قرآنا عجباَ-نگہت ہاشمی

سوال و جواب کی صورت میں قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

5	4	3	2	1
10	9	8	7	6
15	14	13	12	11
20	19	18	17	16
25	24	23	22	21
30	29	28	27	26

ڈائمنڈ اردو بکس ڈاٹ کام

اردو ادب کا نیا اور روشن افق

اپنی تخلیقات کو دنیا بھر کے قارئین تک پہنچائیں — نئی پہچان کا سفر ہمارے ساتھ شروع کریں

ویب سائٹ کا تعارف و مشن

خوش آمدید! DiamondUrduBooks.com اردو ادب کے شائقین، سنجیدہ لکھاریوں اور ذوقِ مطالعہ رکھنے والے قارئین کے لیے ایک بہترین، معیاری اور منفرد ڈیجیٹل پلیٹ فارم ہے۔ ہمارا بنیادی مقصد اردو زبان و ادب کو فروغ دینا، کلاسیکی اور جدید ادب کو زندہ رکھنا، اور نئے و پرانے تمام قلم کاروں کو ایک ایسا باوقار اسٹیج فراہم کرنا ہے جہاں ان کی تخلیقات دنیا کے کونے کونے تک باآسانی پہنچ سکیں۔ یہ پلیٹ فارم صرف ایک ویب سائٹ نہیں، بلکہ اردو ادب سے عشق کرنے والوں کا ایک ایسا پرخلوص خاندان ہے جو تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارنے اور انہیں ادبی دنیا میں ایک نئی اور مستحکم شناخت دینے کے لیے ہمہ وقت کوشاں ہے۔

نئے اور پرانے مصنفین کے لیے سنہری موقع

کیا آپ کے پاس الفاظ کا جادو ہے؟ کیا آپ کے قلم میں معاشرے کی عکاسی کرنے کی طاقت ہے؟ کیا آپ کہانیاں، طویل و مختصر ناولز، ناولٹس، تحقیقی مضامین یا دل کو چھو لینے والی شاعری لکھتے ہیں لیکن آپ کو اپنی تحریروں کی اشاعت کے لیے کوئی مناسب پلیٹ فارم نہیں مل رہا؟ اب پریشان ہونے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ ہم تمام نئے اور تجربہ کار، سنجیدہ اور باصلاحیت مصنفین کو کھلے دل سے خوش آمدید کہتے ہیں کہ وہ بلا جھجھک اپنی تخلیقات ڈائمنڈ اردو بکس ڈاٹ کام پر شائع کروائیں۔

- ناولز اور کتابیں: اپنے طویل یا مختصر ناولز، ناولٹس، افسانے اور کتب آن لائن شائع کروا کر ہزاروں قارئین تک رسائی حاصل کریں۔
- مضامین و کالمز: سماجی، تاریخی، ادبی، اصلاحی اور علمی موضوعات پر اپنے قیمتی مضامین اور تحقیقات پیش کریں۔
- شاعری و غزلیں: اپنی شاعری، غزلیں، نظمیں، قطعات اور رباعیات کو خوبصورت انداز میں دنیا کے سامنے لائیں۔

آپ کو کیا ملے گا؟ (تخلیق کاروں کے لیے خصوصی فوائد)

ڈائمنڈ اردو بکس پر اپنی تخلیقات شائع کرنے سے آپ کو درج ذیل منفرد اور شاندار فوائد حاصل ہوں گے:

- **عالمی شناخت:** بین الاقوامی سطح پر اردو قارئین تک رسائی حاصل کریں اور ادبی دنیا میں اپنی ایک منفرد اور مستحکم پہچان بنائیں۔
- **پیشہ ورانہ پیشکش:** آپ کی قیمتی تحریروں کو انتہائی خوبصورت لے آؤٹ، بہترین آرٹیکل ڈیزائن اور پروفیشنل انداز میں شائع کیا جائے گا۔
- **قارئین سے براہِ راست رابطہ:** شائقین کی طرف سے ملنے والے تبصروں، آراء اور پذیرائی کے ذریعے اپنے قارئین سے ہمیشہ جُڑے رہیں۔
- **مستقل ادبی آرکائیو:** آپ کی تخلیقات ہمیشہ کے لیے محفوظ رہیں گی، جنہیں آنے والی نسلیں اور قارئین جب چاہیں پڑھ سکیں گے۔

آج ہی اپنی تحریر ہمیں ارسال کریں اور اپنی قلمی صلاحیتوں کو دنیا کے سامنے نمایاں کریں!

واٹس ایپ پر رابطہ کریں (تحریر شائع کروانے کے لیے)

ڈائمنڈ اردو بکس ڈاٹ کام — جملہ حقوق محفوظ ہیں — اردو ادب کی ترویج و ترقی کے لیے ایک پر عزم اور معیاری پلیٹ فارم

💎 ڈائمنڈ اردو بکس 💎

آفیشل سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، واٹس ایپ گروپس ڈائریکٹری

🌐 مرکزی پورٹل و آفیشل چینل

آفیشل ویب سائٹ
آن لائن پی ڈی ایف کتب کا وسیع ذخیرہ

ویب سائٹ وزٹ کریں 🔗

آفیشل واٹس ایپ چینل
اہم ترین اپڈیٹس اور خبریں

چینل فالو کریں 📢

💬 آفیشل واٹس ایپ گروپس

ڈائمنڈ اردو بکس 1️⃣
مرکزی کتابی بحث و شیئرنگ

گروپ جوائن کریں 👥

ڈائمنڈ اردو بکس 2️⃣
ثانوی کتابی اپڈیٹس گروپ

گروپ جوائن کریں 👥

ڈائمنڈ بکس کمیونٹی
مرکزی کمیونٹی حب

کمیونٹی جوائن کریں 🌐

اردو تحاریر کا گلدستہ
منتخب ادبی تحاریر

گروپ جوائن کریں ✍️

کاروان شعر و ادب
شاعری اور شاہکار ادب

گروپ جوائن کریں 📜

کتابوں پر تبصرے
ادبی ریویوز اور تبصرے

گروپ جوائن کریں 📚

ڈی یو بی میڈیا
جنرل پوسٹنگ گروپ

گروپ جوائن کریں 🎬

ڈائمنڈ لنکس ورلڈ
مختلف مفید لنکس کا مجموعہ

گروپ جوائن کریں 🔗

حمد و نعت آفیشل

اسلامی حمد، نعت و کلام

گروپ جوائن کریں 🕌

بچوں کا کارواں

بچوں کا ادب اور کہانیاں

گروپ جوائن کریں 🎈

📱 دیگر سوشل میڈیا اکاؤنٹس

ٹیلی گرام چینل

ڈائریکٹ پی ڈی ایف ڈاؤن لوڈز

ٹیلی گرام چینل 🚀

ٹیلی گرام گروپ

ڈسکشن اور گفتگو گروپ

ٹیلی گرام گروپ 💬

فیس بک پیج

آفیشل فیس بک اپڈیٹس

فیس بک پیج 👍

فیس بک گروپ

کمیونٹی فیس بک گروپ

فیس بک گروپ 👨‍👩‍👧‍👦

انسٹاگرام

بصری اقتباسات اور پوسٹرز

انسٹاگرام فالو کریں 📸

ٹک ٹاک

مختصر ویڈیو اپڈیٹس

ٹک ٹاک فالو کریں 🎵

⚠️ کسی بھی لنک کے کام نہ کرنے یا ری سیٹ ہونے کی صورت میں فوری رابطہ کریں:

رابطہ منتظم: شاہ زر خان | +92 317 6699066

© 2026 ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس — تمام حقوق محفوظ ہیں۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 1

الٓمٓ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

اٰیاتھا ۷ ۱ سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۵ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (2) الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (3) مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (4) اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (5)
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (6) صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ (7)

سورہ فاتحہ مکی ہے اس میں سات آیات اور ایک رکوع ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔(1)

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔(2) وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔(3)

بدلے کے دن کا مالک ہے۔(4) ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی

سے مدد مانگتے ہیں۔(5) ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔(6) ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام

فرمایا جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔(7)

سوال1: فاتحہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: فاتحہ اسے کہتے ہیں جس سے کوئی چیز شروع کی جائے۔ قرآن پاک کا آغاز اس سورت سے ہوتا ہے اس لیے اس کو سورۃ الفاتحہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت، کتابت اور نماز کی قرأت اسی سے شروع کی جاتی ہے۔

سوال2: سورہ الفاتحہ کے اور کون سے نام ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا: الحمدللہ ہی ام القرآن، ام الکتاب، سبع مثانی، قرآن عظیم، الحمد اور الصلوۃ ہے۔ ﴿2﴾ الفاتحہ کے دیگر ناموں میں الشّفاء، الکنز اور الرّقیہ بھی ہیں۔

سوال3: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ اور اس سورت کی کتنی آیات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ ﴿2﴾ مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے پہلے نمبر پر اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے پانچویں نمبر پر ہے۔ ﴿3﴾ اس سورت کی سات آیات ہیں۔

سوال4: سورۃ الفاتحہ کی کیا فضیلت ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ آج میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے ایک ایسی سورت کی تعلیم دوں گا جو قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جب آپ ﷺ باہر نکلنے لگے تو میں نے یاد دلایا کہ آپ ﷺ نے مجھے قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت بتانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یہی وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔'' (بخاری:4474)﴿2﴾ ابوسعید مولیٰ عامر بن کریز رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے قبل ایک ایسی سورت بتاؤں گا کہ اس جیسی تورات وانجیل میں نہیں اتاری گئی اور نہ ہی قرآن میں ویسی کوئی دوسری سورت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ جب نماز کی ابتداء کرتے ہو تو کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ پڑھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی وہ سورت ہے۔'' (مؤطا امام مالک:182)﴿3﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس جیسی سورت نہ تو تورات میں اتری ہے نہ انجیل میں اور نہ فرقان میں، یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔'' (ترمذی)﴿4﴾ سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان پورا پورا تقسیم کر دیا ہے، نصف اپنے لیے اور نصف بندے کے لیے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو وہ طلب کرے'' جب بندہ کہتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے نے میری حمد اور تعریف کی'' جب وہ ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے نے میری ثناء کی'' جب وہ ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی'' جب وہ کہتا ہے ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جو اس نے طلب کیا'' جب وہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ سے ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہ میرے بندے کے لیے ہے اور اس کے لیے وہ کچھ ہے جو اس نے مانگا۔'' (مسلم)

﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے۔''

سوال1: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ﴾ ''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی'' قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا کیوں ضروری ہے؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ پس جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ (النحل:98) اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہونا واجب ہے۔ نبی ﷺ نے بھی ہمیشہ اعوذ باللہ پڑھی۔﴿2﴾ یہ کتاب ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا راستہ بتاتی ہے، شیطان ہمیں اس راستے سے روکنا چاہتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہمیں اس کے شر سے بچا سکتا ہے۔ شیطان کے شر کو دور کرنا واجب ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم﴾ ''شیطان مردود سے'' شیطان کون ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیطان ایک جن ہے جو انسان کا دشمن ہے۔رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿وَاِذْقُلْنَالِلْمَلٰٓئِكَةِاسْجُدُوْالِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓااِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔(الکھف :50)﴿2﴾ شیطان کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے لئے کہا گیا تھا تو اس نے حسد کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔﴿3﴾ شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے، فریب دینے اور وعدوں کے جال میں الجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی تھی۔﴿4﴾ شیطان انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹانے اور برائی پر آمادہ کرنے کے لئے مسلسل دشمنی جاری رکھتا ہے۔

سوال3: شیطان کو اللہ تعالیٰ نے **﴿رجیم﴾** ''مردود'' کیوں کہا ہے؟

جواب: شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنے سے انکار کیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے رجیم قرار دیا۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم(1)﴾

''اللہ تعالیٰ کے نام سے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔''(1)

سوال1:﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ میں اللہ تعالیٰ کے ہر نام سے ابتداء کرتا ہوں۔(تفسیر سعدی:70/1)﴿2﴾**بسم** ''نام سے'' اسم مفرد ہے جو تمام اسمائے حسنہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔﴿3﴾**اللّٰہ**: وہ جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے، جو تصرف کرتا ہے، جس کے فیصلے نافذ ہو کر رہتے ہیں۔وہ واحد معبود ہے۔وہ تمام صفات کمال رکھتا ہے۔اس لیے وہ اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے۔

سوال2:﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ''وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا واجب ہے۔مثلاً ہمارا ایمان ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ رحمٰن ہے، رحیم ہیاور رحمت کا مالک ہے۔رحمت اس کی صفت ہے جس سے وہ مخلوق پر رحم کرتا ہے۔تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔فرمایا:﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔(الاعراف:156)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے انبیاء وصالحین کے لیے اپنی رحمت کو لازم کر دیا ہے۔

سوال3: بسم اللہ کے فضائل بیان کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ جوکام بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جاتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی۔(ابوداؤد) ﴿2﴾ جو شخص وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہوتا۔(مسند احمد) ﴿3﴾ ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ نے کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا۔ ہر سورت سے پہلے یہ نازل ہوئی۔ صحابہ کہتے ہیں: ہم سورتوں کو جدا نہ سمجھتے جب تک بسم اللہ نازل نہ ہوتی۔(ابوداؤد) ﴿5﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسی آیت سے تحریر قرآن مجید کا آغاز کیا۔ ﴿6﴾ آپ ﷺ نے نماز میں فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھی اور اس کو ایک آیت شمار کیا۔(ابن خزیمہ) ﴿7﴾ تمام کاموں سے پہلے برکت، مدد اور قبولیت کی امید پر بسم اللہ پڑھنا اسلامی طریقہ ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ(2)﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔''(2)

سوال1: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہیں اور اس کے افعال عدل پر مبنی ہیں اور فضیلت والے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ کامل حمد کا مالک ہے اس لیے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جیسا کہ اس کی ذات کے لائق ہے۔ يَـارَبِّ لَكَ الْـحَمْدُ كَمَايَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطٰنِكَ۔ ﴿3﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہنا میزان کو بھر دیتا ہے۔''(مسلم:534)

سوال2: ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿رَبِّ﴾ ،معبود، آقا، مالک اور مختار کل جو اپنی ملکیت کی تمام چیزوں میں تصرف کا اختیار رکھتا ہو۔ وہ تمام جہانوں کا مربی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''سارے جہانوں کا'' اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق عالم ہے اور عالمین اس کی جمع ہے۔ ﴿3﴾ مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی تربیت کی دو قسمیں ہیں۔ تربیت عامہ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اس نے رزق عطا کیا اور ان مصالح کی طرف راہ نمائی کی جن میں ان کی دنیاوی زندگی کی بقا ہے اور تربیت خاصہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لیے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان کے ذریعے تربیت کرتا ہے اور ان تمام چیزوں کو دور کرتا ہے جو حق کے راستے پر چلنے نہیں دیتیں۔ اسی تربیت سے ہر نیکی کی توفیق ملتی ہے اور برائی سے بچنے کی توفیق ملتی ہے۔ ﴿4﴾ صرف اللہ تعالیٰ ہی نے ساری مخلوق کو پیدا کیا وہ اکیلا ہی تدبیر کرتا ہے اور سارا عالم اس کا محتاج ہے۔ ﴿5﴾ ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾ فرعون نے کہا: ''اور رب العالمین کیا ہے؟'' موسیٰ نے کہا: ''آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کا بھی رب جو ان کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔''(الشعراء:23,24) ﴿6﴾ ﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْۗـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ سو بلاشبہ وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

راہ نمائی کرتا ہے۔اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے۔اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔اور جو مجھے موت دے گا پھر وہ مجھے زندہ کرے گا۔اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا۔(الشعراء:82۔77)

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ(3)﴾

''وسیع رحمت والا،نہایت رحم والا ہے۔''(3)

سوال:﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾''وسیع رحمت والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے۔اس نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔فرمایا:﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے۔(الانعام:12)﴿2﴾﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۛ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا انہیں کوئی نہیں تھامتا۔(الملک:19)﴿3﴾﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(الرحمٰن:21)﴿4﴾عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ''رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے۔زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا''۔(ترمذی:1924)

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ(4)﴾

''بدلے کے دن کا مالک ہے۔''(4)

سوال1:﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾''بدلے کے دن کا مالک ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿مٰلِكِ﴾اللہ تعالیٰ مالک ہے۔مالک وہ ہوتا ہے جو حکم دے،روک لے،جو نیکیوں کا بہترین ثواب عطا کرے،جو گناہوں پر سزا دے اور جو ہر قسم کا تصرف کرے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے سے مراد ہے کہ اس دن ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہوگی،کوئی فیصلہ اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکے گا،اس دن کوئی سفارش،کوئی دوستی،کوئی تجارت کام نہیں آئے گی۔﴿3﴾﴿يَوْمِ الدِّيْنِ﴾''بدلے کے دن کا''اللہ تعالیٰ جزا کے دن کا یعنی قیامت کے دن کا مالک ہے۔﴿4﴾جزا کے دن سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہوں گے۔﴿5﴾سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا،پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا:میں بادشاہ ہوں،زور والے(جابر)بادشاہ کہاں ہیں؟تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟پھر زمینوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا:میں بادشاہ ہوں،زور والے(جابر)بادشاہ کہاں ہیں؟تکبر والے کہاں ہیں؟''(مسلم:7051)﴿6﴾جزا کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔﴿7﴾جزا کے دن اللہ تعالیٰ کی کامل ملکیت،کمال حکمت اور کمال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عدل مخلوق پر ظاہر ہو جائے گا۔ ﴿8﴾ جزا کے دن جبرائیل اور دیگر فرشتے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ جس دن جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بات نہیں کرے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔ (النباء:38) ﴿9﴾ جزا کے دن وہی بات کرے گا جس کو رحمٰن کی طرف سے اجازت دی گئی ہوگی۔ ﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ﴾ جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔ (ھود:105) ﴿10﴾ جزا کے دن سب جزا و سزا کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہوں گے اس کے ثواب کی امید رکھیں گے اور عذاب سے خوف کھائیں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿مالک﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: مالک حقیقی صاحب اختیار کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ: ﴿1﴾ وہ ایک ہی ساری کائنات اور تمام انسانوں کا مالک ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی چیز کا کوئی اور اصلی مالک نہیں کہ اپنی ذاتی خواہشات کے مطابق اسے استعمال کرے۔ وہ مالک آخرت میں ایسے تمام افراد سے حساب لے لے گا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ ﴿الرَّحْمٰنِ﴾ ہے پھر وہ سزا کیوں دے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ ﴿الرَّحْمٰنِ﴾ ہے پھر وہ سزا دے گا اس لیے کہ ﴿1﴾ دنیا میں تمام اعمال کا بدلہ نہیں مل سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ انصاف اور عدل بھی کرے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ الرَّحْمٰنِ ہے لیکن بے انصاف نہیں ہے اس لیے جن کو برے اعمال اور زیادتیوں کی سزا دنیا میں نہیں ملتی ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ ﴿3﴾ وہ قدر کرنے والا ہے اس لیے اس نے نیک کام کرنے والوں کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے۔

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (5)﴾

''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (5)

سوال 1: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ ''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ہم ایک اللہ تعالیٰ کو عبادت کے لیے مخصوص کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کی تعریف یوں کرتے ہیں: عبادت ان تمام کاموں کے لیے جامع اسم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔ وہ اقوال ہوں یا ظاہری و باطنی اعمال ہوں۔ (رسالۃ العبودیۃ:149/10) ﴿3﴾ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کسی اور کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کی جائے۔ ﴿4﴾ اس کی الوہیت اس کی عبادت کا تقاضا کرتی ہے، یہی اس کی توحید الوہیت کا ثبوت ہے۔ آیت کے اس حصے میں شرک سے نفرت کا اظہار ہے۔ ﴿5﴾ عبادت کو عبادت نہیں کہا جا سکتا جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں نہ ہواوراس کا مقصداللہ تعالیٰ کی رضانہ ہو۔

سوال2:﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ کی کیابنیادیں ہیں؟

جواب: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اِيَّاكَ نَعْبُدُ کی دوعظیم بنیادیں ہیں:﴿1﴾رسول اللہ ﷺ کی متابعت۔﴿2﴾معبود کے لیے اخلاص۔(الضوءالمنیر :91/1)معبود کے لیے اخلاص یہ ہے کہ سارے اقوال اوراعمال اس کے لیے ہوں اورعطا کرنا اوراوررروک لینااس کے لیے ہواورمحبت اورنفرت اس کے لیے ہو،ظاہری اور باطنی معاملات اس کے لیے ہوں۔کسی معاملے کی جزاانسانوں سے طلب نہ کی جائے،نہ ان سے عزت چاہی جائے،نہ تعریف اورنہ ان کی مذمت کا خوف رکھا جائے۔جولوگ سارے اعمال اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔اسی کارب العزت نے مطالبہ کیا ہے:﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ ﴾اورانہیں اس کے سواکوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کواللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یک سو ہونے والے ہوں۔(البینہ:5)

سوال3: ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں کریں؟

جواب: ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے،تمام نعمتیں اس نے عطا کی ہیں،زندگی اورموت کے سارے اختیارات اس کے قبضے میں ہیں اس لیے اس کا حق ہے کہ زندگی کواس کی مرضی کے مطابق گزاراجائے،توہمات،غلط طورطریقوں اوررسوم ورواج سے بچاجائے اورلوگوں کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مانی جائے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کروجس نے تمہیں اوران لوگوں کو پیدا کیا جوتم سے پہلے تھے،تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔(البقرہ:21) نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بندوں پرحق یہ ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں اورکسی چیز کوبھی اس کا شریک نہ بنائیں۔بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب نہ دے۔(بخاری:6500)

سوال4:﴿ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾''اورصرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی ہم ایک اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں،استعانت کواسی کے لیےمخصوص کرتے ہیں۔﴿2﴾استعانت کا مطلب جلب منفعت اوردفع ضرر کےحصول میں پورے وثوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ پراعتماداوربھروسہ کرنا ہے۔(تفسیرسعدی:72/1)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی عبادت کے قیام اورمنافع کے حصول میں اورنقصان کے ازالے میں صرف اسی سے مدد کا طلب گار ہونا ابدی سعادت کا وسیلہ اورتمام برائیوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔پس نجات کا راستہ یہی ہے کہ عبادت بھی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی کی جائے اورمدد بھی صرف اسی سے مانگی جائے۔ ﴿4﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:﴿ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾سے یہ مراد ہے کہ ہم تیری اطاعت اوراپنے تمام کاموں میں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:29/1)﴿5﴾اللہ تعالیٰ کے سواکسی اور سے مدد مانگنا درست نہیں۔صحیح حدیث سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: جب تم مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو۔(روح المعانی:151/1)﴿6﴾اللہ تعالیٰ نے استعانت کو عبادت کے بعد ذکر کیا ہے حالانکہ استعانت عبادت میں داخل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اپنی تمام عبادات میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج ہے۔اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد نہ فرمائے تو بندہ اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل اور اس کے منہیات سے اجتناب نہیں کرسکتا۔(تفسیر سعدی:72/1)
﴿7﴾عبادت کا وسیلہ استعانت ہے۔اللہ تعالیٰ پر توکل کے بغیر اور اس سے مدد مانگے بغیر عبادت ممکن نہیں۔عبادت اور استعانت کو کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا۔جیسا کہ ارشاد فرمایا:﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو۔(ہود:123)﴿8﴾نبی ﷺ نے اس کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:''اے میرے اللہ! اپنا ذکر کرنے،شکر کرنے اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔''(سنن ابی داؤد:1522)

سوال5: استعانت کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾نفع کے حصول اور ضرر کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اور یہ یقین رکھنا استعانت ہے کہ وہ ضرور اسے پورا کرے گا۔﴿2﴾استعانت میں اس کی ساری قسمیں آجاتی ہیں مثلاً توکل،تفویض اور تسلیم وغیرہ۔(الضوء المنیر)﴿3﴾شریعت کی اصطلاح میں استعانت کا مطلب ہر طرح کی عبادت اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد مانگنا ہے۔

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ(6)﴾

''ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔''(6)

سوال1:﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾''ہمیں سیدھے راستے پر چلا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی سیدھے راستے کی جانب ہماری راہ نمائی فرمائیے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیے۔﴿2﴾﴿الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾وہ راستہ جو جنت تک پہنچاتا ہے۔حق کی معرفت اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔﴿3﴾صراط مستقیم وہ شریعت ہے جس کو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔بندے کے لیے اپنی سعادت کا کوئی راستہ صراط مستقیم پر استقامت کے سوا نہیں اور استقامت کے لیے کوئی راستہ رب العزت کی ہدایت کے بغیر نہیں۔جیسے عبادت استعانت کے بغیر ممکن نہیں ایسے ہی صراط مستقیم پر استقامت اس کی ہدایت کے بغیر ممکن نہیں۔﴿4﴾نبی ﷺ دعا مانگتے تھے:اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ اے اللہ! میرے دل میں میری ہدایت ڈال دیجیے اور مجھے میرے نفس کی برائی سے بچا لیجیے۔(احمد:3/444)صراط مستقیم سے مراد''اسلام'' ہے یعنی وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے کھولا،جس پر چلنے کی دعوت اس کے رسولوں نے دی،جس پر اس کے نیک بندے چلتے رہے،جو ہمیں اس کی رضا اور جنت تک لے جاسکتا ہے۔سیدھا راستہ صرف اللہ تعالیٰ ہی دکھا سکتا ہے اور اس پر وہی چلا سکتا ہے۔ہمیں صراط مستقیم کا علم دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور آخر میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا۔انہوں نے علم بھی دیا اوراس پر عمل پیرا ہوکر بھی دکھایا۔ان کی ذات اوران کے قائم کردہ نظام میں صراط مستقیم کا بہترین نمونہ ہے۔﴿5﴾صراط مستقیم کے لیے راہ نمائی کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمام دینی معاملات میں علم وعمل کے اعتبار سے ہماری صحیح اورمکمل راہ نمائی فرمایئے۔﴿6﴾یہ دعا سب سے زیادہ جامع ہے۔﴿7﴾انسان پرواجب ہے کہ اپنی ہر رکعت میں اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کیونکہ وہ اس کا ضرورت مند ہے۔﴿8﴾﴿وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾اور جواللہ تعالیٰ (کے دین) کومضبوطی سے پکڑے گا تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا۔(آل عمران:101)صراط مستقیم پرتو مسلمانوں کا صرف وہی فرقہ ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے ارشادفرمایاتھا''مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي''جس پر میں اورمیرے صحابہ ہیں۔(ترمذی:کتاب الایمان)﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾میں انسان یہ دعا کرتا ہے کہ ہمیں نفع مند علم اورعمل صالح کی توفیق عطا فرمادے۔

﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ(7)﴾

''ان لوگوں کے راستے پرجن پرتو نے انعام فرمایا جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔''(7)

سوال1:﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾''ان لوگوں کے راستے پرجن پرتو نے انعام فرمایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جن لوگوں پرتو نے انعام فرمایا،یااللہ ان کے راستے پرہمیں چلانا۔﴿2﴾صراط مستقیم انبیاء،شہداء،صدیقین اورصالحین کا راستہ ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کا انعام کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کے لیے ہدایت انعام ہے۔

سوال3:انعام یافتہ لوگوں سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾انعام یافتہ لوگوں سے مرادوہ لوگ ہیں جواہل ہدایت اوراستقامت ہیں۔وہ لوگ جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں،اس کے احکامات کوبجالاتے ہیں اوراس کے روکے ہوئے کاموں سے باز رہتے ہیں۔یہ وہ راستہ ہے جس پروہ لوگ چلے جن پراللہ تعالیٰ کا انعام ہوایعنی انبیاء،صدیقین،شہدااورصالحین۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾اور جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پراللہ تعالیٰ نے انعام کیا،نبیوں اورصدیقوں اورشہیدوں اورصالحین میں سے!اوریہی بہترین ساتھی ہیں۔(النساء:69)انعام یافتہ لوگوں کے راستے پرچلنے کے لیے ان کی زندگیوں کے بارے میں جاننا اوران کے طریقوں پر چلنا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نبی ﷺ کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:﴿غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ ''جن پر نہ غصہ کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿لْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ جن لوگوں نے حق کو پہچان کر اسے ترک کر دیا مثلاً یہود وغیرہ۔(تفسیر سعدی:73/1)**﴿2﴾** رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ﴾ وہ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور ان میں سے جن کو اس نے بندر اور سؤر بنا دیا۔(المائدہ:60)

سوال5: اللہ تعالیٰ کے غضب سے کیا مراد ہے؟

جواب: غضب: اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا عقوبت یا سزا دینے کا ارادہ ہے۔غضب اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔اس بارے میں حدیث ہے: بے شک صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔ یہ اس کی فعلی صفت ہے۔(تفسیر فتح القدیر:31/1)

سوال6: اللہ تعالیٰ کا غضب کن لوگوں پر ہوا؟

جواب: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ غضب ابلیس پر ہوا جس نے نافرمانی کی اور تکبر کیا۔اکثر مفسرین کے خیال میں مغضوب لوگوں سے مراد یہودی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بندر اور سؤر بنا دیا۔

سوال7:﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہو؟

جواب: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مومنوں پر یہ حق ہے کہ وہ ان پر غضب ناک ہوں۔**﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾** میں غضب کا فاعل ذکر نہیں کیا گیا اس میں یہ نکتہ بدیع ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور مومنوں کا غضب ہے۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اہل غضب سے دشمنی کا حکم دیا ہے تا کہ مومن اپنے رب کے غضب کی موافقت کریں اور اس سے راضی ہو جائیں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور یہی عبودیت کی حقیقت ہے۔(الضوء المنیر:122/1)

سوال8:﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ ''اور نہ وہ گمراہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿الضَّآلِّيْنَ﴾ جنہوں نے نصاریٰ کی مانند حق کو ترک کر کے جہالت اور گمراہی کو اختیار کیا۔(تفسیر سعدی:73/1) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہود **﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾** اور نصاریٰ **﴿الضَّآلِّيْنَ﴾** ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ یہود نے حق کو پہچانا اس کی پیروی نہیں کی اور نصاریٰ نے بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔(ابن تیمیہ،مجموع الفتاویٰ:127/3) سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا کہ علماء میں سے جو فساد کرے تو وہ یہود کے مشابہ ہے اور عبادت گزاروں میں سے جو فساد کرے وہ نصاریٰ کے مشابہ ہے اور اسلاف کہتے تھے کہ فاجر عالم اور جاہل عبادت گزار کے فتنے سے بچو۔ان دونوں کا فتنہ ہر فتنے میں مبتلا ہونے والے کے لئے فتنہ ہے۔(مجموع الفتاویٰ:190/19)**﴿2﴾** **﴿الضَّآلِّيْنَ﴾**:الضلال گمراہی،''ضلالة'' ہدایت کی ضد ہے۔صراط مستقیم سے ہٹ جانے کو ضلالت یا گمراہی کہتے ہیں خواہ کوئی جان بوجھ کر اس راستے کو چھوڑ دے یا جہالت سے اس پر نہ چلے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9: عیسائی کیسے گمراہ ہوئے؟

جواب: عیسائی صراط مستقیم کا علم نہیں رکھتے اسی وجہ سے وہ گمراہ ہوئے۔عیسائی اگرچہ عمل کرنے والے ہیں مگران کا طریقۂ عمل غلط ہے۔ (مختصرابن کثیر:8/1) عیسائیوں نے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے معاملے میں غلو کیا،عبادات میں بدعات نکالیں جیسے رہبانیت۔عیسائیوں کا فساد، عبادت گزاروں کا فساد ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی خواہشات کے تقاضوں کے مطابق کرتے ہیں نہ کہ اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔انہوں نے اپنے شیوخ (علماء اور درویشوں) کو ربوبیت کی منزل تک پہنچادیا اور وہ حلول اور اتحاد کے نظریے تک پہنچ گئے۔اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''مجھے میرے مقام سے نہ بڑھاؤ جیسے عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مقام بڑھادیا تھا۔'' (تفسیر ابن تیمیہ:121/1)

سوال10: ہم گمراہی سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

جواب: سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:سنو!میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں،ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔جو اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر ہوگا اور جو اسے چھوڑے گا گمراہ ہوجائے گا۔(مسلم:6228)

آیاتها ۲۸۶ ۲ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّة ۸۷ رکوعاتها ۴۰

سوال1: سورہ البقرہ کب اور کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورہ البقرہ مدینہ میں نازل ہوئی۔یہ سورت ہجرت کے بعد شروع میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے مگر ایک آیت ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ﴾ سب سے آخر میں نازل ہوئی۔(مختصرابن کثیر:10/1)

سوال2: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں 286 آیات اور چالیس رکوع ہیں۔

سوال3: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 87 نمبر پر نازل ہوئی اور مصحف میں یہ دوسری سورت ہے۔

سوال4: سورہ البقرہ کا نام البقرہ کیوں ہے؟

جواب: اس سورۃ میں ایک خاص گائے کا ذکر آیا ہے۔

سوال5: سورۃ البقرہ پڑھنے کی کیا فضیلت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَاتَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ،اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سُورَةُ الْبَقَرَةِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبر نہ بناؤ جس گھر میں سورہ البقرہ پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔(مسلم :1824)﴿2﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن کا کوہان سورہ البقرہ ہے۔شیطان جب سورہ البقرہ کی آواز سنتا ہے تو اس گھر سے نکل جاتا ہے جس گھر میں سورت البقرہ کی تلاوت کی جارہی ہو۔(سلسلہ احادیث صحیحہ:588)﴿3﴾ایک دفعہ رات کو سیدنا اسید رضی اللہ عنہ نے سورۃ البقرہ شروع کردی۔گھوڑا بدکنے لگا۔انہوں نے قرأت بند کردی تو اس کا بدکنا بھی بند ہوگیا۔پھر قرأت کی پھر وہ بدکنے لگا۔بند کرنے پر بدکنا بھی بند ہوگیا۔تیسری بار بھی یہی معاملہ پیش آیا۔آپ رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ میرا بچہ سو رہا ہے کہیں گھوڑا اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔آپ رضی اللہ عنہ نے قرأت بند کرکے اسے اٹھا لیا۔اوپر جو نگاہ اٹھائی تو چراغوں سے جگمگاتا ہوا ایک بادل دیکھا اور دیکھتے ہی اوپر کو اٹھ کر غائب ہوگیا۔صبح کو یہ واقعہ اللہ کے نبی ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو تمہاری قرأت سن کر تمہارے پاس آگئے تھے۔اگر تم قرأت بند نہ کرتے تو یہ صبح تک رہتے اور مدینہ کا ہر شخص انہیں دیکھتا۔(صحیح بخاری)

رکوع نمبر1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ(1)﴾

سوال1:﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حروف مقطعات ہیں یعنی کٹے ہوئے حروف۔اس کی مراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ان کے معانی کی کھوج میں نہیں پڑنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے ان حروف کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔

سوال2: سورتوں کی ابتدا میں حروف مقطعات کے لائے جانے کی کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اوائل سورہ میں ان حروف کے لائے جانے کی حکمت یہی بیان کی ہے کہ ان کا مقصد قرآن کریم کا اعجاز ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب انہی حروف سے مرکب ہے جن سے تمہاری گفتگو کے کلمات بنتے ہیں۔لیکن پھر بھی تم اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو۔کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:16/1)﴿2﴾ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جن سورتوں کی ابتدا ان حروف سے ہوئی ہے ان میں قرآن مجید کی عظمت اور اس کے اعجازی کلام ہونے پر زور دیا گیا ہے۔(ابن کثیر :67/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات کے بارے میں محتاط اور محفوظ مسلک کیا ہے؟

جواب: بعض سورتوں کی ابتداء میں جو حروف مقطعات آئے ہیں ان کے بارے میں محتاط اور محفوظ مسلک یہ ہے کہ ﴿1﴾ بغیر کسی شرعی دلیل کے ان کے معانی معلوم کرنے کے لیے تعرض نہ کیا جائے۔ ﴿2﴾ یہ عقیدہ بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حروف مقطعات کو بے فائدہ نازل نہیں فرمایا۔ ﴿3﴾ ان کے نازل کرنے میں کوئی حکمت پنہاں ہے۔ جو ہمارے علم کی دسترس سے باہر ہے۔ (تفسیر سعدی:74/1)

﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ(2) ﴾

''یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔''(2)

سوال1: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ﴾ ''یہ کتاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ الْكِتٰبُ ﴾ اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر پڑھا۔ (ایسر التفاسیر:16) ﴿2﴾ یعنی یہ کتاب عظیم ہی درحقیقت کتاب کہلانے کے مستحق ہے جو بہت بڑے علم اور واضح حق جیسے امور پر مشتمل ہے جو پہلے انبیاء کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ (تفسیر سعدی: 74/1)

سوال2: ﴿ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ﴾ ''جس میں کوئی شک نہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿ لَا رَيْبَ ﴾ سے مراد ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا کلام ہے جسے اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کیا۔ (ایسر التفاسیر:16)

سوال3: قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اس کتاب کا نازل کرنا، جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔ (السجدہ:2) ﴿2﴾ قرآن مجید اپنی ذات میں حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو کہ مخلوق نہیں ہے، نہ نئی بات ہے، کافروں کے لیے اس میں شک پیدا ہوتا ہے۔ (قرطبی:145/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے شک میں مبتلا ہونے والوں کو چیلنج کیا ہے کہ اس جیسا کلام بنا لاؤ۔ فرمایا: ﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ﴾ اور اگر تم اس کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔ (البقرہ:23) ﴿4﴾ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اس عظیم کتاب کے بارے میں شکوک وشبہات کی نفی رب العالمین نے کی ہے جو اس کی ضد یعنی یقین کو لازم کرتی ہے یہ کتاب ایسے عظیم یقین پر مشتمل ہے جو شکوک وشبہات کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ یہ ہدایت صرف یقین سے حاصل ہوتی ہے۔ ﴿5﴾ یہ یقین انسان کی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے کہ ''اس کتاب میں کوئی شک نہیں'' اس یقین کی وجہ سے مومن قرآن مجید کے علم کو قبول کرتا ہے۔ وہ قرآن مجید کی ہدایت کو سمجھنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ مومن قرآن مجید

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے دیئے ہوئے طریقۂ زندگی 'اسلام' کوسچااوراپنے لئے ناگزیر سمجھتا ہے۔

سوال4:﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''متقیوں کے لیے ہدایت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس میں دو چیزوں کی وضاحت ضروری ہے۔هُدًى اور لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿1﴾ الھدی وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے گمراہی اور شبہات کی تاریکیوں میں راہ نمائی حاصل ہواور جو فائدہ مند راستے پر گامزن ہونے میں راہ نمائی کرے۔(تفسیر سعدی:23) ﴿2﴾ ہدایت سے مراد نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق ہے۔﴿3﴾﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ کیونکہ یہ فی نفسہ تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے لیکن چونکہ بد بخت لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی قبول نہیں کرتے، اس لیے اس کے ذریعے سے ان پر حجت قائم ہوگئی ہے کہ انہوں نے اپنی بدبختی کے سبب اس ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔رہے متقی لوگ تو انہوں نے حصول ہدایت کے لیے سب سے بڑا سبب پیش کیا ہے اور وہ ہے تقویٰ اور تقویٰ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اطاعت اور اس کی منہیات سے اجتناب کرتے ہوئے ایسے امور کو اختیار کرنا جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب سے بچاتے ہیں۔پس اہل تقویٰ نے اس کتاب کے ذریعے سے راہ پائی اور اس سے بے انتہا فائدہ اٹھایا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنادے گا اور تمہاری برائیاں تم سے دور کردے گا، اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔(سورہ الانفال:29)(تفسیر سعدی:75/1) ﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قرآن مجید مومنوں کے لیے ہدایت ہے جو شرک سے بچتے ہیں اور میری اطاعت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔(الدر المنثور:57/1) ﴿5﴾ ابوسلیمان نے کہا: متقی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں سے اللہ تعالیٰ شہوات کی محبت چھین لے۔

سوال5: قرآن حکیم کے ہدایت ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن حکیم کے ہدایت ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ ایسے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو دونوں جہانوں کی سعادت اور کمال تک پہنچاتا ہے۔(ایسر التفاسیر:16)

سوال6: متقی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈر کر اس کی ہدایت کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہو۔﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ایمان لا کر حرام کاموں سے بچنے والا اور فرائض کو ادا کرنے والا ہو۔﴿3﴾ جو توحید پر کاربند ہو، شرک سے بے زار اور اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو۔ سیدنا عطیہ سعدی رحمہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بندہ متقیوں میں شامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ حرج کے ڈر سے اس چیز کو چھوڑ نہ دے جس میں کوئی حرج نہیں۔''(ترمذی:2451) ﴿4﴾ ابو یزید نے کہا متقی وہ ہے جب کہے تو کہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب عمل کرے تو اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔(تفسیر قرطبی:146/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: تقویٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے تقویٰ کا معنی پوچھا تو کہا کہ کبھی خاردار راستہ پر چلے ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے کس طرح راستہ طے کیا؟ اس نے کہا جب کانٹا دیکھتا تو اس سے الگ ہو جاتا تو انہوں نے کہا یہی تقویٰ ہے۔ (الدر المنثور: 61/1) ﴿2﴾ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔'' (مسلم: 6904)

﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (3)﴾

''وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (3)

سوال1: ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ ''وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والے متقیوں کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں یعنی وہ اپنے قلب و ذہن پر اللہ تعالیٰ کا حق تسلیم کرتے ہیں اور دل میں آنے والے افکار کے بارے میں یقین رکھتے ہیں کہ یہ حق کے مطابق ہوں تو انہیں قلب و ذہن میں جگہ دی جا سکتی ہے وگرنہ نہیں۔ ﴿2﴾ ایمان تصدیق، خوف اور عمل کے مجموعے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں اور آخرت کے دن کو مان لینا اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔ ﴿3﴾ ایمان کی حقیقت ان امور کی کامل تصدیق کا نام ہے جن کی خبر انبیاء و رسل نے دی ہے۔ یہ تصدیق جوارح کی اطاعت کو متضمن ہے۔ اشیاء کے حسی مشاہدے سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس کے ذریعے سے مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ ایمان کا تعلق تو اس غیب سے ہے جسے ہم دیکھ سکتے ہیں نہ اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خبر دینے سے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یہی وہ ایمان ہے جس کے ذریعے سے مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ایمان مجرد اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء و مرسلین کی تصدیق ہے۔ پس مومن وہ ہے جو ہر اس چیز پر ایمان لاتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے خبر دی ہے خواہ اس نے اس چیز کا مشاہدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ اس نے اسے سمجھا ہو یا اس کی عقل و فہم کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی ہو۔ زنادقہ اور امور غیب کی تکذیب کرنے والوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ ان کی عقل ان امور کو سمجھنے سے قاصر رہی اور وہ ان امور تک نہ پہنچ سکے بنا بریں انہوں نے ان امور کو جھٹلا دیا جن کا احاطہ ان کا علم نہ کر سکا پس ان کی عقل فاسد ہو گئی اور ان کا فہم خرابی کا شکار ہو گیا اور امور غیب کی تصدیق کرنے والے اہل ایمان کی عقل اور بڑھ گئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو راہ نما بنا لیا۔ ایمان بالغیب سے مراد ان تمام امور غیب پر ایمان لانا ہے جن کا تعلق ماضی، حال، مستقبل، احوال آخرت، اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان کی کیفیات سے ہے اور جن کی خبر اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء و مرسلین نے دی ہے۔ پس اہل ایمان نہایت یقین کے ساتھ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کی صفات اوران کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اگر چہ وہ ان کی کیفیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔(تفسیر سعدی:75,76)﴿4﴾رب العزت نے فرمایا:﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی، سب ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا: ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔'' (البقرۃ:285)﴿5﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آدھی رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلِقَآءُكَ حَقٌّ وَّالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَاَخَّرْتُ وَاَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کا قائم رکھنے والا ہے، اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ تو حق ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے اور تیرا فرمان حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھ ہی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور میں تیری ہی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور میں تیری خاطر اوروں سے جھگڑتا ہوں اور تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ پس تو میرے اگلے پچھلے اور باطنی اور ظاہری گناہ بخش دے۔ تو ہی میرا معبود ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔(مسلم:1808)ابومحیریز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جمعہ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں تمہیں ایک بہت اچھی حدیث سناتا ہوں۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم سے بھی کوئی بہتر ہو سکتا ہے؟ (اس کے باوجود کہ) ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد بھی کیا۔ فرمایا: ہاں وہ لوگ جو تمہارے بعد ہوں گے اور مجھ پر ایمان رکھتے ہوں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔(مسند احمد:17102)

سوال2:﴿وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والے متقیوں کی دوسری صفت ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں یعنی وہ اپنے اوقات پر اور اپنے قلب و ذہن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر اللہ تعالیٰ کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔﴿1﴾ عربی میں صلوٰۃ دعا کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں اس عبادت کو کہتے ہیں جس میں قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، تشہد وغیرہ پائے جاتے ہیں اور جسے روزانہ پنج گانہ مخصوص اوقات میں تمام شروط وصفات واقسام کے ساتھ پابندی سے پڑھا جاتا ہے۔(مختصرابن کثیر:11/1)﴿2﴾ اقامت صلوٰۃ سے مراد وقت کی پابندی، وضو کی تکمیل، ارکان کے اعتدال، ترتیل قرأت، خشوع وخضوع، توجہ قائم کر کے دل لگا کر نماز قائم کرنا ہے۔﴿3﴾ یعنی یہ نہیں کہ وہ نماز کا فعل بجالاتے ہیں یا وہ نماز کو ادا کرتے ہیں کیونکہ ظاہری صورت وہیئت کے ساتھ نماز پڑھنا ہی کافی نہیں ہے۔﴿4﴾ بلکہ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ نماز کو جہاں ظاہری شکل وصورت اور اس کے تمام ارکان کی کامل ادائیگی اور اس کی شرائط وواجبات کے ساتھ قائم کیا جائے وہاں اس کی باطنی صورت سے اس کی روح کے ساتھ یعنی اس کے اندر حضور قلب اور اپنے قول وفعل میں کامل تدبر کے ساتھ بھی قائم کرنا ضروری ہے۔﴿5﴾ یہی وہ نماز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ﴾(العنکبوت:45)﴿6﴾ یہی وہ نماز ہے جس پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔﴿7﴾ پس بندہ مومن کو اس نماز پر ثواب ملتا ہے جسے وہ سمجھ کر ادا کرتا ہے۔﴿8﴾ اور نماز میں فرائض اور نوافل سب داخل ہیں۔(تفسیر سعدی:76/1)﴿9﴾ اللہ تعالیٰ نے نماز کی اقامت کا حکم دیا ہے اور نماز پر ہمیشہ پابندی اور اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے﴿ الَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَآئِمُوْنَ ﴾(المعارج:23) وقت کی پابندی کا حکم دیا﴿ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾(النساء:103) جماعت کے ساتھ ادائیگی کا حکم دیا﴿ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴾(البقرہ:43) اس میں خشوع کا حکم دیا﴿ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ﴾(المومنون:2) یہ تنبیہ ہے کہ نماز پڑھنے والے بہت ہیں قائم کرنے والے بہت کم ہیں۔﴿10﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔(نسائی)﴿11﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بے شک آدمی اور شرک اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز کا چھوڑ دینا ہے۔''(مسلم:246)﴿12﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ ہمارے اور کافروں کے درمیان معاہدہ نماز کا ہے۔جس نے نماز چھوڑ دی اس نے (معاہدہ توڑ کر) کفر کیا۔(مسند احمد:346/5)﴿13﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَّهُ نُوْرٌ وَّلَا بُرْهَانٌ وَّلَا نَجَاةٌ وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ اور جو کوئی نماز کی حفاظت نہیں کرے گا اس کے لیے نماز نہ روشنی بنے گی، نہ ایمان کی دلیل بنے گی اور نہ نجات کا سبب ہوگی اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔(مسند احمد:169/2)﴿14﴾ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! میرا جی چاہتا ہے کہ لکڑیاں جمع کراؤں، پھر نماز کا حکم دوں۔جب اذان دی جائے تو کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم دے کر خود (ان) لوگوں کی طرف چلا جاؤں (جو باجماعت نماز میں حاضر نہیں ہوتے) اور ان کو ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔''(بخاری)﴿15﴾ صحیحین میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اتنی دیر تک قیام کرتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں پھٹ گئے۔آپ ﷺ سے طویل قیام کی بابت عرض کیا گیا: کیا آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کر دیے گئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں!'' (بخاری ومسلم)

سوال3: ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والوں کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے مال پر اللہ تعالیٰ کے حق کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔﴿1﴾ رزق سے مراد ہے ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے مثلاً مال و متاع ،زندگی، وقت، صلاحیت، اولاد اور روابط وغیرہ۔﴿2﴾ خرچ یعنی انفاق سے مراد ہے اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کرنا۔اس میں زکوۃ وصدقات دونوں شامل ہیں تو زکوۃ کی ادائیگی، اہل وعیال کا نان ونفقہ اور اپنی حیثیت کے مطابق نیک کاموں پر مال خرچ کرنا انفاق ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿رَزَقْنٰهُمْ﴾ میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ مال ومتاع جو تمہارے قبضہ میں ہے تمہاری اپنی قوت اور ملکیت کے بل بوتے پر حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا رزق ہے۔اسی نے تم کو عطا کیا ہے اور اسی نے تم کو اس نعمت سے نوازا ہے۔(تفسیر سعدی:76)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے سارا مال خرچ کرنے کو نہیں کہا بلکہ ﴿مِمَّا﴾ یعنی اس مال میں سے کچھ حصہ یعنی تھوڑا سا حصہ خرچ کرنا مطلوب ہے اور وہ بھی استعمال ہوگا تو اپنے ہی بھائیوں کو فائدہ پہنچے گا۔﴿5﴾ جن لوگوں پر خرچ کرنا چاہیے ان کا ذکر یہاں نہیں آیا۔ان کی بہت سی قسمیں ہیں اور بہت سے اسباب ہیں لیکن جہاں کہیں بھی خرچ ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو تو قرب الٰہی کا ذریعہ ہوگا۔﴿6﴾ غزوۂ حنین میں چھ ہزار قیدی اور 24 ہزار اونٹ اور چالیس بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔نبی ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا اور خود خالی واپس تشریف لائے۔(بخاری:4337)﴿7﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں تو آپ ﷺ نے اسے اتنی ہی بکریاں عطا فرما دیں۔وہ آدمی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے قوم! اسلام قبول کر لو۔اللہ کی قسم! محمد ﷺ اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ پھر محتاجی کا خوف ہی نہیں رہتا۔(مسلم:6021)﴿8﴾ ایک دفعہ بحرین سے خراج کا مال آیا اور مسجد کے صحن میں زر وسیم کا انبار لگ گیا۔نبی ﷺ صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے۔صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس ڈھیر کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔نماز سے فارغ ہوئے تو اس انبار کی طرف آ بیٹھے اور تقسیم فرمانے لگے۔جو آتا اسے بے حساب دیتے۔تھوڑی دیر میں سب ختم ہو گیا اور دامن جھاڑ کر خالی ہاتھ تشریف لے گئے۔(بخاری:421) ﴿9﴾ ایک دفعہ نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تکبیر ہو چکی تھی لیکن آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہیں چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے، تھوڑی دیر کے بعد آئے اور نماز پڑھائی۔کسی نے اس بے وقت گھر جانے کی وجہ پوچھی تو نبی ﷺ نے فرمایا: گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا پڑا رہ گیا تھا۔میں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو وہ گھر میں پڑا رہے اور میں چل بسوں۔(بخاری:851)

سوال4: نبی ﷺ نے انفاق کی ترغیب کیسے دلائی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : قَالَ اللهُ تَعَالَی : اَنْفِقْ یَا ابْنَ آدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:اے آدم کے بیٹے!تو خرچ کر تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔''(صحیح مسلم:2308)﴿2﴾ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:خرچ کرتی رہو گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گن گن کر دے گا۔ہاتھ نہ روکو،ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے ہاتھ روک لے گا۔(بخاری:2591)

سوال5: نماز اور انفاق کے اکٹھے ذکر آنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ حافظ ابن کثیر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کثیر مقامات پر نماز اور انفاق کو اکٹھا کیا ہے کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو کہ توحید،تمجید اور ثنا پر مشتمل ہے اور انفاق مخلوق کے ساتھ احسان ہے اور وہ بندوں کا حق ہے۔(صفوۃ التفاسیر:26/1)﴿2﴾ نماز معبود کے لیے اخلاص کو متضمن ہے۔(تفسیر سعدی:77/1)﴿3﴾ کسی نے کہا:ایمان میں نجات،نماز میں مناجات اور انفاق میں درجات کی زیادتی ہے۔کسی دوسرے نے کہا:ایمان میں خوش خبری،نماز میں گناہوں کا کفارہ اور انفاق میں طہارت ہے۔(تفسیر مراغی:44,45/1)

﴿ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ(4) ﴾

''اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں۔''(4)

سوال1:﴿ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾''اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والے متقیوں کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو رسولوں پر نازل کی گئیں۔یہاں نازل کرنے سے مراد قرآن اور سنت ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:﴿ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا۔(النساء:113)﴿2﴾﴿ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ ﴾ پس اصحاب تقویٰ ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی میں تفریق نہیں کرتے کہ اس کے کسی حصے پر تو ایمان لے آئیں اور کسی حصے پر اپنے انکار یا ایسی تاویل کے ذریعے سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مراد نہ ہو ایمان نہ لائیں۔جیسا کہ اہل بدعت کا وتیرہ ہے جو قرآن وسنت کی ان نصوص کی تاویل کرتے ہیں جو ان کے قول کے خلاف ہوتی ہیں جو کہ درحقیقت ان نصوص کے معانی کی تصدیق نہیں ہے۔وہ اگرچہ ان نصوص کے ظاہری الفاظ کی تصدیق کرتے ہیں مگر ان پر حقیقی طور پر ایمان نہیں لاتے۔(تفسیر سعدی:77/1)﴿3﴾﴿ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ ''اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا'' یہ آیت کریمہ گزشتہ تمام کتابوں پر ایمان رکھنے پر مشتمل ہے اور گزشتہ کتابوں پر ایمان لانا اس بات پر متضمن ہے کہ انبیائے سابقین پر ایمان لایا جائے نیز ان حقائق پر ایمان لایا جائے جن پر یہ الہامی کتابیں خاص طور پر تورات،انجیل اور زبور مشتمل ہیں۔یہ اہل ایمان کی خصوصیت ہے کہ وہ کتب سماویہ اور تمام انبیاء و

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مرسلین پر ایمان لاتے ہیں ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔(تفسیر سعدی:77/1)

سوال2: قرآن مجید نے جہاں ایمان کا ذکر کیا تو نبی ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی وحی اور پہلے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا، بعد میں آنے والی کسی وحی یا نبی کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: قرآن مجید نے جہاں ایمان کا ذکر کیا تو نبی ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی وحی اور پہلے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا، بعد میں آنے والی کسی وحی یا نبی کا کہیں قطعاً ذکر نہیں کیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں یہ مضمون اول سے آخر تک مختلف مقامات میں چالیس پچاس آیتوں میں آیا ہے۔﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ﴾اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے۔(النحل:43)﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی۔(الزمر:65)﴿ كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ جیسے ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے۔(البقرۃ:183)﴿ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا ﴾ ان کا طریقہ تھا جو آپ سے پہلے ہم اپنے رسولوں میں سے بھیج چکے ہیں۔(بنی اسرائیل:77)(معارف القرآن:113/1)

سوال3:﴿ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴾ ''اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والوں کی پانچویں اہم خصوصیت آخرت پر یقین کرنا ہے۔﴿1﴾ آخرت ان تمام امور کا نام ہے جو موت کے بعد انسان کو پیش آئیں گے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ اور یقیناً آخرت کا گھر ہی اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔(العنکبوت:64)﴿3﴾﴿ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴾ یعنی بعث اور نشور کا وہ علم رکھتے ہیں اور یقین شک کے مقابلے میں علم ہے۔(قرطبی:163/1)﴿4﴾ یقین ایسے علم کامل کو کہتے ہیں جس میں ذرہ برابر شک نہ ہو۔ یقین عمل کا موجب بنتا ہے۔

سوال4: عمومی ایمان کے ذکر کے بعد آخرت پر ایمان کا ذکر کیا گیا، حکمت واضح کریں؟

جواب: عمومی ایمان کے ذکر کے بعد آخرت پر ایمان کو خاص طور پر ذکر کیا گیا کیونکہ آخرت پر ایمان لانا ارکان ایمان میں سے اہم رکن ہے نیز آخرت پر ایمان رغبت، خوف اور اعمال صالحہ کا باعث ہے۔(تفسیر سعدی:78/1)

سوال5: اس آیت میں آخرت پر ایمان **﴿ يُؤْمِنُوْنَ ﴾** نہیں بلکہ یقین **﴿ يُوْقِنُوْنَ ﴾** کیوں فرمایا گیا؟

جواب: اس آیت میں **﴿ بِالْاٰخِرَةِ ﴾** کے ساتھ لفظ **﴿ يُؤْمِنُوْنَ ﴾** نہیں بلکہ **﴿ يُوْقِنُوْنَ ﴾** فرمایا گیا ہے، کیونکہ ایمان کا مقابل تکذیب ہے اور ایقان کا مقابل شک وتردد، اس میں اشارہ ہے کہ آخرت کی زندگی کی محض تصدیق کرنا مقصد کو پورا نہیں کرتا، بلکہ اس کا ایسا یقین ضروری ہے جیسے کوئی چیز آنکھوں کے سامنے ہو، متقین کی یہی صفت ہے کہ آخرت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور حساب کتاب، پھر جزاء وسزا کا نقشہ ہر وقت ان کے سامنے رہتا ہے۔(معارف القرآن:115,114/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: رسول اللہ ﷺ آخرت کے نقشے کو کیسے ہر وقت سامنے رکھتے تھے؟

جواب: صحیحین میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بالا خانے میں آئے۔ دیکھا تو اس میں ''قرظ'' درخت کے پتوں اور جو کے ایک ڈھیر اور معلق سامان کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے اور خود رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے بانوں کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو پر نمایاں ہیں۔ یہ فقیرانہ منظر دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اشک بار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ پوری کائنات سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور ممتاز ہیں۔ (اور اس پراگندہ حالت میں ہیں) کسریٰ اور قیصر بے انداز ناز و نعمت سے متمتع ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور بیٹھ کر فرمایا: اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! تو شک وشبہ میں مبتلا ہے؟ کسریٰ اور قیصر ایسے لوگ ہیں جن کو ان کی ''حیات طیبہ'' دنیا میں ہی دے دی گئی ہے۔ (مسلم کی ایک روایت میں ہے) کیا تمہیں پسند نہیں کہ یہ ناز و نعمت ان کو دنیا میں مل جائیں اور ہمیں آخرت میں؟ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش اور اس کا شکر کر۔ (سیرت النبی ﷺ ابن کثیر: 348/3)

﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (5)﴾

''یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (5)

سوال1: ﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿أُولَٰئِكَ﴾ یعنی وہ لوگ جو ان پانچ صفات کے حامل ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿هُدًى﴾ یہاں ھدًی سے مراد نور بصیرت، اللہ تعالیٰ کے دین پر استقامت اور عمل صالح کی توفیق ہے۔ یعنی جو لوگ یہ صفات رکھتے ہیں انہی کو اللہ تعالیٰ نور بصیرت اور دین حق پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ (فتح القدیر: 48/1) ابن جریر نے کہا کہ وہ اپنے رب کی طرف سے نور، برہان، استقامت اور توفیق پاتے ہیں۔ (فتح لقدیر: 48/1) ﴿3﴾ ہدایت سے روشنی، ثابت قدمی، دلیل، صداقت اور توفیق حق مراد ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 12/1) ﴿4﴾ ﴿عَلَىٰ هُدًى﴾ ہدایت پر ہونے سے مراد دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے پر ہونا ہے۔ ﴿5﴾ ﴿عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ﴾ یعنی اپنے رب کی طرف سے عظیم ہدایت پر ہیں۔

سوال2: صاحب ہدایت ہدایت کی بنا پر کیا مقام رکھتا ہے؟

جواب: صاحب ہدایت بر بنائے ہدایت بلند اور غالب ہوتا ہے اور صاحب ضلالت اپنی گمراہی میں ڈوبا ہوا نہایت حقیر ہے۔ (تفسیر سعدی: 78/1)

سوال3: ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' ﴿1﴾ فلاح اپنے مطلوب کے حصول میں کامیابی اور خوف سے نجات کا نام ہے۔ ﴿2﴾ فلاح سے مراد حصول رضائے رب، حصول نجات وثواب، برائیوں سے اجتناب اور دائمی نعمتوں کا اور جنت کا مل جانا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 12/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے فلاح کو اہل ایمان میں محصور اور محدود کر دیا کیونکہ اہل ایمان کے راستے پر گامزن ہوئے بغیر فلاح کی منزل کو نہیں پایا جاسکتا۔(تفسیر سعدی:78/1)﴿4﴾اس راستے کے سوا دیگر راستے بدبختی، ہلاکت اور خسارے کے راستے ہیں جو اپنے پر چلنے والوں کو ہلاکت کے گڑھوں میں جا گراتے ہیں۔(تفسیر سعدی:78/1)﴿5﴾یہی لوگ دنیا میں طہارت اور طمانیت اور آخرت میں آگ سے نجات کے بعد جنت میں داخلے کی وجہ سے کامیاب ہوں گے۔(ایسر التفاسیر:17)

سوال4:اصل کامیابی کیا ہے؟

جواب:اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور انسان دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کر لیا جائے۔اگر آخرت میں دوزخ مقدر ہوگئی تو انسان مکمل طور پر ناکام ہے خواہ دنیا میں کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو۔﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔(آل عمران:185)

سوال5:اگر کوئی آخرت میں کامیاب نہ ہوا تو اس کا کیا انجام ہوگا؟

جواب:اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے اور اس کا انجام ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم،عذاب،ذلت اور رسوائی ہوگا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ(6)﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا،ان پر برابر ہے کہ آپ نے انہیں ڈرایا ہو یا نہ ڈرایا ہو،وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''(6)

سوال1:﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دو آیات رؤسائے یہود حیی بن اخطب،کعب بن اشرف اور ان جیسے دوسروں کے لیے نازل ہوئی ہیں۔(تفسیر طبری:84/1)﴿2﴾حقیقت میں کفر اس تعلیم یا اس کے کچھ حصے کے انکار کا نام ہے جسے محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔﴿3﴾علماء نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔(i)ایک کفر جیسا فرعون کا کفر تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہی دل و زبان دونوں سے منکر تھا۔(ii)دوسرا کفر اللہ تعالیٰ کو دل سے ماننا زبان سے اقرار نہ کرنا جیسے ابلیس کا کفر۔(iii)تیسرا دل و زبان دونوں سے اللہ تعالیٰ کو ماننا لیکن اس کا حکم نہ ماننا جیسے ابوطالب اور اہل کتاب کا کفر۔(iv)چوتھا کفر منافقوں کا کہ زبان سے سب کچھ کہنا اور دل میں کچھ نہیں۔(احسن التفاسیر:71/1)﴿4﴾﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾جنہوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا یعنی کافرانہ طرز عمل اپنایا اور اس رنگ میں اس طرح رنگے کہ یہ ان کی پہچان بن گئی اور وہ اپنے کفر میں راسخ ہو گئے۔

سوال2:﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾''ان پر برابر ہے کہ آپ نے انہیں ڈرایا ہو یا نہ ڈرایا ہو،وہ ایمان نہیں لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں خبر دی ہے جو کفر پر جمے ہوئے ہیں اس طرح کہ کفر ان کا لازمی وصف بن گیا ہے۔اب انہیں کوئی کفر سے نہیں ہٹا سکتا۔لہٰذا آپ انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔﴿2﴾ان کفار کو دعوت کوئی فائدہ نہیں دیتی لیکن حجت قائم ہوجاتی ہے۔﴿3﴾انذار سے مراد ہے کفر،ظلم اور فساد کے انجام سے ڈرانا۔(ایسر التفاسیر: 18,17)﴿4﴾مسلسل کفر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں سے حق کو قبول کرنے کی استعداد ختم ہوگئی ہے،اس لئے وہ ایمان نہیں لاتے۔﴿5﴾نبی ﷺ کی شدید تمنا تھی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں۔اس مقصد کے لئے آپ ﷺ شدید کوششیں کرتے تھے،اپنے آپ کو گھلاتے تھے۔اس لئے آپ ﷺ پر واضح کر دیا گیا کہ ایمان ایسے لوگوں کے نصیب میں نہیں ہے۔﴿6﴾اس آیت میں نبی ﷺ کو ان کی قوم کے جھٹلانے پر تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ ان پر حسرت نہ کریں،نہ ان کے ایمان کی امید اور نہ ان پر ملامت کریں۔(تفسیر منیر:83/1)﴿7﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ تمام لوگ اسلام میں داخل ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ ایمان وہی لائے گا جس کے لیے نیک بختی لکھ دی گئی ہے اور جس کے لیے بدبختی لکھ دی گئی ہے وہ گمراہ ہو کر رہے گا۔(تیسیر الرحمٰن:19/1)

سوال3: کیا انذار چھوڑ دینے کا حکم ہے؟

جواب:﴿1﴾اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ(کافروں کے لیے)انذار بالکل فضول ہے۔نہیں بلکہ منذر کو تو تبلیغ کا حق ادا کرنے کا ضرور ثواب ملتا رہے گا اس لیے ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ﴾ فرمایا کہ ان کے حق میں انذار اور عدم انذار برابر ہے۔(اشرف الحواشی:4)﴿2﴾نصیحت ناصح کے لئے ہر حال میں مفید ہے،مخاطب قبول کرے یا نہ کرے۔﴿3﴾اس آیت میں ازلی کافروں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا وعظ و نصیحت کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر قرار دیئے گئے ہیں،مگر ان کے ساتھ ﴿عَلَيْهِمْ﴾ کی قید لگا کر بتلا دیا کہ یہ برابری کفار کے حق میں ہے،رسول اللہ ﷺ کے حق میں نہیں،بلکہ ان کو تو تبلیغ و تعلیم اور اصلاح خلق کی کوشش کا ثواب بہر حال ملے گا۔(معارف القرآن:119/1)

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ(7)﴾

''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''(7)

سوال1:﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ﴾''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اب ایمان ان میں داخل نہیں ہوسکتا۔﴿2﴾ان کے دلوں پر مہر ہے۔دل کسی نفع مند چیز کو یاد نہیں کر سکتے۔﴿3﴾ان کے کانوں پر مہر ہے۔کان کسی نفع مند کلام کو سن نہیں سکتے۔اس طرح اللہ تعالیٰ کا کلام سننے سے اور یاد رکھنے سے قاصر ہو گئے ہیں۔﴿4﴾﴿خَتَمَ﴾ مہر کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے دلوں پر زنگ چڑھ جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ دل پر مہر لگا دیتا ہے۔اس طرح دل کے اندر ایمان کی گنجائش ختم ہوجاتی ہے اور کفر جڑیں پھیلا لیتا ہے۔جیسا کہ رب العزت نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا:﴿ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ ﴾ بلکہ ان کے کفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔(النساء:155)﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آجاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ اور یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں کیا ہے)﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے۔(المطففین:14)(ترمذی:3334)

سوال2: کسی چیز پر مہر لگا دینے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: کسی چیز پر مہر لگا دینے کا مفہوم ہوتا ہے اس بات کا یقین کر لینا کہ اب اس کے اندر کوئی چیز باہر سے داخل نہیں ہو سکتی۔ یہی حال کافروں کا ہے کہ کفر وضلالت پر اصرار، تقلید آباء میں انہماک اور غور وفکر کے صحیح راستوں سے اعراض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی ایسی حالت بنادی کہ وعظ ونصیحت ان پر اثر انداز نہیں ہوتی اور حق بات اس میں داخل نہیں ہوتی اور ان کی آنکھوں میں پردہ پڑا ہوا ہے جو ہر نفع بخش چیز کے دیکھنے میں مانع ہے۔ دل، کان، آنکھ یہی راستے ہیں علم حاصل کرنے کے۔ جب یہ بند کر دیئے گئے تو ان سے ایمان لانے کی توقع نہیں کی جاسکتی ورنہ ان سے کسی خیر کی امید کی جاسکتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:19/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ دلوں اور کانوں پر مہر کیوں لگاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بندوں کے تمام افعال کے خالق ہونے کی حیثیت سے اس جگہ مہر لگانے کو اپنی طرف نسبت کر کے یہ بتلا دیا کہ جب ان لوگوں نے قبول حق کی صلاحیت واستعداد کو اپنے اختیار سے تباہ کرنا چاہا تو سنت الٰہیہ کے مطابق ہم نے وہ بد استعداد کی کیفیت ان کے قلوب اور حواس میں پیدا کر دی۔ اِنَّ جَزَاءِ السَّيِّئَةِ السَّيِّئَةُ بَعْدَهَا وَاِنَّ مِنْ جَزَاءِ الْحَسَنَةِ الْحَسَنَةُ بَعْدَهَا یعنی گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہوتی ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچ لاتا ہے جس طرح نیکی کا نقد بدلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچ لاتی ہے۔(معارف القرآن:118،119/1)

سوال4: دلوں اور کانوں پر مہر کب لگتی ہے؟

جواب: آخرت کی کامیابی کے لیے جن خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے ان کو ماننے سے انسان جب انکار کرتا ہے تو سوچنے سمجھنے کے تمام ذرائع یعنی آنکھیں، کان، دل سب مخالف سمتوں میں چل نکلتے ہیں۔ پھر کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ پھر آنکھیں حق نہیں دیکھتیں، کان حق نہیں سنتے، دل میں حق بات سمجھنے کے لیے گنجائش ختم ہو جاتی ہے پھر انسان مسلسل برے اعمال کرتا ہے۔

سوال5: ﴿ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ﴾ ''اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ان کی آنکھوں کے سامنے ایسا پردہ ہے جو انہیں فائدہ مند چیزیں دیکھنے سے روکتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ غِشَاوَةٌ ﴾ سے مراد پردہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔حق کا انکار کرنے کے لیے دو باتیں ایسی ہیں جو انسان کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی ہیں:(i)تکبر(ii)دنیا کی محبت۔انہی کی وجہ سے انسان کے اندر مخالفانہ جذبات جاگ اٹھتے ہیں اور انسان حق بات سمجھ نہیں پاتا خواہ اس کے لیے کتنے ہی دل رکھتے دلائل دیئے جائیں۔اسی چیز کو قرآن میں ﴿غِشَاوَةٌ﴾ کہا گیا ہے یعنی ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔﴿3﴾ سماعت، بصارت اور قلب ہی وہ ذرائع ہیں جن سے علم اور بھلائی کے حصول میں مدد لی جاسکتی ہے۔ان ذرائع سے فائدہ اٹھانے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے لہٰذا ان سے کسی بھلائی کی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ان پر ایمان کے دروازے بند کر دیے گئے کیونکہ انہوں نے کفر کا رویہ اختیار کر لیا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔(الانعام:110) یہ دنیا کا عذاب ہے۔

سوال6: ایمان قبول نہ کرنے کی کیفیت کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟

جواب: ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے انسان مسلسل انکار کرتا ہے، نافرمانی کے کام کرتا ہے جس کی وجہ سے حق قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔پھر کان حق بات سننے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔پھر آنکھیں کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھنے سے محروم رہتی ہیں۔یوں دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں جیسے قرآن حکیم میں رب العزت نے فرمایا: ﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے۔(المطففین:14) ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۙ﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴾ اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا، اسی ایک کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں۔(بنی اسرائیل:45۔46)

سوال7: ایمان کن لوگوں کے حصے میں آتا ہے؟

جواب: ایمان ان لوگوں کے حصّے میں آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں مثلاً آنکھیں کائنات میں رب کی نشانیاں دیکھیں، کان حق بات سننے کے لئے آمادہ ہوں اور دل سچائی کو قبول کر لیں۔اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ آسان کر دیا ہے۔اب اگر یہ مشقت اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ تو انہیں توفیق دے گا۔جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دکھائیں گے اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔(العنکبوت:69)

سوال8: ﴿وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یہ آخرت کا عذاب، جہنم کا عذاب ہے جو اللہ رب العزت کی ناراضگی کی وجہ سے کافروں کو دیا جائے گا۔ یا ارحم الراحمین ہمیں ایسے لوگوں میں شامل نہ فرمانا جو آپ کے غضب کو آواز دیں اور آپ کے عذاب کے مستحق بن جائیں۔

رکوع نمبر2

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ(8)﴾

''اور لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں۔''(8)

سوال1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ لوگوں میں سے کچھ ہیں۔ زمانہ نزول قرآن میں منافق عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی اور ان میں سے اکثر یہودی تھے۔ ان جیسی مثالیں ہر دور اور ہر علاقے میں پائی جاتی ہیں۔(تفسیر مراغی:49/1) ﴿2﴾ ﴿مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ جو کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اور الٰہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں اور یہ کہ اس کے سوا کوئی رب اور الٰہ نہیں۔ ﴿3﴾ ﴿وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ اور کہتے ہیں کہ بعث، جزا اور قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:19) ﴿4﴾ ﴿وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ حالانکہ وہ حقیقتاً مومن نہیں بلکہ وہ جھوٹے فاجر ہیں(واضح المیسر: 11) ﴿5﴾ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں:(1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔(2) جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔(3) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔''(بخاری:33) ایک اور روایت میں آتا ہے۔ جب لڑے تو بے ہودہ گوئی کرے۔(بخاری:34)

سوال2: نفاق کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ بھلائی ظاہر کرنے اور دل میں برائی چھپانے کو نفاق کہتے ہیں۔ ﴿2﴾ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ اعتقادی نفاق اور عملی نفاق۔ **(i)** اعتقادی نفاق دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور یہ نفاق آگ میں لے جانے والا ہے۔ **(ii)** عملی نفاق بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ منافق کا قول اس کے فعل کے اور اس کا ظاہر اس کے باطن کے خلاف ہوتا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:29/1)

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ(9)﴾

''وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے، اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''(9)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے'' منافقوں کا دھوکہ کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾ المخادعۃ دھوکہ یہ ہے کہ دھوکہ دینے والا شخص جس کو دھوکہ دیتا ہے اس کے سامنے جو کچھ زبان سے ظاہر کرتا ہے اس کے خلاف دل میں چھپاتا ہے تاکہ اس شخص سے اپنا مقصد حاصل کر سکے جسے وہ دھوکہ دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:80/1)﴿2﴾ابوجعفر نے کہا ہے کہ منافق کا دھوکہ اپنے رب سے اور مومنوں سے ہوتا ہے۔زبان کی بات سے اظہار کرتا اور تصدیق کرتا ہے لیکن اس کے برخلاف اس کے دل میں شک اور تکذیب ہوتی ہے۔(جامع البیان:183/1)﴿3﴾منافق ایمان کا اظہار کرتے اور اپنے دل میں کفر چھپاتے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرتے تھے۔(ایسر التفاسیر: 19)﴿4﴾جب کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔ (النساء:142)

سوال2: منافق کو کس چیز سے تحفظ چاہیے؟

جواب: منافق کو قتل، قید اور دنیاوی سزاؤں سے تحفظ چاہیے۔

سوال3:﴿وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے، اور وہ شعور نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: منافقین نے اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کی مخالفت دل میں بٹھائی اور زبان سے اظہار کیا کہ وہ بھی ایمان والے ہیں۔ان دھوکہ دینے والوں کا دھوکہ ان کی طرف پلٹ آیا۔جو چال بازیاں دوسروں کی مخالفت میں کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے لیے کر رہے ہیں۔نہ وہ اللہ تعالیٰ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ اہل، ایمان کو۔ہاں ایمان کے اظہار سے وہ اپنی جان اور مال بچا لیتے ہیں لیکن ان کا مکر وفریب ان کے دلوں میں رہ گیا۔آخرت میں ان کے کفر وفجور کی وجہ سے انہیں سخت عذاب ہوگا۔

سوال4: آج کے دور میں منافق اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کے ساتھ کیسے دھوکے بازی کرتا ہے؟ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالتا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: منافق دین کے ساتھ ظاہری رشتہ قائم رکھتا ہے جب کہ اس کی حقیقی وفاداریاں دنیاوی مفادات کے ساتھ ہوتی ہیں۔اس طرح وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ دنیا بھی محفوظ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دین داری کی شہرت بھی ہے۔مثلاً ایک انسان اپنا وقت، اپنی ساری صلاحیتیں، اپنا مال دنیا کی خاطر لگا رہا ہو اور کبھی کبھار کسی غریب کی خدمت کر کے یا کوئی دینی محفل منعقد کر کے یا کسی دینی محفل میں شرکت کر کے لوگوں کی نظروں میں مقام حاصل کر لے کہ یہ بڑے دین دار ہیں، انہیں دین سے بڑی محبت ہے۔یوں دنیا تو محفوظ رہتی ہے لیکن دین داری میں شہرت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوجاتی ہے جب کہ درحقیقت ایمان ان کے دل کے اندر نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے اسے دھوکہ قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کوتو کوئی دھوکہ دے نہیں سکتا۔ہاں ایمان والوں کی نظروں میں جو مقام بنتا ہے یہ ایمان والوں کودھوکہ دینا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے خودفریبی قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ ایک خوش فہمی ہے جوخود انسان کے اپنے اندر ہوتی ہے۔انسان ایسی دین داری پر دنیا میں خوش ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں اسے دھوکہ بازی ہی کہتے ہیں۔

سوال5: اپنے آپ کودھوکے میں مبتلا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اپنے آپ کواس غلط فہمی میں مبتلا رکھنا کہ دنیا بھی محفوظ رہے اورظاہری نیک اعمال کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں دین دار بھی بنے رہیں۔یہ ایسی خوش فہمی ہے جوانسانوں کے اپنے دماغ کے علاوہ کہیں اورنہیں ہوتی۔دنیا میں بھی منافق کا دھوکہ چند دن کے لیے چلتا ہے۔پھر حقیقت کھل جانے پر معاشرے میں اس کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی اورآخرت میں تو زبانی دعوؤں کی کوئی اہمیت ہے ہی نہیں۔

سوال6: ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ وہ سمجھتے نہیں۔اس سے مراد ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ ان کے دھوکے کا انجام ان ہی پر عائد ہونے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب اوراس کا قہر۔

﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ(10)﴾

''ان کے دلوں میں ہی ایک بیماری ہے تواللہ تعالیٰ نے ان کو بیماری میں زیادہ کردیا اوران کے لیے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔''(10)

سوال1: ﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''ان کے دلوں میں ہی ایک بیماری ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے کہ یہ دین کا مرض ہے جسم کا مرض نہیں۔وہ منافق ہیں جن کے دلوں میں شک کی بیماری ہے جسے انہوں نے اسلام میں داخل کیا ہے۔(جامع البیان:187/1)

سوال2: دل کی بیماری سے کیا مراد ہے؟

جواب: دل کی بیماری سے مراد دینی بیماری ہے یعنی شک،ریاکاری،نفاق،دنیا کی محبت اورمفاد پرستی وغیرہ۔

سوال3: دل کوکتنی قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں؟

جواب: دل کودوقسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں جواسے صحت واعتدال سے محروم کردیتی ہیں:﴿1﴾ شبہات باطلہ کی بیماریاں۔﴿2﴾ ہلاکت میں ڈالنے والی شہوت کی بیماری۔پس کفرونفاق اورشکوک وبدعات یہ سب شبہات کی بیماریاں ہیں۔زنا،فواحش ومعاصی سے محبت اوران

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاارتکاب یہ سب شہوات کی بیماریاں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ ﴾ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے۔(الاحزاب:32)اس مرض سے مراد شہوت زنا ہے۔ برائی سے صرف وہی بچے گا جوان دو بیماریوں سے محفوظ ہوگا۔اسی کو ایمان ویقین حاصل ہوتا ہے اور معاصی کی بیماریوں کے مقابلے میں صبر کی ڈھال عطا کر دی جاتی ہے اور وہ عافیت میں آجاتا ہے۔(تفسیر سعدی:81/1)

سوال4:﴿ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیماری میں زیادہ کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق کہ برائی کا پیچھا برائی کرتی ہے ان کا شک نفاق اور خوف بڑھ جائے گا۔(ایسر التفاسیر)**﴿2﴾** اللہ تعالیٰ منافق کو فوراً سزا نہیں دیتے۔اسے مہلت دیتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اور زیادہ کھوٹے ہو جاتے ہیں اور آخر کار مکمل منافق بن جاتے ہیں۔﴿ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ ﴾ لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا۔(التوبہ:125)﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔(الانعام:110)﴿ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ﴾ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔(الصف:5)

سوال5:﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴾ ''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے'' اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمایا کہ وہ تحریف اور تبدیلی کرتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:44/1)
﴿2﴾ اپنے دنیا کے معاملات میں ہوشیار ہونا اور آخرت کے معاملات میں توقعات کو کافی سمجھنا، یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولنا ہے اور جھوٹی زندگی اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے۔

سوال6: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کس حکمت کا بیان ہے؟

جواب: اس میں گناہ گاروں کے گناہوں کی تقدیر کی بابت اللہ تعالیٰ کی حکمت کا بیان ہے کہ یہ روگ نفاق ان کے سابقہ گناہوں کا نتیجہ ہے نیز اللہ تعالیٰ انہیں اس کے سبب سے مزید گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے جو ان کے لیے مزید سزا کے موجب بنتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔(الانعام:110)(تفسیر سعدی:81,82/1)

﴿ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ (11) ﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ یقیناً ہم اصلاح کرنے والے ہیں۔''(11)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے منافقوں کے رویے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انہیں زمین میں فساد پھیلانے سے روکا جاتا ہے اور فساد سے مراد کفر، شرک اور معاصی ہیں۔ فساد سے مراد دشمنوں کے پاس مسلمانوں کے راز پہنچانا اور کافروں سے دوستی رکھنا بھی ہے ،تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔﴿2﴾ انہوں نے دو باتوں کو اکٹھا کر دیا: (i) فساد فی الارض کا ارتکاب۔ (ii) اس بات کا اظہار کہ یہ فساد پھیلانا نہیں، بلکہ اصلاح ہے۔ یوں گویا ایک تو انہوں نے حقائق کو بدل دیا (فساد کا نام اصلاح رکھا) دوسرے، فعل باطل اور اس کے حق ہونے کے اعتقاد کو جمع کر دیا۔ یہ لوگ ان لوگوں سے زیادہ بڑے مجرم ہیں جو گناہ کو حرام سمجھتے ہوئے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ لوگ سلامتی کے زیادہ قریب ہیں اور ان کی بابت ارتکاب گناہ سے باز آجانے کی زیادہ امید ہے۔ (تفسیر سعدی:82/1)

سوال2: زمین میں فساد کیسے پھیلایا جاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرکے، فرائض اور واجبات چھوڑ کر، سچے دین میں شک کرکے، دشمنان اسلام کی مدد کرکے ،کافروں کی حمایت، اللہ تعالیٰ اور بندے کے تعلق کو درست کرنے کے لیے جو انفرادی یا اجتماعی کام کیے جارہے ہوں اس کے راستے میں روڑے اٹکا کر فساد پھیلایا جاتا ہے۔ مثلاً (i) کتاب اللہ کی تعلیم کے راستے میں رکاوٹ ڈال کر۔ (ii) مساجد کی آبادکاری کے راستے میں رکاوٹ ڈال کر جیسے لوگوں کو وہ سرگرمیاں دے دی جاتی ہیں کہ ان کو مسجد میں جانے کا ہوش نہیں رہتا۔

سوال3:﴿ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ یقیناً ہم اصلاح کرنے والے ہیں'' منافقوں کو جب فساد سے روکا جاتا ہے تو وہ یہ جواب کیوں دیتے ہیں کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں؟

جواب: وہ خود کو زیادہ باشعور سمجھتے ہیں حالانکہ وہ شعور نہیں رکھتے۔ یہ ان کی جہالت ہے، جس کو وہ صلح کہتے ہیں وہ فساد ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلاح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ انسان وہی کام کرے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہے۔

سوال5: زمین کے اندر اصلاح کیسے ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ صحیح ایمان، عمل صالح کو اختیار کرکے، شرک اور نافرمانیوں کو چھوڑ کر زمین کے اندر اصلاح ہوتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:20)

﴿2﴾ زمین کے اندر اصلاح یہ ہے کہ اسے ایمان اور اطاعت الٰہی سے معمور رکھا جائے۔ اسی اطاعت و ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرکے اس زمین پر آباد کیا اور ان پر رزق کے دروازے کھول دیے تاکہ اس رزق کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کرے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے خلاف عمل کیا جائے گا تو یہ عمل زمین میں فساد برپا کرنا اور اس کو اجاڑنا ہوگا۔ (تفسیر سعدی:83/1)

سوال6: صلح کے پردے میں فساد کیسے ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: منافق سازشیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا طریقہ صلح کا ہے۔ہم کسی سے بگاڑنہیں چاہتے۔ہم سب کے خیرخواہ ہیں اورصلح کروانا چاہتے ہیں۔ان کا ظاہری برتاؤ اچھا ہوتا ہے جب کہ ان کی کافروں سے دوستی کی وجہ سے مسلمانوں کوسخت خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہ ان کی محض جہالت ہے جس کو وہ صلح کہتے وہ عین فساد ہے لیکن انہیں احساس نہیں ہوتا۔(تفسیرابن کثیر:16،17)

﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (12) ﴾

''سن لو! درحقیقت وہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے۔''(12)

سوال1: ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ''سن لو! درحقیقت وہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ منافقین کے یہ کہنے سے کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں ضمناً یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ اہل ایمان اصلاح کرنے والے نہیں ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا یہ دعویٰ ان پر پلٹ دیا ہے۔﴿2﴾ کافروں سے دوستیاں گانٹھنا ملک میں فساد پھیلانا ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔(الانفال:73) ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو؟ یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔(سورۃ النساء:144-145) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کے باوجود وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ اصلاح کرنے والے ہیں۔کیا اس فساد کے بعد بھی کوئی اور فساد رہ جاتا ہے لیکن وہ اپنے فساد کے بارے میں ایسا علم نہیں رکھتے جو اس کا فائدہ پہنچا سکے اگرچہ وہ اس کے بارے میں ایسا علم ضرور رکھتے ہیں جو ان کے خلاف حجت قائم کرے گا اور صرف ان کے اعمال ہی زمین کے اندر فساد کا باعث ہیں کیونکہ برے اعمال اور گناہوں کے سبب سے روئے زمین پر آفتیں اور مصائب نازل ہوتے ہیں جو غلے، پھلوں، درختوں اور نباتات کو بھی خراب کردیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:82/1)

سوال2: منافق کو کس بات کا شعور نہیں ہوتا؟

جواب: منافق کو اس بات کا شعور نہیں ہوتا کہ وہ فساد پھیلانے والا ہے۔

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ (13) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اسی طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ سن لو! بے وقوف تو درحقیقت وہی لوگ ہیں لیکن وہ نہیں جانتے۔''(13)

سوال1:﴿وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ یعنی محمد ﷺ اور جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرو جیسے لوگوں نے تصدیق کی ہے۔(جامع البیان:193/1)**﴿2﴾﴿النَّاسُ﴾** یعنی لوگوں سے مراد رسول اللہ اور آپ ﷺ کے زمانہ کے مومنین وصادقین ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:22/1)**﴿3﴾** یعنی جیسے صحابہ کرام ایمان لائے ہیں جو کہ دل اور زبان کا ایمان ہے۔

سوال2:﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ﴾ '' تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اسی طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ منافق جھوٹے گمان میں جیتے ہیں اسی وجہ سے انہوں نے کہا کہ کیا ہم ویسا ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں!**﴿2﴾** منافقین نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان اور مال قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔**﴿3﴾** منافقوں کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے وقوفی اور حماقت ہی ان کے ایمان، ترک وطن اور کفار سے دشمنی مول لینے کی موجب ہے۔ان کے نزدیک عقل اس کے متضاد اور اس کے برعکس رویے کا تقاضا کرتی ہے۔انہوں نے صحابہ کرام کو سفاہت وحماقت سے منسوب کیا۔ضمنی طور پر اس کے لیے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ صرف وہی عقل منداور اصحاب دانش وبینش ہیں۔(تفسیر سعدی:83/1)

سوال3: منافقوں کو صحابہ کرام کی طرح ایمان لانے کو کیوں کہا گیا؟

جواب: منافقوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ایمان لانے کی دعوت دی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان معیار اور کسوٹی ہے اسی لئے سورۃ البقرہ کی آیت 137 میں فرمایا:﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے۔

سوال4: منافقوں نے صحابہ کرام کو بے وقوف کیوں کہا؟

جواب: صحابہ رضی اللہ عنہم نے دنیوی مفادات کو قربان کر کے محمد ﷺ کا اور اسلام کا ساتھ دیا اس لئے منافقین نے انہیں بے وقوف کہا حالانکہ یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ کسی کو اعلیٰ ترین مقصد کے لئے قربانی دینے کا موقع ملے۔

سوال5: منافقین اہل ایمان کو بے وقوف کیوں کہتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سچا مومن اپنے آپ کو ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔ جو لوگ فائدوں اور مصلحتوں کو اہمیت دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی وفاداریاں دنیا کے فائدوں کے ساتھ ہوتی ہیں اور دین سے بھی ایک ظاہری تعلق قائم کر لیتے ہیں۔ وہ اسی کو اپنی عقل مندی سمجھتے ہیں اور اہل ایمان کو اس لیے بے وقوف کہتے ہیں کہ وہ خواہ مخواہ سچائی کی خاطر خود کو برباد کر رہے ہیں۔

سوال 6: ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''سن لو! بے وقوف تو درحقیقت وہی لوگ ہیں لیکن وہ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں واضح کیا ہے کہ وہ خود بے وقوف اور احمق ہیں۔ ﴿2﴾ احمق ایسے بے عقل کو کہتے جو اپنے مصالح سے بے خبر ہو اور ایسے کاموں میں مصروف رہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہوں۔ ﴿3﴾ عقل کا تقاضہ ہے کہ انسان اپنے مصالح کی فکر کرے۔ نفع کے حصول کی کوشش کرے اور ضرر سے بچے۔ یہ صفت صحابہ کرام پر صادق آتی ہے۔ ﴿4﴾ ﴿وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ مقاتل نے کہا: وہ نہیں جانتے کہ وہ احمق ہیں۔ (زادالمسیر :26/1)

سوال 7: کیا اعلیٰ مقاصد کے لئے دنیوی مفادات کو قربان کرنا بے وقوفی ہے؟

جواب: اعلیٰ مقاصد کے لئے دنیوی مفادات کو قربان کرنا خوش بختی اور عقل مندی کی علامت ہے۔

سوال 8: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی اللہ تعالیٰ نے کیسے قدر کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار قرار دیا۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 137 میں فرمایا ہے: ﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اب وہ مخالفت میں ہیں، چنانچہ عنقریب ان سے اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہو جائے گا اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (14)﴾

''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے سرداروں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو محض مذاق اُڑانے والے ہیں۔'' (14)

سوال 1: ﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا﴾ ''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی سرگرمیوں کی وضاحت کی ہے کہ جب وہ مومنوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ، اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کتاب اوراس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں۔

سوال2: منافق اہل ایمان سے ملنے پر کیوں کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے؟

جواب: ﴿1﴾ ظاہری طور پر دینداری کا بھرم قائم رکھنے کے لیے۔ ﴿2﴾ اپنے مال اور اپنی جانوں کے تحفظ کے لیے دھوکے کے طور پر کہتے تھے۔

سوال3: ﴿وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور جب اپنے سرداروں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو محض مذاق اڑانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ منافق جب اپنے شریر سرداروں سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو درحقیقت تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ﴿2﴾ ﴿قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یعنی ہم اس دین پر قائم ہیں جس پر آپ ہو۔ (ابن ابی حاتم: 48/1) منافق کہتے تھے کہ ہم تمہارے عقیدے پر ہیں اور ہم تمہاری موافقت کرتے ہیں۔ (تفسیر مراغی: 55/1) ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کو سب سے بدتر پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے سامنے ایک رخ سے آتا ہے اور دوسروں کے سامنے دوسرے رخ سے جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 6058)

سوال4: اس آیت میں شیاطین سے کون مراد ہیں؟

جواب: کافروں، منافقوں، مشرکوں اور گمراہ کرنے والوں کے سرداروں اور سرکشوں کو شیطان کہتے ہیں خواہ انسان ہوں یا جن۔ برائی کے سردار یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد قریش اور یہود کے سردار ہیں جن کی وجہ سے تمام لوگ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو خیر سے دور اور شر سے قریب ہے اور جو اصلاح نہیں چاہتا۔

سوال5: منافق اپنے سرداروں کو اپنی وفاداریوں کا یقین کیوں دلاتے ہیں؟

جواب: جب یہ اپنے شیطانوں سے اکیلے میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مومنوں سے محض مذاق کرتے ہیں۔ منافقین یقین دلاتے ہیں کہ ہم کوئی دلی طور پر ان کے ساتھ نہیں ہیں، ہم تو بس ایسے ہی ذرا دل کے بہلاوے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے ان کے ساتھ ہیں۔ ہمارے دل ان کے ساتھ جڑے ہوئے نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ تو ایک ظاہری سلسلہ قائم ہے تاکہ ان سے دنیا کا فائدہ حاصل کر سکیں۔

﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (15)﴾

''اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرتا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے ہوئے ہیں۔'' (15)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرتا ہے اوران کوڈھیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرتا ہے''﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی استہزاء ان کے استہزاء کی جزا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ کرتے ہیں۔﴿2﴾ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا استہزاء یہ ہے کہ وہ ان کے بدبختی کے اعمال اور خبیث احوال کو ان کے سامنے مزین اور آراستہ کر دیتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان پر مسلط نہیں کیا اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اہل ایمان کے ساتھ ہیں۔﴿4﴾ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا استہزاء یہ ہوگا کہ وہ اہل ایمان کے ساتھ انہیں ظاہری روشنی عطا کرے گا۔جب اہل ایمان روشنی میں چلیں گے تو منافقین کی روشنی بجھ جائے گی۔وہ روشنی بجھ جانے کے بعد تاریکی میں متحیر کھڑے رہ جائیں گے۔پس امید کے بعد مایوسی کتنی بری چیز ہے۔(تفسیر سعدی:84/1)﴿5﴾رب العزت نے قیامت کے دن اس استہزاء کی خبر دی ہے ﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ ﴾جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے:''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' کہا جائے گا:''اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو'' چنانچہ ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا،اس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اور اس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔وہ ان کو آوازیں دیں گے:''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' وہ کہیں گے:''کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار ہی کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور فضول تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور اس دھوکے باز نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں دھوکہ دیا۔(الحدید:13,14)﴿6﴾﴿ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ ﴾''اوران کوڈھیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں''اللہ تعالیٰ ان کے فسق وفجور کے کاموں کو اور بڑھا دیتا ہے۔﴿7﴾﴿ يَعْمَهُوْنَ ﴾''اندھے بنے ہوئے ہیں''یہ اللہ تعالیٰ کا استہزاء ہے۔﴿8﴾عمہ دل کے اندھے پن کو کہتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝ ﴾پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(الحج:46)﴿9﴾رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ﴾اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے ہم انہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تا کہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اوران کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔(آل عمران:178)یہی استدراج ہے۔﴿10﴾﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتے ہیں تو سست ہوکر کھڑے ہوتے ہیں۔وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔ (النساء:142)﴿11﴾ ﴿فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(التوبہ:79)

سوال2: اللہ تعالیٰ منافقین سے کیسے مذاق کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان سے نیکی کی توفیق چھین لیتا ہے۔پھر نہ ان کے کان سچ سننا چاہتے ہیں، نہ سچی بات ان کے دل پر اثر انداز ہوتی ہے، نہ ان کی آنکھ سچائی کو دیکھ سکتی ہے۔پھر وہ اندھا دھند اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارتے چلے جاتے ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ منافقوں کو ان کی سرکشی میں کیسے ڈھیل دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ منافقوں کو اپنی مرضی کی زندگی گذارتے ہوئے فوراً نہیں پکڑتے بلکہ مہلت دیتے ہیں۔یوں ابتدا کی سرکشی بغاوت میں بدل جاتی ہے۔

سوال4: منافق اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح کیسے بھٹکتے ہیں؟

جواب: منافق جب اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دینے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتے ہیں۔اس طرح ان کے گناہ بڑھتے جاتے ہیں پھر وہ اور سرکش ہو جاتے ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹکتے بھٹکتے دور نکل جاتے ہیں اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ اور ہم ان کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔(الانعام:110)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ(16)﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ہے تو نہ ان کی تجارت ان کے لیے نفع مند ہوئی اور نہ ہی وہ ہدایت پانے والے ہیں۔''(16)

سوال1: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی منافق گمراہی کی طرف اتنی رغبت سے مائل ہوتے ہیں جیسے خریدار کسی ایسے سامان تجارت کی طرف لپکتا ہے جس کی اسے سخت ضرورت ہو یا اس کی دلی چاہت ہو۔وہ اپنی رغبت کی وجہ سے اپنا قیمتی مال خرچ کرتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے گمراہی کو جو کہ شر کی انتہا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے سامان تجارت سے تشبیہ دی ہے اور ہدایت کو جو خیر کی انتہا ہے، اس کو سامان تجارت کی قیمت سے تشبیہ دی ہے۔﴿3﴾منافقوں نے ہدایت یعنی نفع مند علم اور عمل صالح سے بے رغبتی کی وجہ سے اور گمراہی کی طرف رغبت کی وجہ سے ہدایت کو گمراہی کے بدلے میں خرچ کر دیا۔ یہ تھی ان کی تجارت اور یہ تھا ان کا سامان تجارت۔ کتنی بری تجارت اور کتنا برا سامان تجارت ہے!

سوال2:﴿فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ﴾ ''تو نہ ان کی تجارت ان کے لیے نفع مند ہوئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''تو نہ ان کی تجارت ان کے لیے نفع مند ہوئی'' دنیا میں جو شخص ایک ہزار روپے کے بدلے میں ایک سو روپیہ لیتا ہے تو غائب و حاضر کہتا ہے کہ اس نے بڑا خسارہ، بڑا نقصان اٹھایا۔﴿2﴾اس شخص کا خسارہ جو ہیرے جواہرات کو دے کر ایک روپیہ حاصل کرے زیادہ بڑا ہے۔﴿3﴾اس شخص کا خسارہ کتنا بڑا ہے جو ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدتا ہے۔ خوش نصیبی کے بدلے میں بدنصیبی اختیار کرتا ہے۔ اعلیٰ مقاصد کو چھوڑ کر گھٹیا کاموں کی طرف رغبت رکھتا ہے۔ اس کی تجارت نے اسے کوئی نفع نہیں دیا۔ وہ سب سے بڑے خسارے میں ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ کہہ دو کہ یقیناً نقصان اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے۔(الزمر:15)

سوال3: منافق کی تجارت نفع مند کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: منافق جنت یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے سکون اور خوشیوں کے بدلے عارضی زندگی کی عارضی خوشیاں خریدنے کی کوشش کرتا ہے جو مستقل انسان کے ساتھ نہیں رہتیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس تبادلے یعنی تجارت کو نفع مند قرار نہیں دیا۔

سوال4:﴿وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ ''اور نہ ہی وہ ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ ہدایت پانے والے نہیں۔ انہیں ہدایت سے کوئی حصہ نہیں ملا یعنی نفاق خرید کر وہ خسارے میں رہے۔

سوال5: منافق ہدایت کیوں نہیں پا سکتے؟

جواب:﴿1﴾ وہ ہدایت کو بے وقوفی خیال کرتے ہیں۔﴿2﴾وہ ہدایت حاصل نہیں کرنا چاہتے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ منافق کو ہدایت نہیں دیتے۔

﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ(17)﴾

''ان کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی، تو جب اس نے اس کے اردگرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔''(17)

سوال1:﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾ ''ان کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مثال دی ہے جوان کے حالات کی وضاحت کرنے والی ہے۔﴿2﴾سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اوردیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی یہ وضاحت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو کچھ لوگ مسلمان ہوگئے لیکن جلد ہی وہ منافق ہوگئے۔ایسے لوگوں کی مثال اس طرح ہے جیسے وہ اندھیرے میں ہوں تو ایک شخص نے روشنی جلائی ہو جس سے ماحول روشن ہوگیا یعنی فائدہ منداورنقصان دہ چیزیں واضح ہوگئیں تو روشنی بجھ گئی اورسب پھراندھیرے میں چلے گئے یعنی منافق پہلے شرک کے اندھیرے میں تھے پھرمسلمان ہوکر روشنی میں آگئے،حلال وحرام اورخیروشر کو پہچان گئے پھردوبارہ کفراورنفاق کی طرف لوٹ گئے تو ساری روشنی جاتی رہی۔(فتح القدیر)

سوال2:﴿فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ﴾''توجب اس نے اس کے اردگرد کی چیزوں کوروشن کردیا تو اللہ تعالیٰ ان کے نورکو لے گیااورانہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مجاہد نے اس آیت کے بارے میں کہا:﴿اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ﴾''اس نے اس کے اردگرد کی چیزوں کوروشن کردیا'' سے مراد ان کا مومنوں اور ہدایت کی طرف بڑھنا ہے۔(جامع البیان:209/1)﴿2﴾﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ﴾''اللہ تعالیٰ ان کے نورکو لے گیا'' سے مراد ان کا کافروں اور گمراہی کی طرف بڑھنا ہے۔(جامع البیان:209/1)﴿3﴾منافقوں نے اہل ایمان کی آگ سے یعنی ان کے ایمان سے روشنی حاصل کی کیونکہ ان کے پاس ایمان نہیں تھا۔وقتی طور پرانہوں نے اپنے حالات کومحفوظ کرلیا۔دنیا میں انہیں امن مل گیا لیکن اچانک ان کوموت آگئی یوں اللہ تعالیٰ ان سے روشنی لے گیا۔﴿4﴾موت نے ان پراندھیرا یعنی عذاب اورغم مسلط کردیا۔﴿5﴾کفر،نفاق اورگناہوں کے اندھیروں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔اس کے بعدانہیں جہنم کے اندھیروں میں رہنا ہوگا۔

﴿صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ(18)﴾

''وہ بہرے ہیں،گونگے ہیں،اندھے ہیں،سووہ نہیں پلٹتے۔''(18)

سوال1:﴿صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾''وہ بہرے ہیں،گونگے ہیں،اندھے ہیں،سووہ نہیں پلٹتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے منافق کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ﴿صُمٌّ﴾وہ بھلائی کی بات سننے سے بہرا ہے﴿بُكْمٌ﴾وہ بھلائی کی بات کہنے سے گونگا ہے﴿عُمْيٌ﴾وہ بھلائی کو دیکھنے سے اندھا ہے۔دراصل اس نے بھلائی کی،خیر کی،حق کی پہچان کھودی ہے﴿فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾اس لیے وہ اب واپس نہیں لوٹیں گے۔

سوال2:قرآن مجید کن انسانوں کو بہرا،گونگا اوراندھا کہتا ہے؟

جواب:﴿1﴾قرآن مجید اس انسان کو بہرا کہتا ہے جوکان رکھتے ہوئے بھی بہرا ہے جوحق کو،سچی بات کونہیں سنتا۔اوراللہ تعالیٰ کی بات،اس کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کلام قرآن مجید سب سے سچا ہے اور اس کے رسول کی بات یعنی حدیث سچی بات ہے، بہترین طریقہ ہے۔اس نفع مند علم کے معاملے میں منافق بہرا بن جاتا ہے ان میں سے کچھ اسے اپنے لیے ضروری خیال نہیں کرتے۔کچھ ایسے ہیں جو قرآن وحدیث کے علم کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں یا اپنے دنیا کے مفادات پر ضرب سمجھتے ہیں اور اس سے بچنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خود محروم ہوجاتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔اصلاً منافق کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ نہیں فرماتے۔اسی لیے وہ حق سننے سے بہرے، کہنے سے گونگے اور دیکھنے سے اندھے بن جاتے ہیں: ﴿ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴾ ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔(الاعراف:179)﴿2﴾ قرآن مجید اس انسان کو اندھا کہتا ہے جو آنکھیں رکھنے کے باوجود حق اور سچ کو، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی اور ہدایت کو نہیں دیکھتا۔﴿3﴾ قرآن مجید اس انسان کو گونگا کہتا ہے جو زبان رکھنے کے باوجود گونگا ہے۔ جو حق کو، اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کو جانتا ہے پھر بھی خاموش رہتا ہے اور یہ سوچ کر مطمئن ہوجاتا ہے کہ ابھی کہنے کا وقت نہیں آیا اور وہ وقت کبھی نہیں آتا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِن مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُم مِّن شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان چیزوں میں بھی انہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کررہے تھے اور انہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔(الاحقاف:26)

سوال3:﴿ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''سو وہ نہیں پلٹتے'' سے مراد یہ ہے کہ یہ وہ افراد ہیں جنہوں نے ہدایت یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی پر چلنے کی بجائے گمراہی یعنی دل کی ماننے اور اپنی مرضی کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔اس لیے اب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف یعنی اس کے دین اسلام کی طرف نہیں پلٹیں گے بلکہ ہمیشہ اپنے نفس، اپنی مرضی کی طرف پلٹیں گے۔

سوال4: نفاق کی یہ پہلی مثال کس طرح کے منافقوں کے بارے میں ہے؟

جواب:﴿1﴾ نفاق کی پہلی مثال ان منافقوں کے بارے میں ہے جو دل سے اسلام کے احکامات پر عمل کرنے سے انکار کرنے والے ہیں۔جو یا تو مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے مسلمان ہیں، لیکن انہوں نے شعوری طور پر اسلام قبول نہیں کیا یعنی اسلام کے احکامات کو نہیں سیکھا، یا انہوں نے کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے اسلام قبول کرلیا لیکن دل اب اسلام پر مطمئن نہیں۔ایسے لوگوں کا دل اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے احکامات کا انکار کرتا ہے۔انہیں توبہ نصیب نہیں ہوتی کیونکہ خود جاہل ہوتے ہیں اورلوگوں کی نصیحت نہیں سنتے۔﴿2﴾وہ اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے۔﴿3﴾اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرتد ہوگئے تھے۔

﴿اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ(19)﴾

''یا جیسے آسمان سے موسلا دھار بارش،جس میں تاریکیاں ہیں،گرج اور چمک ہے،وہ موت کے ڈر سے کڑکنے والی بجلیوں سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کافروں کوگھیرنے والا ہے۔''(19)

سوال1:﴿اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ﴾''یا جیسے آسمان سے موسلا دھار بارش،جس میں تاریکیاں ہیں،گرج اور چمک ہے،وہ موت کے ڈر سے کڑکنے والی بجلیوں سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ﴾اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے کہ وہ اس شخص کی طرح ہیں جس پر موسلا دھار بارش ہورہی ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی جو موسلا دھار بارش کی طرح آسمان سے نازل ہو رہی ہے۔﴿2﴾منافق اس میں سے اللہ تعالیٰ کے احکامات،وعدے اور وعیدیں سنتے ہیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں ﴿رَعْدٌ﴾بادل کی کڑک کی طرح﴿وَّبَرْقٌ﴾اور بجلی کی طرح گھبراہٹ میں مبتلا کرتے ہیں۔﴿3﴾وعدے اسے پریشان کرتے ہیں۔اس لیے کہ وحی کی موسلا دھار بارش دراصل کفر اور نفاق کے ﴿ظُلُمٰتٌ﴾اندھیروں میں اترنے والی بارش ہے۔﴿4﴾ کفر اور نفاق کی وجہ سے حقیقت سمجھ نہیں آتی۔﴿5﴾﴿يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾''وہ موت کے ڈر سے کڑکنے والی بجلیوں سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں''موت کے ڈر سے وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتا ہے۔منافق کو اس طرح وقتی طور پر سلامتی مل جاتی ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں بھاگ سکتے۔منافق اپنی ذات اور مفادات کا تحفظ چاہتا ہے۔جب کبھی حق کی دعوت اٹھتی ہے تو جہاں ایک طرف انسانوں کے لیے یہ دعوت کامیابی کے دروازے کھولتی ہے، وہیں دوسری طرف کچھ انسان خوف میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔حق کو جان لینے کی صورت میں خاص طور پر اونچے طبقے کے لوگوں کو اپنی بڑائی کا خاتمہ ہوتے نظر آنے لگتا ہے۔پھر ہر ایک کو اپنے رسم ورواج چھوڑنے سے ڈر لگتا ہے۔یہیں سے وہ حق پر عمل پیرا ہونے سے ڈر جاتے ہیں۔ایک طرف وہ قرآن مجید کی بات سنتے ہیں تو دل میں تھوڑی سی گنجائش پیدا ہوتی ہے،دوسری طرف اپنے دوستوں سے ملتے ہیں تو گھبرا اٹھتے ہیں۔اس گھبراہٹ میں ایک ہی حل نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو،حق کی دعوت کو نہ سنیں کیونکہ ان کے خیال میں اگر سنیں گے تو عمل کرنا پڑے گا اور عمل کرنے سے ہی تو ڈر لگتا ہے،اس لیے سننا چھوڑ دیتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿ وَاللّٰهُ مُحِيطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ کافروں کوگھیرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی قدرت اورعلم نے منافق کو ہرطرف سے گھیرے میں لے رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کون بھاگ سکتا ہے۔کون ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عاجز کر سکے؟ اللہ تعالیٰ منافقوں کے اعمال کوان کے اعمال ناموں میں محفوظ کر دیتا ہے۔﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اورزمین سے بھی ان ہی کی مثل۔ان کے درمیان حکم اترتا ہے تاکہ تم جان لوکہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔(الطلاق:12) اللہ تعالیٰ کافروں اورمنافقوں کو ہرطرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔وہ اپنی قوتوں اورقدرتوں سے کافروں کوگھیرے میں لینے والا ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہر بات، ہرسوچ اور ہرکام ریکارڈ کررہے ہیں جس کا اس نے حساب لینا ہے اورانجام تک پہنچانا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی محدود زندگی کوگھیرے میں لے رکھا ہے۔ہرآنے والے لمحے میں موت قریب آرہی ہے۔

﴿ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (20) ﴾

''قریب ہے کہ بجلی ان کی نگاہیں اچک لے،جب کبھی ان کے لیے روشنی کرتی ہے تووہ اس میں چل پڑتے ہیں اور جب ان کے لیے اندھیرا کرتی ہے تووہ کھڑے ہوجاتے ہیں اوراگراللہ تعالیٰ چاہتا تو ضروران کی سماعت اوران کی بصارت کو لے جاتا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہرچیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(20)

سوال1:﴿ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ﴾ ''قریب ہے کہ بجلی ان کی نگاہیں اچک لے'' یہاں بصارت کے اچکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿ يَكَادُ الْبَرْقُ ﴾ ''قریب ہے کہ بجلی کی چمک''یعنی منافق اللہ تعالیٰ کے احکامات، اللہ تعالیٰ کے وعدے اوروعیدیں جوقرآن مجید میں آئے ہیں انہیں سنتے ہیں تواسلام پرعمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں گھر والوں اورمعاشرے کی طرف سے مخالفت ہوتی ہے تووہ رک جاتے ہیں۔﴿2﴾﴿ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ﴾ ''ان کی نگاہیں اچک لے''بصارت سے مراد ایمان کا نور ہے جومنافق میں کم ہوتا ہے۔بصارت کے اچکنے سے مراد یہ ہے کہ مخالفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پرعمل پیرا ہونے کی سمجھ ختم ہوجائے اورگھر والوں اورمعاشرے کے افراد کے ذہن سے ہی سوچنے لگ جائے۔

سوال2:﴿ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ﴾ ''جب کبھی (بجلی) ان کے لیے روشنی کرتی ہے تووہ اس میں چل پڑتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جب کبھی وہ قرآن مجید سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو سنتے ہیں تو ایمان والوں کے ساتھ مل کر عمل صالح کرتے ہیں۔

سوال3: ﴿وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا﴾ ''اور جب (بجلی) ان کے لیے اندھیرا کرتی ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب: منافق کے دل میں ایمان نہیں ہوتا۔ وہ اہل ایمان کے ایمان سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے جب وہ قرآن وحدیث میں سے کچھ سنتے ہیں انہیں تھوڑی سی روشنی ملتی ہے تو کچھ نیک اعمال کر لیتے ہیں اور جب وہ قرآن وحدیث کی مجالس میں نہیں جاتے اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو نہیں سنتے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اور ان کے اعمال صالح بھی رک جاتے ہیں۔

سوال4: منافق پر روشنی ہونے اور اندھیرا چھا جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: منافق پر روشنی ہونے سے مراد ہے قرآن حکیم کی تعلیمات سنتے ہوئے، پڑھتے ہوئے دین کی کسی بات کا سمجھ آ جانا اور اندھیرا چھا جانے سے مراد یہ ہے کہ اگر دین کا حکم دل کی مرضی کے خلاف ہے یا گھر والوں کی یا معاشرے کے افراد کی پسند کے مطابق نہیں اور انسان ان کی مخالفت یا اپنے نفس کی مخالفت برداشت نہ کر سکتا ہو تو اس حکم کو سمجھنے کے باوجود نظر انداز کر دے، اس پر عمل پیرا ہونا اپنے لیے ضروری نہ سمجھے۔ یوں انسان کی سمجھ پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔

سوال5: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَٰرِهِمْ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور ان کی سماعت اور ان کی بصارت کو لے جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نفع مند علم یعنی قرآن وحدیث سننے سے بہرے بننے والوں، حق دیکھنے سے اندھے بننے والوں، جنہوں نے اپنے ایمان کے راستے بند کر دیے ہیں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ جب چاہے اپنی دی ہوئی صلاحیتوں کو واپس لے سکتا ہے۔ اس لئے اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور شر اور نفاق سے باز آ جاؤ۔

سوال6: سماعت سلب کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: سماعت سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سننا ہے اور سماعت سلب کرنے سے مراد ہے کتاب سننے سے روک دینا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنے احکامات کو نظر انداز کرنے والے کو کتاب سننے سے بھی روک دیتا لیکن وہ سن کر عمل نہ کرنے والے کو سننے سے نہیں روکتا۔ یہ اس کی مہربانی ہے کہ کوئی جتنا کام کرنا چاہتا ہے اسے اتنا ہی کام کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

سوال7: بصارت سلب کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بصارت سے مراد نور ایمان ہے جو قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عمل کے ساتھ بڑھتا ہے۔ انسان جب دین کو سمجھ کر اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو پھر بھی موقع دیتا ہے کہ وہ سنتا رہے، سمجھتا رہے۔ اس سے سننے اور سمجھنے کی صلاحیت کو بالکل ختم نہیں کرتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: اسلام پرعمل پیرا ہونے کے راستے میں کون سی رکاوٹیں سامنے آتی ہیں؟

جواب: اسلام پرعمل پیرا ہونے کے راستے میں یوں تو بہت سی رکاوٹیں سامنے آتی ہیں جیسے گھر والوں کی مخالفت، معاشرے کے افراد کی مخالفت لیکن سب سے بڑی رکاوٹیں خود انسان کے اپنے اندر سے سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر: ﴿1﴾ **خوف:** اس بات کا خوف کہ کہیں میں لوگوں کی نظروں سے گر نہ جاؤں۔ منافق کو یہ اندیشہ لاحق ہوجاتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ پھر جب رسم و رواج سے اسلام کے احکامات ٹکراتے ہیں تو اہل خاندان اور معاشرے کے افراد میں عزت کم ہوجانے کا خوف رکاوٹ بنتا ہے۔ ﴿2﴾ **تعصب:** جب ایک انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کو، اس کے دین کو کسی انسان سے سنتا ہے تو وہ اس کو انسان کی بات سمجھ لیتا ہے۔ پھر اندر چھپا ہوا تکبر اور حسد زندہ ہوجاتا ہے اور انسان کان رکھتے ہوئے بہرہ، آنکھیں رکھتے ہوئے اندھا اور زبان رکھتے ہوئے گونگا بن جاتا ہے۔ یوں یہ تعصب اسلام پرعمل پیرا ہونے کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے۔

سوال9: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ اسے کوئی عاجز نہیں کرسکتا۔ اس کے ارادوں کے آگے کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اس کے فیصلے نافذ ہوکر رہتے ہیں۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو کر گزرتا ہے، کوئی اس کو روکنے والا نہیں، کوئی اس کی مدد کرنے والا نہیں اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہیں۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیر ہونے کا یقین کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے حس بصارت اور حس سماعت سلب کر لینے سے اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دلوں پر اپنی قدرت اور اپنے اختیار کو واضح کیا ہے کہ اگر ان میں حق کو قبول کرنے کی طلب نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے حالات کے حوالے کر دیتا ہے اور وہ اپنے تردد میں ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے کانوں اور آنکھوں کو بے کار کر دینے کی قوت سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔

رکوع نمبر 3

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(21)﴾

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔'' (21)

سوال1: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا ہے یہ ایسا حکم ہے جس کے لیے اس نے بندوں کو تخلیق فرمایا۔ فرمایا: ﴿وَ مَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات :56) ﴿2﴾ ﴿رَبَّكُمُ﴾ ''تمہارا رب'' تمہارا خالق اور تمہارے امور کا مالک اور تمہارا حقیقی معبود ہے۔ (ایسر التفاسیر:23/1) ﴿3﴾ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کی تعریف یوں کرتے ہیں: ''عبادت ان تمام کاموں کے لیے جامع اسم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے وہ اقوال ہوں یا ظاہری و باطنی اعمال ہوں۔'' (رسالۃ العبودیۃ:149/10) ﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قرآن مجید میں ہر عبادت سے مراد توحید ہے۔ (الاساس:94/1) ﴿5﴾ توحید کو معرفت الٰہی کے بغیر نہیں اپنایا جا سکتا اور معرفت معبود کے حقوق کو قائم کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ (الاساس:95,94/1) عبادت یعنی اطاعت اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے لیے پیدا کیا اور ہماری زندگی کا مقصد عبادت ٹھہرایا تا کہ ہمارے دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں اور ہم قلب اور قالب کے اعتبار سے اپنے خالق کے بن کے رہیں۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے عبادت کو واجب قرار دیا ہے۔ جن اقوال و افعال کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان کے ساتھ صرف اسی ایک کی عبادت کرنا واجب ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، دعا، نذر، خشیت، توکل اور دیگر ساری عبادات۔ (العثیمین، شرح عقیدہ واسطیہ :22) ﴿8﴾ ہر نبی نے اپنی دعوت کا آغاز اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کیا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ (النحل:36)

سوال2: ﴿رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ﴾ ''تمہارا رب جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ وہ تمہارا رب ہے۔ اس نے تمہیں بہت سی نعمتوں سے نواز کر تمہاری تربیت اور پرورش کی۔ وہ تمہیں عدم سے وجود میں لایا، اس نے ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے، اس نے تمہیں ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کیں، اس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا جہاں تم اپنا ٹھکانہ بناتے ہو، جہاں تم عمارات تعمیر کر کے، زراعت اور کاشت کاری کر کے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کر کے مختلف فوائد حاصل کرتے ہو، اس کے علاوہ تم زمین کے بعض دیگر فوائد سے استفادہ کرتے ہو۔ اس نے تمہارے اس مسکن کے لئے آسمان کو چھت بنایا۔ اس نے تمہاری ضروریات اور حاجات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس چھت میں بھی بہت سی نفع بخش چیزیں مثلاً سورج، چاند اور ستارے پیدا کیے۔ (تفسیر سعدی:88/1) ﴿2﴾ ﴿الَّذِي خَلَقَكُمْ﴾ ''جس نے تمہیں پیدا کیا'' یعنی جو تمہیں عدم سے وجود میں لے کر آیا۔ اس بات کا اعتراف تو مشرک بھی کرتے تھے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ (الزخرف:87) ﴿3﴾ ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ﴾ موسیٰ نے کہا: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اسے راستہ دکھایا۔'' (طٰہٰ: 50) ﴿4﴾ اقبال نے کہا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار خال یہ کس کی ہے؟ کس کا یہ نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی خوئے انقلاب (بالِ جبریل)

﴿5﴾﴿وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اوران لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ تم سے پہلے گزرے ہوئے تمہارے آباؤاجداد اور ساری مخلوقات کا وہی رب ہے۔﴿6﴾ جیسے انسانوں کی تخلیق خالق کے وجود پر دلیل ہے اسی طرح دوسری مخلوقات بھی اس کے وجود پر دلیل ہیں۔زمین کو بچھانا، آسمان کو چھت بنانا، پہاڑوں سے زمین کو ٹھہرانا، تاروں سے آسمان کو سجانا، پہاڑوں میں کشادہ گھاٹیاں بنانا، بنانے والے کے وجود پر دلیل ہیں۔آسمان سے ضرورت کے مطابق پانی برسانا، طرح طرح کے پھولوں اور پھلوں کا پیدا کرنا۔اس لیے اس کی عبادت کرو۔

سوال3:﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ اس سے مراد ہے کہ تم دنیا میں غلط رویے سے بچ جاؤ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ ﴿2﴾ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد ہے تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔(جامع البیان:233/1)﴿3﴾ جب تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ گے کیونکہ عبادت ایسا سبب ہے جو اس کی ناراضگی کو دور کرتا ہے۔

﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(22)﴾

''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس سے تمہارے رزق کے لئے کئی طرح کے پھل پیدا کیے، چنانچہ جب تم یہ جانتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہ بناؤ۔''(22)

سوال1:﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا﴾ ''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا'' زمین کیسا فرش ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ زمین ایسا فرش ہے جس پر چلا جاتا ہے۔وہی بچھونا اور وہی جائے قرار ہے۔(تفسیر جامع البیان:234/1)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین میں وہ ساری قوتیں رکھیں جو انسان کی زندگی کے لیے ناگزیر ہیں۔اس نے زمین کو ہمارے لیے ہموار بنایا۔اسی لیے زمین انسان کو لے کر ڈھلکتی نہیں اور انسان سکون کے ساتھ اس پر زندگی گزار سکتا ہے۔﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا﴾ دونوں باغ اپنا پورا پھل لائے اور اس میں کوئی کمی نہ کی اور ہم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی تھی۔(الکھف:33)

سوال2:﴿وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾ ''اور آسمان کو چھت بنایا'' آسمان کیسی چھت ہے؟

جواب:﴿1﴾ ہر چیز جو ہمارے اوپر بلند ہے آسمان ہے۔اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بنایا جس کے نیچے ساری کہکشائیں ہیں، سارے سیارے ہیں جو اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں اور ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے۔ (المومن:57)

﴿3﴾﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا﴾ کیا تم تخلیق میں زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا۔(النازعات:27)

سوال3:﴿وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور آسمان سے پانی نازل کیا'' اللہ تعالیٰ نے اوپر سے پانی برسانے کے لیے کیسا انتظام کیا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سورج کی حرارت کی وجہ سے سمندروں کا پانی بھاپ بن کر اوپر جاتا ہے۔وہ ٹھنڈا ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔بادلوں کو ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑا کر لے جاتی ہیں اور پھر جس علاقے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے وہاں یہ پانی بارش کی صورت برسا دیا جاتا ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اٹھا لیتی ہیں، ہم اسے کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔(الاعراف:57)

﴿3﴾﴿ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ اور وہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور ایسے ہی تم بھی نکالے جاؤ گے۔(الروم:19)

سوال4:﴿فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ﴾ ''پھر اس سے تمہارے رزق کے لئے کئی طرح کے پھل پیدا کیے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیسے رزق بہم پہنچایا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر اگانے کی قوت رکھی، آسمان سے بارش برسائی اور اس کے ذریعے ہر طرح کی پیداوار نکال کر رزق بہم پہنچایا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایسی قوتیں رکھیں جو انسان کے لیے مفید ہیں۔انسان ان قوتوں سے فائدہ اٹھا کر رزق حاصل کرتا ہے، زندگی بسر کرنے کا سامان کرتا ہے اور لذت بھی حاصل کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بلاشبہ آپ زمین کو بنجر دیکھتے ہیں پھر جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی اور پھولتی ہے، بے شک جس نے اس کو زندہ کیا، یقیناً وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(فصلت:39)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:﴿ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہ بناؤ'' دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کی مختلف اقسام میں سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے کیونکہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت شرک ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کے آگے بھی ہاتھ پھیلائے جائیں۔اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ہو تو اوروں کے لیے بھی سجدے کیے جائیں۔اللہ تعالیٰ کے لیے قربانیاں دی جائیں تو اوروں کے لیے بھی دی جائیں۔اللہ تعالیٰ کے لیے مال خرچ کیا جائے تو اوروں کے لیے بھی مالی قربانیاں پیش کی جائیں۔﴿2﴾ جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو ویسی محبت کسی اور سے نہ کرو۔﴿3﴾ جیسے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہو ویسا بھروسہ کسی اور پر نہ کرو۔﴿4﴾ جیسے اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہو ویسا خوف کسی اور سے نہ کھاؤ۔﴿5﴾ جیسے اللہ تعالیٰ سے امید باندھتے ہو ویسی امید کسی اور سے نہ باندھو۔﴿6﴾ جیسے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو اسی طرح کسی اور کو راضی کرنے کی فکر نہ کرو۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سب کچھ ہماری طرح مخلوق ہے جیسے ہمیں رزق دیا جاتا ہے انہیں بھی دیا جاتا ہے، جیسے ہمارے لیے زندگی کی تدبیر کی جاتی ہے ان کے لیے بھی کی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی بھی زمین وآسمان کے ایک ذرے کا بھی مالک نہیں۔نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔﴿8﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔(بخاری:6001)﴿9﴾ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، خواہ تجھے مار ڈالا جائے یا جلا دیا جائے۔(مسند احمد:22425)

سوال6:﴿ وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''جب تم یہ جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارا خالق ہے۔﴿2﴾ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: تم جانتے ہو کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔﴿3﴾ تم سمجھتے ہو تو اپنے علم سے سمجھنے میں مدد لو۔(تفسیر ماوردی:84/1)﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟(الزخرف:87)﴿5﴾﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟''(یونس:31)﴿6﴾ جب تم جانتے ہو کہ وہ خالق ہے، رازق ہے پھر کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿صٰدِقِیْنَ(23)﴾

''اوراگرتم اس بارے میں شک میں ہوجوہم نے اپنے بندے پرنازل کیاہےتواس جیسی ایک سورت ہی لے آؤاوراللہ تعالیٰ کے ماسوااپنے حمایتیوں کوبھی بلالاؤاگرتم سچے ہو۔''(23)

سوال1:﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا﴾''اوراگرتم اس بارے میں شک میں ہوجوہم نے اپنے بندے پرنازل کیاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اگرتمہیں قرآن کی صداقت کے بارے میں شک ہے جوکہ اپنے بیان میں،اپنے نظم میں اوراپنی تشریح میں معجزہ ہے۔جس کوہم نے اپنے رسول محمد ﷺ پرنازل کیاہے۔(صفوۃ التفاسیر:35/1)﴿2﴾﴿عَلٰى عَبْدِنَا﴾میں اس بات کی دلیل ہے کہ عبدیت نبی ﷺ کی صفت ہے جس مقام بلندتک کوئی اورنہیں پہنچ سکا۔معراج کے موقع پربھی آپ ﷺ کی عبدیت کوبیان فرمایا:﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا﴾پاک ہے وہ (اللہ تعالیٰ) جواپنے بندے کوایک رات لے گیا۔(بنی اسرائیل:1)نزول قرآن کے وقت بھی آپ ﷺ کی عبدیت کوبیان فرمایا:﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا﴾بہت برکت والاہے جس نے اپنے بندے پرفرقان اتاراتاکہ وہ تمام جہانوں کے لیےڈرانے والاہو۔(الفرقان:1)

سوال2:﴿فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾''تواس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ رب العزت نے محمد ﷺ سے دشمنی رکھنے والوں اورقرآن مجیدکوجھٹلانے والوں سے کہاہے کہ اگرتمہیں اس وحی کے بارے میں شک ہے جوہم نے اپنے بندے پرنازل کی ہے کہ وہ حق ہے یانہیں تودیکھووہ تمہارے درمیان پیداہوا،لکھناپڑھنانہیں جانتااوراس نے تمہارے سامنے کتاب پیش کرکے دعویٰ کیاہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اورآپ یہ کہتے ہوکہ اس نے خودگھڑاہے،اسے کسی نے لکھوایاہے،اس نے کسی سے مددلی ہے۔اگریہی معاملہ ہےتوایسا کرواس جیسی ایک سورت بنالاؤ۔﴿مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾مثل سے مرادمثل فی البلاغت ہے۔(تفسیرکبیر،کشاف،ثنائی)

سوال3:﴿وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾''اوراللہ تعالیٰ کے ماسوااپنے حمایتیوں کوبھی بلالاؤاگرتم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اپنے شاعروں،خطیبوں،مددگاروں اورحامیوں سے مددلے سکتے ہو۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۱۳ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾یاوہ کہتے ہیں کہ اس نے خودیہ(قرآن) گھڑرکھاہے؟آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی گھڑی ہوئی سورتیں لے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آؤاوراللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤاگر واقعی تم سچے ہو؟ چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے۔اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟(ہود:13,14)﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤاوراللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤاگر تم سچے ہو۔(یونس:38)﴿2﴾ تین آیتوں کی ایک سورت رواج کے مطابق کعبۃ اللہ کے دروازے پر آویزاں کردی گئی۔ایک بڑے شاعر نے اس کے نیچے صرف یہ لکھا کہ ''یقیناً یہ انسان کا کلام نہیں۔''(تعارف الفرقان:57/1)﴿3﴾ اگر تم ایک سورت بنا کر لے آئے تو اس قرآن کو جھوٹ اور بہتان کہنے میں حق بجانب ہو اور اگر ایسی سورت نہ پیش کر سکے، عاجز آ گئے تو تمہاری بے بسی قرآن حکیم کے اللہ تعالیٰ کی وحی ہونے اور محمد ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی واضح دلیل ہوگی۔پھر تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ کی آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔اس لیے جب تمہارے علم میں آ گیا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے تو ایمان لے آؤ۔﴿4﴾ رب العزت نے ایک مقام پر فرمایا:﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔(بنی اسرائیل:88)﴿5﴾ اس آیت میں دلیل ہے کہ شک میں مبتلا شخص کے لیے ہدایت کی توقع کی جا سکتی ہے۔اگر اس کی طلب سچی ہوگی تو حق معلوم ہونے کے بعد وہ اس کی پیروی کرنے تک پہنچ جائے گا۔﴿6﴾ جس کی طلب سچی نہیں ہوگی وہ حق قبول کرنے کی توفیق سے محروم رہ جائے گا۔

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (24) ﴾

''پھر اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''(24)

سوال1:﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ﴾ ''پھر اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہ کر سکو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قتادہ نے کہا کہ اگر تم اس کی قدرت اور طاقت نہیں رکھتے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تو تمہارے لیے حق واضح ہو گیا۔(جامع البیان:243/1)

سوال2:﴿ فَاتَّقُوا النَّارَ ﴾ ''تو اس آگ سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اگر تم قرآن حکیم کے مقابلے کا کلام نہیں بنا سکتے اور تم ہرگز اس کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ یہ کلام حکیم وخبیر ہے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اپنی جانوں پر رحم کرو تا کہ تمہیں وہ اس آگ سے نجات دے جو شعلے مارنے والی ہے۔اس کے عذاب سے اتباع رسول ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے ماسواہرگز کوئی چیز بچانے والی نہیں۔(تفسیر المیسر :11/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے یہ چیلنج کرنے کے بعد کہ تم اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے، انسانوں کو آگ سے کیوں ڈرایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس شک سے نکالنے کے لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ انسان کا اپنا گھڑا ہوا کلام ہے، انسان کو آگ سے ڈرایا ہے، آخری چارۂ کار کے طور پر تا کہ انسان باز آجائے۔

سوال4: ﴿اَلَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ''جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق گندھک کے پتھر ہیں اور دوسروں کے نزدیک وہ بت دوزخ کا ایندھن ہوں گے جن کو لوگ دنیا میں پوجتے رہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں۔(الانبیاء:98)

سوال5: ﴿اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ﴾ ''جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: آگ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے والوں اور اس کے رسول اور اس کی شریعت کو جھٹلانے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔(ایسر التفاسیر:24/1)

سوال6: کیا آج بھی جہنم تیار ہے؟

جواب: جہنم کے وجود پر بہت سے دلائل ہیں۔﴿1﴾ اس آیت کی رو سے جہنم آج بھی موجود ہے۔﴿2﴾ نماز کسوف والی حدیث میں ہے مجھے جنت اور جہنم دکھائی گئیں۔﴿3﴾ ایک طویل حدیث میں ہے کہ جنت اور جہنم میں جھگڑا ہوا جو اس پر دلیل ہے کہ وہ موجود ہیں۔﴿4﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم نے ایک زوردار دھماکہ سنا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پتھر کی آواز ہے یہ اب سے ستر سال پہلے جہنم کے بالائی کنارے سے پھینکا گیا تھا اور اب جہنم کی تہ میں گرا ہے جس کی یہ آواز ہے۔(مسلم)

﴿وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(25)﴾

''اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دو جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ یقیناً ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جب کبھی ان میں سے کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: ''یہ وہی پھل ہیں جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیئے گئے تھے'' اور انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا اور ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(25)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اوران لوگوں کوخوش خبری دے دو جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ یقیناًان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے طریقہ کار کے مطابق جب کافروں کی جزا کا ذکر کیا تو اہل ایمان کی جزا بھی بتادی تا کہ مومن اس کے عذاب کا خوف بھی رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی رغبت بھی رکھیں۔ ﴿2﴾ ﴿وَبَشِّرِ﴾: اے رسول آپ خوش خبری دے دیں۔ ﴿3﴾ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ جن لوگوں نے دل سے ایمان قبول کیا اور اس کی تصدیق کی۔ ﴿4﴾ ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ اور جنہوں نے نیک اعمال سے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کو صالحت قرار دیا ہے کیونکہ ان کے ذریعے دنیا اور آخرت کی زندگی کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے فساد دور ہوتا ہے۔ ﴿6﴾ جنت تک ایمان پہنچانے والا ہے اور اعمال صالحہ درجات کا مستحق بناتے ہیں۔ ﴿7﴾ عمل صالح کے بغیر ایمان اور ایمان کے بغیر عمل صالح کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ عمل صالح وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کیا جائے۔ کوئی عمل جو سنت کے خلاف ہو عمل صالح نہیں ہوسکتا۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور نیت سے کیا گیا ہو وہ بھی عمل صالح نہیں ہوسکتا۔ ﴿8﴾ ﴿اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''کہ یقیناًان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں'' جنت میں دودھ، صاف پانی، شہد اور عمدہ شراب کی نہریں بہتی ہوں گی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں۔ (محمد:15)

سوال2: ﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا﴾ ''جب کبھی ان میں سے کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: ''یہ وہی پھل ہیں جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیئے گئے تھے اور انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اہل جنت کو جب بھی پھل کھلائے جائیں گے تو وہ پہچان جائیں گے کیونکہ وہ یاد کریں گے کہ ایسے ہی پھل دنیا میں بھی ہمیں دیئے گئے۔ جنت کے پھلوں کی مشابہت نام یا رنگ میں ہوگی، ذائقے میں مختلف ہوں گے۔

سوال3: جنت میں کس چیز کا رزق دیا جائے گا؟

جواب: یوں تو اہل جنت جو چاہیں گے انہیں ملے گا لیکن یہاں خاص طور پر پھلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال4: ﴿وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ﴾ ''اوران کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ فلاں عیب سے پاک ہوں گی کیونکہ یہ تطہیر طہارت کی تمام اقسام پر مشتمل ہوگی۔ ﴿2﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان کے اخلاق پاک ہوں گے،ان کی تخلیق پاکیزگی پر مبنی ہوگی،ان کی زبان پاک ہوگی اوران کی نظر پاک ہوگی۔﴿3﴾ان کے اخلاق کی پاکیزگی یہ ہے کہ وہ دلکش ہوں گی اوراپنے اخلاق حسنہ،حسن اطاعت اورقولی وفعلی آداب کے ساتھ اپنے شوہروں سے محبت کریں گی۔﴿4﴾وہ حیض ونفاس،بول وبراز،تھوک،بلغم اور بدبو سے پاک ہوں گی۔﴿5﴾وہ اپنی جسمانی تخلیق میں بھی پاک ہوں گی،وہ کامل حسن وجمال سے بہرہ ورہوں گی۔﴿6﴾ان کے اندرکسی قسم کاعیب اورکسی قسم کی جسمانی بدصورتی نہ ہوگی۔﴿7﴾وہ نیک سیرت اورخوب صورت ہوں گی۔وہ نیچی نگاہوں والی ہوں گی اوران کی نگاہیں اپنے شوہروں سے آگے نہ بڑھیں گی۔ان کی زبانیں ہرگندی بات سے محفوظ اور پاک ہوں گی۔(تفسیرسعدی:93/1)

سوال5:﴿وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''اوروہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' سے کیامراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد ہے کہ جولوگ جنت میں بسائے جائیں گےان سے جنت کبھی واپس نہیں لی جائے گی۔﴿2﴾وہاں وہ ہمیشہ کی زندگی گزاریں گے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جنت اورجہنم میں جانے کے بعدایک فرشتہ اعلان کرے گا:اے جہنمیو!اب موت نہیں ہے اوراے جنتیو!اب موت نہیں ہے۔جوفریق جس حالت میں ہے اسی حالت میں رہے گا۔''(صحیح مسلم 7184،صحیح بخاری:6545)﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے۔(التحریم:11)یاارحم الراحمین ہم سب کو جنت الفردوس میں جگہ عطافرمایئے اورہم سے راضی ہوجایئے۔آمین

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ إِلَّا الْفٰسِقِيْنَ(26)﴾

''یقیناًاللہ تعالیٰ اس سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یااس سے بھی اوپر کسی چیز کی مثال بیان کرے،پس جولوگ ایمان لائے تووہ جانتے ہیں کہ یقیناًوہ ان کے رب کی طرف سے حق ہےلیکن جن لوگوں نے کفرکیا تووہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ تعالیٰ نے کیاارادہ کیاہے؟اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ذریعے بہت سوں کوگمراہ کرتاہےاور بہت سوں کو ہدایت دیتاہےاوروہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سواکسی کوگمراہ نہیں کرتا۔''(26)

سوال1:﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾''یقیناًاللہ تعالیٰ اس سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یااس سے بھی اوپر کسی چیز کی مثال بیان کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے منافق کی دومثالیں بیان فرمائی ہیں انہیں سن کرمنافق بولے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی چھوٹی چھوٹی مثالیں بیان فرمائے۔اس پر یاجب حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں مکھی اورمکڑی کابیان فرمایاتومشرک کہنے لگے یہ مکھی اورمکڑی کیوں بیان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتی ہے۔بھلاقرآن میں ان حقیر چیزوں کے لانے کی کیاضرورت ہے۔اس پر یہ آیت اتری :فرمایاکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتاخواہ ادنیٰ ہو یااعلیٰ۔(مختصرابن کثیر:25/1)﴿2﴾مسلم کی روایت میں ہے کہ اگراللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو دنیا میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ملتا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ اللہ تعالیٰ بات کی وضاحت کے لئے مثالیں دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔﴿3﴾مثال حکمت اور وضاحت پر مبنی ہوتی ہے۔وہ وضاحت کسی بھی حوالے سے ہوسکتی ہے۔﴿4﴾چھوٹی مثالیں دینے میں کوئی حیا کی بات نہیں۔﴿5﴾یہ اعتراض کا مقام نہیں، یہ تواللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم اوراس کی سکھائی ہوئی حکمت ہے جس کوشکر کے ساتھ قبول کرناچاہیے۔

سوال2:﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾''پس جولوگ ایمان لائے تووہ جانتے ہیں کہ یقیناًوہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے''ایمان والے کیسے جان لیتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے؟

جواب:﴿1﴾ایمان والے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق یہ جان لیتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔وہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اورغور کرتے ہیں اگرنہیں سمجھ آجائے توان کے علم اورایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔﴿2﴾ایمان والوں کویقین ہوتا ہے کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾اور یہ مثالیں ہیں جوہم لوگوں کے لیے ہی بیان کرتے ہیں اورانہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔(العنکبوت:43)﴿3﴾ایمان والے اگرنہ بھی سمجھ پائیں تب بھی انہیں یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بات کو بے فائدہ بیان نہیں کیا۔یقیناًاس میں کوئی حکمت ہے یاان کے لیے کوئی خیراور بھلائی ہے، جو پوشیدہ ہے۔اس طرح اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

سوال3:﴿وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا﴾''لیکن جن لوگوں نے کفرکیاتووہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ تعالیٰ نے کیاارادہ کیاہے؟''کفرکرنے والے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مثالوں کے بارے میں شک میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾کفرکرنے والے حیرت سے انکارکرکے اپنے دل کے دروازے بندکرلیتے ہیں۔پھرحق کے بارے میں ان کے دلوں میں گھٹن پیداہوتی ہے۔اسی وجہ سے وہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں اوراعتراض کرتے ہیں۔﴿2﴾کفرکرنے والے حیات بخش کلام سے اپنی زندگی بدلناہیں چاہتے۔اس لئے انہیں کلام کے مطالبات پریقین نہیں آتااوروہ شک کی کیفیت میں مبتلا رہتے ہیں۔اسی شک میں وہ اعتراض کرتے ہیں اوراپنے کفرمیں اضافہ کرلیتے ہیں۔

سوال4:﴿یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا﴾''اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ذریعے بہت سوں کوگمراہ کرتاہےاور بہت سوں کوہدایت دیتاہے''سچی بات ایک ہی ہوتی ہے، کچھ لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں اورکچھ ہدایت قبول کرلیتے ہیں،ایساکس وجہ سے ہوتاہے؟

جواب:''اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ذریعے بہت سوں کوگمراہ کرتاہے اور بہت سوں کوہدایت دیتاہے''نزول قرآن کے دورمیں یہ مومنوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور کافروں کا حال تھا۔﴿1﴾﴿يُضِلُّ بِهٖ﴾اس کلام سے،اس دعوت سے وہ گمراہ کر دیتا ہے۔۔رب العزت نے ایک اور جگہ اس کو واضح فرمایا :﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے،سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔(التوبہ:124,125)قرآنی آیات کچھ لوگوں کے لیے آزمائش بن جاتی ہیں اور ان کی گمراہی میں اضافہ کرتی ہیں اور کچھ لوگوں کے لیے انعام بن جاتی ہیں،ان کے لیے ہدایت کا سبب بن جاتی ہیں۔ہر طرح کے نقص سے پاک ہے وہ جو جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت کا فیصلہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے گمراہی کا فیصلہ کرتا ہے۔﴿2﴾ کچھ لوگ جو سچی بات کی تلاش اور جستجو میں ہوتے ہیں انہیں جب ''سچ''مل جاتا ہے،جب وہ حقیقت کو پا لیتے ہیں تو ان کا دل جھک جاتا ہے،سچ کو قبول کر لیتا ہے اور یوں وہ ہدایت پا جاتے ہیں۔کچھ لوگ جو سچائی کی تلاش میں نہیں ہوتے،ان کی نظریں الفاظ میں اور کان اس آواز میں اٹک جاتے ہیں اور وہ کلام سے الٹے نتائج نکالتے ہیں،باتوں کے غلط معانی لیتے ہیں اور یوں حقیقت سے بہت دور چلے جاتے ہیں۔یوں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔اس طرح سچی بات کے ساتھ ان دو رویوں کے دو مختلف طرح کے نتائج سامنے آتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی مثالوں سے اہل ایمان کے ایمان میں اور کافروں کے کفر میں اضافہ کیسے ہوتا ہے؟

جواب: سورہ النساء کی آیت نمبر 115 میں ہے:﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾تو ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا۔ان مثالوں سے کثیر کافروں کے کفر میں اور کثیر مومنوں کی ہدایت میں ان کی تصدیق کی وجہ سے اضافہ ہوتا ہے۔اس طرح کافروں کی گمراہی اور مومنوں کی ہدایت میں اضافہ ہوتا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:38/1)

سوال6: حق کی دعوت کو قبول کرنے کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ کون سی ہے؟

جواب:﴿1﴾دلیل اور نصیحت کو تعصب کی وجہ سے قبول نہ کرنا۔﴿2﴾حق کے معاملے میں غیر سنجیدگی اختیار کرنا۔

سوال7:﴿وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ﴾''اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کسے گمراہ کرتا ہے،اس کی وضاحت ہے کہ وہ صرف ان ہی کو گمراہ کرتا ہے جو اس کی اطاعت کے دائرے سے نکل جاتے ہیں اور ان کے اندر ہدایت یعنی نفع مند علم اور عمل صالح کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی۔﴿2﴾فاسق اللہ تعالیٰ کے حکم،ایمان اور عمل صالح سے نکل جاتے ہیں۔فسق اطاعت سے نکل جانے کو کہتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:21/1)﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾یقیناً منافق ہی نافرمان ہیں۔(التوبہ:67)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(27)﴾

''وہ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور وہ اسے کاٹ دیتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''(27)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ﴾ ''وہ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿عَهْدَ اللّٰهِ﴾ عہد سے مراد (i) اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے تمام انسانوں کو کی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات بجالائیں اور اس کے روکے سے رک جائیں۔(ii) اس سے مراد اہل کتاب سے لیا گیا عہد ہے جو نبی ﷺ کے بارے میں تھا کہ وہ آئیں تو ان کی نبوت پر ایمان لائیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے۔(iii) اس سے مراد عہد الست بھی ہوسکتا ہے جو آدم علیہ السلام کی صلب سے نکالنے کے بعد ان کی اولاد سے لیا گیا۔﴿2﴾ نقض عہد سے مراد ہے: اس عہد کی پرواہ نہ کرنا اور عہد کو توڑ ڈالنا۔﴿3﴾ ان اہل فسق کی صفت یہ ہوتی ہے کہ یہ اپنے رب سے اور دوسرے انسانوں سے کئے گئے عہد و مواثیق کی پرواہ نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ کے اوامر کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور نواہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:29/1)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے عہد کو پورا کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔کافر عہد کی پرواہ نہیں کرتے۔ان کو توڑ ڈالتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کرتے ہیں، اس کے نواہی کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ ان معاہدوں کا بھی پاس نہیں کرتے جو ان کے درمیان آپس میں ہوتے ہیں۔﴿5﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهُ اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت کی پاسداری نہیں کرتا اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کی پاسداری نہیں کرتا۔(مسند احمد)

سوال2:﴿وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور وہ اسے کاٹ دیتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس رشتے کو جوڑنے کا حکم دیا ہے جو ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے (اس کی صورت یہ ہے کہ) ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کی عبادت کریں۔﴿2﴾ ہمارے اور اس کے رسول کے درمیان جو تعلق ہے اسے قائم کریں یعنی ان پر ایمان لائیں، ان سے محبت رکھیں، ان کی مدد کریں اور ان کے تمام حقوق ادا کریں۔﴿3﴾ وہ تعلق جو ہمارے اور ہمارے والدین، عزیز و اقارب اور دوست احباب اور تمام مخلوق کے درمیان ہے، ان سب کے حقوق کی ادائیگی بھی اس تعلق کے جوڑنے میں شامل ہے جس کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔﴿4﴾ اہل ایمان ان تمام رشتوں اور تعلقات کو جوڑے رکھتے ہیں جن کو جوڑنے کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا اور ان حقوق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوبہترین طریقے سے ادا کرتے ہیں۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''رشتہ داری عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ تعالیٰ اس سے دور ہوگا۔''(مسلم:6519)

﴿5﴾اہل فسق ان رشتوں کوتوڑتے ہیں اور اپنی پیٹھ پیچھے پھینک کران کے تقدس کا پاس نہیں کرتے،اس کی بجائے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں،قطع رحمی سے کام لیتے ہیں اور گناہوں کے کام کرتے ہیں۔اوریہی زمین میں فساد کرنا ہے۔(تفسیرسعدی:96/1) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''رشتہ داری توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''(مسلم:6521)

سوال3:﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾''یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہی لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔﴿2﴾ان کے نصیب میں کوئی نفع نہیں کیونکہ ایمان نیک اعمال کی قبولیت کے لیے شرط ہے۔کفر کا کوئی وزن نہیں۔یہ خسارہ کفر کا خسارہ ہے۔﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کواس کی پختگی کے بعد توڑ دیتے ہیں اوروہ اس کوکاٹ ڈالتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے اورزمین میں فساد کرتے ہیں،یہی لوگ ہیں ان کے لیے لعنت ہے اوران کے لیے گھر کی خرابی ہے۔(الرعد:25)

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ(28)﴾

''تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو،حالانکہ تم بے جان تھےتواس نے تمہیں زندگی عطا کی پھروہ تمہیں موت دے گا پھروہ تمہیں زندہ کرے گا پھراسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''(28)

سوال1:﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾''تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو،حالانکہ تم بے جان تھےتواس نے تمہیں زندگی عطا کی پھروہ تمہیں موت دے گا پھروہ تمہیں زندہ کرے گا پھراسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تم کیسے اللہ تعالیٰ کا انکار کرسکتے ہو،تم مردہ تھے وہ تمہیں عدم سے وجود میں لایا۔رب العزت نے فرمایا:﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾ کیاانسان پرزمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابل ذکر چیز ہی نہ تھا؟(الدھر:1)

﴿2﴾اس نے دنیا کی زندگی میں ہرطرح کا رزق عطا کیا پھروہ تمہیں موت دے گا پھرقیامت کے بعددوبارہ زندہ کرے گا،پھراس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے تووہ تمہیں تمہارے اعمال کا پوراپورابدلہ دے گا۔﴿3﴾جب اللہ تعالیٰ خالق ہے،مالک ہے،تمہاری زندگی پرتصرف کااختیار رکھتا ہے،موت اسی کے حکم سے آتی ہے،اس کے فیصلے تم پرنافذ ہوتے ہیں،جب اسی کی تدبیر کے تحت تم زندگی بسر کرتے ہو،دنیا میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے دینی احکامات اورآخرت میں اس کے احکامات جزائی کے تحت آتے ہو پھر بھی اس کا انکار کرو گے؟ کیا یہ حماقت نہیں؟ کیا مخلوق کے لیے خالق پر ایمان لانا، اس کا خوف رکھنا، اس سے امید رکھنا، اس کا شکر ادا کرنا لازم نہیں؟

سوال2: اس آیت میں کفر کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیت میں کفر سے مراد اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی عبادت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اس کے دلائل دیں؟

جواب: ﴿1﴾ ہم کچھ نہیں تھے اس نے پیدا کیا۔ ﴿2﴾ ہم اب ہیں اور وہ کل ہمیں موت دے دے گا۔ ﴿3﴾ ہماری موت کے بعد وہ ہمیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ ﴿4﴾ موت کے بعد اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (29)﴾

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی، پس اس نے ان کو درست کر کے سات آسمان بنا دیے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''(29)

سوال1: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ ''وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس رب کریم و رحیم کا رحم و کرم ہے جس نے پیدا کیا۔ اس نے رحم کرتے ہوئے زمین کی ساری موجودات کو پیدا کیا جس میں ہمارا نفع ہے۔ ﴿وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ﴾ اور اس میں اس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں چار دنوں میں۔ (فصلت:10) ﴿2﴾ اس آیت میں دلیل ہے کہ تمام اشیاء کی اصل اباحت اور طہارت ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو ہمارے فائدے کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ یہ اس رحیم و کریم کا رحم و کرم اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں خبیث چیزوں سے منع کیا تا کہ ہم پاک رہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے انسان پر کیا احسانات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین کی ساری چیزیں ہمارے لیے پیدا کیں۔ ﴿2﴾ اسی نے ہمیں پیدا کیا۔ ﴿3﴾ وہی رزق دینے والا ہے۔ ﴿4﴾ اس نے ہمیں نک سک سے درست وجود دیا۔ ﴿5﴾ اس نے ہمیں بولنا سکھایا۔ ﴿6﴾ اس نے ہمیں عقل اور شعور عطا کیا۔ ﴿7﴾ اس نے کائنات کو ہمارے لیے مسخر کیا۔ ﴿8﴾ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ ﴿9﴾ اس نے ہمیں شعور کی نعمت عطا کی۔

سوال3: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ﴾ ''پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا آسمان کی طرف چڑھنا ہے۔ (بخاری) اللہ تعالیٰ کا آسمانوں کے اوپر عرش پر چڑھنا اور خاص مواقع پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آسمان دنیا پر اترنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے جس پر اسی طرح ایمان رکھنا ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان کیا یا رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت کی۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے سے مراد اس کا عرش پر بلند ہونا ہے۔

سوال4: عرش سے کیا مراد ہے؟

جواب: عرش سے مراد مخلوقات کا احاطہ کرنے والی چھت ہے۔ ہم عرش کے مادہ کے بارے کچھ نہیں جانتے۔ نبی ﷺ سے کوئی ایسی صحیح حدیث مروی نہیں ہے جس سے ہمیں اس کے بارے میں وضاحت مل سکے۔ عرش اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے بڑا ہے۔

سوال5: ﴿فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ﴾ ''پس اس نے ان کو درست کر کے سات آسمان بنا دیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو پیدا کیا پھر انہیں مضبوط اور مستحکم کیا۔ ﴿2﴾ آسمان کا ایک مادی وجود ہے اور وہ حقیقت ہے۔ محض بلندی کو آسمان نہیں کہا۔ ﴿3﴾ آسمانوں کی تعداد سات ہے۔ ﴿4﴾ حدیث کے مطابق دو آسمانوں کے درمیان 500 سال کی مسافت ہے۔

سوال6: ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کلی اور جزوی علم رکھتا ہے۔ ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے۔ (الحدید:4) ﴿2﴾ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ بھی تم چھپاتے ہو اور جو بھی تم ظاہر کرتے ہو۔ (النحل:19) ﴿3﴾ ﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى﴾ اگر چہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے۔ (طٰہٰ:7) ﴿4﴾ ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے۔ (الملک:14) ﴿5﴾ ساری مخلوقات کو پیدا کرنا اس کے علم، حکمت اور اس کی قدرت کی دلیل ہے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے اپنے العلیم ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کردہ چیزوں سے اپنے علیم ہونے کا شعور دیا ہے کہ جس نے سب کو پیدا کیا وہ ان سب کے بارے میں علم بھی رکھتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ﴿اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ﴾ سے اپنے علیم ہونے کا شعور دیا کہ وہ اپنے علم کی وجہ سے ہر چیز پر حاوی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی پیدائش سے اپنے علیم ہونے کا شعور دیا ہے کہ اس نے اپنے علم کی بنیاد پر آسمانوں کو ٹھیک ٹھیک بنایا۔

رکوع نمبر 4

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ(30)﴾

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا''یقیناً میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں''انہوں نے کہا:''کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کا ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور آپ کے لیے پاکیزگی بیان کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''(30)

سوال1:﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا یقیناً میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کی ابتدا اور ان کی فضیلت کا ذکر ہے جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق کا ارادہ کیا تو اس نے فرشتوں کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ وہ آدم علیہ السلام کو زمین کے اندر خلیفہ بنائے گا۔(تفسیر سعدی:99/1)﴿2﴾ملائکہ نورانی جسم رکھتے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ کرتے ہیں جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (تفسیر منیر:135/1) ﴿3﴾﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ ضحاک نے کہا: قرآن میں جعل سے مراد خلق ہے۔(الدر المنثور:93/1)﴿4﴾سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زمین سے جمع کی گئی مٹھی بھر خاک سے پیدا فرمایا۔آدم علیہ السلام کی اولاد بھی (طرح طرح کی) مٹی کے مطابق پیدا ہوئی۔ان میں سفید فام بھی ہیں، سرخ بھی، سیاہ فام بھی اور ان کے درمیانی رنگوں کے بھی۔(اسی طرح) نیک اور بد، نرم خو، سخت طبیعت اور درمیانی طبیعت والے۔''(مسند احمد:406/4)﴿5﴾خلیفہ سے مراد دوسرے کا جانشین اور یہاں اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔(ایسر التفاسیر:27/1)﴿6﴾رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا تاکہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(الانعام:165)﴿7﴾﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ پھر ان کے بعد ایسے جانشین ان کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ گئے، تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے۔(مریم:59)﴿8﴾خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے چلے جائیں گے۔(مختصر ابن کثیر:28/1)

سوال2:﴿قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾''انہوں نے کہا: کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سلف سے اس قصہ کی جو روایات آئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے دوہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے۔انہوں نے زمین پرطرح طرح کے فساد کیے۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ایک گروہ کو جنات کی تنبیہ اورسرکوبی کے لیے بھیجا۔ان فرشتوں نے جنات کو مارکردریاکے ٹاپوؤں اورجزیرمیں نکال دیا۔اب بنی آدم کی پیدائش کا حال سن کر فرشتوں نے اسی قیاس پر یہ بات کہی تھی کہ جنات کی طرح بنی آدم بھی زمین پرفساد پھیلا دیں گے۔(تفسیر ابن کثیر:70/1)﴿2﴾فرشتوں کا یہ قیاس جنوں کے اعمال کی وجہ سے تھا۔(تیسیر القرآن:17)﴿3﴾﴿مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا﴾یعنی جوگناہوں کاارتکاب کرکے زمین میں فساد پھیلائے گا۔﴿4﴾﴿وَيَسۡفِكُ الدِّمَآءَ﴾یعنی قتل وغارت گری کرکے زمین میں فساد پھیلائے گا۔

سوال3:فساد فی الارض سے کیامراد ہے؟

جواب:فسادفی الارض سے مرادفکری فساد ہےیعنی شرک اورکفرفساد ہے۔اسی کی وجہ سے باقی سارےفسادات جنم لیتے ہیں۔

سوال4:زمین کی اصلاح کیاہے؟

جواب:زمین کی اصلاح یہ ہے کہ سب انسان ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرائیں۔

سوال5:﴿وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾''اورہم آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کا ہرعیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور آپ کے لیے پاکیزگی بیان کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اورہم آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کا ہرعیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں''ہم ایسی تنزیہہ کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں جو تیری حمداورجلال کے لائق ہے۔(تفسیر سعدی:100/1)﴿وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾''اورآپ کے لیے پاکیزگی بیان کرتے ہیں''ہم اپنے آپ کوتیرے لیے پاک کرتے ہیں،یعنی ہم تیری محبت،تیری خشیت اورتیری تعظیم کے ذریعے سے پاک کرتے ہیں۔

سوال6:فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کیسے بیان کررہے ہیں؟

جواب:اس سے مرادہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی طرف سے دیئے گئے احکامات کی بجاآوری میں تیزی سے گردش کررہے ہیں،مسلسل اطاعت کررہے ہیں۔

سوال7:﴿قَالَ اِنِّيۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:بےشک میں وہ جانتاہوں جوتم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی میں جانتاہوں کہ ان میں انبیاء،صلحاء اورزھادبھی ہوں گے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ فرشتوں کوبھی علم غیب نہیں ہے۔(تیسیر القرآن:17)﴿2﴾یعنی میں اس کی تخلیق اوراس کی ذریت کی تخلیق کی حکمت کوجانتاہوں،اس کی نسل میں انبیاءاورفضلاءبھی ہوں گے جوزمین کی اصلاح کریں گے،فسادنہیں کریں گے۔(واضح المیسر:18)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا﴿اِنِّيۡۤ اَعۡلَمُ﴾یعنی میں جانتاہوں کہ یہ خلیفہ کون ہے۔﴿مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾جوتم نہیں جانتے کیونکہ تمہارا کلام توظن اورگمان کی بنیاد پرمبنی ہے جب کہ میں ظاہروباطن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاعلم رکھتاہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اس خلیفہ کی تخلیق سے جوخیر اور بھلائی حاصل ہوگی وہ اس شر سے کئی گنا زیادہ ہے جو اس کی تخلیق میں مضمر ہے اور اس میں یہ بات بھی نہ ہوتی تب بھی اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ کہ وہ انسانوں میں سے انبیاء، صدیقین، شھداء اور صالحین کو چنے، اس کی نشانیاں مخلوق پر واضح ہوں اور اس سے عبودیت کی وہ کیفیتیں حاصل ہوں جو اس خلیفہ کی تخلیق کے بغیر حاصل نہ ہوسکتی تھیں، جیسے جہاد وغیرہ اور امتحان اور آزمائش کے ذریعے سے خیر وشر کی وہ قوتیں ظاہر ہوں جو مکلفین کی فطرت میں پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں، دوستوں، اس کے خلاف جنگ لڑنے والوں اور حزب اللہ کے مابین امتیاز ہو اور ابلیس کا وہ شر ظاہر ہو جو اس کی فطرت میں پوشیدہ ہے اور جس سے وہ متصف ہے تو آدم علیہ السلام کی تخلیق میں یہ حکمتیں ہی اتنی عظیم ہیں کہ ان میں سے چند ایک بھی اس کی تخلیق کے لیے کافی ہیں۔ (تفسیر سعدی:100/1)

سوال8: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ انسان اختیار پا کر بگڑ سکتا ہے، اس کے باوجود انسان کو اختیار دیا گیا۔ اس میں کیا حکمت تھی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اگر اختیار پا کر بہت سے لوگ بگڑیں گے تو ایک معقول تعداد ان لوگوں کی بھی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے مقام کو پہچانیں گے اور بغیر دباؤ کے اطاعت کا طریقہ اختیار کریں گے۔ اگرچہ یہ تعداد میں کم ہوں گے لیکن ہیروں کی طرح قیمتی ہوں گے اور قیمتی ہیروں کے لیے کوئلے کی کانوں کو بڑھنے پھیلنے کا موقع دیا جاسکتا ہے۔

﴿ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (31) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سارے کے سارے نام سکھا دیئے، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: ''اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ''! (31)

سوال1: ﴿ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سارے کے سارے نام سکھا دیئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فضیلت دی۔ انہیں تمام چیزوں کے نام اور ان کا علم عطا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے القاء اور الہام کے ذریعے اسماء کا علم عطا فرمایا۔ یہ چیزوں کے ناموں، ان کی خاصیتوں اور فوائد کا علم تھا۔

سوال2: ﴿ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو جن کے نام آدم علیہ السلام کو سکھا دیے تھے۔ فرشتوں کو آزمانے کے لیے ان کے سامنے پیش کیا کہ ان کو پہچانتے ہیں یا نہیں۔ ﴿2﴾ ﴿ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے گمان میں سچے ہو کہ تم اس خلیفہ سے افضل ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (32) ﴾

''انہوں نے کہا:'' آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔''(32)

سوال1: ﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ﴾ ''انہوں نے کہا:'' آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فرشتوں نے اپنی کم علمی کا اعتراف کیا اور کہا کہ آپ نے ہمیں جتنی بات بتادی ہم اتنا ہی جانتے ہیں، ساری حقیقتوں کو جاننے والی اور حکمت والی تو آپ ہی کی ذات ہے۔ ﴿2﴾ فرشتوں پر جب علم کی اہمیت اور حکمت واضح ہوئی تو انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا۔ ﴿3﴾ ﴿ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ﴾ فرشتوں نے کہا: پاک ہے آپ کی ذات ہمیں کسی بھی لحاظ سے کوئی علم نہیں مگر جتنا علم آپ نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے عطا کیا۔ ﴿4﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب کلام کی خبر نہ دوں؟ بے شک اللہ تعالیٰ کو جو سب سے زیادہ کلام محبوب ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ اور ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ کون سا کلام افضل ہے؟ فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے پسند فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے۔ (مسلم: 2093,2094/4) ﴿5﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے توبہ کرنے کے لیے کہا: ﴿ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ پھر جب ہوش میں آیا اس نے کہا'' تو پاک ہے، میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلا ہوں۔'' (الاعراف: 143) ﴿6﴾ سیدنا یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کی۔ ﴿ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ اور مچھلی والے کو جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر ہرگز قابو نہ پاسکیں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا:'' آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' (الانبیاء: 87) ﴿7﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: دو کلمے زبان پر بہت ہلکے میزان پر بہت بھاری، رحمان کو بہت محبوب ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ میں اللہ تعالیٰ کی (تمام عیوب ونقائص) سے پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف وتحمید کرتا ہوں۔ بے شک وہ باعظمت اللہ تعالیٰ (تمام عیوب ونقائص سے) پاک ہے۔ (بخاری: 210/11) ﴿8﴾ اس سارے واقعے سے علم کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 17) ﴿9﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ آپ کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔ (الزمر: 9)

سوال2: فرشتوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیسے کیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: فرشتوں نے کہا: ﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

سوال3: فرشتوں کے اعتراف سے کیا واضح ہوا؟

جواب: فرشتوں کے اعتراف سے یہ واضح ہوگیا کہ ﴿1﴾ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو بھی اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔

سوال4: ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ ''یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ العلیم ہے اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اس نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں کوئی ذرہ برابر چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر یا پوشیدہ نہیں ہے۔ ذرے سے بڑی یا اس سے چھوٹی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ الحکیم ہے اس نے کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو حکمت سے خالی ہو۔ اس نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا جو حکمت سے خالی ہو۔ مخلوق میں سے کوئی اس کی حکمت سے باہر نہیں۔ وہ کمال حکمت والا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے انسان کو علم الاسماء دینے کا فیصلہ کیا جب کہ فرشتوں کو اس سے محروم رکھا۔ حکمت کسی چیز کو اس کے مقام پر رکھنے کو کہتے ہیں جس کے وہ لائق ہو۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا اقرار کیا اور اس کا اعتراف کیا کہ وہ کسی بھی چیز کے علم سے قاصر ہیں مگر جتنا کچھ وہ رب سکھا دے۔

﴿قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (33)﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم! انہیں ان کے نام بتا دو'' تو جب اس نے انہیں ان کے نام بتا دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے تھے۔'' (33)

سوال1: ﴿قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم! انہیں ان کے نام بتا دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ جب وہ اشیاء کے نام بتانے سے قاصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا: انہیں ان چیزوں کے نام بتا دو۔

سوال2: ﴿فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ﴾ ''تو جب اس نے انہیں ان کے نام بتا دیئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو ان ناموں سے آگاہ کر دیا تو ان پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور خلیفہ بنانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس کا کامل علم ثابت ہوگیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے سکھائے ہوئے نام فرشتوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے کیوں کہا؟

جواب: ﴿1﴾ فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی تخلیق کی حکمت واضح کرنے کے لئے۔ ﴿2﴾ دنیا کا نظام چلانے کے لئے علم کی اہمیت اور فضیلت واضح کردی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے کہنے پر آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے ساری چیزوں کے نام کیسے پیش کیے؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام نے سارے نام بتادیئے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے علم دیا تھا اس لئے انہوں نے سارے نام بتادیئے۔ نسل انسانی کو جو بھی علم ملا اللہ تعالیٰ کی ذات سے ملا۔

سوال5: ﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں'' غیب سے مراد چھپی ہوئی چیزوں کا علم ہے۔ جب وہ غیب کا علم رکھتا ہے تو حاضر کو تو بخوبی جانتا ہے۔

سوال6: ﴿وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾ ''اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کوئی مخلوق ایسی نہیں جو چھپے ہوئے راز جان سکے۔ سینے بھی راز چھپاتے ہیں۔ یہاں مراد ہے کہ انسانوں کے سینوں میں چھپے ہوئے راز اور فرشتوں کے اندر چھپے ہوئے راز بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿تُبْدُوْنَ﴾ جو تم اپنی بات میں ظاہر کرتے ہو جیسا کہ کہا ﴿اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کا ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور آپ کے لیے پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ ﴿تَكْتُمُوْنَ﴾ جو تمہارے اندر ہوتا ہے جسے تم چھپاتے ہو جیسے ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اپنی عدم اطاعت کو چھپایا۔ (ایسر التفاسیر: 28/1) جب آدم نے ان کو ان سب چیزوں کے نام بتادیئے تو ان پر آدم کی فضیلت ظاہر اور اس کو خلیفہ بنانے میں باری تعالیٰ کی حکمت اور اس کا علم ثابت ہوگیا۔ (تفسیر سعدی: 101/1)

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۡ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (34)﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔'' (34)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴾ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کوسجدہ کروتو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ﴾ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی آدم پر اپنا عظیم احسان بیان فرمایا ہے کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو ان کے اکرام، تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے اظہار کے لیے سجدہ کریں۔﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے:﴿ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴾ پھر جب میں اسے پورا بنادوں اور اپنی روح سے اس میں پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔(الحجر:29)﴿3﴾ یہ سجدہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا تو پھر یہ اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرنے کے مترادف ہوا یہ سجدہ تعظیم کے لیے تھا جو کہ پہلے جائز تھا اب ممنوع ہے۔(تیسیر القرآن:17)﴿4﴾ اسلامی شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں، تعظیم کے طور پر بھی جائز نہیں۔﴿5﴾﴿ فَسَجَدُوْٓا ﴾ فرشتوں نے حکم کی اطاعت کی اور اسی وقت سجدہ میں گر گئے۔﴿6﴾﴿ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴾ سوائے ابلیس کے۔اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔﴿7﴾ ابلیس اور آدم الگ الگ مخلوقات ہیں۔صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے۔(صحیح مسلم:413/3)

سوال2:﴿ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۟ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، تکبر کا اظہار کیا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔﴿2﴾﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، اس نے کہا کہ میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟(بنی اسرائیل:61)﴿3﴾ انکار اور تکبر اس کے کفر کے نتیجے میں چھپا ہوا تھا۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اور آدم علیہ السلام سے اس کی دشمنی باہر آ گئی اور اس کا کفر اور تکبر ظاہر ہو گیا۔﴿5﴾﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔(الکھف:50)

سوال3: سجدے کا حکم فرشتوں کے لئے تھا۔اس کا اطلاق ابلیس پر کیسے ہوا؟

جواب: ابلیس فرشتوں میں شامل کر دیا گیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے لئے بھی سجدہ کرنا ضروری ہو گیا۔

سوال4: ابلیس نے سجدہ کرنے سے کیوں انکار کیا؟

جواب: ابلیس نے حسد اور تکبر کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تکبر کا اظہار کیا اور آدم علیہ السلام سے اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔اس نے تکبر سے کہا:﴿ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾ کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟(بنی اسرائیل:61) یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انکاراوراستکباراس کے اس کفر کا نتیجہ تھا جو اس کی سرشت میں پوشیدہ تھا۔اس وقت اللہ تعالیٰ اور آدم علیہ السلام سے اس کی عداوت ظاہر ہوگئی اور اس کا کفر واستکبار عیاں ہوگیا۔(تفسیر سعدی:101,102/1)

سوال5:تکبر کسے کہتے ہیں؟

جواب: اپنی ذات کی بڑائی کے احساس کو تکبر کہتے ہیں۔سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''سب سے پہلا گناہ یہی تکبر ہے جو ابلیس سے سرزد ہوا۔''(تفسیر ابن کثیر:117/1)

سوال6:انسان میں تکبر کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جب کوئی شخص اپنی ذات کی بڑائی میں مبتلا ہوجائے اور کسی کام کے بارے میں یہ سمجھے کہ یہ کرنے سے میں چھوٹا ہوجاؤں گا۔ ﴿2﴾ سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں؟''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:جی ہاں!ضرور فرمایئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر جاہل، اکھڑ مزاج،تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔''(مسلم:7187)﴿3﴾سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا،پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا:میں بادشاہ ہوں،زور والے(جابر)بادشاہ کہاں ہیں؟تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر زمینوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا:میں بادشاہ ہوں،زور والے(جابر)بادشاہ کہاں ہیں؟تکبر والے کہاں ہیں؟'' (مسلم:7051)

سوال7:انسان کے لیے دنیا میں دو ممکنہ راستے کون سے ہیں؟

جواب:﴿1﴾فرشتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے آگے جھک جانا خواہ اس کے لیے اپنے سے بظاہر کم تر فرد کی بات ماننی پڑے۔یہ ملکوتی رویہ ہے۔﴿2﴾ابلیس کی طرح اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کے آگے جھکنے سے انکار کردینا۔اس سے تکبر کی آگ بھڑکتی نظر آتی ہے۔یہ شیطانی رویہ ہے۔

سوال8:ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے کیا مقام دیا؟

جواب:ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے انکار کی وجہ سے دھتکار دیا۔جنوں میں سے ہونے کے باوجود عبادت وریاضت سے فرشتوں میں گھلا ملا رہتا تھا مگر اس تکبر نے آناً فاناً اسے کافروں کی صف میں کھڑا کردیا۔(تیسیر القرآن:17)

سوال9:اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ اٹھتا ہے،اس کے لیے پھر اسی طرح امتحان کے حالات کیسے پیدا ہوجاتے ہیں؟

جواب:حق کی دعوت دینے والا بھی آدم علیہ السلام کی طرح ہے جس کے سامنے سب لوگوں کو جھک جانا چاہیے مگر تکبر اور تعصب کی وجہ سے جو لوگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حق کی دعوت قبول نہیں کرتے، وہ ابلیس کی پیروی کرتے ہیں۔جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا۔جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا وہ صرف حق سے ہی محروم نہیں رہا بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی محروم ہو گیا۔

﴿وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ(35)﴾

''اور ہم نے کہا: ''اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو دونوں خوب کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''(35)

سوال1:﴿وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾''اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو'' اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا انہیں فضیلت عطا فرمائی پھر ان میں سے ان کی بیوی سیدہ حوا علیہا السلام کو پیدا کر کے اپنی نعمت ان پر پوری کر دی تا کہ وہ اپنی بیوی کے پاس سکون حاصل کریں اور حکم دیا جنت میں سکون سے رہو۔﴿2﴾ ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے سے پہلے حوا پیدا ہوئی ہیں اور پھر دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا ہے لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا قول ہے کہ پہلے تن تنہا سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا تھا۔سیدنا آدم علیہ السلام جنت میں رہتے تھے مگر تنہائی کے سبب سے اکثر گھبرایا کرتے تھے۔ایک دن سیدنا آدم علیہ السلام جب سو رہے تھے تو ان کی نیند کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ حوا کو سیدنا آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کر دیا۔(تفسیر ابن کثیر:79/1)﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''عورتوں کے بارے میں میری وصیت ہمیشہ یاد رکھنا کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔پسلی میں بھی سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہوتا ہے۔اگر کوئی شخص اسے بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرے تو انجام کار توڑ کے رہے گا اور اگر اسے یونہی چھوڑ دے گا تو پھر ہمیشہ ہی ٹیڑھی ہو جائے گی۔پس عورتوں کے بارے میں میری وصیت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔''(بخاری:3331)

سوال2: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو جنت میں کب بسایا گیا؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سامنے پیش کرنے کے بعد جب انہوں نے سارے نام بتا دیئے اور فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی تخلیق کی حقیقت واضح ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں بسایا۔

سوال3: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو جنت میں کیسے بسایا گیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے اس طرح ظالم ہیں کہ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کی فرماں برداری کی جائے۔ اگر نافرمانی کی تو گویا اللہ تعالیٰ کو اس کا حق نہ دیا۔ ﴿2﴾ تمام اعضاء، اشیاء اور نعمتوں کا حق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے لیے لگایا جائے تو دراصل نافرمانی کر کے ان کو ان کا حق نہ دیا۔ ﴿3﴾ اپنی ذات کا حق ہے کہ اسے تباہی سے بچایا جائے تو نافرمانی کر کے گویا اپنی ذات کو سزا کا مستحق ٹھہرایا اور اپنی ذات پر ظلم کیا۔

﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (36) ﴾

''تو شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلا دیا، چنانچہ اس نے ان دونوں کو اس جگہ سے نکلوا دیا جس میں وہ تھے اور ہم نے حکم دیا: ''تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔'' (36)

سوال 1: ﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ﴾ ''تو شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلا دیا، چنانچہ اس نے ان دونوں کو اس جگہ سے نکلوا دیا جس میں وہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا ﴾ ''تو شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلا دیا'' امام راغب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یعنی بغیر قصد و ارادہ کے پاؤں کی لغزش۔ (مفردات القرآن) ﴿2﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء کا خیال ہے کہ شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام کو براہ راست اور روبرو جا کر بہکایا۔ (تیسیر الرحمٰن: 35/1) ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴾ پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا تا کہ وہ ان دونوں کے لیے ظاہر کر دے ان دونوں کی شرم گاہوں سے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا، اور اس نے کہا: ''تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔'' اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے لئے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں۔'' (الاعراف: 20,21) ﴿4﴾ سیدنا آدم علیہ السلام شیطان کے جھانسے میں آ گئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴾ اور اس سے پہلے آدم کو ہم نے تاکید کی تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی۔ (طٰہٰ: 115) ﴿5﴾ ﴿ فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ﴾ ''چنانچہ اس نے ان دونوں کو اس جگہ سے نکلوا دیا جس میں وہ تھے'' شیطان نے انہیں جنت سے دنیا کی بدبختیوں کی طرف نکلوا دیا اور اطاعت سے نافرمانی کی طرف نکلوا دیا۔ (البحر المحیط: 262/1)

سوال 2: شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو کس طرح بہکایا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴾ پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا تا کہ وہ ان دونوں کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا ان دونوں کی شرم گاہوں سے، اور اس نے کہا: ''تمہارے رب نے تم دونوں کو نہیں روکا ہے اس درخت سے، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔'' اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں۔ (الاعراف:20.21) شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا حوا علیہا السلام دونوں کو درخت کا پھل کھانے کے لیے اس کی کشش دلائی یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے خوب صورت ترغیبات دلائیں، دوست کے روپ میں دل میں وسوسے ڈالے، امیدیں دلائیں اور یوں بہکا کر اپنے جال میں پھنسا کر جنت سے نکلوا دیا۔

سوال3: انسان کے بھٹکنے کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟

جواب: انسان شیطان کے بہکاوے میں آجاتا ہے اور اس حد میں قدم رکھ دیتا ہے جہاں جانے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ وہ اسے ہمیشہ کی زندگی اور لازوال سلطنت کا لالچ دیتا ہے۔ آج بھی شیطان انسان کو راہ راست سے ہٹانے کے لیے یہی حربہ استعمال کرتا ہے۔

سوال4: ﴿ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ ''اور ہم نے کہا: تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام بھول گئے انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نعمتوں بھری جنت سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اور انہیں دکھوں، تکلیفوں اور سخت مشقت کے لیے زمین پر اتار دیا گیا۔ ﴿2﴾ ﴿ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ ''تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'' یعنی ابلیس اور اس کی اولاد، آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کی دشمن ہے۔ ﴿3﴾ دشمن اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کو ہر بھلائی سے محروم کرنے کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو شیطان کی دشمنی سے ڈرایا ہے۔ ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنا لو اسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔ (فاطر:6) ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔ (الکہف :50) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور تمہارے دل میں پہلے تو یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور آخر میں بات یہاں تک پہنچاتا ہے کہ خود تمہارے رب کو کس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے پیدا کیا؟ جب کسی کو ایسا وسوسہ آئے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور شیطانی خیال کو چھوڑ دے۔'' (بخاری:3276)

﴿6﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ رضی اللہ عنہا تھیں کہ آپ ﷺ کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ آپ ﷺ نے اسے بلایا، وہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! یہ میری فلاں بیوی ہے۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں کون ہوتا ہوں کہ میں ایسا گمان کروں اور نہ ہی میں نے آپ ﷺ کے بارے میں ایسا گمان کیا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ (مسلم:5678)

سوال5: شیطان انسان کا آج بھی دشمن ہے، اس کی دشمنی کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان نے آدم وحوا علیہما السلام کو ورغلایا اور انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا۔ شیطان کی یہ دشمنی آج بھی جاری ہے۔ وہ انسان کو ورغلاتا ہے تاکہ انسان اس حد کے اندر قدم رکھ دے جس میں جانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اس کے لیے وہ انسان کی ذہن سازی کرتا ہے، برائی کو خوش نما بنا کر دکھاتا ہے، یقین دہانی کرواتا ہے کہ اس برائی کے نتیجے میں لوگوں کی نظروں میں مقام ملے گا، وہ دنیا میں رہنے کے لیے برائی کو ناگزیر بنا کر دکھاتا ہے۔ انسان کو یہ محسوس کرواتا ہے کہ اگر اس برائی کو چھوڑ دیا تو جینا ممکن نہیں رہے گا پھر انسان برائی کر لیتا ہے۔ انسان کے بھٹکنے کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے پھر انسان اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہو جاتا ہے۔ انسان کے لیے اپنی غلطی سے پلٹ آنے، توبہ کرنے کا موقع موجود ہوتا ہے لیکن شیطان ورغلاتا ہے کہ تمہاری توبہ کب سنی جائے گی۔ یوں انسان آہستہ آہستہ دعا مانگنے سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ انسان کے لیے پھر نیکیاں کرنا مشکل اور گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہی شیطان کا مشن ہے، یہی اس کی دشمنی ہے، یہ دشمنی آج بھی جاری ہے۔

سوال6: سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کے درمیان جس کشمکش کا آغاز ہوا وہ آج بھی جاری ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: اس کشمکش کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ انسان اور شیطان کے درمیان جو جنگ جاری ہے وہ انسان کے ضمیر اور اس کے دل ودماغ کے میدانوں میں لڑی جارہی ہے۔ پختہ ارادے اور سچا علم رکھنے والے افراد اس میں کامیاب ہوتے ہیں اور جو انسان اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے اس پر شیطان غالب آجاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کے درمیان کھڑا کیا۔ سجدے کے حکم سے کشمکش کا آغاز ہوا۔ حق کی دعوت دینے والا بھی ایک آدم ہوتا ہے جس کے سامنے انسانوں نے جھکنا ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے تکبر یا حسد کی وجہ سے نہ جھکیں تو اس طرح وہ ابلیس کی پیروی کرتے ہیں اور اسی کشمکش کا آغاز ہو جاتا ہے۔ انکار صرف انکار نہیں رہتا۔ انکار پھر مخالفت میں، مخالفت رکاوٹ میں اور رکاوٹیں انتقام میں بدل جاتی ہیں۔ پھر ہجرتیں ہوتی ہیں، پھر جہاد ہوتا ہے اور آج بھی یہ کشمکش جاری ہے۔

سوال7: ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ ''اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اتارے جانے کا مقصد واضح فرمایا کہ زمین میں تمہارا ٹھکانہ ہوگا ﴿وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانا ہوگا پھر تم اس گھر میں واپس آجاؤ گے جس کے لیے تمہیں اور جسے تمہاری خاطر پیدا کیا گیا۔ ﴿2﴾ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ زندگی عارضی ہے، خاص مدت تک کے لیے ہے۔

سوال 8: سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر کتنی مدت کے لیے بھیجا گیا؟

جواب: ایک خاص وقت تک۔ یہ خاص وقت انسان کے لیے اس کی زندگی ہے اور ساری کائنات کے لیے قیامت تک کا وقت ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس آیت کریمہ میں واضح ہے کہ اس زندگی کی مدت عارضی اور ایک خاص وقت تک کے لیے ہے۔ یہ دنیا حقیقی مسکن نہیں ہے یہ تو ایک راہ گزر ہے جہاں سے اگلے جہان کے لیے زاد راہ حاصل کیا جاتا ہے (دوران سفر) اس راہ گزر میں مستقل ٹھکانا تعمیر نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر سعدی: 104/1)

﴿فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (37)﴾

''پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ قبول کر لی، یقیناً وہی بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (37)

سوال 1: ﴿فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ ''پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ قبول کر لی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو رب کریم نے اپنی رحمت سے انہیں کچھ کلمات سکھا دیے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے انہیں سیکھا اور یاد کر لیا۔ ﴿2﴾ ﴿فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾ سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے تھے جو انہیں الہام کیے گئے ﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ان دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الاعراف: 23) ﴿3﴾ سیدنا آدم علیہ السلام نے گناہ کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال کیا۔

سوال 2: سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ کے بارے میں غلط عقیدہ کیا ہے؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ کے بارے میں غلط عقیدہ ایک گھڑی ہوئی (موضوع) روایت کی بنیاد پر ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر لآ الٰہ الا اللہ لکھا ہوا دیکھا اور محمد ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی تو دعا قبول ہوگئی۔ یہ روایت گھڑی ہوئی ہے، قرآن حکیم کے مخالف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے اور نبی ﷺ کے طریقے کے خلاف ہے۔تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے کسی وسیلے کے بغیر براہ راست دعا کیا کرتے تھے۔نبی ﷺ نے بھی دعا مانگنے کا براہ راست طریقہ سکھایا ہے۔

سوال3:﴿فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ قبول کرلی،یقیناً وہی بے حد توبہ قبول کرنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرلی اور ان پر رحم فرمایا۔جو توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔﴿2﴾ بندے کی طرف سے توبہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی پر شرمندہ ہو کر نافرمانی سے باز آجائے،اللہ تعالیٰ کی طرف سچے دل سے لوٹے اور فرماں برداری کا رویہ اپنائے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے شرمسار بندے کی طرف رحمت سے متوجہ ہو جائے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ التواب ہے وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔اپنے بندوں کی طرف رجوع کرنے کی دو قسمیں ہیں۔(i) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ بندے کو توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔(ii) پھر جب توبہ کی تمام شرائط پوری ہو جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے۔ (تفسیر سعدی:104/1) ﴿4﴾ توبہ میں تین باتیں ضروری ہیں۔ایک تو جو گناہ ہو گیا ہے اس پر سچے دل سے نادم اور پشیمان ہونا۔دوسرے توبہ کے وقت دل میں خوب یہ ٹھان لینا کہ آئندہ اس سے باز رہوں گا۔تیسرے توبہ کے بعد دل میں گناہ سے ایک نفرت کا پیدا ہو جانا۔(احسن التفاسیر:1/ 82)

سوال4: اللہ تعالیٰ کیسا **﴿التَّوَّابُ﴾** ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ التواب ہے۔وہ بندے کی خطاؤں پر معاف فرماتا ہے۔اگر وہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی گناہ لے کر آئے تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کے **﴿الرَّحِيمُ﴾** ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں مسلسل رحمت کرنے والا ہے۔﴿2﴾ انسان مسلسل غلطیاں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مسلسل معاف فرماتا ہے۔''اَلرَّحِیم''یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ان پر اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے انہیں توبہ کی توفیق سے نوازا اور ان کو معاف کر کے ان سے درگزر فرمایا۔(تفسیر سعدی:104/1)

سوال6: سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اس واقعے سے ہمیں کئی ایک سبق حاصل ہوتے ہیں:﴿1﴾ انسان ''منع کیے ہوئے پھل'' (کام) کو کھاتے ہی اللہ تعالیٰ کی مدد اور جنت کے حق سے محروم ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کل سیدنا آدم علیہ السلام کو پھل کھانے سے منع کیا تھا اور آج بھی وہی صورت حال ہے۔جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان سے باز آنا ہے۔(ان شاء اللہ)﴿2﴾ نافرمانیوں پر توبہ کرنے سے جنت کے حق سے محرومی کی تلافی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوسکتی ہے۔ربّ کی طرف لوٹنے کا راستہ کھلا ہے۔اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر کثرت سے توبہ کرنی ہے۔(ان شاءاللہ)

﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (38) ﴾

''ہم نے کہا:''تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس واقعی کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''(38)

سوال1:﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ﴾''ہم نے کہا:تم سب یہاں سے اتر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ زمین میں اتارے جانے کا دوبارہ ذکر فرمایا ہے تاکہ اس حکم پر عمل پیرا ہوا جائے جس کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے۔**﴿2﴾** اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کر کے گناہ معاف کر دیا مگر جنت سے اخراج کا حکم بحال رکھا۔سب کے اخراج سے مراد آدم،حوا اور ابلیس ہیں۔سیدنا آدم کو زمین پر بھیجنا کچھ گناہ کے کفارہ کے طور پر نہ تھا بلکہ ﴿ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ﴾ یقیناً میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔(البقرۃ:30) کے تحت قضائے الٰہی تھا۔اس سے عیسائیوں کے اعتقاد کا رد ہوا جو یہ کہتے ہیں کہ آدم کا یہ گناہ نوع انسانی میں نسل در نسل منتقل ہو رہا ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس کے لیے سولی چڑھ گئے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے بتا دیا کہ ہم نے معاف کر دیا۔دنیا میں آنا گناہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا ہی زمین کے لیے کیا تھا۔(تیسیر القرآن:18)

سوال2:﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ ﴾''پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس واقعی کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اگر تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت پہنچے یعنی میرے رسول آئیں،میری طرف سے کسی وقت اور کسی دور میں راہ نمائی پہنچے تو جو کوئی میرے تقرب کی طرف راہ نمائی کرے،میری رضا کے قریب کرے،میرے رسولوں اور میری کتابوں پر ایمان لائے،میرے کیا وامر ونواہی کی پابندی کرے تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم۔**﴿2﴾** اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ اب جنت میں داخلے کے لئے ضروری ہے کہ جو ہدایت انبیاء علیہم السلام کے ذریعے تمہارے پاس پہنچے اس کو قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہو کر جنت تک پہنچو۔اس سے مراد انبیاء ورسل وغیرہ ہیں۔(فتح القدیر:93/1)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی۔پھر انہیں کہاں بسایا گیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو دوبارہ جنت میں آباد کرنے کی بجائے دنیا میں رہ کر جنت حاصل کرنے کی کوششیں کرنے کا راستہ دکھایا۔

سوال4:یہاں **﴿ هُدًى ﴾** سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ابوالعالیہ کہتے ہیں ﴿هُدًى﴾ سے مرادانبیاء ورسل اور بیان ہے۔(فتح القدیر:93/1)﴿2﴾﴿هُدًى﴾ سے مرادکتاب اللہ ہے۔﴿3﴾یہ بھی کہا گیاہے کہ اس سے مرادہدایت کی توفیق ہے۔

سوال5:﴿فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ﴾''تو جومیری ہدایت کی پیروی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی پر چار چیزیں مرتب ہوتی ہیں۔بندے سے حزن وخوف کی نفی۔حزن اورخوف میں فرق یہ ہے کہ اگر غیر پسندیدہ امر کا منتظر ہوتو یہ خوف پیدا کرتا ہے پس جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کی اس سے حزن وخوف دور ہوگئے اور جب اس سے حزن وخوف کی نفی ہوگئی تو ان کی ضد ثابت ہوگئی اور وہ ہے ہدایت اور سعادت لہٰذا جو کوئی بھی اس کی ہدایت کی پیروی کرتا ہے اسے امن،دنیاوی اوراخروی سعادت اور ہدایت حاصل ہوتی ہے اور تکلیف دہ چیز یعنی حزن وخوف اور ضلالت وشقاوت اس سے دور کردی جاتی ہے۔ہر مرغوب چیز اسے عطا کردی جاتی ہے اور خوف زدہ کرنے والی چیز اس سے دور ہٹادی جاتی ہے۔

سوال6:﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾''تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ہدایت پانے والے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے،اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتے اور جو چھوٹ جائے اس پر غم نہیں کرتے۔﴿2﴾یہاں خوف کا تعلق آخرت سے ہے کہ آخرت میں ایمان والوں کو،اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چلنے والوں کو خوف نہیں ہوگا۔''وہ غمگین نہیں ہوں گے'' سے مراد ہے کہ انہیں دنیا چھوڑنے کا کوئی غم نہ ہوگا۔﴿3﴾﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے:یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔(الانبیاء:103)﴿4﴾﴿وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾اور وہ پکارے جائیں گے:''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو،اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔''(الاعراف:43)

سوال7:ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے لیے کیا خوش خبری ہے؟

جواب:ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے کہ نہ ان کے لیے خوف ہوگا نہ غم۔

سوال8:یہ مقام کس کو حاصل ہوتا ہے؟

جواب:یہ مقام ہر سچے مؤمن کو حاصل ہوجاتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ(39)﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی لوگ آگ والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(39)

سوال1:﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی لوگ آگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی نہ کی، انکار کیا، جھٹلایا، اس کے لیے رب العالمین کا اعلان ہے ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ﴾ یعنی وہ جہنم والے ہیں۔ جہنم ان کے ساتھ لازم وملزوم ہے۔

سوال2: آیات کو جھٹلانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو، انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننے سے انکار کیا جائے اور ان سے راہ نمائی نہ لی جائے۔

سوال3: ﴿هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ جہنم سے کبھی باہر نہ نکلیں گے نہ کبھی عذاب کم ہوگا نہ مدد پہنچے گی۔ ﴿2﴾ ان آیات کریمہ اور ان جیسی دیگر آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے تمام جن وانس، اہل سعادت اور اہل شقاوت کی اقسام میں منقسم ہیں۔ ان آیات میں دونوں فریقوں کی صفات اور ان اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو سعادت یا شقاوت کے موجب ہیں۔ ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ''جن'' ثواب وعقاب کے معاملے میں انسانوں کی طرح ہیں جس طرح وہ ان کی مانند امر ونہی کے مکلّف ہیں۔ (تفسیر سعدی:106/1)

سوال4: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے اور ان کا انکار کرنے کا کیا انجام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے اور ان کا انکار کرنے والے آگ والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

رکوع نمبر5

﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ (40)﴾

''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور تم میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور صرف مجھ ہی سے تم ڈرتے رہو۔'' (40)

سوال1: ﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ﴾ ''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب بنی اسرائیل کے ان لوگوں سے ہے جو مدینہ اور اس کے گردونواح میں آباد تھے۔ اس خطاب میں بعد میں آنے والے اسرائیلی بھی شامل ہیں۔ (تفسیر سعدی:106/1) ﴿2﴾ ﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ ''اسرائیل'' کا مطلب ہے عبداللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ۔ ''اسرائیل'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ یہود کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان سے بنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسرائیل کے بارہ قبیلے وجود میں آئے۔بنی اسرائیل کنعان میں آباد تھے۔سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام کے مصر پہنچنے کے بعدان کے اہل خاندان وہاں پہنچے۔بنی اسرائیل میں کثیر تعداد میں نبی آئے مثلاً سیدنا یوسف علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام، سیدنا ہارون علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا زکریا علیہ السلام وغیرہ۔بنی اسرائیل میں تورات، زبوراور انجیل تین کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئیں۔﴿3﴾ مدینہ میں ان کے گزشتہ علم وفضل کی بناپران کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر بے انتہاء احسانات کیے تھے۔(تیسیر القرآن:18)﴿4﴾﴿اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ﴾ ''یادکرومیری اس نعمت کو'' یہاں نعمتوں کے یادکرنے سے مراددل میں نعمتوں کا اعتراف کرنا، زبان سے ان کی تعریف کرنا اور جوارح کے ذریعے سے ان نعمتوں کوایسی جگہ استعمال کرنا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اوراس سے راضی ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:106/1)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ کرکے ان کی اولاد یعنی یہود کو نیکی کی رغبت دلانی چاہی ہے کہ اے اللہ کے نیک بندے یعقوب کے بیٹو! اپنے باپ کی مانند نیک بنو۔(تیسیر الرحمٰن:36/1) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یادکرو جب اس نے تم میں سے انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اوراس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔(مائدہ:20)﴿6﴾ امت مسلمہ کے لیے بنی اسرائیل کے واقعات کو جاننا اس لیے ضروری ہے تاکہ امت اس زوال سے بچ سکے جس کا پہلے انبیاء علیہم السلام کی قومیں شکار ہوگئیں تھیں۔یہودیوں کے عقیدے کی خرابی اورروییوں کی خرابی کو سامنے رکھا جائے تاکہ مسلمان اس کردار کے انسان بننے سے بچ سکیں۔

سوال2:﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ﴾ ''اورتم میرے عہد کو پورا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وہ عہد یہ تھا کہ تم تورات کے احکامات کی پابندی کروگے اور نبی آخرالزماں پر ایمان لاؤگے۔(تیسیر القرآن:18)﴿2﴾ یعنی وہ اس عہد کو پورا کریں جو اللہ تعالی نے ان سے لیا ہے کہ وہ اس پر اوراس کے رسولوں پر ایمان لائیں گے اوراس کی شریعت کو قائم کریں گے۔(تفسیر سعدی:106/1)﴿3﴾ کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ عہد یہ ہے:﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ﴾ اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہوگے اورتم اس کو نہیں چھپاؤگے۔(آل عمران:187)﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ کو سردار مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں بلاشبہ تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کو قوت دی اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیا تو میں ضرور بہ ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کردوں گا اور تمہیں ضرور بہ ضرور جنتوں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد بھی تم میں سے جس نے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ (المائدہ:12) بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا کہ میں نے جو ہدایات دی ہیں ان کو مضبوطی سے تھام لو اور انہیں یاد رکھو۔ ﴿4﴾ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زبانی بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا تھا کہ میں بنی اسرائیل میں ایک نبی امی بھیجوں گا۔ جو تم میں سے اس کی اتباع کرے گا تو میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا اور اسے جنت میں داخل کروں گا۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ عَذَابِيٓ أُصِيبُ بِهِۦ مَنْ أَشَآءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُم بِـَٔايٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنجِيلِ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو امّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (الاعراف:156-157)

سوال3: ﴿أُوفِ بِعَهْدِكُمْ﴾ ''میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ان کے عہد پورا کرنے کا بدلہ ہے۔ بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے عہد کیا تھا کہ میں تمہیں جہان والوں پر فضیلت عطا کروں گا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کیا انعام کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبی آل یعقوب علیہ السلام میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دین و دنیا کی راہ نمائی اور کامیابی کے راستے کھولے اور ان کو دوسروں کی راہ نمائی کا فریضہ سونپا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی شریعت عطا کی تھی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِۦ يٰقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا ۖ وَءَاتٰىكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ﴾ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور اس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔ (المائدہ:20)

سوال5: بنی اسرائیل کو انعام کیوں یاد کروایا جا رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل کو انعام اس لئے یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ ان میں سے جو بھلائی کا مادہ رکھتے ہوں وہ حق کو قبول کر سکیں۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کو انعام اس لئے یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ یہودی نبی ﷺ کا ساتھ دیں اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو۔

سوال6: ﴿وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾ ''اور صرف مجھ ہی سے تم ڈرتے رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور صرف مجھ ہی سے تم ڈرتے رہو'' ﴿1﴾ میرے غیر سے نہیں صرف مجھ سے ڈرو۔ (صفوۃ التفاسیر:1/46) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا جو وفائے عہد کے حامل ہیں یعنی اس اکیلے سے خوف کھانا اور ڈرنا کیونکہ جو کوئی اس سے ڈرتا ہے تو یہ ڈر اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے احکام کی اطاعت اوراس کے نواہی سے اجتناب کا موجب بنتا ہے۔(تفسیر سعدی:107/1)

﴿ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ(41) ﴾

''اور جو میں نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ، یہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اور تم سب سے پہلے اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہ بنو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ خریدو اور صرف مجھ ہی سے پس تم ڈرتے رہو۔''(41)

سوال1: ﴿ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ ﴾ ''اور جو میں نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ، یہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن حکیم نازل کی ہے جو انسان کے لیے زندگی گزارنے کا پروگرام ہے۔اسی پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایمان لاکر محمد ﷺ کی اتباع کریں۔﴿2﴾ ﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ ﴾ ''یہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے'' جب قرآن پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تو اس پر ایمان لے آؤ کیوں کہ تم اہل کتاب ہو اور اہل علم ہو اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہارا جھٹلانا خود تم پر لوٹے گا۔تمہارا محمد ﷺ کی تکذیب کرنا دراصل اپنی کتابوں کی تکذیب کرنا ہے۔

سوال2: کتاب پر ایمان کیسے لایا جاسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کا علم حاصل کیا جائے۔﴿2﴾ اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔﴿3﴾ اس کے پیغام کو آگے پھیلایا جائے۔

سوال3: بنی اسرائیل کے پاس پہلے سے کیا موجود تھا؟

جواب: بنی اسرائیل کے پاس پہلے سے تورات اور انجیل موجود تھیں۔

سوال4: قرآن مجید کیسے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے؟

جواب: قرآن مجید پچھلی کتابوں کے لیے سچائی کا گواہ بن کر نازل ہوا ہے۔قرآن مجید تورات اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر نازل کی گئی ہیں۔اصولی طور پر ان کی توحید کی تعلیمات کی بھی تصدیق کرتا ہے۔قرآن مجید صرف ان چیزوں کی تردید کرتا ہے جو غلط طریقوں سے ان کتابوں میں شامل کردی گئیں۔

سوال5: ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ﴾ ''اور تم سب سے پہلے اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہ بنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت کعب بن اشرف اور دیگر علماء یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔(تفسیر مظہری:104/1) ﴿2﴾ یعنی کفر کی طرف سبقت سے کام نہ لو۔(تفسیر الفرقان:158) ﴿3﴾ یہاں اس سے مراد قرآن مجید بھی ہوسکتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قرآن مجید سے کفر کرنے والا نبی ﷺ سے بھی کفر کرتا ہے اور نبی ﷺ سے کفر کرنے والا قرآن مجید سے کفر کرتا ہے۔ پہلے کافر بننے سے مراد یہ ہے کہ تمہیں علم ہے اور دوسرے جانتے نہیں۔ اس لئے پہلا انکار تمہاری طرف سے نہ ہو ورنہ دوسرے انکار کرنے والوں کا وبال بھی تم پر ہوگا۔ ﴿4﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے پاس علم ہے اور دوسرے نہیں جانتے، اس وجہ سے تمہاری ذمہ داری بڑی ہے۔ مدینہ میں یہود کو سب سے پہلی دعوت دی گئی تھی اس لیے انہیں کہا گیا کہ سب سے پہلے تم کافر نہ بنو ورنہ بعد میں آنے والوں کے کفر کا وبال تم پر ہوگا۔

سوال6: یہود نے نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کیوں کیا؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں کے لیے ان کا دین آباء واجداد کا رواج بن چکا تھا۔ اس وجہ سے انہیں نبی ﷺ کی دعوت پسند نہیں آئی تو وہ آپ ﷺ کے مخالف بن گئے۔ ﴿2﴾ یہود نے دنیاوی مفاد اور مصلحتوں کی خاطر آپ ﷺ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ﴿3﴾ عرب کے مذہبی ڈھانچے میں انہیں سرداری مل گئی تھی۔ اگر وہ آپ ﷺ کو مان لیتے تو ان کو یہ سرداری، احترام، محبت جو لوگوں کی طرف سے مذہب کی وجہ سے ملی ہوئی تھی، چھوڑنا پڑتی اس لیے انہوں نے انکار کیا۔ ﴿4﴾ بزرگوں کی سعادت کی گدیوں پر بیٹھ کر انہیں عوام کی محبت اور توجہ ملی ہوئی تھی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اگر ہم نے اس نبی کو مان لیا تو ہماری مذہبی بڑائی ختم ہو جائے گی اور ایسا وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ﴿5﴾ مذہب کے نام پر انہیں طرح طرح کے نذرانے ملتے تھے، اسی مال کی ہوس نے انہیں حق سے دور کر دیا۔

سوال7: جو لوگ دنیا میں کسی مذہبی مقام پر فائز ہوں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہنے میں کیا مشکلات ہوتی ہیں؟

جواب: جو لوگ دنیا میں کسی مذہبی مقام پر فائز ہوں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہنے میں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ وہ اپنی خود ساختہ عزت کی مسندوں سے خود کو اتارنا نہیں چاہتے۔ وہ اپنی زندگی کا ڈھانچہ نہیں بدلنا چاہتے۔ وہ اپنی مرضی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی نہیں گزارنا چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے دعوت پر لبیک کہنا دنیا میں مذہبی مقام بنانے والوں کے لیے انتہائی مشکل ہوتا ہے۔

سوال8: ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ خریدو'' تھوڑی قیمت پر آیات کو بیچ ڈالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تھوڑی قیمت پر آیات کو بیچ ڈالنے سے مراد دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے لیے آخرت کے عظیم فائدے کو قربان کر دینا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ﴾ آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے۔ (النساء:77) ﴿2﴾ اس سے مراد دنیا، منصب اور کھانے پینے کی اشیاء ہیں جن کے بارے میں وہ وہم میں پڑے ہوئے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے تو وہ ان چیزوں سے محروم ہو جائیں گے۔ پس انہوں نے ادنیٰ چیزوں کو آیات الٰہی پر ترجیح دی۔ (تفسیر سعدی:108/1) ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس علم کو جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے اس لیے سیکھے کہ اس سے دنیا کمائے وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔'' (ابوداؤد) (تفسیر ابن کثیر، 123/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9: تھوڑی قیمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: تھوڑی قیمت سے مراد دنیا کے فائدے ہیں۔آخرت کے عظیم فائدے کے مقابلے میں دنیا کا وقتی فائدہ تھوڑی قیمت ہے۔اس لیے کہا گیا کہ دنیا کے مفادات کو اہمیت نہ دو۔اس کی مختلف قسمیں ہیں:﴿1﴾ دین حق کو آباء واجداد کا دین بنانا اور رسم ورواج کی پیروی کرنا۔ ﴿2﴾ نذرانوں اور حقیر ہدیوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کا دین چھوڑ دینا۔﴿3﴾ اپنی مذہبی وعلمی برتری جس کی وجہ سے لوگوں کی محبت وعزت کا محور بنے ہوئے ہوں تو اسے نہ چھوڑ سکنا اور حق چھوڑ دینا۔﴿4﴾ مال لے کر غلط فتوے دینا۔

سوال10: ﴿وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ﴾ ''اور صرف مجھ ہی سے پس تم ڈرتے رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تمہارے دلوں میں میرے سوا کسی کا ڈر نہ ہوتا کہ جو عذاب تمہارے بڑوں پر آیا جنہیں بندر اور سؤر بنایا گیا کہیں وہ تم پر نہ آجائے۔﴿2﴾ اور میرے سوا کسی سے نہ ڈرو کیونکہ جب تم صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو یہ چیز تم میں تقویٰ اور تھوڑی سی قیمت کے مقابلے میں آیات الٰہی پر ایمان کو مقدم رکھنے کی موجب ہوگی۔جیسے جب تم آیات الٰہی کے بدلے تھوڑی سی قیمت کو پسند کر لیتے ہو تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تمہارے دلوں سے تقویٰ کوچ کر گیا ہے۔(تفسیر سعدی:108/1)

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ(42)﴾

''اور تم حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ ہی حق کو چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔''(42)

سوال1: ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ﴾ ''اور تم حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ ہی حق کو چھپاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دو چیزیں توجہ طلب ہیں ایک تو حق کو باطل کے ساتھ ملانا اور دوسرے کتمان حق جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔﴿2﴾ لوگ دین میں علماء کی پیروی کرتے ہیں۔اہل کتاب سے یہ توقع تھی کہ وہ علم کو واضح کر کے بتائیں تاکہ لوگوں کے لیے سیدھا راستہ اور مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے لیکن انہوں نے حق کو چھپایا اور حق اور باطل کو گڈمڈ کیا۔﴿3﴾ حق کو باطل کے ساتھ ملانے کے لیے جھوٹی تاویلیں دی جاتی ہیں۔اس لیے فرمایا: ''جھوٹی تاویلیں کر کے سچ کو جھوٹ سے نہ ملاؤ''(تفسیر ثنائی) قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ یہ اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے۔(لقمان:30)﴿3﴾ جو شخص حق کو چھپاتا ہے وہ جہنم کی طرف بلانے والوں میں سے ہوتا ہے۔(بخاری:6819)

سوال2: حق کو باطل کے ساتھ ملانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: حق کو باطل کے ساتھ ملانے سے مراد ہے حق کو باطل کا لباس پہنانا یعنی غلط کام کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ظاہر کرنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: یہودی حق کو باطل کے ساتھ کیسے ملاتے تھے؟

جواب: یہودی حق کو چھپا کر باطل کا غلبہ دیکھنا چاہتے تھے۔حق اسلام ہے اور یہودیت اور عیسائیت باطل ہے۔یہودی حق اور باطل کو جمع کر دیتے تھے اور باقی لوگ ان سے متاثر ہوتے تھے۔مدینہ کے باقی افراد یہودیوں سے ان کے علمی رعب اور مذہبی شان کی وجہ سے بہت متاثر تھے۔وہ یہودیوں سے نبی ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی دعوت کے بارے میں پوچھتے تھے تو یہود موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر پوچھنے والے کے دل میں نبی ﷺ کے مشن کے خلاف کوئی نہ کوئی وسوسہ ڈال دیتے تھے یا آپ ﷺ پر کوئی الزام لگا دیتے تھے تاکہ حق ان پر مشتبہ ہو جائے۔یہ جھوٹا پروپیگنڈہ ہی دراصل باطل کا رنگ تھا جسے حق کے ساتھ ملایا جا رہا تھا۔

سوال4: آج کے دور میں حق کو باطل کے ساتھ کیسے ملایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ باطل کے کئی اصولوں کو اسلامی اصول سمجھنا اور انہیں رائج کرنا۔﴿2﴾ کاروبار کے سودی طریقے کو اسلامی کہنا۔﴿3﴾ پارلیمنٹ کو شوریٰ سمجھنا۔﴿4﴾ غیر اسلامی عدلیہ کو اسلامی عدلیہ سمجھنا۔﴿5﴾ غیر اسلامی قوانین کو اسلامی قوانین کی طرح قبول کرنا۔

سوال5: حق کو چھپانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حق بات پتہ ہو لیکن دوسرے کو نہ بتائی جائے۔﴿2﴾ جو لوگ سچے دین کی دعوت لے کر اٹھیں، ان پر کوئی الزام لگا دیا جائے تاکہ لوگ نہ صرف ان افراد کے بارے میں بلکہ دین کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہو جائیں۔﴿3﴾ جو لوگ دین کی دعوت لے کر اٹھیں، ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑا جائے، طرح طرح کے الجھن میں ڈالنے والے سوالات چھیڑے جائیں تاکہ لوگ خود بھی الجھیں اور دوسروں کو بھی الجھائیں۔یہ معاملہ شخصیات تک محدود نہیں رہتا بلکہ لوگ دین کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔﴿4﴾ دین کی دعوت لے کر اٹھنے والوں کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کیا جائے، ان پر اعتراضات کر کے نہ صرف شخصیات کے بارے میں رائے خراب کی جائے بلکہ دین کو بھی مشتبہ کر دیا جائے۔

سوال6: یہود حق کو کیسے چھپاتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپاتے تھے۔﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بشارتوں کو چھپاتے تھے۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تم محمد ﷺ کے بارے میں بشارتوں کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو اور ان کا تذکرہ تورات اور انجیل میں پاتے ہو۔

سوال7: آج حق کو کیسے چھپایا جا رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کتاب کی اصل تعلیمات کو آنے والی نسلوں سے چھپایا جا رہا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپایا جا رہا ہے یہ کہہ کر کہ یہ اس دور کی بات تھی، آج اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔﴿3﴾ اصل کتاب کے مقابلے میں جھوٹے احکامات کو گھڑ کر دھوکہ دیا جا رہا ہے جیسے ''فرقان الحق'' کے ذریعے احکامات کو بگاڑا جا رہا ہے۔(فرقان الحق ایک کتاب ہے جس میں قرآنی آیات کو بدلنے کی جسارت کی گئی ہے)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿4﴾اسلام کے احکامات کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے اور شبہات اور اعتراضات سے حق کو چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

سوال8:﴿وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ تم جانتے ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: حالانکہ تم جانتے ہو یعنی پہلی کتابوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جانتے ہو۔

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ(43)﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''(43)

سوال1:﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ یعنی ظاہری اور باطنی طور پر نماز قائم کرو اس لیے کہ نماز سے ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق جڑتا ہے اور اس کی مدد حاصل ہوتی ہے۔﴿2﴾﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ یعنی مستحق لوگوں کو زکوٰۃ دو۔زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مال میں عائد کردہ فریضہ ہے جس کو صاحب استطاعت ہر سال مقررہ شرح کے مطابق ادا کرتا ہے۔﴿3﴾﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ ''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو'' یہود کی صلوٰۃ میں رکوع نہ تھا۔اس آیت کے ذریعہ انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع کرو۔(تیسیر القرآن:18)﴿4﴾جماعت کے ساتھ نماز پڑھو یا اصحاب محمد ﷺ کے ساتھ نماز پڑھو۔(صفوۃ التفاسیر:46/1)﴿5﴾ابن جریر کہتے ہیں کہ اس آیت میں علمائے بنی اسرائیل اور بنی اسرائیل کے منافقین کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں،نماز پڑھیں،زکوٰۃ دیں،مسلمانوں کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جائیں اور پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرلیں۔(تیسیر الرحمٰن:38/1)﴿6﴾اس آیت سے با جماعت نماز کے وجوب پر استدلال کیا جاتا ہے۔(الاساس:137/1)

سوال2: اِقامتِ صلوٰۃ کی تلقین کیوں کی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾ نماز کے ذریعے ایک ایمان لانے والے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بنتا ہے۔﴿2﴾نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے۔﴿3﴾نماز کی اقامت کے ذریعے مسلمانوں میں باہمی محبت پیدا ہوتی ہے۔﴿4﴾نماز کی اقامت کے ذریعے سب لوگوں میں مقصد کی یگانگت کی وجہ سے باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(44)﴾

''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو،حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو،تو کیا تم نہیں سمجھتے؟''(44)

سوال1:﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ﴾ ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ کیاتم لوگوں کوایمان اورنیکی کاحکم دیتے ہو۔﴿2﴾البراعمال خیر کے لیےایک جامع لفظ ہے۔(تفسیرکبیر)﴿3﴾یہاں اس سے مرادمحمد ﷺ پرایمان اوراسلام میں داخلہ ہے۔(ایسرالتفاسیر:32/1)

سوال2:﴿وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾''اوراپنے آپ کوبھول جاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اپنے آپ کوایمان اوربھلائی کاحکم دینا چھوڑ دیتے ہو۔﴿2﴾ کیاتم اپنے آپ کوبھول جاتے ہواورمحمد ﷺ کی اتباع نہیں کرتے۔(تفسیرخازن:41/1)

سوال3:دوسروں کونیکی کاحکم دینااورخودعمل پیرانہ ہونا کیسارویہ ہے؟

جواب:﴿1﴾دوسروں کونیکی کاحکم دینااورخودعمل پیرانہ ہوناالله تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ رویہ ہے۔جب بھی دین ایک پیشہ بن جاتا ہے تودین کو لے کرچلنے والے زبان سے جوکچھ کہتے ہیں وہ ان کے عمل میں نہیں ہوتا۔وہ الله تعالیٰ سے خودنہیں ڈرتے لیکن دوسروں کواس کی دعوت دیتے ہیں۔لوگوں کوبھلائی کی دعوت دیتے ہیں لیکن اپنی عملی زندگی میں اس کے خلاف چلتے ہیں۔الله تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہوئے یہ دوغلا رویہ اختیارکرناانتہائی مکروہ کام ہے۔﴿2﴾الله تعالیٰ چاہتے ہیں کہ قول وفعل میں تضادنہ ہو،ہدایت وعمل کا آغازاپنی ذات سے ہو۔رسول الله ﷺ نے فرمایا:''میں معراج کے دن ان لوگوں کے پاس سے گزراجن کے ہونٹ اورزبان کاٹے جارہے تھے۔مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کے بےعمل عالم ہیں۔''(ابوداؤد)﴿3﴾اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن ایک آدمی کوآگ میں ڈالاجائے گا۔اس کی آنتیں باہرنکل آئیں گی۔وہ انہیں لے کرایسے گھومے گاجیسے گدھا چکی میں گھومتاہے۔اس کے گردجہنمی جمع ہوجائیں گے اورکہیں گے:اے فلاں! تجھے کیاہواہے؟ کیاتونیکی کاحکم نہیں دیتاتھااوربرائی سے نہیں روکتاتھا؟وہ کہے گا:ہاں!یقیناً لیکن میں لوگوں کوتونیکی کاحکم دیتا تھااورخودنہیں کرتاتھا''۔(بخاری:3267)الله تعالیٰ کوعمل سے خالی اورزبان کے رسیلے لوگ پسندنہیں۔اس لیے فرمایا:﴿يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْالِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَاتَفْعَلُوْنَ﴾اےلوگوجوایمان لائے ہو!تم وہ بات کیوں کہتے ہوجوتم کرتے نہیں ہو؟(الصّف:2)﴿4﴾رسول الله ﷺ نے فرمایا:''جوعالم لوگوں کوبھلائی سکھائے اورخودعمل نہ کرےاس کی مثال چراغ جیسی ہے کہ لوگ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھارہے ہیں لیکن وہ خودجل رہاہے۔''(معجم کبیرطبرانی)﴿5﴾احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول الله ﷺ نے فرمایا:''آگاہ رہوکہ سب سے بدترعلماء بےعمل ہیں۔''(دارمی،تفسیرمظہری:104/1)

سوال4:بےعملی کےرویے کااپنی ذات اورمعاشرے کوکیانقصان پہنچتاہے؟

جواب:﴿1﴾بےعملی کے رویے کاانسان کی اپنی ذات پر یہ براا ثرپڑتاہے کہ اس کے الفاظ کھوکھلے ہوجاتے ہیں اورالله تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ٹھہرتاہے۔﴿2﴾معاشرے میں انسان کی بات کاکوئی اثرنہیں رہتا۔لوگ داعی کے دوہرے رویئے کودیکھ کرخودبھی عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔دعوت مشکوک ہوجاتی ہے۔دعوت دینے والےمشکوک ہوجاتے ہیں۔لوگوں کے دلوں سےایمان کی روشنی ختم ہوجاتی ہے۔دین پر سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

سوال5: ﴿وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عقل کو اس لیے عقل کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے فائدہ مند چیز اور بھلائی کا شعور حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے اس چیز سے بچا جاتا ہے جو ضرر رساں ہے۔ اس لئے کہ عقل انسان کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ جس چیز کا حکم دیتا ہے اس پر سب سے پہلے خود عمل کرے اور جس چیز سے روکتا ہے اس کو سب سے پہلے خود ترک کرے۔ ﴿2﴾ جو کوئی کسی کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا یا وہ کسی کو برائی سے روکتا ہے اور خود اسے ترک نہیں کرتا تو یہ چیز اس کی جہالت اور اس کے بے عقل ہونے کی دلیل ہے خاص طور پر جب کہ ایسا شخص اس حقیقت کا علم بھی رکھتا ہو پس اس پر حجت قائم ہوگئی۔ ﴿3﴾ آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ انسان جس کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے اگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تو وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے رک جائے۔ (تفسیر سعدی:109,110/1)

سوال6: کتاب کی تلاوت کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہونے چاہئیں؟

جواب: کتاب کی تلاوت سے انسان کا رویہ بدلنا چاہیے اور اسے ایک ایسا انسان بننا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کے آگے جھکا ہوا ہو۔ جو ہر وہ کام کرنا چاہے جسے اللہ تعالیٰ کرنے کا حکم دیں اور اللہ تعالیٰ کے روکے سے اسے رک جانا چاہیے۔

سوال7: ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کہہ کر کیا احساس دلایا جا رہا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب حق پر مبنی ہے اور انسان کو قول و عمل کی سچائی سکھاتی ہے۔ کتاب کی تلاوت کرنے والوں سے توقع ہوتی ہے کہ وہ کتاب سے سچائی سیکھیں گے۔ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کہہ کر یہ احساس دلایا ہے کہ کتاب کی تلاوت کرنے کے باوجود نہ قول کی سچائی سیکھی ہے نہ عمل کی۔ اگر تم عقل سے کام لو، غور و فکر کرو تو تمہیں اس گھناؤنی حرکت کا اندازہ ہوگا۔ تم دوسروں کو وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ خود عمل نہ کر کے عملی طور پہ سچائی سے دور ہو جاتے ہو۔ بے عملی کے ساتھ نیکی کا حکم دے کر قول سے بھی سچائی سے دور ہو جاتے ہو۔ اتنی سی بات تمہیں سمجھ نہیں آتی۔

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (45)﴾

''اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔'' (45)

سوال1: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ ''اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ تمام امور میں صبر کی تمام اقسام سے مدد لیں۔ ﴿2﴾ صبر کی اقسام یہ ہیں۔ (i) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اپنے نفس کو پابند کرنا۔ (ii) اس کی نافرمانی سے اپنے آپ کو روکنا یہاں تک کہ اسے ترک کر دے۔ (iii) اس کی تقدیر پر صبر کرنا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس پر ناراضگی کا اظہار نہ کرنا۔ ہر معاملے میں صبر کے ذریعے بڑی مدد ملتی ہے۔ جو کوئی صبر کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر کرنے کی توفیق سے نواز دیتا ہے۔﴿3﴾ اسی طرح نماز ہے جو کہ ایمان کی میزان ہے اور فواحش ومنکرات سے روکتی ہے۔ ہر معاملہ میں نماز سے مدد لی جاتی ہے ۔(تفسیر سعدی:111/1)﴿4﴾ صبر اور صلوٰۃ ایک مومن کے دنیاوی زندگی کے مصائب کو برداشت کرنے کے لیے بڑے ہتھیار ہیں۔صلوٰۃ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی استعانت طلب کرے گا تو مصائب سے چھٹکارا ہوگا۔مصائب سے چھٹکارا نہ ہوسکا تو صبر کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے اجر پائے گا۔(تیسیر القرآن:18)﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سجدہ کرتے ہوئے بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، پس سجود میں کثرت کے ساتھ دعا کیا کرو۔(صحیح مسلم:1083)﴿6﴾ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کی رات میں نے دیکھا کہ ہم سب سو گئے تھے مگر اللہ کے رسول ﷺ ساری رات نماز میں مشغول رہے۔ (تفسیر مظہری:127/1)﴿7﴾ رسول اللہ ﷺ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے:یَـابِلَالُ ! اَرِحْنَابِالصَّلٰوۃ ''اے بلال رضی اللہ عنہ! نماز کے ذریعے ہمیں راحت پہنچاؤ(یعنی اذان دو)''(مسند احمد:364/5)

سوال2: صبر سے مدد لینے کو کیوں کہا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ صبر کے ذریعے انسان کا دین پختہ ہوتا ہے اور انسان میں استقامت آتی ہے۔﴿2﴾ صبر کی جزا جنت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے نزدیک میرے اس بندہ مومن کے لیے اہل دنیا میں سے جس کے محبوب کو میں نے اٹھالیا اور وہ اس پر صبر وتحمل کرتے ہوئے اجر وثواب کی امید رکھے جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔(بخاری:6424)

سوال3: انسان کو حق کے راستے پر چلتے ہوئے صبر سے کام لینے کی ضرورت کب پیش آتی ہے؟

جواب: انسان کو زندگی میں بار بار صبر اور استقامت سے کام لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔﴿1﴾ صبر ہر مصیبت کا علاج ہے۔﴿2﴾ صبر ہر مشقت کی دوا ہے۔﴿3﴾ صبر ہر مشکل کا حل ہے۔﴿4﴾ صبر ہی انسان کو حق کے راستے پر ہمیشہ چلائے رکھتا ہے۔

سوال4: کون سی چیز انسان کے اندر صبر پیدا کرتی ہے؟

جواب: ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ جانے کا یقین انسان کے اندر صبر پیدا کرتا ہے۔

سوال5: مشکل معاملات میں نبی ﷺ کا کیا طرز عمل ہوتا تھا؟

جواب: آپ ﷺ کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو فوراً نماز کا اہتمام کرتے تھے۔(مسند احمد:388/5)

سوال6: انسان حق کے راستے پر چلنے کے لیے نماز سے کیسے مدد لے سکتا ہے؟

جواب: نماز بندے اور رب کے درمیان ایک خاص ملاقات ہے۔انسان کا دل اس ملاقات سے ایک خاص تعلق میں بندھ جاتا ہے۔انسان کی روح نماز سے غذا حاصل کرتی ہے، قوت حاصل کرتی ہے۔ یہ قوت، یہ تعلق دنیا کے تمام مال واسباب سے زیادہ قیمتی ہے۔جب ہر قسم کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مدد ختم ہوجائے، جب سارے اسباب کا رشتہ کٹ جائے تو انسان کو نماز مدد دیتی ہے۔

سوال7: نماز کی پابندی کن لوگوں کے لیے مشکل ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نماز کی پابندی ان لوگوں کے لیے مشکل ہوتی ہے جو آخرت کے بارے میں غلط فہمیوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری نہیں کرتے۔

سوال8: نماز کی پابندی کن لوگوں کے لیے آسان ہوتی ہے؟

جواب: نماز کی پابندی خشوع وخضوع کرنے والوں کے لیے آسان ہوتی ہے۔

سوال9: انسان کے لیے نیک کام کرنا کیسے مشکل ہوجاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آخرت سے بےفکری انسان کے لیے نیک کاموں کو مشکل بنادیتی ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتا ہے تو اپنے فیصلے خود کرتا ہے۔ ایسے میں اسے نیک کاموں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ جب آخرت کی کامیابی مقصد نہیں رہتی تو اس کے لیے کوشش کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس لیے آخرت سے بےفکر ہونے والے نیک اعمال کو پہاڑوں جیسا بوجھل محسوس کرتے ہیں۔

سوال10: انسان کے لیے نیک اعمال کیسے آسان ہوتے ہیں؟

جواب: آخرت کا یقین انسان کے لیے بڑے سے بڑے مشکل کام کو آسان بنادیتا ہے۔

سوال11: نماز کا چھوڑنا کس کے لیے مشکل ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو یہ سمجھتا ہو کہ مرنے کے بعد اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب دینا ہے۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے آگے سر جھکا چکا ہو۔

سوال12: ﴿وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾ ''اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نماز ڈرنے والوں کے سوا سب پر شاق گزرتی ہے۔ ﴿2﴾ نماز خشوع کرنے والوں پر ہلکی اور آسان ہوتی ہے کیونکہ خشوع، خشیت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید ان کے لیے شرح صدر کے ساتھ نماز کے قیام کی موجب ہوتی ہے کیونکہ وہ ثواب کی امید کرتے اور عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اس کے برعکس جو ثواب کی امید نہیں رکھتا اور عذاب سے نہیں ڈرتا اس کے اندر کوئی ایسا داعیہ موجود نہیں ہوتا جو اسے نماز کی طرف بلائے۔ جب ایسا شخص نماز پڑھتا ہے تو نماز اس کے لیے سب سے بوجھل چیز ہوتی ہے۔ خشوع سے مراد ہے قلب کا اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کے ساتھ سرافگندہ ہونا، اس کا اللہ تعالیٰ کے پاس پرسکون اور مطمئن ہونا اور اس کے سامنے ذلت وفقر کے ساتھ اس کی ملاقات کی امید پر انکسار کا اظہار کرنا۔ ﴿3﴾ دل کی حاضری اور اعضاء کا سکون خشوع کہلاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خضوع اوراس کے احکامات کی اطاعت اوراس کے نواہی سے اجتناب ہے۔(ایسرالتفاسیر:32/1)

سوال13: کون لوگ خشوع وخضوع کرتے ہیں؟

جواب: جوآخرت پر یقین رکھتے ہیں یعنی موت کے بعد کی زندگی ،قبروں سے اٹھائے جانے کا اوررب العالمین کے حضور پیش ہونے کا یقین اور یہ کہ سارے معاملات اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں۔جو یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عدل وانصاف سے فیصلہ فرمائے گا۔

﴿الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ(46)﴾

''جو یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور یقیناً وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''(46)

سوال1: ﴿الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ ''جو یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور یقیناً وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ﴾ یعنی جو یہ یقین رکھتے ہیں۔﴿2﴾﴿اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ﴾ کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔﴿3﴾ ﴿وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ اوروہ ان کواعمال کی جزادے گا۔﴿4﴾ یہ یقین عبادت کوآسان کردیتا ہے۔یہ یقین کہ ہم اپنے رب سے جزا پائیں گے مصائب کوآسان کردیتا ہے، برے کاموں سے روکتا ہے۔ایسے لوگوں کے لیے جنت کی نعمتیں ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے کا احساس کیسے رہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اپنی پیدائش پرغوروفکر کرنے سے:'میں کیا ہوں؟'' مجھے کس چیز سے بنایا گیا؟'' میں کس طرح تھی اب کیسے ہوگئی۔زندگی کا یہ سفر کہاں سے شروع ہوا اور کہاں تک پہنچا؟ پیدائش سے لے کرآج تک ایک سفر تھا جو جاری رہا۔کس نے طاقت دی؟ کس نے راستہ بتایا؟ کس نے سفر کے مراحل بتائے؟ کون یہاں تک لے کرآیا؟ سفرتو جاری ہے۔جوآج یہاں تک لے آیا اس نے یہی طریقۂ کار مقرر کر رکھا ہے۔جو دنیا میں آتا ہے وہ لوٹ کر جاتا ہے۔مجھ سے پہلے لوگ بھی دنیا میں رہے ضرور لیکن مستقل نہیں۔اگر وہ لوٹ گئے تو مجھے بھی لوٹ کر جانا ہے۔﴿2﴾ اس کائنات پرغوروفکر کرنے سے،مختلف اشیاء کے فنا ہونے سے،موسموں کے بدلنے سے،دن اوررات کے آنے جانے سے،سورج کے نکلنے اورغروب ہونے سے انسان کواپنے لوٹ جانے کا احساس رہتا ہے۔﴿3﴾ قرآن مجید کی تلاوت سے،اس پرغوروفکر کرنے سے۔﴿4﴾ موت کو یاد رکھنے سے۔﴿5﴾ کثرت سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے کا احساس بڑھتا ہے۔

رکوع نمبر6

﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ(47)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اے بنی اسرائیل! یادکرو میری نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور یقیناً میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی۔''(47)

سوال1:﴿یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ﴾''اے بنی اسرائیل! یادکرو میری نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی''اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر سب سے بڑا انعام کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کا علم دیا تھا،اپنے پیغمبروں کے ذریعے شریعت کا علم عطا کیا تھا اور انہیں ساری دنیا کے لیے راہ نما بنایا تھا کہ وہ سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام تھا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ انعام دوسری بار اس لیے یاد دلایا ہے تاکہ وہ قرآن مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔سب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بن جائیں۔وہ بھی جھک جانے والوں کے ساتھ جھک جائیں۔﴿عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ﴾سارے جہان سے مراد ان کا زمانہ ہے۔یہ فضیلت اس اعتبار سے تھی کہ ان پر کتاب نازل کی اور ان میں رسول بھیجے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو لوگ تھے وہ ان کے آباء تھے۔(تفسیر قاسمی:120/1)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ فضیلت تب عطا کی تھی جب وہ صحیح معنوں میں حق پر قائم تھے۔جب انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تھا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے یہود کو دوسری قوموں کو خبردار کرنے کا فریضہ سونپا تھا۔اس کے لیے انہیں اپنے دشمنوں پر غلبہ،وقتی لغزشوں سے درگزر،غیر معمولی حالات میں غیر معمولی مدد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانے پینے کے انتظامات جیسی سہولیات دی گئی تھیں۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ فضیلت تب واپس لے لی جب انہوں نے اپنے رب کے احکامات سے منہ پھیر لیا،انبیاء علیہم السلام کی نافرمانیاں کرنے لگے،جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کی،اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فضیلت واپس لے لی۔﴿6﴾بنی اسرائیل نہ تو خود حق پر قائم رہے تھے اور نہ ہی انہوں نے انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا صحیح پیغام پہنچایا تھا۔دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود کو بھول جاتے تھے۔

سوال2:﴿وَ اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ﴾''اور یقیناً میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی''اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سارے جہان پر کیا فضیلت عطا کی تھی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سارے جہان میں سے اپنے خاص کام کے لئے چن کر فضیلت عطا کی تھی۔ان میں بے شمار رسول بھیجے،کتابیں بھیجیں تاکہ ان کے ذریعے دوسری قوموں کو خبردار کردیں اور سب کو کائنات کی سب سے بڑی سچائی اللہ تعالیٰ کے متعلق بتادیں اور ان تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچادیں۔﴿عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ﴾یعنی اپنے زمانے کے جہان پر۔

سوال3:بنی اسرائیل کے بعد فضیلت کا یہ منصب کس امت کو سونپا گیا؟

جواب:امت مسلمہ کو،رب العزت نے فرمایا:﴿کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ﴾تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔(آل عمران:110)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (48) ﴾

''اورڈرواس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''(48)

سوال1:﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ ''اورڈرواس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو برائیوں سے بچانے اور نیکیوں پر آمادہ کرنے کے لئے قیامت کے دن سے ڈرایا ہے۔ **﴿2﴾﴿ يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا ﴾** ''اس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی''جس دن کوئی کسی قریبی رشتہ دار کے کام نہیں آئے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔(الزمر:7)﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے گی۔(عبس:34۔37)﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾اے لوگو!اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکے باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے۔(لقمان:33)﴿ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴾جس دن کسی جان کو کسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہوگا اور اس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا۔(الانفطار:19)**﴿3﴾** انسان کو کوئی تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی کام نہیں آئے گا۔**﴿4﴾﴿ وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ ﴾** ''اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی''رب العزت نے فرمایا:﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴾چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کو کوئی نفع نہ دے گی۔(المدثر:48)﴿ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴾پس اب ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والوں میں سے نہیں۔(الشعراء:100)**﴿5﴾** شفاعت اس شخص کی قبول کی جائے گی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ پسند کریں اور جس کی وہ اجازت دیں یعنی ہر شخص شفاعت نہیں کر سکے گا اور نہ ہر کسی کے لیے شفاعت کی جا سکے گی۔**﴿6﴾﴿ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ ﴾** ''اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا''رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا ﴾یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دردناک عذاب ہے اوران کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔(آل عمران:91)اسی طرح اس نے ارشاد فرمایا:﴿فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾ اوراگر واقعی ان کے پاس جنہوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اوراس کے ساتھ اس کی مانند اور بھی ہوتو وہ قیامت کے دن کے برے عذاب سے بچنے کے لیے ضرور اسے فدیے میں دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے ان پر وہ ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔(الزمر:47)﴿7﴾﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ان کی مدد کی جائے گی''یعنی ان سے عذاب نہیں ہٹایا جائے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾ تو اس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ ہی مددگار۔(الطارق:10)(بخاری:2753)﴿8﴾ ہر چیز بندے پر واجب کرتی ہے کہ وہ مخلوق سے تعلق اور امید کو منقطع کر دے کیوں کہ اسے علم ہے کہ مخلوق اسے ذرہ بھر نفع پہنچانے پر قادر نہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو جوڑے جو نفع پہنچانے والا اور تکالیف کو دور کرنے والا ہے پس صرف اسی کی عبادت کرے جس کا کوئی شریک نہیں اوراسی کی عبادت پر اسی سے مدد مانگے۔(تفسیر سعدی:112/1)

سوال2: بنی اسرائیل کے بگاڑ کی بنیادی وجہ کیا تھی؟

جواب: بنی اسرائیل کے بگاڑ کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کے عقیدۂ آخرت میں خرابی آ گئی تھی۔

﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ(49)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی، وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا کرتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور تمہارے لئے اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔''(49)

سوال1:﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور(اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں۔یہاں سے تفصیلاً ان کا ذکر شروع کیا گیا ہے۔﴿2﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرعون اوراس کے لشکروں سے نجات دی جو تمہیں ذلت آمیز عذاب میں مبتلا کرتے تھے۔﴿3﴾ آل فرعون سے مراد ہے فرعون کے خاندان کے لوگ ہیں۔مصر کے حکمران طبقے کے علاوہ آل فرعون میں اس کے وہ سارے ساتھی شامل تھے جو اس کے جیسے نظریات رکھتے تھے اوراس کو درست سمجھتے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ ''وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا رکھتے تھے، تم سے کام لیتے تھے، تمہیں ایذائیں پہنچاتے تھے۔

سوال3:﴿ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ﴾ ''وہ تمہارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ تمہاری تعداد کو کم کرنے کے لیے تمہارے بیٹے ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو مذمت اور ذلت کے لیے زندہ رکھتے تھے۔ (زادالمسیر :65/1)

سوال4:﴿ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ ''اور تمہارے لئے اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی تمہاری حالت یہ تھی کہ بیٹوں کے قتل سے تمہاری نسل ختم کی جارہی تھی، تمہاری عورتوں سے خدمت لے کر انہیں ذلیل کیا جارہا تھا، انہیں اظہار غلبہ کے لیے زندہ رکھا جاتا تھا اور ان سے مشقت لی جاتی تھی۔﴿2﴾ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے نجات عطا کی تو اس عظیم نعمت میں تمہارے لیے آزمائش ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے احسانات پر اس کا شکر ادا کرتے ہو اور اس کی اطاعت کرتے ہو یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے احسان نے اطاعت اور شکر کو واجب کر دیا ہے۔

﴿ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (50) ﴾

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہاری وجہ سے ہم نے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمہیں نجات دی اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔'' (50)

سوال1:﴿ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہاری وجہ سے ہم نے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمہیں نجات دی اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہاری وجہ سے ہم نے سمندر کو پھاڑ دیا'' رب العزت نے اسی بارے میں ارشاد فرمایا:﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴾ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو۔ پھر ان کے لیے سمندر میں سوکھا راستہ بنالو۔ نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ اور نہ تمہیں ڈر لگے۔ (طٰہٰ:77) سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا۔ اس وقت دائیں بائیں پر پیچ پہاڑی سلسلے تھے، پیچھے لشکر تھا اور سامنے سمندر۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ سمندر پر اپنا عصا ماریں۔ (الشعراء:63) سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارتے ہی سمندر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور پانی کے عین درمیان میں خشک راستہ بن گیا۔ ﴿2﴾ ﴿فَاَنْجَيْنٰكُمْ﴾ ''پھر ہم نے تمہیں نجات دی'' اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی۔ یعنی انہیں آل فرعون سے چھڑا لیا۔ بنی اسرائیل تو سمندر سے آرام سے گزر گئے۔ فرعون اور آل فرعون کو رب العزت نے غرق کر دیا۔ ﴿3﴾ ﴿وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے'' فرعون نے جب پیچھا کیا تو سمندر کے بیچ میں پہنچنے پر سمندر کو آپس میں ملا کر اسے اور اس کے لشکر کو ڈبو دیا گیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ﴾ پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ پھر ان کو سمندر کے پانی نے ڈھانپ لیا جیسا کہ ڈھانپ لیا۔ (طٰہٰ:78)

سوال2: فرعون غرق ہوا، اس دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کیسے شکر ادا کیا کرتے تھے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہر سال محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھتے دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ خوشی کا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ان کے دشمنوں سے نجات دی تھی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شکریے کے طور پر روزہ رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام کی سنت کا میں تم سے زیادہ حق دار ہوں'' آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ خود بھی رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔ (ابن ماجہ)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہود محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسا روزہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آج ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر روزہ رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں موسیٰ کا تم سے زیادہ حق دار ہوں پھر رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری:2004)

سوال3: ﴿وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو کیسے بے دار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو اپنے مقام سے پھٹتے ہوئے سمندر کے درمیان لے جا کر کھڑا کر دیا ہے اور یہ سوال کر کے چھوڑ دیا ہے کہ کیا تمہارے دیکھتے دیکھتے فرعون کو ڈبو نہیں دیا گیا؟ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا احساس دلایا ہے کہ جو لوگ رب کے احکامات کے سامنے بڑے بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لشکر (پانی) کے سامنے کیسے بے بس ہو جاتے ہیں!

﴿وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ (51)﴾

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کی میعاد مقرر کی پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو پکڑ لیا اور تم ظلم کرنے والے تھے۔'' (51)

سوال1: ﴿وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کی میعاد مقرر کی'' سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موسیٰ علیہ السلام کو چالیس روز کے لیے کہاں بلایا گیا اور کیوں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو چالیس روز کے لیے کوہ طور پر بلایا تھا تا کہ انہیں شریعت کے احکام (یعنی اپنی کتاب) عطا کریں۔

سوال2: ﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو پکڑ لیا اور تم ظلم کرنے والے تھے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد یہ کیسے ممکن ہوا کہ بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنا لیا؟

جواب: بنی اسرائیل کو سامری نے یہ کہا تھا، سورہ طٰہٰ میں اس کا ذکر ملتا ہے کہ: ﴿هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ﴾ یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا خدا جسے وہ بھول گیا تھا۔ بنی اسرائیل نے قوم کے زیورات کے بوجھ سے دب جانے کی شکایت کی تھی۔ سامری نے کہا کہ سب مجھے دے دو۔ سب سونا چاندی اکٹھا کر لیا گیا، پگھلایا گیا، اسے بچھڑے کی شکل دی گئی جس میں سے آواز آتی تھی اور جب سامری نے کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے تو بنی اسرائیل اس کے گرد چکر کاٹنے لگے اور اس سے برکتیں مانگنے لگے۔

سوال3: یہود نے بچھڑے کو معبود کیسے بنا لیا؟

جواب: بنی اسرائیل کے اندر گاؤ پرستی کی بیماری ہمسایہ قوموں سے آئی تھی۔ بنی اسرائیل کی ہمسایہ قوموں میں گائے کی پوجا کی بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ مصر اور کنعان میں اس کا رواج عام تھا۔ بنی اسرائیل جب غلام بن کر گئے تو آہستہ آہستہ انہوں نے اپنے حکمرانوں سے یہ گائے پرستی کی بیماری لے لی۔ اس وجہ سے جب سامری نے بچھڑے کی صورت بنائی تو انہیں کچھ بھی عجیب نہیں لگا۔

سوال4: ﴿وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور تم ظلم کرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تم ظلم کرنے والے یعنی شرک کرنے والے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ یقیناً تم نے بچھڑے کو پکڑنے کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ (البقرہ:54) ﴿2﴾ یعنی تم نے عبادت کو اس کے صحیح مقام پر نہ رکھا۔ (تفسیر قاسمی:125/1) ﴿3﴾ تم پر حجت قائم ہوگئی تم جانتے تھے کہ تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر گناہ کیا ہے۔

﴿ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (52)﴾

''پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معاف کر دیا تا کہ تم شکر کرو۔'' (52)

سوال1: ﴿ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معاف کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے کس گناہ پر بنی اسرائیل کو معاف کر دیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بچھڑے کی پرستش جیسا گناہ اور جرم معاف کر دیا تھا۔ ﴿2﴾ اور اس توبہ پر یہ شرط رکھی تھی کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو اور اپنے آپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوقتل کرو۔(البقرہ:54)

سوال2:﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾''تاکہ تم شکر کرو''اللہ تعالیٰ نے شرک سے کیوں درگزر کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اس لئے شرک سے درگزر کیا تھا تاکہ لوگ معافی ملنے پر شکر ادا کریں۔﴿2﴾امام فراء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:احسان کی قدر شناسی اوراس کا زبان سے اقرار شکر کہلاتا ہے۔(قرطبی:166/2)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرکے اس کا اظہار کرنا شکر گزاری کے تقاضے ہوتے ہیں۔

﴿وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(53)﴾

''اور(وہ واقعہ یاد کرو)جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرق کرنے والی چیز دی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔''(53)

سوال1:﴿وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ﴾''اور(وہ واقعہ یاد کرو)جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرق کرنے والی چیز دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کتاب سے مراد تورات ہے۔(ابن ابی حاتم:109/1)﴿2﴾سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:فرقان سے مراد کتاب ہے جس سے حق اور باطل کا فرق واضح ہوجاتا ہے۔(جامع البیان:406/1)﴿3﴾یہاں اس سے مراد دین کا علم اورفہم ہے جس کی وجہ سے انسان کو بھلائی اور برائی میں،حق اور باطل میں فرق کا پتہ چلتا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کسی قوم کو کیوں عطا کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کے احکامات پر مشتمل ہوتی ہے جو اس کی طرف سے انسانوں کو ملتے ہیں اور جس امت کو یہ احکامات عطا کیے جاتے ہیں اس نے اس پیغام کو تمام دنیا تک پہنچانا ہوتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اپنی کتاب اس لئے بھیجتے ہیں تاکہ وہ انسانوں کے لئے راہ نما بنے۔

سوال3:﴿لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾''تاکہ تم ہدایت حاصل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تاکہ تم کتاب پر عمل کرکے گمراہی سے ہدایت پاؤ۔(تفسیر قاسمی:126/1)﴿2﴾تاکہ تم دین ودنیا کے تمام معاملات کے لیے حق کو پہچان جاؤ۔(ایسر التفاسیر:34/1)

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ(54)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:''اے میری قوم!یقیناً تم نے بچھڑے کو پکڑنے کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا،لہٰذاتم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرواوراپنے آپ کوقتل کرو یہی تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے، پھراللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کی،یقیناًوہی بے حدتوبہ قبول کرنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(54)

سوال1:﴿وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾''اور(اس وقت کو یادکرو)جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:''اے میری قوم!یقیناًتم نے بچھڑے کوپکڑنے کی وجہ سے اپنی جانوں پرظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد بنی اسرائیل نے یہ ظلم کیا تھا کہ انہوں نے بچھڑے کواپنا معبود بنالیا تھا۔

سوال2:﴿فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾''لہٰذاتم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرواوراپنے آپ کوقتل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:بنی اسرائیل کے ظلم کے بدلے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا کہ اپنی جانوں کو ہلاک کرو۔﴿1﴾قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ صفوں میں کھڑے ہوئے۔ان میں سے بعض نے بعض کوقتل کیاحتیٰ کہ انہیں کہا گیارک جاؤ۔ان میں سے مقتول کے لیے شہادت تھی اورزندہ کے لیے توبہ۔(جامع البیان:410/1)﴿2﴾ابن کثیراورفتح القدیرکی روایت کے مطابق 70 ہزارافرادقتل ہوئے۔

سوال3:﴿ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ؕ﴾''یہی تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک توبہ اورقتل معصیت پراصرار سے بہتر ہے۔(الاساس:148/1)﴿2﴾یعنی تمہارااپنے لوگوں کوقتل کرناتمہارا پیدا کرنے والے کے نزدیک بچھڑے کی پوجاپرقائم رہنے سے بہتر ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنے الباری ہونے کاشعورکیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے کتاب اورفرقان عطا کرنے سے اپنے باری ہونے کاشعوردلایا ہے کہ جو پیدا کرنے والا ہووہی راہ نمائی کرنے والا ہوتا ہے،اسی کی راہ نمائی پراعتمادکیا جاتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رجوع کرنے کاحکم دے کراپنے باری ہونے کاشعوردلایا ہے۔ہرچیزاپنی اصل کی طرف لوٹتی ہےاورانسان کی اصل حقیقت اس کے پیدا کرنے والے سے جڑی ہوئی ہے۔

سوال5:﴿فَتَابَ عَلَیْكُمْ﴾''پھراللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:تم نے وہی کیا جوکہ تمہیں موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا توتمہاری توبہ قبول ہوئی اورتمہاری برائیوں سے درگزرکیا گیا۔(تفسیرمراغی:70/1)

سوال6:﴿فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ کے بعد **﴿فَتَابَ عَلَیْكُمْ﴾** کے الفاظ سے کیاسبق ملتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے اسی کے بتائے ہوئے معافی کے طریقۂ کارکوقبول کرناضروری ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کوتب معاف کیا تھاجب انہوں نے شرک کرنے والوں کواپنے ہاتھوں سے قتل کردیا تھا۔اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ لوگوں کو برائی سے نہ روکنے کی معافی یوں ہی نہیں مل سکتی۔اس کی سزابعض اوقات دنیامیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔﴿3﴾جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک برائی کے اثرات نہیں مٹائے جائیں گے معافی نہیں مل سکتی۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کوقتل کرنے کے حکم پرعمل پیرا ہونے سے تمہیں معاف کیا شائد کہ تم شکر ادا کرو۔

سوال7:﴿اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾''یقیناًوہی بے حدتوبہ قبول کرنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا،نہایت رحم والا ہے۔اللہ تعالیٰ التواب ہے۔بے شک وہ گناہ گاروں کوتوبہ کی توفیق دیتا ہے اوران سے توبہ قبول کرتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اس کے لیے الرحیم ہے جواس کی طرف لوٹتا ہے اوراس سے رجوع کرتا ہے۔ (تفسیرمراغی:70/1)جوتوبہ کرے وہ اس کومعاف کرنے والا اور جوتوبہ پرمرجائے وہ اس کے حق میں رحیم ہے۔(تفسیرابن عباس)

﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ(55)﴾

''اور جب تم نے کہا:''اے موسیٰ!ہم ہرگز آپ پر یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کواعلانیہ دیکھ لیں''،توتمہیں بجلی نے پکڑ لیااورتم دیکھ رہے تھے۔''(55)

سوال1:بنی اسرائیل کے علماء نے اللہ تعالیٰ کودیکھنے کا مطالبہ کیوں کیا؟

جواب:انہوں نے اپنی سرکشی اورسنگ دلی کی وجہ سے یہ مطالبہ کیا۔

سوال2:﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾''اور جب تم نے کہا:اے موسیٰ!ہم ہرگز آپ پر یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کواعلانیہ دیکھ لیں توتمہیں بجلی نے پکڑ لیااورتم دیکھ رہے تھے''کو ہِ طور پراعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کلام کے مطالبے پر یہود کوکیسے ایک زبردست بجلی نے آ پکڑا،وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾بنی اسرائیل کے 70 سرداروں کے سامنے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کتاب اورفرمان پیش کیا۔ان میں سے بعض لوگ بے یقینی اورشک کی وجہ سے کہنے لگے کہ ہم تمہارے بیان پر کیسے یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ تم سے ہم کلام ہوا ہے جب تک کہ اپنی آنکھوں سے اعلانیہ اللہ تعالیٰ کوتم سے کلام کرتے نہ دیکھ لیں۔﴿2﴾﴿فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ﴾یہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کے سامنے تمہاری گستاخی کی انتہا تھی۔اس پراللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کڑک نے انہیں آلیااوروہ بے جان ہوکرگرگئے۔﴿3﴾انہیں ایک بے ہوشی نے آلیایاتووہ موت تھی یاعظیم بے ہوشی۔﴿4﴾﴿وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾''اورتم دیکھ رہے تھے''(i)تم اس واقعے کودیکھ رہے تھے۔(ii)تمہارے میں سے ہرشخص اپنے ساتھی کودیکھ رہا تھا۔(iii)ابتدامیں جن پربجلی گری بعدوالے اسے دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ سب کے سب مرگئے۔

﴿ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(56)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں اٹھایا تا کہ تم شکر کرو۔''(56)

سوال1:﴿ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ﴾'' پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں اٹھایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سرداروں کی موت کے بعد یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اب قوم کو کیا منہ دکھاؤں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر انہیں دوبارہ زندگی دی۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو موت کے بعد زندگی عطا کی تھی۔اس میں کیا حکمت تھی؟

جواب: بنی اسرائیل کو موت کے بعد زندگی عطا کرنے میں حکمت یہ تھی کہ وہ احسان شناس بنیں،اللہ تعالیٰ کے احسان کو محسوس کرنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بن جائیں۔

سوال3:﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾'' تا کہ تم شکر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تم موت کے بعد دوبارہ زندگی ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔(الوسیط:14/1)

سوال4:اللہ تعالیٰ کو کون سا شکر مطلوب ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو جو شکر مطلوب ہے وہ اس پر،اس کی کتابوں پر اور محمد ﷺ پر ایمان لانا ہے۔(تفسیر منیر:182/1)

﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ(57)﴾

''اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من وسلویٰ نازل کیا،کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''(57)

سوال1:﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾'' اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا'' یہود پر بادلوں کا سایہ کس مقام پر اور کیسے کیا گیا؟

جواب: بنی اسرائیل جب مصر سے نکلے تو لاکھوں کی تعداد میں تھے لیکن ان کے پاس سر چھپانے کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا جب کہ جزیرہ نمائے سینا میں دھوپ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔اس دور میں بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ رکھا گیا تا کہ انہیں ہلاک ہونے سے بچایا جا سکے۔

سوال2:﴿وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى﴾'' اور تم پر من وسلویٰ نازل کیا'' من وسلویٰ سے کیا چیزیں مراد ہیں؟

جواب:﴿1﴾ مَن سے مراد اوس ہے جو درخت یا پتھر پر گرتی تھی اور شہد کی طرح میٹھی ہوتی تھی۔مَن سے مراد ترنجبین بھی لی جاتی ہے۔بعض کے نزدیک شہد یا میٹھا پانی ہے۔صحیح مسلم میں ہے:کھمبی مَن کی اس قسم میں سے ہے جو بنی اسرائیل اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی جس کا پانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آنکھوں کے لئے شفاء تھا۔(کتاب الاشربہ)﴿2﴾ سلویٰ بٹیر یا چڑیا کی طرح کا پرندہ تھا جسے یہ ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔

سوال3: یہود کو من و سلویٰ کی غذائیں کیوں دی گئی تھیں؟

جواب: یہود کو من وسلویٰ کی غذائیں اس لیے دی گئیں تا کہ وہ معاشی جدوجہد سے فارغ رہ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کو ادا کرنے میں زیادہ مشغول رہیں۔وہ ضرورت کی چیز پر قناعت کریں اور لذتوں کی تلاش میں بھاگنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے بھاگ دوڑ کریں۔سب سے بڑا فضل جو بنی اسرائیل پر ہوا وہ فکر معاش سے بے نیازی تھی تا کہ وہ پورے انہماک کے ساتھ دینی کاموں میں مشغول ہوسکیں۔ان پر من وسلویٰ کی نعمتیں نازل کی گئیں۔انہیں عام تکالیف سے بھی بچایا گیا۔جنگل کی دھوپ سے بچنے کے لیے بادلوں کا سایہ مہیا کیا گیا تا کہ انہیں کوئی شکایت باقی نہ رہے اور وہ پورے وقت،قوت اور استعداد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مشن کو پورا کریں لیکن وہ انعامات الٰہیہ سے صحیح صحیح استفادہ نہ کر سکے۔(سراج البیان:18/1)

سوال4: ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرئیل کو صحرائے سینا میں وافر رزق دیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سے کھائیں اور شکر ادا کریں۔﴿2﴾ اس کی عطا وافر اور احسان عظیم تھا جس نے صحراؤں میں وہ نوازا جو آسودہ حال شہروں کے باشندوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔

سوال5: اس بات کو ذہن میں رکھنے کا کیا فائدہ ہے کہ رزق رب العزت کی طرف سے ملتا ہے؟

جواب: اس بات کو ذہن میں رکھنے سے کہ رزق رب العزت کی طرف سے ملتا ہے انسان کی طبیعت میں جھکاؤ آتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان کھانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اصولوں کو قبول کرتا ہے۔اس کے برعکس جب انسان اس بات کو ذہن میں نہیں رکھتا تو ایسی صورت میں ضابطے،اصول،طریقے سب اپنی مرضی کے بن جاتے ہیں۔

سوال6: ﴿وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَا ظَلَمُوْنَا﴾ بنی اسرائیل نے نافرمانیاں کر کے اللہ تعالیٰ پر ظلم نہیں کیا تھا نافرمانوں کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔﴿2﴾ بنی اسرائیل نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکر ادا کرنے کی بجائے نافرمانیاں کیں تو ان کے دل سخت ہو گئے اور گناہوں کی کثرت بھی جاری رہی۔﴿3﴾ ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ بنی اسرائیل خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔اس کا نقصان بھی انہوں نے خود اٹھایا۔

سوال7: بنی اسرائیل کا ظلم کیا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾بنی اسرائیل کھانے پینے میں حلال وحرام کی پابندی کرنے میں ظلم کرتے تھے۔﴿2﴾بنی اسرائیل رزق کواپنی محنت کا صلہ سمجھ کرظلم کرتے تھے۔

﴿وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ(58)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب ہم نے کہا:''اس بستی میں داخل ہوجاؤ،پس اس میں جہاں سے چاہوخوب کھاؤاوردروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوجاؤاورکہو:بخش دے!ہم تمہاری خطاؤں کوتمہارے لیے بخش دیں گےاورجلدہی ہم نیکی کرنے والوں کوزیادہ دیں گے۔''(58)

سوال1:﴿وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ﴾''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب ہم نے کہا:''اس بستی میں داخل ہوجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر یہ انعام تھا کہ نافرمانیوں کے بعد بھی انہیں حکم دیا کہ اس بستی میں داخل ہوجائیں۔(صفوۃ التفاسیر:52/1)اللہ تعالیٰ نے اس بستی کوان کے لیے باعث عزت بنایا،ان کا وطن اور مسکن قرار دیا۔

سوال2:﴿فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ﴾''پس اس میں جہاں سے چاہوخوب کھاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس بستی میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ انہیں بے روک ٹوک رزق ملے گا۔﴿2﴾اس لیے اس خوش گوار رزق کو بہ فراغت کھائیں۔(صفوۃ التفاسیر:52/1)

سوال3:﴿وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾''اوردروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوجاؤ''بستی کے دروازے میں سر جھکائے ہوئے داخل ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ صحرا سے نجات ملنے پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں اور شکر ادا کریں۔﴿2﴾سجدے سے مراد جھکے ہوئے داخل ہونا ہے۔یعنی وہ اس حالت میں بستی میں داخل ہوں کہ ان پر خشوع وخضوع طاری ہو۔﴿3﴾یعنی تکبر کی بجائے عاجزی کے ساتھ،اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے اور اس سے استغفار کرتے ہوئے داخل ہوں۔

سوال4:﴿وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾''اورکہو:بخش دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہ کلمہ امید اور استغفار کا ہے جیسے مومن کہتا ہے استغفر اللہ۔(واضح المیسر:26)﴿2﴾یعنی اپنے رب سے مغفرت کا سوال کرنے پر کامیابی مل جائے گی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: بستی میں سر جھکا کر اور حطة حطة کہتے ہوئے داخل ہونے کے حکم میں کیا مصلحت تھی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے احکامات انسانوں کے لئے آزمائش بن جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے اندر تکبر اور سرکشی پیدا ہوگئی تھی۔ اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معافی مانگنے اور عاجزی سے داخل ہونے کا حکم دیا تو وہ اس موقع پر نا کام ہوئے۔ اس طرح ان کا جرم ثابت ہوگیا کہ بنی اسرائیل اخلاق و کردار کے اعتبار سے گر گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔

سوال6: ﴿نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ﴾ ''ہم تمہاری خطاؤں کو تمہارے لیے بخش دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے یعنی اس سے پہلے جو نافرمانیاں تم کر چکے ہو انہیں معاف کر دیں گے۔ ﴿2﴾ یعنی ہم تمہارے گناہ مٹا دیں گے اور تمہاری برائیاں دور کر دیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: 52/1)

سوال7: ﴿وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور جلد ہی ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے'' زیادہ دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ احسان کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہر حکم کو حسن و خوبی سے انجام دیتے ہیں، نہ حکم بدلتے ہیں، نہ کام میں نقص رہنے دیتے ہیں۔ ﴿2﴾ احسان کرنے والوں کو زیادہ دینے سے مراد ہے ان کے حق سے زیادہ دینا، ان کے مطالبات سے زیادہ دینا، دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی اجر دینا۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جو محسن ہے اس کے احسان میں اضافہ کر دیں گے اور جو خطا کار ہے اس کی خطائیں بخش دیں گے۔ ﴿4﴾ بھلائی کا کام کرنے والوں کو ہم دنیا اور آخرت میں ان کے اعمال کی جزا زیادہ دیں گے۔

﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (59)﴾

''پھر جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے اس بات کو جو ان کے لیے کہی گئی تھی اس کے ماسوا سے بدل ڈالا تو ہم نے ان لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا جنہوں نے ظلم کیا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔'' (59)

سوال1: ﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''پھر جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے بدل ڈالا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا، ان لوگوں نے اس قول کو بدل دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فَبَدَّلُوْا نہیں فرمایا کیونکہ سب قول کو بدلنے والے نہیں تھے۔

سوال2: ﴿قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ﴾ ''اس بات کو جو ان کے لیے کہی گئی تھی اس کے ماسوا سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی توہین کی اور اس سے استہزاء کرتے ہوئے حِطَّةٌ کی بجائے حَبَّةٌ فِيْ شَعْرِهٖ کا لفظ کہا۔ جب قول کو باوجود اس کے کہ وہ آسان تھا انہوں نے بدل دیا تو فعل کو بدلنے کی بدرجہ اولیٰ ان سے توقع کی جا سکتی ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برعکس سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے۔

سوال3: یہودیوں نے انعامات ملنے پر کیسا رویہ اختیار کیا؟

جواب: ایک بڑا شہران کے قبضے میں دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ عاجزی سے اس میں داخل ہوں مگر وہ تفریحی کلمات بولنے لگے اور اس طرح انہوں نے ظلم کا رویہ اختیار کیا اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی کون سی بات کو یہودیوں نے بدل ڈالا تھا؟

جواب: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کتاب التفسیر میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو حکم دیا تھا کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں مگر وہ سرینوں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور وہ حِطَّةٌ کی بجائے حَبَّةٌ فِيْ شَعْرِه (گندم بالی میں) کہتے رہے۔

سوال5: بات کا بدلنا کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: بات کا بدلنا انسان کے تکبر اور سرکشی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس انسان کے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں۔

سوال6: ﴿فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ ''تو ہم نے ان لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا جنہوں نے ظلم کیا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کی سرکشی ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے واقع ہونے کا سبب تھی۔ ﴿2﴾ جن لوگوں نے ان میں سے ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے عذاب نازل کیا۔

سوال7: یہود نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیوں کی؟

جواب: ﴿1﴾ یہود اللہ تعالیٰ کے احکامات کا مذاق اڑاتے تھے اور سرکشی کی وجہ سے نافرمانی کرتے تھے۔ ﴿2﴾ یہود اخلاق و کردار کے اعتبار سے پستی کا شکار ہو گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے تھے۔

سوال8: یہود میں ڈھٹائی کا رویہ کیوں پیدا ہوا؟

جواب: ﴿1﴾ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ نجات یافتہ گروہ ہیں۔ ﴿2﴾ ان کی تنبیہ کے لیے جو لوگ اٹھے، انہوں نے ان کو دھتکارا حتیٰ کہ قتل تک کر ڈالا۔ ﴿3﴾ پھر ان کی بے حسی اتنی بڑھی کہ کھلی کھلی نشانیاں بھی ان کے دلوں کو پگھلا نہ سکیں۔

سوال9: یہود پر کون سا عذاب آیا تھا؟

جواب: یہود میں طاعون پھیلا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ طاعون اسی عذاب کا حصہ ہے جو تم سے پہلے لوگوں پر نازل ہوا۔ تمہاری موجودگی میں کسی جگہ طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو اور اگر کسی علاقے کے بارے میں تمہیں پتہ چلے کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ۔'' (صحیح مسلم، کتاب السلام)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر7

﴿ وَاِذِاسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (60) ﴾

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنے پانی لینے کی جگہ کو جان لیا، اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو۔''(60)

سوال1: ﴿ وَاِذِاسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایک اور عظیم انعام یاد دلایا ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لیے پانی کی دعا کی تو ہم نے قبول کر لی۔ یہ واقعہ صحرائے سینا کا ہے۔

سوال2: ﴿ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ﴾ ''تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ پتھر پر عصا مارو۔ ﴿2﴾ یہاں الحجر معرفہ آیا ہے۔ یا تو یہ کوئی مخصوص پتھر تھا جسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے یا اسم جنس کی بنا پر معرفہ ہے۔ (تفسیر سعدی:116/1)

سوال3: ﴿ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ﴾ ''تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارتے ہی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشمے جاری کیے۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر پانی تقسیم کر دیا تاکہ پانی لینے کے معاملے میں جھگڑا نہ ہو۔

سوال4: ﴿ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾ ''بلاشبہ سب لوگوں نے اپنے پانی لینے کی جگہ کو جان لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ہر قبیلے نے اپنی پانی لینے کی جگہ معلوم کر لی تاکہ وہ پیتے وقت ایک دوسرے سے نہ الجھیں۔

سوال5: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اللہ تعالیٰ نے صحراؤں میں بغیر کسی کوشش کے جو رزق تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ پیو۔

سوال6: ﴿ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴾ ''اور زمین میں فساد کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی نہ تم سرکشی کرو اور نہ زمین میں فساد کرنے کی کوشش کرو۔ (جامع البیان:883/1) ﴿2﴾ فساد پھیلانے کے لیے زمین کو برباد نہ کرو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: رزق ملنے کے بعد انسان فساد کرنے والا کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رزق ملنے کے بعد انسان تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے، اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھتا ہے۔ ﴿2﴾ رزق ملنے کے بعد انسان ناشکرا ہو جاتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی عطا نہیں اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ ﴿3﴾ رزق ملنے پر انسان مال کو اپنا حق سمجھنے لگتا ہے اور مال کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ ﴿4﴾ جہاں خرچ کرنے کے مواقع ہوں، وہاں بخیلی اختیار کرنے سے انسان فساد کرنے والا بن جاتا ہے۔ ﴿5﴾ جہاں خرچ کرنے سے لوگوں میں واہ واہ ہوتی ہو، وہاں خرچ کرنے سے انسان فساد کرنے والا بن جاتا ہے۔

سوال8: رزق حاصل کرنے کے بعد فسادی بننے سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رزق کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھ کر شکر ادا کرنے سے۔ ﴿2﴾ رزق پر اللہ تعالیٰ کا حق تسلیم کر کے صدقہ کرنے سے۔ ﴿3﴾ رزق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر کے یعنی مال کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خرچ کرنے سے۔

﴿ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (61) ﴾

''اور جب تم نے کہا: ''اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے لہٰذا اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے اس میں سے وہ چیزیں نکالے جو زمین اگاتی ہے، اپنی سبزیوں میں سے، اور اپنی ترکاریاں اور اپنی گندم، اور اپنے مسور اور اپنے پیاز''۔ موسیٰ نے کہا: ''کیا تم ایک بہتر چیز کے بدلے میں کم تر چیز طلب کرتے ہو''؟ کسی شہر میں اتر جاؤ تو یقیناً جو کچھ تم نے مانگا ہے وہ تمہارے لئے ہوگا اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس وجہ سے جو انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حدود سے گزر جاتے تھے۔''(61)

سوال1: ﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ﴾ ''اور جب تم نے کہا: ''اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ من وسلویٰ کھا کھا کے بنی اسرائیل اکتا گئے۔ جنگل کی زندگی سے طبیعت بے زار ہو گئی تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم ایک ہی طرح کی طرز معیشت پر قانع نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے ہمیں پھر گیہوں عنایت ہوں۔ ہم خود زراعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کھیتوں میں برکت دے۔ یہ شوق تنوع تھا۔ (سراج البیان:20/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب تم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنے رب کی نعمتوں سے اکتاتے ہوئے انہیں حقیر سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ ﴿3﴾ ﴿لَنْ نَّصْبِرَ﴾ ان کے نعمت پر عدم شکر اور زوال کی دلیل ہے یعنی گویا وہ اپنا زوال طلب کر رہے تھے۔ (تفسیر منیر:191/1)

سوال2: ﴿فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا﴾ ''لہٰذا اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے اس میں سے وہ چیزیں نکالے جو زمین اگاتی ہے، اپنی سبزیوں میں سے، اور اپنی ترکاریاں اور اپنی گندم اور اپنے مسور اور اپنے پیاز'' بنی اسرائیل کی طرف سے ''زمین کی پیداوار'' کا مطالبہ کس ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل نے من وسلویٰ پر صبر نہیں کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر مشقت کے عطا کر دیا تھا۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی غذائیں دی تھیں تاکہ وہ معاش کے لیے کی جانے والی کوششوں سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنے میں مصروف ہو جائیں لیکن انہوں نے ضرورت پوری کرنے پر قناعت نہ کی۔ وہ لذتوں کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ یہ رویہ ان کی بے حس اور عیش پرست ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ ﴿3﴾ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنے رب سے دعا کرو ہمارے لیے زمین کی پیداوار نکالے جیسے سبزی، لہسن، مسور، ککڑی اور پیاز وغیرہ جو کہ معروف ہیں۔

سوال3: ﴿قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''کیا تم ایک بہتر چیز کے بدلے میں کم تر چیز طلب کرتے ہو''؟ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''کیا تم کم تر چیز طلب کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو'' یعنی وہ کھانے جن کا تم نے مطالبہ کیا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ﴾ ''ایک بہتر چیز کے بدلے میں'' اس سے مراد من وسلویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے سوال کیا ہے کیا تم کھانے کی عمدہ اور نفع مند چیزوں کی بجائے ردی چیزوں کو ترجیح دیتے ہو؟ (واضح المیسر :28)

سوال4: ﴿اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ﴾ ''کسی شہر میں اتر جاؤ تو یقیناً جو کچھ تم نے مانگا ہے وہ تمہارے لئے ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تمہاری مطلوبہ چیزیں جہاں بھی تم جاؤ ہر شہر میں با آسانی مل سکتی ہیں۔ ﴿2﴾ مصر سے یہاں مراد ملک مصر نہیں بلکہ کوئی ایک شہر ہے۔

سوال5: ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ ''اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ ذلت جس کا ظاہری طور پر ان کے جسموں پر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ ﴿وَالْمَسْكَنَةُ﴾ یعنی مسکینی جو ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی۔ پس ان کی عزت نفس باقی رہی نہ بلند ہمتی بلکہ ان کے نفس ذلیل وخوار اور ان کی ہمتیں پست ترین ہو گئیں۔ (تفسیر سعدی:117/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:﴿وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے۔غضب ان کی گردنوں کا طوق ہے کیونکہ انہوں نے حق کی پیروی سے انکار کیا تھا۔ان کا سودا کتنا برا تھا!

سوال7:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہودی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ٹھہرے تھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تھا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تعلیمات میں سے جو بات اپنی خواہشات کے خلاف لگی اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔﴿3﴾ ایک حکم کے بارے میں یہ جاننے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ڈھٹائی کے ساتھ اس کی خلاف ورزی کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی کچھ پرواہ نہ کی۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم کو سمجھنے کے باوجود اسے اپنی خواہش کے مطابق بدل دیا۔

سوال8:﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،'' بنی اسرائیل پیغمبروں کو کیوں قتل کر ڈالتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ بنی اسرائیل پیغمبروں کو اس لیے قتل کر ڈالتے تھے کیونکہ وہ من مانی کرنا چاہتے تھے اور اس لیے راستہ بتانے والوں کو ہی قتل کر ڈالتے تھے۔﴿2﴾ بنی اسرائیل نے سیدنا ذکریا، سیدنا یوحنا، سیدنا یحییٰ، سیدنا یرمیاہ علیہم السلام وغیرہ کو قتل کیا تھا۔﴿3﴾ قتل انبیاء کسی صورت میں بھی حق نہیں ہوتا۔یہ اس فعل کے گھناؤنے پن کو واضح کرنے کے لیے فرمایا۔﴿4﴾ ابن کثیر نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے شروع دن میں تین سو نبیوں کو قتل کر دیا۔پھر شام کو اپنے بازاروں میں سبزیوں کا کاروبار شروع کر دیا۔ (انوار البیان :104,105/1)﴿5﴾ مسند امام أحمد میں بسند معتبر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے بڑھ کر عذاب اس شخص پر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کو قتل کرے یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اس کو قتل کرے۔(احسن التفاسیر:92/1)

سوال9:﴿ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا﴾ ''یہ اس وجہ سے جو انہوں نے نافرمانی کی'' یہود کی نافرمانیاں کیا تھیں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی بنی اسرائیل کو عذاب ان کے گناہوں کی وجہ سے ملا۔﴿2﴾ یہود نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی۔سیدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا، واجبات کو ترک کیا، حرام کاموں کا ارتکاب کیا، اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ ڈالا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام نہیں کیا۔

سوال10:﴿وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ ''اور وہ حدود سے گزر جاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودی اللہ تعالیٰ کے بندوں پر زیادتیاں کرتے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: یہود اللہ تعالیٰ کی حدود سے کیسے زیادتی کے مرتکب ہوتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ یہود بدعات ایجاد کرتے تھے یعنی دین میں اللہ تعالیٰ نے جو اصول مقرر کیے ہیں، جن کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہے، ان کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے دین میں نئی باتیں ایجاد کر کے اپنی مرضی سے گناہ اور ثواب کے فیصلے کرتے تھے۔﴿2﴾ یہود دین میں غلو کر کے حد سے نکل جاتے تھے۔ گناہ اور معاصی ایک دوسرے کا سبب بنتے ہیں۔ پس غفلت سے گناہ صغیرہ جنم لیتے ہیں پھر ان گناہوں سے گناہ کبیرہ جنم لیتے ہیں پھر کبیرہ گناہوں سے مختلف قسم کی بدعات اور کفر کے رویئے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم ہر آزمائش سے اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:118/1)

رکوع نمبر 8

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِـُٔوۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (62) ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی، جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (62)

سوال1: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِـُٔوۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی، جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہ حکم خاص طور پر اہل کتاب کے لئے ہے کیونکہ صابئین کے بارے میں صحیح ترین رائے یہ ہے کہ یہ نصاریٰ ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس امت کے اہل ایمان، یہود و نصاریٰ اور صابئین میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اپنے رسولوں کی تصدیق کی ان کے لئے اجر عظیم اور امن ہے۔ ان پر کسی قسم کا خوف ہوگا نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔ ان میں سے جس کسی نے اللہ تعالیٰ، اس کے انبیاء و رسل اور یوم آخرت کا انکار کیا تو ان کا حال مذکورہ بالا لوگوں کے حال کے برعکس ہوگا، پس وہ خوف اور غم سے دوچار ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:119/1) ﴿2﴾ (اس آیت کی تفسیر میں) صحیح مسلک یہ ہے کہ ان فرقوں کے مابین یہ محاکمہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی نسبت سے نہیں بلکہ ان کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہے۔ کیونکہ یہ تو نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل ان کے احوال کی خبر ہے۔ یہ قرآن مجید کا طریقہ ہے۔ جب سیاق آیات کے بارے میں بعض نفوس وہم کا شکار ہو جائیں تو لازمی طور پر وہ کوئی ایسی چیز ضرور پائیں گے جو ان کے وہم کو زائل کر دے۔ کیونکہ یہ کلام ایسی ہستی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل ہی ان کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جانتی ہے۔اس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا ذکر مذمت کے طور پر کیا ہے اور ان کے گناہوں اور برائیوں کا تذکرہ کیا ہے تو بسا اوقات دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس مذمت میں تمام بنی اسرائیل شامل ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں واضح کر دیا جو اس مذمت میں شامل نہیں۔ نیز چونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ باتیں صرف بنی اسرائیل ہی سے متعلق ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایک عام حکم بیان کر دیا جو تمام طوائف کو شامل ہے تا کہ حق واضح اور وہم واشکال دور ہو جائے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی کتاب میں ایسی چیزیں بیان کی ہیں جو عقلوں کو متحیر کر دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:119/1)﴿3﴾﴿وَالَّذِيْنَ هَادُوْا﴾''اور جو یہودی ہوئے''سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والوں کو یہودی کہتے ہیں۔﴿4﴾﴿وَالنَّصٰرٰى﴾''اور عیسائی''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو عیسائی کہتے ہیں۔﴿5﴾﴿وَالصّٰبِـُٔوْنَ﴾''اور صابی''صابی کسی دین کے پیروکار نہیں، لامذہب لوگوں کو صابی کہتے ہیں۔صحیح رائے یہ ہے کہ نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے۔﴿6﴾﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾جو اپنے نبی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا۔ ﴿7﴾﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾اور اپنی شریعت کے مطابق نیک عمل کئے۔﴿8﴾﴿فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ﴾ان کے لئے ان کے اعمال کا ثواب ہے۔ (تفسیر منیر:193/1)﴿9﴾تمام ادیان دین اسلام کے آنے کے بعد منسوخ ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اجر نبی آخر کی آمد سے پہلے لکھا تھا۔(تفسیر قاسمی :142)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامیابی کا اصول کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی مخصوص گروہ (مسلمان، یہودی، عیسائی، صابی وغیرہ) ہونے کی بناء پر درجہ نہیں رکھتا۔کامیابی کا ایک ہی پختہ اصول ہے: ایمان اور عمل صالح۔اللہ تعالیٰ کے ہاں درجے کا اعتبار اس بناء پر ہے کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق اپنی عملی زندگی کو ڈھالا ہے۔

سوال3: کیا اب جو بھی جس دین کو مانتا ہے اس پر ایمان اور عمل صالح کے ساتھ اس کی نجات ہو جائے گی؟

جواب:﴿1﴾ وحدت ادیان کے باطل فلسفے کا مرکز ومحور یہ ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں بلکہ جو بھی جس دین کو مانتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے اس کی نجات ہو جائے گی۔﴿2﴾رسول اللہ ﷺ نے واضح کیا ہے کہ اب میری رسالت پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے، (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔''(صحیح مسلم:386)﴿3﴾سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اپنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رضا کا (دل سے) اعلان کر دیا، اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔'' (مسلم:151) ﴿4﴾ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو اس بات کا قائل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی بندی (سیدہ مریم علیہا السلام) کے بیٹے اور کلمۃ اللہ ہیں جو اس نے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا تھا اور روح اللہ ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔'' (مسلم:140) ﴿5﴾ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴾ یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا۔ آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ (آل عمران:19) ﴿6﴾ ﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز وہ قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران:85) ﴿7﴾ وحدت ادیان کا فلسفہ گمراہ کن ہے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر ایمان نہیں لایا وہ مومن نہیں ہے اور جو ان پر ایمان لایا وہ مومن ہو گیا۔ اب وہ یہودی، عیسائی یا مجوسی نہیں رہا۔ (تفسیر قاسمی:141/1)

سوال4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد عمل اور جزا کے اصول کی کیا شکل متعین ہو گئی ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایمان کی آخری شکل اسلام کی صورت میں متعین ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب اسلام قبول کیے بغیر کسی کو اس کے عمل کی جزا آخرت میں نہیں ملے گی۔ البتہ دنیا میں اچھے کاموں کی جزا ضرور دے دی جاتی ہے کبھی رزق کی کشادگی کی شکل میں، کبھی کاموں میں آسانی یا اچھی شہرت کی شکل میں۔

سوال5: ﴿وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ ''اور ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' اللہ تعالیٰ کس کو غم اور خوف سے بے نیاز کر دیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو غم اور خوف سے بے نیاز کر دیں گے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ (یونس:62)

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (63)﴾

''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور ہم نے تم پر پہاڑ کو بلند کیا کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو تا کہ تم بچ جاؤ۔'' (63)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾ ''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور ہم نے تم پر پہاڑ کو بلند کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے بنی اسرائیل کو اپنے آباء واجداد کے برے افعال کی وجہ سے ان پر زجر وتوبیخ کی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ﴾ وہ وقت یاد کرو جب طور کو تمہارے اوپر معلق کر کے تم سے پختہ عہد لیا تھا۔ ﴿3﴾ ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾: اور طور کو تمہارے اوپر اٹھایا تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: طور وہ پہاڑ ہے جس کے اوپر تورات نازل ہوئی تھی اور بنی اسرائیل اس کے نیچے تھے۔ (جامع البیان :464/1) ﴿4﴾ فرشتوں نے اس پہاڑ کو اوپر اٹھایا تھا۔ (ابن ابی حاتم:129/1)

سوال2: ﴿خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ﴾ ''جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ﴾ ''جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑو'' ﴿1﴾ حسن رحمہ اللہ نے کہا: یعنی تورات کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ (ابن ابی حاتم:130/1) ﴿2﴾ یعنی تورات کو محنت، کوشش اور اللہ تعالیٰ کے اوامر پر صبر واستقامت کے ساتھ پکڑے رکھو۔ (تفسیر سعدی:120/1)

سوال3: ﴿وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ﴾ ''اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے کہا یعنی جو کچھ تورات میں ہے اسے سیکھو۔ (جامع البیان:466/1) ﴿2﴾ اس کتاب کی تلاوت کرو۔ ﴿3﴾ اس پر عمل کر کے یاد رکھو۔ (تفسیر منیر:196/1) ﴿4﴾ اس کتاب کو یاد رکھو اسے بھلاؤ نہیں، اس میں غور وفکر کرو۔ بے شک ذکر دل سے کرو یا اس پر عمل کرو۔ (تفسیر ابی سعود:210/1) ﴿5﴾ جو کچھ تورات میں حلال وحرام ہوا سے یاد رکھو اور اس پر عمل کرو اور کہا گیا: جو کچھ اس میں ثواب وعذاب ہے اسے یاد رکھو۔ (تفسیر الوسیط:151/1) ﴿6﴾ جو کچھ کتاب میں ہے اسے یاد رکھو اور اس کی تعلیم دو۔ نہ اسے بھولو اور نہ اس سے غافل ہو۔ (تفسیر قاسمی:148/1) ﴿7﴾ اس کتاب میں تدبر کرو۔ اس کے اوامر اور وعیدوں کو یاد رکھو اور نہ اسے بھولو اور نہ ضائع کرو۔ (المحرر الوجیز :159/1) ﴿8﴾ کتاب کو مضبوطی سے تھامنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے احکامات اور ہدایات کو یاد رکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ (تفسیر ثعالبی: 254/1)

سوال4: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ تم بچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کی ناراضگی سے بچو اور ایسے کاموں کو چھوڑ دو جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی طرف سے طور کی وادی میں اتنی دہشت ناک صورت حال کیوں پیدا کی گئی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے طور کی وادی میں کوہ طور کو اٹھا کر بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا۔ اس طرح وادی طور میں دہشت ناک صورت حال پیدا کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل اس قوم کے افراد تھے جنہوں نے نیکی کی بات کو کم ہی قبول کیا تھا۔ اپنے بھائی بندوں کو قتل کر دینا، انبیاء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام کو مار ڈالنا، زیادتیاں کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنا اپنا شیوہ بنائے ہوئے تھے۔ ان ہی میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندر اور سؤر بنا دیا۔ ان کے دلوں کے اندر اتنی شدید سختی موجود تھی جس کے ساتھ ممکن نہیں تھا کہ وہ کوئی معاہدہ نبھا سکتے۔ جب کبھی دل سخت ہو جاتے ہیں تو اس کا علاج اسی طرح کیا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے کیا ہوا طریقۂ کار ہے۔

سوال6: ہر وہ شخص جو ایمان لاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ایک عہد (معاہدہ) کرتا ہے۔ اس معاہدے کی نوعیت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان لانا اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرنا ہے کہ میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ ﴿2﴾ اس معاہدہ میں ایک طرف عاجز بندہ ہے اور دوسری طرف وہ ذات جس کے ہاتھ میں آسمان و زمین کی طاقتیں ہیں۔ ﴿3﴾ اگر انسان اس معاہدے کو پورا کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی لازوال نعمتیں ہیں۔ ﴿4﴾ اگر انسان اس معاہدے سے پھر جائے تو اس کے لیے شدید خطرہ ہے کہ اس کا مالک اسے جہنم میں ڈال دے جہاں وہ اس طرح جلتا رہے کہ بچ نکلنے کے لیے پھر کبھی کوئی راستہ نہ ملے۔

سوال7: ایمانی عہد کے وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ایک خاص کیفیت سے گزارا گیا تھا۔ بندۂ مومن سے اب کیسی کیفیت مطلوب ہے؟

جواب: ایمانی عہد پر ایک مومن سے وہی کیفیت مطلوب ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر گزری تھی۔ ہر شخص کو جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھتا ہے، اس عہد کی سنگینی سے اسی طرح کانپنا چاہیے کہ اگر اس نے عہد کی خلاف ورزی کی تو آسمان و زمین اس پر گر پڑیں گے۔

سوال8: کون اپنا معاہدہ ایمانی پورا کر سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو اپنا عقیدہ درست رکھے۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رکھے۔ ﴿3﴾ جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ، مستحب اور مسنون کاموں کا خیال رکھے۔

﴿ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (64) ﴾

''پھر اس کے بعد تم اس سے پھر گئے تو اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔'' (64)

سوال1: ﴿ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ ''پھر اس کے بعد تم اس سے پھر گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ ﴾ اس کے بعد تم نے اعراض کیا اور اس سے پیٹھ پھیری۔ (صفوۃ التفاسیر: 56/1) ﴿2﴾ ﴿ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ اس پختہ معاہدے کے بعد۔ (تفسیر سعود: 210/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنے اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھنے کے عہد سے بنی اسرائیل پھر گئے تھے۔ ﴿4﴾ یہ معاہدے سے پھر جانا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ پھیرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ پھیرنا دراصل اپنے آپ کو انسانی سطح سے گرا کر حیوانی سطح پر لے آنا ہے۔ ﴿2﴾ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دین کا پابند نہیں رہتا تو اس کے پاس دوسرا کوئی دین ہی نہیں ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ پھیرنے سے انسانی ہمدردی ختم ہو جاتی ہے۔ انسان انسانوں کے حق مارتے ہیں، انسانوں کے خون پسینے کی کمائی چوستے ہیں، قتل وغارت گری ایسی سوسائٹی میں عام ہو جاتی ہے، چوری ڈاکے عام ہو جاتے ہیں، زنا کاری عام ہو جاتی ہے اور پوری زمین فساد سے بھر جاتی ہے۔

سوال3: ﴿فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ ''تو اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراد قرآن مجید ہے۔ (ابن ابی حاتم: 131/1) ﴿2﴾ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسلام اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور قرآن اس کی رحمت ہے۔ (المحرر الوجیز: 159/1) ﴿3﴾ یعنی تمہاری توبہ قبول کر کے فضل نہ ہوا اور پھسل جانے پر معافی کی رحمت نہ ہوتی۔ (صفوۃ التفاسیر: 56/1)

سوال4: قرآن حکیم سے منہ پھیرنے کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ لوگ قرآن حکیم کو اپنے لیے غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ﴿2﴾ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کا انہیں کوئی فائدہ ہونے والا نہیں۔ ﴿3﴾ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کو پڑھ لینے سے ہماری زندگی کے اندر کوئی ایسا معاملہ ہونے والا نہیں جس سے ہمیں کوئی فائدہ نصیب ہو جائے۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کو چھوڑ دینے سے ہمیں کوئی نقصان نہیں ہونے والا۔

سوال5: ﴿لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''تو تم ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو تم ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یعنی دنیا اور آخرت میں ہلاک ہو جاؤ گے۔ (ابن ابی حاتم: 132/1) اس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔ (الزمر: 15)

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ (65)﴾

''اور بلاشبہ تم جان چکے ہو کہ تم میں سے جو لوگ ہفتے کے دن میں حد سے گزر گئے تو ہم نے انہیں کہا کہ تم ذلیل ہونے والے بندر بن جاؤ۔'' (65)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ﴾ ''اور بلاشبہ تم جان چکے ہو کہ تم میں سے جو لوگ ہفتے کے دن میں حد سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گزر گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ احکامات کی نافرمانی کرنے اور عہد توڑنے کی سزا کے طور پر توہین آمیز عذاب ہے۔﴿2﴾﴿الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ﴾'' تم میں سے جولوگ ہفتے کے دن میں حد سے گزر گئے'' یہ وہ لوگ ہیں جن کا تفصیلی ذکر سورۃ الاعراف میں آئے گا رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ اور آپ ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے کنارے تھی، جب وہ سبت (ہفتے کے دن) کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب کہ ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں سر اٹھائے ان کے پاس آجاتی تھیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں، ہم نے ایسے ہی ان کی آزمائش کی اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا:'' تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو عذاب دینے والا ہے، سخت عذاب ؟'' انہوں نے کہا:'' تمہارے رب کے حضور معذرت کے لیے اور شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں'' پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکا کرتے تھے۔ اور ان کو بدترین عذاب کے ساتھ پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔(الاعراف:163-165)﴿3﴾ سبت کا قانون یہ تھا کہ ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص ہوگا۔ اس دن دنیا کا کوئی کام نہ خود کریں گے، نہ اپنے ملازموں سے کروائیں گے۔ جو کوئی اس قانون کو توڑے گا وہ واجب القتل ہے۔

سوال2: بنی اسرائیل نے سبت کے معاملے میں کیا زیادتی کی تھی؟

جواب:﴿1﴾ بنی اسرائیل نے ہفتے کے دن عبادت کرنے کی بجائے تجارت کی اور اس دن کی حرمت کو پامال کیا۔﴿2﴾ بنی اسرائیل نے حد سے تجاوز کیا۔ شکار کو ان کے لئے حرام کیا گیا تھا تو انہوں نے شکار کیا۔(ایسر التفاسیر:41/1)

سوال3: سبت کا قانون توڑنے پر بنی اسرائیل کو کیا سزا ملی؟

جواب: انہوں نے عہد شکنی کی تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ان کو بندر بنا دیا۔ جب انسان جانوروں کی طرح سوچتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو جانور بنا دیتا ہے۔

سوال4: شریعت سے انحراف انسان کو کس سطح پر لے آتا ہے؟

جواب: جب بھی انسان شریعت سے انحراف کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو جانوروں کی سطح پر لے آتا ہے جو کسی اخلاقی ضابطے کے پابند نہیں۔ شریعت کے ساتھ یہ کھیل کھیلنے سے ڈرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اسی حیوانی ذلت میں مبتلا نہ کر دے جس میں یہود اپنے اس فعل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی وجہ سے مبتلا ہوئے تھے۔

سوال5: ایمان لانے کے بعد بے حسی کی بیماری کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو کر۔ ﴿2﴾ آخرت کو بھلانے سے۔ ﴿3﴾ زیادہ سوال کرنے سے۔ ﴿4﴾ تاویلیں گھڑنے سے۔ ﴿5﴾ حجتیں پیش کرنے سے۔ ﴿6﴾ بحثیں کرنے سے۔ یوں دل سخت ہو جاتے ہیں اور دل سخت ہو جائیں تو عام انسانی باتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی باتوں میں بھی انسان سرکشی پر مبنی رویہ اختیار کرنے لگتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا تصور دل کو نہیں پگھلاتا، اندر تڑپ پیدا نہیں کرتا اور روح کے اندر ارتعاش پیدا کرنے کا سبب نہیں بنتا۔

سوال6: ﴿فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ ''تو ہم نے انہیں کہا کہ تم ذلیل ہونے والے بندر بن جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کیسے بندر بنا دیا؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل سے یہ کہا گیا تھا کہ ہفتے کے دن کی حرمت برقرار رکھو۔ اس روز مچھلیوں کا شکار نہ کرو۔ ہفتے کے دن مچھلیوں کے شکار کی یہ تدبیر ان کے ذہن میں آئی کہ گڑھے کھود کر ان میں جال اور کانٹے ڈال دیے جائیں۔ ہفتے کے دن مچھلیاں جالوں میں پھنس جائیں گی اور اتوار کو پکڑ لی جائیں گی۔ انہوں نے اس تدبیر پر عمل کیا۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کی حیلہ سازی کے اس گناہ عظیم نے ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب واجب کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حقیر اور ذلیل بندر بنا دیا۔

سوال7: شریعت کے حامل گروہ کی گمراہی کی کیا صورت ہے؟

جواب: شریعت کے حامل گروہ کی گمراہی کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ عملاً اس کے خلاف چلے اور تاویلوں کے ذریعے یہ ظاہر کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہے۔ جیسے یہود کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ سبت کے دن کو عبادت کے لیے مخصوص رکھیں گے اور کوئی دنیوی کام نہیں کریں گے مگر انہوں نے اس دن کاروبار کیا اور تاویلوں سے یہ ثابت کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہیں۔

﴿فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ (66)﴾

''تو ہم نے اس کو اس دور کے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت بنا دیا۔'' (66)

سوال1: ﴿فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾ ''تو ہم نے اس کو اس دور کے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانے کی قوموں تک جنہیں یہ خبر پہنچی عبرت بنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا۔﴿2﴾﴿وَمَاخَلْفَهَا﴾اوران قوموں کے لئے بھی اسے عبرت بنادیا جو بعد میں آئیں۔

سوال2: عبرت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ماضی کے کسی واقعے سے اپنی زندگی کے لئے اچھا سبق لینا عبرت ہے۔

سوال3: جن لوگوں نے سبـــــــــت کے قانون الٰہی کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر بنادیا۔ان کو اس دور کے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے کیسے عبرت بنادیا گیا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے بندر بن جانے والوں کو جنہوں نے دیکھا،ان کے لئے یہ واقعہ آنکھوں دیکھی گواہی تھا۔اس زمانے کے باقی لوگوں اور یہ کہ بعد میں آنے والوں نے اگر چہ دیکھا نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو عبرت بنادیا کہ نافرمانی کرنے پر شکلیں مسخ ہوسکتی ہیں۔﴿2﴾انسان کے وجود پر اصل اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔وہ جو چاہے کرسکتا ہے، انسان جو چاہے نہیں کرسکتا۔اسے اپنے کیے کی سزا ملے گی۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اس واقعے سے ان پر حجت قائم کردی تا کہ وہ گناہوں سے باز آجائیں۔

سوال4:﴿وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت بنادیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿مَوْعِظَةً﴾ کا مادہ و۔ع۔ظ ہے۔وعظ ایسی نصیحت کو کہتے ہیں جو دل کو پگھلا دے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو سب کے لئے عبرت بنا دیا تا کہ وہ گناہوں سے باز آجائیں مگر نصیحت صرف متقیوں کے لئے ہے کیونکہ وہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔واقعات عام لوگوں کے لئے عبرت بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت بنتے ہیں۔

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ(67)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو''۔انہوں نے کہا:''کیا تم ہمارا مذاق بناتے ہو''؟موسیٰ نے کہا:''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہوجاؤں۔''(67)

سوال1:﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو واقعات یاد دلاتے ہیں جو ان کے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پیش آئے تھے۔یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کردیا تھا۔﴿2﴾ گائے ذبح کرنے کا حکم ایک قتل کے فیصلے کے لئے دیا گیا تھا۔بنی اسرائیل میں ایک بے اولاد مال دار آدمی تھا جس کا وارث اس کا بھتیجا تھا۔بھتیجے نے اپنے چچا کو قتل کر کے لاش کسی کے دروازے پر ڈال دی۔صبح لوگ قاتل کی تلاش میں ایک دوسرے پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الزام لگانے لگے۔بات سیدنا موسیٰ علیہ السلام تک پہنچی تو انہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا جس کا ایک ٹکڑا مقتول کو مارا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور قاتل کی نشاندہی کر کے مر گیا۔(فتح القدیر)﴿3﴾ بنی اسرائیل گائے کی پوجا کرتے تھے،اس لیے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ ان کے ذہن سے اس تقدس کو توڑا جائے۔﴿4﴾ تم نے گائے ذبح کرنے سے بچنے کے لئے کتنے عذر تراشے۔تم پر واجب تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی پیروی کرتے۔

سوال2:﴿قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا﴾ ''انہوں نے کہا: کیا تم ہمارا مذاق بناتے ہو'' یہ جواب کیسی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے؟

جواب: اس جواب سے بنی اسرائیل کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ نبی کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتے تھے، وہ اپنی مرضی کی زندگی گزارنا چاہتے تھے اور وہ ضد اور ہٹ دھرمی کی نفسیات رکھتے تھے۔

سوال3:﴿قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں'' اس بات سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو توجہ دلائی کہ مذاق اڑانا جہالت کا کام ہے اور جاہل ایسی بات کرتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔وہی لوگوں کا مذاق اڑاتا ہے۔عقل مند آدمی اپنے جیسے کسی شخص کا مذاق اڑانا عقل اور دین کا سب سے بڑا عیب سمجھتا ہے۔﴿2﴾ رسول ہو کر میں جہالت کا کام کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔﴿3﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کلام میں سبق بھی ہے کہ آپ کو بھی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔**﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾** میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔﴿4﴾ یعنی اپنے آپ کو اپنی خواہش اور مرضی کے نہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں جو مجھے ہر برائی سے بچا سکتا ہے۔کیونکہ جاہل ہی ایسی بات کیا کرتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور وہی لوگوں کا تمسخر اڑایا کرتا ہے۔عقل مند شخص یہ سمجھتا ہے کہ اپنے جیسے کسی آدمی کا مذاق اڑانا عقل و دین کا سب سے بڑا عیب ہے۔اگرچہ اسے اس آدمی پر فضیلت ہی کیوں نہ حاصل ہو۔یہ فضیلت تو تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے رب کا شکر کرے وراس کے بندوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔(تفسیر سعدی:123/1)

﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ(68)﴾

''انہوں نے کہا: ''ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم پر واضح کر دے کہ وہ کیسی ہو''؟ موسیٰ نے کہا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا بلکہ اس کے درمیان جوان عمر کی ہو لہٰذا تم کرو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔''(68)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ﴾ ''انہوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم پر واضح کر دے کہ وہ کیسی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل نے دین کے سادہ حکم کو بوجھل بنا دیا اور حکم کی تعمیل کی بجائے کھوج کرید کا طریقہ اختیار کیا کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم پر واضح کر دے کہ وہ کیا ہے یعنی اس گائے کی عمر کیا ہے۔

سوال2:﴿ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا بلکہ اس کے درمیان جوان عمر کی ہو لہٰذا تم کرو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہے جو بڑی نہیں اور نہ ہی زیادہ چھوٹی ہے، متوسط عمر کی ہے لہٰذا تشدد اور تکلف کو چھوڑو اور وہ کام کرو جسے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿2﴾ مذہب کی اصل روح تسلیم و رضا ہے جرح و نقد نہیں۔ ایک دفعہ ایک نظام عمل کو مان لینے کے بعد صرف عمل کے لئے گنجائش رہ جاتی ہے پس تم سے بھی یہی مطالبہ ہے۔ (سراج البیان:23/1)

﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ (69) ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے واضح کر دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو''؟ موسیٰ نے کہا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً وہ زرد رنگ کی گائے ہو، اس کا رنگ چمکنے والا ہو کہ دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہو۔'' (69)

سوال1:﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ﴾ ''انہوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے واضح کر دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل نے ایک بار پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے اور واضح کرنے کے لیے کہا کہ گائے کا رنگ کیسا ہو۔

سوال2:﴿ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴾ ''موسیٰ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً وہ زرد رنگ کی گائے ہو، اس کا رنگ چمکنے والا ہو کہ دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا گائے گہرے زرد رنگ کی ہو، اس کا چمکتا رنگ ہو۔ ﴿2﴾ ﴿ تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴾ اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کو بہت زیادہ اچھی لگتی ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: بنی اسرائیل کی طرف سے بار بار گائے کے بارے میں وضاحت معلوم کرنا کیا ظاہر کرتا ہے؟

جواب: بنی اسرائیل کی طرف سے بار بار تفصیلات معلوم کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی بھی طرح سے اس حکم کی پیروی سے نکلنا چاہتے تھے۔ یہ دراصل صرف حکم سے فرار نہیں، خود رب سے فرار ہے۔

سوال4: انسان جب کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تو کیسا رویہ اختیار کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب انسان نے کوئی کام نہیں کرنا ہوتا تو ایک کے بعد ایک اعتراض کرتا ہے۔ ﴿2﴾ جب انسان کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تو اس کے لئے بعض اوقات بہت سوال کرتا ہے۔

سوال5: حکم آنے پر ایک مومن کا رویہ کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: حکم آنے پر ایک مومن کو فوراً اس پر عمل کرنا چاہیے۔

﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۖ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ (70)﴾

''انہوں نے کہا: ''ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے واضح کر دے کہ وہ کیسی ہو؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور یقیناً اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم ضرور مقصد تک پہنچنے والے ہوں گے۔'' (70)

سوال1: ﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا﴾ ''انہوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے واضح کر دے کہ وہ کیسی ہو؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے'' کیا بنی اسرائیل کو گائے کے بارے میں شبہ تھا؟

جواب: انہیں شبہ نہیں تھا بلکہ بالکل واضح طور پر پتہ تھا کہ گائے کو ذبح کرنا ہے لیکن چاہتے تھے کہ کوئی سوال ہمیں گائے کو ذبح کرنے سے بچا ہی دے۔

سوال2: کیا بہت زیادہ سوال کرنے سے انسان ہدایت پا سکتا ہے؟

جواب: بہت زیادہ سوال کرنے سے انسان ہدایت نہیں پا سکتا۔

سوال3: زیادہ سوال کرنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ دل سخت ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ بے حسی آ جاتی ہے۔

سوال4: ﴿وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم ضرور مقصد تک پہنچنے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی گائے کو ذبح کرنے کی ہدایت پا لیں گے۔ (تفسیر قاسمی: 154/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِی الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ(71)﴾

''موسیٰ نے جواب دیا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہو کہ نہ جوتی ہوئی ہو کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیتوں کو پانی دیتی ہو، صحیح سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو'' انہوں نے کہا: ''اب تم حق لائے ہو،'' پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور وہ قریب نہ تھے کہ کرتے۔''

(71)

سوال1: ﴿قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِی الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا﴾ ''موسیٰ نے جواب دیا: یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہو کہ نہ جوتی ہوئی ہو کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیتوں کو پانی دیتی ہو، صحیح سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَّا ذَلُوْلٌ﴾ کہ گائے کام کرنے والی نہ ہو۔ ﴿2﴾ ﴿تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِی الْحَرْثَ﴾ یعنی وہ کھتی باڑی کے کام کر کے کمزور اور مطیع نہ ہو اور نہ کھیتیوں کو پانی پلاتی ہو۔ ﴿3﴾ ﴿مُسَلَّمَةٌ﴾ ہر عیب سے اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ رکھا ہو۔ اس سے کوئی کام نہ لیا جاتا ہو۔ ﴿4﴾ ﴿لَّا شِیَةَ فِیْهَا﴾ اس میں کسی دوسرے رنگ کا نشان نہ ہو۔

سوال2: ﴿قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اب تم حق لائے ہو پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور وہ قریب نہ تھے کہ کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی گائے کے بارے میں آپ نے صحیح بات بتائی ہے حالانکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پہلی بار ہی بات واضح کر دی تھی۔ وہ کوئی گائے بھی لے آتے اور ذبح کرتے تو حکم پورا ہو جاتا مگر انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔

سوال3: ﴿فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾ سے اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو کیسے بے نقاب کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَذَبَحُوْهَا﴾ انہوں نے مطلوبہ گائے ذبح کر دی۔ ﴿2﴾ ﴿وَ مَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور وہ قریب نہ تھے کہ کرتے'' وہ تکلف اور تشدد کی وجہ سے گائے ذبح کرتے نظر نہیں آتے تھے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی سرکشی اور ڈھٹائی کو بے نقاب کیا ہے۔ کٹ حجتیاں کرنا اور بحثیں کرنا سرکشی اور ڈھٹائی کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گائے ذبح کرنے کے حکم سے ان کے اندر کی گائے کی محبت کو ضرب لگائی جس سے ان کی ڈھٹائی اور سرکشی کٹ حجتیوں میں اتر آئی اور یوں ان کی اصلیت بے نقاب ہو گئی تھی۔ ﴿4﴾ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر یہ لوگ ہلکی سے ہلکی گائے لا کر ذبح کر دیتے تو ان کا کام چل جاتا لیکن انہوں نے تشدید کی اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر تشدید کر دی۔ (احکام القرآن: 40/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر9

﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ(72)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا، پھر ایک دوسرے سے اس بارے میں جھگڑا کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ اس کو نکالنے والا تھا جو تم چھپاتے تھے۔''(72)

سوال1:﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا﴾''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر ایک دوسرے سے اس بارے میں جھگڑا کرنے لگے''اس آیت میں کس واقعے کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

جواب: یہ واقعہ بنی اسرائیل میں پیش آیا تھا۔قاتل یا مقتول کون تھے؟ قرآن مجید اس معاملے میں خاموش ہے۔واقعات عبرت اور نصیحت کے لئے ہوتے ہیں اور ہمارا کام عبرت پکڑنا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے قتل کی حقیقت کھولنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ گائے کا ایک عضو مقتول کو مارا جائے۔جب انہوں نے ایسا کیا تو مردہ زندہ ہوا،اس نے اصل قاتل کے بارے میں بتایا اور پھر مر گیا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے حقیقت کھول دی جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں باخبر کر دیا کہ قاتل کون ہے؟﴿3﴾مقتول کو دوبارہ زندہ کرنے سے اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت کھول دی کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔

سوال3: گائے کو ذبح کرنے اور قتل کے واقعے سے یہودیوں کے کون سے امراض سامنے آئے؟

جواب:﴿1﴾غیر ضروری بحثیں کرنا۔﴿2﴾جرم چھپانا۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں ٹال مٹول سے کام لینا۔﴿4﴾سرکشی۔﴿5﴾ڈھٹائی۔﴿6﴾گائے پرستی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار انسان کے لیے کیسے ممکن ہو جاتا ہے؟

جواب: اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کرنا چاہے تو اس کے لیے کوئی نہ کوئی تاویل ڈھونڈ ہی لیتا ہے۔تاویلوں سے مطمئن لوگ اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے الگ کر لیتے ہیں اور پھر بے حسی کی وجہ سے ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔بے حس وہی انسان ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو مانتا ہو لیکن دل سے یہ نہ مانتا ہو کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے اور سن رہا ہے۔

سوال5:﴿وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ نکالنے والا تھا جو تم چھپاتے تھے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جیسے رات میں کیا گیا قتل تم نے چھپایا تھا تو اسے کھول دیا گیا۔ایسے ہی نیکی ہو یا بدی چھپ کر کرو تب بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے کی قدرت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے انسان کے چھپے ہوئے کو ظاہر کرنے سے یہ سبق دیا ہے کہ برائی کھل جائے تو بدنامی اور رسوائی ہوتی ہے لہٰذا برائی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے علم کو ضرور ذہن میں رکھو۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے سبق دیا ہے کہ ہر جگہ، ہر وقت اچھے کام کرو تا کہ اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو شرمندگی نہ ہو۔

سوال 6: ''اور اللہ تعالیٰ نکالنے والا تھا جو تم چھپاتے تھے'' اللہ رب العزت نے قتل کے واقعے کے حوالے سے اس بات کو باور کیوں کروایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے چھپی ہوئی چیزیں کھول کر انسانوں کے سامنے رکھی ہیں تا کہ انسان تسلیم کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چھپے کو کھول سکتا ہے۔﴿2﴾اصل میں بتانا یہ مطلوب ہے کہ تم چھپ کر کوئی برائی کرو تو تب بھی اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ یہ زندگی کا اصول اور عقیدہ ہے۔ یہی عقیدہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیتا ہے۔

سوال 7: چھپی ہوئی حقیقت کے کھل کر سامنے آنے کا انسانوں کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: چھپی ہوئی حقیقت سامنے آتی ہے تو انسان کو ایمان ملتا ہے۔ اس کے اندر دل کی گہرائیوں تک یقین اتر جاتا ہے کہ کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں ہے اور یہ کہ جیسے آج یہ چیز دنیا میں کھل کر سامنے آ گئی ہے، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ساری حقیقتیں کھل جانی ہیں۔

سوال 8: ''اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے'' انسانی دل پر اس یقین کے کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: یہ بات دل کو خوف میں مبتلا کرتی ہے۔ انسان اپنی برائیوں کو چھپانا چاہتا ہے کہ میری عزت پر حرف آئے گا، میرا تاثر خراب ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے یہ بتایا ہے کہ اس کے سامنے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ تم نے تنہائی میں چھپ کر بھی جرائم کئے تو اللہ تعالیٰ کھول دے گا۔ اس احساس کے تحت اگر ایک انسان تنہائی میں بھی اپنے اوپر رب کو نگران سمجھتا ہے تو پھر اپنی برائی کے پیچھے پڑتا ہے پھر اس کی اصلاح ہوتی ہے۔

﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(73)﴾

''چنانچہ ہم نے حکم دیا کہ اس لاش کو اس گائے کا کوئی ٹکڑا مارو، اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تا کہ تم سمجھو۔''(73)

سوال 1:﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا﴾ ''چنانچہ ہم نے حکم دیا کہ اس لاش کو اس گائے کا کوئی ٹکڑا مارو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے قتل کے معاملے کو واضح کرنے کے لیے حکم دیا تھا کہ گائے ذبح کرو اور اس کا ایک عضو مقتول کو لگاؤ۔﴿2﴾یہ عضو جسم کے کس حصے کا تھا اگر اس کے بتانے میں کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور بتا دیتے۔﴿3﴾جس طرح کی گائے کا بالآخر مطالبہ کیا گیا وہ بنی اسرائیل کے ایک لڑکے کے پاس مل گئی۔بنی اسرائیل نے اسے سونے کے ساتھ تول کر خریدا۔﴿4﴾پھر اس کے جسم کے ٹکڑے کو مقتول کے ساتھ لگایا تو وہ فوراً زندہ ہو گیا۔اس کے زخموں سے خون جاری تھا۔اس سے پوچھا گیا کس نے قتل کیا؟اس نے قاتل کا نام بتایا اور پھر مر گیا۔

سوال2:﴿كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى﴾''اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے مردہ گائے کے ٹکڑے سے مقتول کو زندہ کروایا۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کا مشاہدہ کروا کے زندگی بعد الموت کا نمونہ بھی دکھا دیا اور باہمی جھگڑا بھی چکا دیا۔(مختصر ابن کثیر:50,51/1)

سوال3:﴿وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾''اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس واقعے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں مثلاً﴿1﴾جس زندہ گائے کی عظمت کے تم قائل ہو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہے مردہ گائے کے ٹکڑے سے مردہ کو زندگی بخش دے۔﴿2﴾اسی طرح قیامت اور موت کے معاملات انسان کے لئے راز رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ تم راز کو نہیں پا سکتے لہٰذا بغیر راز کو جانے یقین کر لو کہ موت اور قیامت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت کے دلائل دکھاتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو،تدبر کرو اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:59/1)

سوال4:﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾''تاکہ تم سمجھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تاکہ تم اللہ عزوجل کی قدرت کو پہچان لو کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے؟تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: مر جاؤ،پھر اس نے انہیں زندہ کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔(البقرۃ:243)﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی، اس نے کہا: ''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟'' اس نے کہا: ''میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلکہ تم سو سال تک رہے، سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔'' پھر جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اس نے کہا: ''کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے۔'' اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (البقرۃ:259،260) ﴿2﴾ تاکہ تم عقل سے کام لو اور ان کاموں سے رک جاؤ جو تمہارے لیے ضرر رساں ہیں۔

﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (74) ﴾

''پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی طرح یا سختی میں اس سے بڑھ کر ہو گئے اور بے شک پتھروں میں سے یقیناً کچھ وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان میں سے یقیناً وہ بھی ہے جو پھٹ جاتا ہے تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور بے شک ان میں سے ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو۔'' (74)

سوال1: ﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ ''پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ پھر تمہارے دل سخت ہو گئے کہ ان پر نصیحت اثر نہیں کرتی ہے۔ **﴿2﴾ ﴿ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾** مقتول کے جی اٹھنے کے واقعے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کیے جانے والے عظیم انعامات کے بعد یہود کے دل سخت ہو گئے۔ **﴿3﴾** اللہ تعالیٰ نے جیسے تمہیں انعامات سے نوازا، جیسے اپنی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کرایا تو آپ لوگوں کے دل نرم پڑنے چاہیے تھے مگر وہ سخت ہو گئے۔

سوال2: ﴿ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ﴾ ''تو وہ پتھروں کی طرح یا سختی میں اس سے بڑھ کر ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دلوں کی سختی کے بارے میں واضح فرمایا کہ وہ پتھر کی مانند ہیں جو لوہے سے زیادہ سخت ہوتا ہے کیونکہ لوہا پگھل جاتا ہے جب کہ پتھر کبھی نہیں پگھلتا۔ **﴿2﴾ ﴿ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ﴾** یعنی پتھروں سے بھی زیادہ سخت یعنی دلوں کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سختی پتھروں سے کسی بھی طور کم نہیں۔

سوال3: دل کی سختی سے کیا مراد ہے؟

جواب: دل کی سختی سے مراد ہے:﴿1﴾ دل پر کسی ہدایت یا نشانی کا اثر نہ ہونا۔﴿2﴾ دل کا اچھی بات کے لیے بند ہو جانا۔﴿3﴾ دل کا نہ پگھلنا۔﴿4﴾ حق قبول کرنے کے لئے دل کا بند ہو جانا۔

سوال4: دل کب سخت ہو جاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ مسلسل گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔﴿2﴾ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس نہ رہے اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی ہو۔﴿3﴾ جب قیامت کے دن اور حساب کتاب کا احساس نہ رہے۔﴿4﴾ جب اپنی غلطی کا احساس نہ ہو اور انسان اپنی غلطیوں کو دوسروں میں دیکھے اور ایک دوسرے پر الزام تراشے تو دل سخت ہو جاتے ہیں۔رب العزت نے دل کی سختی کے بارے میں فرمایا:﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ﴾ چنانچہ ان کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔(المائدہ:13)

سوال5: اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں سے مومنوں کے دل پر کیا اثرات مرتب ہونے چاہئیں؟

جواب:﴿1﴾ مومنوں کے دل پگھلنے چاہئیں۔﴿2﴾ دلوں کے اندر تڑپ پیدا ہونی چاہیے۔﴿3﴾ روح کے اندر ارتعاش پیدا ہونا چاہیے۔ رب العزت نے اسی کے بارے میں ارشاد فرمایا:﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اس کے لیے جھک جائیں؟ اور وہ ان لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ان پر جب لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثریت نافرمان ہے۔''(الحدید:16)

سوال6:﴿ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ﴾ ''اور بے شک پتھروں میں سے یقیناً کچھ وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان میں سے یقیناً وہ بھی ہے جو پھٹ جاتا ہے تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور بے شک ان میں سے ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے دل کی سختی کو پتھر کی سختی سے زیادہ شدید کیوں قرار دیا؟

جواب: رب العزت نے فرمایا:﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور و فکر کریں۔(الحشر:21)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پتھر کی سختی	دل کی سختی
1۔پتھروں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں،	1۔انسان کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو نہیں نکلتے۔
2۔پتھروں سے پانی نکل آتا ہے،	2۔انسان کے دل سے خیر (نیکی) کا کوئی جذبہ باہر نہیں نکلتا، مال نہیں نکلتا، نیکی کا کوئی کام نہیں ہوتا۔
3۔پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرز اٹھتے ہیں،	3۔دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے نہیں لرزتا، اس کی اطاعت نہیں کرتا اور نماز میں خشوع وخضوع نہیں ہوتا۔

سوال7: رسول اللہ ﷺ نے دل کی سختی کی کیا نشانیاں بتائی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ''چار چیزیں بدبختی اور شقاوت کی علامت ہیں: اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنکھوں سے آنسو نہ بہنا، دل کا سخت ہو جانا، امیدوں کا بڑھ جانا، لالچی بن جانا۔'' (مسند بزار:3230) ﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو کیونکہ کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے اور سخت دل والا اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہو جاتا ہے۔'' (ترمذی:2411) ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: زیادہ ہنسا نہ کرو، زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ:4193)

سوال8: انسان کے دل کو پتھر کے ساتھ تشبیہ کیوں دی گئی؟

جواب: امام رازی لکھتے ہیں کہ جب ایک شے میں دوسری شے سے متاثر ہونے کی صلاحیت ہو اور پھر کسی عارضہ کے سبب وہ صلاحیت سلب ہو جائے تو عربی زبان میں اس پر ''قاسی'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہی حال انسان کے دل کا ہے کہ اس میں دلائل وآیات سے متاثر ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے مگر جب عوارض کے سبب وہ صلاحیت سلب ہو جاتی ہے تو عدم تاخر میں اسے پتھر کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ (اشرف الحواشی:14)

سوال9: دل کی سختی کیسے دور کریں؟

جواب: ﴿1﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے دریافت فرمایا: ''اس زنگ کو کیسے دور کیا جائے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت اور کثرت سے آخرت کی یاد۔'' (مشکوۃ) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو۔ (مسند احمد:2/263، مجمع الزوائد:8/160) ﴿3﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سیدنا اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے دل پر (کبھی کبھی) کچھ غفلت آجاتی ہے، اسی وجہ سے میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔'' (مسلم:6858)

سوال10: ﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو'' دل کی سختی کو دور کرنے کے لیے یہ عقیدہ کیسے مددگار رہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی وہ تمہارے چھوٹے بڑے تمام اعمال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (الزلزال7,8) ﴿2﴾ انسان جب غور وفکر کے نتیجے میں اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا ہوا نہیں تو انسان اپنے اعمال کی تبدیلی کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں جو تم عمل کرتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں ہے۔ جو تم سے چھپا ہے اسے اللہ تعالیٰ کھول سکتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ زمین میں چھپے ہوئے بیج کو کونپل کے نکلنے سے کھول دیتا ہے ایسے ہی گناہ اپنے اثرات سے کھل جاتے ہیں۔ ﴿4﴾ انسان کو جب غور وفکر کے نتیجے میں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ہر چیز اپنے انجام کو پہنچتی ہے تو اسے برے اعمال کے بارے میں فکر لاحق ہوجاتی ہے کہ یہ مجھے انجام تک پہنچا کر رہیں گے۔ یوں انسان اللہ تعالیٰ کے غافل نہ ہونے کے علم سے اپنی غفلت دور کر لیتا ہے۔

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ(75)﴾

''تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمہارے لیے ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ یقیناً ان میں سے ایک گروہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنتا ہے پھر اس کے بعد اس کو بدل دیتے ہیں کہ وہ اسے سمجھ لیتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔'' (75)

سوال1: ﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ﴾ ''تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمہارے لیے ایمان لے آئیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو یہود کے حلیف تھے اور ان کے درمیان رضاعت اور ہمسائیگی تھی۔ وہ چاہتے تھے کاش یہودی اسلام لے آئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (البحر المحیط:271/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے بارے میں ایمان والوں کی امیدوں کو ختم کر دیا کہ تم ان کے ایمان کی طمع نہ رکھو ان کا طرز عمل تو ایسا ہے کہ ان سے ایمان کی امید نہیں رکھی جاسکتی۔

سوال2: مسلمان یہودیوں کے بارے میں یہ امید کیوں رکھتے تھے کہ وہ آپ ﷺ کی بات مان لیں گے؟

جواب: یہودی اہلِ کتاب تھے اور رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے آپ ﷺ کے انتظار میں تھے۔ یہودیوں کی باتیں سن سن کر بہت سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگوں کے دل میں اسلام قبول کرنے کا جذبہ ابھرا تھا۔اس لئے امید تھی کہ وہ آگے بڑھ کر ساتھ دیں گے اور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے۔

سوال3: ﴿وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ﴾ ''حالانکہ یقیناً ان میں سے ایک گروہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنتا ہے'' کیا اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کے علاوہ بھی کسی اور مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی کلام اللہ سن کر، خوب سمجھ کر جان بوجھ کر اس میں تحریف کرتے تھے۔یوں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کلام اس لیے سنتے تھے کہ اسے بدل ڈالیں۔﴿2﴾ آج مسلمانوں میں بھی ایسے افراد ہیں جو کلام اللہ اس لیے سنتے اور پڑھتے ہیں کہ وہ اس کو اپنی مرضی سے بدل ڈالیں۔وہ اس کے الفاظ بدل نہیں سکتے لیکن عملی صورتیں بدل دیتے ہیں۔

سوال4: ﴿ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ﴾ ''پھر اس کے بعد اس کو بدل دیتے ہیں کہ وہ اسے سمجھ لیتے ہیں'' کتاب اللہ کو سمجھ لینے کے بعد اس میں تحریف کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی کتاب اللہ کو سمجھ کر جان بوجھ کر اس کے معانی میں تحریف کرتے تھے۔﴿2﴾ تحریف کہتے ہیں کتاب اللہ کے احکامات کو بدل ڈالنا، چاہے اس کے الفاظ بدلے جائیں، معانی بدل دیئے جائیں یا اس کی تفسیر بدل دی جائے۔﴿3﴾ تحریف یہ کی جاتی تھی کہ حرام کو حلال، حلال کو حرام، حق کو باطل اور باطل کو حق بتایا جاتا تھا۔

سوال5: کتاب اللہ میں تحریف کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: کتاب اللہ میں تحریف اس لئے کی جاتی ہے کہ خواہشات پوری کی جاسکیں۔یوں اللہ تعالیٰ کے دین کو خواہشات کا دین بنالیا جاتا ہے۔

سوال6: کیا آج بھی یہ تحریف ہوتی ہے؟

جواب: قرآن حکیم کی حفاظت کی ذمہ داری رب العالمین نے لی ہے۔الفاظ میں تبدیلی کرنا تو ممکن نہیں لیکن الفاظ کے معانی اور مفہوم بدلنے کا کام آج بھی جاری ہے۔دین کے بنیادی تصورات کو اپنی خواہشات کے مطابق بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے۔مثال کے طور پر شرک کا مفہوم، نبی ﷺ کی حیثیت، آخرت کی کامیابی کا عقیدہ، پردے کے احکامات، حلال وحرام کے احکامات، سود کے احکامات وغیرہ۔

سوال7: ﴿وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ''اور وہ جانتے ہیں'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے کس حقیقت کی نشاندہی کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی تورات کو سننے سمجھنے کے باوجود اسے بدل ڈالتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ﴿وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ سے توجہ دلائی ہے کہ وہ یہ حرکت سوچ سمجھ کر، جانتے بوجھتے ارادے سے کرتے تھے اور وہ یہ جانتے ہوئے کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف ہے۔﴿2﴾ اس سے ان کی چالبازی، منافقت اور فریب کاری کی طرف نشاندہی کی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر حق کو چھپاتے اور تحریف کرتے ہیں۔ایسے لوگوں سے جو اپنی کتاب کو جسے وہ باعث شرف سمجھتے ہیں اور اسے بدل ڈالتے ہیں کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایمان لے آئیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(76)﴾

''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب بعض ان کا بعض کی طرف تنہا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ کیا تم انہیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تا کہ وہ ان کے ساتھ تمہارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''(76)

سوال1:﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا﴾''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جب وہ ایمان والوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو محض زبان سے ہی اظہار کرتے ہیں جب کہ ایمان ان کے دلوں میں نہیں ہوتا۔

سوال2:﴿وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾''اور جب بعض ان کا بعض کی طرف تنہا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ کیا تم انہیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تا کہ وہ ان کے ساتھ تمہارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں تو کیا تم سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا﴾یعنی جب وہ اکیلے میں یہودیوں سے ملتے ہیں جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔﴿2﴾﴿اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ﴾''کیا تم انہیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں'' کیا تم ان کے سامنے اپنے ایمان کا ظہار کرتے ہو؟ وہ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرتے تھے۔جب اہل ایمان ان کے پاس جاتے تو کہتے وہ آپ کے رسول ہیں ہمارے نہیں اور جب وہ آپس میں بیٹھتے تو کہتے کیا تم ان کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہو؟ یہ چیز ان کے لیے تمہارے خلاف حجت بن جائے گی۔اہل ایمان اپنے رب کے ہاں تمہارے خلاف دلیل دیں گے۔وہ ایک دوسرے کو ملامت کرتے تھے کہ عربوں سے اس قسم کی باتیں کیوں کرتے ہو ان باتوں سے وہ تم لوگوں پر غالب آجائیں گے اور قیامت کے دن تمہیں لاجواب کر دیں گے۔آخر ہم اللہ تعالیٰ کے رسول کی تلاش میں اس علاقے میں آئے۔تم اس رسول کے لیے دعائیں کرتے تھے کہ وہ آئے تو تم عربوں کے ساتھ جنگ کرو گے اور تورات میں تم سے نبی امی کی پیروی کا عہد لیا گیا ہے۔اب وہ رسول مسلمانوں سے کہتا ہے کہ میں وہی نبی ہوں جس کی خبر تورات میں ہے اور یہود جس کا انتظار کر رہے تھے۔اب اگر یہ باتیں تم انہیں بتاتے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تو وہ اپنے رب کے حضور جھگڑا کریں گے۔تم اس نبی کی رسالت کا انکار کر دو اور ان کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دو۔﴿3﴾﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾''تو کیا تم سمجھتے نہیں'' کیا تمہیں اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بات کی سمجھ نہیں کہ تم انہیں وہ بات بتا رہے ہو جو تمہارے خلاف حجت بن جائے گی۔

سوال3: یہود ایمان والوں کے سامنے اپنے آپ کو ایمان والا کیوں ظاہر کرنا چاہتے تھے؟

جواب: مدینہ میں نبی ﷺ کی آمد کے بعد آپ ﷺ کو ریاست کا سربراہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ یہودی اس ریاست کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ بنا کر رکھنے پر مجبور تھے کیونکہ اسی صورت میں ان کے مفادات محفوظ رہ سکتے تھے اسی مفاد پرستی کی وجہ سے وہ ایمان والوں کے سامنے اپنے آپ کو ایمان والا ظاہر کرنا چاہتے تھے۔

سوال4: وہ کون سی بات تھی جو وہ مسلمانوں کے سامنے کھولنے سے ایک دوسرے کو روکتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کتمان حق یعنی حق چھپانے کے مجرم تھے۔ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بارے میں جو خوش خبریاں موجود تھیں ان کو چھپاتے تھے۔ ﴿2﴾ یہود ان احکامات کو چھپاتے تھے جن میں نبی ﷺ کا ساتھ دینے کا حکم تھا۔

﴿اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ(77)﴾

''کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔''(77)

سوال: ﴿اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ﴾ ''کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے بنی اسرائیل کے عقیدے کی خرابی کی نشاندہی کی ہے۔ ﴿2﴾ ہر چند کہ وہ اپنے ان عقائد کو چھپاتے ہیں جو ان کے مابین معروف ہیں اور وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے اپنے عقائد کو چھپایا ہوا ہے تاکہ یہ چیز اہل ایمان کے لیے ان کے خلاف حجت نہ بنے تاہم وہ اس بارے میں غلطی پر ہیں اور بہت بڑی جہالت میں مبتلا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ اس کے بندے جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کر دے گا۔ (تفسیر سعدی:127/1)

﴿وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ(78)﴾

''اور ان میں کچھ ان پڑھ بھی ہیں جو کتاب کا علم ہی نہیں رکھتے سوائے چند آرزوؤں کے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں۔''(78)

سوال1: ﴿وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ﴾ ''اور ان میں کچھ ان پڑھ بھی ہیں جو کتاب کا علم ہی نہیں رکھتے سوائے چند آرزوؤں کے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾﴿وَمِنْهُمْ﴾ اور ان اہل کتاب میں سے ہیں ۔﴿2﴾﴿اُمِّيُّوْنَ﴾ ان پڑھ لوگ بھی ہیں جو علم والوں میں شامل نہیں۔ ﴿3﴾﴿لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ وہ کتاب کا نہ علم رکھتے ہیں، نہ اس پر عمل کرتے ہیں، نہ اس کے پیغام کو پہنچاتے ہیں، تلاوت کے سوا ان کا کتاب میں کوئی حصہ نہیں، ان کے پاس اپنے سے پہلے لوگوں کی بھی خبر نہیں۔﴿4﴾﴿وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں۔یعنی ان کے پاس گمان اور اہل علم کی تقلید کے سوا کچھ نہیں۔﴿5﴾ قرآن مجید نے ان کی آرزوؤں کا حوالہ دیا ہے۔﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ اور انہوں نے کہا ''جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن۔'' (البقرہ:80)﴿6﴾﴿وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى﴾ اور انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ ان کی تمنائیں ہیں۔(البقرہ:111)﴿7﴾﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں کے ماسوا خاص تمہارے ہی لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔(البقرہ:94)﴿8﴾﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔(المائدہ:18)﴿9﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی برا عمل کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی۔ (النساء: 123)﴿10﴾ اور فرمایا:﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا﴾ یقیناً گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں آتا۔(یونس:36)

سوال2: اللہ رب العزت نے کن لوگوں کو امی کہا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو امی یعنی ان پڑھ کہا ہے جو کتاب کا علم نہیں رکھتے، جو کتاب سے آرزوئیں رکھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں۔﴿2﴾ آج بھی مسلمانوں کے اندر ایسے ان پڑھ افراد کی کثرت ہے جو دنیا کے علوم رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم نہیں رکھتے۔﴿3﴾ اگر آج ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب نہ پڑھیں تو ہمارا شمار امیوں میں ہوگا۔اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب نہ جانیں تو یہ ہماری بھول ہے کہ ہمارا ایمان مکمل ہوگا۔

سوال3: یہودی عوام محض آرزوئیں رکھتے تھے۔ان آرزوؤں سے کیا مراد ہے؟

جواب: آرزوؤں سے مراد وہ جھوٹے قصے کہانیاں ہیں جو انہوں نے اپنے دین کے نام پر گھڑ رکھے تھے۔ان کا خلاصہ یہ تھا کہ جہنم کی آگ یہودیوں کے لیے نہیں ہے۔بزرگوں کے نام سے ایسی باتیں منسوب کی گئی تھیں جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ جہنم کی آگ سے نجات پانے اور جنت میں داخلے کے لیے معمولی معمولی چیزیں بھی کافی ہیں۔یہ سستے نسخے ان کو بہت پسند تھے کیونکہ ان کی وجہ سے غیر ذمہ دارانہ رویئے کو بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور یہودی عالم انہیں جو کہانیاں سناتے تھے وہ ان میں بہت مقبول تھیں۔

سوال4: انسان وہم وگمان پر زندگی کی بنیاد کیوں رکھتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾انسان جب اپنی ذات، کائنات اوراپنے خالق کے بارے میں وحی کے دیئے ہوئے علم سے جواب نہیں لیتا تو علم کی روشنی کے بغیر وہم وگمان کے اندھیروں میں چلا جاتا ہے۔یوں اپنی زندگی کی بنیاد وہم وگمان پر رکھ لیتا ہے۔﴿2﴾انسان جب وحی الٰہی سے زندگی کے مقصد کونہیں سمجھتا تو محض دل کی خواہشات اوراچانک پیدا ہونے والے خیالات یا معاشرے کے توہمات پر زندگی کے مقصد کومتعین کر لیتا ہے اور یوں ایک قیمتی زندگی کو وہم وگمان دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے۔﴿3﴾انسان جب وحی الٰہی سے اپنی کوششوں کے انجام کونہیں سمجھتا تو وہم وگمان کی بنیاد پر اپنے انجام کا تعین خود کر لیتا ہے یوں خود ساختہ نجات کے تصورات سے اپنی زندگی کو آگ لگانے کی تیاری کر لیتا ہے اور وہم وگمان کی بنیاد پر بالآخر موت کے بعد جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔

سوال5: گمان پر زندگی کی بنیاد رکھنے کے نقصانات بتائیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ان میں سے اکثر لوگ نہیں پیروی کرتے مگر ایک گمان کی، یقیناً گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں دیتا۔(یونس:36)﴿1﴾ گمان سچائی کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔﴿2﴾ گمان پر زندگی کی بنیاد رکھنے سے زندگی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ(79)﴾

''تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تا کہ اس کے بدلے میں وہ تھوڑی سی قیمت وصول کریں پس ان کے لئے تباہی ہے اس چیز کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے اور ہلاکت ہے ان کے لیے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے ہیں۔''(79)

سوال1:﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ﴾''تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سخت تنبیہ کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف کرتے ہیں کہ ہلاکت اور عذاب ہے ان لوگوں کے لیے جو تورات میں تحریف کرتے ہیں اور تحریف شدہ آیات کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:63/1)﴿2﴾وہ ایسا اس لئے کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے کچھ دنیاوی فائدے حاصل کر لیں مثلاً مال، عزت، اقتدار، مقبولیت عامہ وغیرہ۔

سوال2:﴿ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ﴾''پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وہ اپنے پیروکاروں سے یہ کہتے ہیں کہ وہ چیز جو تمہارے پاس ہے تورات کی نصوص میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نازل کیا۔اس کے ساتھ کہ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:63/1)﴿2﴾ یہ کتمان حق اور باطل کا اظہار ہے، وہ علم رکھنے کے باوجود ایسا کرتے ہیں۔

سوال3:﴿لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''تا کہ اس کے بدلے میں وہ تھوڑی سی قیمت وصول کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کہ وہ اس تحریف کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لیں۔﴿2﴾﴿ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ کتاب اللہ کے مقابلے میں قیمت ہے جو پوری زمین کی دولت ہوتب بھی قلیل ہے۔﴿3﴾ یہودی عالم اپنے علم سے دنیا کماتے تھے۔وہ عوام کو مفت جنت حاصل کرنے کا طریقہ بتاتے تھے۔اس سے ان کے اوپر نذرانوں کی بارش کردی جاتی تھی اور یوں لوگ مفت جنت کے بدلے ان علماء کو مفت دنیا فراہم کردیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں فرمایا کہ ان کی یہ کمائی ان کے لیے ہلاکت کا باعث ہے۔﴿4﴾ یہودی عالم کتاب کی پیروی کرنے کے حکم کو تبدیل کرکے ایسے مشورے دیا کرتے تھے جس کے ذریعے لوگ اپنا جرم چھپا سکیں یا جس کی وجہ سے لوگ اپنی معذرت پیش کرسکیں یا اپنے گناہوں پر پردہ ڈال سکیں اور مطمئن ہوجائیں کہ یہ سب دین کے مطابق ہے۔وہ اس پر لوگوں سے بھاری جرمانے وصول کرتے تھے تا کہ انہیں دین دار ثابت کیا جاسکے۔کتاب کے بدلے میں لوگ مال،شہرت اور اقتدار حاصل کرتے ہیں۔

سوال4: اللہ رب العزت نے اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ کر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کا کیا انجام بتایا ہے؟

جواب: اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جو کچھ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھ رہے ہیں اور جو کچھ وہ کمارہے ہیں،اس کے بدلے ان کے لئے ہلاکت،تباہی اور بربادی ہے۔

سوال5:﴿فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''پس ان کے لئے تباہی ہے اس چیز کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے اور ہلاکت ہے ان کے لیے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود کے ظلم کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اس طرح ایک جانب ان کا سچا دین چھپا لیتے ہیں اور دوسری جانب وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔﴿2﴾﴿وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''ہلاکت ہے ان کے لیے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے ہیں۔'' ویل عذاب کی شدت اور حسرت کو کہا جاتا ہے۔ان کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے جو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر فروخت کرکے کماتے ہیں۔﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ''تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو جب کہ تمہاری کتاب جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی وہ تازہ بھی ہے اور محفوظ بھی اور تمہیں اس نے بتا بھی دیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنا دین بدل ڈالا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی کردی اور اسے اپنے ہاتھ سے ازخود بنا کر لکھا اور کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے تا کہ اس کے ذریعے دنیا کا تھوڑا سا مال کمالیں۔تمہارے پاس جو علم ہے وہ تمہیں ان سے پوچھنے سے منع کرتا ہے۔واللہ! میں تو نہیں دیکھتا کہ اہل کتاب میں سے کوئی تم سے اس کے بارے میں پوچھتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔'' (بخاری:7363)﴿4﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان یہود علماء کی مذمت کی ہے جو تورات کی آیات کو بدل دیتے تھے لیکن دین اسلام کے آنے کے بعد ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو بدعتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت میں تحریف کرتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:48/1)

﴿ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(80) ﴾

''اورانہوں نے کہا:''جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن''۔کہہ دو:''کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرے گا یا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟''(80)

سوال1: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ﴾ ''اورانہوں نے کہا''جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ آگ ہمیں تھوڑے دن ہی چھوئے گی پھر ہمیں آگ سے نکال لیا جائے گا۔اس عقیدے کی وجہ یہ تھی کہ یہودی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا لاڈلا سمجھتے تھے۔﴿2﴾ یہودی کہتے تھے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور ہم ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن دوزخ میں رہیں گے۔اس لحاظ سے جہنم جانے کی کل مدت سات دن بنتی ہے۔﴿3﴾ ان میں سے کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ہم نے چالیس دن بچھڑے کی عبادت کی ہے اس لئے چالیس دن جہنم میں رہیں گے۔﴿4﴾ آخرت کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہونے کی وجہ سے بچ جائیں گے،انسان کو دنیا میں اپنی فکر کرنے سے،جواب دہی کے احساس سے اور نیک اعمال سے روک دیتا ہے۔

سوال2: یہودی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے باوجود کیوں مطمئن تھے؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کا عقیدہ خراب تھا اس لئے وہ نافرمانیاں کر کے مطمئن رہتے تھے۔﴿2﴾ یہود کے اندر عقیدے کی خرابی کی وجہ سے سرکشی آ گئی تھی۔وہ سمجھتے تھے کہ نافرمانیاں کرنے سے ہمارا کچھ بگڑنے والا نہیں اور کوئی ہمیں پکڑنے والا نہیں۔اس لئے وہ نافرمانیوں پر مطمئن رہتے تھے۔﴿3﴾ یہود نبیوں کی اولاد ہونے کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ ہماری نافرمانیوں پر ہمیں نہیں پکڑا جائے گا۔

سوال3: جو لوگ اس خوش گمانی میں مبتلا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے حقوق محفوظ ہو چکے ہیں، سچی دعوت پر ان کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: ایسے لوگ سچی دعوت کو گوارا نہیں کر سکتے کیونکہ (الف) سچی دعوت ان کو اپنی میٹھی نیند اور میٹھے خواب خراب کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔(ب) سچی دعوت زندگی کے حقائق کو واضح طور پر سامنے لے آتی ہے جس کو وہ لوگ سمجھنا نہیں چاہتے۔لہٰذا وہ ایسی دعوت پر تنقید کرتے ہیں،اس کا مذاق اڑاتے ہیں،اس کے مخالف بن جاتے ہیں اور اس کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اللہ تعالیٰ نے یہود کے دعوت حق پر ایمان نہ لانے کے کون سے اسباب بیان کیے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ علماء کے ایمان نہ لانے کے اسباب: (i) اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر، سمجھ کر جان بوجھ کر بدل ڈالتے ہیں۔ (ii) دورخے (منافق) ہیں۔ (iii) حق کو چھپاتے ہیں۔ (iv) اپنے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب لکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (v) کتاب پر معاوضہ حاصل کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ عوام کے ایمان نہ لانے کے اسباب: (i) کتاب کے بارے میں بے بنیاد امیدیں رکھتے ہیں۔ (ii) کتاب کے بجائے وہم وگمان پر چلتے ہیں۔ (iii) کتاب کا علم نہیں رکھتے۔ ﴿3﴾ مشترکہ سبب: یہ یقین کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی یعنی عقیدے کی خرابی کہ آخرت کا گھر ہمارے لیے ہے۔

سوال5: ﴿قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ﴾ ''کہہ دو کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اے رسول ان سے کہہ دو: ﴿1﴾ کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لے رکھا ہے؟ ایسا ہے تو وہ وعدہ شکنی ہرگز نہ کرے گا۔ ﴿2﴾ کیا تم ایسی بات کہتے ہو جس کی حقیقت سے خود ہی ناواقف ہو؟ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ذمے کوئی بات لگانا سب سے بڑا حرام اور سب سے بڑی برائی ہے۔ کیا رسولوں پر ایمان لاکر ان کی اطاعت نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد لے رکھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو یقیناً یہ وعدہ صاحب وعدہ کی نجات کا باعث بنے گا۔

سوال6: قرآن یہود کی اس غلط فہمی کہ ''جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی مگر چند دن'' کا کیا جواب دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید میں رب العزت نے اس کا جواب دیا ہے کہ جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطاؤں، گناہوں اور نافرمانیوں میں گھر جائے گا وہ دوزخی ہے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔ ﴿2﴾ جو لوگ ایمان لائیں گے، نیک عمل کریں گے، وہ جنتی ہیں اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

سوال7: ﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''یا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسا معاملہ لگاتے ہو جس کا آپ کو علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس دعوت کی صداقت دو میں سے ایک امر پر ہے: ﴿1﴾ یا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے نجات کا عہد لیا ہوگا تب تو ان کا وعدہ درست ہے۔ ﴿2﴾ یا لوگ بہتان لگا رہے ہیں اور یہ عذاب اور رسوائی کے لیے کافی ہے۔ (تفسیر سعدی:129/1)

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (81)﴾

''کیوں نہیں! جس نے برائی کمائی اور اس کے گناہ نے اسے گھیرے میں لے لیا تو وہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والے ہیں۔''(81)

سوال1:﴿ بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّ اَحَاطَتۡ بِہٖ خَطِیۡٓـَٔتُہٗ ﴾'' کیوں نہیں! جس نے برائی کمائی اوراس کے گناہ نے اسے گھیرے میں لے لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سعدی نے کہا:﴿ سَیِّئَۃً ﴾ وہ گناہ ہیں جن پر عذاب کا وعدہ ہے۔(جامع البیان:464/1)﴿2﴾ یہاں اس سے مراد شرک ہے۔ ﴿3﴾ ضحاک نے کہا ہے:﴿ وَّ اَحَاطَتۡ بِہٖ خَطِیۡٓـَٔتُہٗ ﴾ یعنی وہ اپنے گناہوں کے ساتھ مر گیا۔(جامع البیان:461/1)اس کا مطلب یہ ہے کہ برائیوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔انسان اپنی سوچ سے گھرتا ہے۔پہلی بار برائی کرنا مشکل ہوتا ہے مگر شیطان برائی کو دل پسند بنا کر دکھاتا ہے۔اندر ہی اندر سوچیں خراب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر شیطان اگلی برائی کے لئے آمادہ کرتا ہے۔یوں برائیوں کی تزئین سے انسان کے لیے برائیاں کرنا آسان ہو جاتی ہیں۔ایک برائی کرنے سے دوسری برائیوں کے راستے کھل جاتے ہیں جیسے ایک جھوٹ سے کئی جھوٹ کے راستے کھلتے ہیں۔یوں انسان برائیوں کے چکر میں پھنس جاتا ہے۔انسان جب برے کام کرتا ہے تو اس کی دوستی بھی برے لوگوں سے ہوتی ہے۔پھر اگر انسان برائی سے نکلنا چاہتا ہے تو دوست نکلنے نہیں دیتے۔یوں انسان خطا کاری کے چکر میں پھنس جاتا ہے اوراس کی برائیاں اسے گھیر لیتی ہیں۔﴿4﴾ یعنی جس کے گناہوں نے اسے گھیر لیا ہو اور یہ گناہ شرک ہے اس لیے کہ مومن موحد کا گناہ اسے ہر چہار جانب سے احاطہ نہیں کر پاتا۔﴿5﴾ قرآن مجید برائیوں کو انسان کی کمائی کہتا ہے کیونکہ انسان کمانے کے لئے وقت، صلاحیتیں، قوتیں اور مال لگاتا ہے۔زندگی میں انسان جو کام کرتا ہے یہ بھی اس کی کمائی ہے کیونکہ وہ اپنی زندگی کا قیمتی وقت، صلاحیتیں، قوتیں اور مال لگاتا ہے۔پھر اس سے برے کام کرتا ہے تو یہ برائی ہی اس کی کمائی ہے۔

سوال2: انسان خطاؤں کے اس چکر سے کیسے نکل سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان خطاؤں کے اس چکر سے تب نکل سکتا ہے جب وہ برائی سے کراہت محسوس کرے۔﴿2﴾ جب وہ برائی کے نقصان کو شعوری طور پر محسوس کرنے لگے اور یہ تب محسوس کرے گا جب وہ ہر موقع پر سوچے گا اور یہ تبھی ممکن ہے کہ انسان زندگی کے مقصد کو سمجھے، اپنے آنے اور دنیا سے جانے کی حقیقت کو سمجھے، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا علم حاصل کرے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور توبہ کرے۔﴿4﴾ آئندہ کبھی نہ کرنے کا عہد کرے۔﴿5﴾ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہوگا جب صحبت بدل جائے گی۔

سوال3: کیا خطائیں ہلاکت کا سبب بن جاتی ہیں؟

جواب: سیدنا ابو بختری نبی ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''لوگ ہلاک نہیں ہوں گے یہاں تک کہ ان کے گناہ بہت زیادہ ہو جائیں۔''(ابوداؤد:4347) یا اللہ! ہمیں خطاؤں سے بچالے، ہماری مغفرت فرمادے۔(آمین)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:﴿فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''تو وہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شرک ایسا گناہ ہے جو ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کا سبب بنے گا جب کہ اہل توحید جہنم سے نکال لیے جائیں گے۔ اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جہنم میں ہمیشہ کے لیے صرف کافر ومشرک ہی رہیں گے۔ گناہ گار موحدین جہنم سے نکال دیئے جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت سے یہی ثابت ہے۔(تیسیر الرحمٰن:465/1)

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(82)﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، وہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(82)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں گے۔ ﴿2﴾﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ کوئی عمل صالح نہیں ہوسکتا جب تک خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور محمد ﷺ کی اتباع میں نہ ہو۔﴿3﴾ سلف وصالحین کا اجماع ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے اس لیے جن آیتوں میں ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر ہوا ہے وہاں عام کے بعد خاص کا ذکر مقصود ہے۔ اور مقصود عمل صالح کے لیے مزید رغبت دلانا ہے۔ کوئی بھی عمل اسی وقت عمل صالح ہوگا جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں پہلی شرط یہ ہے کہ اس عمل سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔(تیسیر الرحمٰن: 50/1)

سوال2:﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے فرمایا:﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾ نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی برا عمل کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔ اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔(النساء:123,124)

سوال3: اللہ تعالیٰ کے انسان کے بارے میں آخری فیصلے کی بنیاد کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جنت ان لوگوں کے لئے بنائی ہے جو اللہ تعالیٰ کو، اس کے احکامات کو دل سے مان لیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر10

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ(83) ﴾

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور والدین اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے احسان کرو گے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پھر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے ماسوا سب اس عہد سے پھر گئے اور تم منہ موڑنے والے تھے۔''(83)

سوال1: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ احکام ان اصول دین میں سے ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہر شریعت میں دیا، کیونکہ یہ احکام ہر زمان ومکان میں مصالحہ عامہ پر مشتمل ہیں۔ دین میں ان کی حیثیت بنیاد کی سی ہے جو منسوخ نہیں ہوسکتی۔ ﴿2﴾ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان اصولوں پر عمل کرنے کا حکم اس فرمان میں دیا ہے۔ ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پہلو کے ساتھی اور مسافر کے ساتھ اور (ان کے ساتھ) جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا فخر کرنے والا ہو۔(النساء:36) ﴿3﴾ ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ تم سے ہم نے اس وقت عہد لیا تھا جب تم اپنے آباء کی پشت میں ذرے کی طرح تھے۔(البحرالمحیط:455/1)

سوال2: بنی اسرائیل سے میثاق کیوں لیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل کو جب بھی کوئی حکم دیا جاتا تھا وہ نافرمانی کرتے تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کی پابندی کروانے کے لیے ان سے پختہ قسمیں اور معاہدے لیے کیونکہ اس کے بغیر وہ حکم کو قبول نہیں کرتے تھے۔

سوال3: میثاق بنی اسرائیل کی شقیں کون سی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا۔ ﴿2﴾ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ﴿3﴾ رشتے داروں سے حسن سلوک کرنا۔ ﴿4﴾ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ﴿5﴾ مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ﴿6﴾ لوگوں سے بھلی بات کہنا۔ ﴿7﴾ نماز قائم کرنا۔ ﴿8﴾ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ﴿9﴾ اپنے بھائیوں کا خون نہ بہانا۔ ﴿10﴾ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نہ نکالنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:﴿لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا منع ہے۔﴿2﴾ یہ دین کی بنیاد ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس بنیاد کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔﴿3﴾ یہ پہلا حکم، پہلا واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید اور اس کی اطاعت کرنا اور شرک نہ کرنا۔(الاساس:2/1059)﴿4﴾ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق ہے۔

سوال5: انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا پہلا حق کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ نبی ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ بولے: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔پھر فرمایا: جانتے ہو، بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ جب بندے اس کی توحید پر قائم ہوں، شرک سے بے زار ہوں تو ان کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے۔(بخاری:7373)﴿2﴾ رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿ وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(النحل:36) اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں جو رسول بھیجا اسے اپنی توحید سکھانے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ بندوں کو اس کی عبادت کرنے کا حکم دیں۔﴿3﴾﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ یقیناً میرے سوا کوئی معبود نہیں۔پھر تم میری ہی عبادت کرو۔(الانبیاء:25)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق یہی ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

سوال6:﴿وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور والدین سے احسان کرو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے اسی لیے رب العزت نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴾ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔(لقمان:14)﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ پوچھا گیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کی فرماں برداری کرنا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔(مسلم:252)﴿4﴾ والدین کے ساتھ حسن سلوک میں قولی اور فعلی ہر رویہ شامل ہے جسے حسن سلوک کہا جا سکتا ہے۔﴿5﴾ والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے اور کسی چیز کی فرضیت کے ساتھ لازم آتا ہے کہ اس کی ضد ممنوع ہو۔﴿6﴾ حسن سلوک کی دو اضداد ہیں برا سلوک کرنا بڑا جرم ہے اور عدم احسان یعنی حسن سلوک نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنا،دونوں سے روکا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:131/1)والدین کے ساتھ دونوں رویے حرام ہیں۔﴿7﴾جہاں تک اقوال کا تعلق ہے تو فرمایا:﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴾اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔(بنی اسرائیل:23)یعنی انہیں بری بات کہنے یا ان سے اکتاہٹ کا اظہار کرنے کی بھی ممانعت ہے۔﴿8﴾اور قول کریم کا حکم دیا۔﴿9﴾جہاں تک فعلی حسن سلوک کا تعلق ہے تو ان کی خدمت اور ان کے مطالبات کو پورا کرنا،ان کی ضرورت کے موقع پر ان پر استطاعت کے مطابق خرچ کرنا اور نرمی کا برتاؤ رکھنا اور کلام میں بھی نرمی اختیار کرنا شامل ہے۔(تفسیر منیر:66/3)﴿10﴾والدین کے ساتھ حسن سلوک میں ان کے ساتھ حسن معاشرت،ان کے لیے تواضع،ان کے حکم کی اطاعت،ان کی موت کے بعد ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔(تفسیر منیر:230/1)

سوال7:﴿وَّذِي الْقُرْبٰى﴾''اور رشتے داروں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رشتہ دار خواہ دور کے ہوں یا قریب کے ان کے ساتھ قول وفعل کے ذریعے سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کا عہد لیا گیا اور اپنے قول وفعل کے ساتھ ان کے ساتھ قطع رحمی نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔(الرحمٰن:60)

سوال8:انسانی معاملات میں کون سا برتاؤ درست ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کا انسان سے واسطہ پڑے تو انصاف اور خیر خواہی کے مطابق کیا گیا برتاؤ ہی درست ہے۔﴿2﴾قرآن مجید میں گیارہ جگہ رشتہ داروں کے حقوق کا تذکرہ ملتا ہے۔﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾اور رشتے دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور تم بے جا خرچ نہ کرو،بے جا خرچ کرنا۔(بنی اسرائیل:26)﴿4﴾حسن اور فطر نے نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً بیان کیا،فرمایا کہ ''کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کیا جا رہا ہو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔''(بخاری:5991)﴿5﴾سیدنا سلیمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مسکین کو صدقہ دینا صدقہ دینا اور رشتہ دار کو(صدقہ دینا)دو نیکیاں ہیں۔صدقہ بھی اور صلہ رحمی بھی۔(ابن ماجہ:1844)

سوال9:رشتے داروں سے حسن سلوک کرتے ہوئے کن چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

جواب:﴿1﴾حسن سلوک اللہ تعالیٰ کی رضا کے تحت ہو۔﴿2﴾بدلے کی توقع نہ ہو۔﴿3﴾حسن سلوک کے بعد بھی زیادتی ہو تو برداشت کرنا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال10: رشتہ داری کیسے جڑتی اور کیسے ٹوٹتی ہے؟

جواب: رشتہ داری حسن سلوک اور رشتے کا احساس کرنے سے جڑتی ہے جب کہ ملاقات نہ کرنے، بدگمانیاں پالنے، رشتے کی حفاظت نہ کرنے سے، اس کا احساس نہ کرنے سے اور خوشیوں اور غموں میں شریک نہ ہونے سے رشتہ داری ٹوٹ جاتی ہے۔

سوال11: ﴿وَالْيَتٰمٰى﴾ ''اور یتیموں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یتیم وہ ہے جو کم سنی میں باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہوجائے۔ ﴿2﴾ یتیم کے لیے اس کے آباء میں سے کوئی کمانے والا نہیں ہوتا۔ ﴿3﴾ یتیم کے ساتھ احسان حسن تربیت ہے اور اس کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔ کتاب وسنت میں ان کے ساتھ نرمی، ان کی کفالت کی ترغیب اور ان کے مال کی حفاظت کے بارے میں کثیر وصیتیں ہیں۔ (تفسیر منیر:231/1) ﴿4﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے'' اور آپ ﷺ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔ (بخاری:6005)

سوال12: ﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ ''اور مسکینوں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مساکین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ مسکین وہ محتاج اور تنگ دست ہے جس کے پاس اتنا نہ ہو کہ اپنے بیوی بچوں کا خرچ اٹھالے۔ ﴿2﴾ صفوان بن سلیم تابعی اس حدیث کو مرسلاً روایت کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔'' (بخاری:6006)

سوال13: یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک انسان کے لیے امتحان کیوں بن جاتا ہے؟

جواب: کمزور اور محروم افراد کے ساتھ حسن سلوک کے لیے کوئی اضافی محرک نہیں ہے جب کہ طاقت ور کا قوی ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ لوگ اس کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ کمزور آدمی کے ساتھ صرف وہ انسان حسن سلوک کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایسا کر رہا ہو۔

سوال14: حسن سلوک کا شعور کب اور کیسے دب جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب انسان کا معاملہ کسی کمزور انسان سے ہوتا ہے تو حسن سلوک کا شعور دب جاتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ انسان کمزور انسان کو مدد دیتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا محسوس کرنے لگتا ہے اور اس وجہ سے کمزور انسان کی عزت نفس کا خیال رکھنے میں یہ احساس رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ﴿2﴾ جب کسی کمزور انسان کی طرف سے نیازمندی کا اظہار نہیں ہوتا تو اسے نااہل سمجھ لیا جاتا ہے اور انسان ایسے کمزور افراد سے جان چھڑانے کے لیے غیر شریفانہ رویہ اختیار کرلیتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال15:﴿وَقُوْلُوْالِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ ''اورلوگوں سے اچھی بات کہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اچھی بات کہنے کا حکم دیا ہے یعنی جولا الٰہ الاّ اللہ نہ کہے اسے اس کی ترغیب دلا ناحتیٰ کہ وہ اسی طرح کہے جیسے اسے کہلوایا جائے یہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہے۔(جامع البیان:533/1)﴿2﴾ قول حسن میں لوگون کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا آتا ہے ۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:لوگوں سے بھلی بات کرو یعنی انہیں نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔(جامع البیان:472/1)﴿3﴾ حسن عام اسم ہے جو خیر کے معانی کا جامع ہے۔اس میں کلام میں نرمی ،ادب جمیل ،خلق کریم وغیرہ آجاتے ہیں ۔(صفوۃ التفاسیر:65/1)﴿4﴾ سیدنا طلحہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امام تفسیر وحدیث عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کے پاس فاسد عقیدے والے لوگ بھی جمع رہتے ہیں۔مگر میرے مزاج میں تیزی ہے،میرے پاس ایسے لوگ آتے ہیں تو میں ان کو سخت باتیں کہہ دیتا ہوں،سیدنا عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ایسا نہ کیا کرو، کیونکہ حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ ﴿قُوْلُوْالِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ اس میں تو یہودی ونصرانی بھی داخل ہیں،مسلمان خواہ کیسا ہی ہو وہ کیوں نہ داخل ہوگا۔(قرطبی) ﴿5﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہ جانو چاہے نیکی یہی ہو کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ مسکراتے چہرے کے ساتھ ملو۔(صحیح مسلم :6690)﴿6﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ گالی دیتے تھے،نہ بدگو تھے اور نہ بدخو تھے اور نہ لعنت ملامت کرتے تھے۔اگر ہم میں سے کسی پر ناراض ہوتے تو اتنا فرماتے:''اسے کیا ہوگیا ہے،اس کی پیشانی میں خاک لگے۔''(بخاری:6031)﴿7﴾ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور چہرے سے اعراض وناگواری کا اظہار کیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور چہرے سے اعراض وناگواری کا اظہار کیا۔شعبہ نے بیان کیا کہ دومرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنم سے پناہ مانگنے کے سلسلے میں مجھے کوئی شک نہیں ہے۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ''جہنم سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی (کسی کو) صدقہ کرکے ہو سکے اور اگر کسی کو یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کرکے ہی۔''(بخاری:6023) ﴿8﴾ قول حسن میں لوگوں کو علم سکھانا،ان میں سلام پھیلانا،خندہ پیشانی اور بشاشت کا اظہار کرنا اور دیگر تمام اچھی باتیں آجاتی ہیں ۔﴿9﴾ قول حسن کے ضمن میں لوگوں سے برا کلام کرنے اور بری گفتگو کی ممانعت بھی آجاتی ہے۔حتیٰ کہ رب العزت نے کافروں سے بھی برا کلام کرنے سے روکا ہے۔﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۡ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ اور تم اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز میں سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہہ دو کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا۔اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں۔(العنکبوت:46)﴿10﴾ انسانی آداب میں سے،جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دی ہے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے اقوال اور افعال میں پاکیزہ رہے،فحش گوئی اور بے ہودہ باتوں سے اجتناب کرے۔گالی گلوچ اور سب وشتم کرنے اور لڑائی جھگڑے سے باز رہے بلکہ اس کے برعکس حسن خلق ،بے پایاں حلم، ہر ایک کے ساتھ اچھے سلوک اور مخلوق کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایذارسانی پرصبر کا مظاہرہ کرے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور ثواب کی امید پر کرے۔(تفسیر سعدی:131,132/1)

سوال16: اچھی بات کہنے کے لیے مطلوبہ رویئے کون سے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ بردباری اختیار کرنا۔ ﴿2﴾ درگزر کرنا۔ ﴿3﴾ معاف کرنا اور درگزر کرنا۔ ﴿4﴾ کسی چیز کو حقیر نہ سمجھنا۔ ﴿5﴾ مسکرا کر محبت و پیار اور نرمی سے باتیں کرنا۔

سوال17: ﴿وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے نماز قائم کرنے کا عہد لیا تھا۔ ﴿2﴾ اقامت صلوٰۃ سے مراد وقت کی پابندی، وضو کی تکمیل، ارکان کے اعتدال، ترتیل قرأت، خشوع وخضوع، توجہ قائم کر کے دل لگا کر نماز پڑھنا ہے۔ ﴿3﴾ اقامت صلوٰۃ میں حضور قلب اور اپنے قول وفعل میں کامل تدبر بھی ضروری ہے۔ ﴿4﴾ نماز میں معبود کے لیے اخلاص ہے۔ ﴿5﴾ نماز دین کا ستون، تقویٰ کا راستہ، اللہ تعالیٰ سے تعلق کا جوڑنا، فضیلت کا راستہ اور رزائل سے دوری ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے سلطان کے مطابق اخلاص اور کامل خشوع کی شرط ہے ۔(تفسیر منیر:232/1)

سوال18: ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل کے دور میں نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں پر زکوٰۃ فرض ٹھہرائی تھی اور یہ محمد ﷺ سے پہلے ان کا طریقہ تھا۔ ان کے مالوں کی زکوٰۃ قربانی تھی جسے آسمانی آگ آ کر کھا لیتی تھی اور یہ قبولیت کی نشانی تھی اور جس کو آگ نہیں کھاتی تھی وہ عدم قبولیت کی دلیل تھی۔(جامع البیان:554/1)

سوال19: ﴿ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''پھر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے ماسوا سب اس عہد سے پھر گئے اور تم منہ موڑنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے عہد ومیثاق کے بعد کیا ہونا چاہیے تھا اور کیا ہوا؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھ کر قبول کرتے کہ ان باتوں کا حکم دے کر اس نے اپنا فضل کیا مگر ہوا کیا؟ ﴿2﴾ ﴿تَوَلَّيْتُمْ﴾: تم نے پیٹھ پھیر لی کہ تمہیں ان احکامات سے نہ رغبت تھی نہ ان کی طرف لوٹنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں انہوں نے سب احکامات چھوڑ دیے۔ ﴿4﴾ ﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ﴾ چند لوگ ان میں سے ایسے بھی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور انہیں ثبات عطا فرمایا۔ ﴿5﴾ ﴿وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''اور تم منہ موڑنے والے تھے'' بنی اسرائیل نے قصداً اور عمداً اعراض کیا حالانکہ وہ جانتے تھے اور انہیں یاد تھا۔(الاساس:176/1)

سوال20: شریعت کے بنیادی احکامات کی پابندی کو اکثر لوگ نظر انداز کیوں کر دیتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کیونکہ شریعت کے بنیادی احکامات جہالت کی زندگی کو چھوڑنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ انسان کی خواہشات نفس سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ٹکراتے ہیں۔﴿3﴾وہ انسان کی دنیادارانہ سیاست پر پابندی لگاتے ہیں۔

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ(84)﴾

''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود اس پر گواہی دیتے ہو۔''(84)

سوال1:﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ﴾''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت اور آگے آنے والی آیات میں ان یہودیوں سے خطاب ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مدینہ میں تھے۔ ﴿2﴾یہودی جاہلی تعصّبات کی وجہ سے گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔﴿3﴾مدینہ کے انصار کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے وہ مشرک تھے۔دور جاہلیت میں ان کے درمیان جنگ وجدال جاری رہتا تھا۔﴿4﴾یہودیوں کے تین قبائل بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع مدینہ میں آکر آباد ہوگئے اور انہوں نے ان میں سے ہر قبیلہ کے ساتھ دفاعی معاہدہ کر رکھا تھا۔ ﴿5﴾جب کبھی اوس اور خزرج کے درمیان جنگ ہوتی تو ہر قبیلہ کا حلیف یہودی قبیلہ اپنے دوستوں کا ساتھ دیتا تھا اور اپنے حلیف انصاری قبیلے کے ساتھ مل کر اس کے انصاری قبیلے کے خلاف اس کی مدد کرتا جس کی مدد دوسرا یہودی قبیلہ کر رہا ہوتا تھا۔اس طرح یہودی قبیلے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے،جلاوطن کرتے ،ایک دوسرے کا مال لوٹ لیتے تھے پھر جب جنگ بندی ہوتی تو جنگ کے فریقین ایک دوسرے کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھوڑتے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر کے قیدی چھڑوا رہے ہیں۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ نے یہود مدینہ کو میثاق یاد دلایا ہے۔

سوال2:﴿لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ﴾''کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: میثاق بنی اسرائیل کی دوشقوں کا بیان ہے کہ تم ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اور اپنے لوگوں کو گھروں سے نہیں نکالو گے۔

سوال3:﴿ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ﴾''پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود اس پر گواہی دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ رب العزت نے فرمایا:تم نے اس کا اقرار کیا اور تم اس کے گواہ بنے۔﴿2﴾ہر معاہدے میں دو فریق ہوتے ہیں۔ایک فریق معاہدہ لیتا ہے اور دوسرا معاہدہ کرتا ہے۔اس پر قول وقرار بھی ہوتا ہے اور گواہیاں بھی۔جب اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تو انہوں نے اس کا اقرار کیا اور اس پر گواہ بنے۔

﴿ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ(85)﴾

''پھر تم تو وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنوں میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، گناہ اور زیادتی میں ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو، اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو تم ان کا فدیہ دیتے ہو حالانکہ انہیں نکالنا تم پر حرام کیا گیا تھا تو کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصے کا کفر کرتے ہو؟ تو جو تم میں سے ایسا کرتا ہے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے ماسوا اس کی اور کیا جزا ہو سکتی ہے؟ اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں گے اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے۔''(85)

سوال1: ﴿ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ﴾ ''پھر تم تو وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنوں میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہود مدینہ کو مخاطب کیا تھا کہ تم پر تو یہ فرض کیا گیا تھا کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے اور نہ اپنوں کو گھروں سے نکالو گے اور تم ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، ایک دوسرے کو گھروں سے نکالتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے دونوں احکامات کی صریحاً خلاف ورزی کیسا ایمان اور کیسا طرز عمل ہے؟

سوال2: ﴿تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ''گناہ اور زیادتی میں ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے یہود کے طرز عمل کو واضح کیا کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ کتنے مخلص ہیں۔ گناہ اور ظلم کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ مدد کبھی قتل کی صورت میں، کبھی گھر بار اور کاروبار لوٹنے کی صورت میں سامنے آتی تھی۔

سوال3: ﴿وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ﴾ ''اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو تم ان کا فدیہ دیتے ہو حالانکہ انہیں نکالنا تم پر حرام کیا گیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے فرمایا قتل وغارت گری، لوٹ مار کے بعد جنگ ختم ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے کے جو لوگ جنگی قیدی بناتے ہو ان کو فدیہ دے کر آزاد کرواتے ہو حالانکہ ان کو گھروں سے نکالنا تم پر حرام تھا۔

سوال4: ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ ''تو کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصے کا کفر کرتے ہو'' یہود کتاب کے ایک حصے پر ایمان لا کر دوسرے سے کفر کیسے کرتے تھے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾یہود کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لاتے تھے یعنی کچھ احکامات پر عمل کرتے تھے اور کچھ حصوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔مثلاً قتل،ایک دوسرے کو گھروں سے نکالنا اور ایک دوسرے کے خلاف مدد کرنا ان کی شریعت میں حرام تھا۔ان کاموں کا انہوں نے کھلے عام ارتکاب کیا اور فدیہ دے کر چھڑوا لینے کے حکم پر عمل کیا حالانکہ اگر وہ پہلے احکامات کو مانتے تو فدیہ دے کر چھڑانے کی نوبت ہی نہ آتی۔
﴿2﴾ایمان اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کیا جائے اور جس سے اس نے رکنے کا حکم دیا ہو اس سے رکا جائے۔
﴿3﴾حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہود کے اسی خبث باطن کی وجہ سے کہ تورات کا جو حکم اپنی خواہش کے مطابق پایا بیان کیا اور جسے چاہا چھپا دیا،تورات اور اس میں موجود احکام اور رسول اللہ ﷺ کی صفات آپ ﷺ کی بعثت اور ہجرت سے متعلق خبروں کے بارے میں ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ (تیسیر الرحمٰن:52/1)

سوال5:﴿فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾''تو جو تم میں سے ایسا کرتا ہے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے ماسوا اس کی اور کیا جزا ہو سکتی ہے؟اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے شریعت کے کسی حکم پر ایمان لانے اور کسی سے کفر کرنے کی یہودیوں کو سزا دی،انہیں رسوا کیا گیا،ان میں سے کسی کو قتل کیا گیا،کسی کو غلام بنایا گیا،کسی کو جلاوطن کیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو غلبہ عطا فرمایا جو ان کے لیے دنیا میں رسوائی تھی۔وہ اپنی نوآبادیوں سے محروم ہوئے،ان کے نخلستان چھن گئے،بستیاں نذر آتش کر دی گئیں اور قیامت کے دن کا عذاب دنیا کے عذاب سے بڑھ کر ہوگا۔

سوال6:شریعت کے کسی حکم کو مان لینے اور کسی کو نظر انداز کرنے کی کیا سزا ہے؟

جواب:اس کی سزا دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب ہے۔

سوال7:آج مسلمانوں کی دنیا میں ذلت اور رسوائی کا سبب کیا ہے؟

جواب:آج مسلمانوں کی دنیا میں ذلت اور رسوائی کا سبب اللہ تعالیٰ کے کچھ احکامات کو مان لینا اور کچھ پر عمل کرنا چھوڑ دینا ہے۔

سوال8:اللہ تعالیٰ کے یہاں کون سا عمل قابل قبول ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ عمل قابل قبول ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کی جائے۔

سوال9:﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾سے کیسے شعور کو بیدار کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾''اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'' کہہ کر انسان کو بیدار کیا گیا ہے کہ تمہارے اعمال اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ہیں۔اس لئے ان کی جواب دہی اور انجام سے نہیں بچ سکتے۔﴿2﴾انسان کو جب یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کا کام کسی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مشاہدے میں ہے تو وہ اپنے کام کے بارے میں محتاط ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو محتاط اور اس کے شعور کو بیدار کیا ہے۔

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ(86) ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی ہے،سو نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی وہ مدد دیئے جائیں گے۔''(86)

سوال1: ﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی ہے'' آخرت بیچ کر دنیا خریدنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان دنیا کے فائدوں کی خاطر آخرت کو داؤ پر لگا دے۔﴿2﴾ انسان آخرت کے لیے نہیں،دنیا کے لیے اپنا سب کچھ لگا دے۔﴿3﴾ یہود نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دی تھی۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا ترک کر کے اپنی خواہشات کا دین اپنایا تھا۔یہی آخرت کو بیچنا اور دنیا کو خریدنا ہے۔﴿4﴾ انہوں نے دنیا کے قلیل کو آخرت کے کثیر پر ترجیح دی۔(الدرالمنثور:167/1)

سوال2: ﴿ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴾ ''سو نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی وہ مدد دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان پر عذاب کی شدت ہمیشہ رہے گی،کبھی ہلکا نہیں کیا جائے گا۔﴿2﴾ ان سے عذاب کو کبھی ہٹایا نہیں جائے گا۔ہمیشہ ان پر مسلط رہے گا۔ایک گھڑی بھی عذاب کے بغیر نہ گزاریں گے۔

رکوع نمبر11

﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ(87) ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد ہم نے پے در پے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانیاں دیں اور روح پاک سے اس کی مدد کی،تو کیا جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول اس چیز کے ساتھ آیا جو تمہارے دل نہیں چاہتے تھے،تم نے تکبر کیا چنانچہ کسی گروہ کو تم نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا۔''(87)

سوال1: ﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً موسیٰ کو کتاب دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔﴿2﴾ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب مقدس تورات عطا کی۔(تفسیر قاسمی:186/1)﴿3﴾ ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ‌ ؕ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾ ﴾ یقیناً ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء، اللہ والے اور علماء ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے۔ اس لیے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا۔ اور وہ اس پر گواہ بھی تھے۔ چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ (المائدہ:44)

سوال2: ﴿ **وَقَفَّيۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ بِالرُّسُلِ** ﴾ ''اور اس کے بعد ہم نے پے در پے بہت سے رسول بھیجے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے پے در پے رسول بھیجے جو تورات کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا‌ ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوۡلُهَا كَذَّبُوۡهُ فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ بَعۡضًا وَّجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ‌ ۚ فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۴﴾ ﴾ پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انہوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو اس قوم کے لیے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (المومنون:44)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد کون کون سے پیغمبر بھیجے؟

جواب: قرآن حکیم میں جن پیغمبروں کے نام آئے ہیں، ان میں سیدنا ہارون علیہ السلام، سیدنا ذوالکفل علیہ السلام، سیدنا الیاس علیہ السلام، سیدنا الیسع علیہ السلام، سیدنا داؤد علیہ السلام، سیدنا سلیمان علیہ السلام، سیدنا زکریا علیہ السلام، سیدنا یونس علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام وغیرہ شامل ہیں۔

سوال4: ﴿ **وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ** ﴾ ''اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانیاں دیں'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کن روشن نشانیوں کے ساتھ بھیجا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پے در پے پیغمبر بھیجے حتیٰ کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا اور انہیں واضح نشانیاں عطا کیں۔ ﴿2﴾ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے۔ مٹی کا پتلا بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جاتا۔ وہ یہ بتا دیتے تھے کہ کیا کھا کر آئے ہو اور کیا ذخیرہ کر کے آئے ہو۔ ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَرَسُوۡلًا اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ اَنِّىۡ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ۙ اَنِّىۡۤ اَخۡلُقُ لَـكُمۡ مِّنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـئَةِ الطَّيۡرِ فَاَنۡفُخُ فِيۡهِ فَيَكُوۡنُ طَيۡرًا بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ ۚ وَاُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡىِ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ ۚ وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ‌ ۙ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾ اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا'' بلاشبہ میں یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں کہ میں یقیناً تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذخیرہ کرتے ہو بلاشبہ اس میں یقیناً تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔(آل عمران:49)

سوال5:﴿وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ ''اور روح پاک سے اس کی مدد کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔القدس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو درست قرار دیا ہے۔روح القدس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔(فتح البیان،ابن کثیر)﴿2﴾ روح القدس سے مراد وہ ایمان ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قوت اور استقامت عطا کرتا ہے(تفسیر سعدی:134/1)﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: روح القدس سے مراد وہ نام ہیں جن سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔﴿4﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ روح جو سیدنا مریم علیہ السلام کے بیٹے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا کیا۔﴿5﴾ مجاہد نے کہا کہ قدس اللہ تعالیٰ ہیں۔(ابن ابی حاتم)﴿6﴾ علم وحی الٰہی۔﴿7﴾﴿اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾: اسماعیل بن ابی خالد نے کہا: سیدنا جبریل علیہ السلام نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی۔(الدر المنثور:167/1)

سوال6: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی روح پاک سے کیسے مدد کی گئی؟

جواب:﴿1﴾ ان کو انجیل عطا کی گئی۔﴿2﴾ ان کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا۔

سوال7:﴿اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ﴾ ''تو کیا جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول اس چیز کے ساتھ آیا جو تمہارے دل نہیں چاہتے تھے،تم نے تکبر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کبھی رسول تمہارے پاس وہ چیز لائے جس کو تمہارا دل نہیں چاہتا تھا تو تم نے تکبر کیا۔﴿2﴾ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تو عناد اور انکار تمہاری طبیعت کا خاصہ ہے۔(تفسیر مراغی:94/1)﴿3﴾ جو ان کے دل نہیں چاہتے تھے وہ ایمان تھا۔﴿4﴾ جو دل چاہتا تھا وہ شہوات تھیں۔(المحرر الوجیز:177/1)﴿5﴾﴿اسْتَكْبَرْتُمْ﴾: تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آیا اس پر ایمان لانے اور اس کی اتباع کرنے سے تکبر کیا۔(ابی سعود:236/1)

سوال8: بنی اسرائیل کا رسولوں کے ساتھ رویہ کیسا تھا؟

جواب: جب بھی کوئی رسول ان کی خواہشات نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر آیا تو انہوں نے ﴿1﴾ اس کے مقابلے میں سرکشی کی۔﴿2﴾ رسولوں کو جھٹلایا۔﴿3﴾ رسولوں میں سے کسی کو قتل کر ڈالا۔

سوال9: بنی اسرائیل کے اس رویئے کی وجہ کیا تھی؟

جواب: اس لئے کہ رسولوں کی تعلیمات ان کی نفسانی خواہشات سے ٹکراتی تھیں۔

سوال10: رسولوں کی لائی ہوئی تعلیمات انسان کی خواہشات نفس کے خلاف کیوں ہوتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ رسولوں کی لائی ہوئی تعلیمات خواہشات کے خلاف اور فطرت کے مطابق ہوتی ہیں۔﴿2﴾ خواہشات نفس شیطان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اکساہٹ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔اس لئے وہ فطرت کے خلاف اور رسولوں کے لائے ہوئے سچے دین کے خلاف ہوتی ہیں۔

سوال11: یہود کا تورات کے ساتھ کیسا رویہ تھا؟

جواب: یہود تورات کی اپنے پاس موجودگی کو اپنے لیے عظمت اور کامیابی کی علامت سمجھتے تھے مگر اس سے راہ نمائی لینا انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔

سوال12: آج مسلمانوں کا قرآن سے کیسا تعلق ہے؟

جواب: مسلمان بھی قرآن حکیم کی اپنے پاس موجودگی کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں مگر انہوں نے اسے راہ نما کتاب کے مقام سے ہٹا دیا ہے۔

سوال13: ﴿فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۗ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ ''چنانچہ کسی گروہ کو تم نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ﴾ جن پیغمبروں کو یہود نے جھٹلایا وہ محمد ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔(الوسیط :121/1) ﴿2﴾ ﴿وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ جن کو یہود نے قتل کیا وہ یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام وغیرہ ہیں۔ ﴿3﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر کی یہودن، بکری کا گوشت زہر آلودہ کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ لے کر آئی۔رسول اللہ ﷺ نے ایک دست میں سے اٹھایا اور کھانا شروع کیا اور چند صحابہ نے بھی کھانا شروع کیا، جب کچھ کھا لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھانے پر سے ہاتھ اٹھا لو اور یہودن کو بلانے کو آدمی بھیجا، جب وہ آئی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تو نے اس کے گوشت میں زہر ملایا ہے؟ اس نے پوچھا آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بکری کے اس ہاتھ نے خبر دی جو میرے ہاتھ میں ہے۔اس نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے یہ فعل اس وجہ سے کیا کہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو آپ کو کچھ نہیں ہوگا اور اگر نہیں ہیں تو ہم آرام سے ہو جائیں گے اور جس جس نے گوشت کھایا تھا وہ وفات پا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس زہر کو نکالنے کے لئے شانے سے خون نکلوایا۔(تفسیر مظہری:129/1)

﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ(88)﴾

''اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی لہٰذا کم ہی ہے جس پر وہ ایمان لاتے ہیں۔''(88)

سوال1: ﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہود نبی ﷺ سے یہ کہتے تھے کہ ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں یعنی ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿2﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اب دل میں کوئی نئی بات داخل نہیں ہو سکتی۔اب تک جو سوچ اور جو عمل ہے اسی پر قائم رہیں گے۔ ﴿3﴾ یہود یہ سمجھتے تھے کہ ان کا عقیدہ پختہ ہے۔اس لئے کوئی ہمیں کچھ بھی کہے ہم پر اس کی بات کا اثر نہیں ہوگا حالانکہ جس عقیدے کی غلطی ثابت ہو چکی تھی، اب اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر جم جانا جاہلانہ تعصب تھا۔انسان اگر تعصب کوعقیدے کی پختگی کا نام دے تو یہ خوبی نہیں ہے۔﴿4﴾ یہ اسرائیلی مفکر کہتے ہیں کہ ہماری مقدس کتابیں اوران سے حاصل شدہ علم ہمارے دلوں کا محافظ ہے۔اس نے غلاف کی طرح ہمارے دلوں کو لپیٹ رکھا ہے اور وہ کوئی غیر ضروری چیز اس میں داخل نہیں ہونے دیتا۔یعنی یہ خود اپنی زبان سے تسلیم کررہے ہیں کہ اپنی مسخ شدہ کتابوں میں سے اپنے مطلب کی باتیں انہوں نے یادکرلی ہیں جوان کے دلوں پر مہر کی طرح ثبت ہوگئی ہیں۔اب سب دروازے اصلاح اورراستی کے ان پران کی اپنی بدبختی کے باعث بند ہوگئے ہیں اور یہ کم ہی ایمان لائیں گے۔(تعارف الفرقان:125,126/1)﴿5﴾ یہودی کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں اس لئے تمہاری بات سمجھ نہیں سکتے۔﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ یہود نے کہا، ہمارے دل علم کے مخزن ہیں یہ پہلے سے ہی علم ومعرفت سے بھرے ہوئے ہیں، اب ان میں علم محمد کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سوال2:﴿بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی لہٰذا کم ہی ہے جس پر وہ ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید کی اور کہا کہ ایسی بات نہیں کہ ان کے دل قبول حق کی صلاحیت نہیں رکھتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر وعناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر لعنت بھیج دی ہے، اوران پر مہر لگادی ہے اسی لئے ان کا حال یہ ہے کہ تورات کے بہت ہی تھوڑے احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:53/1)﴿2﴾ یہودی اپنے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور، ملعون اور دھتکارے ہوئے ہیں اس لئے کم ہی ایمان لائیں گے یعنی ان کا کفر زیادہ ہے۔﴿3﴾ عبدالرزاق اور ابن جریر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ان میں سے کم ہی ایمان لائیں گے۔(الدالمنثور:169/1)﴿4﴾ واقدی فرماتے ہیں: معنی یہ ہیں کہ نہ قلیل ایمان لاتے ہیں نہ کثیر، یعنی بالکل ایمان نہیں لاتے۔(تفسیر مظہری:130/1)

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ(89)﴾

''اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس ایک کتاب آگئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب وہ چیز ان کے پاس آگئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، کفر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''(89)

سوال1:﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس ایک کتاب آگئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾یہود کے پاس آنے والی اس کتاب کا ذکر کیا گیا ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی یعنی قرآن حکیم۔﴿2﴾﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ﴾ یعنی توحید اور اصول دین کی موافقت کرتا ہے۔(تفسیر مراغی:95/1)﴿3﴾قرآن مجید کے احکامات اور پچھلی آسمانی کتابوں کے احکامات ایک ہی چشمے سے ہیں،اس لئے یہ کتاب پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔

سوال2:﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾''حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾دور جاہلیت میں جب کبھی ان کے اور مشرکوں کے درمیان جنگ ہوتی تو وہ یہ دعا کرتے تھے:اے اللہ!اس نبی کے ذریعے ہماری مدد فرما اور وہ مشرکین کو ڈرایا کرتے تھے کہ اس نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔وہ اس نبی کے ساتھ مل کر مشرکوں کے خلاف جنگ کریں گے۔(تفسیر سعدی:135/1)﴿2﴾اس سے مراد یہود کی دعائیں ہیں جو وہ مشرکین سے شکست کھانے پر مانگا کرتے تھے۔یہود یہ دعائیں کرتے تھے کہ یا اللہ! آخری نبی ﷺ کو جلدی بھیج دیجیے تا کہ اس کا ساتھ دے کر ہم مشرکین پر غلبہ حاصل کر سکیں۔

سوال3:﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾''پھر جب وہ چیز ان کے پاس آ گئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہود نے محمد ﷺ کو پہچان لیا تھا۔عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کے واقعہ میں یہودیوں کو خطاب کر کے کہا تھا کہ اے قوم یہود،اللہ تعالیٰ سے ڈرو،اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں،تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور دین حق لے کر آئے ہیں۔(بخاری:3911)﴿2﴾سہل سے روایت ہے جو خُثَیْمہ کے غلام تھے کہ میں یتیمی کی حالت میں اپنے چچا کی پرورش میں تھا(یہ لوگ عیسائی تھے)۔ایک روز میں نے انجیل اٹھائی اور پڑھنے لگا۔پڑھتے پڑھتے میں ایک صفحے پر پہنچا جو گوند سے اگلے صفحے کے ساتھ چپکا دیا گیا تھا،میں نے اس صفحے کو دوسرے سے الگ کر کے کھول ڈالا۔اس صفحے پر نبی ﷺ کا حلیہ اور صفات لکھی ہوئی تھیں۔اس وقت میرے چچا آ گئے۔جب انہوں نے مجھے انجیل کا وہ صفحہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو مجھے مارا اور کہنے لگے:''یہ کیا حرکت ہے!تم نے یہ ورق کھول کر کیوں پڑھا؟'' میں نے کہا:''اس میں تو نبی احمد ﷺ کا حلیہ اور صفات لکھی ہوئی ہیں۔''انہوں نے جواب دیا:''اب وہ نبی ظاہر ہونے والا نہیں ہے۔''(سیرت حلبیہ:32/1)﴿3﴾نعمان سبائی یمن کے یہودی عالموں میں سے تھے،وہ کہتے ہیں:جب میں نے نبی ﷺ کے ظہور کا چرچا سنا تو میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے بہت سی باتوں کے بارے میں سوالات کیے(جن کے جوابات سن کر مجھے آپ ﷺ کی سچائی کا یقین ہو گیا)آخر اس کے بعد میں نے عرض کیا:''میرے والد جب(تورات کا)ایک سفر یعنی باب ختم کیا کرتے تھے تو یہ کہا کرتے تھے کہ تم اس باب کو یہودیوں کے سامنے اس وقت تک مت پڑھنا جب تک کہ تم یہ نہ سن لو کہ ایک نبی یثرب میں ظاہر ہو گیا ہے۔جب تم یہ خبر سن لو تو پھر اس کو کھول سکتے ہو۔''چنانچہ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:''میں نے آپ ﷺ کے متعلق سنا تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں نے وہ سفر کھولا۔میں نے دیکھا کہ اس میں آپ ﷺ کی وہ تمام صفتیں لکھی ہوئی تھیں جو میں اس وقت آپ ﷺ میں دیکھ رہا ہوں۔پھر اس میں یہ سب تفصیلات تھیں کہ آپ ﷺ کن چیزوں کو حلال قرار دیں گے اور کن چیزوں کو حرام قرار دیں گے۔اس کے بعد اس میں یہ لکھا تھا کہ آپ ﷺ سب سے بہترین نبی ہیں اور آپ ﷺ کی امت سب امتوں سے بہترین امت ہے۔یہ کہ آپ ﷺ کا نام احمد ہے اور آپ ﷺ کی امت حماد ہوگی یعنی تنہائی میں اور کھلے عام ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے والی ہوگی۔ان کی نذر ونیاز خود ان کی جانیں ہوں گی یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کے لیے وہ لوگ جہاد میں اپنی جانوں کی سوغات پیش کریں گے۔یہ کہ ان کی کتاب یعنی قرآن پاک ان کے سینوں میں محفوظ ہوگا یعنی اپنی کتاب کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔وہ جب بھی کسی لڑائی میں شریک ہوں گے تو جبرائیل علیہ السلام ان کے ساتھ ہوں گے جو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ان پر سایہ کیے رکھیں گے جیسے پرندہ اپنے بچوں پر چھایا رہتا ہے۔'' (پھر سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) مجھ سے میرے باپ نے کہا تھا کہ جب بھی تم اس نبی کے متعلق خبر سنو تو فوراً ان کے پاس حاضر ہونا، ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا۔'' یہ واقعہ سن کر آپ ﷺ نے چاہا کہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس واقعے کو سنیں۔چنانچہ ایک روز آپ ﷺ نے سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا: ''اے نعمان رضی اللہ عنہ! ہمیں وہ واقعہ پھر سناؤ۔'' چنانچہ نعمان رضی اللہ عنہ نے پورا واقعہ شروع سے آخر تک سنایا۔جب نعمان رضی اللہ عنہ یہ واقعہ سنا رہے تھے تو اس وقت آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ تھی۔(واقعہ سن لینے کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' (سیرت حلبیہ: 37,38)

﴿4﴾ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کعب بن اشرف رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا اور ہجویہ اشعار کہتا اور قریش کو ورغلاتا۔مکہ میں ابوسفیان نے اس سے پوچھا: خدارا بتایئے! کیا ہمارا دین اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے یا محمد ﷺ اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دین؟ آپ کے نزدیک ہم میں سے کون بہتر، ہدایت یافتہ اور حق وصداقت کے زیادہ سے زیادہ قریب ہے؟ ہم کوہان والے عمدہ اونٹوں کو ذبح کر کے کھلاتے ہیں، گھاٹ پر لوگوں کو دودھ پلاتے ہیں اور خشک سالی میں محتاجوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔یہ سن کر کعب بن اشرف نے کہا: تم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے وحی اتاری: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا﴾ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو کتاب میں سے ایک حصہ دیے گئے؟ وہ بتوں پر اور باطل معبود پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا یہ ان لوگوں سے زیادہ ہدایت کے راستے پر ہیں جو ایمان لائے۔یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔(النساء: 51,52) موسیٰ اور محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ وہ مدینہ واپس آیا اور برملا عداوت اور مخالفت کا اظہار کرنے لگا، لوگوں کو جنگ پر اکسانے لگا اور مکہ میں بھی وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کا منصوبہ تیار کر کے دے آیا تھا۔ام فضل بن حارث وغیرہ مسلمانوں کی نیک خواتین کی وہ اشعار میں تشبیب بیان کرتا اور ان کے حسن وجمال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی اعلانیہ تشہیر کرتا۔(سیرت النبی ابن کثیر:20/2)﴿5﴾ابن اسحاق کہتے ہیں:مخیّریق کا حال مجھ کواس طرح پہنچا کہ مخیّریق یہودیوں میں ایک عالم اورنہایت مال دار شخص تھےاوراپنی کتابوں کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی صفات سے خوب واقف تھے۔جب احد کی جنگ کا موقع ہواتو وہ ہفتہ کا دن تھااورمخیّریق نے یہودیوں سے کہا کہ اے گروہ یہود!تم جانتے ہوکہ محمد ﷺ کی مدد تم پر کرنی لازمی ہے۔یہودیوں نے کہا کہ آج ہفتہ کا دن ہے۔مخریق نے کہا:ہفتہ سے تمہارے واسطے کچھ نقصان نہیں ہےاورپھرانہوں نے اپنے ہتھیار لیےاورنبی ﷺ کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوکرکفارکوخوب قتل کیااورآخرخودبھی شہید ہوئے اورچلتے وقت یہودیوں سے انہوں نے کہہ دیاتھا کہ اگرمیں قتل ہوگیاتومیراسب مال محمد ﷺ کا ہے،وہ جوچاہیں اس کوکریں۔مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مخیّریق بہترین یہود میں سے تھےاورنبی ﷺ نے مخیّریق کے مال کواپنے تصرف میں کرلیااورمدینہ میں آپ ﷺ کے عام اخراجات اسی سے ہوتے تھے۔(ابن ہشام:347/1)﴿6﴾ابن اسحاق کہتے ہیں:سیدناابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہوداوس اورخزرج کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے آپ ﷺ کے واسطے سے دعائے فتح کیاکرتے تھے۔پھرجب آپ ﷺ مبعوث ہوئے توانہوں نے کفرکیااورانکارکرگئے۔سیدنامعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اوربشر بن براء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے یہود!خداسے ڈرواوراسلام لےآؤ۔ پہلےتوتم ہم پرمحمد ﷺ کے واسطے سے دعائے فتح کیاکرتے تھےاورہم کوخبردیتے تھے کہ وہ مبعوث ہونے والے ہیں اوران کی صفات بیان کرتے تھے،اب ان پرایمان کیوں نہیں لاتے ہو؟سلام بن مشکم یہودی نے جو بنی نضیر میں سے تھا،ان کوجواب دیا کہ محمد ﷺ کے پاس کوئی ایسی علامت نہیں ہےجس سے ہم ان کو پہچانیں اورنہ محمد ﷺ وہ نبی ہیں جس کا ہم تم سے ذکرکرتے تھے۔(ابن ہشام:373/1)

سوال4:تورات کی پیشین گوئیوں کے باوجودآخری نبی(محمد ﷺ)کااعتراف یہود کے لیےمشکل کیوں ہوا؟

جواب:﴿1﴾یہود کے جاہلی تعصّبات اپنے گروہ سے باہرکے ایک نبی کااعتراف کرنے میں رکاوٹ بن گئے۔﴿2﴾یہود کی سرکشی اورحسد اس اعتراف کےراستے کی رکاوٹ بن گئے۔نزول قرآن سے پہلے یہودی ایک ''سرخ وسپید''نبی کےمنتظر تھے۔جس کے ہاتھ میں آتشین شریعت ہو۔بحری ممالک جس کی راہ تکیں۔جوفاران کی چوٹیوں پرسے چمکے۔دس ہزارقدوسی جس کے ساتھ ہوں مگرجب وہ گوراچٹانبی صحرائے عرب کی جھلس دینے والی فضامیں ظہورپذیرہوا،جس کے ہاتھ میں آتشین شریعت تھی۔جس کی فتوحات سمندروں تک پہنچیں تو انہوں نے انکارکردیاحالانکہ اس سے پہلے وہ مخالفین سے ہمیشہ یہ کہتے کہ جب ہماراموعودنبی آئے گاتوہم غالب ہوجائیں گےاورہماری موجودہ پستی بلندی سے بدل جائے گی۔(سراج البیان:30/1)﴿3﴾یہودکوحسد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جس پرچاہتاہے اپنافضل نازل فرماتاہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فضل نبوت ان کی بجائے کسی اورکوکیوں دے دیا۔

سوال5:﴿فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾''کفرکرنے والوں پراللہ تعالیٰ کی لعنت ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہودجانتے تھے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔انہوں نے دنیاکوآخرت پرترجیح دی تویہود میں سے ہرکافرپراللہ تعالیٰ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لعنت ہے کیونکہ انہوں نے اسلام کی دعوت کا انکار کیا۔(تفسیر منیر:234,244/1)﴿2﴾اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کفر اس امر کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں کے گرد جہل اور تکبر کی فولادی دیوار اٹھالی ہے۔اپنے دلوں پر انکار کی مہریں لگالی ہیں اور یہ اپنے اس رویے کے باعث ملعون ہوگئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی برکتوں سے ہمیشہ کے لیے محروم اور عذاب کے سزاوار۔اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان پر۔(تعارف الفرقان:126/1)

سوال6: تورات پر ایمان رکھنے کے باوجود یہود کے لیے انبیاء علیہم السلام کی نصیحت نا قابل برداشت کیوں ہوئی؟

جواب: اس کی وجہ یہ تھی کہ تورات کے نام پر جس زندگی کو وہ اختیار کیے ہوئے تھے وہ خود پرستی اور دنیا پرستی کی زندگی تھی جس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا لیبل لگا دیا تھا۔جب انبیاء علیہم السلام نے انہیں حق کی نصیحت کی تو انہیں محسوس ہوا کہ یہ تو ہماری مذہبی حیثیت کی نفی ہے۔اس لیے وہ نبیوں کا اعتراف کرنے کی بجائے ان کو ختم کرنے کے درپے ہو جاتے تھے۔

سوال7: یہود حق کا انکار کر کے خود کو کیسے مطمئن کرتے تھے؟

جواب: یہود یہ بات اپنے آپ کو سمجھا کر اور اس کا اظہار کر کے خود کو مطمئن کرتے تھے کہ آخر اس حق کو قبول کر کے ہم اپنے بڑوں کا دین تو نہیں چھوڑ سکتے۔

سوال8: یہود کا کتاب اللہ یعنی قرآن کے ساتھ برتاؤ کیسا تھا؟

جواب: ﴿1﴾انہوں نے کتاب کو پہچان لیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔﴿2﴾ کتاب کے احکامات کو ضد کی وجہ سے ماننے سے انکار کر دیا۔﴿3﴾یہود صرف اس کتاب پر ایمان لائے جو ان کی قوم میں آئی تھی۔﴿4﴾انہوں نے تعصب کی وجہ سے کہا کہ ہم نے سن لیا مگر مانیں گے نہیں۔

سوال9: یہود قرآن کی دعوت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔اس کی کیا وجہ تھی؟

جواب: ﴿1﴾ان کے اندر یہ احساس تھا کہ وہ پہلے سے حق پر ہیں۔﴿2﴾ان کا یہ خیال تھا کہ حق پرستوں کے سب سے بڑے گروہ بنی اسرائیل سے وابستگی رکھتے ہیں۔

﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ(90)﴾

''بری ہے وہ جس کے بدلے میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کہ وہ انکار کر دیں اس کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا،اس ضد کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کچھ فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔پھر وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے اور کافروں کے لیے توہین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آمیز عذاب ہے۔''(90)

سوال1:﴿ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا ﴾ ''بری ہے وہ جس کے بدلے میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کہ وہ انکار کر دیں اس کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا، اس ضد کی وجہ سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سودا یہ ہے کہ اپنی کامیابی، اپنی سعادت، فلاح اور نجات کو قربان کر دیا ضد اور حسد کی بناء پر کہ یہ نبی ﷺ ہماری نسل سے کیوں نہیں آیا۔ یہ سودا برا ہے جس کی خاطر انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔ اس سودے کو اس لئے برا کہا ہے کہ اس میں اپنی ہمیشہ کی کامیابی قربان کر کے یہود نے صرف حسد اور ضد حاصل کی۔﴿2﴾ یہود کا انکار دلائل پر نہیں، حسد اور ضد کی وجہ سے تھا۔

سوال2:﴿ اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ اپنا کچھ فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فضل سے مراد نبوت اور رسالت ہے۔(المحرر الوجیز:179/1)﴿2﴾ انہیں حسد اس بات پر تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل یعنی رسالت اور نبوت جس پر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔

سوال3:﴿ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ﴾ ''پھر وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: پہلا غضب اس پر کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کیا اور دوسرا غضب اس پر کہ انہوں نے محمد ﷺ اور قرآن کا انکار کیا۔(الدر المنثور:171/1)

سوال4:﴿ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ ''اور کافروں کے لیے توہین آمیز عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کفر کا سب سے بڑا سبب حسد اور بغض تھا جو غرور سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں غرور کی یہ سزا دی گئی کہ دنیا میں بھی ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا ان پر ذلت والے عذاب مسلط کر دیے گئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔(غافر:60)

سوال5: اپنی ضد کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا انکار کرنے والوں کے بارے میں ربّ کا کیا فیصلہ ہے؟

جواب: ضد کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا انکار کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے ہیں اور ایسے کافروں کے لیے سخت ذلت آمیز سزا مقرر ہے۔

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (91) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر تو ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا وہ کفر کرتے ہیں، حالانکہ وہ حق ہے اور جو ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہے۔ کہہ دو کہ اگر تم ایمان لانے والے تھے تو اس سے پہلے انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے؟''(91)

سوال1:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر تو ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا وہ کفر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ﴾ یعنی جب یہودیوں سے کہا جاتا ہے۔﴿2﴾﴿اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا یعنی قرآن۔﴿3﴾﴿قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾ وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو ہم پر نازل ہوا یعنی تورات۔ ﴿4﴾﴿وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ﴾ ''اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا وہ کفر کرتے ہیں'' یعنی قرآن۔(تفسیر الوسیط:174/1)﴿5﴾ یہود تورات کے سوا سب کتابوں کا انکار کرتے تھے حالانکہ ان پر واجب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں پر ایمان لائیں۔﴿6﴾﴿قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ﴾ یہود اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں کے درمیان تفریق کرتے تھے۔ کسی پر ایمان لانا اور کسی کا انکار کرنا عین کفر ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لاتے ہیں اور کسی کا کفر کرتے ہیں اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اس کے درمیان ہی میں کوئی راستہ بنالیں۔ یہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(النساء:150,151)

سوال2:﴿وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ﴾ ''حالانکہ وہ حق ہے اور جو ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَهُوَ الْحَقُّ﴾ یہ قرآن اپنے احکامات، اپنی خبروں میں حق پر مشتمل ہے، حق ہی پر نازل کیا گیا اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ قرآن حکیم کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ کا اور اس حق کا انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔﴿2﴾﴿مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ﴾ قرآن مجید کا ان تمام کتابوں کی تصدیق کرنا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل پر نازل کی گئیں اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں۔﴿3﴾ قرآن حکیم کا انکار دراصل ساری کتابوں کا انکار ہے۔

سوال3:﴿قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''کہہ دو کہ اگر تم ایمان لانے والے تھے تو اس سے پہلے انبیاء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کو کیوں قتل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے یہود سے سوال کیا ہے کہ اگر تم تورات اور انجیل پر ایمان رکھتے تھے تو ان نبیوں کو کیوں قتل کیا جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے؟

سوال4: یہود کا تورات پر ایمان کا دعویٰ کیسے درست نہیں ہے؟

جواب: یہود کا تورات پر ایمان کا دعویٰ اس لئے درست نہیں کہ تورات پر ایمان لانے کے باوجود اپنے نبیوں کو قتل کرتے رہے۔

سوال5: یہود نسل پرست تھے پھر انہوں نے اپنی نسل کے انبیاء علیہم السلام کو کیوں قتل کر ڈالا؟

جواب: یہود ان لوگوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے جو ان کے خلاف گواہی دیتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ ان پر تنقید کرتے تھے، انہیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے اس لئے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کر ڈالا اگرچہ وہ ان کی اپنی نسل سے تھے۔

سوال6: یہود نے کن انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا؟

جواب: سیدنا زکریا علیہ السلام اور سیدنا یحییٰ علیہ السلام وغیرہ کو۔ (نحمیاہ 26:9)

﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ (92) ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آئے، پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو پکڑ لیا حالانکہ تم ظلم کرنے والے تھے۔'' (92)

سوال1: ﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام واضح معجزات لائے۔ بینات سے مراد وہ نشانیاں اور دلائل ہیں جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نبی اور رسول ہونے کے ثبوت میں پیش کئے تھے۔ جیسے طوفان، ٹڈی جوئیں، مینڈک، خون، عصا، ید بیضا، سمندر میں راستہ، پتھر سے چشموں کا جاری ہونا اور من وسلویٰ وغیرہ۔ (تیسیر الرحمٰن: 55/1) ﴿2﴾ یہ معجزات صرف عصائے موسیٰ اور ید بیضاء ہی نہ تھے۔ بلکہ بے شمار دوسرے معجزات بھی تھے جیسے سمندر کا پھٹ جانا، اور فرعون کی غرقابی۔ چٹان سے بارہ چشموں کا پھوٹ نکلنا اور جنگل میں من وسلویٰ کا نزول وغیرہ۔ (تیسیر القرآن: 90/1)

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کس مقصد کے لئے روشن نشانیاں لائے تھے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے پر اور اپنے رسول ہونے پر روشن نشانیاں لائے تھے۔

سوال3: ﴿ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ ''پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو پکڑ لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے چالیس روزہ قیام طور کے زمانے میں جب ان پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دباؤ نہ رہا تو انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کا سلوک کیسا تھا؟

جواب: قوم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تنگ کیا اور ایک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بچھڑے کو معبود بنالیا۔

سوال5: ﴿وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''حالانکہ تم ظلم کرنے والے تھے'' بنی اسرائیل کا ظلم کیا تھا؟

جواب: بنی اسرائیل نے شرک کر کے ظلم کیا تھا۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر بنی اسرائیل کے ظلم کا انہیں احساس کیوں دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے ظلم کا احساس دلایا ہے تا کہ یہود پر ثابت کیا جائے کہ ان کا تورات پر ایمان کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود کو ان کے ظلم کا احساس دلا کر کوشش کی ہے کہ وہ اس نبی اور کتاب پر ایمان لے آئیں۔

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (93)﴾

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمہارے اوپر پہاڑ کو اٹھایا کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور سنو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا دی گئی ۔ کہہ دو کہ اگر تم ایمان والے ہو تو بری چیز ہے جس کا حکم تمہیں تمہارا ایمان دیتا ہے۔'' (93)

سوال1: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمہارے اوپر پہاڑ کو اٹھایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو وہ میثاق یاد دلایا ہے جب پہاڑ کو بلند کر کے طور کی وادی میں دہشت ناک صورت حال پیدا کر دی تھی۔ جب انہوں نے پہاڑ کو سر پر کھڑے دیکھا تو ڈر کر تورات کے احکامات قبول کر لیے۔

سوال2: ﴿خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا﴾ ''جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور سنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور سنو'' جو ہم دے رہے ہیں یعنی تورات اور شریعت اس کو قبول کر لو۔ ﴿بِقُوَّةٍ﴾ یعنی عزم اور بشاط کے ساتھ اس کو مضبوطی سے تھامو۔ ﴿وَّاسْمَعُوْا﴾ اور اس کی اطاعت کرنے کے لیے توجہ سے سنو۔

سوال3: ﴿قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ ''انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی'' سے یہود کے کس رویئے کی عکاسی ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہود نے وقتی طور پر جان بچانے کے لئے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ورنہ وہ ہمیشہ نافرمانی پر قائم رہے۔ ﴿2﴾ یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کفر، دشمنی اور ضد کی انتہا ہے کہ زبان سے تو یہ اقرار کیا جائے کہ ہم نے سنا اور ہم اطاعت کریں گے اور دل میں یہ نیت ہو کہ ہم نے کون سا عمل کرنا ہے۔

سوال4: ﴿وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ﴾ ''اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا دی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کے دل بچھڑے کی محبت اور اس کی عبادت کے رنگ میں رنگے گئے اور ان کے کفر کے سبب سے ان کے دلوں میں گویا بچھڑے کی محبت رچ بس گئی۔ (تفسیر سعدی:138/1) ﴿وَأُشْرِبُوا﴾ کا مطلب ہے ''پلائی گئی'' فتح القدیر میں ہے کہ پانی انسان کے رگ و ریشے میں خوب دوڑتا ہے جب کہ کھانا ویسے نہیں دوڑتا۔ ﴿2﴾ ان کے دلوں میں ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑے کی محبت پلا دی گئی۔ ﴿3﴾ محبت انسان کو اندھا، بہرہ بنا دیتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کی یہ صورت حال ہے کہ انہیں حق بات سمجھ نہیں آتی۔

سوال5: بچھڑے کی محبت دلوں میں پلانے کا سبب کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کا کفر۔ ﴿2﴾ نافرمانیاں۔ ﴿3﴾ بچھڑے کی عبادت۔

سوال6: ﴿قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ''کہہ دو کہ اگر تم ایمان والے ہو تو بری چیز ہے جس کا حکم تمہیں تمہارا ایمان دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارا ایمان کتنا برا ہے جو تمہیں بچھڑے کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ تم نے انبیاء کو قتل کیا۔ تم نے تورات کے احکامات کو تب قبول کیا جب پہاڑ کو تمہارے سر پر کھڑا کر دیا گیا۔ تم نے رسولوں سے سرکشی کی، ان کا انکار کیا۔ ان کو قتل کیا۔ یہ کیسا ایمان ہے اور یہ کیسا دین ہے۔

﴿قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (94)﴾

''کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں کے ماسوا خاص تمہارے ہی لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔'' (94)

سوال1: ﴿قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ﴾ ''کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں کے ماسوا خاص تمہارے ہی لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قُلْ﴾ آپ ان سے کہہ دو۔ ﴿2﴾ ﴿إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ﴾ اگر آخرت کا گھر یعنی جنت تمہارے لیے ہے یعنی اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ جنت میں صرف وہی لوگ جائیں گے جو یہودی اور نصرانی ہوں اور یہ کہ تمہیں آگ چند دن کے سوا ہرگز نہیں چھوئے گی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: موت کی تمنا کرو کیونکہ اس کے بعد تو تم جنت میں چلے جاؤ گے جو خالص تمہارے لیے ہے۔

سوال3: یہود کو یہ بات کیوں کہی جارہی ہے کہ ''اگر دوسروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت کا گھر خالص تمہارے لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو''؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ یہ دعوت مباہلہ ہے کہ اگر محمد ﷺ کی نبوت کے انکار اور اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے میں سچے ہو تو مقابلہ کرلو۔ یعنی مسلمان اور یہودی مل کر یہ دعا کرلیں کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اسے موت دے دے۔

﴿وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (95)﴾

''اور وہ ہرگز اس کی تمنا کبھی نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔'' (95)

سوال1: ﴿وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''اور وہ ہرگز اس کی تمنا کبھی نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی میں انتہا کو پہنچ گئے ہیں وہ موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے۔ یہودی موت کی تمنا نہیں کرسکتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سچے نہیں ہیں۔ وہ کفر اور معاصی کے اعمال کی وجہ سے موت نہیں مانگ سکتے۔ وہ زندگی کے حریص ہیں۔ حتیٰ کہ مشرکوں سے بھی زیادہ جو ایمان نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو سب مرجاتے اور جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتے۔'' ﴿2﴾ یہودی جانتے ہیں کہ یہ ان کے برے اعمال کی جزا کا راستہ ہے۔

سوال2: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم کو، ان کے برے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (96)﴾

''اور آپ انہیں لوگوں میں سب سے زیادہ زندگی پر حریص پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا۔ ان کا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر دے دی جائے حالانکہ وہ اسے عذاب سے بچانے والی نہیں یہ کہ اسے لمبی عمر دی جائے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔'' (96)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾ ''اورآپ انہیں لوگوں میں سب سے زیادہ زندگی پر حریص پاؤ گےاوران لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا'' یہوداورمشرک زندگی کے لیےسب سے زیادہ حریص کیوں ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ یہودزندگی کے حریص ہیں کہ وہ دنیا کی زندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں اورانہیں اپنابدترین حشرمعلوم ہے۔﴿2﴾ دنیاسے محبت کی نشانیاں یہ ہیں:(i) لمبی امیدیں باندھنا۔(ii) زندگی کی حرص خواہ وہ کسی طرح کی زندگی ہو،عزت کی زندگی ہو یاذلت کی۔(iii) مال کی محبت۔(iv) آخرت سے بے پرواہی، بےخوفی۔﴿3﴾ یہودمشرکوں سے بھی بڑھ کرحریص ہیں کیونکہ مشرک زندگی کی حقیقتوں کواہل کتاب کی طرح نہیں جانتے۔اس وجہ سے وہ آخرت پراللہ تعالیٰ کے آگے حاضری پریقین نہیں رکھتے۔﴿4﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ابن آدم بوڑھاہوجاتاہے لیکن دوچیزوں میں جوان رہتاہے:عمرکی حرص میں اورمال کی حرص میں۔''(ترمذی:2339)

سوال2:﴿يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''ان کاہرایک یہ چاہتاہے کہ کاش اسے ہزاربرس کی عمردے دی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ زندگی کی حرص کے لیے یہ بلیغ ترین پیرایہ ہے۔انہوں نے ایسی آرزوکی ہے جومحال ہے اگر یہ عمرعطا بھی کردی جائےتوان کے کام نہیں آسکتی نہ عذاب کودورکرسکتی ہے۔(تفسیرسعدی:140/1)﴿2﴾ یہودی آخرت کومانتے ہیں لیکن دنیا کی حرص رکھتے ہیں کیونکہ اپنے اعمال کی خرابیوں کی وجہ سے اپنےانجام کوجانتے ہیں۔

سوال3:﴿وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے کس حقیقت کوواضح کیاہے؟

جواب:رب العزت نے زندگی کی حرص کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے کہ عمرمل بھی جائےتوعذاب سےنہیں بچاسکتی۔

سوال4:﴿وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اوراللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھنے والاہے جوکچھ وہ عمل کرتے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ نہ تواعمال سے بےخبرہے،نہ اعمال کے پیچھے کام کرنے والےارادوں سے بےخبرہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کوسب خبرہے کہ ان کی نیتیں کیسے بنتی ہیں اورکام کیسے ہوتے ہیں۔

سوال5:﴿وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ یہ یقین انسان کی زندگی پر کیسے اثرانداز ہوتاہے؟

جواب:﴿1﴾ یہ یقین کہ ہرکام کواللہ تعالیٰ دیکھ رہاہے،انسان کی زندگی بدل دیتاہے۔﴿2﴾ انسان اپنےعمل کے پیچھے چھپے ہوئے ارادے کے بارے میں بھی خبردارہوجاتاہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نظروں سے چھپ نہیں سکے گا۔﴿3﴾ انسان اپنے ہرعمل پررب کی نظروں کوشعوری طور پرمحسوس کرنے لگتاہےتواللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بازآجاتاہے۔اللہ تعالیٰ نے زندگی کی حرص جودلوں کے اندربسی ہوئی تھی اس سے یہ شعوردلایاہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کودیکھنے والاہے۔﴿4﴾ حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ انسان کی اتنی نافرمانیوں پربھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے اپنی آگ کا شعور دیتے ہیں۔یہی شعور انسان کی سب سے بڑی دولت ہے۔یہی شعور انسان کو صراط مستقیم پر گامزن رکھتا ہے۔

رکوع نمبر12

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ(97)﴾

''آپ کہہ دیں جو جبریل کا دشمن ہے اس نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر اس (قرآن) کو نازل کیا ہے جو اپنے سے قبل کی تصدیق کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوش خبری ہے۔''(97)

سوال1:﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ ''آپ کہہ دیں جو جبریل کا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہودیوں کا یہ خیال ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے دشمن ہیں۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو یہود کے بڑے عالم تھے) نے رسول اللہ ﷺ کی (مدینہ) تشریف لانے کی خبر سنی تو وہ اپنے باغ میں پھل توڑ رہے تھے۔وہ اسی وقت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے ایسی تین چیزوں کے متعلق پوچھتا ہوں جنہیں نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔بتلایئے! قیامت کی نشانیوں میں سے سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟ اہل جنت کی دعوت کے لیے سب سے پہلے کیا چیز پیش کی جائے گی؟ بچہ کب اپنے باپ کی صورت میں ہوگا اور کب اپنی ماں کی صورت پر؟ نبی ﷺ نے فرمایا:''مجھے ابھی جبرئیل علیہ السلام نے آ کر ان کے متعلق بتایا ہے۔''عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بولے: جبرئیل علیہ السلام نے! فرمایا: ہاں۔عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تو یہودیوں کے دشمن ہیں۔اس پر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ﴾اور ان کے سوالات کے جواب میں فرمایا:'' قیامت کی سب سے پہلی نشانی ایک آگ ہوگی جو انسانوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر لائے گی۔اہل جنت کی دعوت میں جو کھانا سب سے پہلے پیش کیا جائے گا وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ ہوگا اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غلبہ کر جاتا ہے تو بچہ باپ کی شکل پر ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غلبہ کر جاتا ہے تو بچہ ماں کی شکل کا ہوتا ہے۔''عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بول اٹھے:''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔(پھر عرض کیا:) یا رسول اللہ ﷺ! یہودی بڑی بہتان باز قوم ہے، اگر اس سے پہلے کہ آپ ﷺ میرے متعلق ان سے کچھ پوچھیں، انہیں میرے اسلام کا پتہ چل گیا تو مجھ پر بہتان تراشیاں شروع کر دیں گے۔بعد میں جب یہودی آئے تو نبی ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:''عبداللہ تمہارے یہاں کیسے آدمی سمجھے جاتے ہیں؟''وہ کہنے لگے: ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے بیٹے، ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اگر وہ اسلام لے آئیں تو پھر تمہارا کیا خیال ہوگا؟'' کہنے لگے: اللہ تعالیٰ انہیں اس سے پناہ میں رکھے۔اتنے میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ظاہر ہو کر کہا کہ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''اب وہی یہودی ان کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ ہم میں سب سے بدتر ہے اور سب سے بدتر شخص کا بیٹا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوران کی توہین شروع کردی۔عبداللہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! یہی وہ چیز تھی جس سے میں ڈرتا تھا۔(صحیح بخاری:8044)﴿2﴾ یہ آیت یہودیوں کے اسی عقیدے کی تردید میں نازل ہوئی ہے کہ جبریل علیہ السلام ان کے دشمن ہیں۔

سوال2: یہود جبرائیل علیہ السلام کے کیوں دشمن تھے؟

جواب: بنی اسرائیل کوان کی سرکشی کی وجہ سے بار بارسزائیں دی گئی تھیں۔اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ عذاب کی آمد سے قبل پیغمبروں کی زبان سے پیشگی اطلاع دی جاتی تھی اور یہ خبر سیدنا جبرائیل علیہ السلام لے کرآتے تھے اور پیغمبر پھر اپنی قوم کوخبردار کرتے تھے۔اس خبر کے پہنچانے کا مقصد تو یہ تھا کہ یہود اپنی اصلاح کرلیں لیکن وہ خبر لانے والے ہی کو اپنا دشمن سمجھ لیتے تھے۔

سوال3: ﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اس نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پراس (قرآن) کونازل کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ ان یہودیوں سے کہہ دیجیے جن کا یہ گمان ہے کہ ان کوآپ ﷺ پرایمان لانے سے اس چیز نے روکا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ پروحی لے کرآتے ہیں اگرکوئی اورفرشتہ آتا تو وہ آپ ﷺ پرایمان لے آتے۔یہ گمان درست نہیں کیونکہ تمہارا ایمان نہ لانا تمہارے حسد،ضد اورتکبر کی وجہ سے ہے۔﴿2﴾ ﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ﴾ جبرائیل علیہ السلام ہی وہ فرشتہ ہیں جنہوں نے پہلے انبیاء پروحی نازل کی۔اورانہوں نے ہی آپ ﷺ کے دل پرقرآن نازل کیا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ اسے روح الامین لے کراترا ہے۔آپ کے دل پرتا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔(الشعراء:193,194)﴿3﴾ ﴿بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام وحی لے کرآئے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے علم،اس کے ارادے،اس کی دی ہوئی آسانی اوراس کی سہولت سے جبرائیل علیہ السلام وحی لے کرآئے۔جبرائیل علیہ السلام پیغام لانے والے ہیں، بھیجنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔(فتح القدیر:150/1)

سوال4: ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''جواپنے سے قبل کی تصدیق کرنے والا ہے اورایمان والوں کے لیے ہدایت اورخوش خبری ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ جبرائیل علیہ السلام جوقرآن لے کرنازل ہوئے ہیں وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔﴿2﴾ قرآن مجید پہلی کتابوں کا مخالف ہے نہ پہلی کتابوں کے خلاف ہے۔﴿3﴾ ﴿وَهُدًى﴾ قرآن مجید نفع مند علم اوراعمال صالح کا راستہ دکھانے والا ہے۔یہ ہرقسم کی گمراہیوں سے بچانے کے لیے مکمل ہدایت کا راستہ ہے۔﴿4﴾ ﴿وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ جولوگ قرآن مجید پرایمان لے آئیں یہ ان کے لیے دنیاوی اوراخروی بھلائیوں کی بشارت ہے۔﴿5﴾ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ﴾ آپ کہہ دیں کہ جولوگ ایمان لاتے ہیں یہ قرآن ان کے لیے ہدایت اورشفاء ہے۔(فصلت:44)﴿6﴾ قرآن مجید ایمان والوں کو جنت کی خوش خبری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیتا ہے۔(الوسیط:179/1)

سوال5: اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید کی کیا خصوصیات بیان فرمائی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے اذن سے نازل کیا گیا ہے۔ ﴿2﴾ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے دل پر نازل کیا گیا ہے۔ ﴿3﴾ قرآن مجید پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ ﴿4﴾ قرآن مجید انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے۔ ﴿5﴾ ایمان والوں کے لیے خوش خبری ہے۔

سوال6: قرآن مجید پہلی کتابوں کی کیسے تصدیق کرتا ہے؟

جواب: قرآن مجید تورات اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر نازل کی گئی ہیں۔ قرآن مجید ان کی تعلیمات کی بھی اصولی طور پر تصدیق کرتا ہے۔ قرآن مجید صرف ان چیزوں کی تردید کرتا ہے جو غلط طریقوں سے ان کتابوں میں شامل کر دی گئیں۔ قرآن مجید پچھلی کتابوں کے لیے سچائی کا گواہ بن کر نازل ہوا ہے۔

سوال7: قرآن مجید ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت کیسے بنتا ہے؟

جواب: قرآن مجید زندگی کے ہر پہلو، موقع اور ہر شعبے کے لئے راہ نمائی ہے خواہ وہ ذاتی زندگی سے متعلق ہو یا اجتماعی زندگی سے متعلق۔ اہل ایمان چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بارے میں سنجیدہ ہوتے ہیں، وہ سچے دل سے اس کو قبول کرتے ہیں، لہٰذا ان کے لئے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہدایت بن جاتی ہے۔

﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (98) ﴾

''جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔''(98)

سوال1: ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ ﴾ ''جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ سے عداوت سے مراد اس کے احکامات کی مخالفت اور اس کی اطاعت نہ کرنا اور اس نے جو کچھ نازل کیا ہے اس کا انکار کرنا ہے۔(تفسیر مراغی:100/1) ﴿2﴾ ﴿ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ ﴾ اور اس کے فرشتوں کے لیے یعنی جو کچھ لوگوں کے لیے پیغامات فرشتے لے کر آئے ان پر عمل کرنے سے کراہت کی وجہ سے دشمنی ہے۔ ﴿3﴾ ﴿ وَرُسُلِهٖ ﴾ اور اس کے رسولوں کی دشمنی جیسا کہ ان کی رسالت پر دلائل ہونے کے باوجود انہوں نے بعض نبیوں کو قتل کر دیا مثلاً زکریا و یحییٰ علیہما السلام وغیرہ۔ ﴿4﴾ ﴿ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ ﴾ جبریل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام سے دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ وہ آیات اور بینات اور عذاب لے کر آتے تو جوان کا دشمن ہے وہ میکائیل علیہ السلام کا بھی دشمن ہے کیونکہ ان دونوں کی محبت کی طرف بلانے والا داعی ایک ہے۔(تفسیر مراغی:100/1)

سوال2:﴿فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جبرائیل علیہ السلام سے دشمنی رکھنا دراصل اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کا انکار ہے۔**﴿2﴾** یہ دشمنی اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں سے ہے۔**﴿3﴾** جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دشمنی اس وجہ سے ہے کہ وہ رسولوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر نازل ہوتے رہے ہیں۔ان کا کفر درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے جس نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور اس وحی یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہے جس کی طرف وحی بھیجی گئی۔اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ وہ کافروں کا، حق کے دشمنوں کا اور انکار کرنے والوں کا دشمن ہے۔**﴿4﴾** سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی سے ناراض ہوتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں پس تم بھی اس سے بغض رکھو، پھر وہ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر آسمان والوں میں منادی کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے تم بھی اس سے بغض رکھو وہ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔اس کے بعد زمین والوں میں اس کی دشمنی جم جاتی ہے (یعنی زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے یا فرشتے ہیں وہ اس کے دشمن رہتے ہیں)۔(صحیح بخاری، کتاب الرقاق)**﴿5﴾** اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کسی بندے سے دشمنی ہوتی ہے تو وہ اس کے گناہوں پر عذاب دیتا ہے اور اس سے درگزر نہیں کرتا اور اس کی مغفرت نہیں فرماتا۔

سوال3: اللہ رب العزت سے عداوت یا ملائکہ سے دشمنی رکھنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ رب العزت یا ملائکہ سے دشمنی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ:**﴿1﴾** اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی راہ نمائی قابل قبول نہیں ہے۔صرف وہ چیز قابل قبول ہے جس پر اپنا دل مطمئن ہو جائے۔**﴿2﴾** ایک سے دشمنی رکھنے کا مطلب ہے سب سے دشمنی بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی دشمنی۔

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ(99)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ پر واضح آیات نازل کی ہیں اور اس کا انکار فاسقوں کے سوا کوئی نہیں کرتا۔''(99)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ پر واضح آیات نازل کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ سے مراد صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی آیات ہیں۔**﴿2﴾** آیات کا واضح ہونا ایک معجزہ ہے جن کو ایک ذہین ترین فرد بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور ایک غبی انسان بھی۔**﴿3﴾﴿اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾** کے نزول پر مطالبہ یہ ہے کہ ایمان لے آؤ۔**﴿4﴾** یہ واضح آیات اس کے لیے ہدایت بنیں گی جو اس کا طلب گار ہوگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اوراس کا انکار فاسقوں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جواللہ تعالیٰ کی آیات بینات کا انکار کرتا ہے اس پر حجت قائم ہوتی ہے۔﴿2﴾ یہ آیات اپنے دلائل کی وضاحت کے اعتبار سے ایسا بلند مقام رکھتی ہیں کہ کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا ماسوائے فاسق کے جواللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے نکل جاتا ہے اور تکبر کرتا ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حامل کسی گروہ کا بگاڑ کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

جواب: آخرت کی نجات کا انحصار نیک کاموں کی بجائے 'بے عملی' میں تلاش کرنے ہی سے بگاڑ کا آغاز ہوتا ہے۔مثلاً:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا کلام عمل کی پکار ہے مگر جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس کے افراد مقدس کلام لکھ لینے یا زبان سے بول دینے کو ہر قسم کی برکتوں کا نسخہ سمجھ لیتے ہیں۔﴿2﴾ زبان سے محض چند الفاظ ادا کر لینے سے جنت حاصل کرنے والے دنیا کو بھی کلام کے ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔﴿3﴾ بزرگوں سے عقیدت رکھنے ہی کو کامیابی کا ذریعہ سمجھنے والے بزرگوں کی روحوں سے تعلق قائم کر کے دنیا کے مسائل حل کرنے لگتے ہیں۔﴿4﴾ وظیفوں پر یقین رکھنے والے لفظوں کی ادائیگی سے ہی امت کو کامیابی کی راہ دکھانا چاہتے ہیں۔

﴿اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(100)﴾

''کیا جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس کو پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں رکھتے۔''(100)

سوال1:﴿اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ﴾ ''کیا جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس کو پھینک دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا ذکر کیا ہے کہ جب بھی انہوں نے کوئی معاہدہ کیا اسے توڑ ڈالا۔﴿2﴾ یہود کو ان کی بدعہدیاں یاد دلائی جارہی ہیں۔جب کبھی انہوں نے عہد کیا وفا نہیں کیا۔

سوال2:بنی اسرائیل سے کتاب کے بارے میں کیا عہد لیا گیا تھا؟ بنی اسرائیل نے کتاب کے عہد کو کیسے توڑ ڈالا؟

جواب:﴿1﴾ بنی اسرائیل سے رب نے عہد لیا تھا کہ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور توجہ سے سنو۔﴿2﴾ بنی اسرائیل نے کتاب کو پس پشت ڈالا۔کتاب میں تحریف بھی کر دی یوں اس عہد کو علی الاعلان توڑ ڈالا۔

سوال3:اس آیت میں ہمارے لئے کیا سبق ہے؟

جواب: کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والا معاہدہ جو کل کو بنی اسرائیل کے ساتھ تھا، آج وہ ہمارے لئے بھی ہے لیکن آج ہماری سوسائٹی میں ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو اس کتاب کو پڑھنا اور سمجھنا اپنے لئے ضروری خیال نہیں کرتے، کتاب کی کسی ذمہ داری کو ضروری خیال نہیں کرتے مثلاً اس کو سمجھنا، سکھانا، اس پر عمل کرنا اور اسے آگے پہنچانا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: کتاب کے معاہدے کو پورا کیسے کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کتاب پر سچے دل سے ایمان لے آئے یعنی ایمان کی حقیقت کو سمجھ جائے۔ پھر اپنے قلب کے اندر اس کی ضرورت واہمیت کو اتار لے۔ ﴿2﴾ انسان پختہ ارادہ کرے کیونکہ شعوری معاہدے کے بغیر کلام اللہ سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں رہتا۔

سوال5: ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کی بدعہدی کا سبب یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔ جن لوگوں سے آپ نے عہد باندھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے۔ (الانفال:55,56)

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۘ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (101)﴾

''اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول آیا جو اس چیز کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو ان کے پاس ہے تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے جنہیں کتاب دی گئی تھی، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنی پشتوں کے پیچھے پھینک دیا، گویا وہ جانتے ہی نہیں۔'' (101)

سوال1: ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ﴾ ''اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول آیا جو اس چیز کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو ان کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ پہلی کتابوں کے بعد جب نبی ﷺ حق کے ساتھ کتاب لے کر آئے جو ان کی کتاب کی تصدیق بھی کرتا ہے اور ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہم اپنی کتاب پر عمل کرتے ہیں تو انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا۔

سوال2: ﴿نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۘ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے جنہیں کتاب دی گئی تھی، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنی پشتوں کے پیچھے پھینک دیا، گویا وہ جانتے ہی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل کی کتابوں میں نبی کی بشارت موجود تھی وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لا کر دراصل اپنی کتاب کے حکم کو چھوڑ رہے ہیں اور بے رغبتی کے ساتھ اسے دور پھینک رہے ہیں۔ گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ تورات میں محمد ﷺ کی تصدیق اور اتباع کے بارے میں کچھ آیا ہے۔ (الدرالمنثور:181/1)

﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۣ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ(102)﴾

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان کی بادشاہت میں پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا لیکن شیاطین نے کفر کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کیا گیا، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے جب تک وہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم یقیناً آزمائش ہیں چنانچہ تو کفر نہ کر پھر بھی وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے تھے حالانکہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر اس میں سے کسی ایک کو بھی ہرگز ضرر پہنچانے والے نہیں تھے اور وہ ایسا علم سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچاتا اور انہیں نفع نہیں دیتا تھا حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جانتے تھے کہ جس نے اس کو خریدا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور یقیناً برا ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ کاش وہ جانتے ہوتے!''(102)

سوال1: ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ سُلَيْمٰنَ﴾ ''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان کی بادشاہت میں پڑھا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا تو جادو کے پیچھے لگ گئے۔ رب العزت نے اسی دور کا ذکر کیا ہے کہ وہ سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی جس میں انہوں نے جادو ایجاد کیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جو کوئی کسی نفع مند چیز کو ترک کرنا چاہتا ہو حالانکہ اسے اس کا فائدہ نصیب ہوسکتا ہو لیکن وہ فائدہ نہ اٹھائے تو اسے ایسے کام میں مصروف کر دیا جاتا ہے جو اس کے لیے نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح یہودیوں نے جب اللہ تعالیٰ سے، اس کے فرشتوں سے، اس کے رسولوں سے، اس کی کتابوں سے، اللہ والوں سے دشمنی رکھی تو اللہ تعالیٰ نے مکافات عمل کے طور پر انہیں جادو سیکھنے، سکھانے اور جادو کرنے میں مشغول کر دیا۔ ﴿3﴾ ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ﴾ یہود اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین پڑھتے تھے۔ ﴿4﴾ شیاطین ایسا کلام پڑھتے ہیں جس سے دوسروں پر برے اثرات ڈالے جاسکتے ہیں یعنی جادو۔ ﴿5﴾ یہاں یہود کی ایک گمراہی کا بیان ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور شیطانوں سے جادو سیکھنا شروع کر دیا۔ (تیسیر الرحمٰن:59/1)

سوال2: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ ''اور سلیمان نے کفر نہیں کیا لیکن شیاطین نے کفر کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیاطین نے یہودیوں کو جادو سکھانے کے لیے یہ دھوکہ دیا کہ سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت اسی جادو کے زور پر چلتی تھی اور وہ اسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جادو پر عامل تھے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا یعنی انہوں نے قطعاً جادو نہیں سیکھا۔اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو جادو سے منزہ قرار دیا ہے۔﴿3﴾﴿وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا﴾''لیکن شیاطین نے کفر کیا''شیاطین نے کفر کا ارتکاب کیا۔وہ جادو سیکھتے تھے اور سکھاتے تھے۔﴿4﴾﴿يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾''کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے''وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔﴿5﴾وہ جادو کر کہ لوگوں کو گمراہ کرتے تھے اور ان کی حرص یہ تھی کہ لوگوں کو سرکش بنائیں۔اس وجہ سے وہ جادو سکھاتے تھے۔

سوال3: جادو کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شریعت میں جادو ہر اس کام کو کہتے ہیں جس کا سبب چھپا ہوا ہو۔اثرات تو نظر آئیں لیکن اثر ڈالنے والا نظر نہ آئے۔﴿2﴾ جادو کے لیے عربی زبان میں سحر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔علماء اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:اللیث کہتے ہیں:''سحر وہ عمل ہے جس میں پہلے شیطان کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور پھر اس سے مدد لی جاتی ہے۔''(تاج العروس:502/6وکشاف اصطلاحات الفنون:344/2)﴿3﴾ الازہری کہتے ہیں:''سحر دراصل کسی چیز کو اس کی حقیقت سے پھیر دینے کا نام ہے۔''(تہذیب اللغۃ:290/4)(الموسوعۃ الفقہیۃ:259/24)﴿4﴾ شمر،ابن ابی عائشہ سے بیان کرتے ہیں:''عربوں نے جادو کا نام سحر اس لیے رکھا ہے کہ یہ تندرستی کو بیماری سے اور بغض کو محبت سے بدل دیتا ہے۔''(تاج العروس:503/6والموسوعۃ الفقہیۃ:259/24)(لسان العرب:348/4)﴿5﴾امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''سحر کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے،اول،دھوکا اور بے حقیقت تخیلات پر بولا جاتا ہے۔''(مفردات القرآن:/461)﴿6﴾ابن فارس سحر کے متعلق کہتے ہیں:''جیسا کہ ایک قوم کا خیال یہ ہے کہ سحر باطل کو حق کی شکل میں پیش کرتا ہے۔''(مقاییس اللغۃ:507)

سوال4: جادو کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:سات مہلک گناہوں سے بچو۔صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ کون سے ہیں؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا،جادو کرنا،ناحق کسی کی جان لینا جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے،سود کھانا،یتیم کا مال کھانا،جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔(صحیح بخاری:6857)﴿2﴾سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:شراب پینے والا،قطع رحمی کرنے والا،(اللہ کے حکم کے بغیر) جادو(کی تاثیر) پر یقین رکھنے والا۔''(مسند احمد:399/4ومسند ابی یعلیٰ:7248)﴿3﴾جادوگر اور کاہن کے پاس جانے والا اس شریعت کا انکار کرتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔(ابن ماجہ:639)﴿4﴾سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بدفالی کرے،یا اس کے لیے بدفالی کی جائے،یا جو کہانت کرے یا اس کے لیے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا اس کے لیے جادو کیا جائے اور جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اور اس نے اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کا انکار کیا۔''(صحیح الترغیب والترھیب البانی:3041)﴿5﴾جادوگر واجب القتل ہے۔﴿6﴾امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:کوئی شخص جب اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بات کا اعتراف کرلے کہ اس نے ایسے کلام کے ساتھ جادو کیا ہے، جس میں کفر پایا جاتا ہے اور وہ اس سے توبہ نہیں کرتا تو اسے قتل کر دینا واجب ہے۔اسی طرح اگر دلیل سے بات ثابت ہوجائے کہ اس نے واقعتاً کفریہ کلام کے ساتھ جادو کا عمل کیا ہے تو اسے قتل کر دینا ضروری ہوگا۔گر اس نے ایسے کلام کے ساتھ جادو کیا ہو جس میں کفر نہیں پایا جاتا تو اسے قتل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ہاں اگر جادوگر نے جادو کے عمل سے جان بوجھ کر دوسرے شخص کو ایسا نقصان پہنچایا جس سے قصاص واجب ہوجاتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے اور اگر نقصان سے قصاص لازم نہیں آتا تو اس سے دیت وصول کی جائے گی۔(تفسیر قرطبی:48/2)﴿7﴾ بحالہ بن عبدۃ فرماتے ہیں کہ میں احنف بن قیس کے چچا جز بن معاویہ کا کاتب تھا۔اسی دوران میں ہمارے پاس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان پہنچا، جسے انہوں نے اپنی وفات سے ایک سال قبل لکھا تھا کہ ہر جادوگر کو قتل کردو، لہٰذا ہم نے ایک ہی دن میں تین جادوگروں کو قتل کیا۔(ابوداود:3034)﴿8﴾ سیدنا جندب بن کعب رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر کو کرتب دکھاتے دیکھا۔جادوگر نے ایک آدمی کو ذبح کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور پھر اسے سر کے ساتھ جوڑ دیا۔سیدنا جندب بن کعب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس جادوگر کو قتل کر دیا۔پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو۔(الانبیاء:3)﴿9﴾ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اس لونڈی کے قتل کا حکم دیا تھا جس نے ان پر جادو کیا تھا، لہٰذا اسے قتل کر دیا گیا۔(مؤطا:1672)

سوال5: اللہ رب العزت نے کیوں فرمایا ہے ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ﴾؟

جواب: یہ یہود کا سلیمان علیہ السلام پر الزام تھا کہ وہ جادو کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس الزام کو دھویا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کا یہ کام نہیں ہوسکتا کہ وہ کفر کرے کیونکہ جادو تو کفر ہے۔

سوال6: اسلام نے جادو سیکھنے کو اور اس پر عمل کرنے کو کیوں کفر قرار دیا ہے؟

جواب: اسلام نے جادو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو کفر اس لئے قرار دیا ہے کہ ہر وقت کا نفع اللہ تعالیٰ سے طلب کرنا چاہیے اور ہر وقت کے نقصان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور اس کائنات میں ہر کام اس کی مشیت سے ہوگا۔

سوال7: ﴿وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ﴾ ''اور جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں نے اس جادو کی پیروی کی جو عراق کے شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کیا گیا تھا۔﴿2﴾ ان فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے لیے نازل کیا تھا۔﴿3﴾ یہ فرشتے لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔﴿4﴾ ہر شخص اسی چیز کی طرف مائل ہوتا ہے جس سے اسے رغبت ہوتی ہے۔انہیں جادو سے رغبت تھی کلام سے نہیں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جادو کا راستہ آسان کر دیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8:﴿وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ ''حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے جب تک وہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم یقیناً آزمائش ہیں چنانچہ تو کفر نہ کر'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہاروت ماروت انسانوں سے خیر خواہی کرتے تھے۔اس وقت تک کوئی چیز نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ واضح نہ کر دیتے کہ ہم آزمائش ہیں۔اور آپ کفر نہ کرو یعنی وہ جادو سیکھنے سے روکتے تھے۔انہیں جادو کی حقیقت سے آگاہ کرتے تھے کہ جادو حق نہیں کفر ہے۔﴿2﴾ شیاطین کا جادو سکھانا گمراہ کرنے کے لیے تھا اور فرشتوں کا جادو سکھانا آزمائش کے لیے تھا۔﴿3﴾ یہودی اس جادو کے پیچھے لگے جس کے لیے شیاطین نے انہیں قائل کیا تھا اور فرشتوں نے انہیں سکھایا تھا۔﴿4﴾ جب وہ جادو سیکھنے لگے تو انہوں نے وہ سارے علوم چھوڑ دیئے جو انبیاء لے کر آئے تھے اور شیاطین کی طرف راغب ہو گئے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جادو سکھانے کے لئے کیوں متعین کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾ فرشتوں کے ذریعے یہ واضح کر دیا جائے کہ جادو اور معجزے میں فرق ہوتا ہے۔﴿2﴾ فرشتوں کے ذریعے یہ واضح کرنا مطلوب تھا کہ جادو کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان فرشتوں کو عطا کیا گیا تھا۔﴿3﴾ فرشتے ان لوگوں کے امتحان کے لئے نازل کئے گئے تھے۔﴿4﴾ اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ ان کی اخلاقی گراوٹ کی نشاندہی کر دی جائے کہ وہ کس حد تک اپنی اصل سے گر چکے ہیں کہ اب گھرانے توڑنا چاہتے تھے۔

سوال10: فرشتے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیز کیوں سکھاتے تھے؟

جواب: فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانوں کی آزمائش کے لیے جادو سکھاتے تھے۔وہ اس لیے جادو سکھاتے تھے کہ انسانوں کے لیے بے گناہی کے عذر کی گنجائش نہ رہے۔

سوال11:﴿فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ﴾ ''وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ شوہر اور بیوی میں جدائی ڈالنے کی کوششیں ان کے اخلاقی زوال کی نشاندہی کرتی ہیں کیونکہ ازدواجی تعلق کی درستگی انسانی تمدن کی جڑ ہے اور وہ شخص بدترین ہے جو اس تعلق کو کاٹنے کی کوششیں کرے۔﴿2﴾ رب العزت نے شوہر اور بیوی کے درمیان محبت ڈالی ہے کیونکہ اسی پر معاشرے کے بنیادی یونٹ کا انحصار ہوتا ہے۔﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔(الروم:21)

سوال12: جادو کرنے اور کروانے کے مقاصد کیا ہوتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: انسانوں میں نفرت پیدا کرنا۔ پھوٹ ڈلوانا۔نقصان پہچانا۔

سوال13: جادو کے خطرے میں کون ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بندہ جتنا اپنے رب سے دور ہوتا ہے شیطان سے اتنا قریب ہوتا ہے،یعنی رحمت سے دور ہوجاتا ہے اور لعنت کے قریب ہوجاتا ہے۔ جو شخص شیطان کے راستے پر چلنے لگتا ہے وہ بدنصیب کہلاتا ہے اور جو رب رحمٰن کی رضا کا طالب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں شامل ہوجاتا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ﴾ سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔(یونس:62۔64)﴿2﴾ جب بندہ لغویات موسیقی وغیرہ سنتا ہے۔﴿3﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے۔﴿4﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں دیکھتا ہے۔﴿5﴾ جب وہ نمازوں میں سستی برتتا ہے۔﴿6﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ مجالس میں شامل ہوتا ہے تو اوہام اور وسوسے اس پر مسلط ہوجاتے ہیں،فرشتے اس سے دور ہوجاتے ہیں اور شیطان کے حملوں کا امکان بڑھ جاتا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَ مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ۝ وَ اِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔اور بلاشبہ یقیناً وہ انہیں ضرور راہ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔(الزخرف:37۔36)﴿7﴾ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔(صحیح بخاری:3281)﴿8﴾ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح ہونے تک سویا رہا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں (یا کہا کہ کان) میں شیطان پیشاب کرجاتا ہے۔''(صحیح بخاری:3270)﴿9﴾ ابن ابی سعید خدری رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''جب تم میں سے کسی آدمی کو نماز میں جمائی آئے تو تمہیں چاہیے کہ جس قدر ہو سکے اسے روکو کیونکہ (ایسا نہ کرنے کی وجہ سے) شیطان اندر داخل ہوجاتا ہے۔''(صحیح مسلم:7493)

سوال14: ﴿ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''حالانکہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر اس میں سے کسی ایک کو بھی ہرگز ضرر پہنچانے والے نہیں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جادو اللہ تعالیٰ کے اذن سے نقصان دیتا ہے۔ اذن کی دو اقسام ہیں۔(الف) اذن قدری: جو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق ہے۔جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔(ب) اذن شرعی: جیسا کہ سابقہ آیت ﴿ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ (البقرہ:97) میں مذکور ہے۔اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسباب کی قوت تاثیر خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو،وہ ہر حال میں قضاء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقدر کے تابع ہوتے ہیں۔ان کی مستقل تاثیر نہیں ہوتی۔افعال العباد کے بارے میں امت کے فرقوں میں کوئی بھی اس اصول کی مخالفت نہیں کرتا سوائے قدریہ کے۔قدریہ سمجھتے ہیں کہ اسباب کی تاثیر مستقل ہوتی ہے اور وہ مشیت الٰہی کے تابع نہیں ہوتے۔چنانچہ انہوں نے بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج کر دیا اور اس طرح وہ کتاب اللہ،سنت رسول اور اجماع صحابہ وتابعین کی مخالفت کے مرتکب ہوئے۔(تفسیر سعدی:144/1)

سوال15: کیا جادو اثر کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو دو طرح سے پیدا کیا ہے:مثبت بھی اور منفی بھی۔کسی چیز کا منفی پہلو غالب ہوتا ہے جیسے جادو۔اس کے اسی طرح اثرات ہوتے ہیں جیسے زہر کے جس کو کھانا حرام ہے۔﴿2﴾ جادو ایسی گرہوں اور ایسے دم اور الفاظ کا نام ہے،جن میں بولا یا لکھا جائے ،یا جادوگر ایسا عمل کرے،جس سے اس شخص کا بدن یا دل یا عقل متاثر ہو جائے جس پر جادو کرنا مقصود ہو اور جادو واقعتاً اثر رکھتا ہے،چنانچہ جادو سے کسی شخص کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے بیمار بھی کیا جا سکتا ہے۔بیوی کے قرب سے عاجز بھی کیا جا سکتا ہے۔جادو بیوی اور خاوند کے درمیان جدائی بھی ڈال سکتا ہے،ایک دوسرے کے دل میں نفرت یا محبت بھی پیدا کر سکتا ہے۔(المغنی والشرح الکبیر:104/10)﴿3﴾ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:جادو خبیث روحوں کے اثر ونفوذ سے مرکب ہوتا ہے۔اس سے انسانی طبیعتیں متاثر ہوتی ہیں۔(زادالمعاد:125.126/4)

﴿4﴾ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بنی زریق کے ایک شخص یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے نبی ﷺ کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ ﷺ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ایک دن یا (راوی نے بیان کیا کہ) ایک رات نبی ﷺ میرے یہاں تشریف رکھتے تھے اور مسلسل دعا کر رہے تھے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''عائشہ رضی اللہ عنہا!تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا،اس نے اس کا جواب مجھے دے دیا۔میرے پاس دو (فرشتے جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام) آئے۔ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا:ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔اس نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن عاصم نے۔پوچھا کس چیز میں؟ جواب دیا کہ کنگھیا اور سر کے بال میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔سوال کیا: اور یہ جادو ہے کہاں؟ جواب دیا کہ زروان کے کنوئیں میں۔''پھر نبی ﷺ اس کنوئیں پر اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا:''عائشہ رضی اللہ عنہا!اس کا پانی ایسا (سرخ) تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر (اوپر کا حصہ) شیطان کے سروں کی طرح تھے۔''میں نے عرض کیا:''یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں کر دیا؟''نبی ﷺ نے فرمایا کہ'' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے عافیت دے دی۔اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں اس برائی کو خواہ مخواہ لوگوں میں پھیلاؤں۔''پھر آپ ﷺ نے اس جادو کا سامان کنگھی بال خرما کا غلاف دفن کرا دیا۔(بخاری:5763)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال16: ﴿وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ ''اور وہ ایسا علم سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچاتا اور انہیں نفع نہیں دیتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور وہ ایسا علم سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچاتا اور انہیں نفع نہیں دیتا تھا'' اللہ تعالیٰ نے جادو کے علم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جادو میں نقصان ہی نقصان ہے، اس میں کوئی دینی یا دنیاوی منفعت نہیں ہوتی جس طرح بعض گناہوں میں دنیاوی منفعت ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے بارے میں فرمایا: ﴿قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ''کہہ دو شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں البتہ ان کا گناہ ان کے فائدے کی نسبت زیادہ بڑا ہے۔'' (البقرہ:219) پس یہ جادو تو ضرر محض ہے اور اصل میں اس کا کوئی داعیہ نہیں۔ تمام منہیات یا تو ضرر محض کی حامل ہیں یا ان میں شر کا پہلو خیر کے پہلو سے زیادہ ہے۔ جیسے تمام مامورات صرف مصلحت پر مبنی ہیں یا ان میں خیر کا پہلو شر کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ (تفسیر سعدی:144/1)

سوال17: جادو کا علاج کیا ہے؟

جواب: جادو دور کرنے کے لیے معوذتین نہایت نفع بخش ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ شیطان کو بھگانے کے لیے آیۃ الکرسی اعلیٰ پانے کا عمل ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ہمیں ہدایت کی ہے۔ ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اکساہٹ ہو تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ (فصلت:36) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ، اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حفاظت۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے اور اسے کسی اور کے حوالے نہیں کرتا۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ (الطلاق:2) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ پر توکل، اللہ تعالیٰ پر اعتماد، اس پر بھروسہ، رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔ (الطلاق:3) ﴿4﴾ گناہوں سے توبہ: وہ گناہ جس میں ابلیس مبتلا کرواتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔ (الشوریٰ:30) ﴿5﴾ جادو، حسد اور بلاؤں کو دور کرنے میں صدقے کی عجیب تاثیر ہے۔ ﴿6﴾ کثرت سے قرآن حکیم کی تلاوت کرنا اور مسنون دعائیں پڑھنا۔ بیت الخلا میں جاتے ہوئے اس کی دعا پڑھنا: ناپاک جگہ پر شیطانوں کا گھر اور ٹھکانہ ہوتا ہے، اس لیے اس میں کسی مسلمان کی موجودگی کو شیطان غنیمت تصور کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلا میں جاتے ہوئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اے اللہ میں ناپاک جنوں اور جنیوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (صحیح بخاری:142) ﴿7﴾ جادو نکلوانا اور اس کو ختم کرنا۔ یہ تب ممکن ہے جب جادو واقع ہو جائے تب علاج کروایا جائے۔ ﴿8﴾ آیۃ الکرسی پڑھنا۔ ﴿9﴾ ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے، جس قسم کے اثرات ظاہر ہو رہے ہوں اس کی دوا استعمال کی جائے۔ ﴿10﴾ عجوہ کھجور کا استعمال کرنا۔ سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص روزانہ چند عجوہ کھجوریں کھالیا کرے اسے اس دن رات تک زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ علی بن عبداللہ مدینی کے سوا دوسرے راوی نے بیان کیا کہ سات کھجوریں کھالیا کرے۔ (بخاری:5768)

سوال18: اللہ تعالیٰ کے کلام اور جادو میں کیا فرق ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کا کلام	جادو
1۔ اللہ تعالیٰ کا کلام زندگی بخشنے کے لیے آیا،	1۔ جادو سے زندگیاں برباد ہوتی ہیں۔
2۔ اللہ تعالیٰ کا کلام نفع بخش ہوتا ہے،	2۔ جادو سے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔
3۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہدایت ہے، سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے،	3۔ جادو سیدھے راستے سے دور لے جاتا ہے۔
4۔ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے، بلند مرتبہ ہے، اس کا سیکھنا فرض ہے،	4۔ جادو ناپاک کلام ہے اور اس کا سیکھنا حرام ہے۔
5۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ماننے والے بلند کردار کے مالک ہوتے ہیں،	5۔ جادو کرنے والے گھٹیا کردار کے مالک ہوتے ہیں۔
6۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ماننے والا مومن ہے اور اس کے لیے جنت ہے،	6۔ جادو کرنے والا کافر ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

سوال19: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جانتے تھے کہ جس نے اس کو خریدا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور یقیناً برا ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کاش وہ جانتے ہوتے!'' آخرت میں جادو کرنے اور کروانے والے کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

جواب: جادو کرنے اور کروانے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جادوگر جو جادو کا عمل کرتا ہو اور کسی نے اس پر جادو کا عمل نہ کیا ہو، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جانتے تھے کہ جس نے اس کو خریدا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ (البقرہ:102)

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (103)﴾

''اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یقیناً بہتر ثواب ملتا کاش وہ جانتے ہوتے۔'' (103)

سوال1: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا﴾ ''اور اگر وہ ایمان لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا﴾ ''اور اگر وہ ایمان لاتے'' یعنی اپنی کتابوں پر جن میں محمد ﷺ کی بشارتیں اور آپ ﷺ کے احکامات کی اتباع کا حکم ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَاتَّقَوْا﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حفاظت کرتے۔ اس کے روکے سے رکتے تو یہ ان کے لیے عظیم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ثواب کا باعث بنتا۔

سوال2: ﴿لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یقیناً بہتر ثواب ملتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ان کے ایمان لانے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو ثواب ہوتا وہ ان کے کفر اور سحر کے کاموں سے بہت بہتر تھا۔(الوسیط :186/1)

سوال3: ﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش وہ جانتے ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کاش کہ وہ جانتے کہ کوئی چیز علم صحیح جیسی نہیں۔ ﴿2﴾ کاش کہ وہ جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا ثواب بہت بہتر ہے۔ (تفسیر قاسمی :211/1)

رکوع نمبر13

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (104)﴾

''اے ایمان والو! تم ''رَاعِنَا (ہماری رعایت کریں)'' نہ کہو بلکہ ''اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظر کرم کیجئے)'' کہو اور سنو، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''(104)

سوال1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا﴾ ''اے ایمان والو! تم ''رَاعِنَا (ہماری رعایت کریں)'' نہ کہو بلکہ ''اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظر کرم کیجئے)'' کہو اور سنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مسلمان اپنے دین کو سیکھنے کے لیے نبی ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے تھے (رَاعِنَا) یعنی ہماری رعایت کیجیے۔ یہودی اس سے برے معنی کے ارادے سے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے، وہ باتوں کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں: ''(سمعنا) ہم نے سنا اور (عصینا) ہم نے نافرمانی کی'' (واسمع) اور تم سنو (غیر مسمع) کہ تمہیں نہ سنایا جائے اور (راعنا) ہماری رعایت کرو! اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے (کہتے ہیں) اور دین میں طعن کرتے ہوئے: ''اور اگر وہ کہتے: ''(سمعنا) ہم نے سنا (واطعنا) اور ہم نے اطاعت کی'' (واسمع) اور آپ سنیے'' اور'' (وانظرنا) ہم پر نظر کرم کیجیے'' تو ان کے حق میں بلاشبہ زیادہ بہتر اور زیادہ درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی چنانچہ ان میں سے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔(النساء:46) اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی ﷺ کو اس طرح مخاطب کرنے سے روک دیا تا کہ توہین رسالت کا یہ دروازہ بند ہو جائے۔ ﴿2﴾ اس آیت میں جائز کام سے اس وقت روکنے کی دلیل ہے جب کہ وہ کسی حرام کام کا وسیلہ ہو۔ ﴿3﴾ اس آیت میں برے الفاظ چھوڑنے کی تاکید ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہے جس سے اچھے معنی نکلتے ہیں۔ ﴿5﴾ ﴿وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا﴾ اور انْظُرْنَا کہو یعنی ہماری طرف نظر کرم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیجیے۔اس لفظ سے اصل مقصد حاصل ہوجاتا ہے کہ ہماری طرف توجہ فرمایئے۔﴿6﴾﴿وَاسْمَعُوْا﴾اورسنو۔اس میں سنی جانے والی چیز کا ذکر نہیں کیا تا کہ اس میں ہر وہ چیز شامل رہے جس کو سننے کا حکم دیا گیا ہے۔﴿7﴾اس سننے میں سماع قرآن اور سماع حدیث شامل ہیں۔﴿8﴾اس آیت میں ادب اور اطاعت کی تعلیم ہے۔

سوال2: رب العزت نے الفاظ کے انتخاب پر توجہ دینا کیوں سکھایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے الفاظ کے انتخاب پر اس لئے توجہ دینا سکھایا ہے کہ کچھ الفاظ سے نقص اور توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ادب اور احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔﴿2﴾الفاظ کی وجہ سے بات کا مفہوم بدل جاتا ہے۔اس لیے خاص طور پر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام کو انسانوں تک پہنچانا چاہیں،انہیں جان لینا چاہیے کہ الفاظ کے درست استعمال سے یہ بات پہنچ سکتی ہے ورنہ کلام اللہ پہنچانے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

سوال3: بات کو توجہ سے سننے کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ بات سمجھ آتی ہے۔﴿2﴾بات دل کے اندر اتر جاتی ہے۔

سوال4: مجلس کے آداب کے بارے میں رب العزت نے کیا راہ نمائی فرمائی ہے؟

جواب:﴿1﴾ گفتگو میں صاف الفاظ کا استعمال کریں۔﴿2﴾مشتبہ الفاظ استعمال نہ کیے جائیں جن سے کوئی برا پہلو نکلتا ہے۔﴿3﴾بات کو توجہ سے سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔﴿4﴾سوال و جواب کی بجائے عبرت اور نصیحت کا ذہن پیدا کریں۔﴿5﴾اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔﴿6﴾دنیا میں کسی کے پاس کوئی بھلائی دیکھ کر حسد اور جلن میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔اس کے فیصلے کی وجہ سے ایک بندے کو پہنچا ہے۔﴿7﴾رسول اللہ ﷺ (تعلیم دینے والے) کی عزت اور عظمت کا خیال کریں۔

سوال5: ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے'' یہاں کافروں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: یہاں کافروں سے مراد اہل کتاب کے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات سننے اور ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (105)﴾

''اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا نہ وہ پسند کرتے ہیں اور نہ مشرکین کہ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے کوئی بھلائی نازل کی جائے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔''(105)

سوال1: ﴿مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اہل کتاب میں سے جن لوگوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے کفر کیا نہ وہ پسند کرتے ہیں اور نہ مشرکین کہ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے کوئی بھلائی نازل کی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے یہودیوں اور مشرکوں کی دشمنی سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ نہیں چاہتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر یعنی وحی نازل ہو۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ﴾ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ (الزخرف:32) ﴿2﴾ ان کی یہ تمنا تمہارے ساتھ بغض اور حسد کی وجہ سے ہے۔ ﴿3﴾ وہ پیغمبری کو اپنا قومی حق سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز نازل ہو۔

سوال2: ﴿ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ ربّ العزت نے اہل کتاب اور مشرکوں کی اس خواہش کا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے اور رحمت سے مراد نبوت ہے۔ نبوت بہت بڑی نعمت ہے۔ ﴿2﴾ علی بن ابی طالب کہتے ہیں: رحمت سے مراد نبوت ہے۔ (تفسیر منیر:1/282) ﴿3﴾ ﴿ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ یعنی محمد ﷺ پر۔ (تفسیر الوسیط:1/187)

سوال3: ﴿ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے'' کے ذریعے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے'' کا علم دے کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شعور دلایا ہے کہ اس نے ان پر احسان کیا ہے کہ ان میں سے رسول بھیجا، کتاب نازل کی تاکہ وہ انہیں پاک کرے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں وہ سب کچھ سکھائے جو وہ نہیں جانتے تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسلام لانے کی توفیق دی جو بہت بڑا فضل ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان کی دولت عطا کی جو اس کا عظیم احسان ہے۔ ﴿4﴾ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہی یہودی حسد میں مبتلا ہوئے کیونکہ دولت ایمان کی وجہ سے مسلمان برتر ہو گئے۔

﴿ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (106) ﴾

''جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا جسے ہم بھلا دیتے ہیں، ہم اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے؟'' (106)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ تورات کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہیں ہوں گے۔ اسی اعتقاد کی وجہ سے انہوں نے انجیل کا کتاب الٰہی ہونا تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس سے ان کو تورات کے بعض احکام کا منسوخ ہو جانا تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ اب جب کہ قرآن مجید کی بعض آیتیں بعض

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آیتوں سے منسوخ ہوئیں تو یہودلوگ مسلمانوں سے طرح طرح کی حجتیں اس باب میں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کلام الٰہی کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا۔(احسن التفاسیر:110/1)

سوال2:﴿مَانَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْنُنْسِهَانَاْتِ بِخَيْرٍمِّنْهَآ اَوْمِثْلِهَا﴾ ''جوآیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا جسے ہم بھلا دیتے ہیں، ہم اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾نسخ کے لغوی معنی نقل کرنے کے ہیں۔اصطلاح میں اس سے مراد ''ایک حکم کو بدل کر دوسرا حکم لانا'' ہے۔منسوخ ہونے سے مراد احکامات کا بدل جانا ہے۔شرح میں جب ایک حکم کی جگہ دوسرا حکم لاتے ہیں تو اسے نسخ کہتے ہیں۔﴿2﴾نسخ کی شرعی حقیقت یہ ہے کہ مکلفین کو کسی ایک شرعی حکم سے کسی دوسرے شرعی حکم کی طرف منتقل کرنا یا اس شرعی حکم کو یکسر ساقط قرار دے دینا۔یہودی نسخ کا انکار کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ نسخ جائز نہیں، حالانکہ نسخ ان کے ہاں تورات میں بھی موجود ہے۔ان کا نسخ کو نہ ماننا کفر اور محض خواہش نفس کی پیروی ہے۔(تفسیر سعدی:146/1)﴿3﴾﴿مَانَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْنُنْسِهَا﴾ ''جوآیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا جسے ہم بھلا دیتے ہیں''یعنی جس آیت کو بھی ہم لوگوں کے دل سے لے جاتے ہیں یا فراموش کرادیتے ہیں۔﴿4﴾ہم اسے بھلا دیتے ہیں سے مراد ہے کہ حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لیتے ہیں یعنی نبی ﷺ کے دل سے بھی مٹا دیتے ہیں۔﴿نَاْتِ بِخَيْرٍمِّنْهَآ﴾ ''ہم اس سے بہتر لے آتے ہیں''یعنی اس کی جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں جو زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے۔﴿5﴾﴿اَوْمِثْلِهَا﴾ یا اس جیسی لے آتے ہیں۔

سوال3: احکامات الٰہی منسوخ ہونے کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

جواب: احکامات الٰہی منسوخ ہونے کی تین صورتیں ہیں: نسخ تین قسم کا ہے:﴿1﴾نسخ کا حکم یعنی ایک کو بدل کر دوسرا حکم نازل کر دینا۔یہ ناسخ اور منسوخ دونوں ہی قرآن مجید میں موجود ہیں۔مثلاً بیوہ عورت کی عدت پہلے ایک سال تھی، پھر بعد میں 4 ماہ 10 دن ہوگئی۔قبلہ پہلے بیت المقدس تھا، پھر کعبۃ اللہ ہوا۔نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم تھا پھر منسوخ ہوگیا۔﴿2﴾نسخ التلاوۃ یعنی وہ احکامات جس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی لیکن حکم باقی رکھا گیا۔شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر میں ان کی تعداد پانچ بتائی ہے۔مَانَنْسَخْ میں نسخ کی دوسری قسم بتائی گئی ہے۔﴿3﴾﴿اَوْنُنْسِهَا﴾''ہم بھلا دیتے اس کو''یعنی اس کا حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لئے گئے۔

سوال4: کیا پہلی شریعتوں کے احکامات بھی منسوخ ہوتے رہے ہیں، دلائل دیں؟

جواب: پہلی شریعتوں کے احکامات بھی منسوخ ہوتے رہے ہیں مثلاً:﴿1﴾سیدنا آدم علیہ السلام کی بیٹیاں اور بیٹے آپس میں بہن بھائی تھے لیکن ان میں نکاح جائز تھا۔بعد میں اسے حرام کر دیا گیا۔﴿2﴾سیدنا نوح علیہ السلام جب کشتی سے اترے تو ان کے لیے تمام حیوانات کا کھانا حلال تھا۔بعد میں یہ اجازت ختم ہوگئی۔﴿3﴾دو بہنوں کا ایک ہی شخص سے نکاح بنی اسرائیل اور ان کی اولاد پر حلال تھا لیکن پھر تورات میں اسے حرام کر دیا گیا۔﴿4﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا لیکن قربان کرنے سے پہلے ہی منسوخ کر دیا گیا۔﴿5﴾بنی اسرائیل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوحکم دیا گیا تھا کہ جولوگ بچھڑا پوجنے میں شامل تھے وہ سب اپنی جانوں کوقتل کرڈالیں لیکن پھر بہت سے باقی تھے کہ حکم منسوخ ہوگیا۔

سوال5: نسخ کوتسلیم نہ کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نسخ کوتسلیم نہ کرنا گمراہی ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سب سے بہتر قاریٔ قرآن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ علی رضی اللہ عنہ میں قضاء یعنی فیصلے کرنے کی صلاحیت ہے۔اس کے باوجود ہم ابی رضی اللہ عنہ کی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتے جو ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن آیات کی بھی تلاوت سنی ہے، میں انہیں نہیں چھوڑ سکتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ ہم نے جو آیت بھی منسوخ کی یا اسے بھلایا تو پھر اس سے اچھی آیت لائے۔(صحیح بخاری:4481)﴿2﴾ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہودیوں نے نسخ کا انکار صرف کفر وعناد کی وجہ سے کیا، ورنہ یہ چیز عقلی طور پر ممنوع نہیں۔ (ابن کثیر:183/1)

سوال6: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ سے کس طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ''کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے'' کے الفاظ سے یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔زمین وآسمان کی بادشاہت اس کے ہاتھ میں ہے۔جس وقت جو حکم اس کی حکمت کے مطابق ہو، اسے نازل کردے اور جس حکم کو چاہے منسوخ کردے۔

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ(107)﴾

''کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار؟''(107)

سوال1: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔تمام اختیارات اس کے پاس ہیں تو کیا تمہارے لئے قانون بدلنے کا اختیار اس کو نہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ولی اور مددگار ہے۔﴿2﴾ جب اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ہے، وہ تمہارے اندر تصرف کرتا ہے جیسے اس کے تقدیری فیصلوں سے اعراض نہیں کرسکتے ایسے ہی شرعی احکامات میں بھی اعراض درست نہیں۔﴿3﴾ جس رب کا قانون آسمانوں اور زمین پر چلتا ہے، اسی رب کا قانون انسان کے لئے آیا ہے۔خوب اچھی طرح سے جان لو کہ وہ حکم دینے اور بدلنے والا ہے۔

سوال2: ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ﴾ ''اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار؟'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: ''اورتمہارااللہ تعالیٰ کے سوانہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار؟''﴿1﴾یعنی ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھو۔یہودیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہو،وہی تمہارا سہارا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں،کبھی چھوٹنے والا نہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ولی اور مددگار ہے وہ نفع کے حصول میں مددگار اور نقصان کو دور کرنے میں مددگار ہوگا۔

﴿اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ(108)﴾

''کیاتم چاہتے ہوکہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوالات کروجس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے؟اور جوکوئی کفرکوایمان کے بدلے میں لے لے تویقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''(108)

سوال1:﴿اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ﴾''کیاتم چاہتے ہوکہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوالات کروجس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے کی خواہش بہت فطری ہے۔اس لئے کہ رسول ہی وہ ہستی ہے جس سے الجھنوں کا حل مانگا جاتا ہے۔رسول ہی تو وہ ہستی ہے جس سے انسانوں کو درست طریقۂ زندگی کا پتہ چلتا ہے۔انسان کے ذہن میں ہر وقت کشمکش چلتی رہتی ہے کہ صحیح ہے یا غلط لہٰذا مسلمان سوال کرنا چاہتے تھے۔مسلمان یہودیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر بھی سوال کررہے تھے۔مسلمانوں کو غیر ضروری سوالات سے روکا گیا اس لیے کہ غیر ضروری سوالات سے کفر کا اندیشہ ہوتا ہے۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:﴿يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً﴾اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں،سووہ تو یقیناً موسیٰ سے اس سے زیادہ بڑا سوال کرچکے ہیں،چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو بالکل سامنے دکھادو۔(النساء:153)﴿3﴾محققین نے لکھا ہے کہ یہاں مراد ایسے سوالات کی ممانعت ہے جن کا مقصد محض اعتراض کرنا اور دین میں شدت پیدا کرنا ہو۔(تیسیر الرحمٰن:63/1)

سوال2:اگر سوال کرنے کی یہ خواہش فطری ہے تو رسول سے سوال کرنے سے منع کیوں کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یہودیوں کی طرح سرکشی سے سوال نہ کرو۔﴿2﴾غیر ضروری سوال نہ کرو کیونکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے۔﴿3﴾ کثرت سے سوال نہ کرو۔

سوال3:سوال کے بارے میں اسلام کا موقف کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں تھی مگر اس کے سوال کی وجہ سے حرام کر دی گئی۔ (بخاری:7289)﴿2﴾ سوال کرنا علم کی ضرورت ہے مگر لایعنی سوالات اور مطالبات علم کے لئے نہیں کئے جاتے۔ اس لئے نزول وحی کے دور میں سوالات کرنے سے روکا گیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ سو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ (النحل:43)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سوالات برقرار بھی رکھے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ (البقرہ:219) ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى﴾ اور وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ (البقرہ:220)

سوال4: مسلمانوں کو کثرت سوالات اور بے جا مطالبات سے کیوں روکا گیا؟

جواب: سوالوں کی کثرت کی وجہ سے ﴿1﴾ انسان راہ راست سے بھٹک جاتا ہے۔ ﴿2﴾ ایمان کی روش انکار کی روش سے بدل جاتی ہے۔ ﴿3﴾ نزول قرآن کے دور میں سوال کرنے کی وجہ سے ایسی باتوں کا امکان تھا جو ظاہر ہونے پر بری لگتیں۔ ﴿4﴾ سوال کی وجہ سے حلال چیز حرام ہو سکتی ہے۔

سوال5: ﴿وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ﴾ ''اور جو کوئی کفر کو ایمان کے بدلے میں لے لے'' ایمان کو کفر سے بدلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایمانی طریقۂ کار سے ہٹو گے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی نہیں کرو گے تو ایمان کے بدلے کفر لے لو گے اور سیدھا راستہ گم کر دو گے۔

سوال6: ﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا'' اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کفر سے بدلنے کا کیا انجام بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کفر سے بدلنے کا انجام گمراہی بتایا ہے، جس تک بنی اسرائیل پہنچ چکے ہیں۔

﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (109)﴾

''اہل کتاب میں سے اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دیں اپنے دلوں میں حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ حق ان کے لیے پوری طرح واضح ہو گیا، چنانچہ آپ معاف کر دیں اور درگزر کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ لے آئے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (109)

سوال1: ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ ''اہل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کتاب میں سے اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دیں اپنے دلوں میں حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ حق ان کے لیے پوری طرح واضح ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے اہل کتاب کے حسد کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ چاہتے ہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں۔ اس کے لیے انہوں نے جال بچھایا ہے لیکن ان کا فریب خود ان ہی پر الٹ گیا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پر ایمان لاؤ جو نازل کیا گیا ان پر جو ایمان لائے اور تم اس کی شام کو کفر کرو تا کہ وہ واپس لوٹ آئیں۔ (آل عمران:72) ﴿2﴾ ﴿حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اپنے دلوں میں حسد کی وجہ سے'' حسد بہت بری اخلاقی بیماری ہے جو انسان کے نفس کے اندر یہ خواہش پیدا کرتی ہے کہ دوسرے لوگ بھلائی سے محروم ہو جائیں۔ اہل کتاب کو یہ احساس تھا کہ وہ پہلے سے حق پر ہیں اور حق پرستوں کی بڑی جماعت بنی اسرائیل سے ان کا تعلق ہے۔ وہ پیغمبری کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ ان کے لیے یہ بات نا قابل برداشت تھی کہ ان کے گروہ کے سوا کسی اور گروہ میں اللہ تعالیٰ اپنا پیغمبر بھیجیں۔ جب محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی کے طور پر مبعوث کیا تو یہودی اسی وجہ سے حسد میں مبتلا ہو گئے۔ ﴿3﴾ ﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ﴾ اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے۔ (آل عمران:120) ﴿4﴾ ﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔ (النساء:54) ﴿5﴾ ﴿مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ ''اس کے بعد کہ حق ان کے لیے پوری طرح واضح ہو گیا'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کتاب اور رسول کو وہ جان چکے لیکن اس کے باوجود وہ حسد کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان کے بعد کافر بنا دیں۔

سوال2: ﴿فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ معاف کر دیں اور درگزر کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہود کی برائیوں کے مقابلے میں عفو و درگزر سے کام لینے کا حکم دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے۔ ﴿2﴾ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دے دیا۔ ﴿3﴾ اہل ایمان نے ان میں سے کچھ مستحقین کو قتل کیا، کچھ قیدی بنا لیے گئے اور کچھ ملک بدر کر ڈالے۔ ﴿4﴾ ﴿حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے'' سے مراد ہے کہ اسلام اور کفر کی اس جنگ کا خود کوئی فیصلہ کر دے۔ یہود کے حق میں حسب وعدہ اللہ تعالیٰ کا حکم اخیر اپنے وقت مقررہ پر نازل ہوا جس سے مدینہ کے گرد و نواح کے یہود برباد ہو گئے کیونکہ کچھ قتل کر دیئے گئے اور کچھ مدینہ کے انواح میں سے نکال دیئے گئے۔ (احسن التفاسیر:112/1)

سوال3: نئے اسلام لانے والوں کو یہودی کیسے بہکاتے تھے؟

جواب: نئے اسلام لانے والوں سے وہ کہتے تھے کہ اگر تمہیں اپنا آبائی مذہب چھوڑنا ہی ہے تو یہودیت یا عیسائیت اختیار کر لو کیونکہ جنت یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہے جو ہمیشہ سے نبیوں اور بزرگوں کی جماعت رہی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی ان سازشوں کا مقابلہ کس طرح کرنا سکھایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: معاف کردو اور درگزر کردو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ لے آئے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالاتے رہو جن کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے۔

سوال5: اسلام مسلمانوں کو کس روپ میں دیکھنا چاہتا ہے؟

جواب: اسلام مسلمانوں کو حسد اور سازشوں کے مقابلے میں عفو و درگزر کرتے دیکھنا چاہتا ہے۔

سوال6: مسلمانوں کو جن خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی نصیحت کی گئی۔ اس کے کیا ثمرات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عفو و درگزر: اس سے خلاف مزاج حالات برداشت کرنے کی عادت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس سے انسان کی اخلاقی اور روحانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور بڑے بڑے سنگین اور مشکل حالات کو برداشت کرنے کی مشق ہوجاتی ہے۔ عفو و درگزر انسان کو اس سے بچاتا ہے کہ وہ مشتعل ہوکر منفی کاروائیاں کرنے لگے۔ ﴿2﴾ نماز: انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتی ہے۔ ﴿3﴾ زکوٰۃ: اس سے باہمی خیر خواہی اور اتحاد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

سوال7: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سرکش یہودیوں کی قید، قتل و غارت گری اور جلاوطنی سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔

سوال8: یہود نے مخالفت کی وجہ سے عام لوگوں میں شبہات پھیلائے۔ مسلمانوں کو شبہات سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کے لیے کیا نصیحتیں کی گئیں؟

جواب: ﴿1﴾ صاف الفاظ میں گفتگو کریں۔ ﴿2﴾ ایسے الفاظ نہ بولیں جن سے کوئی برا پہلو نکل سکتا ہو۔ ﴿3﴾ جو بات کہی جائے اسے غور سے سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ ﴿4﴾ سوال و جواب کی بجائے نصیحت کا مزاج پیدا کریں۔ ﴿5﴾ حسد اور جلن میں مبتلا نہ ہوں۔ ﴿6﴾ اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (110)﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو بھلائی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اللہ تعالیٰ کے ہاں تم اس کو موجود پاؤ گے، یقیناً جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (110)

سوال1: ﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو بھلائی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اللہ تعالیٰ کے ہاں تم اس کو موجود پاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ان آیات میں تین چیزوں کی ہدایت کی گئی ہے نماز،زکوٰۃ اورتقدیم خیرکی۔نماز سے روح کی جلاہوتی ہے،قلب سے دوئی کا خیال اٹھ جاتا ہے۔سب خدا کے حضور میں بلاامتیاز جھک جاتے ہیں اس لیے حسدوبغض کی گنجائش نہیں رہتی۔زکوٰۃ سے محتاج وغنی میں رشتۂ مودت واخوت قائم ہوجاتا ہےاورتقدیم خیر سے عام تعاون باہمی پرآمادہ کیا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ ان تینوں چیزوں کے ہونے کے بعد کسی قوم میں حسدوبغض کی مہلک وبانہیں رہتی۔(سراج البیان:38/1)﴿2﴾ ﴿وَمَاتُقَدِّمُوْالِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍتَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ﴾یعنی خیر کا ثواب اورجزااللہ تعالیٰ کے پاس پائیں گے۔﴿3﴾ابن ہشام کہتے ہیں مجھ کوخبر پہنچی ہے کہ جب سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کاارادہ کیاتو کفارقریش نے ان سے کہا کہ اے صہیب!جب تو یہاں آیا تھا تو نہایت مفلس اورفقیرتھا،یہاں تیرے پاس اس قدر مال جمع ہوگیا۔اب تو چاہتاہے کہ تومال لے کر یہاں سے چلاجائے،ہم تجھ کوہرگز جانے نہ دیں گے۔سیدناصہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگرمیں یہ سب مال تم کودے دوں تب تم مجھے جانے دوگے۔قریش نے کہا کہ ہاں تب جانے دیں گے۔سیدناصہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بس توسب مال میں نے تم کو دیا۔ راوی کہتاہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدناصہیب رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی توفرمایا کہ سیدناصہیب رضی اللہ عنہ نے بڑانفع حاصل کیا۔(سیرت النبی ابن ہشام:317/1)﴿4﴾غزوۂ تبوک میں مسلمانوں نے صدقہ وخیرات کرنے میں بھی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کی۔سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ملک شام کے لیے ایک قافلہ تیارکیا تھا جس میں پالان اورکجاوے سمیت دوسواونٹ تھے اوردوسواوقیہ(تقریباً ساڑھے انتیس کلو)چاندی تھی۔آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سب صدقہ کردیا۔اس کے بعد پھرایک سواونٹ پالان اورکجاوے سمیت صدقہ کیا۔اس کے بعدایک ہزاردینار(تقریباًساڑھے پانچ کلوسونے کے سکے)لے آئے اورانہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں بکھیردیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں الٹتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:آج کے بعدعثمان رضی اللہ عنہ جوبھی کریں انہیں ضررنہ ہوگا۔اس کے بعدسیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پھرصدقہ کیا،اورصدقہ کیا،یہاں تک کہ ان کےصدقے کی مقدارنقدی کےعلاوہ نوسواونٹ اورایک سوگھوڑے تک جاپہنچی۔(الرحیق المختوم:583)

سوال2:مسلمانوں کو یہود کی شرانگیزیوں کے مقابلے میں کیانصیحت کی گئی؟

جواب:﴿1﴾یہود سے بحث ومباحثہ نہ کیاجائے۔﴿2﴾اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی ذات پربھروسہ کیاجائے۔﴿3﴾عفوودرگزرسے کام لیاجائے۔﴿4﴾نمازقائم کی جائے۔زکوٰۃ ادا کی جائے۔﴿5﴾اس بات کایقین رکھاجائے کہ جوکچھ کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے۔

سوال3:انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پوراکرنے اورنیک کام کرنے کی طلب کیسے پیداہوتی ہے؟

جواب:جب انسان کواس بات کایقین آتاہے کہ جوبھلائی وہ اپنے لئے آگے بھیجے گا،اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو پائے گا تواس کے دل میں نیک کام کرنے کی طلب پیداہوتی ہے۔

سوال4:﴿اِنَّ اللّٰهَ بِمَاتَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾’’یقیناً جوبھی تم عمل کرتے ہواللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والاہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ''یقیناً تم سب جوعمل کرتے ہواللہ تعالیٰ اسے دیکھنے والا ہے''یعنی تمہارانماز قائم کرنا،زکوٰۃ ادا کرنا،نیکی کے کام کرنا اللہ تعالیٰ سے چھپاہوانہیں ہے۔اللہ تعالیٰ دیکھتاہےاور جزادے گا۔

﴿وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(111)﴾

''اورانہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگروہ جو یہودی یاعیسائی ہو،یہ ان کی تمنائیں ہیں،آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤاگرتم سچے ہو۔''(111)

سوال1:﴿وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی﴾''اورانہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگروہ جو یہودی یاعیسائی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اورعیسائیوں کے دعوؤں کا ذکرکیاہے کہ کوئی اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ یہودی یاعیسائی نہ ہو۔ان دعوؤں کے پیچھے کوئی عقلی دلیل یاثبوت نہیں تھا کہ صرف اکیلے ہی جنت کے مستحق ہیں۔

سوال2:﴿تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ﴾''یہ ان کی تمنائیں ہیں''اللہ تعالیٰ نے یہود کی پیدا کردہ اس غلط فہمی کہ''جنت یہودیوں اورعیسائیوں کے لیے ہے'' کا کیاجواب دیا؟

جواب:وہ اللہ تعالیٰ پرناحق کی تمنارکھتے ہیں جوکہ صحیح نہیں ہے۔﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی کی وضاحت کی کہ جنت پراپناحق سمجھنا تمنا ہو سکتی ہے،حقیقت نہیں۔﴿2﴾ کسی گروہ سے وابستگی کسی کو جنت کا مستحق نہیں بناتی۔﴿3﴾جنت کا فیصلہ انسان کے اپنے عمل کی بنیاد پر کیا جاتا ہے نہ کہ کسی خاص گروہ سے تعلق کی بنیاد پر۔

سوال3: کیامسلمانوں میں سے بھی کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جنت ہمارے فرقے والوں کے لئے ہے؟

جواب:مسلمانوں میں بھی یہود کی طرح اپنے فرقے،اپنے گروہ کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا ہوچکی ہے کہ جنت صرف انہی کے لئے ہے۔

سوال4:﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾''آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤاگرتم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے انہیں چیلنج کیاہے کہ اگرتم اس دعوے میں سچے ہوکہ جنت میں داخلہ تمہارے لیے خاص ہے تو دلیل لاؤ۔(تفسیر قاسمی:224/2)

﴿بَلٰی ۟ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ(112)﴾

''کیوں نہیں،جس نے اپناچہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کردیااوروہ نیکی کرنے والا ہوتواس کے لیےاس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے اوران پرنہ کوئی خوف ہوگااورنہ وہ غمگین ہوں گے۔''(112)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ بَلٰی ۟ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ﴾ ''کیوں نہیں، جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ بَلٰی ۟ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ ﴾ جس نے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر کے اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا۔﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرے۔﴿3﴾﴿ مُحۡسِنٌ ﴾ کا مطلب ہے اخلاص کے ساتھ کام کرنے والا، سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے والا۔﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مومن، موحد اور جو محمد ﷺ لے کر آئے اس کی تصدیق کرنے والا محسن ہے۔(الوسیط:14/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے ہاں اطاعت کرنے اور احسان کرنے کا صلہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سونپ دے یعنی اسلام لے آئے جنت اس کے لئے ہے۔﴿2﴾ جو نیک روش پر چلے یعنی احسان کرے جنت اس کے لئے ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے یہاں عمل مقبول ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب:﴿1﴾ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ عمل کے (عنداللہ) مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ وہ خالص اللہ کے لیے ہو۔دوسری شرط یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اسلامی شریعت کے مطابق ہو۔اگر نیت میں اخلاص ہو لیکن سنت کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل مردود ہوگا۔(ابن کثیر:187/1)﴿2﴾ اس لیے راہبوں، سادھوؤں اور صوفیوں کا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں، اس لیے کہ ان کے عمل میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع مفقود ہے۔اسی طرح اگر عمل شریعت کے موافق ہے لیکن نیت اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں تو ایسا عمل بھی مردود ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمۡ ﴾ بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے۔(النساء:142)(تیسیر الرحمٰن:64/1)﴿3﴾﴿ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا كُفۡرَانَ لِسَعۡيِهٖ ۚ ﴾ پس جو شخص نیکی کا کوئی عمل کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی۔(الانبیاء:94)

سوال4: یہاں دین اسلام کے کن دو بنیادی درجات کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلام۔﴿2﴾ احسان۔

سوال5:﴿ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ ﴾ ''جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا'' سے مراد یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کیا۔﴿2﴾﴿ وَهُوَ مُحۡسِنٌ ﴾ سے مراد یہ ہے جس نے اخلاص کے ساتھ نبی ﷺ کی سنّت کے مطابق کام کیا۔

سوال6: اسلام میں اچھا (محسن) ہونے سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ محسن سے مراد ہے جواللہ تعالیٰ کی مرضی کے لیے محمد ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرے۔﴿2﴾اسلام میں اچھا''محسن'' ہونا یہ ہے کہ انسان اس طرح سے اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے حوالے کردے کہ ہر دوسری چیز کی اہمیت دل سے نکل جائے۔مثلاً (الف) کسی خاص گروہ سے تعلق کا تعصب۔(ب) ذاتی وفاداریاں۔(ج) دنیا کی مصلحتیں۔اسلام میں اچھا وہ ہے جو ہر حکم پر اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑے اوراس کے راستے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے۔

سوال7:﴿فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾''اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے''اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے والوں اوراحسان کرنے والوں کا بدلہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے حوالے کردینے والوں اور'محسنین' کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے۔﴿2﴾ان کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔یہ اجر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں بھری جنت ہے۔

سوال8:اعمال کی قبولیت کے بنیادی اصول کون سے ہیں؟

جواب:اعمال کی قبولیت کے بنیادی اصول دو ہیں:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کیا جائے۔﴿2﴾رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کام کیا جائے۔

سوال9:﴿وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾''اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''انہیں مرغوب چیز حاصل ہوگی اورغم اورخوف سے نجات پا جائیں گے۔﴿2﴾اہل جنت جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ﴾سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کودور کردیا۔(فاطر:34)

رکوع نمبر14

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ(113)﴾

''اور یہود نے کہا کہ عیسائی کسی چیز پر نہیں اور عیسائیوں نے کہا کہ یہودی کسی چیز پر نہیں، حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں، اسی طرح ان کی بات جیسی بات ان لوگوں نے کی جو علم نہیں رکھتے، پھر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان ان معاملات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔''(113)

سوال1:﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ﴾''اور یہود نے کہا کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عیسائی کسی چیز پرنہیں اورعیسائیوں نے کہا کہ یہودی کسی چیز پرنہیں، حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں'' یہوداورنصاریٰ کواپنی قوم حق پراوردوسری قومیں باطل پر کیوں نظرآتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل کتاب خود پرستی اورضد میں اس مقام پرپہنچ گئے کہ انہیں اپنے سوا کوئی حق پرنظرنہیں آتا۔انہوں نے ایک دوسرے کوبھی گمراہ اورکافرقراردیا۔﴿2﴾﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ﴾ یہود نے نبیوں اور بزرگوں سے تعلق کوحق پرستی کا معیار بنایااس لیے وہ خودکوحق پرسمجھتے تھے۔﴿3﴾﴿وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ عیسائیوں نے اپنے اندر یہ خاصیت دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا اکلوتا بیٹاان کے پاس بھیجااس لیے وہ اپنے آپ کوحق پرسمجھتے تھے۔﴿4﴾﴿وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ﴾ حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات جسے یہودی پڑھتے ہیں اورانجیل جسے عیسائی پڑھتے ہیں۔اس سے مرادیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کے باوجودانہوں نے اپناعقیدہ درست نہیں کیا،اپنی زندگی درست نہیں کی۔﴿5﴾ فخرالدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھاہے کہ نبی کریم ﷺ کی امت بھی بعینہ اسی بیماری میں مبتلا ہوگئی ہے کہ ہرایک جماعت دوسری جماعت کی تکفیر کرتی ہیحالانکہ قرآن سبھی پڑھتے ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن :64/1)﴿6﴾﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ اور بلاشبہ یہی میراراستہ ہے جوسیدھاہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرواور دیگرراستوں کی پیروی نہ کروکہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کردیں گے۔ (الانعام :153) ﴿7﴾ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو میں تمہارے پاس دو بہت ہی بھاری اورعظیم چیزیں چھوڑے جارہاہوں ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جواللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔جواس کی اتباع کرے گا وہ ہدایت پررہے گااورجواسے چھوڑدے گا وہ گمراہ ہوجائے گا۔(صحیح مسلم :6228)

سوال2: ﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ﴾ ''اسی طرح کی بات ان لوگوں نے کہی جوعلم نہیں رکھتے'' اس سے مرادکون لوگ ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مرادمشرکین عرب ہیں جن کواہل کتاب کے مقابلے میں بےعلم کہا گیا۔﴿2﴾ مشرک ہونے کے باوجوداہل عرب یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ حق پر ہیں۔﴿3﴾ مشرکوں نے نبی ﷺ کوصابی کہا۔

سوال3: ﴿فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''پھراللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان ان معاملات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کون سے اختلافی معاملات کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہرطرح کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جولوگ یہودی بن گئے اورصابی اورنصاریٰ اورمجوسی اورجنہوں نے شرک کیا، بےشک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا۔یقیناً

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔(الحج:17)

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (114) ﴾

''اوراس سے بڑا ظالم اورکون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکا کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اوران کو ویران کرنے کی کوشش کی؟ انہی لوگوں کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''(114)

سوال1: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ﴾ ''اوراس سے بڑا ظالم اورکون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکا کہ ان میں اس کا نام لیا جائے؟ اوران کو ویران کرنے کی کوشش کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اوراس سے بڑا ظالم اورکون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکا کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اوران کو ویران کرنے کی کوشش کی؟'' اللہ تعالیٰ نے اسے بڑا ظالم کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کے نام کی یاد سے، نیکی اوراطاعت کے کاموں سے، نماز پڑھنے سے اورذکر کرنے سے روکے اور جو مسجدوں کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔

سوال2: قریش نے اللہ تعالیٰ کے عبادت خانوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے کیسے روکا تھا؟

جواب: 6ہجری میں قریش نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے کیسے روکا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کے ذکروفکر سے روکا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کی عبادت سے روکا جاتا ہے۔ ﴿3﴾ مساجد میں تخریب کاری کے کام کئے جاتے ہیں۔

سوال4: مساجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے کن لوگوں نے روکا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ عیسائیوں نے بادشاہ روم کے ساتھ مل کر بیت المقدس میں یہودیوں کو عبادت کرنے سے روکا تھا اوراس کی تخریب کاری میں حصہ لیا تھا۔(ابن جریر طبری) ﴿2﴾ مشرکین مکہ جنہوں نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر سے روکا تھا۔(الف) نبی ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کیا تھا۔(ب) بیت اللہ میں مسلمانوں کو عبادت سے روکا تھا۔(ج) صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکا تھا۔ ﴿3﴾ عوفی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ نصاریٰ تھے جنہوں نے یہود کو بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے روکا تھا۔اور بخت نصر بابلی مجوسی کی مدد کی تھی جس نے بیت المقدس کو تاراج کیا تھا۔ابن جریر نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

65/1)﴿4﴾ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مساجد کی تعمیر اور انہیں ظاہری اور معنوی طور پر آباد کرنے سے بڑھ کر ایمان والی کوئی بات نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے:﴿ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔(التوبہ:18)(تیسیر الرحمٰن:66/1)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھروں کو بلند کرنے کا اور ان کی عزت کا حکم دیا۔ارشاد الٰہی ہے:﴿ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ﴾ (اس کی روشنی پانے والے) ان گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں۔(النور:36)

سوال5:﴿وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا﴾ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ویران کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد معنوی اور حسی دونوں اعتبار سے ویران کرنا ہے۔حسی ویرانی کا مطلب ہے منہدم کرنا،اجاڑنا اور ان میں گندگی پھیلانا وغیرہ۔معنوی ویرانی کا مطلب ان مساجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکنا ہے۔اور یہ عام ہے اس زمرے میں وہ تمام لوگ آتے ہیں جو ان صفات سے متصف ہیں۔اس میں اصحاب فیل بھی شامل ہیں،قریش بھی شامل ہیں،جب انہوں نے حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور اس گروہ میں وہ نصرانی اور اہل ظلم بھی شامل ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے پوری کوشش سے بیت المقدس کو ویران کیا۔پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کرتوتوں کی یہ سزا دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرعی اور تقدیری طور پر مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے سے منع کر دیا سوائے اس کے کہ وہ ڈرتے ہوئے ذلت وانکسار کے ساتھ داخل ہوں۔پس جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو خوف زدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر خوف مسلط کر دیا۔مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا مگر تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ فتح کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی اور مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے قریب جانے سے منع کر دیا۔چنانچہ فرمایا:﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو!یقیناً سب مشرک ناپاک ہیں چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔(التوبہ:28) اصحاب فیل کا جو حشر ہوا اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) اس کا ذکر فرمایا ہے۔ نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مسلط فرمایا اور انہوں نے ان کو جلاوطن کر دیا۔اسی طرح ہر وہ شخص جو ان جیسی صفات رکھتا ہے وہ اس سزا سے اپنا حصہ ضرور وصول کرے گا۔یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں جن کے واقع ہونے سے پہلے ہی باری تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا اور یہ اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح اس نے خبر دی تھی۔(تفسیر سعدی:151/1)﴿1﴾ اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت سے روکنا۔﴿2﴾ مساجد کو گرادینا۔﴿3﴾ مساجد کی عمارتوں کو نقصان پہنچانا۔﴿4﴾ مساجد کو شرک سے پاک کرنے سے روکنا۔

سوال6: مسجدیں کیسے ویران ہوتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے گھر کو اپنے فرقے کے علاوہ دوسرے فرقے والوں کے لیے بند کر دیا جائے۔﴿2﴾ ایسے مناظرے اور بحثیں کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائیں کہ لوگ سکون سے اپنے رب کا نام نہ لے سکیں۔﴿3﴾ ایسی دلچسپیاں دے دی جائیں کہ مسجد جانے کا ہوش ہی نہ رہے۔

سوال7: ﴿اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ﴾ ''انہی لوگوں کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے'' اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہوں میں کیسے جانا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس سے دب کر جانا چاہیے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے مساجد میں جانا چاہیے۔

سوال8: جولوگ عبادت گاہوں کو ویران کرنے کے درپے ہیں، ان میں کیسے داخل ہوں؟

جواب: ﴿1﴾ جو عبادت گاہوں کے ویران کرنے کے درپے ہوں وہ اس میں داخل نہ ہوں۔﴿2﴾ جو ویرانی چاہتے ہوں وہ ڈرتے ہوئے عبادت گاہوں میں داخل ہوں۔

سوال9: ﴿مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ﴾ ''انہی لوگوں کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے'' میں کس چیز کی پیشین گوئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس میں مسلمانوں کے غلبے کی پیشین گوئی ہے۔﴿2﴾ مشرکین مکہ اس میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں گے۔

سوال10: ﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' جولوگ مساجد کی ویرانی کے درپے ہوں، ان کے بارے میں رب کا کیا فیصلہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے۔﴿2﴾ آخرت میں ان کے لیے بھاری سزا ہے۔

سوال11: دنیا اور آخرت کی رسوائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کیسے مانگی جائے؟

جواب: مسند احمد کی حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہ دعا سکھائی ہے: اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ ''اے اللہ! تو ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کرنا اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے نجات دے دینا۔''

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ(115)﴾

''اور مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں چنانچہ جدھر بھی تم رخ کرو گے تو اسی طرف اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(115)

سوال1: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ''اور مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں چنانچہ جدھر بھی تم رُخ کرو گے تو اسی طرف اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے'' سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہاں خاص طور پر مشرق ومغرب کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ دونوں عظیم مقام ہیں جہاں سے روشنی طلوع اور غروب ہوتی ہے۔جورب مشرق ومغرب کا مالک ہے وہ ساری سمتوں کا مالک ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ جارہے تھے،دوران سفر میں آپ اپنی سواری پر جدھر بھی اس کا رخ ہوتا نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ابن عمر فرماتے ہیں:اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:﴿فَاَیْنَمَاتُوَلُّوْافَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾(البقرہ:115)(مسلم:1612)﴿2﴾﴿ۚفَاَیْنَمَاتُوَلُّوْافَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ یہ آیت یہودیوں کے پروپیگنڈے کے بعد نازل ہوئی کہ جونمازیں بیت اللہ کی طرف رخ کرکے ادا کیں،وہ ضائع ہوگئیں۔اس کا جواب دیا ہے کہ مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے جدھر بھی رخ کریں،وہیں اللہ تعالیٰ کا رخ ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے خاص سمت کا تعین عبادت کی تنظیمی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کیا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی خاص رخ میں ہے۔﴿4﴾ آپ جہاں بھی رخ کروگے اللہ تعالیٰ کا رخ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس جانب رخ پھیرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو۔﴿5﴾﴿فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے چہرے کا ثبوت ملتا ہے مگر جیسے اس کی ذات کے لائق ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کا چہرہ مخلوق کے چہروں کے مشابہ نہیں۔

سوال2:﴿فَاَیْنَمَاتُوَلُّوْافَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:''تم جدھر بھی رخ کروگے،ادھر ہی اللہ تعالیٰ کا رخ ہے'' کے الفاظ انسان پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں۔﴿1﴾انسان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس ہوتا ہے۔﴿2﴾انسان کو یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ وہ میری سنتا ہے،مجھے دیکھتا ہے اور میری دعائیں قبول کرتا ہے۔

سوال3:﴿اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ کی صفات کے یہاں لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ وسیع فضل والا ہے،اس نے اپنے علم وفضل کی وسعت سے اپنے احکامات میں وسعت رکھی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ علیم ہے،وہ اپنی مخلوقات،ان کی ضروریات،ان کی نیتوں اور ان کے حالات کو جانتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ واسع ہے وہ اپنے وسیع فضل سے ہم سے ہماری اطاعت کو قبول فرماتا ہے۔

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ(116)﴾

''اورانہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنارکھی ہے،وہ پاک ہے بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے،سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں۔''(116)

سوال1:﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ﴾''اورانہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنارکھی ہے،وہ پاک ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے اس ظلم پر کہ انہوں نے کہا:اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنایا یہ جواب دیا﴿سُبْحٰنَهٗ﴾وہ پاک ہے۔﴿وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ﴾ اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔یہ ان کے اپنے مونہوں کی بات ہے،وہ ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگوں کی بات کی مشابہت کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے! وہ کہاں سے بہکائے جا رہے ہیں؟ (التوبہ:30) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابنِ آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لیے اولاد بتاتا ہے، میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لیے بیوی یا اولاد بناؤں۔'' (صحیح بخاری:4482) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور پھر بھی وہ انہیں معاف کرتا ہے اور انہیں روزی دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:7378) ﴿2﴾ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا۔ ان کی گستاخیوں پر تحمل سے کام لیا۔ پاک ہے وہ ذات جس میں اہل شرک اور اہل ظلم نے نقص تلاش کرنے کی کوشش کی۔ ﴿3﴾ ﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ ہر کمال اس کی ذات کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ ہر قسم کی نسبت سے پاک ہے۔ ﴿4﴾ کوئی چیز کسی پہلو سے بھی اس کی ذات یا صفات یا حقوق میں شریک نہیں۔ ﴿5﴾ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی غلام اور مخلوق ہے پھر اسے اولاد کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔

سوال2: ﴿بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا خالق اور مالک ہے۔ سب اس کی ملکیت میں اور اس کے غلام ہیں۔ ﴿2﴾ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ بے نیاز ہے۔ ﴿3﴾ وہ اپنی مخلوق میں تصرف کرتا ہے، اس نے اپنی مخلوق کو مسخر کر رکھا ہے۔ ﴿4﴾ جب وہ بے نیاز ہے تو کوئی اس کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے۔ بیٹا جسم کا حصہ ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ اور مخلوق مملوک ہے ایسا ہونے کے باوجود اس کا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟

سوال3: ﴿كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: سب اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جاؤ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے مخلوق ایک حیثیت میں ہے۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار ہے یعنی خالق کی تدبیر کے تحت ہے یہ قنوت عام ہے، جب کہ قنوت خاص سے مراد اطاعت عبودیت ہے۔

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (117)﴾

''آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کو وہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔'' (117)

سوال1: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا موجد ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بغیر کسی گزشتہ نمونے کے بہترین اور مضبوط ترین بنایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رب ہونے سے جب کہ وہ پہلی بار نہیں تھے اپنے بدیع ہونے کا شعور دلایا ہے کہ موجودگی ثابت کرتی ہے کہ وہ ہیں اور پہلے ایسا کچھ نہ تھا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نئے سرے سے پیدا ہوئے ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو بغیر کسی سابق مثال کے پیدا کیا ہے۔جس طرح اس نے مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ کے کلمہ کن سے پیدا کیا۔لفظ بدعت اسی سے ماخوذ ہے۔ ہر وہ بات جو اسلام میں نئی پیدا کی جائے اور جس کی تائید قرآن وسنت سے نہ ملے اسے بدعت کہا جاتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كتابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهُدْيِ هدىُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ حمد وثنا کے بعد (یاد رکھو) بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔(صحیح مسلم:2005) اسلام میں ہر نئی بات بدعت ہے۔

سوال2: ﴿وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ ''اور وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کو وہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کائنات کی ہر چیز اس کی اطاعت گزار ہے۔کسی کو اس کے سامنے انکار کی جرات نہیں، کوئی نافرمانی نہیں کرسکتا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے کہ ہو جائے تو وہ ہو جاتا ہے۔پھر اسے اولاد بنانے کی کیا ضرورت ہے؟﴿3﴾﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔(یٰس:82)

﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۘ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ(118)﴾

''اور جو لوگ علم نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح ان کی بات کی طرح ان لوگوں نے کہا جو ان سے پہلے تھے، ان سب کے دل ایک جیسے ہو گئے۔یقیناً ہم نے آیتیں صاف صاف بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں۔''(118)

سوال1: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ﴾ ''اور جو لوگ علم نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: وہ یہودی تھے۔(جامع البیان:597/1)﴿2﴾﴿لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ﴾ اللہ تعالیٰ رسولوں سے کلام کرتا ہے وہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا۔﴿3﴾﴿أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ﴾ ''یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی'' وہ اپنی ناقص عقل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور ناقص رائے سے رسولوں کے سامنے مطالبات رکھتے تھے۔مثلاً﴿ يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ ﴾اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں،سو وہ تو یقیناً موسیٰ سے اس سے زیادہ بڑا سوال کر چکے ہیں۔(النساء:153)﴿ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴾اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو۔(الفرقان:8,7)

سوال2:﴿ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ﴾''اسی طرح ان کی بات کی طرح ان لوگوں نے کہا جو ان سے پہلے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں کی اپنے رسولوں کے ساتھ بھی یہی عادت رہی ہے۔وہ ہدایت کے لیے نہیں محض بحث برائے بحث کے لیے مطالبات کرتے تھے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے تو انہوں نے مطالبات کرنے کی حد ہی کر دی مثلاً انہوں نے کہا:﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴾اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کر دیں۔(بنی اسرائیل:90)﴿ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ﴾ہم ہرگز آپ پر یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ دیکھ لیں۔(البقرہ:55)

سوال3:﴿ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾''ان سب کے دل ایک جیسے ہو گئے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اگلوں پچھلوں کی ذہنیتیں ایک جیسی ہیں۔﴿2﴾آج کے یہودی کفر اور سرکشی میں اپنے سے پہلے لوگوں کے مشابہ ہو گئے۔

سوال4: سارے اگلے پچھلے انسانوں کے دل ایک جیسے کیسے ہو جاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اگلے پچھلے لوگ سرکشی میں ایک جیسے ہیں۔﴿2﴾سرکشی کی وجہ سے حق کی دعوت دینے والوں کے سامنے کیے گئے مطالبات رکھنے میں ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔

سوال5:﴿ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾''یقیناً ہم نے آیتیں صاف صاف بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں''میں کن آیات کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اگرچہ نشانیاں صاف صاف نمایاں کر دی ہیں لیکن وہ فائدہ انہی کو دیتی ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔﴿2﴾یقین کی روشنی میں ہی آیات پر غور و فکر کیا جا سکتا ہے۔﴿3﴾یقین کی روشنی میں ہی آیات سے ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے۔﴿4﴾اس سے یہ بھی پتہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چلتا ہے کہ نشانیاں کسی کے اندر یقین پیدا نہیں کرسکتیں بلکہ یقین کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو سمجھا جاسکتا ہے۔

سوال6: ﴿لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ میں کس یقین کی بات کی گئی ہے؟

جواب: اس میں نشانیوں کے من جانب اللہ ہونے کے یقین کی بات ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (119)﴾

''یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ سے اہل دوزخ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔'' (119)

سوال1: ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' ﴿1﴾ ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ﴾ بے شک ہم نے آپ کو بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿بِالْحَقِّ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد قرآن ہے۔ ابن کیسان نے کہا: اسلام اور تیسرے معنی سچ کے ہیں۔ (زاد المسیر: 121/1) ﴿3﴾ اس میں گواہی ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حق سے مراد دین اسلام ہے جو قرآن وسنت کا نام ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 68/1) ﴿4﴾ ﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ بشیر سے مراد ہے جنت کی خوش خبری دینے والا۔ نذیر سے مراد ہے جہنم کا خوف دلانے والا۔ ﴿5﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جنت کی خوشخبری دینے والے اور آگ سے ڈرانے والے ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 216/1) ﴿6﴾ مومنوں کو ثواب کی خوش خبری دینے والے اور کافروں کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 240/2) ﴿7﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر بطون قریش کو آواز لگانا شروع کی۔ اے بنی فہر اے بنی عدی! یہاں تک کہ سب کے سب اکھٹے ہوگئے حتیٰ کہ کوئی آدمی خود نہ جاسکتا تھا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ دیکھو معاملہ کیا ہے؟ غرض قریش آگئے اور ابولہب بھی آگیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپہ مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچ مانو گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں ہم نے آپ پر سچ ہی کا تجربہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس پر ابولہب نے کہا: غارت ہو تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا ہے۔ اس پر سورۃ اللہب نازل ہوئی ''ابولہب کے دونوں ہاتھ غارت ہوں اور وہ خود غارت ہوگیا'' (بخاری: 4801) ﴿8﴾ یہ ان آیات پر مشتمل ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ لے کر نازل ہوئے اور یہ تین امور کی طرف راجع ہیں۔ (الف) رسول اللہ ﷺ کی رسالت۔ (ب) آپ ﷺ کی سیرت طیبہ، آپ ﷺ کا طریقہ اور آپ ﷺ کی راہ نمائی۔ (ج) قرآن وسنت کی معرفت۔ پہلا اور دوسرا نکتہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ میں داخل ہے اور تیسرا نکتہ اللہ تعالیٰ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ارشاد بِالْحَقِّ میں داخل ہے۔نکتہ اول: یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور رسالت کی توضیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل اہل زمین کی جو حالت تھی وہ معلوم ہے۔اس زمین کے رہنے والے بتوں، آگ اور صلیب کی عبادت میں مبتلا تھے۔ان کے لیے جو دین آیا انہوں نے اسے تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔یہاں تک کہ وہ کفر کی تاریکیوں میں ڈوب گئے اور کفر کی تاریکی ان پر چھا گئی تھی۔البتہ اہل کتاب کی کچھ باقیات تھیں (جو دین اسلام پر قائم رہیں) اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے تھوڑا سا پہلے ناپید ہوگئیں۔یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کو عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا اور نہ اس کو بے حساب وکتاب آزاد چھوڑا ہے کیونکہ وہ حکیم ودانا، باخبر، صاحب قدرت اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔پس اس کی حکمت اور اپنے بندوں پر اس کی بے پایاں رحمت کا تقاضا ہوا کہ وہ ان کی طرف ایک نہایت عظمت والا رسول مبعوث کرے جو انہیں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دے جس کا کوئی شریک نہیں۔ایک عقل مند شخص محض آپ ﷺ کی رسالت ہی کی بناء پر آپ ﷺ کی صداقت کو پہچان لیتا ہے اور یہ اس بات کی بہت بڑی علامت ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔رہا دوسرا نکتہ۔۔۔تو جس نے رسول اللہ ﷺ کو اچھی طرح پہچان لیا اور اسے آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کی سیرت، آپ ﷺ کے طریق زندگی اور آپ کی کامل ترین خصلتوں پر آپ کی نشوونما کی معرفت حاصل ہوگئی۔پھر بعثت کے بعد آپ کے مکارم عظیم اور روشن اخلاق بڑھتے چلے گئے۔پس جنہیں ان اخلاق کی معرفت حاصل ہوگئی اور انہوں نے آپ کے احوال کو اچھی طرح جانچ لیا تو اسے معلوم ہوگیا کہ ایسے اخلاق صرف انبیاء کاملین ہی کے ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوصاف کو اصحاب اوصاف اور ان کے صدق وکذب کی معرفت کے لیے سب سے بڑی دلیل قرار دیا ہے۔رہا تیسرا نکتہ۔۔۔تو یہ اس عظیم شریعت اور قرآن کریم کی معرفت ہے جسے رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا جو سچی خبروں، اچھے احکام، ہر برائی سے ممانعت اور روشن معجزات پر مشتمل ہے۔پس تمام نشانیاں ان تین باتوں میں آجاتی ہیں۔ بَشِيْرًا یعنی آپ ﷺ اس شخص کو دنیاوی اور اخروی سعادت کی خوشخبری سنانے والے ہیں جس نے آپ کی اطاعت کی۔ وَّنَذِيْرًا اور اس شخص کو دنیاوی اور اخروی بدبختی اور ہلاکت سے ڈرانے والے ہیں جس نے آپ کی نافرمانی کی۔(تفسیر سعدی:1/155،156)

سوال2: نبی ﷺ سے یہ کیوں کہا گیا کہ تم سے اہل دوزخ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا؟

جواب: آپ ﷺ سے یہ بات کہی گئی کہ اگر لوگ ہدایت قبول نہ کرنے کے نتیجے میں دوزخ میں پہنچ جاتے ہیں تو آپ ﷺ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ ایمان کیوں نہیں لائے۔

﴿ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (120) ﴾

''اور یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔آپ کہہ دیں کہ یقیناً (حقیقی) ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور یقیناً اگر اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا، آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو اللہ تعالیٰ سے (بچانے میں) نہ آپ کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔''(120)

سوال1: ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ ''اور یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو خبر دی کہ یہود و نصاریٰ آپ ﷺ سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ ﷺ ان کے دین کی پیروی نہ کریں کیونکہ وہ اپنے دین کو ہی اصل حق سمجھتے ہیں۔اس لیے آپ ﷺ انہیں خوش کرنے اور اپنے مطابق بنانے کی خواہش ترک کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے انہیں حق کی طرف بلاتے رہیں۔﴿2﴾ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس ہدایت نہیں ہوائے نفس ہے اور وہ دوسروں کو اسی کی طرف بلاتے ہیں اور اس میں امت اسلامیہ کے لیے شدید وعید ہے کہ اگر قرآن وسنت کا علم آجانے کے بعد یہود و نصاریٰ کی راہ اپنائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔(تیسیر الرحمٰن:68/1)

سوال2: یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے راضی کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب: یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں اور انسان جس سے حسد کرتا ہے اس سے آخر کیسے راضی ہو سکتا ہے؟

سوال3: وہ کون سی واحد صورت ہے جس میں یہود و نصاریٰ راضی ہو سکتے ہیں؟

جواب: یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے راضی ہونے کے لیے صرف ایک قیمت مانگتے ہیں کہ مسلمان ان کی ملت کی پیروی کریں۔

سوال4: کیا آج کے دور میں یہود و نصاریٰ کو راضی کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں؟

جواب: آج کے دور میں بھی یہود و نصاریٰ کو راضی کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں کہیں دین کا نیا ایڈیشن نکال کر اور کہیں ان کی شرائط کے مطابق چل کر۔

سوال5: ﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً (حقیقی) ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿هُدَى اللّٰهِ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کا صحیح، سچا اور سیدھا دین ہے جس کے ساتھ نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔(آل عمران:85) ﴿2﴾ یہاں ہدایت سے وہ انداز حجت مراد ہے جو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو سکھایا گیا جس سے وہ گمراہ فرقوں کو جواب دیتے تھے۔(مختصر ابن کثیر:78/1) ﴿3﴾ ﴿هُوَ الْهُدٰى﴾ وہی دین ہے جس پر آپ چل رہے ہو اور جس پر یہود و نصاریٰ چل رہے ہیں، وہ خواہشات کا دین ہے اس لیے رب العزت نے ان کی خواہشات اختیار کرنے سے روکا ہے۔

سوال6: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور یقیناً اگر اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا، آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ سے (بچانے میں) نہ آپ کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مددگار'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے جس میں آپ ﷺ کی امت بھی داخل ہے۔﴿2﴾اگر آپ ﷺ نے ان کی خواہشات کی اتباع کی تو آپ کا کوئی ولی نہیں ہوگا جو آپ کو نفع پہنچائے اور نہ نصیر ہوگا جو آپ کو سزا سے بچائے۔(زادالمسیر :123/1)﴿3﴾ کوئی بھی آدمی اگر کسی انسان کی مرضی یا رائے کو مقدم کرنے کے لیے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ اس آیت کے ضمن میں آئے گا اور اس آیت میں موجود تہدید و وعید اس کو شامل ہوگی۔(تیسیر الرحمٰن:68/1)﴿4﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا ہے:اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی ہو یا عیسائی میری بات سنے (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔(مسلم:386)

سوال7: یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کیا انجام بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(121)﴾

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''(121)

سوال1:﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ﴾''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے۔﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ﴾سے مراد اہل کتاب کے صالح لوگ ہیں۔﴿2﴾﴿یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ﴾''وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے'' وہ اس قرآن کی اتباع کرتے ہیں جیسا کہ پیروی کرنے کا حق ہے۔یہاں تلاوت سے مراد اتباع ہے۔﴿3﴾وہ اللہ تعالیٰ کے حلال ٹھہرائے ہوئے امور کو حلال اور اس کے حرام ٹھہرائے ہوئے امور کو حرام سمجھتے ہیں۔اس کی محکمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اس کی متشابہات پر ایمان لاتے ہیں۔اہل کتاب میں سے یہی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانا اور اس کے شکر گزار رہیں۔(تفسیر سعدی:157/1)﴿4﴾سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جب آیت رحمت سے گزر ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب آیت عذاب کی تلاوت کرتے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔(مسند احمد:23629،مسلم:1814)﴿5﴾سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:حق تلاوت یہ ہے کہ جنت کے ذکر کے وقت جنت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا سوال کیا جائے اور جہنم کے ذکر کے وقت اس سے پناہ مانگی جائے۔﴿6﴾ حق تلاوت یہ ہے کہ قرآن مجید کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا جائے۔جس طرح اترا ہے اس طرح پڑھا جائے اور اس میں ردوبدل نہ کیا جائے۔محکم آیات پر عمل کیا جائے۔متشابہات پر ایمان لایا جائے۔(مختصر ابن کثیر:78/1)﴿7﴾ تلاوت کے معنی پیروی کے بھی آتے ہیں۔تلاوت کا حق تب ادا ہوتا ہے جب اس کتاب کی پیروی کا حق ادا کیا جائے۔قرآن حکیم کی پیروی انسان کو جنت کے باغوں میں لے جائے گی۔

سوال2:﴿أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: یہی لوگ کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب بھی کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (یعنی مسجد) میں اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور اسے ایک دوسرے کو پڑھاتے ہیں،ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت الٰہی انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنے پاس موجود مخلوق میں کرتا ہے۔''(صحیح مسلم:6853)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے،روزہ کہے گا:اے میرے رب! میں نے اسے دن کے وقت کھانے اور پینے سے روک دیا تھا،اس کے متعلق میری سفارش قبول فرما اور قرآن مجید کہے گا:اے میرے پروردگار! میں نے اسے رات کو نیند سے روکا تھا،میری سفارش قبول فرما اور دونوں کی سفارش کو قبول کر لیا جائے گا۔''(صحیح ترغیب:984) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''قرآن مجید پڑھنے والے کو کہا جائے گا پڑھتا جا چڑھتا جا اور ترتیل کر،جیسے تو دنیا میں ترتیل کیا کرتا تھا،تیرا ٹھکانہ وہاں ہے جہاں تو آخری آیت تلات کرے گا۔''(سنن ابوداؤد:1464) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید پڑھنے والے مومن کی مثال سنگترے کی سی ہے جس کا مزہ بھی لذیذ ہوتا ہے اور جس کی خوشبو بھی بہترین ہوتی ہے اور قرآن مجید نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور کی سی ہے جس کا مزہ تو عمدہ ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس بدکار (منافق) کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے نیاز بو کی سی ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس بدکار کی مثال جو قرآن کی تلاوت بھی نہیں کرتا اندرائن کی سی ہے جس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس میں کوئی خوشبو بھی نہیں ہوتی۔(بخاری:5020)سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''قرآن حکیم کی اتباع کرنے والا جنت کے باغیچوں میں اترنے والا ہے۔''(تفسیر ابن کثیر:197/1)

سوال3: کتاب اللہ کے ساتھ کفر کا کیا مطلب ہے؟

جواب: کتاب اللہ کے احکامات کو ماننے سے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے انکار کرنا۔

سوال4:﴿وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ ''اور جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: ''اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی خسارہ پانے والے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ جو اہل کتاب نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔

رکوع نمبر 15

﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (122) ﴾

''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور یقیناً میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی تھی۔'' (122)

سوال 1: ﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد دلائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت کی نعمت کو یاد کرو۔

سوال 2: ﴿ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور یقیناً میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی اپنے زمانے کے جہان پر فضیلت عطا کی تھی۔ ﴿2﴾ یہ بات یہاں تاکید کے لیے لائی گئی ہے تاکہ نبی ﷺ کی اتباع کا شوق پیدا ہو جن کی بشارتیں اہل کتاب اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (123) ﴾

''اور ڈرو اس دن سے جس میں کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو کوئی سفارش فائدہ دے گی اور نہ وہ مدد دیئے جائیں گے۔'' (123)

سوال 1: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا ﴾ ''اور ڈرو اس دن سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرایا ہے کیونکہ انہوں نے تورات میں تحریف کی اور محمد ﷺ کی تکذیب کی۔ (تفسیر منیر: 325/1)

سوال 2: ﴿ لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ ''جس میں کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو کوئی سفارش فائدہ دے گی اور نہ وہ مدد دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قیامت کے دن سے ڈرایا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا ﴾ جس دن کوئی نفس کسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرے کے کام نہیں آئے گا صرف اس کا عمل اس کے کام آئے گا۔﴿3﴾﴿وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ﴾ جس دن فدیہ لے کر کسی کو چھوڑا نہیں جائے گا اور نہ سفارش قبول کی جائے گی۔﴿4﴾﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ اور ان سے عذاب نہیں ہٹایا جائے گا۔

سوال3: بنی اسرائیل میں آخرت کے حوالے سے کیا غلط فہمیاں پائی جاتی تھیں؟

جواب: ﴿1﴾ کوئی ہمارے بدلے میں کام آجائے گا۔﴿2﴾ فدیہ قبول کرلیا جائے گا۔﴿3﴾ سفارش کام آئے گی۔﴿4﴾ کہیں سے ہمیں مدد پہنچ جائے گی۔

سوال4: بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد دلانے کے بعد عقیدۂ آخرت کو واضح کیا گیا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان آخرت کی جواب دہی کے احساس سے ہی اپنے فرائض ادا کرتا ہے۔﴿2﴾ بنی اسرائیل کو اپنے فرائض ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

سوال5: آج مسلمانوں کے عقیدۂ آخرت میں کیا مسائل پائے جاتے ہیں؟

جواب: مسلمانوں کے عقیدۂ آخرت میں وہی خرابیاں ہیں جو بنی اسرائیل کے اندر تھیں:﴿1﴾ کوئی ہمارے بدلے میں کام آجائے گا۔﴿2﴾ فدیہ قبول کرلیا جائے گا۔﴿3﴾ شفاعت کا غلط عقیدہ ہے۔﴿4﴾ کوئی ہماری مدد کو پہنچ جائے گا۔

سوال6: اگر کسی قوم کا عقیدۂ آخرت خراب ہو تو اس کے انفرادی اور اجتماعی اعمال میں کس قسم کی تبدیلی آتی ہے؟

جواب: اگر کسی قوم کا عقیدۂ آخرت خراب ہو تو اس میں سرکشی آجاتی ہے۔انفرادی اور اجتماعی اعمال کے سلسلے میں غیر ذمہ داری، فرض ناشناسی، خواہش پرستی، دنیا کی محبت اور دیگر ساری برائیاں عود کر آتی ہیں۔

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ(124)﴾

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اس نے ان سب کو پورا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً میں تمہیں سب لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں'' ابراہیم نے کہا: ''اور میری اولاد میں سے بھی''؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔''(124)

سوال1: ﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾ ''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اس نے ان سب کو پورا کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بنی اسرائیل اپنا جدّ امجد سمجھتے تھے۔ان سے نسبت کو اپنے لئے اعزاز سمجھتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سرکشیوں کے بعدنسبت یاددلائی ہے تا کہ وہ اپنے رویئے پرنظرثانی کریں اوررب کی طرف لوٹ آئیں۔﴿2﴾اللہ رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خبر دی ہے جن کو اہل کتاب اور مشرکین مکہ سب اپنا پیشوا مانتے تھے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو چند باتوں میں آزمایا اور وہ اس امتحان میں پورے اترے۔﴿4﴾ابتلاء کے متعلق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ وہ دس خصائل ہیں جن کا فطرت انسانی کی اصلاح سے گہرا تعلق ہے اور ابراہیم علیہ السلام ان میں کامیاب نکلے یعنی ان پر پوری طرح عمل کیا۔دس باتیں یہ ہیں: (i)کلی کرنا۔(ii)ناک میں پانی ڈالنا۔ (iii) کنگھا کرنا۔(iv)مونچھیں ترشوانا۔(v)مسواک کا استعمال کرنا۔(vi)ختنہ کرنا۔ (vii) بغل کوصاف کرنا۔(viii)بال زیرناف صاف کرنا۔(ix)ناخن کٹوانا۔(x)پانی سے طہارت کرنا۔(تفسیر سراج البیان:43/1)﴿5﴾رب العزت نے ان کی مساعیٔ جمیلہ کی قدر کی اور انہیں امام بنانے کی خوش خبری دی۔

سوال2: آزمائشیں کیوں آتی ہیں؟

جواب: جب کوئی اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بڑا کام سونپنا چاہتا ہے تو بڑی آزمائشیں آتی ہیں۔آزمائش کھرے کھوٹے کی پہچان بتا دیتی ہے۔کسی انسان کے مقام کو واضح کر دیتی ہے کہ کون کس درجے پر فائز ہونے کے لائق ہے۔

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں کون سی تھیں؟

جواب:﴿1﴾ گھر بار چھوڑنا پڑا۔﴿2﴾نمرود کے دربار میں حق بات پیش کرنے کی پاداش میں آگ میں پھنکوایا گیا۔﴿3﴾بیوی اور شیر خوار بچے کو رب کے حکم سے ویرانے میں چھوڑنا پڑا۔﴿4﴾بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ملا۔

سوال4: سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام آزمائشوں میں کس طرح پورے اترے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام آزمائشوں میں ایسے پورے اترے کہ اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى﴾ اور ابراہیم تو وہ ہے جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔(النجم:37)

سوال5:﴿قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ ''یقیناً میں تمہیں سب لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے فرمایا آپ کو لوگوں کا امام، راہ نما بناؤں گا۔لوگ آپ کے طریقہ زندگی کی پیروی کریں گے۔آپ کو اجر عظیم بھی ملے گا اور لوگوں میں بھی ہمیشہ آپ کی مدح وثناء کا سلسلہ جاری رہے گا۔

سوال6: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جو فضیلت اور درجات ملے، اس کا فیصلہ کب کیا گیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بڑی سختیوں کے ساتھ آزمایا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے سچے فرماں بردار ثابت ہوئے۔اس سے ثابت ہوا کہ قربانی کی قیمت پر کسی مقصد کو اختیار کرنے والا ہی اس مقصد کے راستے میں سب سے آگے ہوتا ہے۔

سوال7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام آزمائشوں میں پورے اترے۔آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا انعام ملا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو انسانوں کا راہ نما بنایا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام انسانوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے تھے، بھلائی کے کاموں میں سب سے آگے تھے۔ وہ لوگوں کے محبوب قائد تھے۔

سوال 8: امامت کا معیار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ امامت و قیادت ان لوگوں کا حق ہے جو اپنے شعور سے، اپنے عمل سے، اپنے ایمان سے اپنے آپ کو قیادت کا مستحق ثابت کر دیں۔ ﴿2﴾ امامت کے استحقاق کے لیے بنیادی شرط عدل و انصاف ہے۔

سوال 9: ﴿قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''اور میری اولاد میں سے بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بلند مقام عطا فرمایا تو انہوں نے خوش ہو کر اپنی اولاد کے لیے بھی درخواست کی تا کہ ان کی اولاد کو بھی بڑے درجات ملیں اور یہ دعا بھی کی کہ اولاد میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت پانے والوں کی کثرت ہو۔ ﴿2﴾ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ انسانی فطرت کے اندر یہ طلب موجود ہوتی ہے کہ اس کا سلسلہ اس کی اولاد کے ذریعے جاری رہے۔ اسی فطری جذبے کے تحت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا تا کہ ان کی اولاد میں بھی اصلاح کا سلسلہ جاری رہے۔

سوال 10: ﴿قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالم دین میں امامت کے مقام تک نہیں پہنچے گا کیونکہ ظلم اس مقام کے منافی ہے

۔

سوال 11: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچتا'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے کس وعدے کا تذکرہ ہے؟

جواب: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے امامت کا وعدہ ہے جو ظالموں تک نہیں پہنچتا۔

سوال 12: اللہ تعالیٰ نے کسے ظالم کہا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ظلم کو واضح کیا گیا ہے: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی حدود سے نکل جانے والے ظالم ہیں۔ ﴿2﴾ شرک کرنے والے ظالم ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے ظالم ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں اس کے نام کی یاد سے روکنے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرنے والے ظالم ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی گواہی کو چھپانے والے ظالم ہیں۔ ﴿6﴾ رب کی نصیحت سے منہ پھیرنے والے ظالم ہیں۔

﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۖ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (125)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور جب ہم نے بیت اللہ کولوگوں کے لیے لوٹ کرآنے کی جگہ اور سراسرامن بنایااورتم مقام ابراہیم کونماز پڑھنے کی جگہ بناؤاور ہم نے ابراہیم اوراسماعیل کوتاکیدی حکم دیا کہ آپ دونوں میرے گھر کوطواف کرنے والوں اوراعتکاف کرنے والوں اوررکوع اورسجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''(125)

سوال1:﴿ **وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا** ﴾''اور جب ہم نے بیت اللہ کولوگوں کے لیے لوٹ کرآنے کی جگہ اور سراسرامن بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بیت الحرام کولوگوں کے لیے لوٹنے کی جگہ بنادیاوہاں بار بار جانے کے باوجود جانے والوں کا دل نہیں بھرتا اوراللہ تعالیٰ نے اس حرمت والے گھر کوامن کی جگہ قرار دیا۔ جہاں جنگلی جانور، نباتات، جمادات بھی امن میں رہتے ہیں۔اسلام سے پہلے بھی یہ گھر حرمت والا تھا،اسلام آنے کے بعد بھی اس کی حرمت اورشرف میں اضافہ ہوا ہے۔

سوال2: بیت اللہ کی کن دوخصوصیات کو یہاں بیان کیا گیا ہے؟

جواب:﴿**1**﴾﴿ **مَثَابَةً لِّلنَّاسِ** ﴾''لوگوں کے لیے لوٹ کرآنے کی جگہ ہے۔''﴿ **مَثَابَةً** ﴾لوٹنے کی جگہ کوکہتے ہیں۔انسان اپنی اصل کی طرف لوٹتا ہے تولوٹنے کی جگہ کومرکز کہتے ہیں۔اس اعتبار سے یہ گھر مرکز ہے۔مثابہ ثواب سے بنا ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں لوگ بار بار اس کی طرف کھینچ کرآتے ہیں اوراس کی بہاروں سے ان کا دل نہیں بھرتا۔﴿**2**﴾﴿ **وَ اَمْنًا** ﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مومن کے دل میں زیارت خانہ کعبہ کی خواہش ہردم کروٹیں لیتی رہتی ہے۔ایک بارزیارت کرکے لوگ اپنے گھروں کولوٹتے ہیں تودوبارہ زیارت کی خواہش پھر پیدا ہوجاتی ہے اوراس گھر کا زائرامن میں ہوتا ہے۔دور جاہلیت میں آدمی اپنے بھائی یاباپ کے قاتل کوکعبہ کے سامنے پاتا اوراسے کچھ نہیں کہتا تھا۔یہ سب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔(تیسیر الرحمٰن:70/1)یہ امن کی جگہ ہے یعنی کسی دشمن کا بھی یہاں خوف نہیں رہتا۔بیت اللہ میں اسلحہ نہیں لایاجاتا۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی:﴿ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ﴾اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی کچھ اولاد کوتیرے حرمت والے گھر کے پاس اس وادی میں آباد کیا ہے جوکھیتی والی نہیں ہے،اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں،سوکچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردیں اورآپ انہیں پھلوں کا رزق دیں تاکہ وہ شکر ادا کریں۔(ابراہیم:37)دعا قبول ہوئی جب تک بیت اللہ باقی رہے گا،اس کا اثر باقی رہے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ﴾اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پرامن بنایا ہے؟ حالانکہ لوگ ان کے اردگرد سے اچک لیے جاتے ہیں تو کیا وہ باطل پرایمان لاتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟(العنکبوت 67)﴿ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾اور کیا ہم نے انہیں ایک پرامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر ہر قسم کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں۔(القصص:57) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ پر فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس شہر (مکہ) کو حرمت والا بنایا ہے (یعنی عزت دی ہے)۔ پس اس کے (درختوں کے) کانٹے تک بھی نہیں کاٹے جاسکتے، یہاں کے شکار بھی نہیں ہنکائے جاسکتے اور ان کے علاوہ جو اعلان کر کے مالک تک پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہوں، کوئی شخص یہاں کی گری پڑی چیز بھی نہیں اٹھا سکتا ہے۔'' (صحیح بخاری:1587) ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ آسمان کو زمین پر پٹخ دے گا۔'' (مختصر ابن کثیر:79/1)

سوال3: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ ''اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ'' مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ مقام ابراہیم کو صلوٰۃ کی جگہ قرار دے دیں۔ ﴿2﴾ مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کی تھی۔ اس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں۔ اس پتھر کو ایک شیشے اور پیتل کے جنگلے میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس مقام پر طواف مکمل کرنے کے بعد دو رکعت پڑھنا سنت ہے۔ ﴿3﴾ جائے نماز بنانے سے مراد طواف کی دو رکعت ہیں جو مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا مستحب ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ہم مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھتے تو کیا ہی بہتر ہوتا! جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔'' (جامع ترمذی:2959) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کاش مقام ابراہیم کو آپ نماز پڑھنے کی جگہ بنا دیتے تو یہ آیت ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ نازل ہوئی کہ تم لوگ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ۔ (بخاری کتاب التفسیر:4483)

سوال4: ﴿وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ ''اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ آپ دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو'' بیت اللہ کو پاک رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ اصل پاکیزگی یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام بلند نہ ہو۔ ﴿2﴾ اس کو شرک، کفر، معاصی اور رجس و گندگی سے پاک کریں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے اپنے گھر کے بارے میں کیا وعدہ لیا تھا؟

جواب: اس گھر کو طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔

سوال6: اس آیت میں بیت اللہ میں کس کام کو انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اس آیت میں بیت اللہ میں عبادت یعنی طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدے کرنے والوں کے لئے بیت اللہ کی صفائی کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْقَآىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔ (الحج:26)

سوال 7: بیت اللہ میں لوگوں کی مصروفیت کیا ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رکوع وسجود یعنی نماز پڑھنا۔ ﴿2﴾ طواف کرنا۔ ﴿3﴾ اعتکاف کرنا۔ ﴿4﴾ تلاوت قرآن کرنا۔

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ(126)﴾

''اور جب ابراہیم نے کہا: ''اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور اس کے باشندوں کو پھلوں میں سے رزق عطا فرما جو ان میں سے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جس نے کفر کیا تو میں اسے بھی تھوڑا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کردوں گا اور وہ بدترین لوٹنے کی جگہ ہے۔'' (126)

سوال 1: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اور جب ابراہیم نے کہا: ''اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور اس کے باشندوں کو پھلوں میں سے رزق عطا فرما جو ان میں سے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اسے امن کی جگہ بنائے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں میں سے رزق عطا فرمائے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ادب کرتے ہوئے اہل ایمان کی قید لگائی۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے کیا دعائیں مانگیں؟

جواب: ﴿1﴾ اس شہر (مکہ) کو امن کا شہر بنادیجئے۔ ﴿2﴾ اس شہر کے رہنے والوں میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کو مانیں، انہیں ہر قسم کے پھلوں کا رزق دیجئے۔ ﴿3﴾ کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں ہماری خدمت کو قبول فرمائیے۔ ﴿4﴾ ہمیں اپنا اطاعت گزار بنائیے۔ ﴿5﴾ ہماری نسل میں سے ایسے لوگ اٹھائیے جو تیرے مسلم ہوں۔ ﴿6﴾ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتائیے۔ ﴿7﴾ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائیے۔ ﴿8﴾ ان لوگوں میں انہی کی قوم میں سے ایک رسول مبعوث فرمائیے جو انہیں تیری آیات سنائے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوار دے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے صرف اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے لیے رزق کی دعا کیوں مانگی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب امامت کے بارے میں درخواست کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا تھا کہ ظالموں کے لئے نہیں۔اسی وجہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رزق کے لئے دعا کی تو مومن اولاد ہی کے لئے دعا کی۔

سوال4: ﴿قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جس نے کفر کیا تو میں اسے بھی تھوڑا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کر دوں گا'' اللہ تعالیٰ نے انکار کرنے والوں کے لیے تھوڑے فائدے کا وعدہ کیا ہے۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: تھوڑے فائدے سے مراد دنیا کا رزق ہے۔

سوال5: ﴿وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ ''اور وہ بدترین لوٹنے کی جگہ ہے'' اللہ تعالیٰ نے انکار کرنے والوں کا کیا انجام بتایا ہے؟

جواب: رب العزت نے فرمایا: جو انکار کرے گا اس کو دنیا کی زندگی میں تھوڑا فائدہ دوں گا۔پھر اس کو آگ کے عذاب میں دھکیلوں گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ کی طرف داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں طرف تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا' اسے مرا ہوا دیکھا۔(اس کا کان ایک طرف سے چیر بھی دیا گیا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے (کیونکہ یہ تو مردار ہے)۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ قسم! اگر یہ (بھیڑ کا بچہ) زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے (اسے کون لے گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔(مسلم:7418) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اہم ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔'' (ترمذی:2320)

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (127)﴾

''اور جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، یقیناً تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (127)

سوال1: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ ''اور جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھے‘‘ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنانے کا موقع کب دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو بہت آزمایا۔ اتنی آزمائشوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنانے کا موقع دیا۔ امام بخاری نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام اور ان کی ماں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو چکے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے ربّ نے جو آپ کو حکم دیا ہے اسے کیجئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم میری مدد کرو گے؟ کہا: ہاں۔ میں آپ کی مدد کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر بناؤں۔ جب دونوں نے مل کر اس گھر کی بنیاد اونچی کر لی تو اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے رہے اور ابراہیم علیہ السلام جوڑتے رہے۔ جب مکان اونچا ہو گیا تو وہ پتھر (مقام ابراہیم) لائے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام جوڑتے رہے اور اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر لا لا کر دیتے رہے۔ دونوں بیت اللہ کے گرد گھوم گھوم کر جوڑتے رہے اور کہتے رہے: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (بخاری:3364)

سوال2: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ ’’تو انہوں نے کہا: ’’اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس دعا میں ربّ کا یقین ہے، عاجزی ہے، اخلاص ہے، خشوع وخضوع ہے اور اس کے پیچھے صرف رضائے الٰہی کی سوچ ہے۔ ﴿2﴾ ابن ابی حاتم نے وہیب الورد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ یہ آیت پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے خلیل الرحمٰن! آپ اللہ تعالیٰ کا گھر بنا رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ کہیں آپ کا عمل قبول نہ کیا جائے معلوم ہوا کہ مومن مخلص عمل کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں اس کا عمل اس کے منہ پر نہ مار دیا جائے۔ (تیسیر الرحمٰن:72/1) یعنی اے اللہ ہمارے خلوص وایثار کو قبول فرما۔ گو وہ نہیں جانتے تھے کہ کعبہ کی تعمیر ایک قوم وملت کی تعمیر ہے۔ انسانیت کے مرکز عظمیٰ کی بنیادیں ہیں جو رکھی جا رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کے بارے میں دنیا کو معلوم ہو جائے کہ خلوص کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا قیمت ہے۔ قبولیت کے لیے ظاہری ذرائع کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اخبار ورسائل یا محراب ومنبر گو اس وقت شہرت کا ایک کامیاب ذریعہ ہیں لیکن اللہ کے نزدیک اس نوع کی شہرت جس میں خلوص وحسن نیت نہ ہو وبال ایمان ہے۔ ایک اللہ کا بندہ شہروں سے دور جنگلوں میں اگر خلوص وحسن نیت کے ساتھ کہیں ڈیرہ ڈال کے بیٹھ جائے تو تم آج بھی دیکھ لو گے کہ شہر اور شہر کے تمام اسباب شہرت اس کے قدم چومیں گے اور جنگل میں منگل کا لطف پیدا ہو جائے گا۔ بات یہ ہے کہ ہم مخلص نہیں اور پھر یہ گلہ بھی ہے کہ کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ کا منظر اگر آج بھی دیکھنا ہو تو ابراہیمی ذوق وشوق پیدا کرو۔ (تفسیر سراج البیان:44/1)

سوال3: ﴿إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ’’یقیناً تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے‘‘ وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی دعائیں سننے سے سمیع ہونے کا اور قبول کرنے سے علیم ہونے کا شعور دلایا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔

﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (128) ﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، یقیناً تو بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، نہایت رحم والا ہے۔'' (128)

سوال1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں سے کیا بات جھلک رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دونوں اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ ﴿2﴾ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہوا ہے۔ ایسی سپردگی جس کی مثال نہیں ملتی۔ اپنے تمام تر معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے ہیں۔ ﴿3﴾ پھر رب سے دعا مانگ رہے ہیں کہ ایسا بنا دے کہ سارے معاملات تیرے سپرد کر دیں۔ عبادت کے طریقے بھی فوری سکھا دیجئے۔ نسلوں کو بھی عبادت کے طریقے سکھا دیجئے۔ ﴿4﴾ یہ شعور جھلکتا ہے کہ اصل قوت اور اقتدار کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿5﴾ یہ یقین جھلکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کے بغیر، اس کی رحمت کے بغیر معافی نہیں ملے گی۔ اس لئے درخواست کرتے ہیں کہ ہم پر توجہ فرمائیے، آپ ہی توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں۔

سوال2: ﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت اپنے لیے فرماں بردار بنا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا ﴿ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ﴾ سے ان کی کس تمنا کا اظہار ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس دعا سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ہر مومن کی پہلی تمنا کا پتہ چلتا ہے کہ وہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس دولت سے ان کو محروم نہ رکھے۔ ﴿2﴾ امت مسلمہ ایک دوسرے کی مددگار ہوتی ہے اور نسلوں تک ان کے عقیدے کی پختگی جاری رہتی ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں مومن کی پہلی ترجیح جھلک رہی ہے کہ آنے والی نسلوں میں ایمان کی دولت کا سلسلہ جاری رہے۔

سوال3: ﴿ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا ﴾ ''اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھائیے۔ ﴿2﴾ یعنی ہمیں ارادے اور مشاہدے کے ذریعے ہمارا طریقہ عبادت سکھا دیجیے۔ ان کی دعا کا حاصل علم نافع اور عمل صالح کے لیے توفیق مانگنا ہے۔

سوال4: ﴿ وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴾ ''اور ہماری توبہ قبول فرما، یقیناً تو بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، نہایت رحم والا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ بندہ توبہ کا محتاج ہوتا ہے۔﴿ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ اللہ تعالیٰ نے توبہ کے قبول کرنے سے اپنے التوّاب اور الرّحیم ہونے کا شعور دلایا ہے یقیناً وہ بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ان کی غلطیوں کے باوجود ان کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (129) ﴾

''اے ہمارے رب! اوران لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج جوانہیں تیری آیات پڑھ کرسنائے اورانہیں کتاب اورحکمت کی تعلیم دے اوران کو پاک کرے، یقیناً تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(129)

سوال1: ﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾ ''اے ہمارے رب! اوران لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اے ہمارے رب! ہماری اولاد میں بھی رسول مبعوث فرما تا کہ وہ درجات کی بلندی کا سبب بنے۔سب اس کی فرماں برداری کریں۔

سوال2: ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ ﴾ ''جوانہیں تیری آیات پڑھ کرسنائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ حفظ کرنے اور کروانے کے لیے تیری آیات کی تلاوت کریں۔

سوال3: ﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾ ''اورانہیں کتاب اورحکمت کی تعلیم دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی معنی سمجھاتے ہوئے کتاب اورحکمت کی تعلیم دیں۔

سوال4: کتاب وحکمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: کتاب وحکمت سے مراد قرآن وحدیث ہیں۔

سوال5: ﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾ ''اوران کو پاک کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اعمال صالحہ کے ذریعے ان کی تربیت کرے اور برے اعمال سے بچائے کیونکہ برے اعمال کے ساتھ انسان پاک نہیں رہ سکتا۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے لیے کون سی چار چیزوں کا اہتمام کرنے کی دعا سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے مانگی تھی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ تلاوت آیات یعنی قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کرنا۔﴿2﴾ تعلیم کتاب یعنی قرآن مجید کی تعلیم دینا۔﴿3﴾ تعلیم حکمت یعنی اس سے مراد حدیث کی تعلیم دینا ہے۔﴿4﴾ تزکیۂ نفس یعنی شرک، توہمات اور اخلاق کی خرابیوں سے پاک کرنا ہے۔

سوال7: رسول کے اندر کن خصوصیات کی دعا سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے مانگی تھی؟

جواب:﴿1﴾ رسول اللہ تعالیٰ کی آیات سنائے یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانیوں کو، ان کے اشارات کو کھولے۔﴿2﴾ رسول ایسی نظر سے دیکھنا سکھائے جس سے راہ نمائی حاصل کرنے والے ہر چیز میں اپنے ربّ کو دیکھنے کے قابل ہو جائیں۔﴿3﴾ رسول اللہ تعالیٰ کے کلام کو خود سیکھ کر، اسے قبول کر کے دوسرے انسانوں تک پہنچائے۔﴿4﴾ رسول حکمت یعنی بصیرت سکھائے۔ وہ خود اپنے ذہن کو قرآن کی تعلیمات میں ڈھالے، اپنی فکر کو روشن کرے، صحیح فیصلے تک پہنچنے کی اہلیت پیدا کرے اور جن کی راہ نمائی کرنی ہے انہیں بھی اس قابل بنائے۔﴿5﴾ رسول تزکیہ کا کام کرے یعنی ایسے انسان تیار کرے جن کے سینے اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ ہر محبت سے خالی ہوں۔﴿6﴾ رسول انسان کو نفسیاتی پیچیدگیوں سے آزاد کرے۔ وہ انسانوں کو اس قابل بنادے کہ وہ کائنات سے اپنے شعور کے لیے رزق پاسکیں۔

سوال8: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا کب اور کیسے پوری ہوئی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا ایسے پوری ہوئی کہ ان کی نسل سے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔

سوال9:﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''یقیناً تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ آپ ہی غلبہ اور حکمت رکھنے والے ہیں۔﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا آخری حصہ ہے جس میں وہ رب سے کہتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ اس امت کی تنظیم کس طرح سے ہوگی؟ مرکز کیسے آباد ہوگا؟﴿3﴾ آپ کے پاس سارا اقتدار ہے۔ آپ ہی ایک رسول مبعوث فرمادیجئے جس کے توسط سے خیر کا سلسلہ جاری رہے۔

رکوع نمبر16

﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ(130)﴾

''اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے مگر وہی جس نے خود کو بے وقوف بنالیا ہو حالانکہ ہم نے اسے (ابراہیم کو) دنیا میں چن لیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً آخرت میں صالحین میں سے ہوگا۔''(130)

سوال1:﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ ''اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے مگر وہی جس نے خود کو بے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقوف بنالیاہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ابوالعالیہ کا قول ہے کہ یہود ونصاریٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے بے رغبتی اختیار کی اور یہودیت اور نصرانیت جیسی بدعات کو گھڑ لیا جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں تھیں اور ملت ابراہیم کو چھوڑ دیا۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ملت ابراہیم پر اپنا نبی بنا کر بھیجا۔(الدرالمنثور:255/1)﴿2﴾﴿مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ﴾ سے مراد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ یعنی خالص اور واضح اسلام اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا طریقہ۔﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝۱۶۱﴾ آپ کہہ دیں:''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے،ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے،مشرکوں میں سے نہ تھے۔''(الانعام:161)﴿4﴾﴿ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ﴾ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں۔(النحل:123)﴿5﴾یعنی ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت کو جان لینے کے بعد اب کون ان کی ملت سے روگردانی کرے گا۔﴿6﴾﴿اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جس نے اپنے آپ کو جاہل رکھا اور خسارے کے سودے میں اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔﴿7﴾اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر عقل مند کوئی نہیں جو ملت ابراہیم میں رغبت رکھتا ہو۔

سوال2:﴿وَ لَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا﴾'' حالانکہ ہم نے اسے (ابراہیم کو) دنیا میں چن لیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دنیا کے حالات کے بارے میں خبر دی کہ ہم نے انہیں چن لیا۔انہیں ایسے اعمال کی توفیق دی جن کی بنا پر وہ نیک لوگوں میں شمار ہوئے۔

سوال3:﴿وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾'' اور بلاشبہ وہ یقیناً آخرت میں صالحین میں سے ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آخرت کی حالت کے بارے میں رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ وہ آخرت میں ان نیک لوگوں میں شامل ہوں گے جو بلند درجات پر ہوں گے۔

سوال4:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کیسے انسان تھے،قرآن حکیم اس مقام پر ان کا کیا تعارف پیش کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی تمام آزمائشوں میں پورا اترنے والے۔﴿2﴾سب لوگوں کے پیشوا امام تھے۔﴿3﴾اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا۔جہاں وہ عبادت کے لیے کھڑے ہوتے تھے،اسے مستقل جائے نماز بنانے کا حکم ہوا۔﴿4﴾وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو پاک صاف رکھنے والے تھے۔﴿5﴾وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات،اپنی اولاد اور اپنی قوم کی دنیا وآخرت کی بھلائیوں کے لیے دعائیں کرنے والے تھے۔﴿6﴾وہ اللہ تعالیٰ کا گھر بنانے والے تھے۔﴿7﴾وہ یکسو حنیف تھے۔﴿8﴾وہ صالح اور مسلم تھے۔﴿9﴾اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نصیحت کرنے والے تھے۔

سوال5:رسول اللہ ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی طرف دعوت دیتے تھے،یہودی،عیسائی اور کفار مکہ سبھی اپنے آپ کو ان سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

منسوب کرتے تھے پھر وہ آپ ﷺ کے مخالف کیوں ہو گئے؟

جواب: یہود دین کو قومی عزت کا نشان سمجھتے تھے جب کہ نبی ﷺ کی دعوت کے مطابق دین یہ تھا کہ انسان اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ لے اور یک سو ہو کر اللہ والا ہو جائے۔ اس دعوت دین سے ان کے قومی عزت والے دین پر زد پڑتی تھی اس لیے وہ آپ ﷺ کے دشمن بن گئے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کن خصوصیات کی وجہ سے کسی کا انتخاب کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اسلام یعنی مکمل اطاعت اور فرماں برداری، احسان یعنی نیکی کا اعلیٰ معیار اخلاص اور رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھنے، وفاداری، یک سوئی اور فرماں برداری کی وجہ سے انتخاب کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (131) ﴾

''جب اس کے رب نے اس سے کہا: ''فرماں بردار ہو جا'' تو اس نے کہا: ''میں جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو گیا۔'' (131)

سوال1: ﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ﴾ ''جب اس کے رب نے اس سے کہا: ''فرماں بردار ہو جا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اخلاص اور فرماں برداری کا حکم دیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اخلاص، کمال عبودیت اور توحید و اسلام پر ثابت رہنے کا حکم دیا، تو انہوں نے رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ (تیسیر الرحمٰن: 73/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: ''اَسْلِمْ'' اسلام لانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اپنی سوچ، اپنے خیال، اپنے جذبات، اپنے احساسات اور اپنے عمل کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بننا ہے۔

سوال3: ایک انسان اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار کس طرح بنتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک، حاکم، آقا اور معبود مان کر۔ ﴿2﴾ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھال کر۔ ﴿3﴾ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی گزار کر حقیقتاً انسان اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔

سوال4: ﴿ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''تو اس نے کہا: ''میں جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں خالص توحید اور محبت کے ساتھ رب العالمین کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہوں۔ ﴿ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

متوجہ کرلیا جس نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا ہے، یک سوہوکر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(الانعام:79)

﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ(132) ﴾

''اوراس کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی: ''اے میرے بیٹو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین کو منتخب کیا ہے، تو ہرگز نہ تم مرنا مگراس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو۔''(132)

سوال1: ﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ﴾ ''اوراس کی وصیّت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب علیہ السلام نے بھی'' ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کس چیز کی وصیت کی؟

جواب: ﴿1﴾ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توحید کی وصیت کی اور اسے ایک ایسا کلمہ بنادیا جو باقی رہا حتیٰ کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو کلمہ توحید کی وصیت کی۔ ﴿2﴾ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو فرماں بردار بننے کی وصیت کی۔

سوال2: ﴿ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''اے میرے بیٹو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین کو منتخب کیا ہے، تو ہرگز نہ تم مرنا مگراس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کیا وصیت کی تھی؟

جواب: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس دین کو چن لیا ہے لہٰذا اس دین کو قائم کرو، اس کی شریعت پر عمل کرو، اس دین کے رنگ میں رنگے جاؤ پھر اسلام کے سوا کسی اور حالت پر تمہیں موت نہ آئے۔ اسی دین کے اخلاق واوصاف پر زندگی گزارو گے تو اسی پر موت آئے گی اور ان ہی کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے میں رکاوٹیں آئیں، تم اسلام پر عمل کرنے سے نہ رکنا۔ غلبہ اسلام کی تمنائیں ٹوٹیں، تم نہ ٹوٹنا تم اسی دین پر قائم رہنا۔

سوال3: دین سے کیا مراد ہے؟

جواب: دین سے مراد زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔(آل عمران:19)

سوال4: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تمہاری زندگی کے لئے اسلام کو بطور دین منتخب کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔

سوال5: ﴿ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''تو تم ہرگز نہ مرنا مگراس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو'' اس بات سے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی کس چاہت کا اندازہ ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اس سے ایک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا صالح انسان کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ مرتے ہوئے بھی اس کے دل ودماغ پر کیا بات چھائی ہوئی ہے۔اس دنیا کو چھوڑتے ہوئے بھی یہ فکر ہے کہ اپنی اولاد کے لئے کیا چھوڑ رہے ہیں۔﴿2﴾اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام قدیم ہے۔وہی سارے انبیاء کی دعوت رہی ہے۔اس کی ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے وصیت کی۔انہوں نے کہا اسلام کو لازم پکڑ لو،اس پر دوام اختیار کرو اور اس کو نہ چھوڑنا یہاں تک کہ تم وفات پا جاؤ۔(تفسیر منیر:346/1)

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ(133)﴾

''کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی؟جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا:''میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے''؟ انہوں نے کہا:''ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباء ابراہیمؑ،اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اسی کے لیے فرماں بردار ہیں۔''(133)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:یہود نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:کیا آپ ﷺ نہیں جانتے کہ یعقوب علیہ السلام نے جس دن وفات پائی اس دن یہودیت کی وصیت کی تھی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ﴾(تفسیر ابی سعود:297/1)

سوال2:﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾''کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی؟''سیدنا یعقوب علیہ السلام کی موت اور وصیت کا ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل تھا۔ان ہی کی نسل میں سے بنی اسرائیل تھے۔ان سے یہود کی گہری وابستگی تھی۔ان کی موت کا معاملہ اور وصیت کا معاملہ یہود کو اندر سے ہلا دینے والا ہے۔یہود کو زجر وتوبیخ کرنے کے لئے کہا گیا ہے کہ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہودیت کی وصیت کی تھی؟اگر وہ کہیں کہ موجود تھے تو جھوٹے ہیں اور اگر کہیں کہ نہیں تھے تو یہ ثابت ہو گیا کہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ کیا وصیت کی گئی تھی۔

سوال3:﴿اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ﴾''جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا:''میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟''سیدنا یعقوب علیہ السلام کو اپنی موت کے وقت کس چیز کی فکر سب سے زیادہ تھی؟

جواب:﴿1﴾سیدنا یعقوب علیہ السلام کو اپنی موت کے وقت سب سے زیادہ اپنی اولاد کے ایمان اور عبادت کی فکر تھی۔﴿2﴾ان پر جب اپنی موت کے آثار ظاہر ہوئے تو انہوں نے امتحان کے طور پر اپنے بیٹوں سے دریافت کیا تاکہ بیٹوں کے وصیت پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سکون نصیب ہو۔﴿3﴾﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ﴾ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ یعقوب علیہ السلام نے ان کے توحید اور اسلام پر قائم رہنے کے بارے میں پوچھا اور ان سے اس پر ثابت قدم رہنے کا عہد لیا۔﴿4﴾ قرآن حکیم لوگوں کو دو بنیادی امور پر اتفاق کی ترغیب دلاتا ہے۔ان میں سے پہلا توحید اور شرک اور اس کی اقسام سے برأت ہے اور دوسرے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور تمام اعمال میں اس کے لیے خضوع اور اسلام وہ ہے جس کی طرف قرآن نے اور نبی ﷺ نے دعوت دی۔انہوں نے اس اسلام کی دعوت نہیں دی جن معنوں میں وہ آج کل معروف ہے۔(تفسیر مراغی:124/1)﴿5﴾ سارے انبیاء کی وصیت توحید اور اسلام پر قائم رہنے کی تھی جیسا کہ فرمایا:﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ انہیں دعوت دیتے ہیں،اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اس کو راستہ دکھاتا ہے،جو رجوع کرتا ہے۔(الشوریٰ:13)

سوال4:﴿نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ بیٹوں کے اس جواب میں کیا بات جھلکتی نظر آتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ ان الفاظ سے بیٹے اپنے دین کو پہچان لیتے ہیں اور اس ورثے کو قبول کرتے ہیں۔یعنی ہم اس الٰہ کی عبادت کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء کا معبود ہے جس کے وجود اور اس کی عبادت کے واجب ہونے پر عقلی اور حسی دلائل قائم ہیں۔اس کے ساتھ احکامات پر عمل کرنے والے،خضوع کرنے والے،اس کی عبودیت کا اعتراف کرنے والے اور ہر معاملے میں اس کی طرف رخ کرنے والے ہیں۔اس دور میں بتوں،ستاروں اور حیوانات کی عبادت ہوتی تھی۔ (تفسیر مراغی:124/1) ﴿2﴾ ان الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی نسلوں تک یہ دین چلتا رہا۔ہاں یہودی ان کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے۔یہ خبر رب العزت نے دی ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہودیت کی نہیں دین اسلام کی وصیت کی تھی۔

سوال5:﴿وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم اسی کے لیے فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اسلام کا مطلب ہے اپنے آپ کو حوالے کر دینا،سپرد کر دینا۔اسلام شعوری طور پر قبول کیا جاتا ہے۔﴿2﴾ عبادت اسلام لانے کے بعد کے تقاضوں میں سے ہے یعنی انہوں نے کہا:ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اب یہاں کہا ہم اس کے فرماں بردار ہیں تو انہوں نے توحید اور عمل کو جمع کر دیا۔

﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(134)﴾

''وہ ایک امت تھی جو یقیناً گزر گئی،جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے اور تم سے اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے؟''(134)

سوال1:﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾ ''وہ ایک امت تھی جو یقیناً گزر گئی'' سے کون سی جماعت مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کی جماعت اور ان کی اولاد کی جماعت ہے۔

سوال2:﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ﴾ ''جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر آدمی کو جو کچھ ملے گا اپنے ذاتی عمل کی بنیاد پر ملے گا، کسی دوسرے کے عمل کی بنیاد پر نہیں۔ ﴿2﴾ یہ بات اس لیے کہی گئی کہ سب جان لیں کہ دین حق ہے اور حق کے معاملے میں وراثت نہیں۔ بزرگوں کی نیکیوں کا ثواب بعد والی نسلوں کو نہیں ملتا۔ جیسے یہودی غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ ثواب مستقل ہوتا ہے، آپ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ﴿3﴾ عیسائیوں نے یہ سمجھا تھا کہ پچھلی نسلوں کے گناہ اگلی نسلوں تک منتقل ہوتے ہیں جب کہ یہ بات درست نہیں۔ گناہ وراثت میں نہیں ملتے جیسے نیکیاں وراثت میں نہیں ملتیں۔ ﴿4﴾ ہر شخص نے جو خیر اور شر کمایا تو ان کا خیر تمہیں نفع نہیں دے گا اگر تم برائی کماتے ہو۔ (المحرر الوجیز: 214/1) ﴿5﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو جو کچھ ملے گا اپنے ذاتی اعمال کی وجہ سے ملے گا کسی دوسرے کے اعمال اس پر اثر انداز ہونے والے نہیں ہیں۔ ﴿6﴾ ہر شخص کا عمل اس کا اپنا عمل ہے اس پر اللہ تعالیٰ اسے جزا دے گا۔

سوال3:﴿وَلَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ''اور تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کام کرتے تھے۔ ﴿2﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کسی کے گناہوں کا مؤاخذہ دوسرے سے نہیں کرے گا۔ ہر شخص کو اس کا ایمان اور تقویٰ کام آئے گا۔ لہٰذا یہ زعم کہ انبیاء کی اولاد ہیں ان کے طریقے پر ہیں، درست نہیں۔ اپنے حالات پر غور کرو اور دیکھو کہ کیا میرے اعمال مجھے اللہ تعالیٰ کے یہاں نجات دلا دیں گے؟

﴿وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (135)﴾

''اور انہوں نے کہا کہ تم یہودی ہو جاؤ یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے، آپ کہہ دیں (نہیں) بلکہ ابراہیمؑ کی ملت، جو ایک اللہ کا ہونے والا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔''(135)

سوال1: یہ آیت کب نازل ہوئی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک یہودی نے رحمت عالم ﷺ سے کہا کہ ہم صحیح راہ پر ہیں اگر تم بھی ہماری پیروی کرو گے تو راہ پاجاؤ گے، عیسائیوں نے بھی یہی بات کہی تھی اس پر یہ آیت اتری۔ (مختصر ابن کثیر:86/1)

سوال2: ﴿وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ تم یہودی ہوجاؤ یا عیسائی ہوجاؤ تو ہدایت پاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی مسلمانوں سے کہتے تھے: یہودی ہوجاؤ ہدایت ہمارے پاس ہے۔ ﴿2﴾ عیسائی مسلمانوں سے کہتے تھے کہ عیسائی ہو جاؤ ہدایت ہمارے پاس ہے۔ (تفسیر المیسر :31/1) ﴿3﴾ یہودی کہتے تھے کہ یہودیت کے سوا کوئی دین نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ماسوا کو قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام افضل نبی ہیں اور ان کی کتاب افضل کتاب ہے اور ان کا دین بہترین دین ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا اور محمد ﷺ اور قرآن کا انکار کرتے تھے اور عیسائی کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے عیسائیت کے سوا کچھ بھی قبول نہیں کرنا کیونکہ عیسائیت اس کی خاص ہدایت ہے چونکہ عیسیٰ علیہ السلام سارے انبیاء میں افضل ہیں اور ان کی کتاب سب سے جلیل القدر کتاب ہے اور ان کا دین سب ادیان سے بہتر ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام، تورات، محمد ﷺ اور قرآن کا انکار کرتے تھے۔ (تفسیر المراغی:126/1)

سوال3: ﴿قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا﴾ '' آپ کہہ دیں (نہیں) بلکہ ابراہیم کی ملت، جو ایک اللہ کا ہونے والا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا بلکہ ابراہیم کا طریقہ اختیار کرنے پر ہدایت ملے گی یعنی توحید کا اقرار کرکے اور شرک کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے۔ ﴿2﴾ ابراہیم علیہ السلام وہ نبی ہیں جن کی پیروی کرنے میں ہدایت اور جن کی ملت کو چھوڑنا کفر اور گمراہی ہے۔ ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ اور دین میں اس سے اچھا کون ہے؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہوجانے والا تھا اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنالیا تھا۔ (النساء:125)

سوال4: حنیف کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ حنیف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرتا ہے، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا اور اللہ تعالیٰ کے دین پر سیدھا چلتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:67,68/1) ﴿2﴾ ایسے شخص کو حنیف کہتے ہیں جو ہر طرف سے کٹ کر یک سوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہوجاتا ہے۔

سوال5: انسان ایک اللہ کا کیسے ہوجاتا ہے؟

جواب: انسان کے اندر یک سوئی پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے قبلے کا تعین کیا۔ دن میں پانچ بار اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو ہونا سکھایا جاتا ہے۔ انسان ساری دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا رخ موڑ لیتا ہے۔ یہ حنیف ہونے کی تصویر ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ نماز کے علاوہ بھی یہ رویہ انسان اپنی زندگی میں اپنائے۔ ﴿1﴾ اپنے ہر معاملے میں سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رخ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرے۔﴿2﴾اپنی زندگی کے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے لے۔﴿3﴾اپنی خواہش اوردوسروں کی مرضی کواللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اہمیت نہ دے۔﴿4﴾اس طرح خدارخی اوریکسوئی والی زندگی اختیار کرلے۔

سوال6: یک سوئی کا انسان کوکیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ یک سوئی سے ہی انسان غوروفکر کرسکتا ہے۔﴿2﴾ یک سوئی سے ایک اللہ کا ہونے سے ہی اس کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔

سوال7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں یک سوئی کہاں دکھائی دیتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب عراق میں تھے تو بتوں سے کنارہ کشی اختیار کی اوراللہ تعالیٰ کی توحید پر یک سو ہوگئے تھے۔﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیٹے کوذبح کرتے وقت بھی یک سو تھے۔

سوال8:﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اوروہ مشرکوں میں سے نہ تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بہت بڑی گواہی ہے کہ وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا اس لئے مقام بلند تک پہنچا۔ ﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ وہ یہودی یا عیسائی نہیں تھے۔﴿3﴾اس آیت میں یہود ونصاریٰ پر ان کے دین کے باطل ہونے اورملت ابراہیم کے حق ہونے کو واضح کیا گیا۔﴿4﴾ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے سوا نہ کوئی ہدایت ہے، نہ سعادت، نہ کمال۔ (ایسرالتفاسیر:68,69/1)

﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ(136)﴾

''آپ سب کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اوراس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اور جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اوراولادِ یعقوب علیہ السلام کی طرف نازل کیا گیا اور جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اوردوسرے سب نبیوں کوان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ ہی کے فرماں بردار ہیں۔''(136)

سوال1:﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ ''آپ سب کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿قُوْلُوْٓا﴾ یعنی زبان سے کہو اورتمہارا دل اس کی تصدیق کرے اورتمہارے اعمال اس کے مطابق ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہوں۔﴿2﴾ یہی وہ قول ہے جس پر جزا وسزا مرتب ہوتی ہے۔جیسے دل کے عقیدے کے بغیر محض زبان سے ایمان کا اقرار کرنا اوراس کا اظہار کرنا نفاق اور کفر ہے۔﴿3﴾ وہ قول جو عمل سے عاری ہو زبان کا عمل ہے لیکن وہ تاثیر سے محروم رہتا ہے اوراس کا نفع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بہت کم ہوتا ہے۔اگر یہ قول کوئی بھلائی کی بات ہواور دل میں ایمان بھی ہوتو اس پر اجر ملتا ہے۔﴿4﴾﴿قُوْلُوْٓا﴾ میں مسلمان اپنے عقیدے کا اعلان کرتا ہے اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دیتا ہے۔﴿5﴾﴿اٰمَنَّا﴾ ہم ایمان لائے جمع کا صیغہ ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ ساری امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھام لیں۔ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہیں یہاں تک کہ سب متحد ہو جائیں اور ان کا عمل ایک ہو جائے۔﴿6﴾اس آیت سے فرقہ بندی کی مخالفت بھی نکلتی ہے۔﴿7﴾اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں۔﴿8﴾﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ ہم اس حقیقت پر ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے، وہ ایک ہے، ہر صفت کمال سے متصف اور ہر نقص اور عیب سے منزہ ہے۔تمام عبادات کا اکیلا ہی مستحق ہے۔ان عبادات میں کسی پہلو سے بھی کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔(تفسیر سعدی:166/1)

سوال2: اللہ رب العزت نے کس کس چیز پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب کے ساتھ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے۔﴿2﴾ یہ آیت کریمہ ان تمام امور پر مشتمل ہے جن پر ایمان لانا واجب ہے۔ جان لیجیے کہ ایمان، جو ان اصولوں کے ساتھ دل کی پوری تصدیق کا نام ہے اور اس کا اقرار، قلوب اور اعضاء کے اعمال کو متضمن ہے اور اس اعتبار سے اس میں اسلام داخل ہے اور اس میں تمام اعمال صالحہ بھی داخل ہیں۔پس تمام اعمال صالحہ ایمان کا حصہ اور اس کے آثار میں سے ہیں۔جب ایمان کا علی الاطلاق ذکر ہوگا تو مذکورہ امور ان سب میں شامل ہوں گے۔اسی طرح جب اسلام کا علی الاطلاق ذکر کیا جائے گا تو ایمان بھی اس کے اندر داخل ہوگا۔جب ایمان اور اسلام کا مقرون اور ایک ساتھ ذکر کیا جائے گا تب ایمان، قلب کے اقرار و تصدیق کا نام اور اسلام، اعمال ظاہرہ کا نام ہوگا اور اسی طرح جب ایمان اور اعمال صالحہ کو جمع کیا جائے گا (تو یہی اصول ہوگا۔)(تفسیر سعدی:165/1) کیونکہ عقیدہ دین کی اصل اور اس کی اساس ہے۔

سوال3:﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ ''اور اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے'' میں قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ دونوں شامل ہیں۔یعنی ہم قرآن وسنت پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا۔(النساء:113)﴿2﴾ قرآن وسنت پر ایمان لانے میں ان تمام چیزوں پر ایمان لانا بھی شامل ہے جن کا قرآن وسنت میں ذکر کیا گیا ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات، انبیاء کی صفات، آخرت کے حالات، غیبی امور، تمام شرعی احکامات، اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں، ثواب و عذاب پر ایمان لانا۔

سوال4:﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾

''اور جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولاد یعقوب علیہ السلام کی طرف نازل کیا گیا اور جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام اور دوسرے سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ کا تذکرہ قرآن مجید میں کیا گیا۔ ﴿اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝﴾ بے شک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔ (الاعلیٰ:18,19) ﴿2﴾ ﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ﴾ خاص طور پر اس آیت میں جن انبیاء و مرسلین کا ذکر ہے ان پر ایمان لانا کہ وہ بڑی بڑی شریعتیں لے کر دنیا میں آئے۔ آیت کے اس حصے میں ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے جو انبیاء و مرسلین پر نازل کی گئی ہیں۔ ﴿3﴾ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم پچھلے انبیاء و مرسلین پر نازل ہونے والی کتابوں پر عمومی طور پر ایمان لائیں اور جس کا تفصیلی علم ہو جائے اس پر مفصل ایمان لائیں۔ ﴿4﴾ ﴿وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى﴾: اس سے مراد تورات اور انجیل ہے۔ ﴿5﴾ ﴿وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم انبیاء کی کتابوں اور شریعتوں پر ایمان لائیں۔ ہمیں ان کی حکومتوں اور مال و متاع پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دین ہی حقیقی عطیہ ہے جو انسان کو دنیا و آخرت میں سعادت تک پہنچاتا ہے۔ ﴿6﴾ ﴿مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی بنیاد پر کتابیں بھیجیں، رسول بھیجے۔ اس کی ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو یوں ہی بے کار نہ چھوڑا جائے۔ رسول اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتے ہیں اور بھلائی کی دعوت دیتے ہیں اور اور برائی سے روکتے ہیں۔ ان کی دعوت ایک ہے۔ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ (النساء:82)

سوال5: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ ''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی یہود کی طرح جو کہتے ہیں ہم بعض پر ایمان لائے اور ہم بعض کا انکار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ کہو ہم انبیاء کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیائے کرام آپس میں علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔ (صحیح بخاری:3443) ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہ کیا، یہی لوگ ہیں انہیں جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اجر سے نوازے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ (النساء:152) ﴿4﴾ یہود و نصاریٰ اگرچہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سارے انبیاء اور کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ تفریق کرتے ہیں۔ کچھ پر ایمان لاتے اور کچھ کو جھٹلاتے ہیں۔ اگر وہ محمد ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو اپنے انبیاء اور ان کی کتابوں کی دی ہوئی خبروں کو جھٹلاتے ہیں اور یہ ان کا اپنے رسول سے کفر ہے۔

سوال6: ﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم اللہ تعالیٰ ہی کے فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہم اپنے ظاہر و باطن سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے سر جھکاتے ہیں اس کی عبودیت کے لیے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہم اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی عبادت کواس کے لیے خالص کرتے ہیں۔﴿1﴾ یہ آیت کریمہ توحید کی تینوں قسموں پر مشتمل ہے یعنی توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات۔﴿2﴾ یہ آیت کریمہ تمام انبیاء ورسل اور کتابوں پر ایمان لانے پر مشتمل ہے۔﴿3﴾ یہ آیت کریمہ دل، زبان اور اعضاء کی تصدیق اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص پر مشتمل ہے۔﴿4﴾ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کو تعلیم دینے پر مشتمل ہے کہ وہ اپنے ایمان کا اظہار کیسے کریں۔شکر ہے اس ذات کا جس نے ایسا دین سکھایا جو دنیا وآخرت کی سعادت اور کمال تک پہنچانے والا ہے۔پاک ہے وہ جس نے قرآن مجید جیسی معرکۃ الآراء جامع کتاب نازل فرمائی جس میں ہدایت، رحمت اور شفاء ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔الحمدللہ۔یاارحم الراحمین قرآن مجید کو ہمارے دلوں کی بہار، آنکھوں کا نور اور غموں کا مداوا بنادے۔(آمین)

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (137)﴾

''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پاگئے اور اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اب وہ مخالفت میں ہیں، چنانچہ عنقریب ان سے اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہو جائے گا اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(137)

سوال1:﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ ''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پاگئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ﴾ یعنی اہل کتاب بھی اگر اسی طرح تمام انبیاء اور تمام کتابوں پر ایمان لائیں جیسا کہ تم ایمان لائے ہو، اور اس میں سب سے پہلے محمد ﷺ پر ایمان لائیں، جن پر ایمان لانے کا حکم وہ اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور وہ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور قرآن مجید پر ایمان لائیں جو آخری کتاب ہے جس میں کوئی تحریف اور تبدیلی نہیں، جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تو انہوں نے اللہ رب العزت کے سامنے سر جھکا دیا اور اس کے رسولوں میں تفریق نہ کی۔﴿2﴾﴿فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ تو ان کو سیدھے راستے کی ہدایت مل گئی یعنی راستے کا پتہ بھی لگ گیا اور وہ نفع مند علم ہے اور چلنے کا طریقہ بھی جو اعمال صالح ہیں۔یہ راستہ جنت تک پہنچانے والا ہے۔ہدایت توفیق کو جاننے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔اس ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت یعنی علم نافع اور عمل صلاح کی توفیق نہیں ملے گی اور اپنی منزل یعنی جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا تک نہیں پہنچیں گے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ایمان معتبر ہے جس میں انسان حق کو پہچانے، حق کا اعتراف کرے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے دور میں اسی طرح ایمان لائے تھے۔اس لیے آئندہ آنے والے انسانوں کے سامنے ان کی زندگیوں کو مثال کے طور پر رکھا کہ اگر ان جیسا ایمان لاؤ گے تب ہدایت پاؤ گے۔﴿4﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے۔اب اگر لوگ اسی طرح ایمان لائیں گے تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔

سوال2:﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ﴾ ''اور اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اب وہ مخالفت میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''اور اگر وہ پھر جائیں'' یعنی ہدایت سے جس کی ضد علم سے محرومی اور علم کے بعد عملی گمراہی ہے۔﴿2﴾﴿فَاِنَّمَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿هُمْ فِيْ شِقَاقٍ﴾ یہی وہ شقاق ہے یعنی دشمنی اور مخالفت جس پر وہ قائم تھے۔یعنی علم سے محرومی اور عملی گمراہی۔﴿3﴾''اگر وہ پھر جائیں'' سے مراد ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے سے منہ پھیریں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ضد اور تعصب کی وجہ سے سیدھے راستے پر نہیں آتے۔ ﴿4﴾شقاق میں وہ شخص مبتلا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول سے ہمیشہ متضاد راستے پر ہوتا ہے یعنی اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہے تو دوسری طرف شقاق والا ہوگا۔﴿5﴾شقاق سے انتہا درجے کی عداوت پیدا ہوتی ہے ایسے دشمن رسول کو سخت ایذائیں دیتے ہیں اور اپنا وقت، مال، صلاحیتیں اپنا سب کچھ رسول کی دشمنی میں لگا دیتے ہیں۔یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

سوال3:﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''چنانچہ عنقریب ان سے اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہو جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ پھر ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے یعنی ان کی کسی ضد، مخالفت اور دشمنی سے تم خوف نہ کھاؤ۔سیدھے راستے پر جمے رہو، اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے وعدہ کیا ہے کہ وہ دشمنوں کے مقابلے میں ان کے لیے کافی ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ سمیع ہے وہ سب کچھ سنتا ہے وہ علیم ہے سب کچھ جانتا ہے جو کچھ پیچھے ہے اور جو آگے ہے، غائب اور حاضر سب اس کے علم کے دائرے میں ہے۔اس لیے ان کے شر کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے کافی ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔آپ ﷺ کو غلبہ عطا کیا۔یہ لوگ جلاوطن کر کے تتر بتر کر دیے گئے، ان کے جوان قتل ہوئے۔ان میں سے بعض کو قیدی اور غلام بنا لیا گیا۔﴿5﴾یہ آیت قرآن حکیم کے معجزات میں سے ایک معجزے کو ظاہر کر رہی ہے اور وہ ہے ایک واقعہ کے وقوع ہونے سے پہلے خبر دینا اور پھر اس کا اسی کے مطابق واقع ہونا۔﴿6﴾سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت مصحف ان کی گود میں تھا۔﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ﴾ کے الفاظ پر ان کے خون کے چھینٹے پڑے۔یہ مصحف آج بھی ترکی میں موجود ہے۔﴿7﴾یہودیوں کے خلاف اللہ تعالیٰ حمایت کے لئے کافی ہو گیا۔جب بنو نضیر جلاوطن ہوئے اور بنو قریظہ قتل ہوئے تو نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا وعدۂ حفاظت اور نصرت پورا ہوا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائیں گے۔

سوال4:﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ کی صفات السمیع اور العلیم آئی ہیں، ان کی حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات السمیع اور العلیم اللہ تعالیٰ کے کافی ہونے کو ثابت کرنے کے لئے ہیں کہ ہر بات اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور ہر بات کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس لئے وہ کافی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور اظہار کرنے کا حکم دے کر اپنے السمیع اور العلیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کا علم رکھتا ہے اور تمہارے اقرار، اعتراف اور اظہار کو سنتا ہے، وہ السمیع ہے۔

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۠ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ(138)﴾

''اللہ تعالیٰ کا رنگ (اختیار کرو) اور رنگ میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا کون ہے؟ اور ہم اسی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں۔''(138)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ صِبۡغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا رنگ (اختیار کرو)،اور رنگ میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا کون ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ صِبۡغَةَ اللّٰهِ ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔﴿2﴾ اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ اس دین کے تمام عقائد اور احکامات پر تمام اوقات میں عمل کرو۔یہاں تک کہ یہ دین تمہاری صفات میں سے ایک صفت بن جائے،تم پر اس دین کا رنگ چڑھ جائے جب تم اپنے اختیار اور دل کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کے آگے جھک جاؤ گے،ان پر عمل کرو گے تو یہ دین تمہارا مزاج،تمہاری فطرت اور تمہاری طبیعت بن جائے گا۔اس کی مثال یوں ہے جیسے کپڑے کو رنگ دیا جائے تو یہ رنگ اس کی صفت بن جاتا ہے جب تم پر اس دین کا رنگ چڑھ جائے گا تو تمہیں دنیا اور آخرت کی فلاح،سعادت اور کمال حاصل ہوگا کیونکہ دین حسن اخلاق اعلیٰ درجے کے اعمال اور عالی مرتبت کاموں کو اختیار کرنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔﴿3﴾﴿ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ سے اچھا کوئی اور رنگ نہیں۔عملی طور پر آپ متضاد رنگوں کا مقابلہ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔بندۂ مومن جو اپنے رب پر صحیح ایمان رکھتا ہے،اس کا دل اپنے رب کے آگے جھک جاتا ہے۔اس کی زبان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کرتی ہے،اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ وراس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ہر اچھی صفت سے خود کو آراستہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔احسن اعمال اور کمال درجے کے اخلاق کو اپناتا ہے اور گندی اور قبیح صفات وعادات سے اور تمام عیوب سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتا ہے۔اس طرح قول وفعل میں سچائی،راست بازی،امانت،دیانت،ایفائے عہد،حیا،صبر، بردباری،شجاعت،پاکیزگی،قولی وفعلی احسان،حبِ الٰہی،خشیت الٰہی،توکل،اخلاص،اللہ تعالیٰ سے خوف اور امید رکھنا اس کا وصف بن جاتا ہے اور وہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔اگر سادگی سے دیکھیں تو مومن معبود کے لیے اخلاص اور اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اختیار کرتا ہے۔اس کے مقابلے میں جس نے اپنے رب کا انکار کیا اس نے رب سے منہ موڑتے ہی بندوں کی طرف توجہ کی اور کفر،شرک،نفاق،جھوٹ،بدعہدی،دھوکہ وفریب،خیانت،مکروفریب اور اپنے اقوال وافعال سے مخلوق کے ساتھ برے سلوک جیسی بری عادات سے اپنے آپ کو متصف کیا۔جو معبود کے لیے کھوٹا ہے وہ بندوں کے لیے بھی کھوٹا ہو جاتا ہے۔وہ بندوں سے حسن سلوک نہیں کر پاتا۔اس طرح وہ فرق نمایاں ہو جاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے کوئی رنگ اچھا نہیں اور جس نے غیر اللہ کا رنگ اختیار کیا اس سے برا کوئی رنگ نہیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا رنگ اس کی بندگی سے چڑھتا ہے اور غیر اللہ کا رنگ پانی سے جیسے یہودی اور عیسائی نئے پیدا ہونے والے بچے کو زرد رنگ کا پانی چڑھاتے تھے اور ہر اس شخص کو بھی یہ رنگ دیا جاتا ہے جسے عیسائی بنانا مطلوب ہوتا ہے۔اس کے بغیر کسی کو پاک تصور نہیں کیا جاتا۔﴿5﴾ اس آیت کریمہ میں نزول قرآن کے دور کے یہودیوں اور عیسائیوں کی تردید کی گئی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زرد رنگ کی کوئی حیثیت نہیں۔اس لیے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اسلام کے رنگ میں رنگو۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے رنگ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے رنگ اور ان کے طریقہ زندگی کو اختیار کرنا بندے کو ان میں شامل کروا دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی پھر وہ انہی میں سے ہے۔''(سنن ابی داؤد:4031)

سوال2: یہ رنگ انسان پر کیسے چڑھتا ہے؟

جواب: یہ رنگ اللہ تعالیٰ کے دین سے چمٹ جانے سے چڑھتا ہے۔دین کو مضبوط پکڑنے سے،اس کا علم حاصل کرنے سے،اس پر عمل کرنے،اس کے دین کے پیغام کو پھیلانے سے،اس دین کا کام کرنے سے انسان پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھتا ہے۔

سوال3: ﴿وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ﴾''اور ہم اسی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾''اور ہم اسی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے رنگ کی وضاحت ہے۔یہ رنگ دو بنیادوں کو قائم کرتا ہے(الف) اخلاص(ب) متابعت۔﴿2﴾ کیونکہ عبادت ان تمام کاموں کے لیے جامع اسم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے،وہ اقوال ہوں یا ظاہری یا باطنی اعمال ہوں۔(رسالۃ العبودیۃ:149/10)﴿3﴾ یہ اعمال واقوال اس وقت تک درست نہیں قرار نہیں پاتے جب تک اللہ تعالیٰ انہیں رسول ﷺ کی زبان پر مشروع قرار نہ دیں اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے۔یعنی ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت،اس کے لیے اخلاص اور نبی ﷺ کی متابعت میں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائے۔(آمین)

﴿قُلْ اَتُحَآجُّوْٓنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ(139)﴾

''آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہم اس کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔''(139)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: جب یہود ونصاریٰ نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ انبیاء ہم میں آئے اور ہمارے دین پر تھے اور ہمارا دین تمہارے دین سے افضل اور ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں،اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔(واضح المیسر:53)

سوال2: ﴿قُلْ اَتُحَآجُّوْٓنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾''آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿قُلْ اَتُحَآجُّوْٓنَنَا﴾ کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو؟ یہ جھگڑے یہودی اور عیسائی آپس میں بھی کرتے تھے اور مسلمانوں سے بھی۔(الوسیط:223/1)﴿2﴾﴿فِي اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں یعنی کیا تم اس بارے میں جھگڑا کرتے ہو کہ یہودیت اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عیسائیت ہی دین حق ہے اورتم کہتے ہوکہ ﴿لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى﴾ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یاعیسائی ہو۔(البقرۃ:111)اور یہ کہتے ہو﴿كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا﴾تم یہودی ہو جاؤ یاعیسائی تو ہدایت پاجاؤ گے۔(البقرۃ:135)﴿3﴾﴿وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾یعنی جس رب کے بارے میں تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو جب کہ سب لوگوں کا رب ایک ہے تمہارا کوئی اور رب نہیں۔﴿وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾لیکن اعمال اپنے اپنے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا قرب اوراس کی محبت تو خالص اعمال ہی سے ملے گی۔اور یہ حالت صرف اہل ایمان کی ہے۔دوسروں کے مقابلے میں وہی اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔اس لیے کہ ایمان والے ہی اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص رکھتے ہیں اوراخلاص ہی نجات کا راستہ ہے۔

سوال3:﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ﴾''اورہم اس کے لیے خالص کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہم اسی کے لیے اخلاص سے عبادت کرتے ہیں۔ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اورتم شرک کرتے ہو۔(ایسرالتفاسیر:69/1)

﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ(140)﴾

''یاتم کہتے ہوکہ یقیناً ابراہیم،اسماعیل،اسحٰق،یعقوب اوران کی اولاد سب یہودی یاعیسائی تھے؟کہہ دو:''کیاتم زیادہ جانتے ہو یااللہ تعالیٰ''؟اوراس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپائے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے پاس ہے؟اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔''(140)

سوال1:﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى﴾''یاتم کہتے ہو کہ یقیناً ابراہیم، اسماعیل،اسحٰق،یعقوب اوران کی اولاد سب یہودی یاعیسائی تھے؟''یہ بات کن سے کہی گئی اور کیوں؟

جواب:﴿1﴾یہ یہودیوں کی طرف سے ایک اور مباحثہ ہے۔انہوں نے یہ گمان رکھا کہ وہ رسولوں سے زیادہ قریب ہیں۔**﴿2﴾**یہ بات یہودی اورعیسائی اس لئے کہتے تھے کہ سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام،اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام،اسحٰق عَلَیْہِ السَّلَام اوریعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے یہودی،عیسائی اورمشرک عقیدت رکھتے تھے۔**﴿3﴾**اپنے دین کوسچا ثابت کرنے اور سچے دین کے بارے میں شک ڈالنے کے لئے یہ بات کہتے تھے کہ سیدنا ابراہیم،اسماعیل، اسحٰق اوریعقوب یہودی تھے یاعیسائی تھے۔

سوال2:﴿ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ﴾''کیاتم زیادہ جانتے ہو یااللہ تعالیٰ؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے رسولوں سے یہود ونصاریٰ کی قربت کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:کیاتم زیادہ جانتے ہو یااللہ تعالیٰ؟**﴿2﴾**اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ابراہیم نہ یہودی تھے اورنہ عیسائی بلکہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ یک سومسلمان تھے اور مشرکوں سے نہیں تھے۔(آل عمران:67)﴿3﴾یہود ونصاریٰ کا یہ دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے یا عیسائی۔اس بارے میں یا تو وہ سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ۔جواب اگر چہ غیر واضح ہے مگر حقیقتاً واضح ہے کہ جواب دینے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سچا ہے۔

سوال3:﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾''اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپائے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے پاس ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہودی اور عیسائی جانتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی۔انہوں نے اس گواہی کو چھپایا۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب اپنی کتاب میں پڑھا کرتے تھے کہ سچا دین''اسلام'' ہے۔اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب ،اور ان کے بیٹے یہودیت ونصرانیت سے بری تھے۔(تیسیر الرحمٰن:77/1)یہ سب سے بڑا ظلم تھا۔یہ گواہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سپرد کی گئی تھی۔اس لیے اس کی ادائیگی ان پر لازم تھی۔انہوں نے یہ گواہی چھپائی اور اس کی مخالف باتوں کا اظہار کیا۔﴿2﴾انہوں نے حق کو چھپایا ،اسے بیان نہ کیا، انہوں نے باطل کا اظہار کیا، اس کی طرف دعوت دی اور ان تمام کاموں کو جمع کر دیا۔کیا یہ سب سے بڑا ظلم نہیں؟ قیامت کے دن انہیں اس ظلم پر سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سوال4:﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے''اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال کو اور ان کی جزا کو محفوظ کر لیا ہے اور یہ جزا جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو ظالموں کے ظلم کی جزا ہے۔

﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(141)﴾

''وہ ایک امت تھی جو یقیناً گزر چکی، جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے اور تم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔''(141)

سوال1:﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾''وہ ایک امت تھی جو یقیناً گزر چکی جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾یعنی انبیاء اور یہود ونصاریٰ کے اسلاف گزر چکے۔﴿2﴾**﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾**''جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے''یعنی ہر شخص کا اپنا عمل ہے۔اللہ تعالیٰ اسے اس کے عمل کی جزا دے گا۔کسی دوسرے شخص کے گناہوں کا اس سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ہر شخص کو اپنا ایمان اور تقویٰ ہی نفع دے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اس نے کوشش کی۔(النجم:38,39)﴿3﴾ گزشتہ بات کی یاددہانی کرائی ہے کہ انسان کا ذاتی عمل ہی اس کے کام آئے گا محض، انبیاء ورسل کی طرف نسبت، قیامت کے دن کچھ کام نہیں آئے گی۔اس لئے گزشتہ لوگوں کے بارے میں باتیں نہ بناؤ،تم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا،تم سے تو تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔تم سے سوال کیا جائے گا کہ خاتم النبین محمد ﷺ پر ایمان لائے تھے یا نہیں؟ان کی شریعت پر عمل کیا تھا یا نہیں؟(تیسیر الرحمٰن:77/1)

سوال2:﴿وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''اورتم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اورتم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے''یعنی آپ کے بزرگ جو کچھ کرتے رہے ان کے بارے میں آپ سے سوال نہیں ہوگا اس لیے آپ اپنے اعمال کی فکر کرلو۔نجات کا دارومدار سارے کا سارا عمل پر ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس کا عمل اسے پیچھے کردے اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔''(مسلم:6853)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اس آیت کو لے کر آئے تاکہ ہر کوئی اپنے عمل کی فکر کرے اور مخلوق سے اپنا تعلق منقطع کرلے یعنی ایسی نسبت جس پر بھروسہ کرکے دھوکے میں رہیں۔اعمال ہی فائدہ دیتے ہیں نہ کہ بڑوں کی طرف انتساب۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں اپنے اعمال کی فکر نصیب فرمائے۔نفع مند علم اور اعمال صالحہ کی رغبت نصیب فرمائے۔یاارحم الراحمین ایسی زندگی نصیب فرمادے کہ آپ ہم سے راضی ہوجائیں۔(آمین)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 2

سَیَقُوْلُ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

﴿ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (142) ﴾

''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے کہ انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے؟ آپ کہہ دو: مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''(142)

سوال1: ﴿ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ﴾ ''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے کہ انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ ﴾ ''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی علم سے یہ خبر دی ہے کہ جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف اعتراض کریں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کے مصالح کو نہیں پہچانتے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ سے پہلے اعتراضات کی خبر اس لیے دی تا کہ مومنوں کے دلوں پر اس کا اثر کم ہو اور ان کے دل زیادہ متاثر نہ ہوں۔ (ایسر التفاسیر:70/9) تا کہ مومن قبل از وقت اعتراضات کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔ ﴿3﴾ ﴿ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ﴾ کس چیز نے انہیں ان کے قبلے سے پھیر دیا ہے۔ ﴿4﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شریعت اور اس کے فضل و کرم پر اعتراض ہے۔ ﴿5﴾ اللہ رب العزت نے یہ بات اس لیے کہی کہ عقل مند شخص کو بے وقوف کی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہئے۔ ﴿6﴾ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر وہی شخص اعتراض کرتا ہے جو بے وقوف اور جاہل ہو اور عقل مند یعنی ہدایت یافتہ مومن تو اپنے رب کے ہر حکم کی اطاعت کرتا ہے اور اس کو راضی کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ ﴿7﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ پس! تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے۔ (النساء:65) ﴿8﴾ ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ﴾ درحقیقت مومنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی۔ (النور:51) ﴿9﴾ ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ﴾ اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو۔ (الاحزاب:36)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو ﴿ السُّفَهَآءُ ﴾ کہا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود کو السُّفَهَآءُ (بے وقوف) کہا ہے۔(جامع البیان) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے عرب کے مشرکوں، علمائے یہود اور منافقوں کو سفہاء کہا ہے۔

سوال 3: قبلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قبلہ سے مراد وہ مرکز عبادت ہے جس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جاتی ہے۔ ﴿2﴾ اصطلاحًا وہ بیت العبادت ہے جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔(سراج البیان:49/1)

سوال 4: قبلہ مقرر کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: قبلہ مقرر کرنے کا اصل مقصد عبادت کو منظّم کرنے کے لیے ایک عام رخ کا تعین کرنا ہے۔

سوال 5: قبلہ اول بیت المقدس کو تقدس کیسے حاصل ہو گیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ قبلہ اول بیت المقدس کو تقدس اس لیے حاصل ہو گیا تھا کہ بیت المقدس پہلے انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا تھا۔ ﴿2﴾ مدینہ میں رہنے والے یہودی اور عیسائی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے تھے۔ ﴿3﴾ مدینہ آنے کے بعد نبی ﷺ نے وحی نازل ہونے سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کیا، یوں بیت المقدس کو تقدس حاصل ہو گیا۔

سوال 6: قبلے کی تبدیلی کا حکم مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے کتنے عرصے بعد آیا؟

جواب: قبلے کی تبدیلی کا حکم مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے تقریباً سولہ یا سترہ ماہ کے بعد آیا۔

سوال 7: مدینہ میں ہجرت کے بعد بیت المقدس کو قبلہ کیوں ٹھہرایا گیا؟

جواب: مدینہ میں ہجرت کے بعد بیت المقدس کو قبلہ ٹھہرایا گیا۔ اس میں مہاجر مسلمانوں کی آزمائش تھی کہ جن لوگوں نے ہجرت کی ہے، کیا ان کے دلوں کی ہجرت بھی ہوئی ہے یا نہیں؟ اور گھر بار چھوڑنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق قبلے کو بھی چھوڑ دیا ہے یا نہیں؟

سوال 8: قبلے کو کیوں تبدیل کیا گیا؟

جواب: قبلے کی تبدیلی کا مقصد یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو امامت سے معزول کر کے امت مسلمہ کو ان کی جگہ دے دی جائے اور قیامت تک بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو دین کی دعوت اور خدا پرستوں کے باہمی اتحاد کا عالمی مرکز بنا دیا جائے۔

سوال 9: قبلے کی تبدیلی کے حکم پر یہود کا پروپیگنڈا کیا تھا؟

جواب: قبلے کی تبدیلی کے حکم پر یہود کا پروپیگنڈا یہ تھا: ﴿1﴾ بیت المقدس ہمیشہ سے نبیوں کا قبلہ رہا ہے پھر اس کی مخالفت کیوں؟ ﴿2﴾ قبلے کی تبدیلی یہودیوں کی مخالفت کے لیے ہے۔ ﴿3﴾ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ پر یہود نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا: محمد ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہمارے قبلہ کوحسد سے ترک کردیا۔(تفسیرمظہری:180/1)﴿4﴾یہ نبی خوداپنے مشن کے بارے میں حیران و پریشان ہے،کبھی ایک(بیت اللہ کی)طرف رخ کرتاہے کبھی دوسری(بیت المقدس کی)طرف۔﴿5﴾اگر بیت اللہ ہی اصل قبلہ ہےتواس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلےمسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے جونمازیں پڑھی ہیں وہ بےکار ہیں۔

سوال10: یہود نے قبلے پراعتراضات کیوں کیے؟

جواب: یہود نے قبلے پراعتراضات اس لیے کیے کہ بیت المقدس یہودکاقبلہ تھاجس کی منسوخی کااعلان رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہودکوبہت ہی ناگوارگزرا،یوں بھی وہ رسول ﷺ کواپنادشمن اوراپنے دین کی بیخ کنی کرنے والاسمجھنے لگے تھے۔تحویل قبلہ کے اس تازہ اعلان کووہ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی سمجھےاوراس پرطرح طرح کےاعتراضات واردکرنے لگے۔ان کےہم نواکچھ اورلوگ بھی منافقوں اور بے دینوں میں سے ہوگئے۔(تفسیرماجدی:267,268/1)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب کو مسلمانوں کےساتھ سب سے بڑاحسدتین چیزوں پر ہے:ایک تو یہ کہ ہفتے میں ایک دن عبادت کے لئےمخصوص کرنے کاحکم ساری امتوں کوملا تھا،یہود نے ہفتے کے دن کومقررکرلیااورانصارنے اتوارکادن اوردرحقیقت عنداللہ وہ جمعہ کادن تھاجومسلمانوں کے انتخاب میں آیا۔دوسرے وہ قبلہ جوتحویل کے بعدمسلمانوں کے لئے مقررکیا گیا تھااس کی کسی اورامت کوتوفیق نہیں دی گئی۔تیسرےامام کے پیچھےآمین کہنا۔ یہ تینوں خصلتیں صرف مسلمانوں کومیسرہوئیں اوراہل کتاب ان سےمحروم ہیں۔(مسنداحمد)(معارف:364/1)

سوال11: قبلے کی تبدیلی کےحکم پرکفارقریش نے کیاپروپیگنڈا کیا تھا؟

جواب: کفارقریش نے کہاتھا کہ محمد ﷺ اپنی جائے پیدائش کے مشتاق توہوگئے ہیں عنقریب وہ اپنے دین کی طرف بھی لوٹ آئیں گے۔ (قرطبی:113/1)

سوال12: مومنوں نے قبلے کےحکم سے کیاسمجھا؟

جواب: مومنوں نے قبلے کےحکم سے یہ سمجھا کہ اصل چیز قبلے کی سمت نہیں بلکہ اصل چیز اللہ تعالیٰ کاحکم ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس وقت جوحکم آجائے وہی اس وقت کا قبلہ ہوگا۔

سوال13: ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ ”آپ کہہ دو:مشرق اورمغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿قُلْ﴾ کہہ دو۔﴿2﴾﴿لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ ”مشرق اورمغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں“یعنی مشرق ومغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہےاورکوئی سمت اس کی ملکیت سے باہرنہیں اوروہ جسے چاہتاہے سیدھاراستہ بھی دکھاتا ہے۔اس قبلے کی طرف بھی اس نے راہ نمائی کی ہے جوملت ابراہیم کا حصہ ہے پھراعتراض کرنے والےاس چیز پراعتراض کرتے ہیں جواِن کی ملکیت نہیں۔یہ ایک وجہ اس حکم کوتسلیم کرنے کوواجب کردینے والی ہے۔﴿3﴾یعنی حکم اورتصرف کااختیارصرف اللہ تعالیٰ کو ہےلہٰذا کسی سمت کی طرف منہ پھیرنا نیکی نہیں اصل نیکی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرماں برداری میں ہے۔﴿4﴾ قبلے کی طرف رخ نماز پڑھنے کے لئے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کرنا ہے۔عبادت میں جس طرح معبود حکم دے عبادت کرنے والا اس کا پابند ہوتا ہے۔جس طرف معبود نے رخ پھیر دیا ادھر رخ پھیرنا ضروری تھا۔﴿5﴾ مشرق ومغرب کی ہر سمت اللہ تعالیٰ کی ہے۔اصل بات سمت کی نہیں، ہر سمت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاسکتی ہے اگر اس کی طرف رخ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو۔

سوال14: اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب کی ملکیت کا شعور دے کر کیا سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب کی ملکیت کا شعور دے کر انسان کو یہ سمجھایا ہے کہ مالک کی طرف توجہ رکھو اور اس کا حکم پورا کرنے کے پابند رہو۔

سوال15: ﴿يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ صراط مستقیم سے مراد دین اسلام ہے۔﴿2﴾ صراط مستقیم ہی میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آنے کے بعد قبلہ ابراہیم کی طرف رخ کرنا ہے۔﴿3﴾ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہدایت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت کے اسباب پیدا کر دیتا ہے اس لیے اسی سے ہدایت طلب کرنی چاہئے۔ ﴿4﴾ ہدایت اور گمراہی کے کچھ اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عدل کی وجہ سے پیدا کیے جاتے ہیں۔﴿5﴾ بندہ جب ہدایت کے ان اسباب کو اختیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں تو اسے ہدایت مل جاتی ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا اور وہ اپنے حکم سے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔(المائدہ:16)

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(143)﴾

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور جس قبلے پر آپ پہلے تھے اس کو ہم نے صرف اسی لئے (قبلہ) بنایا تھا کہ ہم جانیں کون رسول کی اتباع کرتا ہے اس سے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے؟ اور یقیناً یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بلاشبہ بہت بڑی بات تھی مگر ان لوگوں کے لیے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(143)

سوال1:﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے'' اس سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کعبہ تمام کائنات کا روحانی مرکز ہے۔ اسی طرح سے مسلمانوں کو بہترین امّت بنایا گیا ہے اور انہیں عمل وتبلیغ کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں تاکہ وہ دنیا کے لئے حیات وعمل کا بہترین نمونہ بنیں۔(سراج البیان:49,50/1)

سوال2:﴿اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ''امت وسط'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ وسط کے لغوی معنی درمیان کے ہیں لیکن وسط افضل اور بہتر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:308/1) **﴿2﴾** وسط کے معنی اعتدال کے بھی ہیں یعنی دین کے ہر معاملے میں اس امت کو معتدل امت بنایا ہے۔ **﴿3﴾** امت وسط سے مراد سب سے افضل امت ہے۔ **﴿4﴾** امت وسط سے مراد اعتدال والی امت ہے جس کے معاملات میں افراط وتفریط نہیں۔ مثلاً (الف) انبیاء کے ساتھ عقیدت میں معتدل ہے جب کہ عیسائی غلو سے کام لیتے ہیں اور یہودی توہین کرتے ہیں۔(ب) شریعت کے اعتبار سے بھی امت مسلمہ معتدل امت ہے نہ یہودیوں کی طرح سختی ہے نہ عیسائیوں کی طرح نرمی اور لاپرواہی۔(ج) امت مسلمہ طہارت کے اعتبار سے بھی معتدل امت ہے نہ یہودیوں کی طرح سختی ہے کہ پانی ان کو نجاست سے پاک نہیں کرسکتا۔ ان کی عبادت کنیسہ کے سوا کہیں نہیں ہوتی، ان پر سزا کے طور پر طیبات کو حرام کردیا گیا اور نہ عیسائیوں کی طرح نرمی ہے کہ کسی چیز کو نجس ہی نہیں مانتے نہ ان کے ہاں کوئی چیز حرام ہے۔ انہوں نے ہر چیز کو حلال کر رکھا ہے۔ امت مسلمہ کی طہارت کامل طہارت ہے۔

سوال3: امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط کیوں بنایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو بہترین قبلہ عطا کیا، ان کے لیے طیب مشروبات، ماکولات، ملبوسات اور پاک عورتیں مباح ٹھہرائی ہیں۔ ان کے لیے تمام خبیث چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں۔ اس امت کا دین مکمل، اس کے اعمال سب سے افضل، اخلاق سب سے اچھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو علم، حلم، عدل اور احسان سے نوازا ہے اور سب سے افضل قرار دیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ امت دوسروں پر گواہی دے۔ جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا:﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ تاکہ رسول تم پر گواہ ہوجائیں اور تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ۔(الحج:78)

سوال4:﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوجائیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط اس لیے بنایا تا کہ وہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرنے کے سبب لوگوں پر گواہ ہوں اور رسول ان پر گواہ ہوں تا کہ وہ تمام ادیان سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں فیصلے کریں اور ان کے بارے میں دوسرے فیصلے نہ کریں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ عرض کریں گے: لبیک وسعدیک یا ربّ! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے: میں نے پہنچا دیا تھا۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے تمہیں میرا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ (نوح علیہ السلام سے) فرمائے گا: آپ کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے: محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول ﷺ اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے (کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے)۔'' (بخاری:4487) ﴿2﴾ ''تم لوگوں پر گواہ ہو'' سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کا پیغام تمام انسانوں تک پہنچانے کے لیے ان کے ماننے والے ذمہ دار ہیں اور قیامت کے دن یہ گواہی دینی ہوگی کہ جو رسول اللہ ﷺ سے ہمیں پہنچا وہ پہنچانے میں اور جو انہوں نے ہمیں کر کے دکھایا وہ کر کے دکھانے میں ہم نے کوئی کمی نہیں کی۔ ﴿3﴾ ''رسول تم پر گواہ ہوں'' اس گواہی سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب انسانوں کا اکٹھا حساب لیا جائے گا اس وقت رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے گواہی دیں گے کہ سوچ، عمل اور اسلامی نظام کی جو تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی تھی وہ انہوں نے اپنے قول وفعل سے پوری طرح پہنچا دی تھی۔

سوال 5: ﴿لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' امت مسلمہ گواہی کی ذمہ داری پر مقرر ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ اس امت کے افراد اپنے اعمال کے نیک ہونے اور اپنے حق پرست ہونے کے زندہ گواہ ہیں۔ ﴿2﴾ امت کے ہر فرد کی بات، اس کا عمل، اس کا برتاؤ دیکھ کر ساری دنیا یہ پہچان لے کہ اللہ والے کیسے ہوتے ہیں؟ نیکی کس کا نام ہے؟ حق پرستی کسے کہتے ہیں؟ ﴿3﴾ جس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہم تک پہنچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری سخت تھی کہ ذرا سی کوتاہی پر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑے جانے کا ڈر تھا، ایسے ہی مسلمانوں پر بھی یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے پاس یہ گواہی نہ دے سکے کہ ہم نے آپ کی ہدایت جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچی تھی آپ کے بندوں تک پہنچا دینے میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کی تو ہم بری طرح پکڑے جائیں گے۔ ہم سے یہ پوچھا جائے گا کہ جب دنیا میں نافرمانیاں ہو رہی تھیں، جب برائی اور بے حیائی کا طوفان برپا تھا تب تم کہاں تھے!

سوال 6: آخرت میں گواہی دینے سے نبی ﷺ کتنا خوف کھایا کرتے تھے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ'' میں نے عرض کیا: میں پڑھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرسناؤں جب کہ وہ تو آپ ﷺ پر نازل ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں'' چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو سورۃ النساء سنانی شروع کی۔ جب میں ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴾ پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امّت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ ﷺ کو ان پر گواہ لائیں گے، پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ'' میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری:4582)

سوال 7: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ﴾ ''اور جس قبلے پر آپ پہلے تھے اس کو ہم نے صرف اسی لیے (قبلہ) بنایا تھا کہ ہم جانیں کون رسول کی اتباع کرتا ہے اس سے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا ﴾ ''اور جس قبلے پر آپ پہلے تھے اس کو ہم نے صرف اسی لئے (قبلہ) بنایا تھا'' اس قبلے سے مراد بیت المقدس ہے۔ (جامع البیان:14/2) ﴿2﴾ ﴿ إِلَّا لِنَعْلَمَ ﴾ تاکہ ہم جان لیں یعنی ایسا جاننا جس سے ثواب وعقاب متعلق ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تمام امور کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کامل عدل اور اپنے بندوں پر حجت قائم کرنے کی بنا پر اس علم کے ساتھ ثواب وعقاب کا تعلق نہیں بلکہ جب ان کے اعمال وجود میں آتے ہیں تب ان پر ثواب وعقاب مرتب ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 178,179/1) لِنَعْلَمَ کا مطلب ہے تاکہ ہم اتباع کرنے والے اور منہ موڑنے والے کے درمیان امتیاز کر سکیں اور رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے سامنے ان کا حال منکشف ہو جائے۔ (حاشیہ تفسیر سعدی:178/1) ﴿3﴾ یہاں اللہ تعالیٰ کے معلوم کرنے سے مراد دیکھنا ہے۔ (فتح القدیر192/1) اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا پھر اسے منسوخ کر کے بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا تاکہ پیروی کرنے والوں، فرماں برداروں اور دین سے پھرنے والوں کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ ﴿4﴾ ﴿ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ﴾ ''کون رسول کی اتباع کرتا ہے اس سے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ کون لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ہر بات ماننے کو ہی آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھنے والے ہیں۔ ﴿5﴾ ﴿ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ﴾ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جانے سے مراد جاہلیت کی طرف پلٹ جانا ہے، یعنی کون لوگ ہیں جو ابھی تک نسل، رنگ، وطن اور باپ دادا کے طریقوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ﴾ کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور یقیناً ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا جو ان سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔ (العنکبوت:2,3) ﴿7﴾ پہلی کتابوں میں یہ خبر دی گئی ہے کہ آخری نبی کعبہ کو قبلہ بنائیں گے۔ جو حق کی پیروی کرنا چاہتا ہے اس کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہوتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور جو حق سے منہ موڑ لیتا ہے تو وہ نفس کی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔اس طرح اس کا کفر بڑھتا جاتا ہے۔

سوال 8: ﴿ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ﴾ ''اور یقیناً یہ بلاشبہ بہت بڑی بات تھی مگر ان لوگوں کے لیے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاِنْ كَانَتْ ﴾ یعنی آپ ﷺ کا بیت المقدس سے منہ پھیرنا عام لوگوں کے لیے۔ ﴿2﴾ ﴿ لَكَبِيْرَةً ﴾ بہت بڑی بات ہے یعنی شاق ہے۔اہل ایمان پر اس لیے آسان ہوگیا کہ اس گھر کا قصد کرنا ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ ﴿3﴾ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ تحویل قبلہ کے معاملے میں رسول ﷺ کی پیروی کرنا بڑا بھاری تھا سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور جنہوں نے رسول ﷺ کی ہر بات ماننے کو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھا۔ ﴿4﴾ ﴿ اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ﴾ ''مگر ان لوگوں کے لیے نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی'' اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے سچے پیروکار تھے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احسان پر اللہ تعالیٰ کے عظیم گھر کی طرف رخ پھیر دیا۔ ﴿5﴾ اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وفضیلت بھی نکلتی ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ کی پیروی میں اپنا رخ شمال سے جنوب کی جانب پھیر دیا تھا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچان لیا اور شکر ادا کیا۔

سوال 9: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے'' یہاں ایمان سے مراد نماز ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حوصلہ دلایا ہے کہ وہ نمازیں جو تم نے تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھیں وہ ضائع نہیں ہوں گی۔ ﴿2﴾ ان لوگوں کی نمازیں بھی ضائع نہیں ہوں گی جو تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے فوت ہو چکے۔

سوال 10: نماز کو ایمان کیوں کہا گیا؟

جواب: نماز نیت، قول اور عمل پر مشتمل ہے، اس لیے نماز کو ایمان قرار دیا گیا ہے۔(قرطبی)

سوال 11: نماز کو ایمان قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نماز کو ایمان قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ نماز کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ایمان اسی وقت قابل اعتبار ہوسکتا ہے جب ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہوا جائے۔ ﴿2﴾ ایمان میں اعضاء اور جوارح کے اعمال بھی داخل ہیں۔

سوال 12: اللہ تعالیٰ کا ایمان کی حفاظت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا ایمان کی حفاظت کرنا دو طرح سے ہے۔ ﴿1﴾ ان (اہل ایمان) کو ہر فساد، ایمان میں نقص پیدا کرنے والی تکلیف دہ آزمائشوں اور ایمان سے روکنے والی خواہش نفس سے بچا کر ان کے ایمان کو ضائع اور باطل ہونے سے محفوظ رکھنا۔ ﴿2﴾ ایمان کی نشو ونما کے لیے انہیں ایسے اعمال کی توفیق عطا کرنا جس سے ان کے ایمان میں اضافہ اور یقین کامل حاصل ہوتا ہے۔پس ابتدائی طور پر جس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایمان کی طرف تمہاری راہ نمائی کی اسی طرح وہ تمہارے ایمان کی حفاظت کرے گا۔اس کو اور اس کے اجروثواب کو نشوونما دے کر اپنی نعمت کا اتمام کرے گا،ایمان کو مکدر کرنے والے ہر عمل سے اس کی حفاظت کرے گا، بلکہ جب ایسی آزمائشیں آئیں جن سے مقصود سچے مومن کو جھوٹے دعوے دار سے الگ کرنا ہو تو یہ آزمائشیں مومن کو کھرا ثابت اور ان کی سچائی کو ظاہر کر دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:179,180/1)

سوال 13: ﴿ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا،نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات رؤوف اور رحیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ عظیم رأفت ورحمت والا ہے۔اس نے ایمان والوں کو ایمان عطا کر کے ان پر اپنی نعمت کو مکمل کیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو علیحدہ کر دیا جو ایمان کو زبانی اقرار کا معاملہ سمجھتے ہوئے صرف زبانی دعوے کرتے تھے اور ان کے دل ایمان سے خالی تھے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا امتحان لیا،ان کے درجات بلند کیے۔ ﴿4﴾ وہ اپنے بندوں کے لیے رؤف ہے کیونکہ وہ وسیع رحمت والا ہے۔ اس لیے وہ کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ نے عزت والے گھر کی طرف منہ موڑ دیا یقیناً وہ رؤف ورحیم ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی جانے والی نمازوں سے اپنے رؤف اور رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔اللہ تعالیٰ کسی کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگوں پر رحم کرنے والا ہے اور ان پر بے حد شفقت کرنے والا ہے۔

سوال 14: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قیدی عورت جس کا بچہ چھڑا لیا گیا تھا،دیکھی۔یہ عورت دوسری عورت کا بچہ دیکھ کر مامتا سے اسے چمٹا لیتی تھی اور اپنے بچے کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔جب اسے اپنا بچہ مل گیا تو بے تابانہ اسے سینے سے چمٹا کر سینہ اس کے منہ میں دے دیا۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کیا یہ عورت اپنا بچہ آگ میں ڈال سکتی ہے؟جب کہ آگ میں ڈالنے پر قادر بھی ہو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: خوب یاد رکھو!اللہ تعالیٰ اس سے بھی کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

﴿ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (144) ﴾

''یقیناً ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں،تو یقیناً ہم آپ کو لازماً اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں،سو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے کو اسی کی طرف پھیر لو،اور بلاشبہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے بے شک وہ جانتے ہیں بلاشبہ ان کے رب کی جانب سے یہ واقعی حق ہے اور جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں۔''(144)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا﴾ ''یقیناً ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، تو یقیناً ہم آپ کو لازماً اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ﴾ ''یقیناً ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں'' سے مراد یہ ہے کہ قبلے کی تبدیلی کے بارے میں نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل کی خواہش کو یہاں واضح کیا ہے کہ ہم آپ ﷺ کے حالات سے لاعلم نہیں۔ ہم آپ ﷺ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا﴾ ''تو یقیناً ہم آپ کو لازماً اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں'' اور ہم ضرور آپ ﷺ کو اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ ﷺ پسند کرتے ہو اور وہ ہے کعبہ۔ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے شرف کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے پسندیدہ قبلہ کے متعلق حکم نازل کرنے میں اللہ تعالیٰ نے جلدی فرمائی۔

سوال2: ہجرت کر کے مدینہ جانے کے بعد مسلمان کس طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے؟

جواب: مسلمان مدینہ ہجرت کرنے کے بعد سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔

سوال3: مسلمانوں نے کس بناء پر بیت المقدس کو قبلہ بنایا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جن امور میں وحی نہیں آتی تھی ایسے کاموں میں آپ ﷺ پہلے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کیا کرتے تھے، اسی بناء پر آپ ﷺ نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا۔

سوال4: رسول اللہ ﷺ کو قبلے کی تبدیلی کے حکم کا انتظار کیوں تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ دین اسلام اپنی اصل شکل میں نمایاں ہو جائے۔ اسی لیے آپ ﷺ کو قبلے کی تبدیلی کے حکم کا انتظار تھا۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال یہ حکم آ گیا۔

سوال5: قبلے کی تبدیلی کیوں ضروری ہو گئی تھی؟

جواب: یہود کو جب اللہ تعالیٰ نے امامت کے منصب سے ہٹایا تو یہ ضروری ہو گیا تھا کہ دین کو یہودی روایات سے الگ کر دیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کا دین اپنی خالص شکل میں نمایاں ہو سکے۔

سوال6: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ ''سو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے کو اسی کی طرف پھیر لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''سو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں'' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا تھا کہ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔ ﴿2﴾ ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے کو اسی کی طرف پھیر لو'' سے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔

سوال 7: ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾ ''اور بلاشبہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے بے شک وہ جانتے ہیں بلاشبہ ان کے رب کی جانب سے یہ واقعی حق ہے'' اہل کتاب کیسے جانتے تھے کہ تحویل قبلہ کا حکم رب کی طرف سے ہے اور برحق ہے؟

جواب: اہل کتاب اپنے نبیوں اور اپنی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ آخری نبی آئے گا تو قبلہ بیت اللہ ہو جائے گا۔ یہودی حسد، کفر اور سرکشی کی وجہ سے انہیں چھپاتے تھے۔

سوال 8: کیا غیر قبلے کی طرف رخ کر کے کوئی نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سفر میں سواری پر نفلی نماز غیر قبلہ کی طرف جائز ہے جب کہ دل کا رخ بیت اللہ کی طرف ہو۔ ﴿2﴾ حالت جنگ میں غیر قبلہ کی طرف نماز جائز ہے۔ ﴿3﴾ جسے قبلہ معلوم نہ ہو اور نہ کوئی بتانے والا ہو وہ اپنے اجتہاد سے قبلے کی سمت مقرر کر کے نماز پڑھ لے۔ ﴿4﴾ اگر کسی نے غیر قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ (مختصر ابن کثیر: 92/1)

سوال 9: ﴿وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾ ''اور جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں'' اللہ تعالیٰ نے یہود کو تنبیہ کی ہے کہ وہ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ اس میں اعتراض کرنے والوں کے لیے وعید اور اہل ایمان کے لیے تسلی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ یقیناً یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے شعور کو جھنجھوڑا ہے کہ تمہارا معاملہ کسی بے خبر ہستی سے نہیں بلکہ علیم و خبیر رب سے ہے اس لیے اپنے اعمال کی فکر کر لو۔

﴿وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ (145)﴾

''اور یقیناً اگر آپ ان لوگوں کے پاس جنہیں کتاب دی گئی ہر نشانی لے آئیں (تب بھی) وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ کسی صورت ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ کسی صورت ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں اور یقیناً اگر آپ نے اس کے بعد جو آپ کے پاس علم میں سے آیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تب تو یقیناً آپ ضرور ظالموں میں سے ہوں گے۔'' (145)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ ان لوگوں کے پاس جنہیں کتاب دی گئی ہر نشانی لے آئیں (تب بھی) وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے'' اہل کتاب کے پاس ہر نشانی لانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اہل کتاب کے پاس ہر نشانی لانے سے مراد قبلے کی دلیلیں لانا ہے یعنی اگر آپ ہر طرح کے دلائل دے دیں تب بھی وہ آپ کے قبلے کی پیروی کرنے والے نہیں۔

سوال2: رسول اللہ ﷺ سے یہ کیوں کہا گیا کہ ﴿وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ﴾ ''اور نہ آپ کسی صورت ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ کسی صورت ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں''؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ﴾ ''اور نہ آپ کسی صورت ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں'' کیونکہ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ بیت اللہ کو قبلہ بنانا اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہے۔ ﴿2﴾ اس سے رسول اللہ ﷺ پر واضح کر دیا گیا کہ قبلے پر مصالحتی کوشش کرنے کا فائدہ نہیں۔ انہوں نے گروہی تعصّبات کے تحت اپنے قبلے کی سمت مقرر کی ہے اور آپ ﷺ نے رب کے حکم کے تحت۔ بنیاد ہی فرق ہے لہٰذا سمجھوتہ ممکن نہیں۔ ﴿3﴾ اہل کتاب نے بیت اللہ کو قبلہ نہ مانا۔ ان کے نہ ماننے کی وجہ ان کی خواہش پرستی تھی۔ وہ اپنی فضیلتوں کے خوابوں میں جی رہے تھے اور اس سے نکلنا نہیں چاہتے تھے۔ ﴿4﴾ ﴿وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ﴾ ''اور نہ وہ کسی صورت ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں'' یہاں ایک دوسرے سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔ یہود بیت المقدس کے مشرق کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے تھے اور عیسائی بیت المقدس کے مغرب کی طرف رخ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراضات پر توجہ دلائی ہے کہ مسلمانوں کی قبلے کی تبدیلی پر تو آپ کا موقف ایک ہے۔ یہ تو بتاؤ خود ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی کرنے کے لیے تیار ہو؟

سوال3: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ نے اس کے بعد جو آپ کے پاس علم میں سے آیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تب تو یقیناً آپ ضرور ظالموں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی'' یہاں اس سے مراد اہل کتاب کی یہ خواہش ہے کہ نبی ﷺ ان کے قبلے کو اختیار کر لیں۔ ان کی ایک خواہش یہ بھی تھی کہ نبی ﷺ ان کے دین کی پیروی کر لیں۔ ﴿2﴾ ﴿مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ ''اس کے بعد جو آپ کے پاس علم میں سے آیا ہے'' یہاں اس علم سے مراد دین اسلام ہے جو کہ حق ہے اور اس بات کا علم کہ کعبہ ہی قبلہ ہے۔ (تفسیر سمرقندی:101/1) ﴿3﴾ ﴿اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تب تو یقیناً آپ ضرور ظالموں میں سے ہوں گے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کا حکم آ چکا اور آپ ﷺ وحی کے پابند ہونے کی وجہ سے اس قبلے کو اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ اب یہ نافرمانی ہو گی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نافرمانی ظلم ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ(146)﴾

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے بالکل ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور واقعتاً ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یقیناً حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''(146)

سوال1: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے بالکل ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے'' اس سے مراد علماء یہود و نصاریٰ ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ ''وہ اسے بالکل ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' یہ ایک ضرب المثل ہے جو کسی بات کا یقین دلانے کے لیے کہی جاتی ہے۔ اس سے تین چیزیں مراد ہیں: (الف) وہ قبلے کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (ب) وہ نبی ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (ج) وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

سوال2: ﴿وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور واقعتاً ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یقیناً حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور واقعتاً ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یقیناً حق کو چھپاتے ہیں'' اس سے مراد ان کے علماء اور خواص ہیں۔ (تفسیر ماوردی:204/1) ﴿2﴾ یہاں حق سے مراد محمد ﷺ کی نبوت اور کعبے کا قبلہ ہونا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ جانتے ہیں'' کہ وہ حق ہے یعنی محمد ﷺ کی نبوت اور کعبے کا قبلہ ہونا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم رحمت عالم ﷺ کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہو؟ بولے: ہاں بلکہ اولاد سے بھی زیادہ۔ آسمان والے امین نے زمین والے امین (عیسیٰ) کو آپ کی صفتیں بتادی ہیں۔ ہم ان ہی صفات سے آپ ﷺ کو پہچانتے ہیں۔ ہمیں آپ ﷺ کے پیغمبر آخر الزمان ہونے میں ذرا سا شک بھی نہیں۔ جیسے انسان بھرے مجمع میں لاکھوں میں اپنی اولاد پہچان لیتا ہے اسی طرح اہل کتاب آپ ﷺ کو پہچانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں نبی آخری الزماں کے جو اوصاف ہیں وہ اوصاف آپ ﷺ میں پائے جاتے ہیں لیکن پھر بھی اہل کتاب اس صداقت کو چھپاتے ہیں اور آپ ﷺ کی صفات پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:94/5)

سوال3: اہل کتاب حق کو پہچاننے کے بعد اسے کیوں چھپاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ حق سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے۔ ﴿2﴾ تعصّب کی وجہ سے۔ ﴿3﴾ حق چھپا کر وہ محسوس کرتے تھے کہ ہماری بالادستی قائم رہے گی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ (147) ﴾

''آپ کے رب کی طرف سے یہی حق ہے، پس آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا۔''(147)

سوال1: ﴿ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے یہی حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے یہی حق ہے'' یہاں اَلۡحَقُّ سے مراد قبلے کی حقیقت ہے۔ ﴿2﴾ پہلا قبلہ کون سا تھا؟ اس کی وضاحت رب العزت کی جانب سے ہے۔ ﴿3﴾ قبلے کی تبدیلی کسی انسان کی خواہش سے نہیں بلکہ رب کے حکم سے ہوئی اور رب کا حکم حق ہے۔ ﴿4﴾ حق کے بارے میں شک میں مبتلا نہ ہوں۔ ﴿5﴾ حق پر غور وفکر کر کے یقین کے مرتبے تک پہنچ جائیں۔

سوال2: حق بات کو قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کس صفت کا شعور دلایا ہے؟

جواب: حق کو قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ''رَبّ'' ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو رب تمہیں پالنے والا ہے، تمہارے لئے تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے، وہی رب حق عطا کرنے والا ہے۔ اس کے دیئے ہوئے رزق کو قبول کرتے ہو، جو کچھ بھی اس کی طرف سے ہے وہ حق ہے اسے بھی قبول کرلو۔

سوال3: ﴿ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ﴾ ''پس آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''پس آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا'' اس آیت میں نبی ﷺ کو اور ان کی امت کو ثابت قدمی کا حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ رسول لے کر آئے ہیں وہ حق ہے لہٰذا اس میں شک نہ کرنا اور حق کو حق ہی سمجھنا۔

رکوع نمبر2

﴿ وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ ؕ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يَاۡتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (148) ﴾

''اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے، سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔''(148)

سوال1: ﴿ وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا ﴾ ''اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر قوم کا ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کر کے عبادت کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک شریعت اور ایک راستہ مقرر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا ﴾ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ (المائدہ:48) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز رسولوں کو مبعوث فرما کر مختلف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شریعتیں عطا کی ہیں تا کہ لوگ ان کی پابندی کریں۔

سوال2: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ ''سونیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿الْخَيْرٰتِ﴾ سے مراد تمام اعمال صالحہ ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:92/1) ﴿2﴾ ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ ''سونیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو'' سے مراد ہے کہ نیکیوں اور بھلائیوں کے حصول اور قبول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ ﴿3﴾ ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: نیکی کے کاموں میں جلدی کرو۔(فتح القدیر:201/1) ﴿4﴾ نماز کی ادائیگی کے لیے ہر ایک کو کسی سمت تو رخ کرنا ہوگا مگر اصل چیز سمت نہیں ہے بلکہ اصل چیز بھلائی ہے، جس کے لیے نماز پڑھی جاتی ہے لہٰذا بھلائیوں کے حصول اور اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی فکر کرو۔

سوال3: نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف سبقت لے جانے کا راستہ کون سا ہے؟

جواب: نیکیوں اور بھلائیوں میں سبقت لے جانے کا راستہ وحی الٰہی اور سنت رسول ﷺ کو قبول کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا راستہ ہے۔

سوال4: ﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا﴾ ''تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سب کو جواب دہی کے لیے اکٹھا کر کے لے آئے گا۔(فتح القدیر:199/1) ﴿2﴾ اس یقین سے انسان کے ضمیر کے اندر ہلچل پیدا ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ انسان اپنے پوشیدہ معاملے کے بارے میں بھی حساس ہو جاتا ہے کہ میرا ہر عمل کھل جانے والا ہے۔ ﴿4﴾ انسان برائی کرتے ہوئے خوف محسوس کرنے لگتا ہے۔

سوال5: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے جسموں کو زمین سے نکال کر جمع کر دے گا اگرچہ وہ گل سڑ کر بکھر گئے ہوں۔(صفوۃ التفاسیر:92/1) ﴿2﴾ انسان گل سڑ کر فنا ہو جائیں گے تب بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہیں سمیٹ لے گا اور میدان حشر میں لا کھڑا کرے گا اور اعمال کا حساب کتاب لے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ تا کہ جنہوں نے برائیاں کیں انہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔(النجم:31)

سوال6: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے قدیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیر ہونے کا شعور اس حوالے سے دلایا ہے کہ ﴿1﴾ انسان جہاں بھی ہے اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا، وہ اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی گرفت سے باہر نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ (الاساس فی التفسیر:314/1) اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ہر اس فضیلت کو اختیار کرنا چاہئے جس سے کوئی عمل متصف ہو سکتا ہے مثلاً اول وقت نماز ادا کرنا، روزہ، حج، عمرہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے فوری طور پر بری الذمہ ہونا، تمام سنن و آداب کو پوری طرح ادا کرنا۔ کتنی جامع اور کتنی نفع مند آیت ہے۔ (تفسیر سعدی:185/1)

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (149)﴾

''اور آپ جہاں سے بھی نکلیں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور یقیناً آپ کے رب کی جانب سے بلاشبہ وہ حق ہے اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے۔'' (149)

سوال1: ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور آپ جہاں سے بھی نکلیں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ﴾ ''اور آپ جہاں سے بھی نکلیں'' یعنی اپنے سفر وغیرہ میں۔ ﴿2﴾ ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں'' اس میں نبی ﷺ سے خطاب ہے کہ قبلے کی تبدیلی کا معاملہ صرف مدینہ تک محدود نہیں بلکہ مستقل حکم ہے۔ اب قبلہ ہر جگہ، ہر مقام پر ہر حال میں بیت اللہ ہی ہوگا لہٰذا اپنا رخ نماز میں کعبہ کی طرف کر لو۔

سوال2: مسجد حرام کو قبلہ مقرر کیا گیا، یہ کس چیز کی علامت تھی؟

جواب: ﴿1﴾ مسجد حرام کو قبلہ مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ''اسلام'' کی تکمیل کی علامت تھی۔ ﴿2﴾ بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سب سے بڑی بھلائی یعنی اسلام کے لئے مرکز متعین ہونے کی علامت تھی۔ ﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی دعا کے مطابق آخری نبی کے آنے کی علامت تھی۔ ﴿4﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آخری ہدایت کا دروازہ کھلنے کی علامت تھی۔ ﴿5﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنی ہدایت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی علامت تھی۔

سوال3: ﴿وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ﴾ ''اور یقیناً آپ کے رب کی جانب سے بلاشبہ وہ حق ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور یقیناً آپ کے رب کی جانب سے بلاشبہ وہ حق ہے'' سے مراد قبلے کی تبدیلی کا حکم ہے کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، اس میں ادنیٰ سے شبہ کی گنجائش بھی نہیں ہے۔

سوال4: ﴿وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ ''اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے'' اس میں اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کی طرف رخ پھیرنے کا حکم دے کر یہ شعور دلایا ہے کہ جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے لہٰذا رخ پھیر لو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے باخبر ہونے سے خیر کی طرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترغیب بھی دلائی ہے اور اپنی مخالفت سے بھی ڈرایا ہے۔(تفسیر ماوردی:206,207/1)

﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (150) ﴾

''اور جہاں سے آپ نکلیں سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر لیں اور تم جہاں بھی کہیں ہو سو اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لو، تا کہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے، مگر ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے، چنانچہ تم ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو، اور تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں اور تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''(150)

سوال1: ﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ ''اور جہاں سے آپ نکلیں سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جہاں سے آپ نکلیں سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر لیں'' اس سے مراد ہے کہ اپنے سفروں میں خواہ قریب کے مقام پر ہوں یا دور کے مقام پر نماز میں بیت اللہ کی طرف ہی رخ کرو گے۔(تفسیر مراغی:202/1)

سوال2: ﴿ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ﴾ ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو سو اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو سو اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لو'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم سب کے لیے ہے اور ہر مقام کے لیے ہے۔

سوال3: قبلے کی تبدیلی کا حکم تین دفعہ آیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: پہلے حکم ﴿ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ ﴾ میں آپ ﷺ کی دعا اور دعا کی قبولیت کا بیان ہے اور تنسیخ قبلہ کا حکم ہے۔ دوسرے حکم ﴿ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ ﴾ میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چاہت ہماری چاہت کے خلاف نہیں تھی اور حقیقی قبلہ بھی یہی تھا جس کی آپ ﷺ کو چاہت تھی۔ تیسرے حکم میں یہودیوں کے اعتراض کا جواب ہے کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کو بیت المقدس سے قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے گا۔(مختصر ابن کثیر:95/1)

سوال4: ﴿ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ﴾ ''تا کہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''تا کہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے'' یہاں لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں کہ وہ یہ نہ کہیں کہ ہماری کتابوں میں تو اس امت کا قبلہ بیت اللہ ہے اور یہ نماز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھتے ہیں۔ اگر یہ صفت پوری نہ ہوتی تو یہود مسلمانوں سے یہ کہہ سکتے تھے کہ تم وہ امت نہیں ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: ﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ﴾ ''مگران میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے'' ظالموں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ''مگران میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے'' میں ظالموں سے مراد مشرکین عرب ہیں۔ مشرک نبی ﷺ پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ تم تو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم دین ابراہیم پر ہیں مگران کا قبلہ چھوڑے ہوئے ہو۔ اب ان کی دلیل باطل ہوگئی۔ (مختصرابن کثیر:95/1) اگر چہ دلیل باطل ہوگئی ہے مگر مشرک پھر بھی نہیں مانیں گے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ ﴾ ''چنانچہ تم ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَلَا تَخْشَوْهُمْ ﴾ ''چنانچہ تم ان سے مت ڈرو'' اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکوں کی پرواہ نہ کرو جنہوں نے کہا تھا کہ مسلمانوں نے ہمارا قبلہ اختیار کرلیا ہے تو ہمارا دین بھی اختیار کرلیں گے۔ ﴿2﴾ ﴿ وَاخْشَوْنِیْ ﴾ اور مجھ ہی سے ڈرو یعنی آپ میرے سوا کسی کی پرواہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ہی یہ شان ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کے سوا کسی کی پرواہ نہ کی جائے۔

سوال7: انسانوں کا ڈر انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسانوں کے ڈر کی وجہ سے انسان بے چینی، اضطراب، پریشانی اور خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان بھلائی کے بڑے کاموں سے رکتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق درست نہیں رہتا۔

سوال8: اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان برائیوں سے رکتا ہے اور سکون پاتا ہے۔ ﴿2﴾ خوف الٰہی ہر قسم کی مصیبت سے نجات کا ذریعہ ہے۔ ﴿3﴾ خوف الٰہی قیامت کے دن کی ہولنا کی اور جہنم کی آگ سے نجات کا ذریعہ ہے۔ ﴿4﴾ خوف الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی رحمت، مغفرت اور جنت حاصل ہوتی ہے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنا کس چیز کی ضمانت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنا اس بات کی ضمانت ہے کہ انسان کو ہر دوسرے خوف سے بے نیاز کر دیا جائے گا۔

سوال10: اللہ تعالیٰ کا خوف کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ موت کے معاملات اور آخرت کے حالات پر مذاکرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں غور وفکر کر کے اپنی حیثیت اور موت کو یاد کرنے سے اس کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ قرآن مجید میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی یاد دہانی سے اس کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿5﴾ حدیث رسول ﷺ اور سیرت حبیب ﷺ میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿6﴾ گناہوں کو یاد کر کے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿7﴾ برے انجام کے اندیشے سے خوف الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ ﴿8﴾ خوف الٰہی رکھنے والوں کی سیرت کے مطالعے سے خوف الٰہی پیدا ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: ﴿وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ﴾ ''اورتا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کردوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی کعبہ کوقبلہ بنا کر میں اپنی نعمت (شریعت مطہرہ) تم پر ہر طرح سے مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ (مختصرابن کثیر:95/1) اس سے یہ یقین ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا دین ہر پہلو سے مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ ﴿2﴾ حدیث میں ہے ''تمام النعمة دخول الجنة'' نعمتوں کا اتمام جنت میں داخلہ ہے۔ (ترمذی:3527) ﴿3﴾ نعمت سے مراد ''امامت اور پیشوائی'' کی نعمت ہے جو بنی اسرائیل سے لے کر امت مسلمہ کو دی گئی تھی تا کہ اب ساری انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور نیکی کے راستے پر چلانے کی خدمت اس امت کے سپرد کی جائے۔

سوال12: اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کی تکمیل کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کی تکمیل کے لیے اپنے رسول محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے تھے، ان کی تعلیم دیتے تھے تا کہ لوگ ہدایت پائیں۔ وہ لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے تھے تا کہ وہ جنت میں داخلے کے قابل ہو جائیں۔

سوال13: ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ ''اورتا کہ تم ہدایت پاؤ'' ہدایت کا راستہ کس کو اور کیسے ملتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو ہی ہدایت کا راستہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے ہدایت کے اسباب آسان فرما دیے ہیں اور ہدایت کے راستوں پر چلنے کے بارے میں آگاہ فرما دیا گیا اور ان کے لیے اس ہدایت کو پوری طرح واضح کر دیا۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل عناد کو حق کی مخالفت پر مقرر کر دیتا ہے، چنانچہ وہ حق کے بارے میں جھگڑتے ہیں، جس سے حق واضح ،حق کی نشانیاں اور علامتیں ظاہر ہو جاتی ہیں اور باطل کا بطلان ثابت ہو جاتا ہے اور یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ باطل کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر باطل حق کے مقابلے میں کھڑا نہ ہو تو بسا اوقات اکثر مخلوق پر باطل کا حال واضح نہ ہو۔ اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن کی فضیلت کا اعتراف نہ ہوتا۔ اگر قبیح اور بدصورت نہ ہو تو خوب صورت کی فضیلت معلوم نہیں ہو سکتی، اگر اندھیرا نہ ہو تو روشنی کے فوائد کو نہیں پہچانا جا سکتا، اگر باطل نہ ہو تو حق واضح طور پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے۔ (تفسیر سعدی:188/1)

سوال14: اس آیت کے اختتام پر تحویل قبلہ کے دو خاص مقاصد بیان کیے گئے ہیں ان کے بارے میں بتائیے۔

جواب: ﴿1﴾ تحویل قبلہ کا پہلا مقصد یہ ہے کہ دین ہر پہلو سے مکمل ہو جائے۔ ﴿2﴾ تحویل قبلہ کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ہدایت نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق کو کہتے ہیں یعنی شاید کہ تم حق کو جانو اور اس پر عمل کرو۔

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (151)﴾

''جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔"(151)

سوال1: ﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ ﴾ "جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنا کر جو احسان تم پر کیا ہے کوئی پہلی نعمت نہیں۔ان میں سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تمہارے لیے عزت وشرف کا باعث ہے۔﴿2﴾ ﴿ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ ﴾ "تم ہی میں سے ایک رسول" یہاں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں یعنی وہ تمہیں (i) اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کر کے سنائے۔(ii) اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دے۔(iii) حکمت کی تعلیم دے۔(iv) انسانوں کے نفوس کو پاک کرے۔(v) انسانوں کو وہ کچھ سکھا دے جو اس سے پہلے وہ نہیں جانتے تھے۔

سوال2: ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا ﴾ "جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ "جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے" میں آیات سے مراد قرآن مجید ہے۔(تفسیر ماوردی:208/1) ﴿2﴾ آیات کی تلاوت سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کو آپ پر پڑھتے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:320/1)

سوال3: ﴿ وَيُزَكِّيْكُمْ ﴾ "اور تمہیں پاک کرتا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ وَيُزَكِّيْكُمْ ﴾ "اور تمہیں پاک کرتا ہے" سے مراد ہے کہ ﴿1﴾ وہ تمہیں شرک سے، گناہوں سے، برے اخلاق اور جاہلیت کی رسموں سے پاک کرتا ہے۔مثلاً شرک سے توحید کی طرف، ریاکاری سے اخلاص کی طرف، جھوٹ سے صدق کی طرف، خیانت سے امانت کی طرف، تکبر سے تواضع کی طرف، بغض، قطع رحمی اور قطع تعلقی سے ایک دوسرے سے محبت، مودت اور صلہ رحمی کی طرف تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔اس کے علاوہ تزکیہ کی دیگر انواع سے تمہیں پاک کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:189/1) ﴿2﴾ وہ تمہیں اطاعت کے ایسے کاموں پر آمادہ کرتا ہے اور ان امور کی نشوونما کرتا ہے جس کی وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ کے یہاں ازکیاء میں شمار ہو سکیں۔﴿3﴾ تزکیہ کی ابتداء اور انتہاء توحید ہے تو وہ تمہیں توحید سکھاتا ہے۔

سوال4: ﴿ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ "اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: "اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے" اور اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔﴿1﴾ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ ﴿2﴾ حکمت سے مراد سنت رسول ﷺ ہے۔(تفسیر امام شافعی:241/1) ﴿3﴾ وہ آپ کو حکمت کی تعلیم دیتا ہے یعنی زندگی کے ہر طرح کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پانے کے لیے جو کچھ محمد ﷺ نے کیا وہ سب سنت ہے اور ہمارے لیے اس کی پیروی لازم ہے۔

سوال5: ﴿ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ "اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے" کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ''اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے'' اس سے مراد ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو، غیب کی خبروں کو، انبیاء کے حالات وواقعات کو، دین کے احکامات، اور دنیا کے معاملات کو نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں تعلیم دی۔ ﴿2﴾ بعثت محمدی ﷺ سے پہلے اہل عرب گمراہی میں مبتلا تھے۔

﴿فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (152)﴾

''لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو۔'' (152)

سوال1: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ﴿فَاذْكُرُونِيٓ﴾ ''لہٰذا تم مجھے یاد رکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ﴿فَاذْكُرُونِيٓ﴾ تم مجھے یاد رکھو کا حکم دیا ہے اور اس پر ایسے اجر کا وعدہ کیا ہے جس کا انسان تصور نہیں کر سکتا جو بہترین اجر ہے اور وہ یہ ہے کہ أَذْكُرْكُمْ میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر (فرشتوں کی) مجلس میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے (ایک ہاتھ) قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ (بخاری:7405)

سوال2: ذکر کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ذکر سے مراد ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے یعنی اس کی حمد، تسبیح، تہلیل اور تکبیر بلند کرو۔ ﴿2﴾ امام مسلم نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی دی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے انہیں گھیرے میں لے لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانک لیتی ہے، ان پر سکون و اطمینان نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاس رہنے والوں کے درمیان یاد کرتا ہے۔ (مسلم:6855) ﴿3﴾ ذکر الٰہی صرف تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید میں منحصر نہیں ہے بلکہ ہر وہ عمل جو قرآن وسنت کے مطابق ہو اور جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو وہ ذکر الٰہی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 84/1) ﴿4﴾ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ کے پیچھے چل رہا تھا اور دل میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن قیس (یہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری کا نام ہے) کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ خزانہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ (صحیح مسلم:364/2) ﴿5﴾ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اسلام کی باتیں تو بہت ہیں آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جس میں لگا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: تیری زبان ہروقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں تر رہے۔(ترمذی)﴿6﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں (قیامت کے دن) ترازو میں بھاری ہوں گے اور رحمٰن کو محبوب ہیں اور وہ یہ ہیں: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْم (بخاری:7563)﴿7﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس نے یوں کہا سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جائے گا۔(ترمذی)

سوال3: اللہ تعالیٰ کو یادرکھنا انسان کو کس چیز کا مستحق بناتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو یادرکھنا ہی کسی انسان کو اس کا مستحق بناتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یادرکھے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے بھلا دیا، سمجھو کہ وہ ڈوب گیا۔زمین پر اس کا نہ اچھا ذکر رہے گا اور نہ آسمانوں میں اس کا کوئی خیرخواہ ہوگا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو ہی شکر کرنا نصیب ہوتا ہے کیونکہ انسان جب اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے تو ناشکری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سوال4: تحویل قبلہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہدایت کس مناسبت سے کی؟

جواب: ذکر کی ہدایت، تحویل قبلہ کے موقع کی مناسبت سے دی گئی ہے۔اس لیے کہ ذکر الٰہی سے ایک مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کا زبان سے اس طرح ذکر کرتا ہے کہ اس کا دل بھی موافقت کرتا ہے تو ایسے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت نصیب ہوتی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اس کا ثواب نصیب ہوتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یاد رکھتے ہیں۔حدیث قدسی ہے ''جس نے مجھے دل میں یاد کیا میں بھی اسے دل میں یاد کروں گا اور جس نے مجھے مجلس میں یاد کیا میں بھی اس سے بہتر مجلس میں اسے یاد کروں گا۔'' (بخاری:6805)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔﴿5﴾ ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلتا ہے۔﴿6﴾ ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔﴿7﴾ ذکر الٰہی کرنے والے کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔﴿8﴾ ذکر الٰہی کرنے والا دنیا کی محبت سے نکل آتا ہے۔﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو ہی شکر کرنا نصیب ہوتا ہے کیونکہ ذکر شکر کی بنیاد ہے۔

سوال6: ﴿وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ ''اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ﴿وَاشْكُرُوْا لِيْ﴾ میرا شکر ادا کرو یعنی میں نے جو نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں، تم سے جو غم، تکالیف اور مصیبتیں دور کی ہیں اس پر میرا شکر ادا کرو۔شکر دل کی عبادت ہے، جو تب ادا ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور زبان سے ان کا اقرار کرے اور اعضاء سے اس کی اطاعت کرے اور اس نے جن کاموں سے روکا ہے ان سے رک جائے اور ان نعمتوں کا اعتراف نہ کرنا ناشکری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔رب العزت نے شکر کا حکم دیا اور ناشکری سے روکا ہے۔

سوال 7: شکر کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ شکر سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ شکر سے ہدایت اور استقامت نصیب ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ شکر سے خیر و برکت نصیب ہوتی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے۔(ابراہیم:7)

سوال 8: ناشکری کا انسان کو کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ناشکری سے انسان حق شناس نہیں رہتا۔ ﴿2﴾ ناشکری سے انسان کے اندر تکبر پروان چڑھتا ہے۔ ﴿3﴾ ناشکری سے انسان ظالم بن جاتا ہے۔ ﴿4﴾ ناشکری سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

سوال 9: انسان اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتا ہے۔اس بات پر یقین کرتے ہوئے کہ جو نعمتیں ملی ہیں رب العزت کی چاہت سے ملی ہیں، یہ اعتراف نعمت ہے۔ ﴿2﴾ انسان اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتا ہے، زبان دل کی ترجمان ہے۔آپ ﷺ اپنے ہر کام کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔نیند پوری کرنے کے بعد، کھانا کھانے کے بعد، ہر کام کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے تھے۔ ﴿3﴾ انسان اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکتا ہے۔اس میں سجدہ شکر، نماز اور اطاعت کے دیگر کام شامل ہیں۔ نبی ﷺ کی دعا ہے: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اے اللہ! اپنی یاد، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔(حاکم:499/1) ﴿4﴾ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اتنا لمبا قیام فرماتے یا اتنی لمبی نماز پڑھتے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک یا پنڈلیاں سوج جاتیں۔جب ان سے اس بارے میں کہا جاتا تو فرماتے: اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں!''(بخاری:1130)

رکوع نمبر 3

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (153)﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز سے مدد مانگو۔یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''(153)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ ''اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے والوں کے ساتھ ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ اے وہ لوگو جنہوں نے اپنے رب کو، اس کے وعدوں کو سچا مانا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿اسْتَعِیْنُوْا﴾ مدد مانگو اس پر جس کا آپ سے مطالبہ کیا گیا، ثبات، ذکر اور شکر پر اور کفر اور نسیان کے چھوڑنے پر صبر کے ساتھ مدد مانگو۔ ﴿3﴾ یہاں استعانت سے مراد دین پر قائم رہنے کے لیے مدد اور قوت مانگنا ہے۔ یہ قوت صبر اور نماز سے ملتی ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایمان والے صبر اور نماز سے مدد لیں۔ ﴿5﴾ ایمان والوں کو صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ مشکلات میں کامیابی کا ذریعہ صبر اور نماز ہی ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے اور خوشخبری دی ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے صبر کو اپنا وصف بنایا ہے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے نماز سے مدد لینے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ دین کا ستون اور رب سے رابطے کا ذریعہ ہے۔ ﴿8﴾ وہ نماز مومن کی مددگار ہوتی ہے جو کامل ہو جس میں ارکان، آداب، شرائط اور سنتیں جمع ہوں۔ جس میں دل کی حاضری ہو۔ اس طرح جب مومن نماز میں داخل ہوتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ وہ باادب اپنے مالک کے حضور کھڑا ہوتا ہے پھر جو کچھ کہتا اور کرتا ہے اس کو اپنے شعور میں حاضر رکھتا ہے اور رب سے دعائیں مانگتا ہے تو یقیناً ایسی نماز تمام امور میں مددگار ہوتی ہے کیونکہ وہ برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ اس دل کی حاضری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب ہوتا ہے۔ اسی نماز سے مدد لینے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ﴿9﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب السیاسۃ الشرعیۃ میں لکھتے ہیں کہ حاکم کے لیے بالخصوص اور رعایا کے لیے بالعموم تین چیزیں عظیم مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ (الف) اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور دعا اور غیر دعا کے ذریعے اس پر توکل اور دل و جان سے نماز کی حفاظت و پابندی جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی اصل ہے۔ (ب) مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ (ج) تکلیف مصیبت اور حادثات زمانہ کے وقت صبر کرنا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ صبر اور نماز کو جمع کر دیتا ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ۚ۝ وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ اور آپ نماز قائم کریں دن کے دونوں اطراف میں اور رات کی چند گھڑیوں میں، بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔ اور آپ صبر کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ہود:114,115) ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾ چنانچہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی پس تسبیح کریں اور دن کے کناروں پر بھی تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ (طٰہٰ:130) (تفسیر قاسمی:317/2)

سوال 2: صبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نفس کو مرغوب چیزوں سے روکنے کی مشقت برداشت کرنا اور خواہشات میں گرفتار ہونے سے نفس کو بچائے رکھنا صبر ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿2﴾ نفس کواللہ تعالیٰ کی اطاعت پرگامزن رکھناصبر ہے۔﴿3﴾ نفس کواللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے روکے رکھناصبر ہے۔ ﴿4﴾ مصائب کو برداشت کرنااور جزع فزع سے رکے رہناصبر ہے۔اللہ تعالیٰ کی قضاؤقدر پرصبر کرنااوراس پرناراضی کااظہار نہ کرنا۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''جس مومن بندے کی محبوب چیز میں نے دنیا سے اٹھالی (جیسے بیٹا، بھائی وغیرہ) اوراس نے اس پرصبر کیا تو اس کی جزا میرے یہاں جنت کے سوا اور کچھ نہیں (یعنی اس کو جنت ملے گی)۔'' (بخاری:6424)

سوال3: حق کی راہ میں مشکلات ومصائب کا بڑا سبب کیا ہے؟

جواب: حق کی راہ میں مشکلات کا سبب بندہ مومن کا تبلیغی کردار ہے۔اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ایک طرف نصیحت کا کام ہے اور دوسری طرف تنقید کا۔ایسے انسان کی عزت، جان اور مال سب کچھ خطرے میں پڑ جاتا ہے۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جومومن لوگوں سے مل کر رہتا ہے اوران کی ایذا پرصبر کرتا ہے،اس کو اس مومن کی نسبت زیادہ ثواب ملتا ہے جو نہ لوگوں سے ملتا ہے اور نہ ان کی ایذا پرصبر کرتا ہے۔'' (ابن ماجہ:4032)

سوال4: مشکلات میں کون حق پر جمارہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مشکلات اورمصائب میں ایمان والوں کوستایا جاتا ہے۔یہ موقع واضح کردیتا ہے کون حق پر جمارہنے والا ہے اور کون پھسل جانے والا۔اس مرحلے پر جوثابت قدم رہتا ہے وہ حق پر ہے۔﴿2﴾ حق پر وہ ہے جواللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت کچھ کھودے۔جودنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ کھودیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس آخرت میں بہت کچھ پالیتا ہے۔﴿3﴾ حق پر وہ ہے جواللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان دے دے۔دنیا میں جان دینے والا ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے۔﴿4﴾ حق پر وہ ہے جودنیا کی جنت سے محروم ہوا۔آخرت کی جنت اسی کے لیے ہے۔

سوال5: صبر کرنے والے کوکون سے رویے چھوڑنے پڑتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ خودترسی۔﴿2﴾ خودغرضی۔﴿3﴾ اپنی ذات سے محبت۔﴿4﴾ ناراضی اورغصہ۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے نماز سے مدد لینے کا حکم دیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نماز اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔ایک تنہا انسان کی سارے جہانوں کے خالق اور مالک سے ملاقات۔﴿2﴾ نماز تھکے ہوئے انسان کے لیے ایک خوش گوار احساس ہے۔﴿3﴾ نماز وہ عبادت ہے جس سے انسان سکون پاتا ہے۔﴿4﴾ باجماعت نماز سے باہمی رابطے مضبوط ہوجاتے ہیں اور کام آسان ہوجاتا ہے۔﴿5﴾ نماز انسان کوریچارج کرتی ہے اسی لیے وہ قوت کا سرچشمہ ہے۔﴿6﴾ نماز ام العبادات ہے،مومن کی معراج اوررب العالمین سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نماز سے مدد لینے کا حکم دیا ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:''جعلت قرة عيني في الصلوة''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 7: مومن زندگی میں کس قوت کے سہارے چلتا ہے؟

جواب: مومن کی زندگی میں سب سے بڑی قوت اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ نماز ہے۔ لہٰذا نماز قوت کا سرچشمہ اور خزانوں کی چابی ہے۔

سوال 8: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ کیسے دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ ایسے دیتا ہے کہ دنیا میں صبر کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ جو اس راستے پر چلنا چاہتا ہے اسے چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ صبر کی وجہ سے معاملات میں آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ آخرت میں صبر کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ صبر کرنے والے کہاں ہیں؟ اٹھیں اور بغیر حساب کتاب کے جنت چلے جائیں۔ کچھ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور جنت کی طرف بڑھیں گے۔ فرشتے انہیں دیکھنے پر پوچھیں گے کہ کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہیں گے جنت میں، وہ کہیں گے ابھی تو حساب بھی نہیں ہوا، کہیں گے ہاں حساب سے بھی پہلے، پوچھیں گے آخر آپ کون لوگ ہیں؟ جواب دیں گے: ہم صابر لوگ ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے: تمہارا صبر کیسا تھا؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہے اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہے، مرتے دم تک اس پر صبر کیا اور جمے رہے، فرشتے کہیں گے: پھر تو ٹھیک ہے۔ بے شک تمہارا یہی بدلہ ہے اور اسی لائق تم ہو۔ جاؤ، جنت میں مزے کرو اچھے کام والوں کا اچھا ہی انجام ہے۔ (ابن کثیر: 232/1)

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (154) ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں تم انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔'' (154)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: غزوہ بدر میں 14 مسلمان شہید ہوئے تھے۔ ان کے وارث حسب طبیعت انسانی ان کا رنج رکھتے تھے اور ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے کہ ''فلاں شخص مر گیا'' فلاں قتل ہوا' ان کو ملال ہوتا تھا۔ ادھر کفار نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ یہ لوگ ناحق ایک شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے جان دیتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے شہداء کو مردہ کہنے سے، جو ان کے حق میں باعث رنجیدگی ہو، روکنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

سوال 2: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جائیں تم انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جائیں تم انہیں مردہ نہ کہو'' اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے حالات میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ایک صورت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے جو نفس پر گراں گزرتا ہے اور اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس کا نتیجہ موت ہے جب کہ سب لوگ زندگی سے محبت کرتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے لوگ محبت رکھتے ہیں اسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی ضد کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔موت کو دور تو نہیں کیا جا سکتا لیکن ناپسندیدگی رکھنی ممکن ہے۔﴿2﴾﴿بَلۡ اَحۡیَآءٌ﴾ بلکہ وہ زندہ ہیں۔انسان اپنی من پسند چیز اس وقت چھوڑتا ہے جب اس سے زیادہ محبوب چیز حاصل ہونے کی امید ہو۔اللہ تعالیٰ نے یہاں بشارت دی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جنگ کرتا ہے تا کہ اس کا دین غالب ہو اور اس کے سوا اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو تو وہ اپنی محبوب زندگی کو کھو نہیں دیتا بلکہ اسے اس زندگی سے زیادہ کامل زندگی مل جاتی ہے۔﴿3﴾رب العزت نے شہید کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ۙ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۙ وَ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ﴾ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس پر وہ بہت خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔(آل عمران:169,170) کیا اس سے بڑی خوشی کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ کوئی غم نہ ہو، ہر قسم کا بدنی اور روحانی رزق میسر ہو۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا گیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے، اس کی یہ تمنا ہوگی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) قتل ہو کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔''(صحیح بخاری:2817)﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے:''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں اور مجھے اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں غزوہ کے لیے جا رہا ہوتا۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔''(صحیح بخاری:2797)﴿5﴾﴿وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ﴾''لیکن تم شعور نہیں رکھتے''اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ وہ کس عزت کے مقام پر اور کن نعمتوں میں ہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا:شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں چرتی رہتی ہیں پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں جھانک کر دیکھا اور پوچھا کہ اب تم کیا چاہتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا:اے اللہ! تو نے ہمیں وہ وہ دے رکھا ہے جو کسی کو نہیں دیا پھر ہمیں کس چیز کی ضرورت ہوگی؟ ان سے پھر یہی سوال ہوا۔جب انہوں نے دیکھا کہ اب ہمیں کوئی جواب دینا ہی ہوگا تو کہا اللہ تعالیٰ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیں۔ہم تیری راہ میں پھر جنگ کریں پھر شہید ہو کر تیرے پاس آئیں اور شہادت کا دوگنا درجہ پائیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:یہ نہیں ہو سکتا یہ تو میں لکھ چکا ہوں کہ کوئی بھی مرنے کے بعد دنیا کی طرف پلٹ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنہیں جائے گا۔(مسلم:1887)﴿6﴾ سیدنا مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا: ''جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جائے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس سے رزق دیئے جاتے ہیں۔'' تو انہوں نے کہا: ہم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی روحیں سرسبز پرندوں کے جوف میں ہوتی ہیں، ان کے لیے ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں اور وہ جنت میں پھرتی رہتی ہیں جہاں چاہیں، پھر انہی قندیلوں میں واپس آجاتی ہیں۔ان کا رب ان کی طرف متوجہ ہوکر فرماتا ہے: کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہم کس چیز کی خواہش کریں حالانکہ ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں پھرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے اس طرح تین مرتبہ فرماتا ہے۔جب وہ دیکھتے ہیں کہ انہیں کوئی چیز مانگے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ عرض کرتے ہیں: اے رب! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دیں یہاں تک کہ ہم تیرے راستے میں دوسری مرتبہ قتل کیے جائیں۔جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ انہیں اب کوئی ضرورت نہیں تو انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم:4885)

سوال 3: شہید کون ہے؟

جواب: شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے اور کوئی دوسرا مقصد اس کی نظر میں نہ ہو۔صرف دین کی راہ میں، صرف سچائی کے لیے لڑ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والا شہید ہے۔سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ایک شخص غنیمت کے لئے جنگ کرتا ہے، ایک شخص اپنی شہرت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص اس لیے لڑتا ہے کہ بہادری میں اس کا مقام اور مرتبہ مشہور ہوجائے۔سو ان میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اس لیے جنگ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بلند ہو۔وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔(صحیح بخاری 394، صحیح مسلم:2/139)

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (155)﴾

''اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک سے، مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان میں سے کسی نہ کسی چیز سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو آپ خوشخبری دے دیں۔'' (155)

سوال 1: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ﴾ ''اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے، مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور آزماتا ہے تاکہ سچے جھوٹے اور صابر اور بے صبرے کے درمیان فرق واضح ہوجائے۔اپنے بندے کے معاملے میں یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔(تفسیر سعدی:1/194) ﴿2﴾ اگر مومنوں کو آزمائش نہ آئے ہمیشہ خوش حالی ملے تو فساد واقع ہوجائے۔﴿3﴾ آزمائش سے اہل ایمان کا ایمان ضائع نہیں ہوتا، نہ ہی آزمائش دین سے ہٹاتی ہے۔آزمائش کا مقصد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پاک صاف کرنا ہوتا ہے۔اسی لیے رب العزت نے فرمایا۔﴿4﴾﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾ ''اورہم تمہیں ضرورآزمائیں گے''عطاء ،ربیع اورسیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے بعد کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔(احکام القرآن للجصاص:114/1)﴿5﴾﴿بِشَيْءٍ﴾''کسی نہ کسی چیز سے''اللہ تعالیٰ انسان کو جن طریقوں سے آزماتا ہے ان میں خوف ،بھوک ،مالی نقصانات ،جانی نقصانات ،پھلوں اور رزق کے نقصانات وغیرہ شامل ہیں۔﴿6﴾﴿مِّنَ الْخَوْفِ﴾''خوف سے''امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:خوف سے مراد دشمنوں کا خوف ہے۔(تفسیرامام شافعی:242/1)خوف سے مرادوہ ہنگامی صورت حال ہے جو جنگ احزاب سے پہلے ہروقت مدینہ کی آزاد چھوٹی سی ریاست کے گردمنڈلاتی رہتی تھی۔ایک دفعہ خودرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:کاش آج رات میرا کوئی پہرہ دے تاکہ میں سوسکوں۔یہ سن کرسیدنا سعدبن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلح ہوکرآگئے اورکہا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !میں پہرہ دیتاہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوجائیں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح آرام فرمایا۔(بخاری کتاب الجہاد)ایک رات اہل مدینہ ایک خوف ناک آوازسن کرگھبراگئے پھروہ اس آوازکی طرف روانہ ہوئے تودیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھرسے واپس آرہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے ہی اس آوازکی جانب روانہ ہوگئے تھے اورخبرمعلوم کرکے آرہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہاڈرونہیں ڈرونہیں۔(صحیح بخاری:2908)﴿7﴾﴿وَالْجُوْعِ﴾ ''اوربھوک سے''بھوک کی آزمائش سے مرادقحط بھی،خوراک کی کمی وررمضان کے مہینے کی بھوک بھی ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ایسازمانہ نہیں گزرا کہ انہوں نے مسلسل تین دن پیٹ بھرکرکھانا کھایا ہو۔(بخاری کتاب الاطعمہ)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہااے بھانجے!ہم پرایساوقت گزرچکاہے کہ ہم ایک چاندد یکھتے پھردوسراچاندپھرتیسراچاندیعنی دودومہینے آپ کے گھرآگ نہیں جلتی تھی۔عروہ نے کہا کہ خالہ پھرتمہاری گزرکس چیزپرہوتی تھی؟سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایاانہی دوکالی چیزوں پریعنی کھجوراور پانی پر۔اتناضرورتھا کہ چندانصاری لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے تھے جن کے پاس بکریاں تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بکریوں کا دودھ تحفہ کے طور پر بھیجا کرتے تھے۔جس سے وہ ہم کوبھی پلاتے۔(صحیح بخاری:2567)﴿8﴾﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ﴾''اورمالوں کے نقصان سے''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:مالی نقصان سے مرادمال کا چلاجاناہے۔مالی نقصان چوری ،ڈاکے،حکومت کے مال غصب کرلینے،مال کے ہلاک ہونے اوردیوالیہ نکل جانے سے ہوتاہے۔(زادالمسیر :146/1)﴿9﴾﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ﴾''مالوں اورجانوں کے نقصان سے''جانی نقصانات سے مرادقتل،موت اورامراض وغیرہ ہیں۔جانی نقصانات امراض کے پھیلنے سے قتل وغارت گری سے ،خانہ جنگیوں سے اورجہادمیں شہادتوں سے ہوتاہے۔﴿10﴾﴿وَالثَّمَرٰتِ﴾'' اورپھلوں کے''پھلوں کے نقصانات سے مرادفصلوں اورپھلوں کا نقصان ہے۔اس سے مراداولادکاوفات پانا بھی ہے کیونکہ اولادقلب کا پھل ہے۔(فتح القدیر:202/1)چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ(زینب رضی اللہ عنہا کا بیٹا)فوت ہوگیاتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سے فرمایا:یوں کہو: جواس نے لیاوہ اسی (اللہ تعالیٰ)ہی کا تھااورجودے رکھاہے وہ بھی اس کا ہے اس کے ہاں ہرچیز کاایک وقت مقررہے لہٰذاتمہیں چاہئے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صبر کرو اور اس سے ثواب کی امید رکھو۔(بخاری کتاب المرضیٰ) پھلوں کا نقصان ناگہانی آفتوں کے آنے سے، خانہ جنگیوں سے، کیڑوں کے حملہ آور ہونے سے اور ٹڈی دل سے ہوتا ہے۔ پھلوں کے نقصان سے مراد رزق کا نقصان ہے اور رزق سے برکت کا اٹھ جانا نقصان ہے۔

سوال2: انسان کو مشکلات (آزمائش) میں کیوں مبتلا کیا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات رکھے ہیں کہ انسان کے راستے میں رکاوٹیں آئیں تاکہ پتہ چل جائے کہ کون اپنے ایمان میں سنجیدہ ہے اور کون سنجیدہ نہیں ہے؟ ﴿2﴾ آزمائشوں سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ ﴿3﴾ آزمائشیں اس لیے بھی آتی ہیں تاکہ یہ جانچا جائے کون قضا پہ صبر کرتا ہے، کون نہیں کرتا؟ ﴿4﴾ آزمائش کے بعد انسان کا نفس پاک اور صاف ہوتا ہے۔ ﴿5﴾ آزمائشیں درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہیں۔ ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں (جن سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے مومن ویسے ہی اجتناب کرتے ہیں)۔(جامع ترمذی:2399) ﴿7﴾ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کن لوگوں کا امتحان سخت ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پیغمبروں کا پھر جو ان کے بعد مرتبے میں افضل ہیں پھر جو ان کے بعد افضل ہیں اور آدمی پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ اگر اس کا دین سخت اور قوی ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے تو اسی انداز سے وہ مشکل آتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔''(ابن ماجہ:4023)

سوال3: آزمائش میں انسان کیا کرے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان فتنوں کو پہچانے۔ ﴿2﴾ استغفار کرے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ ﴿4﴾ صبر کرے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور دعا کرے۔ ﴿6﴾ فتنوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کو یاد رکھے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے توجہ کرے، اسے یاد رکھے اور اس کا شکر ادا کرے اور اس کا ہو کر رہے۔ ﴿9﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: میرے لیے آسمان سے گر جانا اس امر سے بڑھ کر پسندیدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے کے بارے میں لب کشائی کروں اور کہوں کاش ایسا فیصلہ نہ ہوتا۔(تفسیر احکام القرآن للجصاص:114/1) ﴿10﴾ جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ کہے اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا یعنی اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اجر اور بدلہ ضرور دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی مسلمان کو کوئی رنج و مصیبت پہنچے اس پر گویا وہ وقت گزر جائے پھر اسے یاد آئے اور وہ اِنَّا لِلّٰہ پڑھے تو مصیبت کے صبر کے وقت جو اجر ملا تھا وہی اب بھی ملے گا۔(ابن کثیر:233/1)

سوال4: ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: مصیبت سے مراد ہر وہ تکلیف اور مشقت ہے جو اپنی ذات کو، گھر والوں کو یا مال کو پہنچے۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ کا چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ آپ ﷺ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جو چیز بھی مسلمان کو نقصان دیتی ہے وہ مصیبت ہے۔

سوال 2: مصیبت کے وقت ایک مومن کا طرز عمل کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: مصیبت کے موقع پر سچا مومن یہ سوچتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس حال میں چاہے رکھے اسے اختیار ہے، ہم اس کی رضا پر راضی ہیں، ایک دن ہم نے اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے پھر وہ ہمارے صبر پر بے حساب اجر دے گا۔

سوال 3: ﴿ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ ''وہ کہتے ہیں: یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ ﴾ وہ پکار اٹھتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، اسی کے تصرف و تدبیر کے تحت ہیں۔ ہماری جانوں اور مالوں پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی: 195/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کو مصیبت زدہ کے لیے پناہ اور آزمائش میں مبتلا کے لیے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ میں اللہ تعالیٰ کے معبود اور بادشاہ ہونے کا اقرار ہے، یہ دراصل بندے کی طرف سے عبودیت کا اقرار ہے اور دراصل اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے اور آزمائش میں اس کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ میں اپنی جان کے ہلاک ہونے، قبروں سے اٹھنے کا اقرار ہے اور یہ یقین ہے کہ سارے امور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ ﴿4﴾ یہ کہہ کر بندہ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہے اور اس پر جو مصائب آتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سمجھ کر راضی ہو جاتا ہے۔ ﴿5﴾ بے صبری پر بڑی وعید ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے جو رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی دھائی دے۔ (صحیح مسلم: 70/1) ﴿6﴾ بعض علاقوں میں مرنے والے کے سوگ میں بال منڈا دیتے ہیں اور خاص کر عورتیں تو بہت ہی چیختی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس سے بری ہوں جو (کسی کی موت پر) سر مونڈے، آوازیں بلند کرے اور کپڑے پھاڑے۔ (صحیح مسلم: 70/1)

﴿ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (157) ﴾

''یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔'' (157)

سوال 1: ﴿ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں'' صبر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا خوش خبریاں دی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پران کے رب کی طرف سے برکتیں اوررحمت ہے''صبر کرنے والوں پراللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿وَرَحْمَةٌ﴾ ''اوررحمت ہے''صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم رحمت ہے۔سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ اورسیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو جوبھی تکان، بیماری ،فکر،غم اورتکلیف پہنچتی ہے حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تواس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔(بخاری:5641)سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ خیرکاارادہ فرماتے ہیں تواس کو دنیاہی میں سزادیتے ہیں اورجب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ شرکاارادہ فرماتے ہیں تواس کے گناہوں کی سزاکوروکے رکھتے ہیں یہاں تک کہ اس کو قیامت کے دن پوری سزادے دیں گے۔(ترمذی:ابواب الزھد) ﴿3﴾ ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ ''اوریہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں''صبر کرنے والے ہی ہدایت پانے والے ہیں۔

سوال2: ﴿صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''ان کے رب کی طرف سے برکتیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''ان کے رب کی طرف سے برکتیں ہیں'' سے مراد ہے کہ ان کے رب کی طرف سے رحمت اورمغفرت ہے۔ ﴿2﴾ صَلٰوۃ کی اصل دعا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تزکیہ اورمغفرت ہے۔

سوال3: ﴿وَرَحْمَةٌ﴾ ''رحمت'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں رحمت سے مراد تکلیف کا دورکرنا اورحاجت کا پورا کرنا ہے۔(فتح القدیر:203/1)

سوال4: ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ ''اوریہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ ''اوریہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں'' الْمُهْتَدُونَ سے مراد یہ ہے کہ وہ سعادت اورایمان میں کمال کے راستے کی طرف ہدایت پانے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمایااورانہوں نے اس پرصبرکیا۔ ﴿2﴾ ہدایت پانے سے مراد جنت اورثواب کی طرف راہ پاناہے۔ہدایت سے مراد علم نافع اورعمل صالح کی توفیق ہے۔جنت اورثواب کی طرف وہی راہ پاتا ہے جوعلم نافع کا راستہ اختیارکرتا ہے۔ ﴿3﴾ ہدایت پانے والے سے مراد یہ ہے کہ مصیبتیں آسان کردی گئیں۔ ﴿4﴾ وہ ہدایت پانے والے ہیں حق ربوبیت اورعبودیت کی۔اسی وجہ سے ان پراللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اورنوازشیں ہیں۔

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (158)﴾

''یقیناً صفااورمروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں،توجوکوئی بیت اللہ کا حج یاعمرہ کرے تواس پرکوئی حرج نہیں کہ ان دونوں کا خوب طواف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ قدر دان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (158)

سوال 1: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ﴾ ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں'' صفا اور مروہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ ﴾ ''یقیناً صفا اور مروہ'' صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان سعی کی جاتی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں'' یعنی دین کی ظاہری علامتیں ہیں۔ ﴿3﴾ شعائر اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ (الحج:32) شعائر کی تعظیم کرنا دلوں کا تقویٰ ہے جو ہر مومن پر فرض ہے۔ ﴿4﴾ اس سے مراد عبادت کی جگہیں ہیں۔ (فتح القدیر:204/1) ﴿5﴾ صفا اور مروہ دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑنا یعنی سعی کرنا فرض اور حج اور عمرے کا لازمی رکن ہے۔ ﴿6﴾ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا مناسک حج وعمرہ میں سے ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور سے یہ طریقہ رائج تھا۔ دور جاہلیت میں صفا پر ''اساف'' اور مروہ پر ''نائلہ'' نامی بتوں کو رکھ دیا گیا تو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے بارے میں لوگوں کو شک ہوا کہ کہیں یہ زمانۂ شرک کی ایجاد تو نہیں لہٰذا یہاں یہ واضح کر دیا گیا کہ ان مقامات کا تقدس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

سوال 2: صفا اور مروہ کو شعائر اللہ کیوں کہا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ صفا اور مروہ کو ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کے شعائر کہا گیا کہ ان سے مناسک کا وہ حصہ وابستہ ہے جس کی ادائیگی سے عجیب طرح کی للّٰہیت پیدا ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ اس لیے بھی کہ یہ مقامات خلوص وایمان کے لیے بے پناہ جذبات کے پیدا کرنے میں ممد ومعاون ہیں۔ ﴿3﴾ انہیں اللہ تعالیٰ کے شعائر اس لیے کہا کہ ہم مناسک کی روحانیت کو فراموش نہ کریں اور صرف ظاہری رسوم کو صحیح نہ سمجھیں، بلکہ اس کی روحانیت اور اثر کو برقرار رکھیں۔ (سراج البیان:54,55/1)

سوال 3: ﴿ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ ''تو جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ اِن دونوں کا طواف کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ اِن دونوں کا طواف کرے'' طواف سے مراد سعی ہے۔ سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے: ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔'' میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہونا چاہئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہرگز نہیں! جیسا کہ تمہارا خیال ہے، اگر مسئلہ یہی ہوتا تو پھر واقعی ان کی سعی نہ کرنے میں کوئی گناہ نہ تھا لیکن یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (اسلام سے پہلے) انصار منات بت کے نام سے احرام باندھتے تھے۔ یہ بت مقام قدید میں رکھا ہوا تھا اور انصار صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

توانہوں نے سعی کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(بخاری:4495)﴿2﴾عاصم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ انہوں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صفا اور مروہ کے متعلق پوچھا۔انہوں نے بتایا کہ اسے ہم جاہلیت کے کاموں میں سے سمجھتے تھے۔جب اسلام آیا تو ہم ان کی سعی سے رک گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ﴾ سے ارشاد ﴿اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ تک۔یعنی بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں پس ان کی سعی کرنے میں حج اور عمرہ کے دوران کوئی گناہ نہیں ہے۔(بخاری:4496)﴿3﴾نبی ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے سعی فرض کردی ہے،لہٰذا سعی کرو۔''رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا:''مجھ سے مناسک حج سیکھ لو۔''اوران میں سعی بھی داخل ہے۔رسول اللہ ﷺ نے صفا سے شروع کیا اور کہا:''نبدأ بما بدأ اللہ بہ''تم شروع کرو اس سے جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا یعنی صفا سے چل کر مروہ جاؤ۔(تفسیر امام شافعی:243/1)﴿4﴾سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس لیے کسی کے لیے اسے چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔(بخاری:1643)

سوال4:﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا﴾''اور جو کوئی شوق سے کوئی بھلائی کرے''سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾''اور جو کوئی شوق سے کوئی بھلائی کرے''یہاں اس سے مراد''سعی''ہے۔جب شوق سے ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبہ کی قدر کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دلی جذبوں اور شوق کا خوب علم ہے۔﴿2﴾جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ کوئی بھلائی کرتا ہے یعنی نماز،روزہ،صلہ رحمی وغیرہ تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔﴿3﴾جو کوئی جتنی زیادہ اطاعت کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔﴿4﴾نیکیوں پر بھلائیوں کی قید دلیل ہے کہ جو کوئی بدعات کا مرتکب ہوتا ہے وہ اس کے لیے شر بن جاتی ہیں۔

سوال5:﴿فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾''تو یقیناً اللہ تعالیٰ قدر دان ہے،خوب جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات شَاکِر اور عَلِیْم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے بھلائی کے لیے انسان کا سینہ کھل جانے سے،جس کی وجہ سے انسان کو خوشی نصیب ہوتی ہے اپنے شاکر اور علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔اگر انسان خوشی سے نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں خوشی بھی ہے اور نیکی بھی اور پھر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی قدر دان نہیں کیونکہ وہ بھلائیوں پر کثیر اجر عطا فرماتا ہے۔﴿2﴾الشاکر اور الشکور اس ہستی کو کہتے ہیں جو بندوں کے تھوڑے عمل کو بھی قبول کر لیتی ہے اور اس پر بہت بڑا اجر عطا کرتی ہے۔جب بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے تو وہ اپنے بندے کی مدد کرتا ہے،اس کی مدح وثنا کرتا ہے اور اس کو یہ بدلہ دیتا ہے کہ وہ اس کے قلب کو نور اور ایمان سے لبریز کر دیتا ہے اور اس کے بدن میں قوت ونشاط،اس کے احوال میں برکت اور نشوونما اور اس کے اعمال میں مزید توفیق عطا کرتا ہے۔پھر یہ بندۂ مومن آخرت میں جب رب کے پاس حاضر ہوگا تو وہاں اسے وافر اور کامل ثواب ملے گا،مذکورہ دنیاوی جزائیں اس کے اخروی ثواب میں کمی نہیں کریں گے۔﴿3﴾اور اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے قدر دانی یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ایک بالشت قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہے، جو چل کر اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے اللہ تعالیٰ بھاگ کر اس کی طرف بڑھتا ہے، جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کئی گنا منافع سے اسے نوازتا ہے۔ ﴿4﴾ اور باوجود یہ کہ وہ بندوں کے اعمال کا قدر دان ہے، وہ یہ بات بھی خوب جانتا ہے کہ کون اپنی نیت، ایمان اور تقویٰ کے مطابق کامل ثواب کا مستحق ہے اور کون اس ثواب کا حق دار نہیں۔ وہ بندوں کے اعمال کا علم رکھتا ہے، پس وہ ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی نیتوں کے مطابق، جن کو اللہ علیم وحکیم جانتا ہے، ان عملوں کا ثواب پائیں گے۔ (تفسیر سعدی:198/1)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ (159) ﴾

''بے شک جو لوگ واضح دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جس کو ہم نے نازل کیا ہے اس کے بعد کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں۔'' (159)

سوال 1: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ ﴾ ''یقیناً جو لوگ کھلی نشانیوں اور ہدایت میں سے چھپاتے ہیں جس کو ہم نے نازل کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً جو لوگ کھلی نشانیوں اور ہدایت میں سے چھپاتے ہیں جس کو ہم نے نازل کیا ہے'' اس آیت کے بارے میں قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو اور محمد ﷺ کے بارے میں معلومات کو چھپایا۔ حالانکہ وہ اپنے یہاں تورات اور انجیل میں اسے لکھا ہوا پاتے تھے۔ (جامع البیان:59/2) ﴿2﴾ ﴿مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾ ''کھلی نشانیوں میں سے'' حق پر دلالت کرنے والی اور اس کو ظاہر کرنے والی باتیں۔ (تفسیر سعدی:199/1) ﴿3﴾ اس سے مراد حلال وحرام اور حدود وفرائض ہیں۔ ﴿4﴾ یہاں: بَيِّنَات سے مراد محمد ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی وہ صفات ہیں جو پہلی کتابوں میں آئیں۔ ﴿5﴾ ﴿وَالْهُدَىٰ﴾ ''اور ہدایت'' ھدیٰ وہ علم ہے جس کے ذریعے سے صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے اور جس سے اہل جنت اور اہل جہنم کے راستوں کا فرق واضح ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:199/1)

سوال 2: ﴿ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ﴾ ''اس کے بعد کہ ہم اس کو کتاب میں لوگوں کے لئے کھول کر بیان کر چکے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں کتاب میں لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرنے سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ (زادالمسیر:148/1) ﴿2﴾ یہاں کتاب سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مرادتورات،زبور،انجیل اورقرآن ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے وعدہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب کا جوعلم عطا کیا ہے اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اوراسے ہرگزنہیں چھپائیں گے۔(تفسیر سعدی:199/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو کیسے چھپایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کوعام لوگوں تک نہ پہنچانے سے یہ تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو ہدایت کی بجائے دنیا کے فائدوں کے حصول کا ذریعہ بنا کر یہ تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کوخاص لوگوں کی کتاب بنانے سے یہ تعلیمات عام لوگوں سے چھپ جاتی ہیں۔﴿4﴾جب کسی موقع پرحق اور باطل کے درمیان کشمکش ہوجائے تو جاننے کے باوجود خاموشی اختیارکرنے سے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم نہ دینے سے یہ تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔ ﴿6﴾جب زندگی کے معاملات کے حوالے سے عام لوگ راہ نمائی چاہیں اور کتاب کا علم رکھنے والے اصل حکم کو چھپالیں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیمات چھپ جاتی ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے علم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اسے چھپائے تو اسے روز قیامت جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔(ابوداؤد:3658)(مسند احمد:305/2)

سوال4: ﴿أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾ ''تو ان ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں'' سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: ﴿1﴾﴿أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ﴾ ''ان ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے'' سے اس آیت میں یہ مراد ہے کہ علم کے چھپانے والوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اور قربت سے دور کردے گا۔﴿2﴾﴿وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾اور فرشتے اور تمام لوگ اور کل لعنت کرنے والے یعنی ہر بازبان اور ہر بے زبان چاہے زبان سے کہے چاہے قرائن سے اور قیامت کے دن بھی سب چیزیں ان پر لعنت کریں گی۔(ابن کثیر:236/1)﴿3﴾لعنت کا سبب حق کو چھپانا اور مخلوق کے ساتھ دھوکا کرنا ہے۔﴿4﴾انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کا دین برباد کردیا۔﴿5﴾اعمال کی جزا اسی جنس سے دی جاتی ہے جیسے لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتے ہیں۔اس کے فرشتے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتی ہیں کیونکہ اس کی بھاگ دوڑ مخلوق کی بھلائی اوران کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کے لیے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے صلے میں رحمتیں نازل کرتے ہیں،فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں بھی دعائیں کرتی ہیں جب کہ حق کو چھپانے والا اللہ تعالیٰ کی آیات کو چھپانے اور مٹانے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور مخلوقات کی لعنت ہے۔﴿6﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ''لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں اور (میں کہتا ہوں کہ) قرآن میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔پھر یہ آیت پڑھی: جولوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اور آیات کو چھپاتے ہیں۔۔۔۔(واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مہاجر بھائی تو بازاروں کی خرید وفروخت میں لگے رہتے تھے اور انصار بھائی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اورابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جی بھر کر رہتا (تا کہ آپ ﷺ کی رفاقت میں شکم پری سے بھی بے فکری رہے) اور (ان مجلسوں میں) حاضر رہتا جن (مجلسوں) میں دوسرے حاضر نہ ہوتے اور وہ (باتیں) محفوظ رکھتا جو دوسرے محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔'' (صحیح بخاری:118) سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن حازم کو لکھا کہ ''تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جتنی بھی حدیثیں ہوں، ان پر نظر کرو اور ان کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم دین کے مٹنے اور علمائے دین کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی حدیث قبول نہ کرو اور لوگوں کو چاہیے کہ علم پھیلائیں اور (ایک جگہ جم کر) بیٹھیں تا کہ جاہل بھی جان لے اور علم چھپانے ہی سے ضائع ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری: کتاب العلم: باب 34)

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (160) ﴾

''مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔'' (160)

سوال 1: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا ﴾ ''مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور انہوں نے کھول کر بیان کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں لعنت سے بچانے والے رویوں کو واضح کیا گیا ہے: (الف) توبہ۔ (ب) اصلاح۔ (ج) جو کچھ پہلے چھپایا تھا اسے بیان کرنا۔ ﴿2﴾ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا ﴾ ''مگر جن لوگوں نے توبہ کی'' جو لوگ ندامت کے ساتھ گناہ چھوڑ کر آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے۔ ﴿3﴾ اس سے مراد ہے کہ جنہوں نے اپنے کفر سے توبہ کرنے کے بعد اسلام کی طرف رجوع کیا۔ ﴿4﴾ ﴿ وَ اَصْلَحُوْا ﴾ ''اور اصلاح کر لی'' اس سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے آپس کے معاملات کی اصلاح کی اور اس کی اصلاح کی جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان تھا۔ ﴿5﴾ محض برے کاموں کو چھوڑ دینا کافی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ جن لوگوں نے اپنی اصلاح کی۔ ﴿6﴾ ﴿ وَ بَيَّنُوْا ﴾ ''اور انہوں نے کھول کر بیان کر دیا'' انہوں نے اس چیز کو کھول دیا جو اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان تھا۔ نہ انہوں نے چھپایا اور نہ اس کا انکار کیا۔

سوال 2: ﴿ فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں'' ﴿ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ﴾ سے مراد ہے کہ میں رحمت کے ساتھ ان کی طرف لوٹوں گا۔ ﴿2﴾ بندوں کی طرف سے توبہ گناہوں سے رجوع کر لینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی یہ ہے کہ اپنے بندوں سے توبہ قبول کر لے۔ ﴿3﴾ جو توبہ لے کر اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر ہوتا ہے وہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

سوال 3: ﴿ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات التَّوَّابُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور الرَّحِیْمُ کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پلٹ آنے والوں اور اصلاح کرنے والوں کو اپنی صفت ﴿التَّوَّابُ﴾ کا شعور دلایا ہے کہ اگر پلٹ آؤ گے تو گناہ گار نہیں رہو گے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ گناہ کے بعد توبہ کر لینے والے کے ساتھ عفو و درگزر سے پیش آتا ہے۔ ان پر پھر اپنے انعامات کی بارش برسا دیتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے پلٹ آنے والوں اور اصلاح کرنے والوں کو اپنی صفت ﴿الرَّحِیْمُ﴾ کا شعور دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ممکن ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آئے، اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (161) ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔'' (161)

سوال 1: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ﴾ جو لوگ اپنے کفر پر اصرار کرتے رہے انہوں نے توبہ کی نہ اپنے رب کی طرف رجوع کیا، نہ اس کی طرف پلٹے۔ ﴿2﴾ ﴿ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ ﴾ ''اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے'' انہوں نے کفر ہی کی حالت میں جان دے دی۔

سوال 2: کفر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ حق کو چھپانے اور اس کو تسلیم کرنے سے انکار کرنے کو کفر کہتے ہیں۔ ﴿2﴾ قرآن حکیم کو اپنی زندگی کی راہ نمائی کی کتاب ماننے سے انکار کرنے کو کفر کہتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے احکامات کو ماننے سے انکار کرنے کو کفر کہتے ہیں۔

سوال 3: لعنت سے کیا مراد ہے؟

جواب: لعنت سے مراد ہے غصّے، قہر اور غضب سے کسی کو دھتکارنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا۔ (العنکبوت: 25)
(الاحکام القرآن، ابن عربی: 76/1)

سوال 4: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴾ ''وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ ﴾ ''وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے'' ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کا سبب ان کا کفر ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی لعنت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نکال دے۔ ﴿3﴾ ﴿ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ ﴾ ''اور فرشتوں کی'' فرشتوں کی لعنت سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مراد آسمان والوں کی لعنت ہے۔﴿4﴾﴿وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾''اور سب لوگوں کی'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب لوگوں سے مراد خاص طور پر مومن ہیں۔

سوال5: کافروں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت کا سبب کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کافروں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت کا سبب یہ ہے کہ کافر ہدایت کے کھلے دروازے کو اپنے لیے بند کرتا ہے۔ ﴿2﴾ کافر حق کو چھپاتا ہے۔﴿3﴾ کافر گمراہی پر اصرار کرتا ہے۔

﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ(162)﴾

''اس (جہنم) میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔''(162)

سوال1: ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کافر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی لعنت میں رہیں گے۔﴿2﴾ یعنی جب کفر کی علت موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی لعنت بھی موجود رہے گی۔﴿3﴾ لعنت اور عذاب دونوں ان کے لیے لازم وملزوم رہیں گے۔

سوال2: ﴿لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ﴾''ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ﴾''ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا'' ان کا عذاب ہلکا نہ ہوگا۔انہیں سخت اور دائمی عذاب دیا جائے گا۔﴿2﴾﴿وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ﴾''اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' مہلت کا وقت اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی زندگی میں دیا ہے۔اس زندگی کے گزر جانے کے بعد ان کے لیے کوئی عذر نہیں رہے گا۔

سوال3: جو لوگ کفر کی حالت میں مر جائیں ان کی کیا سزا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔﴿2﴾﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ اس لعنت کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿3﴾﴿لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ﴾ ان کے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔﴿4﴾﴿وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ﴾ ان کو کسی قسم کی مہلت نہیں دی جائے گی۔

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ(163)﴾

''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔''(163)

سوال1: اس آیت کا سبب نزول بیان کریں؟

جواب: مشرکین عرب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ (ﷺ) جس خدا کی عبادت کو ہمیں بتلاتے ہیں اس کا کچھ حال تو بیان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیجئے۔ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔(معالم)(تفسیر ثنائی:111/1)

سوال2: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے'' ﴿1﴾ یعنی وہ اپنی ذات، اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے۔اس کی ذات میں نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ ہم نام، نہ ہمسر، نہ اس کی کوئی مثال ہے۔ ﴿2﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کا ثبوت ہے۔ ﴿3﴾ اس کے سوا کوئی کائنات کو پیدا کرنے والا ہے نہ تدبیر اور انتظام کرنے والا۔جب حقیقت یہ ہے تو وہ اس بات کا حق رکھتا ہے کہ (الف) انسان صرف اس کی عبادت کرے۔(ب) انسان اس کے لیے جیئے اور اسی کے لیے مرے۔(ج) انسان اپنی تمام امیدوں اور تمناؤں کو اس کے ساتھ وابستہ کردے۔(د) انسان اس کی طرف توجہ رکھے۔(ہ) انسان اسے اپنا سب کچھ بنالے۔ ﴿4﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ اپنی ذات اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے۔کوئی اس کا شریک نہیں۔اس کے علاوہ کوئی خالق ومدبر نہیں۔اس لیے عبادت کی تمام صورتیں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:89/1)

سوال3: ﴿هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ ''وہ وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی صفات الرَّحْمٰنُ اور الرَّحِيْمُ کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی تخلیق کو رحمت قرار دیا ہے اور تخلیق کی نشانیوں سے اپنے الرحمٰن اور الرحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم بے پایاں ہے۔وہ رحمٰن ہے، وہ رحیم ہے۔اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی بھی جہنم میں جائے یا اس کے غضب وجلال کا مستحق ہو۔اس لیے اگر کوئی خواہ مخواہ اس کی مخالفت کرے یا اس کی آغوش رحمت سے نکلنا چاہے تو وہ مجبور نہیں کرتا۔(سراج البیان:56/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مثل کسی کی رحمت نہیں۔ ﴿3﴾ اس کی رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ﴿4﴾ اس کی رحمت کی وجہ سے کائنات اور مخلوقات وجود میں آئے۔ ﴿5﴾ اس کی رحمت سے مخلوقات کمالات حاصل کرتی ہیں۔ ﴿6﴾ اس نے اپنی رحمت سے رسول بھیج کر، کتابیں بھیج کر اپنے بارے میں علم دیا اور اس کے بندوں نے اسے پہچان لیا۔ ﴿7﴾ بندوں کو جو نعمت حاصل ہوئی ہے، اس کی رحمت سے ہوئی ہے اس لیے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔ ﴿8﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا ثبوت ہے۔

رکوع نمبر 4

﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ(164)﴾

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔''(164)

سوال 1: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت کے لیے کیا دلائل دیے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریشی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دے۔ ہم اس سے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ خریدیں اور آپ کا ساتھ دیں اور ایمان بھی لائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پختہ وعدہ کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں پختہ وعدہ ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا: تمہاری دعا قبول ہے لیکن اگر یہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا وہ عذاب آئے گا جو آج سے پہلے کسی پر نہ آیا ہو، آپ ﷺ کانپ اٹھے اور عرض کرنے لگے: نہیں اللہ تعالیٰ تو انہیں یونہی رہنے دے میں انہیں تیری طرف بلاتا رہوں گا۔ کیا عجب آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ان میں سے کوئی نہ کوئی تیری طرف جھک جائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اگر انہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنی ہیں تو کیا یہ کچھ کم ہیں۔ (ابن کثیر: 238/1) ﴿2﴾ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب التفکر میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ کو پڑھ کر فرمایا: ''افسوس ہے اس شخص کے حال پر جو ان آیات کو پڑھے اور پھر غور و فکر نہ کرے۔'' اوزاعی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ فکر کا غایت درجہ کیا ہے؟ فرمایا: ان آیات کو پڑھنا اور ان کے مضمون کو سمجھنا واللہ اعلم۔ (تفسیر مظہری: 279/1) ﴿3﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت کے لیے کائنات کی تخلیق اور اس کے نظم اور تدبیر کے بارے میں سات اہم معاملات سے دلائل دیئے ہیں۔ (الف) آسمان و زمین کی پیدائش۔ (ب) رات اور دن کا اختلاف۔ (ج) سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا۔ (د) بارش جو زمین کی روئیدگی اور تازگی کے لیے ضروری ہے۔ (ہ) ہر قسم کے جانوروں کی پیدائش۔ (و) ہواؤں کی گردش۔ (ز) بادل جنہیں اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے برساتا ہے۔ اس نظم و تدبیر میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں۔ اس لیے عدل کا تقاضا ہے کہ اسی کو عظمت اور عبادت میں اکیلا مانا جائے۔

سوال 2: ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں'' اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی پہلی دلیل ہے کیسے؟ اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ﴾ ''بے شک آسمانوں کی تخلیق میں'' اللہ تعالیٰ آسمانوں کا خالق ہے یہ اس کے تنہا معبود ہونے کی پہلی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دلیل ہے۔اس اعتبار سے کہ آسمان کی بلندی اور وسعت کو ہم دیکھتے ہیں۔اس کے سیاروں اور ستاروں کی گردش کا ایک نظام ہے۔ ہر نظام کا کوئی بنانے والا، چلانے والا اور قائم رکھنے والا ہوتا ہے۔کوئی نظام نہ خود بخود بنتا ہے اور نہ قائم رہتا ہے۔اس جہان میں کوئی بھی معمولی سے معمولی چیز نہ پیدا کر سکتا ہے نہ اسے قائم رکھ سکتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ ہے جو اس کی تخلیق، اس کے چلانے اور قائم رکھنے میں منفرد ہے۔

﴿2﴾ ﴿وَالْاَرْضِ﴾ ''اور زمین میں (کی تخلیق میں)'' اللہ تعالیٰ کے تنہا ہونے کی دلیل ہے اس اعتبار سے کہ زمین کی پستی، اس کے سمندر، پہاڑ، صحرا، میدان، اس کی نباتات کے خواص اس کے حیوانات اور جمادات کے اثرات، اس کے رات اور دن کی لگا تار آمد و رفت ایک باقاعدہ نظام کے ساتھ جاری ہے۔یہ سارا نظام نہ خود بخود قائم ہے نہ قائم رہ سکتا ہے۔اس کا کوئی نہ کوئی بنانے والا، چلانے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ واحد نے زمین کو پیدا کیا اور اس کی ہر چیز کو تخلیق کیا۔

سوال 3: ﴿وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور رات اور دن کے بدلنے میں'' اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی دلیل ہے کیسے؟ وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور رات اور دن کے بدلنے میں'' رات اور دن کی تبدیلی کائناتی عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی دوسری دلیل ہے۔اس اعتبار سے کہ اس کے رات اور دن کی لگا تار آمد و رفت ایک باقاعدہ نظام کے ساتھ جاری ہے۔کبھی دن بڑا ہو جاتا ہے کبھی رات، کبھی دن گھٹ جاتا ہے کبھی رات، کبھی برابر ہو جاتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے۔(الفرقان:62) ﴿وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔(بنی اسرائیل:12) ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اسی کی ہے اور اس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے۔(فاطر:13) یہ سارا نظام خود سے قائم نہیں ہے۔اس کا کوئی بنانے والا، چلانے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو پیدا کیا اور اس کی ہر چیز کو تخلیق کیا۔

سوال 4: ﴿وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ﴾ ''اور ان کشتیوں میں جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیتی ہیں''اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی تیسری دلیل کیسے ہے؟اس کی وضاحت کریں؟

جواب:''اوران کشتیوں میں جولوگوں کونفع دینے والی چیزوں کو لیے ہوئے سمندر میں چلتی ہیں''کشتیوں کا سمندر میں چلنا، پانیوں کا راستہ دینااللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی تیسری دلیل ہے۔اس اعتبار سے کہ سمندر حیات کا لامتناہی سلسلہ سموئے ہوئے ہیں۔سمندروں کی سطح پر جہاز چلتے ہیں جس کے ذریعے سامان ضرورت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے۔سمندروں کا حیرت انگیز نظام چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

سوال5:﴿وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾''اوراس پانی میں جواللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا، پھر اس سے زمین کواس کی موت کے بعد زندہ کیا''اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چوتھی دلیل کیسے ہے؟وضاحت کریں؟

جواب:''اوراس پانی میں جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا،پھراس سے زمین کواس کی موت کے بعد زندہ کیا''آسمان سے بارش کا اتارنا ایک کائناتی عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چوتھی دلیل ہے۔اس اعتبار سے کہ آسمانوں سے جو پانی برستا ہے، زمین سے اوپر اٹھتا ہے، پھروہی پانی زمین کوزندہ کرتا ہے۔یہ سارا نظام بنانے والا، چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

سوال6:﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾''اوراس میں ہرقسم کے جانور پھیلا دیئے''اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی پانچویں دلیل کیسے ہے؟اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾''اوراس میں ہرقسم کے جانور پھیلا دیئے''اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہرطرح کے جانور پھیلا دیے،تخلیق اور پھیلانا اس کے تنہا معبود ہونے کی پانچویں دلیل ہے اس اعتبار سے کہ زمین پر پیدا ہونے والے جانوروں کی رنگت ،شکلیں، جسامت ،فائدے مختلف ہیں۔ہرجانور کواللہ تعالیٰ جانتا ہے۔وہی ان کے رزق کا انتظام کرتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگراس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہےاوروہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کوبھی جانتا ہےاوراس کے سونپے جانے کی جگہ کوبھی،سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔(ہود:6)اللہ تعالیٰ ہی ہرجانور کے ٹھہرنے اور سپرد ہونے کی جگہ کو جانتا ہےاوروہ تنہا معبود اللہ تعالیٰ ہے۔

سوال7:﴿وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ﴾''اورہواؤں کی گردش میں''اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چھٹی دلیل کیسے ہے؟وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ﴾''اورہواؤں کی گردش میں''ہواؤں کی تخلیق اوران کی گردش اتنا بڑا عمل ہے جواللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی چھٹی دلیل ہے اس اعتبار سے کہ ہوائیں رحمت والی بھی ہوتی ہیں اورعذاب والی بھی۔کبھی بادل لے کرآتی ہیں،کبھی ان کومنتشر کردیتی ہیں۔ہواؤں کا وسیع پیمانے پر چلانا کسی چلانے والے کے بغیر ممکن نہیں۔ان کو چلانے والا تنہا معبود اللہ تعالیٰ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: ﴿وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں'' اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی ساتویں دلیل کیسے ہے؟ وضاحت کریں؟

جواب: ''اور بادلوں میں جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر ہیں'' بادلوں کا مسخر ہونا اللہ تعالیٰ کے تنہا معبود ہونے کی ساتویں دلیل ہے اس اعتبار سے کہ بادلوں کا وسیع وعریض سلسلہ جو آسمان کے مختلف حصوں میں پھیلا رہتا ہے، کہیں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں، کہیں منتشر ہو جاتے ہیں۔ کسی چلانے والے کے بغیر یہ بادل نہ چلتے ہیں نہ برستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جہاں جس وقت بھیجتا ہے چلے جاتے ہیں۔ جہاں سے چاہتا ہے وہ بادلوں کو واپس بلا لیتا ہے۔

سوال9: رب کی پہچان کے لیے پہلا کام کیا کرنا چاہئے؟

جواب: ﴿1﴾ زمین وآسمان اور پوری کائنات پر غور وفکر کرنا چاہئے۔ ﴿2﴾ کائنات کی نشانیاں کائنات کے خالق کا پتہ دیتی ہیں۔ کیونکہ (i) عظیم الشان کائنات کا ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ (ii) مختلف طرح کے اختلافات اور تضادات کے باوجود کائنات کی تمام چیزوں میں حد درجہ ہم آہنگی یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کا خالق اور مالک صرف ایک ہے۔ (iii) کائنات کی ہر چیز میں نفع بخشنے کی صلاحیت کا ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اس کی منصوبہ بندی پورے شعور اور ارادے کے ساتھ کی گئی ہے۔ (iv) بے جان چیزوں میں زندگی کا آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ موت عارضی ہے اور دوسری زندگی آنی ہے۔ کوئی ہے جو پہلی زندگی کے بعد دوسری زندگی کا سسٹم بنا چکا ہے۔ (v) ایک ہی پانی، ایک ہی مٹی سے قسم قسم کے جانداروں کا پیدا ہونا بے حساب قدرت والے کا پتہ دیتا ہے۔ (vi) ہوا کا انسان کو گھیرے رکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان اپنے رب کے قبضے میں ہے۔ (vii) کائنات کی ہر چیز کا انسان کی ضرورت کے مطابق ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا خالق بے حد مہربان ہے۔ وہ اس کی ضروریات کا اہتمام اس وقت سے کر رہا ہوتا ہے جبکہ اس کا وجود بھی نہیں ہوتا۔

سوال10: کائنات اور انسان کا کیسا تعلق ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کائنات کو انسان کے لیے بنایا ہے۔ مثال کے طور پر انسان کے لیے بارش برستی ہے۔ انسان کی ایک خوراک کے لیے سارے نظام مصروف ہو جاتے ہیں۔

سوال11: ﴿لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں'' عقل والے کائنات کی نشانیوں سے کیا سبق لیتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عقل والے کائنات کی نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔ (آل عمران:190،191)

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ (165) ﴾

''اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں، وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں اور کاش! جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ دیکھ لیں (اس وقت کو) جب وہ عذاب کو دیکھیں گے (تو سمجھ جائیں گے) کہ یقیناً ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے۔'' (165)

سوال 1: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا ﴾ ''اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ہم سر بنا لیتے ہیں۔ انہیں وہ عبادت، محبت، تعظیم اور اطاعت میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم سر بناتے ہیں وہ تخلیق، رزق اور تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار نہیں دیتے بلکہ صرف عبادت میں برابر قرار دیتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے ماسوا جن بتوں کی عبادت کی جاتی ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔ ﴿4﴾ ﴿ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا ﴾ ''جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں'' یعنی کوئی خود سے اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہے، لوگ غلط فہمی سے انہیں یہ درجہ دے دیتے ہیں۔ ﴿5﴾ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ﴾ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں۔ آپ کہہ دیں تم ان کا نام پکارو، یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟ یا یہ ظاہری باتوں میں سے ہیں۔ (الرعد:33) ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴾ یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً ان کے رب کی جناب سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔ (النجم:23) ﴿6﴾ مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہمسر نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ رب ہے اور باقی مربوب، وہ خالق ہے اور باقی مخلوق، وہ رازق ہے اور باقی مرزوق۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور مخلوق محتاج ہے اس لیے برابر نہیں ہو سکتے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کامل ہے اور مخلوق ناقص ہے۔ ﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں نفع ونقصان ہے اور مخلوق کو نفع ونقصان میں سے کسی چیز کا اختیار نہیں۔ ﴿10﴾ وہ باطل پرست ہے جو کسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرشتے، نبی، بت، بزرگ یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں شریک ٹھہرالیتا ہے۔

سوال2: شرک کیا ہے؟

جواب: عبادت کے جذبے کی تسکین کے لیے اللہ تعالیٰ کی جگہ کسی فرضی خدا کو الٰہ بنالینا۔

سوال3: انسان اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو بڑا کیوں بنالیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کوئی اپنے غیر معمولی ذاتی اوصاف سے دوسروں کو متاثر کرلیتا ہے۔ ﴿2﴾ کسی کے یہاں انسانوں کی بڑی تعداد دیکھ کر لوگوں کو غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ وہ عام انسانوں سے بلند تر کوئی انسان ہے۔ ﴿3﴾ کسی انسان کے بارے میں یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے۔ ﴿4﴾ کسی کے لیے پراسرار کہانیاں گھڑلی جاتی ہیں۔ اس طرح انسان اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں میں بھی بڑائی دیکھنے لگتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کوئی بڑائی نہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اس کا ہم سر ٹھہرانا دراصل شرک کرنا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر اعتماد کرنا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے امید باندھنا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سہارا بنانا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنی توجہ کا مرکز بنانا۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے دعائیں مانگنا۔

سوال5: ﴿يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ﴾ ''وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں'' انسان خود ساختہ شریکوں سے شدید محبت کیسے کرتا ہے؟

جواب: جب انسان کسی ہستی کو اپنا معبود بناتا ہے تو اس کی عقیدت اور محبت کے جذبات اس کے لیے خالص ہوجاتے ہیں۔ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے مجبور ہے کہ وہ کسی سے شدید محبت کرے۔ انسان کی فطرت کے اس خلا کو رب العالمین کی محبت سے پر ہونا چاہئے لیکن وہ اس کی جگہ دوسری ہستیوں کو ان کی کسی ظاہری خصوصیت کی بناء پر بٹھالیتا ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے محبت کرنے کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کا اعتماد ٹوٹتا ہے کیونکہ جن سے انسان محبت کرتا ہے وہ اس کے اعتماد پر پورا نہیں اتر سکتے۔ ﴿2﴾ انسان ناامید ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی انسان کی امیدوں پر پورا نہیں اتر سکتا۔ ﴿3﴾ انسان کے اندر کی تشنگی اور کمی کبھی پوری نہیں ہوسکتی۔ ﴿4﴾ انسان جب کسی اور کو مرکز توجہ بناتا ہے تو اپنی زندگی میں وہ دن دیکھتا ہے کہ اسی کے ہاتھوں انسان ذلیل ورسوا ہوجاتا ہے۔ ﴿5﴾ انسان اگر دوسروں سے دعائیں مانگے تو پوری نہیں ہوتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی پورا کرہی نہیں سکتا۔ ﴿6﴾ انسان کی ذات کا خلا کسی کی محبت پر نہیں کرسکتی۔ اس طرح انسان ہمیشہ غیر مطمئن رہتا ہے۔ ﴿7﴾ انسان جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے حوالے کر دیتے ہیں اور وہ انسان کا مالک بن بیٹھتا ہے اور محبت کرنے والوں کے ساتھ غلاموں جیسا برتاؤ کرتا ہے۔

سوال 7: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں'' ایمان والے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان لانے کا لازمی تقاضا اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ یہ محبت مومن کا سرمایہ ہے۔ اسی محبت کے لئے سبقت لے جانے والوں کو سبقت لے جانی چاہئے۔ اسی کے لیے عمل کرنے والوں کو بڑھ چڑھ کر عمل کرنا چاہئے۔ ﴿2﴾ اہل ایمان کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوتی ہے اور اہل شرک دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں شریک کر لیتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت بادنسیم ہے جو عبادت کرنے والوں کے لیے راحت کا سامان بنتی ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اپنی ہمت، کوشش، اپنا وقت، صلاحیتیں، قوتیں، مال سبھی کچھ لگا دیتے ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت دل کی عبادت اور اطاعت کی روح ہے۔ ہر محبت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو اپنے لیے بڑا انعام سمجھتا ہے۔ محبت میں اطاعت ناپسندیدہ نہیں رہتی، بوجھ نہیں رہتی۔ اطاعت سے قوت ملتی ہے، لذت ملتی ہے۔ ﴿6﴾ محبت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول سب سے بڑی سرگرمی بن جاتا ہے۔ ﴿7﴾ محبت سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اشتیاق بڑھ جاتا ہے۔ محبت میں انس ہے، رضا ہے، شوق ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا، ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت کرے اور تیسری بات یہ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے کفر سے نجات دی ہو پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسا آگ میں گر جانے کو برا جانتا ہے۔ (بخاری:21) ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے مومن صالحین سے، انبیاء سے، اللہ تعالیٰ سے، دین سے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ ﴿9﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اسے محبوب رکھو۔ فرمایا: پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان میں منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔'' (صحیح مسلم:6705) ﴿10﴾ اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے انسان میں وسعت آتی ہے وہ انسانوں، جانوروں اور ہر مخلوق کے لئے شفیق ہو جاتا ہے۔ ﴿11﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت زندگی کا دھارا بدل دیتی ہے، تمنائیں بدل جاتی ہیں، دلچسپیوں کے مرکز بدل جاتے ہیں، سرگرمیاں بدل جاتی ہیں، تعلقات اور روابط بدل جاتے ہیں، دوستیاں، دشمنیاں بدل جاتی ہیں، معیارات بدل جاتے ہیں۔ ﴿12﴾ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی رکھی، اللہ تعالیٰ کے لیے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے روک لیا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا (ورنہ اس کا ایمان ناقص ہے)۔'' (ابوداؤد:4681) ﴿13﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت زندگی میں کلی تبدیلی لے کر آتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جیسی تبدیلی انبیاء اوران کے ساتھیوں میں آئی۔اسی لیے ایمان والے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔یاارحم الرّاحمین!ہمیں اپنی محبت نصیب فرمادے۔نبی ﷺ کی دعا ہے۔اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِی یُبَلِّغُنِی حُبَّکَ ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِی وَمَالِی وَاَھْلِی وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ۔الٰہی میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا۔اورآپ سے محبت کرنے والے کی اور ایسے عمل کی محبت جو مجھ کو پہنچادے آپ کی محبت تک۔الٰہی اپنی محبت میری طرف بہت محبوب کردے،میری جان سے اور میرے مال سے اور میرے اہل سے اور ٹھنڈے پانی سے۔(مشکوٰۃ باب جامع الدعا)اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّآ اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ اَللّٰھُمَّ مَا زَوَیْتَ عَنِّیْ مِمَّآ اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ فَرَاغًا لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ اے اللہ!مجھ کو اپنی محبت عطا کر اور اس شخص کی محبت دے جس کی محبت مجھے تیرے نزدیک ہونے میں فائدہ دے۔اے اللہ!جو تو نے مجھے عطا کیا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں تو اس کو میرے ان کاموں کے لیے قوت کا سبب بنادے جن سے تو محبت رکھتا ہے۔اے اللہ!جو تو نے مجھ سے لے لیا ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں تو اس کو میرے ان کاموں کے لیے فراغت کا باعث بنادے جس سے تو محبت کرتا ہے۔(ترمذی:5/523)اے اللہ!تیری محبت کے لیے سبقت لے جانے والے سبقت لے جاتے ہیں تو ہمیں اپنی محبت نصیب فرمادے۔اے اللہ!عمل کرنے والے تیری طرف بھاگتے ہیں،ہمیں بھاگنے والوں میں شامل فرمادے۔اے ہرقوی سے زیادہ قوت والے!تیری محبت دلوں کی قوت ہے،دل کا سرور،امیدوں کی تکمیل اور زندگی کی روح ہے۔الٰہی تیری محبت ہی سب سے بڑی دولت ہے۔ہمیں اپنی محبت نصیب فرمادے۔آمین۔

سوال8: اللہ تعالیٰ سے محبت کا دین میں کیا درجہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے محبت دین کی اصل اور بنیاد ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے محبت واجب ہے۔ایک دفعہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابوالعباس سریج رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابن سریج رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مخاطب ہوکر سوال کیا:کیا تمہارے علم کے مطابق کتاب اللہ میں کہیں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت فرض ہے؟انہوں نے جواب دیا:''مجھے اس کا علم نہیں''ابن سریج نے جواب دیا:''اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے:﴿قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾ آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو،تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(التوبہ:24)اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہ کرنے پر شدید وعید سنائی گئی ہے اور وعید فرض ترک کرنے پر ہی ہوتی ہے۔یہ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بات کی دلیل ہے کہ یہ محبت فرض ہے۔(شعب الایمان:365)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان کی روح اور اعمال کی بنیاد ہے۔اگر بندے میں یہ ایمانی کیفیت نہ ہوتو اس کی حیثیت اس جسم کی سی ہے جو بے جان ہے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ جیسی محبت کسی اور سے کرنا شرک ہے، وضاحت کریں؟

جواب: محبت دوطرح کی ہوتی ہے۔ایک عام محبت اور دوسری خاص محبت۔عام محبت وہ ہے جو طبعی طور پر ہوتی ہے۔جیسی کھانے پینے سے محبت یا رحم وکرم کی بناء پر ماں باپ کی اولاد سے محبت یا میل جول اور انس کی وجہ سے محبت جو انسانوں کے باہم میل جول کی وجہ سے ان کے درمیان ہوتی ہے۔یہ محبت شرک نہیں ہے۔دوسری قسم کی محبت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے خاص ہے۔جب بھی بندہ اس قسم کی محبت کسی اور سے کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ شرک شمار کیا جائے گا۔اس کا نام محبت عبودیت ہے جس میں محبت کرنے والا محبوب کے سامنے ذلت وخواری، خشوع وخضوع اختیار کرتا ہے، محبوب کی تعظیم کرتا ہے۔اس کی بھرپور اطاعت کرتا ہے اسے دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ غیر اللہ سے اس قسم کی محبت روا رکھنے کا کسی صورت کوئی جواز نہیں۔(تیسیر العزیز الحمید:411)

سوال10: بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامتیں اور نشانیاں کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت ہے:اس سے ملاقات کا بے تابی سے خواہش مند ہونا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت، مناجات اور تلاوت میں سکون پانا۔﴿3﴾صالح لوگوں سے محبت کرنا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنا اور اس میں لذت محسوس کرنا۔ ﴿5﴾ مکروہات پر صبر کرنا۔﴿6﴾ذکر الٰہی کا عادی ہونا۔﴿7﴾خلوت میں اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت سے رونا۔﴿8﴾ قرآن مجید سے محبت اور لگاؤ۔﴿9﴾ نیک اعمال میں سستی پر حسرت وندامت کا اظہار۔﴿10﴾اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے ہیچ سمجھنا۔ ﴿11﴾دوستی اور دشمنی کا معیار اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہونا۔﴿12﴾مسلمانوں کے لیے نرم خو اور کافروں کے لیے شدت پسند ہونا۔ ﴿13﴾شرعی احکامات کی اتباع۔

سوال11: اللہ تعالیٰ کی محبت کے اسباب اور ذرائع کون سے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا۔﴿2﴾فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل ادا کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا۔﴿3﴾زبان، دل اور اعضاء سے اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر غور وفکر کرنا۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عبرت کے ارادے سے مشاہدہ کرنا۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ کے آسمان سے نزول کے موقع پر مناجات کرنا۔﴿7﴾ قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

سوال12: اللہ تعالیٰ سے محبت کے کیا فوائد اور ثمرات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جنت میں داخلہ اور جہنم سے دوری۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے محبت کرتی ہے اور اس کی مدح سرائی کرتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿3﴾ انسانوں کی لعنت ملامت اوران کے طعنوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔

سوال13: ﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوٓا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ ''اور کاش! جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ دیکھ لیں (اس وقت کو) جب وہ عذاب کو دیکھیں گے (تو سمجھ جائیں گے) کہ یقیناً ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوٓا﴾ ''اور کاش! جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ دیکھ لیں'' ﴿1﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کو ظالم کہا ہے جو اللہ تعالیٰ جیسی محبت غیر اللہ سے کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کی اطاعت کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کے راستے سے روکتے ہیں اور ان کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اور آخرت میں جنت اور رب کی قربت سے دور کر دیتے ہیں۔ ﴿3﴾ ﴿إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ﴾ ''(اس وقت کو) جب وہ عذاب کو دیکھیں گے'' یعنی جب اپنی آنکھوں سے دوزخ کا عذاب دیکھیں گے۔ ﴿4﴾ ﴿أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ ''یقیناً ساری کی ساری قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' اس وقت یقینی طور پر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ قوت اور قدرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کی کوئی قوت اور قدرت نہیں ہے۔ ﴿5﴾ اس وقت جھوٹے معبودوں کی کمزوری اور بے بسی ظاہر ہو جائے گی۔ ﴿6﴾ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' اس وقت شرک کرنے والوں کو یقین آ جائے گا کہ ان کا گمان درست نہیں تھا۔ ان کی تو ساری بھاگ دوڑ باطل کے لیے تھی جس نے عذاب واجب کر دیا۔

سوال14: اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے اپنی قوت کا شعور دلایا ہے کہ جو چیز اب تمہارے شعور کے اندر بے دار نہیں ہو پا رہی عذاب دیکھ کر بے دار ہو جائے گی لیکن آج بھی اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں یقینی علم سے جان لو تو اس کی قوتوں کا یقین آ جائے گا۔

سوال15: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اعمال کے حسرت بنا دینے سے، ظالموں کے دوزخ سے کبھی نہ نکل سکنے سے اپنے ﴿شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ (166)﴾

''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے۔'' (166)

سوال1: ﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا﴾ ''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی'' قیامت کے دن دیوی، دیوتا اپنے پجاریوں سے کیسے اظہار بے زاری کریں گے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ فرشتے اپنے پجاریوں سے بے زار ہوکر رب سے کہیں گے۔ ہم ان سے بے زار ہیں یہ ہمارے پجاری نہ تھے۔ جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾ وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر ان ہی پر ایمان لانے والے تھے۔'' (سبا:41) ﴿2﴾ جن اور شیطان بھی اپنے پجاریوں سے اظہار بے زاری کریں گے جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ ان کی دعا ہی سے غافل ہیں اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔ (الاحقاف:6،5) ﴿3﴾ پیروی کرنے والوں سے وہ لوگ کہیں گے جن کی پیروی کی گئی تھی کہ جب تمہارے پاس یہ آیت آ چکی تھی تو کیا ہم نے تمہیں اس سے روک دیا تھا؟ کمزور لوگ کہیں گے تم نے ہمیں دھوکہ دیا۔ تم ہم سے کہتے تھے ہم اللہ تعالیٰ کو نہ مانیں اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں، تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لے آتے۔ ﴿4﴾ جب پیروکاروں سے ان کے راہنما برأت کا اظہار کریں گے تو ان کے سارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھے۔ وہ تعلقات اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں باطل پر تھے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس لیے وہ برباد ہو جائیں گے اور حسرت اور ندامت بن جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پیروی کرنے کا انجام ہے۔

سوال 2: ﴿وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ﴾ ''اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پیروی کرنے والے اپنی پیروی کرنے والوں سے اظہار بے زاری کریں گے۔ ﴿2﴾ ان کے لیے عذاب مقدر ہو جائے گا۔ ﴿3﴾ ان کے سب وسیلے ٹوٹ جائیں گے۔ ﴿4﴾ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔ کیا اس سے بڑا کوئی خسارہ ہو سکتا ہے؟ ﴿5﴾ ان کے باہمی تعلقات، محبت، دوستیاں، رشتہ داریاں سب ختم ہو جائیں گے اور رہائی کے لیے ان کے سارے حیلے بہانے ختم ہو جائیں گے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (167)﴾

''اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے: '' کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم بھی ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں جیسا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہوگئے' اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں۔'' (167)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ﴾ ''اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے: '' کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم بھی ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں جیسا کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہوگئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر لوگ جن کی پیروی کرتے رہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے رہے، ان کی بے وفائی کے بعد انتقامی طور پر یہ چاہیں گے کہ جیسے وہ ہم سے لاتعلق ہیں اسی طرح ہم بھی لاتعلق ہو کر دکھا دیں۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔ (الزخرف:67) اپنے اعمال کا برا انجام دیکھنے کے بعد اعمال کی اصلاح کے لیے انسان یہ چاہیں گے کہ انہیں لوٹا دیا جائے اور وہ اپنے انجام کو بہتر بنانے کی کوشش کر لیں۔

سوال 2: ﴿ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ﴾ ''اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ '' اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا'' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال برباد ہوتے ہوئے دکھائے گا اور یہ حسرت سے اپنے اعمال کا برا انجام دیکھ لیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اسے اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔ (الفرقان:23) ﴿2﴾ ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴾ جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔ (ابراہیم:18) ﴿3﴾ ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے اعمال صحرا میں سراب جیسے ہیں۔ جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (النور:39) ﴿4﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا: اگر تیرے لیے زمین بھر کر سونا ہوتا تو کیا تو اسے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ کر دیتا؟ تو وہ کہے گا: جی ہاں! تو اس سے کہا جائے گا: تجھ سے اس سے بھی آسان چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا۔'' (صحیح مسلم:7085) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جہنمی جنت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاش!اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا(تو میں جنت میں ہوتا) اوروہ(دیکھنا)اس کے لیے باعث حسرت بنے گااور ہر جنتی جہنم میں اپنی جگہ دیکھتا ہےاور کہتا ہے:اگراللہ تعالیٰ مجھے ہدایت نہ دیتا(تو میں اس جگہ ہوتا)اوروہ دیکھنااس کے لیے باعث شکر بنتا ہے۔پھررسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:(قیامت کے روز)کوئی آدمی یہ نہ کہے:افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا رہا۔''(الزمر:56)(سلسلۃ احادیث صحیحۃ:2034)﴿6﴾ آج جب کہ انسان دارالعمل میں ہے،اللہ تعالیٰ اس کے شعور کو دارالجزا میں پہنچا کر اس حسرت اور پچھتاوے کو محسوس کرواتے ہیں جس کے بعد وہ دارالعمل میں اپنا رویہ تبدیل کرنے کے لیے دل سے راضی ہوسکتا ہے۔

سوال3: قیامت کے دن مشرکوں کی حسرت کیا ہوگی؟

جواب: قیامت کے دن مشرکوں کی حسرت ہوگی کاش ہم دنیا میں جاتے اوران سے اسی طرح بے زار ہوتے جس طرح آج یہ ہم سے بے زار ہیں۔ہم انہیں ٹھوکریں مارتے،پرستش نہ کرتے،ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے۔

سوال4: کیا مشرک اپنی حسرتوں میں سچے رہیں گے؟

جواب: مشرک اپنی حسرتوں میں بھی جھوٹے ہوں گے کیونکہ اگر وہ لوٹا دیے جائیں تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہوچکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھےاور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھااور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔(الانعام:28)

سوال5: ﴿وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾''اوروہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں'' سے کس حقیقت کا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾''اوروہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں'' سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ جہنم میں داخلے کے بعد مشرک کبھی اس سے نکل نہیں سکیں گے۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ﴾ یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اوران سے تکبر کیا ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔(الاعراف:40)

رکوع نمبر5

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۡ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (168)﴾

''اے لوگو!اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے،حلال اور پاکیزہ اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو،یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''(168)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ ''اے لوگو! اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ﴾ اے لوگو! اس میں مومن اور کافر دونوں شامل ہیں۔(تفسیر منیر:436/1) ﴿2﴾ ﴿كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ ''اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ'' اللہ تعالیٰ نے حلال اور پاکیزہ کھانے کا حکم دے کر حرام سے روکا ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ساری کائنات کو روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے زمین کی تمام پاکیزہ چیزیں مباح کر دیں۔ہر وہ چیز جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پابندی ختم ہو جاتی ہے، وہ حلال ہے اور ہر حلال چیز پاک ہوتی ہے۔﴿3﴾ حلال اشیاء نقصان دہ نہیں ہوتیں، نہ صحت کے لیے، نہ عقل کے لیے اور نہ ہی جسم کے لیے۔﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔(بخاری:1410) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں۔(المومنون:51) اور فرمایا: اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ۔(البقرہ:172) پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے، پریشان بال، جسم گرد آلود، اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے: اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو!(مسلم:2346) ﴿6﴾ ﴿طَيِّبًا﴾ طیب سے مراد وہ چیزیں جو بالذات پاکیزہ ہوں اور جسم و عقل کے لیے نقصان دہ نہ ہوں۔(ابن کثیر:104/1) ﴿7﴾ یعنی وہ خبیث اور ناپاک نہ ہو مثلاً مردار، خنزیر کا گوشت اور دیگر تمام ناپاک چیزیں۔﴿8﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رحمت عالم ﷺ کے سامنے یہ آیت پڑھی۔سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔فرمایا: سعد پاکیزہ روزی کھاؤ۔مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ایک حرام لقمے سے جسے انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی اور جس کا گوشت پوست حرام اور سود سے پیدا ہوا ہو اس کی حق دار آگ ہی ہے۔(ابن مردویہ) ﴿9﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہر قسم کے پھل، اناج اور حیوانات کھائیں جن کا کھانا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہو۔یعنی نہ وہ غصب شدہ مال ہو، نہ حرام ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو اور نہ کسی حرام کام پر اس سے مدد لی گئی ہو۔﴿10﴾ اس آیت میں اس امر کی دلیل ہے کہ انسان کا کم از کم اتنی خوراک کھانا فرض ہے جس سے اس کا ڈھانچہ کھڑا رہ سکے۔اس آیت کے ظاہری حکم کے مطابق کھانا ترک کرنا گناہ ہے۔(تفسیر سعدی:209/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: شریعت میں کس چیز کو حرام کیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شریعت میں ہر چیز حلال ہے جب تک اس کی حرمت پر دلیل قائم نہ ہو۔ اور محرمات کی دو قسمیں ہیں (الف) **محرم لذاتہ:** یعنی جو بذات خود حرام ہیں اور وہ ناپاک چیزیں ہیں جو پاکیزہ چیزوں کی ضد ہیں۔ (ب) حرام کرنے والے کسی سبب کے پیش آنے کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزیں۔ یہ حقوق اللہ یا حقوق العباد کے تعلق کے حوالے سے حرام ہوتی ہیں۔ یہ حلال کی ضد ہیں۔ (تفسیر سعدی:209/1) ﴿2﴾ شریعت میں نقصان دہ چیزوں کو حرام کیا گیا ہے۔ ﴿3﴾ ہر وہ چیز جو کسی درجہ میں بھی انسان کی فطری طلب کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف موڑ دینے والی ہو اس کو بھی حرام کیا گیا ہے اور جو چیز حرام کا باعث ہے اس کو بھی حرام کیا گیا ہے۔

سوال3: کسی چیز کو اپنے لیے حرام ٹھہرالینا ایک سادہ معاملہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ کیسے، وضاحت کریں؟

جواب: جب کسی چیز کو حرام ٹھہرایا جاتا ہے تو کسی خودساختہ عقیدے کی وجہ سے اس کو مقدس ٹھہرایا جاتا ہے۔ ﴿1﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں غیر اللہ کو حصہ دار بنانا ہے۔ ﴿2﴾ یہ احترام اور تقدس کے فطری جذبات کو تقسیم کرنا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جن کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے۔

سوال4: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ ''اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿خُطُوٰتِ﴾ سے مراد شیطان کی راہیں ہیں جن پر ڈال کر وہ اپنے ماننے والوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:104/1) ﴿2﴾ ﴿خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ سے مراد شیطان کے راستے ہیں جن پر وہ چلاتا ہے یعنی کفر، فسق، ظلم اور باقی تمام گناہ۔ اس میں تمام حرام کھانے بھی شامل ہیں۔ ﴿3﴾ شیطان کے قدموں کی پیروی کرنے سے مراد ہے کہ شیطان کے پیچھے لگ کر اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا جیسا کہ مشرکین اپنے بتوں کے نام جانور وقف کر کے انہیں اپنے لئے حرام کر لیتے تھے۔ ﴿4﴾ ایک حدیث قدسی میں ہے: میں نے اپنے بندوں کو جو مال دیا وہ ان کے لیے حلال کر دیا۔ میں نے اپنے بندوں کو توحید پر پیدا کیا پھر شیطان ان کے پاس آ کر انہیں ان کے دین سے دور ہٹا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے۔ (مسلم:7207) ﴿5﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن بکری کا پایا نمک لگا کر کھا رہے تھے۔ ایک شخص جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ ہٹ کر دور جا بیٹھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھاؤ۔ اس نے کہا: میں نہیں کھاؤں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا روزے سے ہو؟ کہا: نہیں میں تو اسے اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شیطان کی راہ چلنا ہے۔ اپنی قسم کا کفارہ دو اور کھالو۔ (ابن کثیر:240,241/1) ﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ (الانعام:112)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: ﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ''یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے لہٰذا اس سے بھاگو جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔ (فاطر:6) اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔ (الکہف:50) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴾ اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کردے، بہت دور کا گمراہ کرنا۔ (النساء:60) اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾ بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟ (المائدہ:91) ﴿ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ یقیناً وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ (القصص:15)

﴿ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (169) ﴾

''یقیناً وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے۔'' (169)

سوال1: ﴿ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ ﴾ ''یقیناً وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رحیم و کریم ہے جس نے ہمیں خبر دی ہے کہ شیطان ہم سے دشمنی رکھتا ہے، اس سے بچنا چاہیے پھر اس کے ساتھ یہ آگاہ فرمایا کہ شیطان کن کاموں کا حکم دیتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ ﴾ ''یقیناً وہ تمہیں وہ تمہیں برائی کا حکم دیتا ہے'' یعنی ایسے شرکا جو کرنے والے کے لیے نقصان دہ ہے۔ شیطان برائی، بے حیائی، توہم پرستی، جاہلانہ رسوم و رواج اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کا حکم دیتا ہے۔ ﴿3﴾ اس اعتبار سے جو شخص بھی انسان کو برائی کی ترغیب دلائے، بے حیائی پر آمادہ کرے، رسوم و رواج کی پابندی کے لیے مجبور کرے اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ پر بات کرے وہ شیطان ہے۔ ﴿4﴾ ﴿ وَالْفَحْشَآءِ ﴾ فواحش معاصی میں شمار ہوتے ہیں جن کی قباحت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے مثلاً زنا، شراب نوشی، قتل، ناحق تہمت اور بخل وغیرہ۔ سب ان کاموں میں سے ہیں جن کو ہر عقل مند برا سمجھتا ہے۔ ﴿5﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: السوء اس برائی کو کہتے ہیں جس میں کوئی حد شرعی معین نہ ہو اور فحشاء وہ برائی ہے جس کے ارتکاب پر شرعی حد متعین ہو۔ (ابن کثیر)

سوال2: توہمات شیطانی اغواء کا کرشمہ ہیں۔ شیطان توہمات میں کیسے مبتلا کرتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ شیطان انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ خودساختہ پابندیوں کواللہ تعالیٰ کے نام سے منسوب کرواورانسان اللہ تعالیٰ کے نام پروہ باتیں کہتا ہے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل موجودنہیں ہوتی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جومال بھی میں نے اپنے بندوں کودیا ہے حلال اورطیب ہے مگرشیاطین ان کوگمراہ کرتے ہیں۔(مسلم:7207) ﴿2﴾ شیطان انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ کسی جانور میں پر اسرارصفات ہوتی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہیں،ان سے برکت کی امید رکھی جاسکتی ہے، وہ کام بناسکتے ہیں۔یہ سب توہمات ہیں جواللہ تعالیٰ کے ماسواشیطان سے حلال وحرام کے قوانین لینے کا نتیجہ ہے۔

سوال3: شیطان کا طریقۂ واردات کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان حرام کے لیے نرم گوشہ پیدا کرتا ہے۔﴿2﴾ شیطان حرام کی ترغیب دلاتا ہے۔﴿3﴾ شیطان برائی کی نفرت ختم کردیتا ہے۔

سوال4: ﴿وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پروہ بات کہوجوتم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پروہ بات کہوجوتم نہیں جانتے'' ﴿1﴾ اس میں اللہ تعالیٰ کی شریعت اوراس کی تقدیر کے بارے میں کسی علم کے بغیر بات کرنا بھی شامل ہے۔(تفسیرسعدی:210/1) ﴿2﴾ شیطان انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ خودساختہ پابندیوں کواللہ تعالیٰ کے نام سے منسوب کروپھرانسان اللہ تعالیٰ کے نام پروہ باتیں کہتا ہے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل موجودنہیں ہوتی۔﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے قریب میری امت میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جوشراب کا کوئی دوسرانام رکھ کراس کوحلال بنالیں گے۔(بخاری کتاب الاشربہ) ﴿4﴾ جوکوئی دلیل کے بغیر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز حلال کی ہےاورفلاں حرام کی ہے یافلاں حکم دیا ہے یافلاں سے روکا ہے تووہ علم کے بغیراللہ تعالیٰ کی طرف بات منسوب کرتا ہے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیرعلم کے بات کرنے میں بہت سی چیزیں داخل ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکارکرنایااس کی تاویل کرنا،اللہ تعالیٰ کا کسی کوشریک بنانا،بغیرعلم وبصیرت کے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیز حلال اوروہ چیز حرام کی ہے۔اس کام کا حکم دیا ہےاوراس سے منع کیا ہے۔اوراس سلسلے کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ کوئی گمراہ فرقہ اللہ تعالیٰ یااس کے رسول کے کلام کی تاویل کرکے اپنی گمراہی کوحق ثابت کرنے کے لیے دلیل فراہم کرے۔(تیسیرالرحمٰن:92/1) ﴿6﴾ بغیرعلم کے اللہ تعالیٰ کی طرف بات منسوب کرنا حرام ہے۔ یہ شیطان کا سب سے بڑا راستہ ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ(170)﴾

''اورجب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کروجواللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تووہ کہتے ہیں بلکہ ہم تواسی کی پیروی کریں گے جس پرہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اورنہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟(170)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کا تذکرہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آباء کی اندھی تقلید کرنے والوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ﴿2﴾ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت دی اور جنت کی رغبت دلائی اور عذاب سے ڈرایا تو رافع بن حریملہ یہودی اور مالک بن عوف یہودی نے کہا کہ اے محمد ہم آپ کی اتباع نہ کریں گے بلکہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اسی پر چلیں گے۔ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ عالم اور ہم سے اچھے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر مظہری:211/1) ﴿3﴾ ﴿اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ سے مراد یا تو قرآن ہے یا تورات ہے کیونکہ تورات بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع ہی کا حکم کرتی ہے۔ (تفسیر مظہری:211/1)

سوال2: ﴿قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ آباء کی اندھی تقلید کرنے والوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو وہ اپنے بڑوں کی سنت پر قائم رہتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے، اور کیا اگرچہ ان کے آباء واجداد کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟ (المائدہ:104) ﴿3﴾ حق کو رد کرنے کا یہ ایک نہایت ہی کمزور شبہ ہے۔ یہ ان کی حق سے روگردانی اور اس سے اعراض اور ان کے عدم انصاف کی دلیل ہے۔ اگر رشد و ہدایت اور اچھے مقصد کی طرف ان کی راہ نمائی کی گئی ہوتی تو حق ان کا مقصد ہوتا اور جو کوئی حق کو اپنا مقصد بنالیتا ہے اور وہ حق اور غیر حق کے درمیان موازنہ کرتا ہے تو قطعی طور پر حق اس کے سامنے واضح ہو جاتا ہے اور اگر وہ انصاف پسند ہے تو وہ حق کی اتباع کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:211/1) ﴿4﴾ ان لوگوں نے انبیاء پر ایمان لانے سے بے رغبتی اختیار کی، اپنے آباء واجداد پر اکتفا کیا حالانکہ وہ جاہل اور گمراہ تھے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے طریقے کو چھوڑ کر باپ دادا کے طریقوں کی پابندی کیسے کی جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ باپ دادا کے طریقوں کی پابندی عقائد میں ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ پابندی رسوم ورواج میں ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ یہ پابندی حلال وحرام میں بھی ہوتی ہے۔ مثلاً انسان جب کسی جانور یا انسان کو مقدس ٹھہرالیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ سمجھ لیتا ہے۔ یہ چیز جب اگلی نسلوں تک پہنچتی ہے تو وہ اس کو اپنے بڑوں (آباء واجداد) کی سنت سمجھ کر پکڑ لیتے ہیں۔ پھر اس پر غور وفکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے پھر وہ وقت آتا ہے جب دلیل کی کوئی بات ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: حلال وحرام کی خودساختہ پابندیوں پر قائم رہنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: حلال وحرام کی خودساختہ پابندیوں پر قائم رہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ ابھی تک رگ وریشے میں جاہلیت کا زہر موجود ہے۔

سوال5: ﴿ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ ''کیا اگر چہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟'' اللہ تعالیٰ نے آباء واجداد کی اندھی تقلید کرنے والوں کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا ﴾ ''کیا اگر چہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں'' یعنی وہ دین کی سمجھ نہ رکھتے ہوں، نہ ہدایت پاتے ہوں۔ (زادالمسیر :755/1) ﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہ سمجھتے ہوں اور دین کی طرف ہدایت نہ پاتے ہوں۔ (تفسیرالوسیط :254/1) ﴿3﴾ ایسے شخص کی تقلید کرنے کی حرمت ہے جو نہ علم رکھتا ہو اور نہ دین کی سمجھ رکھتا ہو۔ ﴿4﴾ ایسے شخص کی اتباع کا جواز ہے جو علم رکھتا ہو، اس کے اقوال وآراء وحی الٰہی اور کتاب وسنت سے ماخوذ ہوں۔ (ایسرالتفاسیر:82) ﴿5﴾ ﴿ وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ اور وہ ہدایت نہ پاتے ہوں یعنی نہ نفع مند علم رکھتے ہوں نہ عمل صالح کی توفیق۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے آباؤاجداد کی اندھی تقلید کرنے والوں کو دو دلائل سے سمجھایا ہے: (الف) اگر چہ باپ دادا عقل سے کام نہ لیتے ہوں پھر بھی ان کی بات مانو گے! (ب) اگر چہ انہوں نے ہدایت نہ پائی ہو پھر بھی ان کی بات مانو گے!

﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (171) ﴾

''اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے، وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے۔'' (171)

سوال1: ﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ﴾ ''اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے'' یہاں کن کافروں کی مثال دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں ان کافروں کی مثال دی گئی ہے جو آباء واجداد کی تقلید کی وجہ سے عقل سے کام نہیں لیتے اور حق کو قبول کرنے کی بجائے اندھادھند اپنے آباؤاجداد کی پیروی کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ دعا سے مراد قریب کی آواز ہے۔ ﴿3﴾ نداء سے مراد دور کی آواز ہے۔ ﴿4﴾ ان کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جن کو چرواہا پکارتا ہے اور وہ آواز سنتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں کہ انہیں کیوں پکارا جا رہا ہے؟ اسی طرح آباء واجداد کی تقلید کرنے والے کافر ہیں جو حق کی آواز نہیں سنتے گویا یہ بہرے ہیں، حق ان کی زبان سے نہیں نکلتا گویا یہ گونگے ہیں اور حق دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے گویا یہ اندھے ہیں۔

سوال2: ﴿ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ ''وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے'' اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

راستے پر چلنے سے انکار کرنے والوں کو بہرہ، گونگا اور اندھا قرار دیا گیا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: ناسمجھی کی اس مثال کے دو پہلو ہیں: ﴿1﴾ ان لوگوں کی حالت نادان جانوروں جیسی ہے جو اپنے چرواہوں کے پیچھے جاتے ہیں اور سوچے سمجھے بغیر ان کی آوازوں پر حرکت کرتے ہیں۔ اس حرکت کے دوران نہ وہ کچھ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں۔ اس طرح وہ بہرے، گونگے اور اندھے بن کر چرواہے کے پیچھے چلتے چلے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ آباء واجداد کی تقلید کرنے والوں کا ہے انہیں رسوم ورواج کے واضح نقصانات نظر آئیں گے تو بھی اندھے بنے رہتے ہیں انہیں سمجھاؤ تو سمجھتے نہیں۔ ﴿2﴾ حق کی دعوت دینے والا جب ایسے افراد کو دعوت دیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی بات کی سچائی کا عملی تجربہ ہوتا ہے کہ نہ وہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔

سوال 3: ﴿فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''سو وہ نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''سو وہ نہیں سمجھتے''، یعنی جن حواس کی مدد سے انسان عقل کو کام میں لاتا ہے ان کو کافروں نے معطل کر رکھا ہے۔ اس وجہ سے ان کی عقل کام نہیں کرتی اور وہ کچھ نہیں سمجھتے کہ حق کی دعوت کیا ہے؟ ﴿2﴾ وہ نصیحت کو نہیں سمجھتے۔ (الاساس: 372/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (172)﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' (172)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو'' اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس آیت میں کس چیز کی تلقین کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کیا ہے کیونکہ وہ ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے عام حکم دینے کے بعد اہل ایمان کو پاک چیزیں کھانے کا خاص حکم دیا اور اس حکم پر اپنا شکر ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔ ﴿3﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ پاک رزق کو ایمان والوں کے لیے مباح کیا ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے اب جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو کسی کی رکھ کے گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے قریب ہے کہ وہ رکھ میں جا گھسیں سن لو ہر بادشاہ کی ایک رکھ ہوتی ہے سن لو اللہ تعالیٰ کی رکھ اس کی زمین میں حرام کردہ چیزیں ہیں۔ (بخاری) عطیہ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک اندیشہ والی چیزوں سے بچنے کی خاطر ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی اندیشہ نہیں۔(ترمذی،ابن ماجہ)سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات یادرکھی ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ واور وہ اختیار کرو جو شک میں نہیں ڈالتی۔(احمد)﴿4﴾ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ طیبات سے مراد وہ کھانے ہیں جو عقل واخلاق کے لیے نفع بخش ہیں۔اوراس کے مقابلے میں خبائث ان کھانوں کو کہتے ہیں جو عقل واخلاق کے لیے نقصان دہ ہیں اور شراب تمام خبیث کھانوں کی اصل ہے اس لیے کہ وہ عقل واخلاق میں فساد ڈال دیتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:92/1)(تفسیر قاسمی:37/3)﴿5﴾ یعنی جس نے رزق دیا وہ حق رکھتا ہے کہ پابندیاں لگائے،حرام قرار دے یا ان کو کھول دے یعنی حلال قرار دے لہٰذا حلال وحرام کی خودساختہ پابندیاں توڑ ڈالو۔

سوال2: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: جاہلیت کی پابندیاں اور رسوم ورواج توڑ ڈالیں جو باپ دادا اور مذہبی پیشواؤں نے لگا رکھی تھیں۔

سوال3: ﴿وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہی اس کا شکر گزار ہوسکتا ہے۔

سوال4: کھانے پینے کی اشیاء استعمال کرتے ہوئے کیسے احساسات انسان کے اندر ابھرنے چاہئیں؟

جواب: ﴿1﴾ شکر کے احساسات۔﴿2﴾ اطاعتِ الٰہی کے احساسات۔یعنی یہ کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور اسی کے حکم کے مطابق کھا رہے ہیں۔یہ احساس انسان کے اندر اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی عبادت کا جذبہ ابھارتا ہے۔﴿3﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور کچھ پیتا ہے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔''(صحیح مسلم:6932)﴿4﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے:''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا،پلایا اور اطاعت گزاروں میں سے بنایا۔''(سنن ابی داؤد: 3850)﴿5﴾ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کچھ کھاتے یا پیتے تو فرماتے:تمام شکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے کھلایا،پلایا اور اس کو حلق سے اتارا اور اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنایا۔(سنن ابی داؤد:3851)﴿6﴾ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے:''اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ہے،طیب اور برکتوں والا، نہ ایسا شکر جو ایک بار کافی ہو،نہ ایسا کہ جسے چھوڑ دیا جائے اور نہ ایسا کہ جس کی کچھ ضرورت باقی نہ رہے۔''(سنن ابی داؤد:3849)﴿7﴾ اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی۔جیسے جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور وہ اس کا حکم بجالایا۔﴿8﴾ یہ آیت کریمہ اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ پاکیزہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رزق کھانا اعمال صالحہ اوران کی قبولیت کا سبب ہے۔

سوال5: جن چیزوں کو پاکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے، ان ہی سے ان چیزوں کے احترام کا جذبہ کیسے ابھرآتا ہے؟

جواب: رزق پاکر انسان کی توجہ جب عطا کرنے والے کی طرف نہیں جاتی تو اس کی توجہ چیزوں کے اندر موجود خصوصیات کی طرف ہوجاتی ہے۔ پھر انسان پیدا کرنے والے کو نہیں بلکہ پیدا کی گئی چیز کو ہی سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ اس طرح اس کے دل میں ان چیزوں کے لیے احترام کا جذبہ ابھرآتا ہے۔

سوال6: نعمتوں کے ذکر کے بعد شکر بجالانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: نعمتوں کے ذکر کے بعد شکر بجالانے کا حکم دیا ہے، کیونکہ شکر موجودہ نعمتوں کی حفاظت کرتا ہے اور غیر موجود نعمتوں کے حصول کا باعث بنتا ہے جیسے کفر غیر موجود نعمتوں کو مزید دور کرتا ہے اور موجود نعمتوں کو زائل کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:213/1)

﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (173) ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے مردار اور خون اور سؤر کے گوشت کو اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ پھر جو شخص مجبور کردیا جائے، اس حال میں کہ نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (173)

سوال1: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے مردار اور خون اور سؤر کے گوشت کو اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے اس لیے حرام کو حلال مت کرو۔ ﴿2﴾ ﴿ الْمَيْتَةَ ﴾ ''مردار'' خواہ وہ کسی بھی طریقہ سے مرا ہو طبعی موت سے یا کہیں گر کر یا لاٹھی لگنے سے یا سینگ کی ضرب سے یا کسی درندے نے مار ڈالا ہو سب صورتوں میں حرام ہے۔ ﴿3﴾ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردے اور دو خون حلال کردیے گئے ہیں۔ دو مردوں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہیا اور دو خون سے مراد کلیجی اور تلی ہے۔ (ابن ماجہ:3314) ﴿4﴾ کھانے کی ہر چیز جیسے بدن پر اثر انداز ہوتی ہے ایسے ہی انسان کے اخلاق کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ہر انسان جو فطرت سلیم رکھتا ہو، مردار کو ناپسند کرتا ہے۔ ﴿5﴾ کیا کوئی مہذب اور شائستہ قوم مردار کھانے کے لئے آمادہ ہوسکتی ہے؟ یہ ازمنہ وحشیہ کی یادگار ہے۔ چنانچہ اب بھی وہ قومیں جو تہذیب وتمدن کی برکات سے محروم ہیں، مردار کھاتی ہیں اور شرفاء اسی وجہ سے ان سے نفرت کرتے ہیں۔ نیز مردار خوری سے پست وذلیل قسم کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں جن میں کوئی زندگی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ مردار خور قومیں ادنیٰ درجہ کی عادات میں مبتلا رہتی ہیں۔ (سراج

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

البیان:59,60/1)﴿6﴾مردارناپاک اورخراب ہونے کی بناپرضرررساں ہوتاہے اوراکثروبیشترمردارکسی بیماری سے مرتا ہے پس وہ مرض میں اضافہ کاہی باعث ہوتاہے۔مردارکی حرمت کی عمومیت سےٹڈی اورمچھلی مستثنیٰ ہیں یہ دونوں مردہ ہونے کی صورت میں بھی حلال اورطیب ہیں۔(تفسیرسعدی:213/1)﴿7﴾﴿وَالدَّمَ﴾دم مسفوح یعنی بہتاہواخون۔وہ خون جوجانورکی رگوں سے بہادیا گیاہو۔جوخون گوشت کے ساتھ لگاہواہووہ بالاجماع حلال ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں گوشت پکاتی توہنڈیاکے اوپرخون کی وجہ سے زردی سی آجاتی نبی ﷺ اسے تناول فرمالیتے اوراس پرانکارنہ فرماتے۔(فتح القدیر:215/1)﴿8﴾خون کھانے میں وحشت وبربریت مترشح ہے۔اس سے خون خواری کے جذبات بڑھتے ہیں۔خون صحت انسانی کے لیےسخت مضرہے بالخصوص معدے اوردانتوں کے لیے۔عرب خون کوباقاعدہ منجمدکرکے کھاتے تھے اس لئے اس کاذکرفرمایا۔(سراج البیان:59,60/1)﴿9﴾جگراورتلی حلال ہیں جومنجمدخون ہی ہوتاہے۔(ابن ماجہ) ﴿10﴾﴿وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ﴾''اورسؤرکاگوشت''خنزیریاسؤرجونجس عین ہےاس کاصرف گوشت کھاناہی حرام نہیں بلکہ یہ زندہ یامردہ اس کی کسی بھی چیز سے استفادہ جائزنہیں۔جدیدتحقیقات کے مطابق خنزیرکےخون،گوشت اورانتڑیوں میں ایک خطرناک کیڑاموجودہوتاہے جولمبے دھاگے﴿tape worm﴾کی شکل میں ہوتاہےاوراس کےانڈےملفوف ہوتے ہیں۔﴿11﴾سؤرکےکھانے میں کئی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ اس کے گوشت میں جراثیم کثرت سے ہوتے ہیں جنہیں دودۃ الخنزیر کہتے ہیں اوروہ مضرہوتے ہیں۔دوسرے اس کے قلب کے گردا گردایک خاص قسم کی چربی پیداہوجاتی ہےجس کی وجہ سے قلب کی حرکت میں خلل آجاتا ہے۔اسے''نشحم''کہتے ہیں۔اطبائے امریکہ کاخیال ہے کہ فوری موت جوحرکت قلب کے بندہونے سے واقع ہوتی ہے اکثروبیشترسورکھانے کانتیجہ ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہاں کی ایک سوسائٹی نے اس کےخلاف علم جہاد بلندکردیاہے۔اوروہ اس کی سخت مخالفت کررہے ہیں۔اورایک وجہ یہ ہے کہ خنزیرکھانے سے بے غیرتی پیداہوتی ہے۔دیکھ لوخنزیرکھانے والی قومیں غیرت وحمیت کےتمام جذبات سےمحروم ہیں اورفواحش میں حداعتدال سے بڑھ رہی ہیں۔(سراج البیان:59,60/1)﴿12﴾﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾''اورجس پرغیراللہ کانام پکاراجائے''اس میں وہ جانورآجاتے ہیں جوجاہل مسلمان اپنےفوت ہونے والے بزرگوں کی محبت اورعقیدت میں،ان کی رضااوران کاقرب حاصل کرنے کے لئے یاان سے ڈرتے ہوئے یاان سے امیدیں رکھ کرقبروں اورآستانوں پرذبح کرتے ہیں یا مجاوروں کوبزرگوں کے نام پردے آتے ہیں۔بزرگوں کی نیاز کے لئے جوبکرے ذبح کئے جاتے ہیں یاکسی بزرگ کےمزارپردیے جاتے ہیں ان جانوروں کوذبح کرتے وقت خواہ اللہ تعالیٰ کانام لیاجائے یہ حرام ہی ہوں گے۔﴿13﴾وہ چیزیں''جس پرغیراللہ کا نام پکارا جائے''اس لیے حرام ہیں کہ ان کارخ اللہ تعالیٰ کے ماسواکسی اورکی طرف کردیاجاتاہے۔تواس طرح توجہ کامرکزبدل جاتاہے،ضمیرخالص نہیں رہتا،روح پاک نہیں رہتی،دل اللہ تعالیٰ کے لیےسالم نہیں رہتا،عقیدہ ونظریہ پاک نہیں رہتا۔یہ اسی طرح ناپاک ہے جیسے دوسری نجاستیں ناپاک ہوتی ہیں۔﴿14﴾ان جانوروں کےحرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کوذبح کرنے کا مقصداللہ تعالیٰ کی رضانہیں ہوتا بلکہ قبروالوں کی رضاہوتاہے جوکہ شرک ہے۔﴿15﴾ان جانوروں کےحرام ہونے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو ذبح کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا بزرگوں کی تعظیم ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔ ﴿16﴾ ان کے حرام ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کرنے کے پیچھے بعض اوقات غیر اللہ کا خوف ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: اہل جاہلیت کچھ چیزیں کھاتے تھے اور کچھ چیزوں کو مکروہ سمجھتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی ﷺ بھیجا اور اپنی کتاب نازل کی اور اپنے حلال کو حلال کیا اور اپنے حرام کو حرام کیا، پس جو اس نے حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جو اس نے حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس سے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے اور آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: اے نبی ﷺ ! ان سے کہہ دیجئے کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہا یا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ (سنن ابی داؤد: 3800) ﴿17﴾ ان کے حرام ہونے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کر کے غیر اللہ سے امیدیں باندھی جاتی ہیں جو کہ شرک ہے۔ غیر اللہ کی رضا، تعظیم، ان سے خوف رکھنا، ان سے امیدیں باندھنا یہ سب شرک ہے۔ حدیث میں ہے مَلعونٌ مَنْ ذَبحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وہ ملعون ہے جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا۔ (صحیح الجامع الصغیر الالبانی: 1024) ﴿18﴾ ایک مرتبہ ایک عورت نے گڑیا کے نکاح پر ایک جانور ذبح کیا تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی دیا کہ اسے نہ کھانا چاہیے اس لئے کہ وہ ایک تصویر کے لئے ذبح کیا گیا ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ عجمی لوگ جو اپنے تہوار اور عید کے موقع پر جانور ذبح کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی اس میں سے ہدیہ بھیجتے ہیں ان کا گوشت کھانا چاہیے یا نہیں؟ تو فرمایا اس دن کی عظمت کے لئے جو جانور ذبح کیا جائے اسے نہ کھاؤ، ہاں اس کے درختوں کے پھل کھاؤ۔ (ابن کثیر: 243/1)

سوال 2: ﴿الْمَيْتَةَ﴾ مردار کیوں حرام ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مردار کھانے سے انسان کا بدن متاثر ہوتا ہے کیونکہ مردار میں کئی قسم کے جراثیم جمع ہو جاتے ہیں جو انسان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کو نقصان سے بچانا چاہتے ہیں اس لیے مردار حرام ہے۔ ﴿2﴾ جو چیز انسان کے بدن پر اثر انداز ہوتی ہے اس سے انسان کی روح اور اس کا اخلاق بھی متاثر ہوتا ہے جیسے گدھ مردار کھاتا ہے۔ اگر کوئی گدھ کھائے تو اس کی روح اور اس کا اخلاق بھی اس سے متاثر ہوگا۔ اس لیے مردار حرام ہے۔ ﴿3﴾ انسان کی فطرت سلیم مردار سے نفرت کرتی ہے اس لیے مردار حرام ہے۔

سوال 3: جانوروں کے علاوہ کون سی اشیاء ہیں جو ﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ "جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے" کے تحت آتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو چیزیں بھی غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز اور چڑھاوے کی ہوتی ہیں وہ اسی کے تحت آتی ہیں جو حرام ہیں۔ مثال کے طور پر قبروں کے اردگرد سے خرید کر یا وہاں لے جا کر دیگیں، مٹھائی اور پیسے وغیرہ فقراء اور مساکین کو تقسیم کرنا۔ ﴿2﴾ نذر و نیاز کے پیسے صندوقچی میں ڈالنا۔ ﴿3﴾ عرس کے موقع پر دودھ وغیرہ پہنچانا۔ یہ سب کام ناجائز اور حرام ہیں کیونکہ یہ سب غیر اللہ کی نذر و نیاز کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صورتیں ہیں۔

سوال4: نذر و نیاز کیوں حرام ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نذر بھی نماز اور روزے کی طرح عبادت ہے اور عبادت کی ہر قسم اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عہد رسالت میں یہ نذر مانی کہ بوانہ جا کر اونٹ نحر کروں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نذر کی خبر کی۔ فرمایا: ''جاہلیت کے استھانوں میں سے کوئی استھان تو وہاں نہیں تھا؟'' صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: وہاں کوئی تہوار تو نہیں منایا جاتا تھا؟ بولے نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کر لے کیونکہ اس نذر کا پورا کرنا منع ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔ (سنن ابی داؤد: 3313) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا گیا کہ عجمی لوگوں کے تہواروں میں ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو جانور خاص اس دن کے لیے ذبح ہوں ان کو مت کھاؤ۔ (قرطبی: 32)

سوال5: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے اس حال میں کہ نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے'' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ اضطرار اور بے بسی کے وقت اتنا کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں جس سے بے بسی اور اضطرار ہٹ جائے۔ (ابن کثیر: 243/1) یعنی جو کوئی بھوک، موت، جبر یا خوف کی وجہ سے حرام کھانے پر مجبور ہو جائے۔ ﴿2﴾ ''اضطرار'' یا مجبوری کی حالت سے مراد ایسی حالت ہے جب بھوک یا پیاس سے جان پر بن گئی ہو، بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور حرام کے سوا کوئی اور چیز میسر نہ ہو۔ ﴿3﴾ ﴿غَيْرَ بَاغٍ﴾ ''نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو'' بغاوت اللہ تعالیٰ کا قانون توڑنے کی خواہش کا دل میں موجود ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون عملاً توڑنے کی کوشش کرنا۔ ﴿4﴾ بغاوت کرنے والے سے مراد ڈاکو، چور، مسلمان بادشاہ پر حملہ کرنے والا، گناہ کے لیے نکلنے والا، حرام کو حلال سمجھنے والا، لذت کا خواہش مند یا مزے لے کر کھانے والا ایسے لوگوں کو اضطرار کی حالت میں بھی حرام چیزیں کھانے کی اجازت نہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 106/1) ﴿5﴾ یعنی شدت کی بھوک نہ ہونے اور حلال کھانے پر قدرت رکھنے کے باوجود وہ حرام کھانے کا طلب گار نہ ہو۔ ﴿6﴾ ﴿وَّلَا عَادٍ﴾ ''اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو'' یعنی اضطراری حالت میں جتنی مقدار اس کے لیے حرام کھانا جائز ہو اس مقدار سے نہ بڑھے۔ ﴿7﴾ حرام چیز کے چند قطرے یا چند لقمے یا چند گھونٹ جو جان بچا سکتے ہیں، یہ ضرورت کی حد ہے۔ ﴿8﴾ ﴿فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ''تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' یعنی اضطراری حالت میں حرام کھانے پر اس پر کوئی گناہ نہیں۔ ﴿9﴾ اگر اضطراری حالت میں کوئی حرام نہیں کھاتا اور مر جاتا ہے تو وہ خودکشی کا مرتکب ہوگا۔ (تفسیر سعدی: 214/1) ﴿10﴾ ایسی حالت میں حرام کھانا فرض ہو جاتا ہے۔ ﴿11﴾ اگر بھوک یا پیاس سے کسی کی جان پر بن گئی ہو یا بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور حرام کے سوا کوئی اور چیز میسر نہ ہو۔ ایسی صورت میں اگر کوئی نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گناہ نہیں۔

سوال 6: تمام حرام چیزوں میں کیا قدر مشترک ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دل اور نظر پاک نہیں رہتے۔ ﴿2﴾ جسم اور جگر پاک نہیں رہتے۔

سوال 7: کیا اللہ تعالیٰ نے صرف چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے یا اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں حرام ہیں؟

جواب: یہاں حرام کا تذکرہ مشرکین کے اس فعل کے حوالے سے آیا ہے کہ وہ حلال جانوروں کو بھی حرام قرار دے لیتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ وہ حرام نہیں، حرام تو یہ چار چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ بھی حرام چیزیں ہیں جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ جن جانوروں کی حرمت حدیث سے ثابت ہے وہ بھی حرام ہیں مثلاً گدھا، کتا وغیرہ۔

سوال 8: حدیث میں جانوروں کی حلت وحرمت کے کیا اصول بیان کیے گئے ہیں؟

جواب: حدیث میں جانوروں کی حلت وحرمت کے لیے دو اصول بیان کیے گئے ہیں: ﴿1﴾ درندوں میں ذو ناب (وہ درندہ جو کچلیوں سے شکار کرے) حرام ہیں۔ ﴿2﴾ پرندوں میں ذو مخلب (جو پنجے سے شکار کرے) حرام ہیں۔

سوال 9: ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ'' ''رحیم'' نہایت رحم والا ہے جو اپنے بندوں کی زندگی کی بقا کے لیے انہیں حرام کی رخصت دیتا ہے۔ ﴿2﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا غفور ہے جو اضطرار میں حرام کو حلال کر دیتا ہے۔ (فتح القدیر: 217/1)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (174)﴾

''یقیناً جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے نازل کیا ہے اور اس کے بدلے میں وہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ بھی نہیں کھا رہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (174)

سوال 1: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ﴾ ''یقیناً جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے نازل کیا ہے'' کون لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نازل کردہ حقائق کو چھپاتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ﴾ ''یقیناً جو لوگ چھپاتے ہیں'' یہودی کل بھی چھپاتے تھے اور آج بھی۔ ﴿2﴾ ﴿مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے نازل کیا ہے'' یہودیوں نے نبی ﷺ کی صفات کو جو آپ ﷺ کی رسالت کے ثبوت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے بارے میں تھیں، انہیں چھپایا۔﴿ 3﴾ حق بات اس لیے چھپائی جاتی ہے کہ بیان کرنے کی صورت میں مفادات خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔﴿4﴾ حق چھپانے سے جو دنیا کی تھوڑی سی اجرت لے کر کھائیں گے، یہی ان کے پیٹ کی آگ بنے گی۔ قیامت کے دن ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بنے گی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا۔ ان کو پاک کرنے اور ان کی مغفرت کا اہتمام نہیں ہوگا۔ یہ مکمل طور پر نظر انداز کر دیے جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

سوال2: یہودی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کو کیوں چھپاتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی دنیاوی ریاست کے چھن جانے کے خوف سے نبی ﷺ کی رسالت کے ثبوت کو چھپاتے تھے۔ ﴿2﴾ اس ڈر سے بھی کہ اگر اہل عرب آپ ﷺ کی اطاعت قبول کر لیں گے تو ہمیں چھوڑ دیں گے۔ اس طرح عربوں سے تحائف کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

سوال3: ﴿وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''اور اس کے بدلے میں وہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تھوڑی قیمت کے بدلے کیسے بیچا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اس کے بدلے میں وہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں'' اس کی تعلیمات کو دنیا کے فائدوں کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کی صفات اور رسالت کے ثبوت کو عربوں کے تحائف اور اپنی سرداری کے لیے بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ ﴿2﴾ ﴿ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''تھوڑی قیمت'' سے مراد پوری دنیا ہے۔

سوال4: آج کے دور میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو دنیا کے فائدوں کی بھینٹ کیسے چڑھایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کتاب کے بارے میں غلط فہمیاں ذہن میں رکھ کر۔ مثال کے طور پر کتاب زندگی کے لیے راہ نمائی ہے لیکن کتاب سے صرف دنیا کی بہتری اور اس کے فائدوں کو وابستہ کر لینا جیسے کتاب کی تعلیم کی بجائے اس کے الفاظ پڑھ کر دنیا کے نقصانات سے بچنے اور دنیا کے فوائد کے حصول کے لیے مجالس منعقد کرنا۔ اس طریقے سے دراصل کتاب کے آنے کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ کتاب کے ذریعے ایسے فتوے دینا جن سے لوگ راضی ہو جائیں اور نذرانے پیش کریں۔ ﴿3﴾ کتاب کو دنیا کے فائدوں کے حصول کے لیے پڑھنا، پڑھانا وغیرہ۔

سوال5: ﴿اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ﴾ ''یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ بھی نہیں کھا رہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ حق چھپانے سے جو دنیا کی تھوڑی سی اجرت لے کر کھائیں گے یہی ان کے پیٹ کی آگ بنے گی۔ ﴿2﴾ جزا عمل کی جنس سے ہوگی، ان کی کمائی بدترین اور حرام طریقے سے آئی تو جزا بھی اسی کے مطابق آگ ہے۔

سوال6: ﴿وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات نہ کرے گا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انہیں پاک نہیں کرے گا اوران کے لیے دردناک عذاب ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس لیے ان سے بات نہیں کرے گا کہ وہ یہودیوں سے ناراض ہے کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر حق کو چھپایا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہودیوں کو پاک نہیں کرے گا یعنی ان کے گناہ معاف نہیں کرے گا اورانہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ انہیں برے اخلاق سے پاک نہیں کرے گا۔ ﴿4﴾ تزکیہ کا سب سے بڑا سبب کتاب اللہ پر عمل کرنا، اس کو راہ نما بنانا اوراس کی طرف دعوت دینا ہے۔ انہوں نے کتاب اللہ کو دور پھینک دیا، اس سے روگردانی کی، ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اور مغفرت کو چھوڑ کر عتاب اختیار کیا۔ (تفسیر سعدی: 215/1) ﴿5﴾ ان کے لیے دردناک عذاب اس لیے ہوگا کہ ان کا جرم معاف نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں پاک نہیں کرے گا، ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں دردناک عذاب دے گا۔ ﴿6﴾ یہ لوگ جہنم کے قابل ہیں۔ کیسے اس آگ کو برداشت کریں گے!

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (175)﴾

''یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو اور بخشش کے بدلے میں عذاب کو خریدا ہے، سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں!'' (175)

سوال 1: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو اور بخشش کے بدلے میں عذاب کو خریدا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو خریدا ہے'' ﴿الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ﴾ ''ہدایت کے بدلے میں گمراہی'' اس آیت میں ضلالت سے مراد نبی ﷺ کی بعثت کی بشارت اور آپ ﷺ کی تصدیق اور اتباع کو چھپانا ہے۔ ہدایت کا راستہ آپ ﷺ کی صفات کے اظہار کا راستہ تھا۔ انہوں نے نبی کی رسالت کو قبول کرنے کے بدلے میں چھپایا، یوں ہدایت کے بدلے گمراہی کے خریدار بن گئے۔ یہودیوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی۔ نبی ﷺ کی صفات ظاہر نہیں کیں۔ نبی ﷺ کی بعثت کی بشارتیں جو پہلی کتابوں میں آئی تھیں اور آپ ﷺ کی تصدیق اور آپ ﷺ کی اتباع کو فروخت کر کے گمراہی کو خرید لیا۔ انہوں نے حق کی بجائے باطل کو اختیار کر لیا۔ ﴿2﴾ ﴿وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ﴾ ''اور بخشش کے بدلے میں عذاب کو خریدا ہے'' مغفرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں کی بخشش ہے۔ انہوں نے مغفرت کے بدلے اللہ تعالیٰ سے قہر کا سودا کر لیا اور مغفرت کے بدلے عذاب کا سودا کر لیا۔ نبی ﷺ کی صفات کا اظہار یہود کے لیے مغفرت کا ذریعہ تھا۔ انہوں نے اسے چھپایا اور عذاب اختیار کیا۔ وہ گناہوں میں ڈوب کر آنے والے عذاب کی شدتوں پر صبر کر گئے۔ یہی ان کی تجارت تھی، جو بری تجارت تھی۔

سوال 2: اس آیت میں حق چھپانے کو تجارت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ کیسی تجارت ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: کچھ دے کر کچھ لینا تجارت کہلاتا ہے۔حق چھپا کر ہدایت سے منہ پھیرا جاتا ہے اور گمراہی خریدی جاتی ہے۔مغفرت سے محروم ہوکر دائمی عذاب خریدا جاتا ہے۔اس لیے اسے تجارت سے تشبیہ دی گئی ہے جو بہت بری تجارت ہے۔

سوال3: ﴿فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ عَلَى النَّارِ﴾ ''سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں!'' یہود کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی تصدیق نہ کرنے،ان کی اتباع چھوڑنے اور ان کی صفات کو چھپانے کے نتیجے میں آگ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے سو وہ ان گناہوں میں ڈوب کر آگ کے عذاب پر راضی ہوگئے۔کس چیز پر انہوں نے صبر کیا۔یہاں رب العزت نے حیرت کا اظہار کیا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِى الۡكِتٰبِ لَفِىۡ شِقَاقٍ بَعِيۡدٍ (176)﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو یقیناً حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا بلاشبہ وہ بہت دور کی مخالفت میں ہیں۔''(176)

سوال1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو یقیناً حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ذٰلِكَ﴾ اللہ تعالیٰ کا انصاف پر مبنی بدلہ یعنی انہیں ہدایت کے اسباب سے محروم کرنا اور ان کا دوسرے اسباب اختیار کرنا۔ ﴿2﴾ ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو یقیناً حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے قرآن کو انسانوں کی ہدایت کے لیے،حق کو باطل سے الگ اور اور گمراہی سے ہدایت کو واضح کرنے کے لیے نازل کیا۔﴿3﴾ جو قرآن مجید کو اس کے اصل مقصد سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اس کے لیے بڑی سے بڑی سزا چھوٹی ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں ہم سے کیا مطالبہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کتاب کو مان لیا جائے۔﴿2﴾ کتاب کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔﴿3﴾ کتاب میں بیان کیے گئے حق کا ساتھ دیا جائے۔ ﴿4﴾ ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہوا جائے جو حق کے راستے پر ہیں۔﴿5﴾ کتاب کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر نافذ کیا جائے۔﴿6﴾ کتاب ہی کو قانون اور زندگی کا نظام بنایا جائے۔

سوال3: ﴿وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِى الۡكِتٰبِ لَفِىۡ شِقَاقٍ بَعِيۡدٍ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا بلاشبہ وہ بہت دور کی مخالفت میں ہیں'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اختلاف کرتے ہیں وہ دراصل کیا کام کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پورے طور پر قبول نہیں کرتے،کسی حصے پر ایمان لاتے ہیں کسی کا انکار کرتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کتاب کوٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں۔﴿3﴾ فطرت سے بھی ٹکراتے ہیں اور اپنے نفس سے بھی۔﴿4﴾ اختلافات انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے غضب تک لے جاتے ہیں۔﴿5﴾﴿لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ﴾ ''بلاشبہ وہ بہت دور کی مخالفت میں ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی کررہے ہیں۔وہ انتہا کی گہری گمراہی میں جا پھنسے ہیں جہاں سے نکلنے کے امکانات معدوم ہیں اور وہ قرآن مجید کی مخالفت کررہے ہیں۔کتاب میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرتے ہیں اور اصل معنی سے ہٹادیتے ہیں۔﴿6﴾ کتاب اللہ سے دشمنی کی وجہ سے ان کا معاملہ خراب ہوگیا۔﴿7﴾ قوم کے لئے جب تک کتاب اللہ سے تمسک قائم رہے فرقے اور جماعتیں الگ الگ نہیں بنتیں اور جب کتاب اللہ میں تحریف وتاویل کے ذریعہ مختلف قسم کے فرقے بنائے جائیں تو پھر وحدت دینی اور اخوت مذہبی مفقود ہوجاتی ہے۔ یہودیوں نے جب تک تورات کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھا، غالب رہے اور جب تعصب نے انہیں مختلف قوموں میں بانٹ دیا قومی حیثیت سے ہٹ گئے۔اس لئے اصل شے جو مدار قومیت ہے، جب وہی نہیں تو قومیت کہاں؟ ان آیات میں یہی بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے تورات کی جو کتاب حق ہے مخالفت کی۔اس لئے اب ان میں اختلافات اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ مٹائے نہیں جاسکتے۔(سراج البیان:60/1)﴿8﴾ اس کے برعکس جنہوں نے کتاب اللہ قرآن مجید کو قبول کرلیا، اسے اپنے معاملات میں فیصلہ کن تسلیم کرلیا وہ بلندیوں پر پہنچ گئے۔

رکوع نمبر6

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآىِٕلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ(177)﴾

''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو چھڑانے میں اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں اور تنگ دستی، تکلیف اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا اور یہی متقی لوگ ہیں۔''(177)

سوال1﴿:لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ ''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿لَیْسَ الْبِرَّ﴾ ''نیکی یہی نہیں ہے'' یہ وہ نیکی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے سے مطلوب ہے۔اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم نمازیں پڑھواور دوسرے اعمال نہ کرو یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔(ابن کثیر:246/1)﴿2﴾﴿اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾''کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیردو''یہودیوں نے بیت المقدس کے مغرب کواپنا قبلۂ عبادت بنایا۔عیسائیوں نے بیت المقدس کے مشرق کواپنا قبلۂ عبادت بنایا۔دونوں اپنی اپنی سمت کومقدس سمجھتے تھے۔دونوں کو یہ یقین تھا کہ مقدس سمت کوقبلہ بنا کراللہ تعالیٰ کے یہاں ہم نے اپنادرجہ محفوظ کرلیاہے۔یہاں پراس لیے وضاحت کردی گئی کہ مشرق اورمغرب کی طرف رخ کرناحقیقی نیکی نہیں ہے۔﴿3﴾دین کی چندظاہری رسومات کوادا کردیناحقیقی نیکی نہیں ہے۔صرف خانہ پری کے طور پر چندمقررہ اعمال کرلیناحقیقی نیکی نہیں ہے۔

سوال2:﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾''لیکن اصل نیکی اس کی ہے جوآدمی اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر،فرشتوں پر،کتاب پراورنبیوں پرایمان لائے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ﴾''لیکن اصل نیکی''نیکی''خیر''کے لیے جامع نام ہے۔(فتح القدیر:219/1)﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام جودل میں پختہ ہوجائیں۔(مجاہد)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی اطاعت اورخیر کے سارے کام جواللہ تعالیٰ کے قریب کریں،ثواب کاباعث بنیں اور جنت تک پہنچادیں۔(تفسیرخازن:105/1)﴿4﴾ایمان،تقویٰ اوروہ اعمال جن سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہواجاسکے۔(زادالمسیر :161/1)نیک اعمال کی قبولیت کی دوشرائط ہیں ایک تو یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں اوردوسرے یہ کہ محمد ﷺ کے طریقے یعنی سنت کے مطابق ہوں۔﴿5﴾﴿مَنْ اٰمَنَ﴾جوایمان لائے۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا کہ ایمان کیاچیز ہے؟تورسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی،انہوں نے پھرسوال کیارسول اللہ ﷺ نے پھریہی آیت تلاوت فرمائی۔ پھریہی سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا:سنو نیکی سے محبت اور برائی سے عداوت ایمان ہے۔(ابن کثیر:245/1)﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾''جوآدمی اللہ تعالیٰ پرایمان لائے''اللہ تعالیٰ پرایمان لانے کامطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے یہ اقرارکرے کہ زمین وآسمان اور پوری کائنات کاخالق ومالک،رازق،زندگی اورموت دینے والا،تنہااس کائنات کوچلانے والااورسب کی ضرورتوں کوپوراکرنے والاصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔وہ ایک ہے،وہی معبود ہے،اس کےسواکوئی بھی عبادت اور بندگی کےلائق نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ایک ہےاس کا کوئی شریک نہیں،وہ بے نیاز ہے۔وہ کسی کامحتاج نہیں۔کوئی اس کاہم پلہ وہم مرتبہ نہیں،وہ کسی کے مشابہ نہیں۔اس نے سب کو پیدا فرمایا۔اس کوکسی نے وجودنہیں بخشا۔نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ پرایمان لانے کامطلب یہ بھی ہے کہ کتاب وسنت میں جتنی صفات اوراسماء آئے ہیں وہ حق ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان کیاہے کہ اس کے آگے کچھ سوچنے کی اورمخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے کی اجازت نہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾وہ آسمانوں اورزمین کاپیدا کرنے والا ہےاس نے تمہارے لیےخودتم میں سے جوڑا جوڑا بنایا،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے،اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(الشوریٰ:11)﴿7﴾﴿وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾''اور آخرت کے دن پر ایمان لائے'' آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایک زبردست اور دہشت ناک انقلاب کو سچے دل سے مانے اور اس کی تصدیق کرے۔یہ انقلاب ہمہ گیر اور وحشت انگیز ہوگا جس کے بعد زندگی فنا ہو جائے گی اور نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔اس نئی زندگی کا آغاز آخرت کہلاتا ہے۔جس میں ساری مخلوق کو دوبارہ تخلیق کیا جائے گا۔ان کا حساب کتاب ہوگا اور جزا سزا کا معاملہ ہوگا۔﴿8﴾ آخرت پر ایمان لانا واجب ہے کہ دین اسلام کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے جس پر مومن کے عقیدے کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔آخرت پر ایمان لائے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی اصلاح اور نہ استقامت نصیب ہوتی ہے۔﴿9﴾﴿وَالْمَلٰٓئِكَةِ﴾''اور فرشتوں پر ایمان لائے''فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان سچے دل سے یہ یقین رکھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی غیبی اور نوری مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ان کے ذمے جو کام لگا دیے ہیں اس کو وہ انجام دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں،جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے،اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔(التحریم:6)﴿10﴾﴿وَالْكِتٰبِ﴾''اور کتاب پر ایمان لائے'' کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لیے اپنے رسولوں پر کتابیں نازل کی ہیں۔ان میں سے جن کے احکامات اور تعلیمات قرآن مجید کے مطابق ہیں انہیں مشعل راہ بنالے اور قرآن مجید کو ہدایت کی آخری کتاب سمجھے،اس کی دی ہوئی خبروں اور احکامات پر یقین کرے اور اس پر عمل کرے۔﴿11﴾﴿وَالنَّبِيّٖنَ﴾''اور نبیوں پر ایمان لائے''انبیاء پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو عام انسانوں کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے۔انبیاء و رسل حق کی دعوت دینے والے،خوش خبری سنانے والے،اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔محمد ﷺ انبیاء کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔

سوال 3:﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ﴾''اور مال دے اس کی محبت کے باوجود رشتے داروں،یتیموں،مسکینوں،مسافروں،سوال کرنے والوں اور غلاموں کو چھڑانے میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاٰتَى الْمَالَ﴾''اور مال دے'' نیکی کا پہلا کام ایمان لانا ہے تو دوسرا مال خرچ کرنا ہے۔مال کے زمرے میں وہ سب چیزیں آجاتی ہیں خواہ کم ہوں یا زیادہ جو انسان مال کے طور پر جمع کرتا ہے۔﴿2﴾﴿عَلٰى حُبِّهٖ﴾''اس کی محبت کے باوجود''اس سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ اسے مال سے محبت ہے لیکن اس کے باوجود وہ مال خرچ کرتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾تم ہرگز پوری نیکی حاصل نہیں کرو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت رکھتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہواور جوبھی تم خرچ کرو گے اس کو یقیناً اللہ تعالیٰ پوری طرح جاننے والا ہے۔(آل عمران:92)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیااور سوال کیا:''یارسول اللہ ﷺ! کون سا صدقہ اجر کے اعتبار سے بڑا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:''تیرااس وقت صدقہ کرناجب کہ تو صحیح (تندرست وتوانا)ہو،مال کی حرص دل میں ہو،(خرچ کرنے سے)تجھے فقر کااندیشہ(اوراپنے پاس جمع رکھنے سے)تونگری کی امید ہواور تو صدقہ کرنے میں تاخیر نہ کر یہاں تک کہ جب روح گلے تک پہنچ جائے تو تو کہے:فلاں کے لیے اتنا،فلاں کے لیے اتنا جب کہ وہ فلاں(وارث)کا ہو چکا۔''(صحیح بخاری:1419)﴿3﴾اس سے یہ بھی مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾اوروہ اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔(الدھر:8)﴿4﴾جب انسان کے اندر'ایمان' گہرااتر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق میں اپنا مال ضرورت مندوں کو دے دیتا ہے اور انسانوں کو مصیبت سے نجات دلانے کے لیے دیتا ہے۔یہاں اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال خرچ کرنے کے لیے راستوں کی وضاحت کی گئی ہے۔﴿5﴾﴿ذَوِي الْقُرْبٰى﴾سے مراد رشتہ دار ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت میں رشتہ داروں پر مال خرچ کیا جائے۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں تھی۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا،آپ ﷺ یہ فرمارہے تھے:''صدقہ کروخواہ اپنے زیور ہی میں سے دو۔''سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنا صدقہ اپنے شوہر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند یتیموں پر جوان کی پرورش میں تھے،خرچ کیا کرتی تھیں،اس لیے انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھئے کہ کیا وہ صدقہ بھی مجھے کفایت کرے گا جو میں آپ رضی اللہ عنہ پر اوران چند یتیموں پر خرچ کروں جو میری سپردگی میں ہیں لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم خود جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لو۔آخر میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی،اس وقت میں نے آپ ﷺ کے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو پایا جو میری ہی جیسی ضرورت لے کر موجود تھیں(یہ زینب ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں)۔پھر ہمارے سامنے سے بلال رضی اللہ عنہ گزرے تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کر دیجئے کہ کیا وہ صدقہ مجھ سے کفایت کرے گا جسے میں اپنے شوہر اور اپنی زیر تحویل چند بچوں پر خرچ کروں؟ ہم نے بلال رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا کہ ہمارا نام نہ لینا۔وہ اندر گئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ دو عورتیں مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا:یہ دونوں کون ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ زینب نام کی ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:کون سی زینب؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! بے شک درست ہے اورانہیں دوگنا ثواب ملے گا:ایک قرابت داری کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔''(صحیح بخاری:1466)انفاق کے مصارف میں سب سے پہلے قرابت داروں کو رکھا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے اعزاء واقربا اگر ضروت مند ہیں،اس کی اعانت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔یہاں تک کہ اگر وہ دل میں عدوات بھی چھپائے ہوئے ہوں تب بھی سب سے افضل انفاق وہی ہے جو ان کے لیے کیا جائے۔(تدبرالقرآن:426/1)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ایک وہ دینار ہے جسے تو اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں خرچ کرے اور ایک وہ دینار ہے جو کسی گردن (کے آزاد کرنے) میں خرچ کرے اور ایک وہ دینار ہے جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جو تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار میں ہے جو تو اپنے بال بچوں میں خرچ کرے۔(مسلم:2311) سیدنا ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔(بخاری:55) ﴿6﴾ ﴿وَالْيَتٰمٰى﴾ ''اور یتیموں کو'' اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا مال یتیموں پر خرچ کریں۔ان یتیموں پر جن کا کوئی کمانے والا نہ ہو اور نہ خود ان میں اتنی قوت ہو کہ وہ کما کر مستغنی ہو جائیں۔(تفسیر سعدی:218/1) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے۔اس موقعہ پر آپ نے اپنی انگلیاں (انگوٹھے کے پاس والی اور بیچ والی) ساتھ ملا کر دکھائیں۔(صحیح بخاری:888/2) قرابت مندوں کے بعد معاً یتامیٰ کا ذکر اسلامی معاشرہ میں ان کے درجہ ومرتبہ کو واضح کرتا ہے کہ اپنے عزیزوں کے بعد پہلی نظر آدمی کی ان بچوں پر پڑنی چاہیے جو سایہ پدری سے محروم ہو چکے ہیں اور جن کی کفالت وتربیت کی ساری ذمہ داری معاشرہ پر منتقل ہو چکی ہے۔(تدبر القرآن:426/1) ﴿7﴾ ﴿وَالْمَسٰكِيْنَ﴾ ''اور مسکینوں کو'' صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو (سوال کرنے کے لیے) لوگوں کے پاس چکر لگاتا ہے جسے ایک لقمہ اور دو لقمہ یا ایک کھجور اور دو کھجوریں واپس کر دیتے ہیں یعنی کوئی دیتا ہے کوئی نہیں دیتا (لیکن واقعی) مسکین وہ ہے جو ایسی چیز نہیں پاتا جو اسے بے نیاز کر دے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے اور وہ سوال کرنے کے لیے بھی کھڑا رہے۔(صحیح بخاری:200/1) ﴿8﴾ ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافروں کو'' مسافر وہ ہے جو اپنے گھر سے دور ہو۔مسافر اپنے مسافر ہونے کی حالت کی بنا پر مدد کا مستحق ہوتا ہے خواہ صاحب استطاعت ہو یا غیر صاحب استطاعت۔ ﴿9﴾ ﴿وَالسَّآئِلِيْنَ﴾ ''اور سوال کرنے والوں'' سائلین وہ لوگ ہیں جن پر کوئی ایسی ضرورت آن پڑے جو ان کو سوال کرنے پر مجبور کر دے مثلاً ایسا شخص جو کسی دیت کی ادائیگی میں مبتلا ہو گیا ہو یا حکومت کی طرف سے اس پر کوئی جرمانہ عائد کر دیا گیا ہو یا وہ مصالح عامہ کی کوئی عمارت مثلاً مسجد، مدرسہ، پل وغیرہ تعمیر کروا رہا ہو اس حوالے سے سوال کرنا اس کا حق ہے خواہ وہ مال دار ہی کیوں نہ ہو۔(تفسیر سعدی:218/1) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غنی کو، ٹھیک ٹھاک بدن والے کو اور قوی آدمی کو سوال کرنا حلال نہیں ہے الا یہ کہ ایسا مجبور ہو کہ تنگ دستی نے اسے مٹی میں ملا رکھا ہو (یعنی زمین کی مٹی کے سوا اس کے پاس کچھ نہ ہو) یا قرضے میں مبتلا ہو گیا ہو جو ذلیل کرنے والا ہو، اور جس شخص نے مال زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا تو قیامت کے دن اس کا چہرہ چھیلا ہوا ہوگا۔اور یہ مال گرم پتھر بنا ہوگا جس کو جہنم سے لے کر کھاتا ہوگا اب جی چاہے تو کمی کرے اور چاہے تو زیادتی کرے۔(مشکوٰۃ المصابیح:163) جس نے لوگوں سے ان کے مالوں کا سوال اس لیے کیا کہ مال زیادہ جمع ہو جائے تو وہ آگ کے انگاروں کا سوال کرتا ہے (جو دوزخ میں سے ملیں گے) اب چاہے کم کرے یا زیادہ کرے۔(مسلم:333/1) انسان دنیا میں برابر سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی۔(بخاری:199/1) ﴿10﴾ ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾ ''اور غلاموں کو چھڑانے میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''یعنی غلاموں کو آزاد کروانے اور قیدیوں کو چھڑانے میں مال خرچ کرے۔جنگی قیدیوں کو کافروں اور ظالموں کی قید سے چھڑوانے کے لیے مال خرچ کریں۔

سوال4:﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ﴾ ''اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ﴾ ''اور نماز قائم کی'' نماز قائم کرنے سے مراد سنت رسول ﷺ کے مطابق پابندی سے نماز ادا کرنا ہے۔ ﴿2﴾ اپنے مال پر زکوٰۃ واجب ہونے پر مستحق کو ادا کرنا۔(تفسیر ماوردی:227/1)﴿3﴾ نماز اور زکوٰۃ افضل عبادات ہیں ان ہی کے ذریعے سے ایمان کا وزن ہوتا ہے۔

سوال5:﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا﴾ ''اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وہ جب عہد کرتے ہیں تو اس عہد کو پورا کرتے ہیں۔عہد کی پابندی نیکی کا کام ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:**لادین لمن لا عھد لہ** ''اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کی پابندی نہیں کرتا۔''(احمد،طبرانی،ابن حبان)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ یا خود بندے کی طرف سے لازم کیے ہوئے امر کا التزام کرنا عہد کہلاتا ہے۔پس تمام حقوق اللہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان کو لازم قرار دے دیا ہے اور وہ اس التزام کو قبول کر کے اس عہد میں داخل ہو گئے اور ان کا ادا کرنا ان پر فرض قرار پایا نیز اس عہد میں وہ حقوق العباد بھی داخل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر واجب قرار دیا ہے اور اس میں وہ حقوق بھی شامل ہیں جن کو بندے اپنے آپ پر لازم قرار دے لیتے ہیں مثلاً قسم اور نذر وغیرہ۔(تفسیر سعدی:219/1)﴿3﴾ وہ انسان عہد کی پابندی کر سکتا ہے جو ہر عہد کو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد سمجھتا ہے یعنی عہد کی پابندی کے بغیر وہ خود کو دین پر نہیں سمجھتا۔﴿4﴾ وعدہ توڑنا نفاق کی خصلت ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :**أَيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ** ''منافق کی تین نشانیاں ہیں:جب بات کرے تو جھوٹ بولے،جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔''(صحیح مسلم:212)﴿5﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو کہ ''خبردار! اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پورا نہیں۔(مشکوٰۃ المصابیح:15)﴿6﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ دھوکہ دینے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی دھوکہ بازی (کا جھنڈا) ہے اور وہ اس جھنڈے کے ذریعہ سے پہچانا جائے گا۔(صحیح بخاری:452/1) سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی بندہ کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا راعی بنا دے (یعنی صاحب اقتدار بنا کر عوام کی نگرانی اور خیر خواہی اس کے سپرد کر دے) پھر وہ اس کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔(صحیح بخاری:1058/2)﴿7﴾ دور نبوی میں ایفائے عہد کی مثالیں: سیدنا حذیفہ بن یمان اور ابو حسیل (یہ سیدنا یمان کی کنیت ہے) دونوں جنگ بدر میں شمولیت کے لیے جا رہے تھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ راستہ میں قریش مکہ کے ہتھے چڑھ گئے اورانہوں نے ان سے عہد لے کر چھوڑا کہ وہ غزوہ بدر میں حصہ نہیں لیں گے چنانچہ یہ دونوں صحابہ قریش سے چھٹکارا حاصل کر کے میدان بدر میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور آپ ﷺ کو ایک ایک آدمی کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان دونوں کو واپس چلے جانے کا حکم دیا اور فرمایا تم اپنا عہد پورا کرو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔(مسلم کتاب الجہاد والسیر)﴿8﴾ صلح حدیبیہ کے دوران ابو جندل پابہ زنجیر قریش مکہ کی قید سے فرار ہو کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے ابو جندل نے اپنے زخم دکھا دکھا کر اپنا دکھڑا سنا کر التجا کی کہ خواہ کچھ بھی ہو ابو جندل کو اب کافروں کے حوالہ نہ کیا جائے لیکن آپ ﷺ نے محض ایفائے عہد کی خاطر ابو جندل کو کافروں کے سفیر سہیل بن عمر جو ابو جندل کا باپ تھا کے حوالے کیا۔ابو جندل کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی اور راہ نکال دے گا۔(بخاری کتاب الشروط)

سوال6:﴿وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ﴾ ''اور تنگ دستی، تکلیف اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿الصّٰبِرِيْنَ﴾ سے مراد صبر کرنے والے ہیں یعنی وہ لوگ جو مصیبت اور ابتلاء کا مقابلہ کر کے ڈٹے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کاموں سے رک جاتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اللہ تعالیٰ نے صبر کو نیکی قرار دیا ہے۔﴿2﴾ **﴿الْبَاْسَآءِ﴾** سے مراد فقر کی شدت اور تنگدستی ہے۔جو فقر اور تنگدستی میں صبر کرتے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے انسان جسمانی اور روحانی طور پر تکلیف میں رہتا ہے۔جب گھر والے بھوک کا شکار ہوں اور لوگ نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں تو اسے تکلیف ہوتی ہے۔جب وہ اپنے گھر والوں کو لباس نہیں فراہم کر سکتا تو موسم کے سرد و گرم کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ ان پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔﴿3﴾**﴿وَالضَّرَّآءِ﴾** سے مراد نقصان اور بیماری ہے۔اس میں ہر قسم کی بیماریاں آجاتی ہیں۔انسان کمزور ہے اور جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔اگر بیماری طویل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ صبر کرنے کا حکم ہے۔﴿4﴾**﴿وَحِيْنَ الْبَاْسِ﴾** ''اور لڑائی کے وقت'' اس سے مراد لڑائی اور اس کی شدّت ہے۔﴿5﴾ یعنی ان دشمنوں سے لڑائی کے وقت جن سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ صبر و استقلال سے جواں مردی کا مظاہرہ نفس انسانی کے لیے نہایت گراں بار ہے اور انسان قتل ہونے، زخمی ہونے یا قید ہونے سے بہت گھبراتا ہے۔پس وہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کرنے کا سخت محتاج ہے۔(تفسیر سعدی:219/1)﴿الضَّرَّآءِ﴾ اور ﴿الْبَاْسِ﴾ کا الگ الگ تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے سرمو انحراف نہ کرنا بہت کٹھن ہوتا ہے۔

سوال7: انسان ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے راستے پر کیسے جما رہتا ہے یعنی کیسے صبر کرتا ہے؟

جواب: جو انسان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ تنگی، مصیبت حتیٰ کہ جنگ کے دوران بھی یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے راستے پر جما رہتا ہے۔

سوال8:﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا اور یہی متقی لوگ ہیں'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: ﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا'' اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ جولوگ ان صفات سے متصف ہیں وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اقوال اور افعال سے دل کے ایمان کو سچ ثابت کیا ہے۔ اسی لیے یہ لوگ سچے ہیں۔ ﴿2﴾ یہ لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں کیونکہ ان کے اعمال ان کے ایمان کی تصدیق کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:220/1) ﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:6094) ﴿4﴾ ﴿ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ ''اور یہی متقی لوگ ہیں'' یہی لوگ متقی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے حال، عمل اور سلوک سے تقویٰ کو سچ ثابت کیا ہے۔ اس لیے وہ حرام کاموں سے بچے، اطاعت کے کام کیے اور یہی نیکی ہے۔ (الاساس فی التفسیر:388/1) ﴿5﴾ اور یہی لوگ متقی ہیں کیونکہ انہوں نے محظورات کو ترک کر دیا اور ماموارت پر عمل کیا۔ (تفسیر سعدی:220/1) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6543) ﴿7﴾ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''بھلائی یہ ہے کہ اطاعت کا مادہ دل میں پیدا ہو جائے، فرائض پابندی کے ساتھ ادا ہوں اور انسان تمام بھلائیوں کا عامل ہو۔ حق تو یہ ہے کہ جس نے اس آیت پر عمل کر لیا، اس نے کامل اسلام پا لیا اور دل کھول کر بھلائی سمیٹ لی۔'' (ابن کثیر:246/1)

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (178) ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے وہی آزاد قاتل، اور غلام کے بدلے وہی غلام قاتل اور عورت کے بدلے وہی قاتلہ عورت (قتل) ہوگی، پھر جس کو اپنے بھائی سے کچھ بھی معافی مل جائے تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا اور خوبی کے ساتھ اس (دیت) کو ادا کرنا ہے یہ ایک طرح کی آسانی اور مہربانی تمہارے رب کی طرف سے ہے، پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (178)

سوال 1: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول کی تصدیق کی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ﴾ ''تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کا تذکرہ کیا ہے کہ اس نے مقتولوں کے بارے میں قصاص

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یعنی قتل میں برابری کوفرض قرار دیا ہے۔ ﴿3﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کے بدلے میں اس طریقے سے قتل کیا جائے گا جیسے اس نے مقتول کو قتل کیا۔ ﴿4﴾ اس میں دلیل ہے کہ اہل ایمان پر فرض ہے کہ جب مقتول کا ولی قصاص کا مطالبہ کرے تو اس کی مدد کی جائے اور مقتول کے ورثاء کو بدلہ لینے سے نہ روکیں۔ جس نے قصداً قتل کیا تو اس میں قصاص ہے اور جو شخص قصاص نافذ کرنے کے بارے میں آڑے آجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی لعنت ہے اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔ (سنن ابی داؤد: کتاب الدیات) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا گیا انہوں نے بیان کیا کہ بنی اسرائیل میں قصاص یعنی بدلہ تھا لیکن دیت نہیں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت سے کہا کہ ''تم پر مقتولوں کے باب میں قصاص فرض کیا گیا۔'' (صحیح بخاری :4498) ﴿5﴾ اس آیت میں بنیادی تعزیری قانون دیا گیا ہے۔ ﴿6﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ کا حکم قصاص کا ہے۔ (بخاری:4499)

سوال2: ﴿اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾ ''آزاد کے بدلے وہی آزاد قاتل، اور غلام کے بدلے وہی غلام قاتل اور عورت کے بدلے وہی قاتلہ عورت (قتل) ہوگی'' قتل کے معاملے میں یہ آیت اسلام کا کیا اصول واضح کرتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ قتل کے معاملے میں اسلام کا اصول برابری کا ہے جو کہ فرض ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ ﴿2﴾ **﴿اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ﴾** ''آزاد کے بدلے وہی آزاد قاتل'' الفاظ کے اعتبار سے اس میں مرد کے بدلے مرد کا مفہوم شامل ہے۔ ﴿3﴾ اس عموم سے والدین (اوپر تک) مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا بیٹے کے قتل کے قصاص میں والدین کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ استثناء سنت میں وارد ہوا ہے۔ نیز قصاص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد دلالت کرتا ہے کہ بیٹے کے قتل کی پاداش میں باپ کو قتل کرنا انصاف نہیں۔ نیز اس لیے کہ باپ کا دل اپنے بیٹے کے لیے رحمت اور شفقت سے لبریز ہوتا ہے جو اسے بیٹے کو قتل کرنے سے روکتا ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ باپ کے دماغ میں کوئی خلل ہو یا بیٹے کی طرف سے اسے نہایت سخت اذیت پہنچی ہو۔ سنت نبوی ہی کی رو سے اس عموم سے کافر بھی خارج ہے۔ نیز اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ یہ خطاب خاص طور پر اہل ایمان کے لیے ہے۔ نیز یہ قرین انصاف بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کے بدلے اللہ تعالیٰ کے دوست کو قتل کیا جائے اور غلام کے بدلے غلام کو قتل کیا جائے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور خواہ ان کی قیمت مختلف ہو یا برابر۔ مفہوم کلام یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ غلام آزاد کے مساوی نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:221/1) ﴿4﴾ امام احمد رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک کے بدلے صرف ایک ہی قتل کیا جائے زیادہ قتل نہ کئے جائیں۔ (ابن کثیر:249/1) ﴿5﴾ **﴿وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ﴾** ''اور غلام کے بدلے وہی غلام قاتل'' غلام کے بدلے غلام قتل کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت۔ خواہ ان کی قیمت مختلف ہو یا برابر۔ ہاں آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی:221/1) ﴿6﴾ **﴿وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾** ''اور عورت کے بدلے وہی قاتلہ عورت (قتل) ہوگی'' مرد کے بدلے عورت اور عورت کے بدلے مرد قتل کیا جائے گا اگر مرد عورت کا قاتل ہوگا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: قصاص کا معاملہ اسلام میں کس نوعیت کا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام میں قصاص کا معاملہ قابل راضی نامہ ہے۔ ﴿2﴾ مقتول کے وارث اگر چاہیں تو قاتل سے قصاص لینے پر راضی رہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ کا حکم قصاص کا ہے۔ (صحیح بخاری:4499) ﴿3﴾ چاہیں تو دیت (مالی معاوضہ) لے سکتے ہیں۔ چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں۔

سوال4: قصاص کے قانون کا فائدہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آئندہ کے لیے قتل کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے کیونکہ اپنی جان کا خوف انسان کو دوسروں کی جان لینے سے روکتا ہے اور اس طرح سب کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ قاتل کے قتل سے پورے معاشرے کو زندگی کی ضمانت ملتی ہے۔ ﴿3﴾ مقتول کے ورثاء کا انتقامی جذبہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اس طرح معاشرے میں تخریبی کاروائیوں کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔

سوال5: ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ ''پھر جس کو اپنے بھائی سے کچھ بھی معافی مل جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ یعنی اگر مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر کے دیت قبول کر لے تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور دیت واجب ہو جائے گی۔ ﴿2﴾ اس میں نرمی اختیار کرنے اور قصاص معاف کر کے دیت قبول کرنے کی ترغیب ہے۔ اس سے بھی زیادہ احسن بات یہ ہے کہ کچھ لیے بغیر ہی قاتل کو معاف کر دیا جائے۔ (تفسیر سعدی:222/1)

سوال6: یہاں اخوت سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اخوت سے مراد اخوت ایمانی ہے پس قتل کے ارتکاب سے قاتل دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ (زادالمسیر :163/1) (تفسیر سعدی:222/1)

سوال7: ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ ''تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا ہے اور خوبی کے ساتھ اس (دیت) کو ادا کرنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا ہے'' یعنی ایسے طریقے سے کہ اس پر شاق نہ گزرے۔ ﴿2﴾ جب مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر دے تب اس پر واجب ہے کہ وہ قاتل سے معروف طریقے سے خون کا مطالبہ کرے اور اتنا زیادہ مطالبہ نہ کرے جس کو ادا کرنے کی قاتل میں طاقت نہ ہو بلکہ نہایت احسن طریقے سے قاتل سے دیت کا تقاضا کرے اور اسے تنگی میں مبتلا نہ کرے۔ (تفسیر سعدی:222/1) ﴿3﴾ ﴿وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ سے مراد یہ ہے کہ قاتل کا بھی فرض ہے کہ اچھے طریقے سے ادا کرے جب وعدہ کرے تو بلا تامل دیت ادا کرے۔

سوال8: دیت کی گنجائش کا اصل مقصد کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اسلامی معاشرے میں ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھنے کی فضا باقی رہے۔ ﴿2﴾ ایک دوسرے کو حریف سمجھنے کی فضا کسی حال میں پیدا نہ ہو۔ ﴿3﴾ اس کے ذریعے سے مقتول کے وارثوں کو اپنے جانے والے فرد کا مالی بدل مل جائے۔

سوال 9: قتل کے مقدموں کا فیصلہ کن صورتوں سے ہوسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قصاص۔ ﴿2﴾ دیت۔ ﴿3﴾ معافی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کا کوئی مقتول یا مجروح ہو تو اسے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے: قصاص یعنی بدلہ لے لے، معاف کرے یا دیت لے اگر کچھ اور کرنا چاہے تو اسے روک دو۔ ان میں سے ایک کرنے کے بعد جو بھی زیادتی کرے وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جائے گا۔ (مسند احمد) تاہم آپ ﷺ قصاص کی بجائے عفو کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ خود بھی معاف کرتے اور دیت لے لینے کی سفارش کرتے اور صحابہ کو بھی اس بات کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی قتل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے قاتل کو مقتول کے وارث کے حوالہ کر دیا۔ قاتل کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم میرا قتل کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے مقتول کے ولی سے کہا: اگر یہ سچا ہے اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ میں جاؤ گے۔ یہ سن کر مقتول کے ولی نے قاتل کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی ابواب الدیات)

سوال 10: ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ ''یہ ایک طرح کی آسانی اور مہربانی تمہارے رب کی طرف سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بنی اسرائیل پر قصاص فرض تھا، درگزر کرنے اور دیت لینے کی اجازت نہ تھی۔ اس امت پر یہ مہربانی ہوئی کہ دیت لینا جائز قرار دیا گیا۔ (ابن کثیر: 249/1)

سوال 11: ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی'' سرکشی سے مراد ہے کہ دیت قبول کرنے یا معاف کرنے کے بعد زیادتی کرے یعنی قاتل کو قتل کر دے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا گیا انہوں نے بیان کیا کہ سو جو کوئی اس کے بعد بھی زیادتی کرے گا اس کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ (زیادتی سے مراد یہ ہے کہ) دیت بھی لے لی اور پھر اس کے بعد قتل بھی کر دیا۔ (صحیح بخاری: 4498)

سوال 12: ﴿فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جو دیت قبول کرنے یا معاف کرنے کے بعد قتل کر دے اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (179)﴾

''اور تمہارے لیے اے عقل والو! بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے تاکہ تم بچ جاؤ۔'' (179)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''اور تمہارے لیے اے عقل والو! بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور تمہارے لیے اے عقل والو! بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ قانون قصاص سے تمہاری جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اس قانون کی وجہ سے قاتل یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر میں نے قتل کیا تو میں بھی مارا جاؤں گا، اس طرح وہ ناجائز قتل سے باز آ جاتا ہے اور لوگوں کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ پہلی کتابوں میں یہ قانون ان الفاظ میں بیان کیا گیا کہ قاتل کا قتل کیا جانا قتل کو بڑی خوبی سے روک دیتا ہے۔

سوال2: قصاص میں کس کی زندگی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قصاص میں معاشرے کی زندگی ہے۔ مقتول کے قتل ہونے کے بعد اگر قاتل کھلا پھرے گا تو معاشرے میں امن کی فضا قائم نہیں رہے گی۔ لوگوں کے اندر دہشت اور خوف پیدا ہوگا اور مقتول کے ورثاء کے اندر انتقامی جذبات پروان چڑھتے رہیں گے۔ قصاص لینے سے قاتل انجام کو پہنچتا ہے، انتقامی جذبات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، معاشرے میں امن کی فضا قائم ہو جاتی ہے اور یوں معاشرے کو زندگی ملتی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اس میں یہ صراحت ہے کہ نفاذ قانون ہر صورت میں ہوگا اور عدل کامل میں حیات اجتماعی کی بقا اور فلاح کی ضمانت ہے۔ اگر عدل نہیں تو معاشرہ ایک نہ ایک دن تباہ ہو جائے گا۔ (تفسیر جصاص:199/1)

سوال3: معاشرے میں قتل وغارت گری کیسے رک سکتی ہے؟

جواب: کسی بھی معاشرے میں قتل وغارت گری سزا کے خوف سے رک سکتی ہے لیکن سزا قصاص ہو تو کسی کو قتل کرنے کی جرأت نہیں رہتی۔ قانون قصاص کے نفاذ سے معاشرہ قتل وخوں ریزی سے محفوظ رہ سکتا ہے اور امن وامان قائم ہو سکتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اولوا الالباب سے خطاب کیوں کیا ہے؟

جواب: حکم کی حقیقت کو صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں جو عقل کامل کے مالک ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر عقل والوں کو مخاطب کیا ہے۔

سوال5: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ تم بچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ تم بچ جاؤ'' یعنی محظورات کو ترک کر سکو اور مامورات پر عمل کر سکو۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (180)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''تم پرفرض کیا گیاجب تم میں سے کسی ایک کوموت آئے اگراس نے کچھ مال چھوڑا تو والدین اور رشتے داروں کے لیے اچھے طریقے سے وصیت کرنا ہے، یہ متقی لوگوں پرلازم ہے۔''(180)

سوال1: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ ''تم پرفرض کیا گیاجب تم میں سے کسی ایک کوموت آئے اگراس نے کچھ مال چھوڑا تو والدین اور رشتے داروں کے لیے اچھے طریقے سے وصیت کرنا ہے''اس آیت میں کیاحکم دیا گیاہے؟

جواب:﴿1﴾﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ ﴾''تم پرفرض کیا گیا''ایمان والوں پر واضح کیا گیا کہ تم پرفرض کردیا گیا۔﴿2﴾﴿ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ﴾جب کسی کی موت کا وقت قریب آجائے یعنی مہلک امراض یا ہلاکت کے اسباب قریب آجائیں۔﴿3﴾﴿ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ﴾ ''اگراس نے کچھ مال چھوڑا''اگر اس نے کچھ مال چھوڑا تو وصیت کرجائے۔﴿4﴾خیر سے مرادنقدمال یاسامان یاجائیداد ہے۔ ﴿5﴾﴿ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ ''والدین اور رشتے داروں کے لیے اچھے طریقے سے وصیت کرنا ہے''اس آیت میں والدین اور رشتے داروں کومعروف طریقے سے وصیت کرنے کاحکم دیا گیاہے۔﴿ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ سے مراد ہے جس سے لوگ واقف ہوں خواہ قلیل ہوں یا کثیر یعنی ایک تہائی سے زیادہ نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ابی وقاص کوصرف ایک تہائی مال میں وصیت کرنے کی اجازت دی تھی۔(ایسرالتفاسیر:88)

سوال2: کیاوالدین اور رشتے داروں کے حق میں وصیت کی جاسکتی ہے؟

جواب:﴿1﴾وصیت کا یہ حکم آیت میراث سے پہلے نازل ہوا۔﴿2﴾آیت وصیت کے بعد جب میراث والی آیت نازل ہوئی تواس کے بعد کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں کی جاسکتی۔نبی ﷺ نے فرمایا:''یادرکھو!اللہ تعالیٰ نے ہرحق دارکواس کاحق دے دیاہے لہٰذا اب وارث کے لیے وصیت نہیں۔(سنن)﴿3﴾اب یہ حکم منسوخ ہے۔امام بخاری نے باب باندھاہے:کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔ (کتاب الوصایا،باب:6)﴿4﴾نبی ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے ہرحق والے کواس کاحق دے دیاہے یعنی وارثوں کے حصّے مقررکردیئے ہیں۔پھراب کسی وارث کے لئے وصیت کرنا جائزنہیں۔''(ترمذی،ابن ماجہ،کتاب الوصایا)﴿5﴾وصیت ایسے رشتے داروں کے لئے کی جاسکتی ہے جووارث نہ ہوں۔﴿6﴾وصیت راہ خیرمیں خرچ کرنے کے لئے کی جاسکتی ہے۔﴿7﴾وصیت کی زیادہ سے زیادہ حدایک تہائی ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت نہیں کی جاسکتی۔(صحیح بخاری)﴿8﴾رشتہ دارجن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال میں کوئی حصہ مقررنہیں کیاہے ان کے لیے اسی آیت کومدّنظررکھتے ہوئے وصیت کرنامستحب ہے اوراس کام کے لیے مال کا تیسراحصہ استعمال ہوگا جس کی وصیت کرنی جائز ہے۔رسول اللہ ﷺ نے وصیت کرنے کی بڑی تاکیدفرمائی ہے۔رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کی ترغیب کی آیات اوراحادیث بہت ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوصرف ایک تہائی مال میں وصیت کرنے کی اجازت دی تھی۔(تیسیرالرحمٰن:98/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: قانون وصیت کے اہم نکات واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کسی وارث کو اس کے قانونی حصے کے علاوہ کوئی چیز بذریعہ وصیت نہیں دی جاسکتی۔ ﴿2﴾ وارثوں کے حصوں میں وصیت کے ذریعے سے کوئی کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔ ﴿3﴾ وصیت کل جائیداد کے صرف ایک تہائی حصے کی حد تک کی جاسکتی ہے۔

سوال4: ﴿حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ ''یہ متقی لوگوں پر لازم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں پر واجب ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ (الاساس فی التفسیر:403/1) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو وصیت پر موت آئی (یعنی وصیت کر کے موت آئی) اس نے صحیح راستہ پر اور سنت پر وفات پائی اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور بخشا ہوا ہونے کی حالت میں مرا۔ (سنن ابن ماجہ:194) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کسی مسلمان کے پاس کوئی چیز ہو جس کی وصیت کرنا ہو تو اس کے لیے یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ دو راتیں گزر جائیں اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری:2537)

﴿فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (181)﴾

''پھر جو اسے بدل ڈالے اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو تو یقیناً ان ہی لوگوں پر اس کا گناہ ہے جو اسے بدلیں، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (181)

سوال1: ﴿فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ﴾ ''پھر جو اسے بدل ڈالے اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو تو یقیناً ان ہی لوگوں پر اس کا گناہ ہے جو اسے بدلیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنْ بَدَّلَهُ﴾ ''پھر جو اسے بدل ڈالے'' جو کوئی اس وصیت کو بدلتا ہے جو کسی کے حق میں کی گئی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿بَعْدَمَا سَمِعَهُ﴾ ''اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو'' اس وصیت کو سمجھ لینے کے بعد اور اس کے طریقوں اور اس کے نفاذ کو اچھی طرح جان لینے کے بعد جو کوئی اس کو تبدیل کرتا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ﴾ ''یقیناً ان ہی لوگوں پر اس کا گناہ ہے جو اسے بدلیں'' ورنہ وصیت کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے اجر کا مستحق ہو گیا۔ (تفسیر سعدی:225/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ہونے کا شعور کس مقصد کے تحت دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے وصیت سننے کے بعد اسے بدلنے سے روکنے کے لئے اپنی صفات سمیع اور علیم کا شعور دلایا ہے کہ جو وصیت کرنے والے نے وصیت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے سنتا ہے۔ وہ علیم ہے بدلنے والے کی نیت کی تبدیلی کا بھی علم رکھتا ہے۔ لہٰذا سمیع و علیم سے ڈر کر وصیت بدلنے سے باز رہو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ﴿عَلِيمٌ﴾ ہے جو تمام آوازوں کو سنتا ہے۔ وہ وصیت کرنے والے کی بات اور وصیت کو بھی سنتا ہے۔ پس وہ اس ہستی کا خوف کھاتے ہوئے جو اسے دیکھ اور سن رہی ہے اپنی وصیت میں ظلم اور زیادتی کا ارتکاب نہ کرے۔ وہ وصیت کرنے والے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نیت کو جانتا ہے اور اس شخص کے عمل کو بھی جس کو یہ وصیت کی گئی ہے۔

﴿ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (182) ﴾

''پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری یا گناہ سے ڈرے، پس وہ ان کے درمیان اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(182)

سوال1: ﴿ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا ﴾ ''پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری یا گناہ سے ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا ﴾ ''پھر جو کوئی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری سے ڈرے'' جنف خطاء یا غلطی یا کسی قسم کی طرف داری کو کہتے ہیں اس میں ہر قسم کی طرف داری شامل ہے مثلاً کسی رشتے دار کی طرف زیادہ مائل ہونا اور دوسروں کی حق تلفی کرنا۔ ﴿2﴾ ﴿ اَوْ اِثْمًا ﴾ ''گناہ'' (الف) جان بوجھ کر گناہ کرنا۔ (ب) یہاں گناہ کی وصیت کرنا مراد ہے۔

سوال2: وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی کی طرف داری یا گناہ کیا ہے؟

جواب: وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی کی طرف داری یا گناہ یہ ہے کہ بیٹے یا بیٹی کو زیادہ دینے کی نیت سے نواسے یا نواسی، پوتے یا پوتی کو وصیت کر دی۔

سوال3: وصیت میں نادانستہ یا قصداً حق تلفی کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وصیت میں نادانستہ یا قصداً حق تلفی کرنا ظلم ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے اس بیٹے کو کچھ دیا ہے (مقصود آپ ﷺ کو گواہ بنانا تھا) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، کیا تم نے اپنی سب اولاد کو اسی قدر دیا ہے جتنا اس کو دیا ہے؟ کہا یا رسول اللہ ﷺ نہیں سب کو تو نہیں دیا۔ فرمایا: اگر یہ بات ہے تو پھر جو تم نے اس کو دیا ہے وہ لوٹا لو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔ (تفسیر مظہری:235/1) ﴿2﴾ وصیت میں ظلم کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی ستر سال تک نیک اعمال کرتا رہتا ہے لیکن وصیت میں ظلم کا مرتکب ہوتا ہے اور اسی پر خاتمہ کی بناء پر جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے اور بعض لوگ ستر سال تک برے اعمال کرتے ہیں لیکن وصیت میں عدل و انصاف کی وجہ سے وہ جنتی بن جاتے ہیں''۔ (ابن کثیر)

سوال4: کیا کسی کی طرف داری یا گناہ پر مبنی وصیت پر عمل کیا جائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ ایسی وصیت پر عمل نہیں کیا جائے گا اس کی تصحیح کروا دی جائے گی تاکہ حق داروں کی حق تلفی نہ ہو اور مرنے والا اللہ تعالیٰ کے عذاب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے بچ جائے۔﴿2﴾وصیت کا بدلنا بڑا گناہ ہے اوراس میں کتمان یعنی وصیت کو چھپانا بھی داخل ہے۔لیکن اگراس میں کسی کی حق تلفی ہو یا خلاف شریعت کسی امر کی وصیت کی جائے مثلاً شراب پلانے کی، ناچ کرانے کی، کسی قبر پر چراغاں کرنے یا میلہ اورعرس وغیرہ کرانے کی تو ایسی وصیت کا تبدیل کرنا واجب اورضروری ہے۔(اشرف الحواشی:34)

سوال5:﴿فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾''پس وہ ان کے درمیان اصلاح کردے تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾سے مراد یہ ہے کہ اگر چہ وصیت کا بدلنا بڑا گناہ ہے لیکن اگراس میں کسی کی حق تلفی ہو یا خلاف شریعت کسی امر کی وصیت کی جائے تو جو ورثا کے درمیان اصلاح کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔گناہ اس پر ہے جو خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے وصیت بدل دے۔

سوال6:﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے وصیت کرنے والے کو، جو جان بوجھ کر خطا نہیں کرتا، اپنی رحمت اور مغفرت کا وعدہ دیا ہے کہ وہ﴿غَفُوْرٌ﴾بے حد بخشنے والا ہے اور﴿رَّحِيْمٌ﴾نہایت رحم والا ہے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ﴿غَفُوْرٌ اور رَّحِيْمٌ﴾ کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے وصیت کرنے والے کی طرف داری یا بھول یا جان بوجھ کر گناہ کی وصیت کا خوف کھانے والے کو اصلاح کرنے کے لیے اپنی رحمت اور مغفرت کا شعور دلایا ہے کہ وہ وسیع رحمت والا ہے، اصلاح کرو گے تو اس کی رحمت ڈھانپ لے گی اور وہ بے حد بخشنے والا ہے، اصلاح کی کوششوں کے باوجود اگر کوئی کمی، خطا اور خرابی رہ گئی تو وہ نہایت رحم والا ہے۔

رکوع نمبر 7

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (183)﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا فرض کردیا گیا جیسے ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچ جاؤ۔''(183)

سوال1:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا فرض کردیا گیا جیسے ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر روزے فرض کیے۔﴿2﴾﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔﴿3﴾﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾''تم پر روزے فرض کئے گئے'' امت سے خطاب ہے کہ تم پر روزے فرض کیے گئے لہٰذا ہر رمضان میں روزے رکھو۔﴿4﴾﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾جس طرح پہلی امتوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر روزے فرض کیے گئے تھے۔ پہلے لوگوں سے مراد ساری امتیں ہیں۔(ابن عباس) پہلے لوگوں سے مراد یہودی اور عیسائی بھی ہیں۔﴿5﴾ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔روزے کی وجہ سے گندے مواد اور گرے ہوئے اخلاق سے انسانوں کے اجسام اور روحیں پاک ہو جاتی ہیں۔ ﴿6﴾ رمضان کے روزے ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہیں۔اللہ کریم نے اس کی فرضیت میں سہولت پیدا کی ہے۔(البقرۃ:184)﴿7﴾ رمضان کے روزے رکھنا اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہے۔(بخاری:8)﴿8﴾ مریض اور مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی لیکن یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ بعد میں اس کی قضا کریں۔(بخاری:1943)﴿9﴾ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں بچوں کے نقصان کے اندیشے سے روزے نہ رکھیں تو قضا کے ساتھ ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائیں۔چونکہ یہ روزہ بیماری کے خوف سے نہیں چھوڑا جاتا کہ قضا کافی ہو اس لئے اس کی تلافی مسکین کو کھانا کھلانے سے کی گئی ہے۔(ترمذی:715)

سوال2: روزہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے، فسق وفجور کے ارتکاب اور دن میں جماع کرنے سے رک جانا روزہ ہے۔﴿2﴾ روزہ ایک راز ہے جو رب اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔اپنے خالق کی محبت میں محبوب چیزوں کو چھوڑ دینا ایسا عمل ہے جس سے کوئی واقف نہیں ہوسکتا۔یہی روزے کی حقیقت ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کا ہے سوائے روزے کے کہ یہ میرا ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہے۔''(بخاری:5927)

سوال3: روزے کی فضیلت بیان کریں؟

جواب:﴿1﴾ روزہ دار کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔(بخاری:1901،مسلم:760)﴿2﴾ روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔(بخاری:1904،مسلم:1151)﴿3﴾ روزے کے برابر کوئی چیز نہیں۔(صحیح الترغیب:986)﴿4﴾ روزہ دار کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ (بخاری:1397،مسلم:14)﴿5﴾ روزہ دار شہداء کے ساتھ ہوں گے۔(صحیح الترغیب:1003)﴿6﴾ روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھادیا جاتا ہے۔(مسلم:1151،ابن ماجہ:1638)﴿7﴾ جنت کا دروازہ ''ریان'' روزہ داروں کے لئے ہے۔(بخاری:1896،مسلم:1152)﴿8﴾ ایک دن کا روزہ دوزخ کی آگ سے ستر سال دور کردے گا۔(مسلم:1153،بخاری:2840)﴿9﴾ روزہ قیامت کے دن سفارش کرے گا۔(صحیح الترغیب:984،مسند احمد:2/184)﴿10﴾ روزہ گناہوں سے بچنے کے لئے ڈھال ہے۔(ترمذی:2616،صحیح الترغیب:983)﴿11﴾ روزہ دار کی منہ کی بو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔(بخاری:1903)﴿12﴾ روزہ دار کو افطاری کے وقت جہنم سے آزادی دی جاتی ہے۔(صحیح ابن ماجہ:1332،ابن ماجہ:1643)

سوال4: امت مسلمہ پر روزے کیسے فرض کیے گئے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: امت مسلمہ پر روزے اس طرح فرض کیے گئے: ﴿1﴾ جب محمد ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ ہر مہینے میں محرم کی دسویں تاریخ یعنی عاشورہ اور ایام بیض کے روزے رکھتے تھے۔ ﴿2﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے تندرست اور غیر مسافر پر ہر رمضان کے روزے فرض کر دیے۔ مگر روزے رکھنے اور فدیہ دینے کا اختیار دے دیا جو چاہتا روزے رکھ لیتا اور جو چاہتا فدیہ دے دیتا۔ ﴿3﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے تندرست اور غیر مسافر پر رمضان کے روزے فرض کر دیے۔ بیمار اور مسافر کو روزے نہ رکھنے کا اختیار دے کر دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرنے کا حکم دے دیا اور فدیہ اس بوڑھے کے لیے بحال رہا جو روزے نہ رکھ سکتا ہو۔ (ابن کثیر: 112/1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن قریش زمانہ جاہلیت میں روزے رکھتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہاں بھی آپ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو رمضان کے روزے فرض ہو گئے اور عاشوراء کے روزہ (کی فرضیت) باقی نہیں رہی۔ اب جس کا جی چاہے اس دن بھی روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ (صحیح بخاری: 4504)

سوال 5: پہلی امتوں پر روزے کس طرح فرض کیے گئے تھے؟

جواب: پہلی امتوں پر روزے اس طرح فرض کئے گئے تھے: ﴿1﴾ سیدنا نوح علیہ السلام کی امت کے لیے ہر مہینے میں تین روزوں کا حکم تھا۔ ﴿2﴾ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں پر بھی ایک پورے ماہ کے روزے فرض تھے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کر لیں اور سو جائیں تو کھانا پینا اور عورتوں سے مباشرت حرام ہو جاتی ہے۔

سوال 6: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ''تاکہ تم بچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: روزوں کی فرضیت کا بنیادی مقصد تقویٰ ہے اسی لیے روزوں کی فرضیت کے حکم کے بعد فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ﴿1﴾ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا اس کے کرنے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس کو ترک کر دینے کا نام تقویٰ ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: 120/3) ﴿2﴾ تقویٰ واجبات میں اہم ترین واجب کی حیثیت سے شرعاً معروف ہے۔ تقویٰ مخلوق کائنات میں سے ہر شخص پر واجب ہے۔'' (شرح العمدۃ: 621/3)

سوال 7: روزہ تقویٰ کی تربیت کیسے کرتا ہے؟

جواب: طاہر بن عاشور رحمہ اللہ کا قول ہے: ''تقویٰ کے قدیم اصولوں میں سے اہم ترین اصول روزہ ہے۔'' (التحریر والتنویر: 516) ﴿1﴾ انسان جب روزہ رکھتا ہے تو اپنی خواہشات نفس کو کنٹرول کرتا ہے یہی کنٹرول روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی کنٹرول اور دباؤ کی وجہ سے تقویٰ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ روزے کی حالت میں شدید بھوک پیاس کے باوجود، ساری نعمتوں اور تنہائی کے باوجود انسان روزہ نہیں توڑتا کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی محسوس کرتا ہے اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر نگران بنانے کی مشق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگرانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے شعور سے تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے یہی نگرانی انسان کو اطاعت کے کاموں کے لیے مجبور کرتی ہے اور نافرمانی کے کاموں سے روکتی ہے یوں تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ روزہ دار اپنے نفس کو یہ تربیت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہے، چنانچہ وہ اپنی خواہشات نفس کو پورا کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود انہیں ترک کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر مطلع ہے، روزہ شیطان کی راہوں کو تنگ کر دیتا ہے، شیطان ابن آدم کے اندر یوں گردش کرتا ہے جیسے اس کی رگوں میں خون گردش کرتا ہے، روزے کے ذریعے سے شیطان کا اثر ونفوذ کمزور پڑ جاتا ہے اور گناہ کم ہو جاتے ہیں، غالب حالات میں روزہ دار کی نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور نیکیاں تقویٰ کے خصائل میں شمار ہوتی ہیں۔ جب خوش حال روزہ دار بھوک کی تکلیف کا مزہ چکھ لیتا ہے تو یہ چیز محتاجوں اور ناداروں کی غم گساری اور دست گیری کی موجب بنتی ہے اور یہ بھی تقویٰ کی ایک خصلت ہے۔ (تفسیر سعدی:227/1) ﴿4﴾ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: تقویٰ کا حکم تمام امتوں کے لیے عام ہے۔ (تفسیر قرطبی:389/5) ﴿5﴾ رمضان کے مہینے میں وقتی طور پر حلال چیزوں کو چھڑا کر یہ تربیت دی جاتی ہے کہ انسان ساری عمر کے لیے حرام چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اس طرح انسان کو شعور دلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حلال کو چھوڑ سکتے ہو تو حرام کو بھی چھوڑ سکتے ہو، یوں تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے۔

﴿ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (184) ﴾

''گنتی کے چند دن ہیں۔ پھر جو کوئی تم لوگوں میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے شمار کر کے مدت پوری کرنا ہے۔ اور جو لوگ اس (روزہ رکھنے) کی طاقت رکھتے ہوں تو ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے۔ پھر جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔'' (184)

سوال1: روزوں کے بارے میں یہ کیوں کہا گیا ﴿ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾ ''گنتی کے چند دن ہیں''، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فرض روزوں کے دن کم ہوتے ہیں اور وہ طویل زمانے کا ایک چھوٹا حصہ ہوتے ہیں، اس لیے انہیں ﴿ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾ کہا گیا ہے۔ ﴿2﴾ روزے سے زیادہ افطار کا زمانہ طویل ہوتا ہے۔ کھانے پینے کا دور اس سے رکے رہنے کے مقابلے میں طویل ہوتا ہے، اس لیے اسے ﴿ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾ کہا گیا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سارے زمانے کے روزے نہیں رکھوائے۔ یہ اس کی رحمت اور اس کا لطف و کرم ہے۔ ہمیشہ روزے رکھنے کے مقابلے میں رمضان کے روزے چند دن کے ہیں۔

سوال2: ﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴾ ''پھر جو کوئی تم لوگوں میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو ہو تو دوسرے دنوں سے شمار کر کے مدت پوری کرنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مریض اپنے مرض کی وجہ سے اور مسافر اپنے سفر کی وجہ سے مشقت برداشت کرتا ہے اس لیے ان دونوں کو روزے کی رخصت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دی گئی ہے۔﴿2﴾﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ ''تو دوسرے دنوں سے شمار کر کے مدت پوری کرنا ہے'' روزے کے فوائد کثیر ہیں اور مومن کے لیے ان کا حاصل کرنا مطلوب ہے اس لیے جب مریض کا مرض جاتا رہا اور مسافر کا سفر ختم ہو جائے تو چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا دینی ہے۔﴿3﴾﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ میں اس بات کی دلیل ہے کہ رمضان کے دنوں کی گنتی کی قضا دی جائے خواہ رمضان پورا ہو یا ناقص۔﴿4﴾ اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ گرمیوں کے طویل دنوں کی قضا سردیوں کے چھوٹے دنوں میں دی جا سکتی ہے اور اس کے برعکس چھوٹے دنوں کی قضا بڑے دنوں میں دی جا سکتی ہے۔(تفسیر سعدی:227/1)

سوال3: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ ''اور جو لوگ اس (روزہ رکھنے) کی طاقت رکھتے ہوں تو ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حکم روزوں کے فرض ہونے کی ابتدا میں تھا انہیں روزے رکھنے کی عادت نہ تھی اور روزے ان پر فرض تھے۔اللہ تعالیٰ نے آسان طریقے سے انہیں فریضے کی ادائیگی پر لگا دیا اور روزے کی طاقت رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا کہ چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔مگر روزہ رکھنا افضل ہے۔(تفسیر سعدی:228/1)

سوال4: ﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ﴾ ''پھر جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''جو شخص خوشی سے کوئی نیکی کرے'' یعنی ایک سے زیادہ آدمیوں کو کھلائے یا یہ کہ روزہ بھی رکھے اور مسکین کو کھانا بھی کھلائے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

سوال5: ﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''تم روزے رکھو تمہارے لیے بہتر ہے'' اس بات سے اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے کی رغبت دلائی ہے۔ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا: مجھے کوئی حکم دیجیے جسے میں آپ سے لے لوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ روزے رکھو کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں۔﴿2﴾ مجاہد، طاؤس اور مقاتل بن حیان نے کہا: روزہ کھانے سے بہتر ہے۔(ابن ابی حاتم:309/1)﴿3﴾ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ روزے رکھنا فدیے سے بہتر ہے۔﴿4﴾﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو'' (الف) یعنی اہل علم میں سے ہو۔(ب) اگر تم اس عمل کی فضیلت اور اپنے اس کام کے ثواب کو جانتے ہو تو جان لو کہ روزہ رکھنا بہتر ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کر دیئے اور طاقت نہ رکھنے والوں کو روزہ چھوڑنے اور دوسرے دنوں میں قضا دینے کی رخصت دے دی۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا ھَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(185) ﴾

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے، (جس میں) ہدایت میں سے اور حق و باطل میں فرق کرنے والے واضح دلائل ہیں۔ پھر تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے تو چاہئے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے شمار کر کے تعداد پوری کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تم لوگوں کے ساتھ دشواری کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اور تا کہ تم شمار کی ہوئی مدت پوری کر سکو اور تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔''(185)

سوال 1: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ ﴾ ''رمضان کا مہینہ'' رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں تم پر روزے فرض کیے گئے۔ ﴿2﴾ ﴿ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ عظیم مہینہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔ ﴿3﴾ قرآن مجید کی فضیلت کی بنا پر قرآن کا یہ حق ہے کہ اس میں روزے فرض کیے جائیں اور وہ مومنوں کے لیے خیر و برکت اور نیکیوں کا مہینہ ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو روزوں کے لیے مقرر کر دیا۔ ﴿5﴾ رمضان المبارک میں قرآن مجید نازل ہوا اس لئے رمضان اور قرآن کا گہرا تعلق ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن روزہ اور قرآن مجید دونوں شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے اور خواہش نفس سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (صحیح الترغیب: 984، احمد: 184/2) ﴿6﴾ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں عام دنوں سے زیادہ تلاوت کلام پاک کرتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور تمام اوقات سے زیادہ آپ ﷺ رمضان میں سخی ہو جاتے تھے (خصوصاً) جب آپ ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام (آ کر) ملتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے تھے اور آپ ﷺ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ تو یقیناً (اس وقت) رسول اللہ ﷺ (خلق اللہ کی نفع رسانی میں) تند و تیز ہوا سے بھی زیادہ (سخاوت میں) تیز ہوتے تھے۔ (بخاری: 3220) ﴿7﴾ رمضان المبارک میں کرنے والے کاموں میں راتوں کے قیام میں اور بغیر قیام کے تلاوت کرنا، قرآن مجید کو ترجمے کے ساتھ سمجھ کر پڑھنا عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ تلاوت میں توجہ اور تدبر پسندیدہ ہے۔ نبی ﷺ توجہ اور تدبر سے قرآن مجید پڑھتے تھے اور اس سے اثر قبول کرتے تھے۔ ﴿8﴾ ﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور راہ نمائی کا ذریعہ ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں۔ (الدر المنثور: 344/1) ﴿9﴾ قرآن مجید اپنے احکامات کے ذریعے حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ (تفسیر منیر: 495/1) ﴿10﴾ ﴿ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى ﴾ ''اور ہدایت میں سے واضح دلائل ہیں'' اس سے مراد ہے کہ اس میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بینات یعنی دلائل ہیں۔(فتح القدیر:233/1) قرآن مجید میں حلال وحرام کے دلائل ہیں اورحدود ہیں۔ ﴿11﴾ ﴿وَالْفُرْقَانِ﴾ الفرقان سے مراد ہے کہ قرآن مجید حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔(تفسیر ماوردی:240/1)

سوال2: رمضان المبارک کی فضیلت بیان کریں؟

جواب: رمضان برکت والامہینہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو دوسرے تمام مہینوں کے مقابلے میں خاص مقام عطا کیا ہے۔ یہ مہینہ رحمت والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ خصوصیات اور فضیلتیں عطا کی ہیں جن کی وجہ سے یہ دوسرے مہینوں سے ممتاز ہے۔ ﴿1﴾ رمضان میں قرآن نازل کیا گیا۔ ﴿2﴾ آسمانی کتابیں اور صحیفے اس مہینے میں نازل کئے گئے۔ ﴿3﴾ رمضان کی ایک رات ہزار راتوں سے افضل ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔(القدر:3) ﴿4﴾ رمضان میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ ﴿5﴾ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان آتا ہے تو آسمان (یعنی جنت) کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں اور شیاطین مضبوط ترین زنجیروں سے جکڑ دیے جاتے ہیں۔''(بخاری:3277) ﴿6﴾ رمضان میں اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کو سنوارتا اور مزین کرتا ہے۔ ﴿7﴾ رمضان کے روزے واجب ہیں۔ ﴿8﴾ فرشتے روزہ داروں کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ ﴿9﴾ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی بخشش کردی جاتی ہے۔ ﴿10﴾ رمضان سے رمضان تک کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچوں نمازیں اور جمعہ، جمعہ تک بیچ کے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ رمضان، رمضان تک کفارہ ہے ان گناہوں کا جو اس کے بیچ میں ہوں، جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے۔(مسلم:550) ﴿11﴾ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہوجاتا ہے۔ ﴿12﴾ رمضان کی ہر رات جہنم سے آزادی دی جاتی ہے۔

سوال3: رمضان المبارک میں کرنے والے نیکی اور احسان کے کام کون کون سے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ روزہ رکھنا۔ ﴿2﴾ صدقہ وخیرات کرنا۔ ﴿3﴾ رات کا قیام کرنا۔ ﴿4﴾ تلاوت قرآن مجید کرنا۔ ﴿5﴾ روزے افطار کروانا ۔ ﴿6﴾ اعتکاف کرنا رمضان المبارک کی خصوصی عبادت ہے۔اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے عبادت کی غرض سے مسجد میں رہنا اعتکاف کہلاتا ہے۔ ﴿7﴾ رمضان کے آخری عشرے میں خوب محنت کرنا۔ ﴿8﴾ لیلۃ القدر کرتلاش کرنا۔ ﴿9﴾ عمرہ کرنا۔ ﴿10﴾ کثرت سے دعائیں کرنا۔

سوال4: قرآن مجید کیسے نازل ہوا؟

جواب: قرآن مجید لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے بیت العزت میں ایک ہی بار اترا۔پھر رحمت عالم ﷺ پر 23 سالوں تک حسب ضرورت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقتاً فوقتاً اترتا رہا۔

سوال5: قرآن مجید کی کیا صفات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید دنیا کی سب سے بڑی بھلائی ہے۔(النحل:30) رب العزت کا فرمان ہے:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔(یونس:58) اس کی بھلائی سے جن، انسان، اور کائنات کی ساری مخلوقات برکت حاصل کرتی ہیں اور قیامت تک حاصل کریں گی۔﴿2﴾ قرآن مجید انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کا انمول خزانہ ہے۔(البقرۃ:2)﴿3﴾ قرآن مجید فضل وکمال اور سربلندی کے حصول میں مدد دیتا ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔'' (مسلم:1897)﴿4﴾ قرآن مجید دنیا وآخرت کی کامیابی کی طرف دعوت دیتا ہے۔﴿5﴾ قرآن مجید کی رحمت، شفقت اور مہربانی مومنوں اور کافروں، جانوروں اور انسانوں، جنوں اور ساری مخلوقات کے لئے جاری وساری ہے۔(لقمان:1,3)﴿6﴾ قرآن مجید دل میں اتر جانے والی نصیحت ہے۔نیکی کی ترغیب دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔(یونس:57)﴿7﴾ قرآن مجید نور ہے جس کی روشنی سے کفر اور شرک کے اندھیرے دور ہوجاتے ہیں اور جہالت کا میل اتر جاتا ہے۔ (النساء:147)﴿8﴾ قرآن مجید شفا ہے۔انسان فکر اور روح کی جن بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے جو کفر اور شرک، ذہنی دباؤ اور اضطراب کی وجہ سے طاری ہوتی ہیں یا باطنی بیماریاں جیسے حسد، تکبر، حرص وغیرہ کا علاج ہے۔(بنی اسرائیل:82)﴿9﴾ قرآن مجید حق اور صداقت کا نگران ہے، حق کی تصدیق اور تائید کرتا ہے۔(بنی اسرائیل:105، المائدۃ:48)﴿10﴾ قرآن مجید ایسا ذکر ہے جس سے روح تروتازہ ہوتی ہے، دل پاک ہوتے ہیں اور رب کی قربت نصیب ہوتی ہے۔(ص:1، الزخرف:44)﴿11﴾ قرآن مجید میں سعادت اور کامیابی کے سارے امور کی تفصیل اور وضاحت ہے۔(النحل:87)﴿12﴾ قرآن مجید سچی اور پاکیزہ زندگی کی روح ہے۔جب تک کسی کے اندر کلام اللہ کی سچی روح نہیں اترتی اس کی زندگی بے معنی ہے۔(الشوریٰ:52) پاکیزہ زندگی کی رونق اسی سے ہے۔

سوال6: قرآن مجید کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔(مسلم:1874)﴿2﴾ قرآن مجید کا ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی قرآن میں ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہے جو معزز اور بزرگی والے ہیں اور جو قرآن مجید اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اسے پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔(مسلم:798، بخاری:4937، ترمذی:2904)(مسلم:1862)﴿3﴾ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کے لیے فرشتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رات کے وقت وہ سورہ بقرہ کی تلاوت کررہے تھے اوران کا گھوڑا ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا۔اتنے میں ایک گھوڑا بدکنے لگا تو انہوں نے تلاوت بند کردی تو گھوڑا بھی رک گیا۔پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔اس مرتبہ بھی جب انہوں نے تلاوت بند کی تو گھوڑا بھی خاموش ہوگیا۔تیسری بار جب تلاوت شروع کی تو پھر گھوڑا بدکا ۔ان کے بیٹے یحیٰی چونکہ گھوڑے کے قریب ہی تھے اس لیے اس ڈر سے کہ کہیں انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے انہوں نے تلاوت بند کردی اور بچے کو وہاں سے ہٹادیا پھر اوپر نظر اٹھائی تو کچھ نہ دکھائی دیا۔صبح کے وقت یہ واقعہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر!تم پڑھتے رہتے تلاوت بند نہ کرتے (تو بہتر تھا)انہوں نے عرض کیا:یارسول اللہ! مجھے ڈر لگا کہ کہیں گھوڑا میرے بچے یحیٰی کو کچل نہ ڈالے،وہ اس سے بہت قریب تھا۔میں نے سر اوپر اٹھایا اور پھر یحیٰی کی طرف گیا۔پھر میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو ایک چھتری سی نظر آئی جس میں روشن چراغ تھے۔پھر جب میں دوبارہ باہر آیا تو میں نے اسے نہیں دیکھا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تمہیں معلوم بھی ہے وہ کیا چیز تھی؟اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے تمہاری آواز سننے کے لئے قریب ہورہے تھے اگر تم رات بھر پڑھتے رہتے تو صبح تک اور لوگ بھی انہیں دیکھتے،وہ لوگوں سے چھپتے نہیں۔(بخاری:5018)﴿4﴾ صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہوسکتا ہے ،ایک تو اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن خیرات کرتا رہا۔(بخاری:5025)﴿5﴾ قرآن مجید کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے الٓمٓ سے مراد ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف،لام ایک حرف اور میم ایک حرف۔''

سوال 7:امت پر قرآن مجید کے سلسلے میں کس چیز کا اہتمام کرنا ضروری ہے؟

جواب:امت پر قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنا،اس کا حق ادا کرنا اور اس کی پیروی کرنا لازم ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿1﴾﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔(الانعام:155)﴿2﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پکڑے رکھو اور اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کی خوب رغبت دلائی۔(مسلم:6228) کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے سے مراد ہے:﴿i﴾ دن اور رات کے حصوں میں اس کی تلاوت کرنا۔﴿ii﴾ قرآن مجید کو اپنی زبان میں سمجھنے اور اس کے مفہوم کو اسی طرح سے سمجھنے کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا۔﴿iii﴾ قرآن مجید کی آیات میں غور وفکر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنا۔ ﴿iv﴾ قرآن مجید کوحفظ کرنا۔ ﴿v﴾ قرآن مجید کی حلال کردہ چیزوں کوحلال،حرام کردہ چیزوں کوحرام سمجھنااوراس کے احکامات پرعمل کرنا۔ ﴿vi﴾ قرآن مجید کی وعیدوالی آیات سے خوف کھانا۔ ﴿vii﴾ قرآن مجید کے واقعات سے نصیحت حاصل کرنا۔ ﴿viii﴾ قرآن مجید کی مثالوں سے عبرت پکڑنا۔ ﴿ix﴾ قرآن مجید کی محکم آیات پرعمل کرنااورمتشابہ پرسرجھکادینا۔ ﴿x﴾ قرآن مجید کی مقررکردہ حدود کے اندر رہنا۔ ﴿xi﴾ دین میں غلوکرنے والوں کا ساتھ نہ دینا بلکہ دین کا دفاع کرنا۔ ﴿xii﴾ قرآن مجید کی دعوت دینا۔ ﴿xiii﴾ قرآن مجید کی تعلیم دینااوراس کی تعلیم کے لیے اہتمام کرنا۔

سوال8: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ ''پھرتم میں سے جوکوئی اس مہینے کو پائے تو چاہئے کہ وہ اس کے روزے رکھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ﴾ پھرتم میں سے جوکوئی اس مہینے کو پائے۔ ﴿2﴾ ﴿فَلْيَصُمْهُ﴾ ''تو چاہئے کہ اس کے روزے رکھے'' روزہ رکھناواجب ہے۔اس آیت میں فرض کردیا گیا کہ جوکوئی رمضان کو پائے کہ وہ صحت مندہواورمسافرنہ ہوتو رمضان کے روزے رکھے۔جب رمضان کا چاندنظرآئے ،کوئی اپنے گھرپرہو،صحت مندہوتواس پرروزے رکھناواجب ہے۔اسلام کے ابتدائی دورمیں لوگوں کوروزے چھوڑنے کی اجازت تھی۔اس آیت سے وہ اجازت منسوخ ہوگئی۔

سوال9: ﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ ''اورجوکوئی مریض ہویاسفرمیں ہوتو دوسرے دنوں سے شمارکرکے تعدادپوری کرناہے'' مریض اورمسافرکے لیے روزے کا کیاحکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مریض اورمسافرکوروزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مریض اورمسافرکوہدایت دی ہے کہ وہ روزوں کی تعدادکودوسرے دنوں میں پوری کرلیں جب مریض صحت مندہوجائے اورمسافرواپس آجائے۔

سوال10: شریعت ایمان والوں پرکوئی غیرفطری پابندی عائدنہیں کرتی،وضاحت کریں؟

جواب: شریعت ایمان والوں پرکوئی غیرفطری پابندی عائدنہیں کرتی مثلاً ﴿1﴾ روزہ میں دن کے اوقات میں ازدواجی تعلق ممنوع ہےلیکن رات کے اوقات میں اجازت ہے۔ ﴿2﴾ سحروافطارکاوقت جاننے کے لیے کسی مخصوص وقت کا پابندبنانے کی بجائے عام افق کے مشاہدے کوبنیادقراردیا گیاہے۔ ﴿3﴾ بیماری اورسفرمیں قضاکرنے کاراستہ کھول دیا گیاہے۔

سوال11: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کاارادہ رکھتاہےاورتم لوگوں کے ساتھ دشواری کاارادہ نہیں رکھتااورتاکہ تم شمارکی ہوئی مدت پوری کرسکواورتاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرواس پرکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہےاورتاکہ تم شکرادا کرو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ رمضان میں عذرشرعی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکنے والوں کے لیے قضا کا راستہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آسانی ہے اسی لیے فرمایا کہ وہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے دشواری کا رادہ نہیں رکھتا۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ نے سفر میں کبھی روزہ رکھا ہے اور کبھی نہیں رکھا۔ ﴿3﴾ ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ﴾ ''اور تا کہ تم شمار کی ہوئی مدت پوری کرسکو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آسانی ہے کہ روزوں کی تعداد رمضان کے دوسرے دنوں میں پوری کی جاسکتی ہے۔ ﴿4﴾ ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ﴾ ''اور تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو'' (الف) یعنی عبادات کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ (ب) اس حکم میں رمضان کے اختتام پر شوال کا چاند دیکھ کر خطبہ عید تک کہی جانے والی تکبیریں شامل ہیں۔ (ج) اس بات پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں کہ اس نے تمہیں اپنی شریعت اور سنت اور دین کے احکامات کی طرف ہدایت دی۔ ﴿5﴾ ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ '' تا کہ تم شکر ادا کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر اور فرائض کی طرف راہ نمائی پر اور تا کہ تم اس کی نعمتوں پر اور احسانات پر شکر ادا کرو۔

سوال 12: قرآن حکیم جیسی نعمت کی شکر گزاری کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

جواب: قرآن حکیم جیسی نعمت کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ جانیں، اسے سمجھیں، اس پر خود چلیں اور دنیا کو چلائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمالے۔

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (186)﴾

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔'' (186)

سوال 1: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں'' دعا کی بات یہاں پر کس حوالے سے آئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایک اعرابی نے پوچھا تھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہے تو ہم اس سے سرگوشیاں کرلیں۔ اگر دور ہو تو ہم اونچی آوازوں سے پکاریں؟ نبی ﷺ خاموش رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر) (ابن ابی حاتم) ﴿2﴾ ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾ ''اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں'' اللہ تعالیٰ ہم سے قریب ہے کیونکہ وہ ہمارے دلوں کے راز جانتا ہے، وہ ہماری نگہبانی کرتا ہے، وہ نگاہوں کی خیانت کو جانتا ہے۔

سوال 2: روزے اور دعا کا کیا تعلق ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ رمضان کے مہینے میں کثرت سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ جیسے روزہ اہم عبادت ہے اور ایک تربیتی عمل ہے ایسے ہی دعا بھی تربیت کا اہم ذریعہ ہے۔ مسند طیالسی میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما افطار کے وقت اپنے تمام بال بچوں کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے اس لیے کہ روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:260/1) نبی ﷺ نے فرمایا: اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ''دعا عبادت کا مغز ہے''۔ (جامع ترمذی:3371) اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ''دعا ہی عبادت ہے۔ (جامع ترمذی:3372) ﴿3﴾ دعا اللہ تعالیٰ کی توحید سے عبارت ہوتی ہے اور توحید اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ ﴿4﴾ دعا گناہوں سے توبہ کا ذریعہ ہے۔ گناہ گار توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اور توبہ ہدایت کا ذریعہ ہے۔ دعا ہدایت کا ذریعہ ہے اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔ (مومن:60) ﴿5﴾ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بندہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ بلند کر کے دعا مانگتا ہے تو وہ ارحم الراحمین اس کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرماتا ہے۔ (مسند احمد) ﴿6﴾ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دعا ہی تو عبادت ہے۔ تمہارا رب فرماتا ہے: مجھے پکارو، میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔ (ابی داؤد:1479) ﴿7﴾ جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا کرتا ہے: دعا کے مطابق اس کی خواہش پوری کر دی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرۂ اجر بنا دیتا ہے یا دعا کے برابر اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے'' صحابہ نے عرض کیا: پھر تو ہم کثرت سے دعائیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی بہت زیادہ اور بے پایاں ہے۔ (مسند احمد:18/3)

سوال3: ﴿اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ ''میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے براہ راست دعا مانگیں اس لیے کہ: اللہ تعالیٰ قریب ہے، پکار کو سنتا ہے اور پکار کا جواب بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے، انعامات سے، اور دعاؤں کو قبول کرنے کے اعتبار سے بندوں کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دعائیں سننے سے کوئی چیز نہیں روکتی۔ اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے دعائیں مانگنے کی طرف رغبت دلائی ہے۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خالی ہاتھ پھیرنے سے شرماتا ہے۔ (ابن ماجہ) ﴿5﴾ جو کوئی دل کی حاضری کے ساتھ اپنے رب سے مشروع دعا کرتا ہے اور وہ طریقے اختیار کرتا ہے جس سے دعائیں قبول ہوتی ہیں مثلاً ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور دعا کی قبولیت میں کوئی مانع نہ ہو مثلاً حرام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کھانا تو اللہ تعالیٰ نے ایسی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ﴿6﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی الادب المفرد میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا کرتا ہے: دعا کے مطابق اس کی خواہش پوری کر دی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس دعا کو آخرت کے لیے ذخیرۂ اجر بنا دیتا ہے یا دعا کے برابر اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔

سوال 4: دعا مانگنے کے آداب کیا ہیں؟

جواب: دعا مانگتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ مانگا جائے۔ ﴿2﴾ دعا کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہئے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہئے، یہ قبولیت کا اصل اور قریب ترین سبب ہے۔ ﴿4﴾ دعا مانگتے ہوئے قبولیت کا مکمل یقین رکھنا چاہئے۔ ﴿5﴾ دعا پوری رغبت، توجہ اور یک سوئی کے ساتھ کرنی چاہئے۔ ﴿6﴾ دعا میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ ﴿7﴾ دعا مانگتے ہوئے آواز پست رکھنی چاہئے۔ ﴿8﴾ دعا میں تصنع اور قافیہ بندی نہیں کرنی چاہئے۔ ﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرنی چاہئے۔ ﴿10﴾ دل کو حاضر رکھنا چاہئے۔ ﴿11﴾ دعا کو تین تین بار دہرانا چاہئے۔ ﴿12﴾ قبلہ رو ہو کر بیٹھنا چاہیے۔ ﴿13﴾ دعا میں ہاتھ بلند کرنے چاہئیں۔ ﴿14﴾ دعا مانگنے والے کا رزق حلال ہونا چاہئے۔ ﴿15﴾ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے حوالے سے دعا کرنی چاہئے۔ ﴿16﴾ قطع رحمی یا گناہ کی دعا نہیں مانگنی چاہئے۔ ﴿17﴾ دعا دلجمعی اور دو ٹوک الفاظ میں کرنی چاہئے۔ ﴿18﴾ دعا مانگنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اعتراف اور اظہار ندامت کرنا چاہئے۔ ﴿19﴾ اپنے نیک کاموں کو وسیلہ بنا کر مانگنا چاہئے۔

سوال 5: ﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ ”پھر ان کو چاہئے کہ میری بات کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پا جائیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي﴾ ”پھر ان کو چاہیے کہ میری بات کو قبول کریں“ لہٰذا لوگوں کو مجھ سے دعا کرنی چاہئے یعنی اپنی ضروریات اور حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے مجھ سے مطالبہ کرنا چاہیے۔ ﴿2﴾ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ انہیں جو حکم دیا گیا اسے پورا کرنا چاہیے اور جس سے روکا گیا اس سے رکنا چاہیے۔ ﴿3﴾ ﴿وَلْيُؤْمِنُوا بِي﴾ ”اور مجھ پر ایمان لائیں“ اور لازم ہے کہ وہ مجھ پر یقین رکھیں یعنی میرے وجود پر، اسماء حسنیٰ پر، صفات عالیہ پر، میرے قریب ہونے اور دعاؤں کے قبول کرنے پر۔ ﴿4﴾ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ ”تا کہ وہ ہدایت پا جائیں“ رشد سے مراد استقامت ہے۔ (فتح القدیر:235/1) ﴿5﴾ تا کہ وہ ہدایت پائیں یعنی حق پر قائم ہو جائیں۔ (تفسیر بیضاوی:467/1) ﴿6﴾ تا کہ وہ گمراہی سے ہدایت پا جائیں۔ (تفسیر سمرقندی:124) ﴿7﴾ رب العزت کا فرمان ہے: لوگوں کو مجھ سے دعائیں مانگنی چاہئیں اور مجھ پر یقین رکھنا چاہئے تا کہ ہدایت پائیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہدایت کے لیے جیسے رب پر یقین ضروری ہے ایسے ہی دعا مانگنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ضروری ہے۔﴿8﴾یعنی ان کو وہ رشد عطا ہوگی جو ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کا نام ہے اور ان سے وہ گمراہی زائل ہو جائے گی جو ایمان اور اعمال صالحہ کے منافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا حصول علم کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنا دے گا اور تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا، اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔(الانفال:29)

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ(187)﴾

''تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ یقیناً تم اپنی جانوں سے خیانت کر رہے تھے۔ پھر اس نے تم پر توجہ فرمائی اور تم سے درگزر کیا۔ پھر اب تم ان عورتوں سے مباشرت کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزوں کو پورا کرو اور جب تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو تو ان عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں تو ان کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے) بچیں۔''(187)

سوال1: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ﴾ ''تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا''﴿1﴾روزوں کے فرض کیے جانے کے بعد مسلمانوں پر رات کے وقت سو جانے کے بعد کھانا، پینا اور جماع وغیرہ حرام تھا۔ بعض اصحاب کے لیے یہ چیز مشقت کا باعث ہوئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف فرما دی اور رمضان کی راتوں میں ان کے لیے کھانا، پینا اور جماع مباح قرار دے دیا۔(تفسیر سعدی:230/1)
﴿2﴾روزہ ایسی عبادت ہے جس میں انسان دن میں کھانے پینے اور مباشرت سے پرہیز کرتا ہے۔ رات کے وقت جہاں کھانے پینے کی اجازت دی گئی وہاں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ رمضان کی راتوں میں بیویوں سے صحبت کرنا حلال ہے۔

سوال2: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ ''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو'' مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا۔ دونوں کیسے لباس ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو'' لباس زینت، وقار، حفاظت اور عزت کے لیے ہوتا ہے۔ اس رشتے میں بھی ایک دوسرے کے رازوں کی حفاظت ہونی چاہئے۔ بیوی کو شوہر کے مال، اس کی عزت اور گھر کے تمام کاموں میں شوہر کے حقوق کی حفاظت امانت سمجھ کر کرنی چاہئے۔ شوہر بیوی کو مال، جان اور عزت کا تحفظ فراہم کرے۔ اس حفاظت میں ہی ایک دوسرے کی عزت ہے اور اسی کی وجہ سے شوہر اور بیوی کی معاشرے میں عزت ہے۔ ﴿2﴾ شوہر اور بیوی کے درمیان باہمی اعتماد اور محبت کی فضا اس رشتے کو باوقار بناتی ہے۔ ﴿3﴾ شوہر اور بیوی کے درمیان معاملات میں نرمی اور شگفتگی اس رشتے کو زینت دیتی ہے۔

سوال 3: روزے کے بارے میں کن غلط فہمیوں کی وضاحت کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ عربوں میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ مرد اور عورت کا تعلق روزوں میں ناجائز ہے۔ رات میں اس تعلق کی اجازت دی گئی کہ اسے برا فعل سمجھتے ہوئے نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے دل کی پاکیزگی کے ساتھ کرو۔ ﴿2﴾ دوسری غلط فہمی یہ تھی کہ جنابت کی حالت میں روزہ نہیں رکھ سکتے۔ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق فجر تک اجازت ہے۔ ﴿3﴾ تیسری یہ غلط فہمی تھی کہ عشاء کی نماز کے بعد کھانا پینا حرام ہے تو اس کے لیے روزے کی حد طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک مقرر کر دی گئی۔ ﴿4﴾ چوتھی غلط فہمی یہ تھی کہ وصال کے روزے جائز ہیں تو بغیر کھائے پیئے کئی دن کے روزے (وصال) سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

سوال 4: ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ یقیناً تم اپنی جانوں سے خیانت کر رہے تھے۔ پھر اس نے تم پر توجہ فرمائی اور تم سے درگزر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ امام بخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد لوگ پورا رمضان اپنی بیویوں کے قریب نہیں جاتے تھے، لیکن بعض لوگ خیانت کرتے تھے یعنی جماع کر لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت (علم اللہ انکم کنتم تختانون) نازل فرمائی اور رمضان کی راتوں میں جماع کرنا جائز ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایسی غلطی ہو گئی تھی۔ (صحیح بخاری: 4508) ﴿2﴾ آیت کے اس حصے میں واضح کیا گیا کہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ روزوں میں مرد اور عورت کا تعلق ناجائز ہے جب کہ شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے سے آرام پہنچتا ہے اور آپس میں ملتے جلتے، اٹھتے بیٹھتے جب ایک دوسرے سے بچنا ممکن نہیں رہتا تو اپنے اندر خیانت پاتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تم سے درگزر کیا۔

سوال 5: ﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''پھر اب تم ان عورتوں سے مباشرت کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''پھر اب تم ان عورتوں سے مباشرت کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے لکھ دیا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے تلاش کرو'اس آیت میں دو چیزوں کی اجازت دی گئی۔(الف)بیویوں سے صحبت کی۔(ب)بیویوں سے اولاد حاصل کرنے کی۔اب تمہیں ان سے ملنے اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی نعمت کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔

سوال 6: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ ''اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ ظاہر ہو جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! (آیت میں) الخیط الابیض اور الخیط الاسود سے کیا مراد ہے، کیا ان سے مراد دو دھاگے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری کھوپڑی پھر تو بڑی لمبی چوڑی ہوگی اگر تم نے رات کو دو دھاگے دیکھے ہیں۔پھر فرمایا کہ ان سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔(صحیح بخاری:4510) ﴿2﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ ﴾ اور من الفجر کے الفاظ ابھی نازل نہیں ہوئے تھے تو کئی لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگا باندھ لیتے اور پھر جب تک وہ دونوں دھاگے صاف دکھائی دینے نہ لگ جاتے برابر کھاتے پیتے رہتے پھر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کے الفاظ اتارے تب ان کو معلوم ہوا کہ کالے دھاگے سے رات اور سفید دھاگے سے دن مراد ہے۔(صحیح بخاری:4511) ﴿3﴾ آیت کے اس حصے میں سحری کے آخری وقت کے بارے میں وضاحت کی گئی کہ کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی سیاہی سے ممتاز ہو جائے۔﴿4﴾ یہاں رات کی سیاہی کو سیاہ دھاگے اور دن کی سفیدی کو سفید دھاگے سے تشبیہ دی گئی ہے۔﴿5﴾ اس میں اس امر کے جواز کی بھی دلیل ہے کہ اگر جماع کی وجہ سے حالت جنابت میں انتہائے سحر ہو جائے اور وہ غسل نہ کر سکا ہو تو اس کا روزہ صحیح ہے۔اس لیے کہ طلوع فجر تک جماع کی اباحت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جب فجر ہوگی تو وہ اس وقت جنبی ہوگا اور حق کو لازم کرنے والا امر بھی حق ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:231/1)

سوال 7: ﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ﴾ ''پھر رات تک روزوں کو پورا کرو'' رات تک روزہ پورا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''پھر رات تک روزوں کو پورا کرو'' جہاں رات کی حد شروع ہوتی ہے وہاں روزے کی حد ختم ہو جاتی ہے۔رات کی سرحد غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔

سوال 8: سحری اور افطاری کے بارے میں نبی ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''سحری کھایا کرو اس میں برکت ہے۔'' (صحیح بخاری:1923) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (سحری کھا رہا ہو اور) اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے فوراً نہ چھوڑ دے بلکہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔'' (سنن ابی داؤد:2350) ﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ ﷺ روزے سے تھے۔سورج کے ڈوبتے ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ لاؤ ہمارا شربت۔ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ابھی تو دن چمک رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لاؤ ہمارا شربت۔ آپ ﷺ نے روزہ افطار کیا، پھر فرمایا: جب رات کی سیاہی مشرق سے اٹھنے لگے تو روزے کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد: 2352) ﴿4﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گا جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔'' (صحیح بخاری: 1957) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ مجھے سب سے زیادہ پیارے وہ بندے ہیں جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنے والے ہیں۔ (مسند احمد)

سوال 9: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ ''اور جب تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو تو ان عورتوں سے مباشرت نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اعتکاف رمضان المبارک کی خصوصی عبادت ہے۔ اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لیے برائے عبادت مسجد میں رہنا اعتکاف کہلاتا ہے۔ (منہاج المسلم: 446) ﴿2﴾ اعتکاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان رمضان کے آخری دس دن مسجد میں رہے جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مختص کردے۔ اعتکاف کی حالت میں انسان اپنی انسانی ضروریات کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو شہوانی لذتوں سے روکے رکھے۔ ﴿3﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم اس کے بارے میں ہے جو رمضان یا غیر رمضان میں اعتکاف کرے۔ ایسے شخص کو دن ہو یا رات بیویوں سے صحبت کی اجازت نہیں جب تک کہ اعتکاف پورا نہ ہوجائے۔ ﴿4﴾ اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جاسکتا ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ اور جب تم مسجد میں اعتکاف کرنے والے ہو۔ (البقرۃ: 187) امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں علماء کا اجماع ہے کہ اعتکاف صرف مساجد میں ہوتا ہے۔ (تفسیر الرازی: 197/5) ﴿5﴾ نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے مسجد نبوی میں وہ جگہ دکھلائی جہاں رسول اللہ ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد: 2465، ابن ماجہ: 1773) ﴿6﴾ نبی ﷺ پابندی سے اعتکاف کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ رمضان میں اعتکاف نہ بیٹھ سکے تو شوال میں اعتکاف کیا۔ (بخاری: 2044) ﴿7﴾ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری: 2026، مسلم: 2782) ﴿8﴾ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دن رات مسجد کے ایک گوشے میں گزارتے تھے۔ عام معمولات اور تعلقات ختم کردیتے تھے۔ وفات تک اعتکاف میں بیٹھنا آپ ﷺ کا معمول رہا۔ آپ ﷺ نے اس کی اتنی پابندی کی کہ جب ایک بار رمضان میں نہیں بیٹھ سکے تو شوال کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کے لئے جس کا گھر مسجد ہے خوشی، رحمت اور پل صراط سے گزر کر اپنی رضا یعنی جنت کی ضمانت دی ہے۔'' (معجم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الطبرانی،مسند بزار،منہاج المسلم:446)

سوال10: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں تو ان کے قریب نہ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں اس نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ یعنی نافرمانی کے کنارے کنارے نہ گھومنا۔سلامتی اس میں ہے کہ انسان گناہوں کی سرحد سے دور رہے کہ کہیں بھولے سے اس کے پار نہ چلا جائے۔

سوال11: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ (اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے) بچیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سارے احکامات واضح کرکے بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ متقی بن جائیں۔ہدایت اور اطاعت کو پہچان لیں کیونکہ بعض اوقات انسان حرام فعل کا ارتکاب اس وجہ سے کر بیٹھتے ہیں کہ اس کا علم نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا۔اب ان کے پاس کوئی حجت نہیں رہی۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ تاکہ وہ متقی بن جائیں یعنی تقویٰ ان سے مطلوب ہے اور آیات کی وضاحت نے تقویٰ اختیار کرنے کا سبب پیدا کر دیا۔

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(188)﴾

''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ ان کو حاکموں کی طرف کھینچ لے جاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کوئی حصّہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ اس حال میں کہ تم سب جانتے ہو۔''(188)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جس پر کسی اور کا مال ہے اور اس حق دار کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو یہ شخص اس کا انکار کر جائے اور حاکم کے پاس جا کر بری ہو جائے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ اس پر اس کا حق ہے اور وہ اس کا مال مار رہا ہے اور حرام کھا رہا ہے اور اپنے تئیں گنہگاروں میں کر رہا ہے۔(ابن کثیر:266)

سوال2: ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا﴾ اور تم نہ کھاؤ یعنی نہ لو۔ ﴿2﴾ ﴿اَمْوَالَكُمْ﴾ ''اپنے مال'' اس سے مراد ہے دوسروں کے مال۔ ﴿3﴾ دوسروں کے مال کو اپنا اس لیے کہا کہ مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرنا چاہئے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔دوسرے اگر وہ آج اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھائی کا مال کھا رہا ہے تو جب اس کو قدرت ہوگی تو وہ اس کا مال کھالے گا۔ ﴿4﴾ مال کھانے کے دو طریقے ہیں: حق کے ساتھ کھانا یا باطل کے ساتھ کھانا۔ یہاں رب العزت نے دوسرے کے مال کھانے کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ حق نہیں ہے۔ ﴿5﴾ اور باطل طریقوں سے مال جن ناجائز طریقوں سے کھائے جاتے ہیں ان میں رشوت، چوری، غصب، ڈاکہ، ناحق دغابازی اور حیلہ سازی وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں وہ معاوضہ بھی شامل ہے جو حرام ہے جیسے سودی لین دین اور جوئے سے حاصل شدہ مال وغیرہ۔ ﴿6﴾ یہ حکم ان لوگوں کے معاملے میں دیا گیا ہے جن کے پاس کسی کا کوئی حق ہو اور حق والے کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ ہو۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی شخص عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ کروالے تو یہ ظلم ہے۔ کسی عدالت کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کرواسکتا۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہے۔ ﴿7﴾ اسی طرح خرید وفروخت اور اجارہ میں دھوکہ اور ملاوٹ کے ذریعے حاصل کیا ہوا مال بھی شامل ہے۔ ﴿8﴾ اسی طرح مزدوروں کا کسی کام کی اجرت لینا اور اس کے بدلے میں پورا کام نہ کرنا بھی حرام کھانا ہے۔ ﴿9﴾ اس حرام کھانے میں ان لوگوں کا زکوٰۃ، صدقات، اوقاف اور وصیتوں کا مال کھانا بھی داخل ہے جو اس مال کے مستحق نہیں یا وہ مستحق تھے مگر اپنے حق سے زیادہ مال وصول کیا۔ ﴿10﴾ عبادات اور تقرب الٰہی کے کاموں پر اجرت لینا جو اس وقت تک صحیح نہیں ہوتے جب تک ان میں صرف رضائے الٰہی مقصود نہ ہو، باطل طریقے سے مال کھانے میں داخل ہے۔ (تفسیر سعدی:233/1)

سوال 3: روزے کے حکم کے فوراً بعد یہ حکم کہ ﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ'' کیا اہمیت رکھتا ہے؟

جواب: یہ حکم بتاتا ہے کہ روزے کی حقیقت کیا ہے۔ روزے کا اصل مقصد انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکنے کا حکم ہو وہاں انسان رک جائے، رکنے کا حکم ہو تو جائز چیز سے بھی رک جائے۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کے حکم پر حلال کمائی تک سے رک جائے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بناء پر حرام کمائی سے خود کو کیوں نہ روکے گا۔

سوال 4: ﴿وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ''اور نہ ان کو حاکموں تک کھینچ لے جاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کوئی حصّہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ اس حال میں کہ تم سب جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ﴾ ''اور نہ ان کو حاکموں تک کھینچ لے جاؤ'' اگر مال کے بارے میں جھگڑا عدالت میں چلا جائے۔ ﴿2﴾ ﴿لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ﴾ ''کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ'' اور وہ فریق جو باطل طریقے سے مال کھانا چاہتا ہے کوئی ایسی دلیل پیش کرے جو اصل حق دار پر غالب آجائے اور حاکم اس کے مطابق فیصلہ کردے تو عدالتی فیصلے کے باوجود وہ باطل ہی رہے گا اس لیے کہ کسی حاکم کا فیصلہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کرسکتا۔ ﴿3﴾ ﴿وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ''اس حال میں کہ تم سب جانتے ہو'' اگر وکیل کو پتہ چل جائے کہ موکل دعوے میں جھوٹا ہے تو اس خائن کے لیے وکالت کرنا جائز نہیں۔ رب العزت نے فرمایا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ اور آپ خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والے نہ ہوں۔(النساء:105)﴿4﴾ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں انسان ہوں میرے پاس لوگ جھگڑا لے کر آتے ہیں شاید ایک دوسرے سے زیادہ حجت باز ہو اور میں اس کی چکنی چپڑی تقریر سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ درحقیقت میرا فیصلہ واقعہ کے خلاف ہو) تو سمجھ لو کہ جس کے حق میں اس طرح کے فیصلہ سے کسی مسلمان کے حق کو میں دلواؤں وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے خواہ اٹھالے خواہ نہ اٹھائے۔(ترمذی:1339)

رکوع نمبر 8

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(189)﴾

''وہ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لئے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں اور نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے سے آؤ بلکہ نیکی اس کی ہے جو ڈرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''(189)

سوال 1: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ﴾ ''وہ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور سیدنا ثولبہ بن عنمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ چاند چھوٹا بڑا کیسے ہو جاتا ہے؟ اول باریک دھاگے کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے بڑا ہو جاتا ہے اور گول ہو جاتا ہے پھر گھٹتے گھٹتے باریک ہو جاتا ہے۔ اور شروع میں جیسا تھا ویسا ہی آخر میں ہو جاتا ہے ان کے سوال پر آیت بالا نازل ہوئی۔(الدر المنثور:203/1)

سوال 2: عربوں نے (الْاَهِلَّةِ) نئے چاند کے بارے میں سوال کیوں کیا؟

جواب: اہل عرب چاند کے بارے میں دوسری قوموں کی طرح توہمات میں مبتلا تھے مثلاً ﴿1﴾ بڑھتے چاند کے دن مبارک ہیں۔ ﴿2﴾ گھٹتے چاند کے دن منحوس ہیں۔ ﴿3﴾ بعض تاریخیں سعید ہیں۔(شادی کے لیے، کاروبار کے لیے) ﴿4﴾ بعض تاریخیں منحوس ہیں۔ (شادی کے لیے، کاروبار کے لیے) ﴿5﴾ چاند کے نکلنے اور ڈوبنے، اس کی حرکت اور اس کے گہن کے بارے میں یہ تصور تھا کہ اس کا اثر انسانی قسمتوں پر پڑتا ہے۔ ان ہی چیزوں کی حقیقت نبی ﷺ سے دریافت کی گئی۔

سوال 3: ﴿قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ ''آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ﴾ ''آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے یہ نظام تخلیق کیا ہے۔ مہینے کے آغاز میں چاند باریک ہوتا ہے۔ مہینے کی درمیان تک مکمل ہو جاتا ہے پھر گھٹتا جاتا ہے اسی طرح یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ﴿2﴾ چاند کے گھٹنے بڑھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کے ذریعے عبادات کے اوقات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے اوقات جان لیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے ہلال کے اوقات بتائے ہیں لہٰذا چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی چھوڑ دو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن پورے کرلو۔ (حاکم) ﴿4﴾ چاند کے ذریعے مقررہ مدت پر ادا کئے جانے والے قرض، عدت طلاق، وفات، حمل کی مدت اور اجارات کے اوقات معلوم کئے جاتے ہیں جو سب کی ضرورت ہیں۔ ﴿5﴾ ﴿وَالْحَجِّ﴾ ''اور حج کے لئے'' چونکہ حج خاص مہینوں میں ہوتا ہے اور بہت زیادہ وقت اس میں صرف ہوتا ہے اس لئے خصوصی طور پر اس کا ذکر کیا۔ یعنی چاند کے ذریعے حج کے مہینوں کا علم ہو۔

سوال 4: چاند کے متعلق سوال کے جواب میں خصوصی طور پر یہاں حج کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: چاند کے متعلق سوال کے جواب میں خصوصی طور پر حج کا ذکر یہاں اس لیے کیا گیا کہ عربوں کی مذہبی، معاشی اور معاشرتی زندگی میں حج کی اہمیت سب سے بڑھ کر تھی۔ ہر سال کے چار ماہ حج اور عمرے کے لیے مخصوص تھے۔ ان مہینوں میں لڑائیاں بند رہتی تھیں، راستے محفوظ ہوتے تھے اور کاروبار چمکتے تھے۔

سوال 5: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا﴾ ''اور نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے سے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ﴾ اور نیکی یہ نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کی وضاحت اس لئے فرمائی کہ عربوں کے یہاں ان ہی ظاہری کاموں کو نیکی سمجھا جاتا تھا۔ ﴿2﴾ ﴿بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا﴾ ''کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے سے آؤ'' یعنی حج کا احرام باندھنے کے بعد گھر کے پچھواڑے سے داخل ہونے کو نیکی نہ سمجھو۔ یہ نیکی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مشروع نہیں کیا۔

سوال 6: عربوں کے یہاں احرام کے حوالے سے کس کام کو نیکی سمجھا جاتا تھا؟

جواب: عرب سمجھتے تھے کہ جب انسان احرام باندھ کر گھر سے آجائے تو اپنے اور آسمان کے درمیان کسی چیز کا حائل ہونا آداب احرام کے خلاف ہے۔ اس وجہ سے وہ دوبارہ دروازے سے گھر جانے کی بجائے دیوار کے اوپر سے چڑھ کر صحن میں داخل ہوتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ ''اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔''

سوال 7: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ ''اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔ ﴿2﴾ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب لوگ جاہلیت میں احرام باندھ لیتے تو گھروں میں پیچھے کی طرف سے چھت پر چڑھ کر داخل ہوتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ''اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پیچھے کی طرف سے آؤ البتہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔'' (صحیح بخاری: 4512) ﴿3﴾ اس آیت سے ہمیں شریعت کا قاعدہ پتہ چلتا ہے کہ تمام معاملات میں مناسب یہی ہے کہ انسان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آسان اور قریب ترین راستہ استعمال کرے جسے اس منزل تک پہنچنے کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔(تفسیر سعدی:235/1)

سوال8: ﴿ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ﴾ ''بلکہ نیکی اس کی ہے جو ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کرے۔﴿1﴾ حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کرتا ہے تو اس سے نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔﴿2﴾ انسان کے دل میں داخل ہونے والا خوف نیکی کے لیے دل کے دروازے کھول دیتا ہے۔﴿3﴾ بے معنی رسمیں جن کا انسان کی خوش بختی یا بدبختی سے کوئی تعلق نہیں، نیکی نہیں ہیں۔نیکی کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔

سوال9: نیکی کیا ہے؟

جواب: نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کی پابندی کرے۔

سوال10: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' تقویٰ ہی اصل نیکی ہے۔﴿2﴾ ﴿ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ ''تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' تقویٰ فلاح کی ضمانت ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کو پورا کرو، جس سے روکا ہے اس سے رک جاؤ، اس طرز عمل یعنی تقویٰ کے ساتھ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تبدیلی کرنے سے بچو اور اس کے افعال پر اعتراض کرنے سے ڈرو۔(بخاری: 4512) تا کہ تم ہدایت اور نیکی کو پا لو۔(تفسیر بیضاوی475/1) رب العزت نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری جانب نازل کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا وہ اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے اس کا بڑا اجر دے گا۔(الطلاق:5)

﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (190) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''(190)

سوال1: ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَقَاتِلُوْا ﴾ ''اور لڑو'' مسلمانوں کو مدینہ آنے کے بعد قتال کا حکم دیا گیا جب کہ اس سے پہلے انہیں روکا گیا تھا۔﴿2﴾ ﴿ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں'' یعنی اخلاص کے ساتھ لڑو اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے سوا تمہارا کوئی اور مقصد نہ ہو۔اس میں فتنوں کے دور میں مسلمانوں کو آپس میں لڑنے کی ممانعت بھی ہے۔﴿3﴾ ﴿ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ﴾ ''ان سے جو تم سے لڑتے ہیں'' یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے جو مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں۔ان میں بوڑھے، بچے، عورتیں، بے عقل لوگ اور راہب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شامل نہیں ہیں ۔اس سے مراد ذمہ دار لڑنے کی اہلیت رکھنے والے کافر مرد ہیں ۔﴿4﴾﴿وَلَا تَعْتَدُوْا﴾''اور زیادتی نہ کرو''یعنی عورتوں،بچوں،راہبوں،بوڑھوں اور بے عقل لوگوں جنہوں نے جنگ میں حصہ نہ لیا ہوان کو قتل نہ کرو،مقتولین کا مثلہ نہ کرو یعنی اعضاء نہ کاٹو، جانوروں کو قتل نہ کرو،بغیر مصلحت کے درخت نہ کاٹو اور اگر کافر جزیہ دے چکے ہوں تو ان کے خلاف لڑنا بھی زیادتی ہے۔

سوال2: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: زیادتی کے کاموں سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ وہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

سوال3: جہاد کا مقصد کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾جہاد کا مقصد شر کو دفع کرنا اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا ہے۔اس کے لیے قوت کا استعمال صرف ان ہی طبقوں کے خلاف ہوگا جو عملاً جنگ کریں باقی تمام انسانوں کو اس سے محفوظ رہنا چاہیے۔﴿2﴾اسلام نے جہاد کے لیے رائج الوقت اصطلاحات کو چھوڑ کر فی سبیل اللہ کی اصطلاح وضع کی جو وحشیانہ جنگ کے تصورات سے اس کے تصور کو بالکل جدا کر دیتی ہے۔(الجہاد فی الاسلام:177)اسلام نے جو تصور دیا اس کو اس دور کے انسانوں کی عقلیں سمجھنے سے قاصر تھیں کہ جنگ نہ مال و دولت کے لیے ہوگی،نہ زمین ہتھیانے کے لیے،نہ شہرت اور ناموری کے لیے ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے ہوگی۔سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آدمی لوٹ کے لئے لڑتا ہے اور آدمی نام کے لئے لڑتا ہے اور آدمی اپنا مرتبہ دکھانے کو لڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا کون سا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو،وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔(مسلم:4919،بخاری:2810)سیدنا سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگ دور ہو گئے تو ان سے اہل شام میں سے ایک آدمی نے کہا:اے شیخ! آپ ہمیں ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:قیامت کے دن سب سے پہلے جس کا حساب لیا جائے گا وہ شہید ہوگا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا:تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے۔تحقیق وہ کہا جا چکا۔پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو۔یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(مسلم:4923)﴿3﴾اسلام کی تعلیم جنگ کو ہر قسم کے دنیاوی مقاصد سے پاک کر دیتی ہے۔اسلام میں جنگ کا مقصد عقیدے کی آزادی کی حفاظت اور اس کی دعوت و تبلیغ کے حق کی آزادی کے لیے امن و امان قائم رکھنا ہے۔نیز اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلم علاقوں پر خارجی ظلم و جور کا استیصال ہوتا رہے۔(الرسول القائد:19)

سوال4: دنیا میں کن معروف مقاصد کے لیے جنگیں لڑی جاتی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ خاندانی عزت کے لیے۔ ﴿2﴾ زمین میں اپنی برتری قائم کرنے کے لیے۔ ﴿3﴾ دولت کے حصول کے لیے۔ ﴿4﴾ منڈیوں اور خام اشیاء پر قبضے کے لیے۔ ﴿5﴾ ایک طبقے پر دوسرے طبقے کی حکمرانی کے لیے۔ ﴿6﴾ ایک نسل پر دوسری نسل کی حکومت کے لیے۔

سوال5: اس آیت میں مسلمانوں کو کن لوگوں کے ساتھ جنگ کی تاکید کی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جنہوں نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ یہ وہ لوگ تھے جن لوگوں نے محض دینی نظریات کی وجہ سے مسلمانوں پر تشدد کیا۔ ﴿2﴾ جن لوگوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔

سوال6: جہاد کن لوگوں کے ساتھ کیا جائے؟

جواب: ﴿1﴾ آئمہ کفر سے یعنی وہ افراد جو اپنے قائدانہ مقام کی وجہ سے اسلام کے خلاف اٹھنے والی تحریک کی قیادت کر رہے ہوں۔ ﴿وَاِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡكُفۡرِ ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ﴾ اور اگر اپنے عہد کے بعد وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ بلاشبہ ان لوگوں کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آجائیں۔ (التوبہ:12) ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہیں ٹھہراتے۔ ﴿4﴾ جو سچے دین کو نہیں اپناتے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر کسی اور کے قانون پر چلتے ہیں۔ ﴿6﴾ اسلام کے سوا کسی اور کے اقتدار اعلیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

سوال7: اسلام نے جنگ کے لیے کیا آداب مقرر کیے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر بناتے تو وصیت فرماتے: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کے راستے میں جہاد کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو اور خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو اور مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔'' (مسلم:4522) ﴿2﴾ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو ان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: (الف) ''تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے آپ کو (دنیا سے) الگ کر رکھا ہے، انہیں ان کی حالت میں چھوڑ دو۔ (ب) عورت کو قتل نہ کرنا۔ (ج) بچے اور زیادہ بوڑھے کو بھی قتل نہ کرنا (د)۔ پھل دار درخت نہ کاٹنا۔ (ہ) بستی نہ اجاڑنا۔ (و) اذیت دے کر قتل نہ کرنا۔ (ز) کھیتوں اور باغوں کو خراب نہیں کرنا۔ (سوائے مصلحت جنگی کے)۔ (ح) جانوروں کو ضائع نہیں کرنا۔ (ط) خیانت نہ کرنا۔ (ی) دوران جنگ بزدلی نہ دکھانا''۔ (مؤطا امام مالک) ﴿3﴾ ایک مرتبہ ایک غزوے میں ایک عورت قتل کی ہوئی پائی گئی رسول اللہ ﷺ نے اسے بہت برا مانا اور عورتوں اور بچوں کے قتل کو منع فرما دیا۔ (ابن کثیر:269/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ (191) ﴾

''اورانہیں قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ اورانہیں بھی نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور تم مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی ایسی ہی سزا ہے۔''(191)

سوال1: ﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ ''اورانہیں قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ اورانہیں بھی نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ﴾ ''اورانہیں قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ'' اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم دیا ہے کہ ہر وقت ہر دور میں جہاں وہ پائے جائیں ان کے خلاف مدافعانہ اور جارحانہ جنگ جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب تمہارے اوران کے درمیان جنگ ہے تو انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کرو۔ ﴿2﴾ یہ کفار کے خلاف ہر وقت اور دائمی جہاد ہے یہاں تک کہ وہ کفر چھوڑ کر اسلام قبول کرلیں۔ ﴿3﴾ ﴿ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ ﴾ ''اورانہیں بھی نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مشرکین کو وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے یعنی مکہ سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا حکم عادلانہ ہے۔ ﴿4﴾ ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ ''اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے'' اسلام نے فتنے یعنی شرک کو قتل سے زیادہ برا قرار دیا ہے۔ فتنہ سے مراد کفر اور شرک ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شرک قتل سے بڑھ کر ہے۔ شرک کو کسی کی زندگی ختم کردینے سے زیادہ گھناؤنا فعل قرار دیا گیا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے دین سے روکنے کا فساد، قتل کے فساد سے زیادہ بڑا ہے۔

سوال2: ﴿ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اورتم مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی ایسی ہی سزا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اورتم مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم انہیں قتل کرو، کافروں کی ایسی ہی سزا ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ حرم میں جنگ نہ کرنے کا حکم اس وقت تک ہے جب تک مشرک تم سے جنگ نہ کریں۔ اگر وہ تم سے جنگ کریں تو پھر آپ بھی انہیں مارو کیونکہ کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ یعنی حرم میں مدافعت کے لیے جنگ کا جواز ہے۔ ﴿2﴾ فقہ کا قاعدہ ہے کہ دو برائیوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ضروری ہے تو کم تر برائی کو اختیار کیا جائے گا تاکہ بڑی برائی کا سدباب کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے۔(تفسیر سعدی:237/1)

سوال3: مسجد حرام کے قریب جنگ کرنے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ مسجد حرام کو دارالامان قرار دیا گیا تھا۔اسے عوام الناس کے لیے مرکز قرار دیا گیا تھا۔چونکہ جنگ کی صورت میں مرکز متاثر ہونے کا خدشہ تھا اس لیے اس کے قریب جنگ کرنے سے روکا گیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو آسمان وزمین کی پیدائش کے دن ہی سے حرام قرار دیا ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی حرمت پر قیامت تک قائم ہے۔بس میرے لیے ایک دن تھوڑی ہی دیر کے لیے حلال کیا گیا تھا پھر اس کی حرمت حسب سابق لوٹ آئی لہٰذا نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کی گھاس اکھیڑی جائے۔اگر کوئی میرے جہاد کی وجہ سے اس میں جواز جنگ کا قائل ہو تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی تمہیں نہیں دی۔(بخاری ومسلم)

سوال4: کیا اسلام صرف دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: دفاعی جنگ صرف مسجد حرام کے آس پاس حرم مکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔دوسرے مقامات میں جیسے دفاعی جہاد ضروری ہے اسی طرح ابتدائی جہاد وقتال بھی درست ہے۔(معارف القرآن:471/1)

﴿فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (192)﴾

''پھر اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(192)

سوال1: ﴿فَإِنِ انْتَهَوْا﴾ ''پھر اگر وہ باز آجائیں'' یہاں باز آجانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں باز آجانے سے مراد جنگ بندی ہے مگر اس صورت میں جب:﴿1﴾ وہ مسلمانوں پر تشدد سے باز آجائیں۔﴿2﴾ جنگ سے باز آجائیں۔﴿3﴾ شرک اور کفر سے باز آجائیں۔

سوال2: ﴿فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کفار اور مشرک کس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو سکتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ شرک اور کفر چھوڑ کر۔﴿2﴾ ظلم چھوڑ کر۔

سوال3: کفار کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ سابقہ گناہوں کی معافی۔﴿2﴾ تشدد اور ظلم کے قصاص کی معافی۔﴿3﴾ دیت کی معافی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی صفات غَفُورٌ اور رَّحِيمٌ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے ایمان اور توبہ کو قبول کر کے ان پر رحمت فرماتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:444/1) اللہ تعالیٰ کی صفت غفور سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے شرک اور جرم کو معاف کر کے ان کی مغفرت فرماتا ہے۔(زادالمسیر :182/1)اللہ تعالیٰ نے جنگ بندی کی صورت میں مغفرت اور رحمت کا وعدہ کیا،اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو سلامتی اور رحمت کی طرف بلاتا ہے۔جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا:﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ﴾ اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے۔(یونس:25)

﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَي الظّٰلِمِيْنَ (193) ﴾

''اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہ ہوگی۔''(193)

سوال1: ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ ''اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ اسلامی جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک شرک کا فتنہ مٹ نہ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین تمام دینوں پر غالب نہ آجائے۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں،اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں،اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں،جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے۔سوائے اسلام کے حق کے (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔(صحیح بخاری:25) ﴿2﴾ ﴿ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ ''اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے'' جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد خون بہانا اور مال لوٹنا نہیں ہے فتنے اور فساد کی صورت حال کو ختم کرنا یعنی دین سے روکنے والوں کی رکاوٹیں دور کرنا اور دین کو غالب کرنا ہے۔﴿3﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے پاس سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے فتنے کے زمانے میں (جب ان پر حجاج ظالم نے حملہ کیا اور مکہ کا محاصرہ کیا) دو آدمی (علاء بن عرار اور حبان سلمی) آئے اور کہا کہ لوگ آپس میں لڑ کر تباہ ہو رہے ہیں آپ عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ کیوں خاموش ہیں؟اس فساد کو رفع کیوں نہیں کرتے؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میری خاموشی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کسی بھی مسلمان بھائی کا خون مجھ پر حرام قرار دیا ہے اس پر انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ ''اوران سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے'' سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم (قرآن کے حکم کے مطابق) لڑے ہیں یہاں تک کہ فتنہ یعنی شرک و کفر باقی نہیں رہا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو گیا لیکن تم لوگ چاہتے ہو کہ تم اس لیے لڑو کہ فتنہ اور فساد پیدا ہو اور دین اسلام ضعیف ہو،کافروں کو جیت ہو اور خدا کے برخلاف دوسروں کا حکم سنا جائے۔(بخاری:4513) ﴿4﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کا دین تمام ادیان پر غالب آجائے اور شرک وغیرہ اور ان تمام نظریات کا قلع قمع کر دیا جائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواللہ تعالیٰ کے دین کے منافی ہیں اورفتنہ سے بھی یہی مراد ہے۔جب یہ مقصدحاصل ہوجائے توقتل کرنااورلڑائی کرنا جائزنہیں۔(تفسیر سعدی:273/1)

سوال2: ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھراگروہ بازآجائیں توظالموں کے سواکسی پرکوئی زیادتی نہ ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا﴾ پھراگرمشرک بازآجائیں۔﴿2﴾ ﴿فَلَا عُدْوَانَ﴾ ''توکوئی زیادتی نہ ہوگی'' توانہیں چھیڑنے کی اوران سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔اگرکوئی جنگ کرے تووہ ظالم ہے اورظالموں سے ہی جنگ کی جائے۔﴿3﴾ ﴿اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''سوائے ظالموں پر''یعنی تمہاری جانب سے کسی پرزیادتی نہیں ہونی چاہئے سوائے ظالموں کے کیونکہ وہ اپنے ظلم کی وجہ سے سزا کے مستحق ہیں۔﴿4﴾ یعنی اگر یہ شرک اورمسلمانوں کے ساتھ مقاتلہ سے بازآجائیں تواس کے بعد جوشخص ان سے جنگ کرے گاوہ ظالم ہےاوراسے اس زیادتی کی سزاملے گی۔یہاں ''عدوان'' کالفظ ایسی ہی سزاکے معنی میں استعمال ہواہے۔(ابن کثیر)

﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (194)﴾

''حرمت والامہینہ،حرمت والے مہینے کابدلہ ہےاورتمام حرمتوں کاقصاص ہے،چنانچہ جوتم پرزیادتی کرتاہےتوتم بھی اس پرزیادتی کروجیسی کہ اس نے تم پرزیادتی کی ہے،اوراللہ تعالیٰ سے ڈرواورجان لوکہ یقیناًاللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔''(194)

سوال1: ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ﴾ ''حرمت والامہینہ،حرمت والے مہینے کابدلہ ہے اورتمام حرمتوں کا قصاص ہے'' ماہ حرام کون سے ہیں؟انہیں ماہ حرام کیوں کہا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ﴾ حرمت والامہینہ۔ذوالقعدہ،ذوالحجہ،محرم اوررجب یہ چارمہینے ماہ حرام ہیں۔ان چارمہینوں میں جنگ وجدال اور غارت گری منع تھی تاکہ بیت اللہ آنے والے زائرین امن کے ساتھ آئیں اوراپنے گھروں کوواپس جائیں،اسی وجہ سے انہیں حرمت والے مہینے کہاجاتا تھا۔﴿2﴾ ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ ''حرمت والامہینہ حرمت والے مہینے کابدلہ ہے''اس سے مراد ہے کہ اگرکوئی حرمت والے مہینے کی حرمت کوپامال کرکےتم سے جنگ کرتاہےتوتم بھی بھرپور بدلہ لو۔اگروہ حرمت والے مہینے کاخیال نہ رکھیں توتم بھی نہ رکھو۔سیدنا جابربن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حرمت والے مہینے میں جنگ نہیں کرتے تھےتاوقت یہ کہ آپ ﷺ سے جنگ نہ کی جاتی۔اگرپہلے سے آپ ﷺ جہاد میں مصروف ہوتے توان مہینوں کے آتے ہی جہاد بندکردیتے تھے۔(مسنداحمد)﴿3﴾ ﴿وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ﴾ ''اورتمام حرمتوں کاقصاص ہے''یعنی ہروہ چیز قابل احترام ہے جس کی حرمت کا شریعت نے حکم دیاہے۔جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوئی حرمتوں کو پامال کرے گا اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ جو حرام مہینے میں قتال کرے گا اس سے قتال کیا جائے گا۔ جو بلد امین کی بے حرمتی کرے گا اس پر حد جاری کی جائے گی جو حرم میں کسی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ جو کسی کا مال لے گا اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ ﴿4﴾ عربوں نے جنگ اور لوٹ مار کی خاطر نسی کا قاعدہ بنا رکھا تھا۔ وہ کسی حرام مہینے میں لوٹ مار کرتے اور دوسرے حلال مہینے کو حرام قرار دے لیتے۔ اسی وجہ سے یہ واضح کیا گیا کہ اگر کافر نسی کے حیلے کو کام میں لا کر حرام مہینوں میں جنگی کاروائی کر بیٹھیں تو اس صورت میں مسلمان ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں۔ ﴿5﴾ زیادتی پر بدلے کا حکم عین عدل ہے۔ ظلم زیادتی کے برابر نہیں اس سے بڑھ کر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کو تکلیف پہنچے تو وہ دوسرے کو اتنی تکلیف پہنچا سکتا ہے جتنی اس کو پہنچی ہے زیادہ کی اجازت نہیں۔

سوال 2: ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''چنانچہ جو تم پر زیادتی کرتا ہے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی حرمت والے مہینے کی حرمت کو پامال کر کے تم سے جنگ کرتا ہے تو تم بھی بھرپور بدلہ لو یعنی اگر وہ حرمت والے مہینے کا خیال نہ رکھیں تو تم بھی نہ رکھو۔

سوال 3: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حرام مہینوں میں ان سے قتال کی ابتدا نہ کرو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے قتال کے احکامات کے درمیان بھی تقویٰ کا حکم دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ ﴿3﴾ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے'' یعنی اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھ اس لیے دیتے ہیں کہ متقی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہی آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ہمیشہ کی کامیابی کا راز تقویٰ میں ہے۔

﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (195)﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور نیکی کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (195)

سوال 1: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو'' انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انفاق فی سبیل اللہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے اور قائم کرنے کے لیے مالی قربانیاں دینا۔ ﴿2﴾ سیدنا حذیفہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ''اوراللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہواوراپنے آپ کواپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو''اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔(بخاری:4516)﴿3﴾اس آیت میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے انفاق کا حکم ہے۔(فتح القدیر:245/1)

سوال2: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ''اوراپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو''اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿التَّهْلُكَةِ﴾اور ہلاک کے ایک ہی معنی ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾یہاں ہلاکت سے مراد ہے:انفاق کوچھوڑ دینا،جہاد کوترک کرنا،گناہ پرگناہ کیے جانا۔﴿3﴾جہادکونہ چھوڑواگرچھوڑوگےتوتمہارادشمن قوی ہوجائے گاجس کانتیجہ تباہی ہے۔جہاد کے لئے مال لگانے سے گریز کروگےتوتمہارادشمن مضبوط ہوگااورتم کمزورہوجاؤگے،یہ ہلاکت کاراستہ ہے۔﴿4﴾سعید بن منصورنے کہاوہ فقیری کے ڈر سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔(فتح القدیر:246/1)﴿5﴾اپنے آپ کوہلاکت میں ڈالنے سے مراد''بخل''ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنا۔انسان خرچ کردینے کوہلاکت سمجھتا ہےحالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مال کواللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے۔خرچ کرنے سے انسان کا دل تنگ ہوتا ہے۔یہ دل کی تنگی دنیااورآخرت کی ہلاکت ہے۔انسان کے پاس جوکچھ ہے اگروہ اس کواللہ تعالیٰ کےحوالے نہ کرےتواللہ تعالیٰ کے پاس جوکچھ ہےوہ آخرکیوں اس کوآدمی کےحوالے کردے؟﴿6﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہردن جس میں بندے صبح کرتے ہیں،دوفرشتے اترتے ہیں،ان میں سے ایک کہتا ہے:اے اللہ! خرچ کرنے والےکواس کابدل عطافرمااوردوسراکہتا ہےاے اللہ!روک کررکھنے والے(کے مال)کوضائع فرمادے۔''(بخاری:1442)

سوال3:مال کا صحیح استعمال کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾مال کا صحیح استعمال یہ ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ دینی ضروریات کے لیےخرچ کیا جائے۔مال کوصرف اپنی ضروریات اور خواہشات کے لیےخرچ کرنا انسان کواللہ تعالیٰ کےغضب اورناراضی کامستحق بناتا ہے جب کہ مال کواللہ تعالیٰ کے لیےخرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشی اوررضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔اس طرح سے افرادادر جماعت دونوں پراللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہےاوراللہ تعالیٰ کی مدد ملتی ہے۔ خرچ کرنے والوں کودنیاوآخرت میں فائدہ ہوتا ہے۔

سوال4: ﴿وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اورنیکی کرو،بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاَحْسِنُوْا﴾''اورنیکی کرو''احسان سے مرادا خلاص ہے۔﴿2﴾احسان سے مرادفرائض کی ادائیگی ہے۔(ابواسحٰق)﴿3﴾احسان سے مرادا للہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا ہے۔(عکرمہ،جامع البیان)﴿4﴾یہاں احسان کےمعنی کسی کام کوخوبی کےساتھ کرنے کے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں فیاضی اورخوش دلی کے ساتھ خرچ کرو۔اوروہ مال خرچ کروجوتمہیں عزیزومحبوب ہو۔انفاق کے معاملے میں اس احسان کی تاکید قرآن حکیم نے جگہ جگہ فرمائی ہے۔سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہرچیز کے بارے میں خوبی اختیارکرنے کاحکم فرمایاسوجب تم (کسی کوشریعت کی اجازت سے)قتل کروتوقتل کرنے میں خوبی اختیار کرو(مثلاً ہاتھ پاؤں نہ کاٹ دو،چہرہ نہ بگاڑدو)اورجب تم ذبح کرنے لگوتوخوبی کے ساتھ ذبح کرواپنی چھری کوتیز کرلواوراپنے ذبیحہ کوآرام پہنچاؤ۔ (مسلم:152/2)﴿5﴾اس آیت کے معنی میں ہرقسم کااحسان شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کسی صفت اورشرط وغیرہ سے مقیدنہیں کیا۔پس اس میں مالی احسان بھی شامل ہے۔اپنے جاہ ومنصب کی بنیادپر(کسی حق دارکی)سفارش کرنے کااحسان بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔امر بالمعروف نہی عن المنکر اورعلم نافع کی تعلیم بھی احسان میں داخل ہے۔لوگوں کی ضروریات پوری کرنا،ان کی تکالیف کودور کرنا،ان کی مصیبتوں کاازالہ کرنا،ان کے مریضوں کی عیادت کرنا،ان کے جنازوں کے ساتھ جانا،ان کے بھٹکے ہوؤں کوراستہ بتانا،کسی کے کام میں ہاتھ بٹانااورکسی ایسے شخص کے لیے کام کردیناجسے کام نہ آتاہو۔یہ تمام اموراس احسان کے زمرے میں شمارہوتے ہیں جس کااللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے۔اوراس احسان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت احسن طریقے سے کرنابھی داخل ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:احسان یہ ہے کہ تواس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا کہ تواسے دیکھ رہاہےاوراگر یہ کیفیت پیدانہ ہوکہ تواسے دیکھ رہاہےتب وہ تو تجھے دیکھ رہاہے۔ (بخاری:50)﴿6﴾جوکوئی ان صفات سے متصف ہوجاتاہے وہ ان لوگوں میں شامل ہوجاتاہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھابدلہ ہےاورکچھ مزیدہے۔(یونس:26)اللہ تعالیٰ کی معیت اسے حاصل رہتی ہے،اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتاہے،اس کی راہ نمائی کرتاہےاورہرمعاملے میں اس کی مدد کرتاہے۔ (تفسیرسعدی:240/1)﴿7﴾﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتاہے''اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کواحسان کی ترغیب اس طرح دلائی ہے کہ وہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتاہے۔مومن اللہ تعالیٰ کی محبت میں شدیدہوتے ہیں جوچیز اللہ تعالیٰ کومحبوب ہے اس کواختیارکرتے ہیں۔اس لیے وہ احسان کی روش اختیارکرتے ہیں۔

﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۠ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ(196)﴾

''اورحج اورعمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پوراکرو،پھراگرتمہیں روک دیاجائےتو قربانی کاجوبھی جانورمیسرہو(ذبح کردو)اوراپنے سروں کونہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

منڈواؤجب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے، پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ ہے۔ پھر جب تم امن میں ہو تو جو کوئی عمرے سے حج تک ساتھ فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو (ذبح کرے) پھر جو قربانی نہ پائے وہ تین دن کے روزے حج میں رکھے اور سات دن کے اس وقت جب تم واپس آؤ، یہ پورے دس ہیں۔ یہ اس کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قریب رہائشی نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے۔'' (196)

سوال1: ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ ''اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو'' حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ ''اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو'' حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کریں۔ حج اور عمرہ خواہ نفلی ہو جب شروع کر دیا جائے تو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ حج اور عمرے کو تمام آداب اور شرائط کے مطابق ادا کیا جائے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ نہ کوئی شرط فوت ہو اور نہ کوئی فرض نظر انداز کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ۔ اپنے مناسک حج مجھ سے سیکھو۔ (بیہقی: 125/5) ﴿3﴾ حج اور عمرے کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ادا کیا جائے، کوئی اور مقصد پیش نظر نہ ہو۔ ﴿4﴾ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔ (آل عمران: 97) نبی ﷺ نے فرمایا: وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ ''حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔'' (صحیح مسلم: 3289)

سوال2: ﴿فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ''پھر اگر تمہیں روک دیا جائے تو قربانی کا جو بھی جانور میسر ہو (ذبح کردو)'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر محرم سفر میں روک لیا جائے، مرض کی وجہ سے، راستہ بھول جانے یا دشمن کے روک لینے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے حج اور عمرے کے لئے بیت اللہ نہ پہنچ پاؤ۔ ﴿2﴾ ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ''تو قربانی کا جو بھی جانور میسر ہو (ذبح کردو)'' ہدی کا جانور گائے، اونٹ یا بکری جو بھی میسر ہو وہیں ذبح کر دیں جیسا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قربانیاں کی تھیں۔

سوال3: ﴿وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ﴾ ''اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ جب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ جب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے'' یعنی اگر کوئی حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے پھر حج کا احرام باندھے تو جب تک حج اور عمرے کے احکام سے یا صرف حج کے یا عمرے کے احکام سے فارغ نہ ہو جائے سر منڈوانا جائز نہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے پوچھا کہ لوگوں نے تو اپنے آپ عمرے کھول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ڈالے ،آپ ﷺ عمرے سے حلال کیوں نہیں ہوئے؟ فرمایا: میں نے سر کے بال جما لیے ہیں اور قربانی کے گلے میں نشانی ڈال دی ہے۔ میں جب تک قربانی نہ کروں حلال نہیں ہوسکتا۔ (بخاری ومسلم) (مختصر ابن کثیر:123/1)

سوال 4: ﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ﴾ ''پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ ہے'' فدیے کے طور پر کتنے روزے رکھے جائیں، کتنا صدقہ یا کتنی قربانی دی جائے؟

جواب: ﴿1﴾ قبل از وقت سر منڈوانے پر فدیہ دینا ضروری ہے۔ سیدنا عبداللہ بن معقل نے بیان کیا کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس مسجد میں حاضر ہوا ان کی مراد کوفہ کی مسجد سے تھی اور ان سے روزے کے فدیے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے احرام میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لوگ لے گئے اور جوئیں (سر سے) میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ تم اس حد تک تکلیف میں مبتلا ہو گئے ہو تم کوئی بکری نہیں مہیا کر سکتے؟ میں نے عرض کیا: نہیں فرمایا: پھر تین دن کے روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ ہر مسکین کو آدھا صاع کھانا کھلانا اور اپنا سر منڈوالو۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تو یہ آیت خاص میرے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اس کا حکم تم سب کے لیے عام ہے۔ (صحیح بخاری:4517) ﴿2﴾ (الف) حدیث کی رو سے ایسا فرد چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ (ب) یا ایک بکری ذبح کرے۔ (ج) یا تین روزے رکھے۔ ﴿3﴾ مسکینوں کو کہاں کھانا کھلانے اور بکری ذبح کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے مکہ میں دے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ روزوں کی طرح اس کی جگہ متعین نہیں۔

سوال 5: ﴿ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ﴾ ''پھر جب تم امن میں ہو تو جو کوئی عمرے سے حج تک ساتھ فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو (ذبح کرے)'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ﴾ ''پھر جب تم امن میں ہو'' سے مراد وہ سبب دور ہو جانا ہے جس کی وجہ سے راستے میں رک جانا پڑا تھا۔ ﴿2﴾ جس عمرے میں بیماری یا دشمن رکاوٹ بن جائے جمہور علماء کے نزدیک اس عمرے کی قضا واجب نہیں۔ احناف کے نزدیک قضا واجب ہے۔ ﴿3﴾ نبی ﷺ نے جو عمرۃ القضا کیا تھا اسے اس فیصلے کی وجہ سے عمرۃ القضا کہتے ہیں جو اس وقت قریش اور مسلمانوں کے درمیان ہوا۔ وہ آپ ﷺ نے قضا کے طور پر نہیں کیا تھا۔ (فتح الباری، باب کم اعتمر النبی ﷺ) ﴿4﴾ ﴿ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ ﴾ ''تو جو کوئی عمرے سے حج تک ساتھ فائدہ اٹھائے'' حج کی تین قسمیں ہیں۔ (الف) حج تمتع۔ (ب) حج قران۔ (ج) حج افراد۔ تینوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔ یعنی جو عمرہ کو حج کے ساتھ ملا دے اور پھر عمرے سے فارغ ہو کر احرام کھول دے پھر آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھ لے۔ ﴿5﴾ ﴿ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ﴾ ''تو قربانی میں سے جو میسر ہو (ذبح کرے)'' تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ وہ ایسا جانور قربان کرے جو قربانی کے لئے جائز ہو۔ یہ قربانی حج کی قربانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکرانہ ہے کہ ایک ہی سفر میں دو عبادات سے استفادہ کرنے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صورت میں نصیب ہوگی ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ﴿اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ سے مراد ازواج ثمانیہ ہیں یعنی آٹھ قسمیں دو اونٹ میں سے، دو گائیں میں سے، دو بھیڑ میں سے اور دو بکری میں سے۔

سوال 6: ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ ''پھر جو قربانی نہ پائے وہ تین دن کے روزے حج میں رکھے اور سات دن کے اس وقت جب تم واپس آؤ، یہ پورے دس ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ﴾ جس کے پاس قربانی یا اس کی قیمت نہ ہو۔ ﴿2﴾ ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ﴾ یہ روزے عمرے کے احرام کے ساتھ رکھے جائیں اور ان کا آخری وقت یوم النحر کے بعد کے تین دن ہیں۔ افضل یہ ہے کہ ساتویں، آٹھویں اور نویں ذوالحجہ کو رکھے جائیں۔ (تفسیر سعدی:243/1) ﴿3﴾ ﴿وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ﴾ ''اور سات دن کے اس وقت جب تم واپس آؤ'' اگر حج تمتع والے کے پاس قربانی نہ ہو تو وہ اس کے بدلے میں روزے رکھ سکتا ہے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے مکہ میں آ کر واپسی کے سفر میں اور گھر پہنچ کر رکھے جا سکتے ہیں۔ ﴿4﴾ ﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ ''یہ پورے دس ہیں'' تین حج کے دنوں کے اور سات گھر جا کر رکھنے والے روزوں کو ملائیں تو یہ پورے دس ہو جاتے ہیں۔

سوال 7: ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''یہ اس کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قریب رہائشی نہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ذٰلِكَ﴾ یہ قربانی کا حج تمتع کرنے والے پر واجب ہونا۔ ﴿2﴾ ﴿لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''یہ اس کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قریب رہائشی نہ ہوں'' یہ صرف ان کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد حرام سے دور رہتے ہوں یعنی جو نماز قصر کرے۔ ﴿3﴾ حج تمتع کرنے والے پر ایک ہی سفر میں دو عبادات کے ثواب کے حصول کی وجہ سے قربانی واجب ہے۔ ﴿4﴾ جو مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے پاس رہتا ہے اس پر قربانی واجب نہیں۔

سوال 8: حج اور عمرہ کب قدر و قیمت کا حامل ہوتا ہے؟

جواب: حج اور عمرے کی اصل قدر و قیمت اسی وقت ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ کرنے والا ظاہری طور پر تو وہی مناسک ادا کر رہا ہوتا ہے لیکن اندرونی طور پر وہ ایک ایسی عبادت کا تجربہ کر رہا ہوتا ہے جس میں وہ اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے آگے ڈال دیتا ہے۔ وہی شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر سکتا ہے جس کو آخرت کی پکڑ کا اندیشہ ہو جو متقی ہو (پکڑ کا اندیشہ) اس کی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہو۔

سوال 9: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کی نواہی سے اجتناب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کے احکامات اور فرائض کو پورا کیا جائے۔ (فتح القدیر) یہاں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر حج کے حوالے سے حکم دیا ہے کہ جس کا حکم دیا جائے وہ کرلو اور جس سے روکا جائے رک جاؤ۔ ﴿4﴾ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے اپنے شدید العقاب ہونے کا شعور دلایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کو سخت سزا دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہی (عذاب کا خوف) تقویٰ کا موجب ہے کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے وہ ان تمام امور سے اجتناب کرتا ہے جو عذاب کے موجب ہیں۔ جیسے جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتا ہے وہ ایسے کام کرتا ہے جو ثواب کے موجب ہیں اور جو کوئی عذاب سے نہیں ڈرتا اور ثواب کی امید نہیں رکھتا وہ حرام میں گھس جاتا ہے اور فرائض کو چھوڑ دینے کی جرات کا مرتکب ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی)

رکوع نمبر 9

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ (197)﴾

''حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں، چنانچہ جو شخص ان میں حج فرض کرلے تو حج میں نہ کوئی شہوانی فعل ہو، نہ کوئی نافرمانی، اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا اور اپنے ساتھ زاد راہ لے لو تو یقیناً بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اور اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔'' (197)

سوال 1: ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ ''حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں'' اس سے حج اور عمرے کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَلْحَجُّ﴾ حج۔ ﴿2﴾ ﴿اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ معلوم مہینوں میں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شوال، ذی قعدہ، اور ذوالحجہ کے دس دن۔ (بخاری:33) ﴿3﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حج کے مہینے مقرر ہیں۔ سنت یہی ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی باندھا جائے۔ (ابن مردویہ، ابن خزیمہ) ﴿4﴾ دوسرے مہینوں میں حج کا احرام نہیں اور دلیل ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کو یہ لائق نہیں کہ دوسرے مہینوں میں حج کا احرام باندھے۔ ﴿5﴾ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عمرہ سال میں ہر وقت جائز ہے۔

سوال 2: ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ﴾ ''چنانچہ جو شخص ان میں حج فرض کرلے'' اپنے اوپر حج فرض کرنے سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اپنے اوپر حج فرض کرنے سے مراد حج کی نیت کرنا اور حج کے لیے احرام باندھنا ہے۔ (ایسر التفاسیر:100) ﴿2﴾ کیونکہ جو حج شروع کر لیتا ہے اس پر پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے اور ان مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا درست نہیں۔

سوال 3: حج کیسی عبادت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اللہ رب العزت نے میں فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔ (آل عمران:97) ﴿2﴾ حج ساری زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔ ﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: (وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّة) ''حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔'' (صحیح مسلم:3289) ﴿4﴾ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جس نے قدرت ہونے کے باوجود حج نہ کیا، اس کے لیے برابر ہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔ (الحج والعمرۃ والزیارۃ للشیخ عبدالعزیز بن باز،ص:8) مال دار، آزاد، عاقل مسلمان پر حج فرض ہے، عورت کے لیے محرم کے ساتھ ہونے کی شرط ہے، راستے کا پرامن ہونا اور حکومت کی طرف سے رکاوٹ نہ ہونا شرط ہے۔

سوال 4: ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ ''تو حج میں نہ کوئی شہوانی فعل ہو، نہ کوئی نافرمانی، اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَلَا رَفَثَ﴾ ''تو نہ کوئی شہوانی فعل ہو'' رفث سے مراد جماع اور اس کے مقدمات ہیں چاہے قولی ہوں یا فعلی۔ جماع جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے۔ فحش باتیں کرنا، دبی زبان سے ذکر کرنا، اشاروں کنایوں میں ذکر کرنا، چھیڑ چھاڑ کرنا اور چھونا۔ احرام کی حالت میں یہ سب باتیں حرام ہیں۔ (ابن کثیر) ﴿2﴾ ﴿وَلَا فُسُوْقَ﴾ ''اور نہ کوئی نافرمانی'' فسوق سے تمام نافرمانی کے کام مراد ہیں۔ ہر طرح کی نافرمانی اور گالی گلوچ وغیرہ۔ اس میں احرام کے ممنوعات بھی شامل ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احرام کی پابندیاں مثلاً شکار کھیلنا، بال منڈوانا، ناخن کاٹنا، وغیرہ۔ ﴿3﴾ ﴿وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ ''اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا حج میں'' جدال سے لڑائی جھگڑا مراد ہے جو شر کا آغاز ہے اور دشمنی پیدا کرنے والا ہے۔ آپس میں جھگڑنا، ایک دوسرے کو غصہ دلانا، گالیاں دینا وغیرہ۔ ﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ وَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ ''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کیا اور اس دوران کوئی بے ہودہ بات یا گناہ نہ کیا، وہ حج کر کے اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) ہو جائے گا جس طرح اس کی ماں نے اسے (گناہوں سے پاک) جنا تھا۔'' (صحیح بخاری:1521)

سوال 5: حج کی پابندیوں سے کس طرح کی تربیت مقصود ہے؟

جواب: حج کی پابندیوں سے یہ تربیت مقصود ہے کہ ﴿1﴾ مومن اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے والا بن جائے۔ ﴿2﴾ مومن شہوت کے لیے جینے کی بجائے مقصد کے لیے جینے لگے۔ ﴿3﴾ اجتماعی زندگی میں آپس کی لڑائی سے بچا رہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: حج ظاہر میں تو چند مناسک ہیں لیکن اپنی روح کے اعتبار سے کیسی عبادت ہے؟

جواب: روحانی اعتبار سے حج ایسی عبادت ہے جس میں انسان نے اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے آگے ڈال دینا ہے، اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے کیونکہ آخرت کی پکڑ کا مسئلہ اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ بنانا ہے۔

سوال7: ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ ''اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا'' اس میں مؤمن کے لیے کیا نصیحت ہے؟

جواب: ''اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا'' ﴿1﴾ اس میں مومن کے لیے یہ نصیحت ہے کہ صرف ترک معاصی سے اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں ملتا جب تک کہ نیکی کے دوسرے کام انجام نہ دیے جائیں۔ ﴿2﴾ مؤمن کے لیے یہ بات انتہائی تسکین بہم پہنچانے والی ہے کہ میرا مالک میرے ہر اچھے کام کو ہر وقت دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ احساس دلا رہا ہے کہ اپنے احساس کو جگاؤ، تمہارا مالک دیکھتا ہے، بھلائیاں جمع کرلو، آگے بڑھتے جاؤ۔ یہ احساس آخرت کے انعامات سے پہلے اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے نیکیاں کرنے کے لئے کیسے تیار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کے لئے شعور دلایا ہے کہ ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ اور نیکی میں سے جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا۔ تم نیکی کرتے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نیک اعمال کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ پورا پورا بدلہ دینے والا ہے۔

سوال9: ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ ''اور اپنے ساتھ زادراہ لے لو تو یقیناً بہترین زادراہ تقویٰ ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس مبارک سفر میں زادہ راہ ساتھ لینے کا حکم کیوں دیا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَتَزَوَّدُوْا﴾ ''اور اپنے ساتھ زادراہ لے لو'' اللہ تعالیٰ نے اس مبارک سفر میں زادہ راہ ساتھ لینے کا حکم دیا ہے کیونکہ زادہ راہ مسافر کو لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور اسے لوگوں کے مال کی طرف دیکھنے اور سوال کرنے سے روک دیتا ہے۔ ضرورت سے زائد زادراہ ساتھ لینے میں فائدہ اور ساتھی مسافروں کی اعانت ہے اور اس سے اللہ رب العالمین کے تقرب میں اضافہ ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:245/1)

﴿2﴾ بعض لوگ حج کے لئے زادراہ لئے بغیر نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے زادراہ لینے کی تلقین کی تاکہ سوال سے بچ سکیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یمن کے لوگ راستہ کا خرچ ساتھ لائے بغیر حج کے لیے آجاتے تھے کہتے تو یہ تھے کہ ہم توکل کرتے ہیں لیکن جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اور زادراہ لے لیا کرو کہ سب سے بہتر زادراہ تو تقویٰ ہی ہے۔ (صحیح بخاری:1523) ﴿3﴾ ﴿فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ ''تو یقیناً بہترین زادراہ تقویٰ ہے'' تقویٰ ایسی حالت ہے جس میں ایک انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عظمت اور اس کے خوف سے بھر جاتا ہے۔ جیسے حج کے لیے زادراہ یعنی سامان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سفر ساتھ لینے کا حکم دیا گیا اسی طرح آخرت کے سفر کے لیے تقویٰ کا حکم دیا گیا جو سفر آخرت کے لیے بہترین زادراہ ہے۔

سوال 10: ﴿ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ ''اور اے عقل والو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو'' میں تقویٰ کا رشتہ عقل سے جوڑا گیا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عقل والے ہی اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈر کر ہدایت کو چمٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں یہی عقل اور تقویٰ کا تعلق ہے۔ عقل باندھ کر رکھتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان حقیقی متقی نہیں بن سکتا جب تک حرج کے خوف سے غیر حرج والے کام نہ چھوڑ دے''۔ (ترمذی) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ ہی عقل ہے۔ (i) سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ''عقل والا اور ہوشیار وہ ہے جس نے اپنے نفس کو تابعدار بنالیا اور مرنے کے بعد کے لیے عمل کیا۔'' (جامع ترمذی:2459) (ii) نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے عقل والا اور ہوشیار وہ ہے جو موت کو زیادہ یاد کرے اور مرنے کے بعد کے لیے تیاری کرے۔

﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ (198) ﴾

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے۔'' (198)

سوال 1: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ ﴾ اس سے مراد ہے کہ سفر حج میں تجارت کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز جاہلیت کے بازار تھے اس لیے لوگوں نے سفر حج میں تجارت کو گناہ سمجھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''تمہیں اس بارے میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے یہاں سے تلاش معاش کرو''۔ یعنی موسم حج میں تجارت کے لیے مذکورہ منڈیوں میں جاؤ۔'' (صحیح بخاری:4519) ﴿3﴾ ﴿ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو'' رب کے فضل کو تلاش کرنے سے مراد تجارت اور روزی کے لیے کوششیں ہیں۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''ہم جانور کرائے پر دیتے ہیں، کیا ہمارا حج بھی ہو جاتا ہے؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم بیت اللہ کا طواف نہیں کرتے؟ کیا تم عرفات میں نہیں ٹھہرتے؟ کیا تم شیطانوں کو کنکریاں نہیں مارتے؟ کیا تم سر نہیں منڈواتے؟'' اس نے کہا: ''یہ سب کام تو ہم کرتے ہیں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سنو! ایک شخص نے یہی سوال نبی ﷺ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا تھا،اس کے جواب میں سیدنا جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے:﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾اور آپ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا:''تمہارا حج ہوگیا۔''(سنن ابی داؤد،1733)﴿4﴾اصل چیز اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے،اگر یہ کیفیت موجود ہے تو حج کے دوران تجارت کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ ﷺ حج کے دنوں میں تجارت بھی کرتے تھے؟انہوں نے کہا:''اور تجارت کا موسم ہی کون سا تھا؟''

سوال2:﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ﴾''پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ''مناسک حج میں سے عرفات جانے کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:﴿1﴾9ذوالحجہ کو زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف حج کا سب سے اہم رکن ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اَلْحَجُّ عَرَفَه حج عرفات جانے کا نام ہے۔(ابوداؤد:1703)﴿2﴾عرفات حدود حرم سے باہر ہے اس لیے قریش مکہ عرفات نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ سے ہی لوٹ آتے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ جہاں سے سب لوٹ کر آتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹ کر آؤ یعنی عرفات سے۔

سوال3:﴿فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾''مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو''مشعر حرام سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ مشعر حرام سے مراد مزدلفہ ہے۔﴿2﴾عرفات حاجیوں اور حکام حج کا ستون ہے اس لیے مزدلفہ لوٹ کر آنے اور رات گزارنے کی انتہائی اہمیت ہے۔وقوف عرفہ اور مزدلفہ میں رات گزارنا حج کے ارکان میں سے ہے۔﴿3﴾عمرو بن میمون فرماتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مشعر حرام کے بارے میں پوچھا تو آپ چپ رہے۔جب آپ ہماری سواریوں کے ساتھ مزدلفہ میں اتر آئے تو پوچھا مشعر حرام کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟یہ ہے مشعر حرام،سارا مزدلفہ مشعر حرام ہے۔(عبدالرزاق)﴿4﴾مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کے ذکر کی دو صورتیں ہیں ایک مغرب اور عشاء کی نماز جو کہ ذکر کی اہم صورت ہے اور دوسرے فجر کے بعد ذکر الٰہی۔

سوال4:﴿وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ﴾''اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے''اللہ تعالیٰ نے ذکر کے بارے میں کیا خاص بات ارشاد فرمائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**﴿وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ﴾**''اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے''یعنی ذکر کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ضروری ہے اس کے لیے بھی خود ساختہ طریقے اختیار نہیں کئے جائیں گے۔

سوال6:﴿وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ﴾''اور بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے''کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے''﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہاں وضاحت فرمائی ہے کہ اگرچہ اس سے پہلے تم گمراہ تھے یعنی باپ دادا کو یاد کرتے تھے پھر اب تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تو اب اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔﴿2﴾قریش منیٰ میں جانا باپ دادا کے جلسے کرنے کے لیے کافی سمجھتے تھے۔اختتام حج کے بعد عرب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوق عکاظ، مجنہ اورذوالمجاز نامی بازاروں میں جاتے تھے اوران میں ہرشخص اپنانسب نامہ بیان کرتا۔اپنے باپ دادا کے کارناموں کے اظہار کےعلاوہ ان کے پاس کوئی پروگرام نہیں تھا۔لہٰذا واضح کیا گیا کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے ہیں۔

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(199)﴾

''پھرتم وہیں سے واپس آؤجہاں سےلوگ واپس آتے ہیں اوراللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو،یقیناًاللہ تعالیٰ بےحدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(199)

سوال1: ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ ''پھرتم وہیں سے واپس آؤجہاں سےلوگ واپس آتے ہیں''اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ افاضہ یعنی واپسی قریش کوحکم دیا گیا کہ جیسے لوگ عرفات جاکرمزدلفہ واپس آتے ہیں ایسے ہی آپ بھی عرفات کے رکن کوپورا کرکے مزدلفہ کے رکن کو پورا کرو۔ ﴿2﴾ یہ عمل ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چل رہا ہے۔اس کا مقصدرمی جمار،قربانی،طواف، سعی، تشریق کے میں منیٰ میں رات گزارنااور باقی مناسک کو پورا کرنا ہے۔ ﴿2﴾ قریش نےفخروتکبر کی وجہ سے اپنے لیے یہ ضروری ٹھہرالیا تھا کہ وہ حدودحرم سے باہر(عرفات) نہ جائیں۔ ﴿3﴾ قریش اوران کے ہم خیال لوگ مزدلفہ میں رک جایا کرتے تھے اوراپنانام حمس رکھتے تھے۔باقی عرب کےلوگ عرفات جاکرٹھہرتے اوروہاں سےلوٹتے تھے،اسی لیے یہ حکم آیا کہ(ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ)''جہاں سے اورلوگ لوٹتے ہیں تم وہیں سے لوٹا کرو''(صحیح بخاری:1910) نبی ﷺ نے فرمایا:(اَلْحَجُّ عَرَفَةُ)''حج تو عرفات میں ٹھہرنے کا نام ہے''(سنن نسائی:3019)اسلام نےنسلی،قومی اورلسانی بت توڑے ہیں اورایک امت کاتصوردیا ہے۔

سوال2: ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو یقیناً اللہ تعالیٰ بےحدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو''استغفار کاحکم اس لیے دیا گیا کہ عبادتوں کے بعددعائے مغفرت کی جاتی ہے اسی لیے نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفراللہ فرماتے تھے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''جس نے استغفارکواپنے اوپرلازم کرلیا،اللہ تعالیٰ ہرتنگی میں اس کے لیے کشادگی پیدا کرتا ہے، ہرغم میں راحت کی راہ ہموارکرتا ہے اوراس کووہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کوگمان نہیں ہوتا۔''(ابن ماجہ:3819) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی دعا کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بےحدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔اس لیے بڑے سے بڑے گناہ پربھی استغفارکرنے سے نہ ہچکچاؤ۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی صفات غَفُوْرٌ اور رَّحِيْمٌ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی صفت غفور سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے شرک اورجرم کومعاف کرکے ان کی مغفرت فرماتا ہے۔(زادالمسیر:182/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے ایمان اورتوبہ کوقبول کرکے ان پررحمت فرماتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:444/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (200) ﴾

''پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباء واجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا، پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے'' اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔''(200)

سوال 1: ﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ﴾ ''پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو'' حج کے اعمال پورے کرنے کے بعد ذکر اور دعا کا حکم دیا گیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ ﴾ پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرو اور عبادت کی توفیق ملنے پر شکر ادا کرو اور اسے یاد کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے اعمال قبول ہو جائیں۔ ﴿2﴾ ﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو'' اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے جیسے کہ فرمایا: ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر تو بہت بڑا ہے۔(العنکبوت:45) اس لیے ذکر کا حکم دیا گیا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کو اس سے جوڑے رکھتا ہے اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے پیدا کیے گئے ہیں تا کہ ہمارے دل محبت اور تعظیم سے اس سے جڑ جائیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دعاؤں کی ترغیب اس لیے دلائی گئی ہے کہ حج قبولیت والا عمل ہے۔

سوال 2: حج کے دوران کیسی فضا جاری رہنی چاہئے؟

جواب: حج کے دوران اللہ تعالیٰ کے خوف، اس کی یاد، اس کی نعمتوں پر شکر اور اس کے لیے حوالگی کے جذبوں کی فضا رہنی چاہئے۔ حج کے دوران کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہئے جو ان کیفیات کے خلاف ہو مثلاً ﴿1﴾ کسی گروہ کی عبادت میں امتیاز۔ ﴿2﴾ آباء واجداد کے کارناموں کا بیان۔ ﴿3﴾ حج اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے لیے ہے اور سب انسانوں کے لیے ایک جیسا ہے۔ حج کے دوران یہ فضا قائم رہے تو بعد کی زندگی میں بھی یہ فضا قائم ہو سکتی ہے۔

سوال 3: ﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباء واجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جاہلیت میں لوگ حج کے بعد بھی اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے اس لیے فرمایا کہ جیسے اولاد اپنے ماں باپ کو یاد کرتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ ﴿2﴾ منیٰ میں ہر قبیلے کے لوگ اپنے باپ دادا کے کارناموں پر فخر کرتے تھے۔ ﴿3﴾ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہاں ذکر سے مراد قیام منیٰ کے زمانے کا ذکر ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں ہر وقت اور ہر حال میں تکبیر کہتے رہتے تھے رمی جمار کے وقت تکبیر کہنا اسی میں شامل ہے۔(بخاری: کتاب العیدین)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: ﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے'' اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں'' اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے والوں کی دعائیں مختلف کیوں ہو جاتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ دعا انسان کی اندرونی حالت کا اظہار ہے۔ ﴿2﴾ جو شخص دنیا کی چیزوں میں اپنا دل لگا لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ وہ چیز مانگتا ہے جس کی تڑپ لے کر وہاں پہنچتا ہے۔ ﴿3﴾ جو شخص آخرت کے خوف کو دل میں رکھ کر جیتا ہے تو حج کے مقامات پر اس کے دل سے آخرت والی دعائیں نکلتی ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ بعض اعراب یہاں ٹھہر کر صرف یہی دعائیں مانگتے ہیں کہ اللہ اس سال بارشیں اچھی برسا تا کہ غلے اچھے پیدا ہوں اولادیں بکثرت ہوں وغیرہ۔ (تفسیر ابن کثیر: 286/1) محمد بن احمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جاہلیت میں عرب صرف دنیا کی بہتری کے لیے دعائیں مانگتے تھے وہ اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی کثرت اور دشمن پر فتح و نصرت کی دعائیں کرتے اور آخرت کی طلب نہ رکھتے، اس لیے کہ آخرت پر ان کا یقین نہ تھا اور نہ وہ اس کی حقیقت ہی سے آشنا تھے۔'' (قرطبی)

سوال5: اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا مانگنا کیسا عمل ہے؟

جواب: دنیا مانگنا دنیا کو ترجیح دینے والا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعلیٰ میں فرماتے ہیں: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ (الاعلیٰ: 16,17)

سوال6: ﴿وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ ''اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں'' اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا مانگنے کا انجام کیا ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے صرف دنیا مانگنے والے کو آخرت میں کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (201)﴾

''اور ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔'' (201)

سوال: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اور ان میں وہ بھی ہے جو کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما'' دنیا کی بھلائی سے مراد نیک کام کرنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی توفیق ہے۔دنیا کامال واسباب اس طرح سے طلب کرنا کہ اس میں بھلائی ملے مثلاً عافیت کاحصول،نیک بیوی، کشادہ گھر،فراخ روزی،مفیدعلم،نیک عمل،برکت والی سواری عزت وآبرواوردنیا کی تمام آرام دہ چیزیں۔﴿2﴾﴿وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾''اورآخرت میں بھی بھلائی عطافرما'' آخرت کی بھلائی سے مراداعلیٰ درجے کی جنت یعنی جنت الفردوس ہے۔آخرت کی بھلائی کا آغازموقف کی گھبراہٹ سے نجات ملنے سے ہوتاہے،پھرحساب کا آسان ہونا،پھراعمال نامے کاسیدھے ہاتھ میں ہونااورآخرمیں جنت الفردوس میں پہنچنااوراللہ تعالیٰ کی رضاہے۔﴿3﴾ایسی دعااس دل سے نکل سکتی ہے جس کے لیے آخرت پہلی ترجیح ہولیکن دنیاکے معاملات میں بھی رب پرہی بھروسہ کرتاہو۔﴿4﴾سب سے بہترین دعا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے دعاکرے کہ جودنیامیں میرے لیے بہترہووہ دنیامیں عطاکردے اورجوآخرت میں میرے لیے آپ کے نزدیک بہترہووہ آخرت میں عطاکردےاوراپنی ناراضی(عذاب)سے بچالے۔رسول اللہ ﷺ ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ کی دعاطواف کے دوران رکن یمانی اورحجراسود کے درمیان پڑھاکرتے تھے یہی دعاپڑھنی مسنون ہے۔مختلف چکروں میں جودعائیں مختص کرلی گئی ہیں وہ خودساختہ ہیں۔سیدناانس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ دعاکرتے تھے''اے ہمارے پروردگار!ہم کودنیامیں بھی بہتری دےاورآخرت میں بھی بہتری اورہم کودوزخ کے عذاب سے بچایئے۔''(صحیح بخاری:4522)سیدناانس رضی اللہ عنہ خودبھی جب کبھی دعامانگتے اس دعاکونہ چھوڑتے،چنانچہ سیدناثابت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا کہ آپ کے یہ بھائی چاہتے ہیں کہ آپ ان کے لیے دعاکریں آپ نے یہی دعاالـلّٰهم اتنا فی الدنیا الخ پڑھی پھرکچھ دیربیٹھےاوربات چیت کرنے کے بعدجب وہ جانے لگے تو پھردعا کی درخواست کی آپ نے فرمایاکیاتم ٹکڑے کرانا چاہتے ہواس دعامیں تو تمام بھلائیاں آگئیں۔(ابن کثیر:287/1)

﴿أُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(202)﴾

''یہی لوگ ہیں جن کے لیےاس میں سےایک حصہ ہے جوانہوں نے کمایااوراللہ تعالیٰ بہت جلدحساب لینے والاہے۔''(202)

سوال1:﴿أُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾''یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جوانہوں نے کمایا''سے کیامرادہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد یہ ہے کہ جو مانگااور جوکیا،آج بھی اورکل بھی وہی ملے گا۔﴿2﴾﴿نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾''اس میں سےایک حصہ ہے جوانہوں نے کمایا''یہ اعمال صالحہ اوران کی صالح دعاؤں میں سے ان کا حصہ ہے۔(ایسرالتفاسیر:101)سیدناانس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کی عیادت کی جن کی آواز بہت ہی زیادہ کمزورہوگئی تھی اوروہ چوزہ کی طرح دبلے ہوگئے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایاکیاتم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعاکرتے رہے ہو؟انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں میں یہ دعاکرتا تھا کہ یااللہ مجھے جوکچھ سزاآخرت میں دینی ہووہ دنیاہی میں دےدیجئے۔یہ سن کرآپ ﷺ نے فرمایاکہ سبحان اللہ!تم میں اس کی طاقت نہیں ہے تم نے دعامیں یوں کیوں نہ کہا:(رَبَّنَآ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ)(انوارالبیان:316/1)

سوال2: ﴿وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جو بھی عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے حساب لینے میں مشکل نہیں وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حساب لینے کی وجہ سے انسان کو اپنے اعمال کے بارے میں فکر دلائی گئی ہے۔

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ(203)﴾

''اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، پھر جو شخص دو دن میں جلدی کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں، اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔''(203)

سوال1: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں کیونکہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اتنے فضل والا ہے جو دوسرے دنوں میں نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔ (مسند احمد:76/5) ﴿2﴾ ﴿اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ''اور گنتی کے چند دن'' اس سے مراد ایام تشریق ہیں یعنی 11، 12 اور 13 ذوالحجہ۔ یہ وہ دن ہیں جن میں حج کے باقی تمام مناسک پورے کیے جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ ایام تشریق میں رسول اللہ ﷺ کی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ ان دنوں میں خاص طور پر تکبیرات پڑھا کرتے تھے۔ بلند آواز میں تکبیرات پڑھنا مسنون ہے۔ یہ تکبیرات صرف فرض نمازوں کے بعد ہی نہیں ہر وقت پڑھی جائیں، کنکریاں مارتے وقت ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھنی مسنون ہے، قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت اور فرض نمازوں کے بعد ایام تشریق میں اَللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر وَلِلّٰهِ الْحَمْد پڑھنی چاہیے۔

سوال2: ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی﴾ ''پھر جو شخص دو دن میں جلدی کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ﴾ ''پھر جو شخص دو دن میں جلدی کرتا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ ایام تشریق میں منیٰ سے مکہ واپسی خواہ 12 ذوالحجہ کو ہو یا 13 ذوالحجہ کو۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ ''تو اس پر کوئی گناہ نہیں'' دونوں صورتوں میں حرج کی کوئی بات نہیں۔ ﴿وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ ''اور جو تاخیر کرے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں'' اصل اہمیت تعداد میں کمی یا اضافے کی نہیں بلکہ اس کی ہے کہ ان دنوں میں تمہارا رب کے ساتھ کیسا تعلق رہا ہے؟ تم اس کو کیسے یاد کرتے رہے ہو؟ کیسے اس کی بڑائی بیان کرتے رہے ہو؟ کیسے اس سے دعائیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے رہے ہو؟﴿3﴾﴿لِمَنِ اتَّقٰی﴾جس نے تقویٰ اختیار کیا جس نے ہر معاملے میں تقویٰ اختیار کیا اس کے لیے ہر معاملے میں حرج کی نفی ہوگئی۔

سوال3:﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے''اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو''اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ اس کے احکامات پر عمل کرو اور اس سے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کرو۔﴿2﴾﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾''اور جان لو کہ یقیناً تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے''حج ختم ہونے کے بعد لوگوں نے گھروں کو واپس جانا ہوتا ہے اس لیے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تمہیں ایک دن اسی کے سامنے جمع ہونا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے میدان عرفات، مزدلفہ کی رات اور حج کے مختلف مقامات کے اجتماعات سے آخرت کے بڑے اجتماع یعنی حشر میں اکٹھے ہونے کو یاد دلایا ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے وہ تمہیں جمع کرے گا اس لیے اس سے خوف کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی شریعت پر کاربند رہو۔﴿4﴾جزاوسزا کا علم تقویٰ کا سب سے بڑا داعیہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی ترغیب دلائی ہے۔حج کا سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے، عرفات کا اجتماع قیامت کے اجتماع کی ایک تمثیل ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (204)﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔''(204)

سوال1:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾''اور لوگوں میں سے کوئی ہے''پچھلی آیات میں دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ایک دنیا کا طلب گار اور دوسرا آخرت کا طلب گار۔اب اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے حال کے بارے میں خبر دی ہے جو زبان سے ایسی بات کرتا ہے کہ اس کا عمل اس کی مخالفت کرتا ہے۔﴿2﴾﴿مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾''جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے''یعنی جب بات کرتا ہے تو اس کی بات آپ کو اچھی لگتی ہے اور آپ سمجھتے ہو کہ بڑی نفع مند بات ہے۔﴿3﴾وہ دنیاوی زندگی اور معاش کے بارے میں حیرت انگیز معلومات رکھنے والا ہے۔(تفسیر منار، اشرف الحواشی:39)﴿4﴾مصلحت پسند لوگوں کی باتیں سب کو اچھی لگتی ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی پسند کو دیکھ کر بات کرتے ہیں۔ایسے شخص کے سامنے کوئی مستقل معیار نہیں ہوتا اس لیے وہ ہمیشہ دوسرے شخص کو متاثر کرنا چاہتا ہے۔وہ یہ نہیں دیکھتا کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے؟حق کے ساتھ وفاداری نہ ہونے کی وجہ سے وہ دلی جذبے کے بغیر صرف زبان سے خوب صورت باتیں کرتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جو پسند کی جاتی ہیں۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ﴾اور جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات سنتے رہ جاؤ گے۔(المنافقون:4)﴿5﴾ سنن الترمذی، ابواب الزہد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے ذریعہ دنیا حاصل کریں گے اور تواضع ظاہر کرنے کے لیے بھیڑوں کی کھالوں کے کپڑے پہنیں گے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی۔اوران کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کیا یہ لوگ میرے حلم سے دھوکہ کھاتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں۔میں اپنی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان لوگوں پر ان ہی میں سے ایسا فتنہ بھیجوں گا جو ان میں ہوش مند، عقل والا ہوگا اسے بھی حیران کردے گا۔(ابن ابی حاتم :364/1)﴿6﴾ کلام انسان کو بلندی بھی عطا کرتا ہے اور پستی میں بھی گرا دیتا ہے۔

سوال2:﴿ وَیُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ ﴾ ''اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَیُشْهِدُ اللّٰهَ ﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے مثلاً سدی نے کہا: وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ اسلام لے آؤں وغیرہ۔(جامع البیان:354/2)﴿2﴾﴿ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ ﴾ جو اس کے دل میں ہے اس کے بارے میں وہ خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ دل میں ہے اسی کا زبان سے اظہار کر رہا ہوں حالانکہ وہ اس بارے میں جھوٹا ہوتا ہے اگر وہ سچا ہوتا تو اس کی بات اس کے عمل کی مخالفت نہ کرتی۔﴿3﴾ یعنی وہ آپ کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے دل میں جو کفر اور نفاق ہے اللہ تعالیٰ اسے کھول دیتے ہیں۔(تفسیر قاسمی :168/3)﴿4﴾ دو چہروں والے انسان قسمیں کھاتے ہیں تاکہ خود کو سچا ثابت کرسکیں ان کی جھوٹی قسموں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:''جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہو۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً منافقین جھوٹے ہیں۔انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔پھر وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔یقیناً بہت برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔''(المنافقون:1,2)

سوال3: اپنی نیک نیتی پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرانے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ منافق کے پاس چونکہ کردار کی حجت نہیں ہوتی اس وجہ سے ہر قدم پر قسم کو بطور دلیل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے، جھوٹا آدمی اپنی نفسیاتی کمزوری کی وجہ سے سمجھتا ہے کہ مخاطب اس کی بات اس وقت تک باور نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اس کو قسم کھا کر یقین نہ دلائے۔(تدبر القرآن:494)﴿2﴾ اپنی نیک نیتی پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے خلوص میں کسی کو کوئی شبہ نہ رہے۔

سوال4:﴿ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴾ ''حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴾ ''حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے'' ﴿ اَلَدُّ ﴾ کے معنی ٹیڑھے کے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ اور ان لوگوں کو اس کے ساتھ ڈرائیں جو سخت جھگڑالو ہیں۔(مریم:97) منافق بھی جھگڑے میں سیدھی بات پر نہیں رہتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حق سے ہٹ جاتے ہیں اورالزام تراشی کرتے ہیں ۔ ﴿2﴾یعنی ایسے کسی شخص سے جب بحث کریں تواس میں تعصب ،کج بحثی، سرکشی،اورسخت جھگڑالو پن نظرآتا ہے جب کہ ان کے معاملے میں مومن بردبار،نرم مزاج اورآسان ہوتا ہے۔﴿3﴾ سخت جھگڑالو سے مراد ایسا شخص ہے جو جھگڑے میں بدکلامی پراتر آئے۔نبی ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑادشمن وہ ہے جوسخت جھگڑالو ہے۔''(صحیح بخاری:4523) ﴿4﴾ سخت جھگڑالو سے مرادمنافق ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں(الف)جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔(ب)جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔(ج)اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔(مسلم:211، بخاری:2682)اوردوسری حدیث میں ہے کہ منافق آدمی جب جھگڑتا ہے تو بدکلامی پر اتر آتا ہے۔(مسلم:34)

﴿وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ(205)﴾

''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں کوشش کرتا ہے کہ فساد پھیلائے اور وہ کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔''(205)

سوال1: ﴿وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا﴾''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں کوشش کرتا ہے کہ فساد پھیلائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاِذَا تَوَلّٰی﴾''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے''یعنی جب آپ کے پاس ہوتا ہے تو اس کی باتیں آپ کو اچھی لگتی ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے لوٹ کر جاتا ہے۔﴿سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا﴾''تو زمین میں کوشش کرتا ہے کہ فساد پھیلائے''وہ گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتا ہے جن سے زمین میں فساد پھیلتا ہے۔

سوال2: ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کوئی اصلاح کی بات کرنے والا ہو اور عملی سرگرمیاں فساد کا باعث بن جائیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ تضاد ہے۔نتائج عمل سے پیدا ہوتے ہیں۔الفاظ حق پرستی کے اور عمل مفاد پرستی کا،اسی وجہ سے قول وفعل میں تضاد پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے دوسروں کا استحصال ہوتا ہے اور یہی فساد ہے۔﴿2﴾ منافق کی باتیں ٹیڑھی اور جھوٹی ہوتی ہیں۔اس کا عقیدہ گندہ اور اعمال گھناؤنے ہوتے ہیں۔منافقوں کی دو عملی سرگرمیاں ہوتی ہیں:(i)زمین میں فساد پھیلانا۔(ii) کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرنا۔

سوال3: زمین میں فساد کیسے پھیلایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شرک سے۔﴿2﴾ پروپیگنڈا سے۔﴿3﴾ ذاتی فائدے کی خاطر دوسروں کا استحصال کرنے سے جیسے اشتہارات میں ہر چیز کو مفید،ضروری، ناگزیر اور بہترین بنا کر دکھایا جاتا ہے،یوں وہ چیز بنانے اور بیچنے والوں کا فائدہ ہوتا ہے اور باقی سب دھوکے میں آجاتے ہیں۔﴿4﴾ اپنی قیادت کی خاطر پوری قوم کو داؤ پر لگا دینا،اپنے اقتدار کے دوام کے لیے قوم کو بے راہ رو اور غلام بنا دینے تک سے گریز نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنا۔ ﴿5﴾ اپنے مفاد کی خاطر ایسی سرگرمیاں جاری رکھنا جو صرف تخریب پیدا کرنے والی ہوں مثلاً اخبار بیچنے کے لیے ایسے مضامین، ایسی خبریں، ایسے اشتہارات دینا جو قوم کو اس کے نظریے سے دور ہٹا دینے والے ہوں۔ اسی طرح کسی چینل پر ایسے پروگرام دینا کہ لوگوں کو بھلی باتوں کا ہوش ہی نہ رہے۔ خیر، نیکی اور خدمت خلق کے کاموں کی بجائے صرف شہوت پرستی میں مبتلا رہیں۔ اپنے اقتدار کی خاطر عوام کو ایسی سرگرمیوں میں مصروف رکھنا جیسے مختلف قسم کے تہوار، بسنت، ویلنٹائن ڈے وغیرہ تا کہ لوگوں کی توجہ قیادت کی طرف سے ہٹ جائے، ان کی سرگرمیوں اور ان کے فیصلوں کی طرف سے ہٹ جائے اور یوں قیادت کو دوام ملے چاہے قوم کے نقصان کی بنیاد پر ملے۔ ﴿6﴾ کسی مصیبت پر فلاح و بہبود کے نام پر بے حیائی کو فروغ دینے والے پروگرامز کروانا۔ یہ سب فساد پھیلانے کے طریقے ہیں۔

سوال4: ﴿وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ﴾ ''اور وہ کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ منافق کی باتیں میٹھی اور افعال بدترین ہوتے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ خراب ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ یہاں سعیٰ سے مراد منافقوں کے کام میں فساد کرنا، کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرنا ہے۔ ﴿3﴾ زمین میں فساد کے باعث کھیتیاں، باغات اور مویشی تباہ ہو جاتے ہیں یا ان میں کمی ہو جاتی ہے۔ ﴿4﴾ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ'' میں نسل سے مراد جانور ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿5﴾ گناہوں کے سبب بھی کھیتوں اور نسلوں سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

سوال5: آج کے دور میں کھیت کیسے خراب کیے جا رہے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کیمیائی کھادوں کے ذریعے۔ ﴿2﴾ زمین کے فطری نظام کو بگاڑنے کے ذریعے خراب کیے جا رہے ہیں۔

سوال6: آج کے دور میں نسل انسانی کیسے تباہ کی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آبادی کی منصوبہ بندی کے ذریعے نسل انسانی کی تعمیر کرنے والی ماؤں کی ذہنی اور جسمانی صحت کو متاثر کر کے۔ ﴿2﴾ اخلاق برباد کر کے۔ ﴿3﴾ تعمیری کاموں کی طرف سے توجہ ہٹا کر۔

سوال6: ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا یعنی شرک کو کھیتوں اور نسلوں کی تباہی کو کیونکہ ان پر مخلوق کی زندگیوں کا انحصار ہے۔ ﴿2﴾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو یہ کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی ناپسند کرتے ہیں خواہ زبان سے کتنی ہی اچھی باتیں کرے۔ ﴿3﴾ انسان کے قول کی تصدیق اس کا عمل کرتا ہے جب تک عمل گواہی نہ دے زبان کی بات قبول نہیں کی جا سکتی۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (206)﴾

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اس کی عزت اسے گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے، چنانچہ اس کے لیے جہنم کافی ہے اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔'' (206)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾ ''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اس کی عزت اسے گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے'' انسانوں کے برے کردار منافق کو نصیحت کی جائے تو وہ کیوں سخت بگڑتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ﴾ ''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' جب زمین میں گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعے فساد پھیلانے والے سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو تکبر کرنے لگتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾ ''اس کی عزت اسے گناہ کے ساتھ پکڑ لیتی ہے'' اس سے مراد ہے کہ عزت کا احساس یعنی غرور، انانیت اور تکبر اسے گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی یہ شخص میٹھی باتیں کرنے والا تھا۔ دیکھنے میں بھی اچھا لگتا تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتا تھا اور پاس بیٹھ کر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور اس پر قسمیں کھاتا تھا اور اندر سے منافق تھا۔ رسول اللہ ﷺ (اس کی ظاہری باتوں کی وجہ سے) اسے قریب بٹھاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل:179/1) ﴿3﴾ نصیحت میں اسے اپنی عزت کا بت ٹوٹتا نظر آتا ہے۔ وہ سخت بگڑتا ہے کہ اس پر کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت کیسے ہوئی! ﴿4﴾ گناہ اور نافرمانی اکٹھی ہو جاتی ہیں اس کے اندر نصیحت کرنے والوں کے خلاف متکبرانہ رویے، اپنی ذات کی بڑائی کا احساس، حق کی دعوت دینے والے کے سامنے جھکنے سے روکتا ہے، اس لیے کہ داعی کو وہ اپنے سے چھوٹا سمجھتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے گناہوں میں داخل ہے کہ انسان سے کہا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو وہ الٹا نصیحت کرنے والے کو ڈانٹ دے کہ تم اپنی نبیڑو، تم کون ہوتے ہو نصیحت کرنے والے!'' (فتح القدیر)

سوال2: اپنے وقار کا خیال انسان کو گناہ پر کیسے جما دیتا ہے؟

جواب: متکبر کو نصیحت کی جائے تو وہ سوچتا ہے کہ اسے نیکی کی طرف متوجہ کرنے والے کون لوگ ہیں؟ کیا یہ لوگ اسے ہدایت دے رہے ہیں؟ یہ سوچ اسے نیکی، انصاف اور حق پر نہیں بلکہ گناہ پر جما دیتی ہے۔ وہ گناہ کو نیکی سمجھنے لگتا ہے اور حق کے مقابلے میں اکڑنے لگتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ڈھٹائی پر اتر آتا ہے۔

سوال3: انسانیت کی بری تصویر کیسے لوگوں پر منطبق ہوتی ہے؟

جواب: انسانیت کی بری تصویر اس پر منطبق ہوتی ہے ﴿1﴾ جو دو چہروں والا منافق ہو۔ ﴿2﴾ جو چرب زبان ہو۔ ﴿3﴾ جو سخت جھگڑالو ہو۔ ﴿4﴾ جس کی فطرت خراب ہو چکی ہو۔ ﴿5﴾ جو نمائش کے لیے سب کچھ کرنے والا ہو۔ ﴿6﴾ جو اپنی ذات اور اپنی زندگی کو محور و مرکز بنانے والا ہو۔

سوال4: ﴿فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''چنانچہ اس کے لیے جہنم کافی ہے اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' اللہ تعالیٰ نے برے کردار کے انسان ''منافق'' کے لیے جہنم کو کافی قرار دیا، اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾﴿فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ﴾ ''چنانچہ اس کے لیے جہنم کافی ہے'' جہنم تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ ہے۔**﴿2﴾﴿وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾** ''اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' جولوگ گناہ کووطیرہ بنالیں،حق کے ساتھ دشمنی کریں اورفساد برپا کریں،ان کے بارے میں رب کا فیصلہ ہے کہ بس جہنم ہی ان کے لیے کافی ہے جودل کوجلا ڈالے گی،اس کی جلن دل سے چیخیں نکالے گی،جلا کرراکھ کردے گی۔یہی آگ ان کا علاج ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔جہاں وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گےاوراس میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ(207)﴾

''اورلوگوں میں سے کوئی ہے جواللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہےاوراللہ تعالیٰ بندوں پر بے حدنرمی کرنے والا ہے۔''(207)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔یہ مکہ میں اسلام لائے،ہجرت کی تیاری کی تو لوگوں نے کہا:تم اپنی دولت کے ساتھ نہیں جاسکتے،اگر جانا چاہتے ہوتو دولت یہاں چھوڑ دواورانہوں نے تمام دولت ان کے حوالے کردی۔اس پراللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان کے حق میں نازل کی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اوردوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ملاقات ان سے حرہ کے گردونواح میں ہوئی،انہوں نے کہا:سودا نفع بخش ہے۔روایات میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے کہا:''صہیب رضی اللہ عنہ نے اس سودے میں بہت ہی نفع کمایا۔''(ابن کثیر:290/1)

سوال2:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾ ''اورلوگوں میں سے کوئی ہے جواللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ ''اورلوگوں میں سے کوئی ہے''لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں۔**﴿2﴾﴿مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾** ''جواللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہے''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اورثواب کی امید پر اپنی جانوں کا سودا کرلیا۔اس کی مثال رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں۔سیدنا جابر بن انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے غزوۂ احد کے موقع پر پوچھایارسول اللہ ﷺ !اگرمیں قتل کردیا گیا تو میں کہاں جاؤں گا؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں''انہوں نے کھجور پھینک دی جوان کے ہاتھ میں تھی لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔(صحیح بخاری:4046)**﴿3﴾** قیس نے بیان کیا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا'اگرآپ نے مجھے اپنے لئے خریدا ہےتو پھراپنے پاس ہی رکھئے اوراگراللہ تعالیٰ کے لئے خریدا ہےتو پھر مجھے آزادکردیجیے اوراللہ تعالیٰ کے راستے میں عمل کرنے دیجیے۔(صحیح بخاری:3755)**﴿4﴾** اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان کو بیچنے والے کواللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے جس کی تلاش میں وہ اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتا ہے۔**﴿5﴾﴿يَّشْرِيْ نَفْسَهُ﴾**

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اپنی جان تک بیچ دیتا ہے'' ﴿یَّشْرِیْ نَفْسَهٗ﴾ کا مفہوم اگر ''اپنی جان کا خریدنے والا'' لیا جائے تو اس سے مراد یہ بنتی ہے کہ اس نے دنیا کے غلام نفس کو خرید لیا اور خرید کر آزاد کر دیا، اللہ تعالیٰ کے سامنے خالص کر کے پیش کر دیا۔ اب اس نفس پر اس کا نہیں اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ ایسا شخص دنیا کی ساری اغراض اور تمام مقاصد کو قربان کر دیتا ہے اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دیتا ہے۔ ﴿6﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کر دیا تو رب العزت نے فرمایا: ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ (المجادلہ:22)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان کو کیسے فروخت کیا جاتا ہے؟

جواب: رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ (التوبہ:111) اس معاہدے میں خریدار اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور معاوضے میں سب سے جلیل القدر چیز جنت ہے اور معاوضے کے بدلے میں خرچ کی گئی قیمت وہ جان و مال ہے جو انسان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم کتابوں میں یہ معاہدہ تحریر کیا گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنی جان کو کیسے فروخت کیا جاتا ہے؟ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنے خیالات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو قبول کر کے اپنی مرضی کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی من پسند عادات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ عادات اپنا کر اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں اپنا مال اس کے کلمے کی بلندی کے لیے لگا کر اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خالص دین اختیار کر کے اور ان رسوم و رواج کو چھوڑ کر جن کو دین کے نام پر جاری رکھا ہوا تھا، اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش میں مصلحت پرستی چھوڑ کر اعلانیہ حق کو اپنا کر اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خالص دین اختیار کرنے کے لیے لوگوں کے عتاب کا نشانہ بن کر، اپنی جان کو فروخت کیا جاتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو تلاش کرنے والا کیسی زندگی گزارتا ہے؟

جواب: اپنی سوچ، اپنے جذبوں اور اپنے عمل کا محور و مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو بناتا ہے۔ اس کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے میں گزرتی ہے۔

سوال 5: انسانیت کا عمدہ نمونہ یا دوسری تصویر کیسے لوگوں پر منطبق ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو خالص ایمان والا ہو۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو ہو۔ ﴿3﴾ جس نے دنیا کے مقاصد کو چھوڑ دیا ہو۔ ﴿4﴾ جس نے اپنی زندگی، اپنا مال، اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: ﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کے لیے جو اس کی رضا کے لیے اپنی جانیں بیچ ڈالتے ہیں اپنی شفقت ورحمت کی خبر دی ہے جو اس نے اپنے اوپر واجب کر لی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (208)﴾

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (208)

سوال1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا﴾ اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔ یہاں ایمان والوں سے مراد اہل کتاب مومن ہیں، اگرچہ وہ مومن ہو چکے تھے لیکن تورات کی چند باتوں اور سابقہ شریعت پر عمل پیرا تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمان ہوئے ہو تو شریعت محمدیہ ﷺ کی ہر چھوٹی اور بڑی بات مانو۔ (ابن ابی حاتم) ﴿2﴾ اس سے مراد ہے اسلام کو مکمل طور پر اپنا لیں۔ ﴿3﴾ ﴿ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ جو دین چھوڑا ہے اس کی باتوں کو اسلام میں شامل نہ کریں۔ ﴿4﴾ اس سے مراد ہے کہ جو احکامات مصلحت اور خواہشات کے مطابق نہ بھی ہوں ان کو بھی اپنا لیں۔ اسلام میں پورے داخلے کے حکم سے ہر مسلمان سے یہ مطالبہ ہے کہ [i] وہ مخلص ہو جائیں۔ [ii] اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں۔ [iii] دلی جذبات اور شعور کے میلانات ورجحانات کو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے آگے جھکا دیں۔ [iv] ہر چھوٹا بڑا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں۔ [v] بغیر کسی مصلحت کے اسلام کو اپنائیں۔ [vi] تحفظات کی پرواہ کئے بغیر اسلام کو اپنائیں۔ [vii] اسلام جسے اپنانے کے لیے کہے اسے اپنائیں، جسے چھوڑنے کے لیے کہے اسے چھوڑ دیں۔

سوال2: اسلام اختیار کرنے کی عام صورت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام اختیار کرنے کی عام صورت یہ ہے کہ اسلام کو صرف اس حد تک اختیار کیا جائے جس حد تک کسی کی زندگی سے نہ ٹکراتا ہو۔ ﴿2﴾ اسلام کو صرف اس حد تک لیا جائے جو مفید یا کم از کم بے ضرر ہو اور اس اسلام کو چھوڑ دیا جائے جو کسی کے پسندیدہ عقائد، پسندیدہ عادات، ذاتی عزت اور دنیا کے فائدوں کو مجروح کرتا ہو۔

سوال3: مومن اسلام میں پورا داخل ہوتا ہے تو کیسی دنیا میں قدم رکھتا ہے؟

جواب: مومن شرح صدر کے ساتھ جب پورے طور پر اسلام میں قدم رکھتا ہے تو وہ ایسے جہان میں داخل ہو جاتا ہے جس میں اطمینان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے،سکون ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، جہاں نہ فساد ہے، نہ گمراہی ہے، نہ حیرانی ہے، نہ پریشانی ہے، جہاں انسانی نفس کے چھپے ہوئے حصوں تک میں بھی سکون ہوتا ہے، جہاں انسان کی ظاہری اور اجتماعی زندگی میں سکون ہوتا ہے۔

سوال 4: اسلام میں پورے پورے داخلے کا مومن کے دل پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: جب مومن ایک اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرتا ہے تو وہ مستقلاً اس پر جم جاتا ہے، اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ اب اس کا ایک راستہ ہے، ایک قبلہ ہے۔ اب اسے کسی جھوٹی قوت کا کوئی ڈر نہیں، کسی چیز کا خوف نہیں، نہ کسی چیز کی محرومی کا اور نہ کسی طاقت کا۔

سوال 5: ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ''اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا ﴾ اور پیروی نہ کرو کیونکہ شیطان پیروی کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ شیطان کے قدم اس کے ڈالے ہوئے وسوسے ہیں۔ بندہ جب دین کے سارے احکامات پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ انسان کے دل میں اپنی خواہش کی محبت کو بے دار کرتا ہے اور بندہ اس خواہش کی طرف مائل ہو جاتا ہے، پھر یوں ہوتا ہے کہ جو حکم خواہش کے مطابق ہوتا ہے انسان اس پر عمل کر لیتا ہے اور جو خواہش کے خلاف ہوتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یعنی دل میں ابھرنے والے وسوسوں کے پیچھے نہ چلو۔ اس کے ڈالے ہوئے وسوسوں اور شبہات کی وجہ سے قرآن وسنت کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار نہ کرو کیونکہ وہ شیطان کا راستہ ہوگا۔

سوال 6: شیطان کے قدموں کے پیچھے کیسے چلا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان کے قدم اس کے ڈالے ہوئے وسوسے ہیں وہ اسلام کے خلاف وسوسے ڈالتا ہے، رسوم ورواج اور برائیوں کو خوب صورت بنا کر دکھاتا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان بے حیائی اور برائی کی طرف لے جاتا ہے ایسے خیالات کے پیچھے چلنا شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنا ہے۔ ﴿3﴾ شیطان کے قدم ہمیشہ اسلام کے مخالف اٹھتے ہیں خواہ وہ رسوم ورواج کی پابندی ہو یا خلاف اسلام کوئی جدید سلسلہ ہو اس لئے اسلام کے خلاف کوئی کام کرنا دراصل شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنا ہے۔ ﴿4﴾ شیطان انسان کو برائیاں خوب صورت بنا کر دکھاتا ہے۔ برائی کی طرف راغب ہونے والی ہر سوچ دراصل شیطان کا جال، شیطان کا قدم ہے۔ اس لئے برائی سوچنا اور برائی کرنا دراصل شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنا ہے۔ ﴿5﴾ شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا اسلام کو چھوڑ کر دوسرے نظام ہائے زندگی کی پیروی کرتا ہے۔ ﴿6﴾ شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا اسلامی طریقوں کو چھوڑ کر غیر اسلامی طریقوں کو اپناتا ہے۔ ﴿7﴾ شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا اسلامی طرز زندگی کی بجائے غیر مسلموں کا لائف سٹائل اپناتا ہے۔ ﴿8﴾ شیطان کے قدموں کے پیچھے چلنے والا عبادات کو سنت کے مطابق انجام نہیں دیتا۔

سوال 7: ﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ''یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ شیطان سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔﴿2﴾ دشمن سے ہر کوئی بچنا چاہتا ہے اس لیے اپنے دشمن سے بچ جاؤ۔اپنی خواہشات کو دین کے تابع کرلو۔بھلائی کے کام کرو،جن کاموں پر قدرت نہ ہو ان کے لیے بھی کوشش کرو۔﴿3﴾ دین میں مکمل طور پر داخل ہونا شیطان کی دشمنی کے بغیر ممکن نہیں۔اس لیے کہ وہ تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے اپنا دشمن بنالو۔

﴿فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ(209)﴾

''پھر اگر اس کے بعد تم پھسل گئے کہ تمہارے پاس واضح دلائل آ چکے تھے تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔''

(209)

سوال1: ﴿فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''پھر اگر اس کے بعد تم پھسل گئے کہ تمہارے پاس واضح دلائل آ چکے تھے تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿فَاِنْ زَلَلْتُمْ﴾ شیطان انسان کو برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوتاہی ہو جائے،تم گناہ میں پڑ جاؤ۔﴿2﴾﴿مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ ''اس کے بعد کہ تمہارے پاس واضح دلائل آ چکے تھے''یعنی علم کے واضح دلائل آنے اور ان پر یقین کرنے کے بعد۔﴿3﴾﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''اس آیت میں سخت وعید اور تخویف ہے جو لغزشوں کو ترک کرنے کی موجب ہے کہ جب نافرمان لوگ اس غالب اور حکمت والی ہستی کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ نہایت قوت کے ساتھ انہیں پکڑتی ہے اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق انہیں سزا دیتی ہے کیونکہ نافرمانوں اور مجرموں کو سزا دینا اس کی حکمت کا تقاضہ ہے۔(تفسیر سعدی:252/1)

سوال2: واضح دلائل آنے کے بعد صحیح راستے پر نہ چلنے والا کیسے پھسلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ پھسلنے سے مراد لغزش کھانا،ڈگمگانا ہے۔﴿2﴾ ایسا انسان جب مصلحتوں کے پیچھے بھاگتا ہے تو پھسلتا ہے۔﴿3﴾ ایسا انسان تحفظات کا خیال رکھتا ہے تو پھسلتا ہے ۔﴿4﴾ ایسا انسان دینی ذمہ داریوں سے فرار کے راستے تلاش کرتا ہے تو پھسلتا ہے۔

سوال3: ''جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' کے ذریعے کیسے ذہنی تیاری کی جارہی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿عَزِيْزٌ﴾ سب پر غالب ہے۔اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی خلاف ورزی کی،مصلحتوں کے پیچھے بھاگے تو اس کی قوت اور غلبے کا سامنا کرنا پڑے گا۔﴿2﴾ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے خلاف دینی ذمہ داریوں سے فرار کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبے کا سامنا کرنا پڑے گا۔﴿3﴾ اگر تم نے دینی ذمہ داریوں سے رکنے کے لئے تحفظات کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبے کا سامنا کرنا پڑے گا۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ﴿حَكِيْمٌ﴾ ''کمال حکمت والا ہے''اس نے تمہارے لیے وہ نظام زندگی تجویز کیا ہے جو بہتر ہے اور جس سے اس نے تمہیں روکا ہے وہ دراصل تمہارے لیے برا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھسلنے سے بچانے کے لئے اپنی صفات **عَزِیْزٌ** اور **حَکِیْمٌ** کا شعور دلایا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عزیز کا شعور دلایا ہے کہ وہ غالب ہے۔ اس کا انسان کی زندگی پر، اس کی قوتوں، صلاحیتوں پر، اس کے رزق پر ہر چیز پر غلبہ ہے لہٰذا پھسلنے سے بچ جاؤ پھسل بھی گئے تو آنا تو رب کے پاس ہے۔ اس طرح اس کے غلبے کا شعور انسان کو پھسلنے سے بچاتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حکیم کا شعور دلا کر انسان کو پھسلنے سے بچایا ہے کہ اس کا کوئی حکم، حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس نے شیطان کی دشمنی کی حقیقت بھی کھول دی ہے، اعمال کا انجام بھی واضح کر دیا ہے اس لئے پھسلنے سے بچ جاؤ۔

﴿ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (210) ﴾

''وہ انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں اور کام پورا کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔''(210)

سوال1: **﴿ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ ﴾** ''وہ انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں اور کام پورا کر دیا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ **﴿ هَلْ یَنْظُرُوْنَ ﴾** لوگوں کے انتظار سے مراد قیامت کا انتظار ہے۔ ﴿2﴾ **﴿ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ﴾** ''مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں'' دنیا میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی آمد کا انتظار ہے۔ ﴿3﴾ **﴿ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ ﴾** ''اور کام پورا کر دیا جائے'' غیبی حقائق کے ظاہر ہونے کے بعد کا اسلام قابل قبول نہیں۔ یعنی ایسی نشانی کے انتظار میں جس سے انہیں قطعی اور حتمی طور پر بات کا یقین آ جائے، ایسا یقین جیسے ہر انسان کو یہ یقین ہے کہ اسے موت آ کر رہے گی تو اسے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب ایسی نشانی آ جائے گی تو پھر ایمان لانے کی کچھ قدر و قیمت نہ ہوگی، ایمان لانے کی قدر و قیمت تو بس اسی وقت تک ہے جب تک کہ امور غیب حواس ظاہری سے پوشیدہ ہیں۔ (تیسیر القرآن)

سوال2: اس آیت کے ذریعے کافروں کو کس چیز کی دعوت دی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں کافروں کو ڈرایا گیا کہ نبی رحمت ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لاتے، کیا قیامت کا انتظار ہے جس دن اگلے پچھلے لوگوں کے فیصلے کر دیئے جائیں گے اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ہرگز نہیں! جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آ جائیں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب اس کے لیے نصیحت کہاں؟ (الفجر:21,23) ﴿2﴾ کافروں کو ڈرایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو نیک اعمال کا وقت ختم ہو جائے گا۔

سوال3: جو لوگ پورے کے پورے اسلام میں داخل نہیں ہوتے، ان کے احساس کو مہمیز لگانے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جھنجھوڑا ہے کہ کس چیز کا انتظار ہے؟ کسی خوف ناک دن کا انتظار ہے کیا؟ کیا ایسے دن کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کا چھتر لگائے ہوئے آئے، فرشتے صفیں باندھے ہوئے آئیں، کوئی بات نہ کر پائے مگر جسے بات کرنے کی اجازت ملے اور وہ بات بھی صحیح کر رہا ہو اور وہ دن دور ہی کب ہے؟ فیصلہ ہو گیا، فرصت کا وقت ختم ہو گیا، کامیابی مشکل ہو گئی۔ سوچ لو آخر کار سارے معاملات کو پیش تو اسی کے حضور ہونا ہے۔ کب تک پیچھے رہو گے؟ کب تک سلامتی میں داخل نہ ہو گے؟ دیکھو سلامتی قریب ہے، یہ دنیا کی سلامتی بھی ہے اور آخرت کی سلامتی بھی۔ آؤ! قدم بڑھاؤ! خوف نہ کھاؤ! ہاتھ تھاموں گا، تمہیں چلالوں گا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں'' سے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ سارے کام چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے پورا پورا حساب لینا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دینی ہے اس لئے فوراً اسلام قبول کر لو، اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاؤ تاخیر نہ کرو۔ یہ سخت وعید ہے۔ کیا شیطان کی پیروی کرنے والے اس دن کے انتظار میں ہیں جو ہولناک ہو گا اور ظالموں کے دل دہلا دے گا اور جس میں فساد کرنے والوں کو پورا بدلہ دیا جائے گا؟

رکوع نمبر 10

﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (211)﴾

''آپ بنی اسرائیل سے پوچھو: ہم نے انہیں کتنی ہی کھلی نشانیاں دیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے اس کے بعد کہ وہ اس کے پاس آ چکی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا والا ہے۔'' (211)

سوال 1: ﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ﴾ ''آپ بنی اسرائیل سے پوچھو: ہم نے انہیں کتنی ہی کھلی نشانیاں دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿سَلْ﴾ آپ بنی اسرائیل سے پوچھیں۔ ﴿2﴾ ﴿كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ﴾ ''ہم نے انہیں کتنی ہی کھلی نشانیاں دیں'' وہ نشانیاں جو حق پر دلیل ہیں، رسولوں کی صداقت پر گواہ ہیں۔ ہم نے انہیں کتنی ہی آیات دیں اور انہوں نے پہچان لیا، انہیں یقین آ گیا مگر انہوں نے نعمت کی ناشکری کی۔

سوال 2: بنی اسرائیل سے سوال کرنے کو کیوں کہا گیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سوال سے توجہ دلائی گئی ہے تاکہ مسلمان بنی اسرائیل کی تاریخ سے عبرت حاصل کریں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ان کے پاس کس قدر دلائل بھیجے گئے لیکن وہ ان سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے ان کو تبدیل کر کے گمراہی اور ہلاکت میں پڑ گئے جس کے نتیجہ میں انہیں دنیا میں بھی سزا ملی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

سوال 3: سوال کے لیے بنی اسرائیل کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ آثار قدیمہ کی نسبت ایک جیتی جاگتی قوم زیادہ بہتر سامان عبرت ونصیحت ہے۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کو کتاب اور نبوت عطا کر کے قوموں کی راہ نمائی کا فریضہ سونپا گیا تھا لیکن انہوں نے دنیا پرستی کی، علم اور عمل کا راستہ چھوڑ دیا، امت مسلمہ کو ان سے بہتر سبق کسی اور سے نہیں مل سکتا۔

سوال 4: ﴿وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے'' اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَنْ يُّبَدِّلْ﴾ اور جو بدل دے۔ ﴿2﴾ ﴿نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی اسلام کو۔ انہوں نے کفران نعمت سے نعمت کو بدل ڈالا۔ ﴿3﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت اسلام کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے سامنے سر نہ جھکایا، نہ دلائل نے انہیں مطمئن کیا، نہ ہی معجزات نے اور نہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے فائدہ اٹھایا۔ ﴿4﴾ انہوں نے ایمان کے بدلے کفر کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن گئے۔

سوال 5: ''اللہ تعالیٰ کی تبدیلی'' کفران نعمت کہا؟

جواب: کفران کو ''نعمت کی تبدیلی'' اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیاوی نعمت عطا کرتا ہے اور وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا اور اس کے واجبات کو ادا نہیں کرتا تو یہ نعمت اضمحلال کا شکار ہو جاتی ہے اور اس کے پاس سے چلی جاتی ہے اور کفر اور معاصی اس کی جگہ لے لیتے ہیں اس طرح گویا ''کفر'' نعمت کا بدل ہو گیا اور جو کوئی اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے اور اس کے حقوق کو ادا کرتا ہے تو نعمت نہ صرف ہمیشہ برقرار رہتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس نعمت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 255/1)

سوال 6: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا والا ہے'' اللہ تعالیٰ کن کے لیے بہت سخت سزا والا ہے؟

جواب: نعمت بدلنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ سخت سزا والا ہے۔

سوال 7: یہاں اس سے کون سی سزا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سزا سے مراد آخرت سے پہلے دنیا کی سزا ہے، چاہے یہ بے چینی اور بے اطمینانی کی صورت ہو یا کسی اور نوعیت کے عذاب کی صورت ہو۔ ربّ العزت کا ارشاد ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اتار دیا؟ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قرار گاہ ہے۔(ابراہیم:28,29)

سوال8: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''بہت سخت سزا والا ہے'' ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایمان کی نعمت چھوڑ کر کفر اختیار کرنے سے روکنے کے لئے اپنے ''بہت سخت سزا والا'' ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ(212)﴾

''دنیا کی زندگی ان کے لئے خوشنما بنادی گئی جنہوں نے کفر کیا اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے، حالانکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے بلند ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔''(212)

سوال1: ﴿زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''دنیا کی زندگی ان کے لئے خوشنما بنادی گئی جنہوں نے کفر کیا اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿زُيِّنَ﴾ خوش نما بنادی۔ ﴿2﴾﴿لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا﴾ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا، اس کے رسولوں کا کفر کیا اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر نہیں کی۔ ﴿3﴾﴿الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ان کے سامنے دنیا کی زندگی خوش نما بنادی ہے وہ اس دنیا میں مگن ہیں۔ان کی خواہشات، ارادے اور اعمال دنیا کے لیے ہو جاتے ہیں۔ ﴿4﴾﴿وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور وہ ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو ایمان لائے'' دنیا کے لیے بھاگتے ہیں، دنیا داروں کی عزت و تکریم کرتے ہیں اور ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا ہے۔

سوال2: دنیا کی زندگی خوش نما کیسے بنادی جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جن لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی خوش نما بنادی جاتی ہے انہیں دنیا کی چیزیں بھلی لگنے لگتی ہیں، نظر دنیا کی چیزوں پر ٹکی رہتی ہے آگے بلند مقاصد تک نہیں جاتی۔ ﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ کا مال جمع کرتے ہیں اور اس کے راستے میں خرچ کر کے اس کی رضا حاصل نہیں کرتے۔ ﴿3﴾ کفر کرنے والے دنیا کی محبت کی بنا پر ہی رب کے حکم کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ کفر کرنے والوں کی دل چسپی کے لئے دنیا کی زندگی کو خوش نما بنا دیا جاتا ہے تا کہ ان کی ساری سرگرمیاں، ان کا وقت، ان کی زندگی دنیا کے لئے ہی برباد ہو جائے۔

سوال3: اہل ایمان اور اہل دنیا کے راستے کیسے الگ ہو جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان سے محبت کرنے والا آخرت کے حصول کے لیے محنت کرتا ہے اور اپنا وقت، مال، صلاحیت سب کچھ آخرت کے لیے بچالیتا ہے۔ ﴿2﴾ دنیا سے محبت کرنے والا اپنا وقت، مال، صلاحیت سب کچھ دنیا کے لیے لگا دینا چاہتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: کافراہل ایمان کامذاق کیوں اڑاتے تھے؟

جواب: کافرمالی اعتبار سے مسلمانوں کے مقابلے میں مضبوط تھےاس وجہ سے وہ مسلمانوں کامذاق اڑاتے تھے۔

سوال5: آج دنیا سے محبت کرنے والے اہل ایمان کامذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

جواب: اہل ایمان، ایمان کی محبت میں آخرت کے حصول کے لیے کوششیں کرتے ہیں، ان کے سامنے مقصد زندگی واضح ہوتا ہے۔ دنیا سے محبت کرنے والے ان مقاصد کو سمجھ نہیں سکتے، اس لیے وہ ایمان والوں کامذاق اڑاتے ہیں۔

سوال6: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''حالانکہ جولوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرگئے وہ قیامت کے دن ان سے بلند ہوں گے'' یہ کہہ کراہل ایمان کی ذہنی تیاری کیسے کی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''حالانکہ جولوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرگئے وہ قیامت کے دن ان سے بلند ہوں گے'' یہ کہہ کراہل ایمان کی ذہنی تیاری کی گئی ہے تاکہ اہل ایمان آخرت کامقام سامنے رکھتے ہوئے مذاق اڑانے والوں کی طرف دھیان نہ دیں۔ ﴿2﴾ دنیا تو مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ اس دنیا میں تو مومن اور کافر سبھی کو آزمائش برداشت کرنی پڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اجر پاتا ہے ۔اللہ تعالیٰ اس کے ایمان اور صبر کی وجہ سے اس کی تکلیف کم کر دیتے ہیں۔ ﴿3﴾ تقویٰ والے قیامت کے دن بلند درجات پر ہوں گے، طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور کفار ان کے نیچے جہنم کی کھائی میں ذلت، رسوائی اور بدبختی میں مبتلا ہوں گے۔

سوال7: ﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں کافر اور مومن کو رزق ملتا ہے۔ ﴿2﴾ یہ غلط فہمی ہر دور کے لوگوں میں رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف آئے تو غریب ہو جائیں گے۔ اس پر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے، جسے چاہے دنیا میں دے اور جسے چاہے دنیا و آخرت دونوں میں دے دے۔ دنیا کا سامان تو یہیں رہ جائے گا، کام آنے والا سرمایہ آخرت ہے۔ لہٰذا صرف یہ زندگی نہیں، آخرت کی زندگی کا بھی خیال رکھنا ہے۔ دنیا کا رزق اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندو! (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی اس میں کم نہیں ہوتا اور فرمایا تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، مسلسل خرچ کئے جا رہا ہے، لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔ (صحیح بخاری:4684) ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے مال میں سے اس کا اتنا حصہ ہے کہ اس نے کھایا کھا کر ختم کر دیا، پہنا پہن کر پرانا کر دیا، اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا وہ بچا لیا۔'' (صحیح مسلم:7420)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: کیااللہ تعالیٰ کے بے حساب رزق کا تعلق صرف آخرت سے ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے بے حساب رزق کا تعلق آخرت کے علاوہ دنیا سے بھی ہے جیسا کہ مسلمانوں کو فتوحات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بے حساب رزق دیا حتیٰ کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے۔ ﴿2﴾ دنیا کا رزق تو وہ مومن اور کافر سب کو دیتا ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اہم ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔ (جامع ترمذی:2320) ﴿3﴾ اس کے مقابلے میں علم، ایمان، توکل، اخلاص، محبت الٰہی، اللہ تعالیٰ کا خوف، اس پر امید اور صبر و شکر تو یہ دلوں کا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ صرف اسے دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (213) ﴾

''لوگ ایک ہی امت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں انہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (213)

سوال1: ﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ ''لوگ ایک ہی امت تھے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ سب لوگ توحید پر تھے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے توسط سے دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا نوح علیہ السلام تک دس پشتیں ہیں، ان دس زمانوں کے لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے پابند تھے۔ پھر اختلاف ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء مبعوث فرمائے۔ (ابن جریر) ﴿2﴾ یعنی وہ سب کے سب ایک ہی دین پر تھے اور وہ دین اسلام ہے۔ (فتح القدیر)

سوال2: جب لوگ ایک امت تھے پھر اختلاف کیسے پیدا ہوا؟

جواب: اختلاف شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے پیدا ہوا۔ ابلیس کی کوششوں کی وجہ سے شرک عام ہو گیا۔

سوال3: ﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھیجا''انبیاء کی خوش خبریاں اور ڈراوے کس مقصد کے حصول کے لیے ہوتی تھیں؟

جواب:﴿1﴾﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ﴾''پھر اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا''اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انبیاء بھیج کر رحم فرمایا۔﴿2﴾﴿مُبَشِّرِيْنَ﴾''خوش خبری دینے والے''انبیاء کی خوش خبریاں اطاعت کرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں وہ اطاعت کے انجام کو واضح کرتے ہیں کہ دنیا میں جسم و روح کی قوت ،رزق اور پاکیزہ زندگی ملے گی اور آخرت میں سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔﴿3﴾﴿وَمُنْذِرِيْنَ﴾''اور ڈرانے والے''ڈراوے نافرمانی کرنے والوں کے لیے ہوتے تھے۔ڈراوے نافرمانی کے کاموں سے بچانے کے لیے تھے کہ اگر نافرمانیوں والی زندگی بسر کروگے تو دنیا میں ذلت ورسوائی پاؤگے رزق میں تنگی ہوگی اور آخرت میں بدترین عذاب کے مستحق بنوگے ۔﴿4﴾انبیاء کی خوش خبریاں اور ڈراوے توحید کو قائم کرنے اور شرک ختم کرنے کے لیے ہوتے تھے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لئے نبیوں کو خوش خبریاں دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ وہ توحید کو قائم کریں اور شرک ختم کریں۔

سوال4:﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾''اور ان کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کردے جن میں انہوں نے اختلاف کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾''اور ان کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا''اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو کتابیں عطا کیں۔ ﴿2﴾﴿بِالْحَقِّ﴾حق کے ساتھ یعنی کتابوں میں سچی خبریں اور عدل پر مبنی احکامات ہیں۔﴿3﴾﴿لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾''تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کردے جن میں انہوں نے اختلاف کیا''کتاب کے احکامات کے ذریعے انبیاء اصول و فروع کے اختلافات میں فیصلے کرتے رہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے باہمی اختلافات کو دور کرنے کے لیے کتاب بھیجی ،کتاب کے ذریعے اختلافات کیسے دور ہو سکتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انبیاء پر کتابیں نازل کیں۔اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں۔﴿2﴾ کتاب یہ بتاتی ہے کہ کیا حق ہے اور کیا ناحق ؟ کیا خیر ہے اور کیا شر؟

سوال6:﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾''اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی،اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے''لوگوں کے درمیان اختلاف کیوں ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾''اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی،اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے''لوگوں کے درمیان اختلاف ہمیشہ حق کا راستہ چھوڑ دینے کی وجہ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتا ہے۔﴿2﴾﴿بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾'' آپس میں ضد کی وجہ سے'' اختلاف آپس میں زیادتی کرنے کے لیے ہوتا ہے۔اس اختلاف اورفرقہ بندی کے اصل محرکات کچھ اورہوتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد بارایک جامع لفظ''بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ'' سے تعبیرفرمایاہے۔ (تیسیر القرآن:162/1)﴿3﴾بغیاً سے مراد ظلم اورحسد ہے۔(ایسرالتفاسیر:106) جوکہ اختلاف اورفرقہ بندی کے اصل محرکات ہیں۔﴿4﴾اس آخری ٹکڑے کے اندراس عظیم ذمہ داری کی طرف اشارہ بھی ہے جواس امت پردین حق کی امانت سے متعلق عائد ہوتی ہے کہ اس حق کو پاکرتم بھی اس میں اس طرح کے اختلافات برپا کرنے والے نہ بن جانا جس طرح دوسرے تم سے پہلے بن گئے۔(تدبرالقرآن:504)

سوال7: حق کا راستہ چھوڑ دینے کا سبب کیا بنتا ہے؟

جواب: حق کا راستہ چھوڑ دینے کا سبب بغض اورعناد بنتا ہے جوتقلیداور بدعات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

سوال8: حق کا راستہ چھوڑ دینے کا کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب: حق کا راستہ چھوڑ دینے سے اختلافات بڑھتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ امت کے اتحاد کا معاملہ ناممکن ہوجاتا ہے۔

سوال9: ﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ﴾'' پھراللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کوجوایمان لائے،حق میں سے ہدایت دی،جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے اختلافات میں اپنی مشیت سے حق کی طرف کیسے راہ نمائی کی؟

جواب: ﴿1﴾﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾'' پھراللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کوجوایمان لائے،ہدایت دی'' اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ایمان والوں کی راہ نمائی فرمائی۔﴿2﴾﴿لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ﴾''جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا،حق میں سے''جس میں اہل کتاب اختلافات کا شکار ہوکرحق سے دور ہوگئے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں ان کی راہ نمائی فرمائی۔﴿3﴾﴿بِاِذْنِهٖ﴾''اپنے حکم سے''اپنی رحمت سے ان کے لیے معاملہ آسان کر دیا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے اختلافات میں اپنی مشیت سے یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان جن امور میں اختلاف تھا ان میں مسلمانوں کی حق کی طرف راہ نمائی کی مثلاً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے جھٹلایااورسیدہ مریم علیہا السلام پر بہتان باندھے۔اس کے برعکس عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کوالٰہ اورسیدہ مریم لیہا السلا کو مادرخدا کا درجہ دے دیا۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حق کی طرف راہ نمائی کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اورفرماں بردار بندے تھے۔

سوال10: اختلاف کی صورت میں کیا فرض ہے؟

جواب: ﴿1﴾اختلاف اورجھگڑا ہونے کی صورت میں فرض ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹایا جائے۔اگر کتاب اللہ اورسنت رسول ﷺ میں ان اختلاف اورجھگڑا کرنے والوں کا فیصلہ موجود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے جھگڑوں کوان کی طرف لوٹانے کا حکم نہ دیتا۔﴿2﴾اختلاف میں سیدھے راستے کی ہدایت کی دعائیں کرنے کی ضرورت ہے جیسے نبی ﷺ دعا کیا کرتے تھے۔سیدہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''جب بھی رات کو آپ ﷺ اپنی نماز شروع فرماتے تو (یہ دعا پڑھتے): ''اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے پروردگار! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! ظاہر اور باطن کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ مجھے سیدھا راستہ دکھا اور اے اللہ! حق کی جن باتوں میں اختلاف ہو گیا ہے، تو مجھے ان میں سیدھے راستے پر رکھ۔ بے شک تو ہی جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔'' (صحیح مسلم:1811)

سوال 11: ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر حجت قائم کرنے کے لیے انہیں سیدھے راستے کی طرف دعوت دی ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جسے چاہا ہدایت سے نواز دیا۔

سوال 12: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسے صراط مستقیم کے لیے چن لیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو حق پر چلتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگوں کی خواہشات کے مطابق ادھر ادھر نہیں ہٹتے۔ ﴿3﴾ جو حق پر جمتے ہیں۔ ﴿4﴾ جو انسانوں کی پسند اور رجحانات کے مطابق کھلونا نہیں بنتے۔

سوال 13: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کیسے صراط مستقیم دکھایا؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں اور عیسائیوں نے اختلاف کیے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صراط مستقیم دکھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم دنیا میں سب سے پیچھے تھے لیکن جنت میں سب سے پہلے جائیں گے۔ اہل کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں قرآن سب سے آخر میں دیا گیا۔ اہل کتاب مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے سے اختلافات میں ہماری صحیح صحیح راہ نمائی فرمائی۔ اہل کتاب میں ہفتے کی چھٹی منانے میں اختلاف ہو گیا کوئی ہفتہ مناتا ہے کوئی اتوار۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحیح دن بتا دیا جو جمعہ ہے۔ اہل کتاب اس حیثیت سے بھی ہم سے پیچھے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق) ﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کی اور بتایا کہ وہ حنیف یعنی یکسو اور مسلم یعنی فرماں بردار تھے۔

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (214)﴾

''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہو گی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے۔'' (214)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ''یاتم نے گمان کررکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں مومن کی آزمائش ضرور ہوتی ہے۔جوکوئی اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنے کا دعویٰ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آزماتا ہے۔اگر وہ اس راستے میں آنے والے مصائب اور مشکلات کی پرواہ نہیں کرتا تو وہ سچا ہے اور اگر مشکلات اسے راستے سے ہٹا دیتی ہیں تو وہ اپنے ایمان کے دعوے میں جھوٹا ہے۔﴿2﴾﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ''یاتم نے گمان کررکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے'' ایمان محض دعووں اور تمناؤں کا نام نہیں۔ایمان کی تصدیق اعمال کرتے ہیں۔جنت میں داخلے کی تمنا کے لیے آزمائش بھی ہوگی اور ثبات بھی مطلوب ہے ۔﴿3﴾اس کا مطلب یہ ہے کہ آزمائش اور امتحان سے پہلے جنت کی آرزو ٹھیک نہیں۔﴿4﴾رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ یاتم نے گمان کرلیا کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ان کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو۔(آل عمران:142)﴿الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾ الم۔کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور یقیناً ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا جو ان سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔ (العنکبوت:1,3)

سوال2: جنت کی قیمت کیا ہے؟

جواب: جنت کی قیمت انسان کا اپنا وجود اور اس کا مال ہے جیسا کہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔(التوبہ:111)

سوال3: ﴿وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے'' یعنی آزمائش تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔پہلے لوگوں کو بھی آزمایا گیا۔اس سنت جاریہ میں تبدیلی نہیں آسکتی۔﴿2﴾سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔آپ ﷺ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک دیے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذا دہی سے تنگ آچکے ہیں۔) آپ ﷺ نے فرمایا:'' (ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں ڈال دیا جاتا، پھران کے سر پر آرا رکھ کران کے دوٹکڑے کردیے جاتے، پھربھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کران کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، پھربھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ یہ امر(اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اورایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقامِ صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پرامن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ تعالیٰ کے سوااور کسی کا ڈر نہیں ہوگا یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔'' (صحیح بخاری:3612)

سوال4: کون سے حالات جنت کی طرف لے جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جن حالات سے گھبرا کرانسان ان میں جینانہیں چاہتاوہی حالات جنت کی طرف لے جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ زندگی کے نقشے کو بدلنے والے حالات، مشکلات اورمصائب، آزمائشیں اورامتحانات، اللہ تعالیٰ کے لیے یک سواور خالص کرنے والے حالات ہیں۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی رضا، نبی ﷺ کی اتباع اوردین اسلام کے مطابق چلنا جنت کے راستے کا مسافر بنادیتا ہے۔

سوال5: جنت کا راستہ کیسا راستہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جنت کا راستہ زندگی کے نقشے کو بدلنے کا راستہ ہے۔ ﴿2﴾ جنت کا راستہ اپنی شخصیت کو بدلنے کا راستہ ہے۔ ﴿3﴾ جنت کا راستہ مشکلات کو برداشت کرنے کا راستہ ہے۔ ﴿4﴾ جنت کا راستہ تنگی اورمصیبت میں صبر کرنے کا راستہ ہے۔ ﴿5﴾ جنت کا راستہ آزمائشوں اورامتحان کے بعد اللہ تعالیٰ کے لیے یک سواور خالص ہوجانے کا راستہ ہے۔

سوال6: ﴿مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا﴾ ''ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اوروہ بری طرح ہلائے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ﴾ ''ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی''یعنی ان کو سختیاں اور تکلیف پہنچیں۔وہ فاقوں میں مبتلا ہوئے ،انہیں مختلف بیماریوں نے گھیرلیا۔ ﴿2﴾ ﴿وَزُلْزِلُوا﴾ ''اوروہ بری طرح ہلائے گئے''یعنی قتل وغارت،خانہ جنگیاں،جلاوطنی مال لوٹ لینے اوردیگر نقصانات کے ذریعے انہیں دہشت میں مبتلا کیا گیا۔

سوال7: ﴿حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ﴾ ''یہاں تک کہ رسول بھی اوروہ لوگ جواس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ حالات کی شدت نے انہیں ایسے مقام تک پہنچادیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین رکھنے کے باوجود رسول اورایمان والے پکار اٹھے ۔ ﴿2﴾ ﴿مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی'' انبیاء علیہم السلام اوران کے ساتھیوں کا یہ عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی کسی شک وشبہ کی وجہ سے نہ تھا جوان کی شان کے خلاف ہے بلکہ اس سوال کا منشاء یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ مدد کا وعدہ فرمایا ہے مگراس کا وقت اورمقام متعین نہیں فرمایا اس لیے حالت اضطرار میں ایسے الفاظ عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مدد جلد بھیجی جائے اورایسی دعا کرنا توکل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یا منصب نبوت کے منافی نہیں بلکہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی الحاح وزاری کو پسند فرماتے ہیں۔اس لئے انبیاء علیہم السلام وصلحاء امت اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔(معارف القرآن:510/1)

سوال8: مصیبتوں اور مشقت والے حالات کا تذکرہ یہاں کس مقصد کے لیے کیا گیا؟

جواب: یہاں یہ تذکرہ اس مقصد کے لیے کیا گیا تا کہ مسلمانوں کے اندر حوصلہ پیدا ہو اور وہ صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلنے کا عزم کرنے کے قابل ہو جائیں۔

سوال9: ﴿اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ ''سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے'' اللہ تعالیٰ کی مدد انسانوں کو کب ملتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو شخص حق پر قائم رہتا ہے تب امتحان اس کے لیے نصرت کی خوش خبری لے کر آتا ہے اور دل کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ جب اہل ایمان مصائب کو برداشت کر لیتے ہیں، وہ ثابت قدم رہتے ہیں، جب وہ مصیبتوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد اہل ایمان کے لیے یقینی طور پر آتی ہے اس لیے قریب ہے۔ ﴿3﴾ ہر آنے والی چیز قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد نے آنا ہی ہے اس لیے وہ قریب ہے۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (215)﴾

''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ والدین اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور جو بھلائی تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔''(215)

سوال1: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بہت مال دار تھے۔انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: ہم کیا خرچ کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں خرچ کرنے کی جگہیں بتادی گئیں۔ ﴿2﴾ یہ آیت نفلی خیرات کے بارے میں نازل ہوئی۔رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: والدہ پر، والد پر، بہن پر، بھائی پر پھر درجہ بدرجہ قریبی عزیزوں پر خرچ کرے۔ ﴿3﴾ یہ سوال خرچ کرنے والے اور جس پر خرچ کیا جائے ان کے بارے میں عام ہے۔(تفسیر سعدی:259/1)

سوال2: ﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ ''آپ کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ والدین اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے'' مال خرچ کرنے کے اولین مصارف کیا بتائے گئے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ﴾ ''آپ کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ والدین کے لیے ہے''(الف) آپ تھوڑا خرچ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرو یا زیادہ سب سے پہلے مستحق والدین ہیں جن کی نافرمانی حرام ہے اور جن کے ساتھ نیکی کرنا فرض ہے۔(ب)والدین کی سب سے بڑی فرماں برداری ان پر مال خرچ کرنا اور سب سے بڑی نافرمانی ان پر مال خرچ نہ کرنا ہے۔وسعت رکھنے والے بیٹے کے لیے والدین پر خرچ کر نا فرض ہے۔﴿2﴾﴿وَالْاَقْرَبِيْنَ﴾''اور رشتہ داروں (کے لیے)''والدین کے بعد رشتہ داروں پر، ہر رشتے کی حیثیت کے مطابق خرچ کیا جائے۔اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ جو زیادہ قریبی ہے وہ زیادہ مستحق ہے۔جو بھی زیادہ قریبی اور ضرورت مند ہے اسے دیا جائے یہی صدقہ اور صلہ رحمی ہے۔(تفسیر سعدی:259,260/1)قریبی رشتہ داروں کا خیال رکھنے سے خاندان کے اندر امن اور محبت میں اضافہ ہوگا اور خاندان کے افراد کے درمیان رابطے مضبوط ہوں گے۔﴿3﴾﴿وَالْيَتٰمٰى﴾یتیموں سے مراد چھوٹے بچے ہیں چونکہ ان کا کو ئی کمانے والا نہیں ہوتا اور وہ خود اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کے حق میں وصیت کی ہے۔﴿4﴾﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾مساکین سے مراد ضرورت مند لوگ ہیں۔ان پر ان کی ضرورت سے بے نیاز کرنے کے لیے خرچ کیا جائے۔﴿5﴾﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾سے مراد اجنبی مسافر ہے جو سفر خرچ کے ختم ہو جانے کی وجہ سے مشکلات میں گھر گیا ہو۔ان پر خرچ کر کے ان کے ساتھ تعاون کر نے کا حکم ہے۔

سوال3: صدقہ کب شروع ہوتا ہے؟

جواب: صدقہ تب شروع ہوتا ہے جب انسان اپنی ضروریات پوری کر لے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''اپنی ذات سے ابتدا کر اور اس پر خرچ کر۔اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے رشتے داروں کے لیے اور اگر تیرے رشتے داروں سے بھی کچھ بچ جائے تو اس اس طرح اور اپنے ہاتھوں سے آپ ﷺ اپنے دائیں اور بائیں اشارہ کرتے تھے۔''(صحیح مسلم:2313)سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''اے ابن آدم!اپنی ضروریات سے زائد مال خرچ کر دینا تیرے لیے بہتر ہے۔اگر تو اس کو روک لے گا تو تیرے لیے برا ہوگا اور بقدر کفایت تو ملامت نہیں کیا جائے گا اور دینے کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کر اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''(صحیح مسلم:2388)

سوال4: کمزوروں اور محروموں کی مدد کے لیے انفاق کے حکم میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ کمزوروں اور محروموں کی مدد کرنے سے انسان کو خود فائدہ ہوتا ہے۔انسان کے اندر جذبہ رحمت ابھرتا ہے اور اشتراک کے جذبے کی تسکین ہوتی ہے۔﴿2﴾یتیم چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی ان کی مدد کرنے سے انسان کے اندر جذبہ رحمت ابھرتا ہے۔﴿3﴾مساکین کے پاس اخراجات کے لیے کچھ نہیں ہوتا،اپنی شرافت اور سفید پوشی کی وجہ سے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ان پر خرچ کرنے سے انسان کے جذبۂ اشتراک اور جذبہ رحم کو تسکین ملتی ہے۔﴿4﴾مسافروں کے لیے گھر سے دور بہت ساری رکاوٹیں ہوتی ہیں ان پر خرچ کرنے سے انسان کے جذبۂ رحمت اور اشتراک کے جذبے کو تسکین ملتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: کیا خرچ کا یہ حکم زکوٰۃ سے متعلق ہے؟

جواب: یہ حکم زکوٰۃ سے متعلق نہیں کیونکہ اس میں ماں باپ کا تذکرہ ہے جن پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنی جائز نہیں۔

سوال6: خرچ کرنے کی ان مدات اور آج کے دور میں مسلمانوں کے خرچ میں کیا فرق ہے، وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا میمون بن مہران رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ ''خرچ کرنے کی ان جگہوں میں نہ طبلہ سارنگی کا ذکر ہے اور نہ چوبی تصویروں اور دیواروں پر لٹکائے جانے والے آرائشی پردوں کا'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان چیزوں پر مال خرچ کرنا اسراف ہے اور ناپسندیدہ ہے۔ آج کے دور میں یہ ناپسندیدہ اخراجات ہماری زندگی کا حصہ بن گئے ہیں حتیٰ کہ ان سے کوئی نفرت بھی محسوس نہیں کرتا۔

سوال7: ﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور جو بھلائی تم کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ ﴾ ''اور جو بھلائی تم کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے خاص مدات کا ذکر کرنے کے بعد حکم کو عام کر دیا ہے کہ جو بھی تم دوسرے لوگوں پر خرچ کرتے ہو سب خیر ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ اللہ تعالیٰ انفاق سے بھی باخبر ہے، اس کے مقصد سے بھی باخبر ہے، اس کے پیچھے نیت کو بھی جانتا ہے۔ اس لیے یہ انفاق ہرگز ضائع نہیں ہوگا۔ تمہیں اس خرچ کا بدلہ دے گا۔ جتنی کسی کی نیت خالص ہو گی اتنا ہی اجر میں اضافہ ہوگا۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے بھلائی کے لیے خرچ کرنے پر اپنی کس صفت کا شعور دلا کر آمادہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بھلائی کے لیے خرچ کرنے پر اپنی صفت ''علیم'' کا شعور دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی وجہ سے انسان کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور اجر کا یقین آتا ہے جس کی وجہ سے خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ربّ العزت نے واضح فرمایا کہ وہ تمہاری ہر نیکی کا علم رکھتا ہے، قیامت کے دن تمہیں اس کا پورا پورا اجر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (216) ﴾

''تم پر قتال فرض کر دیا گیا حالانکہ وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ ہے اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بدتر ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (216)

سوال1: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ﴾ ''تم پر قتال فرض کر دیا گیا' حالانکہ وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ ہے'' انفاق اور قتال کا حکم انسان پر ناگوار کیوں گزرتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾ ''تم پر قتال فرض کر دیا گیا'' اللہ تعالیٰ نے قتال کو فرض کیا ہے پہلے مسلمان کمزور تھے پھر وہ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو انہیں قتال کا حکم دیا گیا۔ ﴿2﴾ ﴿وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ ''حالانکہ وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ ہے'' خوف اور ہلاکت کے خطرے کی وجہ سے نفس جہاد کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ قتال خالص نیکی ہے جس کا بڑا اجر وثواب ہے اور دشمن پر فتح کی صورت میں مال غنیمت بھی ملتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان اپنی جان اور اپنے مال پر اپنا حق سمجھتا ہے اور اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ اسے دوسروں پر بھی خرچ کرو۔ یہ دونوں کام بالکل مختلف ہیں اس لیے انسان کو ناگوار لگتا ہے۔

سوال 2: قتال فی سبیل اللہ کیوں واجب ہے؟

جواب: دنیا میں رہنے کے دو طریقے ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا طریقہ جو وحی کے ذریعے سے انسانوں کے علم میں آیا اور دوسرے وہ تمام طریقے جو رب نے نہیں بتائے، یہ انسانوں کے خود ساختہ طریقے ہیں۔ دو علیحدہ علیحدہ طریقہ ہائے زندگی کو اختیار کرنے والوں کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ اختلاف نفرت اور دشمنی میں بدل جاتا ہے، پھر انسان انسانوں کے طریقوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ عام طور پر اللہ والوں کا طرز عمل اللہ تعالیٰ کے مخالفوں کو پسند نہیں آتا۔ جب کبھی خدا مخالف قوتیں دلیل کے میدان میں ہار جاتی ہیں تو تشدد کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے اور اللہ والوں کے لیے سچے اور فطری طریقۂ زندگی پر عمل کرنا ناممکن بنا دیا جاتا ہے۔ ایسے میں اپنے نظریے پر قائم رہنے اور انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے قتال فی سبیل اللہ واجب ہو جاتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لیے بھی بھلائی ہے اور پوری انسانیت کے لیے بھی بھلائی ہے۔ یہ فرض سچائی کے لیے ہے، بھلائی کے لیے ہے، اصلاح کے لیے ہے۔

سوال 3: ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ﴾ ''اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بدتر ہو'' جہاد کے حکم کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کیا سمجھایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اگرچہ تمہارے لیے دشوار ہو مگر اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرو کیونکہ ہر کام کے انجام اور نتیجے کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہوسکتا ہے اس میں تمہارے لیے بہتری ہو جیسے جہاد کے نتیجے میں عزت، مال اور فتح نصیب ہوسکتی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ﴾ ''اور ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بدتر ہو'' یعنی گھر بیٹھنا تمہیں پسند ہے تو اس کے نتیجے میں دشمن غالب آ سکتا ہے، ذلت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ دنیا میں شکست، کفار کا تسلط اور آخرت میں جہنم کا عذاب۔

سوال 4: انسان جسے اچھا سمجھتا ہے وہ چیز اس کے حق میں اچھی نہیں ہوتی، جسے برا سمجھتا ہے وہ اس کے حق میں اچھی ہوتی ہے، کیسے؟

جواب: ﴿1﴾ جو انسان دنیا کے فائدے چاہتا ہے، ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ ﴿2﴾ انسان آزاد زندگی پسند کرتا ہے حالانکہ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا فائدہ اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی میں خود کو باندھے۔ ﴿3﴾ انسان قربانی والے دین سے خوش نہیں ہوتا اور اس دین کو چاہتا ہے جہاں معمولی کاموں پر جنت کی خوش خبری ہو۔

سوال 5: قتال فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا سہل بن سعد، سیدہ انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام کو نکلنا ساری دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے۔ (بخاری: 392/1) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ (بخاری) ﴿4﴾ سیدنا عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی بندے کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اسے دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی۔ (بخاری) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں کبھی جہاد کا خیال آیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔ (صحیح مسلم: 4931) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوا اور اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ اس کی راہ میں کون زخمی ہوتا ہے تو وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ رنگ تو خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ (بخاری: 313/2)

سوال 6: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' سے انسان کو کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' اس سے انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ معاملات کی اصل حقیقت تک تمہارا علم نہیں پہنچ سکتا جب کہ رب سب کچھ جاننے والا ہے۔ ﴿2﴾ یہ سمجھایا گیا ہے کہ علم والے پر اعتماد کرنا چاہئے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر کے ساتھ چلو خواہ تمہیں اچھا لگے یا برا لگے۔ (تفسیر سعدی: 261/1)

رکوع نمبر 11

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (217)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''وہ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔آپ کہہ دیں اس میں قتال کرنا کبیرہ گناہ ہے اوراللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنااوراس کے ساتھ کفر کرنااور مسجد حرام سے روکنااوراس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنااللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا(گناہ) ہےاورفتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے۔اوروہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر وہ استطاعت پائیں تو تمہیں تمہارے دین ہی سے پھیر دیں،اورتم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ مرجائے اس حال میں کہ وہ کافر ہوتو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیااور آخرت میں ضائع ہوگئے اوریہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(217)

سوال1: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ﴾ ''وہ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں'' ماہ حرام میں قتال کا سوال کیوں پوچھا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ متعدد روایات میں آیا ہے کہ یہ آیات سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔نبی ﷺ نے آٹھ آدمیوں کا ایک قافلہ بطن نخلہ کی طرف بھیجا تھا(جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام تھا)۔ان کو ہدایت فرمائی تھی کہ قریش کی نقل وحرکت اوران کے آئندہ ارادوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں،جنگ کی اجازت آپ ﷺ نے نہیں دی تھی لیکن ان لوگوں کو راستے میں ایک چھوٹا سا تجارتی قافلہ ملا،اس پرانہوں نے حملہ کیا،ایک آدمی کو قتل کر دیااور باقی لوگوں کو ان کے مال سمیت مدینہ گرفتار کر کے لے آئے۔یہ کاروائی ایسے وقت ہوئی جب کہ حرام مہینے کا آغاز ہوگیا تھا یعنی رجب کا پہلا دن تھا اور دستے کا خیال یہ تھا کہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے۔﴿2﴾ عرب حرام مہینوں کا احترام کرتے تھے اوراسلام نے بھی ان کا احترام برقرار رکھا تھا۔جب یہ دستہ قافلے اور قیدیوں کو لے کر مدینہ پہنچا،نبی ﷺ کے سامنے مال غنیمت پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:میں نے تمہیں حرام مہینوں میں لڑنے کا حکم کب دیا تھا؟ قیدی کھڑے کر دیے گئے اور آپ ﷺ نے لینے سے انکار کر دیا۔یہ لوگ گھبرا گئے،مسلمان بھائیوں نے انہیں برا بھلا کہا۔قریش مکہ نے کہا:محمد ﷺ کے ساتھیوں نے حرام مہینوں کی حرمت کو ختم کر دیا ہے۔یہودیوں نے گمراہ کن پروپیگنڈا کیا،اس میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو ایسے پیش کیا گیا جو عربوں کے تمام مقدسات کا انکار کرتے ہیں اور صدیوں کی روایات کو پامال کر رہے ہیں۔اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں،معاملے کا سچائی کے ساتھ فیصلہ ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں اور مال غنیمت کو قبول کر لیا۔(ابن کثیر:298/1)

سوال2: ﴿قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دیں اس میں قتال کرنا کبیرہ گناہ ہے'' حرام مہینوں میں لڑنا کیسا ہے؟اس کے جواب میں رب العزت نے جو فرد جرم عائد کی،اس سے کیا ثابت کرنا مقصود ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا،لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا،مسجد حرام کی حرمت کو توڑا،اس میں مسلمانوں کو اذیت دی اور پورے تیرہ سال اذیتیں دے کر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکتے رہے اور پھر مسجد حرام کے باشندوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔انہوں نے حرم کے تقدس کا کوئی خیال نہ رکھا اور اس کے احترام کے کسی اصول پر عمل نہ کیا۔مسلمان تو ان لوگوں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برسرپیکار ہیں جو حرم مقدس کا بھی خیال نہیں کرتے، انہوں نے حرم اور حرام مہینوں کو ایک پردہ بنالیا ہے، یہ حقیقی احترام نہیں ہے۔

سوال 3: ﴿ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا (گناہ) ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا'' یعنی مشرکوں کا اہل ایمان کو روکنا۔ جو بھی دین کے راستے پر چلنا چاہے اس کو دین سے ہٹا دینے کی کوشش کرنا۔ ﴿2﴾ ﴿ وَكُفْرٌ بِهٖ ﴾ اور حرمت والے شہر میں کفر کا ارتکاب کرنا۔ ﴿3﴾ ﴿ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ اور مسجد حرام کی حرمت کو پامال کرنا۔ اس میں مشرکوں نے 360 بت لا کر رکھ دیے تھے۔ ﴿4﴾ ﴿ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا (گناہ) ہے'' وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر چلنے والے اور اس کی طرف بلانے والے تھے یعنی نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مشرکوں سے زیادہ مسجد حرام پر حق رکھتے ہیں انہیں وہاں سے نکالنا اور اس گھر تک نہ پہنچنے دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بڑا جرم ہے۔ ان تمام برائیوں میں سے ہر ایک برائی کی قباحت حرام مہینوں میں قتل کی قباحت سے بڑھ کر ہے۔ تب ان کا کیا حال ہے جن کے اندر یہ تمام ہی برائیاں جمع ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ یہ فاسق و فاجر لوگ ہیں اور اہل ایمان کو عار دلانے میں زیادتی سے کام لے رہے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 262/1)

سوال 4: ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ ''اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ ''اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا، شرک کرنا، غیر اللہ کی عبادت کرنا، ایمان والوں کو کعبہ میں نہ جانے دینا اور ان کو گھروں سے بے گھر کرنا ایسا فتنہ ہے جو قتل سے زیادہ بڑا ہے۔

سوال 5: ﴿ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ﴾ ''اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ اگر وہ استطاعت پائیں تو تمہیں تمہارے دین ہی سے پھیر دیں'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ﴾ ''اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے'' وہ ہمیشہ جنگ کی آگ بھڑکائے رکھیں گے۔ اسلام کے دشمن مسلمانوں کے خلاف کئی طرح کی جنگ کرتے رہے ہیں، کئی قسم کے ہتھیار استعمال کرتے رہیں گے لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہے کہ کسی طرح انہیں ان کے دین سے پھیر دیں۔ مسلمانوں کو خبردی جارہی ہے کہ ان سازشوں میں ثابت قدم رہیں۔ ﴿2﴾ ﴿ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ﴾ ''حتیٰ کہ اگر وہ استطاعت پائیں تو تمہیں تمہارے دین ہی سے پھیر دیں'' ان کا اصل مقصد ایمان والوں کو قتل کرنا اور مال لوٹنا نہیں بلکہ انہیں کفر کی طرف لوٹانا ہے۔ اس وجہ سے وہ دین سے پھیرنے کے لیے پوری قوت استعمال کر رہے ہیں۔ ﴿3﴾ تمام کفار کا عام طور پر یہی رویہ ہے۔ وہ دوسرے لوگوں سے ہمیشہ برسرپیکار رہیں گے جب تک کہ ان کو اپنے دین سے پھیر نہ دیں۔ خاص طور پر یہود و نصاریٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے اس مقصد کے لیے جماعتیں تشکیل دیں،اپنے داعی بھیجے،طبیب پھیلائے اورمدارس قائم کیے تا کہ دوسری قوموں کواپنے مذہب میں جذب کرلیں۔ان کے اذہان میں ہروہ شبہ ڈال دیں جوان کے دین میں شک پیدا کرے مگرامید ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے اہل ایمان کو اسلام جیسی نعمت عطا کر کے احسان فرمایااوراپنے اس دین قیم کوان کے لیے چن لیااوراپنے دین کوان کے لیے مکمل کیاان پراپنی نعمت کوقائم کرے گا،پوری طرح اس کااتمام کرے گااور ہراس طاقت کوپسپا کردے گا جواس کے دین کی روشنی کو بجھانے کی کوشش کرے گا۔وہ ان کی چالوں کوان کے سینوں ہی میں کچل کررکھ دے گااوروہ اپنے دین کی مدداوراپنے کلمہ کوضرور بلند کرے گااورسورۃ الانفال کی یہ آیت کریمہ جس طرح پہلے کفار پرصادق آتی تھی اسی طرح یہ موجودہ کفار پربھی پوری طرح صادق آتی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنۡفِقُوۡنَہَا ثُمَّ تَکُوۡنُ عَلَیۡہِمۡ حَسۡرَۃً ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی جَہَنَّمَ یُحۡشَرُوۡنَ ﴾ بلاشبہ جن لوگوں نے کفرکیاوہ اپنے مال اس لیےخرچ کرتے ہیں تا کہ لوگوں کواللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں۔چنانچہ ابھی وہ اورخرچ کریں گے،پھروہ ان پرحسرت بن جائے گا،پھر وہ مغلوب ہوں گے۔اورجن لوگوں نے کفرکیاان کوجہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔(الانفال:36)(تفسیر سعدی:263/1)

سوال 6:﴿ وَمَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَیَمُتۡ وَ ہُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ﴾''اورتم میں سے جواپنے دین سے پھرجائے پھروہ مرجائے اس حال میں کہ وہ کافر ہوتو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیااورآخرت میں ضائع ہوگئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَمَنۡ یَّرۡتَدِدۡ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ ﴾''اورتم میں سے جواپنے دین سے پھرجائے''مرتد ہونے کے بعداگرکوئی توبہ نہ کرے تواس کی سزاقتل ہے۔﴿2﴾مرتد کے اعمال دنیامیں اس طرح ضائع ہوجاتے ہیں کہ اسلام کی حالت میں اس کے جوحقوق ہوتے ہیں وہ اسے نہیں دیئے جاتے مثلاً(i)اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔(ii)مسلمانوں کی میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا۔(iii)مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔(iv)مردہوتوقتل کردیاجائے گا،عورت ہوتوساری زندگی قید میں رکھی جائے گی۔ان کے اعمال کی قبولیت کی شرط یعنی اسلام کے موجودنہ ہونے کی وجہ سےان کے اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ ﴿3﴾رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مَنۡ بَدَّلَ دِینَہٗ فاقتُلُوہُ جواپنے دین کوبدل ڈالےتواسے قتل کردیں۔(صحیح بخاری:6922,6923)﴿4﴾﴿فَیَمُتۡ وَ ہُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ﴾''پھروہ مرجائے اس حال میں کہ وہ کافر ہوتو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیااورآخرت میں ضائع ہوگئے''مرتد کے اعمال آخرت میں اس طرح ضائع ہوجائیں گے کہ(i)مسلمان ہوتے ہوئے جونمازیں پڑھیں ان کااجرنہیں ملے گا۔(ii)مسلمان ہوتے ہوئے جوروزے رکھے ان کااجرنہیں ملے گا۔(iii)مسلمان ہوتے ہوئے جوزکوۃ دی اس کا اجرنہیں ملے گا۔(iv)مسلمان ہوتے ہوئے جوحج کیااس کااجرنہیں ملے گا۔(v)مسلمان ہوتے ہوئے جونیک اعمال کیےوہ ضائع ہوجائیں گے۔(vi)سب سے بڑانقصان یہ ہے کہ مرتد کوآخرت میں ہمیشہ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

سوال6: ﴿وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مرتد ہونے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کے دنیوی اور اخروی سب اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ مرتد ہونے والا آگ میں جائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ ﴿3﴾ جو مرتد ہونے کے بعد دین اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس کے پچھلے اعمال اس کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (218)﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (218)

سوال1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا'' ایمان، ہجرت اور جہاد کے مواقع کیا ہر مومن کی زندگی میں آتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں تین اعمال ہیں جو عبودیت کا مرکز و محور ہیں۔ ان ہی اعمال سے انسان کی سعادت یا شقاوت کی پہچان ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ اس آیت سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنے کے لیے تین کاموں کا ذکر ملتا ہے: ایمان، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اعمال سے ہی امید باندھی جا سکتی ہے لیکن اعمال پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ ﴿3﴾ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے'' یعنی جنہوں نے سب سے بڑی بھلائی ایمان کو پا لیا جس کی بنیاد پر اعمال قبول کیے جاتے ہیں اور اس کے بغیر فرض ہو یا نفل کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ ﴿4﴾ ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾ ''اور جنہوں نے ہجرت کی'' یعنی جنہیں ہجرت جیسا عمل نصیب ہوا کہ انہوں نے اپنے رب کی خاطر اپنے وطن سے جدائی گوارا کی۔ جن کو اللہ تعالیٰ کے قرب کی خاطر اپنا وطن، اپنا مال، اہل و عیال اور دوست چھوڑنے نصیب ہوئے۔ ﴿5﴾ ﴿وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا'' اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اعمال صالحہ میں سب سے بڑا عمل انجام دینا نصیب ہوا۔

سوال2: مجاہد کون ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مجاہد وہ شخص ہے جو ہر وقت اپنے مقصد کی دھن میں لگا ہوا ہو، دماغ سے اس کے لیے تدبیریں سوچے، زبان و قلم سے اس کی تبلیغ کرے، ہاتھ پاؤں سے اس کے لیے دوڑ دھوپ کرے، اپنے تمام وسائل اس مقصد کو فروغ دینے میں صرف کرے اور اس مزاحمت کا پوری قوت سے مقابلہ کرے جو اس راستے میں پیش آئے حتیٰ کہ جان کی بازی لگانی پڑے تو بھی دریغ نہ کرے۔ اسی کا نام جہاد ہے۔ یہ سب کچھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو،اس کے دین کو قائم کرنے کے لیے ہوتو جہاد فی سبیل اللہ ہے۔(تفہیم القرآن)﴿2﴾ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری فرماتے ہیں کہ ایک گنوار(لاحق بن ضمیرہ باہلی) آپ ﷺ کے پاس آیااور کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ کوئی شخص لوٹ حاصل کرنے کے لیےلڑتا ہے،کوئی ناموری کے لیے،کوئی اپنی بہادری جتانے کے لیے،اورکوئی حمیت (قومی یا قبائلی) کے لیےلڑتا ہےتوان میں سے کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے اپناسرمبارک اوپراٹھایا(کیونکہ آپ ﷺ بیٹھے تھے اوروہ کھڑے کھڑے سوال کررہا تھا) اور فرمایا: جوکوئی اس نیت سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کاکلمہ بلند ہواللہ تعالیٰ کی راہ میں وہی لڑتا ہے۔(بخاری کتاب الجہاد)﴿3﴾ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھایارسول اللہ ﷺ !جوشخص مالی فائدے یاناموری کے لیے جنگ کرتا ہے اسے کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کچھ نہیں ملے گا۔سائل اس سوال پر بہت متعجب ہوااورآکر دوبارہ یہی سوال کیا۔آپ ﷺ نے دوبارہ یہی جواب دیااس کااطمینان اب بھی نہ ہوا۔سہ بارااور چوتھی بار پلٹ کرآیااوریہی سوال کرتارہا: آپ ﷺ نے اس کے تعجب کی وجہ بھانپ کرفرمایا: اللہ تعالیٰ کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں کرتاجب تک کہ وہ خاص اس کی خوشنودی اوررضا کے لیے نہ کیا جائے۔(نسائی کتاب الجہاد)

سوال3: جہاداعمال صالحہ میں کیساعمل ہے؟

جواب: جہاداعمال صالحہ میں سب سے بڑاعمل ہےاوراس کی جزاہرعمل کی جزاسے افضل ہے۔جہاددائرہ اسلام کی توسیع،مسلمانوں کی جان ومال اورامن کاسب سے بڑاذریعہ ہے۔اسلام مسلمانوں کے لئے دوراہیں تجویز کرتا ہے۔تووہ باطل سے معرکہ آراہوں یااس زمین کوچھوڑ دیں جوان کے لئے فتنہ کاباعث ہو۔گویامسلمان ضمیر کاآزاد پیدا کیا گیا۔وہ غلامی اور بزدلی کوقطعاًبرداشت نہیں کرسکتا۔وہ اپنے آرام و آسائش کوترک کرسکتا ہےمگرحق سے کنارہ کشی وعلیحدگی اس کے لئے سخت مشکل ہے۔(سراج البیان:79,80/1)

سوال4: ﴿أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾ ''وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امیدرکھتے ہیں'' کیااللہ تعالیٰ کی رحمت کی امیدرکھنے کے لیے اعمال شرط ہیں؟

جواب: ﴿1﴾جوایمان،ہجرت اور جہادجیسے اعمال کوسختیوں کے باوجود بجالاتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بن سکتا ہے۔﴿2﴾ آیت میں اشارہ ہے کہ مومن خواہ کتنے ہی بڑے بڑے اعمال کرلےتب بھی اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ان اعمال پربھروسہ کرے بلکہ وہ اپنے رب کی رحمت کی امیدرکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال قبول فرمائیں گے،اس کے گناہ بخش دیں گے اوراس کے عیوب کی پردہ پوشی کریں گے۔﴿3﴾یہ آیت دلیل ہے کہ سعادت کے اسباب کوعمل میں لاکرہی رحمت کی امید کی جاسکتی ہے۔وہ امیدجس سے پہلے اسباب کوعمل میں نہ لایا گیاہوتووہ فریب ہےایسی امیدکم عقلی پردلالت کرتی ہے۔اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جوبیج بوئے بغیرہی فصل کی امیدرکھتا ہو۔﴿4﴾جوان تینوں اعمال کومشقتوں کے باوجود بجالاتا ہے وہ دیگراعمال صالحہ کی تکمیل پرقادر ہے۔یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حق دار ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایساسبب پیش کیا ہے جواس کی رحمت کاموجب ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت اور رحمت کا شعور کس مقصد کے لیے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو اپنی وسیع مغفرت اور بے پایاں رحمت کا شعور اس لئے دلایا ہے تاکہ وہ ہجرت اور جہاد جیسے اعمال کریں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بن جائیں۔ ﴿2﴾ یہ آیت دراصل مجاہدین کے اسی دستہ کے متعلق ہے جنہیں نخلہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ ان مجاہدین کو یہ تردد تھا کہ آیا اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں کیونکہ اس میں دو غلطیاں ہوگئی تھیں ایک یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر جہاد کیا تھا۔ دوسری غلطی یہ کہ یکم رجب کو لڑائی کی جن کا انہیں علم نہ ہوسکا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غلطیوں کو معاف کر دینے والا ہے، مہربان ہے۔ (تیسیر القرآن:166/1)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (219)﴾

''وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔'' (219)

سوال1: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ ''وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ﴾ وہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ ﴿2﴾ ﴿عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ شراب اور جوئے کے بارے میں سوال اس لیے کرتے تھے کہ زمانہء جاہلیت اور اسلام کے آغاز میں شراب استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو حرام کرنے سے پہلے ان کے اندر پائے جانے والے نقصانات، ان کے فوائد اور گناہ کو واضح کر دیا اور ان کے اثرات سے آگاہ کر دیا۔ جوئے کا مال حرام کی نذر ہو جاتا ہے۔ جواری بے یار و مددگار رہ جاتا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ﴾ عقل کو ڈھانپ لینے والی ہر چیز خمر ہے۔ اس سے مراد ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ ﴿4﴾ ﴿الْمَيْسِرِ﴾ وہ ہے جس میں مال آسانی سے ہاتھ آئے، اس سے مراد جوا ہے۔

سوال2: ﴿قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے'' ہر نقصان پہنچانے والی چیز فاسد ہے جس سے نفس، عقل، بدن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

،مال یا عزت کونقصان پہنچے۔(ایسر التفاسیر:111)﴿2﴾ شراب کے دینی نقصانات:شراب پینا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔شراب پینے کی صورت میں انسان عبادت نہیں کرسکتا۔آخرت کے نقصان کا باعث بنتا ہے!رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ﴾ بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے ،تو کیا تم باز آنے والے ہو؟(المائدہ:91)﴿3﴾ عقلی نقصانات (الف)شراب عقل کو وقتی طور پر مختل کر دیتی ہے جس کی وجہ سے انسان سے ایسے کام ہوجاتے ہیں جس سے ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(ب)شراب عقل پر ایسا پردہ ڈالتی ہے کہ ہر برائی مزین ہوجاتی ہے۔(ج)شراب پینے سے وقتی طور پر انسان اپنے آپ سے بھی غافل ہوجاتا ہے۔﴿4﴾معاشرتی نقصانات: دشمنی،نفرت،بغض جیسی برائیاں پروان چڑھتی ہیں۔﴿5﴾ شراب سے صحت کونقصان پہنچتا ہے۔ایک جرمن ڈاکٹر نے بیان کیا ہے کہ ”جو شخص شراب کا عادی ہو چالیس سال کی عمر میں اس کے بدن کی ساخت ایسی ہوجاتی ہے جیسے ساٹھ سالہ بوڑھی کی۔ وہ جسمانی اور قوت کے اعتبار سے سٹھیائے ہوئے بوڑھوں کی طرح ہوجاتا ہے۔اس کے علاوہ شراب جگر اور گردوں کو خراب کر دیتی ہے۔سل کی بیماری شراب کا خاص اثر ہے یورپ کے شہروں میں سل کی کثرت کا بڑا سبب شراب ہی کو بتلایا جاتا ہے وہاں کے بعض ڈاکٹروں کا قول ہے کہ یورپ میں آدھی اموات مرض سل میں ہوتی ہیں اور آدھی دوسرے امراض میں اور اس بیماری کی کثرت یورپ میں اسی وقت سے ہوئی جب سے وہاں شراب کی کثرت ہوئی۔اطباء اور ڈاکٹروں کا اتفاق ہے کہ شراب نہ جزو بدن بنتی ہے اور نہ اس سے خون بنتا ہے جس کی وجہ سے بدن میں طاقت آتی بلکہ اس کا فعل صرف یہ ہوتا ہے کہ خون میں ہیجان پیدا کر دیتی ہے جس سے وقتی طور پر قوت کی زیادتی محسوس ہونے لگتی ہے اور یہی خون کا دفعتہً ہیجان بعض اوقات اچانک موت کا سبب بھی بن جاتا ہے جس کو ڈاکٹر ہارٹ فیل ہونے سے تعبیر کرتے ہیں شراب سے شرائین یعنی وہ رگیں جن کے ذریعے سارے بدن میں روح پہنچتی ہے سخت ہوجاتی ہے جس سے بڑھاپا جلدی آجاتا ہے شراب کا اثر انسان کے حلقوم اور تنفس پر بھی خراب ہوتا ہے جس کی وجہ سے آواز بھاری ہوجاتی ہے اور کھانسی دائمی ہوجاتی ہے اور وہی آخر کار سل تک نوبت پہنچا دیتی ہے شراب کا اثر نسل پر بھی پڑتا ہے شرابی کی اولاد کمزور رہتی ہے اور بعض اوقات اس کا نتیجہ قطع نسل تک پہنچتا ہے۔(معارف القرآن:1/527,528)﴿6﴾ جرمنی کے ایک ڈاکٹر کا مقولہ ضرب المثل کی طرح مشہور ہے کہ اس نے کہا کہ اگر آدھے شراب خانے بند کر دیئے جائیں تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ آدھے شفاخانے اور آدھے جیل خانے بے ضرورت ہوکر بند ہوجائیں گے۔(تفسیر منار:2/226)﴿7﴾مالی نقصانات:کسی بستی میں اگر ایک شراب خانہ کھل جاتا ہے تو وہ پوری بستی کی دولت کو سمیٹ لیتا ہے اس کی قسمیں بے شمار ہیں اور بعض اقسام تو بے حد گراں ہیں بعض اعداد وشمار لکھنے والوں نے صرف ایک شہر میں شراب کا مجموعی خرچہ پوری مملکت فرانس کے مجموعی خرچ کے برابر بتلایا ہے۔(تفسیر مراغی:1/304,305)﴿8﴾شراب کا ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو ایک کھلونا بنا دیتی ہے جس کو دیکھ کر بچے بھی ہنستے ہیں کیونکہ اس کا کلام اور اس کی حرکات سب غیر متوازن ہوجاتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں شراب کا ایک عظیم تر مفسدہ یہ ہے کہ وہ ام الخبائث ہے انسان کو تمام برے سے برے جرائم پر آمادہ کر دیتی ہے زنا اور قتل اکثر اس کے نتائج ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عام شراب خانے زنا اور قتل کے اڈے ہوتے ہیں۔(تفسیر مراغی:304,305/1)﴿9﴾ جوا انسان کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے۔﴿10﴾ جوئے کی وجہ سے شیطان انسان کے دل و دماغ پر چھایا رہتا ہے۔﴿11﴾ جوئے سے ہاتھ آنے والے مال کی وجہ سے انسان بہت سی برائیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔﴿12﴾ جوئے کا مال حرام کی نظر ہو جاتا ہے﴿13﴾ جواری بے یار و مددگار رہ جاتا ہے ۔﴿14﴾ ﴿وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ شراب اور جوے کے فوائد: (الف) شراب سے بدن میں چستی آجاتی ہے۔(ب) بعض ذہنوں میں تیزی آجاتی ہے۔(ج) جنسی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔(د) اس کی خرید و فروخت میں کافی نفع ہوتا ہے۔(ہ) جوئے سے جیتنے کی صورت میں انسان کو کچھ مال مل جاتا ہے۔

سوال3: ﴿وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ''اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے'' یہ بات کیوں کہی گئی کہ ان دونوں کے نقصانات ان کے فائدوں سے بڑے ہیں؟

جواب: ''اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے''﴿1﴾ یہ بات ایک حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کہی گئی ہے کہ ان دونوں کے نقصانات بڑے ہیں۔﴿2﴾ شراب اور جوے میں بڑا گناہ دین کے اعتبار سے ہے کیونکہ دونوں ہی انسان کے اخلاق اور کردار کو تباہ کر دیتے ہیں۔﴿3﴾ شراب اور جوے سے انسان کی عقل اور اس کے دین کو جو نقصان پہنچتا ہے اس اعتبار سے اس کا گناہ اس کے نفع سے بڑا ہے۔علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الجواہر میں اس سلسلے کی چند اہم معلومات لکھی ہیں ان میں سے بعض یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ایک فرانسیسی محقق ھنری اپنی کتاب ''خواطر وسوانح فی الاسلام'' میں لکھتے ہیں: ''بہت زیادہ مہلک ہتھیار جس سے اہل مشرق کی بیخ کنی کی گئی اور وہ دودھاری تلوار جس سے مسلمانوں کو قتل کیا گیا ہے یہ شراب تھی۔ہم نے الجزائر کے لوگوں کے خلاف ہتھیار آزمایا لیکن اس کی اسلامی شریعت ہمارے راستہ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہوگئی اور وہ ہمارے اس ہتھیار سے متاثر نہیں ہوئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نسل بڑھتی ہی چلی گئی یہ لوگ اگر ہمارے اس تحفہ کو قبول کر لیتے جس طرح ان کے ایک منافق قبیلے نے اس کو قبول کر لیا ہے تو یہ بھی ہمارے سامنے ذلیل و خوار ہو جاتے۔آج جن لوگوں کے گھروں میں ہماری شراب کے دور چل رہے ہیں وہ ہمارے سامنے اتنے حقیر و ذلیل ہو گئے ہیں کہ سر نہیں اٹھا سکتے۔'' ایک انگریز قانون دان بنتام لکھتے ہیں کہ: ''اسلامی شریعت کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں شراب حرام ہے ہم نے دیکھا کہ جب افریقہ کے لوگوں نے اسے استعمال کرنا شروع کیا تو ان کی نسلوں میں پاگل پن سرایت کرنے لگا اور یورپ کے جن لوگوں کو اس کا چسکہ لگ گیا ان کی بھی عقلوں میں تغیر آنے لگا لہٰذا افریقہ کے لوگوں کے لئے بھی اس کی ممانعت ہونی چاہئے اور یورپین لوگوں کو بھی اس پر شدید سزائیں دینی چاہئیں۔'' غرض (جس) بھلے مانس نے بھی ٹھنڈے دل سے غور کیا وہ بے اختیار پکار اٹھا کہ یہ رجس ہے شیطانی عمل ہے، زہر، ہے تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہے۔اس ام الخبائث سے باز آجاؤ۔''فھل انتم منتھون'' (معارف القرآن:529,530)﴿4﴾ اسلامی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معاشیات کااہم اصول یہ ہے کہ ہرایسے معاملے کوحرام قراردیا جس کے ذریعہ دولت پوری ملت سے سمٹ کر چندسرمایہ داروں کے حوالے ہوسکے قرآن کریم نے اس کا علاج تقسیم دولت کا اصول بیان کرتے ہوئے اس طرح فرمادیا ہے۔ کیلا یکون دولۃ بین الأغنیاء منکم ۔یعنی مال فے کی تقسیم مختلف طبقوں میں کرنے کا جواصول قرآن نے مقرر کیا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ دولت سمٹ کرصرف سرمایہ داروں میں جمع نہ ہوجائے ۔(معارف القرآن:535/1) ﴿5﴾ صحیح مسلم میں بروایت بریدہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص نردوشیر (چوسر) کھیلتا ہے وہ گویا خنزیر کے گوشت اورخون میں اپنے ہاتھ سے رنگتا ہے اورسیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شطرنج میسر یعنی جوئے میں داخل ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا شطرنج تو نردشر سے بھی زیادہ بری ہے ۔(ابن کثیر) ﴿6﴾ اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر بری چیز میں بھی کچھ فوائد ہوتے ہیں لیکن انسان کو محض کسی چیز کے چند فوائد نہیں دیکھنے چاہئیں بلکہ نفع اورنقصان میں موازنہ کرکے دیکھنا چاہئے کہ خاص طور پر دین، ایمان اوراخلاق کا فائدہ کہاں ہے؟ اورنقصان کہاں ہے؟ ﴿7﴾ اصول ہے کہ جس کے نقصانات فوائد سے بڑے ہوں، اس کام کو ترک کردیا جائے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ نے شراب چھوڑ دینے کے لئے آمادہ کیا ہے۔ ﴿9﴾ تھوڑے سے دنیوی فائدوں کی خاطر جس چیز سے ایمانی، اخلاقی، دینی اوراخروی نقصانات ہوں اسے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

سوال 4: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۙ قُلِ الْعَفْوَ﴾ ''اوروہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ جوضرورت سے زائد ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اوروہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئی اورعرض کیا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس قسم کے نفقہ کا ہمارے اموال میں حکم دیا گیا ہے سوہم کیا خرچ کریں ۔اس پر آیت نازل ہوئی ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ اورابن ابی حاتم نے یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ ان تک بات پہنچی ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اورثعلبہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اورعرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس غلام بھی ہیں اورگھر والے بھی ہیں تو ہم اپنے اموال میں سے کیا خرچ کریں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ اتاری ۔(لباب النقول فی اسباب النزول) ﴿2﴾ ﴿قُلِ الْعَفْوَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ جوضرورت سے زائد ہو'' ﴿الْعَفْوَ﴾ کے معنی زائداز ضرورت ہیں جو عیش اورنمائش کے زمرے میں نہیں آتی ۔﴿اَلْعَفْوَ﴾ زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَی الزَّکوٰۃ ''بے شک مال میں زکوٰۃ کے سوابھی حق ہے۔'' (جامع ترمذی:659) ﴿3﴾ ایسا حق جو مال والا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خود مناسب جگہ خرچ کرتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے انفاق کے معاملے کو آسان بنادیا ہے کہ وہی خرچ کریں جوضرورت سے زائد ہو۔اس حکم سے مال دار اورفقیر سبھی کو خرچ کرنے کا موقع مل گیا خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ ﴿5﴾ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد ہواورابتداء اس آدمی سے کروجس کی کفالت تمہارے ذمے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو۔(بخاری:1426)﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ حکم فرضیت زکوٰۃ والی آیت کے ذریعے منسوخ ہوگیا۔اور عطاء خراسانی اور سدی وغیرہ کا خیال ہے کہ آیت زکوٰۃ کے ذریعے اس حکم کی تفصیل بیان کردی گئی ہے کہ آدمی اپنے مال میں سے کیا خرچ کرے اور کن لوگوں پر خرچ کرے۔(تیسیر الرحمٰن:121/1)

سوال5: انفاق سے انسان کو کیا ملتا ہے؟

جواب: انفاق کرنے والے کا دل صاف اور نظر پاک ہوتی ہے،افراد معاشرہ کے ساتھ تعلقات مضبوط ہوتے ہیں،اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور انسانی نفس مطمئن ہوجاتا ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے انفاق کی ترغیب دی ہے لیکن اعتدال کو قائم رکھا ہے۔کیسے،وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ زیر کفالت افراد کی ضروریات کو مقدم رکھنے کا حکم دیا ہے۔﴿2﴾ اس طرح خرچ کرنے سے روکا ہے جس سے خود یا اہل خاندان کو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنا پڑے۔

سوال7: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے'' ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر و نواہی کھول کر بیان کردیے ہیں یعنی یہ آیات حق اور باطل کے درمیان فرق کرتی ہیں۔﴿2﴾ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ تم غور وفکر کرو'' تاکہ تم شریعت کے احکامات کو جاننے کے لیے غور وفکر کرو۔﴿3﴾ وہ اپنے احکام لوگوں پر واضح کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اپنے تمام احکامات وعدے اور وعیدیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ دنیاوی زوال اور اخروی بقا میں غور وفکر کریں۔اس آیت میں غور وفکر کرنے والا جان لیتا ہے کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے اور آخرت عیش کا گھر ہے۔جس کو دل سے یہ یقین حاصل ہوجائے وہ دنیا کو آخرت کے مقابلے میں کبھی ترجیح نہیں دے سکتا۔

﴿فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (220)﴾

''دنیا اور آخرت کے بارے میں اور وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں،آپ کہہ دو کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے اور اگر تم انہیں ساتھ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا،یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔''(220)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ''دنیااورآخرت کے بارے میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تاکہ تم دنیاوآخرت میں غوروفکر کرو۔دنیاکے تیزی کے ساتھ ختم ہونے اورآخرت کے باقی رہنے پرغوروفکر کرو جوکہ جزاوسزا کا جہان ہے۔

سوال2: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ﴾ ''اوروہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ کہہ دوکہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت 10 نازل فرمائی ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ بلاشبہ وہ لوگ جویتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے، اورجلد ہی وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔توایمان والوں پر بہت گراں گزری۔انہوں نے خوف سے یتیموں کا مال اوران کا کھانا اپنے کھانے سے الگ کرلیا ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔﴿2﴾ ﴿قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دوکہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے''اصل مقصدتو یتیم کے مال کی اصلاح اورحفاظت ہے۔

سوال3: ﴿وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ﴾ ''اوراگرتم انہیں ساتھ ملالوتو وہ تمہارے بھائی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اگریتیم کامال دوسرے مال میں اس طرح ملالیا جائے کہ یتیم کے مال کونقصان نہ پہنچےتو جائز ہے جیسے بھائی مل جل کررہتے ہیں۔اصل معاملہ نیت اورعمل کا ہے۔(تفسیرسعدی:268/1)

سوال4: ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کوسنوارنے والے سے خوب جانتا ہے'' کی وضاحت کریں ؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کوخوب معلوم ہے کس کی نیت اصلاح کی ہے اورکس کی نیت میں فساد ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے جواللہ تعالیٰ کی پکڑ کا ڈرآپ کے دل میں ہے،وہ دل اللہ تعالیٰ کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔اگردل کے اندر بگاڑ ہےتو وہ اسے بھی جانتا ہے۔اگردل پاک ہیں تواللہ تعالیٰ سے وہ بھی چھپے ہوئے نہیں۔لہٰذا آپ یتیموں سے حسن سلوک جاری رکھیں۔

سوال5: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ﴾ ''اوراگراللہ تعالیٰ چاہتا توتمہیں ضرورمشقت میں ڈال دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگراللہ تعالیٰ چاہتا تو یتیم کے معاملے میں تمہیں مشقت میں ڈال دیتااورتم گناہ گار ہوجاتے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اصلاح اور بہتری کی غرض سے بھی ان کا مال اپنے مال میں ملانے کی اجازت نہ دیتے توتم مشقت میں پڑجاتے۔

سوال :6

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ ﴿2﴾ لیکن وہ حکیم ہے، وہی فعل انجام دیتا ہے جس کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے افعال اس کی حکمت کے تابع ہوتے ہیں۔ ﴿4﴾ وہ اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں فائدہ غالب ہو اور اسی سے روکتا ہے جس کا نقصان غالب ہو۔

سوال 7: یتیموں کے متعلق اسلام کا کیا حکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس طرز عمل میں ان کے لیے بھلائی ہو، وہی اختیار کرنا بہتر ہے۔ ﴿2﴾ اگر اپنا اور یتیموں کا خرچ اور رہنا سہنا مشترک رکھیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے اپنی کن صفات کے شعور سے یتیموں کی بھلائی کے لئے کام کرنے کی ترغیب دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''عزیز'' سب پر غالب سے یتیموں کے ساتھ بھلائی کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ اگر تم یتیموں پر آج غلبہ رکھتے ہو تو تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حکیم سے بھلائی کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہے اور یقیناً یتیموں کے ساتھ بھلائی میں ان کے لئے تو فائدہ ہے لیکن بھلائی کرنے والے کے لئے آخرت کے اجر کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''علیم'' کا شعور دلا کر بھلائی کی ترغیب دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والے کو بھی جانتا ہے اور فساد کرنے والے کو بھی خوب جانتا ہے۔

﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى یُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ یَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ (221) ﴾

''اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں اور مومن لونڈی ایک مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ مشرکہ تمہیں اچھی لگے اور نہ ہی اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور مومن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ مشرک تمہیں اچھا لگے۔ وہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور وہ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' (221)

سوال 1: ﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى یُؤْمِنَّ ﴾ ''اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ﴾ ''اورتم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو'' جومشرکہ عورتیں اپنے شرک پر قائم ہوں ان سے نکاح نہ کریں۔ ﴿2﴾ ﴿حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔یعنی مشرکوں اور بت پرستوں سے رشتہ حرام ہے۔ ﴿3﴾ اس حکم سے اہل کتاب کی عورتیں مستثنیٰ ہیں اس کی دلیل رب العزت کا یہ فرمان ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اوران لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جوتم سے پہلے کتاب دیے گئے۔(المائدہ:5) حدیث سے بھی نکاح کی اجازت ثابت ہے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہم اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں لیکن وہ ہماری عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے۔(مختصرابن کثیر 142/1:)

سوال2: مشرکوں سے نکاح کیوں حرام ہے؟

جواب: مشرکوں سے نکاح حرام ہے کیونکہ ﴿1﴾ مشرکوں کے ساتھ رہنا سہنا اوران کی صحبت دنیا کی محبت پیدا کرتی ہے۔ ﴿2﴾ مشرکوں کی صحبت حرص پیدا کرتی ہے۔ ﴿3﴾ مشرکوں کی صحبت دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا سکھاتی ہے۔

سوال 3: ﴿وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾ ''اور مومن لونڈی ایک مشرک عورت سے بہتر ہے اگر چہ مشرکہ تمہیں اچھی لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ مومنہ عورت بدصورت بھی ہو حسین مشرکہ عورت سے بہتر ہے۔یہ حکم تمام مشرک عورتوں کے بارے میں عام ہے۔ ﴿2﴾ آیت کا یہ ٹکڑا سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اترا ہے۔ان کے پاس ایک سیاہ لونڈی تھی۔ایک دن اس پر ناراض ہوئے اسے طمانچہ مارا پھر گھبرا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے آج مجھ سے یہ قصور ہو گیا ہے۔پوچھا لونڈی کیسی ہے؟ بولے موحد ہے۔نماز روزے کی پابند ہے اور اچھی طرح وضو کرتی ہے۔فرمایا: ابوعبداللہ یہ تو ایمان والی ہے۔بولے اللہ کی قسم میں اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرلوں گا۔چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔اس پر کچھ مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ انہوں نے اپنی لونڈی سے نکاح کرلیا۔مسلمان چاہتے تھے کہ ان کا نکاح مشرکوں میں کرادیں اور اپنی بیٹیاں بھی دیں تا کہ شرف نسب قائم رہے اس پر یہ آیت اتری۔(مختصرابن کثیر:142/1) ﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا متاع یعنی سامان ہے اور دنیا کا بہترین مال ومتاع نیک بیوی ہے۔(مسلم:3649)

سوال 4: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ ''اور نہ ہی اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حکم عام ہے کہ مسلمان عورتوں کے نکاح مشرکوں سے نہ کریں۔

سوال 5: تَنْكِحُوْ اور تُنْكِحُوْ امیں کیا فرق ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿تَنْكِحُوا﴾ کا مطلب ہے تم یعنی مرد اپنے نکاح نہ کرو اور ﴿تُنْكِحُوا﴾ کا مطلب ہے ''تم اپنی عورتوں کے نکاح کر کے نہ دو'' یہاں نکاح کے بارے میں اس اصول کا پتہ چلتا ہے کہ کوئی عورت ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔

سوال 6: ﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ ''اور مومن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ مشرک تمہیں اچھا لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ ایمان ایسی خوبی ہے کہ ایک غلام کو بھی اعلیٰ درجے تک پہنچا دیتی ہے اگرچہ وہ بدصورت ہو۔ ﴿2﴾ مومن غلام، مشرک، حسین وجمیل اور مال دار مرد سے بہتر ہے۔

سوال 7: ﴿أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ﴾ ''وہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کا تذکرہ کیا جو مسلمان عورت کے مشرک کے ساتھ نکاح کے حرام ہونے میں پائی جاتی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ﴾ وہ اپنے اقوال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے حالات سے آگ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یہ ابدی خطرہ ہے اس لیے اس سے بچ جائیں۔ ﴿3﴾ اس آیت کریمہ کی علت سے مشرک اور بدعتی سے اختلاط کی ممانعت مستفاد ہوتی ہے۔ جب مشرکین سے نکاح جائز نہیں حالانکہ اس میں بہت سے مصالح ہیں تو مجرد اختلاط تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔ خاص طور پر جب کہ مشرک مسلمان پر معاشرتی طور پر فوقیت رکھتا ہو مثلاً مسلمان مشرک کا خادم ہو۔ (تفسیر سعدی:269/1)

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے دین کو نظر انداز کر کے محض حسن و جمال کی بنیاد پر نکاح کرنے کو کیسا عمل قرار دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دین کو نظر انداز کر کے حسن و جمال کی بنیاد پر نکاح کرنے کو آخرت کی بربادی قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے، اس کی خوب صورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی آخرت میں تجھ کو ندامت ہوگی)۔'' (صحیح بخاری:5090)

سوال 9: ﴿وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے'' اللہ تعالیٰ کس چیز کی طرف بلاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے یعنی اس کے حصول کے لیے کوشش کرنے کی طرف بلاتا ہے۔ ﴿2﴾ یہ دعوت سچی توبہ، اخلاص، علم نافع، عمل صالح اور توکل کی دعوت ہے۔ ﴿3﴾ ﴿بِإِذْنِهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کے آسان کرنے سے یا اس کی قضا اور اس کے ارادے سے۔ (تفسیر بیضاوی:508/1)

سوال 10: ﴿وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ''اور وہ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں'' اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے اپنی آیات کیوں بیان کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کرتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات وہ علم عطا کرتی ہیں جسے انہوں نے بھلا دیا تھا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات اطاعت، فرماں برداری کی عکاس ہیں جو جنت اور مغفرت کے حصول کے اسباب ہیں۔

رکوع نمبر 12

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (222)﴾

''اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دو وہ گندگی ہے، چنانچہ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ پھر جب وہ غسل کر لیں تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے ان کے پاس آؤ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (222)

سوال 1: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ﴾ ''اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حیض کے بارے میں مسلمانوں کے سوال سے آگاہ فرمایا ہے۔ ﴿2﴾ حیض کے بارے میں مسلمان یہ وضاحت چاہتے تھے کہ عورتوں سے کس طرح تعلق رکھا جائے جیسا کہ حیض کے دنوں سے پہلے تھا یا مکمل طور پر الگ ہو جائیں جیسے یہودی کیا کرتے ہیں۔

سوال 2: ﴿قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ ''آپ کہہ دو وہ گندگی ہے، چنانچہ حیض میں عورتوں سے الگ رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حیض کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ ایک نجاست یعنی گندگی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ ''چنانچہ حیض میں عورتوں سے الگ رہو'' اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضا تھا کہ گندگی سے روک کر اس کی حدود مقرر کر دیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حیض کی جگہ سے دور رہو۔ اس سے مراد شرم گاہ میں جماع ہے جو حیض میں حرام ہے۔ ﴿4﴾ اس تخصیص سے جو حیض میں حرام ہے پتہ چلتا ہے کہ شرم گاہ میں مجامعت کے سوا عورت کو چھونا اور اس سے اختلاط جائز ہے۔ ﴿5﴾ حیض کی حالت میں عورتوں کے قریب نہ جاؤ یعنی ان سے صحبت نہ کرو۔ ﴿6﴾ عورتوں کے قریب نہ جانے کا مطلب صرف جماع نہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ عورت کے ساتھ ایسے اختلاط کی ممانعت پر دلالت کرتا ہے جو فرج کے قریب یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان ہو۔ اس قسم کے اختلاط کو ترک کر دینا چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ جب کبھی اپنی کسی بیوی کے ساتھ اختلاط کرنا چاہتے تو اسے ازار پہننے کا حکم دیتے تب اس کے ساتھ اختلاط کرتے۔ (بخاری: 302) ﴿7﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت اعتکاف میں اپنا سر مبارک (مسجد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں بیٹھے بیٹھے) میری طرف (میرے حجرے میں) نکال دیتے اور میں آپ ﷺ کے سر کو دھو دیتی اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی۔ (صحیح مسلم:686) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو حائضہ ہونے کی حالت میں بھی کنگھا کیا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری:295) ﴿8﴾ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید پڑھتے حالانکہ میں اس وقت حیض والی ہوتی تھی۔ (بخاری:297) ﴿9﴾ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ لیٹے ہوتے اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان ایک کپڑا ہوتا۔ (مسلم:682) ﴿10﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حالت حیض میں پانی پیتی پھر میں نبی کریم ﷺ کو دے دیتی تو آپ ﷺ اپنا منہ مبارک اس جگہ رکھتے جہاں میرا منہ (لگا) ہوتا تھا پھر نوش فرماتے اور میں ہڈی چوستی حالت حیض میں۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کو دے دیتی تو آپ ﷺ اپنا منہ مبارک میرے منہ رکھنے کی جگہ پر رکھتے۔ (مسلم:692) ﴿11﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مسجد سے جائے نماز اٹھا کر دو تو میں نے کہا: میں تو حائضہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (صحیح مسلم:689) ﴿12﴾ سیدہ عمارہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ اگر عورت حیض کی حالت میں ہو اور گھر میں شوہر اور بیوی کا بستر ایک ہو تو وہ کیا کرے، یعنی اس حالت میں اس کا شوہر اس کے ساتھ سو سکتا ہے یا نہیں؟ (قریب رہ سکتا ہے یا نہیں؟) آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سنو ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر آتے ہی اپنی نماز کی جگہ تشریف لائے، زیادہ دیر لگ گئی اور مجھے نیند آ گئی۔ آپ ﷺ کو سردی لگنے لگی۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ادھر آؤ! میں نے کہا: میں تو حیض سے ہوں۔ آپ ﷺ نے میرے گھٹنوں کے اوپر سے کپڑا ہٹانے کا حکم دیا اور پھر میری ران پر رخسار اور سینہ رکھ کر لیٹ گئے، میں بھی آپ ﷺ پر جھک گئی تو سردی کچھ کم ہوئی اور اس گرمی میں آپ ﷺ کو نیند آ گئی۔ (ابن کثیر:305/1)

سوال 3: حیض سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بلوغت کے بعد عورت کو مخصوص ایام میں جو خون آتا ہے، اسے حیض کہتے ہیں۔ (حلیۃ الفقہاء:63، انیس الفقہاء:63) ﴿2﴾ حیض کے دنوں کی تعداد مقرر نہیں۔ ﴿3﴾ اس حالت میں عورت کا جسم اور کپڑے دونوں پاک ہوتے ہیں اور نبی ﷺ کا یہ فرمان ''حیض ایک چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کی قسمت میں لکھ دیا ہے اور بعضوں نے کہا (ابن مسعود اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے) سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل (کی عورتوں) پر بھیجا گیا۔ امام بخاری نے کہا اور نبی ﷺ کی حدیث سب عورتوں کو شامل ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب:1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے۔ جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں حائضہ ہو گئی اور اس رنج سے رونے لگی کہ رسول ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمہیں کیا ہو گیا، کیا حائضہ ہو گئی ہو؟'' میں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے لکھ دیا ہے، اس لیے تم بھی حج کے افعال پورے کر لو البتہ بیت اللہ کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طواف نہ کرنا۔(صحیح بخاری:294)

سوال4: حیض کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هُوَ اَذًى﴾ ''وہ گندگی ہے'' یہ کیسی گندگی ہے؟

جواب: ﴿اَذًى﴾ کا لفظ جو حیض کے لیے استعمال ہوا ہے، اس سے مراد گندگی بھی ہے اور بیماری بھی۔ طبی لحاظ سے اس حالت میں عورت صحت کی بہ نسبت بیماری سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

سوال5: حیض کی مدت کتنی ہوتی ہے؟

جواب: ہر عورت کے جسم اور اس کے مزاج کے لحاظ سے کم وبیش ہوتی ہے جو عموماً کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک ہو سکتی ہے اور اپنی اپنی عادت کا ہر عورت کو علم ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن:171/1)

سوال6: استحاضہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: بعض اوقات عادت کے خلاف بیماری کی وجہ سے جو خون آتا ہے اسے استحاضہ کہتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ کا خون آیا کرتا تھا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لیا کر۔(صحیح بخاری:320)

سوال7: نفاس کسے کہتے ہیں؟

جواب: عورت کو زچگی کے بعد جو خون آتا ہے، اسے نفاس کہتے ہیں۔

سوال8: حیض کے کیا احکامات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ حائضہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور حیض کے دوران اسے نماز معاف ہے۔ ان کی قضاء اس پر واجب نہیں۔ ﴿2﴾ وہ روزے بھی نہیں رکھ سکتی لیکن روزے اسے معاف نہیں بلکہ بعد میں اس کی قضاء دینا واجب ہے۔ ﴿3﴾ وہ ماسوائے طواف کعبہ کے حج کے باقی سب ارکان بجالا سکتی ہے، اور واجب طواف کعبہ کے لیے اسے اس وقت تک رکنا پڑے گا جب تک وہ پاک نہ ہو جائے۔ ﴿4﴾ وہ کعبہ میں یا کسی بھی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ ﴿5﴾ وہ قرآن کو نہیں چھو سکتی البتہ اکثر علماء کے نزدیک زبانی قرآن کریم کی تلاوت کی اسے اجازت ہے۔ ﴿6﴾ استحاضہ حیض سے بالکل الگ چیز ہے۔ استحاضہ بیماری ہے جب کہ حیض بیماری نہیں بلکہ عورت کی عادت میں شامل ہے لہٰذا استحاضہ میں وہ تمام پابندیاں اٹھ جاتی ہیں جو حیض کی صورت میں تھیں حتیٰ کہ اس سے صحبت بھی کی جا سکتی ہے۔(تیسیر القرآن:171/1)

سوال9: حیض کے بارے میں یہودیوں میں کیا غلط فہمی پائی جاتی تھی؟

جواب: حائضہ عورتوں کو نہ اپنے ساتھ کھلاتے تھے، نہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ یہودیوں نے اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا، اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر یہ آیت نازل ہوئی۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو وہ اس کو نہ تو اپنے ساتھ کھلاتے اور نہ ان کو گھروں میں اپنے ساتھ رکھتے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ ''آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ وہ گندگی ہے پس عورتوں سے حیض میں جدا رہو'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جماع کے علاوہ ہر کام کرو'' یہود کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اس آدمی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا ارادہ ہے؟ ہمارا کوئی کام نہیں چھوڑتا جس میں ہماری مخالفت نہ کرتا ہو۔یہ سن کر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہودی اس طرح کہتے ہیں۔کیا ہم عورتوں سے جماع ہی نہ کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں پر غصہ آیا ہے۔وہ دونوں اٹھ کر باہر نکل گئے۔اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دودھ کا ہدیہ ان دونوں کے ہاں سے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا اور ان کو دودھ پلایا تو ہم نے معلوم کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غصہ نہ تھا۔(صحیح مسلم:694)

سوال10: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ ''اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ ''اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ'' حیض کی حالت میں عورت کے قریب نہ جانے کا حکم ہے جب تک کہ پاک صاف نہ ہو جائیں۔

سوال11: ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ ''پھر جب وہ غسل کر لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائیں یعنی حیض کے بعد غسل کر لیں۔

سوال12: ﴿فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ ''تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے ان کے پاس آؤ'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''تو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے ان کے پاس آؤ'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالت حیض میں جس کے استعمال سے روکا تھا حیض بند ہو جانے کے بعد اسی کی اجازت ہے یعنی شرم گاہ کی۔

سوال13: اللہ تعالیٰ نے شوہر کو کس تعلق کی اجازت نہیں دی؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حائضہ سے ہم بستری کی یا عورت سے فعل قوم لوط کیا یا کاہن کے پاس گیا تو اس نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس کا انکار کیا۔(جامع ترمذی:135)

سوال14: ﴿يَطْهُرْنَ﴾ اور ﴿تَطَهَّرْنَ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يَطْهُرْنَ﴾ سے مراد خون حیض کا بند ہو جانا ہے۔﴿2﴾ ﴿تَطَهَّرْنَ﴾ سے مراد غسل کرنا ہے۔

سوال15: پاک ہو جانے سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: پاک ہوجانے سے مراد حیض کا خون بند ہوجانا ہے۔ایسی صورت میں عورت غسل کے بغیر بھی پاک ہوجاتی ہے اور مرد کے لئے مباشرت کرنا جائز ہے۔علامہ البانی نے ابن حزم کی تائید کی ہے۔(آداب الزفاف:47)

سوال16: کیا حائضہ عورت پر غسل فرض ہے؟

جواب: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حائضہ عورت پر غسل فرض ہے اور غسل کی صحت کے لیے خون کا منقطع ہونا شرط ہے۔(تفسیر سعدی 271/1:)

سوال17: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ گناہوں سے مستقل توبہ کرتے رہنے والوں سے محبت کرتا ہے یعنی ان لوگوں کو جو ہمیشہ توبہ کرتے رہتے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے جو شرک سے بھی پاک رہتے ہیں اور پانی سے حسی طہارت بھی حاصل کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ یہ آیت کریمہ حدث اور نجاست سے حسی طہارت کو شامل ہے۔پس اس آیت سے طہارت کی مطلق مشروعیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند کرتا ہے جو طہارت کی صفت سے متصف ہو۔اس لیے مطلق طہارت صحت، نماز، صحت طواف اور مصحف شریف کو چھونے کے لیے شرط ہے۔یہ آیت کریمہ معنوی طہارت یعنی اخلاق رزیلہ، صفت قبیح اور افعال خسیسہ جیسی معنوی نجاستوں سے طہارت کو بھی شامل ہے۔(تفسیر سعدی:271/1)

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۠ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (223) ﴾

''تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں، چنانچہ جہاں سے چاہو اپنی کھیتی میں آؤ اور اپنی جان کے لئے (عمل) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو اور آپ ایمان والوں کو خوش خبری دے دیں۔''(223)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ یہودی کہتے تھے کہ اگر عورت سے ہم بستری کے لیے کوئی پیچھے سے آئے گا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں سو اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ۔''(صحیح بخاری:4528) ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہلاک ہوگیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس چیز نے تمہیں ہلاک کردیا؟ عرض کیا: رات پشت کی طرف سے ہوکر میں نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرلی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔اتنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: (نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یعنی خواہ تم اپنی کھیتیوں میں سامنے کی طرف سے آؤ یا پشت کی طرف سے، پیچھے کے راستہ میں اور حیض کے زمانہ میں صحبت کرنے سے بچو۔
(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال2: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں یعنی تمہارے لیے اولاد کو جنم دیتی ہیں۔ ﴿2﴾ کھیتی اگنے کی جگہ اولاد پیدا ہونے والا مقام ہے۔ ﴿3﴾ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنے کھیت میں وہیں سے آؤ یعنی قبل سے جماع کرو کیونکہ دبر میں جماع حرام ہے۔ اس فعل کے مرتکب پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابی داؤد:2162)

سوال3: قرآن حکیم میں عورت کو مرد کی کھیتی قرار دیا گیا ہے، عورت کے لیے حرث کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا؟

جواب: ''تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں'' قرآن حکیم میں عورت کو مرد کی کھیتی قرار دیا گیا ہے، عورت کے لیے حرث کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا کہ ﴿1﴾ کسان کے لیے جیسے کھیت قدر و قیمت کے حامل ہوتے ہیں ایسے ہی مرد کے لیے عورت قیمتی اثاثہ ہے، تفریح کا سامان نہیں ہے۔ ﴿2﴾ مرد اور عورت کا تعلق بامقصد ہے۔ عورت مرد کے لیے سیرگاہ نہیں ہے بلکہ نسل انسانی کے کسان کو بھی اپنے کھیت میں اس لیے جانا چاہیے کہ اس سے پیداوار حاصل کرے۔

سوال4: مرد کو عورت سے تعلق رکھنے کا سلیقہ کیسے سکھایا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ یہ تعلق بامقصد ہے: (الف) اس تعلق سے آئندہ نسل کو برقرار رکھنا ہے۔ (ب) اس تعلق میں ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کرنا ہے۔ (ج) محبت اور رحمت کی فضا قائم رکھنی ہے۔ ﴿2﴾ اصل مقصد شہوت رانی نہیں۔ ﴿3﴾ اس تعلق میں سنجیدہ ہونا چاہیے جیسے کھیتی کا منصوبہ بنانے والا سنجیدہ ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ اس تعلق کے لیے انتخاب کے وقت سب سے زیادہ جس چیز کو دیکھنا چاہیے وہ ایمان ہے۔ ﴿5﴾ اس تعلق کو اللہ تعالیٰ کی فطری بناوٹ کے مطابق اپنے فطری ڈھنگ پر ہونا چاہیے۔ ﴿6﴾ ہر مرحلے میں انسان پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب رہنا چاہیے کہ رب العالمین کے یہاں جانا ہے جو کھلے اور چھپے سے باخبر ہے۔

سوال5: ﴿وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور اپنی جان کے لئے (عمل) آگے بھیجو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی نیکیوں کے کام سرانجام دے کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو اور ان نیکیوں میں ایک نیکی یہ بھی ہے کہ مرد اپنی بیوی سے مباشرت کرے۔ یہ مباشرت اللہ تعالیٰ کے تقرب کی خاطر اور اولاد کے حصول کی امید کے ساتھ ہو وہ اولاد جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ فائدہ پہنچاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:271/1)

سوال6: ازدواجی تعلق کے بارے میں ہدایات دینے کے بعد فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو'' اس سے ازدواجی تعلق کے بارے میں اسلام کے موقف کا پتہ چلتا ہے۔ وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: اسلام شوہر اور بیوی کے تعلق کو عبادت اور خدا خوفی کی بنیاد پر قائم کرتا ہے کہ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی کرو گے تو یہ آخرت میں اجر کا باعث ہوگا۔ایک دن اس کے پاس جانا ہے، وہاں تمہیں اپنے اعمال کا صلہ ملے گا۔﴿2﴾﴿وَاتَّقُوااللّٰهَ﴾ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور حالت حیض میں ان کے قریب نہ جاؤ اور نہ دبر میں جماع کرو۔﴿3﴾﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ﴾ ''اور جان لو یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو''یعنی قیامت کے دن اس کے پاس پہنچو گے پھر وہ تمہارے اعمال سے تمہیں رسوا کر دے گا۔(تفسیر سمرقندی:146)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال صالح کی جزا دے گا۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے عورت سے فطری تعلق کی ترغیب دلا کر غیر فطری عمل سے روکنے کے لئے کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عورت سے فطری تعلق کی ترغیب دلا کر غیر فطری عمل سے روکنے کے لئے اپنی ملاقات کا شعور دلایا ہے۔

سوال 8: ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ ایمان والوں کو خوشخبری دے دیں''اس آیت میں ایمان والوں کو خوشخبری دینے کو کہا گیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان والوں کو خوشخبری دی گئی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں تیار کر رکھا ہے ۔(الاساس:519/1)
﴿2﴾ جو اپنی عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو مان لیتے ہیں۔مومن تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے حکم پر ایمان لاتا ہو۔

﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (224)﴾

''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ نہ تم نیکی کرو گے اور (نہ) تم (گناہوں سے) بچو گے اور (نہ) تم لوگوں کے درمیان اصلاح کرو گے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(224)

سوال 1: ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ نہ تم نیکی کرو گے اور (نہ) تم (گناہوں سے) بچو گے اور (نہ) تم لوگوں کے درمیان اصلاح کرو گے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تم اپنی قسم کو اس لیے استعمال نہ کرو کہ تم بھلائی کے کام نہ کرو گے بلکہ قسم کا کفارہ ادا کرو اور بھلائی کے کام کرتے جاؤ۔﴿2﴾ بعض لوگ غصہ میں آ کر کسی نیک کام کے نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں اور پھر اس قسم کو نیکی سے باز رہنے کے لیے آڑ بنا لیتے ہیں۔اس آیت میں اس قسم کے لوگوں کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اس لیے نہ کھاؤ کہ نیکی، پرہیز گاری، لوگوں میں صلح کرانے جیسے نیک کاموں سے باز رہنے کا بہانہ ہاتھ آ جائے کیونکہ ایک غلط قسم پر اڑے رہنا گناہ ہے۔﴿3﴾ ان آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی قسم سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ یعنی اگر کسی اچھے کام کے نہ کرنے پر قسم کھا لو تو اسے توڑ دینے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں کوئی مضائقہ نہیں۔حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی بات کے متعلق قسم کھالے اوراس کے بعد اسے محسوس ہو کہ اس نے غلطی کی ہے تو قسم توڑ دے اور کفارہ دے دے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی حالت میں بھی مسلمان کو نیکی کے احکام سے نہیں روکتے۔(سراج البیان:82/1)﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی کو رات کے وقت نبی ﷺ کے پاس دیر ہوگئی، پھر اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹا تو بچوں کو سوتا ہوا پایا۔اس کے پاس اس کی بیوی کھانا لائی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ اپنے بچوں کی وجہ سے نہیں کھائے گا۔پھر اس کے لیے (مسئلہ) ظاہر ہو گیا تو اس نے کھالیا۔پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی بات کی قسم کھائے اور پھر کسی دوسری بات کو اس سے بہتر پائے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور بہتر بات پر عمل کرے۔(صحیح مسلم:4271)﴿5﴾ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے چچا کے بیٹے کے پاس جاتا ہوں اس سے کچھ سوال کرتا ہوں سو وہ مجھے نہیں دیتا اور صلہ رحمی نہیں کرتا پھر اسے حاجت درپیش ہو جاتی ہے تو مجھ سے آ کر سوال کرنے لگتا ہے حالانکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اسے کچھ نہ دوں گا اور صلہ رحمی نہیں کروں گا۔اس کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ کام کروں جو خیر ہو اور قسم کا کفارہ دے دوں۔(مشکوٰۃ المصابیح:297)﴿6﴾ کوئی اچھا کام نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کے نام کو بدنام نہ کرو جیسے یہ قسم کہ میں اپنے ماں باپ سے نہ بولوں گا یا بیوی سے اچھا سلوک نہ کروں گا یا فلاں کو صدقہ نہ دوں گا یا یہ کہ اب میں کسی کے درمیاں مصالحت نہ کراؤں گا یعنی برائی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے نام کو استعمال مت کرو اور اگر کسی نے یہ کام کیا ہو تو اسے چاہیے کہ قسم توڑ ڈالے اور اس کا کفارہ ادا کرے۔چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ کو حکم دیا کہ اگر تم کسی بات کی قسم کھاؤ پھر اس کے خلاف کرنا بہتر سمجھو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو اور جس کام کو بہتر سمجھو وہی کرو۔(بخاری کتاب الایمان:6622)

سوال2: قسم کیوں کھائی جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حلف اور قسم کا مقصد اس ہستی کی تعظیم ہے جس کی قسم کھائی جائے اور اس چیز کی تاکید مراد ہے جس پر قسم کھائی جائے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے قسموں کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر معاملے میں قسم کی حفاظت کی جائے مگر اس سے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جس میں کسی کے ساتھ احسان (نہ کرنے) کی قسم کھائی گئی ہو۔(تفسیر سعدی:272/1)

سوال3: کس قسم پر قائم رہنا اور کس کو توڑنا واجب ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو کوئی کسی واجب کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے اس پر قسم توڑنا واجب ہے اور اس قسم پر قائم رہنا حرام ہے۔﴿2﴾ جو کوئی کسی مستحب کو چھوڑنے کی قسم کھاتا ہے اس پر اس قسم کو توڑنا مستحب ہے۔﴿3﴾ جو کسی حرام امر کے ارتکاب کا حلف اٹھاتا ہے اس پر حلف توڑنا واجب ہے۔﴿4﴾ اگر وہ کسی مکروہ فعل کے ارتکاب پر قسم اٹھاتا ہے تو اس پر اس قسم کو توڑنا مستحب ہے۔﴿5﴾ رہے مباح امور تو ان کے بارے میں اٹھائی ہوئی قسم کی حفاظت کرنا زیادہ مناسب ہے۔اس آیت کریمہ سے اس مشہور فقہی اور قانونی قاعدے پر استدلال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا جاتا ہے:اِذَا تَزَاحَمَتِ الْمَصَالِحُ قُدِّمَ اَهَمُّهَا جب مصالح میں باہم ٹکراؤ ہوتو اس کومقدم رکھا جائے گا جوان میں سب سے زیادہ اہم ہوگا۔ یہاں قسم کا پورا کرنا ایک مصلحت ہے اوران اشیاء میں اللہ تعالی کے احکام کی اطاعت کرنا اس سے زیادہ بڑی مصلحت ہے اس لیے اس کومقدم رکھا جائے گا۔(تفسیر سعدی:273/1)

سوال4:قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾دس مسکینوں کوکھانا کھلانا۔ ﴿2﴾یا کپڑے پہنانا۔﴿3﴾یاایک غلام آزاد کرنا۔﴿4﴾یا تین روزے رکھنا۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے بھلائی، پرہیز گاری اورلوگوں کے درمیان اصلاح کے عمل کوچھوڑ بیٹھنے سے کن صفات کا شعور دلا کر روکا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع اورعلیم کا شعور دلا کر بھلائی ،تقویٰ اوراصلاح کے عمل کوچھوڑ بیٹھنے سے روکا ہے۔اللہ تعالیٰ سمیع ہے انسان جوکہتا ہے وہ سنتا ہے اس سننے کا شعورانسان کو برا کہنے سے روکتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ علیم ہے انسان جوکرتا ہے وہ اس کے علم میں ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم کا شعورانسان کواصلاح کے کام چھوڑنے سے روکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفات کا شعورانسان کو بھٹکنے اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے روکتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ سمیع ہے تمام آوازوں کو سننے والا ہے وہ علیم ہے مقاصداورنیتوں کوخوب جانتا ہے گویا وہ قسم اٹھانے والوں کی بات کوسنتا ہے اوران کے مقاصد کوبھی جانتا ہے کہ آیا یہ قسم کسی نیک مقصد کے لیے اٹھائی گئی ہے یا برے مقصد کے لیے۔(تفسیر سعدی:273/1)یہ شعورقسم اٹھاتے ہوئے بھلائی ، پرہیز گاری،اوراصلاح کے کاموں کوچھوڑنے سے بچاتا ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ جائیں،وہ علیم ہے اعمال اورنیتوں کوجانتا ہے۔

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ(225)﴾

''اللہ تعالیٰ تمہاری لغوقسموں پرتمہیں نہیں پکڑتا،وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جوتمہارے دلوں نے کمایا اوراللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت بردبار ہے۔''(225)

سوال1:﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾''اللہ تعالیٰ تمہاری لغوقسموں پرتمہیں نہیں پکڑتا''لغو سے کیا مراد ہے؟

جواب:لغو سے مراد باطل ہے جس میں کوئی خیر نہ ہو۔

سوال2:لغوقسموں سے کیا مراد ہے؟ کیا لغوقسموں پر کفارہ ہے؟

جواب:﴿1﴾سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:وہ آدمی کا اپنے گھر میں یہ قول ہے اللہ کی قسم اور کیوں نہیں اللہ کی قسم وغیرہ۔(جامع البیان:454/2)﴿2﴾لغوقسموں پر نہ کفارہ ہے نہ مؤاخذہ۔

سوال3:﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾''وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جوتمہارے دلوں نے کمایا'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: ''وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جو تمہارے دلوں نے کمایا'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پکڑ دلوں کے افعال پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان قسموں کی باز پرس کرتے ہیں جو دلی ارادے سے کھائی جائیں۔

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ﴾ اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے۔ اس شخص کو بخش دیتا ہے جو توبہ کے ذریعے اس کی طرف لوٹتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿حَلِيْمٌ﴾ جو شخص نافرمانی کرتا ہے اس کے معاملے میں وہ حلم سے کام لیتا ہے۔ اس کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، اپنے حلم کی بنا پر اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اور بندے پر قدرت رکھنے اور اپنے سامع ہونے کے باوجود اس سے درگزر کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:273/1)
﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور حلیم ہونے کا شعور دلا کر توبہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (226)﴾

''ان لوگوں کے لیے جو اپنی عورتوں سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھیں انہیں چار ماہ تک انتظار کرنا ہے، پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (226)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اسباب النزول میں ہے کہ یہ آیت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کے بہنوئی اور بہن کے درمیان کچھ ناراضگی ہوگئی تھی انہوں نے قسم کھائی کہ اس کے پاس کبھی بھی نہیں جائیں گے اور نہ اس سے بات کریں گے اور نہ میاں بیوی کے درمیان صلح کرائیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے تو قسم کھا رکھی ہے اب میں اس کی خلاف ورزی کیسے کروں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بالا نازل فرمائی۔ (اسباب النزول:72)

سوال 2: ﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو اپنی عورتوں سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھیں'' ایلاء کے کیا معنی ہیں؟

جواب: ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھالے تو یہ ایلاء ہے۔ (ایسر التفاسیر:116)

سوال 3: ایلاء کا کیا حکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس شخص نے جتنا عرصہ بیوی سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھائی ہو وہ عرصہ گزر جانے کے بعد تعلق قائم کر لیتا ہے تو کوئی کفارہ نہیں۔ ﴿2﴾ اگر ایسا شخص مدت پوری ہونے سے پہلے تعلق قائم کر لیتا ہے تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ ﴿3﴾ اگر چار ماہ سے زیادہ مدت کا تعین کیے بغیر قسم کھائے تو ایسے شخص کے لیے اس آیت میں چار ماہ کی مدت مقرر کر دی ہے کہ یا تو اس مدت کے پورا ہوتے ہی اپنی بیوی سے تعلقات قائم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرے اور یا پھر سیدھی طرح سے طلاق دے دے۔پہلی صورت بھی اختیار نہ کرے تو حاکم وقت کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کرے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور جمہور ائمہ کا یہی فتویٰ ہے۔(ابن کثیر)﴿4﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتوں سے ایلا کیا۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں موچ آئی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتیس دن تک الگ بالا خانے میں قیام پذیر رہے۔انتیس دنوں کے بعد تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''(صحیح بخاری:5289)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ایلاء کے چار ماہ گزر جائیں تو مرد کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے گا۔(صحیح بخاری:5291)

سوال4: چار ماہ کی عدت میں کیا حکمت ہے؟

جواب: عورت کی فطری خواہشات اور قوت برداشت کا خیال رکھتے ہوئے یہ مدت مقرر کی ہے۔

سوال5: ایلاء میں رجوع کب تک کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ایلاء میں 4 ماہ کے اندر اندر رجوع کیا جا سکتا ہے۔چار ماہ میں ایک مرتبہ بیوی کے ساتھ مجامعت فرض ہے کیونکہ چار ماہ کے بعد یا تو اسے مجامعت پر مجبور کیا جائے گا یا اسے طلاق دینی پڑے گی۔یہ جبر صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ کسی واجب کو ترک کرے۔(تفسیر سعدی 274/1:)

سوال6: اگر ایلاء کی عدت گزر جائے تو کیا طلاق ہو جائے گی؟

جواب: ﴿1﴾ عدت گزرتے ہی ایک طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی۔﴿2﴾ یہ طلاق بائن ہوگی۔﴿3﴾ دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

سوال7: ﴿فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''قسم اٹھانے کی وجہ سے انہوں نے جس گناہ کا ارتکاب کیا تھا ان کے رجوع کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ رحیم یعنی نہایت رحم والا ہے کہ اس نے بندوں کی قسموں کو اٹوٹ اور ان پر لازم قرار نہیں دیا بلکہ ان سے باہر نکلنے کے لیے کفارہ مقرر کیا۔وہ ان پر اس لحاظ سے بھی مہربان ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں سے رجوع کیا ان سے مہربانی اور شفقت سے پیش آئے۔(یعنی ان کا رجوع بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہی کا نتیجہ ہے۔(تفسیر سعدی:274/1)

سوال8: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غَفُورٌ اور رَّحِيمٌ کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شوہر کو قسم کھانے کے بعد لوٹنے کے لئے اپنی صفت رحمت ''رحیـــم'' کا شعور دلایا ہے کہ لوٹنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قسم کے گناہ کو معاف کر دے گا۔اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت مغفرت ''غفور'' کا شعور دلایا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَاِنۡ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (227) ﴾

''اوراگروہ طلاق دینے کاارادہ کریں تواللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔''(227)

سوال1: ﴿ وَاِنۡ عَزَمُوا الطَّلَاقَ ﴾ ''اوراگروہ طلاق دینے کاارادہ کریں'' طلاق کسے کہتے ہیں؟

جواب: شوہراور بیوی میں ہم آہنگی نہ ہوسکے تورشتۂ نکاح کوختم کرنے کے لیے مرداورعورت کے درمیان جدائی کے لیے مردکوجوحق اسلام دیتاہےاسےطلاق کہتے ہیں۔

سوال2: ''اگروہ طلاق کاارادہ کرلیں''ان الفاظ سے''ایلاء''کےحکم کے بارے میں کیاپتہ چلتاہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتاہے کہ چارماہ گزرتے ہی طلاق خودبخود واقع نہیں ہوگی بلکہ شوہر کےطلاق دینے سے ہوگی۔

سوال3: ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴾ ''تواللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: طلاق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:یعنی اللہ تعالیٰ جانتے اور سنتے ہیں کہ تم دونوں میں سے کون ظالم اورکون مظلوم ہے۔لہٰذا طلاق کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے۔ذراسی غفلت سے دونوں زندگیاں تباہ ہوجاتی ہیں۔(سراج البیان:83/1)

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ﴿ سَمِيۡعٌ اور عَلِيۡمٌ ﴾ کاشعور کیسے دلایاہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے طلاق کے ارادے سے اپنےعلیم ہونے کاشعوردلایاہے کہ جوتم دل میں رکھتے ہواللہ تعالیٰ علیم ہے،اسے جانتاہے۔﴿2﴾ اورجوتم زبان سے کہتے ہواللہ تعالیٰ سمیع ہے،اسے سنتاہے۔

﴿ وَالۡمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنۡ يَّكۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىۡۤ اَرۡحَامِهِنَّ اِنۡ كُنَّ يُؤۡمِنَّ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَبُعُوۡلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ اِنۡ اَرَادُوۡۤا اِصۡلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِىۡ عَلَيۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۖ وَلِلرِّجَالِ عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ (228) ﴾

''اورطلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کوتین حیض تک انتظار میں رکھیں اوران کے لیے جائزنہیں کہ وہ اس چیز کوچھپائیں جس کواللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیاہے،اگروہ اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان رکھتی ہوں اوران کے شوہراس دوران میں انہیں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگروہ اصلاح کرنے کاارادہ رکھتے ہوں اورعورتوں کے بھی معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپرحق ہے اور مردوں کاان پرایک درجہ ہےاوراللہ تعالیٰ سب پرغالب،کمال حکمت والا ہے۔''(228)

سوال1: اس آیت کاشان نزول کیاہے؟

جواب: اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں عورت کوطلاق دی جاتی تھی مطلقہ (طلاق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شدہ عورت) کے لئے عدت نہیں تھی ، اس پر اللہ تعالیٰ نے طلاق کے لیے عدت نازل فرمائی ۔یعنی طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک عدت گزاریں ۔(لباب النقول فی اسباب النزول)

سوال2: ﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾ ''اورطلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں'' یہاں کن طلاق یافتہ عورتوں کی عدت کا حکم بیان کیا گیا ہے؟

جواب: یہاں ان طلاق یافتہ عورتوں کی عدت کا حکم بیان کیا گیا ہے ﴿1﴾ جو حاملہ نہ ہوں ۔ ﴿2﴾ جن کو دخول سے پہلے طلاق نہ دی گئی ہو۔ ﴿3﴾ جن کو حیض آنا بند نہ ہوا ہو۔ ﴿4﴾ جن کو حیض آنا شروع ہو چکا ہو۔

سوال3: طلاق کی عدت تین قروء ہے۔ ''قُرُوْٓءٍ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''قروء'' سے مراد تین حیض بھی ہو سکتے ہیں اور تین طہر بھی ۔دونوں معنوں کی گنجائش ہے ۔(ابن کثیر)

سوال4: ﴿ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾ ''اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں'' انتظار میں رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: انتظار میں رکھنے سے مراد ہے کہ طلاق یافتہ عورتیں تین حیض تک دوسری جگہ شادی کرنے سے خود کو روکے رکھیں ۔اس آیت کریمہ کے عموم سے مندرجہ ذیل صورتیں مستثنیٰ ہیں: ﴿1﴾ اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے ۔ ﴿2﴾ اگر مطلقہ غیر مدخولہ ہے یعنی اس کے ساتھ خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو اس پر کوئی عدت نہیں ۔ ﴿3﴾ لونڈیوں کی عدت دو حیض ہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول ہے ۔آیات کریمہ کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ آیت میں مذکورہ عورت سے مراد آزاد عورت ہے ۔(تفسیر سعدی:278/1)

سوال5: ﴿ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ ﴾ ''اوران کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں پر واجب کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں جو کچھ تخلیق کیا ہے اس کے بارے میں آگاہ کریں اور حمل یا حیض کا چھپانا ان پر حرام ٹھہرایا کیونکہ ان کا حمل یا حیض کا چھپانا بہت سے مفاسد کا سبب بنتا ہے ۔(تفسیر سعدی:275/1) ﴿2﴾ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حیض اور حمل کے بارے میں عورت اگر کوئی خبر دیتی ہے تو وہ قابل قبول ہے ۔

سوال6: رحم کا معاملہ چھپانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد حیض بھی ہو سکتا ہے اور حمل بھی ۔ ﴿2﴾ اگر اس سے مراد حیض ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ حیض کو نہ چھپائیں کیونکہ اس سے شوہر کا حق رجوع ثابت نہیں ہو سکتا ۔ ﴿3﴾ اگر اس سے مراد حمل ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ حمل کو نہ چھپائیں کیونکہ دوسری شادی کی صورت میں نسب مشتبہ ہو جائے گا ۔ پہلے شوہر کا بچہ دوسرے کے نام ہو جائے گا جو کبیرہ گناہ ہے ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: عورت حیض کا معاملہ کب چھپاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ عورت حیض کا معاملہ تب چھپاتی ہے جب وہ اپنے شوہر کو رجوع نہ کرنے دینا چاہتی ہو پھر وہ یہ کہہ دیتی ہے کہ مجھے تین حیض آ چکے ہیں۔ ﴿2﴾ عورت حیض کا معاملہ اس صورت میں بھی چھپاتی ہے جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو ایسی صورت میں اسے تین حیض آ بھی چکے ہوں وہ اظہار نہیں کرنا چاہتی تا کہ شوہر رجوع کر سکے۔ یہ دو پہلوؤں سے حرام ہے ایک تو وہ اس کی مستحق نہیں رہی دوسرے اس کو شریعت کی طرف منسوب کرنا حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔ ﴿3﴾ عورت جب حیض کے معاملے کو چھپا لیتی ہے تو عدت ختم ہونے کے بعد شوہر رجوع کر لیتا ہے۔ یہ رجوع زنا ہے کیونکہ اب عورت اس کے لیے اجنبی ہے۔ (تفسیر سعدی:276/1)

سوال8: عورت کا حیض یا حمل چھپانا کن مفاسد کا باعث بنتا ہے؟

جواب: عورت کا حیض یا حمل چھپانا بہت سے مفاسد کا باعث بنتا ہے۔ حمل کو چھپانا اس بات کا موجب بنتا ہے کہ: ﴿1﴾ عورت اپنے حمل کے نسب کو کسی ایسے شخص کے ساتھ ملحق کر دے جس میں اسے رغبت ہے۔ ﴿2﴾ یا محض عدت کے پورا ہو جانے میں جلد بازی کے لیے حیض آنے کا اعلان کر دے۔ ﴿3﴾ جب یہ عورت اپنے حمل کو اس کے باپ کے سوا کسی اور کے ساتھ ملحق کر دیتی ہے تو یہ چیز قطع رحمی اور میراث سے محروم کرنے کا باعث بنتی ہے۔ ﴿4﴾ اس کے لیے اس کے محرموں اور اقارب سے پردے کا موجب بنتی ہے۔ ﴿5﴾ اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اس الحاق سے محارم کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ ﴿6﴾ اس کے مقابلے میں باپ کے سوا کسی اور شخص سے اس حمل کا الحاق ہوتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کے تمام توابع مثلاً میراث وغیرہ کا اثبات ہوتا ہے اور جس شخص کے ساتھ حمل کا الحاق کیا گیا ہوتا ہے اس کے تمام اقارب کو بچے کے اقارب بنا دیتا ہے اور اس میں بہت بڑا اثر اور فساد ہے جسے بندوں کے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر سعدی:275/1)

سوال9: ﴿إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ ''اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے طلاق یافتہ عورتوں کو حیض یا حمل چھپانے سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ایمان لانے کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ حق نہ چھپائیں۔ ﴿2﴾ حیض یا حمل کو چھپانا عورت کے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لانے کی دلیل بن جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اگر اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہوتا اور اس کے نتیجے میں اعمال کی جزا پر یقین ہوتا تو حیض یا حمل چھپانے کا معاملہ کبھی نہ ہوتا۔

سوال10: طلاق یافتہ عورتوں کے کیا فرائض ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عدت کے دوران اپنے آپ کو (دوسری شادی سے) روک کر رکھیں۔ ﴿2﴾ ان کے رحموں میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تخلیق کیا ہے اسے نہ چھپائیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: ﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا﴾ ''اوران کے شوہراس دوران میں انہیں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگروہ اصلاح کاارادہ رکھتے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ''اوران کے شوہراس دوران میں انہیں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں'' طلاق یافتہ عورتوں کے شوہرانہیں زوجیت میں واپس لینے کاحق رکھتے ہیں جب تک کہ وہ عدت میں ہوں۔ ﴿2﴾ ﴿اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا﴾ اس وقت تک ان کے شوہران سے رجوع کا زیادہ حق رکھتے ہیں اگران کا ارادہ اصلاح کا ہے۔یعنی اگرشوہررغبت رکھتے ہوں،الفت اورمودت کا جذبہ رکھتے ہوں توان کورجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ﴿3﴾ اگررجوع سے ان کا مقصد اصلاح نہیں تووہ واپس لینے کا حق نہیں رکھتے۔بیوی کونقصان پہنچانے اورعدت کولمبا کرنے کے لیے رجوع کرنا جائزنہیں۔

سوال12: طلاق دینے والے مرد کا کیا فرض ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رجوع کرے توخالص نیت سے کرے۔ ﴿2﴾ رجوع سے عورت کوتکلیف اوراذیت دینامقصودنہ ہو۔

سوال13: شوہرعدت کی مدت میں رجوع کرنے کاحق کب رکھتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب وہ عورت کورجوع کرکے تنگ نہ کرناچاہتاہو۔ ﴿2﴾ جب وہ اصلاح کاارادہ رکھتاہو۔ ﴿3﴾ رجوع کا یہ حق طلاق رجعی کے ساتھ خاص ہے۔ ﴿4﴾ طلاق بائن میں شوہرکورجوع کاحق نہیں ہوتا۔

سوال14: کیاعورت کاولی رجوع کرنے کے راستے میں رکاوٹ بن سکتا ہے؟

جواب: ولی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ رجوع کے راستے میں رکاوٹ ڈالے۔

سوال15: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اورعورتوں کے بھی معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپرحق ہے'' اس سے کیامرادہے؟

جواب: ''اورعورتوں کے بھی معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپرحق ہے'' سے مرادوہ حقوق ہیں جن کوپوراکرنے کے دونوں پابندہیں۔

سوال16: طلاق یافتہ عورت کاحق کیاہے؟

جواب: ﴿1﴾ نان ونفقہ طلاق یافتہ عورت کاحق ہے اس لیے کہ وہ قانون کی روسے رکی ہوئی ہے۔ ﴿2﴾ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ نان ونفقہ،لباس،معاشرتی تعلق،گھراسی طرح میاں بیوی کے درمیان خاص تعلق ان سب کامرجع معروف ہے۔یہ عقدمطلق کی صورت میں ہے یعنی نکاح کے وقت کوئی شرط طے نہ کی گئی ہو۔(تفسیرسعدی:277/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال17: مرداورعورت کے حقوق کے حوالے سے اسلام کا کیا مؤقف ہے؟

جواب: ﴿1﴾ خاندانی نظام میں ہرایک کے حقوق ہیں، مرد ہو یا عورت اور ہرایک کی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ ﴿2﴾ مرد اور عورت دونوں کو چاہیے کہ حق لینے کے ساتھ ساتھ پوری طرح حق ادا بھی کریں۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔ (النساء:1) مشترکہ حقوق: ﴿i﴾ امانت۔ ﴿ii﴾ محبت اور رحم۔ ﴿iii﴾ باہمی اعتماد۔ ﴿iv﴾ شگفتگی اور معاملات میں نرمی۔ شوہر کے حقوق: ﴿i﴾ فرماں برداری۔ ﴿ii﴾ مال ومتاع، عزت، گھر کے تمام کاموں میں حفاظت۔ ﴿iii﴾ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کوئی کام نہ کرے۔ بیوی کے حقوق: ﴿i﴾ معروف طریقے سے نباہ: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ﴿ii﴾ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا پابند بنائے۔ ﴿iii﴾ بیویوں کے درمیان انصاف کرے۔ ﴿iv﴾ بیوی کا راز افشاء نہ کرے۔

سوال18: عورت سے حسن سلوک کے بارے میں تین احادیث لکھیں؟

جواب: ﴿1﴾ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے اعتبار سے مومنوں میں سے اکمل وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے اور تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔ (جامع ترمذی:1162) ﴿2﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔ عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے، اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑو گے تو برابر ٹیڑھی رہے گی۔ پھر عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔ (مسلم:3644) ﴿3﴾ لوگو! سنو، عورتوں کے حق میں خیر اور بھلائی کی بات قبول کرو۔ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ تم ان پر زیادتی کا اس کے سوا کوئی اختیار نہیں رکھتے کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں ایسی مار مارو جو زخم نہ چھوڑے۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر زیادتی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ خبردار رہو! مردوں کے عورتوں پر حقوق (ویسے ہی) ہیں (جیسے) عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں۔'' (جامع ترمذی:1163) ﴿4﴾ حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا: بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، چہرے پر نہ مارے، گالی نہ دے، (کبھی الگ کرنے کی ضرورت پڑے تو) اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرے۔'' (سنن ابن ماجہ:1850) ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا:''اے عبداللہ! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دن کو مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات کو مسلسل قیام کرتے ہو؟'میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ ﷺ! ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھو اور ترک بھی کرو، رات کو قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو۔ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے، تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔ (صحیح بخاری:1975)

سوال19:﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾''اور مردوں کا ان پر ایک درجہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور مردوں کا ان پر ایک درجہ ہے''﴿1﴾ مرد کو قوام ہونے کے اعتبار سے درجہ حاصل ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں فرمایا:﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ مرد عورتوں پر نگران ہیں اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے۔ (النساء:34)﴿2﴾ فطری قوتوں کے اعتبار سے مرد کو درجہ حاصل ہے۔ ﴿3﴾ مرد کو جہاد کی اجازت ہے، اس اعتبار سے اس کا درجہ بڑا ہے۔ ﴿4﴾ میراث کے دوگنا ہونے میں مرد کو درجہ حاصل ہے۔ ﴿5﴾ طلاق اور رجوع کے اختیار میں مرد کو درجہ حاصل ہے۔ ﴿6﴾ منصب نبوت، منصب قضا، امامت صغریٰ، امامت کبریٰ اور دیگر تمام شعبوں کی سربراہی مردوں سے مخصوص ہے۔ ﴿7﴾ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس جملے کا مطلب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مقابلے میں بڑا درجہ دیا ہے، اس لیے ان کو زیادہ تحمل سے کام لینا چاہیے کہ اگر عورتوں کی طرف سے ان کے حقوق میں کوتاہی ہو بھی جائے تو ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ اس کو برداشت کریں اور صبر سے کام لیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔ (قرطبی)(معارف القرآن:553/4)

سوال20:﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی اللہ تعالیٰ عزیز ہے، عزت، غلبہ، بہت بڑے تسلط اور اختیارات کا مالک ہے۔ تمام کائنات اس کے سامنے سرافگندہ ہے مگر وہ حکیم ہے، اپنے غلبہ اور اختیارات کے باوجود اپنے تصرفات میں نہایت حکمت سے کام لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:227/1)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ عزیز ہے نافرمانوں سے انتقام لینے کے لیے غلبہ رکھتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات اور اپنی شریعت میں حکیم ہے۔ (تفسیر قاسمی:246/3)

سوال21:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور حکیم کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے عورت پر مرد کے غلبے کی وجہ سے اپنی صفت عزیز کا شعور دلایا ہے کہ تم پر بڑا اور غالب تمہارا رب ہے لہٰذا اس کے غلبے کو ذہن میں رکھ کر حقوق ادا کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حکیم سے شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کے حقوق بھی رکھے ہیں اور اپنی حکمت سے مردوں کا ایک درجہ رکھا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ فیصلے کو قبول کرلو۔

رکوع نمبر13

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (229)﴾

''(رجعی) طلاق دو بار ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ رخصت کر دینا ہے اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم اس میں سے لے لو جو کچھ بھی تم نے ان کو (مہر میں) دیا ہے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت (خلع کے) فدیہ میں دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں چنانچہ ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔''(229)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو جتنی چاہتا طلاقیں دے دیتا تھا اور جس وقت اس سے عدت میں رجوع کر لیتا وہ پھر بھی اسی کی بیوی رہتی، خواہ اسے سو یا اس سے زیادہ طلاقیں دے دے، یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اللہ کی قسم میں تجھے نہ کبھی ایسی طلاق دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو جائے اور نہ تجھ کو سکون سے رہنے دوں گا، اس کی بیوی نے کہا یہ کس طرح ممکن ہوگا؟ وہ کہنے لگا: میں تجھے طلاق دیتا رہوں گا۔ جب تیری عدت کی مدت ختم ہونے والی ہوگی پھر تجھ سے رجوع کر لیا کروں گا۔ اس پر عورت نے جا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ کہہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش ہو گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیت اتار دی، ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ (الخ)'' یعنی وہ طلاق جس میں رجوع کرنا درست ہے وہ دو مرتبہ ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال2: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ ''(رجعی) طلاق دو بار ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ ''(رجعی) طلاق دو بار ہے'' سے مراد ہے کہ وہ طلاق جس میں شوہر کو بیوی سے رجوع کرنے کا حق ہے وہ دو مرتبہ ہے کیونکہ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مرد کو صرف تین طلاقوں کا حق دیا اور رجوع کا حق صرف دو طلاقوں تک قائم رکھا۔ (مختصر ابن کثیر: 147/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کے حق کو محدود کیوں کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کے حق کو اس لیے محدود کیا ہے کہ دور جاہلیت میں طلاق دینے کا حق غیر محدود تھا جس کی وجہ سے عورت کو نہ بسایا جاتا تھا، نہ آزاد کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حق کو محدود کر کے ظلم کے دروازے بند کئے ہیں۔

سوال4: طلاق کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ طلاق کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو عادل گواہوں کی موجودگی میں عورت کو حالت طہر میں ایک بار طلاق دی جائے، وہ طہر ایسا ہو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ شوہر نے اس میں بیوی سے جماع نہ کیا ہو۔﴿2﴾اب اگر مرد چاہے تو دوسرے طہر میں طلاق دے دے ورنہ ایک ہی طلاق پر عدت گزر جائے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے۔﴿3﴾یا پھر دوران حمل بیوی کو طلاق دی جائے۔﴿4﴾حیض یا طہر کی حالت میں جماع کے بعد عورت کو طلاق دینا سنت کے خلاف ہے۔﴿5﴾سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی بیوی (آمنہ بنت غفار) کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں (حالت حیض میں) طلاق دے دی۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''عبداللہ سے کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کرلیں اور پھر اپنے نکاح میں باقی رکھیں، جب حیض بند ہو جائے، پھر حیض آئے اور پھر بند ہو، تب اگر چاہیں تو اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھیں اور اگر چاہیں تو طلاق دے دیں (لیکن طلاق اس طہر میں) ان کے ساتھ جماع سے پہلے ہونی چاہئے۔یہی (طہر کی) وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔''(صحیح بخاری:5251)﴿6﴾طلاق دینے کا مسنون اور سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ مرد حالت طہر میں عورت کو ایک طلاق دے اور پوری عدت گزر جانے دے۔اس صورت کو فقہی اصطلاح میں طلاق احسن کہتے ہیں۔دوسری صورت یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے اور دوسرے میں دوسری اور تیسرے میں تیسری دے دے۔اس صورت کو حسن کہتے ہیں۔پہلی صورت کا فائدہ یہ ہے کہ اگر عدت گزر جانے کے بعد بھی میاں بیوی آپس میں مل بیٹھنے پر رضامند ہوں تو تجدید نکاح سے یہ صورت ممکن ہے۔(تیسیر القرآن:174/1)

سوال4:﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾اور طَلَّقَتَان میں کیا فرق ہے؟

جواب:﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ سے مراد ہے طلاق دو مرتبہ ہے اور طَلَّقَتَان سے مراد دو طلاقیں ہیں۔دونوں میں فرق ہے۔دو مرتبہ سے مراد ایک نشست میں دو یا تین طلاقیں نہیں بلکہ ایک طلاق کے بعد سوچنے سمجھنے کا موقع ملے پھر اگلے موقع پر یعنی اگلے حیض کے بعد اگلی طلاق ہے۔

سوال5:اگر پہلی مرتبہ کی طلاق سے ہمیشہ کی جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو اس کا کیا نقصان ہوتا؟

جواب:اگر پہلی مرتبہ کی طلاق کے بعد ہمیشہ کی جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو بہت زیادہ معاشرتی مسائل پیدا ہوجاتے۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ الطَّلَاقُ ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز اشیا میں سب سے مبغوض چیز طلاق ہے۔''(سنن ابی داؤد:2178)

سوال6:﴿فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ﴾''پھر یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے''عورت کو اچھے طریقے سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد ہے اس عورت سے رجوع کر کے اسے اچھے طریقے سے بسانا۔﴿2﴾یعنی رجوع اور حسن معاشرت۔(تفسیر بیضاوی:517/1)﴿3﴾یعنی حسن معاشرت اور وہ ہے شوہر کی طرف سے حقوق کی ادائیگی۔(ایسر التفاسیر:119)

سوال7:﴿اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾''یا نیکی کے ساتھ رخصت کر دینا ہے''نیکی کے ساتھ رخصت کر دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾نیکی کے ساتھ رخصت کر دینے سے مراد ہے رجوع نہ کرنا۔(اضواء البیان:104/1)﴿2﴾یعنی احسن انداز میں طلاق دینا۔اگر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حق مہر رہتا ہوتو اس کو ادا کرنا۔ کچھ متاع دینا یعنی کچھ سامان دے کر رخصت کرنا اور برا تذکرہ نہ کرنا۔ ﴿3﴾ بھلائی یہ ہے کہ اس نے بیوی کو جو مال دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لے اس لیے کہ یہ ظلم ہے اور یہ کچھ دیے بغیر مال لینے کے زمرے میں آئے گا۔

سوال 8: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا﴾ ''اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم اس میں سے لے لو جو کچھ بھی تم نے ان کو (مہر میں) دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ﴾ اور تمہارے لیے یعنی شوہر کے لیے یہ حلال نہیں۔ ﴿2﴾ ﴿اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جو کچھ دے چکا ہو، اس میں سے کوئی چیز لینے کا حق دار نہیں ہے مثلاً زیور، مہر و کپڑے، پلاٹ، گھر وغیرہ۔ ﴿3﴾ امام ابوداؤد ناسخ اور منسوخ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انسان اپنی بیوی کا تمام مال کھا جاتا تھا، خواہ اس نے اسے دیا ہوتا، یا نہ دیا ہوتا اور یہ سمجھتا تھا کہ اس صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا، تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ کچھ لو اس مال میں سے جو تم نے اپنی عورتوں کو دیا ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اعلیٰ تعلیم دی ہے۔ ﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا﴾ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بدلنے کا ارادہ کر لو اور تم نے ان میں سے ایک کو خزانہ تک دے دیا ہو تو بھی اس میں سے تم کچھ واپس نہ لو۔ (النساء:20)

سوال 9: ﴿اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾ '' مگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ '' مگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے'' یعنی وہ حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے جو حسن معاشرت کے حوالے سے ان پر واجب ہیں۔ (فتح القدیر:302/1) ﴿2﴾ اس میں معروف کے ساتھ خلع کا بیان ہے (جس میں شوہر کو معاوضہ لے کر طلاق دینے کی اجازت ہے۔) ﴿3﴾ مردوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ عورتوں کے مہر سے تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی لیں۔ (واضح المیسر :84) ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کر لے تو اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر بھی ادا نہ کرے۔'' (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ)

سوال 10: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ '' تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت (خلع کے) فدیہ میں دے'' خلع سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں جو عورت خلع کے فدیے میں دے۔ ﴿2﴾ خلع سے مراد ہے ایک عورت کا اپنے شوہر کو کچھ دے دلا کر طلاق حاصل کرنا۔ (مستدرک حاکم) اس کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کو اس کی عادات یا جسمانی بدصورتی کی وجہ سے ناپسند کرتی ہو اور ڈرتی ہو کہ وہ شوہر کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کر سکے گی تو وہ خلع کے ذریعے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: خلع کب مشروع ہے؟

جواب: اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب خوف ہو کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو عورت جو معاوضہ دے گی ان پر کوئی گناہ نہیں اس لیے کہ یہ اس جدائی کا معاوضہ ہے جو عورت حاصل کرنا چاہتی ہے۔

سوال12: عورت شوہر سے خلع کیسے لے سکتی ہے؟

جواب: عورت شوہر سے علیحدہ ہونا چاہے تو شوہر عورت سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے سکتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! میں ثابت بن قیس کی دین داری اور اخلاق میں عیب نہیں نکالتی بلکہ مجھے مسلمان ہو کر شوہر کی ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہونا پسند نہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ''کیا تم ثابت کا (مہر میں) دیا ہوا باغ واپس کرنے کو تیار ہو؟'' عورت نے عرض کیا: ''ہاں!'' چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: ''اپنا باغ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔'' (صحیح بخاری:5273)

سوال13: شوہر اگر علیحدگی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو عورت خلع کیسے لے سکتی ہے؟

جواب: اگر شوہر علیحدگی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے گی۔

سوال14: اگر شوہر عدالت کا حکم نہ مانے تو عورت خلع کیسے لے سکتی ہے؟

جواب: اگر شوہر عدالت کا حکم نہ مانے تو ایسی صورت میں عدالت نکاح فسخ کر دے گی۔

سوال15: کیا عورت بغیر کسی معقول عذر کے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

جواب: عورت بغیر کسی معقول عذر کے طلاق کا مطالبہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتی۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت نے بغیر وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق مانگی، اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔'' (ترمذی:1187) عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : أَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(بلاوجہ) خلع حاصل کرنے والی عورتیں منافق ہیں۔'' (ترمذی:1186)

سوال16: خلع کی عدت کتنی ہے؟

جواب: سیدنا ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اپنے شوہر سے خلع لی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ ایک حیض عدت گزارے۔ (ترمذی:1185)

سوال17: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں چنانچہ ان سے آگے نہ بڑھو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ﴾ ”یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں“ اللہ تعالیٰ کی حدود سے مراد احکام نکاح اورفراق ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ اللہ تعالیٰ کی حدود جن کا اس نے حکم دیا ہے کہ ان سے آگے نہ بڑھو یعنی ان کی مخالفت نہ کرو۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے نہ بڑھو یعنی حلال سے تجاوز کر کے حرام کی طرف نہ جاؤ، احسان سے تجاوز کر کے برائی کی طرف نہ جاؤ اور معروف سے تجاوز کر کے منکر کی طرف نہ جاؤ۔ (ایسر التفاسیر:191)

سوال 18: ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَاللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ”اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں“ اللہ تعالیٰ کی حدود سے نکل جانے والا کس پر ظلم کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے لیے پیش کر کے ظالموں میں سے ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو شدید عذاب کا مستحق بنا لیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی حدود سے نکل جانے والا اپنی بیوی کا مال ہتھیا کر اس پر ظلم کرتا ہے اور اس کی زندگی کو تنگ کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ ﴿3﴾ وہ اپنے بچوں پر اور رشتہ داروں پر ظلم کرتا ہے اس طرح کہ وہ اپنے تعلق کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اور بیوی کے رشتے دار تو مالی، ذہنی اور معاشرتی ہر طرح کی اذیتیں برداشت کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حدود کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر کی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو، جو فرائض متعین فرما دیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو۔ جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کی حرمتوں کے پردے نہ توڑو اور جن سے بھول کر نہیں بلکہ ترس کھا کر خاموشی اختیار فرمائی ہے، ان کی کرید نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر:149/1)

سوال 19: ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ”تو یہی لوگ ظالم ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ظلم کی تین اقسام ہیں: ﴿1﴾ بندے کا ان معاملات میں ظلم کا ارتکاب کرنا جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہیں۔ ﴿2﴾ بندے کا ظلم اکبر یعنی شرک کا ارتکاب۔ ﴿3﴾ بندے کا ان معاملات میں ظلم کا ارتکاب جو اس کے اور لوگوں کے درمیان ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک کو توبہ کے بغیر نہیں بخشتا اور حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ بالکل نہیں چھوڑے گا (بلکہ ایک دوسرے کو بدلہ دلوایا جائے گا) اور وہ ظلم جو بندے اور اس کے مابین ہے اور شرک سے کم تر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت پر منحصر ہے۔ (تفسیر سعدی:279/1)

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۭ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَاللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (230)﴾

”پھر اگر وہ اسے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دے تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح (نہ) کرے، پھر اگر وہ (دوسرا شخص) اس کو طلاق دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں آپس میں رجوع کر لیں اگر وہ دونوں سمجھیں کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم رکھ سکیں گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں۔''(230)

سوال1: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ ''پھر اگر وہ اسے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دے تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح (نہ) کرے پھر اگر وہ (دوسرا شخص) اس کو طلاق دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں آپس میں رجوع کرلیں اگر وہ دونوں سمجھیں کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم رکھ سکیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ پھر اگر وہ مرد تیسری بار طلاق دے دے۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ ''تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح (نہ) کرے'' یعنی وہ عورت دوسرے شوہر سے صحیح نکاح کرے اور وہ اس سے جماع کرے۔ (بخاری:5261) ﴿3﴾ ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ پھر اگر وہ یعنی دوسرا شوہر اسے طلاق دے دیتا ہے اور عورت کی عدت پوری ہوجاتی ہے۔ ﴿4﴾ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ تو ان دونوں پر یعنی پہلے شوہر اور اس کی بیوی پر کوئی گناہ نہیں۔ ﴿5﴾ ﴿أَنْ يَتَرَاجَعَا﴾ یہ کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے رجوع کرکے نکاح کرلیں یعنی باہمی رضامندی سے کیونکہ تراجعا سے دونوں کا رجوع مراد ہے۔ ﴿6﴾ ﴿إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ اگر وہ دونوں یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے اور اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اور بیوی پچھلے رویوں پر شرمندہ ہوں جن کی وجہ سے جدائی ہوئی اور یہ پختہ عزم کریں کہ اپنے رویوں میں تبدیلی لاکر ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں گے تو ایک دوسرے سے رجوع کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ ﴿7﴾ اگر انہیں یہ گمان ہو کہ گزشتہ رویے برقرار رہیں گے تو پھر ان پر گناہ ہوگا۔

سوال2: حلالہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: طلاق کے بعد ایک عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں رہتی۔ دوسری بار ایک عورت کا اپنے شوہر کے لیے حلال ہوجانا کس طرح سے جائز ہے؟ اگر وہ اپنی آزاد مرضی سے، گھر والوں کی اجازت سے کہیں اور نکاح کرلیتی ہے لیکن پھر نباہ نہیں ہوتا۔ پھر اگر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو اب اگر پہلا شوہر اس سے نکاح کرنا چاہے تو اس کی اس صورت میں اجازت ہے اگر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے کا یقین رکھتے ہوں یعنی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا یقین ہو۔ طلاق کے بعد دوسری بار اپنے شوہر کے لیے حلال ہوجانا اسی طرح جائز ہے کسی سازشی نکاح سے نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تھیں، ان کی بیوی نے دوسری شادی کرلی، پھر دوسرے شوہر نے بھی (جماع سے پہلے) انہیں طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: ''کیا پہلا شوہر اب ان کے لیے حلال ہے (کہ ان سے دوبارہ شادی کرلیں)؟'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں یہاں تک کہ وہ یعنی شوہر ثانی اس کا مزہ چکھے جیسا کہ پہلے نے چکھا تھا۔'' (صحیح بخاری:5261)

سوال3: حلالہ کرنا اور کرانا کیسا عمل ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ حلالہ کرنا اور کرانا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت کی ہے۔ (ابن ماجہ) ﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں مانگا ہوا بکرا نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بولے یارسول اللہ ﷺ ضرور بتایئے۔ فرمایا: حلالہ کرنے والا۔ ﴿3﴾ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری قوم میں سے ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں۔ اس پر وہ دونوں نادم ہوئے، میرا ارادہ ہے کہ اس عورت سے نکاح کرلوں، اس کا مہر ادا کروں اور پھر جس طرح شوہر اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے، جاؤں اور اس کے بعد اسے طلاق دے دوں تاکہ وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہو جائے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''اے نوجوان! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی حدود کے لیے آگ کی کھونٹی نہ بنو۔''

سوال 4: ﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں یعنی اس کی شریعت ہے جس کو اس نے مقرر فرمایا۔ ﴿2﴾ ﴿يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ علم والوں کے لیے اپنی حدود کو واضح فرماتا ہے۔ علم والے خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ ﴿3﴾ اس آیت میں علم والوں کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ ﴿4﴾ اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کا علم حاصل کریں اور ان کو سمجھیں۔

سوال 5: یہاں علم رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں علم رکھنے سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدود اللہ کو توڑنے کے انجام کا علم رکھتے ہیں۔

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۠ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (231)﴾

''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اچھے طریقے سے انہیں روک لو یا اچھے طریقے سے انہیں چھوڑ دو اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو کہ تم زیادتی کرو اور جو ایسا کرے تو یقیناً اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور جو کتاب وحکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا، وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (231)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عوفی کے ذریعے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا، پھر عدت پوری ہونے کے بعد اس سے رجوع کر لیتا تھا، اس کے بعد پھر اسے طلاق دے دیتا تھا، اسی طرح اس کو نقصان پہنچاتا اور لٹکائے رکھتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ (تفسیر طبری)

سوال 2: ﴿ **وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا** ﴾ ''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اچھے طریقے سے انہیں روک لو یا اچھے طریقے سے انہیں چھوڑ دو اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ 1 ﴾ ﴿ **وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ** ﴾ یعنی جب آپ اپنی بیویوں کو ایک یا دو رجعی طلاق دے چکو۔ ﴿ 2 ﴾ ﴿ **فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ** ﴾ پھر وہ اپنی عدت پوری کرنے کے قریب ہوں۔ ﴿ 3 ﴾ ﴿ **فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ** ﴾ ''تو اچھے طریقے سے انہیں روک لو'' اچھے طریقے سے روکنے سے مراد ہے کہ بسانے کے لیے رجوع کریں اور ان کے حقوق پورے کریں۔ ﴿ 4 ﴾ ﴿ **اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ** ﴾ ''یا اچھے طریقے سے انہیں چھوڑ دو'' اچھے طریقے سے چھوڑنے سے مراد ہے کہ رجوع کیے اور نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیں اور اس کا حق یعنی مہر، اس کو تحائف میں جو کچھ دے چکے ہوں، اس کا جہیز، اس کی جائیداد اور اس کے علاوہ کچھ دے دلا کر باعزت طریقے سے رخصت کریں جیسے کسی مہمان کو رخصت کیا جاتا ہے۔ ﴿ 5 ﴾ ﴿ **وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا** ﴾ ''اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو کہ تم زیادتی کرو'' ان کو نقصان پہنچانے کے لیے نہ روکو کہ تم زیادتی کرو یعنی حلال سے تجاوز کر کے حرام میں نہ پڑ جاؤ۔ حلال سے مراد معروف طریقے سے بیوی کو روکنا ہے اور حرام سے مراد نقصان پہنچانا ہے۔

سوال 3: عورت کو ظلم اور زیادتی سے کیسے روکا جاتا ہے؟

جواب: روکنے کے لیے اس سے رجوع کر لیا جاتا ہے تاکہ وہ کہیں دوسری جگہ نکاح نہ کر سکے یا عورت کو بسانے کے لیے رجوع نہ کیا جائے یا عورت کو اذیت میں مبتلا کرنے کے لیے رجوع کیا جائے تاکہ وہ تنگ آ کر مہر چھوڑ دے۔

سوال 4: ﴿ **وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ** ﴾ ''اور جو ایسا کرے تو یقیناً اس نے اپنی جان پر ظلم کیا'' اپنی جان پر ظلم کرنے کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ 1 ﴾ ﴿ **وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ** ﴾ جو ایسا کرے گا یعنی اپنی بیوی کو نقصان پہنچائے یا اسے حق نہ دے تو نقصان اسی کی طرف لوٹے گا جس نے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ ﴿ 2 ﴾ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے لیے پیش کر کے ظالموں میں سے ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو شدید عذاب کا مستحق بنا لیتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔

سوال 5: ﴿ **وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا** ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہ اڑاؤ'' اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑانے سے کیا مراد ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑانے سے مراد ہے عورت کو تکلیف دینے کی غرض سے طلاق دینا اور رجوع کرنا۔ رجوع محض ان کو ستانے اور نقصان پہنچانے کی غرض سے نہ ہو کیونکہ ایسا کرنا ظلم و زیادتی اور احکام الٰہی سے مذاق کرنا ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن ابی عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آدمی طلاق دیتا تھا پھر اس کے بعد کہتا کہ میں تو کھیل رہا ہوں اور غلام کو آزاد کرتا اور کہتا کہ میں مذاق کر رہا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق نہ سمجھو۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ) ﴿3﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں جو چاہے سنجیدگی سے کئے جائیں یا مذاق کی نیت سے وہ نافذ العمل ہوتے ہیں۔ نکاح، طلاق اور بیوی سے رجوع کرنا۔ (ابوداؤد:2194، ترمذی:1184) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی فرماں برداری نہ کرنا دراصل ان کا مذاق اڑانا ہے مثلاً بیوی کو نقصان پہنچانے کی خاطر روکنا یا جدا رکھنا یا تین طلاق ایک ہی بار دینا جب کہ اللہ تعالیٰ نے الگ الگ طلاق دینے کا طریقہ مقرر فرمایا ہے۔

سوال 6: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' نعمت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاذْكُرُوْا﴾ اور یاد کرو۔ زبان سے یاد کرنے کے لیے اس کی حمد و ثنا کرو۔ ﴿2﴾ دل سے یاد کرنے کے لیے اقرار کرو۔ ﴿3﴾ اعضاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف رہو۔ ﴿4﴾ نعمت سے مراد نعمت اسلام ہے۔

سوال 7: ﴿وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ ''اور جو کتاب و حکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا، وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ﴾ اور جو اس نے تم پر نازل کیا۔ ﴿2﴾ ﴿مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ سے مراد قرآن مجید اور ﴿3﴾ ﴿وَالْحِكْمَةِ﴾ حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ﴿4﴾ ﴿يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ وہ تمہیں اس سے نصیحت کرتا ہے جو اس نے نازل کیا ہے کہ اس کے احکامات کی مخالفت سے ڈر جاؤ۔ ﴿5﴾ وہ تمہیں کتاب اور حکمت کے ذریعے نصیحت کرتا ہے۔

سوال 8: حکمت کے ساتھ نصیحت کیسے ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حکمت سے مراد شریعت کے راز ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے اندر ہیں۔ ﴿2﴾ حکمت یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے راز ترغیب کے ساتھ رغبت کا باعث بنتے ہیں اور ڈراوے کے ساتھ حکمت اللہ تعالیٰ کے خوف کا سبب بنتی ہے۔

سوال 9: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے سے ڈرنے کا حکم دیا ہے تا کہ لوگ اس کی نافرمانی سے بچ جائیں۔ قرآن کریم کا اسلوب حکیمانہ اور خاص انداز بیان ہے کہ ہر قانون کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت کا حساب یاد دلایا جاتا ہے۔ قرآن کریم قانون کو دنیا کے قوانین تعزیرات کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح بیان نہیں کرتا بلکہ مربیانہ انداز میں اس کی حکمت اور مصلحت کی وضاحت کرتا ہے جس کی وجہ سے کوئی ان جرائم پر اقدام کر ہی نہیں سکتا۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے طلاق کے معاملے میں زیادتیوں سے روکنے کے لئے اپنی صفت علیم کا شعور دلایا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کا شعور دلا کر زمینی اور گھریلو مسائل کے ساتھ اپنے گہرے تعلق کا اظہار کیا ہے کہ خوب جان لو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ مومن اسی علم الٰہی کے شعور سے زیادتیاں کرنے سے بچ سکتا ہے۔

سوال11: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' یہ کہہ کر کس جذبے کو بیدار کیا جا رہا ہے؟

جواب: یہاں خوف اور خبر داری کے جذبات کو بیدار کیا جا رہا ہے۔ مومن کو ہر طرف سے گھیر کر حسن سلوک اور سچائی کے طرز عمل کو اختیار کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

رکوع نمبر 14

﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (232) ﴾

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کر لیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہو جائیں یہ ہے جس کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہی تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔'' (232)

سوال1: ﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ ﴾ ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو ایک یا دو۔ ﴿2﴾ ﴿ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ ﴾ اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں یعنی عدت پوری ہو جائے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت اس کے بارے میں ہے جو اپنی عورت کو ایک یا دو طلاقیں دے دیتا ہے پھر اس کی عدت گزر جاتی ہے پھر دونوں باہمی رضامندی سے نیا نکاح کرنا چاہتے ہیں لیکن عورت کے ولی مزاحمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مزاحمت سے منع فرمایا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 151/1) ﴿4﴾ حسن بصری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی لیکن جب عدت گزر گئی اور طلاق بائن ہو گئی تو انہوں نے پھر ان کے لیے پیغام نکاح بھیجا۔ معقل رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا مگر عورت چاہتی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی: تم انہیں اس سے مت روکو کہ وہ اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کریں۔ (صحیح بخاری: 4529)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: اپنی عدت کو پہنچنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اپنی عدت کو پہنچنے سے مراد طلاق یافتہ عورت کی عدت کا مکمل ہونا ہے۔

سوال3: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''تو ان کو نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کرلیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہوجائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ ''تو ان کو نہ روکو'' عضل کے معنی روکنے اور مشکل میں ڈالنے کے ہیں یعنی نکاح سے روکنے کا حق اولیاء کو نہیں ہے۔ یعنی طلاق پر غصے اور نفرت کی وجہ سے میاں بیوی کو تجدید نکاح سے نہ روکیں۔ ﴿2﴾ ﴿اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کرلیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہوجائیں'' کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کرلیں' یہ نصیحت ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی وعیدوں پر، اس کے عذابوں پر اور جزا وسزا پر یقین رکھتے ہوں۔ ﴿3﴾ حقیقت یہ ہے کہ متقی مومن ہی رسم ورواج اور غیرت کو بالائے طاق رکھ کر اللہ تعالیٰ کی شریعت کے آگے جھکتے ہیں۔

سوال4: عدت پوری کرنے کے بعد دوبارہ نکاح کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے پہلی یا دوسری طلاق کی عدت گزرنے کے بعد سابقہ شوہر اور بیوی کا باہمی رضامندی سے نکاح کرنا یا ان کا دوسرا نکاح مراد ہے۔

سوال5: شوہر اور بیوی دونوں سچے دل سے ازدواجی زندگی کا آغاز کرنا چاہیں تو اسلام کا موقف کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ ان کے نکاح میں رکاوٹ نہ بنیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہوجائیں۔

سوال6: کیا عدت ختم ہونے کے بعد عورت کو دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے؟

جواب: عدت ختم ہونے کے بعد عورت کو دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے اور یہ جائز اور درست نہیں کہ تم ان کے نکاح میں روڑے اٹکاؤ اور ان کو مشکلات میں ڈالو۔ (سراج البیان:86/1)

سوال7: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ ''تو ان کو (دوبارہ نکاح کرنے سے) نہ روکو' اس سے عورت کے نکاح کے بارے میں اس کے اور اس کے ولی کے حق کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی۔ نکاح میں ولی کا ہونا ضروری ہے۔ (ترمذی، ابن جریر) ﴿2﴾ عورت کے نکاح کے لیے ولی کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ولیوں کو اپنا حق غلط طریقے سے استعمال کرنے سے روکا ہے۔ ﴿3﴾ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عورت کے ولیوں کو عورت پر جبر کرنے کی اجازت نہیں۔ عورت کی رضامندی کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: کیاولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا؟

جواب: ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیّ۔ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔(صحیحہ البانی)

سوال9: جوعورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوعورت اپنے ولی کے بغیر نکاح کرتی ہے اس کا نکاح باطل ہے،اس کا نکاح باطل ہے۔اگراس سے صحبت ہوئی ہے تو اس کی شرم گاہ کے حلال کرنے کے عوض اس کے لئے حق مہر ہے اگر وہ اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہیں بادشاہ اس کا ولی ہے۔(جامع ترمذی:1102)

سوال10: اگرولی عورت کی رضامندی کے بغیر زبردستی نکاح کردے تو اسلام عورت کو کیا حق دیتا ہے؟

جواب: اگرعورت کا ولی زبردستی نکاح کردے تو اسلام عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کروالے۔

سوال11: اگرولی زبردستی کرے اورلڑکی کے مفادات کے مقابلے میں اپنے مفادات کوترجیح دے تو اسلام عورت کو کیا حق دیتا ہے؟

جواب: اسلام عدالت کے ذریعے ایسے ولی کوحق ولایت سے محروم کرکے دور کے ولی کے ذریعے یا عدالت خود ولی بن کراس عورت کے نکاح کا فرض انجام دے گی۔

سوال12: اگرولی آپس میں لڑپڑیں تو عورت کا ولی کون ہوگا؟

جواب: ولی آپس میں لڑ پڑیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اگروہ اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہیں بادشاہ اس کا ولی ہے۔(جامع ترمذی :1102)

سوال13: ولیوں کے آپس میں لڑنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ولیوں کے آپس میں لڑنے سے مراد ایسے جھگڑے کرنا ہے جس کی وجہ سے بالغ لڑکی کے نکاح میں رکاوٹ آجائے۔

سوال14: اگرکوئی عدالت لڑکی کے حق میں محض اس لیے فیصلہ کردے کہ وہ بالغ ہے اوراس کی رائے یا فیصلہ اس کے باپ کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے تو ایسے فیصلے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: اگرکوئی عدالت لڑکی کے حق میں محض اس لیے فیصلہ کردے کہ وہ بالغ ہے اوراس کی رائے یا فیصلے کو اس کے باپ کے مقابلے میں زیادہ صحیح قرار دے تو ایسے فیصلے غیر صحیح ہیں۔عدالتوں کو خیرخواہ والدین کے حق ولایت کو ختم نہیں کرنا چاہئے۔

سوال15: ﴿ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''یہ ہے جس کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ﴾ ''یہ ہے جس کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے''یعنی نکاح سے روکنے اور مشکل میں ڈالنے سے بچنے کی تمہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نصیحت کی جاتی ہے۔﴿2﴾﴿مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾''اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے''اس نصیحت کو وہی قبول کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کی جانب توجہ دلا کر نکاح میں رکاوٹ بننے سے روکا گیا ہے کہ ان کو نہ روکو اگر وہ اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کر لیں جب وہ اچھے طریقے سے آپس میں راضی ہو جائیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نکاح میں مشکلات ڈالنے اور نکاح سے روکنے سے منع کرتا ہے۔

سوال16: اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت دلوں تک کیسے پہنچتی ہے؟

جواب:﴿1﴾جب دل اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت پر یقین رکھے۔﴿2﴾جب مومن اس دنیا سے زیادہ وسیع آخرت پر توجہ رکھے۔﴿3﴾جب دل کی پسند اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو جائے۔﴿4﴾جب دل میں یہ شعور پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ جس طرز عمل کو اختیار کرنے کے لیے کہتا ہے، وہی بہترین ہوتا ہے۔﴿5﴾جب دل میں یہ یقین ہو کہ جو راہ نمائی کرتا ہے وہ سب جانتا ہے۔اس کی بات پر لبیک کہنا ہمارا فرض ہے۔

سوال17:﴿ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ﴾''یہی تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ذٰلِكُمْ﴾یہ عمل یعنی نکاح میں رکاوٹ ڈالنے سے بچنا۔﴿2﴾﴿اَزْكٰى لَكُمْ﴾''تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے''زیادہ نفع مند ہے تمہارے لیے۔﴿3﴾﴿وَ اَطْهَرُ﴾اور زیادہ صاف ستھرا ہے یعنی گناہوں کی گندگی سے بچنے کے لیے۔(تفسیر بیضاوی:523,524/1)﴿4﴾یعنی عورت کا نکاح کی تجدید کرنا تمہارے لیے اس سے زیادہ پاک اور نفع مند ہے جو عورت کا ولی سمجھتا ہے(یعنی نکاح نہ کرنا درست اور نکاح سے روکنا پہلی طلاق کا انتقام ہے۔)متکبر لوگوں کو اور مالی وسعت رکھنے والوں کا عمومی طور پر ایسا ہی مزاج ہوتا ہے۔﴿5﴾اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آپ شوہر اور بیوی کے دوبارہ نکاح کے لیے رکاوٹ نہیں بنو گے تو آپ کے دلی معاملات پاکیزہ رہیں گے، تلخی مٹ جائے گی اور بدگمانیاں ختم ہو جائیں گی۔ظاہری طور پر بھی پاکیزگی ملے گی اور معاملات سنور جائیں گے۔تمہارے لیے بہترین تزکیہ اور پاکیزگی کا ذریعہ یہی ہے۔

سوال18:﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ﴾''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' کہ کس چیز میں لوگوں کے لیے نفع اور اصلاح ہے۔﴿2﴾﴿وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''اور تم نہیں جانتے''تم تو اپنی لاعلمی کو بھی نہیں جانتے۔﴿3﴾یعنی اگر ولی سمجھتا ہے کہ نکاح نہ کرنے میں شوہر اور بیوی کی مصلحت ہے تو اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو کیونکہ وہ تمہارا بھلا چاہتا ہے۔تمہارے بھلے کا تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔تمہارے مصالح پر قادر ہے، ان کو تمہارے لیے آسان بناتا ہے۔

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۣ وَعَلَي الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (233)

''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دوسال دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدت کو پورا کرے اور باپ کے ذمے ان عورتوں کو معروف کے مطابق کھانا اور کپڑے دینا ہے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی، نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور یہی ذمہ داری وارث پر بھی ہے، پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں تو بھی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اور اگر تم ارادہ کرلو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کردو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان رکھو یقیناً جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔''(233)

سوال1: ﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ ''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دوسال دودھ پلائیں یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدت کو پورا کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ ﴾ اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں۔ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ ﴿2﴾ اس سے معلوم ہوا کہ بچے کو دودھ پلانا ماں پر فرض ہے خصوصاً جب بچہ اس کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پینے کے لیے تیار نہ ہو۔(ابن کثیر، قرطبی، اشرف) ﴿3﴾ ﴿ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ﴾ پورے دوسال۔ حول کا لفظ سال یا سال کے بڑے حصے کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا ﴿ كَامِلَيْنِ ﴾ پورے دوسال۔ ﴿4﴾ دودھ انسان کی پہلی خوراک ہے جس سے بچے کے ہونٹ آشنا ہوتے ہیں اور یہ پہلی غذا ہے جو تولید لحم ودم میں بیشتر حصہ لیتی ہے۔ اگر اسے زیادہ عرصہ تک جاری رکھا جائے تو بعض اعضا نشوونما سے بالکل رک جائیں گے اور بچہ باوجود بڑھنے کے اور بڑا ہونے کے کمزور و ناتواں رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانات بھی دوسال سے زیادہ بچوں کو دودھ نہیں پلاتے۔ امکان یہ تھا کہ ماں بتقاضائے محبت رضاعت کو زیادہ وسیع کردے۔ اس لیے قرآن حکیم نے جو بجائے خود شفائے کامل ہے دوسال کی تحدید کردی۔(سراج البیان:87/1) ﴿5﴾ ﴿ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ یعنی اگر ماں باپ دونوں باہمی مشورہ سے دوسال سے پہلے ہی دودھ چھڑانا چاہیں مثلاً یہ کہ ماں کا دودھ اچھا نہ ہو اور بچے کی صحت خراب رہتی ہو یا اگر ماں باپ کے نکاح میں ہے تو اس کی صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ماں کو اس دوران حمل ٹھہر جائے اور بچہ کو دودھ چھڑانے کی نوبت پیش آئے تو ایسی صورت میں دونوں پر کچھ گناہ نہ ہوگا اور یہ ضروری نہ رہے گا کہ بچہ کو ضرور دوسال دودھ پلایا جائے۔(تیسیر القرآن:187/1)

سوال2: والدہ کے کیا فرائض ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ والدہ پورے دوسال دودھ پلائے۔ ﴿2﴾ بچے کی صحت اورنفسیات کالحاظ رکھے۔ ﴿3﴾ بچے کی صحیح نشوونما کے لیے ممتا بھری گود سے بچے کومحروم نہ کرے۔

سوال3: رضاعت سے کیامراد ہے؟

جواب: بچے کواس کی ماں کےعلاوہ کسی اور سے دودھ پلانا رضاعت ہے۔

سوال4: رضاعت کا کیاحکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رضاعت کی مدت دوسال ہے۔دوسال کے بعدرضاعت معتبرنہیں۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ اوراس کے حمل کا اوراس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے۔(الاحقاف:15)ان دونصوص سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت 6ماہ ہے۔اس مدت میں بچے کا پیداہونا ممکن ہے۔﴿2﴾ جو دوسال سے کم دودھ پلانا چاہے اس کے لئے گنجائش ہے۔ رضاعت کی مدت کی تکمیل ضروری نہیں ہے۔اس سے پہلے بھی بچہ کا دودھ چھڑایا جاسکتا ہے۔(ابن کثیر)﴿3﴾ رضاعت کی مدت کے اندر کوئی بچہ کسی عورت کا اس طریقے سے دودھ پی لے جس سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے تو ان کے درمیان رضاعت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جوآنتیں بھردے اوردودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔(ترمذی)﴿4﴾ ایک روایت میں ہے کہ رضاعت دودھ چھڑانے کے بعدنہیں،یتیمی بلوغت کے بعدنہیں۔(مسندطیالسی)

سوال5: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور باپ کے ذمے ان عورتوں کومعروف کے مطابق کھانا اور کپڑے دیناہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ﴾ اور بچے کے باپ پر۔ ﴿2﴾ ﴿رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''ان عورتوں کومعروف کے مطابق کھانا اور کپڑے دیناہے''اس حکم میں دودھ پلانے والی ماں کا حق جونکاح میں ہو یاطلاق یافتہ دونوں کوشامل ہے۔﴿3﴾ بچے کے باپ پردودھ پلانے والی ماں کا نان ونفقہ اورلباس واجب ہے۔﴿4﴾ یہ دودھ پلانے کی اجرت ہے۔﴿5﴾ ﴿بِالْمَعْرُوْفِ﴾ معروف کے مطابق یعنی باپ کےحسب حال جتنی اس کی تنگی یاوسعت ہو۔(ایسرالتفاسیر:122,123)﴿6﴾ ﴿الْمَوْلُوْدِ لَهٗ﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاددلالت کرتا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی ملکیت ہوتا ہے کیونکہ وہ اسی کوعطا کیا گیا ہے اوراس لیے کہ بیٹا درحقیقت باپ کا کسب ہے پس اسی لیے باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا مال لے لےخواہ وہ راضی ہو یانہ ہواس کے برعکس ماں مال نہیں لے سکتی۔(تفسیرسعدی:285/1)

سوال6: طلاق ہوجانے کی صورت میں دودھ پیتے بچے اور ماں کی کفالت کے مسئلے کواللہ تعالیٰ نے کیسے حل کیا ہے؟

جواب: طلاق ہوجانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کومطلقہ عورت اوردودھ پیتے بچے کی کفالت کا ذمہ دارٹھہرایا ہے۔

سوال7: طلاق یافتہ والدہ کا کیاحق ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ بچے کا باپ نان ونفقہ اور لباس معروف طریقے سے فراہم کرے۔ ﴿2﴾ بچے کی ماں سے حسن سلوک کیا جائے۔

سوال8: اگر عورت مرد کے نکاح میں ہے کیا اس وقت عورت کو رضاعت کی اجرت دینا واجب ہے؟

جواب: یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جب تک عورت مرد کے نکاح میں ہے اس وقت تک عورت کو رضاعت کی اجرت دینا واجب نہیں سوائے نان ونفقہ اور لباس کے۔ نان ونفقہ اور لباس بھی مرد کے حسب حال اور حیثیت کے مطابق ہے۔ (تفسیر سعدی:285/1)

سوال9: ﴿لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دین اسلام کا اصول ہے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ یہاں یہ بات اس حوالے سے کی گئی ہے کہ نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا﴾ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے۔ (الطلاق:7) ﴿2﴾ یعنی کسی غریب کو مال دار جیسا نان ونفقہ دینے کا پابند نہیں کیا جائے گا اور نہ ایسے شخص کو جس کے پاس نان ونفقہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو۔

سوال10: ﴿لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا﴾ ''نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے'' ماں کو تکلیف پہنچانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ماں کو تکلیف پہنچانے سے مراد ہے کہ ماں کو دودھ پلانے سے روک دیا جائے۔ ﴿2﴾ ماں کو نان ونفقہ، لباس اور اجرت وغیرہ جیسے واجبات ادا نہ کیے جائیں اور اسے زبردستی دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے۔ ﴿3﴾ یونس نے زہری سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باپ اپنے بچے کی وجہ سے ماں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس کی صورت یہ ہے مثلاً باپ ماں کو دودھ پلانے سے روکے اور خواہ مخواہ کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کرے۔ (صحیح بخاری: کتاب النفقات، باب5)

سوال11: ﴿وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ﴾ ''اور نہ ہی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے'' باپ کو تکلیف دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یعنی باپ کو نقصان پہنچانے کے لیے ماں بچے کو دودھ پلانے سے انکار کر دے یا اس اجرت سے زیادہ مطالبہ کرے جتنا اس کا حق ہے اور اسی طرح کے مزید نقصانات ہیں۔

سوال12: ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ﴾ ''اور وارث پر بھی یہی ذمہ داری ہے'' وارث پر اس جیسی ذمہ داری ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وارث پر اس جیسی ذمہ داری ہونے سے مراد یہ ہے کہ باپ کے وفات پا جانے کے بعد یہ ذمہ داری وارثوں کی ہے کہ وہ بچے کی ماں کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کریں تاکہ بچے کی پرورش متاثر نہ ہو اور ماں کو بھی تکلیف نہ ہو۔ ﴿2﴾ جب بچے کا باپ بھی نہ ہو اور مال بھی نہ ہو تو بچے کے وارث پر دودھ پلانے والی کا نان ونفقہ واجب ہے جو باپ پر ہوتا ہے۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خوش حال قریبی رشتہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

داروں پر واجب ہے کہ اپنے تنگ دست اقرباء کے نان ونفقے کا انتظام کریں۔(تفسیر سعدی:285/1)

سوال13: بچے کا وارث کون ہے؟

جواب: اگر باپ وفات پا جائے تو جو اس کی جگہ بچے کا ولی ہو اسے یہ حق ادا کرنا ہوگا۔

سوال14: ﴿فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ ''پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں تو بھی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَإِنْ أَرَادَا﴾ پس اگر دونوں چاہیں یعنی بچے کے ماں باپ۔ ﴿2﴾ ﴿فِصَالًا﴾ دودھ چھڑانا۔یعنی دوسال سے پہلے ہی بچے کا دودھ چھڑوانا چاہیں۔ ﴿3﴾ ﴿عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا﴾ آپس کی رضامندی سے یعنی دونوں دودھ چھڑوانے پر راضی ہوں۔ ﴿4﴾ ﴿وَتَشَاوُرٍ﴾ اور مشورے سے یعنی دونوں ماں باپ کا مشورہ کہ بچے کے لیے دودھ چھڑانا درست ہے یا نہیں۔ ﴿5﴾ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ ''تو بھی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں'' اگر بچے کی مصلحت ہو اور دونوں راضی ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ﴿6﴾ اگر دونوں میں سے ایک راضی ہو یا بچے کی مصلحت نہ ہو تو دودھ چھڑانا جائز نہیں۔(تفسیر سعدی:285/1)

سوال15: کیا ماں اپنی آزاد مرضی سے دوسال سے پہلے دودھ چھڑا سکتی ہے؟

جواب: ماں اپنی آزاد مرضی سے دوسال سے پہلے دودھ نہیں چھڑا سکتی۔ماں باپ باہمی مشورے سے دوسال سے پہلے مخصوص حالات میں دودھ چھڑا سکتے ہیں۔

سوال16: ﴿وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''اور اگر تم ارادہ کر لو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کر دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ﴾ ''اور اگر تم ارادہ کر لو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ''یعنی اگر تم نقصان پہنچائے بغیر بچے کی ماں کی بجائے کسی اور عورت سے دودھ پلوانا چاہو۔ ﴿2﴾ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کر دو''یعنی اگر دودھ پلانے والی عورت کو معروف طریقے کے مطابق ان کی اجرت عطا کر دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ ﴿3﴾ یعنی اگر ماں باپ اس پر راضی ہو جائیں کہ ماں کسی عذر سے دودھ نہیں پلا سکتی یا باپ کسی عذر سے دودھ نہیں پلوا سکتا اور دونوں کسی اور عورت سے دودھ پلوانے پر راضی ہوں اور باپ طلاق یافتہ ماں کو معروف کے مطابق اجرت ادا کر چکا ہو تو کسی اور عورت سے دودھ پلوانے میں کوئی گناہ نہیں۔

سوال17: ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلوانے کی صورت میں کیا ذمہ داری ہے؟

جواب: ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلانے کی اجازت ہے مگر اس صورت میں جب کہ معاوضہ معروف طریقے کے مطابق ادا کر دیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے۔

سوال18: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان رکھو یقیناً جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ ﴿2﴾ ﴿ وَاعْلَمُوْٓا ﴾ اور جان رکھو یعنی اس کا علم حاصل کرنا چاہئے اور معرفت رکھنی چاہئے۔ ﴿3﴾ ﴿ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ ''یقیناً جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سے تمہارا کوئی قول و فعل چھپا ہوا نہیں۔

سوال19: اللہ تعالیٰ نے عورت اور بچے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے کیسے اپنے سے خوف دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے خاندان کی حفاظت کے لیے عورت اور بچے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اپنی صفت بصیر کا شعور دلا کر اپنی ذات سے ڈرایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعمال کو دیکھنے کا شعور انسان کے اندر خوف پیدا کرتا ہے۔ اس کا تجربہ انسان روزے کی حالت میں کرتا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا شعور انسان کو بھوک اور پیاس کے باوجود کھانے جیسی نعمت سے روک لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی شعور کو بے دار کر کے حقوق کی ادائیگی میں کمی سے روک رہے ہیں۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (234) ﴾

''اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو جو کچھ وہ اپنی ذات کے بارے میں معروف طریقے سے کریں تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔'' (234)

سوال1: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴾ ''اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ ﴾ ''اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں'' یعنی جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی عمر ختم ہو جائے اور وہ وفات پا جائیں۔ (ایسر التفاسیر:124) ﴿2﴾ ﴿ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ﴾ اور وہ بیویاں چھوڑ جائیں۔ ﴿3﴾ ﴿ يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴾ ''وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں'' شوہر کے وفات پا جانے کے بعد عورت پر فرض ہے کہ وہ چار ماہ دس دن عدت میں بیٹھے خواہ مرنے والے نے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ ﴿4﴾ غیر مدخولہ کی عدت بھی یہی ہے کیونکہ عدت کی یہ آیت عام ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿5﴾اس عموم سے حاملہ عورتیں مخصوص ہیں کیونکہ ان کی عدت وضع حمل ہے۔﴿6﴾لونڈی کی عدت نصف یعنی دو ماہ اور پانچ دن ہے۔

سوال2: عدت وفات میں کیا حکمت ہے؟

جواب: جب شوہر فوت ہو جائے تو عورت پر فرض ہے کہ وہ گھر میں چار مہینے دس دن ٹھہرے اور انتظار کرے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ چار ماہ کی مدت میں حمل واضح ہو جاتا ہے اور پانچویں مہینے میں بچہ پیٹ میں حرکت کرنے لگ جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:286/1)

سوال3: عدت وفات گزارنے والی کے کیا احکامات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾عدت وفات گزارنے والی شوہر کی وفات کے وقت جس گھر میں رہائش پذیر تھی اسی میں رہے گی۔کسی حاجت یا ضرورت کے بغیر وہاں سے نہیں نکل سکتی۔جیسا کہ بیماری کے وقت ہسپتال جانا، بازار سے ضرورت کی چیز (روٹی وغیرہ) خریدنے کے لیے جانا، جب کہ کوئی اور کام کرنے والا نہ ہو۔﴿2﴾خوب صورت ملبوسات سے اجتناب کر کے عام لباس پہنے گی۔﴿3﴾خوشبو کی تمام اقسام سے اجتناب کرے گی، ہاں حیض سے فارغ ہونے کے بعد خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔﴿4﴾سونے، چاندی، ہیرے اور ہر قسم کے زیورات سے گریزاں رہے، چاہے ہار ہوں یا کنگن ہوں یا جیسے بھی ہوں۔﴿5﴾سرمے کا استعمال بھی نہ کرے کیونکہ رسول ﷺ نے سوگ منانے والی کو ان کاموں سے منع فرمایا ہے۔﴿6﴾وہ جب چاہے پانی، صابن اور بیری کے پتوں سے غسل کر سکتی ہے۔رشتہ دار ہوں یا غیر ان سے جب چاہے بات کر سکتی ہے۔﴿7﴾اپنے محرموں کے ساتھ بیٹھ سکتی ہے انہیں قہوہ اور کھانا وغیرہ پیش کر سکتی ہے۔﴿8﴾اپنے گھر میں اور گھر کے باغیچہ میں اور چھت پر رات دن کام کر سکتی ہے۔اسی طرح گھر کے سب کام جیسا کہ پکانا، سینا، پرونا، جھاڑو دینا، کپڑے دھونا اور جانوروں کا دودھ دوہنا وغیرہ۔جو کام سوگ نہ منانے والی کرتی ہے وہ سب کام یہ بھی کر سکتی ہے۔﴿9﴾اسی طرح دیگر عورتوں کی طرح رات کے وقت سفر بھی کر سکتی ہے۔﴿10﴾اگر پاس کوئی غیر محرم نہ ہو تو سر سے کپڑا بھی ہٹا سکتی ہے۔(ابن باز، مجموع الفتاوی والمقالات: 185/22)﴿11﴾بیوہ کا لباس: گھر میں کام کاج کرتے وقت جو کپڑے وہ پہنتی ہے وہی پہنے سرخ، سبز، سیاہ نیلگوں وغیرہ۔لیکن خوب صورت اور زیب وزینت سے مرصع لباس جو التفات نظر کا موجب ہو نہیں پہن سکتی، نیز ایسا لباس بھی جو اجنبیوں کے پاس اور فنکشن وغیرہ میں پہنتی ہے۔(ابن جبرین الفتاوی:3717)﴿12﴾خوشبو کا ستعمال: بیوہ عورت کے لیے درست نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے البتہ خوشبو اپنے بچوں یا مہمانوں کو پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ خود ان کی شریک کار نہ ہو۔(ابن باز، مجموع الفتاوی والمقالات: 204/22)﴿13﴾ضرورت کے وقت سوگ منانے والی عورت کا غسل کرنا جائز ہے چاہے ہر روز ہو، جمعہ یا کسی اور دن کا تعین درست نہیں۔﴿14﴾غسل کے لیے شیمپو استعمال کر سکتی ہے۔(ابن جبرین الفتاوی:4117)﴿15﴾عدت والی عورت کے لیے واجب ہے کہ حج کے لیے سفر نہ کرے، اس حالت میں اس پر حج لازم نہیں۔(الفوزان المنتقی:299)﴿16﴾گھر شفٹ کرنا: جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہے اگر اسے دوران عدت کسی ضرورت سے دوسرے گھر منتقل ہونا پڑ رہا ہے جیسا کہ تنہا اپنے گھر میں رہنے سے خوف محسوس کرتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں جس گھر منتقل ہو رہی ہے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اس کی عدت مکمل ہو جائے گی۔(اللجنۃ الدائمۃ:20924)

سوال4:عدت کے احکامات کے بارے میں نبی ﷺ کی کوئی ایک حدیث تحریر کریں؟

جواب: سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ عورت سرمہ لگائے، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے اور نہ خوشبو استعمال کرے۔(صحیح بخاری:5342,43)

سوال5 :﴿يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ﴾ انتظار میں رہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد محض نکاح سے رکنا نہیں، زینت سے رکنا بھی ہے۔

سوال6:عدت وفات سے کون سی عورت مستثنیٰ ہے؟

جواب: عدت وفات کی زیب وزینت کی پابندیوں سے طلاق رجعی والی عورت مستثنیٰ ہے۔

سوال7:﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو جو کچھ وہ اپنی ذات کے بارے میں معروف طریقے سے کریں تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ عدت کے بعد بیوہ عورت اگر زینت اختیار کرے تو کوئی حرج نہیں۔**﴿2﴾** عدت کے بعد اجازت اور مشاورت سے ولی کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہیں تو تم پر کوئی حرج نہیں۔

سوال8:ولی پر بیوہ عورت کے بارے میں کیا واجب ہے؟

جواب:﴿1﴾ بیوہ عورت کے ولی پر واجب ہے کہ اس پر نظر رکھے اور جو فعل جائز نہ ہو اس کے ارتکاب سے اسے منع کرے۔**﴿2﴾** ولی اس فعل کے بجالانے پر بیوہ عورت کو مجبور کرے گا جو اس پر واجب ہو۔عورت کا ولی اس آیت کا مخاطب ہے اور ایسا کرنا اس پر واجب ہے۔(تفسیر سعدی:286/1)

سوال9:﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال کو پوری طرح جاننے والا ہے۔اور تمہیں اس کی جزا دے گا۔اس میں شدید وعید اور تہدید ہے کیونکہ جب وہ بندوں کے اعمال پر نگران ہے تو انہیں اس پر جزا دے گا۔(واضح المیسر :87)**﴿2﴾** اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری، باطنی اور چھوٹے، بڑے سب اعمال کی خبر رکھتا ہے تمہیں ان کی جزا دے گا۔

سوال10:اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورت کو نکاح کرنے سے روکنے کے لیے ولیوں کو کیسے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورت کو نکاح کرنے سے روکنے کے لیے ولیوں کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے کہ خبیر ہوں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں اس لئے ظلم سے بچ جاؤ اور اپنے اعمال درست کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ۬ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (235) ﴾

''اورتم پرکوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپاؤ، اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم لازماً انہیں ضرور یاد کرو گے لیکن تم ان سے کوئی پوشیدہ عہد و پیمان نہ کرو مگر یہ کہ تم معروف بات کہو اور عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے لہٰذا تم اس سے ڈر جاؤ اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔''(235)

سوال 1: ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ﴾ ''اورتم پرکوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ ﴾ ''اورتم پرکوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام دو'' اللہ تعالیٰ نے تعریض یعنی اشارے کنائے سے نکاح کی بات کرنے سے گناہ کو ختم کر دیا ہے۔ ﴿2﴾ عدت کے دوران نکاح کی خواہش کا اظہار کسی اچھے انداز میں کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً میرا بھی نکاح کا ارادہ ہے، میں نیک عورت کی تلاش میں ہوں۔ مطلقہ بائنہ سے عدت میں ایسی بات کرنا جائز ہے۔ ﴿3﴾ یہ حکم اس عورت کے بارے میں ہے جسے طلاق بائنہ دے دی گئی ہو یا شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو۔ ﴿4﴾ رجعی طلاق کی عدت میں شوہر کے سوا کسی کو صراحت سے یا کنائے سے پیغام دینے کی اجازت نہیں۔ ﴿5﴾ ﴿ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ﴾ ''یا اپنے دل میں چھپاؤ'' اپنے دل میں چھپا کر رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ فلاں عورت جو عدت گزار رہی ہے اس کی عدت ختم ہونے پر اس سے نکاح کر لوں گا۔

سوال 2: ﴿ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم لازماً انہیں ضرور یاد کرو گے لیکن تم ان سے کوئی پوشیدہ عہد و پیمان نہ کرو مگر یہ کہ تم معروف بات کہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ﴿ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا ﴾ سے یہ مراد ہے کہ عورت سے چھپ کر بدکاری نہ کرو۔ (صحیح بخاری:5124) اللہ تعالیٰ نے انسانی کمزوری کو بیان فرمایا ہے کہ اس نے جان لیا ہے کہ تم لازماً انہیں ضرور یاد کرو گے۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ انسانوں کی کمزوریوں پر یعنی یاد آنے پر گرفت نہیں کرتا۔ ﴿2﴾ ﴿ إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴾ ''مگر یہ کہ تم معروف بات کہو'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿ فِيمَا عَرَّضْتُمْ ﴾ کی تفسیر میں کہا کہ کوئی شخص کسی ایسی عورت سے جو عدت میں ہو کہے کہ میرا ارادہ نکاح کا ہے اور میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت میسر آ جائے۔ ﴿3﴾ قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ (تعریض یہ ہے کہ) عدت میں عورت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے کہے کہ تم میری نظر میں بہت اچھی ہو اور میرا خیال نکاح کرنے کا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں بھلائی پہنچائے گا یا اسی طرح کے جملے کہے۔ ﴿4﴾ عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تعریض و کنایہ سے کہے، صاف صاف نہ کہے (مثلاً) کہے کہ مجھے نکاح کی ضرورت ہے اور تمہیں بشارت ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہو اور عورت اس کے جواب میں کہے کہ تمہاری بات میں نے سن لی ہے (بصراحت) کوئی وعدہ نہ کرے۔ ایسی عورت کا ولی بھی اس کے علم کے بغیر کوئی وعدہ نہ کرے اور اگر عورت نے زمانۂ عدت میں کسی مرد سے نکاح کا وعدہ کر لیا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کیا تو دونوں میں جدائی نہیں کرائی جائے گی۔ (بخاری:5124) ﴿5﴾ یہ تمام تفصیلات عقد کے مقدمات میں شمار ہوتی ہیں۔ رہا عقد نکاح تو وہ جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی:287/1)

سوال3: ﴿وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾ ''اور عقد نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾ یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کا ارادہ نہ کرو کیونکہ عدت میں بالاتفاق نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ (مختصر ابن کثیر:155/1) ﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ سے مراد عدت کا پورا کرنا ہے۔ (بخاری:5124)

سوال4: اگر کوئی عدت کے دوران نکاح کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ عدت کے دوران نکاح کے بارے میں حکم یہ ہے کہ دونوں کے درمیان تفریق کروا دی جائے۔ ﴿2﴾ عدت کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

سوال5: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ﴾ ''اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے لہٰذا تم اس سے ڈر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ ''اور جان لو'' نفع مند علم ہے اسے سیکھو، اس کے لیے وقت لگاؤ کیونکہ یہ علم نہ آسانی سے ملتا ہے نہ ٹھہرتا ہے جب کہ خبر تو سبھی کو ہے کہ ﴿2﴾ ﴿اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دل کے ارادوں سے باخبر ہے۔ اس لیے کوشش کرو کہ دل میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف برے خیالات نہ آئیں۔ اس سے ثواب کی امید رکھ کر ہمیشہ بھلائی کی نیت رکھو۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے ڈر جاؤ۔ (زاد المسیر:246/1) ﴿4﴾ ﴿فَاحْذَرُوْهُ﴾ اس سے ڈر جاؤ۔ اس کے عذاب کا خوف رکھ کر گناہوں سے بچ جاؤ۔

سوال6: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ اور جان لو! علم حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم تمام علوم سے زیادہ جلیل القدر اور عالی شان ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿2﴾﴿اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ غفور ہے، وہ توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے، رجوع کرنے والوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ لغزشوں کو معاف کرنے والا ہے اس لیے اس کی رحمت سے امید رکھو۔ ﴿3﴾﴿حَلِیْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ بردبار ہے وہ پکڑنے کی قدرت رکھنے کے باوجود جلدی نہیں کرتا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ تحمل والا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔

سوال 7: باہمی تعلقات میں حسن سلوک، نرمی اور احسان کی فضا کو غالب رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کیسے انسان کو ذہنی طور پر تیار کرتے ہیں؟

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ تقویٰ کے احساس کو تیز کرتے ہیں اور اس بات سے ڈراتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا اور نگران ہے۔ اس لیے دلوں کو صاف اور خالی رکھو۔ رشتہ داری کامیاب ہو یا ناکام، ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط رکھنا چاہیے۔

رکوع نمبر 15

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (236)﴾

''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو کہ تم نے ابھی انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو یا ان کا مہر تک مقرر نہ ہو اور ان کو کچھ سامان دے دو، خوش حال پر اس کی کشائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے ساز و سامان دینا ہے نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔'' (236)

سوال 1: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو کہ تم نے ابھی انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو یا ان کا مہر تک مقرر نہ ہو اور ان کو کچھ سامان دے دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ تم پر کوئی گناہ نہیں اے مردو! اگر تم اپنی بیویوں کو چھونے سے پہلے ہی طلاق دے دو اگرچہ اس میں عورتوں کو ضرر پہنچتا ہے۔ ﴿2﴾﴿اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور تم طلاق دے دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ ﴿3﴾﴿وَّمَتِّعُوْهُنَّ﴾ ان کو کچھ متاع سامان یعنی متعہ طلاق دے دو۔ اس سے ان کی دل جوئی ہو جائے گی اور کسی حد تک نقصان کی تلافی بھی ہو جائے گی۔

سوال 2: مہر کسے کہتے ہیں؟

جواب: مہر نکاح کے موقع پر مرد کی طرف سے عورت کو دیا جانے والا حق ہے جو کہ لازمی فریضہ ہے۔ یہ حق مال، زیور، جائیداد وغیرہ کسی بھی صورت میں دیا جا سکتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: ﴿عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ﴾ ''خوش حال پر اس کی کشائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق'' متعہ طلاق کتنا ہونا چاہیئے؟

جواب: ﴿1﴾ متعہ طلاق حیثیت کے مطابق ہے۔ تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق اور خوش حال پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں طلاق کے بعد اعلیٰ درجے کا متعہ خادم ہے درمیانی درجے کا روپیہ پیسہ اور ادنیٰ درجے کا کپڑا ہے۔

سوال4: کیا متعہ طلاق ہر قسم کی طلاق یافتہ عورت کے لیے ہے؟

جواب: متعہ طلاق ہر قسم کی طلاق یافتہ عورت کے لیے ہے۔

سوال5: متعہ طلاق کی کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کی وجہ سے تلخی اور کشیدگی کم ہو جاتی ہے۔ ﴿2﴾ عورت کی دل جوئی کی وجہ سے مستقبل کے جھگڑوں کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

سوال6: ہمارے یہاں طلاق کے موقع پر کیا کیا جاتا ہے؟

جواب: عام طور پر ہمارے یہاں طلاق کے موقع پر ایسے برے طریقے سے رخصت کیا جاتا ہے کہ دونوں خاندانوں کے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے ہیں۔

سوال7: ﴿مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''معروف طریقے سے ساز و سامان دینا ہے نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ معروف طریقے سے ساز و سامان دینے سے مراد ہے ان کو ان کے حق سے زائد دیں۔ ﴿2﴾ ﴿حَقًّا﴾ یہ حق واجب ہے۔ ﴿3﴾ ﴿عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ محسن سے مراد ہے احسان کرنے والا جو دوسروں کو ان کے حق سے زائد دیتا ہے۔ جو معاملات کو خوبی کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ نیکی کرنے والوں پر یہ ان عورتوں کا حق ہے جن کو تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہو یا ان کا مہر مقرر نہ ہوا ہو۔ ﴿4﴾ انہیں معروف طریقے سے ساز و سامان دیں، معذرت اور افسوس کا اظہار کرنے کے لیے دیں۔

﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (237)﴾

''اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ان کے لیے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کانصف (لازم) ہے مگر یہ کہ وہ خود معاف کردیں یا وہ مرد معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کردو اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو یقیناً تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (237)

سوال 1: ﴿ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ﴾ ''اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ان کے لیے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا اس کا نصف (لازم) ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے جن کا مہر مقرر کیا گیا لیکن چھوئے بغیر طلاق دے دو تو طلاق یافتہ عورت کے لیے نصف مہر ہے اور باقی نصف مہر تمہارا ہے۔

سوال 2: مہر کی کتنی شکلیں ہیں؟

جواب: مہر کی چار شکلیں ہیں: ﴿1﴾ نکاح ہوا، نہ مہر مقرر ہوا، نہ رخصتی ہوئی تو متعہ طلاق ہے۔ ﴿2﴾ نکاح ہوا، مہر مقرر ہوا، رخصتی نہیں ہوئی تو آدھا مہر ہے۔ ﴿3﴾ نکاح ہوا، مہر مقرر نہیں ہوا، رخصتی ہوئی تو مہر مثل ہے۔ ﴿4﴾ نکاح ہوا، مہر مقرر ہوا، رخصتی ہوئی تو پورا مہر ہے۔

سوال 3: ﴿ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾ ''مگر یہ کہ وہ خود معاف کردیں یا وہ مرد معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ ﴾ مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کردیں جب کہ ان کا معاف کرنا صحیح ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾ ''یا وہ مرد معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے'' اس سے مراد شوہر ہے نہ کہ ولی کیونکہ شوہر ہی وہ شخص ہے جو نکاح کی گرہ کھول سکتا ہے۔ عورت کے ولی کے لیے تو درست ہی نہیں کہ وہ عورت کے کسی حق واجب کو معاف کرے کیونکہ نہ وہ مالک ہے نہ وکیل۔ (تفسیر سعدی: 289/1) ﴿3﴾ نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

سوال 4: شوہر کے معاف کرنے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ شوہر اپنا حق یعنی نصف مہر معاف کردے اور عورت کو پورا مہر دے دے۔

سوال 5: ﴿ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ﴾ ''اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کردو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کی طرف رغبت دلائی کہ معاف کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ ﴿2﴾ معاف کرنا احسان کا کام ہے جو شرح صدر کا باعث بنتا ہے۔ ﴿3﴾ مومن کو نیکی اور احسان کے کاموں میں پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔

سوال 6: ﴿ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ﴾ ''اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے کس فضل کو نہ بھولنے کی تلقین کی؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ ﴿2﴾ فضل سے مراد احسان اور مودت ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مرد کی طرف سے پورے مہر کی ادائیگی اور عورت کی جانب سے اپنا حصہ چھوڑ دینا ہے۔(زادالمسیر :248/1)

سوال 7: نکاح اور طلاق کے قوانین بیان کرتے ہوئے بار بار تقویٰ اور احسان کی تلقین کی گئی، حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تقویٰ اور احسان کی تلقین میں بڑی حکمت ہے۔تقویٰ (اللہ تعالیٰ کے خوف) کی وجہ سے مومن کو یہ احساس رہتا ہے کہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش آنا ہے اس طرح معاملات احسان کی صورت اختیار کرنے لگتے ہیں۔احسان کرنے والا مرد عورت کو پورا مہر ادا کر کے اپنا حصہ معاف کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ کسی حکم کو اس کی اصلی روح کے ساتھ عمل میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کے افراد ایک دوسرے سے احسان (حسن سلوک) کا جذبہ رکھتے ہوں۔ ﴿3﴾ انسان کو انسانوں کے معاملے میں یہ احساس کہ دوسروں کے ساتھ احسان (حسن سلوک) نہ کرنا اپنے ساتھ حسن سلوک نہ کیے جانے کا خطرہ مول لینا ہے، محتاط اور احسن رویہ رکھنے والا بنا دیتا ہے۔

سوال 8: ﴿ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ ''یقیناً تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مہر کی ادائیگی کے لئے اپنی صفت بصیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ خاندانوں کے اندر ہونے والے معاملات اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں۔اللہ تعالیٰ بصیر ہے لہٰذا اس سے ڈر جاؤ اور حقوق کی حفاظت کرو۔

﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (238) ﴾

''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔''(238)

سوال 1: ﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو'' اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ ﴿2﴾ نماز کی حفاظت کا مطلب ہے انہیں وقت کی پابندی کے ساتھ، تمام واجبات و مستحبات کے ساتھ خشوع و خضوع کے ساتھ مشروط ارکان کا خیال رکھتے ہوئے ادا کیا جائے۔ ﴿3﴾ نماز کی حفاظت کے ساتھ تمام عبادات کی حفاظت بھی ہو جاتی ہے۔ ﴿4﴾ نماز کو اخلاص، عاجزی، ذلت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے جذبے کے ساتھ آرام اور سکون سے ادا کرنا چاہئے۔ایسی نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ ﴿5﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وقت پر نماز پڑھنا۔''(مسلم:254) ﴿6﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لیے نماز قیامت کے روز نور، برھان اور نجات کا باعث ہوگی جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات، نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگا۔'' (ابن حبان:1467)﴿7﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے بندے کو نماز کا حساب دینا ہوگا اگر وہ پوری ہے تو بہتر نہیں تو پروردگار فرمائے گا: دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ نفل نماز ہے، پھر اگر نفل نماز ہوگی تو اس سے فرض نماز کی کمی پوری کی جائے گی۔ (نسائی:468) ﴿8﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جو شخص بہترین وضو کر کے انہیں وقت پر ادا کرتا ہے ان کے رکوع وسجود اور خشوع کو مکمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ وعدہ ہو جاتا ہے کہ وہ اسے معاف فرمائے گا اور جو ایسے نہیں کرتا اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں، چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔'' (سنن ابوداؤد:425)

سوال2: صلوٰۃ وسطیٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ صلاۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصرِ ''صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد صلوٰۃ عصر ہے''۔ (ترمذی:2985) ﴿2﴾ نبی ﷺ نے غزوۂ احزاب میں نماز عصر کو صلوٰۃ وسطیٰ قرار دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد) ﴿3﴾ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ''صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔'' (جامع ترمذی:2983) ﴿4﴾ سیدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے دن کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں صلاۃ وسطیٰ سے مشغول کر دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ (صحیح بخاری:293/1)

سوال3: ازدواجی زندگی کے احکامات اور طلاق کے احکامات کے درمیان نماز کی بحث اہمیت کی حامل ہے، واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نماز کی بحث کا مقصد مسلمانوں کے دل میں بندگی کا جامع تصور بٹھانا ہے کہ جیسے طلاق کے معاملات کا فیصلہ رب سے لینا ہے ایسے ہی اپنی ساری زندگی میں رب سے رابطہ استوار رکھنا ہے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو اس کے آگے جھکا دینا ہے اور نماز اس کی غلامی کا اظہار ہے۔ ﴿2﴾ طلاق کے معاملے میں ہونے والی تلخیاں اور پریشانیاں نمازوں کو متاثر کر سکتی ہیں۔ اس لیے فرمایا نمازوں کی حفاظت کرو۔

سوال4: نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انسان کی تربیت کیسے کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ نماز برائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے۔ ﴿2﴾ نماز انسان کو اخلاص اور عاجزی کے بلند مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ ﴿3﴾ نماز کے ذریعے مومن ثابت قدمی سیکھتا ہے۔ ﴿4﴾ نماز امن کے دور میں انسان کو مہذب مومن بناتی ہے۔ ﴿5﴾ نماز مومن کو امن وسکون کی دنیا میں داخل کرتی ہے۔

سوال5: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قانتین بمعنی مطیعین یعنی فرماں بردار ''اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرماں برداروں کی طرح خاموش کھڑے ہوا کرو۔'' ﴿2﴾ خاموشی سے دنیا کی بات نہ کرنا مراد ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ نماز دل کی خوشی کے ساتھ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کے لیے کھڑے ہوجانا ہے۔﴿4﴾ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پہلے ہم نماز پڑھتے ہوئے بات بھی کرلیا کرتے تھے' کوئی بھی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اپنی کسی ضرورت کے لیے بات کرلیتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:''سب ہی نمازوں کی پابندی رکھو اور خاص طور پر بیچ والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرماں برداروں کی طرح کھڑے ہوا کرو۔''اس آیت کے ذریعہ ہمیں نماز میں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔(صحیح بخاری:4534)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے باادب کھڑے رہیں یعنی اخلاص، عاجزی اور ذلت کا اظہار کرتے ہوئے تعظیم سے جھکیں اور آرام وسکون کے ساتھ نماز ادا کریں۔

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ(239)﴾

''پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سوار ہو کر پڑھ لو، پھر جب امن میں آجاؤ تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی یاد کرو جیسے اس نے تمہیں سکھایا ہے، جسے تم نہیں جانتے تھے۔''(239)

سوال1: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾''پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سوار ہو کر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر حالت خوف میں ہو تو پیدل یا سواری پر سوار رہتے ہوئے ہی نماز پڑھ لو۔﴿2﴾ نماز کسی حالت میں بھی معاف نہیں ہوسکتی۔

سوال2: دشمن کے خوف کے وقت کیسے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: دشمن کے خوف کے وقت پیدل، چلتے ہوئے، سواری پر بیٹھے ہوئے ہر طرح نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

سوال3: ﴿فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ﴾''پھر جب امن میں آجاؤ تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی یاد کرو جیسے اس نے تمہیں سکھایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَاذْكُرُوا اللَّهَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ آپ نماز پڑھو جو ذکر کی بہترین صورت ہے یعنی جب امن کی حالت میں ہو تو اس طرح نماز پڑھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو سکھایا ہے۔﴿2﴾ اس میں ذکر کی ہر قسم شامل ہے۔﴿3﴾ کامل نماز پڑھنا بھی اس ذکر کی ایک صورت ہے۔

سوال4: ﴿مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾''جسے تم نہیں جانتے تھے'' سے اللہ تعالیٰ نے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:''جسے تم نہیں جانتے تھے'' سے اللہ تعالیٰ نے ماضی کی جہالت کو یاد کروایا ہے کہ دیکھو تم پہلے رب کو یاد کرنا، نماز پڑھنا نہیں جانتے تھے۔یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے تم کو دین سکھا دیا۔

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (240)﴾

''اورتم میں سے جولوگ فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں (ان پرلازم ہے) وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک سامان دینے اور (انہیں) نہ نکالنے کی وصیت کریں، پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ اپنے بارے میں معروف طریقے سے کریں اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(240)

سوال1: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ ''اورتم میں سے جولوگ فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں (ان پرلازم ہے) وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک سامان دینے اور (انہیں) نہ نکالنے کی وصیت کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے کہ بیوہ عورت کو ایک سال تک گھر سے نہ نکالا جائے۔

سوال2: کیا ایک سال تک گھر سے نہ نکالنے کا حکم برقرار ہے؟

جواب: ایک سال تک گھر سے نہ نکالنے کا حکم برقرار نہیں ہے۔ یہ آیت اپنے سے پہلی آیت سے منسوخ ہوگئی ہے۔﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ اور جولوگ تم میں سے وفات پاجائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں۔(البقرۃ:234)﴿1﴾ جب عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہوگئی تو وصیت والی آیت منسوخ ہوگئی۔﴿2﴾ چونکہ عورت کو اب میراث میں سے حصہ مل جاتا ہے اس لیے سال بھر کے نان ونفقہ کا معاملہ ختم ہوجاتا ہے۔

سوال3: کیا فوت ہونے والے بیویوں کے لیے وصیت کرسکتے ہیں؟

جواب: میراث کا حکم آجانے کے بعد عورت کے لیے شوہر کو کسی قسم کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔

سوال4: ﴿فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ﴾ ''پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں جو کچھ وہ اپنے بارے میں معروف طریقے سے کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر وہ خود نکل جائیں تو اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے وہ جو کچھ کریں تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ﴿2﴾ یہ اسلامی تعلیمات کی وسعت ہے کہ بیوہ عورت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں معروف طریقے سے فیصلہ کرسکتی ہیں۔﴿3﴾ اسے زمانہ جاہلیت کے رسم ورواج کی نذر نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مردوں کے ظلم وستم برداشت کرتی رہے۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے۔﴿2﴾ ﴿حَكِيْمٌ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے'' اپنے احکامات اورقوانین میں حکیم ہے۔

﴿ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (241) ﴾

''اورطلاق یافتہ عورتوں کومعروف طریقہ سے کچھ سامان دینا متقی لوگوں پرلازم ہے۔''(241)

سوال1: ﴿ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ ''اورطلاق یافتہ عورتوں کومعروف طریقہ سے کچھ سامان دینا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ طلاق یافتہ عورتوں کوبھی کچھ دے دلا کررخصت کیاجائے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پرمردوں کے لیے حلال ہوتی ہیں۔ ﴿2﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ متعہ طلاق واجب ہے۔

سوال2: ﴿ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''متقی لوگوں پرلازم ہے'' میں کس جانب توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ﴿ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''متقی لوگوں پرلازم ہے'' میں اس جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ مردوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عورتوں پرظلم اورزیادتی کریں۔

﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (242) ﴾

''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم سمجھو۔''(242)

سوال: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم سمجھو'' اللہ تعالیٰ اپنی آیات بیان کرکے سمجھ بوجھ سے کام لینے کی تلقین کرتے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے'' اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات، حلال وحرام، فرائض وحدود اورامرونہی کھول کھول کرتمہارے سامنے بیان کرتا ہے تا کہ ذرا سا بھی ابہام نہ رہے اورتم ضرورت کے وقت فائدہ اٹھالو۔ ﴿2﴾ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ تا کہ تم سمجھو اوران کا اصل مقصد تمہیں سمجھ آجائے کیونکہ جو سمجھے گا وہ عمل کرے گا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے خاندانی زندگی کے اختتام پر پیدا ہونے والی الجھنوں کوواضح کیا ہے۔ (الف) جب عورت بیوہ ہوجائے تو اس کے حقوق کیا ہیں؟ (ب) جب عورت کوطلاق دے کرعلیحدہ کردیا جائے تو اس وقت کیسے اس کی دل جوئی کرنی ہے؟ (ج) اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کوواضح کرکے حقوق بھی دلائے، تلخیاں بھی ختم کیں اوراحسن انداز میں نئی زندگی شروع کرنے کے راستے بھی ہموار کئے۔ (د) عقل والوں کے لئے معاشرتی زندگی کے بہترین احکامات نشانی ہیں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں رب کا کلام ہے۔

رکوع نمبر16

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (243) ﴾

''کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: مرجاؤ، پھر اس نے انہیں زندہ کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔''(243)

سوال 1: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ﴾ ''کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے؟'' موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلنے کی بات یہاں کس مقصد کے لیے کی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے جو ہزاروں کی تعداد میں گھروں سے نکلے تھے۔ ﴿2﴾ ان کے نکلنے کی وجہ موت کا خوف تھا لیکن تقدیر کے سامنے ان کی تدبیر بے بس ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر کسی کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔ ﴿3﴾ جس طرح کوئی تقدیر سے بھاگ نہیں سکتا اسی طرح جہاد سے بھاگ کر بھی حیات نہیں پا سکتا۔ زندگی کی مقررہ مدت نہیں بڑھ سکتی۔ موت اور رزق مقرر کیا جا چکا۔ ﴿4﴾ مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو کافروں نے حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مقابلے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی طاقت دشمنوں کی نسبت کم تھی اس لیے کچھ لوگوں کے اندر بے ہمتی پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی خرابی کو واضح کر کے مسلمانوں کو سمجھایا کہ دیکھو وہ بھی موت سے ڈر کر بھاگے تھے لیکن موت آ گئی۔ موت کے ڈر سے موت نہیں ٹلتی، خوف سے زندگی میں اضافہ نہیں ہوتا، زندگی اور موت کا آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

سوال 2: ﴿ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: مرجاؤ پھر اس نے انہیں زندہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: مرجاؤ'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ لوگ طاعون سے بھاگے تھے اور کسی صحت افزاء علاقے میں ٹھہرنا چاہتے تھے۔ جب کسی مخصوص مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب فوت ہوگئے۔ ﴿2﴾ ﴿ ثُمَّ ﴾ پھر۔ ﴿3﴾ ﴿ اَحْيَاهُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ ﴿4﴾ نبی کی دعا کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔ ﴿5﴾ یہ ان پر رحمت، مہربانی اور حلم کا اظہار تھا اور مردوں کو زندہ کرنے کی ایک نشانی دکھانا مقصود تھا۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی خرابی کو واضح کر کے مسلمانوں کو سمجھایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگ نہیں سکتے۔ ﴿7﴾ زندگی اور موت کا آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿8﴾ اس کے فیصلوں پر اطمینان رکھنا چاہئے۔ جس طرح انسان کو زندگی اس کی کوشش کے بغیر دی جاتی ہے اسی طرح زندگی واپس لینے میں بھی اس کی حکمت شامل ہوتی ہے۔

سوال 3: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کیا سبق دیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ ﴿2﴾ موت و حیات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا اس لیے بہتر یہی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کیا جائے اور ضرورت مندوں کو قرض حسنہ دیا جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: موت کے ڈر سے بھاگنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: موت کے ڈر سے بھاگنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان زندگی کی حرص رکھتے ہیں۔

سوال5: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل تھا کہ انھیں موت کے بعد زندگی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے۔

سوال6: ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴾ ''مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ وہ ان انعامات کا انکار کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر:141/1) ﴿2﴾ اکثر لوگ انعامات پا کر مزید گناہ کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو نہیں پہچانتے، نہ ان کا اعتراف کرتے ہیں نہ اس کی اطاعت میں استعمال کرتے ہیں۔

﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (244) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (244)

سوال1: ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جنگ کرو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے سے پیچھے نہ ہٹو۔

سوال2: فی سبیل اللہ سے مراد کیسی جنگ ہے؟

جواب: فی سبیل اللہ سے مراد ایسی جنگ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی بلندی، تحفظ دعوت، دین کی نشر و اشاعت کو اس حد تک ممکن بنانے کے لیے کی جاتی ہے تاکہ اس کام کو لے کر چلنے والے مغلوب نہ ہوں، کوئی شعائر دین کو قائم کرنے کے راستے میں اور اس کے احکامات کی تلقین کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکے اور اسلامی ممالک کے دفاع کے لیے کی جاتی ہے۔

سوال3: جہاد فی سبیل اللہ میں کیا کچھ مطلوب ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جان کی قربانی۔ ﴿2﴾ مالی خرچ۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے کا حکم دے کر کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ زندگی کی محبت کی وجہ سے گھروں میں نہ بیٹھ جانا۔ موت کے ڈر سے پیچھے نہ ہٹ جانا۔ ﴿2﴾ موت اور زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو، کسی اور مقصد کے لیے نہ لڑو۔ ﴿3﴾ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ کے جھنڈے تلے جمع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوجاؤ۔اللہ تعالیٰ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اور دعائیں سنتا ہے،تمہارا کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا۔

سوال5:﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَاعْلَمُوْٓا ﴾ اچھی طرح سے جان لو،اس کا علم حاصل کرو،اسے سمجھو اور اس پر غور وفکر کرو۔﴿2﴾﴿ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے۔اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے نفسوں کی نگرانی کریں تاکہ ہر تقصیر سے بچ سکیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ سمیع ہے جو ان کی باتوں کو سنتا ہے،وہ علیم ہے،وہ بائی زمین کا علم رکھتا ہے۔(تفسیر سمرقندی:159)

﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(245) ﴾

''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''(245)

سوال1:﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قرض حسنہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کے لیے مال خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کی رغبت اور شوق دلایا اور اسے اپنے ذمہ قرض قرار دیا تاکہ جتنا ہو سکے نیکی کے کاموں میں اور خاص طور پر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کریں۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرے۔

سوال2: قرض حسنہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ قرض حسنہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔﴿2﴾ قرض حسنہ سے مراد ایسا قرض ہے جو خالص نیکی کے جذبے سے،اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بدلے کی خواہش کے بغیر کسی کو دیا جائے۔اس طرح جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنے ذمے قرض قرار دیتے ہیں۔

سوال3:﴿ فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾ ''سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک یا اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ثواب میں اضافہ خرچ کرنے والے کی نیت،حالت،خرچ کے لیے ضرورت اور فائدے کے مطابق ہوگا۔

سوال4: انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں قرآن حکیم کا کیا مؤقف ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ انفاق سے مال کم نہیں ہوتا۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّال ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6592) ﴿2﴾ انفاق فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کے نام قرض حسنہ ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری تو ابوالدحداح انصاری رضی اللہ عنہ بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتا ہے؟ فرمایا: ہاں! بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا ہاتھ تو دکھایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھ میں دے دیا تو بولے: میں نے قرض کے طور پر اپنا باغ اللہ تعالیٰ کو دے دیا جس میں چھ کھجور کے درخت ہیں اور اس میں ام دحداح اور اس کے بچے بھی رہتے ہیں۔پھر باغ میں آ کر ام دحداح سے کہا: یہاں سے سامان اٹھا لو میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے۔(ابن ابی حاتم، ابن مردویہ) ﴿3﴾ انفاق فی سبیل اللہ کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اس مال کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر دیں گے۔دنیا میں برکت اور آخرت میں بے حساب اجر، اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا نصیب ہوگی۔سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (صدقہ) ہے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیرے پاس قیامت کے دن اس کے بدلے سات سو اونٹنیاں ہوں گی جن کی مہار ڈالی ہوئی ہوگی۔'' (صحیح مسلم :4897) ﴿5﴾ مال گھٹانا اور بڑھانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔﴿6﴾ انسان حرص اور بخل کی وجہ سے غنی نہیں ہوتا، دولت مندی اور فقیری اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔﴿7﴾ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جمع کیا ہوا مال کام نہیں آئے گا۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: انسان کو بعض اوقات یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے وہ مفلس ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ﴾ یعنی جس کا رزق چاہتا ہے وسیع کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔یہ معاملات صرف اسی کے ہاتھ میں ہیں اور تمام امور کا دارومدار اسی کی ذات پر ہے۔بچا بچا کر رکھنے سے رزق بڑھتا نہیں اور خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں۔(تفسیر سعدی :294)

سوال6: ﴿وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' کہہ کر کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' کہہ کر یہ سمجھایا گیا ہے کہ جو خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ ایک دن آنے والا ہے جب اپنی پیش کی ہوئی اشیاء پوری بلکہ زیادہ اضافے کے ساتھ کئی گناہ وصول کر لو گے۔اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال کی پوری جزا دے گا۔﴿2﴾ دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تو پھر زور وشور سے جہاد کریں، جانیں بھی پیش کریں، مال بھی دیں، زندگی محدود ہے، رزق مقرر ہے، جرأت والی زندگی، آزاد زندگی گزاریں، دنیا کی غلامی چھوڑ دیں اور ایک اللہ تعالیٰ کی غلامی اختیار کریں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ (246) ﴾

''کیا آپ نے موسیٰ کے بعد، بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا؟ جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ''ہمارے لیے کسی کو بادشاہ بنادیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کریں'' نبی نے جواب دیا: ''یقیناً قریب ہوتم کہ اگر تم پر جنگ فرض کردی جائے کہ تم قتال ہی نہ کرو،'' انہوں نے کہا: ''اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں سے اور ہمارے بیٹوں سے نکالا گیا ہے؟'' پھر جب ان پر جنگ فرض کردی گئی تو ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ باقی سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔'' (246)

سوال 1: ﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ﴾ ''کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو سرداران بنی اسرائیل کا واقعہ سنایا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ اَلۡمَلَاِ ﴾ اشراف قوم کو کہتے ہیں۔ ﴿3﴾ یہاں بنی اسرائیل کے واقعات کا اختتام ہورہا ہے۔ یہ واقعات نبی ﷺ کی رسالت کی دلیل ہیں۔ ﴿4﴾ بنی اسرائیل کے سرداروں کے بارے میں سوال کرکے ان واقعات کو نبی ﷺ کی رسالت کی دلیل بنایا گیا کیونکہ ان کے بارے میں بنی اسرائیل کے کم ہی لوگ جانتے تھے۔

سوال 2: ﴿ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ﴾ ''جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ''ہمارے لیے کسی کو بادشاہ بنادیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کریں'' بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کے لیے بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیوں کیا؟

جواب: بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہونے والے نبی سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کے لیے بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ اس لیے کیا کہ ﴿1﴾ ان کے دلوں میں ایمان نے کروٹ لی تھی۔ ﴿2﴾ ان کے سامنے مقصد واضح ہوگیا تھا۔ ﴿3﴾ ان کے سامنے منزل آگئی تھی، جہاد فی سبیل اللہ کی منزل۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر ہے۔ ﴿4﴾ اب وہ چاہتے تھے کہ انہیں منظم کیا جائے تاکہ وہ دشمن کا مقابلہ کرسکیں۔ بنی اسرائیل میں انبیاء سیاسی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

سوال 3: ﴿ قَالَ هَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ﴾ نبی نے یہ کیوں کہا کہ ''یقیناً قریب ہوتم کہ اگر تم پر جنگ فرض کردی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے کہ تم قتال ہی نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: نبی نے یہ بات کہ اگر تم پر جنگ فرض کر دی جائے کہ قرب ہے کہ تم قتال ہی نہ کرو اس لیے کی تا کہ وہ تسلی کر لیں کہ ﴿1﴾ ان کی نیت پختہ ہے۔ ﴿2﴾ ان کا عزم سچا ہے۔ ﴿3﴾ وہ عظیم ذمہ داری اٹھا سکتے ہیں۔ ﴿4﴾ وہ اس معاملے میں سنجیدہ ہیں۔

سوال 4: ﴿قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا﴾ انہوں نے کہا: ''اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں سے اور ہمارے بیٹوں سے نکالا گیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نبی کے سوال پر بنی اسرائیل کا جوش وخروش عروج پر پہنچ گیا۔ ﴿2﴾ انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ جنگ ناگزیر ہے اور حالات جہاد کے بغیر سدھر نہیں سکتے کیونکہ ہمارے گھر اجاڑ دیے گئے۔ ہم بچوں سے دور ہیں، ان حالات میں جہاد کا حکم نہ آئے تب بھی ہمیں لڑنا چاہئے۔

سوال 5: ﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''پھر جب ان پر جنگ فرض کر دی گئی تو ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ باقی سب پھر گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نبی کے سوال کے بعد جب ان کے لیے بادشاہ مقرر کر دیا گیا اور ان پر جنگ فرض کر دی گئی تو ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ باقی سب نے جہاد سے اعراض کیا۔ ﴿2﴾ انہوں نے دشمن کی شان وشوکت کا مشاہدہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کر دیا اور پیچھے رہ گئے۔ ﴿3﴾ بنی اسرائیل کی نیتیں خالص نہیں تھیں، ان کا اللہ تعالیٰ پر توکل مضبوط نہیں تھا، انہیں بزدلی کی وجہ سے جہاد کرنے کی ہمت نہ ہوئی، ان کا عزم کمزور پڑا اور جہاد کی آرزو جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ ﴿4﴾ ﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''ان میں سے تھوڑی سی تعداد کے علاوہ'' یہ تھوڑی سی تعداد ثابت قدم تھی۔ انہوں نے دشمن سے لڑنے کا ارادہ کیا تو انہیں عزت نصیب ہوئی۔

سوال 6: بنی اسرائیل کا معاہدوں پر کیا رویہ رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سخت وعدہ خلافی کرنے والے۔ ﴿2﴾ عہد کر کے پھر جانے والے۔ ﴿3﴾ اطاعت سے پہلو بچانے والے۔ ﴿4﴾ فرائض کی ادائیگی میں پیچھے رہنے والے۔ ﴿5﴾ حق سے منہ موڑنے والے۔ ﴿6﴾ باہمی اختلافات میں مبتلا ہونے والے۔

سوال 7: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل نے خود پر ظلم کیا، جہاد کو ترک کیا اور دنیا میں کمزور بن کر رہے اور آخرت میں ان بدبختوں میں شامل ہوں گے جنہیں عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ اس میں ان کے راستے پر چلنے والوں کے لیے وعید ہے۔

سوال 8: بنی اسرائیل جیسی خصوصیات کیا اور قوموں میں بھی پائی جاتی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: بنی اسرائیل جیسی خصوصیات ہراس قوم اور جماعت میں پائی جاتی ہیں جن کی ایمانی تربیت میں کمی ہو۔

﴿ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (247) ﴾

''اوران کے نبی نے ان سے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً طالوت کوتمہارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے۔''انہوں نے جواب دیا: ''ہم پراس کی حکومت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں اوراسے مالی کشائش بھی نہیں دی گئی؟'' نبی نے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر چنا ہے اوراسے علمی اور جسمانی فراخی عطا کی ہے'' اوراللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اوراللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(247)

سوال1: ﴿ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ﴾ ''اوران کے نبی نے ان سے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً طالوت کوتمہارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ ﴾ ان کے نبی نے ان کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ﴿2﴾ ﴿ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ نامزد کیا ہے۔ ﴿3﴾ طالوت قبیلہ بن یامین کا ایک تیس سالہ نوجوان تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت کے لیے منتخب کیا تھا۔ ﴿4﴾ ان کا فرض تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیتے لیکن انہوں نے اعتراض کیا۔

سوال2: ﴿ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ ﴾ ''انہوں نے جواب دیا: ''ہم پراس کی حکومت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں اوراسے مالی کشائش بھی نہیں دی گئی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہت پراعتراض کرتے ہوئے کہا: وہ کیسے ہمارا بادشاہ ہوسکتا ہے جب کہ وہ غریب ہے اورحکومت قائم رکھنے کے لیے اس کے پاس مال نہیں اور وہ خاندانی طور پر بھی ہم سے کم تر ہے۔ان کا بادشاہت کا تصور غلط تھا کہ اس کے لیے اونچا خاندان اورلمبا مال ہونا ضروری ہے۔

سوال3: ﴿ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ﴾ ''نبی نے کہا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر چنا ہے اوراسے علمی اورجسمانی فراخی عطا کی ہے'' بنی اسرائیل کوطالوت کی بادشاہت پراعتراض کا کیا جواب دیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ ﴾ بنی اسرائیل کوطالوت کی بادشاہت پراعتراض کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جس میں کسی کا کوئی دخل نہیں۔﴿2﴾﴿وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾طالوت جسمانی اور علمی برتری رکھتا ہے۔اس کی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے عقل اور جسم کی قوت عطا کی ہے اور ملک کے معاملات اسی کی بنیاد پر انجام پاتے ہیں۔

سوال4: حکمرانی کے لیے کون سی دو بنیادی خصوصیات ہیں؟

جواب:﴿1﴾ حکمرانی کے لیے دو بنیادی خصوصیات ہیں۔(i) جسمانی فراخی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے''عقل سلیم جسم سلیم میں ہوتی ہے۔''شجاعت ،مدافعت کی قدرت ، ہیبت اور وقار جسمانی فراخی کا ہی نتیجہ ہیں۔(ii) علمی فراخی جس کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تَسُوَّدُوْا''سردار بننے سے پہلے سمجھ دار بنو۔یعنی دین کا علم حاصل کرو۔''ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بَعْدَ اَنْ تَسُوَّدُوْا سردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو۔(صحیح بخاری: کتاب العلم: باب15)﴿2﴾جب کوئی عقل اور رائے میں کمال رکھتا ہو اور قانون نافذ کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو تو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ان میں سے ایک کے کم ہونے کی صورت میں نظام خراب ہو جاتا ہے۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ﴾''اور اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''مُلْكَهٗ''سے مراد اس کی بادشاہت ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ قدرت والا، سب کچھ جاننے والا، بڑی وسعت والا، کمال حکمت والا ہے۔وہ اپنا ملک یعنی اپنی بادشاہت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

سوال6: طالوت کی بادشاہت پر بنی اسرائیل کو کیسے یقین آیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے تابوت سکینہ مل جانے کا معجزہ ہوا تو انہیں یقین آ گیا۔اللہ تعالیٰ کے کلام سے ان کے دلوں کے تمام شکوک وشبہات دور ہو گئے۔کیونکہ طالوت میں حکمرانوں والی خوبیاں موجود تھیں اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

سوال7: ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، وسیع تصرف اور قدرت والا ہے۔وہ بہت کشادگی والا ہے فضل وکرم والا ہے۔جب بھی اس کی حکمت کسی کام کا تقاضا کرتی ہے تو لامحالہ وہ ہو جاتا ہے۔﴿2﴾﴿عَلِيْمٌ﴾اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔وہ جانتا ہے کہ فضل کا صحیح حق دار کون ہے۔اسی کے مطابق وہ فضل دیتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت کسی کو محروم نہیں رکھتی۔﴿4﴾اس کلام سے لوگوں کے دلوں کے شکوک دور ہو گئے۔انہوں نے جان لیا کہ طالوت میں حکمرانی کی خوبیاں موجود ہیں اور حسی نشانی یعنی تابوت سکینہ بھی اسی کے دور میں ملنے کی بشارت بھی تھی۔

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(248)﴾

''اوران سے ان کے نبی نے کہا:''اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی باقیات ہوں گی، اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے، بلاشبہ اس میں تمہارے لیے یقیناً نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔''(248)

سوال1: ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾''اوران سے ان کے نبی نے کہا:''اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی باقیات ہوں گی اور اسو فرشتے اٹھا کر لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿2﴾﴿اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ﴾ طالوت کی حکومت کی پہلی برکت، پہلی نشانی یہ ظاہر ہوگی۔ ﴿3﴾﴿اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ﴾ کہ انہیں وہ تابوت مل جائے گا جو ایک طویل عرصے سے ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ﴿4﴾﴿فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ اس تابوت میں تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے دل کا اطمینان اور سکون موجود ہے۔ ﴿5﴾ تابوت سکینہ ایک صندوق تھا جو بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے زمانے سے چلا آرہا تھا اور اس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کے کچھ متبرک آثار تھے۔ بنی اسرائیل اپنی لڑائیوں میں اسے آگے آگے رکھتے اور اسے دیکھ کر حوصلہ اور ہمت محسوس کرتے مگر ان کی بداعمالیوں کے باعث ان کے دشمن یہ تابوت ان سے چھین کر لے گئے تھے۔ انہوں نے اسے اپنے معبد میں بت کے نیچے رکھ دیا تھا۔ اس وجہ سے ان میں وبا پھوٹ پڑی اور تقریباً پانچ شہر ویران ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے اسے منحوس سمجھ کر رات کو بیل گاڑی پر رکھ کر بنی اسرائیل کی طرف دھکیل دیا۔(ابن کثیر) ﴿6﴾﴿مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ﴾ اس میں موسیٰ علیہ السلام اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی اشیاء تھیں مثلاً ایک طشت تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے جاتے تھے۔ اسی میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیاں رکھی تھیں۔ ﴿7﴾﴿تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ اسے فرشتے اٹھا کر لائیں گے تو لوگ آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ﴿8﴾ فرشتے بیلوں کو ہانک کر بنی اسرائیل کی بستی تک لے آئے اور وہ رات کے وقت طالوت کے گھر کے سامنے آموجود ہوا۔ اس سے بنی اسرائیل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ طالوت کے زیر قیادت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے آمادہ ہوگئے۔(اشرف الحواشی:49)

سوال2: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾''بلاشبہ اس میں تمہارے لیے یقیناً نشانی ہے اگر تم مومن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تابوت کی بنی اسرائیل کی جانب واپسی میں ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے تھے، طالوت کی بادشاہت کی نشانی تھی۔(الاساس فی التفسیر:577/1) ﴿2﴾ اگر تمہارے اندر ایمان ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کے نبی کا معجزہ بھی ہے جو آپ کی نبوت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی کھلی دلیل ہے اور یہ طالوت کی اطاعت کی نشانی بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا فرمان ہے کہ طالوت تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادشاہ مقرر کیا گیا لہٰذا طالوت کی بادشاہت کو تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

آخری آیات

﴿ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (249) ﴾

''پس جب طالوت فوجوں کے ساتھ جدا ہوا تو اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔'' سو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے پیا چنانچہ جب طالوت نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے دریا پار کر لیا تو انہوں نے کہا: ''آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔'' لیکن جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں انہوں نے کہا: ''کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں!'' اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''(249)

سوال1: ﴿ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ﴾ ''پس جب طالوت فوجوں کے ساتھ جدا ہوا'' طالوت کن فوجوں کے ساتھ کس کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا؟

جواب: ﴿ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ﴾ جب بنی اسرائیل پر طالوت کی حکومت مستحکم ہوگئی تو وہ بنی اسرائیل کے لشکر لے کر روانہ ہوئے اور ان کی تعداد زیادہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آزما لیا کہ کون ثابت قدم رہتا ہے اور کون میدان سے بھاگ جاتا ہے۔ وہ عملاً قہ سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم اصحاب محمد ﷺ آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی اصحاب طالوت کی، جنہوں نے آپ کے ساتھ نہر فلسطین پار کی تھی اور ان کے ساتھ نہر کو پار کرنے والے صرف مومن ہی تھے یعنی تین سو دس پر اور کئی آدمی۔ (صحیح بخاری:3958)

سوال2: ﴿ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ﴾ ''اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بنی اسرائیل پر طالوت کی حکومت قائم ہوگئی اور مستحکم ہوگئی تو قوم نے دشمن سے مقابلے کی تیاری کی۔طالوت بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوا،ان کی تعداد بہت زیادہ تھی تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کا امتحان لیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ثابت قدم رہنے والا کون کون ہے اور دوسری طرح (بھگوڑا) کون ہے اس لیے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میرا نہیں ،نافرمان ہے۔اس کی بے صبری اور گناہ کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہ آئے اور جو اسے نہ پیئے وہ میرا ہے۔

سوال3: نہر اردن پر کیا آزمائش ہوئی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ جب طالوت کی قیادت میں بنی اسرائیل عمالقہ سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو طالوت نے کہا کہ ابھی ایک نہر آئے گی جو اردن اور فلسطین کے درمیان تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تمہارے صبر کا امتحان ہے کہ پیاس کی شدت کے باوجود تمہیں اس کا پانی نہیں پینا۔جو پانی پیے گا وہ ہماری فوج سے الگ ہو جائے گا۔بے صبری اور گناہ کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہ آئے۔﴿2﴾ جو ایک چلو سے زیادہ نہیں پیے گا وہ ہمارے ساتھ آگے بڑھے گا۔﴿3﴾ اس آزمائش میں ان میں سے اکثر لوگ پورے نہیں اترے،تھوڑے سے لوگوں نے صبر سے کام لیا۔

سوال4: ﴿فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ﴾ ''چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جس نے ایک چلو پانی پیا وہ سیراب ہو گیا،اور جس نے خوب پیا وہ سیراب نہیں ہوا۔جب سب ایمان لانے والے نہر پار کر گئے تو ان میں سے بعض ضعیف الیقین لوگوں نے کہا کہ آج ہم جالوت اور اس کی فوج سے جنگ نہیں کر سکتے تو ان کے قوی الایمان علماء نے ان کی ہمت بڑھائی جنہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اور فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔اس کا تعلق کثرت تعداد سے نہیں ہوتا اور کہا کہ بسا اوقات تھوڑی تعداد والی فوج اللہ تعالیٰ کے حکم سے زیادہ تعداد والی فوج پر غالب آجاتی ہے۔اس پر ان کی ہمت بڑھی اور انہوں نے جالوت کی فوج سے جنگ کی اور داؤد علیہ السلام نے (جو بعد میں طالوت کی فوج میں آکر شامل ہو گئے تھے اور جو ابھی نبی اور بادشاہ نہیں ہوئے تھے) جالوت کو قتل کر دیا،اور بنی اسرائیل کو فتح مبین حاصل ہوئی۔(تیسیر الرحمٰن:1/142,143)

سوال5: بنی اسرائیل کے کمانڈر نے پیاس سے نڈھال لوگوں کو پانی پینے سے کیوں روکا؟

جواب: ﴿1﴾ فوج کی قوت ارادی کو آزمانے کے لیے بنی اسرائیل کے کمانڈر نے پیاس سے نڈھال لوگوں کو پانی پینے سے روکا۔﴿2﴾ صبر اور ثابت قدمی کو پرکھنے کے لیے،ان کا گھڑی بھر پانی سے صبر نہ کر سکنا بہت بڑی دلیل تھی کہ وہ جنگ میں بھی صبر نہیں کر سکیں گے۔﴿3﴾ اور یہ جاننے کے لیے کہ کس حد تک خواہشات نفس اور مرغوبات نفس کے مقابلے میں ٹھہر سکتے ہیں!﴿4﴾ یہ جاننے کے لیے کہ کس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قدرضروریات زندگی سے محرومی اورمشکلات کو برداشت کرسکتے ہیں!﴿5﴾ کثیرتعداد کے پلٹ جانے سے باقی لشکر میں اللہ تعالیٰ پرتوکل اور عاجزی جیسی کیفیات اورزیادہ ہوگئیں اوردشمن کے مقابلے میں زیادہ ثابت قدم ہوگئے۔

سوال6: ﴿فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''سوان میں سے تھوڑے لوگوں کے سواسب نے پیا'' پانی سے روکنے کے تجربے نے کیا ثابت کیا؟

جواب: ﴿1﴾ صرف چھپی ہوئی نیت کافی نہیں،عملی تجربہ ضروری ہے۔﴿2﴾ میدان جنگ میں قدم رکھنے سے پہلےنشیب وفراز سے واقفیت ضروری ہے۔

سوال7: ظاہری قوت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قوت پرکون بھروسہ کرسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ثابت قدم لوگ جن کاایمان مکمل ہوچکا ہو۔﴿2﴾ جن کی اقداربدل چکی ہوں۔﴿3﴾ جوخیروشرکافرق ایمان کی روشنی میں دیکھتے ہوں۔

سوال8: فوج کی کامیابی کس وجہ سے ہوا کرتی ہے؟

جواب: فوج کی کامیابی عظیم تعداد سے نہیں، پختہ ارادے سے ہوا کرتی ہے۔مضبوط ایمان،مضبوط دل اورمستقل مزاجی کامیابی کے لیے ضروری سرمایہ ہیں۔

سوال9: مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کن صفات کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مشکلات پر جمنا۔﴿2﴾ سردار کی اطاعت کرنا۔

سوال10: طالوت اولوالعزم تھےان کی بلندہمتی کہاں کہاں سامنے آئی؟

جواب: ﴿1﴾ جب اعلان جہادہوا تواکثرلوگوں نے انکارکردیالیکن ان کاارادہ متزلزل نہ ہوا۔﴿2﴾ پانی سے روکنے کے تجربے نےفوج کی اکثریت کونا کام کردیا،انہوں نے پیٹھ پھیری لیکن طالوت ثابت قدم رہے،ان کاارادہ متزلزل نہیں ہوا۔

سوال11: ﴿فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ ''چنانچہ جب طالوت نے اوران لوگوں نے جواس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے دریاپارکرلیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب طالوت اورباقی وہ لوگ جوایمان لائے تھےنہر پر سے گزرگئے یعنی جنہوں نے جائز حد سے زیادہ پانی نہیں پیا تھا۔

سوال12: ﴿قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ﴾ ''انہوں نے کہا:'' آج ہم میں جالوت اوراس کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یہودیوں نے کہا آج ہم میں جالوت اوراس کےلشکروں سےلڑنے کی طاقت نہیں کیونکہ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی اوراسلحہ بھی۔

سوال13: ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ﴾ ''لیکن جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں انہوں نے کہا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والے خالص اور پختہ ایمان والوں نے کہا۔ ﴿2﴾ وہ دوسروں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے اور صبر کی تلقین کر رہے تھے۔

سوال14: ﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں''، قلیل گروہ بڑے گروہ پر کیسے غالب آتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے غالب آجاتی ہیں کیونکہ معاملات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی مدد کے بغیر کثرت کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہی فیصلے کرتا ہے، وہی عزت دیتا ہے، وہی ذلت دیتا ہے۔ اس کی مدد حاصل ہو تو قلت کا نقصان نہیں اور اس کی مدد نہ ہو تو کثرت کا کوئی فائدہ نہیں۔ ﴿2﴾ قلیل گروہ کے افراد کا یہ یقین انہیں کامیابی تک لے جاتا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا یقین صبر کا سرچشمہ بنتا ہے۔ ﴿3﴾ اس گروہ کے افراد اپنی قوت کو اللہ تعالیٰ کے حکم میں تلاش کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ کرتے ہیں اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ غیر متزلزل رہتے ہیں۔ ﴿4﴾ کمزوری اور قلت کے باوجود خوفزدہ نہیں ہوتے، صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر خطرناک معرکوں میں کود پڑتے ہیں۔

سوال15: ﴿ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' صبر اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں تو دشمن سے مڈبھیڑ کے موقع پر وہ انہیں ثابت قدم رکھتا ہے۔ ﴿3﴾ مدد اور معاونت ایمان والوں کے صبر کی وجہ سے انہیں نصیب ہوتی ہے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

﴿ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (250) ﴾

''اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے ہوئے تو انہوں نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدموں کو جما دے اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' (250)

سوال1: ﴿ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ﴾ ''اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جالوت عمالقہ کا قائد تھا۔ جب جالوت میدان معرکہ میں سامنے آیا تو وہ ان کے مقابلے میں آئے اس موقع پر مسلمانوں نے دعا مانگی۔

سوال2: ﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾ ''اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے'' کی دعا سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ''اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے'' یعنی ہمارے دلوں کو مضبوط کر دے اور ہمیں صبر کی توفیق عطا فرما دے۔ اس دعا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دل کی گھبراہٹ اور پریشانی کو اللہ تعالیٰ ہی دور کر سکتا ہے، وہی ہے جو سکینت نازل کر سکتا ہے اور دلوں کو مضبوط کر سکتا ہے۔

سوال3: ﴿وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا﴾ ''اور ہمارے قدموں کو جما دے'' کے دعائیہ الفاظ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ہمارے قدموں کو جما دے'' کے دعائیہ الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہمارے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے اور ہم میدان جنگ سے بھاگنے کے گناہ سے بچ جائیں۔ ﴿2﴾ قدم تو تیرے حکم سے ہی جمتے ہیں، تو ہمارے لیے اپنا حکم نافذ فرما دے۔ ﴿3﴾ آپ ہی متزلزل ہونے سے اور عملی طور پر پھسلنے سے بچا سکتے ہیں تو ہمیں وسوسوں اور گھبراہٹوں سے بھی بچا لیں اور پیچھے ہٹنے سے بھی بچا لیں۔

سوال4: ﴿وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما'' اس دعا سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما'' اس دعا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جالوت اور اس کی قوم کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دعا قبول فرمالی۔ وہ مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں کودے اور اور انہوں نے قبولیت کے اسباب پیدا کر دیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ ﴿2﴾ فتح اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ مومن تو دراصل قدرت کا ایک ہاتھ ہیں، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مومن تو اللہ تعالیٰ کا غلام ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اہم کردار ادا کرنے کا اعزاز بخشا ہے۔ مومن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ ضرور اپنی منزل پر پہنچے گا۔ مومن کی نیت صاف، دل میں اخلاص اور توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف مادی ساز و سامان پر بھروسہ درست نہیں اللہ تعالیٰ کی مدد خاص کا طلب گار رہنا چاہئے۔ اس لیے کہ حالات کی تبدیلی اسی کے اختیار میں ہے۔ وہ چاہے تو ابرہہ کے لشکر کو چھوٹی چھوٹی چڑیوں سے تباہ کر دے۔

﴿فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (251)﴾

''چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہت اور حکمت عطا کی اور جتنا اس نے چاہا اسے علم بھی عطا فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین یقیناً فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔'' (251)

سوال1: ﴿فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی'' اس سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ''چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی''﴿1﴾انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جالوت اور اس کے لشکروں کو شکست دی۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی مدد کی۔انہوں نے صبر کیا،وہ ثابت قدم رہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست دی۔

سوال2:﴿وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ﴾''اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا''داؤد علیہ السلام کون تھے؟انہوں نے جالوت کو کیسے قتل کیا تھا؟

جواب:''اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا''﴿1﴾داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے،جو اس وقت کم سن تھے۔﴿2﴾اتفاق سے طالوت کے لشکر میں وہ اس وقت جا پہنچے جب جالوت نے مقابلے کی دعوت دی اور کسی نے اس کی دعوت قبول نہ کی۔﴿3﴾داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور قوم کے محبوب بن گئے۔

سوال3:﴿وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہت اور حکمت عطا کی اور جتنا اس نے چاہا اسے علم بھی عطا فرمایا''اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام پر کیا انعامات کئے؟

جواب:﴿1﴾﴿اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو بادشاہت دی۔﴿2﴾﴿وَالْحِكْمَةَ﴾اور انہیں حکمت عطا کی یعنی علم پر عمل کرنے والا بنایا اور انہیں نبوت دی۔﴿3﴾﴿وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ﴾اور جتنا اس نے چاہا اسے علم بھی عطا فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو علم عطا کیا اور انہیں زرہیں بنانے کی تعلیم دی۔﴿4﴾انہیں شریعت کا علم بھی دیا اور سیاست کا علم بھی۔اس طرح انہیں نبوت اور حکومت دونوں عطا فرما دیں۔اس سے پہلے انبیاء اور ہوتے تھے اور بادشاہ اور۔(تفسیر سعدی:299/1)﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی تو وہ اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔انہوں نے دشمنوں کو مغلوب کر دیا اور بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اقتدار بھی نصیب فرمایا اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکات بھی۔

سوال4:﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾''اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین یقیناً فساد سے بھر جاتی''اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے کیوں ہٹاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ زمین کے نظام کو بگاڑ سے بچانے کے لیے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ہٹاتا ہے۔نادان لوگ کہتے ہیں کہ لڑائی کرنا نبیوں کا کام نہیں۔اس واقعے سے معلوم ہوا کہ جہاد ہمیشہ سے رہا ہے اور اگر جہاد نہ ہو تو فسادی لوگ شہروں کو ویران کر ڈالیں۔﴿2﴾﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی گروہ قوت واقتدار کے نشے میں انسانی حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہے تو اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کسی دوسرے گروہ کے ذریعے سے اسے ہٹا دیتا ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین فساد سے بھر جاتی اور اس میں کبھی امن قائم نہ ہو سکتا۔﴿3﴾اگر مجاہدوں کے ذریعے سے برے لوگوں اور کافروں کا قلع قمع نہ ہو تو کافروں کے غلبے کی وجہ سے کفر کی رسمیں قائم ہونے سے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک دیے جانے کی وجہ سے زمین فساد سے بھر جاتی۔یہ اس کا فضل ہے کہ اس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جہاد مقرر کر دیا جس میں ان کی سعادت اور دفاع ہے۔(تفسیر سعدی:299/1)

سوال5: ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے زمین پر فساد عظیم کی نوبت ہی نہیں آنے دیتا اور بدکاروں اور نافرمانوں کے غلبہ کو فرماں برداروں کے ذریعہ سے ہٹاتا رہتا ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ اقتدار مستقل طور پر کچھ افراد کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے اس کی حکمت بیان کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جس کے پاس اقتدار ہوتا ہے، وہ تکبر میں مبتلا ہو کر ظلم کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظلم کو مٹانا چاہتے ہیں۔ ﴿2﴾ اگر اقتدار مستقل طور پر کسی ایک گروہ کے پاس رہے تو زمین ظلم سے بھر جاتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے زمین سے فساد دور کرنے کے لیے اقتدار کو مستقل کسی کے پاس نہیں رہنے دیا۔

﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (252) ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور بے شک آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں۔''(252)

سوال1: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ پڑھ رہے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ واقعات جس میں طالوت کی بادشاہت، جالوت کے قتل کا تذکرہ ہے انسانی ذہن کی اختراع نہیں ہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ سارے حقائق کو واضح کر رہا ہے۔

سوال2: ﴿ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ ''اور بے شک آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور بے شک آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ جو خود امی ہیں اور امی ماحول میں پلے ہیں۔ وہ معرکۃ الآراء مسائل حل فرما دیتے ہیں اور اخلاق، سیاست اور دین کے باریک نکات سلجھاتے ہیں۔ آپ ﷺ کا علم کسی انسانی استفادہ کا نتیجہ نہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید کے بغیر کوئی انسان صحرائے عرب کے قلب میں بیٹھا ہوا معرفت وحکمت کے چشمے بہائے؟ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے رسول کی رسالت کی گواہی ہے۔ ﴿3﴾ پچھلے انبیاء کے واقعات، انبیاء کے پیروکاروں اور مخالفوں کے واقعات کا بیان یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور آپ ﷺ کا دین سچا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 3

تِلْكَ الرُّسُلُ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ(253) ﴾

’’یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کو اس نے درجات میں بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روح پاک کے ساتھ اس کو قوت عطا کی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جو ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے ،اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آئیں،لیکن انہوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کوئی ایمان لایا اور ان میں سے کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔‘‘(253)

سوال1:﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ ’’یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب کردہ انسان تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا،سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(الحج:75)﴿2﴾ سب رسولوں کے اعمال صالح تھے اور وہ انسانوں کو نفع پہنچاتے تھے۔﴿3﴾ رسول براہ راست اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی پاتے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔(الانبیاء:25)﴿4﴾ **﴿ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾** ’’ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو تمام لوگوں پر فضیلت دی کہ رسولوں پر وحی نازل کی۔انہوں نے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے۔(بنی اسرائیل:55)﴿6﴾ صحیح ابن حبان کی ایک حدیث میں معراج کے بیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے الگ الگ کس نبی کو کس آسمان میں پایا؟ یہ رسولوں کے مرتبوں کی کمی بیشی پر دلیل ہے۔﴿7﴾ صحیح بخاری میں اس وضاحت کے بغیر کہ رسول اللہ ﷺ نے کس آسمان پر کس نبی کو پایا، یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام کو پایا۔(بخاری:3342)

سوال2: رسالت کا فریضہ کیسے ادا کیا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ رسول براہ راست فرشتے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی حاصل کرتے رہے۔﴿2﴾ رسول انسانوں کو تعلیم دیتے رہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوران کے نفوس کو پاک کرتے رہے۔﴿3﴾رسول اللہ تعالیٰ کی توحیداوراس کی عبادت کی دعوت دیتے رہے اورشرک سے بچاتے رہے۔﴿4﴾رسول چارکام کرتے رہے:(الف) اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیات تلاوت کرتے رہے۔(ب) کتاب کی تعلیم دیتے رہے۔(ج)حکمت کی تعلیم دیتے رہے۔(د)انسانوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے رہے۔﴿5﴾رسولوں نے پاک بازافرادکی تربیت کی جوانسانیت کی راہ نمائی کرتے رہے۔

سوال3: کیاانبیاءکوایک دوسرے پرفضیلت دی جاسکتی ہے؟

جواب:﴿1﴾فضیلت دینااللہ تعالیٰ کا کام ہے بندوں کانہیں،بندوں کا کام سن کرایمان لانااوراطاعت کرناہے۔﴿2﴾نبی ﷺ نے فرمایا:پیغمبروں کوایک دوسرے پرفوقیت نہ دو۔(بخاری،مسلم)﴿3﴾سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہوگیا کیونکہ یہودی نے مسلمان کے سامنے اس طرح قسم کھائی کہ اس کی قسم جس نے موسیٰ کو دنیا والوں میں منتخب کیا۔مسلمان سے ضبط نہ ہوسکااور یہودی کے چانٹامارااور بولا کیارحمت عالم ﷺ پربھی!یہودی نے رحمت عالم ﷺ سے شکایت کی،آپ ﷺ نے فرمایا:مجھے موسیٰ علیہ السلام پرفوقیت نہ دو،کیونکہ قیامت کے دن تمام لوگ بے ہوش ہوجائیں گے پھر مجھے سب سے پہلے ہوش آئے گااور میں موسیٰ کوعرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔معلوم نہیں وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئیں گے یاطوروالی بے ہوشی کے بدلے میں بے ہوش ہی نہیں ہوں گے۔(صحیح بخاری:3408)﴿4﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کومنبر پر یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا،آپ ﷺ نے فرمایا:مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤجیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کونصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھادیا ہے۔میں توصرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں،اس لیے یہی کہا کرو(میرے متعلق) کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اوراس کا رسول ہوں۔(صحیح بخاری:3445)

سوال 4:﴿مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾''ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیااوربعض کواس نے درجات میں بلندکیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ﴾''ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا''اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے کلام کیا،سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے طور پہاڑ پراورسیدنا محمد ﷺ سے معراج والی رات میں کلام کیا جیسا کہ ابن حبان کی ابوذر رضی اللہ عنہ والی حدیث سے ثابت ہے۔(مختصرابن کثیر:166/1)﴿2﴾﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾''اوربعض کواس نے درجات میں بلندکیا''اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کودوسرے انبیاء سے افضل بنایااورآپ ﷺ میں وہ تمام فضائل جمع فرمادیے جودوسرے رسولوں کوالگ الگ ملے تھےاورآپ ﷺ کوایسے مناقب بخشے جن کی وجہ سے آپ اولین اورآخرین سے اشرف قرار پائے۔(تفسیرسعدی:302/1)﴿3﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن میں سیدنا آدم علیہ السلام کی اولادکاسردارہوں گااورسب سے پہلے میری قبرکھلے گی اورسب سے پہلے میں شفاعت کروں گااورسب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''(مسلم:5940)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: ﴿ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ﴾ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت نہ دو'' دونوں کے درمیان کیا مطابقت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دونوں کے درمیان مطابقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فضیلت دی ہے اور یہ حق ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کی فضیلت کے بارے میں اس کے مطابق اعتقاد رکھا جائے مگر نبی ﷺ کی فضیلت اس طرح بیان نہیں کرنی کہ کسی نبی کی شان میں کمی ہو۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ نے اپنی امت کو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ادب واحترام سکھایا ہے کہ آپ کو لوگوں کے بارے میں پورا علم نہیں کہ انہیں کس بنیاد پر ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے اس لیے میری فضیلت بھی اس طرح بیان نہیں کرنا کہ کسی نبی کی شان میں کمی ہو۔

سوال6: ﴿ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ ﴾ ''اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو واضح نشانیاں دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو واضح نشانیاں دیں وہ ان کے معجزات تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول اور سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف نازل ہونے والا اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی جانب سے آنے والی روح ہیں۔

سوال7: عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو کون سے معجزات عطا کئے گئے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ مردوں کو زندہ کرنا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹی کے پرندوں میں پھونک مار کر انہیں زندہ کرنا۔ ﴿3﴾ پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا۔ ﴿4﴾ لوگوں کو ان کے کھانے اور ذخیرہ کرنے کے بارے میں بتا دینا وغیرہ۔

سوال8: ﴿ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ﴾ ''اور ہم نے روح پاک کے ساتھ اس کو قوت عطا کی'' قوت عطا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قوت عطا کرنے سے مراد ایمان اور یقین ہے جس کے ذریعے انہوں نے وہ فریضہ ادا کیا جو ان پر عائد کیا گیا تھا۔ ﴿2﴾ روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں جو ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے۔

سوال9: ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جو ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آئیں، لیکن انہوں نے اختلاف کیا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جو ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آئیں'' اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کے راستے واضح کر دیے اور انسانوں کو کوئی راستہ اختیار کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا بلکہ انسان کو اختیار اور ارادے کی آزادی دی تاکہ انسان کا امتحان لے۔ اس طرح ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ لوگ ہدایت یا گمراہی پر رہنے کا فیصلہ خود کریں۔ ﴿2﴾ ﴿ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا ﴾ ''لیکن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انہوں نے اختلاف کیا'' رسول کی مخالفت کے لیے جو چیز انسانوں کو جری بناتی ہے وہ یہ سوچ ہے کہ ہم بزرگوں کے وارث ہیں، ہم نے اپنے بڑوں کا دامن تھام لیا ہے، ہمیں کسی اور کی کیا ضرورت ہے، کسی بھی امت کے زوال کے دور میں لوگ دنیا کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جنت بھی محفوظ رہے۔ اس وقت یہ عقیدہ کہ ہم بزرگوں کے وارث ہیں ایک نفسیاتی سہارا بن جاتا ہے۔ وہ بزرگوں کے تصور میں یہ سکون پا لیتے ہیں کہ دنیا میں جو جی چاہے کریں ہماری آخرت خراب ہونے والی نہیں ہے۔ یہی اعتماد اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی مخالفت پر جری بنا دیتا ہے۔

سوال10: کیا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں اختلاف پسندیدہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں اختلاف پسندیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا تو اسی میں ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل کر کے اس کے عذاب سے بچیں۔ اسی لیے اس نے کتابیں نازل کیں، انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اور بعد والوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری کیا تا کہ لوگ اس کی پسندیدہ راہ اختیار کریں۔

سوال11: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ﴾ ''تو ان میں سے کوئی ایمان لایا اور ان میں سے کسی نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ کو ہدایت کا راستہ پسند ہے پھر لوگوں میں کوئی مومن اور کوئی کافر کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے چونکہ ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا اس لیے کوئی اپنے اختیار کا صحیح استعمال کر کے مومن بن جاتا ہے اور کوئی اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے کافر بن جاتا ہے۔ یہ اختیار انسانوں کو اس کی حکمت اور مشیت سے ملا ہے ورنہ اس کی رضا تو اسی میں ہے کہ لوگ ہدایت کا راستہ اختیار کریں۔

سوال12: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو، ان کا معاملہ لڑائی تک نہ پہنچے تو وہ آپس میں نہ لڑتے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے، تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔ (یونس:99)

سوال13: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جبراً اختلاف سے کیوں نہیں روکا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اختلاف سے اس لیے نہیں روکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو امتحان کی غرض سے پیدا کیا اور اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے ارادے اور اختیار کی آزادی دی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اس امتحان میں کامیابی کے لیے نبی بھیجے تا کہ وہ انسانوں کو سیدھا راستہ دکھائیں۔ ﴿3﴾ اگر انبیاء علیہم السلام لوگوں کو دین قبول کرنے کے لیے مجبور کرتے تو امتحان ختم ہو جاتا۔ ﴿4﴾ اگر سب لوگ پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہوتے تو امتحان کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال14: ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ وہ قدرت رکھتا ہے، بااختیار ہے، قوی ہے کوئی اس کے فیصلے بدل نہیں سکتا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن وہ العادل ہے، وہ الحق ہے۔ اس کا ہر کام حق اور انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ الحکیم ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ آیت میں اس کی تعلیم ہے کہ چھوٹی بڑی، اچھی بری کوئی شے بھی ہو بہر حال مشیت الٰہی سے باہر نہیں۔

رکوع نمبر2

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (254) ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر ہی ظالم ہیں۔'' (254)

سوال1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔ ﴿2﴾ ﴿ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ ''اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایمان کا تقاضا پورا کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس رزق میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔ ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے صدقے کو ہمارے لئے ثواب کا ذریعہ بنایا۔

سوال2: ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ﴾ ''اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کے لئے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے جب انسان کو نیکیوں کی شدید ضرورت ہوگی اور زمین بھر دولت خرچ کر کے بھی نہ نیکیاں ملیں گی نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات ملے گی۔ ﴿2﴾ وہ دن جب نہ کوئی دوست کام آئے گا نہ سفارش اسی لیے فرمایا کہ اس دن کے آنے سے پہلے صدقہ کر لو۔

سوال3: ﴿ وَّلَا شَفَاعَةٌ ﴾ ''اور نہ کوئی سفارش ہوگی'' قرآن حکیم نے شفاعت کی نفی کیوں کی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: قرآن حکیم میں ایک جگہ بھی شفاعت کی تائید نہیں ملتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی جس شفاعت کے قائل تھے اس کے مطابق یہودیت اور عیسائیت قبول کر لینے کے بعد ہر معصیت اور ہر گناہ جائز ہے۔قرآن مجید اس قسم کی شفاعت کی نفی کرتا ہے۔البتہ شفاعت ہوگی ضرور۔اللہ تعالیٰ جس کو اذن دیں گے وہ شفاعت کریں گے۔رسول اللہ ﷺ بھی پابند صوم وصلوٰۃ مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔

سوال4: انفاق کے معاملے کو آخرت کے ہولناک منظر کے ساتھ مربوط کرنے کی حکمت بتائیں؟

جواب: آخرت کا دن کائنات کے مالک کی عظمت وجلال کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔جس دن کوئی سفارش، دوستی، فدیہ یا مدد کام نہیں آئے گی۔انسان کے شعور کو اس ہولناک دن میں پہنچا کر انفاق کرنے پر ابھارا گیا ہے کہ جب کوئی کام آنے والا نہیں ہوگا تب بندے کا صدقہ اس کا سایہ بنے گا۔یوں انسان انفاق کا راستہ اختیار کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

سوال5: ﴿وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور کافر ہی ظالم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور کافر ہی ظالم ہیں'' ﴿1﴾ اس میں دلیل ہے کہ کافر اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔﴿2﴾ ظلم سے مراد ہے حق دار کو اس کا حق نہ دینا۔﴿3﴾ ایک چیز کو اس کے مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا ظلم ہے۔﴿4﴾ کافروں نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا اور اپنے جیسی مخلوق کی عبادت کی۔﴿5﴾ کافروں نے حلال کی بجائے حرام کو اختیار کر کے ظلم کیا۔﴿6﴾ کافر خود بھی ہدایت کے راستے پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی اس راستے سے روک کر ظلم کیا۔﴿7﴾ کافر آخرت کا انکار کر کے دنیا میں من مانی زندگی اختیار کر کے آخرت میں ناکامی مول لے کر اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔حق یہ ہے کہ کافر ہی ظالم ہیں۔

سوال6: انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ابن جریج نے کہا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو مال خرچ کیا جائے خواہ وہ زکوٰۃ ہو یا صدقات انفاق فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔(الدرالمنثور:571/1) ﴿2﴾ انفاق فی سبیل اللہ سے مراد اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ہے۔﴿3﴾ انفاق فی سبیل اللہ میں زکوٰۃ اور صدقات دونوں شامل ہیں۔زکوٰۃ کی ادائیگی بھی انفاق ہے، اہل وعیال کا نان ونفقہ بھی انفاق ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق نیک کاموں پر مال خرچ کرنا بھی انفاق ہے۔

سوال7: رسول اللہ ﷺ کیسے انفاق کیا کرتے تھے؟

جواب: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں تو آپ ﷺ نے اسے اتنی ہی بکریاں عطا فرما دیں۔وہ آدمی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے قوم! اسلام قبول کر لو۔اللہ کی قسم! محمد ﷺ اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ پھر محتاجی کا خوف ہی نہیں رہتا۔(مسلم:6021)

سوال8: انفاق کرنے کا مقصد کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ انفاق کرنے کا بنیادی مقصد اپنے رب کو راضی کر کے اپنے دل کی تنگی کو دور کرنا ہے۔﴿2﴾ آخرت کی کامیابی کے لیے کوششیں کرنا ہے۔﴿3﴾انفاق کرنے کا مقصد اسلام کی بقاء کے لیے کی جانے والی کوششوں میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم کی ترویج واشاعت کے لیے مال لگا کر ماحول کی اصلاح کے لیے کی جانے والی کوششوں میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔

سوال9: رسول اللہ ﷺ نے کیسے صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں سوائے تین اعمال کے: صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔(صحیح مسلم :4223)﴿2﴾ سیدنا ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے (پانچ چیزوں کی بابت) نہ پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے اسے کن کاموں میں ختم کیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اس کے مطابق کیا کیا؟ اس کے مال کے بارے میں اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کن چیزوں میں اسے بوسیدہ کیا (کھپایا)؟''(جامع ترمذی:2417)﴿3﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔''(بخاری:6442)﴿4﴾عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ :اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقے) کے ساتھ ہی۔''(بخاری:6023)﴿5﴾ ایک دفعہ نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تکبیر ہوچکی تھی لیکن آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہیں چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے، تھوڑی دیر کے بعد آئے اور نماز پڑھائی۔ کسی نے اس بے وقت گھر جانے کی وجہ پوچھی تو نبی ﷺ نے فرمایا: گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا پڑا رہ گیا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو وہ گھر میں پڑا رہے اور میں چل بسوں۔''(بخاری:851)

سوال10: اسلام کو اختیار کرتے ہی انفاق (صدقہ کرنے) کا حکم ملتا ہے۔ اسلام کو انفاق کی قیمت پر اختیار کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اسلام کو انفاق کی قیمت پر اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انفاق کرنے والا اسلام سے مخلص ہے اور اسلام کے معاملے میں سنجیدہ ہے۔

سوال11: انفاق (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ) نہ کرنے کا نقصان کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انفاق (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ) نہ کرنے والا ہمیشہ اندھیرے میں رہتا ہے، اسے اسلام کا مقصد ہی سمجھ نہیں آتا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے کو شیطان بہکا کر ایسے راستے پر چلاتا ہے جس کی آخری منزل جہنم ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں خرچ نہ کرنے والا آخرت کے معاملے کو سادہ معاملہ سمجھنے لگتا ہے اور چند ظاہری کاموں کو آخرت کی نجات کے لیے کافی سمجھنے لگتا ہے۔ ﴿4﴾ انفاق (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ) نہ کرنے سے انسان کے دل سے نیکیاں کرنے کی خواہش نکل جاتی ہے۔

سوال 12: اہل ایمان سے صدقہ کرنے کا مطالبہ کس نوعیت کی اپیل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایک محبت بھری اپیل ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک روحانی رابطہ ہے۔ ﴿3﴾ اپیل یہ ہے کہ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس کا ایک حصہ ہمیں دے دو، آخر ہم ہی دینے والے ہیں۔ ہم اپنے دیے ہوئے میں سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ ﴿4﴾ توجہ دلائی جارہی ہے کہ ایسے مواقع بار بار نہیں آتے۔ اگر تم نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر یہ مواقع نصیب نہیں ہوں گے۔ یہ آخری موقع ہے، اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ ﴿5﴾ توجہ دلائی جارہی ہے کہ مال نفع بخش بزنس میں لگ رہا ہے۔ اس کے بعد کوئی دوستی، کوئی سفارش اس نقصان کی تلافی کے لیے نہیں ہے۔ ﴿6﴾ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیا جائے گا ہر شخص اپنے صدقے کے سائے تلے رہے گا۔ (مستدرک حاکم) ﴿7﴾ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ اہل قبور سے گرمی کو ختم کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے تلے ہوگا۔ (طبرانی)

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (255) ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے، وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔'' (255)

سوال 1: آیت الکرسی کا موضوع کیا ہے؟

جواب: آیت الکرسی اسلامی نظام زندگی کے بنیادی تصور توحید کے موضوع پر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ اور عظیم مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال 2: آیت الکرسی کی فضیلت بیان کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف تمام شبہات جو اس کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے دلوں میں تھے، دور ہو جاتے ہیں۔(سراج البیان:98,99/1)

سوال 4:﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے لہٰذا ہر قسم کی عبادت اور اطاعت اسی کے لئے ہونی چاہئے کیونکہ وہ تمام صفات سے متصف اور عظیم نعمتیں دینے والا ہے۔﴿2﴾ بندے کا حق یہ ہے کہ اپنے رب کا بندہ بن کر رہے، اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے، اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے بچتا رہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے باطل ہے لہٰذا اس کے سوا ہر ایک کی عبادت باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز مخلوق اور ناقص، ہر لحاظ سے محتاج ہے لہٰذا کسی قسم کی عبادت کا حق نہیں رکھتی۔(تفسیر سعدی:304/1)﴿4﴾ اس جملے میں نفی اور اثبات ہے۔نفی اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں اور اثبات اس بات کا ہے کہ ہر قسم کی الوہیت وعبودیت کے حق دار صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔﴿5﴾ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حی وقیوم کے علاوہ کسی بھی چیز کی عبادت کی ممانعت ہے۔(تفسیر طبری:386/5)﴿6﴾ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس بات کی خبر ہے کہ وہ تمام مخلوقات کے لیے تنہا الوہیت والے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:330/1)﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ ا۔ل۔م۔اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔(آل عمران:1,2)﴿8﴾ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے!(النساء:87)﴿9﴾ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖؗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔(التوبہ:129)﴿10﴾ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے لیے بہترین نام ہیں۔(طٰہٰ:8)﴿11﴾ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس آیت کریمہ میں عقیدہ توحید کا اثبات اور ان سب گروہوں کی تردید ہے، جن کے باطل عقائد پہلے تفصیل سے بیان کے گئے ہیں اس آیت میں سب سے جلیل القدر، سب سے بڑی عظمت والی، سب سے زیادہ عدل وانصاف والی اور سب سے سچی گواہی ہے جو کہ سب سے بڑی شان وعظمت والے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی قدر ومنزلت والی بات عقیدہ توحید کی دی ہے۔(بدائع التفسیر:217/1)﴿12﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر یا ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ان میں سے سب سے بڑی فضیلت والی﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ شاخ ہے اور سب سے کم رتبے والی راستے سے اذیت کو ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔''(صحیح مسلم:58)﴿13﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا:''جب کبھی بھی بندہ کبائر سے اجتناب کرتے ہوئے اخلاص سے (یعنی ریاکاری اوردکھاوے کے لیے نہ کہا جائے ایمان ویقین کے ساتھ کہے)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ﴾ کہتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ کلمہ توحید عرش تک پہنچ جاتا ہے۔''(ترمذی:3824)﴿14﴾سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا:''سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ﴾ ہے''(ترمذی:3607)﴿15﴾عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں: کیونکہ یہ کلمہ توحید ہے اورتوحید جیسی کوئی چیز نہیں۔یہ کفروایمان کے درمیان حد فاصل ہے۔دل کواللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ جوڑنے والا،غیراللہ کی سب سے زیادہ نفی کرنے والا،تزکیہ نفس میں سب سے مؤثر،باطن کی صفائی میں سب سے قوی،خیالات کونفس کی خباثت سے سب سے زیادہ دور کرنے والا اورشیطان کوسب سے زیادہ دفع کرنے والا ہے۔(تحفۃ الاحوذی:229/9)﴿16﴾عن ابن عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا الٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيمُ الْحَلِيمُ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيم لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوات ورَبُّ الاَرْض وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيم۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بہت جاننے والا بڑا بردبار ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں جو آسمانوں کا رب ہے،زمین کا رب اورعرش کریم کا رب ہے۔(صحیح بخاری:7426)

سوال5:﴿اَلْحَيُّ﴾''ہمیشہ زندہ ہے''اس کا مفہوم واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿اَلْحَيُّ﴾ سے مراد وہ ہستی ہے جسے کامل حیات حاصل ہو اور یہ مستلزم ہے تمام صفات ذاتیہ کو مثلاً سننا،دیکھنا،جاننا اورقدرت رکھنا وغیرہ۔(تفسیر سعدی:301/1)﴿2﴾قتادہ رحمہ اللہ نے بیان کیا:''﴿اَلْحَيُّ﴾ وہ ذات ہے جوفوت نہیں ہوتی۔''(تفسیر قرطبی:271/1)﴿3﴾امام سدی رحمہ اللہ نے بیان کیا:''اَلْحَيُّ سے مراد باقی رہنے والے۔''(تفسیر قرطبی:271/3)﴿4﴾امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:''بلاشبہ اَلْحَيُّ سے مراد وہ ذات ہے کہ اسی کے لیے دائمی زندگی اورایسی بقا ہے کہ نہ تو اس کے اول کے لیے کوئی حد ہے اورنہ آخر کے لیے کوئی انتہا،کیونکہ اس کے علاوہ ہر چیز اگرچہ زندہ ہو،اس کی زندگی کے اول کے لیے حد ہے اورآخر کے لیے انتہا ہے وہ اپنی مدت کے ختم ہونے سے ختم ہوجاتی ہے اور اپنے وقت کے پورے ہونے پر ناپید ہوجاتی ہے۔''(تفسیر طبری:387/5،386)﴿5﴾امام بغوی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:''وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔''(تفسیر بغوی:238/1)﴿6﴾امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:''اسی کے لیے زندگی اپنی انتہائی شکل میں ہے اسی لیے اس پر موت کا بالکل غلبہ نہیں۔''(القصیدۃ النونیہ:538)﴿7﴾رب العزت کا فرمان ہے:﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾وہی زندہ ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،چنانچہ اسی کو پکارو کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہو،تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔(المومن:65)﴿8﴾شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے میں اسم مبارک تمام صفات کمال کولازم کردیتا ہے اوریہی اسم اعظم ہے۔وہ لکھتے ہیں:''﴿اَلْحَيُّ﴾ بجائے خود تمام صفات کولازم کرتا ہے اسی لیے قرآن کریم کی عظیم ترین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آیت ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ ہے وہی اسم اعظم ہے کیونکہ ہر زندہ ،شعور اور ارادے والا ہوتا ہے اسی لیے وہ تمام صفات کو لازم کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی ایسی صفت پر اکتفا کرنا ہوتا جو دیگر صفات کو لازم کرے تو صفت اَلْحَيُّ سے کیا جاتا۔'' (مجموع الفتاویٰ:311/18) ﴿9﴾ شیخ محمد بن صالح عثیمین نے بیان کیا:'' ﴿ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سے دو نام ہیں اور وہ دونوں اپنے اندر تمام اوصاف اور افعال کو سموئے ہوئے ہیں کمال اوصاف اَلْحَيُّ میں اور کمال افعال اَلْقَيُّوْمُ میں ہیں، کیونکہ اَلْحَيُّ کا معنی کامل زندگی والے۔ اللہ تعالیٰ کی زندگی کا کمال وجود وعدم اور کمال ونقص دونوں پہلوؤں سے ہے (یعنی وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا اور اس کی زندگی ہر قسم کے نقص، عیب، خلل اور کوتاہی سے یکسر خالی ہے۔)۔ ﴿10﴾ نبی ﷺ کی دعاؤں میں سے ہے،'' اللّٰهمّ لک أسلمتُ ، وبک آمنتُ ، وعلیک توکلتُ ، وأليک أنبتُ وبک خاصمتُ ، اللّٰهم أنی أعوذ بعزَّتک ، لا أله ألاَّ أنت أنْ تُضلَّنی ، أنت الحیُّ الذی لا یموت، والجنُّ والأنسُ یَمُوْتُوْن '' اے اللہ! میں نے تیری فرماں برداری کی اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری ہی مدد سے جہاد کیا یا اللہ! میں تیری عزت کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے گمراہ کردے۔ تو زندہ ہے جسے موت نہیں اور جن وانس سب مرجائیں گے۔ (صحیح بخاری:6948) (صحیح مسلم:6899)

سوال6: ﴿ اَلْقَيُّوْمُ ﴾'' ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اَلْقَيُّوْمُ ﴾ سے مراد وہ ذات ہے جو خود قائم ہو اور دوسروں کا قیام اس سے ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے وہ تمام افعال شامل ہو جاتے ہیں جس سے وہ متصف ہو، یعنی وہ جو چاہے کرسکتا ہے استوا، نزول، کلام قول، پیدا کرنا، رزق دینا، موت دینا زندہ کرنا اور دیگر نوع کی تدبیر سب اس کے قیوم ہونے میں شامل ہیں۔ اس لئے بعض محققین کا کہنا ہے یہی وہ اسم اعظم ہے جس کے ذریعے دعا رد نہیں ہوتی۔ (تفسیر سعدی:305/1) ﴿2﴾ ﴿ اَلْقَيُّوْمُ ﴾'' ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی تخلیق، رزق، دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہر چیز کا وجود بقا اور تدبیر اس کے دست قدرت سے ہے۔ ﴿3﴾ امام طبری لکھتے ہیں: ﴿ اَلْقَيُّوْمُ ﴾ لفظ قِيَام سے فَيْعُوْلٌ کا وزن ہے اور اس کا اصلی لفظ اَلْقَيْوُوْمُ ہے۔'' اپنی مخلوق کو رزق دینے اور اس کی حفاظت کا بندوبست فرمانے والے ہیں۔'' ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ بذات خود قائم ہے اس کا قیام کسی دوسری چیز پر منحصر نہیں۔ قیام ذات کی عزت کا وہی مالک ہے۔ ﴿5﴾ ہیئتگی اسی کو حاصل ہے۔ وہ ہر چیز پر قائم، موجود، لازوال اور غیر متغیر ہے۔ ﴿6﴾ امام ربیع سے نقل ہے کہ انہوں نے بیان کیا:'' ہر چیز کا نظم ونسق چلانے والا کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرتا اسے رزق دیتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔'' (تفسیر طبری:388/5) ﴿7﴾ امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا:'' اپنی مخلوق کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے۔'' (البحر المحیط:287/1) ﴿8﴾ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے القصیدۃ النونیہ میں قلم بند کیا ہے:'' ﴿ اَلْقَيُّوْمُ ﴾ میں دو باتیں ہیں: ان دو میں سے ایک یہ کہ وہ از خود قائم ہے اور دوسری یہ کہ پوری کائنات کا قیام اس کے ساتھ ہے وہ دو باتیں ہیں: (الف) وہ اپنے سوا ہر کسی سے مستغنیٰ ہے۔ (ب) تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ ﴿ اَلْقَيُّوْمُ ﴾ کی صفت والا ہونا بہت بڑی شان وعظمت والی بات ہے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح اس صفت والا اللہ تعالیٰ بھی بہت بڑی شان والا ہے۔﴿9﴾اپنے سوادیگرسب چیزوں کوقائم رکھنے والا،اسی لیے سب موجود چیزیں اس کی محتاج ہیں اوروہ ان سے بے نیاز ہے۔اس کے حکم کے بغیران سب چیزوں کا قیام نہیں یعنی نہ تو ازخود وجود میں آسکتی ہیں اور نہ ہی وجود میں آنے کے بعد اپنے تئیں باقی رہ سکتی ہیں۔''(تفسیرابن کثیر:330/1)﴿10﴾ کائنات کی تمام چیزوں کا وجود، بقااورحفاظت حکم الٰہی ہی سے ہے،قرآن وسنت میں اس کے پختہ دلائل ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بغیران چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے۔﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ۛؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ﴾اور کیاانہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھااس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوانہیں کوئی نہیں تھامتا،بلاشبہ وہ ہر چیز کوخوب دیکھنے والا ہے۔ (الملک:19)﴿11﴾﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ کیاانہوں نے پرندوں کونہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں؟انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تھامتا بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان کے لیے جوایمان رکھتے ہیں۔(النحل:79)﴿12﴾ قاضی ابن ابی العزحنفی لکھتے ہیں:''تمام اسمائے حسنیٰ کا مداران دوناموں ﴿اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ پر ہے اوران سب کے معنی ان دونوں ہی کی طرف پلٹتے ہیں''اوراسم مبارک وہ اپنے اندرکمال غنیٰ اورکمال قدرت سموئے ہوئے ہےسووہ بلاشبہ اپنی وجہ سے قائم ہیں،وہ اپنے علاوہ کسی کے بھی کسی بھی اعتبار سے محتاج نہیں ہیں۔اپنے سواسب کوقائم کرنے والے ہیں۔ان کے علاوہ کسی کا بھی ان کے بغیر قیام نہیں۔اس طرح ان دونوں ناموں نے اپنے اندرصفات کمال کوبہترین انداز میں سمورکھا ہے۔''(شرح الطحاویۃ فی العقیدۃ السلفیۃ،ص:78)

سوال 7:﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾''اس کونہ اونگھ آتی ہےاورنہ ہی نیند''وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی حیات اورقومیت کا ایک مظہر ہے کہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔**﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾**''اس کونہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند''اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اونگھ،غفلت، نیندااور بے خبری سے پوری طرح پاک ہے۔اسی لیے وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔﴿2﴾مولانا عبدالماجددریابادی لکھتے ہیں:''جاہلی مذہبوں کے دیوتا نیند سے جھوم بھی جاتے ہیں اورسونے بھی لگتے ہیں اوراسی غفلت کی حالت میں ان سے طرح طرح کی فروگذاشتیں ہوجاتی ہیں،مسیحیوں اور یہود کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جب چھ روز میں آسمانوں اورزمین کو بناڈالاتو ساتویں دن اسے ستانے اورآرام لینے کی ضرورت پڑگئی،اسلام کا خدا، دائم، بے دار،غفلت،سستی اورتھکن سب سے ماوراء خدا ہے۔''(تفسیر ماجدی)﴿3﴾ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ کھڑے ہوکرصحابہ رضی اللہ عنہم کوچار باتیں بتائیں:اللہ تعالیٰ سوتانہیں نہ نیند اس کی ذات کے لائق ہے،وہ ترازو کا محافظ ہے جس کے لیے چاہے جھکادے جس کے لیے چاہے نہ جھکائے،دن کے اعمال رات سے پہلے اوررات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف لے جائے جاتے ہیں,اس کے سامنے نوریا آگ کے پردے ہیں اگروہ ہٹ جائیں تواس کے چہرے کی تجلیاں ان تمام چیزوں کوجلادیں جن تک اس کی نگاہ پہنچے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: ﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے اور باقی سب مملوک ہیں۔ وہ خالق ہے اور باقی مخلوق، وہ رازق ہے اور باقی سب مرزوق ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے'' سورج، چاند، ستارے، فرشتے اور آسمان میں موجود ہر چیز اور زمین میں موجود ہر چیز، اپنی تخلیق، ملکیت، بندگی، تدبیر اور انتظام وانصرام کے اعتبار سے تنہا اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ﴿2﴾ زمین وآسمان میں کسی کو نہ اپنے معاملے میں خود اختیار ہے نہ دوسرے اختیار رکھتے ہیں۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وہ ان تمام چیزوں کے کسی شریک اور مدمقابل کے بغیر مالک اور دیگر تمام معبودان باطلہ کے بغیر خالق ہیں۔'' (تفسیر طبری:395/5) ﴿3﴾ قاضی ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ملکیت کے ساتھ لہٰذا وہ تمام چیزوں کے مالک اور رب ہیں۔'' (المحرر الوجیز:276/2) ﴿4﴾ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ملکیت اور تخلیق کے اعتبار سے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ان ہی کے لیے ہے۔'' (تفسیر بغوی:239/1)

سوال9: اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے، اس عقیدے کا انسان کی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے، اس کی ملکیت کسی حد میں محدود نہیں، اس کی ملکیت کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں، اس کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں، اس کی ملکیت کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ اس عقیدے کا مومن کی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ وہ شعوری طور پر اپنی ہر چیز کو مالک کی ملکیت سمجھنے لگتا ہے۔ ﴿2﴾ اس عقیدے کی وجہ سے مومن کے دل سے لالچ، حرص، بخل اور رات دن جمع کرنے کی فکر ختم ہو جاتی ہے۔ ﴿3﴾ اس عقیدے کی وجہ سے مومن کے اندر صبر، قناعت اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ فیاض اور سخی ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں سکون اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ ﴿4﴾ اس عقیدے کی وجہ سے مومن کے دل میں کسی چیز کے نہ ملنے پر حسرت، جلن یا گھٹن پیدا نہیں ہوتی۔

سوال10: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے'' اس میں بندے کے مقام کی کیسے وضاحت کی گئی ہے، واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے'' اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور کبریائی کا بیان ہے۔ روز قیامت کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور شفاعت کرنے کی جسارت بھی نہیں کر پائے گا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَ لَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی﴾ ''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لئے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے۔'' (الانبیاء:28) ﴿2﴾ کوئی شفاعت نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ شفاعت کا مالک ہے لیکن جب وہ چاہے گا تو جس بندے پر رحم کرے گا اس کے حق میں اجازت دے گا۔ اجازت ملنے سے پہلے کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی جانب سے شفاعت کی خاطر اجازت کا حاصل ہونا ثابت ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں غلاموں کی طرح کھڑا ہوگا۔ نہ اپنے مقام سے آگے بڑھ سکے گا نہ سفارش کی جرأت کر سکے گا الّا یہ کہ پیشگی اس کی اجازت دی گئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو۔﴿4﴾اذن الٰہی کے بغیر شفاعت کی نفی پر دلالت کرنے والی آیات کے مقابلے میں اس آیت یعنی آیت الکرسی کے حصے سے حاصل ہونے والی بات کہیں درجے زیادہ زوردار ہے۔﴿5﴾علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''اس میں اس شخص کے لیے انتہا درجے کی ڈانٹ ڈپٹ اورزجروتوبیخ ہے جوکہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی کوشفاعت کے ذریعے نفع پہنچاسکتا ہے۔اس میں قبروں کے پجاریوں کے سینوں پرایسی ضرب کاری، چہروں پرایساز وردارطمانچہ اور بازوؤں کا اس قدرتوڑنا ہے کہ اس کا کماحقہ اندازہ کرنا محال اوراس کی انتہا کو پہنچنا ناممکن ہے۔''﴿6﴾قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی کا بیان ہے کہ یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ کوئی عناد یادشمنی یا جھگڑے سے اس کے ارادے کی راہ میں رکاوٹ بنے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ ایسا بھی نہیں ہے کہ کوئی اس کے مساوی یا رتبے میں قریب ہونے کی بناپرشفاعت یااس کے روبروعاجزی کرکے،اس کے ارادے کوٹال دے۔''(تفسیر بیضاوی:134/1)﴿7﴾ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریرکیا ہے:اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور کبریائی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ کسی کے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اس کے حضوراس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرنے کی خاطر آگے بڑھے۔یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت کے ہونے پر دلالت کرتی ہے اوراذن کا یہاں معنی حکم ہے۔(البحرالمحیط:288/1)اس انداز سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے،کون ہے جو یہ جرأت کرے؟﴿8﴾اس حقیقت کی روشنی میں سارے غلط نظریات واضح ہوجاتے ہیں۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ رب رب ہے اور بندہ بندہ ہے۔

سوال11: شفاعت کا عقیدہ خوداللہ تعالیٰ نے دیا،شفاعت کیسے ہوگی،وضاحت کریں؟

جواب: شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسی طرح جیسے ہم دنیامیں جمع ہوتے ہیں،مومنوں کواکٹھا کرے گا(وہ گرمی وغیرہ سے پریشان ہوکر)کہیں گے:کاش ہم کسی کی سفارش اپنے مالک کے پاس لے جاتے تاکہ ہمیں اپنی اس حالت سے آرام ملتا۔چنانچہ سب مل کرسیدنا آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ان سے کہیں گے:آدم علیہ السلام آپ لوگوں کا حال نہیں دیکھتے کس بلامیں گرفتار ہیں۔آپ کواللہ تعالیٰ نے (خاص) اپنے ہاتھ سے بنایااورفرشتوں سے سجدہ کرایااور ہر چیز کے نام آپ کوبتلائے،کچھ سفارش کیجیے تاکہ ہم کواس جگہ سے نجات ہوکرآرام ملے۔کہیں گے میں اس لائق نہیں،ان کووہ گناہ یادآجائے گا جوانہوں نے کیا تھا(ممنوع درخت میں سے کھانا)مگرتم لوگ ایسا کرونوح علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤوہ پہلے پیغمبر ہیں جن کواللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا تھا۔آخروہ لوگ سب نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے،وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اس لائق نہیں۔اپنی خطاجوانہوں نے (دنیامیں) کی تھی یادکریں گے۔کہیں گےتم لوگ ایسا کروابراہیم علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤجواللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں(ان کے پاس جائیں گے)وہ بھی اپنی خطائیں یادکرکے کہیں گے:میں اس قابل نہیں،تم موسیٰ علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤ۔اللہ تعالیٰ نے ان کوتورات عنایت فرمائی،ان سے بول کر باتیں کیں۔یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی یہی کہیں گے میں اس لائق نہیں اپنی خطاجوانہوں نے دنیامیں کی تھی یادکریں گےمگرتم ایسا کروعیسیٰ علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤوہ اللہ تعالیٰ کے بندے،اس کے رسول،اس کے خاص کلمہ اورخاص روح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں۔ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں تم ایسا کرو محمد ﷺ کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں بخش دی گئی ہیں۔ آخر یہ سب لوگ جمع ہو کر میرے پاس آئیں گے۔ میں چلوں گا اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مانگوں گا، مجھ کو اجازت ملے گی۔ میں اپنے پروردگار کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا اور جب تک اس کو منظور ہے وہ مجھ کو سجدے میں ہی پڑا رہنے دے گا۔ اس کے بعد حکم ہوگا ''محمد اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو، تمہاری عرض سنی جائے گی، تمہاری درخواست منظور ہوگی، تمہاری سفارش مقبول ہوگی۔'' اس وقت میں اپنے مالک کی ایسی تعریفیں کروں گا جو وہ مجھ کو سکھا چکا ہے۔ (یا سکھلائے گا) پھر لوگوں کی سفارش شروع کروں گا۔ سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا، پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گا اور اس کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک پروردگار چاہے گا مجھ کو سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا: ''محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ! جو تم کہو گے سنا جائے گا اور سفارش کرو گے تو قبول ہوگی۔ پھر میں اپنے پروردگار کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سکھلائیں (یا سکھلائے گا) اس کے بعد سفارش کر دوں گا لیکن سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا، پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گا۔ اس کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک پروردگار چاہے گا مجھ کو سجدے میں پڑا رہنے دے گا اس کے بعد ارشاد ہوگا: ''محمد اپنا سر اٹھاؤ جو تم کہو گے سنا جائے گا اور سفارش کرو گے تو قبول ہوگی۔'' پھر میں اپنے پروردگار کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اس نے مجھ کو سکھلائیں (یا سکھلائے گا) اس کے بعد سفارش شروع کر دوں گا لیکن سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گا عرض کروں گا: یا پاک پروردگار! اب تو دوزخ میں ایسے ہی لوگ رہ گئے ہیں جو قرآن کے بموجب دوزخ ہی میں ہمیشہ رہنے کے لائق ہیں (یعنی کافر اور مشرک) انس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی ﷺ نے فرمایا، دوزخ سے وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا اور ان کے دل میں چیونٹی برابر (یا بھنگے برابر) ایمان ہوگا۔ (صحیح بخاری:7410)

سوال12: ﴿يَعْلَمُ﴾ ''وہ جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم کیسا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کا علم کامل ہے، وہ ماضی، حال اور مستقبل کا علم رکھتا ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں'' کائنات کی تمام چیزوں کے ماضی حال اور مستقبل کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم کے احاطہ کرنے کی دلیل ہے'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔ (الانعام:59) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غیب کی پانچ کنجیاں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ رحم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مادر میں کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوااور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا ، اللہ تعالیٰ کے سوااور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی، اللہ تعالیٰ کے سوااور کوئی نہیں جانتا کہ کس جگہ کوئی مرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔(صحیح بخاری:7379) ﴿2﴾ وہ ہر ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے، ہر حاضر و غائب کا علم رکھتا ہے، وہ ساری جزویات پر حاوی علم رکھتا ہے۔نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں'' اس کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا ایسا جاننے والا ہے کہ مخلوق کے حالات میں سے کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں، یہاں تک کہ کہ وہ غبار آلود زمین کے نیچے ہر طرف سے بند پتھر کے اوپر تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کے چلنے، آسمان کی فضا میں ذرہ کی حرکت، ہوا میں (اڑنے والے) پرندے اور پانی میں (تیرنے والی) مچھلی سے آگاہ ہے۔''

سوال13: اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا تصور انسان پر کیسے اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے عقیدے کی وجہ سے مومن اس ذات سے قلبی اور ذہنی تعلق میں بندھ جاتا ہے، وہ ہر لمحے اللہ تعالیٰ کو خود پر نگران محسوس کرتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے عقیدے کی وجہ سے مومن یہ یقین رکھتا ہے کہ اس سے کچھ بھی چھپایا نہیں جا سکتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے پر یقین سے مومن کی روح کانپتی ہے پھر وہ ہر ایسے کام سے بچتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو۔ ﴿4﴾ مومن تکلیف میں اسی کو پکارتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے حالات سے واقف ہے، وہ قدرت رکھنے والا ضرور میری مدد فرمائے گا۔ ﴿5﴾ مومن یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے، ہر حاضر و غائب کا علم رکھتا ہے، وہ ساری جزویات پر حاوی علم رکھتا ہے۔وہ یقین رکھتا ہے کہ اس نے زندگی گزارنے کے لیے جو طور طریقے ،اصول، ضابطے اور قوانین دیے ہیں وہی اصل حق ہے، ان ہی کی پابندی کرنی ہے۔ ﴿6﴾ مومن یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے تو پوری زندگی ان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ ﴿7﴾ اس لیے مومن اپنے اعمال میں حد درجہ محتاط ہو جاتا ہے۔وہ اپنی ہر سوچ، اپنی گفتگو، اپنے تعلقات، حقوق و فرائض کی ادائیگی میں اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ میرا مولا علیم ہے مجھ سے حساب لے گا۔یوں مومن متقی بن جاتا ہے کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا مولا اسے وہاں دیکھے جہاں سے اس نے روکا ہے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے عقیدے کی وجہ سے مومن کو اللہ تعالیٰ کی رضا عزیز ہو جاتی ہے۔ ﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا عقیدہ مومن کو ہر بدی اور ہر ظلم سے روکتا ہے۔

سوال14: اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا یقین کیسے نصیب ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا یقین اس کے 'العلیم' ہونے کے پختہ علم کے ساتھ نصیب ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ اس پر غور و فکر سے کہ اس سے کچھ بھی چھپایا نہیں جا سکتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے پر گفتگو کرنے سے، اس پر علمی مذاکرے کرنے سے پختہ علم نصیب ہوتا ہے اور اس علم کے ساتھ یقین نصیب ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ تواصوا بالحق کرنے سے اس کے علیم ہونے کا یقین نصیب ہوتا ہے۔

سوال15: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ '' وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾’’ وہ جانتا ہے جوان کے آگے ہےاور جوان کے پیچھے ہے‘‘اللہ تعالیٰ انسانوں کے ماضی اور مستقبل کے حالات اور معاملات کی تفصیلات جانتا ہے یعنی اگلے پچھلے حاضر غائب سب کا علم رکھتا ہے۔ان میں بندوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔﴿2﴾اس میں مخلوق کی بغیر اجازت کے شفاعت سے محرومی کا سبب بتایا گیا ہے۔شفاعت کرنے اور شفاعت پانے کی اہلیت کا علم صرف اللہ رب العزت کو ہے۔اس لیے شفاعت کرنے کا اختیار بھی صرف وہی دے سکتا ہے۔﴿3﴾﴿مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ سے مراد ان سے پہلے دنیا کے معاملات اور وَمَا خَلْفَهُمْ سے مقصود ان کے بعد آخرت کا معاملہ۔(تفسیر بغوی:239/1)﴿4﴾اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو تھی اور جو ہے اور جو ہوگی۔کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی اور چھپی ہوئی نہیں وہ ساری مخلوقات کے تمام حالات سے خوب آگاہ ہے۔جابر بن عبداللہ سلمی رضی اللہ عنہ نے خبر دی،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو اپنے ہر مباح کام میں استخارہ کرنا سکھاتے تھے جس طرح آپ ﷺ قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔آپ ﷺ فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا قصد کرے تو اسے چاہیے کہ فرض کے سوا دو رکعت نفل نماز پڑھے، پھر سلام کے بعد یہ دعا کرے’’اے اللہ میں تیرے علم کے طفیل اس کام میں خیریت طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے طفیل طاقت مانگتا ہوں اور تیرا فضل۔کیونکہ تجھے قدرت ہے اور مجھے نہیں،تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیوب کا بہت جاننے والا ہے۔اے اللہ!پس اگر تو یہ بات جانتا ہے(اس وقت استخارہ کرنے والے کو اس کام کا نام لینا چاہیے) کہ اس کام میں میرے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے یا اس طرح فرمایا کہ’’میرے دین میں اور گزران میں اور میرے ہر انجام کے اعتبار سے بھلائی ہے تو اس پر مجھے قادر بنا دے اور میرے لیے اسے آسان کر دے،پھر اس میں میرے لیے برکت فرما۔اے اللہ!اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے برا ہے میرے دین اور گزارہ کے اعتبار سے اور میرے انجام کے اعتبار سے،یا فرمایا کہ میری دنیا و دین کے اعتبار سے تو مجھے اس کام سے دور کر دے اور میرے لیے بھلائی مقدر کر دے جہاں بھی وہ ہو اور پھر مجھے اس پر راضی اور خوش رکھ۔‘‘(صحیح بخاری:7390)﴿5﴾﴿مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ سے مراد آخرت ہے، کیونکہ وہ ان کے آگے ہے اور وہ اس کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں اور ﴿وَمَاخَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود دنیا ہے کیونکہ وہ اسے اپنے پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔(تفسیر کبیر:11,10/7)﴿6﴾﴿يَعْلَمُ مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ جو خیر و شر وہ کر چکے ہیں اور ﴿وَمَاخَلْفَهُمْ﴾ جو وہ اس کے بعد کریں گے۔ (تفسیر کبیر:11/7)﴿7﴾﴿مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ جو کچھ وہ محسوس کرتے ہیں اور ﴿وَمَاخَلْفَهُمْ﴾ جو کچھ وہ سمجھتے ہیں۔(تفسیر بیضاوی:134/1)﴿8﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔تمام مخلوقات کے سب احوال سے خوب آگاہ ہیں۔کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

سوال16:﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَاشَآءَ﴾’’اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے‘‘اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز انسان کو تب ملتی ہے جب وہ خود دینا چاہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾’’اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے‘‘اللہ تعالیٰ کی معلومات کے بارے میں کوئی علم نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھتا۔اس کے بارے میں انسان اتنا ہی جانتے ہیں جتنا اس نے خود علم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز انسان کو تب ملتی ہے جب وہ خود دینا چاہے۔﴿2﴾انسان کا علم محدود ہے اس لیے کوئی بھی اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا احاطہ نہیں کرسکتا ماسوائے اس کے جو اس نے خود علم دیا ہے۔﴿3﴾ کائنات کی ہر چیز کا کامل اور محیط علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا کسی اور کو نہیں۔اللہ تعالیٰ جس قدر مناسب سمجھتا ہے اتنا علم انسان کو عطا کر دیتا ہے۔﴿4﴾علامہ ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''احاطہ کا تقاضا تمام اطراف سے چیز کو گھیرنا اور اس پر مشتمل ہونا ہے۔''(البحرالمحیط:289/1)﴿5﴾علامہ ابن ابی العز حنفی اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:''اور اس کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور ہر چیز کے اوپر ہے۔''(العقیدۃ الطحاویہ:259)﴿6﴾امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''اور وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور اس کے اوپر ہے۔''(العقیدۃ الطحاویہ:257)﴿7﴾علامہ راغب اصفہانی نے تحریر کیا ہے:''کسی چیز کے علم کے اعتبار سے احاطہ یہ ہے کہ اس کے وجود،جنس،کیفیت،غرض وغایت،اس کی ایجاد کس چیز کے ساتھ اور کس سے ہوئی اور ان سب باتوں کے بارے میں علم ہو۔''(المفردات:136،137)صرف اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے،بے قید ہے۔﴿8﴾اس طرح یہ دو باتیں کہ''جو ان کے آگے ہے اور وہ جانتا ہے جو ان کے پیچھے ہے''اور''وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے مگر جتنا وہ چاہے''﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾کے لیے دلیل ہیں کہ الوہیت وعبودیت کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جسے کائنات کی ہر چیز کے بارے میں کامل اور محیط علم ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں۔اس لیے اس کے علاوہ کوئی بھی الوہیت وعبودیت کا حق دار نہیں۔

سوال17: انسان سے کون سے علوم پوشیدہ رکھے گئے؟

جواب:﴿1﴾وہ علوم جن کا ہدایت سے براہ راست کوئی تعلق نہیں۔﴿2﴾وہ علوم جن کا احاطہ انسانی عقل نہیں کرسکتی۔

سوال18:﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے''''اس کی کرسی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿كُرْسِيُّهُ﴾''اس کی کرسی''اس بارے میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''حقیقی معنی چھوڑ کر کسی دوسرے معنی کی طرف جانے کا کوئی معقول سبب نہیں۔''(فتح القدیر:412/1)﴿2﴾وَسِعَ سے مراد جیسے کہ امام بغوی نے بیان کیا ہے''بھر دیا''اور''احاطہ کیا''۔(تفسیر بغوی:239/1)﴿3﴾علامہ شوکانی نے تحریر کیا ہے:''یعنی سارے آسمان اور زمین اس آیت میں ہیں اور بلاشبہ وہ ان کا احاطہ کرنے میں کوتاہ نہیں،کیونکہ وہ بہت فراخ اور وسیع ہے۔''(فتح القدیر:412/1)﴿4﴾حافظ ابوبکر بن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کیونکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الکرسی کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں الکرسی کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں جیسے کہ چٹیل زمین پر پھینکا ہوا چھلہ ہو اور بلاشبہ عرش کی الکرسی پر برتری چٹیل زمین کی اس چھلے پر فوقیت کی مانند ہے۔''(تفسیر ابن کثیر:332/1)﴿5﴾شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حدیث ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کی تفسیر کی غرض سے بیان کی گئی ہے اور یہ واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ الکرسی مخلوقات میں سے عرش کے بعد سب سے بڑی مستقل موجود چیز ہے اور وہ کوئی معنوی چیز نہیں۔اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس کی تأویل بادشاہت اور وسیع حکمرانی سے کرتے ہیں جیسا کہ بعض تفسیروں میں ذکر کیا گیا ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ تفسیر کہ اس سے مراد ''علم'' ہے، اس کی سند درست نہیں۔(سلسلہ احادیث صحیحہ:109)﴿6﴾ شیخ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے'' ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی تائید کرتا ہے کہ عبودیت والوہیت کے حق دار صرف اللہ جل جلالہ ہیں۔ (تفسیر التحریر والتنویر:3۔23)

سوال19: ﴿وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ ''اور ان دونوں کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی'' وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ان دونوں کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی'' اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی حفاظت کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اس پر گراں نہیں لیکن ان دونوں میں جو کچھ موجود ہے ان کی حفاظت کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔قاضی ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں موجود چیزوں کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ ان دونوں کی حفاظت کے ضمن میں ان میں موجود چیزوں کی بھی حفاظت ہے۔''(تفسیر ابی سعود:248/1) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی حفاظت کے بارے میں ذکر فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا۔اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔(الأنبیاء:32) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کو زمین وآسمان کی حفاظت کے لیے کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں۔(فاطر:41) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کو حفاظت سے تھکاوٹ نہیں ہوتی۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔اسے رات دن کی بخشش بھی کم نہیں کرتی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب سے اس نے آسمان وزمین پیدا کیے ہیں اس نے کتنا خرچ کیا ہے۔اس نے بھی اس میں کوئی کمی پیدا نہیں کی جو اس کے ہاتھ میں ہے اور فرمایا کہ اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے۔جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔(صحیح بخاری:7411) ﴿4﴾ اپنی کتاب عزیز کی حفاظت کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(الحجر:9)

سوال20: ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ ''اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿الْعَلِيُّ﴾، اپنی ذات کے اعتبار سے بہت بلند ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اس لئے بھی ﴿الْعَلِيُّ﴾ ہے کہ وہ عرش عظیم پر مستوی ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اس لئے بھی ﴿الْعَلِيُّ﴾ ہے کہ تمام مخلوقات اس کی زیر نگیں ہیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اس لئے بھی بلند شان والا ہے کہ اس کی صفات کامل ہیں۔(تفسیر سعدی:306/1) ﴿5﴾ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ ﴿الْعَلِيُّ﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں: اس سے مراد ''اپنی مخلوق سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بہت بلنداورسب چیزوں اورشرکاء سے بہت اونچا اوریہ بھی کہا گیاہے بادشاہت اوراقتدارکے ساتھ بہت بلندوبالا۔''(تفسیر بغوی:240/1)﴿6﴾امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے القصیدہ النونیہ میں لکھتے ہیں:''وہ ہی﴿اَلْعَلِیُّ﴾ ہے،پس بلندی کی تمام اقسام اسی کے لیے بلاانکارثابت ہیں۔''(القصیدہ النونیہ:3233)ایک دوسرے مقام پرلکھتے ہیں:''اسی کے لیےذات،غلبہ اوراونچے مقام ومرتبہ کےتمام اعتبارات سے بلندی ہے۔''(القصیدہ النونیہ:3233)﴿7﴾شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''اوراس کے نام﴿اَلْعَلِیُّ﴾ کی تفسیر،ان دومعنوں سے کی گئی ہے:وہ مقام ومرتبہ میں سب سے برتر ہے اسی لیے کمال کی صفات کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔وہ ان سے قہروغلبہ کے اعتبار سے بلند ہے اس بناپروہ ان سب پرکمال قدرت رکھنے والا اوروہ سب اس کے زیراقتدار ہیں اوراس کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ وہ ان کا خالق اور رب ہے۔ان دونوں معنوں میں ضمنی طورپر یہ بھی ہے کہ وہ خودہرچیز سے بلندوبالا ہے اورکوئی چیزاس سے اوپر نہیں۔'' (مجموع الفتاوی:358/16)﴿8﴾شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ نے تحریرکیاہے:''﴿اَلْعَلِیُّ﴾پس وہ ذات کہ اسی کے لیے اَلْعَلُوُّ بلندی کی یہ ساری انواع واوصاف ہیں۔اس ہی کے لیے ذات کی بالادستی،غلبہ کی برتری اورشان وعظمت کی فوقیت ہے۔﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ اوروہ اپنے بندوں پرغالب ہے۔(الانعام:18)(عقیدۃ الواسطیہ :251/1)﴿9﴾اللہ تعالیٰ العلی ہے جواپنے خالص اور برگزیدہ بندوں کے لیےتعریف کودنیامیں قائم فرماتاہے۔اللہ تعالیٰ العلی ہے اپنی حکمت،کبریائی اورعظمت کے ساتھ۔﴿10﴾شیخ ابوبکر جزائری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''اَلْعَلِیُّ وہ ذات ہے کہ اس کے اوپرکوئی چیزنہیں اوروہ﴿اَلْقَاهِرُ﴾ ہے کہ جس پرکوئی چیزغالب نہیں۔''(ایسرالتفاسیر:203/1)﴿11﴾شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اوراپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے بارے میں بالا ہونے،عرش پربلند ہونے اوراوپرہونے کاوصف بیان کیاہے۔انہوں نے یہ بات اپنی کتاب کی بہت زیادہ آیات میں بیان فرمائی ہے یہاں تک کہ امام شافعی کےبعض اکابرشاگردوں نے کہا:''قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کےمخلوق سے بالااوراپنے بندوں سےاوپرہونے کےایک ہزاریااس سے زیادہ دلائل ہیں۔''(مجموع الفتاوی:121/5)﴿12﴾اللہ تعالیٰ العظیم''سب سے بڑا ہے''ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:''اَلْعَظِیْمُ وہ ذات جواپنی عظمت وشان میں درجہ کمال پرہے۔''(تفسیرطبری:405/5)﴿13﴾حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھاہے:''وہ بہت بڑےسب سے عالی شان کی مانندہے۔''(ابن کثیر:333/1)﴿14﴾امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ''وہ عظمت والا ہے۔ہرچیزان سےفروترہےاورکوئی چیزبھی اس سے زیادہ عظمت والی نہیں۔''(تفسیرطبری:405/5)﴿15﴾امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریرکیاہے:''بہت بڑی وہ ذات کہ کوئی چیزاس سے زیادہ عظمت والی نہیں۔''(تفسیربغوی:134/1)﴿16﴾شیخ ابوبکرالجزائری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ''وہ ذات کہ اس کی عظمت کے سامنے ہرچیزچھوٹی اورمعمولی ہے۔''(ایسرالتفسیر:203/1)﴿17﴾اللہ تعالیٰ العظیم ہے۔عرش عظیم پرمستوی ہےجس کی عظمت کےسامنے بڑے سے بڑے جبار، متکبراورزبردست بادشاہوں کی کوئی حیثیت نہیں۔اس آیت میں توحیدالوہیت بھی ہے اورتوحیدربوبیت بھی ہے اورتوحیداسماءوصفات بھی۔اس میں بادشاہت کامحیط ہونا بھی مذکورہےاورعلم کا بھی،اس کی سلطنت کی وسعت بھی ہے۔اس کا جلال،مجداوراس کی عظمت وکبریائی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا بھی بیان ہے۔لہٰذا یہ آیت اکیلی ہی اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات اور تمام اسماء حسنیٰ کے معنی کی جامع ہے۔(تفسیر سعدی:306/1)

سوال21: ''اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے'' یہ عقیدہ مومن پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔'' اس عقیدے کی وجہ سے مومن سرکشی چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ﴿الْعَظِيْمُ﴾ ''سب سے بڑا'' ہونے پر یقین ہونے کی وجہ سے مومن کی طبیعت میں جھکاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے ''سب سے بلند، سب سے بڑا'' ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور خوف بیٹھ جاتا ہے۔ ﴿4﴾ اس عقیدے کی وجہ سے مومن کا طرزِ عمل مؤدبانہ ہو جاتا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے ''سب سے بلند، سب سے بڑا'' ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن اللہ تعالیٰ کے بندوں کے مقابلے میں بھی غرور وتکبر کا رویہ چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے ''سب سے بلند، سب سے بڑا'' ہونے پر یقین کی وجہ سے اس کی روح پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے پھر وہ ہر ایسے کام سے بچتا ہے جس سے اس نے روکا ہو۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کے الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ہونے کا عقیدہ مومن کو ہر برائی اور ظلم سے روکتا ہے۔

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (256)﴾

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی، چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(256)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انصار کے کچھ لوگ یہودی یا عیسائی ہو گئے بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو بھی جو یہودی یا عیسائی ہو چکے تھے زبردستی مسلمان بنانا چاہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿2﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود بنا دیں گے یہودیوں کے سپرد کر دیں گے، اسی طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار بنے، یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کے لئے سرور رسل علیہ السلام نے یہ حکم جاری فرمایا کہ بنی نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے، اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جو ان کے پاس تھے ان سے طلب کئے تا کہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو۔(تفسیر ابن کثیر:354/1)

سوال2: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے'' دین کو قبول کرنے میں زبردستی نہیں لیکن دین قبول کرنے کے بعد اطاعت کرنا لازم ہے۔ ﴿2﴾ زبردستی اس کام میں کی جاتی ہے جس کے حقائق واضح نہ ہوں یا جو کام انتہائی ناپسندیدہ ہو۔ اس صراط مستقیم کا تو ہر گوشہ واضح ہے۔ اس کا چپہ چپہ روشن ہے۔ کوئی بھی سمجھ دار آدمی معمولی سا غور وفکر کرے تو اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ لیکن جس کی نیت درست نہ ہو، غلط ارادے رکھتا ہو، ایسا بدظن آدمی حق دیکھ کر بھی باطل کو اختیار کر لیتا ہے۔ اچھی چیز کو دیکھ کر پھر گندی چیز کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ اسے دین قبول کرنے پر مجبور کرے کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں اور زبردستی قبول کرایا گیا ایمان معتبر نہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جو کافر مسلمانوں سے لڑتے ہیں ان کے خلاف جہاد نہ کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:306/1)

سوال3: اسلام نے یہ اصول دیا ہے کہ دین کے معاملے میں زبردستی مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اس اصول کا انسان کو کیا فائدہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے ''دین کے معاملے میں زبردستی مجبور نہیں کیا جائے گا'' انسان کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ اس سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ارادے، اس کی فکر اور شعور کا احترام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے انسان کو عزت دی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے ہدایت اور گمراہی اختیار کرنے میں انسان کو آزادی دی ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اسبق نصرانی تھا، آپ اس پر اسلام پیش کرتے، وہ انکار کرتا آپ کہہ دیتے کہ خیر تیری مرضی اسلام جبر سے روکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:354/1)

سوال4: قرآن حکیم بندے اور رب کے تعلق کے بارے میں کیا وضاحت کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن بندے اور رب کے تعلق کے بارے میں واضح کرتا ہے کہ رب بندے پر رحمت کرتا ہے، وہ بندے کے قریب ہے اس کی سنتا ہے، اس کے حالات جانتا ہے۔ ﴿2﴾ رب بندے کی مدد کرتا ہے، وہ اس کا ایسا سہارا بنتا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔ ﴿3﴾ رب بندے سے محبت کرتا ہے اور بندہ رب سے محبت کرتا ہے۔ بندہ رب کا سہارا لیتا ہے اور رب بندے کو تھام لیتا ہے۔ ﴿4﴾ مومن رحمت رب کی ٹھنڈی چھاؤں میں زندگی بسر کرتا ہے تو اپنے آپ کو بے آسرا نہیں سمجھتا اور محفوظ پناہ گاہ میں اطمینان محسوس کرتا ہے۔

سوال5: ﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ ''یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی'' یہ کہہ کر کس چیز کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی'' یہ کہہ کر یہ توجہ دلائی جا رہی ہے کہ ایمان کا راستہ، ہدایت کا راستہ ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ اسے اختیار کرے اور اس پر چلے۔ ﴿2﴾ اس سے یہ توجہ بھی دلائی جا رہی ہے کہ کفر گمراہی ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اس سے نفرت کرے اور اس کی طرف نہ جائے۔

سوال6: ہدایت پر کون ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ہدایت پر وہ ہے جو طاغوت کا انکار کرے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔

سوال 7: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ﴾ ''چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے'' طاغوت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ہر عقیدہ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے نہ ہو طاغوت ہے۔ ﴿2﴾ ہر وہ قوت جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے روکے طاغوت ہے۔ ﴿3﴾ عمر بن خطاب نے کہا: طاغوت شیطان ہے۔ ﴿4﴾ محمد نے کہا: طاغوت ساحر ہے۔ (تفسیر جامع البیان:20/3)

﴿5﴾ ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ﴾ جو شخص بھی غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر، شیطان کی فرماں برداری کو ترک کرے وہ اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت پر قائم ہو سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی:367/1)

سوال 8: ﴿وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں'' مضبوط کڑا، مضبوط سہارا کون سا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' جو طاغوت کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لے آئے تو وہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت پر قائم ہو جائے گا۔ ﴿2﴾ ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ''تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا'' یعنی ایسا پختہ دین اختیار کیا جس کی بنیادیں بھی مضبوط ہیں اور عمارت بھی۔ وہ پورے اعتماد سے اس پر قائم رہتا ہے۔ (تفسیر سعدی 307/1) ﴿3﴾ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ''تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا'' کے بارے میں کہا: لا الہ الا اللہ ہے۔ (جامع البیان:22/3) ﴿4﴾ سدی نے کہا: عروۃ الوثقیٰ اسلام ہے۔ ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے عہد میں ایک خواب دیکھا جو آپ ﷺ سے بیان کیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں اور اس کی کشادگی اور سرسبزی کی تعریف کی، اور اس کے درمیان میں ایک لوہے کا ستون ہے جس کا پایہ زمین میں ہے اور سر آسمان میں، اس کے اوپر کی طرف ایک کڑا لگا ہے۔ تو مجھے کہا گیا کہ اس کے اوپر چڑھ۔ میں نے کہا کہ میں اتنی طاقت نہیں رکھتا (نہیں چڑھ سکتا) پھر ایک خدمت گار آیا اور اس نے پیچھے کی طرف سے میرے کپڑے اٹھا دیے، پس میں چڑھنے لگا یہاں تک کہ چوٹی پر پہنچ گیا اور میں نے وہ کڑا پکڑ لیا تو مجھ سے کہا گیا کہ مضبوطی سے تھامے رکھ۔ جب تک میں نیند سے اٹھا یہ کڑا تھامے رہا۔ میں نے یہ خواب نبی ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''باغ سے دین اسلام مراد ہے اور ستون سے مراد اسلام کا ستون (کلمہ شہادت یا پانچوں ارکان) اور کڑا عروۃ الوثقیٰ ہے اور تو اپنی موت تک اسلام پر قائم رہے گا۔'' (صحیح بخاری:7014)

سوال 9: ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ طاغوت کا انکار کرنے والے کے انکار اور ایمان لانے والے کے اقرار کو سننے والا سمیع ہے۔ ﴿2﴾ انسانوں کے کفر اور اپنی ذات پر ایمان کی حقیقت کا علم رکھنے والا علیم ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کے معاملے کو واضح کیا۔ اسی نے ہدایت اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گمراہی کی حقیقت سے آگاہ کیا، یقیناً وہ انسانوں کے معاملات کا جاننے والا علیم ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اعمال کو جانتا ہے وہ اپنے علم کے مطابق بدلہ دے گا۔

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(257)﴾

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(257)

سوال1: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ یہ آیت ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ سے دوستی پر مشتمل ہے۔ وہ رب سے محبت رکھتے ہیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کفر، جہالت اور نافرمانیوں کے اندھیرے سے نکال کر ایمان اور علم کی روشنی میں پہنچاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ قبر کے اور حشر کے اندھیروں سے محفوظ رہ کر جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ یقیناً تمہارے دوست اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔(المائدۃ:55) ﴿3﴾ ﴿اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴾ بلاشبہ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے، جس نے یہ کتاب اتاری ہے۔ اور وہی نیک لوگوں کا مددگار بنتا ہے۔(الاعراف:196) ﴿4﴾ سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے کہا: ''ہبل بلند رہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''اس کا جواب دو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ''کیا جواب دیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کہو، اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔'' ابوسفیان نے کہا: ''ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا جواب دو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''کیا جواب دیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و مددگار ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔''(صحیح بخاری:4043) ﴿5﴾ ﴿يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ﴾ ''وہ ان کو اندھیروں سے نکالتا ہے'' اللہ تعالیٰ جہالت کی تاریکیوں سے، کفر سے نکالتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے، تیرے رب کو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت کی طرف گھسیٹے جاتے ہیں، یعنی وہ کفار جو میدان جنگ سے قیدی ہو کر طوق و سلاسل پہنا کر یہاں لائے جاتے ہیں پھر وہ اسلام قبول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر لیتے ہیں اوران کا ظاہر باطن اچھا ہو جاتا ہے اور وہ جنت کے لائق بن جاتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:355/1)﴿6﴾﴿اِلَى النُّوْرِ﴾"روشنی کی طرف"(ا)ایمان(ب)اللہ تعالیٰ کے دین کا علم۔دونوں ہی وہ نور ہیں جن سے انسان دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہیں۔﴿7﴾ظلمات"اندھیروں"سے مراد گمراہی کی حالت ہے اور"نور"سے مراد ہدایت ہے۔اس آیت سے یہ سمجھ آتی ہے کہ گمراہی کے راستے بہت سے ہیں جب کہ حق کا راستہ ایک ہے کیونکہ ایمان ایک ہے۔(البحر المحیط:618/2)﴿8﴾اسی جانب اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے:﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو۔اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے۔یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم بچ جاؤ۔(الانعام:153)

سوال2: اللہ تعالیٰ کو ولی بنانے والوں کے لئے کیا لازم ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کو ولی بنانے والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اخلاص پیدا کریں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ادھر ادھر نہ بھٹکیں۔﴿3﴾خود کو اللہ تعالیٰ کی غلامی میں دے دیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کریں۔

سوال3:﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں"کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں"کفر کرنے والوں کے دوست شیاطین ہیں۔(تفسیر بیضاوی:559/1۔558)﴿2﴾﴿یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾"وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں"مقاتل بن حیان نے اس آیت کے بارے میں کہا:اس سے مراد اہل کتاب ہیں جو محمد ﷺ کو پہچان گئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں ان کے بارے میں لکھا ہوا پاتے تھے۔وہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ان پر ایمان رکھتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے کفر کیا، یہ ان کا نور سے نکلنا تھا یعنی محمد ﷺ پر ایمان لانے سے جن پر وہ پہلے ایمان رکھتے تھے، اور ظلمات سے مراد ان کا کفر ہے۔(ابن ابی حاتم:496/2)

سوال4:﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾"یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"کی وضاحت کریں؟

جواب:"یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"اہل ظلمات جن کے دلوں میں حق کا نور باقی نہ رہا ہو ان کے لیے وہ گھر ہوگا جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔(تفسیر مراغی:389/1)

رکوع نمبر3

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ(258)﴾

''کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی'' جب ابراہیم نے کہا میرا رب تو وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔'' اس نے کہا: ''میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں'' ابراہیم نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تو بلاشبہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پھر تم اس کو مغرب سے نکال لاؤ'' تو وہ حیران رہ گیا جس نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''(258)

سوال1: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ﴾ ''کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کس نے جھگڑا کیا تھا؟

جواب: جھگڑا کرنے والے بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان بن سام بن نوح تھا۔(ابن کثیر)

سوال2: ﴿اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾ ''یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کس بنیاد پر جھگڑا کیا گیا تھا؟

جواب: نمرود نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے رب کے بارے میں جھگڑا کیا تھا اور اس بناء پر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دے رکھی تھی۔ حکومت پا کر اس میں رعونت، سرکشی آ گئی تھی جس کی بنا پر اس نے جھگڑا کیا۔

سوال3: نمرود بادشاہ کیسے بنا؟

جواب: قدیم بادشاہ لوگوں کو یہ یقین دلا کر ان پر حکومت کیا کرتے تھے کہ وہ خدا کا انسانی پیکر ہیں۔ نمرود کی قوم سورج کو دیوتاؤں کا سردار مانتی تھی اور اس کی پوجا کرتی تھی۔ نمرود نے کہا کہ وہ سورج دیوتا کا اوتار ہے اس لیے وہ لوگوں پر حکومت کرنے کا خدائی حق رکھتا ہے۔

سوال4: ﴿اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾ ''یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی'' کہہ کر کس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی'' یہ کہہ کر توجہ دلائی جا رہی ہے کہ بادشاہ اللہ تعالیٰ کے غلام ہوتے ہیں۔ بادشاہت اس لیے نہیں ملتی کہ لوگوں کو اپنا غلام بنا لیا جائے اور ان سے اپنے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کروائی جائے۔ ﴿2﴾ بادشاہت کی وجہ سے شکر گزاری کا رویہ اختیار کرنا چاہیے تھا لیکن اس نے کفر اور طغیانی کا رویہ اختیار کیا۔ ایک مدت تک بادشاہت کرنے کی وجہ سے کبر و غرور میں مبتلا ہو گیا تھا اور شیطان نے اس کے دماغ میں یہ خیال بٹھا دیا تھا کہ وہی لوگوں کا رب ہے۔ اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے بارے میں بحث کی اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ بھی وہی کام کر سکتا ہے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی تھی کہ ہم سب کا معبود ایک ہے ہمارا خالق اور مالک صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ کوئی نہیں جو خدائی میں اس کا شریک ہو، وہ بے مثل ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کی دلیل دی کہ ﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ ''میرا رب تو وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿إِذْ قَالَ إِبْرَاهِمُ﴾ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے بارے میں واضح فرمایا۔ ﴿2﴾ ﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ ''میرا رب تو وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے'' میرا رب تو وہ ہے جسے ہر کام کا اختیار حاصل ہے اسے زندگی اور موت پر اختیار ہے۔ زندگی اور موت کی مثال اس لیے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے عظیم کام ہے۔ زندگی دنیا کی ابتداء اور موت آخرت کی۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ زندگی عطا کرتا ہے، زندگی کو پیدا کیا، روح کو پیدا کیا، جسموں میں روح پھونک کر زندگی عطا کی۔ وہی اللہ تعالیٰ دلوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو ایمان عطا کر کے زندگی دیتا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ عدم سے وجود میں لا کر ساری قوتیں اور صلاحیتیں عطا کرتا ہے۔ ﴿4﴾ وہی موت سے ہم کنار کرتا ہے کیونکہ وہ موت کا مالک ہے، وہی موت کا خالق ہے، اسی کے فیصلے موت اور حیات کے لیے نافذ ہوتے ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے زندگی دینے سے مراد عدم سے وجود میں لانا ہے یعنی پہلے کچھ نہیں ہوتا پھر وہ حیات عطا کرتا ہے۔ اس کے موت دینے سے مراد یہ ہے کہ سب کچھ موجود ہوتا ہے اور وہ مٹا ڈالتا ہے ختم کر دیتا ہے۔ یعنی موجودات کا نہ ہونا۔ پھر ہونا، پھر مٹ جانا، پیدا کرنے والے کی کھلی دلیل ہے کہ وہ ہے، با اختیار ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔ تمام موجودات پر اسی کا قانون چلتا ہے۔ ﴿6﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ توحید کی دعوت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد معبود ہے تو اس کے لیے ایجاد کائنات کی عقلی دلیل دی کہ چیزوں کی ایجاد اور فنا کے لیے کسی ذات کے وجود کی ضرورت ہے یعنی کوئی ایسا ہو جو موت اور حیات پر قادر ہو۔ یہی اس کلی اختیار رکھنے والے، کلی تصرف رکھنے والے کے لیے دلیل ہے کہ کائنات میں تبدیلیاں یونہی نہیں آجاتیں وہی اللہ تعالیٰ جو زندگی اور موت پر قادر ہے تمہارا معبود ہے جس کی عبادت کی تمہیں دعوت دی جا رہی ہے۔

سوال6: ﴿قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ﴾ ''اس نے کہا: ''میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں'' اس سے نمرود کے کس شبہ کا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس نے کہا: ''میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نمرود سمجھتا تھا کہ وہ اپنی قوم کا خود مختار حاکم ہے اس کے فیصلے قوم پر نافذ ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں سزائے موت بھی دے سکتا ہوں اور معاف بھی کر سکتا ہوں تو گویا میں رب ہوں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس نے اسی مجلس میں دو قیدی منگائے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ وہ موت اور زندگی کے راز کے بارے میں شبہ میں تھا۔ (تیسیر الرحمٰن:180/1)

سوال 7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے لیے دوسری دلیل دی کہ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ ''اللہ تعالیٰ تو بلاشبہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پھر تم اس کو مغرب سے نکال لاؤ'' اس دلیل کا انتخاب کس وجہ سے کیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دلیل اس لیے دی کہ جو موت اور حیات پر قادر ہو وہ ہر تصرف پر بھی قدرت رکھتا ہے وہی ذرّوں کو پیدا کرتا ہے اور اپنے ارادے سے ان کی حرکات کو قائم کرتا ہے اس لیے انہوں نے نمرود کو دعوت دی کہ سارے ستاروں کو چھوڑ کر ایک سورج کی حرکت پر اپنے تصرف کو ثابت کر دو۔ اگر تم سورج کی حرکت کنٹرول کر لو تو تم واقعی خدا ہو ورنہ جھوٹے ہو۔ اس دلیل پر نمرود حیران رہ گیا، اس کے پاس اس دلیل کا کوئی توڑ موجود نہیں تھا، اس طرح اس پر حجت قائم ہوگئی۔ ﴿2﴾ ہماری آنکھ روزانہ فطرت کا یہ نظارہ دیکھتی ہے کہ کبھی اس نظام میں کوئی خلل نہیں آیا۔ کائنات کی گواہی انسان کی فطرت کو اپیل کرتی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فطرت انسانی کا ہاتھ پکڑ کر چیلنج کیا تو نمرود کے پاس کوئی جواب نہیں رہ گیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے نمرود حریف نہیں تھا اس لیے وہ چاہتے تھے ایسی دلیل دیں جو اس کے دل کو اپیل کرے اس وجہ سے انہوں نے دل لگتی دلیل کا انتخاب کیا۔

سوال 8: ﴿فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ﴾ ''تو وہ حیران رہ گیا جس نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دیا ہوا چیلنج سامنے آیا تو حق واضح ہوگیا، اب انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ایمان لے آتا لیکن اس نے انکار کیا اور کافرانہ رویہ اختیار کیا۔ کافر تکبر میں مبتلا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ حق کی طرف نہیں آپاتا، وہ حیران و پریشان رہ جاتا ہے، اسے نہیں سوجھتا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے، یہی کیفیت نمرود کی تھی۔ اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اس کی دلیل غلط ثابت ہوگئی اور اس کا پیش کردہ شبہ کالعدم ہوگیا۔ جو جھوٹا بھی حق اور عناد کے ذریعے سے حق کا مقابلہ کرنا چاہے وہ اسی طرح مغلوب اور شکست خوردہ ہو جایا کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:308/1)

سوال 9: نمرود نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت سے اپنے اوپر زد پڑتے ہوئے کیوں محسوس کی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب کی طرف دعوت دی۔ اس عقیدے کے مطابق سورج ایک بے زور غلام ہے۔ اس طرح وہ اس عقیدے کی بنیاد کو ڈھا رہے تھے جس کے اوپر نمرود نے اپنا تخت بچھا رکھا تھا۔ اسی وجہ سے وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دشمن ہوگیا۔

سوال 10: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو سے انبیاء علیہم السلام کے طریقہ دعوت کے کون سے نکات پتہ چلتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انبیاء علیہم السلام سوالوں کا تسلی بخش جواب دیتے ہیں، مناظرانہ انداز اختیار نہیں کرتے۔ ﴿2﴾ وہ فطرت انسانی کا ہاتھ پکڑ کر حکیمانہ دلائل دیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کائنات کی گواہی پیش کرتے ہیں جو انسانی فطرت کو اپیل کرتی ہے۔ ﴿3﴾ انبیاء مخالفین کو اپنا حریف نہیں بلکہ مدعو سمجھتے ہیں۔

سوال 11: ﴿وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ظالموں کے دلوں میں قطعی دلائل کے لیے گنجائش نہیں بناتا، اس لیے کہ انہیں نہ ہدایت کے راستے کی تلاش ہوتی ہے نہ اس پر چلنے کا شوق ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ سیدھے راستے پر آنا انسان کا حق ہے اور ظالم اپنے آپ کو اس حق سے محروم کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے حق کا راستہ نہیں سجھاتے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ظالموں کو کفر اور گمراہی میں مبتلا رہنے دیتے ہیں کیونکہ وہ خود اپنے لیے اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اگر کسی کا مقصد ہدایت حاصل کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیتا ہے اور ہدایت تک پہنچنے کے اسباب بھی مہیا کر دیتا ہے۔

سوال 12: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی چیز کو انسان مختلف معنوں میں لے سکتا ہے، واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا امتحان کی جگہ ہے اور امتحان میں دونوں پہلو سامنے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ایک ہی چیز کو دو مختلف معنوں میں لیا جا سکے تاکہ امتحان کا مقصد پورا ہو سکے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس دولت ہے وہ اس کو ایسے رخ سے بھی دیکھ سکتا ہے کہ اسے یہ اپنی صلاحیت اور محنت کا نتیجہ نظر آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھے۔ ایسے ہی کسی شخص کو اقتدار ملا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی کامیابی کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھے۔ دونوں مثالوں میں پہلی صورت ظلم کی ہے اور دوسری شکر کی۔ ﴿2﴾ جو شخص ظالمانہ مزاج رکھتا ہے اس کو ہر واقعے سے تکبر اور خود پسندی کی غذا ملے گی جس کی وجہ سے وہ مزید گمراہ ہوگا۔ گمراہی کی غذا تکبر اور خود پسندی ہے۔ شکر گزار کے لیے ہر واقعے میں ہدایت کا سامان ہوتا ہے۔ اس کے لیے ہر واقعے میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان ہوتی ہے۔ اس طرح اس کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اس کے لیے ہر واقعے میں عاجزی کا سامان ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کو پاتا ہے۔ دنیا اور اس کی ساری وسعتیں شکر گزار انسان کے لیے ایمانی رزق کا دسترخوان ہیں۔

سوال 13: اس آیت کے کیا اسباق ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور وہی مختار کل ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عبادت اور ہر حال میں توکل اس کا حق ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ کریں۔ (ھود:123) ﴿2﴾ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس مناظرے میں ایک باریک نقطہ ہے کہ دنیا میں شرک کا دارومدار ستاروں اور قبروں کی عبادت پر ہے۔ بعد میں انہی کے نام سے بت تراشے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو دلائل پیش کیے ہیں ان میں ان سب کی الوہیت کی اجمالاً تردید موجود ہے کیونکہ اللہ وحدہ لاشریک ہی زندہ کرتا اور موت دیتا ہے وہ زندہ جسے مرجانا ہے وہ زندگی میں معبود بننے کی اہلیت رکھتا ہے اور نہ مرنے کے بعد کیونکہ اس کا ایک رب ہے، پھر جو قادر ہے، زبردست ہے، وہ اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرتا ہے جو ایسا مجبور ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی صورت کا بت بنایا جائے اور اس کی پوجا کی جائے۔ اسی طرح ستاروں کا حال ہے ان میں سے بڑا نظر آنے والا سورج ہے۔ یہ بھی حکم کا پابند ہے، اپنے بارے میں آزادی سے فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ اس کا خالق و مالک ہی اسے مشرق سے لاتا ہے تو اس کے حکم اور مرضی کے مطابق اطاعت کرتا ہے یعنی یہ بھی مربوب اور مسخر یعنی حکم کا پابند غلام ہے معبود نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے۔'' (مفتاح دارالسعادۃ:1/210,211) ﴿3﴾ حقیقت یہ ہے کہ ایمان انسان کے لیے اتنا اہم اور ضروری ہے جس قدر زندگی کے لیے کھانا، پینا اور ہوا ضروری ہے۔

﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (259)

''یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی، اس نے کہا: ''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟'' اس نے کہا: ''میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا،'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلکہ تم سو سال تک رہے، سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں'' پھر جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (259)

سوال 1: ﴿ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا ﴾ ''یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ أَوْ كَالَّذِي ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت خدا کی دین ہے جسے چاہے دے اور جس طریق سے چاہے دے۔ نمرود کو تم نے دیکھا۔ کیونکہ دلائل ہی سے گھبرا گیا۔ اب اس شخص کا قصہ سنو جس نے جب تک موت و زندگی کو تجربۃً نہ دیکھ لیا یقین نہیں کیا۔ (سراج البیان: 101/1) ﴿2﴾ غالباً وہ سیدنا عزیر تھے جن کا دور پانچویں صدی قبل مسیح کا ہے۔ ﴿3﴾ کسی نے کہا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا ایک فرد تھا۔ اور یہی قول اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ واقعہ کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ کی اس قدرت میں شبہ کرتا تھا کہ وہ دوبارہ مردوں کو زندہ کرے گا اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ وہ نبی نہ تھا بلکہ ایک عام انسان تھا جسے بعث بعد الموت میں شبہ تھا۔ (تیسیر الرحمٰن: 150/1) ﴿4﴾ ﴿ مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ ﴾ ''اس کا گزر ایک بستی پر ہوا'' وہ بستی بیت المقدس تھی جسے بخت نصر نے اجاڑا تھا۔ ﴿5﴾ ﴿ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا ﴾ ''جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی'' خاوی یعنی خالی جگہ جہاں کوئی رفیق نہ ہو ﴿ عُرُوشِهَا ﴾ سے مراد اس کی عمارتیں ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿6﴾ ایک بستی ہے جو گر کر اپنی بنیادوں پر پڑی ہے، ریزہ ریزہ ہو چکی ہے۔ موت، بوسیدگی اور ٹوٹ پھوٹ کا نقشہ پرتاثیر انداز میں نہایت رقّت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یوں لگتا ہے سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہے۔ انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا؟ اس تباہی میں سے تعمیر کیسے ابھرے گی؟

سوال 2: ﴿ قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ ''اس نے کہا: ''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟'' اس شخص کے دل میں یہ خیال کیوں آیا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو کیسے زندہ کرے گا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اس شخص نے بیت المقدس کو ویران دیکھ کر یہ سوچا کہ یہ شہر کتنا پر رونق تھا اس کی رونق خاک میں مل گئی۔ اب اجڑنے کے بعد کیسے آباد ہوگا؟ نہ کوئی انسان ہے، نہ مکان۔ کھنڈرات کیسے آباد ہوں گے؟ بیت المقدس کی ویرانی کے بارے میں سوچتے سوچتے یہ خیال آیا کہ اب یہ آباد کیسے ہوگا؟ اسے یہ چیز ناممکن محسوس ہوئی، اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔

سوال3: ﴿ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟ اس نے کہا، ''میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو سال کے لیے سلا دیا جس کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا۔ ﴿2﴾ ﴿ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ﴾ ''پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟'' پھر اٹھایا اور پوچھا کتنا عرصہ اس حال میں رہے؟ ﴿3﴾ ﴿ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ﴾ ''اس نے کہا: ایک دن یا اس کا کچھ حصہ'' وہ دن نکلتے ہی فوت ہو گئے تھے اور غروب آفتاب کے وقت زندہ ہوئے اس لیے سمجھے کہ ایک دن گزرا اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔ اس لیے کہا کہ دن کا بھی کچھ حصہ رہا ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس کے احساسات ختم ہو چکے تھے۔ اسے صرف اپنی موت سے پہلی والی حالت یاد تھی۔

سوال4: ﴿ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ﴾ ''بلکہ تم سو سال تک رہے سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ ﴾ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا بلکہ تم سو برس اس حال میں رہے ہو۔ ﴿2﴾ ﴿ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ﴾ اپنے کھانے پینے کی طرف دیکھو اس میں سے کچھ بھی خراب نہیں ہوا۔ اس شخص کے پاس انگور، انجیر اور کچھ پھلوں کا رس تھا ان میں سے کچھ خراب نہیں ہوا تھا نہ انگور خراب ہوئے نہ پھلوں کا رس خراب ہوا حالانکہ وہ جلد خراب ہونے والی چیزیں ہیں اور سو سال گزر چکے تھے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی دلیل ہے کہ سو سالوں کی مدت گزر جانے کے باوجود اس نے کھانے پینے کی چیزوں کو تبدیل یا خراب ہونے سے بچائے رکھا۔

سوال5: ﴿ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ ﴾ ''اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گدھے کو کس چیز کی نشانی بنا دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گدھے کو زندگی کے بعد موت کی نشانی بنا دیا۔ اس کا گدھا مر چکا تھا ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ اس کی طرف توجہ دلائی اپنے گدھے کو دیکھو کیسے بوسیدہ ہو رہا ہے حالانکہ کھانے کی نسبت زندہ مخلوق دیر سے گلتی سڑتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: ﴿وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا﴾ ''اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھران کو گوشت پہناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گدھے کو کیسے ان کے سامنے زندہ کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی آنکھوں کے سامنے گدھے کو زندہ کیا۔ گدھے کی ہڈیاں اٹھا کر اس میں جوڑیں پھران کے سامنے گدھے کا ڈھانچہ تیار کر دیا۔ پھران ہڈیوں پر گوشت پوست، رگیں اور پٹھے پیدا کر دیے پھر فرشتہ بھیجا اور اس نے گدھے کے نتھنوں سے روح پھونک دی اور گدھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہنہنانے لگا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص اور اس کے گدھے کو سو سال بعد زندہ کر دیا اور اس کے کھانے پینے کی چیزوں کو خراب نہیں ہونے دیا اس سے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کرنے کو ثابت کیا ہے۔

سوال7: ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ''جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ﴾ ''جب اس پر خوب واضح ہو گیا'' اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا علم ہو گیا۔ اس کے سامنے گدھے کو زندہ کیا گیا۔ ان کے سامنے زندگی کے بعد موت کا معاملہ واضح ہو گیا۔ ﴿2﴾ ﴿قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ''اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' آیت کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص موت کے بعد زندگی کا منکر تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی کہ اسے ہدایت دے کر لوگوں کے لیے نشانی اور قیامت کی دلیل بنا دے۔ اس موقف کے تین دلائل ہیں (الف) اس نے کہا: ﴿أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟'' اگر وہ نبی یا نیک بندہ ہوتا تو یوں نہ کہتا۔ (ب) اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک، اس کے مشروب، اس کے گدھے اور اس کی ذات میں اپنی نشانی دکھا دی، تاکہ وہ جس چیز کا انکار کرتا ہے اسے آنکھوں سے دیکھ کر اقرار کر لے۔ آیت میں یہ ذکر نہیں کہ وہ بستی بعد میں پہلے کی طرح آباد ہو گئی تھی۔ نہ سیاق کلام سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔ نہ اس کا کوئی خاص فائدہ ہی ہے۔ ایک بستی جو بے آباد ہو گئی۔ بعد میں اس کے باشندوں نے واپس آ کر یا دوسرے لوگو ں نے رہائش اختیار کر کے اسے آباد کر دیا تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا؟ اصل دلیل تو خود اسے اور اس کے گدھے کو زندہ کرنے میں اور اس کے سامان خورد و نوش کو اصلی حالت میں باقی رکھنے میں ہے۔ (ج) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ﴾ ''جب اس کے لیے ظاہر ہو گیا'' یعنی جو چیز اسے معلوم نہیں تھی، اس سے مخفی تھی، وہ ظاہر اور واضح ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا ہمارا قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر سعدی: 311,310/1) ﴿3﴾ اس نے کہا میں جانتا ہوں یعنی زندگی کے بعد موت کا عقیدہ رکھتا ہوں آنکھوں سے دیکھ کر تو سب سے بڑھ کر جانتا ہوں۔ یہ یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والے ہیں۔ ﴿4﴾ ﴿أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ''القدیر'' ہے کہ وہ تقدیر کا مالک ہے۔ اس نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔ وہ موت اور زندگی کو اندازے کے مطابق رکھتا ہے۔ کوئی انسان اس کی قدرت کا اندازہ نہیں لگا سکتا نہ اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شان کے مطابق اس کی تعظیم کرسکتا ہے۔

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (260) ﴾

''اور جب ابراہیمؑ نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اس نے کہا: ''کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہوجائے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے۔'' اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (260)

سوال 1: ﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾ ''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے، خشوع وخضوع کرنے والے عبادت گزار پیغمبر تھے۔ انہوں نے کہا کہ مالک! مجھے دکھادے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ یہ شوق کس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے؟

جواب: یہ ذوق وشوق ایک فطری امر ہے۔ اس شوق کا تعلق ایمان کی پختگی کے ساتھ نہیں ہے۔ ایمان کے نتیجے میں مومن کے دل میں کئی قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قدرت کے رازوں میں جھانکے۔ یہ شوق بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال ﴿ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾ ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' کیوں کیا تھا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا تھا کہ میرا رب زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اس لیے آپ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف جانا چاہتے تھے اور مشاہدہ کی طرف ترقی کرنا چاہتے تھے کہ کہیں نمرود یہ نہ پوچھ لے کہ کبھی رب کو مارتا اور جلاتا ہوا دیکھا بھی ہے اس لیے انہوں نے مشاہدہ زندگی بعد موت کے لیے دعا کی تھی۔ (مختصر ابن کثیر: 176/1)

سوال 3: ﴿ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اس نے کہا: ''کیوں نہیں؟'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا تھا یقین تو ہے مگر دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابراہیم کی نسبت ہم اطمینان قلب کے زیادہ محتاج ہیں۔'' (بخاری)

سوال 4: ﴿ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ﴾ ''لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہوجائے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یقین تو تھا لیکن حق الیقین کا مقام چاہتے تھے تاکہ ایمان میں اضافہ ہو یعنی دلائل سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ دلائل سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور یقین کامل ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شک کرنے کا ہمیں ابراہیم رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق ہے، جب انہوں نے عرض کیا تھا کہ اے میرے رب! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا، کیا تجھ کو یقین نہیں ہے؟ عرض کی یقین ضرور ہے، لیکن میں نے یہ درخواست اس لئے کی ہے کہ میرے دل کو اور اطمینان حاصل ہو جائے۔ (صحیح بخاری:4537) ﴿2﴾ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام شک میں مبتلا ہوتے تو ہم لوگ اس کے زیادہ قریب تھے اور جب ہم شبہ نہیں کرتے تو ابراہیم علیہ السلام کیسے شبہ کر سکتے تھے؟ قرطبی نے لکھا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے اس قسم کا شبہ جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ﴾ میرے بندوں پر بلاشبہ تجھے کوئی اختیار نہیں اور آپ کا رب ہی کارساز کافی ہے۔ (الاسراء:65) (تیسیر الرحمٰن)

سوال5: ﴿ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے تخلیق کے راز کو کیسے واضح کیا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ چار پرندے لیں۔ ﴿2﴾ ﴿ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ﴾۔ انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لیں۔ ان کی خصوصیات اور نشانیاں اچھی طرح سے جان لیں۔ ﴿3﴾ ﴿ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ ﴾ ''پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ'' پھر ذبح کر کے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ ان کے اجزا کو پہاڑوں پر بکھیر دیں پھر پکاریں۔ ان میں زندگی لوٹ آئے گی۔ ﴿4﴾ ﴿ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ﴾ ''وہ دوڑ کر تمہاری طرف لوٹ آئیں گے'' پوری قوت سے دوڑتے ہوئے اور تیزی سے اڑتے ہوئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایسے ہی کیا۔ اس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تخلیق کے راز کو پا لیا۔ انہیں مردوں کے زندہ ہونے کا مشاہدہ حاصل ہو گیا رب العزت نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ﴾ اور ابراہیم کو اسی طرح ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ (الانعام:85)

سوال6: کیا زندگی اور موت کی حقیقت اور موت کے بعد زندگی کے راز کو انسان اپنی عقل سے پا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور کثرت سے جہان سے جاتے ہیں لیکن عقل موت اور حیات کی حقیقت کو پانے سے عاجز ہے۔ ﴿2﴾ انسانی عقل کے پاس موت اور حیات کی حقیقت کو پانے کے لیے زیادہ سے زیادہ جو ذریعہ ہے وہ زندگی کے آثار ہیں جن کو دیکھ کر انسان زندگی کا اندازہ لگاتا ہے۔ انسان مرنے والوں کی موت کے آثار دیکھ کر موت کا اندازہ لگاتا ہے۔ ﴿3﴾ موت کے بعد زندگی کو اللہ تعالیٰ نے ذہن پر نقش کیا ہے۔ عقلی دلائل نہیں دیئے گئے، ماضی کا کوئی واقعہ نہیں سنایا گیا، ذاتی تجربے سے گزار کر شعور دیا گیا۔ سب سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زیادہ ذاتی تجربہ انسان کے شعوراور احساسات پر چھایا رہتا ہے، اور دل مطمئن ہوجاتا ہے مزید یقین دہانی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

سوال 7: انبیاء علیہم السلام کو غیب کے پردے کے پیچھے چھپے حقائق دکھانے کا خصوصی معاملہ کیوں ہوتا ہے؟

جواب: انبیاء علیہم السلام کو غیب کا پردہ ہٹا کر اس لیے سب کچھ دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ان چھپی ہوئی حقیقتوں سے باخبر کرسکیں اور ان کے بارے میں کہہ سکیں کہ ہم دیکھی ہوئی چیز سے باخبر کررہے ہیں نہ کہ سنی ہوئی چیز سے۔

سوال 8: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''عزیز'' اور ''حکیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی زندگی پر غلبے سے اپنے ''عزیز'' ہونے کا شعور دلایا ہے یقیناً جو ٹکڑے ٹکڑے گوشت کو پورے وجود کی شکل میں زندگی دیتا ہے وہ غالب ہے۔ ﴿2﴾ ہر چیز اس کی قدرت کے دائرے میں ہے کوئی اس کا حکم نہیں ٹال سکتا۔ جو وہ چاہتا ہے بغیر کسی رکاوٹ کے ہوجاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اپنے اقوال وافعال، اپنی شریعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

رکوع نمبر 4

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (261)﴾

''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (261)

سوال 1: اس آیت کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غزوۃ تبوک میں انفاق کے بارے میں نازل ہوئی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ایک ہزار اونٹ اور ایک ہزار دینار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو الٹتے پلٹتے رہے اور فرمایا: آج کے بعد عثمان کا کوئی فعل اسے نقصان نہیں دے گا۔ ﴿2﴾ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چار ہزار درہم لے کر آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے۔ میں نے چار ہزار اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے روک لیے اور چار ہزار میں نے اپنے رب کو قرض دے دیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيمَا أَمْسَكْتَ وَفِيمَا أَعْطَيْتَ اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں برکت دے جو آپ نے روک دیا اور جو آپ نے عطا کردیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (اسباب النزول للواحدی: 47)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ﴾ ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایک دانے سے دی گئی ہے جس کو بونے سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اس سے اللہ تعالیٰ یہ سمجھا رہے ہیں کہ اس کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے جتنا خلوص ہوگا اسی کے مطابق اس کا اجر زیادہ ہوگا۔ جو رب ایک دانے سے سات سو دانے نکال سکتا ہے، وہ ایک روپے کو ترقی دے کر سات سو بھی کر سکتا ہے۔

سوال3: انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: انفاق فی سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کے لیے خرچ کیا جانے والا مال ہے۔ فی سبیل اللہ سے مراد ہر وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچائے۔ جہاد فی سبیل اللہ، مسلمانوں کو نفع پہنچانے والے اعمال، نفع مند علوم کی نشر و اشاعت اور فقراء و مساکین پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون اپنا مال خرچ کرتا ہے؟

جواب: رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز برباد نہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اجر ان کو پورے کے پورے دے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے۔ یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔ (فاطر:29,30)

سوال5: انفاق کو بیج سے تشبیہ دے کر رب العزت نے کس طرح انسانی فطرت کو جھنجوڑا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس مثال کے ذریعے عمل کے ثواب میں اضافے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ رب العزت نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے۔ ﴿2﴾ اس حقیقت کے خوب صورت اظہار کی وجہ سے انسانی شعور میں جوش و خروش پیدا ہوتا ہے اور انسانی ضمیر جاگ اٹھتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان کے سامنے زندہ ہری بھری فصل آتی ہے۔ ﴿4﴾ انسان کے سامنے عام لیکن عجیب تجربہ آتا ہے۔ ﴿5﴾ اس زندہ منظر کی وجہ سے انسان کا ضمیر بھی سخاوت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور انسان اپنا سب کچھ لگانے کے لئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تیار ہوجاتا ہے۔﴿6﴾انسان کواپنے کیے کا اتنا پھل ملنے کا یقین ہوجاتا ہے۔اس طرح وہ اورزیادہ خرچ کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

سوال6: انفاق کو بیج سے تشبیہ دے کر ہمیں کیا سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے؟

جواب: انسان کا عمل بیج کی طرح ہے جو اچھا بھی ہوسکتا ہے اور برا بھی۔زمین بھی اچھی بری ہوسکتی ہے۔انسان دنیا کی زمین میں ڈالے گا تو یہیں پھل پائے گا،آخرت کی زمین میں انفاق کا بیج ڈالے گا تو آخرت میں کئی گنا پھل پائے گا۔

سوال7: انفاق کے لیے نبی ﷺ نے کیسے ترغیب دلائی ہے؟

جواب: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ کہ(میری راہ میں)خرچ کروتو میں بھی تم پرخرچ کروں گا''اورفرمایا:''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے،رات اوردن کے مسلسل خرچ سے بھی یہ کم نہیں ہوتا''اورفرمایا:''تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے،مسلسل خرچ کیے جارہا ہے لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی،اس کا عرش پانی پرتھا اوراس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اوراٹھاتا رہتا ہے۔''(صحیح بخاری:4684)

سوال8: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾''اوراللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے''وہ کون سا انفاق ہے جو بڑھتا ہے؟

جواب:''اوراللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ بے حساب اجرعطا فرماتا ہے۔وہ انفاق بڑھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اخلاص کے ساتھ کیا جائے۔انفاق خرچ کرنے والے کے حالات،اس کے اخلاص یا خرچ کی کیفیت،منافع اورموقع پر ہونے کی مناسبت سے بڑھتا ہے۔﴿1﴾عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللهِ كُتِبَتْ لَهُ سَبْعُ مِائَةِ ضِعْفٍ۔ سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جوشخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کے لیے سات سوگنا اجرلکھا جاتا ہے۔''(جامع ترمذی:1625)﴿2﴾سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک اونٹنی لے کرآیا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں(صدقہ)ہے تو اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تیرے پاس قیامت کے دن اس کے بدلے سات سواونٹنیاں ہوں گی جن کی مہار ڈالی ہوئی ہوگی۔''(صحیح مسلم:4897)

سوال9: دنیا کے لیے کیا جانے والا خرچ کس نوعیت کا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جس مال کو خرچ کرکے انسان دنیا کا فائدہ چاہے مثلاً دنیا میں شہرت،عزت وغیرہ۔﴿2﴾دنیا کے لیے کیے جانے والے خرچ کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے۔﴿3﴾دنیا کے لیے کیے جانے والے خرچ کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

سوال10: آخرت کے لیے کیا جانے والا خرچ کس نوعیت کا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جوشخص اللہ تعالیٰ کے لیے مال خرچ کرتا ہے وہ کسی پر بھی احسان نہیں جتاتا۔﴿2﴾اگر کسی سوال کرنے والے کو نہ دیا جاسکے تو اسے برا بھلا بھی نہیں کہتا۔﴿3﴾اس کے مال خرچ کرنے پر لوگ اچھا response نہ دیں تو وہ ناراضگی کا اظہار نہیں کرتا کیونکہ اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دل کو یقین ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے بدلہ لینا ہے۔ ﴿4﴾ نہ دے سکنے کی صورت میں نرمی سے معذرت کر لیتا ہے کیونکہ اس کے دل کو یقین ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اپنے رب کے سامنے کہہ رہا ہوں۔

سوال11: اللہ تعالیٰ ﴿وَاسِعٌ﴾ ''بڑی وسعت والا ہے'' کی وضاحت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿وَاسِعٌ﴾ بڑی وسعت والا ہے، اس کی عطا میں کمی نہیں۔ ﴿2﴾ وہ وسعت والا ہے اس کا ہاتھ تنگ نہیں کہ کسی مومن کا عمل جتنی ترقی کر سکتا ہو اتنی ترقی نہ دے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے، اس کی وسعت کبھی ختم ہونے والی نہیں، اس کی عطا بے حساب ہے لہٰذا خرچ کرنے والے کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ اس کے لیے کوئی انعام مشکل ہے۔

سوال12: اللہ تعالیٰ کے ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا'' ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہے کہ جو خرچ کیا جائے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ کون دوگنے چوگنے ثواب کا مستحق ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے کہ اسے انسان کے سچے جذبوں کی خبر ہی نہ ہو اور ان کا اجر مارا جائے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نیتوں کا حال جانتا ہے، وہ اپنے علم کی وجہ سے نیکی اور نیتوں پر اجر دیتا ہے کیونکہ اس کا علم اور حکمت کامل ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (262)﴾

''وہ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر جو انہوں نے خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لاتے ہیں اور نہ ہی کوئی تکلیف پہنچانا، ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (262)

سوال1: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''وہ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں'' انفاق فی سبیل اللہ سے اللہ تعالیٰ کن مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انفاق کرنے والے کا نفس پاک ہو جائے۔ ﴿2﴾ انفاق کرنے والے کو اخلاقی پاکیزگی نصیب ہو جائے۔ ﴿3﴾ انفاق کرنے والے کے نفس کی اصلاح ہو جائے۔ ﴿4﴾ معاشرے کے افراد کے درمیان محبت پیدا ہو جائے۔ ﴿5﴾ انفاق کرنے والا خالص اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے صدقہ دے۔

سوال2: انفاق کے فوائد حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ذہن کو کیسے تیار کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ یہ واضح فرماتے ہیں کہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے اور مال و دولت اسی کی ملکیت میں ہے۔ ﴿2﴾ دولت کے حصول کے قریبی اور دور کے سارے اسباب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ ﴿3﴾ دولت کے حصول کا کوئی ذریعہ انسان کے کنٹرول میں نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔﴿4﴾دولت والے اس رزق کے جواللہ تعالیٰ نے دیا ہے محافظ اورامین ہیں۔﴿5﴾دولت والا اگرخرچ کرتا ہے تواللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتا ہے۔﴿6﴾اگرکوئی مال خرچ کرکے نیکی کرتا ہے تووہ اللہ تعالیٰ کوقرض دیتا ہے اوراللہ تعالیٰ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کردیں گے۔﴿7﴾صدقہ دینے والے کے لیے صدقہ لینے والا اجرکا باعث بنتا ہے۔﴿8﴾صدقہ کرنے سے نہ مال کم ہوتا ہے نہ ضائع ہوتا ہے۔﴿9﴾انفاق کرنے کی بیش بہا فوائد سے ترغیب دی ہے۔جولوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مال خرچ کرتے ہیں اوراس کے بعد ایسے کام نہیں کرتے جس سے عمل ضائع ہوجائے یا اس میں کوئی خرابی پیدا ہوجائے مثلاً احسان جتلانا اورزبانی اورعملی طور پر ایذا دینا تو ایسے لوگوں کا اجران کے رب کے پاس ہے۔

سوال3:﴿ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى﴾''پھر جوانہوں نے خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لاتے ہیں اورنہ ہی کوئی تکلیف پہنچانا''احسان جتلانا اورایذا دینا کیسا عمل ہے؟

جواب:﴿1﴾احسان جتلانے سے مراد ہے جس پرصدقہ کیا ہواس کے سامنے صدقے اوراس کی تعداد کا ذکرکرنا اوراس پر اپنی بڑائی ثابت کرنا۔﴿2﴾احسان جتلانا ایک ناپسندیدہ،گھٹیااورمکروہ کام ہے۔﴿3﴾جس پراحسان جتلایا جاتا ہے اس کے لیے باعث اذیت ہے۔﴿4﴾جواحسان جتلاتا ہے وہ تکبر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔﴿5﴾''اَذًی''تکلیف پہنچانے سے مراد یہ کہنا ہے کہ میں نے تمہیں فلاں فلاں چیز نہیں دی اور یہ کہ میں نے تم پراس اس طرح سے خرچ نہیں کیا۔

سوال4:انسان کب احسان جتلاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان تب احسان جتلاتا ہے جب وہ جھوٹے احساس برتری میں مبتلا ہواور یہ چاہے کہ لوگ اسے اچھا کہیں۔﴿2﴾جب وہ یہ چاہے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں۔﴿3﴾جب وہ یہ چاہے کہ لوگ اس کے انفاق کو پسندیدہ نظروں سے دیکھیں۔﴿4﴾جب اس کے دل میں غرورو تکبر ہو۔﴿5﴾جب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو کہ وہ اپنے بھائی کو ذلیل ورسوا کرے۔﴿6﴾جب اس کا دل پاک نہ ہواس میں بخل اورحرص ہو۔﴿7﴾احسان جتلانے والے کے دل میں نفاق،ریاکاری اوراللہ تعالیٰ سے دوری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

سوال5:جس پراحسان جتلایا جاتا ہے اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾وہ اپنے آپ کو کم تراور برے حالات میں محسوس کرتا ہے۔﴿2﴾اس کے دل میں حقارت اورانتقام کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔﴿3﴾افرادمعاشرہ کے درمیان دشمنیاں اورنفرتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ماہرنفسیات اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ احسان جتلانے والا اورجس پراحسان جتلایا جاتا ہے دونوں کے درمیان کسی موڑ پر دشمنی ضرور پیدا ہوجاتی ہے۔اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جواحسان جتلاتا ہے وہ تکبر میں مبتلا ہوجاتا ہے اورجس پراحسان کیا جاتا ہے اس کے اندراحساس کمتری پیدا ہوجاتا ہے۔یہ احساس ہروقت اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اندر چھپا رہتا ہے اور اس پر غلبہ پانے کے لیے وہ احسان کرنے والے پر بھی حملہ آور ہو جاتا ہے۔﴿4﴾احسان جتلانے سے انفاق فی سبیل اللہ زہر اور آگ بن جاتا ہے جس سے دشمنی پھوٹ نکلتی ہے۔﴿5﴾احسان جتلانے سے انفاق اذیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور بے اثر ہو جاتا ہے۔

سوال6: احسان جتلانے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: احسان جتلانے سے اس لئے روکا گیا تا کہ ﴿1﴾ کوئی دینے والا احسان جتلا کر تکبر نہ خریدے۔﴿2﴾ کوئی لینے والا صدقہ لے کر احساس کم تری کا شکار نہ ہو۔﴿3﴾احسان جتلانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور احسان جتلانے والا ان تین لوگوں میں سے ہے جن کی طرف قیامت کے دن نہ اللہ تعالیٰ دیکھے گا نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک وصاف کرے گا (معاف کرے گا) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین بار یہ فرمایا۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسارے میں ہوں گے، یہ کون لوگ ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا اور دے کر احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔''(صحیح مسلم:293)

سوال7: انفاق فی سبیل اللہ کے معاشرے کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾معاشرے کے افراد کے درمیان اچھے تعلقات پروان چڑھتے ہیں۔﴿2﴾وہ ایک دوسرے کے ہمدرد ہو جاتے ہیں۔﴿3﴾ وہ ایک دوسرے کے لیے فراخ دل ہو جاتے ہیں۔﴿4﴾وہ ایک دوسرے کے لیے عالی ظرف ہو جاتے ہیں۔﴿5﴾وہ ایک دوسرے کے لیے خودغرضی، بخل، تنگدلی اور سنگدلی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ ﴿6﴾وہ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ ﴿7﴾اسلامی معاشرے میں وحدت پیدا ہوتی ہے۔﴿8﴾اسلامی معاشرے کے رجحانات ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔﴿9﴾افراد معاشرہ میں ہم آہنگی ہو جاتی ہے۔﴿10﴾اسلامی معاشرے کے افراد کے فرائض اور ذمہ داریوں میں یک سوئی پیدا ہو جاتی ہے۔﴿11﴾وہ ایک دوسرے کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں۔

سوال8: ﴿لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ''ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾''ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' جو انفاق فی سبیل اللہ میں احسان نہیں جتلاتے اور تکلیف نہیں دیتے، ان کو اللہ تعالیٰ ان کے شایان شان اجر عطا فرمائیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایسا نیک کام کیا جواس کوضائع کرنے والے اسباب سے پاک تھا۔﴿2﴾اوران پر نہ کوئی خوف ہوگااور نہ وہ غمگین ہوں گے۔اس لیے کہ انہوں نے اپنے رب کی رضا کے لیےصدقہ کیااوراحسان جتلانے اورتکلیف دینے سے بچے۔

سوال9:صدقہ کرنے والےکوکس چیز کا خوف اورغم نہیں ہوگا؟

جواب:﴿1﴾صدقہ کرنے والےکومال کم ہونے کا خوف اورغم نہیں ہوگا۔﴿2﴾صدقہ کرنے والے کا نہ اجرضائع ہوگا،نہ ہی ضائع ہونے کا خوف اورغم ہوگا۔﴿3﴾صدقہ کرنے والےکونہ دنیامیں کوئی غم ہوگااورنہ آخرت میں برے انجام سے پریشانی ہوگی۔

سوال10:انفاق کےانفرادی فوائدکیاہیں؟

جواب:﴿1﴾انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کواپناذاتی فائدہ سمجھنے لگتاہے ﴿وَمَاتُنْفِقُوْامِنْ خَيْرٍفَلِاَنْفُسِكُمْ﴾اورخیر میں سے جوکچھ تم خرچ کروگےوہ تمھارے ہی لیے ہے۔(البقرہ:272)﴿2﴾انفاق فی سبیل اللہ برائیوں کودورکرنے کا ذریعہ ہے۔﴿وَيُكَفِّرُعَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾اور وہ (اللہ تعالیٰ)تمہاری کچھ برائیاں تم سے دورکردے گا۔(البقرہ:271)﴿3﴾انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے گئے مال کو پھلتا پھولتامحسوس کرنے لگتاہے۔

سوال11:انفاق کےمعاشی فوائدکیاہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سودکامٹھ ماردیتاہے اورصدقات کونشوونمادیتاہے۔﴿2﴾جس معاشرے کے خوش حال افرادضرورت سے زائدغریبوں کودے دیں تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں یاکاروباری لوگوں کوبلاسودقرضے دے دیں یاشراکت کے اصول پرنفع ونقصان کے حصہ داربن جائیں یاحکومت کے پاس جمع کروائیں کہ وہ اجتماعی خدمات کے لیے استعمال کرے،اس سوسائٹی کی تجارت،صنعت اورزراعت میں بےانتہااضافہ ہوگا۔

سوال12:انفاق کےکیامقاصدہیں؟

جواب:﴿1﴾انسانیت کی فلاح۔﴿2﴾انسانیت کی بہتری۔﴿3﴾انسانیت کاامن۔﴿4﴾انسان کی اچھی زندگی۔

سوال13:انفاق کےمعاشرتی فوائدکیاہیں؟

جواب:﴿1﴾انفاق کی وجہ سے معاشرے میں بے روزگاری ختم ہوجاتی ہے۔﴿2﴾معاشرے میں جرائم پروان نہیں چڑھتے۔﴿3﴾معاشرے کے افراد کے اخلاق بہترہوتے ہیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ سے تعلق میں اضافہ ہوتاہےاوردین کے کام ہونے لگتے ہیں۔﴿5﴾معاشرتی تعلقات میں بہتری آتی ہے۔﴿6﴾جہادفی سبیل اللہ کے ذریعے دشمن قوموں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایاجاتاہے۔

سوال14:انفاق کےاخلاقی فوائدکیاہیں؟

جواب:انفاق کی وجہ سےانسان کے اخلاق اچھے ہوجاتے ہیں۔﴿1﴾انسان ہمدردہوجاتاہے۔﴿2﴾انفاق کرنے والوں میں فراخ دلی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیدا ہو جاتی ہے۔﴿3﴾ اچھی صفات پروان چڑھتی ہیں۔

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (263)﴾

''اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ، بے حد بردبار ہے۔''(263)

سوال1: ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى﴾ ''اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قول معروف سے مراد سوال کرنے والے سے نرمی اور شفقت سے بات کرنا اور دعائیہ کلمات سے جواب دینا ہے۔﴿2﴾ کلبی نے کہا اس سے مراد وہ نیک دعا ہے جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں کرتا ہے۔(تفسیر مظہری:39/2) ﴿3﴾ کلمہ طیبہ صدقہ ہے اور آپ کا اپنے بھائی سے مسکراتے چہرے سے ملنا صدقہ ہے۔(مسلم:2626) ﴿4﴾ ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ سے مراد وہ پاک کلام ہے جو کسی محتاج ضرورت مند کے لیے کہا جائے مثلاً ''اللہ یرزقنا وایاکم'' اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رزق دے اور آپ کو بھی، ''اللہ کریم'' اللہ تعالیٰ کریم ہے ''اللہ یفتح علینا وعلیک'' اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کشادگی عطا فرمائے اور آپ کو بھی۔(ایسر التفاسیر:140,141) ﴿5﴾ قول معروف جس کو دل پہچانتے ہیں اور اسے ناپسند نہیں کرتے۔اس میں ہر اچھی بات شامل ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے دل کی خوشی کا باعث بننا کارثواب ہے۔اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ سائل کو جواب دینا ہو تو اچھے الفاظ سے جواب دیا جائے اور اسے دعا دی جائے۔(تفسیر سعدی:314/1) ﴿6﴾ ﴿وَّمَغْفِرَةٌ﴾ ''اور درگزر کرنا'' مغفرت سے مراد ہے سوال کرنے والے کے فقر اور اس کی ضرورت کا لوگوں کے سامنے اظہار نہ کرنا اور اس کی پردہ پوشی کرنا۔اسی طرح سوال کرنے والے کے منہ سے اگر کوئی بات نکل جائے تو اس سے چشم پوشی کرنا۔سائل برابر پیچھے پڑا رہے اور اس کی باتیں نفس پر گراں گزریں تو اس وقت اس سے درگزر کرنا اور اسے معاف کر دینا ہی خوبی کی بات ہے۔(تفسیر مراغی) ﴿7﴾ مغفرت یعنی درگزر کرنے سے مراد ہے مواخذہ نہ کرنا۔﴿8﴾ ﴿خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى﴾ ''اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو'' سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔'' لوگوں نے پوچھا: ''اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔'' لوگوں نے کہا کہ ''اگر اس کی طاقت نہ ہو؟'' فرمایا کہ ''پھر کسی حاجت مند فریادی کی مدد کرے۔'' لوگوں نے کہا کہ ''اگر اس کی بھی سکت نہ ہو؟'' فرمایا: ''پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے، اس کا یہی صدقہ ہے۔''(صحیح بخاری:1445)

سوال2: اچھی بات کہنے کا کیا فائدہ ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ قول معروف (اچھی بات) سے دل کے زخم بھر جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ اچھی بات سے دل کو خوشی ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو وہ آدمی سب سے زیادہ پسند ہے جو دوسروں کو خوشی پہنچائے۔ ﴿3﴾ اچھی بات سے ملنے والی خوشی کا جواب آتا ہے۔

سوال3: درگزر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ درگزر کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے صدقہ قرار دیا ہے۔ ﴿2﴾ دل کا میل دور ہو جاتا ہے یعنی بغض، کینہ وغیرہ۔ ﴿3﴾ بھائی چارہ اور دوستی پیدا ہو جاتی ہے۔ ﴿4﴾ نفس میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ ﴿5﴾ آپس کے تعلقات بہتر ہو جاتے ہیں۔

سوال4: ﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ ہے'' اللہ تعالیٰ کے بے پرواہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿غَنِيٌّ﴾ ''بے پرواہ ہے'' وہ کبھی کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ﴿غَنِيٌّ﴾ ''بے پرواہ ہے'' وہ اپنی مخلوق سے بے پرواہ ہے اسی لیے انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ﴿غَنِيٌّ﴾ ''بے پرواہ ہے'' وہ کسی بھی دیئے جانے والے صدقے سے بے پرواہ ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ﴿غَنِيٌّ﴾ ''بے پرواہ ہے'' وہ ایسے صدقے سے بے پرواہ ہے جس کے ساتھ ایذا دینا شامل ہو۔

سوال5: اللہ تعالیٰ ﴿حَلِيمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿حَلِيمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' وہ انسان کو وجود دیتا ہے، رزق دیتا ہے، اور وہ اس کا شکر ادا نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ فوراً سزا نہیں دیتا۔ انسانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بردباری سیکھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ دیں تو جتلانا نہ شروع کر دیں اور اذیت دینا نہ شروع کر دیں کہ احسان مند تو شکر ادا کر رہا ہو اور اس کی کسی ناپسندیدہ بات کی وجہ سے یہ اذیت دے رہے ہوں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا الحلیم وہ ہے جو اپنے حلم میں کامل ہے۔ (الدر المنثور: 599/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ﴿حَلِيمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' جو اس کی نافرمانی کرے اسے فوراً سزا نہیں دیتا حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتا ہے لیکن اس کی رحمت، احسان اور بردباری اسے گناہ گاروں کو فوری سزا دینے سے مانع ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ انہیں مہلت دیتا ہے انہیں مختلف انداز سے اپنی آیات سناتا اور دکھاتا ہے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ البتہ جب یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں میں خیر کی کوئی رمق نہیں رہی اور انہیں آیات سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا پھر ان پر عذاب نازل فرما دیتا ہے اور اپنے عظیم ثواب سے محروم فرما دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 314/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (264)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر زوردار بارش پڑے تو اس کو ایک سخت چٹان چھوڑ جائے، جو انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر وہ قدرت نہیں رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''(264)

سوال1: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں انفاق کے دو اہم آداب بتائے گئے ہیں۔(i) مَنًّا احسان نہیں جتلانا۔(ii) ﴿ وَالْأَذَىٰ ﴾ تکلیف نہیں دینی۔ ﴿2﴾ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے صدقات ضائع ہو جاتے ہیں اور گناہوں کے نتیجے میں نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴾ نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا کرو جیسے تم میں سے بعض، بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔(الحجرات:2) ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴾ اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔(محمد:33) ﴿3﴾ سدی نے کہا: احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے صدقات ضائع ہو جاتے ہیں جیسے ریا کاری سے صدقہ ضائع ہو جاتا ہے۔(ابن ابی حاتم:2/517) ﴿4﴾ صدقات کا ثواب ضائع نہ کرلو جیسے ریا کار کے صدقے کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا۔(زادالمسیر :1/276)

سوال2: ﴿ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ ''اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا'' اس سے مراد ہے کہ صدقات کا ثواب ضائع نہ کرلو جیسے منافق ریا کاری سے صدقے کا ثواب ضائع کر لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے ثواب کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس طرح منافق اور ریا کار کے عمل میں مماثلت ہو جاتی ہے۔

سوال3: ریا کاری سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ریا کاری سے مراد دکھاوے کے لیے کیا جانے والا عمل ہے جس میں نہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ ہوتا ہے نہ اس سے اجر و ثواب کی امید ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں سب سے زیادہ شرک سے لاپرواہ ہوں۔ اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس کے اندر کسی دوسرے کو میرا ساجھی قرار دیتا ہے (یعنی خالص میری رضا کے لیے نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتا) تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔(مسلم)﴿3﴾ محمود بن لبید راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ اندیشہ شرک اصغر کا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریاکاری۔ (مسند احمد)

سوال4: ریاکاری کون کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس دل کے اندر ایمان کی تازگی نہیں ہوتی وہ چاہتا ہے کہ اپنی نیکی کا اظہار کرے اس طرح وہ دکھاوے کے لیے عمل کر کے ریاکاری کرتا ہے جس میں نہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ ہوتا ہے اور نہ اس سے اجر وثواب کی امید ہوتی ہے۔﴿2﴾ جس شخص کو ایمان کی مٹھاس کا شعور نہیں ہوتا وہ ریاکاری کرتا ہے۔﴿3﴾ جس کا دل گناہ اور غلطیوں سے سخت ہوتا ہے اس کا دل نہیں چاہتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال لگائے اس طرح وہ دکھاوے کے لیے عمل کر کے ریاکاری کرتا ہے۔

سوال5: ریاکاری سے کیے گئے صدقے کا کیا مقام ہے؟

جواب: ایسا صدقہ صرف مال کا ضیاع ہے جس سے کچھ ہاتھ نہیں آتا، ہاں نیکی برباد اور گناہ لازم ہو جاتا ہے۔عَنْ شَدَّادَ بْنِ اَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَنْ صَلّٰى يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ ۔ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔'' (مسند احمد، الترغیب والترہیب: حدیث 43)

سوال6: دنیا میں ریاکار کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتا پھر آخرت میں اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا؟

جواب: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن جس کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا۔اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور تحقیق وہ کہا جا چکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔دوسرا شخص وہ ہوگا جس نے علم حاصل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے علم حاصل کیا، پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا، تو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہا جاچکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تیسرا وہ شخص ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی تھی اور اسے ہر قسم کا مال عطا کیا تھا۔ اسے بھی لایا جائے گا اور اسے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔ وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے تیرے ہر راستے میں جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہو، تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے سو وہ کہا جاچکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم:4923)

سوال 7: ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾ ''تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر زوردار بارش پڑے تو اس کو ایک سخت چٹان چھوڑ جائے، جو انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر وہ قدرت نہیں رکھیں گے'' ریاکار کے صدقے کی مثال کی ضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ﴾ ''تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے'' ریاکار کے صدقے کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال ہے۔ چٹان سے مراد سنگ دلی ہے، نیت اور جذبے کی خرابی ہے۔ جیسے چٹان پر کچھ اگنا ممکن نہیں ہوتا، ایسے ہی نیت کی خرابی کے ساتھ کوئی نیک عمل پھلتا پھولتا نہیں ہے۔ اس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ ریاکار کا صدقہ دراصل ایک پردہ ہے جو دل کی سختی پر اور نفاق پر ڈالا جاتا ہے تاکہ مومنوں میں شمار ہو سکے اور لوگ اس کی مدح کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ ﴿2﴾ **﴿عَلَيْهِ تُرَابٌ﴾** ''جس پر کچھ مٹی ہو'' مٹی کی تہہ سے مراد نیکی کی ظاہری شکل ہے۔ ﴿3﴾ **﴿فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ﴾** ''پھر اس پر زوردار بارش پڑے'' زوردار بارش سے مراد صدقہ ہے۔ ﴿4﴾ **﴿فَتَرَكَهٗ صَلْدًا﴾** ''تو اس کو ایک سخت چٹان چھوڑ جائے'' بارش ہونے پر زمین کو لہلہانا چاہیے لیکن پتھروں پر سے تو بارش مٹی ہی بہا کر لے جاتی ہے کیونکہ زمین کے اندر بارش کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ ﴿5﴾ **﴿لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾** ''جو انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر وہ قدرت نہیں رکھیں گے'' صدقے کے اندر صلاحیت ہے کہ وہ نیکیوں کو نشوونما دے سکتا ہے لیکن اس وقت جب نیت نیک ہو۔ ریاکاری سے کیے گئے صدقے سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ جیسے انسان صدقے پر احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اجر پانے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اسی طرح ریاکاری سے کیا گیا صدقہ بھی صرف مال کا ضیاع ہے جس سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ﴿6﴾ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی کیا تھا تو ہم اسے اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔ (الفرقان:23) ﴿7﴾ ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ﴾ جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے۔ (ابراہیم:18)

سوال 8: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ''اوراللہ تعالیٰ کافرلوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' انہوں نے ان اعمال کوغلط جگہ پر رکھااوراپنی جیسی مخلوق کے لیے انجام دیا جس کے ہاتھ میں نہ نفع ہے نہ نقصان اورجس رب کی عبادت سے فائدہ ہوسکتا ہے اس کی عبادت سے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ہدایت سے پھیر دیا۔(تفسیر سعدی)

﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (265) ﴾

''اوران لوگوں کی مثال جواللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اوراپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں،ان کی مثال ایک ایسے باغ کی مثال کی طرح ہے جوکسی اونچی جگہ پر ہواسے زور کی بارش پہنچےتو وہ اپنا پھل دوگنالائے،پھراگراسے زور کی بارش نہ بھی پہنچےتو کچھ شبنم ہی کافی ہےاور جو کچھ تم کرتے ہواللہ تعالیٰ اس کوخوب دیکھنے والا ہے۔''(265)

سوال1: ﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اوران لوگوں کی مثال جواللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اوراپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں'' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کسی ضرورت مند کی مدد پر کیسے آمادہ کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اوران لوگوں کی مثال جواللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اوراپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ انسان کو یہ یاددلاتے ہیں کہ مال تواللہ تعالیٰ کافضل ہے۔﴿2﴾ رزق کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جس سے چاہتا ہے رزق روک لیتا ہےاورجس کوچاہتا ہے کثیر مقدار میں عطا کرتا ہے۔﴿3﴾ وہ احساس دلاتا ہے'' یاوہ کون ہے جوتمہیں رزق دے اگروہ اپنارزق روک لے'' (الملک:21) ایک انسان یہ سوچتا ہے کہ اگرمیں نے اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے کوروک لیا تواللہ تعالیٰ بھی مجھ سے روک لے گا،یہ احساس اسے انفاق پرآمادہ کرتا ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اس فضل کے بارے میں عہد بھی لیتے ہیں کہ وہ اس کے دیئے گئے رزق سے بغیراسراف کیےاپنی ضروریات بھی پوری کریں گےاورزائدازضرورت مال کواللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھی کریں گے۔یہ عہدانسان کواللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے پرمجبورکرتا ہے۔﴿5﴾ بخل سے کراہت اورنفرت دلاکرکیونکہ بخیل انسان کی صرف مٹھی بندنہیں ہوتی بلکہ دل بھی نیکیوں کے لیے بندہوجاتا ہے۔﴿6﴾ فرشتوں کی بددعاؤں سے خوف دلاکرکہ'' اےاللہ دینے والوں کواوردےاوررو کنے والے کا پہلا مال بھی ہلاک کردے۔'' ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ انفاق کرنے والوں کی دل جوئی بھی کرتے ہیں جس سے دل جھک جاتے ہیں اورانسانوں کے آپس کے تعلقات بھی اچھے ہوجاتے ہیں۔﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے عمل کرے۔﴿9﴾ ﴿ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اوراپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے'' جواللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرتا ہےاس کا دل ایمان سے بھراہواہے۔﴿10﴾ دل کو پورا یقین ہے جوخرچ کیااس کا پورا اجر ملے گا۔﴿11﴾ خرچ کرنے سے دل کواورزیادہ تروتازگی مل رہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔﴿12﴾رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رضائے الٰہی کی خاطر تم جو بھی خرچ کروگے اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا مقام بلند ہوگا۔حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔(صحیح بخاری:2742)دل کے ثبات وقرار کے لیے یہ دعا پڑھنی چاہئے:یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ ''اے دلوں کے پھیرنے والے!میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا۔''(ترمذی:3587)

سوال2:انسان کو کون سی چیز خدا پرستی پر جماتی ہے اور ایمان میں ثابت قدمی عطا کرتی ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان جو عمل کرتا ہے اس عمل کے ساتھ وہ اپنی قوت ارادی کو مضبوط کرتا ہے۔جب انسان وہ عمل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کی بات پر ایمان کے لیے جمنے لگتا ہے۔﴿2﴾جب انسان آسان حالات میں عمل کرتا ہے یعنی جب (i)دل کی قبولیت،اس کی رضا شامل ہو۔(ii)مال خرچ کرنے میں آسانی ہو۔(iii)کوئی دوسری رکاوٹ نہ ہو تو دل کے اندر تھوڑے درجے کی ثابت قدمی آتی ہے۔﴿3﴾جب انسان مشکل حالات میں خرچ کرتا ہے تو وہ اپنے مقصد کے لیے اپنے ارادے کو اور زیادہ پختہ کر لیتا ہے۔

سوال3:انسان کو کون سی چیز خواہش پرستی پر جماتی ہے؟

جواب:خواہش کو پورا کرنے کے لیے جو عمل کیا جاتا ہے تو دل پھر خواہشات پر جمنا شروع ہو جاتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے مشکل راستے کون سے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا مشکل راستہ وہ ہے جس مد میں خرچ کرنا دنیاوی اعتبار سے بے فائدہ ہو۔﴿2﴾جس کو خرچ کرنے کے لیے دل نہ چاہے اسے اللہ تعالیٰ کے لیے دینا۔﴿3﴾اس انسان کے لیے خرچ کرنا جس سے اچھا معاملہ کرنے پر طبیعت آمادہ نہ ہو۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو مجھے محروم کرے میں اسے عطا کروں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے کاموں میں خرچ کرنا۔﴿5﴾جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کرنا۔

سوال5:﴿كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ﴾''ان کی مثال ایک ایسے باغ کی مثال کی طرح ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے،پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے''اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرنے والے کی مثال ایک باغ کے ساتھ دی گئی ہے،وضاحت کریں؟

جواب:ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے:﴿1﴾**﴿كَمَثَلِ جَنَّةٍ﴾**''ان کی مثال ایک ایسے باغ کی طرح ہے''جنت سے مراد ایسا باغ ہے جس میں درخت بے شمار ہیں اور سایہ گھنا ہے۔جس کے درخت زمین کو چھپا لیتے ہیں اور اس تک دھوپ نہیں پہنچنے دیتے۔باغ کی زمین کی مٹی گہری ہے یعنی ایمان دل کے اندر تک اترا ہوا ہے۔انفاق کرنے والے کی مثال ہے جس کا دل ایک سرسبز باغ کی طرح ہے یعنی دل میں ایمان کی تروتازگی ہے۔﴿2﴾**﴿بِرَبْوَةٍ﴾**'' جو کسی اونچی جگہ پر ہو''یہ باغ اونچی زمین پر ہے جس کو صبح،دوپہر اور شام سورج کی پوری روشنی حاصل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتی ہے۔ایسے باغ کے پھل زیادہ اور بہتر ہوتے ہیں۔یہ ایسی جگہ نہیں جہاں نہ ہوا لگے نہ دھوپ۔باغ اونچی زمین پر ہے جو زرخیز ہے یعنی دل کا مقام بلند ہے جو ایمان والا ہے،اس کے اندر نیکیاں کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے۔﴿3﴾﴿اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ﴾"اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے"اونچی زمین پر موجود اس باغ پر زمین نم دار ہونے،دوسرے معاون اسباب ہونے اور بکثرت پانی کی موجودگی کی وجہ سے اس باغ سے دگنا پھل حاصل ہوا۔﴿4﴾﴿فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ﴾"پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے"یعنی عمدہ زمین کی وجہ سے معمولی بارش ہی کافی ہے۔باغ پر زور کی بارش سے مراد صدقہ کرنے کی خالص نیت ہے۔انتہائی جذبۂ خیر اور نیک نیتی دل کو سیراب کر دیتے ہیں اسے نئی زندگی ملتی ہے کیونکہ صدقہ دل کو پاک کر دیتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا حال ہے کوئی زیادہ خرچ کرے یا کم ہر ایک کو اپنے حالات کے مطابق فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک کے ثواب میں پوری طرح اضافہ ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:316/1)﴿5﴾یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ مرثد بن عبداللہ مزنی اہل مصر میں سے مسجد جانے والے پہلے شخص ہیں۔جب بھی میں انھیں مسجد کی طرف جاتے دیکھتا ان کی آستین میں کسی نہ کسی شکل میں صدقہ ضرور ہوتا۔کرنسی یا روٹی یا گندم ہوتی بلکہ میں نے انہیں پیاز لے جاتے بھی دیکھا۔میں ان سے کہتا:اے ابوالخیر!یہ تمہارے کپڑوں کو بدبودار کر دے گا۔وہ کہتے:اے ابن ابی حبیب!مجھے گھر میں صدقے کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں مل سکی۔مجھے ایک صحابی نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔"(صحیح ابن خزیمہ:95/4،مسند احمد:5/411)﴿6﴾سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:"جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیا جائے گا ہر شخص اپنے صدقے کے سائے تلے رہے گا۔"(صحیح ابن حبان:132/5،مستدرک حاکم:416/1)

سوال6:﴿اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ﴾"اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے"زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے،وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جاتا ہے۔﴿2﴾اس بندے کا مال بھی پاک ہو جاتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت بھی ڈالتے ہیں۔﴿4﴾امت مسلمہ کی اجتماعی زندگی میں بھی پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔﴿5﴾اجتماعی رابطے بڑھتے ہیں۔﴿6﴾آخرت کی کامیابی بھی ملتی ہے۔

سوال7:﴿فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ﴾"پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے"شبنم سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾شبنم سے مراد ایسا صدقہ ہے جس میں نیکی کے جذبے کی زیادہ شدت نہ ہو۔﴿2﴾مٹی میں اگر پہلے سے نمی موجود ہو یعنی دل میں ایمان کی حرارت موجود ہو تو جذبۂ خیر کی زیادہ شدت نہ بھی ہو تب بھی پھل اگتا ہے یعنی انسان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

سوال8:﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾"اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے"کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' کہ اللہ تعالیٰ نیتوں سے بھی باخبر ہے اور اعمال کو بھی دیکھتا ہے اس لیے وہ اعمال کی مکمل جزا دے گا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ریاکاری سے ڈرا کر اخلاص کی ترغیب دلائی ہے۔

سوال 9: تیسری مثال میں صدقے کو ایک باغ سے تشبیہ دی گئی ہے، وضاحت کریں؟

جواب: صدقہ ایک باغ ہے۔ یہ نیکیوں اور اعمال صالحہ کا سدا بہار باغ ہے۔ انسان صدقہ کرتا ہے تو اس کی اصلاح ہوتی ہے۔ یہ باغ نہروں سے سیراب ہے، یعنی مسلسل قلب مومن میں صدقہ کرنے کی وجہ سے ایمان کو پانی مل رہا ہے۔ کھجوروں، انگوروں اور ہر قسم کے پھلوں سے لدا ہوا پھل صدقے کے اثرات ہیں۔ صدقے کی وجہ سے مومن کے اخلاق اور اعمال میں جو تبدیلیاں آتی ہیں وہ اعمال صالحہ صدقے کے پھل ہیں۔ صدقہ لینے والے کے لیے بھی اور دینے والے کے لیے بھی فائدہ دینے والا ہے۔ صدقہ پورے معاشرے کے لیے برکتوں والا ہے، انفرادی اور اجتماعی ترقی کا باعث ہے۔

﴿ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۪ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (266) ﴾

''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں اور اس تک بڑھاپا آ پہنچے؟ اور اس کے کمزور بچے ہوں، پھر اس کو ایسا بگولا آ پہنچے جس میں آگ بھی ہو تو وہ جل جائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔'' (266)

سوال 1: ﴿ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۪ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں اور اس تک بڑھاپا آ پہنچے؟ اور اس کے کمزور بچے ہوں, پھر اس کو ایسا بگولا آ پہنچے جس میں آگ بھی ہو تو وہ جل جائے'' اس مثال کی وضاحت کریں؟

جواب: عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے اصحاب سے دریافت کیا کہ آپ لوگ جانتے ہو یہ آیت کس سلسلے میں نازل ہوئی ہے؟ ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک باغ ہو؟'' سب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت خفا ہو گئے اور کہا، صاف جواب دیں کہ آپ لوگوں کو اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے یا نہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ''امیر المومنین! میرے دل میں ایک بات آتی ہے'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیٹے! کہو اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ اس میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیسے عمل کی؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ عمل کی۔ سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''یہ ایک مال دار شخص کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نیک عمل کرتا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ شیطان کو اس پر غالب کر دیتا ہے، وہ گناہوں میں مصروف ہو جاتا ہے اور اس کے اگلے نیک اعمال سب غارت ہو جاتے ہیں۔'' (صحیح بخاری کتاب التفسیر:4538)

سوال 2: ﴿فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ﴾ ''پھر اس کو ایسا بگولا آ پہنچے جس میں آگ بھی ہو تو وہ جل جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اعصار اس تیز ہوا کو کہتے ہیں جو گول گھومتی اور اوپر کو بلند ہوتی ہے یعنی بگولہ۔ اس بگولے میں آگ تھی جس سے باغ جل گیا۔ یہ حادثہ شدید غم کا باعث ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نیک عمل کرتا ہے تو اس کے اعمال کھیتی اور بیجوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے اعمال کے صلے میں اسے باغ مل جاتا ہے اور نیکیوں کو ضائع کرنے والے اعمال اس بگولے کی طرح ہیں جس میں آگ ہے۔

سوال 3: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو'' اللہ تعالیٰ نے صدقہ کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے کیسے توجہ دلائی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے باغ کی مثال دی ہے جو بگولے کی وجہ سے راکھ ہو گیا اور اب دنیا سے جاتے ہوئے وہ نیک اعمال کرنے کے قابل نہیں رہ گیا۔ ﴿2﴾ بندہ اپنے اعمال کا سب سے زیادہ محتاج موت کے وقت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت وہ عمل نہیں کر سکتا اور جن اعمال سے فائدے کی امید ہوتی ہے وہ جل کر راکھ ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ وہ صورت حال ہے جس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کھلی آیات پر غور و فکر کرو تاکہ نقصان سے بچ جاؤ۔

رکوع نمبر 5

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۡ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (267)﴾

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے جو تم خرچ کرتے ہو گندی چیز کا ارادہ نہ کرو حالانکہ تم خود ہی اس کو لینے والے نہیں ہو مگر یہ کہ تم اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔'' (267)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول بتائیں؟

جواب: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ کھجور پکنے کے زمانے میں لوگ مسجد نبوی میں دو عمودوں کے درمیان رسی سے کھجور کے گچھے لٹکا دیتے تاکہ غریب مہاجرین کھایا کریں۔ بعض لوگ ان گچھوں میں ردی کھجوروں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گچھے ملا دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ایسا کرنا جائز ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی تنبیہہ فرمائی کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔(ترمذی:2987)

سوال2: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس نے تمہیں کمانے کی توفیق دی ہے تو جو تم نے کمایا اس سے کچھ پاک مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اپنے پاک اموال میں سے صدقہ کرو۔(الدرالمنثور:611/1) ﴿3﴾ صدقے کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاک کمائی میں سے ہو چاہے اس کا ذریعہ کوئی بھی ہو یعنی تجارت، زراعت یا صنعت وغیرہ۔ ﴿4﴾ ﴿وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾ ''اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں'' یعنی پھل، اجناس اور معدنیات وغیرہ میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔

سوال3: دنیا میں انسان کے مال خرچ کرنے کی کون سی صورتیں ہیں؟

جواب: مال خرچ کرنے کی دو صورتیں ہیں: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے میں خرچ کیا جائے۔ ﴿2﴾ شیطان کے بتائے ہوئے راستے میں خرچ کیا جائے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے میں خرچ کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنی فکر کی اصلاح ضروری ہے۔ ﴿1﴾ مومن کو چاہئے کہ وہ مال کو اپنی ذاتی چیز نہ سمجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی چیز سمجھے۔ ﴿2﴾ اپنی کمائی میں سے حقیقی ضرورت کے مطابق لے لے۔ ﴿3﴾ حقیقی ضرورت پوری کرنے کے بعد جو کچھ ہے اسے بلند مقاصد میں لگا دے۔ اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں کو دینا اور اس کے دین کی ضرورتوں میں خرچ کرنا انفاق کے بلند مقاصد میں سے ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو تمیم قبیلے کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس بہت سا مال و دولت اور اہل و عیال ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟ اور کیسے خرچ کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے مال سے زکوٰۃ دے، تجھے پاک کر دے گی اور اپنے رشتے داروں سے تعلق قائم رکھ، مسکین، پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔(مسند احمد:136/3)

سوال5: کون سی سوچ اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں پر مال خرچ کرواتی ہے؟

جواب: یہ سوچ اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں پر مال خرچ کرواتی ہے کہ ایک دن آنے والا ہے جب میں کمزور ہوں گا اور خالی دامن ہو کر اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے سامنے حاضر ہوں گا۔اس دن مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ضرورت ہوگی۔آج میں کمزوروں پر خرچ کر کے کل اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوسکتا ہوں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں،ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والوں کو اور زیادہ دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔(صحیح بخاری:1442)

سوال6: کون سی سوچ دین کی ضرورتوں میں مال خرچ کرواتی ہے؟

جواب: یہ سوچ دین کی ضرورتوں میں مال خرچ کرواتی ہے کہ دین اللہ تعالیٰ کا ہے اور دین کو پھیلانا اس کا حکم ہے۔چونکہ دین کو پھیلانے کا مشن اللہ تعالیٰ کا مشن ہے اس لیے یہ میرا مشن ہے۔میں نے دین کی ضروریات کے لیے مال لگایا تو تب ہی میں اللہ تعالیٰ کے مشن میں شریک ہوں گا۔میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے مال میں شامل کر دوں تو یہ اس کے بڑے خزانے میں مل کر زیادہ ہو جائے گا۔

سوال7: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ﴾ ''اور اس میں سے جو تم خرچ کرتے ہو گندی چیز کا ارادہ نہ کرو'' اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے حالات کا جو نقشہ سامنے آتا ہے،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اس میں سے جو تم خرچ کرتے ہو گندی چیز کا ارادہ نہ کرو'' خبیث سے مراد ردی اور نکمی چیزیں ہیں،ان کا ارادہ نہ کرو۔﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومن کی کمائی کبھی خبیث نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ بے کار چیز صدقہ میں نہ دو۔﴿3﴾ اس آیت کے حوالے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں بھی ایسے افراد موجود تھے جن کی تربیت کی ضرورت تھی،جنہیں بلندی کے راستے پر ڈالنے کی ضرورت تھی۔یہ ضرورت ہر وقت،ہر دور میں موجود رہتی ہے۔اس لیے کہ افراد کے مزاج ایک سے نہیں ہوتے،ان کی تربیت ایک سی نہیں ہوتی،ان کی طلب ایک جیسی نہیں ہوتی۔

سوال8: ﴿وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ﴾ ''حالانکہ تم خود ہی اس کو لینے والے نہیں ہو مگر یہ کہ تم اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تم خود اسے لینا پسند نہیں کرتے۔﴿2﴾ سیدنا براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:جب تمہارا حق کسی پر ہو اور وہ تمہیں وہ چیز دے جو بے قدر و قیمت ہو تم اسے نہ لو گے مگر اس وقت جب تمہیں اپنے حق کی بربادی دکھائی دیتی ہو تو تم چشم پوشی کر کے اسی کو لے لو گے۔﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ تم نے کسی کو اچھا مال دیا اور ادائیگی کے وقت وہ ناقص مال لے کر آیا تو تم ہرگز نہ لو گے اور اگر لو گے بھی تو اس کی قیمت گھٹا کر تو تم جس چیز کو اپنے حق میں لینا پسند نہیں کرتے اسے اللہ تعالیٰ کے حق کے عوض کیوں دیتے ہو؟ پس بہترین اور مرغوب مال اس کی راہ میں خرچ کرو۔(تفسیر ابن کثیر:365/1)﴿4﴾ اس آیت میں انفاق کے معاملے میں مومنوں کے لیے نہایت عمدہ سبق ہے کہ جس چیز کو خود لینا پسند نہیں کرتے ہو اسے دینے سے بھی گریز کرو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9: انفاق (صدقہ کرنے) کے حکم کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حلال اور پاکیزہ طریقے سے کمائے گئے مال کو خرچ کیا جائے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہترین مال خرچ کیا جائے۔ ﴿3﴾ تمام اموال میں سے خرچ کیا جائے، زرعی اجناس ہوں یا معدنیات۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ردی اور گھٹیا اشیاء کے خرچ کا ارادہ بھی نہ کیا جائے جن میں خود ان اشیاء کے مالک کی دل چسپی نہیں رہتی۔ ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین کام ایسے ہیں جو شخص انہیں سرانجام دے وہ ایمان کی حلاوت سے آشنا ہو جائے: جو شخص یہ یقین رکھتے ہوئے اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اپنے مال کی زکوٰۃ ہر سال دل کی خوشی اور فراخ دلی سے ادا کرے، بوڑھی خارش زدہ بیمار اور گھٹیا (اونٹنی، بکری یا گائے وغیرہ) زکوٰۃ میں نہ دے بلکہ درمیانہ مال دے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے نہ تو بہترین مال مانگا ہے اور نہ برا مال دینے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: 1582)

سوال10: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے'' اللہ تعالیٰ اس بات سے بڑا بے پروا ہے کہ کوئی اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے یا نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اغماض برتنے سے جو کہ محتاج ہے اپنے غنی ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جس آقا سے تم سب کچھ لیتے ہو اور وہ تمہیں دیتا ہے اور لیتا کچھ نہیں۔ اسے تمہارے مال کی ضرورت نہیں وہ تو بے پرواہ، بے حد خوبیوں والا ہے۔ ہاں اس صدقے کی تمہیں ضرورت ہے اس لئے اپنی ضروریات کا خیال کرلو۔ یہ دوزخ سے بچانے کے لئے ڈھال ہے، تمہارے لئے سایہ بنے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ اپنے فائدے کے لیے خرچ کرتا ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ بہترین خرچ کرو اور خوش دلی سے کرو اور اپنے دشمن شیطان کی پیروی نہ کرو جو تمہیں بخل کا حکم دیتا ہے اور ڈراتا ہے کہ خرچ کرو گے تو قلاش ہو جاؤ گے۔ یہ اس کا دھوکہ ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ حمید ''بے حد خوبیوں والا ہے'' وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے، اپنی ذات میں خود قابل تعریف ہے، حمد کا مالک ہے اس لئے اسے کسی کی حمد سے، کسی کے اعتراف نعمت سے فرق نہیں پڑتا۔ وہ پاکیزہ چیزوں پر اچھی جزا دیتا ہے۔

سوال11: اللہ تعالیٰ کی صفات الغنی اور الحمید کا انسان پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفات الغنی اور الحمید سے مومن کو اپنے برے تصورات کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ ﴿1﴾ مجھے اللہ تعالیٰ کے اجر کا پورا یقین نہیں۔ ﴿2﴾ مجھے تنگ دستی کا خوف ہے جو کبھی اللہ تعالیٰ سے تعلق والوں کو لاحق نہیں ہوتا۔ ﴿3﴾ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ نہیں۔ ﴿4﴾ مومن کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میرے اندر یہ تصورات جگانے والی قوت شیطانی قوت ہے۔ ﴿5﴾ مومن یہ سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فیاض ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ برے اخلاق والے سے محبت کرے؟ اس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کے لیے اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرتا ہے اور برائی کو دور کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (268)﴾

''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرم ناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(268)

سوال1: ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ﴾ ''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرم ناک بخل کا حکم دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ اس وجہ سے دل کے اندر حرص اور بخل پیدا ہوتا ہے۔ شیطان نیکی کے جذبوں پر بند باندھ دیتا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان نیک کام سے روک کر بے حیائی اور بدکاریوں کی ترغیب دلاتا ہے۔ گناہوں، نافرمانیوں، حرام کاموں اور حق کی مخالفت پر اکساتا ہے۔ ﴿3﴾ شیطان نیکی کے کام میں خرچ کرتے ہوئے ڈراتا ہے کہ ابھی تمہیں اس کی ضرورت ہے۔ ﴿4﴾ نیکی کے کام میں خرچ کرتے ہوئے شیطان انسان کو لمبی امیدیں دلاتا رہتا ہے۔ ﴿5﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شیطان ایک چوکا مارتا ہے اور ایک توفیق کی رہبری فرشتہ کرتا ہے۔ شیطان شرارت پر آمادہ کرتا ہے، حق جھٹلانے پر آمادہ کرتا ہے اور فرشتہ نیکی پر اور حق کی تصدیق پر آمادہ کرتا ہے۔ جس کے دل میں ایسا خیال آئے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس کے دل میں وسوسہ پیدا ہو وہ اعوذ باللہ پڑھے۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ترمذی:219,220/5) ﴿6﴾ شیطان **اَلْفَحْشَآء** کا یعنی شرم ناک بخل کا حکم دیتا ہے۔ عربی زبان میں **اَلْفَحْشَآء** ہر اس نافرمانی کے کام کو کہتے ہیں جس میں انسان حد سے باہر نکل جائے۔ اس لفظ کا زیادہ تر استعمال بے حیائی کے کاموں پر ہوتا ہے لیکن یہ لفظ عام ہے۔ مثلاً تنگ دستی کے خوف کی وجہ سے بچیوں کو زندہ دفن کر دینا، زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے سود کھانا، نمود و نمائش کے کاموں کے لیے خرچ کرنا، یہ خوف کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا تو فقیر ہو جائیں گے۔ ﴿7﴾ ﴿**اَلْفَحْشَآء**﴾ سے مراد ادائیگی زکوٰۃ وصدقات میں بخل ہے۔ ﴿8﴾ شیطان کا حکم خیر خواہی کا نہیں، دھوکہ دہی کا ہے۔ اس لیے اس کا نہیں اپنے رب کا حکم مانو۔ اس نے واضح فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔ (فاطر:6)

سوال2: ﴿وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت (بخشش) اور فضل کا وعدہ دیتے ہیں، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے کہ تمہارے لیے آسانی ہو۔ وہ بخشش اور اپنے فضل کا وعدہ دیتا ہے۔ ﴿2﴾ آخرت کے لیے معافی کا ذکر پہلے کیا گیا ہے کیونکہ پہلے مغفرت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(بخشش) ہوتی ہے، فضل بعد میں ہوتا ہے۔ فضل سے مراد رزق کی کشادگی ہے یعنی انفاق فی سبیل اللہ کی دنیا میں جزا رزق کی کشادگی اور دلوں کی خوشی کی صورت میں سامنے آتی ہے اور آخرت کی بھلائی قبر میں راحت اور قیامت کے دن کے ثواب کی صورت میں ملے گی۔ ﴿3﴾ شیطان کی دھمکی کے مقابلے میں اللہ پاک کا فرمان ہے کہ صدقہ کی وجہ سے گناہ معاف کردوں گا اور ابلیس کی جانب سے فقیری کی دھمکی پر یقین نہ رکھو کیونکہ مجھ سے زیادہ فضل والا کوئی نہیں جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ﴾ اور جو تم خرچ کرتے ہو پس وہی اس کا بدلہ بھی دیتا ہے۔ (سبا:39)

سوال3: ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے'' وہ اپنی وسعت سے، فراخ دستی سے عطا کرتا ہے۔ اس نے اپنے فضل کے وعدے سے اپنے واسع ہونے کا شعور دلایا ہے۔ ﴿2﴾ ''اللہ تعالیٰ علیم ہے'' کم ہو یا زیادہ، خفیہ ہو یا ظاہر اپنے فضل سے اس کا بدلہ دے گا۔ اس نے مغفرت کے وعدے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اگرچہ وہ تمہارے گناہوں کا حساب کتاب رکھتا ہے، علیم ہے لیکن وہ وسیع رحمت والا ہے، علیم ہونے کے باوجود بخش دیتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ انسانوں کے سارے حالات سے واقف ہے۔ اس لیے کہ وہ ان کے خلجانات، رجحانات اور میلانات کو توازن اور اعتدال میں لانے کے لیے حکمت عطا فرماتا ہے تاکہ انسان مقصد، سبب اور نتیجے کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلے کریں۔

﴿یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ (269)﴾

''وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی گئی یقیناً اس کو بہت بھلائی دے دی گئی اور عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔'' (269)

سوال1: ﴿یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے'' حکمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جس میں بڑی حکمتیں ہیں۔ اس پر عمل کرنے کی توفیق اس کو ملتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہو۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حکمت سے قرآن کی سمجھ مراد ہے۔ ﴿3﴾ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن اور فقہ ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکمت تفقہ فی الدین اور اس چیز کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ ﴿5﴾ صحیح بصیرت، صحیح قوت فیصلہ اور وہ سمجھ بوجھ جس کی وجہ سے انسان بھلے برے کو پہچان سکے حکمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رأس الحكمة مخافة الله ''حکمت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔'' (رحمۃ للعالمین) ﴿6﴾ حکمت سے مراد نفع مند علم، عمل صالح اور شریعت کے اسرار اور حکمتوں سے واقفیت ہے۔ (تفسیر سعدی:320/1)

سوال2: ﴿وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا﴾ ''اور جس کو حکمت عطا کی گئی یقیناً اس کو بہت بھلائی دے دی گئی'' اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جسے اللہ تعالیٰ نفع مند علم، عمل صالح کی توفیق اور شریعت کے اسرار اور حکمتوں سے واقفیت دے دیں تو اس سے بڑھ کر کیا بھلائی ہوگی کہ دنیا و آخرت کی ناکامیوں سے بچ کر دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہو جائے۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ خاص بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ یہ انبیاء کا ورثہ ہے۔ ﴿2﴾ حکمت و دانائی اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ بندے کو کمال صرف حکمت سے حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ کمال نام ہے علمی اور عملی قوت کے کامل ہونے کا۔ علمی قوت تو حق کی معرفت سے اور اس کے مقصود کی معرفت سے کامل ہوتی ہے اور عملی قوت نیکی کرنے اور برائی سے اجتناب کرنے سے مکمل ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں بندہ صحیح قول اور صحیح عمل کا حامل ہوسکتا ہے اور اپنی ذات کے بارے میں نیز دوسروں کے بارے میں ہر حکم کو اس کے صحیح مقام پر رکھ سکتا ہے۔ اس کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی فطرت میں یہ رکھ دیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، بھلائی سے محبت رکھیں، حق کے طالب ہوں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث فرمائے کہ لوگوں کو ان کی عقل و فطرت میں جڑیں رکھنے والی ان اشیاء کی یاددہانی کرائیں اور جو تفصیلات لوگوں کو معلوم نہیں وہ بیان فرمائیں۔ پھر لوگ دو قسموں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے انبیاء کی دعوت کو قبول کیا، تو انہیں اپنے فائدے کی باتیں یاد ہوگئیں۔ انہوں نے اس پر عمل کیا اور انہیں اپنے نقصان کی باتیں معلوم ہوگئیں تو وہ ان سے بچ گئے۔ یہ لوگ کامل عقل و فہم کے مالک ہیں۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی بلکہ ان کی فطرت میں جو خرابی پیدا ہوگئی تھی اس کے مطابق عمل کیا۔ یہ لوگ عقل والے نہیں ہیں۔ (تفسیر سعدی:320,321/1) ﴿4﴾ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:71)

سوال3: ﴿وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ ''اور عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عقل مند وہ ہیں جنہوں نے انبیاء پر یقین کیا اور ان کے ذریعے اپنے نفع اور فائدے کی باتیں انہوں نے یاد کرلیں اور ان پر عمل کیا۔ انبیاء کی تعلیمات سے عقل والوں کو نقصان دینے والی باتوں کا علم ہوگیا تو وہ ان سے بچ گئے۔ حقیقت یہ ہے عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ عقل والے ہی واقعات سے عبرت حاصل کرسکتے ہیں۔ ﴿3﴾ عقل والے ہی غور و فکر کرکے برے انجام سے بچ سکتے ہیں۔ ﴿4﴾ عقل والے ہی دوسروں کے حالات سے اپنے لئے سبق حاصل کرتے ہیں اس لئے وہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ ﴿5﴾ عقل والے بے مقصد اور لہو و لعب والی زندگی اختیار نہیں کرتے۔

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (270)﴾

''اور جو بھی تم خرچ کرو، کوئی خرچ، یا جو بھی نذر مانو، کوئی نذر تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (270)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ﴾ ''اور جو بھی تم خرچ کرو کوئی خرچ'' اس نفقہ ''خرچ'' کا اطلاق کس چیز پر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو بھی تم خرچ کرو، کوئی خرچ'' اس کا اطلاق عام روزمرہ زندگی میں کیے جانے والے خرچ پر ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ اس نفقہ خرچ سے مراد وہ خرچ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، وہ واجب ہو یا مستحب ہر خرچ کا اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماتے ہیں۔

سوال2: ﴿اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ﴾ ''یا جو بھی نذر مانو، کوئی نذر'' نذر سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نذر وہ چیز ہے جسے عوامی زبان میں منّت ماننا کہتے ہیں، فقہ میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ کسی مراد کے پورے ہونے پر اپنے اوپر کوئی ایسی چیز لازم کر لینا ہے جو واجب نہ تھی۔ ﴿2﴾ انسان اپنی کسی مراد کے پورا ہونے کے لیے کسی ایسے خرچ یا خدمت کو اپنے ذمے لازم کر لے جو اس کے لیے فرض نہ ہو۔ ﴿3﴾ آدمی اپنی کسی مراد کے بر آنے پر کوئی ایسا نیک کام صدقہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کرے جو اس کے ذمے فرض نہ ہو۔ (تیسیر القرآن:220/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے نذر ماننا کیسے شرک ہے؟

جواب: نذر نماز اور روزے کی طرح عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے نذر ماننا اس کی عبادت کرنا ہے جو شرک ہے۔

سوال4: کون سی نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وہ نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ ﴿2﴾ جو حلال اور جائز کام کی ہو۔

سوال5: کون سی نذر منع ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وہ نذر منع ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے ہو (بت یا انسان وغیرہ)۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے راستے میں ہو۔ ﴿3﴾ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی وجہ سے ہو۔

سوال6: نذر ماننا کیسا عمل ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر نہ مانا کرو اس لیے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں۔ بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔ (صحیح مسلم:4241)

سوال7: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نیتوں کا پورا علم ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ضمیر کی پوشیدہ خواہشات کو جانتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان کی خفیہ حرکات کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس نے خلوص نیت سے عمل کیا ہے اور کس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خلوص سے نہیں کیا۔ ﴿5﴾ جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی خرچ کرے یا نذر پوری کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرماتا ہے۔

سوال 8: ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ''اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' یہاں ظالم سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جو واجب خرچ نہ کریں یعنی نذر مان کر اسے پورا نہ کریں۔ ﴿2﴾ جو مخلوق کی خوشی کے لیے خرچ کریں یا نذر پوری کریں تو وہ ظالم بن جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ جو شخص کسی چیز کو اس کے جائز مقام پر نہیں رکھتا وہ ظالم ہے۔ مخلوق کی خوشی کے لیے عمل کرنے والا اس لیے ظالم بن جاتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے کام کرنا تھا اس نے عمل کو غلط جگہ رکھ دیا۔ ﴿4﴾ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت سزا رکھی ہے کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ یُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ(271)﴾

''اگر تم صدقات ظاہر کرو تو کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم اسے چھپاؤ اور انہیں ضرورت مندوں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے، اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری کچھ برائیاں تم سے دور کر دے گا، اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''(271)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو اپنا آدھا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ تھا لا کر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو تو چونکہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کافی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو دیے اور فرمانے لگے: اللہ کی قسم! جس کسی نیکی کے کام کی طرف ہم لپکے ہیں اس میں اے صدیق رضی اللہ عنہ! آپ کو آگے ہی آگے پاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

سوال 2: ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ﴾ ''اگر تم صدقات ظاہر کرو تو کیا ہی اچھا ہے'' ظاہر کر کے صدقہ دینا کس صورت میں افضل ہو جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو صدقہ فرض ہو اس کو اعلانیہ (ظاہر کر کے) دینا افضل ہے۔ ﴿2﴾ ظاہر کر کے صدقہ دینا ایسی صورت میں افضل ہو جاتا ہے جب لوگوں کے لئے صدقہ دینا ترغیب کا باعث بن جائے۔ ایسے مواقع پر اعلانیہ صدقہ فضیلت کا باعث بن جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس میں ریاکاری نہ ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: ﴿وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''اور اگر تم اسے چھپاؤ اور انہیں ضرورت مندوں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے'' چھپا کر ضرورت مندوں کو دینے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو صدقہ فرض کے علاوہ ہو اس کا چھپانا زیادہ بہتر ہے، اس طرح انسان ریا کاری سے بچتا ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خفیہ صدقہ کرنا باری تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔'' (طبرانی) ﴿2﴾ ''افضل صدقہ وہ ہے جو پوشیدگی سے کسی حاجت مند کو دے دیا جائے اور مال کی قلت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے صدقہ کیا اور اسے اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر تم صدقہ کو ظاہر کر دو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر دو اور فقراء کو دو تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح خبردار ہے۔'' (صحیح بخاری: باب:13) ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ انسان ہے جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی نہ خبر ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔'' (صحیح بخاری:1423) ﴿4﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے ہلنا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ گاڑ دیئے تو وہ ٹھہر گئی۔ فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر اظہار تعجب کیا اور کہا: ''اے ہمارے رب! کیا تو نے پہاڑوں سے بھی سخت مخلوق پیدا فرمائی ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں، لوہا'' انہوں نے کہا: ''کیا لوہے سے بھی سخت مخلوق پیدا کی ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آگ'' انہوں نے کہا: ''کیا آگ سے سخت بھی کوئی مخلوق ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پانی'' انہوں نے کہا: ''کیا پانی سے بھی سخت کوئی مخلوق ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں، ہوا'' انہوں نے کہا کہ ''کیا ہوا سے سخت بھی کوئی مخلوق ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آدم کا بیٹا، جب دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور بائیں ہاتھ سے اسے مخفی رکھے۔'' (ترمذی:3369) ﴿5﴾ پوشیدہ طور پر صدقہ دینا، ظاہر کر کے دینے سے افضل ہے لیکن آیت میں اشارہ ہے کہ جب صدقات نہ دیے جا رہے ہوں تو اس صورت میں پوشیدہ صدقہ ظاہر کرنے سے افضل نہیں ہے۔ ﴿6﴾ صدقات کو پوشیدہ رکھنے اور ظاہر کرنے کا دارومدار مصلحت اور فائدے پر ہے۔ اگر ظاہر کرنے سے امید ہو کہ دوسرے لوگ بھی نیک کام کریں گے تو خفیہ صدقے کی نسبت ظاہر کرنا افضل ہے۔ ﴿7﴾ ﴿وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ﴾ ''اور انہیں ضرورت مندوں کو دو'' صدقہ ضرورت مندوں کو تلاش کر کے دینا چاہئے۔ زیادہ ضرورت مند کی موجودگی میں کم ضرورت مند کو نہیں دینا چاہئے۔ ﴿8﴾ ﴿فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''تو وہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے'' یعنی صدقہ دینے والے کے لیے صدقہ باعث ثواب ہوگا۔

سوال4: ﴿وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ ''اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری کچھ برائیاں تم سے دور کر دے گا'' صدقہ کیسے برائیوں کو دور کرتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ صدقے کے ذریعے برائیاں دور کر دیتے ہیں اور بندے کو عذاب سے بچا لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ صدقہ دینے سے دل کی تنگی دور ہوتی ہے اور مومن بخل سے بچتا ہے۔ ﴿3﴾ صدقہ دینے سے مال کی محبت پر چوٹ پڑتی ہے اس طرح مومن کی حرص میں کمی آتی ہے۔ ﴿4﴾ چھپا کر صدقہ کرنے سے مومن کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور مومن ریا کاری سے بچتا ہے۔ ﴿5﴾ صدقہ کرنے سے مومن کے نفس کی مسلسل اصلاح ہوتی جاتی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے اسے گناہوں سے دور کر دیتا ہے۔ ﴿6﴾ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ (ھود:114) نیکی کا ہر کام برائیوں کو دھو ڈالنے والا ہے۔ ﴿7﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: پوشیدگی کا صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ ''اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ صدقے سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جس چیز کی بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ ﴿2﴾ تمہارے اعمال اچھے ہوں یا برے، اللہ تعالیٰ ان سے باخبر ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلا کر پوشیدہ صدقے کی ترغیب دلائی ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی صفت خبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ جزا سزا ہوگی۔

﴿لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (272)﴾

''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی لئے ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں خرچ کرتے ہو اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (272)

سوال1: اس آیت کا شان نزول بتائیں۔

جواب: ﴿1﴾ ابن ابی حاتم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ حکم فرماتے تھے کہ صرف اہل اسلام پر صدقہ کیا جائے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگوں کو ہدایت دینے کی ذمہ داری تمہاری نہیں تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جس مذہب کے پیروکار تم سے سوال کریں انہیں صدقہ دیا کرو۔ ﴿2﴾ آیت کے شان نزول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمان غیر مسلم رشتہ داروں پر خرچ کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ غیر مسلم رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنا اجر کا باعث ہے۔ البتہ زکوٰۃ غیر مسلموں کو نہیں دی جا سکتی۔

سوال2: ﴿لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمّہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے محمد! لوگوں کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے ۔ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے۔دل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے پاس اختیار نہیں کہ وہ کسی کو ہدایت دے یا گمراہ کر دے۔﴿2﴾ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو مخلوق کا خالق ہے۔وہی دلوں کو موڑ سکتا ہے۔ ﴿3﴾رسول کا کام پہنچا دینا ہے اس لیے ہدایت کے لیے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کر کے دعائیں کرنی چاہئیں۔﴿4﴾ہدایت اللہ تعالیٰ کا حق ہے لہٰذا دعوت دینے والے کے پاس کسی انسان سے نفرت کا جواز باقی نہیں رہتا اور نہ ہی کسی کی ضد کی وجہ سے دل تنگ کرنے کا جواز باقی رہتا ہے۔﴿5﴾داعی انتظار کرے گا کہ کب اللہ تعالیٰ دلوں کو اجازت دے اور وہ ہدایت کے راستے پر آئیں اور اپنے رب کو پہچان لیں۔

سوال3:﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾''اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی لئے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے کم ہو یا زیادہ چاہے یہ مال تم مسلمانوں پر خرچ کرو یا کافروں پر وہ تمہارے ہی لیے ہے یعنی تمہیں اس کا پورا اجر دیا جائے گا۔

سوال4:انسان جو انفاق کرتا ہے وہ کیسے اس کے کام آتا ہے؟

جواب:﴿1﴾دنیا میں انسان بخل، دل کی تنگی اور حرص جیسی بری عادتوں سے بچ جاتا ہے۔﴿2﴾آخرت میں اس کا کئی گنا اجر پاتا ہے۔

سوال5:﴿وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ﴾''اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں خرچ کرتے ہو'' کون مال کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خرچ کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر وہ مال خرچ کرتا ہے جو دنیا میں بدلہ نہیں پانا چاہتا۔﴿2﴾جو ایسی مدات میں خرچ کرتا ہے جہاں سے واپسی کی امید نہیں ہوتی۔﴿3﴾مومن کے خرچ کی بنیاد ایمان ہوتی ہے۔وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے خرچ کرتا ہے۔﴿4﴾ایمان لہو ولعب کے کاموں میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔

سوال6:﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾''اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا'' اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ تمہارا ہر صدقہ قبول ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں پورا پورا اجر دے گا۔﴿2﴾رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رضائے الٰہی کی خاطر تم جو بھی خرچ کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا مقام بلند ہوگا۔حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔(صحیح بخاری:2742)﴿3﴾﴿وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾''اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہارے گناہوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اور نیک اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی۔

سوال 7: اسلام نے بلا امتیاز مذہب معاشی تعاون اور امداد کے دروازے کھول کر کیسی فضا قائم کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایک ایسی فضاء جس میں مذہبی آزادیوں کا اصول متعین ہے۔ ﴿2﴾ اور جہاں جبر وتشدد کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ ﴿3﴾ ایک ایسی فضا جس میں مذہبی رواداری ہے۔ ایک ایسی فضا جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غیر مسلموں پر کیے جانے والے خرچ پر بھی اجر کا وعدہ ہے۔ ﴿4﴾ یوں انسانی ہمدردی کی فضا پروان چڑھتی ہے۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (273)﴾

''صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے گئے ہوں، وہ زمین میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں مال دار سمجھ بیٹھتا ہے، آپ انہیں ان کے چہرے ہی سے پہچان جائیں گے، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے، اور جو مال میں سے بھی تم خرچ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔''(273)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مال والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنا مال ان فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کریں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے، یا دن رات اس کی بندگی اور حصول علم کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہاں مراد اصحاب صفہ ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:156) ﴿2﴾ حافظ ابن کثیر نے کہا: ان سے مراد وہ تمام مہاجرین ہیں جو مدینہ منورہ میں آ کر اقامت پذیر ہو گئے تھے اور تجارت اور حصول مال کے اسباب وذرائع ان سے منقطع ہو چکے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر:369/1)

سوال 2: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ﴾ ''صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے گئے ہوں، وہ زمین میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی مدات میں سے بڑی مد کون سی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ تمہارے خرچ کے کون لوگ زیادہ مستحق ہیں۔ ان کی چھ صفات بیان فرمائی ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے گئے ہوں'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی مدات میں سے بڑی مد دین کے ان خادموں کی مالی مدد کرنا ہے جو دین کی حفاظت کے کاموں میں مکمل مصروف رہنے کی وجہ سے بے معاش ہو گئے ہوں۔ ﴿3﴾ ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ زمین میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے'' جو رزق کی تلاش کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے سفر کے قابل نہ ہوں۔ ﴿4﴾ جیسے ایک کامیاب تاجر کے پاس اپنے بزنس کے علاوہ وقت نہیں ہوتا ایسے ہی ایک کامیاب داعی کے لیے دین کے علاوہ وقت نہیں ہوتا۔اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ صاحب معاش ان لوگوں کے لیے حصہ نکالیں جو دینی مصروفیات کی وجہ سے اپنی معاشیات فراہم نہ کرسکیں۔

سوال3: دین کے خادموں کی خدمت کرنا ایک خاموش تقسیم کار ہے،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دین کا خادم خود کو اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو کرتا ہے۔نہ وہ کسی انسان سے مانگتا ہے،نہ پانے کا امیدوار ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ صاحب معاش یہ سوچتا ہے کہ میرے پاس معاشی وسائل اس قیمت پر آئے ہیں کہ میں دین کی خدمت نہیں کرسکا تو اس کی تلافی ہونی چاہئے اور وہ ایسے کہ میں اپنے مال میں ان بھائیوں کا حصہ لگاؤں جو میری کمی کی تلافی اللہ تعالیٰ کے ہاں کررہے ہوں۔

سوال4: دین کے خادموں کے لیے اپنا مال لگانا انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا زیادہ مستحق کب بناتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب دین کی جدوجہد اس مرحلے میں ہو کہ دین کے نام پر معاشی عہدے نہ ملتے ہوں۔ ﴿2﴾ جب دین کی راہ میں لگنے والا بے روزگار ہوجائے۔ ﴿3﴾ جب دین کے نام پر کیے جانے والے خرچ کی وجہ سے سزا کا ڈر ہو۔ ﴿4﴾ جب دین کے خادموں کو مال دینا ایک غیر اہم طبقے سے رشتہ جوڑنا ہو۔ ﴿5﴾ جب دین کے کاموں پر خرچ کرنا مجلسوں میں قابلِ تذکرہ نہ ہو اور انسان کی حیثیت اور ناموری میں اضافہ نہ کرتا ہو۔ ﴿6﴾ ایسا خرچ چونکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے اس لیے ایسا خرچ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

سوال5: ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾ ''ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں مال دار سمجھ بیٹھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں مال دار سمجھ بیٹھتا ہے''یعنی ان کی غیرت وخودداری گوارا نہیں کرتی کہ وہ لوگوں سے سوال کریں۔ناواقفوں کو اس سے گمان یہ گزرتا ہے کہ یہ لوگ خوش حال ہیں،محتاج ومستحق امداد نہیں۔ ﴿2﴾ ﴿التَّعَفُّفِ﴾ سے مراد ہے سوال نہ کرنا،سوال کرنے سے بچنا۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک یا دو کھجور،ایک یا دو لقمے دربدر لیے پھریں بلکہ مسکین وہ ہے جو مانگنے سے بچتا رہے اور اگر تم دلیل چاہو تو (قرآن سے) اس آیت کو پڑھ لو کہ ''وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے۔'' (صحیح بخاری:4539)

سوال6: ﴿تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ﴾ ''آپ انہیں ان کے چہرے ہی سے پہچان جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''آپ انہیں ان کے چہرے ہی سے پہچان جائیں گے'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر وقت رہتا تھا،میں خمیری روٹی نہ کھاتا اور نہ عمدہ لباس پہنتا تھا (یعنی میرا وقت علم کے سوا کسی دوسری چیز کے حاصل کرنے میں نہ جاتا) اور نہ میری خدمت کے لیے کوئی فلاں یا فلانی تھی بلکہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ سے پتھر باندھ لیا کرتا۔بعض وقت میں کسی کو کوئی آیت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس لیے پڑھ کر اس کا مطلب پوچھتا تھا کہ وہ اپنے گھر لے جا کر مجھے کھانا کھلا دے، حالانکہ مجھے اس آیت کا مطلب معلوم ہوتا تھا۔ مسکینوں کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرنے والے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ بھی گھر میں موجود ہوتا وہ ہم کو کھلاتے۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ صرف شہد یا گھی کی کپی ہی نکال کر لاتے اور اسے ہم پھاڑ کر جو کچھ اس میں ہوتا اسے ہی چاٹ لیتے۔ (صحیح بخاری:3708)

سوال 7: ﴿لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ ''وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے'' ﴿1﴾ جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس چالیس درہم ہوں تو اس نے الحاف کیا۔ ﴿2﴾ جو شخص لوگوں سے سوال کرتا ہو حالانکہ اس کے پاس پانچ اوقیہ برابر مال موجود ہو تو گویا اس نے اصرار کر کے سوال کیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک یا دو کھجور، ایک یا دو لقمے در بدر لیے پھریں بلکہ مسکین وہ ہے جو مانگنے سے بچتا رہے اور اگر تم دلیل چاہو تو (قرآن سے) اس آیت کو پڑھ لو کہ ''وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے۔'' (صحیح بخاری:4539)

سوال 8: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جو خیر میں سے بھی تم خرچ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جو خیر میں سے بھی تم خرچ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کے لئے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کو ضائع کرنے والا نہیں اس لئے خرچ کرو۔

رکوع نمبر 6

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (274)﴾

''جو لوگ اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔'' (274)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بغوی نے سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول ان لوگوں کے حق میں ہوا جو جہاد کے لیے گھوڑے پالتے تھے۔ گھوڑوں کو رات دن پوشیدہ اور علانیہ چارہ دیا جاتا تھا۔ (تفسیر الوسیط 1/392:) ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ان کے پاس چار درہم تھے۔ انہوں نے اس میں سے ایک رات کو اور ایک دن کے وقت اور ایک پوشیدہ طور پر اور ایک ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے تھے اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیاہے کہ یہ آیت کریمہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے،ان حضرات نے سامان جہادفراہم کیاتھا۔(الدرالمنثور:642/1)

سوال2:﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ ''جولوگ اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں''اس سے کیامراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہ نیک لوگ دن رات ،ہر وقت ،کھلے چھپے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ کرتے ہیں۔(تفسیرالمیسّر:61/1)
﴿2﴾ نیک لوگ حرام یامکروہ کاموں میں یااپنی خواہشات پوری کرنے یادل کی مرضی کے لیےخرچ نہیں کرتے۔

سوال3:﴿ سِرًّا ﴾ ''چھپے''چھپاکرنیکیاں کرنے کےانسان پرکیااثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ چھپاکرنیکیاں کرنے سے انسان کےنفس کی مسلسل اصلاح ہوتی ہے۔﴿2﴾ بری صفات(حرص،بخل اور ریاکاری) مٹ جاتی ہیں۔﴿3﴾ اچھےاخلاق نشوونماپاتے ہیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان مقبول ہوتاہے۔

سوال4:﴿ فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ ''توان کے لیےان کااجران کےرب کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی رب رحیم کے پاس دن رات، کھلے چھپےخرچ کرنے والوں کااجر ہے۔

سوال5:اس سےکون سااجرمرادہے؟

جواب:﴿1﴾ دنیامیں لمبی عمر۔﴿2﴾ آخرت میں اچھاانجام۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی رضامندی۔

سوال6:اجرکاشعورانسان سےکیاکروالیتاہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے رات دن اور کھلے چھپےخرچ کرنے کے لئے یہ شعوردلایاہے کہ اس کام کااجراللہ تعالیٰ کے پاس ہے جوضائع ہونے والانہیں،یقینی طور پر ملنے والاہے۔یہ اجرکاشعورانسان سے ہرحال میں مال خرچ کروالیتاہے۔﴿2﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاجوشخص اللہ تعالیٰ پرایمان رکھےاوراس کے وعدہ کوسچاسمجھتے ہوئے کوئی گھوڑاراہ خدامیں کام آنے کے لیے پرورش کرتاہےتوگھوڑے کاکھانا، پینا،لید، پیشاب(سب کچھ) قیامت کےدن اس کی میزان میں رکھاجائے گا(اورنیکیوں کی تول میں آئے گا۔)(بخاری)

سوال7:﴿ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ ''اوران پرنہ کوئی خوف ہوگااورنہ وہ غم زدہ ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوزکرنے والےغم میں مبتلاہوں گےتووہ لوگ جواپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلےخرچ کرتے ہیں توان کے لیےان کااجران کےرب کے پاس ہوگااوران پرنہ کوئی خوف ہوگااورنہ وہ غم زدہ ہوں گے۔وہ اپنااصل مقصدحاصل کرنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اس وقت کامیاب ہوجائیں گے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رہیں گے جب حد سے بڑھنے والے غم میں مبتلا ہوں گے۔

﴿ اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَیۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنۡ جَآءَہٗ مَوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ فَانۡتَہٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمۡرُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ (275) ﴾

''جولوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھوکر دیوانہ بنادیا ہو، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے، چنانچہ جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آجائے، سو وہ باز آجائے تو جو پہلے گزر چکا وہ اس کے لیے ہے، اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، اور جو دوبارہ سود کھائیں تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (275)

سوال1: ﴿ اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ﴾ ''جولوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھوکر دیوانہ بنادیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سودخوروں کا برا انجام بیان کیا ہے۔ وہ قیامت کے دن اپنی قبروں سے ایسے اٹھیں گے گویا شیطان نے انہیں دیوانہ بنا دیا ہو۔ اس وقت انہیں سخت سزا ملنے کا یقین ہوگا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سودخور کو مخبوط الحواس شخص سے تشبیہ دی ہے۔ سودخور روپے کے پیچھے پاگل ہے اور اپنے اس پاگل پن میں عقل سے بعید حرکات کرتا ہے۔ سودخور کا پاگل پن خودغرضی کا ہے۔ اسے کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ اس سے کس طرح انسانی محبت اور ہمدردی کی جڑیں کٹ رہی ہیں؟ معاشرتی فلاح و بہبود پر کتنے برے اثرات پڑ رہے ہیں؟ کتنے لوگوں کی بدحالی سے وہ اپنی خوش حالی کا سامان کر رہا ہے؟ اکثر مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ سودخور قیامت کے دن ایک دیوانے اور مخبوط الحواس شخص کی حالت میں اٹھے گا۔ سید قطب لکھتے ہیں کہ زمین پر ہماری زندگی میں بھی یہ خوفناک تصویر عملاً موجود ہوتی ہے۔ اقتصادی نظام میں ایک سودخور دیوانہ وار کوششوں میں مصروف ہے جس طرح شیطان کا چھوا ہوا شخص دیوانہ ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ لفظ ''المس'' کے معنی جنون کے ہیں جسے دیوانگی بھی کہتے ہیں۔ فراء نے یہی تفسیر کی ہے۔ مس کا معنی جنوں کا چھونا۔ (بخاری کتاب التفسیر) سودخور آخرت میں ایسے شخص کی طرح اٹھے گا جسے شیطان نے چھوکر دیوانہ بنا دیا ہو۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں سودخور آخرت میں مجنون اٹھے گا۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿4﴾ سودخور کا پاگل پن خودغرضی ہے۔ اسے صرف اپنی ذات کی فکر ہے۔ اسے کوئی ہوش نہیں کہ میرے جیسا دل، میرے جیسی ضروریات کسی اور کی بھی ہیں، میرے جیسے مسائل کسی اور کے بھی ہو سکتے ہیں، ان کے اندر بھی زندگی ہے، سودخور کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، وہ پتھر دل، سنگ دل، تنگ دل اور خودغرض انسان ہے۔ اسے کوئی پروا نہیں کہ انسانی محبت کی جڑیں کٹ رہی ہیں۔ اس کے اس رویے کی وجہ سے انسانیت کن تکلیفوں میں مبتلا ہے۔ اسے کوئی پروا نہیں اسے کوئی فکر نہیں ہوتی کہ معاشرے کی فلاح و بہبود کے کام ہونے چاہئیں۔ وہ کبھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں سوچتا کہ کتنے لوگ بدحال ہوتے ہیں اور میں خوش حال ہوتا ہوں؟ میں کتنے گھروں کو دکھ میں مبتلا کرتا ہوں؟ وہ لوگوں سے زندگی چھین کر انہیں موت کی مجبوریوں تک پہنچا کر بھی اپنی خوش حالی چاہتا ہے۔

سوال2: اہل جاہلیت کیسے سود وصول کرتے تھے؟

جواب: امام رازی کی تحقیق میں اہل جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک شخص کو ایک معین مدت کے لیے روپیہ دیتے اور اس سے ماہ بہ ماہ ایک مقرر رقم سود کے طور پر وصول کرتے رہتے۔ جب وہ مدت ختم ہو جاتی تو مدیون سے رأس المال کا مطالبہ کیا جاتا۔ اگر وہ ادا نہ کر سکتا تو پھر ایک مزید مدت کے لیے مہلت دی جاتی اور سود میں اضافہ کر دیا جاتا۔ (تفسیر کبیر:351:2)

سوال3: سود کب حرام ہوا؟

جواب: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سود کے سلسلے میں سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھ کر لوگوں کو سنایا اور اس کے بعد شراب کی تجارت بھی حرام قرار پائی۔ (صحیح بخاری:4540)

سوال4: سود کس درجے کا گناہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔'' (صحیح مسلم :262) ﴿2﴾ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب والی طویل حدیث میں بیان فرمایا: پھر ہم ایک نہر پر آئے وہ خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے۔ یہ تیرنے والا شخص تیرتا رہتا، اور جب اس شخص کے پاس آتا جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے تھے تو وہ اس کے منہ کو کھولتا اور اس میں ایک پتھر داخل کر دیتا۔ پھر اس کی تعبیر میں آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد سود کھانے والا ہے۔ (صحیح بخاری :7047) ﴿3﴾۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کے ستر درجے ہیں ان میں سے کم درجے کا گناہ اس قدر ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح (یعنی زنا) کرے۔ (ابن ماجہ:2274) ﴿4﴾ سود کا لین دین بہت ہی بڑا گناہ ہے اس لیے سود سے متعلق ہر شخص پر لعنت کی گئی ہے۔ ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے گودنے والی اور گدوانے والی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور مصور پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری :2238) ﴿5﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے سود دینے والے، سود تحریر کرنے والے اور سودی لین دین کے گواہوں پر لعنت کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (گناہ میں) سب برابر ہیں۔ (صحیح مسلم:4093)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: سودخور کی بھیانک تصویر کا انسانی زندگی پر کیا اثر ہوسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سودخور کی بھیانک تصویر کا انسانی زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے، اس سے انسان میں خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ سرمایہ کاری کرنے والے سودخوروں کے انسانی جذبات جاگ سکتے ہیں، متحرک ہو سکتے ہیں۔ ﴿3﴾ اس آیت کے ذریعے انہیں جھنجھوڑا جارہا ہے اور مروجہ سودی نظام سے نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ﴿4﴾ یہ آیت لالچ اور خودغرضی کی فضا سے نکالنے کے لیے انتہائی مؤثر ہے۔

سوال6: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ ''یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ بات کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے کوئی دیوانہ ہی کہہ سکتا ہے یا ایسا شخص جو دین کا دشمن ہو یا جس کی عقل اوندھی ہوگئی ہو۔ اسی وجہ سے ان کو بدلہ بھی ان کے عمل کی طرح ملے گا یعنی قیامت کے دن وہ پاگلوں کی طرح اٹھیں گے۔

سوال7: کیا تجارت سود کی طرح ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تجارت سود کی طرح نہیں ہے: (i) تجارت میں نقد رقم کا تبادلہ ہوتا ہے جب کہ سود میں نہیں۔ (ii) تجارت میں نفع اور نقصان کا امکان رہتا ہے جب کہ سود میں ایک کو یقینی نفع ہوتا ہے اور دوسرے فریق کے نفع ونقصان کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ (iii) تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام اس لئے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں حرمت سود کے عقلی دلائل لکھے ہیں۔ انہوں نے پہلے نمبر پر یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ سود کی رقم آخر کس چیز کا معاوضہ ہوتی ہے؟ بجز مفت خوری کی بدترین شکل کے اور یہ ہے کیا؟ (تفسیر ماجدی: 505/1) ﴿2﴾ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی انہوں نے فرمایا کہ تم ایسی سرزمین میں رہتے ہو جہاں سود کا لین دین رواج پائے ہوئے ہے۔ جب کسی پر کچھ قرض ہو پھر وہ تمہیں بھوسہ کا ایک گٹھڑ یا جو کی گٹھری یا رسی میں بندھی ہوئی سبزی بھی دینا چاہے تو اس کو مت لینا کیونکہ وہ سود ہے۔ (بخاری) ﴿3﴾ جو لوگ سودی کاغذات لکھتے ہیں اس کی فائلیں بنا کر رکھتے ہیں وہ سودی لین دین کی فرموں، کمپنیوں اور بینکوں میں کام کرتے ہیں اور جو سود لیتے ہیں اور سود دیتے ہیں وہ اپنے بارے میں غور کرلیں کہ لعنت کے کام میں مشغول ہیں۔ گناہ کی مدد بھی حرام ہے اور جس نوکری میں گناہ پڑے وہ بھی حرام ہے اس کی تنخواہ بھی حرام ہے۔ سود کا لین دین کرنے والوں اور زیادہ آمدنی کی خواہش رکھنے والوں کو مفتیوں کی بات ناگوار تو لگتی ہے مگر حق تو کہنا ہی پڑتا ہے۔ (انوار البیان: 419/1)

سوال8: سودخوروں کے نظریے کی خرابی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ''تجارت بھی تو آخر سود جیسی چیز ہے'' وضاحت کریں؟

جواب:

سودخوروں کا مؤقف

تجارت **سود**

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿1﴾ تجارت میں لگے ہوئے روپے کا منافع جائز ہے۔

﴿2﴾ ایک شخص اپنے روپے کو تجارت میں لگا کر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

﴿2﴾ قرض پر دیئے ہوئے روپے کا منافع بھی جائز ہونا چاہیے۔

﴿2﴾ ایک شخص روپے سے خود فائدہ اٹھانے کی بجائے قرض دیتا ہے اور دوسرا شخص فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس فائدے میں سے قرض دینے والے کو ادا کرنا چاہئے۔

سوال 9: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے'' اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ سود حرام ہے اور تجارت حلال ہے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے کہ اس میں سب کے لیے نفع ہے چونکہ سب کو تجارت کی ضرورت ہے اس لیے اسے حرام قرار دینے میں نقصان ہے۔ تجارت حصول رزق کی ایک عظیم بنیاد ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حلال قرار دیا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ''اور سود کو حرام کیا ہے'' سود ظلم پر مبنی ہے اس کا انجام ہلاکت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ ﴿3﴾ تجارت اور سود کے بارے میں:

اسلام کا مؤقف

تجارت	سود
﴿1﴾ ہر تجارت خواہ وہ سرمائے سے ہو یا محنت اور سرمائے سے اس میں نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔	﴿1﴾ سود میں قرض دینے والے سرمایہ دار کو نقصان کا خطرہ نہیں ہوتا۔
﴿2﴾ تجارت میں وقت، محنت، قابلیت اور سرمایہ لگا کر بھی مقرر منافع کی ضمانت نہیں ہوتی۔	﴿2﴾ سود میں قرض خواہ نہ وقت لگاتا ہے، نہ محنت اور نہ قابلیت، صرف سرمایہ لگا کر مقررہ منافع کی ضمانت ہوتی ہے۔ اس کا مال محفوظ ہوتا ہے اور دوسرے کا مال غیر محفوظ ہوتا ہے۔
﴿3﴾ تجارت میں خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان منافع کا تبادلہ مساویانہ ہوتا ہے۔ (فروخت کرنے والا محنت، ذہانت اور وقت کی اجرت لیتا ہے جو وہ چیز کو مہیا کرنے کے	﴿3﴾ سودی لین دین میں منافع کا تبادلہ برابری کے ساتھ نہیں۔ سود لینے والا مال کی مقرر مقدار لیتا ہے منافع یقینی ہے۔ سود دینے والا صرف مہلت لیتا ہے جس کا منافع بخش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے لگا تا ہے)۔

﴿4﴾ تجارت کا معاملہ نفع اور نقصان میں شراکت کا ہے۔

﴿5﴾ تجارت میں منافع خواہ کتنا ہی زائد ہو ایک بار ہوتا ہے۔

﴿6﴾ تجارت میں شے اور اس کی قیمت کے تبادلے پر معاملہ ختم ہو جاتا ہے، مکان یا زمین یا سامان کے کرائے میں اصل شے (جس کے استعمال کا معاوضہ دیا جاتا ہے) ختم نہیں ہوتی برقرار رہتی ہے اور مالک کو واپس کر دی جاتی ہے۔

﴿7﴾ تجارت، صنعت اور زراعت میں انسان محنت، ذہانت اور وقت کا فائدہ لیتا ہے۔

﴿8﴾ تجارت میں نفع و نقصان کی شراکت نفع کے تناسب اور نقصان کے تناسب سے ہوتی ہے۔

﴿9﴾ تجارت انسانی تمدّن کی تعمیر کرنے والی

ہونا یقینی نہیں۔ (اگر سرمایہ ذاتی ضروریات کے لیے لیا ہے تو مہلت نفع مند نہیں ہے)۔

﴿4﴾ سود کا معاملہ ایک فریق کے فائدے اور دوسرے کے نقصان پر ہوتا ہے۔

﴿5﴾ سود کے معاملے میں مال دینے والا مال پر مسلسل منافع وصول کرتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ منافع بڑھتا چلا جاتا ہے چاہے قرض لینے والے کے تن کے کپڑے اور گھر کے برتن تک بک جائیں۔

﴿6﴾ سود کے معاملے میں قرض دار سرمایہ لیتا ہے اسے صرف کر لیتا ہے۔ پھر صرف شدہ مال دوبارہ پیدا کرتا ہے۔ اضافے کے ساتھ واپس کرتا ہے۔

﴿7﴾ سودی کاروبار میں نہ محنت، نہ ذہانت، نہ وقت، محض ضرورت سے زیادہ مال دے کر بغیر کسی محنت کے دوسرے کی کمائی کے زیادہ حصے میں شریک بن جاتا ہے۔

﴿8﴾ سود پر قرض دینے والا نفع و نقصان میں نہیں بلکہ صرف نفع میں ہی شریک ہوتا ہے۔ نقصان ہو تب بھی اس کا منافع fix ہے۔ پھر منافع میں بھی بلا لحاظ تناسب طے شدہ منافع لیتا ہے۔

﴿9﴾ سود انسانی تمدن کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قوت بن جاتی ہے۔لوگوں کی صلاحیتیں لگتی ہیں،معاشرا ترقی کرتا ہے۔
﴿10﴾ تجارت امداد باہمی اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔
﴿11﴾ تجارت کا فائدہ عوام الناس کو ہوتا ہے۔
﴿12﴾ تجارتی سرگرمیاں انسانیت کے لیے مفید ہیں۔
﴿13﴾ تجارت حلال ہے۔

ذہانت بھی قومی سرمایہ ہے جو سود کی وجہ سے ضائع ہوجاتا ہے۔
﴿10﴾ سود افراد میں بخل،خودغرضی،شقاوت،بے رحمی اورزر پرستی جیسی صفات پیدا کرتا ہے۔
﴿11﴾ سود کا فائدہ چند سرمایہ کاروں کا گروہ اٹھاتا ہے۔
﴿12﴾ سودی لین دین اصلاً انسانیت کے لیے تباہ کن ہے۔
﴿13﴾ سود حرام ہے۔

سوال10: ﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ﴾ ''چنانچہ جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آجائے جس سے وہ باز آجائے تو جو پہلے گزر چکا وہ اس کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جس کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق دی اس کے لیے رحمت ہے۔﴿2﴾ سعید بن جبیر نے اس آیت کے متعلق کہا:یعنی قرآن کا سود کی حرمت کے بارے میں بیان آجائے تو وہ اس سے رک جائے۔اس نے ربا کی حرمت سے پہلے جو کھالیا وہ اس کے لیے ہے۔(ابن ابی حاتم:545/2)﴿3﴾﴿فَانْتَهٰى﴾ ''چنانچہ وہ باز آجائے'' جو سود کے لین دین سے توبہ کرلے اس کے لیے قانونی رعایت ہے یعنی جو پہلے کھاچکا اسے واپس کرنے کا قانونی مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

سوال11: سودخور کو قانونی رعایت دینے کے بعد فرمایا ﴿وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن توبہ کرنے والے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا۔وہ جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور مشیت پر ہے یعنی اخلاقی حیثیت سے اس مال کی نجاست برقرار ہے۔﴿2﴾ اس سے ایک خطا کار مسلمان کے دل میں ہمیشہ یہ خوف رہتا ہے کہ اس نے جو کیا بہرحال غلط تھا۔ایک تو وہ توبہ واستغفار کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سابقہ گناہوں کو معاف کردیں گے۔دوسرے یہ کہ وہ آئندہ اس سرمائے میں اضافہ نہیں چاہے گا۔﴿3﴾ اب اسے سزا دینا اور مستقبل میں اس کے عمل کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

سوال12: ﴿وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور جو دوبارہ سود کھائیں تو وہی لوگ آگ والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یہ انسان کی تربیت کا قرآنی انداز ہے،وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمَنْ عَادَ﴾ ''اور جو دوبارہ سود کھائیں'' جس نے دوبارہ سود لیا اس نے سود پر اصرار کیا۔﴿2﴾﴿فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' قرآن حکیم انسان کے اندر آخرت کا خوف پیدا کر کے انسان کی اصلاح کرتا ہے۔انسانوں میں سے کچھ انسان آخرت کا علم تو رکھتے ہیں لیکن یقین نہیں رکھتے۔اس لیے قرآن آگاہ کرتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو نہ مانے وہ گناہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے گناہ گاروں سے، کافروں سے نفرت کرتے ہیں۔

﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ (276)﴾

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گار کو پسند نہیں کرتا۔''(276)

سوال1: ﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبٰوا﴾ ''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے'' اللہ تعالیٰ سود کو کیسے مٹاتا ہے, وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ لفظ **﴿يَمْحَقُ﴾** بمعنی ﴿يذهب﴾ کے ہے یعنی مٹا دیتا ہے اور دور کر دیتا ہے۔(بخاری: کتاب التفسیر) **﴿2﴾ ﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبٰوا﴾** ''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے'' یعنی اس کی برکت لے جاتا ہے اور جس میں شامل ہوتا ہے اس مال کو ہلاک کر دیتا ہے ۔ (تفسیر البیضاوی:575/1) **﴿3﴾** عباد بن منصور نے حسن سے اس آیت **﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾** کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ قیامت کا دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ سود کو مٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا۔(ابن ابی حاتم:547/2) **﴿4﴾** سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نہ ان سے صدقہ قبول کرے گا، نہ حج نہ، جہاد اور نہ صلہ رحمی۔(تفسیر خازن:211/1) **﴿5﴾** سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حرام مال کما کر صدقہ کرے گا تو وہ قبول نہ ہوگا اور جو کچھ اس میں سے خرچ کرے گا اس میں برکت نہ ہوگی اور اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو اس کے لیے دوزخ کی آگ میں لے جانے والا توشہ بنے گا۔(مشکوٰۃ:242) **﴿6﴾** سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو گوشت حرام سے بڑھا ہو جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو گوشت حرام سے بڑھا دوزخ کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہوگی۔(احمد ودارمی) **﴿7﴾** اس آیت کا ایک سیدھا سادا مفہوم تو یہ ہے کہ سود میں برکت نہیں ہوتی یعنی سود خور کا مال بالآخر برباد ہو جاتا ہے۔ **﴿8﴾** دوسرا مفہوم ذرا زیادہ دقیق ہے اور وہ یہ ہے کہ سود سے اصل سرمایہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور قوم کے لئے یہ خسران مبین کا باعث ہوتا ہے۔اقتصادیات کا یہ اصول ہے کہ دولت میں اس وقت اضافہ ہوتا ہے جب اسے زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے اور سود سے روپیہ بجائے پھیلنے کے چند ہاتھوں میں سمٹ کے رہ جاتا ہے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم کی تمدنی ترقی رک جاتی ہے۔بخلاف اس کے اگر تعاونی جذبات کی ترقی ہو۔روپیہ محدود ہاتھوں میں نہ رہے اور پھیلتا رہے تو قوم کے سرمایہ میں اضافہ ہوگا۔(سراج البیان:109/1) **﴿9﴾** سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ سود اگرچہ بہت ہو جائے اس کا انجام کمی کی طرف ہو جائے گا۔(مشکوٰۃ:246) **﴿10﴾** یعنی سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجام کار نتیجہ اس کا قلت ہے۔سود آفات کا باعث بنتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے اور اس کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔اگر اس کمائی کو سود خور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اسے اجر نہیں ملے گا بلکہ اسے یہ جہنم میں لے جائے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ ''اورصدقات کو بڑھاتا ہے'' اللہ تعالیٰ صدقات کو کیسے نشوونما دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ ''اورصدقات کو بڑھاتا ہے'' یعنی جس مال سے صدقہ دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت نازل کرتا ہے اوراس کے ثواب کو بڑھاتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ صدقات کا ثواب بڑھادیتا ہے اور جس مال سے صدقہ نکلتا ہے اس میں برکت دیتا ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ''جوشخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔'' (صحیح بخاری:1410)

سوال3: صدقات اورسود کے معاشرے پر کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا اور سود کو مٹاتا ہے۔

باہمی تعلقات

صدقات	سود
﴿1﴾ جس معاشرے کے لوگ صدقات دیتے ہیں وہ ذاتی غرض اور ذاتی فائدے کے بغیر ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔	﴿1﴾ سود کھانے والے خودغرضی کا معاملہ کرتے ہیں۔ ایک شخص دوسرے کی ضرورت کو اپنے لیے نفع حاصل کرنے کا موقع سمجھ کر پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔
﴿2﴾ صدقات کی وجہ سے مال دار طبقوں کا مفاد عوام الناس کے مفاد کے مطابق ہوتا ہے۔	﴿2﴾ سود کی وجہ سے مال دار طبقوں کا مفاد عوام الناس کے مفاد کی ضد ہوتا ہے۔
﴿3﴾ صدقات کی وجہ سے سوسائٹی مضبوط ہوتی ہے۔	﴿3﴾ سود کی وجہ سے سوسائٹی مستحکم نہیں ہوتی۔
﴿4﴾ جس معاشرے میں صدقات دیے جاتے ہیں وہاں افراد معاشرہ کے درمیان باہمی ہمدردی، غم خواری، دکھ درد میں شرکت، باہمی تعاون، ایثار، باہم احسان، باہم رضامندی جیسی صفات پروان چڑھتی ہیں۔	﴿4﴾ جہاں سود لیا اور دیا جاتا ہے اس معاشرے کے افراد کے درمیان باہمی بغض، حسد، بے دردی اور بے تعلقی نشوونما پاتی ہے۔
سوسائٹی کا اجتماعی نظام:	

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿1﴾صدقات والے معاشرے میں اجتماعی تعاون اور باہمی کفالت پر استوار ہوتا ہے۔	﴿1﴾ سودی معاشرے میں ذاتی غرض اور ذاتی فائدے کے بغیر کسی کے کام نہ آنا، اپنے مال میں اضافے کی ہوس پر اجتماعی نظام استوار ہوتا ہے۔
﴿2﴾صدقات والے معاشرے میں ہر فرد کی تگ ودواس لیے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے۔	﴿2﴾ سودی معاشرے میں ہر فرد کی تگ ودو اپنی ذاتی خوشی تک محدود ہوتی ہے۔
﴿3﴾صدقات والے معاشرے میں ہر فرد کی تگ ودواس لیے ہوتی ہے کہ وہ اجر کا مستحق بن جائے۔	﴿3﴾ سودی معاشرے میں ساری تگ ودو کا مقصد مال کا حصول ہے۔
﴿4﴾صدقات والے معاشرے میں ہر وقت اطمینان رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مددگار ہے وہ صدقہ اور احسان کا اجر کئی گنا دے گا۔	﴿4﴾ سودی معاشرے میں ہر وقت بے اطمینانی، روحانی قلق اور پریشانی رہتی ہے۔
﴿5﴾صدقات والے معاشرے کے افراد پر برکتیں نازل ہوتی ہیں، مال، رزق، عمر، صحت، قوت میں برکت ہوتی ہے۔	﴿5﴾ سودی معاشرے میں ذہنی اور اعصابی کشمکش کی وجہ سے مال، عمر، صحت میں برکت نہیں ہوتی۔
﴿6﴾صدقات والے معاشرے مین دل اطمینان سے سرشار ہوتے ہیں۔	﴿6﴾ سودی معاشرے میں دل مطمئن نہیں ہوتے۔

معاشی اعتبار سے

ذاتی ضروریات کے لیے قرض	
ایک دوسرے کے ساتھ تعاون زکوٰۃ کی مد میں حصہ ہے۔صدقات کے ذریعے سے باہمی ہمدردی، تعاون اور باہمی احسان کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ کوئی احسان جتلانا اور دکھ دینا نہیں ہے۔قرض کی واپسی نہ ہو سکے تو مہلت پر مزید اجر کی توقع ہے۔ معاف کرنا پڑے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر معاف کر دینا آسان ہے۔	سود کی وجہ سے قرض ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے اصل سے کئی گنا ادا کرنے کے باوجود اصل رقم برقرار رہتی ہے۔اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے بھی روپیہ نہیں بچتا دل لگا کر محنت نہیں کر سکتے۔چند افراد لاکھوں انسانوں کا خون چوس لیتے ہیں۔ مال دار طبقے کے خلاف نفرت، غصہ جب پھٹتا ہے تو بسا اوقات جان اور عزت تک سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاروبار کے لیے قرض

1۔شراکت کے تحت فریقین کی دل چسپی ،محنت،وقت اورسرمائے کی وجہ سے کاروبار پھلتا پھولتا ہے۔	1۔شرحسود جورائج ہے اس کے مطابق اگر کوئی بزنس نفع نہ دے سکے تو وہ بزنس نہیں کیے جاتے چاہے ملک وملت کو اس کی ضرورت ہو۔
2۔ہرطرح کے کاروبار میں سرمایہ لگتا ہے۔	2۔مخصوص بزنس جو5یا6٪ سالانہ شرح سود نکال سکتے ہیں(منافع کے علاوہ)وہ پروان چڑھتے ہیں۔
3۔بزنس کی بھلائی برائی سے دوطرفہ دل چسپی۔	3۔سرمایہ دارکو بزنس کی بھلائی برائی سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔
4۔تجارت اورصنعت کوفروغ حاصل ہوتا ہے۔	4۔تجارت اورصنعت ایک خاص سطح پر جا کرنقصان کا شکار ہوجاتی ہیں۔

سوال4: سودکا کاروبارکرنے والا اورصدقہ کرنے والا،شراکت پرکاروبارکرنے والا اپنے اندرکیسا انسان تیارکرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سودکا کاروبارکرنے والا اپنے اندرخودغرض اوردنیاپرست انسان تیارکرتا ہے۔﴿2﴾ صدقہ کرنے والا،شراکت پرکاروبار کرنے والا اپنے اندردوسروں کے لیے خیرخواہ،ذات سے بلندہوکرسوچنے والا انسان تیارکرتا ہے۔

سوال5: صدقہ اورسود کی روح کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ صدقہ کی روح حاجت مندکواپنامال اللہ تعالیٰ کے لیے دینا ہے۔﴿2﴾ سودکی روح ضرورت مندکواپنامال اس کے استعمال کے لیے دینا ہے۔

سوال6: صدقہ اورسود کس چیز کی علامت ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ صدقہ اس چیز کی علامت ہے کہ انسان آخرت میں اپنے لیے نعمتوں کے ڈھیر دیکھنا چاہتا ہے۔﴿2﴾ سوداس بات کی علامت ہے کہ انسان دنیامیں اپنے لیے مال کے ڈھیرلگانے کا خواہش مند ہے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کے یہاں سودخوراورصدقہ دینے والے کاانجام یکساں نہیں،وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے یہاں سودخوراورصدقہ دینے والے کاانجام یکساں نہیں ہے۔دوالگ خصوصیات رکھنے والے انسانوں کاانجام ایک سانہیں ہوسکتا۔جس نے دنیا کے لیے محنت کی اسے دنیا ملے گی۔جس نے آخرت کے لیے آج اپنے مال کوقربان کیا اسے آخرت ملے گی۔

سوال8: سودکی حرمت پرایک حدیث لکھیں۔

جواب: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودکھانے والے،سودلکھنے والے اوراس کی گواہی دینے والوں پرلعنت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمائی اورارشادفرمایا:''یہ سب (گناہ میں) برابر (شریک) ہیں۔''(مسلم:4093)

سوال9: ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گارکو پسندنہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾اوراللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گارکو پسندنہیں کرتا''﴿كَفَّارٍ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو جوازسود کے قائل ہیں۔﴿2﴾ ﴿اَثِيْمٍ﴾ سے مراد بڑے گناہ گار،یعنی سودخوری جیسی شدید معصیت میں مبتلالوگ ہیں۔﴿3﴾اس میں دونوں قسم کے نافرمان آگئے،وہ جو سودی کاروبارکرتے ہیں اوروہ جواپنے عمل کے ساتھ ساتھ حرمت سود کے عقیدۃً بھی منکر ہیں۔﴿4﴾جواللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے اوراللہ تعالیٰ کی جانب سے واجب کردہ زکوٰۃ اورصدقات ادانہیں کرتااوراللہ تعالیٰ کے بندے اس کے شرسے محفوظ نہیں رہے۔(تفسیر سعدی:326/1)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ(277)﴾

''یقیناً جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک عمل کیےاورنمازقائم کی اورزکوٰۃ ادا کی،ان کے لیےان کااجران کے رب کے پاس ہے،ان پرنہ کوئی خوف ہوگااورنہ وہ غمگین ہوں گے۔''(277)

سوال1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک عمل کیے اورنمازقائم کی اورزکوٰۃ ادا کی،ان کے لیےان کااجران کے رب کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾''یقیناً جولوگ ایمان لائے''اصل مومن وہ ہے جواللہ تعالیٰ پر،اس کے رسولوں پراورجواس نے نازل کیااس پرایمان رکھتا ہے ،نیک عمل کرتا ہے،نمازقائم کرتا ہے،زکوٰۃ ادا کرتا ہے،سخاوت کرتا ہےاورجوچاہتا ہے کہ مجھ سے ہرایک کوفائدہ حاصل ہوجائے۔﴿2﴾جو دن رات خرچ کرتا ہےاوراللہ تعالیٰ سے امیدرکھتا ہے کہ وہ مجھے بڑھاچڑھا کردے گا تاکہ لوگوں کواوردوں اوردیتاہی جاؤں۔

سوال2: ﴿لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾''ان کے لیےان کااجران کے رب کے پاس ہےاوران پرنہ کوئی خوف ہوگااورنہ وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾''ان کے لیےان کااجران کے رب کے پاس ہے''ان کے لیےان کا کامل ثواب جنت میں ہوگا۔﴿2﴾''ان پرنہ کوئی خوف ہوگا''اس سے مرادیہ ہے کہ اس دن کی گھبراہٹوں میں ان پرکوئی خوف نہ ہوگا۔﴿3﴾''اورنہ وہ غمگین ہوں گے''یعنی جودنیامیں ان سے چھوٹ جائے گااس پرغم نہیں کریں گے۔(صفوۃالتفاسیر:158/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(278)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔''(278)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت قبیلہ ثقیف میں سے بنی عمرو بن عوف اور بنی مغیرہ کے بارے میں اتری ہے۔ ﴿2﴾ بنی مغیرہ ثقیف کو سود پر مال دیا کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے مکہ مکرمہ فتح کر دیا اور اس دن تمام سودی کاروباروں کا خاتمہ کر دیا گیا تو بنی عمرو اور بنی مغیرہ عتاب بن اسید کے پاس آئے بنی مغیرہ نے آ کر کہا کہ اس سود کی وجہ سے ہم تمام لوگوں سے بدتر ہو گئے اور ہمارے علاوہ اور لوگوں نے سود کا خاتمہ کر دیا تو بنی عمرو بولے کہ آپس میں ہم اس شرط پر صلح کر لیں کہ ہمارے لیے ہمارا سود ہے ان کی یہ بات عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کی تو اس پر یہ آیت اور اس سے بعد والی آیت نازل ہوئی اور ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت قبیلہ ثقیف میں سے مسعود حبیب ربیعہ اور عبد یالیل، بنو عمر اور بنو عمیر کے متعلق اتری ہے۔ (تفسیر ابن عباس:166/1)﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''جاہلیت کے زمانے کا سود پامال کر دیا گیا ہے اور میں اپنے سود میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ کا سود معاف کرتا ہوں۔'' (مسلم:2950)

سوال2: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' سود چھوڑنے کے لیے تقویٰ کا مطالبہ کیوں کیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا خوف انسان سے دنیا میں وہ کام کروا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہیں لیکن انسان کو وہ کام انتہائی مشکل محسوس ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ تقویٰ کا شعور وہ ضمانت ہے جس کی وجہ سے اسلام اپنے قوانین نافذ کرتا ہے۔ ﴿3﴾ تقویٰ انسان کے اندر ضمیر کا چوکی دار ہے، خدا خوفی اور رضائے الٰہی کا نگران ہے۔ ﴿4﴾ وہ اندرونی گارنٹی جو اسلام پیدا کرتا ہے بیرونی دباؤ کی وجہ سے نافذ کرنے والے قوانین کے مقابلے میں انتہائی مؤثر ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے جس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جس کے ذمے موجودہ لین دین میں سود ہے اسے چھوڑ دیں۔ جہاں تک پہلے سود کا معاملہ ہے اگر آئندہ سود نہ لیا تو پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

سوال3: ﴿وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ''اور جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ ایمان کا مقتضیٰ سارے ہی احکام قرآن پر عمل کرنا ہے۔ محققین نے اس ٹکڑے سے یہ استدلال کیا ہے کہ شریعت کے کسی ایک جزء سے بھی انکار کرنا ساری شریعت سے انکار ہے۔ (تفسیر ماجدی)﴿2﴾ ''اور جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول سے یہ قول منقول ہے کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مشابہ چیزوں کو بھی۔(تفسیر ماجدی:508/1)﴿3﴾ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب ہر کوئی سود کھانے والا ہوگا سود نہ کھائے تو بھی اس کا بخار اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس کا غبار اسے ضرور پہنچ کے رہے گا۔(تیسیر القرآن:229/1)

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ (279)﴾

''پھر اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو، اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔''(279)

سوال1: ﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''پھر اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو'' جس نے اللہ تعالیٰ کی نصیحت قبول نہ کی اور سود سے باز نہ آیا وہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے والا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ ایک کمزور انسان اپنے رب سے جنگ کر سکے جو کہ غالب اور حکمت والا ہے۔ ﴿2﴾ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرے جو سودی اقتصادیات کو جاری رکھنے پر بضد ہیں اگرچہ یہ لوگ اعلان کریں کہ ہم مسلمان ہیں۔ نبی ﷺ نے حاکم مکہ کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے آل مغیرہ سے جنگ کریں کیونکہ وہ ان آیات کے نزول کے بعد بھی سودی کاروبار سے باز نہیں آئے۔ ﴿3﴾ یہ اعلان جنگ ہر اس معاشرے کے خلاف ہے جو اپنے اقتصادی نظام کی بنیاد سود پر رکھتا ہو۔ یہ اعصاب کی جنگ ہے۔ یہ خیر و برکت اور خوش حالی کے خلاف سود کی جنگ ہے۔ ﴿4﴾ مقاتل بن حیان نے اس آیت ﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ کے بارے میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو لکھا، اگر وہ سود چھوڑنے کے لیے تیار ہوں تو ان کے لیے ان کے اصل اموال ہیں اور اگر ایسا نہ کریں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لیں۔(ابن ابی حاتم:549/2)﴿5﴾ یعنی سود خوروں سے باغیوں اور مرتدوں کی طرح جہاد کیا جائے گا۔

سوال2: ﴿وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ﴾ ''اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اگر تم توبہ کرو'' یہاں توبہ کا مطلب ہے کہ انسان سود جیسے حرام کام سے رجوع کر لے۔ ﴿2﴾ ''تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں'' یعنی اصل مال وصول کر لو۔

سوال3: ﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اصل زر سے زیادہ وصول کرو گے تو وہ سود تمہاری طرف سے ظلم ہوگا اور اگر تمہیں اصل زر نہ دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہوگا لہٰذا نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ ﴿2﴾ سعید بن جبیر نے ﴿وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ کے بارے میں کہا کہ ان کے اعمال میں ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی، اور نہ ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔(الدر المنثور:653/1)﴿3﴾ اصل مال کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

واپسی میں قرض خواہ اور قرض دار دونوں کا نقصان نہیں۔

﴿ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (280) ﴾

''اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک (اسے) مہلت دینا ہے اور تمہارا صدقہ کرنا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔'' (280)

سوال 1: ﴿ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ﴾ ''اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک (اسے) مہلت دینا ہے'' اسلام کے اس اصول کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک (اسے) مہلت دینا ہے'' ﴿1﴾ اسلام تنگ دست کا تعاقب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ﴿2﴾ نہ قرض خواہ تعاقب کرے گا نہ قانون اور عدالتوں کو یہ اختیار ہوگا۔ ﴿3﴾ تنگ دست کو حالات کی بہتری تک مہلت دی جائے گی۔ (i) قرض خواہ سے مطالبہ ہے یا تو وہ معاف کر دے۔ (ii) یا زکوٰۃ کی مد میں سے قرض کی ادائیگی کے لیے کوشش کی جائے۔ ﴿4﴾ اسلامی نظام کا یہ اصول انسانیت کے لیے گھنی چھاؤں ہے اس میں خودغرضی، لالچ، بخل اور مفاد پرستی نہیں۔ انسانیت یہاں سکون کا سانس لیتی ہے۔ قرض دار کے لیے رحمت ہے۔ قرض خواہ کے لیے بھی اس لیے کہ نہ اس کا اصل زر مارا جاتا ہے نہ اجر۔

سوال 2: ﴿ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور تمہارا صدقہ کرنا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سعید بن جبیر نے اس قول ﴿ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ''اور تمہارا صدقہ کرنا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے'' کے بارے میں فرمایا: جو کسی تنگ دست پر صدقہ کرے گا تو وہ اس کے لیے بڑے اجر کا ذریعہ ہوگا۔ (ابن ابی حاتم: 553/2) ﴿2﴾ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی مر گیا اور جنت میں داخل ہوا تو اسے کہا گیا: تو کیا عمل کیا کرتا تھا؟ اسے یاد آیا یا یاد کرایا گیا۔ تو اس نے کہا: میں لوگوں کو مال فروخت کرتا تھا اور میں تنگ دست کو مہلت دیتا اور سکوں کے پرکھنے یا نقد میں درگزر کرتا تھا۔ تو اس کی مغفرت کر دی گئی۔ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بھی یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ (صحیح مسلم: 3995) ﴿3﴾ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کو اس بات کی خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی بے چینیوں سے نجات دے تو تنگ دست (قرض دار) کو مہلت دے دے یا معاف کر دے۔ (مسلم: 18/2) ﴿4﴾ سیدنا ابوالیسر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دے یا (قرضہ) معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ (صحیح مسلم: 7512) ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ مسجد کی طرف نکلے اور آپ مسجد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ ابو عبدالرحمٰن نے اپنے ہاتھ کے ساتھ زمین کی طرف اشارہ کیا'' جو تنگ دست کو مہلت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دے یا اسے معاف کردے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی تیزلو سے بچائے گا۔'' (مسند احمد 327/1) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک تاجر لوگوں سے قرضوں کا لین دین کیا کرتا تھا۔ قرضے وصول کرنے پر جو غلام اس نے مقرر کر رکھے تھے ان سے کہتا تھا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس پہنچو تو اس سے درگزر کر دینا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بھی درگزر فرمائے گا۔ چنانچہ موت کے بعد جب وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرما دیا۔ (بخاری: 279/1، مسلم: 18/2) ﴿7﴾ سیدنا عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (میرے باپ) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی حدرد سے مسجد نبوی میں اپنے قرض کا تقاضا کیا۔ دونوں چلانے لگے۔ آپ ﷺ اپنے حجرہ میں تھے ان دونوں کی آوازیں سنیں تو آپ ﷺ حجرے کا پردہ اٹھا کر برآمد ہوئے اور کعب کو پکارا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: حاضر یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا: آدھا قرض چھوڑ دو۔ کعب کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! میں نے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے ابوحدرد سے فرمایا: اور اس کا قرض ادا کرو۔ (تیسیر القرآن: 234/1)

سوال 3: اگر مال سود پر قرض نہ دیا جائے تو دولت میں اضافہ کیسے کیا جائے؟

جواب: ﴿1﴾ اگر مال سود پر قرض نہ دیا جائے تو دولت میں اضافہ کے لیے افراد ذاتی جدوجہد کریں۔ ﴿2﴾ تجارت میں شراکت کر کے دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ﴿3﴾ اقتصادی ترقی، بڑی کمپنیوں کے shares سے جو براہ راست بازار میں حصص فروخت کرتے ہیں، ان کے توسط سے دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ﴿4﴾ ایسی رقومات سے جو امانتاً بینکوں میں جمع ہوں گی، بینک انہیں کاروبار میں لگا کر جو نفع حاصل کرے اور اپنا ایک مقرر منافع رکھنے کے بعد انہیں تقسیم کر کے دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (281)﴾

''اور اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا پھر ہر نفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (281)

سوال 1: یہ آیت آخری وحی ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ آخری آیت تھی جس کے ساتھ سیدنا جبریل علیہ السلام نازل ہوئے پھر آپ ﷺ نے اسے البقرہ میں دوسواسی والی آیات میں رکھوایا۔ (بخاری: 4544) ﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اکیس دن زندہ رہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اٹھارہ دن زندہ رہے۔ (دلائل النبوۃ: 137/7) ﴿3﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، عطیہ اور مقاتل نے کہا قرآن میں یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ ﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اکاسی دن زندہ رہے۔ ﴿5﴾ ابن جریج نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس کے بعد نو دن زندہ رہے۔ مقاتل نے کہا: اس کے بعد سات دن زندہ رہے۔ (زادالمسیر: 289/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اوراس دن سے ڈروجس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا پھر ہرنفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جواس نے کمایا اوران پرظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا تصور دلایا گیا ہے جس کی وجہ سے انسان کانپ اٹھتا ہے۔ ﴿2﴾ اس دن انسان سے اس کے اعمال کا بدلہ لیا جائے گا۔ ﴿3﴾ ﴿ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''پھر ہرنفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جواس نے کمایا اوران پرظلم نہیں کیا جائے گا'' سعید بن جبیر نے کہا ﴿مَّا كَسَبَتْ﴾ یعنی: جو انہوں نے خیر یا شر میں سے کوئی عمل کیا۔ (ابن ابی حاتم :554/2)؛ ﴿4﴾ اس دن کو جو مصیبت والا ہوگا، مشکل ہوگا، بندہ مؤمن کے دل میں اس کا خوف اجاگر کیا گیا ہے۔ ﴿5﴾ اس دن انسان سے اس کے اعمال کا بدلہ لیا جائے گا۔ ﴿6﴾ اسلام مومن کے دل میں ایک چوکیدار بٹھا دیتا ہے تا کہ اس کے لیے فرار کا کوئی راستہ نہ رہے۔ ﴿7﴾ یہ آیت مبارکہ قرآن مجید کی ان آیات میں شامل ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئیں۔ اس پر احکام اور امر ونواہی کو ختم کیا گیا کیونکہ اس میں نیکی پر جزا کا وعدہ ہے، برائی پر سزا کی وعید ہے اور یہ بیان ہے کہ جس شخص کو یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والا ہے، جو اسے ہر چھوٹے بڑے، ظاہر اور پوشیدہ عمل کی جزا دے گا، اور وہ اس پر ذرا برابر ظلم نہیں کرے گا، اس یقین کے نتیجے میں اس کے دل میں رغبت و رہبت (شوق اور خوف) کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب تک دل میں یہ یقین جاگزیں نہ ہو، یہ چیز کسی طرح پیدا نہیں ہوسکتی۔ (تفسیر سعدی:327/1)

رکوع نمبر 7

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـــُٔوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۭ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (282)﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی مقررہ مدت تک باہم قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے اور کسی لکھنے والے کو لکھنے سے انکار بھی نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے (لکھنا) سکھایا پس لازم ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ لکھے اور لازم ہے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق (قرض) ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ نہ کم کرے پھر جس شخص کے ذمے حق (قرض) ہوا گر وہ ناسمجھ یا کمزور ہو یا خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے مختار پر لازم ہے کہ انصاف کے ساتھ لکھوائے اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو تا کہ ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک کو دوسری یاد کرادے اور گواہ انکار نہ کریں جب بھی انہیں گواہی کے لیے بلایا جائے اور تم اس سے نہ اکتاؤ کہ تم اسے لکھو، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مقررہ مدت تک۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے اور گواہی کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو مگر یہ کہ تجارت نقد ہو جس کا لین دین کرتے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم اس کو نہ لکھو، اور جب تم آپس میں سودا کرو تو گواہ بنالیا کرو اور کسی کاتب کو اور کسی گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً وہ تمہاری بڑی نافرمانی ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''(282)

سوال1: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی مقررہ مدت تک باہم قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت قرض کے مسائل سے متعلق ہے اور آیت الدین کے نام سے جانی جاتی ہے۔ سیدنا سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت آیت الدین ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:378/1) ﴿2﴾ قرض سے مراد دو آدمیوں کے درمیان ادھار کا معاملہ ہے۔ قرض کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب دو آدمیوں کے درمیان نقد معاملہ نہ ہو سکے اور جب لین دین کا معاملہ اسی وقت طے نہ ہو سکے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو قرض کے معاملے میں حکم دیا ہے کہ میعاد مقرر کر کے قرض کے معاملے کو ضبط تحریر میں لائیں تا کہ اس کی رقم اور میعاد پر گواہی رہے۔ ﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میعاد مقرر کر کے قرض کے لین دین کی اجازت اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ (ابن کثیر:378/1) ﴿5﴾ اس آیت سے قرض کی تمام صورتوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ ﴿6﴾ قرض کے معاملات کی مشروعیت میں حکمت ہے کہ لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہے اور نہ لکھنے کی صورت میں غلطی، بھول، اختلاف اور جھگڑا واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ (تفسیر سعدی:329/1) ﴿7﴾ قرض کا معاملہ نقد معاملے کی بہ نسبت مختلف ہے کیونکہ نقد معاملہ لین دین ہو کر اسی وقت ختم ہو جاتا ہے اور ساری بات زبانی ہو تو ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرض کے معاملے میں ہر فریق معاملے کو اپنے مفاد کے مطابق واضح کرتا ہے۔ قرض کے معاملے میں کوئی قطعی بنیاد نہیں ہوتی جس پر فیصلہ ہو سکے اسی وجہ سے قرض کے معاملے میں ادائیگی کے وقت شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ ﴿8﴾ ﴿ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''کسی مقررہ مدت تک'' مفسرین نے اس سے یہ اشارہ سمجھا ہے کہ قرضہ کے معاملات میں مدت بالکل صاف اور متعین ہونی چاہئے گول اور مجمل نہ رہے'' جاڑوں کے زمانہ میں'' ''برسات کے موسم میں'' ''ربیع کی فصل میں'' ان مبہم مدتوں کے بجائے تعین وصراحت ہونی چاہئے کہ فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ۔ (تفسیر ماجدی:510/1) ﴿9﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿فَاكْتُبُوهُ﴾ ''تو اسے لکھ لیا کرو'' ابن جریج فرماتے ہیں: جو ادھار دے وہ لکھ لے اور جو بیچے وہ گواہ کر لے۔(جامع البیان:124/3)

سوال2: قرض لینے اور دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا قانون ہے؟

جواب: قرض لینے اور دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ ﴿1﴾ اگر قرض کی مدت مقرر ہے تو لین دین کا تحریر میں آنا ضروری ہے۔ ﴿2﴾ قرض کی تحریری دستاویز ایک تیسرا شخص تیار کرے گا، فریقین میں سے نہیں ہوگا۔ ﴿3﴾ املاء قرض دار کروائے گا۔ ﴿4﴾ اگر قرض دار ضعیف ہو یا کم سن تو اس کا ولی املاء کروائے گا۔ ﴿5﴾ قرض کے معاہدے پر دو افراد کو گواہ کر لیا جائے جن کی گواہی مقبول ہو۔

سوال3: ﴿وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ﴾ ''اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے'' سے مراد یہ ہے کہ کاتب تحریر میں کمی بیشی نہ کرے اور وہی بات لکھے جس میں دونوں کا اتفاق ہو۔ ﴿2﴾ کاتب کو حکم ہے کہ وہ لکھے۔ اسے عادل ہونا چاہیے تاکہ اس کی تحریر پر اعتماد کیا جا سکے۔ ﴿3﴾ کاتب پر فرض ہے کہ فریقین کے درمیان انصاف سے کام لے۔ وہ رشتہ داری اور دوستی کی وجہ سے کسی ایک فریق کی طرف مائل نہ ہو۔ ﴿4﴾ کاتب کا ایسی تحریریں لکھنے کے طریق کار سے اور فریقین کے لیے جو چیز واجب ہے اور جس چیز سے تحریر قابل اعتماد بنتی ہے، ان سب امور سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ ﴿5﴾ جب کوئی ایسی تحریر موجود ہو، جس کی کتابت معروف عادل (قابل اعتماد) آدمی کے ہاتھ کی ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ اگرچہ لکھنے والا اور گواہ فوت ہو چکے ہوں۔(تفسیر سعدی:329/1)

سوال4: ﴿وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ﴾ ''اور کسی لکھنے والے کو لکھنے سے انکار بھی نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے (لکھنا) سکھایا پس لازم ہے کہ وہ لکھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب کاتب سے لکھنے کو کہا جائے تو وہ لکھے جس طرح اسے لکھنا نہیں آتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا تو وہ ان کے لیے لکھے جو لکھنا نہیں جانتے۔ ﴿2﴾ ابن جریج اور مجاہد کہتے ہیں کہ کاتب پر واجب ہے کہ وہ لکھے، انکار نہ کرے۔ ﴿3﴾ لکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض ہے۔ اس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ ﴿4﴾ لکھنے کا کام کاتب کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے ہاں نعمت کا شکر ہے۔ ﴿5﴾ لکھنے والا عدل و انصاف سے لکھے گا۔

سوال5: ﴿وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ﴾ ''اور لازم ہے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق (قرض) ہے'' قرض دار کے املا کروانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کاتب کو حکم دیا گیا ہے کہ صرف وہی چیز لکھے جس کو وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق ہے۔ ﴿2﴾ فریقین میں سے لکھوانے کی ذمہ داری اس کی ہے جس کے ذمے قرض ہے۔ ﴿3﴾ اسے حکم ہے کہ پورا حق بیان کرے اس میں سے کچھ نہ چھپائے۔(تفسیر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سعدی:329/1)﴿4﴾ تحریرلکھوانا قرض دار کی طرف سے قرضے کا اعتراف ہے۔ یہ اقرار زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔﴿5﴾ جب قرض دار خود تحریری دستاویز لکھوائے گا تو زیادتی سے بچے گا۔﴿6﴾ قرض دار کمزور پوزیشن میں ہوتا ہے اگر وہ خود تحریر نہ کروائے تو ہوسکتا ہے کہ قرض دینے والے کی مخالفت کی وہ جرأت نہ کرسکے۔﴿7﴾ انسان کا اپنے بارے میں اقرار شرعی طور پر معتبر ہے۔﴿8﴾ جس کے ذمے حق ہے اس پر حرام ہے کہ وہ ظاہری اچھائی، مقدار یا مدت میں کمی کرے۔

سوال6: قرض دار دستاویز میں کیا تحریر کروائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ قرض کا اعتراف کرے گا۔﴿2﴾ قرض کی مقدار لکھوائے گا۔﴿3﴾ قرض کی طے شدہ شرائط لکھوائے گا۔﴿4﴾ قرض کی مدت لکھوائے گا۔

سوال7: ﴿وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ نہ کم کرے'' قرض دار کے لیے رب کی جانب سے کیا نصیحت ہے؟

جواب: قرض دار کے لیے رب کی جانب سے نصیحت ہے کہ وہ دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھے، گھٹائے بڑھائے نہیں اور نہ کوئی بات چھپائے۔

سوال8: اگر قرض دینے والا تحریر لکھوائے تو کیا زیادتیاں سامنے آسکتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ قرض کی شرائط میں اضافہ کرسکتا ہے۔﴿2﴾ وہ قرض میں اضافہ کرسکتا ہے۔﴿3﴾ مدت مقررہ میں کمی بیشی کرسکتا ہے۔﴿4﴾ اپنی مصلحت اور مفادات کے تحت کچھ شرائط لکھ سکتا ہے۔﴿5﴾ قرض دینے والے کی پوزیشن مضبوط ہوتی ہے اور قرض دار چونکہ ہر صورت میں سودا کرنا چاہتا ہے اپنی سخت ضرورت کی وجہ سے اس صورت میں قرض دینے والے کی جانب سے زیادتی ہوسکتی ہے۔

سوال9: ﴿فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ﴾ ''پھر جس شخص کے ذمے حق (قرض) ہو اگر وہ ناسمجھ یا کمزور ہو یا خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے مختار پر لازم ہے کہ انصاف کے ساتھ لکھوائے'' قرض دار خود کب املا نہ کروائے؟

جواب: ﴿1﴾ قرض دار خود املاء نہ کروائے جب قرض دار نادان ہو یعنی کم سن ہو، کم عقل ہو، ضعیف ہو، گونگا ہو یا بہت بوڑھا ہو یا احمق ہو مضمون لکھوانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوائے۔﴿2﴾ قرض دار کی سفاہت سے مراد ہے اپنے معاملات اچھی طرح طے نہ کرسکنا، ان پڑھ اور جاہل ہونا اور اچھے طریقے سے مالی تصرف نہ کرسکنا۔﴿3﴾ قرض دار کے ضعیف ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عمر میں کم ہو، عقل میں کمزور ہو یا عمر بہت بڑی ہو یا زبان میں لکنت ہو۔﴿4﴾ جو عدل قرض دار پر واجب ہے وہ اس کے سرپرست پر بھی واجب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔﴿5﴾عدل شرط ہے کیونکہ فاسق عدل سے نہیں لکھواسکتا۔﴿6﴾اس سے مالی معاملات میں سرپرستی کا ثبوت ملتا ہے۔﴿7﴾اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سرپرست کے ذمے حق واجب نہیں ہوتا۔ بچے، کم عقل، مجنون اور کمزور کے ذمے واجب ہوتا ہے۔

سوال10: ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''اور اپنے مردوں میں سے دوآدمیوں کو گواہ بنالو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے تحریر کے ساتھ دو عادل مردوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا۔تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں کی جاتی ایک تو وہ کہ جس کے گھر بداخلاق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے دوسرا وہ شخص جو کسی یتیم کا مال اس کی بلوغت سے پہلے اسے سونپ دے، تیسرا وہ شخص جو کسی کو مال قرض دے اور گواہ نہ رکھے۔(تفسیر ابن کثیر:381/1)﴿2﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو عادل مردوں کو گواہ بنانے سے مراد ہے فضل اور دین والے۔(زادالمسیر :291/1)﴿3﴾اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لین دین کے معاملات میں گواہ بنانا مشروع ہے۔یہ مشروعیت مندوب ہے۔﴿4﴾اگر تصرف کرنے والا یتیم کا سرپرست ہو یا کسی وقف کا نگران ہو یا ایسا معاملہ ہو جس کی حفاظت واجب ہو تو حق کو محفوظ رکھنے والی گواہی واجب ہو جائے گی۔(تفسیر سعدی:330/1)﴿5﴾بالغ غلام کی گواہی بھی مقبول ہے۔﴿6﴾غیر مسلم مرد ہوں یا عورت ان کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ گواہی کے لیے عدل (نیک، قابل اعتماد) کی شرط ہے اور غیر مسلم ''عدل'' نہیں۔

سوال11: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ ''پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ﴾یعنی دو مرد گواہی کے لئے اگر میسر نہ آئیں﴿فَرَجُلٌ﴾تو ایک مرد ﴿وَّامْرَاَتٰنِ﴾اور دو عورتیں۔﴿2﴾ایک مرد کو دو عورتوں کے مقابلے میں رکھا گیا کیونکہ مرد کا حافظہ مضبوط ہوتا ہے۔﴿3﴾یہودی قانون میں گواہی صرف مردوں کی معتبر ہے اور عورت کی شہادت سرے سے قابل تسلیم نہیں، اسلام نے اسے یہ حق تو دیا ہے لیکن ساتھ ہی اپنے علم کامل اور تحقیق مطلق کی بنا پر عورت کی گواہی کا مرتبہ مرد کے مقابلہ میں نصف مانا ہے۔(تفسیر ماجدی:513/1)﴿4﴾حدیث سے ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا ثابت ہے۔﴿5﴾دو عورتیں جب ایک مرد گواہ کے برابر ہیں تو دو عورتوں اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہوگا۔(فتح القدیر)﴿6﴾اس آیت سے عورت کی گواہی کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔﴿7﴾مرد کے بغیر صرف اکیلی عورت کی گواہی جائز نہیں سوائے ان معاملات کے جن کے بارے میں عورت کے علاوہ دوسرے نہیں جان سکتے۔

سوال12: اسلام نے عورت پر گواہی کی ذمہ داری کیوں نہیں ڈالی؟

جواب: عورت مرد کے مقابلے میں زود رنج، زود مشتعل اور جلد بازی میں جذباتی فیصلہ کرنے والی ہے، نیز عقل اور دور اندیشی میں کمزور ہے۔علمائے نفسیات وطبیعات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔چنانچہ علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں: ''عورت کی جسمانی ساخت بچوں کی جسمانی ترکیب سے قریب تر ہوتی ہے، اس لیے عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وہ بچوں ہی کی طرح جلد متاثر اور منفعل ہو جاتی ہے۔فرحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وکلفت،خوف ومسرت کے احساسات جلدہی اس پر طاری ہوجاتے ہیں اور چونکہ اس میں عقلیت اورغوروفکر کی قوت کوزیادہ دخل نہیں ہوتا اس لیے جلدہی یہ تاثرات اس سے زائل بھی ہوجاتے ہیں اوراکثر دیر پا ثابت نہیں ہوتے۔اس بناپرعورت متلون اورغیرمستقل مزاج ہوتی ہے''اوراشترا کی فلسفی کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:''عورت کا وجدان مرد کے وجدان سے کمزور ہوتا ہے جتنی کہ اس کی عقل مرد کی عقل سے کم ہوتی ہے اس کے اخلاقی پیمانے بھی مرد سے مختلف ہوتے ہیں۔اس لیے بالکل ضروری نہیں کہ جس کو وہ اچھا یا برا بتائے واقعی وہ اچھا یا برا ہو''۔(دائرۃ المعارف (عربی) فریدوجدی 596/8 بحوالہ''معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں''مؤلفہ مولانا برہان الدین) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ''اے عورتوں کے گروہ!صدقہ کرتی رہا کرواور کثرت سے استغفار کرتی رہا کرو کیونکہ میں نے دوزخ والوں میں سے زیادہ تر عورتوں کو دیکھا ہے۔''ان عورتوں میں سے ایک عقل مندعورت نے عرض کیا کہ ہمارے کثرت سے دوزخ میں جانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ''تم لعنت بہت کثرت سے کرتی ہواوراپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔میں نے تم عورتوں سے بڑھ کرعقل اوردین میں کمزوراورسمجھ دارمردوں کی عقلوں پرغالب آنے والی نہیں دیکھیں''اس عقل مندعورت نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ !عقل اوردین کا نقصان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہےاوردین کی کمی یہ ہے کہ ماہواری کے دنوں میں نہ تم نماز پڑھ سکتی ہواورنہ ہی روزہ رکھ سکتی۔''(صحیح مسلم:241)

سوال13: گواہی دیناحق ہے یاذمہ داری؟

جواب: اسلام نے عورت پر گواہی کی ذمہ داری نہیں ڈالی کیونکہ گواہی دینا نہایت اہمیت کی حامل ذمہ داری ہے۔اسی لئے گواہ کا عاقل وبالغ ہونا،عادل ہونا لوگوں کے درمیان قابل اعتبار ہونا اس کی لازمی شرائط میں سے ہے۔ذمہ داریوں کی تقسیم ہمیشہ دائرہ کار کے اعتبار سے ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں تو اکیلی عورت کی گواہی بھی معتبر ہے اور کہیں دوعورتوں کی گواہی ناگزیر قرار دی گئی۔﴿1﴾ وہ معاملات جوعورتوں سے متعلق ہیں مثلاً ولادت،بکارت یعنی کنوارہ پن،بالغ یانابالغ،لیڈی ڈاکٹر کی شہادت پر رخصت،بچہ زندہ پیدا ہوایا مردہ،حمل کی مدت کا تعین،زندہ پیدا ہونے والے کی صورت میں نماز جنازہ وغیرہ جیسے معاملات میں تنہا عورت کی گواہی قابل قبول ہے۔فتح القدیراورتفسیر روح المعانی میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے۔امام زہری کہتے ہیں:سنت یہ رہی ہے کہ تنہا عورتوں کی گواہی ان معاملات میں جائز ہے جن سے عورتوں کے ماسوا کوئی واقف نہیں ہوتا یعنی پیدائش اوران کے عیوب ان معاملات میں مرد کی گواہی کی تائید کی ضرورت نہیں۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:ایسے معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہو پاتے،تنہا عورتوں کی گواہی کے قبول کرنے پر سب کا اتفاق ہے جس طرح حیض،ولادت اوراستحاضہ عورتوں کے عیوب ہیں۔(فتح الباری:328/5)﴿2﴾ قرض کا لین دین،کاروبار اورخرید وفروخت کے معاملات وغیرہ معاشی امورمرد کی ذمہ داریوں سے متعلق ہیں۔اس بارے میں اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ اپنے مردوں میں سے دوآدمیوں کو گواہ بنالیا کرو اوراگر دومرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دوعورتیں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔(صحیح بخاری:2658) نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی ہے۔(صحیح بخاری: کتاب الحیض) ﴿3﴾ حدود وقصاص سے متعلق معاملات مثلاً قتل، زنا، چوری، تہمت تراشی، ڈکیتی وغیرہ کے لئے عینی گواہ چاہئیں۔اس کے لئے اسلامی مؤقف یہ ہے اگر دو مرد نہ ہوں تو دو عورتوں کا متبادل انتظام کیا جائے۔لیکن دو مرد موجود ہیں تو عورت کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ کار گھر ہے۔عورت پڑھی لکھی بھی ہو، کچہری جانے سے گھبراتی ہے۔چلی جائے تو جرح میں بسا اوقات بھول جاتی ہے یا غلط بات کہہ بیٹھتی ہے اور پھر حیض، نفاس، حمل، زچگی، رضاعت وغیرہ کے معاملات میں جو اس کی ذمہ داریاں ہیں اس کے اندر چڑچڑاپن اور جذباتی پن پیدا کر دیتے ہیں جب کہ گواہی کے لئے سوچ بچار، ٹھنڈے دل و دماغ سے حقائق کو بلاکم وکاست بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔عورت کی فطری ذمہ داریاں اس کے اندر جذباتی تلاطم پیدا کرتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے گواہی کا عمل متاثر ہوتا ہے۔﴿4﴾ روایت حدیث کے حوالے سے تمام علماء اور فقہاء نے عورت کی گواہی پر اعتماد کیا ہے۔بعض احادیث کی سندوں میں کئی کئی خواتین موجود ہیں۔امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے یہ روایات قبول کی ہیں جو عورت پر اعتماد کی دلیل ہیں۔پھر حدیث کی روایت کو قبول یا رد کرنے کے معاملے میں عورتوں کی حدیث کے راویوں پر جرح کو قبول کیا ہے اور اس پر کسی راوی سے حدیث کی روایت کو قبول کرنے یا رد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔﴿5﴾ عورت کی آدھی گواہی عین انصاف ہے۔عورت اور مرد کا مزاج، فطرت اور دائرہ کار الگ الگ ہیں۔عورت اپنے دائرہ کار کے اندر ہونے والے واقعات کا تو جزئیات سے مشاہدہ کر سکتی ہے لیکن جو معاملات مرد کے دائرہ کار سے متعلق ہیں یعنی گھر کے باہر کے معاملات اس میں اس کی عدم دلچسپی کی وجہ سے جزوی معاملات کو درست انداز میں نہ تو حافظے میں محفوظ رکھ سکتی ہے نہ اسے صحیح انداز میں بیان کر سکتی ہے۔ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر ہارڈنگ اپنی کتاب The Way of All Women میں یہ وضاحت کرتا ہے کہ عورت تفصیلی جزئیات یاد نہیں رکھ سکتی اور یاد رکھ لے تو صحت کے ساتھ بیان نہیں کر سکتی۔قرآن حکیم اس بارے میں کہتا ہے: ﴿وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ﴾ اور وہ جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے۔(الزخرف:18) عورت کی اس کمزوری کی وجہ سے عدالت میں گواہی خراب ہوتی ہے۔اسی سے دو عورتوں کی شہادت کی حکمت پتہ چلتی ہے۔عورت کے مزاج، اس کی طبیعت اور اس کے فطری کاموں کے حوالے سے اس کو گواہی جیسی اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ کرنے کا یہ اسلامی مؤقف انصاف ہے کہ اپنے معاملات میں گواہی دے لو۔پوری گواہی ہے۔مرد نہ ملیں تو دوسرے معاملات میں بھی گواہی دے سکتی ہے۔اجازت ہے لیکن بوجھ نہیں ڈالا گیا۔(اسوۂ رسول ﷺ اور عورت کے بارے میں غلط فہمیاں) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مردوں کی نسبت عورتوں کا کمزور ہونا ایسے عام مشاہدے کی بات ہے جو کسی خاص دلیل کی محتاج نہیں۔(فتح الباری، الجنائز:233/3)

سوال14: گواہی کا کام مردوں کے سپرد کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: اسلامی معاشرے میں معاشی جدوجہد کی ذمہ داری عورت پر نہیں ہے اور عام طور پر خواتین حصول معاش میں مصروف نہیں ہوتیں۔ اسلامی معاشرے میں عورت کی ذمہ داریوں کی نوعیت مختلف ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال15: اسلامی معاشرے میں عورت کی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: انسانیت کے سب سے بڑے سرمائے یعنی بچوں کی تربیت اور پرورش کرنا۔ بچے مستقبل کے نمائندے ہوتے ہیں۔

سوال16: ﴿ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ ﴾ ''ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد فضیلت والے اور دین والے ہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہادت درست نہیں خائن مرد کی، نہ خائن عورت کی، نہ اس شخص کی جس کو کوڑے مارے گئے ہوں، نہ کسی دشمن کی اپنے (دشمن) بھائی کے خلاف، نہ قانع کی اپنے گھر والوں کے لیے، نہ اس شخص کی جس پر ولادت یا قرابت کا گمان کیا گیا ہو (یعنی باپ کی بیٹے کے لیے یا بیٹے کی باپ کے لیے یا کسی رشتہ دار کی رشتہ دار کے لیے)۔ (ترمذی)

سوال17: گواہی کے لیے گواہ کے اندر کون سی خصوصیات ہونی لازمی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عدل۔ ﴿2﴾ افراد معاشرہ میں اس کی گواہی قابل قبول ہو۔ ﴿3﴾ قرض کے دونوں فریق گواہوں پر راضی ہوں۔

سوال18: ﴿ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ﴾ ''تاکہ ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک کو دوسری یاد کرادے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے: ﴿1﴾ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ نسیان عورتوں کی طبیعتوں پر غالب ہے ان کے مزاج میں ٹھنڈک اور رطوبت کی کثرت کی وجہ سے اور دو عورتوں کا نسیان پر جمع ہونا عقلاً ایک عورت سے نسیان کے صدور سے زیادہ بعید ہے۔ اس لیے دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام کیا گیا ہے تاکہ ایک عورت اگر بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرادے۔ آیت کا مقصود یہی ہے۔'' (تفسیر کبیر: 113/7) ﴿2﴾ علامہ جمال الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جب ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کو ضروری قرار دے دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ ان عورتوں میں ضبط کی کمی ہے۔ (اور عورت کے بھولنے کا امکان ہے) اس لیے فرمایا کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد کرادے۔'' (تفسیر قاسمی: 382) ﴿3﴾ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ گواہی دینے کے لئے عدالت میں آئیں۔ قاضی نے ان سے گواہی لینے کے بعد دوسری عورت سے کہا کہ اب تم بتاؤ تو انہوں نے کہا رک جایئے۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ ایک بھولے تو دوسری یاد دلائے۔ جب میں بھولی ہی نہیں تو دوسری کیوں یاد دلائے۔ اسی سے پتہ لگتا ہے استثنا کی صورت حال ہوسکتی ہے۔ (اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عورت کے بارے میں غلط فہمیاں)

سوال19: عورت بھولتی کیوں ہے؟

جواب: ﴿1﴾ عورت کو معاہدوں کا زیادہ تجربہ نہیں ہوتا اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ معاہدے کے حالات اور شرائط اس کے ذہن میں پوری طرح نہ بیٹھیں اور گواہی اچھی طرح نہ دے سکے۔ ﴿2﴾ عورت دباؤ قبول کرتی ہے، زیادہ حساس اور زیادہ جذباتی ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال20: ﴿وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوا﴾ ''اور گواہ انکار نہ کریں جب بھی انہیں گواہی کے لیے بلایا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: گواہوں کو جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں، گواہی کو قبول کریں۔ سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں؟ یہ وہ ہیں جو گواہی کے طلب کرنے سے پہلے ہی گواہی دے دیں۔'' (صحیح مسلم :4494)

سوال21: گواہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا پابندیاں ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ گواہی دینا فریضہ ہے حق کو واضح کرنے اور عدل کو قائم کرنے کے لیے۔ اس لیے گواہ دل کی خوشی اور شعور کی آمادگی کے ساتھ گواہی دیں۔ ﴿2﴾ گواہ نقصان کا احساس کیے بغیر بلا ہچکچاہٹ گواہی دیں۔ ﴿3﴾ مقدمے کے فریقین میں سے کسی پر احسان نہ کریں چاہے وہ ایک فریق کی طرف سے بلائے جائیں یا دونوں کی طرف سے۔

سوال22: ﴿وَلَا تَسْـَٔمُوٓا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِۦ﴾ ''اور تم اس سے نہ اکتاؤ کہ تم اسے لکھو، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مقررہ مدت تک'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور تم اس سے نہ اکتاؤ کہ تم اسے لکھو، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مقررہ مدت تک'' اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرض چھوٹے ہوں یا بڑے سب لکھنے چاہئیں۔ قرض کی مدت، اس کی شرائط اور قیود لکھنا ضروری ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَلَا تَسْـَٔمُوٓا﴾ اور تم اس سے نہ اکتاؤ کیونکہ اکتاہٹ کا اظہار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا حکم انصاف پر مبنی ہے اس لیے لکھنے کی تاکید ہے کیونکہ تحریر سے گواہی مضبوط ہو جاتی ہے، انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور گواہی درست رہتی ہے۔ ﴿4﴾ گواہ کے فوت ہونے یا غائب ہونے کی صورت میں تحریر کام آتی ہے اور دونوں فریق شک و شبہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ ﴿5﴾ انسان سستی تب کرتا ہے جب وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ کسی کام کے لیے کی جانے والی محنت اس کی قدر و قیمت سے زیادہ ہے تو اس وقت انسان وہ کام کرنے سے کتراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سستی سے بچانے کے لیے تحریر کے فوائد اور حکمتیں واضح کی ہیں تاکہ چھوٹے بڑے قرض کے معاملے میں دل کی خوشی اور آمادگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انسان تحریر کا اہتمام کرے۔

سوال23: ﴿ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَٰدَةِ وَأَدْنَىٰٓ أَلَّا تَرْتَابُوٓا﴾ ''یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے اور گواہی کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ﴾ ''یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے'' قرض کی دستاویز بنوانا زیادہ انصاف والا معاملہ ہے۔ کسی معاملے میں زبانی گواہی کے مقابلے میں تحریری گواہی کے ساتھ انصاف زیادہ سہولت سے کیا جا سکتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَأَقْوَمُ لِلشَّهَٰدَةِ﴾ ''اور گواہی کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا لکھنے کا حکم زیادہ انصاف پر مبنی ہے جو گواہی کو مضبوط کر دیتا ہے۔ تحریری شہادت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے گواہی مضبوط ہوجاتی ہے، بھولی ہوئی بات یاد آجاتی ہے اور شک جاتا رہتا ہے کیونکہ تحریر موجود ہے، گواہ کی وفات ہوسکتی ہے، وہ بھول سکتا ہے، وہ غائب ہوسکتا ہے جب کہ تحریری شہادت موجود ہونے کی وجہ سے جھگڑے سے بچا جا سکتا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا﴾ ''اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو'' قرض کے معاملے میں انسان کو شک لاحق ہوسکتے ہیں کبھی معاہدے میں شامل بیانات پر۔ کبھی دل کے اندر شک ابھرتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے دلوں میں شکوک آجاتے ہیں۔ کسی بھی معاملے میں شک ہوسکتا ہے۔ ﴿4﴾ اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جسے گواہی میں شک ہوجائے اسے گواہی دینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس کے لیے یقین ضروری ہے۔ (تفسیر سعدی: 331/1) ﴿5﴾ زبانی گواہی کا دارومدار حافظے پر ہوتا ہے اور تحریری گواہی میں چونکہ موقع پر فریقین کی رضامندی پر گواہوں کی تصدیق کا ریکارڈ ہوتا ہے اس لیے شک کی گنجائش کم ہوجاتی ہے۔

سوال 24: ﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ﴾ ''مگر یہ کہ تجارت نقد ہو جس کا لین دین کرتے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم اس کو نہ لکھو اور جب تم آپس میں سودا کرو تو گواہ بنا لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ معاملہ اگر نقد ہو تو اسے لکھنے کی ضرورت نہیں یعنی نہ لکھنے کی اجازت ہے۔ ﴿2﴾ روزمرہ کے تجارتی لین دین کے لیے قانون میں رخصت ہے کیونکہ ہر کام میں تحریر کو لازم کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تجارتی اور کاروباری سرگرمیوں میں رکاوٹیں پیدا ہوجائیں اس لیے کہ روزمرہ کی تجارتی سرگرمیاں تیزی سے ہوتی ہیں اور مختصر وقت میں ہوتی ہیں۔ ﴿3﴾ اسلام قانون زندگی کی بہتری کے لیے بناتا ہے۔ وہ انسانی زندگی کے تمام حالات کے مطابق قانون بناتا ہے۔ یہ قانون عملی ہے اس میں کوئی پیچیدگی نہیں، اس کی وجہ سے زندگی کے کاموں کی رفتار میں کمی نہیں آتی۔ ﴿4﴾ ﴿وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ﴾ ''اور جب تم آپس میں سودا کرو تو گواہ بنا لیا کرو'' نقد لین دین میں تحریر نہ کرنا تو جائز ہے تاہم اس میں گواہ بنانا مشروع ہے۔ (تفسیر سعدی: 331/1) ﴿5﴾ اس سے مراد ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک کوئی گھر یا باغ یا جانور خریدے تو اس تجارت پر گواہ کرلیا کرے۔ (ایسر تفاسیر: 151) ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب آپ تجارت کرو تو اس پر گواہ کرلیا کرو خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ (جامع البیان: 314/1)

سوال 25: ﴿وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ﴾ ''اور کسی کاتب کو اور کسی گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ﴾ ''اور کسی کاتب کو اور کسی گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس سے جھوٹی بات نہ لکھوائی جائے۔ گواہ کو جھوٹی گواہی کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔ ﴿2﴾ گواہ کو نقصان پہنچانے سے مراد ہے کہ انہیں دور کے علاقے سے بلوایا جائے جس سے ان کی تجارت اور مصروفیات میں حرج ہو یا گواہ کو جھوٹی گواہی پر مجبور کیا جائے۔ ﴿3﴾ کاتب اور گواہ کو مکمل تحفظ اسلامی ریاست کی جانب سے حاصل ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال26: گواہی کا چھپانا کیسا فعل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ گواہی چھپا کر انسان کے اندر مجرمانہ ذہنیت پروان چڑھتی ہے۔ ﴿2﴾ انسان جب گواہی چھپاتا ہے تو معاملات میں انصاف کے راستے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان کا ضمیر یہ چاہتا ہے کہ حق کا اعتراف کرے اور ناحق کا اعلان کرے۔ جو شخص مصلحتاً اپنی زبان بند رکھتا ہے وہ اپنے جرم پر خود گواہ بن جاتا ہے۔

سوال27: ﴿وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ﴾ ''اور اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً وہ تمہاری بڑی نافرمانی ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً وہ تمہاری بڑی نافرمانی ہوگی'' فسق کسی بھی انسان میں کم یا زیادہ موجود ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم فاسق ہو بلکہ یہ فرمایا کہ تمہارے اندر نافرمانی ہے۔ ﴿2﴾ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گواہ کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہ ہو تو اس کی گواہی بھی قبول نہیں حتیٰ کہ اس کے نیک ہونے کی تصدیق ہو جائے۔ (تفسیر سعدی:332/1)

سوال28: فسوق سے کیا مراد ہے؟

جواب: سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں، شرک اور والدین کی نافرمانی۔ نبی اقدس ﷺ اس وقت تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا سن لو اور جھوٹ بولنا، سن لو اور جھوٹی شہادت دینا، نبی ﷺ ان الفاظ کو بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے (دل میں) کہا کہ کاش نبی ﷺ خاموش ہو جاتے۔ (تفسیر مظہری:93/2)

سوال29: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' اللہ تعالیٰ سے اس کے احکامات کے بارے میں ڈر جاؤ۔ اس کے اوامر کو پورا کرو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے نواہی سے اجتناب کرو۔ (ایسر التفاسیر)

سوال30: ﴿وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے تمہارے لیے واضح کیا ہے اس لیے اس کے حکم پر عمل کرو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے قانون کی اطاعت کے لیے احساس دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم ہے، یہ اس کا فضل ہے اس لیے اس پر بھروسہ رکھو۔

سوال31: ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے سے مومن کے ضمیر کو جگایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے قانون کی اطاعت کے لیے احساس دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم ہے، اس کا فضل ہے اس لیے اس پر بھروسہ رکھو کہ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہی ایسا قانون دے سکتا ہے جو سب کے لیے مفید ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال32: ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''خوب جاننے والا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کس مقصد کے تحت دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے قرض کے معاملے میں دی جانے والی ہدایات کو قبول کرنے کے لیے یہ شعور دلایا ہے کہ قانون تمہیں ایک علیم ہستی کی طرف سے سکھائے جارہے ہیں اس لیے ان کو قبول کرلو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنا خوف پیدا کرنے کے لیے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ اس خوف کی وجہ سے اس کی ہدایت قبول کرلیں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (283)﴾

''اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضے میں دیا گیا رہن لازم ہے پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔'' (283)

سوال1: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ ''اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضے میں دیا گیا رہن لازم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ'' اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ پاؤ تو تحریر کی بجائے قرض دینے والے کے پاس کوئی چیز گروی رکھ کر اس کے قبضے میں دے دو۔ اگر تمہیں کاتب نہ ملے جو تحریر لکھ دے جس سے بات قابل اعتماد ہو جائے۔ ﴿2﴾ ﴿فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ تو رہن قبضے میں رکھ لیا کرو۔ قرض دینے والا اسے قبضے میں رکھے گا۔ یہ اس کے پاس ضمانت ہے کہ قرض واپس مل جائے گا۔ رہن کے ساتھ قبضے کی شرط ہے۔ بلا قبضہ کوئی رہن نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مدت مقرر کرکے ادھار خریدا اور اپنے لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔ (بخاری:2068) ﴿3﴾ اگر رہن رکھی ہوئی چیز پر قرض دینے والے کا قبضہ نہ ہو تو ضمانت نہیں ملتی۔ ﴿4﴾ اگر رہن رکھی ہوئی چیز کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو رہن رکھ کر قرض دینے والے کے قول کو قبول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رہن کو تحریر کے قائم مقام بنایا ہے۔ ﴿5﴾ رہن کا مقصد اعتماد اور اعتبار ہے۔ اس لیے سفر اور حضر دونوں میں جائز ہے۔ اس آیت میں سفر کا ذکر اس لیے ہے کہ سفر میں ہو سکتا ہے کہ کاتب نہ ملے۔ ﴿6﴾ رہن رکھنے کا حکم اس موقع کے لیے ہے جب قرض دینے والے کو تسلی نہ ہو۔

سوال2: رہن رکھی ہوئی چیز کا کیا حکم ہے؟

جواب: رہن رکھی ہوئی چیز سے قرض خواہ کو خود فائدہ اٹھانے کا حق نہیں۔ رہن لیے ہوئے گھر میں خود رہنا یا اسے کرائے پر دینا سود کھانا ہے۔ اگر جانور رہن ہے تو فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ وہ چارے کا معاوضہ ہوگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: ﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ﴾ ''پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے'' اگر کوئی کسی کو امانت دار سمجھتا ہو اور اس کی امانت کا اعتبار ہو تو کتابت نہ کروانے اور گواہ نہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ جس پر اعتماد کیا گیا ہو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر پوری امانت ادا کرنی چاہیے۔ قرض دینے والے کو اگر تسلی ہو تو وہ بغیر رہن کے معاملہ کر سکتا ہے، یعنی اگر تمہیں اعتبار ہے تو جس پر اعتبار ہے، امانت ادا کرے۔ ﴿2﴾ قرض لینے والے کو پورا قرض ادا کرنا چاہیے۔ ﴿3﴾ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کا شعور دلا کر اپنی ذات سے ڈرایا ہے تاکہ قرض لینے والا احسن طریقے سے قرض ادا کر دیا ور نیکی کا احسن بدلہ دے۔

سوال4: رہن بالقبض Mortgage کا مقصد کیا ہے؟

جواب: قرض دینے والے کو اپنے قرض کی واپسی کا اطمینان ہو جائے۔

سوال5: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾ ''اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ﴾ ''اور گواہی کو نہ چھپاؤ'' شہادت نہ چھپاؤ یعنی امانت میں خیانت نہ کرو۔ گواہی چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ اس پر قرآن وحدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ صحیح گواہی دینے کی بڑی فضیلت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر وہ گواہ ہے جو گواہی طلب کرنے سے پہلے ہی خود گواہی کے لئے پیش ہو جائے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ) ﴿2﴾ گواہی چھپانے سے اس لیے روکا گیا کہ گواہی چھپانے والے کا دل گناہ گار ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے یہاں دل کے گناہ گار ہونے کا خصوصی ذکر اس لیے کیا ہے کہ ''کتمان'' گواہی کو چھپانا دل کا فعل ہے۔ اور دل تمام اعضاء کا سردار ہے باقی اعضاء اسی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ دل درست رہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر یہ خراب ہو جائے تو سارا جسم فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا گیا، وہ کہتے تھے میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: سن لو! بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہو گا تو سارا بدن درست ہو گا اور جہاں وہ بگڑا، سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو! وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔'' (صحیح بخاری:52)

سوال6: ﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دل کی گناہ گاری کو دور کرنے کے لیے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ تمہارے دلوں کے حال کو جانتا ہے اگر دل گواہی چھپائے گا تو کسی اور کے علم میں تو نہیں آ سکتا لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ سخت حساب لینے والا ہے لہٰذا اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہرعمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ۔

سوال 7: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' یہ کہہ کر کس طرف توجہ دلائی جارہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' یہ کہہ کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنے معاملات کی اصلاح کرلو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق چھپے ہوئے دل کے حالات پر بھی جزا سزا دے سکتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ تمہارے دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ اگر دل گواہی چھپائے گا تو کسی اور کے علم میں تو نہیں آسکتا لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ سخت حساب لینے والا ہے لہٰذا اپنے ہر عمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ۔

رکوع نمبر 8

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (284)﴾

''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (284)

سوال 1: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے'' اسی نے تخلیق کیا اور اسی کی ملکیت ہے۔ (تفسیر بیضاوی :583/1) ہر چیز اس کے قانون کی پابند ہے۔ ﴿2﴾ آسمانوں اور زمین کی ہر چھوٹی بڑی، کثیر اور قلیل چیز کا وہی مالک ہے اور انسان ہر وقت اپنے مالک کی نظر میں ہے اس کا ہر چھوٹا بڑا کام اس کے اندر ہو یا باہر اس کی نگرانی میں ہے۔ (جامع البیان :153/3) ﴿3﴾ ہر چیز کی تدبیر وہی کرتا ہے، اس کو گھمانے پھرانے اور استعمال کے اختیارات اسی کے ہیں، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں، کیونکہ وہ ہر چیز کا مدبر، مالک اور منتظم ہے۔ انسان کو بھی کائنات کی طرح پابند زندگی گزارنی ہے لیکن اپنے اختیار سے کیونکہ مالک نے ہر پوشیدہ اور ظاہری عمل کا حساب لینا ہے۔

سوال 2: ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ ''اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو تخلیق کیا، وہی رزق دیتا ہے۔ ہر طرح کے انتظامات وہی کرتا ہے۔ سب اس کی ملکیت میں ہیں اس کے غلام ہیں۔ سب اپنی ذات کے لیے نہ نفع کا اختیار رکھتے ہیں نہ نقصان کا، نہ موت کا نہ زندگی کا، نہ موت کے بعد جی اٹھنے کا۔ اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے وہ اپنی حکمت سے جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اس نے کچھ کام کرنے کا حکم دیا کچھ سے روکا ہے اس لیے وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کا حساب لے گا۔ ﴿2﴾ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ ''اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ'' مجاہد نے کہا: یقین اور شک میں سے ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔ (الدرالمنثور:663/1) ﴿3﴾ جو چیز بھی دل میں قرار پکڑے اور اعمال سے ظاہر ہو مثلاً کینہ حسد وغیرہ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔ ﴿4﴾ ﴿یَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ﴾ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں۔ (غافر:19) ﴿5﴾ وہ خالق و مالک سب کچھ جانتا ہے، اسے کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا ہر وقت علم ہے، اسے ظاہر و باطن کی ہر وقت خبر ہے یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو وسوسے آتے ہیں ان کو بھی وہ خوب جانتا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ان کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ (ق:16) ﴿6﴾ اس کی رحمت ہے کہ صرف ان وسوسوں اور ارادوں پر وہ مؤاخذہ کرتا ہے جن کو دل میں پختہ کر لیا جائے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہیں نہیں پکڑتا، وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جو تمہارے دلوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔ (البقرہ:225) ﴿7﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل میں آنے والی باتوں کو معاف کر دیا ہے البتہ ان پر گرفت ہوگی جن پر عمل کیا جائے یا جن کا اظہار زبان سے کیا جائے۔'' (صحیح بخاری) ﴿8﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو اور اگر اس برائی کو وہ میرے خوف سے چھوڑ دے تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھو اور اگر بندہ کوئی نیکی کرنا چاہے تو اس کے لئے ارادہ پر ہی ایک نیکی لکھو اور اگر وہ اس نیکی کو کر لے تو اس جیسی دس نیکیاں اس کے لیے لکھو۔ (صحیح بخاری:7501) ﴿9﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! کبھی کبھی تو ہمارے دل میں ایسے وسوسے اٹھتے ہیں کہ زبان سے ان کا بیان کرنا بھی ہم پر گراں گزرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا واقعی تم اسی طرح پاتے ہو (یعنی گناہ سمجھتے ہو)؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ صریح ایمان ہے۔'' (صحیح مسلم:340) ﴿10﴾ برائی کا پختہ ارادہ کرنا گناہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواروں کے ساتھ ملتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: قاتل کا جہنمی ہونا تو ٹھیک ہے لیکن مقتول کیوں جہنمی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا خواہش مند تھا۔'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دل کا پختہ ارادہ قابل گرفت ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اس آیت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا طرزِ عمل تھا؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت (یعنی اگر تم نے اپنے دل کی باتوں کو ظاہر کیا اسے پوشیدہ رکھا سب پر مواخذہ ہوگا) نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے یہ چیز سخت حیرانی اور پریشانی کا باعث ہوئی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گھٹنوں کے بل گر گئے اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہم اس حکم کی کہاں طاقت رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسی طرح کہنا چاہتے ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے تم سے پہلے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی، بلکہ یہ کہو ہم نے سنا اور اطاعت کی پروردگار ہم آپ سے اپنے گناہوں کی معافی کے طلب گار ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ جملہ دہرایا اور اس سے ان کی زبانیں تر ہو گئیں تو حق تعالیٰ نے اس کے بعد ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ آیت نازل فرمائی۔ جب اس پر سب نے گواہی دے دی تو اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم کو منسوخ کر کے یہ آیت ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ نازل فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان کو اس کی طاقت کے بقدر مکلّف بناتا ہے۔ امام مسلم وغیرہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال4: اللہ تعالیٰ نے آخرت کے محاسبے کا خوف دلایا ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ محاسبے کا مقصد اصلاح ہے۔ آج کے کاموں کا حساب لیں تا کہ اس کی تیاری ہو۔ ﴿2﴾ انسان کی اصلاح اس تصور سے ہی ممکن ہے کہ جو میں چھپاؤں جو میں ظاہر کر دوں سب کا حساب اللہ تعالیٰ نے لینا ہے۔ ﴿3﴾ اگر انسان محاسبے کا تصور چھوڑ دے تو اس کے لیے گناہ کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ ﴿4﴾ محاسبے کی روح اخلاص ہے۔ ﴿5﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محاسبے کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی باغ کی طرف گزرتے اور چڑیوں کو چہچہاتے ہوئے دیکھتے تو سرد آہ کھینچ کر فرماتے: ''پرندو! تمہیں مبارک ہو جہاں چاہتے ہو چرتے چگتے ہو، جس درخت کے سائے میں چاہتے ہو بیٹھ رہتے ہو اور قیامت میں تم سے کوئی حساب کتاب نہ ہوگا، کاش ابو بکر بھی تمہاری ہی طرح ہوتا۔'' ﴿6﴾ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ حسرت سے آہ بھرتے اور کہتے کہ کاش میں پرندہ ہوتا اور آخرت کے حساب سے بچ جاتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو محاسبے کا اتنا خوف تھا کہ ایک بار کہنے لگے: ''علی رضی اللہ عنہ! میں تو صرف اتنا ہی چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن مجھے نہ میری نیکیوں کا اجر ملے اور نہ گناہوں کے عوض میری پکڑ ہو، میرے لیے یہی بڑی کامیابی ہے۔'' ﴿7﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اندیشۂ آخرت کا یہ حال تھا کہ فرماتے: ''اگر مجھے دوزخ و جنت کے متعلق اختیار دے دیا جائے کہ ان میں سے اپنے لیے جس کو چاہو پسند کر لو، یا راکھ ہو جاؤ تو میں راکھ ہو جانا پسند کروں گا تا کہ مجھ سے میرے اعمال کے متعلق کچھ جواب وسوال نہ ہو۔'' آخرت کے خوف سے اکثر کہا کرتے تھے: ''کاش ہم گھاس ہوتے۔''

سوال5: ﴿فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جو کچھ وہ چاہتا ہے اس میں رحمت اور عدل ہے۔ اس کے عدل میں سے ہے کہ وہ نیکیاں کرنے والوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے۔ وہ اپنے فضل سے ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا'' اللہ تعالیٰ کے عدل میں سے ہے کہ وہ گناہ گار کو اس کے گناہ کے مطابق جزا دیتا ہے اور اس کے گناہ کا بدلہ نہیں بڑھاتا۔ ﴿3﴾ ﴿فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا'' جن کے پاس مغفرت کے اسباب موجود ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔ ﴿4﴾ ﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا'' انسان کو ان گناہوں پر اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے جن کی مغفرت کے اسباب اسے حاصل نہیں ہوں گے ۔ ﴿5﴾ سیدنا صفوان بن محرز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''آپ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کے متعلق کیا سنا ہے؟'' انہوں نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن ایک مومن اپنے رب کے قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے گا۔ پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروایا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو (گناہوں کو) جانتا ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے رب! میں جانتا ہوں (اقرار کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دنیا میں بھی میں نے تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور اب آج کے دن بھی میں ان تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہوں۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا اور کفار و منافقین کو علی الاعلان لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور پکارا جائے گا کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔'' (صحیح مسلم:7015)

سوال 6: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے قانون سازی کے اختتام پر اپنی ملکیت اور قادر مطلق ہونے کا کیسے احساس دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پر اپنی ملکیت سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو مالک ہے اختیار اسی کا، فیصلے اسی کے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے دلوں کے معاملات کے چھپانے اور ظاہر کرنے پر اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے کہ ظاہر کرو یا چھپاؤ وہ قادرِ مطلق تم سے حساب لے لے گا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور عذاب دینے کے اختیار سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ فیصلے اس کے ہیں جس کو چاہے معاف کر دے جس کو چاہے عذاب دے دے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پر اپنی ملکیت سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے بس سے باہر نہیں بلکہ تمام مخلوقات اس کے غلبہ، مشیت، تقدیر اور جزا و سزا کے قوانین کے ماتحت ہیں۔ (تفسیر سعدی:334/1)

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (285)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی، سب ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔ اور انہوں نے کہا: ’’ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔‘‘(285)

سوال1: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو (معراج کے لئے) سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جو کہ چھٹے آسمان میں واقع ہے۔ زمین سے اوپر چڑھنے والی چیز اور اوپر سے نیچے آنے والی چیز یہاں آکر رک جاتی ہے۔ پھر اسے لے جایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی﴾ جب کہ سدرہ (بیری) کو ڈھانپ رہا تھا وہ جو ڈھانپ رہا تھا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یعنی سونے کے پتنگے۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں: (الف) پانچ نمازیں۔ (ب) سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔ (ج) اور آپ ﷺ کی امت میں ہر ایک ایسے آدمی کو بخش دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔ (صحیح مسلم:431) ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان سیدنا جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک اوپر سے ایک آواز سنی تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ’’یہ دروازہ آسمان کا ہے جسے صرف آج کے دن کھولا گیا ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔‘‘ پھر اس سے ایک فرشتہ اترا، سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ’’یہ فرشتہ جو زمین کی طرف اترا ہے، یہ آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔‘‘ اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا: ’’آپ ﷺ کو ان دونوروں کی خوش خبری ہو جو آپ ﷺ کو دیئے گئے اور آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے: ایک سورۃ الفاتحہ اور دوسرے سورۃ البقرۃ کی آخری آیات، آپ ﷺ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے، آپ ﷺ کو اس کے مطابق دیا جائے گا۔‘‘ (صحیح مسلم :1877) ﴿3﴾ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے سورہ بقرہ کی دو آخری آیتیں رات میں پڑھ لیں وہ اسے ہر آفت سے بچانے کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ (بخاری:5009) ﴿4﴾ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے۔ یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبی ﷺ عرش تلے کے خزانہ سے دیے گئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر:385/1) ﴿5﴾ ابن مردویہ میں ہے کہ ’’ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئیں ہیں: میں سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرش تلے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں جو نہ میرے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔‘‘ (تفسیر ابن کثیر، جلد1:385)

سوال2: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ ''رسول ایمان لایا ہے'' رسول کا ایمان اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے۔اگرچہ نفس ایمان میں رسول ﷺ اور سب مسلمان شریک ہیں لیکن درجات ایمان کے اعتبار سے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ایمان،علم،مشاہدہ اور سماع کی بناء پر تھا اور دوسروں کا ایمان غیب پر۔﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوا،انہوں نے براہ راست وحی قبول کی۔اس لیے وہ وحی پر یقین کے جس درجے میں تھے باقی مومن نہیں ہوسکتے۔﴿3﴾ ﴿بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اس پر جو جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی وحی پر ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے کے ذریعے اسے نازل کیا ہے۔﴿4﴾ ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ اور مومن ایمان لائے ہیں۔رسول کے ایمان اور ایک عام انسان کے ایمان کی حقیقت اور کیفیت میں زمیں آسمان کا فرق ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صفت ایمان میں شریک کر کے اعزاز عطا فرمایا ہے۔

سوال3: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا مَا الْاِيْمَانُ ؟ایمان سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اَلْاِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ،وَرُسُولِهِ،وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ،اور اس کے فرشتوں کے وجود پر،اور اس (اللہ تعالیٰ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر،اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔'' (صحیح بخاری:50)

سوال4: ﴿كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾ ''سب ہی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر'' اللہ تعالیٰ،اس کے فرشتوں،اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے اس کی تمام صفات کمال و جمال پر ایمان لانا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے بتائی ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال وجلال پر اجمالاً اور تفصیلاً ایمان لانا۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تشبیہ،تمثیل،تعطیل اور تمام نقص والی صفات سے پاک ماننا۔﴿4﴾ ﴿وَمَلٰٓئِكَتِهٖ﴾ ''اور اس کے فرشتوں پر'' فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے اور انہیں اپنے احکامات کی مکمل اطاعت اور ان کو نافذ کرنے کی پوری قوت عطا کی ہے اور وہ کبھی اپنے کاموں سے نہیں تھکتے۔اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور نبی ﷺ کی احادیث میں جن فرشتوں کے ناموں اور ان کی جن صفات اور جن افعال کا ذکر کیا ہے ان پر پختہ اعتقاد رکھا جائے۔(جنت کا راستہ) ﴿5﴾ ﴿وَكُتُبِهٖ﴾ ''اور اس کی کتابوں پر'' اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے مراد اس کے احکام اور فرمودات کے وہ مجموعے ہیں جو ہر زمانے کے نبی اور رسول پر نازل ہوئے اور اکٹھا ترتیب پا کر آسمانی کتابوں کے نام سے دنیا میں آتے رہے۔(ابوبکر الجزائری، عقیدۃ المؤمن:280) ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اس کی تصدیق کرنا کہ تمام کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہیں اور اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کے ذریعے کلام فرمایا ہے۔(جنت کا راستہ) اللہ تعالیٰ کی کتابیں انسان کی ہدایت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے اتاری گئی ہیں۔ان کتابوں میں موجود تمام خبروں اور احکامات پر ایمان رکھنا بھی اسی میں شامل ہے۔﴿7﴾﴿وَرُسُلِهٖ﴾''اور اس کے رسولوں پر'' رسولوں پر ایمان لانے سے مراد یہ پختہ یقین رکھنا ہے کہ:(الف)اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے اپنا پیغام پہچانے کے لیے کچھ بندوں کو چن لیا۔کسی نہ کسی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔(ب)سارے رسولوں کی دعوت کی اصل بنیاد توحید تھی۔سب اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دیتے رہے اور غیر اللہ کی عبادت سے روکتے رہے۔(ج)سارے رسول سچے، امانت دار، متقی اور ہدایت کا راستہ دکھانے والے تھے۔(د)رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات اپنی امتوں کو پہنچانے میں نہ کچھ چھپایا، نہ اضافہ کیا، نہ کمی کی۔(و)سارے رسول صراط مستقیم پر چلنے والے تھے۔(ہ)اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور بعض کے درجات بلند کئے۔(جنت کا راستہ)

سوال5: فرشتوں پر ایمان لانے کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ رب پر ایمان لانے میں انسان اور فرشتے شریک ہیں۔﴿2﴾فرشتوں پر ایمان کی وجہ سے انسان میں یہ شعور پیدا ہوتا ہے کہ کائنات میں پھیلے ہوئے بہت سے مومنین ہیں جو نظر نہیں آتے لیکن اس کے دوست ہیں۔﴿3﴾انسان تسکین محسوس کرتا ہے کہ فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔﴿4﴾انسان کو یقین آتا ہے کہ ہر نیکی کے کام میں فرشتے معاون اور مددگار ہیں۔ ﴿5﴾فرشتوں پر ایمان ایک لطیف اور ہر دم ساتھ رہنے والے ساتھی کا شعور ہے۔﴿6﴾کائنات کے بارے میں انسانی شعور کو وسعت ملتی ہے۔

سوال6: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾''اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مقاتل بن حیان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو کچھ رسول لے کر آئے ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور نہ ہم انہیں جھٹلاتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:576/2)﴿2﴾مومن یہود و نصاریٰ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ بعض پر ایمان رکھیں گے اور بعض کا کفر کریں گے۔(تفسیر ثعالبی:557/1)

سوال7: ﴿وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾''اور انہوں نے کہا:''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی''اطاعت سے مراد عملی حوالگی ہے۔ایمان والے اللہ تعالیٰ کی بات سنتے ہیں اور ہر حکم مانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے اس کے ہر چھوٹے بڑے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔﴿2﴾﴿سَمِعْنَا﴾ کے بارے میں مقاتل بن حیان کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو حکم قرآن (مجید) میں آیا ہم اس کو سنتے ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم:576/2)﴿3﴾ انہوں نے کہا﴿اَطَعْنَا﴾ جو کچھ ہمیں رسول سے پہنچا ہم نے اسے سنا، سمجھا اور اس پر تدبر کیا۔جو کچھ ہمیں اوامر و نواہی میں سے پہنچا ہم نے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی دل سے اطاعت کی۔(تفسیر مراغی:442/1)

سوال8: ﴿غُفْرَانَكَ رَبَّنَا﴾ ''ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿غُفْرَانَكَ رَبَّنَا﴾ ''ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب'' سے مراد ہے ہمارے گناہ اس طرح ڈھانپ دے کہ دنیا میں ہماری رسوائی نہ ہو اور آخرت میں کمال کے مرتبے تک پہنچنے کے راستے کی رکاوٹ نہ ہو۔(تفسیر مراغی:442/1) ﴿2﴾ بندے سے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی ہو جاتی ہے اس لیے ہمیشہ مغفرت کی ضرورت رہتی ہے۔

سوال9: انسان کب اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار تب ہوتا ہے جب وہ یقین رکھتا ہے کہ میرے اندر کوتاہیاں ہیں، مجھ سے غلطیاں ہو جاتی ہیں، مجھ سے اپنے فرائض پورے طور پر ادا نہیں ہوتے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ وہ اس کی غلطیوں کو معاف کر دے اور اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں۔ ﴿2﴾ انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار تب ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی بات سنتا ہے اور اطاعت کرتا ہے۔ ﴿3﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ ﴿4﴾ جب اسے یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی قوت بچانے والی نہیں۔ ﴿5﴾ جب اسے یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ ﴿6﴾ جب اسے یقین آ جاتا ہے کہ اسے اپنے ہر معاملے کی اللہ تعالیٰ کو جواب دہی کرنی ہے۔ ﴿7﴾ جب اسے یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہوگا اور کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ ﴿8﴾ جب اسے یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صرف اس کی مغفرت بچا سکتی ہے پھر وہ معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔

سوال10: ﴿وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ ''اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے'' سے مراد قیامت کے بعد جی اٹھنے پر یقین ہے۔ ﴿1﴾ اس یقین کے ساتھ بندہ نیکی کے راستے کو تلاش کرتا ہے اور اس پر چلتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع فرمان ہو جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اس کو دنیا میں مشقت ملے یا راحت، اسے فائدہ ہو یا نقصان، وہ کچھ کھو رہا ہو یا پا رہا ہو اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اصل جزا آخرت کے دن ملے گی جہاں وہ امتحان میں کامیاب ہو جائے گا۔ ﴿4﴾ بندے کا عزم پختہ ہو جاتا ہے۔ وہ حق کے راستے سے نہیں ہٹتا چاہے پوری دنیا مخالف ہو جائے۔

سوال11: اس آیت میں اسلامی عقیدہ ''بعث بعد الموت'' کی وضاحت ملتی ہے یہ عقیدہ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ عقیدہ ''بعث بعد الموت'' انسان کا بحیثیت انسان اعتراف کرواتا ہے۔(الف) ایک طرف اسے حیوانات سے، جمادات سے مقام بلند دیتا ہے۔(ب) دوسری طرف فرشتوں اور شیطانوں سے بھی الگ تشخص دیتا ہے۔ ﴿2﴾ عقیدہ ''بعث بعد الموت'' انسان کے مختلف رجحانات، میلانات اور اس کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ایسے فرائض عائد کرتا ہے جن کو انسان ادا کر سکے۔ ﴿3﴾ عقیدہ ''بعث بعد الموت'' انسان کے فرائض اور اس کی صلاحیتوں اور طاقت کے درمیان بہترین توازن قائم کرتا ہے۔ ﴿4﴾ عقیدہ ''بعث

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بعدالموت''انسان کے جسمانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔﴿5﴾عقلی تقاضوں کا خیال رکھتا ہے۔﴿6﴾انسان کی روحانی دنیا کو بھی آباد رکھتا ہے۔﴿7﴾عقیدہ''بعث بعدالموت''انسان کو آزادی عطا کرتا ہے کہ وہ جو راستہ چاہے اختیار کرلے۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ(286)﴾

''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق، اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا، اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں، اور ہم سے درگزر فرما اور تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے، چنانچہ کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''(286)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آیت (وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ) کے متعلق بتلایا کہ اس آیت کو اس کے بعد کی آیت (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا) نے منسوخ کر دیا ہے۔(صحیح بخاری، کتاب التفسیر:4546)

سوال2: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ محمد بن کعب القرظی نے ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ کے بارے میں کہا: اس سے مراد ہے کہ وہ اس عمل کے مکلّف نہیں ہیں جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:578/2)﴿2﴾اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔(التغابن:16)﴿3﴾﴿وُسْعَهَا﴾ سے مراد اس کی طاقت ہے۔

سوال3: ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق'' اس کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق'' کے اثر سے انسان یہ سوچتا ہے کہ اس کا رب رحیم ہے، اس نے جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں وہ عادلانہ ہیں، جو آزمائشیں ڈالی ہیں وہ بھی میری طاقت کے مطابق ہیں اور قیامت کے دن بھی ٹھیک انصاف ہوگا۔﴿2﴾''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا'' اس پر یقین کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض پر تنگی محسوس نہیں کرتا۔﴿3﴾اس یقین کی وجہ سے مومن ذمہ داریوں کو بوجھ نہیں سمجھتا۔﴿4﴾اس یقین کی وجہ سے ایمان والے کا دل اطمینان سے بھر جاتا ہے۔﴿5﴾اس کی وجہ سے مومن یقین رکھتا ہے کہ اگر میرے اندر یہ فرائض ادا کرنے کی طاقت نہ ہوتی تو وہ یہ فرائض عائد ہی نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتا۔﴿6﴾جب بھی یہ یقین رکھنے والا انسان تھکتا ہے یا کمزوری محسوس کرتا ہے یا فرائض بھاری ہونے لگتے ہیں تو وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی ذاتی کمزوری ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ بوجھ نہیں ہے۔﴿7﴾ایمان والا اس یقین کی وجہ سے اپنے عزم، اپنے ارادے کو نئے سرے سے تازہ کرتا ہے۔﴿8﴾ایمان والا اس یقین کی وجہ سے اپنی کمزوریوں کو دور کرتا ہے اور اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے پختہ ارادہ کر لیتا ہے۔﴿9﴾یہ یقین مومن کی ہمت بندھاتا ہے اور اس کے ارادے میں قوت پیدا کرتا ہے۔

سوال4:﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾''اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی''**﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾** میں کسب سے مراد خیر ہے۔(جامع البیان:3/163)﴿2﴾**﴿وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾** میں ''اکتساب'' سے مراد شر ہے۔یعنی جو اس نے برائی کمائی اسی پر ہے۔جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے۔﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی، پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمہیں اس کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔(الانعام:164)﴿3﴾''اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی'' سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے۔ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے کمایا، سزا صرف اس جرم کی ملے گی جو کسی نے خود کیا ہوگا۔﴿4﴾کسی شخص کو وہاں کسی مدد اور سفارش کی امید نہ ہوگی۔﴿5﴾ہر شخص اپنا نامہ اعمال اپنے رب کے سامنے خود لے کر جائے گا۔﴿6﴾ہر شخص بحیثیت ایک فرد کے اپنے رب کے سامنے ہوگا۔

سوال5:''ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا'' اس یقین کے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین جب مومن کے دل کے اندر راسخ ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔کسی دوسرے انسان کی وجہ سے ان حقوق کی ادائیگی میں کمی نہیں کرتا نہ ہی ان کو چھوڑتا ہے۔﴿2﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے ایک مومن یہ سوچتا ہے کہ اگر کوئی گمراہ کر دے، دھوکہ دے دے، مجبور کر دے اور میں اللہ تعالیٰ کے حق میں کمی کر دوں تو قیامت کے دن ان سارے انسانوں میں سے کوئی میرے کام نہیں آئے گا نہ مدافعت کر سکیں گے، نہ سفارش کر سکیں گے، نہ میرا بوجھ اتار سکیں گے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہی کے یقین کی وجہ سے مومن معاشرے میں اپنی اجتماعی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بارے میں پوری طرح سے فکرمند ہوتا ہے۔﴿4﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن اپنے مال اور اپنی دولت سے اجتماعی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے۔﴿5﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن دوسروں کو تواصوا بالحق کرنے کے لیے اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتا ہے۔﴿6﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن اجتماعی معاملات کے حوالے سے بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنی کارکردگیوں اورکوتاہیوں کے بارے میں یہ یقین رکھتا ہے کہ اعمال نامہ میں درج ہوں گی،ان کا حساب کتاب ہوگا،ان پر جزا سزا ملے گی۔اس طرح وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے:اے ہمارے رب!اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔

سوال6:﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ یہ کہیں **﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾**اے ہمارے رب!اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہمیں نہ پکڑنا۔(زادالمسیر :297/1)﴿2﴾جب سیدنا جبریل علیہ السلام نبی ﷺ سے یہ کہہ رہے تھے:''اے ہمارے ربّ!اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہمیں نہ پکڑنا'' تو نبی ﷺ جواب میں کہہ رہے تھے:آمین رب العالمین ۔(الدرالمنثور:668/1)

﴿3﴾**﴿إِنْ نَّسِيْنَا﴾**سے یہ مراد ہے کہ اگر وہ چیز ہمیں بھول جائے جو ہم پر فرض کی گئی ہو۔(جامع البیان:164/3)﴿4﴾**﴿أَخْطَأْنَا﴾**سے یہ مراد ہے کہ انسان ایک جائز کام کا ارادہ کرے لیکن اس سے کام اس انداز سے ہوجائے جو جائز نہ ہو۔﴿5﴾رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میری امت سے خطااورنسیان پرکوئی مؤاخذہ نہ ہوگا جب تک انہوں نے ایسے کاموں کو برا سمجھا۔'' (طبرانی) ﴿6﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان چیزوں کے بارے میں درگزر فرمادیا ہے جوان کے نفسوں میں آجائیں جب تک کہ ان پر عمل نہ کریں یا زبان سے نہ کہیں۔(مسلم:75/1)

سوال7:نسیان (بھول)اورخطا(غلطی)میں کیا فرق ہے؟

جواب:﴿1﴾بھول اورغلطی میں فرق یہ ہے کہ نسیان (بھول) کا مطلب ہوتا ہے مامورکام کا دل سے فراموش ہوجانااور بھول جانے کی وجہ سے اس عمل کا چھوٹ جانا۔خطا(غلطی)یہ ہوتی ہے کہ انسان ایک جائز کام کا ارادہ کرے لیکن اس سے کام اس انداز سے واقع ہوجائے جو جائز نہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحمت اوراحسان فرماتے ہوئے اس سے واقع ہونے والے یہ دونوں طرح کے کام معاف فرمادیئے۔﴿3﴾اس اصول کی روشنی میں کہا جاتا ہے کہ جو شخص چھینے ہوئے یا ناپاک کپڑے پہن کر نماز پڑھے،بدن پر سے نجاست دور کرنا بھول گیا ہو یا نماز کے دوران بھول کر کسی سے بات کرلے یا روزے کے دوران بھول کر کچھ کھالے یا احرام کے دوران بھول کر کوئی ممنوع کام کرلے بشرطیکہ اس میں کسی جان دار کی ہلاکت شامل نہ ہوتو اس کی یہ غلطیاں معاف ہیں۔﴿4﴾اسی طرح اگر ایک کام نہ کرنے کی قسم کھارکھی ہو پھر بھول کر وہ کام کرلے۔اس طرح اگر غلطی سے کسی کی جان یا مال کا نقصان کر بیٹھے تو اس کو گناہ نہیں ہوگا۔نقصان پورا کرنے کے لیے ادائیگی کرنے کا تعلق نقصان کرنے سے ہے(ارادہ یا بھول وغیرہ سے نہیں)اس طرح جن موقعوں پر(بسم اللہ) پڑھنا واجب ہے اگر وہاں(بسم اللہ)پڑھنا بھول جائے تو کام درست سمجھا جائے گا۔(تفسیر سعدی:336/1)

سوال8:غلطی پر مومن کے لیے صحیح طریقہ کار کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ انسان سے بھول چوک، غلطیاں اور خطائیں ہوسکتی ہیں۔ جان بوجھ کر انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی نہ کرے تو معافی کی گنجائش ہے۔ ﴿2﴾ غلطی پر مومن کے لیے صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ اپنے رب سے فوراً معافی مانگ لے۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرنا معافی کی شرائط میں سے ہے۔

سوال 9: ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا﴾ ''اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے'' یہ دعا انسان کی زبان پر کب آتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے'' یہ دعا انسان کی زبان پر تب آتی ہے جب وہ ذمہ دار بن جاتا ہے۔ جب وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ امت مسلمہ پر تمام رسولوں کی رسالت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ جب وہ پچھلی قوموں کے حالات جان لیتا ہے کہ انہوں نے رسولوں کی نافرمانی کی اس کی پاداش میں ان پر کیا کیا بوجھ ڈال دیئے گئے تب وہ یہ دعا کرتا ہے کہ ''اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے۔'' ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ إِصْرًا عہد وعدہ کے معنی میں ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر) ﴿3﴾ ابن زید نے کہا ﴿إِصْرًا﴾ ایسا گناہ ہے جس کا نہ کفارہ ہے نہ توبہ۔ (المحرر الوجیز: 394/1) ﴿4﴾ ﴿كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا﴾ ''جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے'' مقاتل بن حیان نے کہا جیسے یہود و نصاریٰ پر بوجھ ڈالا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 580/2) ﴿5﴾ جیسے بنی اسرائیل پر واجب تھا کہ جب ان کے کپڑے پر نجاست لگ جائے تو وہ اسے قطع کر دیں گے۔ (تفسیر مراغی: 445/1) اس سے مشکل احکام مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ درخواست قبول فرمالی اور اس امت پر طہارت اور عبادت کے مسائل میں ایسی نرمی فرمادی جو کسی اور امت پر نہیں فرمائی تھی۔ (تفسیر سعدی: 336/1)

سوال 10: پہلی امتوں پر ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے کیا کیا بوجھ ڈالے گئے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل پر بعض قسم کی پاکیزہ غذائیں حرام کر دی گئیں۔ ﴿2﴾ جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ان پر سب ناخن والے جانور حرام کر دیے گئے۔ ﴿3﴾ گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی گئی۔ ﴿4﴾ انہیں بچھڑا پوجنے کی سزا کے طور پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم ملا۔ ﴿5﴾ ان پر سبت کے دن شکار کو حرام کیا گیا۔ اسی لیے اہل ایمان کو دعا سکھائی گئی کہ ''اے ہمارے رب! ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈالنا جس طرح کا بوجھ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔''

سوال 11: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر سے انسان کی غلامی کو کیسے ختم کرنے کی کوشش کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر سے انسان کی غلامی کو انبیاء کے ذریعے سے ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ وہ اہل ایمان اور پوری انسانیت سے وہ بوجھ اتار دیں جو انسانیت پر ڈالے گئے تھے۔ ﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ کا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ساری غلامیوں سے چھڑا کر ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بندگی کے ذریعے پوری انسانیت کے لیے آزادی کا راستہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔﴿4﴾انسان کو مذہبی پروہتوں، کاہنوں اور پیشواؤں کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔﴿5﴾انسان کو اوہام وخرافات سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔﴿6﴾انسان کو رسم ورواج کے بندھنوں سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔﴿7﴾انسان کو خواہشات اور مرغوبات کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔﴿8﴾ایسی غلامیاں جنہوں نے انسان کی کمر توڑ کر رکھ دی، جس کی وجہ سے انسان کا سر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں دوسرے جباروں کے سامنے جھکتا تھا ان ساری غلامیوں سے آزاد کروانے کی کوشش کی ہے۔

سوال12:﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ﴾''اے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿وَلَا تُحَمِّلْنَا﴾ سے مراد سزائیں، آزمائشیں اور مشقت والے احکامات ہیں۔ابن عباس اور قتادہ نے کہا: طاقت سے مراد وسعت ہے۔(زادالمسیر :296/1)﴿2﴾اے ہمارے رب! ہمیں آسان احکامات دینا اور ہمیں ایسے احکامات نہ دینا جن کو بجالانا ہمارے بس میں نہ ہو۔(تفسیر مراغی:445/1)﴿3﴾''ے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں'' اس دعا سے ایمان والوں کے شعور کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کی غلامی سے آزاد ہو گئے ہیں۔مومن کو یہ خوف لاحق نظر آتا ہے کہ کہیں اپنی غلطیوں کی وجہ سے دوبارہ اس غلامی میں نہ چلے جائیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل ایمان کے اندر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا ارادہ نکل گیا ہے۔﴿4﴾اس دعا سے مکمل سپردگی کا اظہار ہوتا ہے۔﴿5﴾اس دعا سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مومن اپنے آپ کو کمزور سمجھ کر مالک کو مہربان سمجھتا ہے۔﴿6﴾اس دعا سے مومن کے پختہ ارادے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اطاعت کرے گا لیکن احکامات ماننے میں غلطی نہ ہو یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال13:﴿وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا﴾''اور ہم سے درگزر فرما اور تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاعْفُ عَنَّا﴾ سے مراد ہے کہ ہمارے گناہ مٹا دے۔(تفسیر بیضاوی:588/1)﴿2﴾راغب نے کہا'' العفو'' سے مراد ہے عقوبت کو ترک کر کے گناہ کا ازالہ کرنا۔(بحرالمحیط :766/2)﴿3﴾**﴿وَاغْفِرْ لَنَا﴾** سے مراد ہے ہمارے عیوب ڈھانپ دے اور مؤاخذہ کر کے ہمیں رسوا نہ کرنا۔(تفسیر بیضاوی:588/1)﴿4﴾**﴿وَارْحَمْنَا﴾** سے مراد ہے ہمارے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں اور ہم پر فضل فرمائیں۔(تفسیر بیضاوی:588/1)﴿5﴾بزرگوں کا قول ہے کہ گناہ گار کو تین باتوں کی ضرورت ہے ایک تو اللہ تعالیٰ کی معافی تا کہ عذاب سے نجات پائے، دوسرے پردہ پوشی تا کہ رسوائی سے بچے، تیسرے عصمت کی تا کہ دوسری بار گناہ میں مبتلا نہ ہو، اس پر بھی جناب باری نے قبولیت کا اعلان کیا۔(تفسیر ابن کثیر:386/1)

سوال14:﴿أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾''تو ہی ہمارا مولیٰ ہے چنانچہ کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَنْتَ مَوْلٰنَا﴾ سے مراد ہے آپ ہمارے امور میں ہمارے مددگار ہیں، ہماری حفاظت کرنے والے، ہمارے ولی ہیں۔ (تفسیر خازن:221/1) ﴿2﴾ سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے کہا: ''ہبل بلند رہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کا جواب دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو، اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔ ابوسفیان نے کہا: ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا جواب دو'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''کیا جواب دیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و مددگار ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔ (صحیح بخاری: 4043) ﴿3﴾ ایمان والے مولیٰ کا مضبوط سہارا تھام کر جاہلیت کی ہر علامت، ہر بت، ہر محبت اور ہر رغبت کو توڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کے سائے میں جاتے ہیں۔ ﴿اَنْتَ مَوْلٰنَا﴾ تو ہی ہمارا مولا ہے۔ ہماری زندگی، ہماری نمازیں، ہماری قربانیاں، ہماری موت سب آپ کے لیے ہے۔ یہ مومن کا اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ سے ایک مومن کی دعا ہے کہ اے اللہ تیرے دین کو پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں۔ اہل کفر کے ساتھ مقابلہ ہے۔ آپ ہی کے لیے جینا ہے آپ ہی کے لیے مرنا ہے آپ ہماری مدد فرمائیں۔ ﴿5﴾ یعنی تو ہمارا رب، ہمارا بادشاہ اور ہمارا معبود ہے۔ جب سے تو نے ہمیں پیدا فرمایا تیری مدد اور توفیق ہمیں حاصل رہی ہے تیری نعمتیں ہر وقت مسلسل ہمیں مل رہی ہیں پھر تو نے ہم پر ایک عظیم احسان کیا کہ اسلام کی نعمت عطا فرما دی۔ باقی سب نعمتیں اس کے تابع ہیں۔ اس لیے اے ہمارے مالک اور ہمارے مولیٰ ہم تجھ سے اس نعمت کی تکمیل کا سوال کرتے ہیں کہ ان کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما جنہوں نے تیرے ساتھ کفر کیا، تیرے نبیوں کا انکار کیا، تیرا دین ماننے والوں سے مقابلہ کیا، تیرے احکامات کو پس پشت ڈالا۔ لہٰذا دلیل و برہان اور شمشیر و سناں کے ساتھ ہماری مدد فرما۔ ہمیں زمین میں شوکت عطا فرما، ان کو ذلیل کر دے۔ ہمیں ایسا ایمان اور ایسے اعمال نصیب فرما، جن کی برکت سے فتح حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:336,337/1)

اٰیاتھا ۲۰۰ ۳ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِیَّۃٌ ۸۹ رکوعاتھا ۲۰

سوال1: اس سورۃ کا نام آل عمران کیوں ہے؟

جواب: اس سورۃ میں ایک جگہ پر آل عمران کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سوال2: سورۃ کی آیات اور رکوعات کی تعداد لکھیں نیز یہ بھی بتائیں کہ سورۃ مکی ہے یا مدنی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اس سورۃ کی 200 آیات ہیں اور یہ 20 رکوعات پر مشتمل مدنی سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن قرآن مجید اور ان لوگوں کو جو اس پر عمل کرنے والے تھے، لایا جائے گا۔ ان کے آگے سورۃ البقرہ اور آل عمران ہوں گی۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان سورتوں کے لیے تین مثالیں ارشاد فرمائی ہیں جنہیں میں اب تک نہیں بھولا، وہ اس طرح سے ہیں جس طرح کے دو بادل ہوں یا دو سیاہ سائبان ہوں اور ان دونوں کے درمیان روشنی ہو یا صف بندھی ہو، پرندوں کی دو قطاریں ہوں، وہ اپنے پڑھنے والوں کے بارے میں جھگڑا کریں گی۔ (صحیح مسلم: 1876) ﴿2﴾ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا اور دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو: سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران کیونکہ یہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے کہ دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور اپنے پڑھنے والوں کے بارے میں جھگڑا کریں گے۔ سورۃ البقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑنا باعث حسرت ہے اور جادوگر اس کو حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' (صحیح مسلم: 1874)

رکوع نمبر 9

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ (1)﴾

''ا۔ل۔م'' (1)

سوال: ﴿الٓمّٓ﴾ ''ا۔ل۔م'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حروف مقطعات ہیں یعنی کٹے ہوئے حروف۔ ان کی مراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ ان کے معانی کی کھوج میں نہیں پڑنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان حروف کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔

﴿اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (2)﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔'' (2)

سوال 1: ﴿اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾اس جملے میں نفی اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہو اور اثبات اس بات کا ہے کہ ہر قسم کی الوہیت اور عبودیت کے حق دار صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ ﴿2﴾اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کسی قسم کی عبادت نہ کی جائے۔اس کے سوا نہ کسی کے لیے قیام ہے، نہ رکوع، نہ سجدہ، نہ قربانی، نہ نذر و نیاز۔ ہر حالت میں صرف اسی سے دعا کی جائے، اس کے سوا کسی سے دعا نہ کی جائے، صرف اسی کے گھر بیت اللہ کا طواف کیا جائے، صرف اسی کی قسم کھائی جائے، صرف اسی کی غیر مشروط حاکمیت تسلیم کی جائے۔اس کی عبادت میں کوئی اس کا ساجھی، شریک اور مدمقابل نہیں ہے۔ ﴿3﴾اس سورت کی شروع کی اسی (80) سے زیادہ آیات عیسائیوں سے مباحثہ اور ان کے مذہب کی تردید اور انہیں سچے دین یعنی اسلام کو قبول کرنے کی دعوت پر مشتمل ہیں۔جس طرح سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات یہود سے مناظرہ پر مشتمل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اپنی الوہیت کے اعلان سے شروع کی ہے۔اس نے بتایا ہے کہ وہی ایسا معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔عبادت صرف اسی کی اور اسی کے لیے ہونی چاہیے۔لہٰذا اس کے سوا جس معبود کی بھی پوجا کی جاتی ہے وہ باطل ہے۔اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے جو الوہیت کی تمام صفات سے موصوف ہے جن سب کا تعلق حیات اور قیومیت کی صفات سے ہے۔ (تفسیر سعدی:338,337/1)

سوال2: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔(سنن نسائی:10599) ﴿2﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کبھی بھی بندہ کبائر سے اجتناب کرتے ہوئے اخلاص سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ (کلمہ توحید) عرش تک پہنچ جاتا ہے۔''(ترمذی:3824) ﴿3﴾سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی۔''(مسلم:47)

سوال3: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿الْحَيُّ﴾ ''ہمیشہ زندہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿الْحَيُّ﴾ ''ہمیشہ زندہ ہے'' سے مراد ہے: ﴿1﴾وہ ذات کہ جس کی زندگی ذاتی اور دائمی ہے یعنی انہیں کسی اور نے زندگی نہیں دی۔دائمی زندگی سے مراد ہے کہ ان کی زندگی میں تسلسل اور دوام ہے۔نہ پہلے اور نہ کبھی بعد میں، کبھی زوال نہیں ہے۔ ﴿2﴾ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں اسم مبارک ﴿الْحَيُّ﴾ تمام صفات کمال کو لازم کر دیتا ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔(مجموع الفتاویٰ:311/18) ﴿3﴾اللہ تعالیٰ کو عظیم ترین اور کامل ترین حیات کی صفات حاصل ہیں، جو ان تمام صفات کو مستلزم ہیں جن کے بغیر صفات حیات کی تکمیل نہیں ہوتی مثلاً سمع و بصر، قدرت، قوت، عظمت، بقا، دوام اور غلبہ۔(تفسیر سعدی:338/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿ **اَلْقَيُّوْمُ** ﴾ ''ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿ **اَلْقَيُّوْمُ** ﴾ ''ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' سے مراد ہے: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی تخلیق، رزق، دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہر چیز کا وجود، بقا اور تدبیر اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ ﴿2﴾ القیوم کا مطلب ہے کہ وہ خود بخود قائم ہے لہٰذا تمام مخلوقات سے بے پرواہ ہے اور وہ سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس لیے تمام مخلوقات وجود میں آنے، تیار ہونے اور ترقی کرنے میں اس کی محتاج ہیں۔ وہی تمام مخلوقات کا مدبر اور ان میں تصرف کرنے والا ہے۔ جسموں، روحوں اور دلوں کے تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی قیومیت اور رحمت کی بنا پر اس نے اپنے رسول محمد ﷺ پر وہ کتاب نازل کی جو سب سے عظیم کتاب ہے۔ (تفسیر سعدی:338/1) ﴿3﴾ شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ نے لکھا: ''بلاشبہ سب صفات افعال ﴿ **اَلْقَيُّوْمُ** ﴾ میں داخل ہیں کیونکہ القیوم وہ ہیں جو خود بخود قائم ہیں اور اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہیں انہوں نے ساری موجودات کو قائم کیا، انہیں وجود میں لائے انہیں باقی رکھا اور انہیں اپنے وجود کی بقا کے لیے جو کچھ درکار ہے وہ مہیا فرمایا۔'' (تیسیر الکریم الرحمٰن:202/1) ﴿4﴾ کائنات کی ہر چیز کا قیام صرف اللہ رب العزت کے ساتھ ہے۔ وہ کمزور کو برقرار رکھتا ہے تو اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور طاقت ور کو ہٹا اور مٹا دے تو اسے کوئی سہارا نہیں دے سکتا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی صفت القیوم میں کمزور اور ضعیف کے لیے حقیقی اطمینان ہے کہ جب معاملہ رب قیوم کے ساتھ ہے تو ساری کائنات مل کر بھی گرا نہیں سکتی۔ اس میں طاقت ور کے لیے تنبیہ ہے کہ سارا زور اور قوت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے، پھر وہ چاہے تو نشان بھی مٹ جائے۔ ﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے: اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ الَّذِیْ لَااِلٰـهَ اِلَّـااَنْتَ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔ تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں، تیری ایسی ذات ہے جسے موت نہیں اور جن وانس فنا ہو جائیں گے۔ (صحیح بخاری:7383)

﴿ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (3) ﴾

''اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس نے تورات اور انجیل بھی نازل کی۔'' (3)

سوال1: ﴿ **نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ** ﴾ ''اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے'' کتاب کو حق کے ساتھ نازل کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کرنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ اس کو اتارا۔ اس میں کوئی شک نہیں اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے، اس پر فرشتے گواہ ہیں۔ ﴿2﴾ قرآن مجید عظیم کتاب ہے، اس کی خبریں اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

احکامات حق پر مبنی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو حق کے ساتھ اس لیے نازل کیا تا کہ بندے اس کتاب کا نفع مند علم حاصل کریں،اس پر عمل کریں اور اپنے رب کی عبادت کریں۔

سوال2: ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے'' یہ بتا کر اللہ تعالیٰ نے کس حقیقت سے روشناس کروایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہاں اس حقیقت سے روشناس کروایا ہے کہ اگر قرآن مجید کسی انسان کی کوشش کا نتیجہ ہوتا یا کسی اور کی طرف سے نازل ہوتا تو ان آسمانی کتابوں میں ایک جیسے مضامین نہ ہوتے بلکہ یہ کتابیں ایک دوسرے سے ٹکراتیں۔﴿2﴾ قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔جس بارے میں یہ کتاب فیصلہ کردے وہی حق ہے اور مقبول ہے اور جس بارے میں قرآن مجید تردید کردے وہ نا قابل قبول ہے۔﴿3﴾ قرآن مجید ان تمام مسائل کے مطابق ہے جن پر تمام رسولوں کا اتفاق ہے۔اس سے اس کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے۔اہل کتاب جب تک قرآن (مجید) پر ایمان نہ رکھیں تب تک اپنی کتابوں کو سچا نہیں مان سکتے کیونکہ قرآن (مجید) کا انکار ان کتابوں پر ایمان کو کالعدم کردیتا ہے۔(تفسیر سعدی:338/1)

سوال3: ﴿وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ﴾ ''اور اس نے تورات اور انجیل بھی نازل کی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور اس نے تورات اور انجیل بھی نازل کی'' سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کو نازل کیا۔قرآن مجید تورات اور انجیل میں بتائی گئی سچائیوں اور پیشن گوئیوں کا اعتراف کرتا ہے۔﴿2﴾ یعنی پہلی کتابیں قرآن مجید کی سچائی کو تسلیم کرتی ہیں کیونکہ ان میں قرآن مجید کی بشارت اور قرآن مجید میں ان کی صداقت ہے۔

﴿مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ (4)﴾

''اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے۔اور اسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے،یقیناً جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا،ان کے لیے زبردست عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب،بدلہ لینے والا ہے۔''(4)

سوال1: ﴿مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ ''اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿مِن قَبْلُ﴾ اس سے پہلے یعنی قرآن مجید کو نازل کرنے سے پہلے۔﴿2﴾ ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ لوگوں کی ہدایت کے لیے یعنی قرآن مجید کو لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے راہ نما بنا کر نازل کیا جیسے تورات اور انجیل کو نازل کیا تھا۔﴿3﴾ اب جو کوئی قرآن مجید کی ہدایت کو قبول کرلے وہ ہدایت پا گیا اور جو انکار کردے وہ گمراہ ہوگیا۔﴿4﴾ تورات اور انجیل اپنے دور کے لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھیں۔قرآن مجید نازل ہونے کے بعداب صرف یہی کتاب ہدایت کا ذریعہ ہے۔

سوال2: ﴿ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ﴾ ''اوراسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے'' قرآن حکیم کے فرقان ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید میں ایسے دلائل ہیں جن سے حق اور باطل کے درمیان فرق واضح ہوجاتا ہے۔ ﴿2﴾ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضرورت کے مطابق تفصیل بیان کی ہے جس سے احکامات واضح ہوجاتے ہیں۔ ﴿3﴾ قرآن حکیم ساری آسمانی کتابوں کی اصل ہدایات اور بدلی گئی باتوں کے درمیان فرق کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ اصل کیا ہے اور تبدیلی کیا ہے۔ ﴿4﴾ یہ قرآن مجید ہدایت اور گمراہی میں، حق اور باطل میں، صحیح اور غلط میں اپنی دلیلوں اور واضح بیانات سے فرق کردیتا ہے۔ جو اس پر ایمان نہیں لاتا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں رہنے دیتا۔ اس لیے قرآن حکیم فرقان ہے۔

سوال3: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا، ان کے لیے زبردست عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرنے والوں کے لیے کیا سزا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کا کفر کرنے والوں کو دھمکی دی ہے کہ جن لوگوں نے معزز رسولوں کی مخالفت کی اور اس کی آیات کو جھٹلایا وہ انہیں انتقام لیے بغیر نہیں چھوڑے گا، ان کے لیے زبردست عذاب ہے کیونکہ اس نے تمام شبہات کو دور فرمادیا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کا کفر کرنے والوں کو دھمکی دی ہے کہ قیامت کے دن ان کی سخت پکڑ ہوگی، اس کے قہر اور عذاب سے کوئی چھڑا نہیں سکے گا، جس کی شدت کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔

سوال4: ﴿ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ عزیز ہے، سب پر غالب ہے۔ اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اس کے سامنے انسان مغلوب ہوجائیں گے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ذوانتقام ہے، انتقام لینے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ بے پناہ قوتوں کا مالک ہے، اس کی پکڑ شدید ہے، وہ خوفناک انتقام بھی لے سکتا ہے۔ جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ اس سے انتقام لے گا لہٰذا آیات کا انکار کرنے سے بچ جاؤ۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ (5) ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔'' (5)

سوال: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں'' یہ کہہ کر کس حقیقت کا احساس دلایا جارہا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں'' یہ کہہ کر اس حقیقت کا احساس دلایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ظاہر اور پوشیدہ تمام معلومات پر محیط ہے۔ ﴿1﴾ اس کائنات میں اس سے کوئی چیز پوشیدہ رکھی نہیں جاسکتی۔ ﴿2﴾ کسی نیت اور ارادہ کو بھی اللہ تعالیٰ سے چھپایا نہیں جاسکتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی آسمان وزمین کے غیب کو جانتا ہے۔ ﴿4﴾ کوئی تدبیر اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ ﴿5﴾ اس لیے کوئی سزا سے بچ جائے اس کا امکان نہیں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ غالب ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، اس سے کوئی چھپ نہیں سکتا، کوئی بچ نہیں سکتا، اس لیے اس کی آیات کا انکار کرنے سے باز آجاؤ۔

﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (6)﴾

''وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنادیتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (6)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ ''وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنادیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنادیتا ہے'' ماؤں کے پیٹوں کے بچوں کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ باریک بینی سے انہیں سنبھالتا ہے۔ مکمل وجود رکھنے والے اور ناقص بچوں کو بھی وہ پورے طریقے سے سنبھالتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ جو خود ماں کے پیٹ سے جنم لے وہ الٰہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے سلسلے کو خود قائم کیا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر کشی کی جیسے اس نے چاہی لہٰذا یہ عقیدہ باطل ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام رب ہیں یا اس کے بیٹے۔ ﴿4﴾ جو رب ماں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے صورتیں بناتا ہے پھر وہ بچے کی چھوٹی بڑی ضرورتیں پوری کرتا ہے، یقیناً وہی راہ نمائی کرسکتا ہے۔

سوال 2: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب پر غالب کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب پر غالب کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس سے اس کا معبود ہونا ثابت اور متعین ہوتا ہے یعنی الوہیت اور عبودیت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے ماسوا جس جس کو پوجا جاتا ہے ان کی الوہیت باطل ہے۔ ﴿2﴾ اس سے عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید ہوجاتی ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو معبود سمجھتے ہیں۔ ﴿3﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کسی قسم کی عبادت نہ کی جائے، اس کے سوا نہ کسی کے لیے قیام ہے، نہ رکوع، نہ سجدہ، نہ قربانی، نہ نذر ونیاز۔ ہر حالت میں صرف اسی سے دعا کی جائے، اس کے سوا کسی سے دعا نہ کی جائے، صرف اسی کے گھر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیت اللہ کا طواف کیا جائے ،صرف اسی کی قسم کھائی جائے ،صرف اسی کی غیر مشروط حاکمیت تسلیم کی جائے ۔اس کی عبادت میں کوئی اس کا ساجھی شریک اور مدمقابل نہیں ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ حیات اور تصویر سازی پر پوری طرح غلبہ رکھتا ہے۔وہ ایسی غیر فانی عزت والا ہے جسے کوئی پا نہیں سکتا۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ ﴿الْحَكِيْمُ﴾''کمال حکمت والا ہے''اس کے تمام احکام حکمتوں پر مبنی ہیں۔اس کا تخلیقی عمل جو گہری ٹیکنالوجی پر مبنی ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی ،نہ کوئی دوسرا اس کام میں اس کا شریک ہوتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ(7)﴾

''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس میں سے بعض محکم آیات ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں،فتنہ کی تلاش کے لئے اور اس کی اصل مراد کی تلاش کے لئے ،حالانکہ ان کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں پختگی رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ،سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت نہیں قبول کرتے مگر جو عقل مند ہیں۔''(7)

سوال 1:﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس میں سے بعض محکم آیات ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ ﴾''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری''اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر کتاب نازل کی ہے۔

﴿2﴾﴿مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ ﴾جس میں سے بعض محکم آیات ہیں۔قرآن مجید سب کا سب محکم (پختہ،مضبوط) ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے ،پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔(ہود:1)لہٰذا یہ انتہائی مضبوطی ،عدل اور احسان پر مشتمل ہیں۔﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾اور کون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟(المائدہ:50) (الف) ﴿مُّحْكَمٰتٌ﴾سے مراد وہ آیات ہیں جن کا مفہوم سمجھنے میں کسی کو مشکل پیش نہیں آتی۔ان کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے اور ہر شخص اسے سمجھ لیتا ہے،اس میں کائناتی نشانیاں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ان میں احکامات،مسائل،تاریخی واقعات ،عبرت اور نصیحت کی باتیں محکم ہیں۔(ب) جن میں اللہ تعالیٰ کی حجتیں،لوگوں کا بچاؤ اور حق و باطل کے نزاع کے فیصلے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:200/1)(ج) محکم کی سب سے بہتر تعریف یہ ہے کہ جس کا معنی واضح اور جس کی دلالت ظاہر ہو۔(تیسیر الرحمٰن:165/1)(د) ایسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آیات میں دنیا کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے، ان آیات میں گمراہیوں کی تردید اور سیدھے راستے کی وضاحت کی گئی ہے، ان آیات میں دین کے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں، دنیا کی زندگی کے احکامات ہیں مثلاً عبادات، اخلاق، فرائض اور امرونہی وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ﴾ ''وہی کتاب کی اصل ہیں'' ﴿أُمُّ﴾ ہر شے کی اصل کو کہتے ہیں۔ مقاتل بن حیان نے کہا: ﴿أُمُّ الْكِتٰبِ﴾ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اہل دین میں سے کوئی ایسا نہیں جو ان پر راضی نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم:593/2) ﴿4﴾ ﴿وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ ''اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں'' ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ سے مراد وہ آیات ہیں جن کے معنی سمجھنے میں بعض لوگ شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ جن کا مفہوم ذہن انسانی کی دسترس سے بالا ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن:246/1) جس کا معنی واضح نہ ہو یا جس کی دلالت ظاہر نہ ہو۔ (تیسیر الرحمٰن:165/1) مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات، اللہ تعالیٰ کی صفات، مثلاً ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے'' کسی کو معلوم نہیں یا جنت دوزخ کے حالات، تقدیر کے مسائل اور ملائکہ وغیرہ کے بارے میں ذکر کیا گیا ہو۔ ﴿5﴾ قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات محکم ہیں جو آسانی سے ہر شخص کی سمجھ میں آجاتی ہیں ان کی طرف ہر شخص کو رجوع کرنا چاہئے۔ قرآن مجید کی کچھ آیات متشابہ ہیں جو بعض لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ ایسی آیات کو ایسی صورت میں محکم آیات کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ اس طریقے سے آیات ایک دوسرے کی تائید کرتی ہوئی نظر آنے لگتی ہیں۔

سوال 2: ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ کس کے دل میں شک پیدا نہیں کرتیں؟

جواب: ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ اس شخص کے دل میں شک پیدا نہیں کرتیں جس کو یہ یقین آجاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے پھر اس کے اندر خلجان پیدا نہیں ہوتا اس لیے کہ: ﴿1﴾ ایسا شخص سیدھا سادا مفہوم لیتا ہے۔ ﴿2﴾ جہاں پیچیدگی پیدا ہوتی ہے وہاں کھوج لگانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے کلام پر ایمان لا کر اپنی توجہ دوسری طرف کر لیتا ہے۔

سوال 3: ﴿فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ﴾ ''پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں فتنہ کی تلاش کے لئے اور اس کی اصل مراد کی تلاش کے لئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ﴾ ''پھر جن کے دلوں میں کجی ہے'' پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے یعنی جو لوگ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ جن کے دل ہدایت پر نہیں، جو گمراہ ہیں، جن کے ارادے ٹیڑھے ہیں۔ ﴿زَيْغٌ﴾ ''دل کی کجی'' سے مراد عقل کی کجی ہے یعنی وہ کسی معاملے کو نہ صحیح رخ سے دیکھے، نہ صحیح رائے قائم کر سکے اور اس طرح غلط فہمیوں میں پڑ جائے۔ دل کی کجی سے مراد شبہات، شہوات اور فتنوں کی وجہ سے حق سے ہٹ جانا ہے۔ (ایسر التفاسیر:157,158) ﴿2﴾ ﴿فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ﴾ ''وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں'' یعنی دل اور عقل کی کجی والے محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور محکم آیات کو متشابہ کی روشنی میں سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ کے پیچھے وہ لوگ پڑتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے۔ سیدنا ابن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شک کرنے والے ﴿ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ کے پیچھے پڑتے ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم:595/2)﴿3﴾﴿ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ ﴾ ''فتنہ کی تلاش کے لئے''یعنی وہ لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرتے ہیں۔متشابہ میں چونکہ اشتباہ موجود ہوتا ہے اس لیے اس کے ذریعے دل اور عقل کی کجی والے فتنہ اٹھاتے ہیں۔''فتنہ کی تلاش کے لئے''لوگ ﴿ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ کے پیچھے ایسے پڑتے ہیں جیسے عیسائی پڑے۔انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی گئی بات ''عبداللہ''یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ اور ''نبی''یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو چھوڑ کر ''کلمۃ اللہ''اور ''روح اللہ'' کو لے کر اس کی ایسی تاویلیں کیں جس سے ان کے عقائد کی گمراہی کی تائید ہوتی ہے۔ایسے ہی مسلمانوں میں سے بھی بدعات میں مبتلا ہونے والوں کا حال ہے۔﴿4﴾﴿ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ﴾ ''اور اس کی اصل مراد کی تلاش کے لئے''تاویل سے مراد کسی چیز کی اصل حقیقت ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آیات کی حقیقی مراد نہیں جانتا۔دل اور عقل کی کجی والے تاویل کی تلاش میں اس طرح رہتے ہیں کہ آیت کو اپنے خیال کے مطابق لے کر اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں یعنی قرآن کو اپنی رائے کے مطابق بنا دیتے ہیں۔

سوال4:﴿ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ''حالانکہ ان کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''حالانکہ ان کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا''اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ کی تاویل یعنی ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال5:﴿ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ کے بارے میں نبی ﷺ نے کیا راہ نمائی فرمائی ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''قرآن کریم میں شبہہ کرکے جھگڑنا کفر ہے۔''(سنن ابی داؤد:4603)﴿2﴾ آپ ﷺ نے فرمایا:میری امت میں سے ایک قوم ہوگی جو قرآن تو پڑھے گی لیکن اسے اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گٹھلیاں پھینکتا ہو اس کے غلط مطالب بیان کرے گی۔(تفسیر ابن کثیر:390/1)﴿3﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی (هو الذی انزل علیک الکتاب آخر آیت اولوا الباب تک) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جب تم لوگ ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں تو یاد رکھو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اس لیے ان سے بچتے رہو۔''(صحیح بخاری:4547، جامع ترمذی:2994)﴿4﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:میں نے رسول اللہ ﷺ سے آیت (فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ) ''وہ لوگ جن کے دلوں میں کج روی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں فتنہ تلاش کرتے ہوئے اور اس کی تاویل تلاش کرتے ہوئے'' کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''جب تم انہیں دیکھو گی تو پہچان لو گی۔''یزید کہتے ہیں:آپ ﷺ نے یہ کلمات دو یا تین بار ارشاد فرمائے۔(جامع ترمذی:2993)

سوال6:﴿ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ﴾ ''اور علم میں پختگی رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ﴾ ''اورعلم میں پختگی رکھنے والے لوگ'' سے مرادعلماء ہیں جومحکمات اورمتشابہات کوجانتے ہیں۔ ﴿2﴾ نافع بن یزید کہتے ہیں کہ راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جومتواضع ہوں، جوعاجزی کرنے والے ہوں، رب کی رضاسے راضی ہوں، اپنے سے بڑوں سے مرعوب نہ ہوں اوراپنے سے چھوٹے کوحقیر سمجھنے والے نہ ہوں۔ (تفسیرابن کثیر:392/1) ﴿3﴾ یعنی جولوگ مخلص ہوتے ہیں اوراس کے ساتھ علم وفہم بھی رکھتے ہیں وہ محکمات کواصل سمجھتے ہیں اورمتشابہات کے من عنداللہ ہونے پرایمان تورکھتے ہیں لیکن ان کی تفصیلات سمجھنے اورمتعین کرنے کے درپے نہیں ہوتے۔ (تفسیرالحواشی:61/1) ﴿4﴾ ﴿یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ ''کہتے ہیں کہ ہم اس پرایمان لائے'' پختہ علم والے لوگ علم کی وجہ سے جان لیتے ہیں کہ انسانی عقل وفکراپنی موجودہ قوت اورموجودہ ذرائع سے متشابہات کے مفہوم کونہیں پاسکتیں، اس لیے وہ پورے اطمینان سے کہتے ہیں ہم ان پرایمان لائے۔ ﴿5﴾ ﴿كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ ''سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہے'' پختہ علم والوں کوان کا ایمان آگے بڑھاتا ہے اوروہ کہتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اس لیے حق ہیں۔ ﴿6﴾ جن اشیاء کی حقیقت کاعلم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت وکیفیت، آخرت میں پیش آنے والے اوصاف کی حقیقت وغیرہ، ان کواللہ تعالیٰ کے سواواقعی کوئی نہیں جانتا۔ اس کومعلوم کرنے کی کوشش کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ یہ ایسی چیز کی کوشش ہے جسے جاننا ممکن ہی نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ رحمان عرش پرمستوی ہے۔ (طٰہٰ:5) سائل نے کہا: ''کس طرح مستوی ہے؟'' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: استواء (قائم ہونا) معلوم ہے (یعنی واضح لفظ ہے جس کی تشریح کی ضرورت نہیں) اس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ اس پرایمان لانا واجب ہے۔ اوراس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے بارے میں یہی طرزعمل اختیار کرنا چاہئے کہ اگرکوئی شخص ان کی کیفیت دریافت کرے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کہہ دیا جائے کہ یہ صفت تو معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ تاہم اس پرایمان لانا واجب ہے اوراس کے بارے میں سوال کرنا (کہ یہ صفت کس طرح ہے) بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ صفات بتائی ہیں۔ ان کی کیفیت بیان نہیں فرمائی لہٰذا ہمیں اپنی حدتک آکررک جانا چاہئے۔ حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ گمراہ لوگ ان متشابہ امور کے بارے میں بے فائدہ بحث کرتے ہیں، اوراس چیز کے حصول کی کوشش کرتے ہیں جنہیں معلوم کرنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پختہ کار اہل علم ان پرایمان لاتے ہیں، اوران کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اس طرح (فرمان الٰہی کو) تسلیم کرکے (تکلفات اورغلطیوں) سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ (تفسیرسعدی:341/1)

سوال 7: علم میں پختگی کیسے آتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ علم میں پختگی اللہ تعالیٰ کی ذات پریقین سے آتی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اوروعیدوں پریقین سے آتی ہے۔ ﴿3﴾ تکبر میں مبتلا نہ ہونے سے آتی ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہونے سے آتی ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ سے ہدایت پراستقامت کی دعاؤں سے آتی ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ پرتوکل کرکے آتی ہے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کے کلام اوراللہ تعالیٰ کے عہد پرپورا بھروسہ کرکے پختگی آتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔﴿8﴾اللہ تعالیٰ کے فضل اوراس کی رحمت کے صحیح شعور سے پختگی پیدا ہوتی ہے۔﴿9﴾اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر پختہ یقین رکھنے سے علم میں پختگی آتی ہے۔﴿10﴾اللہ تعالیٰ کا خوف دل کے اندر موجزن ہونے سے پختگی آتی ہے۔﴿11﴾اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی غافل نہ رہنے سے پختگی آتی ہے۔﴿12﴾اپنے روز وشب میں فرائض کی ادائیگی کو نہ بھولنے سے علم میں پختگی آتی ہے۔

سوال8:﴿وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾''اور نصیحت نہیں قبول کرتے مگر جو عقل مند ہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾''اور نصیحت نہیں قبول کرتے مگر جو عقل مند ہیں'' اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور اس کی طرف سے آنے والے علم کو قبول کرنے والے صرف وہ لوگ ہیں جو عقل میں کامل ہیں۔ان کی عقلوں تک نصیحت پہنچتی ہے تو انہیں اپنا فائدہ نظر آتا ہے اور وہ اس پر عمل کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے نقصان کی باتیں معلوم ہوتی ہیں تو وہ ان سے بچ جاتے ہیں۔دوسرے لوگوں کے پاس عقل ہی نہیں جن سے وہ فائدہ اٹھا سکیں۔﴿2﴾نبی ﷺ نے عقل وفہم کی درستگی کے لیے راہ نمائی فرمائی ہے۔سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:علم حاصل کرو اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے حاصل کرنا باعث خشیت ہے،اور اس کی جستجو عبادت ہے،اسے دہرانا تسبیح ہے،اس کی تحقیق جہاد ہے،اسے سکھانا صدقہ ہے، اسے مستحقین کے لیے عام کرنا باعث تقرب ہے کیونکہ یہ حلال وحرام کی نشاندہی کرتا ہے اور اہل جنت کے راستوں کا مینار ہے۔یہ بے زاری میں باعث الفت اور سفر کا ساتھی ہے،تنہائی میں باتیں سنانے والا اور تنگی اور آسانی میں راہ نما ہے،دشمنوں کے خلاف ہتھیار اور دوستوں کے لیے زینت ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے لیے کئی لوگوں کو رفعت بخشے گا اور انہیں ایسا بہترین قائد اور پیش رو بنائے گا کہ ان کے قدموں کے نشانات کی پیروی کی جائے گی،ان کی عادات کو اپنایا جائے گا اور ان کی رائے کو صحیح سمجھا جائے گا۔فرشتے ان سے دوستی کے خواہاں ہوں گے اور اپنے پروں سے ان کی گرد ہٹائیں گے۔ہر خشک وتر ان کی مغفرت کی دعا کرے گا یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور آبی جانور،جنگل کے درندے اور خشکی کے چوپائے بھی ،کیونکہ علم دلوں کو جہالت (کی موت) سے (بچا کر) زندگی بخشتا ہے اور نگاہوں کو اندھیروں سے نکال کر روشن چراغ کا کام دیتا ہے۔علم کے ذریعے آدمی اچھے لوگوں کے مرتبے کو جا پہنچتا ہے اور دنیا وآخرت میں بلندیوں سے ہمکنار ہوتا ہے۔علمی سوچ بچار روزے کے برابر ہے۔اسے پڑھنا پڑھانا تہجد کے برابر ہے۔اسی کے ذریعے صلہ رحمی کا سبق ملتا ہے اور اسی کے ذریعے حلال وحرام کا امتیاز ہوتا ہے۔یہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا مقتدی ہے۔یہ سعادت مندوں کو نصیب ہوتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔(جامع بیان العلم:268)

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ(8)﴾

''اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا،اس کے بعد کہ جب آپ نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمانا، بے شک آپ ہی بے حد عطا کرنے والے ہیں۔''(8)

سوال1:﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾''اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا،اس کے بعد کہ جب آپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے ہمیں ہدایت دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا﴾ ''اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا، اس کے بعد کہ جب آپ نے ہمیں ہدایت دی'' اے ہمارے رب ہمیں سیدھے راستے پر چلنے والا بنا، ہدایت پانے والا بنا اور ہدایت دینے والا بنا۔ ہمیں ان برے اعمال سے محفوظ رکھیں جن میں گم راہ لوگ مبتلا ہو چکے ہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اکثر اوقات یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ ''یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِک'' ''اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے'' میں نے عرض کیا: آپ ﷺ یہ دعا بہت زیادہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمام دل اللہ رحمان کی دو انگلیوں کی گرفت میں ہیں۔ جب وہ دلوں کو سیدھا کرنا چاہتا ہے سیدھا کر دیتا ہے اور جب وہ ٹیڑھا کرنا چاہے تو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ (ترمذی: 2140) ﴿3﴾ سیدھے راستے پر آنے کے بعد بھی دل پھر جاتے ہیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا دل بھی پھر جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہر ایک کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے خواہ وہ اسے ہدایت پر قائم رکھے یا پھیر دے۔'' (ابن حاتم)

سوال 2: اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کے بعد دلوں کو ٹیڑھا کیسے کر دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب لوگ جہالت یا عناد کی وجہ سے حق سے روگردانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دلوں کو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ دل متشابہ آیات کی وجہ سے ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ دل دنیا کی محبت اور غیر اللہ کی محبت کی وجہ سے ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً﴾ ''اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمانا'' اس دعا میں جس یقین کی جھلک ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس دعا میں یہ یقین جھلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہر بھلائی کا حصول ممکن ہے اور اس کی رحمت کی وجہ سے ہر برائی سے بچنا ممکن ہے۔

سوال 4: ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''بے شک آپ ہی بے حد عطا کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی صفت ''الوہاب'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ''الوہاب'' ہے کثیر عطا کرنے والا ہے، موقع پر پہنچانے والا ہے۔ وہ اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق جیسے چاہے تقسیم کرتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، جس قدر چاہتا ہے ہدایت کے راستے پر ثبات عطا فرماتا ہے۔ ہدایت اس کی عطا ہے، ثبات اس کی عطا ہے۔ ﴿3﴾ پختہ علم والے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک الوہاب کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں کہ تو کثیر عطا کرنے والا ہے۔ ہمیں ہدایت عطا فرما دے، تو ہی مواقع بہم پہنچانے والا ہے ہمیں نفع مند علم کے مواقع عطا فرما دے۔ تو اپنی حکمت کے تقاضوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مطابق تقسیم کرتا ہے،تو ہمارے حق میں اعمال صالحہ اور اپنی رضا کو رکھ دے۔آمین۔

﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ(9) ﴾

''اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ ہی لوگوں کو اس دن جمع کرنے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''(9)

سوال1: ﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ ''اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ ہی لوگوں کو اس دن جمع کرنے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ اے ہمارے رب! آپ لوگوں کو جزا کے دن جمع کرنے والے ہیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ آپ نے ہمیں اس کی خبر دی ہے اور آپ کی بات حق ہے اور اس میں جزا دینے کا وعدہ کیا ہے اور آپ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔(تفسیر مراغی:458/1) ﴿2﴾ ام ہانی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پہلے اور بعد میں آنے والوں کو قیامت کے دن ایک میدان میں جمع کرے گا۔(مسلم:327) ﴿3﴾ یہ ایمان عمل پر آمادہ کرتا ہے اور غلطیوں سے بچاتا ہے۔

سوال2: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس کے لیے ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا۔(تفسیر ابن ابی حاتم:602/2)

رکوع نمبر 10

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ(10) ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے اور وہی لوگ آگ کا ایندھن ہیں۔''(10)

سوال1: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ نے کفر یعنی انکار حق کے پیچھے کام کرنے والی نفسیات پر ایسے ضرب لگائی ہے کہ آج جو چیزیں تمہیں اہم دکھائی دیتی ہیں، کل حشر کے دن وہ تمہارے کام نہیں آئیں گی۔آج کی چیزوں کی اہمیت اس وقت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک ہے جب تک معاملہ انسان اورانسان کے درمیان ہے۔کل جب معاملہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہوجائے گا، جب غیب کا پردہ پھٹ جائے گا تو یہ چیزیں اتنی بے وقعت ہو جائیں گی جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔﴿2﴾﴿لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾''ان کے مال اوران کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے''جولوگ اللہ تعالیٰ،اس کے رسولوں ،کتابوں اورآخرت کا انکار کرتے ہیں اپنے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کے مستحق ہیں۔وہاں ان کے اعمال اوران کی اولادیں کام نہیں آئیں گی۔اللہ تعالیٰ کا یہ قانون امتوں میں بھی جاری رہا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان اوراعمال صالح کی قدر ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۖ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ﴾اورتمہارے مال اورتمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جوتمہیں ہمارے قرب میں نزدیک کردیں مگر جوایمان لایااورنیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناپران کی دوگنی جزا ہے اوروہ بلندوبالا عمارتوں میں پرامن ہوں گے۔(سبا:37)

سوال2:﴿وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ﴾''اوروہی لوگ آگ کا ایندھن ہیں''کون سی چیز انسان کودوزخ کا ایندھن بناتی ہے؟

جواب:حق کا انکار کرنااورکفر کرنا انسان کودوزخ کا ایندھن بناتا ہے۔

﴿كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ(11)﴾

''جیسے فرعون کی قوم کااوران سے پہلوں کا حال ہوا جنہوں نے ہماری آیات کوجھٹلایا تواللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑلیااوراللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''(11)

سوال1:﴿كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ﴾''جیسے فرعون کی قوم کا حال ہوااوران سے پہلوں کا حال ہوا جنہوں نے ہماری آیات کوجھٹلایا تواللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑلیا''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ﴾''جیسے فرعون کی قوم کا حال ہوا''آل فرعون اوران سے پہلے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو،اس کے طریق کارکونہیں مانا۔انہوں نے رسولوں کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا اوران سے دشمنی رکھی تواللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے بدلے میں پکڑلیا۔﴿2﴾﴿وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾''اوران سے پہلوں کا''پہلوں سے مراد پہلی امتیں ہیں مثلاً قوم نوح،قوم ہود،قوم شعیب وغیرہ۔﴿3﴾﴿كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا﴾''جنہوں نے ہماری آیات کوجھٹلایا''آیات کوجھٹلانے سے مراد آیات کا انکار کرنا،ان کوغلط ثابت کرنا،ان کواپنے لیے ضروری خیال نہ کرنا اور انہیں قابل عمل نہ سمجھنا ہے۔﴿4﴾﴿فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ﴾''تواللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑلیا''اللہ تعالیٰ نے ان کے کفراورآیات کوجھٹلانے کے سبب انہیں پکڑلیا تھا۔

سوال2:﴿وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾''اوراللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے''کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آل فرعون کے انجام سے اپنے ﴿شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ یعنی سخت عذاب والا ہونے کا شعور دلایا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (12)﴾

''آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے کفر کیا عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔'' (12)

سوال 1: ﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے کفر کیا'' کافروں سے یہاں کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: یہاں کافروں سے مراد یہود مدینہ بنو قینقاع ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 159)

سوال 2: ﴿سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿سَتُغْلَبُوْنَ﴾ ''عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے'' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کافروں سے کہہ دیں۔ کافروں کی مغلوبیت کی پیشین گوئی جلد پوری ہوگئی۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر جلاوطن کئے گئے اور بنو قریظہ قتل کئے گئے پھر خیبر فتح کر کے تمام یہودیوں پر جزیہ عائد کر دیا گیا۔ (فتح القدیر) ﴿2﴾ ﴿وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ﴾ ''اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی موت کے بعد تم جہنم میں اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ یہ تمہارے کفر، عناد اور حق کو پہچاننے کے بعد انکار کی بناء پر ہے۔ ﴿3﴾ ﴿وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' اپنی موت کے بعد حق کو پہچاننے کے بعد انکار کی بناء پر تم جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (ایسر التفاسیر: 160) ﴿4﴾ اس آیت میں مومنوں کی مدد اور فتح کی جانب اشارہ ہے اور کافروں کے لیے تنبیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودی اور عیسائی کافروں کے خلاف مومنوں کی مدد فرمائی۔ وہ قیامت تک مدد فرماتا رہے گا۔ اس میں عبرت ہے اور قرآن کی ایسی نشانی ہے جو آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر دنیا میں مغلوب ہونے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن جمع کر کے جہنم کی طرف ہانک دیے جائیں گے جو برا ٹھکانہ ہے اور ان کے بداعمال کا برا بدلہ ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی وعید کہ کافر مغلوب کیے جائیں گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے'' یہ الفاظ انسان کو اس کی سرکشی کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ کفر حق کو چھپانا بھی ہے اور سرکشی کا رویہ بھی، مغلوبیت کے ساتھ جہنم کی طرف اکٹھے کیے جانے کے الفاظ سے انسان سرکشی کی وجوہات پر غور و فکر کر کے سرکشی چھوڑنے کے لیے اندر سے مجبور ہو جاتا ہے۔ ﴿3﴾ ''بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' کے الفاظ تو مہر ثبت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر دیتے ہیں اور انسان اگر شعور سے کام لینے والا ہو تو کفر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔

﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (13) ﴾

''یقیناً تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے۔ ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا، وہ کھلی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت پہنچاتا ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے۔''(13)

سوال1: ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ﴾ ''یقیناً تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے'' دو گروہوں سے کون سے گروہ مراد ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ ﴾ ''یقیناً تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی'' یقیناً تمہارے لیے عظیم عبرت تھی۔ ﴿2﴾ ﴿ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ﴾ دو گروہوں میں جو ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے۔ یہ معاملہ غزوہ بدر میں ہوا تھا۔ ﴿3﴾ سیدنا مجاہد نے کہا: اس سے مراد محمد ﷺ اور ان کے اصحاب اور مشرکین قریش ہیں جو بدر کے دو گروہ ہیں۔

سوال2: ﴿ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ﴾ ''ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جن کی تعداد 313 تھی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑ رہے تھے۔ ﴿2﴾ ﴿ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں'' سعید بن جبیر اللہ عزوجل کے قول ﴿ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں: اس سے مراد ہے اللہ عزوجل کی اطاعت میں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 2/605) ﴿3﴾ ﴿ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ﴾ ''اور دوسرا گروہ کافر تھا'' اس سے مراد مشرکین قریش ہیں جن کی تعداد 1000 کے قریب تھی جو طاغوت کے راستے میں لڑ رہے تھے۔

سوال3: ﴿ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ﴾ ''وہ کھلی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ کھلی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے'' مومن اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کافر تعداد میں ان سے بہت زیادہ ہیں۔ یہ اضافہ تین گنا سے زیادہ تھا۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ ﴾ اور جب تم مقابل ہوئے، وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم دکھاتا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں بہت کم کرتا تھا۔ (الانفال: 44) یہ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد تھی کہ وہ ظاہری طور پر کھلی آنکھوں سے کفار کو دوگنا دیکھنے کے باوجود مشرکین کی تعداد کو کم محسوس کر رہے تھے۔اس وجہ سے بھی مسلمان حوصلے میں تھے۔﴿3﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر والے دن ہمیں مشرکین کی تعداد اس قدر کم معلوم ہوئی کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر ہوں گے اس نے کہا نہیں نہیں سو ہوں گے جب ان میں سے ایک شخص پکڑا گیا تو اس سے مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ مشرکین ہم سے دوگنے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:395/1)

سوال4: ﴿وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت پہنچاتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی مدد سے کیسے قوت پہنچائی؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد یہ تھی کہ کفار کو مومن اپنے سے دوگنا نظر آنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے کیا تاکہ کفار پر رعب طاری ہو جائے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرشتوں کے ذریعے بھی کی۔﴿3﴾ جب دونوں فوجیں ٹکرا گئیں تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی نظر میں مومنوں کو دوگنا کر کے دکھایا تاکہ ان پر رعب طاری ہو جائے اور وہ بری طرح شکست کھائیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کی تو انہوں نے کفار کو شکست دی،ان کے سرداروں کو قتل کیا اور بہت سے افراد کو قید کر لیا۔اس لیے کہ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور جو کفر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے چھوڑ دیتا ہے۔

سوال5: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے'' یعنی جن کی بصیرت اور عقل کامل ہے جس کی وجہ سے وہ دیکھ رہے ہیں کہ جس جماعت کی مدد کی گئی ہے وہی اہل حق ہیں اور دوسرے باطل ہیں۔ورنہ محض ظاہری اسباب،سامان اور تعداد پر نظر رکھنے والا یہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کا اتنی بڑی جماعت پر فتح پانا بالکل محال اور ناممکن ہے۔ان اسباب کے پیچھے ایک عظیم تر سبب بھی ہے جسے بصیرت،ایمان اور توکل علی اللہ کی نظر ہی دیکھ سکتی ہے اور وہ سبب ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں کو تقویت بخشنا اور اپنے کافر دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرنا۔(تفسیر منان:345/1)

سوال6: غزوۂ بدر سے کیا اسباق ملتے ہیں؟

جواب: غزوۂ بدر سے یہ سبق ملتا ہے کہ ﴿1﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قوت سے غافل ہوتے ہیں اور اپنے اسلحے اور افرادی قوت پر پھولے نہیں سماتے انہیں اللہ تعالیٰ کیسے شکست دلواتے ہیں۔وہ دیکھ لیں کہ چند مفلس مہاجرین اور مدینے کے کاشتکاروں کی چھوٹی سی جماعت سے قریش کے مضبوط قبیلے کو جو عرب کا سرتاج تھا اللہ تعالیٰ نے کیسے شکست دلوائی۔﴿2﴾ غزوۂ بدر سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کی قوت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔﴿3﴾ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اس جہان میں قوت والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔﴿4﴾ اس سے یہ سبق بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے فتح دے دے اور جسے چاہے شکست دے دے۔

سوال 7: غزوۂ بدر کے ذریعے مومنوں اور کافروں کا فرق کیسے واضح ہوا؟

جواب: دونوں میں اخلاقی اعتبار سے واضح فرق تھا۔ ﴿1﴾ کافروں کے لشکر میں شراب کے دور چل رہے تھے، ناچنے اور گانے والی لونڈیاں آئی ہوئی تھیں اور خوب دادعیش دی جارہی تھی۔ ﴿2﴾ مسلمانوں کے لشکر میں پرہیزگاری، خداخوفی اور انتہا درجے کا نظم وضبط ان کی نمازوں کے ذریعے پتہ چل رہا تھا۔ بات بات پر اپنی قوت کا نہیں اللہ تعالیٰ کا نام تھا اور اسی کے آگے دعائیں اور التجائیں تھیں۔ ﴿3﴾ کامل عقل والے مومنوں اور کافروں کا فرق بھی دیکھ رہے تھے اور یہ بھی کہ جن لوگوں کی مدد کی گئی ہے وہ حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر ہیں۔ ظاہری معاملات کو دیکھنے والا یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ چھوٹی جماعت اتنی بڑی جماعت پر غالب نہیں آسکتی۔ اہل بصیرت ایمان اور توکل علی اللہ کی وجہ سے بصارت سے نظر نہ آنے والے اسباب کے پیچھے عظیم سبب دیکھتے ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے خلاف اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (14)﴾

''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنادی گئی، جو عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔''(14)

سوال 1: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ﴾ ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنادی گئی'' اس سے کیا واضح کیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس نے لوگوں کے لیے دنیا کی مرغوب چیزوں کی محبت مزین کردی ہے۔ ان میں سے کچھ چیزوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ باقی چیزیں ان کے بعد آتی ہیں۔ اس آیت کے ذریعے خواہشات اور مرغوبات کے مزاج اور ان کی حقیقت کو سمجھا دیا گیا ہے۔ ﴿2﴾ خواہشات اور مرغوبات مستحب ہیں۔ ﴿3﴾ خواہشات اور مرغوبات مکروہ اور غلیظ نہیں ہیں۔ ﴿4﴾ انسان اپنی شہوتوں سے اندھی محبت کرتا ہے لیکن جب وہ حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہیں تو ان کا غلام جانوروں سے قریب ہوجاتا ہے۔ ﴿5﴾ یہ آیت خواہشات اور مرغوبات کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم کرتی ہے۔ ﴿6﴾ مرغوبات میں دلوں کو مائل کرنے کی صفت پائی جاتی ہے۔ اس لیے دل ان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کی دو قسمیں ہوجاتی ہیں ایک طرف وہ لوگ ہیں جو مادی اشیاء کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ ان کی فکر، ان کے خیالات، ان کے اعمال، ان ہی مرغوبات کے لیے ہوکر رہ گئے ہیں۔ وہ اپنا مقصد زندگی بھول گئے ہیں۔ دنیا سے ان کا تعلق جانوروں کا سا ہے۔ وہ مرغوبات سے لذت لیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ انہوں نے انہیں کیسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا عذاب کے مقام جہنم تک جانے کا سبب بن جاتی ہے، دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرغوبات کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اصل مقصد سمجھ لیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں تا کہ یہ دیکھا جائے کہ کون اپنی خواہشات اور لذتوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتا ہے۔انہوں نے دنیا کو آخرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا۔وہ دنیا سے اس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے مددگار ثابت ہو۔ان کے جسم،ان لذتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے میں مددگار رہوں۔ان کے جسم تو ان کے ساتھ ہوتے ہیں مگر دل ان سے دور ہوتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے۔﴿7﴾اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایک روحانی تعلق کے ذریعے سے انسان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ مرغوبات کا استعمال بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

سوال2:﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ﴾ لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنانے میں کیا حکمتیں ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی محبت طبعی طور پر انسان کے دل میں ڈال دی ہے،جس میں بے شمار حکمتیں ہیں:﴿1﴾اگر انسان طبعی طور پر ان چیزوں کی طرف مائل اور ان سے محبت کرنے والا نہ ہوتا تو دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہوجاتا،دنیا کی بقا کا انحصار اس پر تھا کہ لوگوں میں فطری طور پر ان چیزوں کی محبت پیدا کردی جائے تا کہ وہ ان چیزوں کے مہیا کرنے اور باقی رکھنے کی فکر میں پڑ جائیں۔﴿2﴾اگر خواہشات کی محبت ورغبت انسان کے دل میں نہ ہوتو اس کو آخرت کی نعمتوں کا ذائقہ ہی معلوم نہیں ہوگا نہ ہی ان میں رغبت ہوگی پھر نیک اعمال کی کوشش کر کے جنت حاصل کرنے کی اس کو کیا ضرورت ہوگی؟اور برے اعمال چھوڑ کر دوزخ سے بچنے کی کیا فکر ہوگی؟﴿3﴾خواہشات کی محبت اور رغبت فطری طور پر انسان کے دل میں پیدا کر کے انسان کا امتحان لینا مقصود ہے کہ کون ان چیزوں کی محبت میں مبتلا ہو کر آخرت کو بھلا بیٹھتا ہے اور کون ان کی اصل حقیقت اور ان کے فانی ہونے کا یقین کر کے اپنی ضرورت کے مطابق ان کی فکر کرتا ہے اور ان کو آخرت کے کام میں لگاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے خواہشات کی محبت کو آزمائش کے لیے مرغوب بنادیا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا:﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ یقیناً ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کی زینت بنایا ہے تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔(الکھف:7)

سوال3:﴿مِنَ النِّسَآءِ﴾ ''عورتیں'' خواہشات کی محبت میں عورتوں کو پہلے درجے پر کیوں رکھا گیا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے عورت میں مرد کے لیے رغبت رکھی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے عورت کے پاس ہی سکون رکھ دیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرسکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی،بلاشبہ اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔(الروم:21)﴿3﴾سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' مجھے عورتیں اور خوشبو بہت پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔'' (نسائی:3391)﴿4﴾سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فتنہ سے بڑھ کر نقصان دینے والا اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔(صحیح بخاری:5096)﴿5﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''دنیا سے بچ کر رہو اور عورتوں سے بھی محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے پیدا ہوا۔''(صحیح مسلم:6948)

سوال4:﴿وَالْبَنِيْنَ﴾''اور بیٹے''بیٹوں کی محبت کو انسان کے لیے کیوں خوش نما بنا دیا گیا؟

جواب: بیٹوں کی محبت کو انسان کے لیے اس لیے خوش نما بنا دیا گیا کہ بیٹوں کی محبت نسل کے تسلسل اور بقاء کے لیے ہوتی ہے۔﴿1﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ جان لو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد واقعتاً آزمائش ہیں۔(الانفال:28)﴿2﴾﴿اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔چنانچہ ان سے ہوشیار رہو۔(التغابن:14)

سوال5:﴿وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ﴾''اور سونا چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے''سونا چاندی کی محبت کو انسان کے لیے خوش نما بنا دیا گیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: سونا چاندی سے انسان محبت کرتے ہیں اسی لیے انہیں خزانوں کی صورت میں جمع کرتے ہیں۔﴿1﴾ سیدنا کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''دو بھوکے بھیڑیئے جن کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے وہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا دین کو مال اور عزت کی حرص برباد کرتی ہے۔''(جامع ترمذی:2376)﴿2﴾ سیدنا کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا،آپ ﷺ نے فرمایا:''ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔''(جامع ترمذی:2336)﴿3﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال،حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں:جو کھایا اور ختم کرلیا،جو پہنا اور پرانا کرلیا اور جو اس نے(اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیا اور(یہ اس نے آخرت کے لیے جمع کرلیا)اس کے علاوہ تو صرف جانے والا اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔''(صحیح مسلم:7422)﴿4﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کی محبت،لمبی زندگی اور مال کی کثرت پر جوان ہے۔''(جامع ترمذی:2338)

سوال6: انسان کی دلچسپیاں اور سرگرمیاں بیوی،بچوں اور مال وجائیداد کے گرد کیوں جمع ہوجاتی ہیں،وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ انسان کی دلچسپیاں اور سرگرمیاں بیوی بچوں اور مال وجائیداد کے گرد اس لیے جمع ہوجاتی ہیں کہ انسان کے لیے ان چیزوں کو مزین کیا گیا اور محبوب بنا دیا گیا ہے۔﴿2﴾ یہ انسان کا فطری میلان ہے،اس کی شخصیت میں یہ رغبت موجود ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 7: ﴿ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ ﴾ ''اورنشان زدہ گھوڑے'' ان کی محبت کوانسان کے لیے خوش نما بنادیا گیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''نشان زدہ گھوڑے'' قیمتی اور قابل قدر چیز سمجھے جاتے تھے۔مسند احمد کی حدیث میں ہے انسان کا بہترین مال زیادہ نسل والا گھوڑا ہے اور زیادہ پھل دار درخت کھجور ہے۔(تفسیر ابن کثیر:397/1) ﴿2﴾ مسند احمد میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں۔رحمٰن کا گھوڑا، انسان کا گھوڑا اور شیطان کا گھوڑا۔رحمٰن کا گھوڑا وہ ہے جو فی سبیل اللہ باندھا جائے۔اس کا گوبر، پیشاب اور لید سب کا اجر ہے۔شیطان کا گھوڑا جس کے ذریعے ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا ہے اور انسان کا گھوڑا جس پر لوگ سواری کرتے ہیں، جو اس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

سوال 8: ﴿ وَالْاَنْعَامِ ﴾ ''اور مویشی'' مویشی جانوروں کی محبت کوانسان کے لیے خوش نما بنادیا گیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: مویشی جانوروں پر عرب کی معیشت کا انحصار تھا ان کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے۔رب العزت نے اسی لیے بندوں پر اپنے انعام کا تذکرہ فرمایا ہے۔﴿ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ اور اس نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے اور بہت سے فوائد بھی اور ان ہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔اور ان میں تمہارے لیے جمال ہے جب شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہو اور جب صبح کے وقت تم انہیں چرانے لے جاتے ہو۔اور وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(النحل:5.7)

سوال 9: ﴿ وَالْحَرْثِ ﴾ ''اور کھیتی'' کی محبت کوانسان کے لیے کیوں خوش نما بنادیا گیا؟

جواب: کھیتوں کے ساتھ انسانی اور حیوانی زندگی کی بقا کا تعلق ہے۔ان کی ضرورت تمام ضروریات سے بڑھ کر ہے۔انسانوں اور حیوانوں کی خوراک ان ہی کھیتوں سے حاصل ہوتی ہے۔اس لیے ان کی محبت کو دلوں کے اندر بسادیا گیا۔

سوال 10: ﴿ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں'' یہ کہہ کر کس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ مرغوبات دنیا کی زندگی کے لیے ضروری سامان ہے۔﴿2﴾ یہ مرغوبات ہمیشہ کی اعلیٰ زندگی کا سامان نہیں ہیں۔﴿3﴾ ان مرغوبات سے زیادہ قیمتی، زیادہ بلند اور زیادہ پاکیزہ مقصد آخرت کی کامیابی ہے۔﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور اس کا بہترین فائدہ نیک بیوی ہے۔''(صحیح مسلم:3649) ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوکر بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کے پہلو مبارک پہ نشان پڑے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کے لیے بستر نہ بنادیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں (جو دوران سفر) کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرتا ہے اور آرام کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر (اپنی منزل کی طرف روانہ) ہوجاتا ہے۔''(جامع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترمذی:2377) ﴿6﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا ملعون ہے اور اس کی ہر چیز ملعون ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور عالم یا طالب علم'' (ملعون نہیں ہیں)۔(جامع ترمذی:2322) ﴿7﴾ دنیا ان کے لیے آخرت کے سفر کا زادراہ بن جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور دنیا کے دھوکے سے بچتے ہیں۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کو مرغوبات کی محبت سے روکنے کے لیے دارالقرار یعنی متقیوں کا انجام بیان کیا ہے۔

سوال11: دنیا میں انسان کی خواہشات کے ذریعے اس کا امتحان کیسے لیا جاتا ہے؟

جواب: دنیا امتحان کی جگہ ہے اور یہاں کی چیزوں میں انسان کے لیے کشش رکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ﴿1﴾ کون ہے جو ظاہر سے اوپر اٹھ کر آخرت کی ان دیکھی چیزوں کو اپنی توجہ کا مرکز بناتا ہے؟ ﴿2﴾ اور کون ہے جو ظاہری کشش سے متاثر ہو کر دنیا کی چیزوں میں کھو جاتا ہے؟

سوال12: دنیا کی چیزوں کی اہمیت کا احساس انسان کو آخرت سے کیسے غافل کر دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں انسان اپنے اور اپنے بچوں کے مستقبل کی تعمیر میں اتنا مشغول ہو جاتا ہے کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ دنیا سے آگے بھی کوئی مستقبل ہے جس کی تعمیر کی اسے فکر کرنی چاہئے۔ ﴿2﴾ دنیا میں انسان کو اپنا گھر آباد کرنا اتنا محبوب ہو جاتا ہے کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ اس کے سوا بھی کوئی گھر ہے جسے آباد کرنے کے لیے مجھے مصروف ہونا چاہئے۔ ﴿3﴾ دنیا میں دولت سمیٹنا اور جائیدادیں بنانا انسان کو اتنا قیمتی لگتا ہے کہ وہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ اس کے سوا بھی کوئی دولت ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے اسے اپنے آپ کو وقف کرنا چاہئے۔

سوال13: خواہشات کی محبت کے بارے میں اسلام نے کیا راہ نمائی کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایسی حدود کے اندر رہ کر خواہشات پوری کی جائیں جن سے نفس کی تعمیر ہو۔ ﴿2﴾ خواہشات کی محبت کی وجہ سے زندگی کی نشوونما ہو۔ ﴿3﴾ انسان خواہشات کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے۔ ﴿4﴾ خواہشات کی محبت میں بھی انسان کا مقصد آخرت کے گھر کا حصول ہو۔ ﴿5﴾ انسان خواہشات کی محبت میں غرق ہو کر نہ رہ جائے۔ ﴿6﴾ اسلام نے شہوت ولذت اور اخلاقی بلندی و پاکیزگی میں توازن پیدا کیا ہے اور حد اعتدال میں اجازت دی ہے۔ ﴿7﴾ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت خیال کرتے ہوئے ذریعہ آخرت بنایا جائے اور شریعت کی حدود میں رہ کر ان سے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ مذموم اور مبغوض نہیں بلکہ پسندیدہ ہیں۔ اصل چیز نیت اور عمل ہیں۔

سوال14: ﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے'' دنیا اور اس میں جو کچھ ہے، پانی کی طرح ہے۔ اس میں انسان کا دل ایک کشتی کی طرح ہے۔ پانی جب تک کشتی کے نیچے اور اردگرد رہے تو کشتی کے لئے مفید اور اس کے مقصد وجود کو پورا کرنے والا ہے۔ اگر پانی کشتی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اندر داخل ہو جائے تو یہی کشتی کے غرق ہونے اور تباہی کا سامان ہو جاتا ہے۔ دنیا کا مال ومتاع جب تک انسان کے دل پر غالب نہ ہو اس کے لئے دین و دنیا میں مدگار ہے اور جس وقت اس کے دل پر چھا جائے تو دل کی بربادی ہے۔ ﴿2﴾ دنیا میں جو کچھ ہے قلیل ہے، زائل ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باقی رہنے والی نعمتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے'' یعنی لوٹ کر جانے کی بہترین جگہ ہے۔ اس لیے دنیا سے وہ طلب نہ کرو جو ﴿حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''اچھا ٹھکانہ'' کو حرام کر دے۔ یا اللہ ایسے حُسْنُ الْمَاٰبِ کو ہمارے لیے حرام نہ کر دینا۔ (ترمذی:2322)

﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ (15)﴾

''آپ کہہ دیں کیا میں تمہیں ان سب سے بہتر نہ بتاؤں؟ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (15)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: مسند احمد میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ جب کہ تو نے اسے زینت دے دی تو اس کے بعد کیا؟ اس پر اس کے بعد والی آیت اتری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں اس سے بہترین چیزیں بتاتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر:397/1)

سوال 2: ﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا میں تمہیں ان سب سے بہتر نہ بتاؤں؟ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ﴾ جو ان تمام چیزوں سے عورتوں، بیٹوں، مال اور جائیداد وغیرہ سے زیادہ بہتر ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ ''پرہیزگاروں کے لیے'' جو اپنے رب سے ڈر گئے اور جنہوں نے شرک کو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کو چھوڑ دیا۔ ﴿3﴾ ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' ان کے محلات اور درختوں کے نیچے سے نہریں بہیں گی۔ دودھ، شہد، شراب اور شفاف پانی کی نہریں۔ ﴿4﴾ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی وہ اس میں رہیں گے تو اس کے بعد کبھی وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے متقیوں کا انجام بیان فرمایا ہے کہ ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے آخرت کی نعمتیں دنیا کی مرغوبات سے بہتر ہیں۔وہاں کے باغات میں خوب صورت محلات،پھلوں سے لدے ہوئے درخت،ان کے نیچے سے بہتی نہریں،پاک بیویاں اور ہمیشہ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا جس سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہیں۔ان دونوں جہانوں کا موازنہ کر کے انتخاب کرلیں۔

سوال3: تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے تمام خواہشات کی محبت سے افضل کیوں قرار دیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے روکے سے رک جانا تقویٰ ہے۔﴿2﴾ تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف،اس کا ڈر ہے جو روحانی اور مادی دنیا کی اصلاح کرتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ خواہشات میں غرق ہونے سے بچاتا ہے۔﴿4﴾ تقویٰ دنیا کی خواہشات کے مقابلے میں آخرت کی خواہشات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھنے کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے زیادہ محبوب ہوجاتی ہے۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دنیا اور آخرت کی خواہشات کے مقابلے میں سب سے بھاری،سب سے بڑی نعمت ہے۔

سوال4: جو شخص ہمیشہ کی زندگی کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے اس کی زندگی کیسی ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ جو شخص ہمیشہ کی زندگی کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے دنیا کی رونقیں اس کی نظر میں حقیر ہوجائیں گی۔﴿2﴾ اس کا دل اس یقین سے بھر جائے گا کہ آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔﴿3﴾ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرے گا۔﴿4﴾ ایسا شخص آخرت کے لیے زیادہ حریص بن جائے گا۔﴿5﴾ ایسا شخص معاملات میں اپنی خواہشات کے پیچھے نہیں بھاگے گا۔﴿6﴾ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے عدل کو سامنے رکھ کر اپنا رویہ متعین کرے گا۔﴿7﴾ ایسے شخص کے قول اور عمل میں فرق نہیں ہوگا۔﴿8﴾ ایسے شخص کا مال اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہوجائے گا۔﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنی بھی مشکلات آئیں ایسا شخص پوری استقامت کے ساتھ اس راستے پر قائم رہے گا۔﴿10﴾ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے پگھلے گا۔﴿11﴾ اس کی تنہائیاں رب کی محبت میں بسر ہوں گی۔﴿12﴾ اس کے پاس اس کے سوا کہنے کے لیے کچھ نہیں ہوگا کہ اے میرے اللہ! مجھے معاف کردے۔

سوال5: ﴿وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور نہایت پاک صاف بیویاں ہیں'' جو حیض،منی،بول اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی عیب اور نجاست سے پاک ہوں گی۔﴿2﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے'' اللہ عزوجل کی رضا ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے۔(التوبہ:72)﴿3﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے پوچھے گا کہ کیا تم لوگ خوش ہوگئے؟ تو اہل جنت کہیں گے: ہم کیوں نہ خوش ہوتے؟ تو نے تو ہمیں وہ کچھ دیا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوکسی کوبھی نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہیں اس سے بھی افضل چیز دیتا ہوں۔ میں تمہیں اپنی رضامندی دیتا ہوں ایسی رضامندی جس کے بعد تم پر کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح مسلم:7140)

سوال 6: ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے اور ان کی اچھی بری صفات کی خبر رکھتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے کہ کون نعمتوں کو پا کر اطاعت کا رویہ اختیار کرتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے؟ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ بصیر ہے اس لیے وہ اپنے بندوں کو ان کے حق کے مطابق اجر دے گا۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (16)﴾

''وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔'' (16)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا﴾ ''جو لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جو لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے'' ایمان دل میں راسخ یقین کو کہتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم دل میں راسخ یقین کے ساتھ اس پر ایمان لائے جو آپ نے اپنے رسولوں پر نازل کیا ہے۔ ﴿3﴾ ایمان عقل پر نگہبان اور بدنی اعمال پر غالب رہتا ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نہیں پھرتا الا یہ کہ نادانی یا بھول چوک ہو جائے۔ ﴿4﴾ ایمان کی وجہ سے توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ﴾ اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف انہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں۔ (النساء:17) ﴿وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔ (طٰہٰ:82)

سوال 2: اس آیت میں متقیوں کی کن خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔؟

جواب: اس آیت میں جنت الفردوس کے وارث ہونے والے متقیوں کی صفت ایمان، خشیت اور ان کی دعا کا ذکر کیا گیا۔

سوال 3: ﴿فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے'' ایمان لانے کے بعد انسانوں کو گناہوں کی بخشش کی فکر کیوں لاحق ہو جاتی ہے؟

جواب: ''سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے'' ایمان لانے کے بعد ہی انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال صالحہ کی جزا اور گناہوں کی سزا ملے گی۔ اس لیے اسے گناہوں کی بخشش کی فکر لاحق ہو جاتی ہے تا کہ وہ آگ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عذاب سے بچ سکے۔

سوال4: ﴿اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے'' متقی اللہ تعالیٰ سے کیسے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا﴾ ''وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے'' متقی سب سے پہلے اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور قبولیت کی گھڑیوں میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم آپ پر، آپ کی کتاب پر، آپ کے نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان کی بنیاد پر مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا﴾ ''سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دیں'' متقی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے ایمان کی بدولت ہمارے گناہ معاف فرمادیجئے۔ اپنی رحمت سے ہماری خطائیں معاف فرمادیجئے۔ ﴿3﴾ ﴿وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔ متقیوں کی دعا یہ ہوتی ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں گناہوں کے برے نتائج یعنی جہنم کی آگ سے بچالیجئے۔ ﴿4﴾ اس آیت سے رات کے آخری حصے میں استغفار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: رات کے آخری حصے میں برکت اور بلندی والا معبود پہلے آسمان پر اتر کر اعلان فرماتا ہے کہ ہے کوئی سائل کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟ (سنن ترمذی)

﴿اَلصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ (17)﴾

''وہ صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرماں برداری کرنے والے اور خرچ کرنے والے اور سحری کے اوقات میں بخشش مانگنے والے ہیں۔'' (17)

سوال1: ﴿اَلصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ ''وہ صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرماں برداری کرنے والے اور خرچ کرنے والے اور سحری کے اوقات میں بخشش مانگنے والے ہیں'' اس آیت میں تقویٰ والوں کی کن صفات کمال کا تذکرہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں متقیوں کی جن صفات کمال کا تذکرہ ہے وہ صبر، صداقت، قنوت، انفاق اور سحری کے وقت استغفار ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿اَلصّٰبِرِیْنَ﴾ ''صبر کرنے والے'' جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں پر کاربند رکھتے ہیں، اس کی ناراضگی کے کاموں یعنی گناہوں سے بچنے کے لیے استقامت اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق پیش آنے والے مصائب اور مشکلات پر صبر کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ ﴿وَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ جو اپنے ایمان، اقوال اور حالات میں سچے ہیں۔ ﴿4﴾ ﴿وَ الْقٰنِتِیْنَ﴾ ''اور فرماں برداری کرنے والے'' قتادہ اور ربیع بن انس نے کہا: ''جو دل کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔'' (ابن ابی حاتم) ﴿5﴾ ﴿وَ الْمُنْفِقِیْنَ﴾ ''اور خرچ کرنے والے'' جو اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ ضرورت مندوں کو بھی دیتے ہیں اور دین کی حفاظت کے کاموں میں بھی خرچ کرتے ہیں۔﴿6﴾ ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ ''اور سحری کے اوقات میں بخشش مانگنے والے ہیں'' اس سے مراد رات کے آخری حصے میں تہجد ادا کرنا اور کثرت سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا ہے۔

سوال2: صبر انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: صبر سے انسان کے اندر تین بنیادی خصوصیات پیدا ہوتی ہیں:﴿1﴾ ثابت قدمی۔﴿2﴾ مشکلات میں بھی اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنا۔﴿3﴾ انسان کا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جانا کہ یہ میرے بارے میں میرے رب کا فیصلہ ہے۔

سوال3: صدق (سچائی) سے انسان کی زندگی میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: صدق انسان کو نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت تک لے جاتی ہے۔

سوال4: قنوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: (i) اطاعت پر ہمیشگی اختیار کرنا۔(ii) اللہ تعالیٰ کے لیے خشوع وخضوع کے ساتھ دل کو جھکائے رکھنا۔(iii) قنوت عبادت کی روح اور خلاصہ ہے۔(iv) قنوت کے بغیر عبادت بے روح اور بے ثمر درخت ہے۔

سوال5: انفاق سے کیا مراد ہے؟

جواب: انفاق سے مراد اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا ہے خواہ وہ واجب نفقہ ہو یا مستحب۔ انفاق نیکی کے تمام کاموں میں ہوتا ہے جس پر شارع نے رغبت دلائی ہو۔

سوال6: انفاق فی سبیل اللہ کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انفاق فی سبیل اللہ سے انسان کو بخل سے نجات ملتی ہے۔﴿2﴾ انفاق سے مومن عملاً انسانی اخوت کو ذاتی خواہشات اور لذّات پر ترجیح دیتا ہے۔﴿3﴾ انفاق کی وجہ سے مومن دولت کے ہاتھوں رسوا نہیں ہوتا۔﴿4﴾ انفاق سے مومن social security کا ایسا ماحول پیدا کرتا ہے جو سب انسانوں کے لیے خوش گوار ہوتا ہے۔﴿5﴾ انفاق فی سبیل اللہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے۔

سوال7: رات کے پچھلے پہر میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کون کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس کے لیے آخرت کی کامیابی سب سے بڑا کام بن جائے۔﴿2﴾ جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول سب سے بڑا مشن بن جائے۔﴿3﴾ جو اپنے آپ کو معمولی اور گناہ گار سمجھتا ہے اس لیے رب سے مغفرت کی درخواست کرتا ہے اور ایسا وقت منتخب کرتا ہے جب دعائیں قبول ہوتی ہیں۔﴿4﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اول رات، درمیانی اور آخری رات میں وتر پڑھے ہیں سب سے آخری وقت رسول اللہ ﷺ کے وتر پڑھنے کا سحری تک تھا۔﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو تہجد پڑھتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہتے اوراپنے غلام سیدنا نافع سے پوچھتے کیاسحر ہوگئی ؟جب وہ کہتے :ہاں تو آپ رضی اللہ عنہ صبح صادق کے نکلنے تک دعاو استغفار میں مشغول رہتے۔﴿6﴾سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:سحری کے وقت میں نے سنا کہ کوئی شخص مسجد کے کسی گوشہ میں کہہ رہا ہے،اے اللہ تو نے مجھے حکم کیامیں بجالایا،یہ سحر کا وقت ہے مجھے بخشش دے،میں نے دیکھا تو وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔﴿7﴾سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں حکم کیا جاتا تھا کہ ہم جب تہجد کی نماز پڑھیں،تو سحری کے آخری وقت ستر مرتبہ استغفار کریں،اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کریں۔(تفسیر ابن کثیر:398/1)

سوال8: رات کی آخری گھڑیوں میں استغفار کرنا انسان کے لیے کیسے بہت مفید ہوجاتا ہے؟

جواب: رات کی آخری گھڑیوں میں استغفار کرنا انسان کے لیے اس اعتبار سے بہت مفید ہوجاتا ہے کہ ﴿1﴾یہ وقت پرسکون ہوتا ہے۔ ﴿2﴾اچھے خیالات کا انسان کے دل وذہن پر القاء ہوتا ہے۔﴿3﴾اس میں انسانی نفس کے تصورات جاگ جاتے ہیں۔﴿4﴾ایسے وقت میں انسان کی روح اور کائنات کی روح رب کائنات کے سامنے ایک ہوجاتی ہے۔﴿5﴾ایسے وقت میں استغفار انتہائی عمدہ روحانی اثرات پیدا کرتی ہے۔

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (18)﴾

''اللہ تعالیٰ نے اور فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔''(18)

سوال1: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ﴾''اللہ تعالیٰ نے اور فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنے معبود برحق ہونے کی شہادت کیسے دی ہے؟

جواب: ﴿1﴾اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا پختہ ترین ثبوت پیش کیا ہے وہ ہے اللہ عزوجل کی اپنی گواہی اور اس کی مخلوق میں سے معزز ترین افراد یعنی فرشتوں اور علماء کی گواہی۔(تفسیر سعدی:348/1)﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا اور جو کچھ وحی کے ذریعے سے بیان کیا اس کے ذریعے اس نے اپنی وحدانیت کی شہادت دی ہے۔(فتح القدیر)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے کہ اس نے توحید پر قطعی دلائل قائم فرمائے ہیں۔اس عظیم اصول پر آفاق وانفس کے دلائل قائم ہیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کا جو بندہ بھی توحید کا علم لے کر اٹھا ہے اس نے ہمیشہ توحید کا انکار کرنے والوں اور مشرکوں کے خلاف اس کی مدد کی ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جو بھی نعمت حاصل ہے وہ اسی کی طرف سے ہے ۔اس کے سوا کوئی مشکلات کو دور نہیں کرسکتا۔﴿6﴾مخلوق کے تمام افراد عاجز ہیں جو نہ اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان سے بچا سکتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں اور نہ کسی اور کے نفع ونقصان پر اختیار رکھتے ہیں۔﴿7﴾ یہ زبردست دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا واجب ہے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا باطل ہے۔(تفسیر سعدی:348/1)﴿8﴾﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾ ''اور فرشتوں اور اہل علم نے'' فرشتے اور اہل علم بھی توحید کی گواہی دیتے ہیں۔فرشتوں کی گواہی کا علم ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے بتانے سے ہوا ہے۔﴿9﴾﴿وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾ اور اہل علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو کتاب اور سنت کا علم رکھتے ہیں۔(فتح القدیر)﴿10﴾ اہل علم کی گواہی اس لیے معتبر ہے کہ تمام دینی معاملات میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔خاص طور پر توحید کے معاملے میں۔﴿11﴾ علماء کا توحید پر اتفاق ہے۔ انہوں نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی ہے اور توحید تک پہنچنے کے راستے بتائے ہیں۔(تفسیر سعدی:349/1)﴿12﴾ اہل علم اپنے علم کی وجہ سے باقی ساری کائنات کے مقابلے میں اہم حیثیت رکھتے ہیں۔﴿13﴾ عقیدہ توحید پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے جو ساری حقیقتوں کا براہ راست علم رکھتا ہے۔معتبر فرشتوں کی گواہی ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلتا۔مخلوقات میں سے جن کے پاس علم ہے ان کی گواہی ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کی تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔﴿14﴾ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو منتخب کر کے اس عظیم معاملے میں شہادت دینے کے لیے مقرر کیا۔﴿15﴾﴿قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ﴾ ''اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے افعال اور بندوں کے معاملات کے فیصلے کرنے میں ازل سے انصاف کے ساتھ متصف ہے۔امر ونہی میں بھی اس کا راستہ صراط مستقیم ہے،خلق وتقدیر میں بھی۔(تفسیر سعدی:349/1)﴿16﴾ اللہ تعالیٰ،اس کے معزز فرشتوں،اہل علم،اور انبیاء کی گواہیوں کی وجہ سے مخلوق پر واجب ہے کہ وہ اتنی عظیم گواہیوں والے حکم کو تسلیم کریں اور اس پر عمل کریں۔﴿17﴾ توحید پر عظیم گواہیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ شرف والا کام توحید کا علم حاصل کرنا ہے۔

سوال2: امت مسلمہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے شہادت کے مقام پر فائز کیا ہے،قرآن حکیم سے مثال دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔(البقرہ:143)

سوال3: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں،سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس کے سوا کوئی رب نہیں،اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴿2﴾﴿هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے ملک اور اپنی خلق میں غلبہ رکھنے والا العزیز ہے اور اپنے تصرف میں الحکیم ہے،وہ کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر نہیں رکھتا۔مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ عرفات میں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی تو اس کے بعد فرمایا:﴿وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ يَا رَبِّ﴾ یعنی اے پروردگار!اور میں بھی اس پر شاہد ہوں۔(ابن کثیر)

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ(19)﴾

''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا۔ مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔''(19)

سوال1: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ ''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے'' دین کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دین سے مراد ایسا نظام زندگی یا ضابطہ حیات ہے جسے انسان اس دنیا کے لیے یا دنیا و آخرت دونوں کے لیے بہتر سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔(تیسیر القرآن:252/1) ﴿2﴾ اسلام کا مطلب سر تسلیم خم کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اطاعت پر جس کی دعوت اس کے رسولوں نے دی، جس کی ترغیب اس کی کتابوں نے دی۔ اس کے سوا کوئی دین قبول نہیں۔ ﴿3﴾ اسلام میں یہ بھی شامل ہے کہ محبت، خوف، امید، انابت اور دعا خالصتاً اس کے لیے ہو اور اس مقصد کے لیے اس کے رسول ﷺ کی پیروی کی جائے۔ یہی تمام رسولوں کا دین ہے جو ان کی پیروی کرے گا وہ ان کے راستے پر ہوگا۔(تفسیر منان:351) ﴿4﴾ ہر نبی کے زمانے میں ان کا لایا ہوا دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول تھا۔ سب سے آخر میں نبی ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام کہلایا جو قیامت تک باقی رہے گا۔ ﴿5﴾ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔(آل عمران:85) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے، (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔''(صحیح مسلم:386) ﴿7﴾ اہل کتاب اور مشرکین عرب کو آپ ﷺ نے دعوت دی۔ آپ ﷺ نے اس آیت کے مطابق عرب و عجم کے تمام ملوک و امرا کو دعوتی خطوط لکھے۔

سوال2: ﴿وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ ''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے'' اہل کتاب نے علم آجانے کے بعد کیوں اختلاف کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اہل کتاب کو ان کی کتابیں متحد ہو کر دین پر عمل کرنے کا حکم دیتی تھیں۔ لیکن انہوں نے علم آجانے کے بعد ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے باہم اختلاف کیا۔ ﴿2﴾ لوگوں کے باہمی اختلاف سے مراد ایک ہی دین کے ماننے والوں کے درمیان اختلاف ہے مثلاً یہودیوں کے اختلافات، عیسائیوں کی فرقہ بندیاں۔ ﴿3﴾ اختلافات کی بنیاد دلائل نہیں بلکہ حسد اور بغض تھا۔ ﴿4﴾ ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ ''آپس میں ضد کی وجہ سے'' اس سے مراد ظلم اور حسد ہے۔ ﴿5﴾ اختلاف کی وجہ ضد ہے اور حسد اور تکبر کی نفسیات اسلام کی سچائی کا اعتراف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کرنے دیتی۔﴿6﴾اختلاف کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حق واضح نہیں۔حق واضح ہوتا ہے لیکن اس کا اعتراف نہیں کرتے۔

سوال3:﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہاں آیات سے مراد وہ آیات ہیں جو اسلام کے سچے دین ہونے پر گواہ ہیں۔﴿2﴾مسند احمد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی ﷺ کے لئے وضو کا پانی رکھا کرتا تھا اور جوتیاں لا کر رکھ دیتا تھا وہ بیمار پڑ گیا۔نبی ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔اس وقت اس کا باپ بھی اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا:اے فلاں لا الہ الا اللہ کہہ۔اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور باپ کو خاموش دیکھ کو خود بھی چپ ہو گیا،آپ ﷺ نے دوبارہ یہی فرمایا۔اس نے پھر اپنے باپ کی طرف دیکھا تو باپ نے کہا:ابوالقاسم ﷺ کی مان لے تو اس بچے نے کہا:اشهد ان لا اله الا الله وانک رسول الله ۔نبی ﷺ وہاں سے یہ فرماتے ہوئے اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچا لیا۔(تفسیر ابن کثیر:400,401/1)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے سریع الحساب ہونے کا علم اس لئے دلایا ہے کہ لوگ باہمی اختلافات چھوڑ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا حساب دینا ہے۔

﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ(20)﴾

''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دو کہ میں نے اور جنہوں نے میری پیروی کی اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور آپ ان لوگوں سے جو کتاب دیے گئے اور ان پڑھوں سے کہہ دیں:'' کیا تم تابع ہو گئے''؟ پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقیناً ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔''(20)

سوال1:﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾ ''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دو کہ میں نے اور جنہوں نے میری پیروی کی اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا''اس بات سے کیا توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ﴾ ''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں''یعنی باطل دلیلوں سے آپ کے ساتھ جھگڑیں۔﴿2﴾**﴿فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ﴾**''تو آپ کہہ دو کہ میں نے اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا''اس سے مراد ہے کہ میں نے اپنے تمام قلبی اور بدنی اعمال اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے خالص کر لیے ہیں۔جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:﴿اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یک سو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(الانعام:79)﴿3﴾**﴿وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾**اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے یعنی جنہوں نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنے تمام اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرلیا۔ ﴿4﴾ میں نے اور میرے پیروکاروں نے اپنے مالک کے سامنے سر جھکا دیے ہیں اور ہم نے اسلام کے سوا سارے مذاہب کو چھوڑ دیا۔

سوال 2: ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ ''اور آپ ان لوگوں سے جو کتاب دیے گئے اور ان پڑھوں سے کہہ دیں: ''کیا تم تابع ہو گئے''؟ پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقیناً ہدایت پا گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب اور امیوں سے کہہ دو۔ ﴿2﴾ ﴿اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ ﴿3﴾ امیوں سے مراد مشرکین عرب ہیں کیونکہ ان میں پڑھے لکھے لوگ قلیل تھے۔ ﴿4﴾ ﴿ءَاَسْلَمْتُمْ﴾ ''کیا تم تابع ہو گئے؟'' کیا تم اسلام لے آئے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کو مان لیا ہے؟ ﴿5﴾ ﴿فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ ''پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقیناً ہدایت پا گئے'' اگر وہ آپ کی دعوت قبول کرلیں تو وہ ہدایت کے راستے پر آ جائیں گے۔ ﴿6﴾ جس طرح تم ہدایت کے راستے پر ہو ایسے ہی وہ بھی تمہارے بھائی بن جائیں گے، ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو تمہیں حاصل ہیں اور ان کے وہی فرائض ہوں گے جو تمہارے ہیں۔ ﴿7﴾ انسان کو ہدایت اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے، اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے سے ملتی ہے۔ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے سے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنے سے انسان کو ہدایت ملتی ہے۔

سوال 3: ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ﴾ ''اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگر انہوں نے حق سے منہ موڑ لیا اور اس کو پہچاننے کے بعد اس سے اعراض کیا تو ان کا معاملہ آپ کو نقصان نہیں دے گا جب کہ آپ نے انہیں حق پہنچا دیا۔ ﴿2﴾ اگر کوئی ہدایت کے راستے پر آنے سے منہ پھیر لے تو دعوت دینے والا یقین رکھے کہ اس کا کام محض پہنچا دینا ہے۔ ﴿3﴾ ہر ایک نے حساب اپنے رب کو دینا ہے۔

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال دیکھنے والا ہے اور ان کی نیتوں کو جاننے والا ہے۔

رکوع نمبر 11

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (21)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں تو آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔''(21)

سوال1: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ یَقۡتُلُوۡنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ۙ وَّ یَقۡتُلُوۡنَ الَّذِیۡنَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡقِسۡطِ مِنَ النَّاسِ ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں کفر کرنے والوں سے مراد یہودی ہیں جو بڑے بڑے جرائم کے مرتکب ہوئے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا جو حق کا ثبوت پیش کرتی ہیں اور حق کا انکار کرنے والا ہی کفر میں مبتلا ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ وَ یَقۡتُلُوۡنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ﴾ ''اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کرتے تھے جن کا حق اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا ہے۔انبیاء پر ایمان لانا،ان کی عزت کرنا،ان کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿ وَّ یَقۡتُلُوۡنَ الَّذِیۡنَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡقِسۡطِ مِنَ النَّاسِ ﴾ ''اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں'' وہ ان لوگوں کو بھی قتل کرتے تھے جو انصاف کا حکم دیتے تھے یعنی جو احسان اور خیر خواہی سے اچھی بات بتاتے اور بری بات سے روکتے انہیں وہ شہید کر دیتے۔اپنے ان جرائم کی وجہ سے وہ دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

سوال2: پیغمبروں کو کیوں ناحق قتل کیا جاتا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ پیغمبروں کو اس لیے ناحق قتل کیا جاتا تھا کہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دیتے تھے۔جن لوگوں پر یہ دعوت ناگوار ہوتی تھی وہ اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے،وہ دعوت دینے والے پیغمبر سے جان چھڑانا چاہتے تھے تاکہ کوئی ان کے معاملات پر تنقید نہ کرے،کوئی انہیں اپنی زندگی کی تبدیلی کی طرف توجہ نہ دلائے۔اس وجہ سے پیغمبر کی طرف سے مسلسل دعوت یہودیوں کے اندر دشمنی کی آگ بھڑکاتی تھی حتیٰ کہ وہ وقت آجاتا تھا جب لوگ غرور اور تکبر کی وجہ سے پیغمبر کو قتل کر دیتے تھے۔نبی ﷺ نے فرمایا:''غرور حق کو نہ ماننا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔'' ﴿2﴾ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ قیامت کے دن کس شخص کی سزا سب سے زیادہ سخت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اس شخص کی سزا سب سے سخت ہوگی جس نے کسی نبی کو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے شخص کو قتل کیا ہوگا۔پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا:عبیدہ!ابو بنی اسرائیل نے نئے دن کے اول حصے میں اچانک حملہ کر کے تنتالیس(43) انبیاء کو بیک وقت قتل کر دیا تھا پھر بنی اسرائیل میں سے ایک سو بارہ عابد وزاہد میدان میں آگئے اور انہوں نے ان قاتلین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ شروع کر دی۔شام ہوتے ہوتے یہ تمام لوگ موت کی گھاٹ اتار دیئے گئے یہ سب کچھ ایک دن میں ہو گیا۔(فتح القدیر:417/1)

سوال3: یہود نے انصاف کا حکم دینے والوں کو کیوں قتل کیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ یہود نے انصاف کا حکم دینے والوں کو اس لیے قتل کیا کہ وہ بھلائی کی طرف رغبت دلاتے تھے اور برائی سے نفرت دلاتے تھے اور انہیں حق ناگوار تھا۔ ﴿2﴾ یہود کو اصلاح کی کوششیں کرنے والے ناپسند تھے اس لیے انہوں نے اصلاح کرنے والوں کو قتل کیا۔ ﴿3﴾ یہودی غرور و تکبر میں مبتلا تھے انہیں سچی باتیں اور عدل و انصاف کی ترغیب ناگوار تھی اس لیے انہوں نے انبیاء اور انصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کیا۔

سوال 4: ﴿فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ''تو آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو'' یہودیوں کو عذاب الیم کی بشارت کیوں دی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، انبیاء کو قتل کیا، حق سے منہ پھیرا، غرور اور تکبر میں مبتلا ہوئے، لوگوں پر اپنی بڑائی جتانے لگے اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرنے لگے جو انہیں انصاف کا حکم دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آخرت کی رسوائی کے لیے ذلیل کرنے والے عذاب تیار کر دیے جس کی تکلیف بدنوں، دلوں اور روحوں کے لیے ہے جس کی شدت اور دکھ کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس قوم پر زیادہ ہوگی جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ یہ معاملہ کیا اور آپ ﷺ اس وقت اپنے دانت کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی پر بھی اللہ تعالیٰ کا غصہ زیادہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کا رسول، اللہ رب العزت کے راستہ میں قتل کرے۔ (صحیح مسلم: 4648)

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ (22)﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں۔'' (22)

سوال 1: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے'' یعنی ان کے برے اعمال کی وجہ سے ان کی نیکیاں ضائع ہو گئیں۔ ﴿2﴾ حبوط کے لغوی معانی کسی جانور کا زہریلی گھاس کھا کر پھول جانا ہیں۔ اس سے بظاہر تو جانور موٹا تازہ ہو جاتا ہے لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر کار وہ برباد اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی میں تو کافروں کے بڑے بڑے کارنامے ہیں لیکن قیامت میں ان کے کام کچھ نہیں آئے گا دنیا میں ان کے باطل کے لیے لگائی جانے والی قوتیں اور مال سب ضائع ہو جائیں گے اور ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہوگا۔ ﴿3﴾ اعمال کے ضائع ہو جانے سے مراد دنیا میں ان کا قبول نہ ہونا اور آخرت میں ان پر جزا کا نہ ملنا ہے۔

سوال 2: یہود کو ان کے اعمال کی پاداش میں کون سی وعیدیں دی گئیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ان کے اعمال دنیااور آخرت میں ضائع ہوگئے۔﴿2﴾ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔﴿3﴾ان کے لیے دردناک، ذلیل کرنے والے عذاب تیار کر لیے گئے ہیں۔

سوال3: ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اوران کے لئے کوئی مددگار نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اوران کے لئے کوئی مددگار نہیں''اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نہیں جوانہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلا دے۔کوئی ایسا نہیں جوان کی سزا میں ذرہ برابر کمی کروا سکے۔وہ ہر خیر سے محروم ہوگئے اور ہر شر اور مصیبت کے حق دار بن گئے۔یہی حالت ان ہی جیسے دوسرے لوگوں کی ہے جواللہ تعالیٰ پر، انبیاء پر اور نیک لوگوں پر جری ہوجاتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ(23)﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا؟انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے پھران میں سے ایک گروہ منہ موڑ لیتا ہے،اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔''(23)

سوال1: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی حالت بیان فرمائی ہے۔یہاں اہل کتاب سے مراد مدینہ کے یہودی ہیں جن کی اکثریت اسلام قبول کرنے سے محروم رہی، جورسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے حتیٰ کہ ان کے ایک قبیلے کوقتل اور دوسرے کوجلاوطن کر دیا گیا۔﴿2﴾﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا؟'' یہودیوں اور عیسائیوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا اور مسلمانوں کو پوری کتاب دی گئی ہے کیونکہ قرآن حکیم دین کے تمام اصولوں کا مجموعہ ہے اور پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔الکتاب سے مراد وہ سارا ریکارڈ ہے جواللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی زمانے، کسی بھی دور میں کسی بھی نبی پر اترا۔کتاب بھیجنے والا یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے،اس کی نگہبانی ایک ہے اور حقیقتاً کتاب بھی ایک ہے۔﴿3﴾ کتاب کا تقاضا تھا کہ وہ سب سے زیادہ اس پر قائم رہتے،اس کے احکامات کو مانتے لیکن ان کی حالت یہ ہوگئی کہ انہیں کتاب کے فیصلے کوقبول کرنے کی طرف بلایا جاتا ہے توان میں سے کچھ لوگ اپنے دلوں، اپنی روحوں اور اپنے بدنوں سے منہ پھیر لیتے ہیں اس میں مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہے کہ یہود جیسے نہ ہوجائیں ورنہ ان جیسی سزا کے مستحق ہوجائیں گے۔

سوال2: کیا پچھلی کتابوں کو جاننے اور ماننے والوں کے لیے قرآن کو پہچاننا ممکن ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں پیغمبروں پر وحی نازل کی ہے۔ آخر میں قرآن حکیم کی صورت میں نبی ﷺ پر وحی نازل کی ہے۔ اس لیے پچھلی کتابوں کو جاننے اور ماننے والوں کے لیے قرآن حکیم کو پہچاننا ممکن ہے۔ ﴿2﴾ ہدایت ایک ہے، ہدایت بھیجنے والا ایک ہے۔ یہ یکسانیت ہے اور یکسانیت کی وجہ سے پہچاننا مشکل نہیں ہے۔

سوال 3: قرآن مجید کی دعوت اور پچھلی آسمانی کتابوں کی دعوت میں کیا فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید کی دعوت خالص اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ ﴿2﴾ پچھلی آسمانی کتابوں میں انسانی کلام کی آمیزش ہوگئی ہے۔ ﴿3﴾ قرآن مجید کی دعوت انسانوں کی ملاوٹ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پاک کر رہی ہے۔

سوال 4: قرآن مجید کی دعوت کا انکار کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید کی دعوت کو لوگ اپنے لیے سنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتے تو خود ساختہ عقیدوں کی وجہ سے آخرت کے عذاب سے خود کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ ﴿2﴾ حق کے داعی کی طرف سے جب قرآن مجید کی دعوت دی جاتی ہے تو جو لوگ قبول نہیں کرتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کو قبول نہ کرنے سے ان کی کامیابی خطرے میں پڑنے والی نہیں ہے۔

سوال 5: کتاب اللہ کی دعوت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے راہ نمائی لی جائے۔ ﴿2﴾ معاشرے اور معاش کے فیصلے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے لیے جائیں۔ ﴿3﴾ نظریاتی اور عملی امور میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔

سوال 6: ﴿يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ﴾ ''انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ان معاملات میں حکم بنایا جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھے۔ قرآن مجید کا ان کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ وہ ہدایت پر نہیں اس لیے ان سے منہ پھیر لیں۔ (تفسیر خازن: 234,235/1)

سوال 7: ﴿ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ﴾ ''پھر ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ لیتا ہے، اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' کتاب اللہ سے منہ موڑنے اور اس سے فیصلے نہ لینے کا اصل سبب کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی مذمت کی ہے جنہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ کنی کترا کر نکل جاتے تھے، جو یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم تورات اور انجیل پر عمل پیرا ہیں۔ جب تورات اور انجیل کے حکم پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی کہ اس میں محمد ﷺ کی پیروی کا حکم ہے تو آؤ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور محمد ﷺ کی اتباع کرو تو وہ پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ کتاب اللہ سے منہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موڑنے اوراس سے فیصلے نہ لینے کا اصل سبب آخرت کے حساب وکتاب کے بارے میں یقین نہ ہونا ہے۔ ﴿ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ اور جب ان کو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے۔(النور:48)﴿3﴾ جس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جائے اس کا فرض ہے کہ اس کتاب کو مانے، اسے دل سے تسلیم کرے اوراس کی اطاعت کرے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ﴾ درحقیقت مؤمنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی۔(النور:51)

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (24) ﴾

’’یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا تھا گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی، اوراس چیز نے ان کے دین کے بارے میں انہیں دھوکے میں ڈال دیا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔‘‘(24)

سوال1: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾ ’’یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا تھا گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا تھا گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی‘‘ وہ عقیدہ جس کی وجہ سے یہودیوں نے دھوکا کھایا تھا، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے، وہ یہ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہیں، اس لیے ہمیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اوراگر ہم دوزخ میں گئے تو صرف 7 دن جائیں گے۔ان کے نظریے کے مطابق دنیا کی عمر 70,000 سال ہے اور ہر ہزار سال کے بدلے میں ہم ایک دن جہنم میں جائیں گے۔

سوال2: ﴿ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ ’’اوراس چیز نے ان کے دین کے بارے میں انہیں دھوکے میں ڈال دیا جو وہ گھڑا کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں کی افترا پردازی تھی کہ ہم جہنم میں 7 دن جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنی کسی کتاب میں نازل نہیں کی۔ان کی اسی افترا پردازی نے انہیں اپنے دین کے معاملے میں دھوکے میں مبتلا کیا۔انہوں نے اپنی جانب سے ایک بات گھڑی کہ ہم جنت میں جائیں گے پھر اسی کو حقیقت سمجھ لیا اور گناہوں سے اجتناب نہیں کیا۔یہ بات بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ ان کا ہلاکت خیز انجام ہونے والا ہے۔اب ان کی حالت یہ ہے کہ جب بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جاتا ہے وہ اس سے کنی کتراتے ہیں۔

سوال3: کیا آج مسلمانوں نے بھی خودساختہ عقیدے بنا رکھے ہیں جن کا دین سے تعلق نہیں، وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ آج مسلمانوں نے بھی خود ساختہ عقیدے بنا رکھے ہیں جن کا دین سے تعلق نہیں مفاد سے تعلق ہوتا ہے مثلاً (i) زندگی دنیا کا نام ہے اور دنیا کے ساتھ دین کا کیا تعلق؟ (ii) خاندانی زندگی میں دین کی ضرورت نہیں۔ (iii) لوگوں کی روزمرہ زندگی، معاشرتی رابطوں اور معاشی معاملات میں دین کو لانے کی ضرورت نہیں۔ ﴿2﴾ دین کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیاں مثلاً (i) دین پر عمل نہیں کیا جا سکتا بہت مشکل ہے۔ (ii) دین پر عمل کیا تو دنیا چھوٹ جائے گی۔ (iii) انسان نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لے یہی کافی ہے۔ (iv) بندہ رشتہ داروں کے حقوق ادا کر لے بس یہ کافی ہے۔ (v) عورت اپنے گھر اور بچوں کا خیال رکھ لے بس یہ کافی ہے۔ (vi) عورت اپنے شوہر کو خوش کر دے تو جنت اسی کی ہے چاہے وہ نمازیں نہ پڑھے، چاہے وہ دین پر نہ چلے۔ (vii) بس انسان کا اخلاق اچھا ہونا چاہئے۔ (viii) تجارتی معاملات میں کسی کو دھوکہ نہ دے یہی کافی ہے۔ (ix) اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ (x) اللہ تعالیٰ آخرت میں مسلمانوں کو پاک کرنے کے لیے چند دن دوزخ میں رکھ کر جنت میں داخل کر دے گا۔

﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۖ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (25)﴾

''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (25)

سوال 1: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ﴾ ''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں'' اس تصور کے بندۂ مومن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں'' یہ ایک خوف ناک دھمکی ہے جسے سن کر مومن کا دل کانپ اٹھتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ دن بڑا خوف ناک ہوگا۔ وہ انصاف کا دن ہوگا، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا دن ہو گا، اس دن ہر ایک کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے جواب نہیں دیا، جواب تو خود ہی نظروں کے سامنے آ گیا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ﴾ ''اس دن کے لئے جس میں کوئی شک نہیں'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

سوال 2: ﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ ''اور ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سعید ابن جبیر نے کہا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ﴾ سے مراد نیک اور فاجر ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿مَّا كَسَبَتْ﴾ سے مراد جو کچھ اچھا یا برا کام کیا۔ ﴿3﴾ قیامت کے دن کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ ﴿4﴾ ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ ''اور ان پر ظلم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کیا جائے گا'' ان پر ان کے اعمال کے بارے میں ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی ان کی نیکیوں میں کمی نہیں کی جائے گی اور برائیوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہودیوں کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ ان کے اعمال ایسے ہیں جو شدید ترین عذاب کا حق دار بناتے ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا بھی ہوگا جو ان کے جیسے عمل کرتے ہیں۔

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (26)﴾

'' آپ کہہ دیں اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے، تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔''(26)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروردگار سے دعا فرمائی کہ روم اور فارس کی بادشاہت آپ کی امت کو دے دی جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان:246/3)

سوال2: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ '' آپ کہہ دو کہ اے اللہ! بادشاہی کے مالک!'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دعا کا طریقہ سکھایا ہے اور تسبیح وتحمید کی تعلیم دی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آیت میں ملک سے مراد نبوت ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے جو تمام ملکوں کا مالک ہے، بادشاہ ہے۔ ﴿4﴾ مالک کا لفظ دعا کے شروع ہی میں لا کر یاد دلا دیا کہ مالکانہ تصرف کا حق واختیار اسی کو حاصل ہے جس سے دعا کی جا رہی ہے۔ ﴿5﴾ یعنی اے اللہ! تو بادشاہ ہے جو تمام ملکوں کا مالک ہے۔ بادشاہ کی صفت علی الاطلاق تیرے لیے ہے اور آسمان کی اور زمین کی تمام سلطنت تیری ہی ہے اس میں تبدیلیاں لانا اور انتظام کرنا سب تیرے ہاتھ میں ہے۔ (تفسیر سعدی:354/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ وہ ہے جو ساری کائنات اور تمام انسانوں کا مالک ہے۔ ﴿2﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ وہ ہے جو تمام اختیارات کا مالک ہے۔ ﴿3﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ وہ ہے جس کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ ﴿4﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ وہ ہے جو جسے چاہے بادشاہ بنا دے جسے چاہے فقیر کر دے۔ ﴿5﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ وہ ہے جو جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلیل کر دے۔ ﴿6﴾ وہ جو کچھ چاہتا ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اس کی عطا عاریتاً ہے۔ ﴿7﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ جب چاہتا ہے، جس سے چاہتا ہے اپنا ملک واپس لے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کا یقین انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کے یقین سے یہ شعور ملتا ہے کہ کسی بھی چیز کا کوئی اصلی مالک نہیں کہ وہ اپنی ذاتی خواہش کے مطابق اسے استعمال کرے۔ ﴿2﴾ انسانوں کی ملکیت عارضی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جو ان شرائط اور پابندیوں کے تحت ہے جن کے ماتحت عطا کرنے والے نے عطا کی ہے۔ ﴿3﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ کی تعلیم اور راہ نمائی کے مطابق حکومت اور ملکیت میں تصرّف ہوگا۔ ﴿4﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ کی شرائط کے خلاف اگر حکومت اور ملکیت میں تصرف ہوگا تو وہ باطل ہوگا۔ ﴿5﴾ مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ اس دنیا میں ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ کی شرائط کے خلاف ہر تصرف کو مسترد کر دیں۔

سوال 5: ﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ ''تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے'' یعنی بادشاہت اور تصرف کے اختیارات بھی تیرے ہاتھ میں ہیں جس کو جو چاہے عطا کر دے، مالک تو ہی ہے۔ ﴿2﴾ تو جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے۔ حکومت کا چھن جانا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایران کے کسریٰ بادشاہوں سے اور روم کے قیصر بادشاہوں سے اور ان کے پیروکاروں سے حکومت چھین کر محمد ﷺ کو عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ ﴿4﴾ حکومت کا مل جانا اور چھن جانا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کچھ دینی اور تکوینی اسباب بھی قائم کر رکھے ہیں۔ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے حکومت کے حصول کے لیے جو اسباب مقرر کیے ہیں ان میں سے ایمان اور اعمال صالحہ، مسلمانوں کا باہمی اتحاد، صبر و ثبات اور باہمی تنازعات سے پرہیز وغیرہ ہیں۔ ﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جاں نشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جاں نشین بنایا تھا۔ (النور:55) ﴿7﴾ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مدمقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (الانفال:45، 46) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مومنوں کی باہمی محبت، ثابت قدمی اور اتفاق دشمنوں پر فتح کا باعث ہے۔ مسلمانوں کی حکومت کے ختم ہونے کا بڑا سبب دین سے دوری اور باہمی اختلاف ہے جس سے دشمن کو حوصلہ ملتا ہے اور وہ ان کے درمیان جدائی ڈال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیتا ہے۔

سوال6: ﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ ''اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے'' یعنی ﴿1﴾ عزت اور ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم، فیصلوں اور ارادے میں کوئی رکاوٹ ڈالنے والا نہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی جبر نہیں۔ ﴿4﴾ سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ عزت اور ذلت دیتا ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی وجہ سے عزت اور معصیت کی وجہ سے ذلت دیتا ہے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ معزز ہے جو ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھے۔ جو عزت اور ذلت کو خالص اللہ تعالیٰ کی چیز سمجھے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ عزت کے لائق نہیں جو ہر چیز پر اپنی ملکیت سمجھے، جو عزت کو خالص اپنا ذاتی حق سمجھے۔ ﴿9﴾ ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ ''تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے'' اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں اور اس کی نگہبانی میں سب کا بھلا ہے۔ ﴿10﴾ تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھلائی دینے والا نہیں۔ وہ کائنات اور انسان کی نگہبانی انصاف اور عدل کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کا دینا اور واپس لینا سب انصاف کے ساتھ ہے۔ اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے، وہ ہر حال میں خیر ہی خیر ہے۔ وقت کے بڑے جس کو بے حقیقت سمجھیں اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے حق میں سربلندی کا فیصلہ کر دے۔ نصرت، غنیمت اور عزت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ علم کی مسند پر بیٹھنے والے جس کی جہالت کا فتویٰ دے دیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو اسی کے ذریعے علم کا چشمہ جاری کر دے۔

سوال7: ﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کوئی چیز تیرے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی سب کچھ تیری قدرت اور مشیت کے تحت ہے۔ صرف تیرے ہاتھ میں ہر خیر کے خزانے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر:177/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دینے اور چھین لینے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے عزت اور ذلت دینے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے بے جان سے جان دار اور جان دار سے بے جان پیدا کرنے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے بے حساب رزق دینے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔

﴿تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حِسَابٍ(27)﴾

''تو ہی رات کودن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔''(27)

سوال1: ﴿تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ''تو ہی رات کودن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' رات کودن میں داخل کرنے اور دن کو رات میں داخل کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد موسموں کی تبدیلی ہے۔ غیر محسوس طور پر کائنات میں ہونے والی حرکت سے رات دن کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور دن رات میں پرویا جاتا ہے۔ گرمیوں میں رات کا ایک حصہ دن میں بدل جاتا ہے اور سردیوں میں دن کا ایک حصہ رات بن جاتا ہے۔ رات کی تاریکی میں دن کی روشنی داخل ہو جاتی ہے اور دن کی روشنی میں رات داخل ہو جاتی ہے۔ زمین تاریک ہے۔ وہ سورج کے سامنے اپنے مرکز کے گرد گھوم رہی ہے۔ اس طرح تاریک حصہ روشن حصے سے بدلتا رہتا ہے اور روشن حصہ تاریک سے بدلتا رہتا ہے۔ کائنات کے اندر ہونے والی یہ مسلسل حرکت بتا رہی ہے کہ اس نظام میں بلاشبہ حکیم و دانا کا ہاتھ ہے۔ یہ کائنات کی گواہی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ﴾ ''تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے'' اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے موسموں میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ روشنی، دھوپ، سایہ، سکون اور انتشار پیدا ہوتا ہے رات اور دن بڑے چھوٹے ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت، حکمت اور رحمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی:355/1)

سوال2: ﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ ''اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ ''اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے'' اللہ تعالیٰ مردہ عناصر سے زندگی کو وجود میں لاتا ہے اور زندہ چیزوں کو مردہ عناصر میں بدل دیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ زندگی کو موت کی طرف بڑھاتے ہیں اور موت سے زندگی کو نکالتے ہیں۔ ﴿3﴾ ایک زندہ مخلوق پر جو لمحہ بھی گزرتا ہے اس میں زندگی کے ساتھ موت بھی طاری کرتے رہتے ہیں۔ اس کی زندگی کو موت کھا لیتی ہے اور پھر سے زندگی نمودار ہوتی ہے مثلاً: (i) زندہ جسم کے اندر موت کو دیکھنا چاہیں تو ایک زندہ مخلوق کے خلیے [cells] ختم ہوتے جاتے ہیں اور ان کی جگہ جدید خلیے پیدا ہوتے ہیں اور کام کرتے ہیں۔ (ii) جو cells مر جاتے ہیں وہ دوسرے period میں دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں اور جو زندہ ہو جاتے ہیں وہ دوسرے دور میں پھر dead ہو جاتے ہیں۔ ﴿4﴾ زندہ وجود پورے کا پورا ختم ہو جاتا ہے تو اس کے cells ذرّات کی شکل اختیار کرتے ہیں اور پھر دوسرے زندہ جسم میں آتے ہیں۔ اس طرح زندگی اس جسم میں داخل ہوتی ہے۔ ﴿5﴾ انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کوئی زندہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مخلوق تیار کرسکتا ہے۔﴿6﴾اس دعوے پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ موت وحیات کا یہ نظام اتفاقاً قائم ہوگیا ہے۔﴿7﴾اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام اشیاء مسخر ہیں۔ان کے پاس کوئی اختیار نہیں۔متضاد اشیاء کو پیدا کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سبب مجبور کرتا ہے۔﴿8﴾اللہ تعالیٰ نطفہ سے انسان اور انسان سے نطفہ پیدا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کافر سے مومن اور مومن سے کافر پیدا کرتے ہیں۔﴿9﴾﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾''اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے''اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جیسے چوزے کو انڈے سے نکالتا ہے۔پرندے کو انڈے سے نکالتا ہے،درخت کو بیج سے نکالتا ہے اور کافر سے مومن کو نکالتا ہے۔﴿10﴾﴿وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾''اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے''جیسے پرندے سے انڈا،درخت سے گٹھلی اور مومن سے کافر وغیرہ۔یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

سوال3: رات اور دن کا نظام اور موت وحیات کا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے،اس سے کیا سمجھانا مطلوب ہے؟

جواب:﴿1﴾رات اور دن کا نظام اور موت وحیات کا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اس سے یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ انسانی زندگی کے لیے راہ نمائی کا نظام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔﴿2﴾انسان دوسرے انسانوں کو اپنا غلام نہیں بنا سکتے،اپنی فکر اور اپنے نظریے کو جبراً دوسروں پر مسلط نہیں کرسکتے۔انسان صرف اللہ تعالیٰ کا غلام ہے۔

سوال4:﴿وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾''اور تو جسے چاہتا ہے،بے حساب رزق دیتا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور تو جسے چاہتا ہے،بے حساب رزق دیتا ہے''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے وسیع رزق دیتا ہے جہاں سے انسان کو گمان بھی نہیں ہوتا اور نہ اس نے کمائی کی ہوتی ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اے لڑکے!میں تجھے چند باتیں بتلاتا ہوں۔تو اللہ تعالیٰ کے (احکام) کی حفاظت کر!اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ،تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر،جب تو مدد چاہے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہوکر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور وہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہوجائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے۔(جامع ترمذی:2516)﴿2﴾وہ نیک اور فاجر کو بے حساب دیتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے اسی کا ہر چیز پر اختیار ہے۔

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ(28)﴾

''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں،اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''(28)

سوال1: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں'' غیر مسلموں سے دوستی پر اللہ تعالیٰ نے پابندی کیوں عائد کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں سے دوستی لگانے سے روکا ہے کہ نہ ان سے محبت رکھیں، نہ ان کی مدد کریں، نہ مسلمانوں کے معاملات میں ان سے مدد لیں۔ ﴿2﴾ مومن سارے انسانوں کے ساتھ نیکی اور عدل کا سلوک کرنے کا پابند ہے۔ اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی تفریق نہیں۔ غیر مسلم اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا اس کے دشمن سے دوستی کیسے رکھ سکتا ہے؟ ﴿3﴾ جب غیر مسلموں سے دوستی مسلمانوں کے مفادات کی قیمت پر ہو تو ایسی دوستی مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

سوال2: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾ ''اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے والے کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ ﴿2﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں سے دوستی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ نہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے کٹ گیا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ کافروں سے دوستی اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے ایمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں یعنی مومنوں سے تعاون کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے اور اس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ﴿3﴾ ایسا شخص نہ اللہ تعالیٰ کے دین پر ہے، نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا رابطہ ہے اور نہ دوستی۔ ﴿4﴾ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی لگاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اس کے اولیاء کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں ایسا شخص مسلمانوں کی جماعت سے نکل جاتا ہے اور کافروں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہے۔ (المائدۃ:51)

سوال3: ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً﴾ ''مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا'' کیا کفار کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ان سے تعلقات رکھے جا سکتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا'' بچاؤ کی تدبیر کے طور پر کسی مسلمان کو غیر مسلم گروہ سے ظاہری طور پر وقتی تعلق قائم کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف موجود ہو، اسے حساب دینے کا پورا احساس ہو تو اس کی طرف سے پکڑ نہیں ہوگی۔ ﴿2﴾ وہ مسلمان جو کسی کافر حکومت میں رہتے ہیں وہ اگر حکومتی شر سے بچ سکتے ہوں تو ظاہری طور پر دوستی کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اظہار کیا جاسکتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے یقیناً انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔(الممتحنۃ:1)﴿ 4 ﴾﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ﴾ آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کا خاندان ہو۔(المجادلہ:22)﴿ 5 ﴾اگر تمہیں ان سے جان کا خطرہ ہو تو اپنی جان بچانے کے لیے زبان سے تقیہ کر سکتے ہو اور ظاہری طور پر ایسا کام کر سکتے ہو جس سے تقیہ ہو جاتا ہے۔(تفسیر منان:357/1)﴿ 6 ﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے اظہار کرے لیکن عمل میں ان کا ساتھ ایسے میں بھی ہرگز نہ دے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:629/2) (تفسیر ابن کثیر:404/1)﴿ 7 ﴾امام بخاری نے ابو درداء کا قول نقل کیا ہے کہ ہم لوگ بعض قوموں کے سامنے مصنوعی مسکراہٹ کا اظہار کرتے تھے حالانکہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے تھے۔(بخاری کتاب الأدب، باب:82)

سوال 4:﴿ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ 1 ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے کہ تم اس کے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔﴿ 2 ﴾اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ لوٹ کر تو اس کی طرف جانا ہے اس کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جانا۔حشر کے دن حساب و کتاب کے لیے جانا ہے۔پھر وہ تمہارے اعمال کو شمار کرے گا اور ان کی جزا و سزا دے گا لہٰذا ایسے کام کرنے سے بچو جس کی وجہ سے سزا کے مستحق ہو جاؤ۔

﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (29) ﴾

''آپ کہہ دو جو تمہارے سینوں میں ہے، تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔''(29)

سوال 1:﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ﴾ ''آپ کہہ دو جو تمہارے سینوں میں ہے تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ جو تمہارے سینوں میں ہے تم اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے کسی انسان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں خواہ اعلانیہ کی گئی ہو یا چھپ کر۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے خوف کے ذریعے توجہ دلائی ہے کہ اس کے انتقام سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس کے پاس علم کے ایسے ذرائع ہیں کہ اس سے بچ کر تم کہیں نہیں جاسکتے۔ ﴿4﴾ اس میں اشارہ ہے کہ دلوں کو پاک رکھنا چاہئے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کے علم کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ اس کے نتیجے میں بندے کو اس بات سے شرم آئے گی کہ اس کا مالک اس کے دل کو گندے خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا دیکھے بلکہ وہ اپنی سوچ کو ایسے امور میں مشغول کرے گا جن سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو مثلاً قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث پر غور وفکر کرنا یا ایسے علم کو سمجھنے کی کوشش کرنا جس میں اسے فائدہ ہو یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق یا اس کی نعمت کے بارے میں سوچنا یا اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بھلائی کے کسی کام کی سوچ بچار۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت کا ذکر فرماتا ہے تو اس میں ضمناً اعمال کی جزا وسزا بھی شامل ہوتی ہے جو قیامت کے دن واقع ہوگی۔ اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری جزا وسزا ملے گی۔ (تفسیر سعدی:1/357,358)

سوال2: ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ زمین وآسمان کی تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

سوال3: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (30)﴾

''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی اور جو اس نے برائی کی، اس دن آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔'' (30)

سوال1: ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی اور جو اس نے برائی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا﴾ ''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی'' ایک دن ایسا آئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا جب امتحان کا پردہ ہٹ جائے گا اور انسان اپنے اعمال کے سرمائے کے سامنے کھڑا ہوگا۔ ﴿2﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی نیکیاں مکمل طور پر محفوظ ہوں گی ان میں ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (الزلزال:7) ﴿3﴾ خیر ایک جامع لفظ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا ہر نیک عمل شامل ہے۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ﴿4﴾ ﴿وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''اور جو اس نے برائی کی'' اور اس کی برائیاں بھی محفوظ ہوں گی۔ ﴿5﴾ سوء ایک جامع لفظ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہر چھوٹا بڑا برا عمل شامل ہے۔

سوال 2: ﴿تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا﴾ ''اس دن آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا'' اس دن انسان کیوں چاہے گا کہ اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان دوری ہو جائے؟

جواب: ﴿1﴾ اس دن بے انتہا افسوس اور شدید غم کی وجہ سے آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔ ﴿2﴾ وہ منظر اتنا ہولناک ہوگا کہ انسان چاہے گا کہ جو چیزیں دنیا میں اس کے لیے لذت کا سامان بنی ہوئی تھیں اس سے دور ہو جائیں۔ ﴿3﴾ اس دن آدمی تمنا کرے گا کہ کاش یہ دن نہ آتا! لیکن وہ آ گیا، انسان پکڑا گیا، اب کوئی چھٹکارا نہیں، اب کوئی جائے فرار نہیں۔ ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ﴾ جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے۔ (النساء:42) ﴿5﴾ ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا! چنانچہ بہت ہی برا وہ ساتھی ہے۔ (الزخرف:38) ﴿6﴾ آج گناہوں کو ترک کر دینا ممکن ہے اس لیے آج انہیں چھوڑنا ہے۔

سوال 3: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے کیسے ڈرایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ لوگ اس کی نافرمانی سے بچیں ورنہ اس دن بندہ کہے گا۔ ﴿يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ﴾ ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کی۔ (الزمر:56) ﴿2﴾ ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾ اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا! ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔ (الفرقان:27,28) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے محبت کرتے ہوئے اپنے آپ سے اور آنے والے وقت سے ڈرایا تاکہ نیک اعمال کی ترغیب ہو جس کے نتیجے میں امید اور عمل صالح حاصل ہو اور ترہیب ہو جس کے نتیجے میں خوف حاصل ہو اور گناہ چھوٹ جائیں۔

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امید دلائی ہے کہ وہ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کمال درجے کا مہربان ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی رحمت سے اپنا خوف نصیب فرمائے تا کہ ہم وہ کام نہ کریں جس سے وہ ناراض ہوتا ہے۔

رکوع نمبر 12

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (31) ﴾

''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے۔''(31)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نجران کے عیسائیوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم مسیح کی تعظیم اور ان کی اور ان کی ماں کی تقدیس اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اس کی محبت ہے جس سے ہم محبت رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم ہے جس کی وہ تعظیم کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان سے کہہ دیں: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو جو تم توحید عبادت کی دلیل لے کر آئے ہو اس کے مطابق میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بھی معاف کرے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے۔ (ایسر التفاسیر:170) ﴿2﴾ حسن نے کہا: عہد نبوی ﷺ میں لوگوں نے کہا: اے محمد ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کی اتباع کو اپنی محبت کی اور آپ ﷺ کی مخالفت کو اپنے عذاب کی علامت بنا دیا۔ (جامع البیان: 256/3) (فتح القدیر:424/1)

سوال2: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا'' اللہ تعالیٰ کی محبت کی کیا علامات ہیں؟

جواب: سہل بن عبداللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت قرآن مجید کی محبت ہے۔ قرآن مجید کی محبت کی علامت نبی ﷺ کی محبت ہے اور نبی ﷺ کی محبت کی علامت سنت کی محبت ہے اور سنت کی محبت کی علامت آخرت کی محبت ہے اور آخرت کی محبت کی علامت اپنے نفس کی محبت ہے اور اپنے نفس کی محبت کی علامت دنیا سے بغض ہے اور دنیا سے بغض کی علامت یہ ہے کہ اس سے بقدر ضرورت لیا جائے۔ (تفسیر قرطبی:47/2)

سوال3: اللہ تعالیٰ کی محبت کے کیا مطالبات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت صرف زبانی دعویٰ نہیں ہے، اس کے ساتھ رسول ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے رسول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے۔جس نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہیں کی وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا نہیں۔﴿3﴾رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہر حال میں ہو،اقوال وافعال میں،ظاہر وباطن میں،عقائد واعمال میں بھی۔﴿4﴾جتنی کسی میں اتباع ہوگی اتنا ہی اس میں ایمان اوراللہ تعالیٰ کی محبت کا حصہ ہوگااورجتنی اتباع میں کمی ہوگی اتنا ہی ایمان اوراللہ تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوگی۔﴿5﴾﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾"تو میری پیروی کرو"اتباع کے مفہوم میں اطاعت کی نسبت بہت زیادہ وسعت ہے۔اطاعت صرف اوامر و نواہی میں ہوتی ہے جب کہ اتباع یہ ہے کہ جیسے تم رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھو ویسے ہی تم بھی کرنے لگ جاؤ جس بات کو وہ ناپسند کریں اسے تم بھی ناپسند کرو۔(تیسیر القرآن)﴿6﴾سیدنا نافع سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک ماری اور کہا :الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ تو میں بھی کہتا ہوں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوں سکھایا ہم الحمدللّٰہ علی کل حال کہیں(لہٰذا جو سنت کا طریقہ ہے وہی اختیار کرو)(جامع ترمذی للالبانی:2200)﴿7﴾﴿یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾"اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا"رسول اللہ ﷺ کی اتباع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔تمہاری اطاعت اوراپنے دلوں کو پاک کرنے اورتقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔﴿8﴾﴿وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ﴾"اورتمہارے گناہ معاف کرے گا"اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو ڈھانپ دے گا اوران پر مواخذہ نہیں کرے گا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ بندے سے کیسے محبت کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے جس نے محمد ﷺ کی اتباع کی۔اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردیتا ہے اوراس پر رحمت فرماتا ہے اورسیدھے راستے پر قائم رکھتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو آسمان والے اورزمین والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس کو دوست رکھو۔پس جبریل علیہ السلام اس کو دوست رکھنے لگتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام تمام آسمان والوں میں اعلان کردیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس کو دوست رکھو چنانچہ اس کو تمام آسمان والے دوست رکھتے ہیں پھر زمین(والوں)میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے"۔(بخاری:1357)

سوال5:رسول کا نمونہ ہی دنیا میں واحد مستند نمونہ کیوں ہے؟

جواب:رسول وہ شخص ہے جس کے کامل خدا پرست ہونے کی گواہی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔اس لیے خدا پرستانہ زندگی کے لیے رسول کا نمونہ ہی واحد نمونہ ہے۔

سوال6:﴿وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾"اوراللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،بے حد رحم والا ہے"اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور رحیم کا کیسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یقین دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی سے اپنی مغفرت اور رحمت کا یقین دلایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اتباع رسول کے نتیجے میں اپنی محبت کا یقین دلاتے ہوئے اپنی رحمت کا یقین دلایا ہے۔

﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ (32)﴾

''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔''(32)

سوال1: ﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں کیا کچھ شامل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی اور رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں ایمان اور توحید شامل ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں ایمان کی شاخیں یعنی ظاہری اور باطنی اقوال و افعال شامل ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے رکنا بھی شامل ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی کتاب کے احکامات پر عمل پیرا ہونے سے ممکن ہے۔

سوال2: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کیسے ممکن ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ان کی زندگی میں ان کے احکامات پر عمل کرنے سے اور ان کی وفات کے بعد ان کی سنت پر عمل کرنے سے اور اقوال و افعال اور احوال میں رسول اللہ ﷺ کی متابعت کرنے سے ہوسکتی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے' کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں سے کوئی چیز بھی چھوڑوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ (متفق علیہ، اللولوء والمرجان:1150) ﴿3﴾ سیدنا نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور راستے کی دوسری سمت کافی دور نکل گئے اور مجھ سے پوچھا: ''اے نافع! کیا کچھ سن رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: ''نہیں'' تب انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکالیں اور فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا رسول اللہ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی اور ایسے ہی کیا (جیسے میں نے اب کیا) سیدنا نافع نے یہ بھی بتایا اس وقت میں چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔ (سنن ابی داؤد للالبانی:4116) ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا بھتیجا پہلو میں بیٹھا کنکریاں پھینک رہا تھا سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے منع کیا اور بتایا کہ نبی ﷺ نے اس سے منع کیا ہے نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسا کرنے سے نہ تو شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ البتہ اس سے کسی کا دانت ٹوٹ سکتا ہے یا آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔ بھتیجے نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوبارہ کنکریاں پھینکنی شروع کر دیں' تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا'' میں نے تجھے بتایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تو پھر وہی کام کر رہا ہے' لہٰذا میں اب تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔'' (سنن ابن ماجہ:17)﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا'' کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکے۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے کہا'' ہم تو روکیں گے '' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما سخت ناراض ہوئے اور فرمایا'' میں تیرے سامنے حدیث رسول ﷺ بیان کر رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم انھیں ضرور روکیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ:16)

سوال3: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ '' پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں'' سے مراد ایمان اور اطاعت سے منہ موڑنا ہے۔ ﴿2﴾ **﴿فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾** اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔ (i) اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ (ii) اس آیت میں منکرین حدیث اور اتباع رسول سے گریز کرنے والوں کے لئے وعید ہے کیونکہ دونوں طرح کے لوگوں کے رویے کو اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اطاعت نہ کرنے والوں کے فعل سے راضی نہیں ہوتا اس لیے ان کی مغفرت نہیں فرماتا۔ ﴿4﴾ طریقہ محمدی ﷺ کی مخالفت کفر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر انہوں نے اعراض سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ طریقہ محمدی ﷺ سے اعراض کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:173/1)﴿5﴾ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کافر قرار دیا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔ (محمد:33)﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس نے انکار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (صحیح بخاری:7280)﴿7﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔'' (صحیح مسلم:4747)﴿8﴾ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ نامقبول ہے۔ (صحیح مسلم:4493)﴿9﴾ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حمد وثنا کے بعد (یادرکھو) بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (صحیح مسلم:2005) ﴿11﴾ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین میں نئی چیزوں سے بچو اس لیے کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔ (سنن ابن ماجہ،للالبانی:40) ﴿12﴾ سیدنا سہل بن سعد کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔ جو وہاں آئے گا پانی پیئے گا اور جس نے ایک بار پانی پی لیا اس کو پیاس نہیں لگے گی اور بعض ایسے لوگ بھی آئیں گے جن کو میں پہچان لوں گا (اور سمجھوں گا یہ میرے امتی ہیں) اور وہ بھی مجھ کو پہچان لیں گے کہ میں ان کا رسول ہوں پھر انہیں مجھ تک آنے سے روک دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: یہ تو میرے امتی ہیں لیکن مجھ کو بتایا جائے گا: اے محمد ﷺ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے جانے کے بعد انہوں نے کیسی کیسی بدعتیں رائج کیں، پھر میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین بدل دیا۔ (صحیح بخاری:6583)

﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (33)﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا ہے۔'' (33)

سوال 1: ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے انتخاب کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا اس لیے سب انبیاء علیہم السلام برگزیدہ تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں رسالت کی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے چن لیا تھا تاکہ وہ قافلہ ایمان کے سالار رہیں۔ ﴿3﴾ رسالت ابتداء سے ایک ہی تھی۔ ﴿4﴾ جس دین کو پیش کیا گیا وہ دین بھی ایک ہی تھا۔ ﴿5﴾ یہ واضح کیا گیا کہ یہ لوگ ایک ہی سلسلے کے تھے، ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔ ﴿6﴾ یہ ثابت کیا گیا کہ سب انبیاء علیہم السلام انسان تھے۔ ﴿7﴾ یہ ثابت کیا گیا کہ ان میں سے کوئی الٰہ نہیں تھا۔

سوال 2: آغاز میں سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کی ذاتی حیثیت اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کے خاندانوں کا ذکر کیا گیا، اس طرح کس چیز کو سمجھانے کی کوشش کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام اپنی ذاتی حیثیت میں قابل احترام تھے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کی ذاتی حیثیت کے علاوہ ان کی اولاد بھی قابل احترام تھی۔

سوال 3: سیدنا آدم علیہ السلام کی کیا فضیلت ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اسماء کا علم عطا کیا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں رہائش عطا کی۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو عزت دی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ اور بلاشبہ ہم نے یقیناً اولاد آدم کو عزت دی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا اور ہم نے جن کو پیدا کیا ان میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا۔ (بنی اسرائیل:70)

سوال4: سیدنا نوح علیہ السلام کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو اس وقت رسول بنا کر بھیجا جب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کو اختیار کر لیا تھا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو طویل عمر عطا کی۔ ﴿3﴾ سیدنا نوح علیہ السلام کو ساڑھے نو سو برس قوم کو تبلیغ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ﴿4﴾ سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا سے اہل ایمان کو بچا لیا گیا اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر وقت صبر، برداشت، شکر اور تبلیغ کی وہ توفیق بخشی جس کی وجہ سے وہ منتخب قرار دیے جانے کے لائق ہو گئے۔ ﴿6﴾ آپ علیہ السلام کی نسل کو قیامت تک باقی رکھا۔ ﴿7﴾ ہر زمانے میں لوگ آپ کی تعریف کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ (تفسیر منان:361/1)

سوال5: آل ابراہیم کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آل ابراہیم علیہ السلام میں خود سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں جو خلیل الرحمٰن تھے۔ ﴿2﴾ آل ابراہیم علیہ السلام میں وہ تمام انبیاء شامل ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے، وہ سب آپ کی نسل سے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے فضائل سے نوازا کہ وہ سارے جہان میں برگزیدہ ہوئے۔ ﴿3﴾ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کائنات میں سب سے افضل ہستی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان ہی کی نسل سے تھے اور ان کی دعا کا نتیجہ تھے۔

سوال6: آل عمران سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عمران بنی اسرائیل کے صالحین میں سے تھے۔ وہ سیدہ حنہ کے شوہر تھے اور سیدہ مریم علیہا السلام کے والد تھے۔ ﴿2﴾ آل عمران کو بلند درجہ سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے عطا کیا گیا۔

سوال7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کی اولادیں قابل احترام اور برگزیدہ تھیں، وہ اسلام کے کس اصول کے تحت برگزیدہ تھیں؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کی اولادیں اپنے تعلق باللہ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے قابل احترام اور برگزیدہ تھیں۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ برکت اور احترام جو خاندان نبوت میں آتا ہے وہ خونی وراثت کی وجہ سے نہیں بلکہ نظریاتی وراثت کی وجہ سے آتا ہے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عقیدے اور اعمال صالحہ کی وجہ سے آتا ہے۔

سوال8: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ آل عمران کا ذکر کیا گیا، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام تو بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے پیشوا تھے اور یہاں بات عیسائیوں کے بارے میں ہونے والی تھی اس لیے ان دونوں ہستیوں کے تذکرے کی ضرورت نہ تھی۔ ﴿2﴾ آل عمران کا ذکر سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قصوں کی تمہید کے طور پر کیا گیا۔

﴿ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (34)﴾

''وہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (34)

سوال1: ﴿ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ﴾ ''وہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں'' اس سے مراد ہے کہ انبیاء تخلیق کے لحاظ سے بھی مشابہ تھے اور اخلاق حسنہ کے لحاظ سے بھی۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اور ان کے بعض آباؤ اجداد کو اور ان کی بعض اولادوں کو اور ان کے بعض بھائیوں کو بھی اور انہیں ہم نے چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھا راستہ دکھلایا۔ (الانعام:87) ﴿2﴾ انبیاء کے عقائد ایک تھے۔

سوال2: ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع اور علیم کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، آل ابراہیم علیہ السلام اور آل عمران کے انتخاب سے اپنے ''سمیع'' اور ''علیم'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی غلطی پر ان کی دعا سنی اور قبول کر لی یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا اور سننے والا ہے اسی نے انہیں فضیلت عطا کی۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو فضیلت عطا کی اور ان کے حالات سے اپنے علیم ہونے اور ان کی بددعا پر اپنے عذاب سے اپنے ''علیم'' اور ''سمیع'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کی دعا سے اپنے ''علیم'' اور ''سمیع'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی عبادت گزاریوں، پاکیزگی اور صداقت پر اپنے ''علیم'' اور ''سمیع'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے واقعات کیوں سنائے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: انبیاء کے واقعات اس لیے سنائے ہیں تا کہ ہم ان سے محبت رکھیں، ان کی اتباع کریں، ان جیسے نیک اعمال کی توفیق مانگیں، ان جیسے اعمال کرنے پر خود کو حقیر سمجھیں۔

﴿ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (35) ﴾

''جب عمران کی بیوی نے کہا: ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں، یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔''(35)

سوال1: ﴿ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ﴾ ''جب عمران کی بیوی نے کہا: ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عمران کی عورت سے مراد سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ حنہ ہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کا دل ایمان کے نور سے بھرپور تھا۔ ﴿3﴾ ﴿ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا ﴾ ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے چھوڑا ہوا ہوگا'' انہوں نے اپنے عزیز ترین سرمائے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دیا تھا (یعنی وہ بچہ جو ان کے پیٹ میں تھا)۔ ﴿4﴾ ان کی پیش کش کے ساتھ کوئی شرط اور قید نہیں تھی۔ ﴿5﴾ اس نذر کے ساتھ انہوں نے کوئی شرکیہ تصور وابستہ نہیں کیا تھا۔ ﴿6﴾ ان کی نذر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے حق کا تصور نہیں تھا۔ ﴿7﴾ ان کی دعاؤں میں خشوع وخضوع تھا۔ ﴿8﴾ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی مسلم اور مطیع فرمان تھیں۔ ﴿9﴾ ان کے دل میں رضائے الٰہی کے جذبے کے سوا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ ﴿10﴾ ﴿ مُحَرَّرًا ﴾ ''چھوڑا ہوا ہوگا'' اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑنے سے مراد عبادت گاہ کی خدمت کے لیے وقف کرنا ہے۔ ﴿11﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ میرے پیٹ کا بچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور اس کے بیت المقدس کی خدمت کرے گا۔ ﴿12﴾ ﴿ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ﴾ ''پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں'' یہ دعا سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے تب مانگی تھی جب سیدہ مریم علیہا السلام ان کے پیٹ میں تھیں کہ تو میری دعا سن رہا ہے میری نیت اور ارادے سے باخبر ہے مجھ سے قبول فرما لے۔

سوال2: ﴿ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴾ ''یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ﴿ السَّمِیْعُ ﴾ اور ﴿ الْعَلِیْمُ ﴾ کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: ''یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر سے اپنے ﴿ السَّمِیْعُ ﴾ اور ﴿ الْعَلِیْمُ ﴾ ہونے کا یقین دلایا ہے۔ انہوں نے کہا: اے میرے رب میں نے آپ کے لیے نذر مانی، آپ کی رضا کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ کے گھر کی خدمت کے لیے میں نے اپنا بچہ آزاد کر دیا۔آپ مجھ سے یہ مبارک عمل قبول فرمالیں۔اس واقعہ سے سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے اللہ تعالیٰ کے السمیع اور العلیم ہونے پر یقین کامل کا اظہار ہوتا ہے۔

﴿ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۖ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (36) ﴾

''پھر جب اس نے بچے کو جنم دیا تو کہا:''اے میرے رب!میں نے تو لڑکی کو جنم دے دیا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا''اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا،اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''(36)

سوال1: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ کیوں کہا: ﴿ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ﴾ ''اے میرے رب!میں نے تو لڑکی کو جنم دے دیا''؟

جواب: ''پھر جب اس بچے کو جنم دیا تو کہا:''اے میرے رب!میں نے تو لڑکی کو جنم دے دیا'' سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ یہ کہہ کر معذرت کر رہی ہیں کہ اگر لڑکا ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت اچھے طریقے سے ادا کرتا۔

سوال2: ﴿ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ تو خوب جانتے تھے کہ اس نے کس کو جنم دیا ہے۔اسے تو اس وقت بھی علم تھا جب ان کی والدہ کو بھی علم نہ تھا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کیسے نہ جانتے جب کہ وہ ماہر خلاق اور علیم ہیں۔

سوال3: ﴿ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ﴾ ''اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا''اس بات کی حقیقت واضح کریں کہ لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا؟

جواب: ﴿1﴾ لڑکے میں وہ فطری کمزوریاں نہیں ہوتیں جو لڑکی میں ہوتی ہیں۔ ﴿2﴾ لڑکے کے اوپر وہ تمدنی پابندیاں بھی نہیں ہوتیں جو لڑکی پر ہوتی ہیں۔ ﴿3﴾ یہ بات اس لیے کہی گئی کہ لڑکی ہونے کی صورت میں نذر کا مقصد اچھی طرح پورا نہیں ہوتا۔ ﴿4﴾ اس دور میں لڑکوں کی نذر دی جاتی تھی تاکہ وہ ہیکل کی خدمت کریں،صرف عبادت کے لیے وقف ہوں اور دنیا سے کٹ جائیں۔

سوال4: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ جس انداز سے بات کرتی ہوئی نظر آتی ہیں،اس سے ان کے اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ تعلق براہ راست ہے جس میں دل کی پوری بات بتائی جا رہی ہے اور بالکل واضح انداز میں بتائی جا رہی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے ہم کلامی ہے جس میں نہ تکلف ہے، نہ پیچیدگی۔ان کی بات سے اللہ تعالیٰ کی قربت جھلک رہی ہے۔﴿3﴾ یہ احساس جھلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

سوال 5: ﴿وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ﴾ ''اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے'' سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے ان کا نام رکھا اس سے بچے کا نام رکھنے کے بارے میں کن امور کا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے ان کا نام رکھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیدائش کے وقت بچے کا نام رکھنا جائز ہے۔﴿2﴾ ماں اپنے بچے کا نام رکھ سکتی ہے بشرط یہ کہ باپ کو یہ بات ناپسند نہ ہو۔(تفسیر منان:363/1) ﴿3﴾ حافظ ابن قیم نے پہلے، تیسرے اور ساتویں روز نام رکھنے کو درست قرار دیا ہے۔﴿4﴾ حافظ سیوطی نے (الاکلیل) میں لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے کہ بچے کا نام ولادت کے دن ہی رکھنا جائز ہے ساتویں دن کی ہی تعیین صحیح نہیں۔

سوال 6: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے کہا: ﴿وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ ''اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں'' یہ بات سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے دل کے خلوص کو ظاہر کر رہی ہے۔﴿2﴾ اپنی اولاد کے لیے جو تحفظ چاہئے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شیطان مردود سے بچائے۔﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے پیدا ہوتے ہی چھوتا ہے، جس سے وہ بچہ چلاتا ہے سوائے مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو (وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) یہ کلمہ سیدہ مریم علیہا السلام کی ماں نے کہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان کے ہاتھ لگانے سے بچالیا۔(صحیح بخاری:4548)

سوال 7: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے اپنی اولاد کے بارے میں معاشی توقعات نہیں باندھیں بلکہ نیک تمنا رکھی، اولاد کے بارے میں نیک تمنائیں کیا ہو سکتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اولاد اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرگرم عمل ہو جائے۔﴿2﴾ اولاد شیطان کے شر سے بچے۔﴿3﴾ اولاد نیک لوگوں کی جماعت میں شامل ہو جائے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور انہوں نے مجھے اپنے آدھے دوپٹے کی چادر بنا دی اور آدھے کو مجھے اوڑھا دیا اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا بیٹا انس ہے۔میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے پیش کرنے آئی ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا مانگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں زیادتی فرما'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میرا مال بہت کثیر ہے اور میری اولاد کی اولاد کی تعداد آج کل ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سو ہے۔'' (صحیح مسلم:6376)

سوال8: والدین کے بچوں پر کیا اثرات ہو سکتے ہیں؟

جواب: والدین کے نیک جذبات کے اثر سے:﴿1﴾اولاد دنیا کی زندگی میں اپنے نفس پر قابو پانے والی ہوتی ہے۔﴿2﴾وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والی ہوتی ہے۔﴿3﴾وہ نیکی اور بدی میں سے نیک راستے کو اختیار کرتی ہے۔

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ(37)﴾

''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔''(37)

سوال1: ﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾ ''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ﴾ ''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو نذر کے طور پر قبول فرمایا اور انہیں اور ان کی اولاد کو شیطان سے محفوظ فرمایا۔﴿2﴾﴿وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾ ''اور اس کی بہترین پرورش کی'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی پرورش اچھے طریقے سے کی۔ ان کی ماں کے دل میں جو اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہنے کا جو جذبہ تھا یہ اس کا صلہ تھا۔﴿3﴾سیدہ مریم علیہا السلام کو نفخ روح کے لیے، کلمۃ اللہ کی والدہ بننے کے لیے تیار کرنا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی خوب تربیت کی اور عمدہ طریقے سے پرورش کی۔﴿4﴾صحیحین میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوا سنا:'' دنیا کی سب سے بہتر عورت مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد تھیں۔'' (صحیح بخاری:3432)

سوال2: ﴿وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ ''اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا'' سیدنا زکریا علیہ السلام سیدہ مریم علیہا السلام کے کفیل کیسے بنے، وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سیدنا زکریا علیہ السلام کو سرپرست بنا دیا گیا۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ آل ہارون میں سے سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدنا مریم علیہا السلام کی نشو ونما اور تربیت کے لیے منتخب کیا جائے۔﴿2﴾سیدنا زکریا علیہ السلام کی کفالت کی وجہ سے سیدنا مریم علیہا السلام کی جسمانی اور اخلاقی تربیت بہت اچھی ہوئی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: ﴿ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ﴾ ''زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت سیدنا زکریا علیہ السلام نے کی تھی۔ وہ جب کبھی آپ علیہا السلام کے پاس محراب میں یعنی ان کی عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو ان کے پاس جنت کے پھل پاتے۔ گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں ہوتے۔

سوال4: ﴿ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ﴾ ''وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے'' یہ الفاظ کیا وضاحت کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے'' یہ الفاظ ان کے اپنے رب سے تعلق کی وضاحت کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کے اندر رزق کی فراہمی کے غیر معمولی سلسلے کی وجہ سے کوئی غرور نہ تھا۔ ﴿3﴾ سیدہ مریم علیہا السلام میں تواضع اور کسر نفسی جھلک رہی ہے۔ ﴿4﴾ سیدہ مریم علیہا السلام نے واضح کیا کہ اس میں ان کی محنت ومشقت شامل نہیں بلکہ یہ رزق انہیں اللہ تعالیٰ نے کرامت کے طور پر عطا فرمایا۔

سوال5: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کے رزق سے سیدنا زکریا علیہ السلام کی حیرت پر اپنے بے حساب رزق کا یقین دلایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ اس نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ گیا ہوگا۔ (الطلاق:2,3)

﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (38) ﴾

''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دعا کا خوب سننے والا ہے۔'' (38)

سوال1: ﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ﴾ ''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے اولاد کی دعا کی، یہ تمنا ان کے دل کے اندر کیسے پیدا ہوئی؟

جواب: ''وہیں زکریا نے اپنے ربّ کو پکارا'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے اولاد کی دعا کی۔ اولاد کی تمنا ایک فطری خواہش ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تخلیق اس فطری تمنا پر کی ہے کہ اس کے بعد کوئی اس کا جانشین ہو۔سیدہ مریم علیہا السلام جیسی صالحہ لڑکی اور ان کے پاس غیر معمولی رزق کی کرامت دیکھ کر ان کے دل کے اندر امید پیدا ہوئی۔

سوال 2: ﴿ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دعا کا خوب سننے والا ہے'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لیے دعا میں کیا خصوصی درخواست کی؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما'' یعنی خوش اخلاق اور خوش اطوار یعنی دینی اور دنیاوی نعمتوں کی تکمیل ہو جائے۔ ﴿2﴾ سیدنا زکریا علیہ السلام کے دل میں اولاد کے لئے دعا کرنے کا خیال بے موسم کے پھلوں کو دیکھ کر آیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بوڑھا اور ان کی بیوی کو بانجھ ہونے کے باوجود اولاد عطا کر دے گا۔ ﴿3﴾ ''بلاشبہ تو ہی دعا کا خوب سننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سمیع الدّعاء ہے یعنی دعاؤں کا سننے والا ہے۔ یہ یقین انسان کے اندر توکل کی صفت پیدا کرتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سہارے کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے اور سیدھے راستے پر چلنے لگتا ہے۔

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (39) ﴾

''چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے: ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا ہوگا اور نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا۔'' (39)

سوال 1: ﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ﴾ ''چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے'' اور اپنے رب کی عبادت اور مناجات میں مشغول تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی۔

سوال 2: ﴿ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا ہوگا اور نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کی خوش خبری دی، بچے کا نام خود یحییٰ رکھا اور بتایا کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پہلے آج تک کسی انسان کا یہ نام نہیں رکھا۔(تیسیر القرآن:262/1)﴿2﴾سیدنا یحییٰ نام اس لیے تجویز ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ زندگی دے گا۔﴿3﴾﴿مُصَدِّقًا﴾ سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے۔﴿4﴾''اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے کی'' اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔﴿5﴾﴿وَسَيِّدًا﴾''اور سردار'' سے مراد بنی اسرائیل کا سردار ہوگا۔قوم کی خراب حالت کی اصلاح کرے گا۔اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی صفات عطا فرمائے گا کہ آپ سردار بنیں گے،قوم کی راہ نمائی کریں گے،لوگ اپنے معاملات میں آپ سے راہ نمائی لیں گے۔﴿6﴾﴿وَّحَصُوْرًا﴾''اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا'' سے مراد نہ ان کی عورتوں کی طرف رغبت ہوگی نہ گناہ کے کاموں کی طرف رغبت ہوگی۔ نکاح نہ کرنا سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔رب کی خدمت اور اطاعت میں مشغول رہنے کی وجہ سے بے رغبتی تھی۔﴿7﴾''اور نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا'' سے مراد ہے کہ وہ نبی ہوگا اور پاک باز لوگوں میں سے ہوگا۔﴿8﴾سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے کردار پر جو روشنی قرآن نے ڈالی ہے،اس سے یہ نقشہ سامنے آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔سرداری و بزرگی کی شان والا ہوگا،اپنی جنسی خواہشات پر پوری قدرت رکھنے والا ہوگا،نبوت سے سرفراز ہوگا،ان کا شمار صالحین میں ہوگا۔

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ(40)﴾

''زکریا نے کہا:''اے میرے رب!میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟''(اللہ تعالیٰ نے)فرمایا:''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔''(40)

سوال1:﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ﴾''زکریا نے کہا:''اے میرے رب!میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟''سیدنا زکریا علیہ السلام نے یہ کیوں کہا تھا؟

جواب:''اے میرے رب!میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟''سیدنا زکریا علیہ السلام نے یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ انہیں ایسا بیٹا ملنے کی خوش خبری دی گئی جو کامل صفات والا اور نبی ہوگا۔سیدنا زکریا علیہ السلام انتہائی خوشی کی حالت میں پکار اٹھے۔''اے میرے رب!میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟

سوال2:﴿قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ﴾''فرمایا:''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے''اس سے مراد ہے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کے باوجود اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے گا۔﴿2﴾جو رب اسباب کے ساتھ اولاد دیتا ہے وہ بغیر اسباب کے اولاد دے تو اس کے لیے مشکل نہیں۔ارشاد فرمایا:﴿وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـــًٔا﴾اور یقیناً میں نے اس سے پہلے تجھے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔(مریم:9)﴿3﴾سیدنا زکریا علیہ السلام کے یہاں اولاد ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بے قید ہے،وہ ظاہری اسباب کے بغیر بھی اپنا کام کر سکتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے، بڑھاپااور بانجھ پن اس کے ارادے میں حائل نہیں ہو سکتے۔

﴿ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (41) ﴾

''زکریا نے کہا: ''اے میرے ربّ! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں''، (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔''(41)

سوال1: ﴿ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے نشانی کیوں مانگی؟

جواب: ﴿1﴾ ''اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے نشانی اس لیے مانگی کہ ان کے ہاں ولادت ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جب یہ غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو مجھے پیشگی اطلاع ہو جائے۔ ﴿2﴾ اولاد کی خوش خبری سن کر سیدنا زکریا علیہ السلام کے شوق میں اضافہ ہوا جس کی وجہ سے انہوں نے نشانی طلب کی۔

سوال2: ﴿ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ﴾ ''(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے'' بچے کی ولادت میں کیا نشانی مقرر کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ ''آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے'' بچے کی ولادت کے لیے یہ نشانی مقرر کی گئی کہ تین دن کے لیے زبان بندی ہو جائے گی۔ ﴿2﴾ لوگوں کی طرف متوجہ ہوں گے مگر کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکیں گے۔ ﴿3﴾ صرف رب کی طرف متوجہ ہوں، اس کا ذکر کریں اور اس کی تسبیح کریں۔ ﴿4﴾ زبان بندی کی نشانی میں بڑی حکمت تھی اس طرح روزمرہ کے معمولات سے باہر لا کر اپنی کامل قدرت کا یقین دلایا گیا۔ ﴿5﴾ زبان بندی کی نشانی سے یہ یقین دلایا گیا کہ جس طرح اسباب موجودہ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان کو کام کرنے سے روک سکتا ہے اسی طرح اسباب کے بغیر پیدا کر سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے تحت ہیں۔ (تفسیر منان:365/1)

سوال3: ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴾ ''اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شکر گزاری کے لئے سیدنا زکریا علیہ السلام کو حکم دیا کہ خاموشی میں کثرت سے صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو تاکہ اللہ تعالیٰ مزید نعمتوں سے نوازے اور مزید شکر ادا کرنے کے قابل ہو جاؤ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 4: اس واقعے کو یہاں بیان کرنے کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اصل مقصد عیسائیوں کے عقیدے کی غلطی واضح کرنا تھا۔ ﴿2﴾ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا ذکر اس لیے فرمایا کہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے چھ ماہ پہلے معجزانہ طریقے سے پیدا ہوئے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزے سے ہو چکی اور انہیں الٰہ نہیں بنایا گیا تو سیدنا مسیح علیہ السلام اپنی غیر معمولی پیدائش پر الٰہ کیسے ہو گئے؟

رکوع نمبر 13

﴿ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ (42) ﴾

''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے۔'' (42)

سوال: ﴿ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴾ ''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو کیسے چن لیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ ﴾ ''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے'' اس (برگزیدگی) کا تعلق مریم علیہا السلام کے بچپن سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تو شروع ہی سے آپ علیہا السلام کو بزرگی دے رکھی ہے، آپ علیہا السلام کی والدہ کی دعاؤں کو سن کر آپ علیہا السلام کو خلعت وجود بخشا گیا۔ ﴿2﴾ ہیکل کی خدمت کا کام لڑکوں اور مردوں کے لئے مخصوص تھا، آپ کو لڑکی ہونے کے باوجود اس کا موقع عنایت کیا گیا۔ ﴿3﴾ آپ علیہا السلام کو آپ کے حجرہ میں غذائیں جس اعجازی رنگ میں پہنچائی گئیں اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی زکریا علیہ السلام تک کو متحیر کر دیا، یہ سب شواہد آپ کی برگزیدگی ہی کے تو ہیں۔ (تفسیر ماجدی: 569/1) ﴿4﴾ ''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے'' اللہ تعالیٰ براہ راست ان کے اندر اپنی ایک روح ڈالنے والے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام میں روح ڈالی تھی۔ ﴿5﴾ ﴿ وَطَهَّرَكِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو حیض، نفاس، مردوں کے چھونے اور برے اخلاق سے پاک کیا۔ (تفسیر منیر: 242/2) ﴿6﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں اور ایسی خرابیوں سے پاک کیا جو ان کی شان میں کمی کا باعث بن سکتی تھیں۔ ﴿7﴾ ﴿ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴾ ''اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے'' جہان سے مراد ساری عورتوں پر فضیلت ہے۔ ﴿8﴾ چند خواتین یعنی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اس فضیلت میں شریک ہونا سیدہ مریم علیہا السلام کے اصطفاء کے منافی نہیں۔ ﴿9﴾ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا:''عورتوں پر عائشہ کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی۔مردوں میں سے تو بہت کامل ہوگزرے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران علیہا السلام اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا اور کوئی کامل پیدا نہیں ہوئی۔''(مسلم:2431)

﴿يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ(43)﴾

''اے مریم!اپنے رب کی اطاعت کرو،سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''(43)

سوال1: ﴿يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ﴾''اے مریم!اپنے رب کی اطاعت کرو''قنوت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے مریم اپنے رب کی اطاعت کرو۔﴿2﴾قنوت سے مراد خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت پر مسلسل قائم رہنا ہے۔

سوال2: ﴿وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾''اور سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''سیدہ مریم علیہا السلام کو عبادت کا حکم دیا گیا تو خاص طور پر رکوع اور سجدے کا ذکر کیا گیا،اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَاسْجُدِيْ﴾''اور سجدے کرو''سیدہ مریم علیہا السلام کو عبادت کا حکم دیا گیا تو خاص طور پر رکوع اور سجدے کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ عبادت میں رکوع اور سجدے کا مقام دوسری تمام عبادتوں سے افضل ہے۔﴿2﴾رکوع اور سجدے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔﴿3﴾''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''اس سے مراد ہے بیت المقدس میں باجماعت نماز کے لیے حاضری دو۔(ایسرالتفاسیر:173)﴿4﴾سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت پر مسلسل قائم رہیں۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود رہیں۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والوں کے ساتھ جھکیں۔﴿7﴾اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں مصروف رہیں۔﴿8﴾ایسی زندگی بسر کریں جو اللہ تعالیٰ سے جڑی ہوئی ہو۔

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ(44)﴾

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔''(44)

سوال1: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ﴾''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سیدہ مریم علیہا السلام کے بارے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں جوخبریں دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کن حالات سے گزریں تو یہ غیبی معاملات تھے جن کا علم وحی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔(تفسیر منان 366/1:)

سوال2: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ ''ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے'' اس مشکل کو حل کرنے کے لیے قرعہ اندازی کی گئی۔تم تو اس وقت موجود نہ تھے جب سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ انہیں بیت المقدس کے ذمہ دار افراد کے پاس لے کر گئیں تو ان میں ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ ان کی کفالت کریں لیکن واقعات تمہیں صحیح صحیح بتائے جارہے ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن حکیم وحی الٰہی پر مبنی ہے۔﴿2﴾ ﴿اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ ''کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا'' سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت کے لیے قرعہ اندازی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ان کی والدہ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے کام کے لیے ہیکل کی نذر کیا تھا۔﴿3﴾ بیت المقدس کے سب ذمہ داروں کی خواہش تھی کہ وہ ان کی دیکھ بھال کا شرف حاصل کریں۔اس مشکل کو حل کرنے کے لیے انہوں نے قرعہ اندازی کی۔﴿4﴾ کفالت کے لیے قلم نہر اردن میں پھینکے گئے۔طے یہ پایا کہ جس کا قلم پانی کے ساتھ نہیں بہے گا وہ سیدہ مریم علیہا السلام کا سرپرست قرار پائے گا۔یہ شرف سیدنا زکریا علیہ السلام کو حاصل ہوا جو ان کے نبی اور معزز ترین فرد تھے۔سبھی کے قلم بہہ گئے۔سیدنا زکریا علیہا السلام کا قلم اپنی جگہ موجود رہا۔یہ علامت تھی کہ کفالت کس کے حصے میں آئے گی۔

سوال3: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے'' نبی ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ آپ اس وقت موجود نہ تھے جب وہ سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت کے بارے میں جھگڑے کر رہے تھے۔﴿2﴾ نہ وہ یہ واقعات جانتے ہیں نہ ان کے آباؤاجداد،اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سچے ہیں اس لیے ان کا فرض ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت قبول کریں اور آپ ﷺ کا حکم مانیں۔

سوال4: کیا قرعہ اندازی جائز ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حلال کاموں میں قرعہ اندازی جائز ہے۔﴿2﴾ قرعہ اندازی سنت ہے۔نبی ﷺ سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے۔(بخاری:218/5)

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (45)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے، اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا اور مقرب بندوں میں سے ہوگا۔''(45)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے فضل کو قبول کرنے کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام کیسے تیار ہوئیں؟

جواب: سیدہ مریم علیہا السلام کی پاکیزگی، یک سوئی، مسلسل عبادت گزاری یہ تین خصوصیات ایسی تھیں جن کی بناء پر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو قبول کرنے کے لیے اور ولادت مسیح کے لیے تیار ہو سکیں۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے اطلاع دی کہ ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوگی۔

سوال 2: ﴿ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ﴾ ''جب فرشتوں نے کہا: ''اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جب فرشتوں نے کہا: ''اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے'' اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خوش خبری ہے جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی فرمان کے ذریعے پیدا ہوئے۔ ﴿2﴾ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کلمہ اس لیے کہا گیا کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ اور خصوصی فرمان کے ذریعے پیدا ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام کے حالات اسباب سے خارج تھے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو نشانی اور عجیب مخلوق بنایا۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کو سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری۔ مقدس فرشتے کی یہ مقدس پھونک سیدہ مریم علیہا السلام کے جسم میں داخل ہوگئی جس سے وہ پاک روح پیدا ہوگئی۔ اس وجہ سے آپ علیہ السلام روحانی فطرت رکھتے تھے جو روحانی مادے سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی روح کہا گیا۔ (تفسیر منان: 368,369/1)

سوال 3: ﴿ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴾ ''اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا ہوگا اور مقرب بندوں میں سے ہوگا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کیوں کہا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہا گیا کیونکہ اندھوں پر ہاتھ پھیر کر انہیں شفایاب کرتے تھے۔ ﴿2﴾ ''وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے پیدا کیا۔ وہ انسانوں کے ظرف کو جانتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ کس طرح ایک معجزے کا یہودی انکار کریں گے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی بن باپ کی پیدائش کی وجہ سے کس طرح طعنے برداشت کرنے پڑیں گے اس لئے پیدائش سے پہلے ہی ان کے بارے میں واضح کر دیا کہ دنیا میں بھی معزز ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت کا مقام پائیں گے یعنی مقربین میں سے ہوں گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اولوالعزم پیغمبروں میں شامل کیا جو بڑی شریعتوں کے حامل تھے۔ ان کے پیروکاروں کی کثیر تعداد تھی جو مشرق و مغرب میں پھیل گئی۔ ﴿4﴾ ''اور مقرب بندوں میں سے ہوگا'' مقرب لوگوں میں سے ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے ہوں گے، دوسرے انبیاء اور رسولوں کی طرح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ بھی شفاعت کریں گے، جس سے آپ کا بلند مقام جہان والوں کے سامنے ثابت ہوجائے گا۔اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہیں، اپنے رب سے انتہائی قریب ہیں بلکہ آپ مقربین کے سرداروں میں سے ہیں۔(تفسیر منان:369/1)

﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ (46) ﴾

''اور وہ گود میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔''(46)

سوال: ﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴾ ''اور وہ گود میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مسیح کا نام عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بتایا، وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا، لوگوں سے گود میں بات کرے گا، ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے کلام کرے گا، نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ ﴿2﴾ ﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ ﴾ ''اور وہ گود میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا'' وہ کلام عام کلام سے مختلف تھا۔انہوں نے ایسی بات کی جس میں بھلائی اور کامیابی تھی۔ ﴿3﴾ وہ کلام اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی تھی جس سے مومنوں کو فائدہ ہوا، اور دشمنوں پر حجت قائم ہوئی اور یہ ثابت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ ﴿4﴾ وہ کلام ان کی والدہ کے لیے بھی نعمت بنا کیونکہ اس کے ذریعے ان کی والدہ پر لگنے والے الزام کی تردید ہوگئی۔ ﴿ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ۖ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي ۖ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴾ تو مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔لوگوں نے کہا: ''ہم اس سے کیسے بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے؟'' بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔اور اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں۔اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ رہوں۔اور اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا۔اور اس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا۔(مریم:32-29) ﴿5﴾ ﴿ فِي الْمَهْدِ ﴾ ''گود میں'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گود میں تین بچوں کے سوا کسی نے بات نہیں کی۔ان میں سے ایک عیسیٰ ابن مریم ہیں، دوسرا بنی اسرائیل کا وہ بچہ جسے جریج سے منسوب کیا گیا اور بچے نے جریج کی بریت کی اور بول کر اپنے اصلی باپ کا نام بتادیا۔تیسرے وہ بچہ جس نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر کہا تھا: یا اللہ! مجھے اس ظالم سوار کی طرح نہ کرنا۔(تیسیر القرآن:265/1) ﴿6﴾ ﴿ وَكَهْلًا ﴾ ''اور ادھیڑ عمر میں بھی'' جوانی اور بڑھاپے کے درمیان کی عمر ادھیڑ عمر کہلاتی ہے۔ادھیڑ عمر میں کلام سے مراد ہے کہ جب بڑے ہوکر وحی اور رسالت عطا کئے جائیں گے تو کلام کریں گے۔ ﴿7﴾ اس سے یہ بھی مراد لی گئی ہے کہ جب قرب قیامت کے دور میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تب وہ اسلام کی تبلیغ کریں گے۔یہی ادھیڑ عمر میں کلام سے مراد ہے۔ ﴿8﴾ ﴿ وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴾ ''اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' نیک لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرتے ہیں، اس میں کمی نہیں کرتے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (47) ﴾

''مریم نے کہا: ''اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟'' (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً وہ اس سے کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔'' (47)

سوال 1: ﴿ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ﴾ ''مریم نے کہا: ''اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟'' سیدہ مریم علیہا السلام نے یہ بات کیوں کہی؟

جواب: ﴿1﴾ ''مریم نے کہا: ''اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟'' سیدہ مریم علیہا السلام نے دوسرے انسانوں کی طرح روزمرہ زندگی میں سلسلہ اسباب کے عادی ہوجانے کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ ایسا کیسے ممکن ہے۔ حالانکہ وہ جانتی تھیں لیکن یہ بات ان کے لئے معمہ بن گئی جس کے حل کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا عام قانون یہی ہے کہ مرد سے تعلق کیے بغیر اولاد نہیں ہوتی۔ یہ بات مریم نے تعجب کے طور پر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرتے ہوئے نہیں فرمائی۔ (تفسیر منان: 369/1)

سوال 2: ﴿ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ یہ معجزہ ہے، اسے پیدا کرنے والا وہ ہے جو کسی بھی کام کو کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔ ﴿2﴾ ان الفاظ سے سیدہ مریم علیہا السلام کو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو جو چاہے پیدا کرسکتا ہے اور سیدہ مریم علیہا السلام کے دل کو ڈھارس بندھائی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا انتخاب ہے، آپ کو اس پر مطمئن رہنا چاہیے۔

سوال 3: ﴿ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ ''جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً وہ اس سے کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہو جاتا ہے'' اس سے کس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً وہ اس سے کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے'' اس سے کائنات کی ابتدا کی طرف توجہ دلائی گئی کہ جس طرح کائنات ﴿ كُنْ ﴾ ''ہوجا'' سے وجود میں آگئی تھی تو کیا کوئی انسان اس طرح وجود میں نہیں آسکتا؟ ﴿2﴾ ﴿ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ سے اس طرف توجہ دلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا حکم دیں تو وہ ہوجاتا ہے خواہ کسی ظاہری سبب سے ہو یا بے سبب۔ ﴿3﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ ''ہوجاتو وہ ہوجاتا ہے'' اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی ہے۔اس سے انسان کا دل مطمئن ہوجاتا ہے۔اس سے انسان کو اپنے اوپر تعجب ہونے لگتا ہے کہ اتنی سادہ سی بات کیوں نہ سمجھ آئی۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے گہوارے میں کلام کرنے سے تخلیق پر اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے کہ'' جب وہ کہتا ہے ہوجاتو وہ ہو جاتا ہے'' تخلیق پر اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور مادی اسباب کے بغیر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی غیر معمولی پیدائش سے تخلیق پر اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔

﴿ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (48) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔''(48)

سوال: ﴿ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور حکمت سکھائے گا'' اس لفظ سے کتاب کی جنس مراد ہوسکتی ہے۔﴿2﴾ اس کے بعد تورات اور انجیل کا ذکر کیا گیا۔﴿3﴾ علم دینے میں الفاظ اور معانی دونوں کا علم شامل ہے۔﴿4﴾ الکتاب سے کتابت یعنی لکھنے کا علم مراد ہوسکتا ہے۔ ﴿5﴾ حکمت سے مراد شریعت کا علم اور ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھنے کا علم ہے۔﴿6﴾ حکمت سے مراد ایسا نافع علم ہے جو انسان کو احکامات کی سمجھ اور شریعت کے راز سکھاتا ہے۔(تفسیر منیر:250/2)﴿7﴾﴿ وَالْحِكْمَةَ ﴾ سے مراد اسرار شریعت کا علم اور ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھنے کا علم ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسانات بیان فرمائے کہ انہیں لکھنا سکھایا اور علم وحکمت سے نوازا۔یہ انسان کی ذات سے تعلق رکھنے والا کمال ہے۔(تفسیر منان:370/1) حکمت انسان کی ذات سے تعلق رکھنے والا کمال ہے،اس سے مراد تفقہ فی الدین ہے۔﴿8﴾﴿ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴾ ''اور تورات اور انجیل'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو تورات سکھانے کا سبب یہ تھا کہ تورات میں شریعت کے احکامات تھے اور انہیں نئی شریعت نہیں دی گئی تھی۔

﴿ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (49) ﴾

''اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا بلاشبہ میں یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو بلاشبہ اس میں یقیناً تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔''(49)

سوال1: ﴿وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا، وہ کیسی قوم تھی؟

جواب: ''اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی جانب بھیجا جو اپنے زمانے کی افضل ترین قوم تھی۔

سوال2: ﴿اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''میں یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی کن نشانیوں (معجزات) کا تذکرہ ان آیات میں ملتا ہے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں: ﴿1﴾ مٹی سے پرندے کی صورت کا مجسمہ بنا کر پھونک مارنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا پرندہ بن جانا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا۔ ﴿3﴾ مردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرنا۔ ﴿4﴾ لوگ جو کھا کر آتے تھے اور جو ذخیرہ کر کے رکھتے تھے وہ انہیں بتا دیتے تھے۔

سوال3: ﴿اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں'' ﴿1﴾ ایمان لانے والوں کے لیے معجزات اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بنتے ہیں اور وہ ہر معجزے میں اپنے رب کی قدرت کو پا لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس لیے معجزات عطا فرمائے تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ ﴿3﴾ ﴿بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے'' اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر یہ معجزات ظاہر نہ ہوتے۔ ﴿4﴾ اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے عقیدے کی بھی نفی ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔

سوال4: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانی تھی کہ بے جان مٹی زندہ جانور بن جائے، ایسے ہی بیمار تندرست ہوئے، مردے زندہ ہوئے اور غیبی امور کی خبریں دی گئیں۔ ﴿2﴾ اگر ایک نشانی بھی ہوتی تو بڑا معجزہ ہوتا۔ یہ نشانیاں یقین اور ایمان کے لیے تھیں۔

﴿ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (50) ﴾

''اور تصدیق کرنے والا ہوں اس کے لیے جو مجھ سے پہلے تورات میں سے ہے اور تا کہ میں بعض وہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں، اور میں تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو۔''(50)

سوال1: ﴿ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ ﴾ ''اور تصدیق کرنے والا ہوں اس کے لیے جو مجھ سے پہلے تورات میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ میں ویسی ہی تعلیمات لے کر آیا ہوں جیسی سیدنا موسیٰ علیہ السلام لائے تھے اور جو تورات میں موجود تھیں۔ ﴿2﴾ دین برحق اس وقت تورات میں پورا موجود تھا۔ اس میں پوری شریعت موجود تھی۔ ﴿3﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی رسالت میں تورات پر اعتماد فرماتے تھے۔

سوال2: ﴿ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اور تا کہ میں بعض وہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور تا کہ میں بعض وہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ انجیل کی شریعت میں آسانی اور نرمی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے تورات میں سے بعض حرام چیزیں جو سزا کے طور پر حرام کی گئی تھیں، ان کو حلال کردیا۔ ﴿3﴾ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل نے تورات کے اکثر احکام منسوخ نہیں کیے بلکہ ان کی تکمیل کی ہے اور انہیں برقرار رکھا ہے۔

سوال3: ﴿ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''اور میں تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں'' اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے معجزات کا ذکر اس لیے کیا کہ میں سچا ہوں اور میری پیروی واجب ہے۔

سوال4: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، اس کے احکامات پر عمل کرو، اس کے منع کیے ہوئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاموں سے رک جاؤ۔ ﴿2﴾ میری اطاعت کرو کیونکہ رسول کی اطاعت اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (51) ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، چنانچہ اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔''(51)

سوال1: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، چنانچہ اسی کی عبادت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، چنانچہ اسی کی عبادت کرو'' اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے توحید الوہیت کی دعوت دی ہے کہ جس طرح ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے، فاعبدوہ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی جس طرح اس کو رب، خالق، رازق مانتے ہو اسی طرح صرف اسی کو معبود مانو، اسی سے محبت رکھو، اسی سے امید باندھو، اسی پر اعتماد کرو، اسی سے دعائیں کرو۔

سوال2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ﴿ فَاعْبُدُوْهُ ﴾ سے عیسائیوں کی کیسے تردید ہوتی ہے؟

جواب: عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے خود اقرار کیا کہ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴾ بچے نے کہا: یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔(مریم:30)

سوال3: ﴿ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴾ ''یہی سیدھا راستہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ سیدھا راستہ ہے یعنی توحید کا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کا، رسول اللہ کی فرماں برداری کا۔ یہی راستہ جنت تک پہنچاتا ہے۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (52) ﴾

''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا: ''کون اللہ تعالیٰ کی طرف میرا مددگار ہے؟'' حواریوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ ہو جائیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں۔''(52)

سوال1: ﴿ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ ﴾ ''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ ﴾ ''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا'' یعنی جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے یہ جان لیا کہ یہودی ان کی اطاعت کرنے کے لیے تیار نہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: بنی اسرائیل کے بڑوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے سے انکار کیوں کیا؟

جواب: ﴿1﴾ بڑوں کے ہاتھ میں ہر قسم کے وسائل ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگ مذہب کی گدیوں پر قابض ہوتے ہیں عوام کی نظر میں وہی مذہب کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ﴿3﴾ مذہب کے نمائندے جس کو رد کر دیں عوام بھی اس کو رد کر دیتے ہیں۔ ﴿4﴾ جو لوگ حق کی زندگی کا لیبل لگا کر لوگوں کے درمیان عزت کا مقام حاصل کر چکے ہیں وہ صرف خود انکار نہیں کرتے بلکہ دعوت دینے والے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

سوال3: حق کی دعوت دینے والے کے خلاف محاذ آرائی کیسے ہوتی ہے؟

جواب: حق کی دعوت دینے والے کے خلاف اس طرح محاذ آرائی ہوتی ہے کہ ﴿1﴾ طرح طرح کے شوشے نکال کر عوام کو بھڑکایا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اس پر وسائل حیات تنگ کئے جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ لوگ ایسے فرد کو بے دین قرار دے دیتے ہیں۔ ﴿4﴾ آخر کار طاقت کے ذریعے اس کو مٹا دینے کا منصوبہ بناتے ہیں۔

سوال4: حق کے داعی کی مخالفت ہوتی ہے لیکن اس کا پیغام جاری رہتا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی مدد داعی کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے کوئی مخالفت اس کی آواز کو دبانے میں کامیاب نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ داعی مخالفتوں کے باوجود اپنا مشن جاری رکھتا ہے۔

سوال5: جو لوگ حق کی دعوت کی مخالفت کریں وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کیسے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حق کی دعوت کے مخالف اور انکار کرنے والے مفسد ہیں۔ ﴿2﴾ حق کے مخالف انسانوں کو داعی کی طرف جانے سے نہیں جنت کی طرف جانے سے روکتے ہیں اور اس سے بڑا کوئی فساد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی جنت کی طرف جانے سے روکا جائے۔

سوال6: ﴿قَالَ مَنْ أَنْصَارِيْٓ إِلَى اللّٰهِ﴾ ''کہا: ''کون اللہ تعالیٰ کی طرف میرا مددگار ہے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دین کی نشر و اشاعت اور اس کے قیام کے لیے عام اپیل کس طرح کی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿مَنْ أَنْصَارِيْٓ إِلَى اللّٰهِ﴾ کون ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرا مددگار۔ ﴿2﴾ کون ہے جو دین کی دعوت اور اس کی نصرت کے لیے میرے ساتھ تعاون کرے گا۔ ﴿3﴾ کون ہے جو انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے سلسلے میں میرا مددگار ہوتا ہے تاکہ میں اپنے فرائض اچھی طرح ادا کر سکوں۔

سوال7: دعوت دین کے لیے مددگاروں کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟

جواب: حق کی طرف بلانے والے کو ساتھیوں کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ ﴿1﴾ اسے حمایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ اسے ساتھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی ضرورت ہوتی ہے۔﴿3﴾ایسے افراد جودعوت کاعلم اٹھا کر چلتے رہیں۔﴿4﴾ایسے افراد جودعوت کومسلسل پھیلاتے رہیں۔﴿5﴾ رسول اللہ ﷺ موسم حج میں لوگوں کو اپنا ساتھی اور مددگار بننے کے لئے مدد طلب کرتے تھے۔آپ ﷺ کی آواز پر انصار نے لبیک کہا۔﴿6﴾رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خاندان سے تعاون طلب کیا۔اے حاضرین!میں تم سب کے لیے دنیااورآخرت کی بہبود لے کرآیاہوں اورمیں نہیں جانتا کہ عرب بھرمیں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اورافضل کوئی شے لایاہو،مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے کہ میں آپ لوگوں کواس کی دعوت دوں۔بتاؤتم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟یہ سن کے سب کے سب چپ ہوگئے،سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کرکہا:یارسول اللہ(ﷺ)!میں حاضرہوں،نبی ﷺ نے ابوطالب سے کہا:تم اس کی بات مانا کرواور جوکہا کرے سنا کرو۔یہ فقرہ سن کر مجمع خوب کھل کھلا کر ہنسااورابوطالب سے تمسخرکرنے لگا۔دیکھو!محمد ﷺ نے تمہیں کہہ دیاہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کاحکم مانا کرو۔(رحمۃ للعالمین:80)﴿7﴾عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ نے تعاون طلب کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے ان کواللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ کرسنایاجس کے سننے سے وہ ایمان اورایقان کے نورسے بھرپورہوگئے۔اب سب لوگوں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ ہمارے شہرمیں چل کر بسے تاکہ ہمیں پوراپورافیض حاصل ہوسکے۔نبی ﷺ نے فرمایا:(i)کیاتم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مددکروگے؟(ii)جب میں تمہارے شہرمیں جابسوں کیاتم میری اورمیرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل وعیال کی مانندکروگے؟ایمان والوں نے پوچھا:ایسا کرنے کا ہم کومعاوضہ کیاملے گا؟نبی ﷺ نے فرمایا:بہشت(جونجات اوراللہ تعالیٰ کی خوشنودی کامحل ہے)۔ایمان والوں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!یہ توہماری تسلی فرمادیجئے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کوکبھی چھوڑ نہ دیں گے؟نبی ﷺ نے فرمایا:''نہیں!میرا جینا،میرا مرناتمہارے ساتھ ہوگا''اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقان صداقت عجب سرورونشاط کے ساتھ جاں نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے۔براء بن معرورہ رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔(رحمۃ للعالمین:119)

سوال8:﴿قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ﴾''حواریوں نے کہا''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿قَالَ الْحَوَارِيُّونَ﴾''حواریوں نے کہا''حواری کامفہوم وہی ہے جوانصارکا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی اوردین کے مددگار۔

﴿2﴾﴿نَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ﴾''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں''حواریوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کوجواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں۔اللہ تعالیٰ کے اسی کام کواللہ تعالیٰ کی مدد کہا جاسکتا ہے جوخالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائے۔

سوال9:اللہ تعالیٰ کی مدد کیسے کی جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے رسول کی مددکرکے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے دین کولے کرجولوگ اٹھیں اوروہ سچے دین کی طرف بلانے والے ہوں توان کی مددکرکے۔﴿3﴾اسلام کے پیغام کوانسانوں تک پہنچاکر۔﴿4﴾لوگوں کودین سکھاکر۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے وقت،صلاحیت،مال،قوتیں اوررابطے لگاکراللہ تعالیٰ کی مدد کی جاتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال10: ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ ''ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں'' حواریوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرایا، حکمت بتائیں؟

جواب: ﴿1﴾ حواریوں نے کہا ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ ﴿وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ اور آپ گواہ ہو جائیں کہ یقیناً ہم فرماں برداروں میں سے ہیں۔ ﴿2﴾ دین کی دعوت دینے والے کا معاملہ کسی انسان سے نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے۔ دین کی دعوت دے کر تو اجر اللہ تعالیٰ کی ذات سے لینا ہے۔ اس لیے حواریوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرایا۔ ﴿3﴾ دعوت دینے والے یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دین حق ہے اور یہ کہ اس دین میں انسانوں کے لیے بھلائی ہے۔ ﴿4﴾ دعوت دینے والے اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں اور یہ گواہی وہی دے سکتا ہے جو اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے دین کا نمونہ بنائے جس کی وجہ سے گواہی ممکن ہو جائے۔

﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (53)﴾

''اے ہمارے رب! جو آپ نے نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے چنانچہ ہمیں بھی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے۔'' (53)

سوال1: ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ﴾ ''اے ہمارے رب! جو آپ نے نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے'' حواریوں نے انصار اللہ بننے کے لیے اپنی کن صفات کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے؟

جواب: ﴿1﴾ حواریوں نے کہا: ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ﴾ ''اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لے آئے جو آپ نے نازل کیا'' حواریوں نے انصار اللہ بننے کے لیے سب سے پہلے اپنے ایمان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا کہ ہم اس پر ایمان لے آئے جو آپ نے نازل کیا۔ ﴿2﴾ حواریوں نے کہا: ﴿وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ﴾ ''اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے'' حواریوں نے انصار اللہ بننے کے لیے رسول کی اتباع کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا کہ ہم کسی خود ساختہ طریقے پر عمل پیرا نہیں رسول کے طریقے کے پیروکار ہیں۔ ﴿3﴾ حواریوں نے کہا: ہم آپ کی توحید، رسالت اور وحی پر ایمان لانے والے ہیں اس لیے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

سوال2: ﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہمیں بھی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ چنانچہ ہمیں بھی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہیں۔ ﴿2﴾ اس گواہی سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار، انبیاء کی تصدیق اور اس کے مطابق عمل اور جو عبادت ان پر واجب ہے اس کو ادا کرتے ہیں۔ جب وہ دین کی نصرت کے لیے اور شریعت کو قائم کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے تو بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لایااورایک گروہ نے کفراختیارکیا۔ان دونوں میں جنگ ہوئی تواللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کی اورمشرکوں کوشکست ہوئی اوراہل توحید کامیاب ہوگئے۔(تفسیرسعدی:373,372/1)

﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (54) ﴾

''اورانہوں نے خفیہ تدبیرکی اوراللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیرکی اوراللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیرکرنے والوں میں سے بہتر ہے۔''(54)

سوال: ﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ ''اورانہوں نے خفیہ تدبیرکی اوراللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیرکی اوراللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیرکرنے والوں میں سے بہتر ہے'' یہودیوں کامکرکیاتھا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَمَكَرُوْا ﴾ ''اورانہوں نے خفیہ تدبیرکی'' یہودی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کوسولی پرچڑھاناچاہتے تھے جس کے لیے انہوں نے ان پرالزام لگائے۔﴿2﴾ یہودی اللہ تعالیٰ کے نبی کوشہیدکردیناچاہتے تھے۔﴿3﴾ ﴿ وَمَكَرَ اللّٰهُ ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیرکی'' اللہ تعالیٰ کامکر(تدبیر) یہ تھی کہ اس نے یہودیوں کوان کے منصوبوں پرسزادینے کافیصلہ کرلیاتھا۔﴿4﴾ ﴿ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیرکرنے والوں میں سے بہتر ہے'' اللہ تعالیٰ بہترین تدبیرکرنے والاہے وہ اپنے اولیاء کی حفاظت فرماتاہے اوران کے دشمنوں کوہلاک کرتاہے۔

رکوع نمبر14

﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (55) ﴾

''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ اےعیسیٰ!یقیناًمیں تجھے قبض کرنے والاہوں اورتجھے اپنی جانب اٹھانے والاہوں اوران لوگوں سے جنہوں نے کفرکیاتجھے پاک کرنے والاہوں اورجن لوگوں نے تیری پیروی کی انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پرغالب کرنے والاہوں جنہوں نے کفرکیا۔پھرمیری طرف تم سب کی واپسی ہے،سومیں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گاجن میں تم اختلاف کیاکرتے تھے۔''(55)

سوال1: ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ اےعیسیٰ!یقیناًمیں تجھے قبض کرنے والاہوں'' مُتَوَفِّيْكَ کے کیامعنی ہیں؟

جواب: مُتَوَفِّيْكَ سے مرادہے کہ میں پوراپورالینے والاہوں یعنی یہودیوں کی سازش سے بچاکرآسمانوں پراٹھانے والاہوں۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کوآسمانوں پراپنی طرف اٹھایااورکسی اورشخص پران کی مشابہت ڈال دی۔جس شخص کوان کاہم شکل بنایاگیاتھااسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پکڑ کر صلیب پر چڑھایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔اس طرح اپنے خیال میں انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ حالانکہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ اس کی شبیہ بنادی گئی۔(النساء:157)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو واپس کیوں بلا لیا؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی۔ ﴿2﴾ انہوں نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک رقاصہ کی فرمائش پر کاٹ ڈالا۔ ﴿3﴾ بنی اسرائیل کے علماء اور فقہاء نے سازش کر کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو رومی سلطنت سے سزائے موت دلوانے کی کوشش کی۔ ﴿4﴾ بنی اسرائیل کو مزید سمجھانا اور ان پر وقت لگانا بے فائدہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو واپس بلا لیا۔

سوال3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کتاب بھی برقرار رکھی شریعت بھی پھر یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیوں کیا تھا،فرق کس چیز میں آیا تھا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کتاب بھی برقرار رکھی اور شریعت بھی، یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا انکار اس لیے کیا تھا کہ ان کا عقیدۂ آخرت خراب ہو گیا۔ان کا خیال تھا کہ ہم جو جی چاہے کریں ہماری پکڑ نہیں ہونے والی۔

سوال4: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے واپس بلانے کا تذکرہ اس مقام پر کس لیے کیا گیا؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے واپس بلانے کا تذکرہ اس مقام پر عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید کے لیے کیا گیا کہ ''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں'' کیوں کہ وہ معجزانہ طور پر پیدا ہوئے۔ان کے معجزات ایسے تھے کہ وہ انسان نہیں ہو سکتے اور یہ کہ انہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔

سوال5: قرآن حکیم نے عیسائیوں کے غلط عقائد کی تردید کیسے کی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ ﴿2﴾ معجزات کے بارے میں واضح کیا کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کچھ بھی اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ ﴿3﴾ مسیح علیہ السلام تو صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے جس کی صلیب والی تصویر تم نے اپنے مذہب کا حصہ بنالی ہے مسیح علیہ السلام کو تو اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔

سوال6: ﴿ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ﴾ ''اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانوں پر اٹھا لیا۔ان کے دشمنوں نے ایک شخص کو پکڑ کر صلیب پر چڑھایا اور قتل کر دیا۔اس طرح وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے عظیم جرم کے مرتکب ہوتے رہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں واضح فرمایا:﴿ وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ﴾ حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھایا بلکہ ان کے لیے اس کی شبیہ بنادی گئی۔اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اختلاف کیا یقیناً وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کے بارے میں گمان کا پیچھا کرنے کے سوا علم نہیں اور انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا۔(النساء:157) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے شک میں ہیں۔ ﴿3﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا مخلوق سے اوپر ہونا اور عرش پر حقیقتاً مستوی ہونا ثابت ہوتا ہے جیسے کہ قرآن وحدیث کی نصوص سے ثابت ہوتا ہے جنہیں اہل سنت نے تسلیم کیا ہے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔(تفسیر سعدی:373/1)

سوال 7: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی تھی انہیں آسمان پر اٹھالیا گیا۔ وہ زندہ ہیں، آئندہ ان کا مشن کیا ہوگا، اس کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں۔ ﴿2﴾ قرب قیامت کے زمانہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ 100 سے زائد احادیث نزول مسیح علیہ السلام کے بارے میں مروی ہیں۔ ﴿3﴾ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے مسیح دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور سجدہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے گا۔ ﴿4﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: (اِنَّ عِیسیٰ لَمْ یَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ) یقیناً عیسیٰ علیہ السلام نے وفات نہیں پائی یقیناً وہ تمہاری طرف واپس لوٹیں گے۔ بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ قبول نہیں کریں گے۔ ان کے نزدیک یا تو اسلام ہوگا یا قتل، وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں گے اور مسلمان ہی ان کے مددگار اور ان کے پیروکار ہوں گے اور بہت ممکن ہے کہ اس آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہو۔(مسلم:389) ﴿5﴾ یہ غیبی امور میں سے ہے، متشابہات میں داخل ہے۔ اس کی تاویل صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

سوال 8: ﴿وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور تجھے پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور تجھے پاک کرنے والا ہوں'' یہاں اس سے مراد ان الزامات سے پاکیزگی ہے جو یہودی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر عائد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکیزگی ساری دنیا کے سامنے پیش کردی۔ ﴿2﴾ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ یہود ونصاریٰ، مجوسیوں اور آپ کی قوم کے ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا آپ کو پاک کرنے والا ہوں۔

سوال 9: ﴿وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا'' ﴿1﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح معنوں میں پیروی کرنے والے صرف مسلمان ہیں اور اگر صرف ماننے والے ہوں تو پھر عیسائی اور مسلمان ہیں۔ ﴿2﴾ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دنیاوی معاملہ ہے۔ آخرت کا معاملہ اس کے علاوہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار کے مطابق ہوگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال10: ﴿ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡہِ تَخۡتَلِفُوۡنَ﴾ ''پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے، سو میں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا اٹل ہے، اس کی طرف لوٹنے سے کوئی چھٹکارا نہیں پا سکتا، اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔ ﴿2﴾ ''میں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے'' لوگوں کے درمیان اختلافات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ہی کرنا ہے، اس کا فیصلہ کسی کے خود ساختہ عقیدے کے مطابق نہ ہوگا۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۫ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ(56)﴾

''پھر جن لوگوں نے کفر کیا انہیں میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔''(56)

سوال1: ﴿فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ﴾ ''پھر جن لوگوں نے کفر کیا انہیں میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ ''پھر جن لوگوں نے کفر کیا'' یہاں کافروں سے مراد اہل صلیب ہیں اور اہل تثلیث ہیں۔ (تفسیر المیسر: عائض القرنی:73/1) ﴿2﴾ رب العزت نے ان کافروں کے بارے میں واضح فرمایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ ﴿فَاُعَذِّبُہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا﴾ ''انہیں میں دنیا میں سخت عذاب دوں گا'' دنیا کے عذاب سے مراد قتل، قید، ذلت اور مسکنت ہے۔ ﴿3﴾ ﴿وَ الۡاٰخِرَۃِ﴾ ''اور آخرت میں'' آخرت کے عذاب سے مراد اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کا عذاب ہے۔ ﴿4﴾ جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت کا عذاب ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ دراصل سچائی کی مخالفت کرتے ہیں جو جہالت بھی ہے اور نافرمانی بھی۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انکار کرنے والے مفسد ہیں کیونکہ وہ خود بھی جنت جانے سے رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسے مفسدین کو دنیا میں بھی سزا دی جائے اور آخرت میں شدید عذاب ان کا مقدر ہے۔

سوال2: ﴿وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ﴾ ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ نہ کسی کی شفاعت، نہ دوستی، نہ رشتے داری کام آئے گی نہ خود اپنے کام آسکیں گے۔ ﴿2﴾ جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوست بناتے ہیں وہ ان کے لیے مددگار نہیں ہوں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائیں اور ان کی شفاعت کریں۔

﴿وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡہِمۡ اُجُوۡرَہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ(57)﴾

''لیکن جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، تو انہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کرتا۔"(57)

سوال1: ﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ "لیکن جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے تو انہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ "لیکن جو لوگ ایمان لائے" وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، موت کے بعد کی زندگی پر اور ان سب امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کا انہیں حکم دیا گیا۔ ﴿2﴾ ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ "اور جنہوں نے نیک عمل کیے" اعمال صالحہ سے مراد وہ تمام اعمال ہیں جن کا تعلق دل، زبان اور بدن سے ہے، وہ اعمال جن کو رسولوں نے مشروع اور مطلوب قرار دیا، جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ "تو انہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا" انہیں ان کا پورا اجر دیا جائے گا، دنیا میں عزت، احترام، پاکیزہ زندگی اور مدد اور مکمل ثواب آخرت میں ملے گا جہاں اللہ تعالیٰ کا مزید فضل و کرم بھی ہوگا۔ ﴿4﴾ ایمان والوں کو پورا پورا اجر ایمان اور نیک اعمال اور جہالت چھوڑ کر فرماں برداری کا رویہ اپنانے کی بنیاد پر دیا جائے گا۔

سوال2: ﴿وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ "اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا" وہ ظالموں پر غضب ناک ہے، ان سے ناراض ہے۔ ﴿2﴾ ظلم اس کائنات کی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ ظالم حق دار کو اس کا حق نہیں دیتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ عادل ہے اس لئے ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور وہ کیسے اپنے بندوں پر ظلم کر سکتا ہے جب کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دیتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ(58)﴾

"یہ ہے جو ہم پر حکمت آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں۔"(58)

سوال: ﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ﴾ "یہ ہے جو ہم پر حکمت آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ "یہ ہے جو ہم پر حکمت آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں" اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ اور ان کی امت پر احسان ہے کہ حکمت والا محکم اور پختہ قرآن ان پر نازل کیا۔ ﴿2﴾ پر حکمت آیات اور نصیحت سے مراد قرآن حکیم ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے پر حکمت قرآن مجید میں حلال و حرام کے احکامات بیان فرمائے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے نصیحت بھرے قرآن میں انبیاء کے حالات و واقعات اور معجزات بیان فرمائے۔ جن سے ہمیں ثابت قدمی، اطمینان قلب اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿5﴾ ﴿وَالذِّكْرِ﴾ "اور نصیحت" قرآن مجید کی صفت الذکر ہے۔ اس میں پچھلی قوموں کے حالات و واقعات سے نصیحت کی جاتی ہے۔ ﴿6﴾ اس میں ایسے عقلی دلائل ہیں جن سے ہر صاحب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شعورنصیحت حاصل کرسکتا ہے۔﴿7﴾ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ ہے۔﴿8﴾ قرآن حکیم میں انسان کی پیدائش،اس کی زندگی،اس کی موت،اس کے حساب کتاب اور ہمیشہ کی جنت اور جہنم کا تذکرہ ہے۔﴿9﴾ قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کی خدائی مشن سے محبت،اس کے لیے کوششوں،اس کے راستے کی رکاوٹوں اور جاں نثاروں کی قربانی کا تذکرہ ہے۔﴿10﴾ قرآن حکیم میں پچھلے انبیاء کا تذکرہ ہے۔﴿11﴾ قرآن حکیم ساری انسانیت کے لئے ''الذکر''نصیحت ہے۔﴿12﴾ قرآن مجید ''حکیم'' ہے اور حکمت زندہ مخلوق کی صفت ہے۔قرآن مجید زندہ کلام ہے دلوں کی زندگی کے لیے آیا،عقل کی غذا کے لیے آیا،زندگی بدلنے کے لیے آیا۔اس کا پیغام حکمت سے لبریز ہے جو دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔﴿13﴾ قرآن مجید کی کوئی بات خلاف عقل نہیں،خلاف واقعہ نہیں،کوئی بات انسانی فطرت کے خلاف نہیں۔﴿14﴾ قرآن مجید کا کوئی مضمون ایسا نہیں جو انسانی فہم سے بالاتر ہو۔زمین پر اس حکیم کلام سے بڑا انقلاب کوئی کلام لے کر نہیں آیا۔

﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (59) ﴾

''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے،اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔''(59)

سوال1: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ﴾ ''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے'' آدم علیہ السلام سب سے پہلے بشر ہیں جن کو سبھی بشر تسلیم کرتے ہیں۔اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تو سیدنا آدم علیہ السلام معروف طریقہ کے مطابق مرد اور عورت کے تعلق سے وجود میں نہیں آئے بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت وجود میں آئے۔جب ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے پھر بھی سیدنا آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اسی طرح باپ کے بغیر پیدا ہونے کی بناء پر کیسے اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہو جائیں گے؟﴿2﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟اللہ تعالیٰ ایک زندہ و جاوید ہستی ہے اس پر کبھی موت آنے والی نہیں ہے مگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے۔

سوال2: عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا،ان کے دلائل کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا۔ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عام انسانوں سے مختلف ہیں۔﴿2﴾ ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے واسطے کے بغیر ہوئی پھر آپ کو عام انسان کیسے کہا جائے؟﴿3﴾ ان کی تیسری دلیل یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا طریقہ پیدائش یہ بتاتا ہے کہ آپ بشر سے اوپر ہیں وہ انسان کے نہیں خدا کے بیٹے ہیں۔

سوال3: ﴿ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا'' انہیں بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔اس لئے عیسائیوں کے لیے تو سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی وہی عقیدہ رکھنا لازم آتا ہے جو وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں۔اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے معبود ہو سکتے ہیں تو آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں ہی کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے۔ ﴿2﴾ ''پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا'' اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے کہ صرف اس کے ''کُن'' کہنے سے ہر چیز وجود میں آتی ہے۔

﴿ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ (60) ﴾

''یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے، چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔'' (60)

سوال1: ﴿ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ''یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے'' یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ حق ہے اور اعلیٰ ترین سچائی ہے۔ ﴿2﴾ انبیاء کے واقعات میں نبی ﷺ اور ان کی امت کی خصوصی تربیت ہے۔

سوال2: ﴿ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ ''چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا'' آپ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سیدنا آدم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور روح ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے حق کو دلائل کے ساتھ واضح کیا اس لیے: ﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ﴾ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ (یونس:32)

﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (61) ﴾

''پھر جو آپ سے اس میں جھگڑا کرے اس کے بعد جو علم میں سے آپ کے پاس آ گیا تو آپ کہہ دو تم آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں بھی بلائیں ہم گڑگڑا کر دعا کریں پس ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔'' (61)

سوال1: ﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ﴾ ''پھر جو آپ سے اس میں جھگڑا کرے اس کے بعد جو علم میں سے آپ کے پاس آ گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''پھر جو آپ سے اس میں جھگڑا کرے اس کے بعد جو علم میں سے آپ کے پاس آ گیا'' یعنی اگر اب آپ سے کوئی جھگڑا کرتا ہے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مقام سے بڑھا کر مقام ربوبیت پر لاتا ہے تو جب آپ ﷺ نے یقینی علم کے ساتھ، دلائل کے ساتھ واضح کر دیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں تو ثابت ہو جاتا ہے کہ ایسے یقینی علم کو نہ ماننے والا عناد میں مبتلا ہے اس کی بحث محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت اور ضد کی بنا پر ہے۔ ایسے شخص کا مقصد حق کی پیروی کرنا نہیں اس لیے دلائل کے ساتھ اس کا علاج نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقصد کے لیے ''مباہلہ'' کا طریقہ اختیار کیا جائے گا تا کہ فیصلہ ہو جائے۔

سوال 2: ﴿ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴾ ''تو آپ کہہ دو تم آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں بھی بلائیں ہم گڑگڑا کر دعا کریں پس ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں مباہلہ کا طریقہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اگر دو گروہوں کے درمیان دلیل سے بات کو نہ مانا جائے تو آخری چیلنج ''مباہلہ'' کے ذریعے دیا جاتا ہے تا کہ فیصلہ ہو جائے۔ ﴿2﴾ مباہلہ ایک دوسرے پر لعنت کی بددعا کرنے کو کہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے فریقین اپنے بال بچوں کو لے کر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

سوال 3: نبی ﷺ مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ ﷺ کے ساتھ کون تھا؟

جواب: نبی ﷺ مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ ﷺ کے ساتھ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تھے۔

سوال 4: نجرانی عیسائیوں کا رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر کیا ردعمل تھا؟

جواب: ﴿1﴾ نجرانی عیسائی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور انہوں نے باہم مشورے کی مہلت مانگی۔ ﴿2﴾ مشورے میں ان کے ایک عالم نے کہا کہ بنی اسماعیل میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ وہی پیغمبر ہوں پھر ایک پیغمبر سے مباہلے کا یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ تمہارے چھوٹے بڑے سب ہلاک ہو جائیں۔ اللہ کی قسم میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ دعا کریں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں اس لیے بہتر ہے ہم صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف نکل جائیں۔

سوال 5: عیسائیوں کے مباہلہ نہ کرنے پر نبی ﷺ نے کیا فرمایا؟

جواب: عیسائیوں کے مباہلہ نہ کرنے پر نبی ﷺ نے فرمایا: اگر یہ لوگ مباہلہ کر لیتے تو یہ وادی ان پر آگ برساتی۔ ﴿1﴾ امام بخاری نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجران کے نصرانیوں کے دو سردار رسول اللہ ﷺ کے پاس مباہلہ کے لیے آئے۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ایسا نہ کرو اللہ کی قسم اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہم نے مباہلہ کیا تو ہم اور ہمارے بعد ہماری نسل کبھی فلاح نہیں پائے گی۔ چنانچہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ (صحیح بخاری: 4380) ﴿2﴾ امام احمد نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مباہلہ کی نیت کرنے والے ایسا کر گزرتے تو لوٹنے کے بعد نہ تو انہیں اپنا مال ملتا اور نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اہل وعیال۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ترمذی اورنسائی میں بھی موجود ہے۔(مسند احمد:2225)

﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (62) ﴾

''بلاشبہ یہ یقیناً سچا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(62)

سوال1: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ﴾ ''بلاشبہ یہ یقیناً سچا بیان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ یہ یقیناً سچا بیان ہے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یقیناً یہ سچا بیان ہے کہ وہ ''کلمۃ اللہ'' ہیں جسے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا گیا اور اس کی جانب سے روح اور اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

سوال2: ﴿ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت درست نہیں کوئی اس کا استحقاق نہیں رکھتا۔ ﴿2﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس کا ہم سے یہ تقاضا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا واحد رب مانیں اور صرف اس کی غلامی اختیار کریں۔ ﴿3﴾ صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کریں۔ ﴿4﴾ صرف اللہ تعالیٰ سے تمام ہدایت اخذ کریں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے ہدایت نہ لیں چاہے۔آداب واخلاق کے معاملات ہوں، چاہے زندگی کے طور طریقے ہوں، چاہے قانون ہو۔

سوال3: ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الحکیم'' کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ العزیز ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے، ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ الحکیم ہے، وہ حکمت والا ہے جو ہر چیز کو صحیح مقام پر رکھتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ کافروں کے ذریعے سے مومنوں کی آزمائش کرتا ہے جس سے مومن قولی اور عملی طور پر جہاد کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:377/1)

﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ (63) ﴾

''اگر وہ پھر بھی منہ موڑیں گے تو اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو یقیناً خوب جاننے والا ہے۔''(63)

سوال1: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴾ ''اگر وہ پھر بھی منہ موڑیں گے تو اللہ تعالیٰ یقیناً فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اگر وہ پھر بھی منہ موڑیں گے'' یعنی وہ توحید اور حق کو قبول کرنے سے اعراض کریں گے۔ ﴿2﴾ ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً فساد کرنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والوں کوخوب جاننے والا ہے'' جوغیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اورلوگوں کواس کی دعوت دیتے ہیں۔اس میں ان کے لیے وعیداورتہدید ہے۔

سوال2: دنیا کا فساد کیا ہے؟

جواب: دنیا کا فساد شرک ہے۔اللہ رب العزت فرماتے ہیں:﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ﴾ اگران دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوااور بھی معبود ہوتے توان دونوں میں ضرور فساد برپا ہوجاتا۔(الانبیاء:22)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا یقین کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے سچے بیان سے، یہودیوں کی خفیہ تدبیروں کے علم سے،مباہلے کی دعوت اوراس پر ردعمل کے علم سےاور یہودیوں کے فساد کے علم سے اپنے علیم ہونے کا یقین دلایا ہے۔

سوال4: اس رکوع میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائیت کے بارے میں اہم حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے،مختصراً واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عیسیٰ علیہ السلام کے خدایا خدا کا بیٹا ہونے کا جوعقیدہ ہے اس کی کوئی وجہ بھی درست نہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی مصلحت کے تحت غیر معمولی انداز سے پیدا کیا۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں معجزات عطا فرمائے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں صلیب پر نہ چڑھنے دیا۔﴿5﴾ اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے وہ اپنے جس بندے کوجیسے چاہے استعمال کرلے۔﴿6﴾ کسی انسان کے ساتھ خاص برتاؤ دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ خود مالک تھا یا مالک کا بیٹا تھا یا اس کی ملکیت میں شریک تھا،درست نہیں۔﴿7﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت اوران کے مشن میں کوئی فرق نہیں۔﴿8﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا مذہب اسلام تھا یہ وہی مذہب ہے جوقرآن پیش کررہا ہے۔بعد میں عیسائیت ان عقائد پر قائم نہیں رہی۔

رکوع نمبر15

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (64) ﴾

'' آپ کہہ دیں اے اہل کتاب!اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اورتمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو بھی رب نہ بنائیں۔پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ ہوجاؤ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں۔''(64)

سوال1: ﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾'' آپ کہہ دیں اے اہل کتاب!اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اورتمہارے درمیان برابر ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾اس کلمے سے مرادوہ کلمہ ہے جس کی بنیاد پرسب متحد ہوسکتے ہیں،جس پرتمام رسولوں کا اتفاق ہے۔﴿2﴾امت مسلمہ میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے اسی کلمہ سواء کو بنیاد بنانے کی ضرورت ہے۔اہل کتاب سے مراد یہودی اورعیسائی ہیں۔﴿3﴾اسلام کی پکار ایک اللہ کی پکار ہے،ایک اللہ تعالیٰ کواپناسب کچھ بنالینے کی پکار ہے۔﴿4﴾زندگی کا ہرکام ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنے کی پکار ہے۔﴿5﴾انبیاء کی اصل تعلیمات اورعقیدہ مسلمانوں اور یہودیوں میں یکساں ہے۔ ﴿6﴾انبیاء کی اصل تعلیم ''توحید'' ہے۔ ﴿7﴾توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کواپنی ذات،صفات،اختیارات میں ایک مانا جائے،صرف اس کی عبادت کی جائے،اس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرایا جائے،کسی انسان کووہ مقام نہ دیا جائے جوکائنات کے مالک کے لیے خاص ہے۔﴿8﴾اسلام،یہودیت اورعیسائیت کے عقیدۂ توحید میں کوئی فرق نہیں،عقیدۂ توحیدایک ہے۔یہودیوں اورعیسائیوں نے توحید کا اقرار کیالیکن عملی طور پروہ سب کچھ اختیار کرلیا جوتوحید کے خلاف تھا۔توحیداپنی خالص صورت میں صرف قرآن مجیداوراسلام میں موجود ہے۔یہودیوں اورعیسائیوں نے زبان سے اللہ تعالیٰ کورب کہالیکن اپنے نبیوں اور بزرگوں کورب بناڈالا۔عملی اعتبار سے وہ عقیدۂ توحید پرنہیں ہیں۔

سوال2: ﴿اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا﴾ ''یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرائیں''توکل،محبت،خوف اورامید کا تعلق اسی سے رکھیں،اس کے ساتھ کسی نبی،ولی کسی بت،حیوان،اور جمادات کوشریک نہ کریں۔

سوال3: ﴿وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اورہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کوبھی رب نہ بنائیں'' رب بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اورہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کوبھی رب نہ بنائیں''یعنی صرف اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کریں۔ہم کسی مخلوق کی بات مان کرخالق کی نافرمانی نہ کریں کیونکہ یہ کام مخلوق کوخالق کا مقام دینے کے مترادف ہے۔(تفسیر سعدی:378/1)

سوال4: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ ''پھراگروہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ ہوجاؤبلاشبہ ہم مسلمان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾جب اہل کتاب یا دوسرے غیرمسلموں کواس بات کی دعوت دی جائے اوروہ تسلیم کرلیں تو وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر ہو جائیں گے۔ان کے حقوق وفرائض دوسرے مسلمانوں کے برابر ہوں گے۔اگروہ تسلیم نہ کریں تو ثابت ہوجائے گا کہ وہ اپنی خواہش نفس کے پیروکار اور معاند ہیں۔توانہیں گواہ بنا کر کہہ دو کہ ہم مسلمان ہیں۔(تفسیر سعدی:378/1)﴿2﴾ایمان والوں پر جب شبہات وارد ہوں تو ان کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایمان کی تجدید ضروری ہوجاتی ہے تاکہ وہ اپنے رب کی نعمت پر شکر ادا کریں۔اس لیے آپ کہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہیں۔

﴿ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (65) ﴾

''اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ تورات اور انجیل اس کے بعد ہی نازل کی گئیں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''(65)

سوال1: ﴿ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ ﴾ ''اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟'' کا شان نزول بتائیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: نجران کے عیسائی اور یہودیوں کے احبار رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور آپ ﷺ سے مباحثہ شروع کر دیا۔احبار نے کہا: ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائیوں نے کہا: وہ عیسائی تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔﴿2﴾ ﴿ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ ﴾ ''تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی دونوں دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔﴿3﴾ اہل کتاب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ''مجادلہ'' جھگڑا اس لیے کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو اپنے دین کے معاملے میں گمراہ کر دیں۔﴿4﴾ ان کے جھگڑے کا مقصد یہ تھا کہ ان کے عقائد میں شبہات پیدا کر دیے جائیں۔﴿5﴾ جھگڑے کے پس منظر میں یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ نبوت ان کی اولاد میں رہے گی اس طرح وہ یہ فضیلت اپنے نام کروانا چاہتے تھے۔

سوال2: ﴿ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''حالانکہ تورات اور انجیل اس کے بعد ہی نازل کی گئیں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے یہود اور عیسائیوں کے جھگڑے کا فیصلہ کس طرح کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود اور عیسائیوں کے جھگڑے کا فیصلہ یہ کہہ کر کیا کہ اس بات میں کیوں بحث کرتے ہو جس کا تمہارے پاس کچھ بھی علم نہیں۔﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی، نہ مشرک بلکہ یک سو مسلمان تھے۔﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نسبت کا سب سے زیادہ حق تو ان کو پہنچتا ہے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔﴿4﴾ نبی ﷺ اور ان کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں۔﴿5﴾ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ تو کیا تم سمجھتے نہیں۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام تورات اور انجیل کے نازل ہونے سے پہلے گزرے ہیں، کیسے ممکن ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی ہوں؟ یہ دعویٰ عقل کے خلاف ہے، کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حٰجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (66) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''ہاں تم وہ لوگ ہو تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں علم تھا پھر اس کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''(66)

سوال1: ﴿هَاأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ﴾ ''ہاں تم وہ لوگ ہو تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں علم تھا پھر اس کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے، عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بحث کا جواب دیا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تمہارا جھگڑا ایسے معاملے میں ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔ ایسے موضوع پر بحث نہیں کرنی چاہئے جس کا علم نہ ہو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے فرمایا: تم نے اس بات کے بارے میں تو جھگڑا کیا جن کا تمہیں علم تھا پھر ایسی بات کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو تورات اور انجیل نازل ہونے سے بہت پہلے گزرے ہیں۔

سوال2: ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کس دین پر تھے۔ ﴿2﴾ ''اور تم نہیں جانتے'' یعنی جہالت کی بنیاد پر تم نہیں جانتے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین کیا تھا۔

﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (67)﴾

''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ یک سو مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہیں تھے۔''(67)

سوال1: ﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا﴾ ''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ یک سو مسلمان تھے'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیا واضح فرمایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں واضح فرمایا کہ وہ نہ یہودی تھے، نہ عیسائی، یک سو مسلمان تھے، مشرک نہ تھے۔ ﴿2﴾ ﴿حَنِيفًا﴾ سے مراد شرک سے بے زار، اللہ تعالیٰ کے لئے خالص۔ حنیف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور کی طرف نہیں جھکتا، جس کی محبت، جس کے جذبے، جس کی اطاعت، جس کی دعائیں، جس کی سرگرمیاں اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوں۔ ﴿3﴾ ﴿مُّسْلِمًا﴾ سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے۔ مسلم وہ ہے جو اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے۔ ﴿4﴾ ﴿حَنِيفًا مُّسْلِمًا﴾ سے مراد خالص مسلمان ہے۔

سوال2: ﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ''اور مشرکوں سے نہیں تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ''اور مشرکوں سے نہیں تھے'' یہودیوں اور عیسائیوں کے اندر عقیدے کی تبدیلی شرک کی حد تک پہنچ چکی ہے اور ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے۔ ﴿2﴾ مشرکین قریش جو اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار سمجھتے ہیں انہیں یہ بتایا گیا کہ ان کے عقیدے کی کوئی نسبت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نہیں ہے۔ اسلام اور شرک دو الگ عقائد ہیں دونوں کی حقیقت الگ ہے، دونوں کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔

﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ (68) ﴾

''یقیناً لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔'' (68)

سوال 1: ﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ﴾ ''یقیناً لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً لوگوں میں سیدنا ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے'' اس سے مراد یہ ہے کہ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور ان کے طریقے پر ہیں وہ ان کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دوست ہیں جو اللہ تعالیٰ کی گواہی کے مطابق ان کے دین پر ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ جو اس نبی ﷺ پر ایمان لائے ہیں اس لیے کہ وہ اپنے نظام زندگی اور اپنے Life style میں ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ ﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب نبی اکرم ﷺ اور سچے مومن ہیں کیونکہ اسلامی شریعت ملت حنیف کے سب سے قریب ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے انبیاء علیہم السلام میں سے دوست ہوتے ہیں، میرے دوست میرے باپ اور اللہ تعالیٰ کے خلیل جناب ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت ﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ ﴾ تلاوت فرمائی ''یقیناً لوگوں میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی۔'' (آل عمران:68) (ترمذی:2995)

سوال 2: اسلامی نقطہ نظر سے ایمان کا رشتہ ہی اہم رشتہ ہے کیسے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اسلامی نقطہ نظر سے ایمان کا رشتہ ہی اہم رشتہ ہے کیونکہ انسان کا Social system ان بنیادوں پر قائم نہیں ہوتا جن پر جانوروں کا قائم ہوتا ہے۔ مثلاً (i) ایک جگہ چرنے والے جانور (یہ علاقائی بنیاد ہے) (ii) ایک جنس کے جانور (یہ نسلی بنیاد ہے) (iii) ایک چراگاہ میں رہنے والے جانور (خاندانی بنیاد) ﴿2﴾ ایک انسان کا دوسرے انسان سے، ایک گروہ کا دوسرے گروہ سے، ایک نسل کا دوسری نسل سے رابطہ عقیدہ اور نظریۂ حیات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ ایک مومن دوسرے مومن سے محبت کرتا ہے۔ (i) ایک مسلمان گروہ کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرے مسلمان گروہ سے محبت ہوتی ہے۔(ii)ایک اسلامی جماعت کا دوسری اسلامی جماعت سے تعلق ہوتا ہے۔﴿4﴾ایمان والوں کے آپس میں تعلقات کے لیے(i)زمانے اورعلاقے کی حدود حائل نہیں ہوسکتیں۔(ii)اس تعلق کے راستے میں خون اورنسب کے فاصلے حائل نہیں ہوتے۔(iii)اس تعلق کے راستے میں قوم اوروطن کے فاصلے بھی آڑے نہیں آسکتے۔﴿5﴾ایمان والے نظریے کی بنیاد پر دوست ہوتے ہیں،ان کی دوستی میں سب سے اہم بنیاداللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسی کی خاطر یہ دوستی وجود میں آتی ہے۔

سوال3:﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اوراللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اوراللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے''اللہ تعالیٰ ان کا حامی ومددگار ہے جوایمان والے ہیں۔اس وجہ سے کہ﴿1﴾وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے سوااان کا کوئی ولی نہیں۔﴿3﴾وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے والے ہیں۔﴿4﴾ایمان والے صدیاں گزرنے پربھی،زمانے گزرنے پربھی،زمین اوروطن کا فاصلہ حائل ہونے پربھی،خاندان اور برادریاں مختلف ہونے پربھی ایک ہیں، یہ ایک ہی رہیں گے،یہ ایمان والے ہیں،اوراللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے۔

﴿وَدَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ(69)﴾

''اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کردیں حالانکہ وہ نہیں گمراہ کررہے مگراپنی جانوں کواوروہ شعورنہیں رکھتے۔''(69)

سوال1:﴿وَدَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ﴾''اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کردیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کردیں''اللہ تعالیٰ مومنوں کواہل کتاب کے اس خبیث گروہ کی مکاریوں سے متنبہ فرمارہا ہے کہ ان کی خواہش یہی ہے کہ تمہیں گمراہ کردیں۔جیسے ارشاد ہے:﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا﴾اہل کتاب میں سے اکثرلوگ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعدکافربنادیں۔(البقرۃ:109)اورجسے کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ اسے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد بھی کرتا ہے۔یہ گروہ بھی پوری کوشش کرتا ہے کہ مومنوں کومرتد کردے۔اس مقصد کے لیے وہ لوگ ہرممکن طریقے سے شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔(تفسیرمنان:380/1)

سوال2:﴿وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ﴾'' حالانکہ وہ نہیں گمراہ کررہے مگراپنی جانوں کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' حالانکہ وہ نہیں گمراہ کررہے مگراپنی جانوں کو''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بری تدبیریں کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔مومنوں کو گمراہ کرنے کی کوشش خود ان کی گمراہی اورعذاب میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللّٰہِ زِدۡنٰہُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ بِمَا کَانُوۡا یُفۡسِدُوۡنَ﴾ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔(النحل:88)

سوال3: اہل کتاب مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور خود گمراہ ہو جاتے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل کتاب مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور خود گمراہ ہو جاتے ہیں۔ان کی دلی خواہش ہے جس کا اظہار ہر تدبیر، ہر بحث، ہر مناظرے اور ہر سازش سے ہوتا ہے۔﴿2﴾ ان کی یہ خواہش محض دشمنی اور شرارت کی وجہ سے ہے، اس لیے یہ کھلی گمراہی ہے۔﴿3﴾ اس قسم کی خواہشات سچائی، بھلائی، ہدایت، خیر خواہی کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتیں۔﴿4﴾ اہل کتاب جب بھی اہل اسلام کے خلاف کوئی سازش کرتے ہیں اس وقت خود گمراہ ہو جاتے ہیں اور ان کی گمراہ کرنے کی کوشش خود ان کی گمراہی اور عذاب میں اضافے کا سبب بن جاتی ہیں۔

سوال4: ﴿وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ﴾ ''اور وہ شعور نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور وہ شعور نہیں رکھتے'' انہیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ان کی کوشش، ان ہی کو نقصان پہنچا رہی ہے اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ رہے۔(تفسیر منان:380/1)

﴿یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لِمَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ اَنۡتُمۡ تَشۡہَدُوۡنَ(70)﴾

''اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم گواہی دیتے ہو!''(70)

سوال1: ﴿یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لِمَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ﴾ ''اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟'' اہل کتاب قرآن مجید کی دعوت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے، اس کی کیا وجہ تھی؟

جواب: اہل کتاب قرآن مجید کی دعوت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ﴿1﴾ ان کے اندر یہ احساس تھا کہ وہ پہلے سے حق پر ہیں۔﴿2﴾ حق پرستوں کے سب سے بڑے گروہ (بنی اسرائیل) سے وابستگی رکھتے ہیں۔

سوال2: ﴿وَ اَنۡتُمۡ تَشۡہَدُوۡنَ﴾ ''حالانکہ تم گواہی دیتے ہو!'' اہل کتاب کی گواہی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''حالانکہ تم گواہی دیتے ہو!'' یہاں اہل کتاب کی گواہی سے مراد نبی ﷺ کی صداقت اور آپ ﷺ کے حق پر ہونے کا علم ہے۔ بعض واقعات آپ لوگ ایک دوسرے کو خفیہ طور پر بتا بھی دیتے ہو۔

﴿یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَ تَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ(71)﴾

''اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈمڈ کیوں کرتے ہو اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے بھی ہو!''(71)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: اس آیت میں یہودیوں کے کون سے جرائم کی نشان دہی کی گئی ہے؟

جواب: اس آیت میں یہودیوں کے دو بڑے جرائم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ﴿1﴾ حق اور باطل کو ملانا تاکہ لوگوں کو حق کا پتہ نہ چل سکے۔ ﴿2﴾ حق کو چھپانا تاکہ لوگ نبی ﷺ کے بارے میں یہ نہ جان سکیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جن کی گواہی تورات میں ان کے اوصاف سے دی گئی ہے۔

سوال2: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈ مڈ کیوں کرتے ہو'' حق کو باطل سے گڈ مڈ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈ مڈ کیوں کرتے ہو'' حق کو باطل سے گڈ مڈ کرنے سے مراد یہودیت اور نصرانیت کو اسلام سے ملانا ہے۔ آپ جانتے ہو کہ اس دین کے سوا اللہ تعالیٰ کوئی دین قبول نہیں کریں گے اور اسلام کے بغیر کسی عمل کی جزا نہیں ملے گی ۔(جامع البیان:335/3) ﴿2﴾ اللہ رب العزت نے حق کو باطل کے ساتھ ملانے پر ان کی گوش حالی کی ہے کیونکہ وہ دو طریقوں سے اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو گمراہ کرتے ہیں حالانکہ علم والوں کا فرض ہے کہ وہ حق کو باطل سے اور پاک کو ناپاک سے، حلال کو حرام سے، صحیح کو غلط سے الگ کر دیں تاکہ لوگ ہدایت پر قائم رہیں۔ ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ﴾ اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے اور تم اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا۔ (آل عمران:187)

سوال3: آج کے دور میں مسلمان حق کو باطل سے کیسے گڈ مڈ کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ آج کے دور میں مسلمان حق کو باطل سے ایسے گڈ مڈ کرتے ہیں کہ جو لوگ سچے دین کی دعوت لے کر اٹھتے ہیں ان پر کوئی الزام لگا دیتے ہیں اس طرح لوگ ان افراد کے بارے میں ہی نہیں دین کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگ دین کی دعوت لے کر اٹھتے ہیں ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں، طرح طرح کے الجھن میں ڈالنے والے سوالات چھیڑنے سے لوگوں کو شک میں مبتلا کرتے ہیں تاکہ لوگ خود بھی الجھیں اور دوسروں کو بھی الجھائیں۔ یہ معاملہ شخصیات تک محدود نہیں رہتا بلکہ لوگ دین کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ لوگ دین کی دعوت لے کر اٹھنے والوں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں، ان پر اعتراضات کرتے ہیں جس سے صرف شخصیات کے بارے میں رائے خراب نہیں ہوتی دین بھی مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح مسلمان حق کو باطل سے گڈ مڈ کرتے ہیں۔

سوال4: ﴿وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے بھی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟'' یعنی نبی ﷺ کی شان کے بارے میں جو کچھ تورات اور انجیل میں آیا ہے اس کو چھپاتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو۔﴿2﴾ ''حالانکہ تم جانتے بھی ہو'' مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ اسلام دین حق ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ ''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے'' اور محمد ﷺ کا معاملہ حق ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:678/2)

سوال5: اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے کیسے جھنجھوڑا ہے اور کیسے ان کے رویئے کی طرف توجہ دلائی ہے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے جھنجھوڑا ہے'' اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈ مڈ کیوں کرتے ہو اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے بھی ہو!'' تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیوں کر رہے ہو باوجود اس کے کہ حق کے دلائل تمہارے پاس موجود ہیں؟ (i) تم ذاتی مصلحتوں اور خواہشوں کی بناء پر انکار کر رہے ہو۔(ii) تم لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کفر کر رہے ہو۔﴿2﴾ تم حق پر باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بنا رہے ہو۔(i) اسلامی علوم میں تم نے حق کو باطل سے گڈ مڈ کر دیا ہے۔(ii) تم نے اسلامی تاریخ کے واقعات میں ملاوٹ کی ہے۔ (iii) تم نے ذخیرہ احادیث میں جعلی احادیث ملانے کی کوشش کی ہے جس کا پردہ الحمدللہ محدثین نے چاک کر دیا۔ آج صحیح اور غیر صحیح احادیث کو انہوں نے واضح کر دیا۔ (iv) تم نے ذخیرہ تفسیر میں ملاوٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔(v) تم نے مسلمانوں میں ایسے لوگ داخل کیے جنہوں نے مسلمان بن کر مسلمانوں کو گمراہ کیا ہے۔(vi) مستشرقین نے طالب علموں کی ایک فوج بنائی ہے جو مسلمانوں کے اندر انتہائی اہم فکری مقامات پر قبضہ کیے ہوئے ہے۔(vii) تم میں سے بے شمار ایسے لیڈر ہیں جنہیں یہودیوں اور عیسائیوں نے ہمارا لیڈر بنا دیا ہے۔ (الف) جو حق کو چھپاتے ہیں۔(ب) جو حق کو ضائع کرتے ہیں۔(ج) جو حقیقت پر پردہ ڈالتے ہیں۔(ج) جو باطل کو حق بنا کر پیش کرتے ہیں۔

سوال6: اہل کتاب (یہودیوں اور عیسائیوں) کی سازشوں سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟

جواب: ہمارے لیے جائے پناہ قرآن مجید ہے جو محفوظ ترین کتاب ہے۔اس قرآن مجید کو سمجھ کر، اس قرآن مجید کے پیغام کو پھیلا کر، اس قرآن مجید کے دامن میں امت مسلمہ کو پناہ دلوا کر ہمیں محفوظ پناہ مل سکتی ہے۔

رکوع نمبر 16

﴿وَقَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ(72)﴾

''اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پر ایمان لاؤ جو نازل کیا گیا ان پر جو ایمان لائے۔اور تم اس کی شام کو کفر کرو تا کہ وہ واپس لوٹ آئیں۔''(72)

سوال1: ﴿وَقَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اوراہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پرایمان لاؤ جونازل کیا گیاان پر جوایمان لائے اورتم اس کی شام کوکفر کروتا کہ وہ واپس لوٹ آئیں'' صبح اسلام لاکر شام پھر جانے کے لوگوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ''اوراہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پرایمان لاؤ جونازل کیا گیاان پر جوایمان لائے اورتم اس کی شام کوکفر کروتا کہ وہ واپس لوٹ آئیں'' ﴿1﴾ صبح اسلام لاکر شام پھر جانے کے لوگوں پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔عرب امیوں کے ذہن میں یہ تھا کہ اہل کتاب آسمانی کتابوں کو جانتے ہیں اگر وہ صبح ایمان لاتے ہیں اور شام کو پھر جاتے ہیں تو ضرور انہوں نے اسلام میں کوئی خفیہ کمزوری اور نقص پکڑا ہوگا۔ ﴿2﴾ کمزور طبیعت کے لوگ اور کم فہم لوگ جو دین کی حقیقت کو اچھی طرح نہیں سمجھتے اور جو ثابت قدم نہیں ہوتے متاثر ہوتے ہیں۔اسلام کے بارے میں ان کے دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔

سوال2: یہودیوں اور عیسائیوں کی جانب سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے کیا جدید طریقے اختیار کیے جارہے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں اور عیسائیوں کی جانب سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے پورے عالم اسلام میں ایسے اساتذہ، محققین اور فلسفی چھوڑے ہوئے ہیں جو اسلام دشمنوں کے ایجنٹ ہیں۔ ﴿2﴾ انہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایسے مصنفین، شعراء، فن کار اور صحافی اپنے جال میں پھنسائے ہوئے ہیں جن کے نام مسلمانوں جیسے ہیں، جو مسلمانوں کی اولاد ہیں لیکن اسلام دشمنی میں اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔ ﴿3﴾ ان تمام افراد کے کام یہ ہیں: (i) مسلمانوں کے دل ودماغ میں علم وادب، صحافت اور فن کے ذریعے سے شکوک وشبہات پھیلانا۔ (ii) اسلامی نظریہ حیات کا مذاق اڑانا۔ (iii) اسلام کے اصولوں کی قدر و قیمت کم کرنا۔ (iv) اسلامی نظریہ حیات کو رجعت پسندی قرار دینا۔ (v) اسلامی تاریخ کا حلیہ بگاڑنا۔ (vi) ہر وقت تبلیغ کرنا کہ اسلامی نظریہ حیات کو چھوڑ دیا جائے، اسے عملی زندگی سے نکال دیا جائے۔ (v) اخلاقی بنیادیں گرانا۔ (vi) جنسیت کو ہر قید و بند سے آزاد کرنا، اس کے لیے میراتھن ریس، فیشن میگزین، فیشن شوز کا انعقاد کرنا۔ (vii) مسلمانوں کے ذہنوں اور ان کے طرز عمل میں ایسے تصورات اور روایات کو فروغ دینا جو اسلامی تصورات کے متضاد ہوں۔

سوال3: مسلمان جب اہل کتاب کے ایجنٹ بن کر یہ کام کرتے ہیں تو بظاہر ان کا اسلام برقرار رہتا ہے، یہ کیسا طریقہ کار ہے؟

جواب: یہ وہی طریقہ کار ہے جس کے بارے میں رب نے فرمایا: صبح کو اسلام لاتے ہیں، شام کو انکار کردیتے ہیں۔

﴿ وَلَا تُؤْمِنُوٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (73) ﴾

''اورتم کسی کا یقین نہ کرو سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے، آپ کہہ دو یقیناً ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے، یہ (نہ ماننا) کہ کسی ایک کو اس جیسا دیا جائے جو تمہیں دیا گیا تھا، یا وہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے ہاتھ میں فضل ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(73)

سوال1: ﴿وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ﴾ ''اور تم کسی کا یقین نہ کرو سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور تم کسی کا یقین نہ کرو سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے'' یقین اور اعتماد صرف اس پر کرو جو تمہارے دین کو ماننے والا ہے۔ ﴿2﴾ ''سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے'' یعنی مسلمانوں کے مقابلے میں صرف اپنے دین کی اتباع کرنے والوں پر اپنے راز کھولو۔ ﴿3﴾ مسلمانوں کو ان سازشوں کی خبر اس لیے نہ دو کہ کہیں رب کے حضور پیش کرنے کے لیے انہیں تمہارے خلاف قوی حجت نہ مل جائے۔

سوال2: یہودیوں کے اندر مسلمانوں کے لئے بغض کیوں تھا؟

جواب: یہودیوں کے اندر مسلمانوں کے لئے بغض اس لئے تھا کہ نبوت بنی اسرئیل سے بنی اسماعیل میں چلی گئی تھی۔

سوال3: ﴿قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ﴾ '' آپ کہہ دو یقیناً ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے'' اور وہ اسلام ہے۔ ﴿2﴾ یہ حق بیان اور کامل توفیق ہے۔ یہود نے ہدایت اور گمراہی کو ملا دیا اور لوگوں کو گمراہ کر دیا۔(ایسر التفاسیر:182،183) ﴿3﴾ '' آپ کہہ دو یقیناً ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے'' یہود گمان کرتے تھے کہ وہ حق اور ہدایت پر ہیں حالانکہ یہودیت بدعت ہے۔ ﴿4﴾ ''ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے'' اس سے مراد ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کو چاہے ہدایت دے، جس کو چاہے نہ دے کسی کا مکر اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

سوال4: ﴿اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ﴾ '' یہ (نہ ماننا) کہ کسی ایک کو اس جیسا دیا جائے جو تمہیں دیا گیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ '' یہ (نہ ماننا) کہ کسی ایک کو اس جیسا دیا جائے جو تمہیں دیا گیا تھا'' یہودیوں کے قول کا تذکرہ ہے کہ یہ مت تسلیم کرو کہ نبوت کسی اور کو بھی مل سکتی ہے اور یہ کہ یہودیت کے علاوہ کوئی اور دین بھی حق ہو سکتا ہے۔ ﴿2﴾ یہودیوں کا قول ہے کہ یہ مت تسلیم کرو کہ کسی اور کو دین، نبوت اور فضل بھی مل سکتا ہے۔(ایسر التفاسیر:182)

سوال5: ﴿اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ﴾ '' یا وہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں کے قول کا تذکرہ ہے کہ اگر تم ان کے سامنے نبی اور دین اسلام کے حق ہونے کا اعتراف کرو گے تو وہ تم سے قیامت کے دن تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے اور تمہارے خلاف ان کے پاس دلیل ہو گی۔ اس وجہ سے وہ یہودیت کے دین حق ہونے پر اصرار کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہودیت کے ماسوا ہر دین باطل ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: ﴿ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں فضل ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، عطا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں فضل ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، عطا کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ آپ کہہ دو کہ ایمان کی توفیق اور اسلام کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، یہود کے ہاتھ میں نہیں۔ ﴿2﴾ یعنی نبوت، کتاب اور ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔ (تفسیر سمرقندی:223/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے نبوت، کتاب اور ہدایت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔

سوال7: ﴿ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنے فضل میں وسعت والا ہے۔ وہ علیم جانتا ہے کہ دین اور شریعت کا مستحق کون ہے جسے وہ عطا کرے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ واسع العطاء ہے اور وہ علیم ہے مستحق کو جانتا ہے، وہ اسی کو عطا کرتا ہے جو اس کے اہل ہو۔ (تفسیر مراغی:527/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تنگ دلی سے اپنے علیم ہونے کا یقین دلایا ہے کہ وہ اپنے سوا کسی اور کا حق نہیں سمجھتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا دین اور شریعت مل جائے جب کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ دین اور شریعت کسے عطا کرے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی وسعت کا یقین دلایا کہ وہ جسے چاہے دے۔ یقیناً وہ وسعت والا ہے، جاننے والا ہے۔

﴿ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (74) ﴾

''وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔'' (74)

سوال1: ﴿ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے'' رحمت سے خاص کر لینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے'' رحمت سے مراد دین کی نعمت اور اس کی تکمیل کرنے والی چیزیں ہیں۔ ﴿2﴾ رحمت سے مراد قرآن، اسلام اور نبوت ہے۔ ﴿3﴾ رحمت سے خاص کر لینے سے مراد کسی کو اپنے دین کی نمائندگی کے لیے قبول کرنا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا فیصلہ کس بنیاد پر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت (نبوت) کا فیصلہ گروہی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ یہ فضل اسی پر ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق پسند کریں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت قرآن اور اسلام کے لیے اس کو خاص کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق پسند کریں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: ﴿وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' اس کے فضل کی وسعت بیان نہیں کی جاسکتی۔ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں آ سکتا۔ ﴿2﴾ اس کا فضل اور احسان وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک اس کا علم پہنچتا ہے جو ہر شے کو محیط ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے دین اور شریعت عطا کرنے کے لئے اپنے اختیار سے اپنے فضل کا شعور دلایا ہے کہ وہ اس رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔

﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (75)﴾

''اوراہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر اس کو ایک خزانے کا امین بنادو تو بھی وہ اس کو ادا کردے گا اور ان میں ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر اس کو ایک دینار بھی امانت دو وہ بھی آپ کو اس وقت تک ادا نہیں کرے گا مگر جب تک آپ ان کے سر پر کھڑے رہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ یقیناً انہوں نے کہا کہ ان پڑھوں کے بارے میں ہم پر کوئی راستہ نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔'' (75)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اشعث بن قیس کہتے ہیں کہ یہ آیت میرے حق میں اتری۔ میرے چچازاد بھائی کی زمین میں میرا کنواں تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ''گواہ لاؤ'' ورنہ اس سے قسم لے لو۔ میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! وہ تو قسم کھا جائے گا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کا مال مار لینے کی نیت سے خواہ مخواہ جھوٹی قسم کھائے تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

سوال2: ﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ﴾ ''اوراہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر اس کو ایک خزانے کا امین بنادو تو بھی وہ اس کو ادا کردے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اوراہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر اس کو ایک خزانے کا امین بنادو تو بھی وہ اس کو ادا کردے گا'' جیسے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جن کو ایک قریشی نے بارہ سو اوقیہ سونا دیا تو انہوں نے واپس لوٹا دیا۔

سوال3: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا﴾ ''اوران میں ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر اس کو ایک دینار بھی امانت دو وہ بھی آپ کو اس وقت تک ادا نہیں کرے گا مگر جب تک آپ ان کے سر پر کھڑے رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اوران میں ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر اس کو ایک دینار بھی امانت دو وہ بھی آپ کو اس وقت تک ادا نہیں کرے گا مگر جب تک آپ ان کے سر پر کھڑے رہو'' اوراہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ اگر آپ اس کو قلیل چیز بھی دو تو وہ آپ کو اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقت تک ادانہیں کرے گا جب تک آپ اس کے سر پر کھڑے ہو کر اس سے مطالبہ نہ کرو۔ان لوگوں میں کعب بن اشرف بھی شامل تھا۔ (تفسیر مراغی:529/1)

سوال4: یہودی (ان پڑھ عربوں) غیر یہودیوں کے مال ناجائز ہڑپ کرنے میں حرج کیوں نہیں محسوس کرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں کا کہنا یہ تھا کہ امانت و دیانت تو صرف ایک یہودی کے دوسرے یہودی کے درمیان معاملات کے لیے ہے۔اس لیے وہ (ان پڑھ عربوں) غیر یہودیوں کے مال ناجائز ہڑپ کرنے میں حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ ﴿2﴾ تالمود میں کہا گیا ہے کہ اگر اسرائیلی کا بیل کسی غیر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کردے تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔مگر غیر اسرائیلی کا بیل اگر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کردے تو اس پر تاوان ہے۔نیز اگر کسی کو کوئی گری پڑی چیز ملے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ گردوپیش آبادی کن لوگوں کی ہے۔اگر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے اعلان کرنا چاہیے اور اگر غیر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے بلا اعلان وہ چیز رکھ لینی چاہیے۔(تیسیر القرآن:1/ 280،281) ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگ مسئلہ پوچھتے تھے کہ ذمی یا کفار کی مرغی، بکری وغیرہ کبھی غزوے کی حالت میں ہمیں مل جاتی ہے تو ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسے لینے میں کوئی حرج نہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک یہی اہل کتاب بھی کہتے تھے کہ امیوں کا مال لینے میں کوئی حرج نہیں، سنو جب وہ جزیہ ادا کر رہے ہیں تو ان کا کوئی مال تم پر حلال نہیں، ہاں وہ اپنی خوشی سے دے دیں تو اور بات ہے۔(عبدالرزاق)

سوال5: یہودیوں کے اخلاق پر جو روشنی قرآن مجید نے ان آیات میں ڈالی ہے، واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید نے یہودیوں کے اخلاق پر جو روشنی ان آیات میں ڈالی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے اخلاق و آداب کے پیمانے مختلف تھے۔ ﴿2﴾ ان میں سے کچھ لوگوں پر آپ اعتماد کر سکتے ہیں، مال کا ڈھیر بھی مل جائے تو وہ ادا کر دیں گے۔ ﴿3﴾ یہودیوں کا کہنا یہ تھا کہ امانت و دیانت تو صرف ایک یہودی کے دوسرے یہودی کے درمیان معاملات کے لیے ہے۔ ﴿4﴾ غیر یہودیوں (عربوں) کے مال تلف کرنے، ناجائز ہڑپ کرنے میں حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ ﴿5﴾ یہودی اپنے سارے اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کو ذمہ دار ٹھہراتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کسی فحش بات کا حکم نہیں دیتا۔

سوال6: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' تفسیر ابن کثیر میں سیدنا سعید بن جبیر سے نقل ہے کہ جب اہل کتاب نے (لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّنَ سَبِيْلٌ) کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کذب اعداء اللہ ''اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے جھوٹ کہا'' ﴿2﴾ اس طرح وہ دو گناہوں کے مرتکب ہوئے۔حرام کھانا اور حرام خوری کو حلال سمجھنا۔یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ ﴿3﴾ جو عالم حرام اشیاء کو حلال کہتا ہے وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم سناتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم نہیں ہوتا، اسی کو جھوٹ کہتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں۔(تفسیر سعدی:383/1)

﴿ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ(76) ﴾

''کیوں نہیں؟ جو بھی اپنا عہد پورا کرے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''(76)

سوال1: ﴿ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى ﴾ ''کیوں نہیں جو بھی اپنا عہد پورا کرے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''کیوں نہیں جو بھی اپنا عہد پورا کرے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے'' عہد پورا کرنے سے یہاں مراد نبی ﷺ پر ایمان لانے کے لئے وہ عہد ہے جو ہر نبی کے واسطے سے ان کی امتوں سے لیا گیا۔ ﴿2﴾ اس عہد سے مراد وہ وعدہ ہے جو بندے اور رب کے درمیان ہے۔ ﴿3﴾ اس میں اللہ تعالیٰ کے وہ تمام حق شامل ہیں جو اس نے بندے پر واجب کیے ہیں۔ ﴿4﴾ اس عہد میں وہ وعدہ بھی شامل ہے جو بندے کا دوسرے بندوں سے ہوتا ہے اور اپنے عہد کو وہ پورا کر سکتا ہے جو خدا خوفی رکھتا ہو۔

سوال2: ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' جو شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق سب گناہوں سے بچتا ہے وہ متقی ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے خواہ وہ ''عرب ان پڑھ لوگوں'' میں سے ہو یا دوسروں میں سے ہو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کون سے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ امانت کو پورا کرنے والے۔ ﴿2﴾ عہد وفا کرنے والے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(77) ﴾

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''(77)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص مال بیچنے کے لیے کھڑا ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ میں نے اس کے عوض اتنا اتنا مال دیا ہے (اور یہ جھوٹ تھا کیونکہ اس نے اتنا مال نہیں دیا تھا جتنا اس نے بتایا۔ تاجروں کی عادت ہوتی ہے کہ زیادہ نفع کمانے کے لیے گاہک کے سامنے جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ میں نے تو خود اتنے میں خریدا ہے) اس پر آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ نازل ہوئی۔ (بخاری کتاب التفسیر:5/166)

سوال2: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کے عہداور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے عہد کوتھوڑی قیمت پر بیچ ڈالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد اس کی فرماں برداری اور تمام ذمہ داریوں کی ادائیگی ہے۔ ﴿2﴾ اطاعت ایک عہد ہے جو ایمان لانے والے اپنے رب سے کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ جولوگ دنیا کے فائدوں، مصلحتوں اور مفادات کے لئے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے رک جائیں، مصلحت کا شکار ہو جائیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں۔ ﴿4﴾ تھوڑی قیمت سے مراد دنیا کے فائدے ہیں جو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑے ہیں۔ ایک شخص جب ایمان لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے فرماں برداری کا اور تمام ذمہ داریوں کی ادائیگی کا عہد کرتا ہے جو شریعت کی طرف سے عائد ہوتی ہیں۔ اس عہد کے لیے فائدوں اور مصلحتوں کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ ﴿5﴾ عہد والی زندگی وہ نباہ سکتا ہے جو نفع ونقصان کو نظر انداز کر کے یہ زندگی اختیار کرے۔ جو ہر مفاد کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد یاد رکھے۔ جو دنیا پر آخرت کو ترجیح دے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو وہ بیچ ڈالتا ہے جو آخرت کو اپنی دنیا کا سودا بنالے، جو اپنے فائدوں اور مصلحتوں کی طرف جھک جائے۔ ﴿7﴾ جس کے نفس پر چوٹ پڑے یا دنیا کے مفاد کو خطرے میں دیکھے تو اللہ تعالیٰ کے عہد کو نظر انداز کر دے اور دنیا کو ترجیح دے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی علامتیں تین ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔'' (صحیح بخاری:2749)

سوال3: ایفائے عہد کا تعلق کس چیز کے ساتھ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایفائے عہد کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جو وعدے پورے کرواتا ہے۔ ﴿3﴾ ایفائے عہد مصلحتوں کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔

سوال4: ﴿أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا'' ﴿1﴾ یعنی وہاں انہیں کوئی خیر اور بھلائی حاصل نہیں ہوگی۔ (تفسیر سعدی: 1/384) ﴿2﴾ آخرت کی خیر اور بھلائیوں، جنت کی نعمتوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ (ایسر التفاسیر:183)

سوال5: ﴿وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا'' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے اس لیے بات نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ناراض ہوگا کیونکہ انہوں نے رب کی رضا سے خواہش نفس کو مقدم سمجھا ہے۔﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔(صحیح بخاری:4549)﴿3﴾''اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا'' اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا اس لیے قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا۔

سوال6:﴿وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا''﴿1﴾ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گناہوں سے پاک نہیں کرے گا نہ ان کے عیب زائل کرے گا۔﴿2﴾ بدبختی کے گھر میں ان کے لیے ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب ہے۔(ایسر التفاسیر:184)﴿3﴾ جس سے دلوں کو بھی تکلیف ہوگی اور بدنوں کو بھی وہ ہے ناراضی کا عذاب، دیدار الٰہی سے محرومی کا عذاب اور جہنم کا عذاب۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔آمین۔(تفسیر سعدی:384/1)﴿4﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک وصاف کرے گا (معاف کرے گا) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین بار یہ فرمایا۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسارے میں ہوں گے، یہ کون لوگ ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا اور دے کر احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔''(صحیح مسلم:293)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے والوں کو سزا سنائی ہے ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا، اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔

﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ ۚ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (78)﴾

''اور بلاشبہ ان میں یقیناً ایک گروہ وہ ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''(78)

سوال1:﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا﴾ ''اور بلاشبہ ان میں یقیناً ایک گروہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور بلاشبہ ان میں ایک گروہ ہے'' ایک گروہ سے مراد یہود کا گروہ ہے جو مدینہ میں نبی ﷺ کے معاصرین تھے۔﴿2﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کعب بن اشرف، مالک بن صیف اوران کی طرح کے لوگ تھے۔(تفسیر مراغی:532,533/1)

سوال2: ﴿يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ﴾ ''وہ کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کومروڑتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کومروڑتے ہیں'' مجاہد کا قول ہے کہ وہ تحریف کرتے ہیں۔(جامع البیان:349/3) ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد یہودی ہیں جو کتاب میں وہ اضافہ کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کیا۔(فتح القدیر:450,451/1)

سوال3: ﴿لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ ''تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے'' اس میں لفظی تحریف بھی شامل ہے اور معنوی تحریف بھی۔ ﴿2﴾ ''تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے'' یعنی وہ اپنی زبانوں کومروڑ کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے یہی مراد ہے حالانکہ حقیقت میں وہ مراد نہیں ہوتی۔انہوں نے وہ بات سمجھائی جو کتاب سے مراد نہیں۔

سوال4: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں'' جو لفظ حق معنی پر دلالت کرتا ہے اس سے وہ باطل معنی مراد لیتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت سے باخبر ہوتے ہیں۔

سوال5: دین میں ملاوٹ کیسے ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کوخود ساختہ معنی پہنا کر۔ ﴿2﴾ دینی تعلیمات کو اپنے رویے کے مطابق ڈھال کر۔(i) کبھی الفاظ بدل کر (زبان کے ہیر پھیر سے) (ii) کبھی الفاظ کا مفہوم بدل کر۔ ﴿3﴾ اپنے آپ کو بدلنے کی بجائے کتاب بدل کر۔ ﴿4﴾ جو چیز کتاب الٰہی میں نہیں اس کو عین کتاب الٰہی بنا کر۔

سوال6: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' یہودی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ صحیح مفہوم کی نفی کرتے ہیں اور غلط مفہوم کا اثبات کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں، یہ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ پر بات کرنے سے زیادہ بڑا جرم ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ (79) ﴾

''کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ رب والے ہو جاؤ اس وجہ سے جو تم کتاب سکھاتے تھے اور اس وجہ سے جو تم پڑھتے تھے۔''(79)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ علمائے یہود اور نجران کے نصاریٰ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ابو رافع قرظی نے کہا: اے محمد! کیا تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری عبادت کریں جس طرح نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں؟ تو ایک نصرانی نے بھی کہا: اے محمد! کیا تم واقعی ہم سے یہ چاہتے ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیر اللہ کی عبادت کرنے یا اس کا حکم دینے سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے نہیں بھیجا ہے، اور نہ ہی اس کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال2: ﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ﴾ ''کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے'' ﴿1﴾ ﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ ﴾ سے مراد ہے کہ کسی انسان کے لائق نہیں جسے اللہ تعالیٰ کتاب، حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ ﴿2﴾ الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی وحی ہے۔ ﴿3﴾ والحکم سے مراد حکمت یعنی دین کی سمجھ اور شریعت کے اسرار ہیں۔ ﴿4﴾ نبوت سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو غیب کی خبریں دینے اور وحی سے کلام کرنے کا عطا کردہ شرف ہے۔ (ایسر التفاسیر:184,185) ﴿5﴾ ''الحکم'' سے مراد حکمت ہے اور وہ شریعت کی سمجھ اور فہم قرآن ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے۔ (تفسیر منیر:298/2)

سوال3: ﴿ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ'' جس پر اللہ تعالیٰ کتاب نازل کرے، اسے علم سکھائے اور مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے، اس کے لیے ناممکن ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ ایسی بات کا کسی نبی کی زبان سے ادا ہونا سب سے محال ہے۔ انبیائے کرام اعلیٰ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو پہلے عیسائی تھے نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم نے اپنے علماء ومشائخ کورب تونہیں بنارکھا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ بات نہ تھی کہ جس چیز کووہ حلال کہتے تم اسے حلال اور جسے وہ حرام کہتے تم اسے حرام تسلیم کرتے تھے؟ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہاں یہ بات تو تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا ''یہی رب بنانا ہوتا ہے۔''(تیسیر القرآن:283/1)﴿3﴾ایک مرتبہ فارس کے جہاد کے موقعہ پرسیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ بطورسفیر رستم کے پاس تشریف لے گئے۔رستم اہل فارس کا صاحب اقتدار تھا۔رستم نے کہا: تم لوگ کیوں آئے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھیجا ہے تا کہ بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لے جائیں اور جو موجودہ ادیان ہیں ان کے ظلم سے بچا کر اسلام کے عدل کی طرف لے آئیں۔(ابن کثیر:البدایۃ فی ذکر یوم القادسیۃ)

سوال4:﴿وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ ''بلکہ رب والے ہوجاؤاس وجہ سے جوتم کتاب سکھاتے تھےاوراس وجہ سے جوتم پڑھتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''بلکہ رب والے ہوجاؤاس وجہ سے جوتم کتاب سکھاتے تھےاوراس وجہ سے جوتم پڑھتے تھے''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رب والے سے مراد حلماء،علماء،حکماء ہیں۔(تفسیر سفیان الثوري:78) نبی اسلام لاکر کفر کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔تمام انبیاء یہ دعوت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔وہی رب ہے،ہم سب اس کے بندے ہیں اورسب اسی کی اطاعت اور بندگی بجالائیں۔﴿2﴾ کوئی نبی لوگوں کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرسکتا۔﴿3﴾ کوئی نبی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبیوں اورفرشتوں کورب بنالو۔﴿4﴾ نبی اسلام کے راہ نما ہوتے ہیں۔اسلام سے نکالنے کے لیے راہ نما نہیں بنتے لہٰذا یہ دعویٰ کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام الٰہ ہیں بے بنیاد ہے۔تم ربانی بن جاؤاس سبب سے کہ تم دوسروں کوتعلیم دیتے ہو۔اس میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ تم خود اہل علم ہو۔تم اللہ تعالیٰ کی کتاب اوررسول کی سنت پڑھتے ہو۔اس کے پڑھنے پڑھانے سے علم پختہ ہوتا ہےاور باقی رہتا ہے۔

سوال5:﴿بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ ''اس وجہ سے جوتم کتاب سکھاتے تھےاوراس وجہ سے جوتم پڑھتے تھے'' ربانی تعلیم کی پہچان کیا ہے؟

جواب: ''اس وجہ سے جوتم کتاب سکھاتے تھےاوراس وجہ سے جوتم پڑھتے تھے''﴿1﴾ربانی تعلیم کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کواس سے ملائے۔﴿2﴾وہ تعلیم لوگوں کے اندراللہ تعالیٰ کے خوف اورمحبت کے جذبات پیدا کرے۔﴿3﴾وہ تعلیم جوانسانوں کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دے۔

سوال6: کون سی تعلیم ربانی نہیں ہے؟

جواب:﴿1﴾ جوتعلیم خداپرستی کے علاوہ کسی اورذات کی طرف رخ موڑنے والی ہو۔﴿2﴾جوتعلیم شخصیت پرستی پیدا کرے۔﴿3﴾ جو انسانی جذبات کامرکز غیراللہ کوبناتی ہووہ باطل ہے چاہےاس پرحق کا لیبل لگا ہوا ہو۔نبی ﷺ نے فرمایا:اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں ایسے علم سے جو نفع نہ پہنچائے اور ایسے دل سے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ جھکے۔'' (صحیح مسلم:6906)

سوال 7: ربانی تعلیم کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ علم صحیح اور اس کی سمجھ اور اسرار شریعت کا فہم، عمل اور اطاعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت رکھتا ہے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت اور نبوت دے تو وہ سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرتا ہے۔ یہی ربانی تعلیم کا تقاضا ہے۔ ﴿2﴾ جو شرعی علوم کا علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل کرنا ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا علم اس کے لیے وبال، اس کی ہلاکت، فساد اور اس کی گمراہی کی دلیل بن جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا قرب عمل کے بغیر ممکن نہیں۔ جس علم کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا وہ علم صحیح نہیں رہتا۔ کفر اسلام کے منافی ہے اور اسلام دین فطرت ہے جو سارے انبیاء کا دین ہے۔ (تفسیر منیر:2/300)

﴿ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۚ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (80) ﴾

''اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ، کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم فرماں بردار ہو۔'' (80)

سوال 1: ﴿ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ﴾ ''اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ'' فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ'' ﴿1﴾ ﴿أَرْبَابًا﴾: رب کی جمع ہے۔ جس کے معنی سید، معبود ہیں۔ ﴿2﴾ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے سے مراد یہ ہے کہ نبیوں اور فرشتوں کو رب والی صفات کا حامل سمجھنا۔ (i) ان کو نفع ونقصان کا مالک سمجھنا۔ (ii) ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا۔ (iii) اس کائنات کا نظام چلانے میں ان کے حصے کو تسلیم کرنا۔ ﴿3﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہیں نہ اپنی ذات کی عبادت کا حکم دے گا نہ کسی بھی دوسری مخلوق کی عبادت کا حکم دے گا خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء یا کوئی اور۔ (تفسیر سعدی:1/386)

سوال 2: ﴿ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾ ''کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم فرماں بردار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم فرماں بردار ہو'' یہاں کفر سے مراد اسلام کو رد کرنا ہے۔ ﴿2﴾ کسی نبی سے ایسی بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ تمہیں کفر کا حکم دے۔ جو شخص کسی نبی کی طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے وہ بڑے گناہ کا بلکہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔

رکوع نمبر 17

﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (81) ﴾

''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم نے اقرار کیا'' فرمایا: ''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔'' (81)

سوال 1: ﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے'' اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے کون سا عہد لیا تھا؟

جواب: ''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے'' ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جس رسول کو بھی کتاب اور حکمت دی جائے گی اس کا یہ فرض ہوگا کہ بعد میں آنے والے رسول کی تائید کرے۔ ﴿2﴾ بعد میں آنے والے رسول کی تائید کے لیے شرط یہ ہوگی کہ وہ رسول خود اس کی تعلیمات کی تائید و توثیق کر رہا ہو۔ ﴿3﴾ تمام رسول اپنے بعد میں آنے والے رسول کی شریعت کی اطاعت کریں گے۔ ﴿4﴾ تمام رسول اپنے بعد میں آنے والے رسول کی مدد کریں گے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر واجب کیا ہے کہ ایک دوسرے پر ایمان لائیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں کیونکہ ان کے پاس جو بھی احکام آئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہر چیز پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ وہ سب ایک اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چونکہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں لہٰذا تمام انبیائے کرام پر واجب ہے کہ جس نبی کو بھی آپ ﷺ کا زمانہ ملے وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ کی پیروی کرے اور آپ کی مدد کرے کیونکہ آپ ان کے امام، پیشوا اور متبوع ہیں۔ ﴿6﴾ یہ آیت کریمہ نبی ﷺ کے بلند مرتبے اور عظمت شان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ تمام انبیاء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے افضل اور ان کے سردار ہیں۔(تفسیر سعدی:387/1)﴿7﴾اب قیامت تک نبی ﷺ کی اتباع واجب ہے اور نجات صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ متعلق ہے۔اب کسی اور پیغمبر کی اطاعت نہیں ہوسکتی تو کسی اور کی ذات کیسے اطاعت کی مستحق ہوسکتی ہے۔﴿8﴾احادیث صحیحہ سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا۔البتہ قیامت کے قریب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے۔مگر اس وقت ان کی حیثیت آپ ﷺ کے متبع کی ہوگی یعنی وہ شریعت محمدیہ کی اتباع کریں گے۔(تیسیر القرآن:283/1)

سوال2:﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾''تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے''پیغمبر پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾''تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے''یعنی اس کی رسالت کی تصدیق کرو گے۔﴿2﴾''اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے''پیغمبر کی مدد کرنے سے مراد پیغمبر کا ساتھ دینا،اس کے ساتھ تعصب نہ برتنا،اپنے آپ کو دین کا اجارہ دار نہ سمجھنا،حق کی مخالفت نہ کرنا اور اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جانا ہے۔

سوال3:﴿قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟''انہوں نے کہا:''ہم نے اقرار کیا''فرمایا:''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تمام انبیاء سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ تمہیں بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لانا ہوگا۔اس کی شریعت کی اطاعت کرنی ہوگی اور اس رسول کی مدد کرنا ہوگی۔یہاں اس عہد کا اللہ تعالیٰ نے اقرار کروایا ہے کہ اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے عہد کی بھاری ذمہ داری کو قبول کروایا تو انہوں نے کہا:''ہم نے اقرار کیا۔''﴿3﴾سب رسولوں نے اس عہد کی ذمہ داری کو قبول فرمایا۔﴿4﴾اس معاہدے پر اللہ تعالیٰ خود گواہ بنے ہیں۔﴿قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔''

سوال4:انبیاء سے لیا گیا عہد دین کا کیسا تصور پیش کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔﴿2﴾تمام انبیاء ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔﴿3﴾تمام انبیاء ایک دوسرے پر تکیہ کیے ہوئے ہیں۔﴿4﴾تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے پابند ہیں۔﴿5﴾دین ایک ہے۔﴿6﴾ساری انسانیت کو اسی ایک دین پر چلایا جائے گا جس میں کوئی تبدیلی نہیں۔﴿7﴾اس دین کو پہنچانے اور اس کو عملی نظام بنانے کے پیچھے انبیاء کا کوئی ذاتی مقصد نہیں ہوتا،نہ کسی ذاتی خواہش کا دخل ہوتا ہے،نہ انبیاء ذاتی عزت کے لیے کام کرتے ہیں۔﴿8﴾اللہ تعالیٰ کی ذات نے مختلف ادوار میں مختلف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نسلوں کی طرف دین کو پہنچایا ہے۔

سوال5: دین کے اس تصور اور انبیاء سے لیے جانے والے عہد کا کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دین کے اس تصور اور انبیاء سے لیے جانے والے عہد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا دین خالص ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اس میں کوئی ذاتی تعصب نہیں ہوتا۔ ﴿3﴾ رسول کی ذات بھی اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ﴿4﴾ رسول کی قوم کا اس دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ﴿5﴾ رسول کے ماننے والوں اور ان کے خاندانوں کے چھپے ہوئے اثرات سے بھی دین پاک رہتا ہے۔ ﴿6﴾ کسی شخصیت کا بھی اس دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ بھی ایک، دین بھی ایک اور انبیاء کا سلسلہ بھی ایک ہو جاتا ہے۔

سوال6: آج ہم رسولوں سے لیے جانے والے عہد کی وفاداری کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کر کے دین پر ایمان لا کر عہد وفا کر سکتے ہیں۔ ﴿2﴾ رسولوں پر ایمان لا کر۔ ﴿3﴾ رسولوں کی پیروی کر کے۔ ﴿4﴾ رسولوں کی مدد کر کے۔ ﴿5﴾ اسلامی نظام قائم کر کے۔ ﴿6﴾ تمام دوسرے نظاموں کا مقابلہ کر کے۔

﴿فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (82)﴾

''پھر اس کے بعد جس شخص نے منہ موڑا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (82)

سوال1: ﴿فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد جس شخص نے منہ موڑا'' رسول کی اطاعت سے کون منہ موڑ سکتا ہے؟

جواب: ''پھر اس کے بعد جس شخص نے منہ موڑا'' رسول کی اطاعت سے صرف وہی منہ موڑ سکتا ہے جو فاسق ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنے والا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ وہی زمین میں فساد پھیلانے والا ہے۔ جو انبیائے کرام کا پیروکار ہے، یہودی ہو یا عیسائی یا کوئی اور اگر وہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اس پختہ عہد کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا کے طور پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گیا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے۔

سوال2: اہل کتاب نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے کیوں منہ موڑا، واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل کتاب نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے تعصب کی وجہ سے منہ موڑا حالانکہ وہ دین جو ان اہل کتاب تک پہنچا رسولوں کے توسط سے پہنچا ہے۔ اس میں انہوں نے پختہ عہد کیا تھا کہ نبی ﷺ پر ایمان لائیں گے، ان کی مدد کریں گے۔ ﴿2﴾ اہل کتاب کہتے تھے ہم اپنے دین کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے حالانکہ ان کے دین کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لائیں۔

سوال3: ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' جو محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے پختہ عہد کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طور پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گیا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے۔

﴿ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (83) ﴾

''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور کو تلاش کرتے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے۔''(83)

سوال1: ﴿ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ ﴾ ''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور کو تلاش کرتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کے دین اور غیر اللہ کے نظامات میں کیا بنیادی فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور کو تلاش کرتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کے دین اور غیر اللہ کے نظامات میں بنیادی فرق ہے ۔اسلام اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام ہے اور غیر اللہ کے نظامات خود ساختہ ہیں۔ ﴿2﴾ اسلام دین فطرت ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور غیر اللہ کے نظامات فطری خلا پیدا کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ اسلام فرد کی ذات، اجتماعی نظام، نظام زندگی اور کائنات کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور غیر اللہ کے دیے ہوئے نظریات میں کہیں فرد کی ذات کو دبایا گیا تو کہیں اجتماعی نظام کو حاوی کیا گیا۔ غیر اللہ کے دیے ہوئے نظریات میں کائنات اور انسان کے نفس کے اندر جاری قوانین کی مخالفت ہے۔ ﴿4﴾ اسلامی نظام زندگی سے انسان کو راحت اور اطمینان ملتا ہے، غیر اللہ کے دیے ہوئے نظریات سے انسان بے چین اور پریشان رہتا ہے۔ وہ ذوق یقین سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرنے کی خواہش نہ درست ہے نہ مناسب اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے دین سے بہتر کوئی دین نہیں۔

سوال2: ﴿ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا ﴾ ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' اس کائنات کی زندہ اور غیر جان دار اشیاء اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کے قانون میں بندھا ہوا ہے۔

سوال3: ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' سے انسان کو کس طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' سے انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ساری کائنات رب کے آگے جھکی ہوئی ہے اور تمہاری فطرت بھی یہی چاہتی ہے کہ تم رب کے آگے جھک جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے فرماں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بردار بن جاؤ۔ ﴿2﴾ انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر اسلام کے خلاف راستہ اختیار کرو گے تو فطرت کے خلاف راستہ اختیار کرو گے۔ اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف راستہ اختیار کرو گے۔ اس لیے اپنے خلاف نہ چلو۔ ﴿3﴾ اگر اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کیا تو تباہ ہو جاؤ گے، راستہ گم کر بیٹھو گے، اپنی شخصیت ہی گم کر بیٹھو گے۔ ﴿4﴾ اگر اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی پہچان گم کر دو گے جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿5﴾ مومن خوشی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جب کہ کچھ مجبوراً اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں، اس میں باقی تمام مخلوقات شامل ہیں۔ ﴿6﴾ کافر بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، اس سے نکل نہیں سکتے۔

سوال 4: ﴿وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے'' سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔ ﴿1﴾ عمومی۔ سب نے اس کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ ﴿2﴾ خصوصی۔ انسانیت نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے نظام کی طرف ہی جانا ہے۔ ﴿3﴾ تمام مخلوق اسی کے پاس لوٹ کر جائے گی۔ وہ سب کے درمیان فیصلہ کرے گا اور انہیں جزا و سزا دے گا۔

﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (84)﴾

''آپ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ کو، عیسیٰ کو اور تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں۔'' (84)

سوال 1: ﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''آپ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ کو، عیسیٰ کو اور تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''آپ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! آپ اور جو مومن آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت پر ایمان لائے ہیں کہہ دیں کہ ہم اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے اسماء وصفات کا اعتراف کرتے ہیں۔ (تفسیر المیسر: 78/1) ﴿2﴾ ''اور اس پر بھی جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا'' یعنی قرآن مجید پر ایمان لائے۔ ﴿3﴾ ''اور اس پر بھی جو ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر نازل کیا گیا'' جو تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ﴿4﴾ ''اور ان کی اولاد پر نازل کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گیا''یعنی یعقوب اوران کے بیٹوں، پوتوں پر نازل کیا گیا۔ ﴿5﴾ ''اوراس پر بھی جوموسیٰ کو،عیسیٰ کواورتمام انبیاءکوان کے رب کی طرف سے دیا گیا''یعنی تورات، زبور، انجیل اور جوتمام انبیاء پر رب کی طرف سے نازل کیا گیا۔ ﴿6﴾ پہلے یہ حکم دیا گیا کہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں اوران کی مدد کریں۔ یہاں یہ حکم دیا گیا کہ سب انبیاء پر، کتابوں پراوراسلام پرایمان لائیں جوسب انبیاء کا دین تھا۔

سوال2: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ ''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے''انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے مرادایک نبی کو ماننا باقیوں کو نہ ماننا ہے۔ ﴿2﴾ انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے مرادایک کی فضیلت ثابت کرنااور باقیوں کوکم درجے کا ثابت کرنا ہے۔ ﴿3﴾ انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے مرادکسی نبی کوسچاکسی کوجھوٹا سمجھنا ہے۔ ﴿4﴾ ''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی تصدیق اورتکذیب کے اعتبار سے فرق نہیں کرتے۔ (تفسیر منیر:309/2)

سوال3: ﴿وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ ''اورہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اورہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں''ہم اللہ تعالیٰ کے آگے سرتسلیم خم کرنے والے ہیں۔ ﴿2﴾ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ ہم اس کی مخلصانہ عبادت کرتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (85)﴾

''اورجوشخص اسلام کے علاوہ کوئی اوردین تلاش کرے گا تواس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اوروہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''(85)

سوال1: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ ''اورجوشخص اسلام کے علاوہ کوئی اوردین تلاش کرے گا تواس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اورجوشخص اسلام کے علاوہ کوئی اوردین تلاش کرے گا تواس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا''جوشخص شہادتوں کے اقرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہدایت اخذ نہیں کرتا، اس نظام کوقبول نہیں کرتا جو نبی ﷺ لے کرآئے ہیں، ان کی لائی ہوئی شریعت کواپنی زندگی میں نافذ نہیں کرتا، اپنے سارے فیصلے اس کتاب کے مطابق نہیں کرتا اس کا پھر کوئی اورطریقہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔ جوشخص اللہ تعالیٰ کے اس پسندیدہ دین کے علاوہ کسی اوردین پر چلے گا اس کا عمل نا قابل قبول ہوگا کیونکہ دین اسلام میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت قبول کرنااوررسولوں کی فرماں برداری کرنا شامل ہے۔ جب تک یہ کام نہ کرے اس وقت تک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کا باعث بننے والا عمل نہیں کیا اور اسلام کے سوا ہر مذہب باطل ہے۔(تفسیر سعدی:388/1)﴿3﴾مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اعمال حاضر ہوں گے، نماز آ کر کہے گی: اے اللہ! میں نماز ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو اچھی چیز ہے، صدقہ آئے گا اور کہے گا: اے پروردگار! میں صدقہ ہوں، جواب ملے گا: تو بھی خیر پر ہے، روزہ آ کر کہے گا: میں روزہ ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو بھی بہتری پر ہے، پھر اسی طرح سے اور اعمال بھی آتے جائیں گے اور سب کو یہی جواب ملتا رہے گا، پھر اسلام حاضر ہوگا اور کہے گا: اے اللہ! تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو خیر پر ہے۔آج تیرے ہی اصولوں پر سب کو جانچوں گا۔پھر سزا یا انعام دوں گا۔اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔''(تفسیر ابن کثیر:436/1)

سوال2:﴿الْاِسْلَامِ﴾ ''اسلام'' کیسا دین ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلام صرف عبادات اور بندگی کے طریقوں تک محدود نہیں۔﴿2﴾ صرف ذکر، اذکار اور مراقبے تک بھی محدود نہیں۔﴿3﴾ محض روحانی اور اخلاقی اصلاح کے کسی نظام تک بھی محدود نہیں۔﴿4﴾ اسلام ایک منظم نظام حیات ہے۔(i) جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر ہے۔(ii) جس میں دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔(iii) جس میں عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔(iv) جس میں ذکر بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔(v) جس میں اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت دلوں کی اصلاح ہو۔(vii) جس میں معاشرت کے طور طریقے بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اخذ کیے گئے ہوں۔(vi) جس میں قانونی فیصلے بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق ہوں۔

سوال3:﴿وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الْخٰسِرِيْنَ﴾ سے مراد ہلاک ہونے والے ہیں کیونکہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔خسارہ اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر چیز میں خسارہ اٹھایا حتیٰ کہ اپنی جانوں کو بھی خسارے میں ڈال دیا۔

﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ(86)﴾

''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ حالانکہ انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح دلیلیں بھی آ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''(86)

سوال1:﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟'' اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ ''اوراللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟'' اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے جو اسلام کی نعمت پا کر کفر کا رویہ اختیار کرے۔ ﴿2﴾ جو ظلم کا رویہ اختیار کرے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انصار کا ایک شخص اسلام لے آیا پھر مرتد ہو گیا پھر لوٹ آیا اور شرک کرنے لگا پھر نادم ہوا۔ اس نے اپنی قوم کی طرف پیغام بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجو اور پوچھو: کیا میرے لیے توبہ ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾ اس آیت تک: ﴿وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۠ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اس کی قوم کے لوگوں نے اس کی طرف پیغام بھیجا تو وہ اسلام لے آیا۔ (جامع البیان: 366/3)

سوال 2: ﴿وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ﴾ ''حالانکہ انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً رسول سچا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''حالانکہ انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً رسول سچا ہے'' انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً محمد ﷺ سچے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ ''اوران کے پاس واضح دلیلیں بھی آ چکی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اوران کے پاس واضح دلیلیں بھی آ چکی تھیں'' ان کے پاس نبی ﷺ جو کچھ دین حق میں سے لے کر آئے اس کی صحت کی دلیلیں اور نبی ﷺ کی صداقت کی دلیلیں آ چکی تھیں۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ کی ذات، آپ ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں گواہی کہ وہی تعلیم لائے ہیں جو پچھلے انبیاء لاتے رہے۔

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اوراللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' انہوں نے ظلم کیا اور حق کو پہچان کر اس کو ترک کیا۔ انہوں نے ظلم اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے باطل کو اختیار کر لیا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ باطل ہے۔ اس لیے انہیں ہدایت کی توفیق نہیں ملتی۔ ﴿2﴾ ہدایت کی امید اس کے لیے کی جا سکتی ہے جو حق کو نہ پہچانے لیکن اسے حق کی تلاش ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کے اسباب میسر فرما دے اور گمراہی سے بچا لے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (87)﴾

''یہ لوگ، یہی سزا ہے ان کی کہ یقیناً ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے۔'' (87)

سوال 1: ﴿اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''یہ لوگ یہی سزا ہے ان کی کہ یقیناً ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہ لوگ، یہی سزا ہے ان کی کہ یقیناً ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے'' اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خیر اور بھلائی سے محروم کر دیا ہے۔ ﴿2﴾ لعنت سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کے مومن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کا مومن پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اگر دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو تو وہ کانپ اٹھتا ہے۔ ﴿2﴾ مومن اسلام کے سوا کسی اور دین کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (88) ﴾

''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔'' (88)

سوال 1: ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ لعنت، عقوبت اور آگ میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿2﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار کی رحمت سے محرومی ہمیشہ کی محرومی ہوگی۔ ﴿3﴾ پھر عذاب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ ﴿4﴾ کسی قسم کی مہلت نہ دی جائے گی۔ ﴿5﴾ ابو العالیہ کہتے ہیں ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ سے مراد ہے کہ وہ آگ میں یعنی لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴾ یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہ بولیں گے اور نہ ہی انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں۔ (المرسلات:35,36)

سوال 2: ﴿ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ ''ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا'' یعنی ان کا عذاب نہ تو ختم کیا جائے گا نہ ہلکا کیا جائے گا۔ ﴿2﴾ ''اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' کیونکہ مہلت کا دور ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی عمر دے دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ انہیں اگر دوبارہ دنیا میں آنے کا موقع دیا جائے تو پھر وہی کام کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۖ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (89) ﴾

''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (89)

سوال 1: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ﴾ ''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی'' یعنی جن لوگوں نے کفر اور ظلم کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿2﴾ ''اوراپنی اصلاح کی'' جن لوگوں نے ایمان اورصالح اعمال کے ساتھ اپنے نفوس کی اصلاح کی۔﴿3﴾ توبہ دراصل تزکیہ، تطہیر اور اصلاح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾ یقیناً کامیاب ہوگیا وہ جس نے اسے پاک کیا۔اور یقیناً نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔(الشمس:10،9)

سوال2: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کب تک قبول کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ جان حلق میں نہ آجائے۔﴿1﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ جان حلق میں نہ آجائے۔''(ابن ماجہ 4253)﴿2﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیں گے۔''(صحیح مسلم:6861)

سوال3: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور اپنی رحمت سے انہیں جنت میں داخل کرے گا۔(ایسر التفاسیر:188)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کا عزم رکھنے والوں کی دلی کیفیت سے اپنی رحمت کا یقین دلایا ہے۔اگر انسان توبہ پر آمادہ ہوسکتا ہے تو رب اس سے بڑھ کر اس کے گناہ معاف کرکے، اس کی مغفرت کرکے اس پر رحمت کرسکتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کفر اور گمراہی کے باوجود اسلام کے دروازے کھولے رکھتا ہے۔اسلام کا دروازہ کیسے کھلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کفر اور گمراہی کے باوجود اللہ تعالیٰ اسلام کے دروازے کھولے رکھتا ہے، واپسی کے دروازے بند نہیں کرتا یوں توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھتا ہے۔﴿2﴾ اسلام بندے اور رب کے درمیان کسی اور ہستی کو حائل نہیں رہنے دیتا۔جب بھی بندہ سچے دل سے اپنے گناہوں پر پشیمان ہو، وہ زمین کے کسی گوشے میں ہو، اپنے رب کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرکے آئندہ کبھی نہ کرنے کا عہد کرکے اپنے گناہوں پر توبہ کرسکتا ہے۔﴿3﴾ اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہدایت کا دروازہ کھولنے کے لیے انسان خود دستک دے۔﴿4﴾ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان توبہ کے بعد عمل صالح شروع کردے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ (90)﴾

''یقیناً جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔''(90)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡدَ اِیۡمَانِہِمۡ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود ہیں جنہوں نے انجیل کا اور عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا پھر اپنے کفر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے بڑھ گئے۔ (جامع البیان:369/3) ﴿2﴾ ابو العالیہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود اور عیسائی ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر اپنے گناہوں کی وجہ سے کفر میں اور بڑھ گئے پھر اپنے کفر میں ہی اپنے گناہوں کی بخشش مانگی۔ اگر وہ اس سے پہلے ہدایت پر ہوتے تو ان کی توبہ قبول ہوتی لیکن وہ اپنی گمراہی پر رہے۔ (الدر المنثور:88/2)

سوال2: ﴿ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا﴾ ''پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے'' کفر میں آگے کیسے بڑھا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے'' توبہ نہ کر کے، اپنے رویے کی اصلاح نہ کر کے، کافرانہ رویے پر اصرار کر کے کفر میں آگے بڑھا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر، بدگمانیاں پھیلا کر، شبہات پیدا کر کے، دلوں میں وسوسے ڈال کے، بدترین سازشیں اور ریشہ دوانیاں کر کے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن کامیاب نہ ہونے پائے کفر میں آگے بڑھا جاتا ہے۔

سوال3: ﴿لَنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُہُمۡ﴾ ''ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے ''ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ نُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَہُمۡ وَ اَبۡصَارَہُمۡ کَمَا لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٖۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ﴾ اور ہم ان کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ پہلی بار اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔ (الانعام:110) ﴿فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ﴾ پھر جب وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا۔ (الصف:5)

﴿2﴾ ''ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی'' اس لیے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ایمان نہیں لائے تھے۔ جب انہوں نے کفر پر اصرار کیا تو اس کے ساتھ ان کی توبہ کیسے قبول کی جائے!

سوال4: ﴿وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الضَّآلُّوۡنَ﴾ ''اور وہی لوگ گمراہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور وہی لوگ گمراہ ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہی لوگ گمراہ ہیں۔ جو اس حال میں ہو اس کی توبہ کبھی قبول نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ اس سے بڑی گمراہی کیا ہو سکتی ہے کہ انسان آنکھوں سے دیکھ کر سیدھی راہ کو ترک کر دے۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ مَاتُوۡا وَ ہُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِہِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَہَبًا وَّ لَوِ افۡتَدٰی بِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ وَّ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ (91)﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔''(91)

سوال1: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے'' اس سے مراد سارے کافر ہیں جنہوں نے کفر کی حالت میں جان دی۔

سوال2: ﴿ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ﴾ ''تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے'' قیامت کے دن انسان چاہے گا اپنے بدلے میں کچھ دے کر اپنی جان بچالے۔ اس کو پورا کرنے کے لیے اس دن اس کے پاس کوئی مال نہیں ہوگا۔ اور اگر ہو بھی تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے۔

سوال3: کسے صدقہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو انسان زندگی میں اللہ تعالیٰ کے اصولوں کے خلاف خرچ کرتا ہے اس کے صدقہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ﴿2﴾ دار العمل کے ختم ہونے کے بعد زمین بھر کر بھی صدقہ کرنے کا ارادہ ہو تو قبول نہیں ہوگا۔

سوال4: ﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' انہیں آگ سے ہرگز نہیں نکالا جائے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

سوال5: ﴿ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴾ ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' وہ دن ہوگا جس میں مال اور بیٹے نفع نہیں دیں گے مگر جو اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آیا جو شک، شرک اور سارے گناہوں سے پاک ہوگا وہ آگ سے نجات پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔(ایسر التفاسیر:189) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ جہنم والوں میں سے کم عذاب والوں میں سے فرمائے گا: اگر دنیا اور جو کچھ اس میں ہے تیرے لیے ہو تو کیا تو اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ دے دے گا؟'' وہ کہے گا: ''جی ہاں!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''میں نے تجھ سے اس سے بھی کم ترین چیز کا مطالبہ اس وقت کیا تھا جب تو آدم کی پشت میں تھا کہ تو (مجھ سے) شرک نہ کرنا۔'' (صحیح مسلم:7083)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

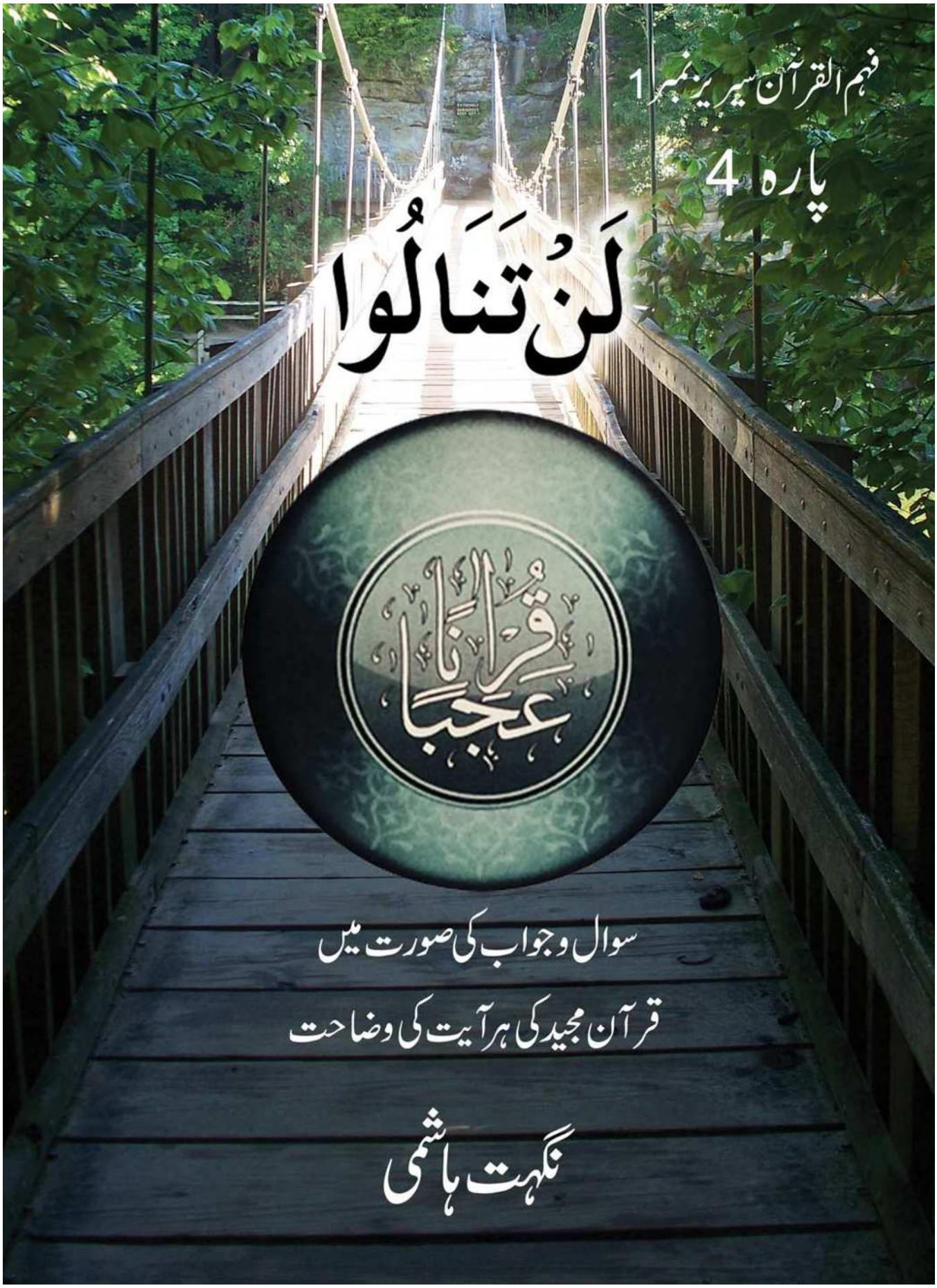
فہم القرآن سیریز نمبر 1
پارہ 4
لَنْ تَنَالُوا
قرآنا عجبا
سوال و جواب کی صورت میں
قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت
نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ''قرآنًا عَجَبًا'' [پارہ 5]

مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : جنوری 2009

طبع دوم : نومبر 2014

تعداد : 1000

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 36J گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور

102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور

فون نمبر : 0423-5748737 03364033044

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن، بلاک 2، کراچی

0336 4033032 021-35292341

فیصل آباد : 121A فیصل ٹاؤن ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

0336-4033086 041-8759191

ای میل : infoalnoorinternational@gmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi
Alnoor international

فہرست

ابتدائیہ		
رکوع	❖ 1	11
رکوع	❖ 2	23
رکوع	❖ 3	39
رکوع	❖ 4	76
رکوع	❖ 5	95
رکوع	❖ 6	117
رکوع	❖ 7	139
رکوع	❖ 8	152
رکوع	❖ 9	181
رکوع	❖ 10	190
رکوع	❖ 11	208
رکوع	❖ 12	219
رکوع	❖ 13	233
رکوع	❖ 14	248
رکوع	❖ 15	258
رکوع	❖ 16	277
رکوع	❖ 17	292
آخری آیات		306

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ ،وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا،وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمالِنَا، مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَھَادِیَ لَہٗ،وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ مُحَمّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں: **وَمَآ اَدْرَاکَ مَا سَقَرُ** (27) ''تم کیا جانو کیا ہے وہ دوزخ؟''

پھر اگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے: **لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ عَلَیْھَا تِسْعَۃَ عَشَرَ** (30-28)

''نہ باقی رکھے نہ چھوڑے، کھال جھلس دینے والی، اُنیس کارکن اِس پر مقرر ہیں۔''

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

وَمَآ اَدْرَاکَ مَا الْعَقَبَۃُ فَکُّ رَقَبَۃٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ (17-12)

''اور تم کیا جانو کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑا دینا، یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا، پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا) پر رحم کی تلقین کی۔''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے، پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : أَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِہٖ أَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَّالِہٖ ؟ قَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ! مَا مِنَّا أَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ أَحَبُّ اِلَیْہِ ؟ قَالَ : فَاِنَّ مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِہٖ مَآ أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''
انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''
آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)
اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قرآنًا عجبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآنِ حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔
قرآنِ مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے:

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ أَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ (البقرۃ:32)

''پاک تو آپ (اللہ تعالیٰ) ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں۔''

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دُعاؤں کی طلب گار
نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ(92)

تم ہرگز پوری نیکی حاصل نہیں کروگے یہاں تک تم ان چیزوں میں سے خرچ کروجن سے تم محبت رکھتے ہواور جوبھی تم خرچ کروگے اس کو یقیناً اللہ تعالیٰ پوری طرح جاننے والا ہے۔(92)

سوال1:لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ''تم ہرگز پوری نیکی حاصل نہیں کروگے جب تک تم ان چیزوں میں سے خرچ کروجن سے تم محبت رکھتے ہو''کی وضاحت کریں؟

جواب:''تم ہرگز پوری نیکی حاصل نہیں کروگے یہاں تک تم ان چیزوں میں سے خرچ کروجن سے تم محبت رکھتے ہو''ایمان کی نشانی دل پسند مال میں سے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

سوال2:اَلْبِرَّ''نیکی''سے کیامراد ہے؟

جواب:1۔اَلْبِرَّ''نیکی''سے مرادعملِ صالح یاجنت ہے۔(فتح القدیر)

2۔اَلْبِرَّ''نیکی''سے مرادکمال چیز،رحمت،رضااور جنت ہے۔(تفسیر البیضاوی:64/2)

سوال3:نیکی کامعیارکیاہے؟

جواب:نیکی کامعیاراللہ کی راہ میں دل پسند چیزخرچ کرنا ہے۔اس خوبی میں جتنانقص ہوگا اتناہی نیک ہونے میں نقص ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضاکے لیے،اس کے راستے میں بندوں کوہرطرح سے خرچ کرنے کا ثواب ملتاہے۔

سوال4:حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ''یہاں تک تم ان چیزوں میں سے خرچ کروجن سے تم محبت رکھتے ہو''سے کیاپتہ چلتاہے؟

جواب:''جب تک تم ان چیزوں میں سے خرچ کروجن سے تم محبت رکھتے ہو''اس سے یہ پتہ چلتاہے کہ ساری محبوب چیزیں نہیں بلکہ اُن میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینی ہیں۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبوب مال خرچ کرنے سے کس چیز کااندازہ ہوتاہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبوب مال خرچ کرنے سے یہ پتہ چلتاہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی کتنی محبت ہے۔

2۔یہ پتہ چلتاہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضااوراس کی خوشی کتنی عزیز ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: نیکی کے اعلیٰ معیار تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟

جواب: اپنی محبوب ترین چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر کے، عمدہ اشیاء خرچ کر کے، ضرورت مند ہونے کے باوجود ضرورت کی چیز اللہ کی راہ میں دے کر نیکی کے اعلیٰ معیار تک پہنچا جا سکتا ہے۔

سوال7: نیکی کے اعلیٰ معیار تک کون پہنچنا چاہتا ہے؟

جواب:1۔نیکی کے اعلیٰ معیار تک وہ شخص پہنچنا چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے کمال درجے کی محبت رکھتا ہو اور کمال درجے کی عجز وانکساری رکھتا ہو جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ یقیناً وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے۔(الانبیاء:90)

2۔کمالِ محبت حاصل کرنے والا اپنی ہر چیز، مال، عزت اور اقتدار وغیرہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر کے نیکی کے اعلیٰ معیار تک پہنچنا چاہتا ہے۔

سوال8: جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبوب ترین مال خرچ کیا ان کی مثالیں دیں؟

جواب:1۔سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے انصار میں اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے سب سے زیادہ مال دار تھے اور اپنے باغات میں سب سے زیادہ پسند انہیں بیرحاء کا باغ تھا۔یہ باغ مسجدِ نبوی ﷺ کے سامنے تھا اور رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی ''تم ہرگز نیکی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے جب تک تم ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو جن سے تم محبت رکھتے ہو۔''تو یہ سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو اور مجھے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پیارا ہے۔اسی لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کرتا ہوں۔اس کی نیکی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کا امیدوار ہوں۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہاں آپ ﷺ مناسب سمجھیں اسے استعمال کریں۔''راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''خوب یہ تو بڑی ہی آمدنی کا مال ہے۔یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے۔جو بات تم نے کہی وہ میں نے سن لی اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے نزدیکی رشتے داروں کو دے ڈالو۔''ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:''یارسول اللہ ﷺ!

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں ایسا ہی کروں گا۔'' چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔(بخاری:1461)

2۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے خیبر میں سے جو حصہ ملا ہے اس سے بڑھ کر نفیس مال مجھے آج تک حاصل نہیں ہوا، میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اسے صدقہ کر دوں آپ نے فرمایا: اصل اپنے پاس رکھو اور اس کے پھل کو اللہ کے راستے میں تقسیم کر دو۔(ابن ماجہ:2397)

3۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میری لونڈی مرجانہ بہت مرغوب ہے اسے آزاد کئے دیتا ہوں (تفسیر سراج البیان:145/1)

سوال9:فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پوری طرح جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''یقیناً اللہ تعالیٰ پوری طرح جاننے والا ہے'' کس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی کتنی محبت ہے؟ کس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشی کتنی عزیز ہے؟ کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ضرورت کی چیزوں کو قربان کر کے نیکی کے اعلیٰ معیار تک پہنچنا چاہتا ہے؟ کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل پسند چیز خرچ کرتا ہے؟

سوال10:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کے توسط سے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عَلِيْمٌ کے توسط سے یہ شعور دلایا ہے کہ وہ تمہارے تمام اعمال کو اور تمہاری نیتوں کو پوری طرح جاننے والا ہے، تمہیں نیتوں کے مطابق ان کی جزا دے گا۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (93)

تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر جو اسرائیل (یعقوبؑ) نے اپنی جان پر حرام کر لیے تھے اس سے پہلے کہ تورات نازل کی جاتی۔آپ کہہ دیں تو رات لاؤ پھر تم اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔(93)

سوال1:یہودیوں نے اسلام پر کون سے اعتراضات کئے تھے جن کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی؟

جواب:1۔یہودیوں نے پہلا اعتراض یہ کیا کہ مسلمان اگر ملتِ ابراہیمی پر ہیں تو اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں اور اس کا دودھ کیوں پیتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ مسلمانوں نے قبلہ کیوں تبدیل کرلیا جبکہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا ہے؟

سوال2: کھانے پینے کی اشیاء جو بنی اسرائیل کے خیال میں تورات میں حرام اور قرآن میں حلال ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:1۔كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ''تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے'' کھانے پینے کی تمام اشیاء جو قرآن میں حلال ہیں وہ بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں۔

2۔إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسۡرَٰٓءِيلُ عَلَىٰ نَفۡسِهِۦ مِن قَبۡلِ أَن تُنَزَّلَ ٱلتَّوۡرَىٰةُ مگر جو اسرائیل (یعقوبؑ) نے اپنی جان پر حرام کر لیے تھے اس سے پہلے کہ تورات نازل کی جاتی'' کچھ چیزیں بطورِ سزا بنی اسرائیل پر حرام کی گئی تھیں اس لیے کہ انہوں نے جرائم کا ارتکاب کیا تھا جیسا کہ سورۃ الانعام میں رب العزت نے فرمایا: وَعَلَى ٱلَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمۡنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٖۖ وَمِنَ ٱلۡبَقَرِ وَٱلۡغَنَمِ حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ شُحُومَهُمَآ إِلَّا مَا حَمَلَتۡ ظُهُورُهُمَآ أَوِ ٱلۡحَوَايَآ أَوۡ مَا ٱخۡتَلَطَ بِعَظۡمٖۚ ذَٰلِكَ جَزَيۡنَٰهُم بِبَغۡيِهِمۡۖ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے اُن پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں سوائے اس کے جو اُن دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ ہم نے انہیں اُن کی سرکشی کی وجہ سے سزا دی تھی اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں۔(الانعام:146)

3۔کچھ چیزیں تورات نازل کئے جانے سے پہلے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔

سوال3: إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسۡرَٰٓءِيلُ عَلَىٰ نَفۡسِهِۦ ''مگر جو اسرائیل (یعقوبؑ) نے اپنی جان پر حرام کر لیے تھے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کیا حرام کیا تھا اور کیوں؟

جواب: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے گا تو میں کھانے پینے کی سب سے پیاری چیز چھوڑ دوں گا۔ جب انہیں صحت ملی تو انہوں نے اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے بھی اسی طریقے کو اپنا لیا۔

سوال4: کھانے پینے کی اشیاء میں اسلام کا اُصول کیا ہے؟

جواب:1۔کھانے پینے کی ہر چیز اصلاً حلال ہے سوائے اس کے جس میں کوئی کراہت یا خرابی ہو۔

2۔بعض چیزیں مخصوص حالات کے پیشِ نظر حرام کی جاتی ہیں۔ حالات بدل جائیں تو حُرمت ختم ہو جاتی ہے۔

سوال5: کھانے پینے کی اشیاء کے بارے میں بنی اسرائیل کی اس غلط فہمی کو کیسے دور کیا گیا کہ جو چیزیں تورات میں حرام ہیں وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قرآنِ مجید میں حلال ہیں؟

جواب:1۔تورات میں بعض چیزیں یہودیوں کے ظلم اور سرکشی کی وجہ سے حرام کی گئی تھیں جیسا کہ سورۃ النساء آیت نمبر 160 اور سورۃ الانعام کی آیت نمبر 146 سے پتہ چلتا ہے۔ یہ حرمت بطورِ سزا تھی۔

2۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں وہ چیزیں حرام نہیں تھیں۔سیدنا یعقوب علیہ السلام نے خود اپنے اوپر اونٹ کا گوشت اور دودھ حرام کرلیا تھا۔

3۔قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ '' آپ کہہ دیں تورات لاؤ پھر تم اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو'' یہودیوں سے کہا گیا کہ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو تورات لاؤ اور اسے پڑھ کر سناؤ۔اگر تم سچے ہو تو بات واضح ہو جائے گی۔ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہودیوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا مجھے بتایئے کہ یعقوب نے اپنے لئے کس چیز کو حرام کیا تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بادیہ میں رہتے تھے انہیں عرق النساء کی بیماری ہوگئی۔انہیں بطورِ علاج یہی سمجھ میں آیا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیں چنانچہ انہوں نے اسے اپنے اوپر حرام بنالیا۔یہودیوں نے کہا کہ آپ نے سچ کہا۔احمد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے دونوں چیزوں کو بطورِ نذر اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔(مستدرک حاکم:3152)

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(94)

پھر جس نے اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔(94)

سوال1:فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ '' پھر جس نے اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا''اس آیت میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:'' پھر جس نے اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا''یہاں جھوٹ باندھنے سے مراد اسلام ا ور مسلمانوں پر جھوٹے اعتراضات کرنا ہے۔

سوال2:مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ''اس کے بعد بھی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق واضح ہوجانے کے بعد بھی جھوٹے اعتراضات کرنا مراد ہے۔

سوال3:فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ '' تو وہی لوگ ظالم ہیں''ظالموں کا ظلم کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔ظالموں کاظلم یہ ہے کہ وہ سچائی پر پردہ ڈالتے ہیں۔2۔اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔
3۔جھوٹے اعتراضات کرتے ہیں۔4۔سچائی کوتسلیم نہیں کرتے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کرانسان کس پر ظلم کرتا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کرانسان اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے حلال کیے ہوئے کوحرام کرلیتا ہے۔
2۔جواحکامات اللہ تعالیٰ نے نہیں دیئے انہیں اس کی طرف منسوب کرکے انسان اللہ تعالیٰ پر ظلم کرتا ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۟ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (95)

آپ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، چنانچہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یک سو تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا۔ (95)

سوال1:قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ’’آپ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے‘‘ یہ الفاظ کس طرف اشارہ کرتے ہیں؟

جواب:’’آپ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے سچ واضح کردیا ہے کہ بیت اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبلہ اور جائے عبادت بنایا تھا۔2۔تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر جو اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کرلیے تھے۔یعنی طعام کی یہ قسم پہلے حلال تھی بعد میں یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد پر حرام کردی گئی۔ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور یہود جھوٹے ہیں اس لیے اب انہیں یہودیت چھوڑ کر کے ملتِ ابراہیم یعنی دینِ اسلام کو اختیار کرلینا چاہئے۔

سوال2:مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ ’’ابراہیم کی ملت‘‘ سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔’’ملت ابراہیم‘‘ یعنی ملت اسلام ہی اصل میں ملت ابراہیم ہے۔(تفسیر البیضاوی:67/2)

2۔ملتِ ابراہیم سے مراد زندگی کے وہ طور طریقے، وہ دین ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اختیار کیا یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، اس کے لیے یک سُو رہنا اور اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہنا۔

3۔ملتِ ابراہیم توحید پر قائم ہے اور وہ قرآن کی شریعت ہے جس کو محمد ﷺ لے کر آئے اور وہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔رب العزت نے فرمایا:قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ آپ کہہ دیں:’’میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھے،مشرکوں میں سے نہ تھے‘‘(الانعام:161)

سوال3:فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ’’چنانچہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یک سو تھا‘‘ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی دعوت کیوں دی گئی؟

جواب:’’چنانچہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یک سو تھا‘‘ یہودی اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے وارث کی حیثیت سے پیش کرتے تھے اس لیے انہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی حقیقت بتائی گئی کہ ہر قسم کے شرک سے نفرت کرنا اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنا ہی اصل دینِ ابراہیمی ہے اس لیے اس کی پیروی کرو۔

سوال4:حنیف کسے کہتے ہیں؟

جواب:’’حنیف‘‘ یک سُو کو کہتے ہیں۔وہ جو ایک ہی طرف اپنا رخ کرنے والا ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنے والا ہو۔

سوال5:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیات جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب:سیدنا ابراہیم علیہ السلام یک سُو تھے اور وہ مشرک نہیں تھے۔اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے امید باندھنے والے،اُسی پر بھروسہ کرنے والے،اُسی کو اپنا سب کچھ بنانے والے تھے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ(96)

یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے،تمام جہانوں کے لئے بابرکت اور ہدایت ہے۔(96)

سوال1:اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ ’’یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے‘‘ اللہ کے پہلے گھر کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب:’’یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے‘‘ اللہ کے پہلے گھر کعبۃ اللہ کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں:

1۔وہ دنیا میں عبادت کے لیے مقرر کیا جانے والا سب سے پہلا اللہ کا گھر ہے۔

2۔برکت والا ہے۔برکت کا مطلب خیر کا دوام اور کثرت ہے۔دنیا میں اتنی برکت والا،اس قدر کثیر اور دائمی خیر والا،اور مخلوق کے لیے اس قدر فوائد کا حامل کوئی گھر موجود نہیں۔

3۔وہ ہدایت ہے۔ہدایت دینے والے کے بجائے ہدایت (مصدر) کا لفظ بولنے کا مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے گویا یہ خود سراپا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہدایت ہے 4۔اس میں آیات بینات (واضح نشانیاں) موجود ہیں۔جن کی چالیس سے زیادہ ہے۔

5۔اس میں داخل ہونے والے کے لیے امن ہے۔(تفسیر السعدی:398,399/1)

سوال2: بیت اللہ کوقبلہ بنانے کے بارے میں یہودیوں کا اعتراض کیا تھا؟

جواب: بیت اللہ کوقبلہ بنانے بارے میں یہودیوں کا یہ اعتراض تھا کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تو بیت المقدس تھا۔

سوال3: اہلِ کتاب کے تحویلِ قبلہ پر کیے جانے والے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا؟

جواب:1۔بیت اللہ کے بارے میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے سچ کہا ہے۔2۔بیت اللہ کوسیدنا ابراہیم علیہ السلام اورسیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔3۔یہ زمین پر پہلا گھر تھا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا۔4۔اس کوقبلہ یعنی ایک جائے عبادت بنایا گیا۔یہ یہودیوں کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ بیت المقدس سب سے پہلا عبادت کا گھر ہے۔صحیحین میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم !روئے زمین پرکونسی مسجد پہلے بنائی گئی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:مسجد حرام۔میں نے پوچھا پھرکون سی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:مسجد اقصیٰ۔میں نے پوچھا دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس سال۔(صحیح بخاری:3366)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو بنایا اس کے چالیس سال کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو بنایا۔

سوال4: بیت اللہ کی تعمیر کے مقاصد کیا تھے؟

جواب:1۔اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔

2۔یہ طواف کرنے والوں،عبادت کرنے والوں،رکوع اورسجدہ کرنے والوں کے لیے مخصوص رہے۔

3۔امن وسلامتی کی جگہ رہے۔ 4۔لوگوں کے لیے قبلہ رہے۔ 5۔ہدایت وراہ نمائی کا مرکز بن جائے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ(97)

اس میں واضح نشانیاں ہیں،مقامِ ابراہیم ہے،اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہوگیا اوراللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پراس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس نے کفر کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جہانوں سے بے نیاز ہے۔(97)

سوال1:اس آیت میں بیت اللہ کی خصوصیت کن حوالوں سے بیان کی گئی ہے؟

جواب:اس میں روشن نشانیاں ہیں،مقامِ ابراہیم ہےاور جواس میں داخل ہوجائے امن میں ہے۔

سوال2:بیت اللہ میں کیا نشانیاں ہیں؟

جواب:1۔زَم زَم کا کنواں 2۔حجرِ اَسود 3۔مقامِ ابراہیم 4۔صفاومروہ

سوال3:مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ''مقامِ ابراہیم علیہ السلام'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔مقامِ ابراہیم سے مرادوہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کوتعمیر کیا تھا۔آج یہ پتھر صحنِ حرم میں ملتزم کے سامنے نصب کیا گیا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آیات بینات میں سے ایک مقام ابراہیم بھی ہے اور باقی اور بھی ہیں۔مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ خلیل اللہ کے قدموں کے نشان جومقام ابراہیم پر تھے یہ بھی آیات بینات میں سے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:443/1)

سوال4:اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ بیت اللہ کوسیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا؟

جواب:بیت اللہ میں مقامِ ابراہیم علیہ السلام کی موجودگی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔

سوال5:۔بیت اللہ کا احترام کن وجوہات کی بناء پر کیا جاتا ہے؟

جواب:1۔زمین پر اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر ہے۔ 2۔اسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر فرمایا۔

3۔اس میں مقامِ ابراہیم علیہ السلام ہے۔ 4۔جواس میں داخل ہوتا ہے اسے امن نصیب ہوجاتا ہے۔

5۔جواس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہواس کے لیے حج کا حکم ہے۔

سوال6:وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ''اور جواس میں داخل ہوا وہ امن والا ہوگیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اور جواس میں داخل ہوا وہ امن والا ہوگیا۔بیت اللہ کے اردگرد کا علاقہ حرم ہے جس کی حدود معروف ہیں۔

2۔''اور جواس میں داخل ہوا اسے اپنے نفس،مال اور عزت کا کوئی خوف نہیں رہتا۔

3۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''تم میں سے کسی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے حلال نہیں کہ مکہ مکرمہ میں اسلحہ اٹھائے۔'' (صحیح مسلم:3307)

4۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیت اللہ پناہ چاہنے والے کو پناہ دیتا ہے لیکن جگہ اور کھانا پینا نہیں دیتا (تفسیر ابن کثیر:443/1)

سوال7: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو'' اللہ تعالیٰ نے حج کے واجب ہونے کا ذکر اس کے حق کی تاکید اور اس کی حرمت کی تعظیم کے لیے بلیغ الفاظ میں کیا۔اس کے فرض ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔وہ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور عمر میں ایک بار سے زیادہ واجب نہیں۔(تفسیر قرطبی:108/2)

2۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا:اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے پس تم حج کرو تو ایک آدمی نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہر سال حج فرض کیا گیا ہے؟ تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ اس نے آپ ﷺ سے تین مرتبہ عرض یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں کہتا:ہاں!(تو ہر سال حج) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن باتوں کو میں چھوڑ دیا کروں تو ان کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھا کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرتِ سوال کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور وہ اپنے نبیوں سے اختلاف کرتے تھے جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم کروں تو حسب استطاعت تم اسے اپنا لو اور جب تمہیں کسی چیز سے روک دوں تو تم اسے چھوڑ دو۔(صحیح مسلم:3257)

3۔حسن نے کہا: نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:'' وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا'' تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ سبیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:'' زادراہ اور سواری''۔(تفسیر جامع البیان:19/4)

4۔یہ آیت وجوب حج کی دلیل ہے (تفسیر القاسمی:160/4)

سوال8: حج کیسا فرض ہے؟

جواب:1۔حج زندگی میں ایک بار استطاعت رکھنے والے پر فرض ہے۔

2۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو حج کی طاقت رکھنے کے باوجود حج نہ کرے اس کے لیے برابر ہے یہودی ہو کر مر جائے یا عیسائی ہو کر۔ابن کثیر نے کہا اس کی اسناد صحیح ہیں۔(ایسر التفاسیر:192/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔مسند سعید بن منصور میں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا مقصد ہے کہ میں لوگوں کو مختلف شہروں میں بھیجوں وہ دیکھیں جو لوگ باوجود مال رکھنے کے حج نہ کرتے ہوں ان پر جزیہ لگادیں وہ مسلمان نہیں ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔(تفسیر المراغی:9/2) (تفسیر ابن کثیر:444/1)

4۔مسند کی ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فرض حج جلدی ادا کرلیا کرو نہ معلوم کل کیا پیش آئے' ابوداؤد وغیرہ میں ہے حج کا ارادہ کرنے والے کو جلد اپنا ارادہ پورا کرلینا چاہئے۔(تفسیر ابن کثیر:444/1)

سوال9:استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے والے کے بارے میں قرآنِ حکیم میں کیا فرمایا گیا ہے؟

جواب:قرآنِ مجید نے استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔

سوال10:حج کے مقاصد کیا ہیں؟

جواب1۔اللہ تعالیٰ کے گھر اور اس کی نشانیوں کی زیارت جن کی وجہ سے انسان کا اپنے رب سے خاص تعلق پیدا ہوتا ہے۔

2۔اللہ تعالیٰ کی غلامی کے لیے اس کی پکار پر لبیک کہنا سیکھنا۔

3۔ہر سال دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان جمع ہوں تاکہ ان کے درمیان ایک عالمگیر وحدت پیدا ہو۔

4۔اللہ تعالیٰ کے بندوں کے درمیان مساوات پیدا کرکے انسانیت کو اسلام کی طرف راغب کرنا۔

5۔اِحرام کی پابندیوں سے یہ پیغام دینا کہ انسانیت کو امن دینِ اسلام کے ماسوا کسی اور نظام سے نہیں مل سکتا۔

6۔ایک اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ،اس کی بڑائی بیان کرتے ہوئے ،اس کے گھر کے گرد گھومتے ہوئے ،اُسی کی خاطر مشقتیں برداشت کرتے ہوئے انسانیت کو توحید کی دعوت دینا۔

سوال11:وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ''اور جس نے کفر کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے'' اللہ تعالیٰ کے جہان والوں سے بے نیاز ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔'' اور جس نے کفر کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے'' اللہ تعالیٰ کے دنیا جہان والوں سے بے نیاز ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے حج کی ضرورت نہیں یہ فقط تمہاری ضرورت ہے۔

2۔اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی انسان کو ضرورت ہے۔اگر وہ ان احکامات کی پرواہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو انسان کی ضرورت نہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔اللہ تعالیٰ کی صفتِ غنا کا اثبات ان مشرک قوموں کے رد میں ہے جن کے دیوی دیوتاؤں کا وجود ان کے پجاریوں ہی کے دم سے قائم ہے،اور وہ دیوتا اپنے کھانے پینے تک کے لئے اپنے پجاریوں کے محتاج رہتے ہیں۔ (تفسیر ماجدی:611/1)

سوال12: یہاں کفر کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں کفر کرنے سے مراد حج نہ کرنا ہے۔قرآن مجید نے استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ(98)

آپ کہہ دیں کہ اے اہلِ کتاب!تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔(98)

سوال1:قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ’’ آپ کہہ دیں کہ اے اہلِ کتاب!تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟‘‘اہلِ کتاب نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کیسے کفر کیا؟

جواب:1۔اہلِ کتاب نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پہلے گھر کا انکار کیا۔

2۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حلال وحرام کا انکار کیا۔

3۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کا انکار کیا۔4۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا انکار کیا۔

سوال2:قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ’’ اے اہلِ کتاب!تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔‘‘اس ڈراوے کے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟

جواب:1۔اس ڈراوے کا پہلا اثر یہ ہو سکتا ہے کہ اہلِ کتاب پر اپنی اصلیت واضح ہو جاتی ہے جب وہ خود کو بڑا مومن سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں کفر کرتے ہیں۔2۔دوسرا اثر یہ ہو سکتا ہے کہ اہلِ کتاب سے دھوکہ کھانے والے مؤمنوں کی آنکھیں کھل جائیں اور انہیں پتہ چل جائے کہ اہلِ کتاب غلط ہیں اور اہلِ اسلام سچے ہیں۔3۔تیسرا اثر یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے دل میں یہ خوف پیدا ہو کہ میرے اعمال پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے،اس طرح وہ کفر کرنے سے بچ جائیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ(99)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہو اس شخص کو جو ایمان لایا ہے تم اس (راہ) میں کجی تلاش کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ہرگز بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو۔(99)

سوال1: اس آیت میں عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ''اللہ تعالیٰ کی راہ سے'' کیا مراد ہے؟

جواب: سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ سے مراد اس کے نبی اور اس کی کتاب کا راستہ ہے۔

سوال2: لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ''تم کیوں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہو'' اہلِ کتاب ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیوں روکتے تھے؟

جواب:1۔ یہود خود تو کفر کرتے تھے۔ اب ان کی اتنی جراءت ہوگئی تھی کہ طرح طرح سے دوسروں کو بھی دین حق سے روکنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ 2۔ اہلِ کتاب حق کو نہیں مانتے تھے اس لیے انہیں کسی کا حق پر چلنا گوارا نہیں تھا۔ 3۔ باطل پرستی اور باطل سے محبت کا یہ تقاضا تھا کہ وہ حق سے روکیں اس لیے وہ باطل کی حمایت میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے سے روکتے تھے۔

سوال3: انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں؟

جواب:1۔ جب بھی انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا جاتا ہے تو ان کے معاملات خراب ہوجاتے ہیں اور ان کے اندر سے استقامت ختم ہوجاتی ہے۔ 2۔ اچھائی اور برائی کے پیمانے خراب ہوجاتے ہیں۔ 3۔ زمین کے نظام کا ہر شعبہ ٹیڑھا ہوجاتا ہے مثلاً تعلیمی اور معاشی نظام خراب ہوجاتا ہے۔ 4۔ انسانی زندگی میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں زندگی سیدھے راستے کی بجائے کجی اور بگاڑ پر قائم ہوجاتی ہے۔ 5۔ انسانی تصورات میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ 6۔ انسانی ضمیر اور اَخلاق میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ 7۔ انسان کے طرزِ عمل اور اس کے تعلقات میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

سوال4: تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ''تم اس (راہ) میں کجی تلاش کرتے ہو'' اہلِ کتاب اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجی کیسے تلاش کرتے تھے؟

جواب:1۔ ''تم اس (راہ) میں کجی تلاش کرتے ہو'' اللہ کے دین والے جو حق کے راستے پر چلتے ہیں آپ ان کے لیے کجی اور گمراہی چاہتے ہو۔ آپ لوگ ہدایت پر استقامت اختیار کرنے میں کجی تلاش کرتے ہو۔ 2۔ اہلِ کتاب دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجی تلاش کرتے تھے۔ 3۔ اہلِ کتاب خود اسلام کی سچائی کا انکار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر کے مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجی تلاش کرتے تھے۔4۔اسلام پر اعتراضات عائد کر کے مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجی تلاش کرتے تھے۔5۔اہلِ کتاب طاقت کے ذریعے زبردستی اسلام کے راستے سے روک کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجی تلاش کرتے تھے۔آج بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی جانب سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

سوال5:وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ''حالانکہ تم خود گواہ ہو'اہلِ کتاب کس چیز کے گواہ ہیں؟

جواب:اہلِ کتاب دینِ اسلام کے حق ہونے اور محمد ﷺ کے اللہ کا رسول ہونے کے گواہ ہیں۔

سوال6:یہود کیسے دینِ اسلام اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کے گواہ بنے؟

جواب:1۔پہلے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں نازل ہوئیں اور جنہیں یہودی پڑھتے ہیں ان کی وجہ سے یہودی دینِ اسلام اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کے گواہ بنے۔

2۔عبداللہ بن ابی جعفر اپنے والد سے اللہ تعالیٰ کے اس قول''وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ''کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ تم خود اس پر گواہ ہو جو کتاب اللہ میں سے پڑھتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔تم اسے اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو۔(تفسیر ابن ابی حاتم:718/3)

سوال7:وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ہرگز بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'کے ذریعے کیا احساس دلایا گیا ہے؟

جواب:''اور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ہرگز بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'اس کے ذریعے اہلِ کتاب کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم اپنے اعمال سے غافل ہو مگر اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ(100)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اگر تم ان لوگوں میں سے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے جنہیں کتاب دی گئی تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر بنا کر لوٹا دیں گے۔(100)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:ابن اسحاق اورابوالشیخ نے زید بن اسلم سے روایت نقل کی ہے کہ شماس بن قیس یہودی اوس اورخزرج کے پاس سے گزرااوران کوآپس میں باتیں کرتاہوادیکھ کرحسدکیا کہ زمانہ جاہلیت میں ان میں کس قدردشمنی تھی اوراب آپس میں کس قدرمحبت ہے،چنانچہ اس سے برداشت نہ ہوااس نے آکرایک یہودی نوجوان کوحکم دیا کہ اوس وخزرج کے مسلمانوں کی مجلس میں جاکربیٹھے اورجنگ ''بعاث'' کاذکرچھیڑے اوران کووہ وقت یاددلائے چنانچہ اس نے آکرایساہی کیااس کی یہ باتیں سن کر انہوں نے آپس میں لڑائی اورایک دوسرے پرفخرکرناشروع کیا۔قبیلہ اوس سے اوس بن قیظی اورخزرج سے جبار بن جعفریہ دونوں آدمی کھڑے ہوگئے اورآپس میں گفتگوکی جس سے دونوں قبائل غصہ میں تیارہوگئے اس چیز کی اطلاع رسول اکرم ﷺ کوپہنچی آپ وہاں تشریف لائے اوران کونصیحت کرکے آپس میں صلح کرادی ان سب حضرات نے آپ کی بات کوبسروچشم سنااوراطاعت و فرمانبرداری کے لیے اپنی گردنیں جھکادیں،اللہ تعالیٰ نے قبیلہ اوس وخزرج اورجواُن کے ساتھ تھے ان کے بارے میں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اورشماس بن قیس کے بارے میں قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ والی آیت نازل فرمائی۔(تفسیرابن عباس:206,207/1)

سوال2:یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ''اے ایمان والو!اگرتم ان لوگوں میں سے ایک گروہ کی اطاعت کروگے جنہیں کتاب دی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اے ایمان والو!اگرتم ان لوگوں میں سے ایک گروہ کی اطاعت کروگے جنہیں کتاب دی گئی''اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہودیوں کے مکروفریب اوران کی سازشوں سے ہمیشہ بچ کررہنے کی تنبیہ کی ہے۔

2۔اس سے مرادا سلام سے کینہ رکھنے والا گروہ ہے۔جن میں شماس بن قیس یہودی اوراس کے ساتھی تھے جواوس اورخزرج کے درمیان فتنے کی صورت حال پیدا کرنا چاہتے تھے۔لیکن عبرت اس کے خاص سبب میں نہیں،اس کے عموم میں عبرت ہے۔ یہودی اورعیسائی اورامت اسلامیہ کی تباہی وبربادی میں ہمیشہ مصروف رہے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:193/1)

3۔ہرمسلمان کافرض ہے کہ شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے والوں کی باتیں نہ سنے اس میں دین کی سلامتی ہے کیونکہ بحث کرنے سے شبہات بڑھتے ہیں۔

سوال3:اہلِ کتاب کی اطاعت سے کیامرادہے؟

جواب:1۔اہلِ کتاب کی اطاعت سے مرادہے ان سے ہدایات اخذکرنا۔2۔ان کی نقالی کرنا۔3۔ان کی عادات واَطوار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنانا۔ 4۔ان سے پالیسیاں لینا۔

سوال4:اہلِ کتاب کی اطاعت کس چیز کا ثبوت ہے؟

جواب:1۔اہلِ کتاب کی اطاعت اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں نے اندر سے شکست قبول کر لی ہے۔

2۔اہلِ کتاب کی اطاعت چھپا ہوا کفر ہے جو غیر شعوری ہے اس کا خطرہ انسان کو محسوس نہیں ہوتا۔

3۔اہلِ کتاب کی اطاعت اس بات کا ثبوت ہے کہ اُمتِ مسلمہ قیادت کے مقام سے دست بردار ہوگئی ہے۔

4۔اہلِ کتاب کی اطاعت سے اسلامی نظامِ زندگی کی اس صلاحیت میں شک پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ اس دور کے لوگوں کی راہ نمائی کرے اور ان کی ترقی ،نشوونما اور تنظیم کرے۔

سوال5:یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ ''تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر بنا کر لوٹا دیں گے'' ایمان کے بعد پھر کافر بنا دینے والی باتوں میں کیا کچھ شامل ہے؟

جواب:1۔'' تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر بنا کر لوٹا دیں گے'' اس کفر سے مراد مسلمان ہوتے ہوئے کفر ہے،اس سے مرتد ہونا مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو لڑنے والے گروہوں کو مومن قرار دے کر ان کے درمیان اصلاح کروانے کا حکم دیا ہے۔ 2۔ایمان کے بعد پھر کافر بنا دینے والی باتوں میں آپس میں قتال بھی شامل ہے اور اگر ان کی بات مانو گے تو آپس کے اتفاق اور محبت سے محروم ہوجاؤ گے۔3۔نبی نے فرمایا:'' میرے بعد تم گمراہ نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو'' (صحیح بخاری:4064)

سوال6:اہلِ کتاب مسلمانوں کے بارے میں کس چیز کی حرص رکھتے ہیں؟

جواب:اہلِ کتاب مسلمانوں کے بارے میں یہ حرص رکھتے ہیں کہ وہ امتِ مسلمہ کو اپنے عقیدے اور نظریات سے ہٹا دیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے:1۔وہ ساری قوت لگاتے ہیں۔2۔خفیہ مکروفریب کرتے ہیں۔3۔منافقین سے مدد لیتے ہیں۔ 4۔لوگوں کو اندر سے اسلام سے دور کرنے کے لیے غیر اسلامی نظاموں کو خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں۔ 5۔اس امت پر ایسی قیادت مسلط کرتے ہیں جو اسلامی نہیں ہوتی۔

وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مُّسۡتَقِيۡمٍ(101)

اورتم کیسے کفرکرتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کرسنائی جارہی ہیں اورتمہارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہےاور جواللہ تعالیٰ (کے دین) کومضبوطی سے پکڑے گا تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا۔(101)

سوال1:وَ کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ وَ اَنۡتُمۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیۡکُمۡ رَسُوۡلُہٗ'' اورتم کیسے کفرکرتے ہوحالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کرسنائی جارہی ہیں اورتمہارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے مکروفریب سے ڈرایا ہے۔ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کے کفر کا انکار کیا ہے کہ تم کیسے کفرکرتے ہوحالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کرسنائی جارہی ہیں اورتمہارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہے۔ (ایسر التفاسیر:194) 2۔اللہ تعالیٰ نے گزشتہ واقعے کومدّنظر رکھتے ہوئے خبردی ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کفرکوقبول نہیں کرسکتی۔(تیسیر الرحمٰن) 3۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا کفرکرنا ممکن نہیں اس کے لیے دلائل دیئے کہ تم پراللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جارہی ہےاورتمہارے اندراللہ کا رسول موجود ہے۔

سوال2:وَ کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ '' اورتم کیسے کفرکرتے ہو'' کفرکرنے اورایمان سے دورہونے کی کیا صورتیں ہوتی ہیں؟

جواب:1۔کفرکرنے اورایمان سے دورہونے کی صورتوں میں دین کے اجزاء کوبدلنا شامل ہے۔

2۔دین میں اہم کوغیراہم اورغیراہم کواہم بنا کرپیش کرنا ہے۔

سوال3:وَ اَنۡتُمۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیۡکُمۡ رَسُوۡلُہٗ'' حالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کرسنائی جارہی ہیں اورتمہارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے تعجب کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کفرکوکیسے قبول کرسکتی ہے'' حالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کرسنائی جارہی ہیں اورتمہارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہے''۔2۔اٰیٰتُ اللّٰہِ سے مراد قرآن کریم کی آیات ہیں۔3۔وَفِیۡکُمۡ رَسُوۡلُہٗ'' اورتمہارے درمیان اس کے رسول بھی موجود ہے'' جو ہادی،مبشراورنذیر ہیں۔جواللہ تعالیٰ کے دین کومضبوطی سے پکڑنے کی طرف ہدایت دیتے ہیں،اور ہدایت اورکمال کے راستے پر چلنے کے لیے دین کومضبوطی سے پکڑنے والوں کوبشارت دیتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:194)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''اور جو اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے گا تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ ''جو اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے گا'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا ہے (ایسر التفاسیر:194) 2۔اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لینا ہے 3۔فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا'' سے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے دی جاتی ہے۔4۔اسے اللہ کی رضا، اللہ کے عذاب سے نجات اور جنت کے راستے پر چلا دیا جاتا ہے۔(جامع البیان:30،429/)

رکوع نمبر2

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (102)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اسی حال میں کہ تم مسلمان ہو۔(102)

سوال1:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطالبہ کیوں کیا گیا؟

جواب:ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطالبہ اس لئے کیا گیا تا کہ وہ اس کے احکامات اور اسلام کے عائد کردہ فرائض کو پورے طور پر بجالائیں اور جن سے اس نے روکا ہے اُس سے رک جائیں۔

سوال2:اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے'' تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ جس جس کام کا حکم اللہ تعالیٰ دے، اسے انجام دینا اور جس جس کام سے منع کرے اس سے باز رہنا۔2۔حَقَّ تُقٰتِهٖ ''جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان پر کبھی بھی ایسا وقت نہیں آنا چاہیے کہ جب وہ اللہ کے خوف سے غافل ہو کیونکہ موت کے وقت کا کسی کو کوئی علم نہیں اور اللہ سے ڈرنے کا ایسا ہی حق ہونا چاہیے کہ جن جن اوامر کا اس نے حکم دیا ہے اور جن نواہی سے روکا ہے انہیں ٹھیک ٹھیک اور بروقت بجالانا چاہیے۔(تیسیر القرآن:1/293) 3۔یعنی اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈرو جس کی وجہ سے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے حقوق ادا کرسکو۔4۔سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق کیسے ادا ہوسکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اس کو بھلایا نہ جائے۔اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اس کی ناشکری نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔5۔سیدنا ابن عباس نے فرمایا کہ حَقَّ تُقٰتِہٖ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں جیسا کہ جہاد کا حق ہے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں اور انصاف کے ساتھ اللہ کے لیے کھڑے ہوں اگر اپنے خلاف اور اپنے ماں باپ کے خلاف بھی انصاف کرنا پڑے تو ایسے وقت میں بھی انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔(الدرالمنثور:2/59)

سوال3:اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ادا کرنے کے تقاضے کیا ہیں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ادا کرنے کے لئے اس کے احکامات کو پورے طور پر بجالانا چاہئے۔

2۔اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے روکا ہے ان کے قریب بھی نہیں جانا چاہئے۔

سوال4:اس آیت کے نزول سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟

جواب:1۔اس آیت کے نزول سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن:16) ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو''2۔امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اپنی طاقت کے مطابق ڈرنے کا حق ہے۔(فتح القدیر)

سوال5:وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ: ''اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اسی حال میں کہ تم مسلمان ہو''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اسی حال میں کہ تم مسلمان ہو''یعنی اپنی صحت کے زمانے میں اسلام کی حفاظت کرو،نہ خود بدلو،نہ اپنے دین میں تبدیلی لاؤ،اپنی موت تک اللہ تعالیٰ کے دین پر ثبات اختیار کرو۔

2۔مسند احمد میں ہے کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی وہاں تھے ان کے ہاتھ میں لکڑی تھی بیان فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گرادیا جائے تو دنیا والوں کی ہر کھانے والی چیز خراب ہوجائے کوئی چیز کھا پی نہ سکیں پھر خیال کرو کہ ان جہنمیوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا پینا ہی یہ زقوم ہوگا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص جہنم سے الگ ہونا اور جنت میں جانا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور لوگوں سے وہ برتاؤ کرے جسے وہ خود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنے لیے چاہتا ہو،(مسند احمد)3۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کی زبانی آپ کے انتقال کے تین روز پہلے سنا کہ دیکھو موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا(مسلم)

سوال6:'' اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اسی حال میں کہ تم مسلمان ہو'' خالص مسلمان بن جانے کے لیے کیا کام کرنے کی ضرورت ہے؟

جواب:1۔خالص مسلمان بن جانے کے لیے مکمل اطاعت کرنے کی ضرورت ہے۔2۔اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق ہر کام کا فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔3۔نبی ﷺ کی پیروی کرنے کی ضرورت ہے۔4۔ایمان والے ارادہ کرلیں کہ ہر لمحے میں نے مسلمان بن کر رہنا ہے اس لیے کہ موت کا آنا ہم سے چھپایا گیا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(103)

اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ، اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان اُلفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔(103)

سوال1:اس آیت میں کس کی دشمنی کا تذکرہ ہے؟

جواب: حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آیت کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس میں اوس وخزرج کے ماضی کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے درمیان کیسی دشمنی تھی لیکن اسلام کو قبول کر لینے کے بعد اللہ کے لیے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔

سوال2:وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا'' اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو'' اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کیا ہے؟

جواب:1۔'' اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو'' اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کیا ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اَلْقُرْآنُ حَبْلُ اللهِ الْمَتِيْن (ترمذی:2906)'' قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔''

2۔ایک اور حدیث میں ہے:'' قرآن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مضبوط رسی ہے، یہ ظاہری نور ہے، یہ سراسر شفا دینے والا اور نفع بخش ہے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس پرعمل کرنے والے کے لیے یہ بچاؤ ہے،اس کی تابعداری کرنے والے کے لیے یہ نجات ہے۔"(تفسیرابنِ کثیر:447/1) 3۔سیدنا عبداللہ فرماتے ہیں:ان راستوں میں شیاطین چل پھر رہے ہیں تم اللہ کے راستے پرآجاؤ۔اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو وہ رسی قرآن کریم ہے۔اختلاف نہ کرو، پھوٹ نہ ڈالو، جدائی نہ کرو، علیحدگی سے بچو۔(تفسیرابن کثیر:447/1)

سوال3:اللہ تعالیٰ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھامنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔اس کو مضبوطی سے تھامنے سے مراد دراصل اس کے احکامات کو تھامنا ہے۔قرآنِ حکیم میں اتنی قوت ہے کہ جو اس کے احکامات پر چلے گا وہ خواہ دنیا کے کسی گوشے، کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو، اس سچائی کے ساتھ جڑنے کی وجہ سے ذہنی اعتبار سے جڑ جائے گا۔ 2۔جو افراد ذہنی مطابقت رکھتے ہوں وہ ایک فورم پر اکٹھے ہو کر کام کریں تو اس کی وجہ سے قرآنِ حکیم کی تعلیمات عام ہو سکتی ہیں۔پھر لوگ عملی اعتبار سے بھی ایک جیسے ہو سکتے ہیں اور وہ مل کر اس قرآن کے مطابق زندگی گذارنے کے لیے کوشش کر سکتے ہیں۔3۔اللہ تعالیٰ نے دین پر مضبوطی سے کاربند رہنے اور متحد رہنے کا حکم دیا ہے جو تقویٰ اختیار کرنے میں مدد دیتا ہے۔دین پر متحد رہنے سے اور باہمی الفت ومحبت سے ان کا دین بھی درست رہے گا اور دنیا بھی درست رہے گی۔اس طرح وہ ہر ایسا کام کر سکیں گے جن کا دارومدار اتفاق واتحاد پر ہے۔اس اتحاد کا مقصد یہ ہے کہ تمام مومن مل جل کر رہیں اور آپس میں اختلاف نہ کریں۔اتحاد کی وجہ سے انہیں فوائد بھی حاصل ہونگے اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون بھی ممکن ہو جائے گا۔جب کہ اس کے برعکس اختلاف اور تفرقہ کی وجہ سے باہمی رابطے ٹوٹ جائیں گے، ہر شخص اپنے ذاتی فائدے کے لیے بھاگ دوڑ کرے گا اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

سوال4:تقویٰ کے بعد وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کے حکم سے اسلام کے تصورِ نجات اور تصورِ اتحاد کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:تقویٰ کے بعد وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا یعنی سب کا اللہ تعالیٰ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے پکڑ لینا یہ واضح کرتا ہے کہ 1۔نجات اور کامیابی بھی ان ہی دو اُصولوں میں ہے اور اتحاد بھی ان ہی پر قائم ہو سکتا ہے اور ان ہی پر اتحاد کا قائم رہنا بھی ممکن ہے۔2۔سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے فرقہ اور اس میں پڑنے کو ناپسند کیا ہے، اس نے تمھیں اس سے ڈرایا اور اس سے روکا ہے۔اس نے آپ کے لیے سمع وطاعت،(سننا اور اطاعت کرنا) الفت، (باہمی محبت) اور جماعت) کو پسند کیا ہے، لہٰذا اگر استطاعت رکھتے ہو تو اپنے آپ کو اس پر راضی کر لو جس کو اللہ نے آپ کے لیے پسند کیا ہے۔ ولاقوۃ الا باللہ۔(تفسیر جامع البیان:35/4)3۔صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین باتوں سے اللہ رحیم خوش ہوتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے اور تین باتوں سے ناخوش ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اسی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو دوسرے اللہ کی رسی کو اتفاق سے پکڑو تفرقہ نہ ڈالو تیسرے مسلمان بادشاہوں کی خیر خواہی کرو فضول بکواس زیادتی سوال اور بربادی مال یہ تینوں چیزیں رب کی ناراضگی کا سبب ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:447/1) 4۔اتفاق واتحاد ہر قوم کی قوت کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور اتفاق اس وقت ہی ہوسکتا ہے جب کہ ہر قبیلہ، ہر قوم، ہر علاقہ کے لوگ اسلام کی قوت اور ساکھ برقرار رکھنے کے لیے اپنے اپنے جذبات کو دبا کر رہیں۔(انوار البیان:528/1) 5۔اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کی نصیحت کی گئی ہے اور ہر قسم کے افتراق واختلاف سے ڈرایا گیا ہے۔اور اتفاق کی بنیاد قرآن کریم کو بتایا گیا ہے۔اور جیسا کہ معلوم ہے کہ سنت قرآن سے جدا نہیں ہوسکتی، اور قرآن بغیر سنت کے نہیں سمجھا جاسکتا، اس لیے مسلمانوں کے درمیان حقیقی اتفاق واتحاد صرف قرآن وسنت پر عمل کرکے ہی پیدا کیا جاسکتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:197/1) 6۔فرقہ بندی کی تاریخ بتاتی ہے کہ قرآن وحدیث کے فہم، اس کی تشریح وغیرہ میں اختلاف تو صحابہ اور تابعین کے عہد میں بھی تھا۔یہ فرقہ بندی کا سبب نہیں۔مسلمان قرآن وحدیث کی وجہ سے فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے کیونکہ اختلاف کے باوجود سب کے لئے اطاعت اور عقیدت کا محور ومرکز قرآن مجید اور حدیث رسول تھا۔7۔امام مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ آگاہ رہو میں تمہارے پاس دو بہت ہی بھاری اور عظیم چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کی رسّی ہے۔جو اس کی اتباع کرے گا وہ ہدایت پر رہے گا۔اور جو اسے چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہوجائے گا۔(صحیح مسلم:6225) 8۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:لَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا ''آپس میں اختلاف نہ کیا کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک وبرباد ہوگئے۔''(صحیح بخاری:2410) 9۔ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا. ''آسانی پیدا کرو سختی میں مبتلا نہ کرو خوش خبری سنانا نفرت نہ پھیلانا، اتفاق رکھنا اور اختلاف نہ رکھنا۔''(صحیح مسلم:4526)

سوال5: وَّلَاتَفَرَّقُوْا ''اور جدا جدا نہ ہوجاؤ'' تفرقہ (گروہ بندی) سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔ذہنی اور عملی طور پر انتشار کا شکار ہونا۔2۔قرآنِ مجید کو چھوڑ کر مسلمانوں میں کوئی قدرِ مشترک نہیں رہ جاتی۔وہ ایک دوسرے سے کٹ کر رہنے کے لیے جو بھی کوشش کریں وہ تفرقہ (گروہ بندی) ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:اُمتِ مسلمہ(اسلامی اجتماعیت) کن دو بنیادی ستونوں پر قائم ہوتی ہے؟

جواب:1۔تقویٰ 2۔اُخوت

سوال7:تقویٰ مسلمانوں کی اجتماعیت کا پہلا ستون ہے اس کی اہمیت واضح کریں؟

جواب:1۔تقویٰ کے ستون کے بغیر انسانوں کی ہر اجتماعیت ایک جاہلی اجتماعیت ہوگی اس لیے کہ ان کی قیادت ہدایت یافتہ نہیں ہوگی اور ان کا مقصد صالح نہیں ہوگا۔2۔تقویٰ کے ساتھ ہی اسلامی اجتماعیت اپنے وجود کو ثابت کرسکتی ہے۔ 3۔تقویٰ کے ساتھ ہی وہ اس اہم کردار کو ادا کرسکتی ہے جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔

سوال8:اسلامی اجتماعیت کی دوسری اساس ''اخوت'' ہے۔اخوت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب:1۔اخوت اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے خوف سے پھوٹتی ہے۔2۔اخوت اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو پکڑنے کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے۔3۔اخوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے۔4۔اخوت دین کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے۔ 5۔اخوت کسی جاہلی مقصد کی بنیاد پر پیدا نہیں ہوتی۔

سوال9:اسلامی اخوت کے فوائد کیا ہیں؟

جواب:1۔اسلامی اخوت کی وجہ سے لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے۔2۔اس کی وجہ سے افراد اپنی تاریخی دشمنیاں بھول جاتے ہیں۔3۔اسی کی وجہ سے قبائلی انتقام معاف کردیئے جاتے ہیں۔4۔اسی کی وجہ سے افراد اپنے ذاتی مفادات چھوڑ دیتے ہیں۔5۔اسی کی وجہ سے افراد اپنی فرقہ وارانہ روایات ترک کردیتے ہیں۔

سوال10: وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان اُلفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے'' رشتۂ اخوت سے قبل مسلمان کیسے دشمن تھے؟

جواب:1۔ربیع کا قول ہے:'' اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً ''تمہارے لوگ ایک دوسرے کو قتل کردیتے تھے،اور تمہارا قوت والا ضعیف کو کھا جاتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام لے آیا اور تمہارے درمیان اسلام کی وجہ سے اُلفت پیدا کردی۔(تفسیر ابن ابی حاتم:725/3)

2۔رشتۂ اخوت سے قبل مدینہ میں اوس اور خزرج کے قبائل ایک دوسرے کے دشمن تھے،یہودی ان میں دشمنی کی آگ کو بھڑکائے رکھتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان دو نفرت کرنے والے قبیلوں کے درمیان اسلام کی وجہ سے اُلفت پیدا کردی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا'' تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے'' شیخ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں'' اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب اسلام آنے سے پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تمہارے لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محبت کے ساتھ تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی، اور تمہیں ایمان پر جمع کیا تو تم اللہ کے فضل اور اس کے انعام سے اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بن گئے''۔(تفسیر واضح المیسر :140,141)

سوال11:فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ'' تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان اُلفت ڈال دی۔''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان اُلفت ڈال دی'' انسانوں کے باہمی تعلقات اور باہمی محبت کا مرکز دل ہے اس لیے دل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کی رسی میں دلوں کو باندھ دیا گیا، جوڑ دیا گیا، ان میں ایک دوسرے کے لیے الفت ڈال دی گئی۔ 2۔رسول اللہ ﷺ نے حنین کا مال تقسیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی طرف اشارہ فرمایا۔عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر حنین کے مال کی تقسیم کے وقت، جب کچھ انصار کے لوگوں نے اس وجہ سے اعتراض کیا تھا کہ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو زیادہ حصہ دے دیا تھا، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت کے مطابق ہی تھا تو آپ ﷺ نے انہیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:'' اے گروہِ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا؟ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت سے نوازا، تم ایک دوسرے سے الگ الگ تھے مگر میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ومحبت ڈال دی، اور تم فقیر تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے دولت مند بنا دیا۔'' آپ ﷺ جب بھی کچھ ارشاد فرماتے تو اس کے جواب میں وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔(بخاری:4330،مسلم:1061)

سوال12:فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا'' تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے''اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی اخوت کو اپنی نعمت کیوں قرار دیا؟

جواب: مومنوں کی باہمی محبت اللہ تعالیٰ ہی کی نعمت ہے اس لئے کہ انسان زمین بھر دولت بھی دے ڈالے کسی کی محبت نہیں خرید سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ، اس کی رحمت اور اس کی نعمت ہے۔

سوال13:وَ کُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا'' اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔"شَفَاحُفْرَةٍ" کامعنی گڑھے کا کنارہ جیسے کچے کنوئیں کا کنارہ ہوتا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)2۔فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا" تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا"،تمہیں اسلام کی طرف ہدایت دے کر اللہ کی آگ سے بچالیا۔(ایسر التفاسیر:193)

3۔ابن عباس نے کہا:اگر تم جاہلیت پر مرجاتے تو تم آگ والوں میں سے ہوتے' فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا" اللہ تعالیٰ نے دین اسلام سے اور محمد ﷺ کی بدولت تمہیں نجات دی۔(تفسیر الوسیط 474/1)4۔مقاتل بن حیان کا قول ہے:اللہ تعالیٰ نے تمہیں شرک سے ایمان کی طرف نجات دی۔(تفسیر ابن ابی حاتم:726/3)

سوال14:اس آیت کے پس منظر میں کیا واقعہ ہے؟

جواب:مدینہ کے دو قبائل اوس اور خزرج کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔اسلام قبول کرنے کے بعد یہ دونوں قبائل بھائیوں کی طرح ایک محفل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ قریب سے ایک یہودی گزرا۔یہ بات اس پر گراں گزری۔اس نے ایک شخص کو بھیجا جو جنگِ بعاث میں ان کے درمیان گزرے واقعات کا تذکرہ کرنے لگا حتی کہ لوگ ایک دوسرے کے مخالف ہوگئے اور ان کے اندر جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا۔انہوں نے اپنے اپنے جھنڈے اٹھالیے،اسلحہ طلب کرلیا گیا اور مقام" حرہ" دوبارہ جنگ کے لیے تقریباً طے ہوگیا۔اس بات کی اطلاع نبی ﷺ کو ہوگئی۔آپ ﷺ ان کے پاس آئے،انہیں ٹھنڈا کیا اور فرمایا:" کیا تم دوبارہ جاہلیت کی طرف دعوت دیتے ہو؟ حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں۔"اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔اس پر انہیں سخت ندامت ہوئی،ان کے درمیان صلح ہوگئی،انہوں نے اسلحہ پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا۔(تفسیر ابن کثیر:447,448/1)

سوال15:كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ"اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ" کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔"اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ"اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور اخوت کی بنیاد پر جو اسلامی اجتماعیت قائم کرنے کے لیے کہا،اس کے بارے میں فرمایا کہ دیکھو یہ سب کچھ اس لیے ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔2"اٰيٰتِهٖ"اس کے دلائل"لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ"اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ تھا کہ تم ہدایت پر ثبات پاجاؤ اور وہ تمہیں اس میں بڑھا دے(تفسیر البیضاوی:74/2)3۔اس بدیع بیان میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اس نے تمہیں دین اور شریعت عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت پاؤ اور دونوں جہانوں کی سعادت اور کامیابی حاصل کرو۔اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے دور کی مثال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دی ہے کہ جیسے کوئی شخص پہاڑ کے کنارے پر ہو، جس کے نیچے گہری وادی ہو، قریب ہے کہ وہ اس میں گر پڑے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ (شوریٰ:13) نبی علیہ السلام نے فرمایا: نہ باہم حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے بے تعلق رہو، نہ باہم بغض رکھو بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ (صحیح مسلم) نبی ﷺ نے فرمایا ''تو مومنوں کو باہمی رحم دلی، دوستی اور باہمی مہربانی میں ایک جسم کی مانند پائے گا۔ جب کسی عضو کو دکھ درد پہنچتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور تپ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' (بخاری :6011) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ ایک عمارت کے حکم میں ہے کہ ایک دوسرے سے قوت پہنچتی ہے اور آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کیا۔ (بخاری:2446)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(104)

اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔(104)

سوال1: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ ''اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو'' اس آیت کا مخاطب کون ہے؟

جواب: اس آیت میں امتِ مسلمہ کو مخاطب کیا گیا ہے۔

سوال2: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ ''اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو'' امت سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔ اس آیت کریمہ میں اللہ نے امت مسلمہ کو ایک بہت بڑی ذمہ داری دی ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے اس کے بعد اللہ نے ایسی صراحت کر دی کہ امت مسلمہ کی دینی اور دنیاوی فلاح و بہبود کی یہی بنیادی شرط ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:197/1) 2۔ یہاں امت سے مراد مجاہدین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے لوگ ہیں۔ (ایسر التفاسیر:195)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اُمتِ مسلمہ کامشن،فریضہ کیا ہے؟

جواب:1۔امتِ مسلمہ کافریضہ اقامتِ دین ہے۔2۔ان کامشن اس کرۂ ارض پراسلامی نظامِ زندگی کا قیام ہے۔3۔ان کا یہ ہدف ہے کہ حق کو باطل پر غالب کرنا ہے،معروف کومنکر پر غالب کرنا ہے۔4۔اُمتِ مسلمہ کانصب العین یہ ہے کہ خیر کو پھیلائیں اورشر کوروکیں۔

سوال4: یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ ''جونیکی کی طرف دعوت دیں''دعوت الی الخیر سے کیامراد ہے؟

جواب:1۔''الخیر سے مراداسلام اور ہر وہ چیز ہے جو اسے دنیا اور آخرت میں نفع دے،ان میں ایمان اورعمل صالح شامل ہیں۔2۔ابوجعفر الباقر نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے آیت پڑھی ''وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ'' پھرفرمایا''خیر سے مرادقرآن اورمیری سنت کی اتباع ہے''(تفسیر فتح القدیر:471/1) 3۔'خیر''میں ہر وہ چیز شامل ہے جواللہ کے قریب کرنے والی اور اس کی ناراضی سے دور کرنے والی ہو۔4۔دعوت الی الخیر سے مراداللہ تعالیٰ کی توحید کی،اسلام کوقبول کرنے کی،قرآنِ مجید کواللہ تعالیٰ کی کتاب کےطور پرقبول کرنے کی،اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی اورمحمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے کی دعوت ہے۔

سوال5:وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ''اورلازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جونیکی کی طرف دعوت دیں''اس سے کیاطریقۂ کارسامنے آرہاہے؟

جواب:اس میں مومنوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ان میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جولوگوں کواس کی راہ کی طرف بلائے اوراس کے دین کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے ہمہ وقت تیاررہے۔اس جماعت میں وہ علماء بھی شامل ہیں جولوگوں کی دین کی طرف راہ نمائی کرنے کے لیے ہمہ وقت تیاررہتے ہیں۔(تفسیر سعدی:404/1)

اس سے دوحقائق سامنے آرہے ہیں:i۔امت کےخاص لوگ:ii۔امت کےاندر برائی برداشت نہ کریں۔ii۔نیکی اور بھلائی کے لیےتڑپنے والے ہوں۔iii۔ان کے اندرکا جذبۂ اصلاح انہیں غیر جانبدار نہ رہنے دے۔iv۔وہ لازماً بھلائی کی طرف بلائیں اور برائی سے روکیں۔

2۔امت کےعوام الناسi۔ان کے اندربھی اطاعت کا جذبہ ہو۔ii۔وہ خاص ذمہ داران کی اطاعت کریں۔iii۔سمع و اطاعت کی فضا قائم کریں۔

سوال6:امتِ مسلمہ کی کامیابی کے لیےایک اسلامی جماعت کا قیام کس لیےضروری ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔جماعتی زندگی اسلامی نظام کی ضرورت ہے کیونکہ اسلام کا تصورِزندگی،تصورِکائنات،تصورِاَقدار،تصورِاَخلاق، تصورِواقعات بالکل مختلف ہےاس لیےاسلام کوایک جاہلی معاشرے سے جدااپنامعاشرہ درکار ہے۔2۔یہ جماعت وہ ماحول فراہم کرتی ہے جہاں اسلامی نظام حقیقت کے روپ میں سامنے آسکتا ہے۔3۔یہ جماعت بھلائی کاماحول پیدا کرسکتی ہے۔ 4۔اس جماعت کے تمام افرادایک دوسرے کے معاون ہوسکتے ہیں۔5۔اس جماعت میں شرکی نشوونما کے راستے میں مشکلات اوررکاوٹیں ہوتی ہیں۔6۔اس ماحول میں بھلائی آسان اور برائی مشکل ہوجاتی۔7۔اس ماحول میں برائی کرنے والےکومخالفت کاسامنا کرناپڑتا ہے۔8۔اس ماحول میں بھلائی کی جدوجہدنشوونما پاسکتی ہے۔

سوال7:اسلامی جماعت کیسے قائم ہوتی ہے؟

جواب:1۔اسلامی جماعت دواہم بنیادوں پرقائم ہوتی ہے:i۔اللہ تعالیٰ پرایمان یعنی اس کی ذات کی پہچان اوراس کی نگرانی کاشعوریعنی تقویٰii۔اخوت(محبت،تعاون،باہمی کفالت)یعنی افرادایک دوسرے کے لیےایثارکرنے والےاورایک دوسرے سے سچی ہمدردی رکھنے والے ہوں۔2۔اس جماعت کے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق ہوں۔3۔جماعت کےافرادمحبت کےساتھ قیادت کی پیروی کریں۔4۔تفرقے سے بچاجائے۔

سوال8:اللہ تعالیٰ نے فلاح،نجات اورکامیابی کے لئے کن کاموں کوضروری قراردیاہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فلاح،نجات اورکامیابی کے لئے تین کاموں کوضروری قراردیاہے:

1۔دعوت الی الخیر(خیرکی طرف دعوت دینا)2۔امر بالمعروف(نیکی کاحکم دینا)3۔نہی عن المنکر(بُرائی سے روکنا)

سوال9:وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ''اور بھلائی کاحکم دیں اور برائی سے روکیں'' کی وضاحت کریں؟

1۔''اور بھلائی کاحکم دیں اور برائی سے روکیں''المعروف وہ ہےجس کوشریعت نے معروف قراردیاہواس کے نفع اوراس کی اصلاح کے لیےفرد اور جماعت دونوں کوحکم دیا ہے۔(ایسر التفاسیر:195) معروف میں وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں شامل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نےحکم دیاہےاور ہرنبی نے اپنے دورمیں جس کورواج دینے کی کوشش کی۔یہ نیکیاں اور بھلائیاں جانی پہچانی ہیں اس لئے معروف کہلاتی ہیں۔ 2۔المنکر،المعروف کی ضد ہے اوروہ ایسے امور ہیں جس کے ضرراورفساد سے بچانے کے لیےشریعت نے فرداور جماعت کوروکاہو۔(ایسر التفاسیر:195)اسی طرح منکرمیں تمام وہ برائیاں اورمفاسدداخل ہیں جن کورسول کریم ﷺ کی طرف ناجائزقراردینامعلوم ومعروف ہے۔ 3۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوکوئی کسی برائی کو دیکھے اسے ہاتھ سے دفع کردے اگراس کی طاقت نہ ہوتو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کرسکتا ہوتو اپنے دل سے نفرت کرے یہ ضعیف ایمان ہے'ایک اورروایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعدرائی کے دانے ے برابر بھی ایمان نہیں (صحیح مسلم) 4۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!تم ضرورنیکی کاحکم کرواورضرور برائی سے روکوورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پراپناعذاب بھیج دے پھرتم اس سے دعائیں کروگےلیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔''(جامع ترمذی:2169) 5۔نعمان بن بشیرنے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اوراس میں گھس جانے والے(یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنھوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔جس کے نتیجے میں بعض لوگوں کوکشتی کے اوپروالاحصہ ملااوربعض کو نیچے کا۔پس جولوگ نیچے والے تھےانھیں دریاسے پانی لینے کے لئے اوپروالوں کے اوپر سے گزرناپڑتا۔انھوں نے سوچا کیوں نہ ہم اپنے ہی حصے میں ایک سوراخ کرلیں تاکہ اوپروالوں کوہم کوئی تکلیف نہ دیں۔اب اگراوپروالے بھی نیچے والوں کومن مانی کرنے دیں گےتوکشتی والےتمام ہلاک ہوجائیں گےاوراگراوپروالے نیچےوالوں کاہاتھ پکڑلیں تویہ خودبھی بچیں گےاورساری کشتی بھی بچ جائے گی۔''(صحیح بخاری:2493)

سوال10:امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی کیاضرورت ہے؟

جواب:انسان کے پیچھےشیطان لگاہواہےاسی وجہ سے بہت سےلوگ فرائض اورواجبات چھوڑ دیتے ہیں اورگناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں ایسےلوگوں کوسیدھےراستے پر باقی رکھنے کے لیےامر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی ضرورت ہے۔یہ دونوں کام مومنوں کی خاص صفات ہیں۔

سوال11:دنیامیں بھلائی کادوردورہ کیسےممکن ہے؟

جواب:دنیامیں بھلائی کادوردورہ تب ممکن ہے جب:1۔بھلائی کی دعوت ہروقت ہواورایک امت یہ دعوت دے۔2۔ایک ایسااقتدارِاعلیٰ ہوجو''دعوت الی الخیر''بھلائی کی دعوت کے نصب العین پرہواور''امر بالمعروف اورنہی عن المنکر''کا کام کرے۔3۔یہ اقتدارِاعلیٰ،مملکت یاسلطنت دوبنیادوں پرقائم ہوگیi۔تقویٰ ii۔اخوت 4۔اس اقتدارِاعلیٰ کانصب العین انسانی زندگی میں اسلامی نظام کوقائم کرنا ہوتو دنیامیں بھلائی کادوردورہ ہوسکتا ہے۔

سوال12:زمین پراسلامی نظامِ زندگی کےمعنی کیاہیں اورکیانہیں ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:

اسلامی نظام زندگی کیا ہے؟	اسلامی نظام زندگی کیا نہیں ہے؟
1۔ اقتدارِاعلیٰ قائم کیا جائے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو ادا کرے۔ 2۔ یہ اقتدارِاعلیٰ انسانی زندگی میں معروف کو رائج کرے اور منکر کا خاتمہ کرے۔ 3۔ یہ اقتدارِاعلیٰ امتِ مسلمہ کو غیر مسلموں کی خواہشات اور دلچسپیوں سے بچا کر رکھے تا کہ وہ اس کے افراد کو اپنی ذاتی مصلحتوں کی خاطر استعمال نہ کر سکیں۔	1۔صرف وعظ کا سلسلہ اور تبلیغ و بیان کا سلسلہ جاری ہو اور با قاعدہ سسٹم کے لیے کوشش نہ کی جائے۔ 2۔ ہر فرد محض انفرادی طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتا رہے۔ 3۔کسی کی خواہشات اور دلچسپیوں کے مقابلے میں امت کو بچانے کی محض خواہش رکھی جائے۔
4۔اسلامی نظام قائم ہو تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ایسا شعبہ قائم کیا جائے گا جس میں افراد کل وقتی یہی فریضہ انجام دیں گے۔ 5۔حکومتی ذمہ داری کے علاوہ افراد بھی اپنے طور پر امر بالمعروف و نہی المنکر کا کام جاری رکھیں۔	4۔اسلامی حکومت کے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کل وقتی بنیادوں پر کیا جائے۔کل وقتی کام اگر مختلف افراد انجام دیتے رہیں اور یہ اسلامی حکومت کے تحت نہ ہو تو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکے گا۔ 5۔اسلامی نظامِ زندگی قائم کیے بغیر محض انفرادی کوششیں ہوتی رہیں۔

سوال13:وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''امتِ مسلمہ کیسے کامیاب ہو سکتی ہے؟

جواب:1۔امت میں خیر غالب ہو۔2۔وہ معروف کو معروف سمجھے۔3۔وہ منکر کو منکر سمجھے۔4۔ایک ایسا اقتدارِاعلیٰ ہو جس میں خیر غالب ہو اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرے اور اپنے امر و نہی کو منوانے کی قوت رکھتا ہو۔5۔ایک ایسی جماعت کو قائم کرے جس کے اندر اسلامی نظام زندہ ہو، جہاں بھلائی کا ماحول ہو، جہاں باہم تعاون ہو۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (105)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورتم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جوالگ الگ ہوگئے اوراپنے پاس واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیااور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑاعذاب ہوگا۔(105)

سوال1:وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ''اورتم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جوالگ الگ ہوگئے اوراپنے پاس واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیا''اس آیت میں واضح دلیلیں آجانے کے بعدفرقوں میں تقسیم ہونے اورآپس میں اختلاف کرنے کی بات ہے،اس اختلاف کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔یہاں اختلاف سے مراد یہودیوں اورعیسائیوں کے باہمی اختلافات ہیں جن کی وجہ لاعلمی نہ تھی بلکہ دنیاوی مفادات اورنفسانی اَغراض تھیں۔اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اورعیسائیوں کی طرح مسلمانوں کوگروہوں میں تقسیم ہونے سے منع فرمایاہے۔ ان کے درمیان حسد،عداوت اوربغض وعناد پیداہوگیا تھا۔2۔اس اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے حق سے رُوگردانی کرکے خواہش نفس کی پیروی کی،دین میں بدعت کوراہ دی اورایک دوسرے سے حسد کیا،یہاں تک کہ انبیاءکرام علیہم السلام کوبھی انہوں نے آپس میں بانٹ لیا۔اس طرح حق کے واضح دلائل آجانے کے باوجودانہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔

3۔اس اختلاف کے بارے میں رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے:كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ''لوگ ایک ہی اُمّت تھے پھراللہ تعالیٰ نے انبیاءکوخوش خبری دینے والےاورڈرانے والے بنا کر بھیجا''(البقرہ:213)

4۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''یہود71 فرقوں میں بٹ گئے،عیسائی72 فرقوں میں بٹ گئےاورمسلمان73 فرقوں میں بٹ گئے۔''(ابوداود،ترمذی،ابن ماجہ)

سوال2:فرقوں میں تقسیم ہونے کی کیابنیادیں ہیں؟

جواب:1۔نسل بنیادہے۔2۔خاندان بنیادہے۔3۔مال بنیادہے۔

سوال3:انسان فرقوں میں کیسے تقسیم ہوجاتے ہیں؟

جواب:انسان فرقوں میں بٹ جاتے ہیں:1۔جب بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بجائے کوئی اور چیز بنیادبنتی ہے۔

2۔جب بھی اللہ تعالیٰ کے خوف کی جگہ کوئی اورخوف لیتاہے۔3۔جب بھی آخرت کے مفاد پرکوئی اورمفادحاوی آجاتاہے۔

سوال4:وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا ''اورتم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جوالگ الگ ہوگئے''اس سے کیاپتہ چلتاہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی سے رُکنے کا حکم دیا ہے۔

سوال5: کیا قرآن وحدیث کے فہم اوراس کی تشریح میں اختلاف فرقہ بندی کا سبب بنتا ہے؟

جواب:فرقہ بندی کی تاریخ بتاتی ہے کہ قرآن وحدیث کے فہم،اس کی تشریح وغیرہ میں اختلاف تو صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے عہد میں بھی تھا۔یہ فرقہ بندی کا سبب نہیں۔مسلمان قرآن وحدیث کی وجہ سے فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے کیونکہ اختلاف کے باوجود سب کے لئے اطاعت اور عقیدت کا محور ومرکز قرآنِ مجید اور حدیثِ رسول ﷺ تھے۔

سوال6:فرقہ بندی کیسے ہوتی ہے؟

جواب:تقویٰ اور **اعتصام بحبل الله جميعا** (سب کا اللہ تعالیٰ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے پکڑ لینا) ان دو اُصولوں سے ہٹتے ہی پھوٹ پڑ جاتی ہے اور لوگ فرقوں میں بٹ جاتے ہیں۔

سوال7:اختلاف کس وجہ سے پیدا ہوتا ہے؟

اختلاف دنیاوی اغراض،خواہش نفس کی پیروی اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت سے روگردانی کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

سوال8: کیا نبی ﷺ کی حدیث سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اختلاف رحمت کا باعث ہے؟

جواب:1۔نبی ﷺ کی جو روایت فرقہ بندی کے حق میں پیش کی جاتی ہے کہ ''میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے''،یہ موضوع روایت ہے۔2۔اگر اُمت کا اختلاف رحمت کا باعث ہوتا تو رسول اللہ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ میری اُمت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب جہنم میں۔3۔رسول اللہ ﷺ نے جنت میں جانے والے فرقے کی پہچان یہ بتائی ہے کہ جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوگا۔(ترمذی،ابو داؤد،ابن ماجه)

سوال9:فرقہ بندی کا آغاز کیسے ہوتا ہے؟

جواب:1۔فرقہ بندی کا آغاز اطاعت اور عقیدت کے محور ومرکز کے بدلنے سے ہوتا ہے جب شخصیات کے اقوال کو پہلا درجہ دیا جاتا ہے تو قرآن وحدیث کے احکامات خود بخود دوسرے درجے کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔یہیں سے اس اُمت کے اندر فرقہ بندی کا آغاز ہوا جو دن بدن بڑھتا چلا گیا اور اتنا مضبوط ہو گیا کہ اب جو کسی خاص شخصیت کے اقوال وافکار کے ساتھ خود کو نتھی نہیں کرتا اُس کا اسلام مشکوک قرار دیا جاتا ہے۔2۔امت میں اختلاف کو راہ دینے والے بعض کج فہم لوگوں نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(اختلاف امتی رحمۃ) جیسی ضعیف اور کمزور حدیث کا سہارا لے کر امت میں اختلاف پیدا کرنا چاہا ہے جب کہ اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے اسے طبرانی اور بیہقی نے (المدخل) میں ابن عباس سے سند ضعیف کے ساتھ مرفوعاً روایت کی ہے۔اس حدیث کی سند تو کمزور ہے ہی اس کے علاوہ بہت سی قرآنی آیات اور صحیح احادیث کے مخالف ہے3۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی اُمت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے اُس نے ان کو پیدا کیا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سبھی سے ضرور بھر دوں گا۔''اس آیت میں اختلاف اور رحمت میں دوری کے بارے میں بتایا گیا ہے۔4۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے،اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صف اول پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔(سنن ابوداود:664)5۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تمہارا میر ایسا شخص بنا دیا جائے جس کے ناک کان کٹے ہوئے ہوں جو تمہیں اللہ کی کتاب کے ذریعہ لے کر آگے چلتا ہو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔(مسلم:120/2)6۔ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ بات سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تم پر ایسے شخص کو عامل بنا دیا جائے جو حبشی غلام ہو گویا کہ اس کا سر کشمش (کی طرح) چھوٹا سا ہو (بخاری:105/2)
7۔سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ بات سنیں گے اور فرمانبرداری کریں گے تنگی میں بھی اور آسانی میں بھی،خوشی میں بھی اور ناخوشی میں بھی اور اس بات پر بھی کہ اگر ہمارے اوپر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی تب بھی فرمانبرداری کریں گے اور اس بات پر بھی کہ صاحب اقتدار سے جھگڑا نہ کریں گے ہاں اگر بالکل ظاہر باہر کفر نظر آئے جس کے بارے میں ہمارے پاس اللہ کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل ہو تو اس وقت ہم اس سے جھگڑا کریں گے۔(مسلم:125/2)

سوال10: وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا'' واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا۔اس عذاب کی وعید سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے نظامِ اطاعت پر راضی کیا ہے۔اس پر ایمان کی وجہ سے مومن ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچ جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلنے کی وجہ سے سب ایک ہو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتے ہیں اور اتحاد مومنوں کی عام صفت بن جاتی ہے جو بڑی قوت ہے۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ(106)

جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے پوچھا جائے گا کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔(106)

سوال1: يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ''جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: گزشتہ آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف کرنے والوں کو عذابِ الیم سے ڈرایا تو یہاں یہ بتایا کہ یہ عذاب انہیں اس دن ملے گا جب مومنوں کے چہرے ایمان کے نور سے چمک رہے ہوں گے اور کافروں اور دین میں اختلاف پیدا کرنے والوں کے چہرے ایمان کے نور سے محروم ہونے کی وجہ سے سیاہ ہوں گے۔

ابن عباس کا قول ہے کہ روشن چہرے والوں سے مراد اہل سنت والجماعت ہیں۔ اور سیاہ چہرے والوں سے مراد اہل بدعت اور امت میں افتراق پیدا کرنے والے ہیں۔ (تفسیر فتح القدیر:467/1)

سوال2: وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ''اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے'' سیاہ چہرے والے لوگ کون ہوں گے؟

جواب:1۔ سیاہ چہرے والے وہ لوگ ہوں گے جو نعمت ایمان پانے کے بعد بھی کافرانہ روش جاری رکھتے ہیں۔

2۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زبان سے کلمہ ایمان ادا کیا لیکن اپنے دلوں اور اعمال سے اس کا انکار کیا۔ (تفسیر الدر المنثور:112/2) ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

3۔ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ''اور جن لوگوں نے بُرائیاں کمائیں تو بُرائی کا بدلہ اُس جیسا ہی ہوگا اور اُن کو رسوائی ڈھانپے ہوگی، کوئی اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوگا۔ گویا اُن کے چہرے سیاہ رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے ہیں۔'' (سورہ یونس:27)

4۔ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ اور اُس دن کچھ چہروں پر خاک اُڑ رہی ہوگی۔ اُن پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی لوگ کافر، بدکردار ہیں۔ (سورہ عبس:40,42)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ''تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے پوچھا جائے گا کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا تو اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟''

جواب: '' تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے پوچھا جائے گا کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا تو اب عذاب چکھو' اب عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت کا کفر کیا کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:196)

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (107)

اور جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (107)

سوال1: وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ '' اور جن کے چہرے سفید ہوں گے'' کن لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے؟

جواب: ابی بن کعب کا قول ہے: یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے عہد کو وفا کرنے والے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے و، ہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (ابن ابی حاتم:730/3)

سوال2: فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ '' سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے'' رَحْمَةِ اللّٰهِ سے کیا مراد ہے؟

جواب: رَحْمَةِ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ کر اس کی پناہ میں آنا ہے۔

سوال3: فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ '' سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''1۔ جنت کو رحمت سے تعبیر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ آدمی خواہ کتنا ہی عابد اور زاہد کیوں نہ ہو وہ جنت میں محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی جائے گا، کیونکہ عبادت کرنا بھی انسان کا کوئی ذاتی کمال نہیں ہے۔ (تفسیر معارف القرآن:148/2)2۔ ابن عباس نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: '' وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے'' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ خیر کا ثواب اور شر پر عذاب دائمی ہوگا، کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ (ابن ابی حاتم:731/3)

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ (108)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم حق کے ساتھ پڑھ کر آپ کو سناتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے لیے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔(108)

سوال1:تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم حق کے ساتھ پڑھ کر آپ کو سناتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔یہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہورہی ہیں جو ذاتِ برحق ہے۔زجاج نے کہا:''تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ'' سے مراد یہ اللہ تعالیٰ کے دلائل ہیں۔(قرطبی:131/2) 2۔یہ آیات جو اعمال کے نتائج اور جزا سزا طے کررہی ہیں بالکل حق ہیں۔3۔یہ آیات جس انجام کی اطلاع دے رہی ہیں وہ پوری سچائی کے ساتھ پیش آنے والا ہے۔4۔یہ آیات جو ہدایت اور خیر پر مشتمل ہیں ہم حق کے ساتھ پڑھ کر آپ کو سناتے ہیں جس نے ان کو قبول کیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اعرض کیا وہ ہلاک ہوگیا۔(ایسر التفاسیر:196)

سوال2:وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے لیے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ عدل کرنے والا حاکم ہے اس لیے وہ ظلم نہیں کرسکتا۔

2۔اللہ تعالیٰ مالکِ ارض وسماوات ہے۔اس نے کائنات میں عدل کو جاری رکھنا ہے اس لیے وہ ظلم نہیں کرسکتا۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کا انصاف جو آخرت کے دن ہوگا،اس کے نتیجے میں کچھ لوگ جہنم میں اور کچھ جنت میں چلے جائیں گے ہمیشہ کے لئے کسی کو آگ میں ڈال دینا ظلم نہیں ہے،اس کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا انصاف بے لاگ ہے۔جو کچھ انسان دنیا میں کرتے ہیں اس کا بدلہ وہ آخرت میں پائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو سمجھانے کے لئے رسول بھیجے،کتابیں عطا کیں تاکہ انسان بُرے انجام سے بچ سکے۔اس کے باوجود جو لوگ دنیا کی زندگی میں سرکشی پر اُڑے رہتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں،اُن کے لئے پہلے سے طے شدہ عین انصاف کے مطابق ہمیشہ کی آگ ہے لہٰذا کسی کو ہمیشہ کے لئے آگ میں ڈال دینا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ(109)

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔(109)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَلِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ "اوراللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے"کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔ابن عباس نے اس آیت کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے سارے آسمان بنائے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے۔اور ساری زمینوں کو بنایا اور جو کچھ ان میں ہے۔2۔آسمانوں وزمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے،مالک ہی فیصلہ کرسکتا ہے۔(ابن ابی حاتم:731/3)

سوال2:وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ" اورسارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اس لیے کہ آخری فیصلہ اُسی کا ہوگا۔2۔دنیا میں انسان اگر مرضی سے فیصلے کرتا ہے تو اسے دیکھ لینا چاہیے کہ اس کی مرضی کے ناحق استعمال کی وجہ سے فیصلہ اس کے حق میں ہوتا ہے یا اس کے خلاف ہوتا ہے۔3۔اس آیت کے توسط سے انسان کے شعور کو بیدار کیا گیا ہے۔4۔اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اُسی کے لیے خالص کردے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے شعور کو بیدار کرنے کے لئے اپنی ذات کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔2۔سارے معاملات کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر3

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ(110)

تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے،تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ضرور ان کے لیے بہتر ہوتا،ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں(110)

سوال1:كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے"کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے''1۔اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی فضیلت بیان کی ہے کہ وہ بہترین امت ہے۔2۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تقویٰ اور اعتصام بحبل اللہ اور جماعتی زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا تو اب کام بتایا ہے کہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں،معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:197)

3۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتا دیا کہ ہے کہ اس امت نے وہ کام انجام دیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا اسی بناء پر یہ افضل قرار پائی۔4۔مسلمان امت کو اللہ تعالیٰ باہر نکال رہے ہیں۔5۔اس اُمت کو آہستہ آہستہ متحرک کیا جا رہا ہے۔6۔اس اُمت کو تمام انسانوں کی اصلاح کے لیے نکالا گیا۔7۔اس امت کو اس کائنات میں خیر کی قیادت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔8۔اس اُمت نے کسی اور اُمت سے ہدایت نہیں لینی بلکہ اب ساری انسانیت اس اُمت سے راہ نمائی حاصل کرے گی۔

سوال2:مسلمانوں کے خَيْرَ اُمَّةٍ یعنی بہترین اُمت ہونے کا سبب کیا قرار دیا گیا ہے؟

جواب:1۔ایمان باللہ 2۔امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا)3۔نہی عن المنکر (برائی سے روکنا)امت اگر ان خصوصیات کی حامل ہوگی تو بہترین اُمت ہوگی اور جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرے گا وہ بھی اہلِ کتاب کی طرح ہوگا جیسے سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے منع نہیں تھے جس کو وہ کر لیتے تھے۔یقیناً بہت ہی بُرا ہے جو وہ کر رہے تھے۔(مائدہ:79)

سوال3:مسلمانوں کو خیر امت قرار دیا گیا اس فضیلت میں کون سے دور کے لوگ شامل ہیں؟

جواب:1۔امت مسلمہ کی یہ فضیلت دوسری تمام امتوں پر علی الاطلاق ہے اور اس فضیلت میں امت مسلمہ کے ہر دور کے لوگ شریک ہیں۔خود امت مسلمہ کے درمیان درجات میں تفاوت تو موجود ہے،جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیگر مسلمانوں پر فوقیت حاصل ہے،لیکن مسلمان چاہے جس دور کے ہوں،انہیں غیر مسلموں پر فضیلت حاصل ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

2۔حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ'' امت مسلمہ کو یہ مقام ان کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ملا ہے،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق میں سب سے اشرف اور رسولوں میں سب سے اعلیٰ بنایا تھا،اور انہیں ایک ایسا عظیم اور کامل دین دے کر بھیجا تھا جو ان سے پہلے کسی نبی یا رسول کو نہیں ملا۔ان کے اس دین کا پابند رہ کر تھوڑا عمل بھی دوسرے مذاہب والوں کے عملِ کثیر سے زیادہ افضل ہے۔''(تیسیر الرحمٰن) 3۔گویا یہ امت اگر ان امتیازی خصوصیات سے متصف رہے گی تو''بہترین امت'' ہے بصورتِ دیگر اس امتیاز سے محروم قرار پا سکتی ہے۔(دعوۃ القران)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:انسانی معاشرے میں اُمتِ مسلمہ کی پہچان کیا ہے؟

جواب:1۔نیکی کا کام کرنا اور برائی سے روکنے کے لیے اپنا فرض ادا کرنا۔2۔اگر یہ خصوصیت ختم ہوگئی تو گویا امت کا کوئی حقیقی وجود ہی نہیں۔

سوال5:امت کے منصب کا پہلا تقاضا کیا ہے؟

جواب:1۔زمین کو شر اور فساد سے پاک کرے۔2۔اس کے پاس اتنی قوت ہو کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے سکے۔

سوال6:اس اُمت کو کس مقصد کے لیے اُٹھایا گیا ہے؟

جواب:1۔پوری انسانیت کی قیادت کے لیے۔2۔جاہلیت کو مٹانے اور جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے۔3۔انسان کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے لیے۔ 4۔اسلامی نظامِ زندگی کے مطابق انسانوں کی راہ نمائی کے لیے۔5۔تسخیرِ کائنات کے ذریعے اپنے ایمان باللہ کو مضبوط کرنے کے لیے۔

سوال7:امتِ مسلمہ کا وجود کب بے مقصد ہو جاتا ہے؟

جواب:جب اُمتِ مسلمہ انسانیت کی راہ نمائی کے مقام سے گر جائے تو اس کا وجود بے مقصد ہو جاتا ہے۔

سوال8:امتِ مسلمہ اپنا صحیح کردار کب ادا کر سکتی ہے؟

جواب:1۔جب اس کا عقیدہ بالکل درست ہو۔2۔جب اُس کا شعور بیدار ہو۔3۔جب اس کے اَخلاق معیاری ہوں۔ 4۔جب اس کی تنظیم مضبوط ہو۔

سوال9:تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ''تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو'' اُمتِ مسلمہ کا یہ فریضہ کیسے ادا ہوگا؟

جواب:1۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ تم لوگوں کو حکم دیتے ہو کہ وہ گواہی دیں لا الہ الا اللہ اور اس چیز کا اقرار کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی اور اس پر جنگ کریں اور لا الہ الا اللہ معرفت میں سب سے عظیم ہے۔ (القرآن العظیم ابن ابی حاتم:733/3) 2۔ابوالعالیہ نے کہا معروف توحید ہے۔3۔تم لوگوں کے لیے معروف یعنی اسلام اور ہدایت، نئی شریعت جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نبی ﷺ لے کر آئے اس کا حکم دیتے ہو۔(ایسر التفاسیر:197) 4۔وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ابن عباس نے کہا: منکر تکذیب ہے اور وہ سب منکروں سے بڑا منکر ہے۔(ابن ابی حاتم:734/3) 5۔منکر سے مراد کفر، شرک، کبیرہ گناہ اور فواحش ہیں۔(ایسر التفاسیر:197)

6۔وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ جس ایمان کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس میں اللہ تعالیٰ، رسولوں، فرشتوں، کتابوں، آخرت میں اٹھایا جانا اور تقدیر پر ایمان شامل ہے۔(ایسر التفاسیر:197)7۔یہ تمام امتوں سے بہتر اور افضل امت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے پیدا کیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو کامل کرتے ہیں یعنی ایسا ایمان رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرنے کو مستلزم ہے اور دوسروں کو بھی کامل بناتے ہیں یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی)

سوال10:امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ساتھ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ "تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو" کی شرط عائد کی گئی ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:1۔ایمان کی وجہ سے ہی خیر اور شر میں فرق واضح ہوتا ہے۔2۔ایمان ہی کی وجہ سے معروف اور منکر کی پہچان ہوتی ہے۔3۔صرف ایک صالح گروہ کا ہونا کافی نہیں۔جب شر پھیل جائے تو معاشرے کے اندر اچھائی برائی کے پیمانے بدل جاتے ہیں۔ایسے میں خیر وشر کے مضبوط تصور کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تصور ایمان سے جڑا ہوا ہے۔4۔قوتِ ایمانی کی وجہ سے اس راہ کی مشقتیں برداشت کرتے ہوئے ثابت قدم رہا جا سکتا ہے۔5۔ایمان اس لیے بھی ضروری ہے کہ خواہشاتِ نفس میں شدت ہوتی ہے اور ان کا مقابلہ ایمان کے بغیر ممکن نہیں۔6۔ایمان کے ساتھ خواہش پرستی کی وجہ سے پیدا ہونے والی کمزوریوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔7۔جب ساری اُمیدیں ختم ہو جائیں تو مومن کا زادِ راہ ایمان ہوتا ہے۔8۔جب سارے سہارے ایک ایک کر کے ٹوٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا سہارا انسان کو قوت دیتا ہے۔

سوال11:امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں احادیث لکھیں؟

جواب:1۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

جو شخص تم میں سے کسی برائی کو (ہوتے) دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل (روک) دے۔اگر (ہاتھ سے روکنے کی) طاقت نہیں ہے تو زبان سے (اس کی برائی کو واضح کرے۔) اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (اسے برا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔(مسلم:177)

2۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے!تم ضرور نیکی کا حکم دواور ضرور برائی سے روکو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے کوئی عذاب بھیج دے پھر تم اس سے دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔(ترمذی:2169)

3۔ابولہب کی بیٹی سیدنا درہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ اس وقت منبر پر تھے کہ یارسول اللہ ﷺ کونسا شخص بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا سب لوگوں سے بہتر وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قاری قرآن ہو' سب سے زیادہ پرہیز گار ہو' سب سے زیادہ اچھائیوں کا حکم کرنے والا سب سے زیادہ برائیوں سے روکنے والا سب سے زیادہ رشتے ناتے ملانے والا ہو۔(مسند احمد)

4۔سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''(دین میں) سب سے پہلی کوتاہی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ آدمی دوسرے آدمی سے ملتا اور اس سے کہتا: اے شخص! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور جو کام تو کرتا ہے اسے چھوڑ دے اس لیے کہ وہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔پھر جب کل کو(دوبارہ) اس سے ملتا جب کہ وہ اسی حال پر ہوتا تو اس کا یہ (گناہ پر اصرار) اسے اس کا ہم نوالہ، ہم پیالہ اور ہم مجلس بننے سے نہ روکتا (جبکہ گناہ پر اصرار کا تقاضا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کھانے پینے اور ہم نشینی سے گریز کرتا) پس جب انہوں نے ایسا کیا (یعنی یہ کوتاہی عام ہو گئی) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو یکساں کر دیا۔'' پھر نبی ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: بنی اسرائیل کے کافروں پر سیدنا داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی۔یہ اس سبب سے جو انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرنے والے تھے۔وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے جس کا ارتکاب وہ کرتے، یقیناً برا ہے جو وہ کرتے تھے۔تو ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھے گا کہ یہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں البتہ برا ہے جو ان کے نفسوں نے ان کے لیے آگے بھیجا۔'' فاسقون تک پھر فرمایا:'' ہرگز نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو اور ضرور ظالم کے ہاتھ کو پکڑو اور ان کو زبردستی (خوب کوشش کرکے) حق کی طرف موڑو اور ان کو حق پر مجبور کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب کے دلوں کو یکساں کر دے گا۔پھر تم پر لعنت کرے گا جیسے ان پر لعنت کی۔''(سنن ابی داؤد:4336) 5۔سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس کے اس کی امت میں سے حواری اور (مخلص) ساتھی ہوتے جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے۔پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔پس جو شخص ان سے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو شخص ان سے دل سے جہاد کرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گاوہ مومن ہے اور جوان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گاوہ مومن ہے اوراس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا(درجہ)نہیں۔''(صحیح مسلم:179)6۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو!''صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !ہمارے لیے ان مجلسوں کے بغیر چارہ نہیں۔ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اگرتم نے وہاں ضرور بیٹھناہی ہے توتم راستے کواس کا حق دو۔''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''نگاہوں کو پست رکھنا،تکلیف دہ چیزوں کوراستے سے ہٹانا(یاخودتکلیف پہنچانے سے باز رہنا)سلام کا جواب دینا،نیکی کی تلقین کرنااور برائی سے روکنا۔''(صحیح بخاری:2465)

سوال12:امر بالمعروف اورنہی عن المنکر فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

جواب:1۔اکثر علماء کے نزدیک یہ علماء کی ذمہ داری ہے کیونکہ وہ معروف ومنکر کا شرعی علم رکھتے ہیں۔2۔اس کی ذمہ داری سے کوئی شخص عہدہ برآنہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے اپنے دائرے میں وہ نیکی کو رواج دینے اور برائی کے خاتمے کے لئے کوشش نہ کرے 3۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ''اورمومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں،وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں''(التوبہ:71) 4۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً(بخاری:3461) ''مجھ سے پہنچادواگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔''

اس لحاظ سے ہرشخص بھی ذمہ دار ہے اگرچہ علماء کا فریضہ بڑا ہے۔

سوال13:وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ''اوراگراہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے توضروران کے لیے بہتر ہوتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اگراہلِ کتاب بھی ایمان لاتے توان کے لیے بہتر ہوتا''یعنی:

1۔انہیں دنیامیں تفرقے بازی سے نجات مل جاتی۔2۔ان کا عقیدہ درست ہوجاتا۔3۔ان کا اجتماعی نظام درست ہوجاتا۔

4۔آخرت میں بھی یہ ایمان ان کے حق میں مفید ثابت ہوتااوروہ بُرے انجام سے بچ جاتے۔

سوال14:مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ''ان میں سے کچھ مومن ہیں'' اہلِ کتاب کے ایمان والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب:اس سے مرادمومن ہیں جواپنے عقائداوراعمال میں مخلص ہیں جیسے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھی یہودیوں میں سے،نجاشی اوراس کے قبیلے کے لوگ عیسائیوں میں سے ہیں۔(تفسیر المراغی:26/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال15:وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ''اوران کے اکثر نافرمان ہیں۔''اس آیت میں اہلِ کتاب کوفاسق کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب:''اوران کے اکثر نافرمان ہیں''1۔سعید بن جبیر نے کہافاسقون سے مراد کافر، عاصی ہیں۔(ابن ابی حاتم:3/734)

2۔اہلِ کتاب کوفاسق قرار دینے کا سبب نیکی کا حکم دینے سے رُکنااور بُرائی سے روکنے سے بچنا ہے۔یہ دوکام ایسے ہیں جواللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے باہر لے جاتے ہیں اس لئے اہلِ کتاب کوفاسق قرار دیا گیا ہے۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ(111)

وہ تمہیں معمولی تکلیف کے سوا ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ تم سے جنگ کریں گے تو تم سے پیٹھیں پھیر جائیں گے، پھر وہ نہیں مدد کیے جائیں گے۔(111)

سوال1:لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ ''وہ تمہیں ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد شکست ہے کہ میدانِ جنگ میں یہودی اور عیسائی تمہیں شکست نہیں دے سکیں گے اور تاریخی طور پر ایسا ہی ہوا۔ 1۔مدینہ سے یہودیوں کو نکلنا پڑا۔2۔خیبر فتح ہوگیا۔3۔شام کے علاقوں میں عیسائیوں نے شکست کھائی۔4۔صلیبی جنگوں میں اگرچہ عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا مگر 90 سال کے بعد صلاح الدّین ایوبی نے یہ علاقہ فتح کرلیا۔5۔مسلمان اب انتہائی ذلت اور مغلوبیت کے دور سے گزر رہے ہیں لیکن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد عیسائیت کا خاتمہ یقینی ہے اور اسلام ضرور غالب آئے گا۔صحیح احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔(ابنِ کثیر) 6۔یہاں اَذًی سے مراد زبانی بہتان تراشی ہے جس سے دل کو تکلیف پہنچتی ہے مگر یہ تکلیف وقتی ہوتی ہے۔ 7۔قتادہ نے کہا کہ تم ان سے اذیت والی باتیں سنو گے۔(تفسیر جامع البیان:4/50)8۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اپنے حفاظتی نظام کو activate کیا ہے۔جولوگ بھی اس کام کے لیے اُٹھیں گے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے کہ ان کے مخالف معمولی تکلیفوں کے سوا انہیں کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔9۔یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت کی تشکیل پر اثر انداز نہیں ہو سکتے اس دعوت کو زمین سے ختم نہیں کر سکتے۔10۔عارضی دکھ اور اذیتیں دے سکتے ہیں جن کے اثرات وقت کے ساتھ ختم ہوجاتے ہیں۔

سوال2:وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ''اوراگر وہ تم سے جنگ کریں گے تو تم سے پیٹھیں پھیر جائیں گے''پشت پھیر کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھاگنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: پشت پھیر کر بھاگنے سے مراد شکست کھانا ہے۔

سوال3: ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ "پھر وہ نہیں مدد کیے جائیں گے"، رب العزت نے فرمایا کہ یہودی مسلمانوں کے مقابلے میں شکست کھائیں گے ان کی مدد نہیں کی جائے گی اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: "پھر وہ نہیں مدد کیے جائیں گے"1۔ ان کی قسمت میں مسلمانوں کے خلاف کوئی مدد نہیں ہے کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت کی مار پڑی ہے اور ان کا بُرا انجام لکھ دیا گیا۔ 2۔ قرآنِ حکیم علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ کفر ہمیشہ مغلوب رہے گا اور ایمان کی ہمیشہ فتح ہوگی۔ اس لئے حق و باطل کی آمیزش میں حق کا پلہ قطعی بھاری رہتا ہے اور باطل کے پاؤں نہیں ہوتے مگر یہ اس وقت ہے جب مقابلہ صحیح مومن اور کافر کے درمیان ہو۔ (تفسیر سراج البیان:151/1)

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ(112)

یہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ذلت ان پر مسلط کر دی گئی سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے تھے اور وہ پیغمبروں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حدود سے گزر جاتے تھے۔(112)

سوال1: ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا "ذلت ان پر مسلط کر دی گئی یہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں" یہودیوں پر ذلت اور مسکنت کیوں مسلط کی گئی؟

جواب: "ذلت ان پر مسلط کر دی گئی یہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں"1۔ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ذلّت اور مسکنت مسلّط کی گئی۔ اس کے چار اسباب قرآنِ حکیم میں بتائے گئے ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر۔ 2۔ انبیاء علیہم السلام کا ناحق قتل۔ 3۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی۔ 4۔ زیادتی۔ 5۔ ان پر ذلت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوررسوائی لازم کردی گئی ہے ہر دور میں، ہر مقام میں جہاں کہیں وہ پائیں جائیں گے۔6۔یہودیوں پر ایسی ذلت ڈال دی گئی ہے جوان کے گلے کا طوق بن گئی ہے اب یہ ان سے چمٹی رہے گی یہ ایمان والے نہیں

سوال2: اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ حَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ ''سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوں اور لوگوں کی پناہ میں ہوں''1۔قتادہ نے کہا سوائے اللہ تعالیٰ کے عہد کے یا لوگوں کے معاہدوں کے۔2۔مسلمان انہیں امن دے دیں یا صلح کا معاہدہ ہو جائے یا پناہ دے دی جائے۔3۔حبل سے مراد عہد اور ذمہ ہے۔

سوال3: لوگوں کی پناہ کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب:1۔لوگوں کی پناہ سے مراد ہے کہ یہ اسلامی حکومت کی بجائے عام مسلمانوں کی پناہ لے لیں۔وقتی طور پر بچاؤ کی دو صورتیں ہیں:i۔اسلامی حکومت میں ذِمی کی حیثیت سے رہنا قبول کر لیں۔ii۔لوگوں کی پناہ ان کو حاصل ہو جائے۔

2۔کسی بڑی غیر مسلم طاقت کی پناہ لے لیں جیسا کہ اسرائیل بڑی طاقتوں، امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ کی وجہ سے قائم ہے۔

سوال4: آج شکست اور ذلت وخواری مسلمانوں کا مقدر کیوں بن چکی ہے؟

جواب: آج مسلمانوں میں ایسے اسباب پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ذلت وخواری مقدر ہو جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حدود سے نکل جانا مسلمانوں کی بگڑی ہوئی نسل میں پایا جاتا ہے:

1۔مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھوڑ دیا ہے۔2۔مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی صریح نافرمانیاں کی ہیں۔3۔مسلمانوں نے صراطِ مستقیم چھوڑ کر ظلم کا راستہ اپنایا ہے۔

سوال5: کسی قوم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غلبے کی ضمانت کیا ہے؟

جواب: کسی قوم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غلبے کی ضمانت دین کی سچی نمائندگی ہے۔

سوال6: دنیا میں کسی قوم کے مغلوب ہو جانے کا سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب: دنیا میں کسی قوم کے مغلوب ہو جانے کا سبب دین کی سچی نمائندگی سے ہٹ جانا ہے۔

سوال7: کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے دین کی نمائندگی سے ہٹ کر اگر کوئی اختیار پالیتی ہے یا اسے اقتدار مل جاتا ہے تو یہ کس اصولِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الٰہی کے مطابق ہے؟

جواب:1۔ایسی قوم کبھی ذاتی غلبہ حاصل نہیں کرسکتی۔ 2۔ایسی قوم کو جو اختیار ملے گا وہ کسی اور کے بل بوتے پر ہوگا۔3۔یا تو کسی خدائی حکومت کی طرف سے امان ملے گی۔ 4۔یا کوئی غیر حکومت انہیں اپنی حمایت اور سرپرستی میں لے لے گی۔

سوال8:وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوگئے اس کی ناراضگی ان پر واجب ہوگئی۔(تفسیر مراغی:27/2) 2۔انہوں نے اپنے برے کرتوتوں سے اپنے اوپر ذلت وخواری اور اللہ تعالیٰ کا قہر واجب کرلیا اور اس کا سبب ان کا تکبر اور حسد ہے۔

سوال9:وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے''اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب:ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے کی صورت تو یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں یعنی اسلام قبول کرلیں۔

سوال10:يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ''وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے تھے''اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔اپنی زندگیوں میں انہیں نافذ نہ کرنا۔2۔ان کے مطابق اپنی عدالتوں میں فیصلے نہ کرنا۔

سوال11:وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ''ان پر محتاجی مسلط کردی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''ان پر محتاجی مسلط کردی گئی''1۔محتاجی نے انہیں گھیر لیا ہے۔وہ غیروں کے تابع رہتے ہیں وہ مال میں سے جو کچھ ان پر عائد کردیں یہ ادا کرتے ہیں اور رہے ہیں۔(تفسیر مراغی:27/2)2۔ابوالعالیہ کا قول ہے کہ مسکنت فاقہ ہے۔3۔ضحاک نے کہا مسکنت جزیہ ہے۔(ابن ابی حاتم:736/3)

سوال12:وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ''اور وہ پیغمبروں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے'' کی ضاحت کریں؟

جواب:''اور وہ پیغمبروں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے''ابوداؤدطیالسی میں حدیث ہے کہ بنی اسرائیل ایک ایک دن میں تین تین سو نبیوں کو قتل کرڈالتے تھے اور دن کے آخری حصہ میں اپنے اپنے کاموں پر بازاروں میں لگ جاتے تھے۔(تفسیر ابن کثیر:455/1)

سوال13:ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ'' یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حدود سے گزر جاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حدود سے گزر جاتے تھے''امام رازی نے لکھا ہے:جو شخص

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترک آداب کرے گا اس سے ترک سنن کا ارتکاب ہوگا اور ترک سنن کا نتیجہ ترک فرائض کی صورت میں ظاہر ہوگا اور ترک فرائض سے شریعت کی اہانت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اہانت شریعت سے انسان کفر کے گڑھے میں گر جاتا ہے (کبیر) (تفسیر اشرف الحواشی:78/1)

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ(113)

وہ سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔(113)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ،ثعلبہ بن سعید رضی اللہ عنہ ،اسید بن عبد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ یہودیوں میں سے اور حضرات مشرف بااسلام ہوگئے اور انہوں نے سچائی کے ساتھ ایمان قبول کیا اور اسلام میں جوش اور رغبت پیدا کی تو یہود کے علماء اور کافر بولے کہ ہم میں جو برے ہیں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور جو ہم میں پسندیدہ ہیں انہوں نے اپنے آباؤاجداد کے دین کو نہیں چھوڑا اور نہ دوسرے دین کو اختیار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اہل کتاب میں سے یہ سب برابر نہیں۔

(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)(تفسیر ابن عباس:210/1)

سوال2:لَيْسُوْا سَوَآءً ''وہ سب برابر نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''وہ سب برابر نہیں ہیں''ابن مسعود فرماتے ہیں:اہل کتاب اور امت محمدیہ برابر نہیں ہو سکتے۔(مسند احمد۔تفسیر ابن کثیر)

سوال3:مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ ''اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے''1۔اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ قتادہ کا قول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اور اس کے فرائض اور اس کی حدود پر قائم ہیں۔(تفسیر جامع البیان:56/4) 2۔ابن عباس کا قول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم ہیں۔وہ اس کے بارے میں جھگڑا نہیں کرتے اور نہ اسے چھوڑتے ہیں جیسا کہ دوسرے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا اور اسے ضائع کر دیا۔(ابن ابی حاتم:738/3) 3۔اس سے مراد ایسا گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر قائم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہنے والا ہے۔

سوال4:یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ ’’جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں‘‘ وہ رات کی گھڑیوں میں عشاء اور قیام الیل میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:198)

سوال5:یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ ’’جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں‘‘ رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنے کے مومن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:’’جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں‘‘ رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنے سے 1۔مومن کا دل پگھلتا ہے۔ 2۔مومن رب کے قریب ہوتا ہے۔3۔مومن رب کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

سوال6:وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ ’’اور وہ سجدے کرتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور وہ سجدے کرتے ہیں‘‘1۔سجدہ ارکان صلوٰۃ میں سے خشوع خضوع کے کمال کے لیے خاص ہے۔(تفسیر المراغی:30/2)

2۔سجدے انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اور اس کے مزاج میں تواضع پیدا کرتے ہیں۔3۔یہ سجدہ کرنے پر ان کی تعریف ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے خضوع کا عظیم مظہر ہیں۔(ایسر التفاسیر:198)

یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ(114)

وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور خیر کے کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔(114)

سوال1:یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ’’وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں‘‘ سعید بن جبیر کا قول ہے:یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق ہے۔2۔وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وہ غیب کی تصدیق کرتے ہیں جس میں اعمال کی جزا ہے۔(القرآن العظیم ابن ابی حاتم:739/3)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:اللہ تعالیٰ پرایمان اورآخرت پرایمان کی وجہ سےانسان کی زندگی میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:1۔انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائدکردہ ساری ذمہ داریوں کوقبول کرتا ہے۔2۔انسان ہرطرح سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔3۔انسان بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔

سوال3:وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ''اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں'' وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں اور محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں۔اور جو انکے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے آیا ہے(تفسیر جامع البیان:4\59)

سوال4:وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ''اور خیر کے کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں'' بھلائیوں یعنی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں دوڑ دوڑ کر کون حصہ لیتا ہے؟

جواب:''اور خیر کے کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں''1 بھلائیوں میں دوڑ دوڑ کر حصہ وہ لیتا ہے جس کے لیے زندگی کا سب سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو جائے۔2۔یہ ان کی عالی ہمتی ہے کہ نیکی کے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب بھی ہو سکے فوراً نیکی کر لیتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نیکی کی شدید رغبت اور خواہش رکھتے ہیں اور اس کے فوائد وثمرات سے خوب واقف ہیں۔(تفسیر سعدی)3۔نیک کاموں میں اُڑ کر وہ پہنچتے ہیں جو اپنی زندگی ،صحت ،مال ،فرصت اور جوانی کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں۔

سوال5:وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ '' اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں'' صالحین میں کون لوگ شامل ہیں؟

جواب:صالحین میں وہ لوگ شامل ہیں جن میں ایمان اور تقویٰ والی خوبیاں موجود ہیں۔

سوال6:ایمان اور تقویٰ والی خوبیاں کون سی ہیں؟

جواب:1۔راتوں کی گھڑیوں میں کلام اللہ کی تلاوت کرنا۔

2۔راتوں کو سجدے کرنا۔3۔نیکی کا حکم دینا۔4۔برائی سے روکنا۔5۔بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنا۔

سوال7:یہودیوں میں اچھے لوگ کون تھے؟

جواب:عبداللہ بن سلام،اسد بن عبید،ثعلبہ بن سعبۃ اور اُسید بن سعبۃ رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ(115)

اور بھلائی میں سے جو بھی وہ کریں گے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔(115)

سوال1: وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ''اور بھلائی میں سے جو بھی وہ کریں گے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کی جائے گی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور بھلائی میں سے جو بھی وہ کریں گے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کی جائے گی''1۔قتادہ نے کہا کہ تم سے ہرگز گم نہیں ہوں گے۔(تفسیر جامع البیان:60/4) 2۔بھلائی کے کام کرتے ہوئے شیطان انسان کے ذہن میں وسوسے ڈالتا ہے کہ یہ کام قبول نہیں ہوگا۔جب انسان یہ تسلیم کر لیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ایسے بے مقصد کرنے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ذہن سازی کی ہے کہ وہ قدر دان ہے، بھلائیوں کو ضائع نہیں کرتا۔

سوال2: وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے'' سے کس طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے''1۔اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون اسکے تقویٰ کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرتا ہے اور اپنے اعمال صالحہ کی حفاظت کرتا ہے حتیٰ کہ وہ ان پر ثبات اختیار کرتا ہے (تفسیر جامع البیان:60/4)2۔نیک کاموں کی بنیاد تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف پر ہے۔آپ اگر بھلائی کرو گے تو اللہ تعالیٰ دل کے خوف کو جانتا ہے یعنی کس نے کس نیت سے کام کیا اس سے ڈھکا چھپا نہیں۔3۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہے کیونکہ تقویٰ خیر اور حسن عمل کی بنیاد ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہی کامیاب ہیں جو تقویٰ والے ہیں۔(تفسیر البیضاوی:81/2)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(116)

یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کے ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے اور یہی لوگ آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔(116)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:اس آیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ابن جریر،ابن المنذر،ابن ابی حاتم،طبرانی اور دیگر کئی محدثین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن سلام،ثعلبہ بن سعید،اسید بن سعید،اسد بن عبید اور کچھ دوسرے یہودیوں نے اسلام قبول کرلیا تو علمائے یہود کہنے لگے کہ محمد(ﷺ) پر برے لوگ ایمان لائے ہیں،اگر وہ اچھے ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے اور ان مسلمانوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم لوگوں نے اپنا دین بدل کر خسارہ اٹھایا ہے۔اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ وہ اہلِ کتاب جنہوں نے دینِ اسلام کو قبول کرلیا،ان اہلِ کتاب کی مانند نہیں ہیں جو اپنے کفر پر قائم رہے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال2:اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' یہاں کفر کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب:''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا''1۔یہاں کفر کرنے والوں سے مراد اہل کتاب اور مشرکین مکہ ہیں جو نبی ﷺ اور ان کی اتباع کرنے والوں کو فقیری کی عار دلایا کرتے تھے اور کہتے تھے اگر محمد ﷺ حق پر ہے تو اس کا رب اسے اتنی شدت کی فقیری کی حالت میں نہ رکھتا اور وہ اپنے کثرت اموال واولاد پر فخر کرتے تھے جیسا کہ فرمایا:نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّ اَوۡلَادًا ۙ وَّ مَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔(سبا:35)(تفسیر مراغی:33/2)

2۔کفر کرنے والوں سے مراد عام طور پر وہ لوگ ہیں جو دینِ اسلام کو قبول نہیں کرتے یعنی ایمان نہیں لاتے۔3۔یہاں کفر کرنے والوں سے مراد ایمان والے کاموں کے مقابلے میں ان کاموں کا انکار کرنے والے ہیں یعنی:i۔امر بالمعروف کا انکار کرنے والے۔ii۔نہی عن المنکر کا انکار کرنے والے۔iii۔بھلائی اور نیکی کے کاموں کا انکار کرنے والے۔

سوال3:انسان کفر کا رویہ کیوں اختیار کرتا ہے؟

جواب:1۔مال اور اولاد کی محبت انسان کو سچے اور قربانی والے دین سے روک لیتی ہے۔2۔انسان چند نمائشی قسم کے اعمال کا مظاہرہ کرکے سمجھتا ہے کہ وہ سچے دین پر قائم ہے۔اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جاننے کی اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔3۔ایسے شخص کو جب دعوت دی جاتی ہے تو وہ انکار کردیتا ہے۔4۔انسان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر آکر میری دنیا چھن جائے گی اس لیے وہ دین قبول کرنے سے انکار کردیتا ہے۔

سوال4:کفر کا رویہ اختیار کرنے والوں کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟

جواب:1۔مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کام نہیں آئیں گے۔2۔دنیا میں جو مال خرچ کرکے اپنے آپ کو نیک سمجھتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہے وہ ضائع جائے گا۔

سوال5:لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ''ان کے مال اوران کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کے ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے'' کافروں کے اعمال ان کے کام کیوں نہیں آئیں گے؟

جواب: ''ان کے مال اوران کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کے ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے'' کافروں کے اعمال اس لئے ان کے کام نہیں آئیں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔وہ آخرت کی جزاوسزا کا شعور نہیں رکھتے ۔ایمان کے بغیر کسی قسم کے کاموں کا کوئی صلہ نہیں ملے گا خواہ دنیا میں کتنی ہی شہرت ہوجائے۔جیسے رفاہی کاموں پر کئے جانے والے خرچ سے شہرت ملتی ہے لیکن عملاً ان کا کوئی صلہ نہ ملے گا بلکہ جہنم کا دائمی عذاب ہوگا جو کافروں کا مقدر ہے۔

سوال6:وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ''اور یہی لوگ آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور یہی لوگ آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''1۔کافر اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔2۔یہ وہ لوگ ہیں جو جہنم کی آگ سے کبھی نکل نہیں پائیں گے کیونکہ انہوں نے اپنی روحوں پر ظلم کیا،اپنے عقائد خراب کیے اور اپنے اعمال کو بگاڑ لیا وہ ہمیشہ کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔(تفسیر مراغی:33/2)

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ(117)

اس کی مثال جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں شدید سردی ہو، جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچی جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا،تو اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا،اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں۔(117)

سوال1:مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ'' اس کی مثال جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں ہیں اس ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں شدید سردی ہو، جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچی جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا،تو اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا'' دنیا کی زندگی کی مثال کو واضح کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:''اس کی مثال جووہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں شدید سردی ہو، جوایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچی جنہوں نے اپنی جانوں پرظلم کیا،تواس نے اسے تباہ وبرباد کردیا''1۔دنیامیں کافر کے خرچ کی مثال ہے۔ (تفسیرالدرالمنثور:117/2) 2۔دنیا کی زندگی میں کافروں کے اچھے مقاصد کے لیے خرچ کی مثال ایک ایسے کھیت کی طرح ہے جو ہرا بھرا ہے کٹائی کے لیے تیار ہے لیکن اچانک برفانی ہوا چلتی ہے اور کھیت کو برباد کردیتی ہے اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نہ ماننے والوں کا اچھے مقاصد پر کیا گیا خرچ برباد ہونے والا ہے۔3۔اس آیت میں کافر کے صدقہ وخیرات اور رفاہی کاموں کو آخرت میں بے فائدہ اور ضائع ہونے کے اعتبار سے ظاہر کی اس کھیتی سے تشبیہ دی ہے۔(تفسیراشرف الحواشی:78/1)

سوال2: كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ''اس ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں شدید سردی ہو، جوایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچی جنہوں نے اپنی جانوں پرظلم کیا تو اس نے اسے تباہ وبرباد کردیا'' کفر کرنے والوں کے خرچ کی مثال کیا سمجھانے کے لئے دی گئی ہے؟

جواب:1۔کفر کرنے یعنی انکار کرنے والوں کے خرچ کی مثال یہ سمجھانے کے لئے دی گئی ہے کہ ان کی سرگرمیاں اہلِ ایمان کے مقابلے میں مختلف ہوتی ہیں۔

2۔کفر کرنے والوں کے خرچ کی مثال اس لئے دی گئی ہے کہ ایمانی کاموں کا انکار کرنے والے اپنے مال بظاہر بھلائی کے اور رفاہی کاموں پرخرچ کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خرچ کام آجائے گا۔اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا ہے کہ ہرطرح کا خرچ کرنا بے کار جائے گا چاہے دنیامیں کتنی ہی شہرت ہو،آخرت میں اس کا بدلہ نہیں ملے گا۔بدلے میں جہنم کی آگ ہی ملے گی۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کے احکامات کا انکار کرنے والوں کے مال کیسے اَکارت چلے جاتے ہیں؟

جواب:کافروں کے اعمال اس لئے ان کے کام نہیں آئیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ آخرت کی جزاوسزا کا شعور نہیں رکھتے۔ایمان کے بغیر کسی قسم کے کاموں کا کوئی صلہ نہیں ملے گا خواہ دنیامیں کتنی ہی شہرت ہوجائے جیسے رفاہی کاموں پر کئے جانے والے خرچ سے شہرت ملتی ہے لیکن عملاً ان کا کوئی صلہ نہ ملے گا بلکہ جہنم کا دائمی عذاب ہوگا جو کافروں کا مقدر ہے۔کافروں کے دنیاوی خرچ کا ثواب دنیامیں ہی مٹادیا جاتا ہے جیسے فصل کو مالک کی بدنیتی اور گناہ جلاڈالتے ہیں اسی طرح کافروں کے عمل بے بنیاد ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ضائع کردیتا ہے۔(مختصرابن کثیر:251/1)

1۔وہ گمراہی اور نادانی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔2۔اللہ تعالیٰ کی رسی کی حفاظت سے منہ موڑتے ہیں تو ان کے اعمال ضائع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوجاتے ہیں۔3۔کوئی خرچ خواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوجب تک ایمانی خواہش کی بنیاد پر نہ ہو،قبول نہیں کیا جاتا بلکہ ضائع کردیا جاتا ہے۔

سوال4:انسان کا خرچ کیا ہوامال کیسے اس کے کام آسکتا ہے؟

جواب:انسان کا خرچ کیا ہوامال تب اس کے کام آسکتا ہے جب وہ:1۔اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے خرچ کرے۔2۔اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرے۔3۔محمد رسول اللہ ﷺ کی سُنت ،اُن کے طریقے کے مطابق خرچ کرے یعنی ہرطرح کی بھلائی کے کاموں میں،رفاہی کاموں میں بھی اوراَحیائے دین کے کاموں میں بھی خرچ کرے۔

سوال5:وَمَاظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ''اللہ تعالیٰ نے ان پرظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پرخودظلم کرتے ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب:''اللہ تعالیٰ نے ان پرظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پرخودظلم کرتے ہیں''1۔کافروں پراللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا وہ اپنے اوپرخودظلم کرتے ہیں جیسے شرک اورنافرمانی کے کاموں سے وہ خودکو ہلاک کردیتے ہیں۔2۔جب لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے بغیرخرچ کرتے ہیں تواُن کا خرچ کیا ہوااُن کے اپنے کام بھی نہیں آتا۔چونکہ بھلائی کے کاموں پرخرچ کرنا ایسا عمل ہے جس پر اہلِ ایمان کواللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کراجرعطا کرتے ہیں جبکہ کافروں کا خرچ رائیگاں جاتا ہے،اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا کہ اپنے اعمال کوضائع کرکے تم خوداپنے اوپرظلم کررہے ہو۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پرظلم نہیں ہے۔3۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ مومن پرکسی بھی نیکی کے سلسلے میں کوئی ظلم نہیں کرے گا۔دنیامیں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گااورآخرت میں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گا۔رہا کافرتو جونیکیاں اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کی ہوں گی اس کا بدلہ اسے دنیامیں دے دیا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔''(مسلم:7089) 4۔امام سعدی کہتے ہیں کہ کافرمال خرچ کرکے اللہ کے نورکو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں اورلوگوں کواللہ کی راہ سے روکتے ہیں تویہ کوششیں ناکام رہیں گی جیسے کوئی شخص فصل بوئے، اسے اس کا نتیجہ ملنے اوراس سے پیداوارحاصل ہونے کی امید ہو،اچانک کھیتی پرایک ٹھنڈی ہوا چلے جس سے کھیتی تباہ ہو جائے۔کافروں کا بھی یہی حال ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ بلاشبہ جن لوگوں نے کفرکیا ہے وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کواللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں۔ چنانچہ ابھی وہ اورخرچ کرتے رہیں گے۔ پھر وہ ان پر حسرت بن جائے گا پھر وہ مغلوب کردیئے جائیں گے۔(الانفال:36)

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ(118)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمہیں کسی طرح برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے، وہ پسند کرتے ہیں ایسی چیز کو جو تمہیں مصیبت میں ڈال دے، ان کا بغض اُن کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے سینے چھپاتے ہیں زیادہ بڑا ہے۔ یقیناً ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کردی ہیں اگر تم سمجھتے ہو۔(118)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر اور ابن اسحاق نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جاہلیت کی دوستی کی بنا پر مسلمانوں میں سے کچھ حضرات یہودیوں کے ساتھ دوستی رکھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس سے آگاہ فرمایا اور فتنہ کی بنا پر ان سے تعلقات رکھنے کی ممانعت فرمادی اور یہ آیت نازل فرمائی کہ اپنے علاوہ کسی کو صاحب خصوصیت نہ بناؤ۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال2: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ'' بِطَانَةً کسے کہتے ہیں؟

جواب:1۔ بِطَانَةً دلی دوست اور راز دار کو کہتے ہیں۔ 2۔ یعنی بطانة الرجل کسی شخص کے ولی اور راز دار دوست اور اس کے معاملات میں دخیل کو کہا جاتا ہے، جس سے وہ اپنے معاملات میں مشورہ لے،(تفسیر معارف القرآن:157/2)

سوال3: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ'' مسلمانوں کو اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بنانے سے روکا گیا تو انہیں اے ایمان والو کہہ کر پکارا گیا۔ اس سے مراد ہے کہ اے لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر ایمان رکھتے ہو اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر ایمان رکھتے ہو۔

سوال4: کافروں اور مشرکوں کے ساتھ دلی دوستی رکھنے کو کیوں ناجائز قرار دیا گیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: کافر اور مشرک مسلمانوں کے بارے میں دل میں جو دشمنی کے جذبات رکھتے ہیں اس کے پیش نظر مسلمانوں کی ان سے دوستی کو ناجائز قرار دیا گیا۔

1۔یہ مسلمانوں کے خلاف اپنے دلوں میں کینہ رکھتے ہیں۔ 2۔یہ مسلمانوں کے خلاف رات دن سازشیں کرتے ہیں۔3۔جس چیز سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے وہ ان کو محبوب ہوتی ہے۔4۔مسلمانوں کا بھلا ہوتا ہے تو انہیں بُرا لگتا ہے۔5۔ان کے پوشیدہ جذبات میں ہر وقت اُبال آتا رہتا ہے۔

سوال5:مسلمانوں کو دشمنوں کی دوستی سے روکا گیا تو دراصل کن کاموں سے روکا گیا؟

جواب:1۔ان پر اعتماد نہ کریں۔2۔انہیں رازدان نہ بنائیں۔3۔ان سے مشورہ نہ لیں۔4۔آیت کا مقصد عام معاشی ومجلسی تعلقات سے روکنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ کفر پر کلی اعتماد نہ کیا جائے اور کبھی غیر مسلموں کو اپنا سچا خیر خواہ نہ سمجھا جائے۔(تفسیر سراج البیان:153/1) 5۔بخاری وغیرہ میں حدیث ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس نبی کو اللہ نے مبعوث فرمایا اور جس خلیفہ کو مقرر کیا اس کے لئے دو بطانہ مقرر کئے ایک تو بھلائی کی بات سمجھانے والا اور اس پر رغبت دلانے والا اور دوسرا برائی کی رہبری کرنے والا اور اس پر آمادہ کرنے والا بس اللہ جسے بچائے وہی بچ سکتا ہے(تفسیر ابن کثیر:457/1) 6۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ مشرکوں کی آگ سے روشنی طلب نہ کرو اور اپنی انگوٹھی میں عربی نقش نہ کروانہوں نے آکر حسن بصری سے اس کی تشریح دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ پچھلے جملہ کا تو یہ مطلب ہے کہ انگوٹھی پر محمد ﷺ نہ کھدواؤ اور پہلے جملہ کا یہ مطلب ہے کہ مشرکوں سے اپنے کاموں میں مشورہ نہ لو دیکھو کتاب اللہ میں بھی ہے کہ ایمان دارو اپنے سوا دوسروں کو ہمراز نہ بناؤ۔ (ابولیلی)(تفسیر ابن کثیر:457/1) 7۔حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ غیر مسلموں کو مسلم ممالک کے آفسوں میں ایسی ذمہ داریاں نہیں دینی چاہئیں جن کے ذریعے وہ مسلمانوں کے راز حاصل کریں اور دشمنوں کو ان کی اطلاع دیں۔مفسر الکیّا الہرّاسی لکھتے ہیں کہ اس آیت کے پیش نظر کسی ذمی (غیر مسلم جو مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہے) سے مسلمانوں کے کسی معاملے میں مدد لینا جائز نہیں۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال6:لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ''وہ تمہیں کسی طرح برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''وہ تمہیں کسی طرح برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے'' کافر اور مشرک مسلمانوں کے بارے میں دل میں جو دشمنی کے جذبات رکھتے ہیں اس کے پیش نظر مسلمانوں کی ان سے دوستی کو ناجائز قرار دیا گیا۔(قرآناعجبا)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7:وَدُّوْامَاعَنِتُّمْ ''وہ پسند کرتے ہیں ایسی چیز کو جو تمہیں مصیبت میں ڈال دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''وہ پسند کرتے ہیں ایسی چیز کو جو تمہیں مصیبت میں ڈال دے'' وہ تمہارے دین میں شدید نقصان کی تمنا رکھتے ہیں۔ (تفسیر المراغی:37/2)

سوال8:کیا اسلامی حکومت میں کافروں اور مشرکوں کو کلیدی مناصب پر فائز کیا جاسکتا ہے؟

جواب:اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو کلیدی مناصب پر فائز کرنا جائز نہیں۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک بار کہا گیا کہ حیرہ کا ایک شخص بڑا اچھا لکھنے والا اور بہت اچھے حافظے والا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ اسے اپنا محرر اور منشی مقرر کرلیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:اس کا مطلب یہ ہوگا کہ غیر مومن کو بطانہ بنالوں گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔(تفسیر ابنِ کثیر)

سوال9:قَدْبَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ''ان کا بغض اُن کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''ان کا بغض اُن کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے'' اور آپ کے نبی کی تکذیب اور کتاب اللہ کی تکذیب ظاہر ہو چکی۔ (تفسیر المراغی:37/2)

سوال10:وَمَاتُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ''اور جو ان کے سینے چھپاتے ہیں زیادہ بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:ربیع نے کہا:جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے اس سے جو ان کی زبانیں کہتی ہیں۔(تفسیر جامع البیان:67/4)

سوال11:قَدْبَيَّنَّالَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ''یقیناً ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کردی ہیں اگر تم سمجھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکامات ونواہی اور اس کی نصیحتوں کو سمجھتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے واضح دلائل دیے ہیں جس سے تم اپنے دشمن کو پہچان کر اس کی دوستی سے بچ سکتے ہو۔

سوال12:انسان کے عقل سے کام لینے کا ثبوت کیا ہے؟

جواب:عقل سے کام لینے والا انسان غیروں پر بھروسہ نہیں کرتا۔

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (119)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیکھو!تم لوگ ہی ان سے محبت کرتے ہواوروہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم ساری کتابوں پرایمان رکھتے ہو اورجب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اورجب اکیلے ہوتے ہیں توتم پرغصے سے اُنگلیاں چباتے ہیں،آپ کہہ دیں اپنے غصے ہی سے تم مرجاؤ،بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کوخوب جاننے والا ہے۔(119)

سوال1:هَآنَتُمْ أُولَآءِ تُحِبُّونَهُمْ ''دیکھو!تم لوگ ہی ان سے محبت کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''دیکھو!تم لوگ ہی ان سے محبت کرتے ہو''1۔تم ان کے لیے اسلام چاہتے ہواوروہ بہترین چیز ہے اوروہ سب تمہارے لیے کفر چاہتے ہیں اوروہ ہلاکت ہے۔(تفسیرالوسیط:483/1) 2۔ابن جریج نے کہا:مومن منافق کے لیے بہتر ہے بہ نسبت منافق کے جومومن کے لیے بہترنہیں۔(تفسیرجامع البیان:68/4)

سوال:2 کسی کے لئے دل میں محبت کا ہونا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب:انسانوں کے لیے دل میں محبت کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ 1۔انسان حق پرست ہے۔ 2۔انسان اللہ تعالیٰ کوحقیقی معنوں میں پالینے والا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سراپارحم ہے تواس کے بندے کا دل بھی مخلوق کے لئے کھلا ہوتا ہے۔

سوال3:مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے کھل جاتا ہے اس کے رویے میں کیا تبدیلی آجاتی ہے؟

جواب:مومن کے لئے تمام انسان یکساں ہیں وہ ہرایک کے لئے وہی کچھ چاہنے لگتا ہے جواپنے لئے چاہتا ہے۔

سوال4:وَلَا يُحِبُّونَكُمْ ''اوروہ تم سے محبت نہیں رکھتے''جولوگ دوسروں سے محبت نہیں رکھتے ان کا یہ مزاج کیسے بنتا ہے؟

جواب:1۔جولوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑے ہوئے نہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کوحقیقی معنوں میں نہیں پاتے۔ 2۔اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی کی وجہ سے ایسے لوگ ذات کی سطح پر جیتے ہیں۔3۔ایسے لوگوں کی زندگی کا سرمایہ اپنے فائدے اوراپنے گروہی تعصّبات ہوتے ہیں۔

سوال5:وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَٰبِ كُلِّهِۦ ''حالانکہ تم ساری کتابوں پرایمان رکھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔بِالْكِتَٰبِ كُلِّهِۦ سے مرادساری کتابیں ہیں۔(ایسرالتفاسیر:200) 2۔تم ساری آسمانی کتابوں پرایمان رکھتے ہویعنی ان کواللہ تعالیٰ کی جانب سے تسلیم کرتے ہو۔

سوال6:جولوگ گروہی تعصّبات میں مبتلا ہوتے ہیں ان کا طرزِعمل کیا ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔گروہی تعصّبات رکھنے والے اپنے مفاد کے خلاف نظر آنے والے ہر شخص کے دشمن بن جاتے ہیں۔2۔گروہی تعصّبات رکھنے والے اپنے گروہ کے علاوہ ہر ایک کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔3۔گروہی تعصّبات رکھنے والے دوسرے افراد سے ملاقات کے وقت اگر نارمل رہ بھی لیں تو تنہائی میں اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔4۔گروہی تعصّبات رکھنے والے دوسرے گروہ کے افراد پر غصہ کرتے ہیں اور بسا اوقات انتقامی کاروائیاں کرتے ہیں مثال کے طور پر پروپیگنڈا وغیرہ۔5۔گروہی تعصّبات رکھنے والے افراد باقاعدہ دوسرے گروہوں کے خلاف عملی کاروائیاں کرتے ہیں۔

سوال7:وَاِذَالَقُوْكُمْ قَالُوْٓااٰمَنَّا ''اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں'' قتادہ نے کہا جب وہ مومنوں سے ملتے ہیں تو اپنے خون اور مالوں کے ڈر سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔(تفسیر جامع البیان:4/69)

سوال8:وَاِذَاخَلَوْاعَضُّوْاعَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ''اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے اُنگلیاں چباتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے اُنگلیاں چباتے ہیں'' قتادہ نے کہا: جو کچھ وہ اپنے دلوں میں غصہ اور کراہت پاتے ہیں اس کی وجہ سے تم پر غصے سے انگلیاں چباتے ہیں۔

سوال9:قُلْ مُوْتُوْابِغَيْظِكُمْ '' آپ کہہ دیں اپنے غصے ہی سے تم مرجاؤ'' اہل کتاب کو یہ کیوں کہا گیا کہ اپنے غصّے میں مرجاؤ؟

جواب:1۔اہلِ کتاب کے غصّے سے انگلیاں چبانے پر انہیں یہ بات کہی گئی تا کہ انہیں پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ دل کے حالات کو جانتا ہے اور یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔وہ جس کو چاہے نبوت کے لئے منتخب کرے۔اس کے فیصلوں پر کسی کا طرزِ عمل اثر انداز نہیں ہوسکتا۔2۔اس میں مومنوں کے لیے خوشخبری ہے کہ یہ دشمن تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن اپنا نقصان کررہے ہیں۔وہ اپنے غصے کو عملی جامہ پہنانے کے قابل نہیں۔وہ مرتے دم تک دنیا کا یہ عذاب سہتے رہیں گے اور مرنے کے بعد دنیا کے عذاب سے آخرت کے عذاب کی طرف منتقل ہوجائیں گے۔(تفسیر سعدی)

سوال10:اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:''اللہ تعالیٰ سینوں کے راز جانتا ہے'' کے الفاظ سے انسان محتاط ہوتا ہے اور اسے یوں لگتا ہے جیسے چوری پکڑی گئی۔یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

احساس اسے ایک لمحے کے لیے ایمان کی روشنی میں ضرور لے آتا ہے۔اگر انسان کے اندر تھوڑی سی حق پرستی بھی ہو تو انسان سینے کے بغض کے بارے میں شرمندہ ہو جاتا ہے اور اس سے نجات پانے کے لیے سوچتا ضرور ہے۔

سوال11: اللہ تعالیٰ نے اپنے عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ''دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے دلوں کے حال سے اپنے عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے کا شعور دلایا ہے کہ تم ان سے محبت کرتے ہو جب کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے۔محبت کا معاملہ دل کا ہے جس سے وہی واقف ہو سکتا ہے جو دلوں کے بھید جانتا ہو۔2۔اللہ تعالیٰ نے کافروں کے غصّے اور دل کی جلن سے اپنے عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اگر چہ وہ زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن دلوں کے راز جاننے والے سے دل کی جلن اور غصّے کی آگ چھپا نہیں سکتے۔ 3۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھلائی پہنچنے پر کافروں کے دل کی ناخوشی اور مومنوں کو برائی پہنچنے پر کافروں کی خوشی سے اپنے عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے کا شعور دلایا ہے کہ یقیناً وہ خفیہ باتوں کا علم رکھتا ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ (120)

اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گی جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔(120)

سوال1: اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ''اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُری لگتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُری لگتی ہے'' عقائل نے کہا اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے یعنی قتل ،شکست اور مصائب (تفسیر الدر المنثور:2/119)

سوال2: وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ''اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں''1۔جب وہ اہل اسلام کو فرقوں میں بٹا ہوا دیکھتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔2۔جب فتح و نصرت مسلمانوں کے قدم چومتی ہے تو منافقوں کے دلوں پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مسلمانوں کی عزت انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔(ابن کثیر:253/1)

سوال3:کسی کی دشمنی کو اس کے کس طرز عمل سے پہچانا جاسکتا ہے؟

جواب:1۔اس کو دوسرے کی بھلائی بری لگے۔2۔اس کو دوسرے کا نقصان اور مصیبت خوش کردے۔

سوال4:اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۟ وَاِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـئًا ؕ ''اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گی''مصیبت کے مواقع پر ہم اپنے دشمنوں سے خود کو کیسے بچائیں؟ قرآن کیا طریقہ کار بتاتا ہے؟

جواب:''اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گی''1۔دشمن کی کاروائیوں پر خود کو منفی ردّعمل سے بچائیں۔2۔صبر اور تقویٰ پر قائم رہیں۔

سوال5: صبر اور تقویٰ سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب:1۔صبر سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر حال میں حق کا پابند رکھا جائے۔2۔تقویٰ یہ ہے کہ فیصلہ کن طاقت صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھا جائے۔

سوال6:لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـئًا ''ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گی''اللہ تعالیٰ نے کافروں کی چالوں کے مقابلے میں مومنوں کو صبر اور تقویٰ کا حکم کیوں دیا ہے؟

جواب:1۔کافروں کی چالوں سے بچنے کا طریقہ اور علاج ہی صبر اور تقویٰ ہے۔2۔اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید کے حصول کا ذریعہ صبر اور تقویٰ ہے۔3۔مسلمانوں کو پستی اور زوال سے نکالنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہیں یہی صبر کا تقاضا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں کیونکہ یہی خوف انسان کو دنیا کی ہر قوت کے خوف سے آزاد کردیتا ہے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ نے صبر اور تقویٰ اختیار کرنے کے لئے کون سی نفسیاتی رکاوٹ دور کی ہے؟

جواب:انسان جب کسی کے منفی رویے پر صبر کرتا ہے تو اسے یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ فریقِ مخالف کی چالیں اور مضبوط ہوجائیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(121)

سوال1: وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ''اور جب آپ صبح کے وقت اپنے گھر والوں سے نکل کر مومنوں کو جنگ کے مورچوں پر متعین کر رہے تھے،'' اس آیت میں کس جنگ کے حالات بیان کئے جا رہے ہیں؟

جواب: اس آیت میں غزوۂ اُحد کی تیاریوں کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ صبح سویرے سیدنا عائشہؓ کے گھر سے اُحد کے لیے نکلے جس جگہ کے لیے مشاورت تھی اور طے ہو گیا تھا کہ جنگ مدینہ سے باہر لڑی جائے گی۔ گھر سے نکل کر یہاں مسلمانوں کی صف بندی کی جا رہی ہے۔ تیر اندازوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ پشت کی جانب پہاڑی پر مورچہ سنبھالیں۔ اس منظر میں اہم ترین چیز ہے کہ اللہ تمہاری باتیں سنتا ہے اور نہایت باخبر ہے۔

سوال2: تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ''مومنوں کو جنگ کے مورچوں پر متعین کر رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: 1۔ تُبَوِّئُ یعنی تو لشکر کے مقامات پر پڑاؤ تجویز کرتا تھا، مورچے بنانا مراد ہیں۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

2۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر (تیر اندازوں کے) پچاس آدمیوں کا افسر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ آپ نے انہیں تاکید کر دی تھی کہ اگر تم یہ بھی دیکھ لو کہ پرندے ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ پھر بھی اپنی اس جگہ سے مت ہٹنا، جب تک میں تم لوگوں کو کہلا نہ بھیجوں اسی طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کر دیا ہے پھر بھی اپنی اس جگہ سے مت ہٹنا جب تک میں تم لوگوں کو کہلا نہ بھیجوں۔ اسی طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کر دیا ہے پھر بھی یہاں سے نہ ٹلنا، جب تک میں تمہیں خود بلا نہ بھیجوں۔ (صحیح بخاری: 3039)

سوال3: غزوہ احد کے مختصر حالات بتائیں؟

جواب: غزوۂ احد شوال 3 ہجری میں پیش آیا تھا جس میں مشرکین کی تعداد تین ہزار اور مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ غزوۂ بدر میں مشرکینِ مکہ نے شکست کھائی، جوشِ انتقام انہیں چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ اس لیے ایک اور جنگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا کہ یہ اُحد کے مقام پر لڑی جائے گی۔ اس جنگ کے لیے ایک ہزار اونٹ اور 50 ہزار دینار کی رقم جمع کی گئی۔ اس جنگ کے لیے دوشعلہ بیان شعراء کی خدمات حاصل کی گئیں جو بدوی قبائل کو بھڑکاتے تھے۔ جنگ میں کافروں کی تعداد تین ہزار تھی۔ مسلمان مقابلے کے لیے نکلے تو راستے میں عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر مسلمانوں سے الگ ہو گیا۔ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

واقعے سے کچھ انصاری مسلمانوں کی ہمت پست ہوگئی مگر رسول اللہ ﷺ نے یاددلایا کہ ہم اپنے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر نکلے ہیں۔لڑائی کے آغاز میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی لیکن ان کی ایک کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر دشمن ان پر غالب آگئے ۔اسی دوران یہ افواہ اُڑی کہ نبی ﷺ شہید ہوگئے ۔اس خبر نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہوش وحواس گم کردیئے بعد میں پتہ چلا کہ نبی ﷺ زندہ ہیں۔دشمن کے لیے موقع تھا کہ مسلمانوں کو پوری طرح کچل ڈالے مگراس کی فوج میدانِ جنگ چھوڑ کر چلی گئی۔یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد تھی کہ دشمن فوج نے مدینہ کی بجائے مکہ کا رُخ کیااور جومغلوب ہوئے یعنی مسلمانوں کواللہ تعالیٰ نے توفیق دی اورانہوں نے دشمن فوج کا پیچھا کیا۔

سوال4:وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ’’اوراللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے‘‘اللہ تعالیٰ نے اپنے سمیع اورعلیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی جنگی سرگرمیوں سے اپنے سمیع اورعلیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔جنگ سے پہلے آپ ﷺ مورچوں پر جس طرح متعین کررہے تھے۔آپ ﷺ کا کہنااورکرنا دونوں ہی اللہ سمیع وعلیم کے نوٹس میں تھا۔

2۔ابوسلیمان دمشقی نے کہا:وہ خروج کے بارے میں تمہارے مشوروں کا سننے والا سمیع ہے۔وہ جانتا ہے کہ کون کس نیت اور کس کیفیت سے نکل رہا ہےاوروہ جانتا ہے کہ کون شہادت کی محبت کو چھپائے ہوئے ہے؟

سوال5:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع اورعلیم کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے دلوں کے تقویٰ کے لئے اپنی صفات سمیع اورعلیم کا شعور دلایا ہے۔

2۔کسی کے سُننے اور جاننے کا احساس انسان کومحتاط کردیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کوان صفات کے توسط سے اپنے تعلق کی گہرائی کا احساس دلایا ہے تاکہ مومن اس تعلق کی گھنی چھاؤں میں اپنے آپ کومطمئن کرلیں۔

اِذۡ ہَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡکُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰہُ وَلِیُّہُمَا ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ(122)

جب تم میں سے دو جماعتیں ارادہ کرچکی تھیں کہ ہمت ہار جائیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار تھا پس لازم ہے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں۔(122)

سوال1:اِذۡ ہَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡکُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ’’جب تم میں سے دو جماعتیں ارادہ کرچکی تھیں کہ ہمت ہار جائیں‘‘غزوہ اُحد کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ابتداء میں کون سی دو جماعتوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کرلیا تھا؟

جواب:1۔جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب ہم میں سے دو جماعتیں اس کا خیال کر بیٹھی تھیں کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا۔سفیان نے بیان کیا کہ ہم دو جماعتیں بنوحارثہ اور بنوسلمہ تھے۔حالانکہ کہ اس آیت میں ہمارے بودے پن کا ذکر ہے مگر ہم کو یہ بات پسند نہیں کہ یہ آیت نہ اترتی کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ اللہ ان دونوں گروہوں کا مددگار رہے۔(صحیح بخاری، کتاب التفسیر:4558)

سوال2:اَنْ تَفْشَلا ''یہ کہ ہمت ہار جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''یہ کہ ہمت ہار جائیں''یعنی کمزور پڑ جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں(ایسر التفاسیر:202)

2۔یعنی بزدلی اور کمزوری دکھائیں اور وہ عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھی تھے جنہوں نے کمزوری دکھائی۔انہوں نے کہا ہم نے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو ہلاک کر دیا۔(تفسیر منیر:2/387)

سوال3:ان دو قبیلوں نے بزدلی کیوں دکھائی؟

جواب:یہ دونوں قبائل عبداللہ بن اُبی کی دھوکہ دہی سے متاثر ہو گئے کیونکہ وہ اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا تھا۔

سوال4:وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا''اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا'' اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار تھا'':یعنی ان کے معاملات کا سرپرست اور ان کا مددگار تھا۔اسی لیے اس نے معرکے سے بھاگنے سے بچالیا۔(ایسر التفاسیر:202)

2۔اللہ تعالیٰ نے ان کی کمزوری دور کر دی اور ان کی ہمّت بندھائی۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔

سوال5:وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ''پس لازم ہے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔محمد بن اسحاق نے کہا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی جو مومنوں میں سے کمزور ہو یا ہمت ہار بیٹھے تو اسے اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی مدد پر توکل کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ اپنی نیت کے مطابق قوی ہو جائے اور اپنی مراد کو پہنچ جائے(ابن ابی حاتم:3/750) 2۔مومنوں کے مزاج میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہونا چاہیے۔3۔وہ تعداد یا سامان کی کمی سے نہ گھبرائیں۔4۔تعداد کم ہو تو یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو بھیج کر کمی پوری کر دے گا۔5۔سامان کم ہو تو بھروسہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دے گا جو ان کے لیے سامان کی کمی کی تلافی بن جائیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر توکل کرنے کی ترغیب کیسے دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے بنوحارثہ اور بنوسلمہ کے ہمت ہار جانے کے بعد ان کی کمزوری دور کرنے اور ان کی ہمت بندھانے سے اپنے اوپر توکل کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ وہ دہشت زدہ گھبرائے ہوئے دلوں کی کمزوری دور کرسکتا ہے۔یقیناً وہ بھروسے کے لائق ہے اور اس پر توکل کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔

سوال7:بندے کا توکل کس کے مطابق ہوتا ہے؟

جواب: بندے کو جتنا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہوتا ہے،اسی کے مطابق اس کا توکل ہوتا ہے۔اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ دوسروں کی نسبت مومن اللہ پر توکل کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔بالخصوص سختی اور جہاد کے موقع پر انہیں اللہ پر توکل کرنا،اس سے مدد اور فتح طلب کرنا اور اپنی طاقت پر بالکل بھروسہ نہ کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قوت اور حفاظت پر بھروسا کرنا انتہائی ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ان کی مدد کرتا ہے اور ان کی مصیبتیں اور مشکلات دور فرماتا ہے۔(تفسیر سعدی:415/1)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(123)

اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ بدر میں بھی تمہاری مدد فرما چکا ہے حالانکہ تم نہایت کمزور تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم شکر کرو۔(123)

سوال1:وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ'' اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ بدر میں بھی تمہاری مدد فرما چکا ہے حالانکہ تم نہایت کمزور تھے''غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی بے سروسامانی کا کیا عالم تھا؟

جواب:1۔غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے،باقی تمام افراد پیدل تھے۔عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ہم لوگ سواریوں کی قلت کی وجہ سے ایک اونٹ پر تین تین سوار ہوتے تھے 2۔براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم اصحابِ محمد ﷺ آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحابِ بدر کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی اصحابِ طالوت کی،جنہوں نے آپ کے ساتھ نہرِ فلسطین پار کی تھی اور ان کے ساتھ نہر کو پار کرنے والے صرف مومن ہی تھے یعنی تین سو دس پر اور کئی آدمی۔(صحیح بخاری:3958) 3۔ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔اونٹ پر باری باری سواری ہوتی تھی تو جب رسول اللہ ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آئی تو ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی آپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تشریف رکھئے ہم آپ کی طرف سے باری باری پیدل چلتے رہیں گے۔اس پرآپ نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ سے زیادہ باہمت نہیں ہواور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ تم دونوں اجر لے جاؤاور میں محروم رہ جاؤں۔(مسند احمد:418,411/1)

سوال2:۔واقعہ احد کے ساتھ غزوہ بدر کے ذکر کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب:1۔واقعہ احد کے ساتھ غزوہ بدر کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بدر کی فتح مادی اسباب کی نایابی کے باوجود ہوئی تھی۔وہ اللہ تعالیٰ کی مدد تھی جب کہ انسانوں کی طرف سے کوئی مددگار نہ تھا۔ 2۔اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ مومن یقین رکھیں کہ فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا اُسی سے ڈریں۔ 3۔اللہ تعالیٰ نے جو انعام کیا اس پر مومنوں کا فرض ہے کہ وہ شکر ادا کریں۔ 4۔واقعہ احد کے ساتھ غزوہ بدر کے ذکر کرنے کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ اللہ پر توکل اور صبر وتقویٰ کا پھل فتح وکامرانی ہوتی ہے۔ جنگ بدر میں یہی ہوا کہ مسلمان ہر طرح سے کمزور تھے لیکن جب انہوں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور صبر وثبات قدمی سے کام لیا تو اللہ نے انہیں کافروں پر غلبہ دیا۔(تفسیر تیسیر الرحمٰن:205)

سوال3:فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ '' چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم شکر کرو'' اللہ تعالیٰ نے شکرگزاری کے لئے کس صفت کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے؟

جواب:'' چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم شکر کرو'' اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ شکرگزاری کی توفیق ہو۔محمد بن اسحاق نے کہا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ یعنی مجھ سے ڈرو کیونکہ وہ میری نعمت کا شکر ہے۔ (جامع البیان:78/4)

سوال4:تقویٰ اور شکرگزاری کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

جواب:1۔تقویٰ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس کے خوف کی وجہ سے پیدا ہونے والی ایسی حالت ہے جس میں مومن کا شعور بیدار ہوتا ہے۔جب شعور بیدار ہوتا ہے تو مومن حقیقت کو سمجھنے کے قابل ہوجاتا ہے۔اسی کے ساتھ مومن اپنے مالک کے احسانات کو پہچانتا ہے اور احسان شناسی اس کے دل کو شکرگزاری کے احساسات سے معمور کردیتی ہے۔

2۔چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم شکر کرو۔''یعنی اللہ کی اطاعت کرکے اپنے رب سے ڈرو اور اس کے حرام کردہ امور سے اجتناب کرو تاکہ تم اپنے نفس کو شکر کے لیے تیار کرو کیونکہ جس کے نفس پر تقویٰ غالب نہیں ہوتا اس پر خواہشات غالب آجاتی ہیں اور وہ شہوات کی پیروی کرتا ہے۔ایسے شخص سے شکر کی امید نہیں کی جاسکتی۔(تفسیر مراغی:46/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُنۡزَلِيۡنَ (124)

جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کردہ فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے؟(124)

سوال1: اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ'' جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تمہاری مدد فرمائے'' نبی ﷺ نے یہ الفاظ کس موقع پر کہے؟

جواب: غزوۂ اُحد میں جب مسلمانوں نے دیکھا کہ دشمن تین ہزار ہیں اور ہم ایک ہزار میں سے بھی 700 رہ گئے تو نبی ﷺ نے ٹوٹتے حوصلوں کو جوڑنے کے لیے یہ الفاظ کہے۔

سوال2: اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ'' کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے (کہ) تمہارا ربّ تین ہزار نازل کردہ فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے (کہ) تمہارا ربّ تین ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے'' نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے لیے اور اس سے امید باندھنے کے لیے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

2۔ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ یہ کہ تمہارا رب تمہاری مدد فرمائے'' یعنی تمہارا رب تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں جو تم سے تعداد اور اسلحے میں بڑھ کر ہیں تمہاری مدد فرمائے۔

3۔ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ یہ تمہیں تقویت دینے اور تمہاری مدد کرنے اور تمہارے دشمنوں کو دور کرنے کے لیے تمہارا رب تمہاری مدد فرمائے۔(تفسیر القاسمی:4/219)

4۔ الۡمَلٰٓئِكَةِ'' فرشتے'' جو اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں، نور سے بنے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا(ایسر التفاسیر:203)

5۔ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُنۡزَلِيۡنَ'' نازل کردہ فرشتے'' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: فرشتوں نے یوم بدر کے سوا جنگ نہیں کی۔

بَلٰٓى ۙ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا وَيَاۡتُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ (125)

کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور دشمن تم پر اپنے سخت جوش میں آ پہنچیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان زدہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔(125)

سوال3: بَلٰٓى ۚ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا '' کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ کی مدد (کامیابی) کا وعدہ کن شرائط سے مشروط ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کی مدد (کامیابی) کا وعدہ تین شرائط سے مشروط ہے۔صبر: یہ حملے کے صدمات پر کیا جاتا ہے،تقویٰ: جو انسانوں کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے قائم کر دیتا ہے چاہے فتح ہو یا شکست، دشمن کا اپنے سخت جوش میں آ پہنچنا۔

2۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کی تین شرطیں بیان فرمائی ہیں: صبر،تقویٰ اور مشرکین کا فوری جوش و جذبے کے ساتھ آنا لیکن فتح اور دشمنوں کے منصوبوں کی ناکامی کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلی دو شرطیں مقرر فرمائی ہیں (تفسیرِ سعدی)

سوال4: اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا '' اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔ اِنْ تَصْبِرُوْا '' اگر تم صبر کرو'' یعنی اگر تم دشمن سے ملاقات کے موقع پر صبر کرو۔

2۔وَتَتَّقُوْا '' اور ڈرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرو (تفسیر منیر:387/2)

سوال5: وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا '' اور دشمن تم پر اپنے سخت جوش میں آ پہنچیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' اور دشمن تم پر اپنے سخت جوش میں آ پہنچیں'' عکرمہ نے کہا: '' مِّنْ فَوْرِهِمْ '' کا معنی بدر کے دن غصے اور جوش سے۔ (بخاری کتاب التفسیر) 2۔مجاہد اور عکرمہ نے کہا: اپنے غضب سے (ابن ابی حاتم:753/3)

سوال6: يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ '' تمہارا ربّ پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا'' فرشتوں کی پہچان کے لئے مخصوص علامت مقرر کی گئی تھی مُسَوِّمِيْنَ: نشان زدہ کو کہتے ہیں۔

2۔مُسَوِّمِيْنَ: مُسَوِّم اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی نشانی ہو مثلاً پشم یا اور کوئی نشانی (بخاری: کتاب التفسیر)

3۔مُسَوِّمِيْنَ کا ترجمہ '' نشان لگے ہوئے'' سے کیا گیا ہے ان فرشتوں کے کیا نشان تھے اس کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتوں کی نشانی یہ تھی کہ وہ سفید پگڑیاں باندھے ہوئے تھے جن کے شملے کمروں پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ڈالے ہوئے تھے اور غزوہ حنین میں ان کے عمامے سرخ تھے (تفسیر انوار البیان:546/1)

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (126)

اور اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے محض خوشخبری بنایا ہے اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(126)

سوال1: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ''اور اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے محض خوشخبری بنایا ہے اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں'' فرشتوں کے نزول کا سبب کیا تھا؟

جواب:1۔فرشتوں کو اس لئے نازل کیا گیا تا کہ مسلمان خوش ہو جائیں، ان کے دلوں کو اطمینان ہو، ان کے دل سکون میں آئیں، ان کا خوف دور ہو اور ان کا قلق جاتا رہے۔ (ایسر التفاسیر:203)

2۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: فرشتوں نے یوم بدر کے سوا نہ انہوں نے دشمن پر ضرب لگائی نہ جنگ کی، وہ مدد اور تعداد میں اضافے کے لیے آئے تھے۔(تفسیر جامع البیان:88/4)

3۔مجاہد نے کہا: فرشتوں نے بدر کے سوا، نہ اس سے پہلے نہ اس سے بعد میں، کبھی جنگ نہیں کی (تفسیر مراغی:47/2)

سوال2: وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ''اور مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اور مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' العزیز وہ قوی ہے جس کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔الحکیم وہ ہے جو معاملات کی بہترین طریقے اور قوی وسائل سے تدبیر کرتا ہے۔وہ نصرت کے ظاہری اور باطنی اسباب کی طرف جس کی چاہتا ہے راہ نمائی کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو ہٹا دیتا ہے۔(تفسیر مراغی:48/2)

2۔وہ اپنی نصرت کو جس جگہ چاہتا ہے رکھتا ہے، وہ اہل بصیرت اور اور اہل تقویٰ کو ہی نوازتا ہے جو اس کے مستحق ہیں۔ (ایسر التفاسیر:204)

سوال3: وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ''اور مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے'' اللہ تعالیٰ کی مدد (فتح) کے بارے میں قرآنی مؤقف کو واضح کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔''اور مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے'' اللہ تعالیٰ کی مدد کے بارے میں قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ مدد اور فتح اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتی ہے۔2۔کسی رسول اور اس کے ساتھیوں کو فتح سے کوئی ذاتی مفاد نہیں ملتا، نہ اس میں ان کی کوئی ذاتی غرض ہوتی ہے۔3۔فتح حاصل کرنے میں نہ رسول کا دخل ہوتا ہے نہ اس کے ساتھیوں کا وہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو ظاہر کرتی ہے۔

سوال4:اَلْعَزِیْزِالْحَکِیْمِ''غالب،کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اللہ تعالیٰ عزیز وحکیم، غالب اور کمال حکمت والا ہے''تمام کام اس کی مرضی سے ہوتے ہیں، اُس کا ارادہ ہی کسی کام کو عملی شکل دیتا ہے، مادی اسباب بھی اس کی مدد کے بغیر مؤثر نہیں ہوتے۔

2۔فتح اسی کی جانب سے ہوتی ہے جو غالب اور کمال حکمت والا ہے،قوی اور دانا و بینا ہے۔

3۔اس کی طرف سے فتح عطا کرنے میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے یقیناً وہ عزیز وحکیم ہے۔

سوال5:اَلْعَزِیْزِالْحَکِیْمِ''سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنے العزیز اور الحکیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نزول سے اپنے العزیز یعنی غالب ہونے کا شعور دلایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کے اطمینان اور خوشی کے لئے فرشتوں کے نزول کا طریقہ اختیار کیا۔اس طرح اُس نے اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے کہ یقیناً وہ اپنی مخلوق کے معاملات کو حکمت کے ساتھ انجام دینے والا ہے۔

سوال6:''اللہ تعالیٰ عزیز وحکیم ہے''اس کے مومن کے دل پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مومن کے دل میں ایک خاص رابطہ ہو جاتا ہے۔

2۔بندہ عزیز وحکیم سے امید باندھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان براہ راست تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْ یَکْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآئِبِیْنَ(127)

تا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک حصے کو کاٹ دے یا ان کو ذلیل کر دے، پھر وہ نامراد واپس لوٹ جائیں۔(127)

سوال1:لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْ یَکْبِتَهُمْ''تا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک حصے کو کاٹ دے یا ان کو ذلیل کر دے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کی کیا صورتیں ہیں؟

1۔''تا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک حصے کو کاٹ دے یا ان کو ذلیل کر دے'' کافروں کی جماعت کو کاٹ لے یعنی وہ قتل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوجائیں یاقید ہوجائیں یاان کے شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوجائے یامال غنیمت حاصل ہو،اس طرح مومنوں کوقوت حاصل ہواور کافر ذلیل ہوجائیں۔2۔اسلام کا مقابلہ کرنے اوراسلام سے جنگ کرنے کی قوت انہیں یاافراد سے حاصل ہوتی ہے یاہتھیاروں سے یامال سے یازمین سے۔ان میں سے کسی بھی چیز کاختم ہوجانایامسلمانوں کے قبضے میں آنا،ان کی قوت میں کمی کا باعث ہے۔(تفسیر سعدی)

سوال2:لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا" تا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک حصے کوکاٹ دے"کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔طَرَفًا سے مراد طائفہ یعنی ایک حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ کاارادہ ہے کہ وہ دشمن کے ایک حصے کو ہلاک کردے۔i۔وہ قتل ہوں۔ii۔ان کی افرادی قوت کم ہو۔iii۔ان کی زمین ان کے ہاتھوں سے نکل جائے۔iv۔ان کی ظالمانہ حکومت کا دائرہ تنگ ہوجائے۔v۔ان کی دولت مالِ غنیمت کی کمی کی وجہ سے کم ہوجائے۔vi۔شکست کے نتیجے میں ان کی سرگرمیوں میں کمی آجائے۔

2۔"لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا" اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ایک حصے کوکاٹ دیا،ستر مشرکوں کو ہلاک کردیا۔(ایسرالتفاسیر:203)

3۔قتادہ کا قول ہے:اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن کافروں کے ایک حصے کوکاٹ دیا،ان کے بڑے بڑے رؤساءاوران کے برائی کے قائد مارے گئے۔(تفسیر جامع البیان:88/4)

سوال3:اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَاۗىِٕبِيْنَ"یاان کوذلیل کردے،پھروہ نامرادواپس لوٹ جائیں" سے کیامراد ہے؟

جواب:"یاان کوذلیل کردے،پھروہ نامرادواپس لوٹ جائیں" غزوۂ اُحد میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا مقصد یہ تھا کہ کافروں کی ایک جماعت کو ذلیل کیا جائے اور یہ بھی کہ سارے کے سارے کافر نامراد ہوکر واپس چلے جائیں۔1۔یعنی وہ ذلیل ورسوا ہوں اورشکست کھائیں۔2۔اپنے مقصد میں ناکام لوٹیں جبکہ وہ دبے ہوئے ہوں۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ(128)

آپ کواس معاملے میں کوئی اختیارنہیں،خواہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یاان کوعذاب دے،بلاشبہ وہی ظالم ہیں۔(128)

سوال1:لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ" آپ کواس معاملے میں کوئی اختیارنہیں" محمد ﷺ کا فیصلے کے اختیارات میں کوئی حصّہ نہیں،اس سے کیامراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں کیونکہ غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے دانت شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس قوم کو کیسے فلاح نصیب ہوگی جس نے اپنے نبی ﷺ کو زخمی کر دیا؟اس طرح آپ ﷺ نے لوگوں کی ہدایت کے معاملے سے نا اُمیدی کا اظہار کیا تھا۔اُس پر اللہ تعالیٰ نے وضاحت کر دی کہ آپ ﷺ کا اختیار نہیں کہ کسی کو ہدایت دینے کا یا نہ دینے کا فیصلہ کر لیں۔(تفسیر ابنِ کثیر:462/1) 2۔رسول اللہ ﷺ نے بعض قبیلوں کے لئے قنوتِ نازلہ کا اہتمام کیا تھا جس میں ان کے لئے بددعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ ﷺ نے بددُعا کا سلسلہ بند کر دیا۔(بخاری:4559,4560) سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی دوسری رکعت میں حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، اور صفوان بن امیہ پر لعنت بھیجتے تھے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔(صحیح بخاری :4070) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی پر بددعا کرنا چاہتے یا کسی کے لیے دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد کرتے (سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لک الحمد) کے بعد بعض اوقات آپ نے یہ دعا بھی کی۔''اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! مضر والوں کو سختی کے ساتھ پکڑ لے اور ان میں ایسی قحط سالی لا، جیسی یوسف کے زمانے میں ہوئی تھی'' آپ ﷺ بلند آواز سے یہ دعا کرتے اور آپ نماز فجر کی بعض رکعت میں یہ دعا کرتے۔''اے اللہ! فلاں فلاں اور فلاں کو اپنی رحمت سے دور کر دے۔''عرب کے چند خاص قبائل کے حق میں آپ (یہ بددعا کرتے تھے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی کہ'' آپ کو اس امر میں کوئی دخل نہیں۔''(صحیح بخاری کتاب التفسیر:4560)

سوال2:لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ'' آپ کو اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں''اس بات کے ایمان والوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:1۔اہلِ ایمان یہ جان لیتے ہیں کہ ان کی ذات فتح کا سبب نہیں بن سکتی۔

2۔اہلِ ایمان تکبر، احساسِ برتری، سخت گیری اور غرور سے محفوظ ہو جاتے ہیں جس میں عام طور پر فاتحین مبتلا ہو جاتے ہیں۔

3۔اہلِ ایمان کی روح اور طرزِ عمل متوازن ہو جاتے ہیں۔

سوال3:اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ''خواہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے''اس سے کیا مراد ہے اور یہ معافی کیسے ممکن ہوتی ہے؟

جواب:1۔''خواہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے''محمد بن اسحاق کا قول ہے اس سے مراد ہے کہ وہ اپنی رحمت سے جس کی چاہے توبہ قبول کر لے۔(ابن ابی حاتم:757/3) 2۔یہ معافی ایسے ممکن ہوتی ہے کہ اہلِ اسلام کی فتح کی صورت میں کافر سبق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیتے ہیں اور اسلام قبول کر لیتے ہیں یوں اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دیتے ہیں۔3۔جن مشرکوں کے حق میں آپ ﷺ نے یہ بددعا کی تھی، انہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قدموں پر لا ڈالا اور اسلام کے جانباز سپاہی بنا دیا۔(تفسیر تیسیر القرآن 302/1)

سوال4:اَوۡیُعَذِّبَہُمۡ ''یا ان کو عذاب دے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:''یا ان کو عذاب دے'' اس سے مراد ہے1۔عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ 2۔عذاب کی ایک صورت یہ ہے کہ دنیا میں اہلِ اسلام اُن پر غالب آ جاتے ہیں۔3۔دنیا میں قید ہونے کی صورت میں عذاب پاتے ہیں۔

4۔خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اور آخرِ کار جہنم کے مستحق بن جاتے ہیں۔

سوال5:فَاِنَّہُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ''بلاشبہ وہی ظالم ہیں'' کہہ کر کس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب:1۔''بلاشبہ وہی ظالم ہیں'' ظالم اسے کہتے ہیں جو حق دار کو اس کا حق نہ دے۔ایک انسان جب اپنے خالق کو نہیں پہچانتا، اپنی حیثیت نہیں پہچانتا، اپنی زندگی کے مقصد کو نہیں پہچانتا، زندگی کی بنیادی حقیقتوں کو نہیں مانتا تو دراصل وہ حقائق کا انکار کرتا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھولی گئی حقیقتوں کو ماننے والا مومن ہے تو انکار کرنے والا کافر ہے۔انکار کر کے ایک انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنا لیتا ہے۔2۔یہ ایک جملۂ معترضہ ہے جس سے مقصود نبی کریم ﷺ کو متنبہ کرنا ہے کہ کہیں آپ کے ذہن میں یہ بات نہ آ جائے کہ آپ کی ذات بھی کچھ مؤثر ہے اور آپ کے عقیدۂ توحید میں کچھ فرق آ جائے۔آپ تو ایک انسان ہیں۔آپ کا کام اللہ کے حکم کے مطابق انسانوں کو ڈرانا ہے، ان کی بخشش یا عذاب کا معاملہ تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ(129)

اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(129)

سوال1:وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے'' یعنی ملکیت بھی اس کی تخلیق بھی اسی کی، بندے بھی اسی کے، وہ جیسے چاہے تصرف کرے اور جیسے چاہے فیصلے کرے(ایسر التفاسیر:204)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔یعنی فرشتے،انسان،حیوان،جن،جمادات،افلاک وغیرہ۔اورزمین میں جوکچھ ہے،تمام اشیاءاللہ کی ملک اوراللہ کی مخلوق ہیں اوراس کی تدبیر کے تابع ہیں۔وہ ان میں اس طرح تصرف کرتا ہے جس طرح بادشاہ اپنے ملک میں تصرف کرتا ہے۔اس حکومت میں ان کا ایک ذرہ بھی نہیں۔(تفسیرسعدی:4191)

سوال2:اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا تعارف کیسے کروایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ آسمانوں اورزمین کا مالک ہے,اس ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

2۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے معاملات میں جوچاہے فیصلہ کرسکتا ہے،وہ اپنے بندوں پرظلم نہیں کرتا،وہ حکمت اورعدل سے فیصلے کرتا ہے۔3۔اس کی رحمت کے دروازے بندوں کے لیے کھلے ہوئے ہیں،وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اورجس کوچاہتا ہےعذاب دیتا ہے،وہ بےحدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے

سوال3:یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ'' وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اورجس کوچاہتا ہے عذاب دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اورجس کوچاہتا ہے عذاب دیتا ہے'' کسی بندے کو،چاہے وہ نبی مرسل ہو یا ولی مکرم،یہ اختیار حاصل نہیں کہ کسی کی قسمت کا فیصلہ کرے،اورکسی کو جنت میں بھیج دے اورکسی کوجہنم میں۔(تیسیرالرحمٰن)

2۔جب صورت حال یہ ہےتو وہ سب اس کی مغفرت اوراس کےعذاب کے درمیان ہے۔وہ جسے چاہتا ہے اس کی مغفرت اس طرح فرماتا ہے کہ ہدایت دے کراسلام میں داخل کردیتا ہے۔اس طرح اس کا شرک معاف کردیتا ہے۔اوراس پر یہ احسان فرماتا ہے کہ اسے گناہ ترک کرنے کی توفیق دیتا ہےاوراس طرح اس کے گناہ بھی معاف فرمادیتا ہے۔(تفسیرسعدی:4191)

سوال4:وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ'' اوراللہ تعالیٰ بےحدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنےغفوراوررحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنے اختیارات کی وسعت کا شعور دلایا ہے کہ وہ چاہےتو معاف کردے،چاہےتو رحمت کردے۔2۔اللہ تعالیٰ نے مالکِ کُل ہونے کی وجہ سے یہ شعوردلایا ہے کہ مغفرت اورعذاب دونوں ہی اس کے اختیار میں ہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات سے اپنی مغفرت اورمغفرت سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہےوہ عذاب دےسکتا ہے پھربھی اپنی رحمت سےڈھانپ لیتا ہے یقیناًوہ غفور ہے،رحیم ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر5

يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْالَاتَاْكُلُواالرِّبٰوٓااَضْعَافًامُّضٰعَفَةً ۠ وَاتَّقُوااللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(130)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کئی گنا سود نہ کھاؤ جو دگنے کیے ہوئے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔(130)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول بیان کریں؟

جواب:فریابی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لوگ وقت مقرر پر ادھار چیزوں کو فروخت کیا کرتے تھے یہ مدت پوری ہونے کے بعد قرض میں اضافہ کر دیتے تھے،اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ابن ابی حاتم:759/3)

سوال2:جنگِ احد میں فتح کس وجہ سے شکست میں بدل گئی؟

جواب:1۔اُحد کی شکست کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان مال کی حرص میں مبتلا ہوئے۔اپنے فرض کی ادائیگی کی بجائے مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے لیے مال کی محبت کی بنیاد پر ضرب لگائی ہے اور حکم دیا ہے کہ سود خوری سے باز آجاؤ۔لالچ اور دولت پرستی کی سب سے گھناؤنی صورت ''سود'' ہے۔سود خور اپنے نفع کا دن رات حساب کتاب کرتا ہے او راس رویے کی وجہ سے اس کے اندر روپے کی حرص بڑھ جاتی ہے۔2۔سود خوری سے قوم میں وہن اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔خودغرضی اور بخل کا جذبہ فروغ پا جاتا ہے اور سود خور قوم جہاد کے قابل نہیں رہتی اور پھر انصار کے یہود کے ساتھ سودی لین دین کے تعلقات تھے اور احد میں منافقین یہود کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا گویا اس کو حرام قرار دے کر ان تعلقات کو ختم کر دیا۔

سوال3:يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْالَاتَاْكُلُواالرِّبٰوٓااَضْعَافًامُّضٰعَفَةً ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کئی گنا سود نہ کھاؤ جو دگنے کیے ہوئے ہوں''اس مقام پر خاص طور پر سود کھانے سے روکنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:1۔غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی مالِ غنیمت کے لالچ کی وجہ سے ہوئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طمع کی سب سے زیادہ خوفناک شکل سود سے منع کیا ہے۔2۔جہاد میں ''فشل'' نامردی کا ذکر ہوا ہے اور سود خوری سے قوم میں وہن اور بزدلی پیدا ہوتی ہے،خودغرضی اور بخل کا جذبہ فروغ پا جاتا ہے اور سود خور قوم جہاد کے قابل نہیں رہتی اور پھر انصار کے یہود کے ساتھ سودی لین دین کے تعلقات تھے اور اُحد میں منافقین اور یہود کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا گویا اس کو حرام قرار دے کر ان تعلقات کو ختم کر دیا۔(تفسیر اشرف الحواشی:80/1) 3۔سود خوری نسلِ انسانی کو بے کار بنا دیتی ہے اور ایک ایسا گروہ پیدا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر دیتی ہے جو جماعت کے لیے نہایت مضر ثابت ہوتا ہے۔عوام میں جس قدر برائیاں پھیلتی ہیں وہ اُمراء کے گروہ کی بدولت پھیلتی ہیں۔ان کی آسائشوں بھری زندگی عوام کے اَخلاق کے لیے مستقل خطرہ ہے۔اسلام جو اَخلاق و اِصلاح کا علمبردار ہے کیسے سود کی اجازت دے سکتا ہے! (تفسیر سراج البیان:157/1)

سوال4:یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کئی گنا سود نہ کھاؤ جو دگنے کیے ہوئے ہوں'' اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''اے ایمان والو!'' کس بات پر دلالت کرتا ہے؟

جواب:1۔جہاں کہیں بھی قرآن مجید میں آتا ہے ''اے ایمان والو!فلاں کام چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایمان ہی وہ سبب ہے جو اس حکم کی اطاعت کا داعی اور موجب ہے اور اس نہی سے اجتناب کا باعث ہے۔کیونکہ ایمان ان تمام امور کی تصدیق کامل کا نام ہے جن کی تصدیق واجب ہے اور اعضاء کے اعمال کو مستلزم ہے۔(تفسیر سعدی:421/1)

2۔آیت میں لفظ ''ایمان'' کے ساتھ خطاب اس طرف اشارہ ہے کہ ایمان کا تقاضا سود کو چھوڑ دینا ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال5:لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا ''سود نہ کھاؤ'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا ''سود نہ کھاؤ'' اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ صرف کھاؤ نہیں بلکہ سود سے ہر طرح کا تصرف حرام ہے خواہ کھانا پینا ہو یا لباس ہر چیز اس میں شامل ہے۔2۔''الرِّبٰوا'' لغت میں اضافے کو کہتے ہیں اور شریعت میں اس کی دو قسمیں ہیں ربا فضل اور ربا نسیہ۔3۔ربا الفضل:سونے، چاندی گندم، جو، کھجور وغیرہ میں ہوتا ہے۔اسی جنس سے بیع حرام ہے۔یہ فضل یا زیادتی ہے4۔اور دوسرا ربا نسیہ:یہ ہے کہ کسی آدمی پر مدت مقررہ کے ساتھ قرض ہو تو مدت مقرر کرنا حلال ہے جب کہ اس قرض میں اضافہ نہ ہو اور اگر مہلت کے ساتھ قرض میں اضافہ ہو تو یہ ربا نسیہ ہے۔ (ایسر التفاسیر:204,205)

سوال6:اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ''کئی گنا جو دگنے کیے ہوئے ہوں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ''کئی گنا جو دگنے کیے ہوئے ہوں'' جاہلیت میں یہ ہوتا تھا کہ لوگ قرض کے لیے مہلت دیتے تو جتنی مہلت دیتے اتنا ہی قرض بڑھا دیتے، اس طرح قرض میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔(ایسر التفاسیر:204,205)

2۔''اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً'' کے الفاظ سے بعض لوگوں نے سود مرکب کو حرام اور سود مفرد کو حلال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہاں اس زمانے کے سود خوروں کی سنگدلی بیان ہو رہی ہے جو آج بھی موجود ہے۔زمانۂ جاہلیت میں بہت سے لوگ دوسروں کو سودی قرضے دیا کرتے تھے۔جب قرضے کی میعاد ختم ہو جاتی تو مقروض سے کہتے کہ قرض ادا کرو ورنہ سود میں اضافہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرو۔قرض ادانہ کرسکنے کی صورت میں میعاد کی توسیع کردی جاتی اورسود کی مقدار میں اضافہ کردیا جاتا،اس طرح کچھ عرصہ کے بعدسود کی مقدار اصل زر سے بھی کئی گنا زیادہ ہوجاتی۔سودی کاروبار کی اس بھیانک صورتِ حال کی طرف قرآن نے اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً'' کے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مرکب سود حرام ہے اور مفرد جائز ہے۔اسلام میں ہر قسم کا سود حرام ہے۔

سوال7:وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ''اوراللہ تعالیٰ سے ڈروتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' اوراللہ تعالیٰ سے ڈروتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ''۔سعید بن جبیر کا قول ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ'' اوراللہ تعالیٰ سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤاورسود نہ کھاؤ۔(ابن ابی حاتم:759/3) 2:تُفْلِحُوْنَ'' تم کامیاب ہو جاؤ''تم عذاب سے نجات پاؤاور جنت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو پاکر کامیاب ہوجاؤ۔(ایسرالتفاسیر:204,205)

سوال8:وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' اوراللہ تعالیٰ سے ڈروتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ''سودکھانے سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:1۔سود سے متعلق آیتوں میں تین بارلفظ' تقویٰ'' کودوہرایا گیاہے،گویاسودنہ لیناتقویٰ کی اہم صفت ہے۔2۔اللہ تعالیٰ کاتقویٰ،اس کا خوف ہی وہ بنیاد ہے جومومن کواس کی اطاعت کے لئے تیارکرتی ہے۔3۔تقویٰ کی وجہ سے مومن حق اور باطل میں تمیز کرتا ہے،حق کواپناتا ہے اور باطل کورد کرتا ہے4۔اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کوکامیابی کا باعث قرار دیا ہے یعنی تقویٰ اختیارکرنے پرہی تم کامیاب ہوسکتے ہو۔

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ(131)

اوراُس آگ سے ڈرجاؤجوکافروں کے لیے تیارکی گئی ہے۔(131)

سوال1:کن لوگوں کے لیےاللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ تیارکررکھی ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے تیارجہنم کی آگ تیارکررکھی ہے۔کبیرہ گناہ توکفر کے خصائل ہیں جن کے حاملین کے لیےاللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ تیارکررکھی ہے۔(تفسیرِسعدی) 2۔سعید بن جبیراللہ تعالیٰ کے قول'' وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ'' کے بارے میں کہتے ہیں:اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں سے سودکھانے والوں کوآگ سے ڈرایا ہے جوکافروں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے تیار کی گئی ہے۔(ابن ابی حاتم:760/3) 3۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ قرآن کریم میں یہ آیت سب سے زیادہ خوف دلانے والی ہے کہ اگر مسلمانوں نے تقویٰ کی راہ اختیار نہ کی تو اس آگ کا سامنا کرنا پڑے گا جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔(الاساس فی التفسیر:878/2)

سوال2:وَاتَّقُوا النَّارَ'' اور اُس آگ سے ڈر جاؤ'' سود اور آگ کا کیا تعلق ہے؟

جواب:1۔ایمان اور سودی نظام ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔2۔سود اور آگ کا تعلق ہے کیونکہ وہ معاشرہ جہاں سودی نظام قائم ہوگا دین سے خارج تصور ہوگا اور اس کا انجام آگ ہے جسے کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔3۔اس مقام پر شدید تنبیہ کی گئی ہے جو چھپی ہوئی نہیں ہے۔مومنوں کو مخاطب کر کے نافرمانیوں سے بچنے کا حکم دیا گیا جب کہ اس نے علم دیا ہے کہ تقویٰ سے جدا ہو کر اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔یہ بات تمام نافرمانیوں سے دور رکھتی ہے اور جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآنِ مجید میں سب سے زیادہ خوف دلانے والی آیت ہے۔اللہ تعالیٰ نے وعید دی ہے مومنوں کو اس آگ کی جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب نہیں کریں گے۔(تفسیر المراغی:56/2)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے سود کھانے سے روکتے ہوئے دو دفعہ تقویٰ کا حکم دیا۔ایک بار یہ فرمایا:لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ'' تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' اور دوسری بار آگ سے ڈرایا گیا۔حکمت واضح کریں؟

جواب:1۔ایک طرف تو اُمید دلائی گئی ہے کہ اگر سودی کاروبار چھوڑ دیں گے تو اُمید رکھ سکتے ہیں کہ کامیاب ہو جائیں۔اس لیے کہ کامیابی تقویٰ کی صورت مل سکتی ہے۔2۔دوسری طرف خوف دلایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو،جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو،عذابِ جہنم کا خوف ہو،وہ ہرگز سود نہیں کھا سکتا۔3۔اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے دل کے اندر اُمید کو ابھار کر اور خوف کو جگا کر اس کے ایمان کو بیدار کیا ہے۔ایمان کو قوی کیا ہے تا کہ اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو کافرانہ اعمال سے بچا لے کیونکہ ایمان صرف زبانی دعوے کا نام نہیں،اس کا تقاضا ہے کہ اپنی زندگی کو ایمان کے رنگ میں رنگا جائے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنی آگ کا خوف کیوں دلایا ہے،حکمت واضح کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنی آگ کا خوف دلانے سے پہلے اپنی ذات سے ڈرایا ہے۔جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی صحیح پہچان نہیں رکھتے ان کے لئے آگ خوف کا باعث بن سکتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کا خوف دلایا ہے تا کہ لوگ سود کھانے سے بچ سکیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ'' کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''اس آیت میں کافر کسے قرار دیا گیا ہے؟

جواب:1۔اس آیت میں کافر اسے قرار دیا گیا ہے جو حرام فعل یعنی سودخوری کا اِرتکاب کرتا ہے۔

2۔سودخوری کبھی آدمی کو کفر تک لے جاسکتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(132)

اور اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔(132)

سوال1:وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ'' اور اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو''اس آیت کا پس منظر بیان کریں؟

جواب:''اور اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو''ابنِ اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں:اس آیت میں ان لوگوں پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تھی جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اس دن کے لیے بھی اور اس کے علاوہ بھی۔(جامع البیان:94/4)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے لئے کس چیز کی شرط عائد کی ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے لئے اطاعت کی شرط عائد کی ہے کہ میری اور میرے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔2۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کرو تا کہ تم نیک مؤمن ہو جاؤ جن تک اللہ وعزو جل کی رحمت پہنچتی ہے۔(تفسیر واضح المیسر:148,149)

سوال3:اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے نتیجے میں فرمایا:لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' اطاعت کے ساتھ رحمت کے تعلق میں حکمت کی وضاحت کریں؟

جواب:ایک مسلمان نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت تو ہر حال میں کرنی ہے لیکن سودی کاروبار سے روکنے کے بعد اس رحمت کے ذکر میں حکمت ہے۔

1۔کسی ایسے معاشرے میں جہاں سودی کاروبار ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ممکن نہیں رہتی۔2۔سود کھانے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت کا جذبہ ہی باقی نہیں رہتا۔3۔سودی کاروبار سے روکنے کے لیے یہ واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت کر سکتا ہے اگر تم اطاعت کے طریقے پر آجاؤ۔4۔اللہ تعالیٰ اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی صورت میں ہی انسان پر رحم کیا جا سکتا ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (133)

اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔(133)

سوال1: وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ ''اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو'' اللہ تعالیٰ نے جنت اور مغفرت کے لئے جلدی کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے ہلاکت اور بربادی سے بچانے کے لئے جنت اور مغفرت کے لئے جلدی کرنے کا حکم دیا ہے۔انسان مال و دولت کے لئے بھاگ دوڑ کرتا ہے، لپکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کی بھاگ دوڑ کا رُخ جنت اور مغفرت کی طرف کیا ہے تاکہ مال و دولت کے پیچھے لگ کر انسان اپنی آخرت برباد کرنے سے بچ جائے۔2۔سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَسَارِعُوْٓا'' کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد ہے کہ نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔(تفسیر ابن ابی حاتم:761/3) 3۔اس چیز کی طرف جلدی کرو جو مغفرت کا مستحق بنا دے جیسے اسلام، توبہ اور اخلاص ہے۔(تفسیر البیضاوی:92/2)4۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے تم نیک اعمال کی جلدی کرو۔صبح کو آدمی ایماندار ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو ایمان دار ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا لوگ دین کو دنیا کے سامان کی خاطر فروخت کر دیں گے'' (جامع ترمذی:2195) 5۔ابو سروعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے مدینے میں عصر کی نماز پڑھی، پس آپ ﷺ نے سلام پھیرا اور نہایت تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی بیویوں میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے۔لوگ آپ ﷺ کی اس تیز رفتاری سے گھبرا گئے (تھوڑی دیر کے بعد) آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ آپ ﷺ کی اس تیز رفتاری پر تعجب کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے یاد آیا کہ ہمارے پاس (گھر میں سونے یا چاندی کی) ڈلی کا کچھ حصہ ہے، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ یہ (ڈلی) مجھے (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) روک دے، اس لیے (میں جلدی جلدی جا کر) اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔'' (صحیح بخاری:851) 6۔جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ ایک صحابی نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نبی ﷺ سے غزوۂ اُحد کے موقع پر پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ !اگر میں قتل کردیا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟'' حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جنت میں'' انھوں نے کھجور پھینک دی جو انکے ہاتھ میں تھی اور لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔(صحیح بخاری:4046) 7۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ اُحد کے دن ایک تلوار لے کر فرمایا: ''مجھ سے یہ تلوار کون لے گا؟'' پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھوں کو یہ کہتے ہوئے دراز کیا: میں، میں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اس کا حق ادا کرنے کی شرط پہ کون لیتا ہے؟'' (یہ سنتے ہی) لوگ پیچھے ہٹ گئے تو سیدنا سماک بن خرشہ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں اسے اس کا حق ادا کرنے کی شرط پہ لیتا ہوں۔'' پس انھوں نے یہ تلوار لے لی اور اسکے ساتھ مشرکین کی کھوپڑیاں پھوڑ دیں۔'' (صحیح مسلم:6353)

سوال2: وَسَارِعُوْٓا ''اور دوڑو'' اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کی بجائے جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کی بجائے جلدی کرنے کا حکم دے کر یہ یقین دلایا ہے کہ تم اکیلے اس راستے کے مسافر نہیں ہو کچھ اور لوگ بھی ہیں جو اس انعامی مقابلے میں شریک ہیں۔جیسا کہ ربّ العزت نے فرمایا:2۔فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو(البقرۃ:148) 3۔اسی طرح فرمایا: وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ''اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں(المطففین:26) 4۔اللہ تعالیٰ نے مسابقت کا جذبہ بیدار کیا ہے کہ اتنے زبردست انعام کے لیے جلدی کرو تاکہ انعام کے حقدار بن جاؤ۔5۔اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جنت یونہی نہیں مل جائے گی۔اس کے لیے محنت مشقت اور بھاگ دوڑ ناگزیر ہے۔6۔رب کی مغفرت اور جنت کی طرف استغفار، توبہ اور اعمال صالحہ کے ساتھ دوڑو۔(تفسیر القاسمی:228/4)

سوال3: عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ''جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔ابن کثیر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہا گیا ہے عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ''جنت بے حد فراخ ہے جب اس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے تو لمبائی کیا ہوگی؟(مختصر ابن کثیر:2/1572) رب العزت کا فرمان ہے: سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ''دوڑو اپنے ربّ کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے۔(الحدید:21) 3۔مسند احمد میں ہے کہ ہرقل نے حضور ﷺ کی خدمت میں بطور اعتراض کے ایک سوال لکھ بھیجا کہ آپ مجھے جنت کی دعوت دے رہے ہیں جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے تو یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایئے کہ پھر جہنم کہاں گئی؟حضور ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ جب دن آتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے؟(تفسیر ابن کثیر:463/1)

سوال4:اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''تیار کی گئی ہے''یعنی اس وقت موجود ہے۔اس آیت کے توسط سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جنت اور دوزخ تیار کی جا چکی ہے اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس بات کے قائل نہیں۔(تیسیر القرآن:307/1)2۔''اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے''متقی وہ ہے جو نہ واجب کو ترک کر کے اور نہ حرام کام انجام دے کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے،اور اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:206) 3۔یقیناً جنت متقیوں ہی کا حق ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

سوال5:جنت کا راستہ،مغفرت اور خطا بخشی کا راستہ ہے،اس کے لیے مومن کو کس یقین کی ضرورت ہے؟

جواب:1۔اس کے لیے مومن کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کی ضرورت ہے۔2۔اس کے لیے مومن کو جنت کے یقین کی ضرورت ہے۔3۔اللہ تعالیٰ کی آگ پر یقین کی ضرورت ہے۔4۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید کی ضرورت ہے۔5۔اس یقین کے ساتھ انسان جنت کے راستے پر گامزن ہو سکتا ہے۔

سوال6:۔مومن کے اندر اس یقین کی وجہ سے کون سے رویے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب:اس یقین کی وجہ سے مومن کے اندر جو رویے پیدا ہوتے ہیں ان کا تذکرہ اگلی آیت 134 میں کیا گیا:

1۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر حال میں مال خرچ کرنا خواہ بدحالی ہو یا خوشحالی۔2۔اپنے غصے کو پی جانا۔3۔دوسروں کے قصور معاف کر دینا۔4۔اگر فحش کام سرزد ہو جائے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنے اوپر ظلم کریں تو فوراً ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔5۔اپنے گناہوں پر اِستغفار کرنا۔6۔جان بوجھ کر گناہ پر اِصرار نہ کرنا۔

سوال7:اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تقویٰ جنت کی قیمت ہے،اس کی وضاحت کریں؟

جواب:تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کا حقیقی ڈر نفس کی وہ کیفیت ہے جس کے پیدا ہونے کی وجہ سے انسان مادّی دنیا اور خواہشات میں گھرے رہنے کے باوجود اپنی آخرت کی فکر میں رہتا ہے،آخرت کے لئے بھاگ دوڑ کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اگر تقویٰ نہ ہو تو انسان اس دنیا سے آگے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔اس اعتبار سے تقویٰ ہی وہ قیمت ہے جس کو ادا کر کے انسان جنت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

راستوں پر چل سکتا ہے۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (134)

وہ لوگ جوخوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(134)

سوال1: الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ ''وہ لوگ جوخوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں'' خوشی میں خرچ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔ ''وہ لوگ جوخوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں'' خوشی میں مال خرچ کرنے والے کے اندر مال کی وہ حرص نہیں ہوتی جو سود خور کے اندر ہوتی ہے۔2۔خوشی میں مال خرچ کرنے والے کا مال کے بارے میں نقطۂ نظر درست ہوجاتا ہے۔ انہیں کوئی کام اللہ تعالیٰ کی رضا کی جگہ مال خرچ کرنے سے نہیں روکتا۔وہ ہر قسم کی نیکیوں پر اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ 3۔خوشی میں مال خرچ کرنے والا تکبر میں مبتلا ہوکر غافل نہیں ہوتا۔وہ ہر حال میں خوش ہوں یا مغموم، صحت مند ہوں یا بیمار، مال دار ہوں یا نادار اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔4۔خوشی میں مال خرچ کرنے والے کو خوشی ان کا مقصد زندگی نہیں بُھلاتی اور تکلیف میں مال خرچ کرنے والا مقصد زندگی کو ترجیح دیتا ہے۔5۔خوشی اور تکلیف میں مال خرچ کرنے والوں کو ہر حال میں اپنی ذمہ داریوں کا شعور رہتا ہے۔سخاوت ایک مزاج ہے جس کا تعلق مالداری سے نہیں جسے سخاوت کا مزاج نصیب ہوجائے وہ ہر حال میں خرچ کرتا ہے۔

سوال2: انسان اپنے آپ کو مال کی محبت اور حرص سے کیسے آزاد کرواسکتا ہے؟

جواب: انسان اپنے مزاج کے اعتبار سے بخیل ہے۔اس کے اندر دولت کی طبعی محبت موجود ہوتی ہے۔اسے صدقات کے طریقے پر عمل پیرا ہونے اور قائم رہنے کے لیے ہر وقت ایک مضبوط جذبے کی ضرورت ہوتی ہے۔یہ مضبوط جذبہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنا سب کچھ لگادینے کا ہے۔انسان اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا سب کچھ تبھی قربان کرسکتا ہے جب اسے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہو اور اس کی ناراضگی کا شدید خوف ہو۔محبت اور خوف ہی ایسی قوتیں ہیں جن سے انسان اپنے آپ کو مال کی محبت اور حرص سے آزاد کرواسکتا ہے۔یہ دراصل تبدیلی ہے۔مال کی محبت کی جگہ اللہ تعالیٰ کی محبت لے لیتی ہے۔مال کی حرص کی جگہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی رضا کی حرص جگہ بناتی ہے۔ یہ کام خود سے خود نہیں ہوتا۔اس کے لیے شعوری کوشش کرنی پڑتی ہے مثلاً محبت اور خوف کے لیے اللہ تعالیٰ کی پہچان کی ضرورت ہے اور اس پہچان کے لیے غور وفکر کی ۔ایک غور وفکر کرنے والے کے لیے دنیا کی ہر چیز ایمانی رزق بن جاتی ہے۔ جو انسان شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محسوس کرتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بنتا ہے۔ جتنا یہ تعلق بنتا جاتا ہے، پہلے سے موجود تعلقات میں اتنی ہی کمی آتی جاتی ہے اسی وجہ سے مال سے اس کا تعلق کمزور پڑ جاتا ہے۔

سوال3: دو محبتیں (اللہ تعالیٰ کی محبت اور مال کی محبت) ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ہر محبت انسان کی زندگی کا رُخ متعین کرتی ہے۔انسان کی ساری سرگرمیاں اسی کے گرد گھومتی ہیں اور رویوں میں واضح فرق آجاتا ہے۔

مال کی محبت میں گرفتار انسان	اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا
1۔رات دن اس فکر میں رہتا ہے کہ کسی طرح اس کا مال دوگنا چوگنا ہوجائے۔	1۔رات دن اپنے مال کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگاتا ہے۔
2۔دنیا میں کامیاب ہونے کے لیے مال بڑھاتا ہے۔	2۔آخرت میں کامیاب ہونے کے لیے اپنے دنیا کے مال کو گھٹاتا ہے۔
3۔اس کا اصل سرمایہ مال کی محبت ہے۔	3۔اس کا اصل سرمایہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے۔
4۔اسے دنیا کے نفع کا شوق ہے۔	4۔اسے آخرت کے نفع کا شوق ہے۔
5۔اسے دنیا کے نقصان کا ڈر لگا رہتا ہے۔	5۔اسے آخرت کے نقصان کا ڈر لگا رہتا ہے۔
6۔دنیا میں بے قید (آزاد) زندگی گزارتا ہے۔	6۔دنیا میں پابند زندگی گزارتا ہے۔
7۔اپنی ضروریات کی طرف پوری توجہ لگی رہتی ہے۔	7۔اللہ تعالیٰ کے دین کی ضرورت کو اپنی ضرورت بنالیتا ہے۔
8۔ہر کام دنیا کے لوگوں کی خوشی اور اپنی خوشی کے لیے کرتا ہے۔	8۔ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

9۔دنیا کی نظروں میں پسندیدہ بننا چاہتا ہے۔	9۔اللہ تعالیٰ کی نظر میں زیادہ سے زیادہ پسندیدہ بننا چاہتے ہیں۔
10۔غصہ آجائے تو پھٹ پڑتا ہے۔	10۔غصہ آجائے تو برداشت کرتا ہے۔
11۔کسی سے شکایت ہوتو بدلہ لیتا ہے۔	11۔کسی سے شکایت ہوتو معاف کردیتا ہے۔
12۔غلطی ہوجائے تو احساس ہی نہیں ہوتا، اللہ کبھی یاد ہی نہیں آتا۔	12۔غلطی ہوتو چونک پڑتا ہے ،اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔
13۔اپنی غلطیوں اور گناہوں کو ہی تسلیم نہیں کرتا۔	13۔اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہے کہ وہ معاف کر دے،اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے۔
14۔مال دنیا میں ہی رہ جاتا ہے اور جب اپنے رب کے پاس پہنچتا ہے تو وہاں کچھ نہیں پاتا۔اس وقت اسے پتہ لگتا ہے: مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ آج میرا مال میرے کام نہ آیا۔میری سب حجت بازی مجھ سے ختم ہوگئی۔'' (الحاقه:28.29)	14۔اللہ تعالیٰ ایسی جنتیں عطا کرتا ہے جن کی وسعت آسمانوں اور زمین جیسی ہے۔

سوال4:وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ ''اور غصے کو پینے والے'' غصہ کیا ہے؟

جواب:غصہ ایک ردِعمل ہے۔اس صورت میں یہ ہوتا ہے کہ انسان کے خون میں گرمی پیدا ہوجاتی ہے اور انسان کے افعال اس کے قابو میں نہیں رہتے۔چہرے پر اس کے آثار نظر آتے ہیں،آنکھیں چڑھنے لگتی ہیں،نتھنے پھولنے لگتے ہیں،سانس پھولنے لگتا ہے اور انسان کی زبان بلا روک ٹوک بولنے لگتی ہے۔غصہ بڑھ جانے کی صورت میں انسان توڑ پھوڑ بھی کرنے لگتا ہے حتّٰی کہ ایسی حالت میں بعض اوقات لوگ دوسروں کو قتل تک کر ڈالتے ہیں۔کئی شوہر اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں۔کچھ لوگ بیوی بچوں کی پٹائی کر ڈالتے ہیں۔غرض انسان غصے میں انسان نہیں رہتا۔

سوال5:غصے کو پینے کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

جواب:1۔انسان دوسرے سے انتقام لینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو ظاہری طور پر غصہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے لیکن اندر حسد بن کر چھپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتا ہے اوردل کے اندر گہری دشمنی پیدا ہوجاتی ہے۔2۔غصے کودل میں چھپانے سے دل پر پردہ پڑجاتا ہے۔دل کے اندر کینے کی آگ سُلگنے لگتی ہے۔3۔انسان دوسروں سے انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہولیکن دل وجان سے معاف کردیتا ہے، درگزر کرتا ہے تو دل پر غصے کی وجہ سے جو پردہ پڑتا ہے وہ ہٹ جاتا ہے۔انسان کا دل مطمئن ہوجاتا ہے،ضمیر پرسکون ہوجاتا ہے اورروح ہلکی پھلکی ہوجاتی ہے۔

سوال6:وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ''اورغصے کو پینے والے''غصے کو پینے کی کون سی صورت افضل ہے؟

جواب:1۔غصے کو پینے کی افضل صورت یہ ہے کہ غصہ آئے تو معاف کردیں،درگزر کریں اوردل میں کینہ نہ رکھیں۔

2۔غصے کو پینے والے لوگوں کی برائیوں اورزیادتیوں کومعاف کردیتے ہیں۔غصے میں آپے سے باہر ہونا تو درکنار غصے کوظاہر بھی نہیں ہونے دیتے۔

سوال7:مومن غصے کوکنٹرول کیسے کرسکتا ہے؟

جواب:1۔غصہ پینے پراللہ تعالیٰ سے اجر کی امید باندھنے والا باذن اللہ غصے کوکنٹرول کرسکتا ہے۔2۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے انسان غصہ میں مجھے یادکرلیا کرو جب مجھے غصہ آئے گا تو تم مجھے بھی یادآجاؤ گیاور میں ہلاک کرنے والوں کے ساتھ میں تجھے ہلاک نہیں کروں گا۔(ابن ابی حاتم) 3۔جب غصہ دلایا جارہا ہوتو انسان اپنے شعور کے دروازے کھلے رکھے۔شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اس لیے کہ غصہ شیطانی فعل ہے،جب غصہ آجائے تو:i۔پانی پی لے،یہ غصے کی آگ کو بجھاتا ہے۔ ii۔اپنی حالت بدل لے یعنی کھڑا ہوتو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہوتو لیٹ جائے۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب تم میں سے کسی کوغصہ آئے اوروہ کھڑا ہوتو بیٹھ جائے اس طرح غصہ چلا جائے تو بہتر ہے ورنہ لیٹ جائے۔(مشکوۃ:434) iii۔جگہ بدل لے یعنی اس جگہ سے اُٹھ جائے یا چلا جائے چاہے تھوڑی دیر کے لیے ہی ہو۔iv۔ وضوکرلے،یہ طریقہ انتہائی مفید ہے۔اس میں حالت بھی بدلتی ہے،جگہ بھی بدلتی ہے اورسوچ بھی بدلتی ہے۔انسان اپنے منہ میں اورناک میں اورمختلف اعضاء پر پانی ڈالتا ہے جس کی وجہ سے سکون ملتا ہے اوراللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو کیفیت بدل جاتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ بلاشبہ غصہ شیطان سے ہے اور بے شک شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اورآگ کو پانی ہی بجھاتا ہے سوتم میں سے کسی شخص کوغصہ آئے تو وضوکرے۔(سنن ابوداود) 4۔غصہ آنے کے بعد جب کنٹرول ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے۔i۔جس پرغصہ آیا ہواس کومعاف کردے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8:غصے کے بارے میں نبی ﷺ کی احادیث بیان کریں؟

جواب:1۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''پہلوان وہ نہیں جو کشتی لڑنے میں غالب آجائے بلکہ اصلی پہلوان وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پالے۔''(بخاری:6114) 2۔کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا مجھے کچھ وصیت کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا:غصہ نہ کر۔وہ کہتے ہیں میں نے جوغور کیا تو معلوم ہوا کہ تمام برائیوں کا مرکز غصہ ہی ہے۔(مسند احمد:373/5)3۔سیدنا سہل بن معاذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:''جو شخص اپنا غصہ اتارنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی ضبط کرلے،تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جنت کی حورعین میں سے جسے چاہے منتخب کرلے۔جو شخص باوجود موجود ہونے کے شہرت کے کپڑے کو تواضع کی وجہ سے چھوڑ دے اسے اللہ تعالیٰ کرامت اور عزت کا حُلہ قیامت کے دن پہنائے گا۔جو کسی کا سر چھپائے اللہ اسے قیامت کے دن بادشاہت کا تاج پہنائے گا۔''(ابوداؤد:4777) 4۔جس نے قدرت کے باوجود غصہ پی لیا اللہ تعالیٰ اس کا سینہ نور اور ایمان سے بھر دیں گے۔

سوال9:وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ''اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں''دوسروں کے قصور معاف کرنا کب آسان ہوتا ہے؟

جواب:1۔دوسروں کے قصور معاف کرنا تب آسان ہوتا ہے جب مومن اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید باندھتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ غلطی تو کسی سے بھی ہوسکتی ہے،یہ غلطی مجھ سے ہوجاتی تو مجھے دوسرے سے کیا توقع ہوتی۔2۔جب مومن یہ سوچتا ہے کہ میں دن رات خطائیں کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی اُمید رکھتا ہوں تو اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا ہوتا ہے۔3۔جب مومن یہ سوچتا ہے کہ معاف کردینے کا اجر بہت بڑا ہے۔4۔جب مومن یہ سوچتا ہے کہ معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔

سوال10:عفوودرگزر کے بارے میں تین احادیث لکھیں؟

جواب:1۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھادیتا ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرمادیتا ہے۔''(مسلم:6592)2۔سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم مہربان ہوجاؤ تمہارے اوپر مہربانی کی جائے گی۔تم معاف کرو تمہیں بخش دیا جائے گا۔(مسند احمد:6541)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوااوراس نے پوچھا:اے اللہ کے رسول ﷺ !ہم خادم کوکس قدرمعاف کریں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔اس نے پھرسوال کیاتو آپ ﷺ خاموش رہے۔پھرجب تیسری بارپوچھاتو آپ ﷺ نے فرمایا:اسے ہرروزستر بارمعاف کرو۔(ابوداؤد:5164)

سوال11:وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ''اوراللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسندکرتاہے''اس کا مومن پرکیااثر ہوتاہے؟

جواب:1۔اس اعلان محبت کی وجہ سے مومن کے دل سے نیکی کا چشمہ پھوٹتاہے۔2۔مومن کے دل میں نیکی کے لیے جوش وخروش پیداہوجاتاہےاوراس کے لیےعفوودرگزرکرنا آسان ہوجاتاہے۔3۔اس خوشی میں مومن کے دل میں اپنے بھائی کے لیے حسداورکینہ نہیں رہتا۔5۔اس کی وجہ سے ایمان کارشتہ مضبوط ہوجاتاہے،آپس میں اتحاد پیداہوتاہے۔6۔اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سےمحبت رکھتاہے۔اس سےایک جماعتی زندگی کااحساس بیدارہوتاہےجس میں عفوودرگزرعام ہوتاہے۔

سوال12:محسن سے کیامرادہے؟

جواب:1۔محسن سے مرادہے احسان کرنے والا ہے۔2۔جومعاملات کوخوبی کے ساتھ سرانجام دیتاہے۔3۔محسن سے مراد مخلص ہے جواللہ تعالیٰ کے لیے اپنے ہرعمل کوخالص کرتے ہیں۔4۔احسان کی دوقسمیں ہیں:1۔اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں احسان 2۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق کےساتھ احسان

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۫ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ ۫ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ(135)

وہ ایسے لوگ ہیں جب کوئی برائی کربیٹھیں یااپنی جانوں پرظلم کربیٹھیں تووہ اللہ تعالیٰ کویادکرتے ہیں پھروہ اپنے گناہوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کوکون معاف کرسکتاہے؟اوراس پرجوانہوں نے کیا جان بوجھ کراصرارنہیں کرتے۔(135)

سوال1:وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً ''وہ ایسےلوگ ہیں جب کوئی برائی کربیٹھیں''اس سے کیامرادہے؟

جواب:ہربرےاوربےشرمی کے کام کوفحش کہتے ہیں۔فحش گوئی،فحش بینی،فحش سننا،میل ملاقات میں اللہ تعالیٰ کی حدودکا خیال نہ رکھنا،لباس میں حیاء کےتقاضوں کا خیال نہ رکھنا،ارادتاً فحش گوبننا مثلاً مسخرہ پن وغیرہ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:فحش کے بارے میں نبی ﷺ کی تین احادیث لکھیں؟

جواب:1۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس چیز میں بے ہودگی ہوگی اسے عیب دار کردے گی اورجس چیز میں حیاہوگی اسے وہ خوبصورت بنادے گی۔(ترمذی:1974)2۔سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مومن نہ طعن وتشنیع کرتا ہے،نہ لعنت اور نہ فحش کلامی کرنے والا ہوتا ہےاور نہ بدزبان۔(ترمذی:1977)

سوال3:انسان سے فحش کام کب سرزَد ہوتے ہیں؟

جواب:1۔جب انسان کوموت اورآخرت کی زندگی یعنی اپنا حساب کتاب یادنہ رہے۔

2۔جب انسان اللہ تعالیٰ سے غافل ہو۔3۔محفل میں بیٹھے ہوئے جب اللہ تعالیٰ کو یادنہ کیا جارہا ہو۔4۔جب انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پھیکا پڑجائے۔5۔جب انسان کواللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعوری احساس نہ رہے۔

سوال4:اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ''اپنی جانوں پرظلم کربیٹھیں''اپنی جانوں پرظلم کرنے سے کیامراد ہے؟

جواب:''اپنی جانوں پرظلم کربیٹھیں'':واجب کو چھوڑکر یاحرام کام کرکیاپنی جانوں پرظلم کربیٹھیں۔(ایسرالتفاسیر:206)

سوال5:ذَکَرُوااللّٰہَ''وہ اللہ تعالیٰ کو یادکرتے''انسان اپنے اوپرظلم کرنے سے کیسے رُک سکتا ہے؟

جواب:1۔اپنی موت کو یادکرکے۔2۔اپنے انجام کو یادکرکے۔3۔اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھ کے۔

4۔اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچ کے۔

سوال6:ذَکَرُوااللّٰہَ''توہ اللہ تعالیٰ کو یادکرتے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:''توہ اللہ تعالیٰ کو یادکرتے ہیں''اس کے وعدوں اور وعیدوں،اوراس کے امرونھی،اوراس کی عظمت وجلال کو یاد کرتے ہیں۔(تفسیرالمنیر:2/ 407)

سوال7:فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ''پھروہ اپنے گناہوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں''اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی کون مانگ سکتا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی وہ مانگ سکتا ہے جس سے اگرکوئی گناہ ہوجائے تواللہ تعالیٰ سے ڈرجائے اور فوراًاپنے گناہوں کی معافی مانگ لے۔2۔اکثرمحدثین نے کہا ہے کہ اس سے مرادمحض زبان سے استغفارنہیں ہے استغفار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو خالص توبہ ہے۔3۔اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی وہ مانگ سکتا ہے جس کے اندر تکبر نہ ہو۔4۔جو اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہو۔5۔جس کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ معاف کرسکتا ہے۔

سوال8:وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کرسکتا ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کوئی گناہ کرے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اے اللہ عزوجل اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے (مسند احمد) '' اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کرسکتا ہے''2۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مروی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہیں سے جو شخص کامل وضو کر کے اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريک له و اشهد ان محمدا عبدهو رسوله پڑھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے اندر چلا جائے3۔سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سنت کے مطابق وضو کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں میں نے آنسید نا ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا ہے جو شخص مجھ جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے (بخاری مسلم) 4۔ابوسعید خدری سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے کہ ابلیس نے اپنے رب سے کہا تیری عزت وجلال کی قسم! میں بنی آدم کو جب تک ان کی سانس چلتی رہے گی گمراہ کرتا رہوں گا تو اللہ نے کہا میرے عزت وجلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے مغفرت چاہتے رہیں گے میں انہیں معاف کرتا رہوں گا۔(مسند احمد)5۔ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا مجھ سے گناہ ہوگیا آپ نے فرمایا توبہ کرلے اس نے کہا میں نے توبہ کی پھر گناہ ہوگیا فرمایا پھر توبہ کرلے اس نے کہا مجھ سے پھر گناہ ہوگیا آپ نے فرمایا پھر استغفار کر اس نے کہا مجھ سے اور گناہ ہوا فرمایا استغفار کئے جا یہاں تک کہ شیطان تھک جائے پھر فرمایا گناہ کو بخشنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔6۔مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قیدی آیا اور کہنے لگا یا اللہ میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں محمد ﷺ کی طرف توبہ نہیں کرتا ''یعنی اللہ میں تیری ہی بخشش چاہتا ہوں'' آپ نے فرمایا اس نے حق دار کو پہنچایا۔(مسند بزار) 7۔رسول اللہ ﷺ نے منبر پر بیان فرمایا: لوگو تم اوروں پر رحم کرو اللہ تم پر رحم کرے گا لوگو تم دوسروں کی خطائیں معاف کرو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخشے گا باتیں بنانے والوں کی ہلاکت ہے گناہ پر جم جانے والوں کی ہلاکت ہے۔(مسند احمد)

سوال9:وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ''اور اس پر جو انہوں نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے'' اپنے گناہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر اِصرار کون کرتا ہے؟

جواب:1۔اصرار کے معنی ہیں گناہ پر توبہ نہ کرنا بلکہ اَڑ جانا، بے نیازی سے گناہ کرتے جانا اور ان پر پشیمانی کا اظہار کر کے توبہ نہ کرنا، دل کی سچائی سے توبہ کرنے کے بعد گناہ ہو جائے تو اسے اصرار نہیں کہتے۔2۔اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں میں بے باکی کے ساتھ غرق ہو جانے والا اصرار کرتا ہے۔3۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ سے مغفرت مانگ لی اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا چاہے وہ دن میں سو بار اس کا ارتکاب کرے۔(جامع ترمذی:3559)

سوال10:وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ''اور اس پر جو انہوں نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اور اس پر جو انہوں نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے'' قتادہ نے کہا اصرار سے بچو، ماضی میں اصرار کرنے والے ہلاک ہو گئے۔انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف اس حرام سے نہیں روکتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کیا تھا، اور وہ گناہ پر توبہ نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ انہیں موت آ جاتی تھی۔(تفسیر جامع البیان:4/101)

أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ(136)

یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، اُن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور کیسا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا!(136)

سوال1:أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ''یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور جنتیں ہیں''اللہ تعالیٰ ایک خطا کار انسان کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرتا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ انسان کی شخصی کمزوریوں سے واقف ہے کہ اس سے غلطیاں ہو سکتی ہیں۔وہ اس کی کمزوریوں کا لحاظ کرتا ہے تا کہ اس کے اندر مایوسی پیدا نہ ہو اور اُمید کا دیا روشن رہے۔2۔اللہ تعالیٰ انسان کے میلانات سے واقف ہے۔اگر اس کے اندر حیوانی میلانات ہیں تو دوسری طرف اس کے اندر رب کی طرف جھکنے کا رجحان بھی ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ گندگی میں مبتلا ہونے پر اس کو اوپر اُٹھاتا ہے، اُس کے پھسلنے پر اُسے تھپکی دیتا ہے، گرنے پر اُسے اُٹھاتا ہے اور اس شرط پر کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو اور جان بوجھ کر اپنی غلطی پر نہ اَڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔اور توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت اور جنت کا دروازہ کھول دیتا ہے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔3۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر تھوڑا عمل کیا مگر ان کو بہت زیادہ اجر عطا ہوا۔(تفسیرِ سعدی)

سوال2: توبہ کا دروازہ کھول کر اللہ تعالیٰ نے خطا کاری کا دروازہ کیسے بند کیا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھول کر شرمندہ ہونے والے انسان کی حوصلہ افزائی کی ہے، گناہ کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔2۔اللہ تعالیٰ توبہ کے لیے آمادہ کرتا ہے لیکن گناہوں کے سلسلے میں لاپرواہی کی اجازت نہیں دیتا۔3۔اللہ تعالیٰ مسلسل خطا کاری کو شِعار بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔4۔یہ دین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے توبہ کا دروازہ کھولتا ہے۔ کمزور مخلوق وقتی طور پر برائیوں اور گمراہیوں کے گڑھے میں کیوں نہ جا گرے، خطاؤں میں، گناہوں میں لتھڑے ہوئے انسان کو یہ دین بے آسرا نہیں چھوڑتا، اپنے انجام کے بارے میں مایوس بھی نہیں چھوڑتا۔اسے ہر وقت مغفرت کی اُمید دلائی جاتی ہے۔اس کی راہ نمائی کی جاتی ہے۔اس کو سہارا دیا جاتا ہے۔اس کو گناہ گارانہ زندگی چھوڑنے کے لیے اُمید دلائی جاتی ہے اور اس طرح اُسے راستہ مل جاتا ہے۔وہ اپنے گناہوں سے باہر آنے کے لیے استغفار اور اُمید کا دامن تھام لیتا ہے اور یوں گناہوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

سوال3: غزوۂ اُحد کے واقعات کے درمیان مسلمانوں کی نفسیاتی خصوصیات پر بات کی گئی۔ان نفسیاتی خصوصیات کی کیا اہمیت ہے؟ اور اس مقام پر ان کا تذکرہ کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ان صفات کا غزوۂ اُحد یعنی اسلام اور کفر کی جنگ سے گہرا تعلق ہے۔ان کے درمیان خاص مناسبت ہے۔جیسے سود خوری کی وجہ سے میدانِ جنگ میں مسلمانوں نے شکست کھائی تھی یعنی مالِ غنیمت کی حرص کی وجہ سے تیر اندازوں نے درّہ چھوڑ دیا تھا اور فتح شکست میں بدل گئی تھی، اسی طرح دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لیے اپنی ذات پر فتح حاصل کرنا ضروری ہے۔

اپنی ذات پر فتح پانے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے:

نتیجہ (End Result)	کوشش (Struggle)
1۔کنجوسی پر فتح یاب ہونا۔	1۔ہر حال میں مال خرچ کرنا (خوش حالی اور تنگ دستی میں)
2۔غصے پر فتح پالینا۔	2۔غصے پر قابو پا کر لوگوں کو معاف کر دینا۔
3۔نفس پر فتح پانا۔	3۔بے حیائی یا گناہ کا کام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یاد آجانا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

4۔گناہ کرنے کی بجائے کنٹرول کرلینا۔	4۔Alarming system کا activate ہونا جس کی وجہ سے گناہوں کا بروقت احساس ہوتا ہے۔ اس شدید احساس سے انسان گناہ سے بچ جاتا ہے۔
5۔خواہش پر فتح پانا۔	5۔خواہشات خطاؤں کی طرف لے جانے لگیں تو پلٹ آنا۔
6۔اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔	6۔خطاؤں اور گناہوں پر اصرار کی بجائے شرمندہ ہونا، اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا، گناہوں کی طرف لپکنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا۔
7۔تکبر پر فتح پانا۔	7۔اپنی ذات کی بے بسی کی طرف توجہ کرنا اور عاجزی کی روش اختیار کرنا۔
8۔اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہونا۔	8۔دنیا طلبی کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہونا۔
9۔نفس کی رضا پر فتح پالینا۔	9۔خواہشاتِ نفس پر کنٹرول پا کر، اللہ تعالیٰ کی رضا پانے کی کوشش کرنا، اس کی قدرتوں کو شعوری طور پر محسوس کر کے اور اپنے آپ کو ہر وقت اس کی گرفت میں سمجھتے ہوئے۔
10۔اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہونا۔	10۔اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب کو ہی اپنے لیے سب سے زیادہ ضروری خیال کرنا۔

یہ جنگ مومن کے اندر جاری رہتی ہے۔ وہ اپنے اوپر فتح یاب ہو تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر بھی فتح حاصل کر لیتا ہے۔

سوال4: اسلام دشمنی کے بنیادی اسباب کیا تھے جن کی بناء پر غزوۂ احد میں قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوئے؟

جواب: اسلام اور کفر کے درمیان بنیادی فرق عقائد اور رویوں کا تھا جو ان کے ماننے والوں کے درمیان تھا۔ اس فرق کا ہم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موازنہ کرسکتے ہیں:

(کفر)کافر	(اسلام)مسلمان
1۔خواہش پرست	1۔خداپرست۔اپنی خواہشات کوکنٹرول کرنے والے۔
2۔اپنی ذات اوراپنی زندگی کے نظام میں اللہ تعالیٰ کے احکامات، اس کی شریعت اوراس کے پسندیدہ نظامِ زندگی کے پیروکارنہیں تھے۔	2۔اپنی ذات اوراپنی زندگی کے نظام میں اللہ تعالیٰ کے احکامات، اس کی شریعت اوراس کے پسندیدہ نظامِ زندگی کے پیروکار تھے۔
3۔اللہ تعالیٰ کے نافرمان۔	3۔اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار۔
4۔اللہ کے رسول ﷺ کے دشمن۔	4۔اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے۔
5۔خطاکار، گناہ گار۔	5۔گناہ کرنے کے مقابلے میں ضبط کرنے والے۔
6۔بے حیا۔	6۔بے حیائی کے کاموں سے رکنے والے۔
7۔غصے کے بعدانتقام میں اندھے ہوجانے والے۔	7۔غصے پرقابو پاکرلوگوں کومعاف کردینے والے۔
8۔اپنی خواہشات کی طرف رجوع کرنے والے۔	8۔اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے۔
9۔اپنی اوراپنے جیسے انسانوں کی رضا کونصب العین بنانے والے۔	9۔اللہ تعالیٰ کی رضامندی کونصب العین بنانے والے۔
10۔بخل کی نمائندگی کرنے والے۔	10۔کنجوسی پرفتح یاب ہونے والے۔

مسلمانوں اورکافروں میں دشمنی کی یہی بنیادی وجوہات ہیں اوریہی وجوہات تھیں جن کی بناء پرمعرکہ آرائی ہوئی تھی۔رہتی دنیاتک اسلام اورکفر کے درمیان انہی بنیادوں پرجنگ جاری رہے گی۔

سوال5:تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ’’جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے‘‘اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت اور جنت ہے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔2۔جہاں اللہ تعالی کی رضا ہوگی، جہاں کوئی دکھ، کوئی غم، کوئی حسرت، کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔3۔جہاں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، کبھی دیس نکالا نہیں دیا جائے گا۔4۔جہاں کی نعمتوں کو کبھی زوال نہیں آئے گا، جہاں کسی کی خوشیوں کو غم نہیں ڈسیں گے، جہاں کسی کی زندگی کو موت نہیں آئے گی، جہاں کسی کی جوانی کو کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

سوال6:وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ''اور کیسا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کے لیے''کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' اور کیسا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا!'' مقاتل بن حیان کا قول ہے:اجرالعاملین:اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کا بدلہ جنت ہے ۔(فتح القدیر:486/1) 2۔اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ:''عمل کرنے والوں کا بدلہ''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر تھوڑا عمل کیا مگران کو بہت زیادہ اجر عطا ہوا۔مشقت برداشت کرنے کے بعد ہی راحت کی امید ہوتی ہے اور جزا کے وقت ہی عمل کرنے والوں کو اپنے عمل کا پورا اور وافر بدلہ عطا ہوتا ہے۔(تفسیرِ سعدی)

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (137)

تم سے پہلے بھی بہت سے طریقے گزر چکے ہیں،سوتم زمین میں چل کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔(137)

سوال1:قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ '' تم سے پہلے بھی بہت سے طریقے گزر چکے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

1۔'' سُنَنٌ ''سنت کی جمع ہے وہ سیرت اور طریقہ ہے جس پر فرد اور جماعت ہوتی ہے اور اللہ تعالی کی سنن سے مراد اپنی مخلوق کے بارے میں اس کے طریقے اور اس کا قانون جو ماضی میں مخلوق کے بارے میں جاری رہا۔(ایسرالتفاسیر:208) 2۔یہاں پہلے لوگوں کے طریقے سے مراد رسولوں کو جھٹلانا،اُن کے احکامات کی نافرمانی کرنا ہے۔3۔مجاہد کا قول ہے:قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ سے مراد کافروں اور مومنوں اور خیر وشر کے طریقے ہیں۔(تفسیر جامع البیان:104/4)

سوال2:اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی سنت کیا ہے؟

جواب:1۔دنیا میں لوگوں کے حالات بدلتے رہتے ہیں۔2۔اس دنیا میں لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ ان کی روح خالص ہو جائے۔3۔ان کے صبر کو آزمایا جاتا ہے،اس مقصد کے لیے ان پر مصیبتوں اور آزمائشوں کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔4۔جو صبر سے کام لیتے ہیں انہیں فتح نصیب ہوتی ہے۔5۔اور جو لوگ حق کو جھٹلاتے ہیں اور کفر کا رویہ اختیار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔

سوال3:قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ''تم سے پہلے بھی بہت سے طریقے گزر چکے ہیں''مسلمانوں کو یہ بات کیوں کہی گئی؟

جواب:مسلمانوں نے غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے حکم خلاف ورزی کی تھی۔آپ ﷺ نے جن تیراندازوں کو غزوۂ اُحد میں عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک پہاڑی پر مقرر فرمایا تھا اس مقصد کے لئے کہ جو گھڑ سوار ادھر سے آئیں انہیں پیچھے دھکیل دیں اور فتح ہو یا شکست اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔پھر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو اس دستے کے افراد میں اختلاف ہو گیا۔ان میں سے ایک گروہ کا یہ خیال تھا کہ اب جنگ ختم ہوگئی ہے لہٰذا یہاں رہنا ضروری نہیں۔وہ درّے سے ہٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والے دس افراد باقی رہ گئے۔اس موقعے سے کافروں نے فائدہ اُٹھایا اور مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔اس موقعے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ ہوا ہے نئی بات نہیں،اس سے پہلے بھی لوگ رسولوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔

سوال4:فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ ''سو تم زمین میں چل کر دیکھو''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:''سو تم زمین میں چل کر دیکھو''اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اس مقصد کے لیے ہے کہ ہلاک ہونے والوں کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔

سوال5:فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ''سو تم زمین میں چل کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا''اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والوں کے انجام کی طرف توجہ کیوں مبذول کروائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والوں کا انجام اس لئے سامنے رکھا ہے تا کہ لوگ رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے سے بچ جائیں۔

سوال6:گزشتہ اقوام کا انجام دیکھنے کا ہمیں کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟

جواب:1۔زمین پر انسانی زندگی ایک کھلی کتاب ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس زمین پر واقعات کے فیصلے کس بنیاد پر ہوتے ہیں۔2۔انسان کو یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نظام کس قدر پختہ ہے جس کے تحت یہ واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔3۔یہ پتہ چلتا ہے کہ ان واقعات کی روانی میں آئندہ کے لیے کیا لائن ہے۔4۔اب اللہ تعالیٰ کی ہدایات آجانے کے بعد مسلمانوں کی جانب سے ایسے واقعات ہونے چاہئیں کہ انہیں کامیابی حاصل ہو اور مسلمانوں کی طرف سے پہلا کام اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔5۔یہ پتہ چلتا ہے کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا جو انجام کل ہوا تھا وہی انجام آج بھی طے ہے تا کہ اُمت کے افراد اپنے انجام کے بارے میں مطمئن اور یک سو ہو جائیں اور جھٹلانے والوں کے ساتھ پھسل نہ جائیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

6۔کوئی قوم ایسی نہیں جہاں اللہ کا پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ اور کوئی اُمت نہیں مگر اس میں ایک خبردار کرنے والا گزرا ہے۔(فاطر:24)7۔جب تک کوئی قوم اپنے پیغمبر کی تعلیمات پر عمل پیرا رہتی ہے تو یہ اس کے عروج کا زمانہ ہوتا ہے اور جب یہی قوم عیش وعشرت اور فحاشی و بے حیائی اور معصیت کے کاموں میں مبتلا ہو جاتی ہے جس کا نام ان کی زبان میں تہذیب ہوتا ہے تو اس پر بتدریج زوال آنا شروع ہو جاتا ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن 310/1)

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ(138)

لوگوں کے لیے یہ بیان ہے اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔(138)

سوال1:هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ ''لوگوں کے لیے یہ بیان ہے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:''لوگوں کے لیے یہ بیان ہے''اس سے مراد یہ ہے کہ تاریخی واقعات جو قرآنِ حکیم میں بیان ہو رہے ہیں،عام لوگ جن کے پاس کوئی علمی ذخیرہ نہیں ہے ان کے لیے تو علمی بیان ہے۔یہ قرآن انسانیت کے لیے ایک دوررس انقلاب ہے اور جب تک یہ قرآن بیان نہ کیا جائے یہ انقلاب نہیں آ سکتا۔

سوال2:وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ''اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔''اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے''اس لیے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے دل ہدایت کے لیے کھلے ہوتے ہیں,وہی ہدایت قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔3۔سچائی اور حق کو قبول کرنے کے لیے ہدایت اس صورت میں مل سکتی ہے جب دل ایمان اور یقین سے بھر جائے۔4۔ایمان اور تقویٰ ہی سے انسان حق کے راستے کی تکلیفیں برداشت کر سکتا ہے۔

سوال3:قرآن حکیم متقیوں کے لیے کیسے ہدایت اور نصیحت ہے؟

جواب:1۔متقیوں کے لئے قرآن مجید ہدایت اور نصیحت ہے۔اس میں پچھلے لوگوں کے حالات سے ہدایت دی گئی اور اُن جیسے طرزِ عمل سے بچنے کی نصیحت کی گئی ہے۔2۔''لوگوں کے لیے یہ بیان ہے''اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو جنگ کرنے کے لیے آئے تھے اور عام مکذبین بھی۔(تفسیر انوار البیان:553/1) 3۔موعظہ مومن کی ایسی نصیحت ہے جس کی وجہ سے دوسرا مومن کامیابی کے نجات کے راستے پر چلتا ہے۔4۔موعظہ:جس کی وجہ سے دلوں کو نرم کیا جاتا ہے اور اطاعت کرنے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دعوت دی جاتی ہے۔(تفسیرالمنیر :2/ 421)

وَلَاتَهِنُوْاوَلَاتَحْزَنُوْاوَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(139)

اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔(139)

سوال1:وَلَاتَهِنُوْاوَلَاتَحْزَنُوْاوَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ''اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔الوھن: رائے،عمل اور امور کے انجام دینے میں کمزور پڑنا۔(تفسیرالمنیر :2/ 421) 2۔وَلَاتَهِنُوْا: کفار سے جنگ کرنے میں کمزور نہ پڑو۔ 3۔وَ لَا تَهِنُوْا:تم کمزور نہ پڑو ورنہ جہاد سے ہی بیٹھ جاؤ گے (ایسر التفاسیر:209) 4۔وَلَا تَحْزَنُوْا:اور نہ غم کرو جو تمہارے مرد میں سے چلے گئے (ایسر التفاسیر:209) 5۔وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ''اور تم ہی غالب رہو گے'' قتادہ کا قول ہے: یعنی اصحاب محمد ﷺ انہیں اپنے دشمن سے جنگ کی ترغیب دلائی ہے اور انہیں عاجز اور کمزور پڑنے سے روکا ہے۔(تفسیر جامع البیان:4/106) 6۔اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ''اگر تم مومن ہو'' اللہ تعالی نے ہمیشہ کے لیے ایک کلیہ بیان فرما دیا کہ اگر تم فی الواقع مومن ہو اور سست اور غمزدہ ہونے کی بجائے اللہ پر توکل اور صبر کرو گے تو اللہ تعالی یقیناً تمہیں غلبہ عطا کرے گا اور اگر تم مغلوب و مقہور ہو تو وہ وجوہ تلاش کرو جن کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن: 1/310)

سوال2:رسول اللہ نے الْوَهَنُ کے بارے میں کیا وضاحت فرمائی ہے؟

جواب:سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ '' آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔''اسی مسند احمد میں مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' ڈر ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گی۔جس طرح کے بھوکے کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔''صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ! کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اس وقت تمہاری کثرت ہوگی،لیکن تمہاری حالت اس وقت سیلاب کے خس وخاشاک جیسی ہوگی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھ جائے گا۔اور تمہارے دلوں میں بزدلی پیدا ہو جائے گی۔''صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ !بزدلی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:حُبُّ الْحَيَاتِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْت ''زندگی سے محبت اور موت کا ڈر۔''(مسند احمد:5/278 سنن ابی داود 4297)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے غلبے اور قوت کا راز کس کو قرار دیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے غلبے اور قوت کا راز ایمان کو قرار دیا ہے کہ اگر ایمانی قوت موجود ہے تو غلبہ تمہارا ہے۔

سوال4: غزوۂ احد میں شکست کے بعد دل شکستگی اور مایوسی سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا ہدایات دیں؟

جواب: غزوۂ احد میں شکست کے بعد دل شکستگی اور مایوسی سے بچانے کے لئے فرمایا گیا جو مصائب پیش آ رہے ہیں اور جو مفادات تم سے چھوٹ گئے ہیں ان پر غم نہ کرو، ان پر ہمت نہ ہارو، تم غالب ہو اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی مخلوق کے سامنے نہیں جھکتے۔ تمہارا نظامِ حیات افضل ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ تمہارا کردار اعلیٰ ہے اس لیے کہ تم پوری انسانیت کے لیے راہ نما ہو۔ اس زمین پر تمہارا مقام بلند ہے اس لیے کہ تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد باندھ رکھا ہے اور دوسرے لوگوں کا کوئی عہد نہیں۔ اگر تم سچے مؤمن بنو تو تم دنیا میں سربلند رہو گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا طریقۂ کار ہے کہ کبھی تم پر مصیبت آئے گی اور کبھی تم کامیاب رہو گے تاکہ کھوٹے اور کھرے کے درمیان فرق ہو جانے کے بعد تمہارا انجام اچھا ہو۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے سُست پڑنے اور غم کھانے سے روکا ہے۔ ان دو کیفیات کا خاص طور پر یہاں کیوں ذکر کیا گیا؟

جواب: یہاں ان دو کیفیات کا اس لئے ذکر کیا گیا کیونکہ شکست کے بعد اس کا غم لاحق ہو جاتا ہے اور غم سست کر دیتا ہے۔ یہ میدانِ جنگ میں شکست کے بعد دلوں کی شکست ہے۔ شکست خوردگی جو انسان کے نفس کو لاحق ہو جاتی ہے انسان کو اُٹھنے نہیں دیتی، بے عمل کر دیتی ہے جبکہ ایمان عمل کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کیفیات سے باہر نکالا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب رہو گے لہٰذا نہ سست پڑو نہ غم کھاؤ۔

سوال6: اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ''اگر تم مومن ہو'' اللہ تعالیٰ نے غلبے اور قوت کا اصل راز کسے قرار دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے غلبے اور قوت کا اصل راز ایمان کو قرار دیا ہے کہ اگر ایمانی قوت موجود ہے تو غلبہ تمہارا ہے۔

اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُہٗ ؕ وَ تِلۡکَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُہَا بَیۡنَ النَّاسِ ۚ وَ لِیَعۡلَمَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ یَتَّخِذَ مِنۡکُمۡ شُہَدَآءَ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ (140)

اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو انہیں بھی یقیناً اس جیسی چوٹ لگ چکی ہے اور یہ دن ہیں جنہیں ہم انہیں لوگوں کے درمیان گھماتے رہتے ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان لے جو ایمان لائے اور تم میں سے بعض کو شہید بنا لے، اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔ (140)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ جب عورتوں پر اُحد کے دن (غلط بات مشہور ہونے کے بعد) صورت حال کی تحقیق میں دیر ہوئی تو وہ معلومات کرنے کے لیے نکلیں دیکھا کہ دو آدمی اونٹ پر آرہے ہیں تو ایک عورت نے ان سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں کیا اطلاع ہے ان سواروں نے کہا کہ آپ زندہ ہیں تو وہ عورت بولی اگر رسول اکرم ﷺ سلامت ہیں تو اب کسی بات کا فکر نہیں اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے اپنے بندوں کو شہید کر دے تو اسی عورت کے الفاظ کے مطابق قرآن کریم کی یہ آیت وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ نازل ہوگئی۔(ابن ابی حاتم:774/3)

سوال2:ایمان والوں کو کس چیز سے جانچا جاتا ہے؟

جواب:ایمان والوں کو صبر واستقامت سے جانچا جاتا ہے کیونکہ صبر اور استقامت ایمان کا تقاضا ہے۔

سوال3:اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ "اگر تمہیں چوٹ لگی ہے" یہاں کون سی چوٹ کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب:یہ وہ چوٹ ہے جو اہلِ اسلام کو اُحد کے میدان میں لگی تھی۔

سوال4:فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ "تو انہیں بھی یقیناً اس جیسی چوٹ لگ چکی ہے" اللہ تعالیٰ نے زخم خوردہ لوگوں کے دلوں پر کیسے مرہم رکھا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے زخم خوردہ لوگوں کے دلوں پر دلیل کا مرہم رکھا ہے کہ اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف بھی زخمی ہو چکے ہیں۔کافر قوم کو لگنے والی چوٹ سے مراد غزوۂ بدر ہے جس میں مسلمان صحیح سلامت رہے جبکہ 70 کافر قتل ہوئے اور 70 ہی قید ہوئے۔

سوال5:وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ "یہ دن ہیں جنہیں ہم انہیں لوگوں کے درمیان گھماتے رہتے ہیں" اللہ تعالیٰ دنوں کو لوگوں کے درمیان باری باری بدلتا کیوں رہتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ دنوں کو لوگوں کے درمیان اپنی حکمت کے تقاضے کی وجہ سے باری باری بدلتا ہے۔1۔انسان جب سختی اور کشادگی کی مختلف کیفیات سے گزرتا ہے تو اس کے اندر کی چھپی ہوئی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔2۔لوگوں کے مزاج کا پتہ چل جاتا ہے۔3۔یہ پتہ چل جاتا ہے کہ:i۔کون خالص ہو چکا ہے اور کس کے اندر میل کچیل موجود ہے؟ii۔کون جلد باز ہے اور کون ثابت قدم؟iii۔کون اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اور کون مایوس ہو جاتا ہے؟iv۔کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتا ہے اورکون ہے جوسرکشی اورخودسری کارویہ اختیارکرتا ہے؟4۔اس طرح انسانوں کے اندرکی کمزوریاں دورہوجاتی ہیں۔5۔زندگی کےنشیب وفرازایسی کسوٹی ہیں جس کا نتیجہ غلط نہیں ہوتا۔

سوال6:اُحدکی شکست میں مستقبل کے لئے کیا حکمتیں پوشیدہ تھیں؟

جواب:اُحدکی شکست اگرچہ مسلمانوں کی اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہوئی لیکن اس میں مسلمانوں کے مستقبل کے لئے بڑی حکمتیں پوشیدہ تھیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ یہ شکست اس لئے تھی:1۔تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لے۔2۔تاکہ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ شہادت کے درجے پر فائز کرے۔3۔تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو الگ کردے۔4۔تاکہ اللہ تعالیٰ کافروں کومٹادے۔

سوال7:وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ''اورتم میں سے بعض کوشہید بنالے''شہید کسے کہتے ہیں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارا جانے والا۔عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ بن ابی عامرلڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ شداد بن اسود نے حنظلہ پرتلوارکاوارکرکے انہیں شہید کردیا۔ان کی شہادت کے بعدرسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا''تمہارے ساتھی حنظلہ کوفرشتے غسل دے رہے ہیں،اس کی بیوی سے(اس کی وجہ)پوچھو۔بیوی سے پوچھا گیا تواس نے بتایا کہ جب حنظلہ نے معرکہ آرائی کا سنا تواس پرغسل واجب تھا لیکن وہ اللہ کے راستہ میں اسی حالت میں نکل کھڑا ہوا۔یہ سن کررسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ کوغسل دیا۔(مستدرک حاکم:4917) 2۔سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد جب(غزوۂ احد)میں شہید ہوئے تو میں بار باران کے چہرے سے کپڑا ہٹاتا تھااورروتا تھا تولوگ مجھے منع کرتے تھے مگرنبی ﷺ مجھے منع نہ فرماتے تھے۔پھرمیری پھوپھی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم روؤیانہ روؤ،فرشتے برابران پراپنے پروں سے سایہ کیے رہے، یہاں تک کہ تم نے انہیں(میدان جنگ سے)اٹھایا۔''(صحیح بخاری:1244)

سوال8:وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ''اوراللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا اس سے مراد یہ ہے کہ جولوگ ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کوان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔میدانِ جنگ میں اگراُن کی طرف سے تمہیں زخم پہنچے تویہ تواس وجہ سے کہ تمہارے ایمان کی آزمائش ہوجائے اورتم میں سے کچھ لوگ شہادت کے درجے پرفائز ہوجائیں۔ورنہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں سے محبت نہیں رکھتا۔2۔ابن اسحاق نے کہااس سے مراد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

منافق ہیں جو اپنی زبانوں سے اطاعت کا اظہار کرتے ہیں اور دل ان کے نافرمانی پر اصرار کرتے ہیں۔(تفسیر جامع البیان:4/111)

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ(141)

اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خالص کر لے جو ایمان لائے اور کافروں کو مٹا دے۔(141)

سوال1:وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا"اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خالص کر لے جو ایمان لائے" تمحیص سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔تمحیص سے مراد اختیار کرنا،چن لینا،تطہیر اور خالص کرنا ہے۔2۔تطہیر اور خالص کرنے سے مراد گناہوں سے پاک اور صاف کرنا ہے۔(فتح القدیر) 3۔اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو منافقین سے پاک کرتا ہے اور وہ منافقین سے الگ ہو جاتے ہیں اور وہ منافق اور مومن کو پہچان لیتے ہیں۔(تفسیرِ سعدی)

سوال2:وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ '' اور کافروں کو مٹا دے۔'' اللہ تعالیٰ کافروں کو کیسے مٹاتا ہے؟

جواب: کافروں کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا طریقۂ کار عجیب ہے۔اللہ تعالیٰ وقتی فتح سے انہیں تکبر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا ہے۔یہی چیز ان کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔وَيَمْحَقَ:'' اور (کافروں) کو مٹا دیا'' اللہ تعالیٰ کفر اور کافروں کے آثار مٹا دیتا ہے(ایسر التفاسیر:208)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ(142)

یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے،حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک اُن کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تا کہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو۔(142)

سوال1اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ '' یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے'' اس سے کس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب:یعنی یہ نہ سمجھ لینا اور نہ تمہارے دل میں یہ خیال آئے کہ تم کسی مشقت اور اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے لیے کوئی تکلیف اٹھائے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ گے اس لیے کہ جنت بلند ترین منزلِ مقصود اور سب سے افضل مقام ہے جس کے حصول کے لیے مسابقت کی جاتی ہے۔مطلوب و مقصود جتنا زیادہ بڑا ہو گا وہاں تک پہنچانے والا وسیلہ اور عمل بھی اتنا ہی بڑا ہو گا۔پس ایک راحت کو چھوڑ کر ہی دوسری راحت تک پہنچا جا سکتا ہے اور نعمت کو ترک کر کے ہی دوسری نعمت حاصل کی جا سکتی ہے۔(تفسیرِ سعدی)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: جنت انسان کو کیسے نصیب ہوسکتی ہے؟

جواب:1۔ جنت میں داخلہ ایسی چیز نہیں جو محض خیال اور خواہش کی بنیاد پر ہو جائے اس کے لیے کوشش شرط ہے۔2۔ جنت میں داخلے کی کم از کم شرائط جہاد اور صبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جہاد اور صبر کے مواقع دے کر ایک انسان کی خواہش کی حقیقت کو دیکھتے ہیں۔3۔ جنت انسان کو صبر اور جہاد کے بدلے میں نصیب ہوسکتی ہے۔

سوال3: وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ '' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک اُن کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزمائش لازم ہے اور اس آزمائش میں اللہ ربّ العزت کو یہ دیکھنا مطلوب ہے کہ صبر کرنے والے کون ہیں جیسا کہ فرمایا: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے۔ اُن کو سختی دُکھ اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے کہہ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہو گی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے۔(البقرہ:214) 2۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف جہاد کر لینا کافی نہیں بلکہ مشکلات پر صبر ضروری ہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ بس چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور اُنہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ (العنکبوت:2) 3۔ یہ صبر میدانِ جنگ میں بھی ہوتا ہے اور روزمرہ زندگی میں بھی۔ مکی دور میں مسلمانوں پر قریش مکہ کی طرف سے بے پناہ مظالم اور مصائب ڈھائے جا رہے تھے سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ان مصائب سے کچھ گھبرا سے گئے اور چاہا کہ جا کر رسول ﷺ سے دریافت فرمائیں کہ جس وقت کی آپ بشارت سناتے ہیں وہ کب آئے گا؟ چنانچہ وہ خود راوی ہیں کہ '' میں رسول اللہ کے پاس آیا، اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے. اس زمانے میں ہم مشرک لوگوں سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے. میں نے آپ ﷺ عرض کیا آپ اللہ تعالی سے ان مشرکوں کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سنتے ہی آپ (تکیہ چھوڑ کر) سیدھے بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا اور فرمایا: '' تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھی مگر وہ اپنے سچے دین سے نہیں پھرتے تھے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آرا ان کے سر کے درمیان رکھ کر چلا دیا جاتا تھا اور ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے۔ مگر وہ اپنے سچے دین سے نہیں پھرتے تھے اور اللہ ایک دن اس کام کو ضرور پورا کرے گا'' (بخاری) 4۔روزمرہ زندگی میں ایمان پر جمے رہنا اور ایمان کے تقاضے پورے کرتے رہنا صبر ہے۔i۔آرام طلبی کی تمنا کے مقابلے میں کام کرنا صبر ہے۔ii۔وسوسوں اور نفس کی اُکساہٹوں کے مقابلے میں ایمان پر جمے رہنا صبر ہے۔6۔اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون روزمرہ زندگی میں ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہے، کون اپنی آرام طلبی کو ترک کرتا ہے اور کون وسوسوں اور نفس کی اُکساہٹوں کے مقابلے میں ایمان پر جما رہتا ہے۔

وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (143)

اور بلاشبہ یقیناً تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس سے پہلے کہ تم ملو اس سے، تو یقیناً تم نے اسے اس حال میں دیکھ لیا کہ تم (آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے۔(143)

سوال1: وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ'' اور بلاشبہ یقیناً تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس سے پہلے کہ تم ملو'' کون لوگ شہادت کی تمنا اور آرزو کر رہے تھے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ لوگ جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ شہادت کی تمنا اور آرزو رکھتے تھے اسی لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ سے باہر نکل کر جہاد کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ابن ابی حاتم نے عوفی کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ صحابہ کرام میں سے کچھ حضرات کہتے تھے کاش ہم کفار کو پھر اس طرح قتل کریں جیسا کہ بدر کے دن قتل کیا تھا اور کاش بدر جیسا دن پھر پیش آئے اور اس میں ہم کفار کو تہہ تیغ کریں اور بہت زیادہ ثواب کمائیں یا شہادت اور جنت حاصل کریں یا زندگی اور مالِ غنیمت حاصل کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے احد کے دن کا مشاہدہ کرا دیا اور اس میں ان حضرات کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رکھا کوئی نہ جم سکا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم تو مرنے (یعنی شہید ہونے) کی تمنا کر رہے تھے۔(تفسیر ابن عباس:220/1)

سوال2: کیا دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا رکھنی چاہئے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو۔جب دشمن سے لڑنا پڑ جائے پھر ثابت قدم رہو اور یہ بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔'' (بخاری:2818)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ’’تو یقیناً تم نے اسے اس حال میں دیکھ لیا کہ تم (آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے‘‘اس سے کیا سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے؟

جواب:غزوۂ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور 70 افراد شہید ہوئے۔مسلمان ذہنی صدموں کا شکار تھے۔تب یہ کہا گیا کہ تمہاری ہی چاہت تھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو۔اب اللہ تعالیٰ نے وہ موقع دے دیا اور تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تمہاری چاہت پوری ہوگئی اب پریشانی کس بات کی ہے؟

سوال4:وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ’’تم (آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے‘‘موت کو سامنے دیکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:موت کو سامنے دیکھنے کی بات تاکید اور مبالغے کے لئے کی گئی ہے۔مراد یہ ہے کہ تم نے مجاہدوں کی صف آرائی میں، تلواروں کی یلغار اور تیروں کی بوچھاڑ میں موت کا مشاہدہ کرلیا ہے۔(فتح القدیر)

رکوع نمبر6

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ وَ سَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ(144)

اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کر دیا جائے تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پلٹے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔(144)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:غزوۂ اُحد میں جب تیراندازوں کے دستے نے درّہ چھوڑ دیا تو مشرکین ان پر پیچھے سے حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے۔آپ ﷺ کے چہرے پر زخم آئے۔خون بہنے لگا۔مسلمان منتشر ہوگئے۔کسی کو کسی کا پتہ نہ رہا۔ان حالات میں کسی نے بآوازِ بلند یہ کہا:’’لوگو! محمد ﷺ قتل ہوگئے!‘‘ اس پکار کا مسلمانوں پر بہت بُرا اثر پڑا۔بہت سے لوگ مدینہ لوٹ گئے اور میدانِ جنگ کو چھوڑ گئے۔چند افراد تھے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہ گئے۔ان حالات میں نبی ﷺ ان چند افراد کے ساتھ جم گئے اور مسلمانوں کو بلانے لگے:اِلَیَّ عِبَادَ اللہ’’میری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرف آؤاے اللہ کے بندو!''لوگ پھر جمع ہو گئے اوراللہ تعالیٰ نے ان پرسکینت نازل فرمائی۔اس واقعے کوموضوع بنا کر اللہ تعالیٰ نے موت اورزندگی کے بارے میں اہم وضاحتیں کی ہیں۔

سوال2:وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّارَسُوْلٌ ''اورنہیں ہیں محمدمگرایک رسول''اس سے کیامراد ہے؟

جواب:1۔محمد ﷺ کے رسول ہونے سے مرادان کی امتیازی خصوصیت یعنی رسالت ہے۔

2۔اس سے یہ مرادنہیں کہ وہ بشری خصوصیات نہیں رکھتے اورنعوذ باللہ خدا کی صفات رکھتے ہیں کہ انہیں موت نہیں آئی وغیرہ۔

3۔وہ رسولوں میں سے کوئی انوکھارسول نہیں ہیں بلکہ وہ ان رسولوں کی جنس سے ہیں جوان سے پہلے گزر چکے ہیں اوران کی ذمہ داری اپنے رب کا پیغام پہنچانا اوراس کے احکام کا نفاذ تھا۔وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ تھے اورنہ ان کی بقاء اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کے لیے کوئی شرط تھی۔(تفسیرِ سعدی)

سوال3:قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ''یقیناًاس سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''یقیناًاس سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں''ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچااوروہ وفات پا گئے۔(ایسرالتفاسیر:209,210)

2۔پہلے رسول آئے اورگزر گئے،ہمیشہ نہیں رہے۔

سوال4:اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ''تو کیااگروہ وفات پاجائے یاقتل کردیاجائے تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟''کے پس منظر میں کیاواقعہ ہے؟

جواب:1۔''تو کیااگروہ وفات پاجائے یاقتل کردیاجائے تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟''اُحد کے میدان میں ایک شخص نے آوازدی کہ محمد ﷺ قتل ہوگئے ہیں۔یہ سنتے ہی بعض مسلمانوں کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اب مشرکین کے ساتھ جنگ کا کیافائدہ۔یہ ذہنی تبدیلی تھی۔جس طرح اُحد کے معرکے میں مسلمان جسمانی طور پرشکست کھارہے تھے ایسے ہی وہ ذہنی طور پربھی پسپاہورہے تھے۔لوگوں نے ہتھیارچھوڑ دیئے اورکچھ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ہرطرف مایوسی نے ڈیرے ڈال دیئے تواللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی کہ کیااگروہ یعنی محمد ﷺ مرجائیں یاقتل کردیئے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پھرجاؤ گے۔

2۔دعوت دینے والے پیغمبر سے محبت اگرچہ ایمان کے لیے ضروری ہے لیکن پیغمبر کے جانے کے بعد بھی ایمان کی ضرورت اپنی جگہ برقراررہتی ہے۔پیغمبر کے جانے سے ایمان نہیں چھوڑا جاسکتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔تاریخ بتاتی ہے کہ پہلے رسول بھی آئے اور چلے گئے لیکن دین زندہ رہا۔

4۔اہل ایمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پھر جائیں۔

5۔اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تم اسلام سے کفر کی طرف پلٹ جاؤ۔(ایسر التفاسیر:209,210)

سوال5:وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ''اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پلٹے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھرے گا اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔

2۔اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایمان کی ضرورت نہیں۔

سوال6:کیا عام زندگی میں انسان دین سے اُلٹا پھر جاتا ہے؟ایسا کب کب ہوتا ہے؟

جواب:1۔انسان جب اپنی خواہشات سے مغلوب ہو جاتا ہے تو دل کی مرضی پوری کر لیتا ہے۔یہ تب ممکن ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو چھوڑتا ہے۔عین اس موقع پر انسان دین سے الٹا پھر کر خواہشات کی تکمیل میں لگ جاتا ہے۔

2۔معاشرتی دباؤ کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُلٹا پھر کر معاشرے کے افراد کی پسند کے مطابق کام کرتا ہے تو یہ کام دین سے پھرنے کی قیمت پر ہوتا ہے۔

سوال7:وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ''اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1''اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا''اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو جزا دیتے ہیں،ان کی مدد کرتے ہیں، دنیا میں غلبہ عطا فرماتے ہیں،آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب ان لوگوں کے لیے ہے جو الٹے پاؤں نہیں پھرتے بلکہ اطاعت پر قائم رہتے ہیں اور انہوں نے اپنے دین کے لیے جنگ کی اور اپنے رسول کی،ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی اتباع کی۔ان کا نام شاکرین رکھا کیونکہ انہوں نے نعمت اسلام پر شکر ادا کیا جو کہ سب سے بڑی نعمت ہے جو شخص اپنے دین پر یقین رکھتا ہے اور اپنے رب کی طرف سے بصیرت رکھتا ہے وہ رسول کی وفات پر دین سے نہیں پھرتا کیونکہ وہ اپنے رب کے لیے جہاد کرتا ہے رسول کے لیے نہیں جیسے پہلے انبیاء کے ساتھی تھے۔(بخاری،کتاب الجہاد)

2۔سیدنا عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم معلوم یہ ہوتا تھا کہ لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلاوت فرمائی۔لوگوں نے سیدنا ابوبکر صدیق سے اس آیت کو حاصل کیا اور جس جس نے بھی اس آیت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوسنا تو بے ساختہ اس آیت کی تلاوت شروع کر دی۔سیدنا سعد بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تلاوت سنی تو کھڑے کا کھڑا رہ گیا میرے پاؤں مجھے اٹھا نہیں رہے تھے یہاں تک کہ میں گر گیا۔(صحیح بخاری:4454)

سوال8:وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ''اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا''شکر گزار کون ہیں؟

جواب:شکر گزار وہ ہیں۔1۔جو اللہ کی نعمتوں کی قدر پہچانتے ہیں۔2۔جو ثابت قدم رہتے ہیں،ثابت قدمی عملی شکر ہے۔

3۔امام ابن قیم رحمہ اللہ نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ''اس آیت کریمہ کا جو مضمون ہے اور اس میں جس سزا کا ذکر ہے اس کی حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کھل کر سامنے آئی کہ بہت سے منافقین اور ضعیف الایمان لوگ ایمان سے مرتد ہو گئے اور جو مخلص لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے اللہ نے انہیں عزت دی اور فتح و نصرت سے نوازا۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال9:شکر کیسے ادا ہو سکتا ہے؟

جواب:شکر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچان کر ادا ہو سکتا ہے۔شکر ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے احسانات کے شعور سے بھرپور ہو اور زبان سے ان کا اعتراف کرے۔شکر گزاری تب پیدا ہو سکتی ہے جب مومن اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو نعمت سمجھے۔

سوال10:انسان کے اندر شکر گزاری کا جذبہ کیسے بے دار ہوتا ہے؟

جواب:1۔انسان کے اندر شکر گزاری کا جذبہ تب بے دار ہوتا ہے جب وہ رب کی صفات سے اس کی عظمت کا شعور حاصل کرے۔2۔دنیا کی بجائے آخرت کو سب کچھ سمجھنے سے انسان کے اندر شکر گزاری کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ(145)

اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مر جائے،مقررہ وقت لکھا ہوا ہے،اور جو کوئی دنیا کا بدلہ ہی چاہتا ہے ہم اسے دنیا میں ہی دیں گے،اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا اُسے ہم آخرت میں دیں گے اور بہت جلد ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے۔(145)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ''اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مر جائے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1''کوئی جان اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر مرنہیں سکتی''۔انسان کے دل میں موت کا خوف بسا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس خوف کودور کرنے کے لیے واضح کیا ہے کہ:i۔ہر شخص کے لیے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔iiکوئی شخص اس مقررہ وقت تک زندگی گزارنے سے پہلے مرنہیں سکتا۔2۔انسان موت کے ڈر سے ایک پل بھی زندگی کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔3۔ثابت قدمی، بہادری اور وفاداری سے عمر کم نہیں ہوتی، نہ بزدلی سے عمر میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

سوال2:كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ''مقرر کیا ہوا وقت لکھا ہوا ہے۔''یہ بات کیا سمجھانے کے لئے فرمائی گئی ہے؟

جواب:یہ بات بزدل اور کمزور لوگوں کے حوصلے بڑھانے کے لئے کی جارہی ہے کہ موت اپنے وقت پر آئے گی لہٰذا بزدلی دکھانے کا فائدہ نہیں۔

سوال3:مومن پر اس حقیقت کا کیا اثر ہوتا ہے کہ موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے؟

جواب:1۔مومن کے نفس میں تقدیر کی حقیقت بیٹھ جاتی ہے اور وہ موت سے ڈرنا چھوڑ دیتا ہے۔اسے موت کا خوف نہیں رہ جاتا۔2۔مومن کی سوچ،فرض کی ادائیگی اور ایمانی تقاضوں کو پورا کرنے میں مصروف ہوجاتی ہے۔3۔مومن خوف، کم ہمتی، بے حوصلگی،اور جزع فزع پر قابو پالیتا ہے۔4۔دنیا کی حرص کی بجائے نیکیوں کی حرص مومن کے دل میں جگہ بنا لیتی ہے۔5۔مومن حق کے راستے کی ساری مشکلات برداشت کرلیتا ہے۔6۔مومن سارے فرائض پورے کرنے لگ جاتا ہے۔ 7۔مومن صبر اور توکل علی اللہ کے ذریعے آگے بڑھتا ہے کیونکہ اب وہ ایک بدلا ہوا انسان ہے۔اس کی سوچ نئی ہے۔اس نے گھٹی ہوئی سوچ سے نجات پالی ہے۔اب اسے پتہ لگ گیا ہے کہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور لکھا ہوا ہے۔ 8۔اب یہ نئی سوچ اسے نئے جہان میں لے آئی ہے جہاں اسے آنے والے وقت کی فکر ہے۔اس کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہے۔اب زندگی، جذبے،صلاحیتیں اور سبھی کچھ اس آنے والے وقت کے لیے لگ رہا ہے۔

سوال4:وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ''اور جو کوئی دنیا کا بدلہ ہی چاہتا ہے ہم اسے دنیا میں ہی دیں گے اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا اُسے ہم آخرت میں دیں گے''دنیا کے اجر کے ارادے اور آخرت کے اجر کے ارادے سے کام کرنے میں کیا فرق ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔ثواب نیت اور عمل دونوں پر ملنے والا بدلہ ہے(ایسر التفاسیر:210) ثَوَابَ الدُّنْیَامال غنیمت اور دنیا کا رزق وغیرہ3۔وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو مرکز کو چھوڑ کر غنیمت کے پیچھے بھاگتے ہیں۔(تفسیر قرطبی:176/2) 4۔وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا'' اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا اُسے ہم آخرت میں دیں گے'' اس سے مراد عمل کی جزا ہے۔اس سے مراد جنت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کے بدلے کوئی گنا بڑھا کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔یہاں اس سے مراد عبداللہ بن جبیر ہیں جنہوں نے مرکز کو نہیں چھوڑا تھا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔(تفسیر قرطبی:176/2)

4۔دو طرح کے انسانوں کی زندگیوں میں بڑا فرق ہے کیونکہ ان دونوں کے ارادوں میں بڑا فرق ہے۔

	دنیا کے اجر کے ارادے سے کام کرنے والا	آخرت کے اجر کے ارادے سے کام کرنے والا
مقصد	صرف دنیا اس کا مقصد ہے لہٰذا وہ کیڑوں مکوڑوں اور جانوروں کی طرح کھانے پینے، رہنے سہنے اور جسمانی ضروریات کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ ایسے لوگ حیوانی سطح پر جیتے ہیں۔	اس انسان کی نظریں آخرت پر لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ اپنی دنیا کی بنیادی ضروریات بھی پورا کرتا ہے لیکن اس کی فکر کا محور و مرکز آخرت رہتی ہے۔ ایسے لوگ انسانی سطح پر جیتے ہیں۔
ترجیح	دنیا کو ترجیح دیتا ہے۔اسی کے لیے وقت، صلاحیتیں، مال لگاتا ہے۔	آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔اپنی دنیا کا حصہ لیتا ہے لیکن وقت، صلاحیتیں، مال آخرت کے لیے لگاتا ہے۔
عمل کا راستہ	اس کی امیدوں کا مرکز دنیا ہے۔وہ اسی میں صلہ پانے کی امید رکھتا ہے اور دنیا کے فائدے کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔	اس کی امیدوں کا مرکز آخرت ہے۔وہ اللہ تعالیٰ سے صلہ پانے کی امید رکھتا ہے اور آخرت کے فائدے کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

سوال5:اجر و ثواب کا انحصار کس چیز پر ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اجروثواب کا انحصار مومن کی نیت پر ہے 1۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے: ''بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر کسی کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اُس نے نیت کی۔ پھر جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہوئی کہ اُسے حاصل کرے، یا عورت سے نکاح کے لیے، پھر اُس کی ہجرت اُسی طرف ہے جس کے لیے اُس نے ہجرت کی''۔(صحیح بخاری کتاب بدء الوحی:1) 2۔یعنی کوئی عمل کرتے وقت انسان کی جیسی نیت ہوگی ویسا ہی اسے بدلہ ملے گا۔ایک ہی کام ہوتا ہے جو نیت کی تبدیلی سے کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:314/1)

سوال6: وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ''اور بہت جلد ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور بہت جلد ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے'' 1۔وہ لوگ جو اسلام پر ثابت قدم رہے ان کی جزا نعمت بھری جنتوں کے سوا کچھ نہیں اور یہ ان کی موت کے بعد ہے۔(ایسر التفاسیر:210)

2۔یہاں اللہ تعالیٰ نے جزا کا ذکر نہیں فرمایا تاکہ یہ اس جزا کی کثرت اور عظمت پر دلیل ہو اور یہ بھی بندے کو معلوم ہو جائے کہ یہ جزا قلت وکثرت اور حسن کے اعتبار سے شکر کی مقدار پر منحصر ہے۔(تفسیرِ سعدی)

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (146)

اور کتنے ہی نبی تھے جن کے ساتھ مل کر بہت سے رب والوں نے جنگ کی اور اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں انہیں تکلیف پہنچی، انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(146)

سوال1: وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ ''اور کتنے ہی نبی تھے'' میں ایک نبی کی نہیں کتنے ہی نبیوں کی بات کی گئی ہے۔اس کے ذریعے کیا سمجھایا گیا ہے واضح کریں؟

جواب: 1۔غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر اور 70 افراد کو شہید کروا کے لوگوں کی ہمتیں پست ہوگئی تھیں۔مسلمان میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔انہوں نے کمزوری دکھائی اور دشمن کا دباؤ قبول کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے تابناک ماضی کو سامنے رکھا ہے کہ جب بھی لوگوں کے سامنے حقیقت کھلی وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دنیا کی بجائے آخرت کو اپنا سب کچھ سمجھنے لگے، زندگی ان کے لیے ناپائیدار چیز بن گئی۔
سچے ایمان والے کائنات اور کائناتی واقعات کو رب کے حوالے سے دیکھتے ہیں جو دینے والا بھی ہے اور چھیننے والا بھی ہے۔
یہ ایمان کے راستے کے سچے مسافر ہیں۔انہیں جان کا خطرہ پست ہمت نہیں کرتا۔
ان کی دنیا برباد ہو جائے تو بھی پیچھے
نہیں ہٹتے۔ان کا نقصان ہو تو اپنی کوتاہی سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگتے ہیں۔انہیں فتح ہو تو اللہ تعالیٰ کا پیغام سمجھ کر شکر ادا کرتے ہیں۔ان کی زندگی کی بازی لگ رہی ہو تو بھی ہمت نہیں ہارتے۔کسی حال میں دشمنوں کے سامنے ہار ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔
کل بھی تاریخ کے قیمتی لوگ وہی تھے جنہوں نے نبیوں کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور آج تم بھی پست ہمتی چھوڑ کر، کمزوری دکھانی چھوڑ کر، مغلوبیت چھوڑ کر، متحد ہو کر صبر کے ساتھ حق پر جم کر اللہ والے بن سکتے ہو۔

سوال 2:''وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ'' اور کتنے ہی نبی تھے جن کے ساتھ مل کر بہت سے رب والوں نے جنگ کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ:اس سے مراد کثیر انبیاء ہیں۔(ایسر التفاسیر:211) 2۔ربیون جمع ہے اس کا واحد ربی ہے یعنی اللہ والا۔(بخاری کتاب التفسیر)3۔ربیون سے مراد علماء، صلحاء، متقی اور عبادت گزار ہیں۔(ایسر التفاسیر:211) 4۔فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وہ قتال سے کمزور نہیں ہوئے اور نہ وہ قتل و غارت گری اور نہ وہ زخموں سے شکست خوردہ ہوئے۔5۔وَ مَا ضَعُفُوْا ''اور نہ وہ کمزور پڑے'' وہ جہاد، دشمنوں اور دین سے کمزوری نہیں کرتے۔(تفسیر القاسمی:246/4) 6۔وَ مَا اسْتَكَانُوْا'' اور نہ انہوں نے عاجزی دکھائی'' نہ وہ دشمن کے سامنے جھکے اور نہ وہ ذلیل ہوئے بلکہ انہوں نے قتال پر صبر کیا۔7۔خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں چادر لپیٹے تشریف فرما تھے۔ہم نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ !اللہ کے حضور ہمارے لیے دعا کیجئے اور مدد کی درخواست کیجئے۔رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:تم سے پہلے ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر اس کو اس میں گاڑ دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اسے اس کے سر کے وسط میں رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور مصیبت کا یہ پہاڑ بھی اس کو توحید سے برگشتہ نہ کر سکتا۔ایسا بھی ہوتا کہ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے مگر اہلِ توحید پھر بھی دین نہ چھوڑتے۔ (بخاری:3612) 8۔نبیوں کے ہمراہ اللہ والوں نے جنگ کی۔نہ ہمت ہاری، نہ کمزوری دکھائی، نہ جدوجہد کا سلسلہ ختم کیا، نہ دشمن کے سامنے جھکے، نہ مشکلات پر پیچھے ہٹے۔

سوال3:فَمَاوَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''اوراس کے لیے جواللہ تعالیٰ کی راہ میں انہیں تکلیف پہنچی، انہوں نے ہمت نہیں ہاری'' کی وضاحت کریں؟

سوال4:وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ''اوراللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اوراللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''1۔الصّٰبِرِيْنَ سے مراد جہاد پر صبر کرنے والے ہیں۔(تفسیر قرطبی:179/2)

2۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے تسلی ہے اوراس عمل کو دوسروں کے سامنے نمونے کے طور پر رکھ کر اس کی ترغیب دلائی جارہی ہے۔

سوال5:باطل کے مقابلے میں صبر کرنے والے کیسے ہوتے ہیں؟

جواب:1۔اُن کا نفس کمزور نہیں پڑتا۔2۔ان کی قوتیں کم نہیں ہوتیں۔3۔ان کے ارادے نرم نہیں پڑتے۔4۔وہ نہ جھکتے ہیں نہ حق کو چھوڑ کر باطل پر سمجھوتہ کرتے ہیں۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے صبر وثبات کے لئے کیسے آمادگی پیدا کی ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رہنے والوں کے صبر وثبات کی مثالیں دے کر اس کے لئے آمادہ کیا ہے۔2۔اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو اپنی محبت کی خوش خبری دے کر صبر وثبات کے لئے آمادہ کیا ہے۔3۔اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی دُعاؤں سے یہ شعور دلایا ہے کہ صبر کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اوراہلِ ایمان صبر کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں۔یوں اس شعور سے صبر کرنے کا راستہ مل جاتا ہے۔

سوال7:وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ''اوراللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کا انسان پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی محبت کے احساس سے 1۔انسان کے اندر کی تلخیاں ختم ہوجاتی ہیں۔2۔انسان کی تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے۔3۔انسان کے زخم بھر جاتے ہیں۔4۔اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کے سارے دکھوں کا مرہم ہے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الْكٰفِرِيْنَ(147)

اور ان کی دُعا اس کے سوا کچھ نہ تھی: ''اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی اور آپ ہمیں ثابت قدم رکھیں اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمائیں۔(147)

سوال1: وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا ''اور ان کی دُعا اس کے سوا کچھ نہ تھی: ''اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی عملی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ان کے قول کی خوبی یہاں بیان کی ہے۔

2۔رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ''اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے'' اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔(تفسیر فتح القدیر:491/1)

3۔وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا ''اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی'' اسراف کہتے ہیں جو حد سے گزر جائے یہاں اس سے مراد کبیرہ گناہ ہیں۔

4۔بعض مرتبہ کسی نیک کام میں لگنے سے جو دوسرے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں اور اس طرح حدود سے آگے بڑھ جانے کی صورت بن جاتی ہے جس کو اسراف سے تعبیر فرمایا استغفار سے اس کو بھی تلافی ہوگی۔(تفسیر انوار البیان:563/1)

5۔سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ''**اللھم اغفرلی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری وما انت اعلم به منی**''(مسلم:2719)

سوال2: فتح وکامرانی کی اولین شرط کیا ہے؟

جواب: فتح وکامرانی کی پہلی شرط اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے دعا کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ثابت قدمی اور نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔

سوال3: وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا ''اور ان کی دُعا اس کے سوا کچھ نہ تھی: ''اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔یہ آیت اہلِ ایمان کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کررہی ہے۔2۔اس آیت میں اہلِ ایمان کے ''شعوری ایمان'' کا اظہار ہورہا ہے۔3۔یہ پتہ چل رہا ہے کہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر وقت خود کو حاضر رکھتے ہیں۔کوئی خوف وخطرہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے پر اثر انداز نہیں ہوتا۔4۔اہلِ ایمان عفوودرگزر کی درخواست کرتے ہیں۔5۔وہ فرض ادا کرتے ہوئے بھی اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں کا اعتراف کرتے ہیں۔6۔ان کا سوال دولت کے لیے نہیں، نہ دنیا کے اجر کے لیے ہے۔ وہ تو گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔کفار کے مقابلے میں کامیابی کی دعا کرتے ہیں اور حق کی کامیابی اور کفر کی شکست کی دعا کرتے ہیں۔

سوال4: کون سی چیز اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ کی نصرت کا مستحق بناتی ہے؟

جواب:1۔نازک مواقع پر اہلِ ایمان کا باہم متحد رہنا۔2۔صبر کے ساتھ حق پر جمے رہنا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کے دشمن کب مؤمنوں پر غالب آجاتے ہیں؟

جواب: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے دشمن غالب آجاتا ہے اور شیطان کو مسلمانوں سے دشمنی کا موقع مل جاتا ہے۔

سوال6: وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا ''اور آپ ہمیں ثابت قدم رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور آپ ہمیں ثابت قدم رکھیں'' ہمارے دلوں کو جہاد کی قوت عطا فرمائیے اور ہمارے دلوں کے وسوسے دور فرما دیجیے (تفسیر المنیر :2/433)

سوال7: وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ''اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ہے۔یہ فتح کی دعا بھی ہے اور کافروں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔

2۔دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمائیے، غنیمت سے کامیاب کیجئے، زمین میں سیادت، کرامت، عزت اور اچھا ذکر عطا فرمائیے۔ہمیں اطاعت پر اجر نصیب فرمائیے اور اپنے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔(تفسیر المراغی:2/78)

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (148)

تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔(148)

سوال1: فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے انہیں (اس سبب سے) دیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔ثواب الدنیا سے مراد نصرت،غنیمت اور عزت ہے۔(تفسیر فتح القدیر:491/1)

3۔ثواب الدنیا سے مراد نصرت،غنیمت،دشمنوں پر غلبہ،اچھا تذکرہ،شرح صدر،ایمان کا نور اور گناہوں کا کفارہ ہے۔(تفسیر القاسمی:247/4)

سوال2:وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ''اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی''اس سے مراد آخرت کا اجر ہے اور جو اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔(تفسیر القاسمی:247/4)

سوال3:دنیا و آخرت کا بدلہ کس کے لیے اچھا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو لوگ پست ہمت نہیں ہوتے ،کمزوری نہیں دکھاتے ،مغلوب نہیں ہوتے ،انہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اچھا بدلہ دیتا ہے اور آخرت میں بھی اچھا بدلہ دیتا ہے۔

سوال4:وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے''1۔اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی وجہ سے ان پر احسان کیا۔وہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(تفسیر جامع البیان:127/4)

2۔یعنی خالق کی عبادت اور مخلوق کے ساتھ معاملہ میں احسان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ۔دشمنوں کے ساتھ جہاد کے وقت،ان مومنین کا سا کردار اختیار کرنا بھی احسان ہے۔(تفسیر سعدی:432/1)

سوال5:اس بات کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت رکھتا ہے؟

جواب:1۔انسان کے اندر محسن بننے کی شدید خواہش پیدا ہوتی ہے۔2۔انسان محسن بننے کا ارادہ کر کے کوشش کرنا شروع کر دیتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کیوں عطا کرتے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کو ان کے توحید پر اعتقاد رکھنے،توکل کرنے اور گناہوں کی معافی مانگنے کی وجہ سے کامیابی عطا کرتے ہیں۔آخرت میں اپنے فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا کریں گے۔

رکوع نمبر7

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ(149)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرو گے جنہوں نے کفر کیا تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوٹا دیں گے پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے۔(149)

سوال1: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرو گے جنہوں نے کفر کیا تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا '' جنہوں نے کفر کیا''یعنی مشرکین عرب ابوسفیان اور اس کے ساتھی۔2۔یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد یہود اور عیسائی ہیں۔3۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے مراد منافقین ہیں جنہوں نے احد کی شکست پر مومنوں سے کہا تھا اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ چلو۔(تفسیر منیر:2/446) 4۔یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ '' وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے''یعنی تمہیں تمہارے پہلے کام کی طرف لوٹا دیں گے اور وہ کفر اور ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے شرک ہے کفر کی دعوت کو قبول کرنا بھی کفر ہے۔(تفسیر خازن)

سوال2: غزوۂ اُحد میں یہودیوں، کافروں اور منافقوں کو پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ملا اس کے مقاصد کیا تھے؟

جواب:1۔مسلمانوں کو نبی ﷺ کا ساتھ دینے کے انجام سے ڈرانا۔2۔اسلامی صفوں کو منتشر کرنا۔3۔دلوں کو متزلزل کرنا۔4۔اسلامی قیادت کے خلاف بداعتمادی پیدا کرنا۔5۔اپنے سے بڑی قوت کے ساتھ ٹکرانے کی پالیسی کے فائدوں کو مشکوک بنانا۔6۔اس پالیسی سے باہر نکلنے کے فوائد کو ظاہر کرنا۔7۔انفرادی درد وغم کو اُبھارنا۔8۔کامیاب ہونے والوں کے ساتھ مصالحت پر آمادہ کرنا۔9۔مسلمانوں کے گروہ کی بیخ کنی کرنا۔10۔اہلِ اسلام کو اپنے سے قوی قوتوں کے سامنے جھکنے پر آمادہ کرنا۔

سوال3: غزوۂ اُحد میں وقتی شکست پر مخالفین نے کیا کہنا شروع کیا؟

جواب:1۔اگر واقعی محمد ﷺ نبی ہوتے تو شکست کیوں کھاتے؟2۔پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ خدائی معاملہ نہیں ہے۔3۔کچھ لوگ اپنے جوش میں اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے جوش کی سزا بھگت رہے ہیں۔

سوال4: اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ '' اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرو گے جنہوں نے کفر کیا تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے''اللہ تعالیٰ نے کافروں کی اطاعت سے کیسے روکا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے کافروں کی اطاعت کرنے کا انجام دکھا کر اس سے روکا ہے کہ اگر ان کی اطاعت کرو گے تو یہ:

i۔تمہیں ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے۔ii۔تمہیں دنیا اور آخرت کے خسارے تک لے جائیں گے۔

2۔اللہ تعالیٰ نے کافروں کی اطاعت کے مقابلے میں اپنے تعلق کے شعور دلایا ہے کہ:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

i۔اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے۔ii۔اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے۔لہٰذا اپنے مولا و مددگار کی مانو اور کافروں کی نہ مانو۔

سوال5:مؤمنوں سے کہا گیا کہ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ''پھر تم خسارہ پانے والے بن کر پلٹو گے''وضاحت کریں؟

جواب:فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ''پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے''پھر تم دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھاؤ گے۔(واضح المیسر)

سوال6:عقیدۂ توحید رکھنے والا مسلمان جب اللہ کے دین کے مخالفوں کے سامنے جھکتا ہے تو اس پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:1۔وہ روحانی طور پر ٹوٹ جاتا ہے۔2۔وہ مخالفین کے پراپیگنڈہ سے متاثر ہوتا ہے۔

3۔پھر وہ ان سے ہدایات لینے لگتا ہے۔4۔پھر ان سے مصالحت کر کے ان کی پیروی کرتا ہے۔

5۔ایسا شخص کسی بھی وقت کفر کی طرف پلٹ سکتا ہے۔

سوال7:ایمان کے باوجود کفار کی اطاعت کرنے کی وجہ کیا ہوتی ہے؟

جواب: کفار سے حمایت کی امید کی وجہ سے ایمان کے باوجود کفار کی اطاعت ہوتی ہے۔ایمان سے زیادہ کفر کی جانب دِلی جھکاؤ اور دنیا اور اس کی لذتوں کے حصول کی وجہ سے انسان کفار کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

سوال8:غزوۂ اُحد جیسے واقعات کا پیش آنا کیوں ضروری ہے؟

جواب:دنیا کی زندگی میں ایسے واقعات اس لیے ضروری ہوتے ہیں تا کہ:1۔یہ کھل جائے کہ:i۔اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے والے کون ہیں؟ii۔پھسل جانے والے کون ہیں؟2۔لوگوں کی مخالفانہ باتوں سے مؤمن متاثر نہ ہوں۔3۔وقتی تکلیف سے گھبرائیں نہیں۔4۔ہر حال میں ثابت قدم رہیں۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ(150)

بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ہے اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہترین ہے۔(150)

سوال1:بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ''بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ہے''وضاحت کریں؟

جواب:1۔''بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ہے''مسلمانوں کا مولا اللہ تعالیٰ ہے۔2۔اللہ تعالیٰ سے ہی حمایت کی امید رکھی جا سکتی ہے۔3۔جس کا مددگار اللہ تعالیٰ ہو اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔4۔ابوسفیان نے میدانِ اُحد میں کہا تھا: اُعْلُ هُبَلْ ''ہبل بت کا بول بالا ہو۔''سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر بلند آواز میں کہا: اللّٰهُ اعْلٰى وَاَجَلّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اللہ تعالیٰ بلند اور جلال وعزت والا ہے۔''ابوسفیان نے کہا: لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لکم ''ہمارا عزیٰ بت ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں۔''نبی ﷺ نے فرمایا: تم کہو اللہ مَولَانَا وَلَا مَولٰی لَکُمْ ''اللہ تعالیٰ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں''اللہ تعالیٰ نے اسی پر فرمایا: بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ۚ وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ۔ 5۔اللہ تعالیٰ ہر حال میں مسلمانوں کا مولیٰ اور حامی وناصر ہے۔غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو اس کا یقین اس وقت نصیب ہوا جب انہیں اُونگھ آئی۔امام فخر الدّین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نیند کی حالت میں محفوظ ومامون رہنا اس بات کی سب سے بڑی دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ اس حال میں بھی ان کا حامی وناصر تھا۔

سوال2: بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ''بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا سرپرست ہے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ تمہارا ولی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہاری حمایت کرتا ہے، دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کرتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے وعدے کا مسلمانوں پر کیا اثر ہوا؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کے وعدے پر ان کا یقین بڑھ گیا۔2۔دشمن کا خوف ان کے دل سے نکل گیا۔

سوال:4وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ''اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہترین ہے''1۔اگر تم کافروں کی اطاعت کر کے ان سے مدد طلب کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ سب مدد کرنے والوں سے بہترین ہے لہذا اس کی اطاعت کر کے اس سے مدد طلب کرو وہ یقیناً تمہاری مدد کرے گا۔(ایسر التفاسیر:213)

2۔اللہ تعالیٰ نے تم سے مدد کا وعدہ کیا ہے اس نے فرمایا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَوْلٰکُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ اور اگر وہ منہ موڑیں تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے!(انفال:40)

سوال5: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لیے فتح ونصرت کن امور سے خالی نہیں ہوتی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لیے فتح ونصرت، دو امور سے خالی نہیں ہوتی:1۔اللہ تعالیٰ یا تو کفار کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔2۔یا انہیں ذلت سے دوچار کرتا ہے۔اور وہ خائب وخاسر واپس لوٹ جاتے ہیں اور یہ(رعب ڈال کر انہیں ناکام لوٹا دینا) یہ دوسری قسم ہے۔(تفسیر السعدی:433/1)

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىھُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ(151)

جلد ہی ہم ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا رُعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جس کی اس نے کوئی دلیل بھی نہیں اُتاری اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔(151)

سوال1: سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ ''جلد ہی ہم ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا رُعب ڈال دیں گے'' اللہ تعالیٰ نے کس موقعے پر کافروں کے دلوں میں رُعب ڈال دیا تھا؟

جواب: ''جلد ہی ہم ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا رُعب ڈال دیں گے''1۔ یہاں رعب سے مراد وہ خوفِ عظیم ہے جو کفار کو ان کے بہت سے مقاصد سے روک دیتا ہے۔(تفسیرِ سعدی) 2۔ اُحد کی شکست کے بعد جب کافر مسلمانوں کو بالکل ختم کر دینا چاہتے تھے، اُس موقعے پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔3۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ لڑائی سے لوٹ گیا۔(تفسیر ابن کثیر:472/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کا رعب کافروں پر کب ڈالا جاتا ہے؟

جواب:1۔ مشکل مواقع پر اگر ایمان والے جمے رہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کا رعب کافروں پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کا طریقۂ کار کچھ یوں ہوتا ہے کہ اہلِ باطل کی صفوں میں انتشار پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ان کے پاس اپنے نظریئے کے حق میں دلائل نہیں رہ جاتے۔ ان میں بے یقینی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ذہنی طور پر شکست کھا جاتے ہیں۔ یوں مومنوں کی قوت سے اور پھر ان کے دین سے رعب میں آ جاتے ہیں۔ 2۔ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہے جب ایمان والوں کے دلوں میں ایمان کی حقیقت موجود ہو انہیں پورا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اس کا لشکر ہی غالب رہنے والا ہے۔

سوال3: بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا ''اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جس کی اس نے کوئی دلیل بھی نہیں اُتاری'' کافروں کے دل میں مسلمانوں کا رعب کیوں بیٹھتا ہے؟

جواب:1۔ کافروں کے مرعوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں جن کے شریک ہونے کے لیے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں سے دہشت زدہ رہتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا" جس کی اس نے کوئی دلیل بھی نہیں اُتاری" سلطان سے کیا مراد ہے؟

جواب: سلطان سے مراد قوت، دلیل اور سند ہے۔

سوال5: شرک کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو اس کی اُلوہیت، ربوبیت اور اس کی صفات میں شریک سمجھنا۔

سوال6: مشرک کے لیے کوئی سلطان نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: 1۔ مشرک اس شرک کی وجہ سے ذلیل و ناتواں اور کمزور رہیں گے اور مومنوں سے مرعوب رہیں گے۔

2۔ ان کے مقابلے میں اہلِ ایمان کا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو اہلِ حق اور اہلِ باطل کے ٹکراؤ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جب بھی مقابلہ ہوتا ہے باطل خوفزدہ اور مرعوب ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر پر تھر تھر کانپتا ہے۔ مسلمان کافروں پر جھپٹیں تو باطل دبک جاتا ہے اور منتشر ہو جاتا ہے۔ ان کی صفوں میں اضطراب پھیل جاتا ہے اور اس فرمان کی سچائی ثابت ہو جاتی ہے۔

سوال7: وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ "اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: 1۔ "اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے" اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کے انجام کو واضح کیا ہے کہ ان کا ٹھکانہ آگ ہے۔

2۔ "اور ظالموں کا بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے" اللہ تعالیٰ نے ان کے ٹھکانے پر تبصرہ کیا ہے کہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ظالموں کے لئے یعنی دنیا میں ان کے دل ایمان والوں کے رُعب سے بھرے رہیں اور آخرت میں آگ میں جائیں گے۔ یہ کتنا گھاٹے کا سودا ہے۔ 3۔ الظّٰلِمِيْنَ: اس سے مراد مشرک ہیں جنہوں نے غیر اللہ کی اطاعت کی اور غیر اللہ کی عبادت کی۔ (ایسر التفاسیر:213)

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (152)

اور بلا شبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا جب تم اُس کے حکم سے انہیں کاٹ کر رہے تھے، یہاں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک کہ جب تم پست ہمت ہو گئے اور حکم کے بارے میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی اس کے بعد جو اس نے تمہیں وہ چیز دکھائی جو تم پسند کرتے تھے۔تم میں سے کوئی دنیا چاہتا ہے اور تم ہی میں سے کوئی آخرت چاہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے پھیر دیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے اور بلاشبہ اُس نے یقیناً تمہیں معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بڑے فضل والا ہے۔(152)

سوال1:وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ’’اور بلا شبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا جب تم اُس کے حکم سے انہیں کاٹ کر رہے تھے‘‘کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔وَعْدَهٗ یہاں وعدے سے مراد فتح ونصرت کا وعدہ ہے۔

2۔وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ’’اور بلا شبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا‘‘اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا اسے سچا کر دکھایا یعنی وہ اپنے مؤمن بندوں کی مدد کرتا ہے اور کافروں پر انہیں غلبہ دیتا ہے اسی لئے ابتدا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی تم ان کو قتل کر رہے تھے۔

3۔اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ’’جب تم اُس کے حکم سے انہیں کاٹ کر رہے تھے‘‘ان کو قتل کر کے جڑ پیڑ سے اکھاڑتے ہوئے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

4۔اس سے مراد وہ ابتدائی فتح ہے جو مسلمانوں کو غزوۂ اُحد میں حاصل ہوئی۔اور اگر مسلمان اطاعت پر قائم رہتے۔رسول کی اطاعت کرتے تو فتح ونصرت آخر تک برقرار رہتی۔

سوال2:حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ ’’یہاں تک کہ جب تم پست ہمت ہو گئے اور حکم کے بارے میں جھگڑا کیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔فشل سے بزدلی مراد ہے۔

2۔فَشِلْتُمْ:تم کمزور ہو گئے اور تم نے جنگ میں بزدلی دکھائی۔(ایسر التفاسیر)

سوال3:وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ’’اور حکم کے بارے میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی اس کے بعد اس نے تمہیں وہ چیز دکھائی جو تم پسند کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور حکم کے بارے میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی اس کے بعد اس نے تمہیں وہ چیز دکھائی جو تم پسند کرتے تھے‘‘فِی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الامر نبی ﷺ کے حکم میں جھگڑا کیا اور رسول کی نافرمانی کی ۔مسلمانوں کو جب ابتدا میں فتح نصیب ہوئی اور وہ مال غنیمت لوٹنے لگے تو جن تیراندازوں کو آپ ﷺ نے گھاٹی پر متعین فرمایا تھا ان میں اکثر کہنے لگے کہ ہمیں فتح تک نگرانی کا حکم تھا اب ہمیں مال غنیمت لوٹنے کے لیے جانا چاہیے بعض لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہاں متعین کیا ہے ہمیں اگلے حکم تک یہاں سے نہیں ہٹنا چاہیے۔اس گھاٹی پر چند سوار رہ گئے اور باقی مال غنیمت لوٹنے لگ گئے یہی ان کی نافرمانی تھی۔

سوال4:مسلمانوں کی شکست کے اسباب کیا تھے؟

جواب:1۔مسلمانوں نے بزدلی دکھائی۔2۔(پیغمبر ﷺ کے)حکم کے بارے میں آپس میں جھگڑے۔

3۔رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔

سوال5:مِّنۢ بَعۡدِ مَاۤ اَرٰىكُمۡ مَّا تُحِبُّوۡنَ ’’ اس کے بعد جو اس نے تمہیں وہ چیز دکھائی جو تم پسند کرتے تھے‘‘مسلمانوں کی پسند کی چیز انہیں دکھادی گئی۔پسند سے کیا مراد ہے؟

جواب:مسلمانوں کی پسند سے مراد وہ فتح ہے جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھی۔

سوال6:کسی گروہ میں اتحاد کی صورت کیا ہے؟

جواب:رائے کے اختلاف کے باوجود قیادت کی طرف سے فیصلہ ہو جانے کے بعد عمل میں اختلاف نہ کیا جائے۔

سوال7:مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ ’’تم میں سے کوئی دنیا چاہتا ہے اور تم ہی میں سے کوئی آخرت چاہتا ہے‘‘ اس کی وضاحت کریں؟

جواب:مسلمانوں کے گروہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ایک گروہ نے مالِ غنیمت کا ارادہ کرلیا اور دوسرے نے ثوابِ آخرت کو ترجیح دی۔اس طرح ان کا ہدف ایک نہ رہا،خلوص متاثر ہوا اور یہ جنگ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہ رہی۔

سوال8:مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا’’تم میں سے کوئی دنیا چاہتا ہے‘‘اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔دنیا کا ارادہ رکھنے سے مراد مالِ غنیمت چاہنا ہے۔2۔جو تیرانداز گھاٹی سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے مال غنیمت لوٹنے لگے وہ دنیا کے طلب گار تھے۔

سوال9:وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ’’اور تم ہی میں سے کوئی آخرت چاہتا ہے‘‘اس سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: آخرت کا ارادہ رکھنے سے مراد ہے 1۔آخرت کے نفع کا ارادہ رکھنا۔یعنی آج کے کام کا صلہ کل آخرت میں پانے کی اُمید رکھنا۔شوقِ شہادت میں جنگ کرنا جیسا کہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کی کہ دشمنوں سے لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔2۔جو لوگ گھاٹی پر جمے رہے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے وہ آخرت کے طالب تھے۔

سوال10: آخرت کا ارادہ کرنے والے کون لوگ تھے؟

جواب:1۔آخرت کا ارادہ کرنے والے وہ لوگ تھے جو شہادت کا شوق رکھتے تھے۔2۔یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی ﷺ کے حکم کے مطابق درّے پر ڈٹے رہنے کا عزم کر لیا تھا۔3۔انس رضی اللہ عنہ نے کہ ان کے چچا (انس بن سقر) بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے، پھر انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہلی ہی لڑائی میں غیر حاضر رہا۔اگر حضور ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی اور لڑائی میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ دیکھے گا کہ میں کتنی بے جگری سے لڑتا ہوں۔پھر غزوہ احد کے موقع پر جب مسلمانوں کی جماعت میں افراتفری پیدا ہو گئی تو انھوں نے کہا، اے اللہ! مسلمانوں نے آج جو کچھ کیا میں تیرے حضور میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا میں تیرے حضور میں اس سے اپنی بیزاری ظاہر کرتا ہوں، پھر وہ اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے۔راستے میں سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا، سعد! کہاں جا رہے ہو؟ میں تو احد پہاڑی کے دامن میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔اس کے بعد وہ آگے بڑھے اور شہید کر دیئے گئے۔ان کی لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی۔آخر ان کی بہن نے ایک تل یا ان کی انگلیوں کی پور سے ان کی لاش کو پہچانا ان کو اسی (80) پر کئی زخم بھالے اور تلوار اور تیروں کے لگے تھے۔(صحیح بخاری:4048)

سوال11: ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ”پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے پھیر دیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے“ اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ”پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے پھیر دیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے“1۔اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کا پیچھا کرنے سے روک دیا تھا تا کہ اس واقعے کو مسلمانوں کے لئے امتحان اور آزمائش بنا دیں۔

2۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے مقابلے میں پھیر کر بھگا دیا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری آزمائش اور تمہارے امتحان کے طور پر جیت دشمن کے ہاتھ رہی تا کہ مومن اور کافر، فرمانبردار اور نافرمان کے درمیان امتیاز ہو جائے۔(تفسیر سعدی)

سوال12: لِيَبْتَلِيَكُمْ ”تا کہ وہ تمہیں آزمائے“ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کیسے آزمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست دے کر آزمایا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال13:وَلَقَدْعَفَاعَنْكُمْ''اور بلاشبہ اُس نے یقیناً تمہیں معاف کر دیا''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کس غلطی کو معاف کر دیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ان غلطیوں کو معاف کر دیا:

1۔مسلمانوں کے بزدلی دکھانے کو۔ 2۔آپس میں اختلاف کرنے کو۔

3۔رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے کو۔ 4۔اُحد کے میدان سے شکست کھا کر بھاگنے کو۔

سوال14:وَاللّٰهُذُوْفَضْلٍعَلَىالْمُؤْمِنِيْنَ''اوراللہ تعالیٰ ایمان والوں پر فضل کرنے والا ہے''ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا فضل تھا؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کا ان کی کوتاہیوں کے باوجود انہیں معاف فرما دینا اس کا فضل تھا۔ 2۔اللہ تعالیٰ نے معافی اور مغفرت کے ذریعے مومنوں پر فضل کیا۔ 3۔اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر فضل ہر حال میں ہوتا ہے خواہ ہو اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ذریعے ہو یا ابتلاء وآزمائش کے ذریعے۔یقیناً ابتلاء وآزمائش اللہ تعالیٰ کا فضل اور خفیہ لطف وکرم ہے تاکہ مومن مصائب پر صبر کرنے لگیں اور مشکل محاذوں پر ثابت قدم رہیں اور یقین میں کمال حاصل کریں اور ثابت کر دیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے حالات خود نہیں بدل لیتے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہ دنیا اور اس کی رونقوں کی طرف راغب ہوئے اور نہ وہ حق سے ہٹے۔ان کی جلد بازی کی سزا انہیں ملی جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے پاک ہو گئے اور وہ شہادت کے مرتبے پر پہنچے۔(تفسیر القاسمی:4/253)

سوال15:کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کے بعد اہلِ ایمان پر طعن وتشنیع کی گنجائش ہے؟

جواب:اہلِ ایمان کی کوتاہیوں پر جب معافی مل جاتی ہے تو طعن وتشنیع کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ایک حج کے موقع پر کسی شخص نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کئے کہ وہ غزوۂ بدر اور بیعتِ رضوان میں شریک نہیں ہوئے اور غزوۂ اُحد سے فرار ہو گئے تھے۔اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:غزوۂ بدر میں اُن کی بیوی بیمار تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی تھیں،بیعتِ رضوان کے موقعے پر وہ رسول اللہ ﷺ کے سفیر بن کر مکہ گئے ہوئے تھے اور غزوۂ اُحد کے فرار کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔(بخاری:3699)

اِذْتُصْعِدُوْنَوَلَاتَلْوٗنَعَلٰٓىاَحَدٍوَّالرَّسُوْلُيَدْعُوْكُمْفِيْٓاُخْرٰىكُمْفَاَثَابَكُمْغَمًّۢابِغَمٍّلِّكَيْلَاتَحْزَنُوْاعَلٰىمَافَاتَكُمْوَلَا مَآاَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُخَبِيْرٌۢبِمَاتَعْمَلُوْنَ(153)

جب تم دور چلے جا رہے تھے اور مڑ کر کسی ایک کو بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہیں تمہاری پچھلی جماعت میں پکار رہا تھا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو اُس نے بدلے میں تمہیں غم کے ساتھ اور غم دیا تا کہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ اس پر جو تمہیں مصیبت پہنچی اور اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھنے والا ہے اس کی جو تم عمل کرتے ہو۔(153)

سوال1: اِذْتُصْعِدُوْنَ" جب تم دور چلے جا رہے تھے" کی وضاحت کریں؟

جواب: اُحد کے میدان میں مسلمانوں کی بدحواسی کا پتہ چلتا ہے۔مسلمان مرعوب ہوگئے،دہشت زدہ ہوئے اور سخت اضطراب میں مبتلا ہوئے۔کوئی کسی کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا۔کوئی کسی کی پکار کا جواب نہیں دے رہا تھا۔نبی ﷺ پکار رہے تھے:"اِلَیَّ عبادَ اللہ" تا کہ لوگ مطمئن ہو جائیں۔ان کے قدم اس لیے لڑکھڑائے تھے کہ کسی نے مشہور کر دیا کہ نبی ﷺ قتل ہو گئے۔

سوال2: اِذْتُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ" جب تم دور چلے جا رہے تھے اور مڑ کر کسی ایک کو بھی نہ دیکھتے تھے" کا احساس کیوں دلایا؟

جواب:1۔یہ احساس اس لیے دلایا گیا کہ ان کے ذہن پر یہ نقش ہو جائے۔ 2۔اور یہ اپنے کیے پر پشیمانی اور ندامت محسوس کریں۔3۔اپنے رویے کے اسباب پر غور کریں۔ 4۔اپنی کمزوریوں،حکم عدولیوں اور باہمی اختلافات پر غور وفکر کریں۔

سوال3: وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ" اور رسول تمہیں تمہاری پچھلی جماعت میں پکار رہا تھا"رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو پیچھے سے کیسے پکارتے رہے؟

جواب:1۔رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو پکارتے رہے:اِلَیَّ عِبَادَ اللہ میری طرف لوٹ کر آؤ اللہ کے بندو! 2۔یعنی رسول ان لوگوں کو بلا رہے تھے جو پہاڑوں پر چڑھ رہے تھے۔کہ" اے میرے بندو!میرے پاس آؤ" مگر تم نے ان کی طرف پلٹ کر دیکھا نہ تم ان کے پاس رکے۔پس میدان جنگ سے فرار فی نفسہ موجب ملامت ہے۔اور رسول اللہ ﷺ کا بلانا،جو اس امر کا موجب تھا کہ اپنی جان پر بھی آپ کی پکار کو مقدم رکھا جائے۔سب سے بڑی ملامت کا مقام ہے،کیونکہ تم لوگ بلانے کے باوجود آپ سے پیچھے رہے۔(تفسیر السعدی:435/1) 3۔براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا گیا،انہوں نے بیان کیا کہ احد کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ نے (تیراندازوں کے) پیدل دستے پر سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر کیا تھا پھر سے مسلمانوں نے پیٹھ پھیر لی،آیت" اور رسول تم کو پکار رہے تھے تمہارے پیچھے سے" میں اسی کی طرف اشارہ ہے،اس وقت رسول کریم ﷺ کے ساتھ بارہ صحابیوں کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔(صحیح بخاری:4561)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ'' تو اُس نے بدلے میں تمہیں غم کے ساتھ اور غم دیا تا کہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ اس پر جو تمہیں مصیبت پہنچی۔'' اللہ تعالیٰ نے غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو کون سے غم دیئے؟

جواب:1۔بہت سے مسلمانوں کے قتل ہونے کا غم۔2۔نبی ﷺ کی شہادت کی افواہ سے پہنچنے والا غم۔ 3۔مسلمانوں کے زخمی ہونے کا غم۔4۔نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا غم۔5۔مالِ غنیمت سے محرومی کا غم۔ 6۔کفار پر فتح پانے سے محرومی کا غم۔

سوال5: لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ'' تا کہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ اس پر جو تمہیں مصیبت پہنچی'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غم کیوں دیئے؟

جواب:'' تا کہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ اس پر جو تمہیں مصیبت پہنچی۔''1۔تا کہ ان کے اندر برداشت کرنے کی قوت اور حوصلہ پیدا ہو جائے۔اگر یہ عزم پیدا ہو جائے تو جانے والی چیزوں پر ملال نہیں رہتا۔

2۔یہ سب اس لیے ہوا تا کہ انہیں مصیبتوں پر صبر کرنے کی عادت پڑے اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ فتح و نصرت اور حصولِ مالِ غنیمت سب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے، ان کی قدرت و طاقت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال6: وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ'' اور اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھنے والا ہے اس کی جو تم عمل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے یعنی دل کے حالات اور بدلتے واقعات سب اللہ تعالیٰ کی خبر میں ہیں۔اس لئے تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کرنا چاہئے۔

2۔اُحد کے میدان میں مسلمانوں کے اندر جو کمزوری اور بزدلی پیدا ہوئی تھی اور اس کے نتیجے میں جو بھگدڑ مچی اور ایک کے بعد ایک صدمہ پہنچا۔اللہ تعالیٰ نے اس ماحول میں گزرنے والے مسلمانوں کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔اگر مسلمان میدان اُحد میں دل کی گہرائیوں سے اپنے اعمال پر اللہ تعالیٰ کو خبردار سمجھتے تو صورت حال مختلف ہوتی۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(154)

پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر ایک امن نازل فرمایا، ایک اونگھ تھی جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی اور یقیناً کچھ لوگ تھے جن کی جانوں نے انہیں فکر میں ڈال رکھا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کر رہے تھے، وہ کہتے تھے: ''کیا اس کام میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہے؟'' آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔'' وہ اپنے دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جو آپ کے لیے ظاہر نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں: ''اگر اس میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے'' آپ کہہ دیں: ''اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو بھی جن کا قتل ہونا لکھا گیا تھا وہ ضرور اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف نکل آتے۔'' اور تا کہ اللہ تعالیٰ اسے آزمالے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تا کہ وہ اسے خالص کر دے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتیں خوب جاننے والا ہے۔(154)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اور ابن راہویہ نے مسند میں زہری سے روایت کیا کہ شیطان نے احد کے دن بلند آواز سے چیخ ماری کہ رسول اکرم ﷺ شہید کر دیئے گئے، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے میدانِ جنگ میں رسول اکرم ﷺ کو دور سے پہچانا۔ میں نے آپ کی آنکھوں کو خود کے نیچے سے دیکھا دیکھتے ہی خوشی و مسرت میں بلند آواز کے ساتھ میں نے پکارا کہ اے صحابہ کرام! رسول اللہ ﷺ یہ ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر ابن عباس:225/1)

سوال2: ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ''پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر ایک امن نازل فرمایا، ایک اونگھ تھی جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی'' میدانِ اُحد میں صحابہ رضی اللہ عنہم پر طاری ہونے والی اونگھ کی کیفیت کیا تھی؟

جواب:1۔ اللہ تعالیٰ نے غم کے بعد اہل یقین پر خاص طور پر کامل امن طاری کر دیا ان کا خوف جاتا رہا یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں سے تلواریں گرتی جا رہی تھیں۔ 2۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ احد کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دن جب ہم صف بندی میدان میں تھے کہ ہم پر ایسی اونگھ چھا گئی کہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر تلوار گری جارہی تھی اور میں اس کو پکڑ رہا تھا وہ گری جارہی تھی اور میں پکڑ رہا تھا۔(بخاری:4562) 3۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ''میں نے اُحد کے دن اپنا سر اٹھایا اور دیکھنے لگا ہر شخص کا سر ہودج پر جھکا ہوا ہے۔''(تفسیر مظھری:2/261)

سوال3:اونگھ خوفزدہ انسان پر کیسے اثرات مرتب کرتی ہے؟

جواب:1۔خوفزدہ اور پریشان حال انسان پر جب اونگھ طاری ہوتی ہے چاہے ایک لمحے کے لیے ہو،جسم پر جادو کے سے اثرات مرتب کرتی ہے۔اونگھ دور ہوتے ہی تروتازگی محسوس ہوتی ہے،جسم آرام محسوس کرتا ہے اور دلوں پر اطمینان کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔2۔امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے لکھا کہ اونگھ کے کئی فوائد تھے۔ان میں سے ایک اہم فائدہ یہ ہوا کہ دشمنانِ اسلام جو مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے تھے،ان کا خوف مسلمانوں کے دلوں سے نکل گیا کیونکہ نیند کی حالت میں محفوظ رہنے نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین بڑھا دیا۔(تیسیر الرحمٰن:215) 3۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:قتل میں اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن ہے اور نماز میں اونگھ شیطان کی طرف سے ہے۔(تفسیر الدر المنثور:2/156)

سوال4:میدانِ جنگ میں سب سے زیادہ اہمیت کس بات کی ہوتی ہے؟

جواب:1۔انسان کا سکون رخصت نہ ہو۔2۔وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا منصوبہ بنا سکے۔ 3۔اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ 4۔اسے یہ یقین ہو کہ اس کی جان اس کی اپنی نہیں،وہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔اُسی کے لیے لڑنا ہے اور اُسی کے لیے حرکت میں آنا ہے۔

سوال5:یہاں کن دو جماعتوں کا تذکرہ ہے؟

جواب:یہاں مسلمانوں کی دو جماعتوں کا تذکرہ ہے: 1۔ان میں سے ایک کو اونگھ ڈھانپ رہی تھی۔ 2۔دوسری وہ تھی جسے اپنی جانوں کی فکر لاحق تھی۔

سوال6:وَطَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ''اور یقیناً کچھ لوگ تھے جن کی جانوں نے انہیں فکر میں ڈال رکھا تھا'' ڈگمگاتے ایمان والوں کی خصوصیات کیا ہیں؟

جواب:1۔سیدنا ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے کہ اٹھایا میں نے سر اپنا احد کے دن تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی ان میں سے اس دن ایسا نہیں ہے جو جھکا نہ جاتا ہو اپنے سر کے نیچے اونگھ کے سبب سے پس یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی ثم انزل (جامع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترمذی کتاب تفسیر القرآن :3007) 2۔''اور یقیناً کچھ لوگ تھے جن کی جانوں نے انہیں فکر میں ڈال رکھا تھا''وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا سرپرست نہیں بناتے،اس پر اعتماد نہیں کرتے،اپنے آپ کو تقدیر کے سپرد نہیں کرتے۔3۔دین کی فکر سے خالی ہوتے ہیں۔4۔اپنی ذات کی فکر میں پڑے رہتے ہیں۔5۔ان کے دلوں میں ایمان کی حقیقت جاگزیں نہیں ہوتی۔6۔اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں کرتے ہیں۔ 7۔انہیں صرف اپنی فکر لاحق تھی۔انہیں نہ تو اپنے دین کی فکر تھی،نہ اپنے رسول کی،اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی،،خوف وقلق اور جزع فزع کی وجہ سے انہیں کہاں نیند آسکتی تھی!(تیسیر الرحمٰن)

سوال6:يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ''وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کررہے تھے''اللہ تعالیٰ کے ساتھ جاہلیت والے گمان کیا تھے؟

جواب:''وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کررہے تھے''اللہ تعالیٰ کے ساتھ جاہلیت والے گمان یہ تھے کہ 1۔نبی ﷺ کا معاملہ باطل ہے۔2۔انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہیں۔3۔جس دین کی دعوت دیتے ہیں اس کا مستقبل مایوس کن ہے۔

سوال7:يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ''وہ کہتے تھے:''کیا اس کام میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہے؟''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔یہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی طرف اشارہ ہے۔جنگ کے لیے مدینہ سے نکلنے سے پہلے اس نے یہی مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر ہی رہ کر دفاع کیا جائے اس لیے جب اسے خبر ملی کہ خزرج کے بہت سے لوگ قتل ہوگئے تو اس نے مسلمانوں میں بدظنی پھیلانے کے لیے کہا هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ کیا اس کام میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہے؟(تیسیر الرحمٰن)

2۔منافقین کا بڑا اعتراض یہ تھا کہ اس جنگ کے لیے جو منصوبہ بنایا گیا اس میں ہماری ایک نہیں سنی گئی۔اس گروہ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر جنگ کی جائے۔3۔ان کو جواب یہ دیا گیا کہ کہہ دو:یقیناً سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

4۔قتادہ اور ربیع نے کہا:جاہلیت کے گمان اہل شرک کے تھے۔(جامع البیان:4/148)

سوال8:قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ''آپ کہہ دیں:''بلاشبہ سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے''یہ امر کن امور پر مشتمل ہوتا ہے؟

جواب:''آپ کہہ دیں:''بلاشبہ سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے''پس معلوم ہوا کہ اسباب خواہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں وہ تب ہی فائدہ دیتے ہیں جب قضاوقدر معارض نہ ہو۔جب قضاوقدر اسباب کے خلاف ہو تو اسباب کوئی فائدہ نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کے جو فیصلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیئے ہیں وہ نافذ ہوکر رہتے ہیں۔ (تفسیرِ سعدی)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9:یُخۡفُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ مَّا لَا یُبۡدُوۡنَ لَکَ ’’وہ اپنے دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جو آپ کے لیے ظاہر نہیں کرتے‘‘اس کی وضاحت کریں؟

جواب:’’ وہ اپنے دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جو آپ کے لیے ظاہر نہیں کرتے‘‘ وہ اپنے دلوں میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف کفر،بغض اور دشمنی چھپائے ہوئے تھے جس کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔(ایسر التفاسیر) ان کے دل وسوسوں اور شبہات سے بھرے ہوئے ہیں مثلاً:1۔قیادت کی غلطی ہے۔2۔قیادت کے اختیارات میں ہمارا کوئی حصہ ہوتا تو یہاں نہ مارے جاتے۔

سوال10:یَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ کَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا ہٰہُنَا ’’وہ کہتے ہیں:’’اگر اس میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:یہ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کا انکار اور اس کی تکذیب ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کو بے وقوفی کی طرف منسوب کرنا اور اپنے آپ کو پاک صاف اور صحیح قرار دینا ہے۔(تفسیرِ سعدی)

سوال11:انسان کے اندر قیادت کے بارے میں وسوسے کب آتے ہیں؟

جواب:1۔جب انسان نظریئے کے لیے خالص اور یک سو نہیں ہوتا۔2۔جب کسی موقع پر شکست سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ 3۔جب توقع سے زیادہ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔4جب ناگوار نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سوال12:قُلۡ لَّوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ لَبَرَزَ الَّذِیۡنَ کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰی مَضَاجِعِہِمۡ ’’آپ کہہ دیں:اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو بھی جن کا قتل ہونا لکھا گیا تھا وہ ضرور اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف نکل آتے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’ آپ کہہ دیں:اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو بھی جن کا قتل ہونا لکھا گیا تھا وہ ضرور اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف نکل آتے‘‘موت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔جہاں کسی کے لیے لکھی ہوئی ہو آ کر رہتی ہے۔1۔اسباب خواہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں وہ تب ہی فائدہ دیتے ہیں جب قضاوقدر معارض نہ ہو۔جب قضاوقدر اسباب کے خلاف ہو تو اسباب کوئی فائدہ نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کے جو فیصلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیئے ہیں وہ نافذ ہو کر رہتے ہیں۔ (تفسیرِ سعدی) 2۔احتیاطی تدابیر کسی کو موت سے نہیں بچا سکتیں۔

سوال13:وَ لِیَبۡتَلِیَ اللّٰہُ مَا فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ ’’اور تاکہ وہ اسے خالص کردے جو تمہارے دلوں میں ہے‘‘سینوں کے اندر کس چیز کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آزمائش مطلوب تھی؟

جواب:1۔ایمان کی آزمائش مطلوب تھی جو سینوں کے اندر تھا۔2۔سینوں کے اندر اخلاص ہے یا نفاق،اللہ تعالیٰ اسے باہر نکالنا چاہتے تھے۔3۔اللہ تعالیٰ سینوں کے اندر پروان چڑھنے والے اخلاص یا نفاق کو ظاہر کر کے حجت بنا دینا چاہتے تھے۔ مومنوں کے ایمان میں تو اس سے اضافہ ہوا اور کافروں کے امراض ان کی زبان سے ظاہر ہوئے۔(تفسیر القاسمی:4268,269/)

سوال14:وَلِيُمَحِّصَ مَافِيْ قُلُوْبِكُمْ'' اور تا کہ اللہ تعالیٰ اسے آزمالے جو تمہارے سینوں میں ہے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:اور تا کہ وہ تمہارے دلوں کو خالص کرے۔اس سے مراد یہ ہے کہ آزمائش اس لئے آتی ہے تا کہ جب کھوٹا کھرا الگ الگ ہو جائے تو کھوٹ کو اللہ تعالیٰ صاف کر دے۔

سوال15:دلوں کا حال کھول دینے میں کیا حکمت تھی؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ مخلص مسلمانوں کا اخلاص اور منافقوں کا نفاق کُھل جائے کیونکہ ایسے حالات سے گذرنے کے بعد مومن کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور منافق کی زبان سے اسلام کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار ہوتا ہے۔ 2۔اس کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ امتحان کے مراحل سے گذر کر مؤمن غفلت اور شیطانی وسوسوں سے نجات پا سکے جو اسلام اور ایمان کے منافی ہے۔

سوال16:بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔خفیہ راز جو دل کی تہوں میں ہوتے ہیں۔2۔جو ہر وقت دل میں ہوتے ہیں جدا نہیں ہوتے۔3۔جو روشنی میں نہیں آتے۔4۔اللہ تعالیٰ ان بھیدوں سے خوب واقف ہے۔

سوال17:وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ'' اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتیں خوب جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنے عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر چھپے ہوئے نفاق کو ظاہر کر کے اپنے عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے کا شعور دلایا ہے۔ 2۔اللہ تعالیٰ نے دلوں کے ایمان کے علم سے اپنے عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے کا شعور دلایا ہے۔ 3۔اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر آنے والے وسوسوں سے اپنے عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے کا شعور دلایا ہے۔ 4۔اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے گمانوں سے اپنے عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا ۚ وَ لَقَدۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ (155)

یقیناً تم میں سے جولوگ اس دن پیٹھ پھیر گئے جب دو جماعتوں کا باہمی تصادم ہوا، یقیناً انہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے پھسلا دیا تھا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یقیناً معاف کر دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بُردبار ہے۔(155)

سوال1: اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ”یقیناً تم میں سے جولوگ اس دن پیٹھ پھیر گئے جب دو جماعتوں کا باہمی تصادم ہوا“ مقابلے کے دن کس نے پیٹھ پھیری تھی؟

جواب:1”یقیناً تم میں سے جولوگ اس دن پیٹھ پھیر گئے جب دو جماعتوں کا باہمی تصادم ہوا“ اس سے مراد وہ تیرانداز ہوسکتے ہیں جن کے دل میں مالِ غنیمت کے لالچ نے جوش مارا تھا۔ان کے دل میں یہ بات آئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ انہیں ان کا حصہ نہیں دیں گے۔2۔اس سے مراد غزوۂ احد سے بھاگنے والے افراد بھی ہوسکتے ہیں۔ 3۔رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف تیرہ یا چودہ مسلمان رہ گئے تھے جن میں سات مہاجرین تھے اور سات انصار۔مہاجرین میں سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ، سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص تھے اور سیدنا عثمان بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔جنہوں نے راہ فرار اختیار کی تھی۔چنانچہ شیعہ حضرات سیدنا عثمان پر ایک یہ طعن بھی کرتے ہیں۔حالانکہ خود اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ فرار محض شیطانی اغوا تھا۔ایمان کی کمزوری کی بنا پر نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قصور معاف فرمادیا ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:320/1)

سوال2:انسان سے غلطی کب ہوتی ہے؟

جواب:انسان سے اس وقت غلطی ہوتی ہے۔1۔جب اسے اپنے اوپر قابو نہیں رہتا۔2۔جب اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق کمزور پڑ جاتا ہے۔3۔جب اسے اللہ تعالیٰ کی رضا پر بھروسہ نہیں رہتا۔4۔اس مقام پر شیطان انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔وہ ایسے انسان سے غلطیاں کرواتا ہے۔

سوال3: اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا ”یقیناً انہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے پھسلا دیا تھا“ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:1۔اَسْتَزَلَّهُمْ۔شیطان نے انہیں اپنے وسوسے سے پھسلا دیا جس کی وجہ سے وہ پھسل جاتا ہے اور غلطی کر بیٹھتا ہے۔

2۔بِبَعْضِ مَاكَسَبُوْا'' ان کے بعض اعمال کی وجہ سے'' ان کے گناہوں اور نبی ﷺ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت ان سے روک دی گئی جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا۔(تفسیر منیر:2/454)

سوال4:شیطان انسان کے اندر کیسے داخل ہوتا ہے؟

جواب:شیطان انسان کے اندر اس وقت داخل ہوتا ہے1۔جب اس کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ جاتا ہے۔2۔جب وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ سے نکل آتا ہے۔3۔باہمی اختلاف سے شیطان دَر آتا ہے۔

سوال5:شیطان کو کب بہکانے کا موقع ملتا ہے؟

جواب:1۔شیطان کو انسان کے گناہوں کی وجہ سے بہکانے کا موقع ملتا ہے۔

2۔حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ انسان کے اعمال لشکر کی مانند ہیں۔اگر اچھے ہوں تو ان سے دشمن کے خلاف تقویت ملتی ہے اور اگر برے ہوں تو دشمن کو تقویت ملتی ہے۔

3۔اگر وہ اپنے رب کی اطاعت کے ذریعے محفوظ رہنے کی کوشش کرتے تو شیطان کو ان پر کوئی اختیار نہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ میرے بندوں پر بلاشبہ تجھے کوئی غلبہ نہیں(بنی اسرائیل:65)(تفسیر سعدی)

سوال6:اللہ والوں نے غلطی کے بعد کیا کیا؟

جواب:انہوں نے استغفار کی۔

سوال7:استغفار کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:1۔استغفار کی وجہ سے انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مڑ جاتی ہے۔2۔اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق مضبوط ہو جاتا ہے۔3۔شکوک،شبہات اور بے یقینی کی حالت ختم ہو جاتی ہے۔4۔وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔

5۔وہ دروازہ بند ہو جاتا ہے جہاں سے شیطان دَر آتا ہے۔

سوال8:وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ'' اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یقیناً معاف کر دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے کس چیز کی معافی کا اعلان کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ میں ہونے والی لغزشوں کی معافی کا اعلان کیا ہے۔

2۔اللہ نے ان مسلمانوں کی معافی کا اعلان کیا اس لیے کہ ان کا فرار نفاق کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک عارضی غلطی تھی۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال9:اللہ تعالیٰ نے انہیں کب معاف کر دیا؟

جواب:1۔جب اس نے یہ جان لیا کہ مسلمانوں کے اندر اللہ تعالیٰ کو پانے کی طلب ہے۔وہ اس سے جڑنا چاہتے ہیں۔

2۔جب اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ وہ لوگ سرکشی نہیں کرنا چاہتے۔

سوال10:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کیوں معاف کر دیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس لئے معاف کر دیا کیونکہ ان کا فرار نفاق کا نتیجہ نہیں تھا،غلطی تھی۔

سوال11:اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ" بے شک اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت بُردبار ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ غفور ہے سارے صغیرہ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے۔

2۔اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ گناہوں پر سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔(تفسیر منیر:460/2)

سوال12:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور رحیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی لغزشوں کے باوجود ان کے دلوں میں موجود ایمان کے علم سے اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے۔2۔اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی لغزشوں کے باوجود معاف کرنے سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر8

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ اِذَا ضَرَبُوۡا فِی الۡاَرۡضِ اَوۡ كَانُوۡا غُزًّی لَّوۡ كَانُوۡا عِنۡدَنَا مَا مَاتُوۡا وَ مَا قُتِلُوۡا ۚ لِیَجۡعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسۡرَةً فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَ اللّٰهُ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ (156)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو!تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے کفر کیا اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب انہوں نے زمین میں سفر کیا یا وہ لڑنے والے تھے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہی رہتے تو نہ مرتے اور نہ وہ قتل کیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتے ،تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ان کے دلوں میں حسرت بنادے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے،اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔

سوال1:یٰٓاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منافقوں اور کافروں کی مشابہت سے روکا ہے۔

2۔کفر اسلام سے اور اسلامی عقیدے سے انکار کو کہتے ہیں۔اسلامی عقیدے کے مطابق زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔جب انسان ایسی بات کہتا ہے کہ ''اگر ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے'' تو زندگی اور موت کے اختیار کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے موت وحیات کے مالک ہونے کے عقیدے کا انکار ہے۔اس لئے اس قول کو کفر اور کہنے والے کو کافر قرار دیا گیا۔(قرآنا عجبا)

3۔فاسد عقیدہ بزدلی کی بنیاد ہے۔

سوال2:زندگی اور موت کے بارے میں مومن اور کافر کے عقیدے میں کیا بنیادی فرق ہوتا ہے؟

جواب:

مؤمن کی سوچ	غیر مؤمن کی سوچ
1۔دنیا میں ہونے والے کاموں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر یقین رکھتا ہے۔	1۔ظاہری اسباب پر یقین رکھتا ہے۔
2۔زندگی موت،کامیابی اور ناکامی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔	2۔زندگی موت،کامیابی اور ناکامی کو اپنی تدبیروں کا نتیجہ سمجھتا ہے۔
3۔اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھ کر مطمئن ہو جاتا ہے۔	3۔حادثہ پیش آئے تو غم میں مبتلا ہوتا ہے کہ میں نے فلاں تدبیر کی ہوتی تو حادثے سے بچ جاتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مؤمن کا عقیدہ	غیر مؤمن کا عقیدہ
4۔جو ہر کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے وہ اپنے وجود کی قیمت پر اپنے مال سے، اپنے وقت ،اپنی صلاحیت سے جنت حاصل کرنے کی تک ودو میں زندگی گزارتا ہے۔	4۔جو دنیا کے اسباب کو اہمیت دیتا ہے، دنیا کی چیزوں کی فراہمی میں ساری زندگی لگا دیتا ہے۔

سوال3:وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ''اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب انہوں نے زمین میں سفر کیا یا وہ لڑنے والے تھے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہی رہتے تو نہ مرتے اور نہ وہ قتل کیے جاتے'' کافروں کی سی باتیں کون سی ہوتی ہیں؟

جواب:اگر کوئی سفر یا جنگ میں حادثے سے دوچار ہو جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے۔

سوال4:کسی کی موت یا شہادت پر اس قول کو لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ''اگر ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے'' کفر کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب: کفر اسلام سے اسلامی عقیدے سے انکار کو کہتے ہیں۔اسلامی عقیدے کے مطابق زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔جب انسان ایسی بات کہتا ہے کہ اگر ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تو زندگی اور موت کے اختیار کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے موت وحیات کے مالک ہونے کے عقیدے کا انکار ہے۔اس لئے اس قول کو کفر اور کہنے والے کو کافر قرار دیا گیا۔

سوال5: کافرانہ باتوں کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: دل کے اندر حسرت پیدا ہوتی ہے۔

سوال6:اہلِ ایمان کو کافروں جیسی باتیں کرنے سے روکا گیا۔اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:1۔کافرانہ باتیں کر کے انسان کا عقیدہ فاسد ہو جاتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے عقیدہ کے فساد سے روکا ہے۔

2۔یہ عقیدہ لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا ''اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے'' بزدلی کی بنیاد ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس عقیدے سے روک کر بزدلی سے بچا لیا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔عقیدے کا فساد دِلی حسرت کا سبب بنتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے دِلی حسرتوں سے بچالیا ہے۔

سوال7:لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ’’ تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ان کے دلوں میں حسرت بنادے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:مجاہد کا قول ہے کہ ان کی بات نے انہیں غم دیا ان کو کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔(تفسیر الدر المنثور:158/2)

سوال8:دِلی حسرت سے کون بچ سکتا ہے؟

جواب:دِلی حسرت سے صحیح عقیدہ رکھنے والے مسلمان ہی بچ سکتے ہیں جو اس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور زندگی اور موت پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کے نزدیک طاقتور مومن ضعیف مومن سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے اور ہر ایک میں خیر اور بھلائی ہے۔تم ان کاموں کی حرص کرو جو تمہارے لئے مفید ہیں۔(یعنی آخرت میں کام دیں) اور اللہ سے مدد مانگو اور ہمت نہ ہارو اور جو تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو یوں مت کہہ کہ اگر میں ایسا کرتا یا ایسا کرتا تو یہ مصیبت نہ آتی،لیکن یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایسا ہی تھا جو اس نے چاہا کیا اور اگر مگر کرنا شیطان کے لئے راہ کھولنا ہے۔(صحیح مسلم :6774)

سوال9:وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ’’ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے‘‘ موت وحیات کے بارے میں صحیح عقیدہ کیا ہے؟

جواب:1۔موت وحیات کے بارے میں صحیح عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ’’ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔‘‘

2۔موت کا ایک وقت مقرر ہے۔3۔جب موت کا وقت آجائے تو وہ قلعوں کے اندر بھی آجائے گی۔

سوال10:موت وحیات کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تسلیم کر لینے سے انسان کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:1۔موت وحیات کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تسلیم کر لینے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کا جذبہ اُبھرتا ہے۔2۔انسان پختہ ارادوں والا ہوجاتا ہے۔3۔انسان کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں۔4۔انسان حسرتوں سے بچ جاتا ہے۔5۔بے چینی واضطراب سے بچ جاتا ہے۔6۔اسے دلی سکون نصیب ہوتا ہے۔7۔بزدلی سے بچ جاتا ہے۔8۔زندگی بچائے نہیں پھرتا بلکہ اسے بلند مقاصد کے حصول کے لیے،اپنے ربّ کو راضی کرنے کے لیے نچھاور کرنے کو تیار رہتا ہے۔

سوال11:وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ’’ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں کو حسرت سے بچانے کے لئے اپنے مُحیِی اور مُمِیت ہونے کا شعور دلایا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11:وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ''اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' سے اللہ تعالیٰ نے کون سے اعمال پر اپنے بصیر ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے زبان اور دل کے عمل کی طرف توجہ دلائی ہے جن اعمال کے بارے میں عام طور پر لوگ بے شعوری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بے پرواہ رہتے ہیں۔

2۔اللہ تعالیٰ نے دل اور اعمال پر بصیر ہونے کی طرف توجہ دلا کر انسان کو اپنے خیالات اور اپنی باتوں کی وجہ سے پیدا ہونے والے فساد سے روکا ہے۔

وَلَئِنۡ قُتِلۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَوۡ مُتُّمۡ لَمَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَحۡمَۃٌ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ(157)

اور یقیناً اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔(157)

سوال1:وَلَئِنۡ قُتِلۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَوۡ مُتُّمۡ '' اور یقیناً اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں موت نیکی اور خیر کے ایسے اعمال میں سے ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہ نمائی کی ہے اور اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے۔

2۔اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رحمت اس کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جائے۔

3۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا اس سارے مال ومتاع سے بہتر ہے جسے اس دنیا کی زندگی میں جمع کرتے ہیں وہ ڈھلتا سایہ ہے اور شہادت پر ملنے والی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔(تفسیر المراغی:91/2)

سوال2:کیا موت اور قتل سے زندگی ختم ہو جاتی ہے؟

جواب:نہیں بلکہ موت کے بعد لازوال زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

سوال3:لَمَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَحۡمَۃٌ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ''تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں'' کیا یہ زندگی اس انعام سے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ دے گا؟

جواب:1۔اس زندگی میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ عارضی ہے۔2۔وقت،زندگی،مال،اولاد،صلاحیتیں،قوتیں،ہر چیز مقررہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقت پر، مقررہ مقام پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ملتی ہے۔3۔انسان جو کچھ اس زندگی میں پالیتا ہے وہ اس کا رہتا نہیں مثلاً:
i۔وقت ختم ہوجانے والا ہے۔ii۔عمر تمام ہونے والی ہے۔iii۔زندگی بیماریوں، حادثوں، مصیبتوں اور دکھوں کا شکار ہوجانے والی ہے۔ iv۔صلاحیتیں اور قوتیں زوال پذیر ہونے والی ہیں۔v۔مال حفاظت کے باوجود ہاتھ سے نکل جانے والا ہے۔ہر چیز فانی ہے۔کسی چیز کے بارے میں انسان کو مستقل اطمینان نہیں رہتا۔3۔یہ زندگی اور اس کی نعمتیں ختم ہوجانے والی ہیں جبکہ آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی ہے۔(الاعلیٰ:17)

سوال4:انسان کے سامنے دو ترجیحات ہیں: دنیا یا آخرت، انسان کس کو ترجیح دے؟

جواب:انسان کے سامنے دو ترجیحات رہتی ہیں: دنیا یا آخرت۔انسان ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دے سکتا ہے۔جب وہ دنیا کو ترجیح دیتا ہے تو اس کا ہر کام دنیا کے لئے ہوتا ہے۔جب وہ آخرت کو ترجیح دیتا ہے تو اس کا ہر کام آخرت کے لئے ہوتا ہے۔

	صرف دنیا کے لیے	آخرت کے لیے
1۔مال	انسان مال جمع کرتا ہے اور دنیا کے لیے خرچ کرتا ہے جو آخرت میں کام نہیں آتا۔	1۔انسان دنیا کی ضروریات کے بعد آخرت کے لیے مال گھٹاتا ہے جو آخرت میں کام آتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔اولاد	انسان اولاد کوصرف دنیا بنانے پر لگا دیتا ہے۔ان کی تعلیم ان کے روزگار،ان کی شادی اوران کے بہتر مستقبل کی فکر کرتا ہے۔ ایسی اولاد آخرت میں اس کے کام نہیں آسکتی۔	انسان اولاد کودنیامیں بہترین انداز سے جینے کے قابل بناتا ہے۔ان کی دنیا کی تعلیم کے ساتھ آخرت کی تعلیم کا انتظام کرتا ہے۔ان کے روزگار کی فکر کرتا ہے اورانہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ تجارت کے لیے تیار کرتا ہے۔ان کی شادی کرتا ہے اورانہیں اپنی نسل کوبھی آخرت کے لیے تیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ایسی اولاد دنیامیں بھی نعمت ہے اورآخرت میں بھی۔
3۔وقت	انسان وقت دنیا کے کاموں اورخوشیوں کے لیے لگاتا ہے۔آخرت میں کام نہیں آتا۔	انسان اپنے وقت کودنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں کامیابی کے لیے اپنے مقصدِ زندگی کے مطابق لگاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر پاتا ہے۔
4۔صلاحیتیں اور قوتیں	انسان اپنی صلاحتیں اورقوتیں دنیا بنانے کے لیے لگاتا ہے۔(دنیا کے چندون کا عیش اورہمیشہ کی ذلت ورُسوائی عذاب)	انسان اپنی صلاحتیں اورقوتیں دنیا کے ساتھ آخرت کے لیے اپنی زندگی کے مشن کو پورا کرنے کے لیے لگاتا ہے اورآخرت میں کامیاب ہوتا ہے۔

سوال5:انسان کیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اورمغفرت کا مستحق بنتا ہے؟

جواب:انسان اللہ تعالیٰ کے راستے میں اخلاص کے ساتھ جہاد کرکے اس کی رحمت اورمغفرت کا مستحق بنتا ہے۔

سوال6:لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ’’تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اوررحمت اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا دنیا کے مال ومتاع سے بہتر ہے۔2۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔3۔یہ موت اس لیے بہتر ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت نصیب ہوتی ہے۔4۔اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اللہ کے راستے میں قتل ہوجانا یا مرجانا،اس میں کوئی نقص یا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے پرہیز کیا جائے بلکہ یہ تو ایک ایسا معاملہ ہے جس میں رغبت کے لیے لوگوں کو مسابقت کرنی چاہیے کیونکہ یہ ایک سبب ہے جو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت تک پہنچاتا ہے۔اور یہ اس دنیاوی مال ومتاع سے کہیں بہتر ہے جسے دنیا والے جمع کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی)

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ(158)

اور یقیناً اگر تم مرگئے یا قتل کردیئے گئے تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے(158)

سوال1:وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ'' یقیناً اگر تم مرگئے یا قتل کردیئے گئے تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے'' انسان کو جب یہ یقین ہوجاتا ہے تو اس کے رویئے میں کیا فرق آتا ہے؟

جواب:1۔انسان عظیم موت(شہادت) کے حصول کے لیے بڑے مقصد(جہاد) کے لیے جینے کا ارادہ کرلیتا ہے۔

2۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں اس طرح نکلا کہ میری راہ میں جہاد،مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اسے نکلنے پر مجبور کیا تو میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا اسے اس کے مسکن تک جہاں سے وہ نکلا ہے اس طرح واپس لاؤں کہ وہ اجر یا غنیمت سے مالا مال ہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اللہ کی راہ میں کسی شخص کو جو بھی زخم آئے گا وہ قیامت کے دن اسی زخمی حالت میں اللہ کے حضور پیش ہوگا اس زخم کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہوگی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر میری امت کے لیے تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں اللہ کی راہ میں لڑی جانے والی کسی بھی جنگ میں پیچھے نہ رہتا لیکن نہ تو میرے پاس اتنی وسعت ہے کہ میں ان سب کو سامان جنگ مہیا کرسکوں اور نہ ان کو خود ہی اس قدر وسعت حاصل ہے مسلمانوں کو یہ بھی ناگوار گذرتا ہے کہ میں کسی مہم کے لیے نکلوں اور وہ پیچھے رہ جائیں اس ذات کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں۔(صحیح مسلم:4859)

سوال2:اِلَی اللّٰہِ تُحۡشَرُوۡنَ ''اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔مرنے یا مارے جانے کے بعد سب کا حشر اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتا ہے جو ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری جزا دے گا۔2۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس نے نہ کبھی جہاد کیا ہو اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کرنے کا خیال آیا ہو تو اس کی موت نفاق کے ایک شعبے پر ہوگی۔''(مسلم:1910)

سوال3:اِلَی اللّٰہِ تُحۡشَرُوۡنَ ''اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے'' کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:1۔انسان کے دل میں موت اور حیات کی حقیقت بیٹھ جاتی ہے۔2۔اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر انسان کا دل مطمئن ہوجاتا ہے۔3۔اللہ تعالیٰ کی حکم پر دل مطمئن ہوجاتا ہے۔

فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ ۚ وَ لَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ ۪ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ وَ شَاوِرۡہُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ (159)

پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہوگئے ہیں اور اگر آپ بدخلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہوجاتے،سو آپ انہیں معاف کردیں اور ان کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

سوال1:فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے ہے'' یہاں نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی کس خاص رحمت کا تذکرہ ہے؟

جواب:''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے ہے''1۔نبی ﷺ کے اندر کی نرمی اور ملائمت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا نتیجہ تھی۔2۔(التوبہ:128)3۔غیروں (اور غیر بھی کیسے بعض معاندوں تک) کہ دو ایک قول سننے کے قابل ہیں۔لین پول نے کہا ہے:''ظلم محمد کی سرشت ہی میں نہ تھا'' اور باسورتھ اسمتھ کا بیان ہے کہ ''انہوں نے عمر بھر کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا،کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مصافحہ کرتا تو نہ وہ اپنا ہاتھ الگ کرنے میں سبقت کرتے نہ ازخود اس سے الگ ہوتے ،گفتگو بہت نرم وشیریں کرتے''۔ اور ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے: پیغمبر کا میلان طبع ہمیشہ نرمی ہی کی جانب رہتا۔ مفصل حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔(تفسیر ماجدی:654/1) 4۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی آپ نے کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کیا نہ آپ نے کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔(صحیح بخاری:6038)

سوال2: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں'' رسول اللہ ﷺ کو نرمی اور ملائمت کیوں عطا کی گئی؟

جواب: دعوت وتبلیغ کے فریضے کو انجام دینے کے لئے نرمی اور ملائمت ضروری ہے۔

سوال3: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ''اور اگر آپ بدخُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے'' تندخوئی اور سنگدلی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: ''اور اگر آپ بدخُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے''1۔تندخوئی اور سنگدلی کی وجہ سے لوگ دور بھاگتے ہیں۔ 2۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تورات میں وہی صفات بیان ہوئی ہیں جو قرآن میں موجود ہیں، کہ آپ سخت زبان ،سخت دل اور بازاروں میں شور مچانے والے نہ ہوں گے اور برائی کا جواب برائی سے نہ دیں گے۔ بلکہ عفو ودرگزر سے کام لیں گے۔(تیسیر الرحمٰن:218) 3۔سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی بھی تکلیف پر جو آپ کو پہنچائی گئی ہو، کبھی بدلہ نہیں لیا۔(صحیح بخاری :6853)4۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں بتادوں جو آتش دوزخ پر حرام ہے اور جس پر آتش دوزخ حرام ہے پھر فرمایا کہ یہ صفت اس شخص کی ہے جس سے ملنا جلنا آسان ہو نرم مزاج ہو قریب ہو۔سہل ہو سنن ابوداود میں ہے کہ آنسید نا سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سخت مزاج بداخلاق داخل نہیں ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح)

سوال4: دنیا میں پیغمبر کے آنے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب: انسانیت کو برے انجام سے بچانے اور انہیں ان کے رب کی پہچان دینے کے لیے ایک بنیادی جماعت کی تیاری جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے۔

سوال5: مسلم اُمّت کی تنظیم کے لیے اس آیت میں کیا طریقۂ کار بتایا گیا ہے؟

جواب: امتِ مسلمہ کی تنظیم کے لیے اس آیت میں ایک تو قائد کے اوصاف بتائے گئے ہیں اور دوسرے اجتماعی معاملات کی تنظیم کے لیے قائد کی زیرِ نگرانی افراد کے لیے اصول دیئے گئے ہیں۔

سوال6: ایک قائد کی شخصیت کو کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: ایک قائد کو اپنی شخصیت میں مطلوبہ اوصاف پیدا کرنے چاہئیں:

1۔نہایت مہربانی 2۔رحم دلی 3۔نرم دلی 4۔نرم گفتاری 5۔قصوروں کو معاف کرنا 6۔لوگوں کے حق میں دل سے دعا کرنا 7۔اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا 8۔اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنا 9۔معاملات کو باہمی مشورے سے چلانا 10۔اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا 11۔صبر، حلم، ہمدردی، محبت اور شرافت سے کام لینا۔12۔غلطیوں، کمزوریوں اور نقائص پر رعایت کرنا 13۔دوسروں کو اہمیت دینا 14۔خندہ پیشانی سے ملنا۔15۔زبان، طرزِ کلام اور رہن سہن کو اجنبیت سے پاک کرنا۔ 16۔انسانوں سے خیر خواہی کرنا۔ بڑی سے بڑی غلطی کرنے والوں کے خلاف بھی دل میں نفرت، کینہ یا حسد نہ رکھنا۔

کیونکہ بدخوئی اور سخت دلی لوگوں کو متنفر اور ان کے دلوں میں بغض پیدا کرتی ہے۔پس دنیاوی سربراہ کے اچھے اخلاق لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف کھینچتے ہیں اور دین کے بارے میں لوگوں میں رغبت پیدا کرتے ہیں اس کے علاوہ وہ لوگوں میں قابل تعریف اور اللہ کے ہاں اجر خاص کا مستحق ہوتا ہے اور دینی سربراہ کے برے اخلاق لوگوں کو دین سے متنفر کرتے اور دین کے بارے میں لوگوں میں بغض پیدا کرتے ہیں۔اور اس کے ساتھ ساتھ بدخو دینی سربراہ قابل مذمت اور خاص سزا کا مستحق ہے۔یہ رسول ﷺ معصوم ہیں۔جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے۔تب کسی دوسرے کا کیا حال ہوگا۔اور کیا یہ سب سے زیادہ واجب اور سب سے زیادہ اہم بات نہیں کہ ہم رسول ﷺ کے اخلاق کی پیروی کریں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اور لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف راغب کرنے کے لیے ہم ان کے ساتھ نرمی، حسن خلق اور الفت کے ساتھ پیش آئیں جیسے رسول اللہ ﷺ پیش آیا کرتے تھے؟ (تفسیر سعدی:440/1)

سوال7: قائد کی زیرِ نگرانی کام کرنے والے افراد کو اپنے اندر کیسی خصوصیات پیدا کرنی چاہئیں؟

جواب: قائد کی زیرِ نگرانی کام کرنے والے افراد کو اپنے اندر مطلوبہ خصوصیات پیدا کرنی چاہئیں:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔قائد سے محبت کرنا، پروانوں کی طرح قائد کے اردگرد جمع ہونا۔ 2۔دین کے کاموں میں ''مشورہ'' میں شامل ہونا۔
3۔سارے فیصلے باہم مشورے سے طے کرنا۔4۔فیصلوں پر عمل درآمد کرنا۔
5۔مشاورت کے بعد معاملہ فیصلہ کن موڑ تک پہنچانا۔6۔پختہ ارادہ وعزم کرنا۔7۔اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا۔

سوال8:فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ '' سو آپ انہیں معاف کردیں اور اُن کے لئے بخشش مانگیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔ان لوگوں سے آپ ﷺ کے حق میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس سے درگزر کریں۔(الاعراف:199)
2۔وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ '' اور اُن کے لئے بخشش مانگیں'' ان کو معاف کر کے آپ تو اجر پائیں گے اور اپنا حق تو معاف کردیں گے لیکن آپ کی اطاعت کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ان لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اس کے حق میں جو کمی کی ہے اس کے لیے آپ ان کے حق میں استغفار کریں تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردے۔

سوال9:وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ '' اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:'' اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں''1۔نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اپنے صحابہ سے دینی کاموں کو انجام دینے کے لیے مشورہ لیں۔2۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے کسی کو مشورہ لینے والا نہیں دیکھا۔(ترمذی:1714) 3۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب میرے متعلق ایسی باتیں کہی گئیں جن کا مجھے گمان بھی نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ میرے معاملہ میں لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔آپ نے شہادت کے بعد اللہ کی حمد وثنا اس کی شان کے مطابق کی پھر فرمایا امابعد! تم لوگ مجھے ایسے لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنہوں نے میری بیوی کو بدنام کیا ہے اور اللہ کی قسم کہ میں نے اپنی بیوی میں کوئی برائی نہیں دیکھی اور تہمت بھی ایسے شخص (صفوان بن معطل) کے ساتھ لگائی ہے کہ اللہ کی قسم ان میں بھی میں نے کبھی کوئی برائی نہیں دیکھی۔وہ میرے گھر میں جب بھی داخل ہوا تو میری موجودگی ہی میں داخل ہوا اور اگر میں کبھی سفر کی وجہ سے مدینہ نہیں ہوتا تو وہ بھی نہیں ہوتا اور وہ میرے ساتھ ہی رہتے ہیں۔(صحیح بخاری:4757) ۔4۔یہاں اسلامی تنظیم کا ایک اہم اصول واضح کیا جارہا ہے جسے شوریٰ کہا جاتا ہے یعنی کام کا پختہ ارادہ کرنے کے پہلے ذمہ دار افراد کا مل کر اس کے سارے پہلوؤں کا جائزہ لینا کہ کیا اچھا ہے کیا برا، کیا کریں اور کیا چھوڑ دیں۔5۔ابن عطیہ نے کہا کہ یہاں شریعت کے قواعد میں سے ایک قاعدے کا حکم دیا جارہا ہے اور وہ ہے شوریٰ۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدح فرمائی ہے'' وامرھم شوری بینھم ''(تفسیر قرطبی:2/192،191) 6۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مَا خَابَ مَن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ یعنی جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہ ہوگا اور جس نے مشورہ کیا اسے ندامت نہ ہوگی۔(ذکرہ الہیثمی فی مجمع الزوائد:280/2)

سوال10:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مشاورت کا حکم دیا،مشاورت کا تعلق کن اُمور سے ہے؟

جواب:1۔مشاورت کا تعلق ان امور سے ہے جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے۔2۔مشورہ انتظامی معاملات میں لیا جائے گا۔(فتح القدیر)

سوال11:مشورہ کب کیا جائے؟

جواب:امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مقصود انہی امور میں مشورہ کرنا ہے جن کے بارے میں شرع میں حکمِ صریح موجود نہ ہو۔بعض علمائے امت کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ مسلمان حکام کو علماء سے ان امور میں ضرور مشورہ کرنا چاہئے جن کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے۔قرطبی رحمہ اللہ نے ابن عطیہ کا قول نقل کیا ہے کہ علماء کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو حاکم،اہلِ علم اور اہلِ دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کر دینا واجب ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال12:مشورہ کب نہیں کیا جانا چاہئے؟

جواب:1۔جن معاملات سے متعلق اللہ رب العزت یا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہدایات موجود ہوں تو ان میں مشورہ نہیں کیا جانا چاہئے۔2۔امیر یا قیادت کی طرف سے فیصلہ آجانے کے بعد آپس میں مشورہ نہیں کیا جانا چاہئے۔3۔ایک دفعہ مشورہ ہونے کے بعد فیصلہ ہو جائے تو دوبارہ مشورہ نہیں کیا جائے گا۔

سوال13:مشورہ کن لوگوں سے کیا جائے گا؟

جواب:1۔مشورہ اہلِ علم سے لیا جائے گا۔جو اس معاملے کا علم بھی رکھتے ہوں اور قرآن وسنت کا علم بھی رکھتے ہوں۔

2۔صاحبِ شعور اور صائب الرائے افراد سے مشورہ لیا جائے گا۔

3۔صرف متعلقہ افراد سے مشورہ لیا جائے گا۔

سوال14:مشورہ دینے والے کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب:سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس سے مشورہ طلب کیا جائے اسے امین سمجھا جاتا ہے۔(ابوداود:5128)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال15:مشاورت کن امور میں کی جائے گی؟

جواب:مشورہ صرف ان امور میں کیا جا سکتا ہے جن میں کتاب وسنت میں صریح حکم موجود نہ ہو اور جہاں صریح حکم موجود ہو وہاں مشورہ کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ عموماً تدبیری امور میں کیا جاتا ہے۔مثلاً جنگ کہاں لڑی جائے؟اس کا طریقہ کار کیا ہو؟قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے؟لوگوں کی معاشی اور اخلاقی بہبود کے لئے کیا طریقے استعمال کئے جائیں وغیرہ وغیرہ۔ مشورہ میں صرف یہ دیکھا جائے کہ کونسی رائے اقرب الی الحق ہے۔یعنی کتاب وسنت کی منشا کے مطابق ہو۔یہ رائے خواہ تھوڑے آدمیوں کی ہو یہ زیادہ آدمیوں کی۔گویا مشورے کا اصل مقصد دلیل کی تلاش ہے۔رائے دینے والوں کی کثرت یا قلت تعداد اس پر اثر انداز نہیں ہوتی اور کسی رائے کو اقرب الی الحق قرار دینے کا اختیار میر مجلس مشاورت کو ہوتا ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن1/321-320)

سوال16:شوریٰ کا طریقۂ کار کیا ہوتا ہے؟

جواب:1۔متعلقہ افراد کی مجلس منعقد کی جائے۔ 2۔کسی معاملے میں مختلف آراء سامنے رکھی جائیں۔

3۔مجلس میں پیش کی جانے والی آراء پر غور وفکر کیا جائے۔

4۔اگر مختلف آراء ہوں تو جو رائے بہتر ہو قبول کی جائے باقی چھوڑ دی جائیں۔

5۔فیصلہ ہو جائے تو شوریٰ کا کام ختم ہو جاتا ہے۔

سوال17:مشاورت کے بعد آخری فیصلہ کس کا ہوگا؟

جواب:1۔مشاورت کے بعد آخری فیصلہ حکمران یا ذمہ دار کا ہوگا۔

2۔یہ فیصلہ مشورہ دینے والوں کی اکثریت کی بنیاد پر نہیں ہوگا جیسا کہ جمہوریت میں ہوتا ہے۔

سوال18:مشورے کے بعد اعتماد کس پر ہوگا؟

جواب:مشورے کے بعد مشورہ دینے والوں کی عقل وفہم پر نہیں سارا اعتماد اور توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوگا۔

سوال19:شوریٰ کے فیصلے کے بعد اگلا مرحلہ کیا ہوتا ہے؟

جواب:1۔شوریٰ کے بعد اگلا مرحلہ فیصلے کے نفاذ کا ہوتا ہے۔

2۔اس مرحلے میں پختہ عزم اور فیصلہ کن اقدام کی ضرورت ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کی ضرورت ہوتی ہے۔

4۔یہاں سے معاملہ اللہ کی تقدیر کے حوالے ہوجاتا ہے۔

5۔اللہ تعالیٰ نتائج کو ظاہر کرتے ہیں۔6۔مؤمنین کا کام پوری تیاری کر کے نتائج سے بےفکر ہوجانا ہے۔

7۔فیصلے نافذ ہونے کے بعد جو بھی نتائج نکلیں انہیں قبول کرنا۔

سوال20:فَإِذَاعَزَمْتَ ''پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں'' کی ضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ جب آپ کسی کام کو کرنے کا پختہ ارادہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔(جامع البیان:160/4)

سوال21:فیصلہ ہوجانے کے بعد پختہ عزم کی رائے میں رکاوٹ کیا ہوتی ہے؟

جواب:1۔دل میں اطمینان نہ ہو۔2۔انسان پست ہمت ہو۔3۔انسان اَخلاقی اور عملی اعتبار سے ایک جگہ قائم نہ رہ سکے۔

4۔اس کے دل میں کھوٹ ہو۔5۔قیادت کے ساتھ اِخلاص نہ ہو۔

6۔قیادت پر اعتماد نہ ہو یا کم ہو۔اس کے فیصلوں کو اپنے خلاف محسوس کیا جائے۔

سوال22: فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ''تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں'' کب توکل کرنے کا حکم دیا گیا؟

جواب:مشورہ کرنے کے بعد ایک فیصلے پر پختہ عزم کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم دیا گیا۔

سوال23:ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کیوں کریں؟

جواب:1۔اگر ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کریں گے تو وہ مدد کرے گا اگر اللہ تعالیٰ چھوڑ دے تو کوئی مدد نہیں کرسکتا۔اس لئے اس پر بھروسے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

2۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت مومنوں کے کام نہیں آسکتی کیونکہ کوئی قوت اللہ تعالیٰ کی قوت کے سوا نہیں۔

3۔کوئی تقدیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سوا نہیں۔4۔کوئی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سوا نہیں۔

5۔تمام واقعات اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہوتے ہیں۔6۔فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

سوال24: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔یقیناًاللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔اپنی محبت سے اللہ تعالیٰ نے توکل کرنے کی ترغیب دی ہے۔2۔اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔(مسلم:574)وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے(الطلاق:3)

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(160)

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ اور ایمان والوں پر تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔(160)

سوال1:اللہ تعالیٰ نے توکل کی ترغیب کیسے دلائی ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے توکل کرنے والوں سے محبت رکھنے سے توکل کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

2۔اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اگر وہ مدد کرے تو کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ چھوڑ دے تو کوئی مدد نہیں کرسکتا۔اس لئے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے۔

سوال2:اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں بے مدد چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے''وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں''اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اپنی قوت اور غلبے کا شعور دلایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں لہٰذا اس کی مدد پر بھروسہ کرو۔

2۔''اور اگر وہ تمہیں بے مدد چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے''

1۔کوئی قوت اللہ تعالیٰ کی قوت کے سوا نہیں ہے۔2۔کوئی تقدیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سوا نہیں ہے۔

3۔کوئی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سوا نہیں ہے۔4۔تمام واقعات اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہوتے ہیں۔

5۔فتح اور شکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔6۔اگر فتح چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے چاہو۔

7۔اگر شکست سے بچنا چاہتے ہو تو اُسی کے آگے گڑگڑاؤ۔8۔اُسی کی طرف توجہ کرلو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

9۔اُسی پر بھروسہ کرو۔10۔پوری تیاری کے بعد نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔

سوال3:وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ''اور ایمان والوں پر تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں'' اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل کس چیز کا تقاضا ہے؟

جواب:1۔ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے، اُسی پر توکل کرے۔

2۔اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا توحید ہے اور کسی دوسرے پر توکل کرنا شرک ہے۔3۔مومن کے ایمان کے مطابق ہی اس کا توکل ہوتا ہے۔4۔نبی ﷺ نے فرمایا:اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں بھی اسی طرح رزق دیا جائے گا جیسے پرندوں کو دیا جاتا ہے۔وہ خالی پیٹ گھروں سے نکلتے ہیں اور بھرے پیٹ واپس آتے ہیں۔(ترمذی،نسائی)

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ(161)

اور کسی نبی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن اس کو لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی پھر ہر جان کو جو اس نے کمایا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔(161)

سوال1:اس آیت کا شان نزول بتائیں؟

جواب:سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:یہ آیت وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ (آل عمران:165) کسی نبی کے لیے لائق نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ایک سرخ چادر کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن (مال غنیمت سے) گم پائی گئی تھی،بعض لوگوں نے کہا شاید رسول اللہ ﷺ نے پکڑ لی ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:''کسی نبی کے لیے لائق نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا وہ قیامت کے روز خیانت کے ساتھ آئے گا پھر ہر نفس نے جو کمایا ہے اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے''۔(جامع ترمذی:3009)

سوال2:وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ '' اور کسی نبی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ خیانت کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور کسی نبی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ خیانت کرے'' 1۔یہاں غلول سے مراد مال غنیمت کا چھپانا ہے اور اس چیز میں خیانت کرنا جس کا اسے منتظم بنایا گیا ہے۔خیانت کے حرام ہونے پر اتفاق ہے بلکہ اس کا شمار کبائر میں ہوتا ہے۔(تفسیر السعدی:442/1)

2۔غزوۂ اُحد میں تیر اندازوں کو یہ خوف دامن گیر ہو گیا تھا کہ شاید بعد میں رسول اللہ ﷺ انہیں کوئی حصہ نہ دیں۔اس پر یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تنبیہ کی گئی کہ کسی نبی کا یہ کام نہیں کہ وہ مالِ غنیمت میں خیانت کرے۔

3۔خیانت نبوت کے منافی ہے۔اگر نبی ہی خائن ہوتو پھراس کی نبوت پر یقین کیونکر کیا جاسکتا ہے؟(دعوۃ القرآن)

4۔اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی امانت کا شعور دلا کراس کی حکم عدولی یعنی نافرمانی کرنے سے روکا ہے۔(قرآناعجبا)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد میں مالِ غنیمت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کرنے والوں کو نبوت کی عظمت کیسے سمجھائی ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:کسی نبی کے لئے ناممکن ہے کہ اس سے خیانت ہوجائے۔

2۔نبی امین ہوتا ہے۔اس کی امانت پر بھروسہ ہونا چاہئے۔وہ ہر ایک کو اس کا پورا پورا حصّہ دینے والا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی امانت کا احساس دلا کر کس چیز کی اصلاح کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی امانت کا شعور دلا کراس کی حکم عدولی یعنی نافرمانی کرنے سے روکا ہے۔

سوال5:وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ''اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن اس کو لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی''غلول(مالِ غنیمت میں چوری)سے رسول اللہ ﷺ نے کس طریقے سے روکا؟

جواب:1۔نبی ﷺ نے فرمایا:''اے لوگو!تم میں سے کوئی شخص ہمارے لیے عامل مقرر ہو اور اس نے ایک سوئی چرائی یا اس سے زیادہ تو وہ چور ہے اور قیامت کے دن وہ اسے لے کر آئے گا۔''(مسلم:4743)2۔بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خیانت کے بارے میں بات کی اور اسے بہت ہی زیادہ اہمیت دی، پھر کہا:ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی قیامت کے دن میرے سامنے اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر اونٹ ہو جو چیخ رہا ہو،اور وہ کہے کہ یارسول اللہ!میری مدد کیجئے،تو میں کہوں گا کہ آج میں کچھ نہیں کرسکتا،میں نے تمہیں تنبیہ کردی تھی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اسی طرح گھوڑے،بکری،آدمی اور زمین کے ٹکڑوں کا ذکر کیا اور ہر بار یہی بات دہرائی کہ میں کہوں گا:آج کچھ نہیں کرسکتا۔(صحیح بخاری:3073)(مسلم:4734)3۔نبی ﷺ نے فرمایا''اے لوگو!تم میں سے کوئی شخص ہمارے لیے عامل مقرر ہو اور اس نے ایک سوئی چرائی یا اس سے زیادہ تو وہ چور ہے اور قیامت کے دن وہ اسے لے کر آئے گا۔(مسلم،ابوداؤد)4۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا تھا بلکہ گائے اونٹ،سامان اور باغات ملے تھے۔پھر ہم رسول ﷺ کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف لوٹے۔رسول ﷺ کے ساتھ ایک مدعم نامی غلام تھا۔جو بنی ضباب کے ایک صحابی نے آپ ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا۔وہ رسول ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ کسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر ان کو لگا۔ لوگوں نے کہا: مبارک ہو، شہادت! لیکن رسول ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو چادر اس نے خیبر میں تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں چرائی تھی وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر بھڑک رہی ہے۔ یہ سن کر ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ ایک یا دو تسمے لے کر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ میں نے اٹھا لئے تھے رسول ﷺ نے فرمایا یہ بھی جہنم کا تسمہ بنتا۔ (صحیح بخاری:4234)

سوال6: ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ''پھر ہر جان کو جو اس نے کمایا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے'' خیانت اور اس کا انجام بیان کرنے کے بعد یہ کیوں کہا گیا کہ ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا؟

جواب: اس شے کو دور کرنے کے لئے کہ دوسروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ نہیں ملے گا یہ حکم لاکر تاکید کر دی گئی کہ ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے نیک عمل کرے گا وہ گناہ کرنے والے کی طرح نہیں ہوگا۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے۔ جنت والوں کو جنت میں، دوزخ والوں کو دوزخ میں اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔ (الکہف:49)

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (162)

تو کیا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے پیچھے چلا، اس کی مانند ہے جو اللہ تعالیٰ کی کسی ناراضگی کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانہ تو جہنم ہے؟ اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ (162)

سوال1: اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ ''تو کیا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے پیچھے چلا، اس کی مانند ہے جو اللہ تعالیٰ کی کسی ناراضگی کے ساتھ لوٹا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو کیا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے پیچھے چلا، اس کی مانند ہے جو اللہ تعالیٰ کی کسی ناراضگی کے ساتھ لوٹا''1۔ جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شخص اپنے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے گا اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جو گناہ کر کے اپنے رب کو ناراض کرلے۔اسی لیے رب العزت نے فرمایا:اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۫ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کردیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کردیں؟(ص:28)2۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اَموالِ غنیمت لائے گئے، یہ جنگِ قادسیہ کے بعد کا واقعہ ہے،تو ان میں کسریٰ کا وہ تاج بھی تھا جسے وہ اپنے دربار میں پہن کر بیٹھتا تھا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر کہا: قابلِ قدر ہیں وہ فوجی جنہوں نے اسے خزانے میں جمع کروایا۔یہ وہ فاصلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والے امین اور اللہ تعالیٰ کے غضب میں گھر جانے والے خائن کے درمیان ہوتا ہے۔

سوال2:وَمَاۡوٰىہُ جَہَنَّمُ ’’اس کا ٹھکانہ تو جہنم ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی سے روکنے کے لئے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب:’’اس کا ٹھکانہ تو جہنم ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے نافرمانی سے روکنے کے لئے اس کے انجام یعنی جہنم کے عذاب کا خوف دلایا ہے۔

سوال3:وَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ’’اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے‘‘ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کا ٹھکانہ ہے۔(ابن ابی حاتم:806/3)

ہُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ(163)

وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے(الگ الگ) طبقے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں۔(163)

سوال1:ہُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ’’وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے(الگ الگ) طبقے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:ان کے درجات مختلف ہیں اس سے مراد ہے وہ درجات والے ہیں یا ان کے لیے درجات ہیں تو جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہے اور جو اس کو ناراض کرے،ان کے درجات ایک جیسے نہیں ہوسکتے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والوں کے بلند درجات ہیں اور دوسروں کے اسفل ہیں۔(تفسیر فتح القدیر:501/1)1۔ہر شخص اپنے حق کے مطابق بلند درجات تک پہنچتا ہے۔2۔درجات کی بلندی میں کسی پر ظلم نہیں ہے۔3۔درجات کی بلندی میں بے جا محبت وطرف داری نہیں ہے۔4۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات پر نگاہ رکھتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ''اوراللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے اپنے بصیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:1۔''اوراللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر کے ارادوں اور جذبوں کی نگرانی سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔2۔اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر پیدا ہونے والے رضائے الٰہی کے حصول کے ارادے اوراپنے دل کی خوشی کے ارادے کے بارے میں باخبر ہونے سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیکھ لیا ہے جنہوں نے خیانت کی اوران کو بھی جنہوں نے نہیں کی۔(ابن ابی حاتم:808/3)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ(164)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو اُنہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔(164)

سوال1:لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا''رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو اللہ تعالیٰ نے احسان قرار دیا واضح کریں؟

جواب:1''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا''قتادہ کا قول ہے اللہ تعالیٰ نے اس امت کی طرف سے رغبت اور دعا کے بغیر احسان عظیم کیا ہے۔ان کے لیے نبی کو رحمت بنایا جو انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے اور انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی۔(القرآن العظیم:808/3)

2۔رسول اللہ ﷺ کی آمد ان کے لئے احسان تھی کیونکہ آپ ﷺ انہیں قرآن پڑھ کر سناتے تھے جب کہ اس سے پہلے عربوں کے پاس وحی نہیں آتی تھی۔3۔رسول اللہ ﷺ انہیں توحید اور اسلام کی دعوت دیتے تھے۔قرآن وسنت کی تعلیم دیتے تھے۔یہ ان پر بہت بڑا احسان تھا۔4۔رسول اللہ ﷺ انہیں شرک سے پاک کرتے تھے جب کہ اہلِ عرب رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔5۔رسول اللہ ﷺ نے اہل عرب کو علم اور عبادت سکھا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر دنیا کے بہترین انسان بنا دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسانِ عظیم تھا۔

سوال2: اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ''جب اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔فخر الدین زاری نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو عربوں میں پیدا کیا، یہ عربوں کے لیے بڑے فخر وشرف کی بات ہے۔اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام پر فخر کرنا تو یہود، نصاریٰ اور عرب سبھوں میں مشترک تھا اور یہود ونصاریٰ، موسیٰ، عیسیٰ، اور تورات وانجیل پر فخر کیا کرتے تھے۔عربوں کے پاس ان کے مقابلے میں فخر کی کوئی بات موجود نہ تھی، جب اللہ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا، اوران پر قرآن نازل فرمایا، تو یہ عربوں کے لیے بڑے شرف کی بات تھی، جس میں دوسری قومیں شریک نہ تھیں۔(تیسیر الرحمٰن:221)2۔مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ''اُن ہی میں سے'' ان کی جنس میں سے ہی ہے، بنی آدم میں سے اورانہیں فرشتوں میں سے نہیں بنایا(تفسیر سمرقندی:262/1)

سوال3: رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ''اُن ہی میں سے ایک رسول'' میں قیامت تک آنے والے مصلحین (اصلاح کرنے والوں) کے لیے کیا نصیحت ہے؟

جواب: ''اُن ہی میں سے ایک رسول'' 1۔جو شخص بھی اصلاح کا کام کرنے کے لیے اٹھے، جن لوگوں کے درمیان وہ کام کرے ان کو اپنا نظر آئے۔اس کی زبان، اس کا اندازِ کلام، اس کا رہن سہن، ہر چیز اجنبیت سے پاک ہو۔

2۔وہ اپنے اور اپنے مخاطبوں کے درمیان ایسی فضا نہ بنائے جو کسی پہلو سے ایک دوسرے سے دور کرنے والی ہو یا ایک دوسرے کے مقابلے میں فریق بنا کر کھڑا کر دے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے انسانوں میں سے ہونے کو اپنا احسان قرار دیا ہے، نبی کا انسان ہونا کس اعتبار سے احسانِ عظیم ہے؟

جواب:1۔نبی قوم کی زبان اور لہجے میں پیغام پہنچاتا ہے جس کو سمجھنا ہر شخص کے لئے آسان ہوتا ہے۔

2۔نبی انسان ہونے کے ناطے اپنے جیسے انسانوں سے مانوس اور قریب ہوتا ہے۔

3۔انسانوں کے لئے انسان کی پیروی کرنا ممکن ہے کیونکہ انسان ہی اپنے جیسوں کے احساسات، جذبات اور شعور کی باریکیوں کو سمجھ سکتا ہے۔

یوں انس، قربت، زبان اور لہجے کے ایک ہونے اور انسانوں کے احساسات اور جذبات کو سمجھنے کی وجہ سے نبی کا انسان ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ''جواُنہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اوراُنہیں پاک کرتا ہےاورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے''رسول کو بھیجنے کے مقاصد کیا تھے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کر کے سنائے۔2۔انسانوں کی زندگیوں کوسنوارے۔

3۔انہیں کتاب کی تعلیم دے۔4۔انہیں حکمت کی تعلیم دے۔5۔انہیں صریح گمراہیوں سے نکالے۔

سوال6:تزکیہ سے کیامراد ہے؟

جواب:1۔تزکیہ سے مرادعقائد،اعمال اوراَخلاق کی اصلاح ہے۔2۔ابن عباس کا قول ہے کہ تزکیہ سے مراداللہ تعالیٰ کی اطاعت اوراخلاص ہے۔(ابن ابی حاتم:808/3)

سوال7:وَیُزَكِّیْهِمْ ''اوراُنہیں پاک کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اوراُنہیں پاک کرتا ہے''اس سے مراد ہے:

1۔ان کی انفرادی زندگیوں کو پاک کرتا ہے۔2۔ان کے دلوں اوران کے شعورکو پاک کرتا ہے۔3۔ان کے گھرانوں کو پاک کرتا ہے۔4۔ان کے تعلقات کو پاک کرتا ہے۔i۔صلہ رحمی کے تعلقات کو کاٹنے سے۔ii۔ناجائز تعلقات رکھنے سے۔

5۔ان کے معاشروں کوفحاشی اور بہتان طرازی سے پاک کرتا ہے۔6۔ان کے اداروں کو پاک کرتا ہے۔7۔ان کوشرک اور بت پرستی کی گندگیوں سے پاک کرتا ہے۔8۔ان کوتوہمات سے پاک کرتا ہے۔9۔غلط رسوم ورواج سے پاک کرتا ہے۔

10۔ان کوجاہلیت کی زندگی کی تمام گندگیوں سے پاک کرتا ہے۔11۔دوسری قوموں کی نقالی سے پاک کرتا ہے۔

12۔غیرقوموں کی غلامی سے پاک کرتا ہے۔13۔بے قیمت اورگھٹیا سرگرمیوں سے پاک کرتا ہے۔14۔بے مقصدیت سے پاک کرتا ہے کیونکہ ان کے پاس زندگی کا پیغام نہ تھا،انسانیت کی بھلائی کا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔اس دنیامیں اس کے پاس انسانوں کی بھلائی کا کوئی بلند پروگرام نہیں تھا۔

سوال8:وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ''اورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ یہاں کتاب سے مرادقرآن مجید ہے۔2۔وَالْحِكْمَةَ سے مرادسنت ہے۔(تفسیر فتح القدیر:501/1)

3۔وہ انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دے گا پھران میں علماءاورحکماء،قائدین اورعلوم ومعارف کے اساتذہ ہوں گےاوراس رسول سے پہلے وہ گمراہ تھےاس سے پہلے وہ امی امت تھےتو نوراسلام،تعلیم قرآن اورمعارفت حیات سے وہ بہترین امت بن گئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(تفسیر منیر:2/479)

سوال9:انسانوں کے درمیان آج اصلاح کا کام کیسے ہوگا؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ اپنی طرف بلانے والے لوگوں کی اس صلاحیت کو بیدار کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو پڑھنے لگیں، اپنی ذات میں بھی اور اس کائنات میں بھی۔i۔غور وفکر کرنا سکھانے کے لیے قرآنِ حکیم کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں گی۔

ii۔قرآنِ حکیم کے دلائل سمجھائے جائیں گے تاکہ وہ ذہن کا حصہ بن جائیں۔

2۔انفرادی ملاقاتوں کے ذریعے انسانوں کو برائی سے پاک کرنے کی کوشش کی جائے گی۔یہ مقصد گفتگو اور صحبت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔اکٹھے بیٹھ کر تفصیل کے ساتھ گفتگو بھی کی جائے گی اور ساتھ رہتے ہوئے حکمت کے ساتھ خامیوں کی نشان دہی کی جائے گی اور ان سے نجات پانے کے طریقے سکھائے جائیں گے۔اپنے عمل سے نمونہ پیش کیا جائے گا۔

3۔زندگی کو شریعت کے احکامات کے مطابق گزارنا سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی باقاعدہ تعلیم دی جائے گی۔

4۔دین کے گہرے راز اور چھپی ہوئی حقیقتوں کو نمایاں کیا جائے گا۔5۔صریح گمراہیوں اور جاہلیت کے کاموں سے نکالا جائے گا۔

سوال10:وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ’’حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے‘‘ کھلی گمراہی کیا ہے؟

جواب:’’حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے‘‘1۔کھلی گمراہی سے مراد بُت پرستی ہے یعنی شرک۔2۔حرام اور گندی چیزوں کا کھانا۔

3۔ایک دوسرے پر ظلم کرنا کُھلی گمراہی میں مبتلا ہونے کا ثبوت ہے۔(تفسیر القاسمی:4/284)

اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَيۡهَا ۙ قُلۡتُمۡ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (165)

اور کیا جب تمہیں ایک ایسی مصیبت پہنچی جس سے دوگنی تم پہنچا چکے تھے تو تم نے کہا یہ کہاں سے آ گئی ہے؟ آپ کہہ دیں وہ تمہارے اپنے ہی پاس سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے(165)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:ابن ابی حاتم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے فرمایا کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر جو چھوڑ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا تھا اس کی گرفت احد میں ہوئی کہ ستر صحابہ کرام شہید ہوئے رسول اکرم ﷺ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر خود ٹوٹ گیا جس سے آپ کے چہرۂ انور پر سے خون بہنے لگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر:486/1)

سوال2: اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ''اور کیا جب تمہیں ایک ایسی مصیبت پہنچی جس سے دوگنی تم پہنچا چکے تھے تو تم نے کہا یہ کہاں سے آ گئی ہے؟'' غزوۂ اُحد میں شکست پر ایک عام مسلمان کا ردِّعمل کیا تھا؟

جواب: ''اور کیا جب تمہیں ایک ایسی مصیبت پہنچی جس سے دوگنی تم پہنچا چکے تھے تو تم نے کہا یہ کہاں سے آ گئی ہے؟'' وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تائید ہمیں حاصل ہے لہٰذا ہمیں شکست نہیں ہو سکتی۔ جب شکست ہوئی تو انہوں نے کہا: 1۔ اللہ کے رسول ﷺ میدانِ جنگ میں موجود تھے۔ 2۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ فتح کا وعدہ کر رکھا تھا۔ 3۔ ہم دین کی خاطر لڑنے گئے تھے، پھر بھی شکست کھائی۔ 4۔ ہم نے ان سے شکست کیسے کھائی جو کہ دین کو مٹانے آئے تھے۔

سوال2: غزوۂ احد کی بڑی مصیبت کیا تھی جس کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑ رہا تھا؟

جواب: 70 آدمیوں کی شہادت کی وجہ سے 70 گھرانوں کا متاثر ہونا۔ ان کے پیچھے ایک بڑی تعداد بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی تھی۔

سوال3: قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ''جس سے دوگنی تم پہنچا چکے تھے'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ذہنی تیاری کیسے کی ہے؟

جواب: ''جس سے دوگنی تم پہنچا چکے تھے'' 1۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سادہ سا جواب دیا کہ دیکھو بدر میں کافروں، مشرکوں نے دوہری قربانی دی تھی۔ آج تمہارے 70 افراد شہید ہوئے ہیں، بدر میں اُن کے 70 افراد قتل ہوئے تھے اور 70 افراد قید ہوئے تھے۔ 2۔ ''جس سے دوگنی تم پہنچا چکے تھے'' انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن ستر مسلمان شہید ہوئے۔ (بخاری:4078)

3۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنا لیا تھا۔ (مسلم:1763)

سوال: قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ''تم نے کہا یہ کہاں سے آ گئی ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب ''تم نے کہا یہ کہاں سے آ گئی ہے؟'' جب تم نے شکست کے بارے میں کہا یہ کہاں سے آ گئی۔

سوال4 قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ''آپ کہہ دیں وہ تمہارے اپنے ہی پاس سے ہے'' سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ''کہہ دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے ہے۔''اس سے مراد ہے کہ مسلمانوں سے یہ کہا جارہا ہے کہ یہ شکست تمہاری کمزوریوں اور غلطیوں کا نتیجہ ہے۔

1۔تم نے باہمی اختلاف کیا۔2۔تم نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔3۔تم مال کی محبت میں مبتلا ہوئے۔4۔تم نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑا۔5۔تم نے خداخوفی کے خلاف کام کیے۔پھر کیسے یہ پوچھ سکتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی؟ ابتداء میں تم مشرکوں کے لشکر پر غالب آرہے تھے۔غزوۂ اُحد میں پہنچنے والا نقصان اور شکست تمہاری اپنی طرف سے ہے۔تم نے رسول ﷺ کی حکم عدولی کی جس کی وجہ سے کافروں کے دستے کو درّے سے دوبارہ حملہ کرنے کا موقع مل گیا اور میدانِ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔

سوال5: اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے''اللہ تعالیٰ فتح دینے کی قدرت رکھتا ہے۔2۔اللہ تعالیٰ شکست دلوانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔3۔وہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔4۔جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے فیصلوں کا کوئی پیچھا کرنے والا نہیں۔(تفسیر المنیر :485/2)

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فتح اور شکست پر اپنے اختیار سے اور اُحد کے میدان میں فتح کے بعد شکست سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔وہ جو چاہے، جب چاہے فیصلے کرسکتا ہے اور فیصلوں کو بدل سکتا ہے۔

وَمَاۤ اَصَابَکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ وَلِیَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ(166)

اور جو مصیبت تمہیں پہنچی جس دن دو جماعتیں آپس میں ٹکرائی تھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی اور تاکہ وہ مومنوں کو جان لے(166)

سوال1:وَمَاۤ اَصَابَکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰہِ '' اور جو مصیبت تمہیں پہنچی جس دن دو جماعتیں آپس میں ٹکرائی تھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی''غزوۂ اُحد میں جو نقصان پہنچا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔اس میں کیا حکمت تھی؟

جواب:1۔اُحد کے نقصان سے یہ سمجھانا مطلوب تھا کہ رسول کی نافرمانی کیسے ناکام کرواسکتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مومن اور منافق الگ الگ ہو جائیں۔3۔اس کی طرف اشارہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں پہلے ہی کر دیا تھا۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔اس کی تعبیر اس نقصان کی صورت میں ظاہر ہوئی جو مسلمانوں کو احد میں اٹھانا پڑا۔میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ شاندار بن گئی۔اس کی تعبیر اس طرح سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو(وقتی شکست کے بعد)فتح سے نوازا اور منتشر مسلمان نئے سرے سے(لڑائی کے لیے)ایک جگہ جمع ہو گئے اور میں نے خواب میں ایک گائے بھی دیکھی(جو ذبح ہو رہی تھی)۔اللہ تعالیٰ کے سارے کاموں ہی میں خیر و برکت ہوتی ہے۔گائے سے مراد وہ مسلمان تھے جو احد کی جنگ میں شہید ہو گئے۔''(بخاری:4081)

سوال2:وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ''اور تا کہ وہ مومنوں کو جان لے''کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور تا کہ وہ مومنوں کو جان لے''یہ اس کی حکمت کے مظاہر میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی ایمانی قوت اور کمزوری کو صبر و ثبات اور عدم ثبات کو اپنے علم سے ظاہر کر دے۔2۔پھر وہ صبر کرنے والوں اور ثابت قدمی اختیار کرنے والوں کو بھی جان لے اور منافقوں کو بھی جان لے۔جو عبداللہ بن ابی کے ساتھ راستے سے لوٹ آئے اور وہ تین سو لوگ تھے۔(تفسیر المنیر:485/2)

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ(167)

اور تا کہ انہیں بھی جان لے جنہوں نے منافقت کی، اور جن کے لیے کہا گیا:''آؤ!اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو یا دفاع کرو''انہوں نے کہا:''اگر ہمیں کسی جنگ کا علم ہوتا تو ہم ضرور تمہارے پیچھے آتے،''وہ اس دن ایمان سے زیادہ کفر کے قریب تھے،وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔(167)

سوال1وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا''اور تا کہ انہیں بھی جان لے جنہوں نے منافقت کی''کی وضاحت کریں۔

جواب:1۔''اور تا کہ انہیں بھی جان لے جنہوں نے منافقت کی''یہاں علم سے مراد تمیز اور اظہار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ثابت ہے۔2۔یہاں منافقین سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں۔(تفسیر فتح القدیر:503/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِادْفَعُوْا'' اور جن کے لیے کہا گیا:'' آؤ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو یا دفاع کرو ''اس کی وضاحت کریں؟

جواب: منافق مسلمانوں کی دوستی کا دم بھرتے تھے جب کہ ان کے دل کفر اور نفاق سے بھرے ہوئے تھے۔ان کا نفاق کا پردہ چاک کرنے کے لئے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا دفاع کرو۔

سوال3:قَالُوْا لَوْنَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ '' انہوں نے کہا: گر ہمیں کسی جنگ کا علم ہوتا تو ہم ضرور تمہارے پیچھے آتے'' یہاں کس کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: عبداللہ بن اُبی کی طرف اشارہ ہے جو مقامِ شوط سے اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر پلٹ گیا تھا اور جب بعض مسلمانوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے جواب دیا: ہمیں یقین ہے کہ آج جنگ نہیں ہوگی۔اگر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔

سوال4: جنگ کا علم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ واقعی جنگ کے لئے چل رہے ہوتے تو ہم بھی چلتے۔

سوال5: کیا رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی جنگ کے لئے نہیں نکلے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ اور اُن کے ساتھی تو جنگ کے لئے نکلے تھے مگر منافق یہ سمجھتے تھے کہ وہ سب اپنے آپ کو تباہی اور ہلاکت تک لے جا رہے ہیں۔

سوال6:هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ''وہ اس دن ایمان سے زیادہ کفر کے قریب تھے'' سے کیا مراد ہے ؟

جواب:''وہ اس دن ایمان سے زیادہ کفر کے قریب تھے'' وہ اس دن ایمان کے مقابلے میں کفر سے زیادہ قریب تھے۔حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ انسان کے حالات بدلتے رہتے ہیں۔کبھی کوئی شخص کفر کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور کبھی اسلام کے۔(ابن کثیر)2۔واحدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے کہ جو آدمی اپنی زبان سے کلمۂ توحید کا اقرار کرے گا، اس کا کفر جانتے ہوئے بھی اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال7:يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ''وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:"وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے"منافقوں کے بارے میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان کی قسمیں وفاداری کے وعدے سب فریب ہیں۔ان کے دلوں میں کُفر بھرا ہوا ہے جب کہ وہ زبان سے ایمان کے دعوے کرتے ہیں۔

سوال8:وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یَکْتُمُوْنَ"اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے نفاق کو جانتا ہے جس کو وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِکُمُ الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(168)

یہ وہ لوگ ہیں جو خود بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا کہ اگر وہ ہماری مانتے تو نہ مارے جاتے آپ کہہ دیں پھر موت کو اپنے آپ سے ہٹا کر دکھا دو اگر تم سچے ہو۔(168)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریر نے کہا وہ عبداللہ ابن ابی تھا جو بیٹھ رہا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا جو نبی کے ساتھ احد کے دن نکلے تھے لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا(تفسیر جامع البیان:4/177)

سوال2:اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا" یہ وہ لوگ ہیں جو خود بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا کہ اگر وہ ہماری مانتے تو نہ مارے جاتے"اس کی وضاحت کریں؟

جواب:" یہ وہ لوگ ہیں جو خود بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا کہ اگر وہ ہماری مانتے تو نہ مارے جاتے"1۔جو لوگ حق کی راہ میں جان قربان کرتے ہیں اکثر دنیا والے یہ بات افسوس سے کہتے ہیں کہ خوامخواہ اپنا آپ گنوا دیا۔اگر جہاد کے لئے نہ جاتے تو نہ مارے جاتے۔2۔یہ نادانی کی بات ہے اس لئے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیں وہی اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق قرار پاتے ہیں۔3۔لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں،اپنے بستروں پر بھی مرتے ہیں۔موت کا تو ایک وقت مقرر ہے۔کسی کے پاس ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔

4۔حافظ ابن قیم ﷺ لکھتے ہیں کہ واقعۂ احد کی ایک حکمت یہ بھی تھی منافقین نے ازخود اپنے دل کی بات کہی جسے مسلمانوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے سنااوراللہ تعالیٰ نے جوجواب دیااسے بھی مسلمانوں نے سنااورنفاق اوراس کے انجام کوجانا کہ کس طرح منافق دنیا وآخرت کی نیک بختیوں سے محروم ہوجاتا ہےاور ہر بدبختی اسے گھیر لیتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال2:قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ''آپ کہہ دیں پھرموت کواپنے آپ سے ہٹا کردکھادواگرتم سچے ہو''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:''آپ کہہ دیں پھرموت کواپنے آپ سے ہٹا کردکھادواگرتم سچے ہو''موت کاایک وقت مقررہے۔وہ اپنے وقت پرآنے والی ہے۔انسان خواہ ایک راستے میں ہویادوسرے راستے میں،وہ کسی حالت میں موت کے انجام سےنہیں بچ سکتا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ(169)

اورجولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوگئےانہیں تم مردہ نہ سمجھوبلکہ وہ زندہ ہیں،اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔(169)

سوال1:اس آیت کاشان نزول کیاہے؟

جواب:سیدنا جابربن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:رسول اللہ ﷺ مجھے ملے اورفرمانے لگے:''اے جابررضی اللہ عنہ ! کیاوجہ ہے کہ میں تجھے پریشان دیکھتاہوں''۔میں نے عرض کیااللہ کے رسول ﷺ ! میرے والداحد کے روزشہید ہوگئے اوراپنے پیچھے عیال(بچیاں)اورقرض چھوڑ گئے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''کیامیں تجھے خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپ کے والد سے ملاقات کی ہے''؟ میں نے عرض کیا:''اللہ کے رسول ﷺ !جی ہاں،''آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے کلام کیاہےتوپردہ کے پیچھے سے کیاہےمگرتمہارے والدکوزندہ کرکے بغیرپردہ کے بالمشافہ کلام کیا''اورفرمایا:''تمنا کرمیں اسے پوراکروں گا۔انہوں نے عرض کیا:''اللہ مجھے(دنیامیں لوٹانے کے لیے)زندہ کرتاکہ میں تیرے رستہ میں دوبارہ قتل کیاجاؤں''تواللہ تعالیٰ نے فرمایا:''میری طرف سے فیصلہ ہوچکاہے کہ وہ(دوبارہ دنیامیں نہیں لوٹیں گے)''سیدنا جابررضی اللہ عنہ نے فرمایا:''یہ آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ(آل عمران:169) اسی بارے میں نازل ہوئی''تم ان کے بارے میں جواللہ کے رستہ میں قتل ہوگئے ہیں ان کے مردہ ہونے کا گمان نہ کروبلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اورانہیں رزق دیاجاتاہے۔(جامع ترمذی:3010)

سوال2:وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ ''اورجولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوگئےانہیں تم مردہ نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' اور جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوگئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں''1۔شہید مردہ نہیں ہوتے۔صحیح احادیث کے مطابق ان کی روحیں سبز پرندوں کی پوٹوں میں ہوتی ہیں۔وہ جنت کے پھل کھاتی ہیں اور عرش کے ساتھ معلق قندیلوں میں پناہ لیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی جو عزت کی ہے اس سے خوش ہوتی ہیں۔

2۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے۔اس کی یہ تمنا ہوگی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور قتل ہو کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔''(بخاری:2817)

3۔'' بلکہ وہ زندہ ہیں'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا (آل عمران:169) کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا'' تم ان کے بارے میں جو اللہ کے راستے میں قتل ہوگئے ہیں مردہ ہونے کا گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے''۔تو انہوں نے فرمایا:'' ہم نے خود سوال کیا تھا یا ہمیں خبر دی گئی کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں جنت میں وہ جہاں سے چاہتی ہیں کھاتی پھرتی ہیں عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلوں کی طرف جگہ پکڑتی ہیں۔تیرا رب ان پر جھانک کر فرماتا ہے:'' کیا کچھ مزید چاہتے ہو جو میں تمہیں عطا کروں؟'' تو وہ کہتی ہیں:'' اے ہمارے رب!اس سے زیادہ ہم کیا مانگیں کہ ہم جنت میں جو چاہتی ہیں کھاتی پھرتی ہیں۔'' پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف دوبارہ جھانکتا ہے اور فرماتا ہے:'' کیا کچھ مزید چاہتی ہو کہ میں تمہیں عطا کروں؟'' جب انہیں یقین ہوگیا کہ ہمیں ایسے نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ کہتی ہیں:'' اللہ!تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے تاکہ ہم دنیا میں تیرے رستہ میں دوبارہ قتل کی جائیں''۔(جامع ترمذی:3011)

سوال3: عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ'' اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا وہ جنت کے پھلوں کا رزق پائیں گیا وروہ اسکی خوشبو پا رہے ہیں۔(تفسیر الدر المنثور:2/170)

2۔سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' میں نے رات میں دو آدمی دیکھے جو میرے پاس آئے،پھر وہ مجھے لے کر ایک درخت پر چڑھے اور اس کے بعد مجھے ایک ایسے مکان میں لے گئے جو نہایت خوبصورت اور بڑا پاکیزہ تھا۔ایسا خوبصورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ان دونوں نے کہا کہ یہ گھر شہیدوں کا ہے''۔(صحیح بخاری:2791)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔یہ جہاد کی ترغیب ہے۔(تفسیر منیر:496/2)

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ(170)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس پر وہ بہت خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔(170)

سوال1:فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس پر وہ بہت خوش ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:مقاتل نے کہا:جس خیر،عزت اور رزق کو شہید پا رہے ہیں اس پر وہ بہت خوش ہیں۔(تفسیر المراغی:109/2)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں قتل ہونے والوں کے لیے کن انعامات کا اعلان کیا ہے؟

جواب:اللہ ربّ العزت نے فرمایا:1۔وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔2۔اپنے ربّ کے پاس خصوصی رزق پاتے ہیں۔ 3۔جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے یعنی جنت کی نعمتوں میں سے،اس کو پا کر خوش ہیں۔4۔بعد میں آنے والوں کے لیے بھی خوشخبری پاتے ہیں۔5۔جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے اس پر خوشیاں مناتے ہیں۔

سوال3:وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ''اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں''نبی ﷺ نے شہداء کے بارے میں کیا بشارت دی؟

جواب:''اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے ملے اور فرمانے لگے:''اے جابر! کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں پریشان دیکھتا ہوں؟''میں نے عرض کیا:''اللہ کے رسول ﷺ! میرے والد احد کے روز شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے عیال (بچیاں) اور قرض چھوڑ گئے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح تمہارے والد سے ملاقات کی ہے؟''میں نے عرض کیا:''اللہ کے رسول ﷺ! جی (ضرور)۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے کلام کیا ہے تو پردے کے پیچھے سے کیا ہے مگر تمہارے والد کو زندہ کر کے بغیر پردے کے بالمشافہ کلام کیا اور فرمایا: تمنا کر! میں اسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پورا کروں گا۔انہوں نے عرض کیا:اللہ! مجھے (دنیا میں لوٹانے کے لیے) زندہ کرتا کہ میں تیرے راستے میں دوبارہ قتل کیا جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے (کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹیں گے)۔'' جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' یہ آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا اسی بارے میں نازل ہوئی۔(ترمذی:3010)

سوال3: اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ'' کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' آخرت کی زندگی کی بڑی بات کیا ہے؟

جواب:'' کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''1۔کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔2۔تمنا کے مطابق زندگی ہوگی۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (171)

اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور فضل پر اور اس پر کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(171)

سوال1: يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ''اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور فضل پر'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور فضل پر'' یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ شہداء کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو تیار کر رکھا ہے اس پر شہید خوشیاں مناتے ہیں۔

سوال2: وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ'' یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ نے اس بات کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:'' یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا''1۔اللہ تعالیٰ نے جنت میں شہداء کی زندگی، اُن کے رزق، اُن کے خوشیاں منانے، ان کے لئے کسی خوف اور غم کے نہ ہونے، ان کے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمتوں پر خوش ہونے سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔2۔تفضیل سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے انہیں فضیلت دی۔ 3۔نعمت سے مراد ثواب اور زائد فضل ہے۔4۔یہ بھی کہا گیا کہ نعمت جنت ہے اور فضل نعمت میں داخلہ ہے۔5۔پہلی بشارت ان کے بھائیوں کے بارے میں تھی اور دوسری ان کے اپنے حالات کے بارے میں تھی۔(تفسیر فتح القدیر:509/1)

رکوع نمبر9

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَصَابَہُمُ الۡقَرۡحُ ۚ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡہُمۡ وَ اتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ(172)

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم مانا اس کے بعد بھی کہ انہیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جن لوگوں نے نیکی کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے، بہت بڑا اجر ہے۔(172)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (آیت) ''وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہا'' انہوں نے عروہ سے اس آیت کے متعلق کہا: ''میرے بھانجے! تمہارے والد زبیر رضی اللہ عنہ اور (نانا) ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے تھے۔ اُحد کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ تکلیف پہنچنی تھی جب وہ پہنچی اور مشرکین واپس جانے لگے تو آنسید نا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا خطرہ ہوا کہ وہ کہیں پھر لوٹ کر حملہ نہ کریں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا پیچھا کرنے کون کون جائے گا؟ اسی وقت ستر صحابہ رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے۔ راوی نے بیان کیا کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا زبیر بھی انہی میں سے تھے۔'' (صحیح بخاری:4077)

سوال:2۔ اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَصَابَہُمُ الۡقَرۡحُ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم مانا اس کے بعد بھی کہ انہیں زخم پہنچا'' اس کی کوئی مثال دیں؟

جواب: ابوالسائب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب جو عبدالاشہل سے تعلق رکھتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُحد میں شریک تھے۔ میں اور میرا بھائی دونوں زخمی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے اعلان کیا: نکلو! دشمن کا تعاقب کرنا ہے۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا: کیا اب ہم سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جنگ رہ جائے گی؟ ہمارے پاس کوئی سواری نہیں اور ہم زخمی ہیں۔ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ میرا زخم بھائی سے تھوڑا کم تھا۔ جب اس کی طبیعت خراب ہوتی تو میں اسے پیچھے سے تھامتا یہاں تک کہ مسلمانوں کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچ گئے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سوال:3۔ اس آیت میں کن لوگوں کا تذکرہ ہے؟

جواب: اس آیت میں ان صحابہ کرام علیہم السلام کا ذکر ہے جنہوں نے غزوۂ اُحد کے بعد ابوسفیان کا پیچھا کیا اور حمراء الاسد پہنچ گئے۔ ابوسفیان کو جب اطلاع ملی کہ ان کا پیچھا کیا جا رہا ہے تو وہ گھبرا کر مکہ لوٹ گیا۔

سوال4: لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡہُمۡ وَ اتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ''ان میں سے ان لوگوں کے لیے جن لوگوں نے نیکی کی اور اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے ڈر گئے، بہت بڑا اجر ہے'' اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کے لئے اجرِعظیم کی بشارت دی ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے زخم کھانے کے بعد بھی نیکی اور تقویٰ کی روش اختیار کرنے والوں کو اجرِعظیم کی بشارت دی ہے۔

2۔اَحْسَنُوْا:اللہ کے رسول کی اطاعت کی وجہ سے اور غزوے میں جانے کی وجہ سے۔3۔وَاتَّقَوْا:اللہ تعالیٰ کی معصیت سے بچے اور پیچھے رہنے سے بچے۔(تفسیر الخازن:322/1)

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ(173)

جن سے لوگوں نے کہا کہ یقیناً دشمن لوگ تمہارے خلاف لشکر جمع کر چکے ہیں لہٰذا تم اُن سے ڈر جاؤ، چنانچہ اس نے ان کو ایمان میں اور زیادہ کر دیا، اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔(173)

سوال1:اس آیت کے پیچھے جو واقعات ہیں تحریر کریں؟

جواب:غزوۂ اُحد مدینہ سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہوئی۔اس جنگ کے بعد کافروں کا لشکر واپس ہوا۔مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد میں انہوں نے پڑاؤ ڈالا اور یہاں ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ اُحد سے واپس آ کر انہوں نے غلطی کی ہے۔زیادہ اچھا تھا کہ مسلمانوں کا پیچھا کرتے اور ان کی طاقت کا آخری طور پر خاتمہ کر دیتے۔سیرت ابنِ ہشام میں ہے کہ معبد الخزاعی جب ابوسفیان اور اس کی فوج کو مسلمانوں سے مرعوب کرنے کے بعد واپس چلے گئے تو قبیلۂ عبدالقیس کا ایک قافلہ ابوسفیان کے قریب سے گزرا۔اس نے پوچھا:'' آپ لوگ کہاں جا رہے ہو؟''انہوں نے کہا:''مدینہ۔''پوچھا:کس لئے؟ کہنے لگے:خوراک حاصل کرنے کے لئے۔ابوسفیان نے کہا کہ تم لوگ محمد ﷺ کو ہمارا پیغام پہنچا دو۔اس کے بدلے ہم تمہیں عکاظ کے بازار میں کشمس دیں گے۔انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ابوسفیان نے کہا جب محمد ﷺ سے ملاقات ہو تو کہہ دینا ہم نے باقی مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے آنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔عبدالقیس کا یہ قافلہ حمراء الاسد میں ہی رسول اللہ ﷺ سے جا ملا اور ابوسفیان کا پیغام پہنچا دیا تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے کہا:حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

سوال2:اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ ''جن سے لوگوں نے کہا'' سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جن سے لوگوں نے کہا۔ یہاں (الناس) لوگوں سے مراد قافلۂ عبدالقیس ہے۔

سوال3: اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ "یقیناً دشمن لوگ تمہارے خلاف لشکر جمع کر چکے ہیں لہٰذا تم اُن سے ڈر جاؤ" سے کیا مراد ہے؟

جواب: "یقیناً دشمن لوگ تمہارے خلاف لشکر جمع کر چکے ہیں لہٰذا تم اُن سے ڈر جاؤ" لوگوں نے تمہارے مقابلے کے لئے لشکر جمع کر لیا ہے۔ یہاں الناس سے مراد ابوسفیان اور اس کا لشکر ہیں۔ یعنی ابوسفیان اور اس کا لشکر بڑی تعداد میں لوگوں کو جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔

سوال4: فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا "چنانچہ اس نے ان کو ایمان میں اور زیادہ کر دیا" ایمان کی زیادتی سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ عزم اور حوصلہ ہے جو قبیلۂ عبدالقیس اور ابوسفیان کے خوف زدہ کرنے کی کوششوں کے باوجود پیدا ہو۔

سوال5: ایمان کی زیادتی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: 1۔ ایمان کی زیادتی سے مراد عزم اور حوصلہ ہے جو لوگوں کے خوفزدہ کرنے کی کوششوں پر پیدا ہوا۔ ایمان کی زیادتی سے علم اور حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ 2۔ ایمان کی زیادتی کی وجہ سے عزم و حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔

سوال6: کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے؟

جواب: ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب باندھ کر اس کی وضاحت کی ہے کہ اَلاِیمانُ یَزِیدُ و یَنْقُصُ یعنی ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے۔

سوال7: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ "ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے" کی وضاحت کریں

جواب: "ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے" 1۔ جس پر اعتماد کیا جائے اسے وکیل کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وکیل ہے کہ تمام کام اسی کی وجہ سے درست ہوتے ہیں، اسی کی وجہ سے اصلاح ہوتی ہے۔ تمام امور کا اختیار اسی کے پاس ہے اس لئے وہی وکیل ہونے کے لئے کافی ہے۔ 2۔ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ: بہترین کارساز ہے اور بندوں کی تدبیر اسی کے سپرد ہے اور وہ ان کے مصالح کا انتظام کرے گا۔ (تفسیر سعدی: 1\449)

سوال8: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ان کی زبان پر یہی الفاظ تھے۔(بخاری:4564)

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ(174)

چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل ونعمت کے ساتھ پلٹے کہ اُنہیں کوئی تکلیف تک نہ پہنچی اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی اوراللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے۔(174)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو وہاں کوئی بھی نہ ملا،صحابہ نے اس مقام پر بازار لگایا اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (الخ)(تفسیر ابن عباس:231/1)

سوال:2۔ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ''اللہ کی نعمت''نعمت سے کیا مراد ہے؟

جواب:نعمت سے مراد سلامتی ہے۔i۔جنگ سے سلامتی۔ii۔ایمان کی سلامتی اوراس میں اضافہ مراد ہے۔

سوال2:وَفَضْلٍ ''اورفضل'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:فضل سے مراد وہ نفع ہے جو بدرِصغریٰ میں تجارت سے حاصل ہوا۔جب رسول اللہ ﷺ نے ایک گزرنے والے قافلے سے سامانِ تجارت خریدا۔پھراسے فروخت کرکے اس کا نفع مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔(تفسیر ابنِ کثیر)

سوال:3۔لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ''کہ اُنہیں کوئی تکلیف تک نہ پہنچی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:حمراءالاسد میں معبدالخزاعی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکراسلام قبول کرلیا۔آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ابوسفیان کے پاس جاکراسے مسلمانوں سے خوف دلائیں۔ابوسفیان کومعبد کے اسلام لانے کا علم نہیں تھا۔اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس محمد اوراس کے ساتھیوں کے بارے میں خبر ہے؟انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ تو کسی طرح تمہیں پالیناچاہتے ہیں۔اگرانہوں نے تمہیں آلیا تو تمہاری خیرنہیں۔محمد کے وہ ساتھی جنہوں نے جنگِ احد میں شرکت نہیں کی تھی وہ بھی ساتھ ہوگئے ہیں۔ابوسفیان نے پوچھا کہ تمہاری کیارائے ہے توانہوں نے کہا کہ میری رائے بس یہ ہے کہ تم لوگ جلدازجلد یہاں سے روانہ ہوجاؤ،چنانچہ وہ لوگ گھبراکرمکہ کی طرف لوٹ گئے۔اورمسلمان حمراءالاسد سے بخیروعافیت واپس ہوئے۔(تیسیر الرحمٰن)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ''اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی۔'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:انہیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی پیروی کرنے کا شرف ملا۔یعنی زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق حمراء الاسد جانے کا موقع ملا۔

سوال5:وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ '' اوراللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تجارت میں ملنے والے منافع سے اور دشمنوں سے کوئی گزند نہ پہنچنے سے اپنے فضل کا شعور دلایا ہے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (175)

یقیناً یہ (تو) شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔(175)

سوال1:اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ''یقیناً یہ (تو) شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے''شیطان کیوں ڈراتا ہے وضاحت کریں؟

جواب:''یقیناً یہ (تو) شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے''1۔شیطان اپنے دوستوں سے اس لئے ڈراتا ہے تاکہ حق دب جائے اور باطل غالب آجائے۔2۔مشرکین میں سے جس نے ڈرایا اور کہا کہ لوگ تمہارے لیے اکٹھے ہو چکے ہیں، وہ شیطان کے داعیوں میں سے ایک داعی ہے جو اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے جو ایمان سے محروم ہیں یا جن کا ایمان کمزور ہے۔(تفسیر سعدی)

سوال2:شیطان اپنے دوستوں سے کیسے ڈراتا ہے؟

جواب:شیطان یہ وسوسہ اور وہم ڈالتا ہے کہ مسلمانوں کے دشمن بڑے مضبوط ہیں۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لئے کیا تلقین کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لئے اپنا خوف دلایا ہے تاکہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اُسی پر بھروسہ کریں۔

سوال4:فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ '' چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو'' خَافُوْنِ: میرے امور کی مخالفت سے بچ جاؤ اور میرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رسول کے ساتھ جہاد کرو۔(تفسیر بیضاوی:118/2) 2۔ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ:اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا خوف واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف لوازمِ ایمان میں شمار ہوتا ہے۔ بندہ اپنے ایمان کی مقدار کے مطابق خوفِ الٰہی رکھتا ہے اور خوفِ محمود وہ ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کے ارتکاب سے روک دے۔(تفسیر سعدی)

3۔اس کائنات میں قوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے انسان کو اُسی سے ڈرنا چاہیے۔ وہ قوت والا ہے جو نفع اور نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے، اس لیے مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ جب سارے اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بن جاتے ہیں تو دنیا کی کوئی قوت ان کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتی۔

وَ لَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ ۚ اِنَّہُمۡ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَلَّا یَجۡعَلَ لَہُمۡ حَظًّا فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ(176)

اور وہ آپ کو غم نہ پہنچائیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ رکھے، اُن کے لئے بڑا عذاب ہے۔(176)

سوال1:وَ لَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ ۚ اِنَّہُمۡ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ ''اور وہ آپ کو غم نہ پہنچائیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اس آیت کا اور اس کے بعد آنے والی دونوں آیتوں کا تعلق بھی غزوۂ احد سے ہے۔ اس غزوے کے بعد منافقین کا نفاق، کفارِ قریش اور یہودِ مدینہ کا کفر اور ان کی سازشیں کھل کر سامنے آ گئیں تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی کہ ہزار جانفشانی کے باوجود یہ لوگ اسلام کیوں نہیں لاتے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی۔2۔ جو لوگ کفر میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس جنگ میں انہیں ہرگز کامیابی نہیں ہوگی اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کمزور ہیں۔ وہ دعوت اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتے، نہ ہی اسلام کی دعوت دینے والوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔3۔وَ لَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ ''اور وہ آپ کو غم نہ پہنچائیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں'' رسول ﷺ کی شدید تمنا تھی کہ کافر مسلمان ہو جائیں اس لئے ان کے کفر اور جھٹلانے سے آپ ﷺ کو غم لاحق ہو جاتا۔

سوال2:یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ ''جو کفر میں جلدی کرتے ہیں''کفر کی راہ میں جلدی کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: کفر کی راہ میں جلدی یہ ہے کہ 1۔اسلام کی مخالفت کے لیے اپنے سارے ذرائع ،اپنی ساری قوتیں،اپنی فکر،اپناوقت، اپنامال،اپنی اولادیں سب کچھ جھونک دینا۔2۔اسلام کی مخالفت کی آگ ان کے نفس کے اندر بھڑک رہی ہے۔جتنی یہ آگ بڑھتی ہے اتناہی ان کی سرگرمیوں میں بھی تیزی آتی ہے۔3۔شاعر اسلام کے خلاف شاعری کرتے ہیں۔4۔ادیب اسلام کے خلاف ادب لکھتے ہیں۔5۔سائنس دان اسلحہ تیار کرتے ہیں۔6۔Think Tank مسلمانوں کے خلاف پالیسیاں بناتے ہیں۔7۔حکومتیں مسلمانوں کے اندر غدار پیدا کرتی ہیں۔8۔بین الاقوامی طور پر پراپیگنڈہ مہم چلائی جاتی ہے تاکہ اسلام کو پنپنے نہ دیا جائے۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ کو کفر میں آگے بڑھنے والے لوگ کیسے غمگین کرتے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی شدید تمنا تھی کہ کافر مسلمان ہو جائیں اس لئے ان کے کفر اور جھٹلانے سے آپ ﷺ کو غم لاحق ہو جاتا تھا

سوال4: کیا آج بھی کفر کے لیے جلدی کی جارہی ہے؟

جواب: آج بھی یہ سارے ہتھکنڈے استعمال کیے جارہے ہیں۔کل اور آج میں فرق یہ ہے کہ کل کا مسلمان اسلام کو سمجھتا تھا، اس پر عمل پیرا تھا اور آج کا مسلمان اسلام کو نہیں سمجھتا۔

سوال5: کفر کے لئے جلدی کرنے والوں کے مقابلے میں ایمان کی راہ میں جلدی کیسے ممکن ہے؟

جواب: ایمان کی راہ میں جلدی ایسے ممکن ہے کہ 1۔اسلام کی حمایت میں اپنے سارے ذرائع ،اپنی قوتیں،اپنی فکر، اپنا وقت،اپنامال،اپنی اولادیں سب کچھ جھونک دینے سے ایمان کی راہ میں سبقت ممکن ہے۔2۔اسلام سے محبت اور اس کی حمایت جتنی بڑھے گی اتناہی سرگرمیوں میں بھی تیزی آئے گی۔3۔شاعر اسلام کے حق میں شاعری کریں۔4۔ادیب اسلام کے حق میں ادب لکھیں۔5۔سائنس داان اسلام کی سربلندی کے لیے اسلحہ تیار کریں۔6۔(Think Tank)اسلام کے حق میں پالیسیاں بنائیں۔7۔اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام بین الاقوامی طور پر منظّم انداز میں کریں۔

سوال6: اسلام کی راہ میں سبقت کے لیے دل کے اندر شوق،لگن،تڑپ کیسے پیدا ہوگی؟

جواب:1۔آخرت کی جواب دہی کا احساس کرکے۔2۔دنیا سے لوٹ جانے کا احساس دلوں میں راسخ کرکے اسلام کی راہ میں سبقت کے لیے دل کے اندر شوق،لگن،تڑپ پیدا ہوگی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: اِنَّهُمۡ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ’’بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے‘‘ نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ اللہ کے نبی اور اس کے صحابہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ کفر کے لیے ساری سرگرمیوں کا وبال ان پر ہے آپ پر نہیں اور نہ ہی مومنوں پر ہے۔ وہ آپ سے جنگ نہیں کر رہے کہ آپ کو نقصان پہنچائیں وہ تو اللہ تعالیٰ سے جنگ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو نقصان پہنچانے سے وہ عاجز ہیں۔ سو وہ اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچا رہے۔ (تفسیر مراغی 115/2)

سوال8: یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَلَّا یَجۡعَلَ لَہُمۡ حَظًّا فِی الۡاٰخِرَۃِ ’’اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ رکھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ رکھے‘‘ 1۔ ابنِ اسحاق کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ان کے اعمال برباد کر دے۔ (تفسیر جامع البیان: 192/4) 2۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ان کے لیے آخرت کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہ ہو اسی وجہ سے انہیں ان کے کفر میں چھوڑ دیا ہے جب بھی وہ اس سے نکلیں گے اسی کی طرف لوٹا دیے جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر: 226)

سوال9۔ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ’’ان کے لئے بڑا عذاب ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: مقاتل بن حیان نے کہا: عذاب عظیم سے مراد وافر عذاب ہے۔ (ابن ابی حاتم: 822/3)

اِنَّ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (177)

یقیناً جن لوگوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خریدا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (177)

سوال1: اِنَّ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ’’یقیناً جن لوگوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خریدا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’یقیناً جن لوگوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خریدا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے‘‘

1۔ مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں۔ (تفسیر جامع البیان: 193/4) 2۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو چن لیا، پھر اس کفر میں اس شخص کی مانند رغبت کرنے لگے جو کسی محبوب مالِ تجارت کو خریدنے کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنا محبوب مال خرچ کرتا ہے۔(تفسیر سعدی)3۔لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ’’وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے‘‘ اللہ تعالیٰ نے تاکیدی طور پر یہ کہا ہے کہ وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کے لیے اپنی بری تدبیروں سے اور اپنی اس تجارت سے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے اس لیے آپ ان کی تدبیروں سے خوف نہ کھاؤ۔(قرطبی:219/2)

سوال2:لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ’’وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نقصان نہ پہنچاسکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ تسلی دی ہے کہ کفر میں سبقت لے جانے والے آپ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے البتہ انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

سوال3۔وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ’’اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب’’:اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے‘‘یعنی آگ کا عذاب ہے۔(ایسر التفاسیر:226)

وَ لَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِیۡ لَہُمۡ خَیۡرٌ لِّاَنۡفُسِہِمۡ ؕ اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَہُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ (178)

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم اُنہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ اُن کے لیے بہتر ہے ہم اُنہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور اُن کے لئے رُسوا کن عذاب ہے۔(178)

سوال1:وَ لَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِیۡ لَہُمۡ خَیۡرٌ لِّاَنۡفُسِہِمۡ ؕ ’’اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم اُنہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ اُن کے لیے بہتر ہے‘‘ کی وضاحت کریں۔

جواب:1۔’’اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم اُنہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ اُن کے لیے بہتر ہے‘‘ وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتے ہیں،ان کے دین کو دور پھینکتے ہیں اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرتے ہیں،یہ نہ سمجھیں کہ ہمارا ان کو اس دنیا میں چھوڑ دینا،ان کا استیصال نہ کرنا اور ان کو مہلت دینا ان کے لیے بہتر ہے اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی) 2۔یہ مہلت اور تاخیر ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت نہیں ہے۔یہ تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اپنی مخلوق پر وہ جاری رکھتا ہے کیونکہ انسان کو جو خیر یا شر پہنچتا ہے وہ اس کے اعمال کا پھل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔اس سنت عادلہ کا تقاضا ہے کہ انسان اس مہلت سے دھوکے میں رہے اور اپنے فجور کو جاری رکھے اور اس گناہ میں پڑا رہے جو اس پر توہین آمیز عذاب کو مسلط کرواتا ہے۔(تفسیر المنار:205/4)

سوال:2۔کفر کرنے والوں کو مہلت دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:مہلت دینے سے مراد زندگی میں کفر کرنے اور کافرانہ کاموں کی مہلت ہے۔کافروں کو لمبی عمر مل رہی ہے۔انہیں ان کے حال پر چھوڑا جارہا ہے۔

سوال3:اِنَّمَانُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا''ہم اُنہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں'' اللہ تعالیٰ نے اہلِ کفر کو مہلت کیوں دے رکھی ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رہے۔

2۔یہ مہلت اس لیے ہے کہ اہلِ کفر خوب بارِ گناہ سمیٹ لیں۔پھر ان کے لیے سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے جو لوگ فائدہ نہیں اُٹھاتے اُن کو کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ نہ اُٹھانے والوں کے کفر اور فسق میں اضافہ ہوتا ہے اور اس طرح وہ جہنم کے عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَانُمِدُّھُمْ بِہٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ۙ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں۔بلکہ وہ شعور نہیں رکھتے۔(مومنون:55,56)

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ(179)

اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردے اور کبھی ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ تمہیں غیب کی اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لئے بہت بڑا اجر ہے۔(179)

سوال1: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ "اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردے" اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے علیحدہ کیسے کرتا ہے؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردے''1۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایسی حالت میں نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ مومن کو منافق سے علیحدہ نہ کردے اور صبر کرنے والے مومن اور فاجر منافق الگ الگ نہ ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور ثابت قدم رہنے والوں کو جان لیں۔(محمد:31)(تفسیر المنیر :509/2)2۔ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ: ابنِ عباس نے کہا: اللہ تعالیٰ سعادت مندوں کو بد بختوں سے علیحدہ کردے گا۔(ابن ابی حاتم:824/3)3۔ غزوۂ اُحد کے بعد منافقین ظاہر ہو گئے تھے اور مسلمان یہ جان گئے تھے کہ ہمارے گھروں میں بھی دشمن ہیں، اس لئے ان سے احتیاط کرنے لگے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ کی حکمت کو بیان کیا ہے کہ مومن اور منافق میں تمیز کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ آزمائشوں سے کیوں گزارتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ دوست اور دشمن، مومن اور منافق کو الگ الگ کرکے دشمنوں کو ذلیل کرنے کے لئے آزمائشوں سے گزارتے ہیں۔

سوال3: پاک اور ناپاک سے کیا مراد ہے؟

جواب: پاک سے مراد مومن اور ناپاک سے مراد منافق ہیں۔

سوال4: پاک اور ناپاک کا الگ ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: منافق آستین کے سانپ تھے۔ اگرچہ ایمان والوں کے اپنے گھر والے تھے تب بھی سچے ایمان والوں کی دشمنی کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ ان دشمنوں سے محتاط رہنے کے لئے مؤمنوں اور منافقوں کی تمیز ضروری تھی۔

سوال5: پاک اور ناپاک کو علیحدہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا کیا طریقۂ کار ہے؟

جواب:1۔ اللہ تعالیٰ پاک اور ناپاک کو علیحدہ کرنے کے لئے آزمائشوں سے گزارتے ہیں۔2۔ قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مومنوں اور منافقوں کو الگ کرنے کے لئے جہاد اور ہجرت سے گزرواتے ہیں۔(تفسیر فتح القدیر:514/1)

سوال6:اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی انسان مومن کب بنتا ہے؟

جواب:جب وہ اپنی جان اور اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگادے۔جان اور مال کی قربانی کے بغیر کسی کا ایمان معتبر نہیں۔

سوال7:وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ''اور کبھی ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ تمہیں غیب کی اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے،منتخب کر لیتا ہے۔یہ انتخاب کس مقصد کے لئے کیا جاتا ہے؟

جواب:''اور کبھی ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ تمہیں غیب کی اطلاع دے''1۔اللہ تعالیٰ رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے جس کی وجہ سے منافقوں کی سازشیں کُھل جاتی ہیں۔2۔یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ عوام کو غیب پر مطلع نہیں فرماتے۔اس کے لئے اس کے ماسوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ آزمائشوں کے ذریعے امتیاز کرے۔غیب کے ذریعے اللہ تعالیٰ انبیاء کو مطلع فرماتا ہے۔(تفسیر ثعالبی:142/2)3۔وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ''لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے''اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے منافقوں کے دِلوں کے نفاق اور کفر پر مطلع کر دیتا ہے جو ان کے اقوال وافعال سے ظاہر ہو جاتا ہے۔(تفسیر مراغی:118/2)4۔اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے رسولوں کو غیب کی کچھ باتوں کی اطلاع دیتا ہے جن کی ان کو نبوت کی دلیل کے طور پر ضرورت ہوتی ہے مگر وہ اس سے عالم الغیب نہیں بنتے،عالم الغیب ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔(دعوۃ القرآن)اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا غیب کا جاننے والا وہی ہے،پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔(الجن:26)

سوال:8۔فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ''چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ رسول سے اپنی مرضی کی غیب کی باتیں بتانے کا مطالبہ کریں،ان کا کام اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ہے۔(دعوۃ القرآن) 2۔اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا حق ادا کرو۔(ایسر التفاسیر:227,228)

سوال:9۔وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ''اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے''اس آیت میں اجرِ عظیم تک لے جانے والے کون سے اعمال کا ذکر کیا گیا؟

جواب:''چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔اس آیت میں اجرِعظیم تک لے جانے والے اعمال ایمان اورتقویٰ کا ذکر کیا گیا۔ابنِ اسحاق نے کہاوَاِنْ تُؤْمِنُوْاوَتَتَّقُوْا: یعنی تم رجوع کرواورتوبہ کروتو تمہارے لئے اجرِعظیم ہے۔(تفسیر جامع البیان:4/196) 2۔اگرتم ایمان کا حق ادا کروَتَتَّقُوْا: نفاق سے بچ جاؤ۔(تفسیر البیضاوی:2/122)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ(180)

اورجولوگ بخل کرتے ہیں اس میں جواللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ اُن کے لئے وہ بہتر ہے بلکہ اُن کے لئے وہ بہت ہی برا ہے،جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جواُنہوں نے بخل کیااور آسمانوں اورزمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہےاور جوبھی تم کرتے ہواللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔(180)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:جمہورمفسرین نے کہا کہ یہ مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں ہے۔2۔ابنِ عباس نے کہا کہ یہ یہودی علماء کے بارے میں ہے جنہوں نے بخل سے محمد کی صفات اوران کی نبوت کو چھپایا۔انہوں نے اس علم کو چھپایا جواللہ کی جانب سے ان کے پاس آیا۔(تفسیرمنیر:2/507)

سوال2:وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ’’اورجولوگ بخل کرتے ہیں اس میں جواللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ اُن کے لئے وہ بہتر ہے بلکہ اُن کے لئے وہ بہت ہی برا ہے‘‘انسان اپنا مال کیوں بچاتا ہے؟

جواب:’’اورجولوگ بخل کرتے ہیں اس میں جواللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ اُن کے لئے وہ بہتر ہے بلکہ اُن کے لئے وہ بہت ہی برا ہے‘‘1۔انسان مال جمع کرنے کواپنے لئے نفع بخش خیال کرتا ہے اس لئے مال جمع کرتا ہے۔2۔يَبْخَلُوْنَ:بخل سے مراد مال کا بچانا۔لغوی اعتبار سے اس کا مطلب ہے واجب حق کوروک دینا تو جوکسی انسان پر واجب نہیں تو اس کوروک دینے والا بخیل نہیں۔(تفسیرفتح القدیر:1/514) 3۔انسان مال کوحق داروں سے،اپنی ضرورتوں سے،رشتہ داروں سے،حاجتمندوں سے،دینی ضرورتوں سے بچاتا ہے۔4۔فرض زکوٰۃ کی ادائیگی اوردشمن کے دفاع کے لئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مال دینے سے رکنا بخل ہے۔(تفسیر مراغی:2/120)

سوال3:بخیلی انسان کے لیے کیوں اچھی نہیں ہے؟

جواب:1۔ربّ العزت فرماتے ہیں:وَ اَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۸﴾ وَ کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ’’اورلیکن جس نے بخل کیااور بے پرواہ ہوا اور بھلائی کوجھٹلایا۔‘‘(اللیل:10-8)2۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’سخی شخص اللہ تعالیٰ سے قریب ہے،جنت سے قریب ہے،اللہ تعالیٰ کے بندوں سے قریب اوردوزخ سے دور ہے۔بخیل اور کنجوس انسان اللہ تعالیٰ سے دور،جنت سے بھی دور،لوگوں سے بھی دوراوردوزخ سے قریب ہے۔بلاشبہ ایک بے علم سخی اللہ تعالیٰ کوعبادت گزار بخیل سے زیادہ پسند ہے۔‘‘(ترمذی:1961) 3۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’بخل(یعنی کنجوسی) سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے اور بخل ہی کی وجہ سے انھوں نے لوگوں کے خون بہائے اورحرام کوحلال کیا۔‘‘(صحیح مسلم:6576) 4۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’آدمی میں بدترین خصلت سخت گھبراہٹ میں ڈال دینے والی حد سے بڑھی کنجوسی اورسخت بزدلی ہے۔‘‘(ابوداؤد)’’یعنی شح وایمان کسی مسلمان کے قلب میں جمع نہیں ہوسکتے‘‘ (مسند احمد:7499) 5۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ’’بخیل اورخرچ کرنے والے کی مثال ایسے دوشخصوں کی سی ہے جن کے بدن پرلوہے کے دوکرتے ہوں چھاتیوں سے ہنسلی تک۔جب خرچ کرنے کا عادی(سخی)خرچ کرتا ہے تو اس کے تمام جسم کو(وہ کرتہ)چھپالیتا ہے یا(راوی نے یہ کہا کہ)تمام جسم پر وہ پھیل جاتا ہے اوراس کی انگلیاں اس میں چھپ جاتی ہیں اور چلنے میں اس کے پاؤں کا نشان مٹتا جاتا ہے لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کرتے کا ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے۔بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتا‘‘۔(صحیح بخاری:1443) 6 نبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیلی سے بچنے کی دُعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡبُخۡلِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡجُبۡنِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ اَنۡ اُرَدَّ اِلٰی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَۃِ الدُّنۡیَا (یعنی فِتۡنَۃِ الدَّجَّالِ) وَاَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ

’’اے اللہ!میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بخل سے اورآپ کی پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اورآپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاؤں اور دنیا کے فتنوں یعنی مسیح دجال کے فتنے سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اورقبر کے عذاب سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' (صحیح بخاری:6365)

سوال4:سَيُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْابِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ''جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جو اُنہوں نے بخل کیا'' قیامت کے دن بخیلی کے طوق کیسے پہنائے جائیں گے؟

جواب:1۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن زکوٰۃ نہ دینے والے کے مال کو ایک زہریلا خوفناک سانپ بنا کر طوق کی طرح اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔وہ اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا''میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں''۔2۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو (آخرت) میں اس کا مال نہایت زہریلے سانپ بن کر جس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے۔اس کی گردن میں طوق کی طرح پہنا دیا جائے گا وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی''اور جو لوگ کہ اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ مال ان کے حق میں بہتر ہے''۔آخر تک۔(صحیح بخاری:4565)

سوال5:ہمارے یہاں اس بخل کی کون کون سی صورتیں رائج ہیں؟

جواب:1۔زکوٰۃ نہ دینا اور شادیوں پر دل کھول کر لٹانا۔2۔مسکین کو کھانا نہ کھلانا اور تقریبات پر دسیوں ڈشز کا اہتمام کرنا۔3۔ذاتی عیش و آرام کے لیے دل کھول کر خرچ کرنا اور دینی ضروریات کے لیے مٹھی بند کر لینا۔4۔اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے تھوڑا سا خرچ کر کے رُک جانا کہ اتنا ہی بہت ہے۔

سوال6:وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے''وضاحت کریں؟

جواب:1۔اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔انسان اور دوسری مخلوقات کا قبضہ عارضی ہے۔2۔ہر ایک کو یہ قبضہ چھوڑنا ہے اور آخرِ کار سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس رہ جانا ہے۔3۔عقل والا وہ ہے جو مالک کے مال کو اس کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔4۔نادان وہ ہے جو مالک کے مال کو اُسی سے بچا بچا کر رکھتا ہے اور بالآخر وہ مال اس سے چھن جاتا ہے۔5۔اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور زکوٰۃ ادا کرو اللہ کی راہ میں صدقہ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(ایسر التفاسیر:228)

سوال7:وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ''اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے''اللہ تعالیٰ نے بخیلوں کو بخل سے روکنے کے لئے اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ :1۔زمین و آسمان کی میراث اللہ کی ہے ۔اس کے لئے خود عطا کرنا ہرگز مشکل نہیں ہے۔ 2۔مال بچا کر جو لوگ بخیلی کر رہے ہیں انہیں جان لینا چاہئے کہ قیامت کے دن یہ مال گردن میں طوق بنا کر پہنا دیا جائے گا اور کوئی بخیل بچ نہیں پائے گا کیونکہ ہر چیز کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔3۔اللہ تعالیٰ سے تم اپنے اعمال نہیں چھپا سکتے اس لئے ہر شخص اپنے نفس کو پاک کر لے۔

رکوع نمبر10

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (181)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی بات سن لی جنہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں، جلد ہی ہم لکھ دیں گے جو انہوں نے کہا اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے کہ تم جلنے کا عذاب چکھو۔(181)

سوال1:لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی بات سن لی جنہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں‘‘ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کس موقعے پر نازل فرمائی؟

جواب:ابن عباس نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔اس پر یہودیوں نے کہا: اے محمد ﷺ! تمہارا رب فقیر ہو گیا ہے کہ اپنے بندوں سے قرضے مانگتا ہے(البقرۃ:245)۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(ابنِ کثیر)

سوال2۔لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی بات سن لی جنہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں‘‘ کی وضاحت کریں۔

جواب:ابن ابی حاتم میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہودیوں کے مدرسے میں گئے یہاں کا بڑا معلم فخاص تھا اور اس کے ماتحت ایک بہت بڑا عالم اشیع تھا۔لوگوں کا مجمع تھا اور وہ مذہبی باتیں سن رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فخاص! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور مسلمان ہو جا اللہ تعالیٰ کی قسم! تجھے خوب معلوم ہے کہ محمد ﷺ سچے رسول ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے حق لے کر آئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں ان کی صفتیں تورات اورانجیل میں تمہارے ہاتھوں میں موجود ہیں توفخاص نے جواب میں کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ! سن اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ہمارا محتاج ہے ہم اس کے محتاج نہیں اس کی طرف اس طرح نہیں گڑگڑاتے جیسے وہ ہماری جانب عاجزی کرتا ہے بلکہ ہم تو اس سے بے پرواہ ہیں اور مالدار ہیں اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا جیسے کہ تمہارا پیغمبر کہہ رہا ہے۔ ہمیں تو سود سے روکتا ہے اور خود سود دیتا ہے اگر غنی ہوتا تو ہمیں سود کیوں دیتا۔ اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا۔ اور فخاص کے منہ پر زور سے مارا اور فرمایا: اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم یہود سے معاہدہ نہ ہوتا تو میں تجھ اللہ کے دشمن کا سر کاٹ دیتا بدنصیب جھٹلاتے رہو اگر سچے ہو۔ فخاص نے جا کر اس کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے کیوں مارا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کیا۔ فخاص مکر گیا کہ میں نے تو ایسا کہا ہی نہیں اس پر یہ آیت اتری۔ (تفسیر جامع البیان:4/203،202)

سوال3: سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ’’جلد ہی ہم لکھ دیں گے جو انہوں نے کہا اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا بھی‘‘ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ’’جلد ہی ہم لکھ دیں گے جو انہوں نے کہا‘‘1۔ اس سے مراد شدید وعید ہے کہ ہم اُن کی یہ بات ان کے خلاف درج کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم ان کی یہ بات لکھ لیں گے اس میں سخت وعید ہے 2۔ وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ’’اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں انبیاء کو ناحق قتل کرنا یاد دلایا ہے۔3۔ یہاں ’’ناحق‘‘ کی قید لگانے سے مراد یہ ہے کہ وہ نبیوں کو لاعلمی اور ضلالت کی وجہ سے قتل نہیں کرتے تھے بلکہ اس جرم کی قباحت کو جانتے ہوئے بھی سرکشی اور عناد کی بنا پر قتل انبیاء کے اقدام کی جرأت کرتے تھے۔ (تفسیر السعدی:1/455)

سوال4: وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ’’اور ہم کہیں گے کہ تم جلنے کا عذاب چکھو‘‘ یہ کب کہا جائے گا؟

جواب: ’’اور ہم کہیں گے کہ تم جلنے کا عذاب چکھو‘‘ 1۔ یہ بات قیامت کے دن انہیں کہی جائے 2۔ یہ بات انہیں ذلیل کرنے کے لیے کہی جائے گی کہ جلنے کے عذاب کا مزا چکھو۔

سوال5: یہود کو کس وجہ سے جہنم کی آگ میں داخل کیا جائے گا؟

جواب:1۔ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرنے پر۔2۔ انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنے پر۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ(182)

یہ اس وجہ سے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔(182)

سوال1: ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ ''یہ اس وجہ سے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہ اس وجہ سے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے'' یعنی یہ عذاب ان اعمال کا نتیجہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا یعنی تمہیں تمہارے کئے کا پھل مل رہا ہے۔2۔یہ جلنے کا عذاب جس کی حرارت کو آپ چکھتے رہے ہو یہ دنیا میں تمہارے اعما ل کے سبب ہے مثلاً: قتل انبیاء، اللہ کو فقیر کہنا، کفر، فسق اور نافرمانی کے کام وغیرہ۔

سوال2: اللہ تعالیٰ یقیناً بندوں کے لیے ظلم کرنے والا نہیں ہے۔اس بات کا شعور ربّ نے کیسے دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے یہود کے ظلم کا تذکرہ کر کے یہ شعور دلایا ہے کہ یہ بندوں کے اعمال ہیں جس کی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔2۔اللہ تعالیٰ مجرموں اور متقیوں، کافروں اور مومنوں کو ایک مقام و مرتبہ نہیں دے گا۔جیسا کہ فرمایا 3۔اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟''(القلم:35,36)4۔اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟''(ص:28)5۔اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''(الجاثیہ:21)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔'' کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ یقیناً بندوں کے لیے ظلم کرنے والا نہیں ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ عدل کی بنیاد پر ہے۔ اگر وہ گناہوں پر سزا دیتا ہے تو گناہوں سے قبل وہ گناہوں کی حقیقت کو اپنے پیغمبروں کے توسط سے واضح کرواتا ہے۔گناہوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پرڈراوے دیتا ہے۔ بُرے انجام کوسامنے رکھ کرغوروفکر کا موقع دیتا ہےلیکن جب کوئی اپنے انجام سے بالکل بےفکر ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انسانوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنے والا ہے، ظلم کرنے والےنہیں ہے۔

اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیۡنَاۤ اَلَّا نُؤۡمِنَ لِرَسُوۡلٍ حَتّٰی یَاۡتِیَنَا بِقُرۡبَانٍ تَاۡکُلُہُ النَّارُ ؕ قُلۡ قَدۡ جَآءَکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِیۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیۡ قُلۡتُمۡ فَلِمَ قَتَلۡتُمُوۡہُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (183)

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی لائے جسے آگ کھالے۔ آپ کہہ دیں کہ مجھ سے پہلے رسول بھی تمہارے پاس واضح دلیلیں اور وہ کچھ بھی لا چکے ہیں جو تم نے کہا، پھر تم نے اُنہیں قتل کیوں کیا؟ اگر تم واقعتاً سچے تھے (183)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن عباس کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف، مالک بن صیف، مخاص بن عازاور ایک گروہ رسول اللہ کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا اے محمد ﷺ! تم گمان کرتے ہو کہ اللہ کے رسول ہو اور اللہ تعالی نے آپکی طرف کتاب وحی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ ہمارے پاس قربانی آئے جسے وہ آگ کھالے جو آسمان سے آئے تو ہمارے پاس آگ لے آؤ تو ہم تمہاری تصدیق کردیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مراغی:123/2)

سوال1: اَلَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیۡنَاۤ اَلَّا نُؤۡمِنَ لِرَسُوۡلٍ حَتّٰی یَاۡتِیَنَا بِقُرۡبَانٍ تَاۡکُلُہُ النَّارُ ’’جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی لائے جسے آگ کھالے‘‘ آگ کے قربانی کو کھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ’’جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی لائے جسے آگ کھالے‘‘ اس سے مراد قربانی کے قبول ہونے کی وہ نشانی ہے جو پہلی امتوں میں ظاہر ہوتی تھی جس کی قربانی کو آگ کھالیتی تھی اس کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ اس کی قربانی قبول ہوگئی ہے۔

سوال3: یہودیوں نے نبی پر ایمان لانے کے لیے یہ عذر کیوں پیش کیا؟

جواب: یہودیوں نے یہ عذر اس لئے پیش کیا کہ وہ ایمان لانے سے بچنے کے لیے بہانے بنارہے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ'' آپ کہہ دیں کہ مجھ سے پہلے رسول بھی تمہارے پاس واضح دلیلیں اور وہ کچھ بھی لا چکے ہیں جو تم نے کہا'' یہودیوں کے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا؟

جواب:'' آپ کہہ دیں کہ مجھ سے پہلے رسول بھی تمہارے پاس واضح دلیلیں اور وہ کچھ بھی لا چکے ہیں جو تم نے کہا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے کہو: اگر تم سچے ہو تو مجھ سے پہلے تمہارے پاس جو رسول آ چکے جو بہت سی نشانیاں بھی لا چکے اور وہ نشانی بھی لائے جس کا تم ذکر کرتے ہو تو ان رسولوں کو تم نے کیوں قتل کیا۔

سوال5۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ'' پھر تم نے اُنہیں قتل کیوں کیا؟ اگر تم واقعتاً سچے تھے'' کی وضاحت کریں۔

جواب: یہود کے اعتراض کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ساتھ ان کے معاملات کے بارے میں سوال کیا ہے کہ انبیاء آئے تو آپ لوگوں نے مخالفت کی، جھٹلایا اور دشمنی رکھ کر قتل کر دیا اگر آپ حق کے دعوے دار اور پیروکار اور اپنے دعوے میں سچے ہو تو تمہیں نبیوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ آپ نہ حق کو مانتے ہو نہ انبیاء کو۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ(184)

پھر اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں جو واضح دلیلیں اور صحیفے اور روشن کتاب لائے تھے۔(184)

سوال1: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ'' پھر اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں'' نبی ﷺ کو یہود کے رویے پر کیسے تسلی دی گئی؟

جواب:'' پھر اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔1۔ بنی اسرائیل کی تاریخ گواہ ہے کہ کوئی رسول ایسا نہیں گزرا جس کو اہلِ کتاب نے نہ جھٹلایا ہو حالانکہ پہلے تمام رسول بھی صحیح دلائل لے کر آئے تھے''۔ انہوں نے معجزات پیش کیے۔ انہوں نے ایسے صحیفے پیش کیے جن میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت تھی یعنی زبور اور روشن کتابیں بھی مثلاً تورات اور انجیل۔

2۔ یہود نے واضح دلائل اور کتابیں آنے کے باوجود حق کو جھٹلا دیا تھا۔3۔ رسالت کا فریضہ ادا کرنا ہے اور اس راستے کی یہ مشکلات ہیں۔ نبی بلاتا ہے اور لوگ انکار کرتے ہیں لہٰذا آپ ﷺ گھبرائیں نہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ ''واضح دلیلیں لائے تھے''بینات سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔بینات سے مراد واضح معجزات ہیں۔2۔قتادہ نے کہا:اس سے مراد حلال وحرام ہیں۔(تفسیر فتح القدیر:517/1)

سوال3:وَالزُّبُرِ ''اور صحیفے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:وَالزُّبُرِ سے مراد صحیفے ہیں۔قتادہ نے کہا:انبیاء کی کتب ہیں۔(تفسیر فتح القدیر:517/1)

سوال4:وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ''اور روشن کتاب'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی جانے والی کتاب ہے۔قتادہ نے کہا اس سے مراد قرآن ہے۔(تفسیر فتح القدیر:517/1)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ(185)

ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے اور یقیناً تم قیامت کے دن ہی اپنے پورے اجر دیئے جاؤ گے، چنانچہ جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔(185)

سوال1:كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ''ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے''ہر شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔اس سلسلے میں نیک اور بد کے درمیان فرق نہیں۔2۔دنیا کی زندگی محدود، عارضی اور متعین وقت تک ہے۔اس کا ختم ہونا ضروری ہے۔3۔موت تمام جھوٹے سہاروں کو توڑ ڈالے گی۔4۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوکھٹا خط کھینچا۔پھر اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو چوکھٹے خط سے نکلا ہوا تھا۔اس کے بعد درمیان والے خط کے اس حصے میں جو چوکھٹے کے درمیان میں تھا، چھوٹے چھوٹے بہت خطوط کھینچے اور پھر فرمایا کہ''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور جو (بیچ کا) خط باہر نکلا ہوا ہے وہ اس کی امید ہے اور چھوٹے چھوٹے خطوط اس کی دنیاوی مشکلات ہیں۔پس انسان جب ایک (مشکل) سے بچ کر نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں پھنس جاتا ہے''۔(صحیح بخاری:6417)

سوال2:وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ''یقیناً تم قیامت کے دن ہی اپنے پورے اجر دیئے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو تسلی دی جارہی ہے کہ یہ دنیا جزا کا مقام نہیں،عمل کا مقام ہے۔قیامت کا دن جزا وسزا کا ہے۔2۔قیامت کے دن ہر کسی کو اس کے اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔ 3۔مومن کا اجر ثواب اور کافر کا اجر عقاب ہے(تفسیر فتح القدیر:518/1)

سوال3:فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ'' چنانچہ جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔قیامت کے دن جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا وہی کامیاب ہے۔2۔رسول اللہ نے فرمایا:جنت کی بالشت بھر جگہ دنیا ومافیہا سے بڑھ کر ہے اگر چاہو تو پڑھو فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (مستدرک حاکم،ابن ابی حاتم)

سوال4:وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ''اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں''1۔الغرور سے مراد دنیا کی زینت ہے(ابن ابی حاتم:833/3)

2۔دنیا اور دنیا کا سامان ظاہر فریب چیزیں ہیں۔3۔یہاں کسی کا ناکام ہوجانا یا کامیاب ہونا اور ترقی کرنا آخرت کے لحاظ سے ایک ہی جیسی چیزیں ہیں۔4۔دنیا کی نعمتیں کسی کے حق پر ہونے کا ثبوت نہیں۔5۔دنیا میں کسی کا مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہونا کسی کے غلط کار ہونے کا ثبوت نہیں۔6۔دنیا کا سامان دھوکہ دیتا ہے۔7۔حقیقی سامان جس کے لیے کوشش کرنی چاہیے وہ آخرت کی کامیابی کا سامان ہے۔8۔رب العزت نے فرمایا:بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے(الاعلیٰ:16,17)۔9۔وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہترین ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے،تو کیا نہیں تم سمجھتے؟(القصص:60)۔

10۔اس آیت کریمہ میں دنیا میں زہد کی ترغیب دی گئی ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور باقی نہیں رہے گی۔یہ محض دھوکے کا سامان ہے۔یہ اپنی چکاچوند،اپنے غرور اور اپنی ظاہری خوبصورتی سے انسان کو دھوکے میں مبتلا کرتی ہے۔پھر یہ دنیا ختم ہوجائے گی اور اس میں رہنے والے آخرت کے ٹھکانے میں منتقل ہوجائیں گے۔جہاں ہر نفس کو اچھے یا برے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے اس دنیا میں کیے۔(تفسیر السعدی:457/1)

سوال5:آخرت کو ترجیح دینے والوں اور دنیا کو ترجیح دینے والوں کے رویوں میں کیا فرق ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:

آخرت کوترجیح دینے والے	دنیا کوترجیح دینے والے
1۔اللہ تعالیٰ کوکبھی نہیں بھولتے۔	1۔اللہ تعالیٰ کوبھول جاتے ہیں۔انہیں کسی بھی معاملے میں ربّ یادنہیں رہتا۔
2۔غلطی ہوتی ہے توتوبہ کرتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔	2۔غلطی پرقائم رہتے ہیں، اعتراف نہیں کرتے۔انہیں نہ شرمندگی ہوتی ہے،نہ وہ اپنی غلطی کودورکرتے ہیں۔
3۔ایسی مجلسوں میں جاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہو۔	3۔ایسی محفلوں میں جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ سے بےتعلقی ملے،دین سےنفرت ہوجائے اوربےحیائی کاموقع ملے۔
4۔اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔	4۔مال اوردنیاکےحصول کی کوشش کرتے ہیں۔
5۔اپنے جیسےانسانوں کےدکھ کومحسوس کرتے ہیں اورمحتاجوں کی مدد کرتے ہیں۔	5۔معاشرے کےمحروم طبقات کے بارے میں دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے۔

سوال6:’’دنیا کی زندگی تودھوکے کےسامان کےسوا کچھ نہیں‘‘اس حقیقت کوجان کرانسان پرکیااثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:1۔انسان کےاندرجب یہ حقیقت جگہ پکڑ لیتی ہےتودنیااس کی ترجیحات سےنکل جاتی ہے۔2۔انسان آخرت کے لیے ہرطرح کی مشکلات اورآزمائشیں برداشت کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔3۔انسان کا مالی نقطۂ نظربدل جاتا ہے۔وہ اپنے مال کواپنی آخرت سنوارنے کے لیے لگاتا ہے۔4۔انسان کی سرگرمیوں کامحورومرکزبدل جاتا ہے۔وہ آخرت کوبہتر بنانے کے لیے دنیامیں ایسی سرگرمیاں اختیارکرتا ہے جواس کے کام آئیں۔مثلاً ذاتی زندگی میں اللہ تعالیٰ کویاد رکھنا، ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا،اپنی غلطیوں پرتوبہ کرنا،ایسی محفلوں میں شرکت کرناجن سےاللہ تعالیٰ یادآئے،دنیا میں حق کابول بالاکرنے کے لیےکوششیں کرنا،محتاجوں کی مدد کرنااورمعاشرتی خدمات کے لیےکوششیں کرنا۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ(186)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم اُن سے ضرور بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو یقیناً یہ بلند حوصلہ کاموں میں سے ہے۔(186)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ فَقِیۡرٌ سے یہاں تک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فخاص کے مابین جو معاملہ پیش آیا اس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بن اشرف یہودی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی شان میں ہجو (توہین و گستاخی) کے اشعار کہا کرتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(لباب النقول فی اسباب النزول)

سوال2: جان اور مال کی آزمائشیں کیا ہیں؟

جواب:1۔اموال کی آزمائشوں میں نازل ہونے والی آفات ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ ہے۔2۔جان کی آزمائش میں قید ہو جانا، زخمی ہو جانا، انواع و اقسام کے خوف اور مصائب ہیں۔

سوال3:لَتُبۡلَوُنَّ فِیۡۤ اَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِکُمۡ ''اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے'' جان اور مال کی آزمائشیں کیوں آتی ہیں؟

جواب:''اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے'' جان اور مال میں کمی کر کے مومن کو آزمانا ضروری ہے مومن کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے اگر وہ دین میں پختہ ہو تو مصائب بھی سخت آئیں گے۔(ابن کثیر:280/1)

1۔جنت کا راستہ مشکلات کا راستہ ہے اور زندگی کی مشکلات کیا ہیں؟ ناپسندیدہ کاموں سے خود کو روکنا اور خواہشاتِ نفس کے خلاف چلنا، یہ نفس کے لیے بھاری کام ہیں۔

2۔آزمائشوں سے ہی نیکی اور صبر کی قوتوں کو جگایا جا سکتا ہے۔

3۔راہ میں آنے والی مشکلات برداشت کرنے سے ہی انسان قابلِ اعتماد بنتا ہے۔

4۔جتنا انسان حق کے راستے کی مشکلات برداشت کرتا ہے اتنا ہی وہ راستہ اسے عزیز ہو جاتا ہے۔

5۔آزمائش ہر دعوتِ حق کی سنت ہے۔اس سے دعوت دینے والے کی دعوت مضبوط ہو جاتی ہے۔مقابلے کی وجہ سے ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انسان کے اندر کی خفیہ قوتیں جاگتی ہیں۔انسان ان کونشوونما دے سکتا ہے۔ ان کو منظّم کر کے ایک راستے پر لگا سکتا ہے۔

6۔آزمائش سے گناہ دھل جاتے ہیں۔

سوال4:سب سے زیادہ کس کی آزمائش ہوتی ہے؟

جواب:سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا:یارسول اللہ ﷺ ! کن لوگوں کی آزمائش سخت ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''پیغمبروں کی پھر جوان کے بعد مرتبے میں افضل ہیں، پھر جوان کے بعد افضل ہیں اور آدمی پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔اگر اس کا دین سخت اور قوی ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے تو اسی انداز سے وہ مشکل آتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔''(ابنِ ماجه:4023)

سوال5:آزمائش میں کامیاب ہونے والے کو کس چیز کا علم ہونا ضروری ہے؟

جواب:1۔اسے اپنے نفس کی حقیقت کا علم ہونا چاہئے۔ 2۔اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ انسان کے اندر کون سی چھپی ہوئی قوتیں ہیں۔3۔اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ ایک جماعت اور معاشرے کی تشکیل کیسے ہوتی ہے۔4۔اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ دعوت کے اُصولوں اور نفس کی خواہشات کے درمیان کہاں کہاں جنگ ہوگی۔ 5۔اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ شیطان کن کن دروازوں سے انسان کے اندر داخل ہوتا ہے۔ 6۔اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ حق کے راستے میں پھسلن کہاں کہاں ہے۔ 7۔اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ انسان گمراہ کب کب ہوتا ہے۔

سوال6:ابتلاء وآزمائش سے کونسی صفات پیدا ہوتی ہیں؟

جواب:ابتلا سے صبر و استقامت کی عادت پیدا ہوتی ہے۔اخلاقی کمزوریوں کا علاج ہوتا ہے۔درجات بلند ہوتے ہیں مومنوں اور منافقوں میں امتیاز ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن1/336)

سوال7: وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ''اور یقیناً تم اُن سے ضرور بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور یقیناً تم اُن سے ضرور بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جنگِ بدر سے پہلے یہ بات کہہ دی تھی ابھی وہ صبر سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے ڈر کر رہیں۔1۔اہلِ کتاب اور مشرک تمہارے خلاف پروپیگنڈہ کریں گے،شکوک وشبہات پھیلائیں گے۔2۔شبہات دعوت اور دعوت دینے والوں کے بارے میں ہوسکتے ہیں۔3۔اس مقصد کے لیے جدید نشر واشاعت کے وسائل بھی استعمال ہوں گے،سازشیں ہوں گی،تفرقہ پھیلانے کی کوششیں ہوں گی۔

سوال8:تکلیف دہ باتیں کس کو سننی پڑتی ہیں؟

جواب:جو شخص حق پر قائم ہوجاتا ہے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتا ہے تو لازماً اسے ایذائیں دی جاتی ہیں۔ (الاساس فی التفسیر:954/2)

سوال9:تکلیف دہ باتوں کی دوا کیا ہے؟

جواب:1۔اللہ کے لیے صبر کرنا2۔اللہ سے مدد مانگنا۔3۔اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا(الاساس فی التفسیر:954/2)

سوال10: وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ" اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو یقیناً یہ بلند حوصلہ کاموں میں سے ہے " کی وضاحت کریں؟

جواب:" اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو یقیناً یہ بلند حوصلہ کاموں میں سے ہے"1۔صبر اور تقویٰ ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔

2۔اللہ تعالیٰ کے خوف (تقویٰ) سے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے (صبر) سے ہی مشکلات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

3۔حق کے راستے کی پھسلن سے بچنے اور گمراہ ہونے سے بچنے کے لیے یہ دو لازمی ہتھیار ہیں۔

4۔صبر اور تقوی کے لیے قوت ارادی،کمال عقل وفکر اور ایسے امور کی ضرورت ہے جن میں سستی نہیں برتی جاسکتی۔ (منیر:523/2)

سوال11:کہاں صبر کریں؟

جواب:1۔جان و مال کی ابتلاء وآزمائش میں۔اور اپنے صبر میں صبر شرعی حدود سے تجاوز نہ کرو یعنی ایسے مقام پر صبر نہ کرو جہاں صبر کرنا جائز نہ ہو بلکہ وہاں تمہارا کام اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے انتقام لینا ہو۔ (تفسیر السعدی:458/1) 2۔سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" جو مومن لوگوں سے مل کر رہتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے،اس کو اس مومن کی نسبت زیادہ ثواب ملتا ہے جو نہ لوگوں سے ملتا ہے اور نہ ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے۔" (ابنِ ماجہ:4032)3۔سیدنا ابوعبیدہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی جبکہ آپ خانہ کعبہ کے سایے میں ایک چادر کا تکیہ بنائے استراحت فرما تھے۔ہم نے کہا،آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد کی دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے فرمایا: (تمہیں معلوم ہونا چاہیے) کہ تم سے پہلے لوگوں کا (یہ حال ہوتا تھا کہ) آدمی پکڑ کر لایا جاتا، اس کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر اس کو اس میں کھڑا کر دیا جاتا پھر اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے اور لوہے کی کنگھیاں اس کے جسم پر پھیری جاتیں جس سے اس کا گوشت اور ہڈیاں تک متاثر ہو جاتیں۔ لیکن یہ (زمائشیں) اسے اس کے دین سے نہ پھیرتیں (اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس معاملے کو ضرور مکمل فرمائے گا (دین اسلام کو غالب کرے گا) یہاں تک کہ ایک سوار (مسافر) صنعاء سے حضرموت تک (اکیلا) سفر کرے گا لیکن اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ لیکن تم جلد بازی کر رہے ہو۔ (صحیح بخاری:3612)

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ (187)

اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے اور تم اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا اور اس کے بدلے انہوں نے بہت تھوڑی قیمت لے لی، سو کتنا بُرا ہے جس کو وہ خرید رہے ہیں! (187)

سوال1: وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے'' اہلِ کتاب سے کیا عہد لیا گیا تھا؟

جواب: ''اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے''1۔ میثاق اس عہد کو کہتے ہیں جو بہت موکد اور بھاری ذمہ داری کا حامل ہو۔ یہ عہد اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے لیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا کی اور اسے علم سے نوازا۔ (تفسیر سعدی:459/1) 2۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا کہ اس کتاب کی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے یعنی تورات اور انجیل کی تعلیمات کو نہیں چھپاؤ گے۔

سوال2۔ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ''تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے اور تم اس کو نہیں چھپاؤ گے'' کی وضاحت کریں۔

جوب:1۔ ''لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ: تم لوگوں کے سامنے وہ سارے احکامات اور خبریں بیان کرو گے جو محمد کی نبوت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بارے میں ہیں حتی کہ لوگ انہیں صحیح طور پر پہچان لیں (تفسیر المنیر :530/2) 2۔وَلَا تَكْتُمُونَهُ: سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد محمد ہیں (ابن ابی حاتم:836/3) 3۔جسے کتاب دی گئی اور جسے علم سے نوازا گیا اس سے یہ عہد لیا کہ لوگ اس کے علم میں سے جس چیز کے محتاج ہوں وہ ان کے سامنے بیان کرے اور ان سے کوئی چیز نہ چھپائے اور نہ علم بیان کرنے میں بخل سے کام لے خاص طور پر جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے یا کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جو علمی راہنمائی کا متقاضی ہو۔پس اس صورتحال میں ہر صاحب علم پر فرض ہے کہ وہ مسئلہ کو بیان کر کے حق اور باطل کو واضح کر دے۔ اور جن لوگوں کو اللہ تعالی نے اس توفیق سے نوازا ہے، وہ اس ذمہ داری کو پوری طرح نبھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو علم ان کو عطا کیا ہے وہ اسے اللہ تعالی کی رضا کی خاطر لوگوں پر شفقت کی وجہ سے اور کتمان علم کے گناہ سے ڈرتے ہوئے لوگوں کو سکھاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:459/1) 4۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے علم دین کا مسئلہ پوچھا گیا اور جان بوجھ کر اس مسئلے کو اس نے نہ بتایا تو قیامت کے دن وہ شخص آگ کی لگام دیا جائے گا''۔(ابوداؤد:3658) 5۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ قرآن کی دو آیتیں نہ ہوتی تو میں کوئی حدیث بیان نہیں کرتا۔پھر یہ آیت پڑھی' جسکا ترجمہ یہ ہے' کہ جو اللہ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اور آیتوں کو چھپاتے ہیں (آخر آیت) رحیم تک۔(واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مہاجرین بھائی تو بازار کی خرید وفروخت میں لگے رہتے تھے اور انصار بھائی اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اور ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جی بھر کر رہتا (تاکہ آپ ﷺ کی رفاقت میں شکم پری سے بھی بے فکری رہے) اور (ان مجلسوں میں) حاضر رہتا جن (مجلسوں) میں دوسرے حاضر نہ ہوتے اور وہ (باتیں) محفوظ رکھتا جو دوسرے محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے''۔(صحیح بخاری:118) 6۔سیدنا ابوذر b کا ارشاد ہے کہ ''اگر تم اس پر تلوار رکھ دو اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا اور مجھے گمان ہو کہ میں نے نبی a سے جو ایک کلمہ سنا ہے گردن کٹنے سے پہلے بیان کر سکوں گا تو یقیناً میں اسے بیان کر ہی دوں گا''۔(صحیح بخاری،:10)

سوال3:فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا'' تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا اور اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے بدلے انہوں نے بہت تھوڑی قیمت لے لی'اہلِ کتاب کا عہد کرنے کے بعد کیا رویہ تھا؟

جواب:'' توانہوں نے اس عہد کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا اور اس کے بدلے انہوں نے بہت تھوڑی قیمت لے لی''1۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو پھیلانے کا کام پسِ پشت ڈال دیا۔

2۔ان تعلیمات کو تھوڑی قیمت کے عوض یعنی دنیا کے فائدوں کی خاطر بدل ڈالا۔

3۔ابن جریر نے کہا:انہوں نے عہد توڑ ڈالا۔(تفسیر جامع البیان:212/4)

4۔رہے وہ لوگ جن کو کتاب عطا کی گئی،یعنی یہودی اور نصاری اور ان جیسے دیگر لوگ تو انہوں نے اس عہد اور میثاق کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اس میثاق کی انہوں نے پرواہ نہیں کی۔پس انہوں نے حق کو چھپالیا اور باطل کو ظاہر کیا،حقوق اللہ اور حقوق العباد کو حقیر سمجھتے ہوئے محرمات کے ارتکاب کی جرأت کی۔(تفسیر السعدی:459/1)

سوال4:وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا'' اور اس کے بدلے انہوں نے بہت تھوڑی قیمت لے لی'' کی وضاحت کریں۔

جواب:1۔انہوں نے حق کو چھپانے کی بہت تھوڑی قیمت لی اور یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے تھوڑی قیمت ہے۔2 یہود و نصاریٰ نے اس کتمان حق کے بدلے میں بہت معمولی قیمت لی۔وہ یہ تھی کہ انہیں کتمان حق کی بنا پر سرداری حاصل ہوئی اور ان کے گھٹیا پیروکاروں کی طرف سے،جو ان کی خواہشات کی پیروی کرتے تھے اور حق پر خواہشات کو مقدم رکھتے تھے،ان کو حقیر مال کے نذرانے پیش ہوتے تھے۔(تفسیر السعدی:459/1)

سوال5:فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ'' سو کتنا بُرا ہے جس کو وہ خرید رہے ہیں!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' کتنی بری چیز تھی جو انہوں نے خریدی'' سے مراد دنیا کے وہ حقیر فائدے ہیں جن کی خاطر اہلِ کتاب نے اللہ تعالیٰ کا کلام بدل ڈالا۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(188)

آپ ان لوگوں کو ہرگز خیال نہ کریں جو خوش ہوتے ہیں ان کاموں پر جو انہوں نے کیے اور چاہتے ہیں کہ اُن پر بھی ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے چنانچہ آپ انہیں عذاب سے نکلنے میں ہرگز کامیاب خیال نہ کریں اور ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے دردناک عذاب ہے۔(188)

سوال:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب1:ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں منافقین میں سے بعض ایسے تھے جو غزوہ کے لئے نکلے تو وہ پیچھے رہ گئے اور نبی ﷺ کے خلاف بیٹھ جانے سے خوش ہوئے۔ جب نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو انھوں نے آپ ﷺ سے معذرت کی اور قسم اُٹھائی اور انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ ان کی تعریف کی جائے اس کام پر جو انھوں نے سرانجام نہیں دیئے تو آیت (لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ) نازل ہوئی ''اپنے کیے پر خوش ہونے والے لوگوں کو مت گمان کرو جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ انکی تعریف کی جائے ایسے اعمال پر جو انھوں نے سرانجام نہیں دیئے پس آپ ﷺ انکے بارے میں عذاب سے نجات کا گمان نہ کریں۔'' (صحیح مسلم:7033)

سیدنا حمید بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مروان نے اپنے چوکیدار رافع سے فرمایا:تم ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اوران سے کہو کہ اگر ہر شخص کو عذاب دیا گیا جو خوش ہوتا ہے اس پر جو اسے دیا جاتا ہے اور جو اس نے کیا نہیں اس پر وہ اپنی تعریف پسند کرتا ہے تو پھر ہم سب عذاب میں مبتلا ہوں گے''۔ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے یہ آیت تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

سوال2:لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا آپ ان لوگوں کو ہرگز خیال نہ کریں جو خوش ہوتے ہیں ان کاموں پر جو انہوں نے کیے اور چاہتے ہیں کہ اُن پر بھی ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے'' وضاحت کریں؟

جواب:1۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چند منافقین ایسے تھے کہ جب نبی ﷺ جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ مدینہ میں پیچھے رہ جاتے اور پیچھے رہ جانے پر بہت خوش ہوا کرتے تھے لیکن جب نبی ﷺ واپس آتے تو عذر بیان کرتے اور قسمیں کھا لیتے بلکہ ان کو ایسے کام پر تعریف ہونا پسند آتا جس کو انہوں نے نہ کیا ہوتا اور بعد میں چکنی چپڑی باتوں سے اپنی بات بنانا چاہتے۔اللہ تعالیٰ نے اسی پر یہ آیت اتاری۔(بخاری:4567)

2۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے اہل کتاب سے کوئی بات دریافت فرمائی جسے انھوں نے چھپا کر اس سے مختلف بیان کی جب وہ آپ ﷺ کے پاس سے نکل کر گئے تو آپ پر ظاہر کیا کہ ہم نے آپ کو اسی بات کی خبر دی ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوانھوں نے ہم سے دریافت کی تھی اس پر وہ اپنی تعریف کے متمنی ہوئے اور جوان سے پوچھا گیا اس کے چھپانے پر خوش ہوئے۔'' (صحیح مسلم:7034)

سوال3:اس آیت میں کن لوگوں کی مذمت کی گئی ہے؟

جواب:1۔اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو ریا کاری اور شہرت کے لئے کام کرتے ہیں اور کاموں کا جو اظہار کرتے ہیں اُتنا کام نہیں کرتے۔جو خوبیاں ان کے اندر نہیں ہوتیں ان کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔2۔اس آیت میں ریا کاروں اور شیخی خوروں کی مذمت ہے جو علم کے بغیر مسئلے بیان کرتے ہیں۔رسول نے فرمایا:جس نے مالدار ہونے کے لیے جھوٹا دعویٰ کیا اسے کمی نصیب ہوگی (مختصر ابن کثیر:281/1)

3۔نبی ﷺ نے فرمایا:''جس نے اپنے بارے میں کوئی جھوٹا دعویٰ کیا تا کہ لوگوں کے سامنے بڑا بنے تو اللہ تعالیٰ اس کا وقار گھٹا دیتا ہے۔'' (ابن کثیر)4۔نبی ﷺ نے فرمایا:''جو شخص کسی ایسی خوبی کا دعویٰ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے نہیں دی،وہ جھوٹ اور فریب کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔'' (مسلم:5581)

سوال3:فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ'' چنانچہ آپ انہیں عذاب سے نکلنے میں ہرگز کامیاب خیال نہ کریں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے،وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ یہ نہ سمجھیں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ایک دردناک عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔2۔سیدنا ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو اپنی ہلاکت کا بڑا اندیشہ ہے آپ نے فرمایا کیوں؟ جواب دیا ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے روکا ہے کہ جو نہ کیا ہو اس پر تعریف کو پسند کریں اور میرا حال یہ ہے کہ میں تعریف پسند کرتا ہوں' دوسری بات یہ ہے کہ تکبر سے اللہ نے روکا ہے اور میں جمال کو پسند کرتا ہوں تیسرے یہ کہ نبی ﷺ کی آواز سے بلند آواز کرنا ممنوع ہے اور میں بلند آواز ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تیری زندگی بہترین اور باخیر ہو اور تیری موت شہادت کی موت ہو اور تو جنتی بن جائے خوش ہو کر کہنے لگے کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے چنانچہ یہی ہوا کہ آپ کی زندگی انتہائی اچھی گزری اور موت شہادت کی نصیب ہوئی' مسیلمہ کذاب کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ میں آپ نے شہادت پائی۔(تفسیر ابن کثیر:502/1)3۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لیے اس کے احکامات کی مخالفت سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بجوہ ہر چیز کا مالک ہے ہر چیز پر قادر ہے اس کی قدرت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (189)

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(189)

سوال1: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔وہ ان تصورات سے بالاتر ہے۔جیسے یہودیوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔2۔اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے۔3۔اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔4۔زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔

سوال2: وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ "اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پر اپنی بادشاہت سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر 11

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (190)

یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔(190)

سوال1: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک رات میری باری میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔میرے ساتھ سوئے تو مجھ سے فرمانے لگے: عائشہ! میں اپنے ربّ کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں مجھے جانے دو۔میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم میں آپ ﷺ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ آپ ﷺ اللہ عزوجل کی عبادت کریں۔اب آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر ہلکا سا وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔پھر جو رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی۔پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہوگئی۔پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آکر نماز کے لیے بلایا اور آپ ﷺ کے آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا: اے اللہ کے سچے رسول ﷺ! آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: بلال! میں کیوں نہ روؤں۔مجھ پر آج رات یہ آیت اُتری ہے:" اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" افسوس ہے اس شخص پر جو اسے پڑھے اور اس میں غور وفکر نہ کرے۔(تفسیر ابن کثیر)

سوال2: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ "یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔گزشتہ آیتوں میں یہود کی بدنیتی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کا بیان ہوا حتی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو فقیر تک کہا۔آنے والی آیتوں میں انہیں اور دیگر انسانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تو سب کا ربّ، خالق، مالک اور معبود ہے، ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہر چیز اس کے تصرف میں ہے، وہ فقیر کیونکر ہوسکتا ہے!(تیسیر الرحمٰن) 2۔آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دِن کے بدل بدل کر آنے جانے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت اور کبریائی کی نشانیاں ہیں۔3۔الآیات سے مراد واضح دلائل ہیں جو کہ خالق کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔(فتح القدیر 521/7)

سوال3: کائنات پر غور وفکر کرنے سے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:1۔کائنات پر غور وفکر کرنے سے خالق کی محبت انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔2۔خالق کے مطالبات پورے کرنے کے لیے اس کی طبیعت مائل ہوتی ہے۔3۔خالق کا خوف اور خشیت دل میں پیدا ہوتی ہے۔4۔انسان اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے۔5۔انسان اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت کی طرف توجہ کرتا ہے۔

سوال4: لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ "عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں" عقل والے کون ہیں؟

جواب: عقل والے لوگ وہ ہیں جو غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کو پہچان جاتے ہیں۔

سوال5: آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور وفکر کرنے والوں کے لئے کائنات میں خالقِ کائنات کی نشانیاں ہیں۔وہ غور وفکر کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں یہ سمجھ جاتے ہیں کہ کائنات کے بے خطا نظام کے پیچھے کوئی اسے چلانے والا، اس کی تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے اور وہ ایک ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: کائنات پرغوروفکر سے کون سے سبق ملتے ہیں؟

جواب:1۔ ہر چیز اپنے آغاز کے ساتھ ہی اپنے انجام کو پہنچ رہی ہے۔2۔ یہاں ایک چھوٹا سا بیج زمین میں ڈالا جائے تو پھل لے کر آتا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ کوئی انسان نیکی کی زندگی گزارے اور اسے اس کی کارگزاری کا کوئی پھل نہ ملے۔3۔ ایک بامعنی کائنات بے معنی انجام پر ختم نہیں ہوسکتی۔4۔ ہر رات کے بعد دن آتا ہے اور ہر دن کے بعد رات آتی ہے۔ ہر مشکل کے بعد آسانی آتی ہے۔ دنیا کی مشکلات کے بعد آخرت میں آسانی آئے گی۔ دنیا کی زندگی کی آسانیوں کے بعد آخرت میں مشکلات آئیں گی۔

سوال7: ان آیات کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ ان آیات کو تہجد کے لئے اُٹھتے تو پڑھتے تھے یعنی اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے آخر سورت تک اور اس کے بعد وضو کرتے۔ (بخاری، کتاب التفسیر:4569)

الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (191)

وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غوروفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔ (191)

سوال1: الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ’’وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غوروفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا‘‘ انسان اس یقین تک کیسے پہنچتا ہے کہ اس کا کوئی خالق ضرور ہے جو قدرت رکھنے والا ہے؟

جواب:1۔ انسان جب اُٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اس کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہوتا اور اس کائنات پر غوروفکر کرتا ہے تو اس یقین تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے جو قدرت رکھنے والا، مدبّر اور حکمت والا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔2۔اللہ تعالیٰ نے یہاں اولوالباب یعنی عقل والوں کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ 3۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات میں تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے۔''اے اللہ! تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں تو آسمان وزمین اوران میں موجود تمام چیزوں کا نور ہے، تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں تو آسمان وزمین اوران میں موجود تمام چیزوں کا قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں، تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیرا قول حق ہے، تجھ سے ملنا حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، قیامت حق ہے، انبیاء حق ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ حق ہیں۔اے اللہ! تیرے سپرد کیا، تجھ پر بھروسہ کیا، تجھ پر ایمان لایا، تیری طرف رجوع کیا، دشمنوں کا معاملہ تیرے سپرد کیا، فیصلہ تیرے سپرد کیا، پس میری اگلی پچھلی خطائیں معاف کر۔وہ بھی جو میں نے چھپ کر کی ہیں اور وہ بھی جو کھل کر کی ہیں تو ہی سب سے پہلے ہے اور تو ہی سب سے بعد میں ہے، صرف تو ہی معبود ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں''۔(صحیح بخاری:6317) 4۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے نبی ﷺ پر گواہی دیتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم بھی بیٹھ کر اللہ رب العزت کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے۔فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں اور (اللہ عزوجل کی) رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے پاس والوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔(مسلم:6855)

سوال2:وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں''انسان ہر چیز پر غور وفکر کرنا کیسے شروع کرتا ہے؟

جواب:''اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں''1۔انسان کا ذہن اگر اپنے اردگرد ہونے والے واقعات، اپنے حالات ومعاملات میں اُلجھا رہے تو اس کا دل پراگندہ خیالات کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔وہ دنیا کی اور اپنی حقیقت کے بارے میں سوچنے کے قابل نہیں ہوتا۔جب وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اس کا ذکر کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہونا شروع ہو جاتا ہے۔پھر وہ اردگرد کی کائنات کی طرف توجہ کرتا ہے۔پھر اس کی نظر کسی چیز پر پڑتی ہے تو اسے اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہے اور اس میں عبرت پاتا ہے۔یوں وہ غور وفکر کرنا شروع کر دیتا ہے۔2۔ابن ابی الدنیا نے''کتاب التوکل والاعتبار''میں ابوسلیمان درانی کا قول نقل کیا ہے کہ میں جب اپنے گھر سے نکلتا ہوں اور میری نظر کسی چیز پر پڑتی ہے تو اسے اپنے لیے اللہ کی نعمت اور اس میں ایک عبرت پاتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں غور کرنے کی دعوت دی ہے، گویا خالق کے بارے میں غور کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ اللہ کی ذات وصفات کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

منہیات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔(تیسیر الرحمٰن:230)

سوال3:رَبَّنَامَاخَلَقْتَ ھٰذَابَاطِلًا’’ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا‘‘ انسان کب پکار اُٹھتا ہے کہ اے ہمارے رب! تو نے یہ کائنات بے مقصد نہیں بنائی؟

جواب:’’اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا‘‘ انسان جب زمین و آسمان کی تخلیق اور اس کی حکمتوں پر غور وفکر کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی رحمت، اس کی ربوبیت اور اس کی قدرت کی پہچان نصیب ہوتی ہے۔انسان کو جب ربّ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے تو وہ پکار اُٹھتا ہے کہ اے ہمارے ربّ! تو نے یہ کائنات بے مقصد نہیں بنائی۔

سوال4:رَبَّنَامَاخَلَقْتَ ھٰذَابَاطِلًا’’ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:جب عقل والے اللہ تعالیٰ کی کائنات میں غور وفکر کرتے ہیں تو اس حقیقت کو پا لیتے ہیں کہ ہمارا کوئی رب ہے پھر وہ پُکار اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ فضول اور بے مقصد پیدا نہیں کیا۔تُو ہر عیب سے پاک ہے۔ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔

سوال5:کائنات بنانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب:کائنات بنانے کا مقصد انسانوں کا امتحان ہے۔

سوال6:انسان کا امتحان کیا ہے؟

جواب:انسان کا امتحان یہ ہے کہ وہ اختیار پانے کے بعد کہاں تک اَحسن عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سوال7:دنیا کے امتحان میں کامیاب ہونے والے کے لئے کیا انعامات ہیں؟

جواب:دنیا کے امتحان میں کامیاب ہونے والے کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والے انعامات ہیں۔ہمیشہ کی جوانی صحت اور جنت کی لازوال نعمتیں ہیں۔

سوال8:دنیا کے امتحان میں ناکام ہونے والے کے لئے کیا انجام ہے؟

جواب:دنیا کے امتحان میں ناکام ہونے والے کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

سوال9:سُبْحٰنَكَ فَقِنَاعَذَابَ النَّارِ’’ آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے‘‘ عذابِ نار سے بچنے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دُعائیں کب کی جاتی ہیں؟

جواب:’’ آپ پاک ہیں، سوہمیں آگ کے عذاب سے بچالے‘ عذابِ نار سے بچنے کی دُعائیں تب کی جاتی ہیں جب انسان کوربّ تعالیٰ کی معرفت کی وجہ سے تخلیقِ کائنات کی وجہ سمجھ آجاتی ہے۔

سوال10:’’ آسمان اورزمین کی سچائی اوررات اوردن کے بدل بدل کرآنے‘‘میں جوسچائی ہے اس کی سمجھ اوراس دُعامیں کہ ’’اے اللہ! آگ سے بچالے‘‘ کیاتعلق ہے؟

جواب:عقل والے جب کائنات کے اندرکام کرنے والی سچائی کو پالیتے ہیں تووہ یقین کرلیتے ہیں کہ کائنات کے اندرایک تقدیر، ایک تدبیراورایک حکمت کام کررہی ہے اوراس شعور کے ساتھ ہی وہ جہنم کاشعورحاصل کرلیتے ہیں اورفوراًہی انتہائی عاجزی اوریکسوئی سے، خشوع وخضوع سے کانپتے دل کے ساتھ دُعاکرتے ہیں اور یہ دُعاان کے دل کی گہرائیوں سے اُٹھتی ہے کہ’’اے اللہ! آگ سے بچالے‘‘۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا’’ جوڈراوہ بھاگااورجو بھاگاوہ منزل کوگیا، سنو، اللہ کامال بہت مہنگاہے خبردار اللہ کامال جنت ہے۔‘‘(ترمذی:2450) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا’’ میں نے جہنم سے بھاگنے والے کسی شخص کوسوتے نہیں دیکھااورنہ ہی جنت کے کسی خواہش مندکوسوتے دیکھاہے۔‘‘(ترمذی:2601)

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ(192)

اے ہمارے رب! بے شک جس کوتونے آگ میں ڈالا تو اُس کوتونے واقعی رُسواکردیا، اورظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔(192)

سوال1:رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ’’ اے ہمارے رب! بے شک جس کوتونے آگ میں ڈالا تو اُس کوتونے واقعی رُسواکردیا‘‘ کی دُعاسے کس چیز کااظہارہورہاہے؟

جواب:1۔اس دُعاسے پتہ چل رہاہے کہ عقل مندانسان کوآگ کے عذاب سے خوف آتاہے۔2۔اس سے بھی زیادہ خوف اس رسوائی سے ہوتاہے جودوزخ والوں کامقدر بننے والی ہے۔3۔ذہن اوردل کی دنیامیں زلزلہ اس شرمندگی اوررسوائی کی وجہ سے آتاہے جواہلِ جہنم کوہوگی۔4۔اس دُعاسے پتہ چل رہاہے کہ ان کویقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مدد نہیں کرسکتا اس لیے کہ کسی ظالم کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

سوال2:فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ''تو اُس کو تو نے واقعی رُسوا کر دیا'' رُسوائی سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سے مراد حشر کے میدان میں سب کے سامنے توہین ورُسوائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' قیامت کے دن ایک ایسے جہنمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ عیش وراحت میں تھا اسے دوزخ کی آگ میں غوطا دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! یہ بتا تو نے کبھی اچھا دور بھی دیکھا ہے؟ تجھ پر کبھی عیش وآرام کا زمانہ آیا ہے؟ وہ جواب دے گا: آقا! تیری ذات کی قسم میں تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا پھر ایک ایسا بہشتی لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ بدحال اور مصیبت زدہ تھا جب اس پر بہشت کی نعمتوں کا رنگ چڑھ جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ اے فرزندِ آدم کیا تو نے کبھی افلاس اور تنگی کا دور دیکھا ہے؟ کیا تو نے مصیبت اور سختی دیکھی ہے؟ وہ کہے گا پروردگار! تیری قسم! میں کبھی مصیبت اور تنگ دستی میں گرفتار نہیں ہوا میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوا ہی نہیں۔''
(مسلم:7088) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:!'' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ براہ راست، بغیر کسی ترجمان کے کلام کرے گا۔ پھر آدمی اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے سوائے اپنے عملوں کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ بائیں طرف دیکھے گا تو اسے سوائے اپنے عملوں کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ اس کا استقبال کرے گی۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو اپنے چہرے کو آگ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہو وہ ضرور بچائے خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کر کے بچائے۔'' (ترمذی:2415)

سوال3:وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ''اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ظالموں کے لیے فیصلے کے دن کوئی مددگار نہ ہوگا، انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

سوال4: ظالم کون ہے؟

جواب:1۔ظالم وہ ہے جو شرک کرتا ہے۔2۔ظالم وہ ہے جو ربّ کا نافرمان ہے۔3۔ظالم وہ ہے جو ربّ کے احکامات کا انکار کرتا ہے۔ 4۔ظالم وہ ہے جو ربّ سے کفر کرتا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَعَ الْاَبْرَارِ(193)

اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے' اے ہمارے رب! پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں ہم سے دور فرما! اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ فوت کرنا۔(193)

سوال1: رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا'' اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔منادی سے مراد نبی ﷺ کی ذات ہے اور لفظ منادی کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پکار پکار کر اسلام کی دعوت پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔(تیسیر الرحمٰن)۔2۔قتادہ اور محمد بن کعب قرظی نے کہا منادی قرآن ہے اور اس کی دلیل مومن جنوں کا قول ہے: اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا(الجن:1)

سوال2: رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ'' اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ'' اس دُعا سے مومن کے مزاج کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:1۔اس دُعا سے قلبِ مومن کا جھکاؤ پتہ چلتا ہے۔جو حق کو سنتے ہیں اس کو مان لیتے ہیں لیکن ساتھ ہی اپنے گناہوں کا خیال آتا ہے تو اپنے ربّ سے غلطیوں، کوتاہیوں، گزشتہ نافرمانیوں اور گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

2۔اس دُعا میں ایمان والوں کے خشوع وخضوع اور دُعا کی قبولیت کے لئے انتہائی رغبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ایمان والے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہماری برائیاں دور فرما دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کرنا۔

سوال3: رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا'' اے ہمارے رب! پس ہمارے گناہ بخش دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت میں ان پر اللہ تعالیٰ کے احسان، اس کی نعمت پر اظہارِ فخر اور اس ایمان کو اپنے گناہوں کی بخشش اور برائیوں کو مٹانے کے لیے وسیلہ بنانے کی خبر ہے کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔وہ ہستی جس نے انہیں ایمان سے نوازا ہے وہی انہیں کامل امان سے نوازے گی۔(تفسیر سعدی)

سوال4: وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا'' اور ہماری برائیاں ہم سے دور فرما!'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:''اور ہماری برائیاں ہم سے دور فرما!''اس سے مراد کبیرہ گناہ ہیں اور صغیرہ برائیوں کو بھی دور فرما۔(تفسیر فتح القدیر:522/1)

سوال5:وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ''اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ فوت کرنا''کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ فوت کرنا''ابرار سے مراد انبیاء کے ساتھی نیک لوگ۔(قرطبی:243/2)

2۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ''تو وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبیوں،صدیقوں اور شہیدوں کے''(النساء:69)۔ 3۔اس دعا سے پتہ چلتا ہے کہ نیکی کرنا اور برائی کو ترک کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے جس کی بناء پر بندہ''ابرار''میں شمار ہوتا ہے اور اس توفیق کی بناء پر نیکی کرنے اور برائی چھوڑنے پر اپنی موت تک ہمیشہ ثابت قدم رہتا ہے۔(تفسیر سعدی)

سوال6:رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ''اے ہمارے رب! پس ہمارے گناہ بخش دینا اور ہماری برائیاں ہم سے دور فرما!اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ فوت کرنا''سچے ایمان کے نتیجے میں عذابِ نار سے بچنے کے لئے اہلِ ایمان کس کس چیز کی دُعائیں کرتے ہیں؟

جواب:1۔گناہوں کی معافی کی۔2۔برائیوں کو دور کرنے کی۔3۔نیکوکاروں کے ساتھ موت کی۔4۔قیامت کے دن کی رُسوائی سے بچنے کی۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ(194)

اے ہمارے رب!جو وعدہ تُو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے ہمیں وہ عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا!بلاشبہ تُو اپنے وعدے کی خلاف نہیں کرتا۔(194)

سوال1:رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ''اے ہمارے رب!جو وعدہ تُو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے ہمیں وہ عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا!''کی وضاحت کریں؟

جواب:''اے ہمارے رب!جو وعدہ تُو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے ہمیں وہ عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا!''1۔اس دُعا سے مومن کے یقین کا پتہ چلتا ہے کہ رسولوں نے آپ کے جو وعدے ہم تک پہنچائے ہیں ہمیں امید ہے آپ ان کو پورا فرمائیں گے۔2۔اس دعا سے مومن کے دین کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذہن اور دل میں یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اُمیدرچ بس جاتی ہے کہ ہمارا ربّ ہمیں قیامت کے دن شرمندہ ہونے سے، رسواہونے سے بچائے گا۔3۔اس دُعا سے مومن کے دل کی صفائی اورنرمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔4۔اس دُعا سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ دلِ مؤمن کے اندراللہ تعالیٰ کا خوف کس حدتک بڑھ جاتا ہے کہ پھراسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حیا آتی ہے۔

سوال2:رَبَّنَاوَاٰتِنَامَاوَعَدْتَّنَاعَلٰی رُسُلِكَ''اے ہمارے رب!جووعدہ تُو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے ہمیں وہ عطافرما''ایمان والے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یقین کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟

جواب:1۔ایمان والے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یقین کائنات کے بےخطا نظام سے حاصل کرتے ہیں کہ ہر چیز اپنے مقصد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق کام کررہی ہے۔2۔ایمان والے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یقین اللہ تعالیٰ کی کتاب سے حاصل کرتے ہیں۔

سوال3:''اے ہمارے رب!جووعدہ تُو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے''اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی زبانی کیا وعدے کئے ہیں؟

جواب:1۔ایمان لاکرعملِ صالح کرنے والوں کوبہترین بدلہ دیا جائے گااورانہیں دنیا کی قیادت دی جائے گی۔

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جوتم میں سے ایمان لائے اورنیک عمل کیے کہ وہ ان کوزمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا''(النور:55)

وَعَدَاللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ''اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اورمومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں،ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،اور پاکیزہ رہائش گاہوں کا جوہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اوراللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے،یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''(التوبہ:72)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ''اے وہ لوگو جوایمان لائے ہو!اگرتم اللہ تعالیٰ کی مدد کروگے تووہ تمہاری مدد کرے گااورتمہارے قدم جمادے گا۔''(محمد:7)

2۔ایمان والوں کوقیامت کے دن رسوانہیں کیا جائے گا۔يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ''اس دن اللہ تعالیٰ نبی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کواوران لوگوں کو جواس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رسوانہ کرے گا'' (التحریم:8)

سوال4:وَلَاتُخْزِنَایَوْمَ الْقِیٰمَةِ'' اور قیامت کے دن ہمیں رسوانہ کرنا!'' کی وضاحت کریں۔

جواب:'' اور قیامت کے دن ہمیں رسوانہ کرنا!''1۔ یہاں رسوائی سے مراد محشر میں تمام اہلِ موقف کے سامنے رسوائی۔

2۔اہلِ ایمان دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔''رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ''

سوال5:دُعاؤں کی خصوصیات کیا ہیں؟

جواب:1۔دُعائیہ الفاظ میں مٹھاس ہے،آواز کی نرمی ہے، لہجے کا سوز ہے، عاجزی ہے۔2۔ان دُعاؤں میں خشوع وخضوع ہے،توجہ الی اللہ ہے۔3۔ان دعاؤں کے گہرے اثرات انسان کی سماعت پر مرتب ہوتے ہیں۔4۔یہ دُعائیں دل سے نکل رہی ہیں اوردل پراور گہرے نقوش چھوڑ رہی ہیں۔

سوال6:اِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ'' بلاشبہ تُو اپنے وعدے کی خلاف نہیں کرتا '' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے خلاف کرنے والانہیں۔یہ ایمان والوں کا یقین ہے۔اسی بھروسے پر وہ ساری مشکلات برداشت کرتے ہیں۔ایمان والے اللہ کے وعدوں کا یقین اللہ تعالیٰ کی کتاب اور کائنات کے نظام سے حاصل کرتے ہیں۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ(195)

چنانچہ ان کے رب نے ان کی دُعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا،مرد ہو یا عورت،تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے اورانہوں نے جنگ کی اور قتل کردیئے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کردوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔(195)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول بتائیں؟

جواب:تفسیر ابنِ کثیر میں ہے کہ سیدنا اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز نبی ﷺ سے پوچھا کہ عورت کی ہجرت کا کہیں قرآن میں ذکر نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ترمذی، حاکم اور سعید بن منصور نے ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے،انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا نام نہیں لیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی ۚ بَعۡضُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ مرد ہو یا عورت میں کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(ترمذی کتاب تفسیر القرآن:23)

سوال2: فَاسۡتَجَابَ لَہُمۡ رَبُّہُمۡ'' چنانچہ ان کے رب نے ان کی دُعا قبول فرمائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' چنانچہ ان کے رب نے ان کی دُعا قبول فرمائی'' اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا ان کے ایمان کی سچائی، ان کے ذکر، غور وفکر ،رب کی توحید بیان کرنے، اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے اور اپنی غلطیوں اور گناہوں کے شعور کی اور شکر میں کمی اور مغفرت کی ضرورت کی وجہ سے قبول کی۔(تفسیر المراغی:2/136)

سوال3:فَاسۡتَجَابَ لَہُمۡ رَبُّہُمۡ اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی ۚ بَعۡضُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ '' چنانچہ ان کے رب نے ان کی دُعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی دُعا قبول کر لی اور انہیں یہ خوشخبری دی ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت۔1۔آخرت کی کامیابی کے لیے غور وفکر، دعائیں، گناہوں کی معافی کے ساتھ عمل ضروری ہے۔2۔یہ عمل سب کی جانب سے قبول کیا جائے گا خواہ کوئی مرد ہو یا عورت۔ 3۔مرد اور عورت انسان ہونے کی حیثیت میں برابر ہیں۔

سوال4:اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی '' بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت'' یہاں مرد اور عورت کے اجر کی الگ الگ وضاحت کیوں کی گئی ہے؟

جواب:'' بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت'' مرد اور عورت کے اجر کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس لئے کی گئی ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان کچھ معاملات میں فطری خصوصیات کی وجہ سے فرق رکھا ہے۔ یہاں یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ نیک اعمال کی جزا میں بھی مرد اور عورت کے درمیان فرق کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کام کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔

سوال5: انسان عمل پر کیسے آمادہ ہوتا ہے؟

جواب:1۔ کائنات پر غور وفکر کر کے اپنی بے بسی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس کر کے انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔ 2۔ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کر کے انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔ 3۔ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگ کر انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔ 4۔ اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کر کے، مدد مانگ کر انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔ 5۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔ 6۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید باندھ کر انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے کہ اگر وہ اس راستے پر لایا ہے تو وہی چلائے گا۔

سوال6: بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ''تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو'' یعنی مرد ہو یا عورت پیدائش کے اعتبار سے، اعمال کے اجر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

سوال7: اسلام جان و مال کی کون سی ذمہ داریاں انسان پر عائد کرتا ہے؟

جواب:1۔ ہجرت 2۔ اسلام کی خاطر ساری اذیتوں کو برداشت کرنا۔ 3۔ اسلام کی سربلندی کے لیے (جہاد) جنگ کرنا۔ 4۔ ضرورت پڑنے پر اسلام کی خاطر جان دے دینا۔

سوال8: فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ''تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیئے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی'' اللہ تعالیٰ کن لوگوں کی برائیاں ان سے دور کرتے ہیں؟

جواب:1۔ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ''تو جن لوگوں نے ہجرت کی'' اس سے مراد مکہ سے مدینہ آنے والے مہاجر ہیں۔ 2۔ فِيْ سَبِيْلِيْ : میرے دین، میری اطاعت اور میری عبادت کی راہ میں۔ (تفسیر منیر:538/2) 3۔ وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ ''اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے'' سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ساتھ ہجرت کی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا اجر دے گا ہم میں سے بعض تو اپنی محنت کا پھل کھائے بغیر دنیا سے چل بسے۔(فتوحات اور غنائم کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا) ان میں سے ایک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں وہ غزوہ احد 3ھ میں شہید ہوئے ان کو کفن پہنانے کے لیے ہمیں کوئی کپڑا نہ ملا سوائے ایک دھاری دار چادر کے۔اس چادر سے جب ہم ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں ننگے ہوجاتے تھے اور جب اسے ان کے پاؤں پر ڈالتے تو ان کا سر کھلا رہتا۔رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کے سر کو ڈھانپنے کا حکم دیا اور پاؤں پر خوشبودار گھاس ڈالنے کا حکم دیا اور ہم میں سے بعض لوگوں کے پھل (دنیا میں) پک گئے اور وہ اسے کاٹنے لگے۔(بخاری کتاب الجنائز) 4۔وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ ''اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے'' سبیل سے مراد دینِ حق۔5۔اس سے مراد کہ جو اذیت انہیں مشرکوں سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے سبب ملی اور انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے شریعت بھیجی۔(تفسیر فتح القدیر:525/1) 6۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ڈرایا اور ستایا گیا ہوں۔میری طرح نہ کسی کو ڈرایا گیا ہے اور نہ ستایا گیا ہے۔مجھ پر مسلسل تیس دن ایسے بھی گزرے ہیں کہ اس عرصہ میں میرے اور بلال کے لیے ایسی خوراک نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جو بلال نے اپنے بغل میں چھپا رکھی تھی۔''(ترمذی) 7۔خباب بن ارت رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا: خباب میرے قریب بیٹھو اس جگہ پر بیٹھنے کے لیے تم سے زیادہ حقدار کوئی نہیں ہے سوائے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے اپنی پیٹھ کے وہ نشان دِکھائے جو مشرکینِ مکہ کے تشدد اور تعذیب کا نتیجہ تھے۔(ابن ماجہ: فضائل خباب) 8۔ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی انگلی خون آلود ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو ہے کیا؟ صرف انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہوگئی ہے۔اور یہ زخم تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوا ہے۔''(بخاری: کتاب الجہاد) 9۔قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے کہتے سنا ہے کہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اور اپنی بہن (فاطمہ) کو اسلام لانے کی وجہ سے رسیوں سے باندھ رکھا تھا جبکہ وہ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔''(بخاری)

10۔ وَ قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا ''اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیئے گئے'' سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''کہ جس مسلمان آدمی نے اللہ کی راہ میں اتنی دیر تک قتل کیا جتنی دیر اونٹنی کا دودھ دوہنے میں لگتی ہے، اس پر جنت واجب ہوگئی ہے۔''(ترمذی) 11۔لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ''تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا'' جو اسلام کی عائد کردہ جان و مال کی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔12۔وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ''اور یقیناً میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ضرورانہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی''

سوال9:ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔''اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسنِ ثواب کیا ہے؟

جواب:''اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔''1۔ برائیاں دور کرنا۔ 2۔جنت میں داخل کرنا۔3۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ نیکی کے معاملہ میں مومن کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا،اس کو اس نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی اور کافر جو نیکیاں اللہ کے لیے کرتا ہے اس کا بدلہ اسے دنیا ہی میں پورا پورا دے دیا جاتا ہے، پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہوگی کہ جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔(مسلم:7089)

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ(196)

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔(196)

سوال1:لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے''شہروں میں چلنے پھرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:شہروں میں چلنے پھرنے سے مراد تجارت کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک جانا ہے۔

سوال2:تجارتی سفر کس مقصد کے لئے ہوتے ہیں؟

جواب:تجارتی سفر وسائل کی فراوانی کے لئے ہوتے ہیں۔

سوال3:لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے''کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔کافروں کی دولت مندی اور سیاسی قوت ایمان والوں کو دھوکے میں نہ ڈالے۔

2۔مسلمان جب مشکل معاشی حالات،محرومیوں،اذیتوں،جلاوطنی،تکالیف اور خوفناک حالات میں ہوں تو کافروں کے حالات مسلمانوں کو کھٹک سکتے ہیں۔ان کے دل میں کسک پیدا ہوسکتی ہے لیکن یہ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:مسلمان کو دنیا کے ساز وسامان کو کتنی اہمیت دینی چاہیے؟

جواب:دنیا کا ساز وسامان جتنا دنیا کے لیے ضروری ہے اسی قدر مسلمان کو لینا چاہیے۔اس ساز وسامان کو اپنے لیے فتنہ نہیں بنانا چاہیے۔

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۚ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ(197)

بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے، پھران کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُرا بچھونا ہے۔(197)

سوال1:مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ''بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے''متاعِ قلیل سے کیا مراد ہے؟

جواب:''بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے''1۔اس سے مراد دنیا کی دولت ہے جو چندروزہ زندگی کا ختم ہونے والا سامان ہے۔2۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا''اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوااور کوئی زندگی نہیں، پس تو انصار ومہاجرین میں صلاح کو باقی رکھ۔(صحیح بخاری:6413) 3۔صحیحین کی روایت ہے کہ ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو چٹائی پر لیٹے دیکھا،ان کے پہلو پر چٹائی کا نشان دیکھ کر رونے لگے،تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ سیدنا عمر نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کسریٰ اور قصیر تو عیش کی زندگی گزاریں اور اللہ کے رسول کا یہ حال ہو!تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند نہ کروگے کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔(صحیح بخاری:5191)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو دنیا میں کھو جانے سے کیسے بچایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو انجام پر نظریں مرکوز رکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ایمان سے محروم ہوکر جہنم کا عذاب ہے جس میں مال دار کافر اور دنیا کے دھوکے میں مبتلا افراد داخل کئے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے سورہ مومن میں بھی اسی مضمون کو واضح فرمایا ہے:مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ اللہ تعالیٰ کی آیات میں نہیں جھگڑے کرتے مگر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا،تو اُن کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے۔(المومن:4)

2۔اللہ تعالیٰ نے ایمان والے متقیوں کو اپنی مہمان نوازی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت بہتر ہے۔

سوال3:ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ''پھران کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُرا بچھونا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:دوزخ کے باب میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے صحیحین کی روایت ہے کہ کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوتیاں ان کم عذاب والے دوزخیوں کے پاؤں میں پہنادی جائیں گی۔جن سے ان کا بھیجا کھولنے لگے گا۔جس طرح دیگ میں پکتے وقت کوئی چیز کھولنے لگی ہے۔(صحیح بخاری 971/2)

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ(198)

لیکن جولوگ اپنے رب سے ڈر گئے،ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میزبانی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔(198)

سوال1:لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ ''لیکن جولوگ اپنے رب سے ڈر گئے '' کی وضاحت کریں؟

جواب:''لیکن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے''ان کے لیے ان کے ربّ کے پاس جنتیں ہیں۔ربّ کا ڈر ہی انسانوں کو گناہوں سے،غلطیوں سے،غلط رویوں سے روکتا ہے۔ربّ کا ڈر ہی انسان سے ربّ کی رضا کے کام کرواتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ربّ سے ڈرے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں۔

سوال2:لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ''ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی'' تقویٰ کی جزا کیا ہے؟

جواب:1۔جنت۔2۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے صالح اور نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے گمان وخیال میں وہ آئی ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو کہ ''سو کسی کو نہیں معلوم جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے جنت میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔''(بخاری:4780)

سوال3:خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میزبانی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اگر یہ مقدر کر لیا جائے کہ انہیں دنیا میں ہر قسم کی تکلیف،شدت،عناد اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا تو یہ جنت میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں،کدورتوں سے سلامت زندگی،بے پایاں مسرت،خوشی اور تر وتازگی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔(تفسیر سعدی)

2۔مومنوں کی آخرت کی کامیابی کا ذکر ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت ہے۔

سوال4:نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ''یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میزبانی ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:نُزُلًا:اس کے معنی ثواب کے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ نُزُلًا اسم مفعول کے معنوں میں ہو یعنی اللہ کی طرف سے اتارا گیا جیسے کہتے ہیں انزلتہ میں نے اس کو اتارا۔(بخاری کتاب التفسیر)

سوال5:وَمَاعِنْدَاللّٰہِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔ابرار وہ لوگ ہیں؟جن کے دل پاک اور اطاعت گزار ہوں اور ان کے اقوال وافعال بھی نیک ہوں۔

(تفسیر سعدی)2۔بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو چٹائی پر لیٹے دیکھا تو ان کے پہلو پر چٹائی کا نشان دیکھ کر رونے لگے۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:اے اللہ کے رسول ﷺ ! قیصر وکسریٰ تو عیش کی زندگی گزاریں اور اللہ کے رسول ﷺ کا یہ حال ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم پسند کرو گے کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔

سوال6:وَمَاعِنْدَاللّٰہِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:1۔دنیا کے سامان اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ نیک لوگوں کے لیے ہے اگر اس کا موازنہ کرنا چاہیں تو دل سے شک نکل جاتا ہے۔یقین آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا بہت بڑی ہے۔2۔انسان کفر کے نتیجے اور تقویٰ کے انجام پر غور کر کے نیکی کے راستے کا انتخاب کرتا ہے۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(199)

اور بے شک اہلِ کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو یقیناً ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے،وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے ہیں،اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے،یہی لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے،بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔(199)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:امام نسائی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب شاہ حبش نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر آئی تو رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ان پر نماز پڑھو،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ایک عبد حبشی کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نماز پڑھیں،اس پراللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ابن جریر نے جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔(ابن ابی حاتم:846/3)

سوال:2۔وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ''اور بے شک اہلِ کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو یقیناً ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے ہیں،اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے''اہلِ کتاب میں سے کون لوگ اللہ تعالیٰ کے اجر کے مستحق ٹھہریں گے؟

جواب:1۔جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔2۔جو پہلی الہامی کتابوں تورات اور انجیل کے ساتھ قرآن مجید پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ابو بردہ بیان کرتے ہیں انہوں نے اپنے والد(ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جنہیں دوگناہ ثواب ملتا ہے۔اول وہ شخص جس کی کوئی لونڈی ہو اور وہ اسے تعلیم دے اور اسے تعلیم دینے میں اچھا طریقہ اختیار کرے اسے ادب سکھائے اور اس میں سے اچھے طریقے سے کام لے پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلے تو اسے دہرا اجر ملے گا،دوسرا وہ مومن جو اہل کتاب میں سے ہو کہ پہلے(اپنے نبی پر)ایمان لایا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا تو اسے بھی دہرا اجر ملے گا' تیسرا وہ غلام جو اپنے مالک کے حقوق کی بھی ادائیگی کرتا ہے اور اپنے آقا کے ساتھ بھی بھلائی کرتا ہے'' اس کے بعد شعبی (راوی حدیث) نے کہا میں نے تمہیں یہ حدیث بلا کسی محنت ومشقت کے دے دی ہے۔ایک زمانہ وہ بھی تھا جب اس سے بھی کم حدیث کے لئے مدینہ تک کا سفر کرنا پڑتا تھا۔(بخاری:3011) 3۔جو اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع کرنے والے ہیں۔4۔جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو تھوڑی قیمت پر نہیں بیچتے۔

سوال:3وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ ''اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے''1۔یعنی اہلِ کتاب میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں بھلائی کی توفیق عطا کی گئی ہے، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر بھی جو ان کی طرف نازل کی گئی اور یہی وہ ایمان ہے جو نفع پہنچاتا ہے۔اور اس شخص کے ایمان کی مانند نہیں جو بعض رسولوں اور کتابوں پر ایمان لاتا ہے اور بعض کو جھٹلاتا ہے۔(تفسیر السعدی)2۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (52) وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ (53) اُولٰٓئِكَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَاصَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ(54) جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں۔اور جب وہ اُنہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں، یقیناً ہمارے ربّ کی جناب سے وہ حق ہے، یقیناً ہم تو اس سے پہلے ہی فرمانبردار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان ہیں اُن کا اجر دومرتبہ دیا جائے گا اس کے بدلے جو انہوں نے صبر کیا، اور وہ بُرائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں۔اور جو ہم نے اُنہیں رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(القصص:54.52)

سوال4: خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ”وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع کرنے والے، عاجزی کا سوال کرنے والے۔خشوع وہ کیفیت ہے جو کسی عظیم ہستی کی عظمت کے احساس سے انسان کے دل اور اس کے اعضاء پر طاری ہو جائے۔اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کیفیت انسان کے دل میں تب پیدا ہوتی ہے جب وہ کائنات میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پالیتا ہے۔2۔امام احمد نے ہجرت حبشہ سے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے، جس میں آیا ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے جب نجاشی کے سامنے سورۃ مریم کی تلاوت کی، تو وہ اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے دیگر علمائے نصاریٰ اس طرح روئے کہ آنسو سے ان کی داڑھیاں بھیگ گئیں۔(تیسیر الرحمٰن:233)3 بنابریں چونکہ ان کا ایمان عام اور حقیقت پر مبنی ہے اس لیے یہ نفع پہنچانے والا ہے، یہ ایمان ان کے دلوں میں خشیت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے خشوع وخضوع پیدا کرتا ہے۔جو اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی پر عمل کرنے اور اس کی مقرر کردہ حدود پر رک جانے کا موجب ہے اور یہی لوگ درحقیقت اہل کتاب اور اہلِ علم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔(فاطر:28)(تفسیر سعدی)

سوال5: لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ”اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے“ آیات کو تھوڑی قیمت پر بیچنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب:”اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے“1۔اس سے مراد یہودی علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چُھپا کر لوگوں کی مرضی کے فیصلے کرتے اور نذرانے وصول کرتے تھے۔2۔یہ صفات یہود میں بہت کم تھی۔علمائے یہود میں سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے ان صفات کے حامل چند لوگ تھے اور ان کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی البتہ عیسائیوں میں سے بہت سے لوگوں نے ایمان قبول کیا۔(دعوۃ القرآن)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: آیات کوتھوڑی قیمت پر بیچنے والے کس چیز سے محروم ہوجاتے ہیں؟

جواب: آیات کوتھوڑی قیمت پر بیچنے والے ایمان اورتقویٰ سے محروم ہوجاتے ہیں۔

سوال7: اُولٰٓئِکَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ''یہی لوگ ہیں جن کا اجران کے رب کے پاس ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اہلِ کتاب میں سے جو ایمان رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (200)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تا کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔(200)

سوال1: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو'' ایمان والوں کو سورت کے اختتام پر کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

جواب: 1۔صبر کرو۔2۔اللہ تعالیٰ کے دین اور مسلمانوں کے دفاع کے لئے مورچہ بند رہو۔3۔حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو، جہاد کے لیے تیار رہو۔4۔ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

سوال2: اصْبِرُوْا ''صبر کرو'' کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں صبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: 1۔سعید بن جبیر نے کہا صبر سے مراد فرائض پر صبر ہے۔2۔قتادہ نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے حق پر صبر ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر ہے۔3۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرنا۔4۔شہوتوں کو ترک کرنے میں اپنے نفس کو ثابت قدم رکھنا۔

سوال3: دعوتِ اسلامی کے میدان میں صبر کے مواقع کون کون سے ہیں؟

جواب: 1۔خواہشات پر صبر۔2۔لالچ اور حرص پر صبر۔3۔رغبتوں پر صبر۔4۔آرزوؤں پر صبر۔5۔اپنی کمزوری اور نقص پر صبر۔6۔افسردگی پر صبر۔7۔نفس کی جلد بازی پر صبر۔8۔لوگوں کی خواہشات پر صبر۔9۔لوگوں کی کمزوری پر صبر۔
10۔لوگوں کی جہالت اور بُری سوچ پر صبر۔11۔لوگوں کے مزاج بدلنے پر صبر۔12۔لوگوں کے غرور پر صبر۔13۔لوگوں کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چالبازیوں پرصبر۔14۔لوگوں کی جلد بازیوں پرصبر۔15۔باطل کے غرور پرصبر۔16۔کفر کی گندگی پرصبر۔17۔برائی کے پھلنے پھولنے پرصبر۔18۔مددگاروں کی کمی پرصبر۔19۔کرب اور بے چینی میں شیطان کے ڈالے گئے وسوسوں پرصبر۔ 20۔غم اورتھکاوٹ پرصبر۔21۔دل کی تنگی اور گھٹن پرصبر۔

سوال4:صَابِرُوْا سے کیامراد ہے؟

جواب:جنگ کی شدتوں میں دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنا۔یہی مصابرۃ ہے۔

سوال5:صَابِرُوْا کا الگ ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب:1۔صَابِرُوْا کا الگ ذکر اس لئے کیا گیا کہ یہ صبر کی سخت ترین صورت ہے۔2۔مصابرت جنگ کی مصیبتوں پرصبر۔ (تفسیر فتح القدیر:526/1)

سوال6:وَرَابِطُوْا سے کیامراد ہے؟

جواب:1۔قتادہ نے کہا اللہ کے راستے میں مورچوں پر ڈٹے رہنا۔(تفسیر جامع البیان:229/4)اس سے مراد ہے جنگ کے میدان میں ہروقت چوکنا رہنااور جہاد کے لئے تیار رہنا ہے۔یہی مرابطہ ہے۔ 2۔ناگواری کے حالات میں مکمل وضو کرنے،مسجدوں میں زیادہ دور سے چل کر جانے اورنماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کو بھی رباط کہا گیا ہے۔(مسلم) 3۔غزوۂ احد میں بعض مسلمانوں نے اس مورچے کو چھوڑ دیا جہاں رسول اللہ ﷺ نے ان کو متعین کیا تھا،چونکہ ان کی اس نافرمانی کی وجہ سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آخر میں پھر اسی بات پر زور دیا کہ مورچوں پر جمے رہا کرو،آئندہ کبھی مورچوں کو نہ چھوڑنا۔وہیں رہ کر دشمن کے حملے کو روکو۔میدانِ جنگ اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ (دعوۃ القرآن) 4۔وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ قوت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے مہیا رکھو۔تم اس سے اللہ تعالیٰ اور اپنے دشمنوں اوران دشمنوں کو خوف زدہ کرتے ہو۔(سورۃ الانفال:60) 5۔مرابطہ سے مراد:اس مقام پر جمے رہنا جہاں سے دشمن کے آنے کا خطرہ ہو۔نیز یہ کہ اہل ایمان دشمنوں سے ہوشیار رہیں اوران کو اپنا مقصد حاصل نہ کرنے دیں شاید فلاح پالیں یعنی دینی اوردنیاوی اوراخروی محبوب شے کے حاصل کرنے میں وہ کامیاب ہو جائیں اوراسی طرح سے ناپسندیدہ چیزوں سے نجات پالیں۔(تفسیر السعدی)6۔سیدنا سہل بن سعد ساعدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ کے راستے میں ایک دن (سرحدوں پر) پہرا دینا اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے اس سب سے بہتر ہے۔(صحیح بخاری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

:2892)7۔سہل نے بیان کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے اور اللہ کے راستے میں صبح کو یا شام کو تھوڑا سا چلنا بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔(بخاری:6415)8۔سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر امت کے عمل کو ختم کر دیا جاتا ہے، سوائے اس کے جو اللہ کے راستے میں پہرا دیتے ہوئے فوت ہوا، اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔(ابوداؤد:2500) 9۔سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ کے راستے میں ایک دن اور ایک رات پہرا دینا ایک مہینے کے صیام وقیام سے بہتر ہے اور اگر اس حالت میں مجاہد فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جو عمل وہ کیا کرتا تھا اور اس کے مطابق اس کا رزق بھی جاری رہے گا، نیز وہ آزمائش سے بھی محفوظ رہے گا۔(صحیح مسلم :4938) 10۔''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھیں ان کو کبھی دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات کاٹی۔''(ترمذی:1639) 11۔سیدنا ابوہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''درہم و دینار اور چادر کا بندہ ہلاک ہو جائے کہ اگر اسے دیا جائے تو وہ خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو ناخوش ہو۔(ایسا شخص) ہلاک ہو جائے اور سرنگوں ہو جائے اور اگر اس کو کانٹا چبھ جائے تو کوئی نہ نکالے۔خوشخبری ہو اس بندے کو جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام ہر وقت اپنے ہاتھ میں لیے رہے، اس کا سر غبار آلود ہو، اس کے دونوں پیر غبار آلود ہوں اگر اس سے کہا جائے کہ پہرہ دے تو وہ پہرہ دے اور اگر لشکر کے پیچھے حفاظت کے لیے مقرر ہو تو لشکر کے پیچھے رہے۔(غرض جو حکم ملے اس کی تعمیل کرے اور غریبی کی وجہ سے دنیا کے لوگوں میں اس کی قدر و منزلت بالکل نہ ہو حتیٰ کہ) اگر وہ (کسی کے پاس جانے کی) اجازت مانگے تو اسے اجازت نہ ملے اور اگر وہ (کسی کی) سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ مانی جائے'' (بخاری:2887) 12۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کیا میں تمہیں ایسے اعمال نہ بتلاؤں جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دے اور درجے بلند فرما دے؟''صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:''ضرور، کیوں نہیں، یارسول اللہ ﷺ!'' آپ ﷺ نے فرمایا:''گرانی اور ناگواری کے باوجود کامل طریقے سے وضو کرنا، مسجدوں کی طرف زیادہ قدم چلنا (یعنی دور سے آنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔پس یہ (اجر و ثواب میں) سرحد پر مورچہ زن رہنے (کی طرح ہی) ہے۔''(مسلم:587)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: آج کی صورتِ حال میں جبکہ جنگ محاذ سے زیادہ ذہنی اورقلبی سرزمین پرلڑی جارہی ہے، ''وَصَابِرُوْا'' کا اطلاق کہاں ہوگا؟

جواب:1۔نظریاتی سرحدوں کے دفاع کے لیے ذرائع ابلاغ کی جنگ دشمن سے بھی زیادہ قوت سے لڑی جائے۔2۔اسلام کواس کی اصل صورت کے ساتھ نئی نسلوں تک پہنچایا جائے۔3۔اسلام پرلگائے گئے الزامات کی حقیقت سے پوری دنیا کوآگاہ کیا جائے۔4۔جہاد جاری رکھا جائے۔

سوال8: رِباط کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں دشمن سے ملی ہوئی سرحد پر ایک دن کا پہرہ دنیا ومافیہا سے بڑھ کر ہے۔(بخاری:2892)

سوال9: اللہ تعالیٰ نے فلاح کے لئے کون کون سے اعمال انجام دینے کا حکم دیا ہے؟

جواب:1۔صبر 2۔مصابرت3۔رباط4۔تقویٰ

سوال10: وَاتَّقُوااللّٰہَ'' اوراللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اوراللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' 1۔اوراللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤاوراس کی شریعت کی مخالفت نہ کرو۔(تفسیرفتح القدیر:527/1)

2 سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو۔''(ترمذی:1987)

سوال11۔وَاتَّقُوااللّٰہَ'' اوراللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' تقویٰ انسان کوکہاں کہاں کامیاب کرواتا ہے؟

جواب:1۔تقویٰ نفس پرکامیاب کرواتا ہے۔2۔تقویٰ بُرے اَخلاق پرکامیاب کرواتا ہے۔3۔تقویٰ دینی ضروریات کے لیے مالی حرص پرکامیابی عطا کرتا ہے۔4۔تقویٰ زندگی پرحکومت کرتا ہے۔5۔تقویٰ دل کے دروازے پربیٹھتا ہے۔غافل نہیں ہونے دیتا۔کمزورنہیں پڑنے دیتا۔حد سے گزرنے نہیں دیتا۔راہِ راست سے بھٹکنے نہیں دیتا۔6۔تقویٰ شدید دباؤ میں بھی انسان کوحق پرقائم رکھتا ہے۔

سوال:12۔لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ'' تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صرف صبر،صبر پردوام اوردشمن سے ہوشیاررہنا ہی فلاح کا راستہ ہے۔جس کسی نے فلاح پائی تواسی راستہ پرچل کرفلاح پائی اورجوکوئی اس فلاح سے محروم ہوا تواُن تمام امورکویاان میں سے بعض کوترک کرکے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوام ہوا۔(تفسیر السعدی)

سورہ النساء

سوال1: سورہ نساء کب نازل ہوئی اور اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: سورہ نساء مدینہ میں نازل ہوئی اس میں 176 آیات اور 24 رکوع ہیں یہ قرآن کریم میں چوتھے نمبر پر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 92 نمبر پر نازل ہوئی۔

سوال2: سورہ نساء کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:1۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے سورہ نساء کی پانچ آیات دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہیں۔1۔اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا(النساء:31)2۔وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا وَيُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا(النساء:40)3۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ(النساء:48)4۔وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا(النساء:110)5۔وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمۡ يُفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ اُولٰٓئِكَ سَوۡفَ يُؤۡتِيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا(النساء:152)(فتح القدیر:529/1)

2۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے سات آیات لے لیں وہ عالم ہے(بیہقی)

3۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس امت کے لیے نساء کی آٹھ آیتیں ان تمام چیزوں سے جن پر سورج نکلتا اور ڈوبتا ہے سے بہتر ہیں ان میں پانچ تو مذکورہ آیات ہیں اور تین آیات 1۔يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمۡ۔2۔وَاللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ يَّتُوۡبَ عَلَيۡكُمۡ۔3۔يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ(ابن جریر)

3۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے سورہ نساء کے بارے میں پوچھو میں نے بچپن میں قرآن پڑھ لیا تھا(حاکم)

رکوع نمبر12

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا(1)

اے لوگو!اپنے رب سے ڈروجس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیااوراُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اوراس نے ان دونوں سے بہت سے مرداورعورتیں پھیلا دیئے اوراللہ تعالیٰ سے ڈرکررہوجس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہواوررشتہ داری (کوبگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورانگہبان ہے۔(1)

سوال1۔یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ''اے لوگو!اپنے رب سے ڈروجس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اس آیت میں تقویٰ کا حکم ہے خواہ مومن ہو یا کافر۔2۔اتَّقُوْا رَبَّكُمُ ''اپنے رب سے ڈرو''یعنی جس چیز کااس نے حکم دیااورجس چیز سے روکااس کی مخالفت سے ڈریں۔(تفسیر قاسمی:6/5) 3۔مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ''ایک جان سے'' ایک جان سے مراد سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔(جامع البیان:4/233) 4۔اے لوگواپنے رب سے ڈروجس نے تمہیں عدم سے وجودعطا کیااورتمہاری جودوکرم سے پرورش کی اور یادکرواس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیااورتمہیں تعاون کی مصلحت سے جوڑے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کرو۔(تفسیر مراغی:145/2)

سوال2:وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ''اوراُسی سے اس کی بیوی پیدا کی''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:یعنی سیدنا آدم علیہ السلام کے لیے سیدنا حوّا کو پیدا کیا گیااور پھران سے نسلِ انسانی کو چلایا۔وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اوراُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرسکواوراُس نے تمہارے درمیان محبت اوررحمت رکھ دی(روم:21)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چونکہ عورت مرد سے پیدا ہوئی اس لیے اس کی رغبت مرد کی طرف ہوتی ہے اور مرد مٹی سے بنا ہے اس لیے اس کی رغبت زمین کی طرف ہوتی ہے اس لیے تم اپنی عورتوں کو روک کے رکھو۔(ابن ابی حاتم)

سوال3:وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ''اوراُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اوراس نے ان دونوں سے بہت سے مرداورعورتیں پھیلا دیئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔یعنی سیدنا آدم علیہ السلام کے لیے سیدنا حوّا کو پیدا کیا گیااور پھران سے نسلِ انسانی کو چلایا۔(روم:21) 1۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا:عورت پسلی سے پیدا ہوئی اور پسلی کا بالائی حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر فائدہ اٹھاؤ گے تو ٹیڑھے پن کی حالت میں ہی اٹھاؤ گے۔(صحیح بخاری:بدء الخلق) 3۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب آدم علیہ السلام سو گئے تو ان کے بائیں اور پچھلی پسلی سے حوا پیدا کی گئیں بے دار ہو کر دیکھا تو وہ اچھی معلوم ہوئیں اور وہ ان سے مانوس ہو گئے اور وہ بھی ان سے مانوس ہو گئیں۔(ابن کثیر:281/1) 4۔وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ''اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا سے تمام انسان پیدا کیے اور ساری زمین میں پھیلا دیے اب انہیں لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے جس نے انسانوں کو زمین میں پھیلایا وہ ہی انہیں سمیٹ لے گا۔ 5۔وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اس میں شوہروں اور بیویوں کے حقوق کی مراعات پر تنبیہ ہے اور ان کو قائم کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بیویاں بھی شوہروں ہی کی صلب سے پیدا کی گئی ہیں۔پس شوہروں اور بیویوں کے درمیان قریب ترین نسب،مضبوط ترین اتصال اور نہایت قوی رشتہ ہے۔(تفسیر سعدی)

سوال4:اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کو خطاب کر کے اپنا تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔اس کے لیے کیا دلائل دیئے ہیں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔2۔اس نے سب کو ایک جان سے پیدا کیا۔3۔اُسی نے اس جان سے اس کے لیے جوڑا بنایا۔4۔پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو دنیا میں پھیلایا۔5۔اُسی کا نام لے کر تم سب ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو۔ 6۔وہ تم پر نگران ہے۔7۔لہٰذا تم اُسی کا تقویٰ اختیار کرو۔

سوال5:ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہونے کی وجہ سے انسان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟

جواب:1۔ہر انسان دوسرے انسان کو اپنا سمجھے،انسانیت کا رشتہ قائم کرے۔2۔تمام انسان ایک خاندان کی طرح رہیں۔ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک،ایک دوسرے کو نفع پہنچانے والے،ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ،ایک دوسرے کے ہمدرد،ایک دوسرے سے انصاف کرنے والے۔3۔انسانیت کے اس خاندان میں زیادہ اہمیت قریبی رحم کے رشتوں کی ہے۔ان رشتوں کا خصوصی خیال رکھنا،صلہ رحمی کرنا،ضروریات کا خیال رکھنا،خدمت کرنا،جذباتی اور نفسیاتی اعتبار سے رشتوں کی حفاظت کرنا،مال لگا کر ان رشتوں کو جوڑنا ان کو وقت دینا،ہمدردی اور خیر خواہی رکھنا،دُکھ میں کام آنا اور خوشیوں میں شامل رہنا وغیرہ ضروری ہے۔4۔ایسے تمام کاموں سے گریز کرے جن کی وجہ سے رشتے اور قرابت کے تعلقات خراب ہوتے ہوں۔5۔اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا مسلسل احساس رکھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: تمام انسانوں کے درمیان ایک رشتہ ہے، ان کا ایک نسب ہے اس حقیقت کو پا لینے سے انسانی معاشرے کی کون کون سی خرابیاں دور ہوسکتی ہیں؟

جواب:1۔اس حقیقت کو پا لینے سے فرقہ بندیاں، ذات برداری کی پابندیاں اور رنگ و نسل کی حد بندیاں ختم ہوسکتی ہیں۔ یہ سارے اختلافات اس لیے ہیں کہ انسان نے دو باتیں بھلا دی ہیں: i۔اپنا اصلی شجرۂ نسب ii۔اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا احساس 2۔اس حقیقت کو پا لینے سے طبقاتی کشمکش ختم ہوسکتی ہے۔وہ کشمکش جو مال کی بنیاد پر ہے جیسے سرمایہ دار اور مزدور کی کشمکش، یا مخصوص خاندان میں پیدائش کی بنیاد پر ہے جیسے برہمن اور شودر کی کشمکش یا علاقے کی بنیاد پر ہے جیسے امریکی، یورپین اور دوسری ساری انسانیت کے مابین کشمکش، یا زبان کی بنیاد پر ہے جیسے اُردو، سندھی یا انگریزی بولنے والوں کے درمیان کشمکش ہے۔3۔اگر انسان اس حقیقت کو پالے تو مرد اور عورت کے درمیان جو فرق رکھا گیا، جو تصورات قائم کئے گئے ان کی تلافی ہو سکتی ہے۔انسانوں نے عورت کو انسانی حقوق سے محروم رکھا۔کبھی اسے گناہوں کی گٹھڑی ثابت کیا گیا، کبھی تمام فتنہ وفساد کی جڑ قرار دیا گیا اور آج عورت کو شترِ بے مہار بنا دیا گیا ہے کہ وہ اپنی اصل حیثیت بھول گئی ہے۔4۔مرد اور عورت دونوں علیحدہ وجود رکھنے کے باوجود مکمل شخصیات نہیں ہیں۔وہ جوڑا ہیں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔5۔معاشرتی زندگی کا ابتدائی یونٹ خاندان ہے۔خاندان کی مضبوطی میں ہی انسانیت کی نجات ہے۔خاندان ٹوٹے گا تو انسان بکھر جائیں گے۔خاندانی نظام میں مرد اور عورت کی صلاحیتوں کا اِدراک درست انداز میں نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے معاشرہ تباہی کا شکار ہے۔اسلام نے مرد کو معاشی طور پر کفیل بنایا ہے اور عورت کو گھر اور بچوں کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری دی ہے۔آج عورت پر دوہری ذمہ داری کا بوجھ ڈالا گیا تو خاندان تباہی کا شکار ہے۔بچے بے راہ رَو ہو رہے ہیں، رشتے ٹوٹ رہے ہیں، طلاقوں کی شرح بڑھ رہی ہے، خاندان ٹوٹ رہا ہے۔اگر انسانیت اس حقیقت کا اِدراک کرلے کہ مرد اور عورت کی صلاحیتیں مختلف ہیں لہٰذا ان کا دائرۂ کار بھی مختلف ہونا چاہیے تو زندگی بھی اور خاندان بھی اپنی فطرت پر قائم ہوسکتا ہے۔

6۔انسانی رابطوں سے پہلے ایک اللہ تعالیٰ کا تعلق آتا ہے۔اگر خاندان جو ایک مرد اور ایک عورت سے بنا ہے، اللہ تعالیٰ کے رابطے کو کاٹتا ہے تو آپس کا رابطہ بھی کمزور پڑ جاتا ہے۔اس لیے رابطوں کی ترتیب کا اِدراک ہونا چاہیے۔

سوال7: وَاتَّقُوااللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:''اوراللہ تعالیٰ سے ڈرکررہوجس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہواوررشتہ داری (کوبگاڑنے) سے بھی ڈرو''1۔اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہوجس کی قسمیں کھا کرعہدو پیمان کرتے ہواورکسی صورت میں عہدنہ توڑو۔(ابن کثیر:289/1) 2۔تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ یعنی تم اس سے حقوق طلب کرتے ہو۔(قرطبی:5/3) 3۔پس جوکوئی دوسرے کے لیے یہ چاہتا ہے تو کہتاہے''میں تجھ سے اللہ کے نام پرسوال کرتاہوں کہ توفلاں کام کر'' کیونکہ وہ جانتاہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت جاگزیں ہے جواس بات کی مقتضی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کوردنہ کرے جواللہ تعالیٰ کے نام پرسوال کرتاہے جیسا کہ تم نے اس کی اس ذریعے سے تعظیم کی ہے پس تمہیں چاہیے کہ تم اس کی عبادت کرواورتقویٰ کے ذریعے سے اس کی تعظیم کرو۔(تفسیرالسعدی:467/1) 4۔امام احمداورابوداؤدنے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاًروایت کیاہے کہ جوکوئی اللہ تعالیٰ کے نام پرپناہ مانگے تواسے پناہ دےدواورجواللہ تعالیٰ کے نام پرسوال کرےاسے عطا کردو۔(أبوداود) 5۔i۔وَالْاَرْحَامَ سے مراد رشتہ داریاں ہیں جورحم مادر کی بنیاد پر وجود میں آتی ہیں۔اس میں محرم اور غیرمحرم سب رشتے دار آجاتے ہیں۔ii۔وَ الْاَرْحَامَ سے یہاں مرادیہ ہے کہ رشتہ داریاں توڑنے سے بچو۔(قرآناعجبا) 6۔صلہ رحمی کی اہمیت کوآدمی کے دل میں بٹھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ''رحم'' کے حق کوجوڑدیاتاکہ معلوم ہوکہ جس طرح اللہ کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے،اس طرح رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا بھی واجب ہے،اورجوشخص رشتہ میں جتنا قریب ہوگا،اتناہی اس کے حق کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔(تیسیرالرحمٰن:235)7۔اس سے مرادہے کہ رشتہ داروں کے حقوق ضائع کرنے سے ڈرو (منیر:551/2) رب العزت نے فرمایا:فَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ چنانچہ رشتے دارکواورمسکین کواورمسافرکواس کا حق دے دو (روم:38)وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَاللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ اورجواُن رشتوں کوملاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے کہ انہیں ملایاجائے(رعد:21) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:اپنے رشتہ داروں سے تعلق جوڑو۔(بخاری ومسلم)

8۔عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایاکہ''رحم عرش سے معلق ہے،وہ کہتاہے کہ جومجھے جوڑے اللہ اسے جوڑےاورجومجھے کاٹے اللہ اسے اپنی رحمت سے کاٹ دے''(صحیح بخاری:5989) 9۔انس بن مالک نے خبردی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ جوچاہتاہوکہ اس کے رزق میں فراخی ہواوراس کی عمردراز ہوتووہ صلہ رحمی کیا کرے۔(صحیح بخاری:5986)

10۔جبیربن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''رحم کوکاٹنے والاجنت میں داخل نہ ہوگا۔''(صحیح بخاری:5984)

11۔جس طرح اللہ کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح رشتے داروں کے حقوق ادا کرنا بھی واجب ہے اورجوشخص

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رشتے میں جتنا قریب ہوگا اتنا ہی اس کے حق کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال8: رشتہ وقرابت کے تعلقات کیسے بگڑتے ہیں؟

جواب:1۔خودغرضی سے تعلق بگڑتا ہے۔انسان اپنا مفاد چاہے اور دوسروں کی پرواہ نہ کرے۔

2۔توقعات رکھنے سے کہ کوئی ہمارا کھانا کرے،کوئی فون کرے،کوئی گھر بلائے،کوئی تحائف دے،کوئی خوشی اورغم کا خیال رکھے۔3۔خوداپنی ذمہ داریاں محسوس نہ کرنے سے۔4۔لاپرواہی کا مظاہرہ کرنے سے۔

5۔غلط تذکرے مثلاً غیبتیں کرنے سے تعلق بگڑتا ہے جس کی غیبت کی ہے۔

6۔گلے شکوے کرنے سے مثلاً جب کبھی کوئی دوسرا care کرے،ملاقات کے لیے آئے تو یہ کہنا کہ آپ کو کیسے ہمارا خیال آ گیا؟ آنے والے کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ جب آؤں میں ہی آؤں اور ہر دفعہ ان سے یہی بات سنوں۔7۔دُکھ سکھ میں شریک نہ ہونے سے۔8۔غلط رسومات کے بندھنوں کی وجہ سے۔9۔کسی قسم کی ضرورت میں مدد نہ کرنے سے۔ 10۔مالی مدد کے مستحق ہوں اور مدد نہ کرنے سے۔11۔تعلقات میں بے حس بن جانے سے۔12۔دوسروں کے حقوق کا احساس نہ کرنے سے۔13۔دوسروں پر ظلم کرنے سے۔14۔رشتے میں اذیت دینے سے۔15۔رشتہ داروں کے جذبات مجروح کرنے سے۔16۔رشتوں کا احترام نہ کرنے سے۔17۔رشتہ داروں کو محبت نہ دینے سے۔18۔رشتے داروں کے حقوق تلف کرنے سے۔

سوال9: رشتہ وقرابت کے تعلقات کو کیسے بحال کیا جائے؟

جواب:1۔سیدنا اُم کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو قطع رحمی کرنے والے رشتہ دار کو دیا جائے''(ابن خزیمہ)2۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جو تجھ محروم رکھتا ہے تو اسے دے،جو تجھے سے قطع رحمی کرتا ہے تو اس سے صلہ رحمی کر،جو تجھ پر ظلم کرتا ہے تو اسے معاف کر۔جب تو یہ کام کرے گا اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل کرے گا۔(بزار،حاکم)3۔آپ ﷺ نے فرمایا:کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کیا جا رہا ہو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔(بخاری:5991)

سوال10: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کون ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔جوانسانوں کے حقوق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔2۔جواللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لیے بندوں سے تعلق کو جوڑے۔3۔جواللہ تعالیٰ سے محبت کا ثبوت انسانوں سے محبت کر کے دے۔

سوال11:اللہ تعالیٰ کے ڈر کا سب سے سخت امتحان کس معاملے میں ہوتا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کے ڈر کا سخت امتحان کمزور لوگوں کے معاملے میں ہوتا ہے۔2۔یتیم لڑکے اور لڑکیاں کسی خاندان کا سب سے کمزور حصہ ہوتے ہیں اس لیے سب سے کڑا امتحان ان کے معاملات کے حوالے سے ہوتا ہے۔

سوال12:اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے''1۔اللہ تعالیٰ سب کے احوال واعمال کی نگرانی کرنے والا ہے۔ الرقیب کے معنوں میں حفاظت اور علم آتے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:985/2) 2۔اللہ تعالیٰ انسان کے تمام احوال واعمال سے واقف ہے،اس سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔اس لیے آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح گزارے کہ اس کے دل ودماغ میں یہ بات ثبت ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے تمام اعمال اس کی نگاہ میں ہیں۔(تیسیر الرحمٰن) 3۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں درج ذیل خطبہ حاجت سکھایا:بے شک حمد اللہ ہی کے لیے ہے ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اسی سے مغفرت چاہتے ہیں،اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں،محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں''اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیئے اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو،اور رشتہ وقرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔'' (نساء:1)''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!ڈرو اللہ سے جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم اس کے مطیع وفرمانبردار ہو۔''(آل عمران:102)''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی بات کہو اس طرح وہ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمادے گا،تمہارے گناہ معاف کر دے گا،جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔''(احزاب:70۔71)(سنن ابوداود:1860) 4۔جب حضرمی چادروں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی اور یہی آیت اور سورہ حشر کی آیت(18)پڑھ کر خطبہ ارشاد فرمایا:اے ایمان والو!اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ سے ڈر جاؤاور ہر شخص کوسوچنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کوصدقات وخیرات کا شوق دلایا پھرانہیں کسی نے دینار دے کر،کسی نے درہم ،کسی نے گیہوں کے صاع دیے اور کسی نے کھجوروں کے(مسلم) 5۔رقیب کے مراقبہ کا ہروقت خیال رکھیں وہ ہروقت دیکھ رہا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ اسے دیکھتے ہواور اگر تم اسے نہ دیکھ پاؤ تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔

سوال13:اللہ تعالیٰ نے اپنے رقیب ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے سے،تمام انسانوں کوایک جان سے پیدا کرنے سے،انسانوں کے جوڑے بنانے اور مردوں اورعورتوں کو پھیلانے سے اپنے رقیب یعنی نگران ہونے کا شعور دلایا ہے کہ دیکھو جس نے پیدا کیا وہ پیدائش کے عمل پر نگران تھا۔جس نے جوڑا بنایا وہ اس عمل پر نگران تھا۔جس نے رشتے داریاں بنائیں وہ رشتوں کے بننے پر نگران تھا۔اب جب کہ رشتے داریاں وجود میں آگئیں،کیا وہ تمہارے رشتے جوڑنے یا توڑنے پر نگران نہ ہوگا؟

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا(2)

اور یتیموں کوان کے مال دے دواور ناپاک کو پاک سے نہ بدلواوراُن کے مالوں کواپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ،یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت ہی بڑا گناہ ہے۔(2)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے غطفان کے ایک شخص کے پاس اس کے بھتیجے کا کثیر مال تھا جب یتیم بالغ ہوا تو اس نے اپنے مال کا مطالبہ کیا تو اس کے چچا نے انکار کر دیا تو وہ جھگڑا نبی ﷺ کے پاس لے گئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ۔(ابن ابی حاتم:854/3)

سوال2:وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ ''اور یتیموں کوان کے مال دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور یتیموں کوان کے مال دے''1۔یتیم ہر اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا باپ وفات پا چکا ہو لیکن شرعی اصطلاح؟ میں یہ لفظ اس بچے کے لیے خاص ہو گیا ہے جس کے سنِ بلوغت کو پہنچنے سے پہلے اس کا باپ مر گیا ہو۔2۔یتیم جب بالغ اور باشعور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو جائیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔3۔ابوداؤد نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بلوغت کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی۔''4۔آیت میں''یتیموں''سے مراد وہ نوجوان ہیں جو ابھی ابھی سن بلوغت کو پہنچے ہوں اور ان پر ہوشمندی کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اولیاء اور اوصیاء کو حکم دیا ہے کہ ان کا مال انہیں دینے میں ٹال مٹول نہ کریں۔(تیسیر الرحمٰن) 5۔یتیم جب بالغ اور باشعور ہو جائیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔6۔یتیم جب بالغ ہو جائیں تو کمی اور خیانت کے بغیر انہیں ان کا پورا پورا مال دے دو یتیموں کا مال اپنے مال میں ملانے کی کوشش نہ کرو۔حلال روزی کے ساتھ حرام کو نہ ملا دو۔

سوال3:وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ''اور ناپاک کو پاک سے نہ بدلو''کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور ناپاک کو پاک سے نہ بدلو''1۔دور جاہلیت میں یتیموں کا مال لینے کو لوگ حرج نہیں سمجھتے تھے وہ طیب مال لے لیتے تھے اور ردی چھوڑ دیتے تھے یعنی ان کا تبادلہ کر لیتے تھے اور کہتے تھے نام کی جگہ نام،راس کی جگہ راس تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عمل سے روک دیا۔(قرطبی:9/3) 2۔حرام خبیث ہے اور حلال طیب ہے۔(ایسر تفسیر:238,239)

سوال4:طیب(پاک اور حلال)چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز لینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔اس سے مراد یہ ہے کہ مال جو اصل میں(طیّب)پاک اور حلال ہے خیانت اور بدنیتی سے وہ طیب نہیں رہتا بلکہ خبیث(ناپاک اور حرام)ہو جاتا ہے۔

2۔اس سے مراد یہ ہے کہ بدنیتی سے یتیموں کا مال اپنے مال میں ملا کر کھانا منع ہے۔

سوال5:یتیم کے اچھے مال کے بدلے میں برا مال کیسے دیا جاتا ہے؟

جواب:

اپنے لئے	یتیم کے لئے
اچھی زمین	کم درجے کی زمین
اچھے جانور	کم درجے کے جانور
اچھی گاڑی	کم درجے کی گاڑی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اچھا گھر	کم درجے کا گھر
اچھا بزنس	کم درجے کا بزنس

سوال5: یتیموں کے معاملے میں امتحان کہاں کہاں ہوتا ہے؟

جواب:1۔یتیم کا مال انہیں نہ دینا۔2۔ان کے اچھے مال کے بدلے میں برا مال دے دینا۔

3۔یتیم لڑکیوں کے نکاح نہ ہونے دینا کہ کہیں ان کا مال کسی اور کے پاس نہ چلا جائے۔

4۔یتیموں کی آزمائش کئے بغیر ان کے مال انہیں دے دینا۔قبل اَز وقت دے دینے سے مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ 5۔یتیموں کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھا جانا۔

6۔یتیم کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا۔7۔یتیم اگر مال دار نہ ہو تو سلوک کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنا۔

سوال6: وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ''اور اُن کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ'' یتیم کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کیسے کھایا جاتا ہے؟

جواب: یتیم کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر ایسے کھایا جاتا ہے کہ 1۔بزنس اکٹھا کیا، خود نفع لے لیا اور اس کے حصے میں نقصان ڈال دیا۔2۔مجاہد کا قول ہے کہ تم ان کے اور اپنے مال اکھٹے نہ کرو کہ سبھی کچھ کھا جاؤ۔(جامع البیان:240/4)

3۔اس آیت کریمہ میں یتیم کی سرپرستی کی دلیل ہے۔کیونکہ یتیم کو اس کا مال حوالے کرنے والے کے سرپرستی ثابت ہوتی ہے۔اس میں اس بات کا بھی حکم ہے کہ یتیم کے مال کی اصلاح کی جائے کیونکہ یتیم کو اس کا پورا مال حوالے کرنے کے حکم میں از خود یہ بات آجاتی ہے کہ اس مال کی حفاظت کی جائے اور اس کی اصلاح اور نشو ونما کا انتظام کیا جئے اور اس کو تلف ہونے کے خطرات سے بچایا جائے۔(تفسیر سعدی:469/1) 4۔سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو باہم ملایا۔''(بخاری:6005) 5۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے، اور مسلمانوں کا سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔''(ابن ماجہ :3679۔) 6۔سیدنا ابو شریح خویلد بن عمرو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے اللہ! میں لوگوں کو دو ضعیفوں کے حق سے بہت ڈراتا ہوں (کہ ان میں کوتاہی مت کرنا) ایک یتیم اور دوسری عورت۔ (یہ حدیث حسن ہے، اسے امام نسائی نے اچھی روایت کے ساتھ سند کیا ہے۔) 7۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا اور پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا''۔ (صحیح مسلم:262)

سوال 7: اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ''یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت ہی بڑا گناہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: 1۔ حوب یعنی گناہ ایک دعا میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَ خَطَايَانَا اے اللہ ہمارے گناہ اور ہماری خطائیں معاف فرما دے۔ 2۔ دورِ جاہلیت میں عرب یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا لیتے تھے تاکہ معاشی حالات بہتر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ 3۔ یتیم کا مال کھانا بہت بڑا اور عظیم گناہ ہے۔ (تفسیر مراغی: 2/149)

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا (3)

اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار کے ساتھ نکاح کرو، سو اگر تم ڈرو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو یا وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں (لونڈیاں)، یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو۔ (3)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک آدمی کی پرورش میں ایک یتیم لڑکی تھی، پھر اس نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس یتیم لڑکی کی ملکیت میں کھجور کا ایک باغ تھا۔ اسی باغ کی وجہ سے یہ شخص اس کی پرورش کرتا رہا حالانکہ دل میں اس سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔ اس سلسلے میں یہ آیت اتری کہ ''اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے''۔ ہشام بن یوسف نے کہا میں سمجھتا ہوں، ابنِ جریج نے یوں کہا کہ یہ لڑکی اس درخت اور دوسرے مال اسباب میں اس مرد کی حصہ دار تھی۔ (صحیح بخاری:4573)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہوں نے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی کا مطلب پوچھا۔ انہوں نے کہا میرے بھانجے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک یتیم لڑکی اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اس کی جائیداد کی حصہ دار ہو (ترکے کی رو سے اس کا حصہ ہو) اب اس ولی کو اس کی مالداری خوبصورتی پسند آئے اس سے نکاح کرنا چاہے پر انصاف کے ساتھ پورا مہر جتنا مہر اس کو دوسرے لوگ دیں نہ دینا چاہے تو اللہ تعالی نے اس آیت میں لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں کے ساتھ جب تک ان کا پورا مہر انصاف کے ساتھ نہ دیں نکاح کرنے سے منع فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ تم دوسری عورتوں سے جو تم کو بھلی لگیں نکاح کرلو۔ (یتیم لڑکی کا نقصان نہ کرو) عروہ نے کہا سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں اس آیت کے اترنے کے بعد لوگوں نے پھر آنسید نا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا اس وقت اللہ نے یہ آیت ویستفتونک فی النساء اتاری۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا دوسری آیت میں یہ جو فرمایا وترغبون ان تنکحوھن یعنی وہ یتیم لڑکیاں جن کا مال و جمال کم ہو اور تم ان کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ان یتیم لڑکیوں سے جن کا مال و جمال کم ہو نکاح کرنا نہیں چاہتے تو مال اور جمال والی یتیم لڑکیوں سے بھی جن سے تم کو نکاح کرنے کی رغبت ہے نکاح نہ کرو مگر جب انصاف کے ساتھ ان کا مہر پورا ادا کرو۔ (صحیح بخاری:4574)

سوال 2: وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی ''اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کرسکو گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: 1۔ یعنی اے یتیم بچیوں کے اولیاء! اگر تمہیں ڈر ہو کہ ان یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کرکے ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہ کرسکو گے، یا تو مہر کم کردو گے یا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرو گے تو ان کے علاوہ غیر رشتے دار لڑکیوں سے شادی کرلو۔ (تیسیر الرحمٰن) 2۔ ابن عباس اور ابن جبیر نے کہا کہ جس طرح یہ کہا کہ اگر تم ڈرو کہ یتیموں کے معاملے میں انصاف نہ کرسکو اسی طرح یہ کہا اگر تم عورتوں کے معاملے میں ڈرو وہ لوگ یتیموں کے بارے میں حرج محسوس کرتے تھے اور عورتوں کے بارے میں نہیں کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی:10/3) 3۔ اگر کسی کے پاس یتیم بچی ہو اور وہ اس سے نکاح کرنا چاہے مگر اسے پورا مہر نہ دے تو ایسی صورت میں تو ایسی صورت میں اس سے نکاح کرنے کو منع کردیا گیا ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی پسند کی دوسری عورت سے نکاح کرلو۔ 4۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آیت کے اترنے کے بعد صحابہ نے اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ویستفتونک فی النساء اتاری۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا دوسری آیت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں یہ جوفرمایاوترغبون ان تنکحوھن سے بے مال وغیر جمال والی یتیم سے بے رغبتی مراد ہے۔اللہ تعالیٰ نے لوگوں کومنع کردیا کہ وہ اس یتیم سے بھی نکاح نہ کریں جس کی طرف وہ اسکے مال اور جمال کی وجہ سے راغب ہیں جب تک کہ مہر میں انصاف کومدنظر نہ رکھیں کیونکہ جب بے مال والی یتیم سے بے رغبتی کرتے ہیں تومال وجمال والی کوبھی چھوڑ دیں اورجس عورت سے چاہیں شادی کرلیں۔(مختصرابن کثیر:291/1) 5۔سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ اس آیت''اگرتم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو'' کامفہوم کیا ہے؟توانہوں نے فرمایا:بھانجے!یہ یتیم بچی وہ تھی جواپنے ولی کی تحویل میں ہوتی تھی۔یہ ولی کے ساتھ مال میں شریک ہوتی تھی۔اسے اس کے مال اوراس کی خوب صورتی میں دل چسپی ہوتی تھی۔اس طرح اس کا ولی یہ چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ نکاح کرلے بغیر اس کے کہ اسے مہرادا کرے اوراسے وہ حقوق دے جواسے دوسرے دلچسپی رکھنے والے دینے کے لیے تیار ہوتے تھے۔چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کو یہ حکم دیا کہ ان کے زیرِ کفالت یتیموں سے صرف اس صورت ہی میں نکاح کرسکتے ہیں جب ان کے ساتھ عدل کرسکیں۔ان کوان کے معیار کے مطابق مہرادا کرسکیں۔اگروہ نہیں کرسکتے تووہ دوسری عورتوں سے نکاح کرلیں۔(بخاری:4574)

سوال3:فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ''تو دوسری عورتوں میں سے جوتمہیں پسند آئیں دودواورتین تین اورچارچار کے ساتھ نکاح کرو'اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔''تو دوسری عورتوں میں سے جوتمہیں پسند آئیں دودو اورتین تین اورچارچار کے ساتھ نکاح کرو''1۔لوگوں نے کہا(آیت میں)مثنیٰ وثلاث ورباع سے مراددودوتین تین اورچارچار ہیں۔اہل عرب رباع سے آگے اس وزن سے تجاوز نہیں کرتے۔(بخاری کتاب التفسیر) 2۔اسلام کے احکام فطرت انسانیہ کے موافق ہیں۔انسانی خواہشوں کواسلام نے ختم نہیں فرمایا بلکہ ان کی حدود مقرر فرمادی ہیں۔(تفسیرانوارالبیان:617/1) 3۔اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن نکاح میں چارعورتوں سے زیادہ کوجمع نہیں کرسکتا۔نبی ﷺ کے علاوہ کسی کوایک وقت میں چار سے زیادہ عورتوں کوجمع کرنا جائز نہیں۔ 4۔نکاح کے لیے بہترین صفت دین ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''عورت سے چارصفات کی بناء پرنکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال،اس کے حسن وجمال،اس کے حسب ونسب اوراس کے دین کی وجہ سے،تیرے ہاتھ خاک آلودہوں،تم دین دار عورت سے نکاح کرنے کی کوشش کرو۔''(بخاری:5090) 5۔اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے لیے مناسب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہ ہے کہ وہ نکاح سے قبل عورت کو منتخب کر لے۔ بلکہ شارح نے تو یہاں تک مباح کیا ہے کہ انسان جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اسے ایک نظر دیکھ لے تاکہ یہ نکاح بصیرت کی بنیاد پر ہو۔(تفسیر سعدی) 6۔علمائے امت نے چار سے زیادہ کی حرمت پر غیلان ثقفی کے واقعے سے استدلال کیا ہے جن کے پاس دس بیویاں تھیں۔ جب اسلام لائے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے کہا کہ چار کے علاوہ باقی کو طلاق دے دو۔اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دار قطنی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔دوسرا واقعہ نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے جن کے پاس اسلام لانے کے وقت پانچ بیویاں تھیں۔حضور ﷺ نے ان سے کہا کہ چار کو رکھ لو اور ایک کو چھوڑ دو۔اسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔تیسرا واقعہ قیس بن حارث اسدی کا ہے جن کے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ چار کو رکھ لو اور باقی کو چھوڑ دو۔اسے ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔چوتھا واقعہ عمیرہ اسدی کا ہے جن کے پاس بھی آٹھ بیویاں تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ ان میں سے چار کو چن لو۔اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ابن ماجہ میں اس کی تصحیح کی ہے۔امت کا اجماع اسی پر ہے کہ چار سے زیادہ بیویاں رکھنا امت کے کسی فرد کے لیے جائز نہیں۔یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھی۔یہاں امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے لیکن صیغۂ امر کے بعد اللہ تعالیٰ نے مَاطَابَ کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہاں امر وجوب کے لیے نہیں ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا حلال ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا اور آج تک ہر دور میں مسلمان اس کے قائل رہے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے رہے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن) 7۔اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زیادہ بیویاں رکھنا حلال ہے، صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا اور ہر دور کے مسلمان اس کے قائل ہیں۔

سوال4:فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً'' سو اگر تم ڈرو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو''ایک ہی عورت کو نکاح میں رکھنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب:'' سو اگر تم ڈرو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو''1۔لاتعولو سے مراد لاتمیلوا اور لاتجوروا یعنی کسی ایک کی طرف نہ جھکو۔2۔ایک ہی عورت کو نکاح میں رکھنے میں عافیت ہے کیونکہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی وجہ سے انصاف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔3۔یہ ایسی شرط ہے جس کا تعلق ہر آدمی کے دل سے ہے۔اگر شادی کرنے والا جانتا ہے کہ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انصاف نہیں کر سکے گا تو بہتر یہی ہے کہ ایک بیوی رکھے، اس کا تعلق تشریع اور قانون سازی سے نہیں ہے۔(تیسیر الرحمٰن) 4
۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ناگزیر ضرورت کے بغیر ایک سے زیادہ شادیاں کرنا نہایت خطرناک ہے۔

سوال5: ایک سے زیادہ بیویوں میں انصاف کرنا کیوں مشکل ہوجاتا ہے؟

جواب: انسان کے دل کا میلان جس طرف زیادہ ہوتا ہے زندگی کی ضروریات کی فراہمی میں زیادہ توجہ بھی اسی جانب ہوتی ہے۔اس طرح انسان بیویوں کے درمیان انصاف کرنے میں ناکام ہوکر اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم قرار پاتا ہے۔

سوال6: اسلام نے ایک سے زائد بیویوں کی اجازت کیوں دی ہے؟

جواب: اسلامی نظامِ زندگی انسانوں کی سہولت کے لیے بنایا گیا ہے ۔ یہ نظام قابلِ عمل ہے۔انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

ایک پہلو: انسانی معاشروں میں ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں جن میں شادی کے قابل مردوں کی تعداد عورتوں کی تعداد کی نسبت کم ہوجاتی ہے۔اس تعداد کی زیادہ سے زیادہ نسبت 4:1 رہی ہے۔

دوسرا پہلو: اگر کسی کی بیوی بانجھ ہو تو دوسری شادی کی ضرورت پیدا ہوجاتی ہے۔

تیسرا پہلو: مرد میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت ستر سال یا اس کے آگے کی عمر تک بھی پائی جاتی ہے جب کہ عورت میں یہ صلاحیت تقریباً 50 سال کے لگ بھگ ختم ہوجاتی ہے اس طرح تقریباً 20 ایسے سال آجاتے ہیں جس میں مرد فطری وظائف پورے کرسکتا ہے جبکہ عورت پورے نہیں کرسکتی۔ایسی صورتِ حال میں دوسری شادی کی ضرورت پیدا ہوجاتی ہے۔

سوال7: تعدّدِ ازدواج (ایک سے زائد بیویوں) کے فائدے کیا ہیں؟

جواب: 1۔عدل کی شرط کے ساتھ خاندانی زندگی کو افراتفری سے بچالیا گیا۔2۔عورت کی عزت کو محفوظ کیا گیا۔
3۔عورت کو ایسے مواقع سے بچالیا گیا جس کی وجہ سے اس کے ساتھ توہین آمیز سلوک ہو۔
4۔عورت کو ظلم سے بچالیا گیا۔

سوال8: اسلام نے ایک سے زائد بیویوں کے لیے عدل کی شرط عائد کی ہے۔عدل سے کیا مراد ہے؟ اس عدل کا اِطلاق کہاں کہاں ہوتا ہے؟

جواب: یہاں عدل سے مراد بیویوں کے درمیان انصاف ہے۔اس عدل کی ضرورت ہر مقام پر پڑتی ہے مثلاً:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔معاملات میں عدل۔2۔خرچ میں عدل۔3۔اَزدواجی تعلق میں عدل 4۔حسنِ معاشرت میں عدل۔

سوال9:اسلام نے کہاں پرعدل میں آسانی کی گنجائش رکھی ہے؟

جواب:1۔اسلام نے دِلی احساسات میں عدل کے معاملے میں آسانی کی گنجائش رکھی ہے۔2۔انسانی نفس کے اندر پائے جانے والے گہرے میلان میں عدل کیونکہ یہ انسان کے کنٹرول سے باہر ہے۔

سوال10:اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ" یا وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں (لونڈیاں)" مملوکہ عورت (لونڈی) سے نکاح کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب:مملوکہ عورت (لونڈی) کو ملنے والے فوائد:1۔نکاح کی وجہ سے لونڈی آزاد ہوجاتی ہے۔2۔اس عورت کی اولاد بھی آزاد ہوجاتی ہے۔3۔اس کا مالک اب اسے فروخت نہیں کرسکتا۔اگر شوہر نکاح کے وقت آزادی نہ دے تب بھی بچہ پیدا ہوتو وہ اُمِ ولد کہلاتی ہے۔اسلام نے غلام عورتوں کی آزادی کے لیے جو تدابیر اختیار کی ہیں ان میں نکاح ایک اہم طریقہ ہے۔مرد کو حاصل ہونے والے فوائد:1۔لونڈیوں کے لئے تعداد کی کوئی شرط نہیں۔2۔ٹھیک ٹھیک عدل وانصاف کی شرط نہیں ہے۔

سوال11:ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا" یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو" خاندان میں عدل کے قیام کے لیے اسلام نے خاص طور پر کوشش کی،اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب:1۔خاندان میں عدل وانصاف دوسری جگہوں پر انصاف کے مقابلے میں زیادہ ضروری ہے۔2۔معاشرے کی تعمیر میں خاندان انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔3۔کسی بھی قوم کی تربیت خاندانی اِدارے کے اندر ہوتی ہے۔4۔انسانی شخصیات خاندان میں پروان چڑھتی ہیں۔5۔خاندان میں عدل نہ ہوتو معاشرے میں عدل قائم نہیں ہوسکتا۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا(4)

اورعورتوں کوان کے مہر خوش دلی سے ادا کردیا کرو، پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمہارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہوجائیں تو تم اس کو کھاؤ مزے دار،خوشگوار ہے۔(4)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابوصالح فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی بچیوں کا مہر خود لے لیا کرتے تھے وہ محروم رہ جاتی تھیں اس پر یہ آیت اتری۔(ابن ابی حاتم)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً'' اورعورتوں کوان کے مہرخوش دلی سے ادا کردیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' اورعورتوں کوان کے مہرخوش دلی سے ادا کردیا کرو''1۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:اس آیت میں خطاب شوہروں سے ہے۔(المحرر الموجیز:8/2) 2۔آیت میں کلمہ'' نِحْلَةً'' کا معنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے'' فریضہ'' کیا ہے اورابن زید نے '' واجب'' کیا ہے۔(تیسیر الرحمن)3۔یہ آیت عورت کے لیے مہرکوواجب کرتی ہے (قرطبی 18/2) 4۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امت کے کسی فرد کے لیے بغیر مہر کے شادی کرنا جائزنہیں ہے اورمہر کی تعیین کے وقت نیت بھی صحیح ہونی چاہئے کہ یہ عورت کا حق ہے جواسے ملنا چاہئے۔(تیسیر الرحمن) 5۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:'' اسے کچھ دو۔'' توانہوں نے کہا،میرے پاس کچھ نہیں ہے۔اس پرآپ نے فرمایا:'' تیری حطمی زرع کہاں ہے۔(ابوداود:2125)

سوال3:مہر کے بارے میں اسلام کا مؤقف کیا ہے؟

جواب:1۔مہرعورت کا ذاتی حق ہے۔2۔مہرعورت خودوصول کرے گی۔اس کے ولی کومہر لینے کا حق نہیں ہے۔3۔مہر مقرر کرنالازم ہے کیونکہ یہ ایک فریضہ،ایک لازمی حق ہے۔4۔مردخوش دِلی کے ساتھ مہرادا کرے۔

سوال4:مہر کے بارے میں جاہلی عرب میں کیا دستور تھا؟

جواب:1۔عورت کا ولی مہر لے لیتا تھااور پھراسے خوداستعمال کرتا تھا۔2۔نکاحِ شِغار کی صورت میں ایک لڑکی کودوسری لڑکی کے بدلے میں دے کرمہر سے لڑکیوں کومحروم کردیا جاتا تھا۔3۔مختلف حیلوں بہانوں سے عورت کے اس حق کو مارلیا جاتا تھا۔

سوال5:اسلام نے مہر دِلا کرعورت پرکیااحسان کیا ہے؟

جواب:1۔اسلام نے اس طرح عورت کی عزت ووقار کوبحال کیا ہے۔2۔اسلام نے محبت اورفیاضی کے راستے کھولے ہیں۔ 3۔اسلام نے مہر دِلا کرعورت کے مالی حقوق بحال کیے ہیں۔

سوال6:فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا'' پھراگروہ اس میں سے کوئی چیز تمہارے لیے چھوڑنے پردل سے خوش ہوجائیں توتم اس کوکھاؤ مزے دار،خوشگوار ہے'' مہر کی ادائیگی کے بعد اگرعورت خوش دلی کے ساتھ پورامہر یا کچھ حصہ شوہر کولوٹادیتی ہے تواس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔مہر کی ادائیگی کے بعد اگر عورت اپنی مکمل رضامندی اور خوش دِلی کے ساتھ پورا مہر یا اس کا کوئی حصہ شوہر کو لوٹا دیتی ہے تو وہ آزاد ہے لیکن اس پر جبر نہیں کیا جائے گا۔2۔مرد کے لیے عورت کی طرف سے خوش دِلی سے واپس کیا گیا مہر کھانا حلال ہے۔ 3۔آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر بیوی حیا کی وجہ سے یا شوہر کی بداخلاقی یا برے برتاؤ کے ڈر سے ایسا کرتی ہے اور شوہر اسے قبول کر لیتا ہے تو یہ قرآنی تعلیم کی خلاف ورزی ہوگی۔(تیسیر الرحمٰن) 4۔اس آیتِ کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت بالغ اور عاقل ہے تو اپنے مال میں تصرف کا پورا اختیار رکھتی ہے خواہ وہ صدقہ ہی کیوں نہ کر دے۔لیکن اگر بالغ اور عاقل نہیں ہے تو اس کے عطیہ کا حکم معتبر نہیں۔نیز عورت کا سرپرست اس مہر میں سے کچھ لینے کا حق دار نہیں سوائے اس کے، کہ عورت برضا و رغبت خود اسے کچھ عطا کر دے۔(تفسیر سعدی)

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا(5)

اور ناسمجھوں کو اپنے وہ مال نہ دو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے، اور تم انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے بھلی بات کہو۔(5)

سوال1:وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ ’’اور ناسمجھوں کو اپنے وہ مال نہ دو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔سفیہ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو بے عقل ہونے مثلاً پاگل وغیرہ یا عدم بلوغت جیسے چھوٹا بچہ اور بے سمجھ وغیرہ ہونے کی وجہ سے اپنے مال میں تصرف اور دیکھ بھال کی اہلیت سے محروم ہو۔(تفسیرِ سعدی) 2۔نادانوں کو مال دے کر انہیں تصرف کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ یہ مال ان کی زندگی کا ذریعہ ہے جس سے تجارت کر کے روزی کمائی جاتی ہے معلوم ہوا کہ بے وقوفوں کو کاروبار میں تصرف سے روک دیا جائے (ابن کثیر:2921) 3۔اس میں مال کی حفاظت کی ترغیب دلائی ہے، اس لیے کہ آدمی کے دنیاوی حالات بغیر مال کے متوازن نہیں رہتے (تیسیر الرحمٰن:239) 4۔زمخشری نے سلف کا قول نقل کیا ہے کہ ’’مال مومن کا ہتھیار ہے‘‘ سفیان ثوری کے پاس ایک سامان تھا، اسے وہ الٹتے پلٹتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو بنی عباس مجھے اپنے ہاتھ کا رومال بنا لیتے۔(تیسیر الرحمٰن:239) 5۔سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا‘ ایک وہ شخص جس کی بیوی بدخلق ہو اور پھر بھی وہ اسے طلاق نہ دے دوسرا وہ شخص جو اپنا مال بیوقوف کو دے دے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیوقوف کو اپنا مال نہ دو تیسرا وہ شخص جس کا قرض کسی پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہواوراس نے اس قرض پر کسی کو گواہ نہ کیا ہو(تفسیر ابن کثیر:521/1)

سوال2: نادانی اور دانائی کا پتہ کیسے چلتا ہے؟

جواب:اس کے لیے کوئی فارمولا نہیں ہے۔ ہر خاندان اپنے افراد کو خوب پہچان لیتا ہے کہ دانا کون ہے اور نادان کون؟ جانچ پڑتال اس بات کی ہوگی کہ یتیم بالغ ہو گیا ہے یا نہیں؟

سوال3:وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا'' اور نا سمجھوں کو اپنے وہ مال نہ دو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔مال عیش کے لیے نہیں۔ 2۔مال فخر کا اظہار کرنے کیلئے نہیں۔ 3۔مال انسان کے لئے زندگی کا ذریعہ ہے۔ 4۔دنیا میں بقاوقیام کا ذریعہ ہے۔5۔مال کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔6۔مال کو حق دار تک پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ 7۔مال پر پوری سوسائٹی قائم ہوتی ہے۔8۔وہ دولت جو معاشرے میں گردش کرتی ہے اس سے پوری سوسائٹی فائدہ اُٹھاتی ہے۔9۔معاشرہ دولت سے فائدہ تب اُٹھا سکتا ہے جب اُس کا انتظام اَحسن طریقے سے ہو۔10۔اجتماعی دائرے میں اِنفرادی حقوقِ ملکیت قائم رہیں گے۔11۔نادان یتیم جو اپنے مال کو ترقی نہیں دے سکتے دولت ان کے قبضے میں نہ دی جائے۔ 12۔یتیموں کو مال پر تصرف اور اپنی نگرانی میں چلانے کے حق سے بلوغت یا سنِ رُشد تک محروم کر دیا جائے گا۔13۔یتیم کی انفرادی ملکیت برابر رہے گی۔یہ دولت ان سے چھین لینے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔14۔یتیم کا مال ان افراد کی تحویل میں دیا جائے گا جو ان کا اچھا انتظام کر سکتے ہوں لیکن رشتہ داری کو ترجیح دی جائے گی تا کہ خاندان کا کفالتی نظام چلتا رہے۔

سوال4:وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ'' اور تم انہیں کھلاؤ اور پہناؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے سرپرست کو حکم دیا ہے کہ وہ مال ان بے سمجھ لوگوں کے حوالے نہ کرے بلکہ وہ اس مال میں سے ان کے کھانے پینے اور کپڑے لتے کا انتظام کرے اور جو ان کی دینی و دنیاوی ضروریات ہیں ان میں خرچ کرے اور ان سے اچھی بات ہی کہے۔(تفسیرِ سعدی) 2۔یہاں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ پاگل، نابالغ اور بے عقل جب مال کے مالک ہوں تو ان پر انہی کے مال میں سے اخراجات کیے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ اور تم انہیں کھلاؤ اور پہناؤ(تفسیرِ سعدی)

سوال5:وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا'' اور ان سے بھلی بات کہو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔المعروف وہ قول وفعل ہوتا ہے جس کی خوبی عقل وشریعت سے ثابت ہو۔اس سے مراد یہ ہے کہ یتیم بچوں کے ساتھ نرمی سے بات کریں اور انہیں سمجھا دیں کہ جب وہ سمجھ دار ہو جائیں گے تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔
2۔اور جب وہ اپنے مال کا مطالبہ کریں تو وہ ان سے وعدہ کرے کہ وہ ان کے بالغ اور عاقل ہو جانے کے بعد ان کا مال ان کو لوٹا دے گا اور ان کی دل جوئی کی خاطر ان سے نرم مقالی سے پیش آئے۔(تفسیر سعدی)

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا(6)

اور یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان میں سمجھ بوجھ محسوس کرو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اُن کا مال فضول خرچی سے جلدی کرتے ہوئے نہ کھا جاؤ، اور جو مال دار ہے تو لازم ہے کہ وہ بچے، اور جو محتاج ہے تو لازم ہے کہ وہ معروف طریقے سے کھائے۔ چنانچہ جب تم اُن کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اُن پر گواہ بناؤ، اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے۔(6)

سوال 1: وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ''اور یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔حسن، قتادہ اور مجاہد نے کہا: ان کی عقلوں اور دین کو جانچو اور اس امتحان کی کیفیت یہ ہوگی کہ خرچ کے معاملے میں ان کی بردباری دیکھو کیسے وہ اخراجات کی تدبیر کرتے ہیں اور کیسے ان میں تصرف کرتے ہیں اور اگر لڑکی ہو تو اس کو گھریلو امور کے حوالے سے دیکھیں کہ وہ کپڑوں وغیرہ کا کیسے انتظام کرتی ہے۔(تفسیر الوسیط:12/2) 2۔حسن اور قتادہ نے کہا عقل اور دین میں سمجھ کو دیکھیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: عقلی اور مالی تدابیر کو دیکھیں۔ (المحرر الوجیز:11/2)

سوال 2: حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ''یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ جب وہ ''حلم'' کو پہنچ جائیں۔(تفسیر جامع البیان:262/4)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ'' پھر اگر تم ان میں سمجھ بوجھ محسوس کرو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔جب یتیم بالغ ہوجائے یعنی جب وہ سنِ رشد کو پہنچ جائے اور اس کی عقل وسمجھ کا یقین ہوجائے۔

2۔پورا مال حفاظت اور ایمانداری کے ساتھ حوالے کیا جائے گا۔

سوال4:رشد سے کیا مراد ہے؟

جواب:''رشد'' سے مراد عقلی اور دینی صلاحیت ہے پس بالغ ہونے کے علاوہ مال کی سپرداری کے لئے رشد بھی شرط ہے۔ اگر کسی شخص میں ''رشد'' نہیں ہے تو خواہ وہ بوڑھا ہی کیوں نہ ہوجائے متولی یا وصی کو چاہیے کہ وہ مال اس کے حوالے نہ کرے۔ (قرطبی۔ابن کثیر)

سوال5:وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا'' اور اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہوجائیں گے اُن کا مال فضول خرچی سے جلدی کرتے ہوئے نہ کھاجاؤ'' اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کی حفاظت کے لئے اولیاء کو کیا نصیحت کی ہے؟

جواب:1۔سعید بن جبیر نے کہا یتیموں کے مال میں فضول خرچی نہ کرو۔(ابن ابی حاتم:876/3) 2۔اس ڈر سے کہ بڑے ہونے کے بعد یتیم اپنا مال لے لیں گے،ان کے مال کو بے جا طریقے سے خرچ نہ کرو۔ 3۔یتیم کا ولی مال دار ہے تو اسے مال کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ 4۔یتیم کا ولی غریب ہے تو اپنی ضرورت اور محنت کے مطابق مزدوری لے لے۔

سوال6:وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ'' اور جو مال دار ہے تو لازم ہے کہ وہ بچے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' اور جو مال دار ہے تو لازم ہے کہ وہ بچے''1۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد'' بلکہ جو شخص خوشحال ہو وہ اپنے کو بالکل روکے رکھے۔البتہ جو شخص نادار ہو وہ واجبی طور پر کھا سکتا ہے'' کے بارے میں فرمایا کہ یہ آیت یتیم کے بارے میں اتری ہے کہ اگر ولی نادار ہو تو یتیم کی پرورش اور دیکھ بھال کی اجرت میں وہ واجبی طور پر (یتیم کے مال میں سے کچھ) کھا سکتا ہے (بشرطیکہ نیت میں فساد نہ ہو)(صحیح بخاری:4575) 2۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے پاس مال نہیں ہے، ہاں البتہ میرے پاس ایک یتیم (کا مال) ہے؟ آپ نے فرمایا:'' تم (زیرِ پرورش) یتیم کے مال سے کھا سکتے ہو، بشرطیکہ اسراف وتبذیر نہ ہو اور نہ تم مال کو جمع کرو اور نہ اس کے مال کی بجائے اپنے مال کو بچاؤ حسین (راوی (کوشک ہے کہ یا آپ نے یہ فرمایا:'' اپنا مال (بچا کر) رکھتے ہوئے اس کا مال خرچ مت کرو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(مسند احمد: 216,215/2:7022)

سوال7: وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ''اور جو محتاج ہے تو لازم ہے کہ وہ معروف طریقے سے کھائے''یتیم کا ولی فقیر ہو تو وہ کیسے معروف طریقے سے کھائے؟

جواب:1۔حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ اپنی مزدوری اور اپنی ضرورت میں سے جو کم ہوگا وہ لے گا۔

2۔معروف طریقہ یہی ہے کہ اس کے اموال کی نگرانی کی اجرت جو معروف ہے لے لے، دوسرا یہ کہ کم از کم جس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکے لے لے۔(دعوۃ القرآن)

سوال8: فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ''چنانچہ جب تم اُن کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اُن پر گواہ بناؤ'' گواہ ٹھہرانے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب:''چنانچہ جب تم اُن کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اُن پر گواہ بناؤ''1۔جھگڑے اور تہمت سے بچنے کے لئے گواہ ٹھہرانے کا حکم دیا گیا۔2۔مال حوالے کرتے وقت گواہ بنالو تا کہ کل انکار اور شک کی گنجائش نہ رہے

سوال9: وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ''اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنے حساب لینے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:''اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے''1۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حساب لینے کا شعور اس لئے دلایا ہے تا کہ انسان جان لے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں۔ممکن ہے لوگوں کو کسی کی امانت یا خیانت کا پتہ نہ چلے لیکن اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔اس طرح انسان یتیموں کے مال میں خیانت کرنے سے بچ سکتے ہیں۔2۔اللہ تعالیٰ ذرے ذرے کا محاسب ہے ہر جگہ بہ اعتبار علم حاضر و ناظر ہے یتیموں کے اولیاء کا ہر وقت نگران ہے کہ کس طرح ان کی تربیت کرتے ہیں اور انہیں پورا مال دیتے بھی ہیں یا نہیں۔(مختصر ابن کثیر:294/1) 3۔یعنی اگر تم نے یتیم کے مال میں سے کچھ رکھ لیا اور گواہ وغیرہ تمہاری خیانت کو نہ پکڑ سکے تو یہ نہ سمجھ لینا کہ تم عذابِ الٰہی سے بچ جاؤ گے۔تمہاری ہر خیانت اس کے علم میں ہوگی اور وہ تم سے اس کا مؤاخذہ کرے گا۔(دعوۃ القرآن) 4۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اے ابوذر میں تجھے ضعیف اور ناتواں خیال کرتا ہوں اور میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔تم دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ مال یتیم کا والی بننا۔''(مسلم:4720)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا(7)

مردوں کے لیے ایک حصہ ہے جووالدین اورقریبی رشتہ دارترکے میں چھوڑ جائیں اورعورتوں کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے جووالدین اورقریبی رشتہ دارترکے میں چھوڑ جائیں،اس میں سے جوتھوڑا یا زیادہ ہو،مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔(7)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:جابربن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا سعدبن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی بیٹیوں کوجوسیدنا سعدرضی اللہ عنہ سے تھیں لے کررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوئی اورفرمانے لگیں اللہ کے رسول!یہ دونوں سعدبن ربیع کی بیٹیاں ہیں ان کے والداحد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے تھے ان لڑکیوں کے چچانے سارامال اپنے قبضہ میں کرلیا ہے اوران کے لیے کچھ نہیں چھوڑا ان کے نکاح تب ہونگے جب ان کے پاس مال ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اس بارہ میں فیصلہ فرمائے گا''۔جس پرآیت میراث نازل ہوئی،سیدنارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چچا کو پیغام بھیجااورفرمایا:''سعدکی دونوں بیٹیوں کو دوتہائی(2/3)اوران کی والدہ کوآٹھواں(1/8)حصہ دےدواورجوباقی بچے وہ تیرے لیے ہے۔(جامع ترمذی:2092)

سوال2:وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ''اورعورتوں کے لیے بھی اس میں سےایک حصہ ہے جووالدین اورقریبی رشتہ دارترکے میں چھوڑ جائیں اس میں سے جوتھوڑا یا زیادہ ہو''یہاں اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ عورتوں کے حصّے کا تذکرہ کیوں کیا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ عورتوں کے حصّے کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کیونکہ اسلام سے پہلے عورتوں اورچھوٹے بچوں کو وراثت میں سے حصّہ نہیں دیا جاتا تھا۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حصّہ دارٹھہرایا ہے۔2۔قتادہ نے کہا:وہ عورتوں کوحصہ نہیں دیتے تھے۔(تفسیرجامع البیان:4/273) 3۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے سوااورکسی مذہب نے مرداورعورت کے صحیح معنوں کونہیں سمجھا۔(تفسیرسراج البیان:1/184)

سوال3:اسلامی قانون نے میراث کوکس اُصول پراُستوارکیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اسلامی قانون نے میراث کو قرابت کے اُصول پر اُستوار کیا۔

سوال4: وراثت کے حقوق میں فرق کیوں ہے؟

جواب: قرابت کے درجے مختلف ہیں اس طرح رشتے داروں کے حصص میں بھی فرق ہے۔

سوال5: وراثت کا اُصول کیا ہے؟

جواب: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

سوال6: وراثت کے سلسلے میں انسانی قانون اور اللہ تعالیٰ کے قانون میں کیا فرق ہے؟

جواب: 1۔انسان جو قانون بناتا ہے اس میں توازن نہیں ہوتا۔قدیم دور میں لڑکا اہمیت کا حامل تھا کیونکہ وہ قبیلے کے لیے طاقت کا ذریعہ تھا۔موجودہ دور میں reaction سامنے آیا تو لڑکے اور لڑکی کے حصوں کو برابر کر دیا گیا۔2۔اللہ تعالیٰ کا قانون بے اعتدالیوں سے پاک ہے۔3۔اللہ تعالیٰ کا قانون معاشرتی انصاف کا حقیقی ذریعہ ہے۔

سوال7: وراثت کے معاملے میں انسان کو کس کے قانون کے مطابق چلنا ہے؟

جواب: انسان کو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق چلنا ہے، کسی کی ذاتی خواہشات اور ذاتی مصلحتوں کے مطابق نہیں چلنا۔

سوال8: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ''مردوں کے لیے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار ترکے میں چھوڑ جائیں اس میں سے جو تھوڑا یا زیادہ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت سے درج ذیل احکامات کا پتہ چلتا ہے: 1۔میراث میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی حق دار ہیں۔
2۔میراث تقسیم ہونے کے لیے ہے۔خواہ کتنی ہی کم ہو تمام وارثوں میں تقسیم ہونی چاہیے۔3۔وراثت میں تمام قسم کے اَموال شامل ہیں خواہ زرعی اَموال ہوں یا صنعتی، خواہ منقولہ ہوں یا غیر منقولہ، کسی بھی قسم کا مال ہو اس پر وراثت کا قانون جاری ہوگا۔
4۔میراث کا حق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب میت نے کوئی مال چھوڑا ہو۔5۔قریب تر رشتہ دار کی موجودگی میں بعید تر رشتہ دار میراث نہیں پائے گا۔(تفہیم القرآن)

سوال9: نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ''مقرر کیا ہوا حصہ ہے''؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے خواہ عورت ہو یا مرد، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (ایسر التفاسیر:240,241)

سوال10: اگر خاندان کسی فرد کی کفالت میں ناکام ہو جائے تو کون کفالت کرے گا؟

جواب: مقامی مسلمان معاشرہ۔

سوال11: اگر مقامی مسلمان معاشرہ بھی ناکام ہو جائے تو پھر اس کی کفالت کون کرے گا؟

جواب: اسلامی حکومت ان تمام لوگوں کی کفالت کی ذمہ دار ہے جو اپنا انتظام خود نہیں کر سکتے۔

سوال12: اسلام کے وراثتی نظام پر کیا کیا اعتراضات ہیں؟ جواب دیں۔

جواب:1۔ یہ نظام ان لوگوں کو بھی وراثت منتقل کر دیتا ہے جنہوں نے اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کی ہوتی۔ آباء واجداد اور دوسرے رشتہ دار اپنے بچوں، پوتوں، نواسوں کو صرف مال منتقل نہیں کرتے بلکہ اچھی بری عادات اور کمزوریاں بھی منتقل کرتے ہیں۔ بعض اوقات بیماری اور صحت بھی، بعض اوقات ذہانت اور کند ذہنی بھی۔ یہ ساری صفات انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان کے نتائج وارثوں کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ اس لیے انصاف کا تقاضا ہے کہ مال بھی وارثوں کو منتقل ہو۔ اگر ہم مال وارثوں کو نہیں دینا چاہتے تو ہمارا فرض ہے کہ بیماریوں، جسمانی کمزوریوں وغیرہ سے بھی وارثوں کو نجات دلائیں۔

2۔ اسلام نے عورت کو آدھی وراثت دی ہے۔ i۔ مرد پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے جبکہ عورت پر اسلام نے یہ بوجھ نہیں ڈالا۔ ii۔ مرد عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو مہر دیتا ہے جبکہ عورت مہر وصول کرتی ہے۔ iii۔ مرد عورت اور اولاد کو نان ونفقہ دیتا ہے جبکہ عورت کو اسلام نے پابند نہیں کیا۔ iv۔ مرد باپ کے جانے کے بعد ماں اور بہنوں کی ذمہ داریاں اُٹھاتا ہے۔ ان کا نان ونفقہ، بہن کی تعلیم، شادی اور دیگر خاندانی ذمہ داریاں جبکہ عورت کو کوئی ذمہ داری اُٹھانی نہیں پڑتی۔ v۔ مرد عورت کے مقابلے میں خاندان کی ضروریات کا دو حصے ذمہ دار ہوتا ہے۔ اجتماعی معاملات میں بھی مرد کی ذمہ داریاں دوگنا ہیں۔ اس لیے عورت کو وراثت میں آدھا حصہ دینا اس کی ذمہ داریوں کے اعتبار سے عادلانہ اور منصفانہ ہے۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا(8)

اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو انہیں بھی اس مال میں سے کچھ دو اور ان سے بھلی بات کرو۔(8)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ ''اور جب تقسیم کے وقت قرابت داراور یتیم اورمحتاج آجائیں توانہیں بھی اس مال میں سے کچھ دو'' کیاورثے میں غیر رشتہ داروں کا بھی کچھ حق ہے؟

جواب:''اورجب تقسیم کے وقت قرابت داراور یتیم اورمحتاج آجائیں توانہیں بھی اس مال میں سے کچھ دو''1۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ لوگ گمان کرنے لگے ہیں کہ یہ آیت میراث کی آیت سے منسوخ ہوگئی ہے نہیں قسم اللہ کی آیت منسوخ نہیں ہوئی البتہ لوگ اس پرعمل کرنے میں سست ہوگئے ہیں۔ترکے کے لینے والے دوطرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جوخود وارث ہوں اس کوتو خود دینے کا حکم ہے(عزیزوں یتیموں محتاجوں کو جوتقسیم کے وقت آجائیں)دوسرا جوخود وارث نہیں ہواس کونرمی سے جواب دینے کا حکم ہے،وہ یوں کہے،میاں!میں تم کو دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔(صحیح بخاری:2759)2۔مال کی تقسیم کے وقت اگر کچھ رشتے دار موجود ہوں اور وہ محتاج بھی ہوں تو صلہ رحمی کا جذبہ رکھنے والے ورثہ یہی مناسب سمجھیں گے کہ انہیں بھی کچھ دے دیا جائے تاکہ جہاں ان کے کسی رشتہ دار کا مال تقسیم ہورہا ہے وہاں سے وہ محروم نہ واپس جائیں۔ اورخاص طور سے وہ یتیم بچے جن کے باپ کا انتقال دادا کے ہوتے ہوئے ہوگیا ہواوروہ وراثت سے محروم رہ گئے ہوں اورپھران کے دادا کے انتقال کے بعدوراثت تقسیم ہورہی ہواوران کے چچااور پھوپھیاں وراثت کا مال پاکرخوش ہورہے ہوں اور یہ بچے ان کا منہ تک رہے ہوں اوران کے حصے میں کچھ نہ آرہا ہوصرف اس لیے کہ ان کے والد کا انتقال دادا سے پہلے ہوچکا ہے،توان کی محرومی کا کیا عالم ہوگا۔ایسے بچوں کے حق میں تو یہ آیت آبِ حیات کے مترادف ہے اورخاص طور پر اگر دادا کی جائیداد بڑی ہواورورثہ ان یتیموں کے حال پررحم کریں توان کے حصے میں بھی اچھی خاصی جائیداد آسکتی ہے اوران کی غربت دور ہوسکتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال2:امداد کے مستحق رشتے دار اگروراثت میں حصّہ دار نہ ہوں توان کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:1۔مستحق رشتے داروں کے لئے یہ حکم ہے کہ انہیں بھی تقسیم کے وقت کچھ دے دو۔2۔ان سے محبت سے بات کرو۔

سوال3:وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ''اوران سے بھلی بات کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اوران سے بھلی بات کرو''یعنی ان کو دیتے ہوئے معذرت کرلیں اوران سے محبت سے بات کریں۔

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا(9)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورلازم ہے کہ ڈریں وہ لوگ جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ جاتے اوران کے بارے میں وہ ڈرتے، چنانچہ ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں اور سیدھی بات ہی کہیں۔(9)

سوال1: وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ ''اورلازم ہے کہ ڈریں وہ لوگ جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ جاتے اوران کے بارے میں وہ ڈرتے ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اورلازم ہے کہ ڈریں وہ لوگ جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ جاتے اوران کے بارے میں وہ ڈرتے ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں''1۔یتیموں کے اولیاء کو کہا گیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں جیسا وہ چاہتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد ان کے چھوڑے ہوئے بچوں کے ساتھ لوگ کریں۔2۔باپ کا دل اپنے چھوٹے اور کمزور بچوں کے حوالے سے انتہائی نرم ہوتا ہے اور جب وہ یہ محسوس کرے کہ وہ کمزور ہیں اور کوئی ترس کھانے والا نہیں، کوئی ان کا محافظ نہیں، کوئی ان کے سر پر رحمت کے ساتھ ہاتھ پھیرنے والا نہیں، اس آیت کو پڑھ کر باپ کا دل مٹھی میں آجاتا ہے اور وہ یتیموں کی حالت کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔اس کے دل میں یتیم کے لیے محبت پیدا ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس محبت کے جذبے کو ابھارا ہے۔3۔اللہ تعالیٰ نے ان بچوں کے بارے میں ہر وقت خوفِ الٰہی رکھنے کی تلقین کی ہے۔4۔اللہ تعالیٰ نے یہ تلقین کی ہے کہ ان کے مال کی حفاظت کرتے ہوئے ان کی تربیت اور نگرانی کرتے ہوئے سیدھی بات کریں۔

سوال2: وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا'' سیدھی بات ہی کہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: قَوْلًا سَدِيْدًا سے مراد درست بات کرنا ہے۔یتیم کے اولیاء کو کہا گیا کہ وہ حق بات کریں۔(ابنِ کثیر، ابن جریر، رازی)

2۔مریض کی عیادت کرنے والا نے جا خرچ کر کے اولاد کو نقصان پہنچانے والوں کو حق بات کہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا(10)

بلاشبہ وہ لوگ جو یتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے، اور جلد ہی وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔(10)

سوال1: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا'' بلاشبہ وہ لوگ جو یتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ وہ لوگ جو یتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں''1۔جو لوگ یتیم کا مال کھاتے ہیں وہ مال نہیں آگ کھاتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔یتیم کا مال کھانے کی وجہ سے وہ جہنم کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے جوان کے معدوں اوران کی جلد کوجلا ڈالے گی۔

سوال2: اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ''وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے ،اور جلد ہی وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:''وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے ،اور جلد ہی وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے''جولوگ یتیموں کے مال کھارہے ہیں وہ مال نہیں آگ کھارہے ہیں۔مال قیامت کے دن ان کے پیٹوں میں آگ بن کر بھڑکے گا۔نبی ﷺ نے فرمایا: سات تباہ کن گناہوں سے بچو۔صحابہ کرام علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ کون کون سے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: شرک ،جادو،ناحق قتل،سودخوری،یتیم کا مال کھانا،لڑائی سے بھاگنااور بھولی بھالی معصوم عورتوں پر الزام لگانا۔(بخاری،مسلمان' ناحق (ظلما)' کی قید سے وہ نادارسرپرست نکل گئے جن کومعروف طریقے سے بقدرضرورت ان کے مال میں سے کھانے کی اجازت ہے،اسی طرح وہ بھی اس سے خارج ہوگئے جوآسانی اوراصلاح کی نیت سے اپنا کھانا یتیموں کے کھانے کے ساتھ ملا لیتے ہیں،کیونکہ یہ بھی جائز ہے۔(تفسیرسعدی)

سوال3: یتیموں کے بارے میں ہدایات کی وجہ سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:1۔دلوں کے اندراحساس بیدار ہوتا ہے۔2۔دل اوردماغ سے جاہلیت کی گندگی دور ہوتی ہے۔

3۔ایمان والوں کے دل میں خداخوفی،خداترسی،احتیاط اوراحتساب کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

4۔انسان یتیم کے مال کے اندرآگ کودیکھنے لگ جاتا ہے۔

سوال4: یتیموں کے مال کھانے پروعید کے بارے میں تین احادیث لکھیں؟

جواب:رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:1۔''مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہترگھروہ ہے جس میں کوئی یتیم ہواور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے،اورمسلمانوں کا سب سے بدترگھروہ ہے جس میں کوئی یتیم ہواوراس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔''(ابن ماجہ:3679) 2۔''میں اوریتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے۔''آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اوردرمیانی انگلی کو باہم ملایا۔(بخاری:5304،6005) 3۔معراج کے موقع کا ذکرکرتے ہوئے فرمایا:''پھر میں نے ایک ایسی قوم دیکھی جن کے اونٹ کے سے ہونٹ تھے اوراُن کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے تھے۔اُن شعلوں کو یہ لوگ اپنے منہ میں رکھتے تھے اوروہ اُن کی پشت سے نکل جاتے تھے۔میں نے کہا:اے جبرائیل !یہ کون لوگ ہیں؟ کہا:یہ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگ ہیں جوظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔(ابن ہشام:270)

سوال5:''جولوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال کھاتے ہیں''اس آیت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیسے اثرات مرتب ہوئے؟

جواب:سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جن لوگوں کے پاس یتیم تھے انہوں نے ان کا کھانا پکانا جدا کر دیا۔ان کے کھانے سے کوئی چیز بچ جاتی تو وہ رکھ دی جاتی حتی کہ خراب ہوجاتی۔ یہ معاملہ تکلیف دہ صورت اختیار کر گیا تو اس بات کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی:وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اوروہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں،آپ کہہ دو کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے اور اگر تم انہیں ساتھ ملالو دتو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا،یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔(البقرہ:220)اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے یتیموں کا کھانا اپنے ساتھ شامل کرلیا۔یوں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاک کیا،معاشرے کو جاہلیت کی گندگیوں سے پاک کیا اور ان کے ایمان کو بلند کر دیا۔

رکوع نمبر13

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَاۗءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا(11)

اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو میت نے جو چھوڑا ہو اس میں سے دو تہائی ان کے لیے حصہ ہے،اور اگر وہ اکیلی ہو تو آدھا ترکہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے لیے ہے،اورمیت کے ماں باپ میں سے ہرایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اس میں سے جواس نے چھوڑا اگراس کی اولاد ہو، پھراگراس کی کوئی اولاد نہ ہواوراس کے وارث اس کے والدین ہوں تواس کی ماں کاایک تہائی حصہ ہے، پھراگراس کے بہن بھائی بھی ہوں تواس کی ماں کاچھٹا حصہ ہے اس وصیت کے بعد جووہ کرجائے یاقرض کے بعد، تمہارے باپ ہوں یاتمہارے بیٹے،تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع پہنچانے میں تمہارے زیادہ قریب کون ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے۔(11)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول بیان کیا ہے؟

جواب:1۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبیلہ بنوسلمہ تک پیدل چل کر میری عیادت کے لیےتشریف لائے۔آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہے،اس لیے آپ نے پانی منگوایااور وضوکر کے اس کا پانی مجھ پر چھڑکا، میں ہوش میں آ گیا، پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ! آپ کا کیا حکم ہے، میں اپنے مال کا کیا کروں؟اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''اللہ تمہیں تمہاری اولاد(کی میراث) کے بارے میں حکم دیتا ہے۔''(صحیح بخاری :4577)2۔یہ آیت ارکانِ دین میں سے ایک بنیاد ہےاور احکامات کے ستونوں میں سے ایک ستون ہےاورامھات الآیات میں سے ہے کیونکہ یہ علم الفرائض پر مشتمل ہے۔صحابہ کے علوم میں سے یہ اہم ترین علم تھا اوران کے اس پر اکثر مناظرے ہوتے تھے۔(فتح القدیر)

سوال:2۔يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ'' اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے''1۔یعنی اے والدین کے گروہ!تمہاری اولادتمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں وصیت کی ہے تاکہ تم ان کے دینی اوردنیاوی مصالح کی دیکھ بھال کرو۔چاہیں تووہ اس وصیت پرعمل کریں تب ان کے لیے بہت زیادہ ثواب ہے اورچاہیں تواس وصیت کوضائع کردیں تب وہ سخت وعیداورعذاب کے مستحق ہیں۔یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پران کے والدین سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے کیونکہ اس نے والدین کواولاد کے بارے میں وصیت کی حالانکہ والدین اپنی اولاد کے لیے کمال شفقت کے حامل ہیں۔(تفسیرِ سعدی)2۔اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ میراث کے اصول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔یقیناًاللہ تعالیٰ لوگوں کے حق میں والدین سے زیادہ شفیق ہیں۔ 4۔اللہ تعالیٰ نے جو حصے مقرر کئے ہیں وہ ہمارے مفاد میں ہیں۔5۔اللہ تعالیٰ نے جو تقسیم کی ہے ایسی تقسیم خود والدین بھی نہیں کر سکتے۔6۔اللہ تعالیٰ وصیت کرتے ہیں، حصے مقرر کرتے ہیں، میراث تقسیم کرتے ہیں۔7۔اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی وصیت کی ہے اس لیے تاکہ انسانوں کی زندگیوں میں یہ احکامات چلیں۔8۔اب کسی مسلمان کا اختیار نہیں کہ وہ یہ کہے کہ ہم اپنے لیے جو چاہیں کریں ہمیں اپنا اچھا برا معلوم ہے۔

سوال3: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ''مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے'' وراثت کی تقسیم کس اُصول کے مطابق ہوگی؟

جواب: وراثت کی تقسیم اس اُصول کے مطابق ہوگی کہ ایک لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔1۔مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہو 2 گا۔حصوں میں یہ فرق ذمہ داریوں کے اعتبار سے ہے۔3۔کسی صنف کو دوسری صنف پر فضیلت کے اعتبار سے تقسیم نہیں کیا گیا۔

سوال4: وراثت بڑے اور چھوٹے بچے میں کیسے تقسیم ہوگی؟

جواب: اولاد خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب وارث ہوں گے اور اُصول کے مطابق تقسیم ہوگی۔

سوال5: کیا جنین (ماں کے پیٹ کا بچہ) بھی وارث ہوگا؟

جواب: جنین بھی وارث ہوگا اور اُصول کے مطابق وراثت پائے گا۔

سوال6: کیا کافر اولاد بھی وارث ہوگی؟

جواب: کافر اولاد وارث نہیں ہوسکتی کیونکہ کسی مسلمان کا ورثہ کافر نہیں پا سکتا۔

سوال7: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ''اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے'' کے نزول پر اہلِ عرب کا کیا ردعمل تھا؟

جواب: سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب احکامِ میراث نازل ہوئے اور ان میں اللہ تعالیٰ نے جو حصے مقرر کر دیئے یعنی بیٹے کا حصہ، بیٹی کا حصہ، والدین کا حصہ تو لوگوں نے اسے بہت ہی برا مانا۔بعض لوگوں نے ناپسند کیا۔ان کا اعتراض یہ تھا کہ عورت کو چوتھایا آٹھواں حصہ دیا جاتا ہے۔بیٹی کو نصف اور چھوٹے بچے کا حصہ بھی مقرر ہو گیا حالانکہ ان میں سے کوئی نہیں جو لڑائی کے وقت کام آتا ہو اور کوئی نہیں جو لڑائی کے بعد بھی مالِ غنیمت ہتھیا سکتا ہو۔ان احکامات کے بارے میں خاموش ہو جاؤ۔شاید رسول اللہ ﷺ ان حکامات کو بھول جائیں۔ہم ان کے بارے میں آپ ﷺ سے سفارش کریں اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ ان میں تبدیلی کردیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ ایک لڑکی کو باپ کے ترکے میں سے نصف دیتے ہیں حالانکہ وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوتی اور نہ وہ جنگ میں حصہ لیتی ہے۔ پھر ایک نابالغ بچے کو میراث دی جارہی ہے اور وہ ہمارے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا اور جاہلیت میں تو وہ اس طرح کرتے تھے کہ میراث صرف ان لوگوں کو دیتے جو جنگ میں حصہ لیتا اور وہ تقسیم میں سب سے بڑے کو، اس کے بعد جس کا نمبر ہو اس کو دیتے تھے۔ (ابن ابی حاتم، ابن جریر)

سوال8: اسلامی معاشرے کے اجتماعی امور میں مرد کے کیا فرائض ہیں جس کی بنیاد پر مرد کو عورت کے مقابلے میں وراثت میں دوگنا حصہ دیا گیا ہے؟

جواب:

مرد کی ذمہ داریاں	عورت کی ذمہ داریاں
1۔ مرد پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے۔	1۔ عورت پر اسلام معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالتا۔
2۔ مرد عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو اسے مہر دیتا ہے۔	2۔ عورت مہر وصول کرتی ہے دیتی کچھ نہیں۔
3۔ مرد عورت کو نان ونفقہ دیتا ہے۔	3۔ عورت اپنا خرچ مرد سے لیتی ہے۔ مرد کو دینے کی پابند نہیں۔
4۔ مرد عورت کے ساتھ اولاد کو بھی نان ونفقہ دینے کا پابند ہے۔	4۔ اولاد کی معاشی ضروریات کے لیے اسلام نے عورت کو پابند نہیں کیا۔
5۔ مرد باپ کے بعد ماں بہنوں کی ذمہ داری اُٹھاتا ہے۔ ان کا نان ونفقہ، تعلیم، شادی اور دیگر خاندانی ذمہ داریاں۔	5۔ باپ کے جانے کے بعد عورت کو اپنی ماں اور بہنوں کی کوئی ذمہ داری نہیں اُٹھانی پڑتی۔

خاندانی اور اجتماعی معاملات میں بھی مرد کی ذمہ داریاں عورت کے مقابلے میں دوگنا ہیں۔ اس لیے عورت کے مقابلے میں مرد کو دو حصے دینے کی تقسیم منصفانہ ہے۔

سوال9: فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ’’پھر اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو میت نے جو چھوڑا ہو اس میں سے دو تہائی ان کے لیے حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہو تو آدھا ترکہ اس کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے''اگر میت کا بیٹا نہ ہوتو میراث کی تقسیم کی کون سی دوصورتیں ہوسکتی ہیں؟

جواب:1۔''اوراگروہ اکیلی ہوتو آدھا ترکہ اس کے لیے ہے''ایک بیٹی وارث ہوتو آدھا ترکہ اس کا ہے اور باقی مال عصبہ کو ملے گا۔2۔''پھراگرعورتیں دوسے زیادہ ہوں تو میت نے جوچھوڑا ہواس میں سے دوتہائی ان کے لیے حصہ ہے''اگر دو یا زیادہ لڑکیاں ہوں اور کوئی لڑکا نہ ہو،تو لڑکیوں کو دوتہائی ملے گا،اور باقی مال عصبہ میں تقسیم ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آخری آیت میں دو بہنوں کا حصہ دوتہائی مال بتایا ہے،تو دولڑکیاں بدرجۂ اولیٰ دوتہائی کی حق دار ہوں گی۔سورۃ النساء کی آیت 176 ہے:

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ اگر بہنیں دوہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دوتہائی ملے گا۔اورامام احمد،ابوداؤد،ترمذی اورابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دولڑکیوں کے لیے دوتہائی مال کا فیصلہ کیا،اوران دونوں کی ماں کے لیے آٹھویں حصے کا،اور جو بچ گیا وہ عصبہ کو دے دیا۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال10:فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ''پھراگرعورتیں دوسے زیادہ ہوں تو میت نے جوچھوڑا ہواس میں سے دوتہائی ان کے لیے حصہ ہے''میت کی وارث دوسے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کا کتنا حصہ ہے؟'''

جواب:ترکے کا دوتہائی 2/3 حصہ۔

سوال11:دوبیٹیوں کے دوتہائی حصّے کی دلیل کیا ہے؟

جواب:1۔کلالہ کی وراثت کے بارے میں سورۃ النساء کی آیت 176 میں فرمایا گیا ہے:فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ''پھراگربہنیں دوہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دوتہائی ملے گا''جب دوبہنیں دوتہائی مال کی حصّہ دار بنائی گئی ہیں تو بیٹیاں بہنوں سے زیادہ حق دار ہیں۔جیسے دوسے زائد بہنوں کے معاملے کو دوسے زائد بیٹیوں کی طرح سمجھ کر انہیں دوتہائی مال کا حصّہ دار بنایا گیا ہے۔(فتح القدیر) 2۔سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ جب غزوۂ اُحد میں شہید ہوگئے تو اُن کے بھائی نے اُن کے مال پر قبضہ کرلیا۔سعد کی دو بیٹیاں تھیں۔اُن سے دوتہائی مال سعد رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کو دلوایا گیا۔(ترمذی،ابوداؤد،ابن ماجہ،کتاب الفرائض)

سوال12:وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ''اوراگروہ اکیلی ہوتو آدھا ترکہ اس کے لیے ہے''میت کی وارث ایک لڑکی ہے تو اس کا کتنا حصہ ہے؟

جواب:آدھا ترکہ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال13:وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ'' اورمیت کے ماں باپ میں سے ہرایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اس میں سے جواس نے چھوڑا اگراس کی اولادہو،''اگرمیت صاحبِ اولاد ہوتواس کے والدین میں سے ہرایک کوترکے میں سے کتنا حصہ ملے گا؟

جواب:اولاد کے ساتھ ماں باپ بھی ہوں تو باپ کا بھی چھٹا حصہ اور ماں کا بھی چھٹا حصہ ہوگا۔اور باپ کو دوسرا چھٹا حصہ عاصب ہونے کی حیثیت پر ملے گا۔

سوال14:فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ'' پھراگراس کی کوئی اولادنہ ہواوراس کے وارث اس کے والدین ہوں تواس کی ماں کاایک تہائی حصہ ہے''اگرمیت صاحبِ اولادنہ ہو،والدین ہی وارث ہوں توان کا حصہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب:''پھراگراس کی کوئی اولادنہ ہواوراس کے وارث اس کے والدین ہوں تواس کی ماں کاایک تہائی حصہ ہے''باپ کے لیے 2/3حصہ اور ماں کے لیے1/3حصہ۔

سوال15:فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ'' پھراگراس کے بہن بھائی بھی ہوں تواس کی ماں کاچھٹا حصہ ہے''اگرمیت صاحبِ اولادنہ ہولیکن بھائی بہن ہوں تو والدین کا حصہ کتنا ہوگا؟

جواب:''پھراگراس کے بہن بھائی بھی ہوں تواس کی ماں کاچھٹا حصہ ہے''اماں کے لیے 1/6حصہ اور باپ کے لیے 1/3 حصہ۔باقی بہن بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔چاہے سگے،یاباپ کی طرف سے،یاماں کی طرف سے،تو بھائیوں کو باپ کے ساتھ کچھ بھی نہیں ملے گا،لیکن ایسی حالت میں ماں کوتہائی مال کی بجائے چھٹا حصہ ملے گا۔اوراگر باپ اور ماں کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہ ہوگا تو باقی مال باپ کو ملے گا۔جمہور کے نزدیک دویادو سے زیادہ بھائیوں کاایک ہی حکم ہے،اوراگر بھائی صرف ایک ہے،تو ماں کوتہائی مال ملے گا۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال16:میراث میں والدین کے حالات کیا ہوتے ہیں؟

جواب:اہلِ علم کا خیال ہے کہ بھائیوں کی موجودگی میں ماں کوصرف چھٹا حصہ اس لیے ملتا ہے کہ ان کا باپ ہی ان کی شادی اور دیگراخراجات کا متحمل ہوتا ہے،اس لیے ماں کے چھٹے حصے کے بعد باقی مال باپ کومل جائے گا،تاکہ ان بھائیوں کی پرورش وپرداخت پرخرچ کرے۔(تیسیر الرحمٰن) 1۔میت صاحبِ اولادہواوراس کے والدین ہوں توان کے لیے 1/6حصہ۔2۔میت کی اولاد،بھائی بہن،شوہر/بیوی نہ ہوں تووالدہ کے لیے1/3اوروالد کے لیے2/3حصہ۔3۔میت کے اولادنہ ہولیکن والدین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور بہن بھائی ہوں تو ماں کے لیے 1/6 حصہ اور باقی والد کا ہوگا۔ 4۔میت کی اولاد نہ ہو، والدین ہوں اور شوہر/ بیوی ہوں تو شوہر کا نصف، بیوی کا 1/4، والدہ 1/3۔

ماں کے بعد جو بچے والد کا ہے۔

سوال 17: ماں باپ کے حصّے کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب: ماں باپ کے حصّے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:

1۔میت کی اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصّہ ہے۔ اگر اولاد ایک بیٹی ہو تو کل مال کے چھ حصّوں میں سے آدھا مال بیٹی کا یعنی چھ حصّوں میں سے تین حصّے بیٹی کے ہوں گے۔ ایک سُدس ماں کا اور ایک سُدس باپ کا اور ایک سُدس باپ کو دینے کے بعد جو بچے گا وہ بھی باپ کو دیا جائے گا۔ پہلا سُدس باپ ہونے کی حیثیت سے اور دوسرا عُصبہ ہونے کی حیثیت سے۔ 2۔اگر مرنے والے کی اولاد نہیں ہے تو ماں کے لئے تیسرا حصّہ ہے اور باقی دو حصّے باپ کو عُصبہ کے طور پر ملیں گے۔ اگر مرنے والے مرد کی بیوی یا بیوی کا شوہر زندہ ہے تو بیوی یا شوہر کا حصّہ نکال کر باقی مال میں سے ماں کے لئے تیسرا حصّہ (ثلث) اور باقی باپ کے لئے ہوگا۔ 3۔اگر مرنے والے کے ماں باپ کے ساتھ بہن بھائی بھی زندہ ہوں تو ماں کو چھٹا حصّہ ملے گا اور باقی 5/6 باپ کے حصّے میں چلے جائیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی اور وارث نہ ہو۔

سوال 18: مرنے والے کے بہن بھائیوں کے حصّہ دار ہونے کے لئے کیا سگا ہونا ضروری ہے؟

جواب: بہن بھائی چاہے ایک ماں باپ سے ہوں یعنی عینی، یا باپ ایک ہو مائیں مختلف ہوں یعنی علاتی بہن بھائی، یا ماں ایک ہو باپ مختلف ہوں یعنی اَخیافی بہن بھائی، سب حصّہ دار ہوں گے اگر ماں باپ حیات نہیں ہیں کیونکہ ان کی زندگی میں بہن بھائی حق دار نہیں ہو سکتے۔

سوال 19: فَاِنۡ كَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ ''اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصّہ ہے۔'' اگر دو بھائی ہوں تو اس صورت میں ماں کا کتنا حصّہ ہوگا؟

جواب: ایسی صورت میں ماں کا تیسرا حصّہ برقرار رہے گا وہ سُدس میں تبدیل نہیں ہوگا۔

سوال 20: مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ''اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے یا قرض کے بعد'' میراث میں سے حصے کب نکالے جائیں گے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔جب میت کی وصیت پوری کردی جائے۔2۔جب اس کا قرض ادا کردیا جائے۔

سوال21:فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ''پھر اگر اس کے بہن بھائی بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے یا قرض کے بعد''وصیت کا ذکر پہلے کیوں کیا گیا؟

جواب:1۔میت پر قرض ہونا ضروری نہیں جب کہ وصیت ضروری ہے۔

2۔حکم کے اعتبار سے اِجماع ہے کہ قرض پہلے ادا ہوگا،وصیت بعد میں پوری کی جائے گی،پھر وراثت تقسیم ہوگی۔

سوال22:وصیت پر قرض کو مقدم کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:1۔سیدنا علیؓ نے کہا تم اس آیت کو پڑھتے ہو مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ رسول ﷺ وصیت سے پہلے قرض ادا کرتے تھے۔(تفسیر جامع البیان:293/4)

قرض میں ایک تیسرے شخص کے حقوق کا سوال ہوتا ہے۔اس لیے میت کے مال میں سے اس کی ادائیگی لازم ہے

2۔قرض کی ادائیگی کے لیے شرط یہ ہے کہ میت کا مال موجود ہو۔3۔تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ قرض کی ادائیگی وصیت کی تنفیذ پر مقدم ہے،اور آیت میں وصیت کو اس لیے مقدم رکھا گیا ہے،تاکہ لوگ ان کی تنفیذ میں سستی نہ کریں۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال23:ایک شخص کی وفات کے بعد بھی شریعت اس کے ذمہ واجب الادا قرضوں کو موقوف نہیں کرتی۔وجہ بتایئے؟

جواب:1۔شریعت نے انسان کو قرض کی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہونے کی بہت تاکید کی ہے۔2۔معاشرے کے اندر باہمی اعتماد کی فضا کو اسلام نے قائم رکھا ہے۔3۔چونکہ میت نے خود قرض لیا ہے تو اس کے مال میں سے پہلے قرض کی ادائیگی ہوگی۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ایک شخص نے کہا:یارسول اللہ ﷺ!بتایئے میرے سب گناہ معاف ہوجائیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''ہاں اگر آپ شہید ہوجائیں جبکہ آپ مشکلات پر صبر کررہے ہوں اور آپ کی نیت ٹھیک ہو اور آپ آگے بڑھ رہے ہوں بھاگ نہ رہے ہوں۔''اس کے بعد ایک اور شخص نے پوچھا۔آپ ﷺ نے دوبارہ یہی بات دہرائی اور مزید فرمایا:''سوائے قرض کے۔جبریل علیہ السلام نے مجھے اس کی اطلاع دی ہے''۔(مسلم)

سوال24:وصیت کا پورا کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب:1۔میت کا ارادہ اس کے ساتھ متعلق ہوگیا ہے۔2۔بعض محروم رشتہ داروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے وصیت ضروری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔3۔خاندان کے بعض معذوراور مستحق افرادکو دینے میں سارے خاندان کی مصلحت ہوتی ہے۔4۔بعض اوقات وصیت کی وجہ سے حسد، کینہ اور خاندانی جھگڑے رُک جاتے ہیں۔

سوال25:وصیت کے بارے میں اُصول کیا ہے؟

جواب:1۔کسی وارث کے حق میں نہیں کی جاسکتی۔ 2۔ترکے کے 1/3 حصے میں سے کی جاسکتی ہے۔

سوال26:اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ''تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع پہنچانے میں تمہارے زیادہ قریب کون ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1''تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع پہنچانے میں تمہارے زیادہ قریب کون ہے ؟''۔وراثت کے حوالے سے غلط فہمی کی وضاحت کی گئی ہے۔اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کون تمہارے لیے مفید ہے اور کون مفید تر ہے۔اصل مسئلہ دین، قانون اور شریعت کا ہے۔جو حصے مقرر ہیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہی نے ماں باپ کو بھی پیدا کیا اور اولاد کو بھی۔اُسی نے دولت دی ہے۔فرائض عائد کرنے والا بھی وہی ہے۔وہ سب حقیقتوں سے واقف ہے۔2۔اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد خوش دِلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جائیں۔اس لیے کہ ہوسکتا ہے انسان جذبات سے مغلوب ہوکر کبھی والدین کو اولاد کے مقابلے میں ترجیح دیں اور کبھی والدین کے مقابلے میں اولاد کو اور کبھی کسی کو دوسرے کے مقابلے میں ترجیح ہی نہ دے سکے۔3۔اگرچہ وراثت خدائی فیصلہ ہے لیکن اس میں گہری حکمت و مصلحت ہے جبکہ انسان کا علم محدود ہے۔4۔اگر وراثت کے حصے تمہاری عقل اور تمہارے اختیار کے مطابق بنائے جاتے تو اس قدر نقصان پہنچتا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ عقل ناقص ہے اور ہر زمان و مکان کے مطابق جو چیز زیادہ اچھی اور زیادہ لائق ہے اس کی معرفت حاصل کرنے سے قاصر ہے۔(تفسیرِ سعدی)

سوال27:فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا:قرآن سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ(اور علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ اور فرائض سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ) بے شک میں ایسا شخص ہوں جو جانے والا ہوں اور عنقریب علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں حتٰی کہ ''الفریضہ'' وراثت میں دو لوگوں کے درمیان اختلاف ہوگا تو وہ کوئی ایسا نہیں پائیں گے جو ان کے درمیان فیصلہ کردے۔(ترمذی:2170)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال28: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حالات کو جانتا ہے اور اس کی حکمت عظیم ہے۔ جس چیز کو اس نے شروع کیا ہے اس میں تمہارے لئے بڑی منفعت ہے۔ (تفسیر المراغی:166/2)2۔ اللہ تعالیٰ علیم ہے بندوں کی مصلحتوں کو جانتا ہے اور حکیم ہے جو کچھ اس نے فرض کیا اور وراثت کے احکامات وغیرہ۔ (البحر المحیط 544/3)

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَاۗرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ (12)

اور جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اس میں تمہارا آدھا حصہ ہے اگر ان کے لیے کوئی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کے لیے اولاد ہو تو تمہارے لیے اس میں چوتھائی حصہ ہے جو انہوں نے چھوڑا ہے اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض کی ادائیگی کے بعد، اور ان کے لیے چوتھائی حصہ ہے اُس میں سے جو تم نے چھوڑا اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہارے لیے کوئی اولاد ہو اس میں سے ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد۔ اور اگر کوئی مرد جس کا ورثہ لیا جا رہا ہے جس کے نہ ماں باپ ہیں اور نہ اولاد ہے یا (وہ) کوئی عورت ہو اور اس کے لیے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ (بہن بھائی) اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، وصیت کے بعد جو کی جائے یا قرض (کی ادائیگی کے بعد) بشرطیکہ کسی کا نقصان نہ کیا گیا ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصیت ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، نہایت بُردبار ہے۔ (12)

سوال1: وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ''اور جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اس میں تمہارا آدھا حصہ ہے اگر ان کے لیے کوئی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کے لیے اولاد ہو تو تمہارے لیے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں چوتھائی حصہ ہے جوانہوں نے چھوڑا ہے'' شوہراور بیوی کوایک دوسرے کی میراث سے کیا حصہ ملے گا؟

جواب:1۔شوہر بے اولادفوت ہوگیاتو بیوی کو1/4حصہ ملے گا۔2۔بیوی بے اولادفوت ہوئی تو شوہرکوآدھاحصہ ملے گا۔3۔شوہرصاحبِ اولادفوت ہواتو بیوی کو1/8حصہ ملے گا(وصیت اورقرض کی ادائیگی کے بعد)۔4۔بیوی صاحبِ اولادفوت ہوئی تو شوہرکو1/4حصہ ملے گا۔

سوال2:وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ'' اوراگرکوئی مرد جس کاورثہ لیاجارہاہے جس کے نہ ماں باپ ہیں اورنہ اولادہے یا(وہ)کوئی عورت ہو'' کلالہ کون ہے؟

جواب:1۔جس کے ماں باپ نہ ہوں۔2۔جس کے اولادنہ ہو۔3۔اُس کے بہن بھائی ہوسکتے ہیں۔

سوال3:ؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ'' اوراگرکوئی مرد جس کاورثہ لیاجارہاہے جس کے نہ ماں باپ ہیں اورنہ اولادہے یا(وہ)کوئی عورت ہو اوراس کے لیے ایک بھائی یاایک بہن ہوتو دونوں میں سے ہرایک کے لیے چھٹاحصہ ہے،پھراگروہ (بہن بھائی)اس سے زیادہ ہوں تووہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے،وصیت کے بعدجوکی جائے یاقرض(کی ادائیگی کے بعد)'' کلالہ کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟

جواب:1۔کلالہ کاایک بھائی یاایک بہن ہوتوہرایک کو1/6حصہ ملے گا۔2۔کلالہ کے ایک سے زائد بھائی ہوں توکل ترکہ کے1/3حصہ میں وہ سب شریک ہوں گے،وصیت اورقرض کی ادائیگی کے بعد۔'' اوراس کے لیے ایک بھائی یاایک بہن ہوتو دونوں میں سے ہرایک کے لیے چھٹاحصہ ہے'' حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ماں کی جانب سے بھائی بہن باقی ورثا سے تین باتوں میں مختلف ہوتے ہیں:1۔جس کے ذریعے میت سے ان کارشتہ قائم ہوتاہے،اس کے ساتھ(یعنی ماں کے ساتھ) وراثت کے حق دار بن جاتے ہیں۔2۔ان کے مرداورعورت وراثت میں برابر ہوتے ہیں۔3۔یہ لوگ اسی حالت میں وارث بنتے ہیں جب کہ میت کی اولادیاباپ یادادانہ ہو۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال4:غَيْرَ مُضَآرٍّ'' کسی کانقصان نہ کیاگیاہو'' وصیت میں نقصان پہنچانا کیاہے؟

جواب:1۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ایک شخص ستر سال تک نیک لوگوں جیسے عمل کرتا رہتا ہےلیکن آخر میں جب وہ وصیت کرتاہےتووصیت میں ظلم سے کام لیتاہے چنانچہ اس کے برے کام پراس کا خاتمہ ہوتاہے جس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی وجہ سے یہ جہنم رسید ہو جاتا ہے۔اسی طرح ایک شخص ستر سال تک برے لوگوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے لیکن آخر میں اپنی وصیت میں عدل سے کام لیتا ہے تو اس کے اس نیک عمل پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور یہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو یہ فرمان باری تعالیٰ پڑھ لو: وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (مسند احمد:2/278, 7728) 2۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے وارث کی میراث سے کچھ حصہ کاٹ دیا اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا۔(ابن ماجہ:194) 3۔وصیت میں ضرر رسانی یہ ہے کہ مستحق رشتے داروں کے حقوق ضائع کئے جائیں۔4۔انسان تمام عمر اہلِ جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے مگر مرتے وقت وصیت میں ضرر رسانی کر کے اپنی کتابِ زندگی کو ایسے عمل پر ختم کر جاتا ہے جو اسے دوزخ کا مستحق بنا دیتا ہے۔

سوال5:قرض میں ضرر رسانی کیا ہے؟

جواب:1۔انسان حق داروں کو محروم کرنے کے لیے اپنے اوپر ایسے قرض کا اقرار کرے جو فی الواقع اس نے نہ لیا ہو۔2۔ایسی چال چلے جس کا مقصد یہ ہو کہ حق دار میراث سے محروم ہو جائیں۔3۔اس قسم کے ضرر کو گناہِ کبیرہ کہا گیا ہے۔

سوال6: کلالہ کے تذکرہ کے ساتھ قرض اور وصیت میں ضرر رسانی کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: کلالہ میں عموماً اپنی جائیداد تلف کر دینے کا رجحان پایا جاتا ہے۔

سوال7:وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصیت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ تمہیں وصیت کرتا ہے۔سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے،لہٰذا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔(ابوداؤد:2870)

سوال8:وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،نہایت بُردبار ہے'' اللہ تعالیٰ کی صفت علیم کا ذکر یہاں کس حکمت کی بناء پر کیا گیا؟

جواب:1۔اگر اللہ تعالیٰ کے قانون کی خلاف ورزی کی تو اس کی گرفت سے بچ نہ سکو گے۔2۔اللہ تعالیٰ نے جو حصے مقرر کئے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔اللہ تعالیٰ انسانوں کی مصلحت کو ان سے بڑھ کر جانتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حلیم کا تذکرہ کس حکمت کی بناء پر کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نرم خو ہے۔اس نے قانون بنانے میں سختی نہیں کی۔ایسے قاعدے مقرر کیے ہیں جن میں انسانوں کے لیے سہولت ہے تا کہ وہ تنگی اور مشقت میں مبتلا نہ ہوں۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ(13)

یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں،اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی،ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔(13)

سوال1:تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں''اللہ تعالیٰ نے وراثت کے معاملے میں اپنی حدود کیوں قائم کی ہیں؟

جواب:1۔تِلْكَ:یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں یقیناً اس نے تمہارے لئے واضح کر دیے ہیں تا کہ تم انہیں پہچان لو اور ان پر عمل کرو۔(قرطبی:58/3)2۔حُدُوْدُ اللّٰهِ:حد کی جمع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکامات ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کی ہیں تا کہ وہ ان پر عمل کریں اور ان سے تجاوز نہ کریں۔اللہ تعالیٰ نے محارم کے لئے حدود مقرر کی ہیں۔(تفسیر المنیر:621/2)اللہ تعالیٰ نے وراثت کے معاملے میں اپنی حدود قائم کی ہیں تا کہ 3۔ایک خاندان کے اندر خاندانی نظام کو مضبوط بنایا جائے۔4۔معاشرے کے اجتماعی اور مالی تعلقات مضبوط ہوں۔5۔خاندانی اور مالی تعلقات میں ان کی وجہ سے توازن پیدا ہو۔6۔میراث کی تقسیم میں یہ حدود فیصلہ کن ہوں۔7۔اس سے مراد وہ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے وارثوں کے لئے مقرر کر دیے ہیں۔

سوال2:وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا''1۔سعید بن جبیر نے کہا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ میراث کو اس طرح تقسیم کرے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔(ابن ابی حاتم:891/3)2۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو بجالا کر،جس میں سب سے بڑی چیز توحید میں ان کی اطاعت کرنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے، پھراوامر میں ان کے درجات کے مطابق اطاعت کرنااوران کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا ہے جن میں سب سے بڑامنوع اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، پھر دوسرے معاصی ہیں، ان کی درجہ بندی کے ساتھ۔(تفسیر سعدی) 3۔اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والے کوایسی جنتوں کی خوشخبری دی ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

سوال3:وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ'' اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔'' اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے''اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ اس نے حلال وحرام، شریعت اوراحکامات، رغبت اورترہیب کوواضح کیا۔(تفسیر المنیر :622/2) 2۔اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کرنے والے جنت میں داخل ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ(14)

اور جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی نافرمانی کرے گااوراس کی حدوں سے نکل جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کوآگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔اوراس کے لیے رسواکن عذاب ہے۔(14)

سوال1:وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا'' اور جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی نافرمانی کرے گااوراس کی حدوں سے نکل جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کوآگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی حدودتوڑنے اورنافرمانی کرنے کی سزااتنی شدید کیوں ہے؟

جواب:1۔وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مجاہد نے کہا: جواس نے وراثت میں سے فرض کیا۔(تفسیر الوسیط) معصیت میں کفراور اس سے کم تر گناہ سب ہی شامل ہیں۔2۔وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ: جواللہ تعالیٰ کے احکامات اوراس کے فرائض سے تجاوز کرے گاان کی طرف جھکاؤ سے نکل جائے گا۔(تفسیر قاسمی:63/5) 3۔يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا: حدود سے تجاوز کرنا آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخلے کا موجب ہے۔4۔ایک حدکوتوڑنا پوری شریعت کی نفی کرنا ہے۔ایک حد بھی دین ہے اور پوری شریعت بھی۔ 5۔وراثت کی حدکوتوڑنا اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے۔

سوال2: قانونِ وراثت کے معاملے میں کون کون سی نافرمانیاں کی جارہی ہیں؟

جواب:1۔عورتوں کومیراث سے محروم کرنا۔2۔صرف بیٹے کومیراث کا مستحق ٹھہرانا۔3۔تقسیم میراث کوچھوڑکرمشترکہ خاندانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائیداد کا طریقہ اختیار کرنا۔4۔عورتوں اور مردوں کا حصہ برابر کرنا۔5۔ Death duty لگانا۔

سوال3:وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ''اوراس کے لیے رسوا کن عذاب ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:احکام میراث کے خاتمہ پر ایسی شدید وعید کا آنا اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ کے ہاں ان احکام کی عظمت واہمیت کس درجہ ہے۔(تفسیر ماجدی:705/1)

رکوع نمبر14

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا(15)

اورتمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں اُن پر اپنے میں سے چار مردوں کی گواہی لو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو انہیں گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ اُنہیں موت اٹھالے جائے یا اللہ تعالیٰ اُن کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔(15)

سوال1:فاحشہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:1۔الفاحشہ:یہاں اس سے مراد زنا ہے۔2۔زنا کو اس کی قباحت اور برائی کی وجہ سے فاحشہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔(تفسیر سعدی)

سوال2:وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ''اورتمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں'' کا اِطلاق کن عورتوں پر ہوتا ہے؟

جواب:مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اس کا اِطلاق مسلمان عورتوں پر ہوتا ہے۔(تفسیر المراغی:171/2)

سوال3:وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ''اورتمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں''اسلام نے فاحشہ عورتوں کے لیے ابتدائی طور پر کیا انتظام کیا؟

جواب:1۔ان عورتوں کو نظر بند کیا جائے۔2۔معاشرے سے دور رکھا جائے اس شرط کے ساتھ کہ ان پر جرم ثابت ہو جائے۔

سوال4:فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ''اُن پر اپنے میں سے چار مردوں کی گواہی لو''میں مِّنْكُمْ سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:''اُن پر اپنے میں سے چار مردوں کی گواہی لو ''1۔اثباتِ زنا کے لیے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔گویا جس طرح زنا کی سزا سخت مقرر کی گئی ہے اسی طرح اس کے اثبات کے لیے گواہوں کی بھی کڑی شرط عائد کردی گئی ہے یعنی چار مسلمان مرد عینی گواہ۔اس کے بغیر شرعی سزا کا اثبات ممکن نہیں ہوگا۔(دعوۃ القرآن) 2۔مسلمان گواہ ہو سکتے ہیں۔3۔اسلامی معاشرے میں رہنے بسنے والا گواہ ہوسکتا ہے۔4۔شریعتِ اسلامی کی پیروی کرنے والا گواہ ہوسکتا ہے۔5۔اسلامی معاشرے کے حقوق اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا گواہ ہوسکتا ہے۔

سوال5:غیر مسلم،مسلمانوں کے ان معاملات میں گواہی کیوں نہیں دے سکتے؟

جواب:1۔اس بات کا امکان ہے کہ وہ کسی مسلمان عورت کو محض مقدمے میں پھنسانے کے لیے گواہی دے دیں۔2۔ایک غیر مسلم کی خداخوفی،امانت،دیانت اور مصلحت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔3۔غیر مسلم کو اسلامی معاشرے کی پاکیزگی سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے!

سوال6:فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ ''پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو اُنہیں گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ اُنہیں موت اٹھالے جائے''اسلام نے فاحشہ عورتوں کی نظر بندی کا ابتداء میں کیوں حکم دیا؟

جواب:1۔اسلام نے فاحشہ عورتوں کی نظر بندی کا حکم فحاشی و بے حیائی کو روکنے کے لیے اور معاشرے کو بے حیائی سے پاک رکھنے کے لیے دیا۔2۔زنا کی ایک سزا ابتدائے اسلام میں عمر قید،دائم الحبس تھی۔(تفسیر ماجدی:706/1)

سوال7:اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ''اللہ تعالیٰ اُن کے لیے کوئی راستہ نکال دے''اللہ تعالیٰ کے راستہ نکالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:''اللہ تعالیٰ اُن کے لیے کوئی راستہ نکال دے''1۔راستہ نکالنے سے مراد زِنا کی سزا ہے جو بعد میں مقرر کی گئی یعنی شادی شدہ زنا کار مرد اور عورت کے لئے رجم اور غیر شادی شدہ کے لئے کوڑوں کی سزا۔2۔لَهُنَّ سَبِيْلًا یعنی شادی شدہ کے لیے رجم اور کنوارے کے لیے کوڑے کی سزا ہے(جب وہ زنا کریں)(بخاری کتاب التفسیر) 3۔سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:مجھ سے احکام سیکھ لو مجھ سے احکام سیکھ لو،مجھ سے احکام سیکھ لو۔اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے سبیل پیدا فرمادی ہے،(وہ یہ کہ)کنوارا کنواری کے ساتھ بدکاری کرے تو اس کے لیے سو کوڑے اور اس کے لیے جلاوطنی ہے اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کرے تو ان(میں سے ہر ایک)کے لیے سو کوڑے اور رجم کی سزا ہے۔(صحیح مسلم:4414)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: کیا نبی ﷺ کے دور میں زنا کی سزائے رَجم دی گئی؟

جواب:1۔ماعز اور غامدیہ کو۔2۔یہودی اور یہودیہ کے سلسلے میں آپ ﷺ نے رجم کا فیصلہ سنایا۔

سوال9: کوئی مرد یا عورت گناہ کر بیٹھے تو اسلام اس سے کیسا معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے؟

جواب:1۔ہر معاملہ قانون کے مطابق کیا جائے گا کسی کی ذاتی مرضی شامل نہیں ہوگی۔قانون سے آزاد ہوکر معاملہ نہیں کیا جائے گا۔2۔معاملے کی پوری چھان بین کی جائے گی۔چار گواہیوں کے بغیر کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جائے گا۔قانون کا یہ تقاضا لازمی پورا کیا جائے گا۔3۔اگر کسی فرد سے جرم سرزَد ہوا ہے تو کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ذاتی طور پر اس کے خلاف ظالمانہ کاروائی کرے۔4۔جرم کی سزا کا تعلق عدلیہ سے ہے۔اسلامی عدالت چھان بین کے بعد سزا کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق کرے گی۔

سوال9: اسلامی سزاؤں کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اسلامی سزاؤں کا مقصد عدل کا قیام ہے۔

سوال10: عدل کیسے قائم ہوسکتا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی سے۔2۔معاملے کی چھان بین کرنے سے، گواہوں کی گواہی لے کر جُرم ثابت کرنے سے۔3۔قانون کے مطابق سزا دینے سے۔4۔عدل کا قیام ظلم اور بے انصافی سے نہیں ہوسکتا۔5۔سزا دینے کے تمام حالات میں ملزموں کے لیے تحفظ کا پورا پورا انتظام کرنے سے۔

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (16)

اور تم میں سے جو بھی دو افراد بدکاری کریں اُن دونوں کو سزا دو، پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو اُن سے درگزر کرو۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔(16)

سوال1: وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ'' اور تم میں سے جو بھی دو افراد بدکاری کریں '' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔اس سے مراد غیر فطری فعل کا اِرتکاب کرنے والے مرد ہیں۔یہ قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہے۔2۔یہ آیت زانیہ عورت اور زانی مرد کے لیے ہے۔3۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس کو تم پاؤ کہ اس نے قوم لوط کا عمل کیا تو فاعل اور مفعول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دونوں کوقتل کردو۔(ترمذی:1456)

سوال2:فَاٰذُوْهُمَا'' اُن دونوں کوسزا دو''اذیت دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:'' اُن دونوں کوسزا دو''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اذیت یوں دی جائے گی:

1۔سخت بُرا بھلا کہا جائے۔2۔ان کوذلیل کیا جائے۔3۔ان کو مارا پیٹا جائے، جوتے وغیرہ مارے جائیں۔

سوال3:فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا'' پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو اُن سے درگزر کرو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:'' پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو اُن سے درگزر کرو'' جولوگ توبہ کرلیں، اِصلاح کی طرف گامزن ہوجائیں ایسے لوگوں کے بارے میں حکم ہے کہ:1۔انہیں معاشرے میں قبول کیا جائے۔2۔انہیں پچھلے گناہ یاد نہ دلائے جائیں۔3۔انہیں طعنے نہ دیئے جائیں۔4۔ان کے ساتھ اصلاح کے معاملے میں تعاون کیا جائے۔5۔ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔6۔ان کے جرائم کو بھلا دیا جائے۔7۔اس معاشرے میں رہتے ہوئے انہیں تکلیف دینے سے بچایا جائے۔ 8۔اس میں اخلاق کے اس دقیق نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ بعض دفعہ حد سے زیادہ سزا اور ملامت ذوقِ گناہ کو اور بھڑکا دیتی ہے۔مقصد یہ ہے کہ مجرموں کے دل میں شدید احساس پیدا کر دیا جائے اور بس جب یہ پیدا ہوجائے تو انہیں زیادہ تنگ نہیں کرنا چاہیے۔اس طرح وہ خود بخود درک جاتے ہیں۔(تفسیر سراج البیان:189/1)

سوال4:توبہ اور اصلاح سے کیا مراد ہے؟

جواب:توبہ اور اِصلاح سے مراد زندگی کی مکمل تبدیلی ہے۔

سوال5:اگر معاشرہ اصلاح کرنے والے مجرموں کے ماضی کو نہ بھولے تو کیا نقصان ہوسکتا ہے؟

جواب:1۔لوگ اصلاح کی راہ کو چھوڑ کر دوبارہ جرم کا راستہ اختیار کرسکتے ہیں۔2۔معاشرے میں بگاڑ پیدا کرسکتے ہیں۔ 3۔معاشرے کو مزید گندا کرسکتے ہیں۔4۔معاشرے کے لیے مزید مصائب کا سبب بن سکتے ہیں۔

سوال6:اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا'' یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے تواب اور رحیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اللہ تعالیٰ نے گناہ گار انسانوں کے اصلاح کر لینے پر انہیں معاف کرنے کے لئے اپنے تواب اور رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے تا کہ سزا دیتے ہوئے انسانوں کے اندر رحم کا جذبہ بے دار ہو اور وہ گناہ گاروں کو اصلاح کے بعد قبول کر لیں۔

سوال7:اسلامی معاشرہ اپنی پاکیزگی کے لیے کیسے جدوجہد کرتا ہے؟

جواب:اس کے لیے اسلامی ریاست کے قیام کا انتظار کیے بغیر اَخلاقی پاکیزگی کی کوششیں کی جانی چاہئیں۔

قانون کے نفاذ سے پہلے زِنا کی ممانعت جیسے مکی دور میں کی گئی۔

i۔وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو، یہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔(بنی اسرائیل:32)(زنا کے قریب نہیں جانا چاہئے۔)

ii۔وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(مومنون:5)(اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔)

سوال8:جنسی بے راہ روی کیا ہے؟

جواب:جنسی تعلق کے لیے کسی ضابطۂ اَخلاق اور کسی قانون کا پابند نہ ہونا۔

سوال9:جنسی بے راہ روی کو خوبصورت کیسے بنایا جاتا ہے؟

جواب:1۔جنسی بے راہ روی کو پاکیزہ موضوعات کے ساتھ پیش کر کے خوبصورت بنایا جاتا ہے۔2۔عریانی کو رواج دے کر،جسموں کے ساتھ ساتھ جذبات کو عریاں کر کے ،نوجوانوں پر سے خاندان کے کنٹرول کو ختم کر کے،عریاں ادب کے ذریعے صحت مند جنسی شعور کو عریاں جنسی بے راہ روی میں تبدیل کیا جاتا ہے۔جنسی بے راہ روی کو فن اور فنکاری کے نام پر منظّم کر کے اور جنسی بے راہ روی کو آزادی اور ترقی پسندی کا نام دے کر خوبصورت بنایا جاتا ہے۔

سوال10:جنسی بے راہ روی کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب:1۔جنسی بے راہ روی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اَخلاقی ضابطے ٹوٹتے ہیں۔2۔تہذیبوں کے اندر ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔3۔قومیں زوال کے گڑھے میں جا گرتی ہیں۔

سوال11:کیا گزشتہ اقوام نے جنسی بے راہ روی کے نتائج بھگتے ہیں؟

جواب:1۔گزشتہ اقوام نے جنسی بے راہ روی کے نتائج بھگتے ہیں،یونانی تہذیب کو جنسی بے راہ روی نے تباہ کیا۔2۔رومی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تہذیب اور فارسی تہذیب کی تباہی کا سبب بھی جنسی بے راہ روی تھا۔3۔آج مغربی تہذیب خاص طور پر یورپ اور امریکہ صنعتی وتمدنی ترقی کے عروج پر ہونے کے باوجود جنسی بے راہ روی کے ہاتھوں توڑ پھوڑ کا شکار ہیں۔

سوال12:جنسی بے راہ روی کا اندازہ کس طرح سے لگایا جاتا ہے؟

جواب:1۔جنسی بے راہ روی کا اندازہ معاشرے کے رسوم ورواج سے لگایا جاتا ہے۔2۔معاشرے کے ادب اور شاعری سے،عورت کے بازاری پن اور مرد وعورت کے اِختلاط سے مثلاً مخلوط تعلیم مخلوط مجالس وغیرہ سے لگایا جاتا ہے۔

سوال13:کیا جنسی آزادی انسان کا حق ہے؟

جواب:1۔بے قید جنسی آزادی تو انسانی مرتبے سے گرنا ہے۔2۔یہ حیوانی خواہشات کی غلامی ہے۔

سوال14:انسان کے اندر پائے جانے والے جنسی جذبے اور حیوانی جنسی جذبے میں کیا فرق ہے؟

جواب:

انسان کا جنسی جذبہ	جانوروں کا جنسی جذبہ
1۔انسان کی جنسی خواہش اس کی عقل کے کنٹرول میں ہے۔عقل اس کے نظریے کی تابع ہوتی ہے۔	1۔جانوروں کی جنسی خواہش فطری قید کے اندر ہے۔
2۔انسانوں کے لیے موسم مقرر نہیں ہوتا۔	2۔جانوروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسم مقرر کر دیا ہے جس میں نر اور مادہ کے اندر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔
3۔انسان کا جنسی تعلق (نکاح) سکون کے حصول کے لیے بھی ہے اور حصولِ اولاد کے لیے بھی۔	3۔جانوروں کا جنسی ملاپ فطرت کے مقاصد کے لیے ہوتا ہے یعنی نسل میں اضافے کے لیے۔
4۔انسان کی عقل فطری خواہش اور دباؤ کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور جسمانی تقاضوں کے سامنے کمزور پڑ جاتی ہے۔ایسے وقت میں نفس کی خواہشات کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔	4۔جانوروں کی مادہ نر کو متعین وقت میں قبول کرتی ہے اور نر بھی اسی وقت آمادہ ہوتا ہے جب مادہ تیار ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال15: کیا جنسی بے راہ روی کے ہوتے ہوئے صنعت اور پیداوار کی کثرت سے انسانی تہذیب کو بچایا جا سکتا ہے؟

جواب: جنسی بے راہ روی انسان کی تباہی ہے۔ جب انسان تباہ ہو جائے تو صنعت اور پیداوار کی کثرت انسانی تہذیب کو بچا نہیں سکتی۔

سوال16: اسلام نے جنسی بے راہ روی کے لیے سخت ترین سزائیں کیوں تجویز کی ہیں؟

جواب: 1۔ انسان کو ہلاکت سے بچانے کے لیے۔ 2۔ انسانی زندگی کو انسانی بنیادوں پر چلانے کے لیے۔

سوال17: کسی ادارے یا حکومت کا فحاشی پھیلانا کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب: فحاشی پھیلا کر انسان کے اندر حیوانی شہوت رانی کے جذبات کو اُبھارا جاتا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے عریانیت کا ہتھیار کام آتا ہے۔ جب جسم عریاں ہو جائے، جذبات عریاں ہو جائیں، ادب عریاں ہو جائے تو جنسی بے راہ روی منظّم ہوتی ہے۔ جو ادارے اس بے حیائی کو منظّم کرتے ہیں، جو حکومتیں اس بے حیائی کی حمایت کرتی ہیں اور اسے فروغ دیتی ہیں، وہ دراصل جرم کا اِرتکاب کرتی ہیں چاہے یہ فن کے نام پر ہو یا ترقی پسندی اور روشن خیالی کے نام پر ہو۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (17)

اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف اُنہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ (17)

سوال1: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ''اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف اُنہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے'' اسلام مجرموں کے کون سے حق کو تسلیم کرتا ہے؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف اُنہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے'' 1۔ توبہ کے حق کو کہ جو توبہ کرنا چاہے، جو پلٹنا چاہے، جو پاک ہونا چاہے، اسلام اس کی واپسی کے لیے دروازے کھلے رکھتا ہے، اس کی واپسی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ 2۔ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ یعنی جو گناہ اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نافرمانی کے کام کرتے ہیں۔3۔بِجَهَالَةٍ جہالت،لاعلمی کی حالت کو کہتے ہیں۔4۔ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، جاہل ہے۔(تفسیر المنیر :2/628)5۔ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: حیات اور صحت میں۔(تفسیر جامع البیان:4/314)
6۔معصیت پر ندامت اور اس کے ترک کا عزم،عمل معصیت کے بعد جس قدر بھی جلد ہو سکے اس کا مطلوب ہونا ظاہر ہے،اور اس میں جتنی تاخیر ہوتی جائیگی،قبول توبہ کے امکانات ضعیف ہی ہوتے جائیں گے۔(تفسیر ماجدی:1/708)7۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ندامت ہی توبہ ہے''۔(ابن ماجہ: 4252) 8۔وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ''وہ ایسے لوگ ہیں جب کوئی برائی کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں پھر وہ اپنے گناہوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟اور اس پر جو انہوں نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔'' (آلِ عمران:135) 9۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''سارے بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں''۔(جامع ترمذی:2499)

سوال2:توبہ کیا ہے؟

جواب:1۔توبہ صرف الفاظ کو زبان سے ادا کر دینے کا نام نہیں۔2۔توبہ اپنی گناہ گاری کے شدید احساس کا نام ہے۔3۔توبہ امید کی کرن ہے۔4۔توبہ گناہ سے ہمیشہ کے لیے رجوع ہے۔5۔توبہ میں حقیقی نیت ہوتی ہے۔6۔توبہ میں پاکیزگی اختیار کرنے کا عزم ہوتا ہے۔

سوال3:توبہ انسان کے لیے کس نوعیت کا معاملہ ہے؟

جواب:اگر انسان اپنی توبہ میں serious ہو،اگر وہ شدت سے اپنے گناہ کو محسوس کرے تو توبہ اپنے آپ کو سزا دینے کے مترادف ہو جاتی ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کس توبہ کو قبول کر لیتے ہیں؟

جواب:1۔وہ توبہ جو دل کی گہرائیوں سے اُٹھے۔2۔وہ توبہ جو انسان کو اندر سے ہلا دے۔3۔وہ توبہ جس سے پتہ چلے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف مڑ گیا ہے۔4۔وہ توبہ جس میں پوری عمر کے لیے رُجوع ہو۔5۔وہ توبہ جس میں نیت خالص اور سچی ہو کہ آئندہ گناہ سے پاک زندگی گذارنی ہے۔6۔اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں جو نادانی کی وجہ سے بُرا فعل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرگزرے۔7۔جووقتی جذبے سے مغلوب ہوکر بری حرکت کر بیٹھے۔i۔پھر جلد ہی اپنی غلطی کا احساس کرلے۔ii۔برائی کو چھوڑ کر نیک روش اختیار کرے۔iii۔شریعت کے مطابق زندگی کی اصلاح کرے۔8۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب العزت سے حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کسی بندے نے گناہ کیا: پھر عرض کیا اے اللہ میرے گناہ کو معاف فرمادے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے رب میرے گناہ کو معاف فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے رب میرے گناہ کو معاف فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔تو جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کر دیا۔عبدالاعلیٰ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ جو چاہو عمل کرو۔(مسلم:6986)9۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا، میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔(صحیح بخاری:6307)10۔سیدنا اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ (رجوع) کرو۔میں بارگاہ الٰہی میں روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔(صحیح مسلم:6859)

سوال6: کس کی توبہ قبول ہوتی ہے؟

جواب: جو سکراتِ موت سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں۔

سوال7: سچی توبہ کیا ہے؟ ب

جواب:1۔گناہ پر ندامت کے بعد گناہ سے نکل آنا۔2۔نیک کام کا عزم کر لینا۔3۔گناہوں کا کفارہ ادا کرنا۔

ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا، اس نے ننانوے قتل کیے۔پس اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کی بابت لوگوں سے پوچھا، تو اسے ایک راہب (پادری) کا پتہ بتلایا گیا، اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔اس نے اس پادری کو بھی قتل کر کے سو کی تعداد پوری کر لی، اس نے پھر پوچھا کہ مجھے سب سے بڑا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عالم بتلاؤ؟ اسے ایک عالم کی نشاندہی کی گئی، اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے سو آدمی قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟، اس عالم نے کہا، ہاں، کون ہے جو اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان حائل ہو؟ جا، فلاں زمین (علاقے میں چلا جا! بلاشبہ وہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تو بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ آنا، یہ برائی کی زمین ہے۔ چنانچہ اس نے نیکوں کی اس بستی کی طرف سفر شروع کر دیا، ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اسے موت آ گئی (اس کی روح کو لینے کے لیے) رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے (دونوں ہی) آ گئے اور ان کے مابین جھگڑا شروع ہو گیا۔ ملائکہ رحمت نے کہا، وہ تائب ہو کر آیا تھا اور دل کی پوری توجہ سے وہ رب کی طرف آنے والا ہے۔ عذاب کے فرشتے بولے، اس نے کبھی بھلائی کا کام نہیں کیا (اس لیے وہ عذاب کا مستحق ہے، ان فرشتوں کے مابین یہ جھگڑا جاری تھا) پس ایک فرشتہ، آدمی کی شکل میں آیا، اسے انہوں نے اپنا حکم بنالیا، اس نے فیصلہ دیا، دونوں زمینوں کے مابین مسافت کو ناپو۔ (یعنی جس علاقے سے وہ آیا تھا وہاں سے یہاں تک کا فاصلہ اور یہاں سے نیکیوں کے علاقے کا فاصلہ، دونوں کی پیائش کرو)۔ ان دونوں میں سے وہ جس کے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے پیائش کی تو انہوں نے اس زمین کو زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ ارادہ کیے جا رہا تھا، پس اسے رحمت کے فرشتوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ (صحیح مسلم:7008) ابو نجید (نون پر پیش اور جم پر زبر) عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ ارتکاب زنا سے حاملہ تھی۔ اس نے (آ کر) کہا، یا رسول اللہ! مجھ سے حد والے گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم فرما دیجیے! نبی ﷺ نے اس کے ولی (وارث، قریبی رشتے دار) کو بلایا اور فرمایا، اس کو اچھے طریقے سے اپنے پاس رکھو اور جب یہ بچہ جن لے تو اس کے بعد اس کو لے آنا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کے پیغمبر نے اس کی بابت حکم دیا تو اس کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیے گئے، پھر آپ ﷺ کے حکم پر اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اس بدکاری کرنے والی عورت پر آپ ﷺ نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (عمر! تمہیں نہیں معلوم) اس عورت نے ایسی (خالص) توبہ کی ہے کہ اگر اسے اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ان کو کافی ہو جائے۔ کیا اس سے بھی افضل کوئی بات ہے کہ اللہ عزوجل کی رضا کے لیے اس نے اپنی جان تک قربان کر دی؟ (صحیح مسلم:4433)

سوال 8: توبہ کس لیے قبول کی جاتی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔توبہ ایک دروازہ ہے جس کو گناہ گاروں کے لیے کھلا رکھا گیا ہے تا کہ وہ امن اورسکون میں واپس آ جائیں۔ 2۔تا کہ شیطان کے زیرسایہ کام کرنے والے گروہ سے واپس نکل سکیں۔3۔تا کہ نیک زندگی کا آغاز کرسکیں۔

سوال9: سچی توبہ سے انسان کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:1۔انسان گویا نیا جنم لیتا ہے۔2۔انسان کا ضمیر بیدار ہو جاتا ہے۔3۔انسان کی زندگی سلجھ جاتی ہے۔

سوال10:فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ" تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے "کی وضاحت کریں؟

جواب:" تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے"1۔اللہ تعالیٰ گناہ گناروں پر نظرِ کرم کرتا ہے،اپنے کمزور بندوں کو لوٹنے کا موقع دیتا ہے تا کہ وہ پھر سے پاک صاف ہو جائیں۔ 2۔اللہ تعالیٰ نے یہاں آگاہ فرمایا ہے کہ توبہ اللہ تعالیٰ پر استحقاق ہے۔قبولیتِ توبہ ایک ایسا حق ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے جود وکرم کی بناء پر اپنے آپ پر اس بندے کے لیے لازم فرمایا ہے جو برا کام کر بیٹھتا ہے۔(تفسیرِ سعدی) 3۔یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے،جب وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے،اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جنگل بیابان میں اپنی سواری پر سوار ہو،اسی پر اس کے کھانے، پینے کا سامان بھی ہو کہ وہ سواری اس سے چھوٹ جائے (تلاش بسیار کے بعد) وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے تلے آ کر لیٹ جائے جب کہ وہ سواری سے مایوس ہو چکا ہو کہ اتنے میں وہ سواری اس کے سامنے آ کھڑی ہو۔وہ اس کی مہار پکڑ کر خوشی کی شدت میں کہہ ڈالے، اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب۔فرط خوشی میں وہ غلطی کر جائے۔(صحیح مسلم:6960) 4۔سیدنا ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا،اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ دن کو برائی کرنے والا (رات کو) توبہ کرلے۔اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ رات کو گناہ کرنے والا (دن کو) توبہ کرلے،(یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔(جو قرب قیامت کی نشانی ہے) اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا)(صحیح مسلم:6989) 5۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آن سیدنا ﷺ نے فرمایا اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے گا اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے مگر شرط یہ ہے کہ توبہ صدق دل سے ہو تذلل اور انکسار کے ساتھ رو رو کر اپنے مالک سے گناہوں کی معافی مانگے تو ضرور اس کی رحمت جوش میں آئے گی۔(ابن ماجہ:4248)

سوال11:وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا" اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے"اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے توبہ کی قبولیت کے لئے اپنے علم اور حکمت کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کون نادانی سے کوئی بُرائی کرگزرتا ہے اور جلد باز آجاتا ہے اور کون سچی توبہ کرتا ہے؟2۔اللہ تعالیٰ علیم ہے توبہ میں اخلاص کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔3۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوری کو جانتا ہے وہ ان کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔4۔اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ ہر چیز کو ایسی جگہ رکھتا ہے جس کے وہ لائق ہو، جہالت سے نافرمانی کرنے والوں کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا(18)

اور توبہ ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ جب اُن میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے وہ کہتا ہے کہ بلاشبہ اب میں نے توبہ کی اور نہ ہی ان کی توبہ ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے بہت دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔(18)

سوال1:وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ ''اور توبہ ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ جب اُن میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے وہ کہتا ہے کہ بلاشبہ اب میں نے توبہ کی'' کن لوگوں کی توبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں رکھتی؟

جواب:1۔جو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں۔2۔جو برے کام کیے چلے جائیں۔3۔خطاکاری میں گھرے ہوئے شخص کی توبہ،توبہ نہیں ہے۔4۔مجبور کی توبہ،توبہ نہیں ہے۔جیسے مرنے والے کی اس لیے کہ اس کے پاس اب گناہ کرنے کا موقع نہیں رہ گیا۔امام احمد،ترمذی،اور ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ حلق میں آخری سانس اٹکنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔(ترمذی:3537)

سوال2:وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ''اور نہ ہی ان کی توبہ ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور نہ ہی ان کی توبہ ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں''اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی توبہ قبول نہیں کی جاتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوکفر کی حالت میں مرجاتے ہیں۔کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔

سوال3:اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے بہت دردناک عذاب تیار کررکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے بہت دردناک عذاب تیار کررکھا ہے''جوشخص کبیرہ گناہوں کفراورشرک کی حالت میں بغیرتوبہ کیے وفات پاجائے کیونکہ مومن توحید پرست کوآگ سے نکال لیاجائے گااورکافرآگ میں ہمیشہ رہے گا۔سیدناابوذر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''یاآپ ﷺ نے فرمایا''اپنے بندے کومعاف فرمادیتا ہے جب تک حجاب واقع نہ ہو۔''عرض کی گئی کہ وقوعِ حجاب سے کیامراد ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا:یہ کہ جب جان نکلے تووہ مشرک ہو۔''(احمد:21578)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا(19)

اے لوگوجوایمان لائے ہو!تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤاورنہ ہی تم انہیں روکوکہ جوتم نے انہیں دیاہے اس کا کچھ حصہ اُن سے وصول کروسوائے یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اوران کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی گزارو۔پھراگرتم انہیں ناپسند کرتے ہوتوہوسکتا ہے کہ تم جس کوناپسند کرواوراللہ تعالیٰ نے اس میں بہت زیادہ بہتری رکھ دی ہو۔(19)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیاہے؟

جواب:ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے بیان کیاہے کہ آیت''اے ایمان والو!تمہارے لیے جائزنہیں ہے کہ تم عورتوں کے زبردستی مالک ہوجاؤاورنہ انھیں اس غرض سے قیدرکھوکہ تم نے انہیں جوکچھ دے رکھا ہے،اس کا کچھ حصہ وصول کرلو،انہوں نے بیان کیا،کہ جاہلیت میں کسی عورت کا شوہرمرجاتاتوشوہر کے رشتہ داراس عورت کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے۔اگرانہیں میں سے کوئی چاہتاتواس سے شادی کرلیتا،یاپھروہ جس سے چاہتے اسی سے اس کی شادی کرتے اور چاہتے تونہ بھی کرتے،اس طرح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عورت کے گھر والوں کے مقابلے میں بھی شوہر کے رشتہ دار اس کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے، اسی پر یہ آیت ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا'' نازل ہوئی۔(صحیح بخاری :4579)

سوال2:یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ''1۔اسلام نے مرنے والے کی بیوی کو بطورِ میراث حاصل کرنے کو ناجائز قرار دیا۔2۔اُسے قید کر کے عضوِ معطل بنانے کی ممانعت کر دی۔

سوال3:عرب جاہلیت میں لوگ کیسے عورتوں کے وارث بن بیٹھے تھے؟

جواب:1۔عربوں میں مرنے والے کے ورثاء اس کی بیوی کے حقدار بن جاتے تھے۔اگر چاہتے تو نکاح کر لیتے اور چاہتے تو اس کا کسی اور کے ساتھ نکاح کر کے مہر حاصل کر لیتے۔اگر چاہتے تو گھر میں عضوِ معطل کی طرح رکھ چھوڑتے، نہ نکاح کرتے نہ چھوڑتے یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کو معاوضہ دے کر چھڑاتی تھی۔2۔عربوں میں یہ رواج بھی تھا کہ جو شخص بیوی کو طلاق دیتا تو یہ شرط عائد کر دیتا کہ وہ صرف اس جگہ نکاح کرے گی جس کی اجازت دوں گا۔عورت اس کو مہر لوٹاتی اور دوسرے تحفے بھی واپس کرتی تھی۔3۔بعض اوقات بیوہ کو چھوٹے بچے کے لیے بندر کھا جاتا۔4۔بعض اوقات یتیم لڑکی کو بندر کھا جاتا تا کہ ولی کا یتیم لڑکا بالغ ہو جائے اور وہ اس کا نکاح اس کے ساتھ کر دے۔5۔بعض جگہ یہ رواج تھا کہ شوہر کے فوت ہونے کے بعد ولی عورت پر کپڑا ڈال دیتا تھا اور اسے تمام لوگوں سے روک لیتا۔پھر چاہتا تو نکاح کر لیتا ورنہ قید کر دیتا تھا۔

سوال4:اسلام نے عورت کو کیا حق دیا ہے؟

جواب:1۔جہاں چاہے نکاح کرے۔اس کی اجازت کے ساتھ ہی ولی اس کا نکاح کر سکتا ہے۔2۔مرد عورت کے ساتھ معروف طریقے پر زندگی گذارے۔3۔عورت ناپسند بھی ہو تو اپنے اندر اس کے لیے نفرت نہ آنے دے۔4۔طلاق دینے سے پہلے خوب غور و غوض کر لے ہو سکتا ہے کہ بیوی ناپسند ہو لیکن اس میں بھلائی ہو۔

سوال5:وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ''اور نہ ہی تم انہیں روکو کہ جو تم نے انہیں دیا ہے اس کا کچھ حصہ اُن سے وصول کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور نہ ہی تم انہیں روکو کہ جو تم نے انہیں دیا ہے اس کا کچھ حصہ اُن سے وصول کرو''1۔اسلامی نقطۂ نظر سے یہ حلال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ہے کہ عورتوں کو تنگ کر کے ان کے مہر کا کچھ حصہ اُڑانے کی کوشش کی جائے۔2۔انسان اس وقت مہر اُڑانے کی کوشش کرتا ہے جب وہ علیحدگی کا فیصلہ کرلے۔وہ جھوٹے الزام لگاتا ہے،ظالمانہ کاروائیاں کرتا ہے تاکہ بیوی گھبرا کر بھاگ جائے۔وہ ضد میں آکر مہر چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔3۔مہر چھیننا عہد کی خلاف ورزی ہے۔اس عہد کی پابندی ضروری ہے۔

4۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (آیت میں) وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ کے معنی یہ ہیں کہ ان پر جبر و قہر نہ کرو (بخاری کتاب التفسیر)

سوال6: اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ''مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔یہاں اللہ تعالیٰ نے ایسے شوہر کو حکم دیا ہے جو اپنی بیوی سے نفرت کرتا ہے کہ اگر عورت کُھلی بے حیائی یعنی زنا کا ارتکاب کرے تو جو مہر اس نے دیا،اسے لوٹالے اور اگر بیوی نہ مانے تو اسے مجبور کرے۔2۔بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ اس سے مراد زنا ہے جب وہ ایسا کریں تو ان سے مہر لے لو۔(تفسیر جامع البیان:324/4)

سوال7: مردوں کو حکم دیا گیا: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ''اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی گزارو'' عورت کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ کیسے رہیں؟

جواب: ''اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی گزارو'' 1۔اللہ تعالیٰ نے بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔رب العزت نے فرمایا: ''اور عورتوں کے بھی معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپر حق ہے اور مردوں کا اُن پر ایک درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' (البقرہ:228) 2۔''تم لوگ عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی امانت کے ساتھ انھیں حاصل کیا ہے۔اور تم نے اللہ کے حکم سے ان کی شرم گاہ کو حلال سمجھا ہے اور تمہارے لئے ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ایسے کسی آدمی کو نہ آنے دیں کہ جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ اس طرح کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو مگر ایسی مار کہ انکو چوٹ نہ لگے اور ان عورتوں کا تم پر بھی حق ہے کہ تم انھیں حسب اطاعت کھانا پینا اور لباس دو اور میں تم میں ایک چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہوں گے۔اور تم لوگ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں اللہ کے احکام کی تبلیغ کردی اور آپ ﷺ نے شہادت والی انگلی کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے اور لوگوں کی طرف منہ موڑتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا'' اے اللہ! گواہ رہنا آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات کہے۔(صحیح مسلم:2950) 3۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمانداروں میں ایمان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لحاظ سے کامل وہ ہیں جو اخلاق کے لحاظ سے اچھے ہیں۔تم میں بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے (حسن سلوک میں) بہتر ہیں (سنن ترمذی:1162) 4۔ہم سے عبداللہ بن سلام نے بیان کیا کہا ہم کو ابومعاویہ نے خبر دی کہا ہم سے ہشام نے ان سے ان کے والد نے ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے یہاں لڑکیوں کے ساتھ کھیلتی تھی میری بہت سی سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب آنسید نا ﷺ اندر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں پھر آنسید نا ﷺ انھیں میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔'' (صحیح بخاری:6130) 5۔سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک یا غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے اور میرے گھر کے طاق پر پردہ پڑا تھا اس میں گڑیاں رکھی تھیں ہوا جو چلی تو پردے کا ایک کونا ہوا سے اُڑ گیا، اور میرے کھیلنے کی گڑیاں نظر آنے لگی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا میری گڑیاں! آپ ﷺ نے دیکھا ان گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا، جس کے دونوں پر کپڑے کے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ گڑیوں کے درمیان مجھے کیا نظر آ رہا ہے؟ سیدنا عائشہ نے کہا گھوڑا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اس کے اوپر کیا لگے ہوئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟ میں نے عرض کیا آپ ﷺ نے نہیں سنا، سیدنا سلیمان کے پاس پروں والے گھوڑے تھے، یہ بات سن کر رسول اللہ ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھیں کھل گئیں ۔(ابوداؤد:4932) 6۔نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، انہوں نے سنا کہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز بلند ہوئی ہے، جب وہ اندر تشریف لائے انہوں نے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو طمانچہ مارنے کے لیے پکڑا اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم رسول اللہ ﷺ پر اپنی آواز بلند کر رہی ہو۔ آپ ﷺ نے ان کو روکنا شروع کر دیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غصے سے باہر نکل گئے، جب وہ باہر تشریف لے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا دیکھ لیا کہ میں نے تم کو اس شخص سے یعنی تمہارے والد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کس طرح بچایا؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کئی دن تک نہ آئے اس کے بعد جب تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور انہوں نے دیکھا کہ دونوں ایک دوسرے سے رضامند ہو گئے ہیں یعنی آپ ﷺ اور سیدنا عائشہ کا ملاپ ہو گیا ہے، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ مجھے اپنی صلح میں بھی شامل کرو، جس طریقے سے مجھے لڑائی میں شامل کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ، ہم نے شامل کیا، ہم نے شامل کیا۔(ابوداؤد:4999) 7۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے اور ایک سیاہ فام غلام جسے انجشہ کہا جاتا تھا وہ شعر پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اے انجشہ! ذرا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آہستہ آہستہ چل اور ان اونٹوں کوشیشہ لدے ہوئے اونٹوں کی طرح ہانک۔'' (صحیح مسلم:6036) 8۔سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' دنیامتاع یعنی سامان ہے اوردنیا کا بہترین مال ومتاع نیک بیوی ہے۔''(صحیح مسلم:3649) 9۔سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے'' دنیا کی ساری پونجی فائدہ ہےلیکن اس میں سب سے بڑھ کرفائدےاور مالیت کی چیز نیک بخت عورت ہےیعنی جس کونیک بخت خوش اخلاق عورت ملے اس کوسب سے بڑھ کردنیا میں دولت ملی'' (نسائی:3234) 10۔سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' دنیامتاع یعنی سامان ہے اوردنیا کا بہترین مال ومتاع نیک بیوی ہے۔''(صحیح مسلم:3649)سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا واجب ہے۔شوہر پر لازم ہے:1۔اس کا پورا مہر ادا کرے۔2۔اخراجات اور باری کی تقسیم میں انصاف کرے۔3۔بیوی کے ساتھ نرم گفتگو کرے۔4۔بیوی کو بے سبب نہ مارے۔5۔بیوی کے ساتھ سختی سے برتاؤ نہ کرے۔سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:'' کوئی مرد کسی مومنہ عورت سے نفرت نہ کرے اگراس کی ایک خصلت اسے بُری لگےتو دوسری اچھی لگے گی۔''(مسلم:3645)

سوال8:اسلامی نقطۂ نظر سے ایک گھرانے کوکیسا ہونا چاہیے؟

جواب:1۔اسلامی نقطۂ نظر سے ایک گھرانے کوامن وسکون کی جگہ،محبت کامسکن اور اِخلاص والا گھرانہ ہونا چاہیے۔2۔خاندان میں میاں بیوی کےتعلقات اُنس،محبت،ہمدردی اور اِیثار کی بنیاد پرقائم ہوں۔3۔خاندان میں شوہراور بیوی کاتعلق،رضامندی اورآزادی کی بنیاد پرقائم ہو۔4۔شوہراور بیوی کےتعلقات میں خرابی آجانے کی صورت میں بھی شوہر برداشت کرے تاکہ پہلے ہی جھٹکے میں رشتہ نہ ٹوٹ جائے۔سیدنا عمرؓ نے ایک شخص کونصیحت کی جواپنی بیوی کوطلاق دینا چاہتا تھااس بناء پر کہ اسے اپنی بیوی سے محبت نہ تھی:''تم برباد ہوجاؤ!کیا گھرانہ قائم ہونے کے لیے محبت کے سواکوئی اور بنیادنہیں ہوتی !پرورش اورذمہ داریوں کا کیاہوگا؟''(فقہ عمر/ کتاب الطلاق)

سوال9:خاندان کی ترقی کا رازکیا ہے؟

جواب:خاندان کے افرادایک دوسرے کی کمزوریوں کونظرانداز کریں،ان کی خوبیوں کواُبھرنے کا موقع دیں۔

سوال10:جب لوگ مل کررہتے ہیں توشکایات کیوں پیدا ہوجاتی ہیں؟

جواب:انسانی طبیعتیں مختلف ہیں اس لیے شکایات لازماً پیدا ہوں گی۔شکایتوں کونظرانداز کرنا چاہیے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11:فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا'' پھر اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہوتو ہوسکتا ہے کہ تم جس کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت زیادہ بہتری رکھ دی ہو'' وضاحت کریں؟

جواب:'' پھر اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہوتو ہوسکتا ہے کہ تم جس کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت زیادہ بہتری رکھ دی ہو''1۔جب انسان کو دوسرے میں مزاج کے خلاف بات نظر آتی ہے تو وہ اس بات کو لے کر ناراض ہوجاتا ہے حالانکہ اس واقعے میں انسان کے لیے صبر کا امتحان ہوتا ہے۔2۔کبھی اختلاف میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا موقع ملتا ہے۔ 3۔کبھی ایک چھوٹی سی تکلیف میں بڑا سبق چھپا ہوا ہوتا ہے۔خَيْرًا كَثِيْرًا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی وجہ سے رزق دے،اولاد دے دے،سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' کوئی مومن مرد کسی مومن عورت کو دشمن نہ رکھے۔اگر کوئی ایک عادت اسے ناپسند ہوگی تو اس کی دوسری عادت سے خوش ہوجائے گا یا اس کے علاوہ اور کچھ فرمایا۔''(صحیح مسلم:3645) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو جس وقت مجھ سے راضی ہوتی ہے جس وقت کہ تو غصہ میں ہوتی ہے۔سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: آپ یہ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تو مجھ سے راضی ہوتی تو تُو کہتی ہے محمد ﷺ کے رب کی قسم اور جب تو غصہ میں ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا'' بے شک اے اللہ کے رسول ﷺ !اللہ کی قسم!میں تو صرف آپ کا نام مبارک ہی چھوڑتی ہوں۔''(صحیح مسلم:6285)یعنی اے شوہرو!تم اپنی بیویوں کو ناپسند کرنے کے باوجود اپنے پاس رکھو کیونکہ ایسا کرنے میں خیر کثیر ہے۔مثلاً

1۔اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی وصیت کو قبول کرنا ہے۔جس کے اندر دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔

2۔شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ عدم محبت کے باوجود اپنے آپ کو اس کے ساتھ رہنے پر مجبور کرنا،اس میں مجاہدۂ نفس بھی ہے اور خلق جمیل سے آراستہ ہونا بھی۔3۔بسا اوقات ناپسندیدگی زائل ہوجاتی ہے اور اس کی جگہ محبت لے لیتی ہے جیسا کہ فی الواقع ہوتا ہے۔4۔اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو صالح اولاد عطا کردیتا ہے جو دنیا و آخرت میں اپنے والدین کو نفع دیتی ہے۔بیوی کو اپنے ساتھ رکھنے میں ان تمام امور کے امکانات موجود ہیں۔البتہ جب بیوی سے مفارقت ناگزیر ہوجائے اور اس کو ساتھ رکھنے کی کوئی صورت بنتی نظر نہ آئے،تب اسے روک رکھنا لازم نہیں۔(تفسیر السعدی:1/495,496)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْ جٍ مَّكَانَ زَوْ جٍ ۙ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْ خُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْ خُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا(20)

اوراگرتم ایک بیوی کی جگہ دوسری بدلنے کا ارادہ کرلواورتم نے ان میں سے ایک کوخزانہ تک دے دیاہوتو بھی اس میں سےتم کچھ واپس نہ لو، کیاتم اسے بہتان لگا کراورکھلا گناہ کرکے واپس لوگے؟(20)

سوال1:وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْ جٍ مَّكَانَ زَوْ جٍ "اوراگرتم ایک بیوی کی جگہ دوسری بدلنے کا ارادہ کرلو" اگرمرد کے لیے بیوی کا بدلنا ناگزیرہوجائے تو پہلی بیوی کے مہراور مال کے بارے میں اسلام کانقطۂ نظرکیا ہے؟

جواب:1۔مہرعورت کا ہے۔2۔مہر کے علاوہ جومال عورت کودیا گیاہے وہ بھی عورت کا ہے اگرچہ وہ مال بڑی مقدار میں ہو، قیمتی ہو۔3۔یہ مال واپس لینا قابلِ نفرت فعل ہے،صریح گناہ ہے۔

سوال2:وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْ خُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا "اورتم نے ان میں سے ایک کوخزانہ تک دے دیاہوتو بھی اس میں سے تم کچھ واپس نہ لو" یہاں خزانے سے کیامراد ہے؟

جواب:"اورتم نے ان میں سے ایک کوخزانہ تک دے دیاہوتو بھی اس میں سےتم کچھ واپس نہ لو" یہاں خزانے سے مرادوہ مال ہے جوحق مہرکی صورت میں دیاجاچکا ہے۔اگرخودطلاق دی ہےتوحق مہرواپس نہ لو۔

سوال3:اَتَاْ خُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا" کیاتم اسے بہتان لگا کراورکھلا گناہ کرکے واپس لوگے؟" کی وضاحت کریں؟

جواب:" کیاتم اسے بہتان لگا کراورکھلا گناہ کرکے واپس لوگے؟"1۔کیاتم اسے بہتان لگا کریاناحق ظلم جھوٹے افتراء یا کھلے گناہ یاعظیم گناہ سے لوگے۔(ایسر التفاسیر:248,249) 2۔اس میں کثیرمہرکا جواز ہے جب کہ نبی ﷺ اوران کے اصحاب نےقلیل دیاتھا۔(تفسیرالقرطبی:99/5) 3۔سیدنا عمرؓ نے منبرنبوی پرکھڑے ہوکرفرمایالوگوتم نے کیوں لمبے چوڑے مہرباندھنےشروع کردئے ہیں؟رسول اللہ ﷺ اورآپ کے زمانہ کےآپ کے اصحاب علیہم السلام نے توچارسودرہم" تقریباً سوروپیہ" مہرباندھاہےاگریہ تقویٰ اورکرامت کےزیادہ ہونے کا سبب ہوتاتوتم زیادہ حق مہرادا کرنے میں بھی ان پرسبقت نہیں کرسکتے تھےخبردارآج سے میں نہ سنوں کہ کسی نے سودرہم سےزیادہ کامہرمقررکیایہ فرماکرآپ نیچےاترآئےتوایک قریشی خاتون سامنےآئیں اورکہنےلگیں امیرالمومنین کیاآپ نے چارسودرہم سےزیادہ کےحق مہرسےلوگوں کومنع فرمادیاہےآپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے فرمایاہاں کہا کیا آپ نے اللہ کا کلام جواس نے نازل فرمایاہے نہیں سنا؟ کہاوہ کیا؟ کہا سنئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے'' تم نے انہیں خزانہ دیاہو'' سیدنا عمر نے فرمایااللہ مجھے معاف فرماعمر سے توہر شخص زیادہ سمجھدار ہے پھر واپس اسی وقت منبر پر کھڑے ہوکرلوگوں سے فرمایالوگو میں نے تمہیں چارسودرہم سے زیادہ کے مہر سے روک دیا تھالیکن اب کہتا ہوں جوشخص اپنے مال میں سے مہر میں جتنا چاہے دے اپنی خوشی سے جتنامہر مقررکرنا چاہے کرے میں نہیں روکتا' (تفسیر منیر:641/2)

4۔ابوداؤد اورحاکم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھامہر آسان مہر ہے۔(تیسیر الرحمٰن:246)

وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا(21)

اورتم وہ کیسے لے سکتے ہو؟ حالانکہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہواور وہ تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔(21)

سوال1:وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ ''اورتم وہ کیسے لے سکتے ہو؟ حالانکہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو'' ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے سے کیامراد ہے؟

جواب:1۔اس سے مراد ہم بستری ہے۔2۔ابن عباس نے کہاالافضاءاس آیت میں جماع سے کنایہ ہے۔(تفسیر منیر:635/2)

سوال2:وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا'' اوروہ تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں'' مضبوط عہد و پیمان سے کیامراد ہے؟

جواب:مضبوط عہد و پیمان سے مراد وہ عہد ہے جونکاح کے وقت مرد سے لیاجاتا ہے کہ تم اچھے طریقے سے آباد کرنا یااحسان سے چھوڑ دینا۔قتادہ نے فرمایا:میثاقِ غلیظ سے مرادمردوں کی جانب سے عورتوں کو دیا گیا عہد ہے۔

1۔فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ'' پھر یاتو اچھے طریقے سے روک لیناہے''2۔ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ'' یانیکی کے ساتھ رخصت کر دیناہے'' (تفسیر جامع البیان:329/4)

سوال3:اسلام ایک مردکومہر اُڑانے سے کیسے باز رکھتا ہے؟

جواب:1۔آخرتم کس طرح لے لوگے جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہواوروہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔

2۔اسلام توجہ دلاتا ہے کہ تم نے جوراز و نیاز کر کے لطف اُٹھایا،تم نے جسمانی طور پر جولطف اُٹھایا،تم نے جذباتی طور پر لطف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اُٹھایا،تم نے جوان کے لمس سے لطف اُٹھایا،تم نے جوغموں میں خوشیوں میں شرکت سے لطف اُٹھایا،تم نے جومشترکہ پروگرام بنا کرلطف اُٹھایا،تم نے جومشترکہ اولاد سے لطف اُٹھایا،ان یادوں کے ساتھ ان چیزوں کا مطالبہ کتنا حقیر ہے!انسان جب اپنے ماضی پرنظرڈالتا ہےتواس مطالبے سے باز آجاتا ہے۔3۔تمہارےاوران کے درمیان نکاح کا پختہ معاہدہ تمہیں اس کے احترام کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا(22)

اورجن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں اُن سے نکاح نہ کرومگر جو پہلے ہو چکا، یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حیائی اورسخت ناراضگی کی بات ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔(22)

سوال1:وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ"اورجن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں اُن سے نکاح نہ کرو"سوتیلی ماں سے نکاح نہ کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:"اورجن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں اُن سے نکاح نہ کرو"1۔باپ کی جگہ بیٹے کا آنا اَدب کے خلاف ہے کیونکہ ایسی صورت میں بیٹاباپ کے برابر ہوجاتا ہے۔2۔فطرتاًانسان بیوی کے پہلے شوہر کوناپسند کرتا ہے یوں وہ اپنے باپ سےنفرت کرنے لگے گا۔

سوال2:اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ"مگر جو پہلے ہو چکا"کا اِطلاق کہاں ہوتا ہے؟

جواب:"مگر جو پہلے ہو چکا"1۔زندگی کے نظام میں جب بھی تبدیلی آئے تو ماضی کے بہت سارے کام نئے معاملات کے معیار پرغلط نظرآتے ہیں۔ایسے مواقع پر ماضی کوکُریدنا یا گذشتہ غلطیوں پرانتقامی کاروائی کرنا بے شمار نئے مسائل پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔2۔صحیح طریقہ یہ ہے کہ ماضی کو بھلادیا جائے۔3۔حال اور مستقبل کی اِصلاح پرکوشش لگائی جائے۔

سوال3:اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا"یقیناًوہ ہمیشہ سے بے حیائی اورسخت ناراضگی کی بات ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے"کی وضاحت کریں؟

جواب:"یقیناًوہ ہمیشہ سے بے حیائی اورسخت ناراضگی کی بات ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے"1۔اللہ تعالیٰ نے باپ کی عزت،تعظیم اوراحترام کی وجہ سے یہ حرام قرار دیا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح نہ کرے۔(دعوۃ القرآن)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔وَّمَقْتًا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقت شدید بغض ہے۔(تفسیر منیر:2/645)3۔وَسَآءَ سَبِيْلًا حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایسی حرکت کرنے والا اسلام سے مرتد مانا جائے گا اس لیے اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کا مال بیت المال میں دے دیا جائے گا۔(تیسیر الرحمٰن)

آخری آیات

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَرَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۫ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۫ وَحَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا(23)

تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور رضاعت میں تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہے، پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہیں، اور یہ کہ تم اکٹھا کرو دو بہنوں کو مگر جو پہلے ہو چکا، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔(23)

سوال1: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ "تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں" سات نسبی محرمات کون سی ہیں؟

جواب: سات نسبی محرمات 1۔مائیں 2۔بیٹیاں 3۔بہنیں 4۔پھوپھیاں 5۔خالائیں 6۔بھانجیاں 7۔بھتیجیاں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سات عورتیں بوجہ نسب حرام ہیں اور سات بوجہ سسرال کے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔(ابن ابی حاتم:3/911)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ"اورتمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایااوررضاعت میں تمہاری بہنیں"سات رضاعی محرمات کون سی ہیں؟

جواب:سات رضاعی محرمات1۔رضاعی مائیں2۔رضاعی بیٹیاں3۔رضاعی بہنیں4۔رضاعی پھوپھیاں 5۔رضاعی خالائیں6۔رضاعی بھانجیاں7۔رضاعی بھتیجیاں۔

سوال3:وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَرَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ''اورتمہاری بیویوں کی مائیں اورتمہاری گودمیں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جوتمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہےاوریہ کہ تم اکٹھا کرودو بہنوں کو"سات سسرالی محرمات کون سی ہیں؟

جواب:سات سسرالی محرمات1۔ساس2۔ربائب(بیوی کے پہلے شوہر کی بیٹیاں)3۔بہو4۔دوسگی بہنوں کا نکاح میں جمع ہونا۔

سوال4:بیوی جب تک نکاح میں ہواس کی کون سی رشتہ دارخواتین سے نکاح نہیں ہوسکتا؟

جواب:بیوی کی بہن،پھوپھی،خالہ،بھتیجی اور بھانجی سے نکاح بیوی کی موجودگی میں حرام ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:پھوپھی اوربھتیجی،اورخالہ اور بھانجی کو(ایک نکاح میں)جمع نہ کیا جائے۔(صحیح بخاری:5109) وہ دوعورتیں جن کا مابین رحم کارشتہ ہے،اگران دونوں عورتوں میں سے ایک کومرداوردوسری کوعورت مان لیاجائے تووہ دونوں ایک دوسرے کے لیےحرام ہوں،توان دونوں کوجمع کرناحرام ہوگا اوریہ اس لیے کہ اس صورت میں باہم قطع رحمی کے اسباب ہیں۔(تفسیرسعدی)

سوال5:اللہ تعالیٰ نے کچھ رشتوں کوحرام کیوں قراردیا؟

جواب:1۔خاندانی زندگی کی فضامیں پاکیزگی برقراررکھنے کے لیے۔2۔بالکل قریبی رشتوں کے درمیان تعلق کوشہوانی جذبات سے بالاترر کھنے کے لیے۔

سوال6:اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ''مگرجو پہلے ہوچکا''کی وضاحت کریں؟

جواب:''مگرجو پہلے ہوچکا''جوکچھ جاہلیت میں ہوچکااس صورت میں معاف ہےاگراس پرقائم نہ رہیں۔(ایسرالتفاسیر:250)

سوال7:اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا''یقیناًاللہ تعالیٰ بےحدبخشنے والا،نہایت رحم کرنے والا ہے''کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:''یقیناًاللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم کرنے والا ہے''1۔اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ تم سے ان باتوں پر مؤاخذہ نہیں کرے گا جو زمانہ جاہلیت میں ہوئیں۔وہ اپنی مغفرت سے تمہارے نفوس کے سارے اعمال کے آثار مٹادے گا۔2۔اللہ تعالیٰ رحیم ہے اس نے اپنی رحمت سے نکاح کے احکام دیے جس میں تمہارے لیے مصلحت ہے اور آپس کے رابطوں کی مضبوطی ہے تا کہ تم ایک دوسرے پر رحم کرو اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔(تفسیر المراغی:2/186)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 5

وَّالْمُحْصَنٰتُ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ''قرآنًا عَجَبًا'' [پارہ 5]

مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : جنوری 2009

طبع دوم : نومبر 2014

تعداد : 1000

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 36J گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور

102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور

فون نمبر : 0423-5748737 03364033044

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن، بلاک 2، کراچی

0336 4033032 021-35292341

فیصل آباد : 121A فیصل ٹاؤن ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

0336-4033086 041-8759191

ای میل : infoalnoorinternational@gmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi
Alnoor international

فہرست

ابتدائیہ	
رکوع ❖ 1	11
رکوع ❖ 2	23
رکوع ❖ 3	39
رکوع ❖ 4	76
رکوع ❖ 5	94
رکوع ❖ 6	116
رکوع ❖ 7	138
رکوع ❖ 8	151
رکوع ❖ 9	179
رکوع ❖ 10	188
رکوع ❖ 11	206
رکوع ❖ 12	217
رکوع ❖ 13	230
رکوع ❖ 14	245
رکوع ❖ 15	255
رکوع ❖ 16	273
رکوع ❖ 17	289
آخری آیات	301

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا) اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قرآنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآنِ حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآنِ مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے:

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ أَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ (البقرۃ:32)

پاک تو آپ (اللہ تعالیٰ) ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں۔

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا(24)

اورشوہروالی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگروہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں، یہ تم پراللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اوران کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کردی گئی ہیں یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرواس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ بدکاری کرنے والے ہو پھران میں سے جن عورتوں سے تم فائدہ اُٹھاؤ اُن کواُن کے مقررہ مہر دے دواورتم پرکوئی گناہ نہیں اس میں جس پرتم مہر مقرر ہونے کے بعد باہم رضامند ہوجاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(24)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن ایک لشکر کواوطاس کی طرف بھیجا۔ان کی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی اوران کوقتل کیااوران پرصحابہ رضی اللہ عنہم نے غلبہ حاصل کیااورانہوں نے کافروں کوقیدی بنایا۔اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم میں سے بعض لوگوں نے ان سے صحبت کرنے کواچھانہ سمجھااس لیے کہ ان کے مشرک شوہر موجود تھے،تواللہ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اورشوہروالی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگروہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں یعنی وہ تمہارے لیے حلال ہیں جب ان کی عدت پوری ہوجائے۔(صحیح مسلم:3608)

سوال2:وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ '' اورشوہروالی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگروہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں، یہ تم پراللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے'' مُحْصَنَات کے کیا معنی ہیں اور یہاں کون سے معنی مراد ہیں؟

جواب:﴿1﴾ الْمُحْصَنٰتُ سے مرادشادی شدہ عورتیں، آزادعورتیں، پاک دامن عورتیں اور مسلمان عورتیں ہیں۔ یہاں شادی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شدہ عورتیں مراد ہیں جو جنگ میں ہاتھ آئیں۔﴿2﴾ اَلْمُحْصَنٰتُ کے لیے حکم یہ ہے کہ شادی شدہ عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا ماسوائے ان عورتوں کے جو جنگ میں ہاتھ آئیں۔﴿3﴾ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ''مگر وہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں'' اس سے مراد یہ ہے کہ لونڈیوں سے تعلق قائم کرنے کی اجازت ہے۔لونڈیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور آزاد کرکے اس سے نکاح کرنے کا ثواب ہے۔سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی پرورش کرے اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے پھر اسے آزاد کرکے اس سے نکاح کرلے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔(صحیح بخاری:2544)﴿4﴾ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ''تم پر اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم ہے۔اس کے قانون کی پابندی کرو، اس کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔اسلامی قانون کا اصل الاصول اللہ تعالیٰ کا امر، اس کی اجازت ہے۔

سوال3: کافر عورتیں جو جنگ میں قید ہوکر آئیں اگر اُن کا مسلمان معاشرے میں رہنا ناگزیر ہوجائے تو اسلام ان کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرتا ہے؟

جواب: کافر عورتیں جو جنگ میں قید ہوکر آئیں اگر اُن کا مسلمان معاشرے میں رہنا ناگزیر ہوجائے تو اسلام ان کو کسی مسلمان کی ملکیت میں دے دیتا ہے تاکہ i۔وہ ان کے کھانے پینے کا مناسب انتظام کریں۔ii۔ان کی فطری ضروریات کو قانونی طریقے سے پورا کیا جائے یعنی ان میں سے ہر عورت کو کسی مرد کی ملکیت میں دے دیا جائے۔iii۔حالت شرک میں ہونے کے باجود ان سے مجامعت کی اجازت ہے لیکن ان کے رحم کی پاکیزگی کا اہتمام کیا جائے۔

سوال4: کیا لونڈیوں سے تمتع حکم ہے؟

جواب:﴿1﴾ لونڈیوں سے تمتع ایک رخصت ہے حکم نہیں ہے۔یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے ایسی اجازت دی ہے کیونکہ جہاد اور اس میں عورتوں کی گرفتاری ایسی چیز ہے جس سے مفر نہیں اور ایسا بھی عین ممکن ہے کہ جنگ کے تبادلہ یا اور کوئی باعزت حل نہ نکل سکے اس لیے اللہ نے اسے کلیتاً حرام قرار نہیں دیا۔(تفسیر تیسیر القرآن 380/1)﴿2﴾ اسلامی معاشرے میں چونکہ مشرک ہونے کی وجہ سے ان خواتین سے نکاح جائز نہیں ہے، نہ انہیں زبردستی اسلام میں داخل کیا جاسکتا ہے، نہ غیر قانونی طور پر ان کی فطری ضروریات کو پورا کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس سے گندگی پھیلتی ہے اور پورا اسلامی معاشرہ بے حیائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اس لیے اسلام کافر عورت کو کسی مسلمان کی ملکیت میں دے دیتا ہے۔اس طرح اپنے دشمن کے ملک میں ہونے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باوجود ایسی عورتوں کو مرد کا تحفظ مل جاتا ہے اور نارمل زندگی گزارنے کا موقع مل جاتا ہے یہی ان کے لیے واحد حل ہے۔

سوال5: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ''اوران کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کردی گئی ہیں یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ بدکاری کرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ''اوران کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کردی گئی ہیں''یعنی محرمات کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح جائز ہے۔خاندان کی تشکیل کے لیے مرد اور عورت نکاح کے ذریعے خوشی حاصل کریں۔نکاح فطری تقاضا ہے اس کو پورا کریں۔نبی ﷺ نے فرمایا: دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی (مؤثر) کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔ (ابن ماجہ:1847)﴿2﴾ حرام محدود ہے اور حلال لامحدود اور غیر محصور ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر لطف وکرم،اس کی رحمت اوران کے لیے اس کی عطا کردہ آسانی ہے۔(تفسیر سعدی)﴿3﴾ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ ''یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو''اَموال کے ذریعے حاصل کرنے سے مراد ہے مہر مقرر کرکے عورت سے نکاح کیا جائے۔﴿4﴾ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ''یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ بدکاری کرنے والے ہو''میں یہ ارشاد فرمایا کہ مالوں کے ذریعے جو عورتیں تلاش کی جائیں اس سے عفت وعصمت کو باقی رکھنا اور پاک دامن رہنا مقصود ہو محض شہوت رانی پیش نظر نہ ہو۔مومن کے نکاح کا مقصد i۔تکثیر نسل ii۔نفس ونظر کی حفاظت iii۔عفت وعصمت کے ساتھ زندگی گزارنا ہے۔(تفسیر انوار البیان:647/1)

سوال6: جو اجنبی عورتیں شادی شدہ ہوں گی،ان سے شادی کب حرام ہوگی؟

جواب:﴿1﴾ جو اجنبی عورتیں شادی شدہ ہوں گی ان سے شادی حرام ہوگی جب تک کہ ان کے پہلے شوہر طلاق نہ دے دیں یا وہ مر نہ جائیں۔﴿2﴾ عورتیں طلاق یا وفات کی عدت نہ گزار لیں آزاد ہوں یا غلام اور چاہے مسلمان ہوں یا کتابیہ ،تاکہ دو مردوں کا نطفہ مل کر بچے کا نسب ضائع نہ ہو جائے۔(تیسیر الرحمٰن:252)

سوال7: نکاح کے لیے کیا شرائط عائد کی گئی ہیں؟

جواب: ایک مسلمان مرد عقدِ زواج کی قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیک وقت ایک سے چار تک شادیاں کرسکتا ہے مگر چار شرطوں کے ساتھ ﴿1﴾ ایجاب وقبول یعنی طلب جو ہمیں اَنْ تَبْتَغُوْا سے پتہ چلتا ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ ﷺ نے فرمایا: بے نکاحی عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ باکرہ کا نکاح کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خاموش ہو جائے۔ (صحیح مسلم:3473) ﴿2﴾ مال سے مہر ادا کرنا۔ ﴿3﴾ شادی کی قید میں لانا صرف شہوت رانی غرض نہ ہو جیسے زنا یا متعہ میں ہوتا ہے جو چند گھنٹوں یا مقررہ مدت تک کے لیے ہوتا ہے یا حلالہ جس کا مقصد عورت کو نکاح کی قید میں مستقل طور پر رکھنا مطلوب نہیں ہوتا۔ ﴿4﴾ چھپی یاری دوستی نہ ہونا بلکہ گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہونا۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق مہر اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (بیہقی) محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال اور حرام نکاح کی تمیز آواز اور دف سے ہوتی ہے۔ (سنن نسائی:3371)

سوال8: مُّحْصِنِيْنَ ''نکاح میں لانے والے ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حصارِ نکاح میں لانے والے۔ ﴿2﴾ نکاح مرد کے لیے بھی اِحصان ہے اور عورت کے لیے بھی۔

سوال9: اِحصان کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: حفاظت اور بچاؤ۔

سوال10: نکاح کیسے ''اِحصان'' ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مرد اور عورت کو برائیوں اور بدکاریوں سے بچاتا ہے۔ ﴿2﴾ خاندان کے تمام افراد کے لیے حفاظت اور بچاؤ ہے۔

سوال11: مُسٰفِحِيْنَ ''بدکاری کرنے والے ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مسافحة کے معنی ہیں: نشیبی تنگ جگہ میں پانی گرانا۔ باب مفاعلۃ سے ہے، یعنی جس میں عورتیں اور مرد شریک ہوں اور دونوں اپنا اپنا پانی گرائیں۔ ﴿2﴾ مُسٰفِحِيْنَ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو ماءِ حیات کو گراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ماءِ حیات نئی نسل کی پیدائش، ان کی تربیت اور پرورش کے لیے پیدا کیا ہے جو لوگ وقتی لذت کے لیے اسے گراتے ہیں ان کے بچے اور خاندان محفوظ نہیں رہتے۔

سوال12: نکاح اور آزادانہ شہوت رانی میں کیا فرق ہے؟

جواب:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نکاح	آزاد شہوت رانی
1۔ایک معاشرتی معاہدہ ہے۔	1۔اس میں کوئی معاہدہ نہیں ہوتا۔
2۔لڑکی سے نکاح کے لیے اہلِ خاندان کو باقاعدہ پیغام دیا جاتا ہے۔	2۔اس مقصد کے لیے خاندان سے تعلق توڑنا ناگزیر ہے۔
3۔نکاح کی شرائط ہیں: ا۔خطبۂ نکاح ب۔ولی کی اجازت ج۔لڑکے اور لڑکی کا ایجاب وقبول د۔مہر و۔گواہوں کی موجودگی	3۔آزاد شہوت رانی میں کوئی شرائط نہیں: ا۔چوری چھپے کے تعلق میں اللہ تعالیٰ کی یاد کا کیا کام۔ ب۔ولی کا تعلق نہیں ہوتا۔ ج۔بعض صورتوں میں دونوں کی مرضی ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں جبر۔ د۔بعض صورتوں میں مال دیا جاتا ہے۔ و۔گواہوں کا تعلق نہیں ہوتا۔
4۔فطری جذبات کی تسکین کے لیے پاکیزگی اور تقدس کی فضا قائم رہتی ہے۔	4۔فطری جذبات کی تسکین کے لیے وقتی میلان کے تحت بے حیائی کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔
5۔نکاح کا مقصد نئی نسل کی پیدائش، پرورش اور تربیت ہے۔	5۔آزادانہ شہوت رانی کے نتیجے میں ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ بچہ پیدا نہ ہو اور اگر وہ پیدا ہو جائے تو ضائع ہونے سے محفوظ نہیں رہتا۔
6۔نکاح نسلِ انسانی کی ترقی کا راستہ ہے۔	6۔آزاد شہوت رانی نسل انسانی کی تباہی کا راستہ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

7۔نکاح کے لیے مرد پر عورت کی حفاظت اور کفالت کی شرائط عائد کی جاتی ہیں۔مرد عورت اور اس کے بچوں کی معاشی ذمہ داریوں کا کفیل ہوتا ہے۔	7۔مرد عورت کی حفاظت کو توڑتا ہے۔اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اٹھاتا۔اس کے بچے کو اپنا نام نہیں دیتا۔اس کے بچے کی کفالت نہیں کرتا۔
8۔نکاح کا رشتہ سکون کا رشتہ ہے۔	8۔آزاد شہوت رانی میں کوئی رشتہ نہیں صرف بے سکونی ہے، تباہی ہے۔

سوال13:فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً'' پھر ان میں سے جن عورتوں سے تم فائدہ اُٹھاؤ اُن کو اُن کے مقررہ مہر دے دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' پھر ان میں سے جن عورتوں سے تم فائدہ اُٹھاؤ اُن کو اُن کے مقررہ مہر دے دو''۔اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اور اس کے ساتھ ہم بستری بھی کر لی تو اسے پورا مہر دینا ہوگا،اور اگر ہم بستری نہیں کی ہے تو آدھا مہر دینا ہوگا اور اگر پہلے سے مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اور ہم بستری بھی نہیں کی اور طلاق ہوگئی تو اسے کچھ مال دے دیا جائے گا۔(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾اس سے مراد یہ ہے کہ مہر واجب ہے۔اس پر دلیل یہ ہے کہ مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔(الاساس فی التفسیر:1032/2)﴿3﴾اسْتَمْتَعْتُمْ سے مراد نکاح کے بعد صحبت اور مباشرت ہے۔اس سے مراد متعہ نہیں ہے۔متعہ ابتدائے اسلام میں جائز رہا ہے لیکن اب اسے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا گیا ہے۔﴿4﴾فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے:اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اور اس کے ساتھ جماع بھی کر لیا تو اسے پورا مہر دینا ہوگا۔(تفسیر ابن ابی حاتم:919/3)

سوال14:کیا مہر ادا کرنا فرض ہے؟

جواب:﴿1﴾ پھر جواز دواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطورِ فرض ادا کرو۔﴿2﴾مہر عورت کا ایک فرض کیا گیا حق ہے۔﴿3﴾ یہ حق لطف اندوزی کے عوض مقرر کیا گیا ہے۔﴿4﴾ جو مرد کسی عورت سے جنسی ضروریات پوری کرنا چاہتا ہے اس کے لیے اسلام یہ طریقۂ کار مقرر کرتا ہے کہ وہ اس عورت کو حصارِ نکاح میں لے اور مہر ادا کرے۔﴿5﴾مہر عورت پر احسان نہیں ہے بلکہ اس کا حق ہے۔

سوال15:وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ'' اور تم پر کوئی گناہ نہیں اس میں جس پر تم مہر مقرر ہونے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بعد باہم رضامند ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ عورت کے لیے مہر فرض قرار دینے کے بعد معاملہ شوہر اور بیوی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ ادائیگی اور معافی کے سلسلے میں باہمی رضامندی سے معاملہ طے کر سکتے ہیں۔﴿2﴾ ادائیگی اور معافی مشترکہ زندگی کے تقاضوں کے مطابق باہمی رضامندی سے ہوگی۔﴿3﴾ عورت اپنا حق معاف کرنا چاہے تو اس پر پابندی نہیں ہے۔﴿4﴾ معافی یا کمی مہر مقرر ہونے کے بعد ہو سکتی ہے۔﴿5﴾ شوہر مقررہ مہر میں اضافہ کرنا چاہے یا مہر سے زیادہ ادائیگی کرنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔

سوال16: وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ'' اور تم پر کوئی گناہ نہیں اس میں جس پر تم مہر مقرر ہونے کے بعد باہم رضامند ہو جاؤ'' مہر مقرر ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے طے کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ شوہر اور بیوی آپس کی رضامندی سے مہر کی ادائیگی میں کمی بیشی اور معافی کے سلسلے میں معاملہ طے کر سکتے ہیں۔﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تَرَاضَيْتُمْ سے مراد ہے کہ پورا مہر دے کر عورت کو اختیار دیا جائے کہ اگر وہ چاہے تو رہے ورنہ جدا ہو جائے۔﴿3﴾ الْفَرِيضَةِ یعنی تمہارا اپنی بیویوں کو مہر عطا کرنا تم پر فرض ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ یہ کوئی عطیہ اور بخشش نہیں ہے کہ دل چاہا تو دے دیا اور دل چاہا تو واپس لے لیا۔ اس کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مہر ایک مقرر کردہ حق ہے جسے تم نے خود مقرر کیا ہے، جس کی ادائیگی تم پر واجب ہے پس تم اس میں سے کچھ کم نہ کرو۔ (تفسیر سعدی)

سوال17: نکاحِ متعہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: نکاحِ متعہ سے مراد ہے کسی عورت سے ایک مقررہ مدت تک (مقررہ معاوضے کے بدلے) نکاح کر لینا مثلاً دو دن یا تین دن یا اس کے علاوہ کسی اور مدت تک۔ (التعلیقات الرضیۃ للالبانی: 2/864)

سوال18: نکاحِ متعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب:﴿1﴾ پہلے یہ نکاح مباح تھا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ہمراہ جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہ تھیں اور ہم نے کہا کہ کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ تو آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور اس بات کی اجازت دی کہ ایک کپڑے (یا کسی بھی چیز) کے بدلے ایک معینہ مدت تک کسی عورت سے نکاح کریں۔ (بخاری: 4615)﴿2﴾ ابو جمرہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورتوں کے ساتھ متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے اس کی اجازت دی۔ پھران کے ایک غلام نے ان سے پوچھا کہ اس کی اجازت سخت مجبوری یا عورتوں کی کمی یا اس جیسی صورتوں میں ہوگی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! (بخاری:5116)﴿3﴾ اب یہ نکاح منسوخ ہو چکا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (بخاری:5115)﴿4﴾ سیدنا ربیع بن سبرہ جہنی رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے نکاحِ متعہ کی اجازت دی تھی اور تحقیق اللہ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے پس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہو تو اسے آزاد کر دے اور ان سے جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے نہ لے۔ (صحیح مسلم:1406)﴿5﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ کہا: رسول اللہ ﷺ نے متعہ کی ہمیں تین مرتبہ اجازت دی پھر اسے حرام کر دیا۔ اللہ کی قسم! (اب) مجھے کسی بھی شادی شدہ کے نکاحِ متعہ کا علم ہوگا تو میں اسے پتھروں کے ساتھ رجم کر دوں گا الا یہ کہ وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لائے جو یہ شہادت دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کو حرام کرنے کے بعد (پھر) حلال کر دیا تھا۔ (صحیح ابن ماجہ:1598، ابن ماجہ:1963)﴿6﴾ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیثِ صریح نص ہے کہ نکاحِ متعہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے لہٰذا کوئی بھی اس کے جواز کے متعلق بعض اکابر علماء کے فتووں سے دھوکہ مت کھائے۔ جیسا کہ شیعہ کا مذہب ہے۔ (نظم الفرائد:15/2)﴿7﴾ سعودی مجلسِ افتاء کا فتویٰ ہے کہ نکاحِ متعہ حرام ہے اور اگر واقع ہو جائے تو باطل ہے۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء:440/18)

سوال19: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم اور حکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے لونڈیوں کے احکامات سے، نکاح کی شرائط سے، معاشرے کو بگاڑ سے بچانے کے لیے اُصول دے کر اپنے علم کا شعور دلایا ہے کہ جو اتنی گہرائی سے انسانی زندگی کا علم رکھتا ہو وہی یہ اُصول دے سکتا ہے اور اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے کہ وہ ساری حکمتوں اور مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔ یقیناً وہ علیم ہے، وہ حکیم ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(25)

اورتم میں سے جوکوئی مالی لحاظ سے استطاعت نہ رکھتا ہوکہ وہ آزادمومن عورتوں سے نکاح کرے تومومن لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کرلے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں اوراللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کوزیادہ جاننے والا ہے تم ایک دوسرے سے ہو، چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلواوراُن کے مہراُن کواچھے طریقے سے ادا کردو، جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں۔اورنہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں، پھرجب وہ نکاح میں لائی جا چکیں تواگراس کے بعدوہ بے حیائی کریں تو اُن کی سزاآزادعورتوں سے نصف ہے۔یہ اس کے لیے ہے جوتم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرےاور یہ کہ تم صبر کروتمہارے لیے بہتر ہےاوراللہ تعالیٰ بے حدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(25)

سوال1:وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ’’اورتم میں سے جوکوئی مالی لحاظ سے استطاعت نہ رکھتا ہوکہ وہ آزادمومن عورتوں سے نکاح کرے تومومن لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کرلے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں‘‘ کوئی مومن اپنے خاندانی حالات کی وجہ سے آزاد،خاندانی،مومنہ عورت سے نکاح کرنے کی پوزیشن میں نہیں توایسی صورت میں اسلام اس کے لیے کیارعایت دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اگرانتظارکرسکتا ہوتو آزادعورت سے ہی نکاح کرے۔﴿2﴾اَخلاقی فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈرہوتو لونڈیوں سے نکاح کی اجازت ہے۔

سوال2:فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ’’تومومن لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کرلے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں‘‘اسلام آزادعورت سے نکاح کوترجیح کیوں دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾آزادی اسے آداب سکھاتی ہے کہ اسے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کیسے کرنی ہے۔﴿2﴾غلام عورت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اندر خودداری نہیں ہوتی، اسے خاندانی شرافت کا احساس نہیں ہوتا۔﴿3﴾ آزاد عورت کا ایک خاندان ہوتا ہے، اس خاندان کی شہرت ہوتی ہے، خاندان والے محافظ ہوتے ہیں، ایسی عورت اپنے خاندان کی عزت کا خیال رکھتی ہے۔اس کی عزتِ نفس اسے بدکاری اور زِنا کاری سے روکتی ہے۔

سوال3:وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ''اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔تم ایک دوسرے سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اسلام تمام انسانوں کو ایک ہی نسل اور ایک ہی اصل سے شمار کرتا ہے۔خطبہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے فرمایا ''تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔''﴿2﴾ اسلام میں اجتماعی تعلقات کے لیے انسانیت اور ایمان کا رابطہ بنیاد بنتا ہے۔

سوال4:فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ''چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کردو، جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں۔اور نہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں'' لونڈی سے نکاح کی کیا شرائط ہیں؟

جواب:﴿1﴾ لونڈی کے مالک کی اجازت، اس کی دلیل فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ ''چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو''﴿2﴾ مہر کی ادائیگی، اس کی دلیل وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ''اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کردو''﴿3﴾ بدکاری نہ کریں، اس کی دلیل مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ ''جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں''﴿4﴾ چھپی دوستیاں نہ رکھیں، اس کی دلیل وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ''اور نہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں''

سوال5:فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ ''چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو'' مالکوں کی اجازت سے نکاح کرنے کے حکم سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ مالکوں کی اجازت سے نکاح کرنے کے حکم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لونڈی کا مالک اس کا ولی ہے۔اس کی اجازت سے نکاح ہوگا۔﴿2﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غلام کا مالک اس کا ولی ہے۔مالک کی اجازت کے بغیر غلام نکاح نہیں کرسکتا۔﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جس غلام نے اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا وہ زانی ہے۔﴿4﴾ اگر لونڈیوں کی مالکہ عورت ہو تو عورت کا ولی اس کی اجازت سے نکاح کروائے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت، عورت کا نکاح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہ کرائے نہ وہ اپنا نکاح کرے کیونکہ فاحشہ اپنا نکاح آپ کرتی ہے۔

سوال6: وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ''اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کردو جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کردو جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں'' عورتوں کو معروف طریقے سے یعنی خوش دلی سے مہر ادا کیے جائیں اس وجہ سے کہ لونڈیوں کی بے قدری ہے مہر میں کمی نہ کریں۔

سوال7: فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ''پھر جب وہ نکاح میں لائی جا چکیں تو اگر اس کے بعد وہ بے حیائی کریں تو اُن کی سزا آزاد عورتوں سے نصف ہے'' لونڈی کے لیے آدھی سزا کیوں ہے؟

جواب: لونڈی کے لیے آدھی سزا اس لیے ہے کہ ﴿1﴾ شادی شدہ خاندانی عورت کی دو حفاظتیں ہیں: i۔ خاندان ii۔ شوہر ﴿2﴾ لونڈی غیر شادی شدہ ہو تو کوئی حفاظت نہیں۔ ﴿3﴾ لونڈی شادی شدہ ہو تو صرف شوہر کی حفاظت ہوتی ہے، خاندان کی حفاظت نہیں ہوتی۔ شوہر کی حفاظت بھی آدھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کی لونڈی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے اسے معاشرے میں وہ مرتبہ نصیب نہیں ہوتا جو آزاد خاندانی عورت کو حاصل ہوتا ہے۔ شادی شدہ عورت دوہری حفاظت کو توڑے تو بڑی سزا اور لونڈی شوہر کی اُدھوری حفاظت کو توڑے تو آدھی سزا ہے۔

سوال8: ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ''یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے'' جمہور اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ آزاد مرد کا لونڈی سے نکاح دو شرطوں سے ہی جائز ہے: ا۔ جب آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو۔ ب۔ جب زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو ﴿2﴾ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تنہائی پر صبر کرنا لونڈی کے نکاح سے بہتر ہے کیونکہ یہ اولاد کی غلامی کا موجب ہے۔ اس سے نفس گھٹیا ہو جاتا ہے اور گھٹیا کاموں سے عمدہ اخلاق پر صبر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (تفسیر قرطبی: 132/5)

سوال9: ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ''یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ ''یہ اُس کا حکم ہے جو تم میں گناہ میں پڑنے سے ڈرے''یعنی لونڈی سے نکاح کرنے کی اجازت اس کے لیے ہے جو زنا میں مبتلا ہونے سے بچنا چاہتا ہو۔﴿2﴾ لونڈی سے نکاح کرنے کی اجازت دے کر اللہ تعالیٰ نے گناہ میں پڑنے سے ڈرایا ہے اور چھپی دوستیوں کا راستہ بند کر کے نکاح کے راستے کو کھول دیا ہے۔

سوال10:وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ'' اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی لونڈی سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے اسی لیے فرمایا:تمہارا صبر کرنا اور نفس سے مجاہدہ کرنا تمہارے لیے نکاح کرنے سے بہتر ہے۔

سوال11:وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اس لیے دلایا ہے کہ جو لوگ اپنی جوانی کے جذبات پر کنٹرول نہ رکھ سکتے ہوں اور ان کے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ صبر کریں۔ رحمت کی اُمید پر ہی صبر ہو سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحیم کا شعور دلایا ہے﴿2﴾اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے نہایت رحم والا''رحیم'' ہے اور یہاں یہ خاص طور پر اس لیے واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بہتر چیز کی طرف راہ نمائی کی ہے یعنی زنا میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے لونڈی سے نکاح کرنے کی اجازت تو ہے لیکن صبر بہتر ہے۔﴿3﴾ توبہ کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا''غفور'' ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غفور کا شعور اسی لیے دلایا ہے کہ اگر انسان سے کوئی بے اعتدالی ہو جائے پھر بھی وہ رب کا دامن نہ چھوڑے۔

سوال12:وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم کرنے والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اس لیے دلایا ہے کہ جو لوگ اپنی جوانی کے جذبات پر کنٹرول نہ رکھ سکتے ہوں اور ان کے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ صبر کر سکیں۔صبر رحمت کی اُمید پر ہی ہو سکتا ہے،اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحیم کا شعور دلایا ہے اور اگر انسان سے کوئی بے اعتدالی ہو جائے پھر بھی وہ رب کا دامن نہ چھوڑے،اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غفور کا شعور دلایا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر2

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ(26)

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرے اور وہ تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے اور وہ تم پر مہربانی فرمائے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(26)

سوال1: يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ ''اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرے''﴿1﴾یعنی حلال وحرام بیان کردے۔(جامع البیان:32/5)

﴿2﴾يُرِيْدُ اللّٰهُ: یعنی عورتوں کی حلت وحرمت کے بارے میں جو اس نے شرائط کے ساتھ حلال کیا ہے۔(تفسیر قاسمی:112/5)

﴿3﴾رب العزت کا ارشاد ہے: قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ''یقیناً ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں تاکہ تم سمجھو۔''(حدید:17) كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ''اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔''(آل عمران:103)

سوال2: وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ''اور وہ تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے'' اس میں پہلے لوگوں کے طریقے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾''اور وہ تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے'' پہلے لوگوں کے طریقے سے مراد ان کے قابل تعریف طریقے اور ان کی شریعت کے وہ احکامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔(مختصر ابن کثیر:311/1)﴿2﴾یہ طریقے نئے نہیں ہیں۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ان کا اعلان کروایا ہے لیکن آسمانی کتابوں کے محفوظ نہ رہنے کی وجہ سے وہ طریقے گم ہوگئے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے ان طریقوں کو قرآنِ حکیم کے ذریعے محفوظ کردیا ہے۔

سوال3: کسی شخص کا پہلے لوگوں کے طریقے پر اپنی زندگی کو ڈھالنے کے کیا معنی ہیں؟

جواب:﴿1﴾جب کوئی شخص اپنے آپ کو پہلے لوگوں کے طریقے کے مطابق ڈھالتا ہے تو گویا وہ صالحین کے قافلے میں شامل ہوجاتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے حصہ ملا۔﴿2﴾پہلے لوگوں کے طریقے کے مطابق زندگی ڈھالنے سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ تمام مومنوں کے درمیان ایک رابطہ اور تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ زمانوں اور علاقوں کے اختلاف کے باوجود تمام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مومنوں کا طریقۂ زندگی ایک ہو جاتا ہے۔

سوال4:وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ''اور وہ تم پر مہربانی فرمائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور وہ تم پر مہربانی فرمائے'' اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتے ہیں یعنی تمہارے گناہ معاف کرنا چاہتے ہیں۔

سوال5:وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''﴿1﴾ اللہ تعالیٰ علیم ہے اس کی ہدایات اس کے علم اور حکمت کے مطابق ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ علیم ہیں وہ انسانی نفسیات کو اور اس کے حالات کو جانتے ہیں اس کو وہ ساری تدبیریں معلوم ہیں جن کے ذریعے انسان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ علیم ہیں اس کو خوب معلوم ہے کہ کون کیا گناہ کر رہا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ علیم ہے اس کی شریعت، اس کی تقدیر، امن کے اقوال و افعال سب حکمت پر مبنی ہیں۔

سوال6:وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات علیم اور حکیم ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پہلے نیک لوگوں کے طریقے کو کھول کر بیان کرنے سے اپنے علیم ہونے کا اور اس پر چلانے کے ارادے سے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۖ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا (27)

اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا۔(27)

سوال1:وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۖ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا'' اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے مگر جو لوگ خواہش نفس کی پیروی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ اور باطل راستے پر چلنے لگ جاؤ۔انسانوں کی اصلاح کے لیے ایک طرف اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پروگرام ہے اور دوسری طرف انسانوں کی دی ہوئی ہدایات ہیں۔انسانی زندگی کے لیے دو طرح کے نظاموں کی کیا حقیقت ہے موازنے سے اندازہ کرتے ہیں پھر دونوں راستوں میں سے وہ طریقہ اختیار کریں جس میں اصلاح،فلاح اور سعادت ہے، جو زیادہ بہتر ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

غرض وغایت

اللہ کا دیا ہوا نظام.....خاندانی نظام اللہ تعالیٰ کی غرض کیا ہے؟	انسانوں کا دیا ہوا نظام.....شہوانی نظام انسانی نظام کی غرض کیا ہے؟
1۔اللہ تعالیٰ انسانوں پر رحمت اور شفقت کا ارادہ رکھتے ہیں۔	1۔انسان اپنے نظام کی بنیاد شہوات (خواہشات) پر رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان راہِ راست سے ہٹ کر دور نکل جائیں۔
2۔انسانوں کی سربلندی اور ترقی میں مدد کرنا چاہتے ہیں۔	2۔اس نظام کا مقصد یہ ہے کہ انسان ایسے نظام سے محروم ہو جائیں جس میں انہیں ترقی و سربلندی ملے۔

خاندان.....معاشرتی زندگی کا بنیادی ادارہ

اللہ تعالیٰ کی غرض کیا ہے؟	انسانی نظام کی غرض کیا ہے؟
1۔اللہ تعالیٰ مرد وزن کا تعلق مضبوط اور منظّم کرنا چاہتے ہیں۔	1۔فطری میلانات کو قید میں نہیں رکھنا چاہتے ،نہ دینی پابندی، نہ اَخلاقی ،نہ اجتماعی۔
2۔اللہ تعالیٰ اس تعلق کو پاک اور مقدس بنانا چاہتے ہیں۔	2۔اس تعلق میں پاکیزگی کی ہر حد توڑ دینا چاہتے ہیں تاکہ ہر دل بے قرار ہو جائے،اعصاب پر کنٹرول نہ رہے،کوئی گھرانہ پرسکون نہ ہو،کسی کی عزت محفوظ نہ رہے،خاندان کا وجود باقی نہ رہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔اسے ہرحال میں معاشرے کے لیے باعث ِخیر بنانا چاہتے ہیں۔	3۔انسان جانوروں کا گلہ بن جائیں، پورا معاشرہ ہل جائے ہرطرف بگاڑ ہو،فساد ہو، یہ صرف آزادیٔ شہوت ہے۔

سوال2: اَنۡ تَمِيۡلُوۡا مَيۡلًا عَظِيۡمًا ''تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ بہت بڑا ہٹ جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ بہت بڑا ہٹ جانا''﴿1﴾ مجاہد نے کہا: اس سے مراد ہے کہ اہل اسلام اسی طرح زنا کرنے لگیں جیسے وہ کرتے ہیں۔﴿2﴾ جیسا کہ فرمایا: وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ ''وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔'' (القلم:9)﴿3﴾ یہودی، عیسائی اور دین سے ہٹ جانے والے چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی انہی کی طرح خواہش پرست بن جائیں اور لذتوں میں ڈوب جائیں۔﴿4﴾ آج کے مغربی معاشرے میں عورت اور مرد کو جنسی تعلقات قائم کرنے کی پوری آزادی ہے حتیٰ کہ ہم جنس سے نکاح کرنے کا قانونی جواز موجود ہے۔سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جنسی تعلیم دی جاتی ہے جبکہ حیا کی تعلیم تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو دی ہے۔سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں انبیاء کے طریقے میں سے ہیں حیا، عطر لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا (مشکوۃ) آج مسلمانوں کو بھی یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے راستے پر لگا لیا ہے۔﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں۔اسی وجہ سے اللہ نے ظاہری اور باطنی (ہر قسم) کے فواحش کو حرام کیا ہے اور نہ ہی اللہ سے بڑھ کر کوئی تعریف کو پسند کرنے والا ہے۔'' (صحیح مسلم:6992) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ حیا اور ایمان ساتھ ساتھ ہیں جب ان میں سے ایک چھین لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح:432)

يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ‌ ۚ وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا (28)

اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ تم سے (بوجھ) ہلکا کر دے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔(28)

سوال1: يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ ''اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ تم سے (بوجھ) ہلکا کر دے'' یہاں تخفیف سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ تم سے (بوجھ) ہلکا کر دے'' اللہ تعالیٰ شریعت کے احکامات میں تمہارے لیے تخفیف چاہتا ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے: هُوَ اجۡتَبٰىكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی۔ (الحج:78) يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورتم پرتنگی کاارادہ نہیں رکھتا۔(البقرہ:185)﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی شریعت میں انسان کے فطری میلانات اورجنسی خواہش کوتسلیم کیا گیاہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے انسان کواپنی فطری خواہش دبانے،اس کوختم کرنے اوراسے آزادچھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔﴿3﴾اسلام جنسی جذبے کومنظم کرتاہے،اسے پاک صاف نکاح کے دائرے کے اندرلاتاہے اورپاک صاف گھریلو ماحول دیتاہے۔﴿4﴾یہاں تخفیف سے مراد چندشرطوں کے ساتھ لونڈیوں سے نکاح کوجائزقراردیاہے۔

سوال2:وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ''اورانسان کوکمزور پیدا کیا گیاہے''انسان کس اعتبار سے کمزور پیدا کیا گیاہے؟

جواب:''اورانسان کوکمزور پیدا کیا گیاہے''﴿1﴾انسان کادل بھی کمزورہے،اس کے ارادے بھی کمزوراوراس کی ہمت بھی بہت کمزور ہے اس لیے تخفیف اس کے حال کے عین مطابق ہے۔(مختصرابن کثیر:311/1)﴿2﴾انسان خواہشات کے سامنے کمزورہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایسے احکامات دیے ہیں جواس کی قدرت سے باہرنہیں۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''یقیناً دین آسان ہے اورجودین میں بے جاسختی کرتاہے تودین اس پرغالب آجاتاہے(یعنی ایسا انسان مغلوب ہوجاتا اور دین پرعمل ترک کردیتاہے)پس تم سیدھے راستے پررہواورمیانہ روی اختیارکرواوراپنے رب کی طرف سے ملنے والے اجر پرخوش ہوجاؤاورصبح وشام اوررات کے کچھ حصے کی(عبادت)سے مدد حاصل کرو''(صحیح بخاری:39)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا(29)

اےلوگوجوایمان لائے ہو!تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہواوراپنے آپ کوقتل نہ کرو،بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے تم پرنہایت رحم والا ہے۔(29)

سوال1:یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ''اےلوگوجوایمان لائے ہو!تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ''باطل طریقوں سے مال کھانے سے روکنے کے لیے اہلِ ایمان کومخاطب کیا گیا،اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب:''اےلوگوجوایمان لائے ہو!تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ''ایمان سے مخاطب کرکے ایمان والوں کے ضمیر کوجھنجھوڑا گیاہے،ایمانی تقاضوں کوبیدارکیا گیاہے تاکہ اہلِ ایمان جاہلیت کے طریقوں کوچھوڑدیں اورایک دوسرے کے مال ناجائزطریقے سے نہ کھائیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: مال کھانے کے باطل طریقے کون سے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ بِالْبَاطِلِ سے مراد وہ تمام طریقے جن کے ذریعے ناجائز طور پر مال ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ بِالْبَاطِلِ سے مراد وہ اموال جن کو استعمال کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔ ﴿3﴾ وہ اموال جن کے استعمال کو اللہ تعالیٰ نے حکماً روک دیا ہو۔ ﴿4﴾ مال کھانے کے باطل طریقوں میں دوسرے کا مال دبانا، رشوت، سود، جوا، چوری، ڈاکے، ناجائز دباؤ سے حاصل کیا گیا مال، ذخیرہ اندوزی سے حاصل کیا گیا مال، یتیموں کا مال غصب کرنا اور ملاوٹ سے حاصل کیا گیا مال وغیرہ شامل ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص کپڑا خریدتا ہے اور کہتا ہے اگر مجھے پسند آیا تو رکھ لوں گا ورنہ کپڑا اور ایک درہم واپس کر دوں گا آپ نے اس آیت کی تلاوت کر دی یعنی اسے باطل مال میں شامل کیا، سیدنا عبداللہ فرماتے ہیں یہ آیت محکم ہے یعنی منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہو سکتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 557/1)

سوال3: باطل طریقوں میں سرِ فہرست کون سا طریقہ ہے؟

جواب: باطل طریقوں میں سرِ فہرست طریقہ سود ہے۔

سوال4: اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ''سوائے اس کے کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''سوائے اس کے کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو'' تجارت میں تاجر ضرورت مند خریدار اور ایک صنعت کار کے درمیان واسطہ بنتا ہے جو دونوں کے لیے مفید ہوتا ہے۔ تاجر ضروریات فراہم کرنے کے لیے محنت کرتا ہے اور اس کا معاوضہ لیتا ہے۔ ﴿2﴾ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' (ترمذی) (تفسیر الدر المنثور: 258/2) ﴿3﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچا تاجر قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا۔'' (اصبہانی، ترغیب)

سوال5: تجارت اور سود کے طریقۂ کار میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: جیسے تجارت اور سود کی حقیقت میں فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام، اسی طرح ان کا طریقہ کار بھی فرق ہے۔ موازنہ کر کے دیکھتے ہیں۔

تاجر	سودی کاروبار کرنے والا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔تاجر اشیائے صرف کے لیے مارکیٹ تلاش کرتا ہے۔	1۔سودی کاروبار کرنے والا اشیائے صرف پر اصل اخراجات کے علاوہ سود واجبات کا اضافہ کرتا ہے۔
2۔تاجر مصنوعات کو رواج دیتا ہے۔	2۔سودی اضافے کو تاجر، خریدار، ضرورت مند سے وصول کرتا ہے۔
3۔تاجر ضرورت مندوں کے لیے اشیاء مہیا کرتا ہے۔	3۔اصل اشیائے ضرورت کی فراہمی پر نہیں منافع پر نظر رکھتا ہے۔اس وجہ سے سامانِ تعیش میں اضافہ ہوتا ہے۔ان اشیاء کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے جو انسانی جذبات کو مشتعل کرنے والی ہوں اور انسانی جسم اور صحت کے لیے نقصان دہ ہوں۔
4۔تاجر ضرورت مندوں کے لیے ضروریات فراہم کر کے سہولت پیدا کرتا ہے۔	4۔سرمائے کے لیے ہمیشہ کے لیے منافع کا تعین کر دیا جاتا ہے ۔نقصان میں شریک نہیں۔
5۔تاجر اپنی خدمات کا صلہ لیتا ہے۔	5۔سودی کاروبار کرنے والا انسانی جدوجہد پر اعتماد نہیں کرتا۔
6۔تاجر کا صلہ اپنی کوشش اور مہارت کا ہے۔	6۔سودی کاروبار کرنے والا دوسرے کی محنت اور کوشش کو سود کی صورت میں سمیٹ لیتا ہے۔
7۔تاجر نفع ونقصان دونوں کے لیے تیار رہتا ہے۔	7۔سود خور صرف اور صرف نفع وصول کرتا ہے۔

سوال6: تجارت میں آپس کی رضامندی سے کیا مراد ہے؟

جواب: تجارت میں آپس کی رضامندی سے مراد ہے کہ ﴿1﴾ ناجائز دباؤ نہ ہو یعنی خریدنے اور بیچنے والے کی رضا شامل ہو۔ ﴿2﴾ فریب اور دغا نہ ہو۔ ﴿3﴾ رشوت اور سود میں بظاہر رضامندی ہوتی ہے لیکن دباؤ اور مجبوری کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ﴿4﴾ جوئے میں بظاہر رضامندی ہوتی ہے مگر جیتنے کے لیے، ہارنے کے ارادے سے کوئی راضی نہیں ہوتا۔ ﴿5﴾ دھوکے کی بیع اپنی تمام اقسام سمیت آپس کی ضامندی سے خالی ہوتی ہے اس لیے ایسا معاہدہ مفید نہیں ہوتا۔ ﴿6﴾ تجارت ہونے کے ساتھ ساتھ باہمی رضا مندی کی شرط اس امر کی دلیل ہے کہ یہ تجارتی عقد سود پر مبنی نہ ہو کیونکہ سود تجارت نہیں ہے بلکہ سود تجارت کے مقاصد کے خلاف ہے۔(تفسیر سعدی:506/1)

سوال7: آپس کی رضامندی سے خرید وفروخت کے لیے کیا شرط ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آپس کی رضامندی سے خرید وفروخت کے لیے شرط ہے کہ لین دین حلال اشیاء کا ہو۔ ﴿2﴾ حرام اشیاء کے کاروبار میں باہمی رضامندی بھی ہو تو جائز نہیں۔ ﴿3﴾ رضامندی میں خیارِ مجلس کا مسئلہ بھی آجاتا ہے یعنی جب تک ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرے سے الگ نہ ہوں سودا منسوخ کرنے کا اختیار ہے۔

سوال8: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو'' وہ تمام کام جن سے کسی کا حق متاثر ہوتا ہو جس معاشرے میں پائے جائیں گے وہ معاشرہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں گرا رہا ہوگا مثلاً سودخوری، چور بازاری، قمار بازی، چوری، چھینا جھپٹی، رشوت، دھوکہ بازی، ذخیرہ اندوزی، ناقابلِ فروخت اشیاء کی فروخت مثلاً ا۔عزت۔ب۔ضمیر۔ج۔ذمہ داری۔د۔فرضِ منصبی و۔ مذہب و دین۔ ﴿2﴾ دنیا میں یہ تباہی تمام لوگوں پر آئے گی: ا۔ظالم پر اس لیے کہ اس نے ظلم کیا۔ب۔مظلوم پر اس لیے کہ اس نے ظلم کے خلاف کام نہ کیا۔ ﴿3﴾ اس سے مراد خودکشی بھی ہوسکتی ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس ہتھیار سے اپنے پیٹ کو زخمی کرتا رہے گا۔ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کیا تو وہ اسے چوستا رہے گا اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر قتل کیا تو وہ پہاڑ سے یوں ہی گرتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہے گا۔ ﴿4﴾ اس سے مراد گناہ کرنا بھی ہوسکتا ہے یعنی حرمتوں کے پردے چاک کرنا، ناحق دوسروں کا مال کھا کر اپنی جانیں ہلاک کرنا۔ ﴿5﴾ اس سے مراد مسلمانوں کو قتل کرنا بھی ہوسکتا ہے۔

سوال9: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے تم پر نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے تم پر نہایت رحم کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کے کمزور ہونے کی بناء پر اس کے ساتھ کی جانے والی تخفیف سے اپنے رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دِلا کر کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دِلا کر ناجائز طریقے سے مال کھانے سے اور اپنے آپ کو قتل کرنے سے روکنے کا مطالبہ کیا ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا (30)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور جو شخص زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو بہت ہی جلد اُسے ہم آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے نہایت آسان ہے۔(30)

سوال1: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا'' اور جو شخص زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ'' جو کوئی ایسا کرے گا'' یعنی قتل۔ ﴿2﴾ عُدْوَانًا: حق پر زیادتی کرنا ہے۔ عُدْوَانًا '' زیادتی'' زیادتی اور سرکشی ہے یعنی جو جانتا ہو کہ یہ حرام کام ہیں پھر بھی ان کو کرنے کی جرأت کرے اور حرام کاموں میں کھیلے اس کے لیے سخت وعید ہے۔ ﴿3﴾ ظُلْمًا: حق دار کو اس کا حق نہ دینا، کسی چیز کو اس کے جائز مقام سے ہٹا دینا ہے۔ ﴿4﴾ جو شخص ظلم اور زیادتی سے کسی حرام کام کو انجام دے جب کہ اسے معلوم بھی ہو کہ وہ حرام کام ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہنم میں جھونکنے والے ہیں۔

سوال2: فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا'' تو بہت ہی جلد اُسے ہم آگ میں داخل کریں گے'' اللہ تعالیٰ نے عدوان اور ظلم سے کیسے روکا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ '' تو بہت ہی جلد اُسے ہم آگ میں داخل کریں گے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی سخت وعید سے عدوان اور ظلم سے روکا تاکہ جو ظلم اور زیادتی کرے گا اسے ہم ضرور آگ میں ڈالیں گے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں داخل کرنے کو اپنے لیے آسان عمل قرار دے کر ظلم اور عدوان سے روکا ہے۔

سوال3: وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا'' اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے نہایت آسان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے نہایت آسان ہے'' آگ میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشہ سے آسان ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا، نہ اس عذاب کو کوئی دور کر سکتا ہے، نہ اس کے لیے کوئی شفاعت کر سکتا ہے اس لیے پوری کوشش سے گناہوں سے بچنا چاہیے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا(31)

اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کر دیں گے اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔(31)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ ''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے'' حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجواب الکافی'' میں لکھا ہے کہ قرآن وسنت اور اجماع صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے افراد اور آئمہ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ گناہ چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔(تفسیر قاسمی 119,118/5)﴿2﴾بڑے گناہوں سے بچ جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے۔

سوال2: كَبَآئِرَ ''کبیرہ گناہ'' کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ کبائر، کبیرہ کی جمع ہے اور وہ عظیم نافرمانی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہو اور قرآن وسنت میں حد ہو جیسے قتل، زنا، چوری، شرک کبیرہ گناہ ہیں جنکا تذکرہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الکبائر'' میں کیا ہے اور ابن عباس نے کہا سات سو تک ہیں (تفسیر منیر 40/3)﴿2﴾ جس گناہ کے کرنے والے پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت کا ذکر ہو۔ ﴿3﴾ جس گناہ کے بارے میں یہ ذکر ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کو دیکھے گا، نہ اس سے کلام کرے گا۔﴿4﴾ شرک، قتلِ اولاد، قتلِ ناحق، ناجائز طریقے سے یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدانِ جنگ سے بھاگنا، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ۔

سوال3: کبیرہ گناہ کیسے معاف ہوتے ہیں؟

جواب: کفارہ دینے سے، فدیہ دینے سے اور توبہ واستغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ معاف فرماتے ہیں یعنی جب تک استغفار ہوتا رہے تو کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا (بشرطیکہ استغفار سچے دل سے ہو) اور صغیرہ پر اصرار ہوتا رہے تو پھر وہ صغیرہ نہیں رہتا۔(تفسیر انوار البیان:658/1)

سوال4: کبیرہ گناہ سے متعلق تین احادیث لکھیں؟

جواب:1۔سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے باپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں گناہوں میں سب سے بڑے گناہ سے آگاہ نہ کروں؟'' (تین مرتبہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وہ گناہ یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا فرمایا جھوٹی بات کہنا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے (دل میں) کہا: کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی اختیار فرماتے۔(مسلم:259)﴿2﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو' عرض کیا گیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟'' فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے دشمن کے مقابلے سے بھاگنا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔'' (مسلم:262)﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! کوئی آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔'' (مسلم:263)

سوال5: نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ''ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کر دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کبیرہ گناہوں سے اجتناب دو شرائط کے ساتھ صغیرہ کے لیے کفارہ بنتا ہے۔﴿1﴾ جب اجتناب قدرت اور ارادے سے ہو اللہ تعالیٰ کے خوف کے علاوہ کوئی چیز روکنے والی نہ ہو۔﴿2﴾ فرائض قائم کرنے کے ساتھ کبیرہ گناہوں سے اجتناب ہو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے آپ اجتناب کرو جو شخص نماز چھوڑنے سے اجتناب کرتا ہے اور کبیرہ گناہوں سے بھی اجتناب کرتا ہے تو اس کے چھوٹے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جاتے ہیں۔

سوال6: وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ''اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے'' اللہ تعالیٰ گناہوں سے دور رہنے کے بدلے میں ایسی عزت کی جگہ داخل کریں گے کہ ان جنتوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ''اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے'' (الشعراء:58)

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (32)

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے محنت سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کمایا اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کا سوال کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔(32)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول بتائیں؟

جواب:﴿1﴾ ترمذی اور حاکم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ مرد جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کر سکتے اور ہمیں وراثت بھی آدھی ملتی ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر جامع البیان:56/5)﴿2﴾ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مرد کو عورت سے دوگنا حصہ ملتا ہے اور عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے تو ہمارے عمل بھی کیا اسی طرح ہیں کہ اگر عورت کوئی نیکی کرے تو اسے آدھا ثواب ہے؟اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(لباب النقول:258،259/1)

سوال2:وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ تمنا کرے کہ اللہ نے دوسروں کو جو دیا ہے وہ اسے مل جائے، اس لیے کہ اس طرح کی خواہش اللہ کی تقدیر سے عدم رضا کی دلیل ہے۔اور اگر اس خواہش کے ساتھ یہ تمنا بھی شامل ہو جائے کہ دوسروں سے اللہ وہ نعمت چھین لے تو یہ حسد ہوگا،جس سے اللہ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:256)﴿2﴾ دوسرے کے مال کی تمنا کرنا حسد ہے رسول ﷺ نے فرمایا:تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے مال کی تمنا نہ کرے وہ یہ کہے **اللھم ارزقنی الھم اعطنی مثلہ** ''اے اللہ مجھے بھی رزق دے اے اللہ مجھے بھی اس کی طرح عطا فرما دے''(تفسیر طبری:263/8،264)﴿3﴾ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہو سکتا ہے، ایک تو اس پر جسے اللہ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن خیرات کرتا رہا۔(صحیح بخاری:5025)﴿4﴾ مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے پر عہدہ و مرتبہ میں، صلاحیت و قابلیت، مال و اسباب، حالات اور ذرائع وغیرہ میں فضیلت دی ہے۔

سوال3:لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ''مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے محنت سے کمایا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ ''مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جوانہوں نے محنت سے کمایااورعورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جوانہوں نے محنت سے کمایا''جس کی نیت میں جتنا خلوص ہوگااس کے مطابق اس کواجر ملے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایاہے کہ مردہو یاعورت ہرایک کے لیے اپنے اپنے عمل ہیں یعنی ہرایک کواپنے اپنے عمل کی جزایاسزاملے گی۔ ﴿3﴾مردوں اورعورتوں میں اعمال کےثمرات میں مساوات ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے مرداورعورت دونوں میں الگ الگ صلاحیت ودیعت کی ہے اور ہرایک کواس کی صلاحیت اورمحنت کے مطابق دنیاوی نعمتوں سے حصہ ملتاہے،اس لیے اللہ کی تقدیر پرراضی رہناچاہیے،اوراس ایمان کے ساتھ زندہ رہناچاہیے کہ اللہ ہی حکمتوں کوزیادہ جانتا ہے۔(تیسیرالرحمٰن:256) ﴿5﴾یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب نیک اعمال سے ہے۔مردکومحض مردہونے کی وجہ سےعورت پرعمل میں فضیلت نہیں ہے اورعورت محض عورت ہونے کی وجہ سے نیک عمل کےثواب سے محروم نہیں ہے،لہٰذاتم بجائے حسد کےاللہ تعالیٰ کافضل طلب کرو۔(دعوۃالقرآن)

سوال4:جدیدتہذیب عورت کوجوحقوق دیتی ہےان کی نوعیت کیاہے؟

جواب۔﴿1﴾جدیدتہذیب عورت کوجوحقوق دیتی ہے ان میں بعض قوانین ایسے ہیں کہ سب سے بڑے مردوارث کوتمام میراث کاحقدارسمجھتے ہیں۔﴿2﴾بعض قوانین یہ لازم کرتے ہیں کہ عورت جومالی معاہدہ بھی کرے اس کی منظوری ولی کی طرف سے اَزروئے قانون ضروری ہے۔﴿3﴾بعض قوانین بیوی کے لیے اپنی جائیدادکواستعمال کرنے کاحق اس وقت جائزکرتے ہیں جب شوہراس کی منظوری دے۔یہ حقوق بھی عورت کواس وقت ملے جب عورت نے خوداس کےحصول کے لیےتحریکیں چلائیں۔

سوال5:وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ''اورعورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جوانہوں نے محنت سے کمایا''اسلام نےعورت کوجوحقوق دیئے،کیاعورت کی ڈیمانڈپردیئے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اسلام نے انسانیت کے احترام میں عورت کوحقوق دیئے۔﴿2﴾اس کے لیےعورتوں کوکوئی چارٹرآف ڈیمانڈ پیش نہیں کرناپڑا۔﴿3﴾عورتوں کواپنےحقوق کے لیےالگ تنظیمیں قائم نہیں کرنی پڑیں۔4۔عورتوں کوبغاوت نہیں کرنی پڑی۔

سوال6:اسلام نےعورت کوجوحقوق دیئےاورجدیدمغربی معاشرے میں عورت کوجوحقوق دیئے گئے ہیں ان کا موازنہ کریں؟

جواب:عورت کےحقوق میں موازنہ:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسلام میں عورت کے حقوق	جدید مغربی ممالک میں عورت کے حقوق
1۔اسلام نے مرداورعورت کوقانون کے نقطۂ نظر سے مساوی حقوق دیئے ہیں۔	1۔قانون کی نظر میں مرداورعورت برابرنہیں مثلاً بعض قوانین ایسے ہیں کہ عورت اپنی جائیداد استعمال کرتے ہوئے شوہر کی منظوری لینے کی پابند ہے جبکہ مرد عورت کا پابندنہیں۔
2۔اسلام نے شہری حقوق میں مرداورعورت کو برابر قرار دیاہے۔اس سلسلے میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ میں کوئی فرق نہیں۔شادی کے بعداس کا نام،قانونی اورشہری حیثیت برقراررہتی ہےاس کی شخصیت ختم نہیں ہوتی۔	2۔عورت شادی ہوتے ہی اپنااوراپنے خاندان کا نام کھودیتی ہے اوراسے اس کے اپنے اوراس کے باپ کے نام سے نہیں شوہر کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔عورت کا نام ختم ہونے سے یہ پتہ چلتاہے کہ شادی کے بعدعورت کی شہری اورقانونی حیثیت ختم ہوگئی ہے اوروہ اپنے شوہر کی حیثیت میں گم ہوگئی ہے۔
3۔عورت اپنے معاملات خودطے کرسکتی ہے۔اپنے معاملات میں ہرقسم کے فیصلے کرسکتی ہے مثلاً خریدوفروخت ، رہن ، ہبہ اوروصیت وغیرہ۔	3۔عورت اپنے معاملات خودطےنہیں کرسکتی۔
4۔عورت کی جائیداداس کے شوہرکی جائیداد سے علیحدہ خوداس کی ملکیت ہوتی ہے۔نکاح کی وجہ سے اس کے حقِ ملکیت پرکوئی قیدعائدنہیں ہوتی۔	4۔شادی شدہ عورت اپنے معاملات خودطےنہیں کرسکتی۔ فرانس کے سول کوڈ کی دفعہ نمبر17میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ مرداورعورت کی ملکیت علیحدہ علیحدہ ہوگی اس کے باوجود وہ اپنی جائیداد ہبہ نہیں کرسکتی نہ اس کی ملکیت منتقل کرسکتی ہے،نہ رہن رکھ سکتی ہے، اِلّا یہ کہ اس کا شوہرکسی معاہدے میں اس کے ساتھ شریک ہو یا یہ کہ وہ تحریری طور پران امور میں سے کسی امر کی اجازت دے۔
5۔شوہرکوکوئی قانونی اختیارنہیں ہوتا کہ وہ بیوی کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیرحاصل کرے خواہ کم ہو یا زیادہ۔	5۔عورت شوہرکی اجازت کے بغیراپنے مال سے بھی کچھ نہیں کرسکتی ،عورت کی حیثیت عملاً ایک غلام اورایک لونڈی سے کم نہیں۔
6۔اسلام نے عورت کی قدرومنزلت میں اضافہ کیا کمائی اور ملکیت کےاعتبار سے	6۔اسلام کے ماسواکسی اورنظام نےعورت کومرد کے مساوی حقوق نہیں دیئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7:وَسْئَلُوااللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ ’’اوراللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کا سوال کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾’’اوراللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کا سوال کرو‘‘نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ سوال کو پسند کرتا ہے اور سب سے زیادہ فضیلت والی عبادت برائی کے مٹائے جانے کا انتظار ہے(ترمذی115،ابن مردویہ)

﴿2﴾اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا کے فضل کا سوال کرنا شرعاً واجب ہے اس کی دلیل یہی آیت ہے’’وَسْئَلُوااللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ‘‘

﴿3﴾ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا:جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

﴿4﴾یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے اس کی آرزو نہ کرو کیونکہ آرزو کا کوئی حاصل نہیں اور فضیلت قطعی ہے۔آرزوؤں سے فضیلت تمہارے پاس نہیں آسکتی۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ دعا کو محبوب رکھتا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ سوال کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا وہ بندہ بہت پیارا ہے جو برائی مٹانے کو محبوب رکھتا ہو۔(ابن مردویہ)

سوال8:اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ’’یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘‘کہ کون اس کا مستحق ہے کہ اس کو دیا جائے اور کون یہ حق نہیں رکھتا۔اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق دیتا ہے۔

سوال9:اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ’’یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘‘اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کیسے دِلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کی کمائی کے علم سے اور اپنے فضیلت دینے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدًا(33)

اور ہر ایک کے لیے ہم نے وارث بنائے ہیں اُس میں سے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔اور جن سے تم نے عہد باندھے ہوں اُنہیں اُن کا حصہ دے دو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے۔(33)

سوال1:وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ ’’اور ہر ایک کے ہم نے وارث بنائے ہیں‘‘مَوَالِیَ سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: مَوَالِیَ سے مراد وارث ہیں۔اس سے عصبہ یعنی وہ وارث مراد ہیں جن کا حصہ قرآن میں وحدیث میں متعین نہیں یعنی جو ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں میت کے وارث بنتے ہیں۔

سوال2: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ''اور ہر ایک کے ہم نے وارث بنائے ہیں اُس میں سے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں'' کیا میراث کا معاہدہ پورا کیا جائے گا؟

جواب: ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔حکم یہ تھا کہ جن سے تم نے قسمیں کھا کر معاہدہ کیا ہے انہیں بھی میراث میں حصہ دو۔اب وفائے عہد باقی ہے میراث میں کچھ نہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''ہجرت کے بعد مہاجر انصاری کا وارث ہوا کرتا تھا رشتہ دار نہیں کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان میں بھائی چارہ کو پایا تھا۔''

سوال3: وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ ''اور جن سے تم نے عہد باندھے ہوں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: وہ لوگ جن سے تم نے عقد (موالات) باندھ رکھا ہے اس سے مراد مہاجرین اور انصار کی مؤاخات ہے۔

سوال4: وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ''اور جن سے تم نے عہد باندھے ہوں اُنہیں اُن کا حصہ دے دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ''اور جن سے تم نے عہد باندھے ہوں اُنہیں اُن کا حصہ دے دو'' اہل عرب میں دوستی اور بھائی چارے کے معاہدے ہوتے تھے یوں لوگ ایک دوسرے کی میراث کے وارث بن جاتے تھے۔ اسلام نے یہ واضح کر دیا کہ وراثت تو قرابت کے قاعدے کے مطابق تقسیم ہوگی البتہ اپنی زندگی میں انہیں کچھ دے سکتے ہو۔

﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَوَالِیَ سے مراد وارث ہیں۔(بخاری:4580)

سوال5: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے'' ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعے سے تمام امور کی، اپنی بصارت سے بندوں کی حرکات کی، اور اپنی سماعت کے ذریعے تمام آوازوں کی خبر رکھتا ہے اس طرح وہ ہر چیز پر حاضر ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شہید ہے۔آپ کے کاموں میں سے کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں لہذا اس سے ڈرو اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:257)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے شَہِیْدًا ہونے کا شعور کیوں دِلایا ہے؟

جواب: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے'' اللہ تعالیٰ نے وارث مقرر کر کے ہر ایک کا حصہ اُس تک پہنچانے کے لیے اپنے شَہِیْدًا ہونے کا شعور دِلایا ہے۔

رکوع نمبر3

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا (34)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے۔ پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا، اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو تو تم ان کو سمجھاؤ اور ان کو بستروں میں چھوڑ دو اور ان کو مارو، چنانچہ اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کو (ستانے کی) کوئی راہ تلاش نہ کرو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بے حد بلند، بہت بڑا ہے۔ (34)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ایک انصاری رحمت عالم ﷺ کے پاس اپنی بیوی کو لائے، عورت بولی: انہوں نے مجھے تھپڑ مارا ہے اور اس کا نشان میرے چہرے پر موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں یہ لائق نہیں تھا اس پر یہ آیت اتری، یعنی مرد قوام ہے اور ادب کی غرض سے عورت کو مار کر سیدھا کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے کچھ اور چاہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کچھ اور چاہا۔ (ابن جریر)

سوال2: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ''مرد عورتوں پر نگران ہیں'' قَوّٰمُوْنَ ''نگران'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قوّام یا قیّم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حفاظت ونگرانی کرنے اوراس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔(مترادفات)﴿2﴾قَوّٰمُوْنَ قوامٌ کی جمع ہے قامَ قِیَامٌ سے ہے۔قیام کہتے ہیں کھڑا ہونے کو۔قوّام کھڑا رکھنے والا۔معاملے کی ذمہ داری کو پورا کرنے پر قادر(المنجد)﴿3﴾قام کے بعد علٰی آتا ہے تو اس میں نگرانی،حفاظت اور تولیت،کفالت کا مفہوم آجاتا ہے۔(تدبر قرآن)﴿4﴾اقام ہے ٹیڑھے کو سیدھا کرنا۔ (مترادفات القرآن)﴿5﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:''قوّام سے امیر مراد ہے یعنی مرد عورتوں پر امیر ہیں۔''

سوال3:سربراہی کیوں ضروری ہے؟

جواب:﴿1﴾ کسی بھی نظام کو درست حالت میں چلانے کے لیے۔﴿2﴾ کسی بھی نظام کی نگرانی کے لیے۔﴿3﴾ کسی نظام کی حفاظت کے لیے۔﴿4﴾ کسی نظام کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سربراہی ضروری ہے۔

سوال4:کسی بھی ادارے کی سربراہی اور اس کا انتظام کس کے سپرد کیا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ کسی بھی ادارے کی سربراہی اور اس کا انتظام اہل ترین افراد کے سپرد کیا جاتا ہے۔﴿2﴾انتظام ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دیا جاتا ہے جو اپنے شعبے میں اچھی مہارت رکھتے ہوں۔﴿3﴾انتظام ایسے افراد کے ہاتھوں میں دیا جاتا ہے جو اس شعبے کے بارے میں وافر معلومات رکھتے ہوں۔﴿4﴾انتظام ایسے افراد کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے جو تجربہ اور صلاحیت رکھتے ہوں مثلاً بینک،ملز،کمپنیز،یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کے سربراہ وغیرہ مہارت،معلومات،تجربہ اور صلاحیت کی بناء پر منتخب کئے جاتے ہیں۔

سوال5:گھریلو نظم میں سربراہ کسے بنایا گیا ہے؟

جواب:گھریلو نظم میں سربراہ مرد کو بنایا گیا ہے۔

سوال6:وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ''اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے'' خاندان کی سربراہی کے لیے مرد کو متعین کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾مرد کی تخلیق اسی لحاظ سے ہوئی ہے اس کی فطری خصوصیات اس بات کا مستحق بنا دیتی ہیں کہ وہ گھرانے کا نگران ہو اور خاندان میں بڑا ہو۔﴿2﴾مرد کی بناوٹ اور عورت کی بناوٹ میں جو حیاتیاتی اور نفسیاتی فرق ہے اس میں قوامیت کی صلاحیتیں مرد کو دی گئی ہیں اور اطاعت کی صلاحیتیں عورت کو۔﴿3﴾مرد پورے گھرانے کے اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے، نگرانی اور حفاظت کا ذمہ دار بھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: مرد کی کون سی خصوصیات اسے اس کا مستحق بنا دیتی ہیں کہ وہ گھرانے کا سربراہ ہو؟

جواب: ﴿1﴾ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے'' اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ یعنی وہبی، جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مردانہ قوت اور دماغی صلاحیت ہے یہ پیدائشی طور پر دی گئی فضیلت ہے۔ ﴿2﴾ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ''اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے'' اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں یہ کسبی فضیلت ہے یعنی مردوں کی معاشی ذمہ داری ہے تو یہ دونوں خصوصیات ایسی ہیں جو مرد کی قوامیت کا سبب ہیں۔

سوال8: بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے'' فضیلت سے کیا مراد ہے؟

جواب: فضیلت سے مراد: خصوصیات اور قوتیں ہیں اس سے مراد شرف، کرامت اور عزت نہیں ہے۔

سوال9: مرد کی نگرانی کے کون کون سے اسباب ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ صلاحیت۔ تنظیمی صلاحیتیں زیادہ ہیں۔ ﴿2﴾ ذمہ داریاں۔ خاندان کی معاشی ضروریات کا کفیل ہو۔ ﴿3﴾ خصوصی اختیارات اصلاح اور تحفظ کیلیے۔

سوال10: اسلامی نقطہءنظر سے خاندان کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلامی نقطہءنظر سے انسان اس کائنات کا اہم ترین عنصر ہے۔ ﴿2﴾ خاندان انسانی زندگی کا ابتدائی ادارہ ہے۔ ﴿3﴾ خاندان انسان کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ خاندان کا ادارہ کائنات کی اہم ترین پیداوار نسلِ انسانی کی افزائش کا ذمہ دار ہے۔

سوال11: اسلام خاندان کی تنظیم کرتے ہوئے کن اصولوں کو پیش نظر رکھتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام خاندان کی تنظیم انسان (مرد اور عورت) کی فطرت کو۔ ﴿2﴾ مرد اور عورت کی صلاحیت کو۔ ﴿3﴾ فرائض اور واجبات کو (جو مرد اور عورت پر عائد کئے گئے ہیں) دیکھتے ہوئے کرتا ہے۔

سوال12: اسلام نے ذمہ داریوں کی تقسیم کس بنیاد پر کی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اسلام نے مرد اور عورت پر ذمہ داریوں کی تقسیم ''عدل'' کی بنیاد پر کی ہے۔

سوال13: اسلام نے عورت پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ کیوں نہیں ڈالا؟

جواب: اسلام نے عورت کی حیا، اس کی عفت اور اس کے تقدس کے تحفظ کے لیے اُسے معاشی ذمہ داریوں سے دور رکھا ہے۔

سوال14: کیا اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کو سربراہی کا حق حاصل ہے؟

جواب: اسلامی نقطۂ نظر سے سربراہی حق نہیں ہے، ذمہ داری ہے اور جہاں ذمہ داریوں کی بات آتی ہے تو اسلام اس کی تقسیم فطری اعتبار سے کرتا ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد کو اللہ تعالیٰ نے پیدائشی اعتبار سے ایسی صلاحیتیں دی ہیں جس کی وجہ سے وہ قوام ہے۔ اسی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے امور ایک عورت کے سپرد کر دیئے۔ (صحیح بخاری)

سوال15: خاندان کی بنیاد جوڑے پر رکھی گئی، اس کے لیے قرآن سے دلیل دیں؟

جواب: خاندان کی بنیاد جوڑے پر رکھی گئی، اس کے لیے قرآن حکیم کی دلیل ہے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی۔ (النساء:1)

سوال16: مرد اور عورت جوڑا ہیں ان کے ملاپ میں اللہ نے کیسے زندگی کے سارے راز (حکمتیں) رکھ دیے ہیں حکمتوں کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جسمانی راحت اور آرام۔ ﴿2﴾ اعصابی ٹھہراؤ۔ ﴿3﴾ روحانی اطمینان۔ ﴿4﴾ نفسیاتی سکون ﴿5﴾ برائی اور فحاشی سے بچنے کیلیے ڈھال۔ ﴿6﴾ گناہوں سے بچاؤ کا سامان۔ ﴿7﴾ نئی نسل کا وجود میں آنا۔ ﴿8﴾ زندگی کے اندر تسلسل۔ ﴿9﴾ زندگی کے طریقوں کی ترقی کا راز۔ ﴿10﴾ انسانی تربیت گاہ۔ ﴿11﴾ محبت اور ہمدردی۔

سوال17: عورت کا فطری فریضہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حاملہ ہو۔ ﴿2﴾ وضع حمل کے بعد بچے کو دودھ پلائے۔ ﴿3﴾ بچے کی پرورش، نگہداشت اور تربیت کی ذمہ دار ہو۔

سوال18: اللہ تعالیٰ نے عورت کو فطری فرائض ادا کرنے کے لیے کون سی صلاحیتیں دی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ نرمی۔﴿2﴾ مہربانی۔﴿3﴾ جلدی جواب دینا۔﴿4﴾ جلدی متاثر ہوجانا۔﴿5﴾ جذباتیت۔﴿6﴾ نزاکت و لطافت یہ سب خصوصیات عورت کی شخصیت کی ساخت میں موجود ہیں۔

سوال19: مرد کا فطری فریضہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ خاندان کی تمام ضروریات کا کفیل ہو۔﴿2﴾ عورت اور بچے کی مدد اور حفاظت کا ذمہ دار ہو۔

سوال20: اللہ تعالیٰ نے مرد کو اپنے فطری فرائض ادا کرنے کیلیے کون سی خصوصیات عطا کی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ سخت جان اور مضبوطی۔﴿2﴾ مرد جلدی متاثر نہیں ہوتا۔﴿3﴾ کسی صورت حال کو قبول کرنے کیلیے جلد تیار نہیں ہوتا۔﴿4﴾ ہر کام سوچ سمجھ کر نتائج پر نظر رکھ کر انجام دیتا ہے۔﴿5﴾ غور و فکر کرتا ہے۔

سوال21: مرد اور عورت کی خصوصیات کا موازنہ کریں؟

جواب:(ماخوذ از سیکنڈ سکیل مادام بوائر 155__154)

مرد	عورت
1۔مسائل کو حل کرنے میں زیادہ بہتر ثابت ہوتے ہیں۔	1۔عورتوں کی سوچ میں جذباتیت غالب ہوتی ہے۔
2۔قوت اور بہادری میں زیادہ ہے۔	2۔عورت میں مرد کے مقابلے میں قوت اور بہادری کم ہوتی ہے۔
3۔مرد میں سختی، قوت اور عزیمت ہے۔	3۔عورت میں نزاکت، لطافت اور نرمی ہے۔
4۔مرد کسی بھی معاملے میں اقدام کا حوصلہ رکھتے ہیں۔	4۔عورت کے اندر اقدام کا حوصلہ مرد کے مقابلے میں بہت کم ہے۔
5۔مرد میں قائدانہ صلاحیتیں زیادہ ہوتی ہیں۔	5۔عورت میں قائدانہ صلاحیتیں مرد کے مقابلے میں زیادہ نہیں ہوتیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

6۔مرد مشکل اور محنت طلب کام کرسکتا ہے۔	6۔عورت مشکل اور محنت طلب کام عام طور پر کرنے سے گریز کرتی ہے۔
7۔مرد خوشی اور غم کی تصویر کشی عورت سے بہتر کرتا ہے (ادب,شاعری)	7۔خوشی اور غم زیادہ محسوس کرتی ہے۔
8۔دماغی ساخت میں فرق ہے مرد کا دماغ عورت کے دماغ سے 100 گرام زیادہ ہوتا ہے	8۔عورتوں کا دماغ مردوں کے مقابلے میں چھوٹا ہوتا ہے۔
9۔مرد مضبوط ہوتا ہے،اعصابی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ ا۔پھیپھڑوں کی قوت زیادہ ۲۔بھاگنے میں تیز ۳۔وزن زیادہ اُٹھا سکتا ہے۔	9۔عورت کمزور ہوتی ہے،اعصابی قوت مرد کے مقابلے میں کم ہوتی ہے ا۔پھیپھڑوں کی قوت کم ۲۔بھاگنے میں سست رفتار ۳۔وزن کم اُٹھا سکتی ہے۔
10۔مرد میں عزم واستقلال پایا جاتا ہے جو منصوبوں کی تکمیل کیلیے ضروری ہے۔	10۔عورت میں عزم واستقلال کا فقدان ہے۔
11۔مرد پٹھوں کی قوت عورت سے 1/3 زیادہ رکھتا ہے۔	11۔عورت کے پٹھوں کی قوت مرد کے مقابلے میں 1/3 کم ہوتی ہے۔
12۔جرأت مند ہوتا ہے۔	12۔عورت میں جرأت کی کمی ہوتی ہے۔
13۔مرد طبعاً آزاد منش ہوتا ہے	13۔عورت طبعا آزاد منش نہیں ہوتی
14۔مرد کیلیے جوان ہوتے ہی مسائل نہیں ہیں۔	14۔عورت کے جوان ہوتے ہی حیض،نفاس،حمل،زچگی کی تکالیف ہوجاتی ہیں۔پھر اذیت ناک سردرد،متلی، چکر بلیڈنگ وغیرہ کے روگ لگے رہتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

15۔مرد کا حافظہ عورتوں سے بہتر ہوتا ہے۔	15۔عورت کا حافظہ مردوں سے کم تر ہے۔
16۔مرد کی انتقامی صلاحیت زیادہ ہے۔	16۔عورت کی انتقامی صلاحیت مردوں کے مقابلے میں کم ہے۔

سوال22: کیا عورت کے اندر تضادات پائے جاتے ہیں؟

جواب: فرائیڈ نے میری بوناپارٹ کو ایک خط لکھا ''تین سال کی تحقیق کے باوجود اس کا جواب مجھے نہیں مل سکا کہ آخر عورت کیا چاہتی ہے۔؟ وہ کیوں مجموعہ اضداد ہے۔مثلاً

﴿1﴾ آزادی کی پرستار مگر عدم تحفظ سے خوفزدہ۔ ﴿2﴾ حاکمانہ اختیار کی خواہاں مگر سکون وقرار مرد کے زیرِ سایہ ملے۔﴿3﴾ عزت کی حفاظت کیلیے جان کی بازی لگائے مگر زندگی کے عام حقائق سے سمجھوتہ کرلے۔

سوال23: عورت کے اندر تضادات کیوں پائے جاتے ہیں؟

جواب: والٹر شواز نے اس کا جواب دیا ہے کہ ''عورت صرف ''دماغ''ہی نہیں ''رحم'' بھی رکھتی ہے۔کئی رشتوں میں منقسم ہے وہ ایک ماں بھی تو ہے اس کی سب سے بڑی کمزوری اس کا رحم ہے۔

سوال24: کیا عورت ٹریننگ کے بعد مرد والی ذمہ داریاں ادا کرسکتی ہے؟

جواب: عورت کی علمی اور عملی تربیت سے اس کی صلاحیت متاثر ہوگی جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا اور تیار کیا گیا ہے۔مثلاً بحیثیت ماں، فرائض کی ادائیگی کے قابل نہیں رہے گی۔

سوال25: اگر عورت کو مرد کی سرپرستی حاصل نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو کیسا سمجھتی ہے؟

جواب: محروم، ناقص اور بدحال۔عورت کی فطرت میں ہے کہ کوئی اس کا سرپرست اور حاکم ہو۔

سوال26: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا'' بہترین عورت کون ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ ''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں'' نیک عورتیں اپنے شوہروں کی مطیع ہوتی ہیں۔ (تفسیر جامع البیان:70/5) ﴿2﴾ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ '' وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا'' وہ (شوہروں کی) عدم موجودگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی وجہ سے شوہر کی عزت اور حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔مثلاً: الف۔اپنی ذات کو کسی کی نظروں کا شکار نہیں ہونے دیتیں۔ب۔اپنی عصمت اور عزت کو نہیں لٹاتیں۔﴿3﴾ وہ خلوت کے معاملات کو خاص طور پر ازواجی زندگی کے معاملے کو کسی پر ظاہر نہیں کرتیں اگر چہ کوئی کتنا ہی قریبی ہو اور اپنی حفاظت کرتی ہیں کہ کوئی ہاتھ انہیں چھوئے یا کوئی آنکھ انہیں دیکھے یا کسی کی بات کو سنیں۔(تفسیر مراغی:206/2) ﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہیں۔(عرب عورتیں) ان میں سب سے بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں جو بچوں پر ان کی چھوٹی عمر میں بہت زیادہ شفقت کرنے والی ہوتی ہیں اور شوہر کے مال کی خوب حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔(بخاری:760/2) ﴿5﴾ جو اللہ کے تخلیقی منصوبے میں خود کو شامل کرتے ہوئے مرد کی برتری تسلیم کرلے۔نبی ﷺ نے فرمایا:'' بہترین عورت وہ ہے کہ جب اس کا شوہر اسے دیکھے تو اسے خوش کردے، جب حکم دے تو اس کا حکم بجالائے اور جب اس سے الگ ہو کر کہیں چلا جائے تو اپنی عصمت کی حفاظت اور اس کے مال کی حفاظت کرے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔(ابن جریر) ﴿6﴾ اگر عورت پانچوں نمازیں پڑھتی رہے، رمضان کے روزے رکھتی رہے اور اپنی عصمت کی حفاظت کرتی رہے اور شوہر کی اطاعت میں لگی رہے تو اسے حکم ہوگا کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں چلی جائے۔''

سوال27: بہترین مرد کون ہے؟

جواب: جو اپنی برتر حیثیت کی بناء پر اس حقیقت کو بھول نہ جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ برتر ہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہے اور میں اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

سوال28: مرد اور عورت میں فرق کس اعتبار سے ہے؟

جواب: دنیا کے انتظام کے اعتبار سے۔

سوال29: اللہ کے ہاں مرد اور عورت کا مقام کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسانیت میں دونوں برابر ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو قابل عزت بنایا ہے۔﴿3﴾ مرد اور عورت کو اپنے اپنے اعمال کی جزا ملے گی۔﴿4﴾ اللہ کے قانون میں جیسے مرد ملکیت رکھ سکتا ہے، عورت بھی رکھ سکتی ہے۔﴿5﴾ مرد میراث کا حق رکھتا ہے۔عورت بھی رکھتی ہے۔﴿6﴾ مرد قانونی شخصیت ہے، عورت علیحدہ قانونی شخصیت ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال30: مرد کو بحیثیت نگران (قوام) کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ عورت کے حق میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ ﴿2﴾ اگر کوئی عورت مرد کی انتظامی بڑائی کو نہ مانے تو مرد کے اندر انتقامی جذبہ نہیں اُبھرنا چاہیے۔ ﴿3﴾ مرد عورت پر الزام لگا کر بدنام نہ کرے۔ ﴿4﴾ مرد عدل سے کام لے۔ ﴿5﴾ مرد عورت کی اصلاح کی کوشش کرے۔

سوال31: مرد عورت کی اصلاح کیسے کرے گا؟

جواب: ﴿1﴾ مرد ابتداء میں عورت کی اصلاح سمجھانے بجھانے سے کرے گا۔ ﴿2﴾ دباؤ ڈالنے سے (بولنا، چھوڑ دینا، ترک تعلق کر لینا) ﴿3﴾ آخری درجہ میں مرد سزا دے سکتا ہے جیسے مار (مسواک سے)۔

سوال32: مرد کی نگرانی کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مرد کی نگرانی کا مطلب خاندانی نظام کے اندر ایک ذمہ داری ہے۔ ﴿2﴾ مرد کی نگرانی خاندانی نظام کی حفاظت اور بچاؤ کے لیے ہے۔ ﴿3﴾ مرد کی نگرانی کا مطلب عورت کی شخصیت کی نفی نہیں ہے۔ ﴿4﴾ مرد کی نگرانی کا مطلب خاندان کے افراد کی حق تلفی نہیں۔ ﴿5﴾ مرد کی نگرانی کا مطلب خاندان کے افراد کے فرائض کا خاتمہ نہیں ہے۔

سوال33: نیک عورت کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب: ﴿ا﴾ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ ''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں'' ﴿1﴾ نیک عورتیں صالح ہوتی ہیں۔ القنوت سے مراد توجہ، ارادہ، رغبت، دلی چاہت سے اطاعت جس میں کوئی جبر، دباؤ نہیں، کمزوری اور سستی نہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا عورتوں میں سے کون سی عورت اچھی ہوتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے خاوند کو خوش کرے، جب وہ اس کی طرف دیکھے اور جب وہ حکم کرے تو بجالائے اور اس سے اپنے جی میں اور اپنے مال میں جو خاوند کو برا لگے، مخالفت نہ رکھے۔ (سنن نسائی: 3233) (سلسلہ صحیحہ: 1838) ﴿3﴾ سیدنا حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ میں کسی کام سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون عورت (آئی) ہے؟ کیا شوہر والی ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں'' پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: ''تیرا اپنے شوہر کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''میں نے کبھی اس کی اطاعت اور خدمت کرنے میں کسر نہیں چھوڑی سوائے اس چیز کے جو میرے بس میں نہ ہو۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا یہ بتاؤ اسکی نظر میں تم کیسی ہو؟ یاد رکھو! وہ تمہاری جنت اور جہنم ہے۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(احمد،طبرانی،حاکم،بیہقی)﴿4﴾سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:تم میں سے کوئی عورت مرجائے اس حال میں کہ اسکا شوہراس سے راضی ہوتووہ جنت میں جائے گی۔(سنن ترمذی:1161)﴿5﴾ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس کوچار چیزیں مل گئیں اس کودنیاوآخرت کی خیرمل گئی:شکرگزاردل ذکرکرنے والی زبان مصیبت پرصبرکرنے والابدن ایسی بیوی جواپنی جان میں اورشوہرکے مال میں خیانت نہیں کرتی(مشکوۃ:283)ب۔حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ''وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا''﴿1﴾شوہرکی عزت اورحقوق کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔مثلاً اپنی ذات کوکسی کی نظروں کا شکارنہیں ہونے دیتی،اپنی عصمت اورعزت کونہیں لٹاتی۔﴿2﴾مردعورت کوکسی ایسے فعل کے ارتکاب کی اجازت نہیں دے سکتاجس کی حفاظت کرنے کااللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے۔﴿3﴾مردبرانہ منائے تب بھی عورت کوایسے افعال کے ارتکاب کی اجازت نہیں۔﴿4﴾عورت پرفرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدودمیں اپنی حفاظت کرے۔

سوال34:وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ ''اوروہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو''نشوز کسے کہتے ہیں؟

جواب:''اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو''﴿1﴾نشیزہ:اس سواری کوکہتے ہیں جس کی پیٹھ پرسواریازین نہ رہ سکے۔﴿2﴾عورت کااپنے شوہرسے بغض رکھنا۔﴿3﴾عورت کااپنے شوہرکانافرمان ہونااوراس کواپنے لیے جائزسمجھنا۔﴿4﴾عورت کاشوہرسے ناموافقت رکھنا،نباہ نہ کرنا۔﴿5﴾عورت کااپنے شوہرکے مقابلے میں سرکشی اختیارکرنا۔﴿6﴾امام راغب اصفہانی کہتے ہیں:ا۔عورت کااپنے شوہرکوبرُا سمجھنا۔ب۔سرکشی کرنا۔ج۔کسی دوسرے مرد پرنظررکھنا۔د۔بدخوئی کرنا۔﴿7﴾نشوزکالغوی معنی بلندی یاارتفاع،اٹھان اورابھارکے ہیں۔خصوصاًجب کسی چیز میں اٹھان اورتحرک اور ہیجان کانتیجہ ہومثلاً عورت اپنے خاوندکواپناہمسر یااس کی سربراہی کواپنے لیےتوہین سمجھ کراسے تسلیم نہ کرتی ہو۔اس کی اطاعت کی بجائے اس سے کج بحثی کرتی ہو۔خندہ پیشانی سے پیش آنے کی بجائے بدخلقی سے پیش آتی ہواورسرکشی پراترآتی ہو۔بات بات پرضداورہٹ دھرمی دکھاتی ہویامرد پرناجائزتہمتیں لگاتی ہو۔یہ باتیں نشوز کے معنی میں داخل ہیں۔(تیسیر القرآن:398/1397,)

سوال35:اگرسرکشی اورکشیدگی واقع ہوجائےتو کیاہوتاہے؟

جواب:﴿1﴾اصلاحی اقدامات کافائدہ نہیں ہوتا۔﴿2﴾جنگ اورمقابلہ شروع ہوجاتاہے۔﴿3﴾ہرفریق کی کوشش ہوتی ہےدوسرے کاسرکچل دے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال36:عورت کی جانب سے سرکشی شروع ہوتے ہی مرد کو اسلام کس چیز سے روکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ فوراً معاہدہ نکاح توڑنے سے۔﴿2﴾ سرکشی اور نفرت کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے۔

سوال37:عورت کی سرکشی کا انجام کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ خاندان کی ٹوٹ پھوٹ ﴿2﴾ نسل انسانی کی تیاری اور تربیت کا کام ختم ہوجاتا ہے۔

سوال38:اسلام خاندانی نظام کے بچاؤ کے لیے کیا تدابیر اختیار کرتا ہے؟

جواب:سرکشی کے آثار ظاہر ہوتے ہی تدارک کیا جائے:﴿1﴾ فَعِظُوْهُنَّ "تو تم ان کو سمجھاؤ" یعنی وعظ ونصیحت۔﴿2﴾ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ "اور ان کو بستروں میں چھوڑ دو" Bed Share نہ کیے جائیں۔﴿3﴾ وَاضْرِبُوْهُنَّ "اور ان کو مارو" جسمانی اذیت

سوال39:عورت کی سرکشی کا علاج ابتداء میں نہ کیا جائے تو کیا نتائج نکلتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ نافرمانی۔﴿2﴾ بغاوت۔﴿3﴾ مرد کی نگرانی کا رعب ختم۔﴿4﴾ خاندان دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے اور علاج کا فائدہ نہیں ہوتا۔

سوال40:وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ "اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو تو تم ان کو سمجھاؤ" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ "اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو تو تم ان کو سمجھاؤ" یہ پہلی دوا ہے کہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ اور نصیحت کرو ایسے کلام سے جو سخت دلوں کو نرم کردے اور نفرت کرنے والی طبیعت میں رغبت پیدا ہوجائے۔(الاساس فی التفسیر:1054/2)﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نصیحت کرو۔﴿3﴾ فَعِظُوْهُنَّ یعنی انہیں اس طرح کی بات کرو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس بات کو جان لو کہ آپ پر میری اطاعت فرض ہے اور میری نافرمانی کرکے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور یہ اس لیے کہ شوہر کا حق ادا کرنا اور اس کی اطاعت کرنا آپ پر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ نے شوہر کی نافرمانی کو حرام کیا ہے اور شوہر کو یہ فضیلت مال خرچ کرنے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔(تفسیر قاسمی:132/5)﴿4﴾ وعظ سے مراد ناصحانہ گفتگو ہی نہیں، بلکہ مشفقانہ برتاؤ بھی ہے یعنی اپنے قول وفعل کے لحاظ سے عورت کے لیے اس درجہ محبوب ودل پسند بننے کی کوشش کرو کہ وہ لامحالہ متاثر ہوکر تمہارے بلند اخلاق اسے مجبور کردیں کہ وہ اپنی غلطی کو محسوس کرے۔(تفسیر سراج البیان:198/1)

سوال41:وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ "اور ان کو بستروں میں چھوڑ دو" خواب گاہوں میں علیحدہ رہنے کا طریقہ کہاں تک مؤثر ہے؟

جواب:﴿1﴾ "اور ان کو بستروں میں چھوڑ دو" یہ دوسری دوا ہے جب وعظ ونصیحت بے کار ہوجائے۔﴿2﴾ جب عورت خود سری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی زد میں ہو۔﴿3﴾ جب عورت اپنے شوہر کو خاطر میں نہ لائے اور مرد اپنی فطری خواہشات پر قابو پا کر عورت کی فطری کشش کا مقابلہ کرے تو وہ عورت کے مؤثر ترین ہتھیار کو کند کر دیتا ہے۔ مرد قوت کا اظہار کرتا ہے تو عورت ہتھیار ڈال دیتی ہے۔

سوال42: خواب گاہوں سے علیحدہ کرنے کے کیا آداب ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ خواب گاہ کے علاوہ عورت کے ساتھ دوسرے تعلقات بحال رہیں۔﴿2﴾ بچوں پر میاں بیوی کے درمیان ہونے والی کشیدگی کا اظہار نہ ہو۔﴿3﴾ غیروں کے سامنے جدائی یا کشیدگی نہ ہو جس کی وجہ سے عورت کی عزت نفس مجروح ہو۔﴿4﴾ خواب گاہ سے علیحدگی کا مقصد یاد رکھنا چاہیے عورت کو سرکشی سے روکنا ہے اس کی تذلیل نہیں۔

سوال43: وَاضْرِبُوْهُنَّ ''اور ان کو مارو'' عورت کو مارنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ان کو مارو'' یہ تیسری دوا ہے اللہ تعالیٰ نے مارنے کا حکم دیا اور اس کے لیے شرائط عائد کی ہیں۔ مارا صلاح کے لیے ہو، مار میں بھی مرد کی طرف سے ہمدردی اور محبت ہو۔ مار کا مقصد عورت کو سزا دینا نہیں ہے۔﴿2﴾ مار کا مقصد عورت سے انتقام لینا نہیں ہے۔﴿3﴾ مار کا مقصد غصے کو ٹھنڈا کرنا نہیں ہے۔﴿4﴾ یہ مار ذلت، توہین اور حقارت کے لیے نہیں ہے۔ عورت کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ ہر چیز برداشت کر سکتی ہے بجز اپنے محبوب کے غصہ کے اور اگر اس پر بھی تبدیلی نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بالکل عام عورت ہے۔ اس لیے عامیانہ سلوک کی مستحق ہے۔ اسے پیٹنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں مگر یہ تیسرا درجہ ہے۔ (تفسیر سراج البیان:198/1)

سوال44: عورت کو مارنے کی کب اجازت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب وعظ ونصیحت کام نہ دے۔﴿2﴾ خواب گاہوں میں علیحدگی بھی مفید ثابت نہ ہو۔﴿3﴾ جب بگاڑ خطرناک سطح تک پہنچ جائے۔

سوال45: اسلام نے عورت کی سرکشی کی بیماری کے علاج کے لیے جو اقدامات روا رکھنے کا حکم دیا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اسلام نے یہ اقدامات اس لیے روا رکھے ہیں تاکہ سرکشی کی بیماری کا علاج کیا جائے قبل اس کے کہ یہ حد سے گزر جائے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔ عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے، اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑو گے تو برابر ٹیڑھی رہے گی۔ پھر عورتوں کے حق میں وصیّت قبول کرو۔'' (صحیح مسلم:3644)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال46: سرکش عورت کو مارنے کے بارے میں نبی ﷺ کی کیا ہدایات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انہوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ عورت کا مرد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اسے کھانے کی ضرورت ہو تو اسے دیا جائے، کپڑے کی ضرورت ہو تو پہنایا جائے، چہرے پر نہ مارا جائے، نہ چہرے کو بگاڑا جائے، اس کو صرف گھر کے اندر خواب گاہ سے علیحدہ کیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: 2144) ﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو نہ مارو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے عرض کیا عورتیں تو مردوں پر جری ہوگئی ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں مارنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس بہت ساری عورتیں آئیں اور اپنے مردوں کے خلاف شکایت کی اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: محمد ﷺ کی ازواج کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف شکایت لے کر آتی ہیں جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہ تم میں سے اچھے لوگ نہیں۔ (ابوداؤد: 2146) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کسی خادم یا عورت کو کبھی نہیں مارا۔ (ابوداؤد: 4786)

سوال47: سرکش عورت کو مارنے کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ پھر کیا ماریں کہ نہ نشان پڑے، نہ چہرے پر ماریں؟ تو انہوں نے جواب دیا: مسواک کی طرح کی چیز سے۔ ﴿1﴾ چہرے پر نہ مار سکتا ہے نہ چہرے کو بگاڑ سکتا ہے۔ ﴿2﴾ ایسی مار نہیں مار سکتا جس سے جسم پر کوئی نشان پڑ جائے۔ ﴿3﴾ عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے کہ پھر دوسرے دن اس سے ہم بستر ہوگا۔ (صحیح بخاری: 5204) ﴿4﴾ اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ یہ مار بالکل ہلکی قسم کی ہو، ایسی نہ ہو جس سے چوٹ زیادہ آجائے یا جس سے رفیق زندگی کی توہین لازم آتی ہو، بلکہ مفسر صحابہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو یہ منقول ہے کہ یہ مار مسواک جیسی ہلکی پھلکی چیز سے ہو۔ (تفسیر ماجدی: 732,733/1)

سوال48: فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ''چنانچہ اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کو (ستانے کی) کوئی راہ تلاش نہ کرو'' عورت کی اطاعت کی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: عورت اطاعت کے لیے آمادہ ہو تو سب ذرائع جن سے اصلاح مقصود ہے رک جائیں گے۔ اطاعت ڈنڈے کی اطاعت نہ ہو کیونکہ اس سے مضبوط خاندان وجود میں نہیں آتا۔ عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا (آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا) اللہ کی حمد وثنا فرمائی اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کی انھوں نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حدیث میں پوراواقعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:خبردارتم عورتوں سے بھلائی کروہ تمہارے پاس قید ہیں تم سوائے اس کے انکی کسی چیز کے مالک نہیں ہومگر یہ کہ وہ واضح اور کھلی بے حیائی کریں اگر وہ ایسا کرتی ہیں توان کے بستروں سے الگ ہوجاؤاورانھیں ضرب لگاؤ اور مارایسی ماروجوظاہری نہ ہواگروہ تمہاری فرماں برداری کرتی ہیں توان پرکوئی راستہ تلاش نہ کرو۔خبردار!تمہاراعورتوں پراورعورتوں کاتم پرحق ہے۔تمہاراان پرحق یہ ہے کہ وہ ایسے آدمیوں کوگھروں میں نہ آنے دیں جن کوتم ناپسند کرتے ہواورنہ ایسے لوگوں کوتمہارے گھروں میں آنے کی اجازت دیں جن کا آنا تمہارے لیے ناگوار ہے۔ خبردار!بیویوں کاتم پرحق ہے کہ ان سے خوراک اورلباس کے بارے میں اچھاسلوک کرو۔(جامع ترمذی:1163)

سوال49:اگرعورت اصلاح کرلے پھرراستہ تلاش نہ کرو،اس سے کیامراد ہے؟

جواب:راستہ تلاش نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ تنگ نہ کرو،مار پیٹ نہ کرو،طلاق نہ دو۔سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تم لوگ عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی امانت کے ساتھ انھیں حاصل کیا ہے۔اورتم نے اللہ کے حکم سے انکی شرم گاہ کوحلال سمجھا ہےاورتمہارے لیےان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ایسے کسی آدمی کونہ آنے دیں کہ جن کوتم ناپسند کرتے ہواوراگروہ اس طرح کریں توتم انہیں مارسکتے ہومگرایسی مارکہ انکو چوٹ نہ لگے اوران عورتوں کاتم پر یہ بھی حق ہے کہ تم انھیں حسب اطاعت کھانا پیناورلباس دواورمیں تم میں ایک چیز چھوڑ کرجارہا ہوں کہ جس کے بعدتم گمراہ نہیں ہوگے۔اورتم لوگ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کومضبوطی سے پکڑے رکھنااورتم سے میرے بارے میں پوچھاجائے گاتوتم کیا کہوگے؟انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں اللہ کے احکام کی تبلیغ کردی اورآپ ﷺ نے شہادت والی انگلی کوآسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے اورلوگوں کی طرف منہ موڑتے ہوئے فرمایا: اے اللہ!گواہ رہنااے اللہ!آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات کہے۔(صحیح مسلم:2950)

سوال50:اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بے حد بلند،بہت بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بے حد بلند،بہت بڑا ہے''اگرعورت کے جھک جانے پربھی مردانتقامی کاروائی کرتا ہےتواس میں اللہ تعالیٰ فریق ہے جوبہت بلنداور بہت بڑا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی صفات کی وجہ سے سرجھک جائیں۔بغاوت اورسرکشی کے جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنےعلیّ اورکبیر ہونے کاشعوراس لیے دلایا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے تا کہ جو مرد اپنے آپ کو عورت سے بڑا سمجھتے ہوئے ظلم کرتے ہیں وہ ظلم سے باز آجائیں، اگر وہ عورت سے بڑے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بڑا ہے، اگر وہ کمزوروں پر ناحق ظلم کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے گا۔

وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَیۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا (35)

اور اگر تم ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف شوہر کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف بیوی کے رشتے داروں میں سے مقرر کردو، اگر دونوں اصلاح کا ارادہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کردے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔(35)

سوال1: وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَیۡنِهِمَا ''اور اگر تم ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو'' نکاح کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہو جائے تو اسلام کیا حکم دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اگر تم ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو'' اس آیت میں شوہر اور بیوی کی نفرت اور بے زاری کا ذکر ہے کہ اگر نفرت اتنی بڑھ جائے کہ اس سے نکاح کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہو تو اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ خاندانی پنچائیت بٹھائی جائے جس میں ایک ثالث مرد کی مرضی کا مقرر ہو، ایک ثالث عورت کی مرضی کا مقرر ہو۔ ﴿2﴾ دونوں ثالث مصالحت کرانے کی کوشش کریں۔

سوال2: فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ ''تو ایک منصف شوہر کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف بیوی کے رشتے داروں میں سے مقرر کردو'' اسلامی نقطہ نظر سے ثالثوں کا کردار کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلامی نقطہ نظر سے ثالثوں کا مقصد مصالحت کروانا ہو۔ ٹھنڈے ماحول میں جمع ہوں۔ معاشی حالات و مفادات کو نظر انداز کردیں۔ زوجین کے خاندانوں کی شہرت اور عزت کا خیال رکھیں۔ ﴿2﴾ سر جوڑ کر بیٹھیں اور دونوں کے معاملے میں غور کریں ذاتی میلانات کو سامنے نہ رکھیں۔ ﴿3﴾ مصلحت کے تحت جو مناسب ہو عمل میں لائیں خواہ ملاپ کرادیں یا تفریق۔

سوال3: ثالثوں کا اجتماع کب ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ جب زوجین کے اندر اصلاح کی خواہش ہو۔ ﴿2﴾ جب زوجین کے اندر اخلاص ہو لیکن اصلاح کی خواہش غصے کے جذبات تلے دب گئی ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: ثالث مقرر کرنے والا کون ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب مبہم رکھا ہے۔﴿1﴾ زوجین خود ہی اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کا انتخاب کر سکتے ہیں۔﴿2﴾ دونوں خاندانوں کے بزرگ مداخلت کر کے پنچایت مقرر کر سکتے ہیں۔

سوال5: ثالثوں کے اختیارات کیا ہیں؟

جواب: ان ثالثوں کو ملانے اور جدا کرنے کے پورے اختیارات ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثالث قرار دیا ہے انہیں اپنا فیصلہ صادر کرنا ہے خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ثالث مقرر کرتے ہوئے عدالت کی طرف سے انہیں حاکمانہ اختیارات دے دیئے تھے۔

سوال6: باہمی اختلاف میں انسان کا ذہن کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان کا ذہن متاثر ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ انسان کسی واقعے کا ٹھنڈے دل و دماغ سے حقیقت پسندانہ انداز میں تجزیہ نہیں کر پاتا۔

سوال7: اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا ''اگر دونوں اصلاح کا ارادہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا'' کیسے وضاحت کریں؟

جواب: ''اگر دونوں اصلاح کا ارادہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ زوجین میں موافقت پیدا کر دیتے ہیں'' اگر وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں، صدق دل سے چاہیں تو دونوں کا رابطہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تحت ہو جائے گا۔

سوال8: اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات علیم اور خبیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ حکم شوہر بیوی میں اصلاح کروانا چاہتے ہیں یا نہیں اللہ تعالیٰ کو پوری طرح علم ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے اور ان کے علاوہ لوگوں کے حالات کی پوری خبر رکھتا ہے، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے، ان پر نگہبان ہے یہاں تک کہ وہ انہیں احسان پر جزا دے گا اور برائی پر بخشش یا عذاب دے گا۔(تفسیر جامع البیان:90/5)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے خاندانی معاملات کی درستگی کے لیے عورت کی چڑھائی اور مرد کی اصلاح کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طریقے اختیار کرنے پر یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارے تمام معاملات خواہ آپس کے ہوں، حَکَم بنانے کے ہوں، مار پیٹ کے، دلی معاملات ہوں یا علیحدگی اختیار کرنے کے، اللہ تعالیٰ ان کا علم بھی رکھتا ہے اور اسے اس کی خبر بھی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی خبر کی وجہ سے عورتوں کے معاملات میں اس سے ڈر کر رہو۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا (36)

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پہلو کے ساتھی اور مسافر کے ساتھ اور (ان کے ساتھ) جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، فخر کرنے والا ہو۔(36)

سوال1: انسانی زندگی کی اصلاح کے لیے ان آیات میں کیا پروگرام دیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی اصلاح کے لیے یہ احکامات دیے ہیں ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ﴿2﴾ والدین سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿3﴾ رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿4﴾ یتیموں اور مسکینوں سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿5﴾ رشتہ دار پڑوسی سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿6﴾ اجنبی ہمسایہ سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿7﴾ پہلو کے ساتھی سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿8﴾ مسافر سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿9﴾ لونڈی غلاموں سے حسنِ سلوک کرو۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ کاموں سے روکا ہے۔ ا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ ب۔ بڑائی پر فخر نہ کریں۔ ج۔ بخل نہ کریں۔ د۔ اللہ کے فضل کو نہ چھپائیں۔ ہ۔ ریاکاری نہ کریں۔

سوال2: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن حکیم میں جہاں بھی عبادت کا حکم ہے اس سے مراد توحید ہے۔ (تفسیر سمرقندی: 301/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے یعنی شرک سے روکا ہے اس لیے کہ اسی نے پیدا کیا، وہی رزق دینے والا ہے، وہی ہر حال میں فضل و کرم کرنے والا ہے، اس لیے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کی مخلوق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں سے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔﴿3﴾ عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ ظاہری اور باطنی، پوشیدہ اور اعلانیہ خضوع اور حوالگی ہے۔﴿4﴾ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ''اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ'' پہلا حکم اور پہلا واجب اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی توحید، اس کی اطاعت اور اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کرنا اور اس کی ربوبیت میں کسی بشر یا پتھر یا کسی مادی غیر مادی چیز کو شریک نہ کرنا ہے۔(الاساس فی التفسیر:2/1059)﴿5﴾ مشرکین عرب بتوں کی بندگی کرتے تھے اور انہیں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بناتے تھے جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے۔وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں۔آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اُس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔(یونس:18)﴿6﴾ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔(الزمر:65)﴿7﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بہت ناشکرا ہو۔(الزمر:3)

سوال3:وَاعْبُدُوا اللّٰهَ ''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم کس مقصد کے لیے دیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس نے ہمیں اپنے لیے پیدا کیا۔عبادت کو ہماری زندگی کا مقصد ٹھہرایا تا کہ محبت اور تعظیم کے ساتھ ہم قلب اور قالب سے اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بننے سے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾جب انسان اللہ تعالیٰ کا بن جاتا ہے تو اس کے اندر تواضع کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔﴿2﴾انسان کا یہ مزاج انسانی تعلقات میں ظاہر ہوتا ہے۔﴿3﴾یہ تواضع والدین کے ساتھ تعلق میں حسنِ سلوک کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔﴿4﴾ ہر شخص جس سے اس کا واسطہ پڑے اس کو ایسا انسان پاتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر کھڑا دیکھ رہا ہو۔﴿5﴾انسان ہر ایک کا حق اس کے تعلق کے لحاظ سے، اس کی ضرورت کے لحاظ سے ادا کرنے والا بن جاتا ہے۔﴿6﴾انسان کو نظر انداز کرنا اس کو یوں لگتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے یہاں نظر انداز کئے جانے کا خطرہ مول لے رہا ہو۔

سوال5: جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کرے اس کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اس کے اندر فخر کی نفسیات جاگ اُٹھتی ہے۔﴿2﴾وہ اپنے مال، علم، اقتدار کو اپنی محنت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔﴿3﴾ایسا شخص اپنی کمائی کو صرف اپنا حق سمجھتا ہے۔﴿4﴾ کمزور رشتہ داروں یا محتاجوں سے تعلق جوڑنا اس کو اپنے مقام سے نچلے درجے کی چیز محسوس ہوتی ہے۔﴿5﴾اپنی خواہشات کی تسکین اور اپنی مصلحتوں کی تکمیل کے لیے مال خرچ کرنا کافی سمجھتا ہے۔﴿6﴾ایسی کسی جگہ خرچ کرنا جہاں اس کی انا کو تسکین نہ ملے وہاں خرچ کرنے میں اس کا دل تنگ ہوتا ہے۔﴿7﴾ریاکاری کے لیے خرچ کرنے میں فیاض ہوتا ہے۔﴿8﴾دینی مواقع پر خرچ کرنے میں وہ بخیل ہوتا ہے۔

سوال6: جو لوگ اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کریں پھر وہ کس کے حوالے کرتے ہیں؟

جواب: جو لوگ اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے نہیں کرتے ان کا نفس اور ان کے معاملات شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں۔ وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے، شیطان اسے نفع کی امید دلاتا ہے اور انسان اس کی طرف دوڑتا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان ابدی نفع سے دل چسپی نہیں رکھتا مگر ایسی کوشش اللہ تعالیٰ کے یہاں کام آنے والی نہیں۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟

جواب: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عفیر نامی گدھے پر آپ ﷺ کے ساتھ سوار تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ اس کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں (ورنہ) وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ (بخاری:7373)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8:انسان نیکی کے کاموں کا آغاز کہاں سے کرے؟

جواب:﴿1﴾والدین اور خاص رشتہ داروں سے۔﴿2﴾عام رشتہ داروں سے۔﴿3﴾پھر محتاجوں سے۔

سوال9:جو انسان گھر کے اندر نیکی،رحم اور محبت نہیں سیکھتا یا تجربہ نہیں کرتا ایسے انسان سے دوسروں کے حق میں ایسے جذبات کی توقع کیوں نہیں کی جاسکتی؟

جواب:﴿1﴾انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے قریبی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کی طرف مائل ہوتا ہے۔﴿2﴾جو انسان گھر کے اندر جہاں فطرت بھی اسے مجبور کرتی ہے رحمت اور محبت کا معاملہ نہیں کرتا اس سے غیروں کے حق میں توقع نہیں کی جاسکتی۔اس لیے کہ وہاں ایسی رشتہ داری نہیں،فطری کشش نہیں اور رشتہ داروں میں رشتے کی کشش انسان سے بہت کچھ کروالیتی ہے۔

سوال10:وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا''اور والدین کے ساتھ احسان کرو''کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور والدین کے ساتھ احسان کرو''﴿1﴾اللہ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت اس لیے کی کہ دنیا میں کسی کے وجود میں آنے کا ذریعہ والدین ہی ہوتے ہیں۔اطاعتِ والدین کی اہمیت کے پیشِ نظر ہی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی کئی آیتوں میں اپنی عبادت اور والدین کے ساتھ احسان وحسنِ سلوک کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔جیسے فرمایا:اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ میرا شکر ادا کرو اور والدین کا۔اور فرمایا:وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اللہ نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔(تیسیر الرحمٰن:260)﴿2﴾وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی،اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اُس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی،میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔(لقمان:14)﴿3﴾ابن عربی نے کہا:والدین کے ساتھ حسن سلوک فرائض میں سے دین کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اقوال میں بھی اور افعال میں بھی۔(تفسیر منیر:69/3)﴿4﴾وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا اور آپ کے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔(اسراء:23)﴿5﴾ احسان یعنی سلوک کی دو اضداد ہیں، برا سلوک اور عدم احسان (حسن سلوک نہ کرنا) اور دونوں سے روکا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:513,514/1)

سوال11: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کرنے والا دنیا میں کیا پریشانی دیکھتا ہے؟

جواب: جو شخص والدین کو ستائے اس کی آخرت سے پہلے ہی وہ طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ایک آدمی آ کر عرض کرنے لگا کہ ایک نوجوان عالمِ نزاع میں ہے۔اس کو کہا جاتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّااللہ پڑھو مگر نہیں پڑھ سکتا۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا وہ نماز پڑھتا تھا؟'' آنے والا بولا: ''جی ہاں۔'' رسول اللہ ﷺ اُٹھ کر چل دیے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑے۔آپ ﷺ اس نوجوان کے پاس تشریف لے گئے اور کہا: لَا اِلٰہَ اِلَّااللہُ کہو۔اس نے عرض کیا: ''میں نہیں کہہ سکتا۔'' فرمایا: ''کیا وجہ ہے؟'' کسی نے عرض کیا: ''یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا اس کی والدہ زندہ ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''اسے بلا لاؤ۔'' والدہ کو بلایا گیا، وہ حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمہارا بیٹا ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''جی ہاں۔'' ارشاد فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر بہت بڑی آگ بھڑکائی جائے اور تمہیں کہا جائے کہ اگر تم اس کی سفارش کرو گی تو اس کو ہم چھوڑ دیتے ہیں ورنہ اس کو آگ میں جلا ڈالیں گے۔کیا تم اس کی سفارش کرو گی یا جل جانے دو گی؟'' اس کی ماں عرض کرنے لگی: ''یارسول اللہ ﷺ! تب تو میں سفارش کر دوں گی۔'' ارشاد فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ کو اور مجھے گواہ بنا کر کہو کہ تم اس پر راضی ہو۔'' عرض کرنے لگی: یااللہ! میں تجھے اور تیرے رسول ﷺ کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوگئی ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے سے کہا: ''اے لڑکے! کہو: لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ نوجوان نے یہ الفاظ کہہ دیے تو نبی ﷺ نے فرمایا: تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میرے وسیلے سے اس نوجوان کو دوزخ سے بچا لیا۔'' (طبرانی، احمد)

سوال12: وَّبِذِی الْقُرْبٰی ''اور رشتہ داروں'' سے حسن سلوک کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور رشتہ داروں'' قرآن حکیم میں گیارہ جگہ پر رشتہ داروں کے حقوق کا تذکرہ ملتا ہے۔یہ آیت کریمہ تمام رشتہ داروں کو شامل ہے خواہ دور کے ہوں یا قریب کے۔ان کے ساتھ قول و فعل سے حسن سلوک کرنا ہے اور اپنے قول یا فعل سے قطع رحمی نہیں کرنی۔﴿2﴾ رب العزت کا ارشاد ہے: وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اور رشتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دار کو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور تم بے جا خرچ نہ کرو، بے جا خرچ کرنا۔(بنی اسرائیل:26)﴿3﴾ سیدنا سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسکین کو صدقہ دینا صدقہ ہے اور رشتے دار کو (صدقہ دینا) دو نیکیاں ہیں: صدقہ بھی اور صلہ رحمی بھی۔(سنن ابن ماجہ:1844)

سوال13: رشتہ داروں سے حسن سلوک کا کیا اجر ہے؟

جواب: نبی ﷺ نے فرمایا: مسکین پر صدقہ کرنے کا ثواب ہے اور رشتے دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے کہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔

سوال14: وَالْيَتٰمٰى ''اور یتیموں'' سے حسن سلوک کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وہ چھوٹے بچے جو اپنے باپ سے محروم ہو گئے ہوں تمام مسلمانوں پر ان کا حق ہے خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں کہ وہ ان کی کفالت کریں، ان کے ساتھ نیک سلوک کریں، ان کی دل جوئی کریں، ان کو ادب سکھائیں اور ان کے دینی اور دنیاوی مصالح میں ان کی بہترین تربیت کریں۔(تفسیر سعدی:514/1)﴿2﴾ یتیموں کی خبر لینے والا اور ان پر خرچ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا اس لیے فرمایا کہ ان سے حسن سلوک کرو اور ان کے سر پر دستِ شفقت رکھو۔﴿3﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو باہم ملایا۔(صحیح بخاری:6005)

سوال15: وَالْمَسٰكِيْنِ ''اور مسکینوں'' مسکینوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کیا ہدایات ہیں؟

جواب:﴿1﴾ مسکین وہ لوگ ہیں جن کو فقر و حاجت نے بے حرکت اور عاجز کر دیا ہو، جنہیں اتنی ضروریاتِ زندگی حاصل نہ ہوں جو ان کو کفایت کر سکیں اور نہ ان کو جن کے یہ کفیل ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے ان کو ضروریاتِ زندگی مہیا کی جائیں، ان کا فقر و فاقہ دور کیا جائے، لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دی جائے اور حتی الامکان ان امور کا انتظام کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:514/1)﴿2﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے ہاں چکر کاٹتا رہتا ہے، ایک یا دو لقمے اور ایک یا دو کھجوریں لے کر واپس چلا جاتا ہے، بلکہ مسکین تو وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا جو اسے مستغنی کر دے اور نہ کسی کو اس کا حال معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسے صدقہ دے اور نہ وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔ (بخاری:1479، مسلم:1039)﴿3﴾ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مال بڑا سرسبز و شیریں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے،تو اس مسلمان کا مال کتنا اچھا ہے جس میں سے وہ مسکین،یتیم اور مسافر کو عطا کرتا ہے۔'' (بخاری:1052)

سوال16:وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی'' اور رشتہ دار ہمسایوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے جبریل علیہ السلام پڑوسیوں کے بارے میں یہاں تک وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ پڑوسیوں کو وارث بنادیں گے۔(بخاری:6687)﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا:پڑوسی تین قسم کے ہیں ایک حق والا یعنی ادنیٰ،دو حق اور تین حق والے یعنی اعلیٰ،ایک حق والا وہ ہے جو مشرک ہو۔دو حق والا وہ ہے جو مسلمان ہو مگر رشتہ دار نہ ہو۔تین حق والا وہ ہے جو مسلمان ہو اور رشتہ دار ہو۔(مسند احمد)﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔(صحیح بخاری:5185)﴿4﴾ نبی ﷺ نے بیان کیا واللہ! وہ ایمان والا نہیں ہے۔واللہ! وہ ایمان والا نہیں ہے عرض کیا گیا کون یارسول اللہ ﷺ ؟ آپ ﷺ نے فرمایا:وہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔(صحیح بخاری:6016)﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:اللہ کی نگاہوں میں بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں بہتر ہو،اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں اچھا ہو۔(مسند احمد:6566)﴿6﴾ پڑوسی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ ہدیہ اور صدقہ دیتا رہے،اس کو دعوت پر بلاتا رہے، اقوال وافعال میں نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا کرے اور قول وفعل سے اس کو اذیت دینے سے باز رہے۔(تفسیر سعدی)

سوال17:وَالْجَارِ الْجُنُبِ'' اور اجنبی ہمسایوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' اور اجنبی ہمسایوں''﴿1﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ شخص کہ اس کے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم:948/3)﴿2﴾ وہ پڑوسی جو قریبی نہ ہو،پڑوسی کا دروازہ جتنا قریب ہوگا اس کا حق اتنا ہی زیادہ موکد ہوگا۔پڑوسی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ ہدیہ اور صدقہ دیتا رہے،اس کو دعوت پہ بلاتا رہے اقوال وافعال میں نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا کرے اور قول وفعل سے اس کو اذیت دینے سے باز رہے۔(تفسیر سعدی:514/1)﴿3﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں میں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو اس کو دے دو۔(صحیح بخاری:890/2)

سوال18:وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ''اور پہلو کے ساتھی'' صاحب بالجنب سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد دوست اور ہم نشین جو ساتھ رہتا ہو۔﴿2﴾ ایسا شخص بھی جس سے کہیں کسی وقت ساتھ ہو جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿3﴾ سفر کے دوران ہم سفر وغیرہ ﴿4﴾ اس سے بعض مفسرین نے عورت مراد لی ہے۔ ﴿4﴾ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ کا اطلاق سفر کا ساتھی، کام کے ساتھی، بیوی اور ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو کسی فائدے کی اُمید پر کسی کی قربت اختیار کر لے۔ اس میں وہ لوگ بھی آجاتے ہیں جو علم حاصل کرنے، کوئی کام سیکھنے یا کاروباری سلسلے میں ساتھ رہتے ہوں یا جنہیں پاس بیٹھنے کا موقع ملے۔

سوال19: وَابْنِ السَّبِيْلِ ''اور مسافر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ غریب الوطن شخص جو دور اجنبی شہر میں ہو، وہ خواہ محتاج ہو یا نہ ہو، اس کی شدتِ احتیاج اور وطن سے دور ہونے کی وجہ سے مسلمانوں پر اس کا حق ہے کہ وہ اسے نہایت انس واکرام کے ساتھ اس کے مقصد تک پہنچائیں۔ (تفسیرِ سعدی) ﴿2﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں جا رہے تھے۔ اثنائے سفر میں آپ ﷺ نے فرمایا ''جس کے پاس فاضل سواری ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس کھانا نہیں۔ غرض یہ کہ آپ ﷺ نے مال کی ایک ایک قسم کا جدا جدا ذکر کیا۔ حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ اپنے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم:1728) ﴿3﴾ آپ ﷺ نے فرمایا ''تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں اور نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ (ان میں سے ایک) وہ جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافر کو بھی پانی نہ دے۔ (بخاری:2358)

سوال20: وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ''جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے'' کا اطلاق کن لوگوں پر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں یعنی غلام اور کنیزیں وغیرہ۔ اس کا اطلاق گھروں، دوکانوں، مِلوں، کمپنیوں یا اداروں کے تمام ملازموں اور نوکروں پر ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی غلاموں سے ایک اعتبار سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ﴿2﴾ غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو اس لیے کہ غلامی سے بڑھ کر انسان کی اور کوئی کمزوری نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا: ''اے مسلمانو! دیکھو نماز کا خیال رکھنا اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کا۔ (ابوداؤد:5156) ﴿3﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ یہ باندی غلام تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے خادم ہیں اللہ تعالیٰ نے انکو تمہارے تصرف میں دے دیا ہے سو جس کے تصرف میں کوئی غلام ہو وہ اسے اسی میں کھلائے جس میں سے خود کھاتا ہے اور اسی میں سے پہنائے جس میں سے خود پہنتا ہے اور ان سے وہ کام نہ لو جس کی ان کو طاقت نہ ہو، اگر طاقت سے زیادہ کام لو تو ان کی مدد کر دو۔ (بخاری:346) ﴿4﴾ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خزانچی سے دریافت کیا: کیا غلاموں کو کھانا دے دیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے؟اس نے کہا:نہیں۔تو فرمایا: جاؤاورانہیں کھانا دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: آدمی کواتناہی گناہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں سے اپنے ہاتھ کوروکے جن کی معاش کاوہ ذمہ دار ہے۔(مسلم:996)﴿5﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانالائے تواسے بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اوراگر کھانا کم ہوتواسے لقمہ دو لقمے دے دے۔کیونکہ اس نے پکانے کی گرمی اوردھواں برداشت کیا ہے۔(بخاری:5460،مسلم:1663)

سوال21: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًا ''یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا،فخر کرنے والا ہو'' اللہ تعالیٰ فخر وغرور کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ **المختال اور ختال** کا معنی ایک ہے یعنی غرور کرنے اوراکڑنے والا۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن کا فخر اور تکبر ان کے حقوق کو ادا کرنے سے مانع رہتا ہے۔(تفسیر سعدی)﴿3﴾ مغرور انسان فخر کی وجہ سے اپنے آپ کو ہی بڑی چیز سمجھنے لگتا ہے۔﴿4﴾ اپنی کمائی کو اپنا حق سمجھتا ہے﴿5﴾ کمزور رشتہ داروں یا محتاجوں سے تعلق جوڑنا اپنے مقام سے نچلے درجے کی چیز سمجھتا ہے۔﴿6﴾ ریاکاری کرتا ہے۔

سوال22: یہاں تکبر اور فخر وغرور کی خاص طور پر مذمت کیوں کی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾ تکبر کی مذمت اس لیے کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جن لوگوں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے ان پر وہی عمل کرسکتا ہے جس کا دل تکبر سے خالی ہو اور جو فخر وغرور میں مبتلا نہ ہو۔کیونکہ متکبر مغرور شخص نہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکتا ہے نہ اپنوں اور غیروں سے حسن سلوک کرسکتا ہے اس لیے تکبر اور فخر وغرور کی خاص طور پر مذمت کی گئی ہے۔﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔اس پر ایک آدمی نے عرض کیا: ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال (خوبصورتی) ہی کو پسند فرماتا ہے تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔(صحیح مسلم:265)﴿3﴾۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا،اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔(بخاری:861)

سوال23: مال کی وجہ سے انسان کے اندر کون سے رویے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ احسان کا رویہ۔یہ ان لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جو مال کو اللہ کا انعام سمجھتے ہیں ان کے اندر تواضع اور شکر گزاری کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جذبہ پیدا ہوتا ہے جو انہیں دوسروں پر احسان کے لیے آمادہ کرتا ہے۔﴿2﴾ بخل کا رویہ۔ جو لوگ مال کو اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ فخر وغرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو حقوق کی ادائیگی کے منافی ذہنیت ہے۔ یہ لوگوں پر دھونس رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے کم ظرفوں سے نفرت کرتا ہے۔

سوال24: انسان احسان کب کر سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاتا ہے۔﴿2﴾ جب وہ تمام ہدایات اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے۔﴿3﴾ جب وہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور آخرت کے اجر کی اُمید کے لیے کرتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا(37)

وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(37)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ علماء یہود اپنے علم میں بخل کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ بخل کرتے ہیں الخ۔ اور ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ کروم زید کعب بن اشرف کا دوست، اسامہ بن حبیب، نافع بن ابی نافع بحری بن عمرو، حیی بن اخطب رفاعہ بن زید بن تابوت، یہ لوگ کچھ انصاری حضرات کو نصیحت کرنے کے لیے آیا کرتے تھے اور ان سے کہتے کہ اپنے اموال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر خرچ مت کرو کیونکہ ہمیں تم پر فاقہ اور تمہارے مالوں کے ختم ہو جانے کا ڈر ہے اور صدقہ وخیرات میں جلدی بھی مت کرو کہ کل کی کیا خبر؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی) (تفسیر ابن کثیر:262/1)

سوال2: اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں'' بخیل کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں تنگ ہو۔ یعنی جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق والدین، رشتہ داروں، یتیموں، ضرورت مندوں، بیوی، بچوں، مسافروں، لونڈیوں اور غلاموں پر خرچ نہیں کرتے اور اس میں سے زکوٰۃ نہیں نکالتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جو کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی بخل کی رغبت دیں۔ جو دوسروں کے حقوق کشادہ دلی سے ادا کرتا ہے لیکن اپنی ذات کے معاملے میں تنگی برتتا ہے وہ بخیل نہیں ہے۔

سوال3: اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں'' بخیلی کسے کہتے ہیں؟

جواب: بخیلی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کرے لیکن ریاکاری اور نام ونمود کے لیے خرچ کرے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے بخیلی کی مذمت کیسے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بخیلی کو کافرانہ طرزِ عمل قرار دیا ہے۔

سوال5: بخل کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان کیا ہے؟

جواب: عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھا پھر فرمایا: تم بخیلی سے بچو، تمہارے پہلے لوگ اسی بخل کی وجہ سے تباہ ہوگئے، حرص نے ان کو بخیل کر دیا اور ناتا توڑنے کو کہا تو انہوں نے ناتا توڑ دیا، فسق فجور کا حکم کیا تو انہوں نے فسق اور فجور کیا۔'' (سنن ابوداؤد:1698)

سوال6: بخیلی کی ہدایت کون کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بخیل انسان دوسروں کی فیاضی کی وجہ سے اپنے بخل پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے تاکہ اس کی بخیلی کا بھانڈا نہ پھوٹے۔ بخیل شخص یہ چاہتا ہے کہ کوئی بھی حقوق کی ادائیگی میں ملامت نہ کر سکے اس لیے ہر ایک کے سامنے اپنے وسیع اخراجات، کاروباری نقصانات، مانگنے والوں کی کثرت اور اپنی پھیلی ہوئی ذمہ داریوں کا رونا روتے رہتے ہیں تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ یہ شخص غنی ہے، دریادل ہے لیکن بڑی بھاری ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ (تدبر القرآن) ﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کو نعمت سے سرفراز کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کے اوپر اس کی نعمت کے اثرات ظاہر ہوں یعنی نعمت مل جانے کے بعد اس نعمت کو ظاہر کرو خود بھی کھاؤ پیو دوسروں کو بھی کھلایا کرو۔ (مختصر ابن کثیر:321/1)

سوال7: اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں'' بخیلی کا سبب کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ انسان اپنے مال کو اللہ کی دین سمجھنے کی بجائے اپنی تدبیر اور قابلیت کا سرچشمہ سمجھنے لگتا ہے۔﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ بخیلی اور برا اخلاق (سلسلہ احادیث صحیحہ)

سوال8: بخیلی کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب: بخیلی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تواضع اور شکرگزاری کا جذبہ بخیل کے اندر مردہ پڑ جاتا ہے یہ دو جذبے ہی فیاضی کا اصل محرک بنتے ہیں۔

سوال9: وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ''اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانا کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانے سے مراد ہے کہ انسان اس طرح رہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل ہی نہ کیا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور مال والا اپنی حیثیت سے گر کر رہے نہ اپنے آپ پر خرچ کرے، نہ گھر والوں پر، نہ حق داروں پر اور نہ نیکی کے کاموں میں بھاگ بھاگ کر حصہ لے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانے سے یہاں مراد علم کو چھپانا ہے یہود نے نبی ﷺ کی صفات کو چھپایا تھا جس کے دلائل تورات اور انجیل میں تھے اور انہوں نے اپنے مالوں میں بخل کیا اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے تھے انہوں نے انصار سے کہا: ''اپنے مالوں کو محمد ﷺ پر خرچ نہ کرو ہم تم پر فقر سے ڈرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:261)

سوال10: وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ''اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' بخیل کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب کیوں ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' بخیل کو مال سے انتہائی محبت ہے اس کی یہ عادت نہیں ہے کہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھے اور ان پر خرچ کرے وہ ہر طرح سے ناشکری کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر پردہ ڈال کر اسے چھپاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں خود فقیر ہوں میرے پاس کیا ہے؟ اسے ظاہر نہیں ہونے دیتا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کافر ہے۔ اس لیے اسے ڈرایا گیا ہے کہ ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔﴿2﴾ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں اپنی نعمت کا شکرگزار بنا کہ اسے پا کر تیری بڑائی بیان کریں۔ ہمیں اسے قبول کرنے والا بنا اور اسے ہم پر مکمل فرما۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا(38)

اور جولوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر، اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے۔(38)

سوال1: وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ''اور جولوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور جولوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر'' جمہور علماء کے نزدیک یہ منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ریاکاری نفاق میں سے ہے۔(تفسیر قرطبی:135/3)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ریاکاری کو ایسے لوگوں کا وطیرہ بتایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے جن کا ساتھی شیطان ہے۔﴿3﴾ وہ کافر اور مشرک ہیں جو اسلام کا تقیہ کے طور پر اظہار کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کا انفاق ریاکاری کے لیے ہوتا ہے۔

سوال2: ریاکاری کے خرچ کی نوعیت کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ ریاکار نام ونمود اور شہرت چاہتے ہیں تاکہ ان کی سخاوت کی تعریف ہو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔(مختصر ابن کثیر:322/1)﴿2﴾ ریاکار کا خرچ شاذ و نادر ہی حق داروں کے لیے ہوتا ہے کیونکہ حق دار پر خرچ میں نمائش کے مواقع نہیں ہوتے۔ایک حدیث میں ہے کہ جن تین لوگوں سے جہنم کی آگ سلگائی جائے گی وہ یہی ریاکار ہوں گے۔سیدنا سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگ دور ہو گئے تو اُن سے اہلِ شام میں سے ناتل نامی آدمی نے کہا: اے شیخ! آپ ہمیں ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن جس کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔اُسے بلایا جائے گا اُسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انھیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تُو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا، یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تُو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے، تحقیق! وہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کے جہنم میں ڈال دو۔ یہاں تک کہ اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور دوسرا شخص جس نے علم حاصل کیا اور اُسے دوسروں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا اُسے لایا جائے گا اور اُسے اللہ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انھیں پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا: تُو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تُو نے جھوٹ کہا' تُو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قُرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ کہا جا چکا: پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور تیسرا شخص وہ ہوگا جس پر اللہ نے وسعت کی تھی اور اسے ہر طرح کا مال عطا کیا تھا۔ اسے بھی لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی، وہ انھیں پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تُو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیرے ہر راستے میں جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند تھا، تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تُو نے جھوٹ کہا بلکہ تُو نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ تحقیق وہ کہا جا چکا، پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم:4923)

سوال3: وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ''اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے'' شیطان کس کا دوست بنتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے'' شیطان اس کا دوست بنتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان سے خالی ہو جائیں۔ ﴿2﴾ ان کو اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور ترک اطاعت کے لیے شیطان نے آمادہ کیا اس نے ان کی بری باتیں انہیں خوب صورت بنا کر دکھائیں اور برائیاں اچھائیاں بنا کر ان کے دلوں میں پھونک دیں۔ (مختصر ابن کثیر:322/1) ﴿3﴾ بدترین ہے وہ مصاحب اور ساتھی جو اپنے ساتھی کی ہلاکت چاہتا ہے اور اسے ہلاک کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے (تفسیر سعدی)

سوال4: ایمانی اخلاقیات اور کفر کی اخلاقیات کیسے پیدا ہوتی ہیں؟ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ موازنہ کریں۔

جواب:

ایمانی اخلاقیات	کفر کی اخلاقیات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔اچھے اخلاق اوراچھے اعمال کاباعث اللہ تعالیٰ اورآخرت پرایمان ہوتاہے۔	1۔برے اخلاق اوربرے اعمال کاباعث اللہ تعالیٰ اورآخرت سے کفرکرناہوتاہے۔
2۔اللہ تعالیٰ کی رضامندی کوحاصل کرنے پر آنکھیں لگی ہوتی ہیں۔	2۔نیکی کے کام فخروغرور کے لیے کرتے ہیں۔اور یہ متحرک ہمیشہ غیریقینی ہوتاہے۔انسانوں کی غرض کے ساتھ ساتھ بدلتاہے۔
3۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرکے لوگوں سے بدلے کامنتظرنہیں ہوتا۔	3۔نیکی کے کام کرکے آخرت میں جزاملنے کی کوئی لالچ نہیں ہوتی۔
4۔انفاق فی سبیل اللہ اخلاص اوربے لوثی کے ساتھ ہوگا۔	4۔مال خرچ کرکے فخراوربخل کی دعوت اورلوگوں کو دکھاوے کاسلسلہ جاری رہے گا۔

وَمَاذَاعَلَيْهِمْ لَوْاٰمَنُوْابِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْامِمَّارَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا(39)

اوران کا کیا بگڑ جاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان لاتے اورجواللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیاہے اس میں سے خرچ کرتے اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اُنہیں خوب جاننے والا ہے۔(39)

سوال1:وَمَاذَاعَلَيْهِمْ لَوْاٰمَنُوْابِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْامِمَّارَزَقَهُمُ اللّٰهُ ''اوران کا کیا بگڑ جاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان لاتے اورجوکچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیاہے اس میں سے خرچ کرتے'' یہ کہہ کراللہ تعالیٰ نے کیاواضح کیاہے؟

جواب:﴿1﴾''اوران کا کیا بگڑ جاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان لاتے اورجوکچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیاہے اس میں سے خرچ کرتے''اللہ تعالیٰ نے واضح کیاہے کہ ایمان کاراستہ ہی محفوظ راستہ ہے۔کیاحرج تھا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پرایمان لاتے اورریاکاری کوچھوڑ کراخلاص اورایمان کاراستہ اختیارکرتے اورنیک اعمال پراللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے،اس سے جزاکی امیدرکھتے اورجہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے اس جگہ اپنامال خرچ کرتے،اللہ تعالیٰ کی رضاکوپیش نظررکھتے ہوئے ان مدات میں خرچ کرتے اورخرچ کے وہ راستے تلاش کرتے جس کااللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے۔﴿2﴾رب العزت کاارشادہے:وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ اور جولوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ اُن کے لیے وہ بہتر ہے بلکہ اُن کے لیے وہ بہت ہی برا ہے، جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جو اُنہوں نے بخل کیا اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔(آلِ عمران:180)﴿3﴾ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہوا۔اور بھلائی کو جھٹلایا تو ہم جلد ہی اُس کو مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔(اللیل:10-8)

سوال2: وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اُنہیں خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اُنہیں خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ علیم ہے نیتوں سے خوب واقف ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون کیا حق رکھتا ہے اور کیا نہیں؟﴿3﴾ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کسے ہدایت کی توفیق دی جائے اور کسے نہیں؟ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ علیم ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس سے اللہ تعالیٰ کی رضا والے کام کروائے جائیں اور کس سے نہیں؟

سوال3: وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اُنہیں خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے متکبر، مغرور، بخیل اور حریص لوگوں کو اپنی صفت علیم کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ اپنے دل اور زندگی کے معاملات پر اللہ تعالیٰ کو گواہ محسوس کر کے ان برائیوں سے بچ سکیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا(40)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔(40)

سوال1: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال عدل کی خبر دی ہے کہ وہ عادل ہے، ظلم سے پاک ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔﴿2﴾ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ سے مراد ذرہ برابر ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(بخاری، کتاب التفسیر)﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔(الانبیاء:47)

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(لقمان:16) صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حدیثِ شفاعت میں روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہے گا جاؤ، جس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ملے اسے آگ سے نکال دو چنانچہ بہت سے لوگ جہنم سے نکل جائیں گے۔ابوسعید نے کہا کہ چاہو تو قرآن کی یہ آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ پڑھو لیکن کافروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں مل جائے گا، آخرت میں ان کی کوئی نیکی ان کے کام نہیں آئے گی۔(مسلم:183)

سوال2: وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا ''اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کردے گا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دیہاتیوں کے بارے میں الانعام کی آیت 160 اتری کسی نے پوچھا پھر مہاجرین کے لیے کیا ہے؟ فرمایا: اس سے افضل آیت ہے پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی۔(ابن ابی حاتم)

سوال3: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی پر ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ نے یہ شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ اپنی نیکیوں کے حریص ہو جائیں اور بُرے اعمال کرنے سے بچ سکیں۔

سوال4: وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ''اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا'' اجرِ عظیم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اجرِ عظیم سے مراد جنت ہے۔یا ارحم الرحمین! ہمیں بھی اپنی رضا اور جنت نصیب فرما۔آمین۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا(41)

پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔(41)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ایک دفعہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔ فرمایا: بس! ٹھہرو۔ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی ﷺ کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (صحیح بخاری:4582)

سوال2: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے'' یہ کہہ کر کس چیز کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے'' یہ کہہ کر اس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ آج ایمان اور عمل کا سرمایہ نہیں، کفر اور بداعمالیاں ہیں۔ اس دن کیا حال ہوگا جب ہر قوم سے گواہ اُٹھائے جائیں گے اور اے محمد ﷺ! تمہیں اُمت مسلمہ پر گواہ لائیں گے۔ ﴿2﴾ قیامت کا منظر آنکھوں کے سامنے لایا جا رہا ہے جب ہر اُمت کے اعمال پر گواہ کی پیشی ہوگی بخل پر، کفر پر، فخر پر، اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانے پر، دکھاوے پر اور بخل کی دعوت پر سب سے سچی گواہیاں ہوں گی جن کا آخرت پر یقین نہیں ان کے ساتھ بھی انصاف ہوگا اور اس رسول ﷺ کی موجودگی پر جس کا وہ انکار کرتے تھے۔ ﴿3﴾ اس وقت رسول کی نافرمانی کرنے والے چاہیں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی اپنی بات چھپا نہ سکے گا۔

سوال3: قیامت کے دن حق کا گواہ کون ہوگا؟

جواب: ہر امت کے گواہ کی حیثیت سے اس کے رسول کو بلایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ انہوں نے کیا اعمالِ صالحہ کیے یا کیسے کیسے کفر و سرکشی کا ارتکاب کیا تاکہ اس شہادت کے مطابق ان کا حساب ہو (تیسیر الرحمٰن)

سوال4: وَّجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ''اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَّجِئْنَا بِكَ ''اور اے محمد ہم آپ کو لائیں گے۔ ﴿2﴾ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ آپ کی امت پر ﴿3﴾ شَهِيدًا گواہ جو ایمان لایا اس کے ایمان پر، جس نے کفر کیا اس کے کفر پر اور جو نفاق میں مبتلا ہوا اس کے نفاق پر۔ (الاساس فی التفسیر:2/1063)

سوال5: قیامت کے دن گواہی کی کیا صورت حال ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ قیامت کے دن گواہی کی صورت حال اس حقیقت پر مشتمل ہوگی کہ فیصلہ کرنے والا کامل علم، کامل عدل اور کامل حکمت کا مالک ہے اور وہ مخلوق میں سب سے زیادہ سچی شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔ یہ شہادت انبیاء و مرسلین کی شہادت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جو وہ اپنی امتوں کے خلاف دیں گے اور جن کے خلاف فیصلہ ہوگا وہ بھی اس کا اقرار کریں گے۔ اللہ کی قسم! یہ وہ فیصلہ ہے جو تمام فیصلوں میں سب سے زیادہ عام، سب سے زیادہ عادل اور سب سے عظیم ہے۔ (تفسیر سعدی) ﴿2﴾ ساری انسانیت کی موجودگی میں جس شخص کے اعمال کا فیصلہ کرنا مطلوب ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا کیا جائے گا یہ مجرم کا مقام ہوگا۔ جن لوگوں نے دنیا میں حق کی گواہی دی ہوگی انہیں بلایا جائے گا یہ اللہ کی طرف سے بولنے والے کا مقام ہوگا۔ ﴿3﴾ یہ ایسا ہولناک لمحہ ہوگا کہ انسان چاہے گا زمین پھٹ جائے اور وہ اس کے اندر سما جائے مگر یہ شرمندگی کام نہ آئے گی۔ ﴿4﴾ اللہ کے یہاں ہر ایک کے قول اور عمل کا جو ریکارڈ ہوگا وہ انہیں دکھایا جائے گا۔ ﴿5﴾ حق کی گواہی دینے والے کو بلا کر ثابت کیا جائے گا کہ جب اس کو حق کے لیے بلایا تھا تو اس نے تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ اس نے خود کو بڑا سمجھا اور حق کی دعوت دینے والوں کو چھوٹا جانا۔ حقیقت کو جان لینے کے باوجود محض اس لیے انکار کیا کہ انہیں اپنی بڑائی ختم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ ﴿7﴾ پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر کھڑا کیا جائے گا اور ثابت کر دیا جائے گا کہ اللہ کی طرف سے یہ پیغام انسانیت تک پہنچا دیا گیا۔ اس طرح سے جرم ثابت کرنے کے بعد مجرموں کو جھنم میں جھونک دینے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

سوال6: کیا نبی ﷺ کے شہید ہونے سے مراد حاضر و ناظر ہونا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شہید کے معنی گواہ ہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ حاضر و ناظر ہیں وہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک سمجھتے ہیں جو کہ شرک ہے کیونکہ حاضر و ناظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ﴿2﴾ شہید کے لفظ سے یہ استدلال کہ گواہی وہی دے سکتا ہے جو حاضر و ناظر ہو اپنے اندر قوت نہیں رکھتا اس لیے کہ شہادت یقینی علم کی بنیاد پر ہوتی ہے اور قرآن مجید کے حقائق اور واقعات سے زیادہ حقیقی علم کوئی نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کے علم یقینی کی بناء پر ہی اُمت مسلمہ کو شُھداء علی الناس قرار دیا گیا ہے جس سے ہر فرد کے حاضر و ناظر ہونے کا مفہوم نہیں لیا جا سکتا۔ اس طرح یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ مشرکانہ اور بے بنیاد ہے۔ ﴿3﴾ اس شہادت کی پوری حقیقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے واضح ہو جاتی ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ، وہ کہے گا: ''آپ پاک ہیں، میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا، آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔(116) میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھے اُٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔(المائدہ:117,116)﴿4﴾ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: لبیک وسعدیک یارب! اللہ رب العزت فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچادیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں نے پہنچادیا تھا پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کیا انہوں نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے یہاں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (نوح علیہ السلام سے) کہ'' آپ علیہ السلام کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچادیا تھا اور رسول (یعنی حضور ﷺ) اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے (کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے) یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ'' اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں کے لیے گواہی دو اور رسول تمہارے لیے گواہی دیں۔''(صحیح بخاری:4487)

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا(42)

جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کردی جائے اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔(42)

سوال1: يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ''جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کردی جائے'' کافروں اور رسول کے نافرمانوں کی آرزو کو یہاں کیوں سامنے رکھا گیا ہے؟

جواب: ''جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کردی جائے''﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکی کی ایک مثال بیان کی ہے۔﴿2﴾ کافروں اور رسول کے نافرمانوں کی یہ آرزو کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاش انہیں زمین کے ساتھ ہی ہموار کر دیا جاتا اس لیے سامنے رکھا گیا ہے کہ اس دن کوئی دل کی بات اور اپنے حالات اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکے گا۔ جب کچھ نہیں چھپے گا تو بُرا بدلہ ضرور ملے گا۔﴿3﴾ رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّاۤ اَنۡذَرۡنٰکُمۡ عَذَابًا قَرِیۡبًا ۚ یَّوۡمَ یَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ مَا قَدَّمَتۡ یَدٰہُ وَ یَقُوۡلُ الۡکٰفِرُ یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا یقیناً ہم نے تمہیں اُس عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو قریب ہی ہے، جس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا: اے کاش میں مٹی ہوتا! (نبا:40)

سوال2: وَ لَا یَکۡتُمُوۡنَ اللّٰہَ حَدِیۡثًا ’’اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات چھپا نہ سکیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات چھپا نہ سکیں گے‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ ثُمَّ لَمۡ تَکُنۡ فِتۡنَتُہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا وَ اللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشۡرِکِیۡنَ پھر ان کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔ (انعام:23)

سوال3: وَ لَا یَکۡتُمُوۡنَ اللّٰہَ حَدِیۡثًا ’’اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات چھپا نہ سکیں گے‘‘ اس سے انسانی شعور کو کیسے متاثر کیا گیا ہے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حشر کے میدان کی دہشت کو انسان کی تمنا میں رکھ دیا ہے کہ اس دن لوگوں کی تمنائیں بدل جائیں گی۔ وہ انسان جو مرنا نہیں چاہتا، دنیا سے جانا نہیں چاہتا، قبر سے گھبراتا ہے کل کے دن تمنا کرے گا کہ کاش زمین اس پر برابر کر دی جائے۔ ﴿2﴾ اس کیفیت میں نہ اپنے تاثرات رب سے چھپا سکیں گے نہ اپنے اعمال۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ آج کے وقت سے فائدہ اٹھالو۔

رکوع نمبر4

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡتُمۡ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیۡ سَبِیۡلٍ حَتّٰی تَغۡتَسِلُوۡا ؕ وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡہِکُمۡ وَ اَیۡدِیۡکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا (43)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہواور نہ ہی جنابت کی حالت میں مگر راستہ عبور کرنے والے ہو، یہاں تک کہ تم غسل کرلواور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو، پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔(43)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے کھانا تیار کیا اور پھر ہمیں دعوت دی اور کھانے میں شراب بھی پلائی جس سے ہم نشہ میں آ گئے (اتنے میں) نماز کا وقت بھی ہو گیا۔تو (حاضرین نے) مجھے امامت کے لیے آگے کر دیا' میں نے سورہ کافروں کی آیت قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ میں الفاظ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کی بجائے **نحن نعبد ما تعبدون** پڑھ دیے۔اللہ تعالیٰ نے اس پر آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ نازل فرمائی ''اے ایمان والو جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ (نہ پڑھو) حتیٰ کہ تم جان لو جو تم کہہ رہے ہو'' (جامع ترمذی:3026)

سوال2:یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰی ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے ﴿2﴾ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰی ''تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو'' مومنوں کو نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا ہے کیونکہ نشے میں انسان کو اپنی بات اور حالات کا ہوش نہیں رہتا۔﴿3﴾ سُكٰرٰی یہ سکران کی جمع ہے۔سکران شراب کے نشے میں دُھت کو کہتے ہیں۔﴿4﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اگر کسی کو نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آنے لگے تو وہ سو جائے جب تک اسے یہ معلوم نہ ہونے لگے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یعنی اونگھ کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے تاوقت یہ کہ نیند چلی جائے۔(مختصر ابن کثیر:325/1)﴿5﴾ اس ممانعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ نشے کی حالت میں نماز کی جگہوں یعنی مساجد وغیرہ کے بھی قریب نہ جائیں کیونکہ نشے کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا ممکن نہیں۔اس ممانعت میں نفسِ نماز بھی شامل ہے۔نشے والے شخص کی عقل کے مختل ہونے اور یہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس کی نماز اور دیگر عبادات جائز نہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کے لیے اس چیز کو شرط بنایا کہ نشے والا شخص جو کچھ کہہ رہا ہو اسے اس کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علم ہو۔(تفسیر سعدی)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے شراب جیسی عادت کا علاج کس طرح کیا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے شراب جیسی عادت کا علاج نہایت نرمی، ہمدردی اور تدریج کے ساتھ ﴿2﴾بغیر جنگ لڑے۔ ﴿3﴾بغیر قربانی دیے۔﴿4﴾ابتداء میں شراب نوشی کے خلاف شعور کو بیدار کیا گیا جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اگرچہ لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔اوران دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے۔(البقرہ:219)لوگوں نے سمجھ لیا کہ اس کے منافع کے مقابلے میں نقصان بہت زیادہ ہے۔گناہ بڑا ہے لہٰذا اسے حرام ہونا چاہیے۔﴿5﴾اس آیت میں نشے کے اوقات محدود کر دیئے گئے۔نماز کے اوقات قریب ہوتے ہیں، پورے دن پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں،ان میں اتنا وقفہ نہیں ہوتا کہ کوئی شراب پیئے اور اس کا نشہ ٹوٹ جائے۔پھر اس دور میں شراب نوشی کے خاص اوقات صبح اور شام کے تھے جو نمازوں کے اوقات ہوتے۔مسلمان کے ضمیر کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ نماز پڑھے یا شراب پیئے۔اس لیے وہ نماز کے حق میں فیصلہ دے کر شراب نوشی سے نجات پا گئے اور آخری حکم کے آنے تک ٹریننگ ہو چکی تھی جس میں شراب نوشی کو حرام قرار دے دیا گیا۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل پر تقویٰ (خداخوفی) کا نگران بٹھا دیا۔اللہ کا خوف جس دل میں بیٹھ جاتا ہے وہ کسی وقت کسی جگہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔اسی احساس کو قرآنِ حکیم نے زندہ کر کے شراب نوشی سے نجات دلائی۔

سوال3:انسان شراب کیوں پیتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾روحانی خلا کو پُر کرنے کے لیے۔﴿2﴾بے مقصدیت کی وجہ سے۔

سوال4:شراب نوشی کی حرمت کی وجہ سے اجتماعی زندگی میں جو خلا پیدا ہوتا ہے اس خلا کو اسلام کیسے پُر کرتا ہے؟

جواب:اس خلا کو اسلام ایمان کی تروتازگی سے پُر کرتا ہے۔ایک تازہ شعور کے تحت انسان جب اللہ تعالیٰ کی معرفت میں زندگی بسر کرنے لگتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو پھیلاتا ہے، پاکیزہ زندگی بسر کرتا ہے، پاکیزگی کی دعوت دیتا ہے، انسانیت کی خدمت کرتا ہے، بھلائی کے کام کرتا ہے اور اس طرح اس کے اندر روحانی خلا نہیں رہتا۔

سوال5:حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ''یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ نماز اس وقت پڑھو جب تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی جو تم اپنی نماز میں پڑھتے ہو۔(ابن ابی حاتم:959/3)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے چاہئے کہ نماز چھوڑ کر سو جائے اور نماز اس وقت پڑھے جب اسے یہ معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ہوسکتا ہے کہ حالتِ نیند میں نماز ادا کرتے ہوئے وہ مغفرت کی دعا کرنے کی بجائے اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔(بخاری:212) ﴿2﴾ نماز فہم اور شعور سے ادا کرنی چاہیے۔﴿3﴾ نماز میں انسان کے قلب و ذہن کی حاضری ضروری ہے۔جس اللہ رب العزت کے سامنے بدن کو جھکایا ہے، اسی کے سامنے سوچ اور ارادہ بھی جھکا دے۔جیسے جسم عبادت گزار ہے ایسے ہی شعور بھی عبادت گزار بن جائے۔

سوال6: وَلَا جُنُبًا ''اور نہ ہی جنابت کی حالت میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جنابت کی حالت میں مسجد نہیں جاسکتے کیونکہ مسجد نماز کی جگہ ہے۔﴿2﴾ جنبی کے لیے مسجد میں جانا ممنوع ہے البتہ اگر اس کا راستہ مسجد سے گزرتا ہو تو گزرنا جائز ہے۔(تیسر الرحمٰن:263)﴿3﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ مجھے مسجد سے چٹائی پکڑا دو۔میں نے عرض کی کہ میں حالتِ حیض میں ہوں۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔(مسلم:298)﴿4﴾ اسی کی رو سے حیض والی عورت مسجد سے گزر سکتی ہے اور نفاس والی عورت بھی اسی حکم میں ہے۔(مختصر ابن کثیر:325/1)

سوال7: نشے اور جنابت کا ذکر ایک ساتھ کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: جنابت جسم کی نجاست ہے اور نشہ عقل کی نجاست ہے۔

سوال8: اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ ''مگر راستہ عبور کرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مستند روایتوں میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے گھر مسجد کی طرف اس طرح کھُلتے تھے کہ بغیر مسجد کے گزرے وہ باہر نہیں آسکتے تھے اور گھروں میں غسل کے لیے پانی نہیں ہوتا تھا۔جنابت کی حالت میں یہ مژدہ ان پر شاق گزرتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(ابن کثیر)(اشرف الحواشی:103/1)﴿2﴾ عَابِرِیْ سَبِیْلٍ سے مراد مسافر ہیں۔﴿3﴾ جنابت کی حالت میں مسجد سے نہیں گزر سکتے مگر یہ کہ مسجد سے گزرنے کی ضرورت پڑے تو گزر سکتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے، ان کا گھروں میں آنے جانے کا راستہ یہی تھا لہٰذا ایسے لوگوں کو گزرنے کی اجازت دی گئی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9:حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ''یہاں تک کہ تم غسل کرلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ غسل جنابت کرنا چاہتے تو (برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے) اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے پھر دونوں ہاتھوں میں تین چلو لے کر اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہاتے۔(بخاری کتاب الغسل)

سوال10:غسل کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ نیت کرنا۔﴿2﴾ بسم اللہ پڑھنا۔﴿3﴾ دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا۔(اگر برتن سے پانی لینا ہے تو پانی لینے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا ہے)﴿4﴾ اِستنجاء کرنا اور شرم گاہ سے لگی ہوئی نجاست کو دھونا اور مٹی سے یا صابن سے ہاتھ مار کر ہاتھ صاف کرنا۔﴿5﴾ مکمل وضو کرنا۔(پاؤں دھونے کے علاوہ)﴿6﴾ سر کو کانوں سمیت تین بار دھونا۔﴿7﴾ پہلے بدن کے دائیں حصّے پر پانی بہانا، پھر بائیں حصے پر پانی بہانا اور پورے بدن کو دھونا۔﴿8﴾ دونوں ہاتھوں سے بدن کو رگڑنا۔ ﴿9﴾ آخر میں دونوں پاؤں دھونا۔

سوال11:وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى ''اور اگر تم بیمار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:مریض کے لیے غسل کی رخصت ہے جب وہ زخمی ہو یا اسے چوٹ لگی ہو۔جب چوٹ والے شخص کو جنابت لاحق ہو تو وہ غسل کرے گا اور زخمی شخص اس وقت تک حالت رخصت میں ہے جب تک زخموں کا ڈر ختم نہ ہو جائے(تفسیر جامع البیان:116/5)

سوال12:اَوْ عَلٰى سَفَرٍ ''یا سفر میں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:مسافر کو جب پانی نہ ملے تو وہ تیمّم کر کے نماز پڑھے گا(تفسیر جامع البیان:113/5)﴿2﴾ سفر کم ہو یا زیادہ، تیمّم ہو سکتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:1076/2)

سوال13:اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ ''یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ الْغَآئِطِ: نرم جگہ کو کہا جاتا ہے۔﴿2﴾ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یہ پاخانہ پیشاب کرنے سے کنایہ ہے۔ (مختصر ابن کثیر:326/1)

سوال14:اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ ''تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ملامست سے جماع مراد ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد ہم بستری ہے(ابن ابی حاتم)﴿2﴾ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے وہ جنسی فعل مراد ہے جس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

سوال15: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً ''پھر تم پانی نہ پاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت کریمہ سے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر پانی کسی پاک چیز کے اختلاط سے متغیر ہو جائے تو اس سے وضو وغیرہ جائز ہے۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے طہارت حاصل کرنا متعین ہے۔ (تفسیر سعدی:520/1)

سوال16: آیتِ تیمّم کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار واپس کر دینے کے وعدے پر ادھار لیا۔ وہ سفر میں کہیں گم ہو گیا۔ نبی ﷺ نے اسے ڈھونڈنے کے لیے آدمی بھیجے، انہیں ہار مل گیا لیکن نماز کا وقت آ گیا اور ان کے ساتھ پانی نہ تھا۔ انہوں نے بے وضو نماز ادا کی اور نبی ﷺ کے پاس پہنچ کر اس کی شکایت کی۔ اس پر تیمّم کا حکم نازل ہوا۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اللہ کی قسم! جو تکلیف آپ کو پہنچتی ہے اس کا انجام آپ اور ہم مسلمانوں کے لیے خیر ہی خیر ہوتا ہے۔ (بخاری:336)

سوال17: فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ''تو پاک مٹی سے تیمّم کرو'' تیمّم کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ تیمّم کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ سفر میں یا جہاں پانی موجود نہ ہو یا پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو تو پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے پاک مٹی کا استعمال تیمّم کہلاتا ہے۔ ﴿2﴾ صَعِيْدًا زمین کی ظاہری سطح کو کہتے ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿3﴾ جس کا غبار نہ ہو تو اس سے مسح نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر سعدی:521/1)

سوال18: تیمّم کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ پانی کی عدم موجودگی میں تیمّم کرنا گویا مٹی سے وضو کر کے پاکیزگی حاصل کرنا ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی سفر میں آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ وضو کے لیے پانی منگوایا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز کے لیے اذان کہی گئی پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو ایک شخص کو علیحدہ بیٹھے دیکھا۔ آپ ﷺ نے اسے پوچھا: اے فلاں تجھے کس چیز نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرنے سے روکے رکھا؟ وہ کہنے لگا: میں جنبی ہو گیا ہوں اور پانی موجود نہیں ہے آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تمہیں مٹی سے تیمّم کر لینا چاہیے تھا وہ تجھے کافی ہو جاتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ ﷺ نے اسے مٹی سے تیمّم کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری) ﴿3﴾ حدیث میں ہے کہ زمین کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مٹی خاص طور پر ہمارے لیے طہور بنائی گئی ہے۔(ابن کثیر)(اشرف احواشی:103/1)

سوال19:شریعت انسانوں کی سہولت کا کیسے خیال رکھتی ہے؟

جواب:شریعت غیر معمولی حالات میں غیر معمولی رخصت دیتی ہے۔

سوال20:فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ''پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو'' نبی ﷺ کا تیمّم کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ صرف ایک بار مٹی پر ہاتھ مار کر پھونک دینا ہے پھر دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پر پھیرنا پھر چہرے پر پھیر لینا ہے۔﴿2﴾ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''زادالمعاد'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تیمّم کے لیے ایک ہی بار دونوں ہتھیلیوں اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔﴿3﴾ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ تیمّم کے متعلق پوچھا تو نبی ﷺ نے فرمایا ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لیے اور ایک ضرب چہرے کے لیے لگائی جائے۔(مسند احمد:18509)﴿4﴾ سیدنا عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے کسی مہم پر بھیجا(اس دوران) میں جنبی ہو گیا مجھے پانی نہ ملا تو میں نے مٹی میں اس طرح لوٹ لگائی جس طرح چوپایہ لوٹ لگاتا ہے میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:تمہیں اس طرح کافی تھا پھر آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ایک بار مٹی پر مارا پھر انہیں اپنے منہ کے قریب کیا اور ان پر پھونک ماری(زائد مٹی اڑا دی) پھر آپ نے بائیں ہاتھ سے داہنے کی پشت پر اور داہنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی پشت پر مسح کیا پھر دونوں ہتھیلیوں سے اپنے چہرے کا مسح کیا۔(بخاری کتاب تیمّم)﴿5﴾ سیدنا ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مٹی طہور ہے(پاک کرنے والی) ہے اگر مسلمان دس برس تک پانی نہ پائے پھر جب پانی ملے تو اسے اپنے بدن پر لگائے یہ اس کے لیے بہتر ہے اور محمود نے کہا اپنی روایت میں:ان الصعید الطیب وضوء المسلم اور مطلب دونوں کا ایک ہے۔(جامع ترمذی:124)

سوال21:اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے العفو اور الغفور ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ اپنے احکامات میں انتہائی آسانیاں پیدا فرما کر اپنے مومن بندوں کے ساتھ بہت زیادہ عفو اور مغفرت کا معاملہ کرتا ہے تاکہ بندے پر اس کے احکام کی تعمیل شاق نہ گزرے اور اسے ان کی تعمیل میں کوئی حرج محسوس نہ ہو۔یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا عفو اور اس کی مغفرت ہے کہ اس نے پانی کے عدم استعمال کے عذر کے موقع پر مٹی کے ذریعے سے طہارت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کومشروع فرما کراس امت پر رحم فرمایا اور یہ بھی اس کا عفو اور اس کی مغفرت ہے کہ اس نے گناہوں کے لیے توبہ اور انابت کا دروازہ کھولا اور انہیں اس دروازے کی طرف بلایا اور ان کے گناہ بخش دینے کا وعدہ فرمایا۔ نیز یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کا عفو ہے کہ اگر بندۂ مومن زمین بھر گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اسے زمین بھر مغفرت سے نوازے گا۔ (تفسیرِ سعدی)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ (44)

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی خریدتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی راستہ گم کردو۔ (44)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے ''الدلائل'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رفاعہ بن زید بن تابوت بڑے شیطان یہودیوں میں سے تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا تو اپنی زبان مروڑ کر بات کرتا تاکہ الفاظ کے معانی بدل جائیں اور اپنی مجلسوں میں ہمیشہ اسلام کی بدگوئی کرتا رہتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 2: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ'' کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی خریدتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ سے مراد ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود ہیں جو گمراہی خریدتے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان: 139/5) ﴿2﴾ الکتاب سے یہاں مراد تورات ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 1082/2) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی کتاب کسی گروہ کو اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ اس سے اپنی سوچ اور عمل کو اللہ رب العزت کی راہ نمائی کے مطابق درست کرلیں۔ ﴿4﴾ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ اس سے مراد یہود ہیں۔ انہوں نے کتابِ الٰہی کا ایک حصہ گم کردیا۔ پھر جو کتاب ان کے پاس موجود تھی اس کے مقصد اور روح سے بھی وہ بیگانہ ہوگئے تھے۔ ﴿5﴾ ان کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے الفاظ تو پڑھنے کو ملے مگر اس پر عمل کرنا نہ ملا۔ ﴿6﴾ الفاظ کی حد تک وہ کتاب اللہ کے حامل تھے مگر انہوں نے عمل کے معاملے میں دنیادارانہ رویہ اختیار کیا۔ چونکہ انہوں نے کتاب کو اس کے الفاظ اور روح دونوں کے اعتبار سے نہیں لیا اس لیے یہ کہا گیا کہ ''کتاب میں سے ایک حصہ دیئے گئے''۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:یَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَۃَ ’’وہ گمراہی خریدتے ہیں‘‘اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾انہوں نے گمراہی خریدنے کی پختہ نیت کرلی ہے۔﴿2﴾انہوں نے ہدایت کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔﴿3﴾وہ گمراہی خریدتے ہیں یعنی گمراہی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اسے ترجیح دیتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنی محبوب چیز کی طلب میں مالِ کثیر خرچ کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔پس یہ لوگ ہدایت پر گمراہی کو،ایمان پر کفر کو اور سعادت پر شقاوت کو ترجیح دیتے ہیں۔(تفسیرِ سعدی)

﴿4﴾ گمراہی کفر ہے جس کو انہوں نے ایمان کے بدلے خریدا ہے انہوں نے نبی ﷺ اور ان کی صفات کا انکار کیا جو تورات میں آئیں تاکہ وہ اپنی قوم کا محور و مرکز رہیں،ان کے سردار رہیں اور فضیلت حاصل کریں۔(ایسر التفاسیر:265,266)

سوال4: وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِیۡلَ ’’اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی راستہ گم کردو‘‘اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ یہودی تمہارے خلاف کیا تدابیر اختیار کرنا چاہتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے دلوں میں یہود کی نفرت بٹھانا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔﴿3﴾یہود چاہتے ہیں کہ آپ حق کا راستہ گم کردو جیسا کہ وہ خود گمراہ ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس کا انکار کردو جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔(الاساس:2/1082)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ۙ وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا(45)

اور اللہ تعالیٰ تمہارے دُشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی دوست ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے۔(45)

سوال1: وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ ’’اور اللہ تعالیٰ تمہارے دُشمنوں کو خوب جانتا ہے‘‘اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾’’اور اللہ تعالیٰ تمہارے دُشمنوں کو خوب جانتا ہے‘‘اس آیت سے مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے۔﴿2﴾مسلمانوں کے اندر یہ احساس زندہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں سے بے خبر نہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کی چالوں سے واقف ہے اور وہ ان کی ہر سازش کو ناکام بنادے گا۔

سوال2:وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ۙ وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا ’’اور اللہ تعالیٰ ہی کافی دوست ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اس احساس کو اُجاگر کیا ہے کہ حق اور باطل کی کشمکش میں تم اکیلے نہیں،ہم تمہارے ساتھ،تمہارے ولی، تمہاری مافوق الفطری طریقے سے مدد کرنے والے ہیں۔﴿2﴾ہم تمہاری مدد کرنے والے ہیں لہٰذا آگے بڑھو اور اللہ تعالیٰ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کارسازی اور مدد پر بھروسہ رکھو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود کی دشمنیوں اور شرانگیزیوں پر مسلمانوں کے حوصلے برقرار رکھنے کے لیے اپنے ولی اور نصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا رُخ اپنی طرف رکھنے کے لیے اپنے ولی اور نصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿5﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ولایت اور سرپرستی میں خیر کا حصول اور اس کی نصرت میں شر کا زوال ہے۔(تفسیر سعدی)

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا(46)

ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے ،وہ باتوں کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں:''(سمعنا)ہم نے سنا اور(عصینا)ہم نے نافرمانی کی''(واسمع)اورتم سنو(غیر مسمع)کہ تمہیں نہ سنایا جائے اور(راعنا)ہماری رعایت کرو!اپنی زبانوں کوموڑتے ہوئے(کہتے ہیں)اوردین میں طعن کرتے ہوئے:''اوراگروہ کہتے:''(سمعنا)ہم نے سنا(واطعنا)اور ہم نے اطاعت کی''(واسمع)اورآپ سُنیے''اور''(وانظرنا)ہم پرنظرِکرم کیجیے''تو ان کے حق میں بلاشبہ زیادہ بہتر اور زیادہ درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کردی چنانچہ ان میں سے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔(46)

سوال1:مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ''ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے وہ باتوں کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں''کتاب کے کلمات کو اس کی جگہ سے بدل دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ تحریف وہ کرتا ہے جو اپنے دین سے منحرف ہوجاتا ہے۔﴿2﴾ تحریف کرنے سے مراد آیات کو توڑ پھوڑ کر ان کا مفہوم کچھ سے کچھ بنادینا یا الفاظ کا مفہوم بدل دینا۔﴿3﴾ اس جگہ ان سے مراد یہودیوں کے گمراہ علماء ہیں۔(تفسیر سعدی)﴿4﴾ یہود نے اصل تورات کو دو دفعہ گم کردیا جو عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر انہوں نے تراجم پر انحصار کیا اور تحریف کے علاوہ بہت سے الحاقی مضامین کو بھی شامل کردیا۔مثلاً کتاب استثناء باب34 میں ہے:''موسیٰ خداوند کا بندہ،خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں وفات پا گیا۔اسے اس نے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا۔پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا''اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے مدتوں بعد شامل ہونے والا مضمون ہے۔﴿5﴾ ابن ابی حاتم نے کہا:انہوں نے تورات میں اللہ تعالیٰ کی حدود میں تحریف کی۔(تفسیر فتح القدیر:607/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿6﴾ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ تورات میں محمد ﷺ کا حلیہ اس طرح تھا کہ وہ سرمگین کشادہ چشم، میانہ قامت، گھونگریالے بالوں والے خوبصورت ہوں گے جب مدینہ میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو علماء یہود جل گئے اور انہوں نے کتاب کے اندر مندرجہ حلیہ بدل ڈالا اور کہنے لگے ہم اپنے پاس نبی کا حلیہ یہ نہیں پاتے بلکہ ان کا حلیہ اس طرح ہوگا۔ دراز قامت، نیلگوں چشم اور لٹکتے ہوئے بالوں والے، اور اپنے زبردست لوگوں سے کہا کہ یہ ویسا نہیں ہے زبردستوں کو دھوکہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عوام سے ان کی روزی وابستہ تھی ان کو اندیشہ ہوا کہ ان کے زیر اثر یہودی اگر مسلمان ہو جائیں گے تو ان کی روزی بند ہو جائے گی۔ (تفسیر مظہری:78/3)

سوال2: يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ''وہ کہتے ہیں: (سمعنا) ہم نے سنا اور (عصینا) ہم نے نافرمانی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہود کہتے تھے ہم نے اے محمد ﷺ! تمہاری باتیں سن لیں مگر مانیں گے نہیں۔ یہود کی شرارت کا ذکر ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آتے اور آپ ﷺ کی بات سن کر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا زبان مروڑ کر اس طرح کہتے کہ اَطَعْنَا کی بجائے عَصَيْنَا (ہم نے نافرمانی کی) سمجھ میں آتا تھا یوں بات ہی بدل کر رہ جاتی کہ ہم نے سنا اور ہم نافرمانی کریں گے۔

سوال3: وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ ''(واسمع) اور تم سنو (غیر مسمع) کہ تمہیں نہ سنایا جائے'' کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ سنو وہ بات جو پہلے سنائی نہیں گئی۔ مجاہد نے کہا جو تم کہتے ہو وہ قبول نہیں۔ (تفسیر الدر المنثور:300/2)

﴿2﴾ اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے نہ سنوائے۔ (ایسر التفاسیر:266)

سوال4: وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ ''اور (راعنا) ہماری رعایت کرو! اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے (کہتے ہیں)'' کی وضاحت کریں؟

جواب: راعنا کا اچھا استعمال: ہماری رعایت کیجئے کے الفاظ سننے والے کے شوق علم پر دلیل ہیں۔ راعنا کا برا استعمال: زبان کو تھوڑا سا دبا لینے سے راعینا بن گیا جس کا مطلب ہے ہمارا چرواہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجلسی الفاظ سے بھی خارج کر دیا۔

سوال5: وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ''اور دین میں طعن کرتے ہوئے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہودی جو بات نبی ﷺ کا مذاق اُڑانے کے لیے کہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسے دین پر طعن قرار دیا اور اس طرح یہ سمجھایا کہ نبی ﷺ کی ذات دین کا اظہار ہے اس لیے اُن پر طعن دین پر طعن ہے۔﴿2﴾ جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کو طعن کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:266)﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے اور آپ ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے ایسی باتیں کرتے تھے۔

سوال6: اُنْظُرْنَا ''ہم پر نظرِ کرم کیجیے'' کا کیا مطلب ہے؟ اس لفظ کو لانے کا کیا فائدہ ہوا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اُنْظُرْنَااس کا مطلب ہے"ہماری طرف توجہ فرمایئے۔"﴿2﴾مجلس میں اُنْظُرْنَا"ہماری طرف توجہ کیجئے"کے لفظ کو رائج کر کے یہود کی شرارتوں کو کنٹرول کر لیا گیا۔

سوال7:لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ"تو ان کے حق میں بلاشبہ زیادہ بہتر ہوتا"اس کی وضاحت کریں؟

جواب:یہود سے یہ کہا گیا کہ وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا کے الفاظ کو نبی ﷺ کی مجلس میں رواج دیتے تو یہ زیادہ بہتر اور درست بات ہوتی۔

سوال8:وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ"لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کر دی"اللہ تعالیٰ نے یہود پر لعنت کیوں کی ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کفر کی وجہ سے ہدایت سے دور کر دیا اور رسوا کر دیا۔(تفسیر بیضاوی:198/2)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو آدابِ رسول ﷺ کی تعلیم دی ہے اور ایسا نہ کرنے پر لعنت اور عذابِ الٰہی کی وعید سنائی اور مومنوں پر تو آدابِ رسول ﷺ کو فرض کر دیا۔ارشاد فرمایا:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اے ایمان والو!تم"رَاعِنَا(ہماری رعایت کریں)"نہ کہو بلکہ"اُنْظُرْنَا(ہماری طرف نظر کرم کیجئے)"کہو اور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔(البقرہ:104)

سوال9:فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا"چنانچہ ان میں سے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں"اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد یہ ہے کہ یہود میں سے ماسوائے چند لوگوں کے ایمان لانے والے نہیں۔﴿2﴾ان کا ایمان قلت کی وجہ سے انہیں نفع نہیں دیتا اسی لیے وہ اپنے اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے اور نہ اپنے نفوس کو پاک کرتے ہیں اور نہ دنیا اور آخرت میں کمال تک پہنچتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:266)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (47)

اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی!اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے،اس کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے،اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں پھر اُنہیں پشتوں پر پھیر دیں یا ان پر لعنت کر دیں جیسے ہم نے سبت والوں پر لعنت کی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے ہو کر رہنے والا ہے۔(47)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علماء یہود عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسید سے گفتگو کی اور فرمایا اے گروہ یہود اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایمان لے آؤ، اللہ کی قسم تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس جو چیز لے کر آیا ہوں، وہی سچ ہے وہ بولے اے محمد ﷺ! ہم نہیں جانتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی، اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی ہے تم اس کتاب قرآن پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ (لباب النقول) (تفسیر ابن کثیر: 266/1)

سوال 2: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ ''اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی! اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی! اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے'' اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس عظیم کتاب پر ایمان لے آئیں جو رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے اور ان بشارتوں کی تصدیق کرتی ہے جو ان کی کتابوں میں ہیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ہم ان کی صورتیں بدل دیں گے۔ (مختصر ابن کثیر: 328/1) ﴿2﴾ اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو گویا ان کا اپنی کتابوں پر بھی ایمان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ایک دوسری کی تصدیق اور ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں، اس لیے بعض کتابوں پر ایمان کا دعویٰ اور بعض پر ایمان نہ رکھنا محض باطل دعویٰ ہے جس کی صداقت کا ہرگز امکان نہیں ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم اور کتاب عطا کی اس لیے وہ اس سبب سے دوسرے لوگوں سے آگے بڑھ کر اس کی طرف سبقت کرتے یہ علم اور کتاب دوسروں کی نسبت ان کے لیے زیادہ اس بات کی موجب ہیں کہ وہ آگے بڑھ کر ایمان لاتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے عدم ایمان کی وجہ سے ان کو وعید سنائی ہے۔ (تفسیر سعدی) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے سامنے ان کے حالات واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمہارے جرائم تو اتنے شدید ہیں کہ تمہیں وہی سزا ملنی چاہئے جو اَصحابُ السبت کو دی گئی یعنی یا تو ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور انہیں پشتوں کی طرف لوٹا دیں یا لعنت کر دیں اور تمہیں بندر بنا دیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ کسی ذلت کے مسلط ہونے سے پہلے ایمان لے آؤ۔

سوال 3: مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ ''اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں پھر اُنہیں پشتوں پر پھیر دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے چہروں کو مٹا کر گدھے کی طرح سپاٹ کر دیں گے۔ یہ طمس الکتاب سے نکلا ہے یعنی لکھا ہوا مٹا دیا۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿2﴾ طمس الشیء کے معنی ہیں: کسی چیز کی علامتیں اور اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے اثرات مٹا دینا۔﴿3﴾ چہرے بگاڑنے سے مراد یہ ہے کہ آنکھ، کان، ناک اور منہ کے نشانات مٹا کر برابر کر دیئے جائیں۔﴿4﴾ ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ ابو مسلم خلیلی، کعب الاحبار کے استاد تھے جو انہیں رسولِ خدا ﷺ سے ملنے میں دیر کرنے پر ملامت کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ابو مسلم نے کعب کو بھیجا کہ وہ دیکھ کر آئیں کہ حضرت محمد ﷺ وہی ہیں۔ کعب کہتے ہیں کہ میں نے سواری لی اور مدینہ پہنچ گیا۔ اچانک میں نے ایک تلاوت کرنے والے کو سنا، وہ اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں بھاگا، پانی سے غسل کیا، اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا کہ کہیں میرا چہرا مسخ تو نہیں گیا۔ اس کے بعد میں مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر ابنِ کثیر)﴿5﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے (انسانوں کی) صورتیں بدلیں گی، وہ زمین میں دھنسیں گے اور ان پر پتھر برسیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ:4059)﴿6﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے آخر میں (یعنی قیامت کے نزدیک) زمین میں دھنسنے، صورتیں بگڑ جانے اور پتھر برسنے کے واقعات ہوں گے۔'' (ابن ماجہ:4060)

سوال4: چہروں کو مسخ کر دینے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آنکھ، کان اور منہ کی صلاحیتیں اعلیٰ مقاصد کے لیے عطا کی تھیں لیکن جب اُن سے وہ کام نہیں لیا گیا، جب کان ہوتے ہوئے یہ (یہود) بہرے بن گئے، جب آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے بن گئے، جب زبان ہوتے ہوئے یہ گونگے بن گئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ حق کے ساتھ مسلسل بے پروائی برتی ہے۔ ایسی ہی حالت میں اللہ تعالیٰ نے چہرے مسخ کر دینے، پشت کی طرف پھیر دینے کی دھمکی دی ہے۔

سوال5: فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ ''پھر اُنہیں پشتوں پر پھیر دیں'' کا مفہوم کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ چہرے بگاڑ کر پیچھے پھیر دینے سے مراد یہ ہے کہ اگلے حصے پر نشانات ہیں اور ناک، کان، آنکھیں، منہ اور پچھلا حصہ سپاٹ ہے تو آگے کا حصہ بھی کیوں نہ پیچھے کی طرف موڑ دیں۔﴿2﴾ مراد خوفناک عذاب سے ڈرانا ہے۔ چہروں کو پیچھے کی طرف پھیر کر پیچھے کی طرف چلنے پر مجبور کرنا ہے۔﴿3﴾ اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل و دماغ سے ہدایت اور بصیرت کے آثار مٹا دے اور دوبارہ کفر و جاہلیت کی طرف لوٹا دے۔

سوال6: اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ''یا ان پر لعنت کر دیں جیسے ہم نے سبت والوں پر لعنت کی'' اصحابِ سبت پر لعنت کی وجہ کیا تھی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾لعنت بے حسی کی آخری صورت ہے۔جب انسان کی بے حسی اس حدتک پہنچ جائے کہ اس کوحق ناحق کی تمیز نہ رہےتو یہی لعنت ہے۔﴿2﴾اپنے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن کی حرمت کو پامال کرنے والوں کو بندر بنادیا۔

سوال7:وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ''اوراللہ تعالیٰ کاحکم ہمیشہ سے ہوکر رہنے والا ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کام توایسا ہے جوکرلیا گیا یعنی نہ اس کے کام سے اُسے کوئی روکنے والا ہے نہ اس کی کوئی مخالفت کرسکتا ہے۔﴿2﴾رب العزت کاارشاد ہے:اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کاارادہ کرتا ہےتو وہ اُسے کہہ دیتا ہے''ہوجا''تو وہ ہوجاتی ہے۔(یٰس:82)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا(48)

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کونہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جواس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔اور جواللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا۔(48)

سوال1:اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کونہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے''اللہ تعالیٰ شرک کے ماسوا جو چاہے گا گناہ بخش دے گا۔اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ بغیر توبہ شرک کوکبھی بھی معاف نہیں کرے گا۔(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾رب العزت کاارشاد ہے:حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہونے والے ہو،اُس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے ہو،اور جواللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہےتو گویا وہ آسمان سے گر گیا پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرادیتی ہے۔(الحج:31)﴿3﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا:اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟فرمایا:یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اُسی نے ہی تم کو پیدا کیا ہے۔(بخاری:4477)﴿4﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص اس حالت میں مرے کہ کسی کواللہ کا شریک ٹھہراتا تھاتو وہ جہنم میں جائے گااور میں یہ کہتا ہوں کہ جواس حال میں مرا کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراتا ہووہ جنت میں جائے گا۔(صحیح بخاری:1238)﴿5﴾ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوئے سنا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے انھوں نے مجھے یہ خوشخبری دی کہ آپ ﷺ کی امت میں سے جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں داخل گا میں نے یہ سن کر عرض کیا اگر چہ وہ آدمی زنا اور چوری کرتا ہو؟ فرمایا خواہ وہ زنا یا چوری کرتا ہو۔'' (صحیح مسلم:272)

سوال2: شرک کو جرمِ عظیم کیوں قرار دیا گیا؟

جواب:﴿1﴾ شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان رابطہ ٹوٹ جاتا ہے۔﴿2﴾ مشرک کو یہ اُمید نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔

سوال3: وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ'' اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ شرک سے کم تر گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سے اسباب مقرر فرمائے ہیں مثلاً برائیوں کو مٹانے والی نیکیاں، دنیا اور برزخ میں نیز قیامت کے روز گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب، اہلِ ایمان کی ایک دوسرے کے لیے مغفرت کی دُعائیں، شفاعت اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت جس کے سب سے زیادہ مستحق اہلِ ایمان وتوحید ہیں۔ (تفسیر سعدی)﴿2﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھ سے دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر ملے مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں دنیا بھر کی بخشش کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔'' (ترمذی:3540)

سوال4: وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا'' اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا'' شرک کو اللہ تعالیٰ نے اثمِ عظیم قرار دیا ہے۔ وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس سے بڑا کون سا ظلم ہو سکتا ہے کہ کوئی اس مخلوق کو جو مٹی سے تخلیق کی گئی، جو ہر پہلو سے ناقص ہے اور ہر لحاظ سے بذاتہ محتاج ہے، جس کا کسی بندے کو کوئی نفع ونقصان پہنچانا، اس کو زندہ کرنا، مارنا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کرنا تو کجا، وہ تو اپنے آپ کی بھی مالک نہیں، اس ہستی کے برابر ٹھہرائے جو ہر چیز کی خالق ہے، جو ہر لحاظ سے کامل ہے، جو بذاتہ اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، جس کے قبضہ قدرت میں نفع ونقصان، عطا کرنا اور محروم کرنا سب کچھ ہے۔ مخلوق کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی عطا وبخشش ہے۔ تب کیا اس ظلم سے بڑی کوئی اور چیز ہے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر مشرک کو دائمی عذاب اور ثواب سے محرومی کی وعید سنائی۔ (تفسیر سعدی:526/1)﴿2﴾ یہود ونصاریٰ کی طرح نام نہاد مسلمان جو شرک میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گرفتار ہیں،مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارتے ،اٹھتے بیٹھتے ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں،ان کے نام کا روزہ رکھتے ،ان کی قبروں کو پوجتے ،ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اوران کی منتیں مانتے ہیں،وہ بھی مشرکوں کے حکم میں آتے ہیں(دعوۃ القرآن)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا(49)

کیا آپ نے اُن لوگوں کونہیں دیکھا جواپنے آپ کو پاک کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ، پاک کرتا ہے۔ اوران پرایک دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(49)

سوال1:اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ" کیا آپ نے اُن لوگوں کونہیں دیکھا جواپنے آپ کو پاک کہتے ہیں''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس آیتِ کریمہ میں یہود ونصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے جو ہمیشہ اپنی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں،وہ اپنے آپ کو مقدس ومعصوم سمجھتے اوراللہ کے بیٹے اورمحبوب ہونے کا دعویٰ کرتے ،ان کی تردید فرمائی کہ کسی کو پاک باز انسان قرار دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔(دعوۃ القرآن)﴿2﴾یہود اپنے آپ کومقدس گروہ کا فرد خیال کرتے تھے۔انبیاء علیہم السلام کی نسل میں ہونے کی وجہ سے انہوں نے بے شمار روایتیں اور کہانیاں گھڑ لی تھیں اور یہ عقیدہ قائم کرلیا تھا کہ جوشخص یہودی ہے اس کی نجات یقینی ہے۔﴿3﴾یہودی کہتے تھے وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اورانہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ اُن کی تمنائیں ہیں،آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔(البقرہ:111)﴿4﴾آج مسلمان بھی اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں: i۔مسلمان اپنے آپ کوسیّد اورآلِ سیّد قرار دے کر کہتے ہیں کہ ہم پشت در پشت پاک لوگ ہیں۔ii۔کچھ لوگ بہشتی دروازے سے گزر کر اپنے آپ کو گناہوں سے پاک سمجھ لیتے ہیں۔﴿5﴾اپنے نفس کو رزائل سے اور برے اخلاق سے پاک صاف کرنا چاہئے اور یہ بہت مبارک عمل ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے کارہائے نبوت میں يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ فرمایا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے موافق جوشخص اپنے رزائل ،برے اخلاق اور برے اعمال سے پاک کرے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف میں فرمایا:قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (کہ بے شک وہ کامیاب ہوا)(تفسیر انوار البیان:690/1)﴿6﴾اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ کرنے کو اسلام جائز قرار نہیں دیتا۔فرمایا:فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى سو اپنے نفس کی پاکیزگی کے دعوے نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرووہ زیادہ جاننے والا ہے اس کو جس نے تقویٰ اختیار کیا (النجم:32)﴿7﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا۔ آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! فلاں، فلاں کام میں اللہ کے رسول ﷺ کے بعد کوئی بھی اس سے بہتر نہیں ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔ آپ نے یہ جملہ کئی مرتبہ دہرایا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کی تعریف ضرور کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ فرمائے: میں گمان کرتا ہوں کہ وہ ایسا ہی ہے اور وہ اس پر یہ بھی رائے رکھے کہ میں اللہ کے مقابلے میں کسی کو بہتر نہیں سمجھتا۔ (صحیح مسلم:7502)﴿8﴾ منہ پر تعریف کرنے والوں کا مقصد عام طور پر اپنے ممدوح کی مبالغہ آمیز ناجائز تعریف اور خوشامد وغیرہ کرکے ان سے ناجائز طور پر مالی فائدہ حاصل کرنا یا ان کی نظر میں بلند مقام حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہ عمل اخلاقی طور پر غلط ہے۔ (دعوۃ القرآن)﴿9﴾ حضرت ابو معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا وہ امیروں میں سے ایک امیر آدمی کی بڑی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس آدمی کے منہ پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ بہت زیادہ تعریف کرنے والے کے چہروں پر مٹی ڈال دیں۔ (صحیح مسلم:7505)﴿10﴾ رسول اللہ ﷺ نے تو ایسا نام رکھنا بھی ناپسند فرمایا ہے جس سے تعریف کا پہلو نکلتا ہو۔ سیدہ زینب بی بی سلمہ نے فرمایا کہ میرا نام ''برہ'' نیک عورت رکھ دیا گیا ہے، نبی ﷺ کو معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں کو پاکیزہ نہ بتاؤ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ تم میں نیک کون ہے اس کا نام زینب رکھ دو (مسلم:2/208)﴿11﴾ ہاں اگر کوئی شخص واقعی قابلِ تعریف ہو اور اپنی تعریف سن کر اس شخص کے کسی قسم کے فتنے وغیرہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور نہ تعریف کرنے والے کا مقصد ہی ناجائز فوائد حاصل کرنا ہو تو ایسی تعریف کرنا جائز ہے جس طرح کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف ان کی موجودگی میں فرمائی۔ واللہ اعلم! (دعوۃ القرآن)

سوال 2: بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ''بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، پاک کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے پاک کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد دل کی، عمل کی، زندگی کی پاکیزگی ہے۔﴿2﴾ یہ آیت اس خیال کی تردید کرتی ہے کہ کسی گروہ سے وابستگی کسی کو پاکیزہ نہیں بناتی بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ دِلوں اور عملوں کو خوب جانتا ہے اس لیے وہ فیصلہ دے سکتا ہے کہ پاک کون ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اس کو پاک کرنا چاہتا ہے جو پاک ہونے کی خواہش رکھتا ہو۔ جو پاک ہونے کا ارادہ کرے اور جو پاک ہونے کے لیے کوششیں شروع کردے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا"اوران پردھاگے برابربھی ظلم نہیں کیا جائے گا"اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مجاہد کہتے ہیں :فتیل کھجور کی گھٹلی کو کہتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ انسان اورانسان میں عدل کی بنیاد پرفرق کرتا ہے۔یہ فرق گروہ کی بنیاد پرنہیں۔وہ کسی پرظلم نہیں کرتا۔

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا(50)

آپ دیکھیں!وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں اوراس کواتنا ظاہر گناہ ہی کافی ہے۔(50)

سوال1:یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ" وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں"اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھنے سے یہاں کیامراد ہے؟

جواب:یہاں جھوٹ باندھنے سے مرادتزکیہ کادعویٰ کرنا ہے۔

سوال2: اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ" آپ دیکھیں!وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں"اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہاں حیرت واستعجاب کےطور پرکہا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی باتیں کرنے میں کتنے جری ہیں!(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾ انہوں نے اپنے نفوس کی پاکیزگی کادعویٰ کرکے اللہ تعالیٰ پرافتراء پردازی کی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پرسب سے بڑابہتان ہے۔حق کو باطل اور باطل کوحق بنانا حقائق کو بدلنے کے مترادف ہے۔(تفسیرِ سعدی)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کا یہاں مطلب یہ ہے کہ یہود جھوٹ گھڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذمے لگاتے ہیں۔

سوال3:وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا" اوراتنا ظاہر گناہ ہی کافی ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جولوگ اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں وہ اپنے دین کے بارے میں خود بھی دھوکے میں مبتلا ہیں اوردوسروں کوبھی دھوکہ دیتے ہیں وہ اپنے نفس کی پاکیزگی کادعویٰ کرکے اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھتے ہیں ان کے لیے اتنا ظاہر گناہ ہی کافی ہے ﴿2﴾ان کے ظاہر گناہ میں جھوٹ ،دھوکہ اورخودفریبی وغیرہ شامل ہے۔﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اورفسق وفجور کے کام آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔(بخاری:6094)

رکوع نمبر5

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَهۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا(51)

کیا آپ نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کی طرف جو کتاب میں سے ایک حصہ دیے گئے؟ وہ بتوں پر اور باطل معبود پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا یہ ان لوگوں سے زیادہ ہدایت کے راستے پر ہیں جو ایمان لائے۔(51)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کعب بن اشرف یہودی کفارِ قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے مکہ گیا تو قریش نے اس سے کہا کہ تم اہلِ مدینہ میں سب سے معزز اور ان کے سردار ہو، ذرا اس حقیر و ذلیل آدمی کو دیکھو تو سہی جو اپنی قوم سے بھی الگ ہو گیا ہے اور اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ حاجیوں کی خدمت کرنا، انہیں پانی پلانا اور بیت اللہ کی نگرانی کرنا ہمارا کام ہے۔ یہ سن کر کعب نے کہا کہ تم لوگ اس سے بہتر ہو تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ اور یہ آیت نازل فرمائی اور کعب بن اشرف اور اس جیسے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر دشمنوں کا راز فاش کیا، اور ان کا کفر واضح کر دیا۔ اس واقعے کو امام احمد نے محمد بن عدی سے اور ابن حبان نے اپنی کتاب ''الصحیح'' میں روایت کیا ہے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب غزوۂ احد کے بعد مکہ کے مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی فیصلہ کن جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے گئے تھے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال2: اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ '' کیا آپ نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کی طرف جو کتاب میں سے ایک حصہ دیے گئے'' سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے مراد یہودی ہیں جو اہلِ کتاب ہیں لیکن جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

سوال3: یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ '' وہ بتوں پر اور باطل معبود پر ایمان رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پرندے اڑا کر، خط کھینچ کر فال گیری کرنا اور بدشگونی لینا یہ جبت میں سے ہے۔ ﴿2﴾ جبت: توہمات، خرافات، بے اصل اور بے فائدہ چیزوں کے لیے ایک جامع لفظ ہے۔ اس میں جادو ٹونے، ٹوٹکے جنتر منتر،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رَمل، جفر، فال گیری، نجوم، شگون، کہانت (جوتش) مہورت اور ہاتھ کی لکیروں کا علم، تعویذ گنڈے، نقش، ستاروں کے انسانی زندگی پر اثرات وغیرہ سب شامل ہیں۔﴿3﴾ ''جبت'' سے مراد: بت، کاہن، جادوگر، جادو اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے (تیسر الرحمٰن:262)﴿4﴾ ''طاغوت'' سے مراد: کاہن، شیطان، ہر گمراہ کن شے، بت، سرداران یہود، اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے (تیسر الرحمٰن:262)﴿5﴾ جابر نے کہا کہ ''طاغوت' بڑے ظالم مشرک قسم کے سردار لوگ جن کے یہاں جاہلیت میں لوگ مقدمات لے جاتے تھے۔ ایک ایسا سردار قبیلہ جہینہ میں تھا ایک قبیلہ اسلم میں تھا اور ہر قبیلہ میں ہی ایک ایسا طاغوت ہوتا تھا۔ یہ وہی کاہن تھے جن کے پاس شیطان (غیب کی خبریں لے کر) آیا کرتے تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''الجبت'' سے مراد جادو ہے اور الطاغوت سے مراد شیطان ہے اور عکرمہ نے کہا کہ الجبت حبشی زبان میں شیطان کو کہتے ہیں اور الطاغوت بمعنی کاہن کے آتا ہے (بخاری کتاب التفسیر)﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے جھوٹے معبودوں کی پیروی کرنا شیطان ہی کی پیروی کرنا ہے۔ اس لیے وہ بھی طاغوت میں شامل ہے۔﴿7﴾ طاغوت پر ایمان لانے سے مراد ہر غیر اللہ کی عبادت یا شریعت کے بغیر کسی اور قانون کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ہے۔ اس میں جادو ٹونہ، کہانت، غیر اللہ کی عبادت اور شیطان کی اطاعت وغیرہ سب شامل ہیں اور یہ سب بت اور طاغوت ہیں۔ (تفسیر سعدی:528/1)

سوال4: توہمات کب پھلتے پھولتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب رکھنے والی قوم جب زوال کا شکار ہوتی ہے تو عمل کی بجائے جھوٹی توقعات (جو انہیں اپنے عقیدے کے بارے میں لاحق ہوتی ہیں) میں جینے لگتی ہے۔ تب نتیجے کے طور پر ان میں توہمات پھلنے پھولنے لگتے ہیں۔ جو چیز حقیقی عمل کے ذریعے ملتی ہے وہ ان کو عملیات، جھوٹے عقیدوں اور سفلی اعمال کے راستے پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے افراد دین کے معاملے میں کچھ پاکیزہ کاموں اور برکت والی شخصیات کے ساتھ نسبت کو اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں نجات کا معاملہ بنا لیتے ہیں۔ اس طرح ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ زبان سے دین کا اقرار کرتے ہیں لیکن عملی طور پر اپنی زندگی شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ دین کی دعوت دینے والوں کے سخت دشمن ہو جاتے ہیں۔

سوال5: وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ''اور ان لوگوں کے لیے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا یہ ان لوگوں سے زیادہ ہدایت کے راستے پر ہیں جو ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہودی کافروں سے کہتے تھے مسلمانوں کی نسبت آپ صحیح راستے پر ہو۔ جہالت بے دینی اور بے عملی کی وجہ سے دین میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کافروں کو مسلمانوں پر ترجیح دیتے تھے۔﴿2﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہودیوں کا عالم کعب بن اشرف مکہ میں آیا تو قریشیوں نے اس سے پوچھا تم دیکھتے نہیں اس بے اولاد کو جو اپنی قوم سے الگ ہو گیا ہے۔اس کا خیال ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ ہم حاجیوں کے خدمت گار اور کعبہ اقدس کے متولی ہیں، حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔اس نے کہا: تم بہتر ہو۔(مختصر ابن کثیر:330/1)

سوال6: یہود مشرکین کے دین کو مسلمانوں کے دین پر ترجیح کیوں دیتے تھے؟

جواب:﴿1﴾یہودی مسلمانوں کی مخالفت کے لیے اسلام کی تعلیمات اور اس کی رخصتوں کو جواز بنایا کرتے تھے۔اسلام نے جن پابندیوں کو توڑا اور جن ناروا تشدّدات کو ختم کیا انہیں وہ اپنی شریعت کے خلاف سمجھتے تھے۔مثلاً اسلام نے ناپاکی اور جنابت کی حالت میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کی اجازت دی تو انہوں نے کہا کہ جو شخص مٹی پر ہاتھ مار کر نماز پڑھ لینے کی اجازت دیتا ہو وہ جس دین کی دعوت دیتا ہے بھلا خدائی دین کیسے ہو سکتا ہے؟﴿2﴾یہودیوں نے ہمیشہ حق اور باطل کے درمیان باطل کو ترجیح دی ہے۔﴿3﴾یہودیوں کو ہمیشہ اہلِ حق کے مقابلے میں اہلِ باطل اچھے لگتے ہیں۔﴿4﴾ان کے سینے مسلمانوں کے خلاف بغض سے بھرے ہوئے ہیں جو کبھی صاف نہیں ہو سکتے۔﴿5﴾وہ اہلِ حق کے پاس اپنی خواہشات اور لالچ کا سامان نہیں پاتے۔

سوال7: یہودیوں کا اسلام کے خلاف آج کیسا رویہ ہے؟

جواب:﴿1﴾آج یہودی کہتے ہیں کہ وہ اپنے میڈیا کی قوت سے ہر اسلامی تحریک کو ناکام بنا سکتے ہیں۔﴿2﴾اگر آج یہ کھل کر اہلِ باطل کی حمایت نہ کر سکیں تو خفیہ طریقے اختیار کرتے ہیں تاکہ اسلام کو جڑ سے ختم کر سکیں۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا(52)

یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔(52)

سوال1: أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے'' یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حقیقت واضح کی ہے؟

جواب: یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت زدہ ہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کر دے اس کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:لعنت کیا ہے؟

جواب :لعنت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد سے دور کر دیا جائے۔اللہ تعالیٰ کی مدد سے محرومی کے بعد انسان کی ایمانی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔حق اور ناحق کی تمیز اس کے اندر ختم ہو جاتی ہے۔کھلی نشانیاں آنے کے بعد بھی اس کے اندر حق کا اعتراف کرنے کی تمیز باقی نہیں رہتی۔

سوال3:یہود اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق کیوں ہوئے؟

جواب:﴿1﴾یہود اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق اس لیے ہوئے کہ انہوں نے بت پرستوں کو ان مسلمانوں پر فوقیت دی جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے،اور دینِ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا علم رکھتے ہوئے ایسی بات اس لیے کہی تا کہ مشرکینِ مکہ ان کا ساتھ دیں۔چنانچہ بظاہر ان کی سازش کامیاب رہی اور مکہ اور اطراف وجوانب کے کفار مسلمانوں کے خلاف ٹوٹ پڑے اور غزوۂ احزاب کے لیے جمع ہو گئے اور مسلمانوں اور شہرِ مدینہ کو اتنا بڑا خطرہ لاحق ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کافروں سے بچاؤ کے لیے مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھودنا پڑی،لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی اور محض اپنے رحم وکرم سے دشمنوں کو مار بھگایا(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾لعنت جس قدر بری چیز ہے اسی قدر اس کے کرنے پر پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں،کسی مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے اور کافر پر بھی صرف اس صورت میں کی جا سکتی ہے جبکہ اس کا کفر پر مرنا یقینی ہو،رسول اللہ ﷺ کے اس کے متعلق یہ ارشادات ہیں:حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن وہ نہیں ہے جو طعنہ باز اور لعنت باز ہو،اور نہ ہی بدگو۔(رواہ الترمذی بحوالہ مشکوۃ)

سوال4:وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ''اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ ''اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے''یعنی جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے محروم کر دے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کی بنیاد پر ہی انہیں اپنی رحمت سے محروم کرتے ہیں۔﴿2﴾فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ''تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے''مددگار کسی کے مصالح کی حفاظت کرتا ہے اور ناپسندیدہ یا ضرر پہنچانے والے افراد یا اعمال سے بچاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے محروم کر دے اسے پھر کوئی مددگار نہیں ملے گا۔یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی اور رحمت سے دور کر دینے کی انتہا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:’’ وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا‘‘ اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے‘‘ آج مغربی ممالک یہودیوں کے مددگار ہیں، آج اللہ تعالیٰ کا وعدہ کیسے پورا ہوگا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو اس طرح ایمان لائیں جس طرح ایمان لانے کا حق ہے، اسلامی نظام کی اس طرح اطاعت کریں جس طرح اطاعت کا حق ہے اور جو اپنے تمام فیصلے اسلامی شریعت کے مطابق کریں۔﴿2﴾ مسلمانوں کو یہودیوں کے مددگاروں سے خوف نہیں کھانا چاہیے ہمیشہ اسلام کی مخالف قوتوں نے یہود کی مدد کی ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ﴿3﴾ مسلمانوں کو ایک بار تجربہ کرنا چاہیے، صحیح مسلمان بن جائیں پھر دیکھیں کہ کیا یہودیوں کو عیسائیوں، ہندوؤں اور مشرکوں کی مدد کوئی فائدہ دیتی ہے۔

اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا(53)

یا ان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے؟ تب وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے۔(53)

سوال1: اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ ’’یا ان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے‘‘ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ الْمُلْكِ سے مراد اللہ تعالیٰ کا اختیار اور اقتدار ہے۔﴿2﴾ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ سے مراد یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور اختیار میں ان کا کوئی حصہ ہے۔

سوال2: فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا ’’تب وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے‘‘ اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ النَّاسَ سے یہاں مسلمان مراد ہیں۔﴿2﴾ نَقِیْرًا سے مراد وہ شگاف ہے جو گٹھلی کی پشت پر ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ یہودیوں کے بخل کی مثال دی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں سے ان کا کوئی حصہ ہوتا تو یہ کھجور کی گٹھلی کے شگاف جتنا بھی مسلمانوں کو نہ دیتے۔ اگر ایسا ہوتا تو لوگ بھوک سے ہلاک ہو جاتے۔﴿4﴾ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بخل کا حال بیان کیا ہے کہ اگر ان کے پاس حکومت ہوتی تو شدتِ بخل کی وجہ سے کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی کوئی چیز کسی کو نہ دیتے۔(تیسیر الرحمٰن)

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا(54)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے تو یقیناً ہم نے اولادِ ابراہیم کو کتاب وحکمت دی ہے اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت سے بھی نوازا۔(54)

سوال1: اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ "یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے" اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کی صفتِ بخل کے بیان کے بعد ان کی ایک دوسری بری خصلت "حسد" کو بیان کیا جارہا ہے۔(تیسیر الرحمٰن) ﴿2﴾ النَّاس سے مراد نبی کریم ﷺ اور مومنین ہیں (تیسیر الرحمٰن) ﴿3﴾ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم، حسد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: دوسرے آدمی کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا حسد کہلاتا ہے اور یہ حرام ہے۔(مسلم) ﴿4﴾ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: تم آپس میں بغض اور حسد نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پشت پھیرو، بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بن جاؤ اور جائز نہیں کسی کے لیے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔(مسلم) ﴿5﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: تم حسد سے بچو، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔(ابوداؤد) ﴿6﴾ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تمھاری طرف (بھی) پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے، اور وہ حسد ہے اور بغض ایسی خصلت ہے جو مونڈ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ حسد خواہ دنیاوی کمال پر ہو یا دینی کمال پر دونوں حرام ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول "اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ" سے امر اول کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، اور "الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" سے امر ثانی کی طرف۔(تفسیر معارف القرآن:2/439،440) ﴿7﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ شاید انہیں اللہ کے رسول سے اس بات پر حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل یعنی نبوت سے نوازا ہے جس کی وجہ سے جاہل عربوں کو روشنی، یقین اور اطمینان ملا۔ یہودیوں کو اس بات پر حسد ہوا کہ جاہل عرب اب ثقافت اور تجارت میں ہم سے برتر ہو جائیں گے۔

سوال2: یہود کس بات پر حسد کرتے تھے؟

جواب: یہود اس بات پر حسد کرتے تھے کہ آخری نبوت یہود کو چھوڑ کر کسی اور کو کیوں دی گئی۔

سوال3: حسد کا درد کس کے حصے میں آتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: حسد دو طرح کے لوگ کرتے ہیں: ﴿1﴾ جن کے پاس نعمت نہ ہو وہ حسد کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوں پھر وہ حسد کریں تو یہ شر اور بگاڑ ہے اور یہ بگاڑ یہودیوں کے حصے میں آیا ہے۔

سوال4: فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ''تو یقیناً ہم نے اولادِ ابراہیم کو کتاب وحکمت دی ہے اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت سے بھی نوازا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ تمہارا یہ غم وغصہ اور حسد درست نہیں ہے کہ نبوت بنی اسماعیل میں کیوں چلی گئی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہی ان پر یہ فضل وکرم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب، حکمت (نبوت) اور قتدار عطا کیا تھا لیکن انہوں نے اس فضل کی کوئی قدر نہیں کی۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل کیا ہو ان کے لیے تو یہ رویہ درست ہی نہیں کہ وہ انکار کریں اور کفر کریں۔ ﴿2﴾ الْكِتٰبَ سے مراد تورات ہے۔ ﴿3﴾ الْحِكْمَةَ سے مراد نصیحت اور سمجھ ہے۔ ﴿4﴾ الْحِكْمَةَ سے مراد احکام شریعت کا علم ہے۔ ﴿5﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی۔ (الاساس فی التفسیر: 21085/)

﴿6﴾ مُّلْكًا عَظِيْمًا انبیاء بنی اسرائیل میں کوئی نبی داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام جیسا نہیں۔ (تفسیر منیر: 114/3)

سوال5: کتاب وحکمت کے ساتھ حکومت کے ذکر میں کیا حکمت ہے؟

جواب: حکومت، سلطنت اور خلافت کتاب وحکمت کے نتائج میں سے ہیں۔ جب بھی کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کتاب اور حکمت عطا کریں اور وہ سچی شکر گزاری کے ساتھ اسے قبول کر لیں تو اللہ تعالیٰ اسے خلافت بھی عطا کرتے ہیں۔ یہود کا حسد اسی وجہ سے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ زمین کی بادشاہت قرآنِ حکیم کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا (55)

پھر اُن میں سے کوئی ہے جو اس پر ایمان لایا اور ان میں سے کوئی ہے جو اس سے منہ موڑ گیا اور جلانے کو جہنم ہی کافی ہے۔ (55)

سوال1: فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ ''پھر اُن میں سے کوئی ہے جو اس پر ایمان لایا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب ﴿1﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ یہود میں سے کوئی ہے جو ایمان لایا یعنی نبی ﷺ پر۔ ﴿2﴾ اس سے مراد قرآنِ مجید بھی ہے یعنی یہود میں سے کچھ ہیں جو محمد ﷺ پر اور قرآنِ مجید پر یمان لائے ہیں اور کچھ ہیں جو اس پر ایمان لانے سے رُک گئے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ"اوران میں سے کوئی ہے جواس سے منہ موڑ گیا" کی وضاحت کریں؟

جواب:یہود کے منہ موڑنے کا سبب گناہوں کے برے اثرات ہیں مسلسل گناہ کرنے کی وجہ سے ان کے دل سخت ہوگئے،وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں سرکشی اختیار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خود اللہ تعالیٰ ہی سے باغی ہوگئے اب جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی زندگی کو بدلنے کے لیے،ان کی ہدایت کے لیے محمد ﷺ اور قرآن مجید آئے تو وہ اس سے منہ موڑ گئے۔﴿2﴾یہود نے خود بھی منہ پھیرا اور لوگوں کی اکثریت کا رخ پھیرنے کی بھی کوشش کی۔(ایسر التفاسیر:270)

﴿3﴾ان میں سے بعض نے محض عناد،بغاوت اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کے لیے اعراض کیا اس لیے وہ دنیا میں بدبختی کا شکار ہوئے۔جو ان کے گناہوں کے اثرات ہیں۔(تفسیر سعدی:530/1)

سوال3:وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا "اور جلانے کو جہنم ہی کافی ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکا،خود اس سے منہ موڑ گئے ان کے جلانے کے لیے جہنم کافی ہے۔

﴿2﴾جس نے حسد کیا،کفر کیا اور بخل اور مکر سے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اس کے لیے جہنم کی آگ ہی کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا(56)

بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے،جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔(56)

سوال1:اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا" بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے"اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہاں کفر کرنے والوں سے مراد یہودی ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔﴿2﴾کفر کرنے والوں سے مراد انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا انکار کرنے والے ہیں۔﴿3﴾بِاٰيٰتِنَا اس سے مراد وہ دلائل ہیں جو راہ نمائی کرتے ہیں کہ یہ دین حق ہے اور ان میں سب سے عمدہ دلائل قرآن کے ہیں۔(تفسیر منیر:123/3)﴿4﴾سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا اس سے مراد تحقیق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقوع ہے یعنی یہ عذاب ضرور آ کے رہے گا۔اس کے وقوع وتحقیق میں کوئی شک وشبہ نہیں۔(تفسیر سراج البیان:205/1)

سوال2: كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ”جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں“اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾”جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے“كُلَّمَا ”جب بھی“ سے مراد ہے کہ یہ ایک بار نہیں دوبار نہیں مسلسل عمل ہے جو ہوتا رہے گا۔﴿2﴾نَضِجَتْ ”گل جائے گی“ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آگ سے گلے گی۔گلنے کے عمل کی ہولناکی کا اندازہ لگائیں۔دنیا میں آج اگر کسی کی کھال جلتی ہے تو اس کے اوپر چھالے بنتے ہیں اور اس کے اندر پیپ بھر جاتی ہے۔گلنے کا عمل کتنا خوفناک ہے!﴿3﴾اس آیت میں كُلَّمَا نَضِجَتْ کا منظر اتنا خوفناک ہے کہ انسان کا خیال اِدھر اُدھر ہونے نہیں پاتا اور پھر کھال کی تبدیلی ”اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے“ کا عمل جو تعجب انگیز بھی ہے اور غیر معمولی بھی۔کھال بدل جائے پھر گل جائے پھر بدل جائے، پھر گل جائے اور کبھی یہ سلسلہ نہ رُکے، یہ نتیجہ ہے کتاب اور حکمت سے منہ موڑنے کا۔﴿4﴾اس میں جہنم کے عذاب کی سختی اور دوام کا ذکر ہے۔﴿5﴾ کھالوں کی یہ تبدیلی دن میں بیسیوں مرتبہ عمل میں آئے گی۔﴿6﴾ وہ کفر اور عناد کا بار بار مظاہرہ کرتے ہیں اور یہ کفر اور عناد ان کا وصف اور عادت بن گیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو بار بار عذاب کا مزہ چکھائے گا تاکہ ان کو پورا پورا بدلہ مل جائے۔(تفسیر سعدی)﴿7﴾ کھالوں کی تبدیلی اس لیے کی جائے گی کہ ان کی تکلیف میں کمی کی بجائے کچھ اضافہ ہی ہوتا رہے کیونکہ جلی ہوئی کھال کو جلانے سے تکلیف نسبتاً کم ہوتی ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:415,416/1)﴿8﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوتی تو آپ پڑھنے والے سے دوبارہ سنانے کی فرمائش کرتے وہ دوبارہ پڑھتا تو سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کو اس کی تفسیر سناؤں ایک ایک ساعت میں سو سو بار بدلی جائے گی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سنا ہے۔(تفسیر ابن کثیر:596/1)﴿9﴾ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی کھالیں چالیس ہاتھ یا چھہتر(76) ہاتھ ہوں گی اور ان کے پیٹ اتنے بڑے ہوں گے کہ اگر ان میں پہاڑ رکھا جائے تو سما جائے جب ان کھالوں کو آگ کھالے گی تو اور کھالیں آ جائیں گی۔(تفسیر ابن کثیر:596/1)﴿10﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر کی داڑھ یا کافر کا دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا اس کی کھال تین رات کی مسافت کے برابر ہوگی۔(صحیح مسلم:7185)﴿11﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کافر کی جلد کی موٹائی بیالیس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(42)ہاتھ ہوگی اور اسکی داڑھ احد کی مثل ہوگی اور جہنم میں اسکی پیٹھ کا احاطہ اتنا ہوگا جیسا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کا فاصلہ۔ (جامع ترمذی:2577) ﴿12﴾ دوسری کھال اس لیے عطا کی جائے گی کیونکہ بیرونی جلد زیادہ تکلیف محسوس کرتی ہے۔ ﴿13﴾ لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ''تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں'' ان کو بار بار عذاب کا مزہ اس لیے چکھایا جائے گا تاکہ انہیں پورا پورا بدلہ ملے۔(تفسیر سعدی:530/1)

سوال3: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور حکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے کھالوں کے جلنے، پکنے اور بدلنے سے اپنے عزیز ہونے کا شعور دلایا ہے کہ یقیناً وہ غلبہ رکھنے والا زبردست ہے۔ وہ اپنے انتقام پر غالب ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اہلِ جہنم کے لیے ہمیشگی کی سزا سے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کے فیصلے حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ کفر کی سزا جہنم ہے اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا حکیمانہ فیصلہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (57)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے انہیں جلد ہی ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ، اُن کے لیے اس میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔(57)

سوال1: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جو شرک اور نافرمانیاں چھوڑ کر ایمان لائے (ایسر التفاسیر:270) ﴿2﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو محمد ﷺ، قرآن، ساری کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے (تفسیر قاسمی:241/5) ﴿3﴾ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اس سے مراد اطاعت کے کام ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کے اور ان کے رب کے مابین ہیں۔(تفسیر قاسمی:241/5) ﴿4﴾ وہ واجبات اور مستحبات پر عمل کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:531/1)

سوال2: ایمان اور اعمالِ صالحہ کا کیا تعلق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ انسان جنت میں داخل ہوسکتا ہے۔ ﴿2﴾ اگر ایمان ہو اور عمل نہ ہو یعنی بے عملی یا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بدعملی ہوتو ایسے ایمان کے ساتھ جنت میں داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ لازم وملزوم ہیں۔﴿3﴾اگر کوئی شخص ایسے اعمال کرتا ہے جو اعمالِ صالحہ کے زمرے میں آتے ہوں مگر وہ ایمان نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی نیکیوں کی قدر و قیمت نہیں ہے۔یہ اعمال دنیا میں شہرت اور نیک نامی کا ذریعہ بن سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہوں گے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ کو قبول کیوں نہیں کرتے؟

جواب:ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ یا تو دُنیوی مفادات کی وجہ سے ہوتے ہیں یا قومی اَخلاق اور عادات ان کی بنیاد ہوتے ہیں۔جہاں تک دُنیوی مفادات کا تعلق ہے تو اچھے اَخلاق کی قیمت دنیا میں حاصل کرنا ہے تو دنیا میں اس کا بدلہ مل جائے گا۔ اگر قومی اَخلاق وعادات ہیں تو قوم کی اچھی نمائندگی ہوجائے گی مگر آخرت میں اس کا کوئی اجر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بدلہ لینے کی نیت ہوتی تو بدلہ مل جاتا اور نیت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہی تو ایمان نہیں ہوتا۔اس لیے ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ قابلِ قبول نہیں ہیں۔

سوال4:سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا'' جلد ہی ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سعادت مندوں کا انجام جنت کی بہاریں اور طرح طرح کی نہریں ہیں جہاں چاہیں لے جائیں،خوش کن نعمتیں، نہ زوال، نہ فنا کا ڈر اور نہ کمی کا اندیشہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔﴿2﴾مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں ورخوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔(محمد:15)﴿3﴾حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جنت میں پانی،شہد،دودھ اور شراب کے دریا ہیں جن سے نہریں پھوٹتی ہیں۔(جامع ترمذی:2571)

سوال5:لَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ'' اُن کے لیے اس میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾جنت میں خوب صورت پاکیزہ بیویاں ملیں گی جو بول و براز،حیض ونفاس ،بے ہودہ عادات اور گناہوں سے پاک ہوں گی۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ اُن میں کئی خوب سیرت،خوب صورت عورتیں ہیں۔ تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟گوری سیاہ آنکھوں والی عورتیں،خیموں میں روکی ہوئی ہیں تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ان سے پہلے کسی انسان اور کسی جن نے اُنہیں چھوا تک نہیں۔(الرحمٰن:70تا74)﴿3﴾حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے گروہ کے چہروں کی چمک چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی دوسرا گروہ آسمان میں بہت زیادہ چمکنے والے ستاروں کی طرح خوبصورت ہوگا ان میں سے ہر ایک کی دو دو بیویاں ہونگی اور ہر بیوی پر 70 جوڑے ہوں گے اس کے باوجود ان کے پیچھے سے اسکی پنڈلی کا مغز نظر آرہا ہوگا۔''(جامع ترمذی:2535)

سوال6:وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ''اور ہم انہیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے''ظِلًّا ظَلِيْلًا سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد گھنی چھاؤں،سکون،آرام ہے یعنی کوئی دکھ نہیں،بیماری نہیں،حسرت نہیں۔﴿2﴾وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ اور دائیں ہاتھ والے،کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں۔(الواقعۃ:27تا30)﴿3﴾حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چل سکے گا اور اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں۔(صحیح بخاری:3252)

سوال7:اس آیت میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی جزا کا منظر دکھایا گیا ہے۔اس کی وضاحت کریں؟

جواب:مستقبل میں ملنے والی جزا کو اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں کے سامنے مجسم منظر کی صورت میں اس طرح پیش کیا ہے۔ ﴿1﴾ایمان اور عملِ صالحہ کی وجہ سے سرسبز وشاداب باغات میں داخلہ ہو رہا ہے۔﴿2﴾باغات میں نہریں رواں ہیں﴿3﴾یہ مقام دائمی اور اطمینان بخش ہے۔﴿4﴾باغات میں پاکیزہ بیویوں کا ساتھ ہے۔﴿5﴾باغات میں گھنی چھاؤں ہے۔یہ منظر دل کو اپنی گرفت میں لے کر ایمان کے ساتھ عملِ صالح کے لیے تیار کرتا ہے۔یا ارحم الرحمین!ہم آپ سے جنت کا سوال کرتی ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا (58)

یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کردو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(58)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جن کا خاندان کعبہ کا کلید بردار تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور کعبے کی چابیاں دے کر فرمایا: ''یہ تمہاری چابیاں ہیں۔ آج کا دن وفا اور نیکی کا ہے۔'' (ابن کثیر) اس آیت کے شان نزول میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں آئے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا۔ حجر اسود کو اپنی لکڑی سے چھوتے تھے اس کے بعد عثمان بن طلحہ کو جو کعبہ کی کنجی بردار تھے بلایا ان سے کنجی طلب کی انہوں نے دینا چاہی اتنے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اب یہ مجھے سونپ دیں تاکہ میرے گھرانے میں زمزم کا پانی پلانا اور کعبہ کی کنجی رکھنا دونوں ہی باتیں رہیں یہ سنتے ہی عثمان بن طلحہ نے اپنا ہاتھ روک لیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہ بارہ طلب کی تو عثمان بن طلحہ نے یہ کہہ کر دے دی کہ اللہ کی امانت آپ کو دیتا ہوں۔ (ابن کثیر: 597/1)

سوال2: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کردو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کلمہ ''امانت'' تمام قسم کی امانتوں کو شامل ہے، چاہے وہ اللہ کے حقوق ہوں، جیسے نماز، زکاۃ اور روزہ وغیرہ، اور چاہے بندوں کے آپس میں حقوق ہوں۔ جو انہیں دنیا میں ادا نہیں کرے گا تو مسلم و احمد کی روایت کردہ ایک صحیح حدیث کے مطابق انہیں قیامت میں ادا کرے گا یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کا قصاص سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال3: امانت سے کیا مراد ہے۔ کون کون سی امانتیں ہیں جو انسان کے سپرد ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ہر وہ چیز جس پر انسان کو امین بنایا جائے اور اس کے انتظام کی ذمہ داری اس کے سپرد کی جائے ،امانت کہلاتی ہے فقہاء کہتے ہیں کہ جس کسی کے پاس کوئی امانت رکھی جائے اس پر اس کی حفاظت کرنا واجب ہے کیونکہ امانت کی حفاظت کیے بغیر واپس ادا کرنا ممکن نہیں اس لیے حفاظت واجب ہے۔(تفسیر سعدی:531/1)﴿2﴾يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔(سورہ الانفال:27)﴿3﴾وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔(سورہ معارج:32)﴿4﴾سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب فرمایا ہو اور یہ نہ ارشاد فرمایا ہو کہ اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں۔(مشکوۃ المصابیح ،شعب الایمان:15)﴿5﴾حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وہ وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔(بخاری:33)﴿6﴾سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تیرے اندر چار خصلتیں ہوں تو تجھے اس بات کا کوئی ضرر نہیں کہ دنیا کی باقی چیزیں تیرے پاس نہیں ہیں۔ i:امانت کی حفاظت ii:بات کی سچائی iii:اخلاق کی خوبی iv:لقمے کی پاکیزگی (احمد، بیہقی)﴿7﴾سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں ارشاد فرمائیں۔ایک کا ظہور تو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اترتی ہے۔پھر قرآن شریف سے، پھر حدیث شریف سے اس کی مضبوطی ہوتی جاتی ہے۔اور نبی ﷺ نے ہم سے اس کے اٹھ جانے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ”آدمی ایک نیند سوئے گا اور (اسی میں) امانت اس کے دل سے ختم ہو جائے گی اور اس بے ایمانی کا ہلکا نشان پڑ جائے گا۔پھر ایک اور نیند لے گا تو اب اس کا نشان چھالے کی طرح ہو گا جیسے تو پاؤں پر ایک چنگاری کا نشان لڑھکائے تو ظاہر میں ایک چھالا پھول آتا ہے اس کو پھولا دیکھتا ہے پر اندر کچھ نہیں ہوتا پھر حال یہ ہو جائے گا کہ صبح اٹھ کر لوگ خرید و فروخت کریں گے اور کوئی شخص امانت دار نہیں ہو گا۔کہا جائے گا کہ بنی فلاں میں ایک امانت دار شخص ہے۔کسی شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ کتنا عقل مند ہے۔کتنا بلند حوصلہ ہے۔اور کتنا بہادر ہے۔حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان (امانت) نہیں ہو گا۔“(صحیح بخاری:6497)﴿8﴾حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ لوگوں میں بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس آیا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ اپنی گفتگو میں مصروف رہے بعض لوگ (جو مجلس میں تھے) کہنے لگے آپ ﷺ نے دیہاتی کی بات سنی لیکن پسند نہیں کی اور بعض کہنے لگے کہ نہیں بلکہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپ اپنی باتیں پوری کر چکے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا وہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں گیا اس (دیہاتی) نے کہا (حضور) میں موجود ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب امانت (ایمانداری دنیا سے) اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر اس نے کہا ایمانداری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب (حکومت کے کاروبار) نالائق لوگوں کو سونپ دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔ (صحیح بخاری:59)

سوال4: اس میں امانت کا اِطلاق کن کن اُمور پر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ امانت میں ایک تو وہ امانتیں شامل ہیں جو کسی کے پاس رکھوائی گئی ہوں۔ ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ مطالبے پر بحفاظت لوٹا دی جائیں۔ ﴿2﴾ عہدے ان لوگوں کو دیئے جائیں جو اہل ہوں یعنی خاندانی، سیاسی، وطنی، نسلی اور لسانی بنیادوں یا کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر کسی کو عہدہ دینا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف ہے۔ ﴿3﴾ عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی تم حکومت کا عہدہ طلب نہ کرنا کیونکہ اگر بلا مانگے تمہیں یہ مل جائے گا تو اس میں تمہاری من جانب اللہ مدد کی جائے گی، لیکن اگر مانگنے پر ملا تو سارا بوجھ تمہی پر ڈال دیا جائے گا اور اگر تم کوئی قسم کھالو اور اس کے سوا کوئی اور بات بہتر نظر آئے تو وہی کرو جو بہتر ہو اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔ (بخاری:6722) ﴿4﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر میں تجھے ضعیف اور ناتواں خیال کرتا ہوں اور میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ تم دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ مالِ یتیم کا والی بننا۔ (مسلم:4720) ﴿5﴾ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم حکومت کا لالچ کرو گے اور یہ قیامت کے دن تمہارے لیے باعث ندامت ہوگی پس کیا ہی بہتر ہے دودھ پلانے والی اور کیا ہی بری ہے دودھ چھڑانے والی۔ (بخاری:7148)

سوال5: حقوق و فرائض کے لیے امانت کا لفظ انسان کے ذہن میں کیا تصور پیدا کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ سب ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی گئی ہیں۔ ﴿2﴾ ساری امانتوں (ذمہ داریوں) کے بارے میں امانت سپرد کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوچھ گچھ ہوگی اگر خیانت ہوئی تو کوئی نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچا سکے۔

سوال6: وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ "اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ امانت کا سب سے اہم پہلو انصاف ہے۔حکومت کے استحکام کی پہلی بنیاد امانت ہے اور دوسری بنیاد عدل و انصاف ہے۔لہٰذا کسی قوم کی دشمنی تمہارے عدل و انصاف پر اثر انداز نہ ہو اسی لیے فرمایا: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو،عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔(المائدہ:8) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کی تعریف فرمائی ہے اور کہا کہ یہ بڑی اچھی چیز ہے جس کے برتنے کی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تلقین کر رہا ہے، چاہے وہ حکام ہوں یا رعایا،اس لیے کہ پرامن اور شریفانہ زندگی کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسلم سوسائٹی میں انصاف کا چلن اور عدل کا دور دورہ ہو۔(تیسیر الرحمٰن) ﴿3﴾ یہ حکم ان کے درمیان قتل کے مقدمات،مالی مقدمات اور عزت وآبرو کے مقدمات،خواہ یہ چھوٹے ہوں یا بڑے،سب کو شامل ہے اور اس کا اطلاق قریب،بعید،صالح،فاجر،دوست اور دشمن سب پر ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی) ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم (بے انصافی) نہ کرے۔جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتا ہے۔(ابن ماجہ:2312) ﴿5﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ان میں سے پہلا شخص انصاف کرنے والا بادشاہ ہے۔(بخاری:660) ﴿6﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کو سب سے زیادہ پیارا اور اللہ سے سب سے زیادہ قریب مجلس کے اعتبار سے امام عادل ہوگا اور اللہ کو سب سے زیادہ مبغوض اور مجلس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور امام جائر ہوگا۔(الترغیب:167/3) ﴿7﴾ انصاف کرنے والے رحمٰن کے دائیں جانب،اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں۔یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال میں عدل و انصاف کرتے ہوں گے۔(مسلم:4721) ﴿8﴾ حاکم بننا اور فیصلے کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لے لینا یہ معمولی چیز نہیں یہ ذمہ داری بہت بڑی ہے اور آخرت میں اس کا حساب بہت بڑا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے والا مقرر کر دیا گیا تو وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔(رواہ احمد والترمذی :324) ﴿9﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی حاکم لوگوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

درمیان فیصلے کرتا ہے قیامت کے دن اسے لایا جائے گا پھر جہنم کے کنارے پر اسے کھڑا کر دیا جائے گا پھر اگر حکم ہوگا تو اسے دھکا دے دیا جائے تو اس کو دھکیل دیا جائے گا جس کے نتیجے میں وہ ستر سال تک گہرائی میں گرتا چلا جائے گا۔(رواہ البزار کمافی الترغیب:173/3)﴿10﴾سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انصاف کرنے والے قاضی پر قیامت کے دن ضرور ایک ایسی گھڑی آئے گی کہ وہ حساب کی سختی کی وجہ سے یہ تمنا کرے گا کہ میں کبھی کسی ایک کھجور کے بارے میں بھی فیصلہ نہ کرتا تو اچھا تھا۔(الترغیب:157/3)﴿11﴾سیدہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عہدہ قضا کا طلب گار ہو اور اس سلسلے میں سفارش کرنے والوں سے سوال کرے (جس پر اسے عہدہ دے دیا جائے) تو وہ اپنے نفس کے حوالے کر دیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد نہ ہوگی وہ جانے اور اس کا نفس جانے جب ایسا ہوگا تو ظاہر ہے کہ نفس کے موافق فیصلے ہوں گے) اور جس کو قاضی بننے پر مجبور کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیج دیتا ہے جو اسے ٹھیک راستے پر چلاتا رہتا ہے۔(الترغیب:163/3)

سوال7: اسلامی معاشرے کے دو بنیادی اُصول کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾امانت کو اس کے حق دار تک پہنچانا۔﴿2﴾انصاف کرنا۔

سوال8: یہاں کن لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: یہاں خاص طور پر حکمرانوں کو عدل و انصاف کا حکم دیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حاکم جب تک ظلم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ ظلم کا ارتکاب شروع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔'' (ابن ماجہ:2312)﴿1﴾انصاف ہر انسان کا حق ہے جو اسے انسان ہونے کی حیثیت میں ملتا ہے۔﴿2﴾انصاف انسان کے لیے ہے اس کا اصول سارے انسانوں کو متحد کرنا ہے۔یہ ذمہ داری اسلامی ریاست نے پوری کرنی ہے۔﴿3﴾یہ انصاف انسانیت کو مسلمانوں کے دور اول کی حکومت میں ملا اس سے پہلے اور اس کے بعد انسانیت نے گم کر دیا۔

سوال9: اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کس بہتر چیز کی نصیحت کر رہے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرنے اور انصاف کرنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔﴿2﴾یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اوامر و نواہی کی مدح و تعریف ہے کیونکہ یہ اوامر و نواہی دنیا و آخرت کے مصالح کے حصول اور دنیا و آخرت کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مضرتوں کو دور کرنے پر مشتمل ہیں کیونکہ ان اوامر ونواہی کو مشروع کرنے والی ہستی سمیع وبصیر ہے۔جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے وہ اپنے بندوں کے مصالح کو جانتا ہے جو وہ خود نہیں جانتے۔(تفسیر سعدی:532/1)

سوال10: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے" اللہ تعالیٰ نے اپنے سمیع اور بصیر ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرنے اور عدل کرنے کے لیے اپنے سمیع اور بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿2﴾ تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سُننے اور دیکھنے کی وجہ سے امانت دار اور عادل بن جائیں اور معاشرہ جنت نشاں ہو جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (59)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت کرو، پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔(59)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آیت اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے حاکموں کی۔ سیدنا عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک مہم پر بطور افسر کے روانہ کیا تھا۔(صحیح بخاری:4584)

سوال2: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت کرو" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو سننا اور بات ماننا لازم ہے خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو جب تک گناہ کا حکم نہ دیا جائے پھر جب گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ سنے اور نہ مانے۔(مختصر ابن کثیر:334)﴿2﴾ اَطِيْعُوا اللّٰهَ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فیصلے کیے ہیں ان کی اطاعت کریں۔﴿3﴾ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ جو کچھ آپ ﷺ اور قرآن وسنت کے مابین ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسکی اطاعت کرو۔(تفسیر قاسمی:255/5)﴿4﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔(سورۃ الاحزاب:36)﴿5﴾ اُولِي الْاَمْرِ سے با اختیار حاکم لوگ مراد ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿6﴾ اُولِي الْاَمْرِ سے مراد حاکم اور اُمراء بھی ہیں، علماء اور فقہاء بھی ہیں۔﴿7﴾ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو ہی عامل بنایا جائے جس کا سر منقی کی طرح چھوٹا ہو۔(بخاری:7142)﴿8﴾ سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے۔i۔امیر جماعت کی بات غور سے سننا ii۔اس کے حکم کی اطاعت کرنا۔iii۔جہاد کرنا۔iv۔راہ خدا میں وطن چھوڑنا۔v۔جماعت بن کر رہنا(ترمذی)﴿9﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: امام (خلیفہ) ڈھال ہے۔اس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ سے امان دی جاتی ہے اگر اللہ کے تقوی کا حکم کرے اور عدل وانصاف کرے اور اس کی وجہ سے اس کے لیے ثواب ہوگا اور اگر وہ اس کے علاوہ (برائی) کا حکم کرے تو یہ اس پر وبال ہوگا۔(صحیح مسلم:4772)﴿10﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ ہو کر) جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ (دشمن کے حملہ سے) بچا تا ہے، پس اگر امام تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے اس کا ثواب اسے ملے گا، لیکن اگر بے انصافی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔(صحیح بخاری:2957)﴿11﴾ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے حاکموں میں سے بہتر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہو اور تمہارے حاکموں میں سے برے حاکم وہ ہیں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں اور تم انہیں لعنت کرو اور وہ تمہیں لعنت کریں۔عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ! کیا ہم انہیں تلوار کے ساتھ قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں اور جب تک اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حاکموں میں کوئی ایسی چیز دیکھو جسے تم ناپسند کرتے ہو تو اس کے اس فعل کو ناپسند کرو اور اطاعت وفرمانبرداری سے ہاتھ مت کھینچو۔(صحیح مسلم:4804)﴿12﴾ سیدنا یحییٰ بن حصین رضی اللہ عنہ نے اپنے دادا کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے: اگر تم پر کسی غلام کو عامل مقرر کیا جائے اور وہ تمہاری کتاب کے مطابق حکم دے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔(صحیح مسلم:4758)

سوال3: أُولِي الْأَمْرِ سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب:﴿1﴾ أُولِي الْأَمْرِ سے مراد لوگوں پر مقرر کردہ حکام، امراء اور اصحاب فتویٰ ہیں۔ کیونکہ لوگوں کے دینی اور دنیاوی معاملات اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اولوالامر کی اطاعت نہیں کرتے مگر شرط کے ساتھ کہ اولوالامر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دیں اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں تو خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری ہرگز جائز نہیں۔ شاید یہی سر نہاں ہے کہ اولوالامر کے حکم کی اطاعت کے وقت فعل کو حذف کر دیا گیا ہے اور اولوالامر کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں لہٰذا جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ رہے اولوالامر تو ان کی اطاعت کے لیے یہ شرط عائد ہے کہ ان کا حکم معصیت کا نہ ہو۔(تفسیر سعدی:532/1)﴿2﴾ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے عرض کیا: کس چیز کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی، اس کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے ائمہ کی اور تمام مسلمانوں کی۔(صحیح مسلم:196)

سوال3: أُولِي الْأَمْرِ کی خصوصیات کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾ وہ لوگ جن کے اندر اسلام اور ایمان کی شرائط پائی جاتی ہوں۔﴿2﴾ جو قانون سازی کا اور اطاعت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو دیتے ہوں۔﴿3﴾ جو صرف اللہ تعالیٰ سے ہدایات اخذ کرتے ہوں۔﴿4﴾ جو بصیرت اور اجتہاد کی صلاحیت کے مالک مومنین ہوں۔

سوال4: أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت کی کیا حدود ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے میں احکامات دیں تو اطاعت ہوگی۔﴿2﴾ ایسا کوئی حکم نہ دیں جن کے خلاف کوئی نص صریح موجود ہو۔﴿3﴾ یہ احکامات شریعت کے اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت کے حکم کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بادشاہ یا حاکم کی بات سننا اور حکم ماننا ضروری ہے (واجب ہے) جب تک خلافِ شرع نہ ہو۔ اگر شرع کے خلاف حکم دیا جائے تو نہ سننا چاہئے اور نہ ماننا۔ (بخاری:2955) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے (مسلمان) حاکم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (بخاری:2957) ﴿3﴾ ابوالولید عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اس بات پر بیعت کی کہ ہم تنگی اور آسانی میں، خوشی اور ناگواری (ہر حالت) میں سمع واطاعت کریں گے اور خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے اور اس بات پر کہ ہم اقتدار کے معاملے میں مسلمان حکمرانوں سے نہ لڑیں مگر یہ کہ ان میں کفرِ صریح دیکھیں جس پر ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہو اور اس بات پر کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں اللہ تعالیٰ کے (دین کے) بارے میں ہم کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں۔'' (صحیح بخاری: 7056) ﴿4﴾ طیبی نے لکھا ہے کہ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں فعل کا اعادہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت مستقل ہے اور اُولِی الْاَمْرِ میں فعل کا عدم اعادہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی اطاعت مشروط ہے۔ اگر ان کا حکم قرآن وسنت کے مطابق ہوگا تو اطاعت کی جائے گی ورنہ نہیں۔ (تیسیر الرحمٰن) ﴿5﴾ اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت مستقل نہیں ہے۔ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ:3696) ﴿6﴾ اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت معصیت میں نہیں۔ اطاعت صرف معروف میں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت تو نیکی میں ہوتی ہے۔'' (مسلم:4765) ﴿7﴾ اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔ اُولِی الْاَمْرِ سے مراد اگر علماء اور فقہاء ہوں تو ان کی اطاعت بھی اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں لیکن ان کی اطاعت بھی اسی وقت تک کی جائے گی جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق حکم دیں گے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ نے کسی اور شخصیت کو واجب الاطاعت قرار نہیں دیا۔ جو لوگ تیسری اطاعت کو واجب کرتے ہیں وہ قرآنِ مجید کے واضح حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس تیسری اطاعت کی وجہ سے اُمت کا اتحاد ممکن نہیں رہا۔

سوال6: کیا اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت بھی مستقل ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت مستقل نہیں ہے۔سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔''(مشکوٰۃ:3696)﴿2﴾اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت معصیت میں نہیں۔ اطاعت صرف معروف میں ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے۔اطاعت تو نیکی میں ہوتی ہے۔''(مسلم:4765)﴿3﴾اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔﴿4﴾اُولِی الْاَمْرِ سے مراد اگر علماء اور فقہاء ہوں تو ان کی اطاعت بھی اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں لیکن ان کی اطاعت بھی اسی وقت تک کی جائے گی جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق حکم دیں گے۔

سوال7:فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ''پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:اِلَی اللّٰهِ سے مراد کتاب اللہ کی طرف اور وَالرَّسُوْلِ سے مراد سنت نبوی کی طرف(تفسیر جامع البیان: 179/5)﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے تنازعات اور اختلافات کو ختم کرنے کے لیے یہ اُصول دیا ہے کہ تنازعات یا اختلاف کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دیں۔﴿3﴾''اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو''یعنی تمہارے ایمان کا تقاضا ہے کہ آپس کے جھگڑوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دیں۔جو شخص باہمی جھگڑوں کو قرآن وسنت کی طرف نہیں لوٹاتا اس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں۔

سوال8:کیا اس آیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے علاوہ کسی اور کو بھی واجب الاطاعت قرار دیا گیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کسی اور شخصیت کو واجب الاطاعت قرار نہیں دیا۔جو لوگ تیسری اطاعت کو واجب کرتے ہیں وہ قرآنِ مجید کے واضح حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔اس تیسری اطاعت کی وجہ سے اُمت کا اتحاد ممکن نہیں رہا۔

سوال9: ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا''یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب۔﴿1﴾''یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ بہتر ہے،سب سے زیادہ عدل وانصاف کا حامل اور لوگوں کے دین اور دنیا اور ان کی عافیت کی بھلائی کے لیے سب سے اچھا فیصلہ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(تفسیر سعدی:533/1) یہ دستور تمہارے لیے اچھا ہے۔﴿2﴾ ان اصولوں میں دنیا کی بھلائی بھی ہے اور آخرت میں بھی اس کا انجام اچھا ہوگا۔ دنیا میں اسی دستور میں فرد، سوسائٹی اور پوری دنیا کی زندگی کی بہتری ہے

رکوع نمبر6

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًا بَعِيۡدًا (60)

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقیناً وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کر دے، بہت دُور کا گمراہ کرنا۔(60)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن اسحاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جلاّس بن صامت، مقصب بن قشیر اور رافع بن زید منافقین کو ان کی قوم کے بعض مسلمانوں نے ایک قضیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلنے کو کہا، تو انہوں نے کاہنوں کے پاس جانا پسند کیا، جس کے بعد یہ آیت اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِيۡقًا تک نازل ہوئی۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال2: اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ " کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقیناً وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ایسے عجیب ایمان والوں کو دیکھا ہے جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ اس کتاب پر ایمان لائے اور پہلی کتابوں پر بھی ایمان لائے لیکن فیصلے اس کتاب کے مطابق نہیں لیتے۔﴿2﴾ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان اس قانون کے مطابق فیصلے لے جس پر ایمان ہے، اپنے فیصلے اس عدالت سے لے جس پر وہ ایمان لایا ہے۔﴿3﴾ تعجب کا اظہار اس بات پر ہے کہ یہ لوگ ایمان اور کفر کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔

سوال3: یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنا فیصلہ یہودیوں کے یا قریش کے سرداروں کی طرف لے جانا چاہتے تھے۔﴿2﴾ یہ عام حکم ہے۔اس میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو کتاب وسنت سے منہ موڑ کر فیصلوں کے لیے کسی اور کی طرف جاتے ہیں۔﴿3﴾ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ سے مراد منافق ہیں وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ سے مراد یہودی ہیں۔(قرطبی:182/3)

سوال4: مدینہ کے ابتدائی زمانے میں اختلافی معاملات کے لیے فیصلوں کا کیا نظام موجود تھا؟

جواب: مدینہ کے ابتدائی زمانے میں اختلافی معاملات کے فیصلوں کے لیے دو عدالتیں پائی جاتی تھیں:

﴿1﴾ یہ عدالتیں یہودی سرداروں کی تھیں جو پہلے سے چلی آ رہی تھی۔﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ کی عدالت جو ہجرت کے بعد قائم ہوئی تھی۔

سوال5: کیا مسلمان یہودیوں سے فیصلے کروایا کرتے تھے؟

جواب: مسلمانوں میں سے کمزور ایمان والے (منافق) جب اپنے مقدمے کو کمزور پاتے اور وہ محسوس کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت سے وہ اپنی مرضی کا فیصلہ نہ کروا سکیں گے تو وہ کعب بن اشرف یہودی کی عدالت میں چلے جاتے۔

سوال6: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ ''وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں'' کا مفہوم واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ تَحَاكُمُ اِلَى الْحَاكِمِ کے معنی ہیں: اپنا معاملہ حاکم کے آگے پیش کرنا۔﴿2﴾ طاغوت سے مراد ہر وہ شخص جو شریعت الٰہی کے بغیر فیصلے کرتا ہے طاغوت ہے۔(تفسیر سعدی:534/1)﴿3﴾ یہاں طاغوت سے مراد شیطان ہے۔﴿4﴾ طاغوت سے مراد ہر وہ شخص، عدالت یا نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنا فیصلہ لوگوں پر مسلط کرنا چاہے۔﴿5﴾ منافق ان لوگوں کے پاس فیصلے کروانے لے جاتے تھے جو کتاب وسنت کی مخالفت کرتے تھے یہاں طاغوت سے یہی مراد ہے۔(الاساس فی التفسیر:1105/2)﴿6﴾ يُرِيْدُوْنَ سے مراد منافق ہیں جو جان بوجھ کر اپنے فیصلے طاغوت سے کرواتے ہیں حالانکہ انہیں اس سے کفر کا حکم دیا گیا تھا۔

سوال7: وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ '' حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں اور تمام معاملات میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شریعت کی پیروی کریں۔ جو ایمان کے دعوے کے بعد طاغوت کے فیصلے کو قبول کرتا ہے اس کا ایمان کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

سوال8: کسی طاغوت سے فیصلہ لینے والے کا کیا معاملہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہونا اور کسی طاغوت سے فیصلہ لینا کفر ہے۔

سوال9: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کا انکار کر دیتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کا انکار کر دیتا ہے ایسا شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

سوال10: وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ''اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کر دے، بہت دُور کا گمراہ کرنا'' اس فیصلے کے پیچھے شیطان کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان یہ چاہتا ہے کہ ان کے اور حق کے درمیان دور کی مسافت ہو جائے۔ ﴿2﴾ شیطان یہ چاہتا ہے کہ لوگ ایمان کی حدود اور شرائط سے نکل جائیں اسی لیے اللہ تعالیٰ اس چھپی ہوئی حقیقت کو کھول رہے ہیں تاکہ یہ لوگ باز آ جائیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (61)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔ (61)

سوال1: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اور رسول کی طرف آؤ'' اس سے مراد یہ ہے کہ جب منافقوں کو مقدمات کا فیصلہ کروانے کے لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف آئیں یعنی ان سے فیصلہ لیں تو وہ آپ ﷺ کے پاس مقدمات لانے سے گریز کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ منافق اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کو دل سے نہیں مانتے۔ ﴿3﴾ منافق اپنے دل کی مرضی کے مطابق فیصلہ چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں جس مقدمے میں انہیں توقع ہوتی کہ فیصلہ ان کے خلاف ہوگا اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لانے سے گریز کرتے۔ یہی نفاق کی علامت ہے۔ ﴿4﴾ رب العزت نے اسی حقیقت کو واضح فرمایا: وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے۔ (النور:47,48)

سوال2: منافق اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ لینے سے کیوں کتراتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ منافق اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کو دل سے نہیں مانتے۔ ﴿2﴾ منافق اپنے دل کی مرضی کے مطابق فیصلہ چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں جس مقدمے میں انہیں توقع ہوتی کہ فیصلہ ان کے خلاف ہوگا اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لانے سے گریز کرتے۔ یہی نفاق کی علامت ہے۔

سوال3: آج کے اس دور میں جو لوگ شریعت کے نفاذ کے مخالف ہیں اپنے مؤقف کے لیے وہ کیا دلائل دیتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ آج کے اس دور میں جو لوگ شریعت کے نفاذ کے مخالف ہیں اپنے مؤقف کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہوا تو لوگوں کے درمیان مخالفت پیدا ہو جائے گی۔ ﴿2﴾ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہوا تو لوگ مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ﴿3﴾ یہ دلیل دیتے ہیں کہ شریعت کے قانون میں انسان کے لیے مشکلات ہیں۔

سوال4: يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ''وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا'' یعنی جب منافقوں کو قرآن وحدیث کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اس سے منہ موڑتے ہیں اور تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ سے منہ موڑنا، قرآن وسنت سے منہ موڑنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے منہ موڑنا ہے اس شخص کی بدنصیبی کا کیا ٹھکانہ ہے جو اپنے پیدا کرنے والے سے، اپنے ہادی اور رہنما سے، اپنی ہدایت سے اور اپنی فلاح سے منہ موڑ کر ہمیشہ کی بربادی، بدبختی اور ہلاکت کا سودا کر لے۔

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا (62)

پھر کیا حال ہوتا ہے جب ان کو اس وجہ سے مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا؟ پھر وہ آپ کے پاس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو محض بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا۔(62)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ضحاک اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مسجد ضرار بنائی پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کا نفاق ظاہر کر دیا اور اس مسجد کو گرانے کا حکم دیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس معاملے سے اپنے آپ کو الگ کرنے کے لیے قسمیں کھائیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور کتاب کی موافقت کے سوا مسجد بنانے کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ (تفسیر سمرقندی:314/1)

سوال2:فَكَيْفَ إِذَآ أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا'' پھر کیا حال ہوتا ہے جب ان کو اس وجہ سے مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر وہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو محض بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا'' منافق کس مصیبت میں پڑ جاتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ منافقوں پر یہ مصیبت آتی تھی کہ تمام لوگوں پر اُن کی اصلیت کھل جاتی تھی۔﴿2﴾ اسلامی معاشرے میں منافقوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔﴿3﴾ اسلامی معاشرے میں منافقوں کا سوشل بائیکاٹ ہو جاتا تھا۔اس طرح وہ مصیبت میں پھنس جاتے تھے لوگوں میں انہیں قبولیت حاصل نہیں ہوتی تھی۔﴿4﴾ بعض اوقات طاغوتی عدالت میں ظلم ہوتا تو انہیں افسوس ہوتا کہ اسلامی عدالت میں جاتے تو انصاف ملتا۔﴿5﴾ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی آزمائشیں آتیں کہ یہ غور و فکر کریں اور سچے ایمان کے راستے پر آجائیں۔﴿6﴾ منافقوں پر یہ مصیبت ان کے نفاق کی وجہ سے آتی تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نفرت کی تھی۔(ابن ابی حاتم:992/3)

سوال3:ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا'' پھر وہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو محض بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا'' منافق قسمیں کھا کر کیا ثابت کرنا چاہتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ وہ قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم طاغوت کی عدالت میں جانا نہیں چاہتے تھے مگر رواج کے مطابق فیصلے کروا کے صلح صفائی چاہتے تھے۔ایک یہودی اور ایک منافق کا کسی معاملے میں جھگڑا ہو گیا۔یہودی نے کہا: چلو فیصلہ تمہارے رسول سے لے لیتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا تو منافق نے کہا کہ یہ فیصلہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی لے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیتے ہیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان دنوں رسول اللہ ﷺ کے نائب کی حیثیت سے مدینہ میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔یہودی اور منافق نے جا کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم یہ مقدمہ تمہارے نبی کے پاس لے گئے تھے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور واپس آ کر منافق کا سر قلم کر دیا۔اس کے بعد منافق کے وارث رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کا مقدمہ کر دیا اور بنیاد یہ بنائی کہ ہمارا ارادہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے خلاف فیصلہ لینا نہ تھا بلکہ یہ ارادہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں فریقوں میں صلح کروا دیں گے۔اپنے اس بیان پر وہ قسمیں کھانے لگے۔ان قسموں سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ ہم توباہمی موافقت چاہتے ہیں۔(ابن ابی حاتم) ﴿2﴾ وہ اپنے اندرونی ارادوں کو چھپانا چاہتے تھے کہ شاید اس کشمکش کا نتیجہ کفار کی فتح کی شکل میں نکلے اور ان کی منافقت کی پالیسی کامیاب ہو جائے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (63)

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور انہیں وعظ ونصیحت کریں اور ان کے لیے ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی بات کریں۔(63)

سوال1:أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ أُولَٰئِكَ میں منافقین کی طرف اشارہ ہے۔﴿2﴾ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ''جو کچھ ان کے دلوں میں ہے''باطل کی طرف جھکاؤ اور اپنے اسلام کا اظہار کرنا اور اپنے عذر پر قسمیں کھانا یہ سب ان کے دلوں کے نفاق میں سے ہے۔(تفسیر قاسمی:270/5)

﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نفاق اور حق دشمنی کو جانتا ہے۔﴿4﴾ زجاج نے کہا:اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ منافق ہیں۔(فتح القدیر:616/1)

سوال2:فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ ''چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور انہیں وعظ ونصیحت کریں''اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کے لیے کیا تلقین کی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے حال کو جانتا ہے اگرچہ وہ اپنی نیتوں اور ارادوں کو چھپانا چاہتے ہیں ﴿2﴾ پہلی سٹیج پہ ان منافقین سے چشم پوشی کرو۔﴿3﴾ ان کے ساتھ نرمی برتو۔﴿4﴾ ان کو نصیحت کرو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ۔﴿5﴾ ان کی تعلیم وتربیت کرو۔﴿6﴾ ان کو ایسے انداز میں سمجھاؤ کہ بات ان کے دل میں اتر جائے۔﴿7﴾ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ابھی انہیں کوئی سزا نہ دیں،اورصرف اشارے کے ذریعے دھمکی اورنصیحت پر ہی اکتفا کریں اورانہیں کوئی ایسی بات کہہ جائیں جوان کے دلوں پراثرانداز ہوجوانہیں مغموم بنادے اوران کے دلوں میں خوف سماجائے،مثلاً یہ کہیے کہ نفاق کاانجام بہت برا ہوتاہےاورکبھی قتل تک کی نوبت آجاتی ہے،اور یہ کہ ان کےاورمشرکین کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔(تیسیرالرحمٰن)﴿8﴾اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ گناہ گار کے ساتھ اگراعراض کیاجائے توپوشیدہ طور پراس کے لیے خیرخواہی کااہتمام ضرورکیاجائےاوراس کونصیحت کرنے میں پوری کوشش سے کام لیاجائے،جس سے وہ اپنا مقصدحاصل کرسکے۔(تفسیرسعدی:535/1)

سوال3:دشمنوں کی سازشوں کوناکام بنانے کے لیےکیسی کوشش کرنے کاحکم دیا گیاہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اس کے لیےحکم دیا کہ ان سے درگزرکریں،وعظ ونصیحت اورقولِ بلیغ کے ذریعے ایمان والوں کی اصلاح کی کوششوں کوجاری رکھیں۔سازشوں سے بچانے کے لیے یہ عمل مستقل جاری رہے گا۔

سوال4: وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ”اوران کے لیےان کے دلوں میں بہت اثرکرنے والی بات کریں“اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قولِ بلیغ سے مرادپہنچنے والی بات ہے،دل لگتی بات ،دل کے اندراُترنے والی بات ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں ایسی نصیحت کیجئے کہ بات ان کے دل کے اندررکھی جائے۔﴿3﴾ان کے ساتھ ایسی بات کیجئے جودلوں میں گھرکرنے والی ہو،یعنی اپنے درمیان اوران کے درمیان معاملے کورازرکھتے ہوئے انہیں نصیحت کیجئے۔حصول مقصد کے لیے یہ طریقہ زیادہ مفید ہےاوران کو برائیوں سے روکنےاورزجروتوبیخ میں پوری کوشش سے کام لیجئے۔

سوال5:کسی کے دل کے اندربات اُتارنے کے لیےایک مبلغ کوکس کس چیز کاعلم ہوناضروری ہے؟

جواب:﴿1﴾انسانی فطرت کاعلم،معاشی ومعاشرتی پس منظر۔﴿2﴾جس طبقے میں تبلیغ کی جارہی ہےاس کے حالات کاعلم، ان کی سوچ،ان کی مصروفیات،ان کی دل چسپیوں کاعلم۔﴿3﴾جس فردسے بات کی جارہی ہواس کی ذہنی سطح کاعلم۔ ﴿4﴾اسلام کے اُصولوں کی حکمت کاعلم۔﴿5﴾مبلغ کوموقع پربات کرنے کاڈھنگ آناچاہئے۔﴿6﴾مبلغ کو پیغام دیتے ہوئے ان ساری چیزوں کوسامنے رکھتے ہوئے موقع کی مناسبت سے بات کرنی چاہیے۔

سوال6:دل کے اندربات کب اترتی ہے؟

جواب:﴿1﴾موقع کی مناسبت سے کہی جانے والی بات دل میں اترتی ہے مثلاً کوئی تکلیف میں ہےتواس موقع پرانسان کو کیا کرناچاہیے۔اسلام کی تعلیم کومخاطب کے سامنے رکھناچاہئے کہ اس موقع پرکیا کرناہے۔پھراس کے فوائدکوحکمت کے ساتھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سامنے رکھنا چاہئے۔﴿2﴾اسی طرح جب کوئی غلطی ہوتو وہ موقع تنقید کا نہیں اصلاح کا ہوتا ہے۔اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔﴿3﴾خوشی کا موقع ہوتو وہ بھی بات پہنچانے کا وقت ہوتا ہے۔اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

سوال6:نصیحت کی بات کب دل کے اندر نہیں اُترتی؟

جواب:﴿1﴾جب بے موقع بات کی جائے۔﴿2﴾جب حالات اور مخاطب کی ذہنی کیفیات کو نظر انداز کر کے اپنی بات کہنے کی کوشش کی جائے۔﴿3﴾جب موقع پر خاموش رہا جائے اور بعد میں سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ نصیحت کے ذریعے توبہ پر کیوں مائل کرنا چاہتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اس لیے کہ منافقین سیدھے راستے پر آجائیں۔﴿2﴾تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ میں امن کی زندگی گزاریں۔﴿3﴾اگرچہ انہوں نے طاغوت سے فیصلے لیے لیکن توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ابھی وقت ہے پلٹ سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (64)

اور ہم نے ہر رسول کو محض اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور بلاشبہ اگر وہ آپ کے پاس آجاتے جنہوں نے خود پر ظلم کیا تھا، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو وہ اللہ تعالیٰ کو یقیناً بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا پاتے۔(64)

سوال1:وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ''اور ہم نے ہر رسول کو محض اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔﴿2﴾رسول اس لیے بھیجے جاتے ہیں تاکہ تمام انسان ان سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ طریقۂ زندگی سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔﴿3﴾رسول دائمی اطاعت کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔﴿4﴾اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔(محمد:33)

﴿5﴾وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اطاعت کرو اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر محض صاف صاف پہنچا دینا ہے۔(التغابن:12)﴿6﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا سب سے اچھی بات کتاب اللہ ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے بُری (دین میں) نئی بات (بدعت) پیدا کرنا ہے اور بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آ کر رہے گی اور تم پروردگار سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔(صحیح بخاری:7277)﴿7﴾ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے قرآن وحدیث پڑھنے والو! تم اگر قرآن وحدیث پر نہ جمو گے، ادھر ادھر دائیں بائیں راستہ لو گے تو بھی گمراہ ہو گے بہت ہی بڑے گمراہ۔(صحیح بخاری:7282)﴿8﴾ اس آیت میں عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا اثبات ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے، حکم دینے اور منع کرنے میں ہر لغزش سے پاک ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی مطلق اطاعت کا حکم دیا ہے۔اگر وہ منصبِ تشریع میں خطا سے پاک نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی مطلق اطاعت کا حکم نہ دیتا۔(تفسیرِ سعدی)

سوال2: رسولوں کے بارے میں کیا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں؟

جواب: رسولوں کے بارے میں یہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں﴿1﴾ ان سے ایک روحانی تعلق قائم ہو جس کے لیے اطاعت غیر ضروری ہے۔﴿2﴾ رسولوں سے صرف عبادت کے طریقے سیکھے جاتے ہیں۔﴿3﴾ رسول بگڑی بنا دیتے ہیں۔﴿4﴾ رسول غیب کا علم رکھتے ہیں۔﴿5﴾ رسول کی سفارش سے بڑے سے بڑے مجرم بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔﴿6﴾ رسول کو جب چاہیں اپنے پاس حاضر کر سکتے ہیں اور ان سے جو دُعائیں مانگی جائیں مثلاً رزق، اولاد، مصائب کو دور کرنے کی، وہ پوری کر دیتے ہیں۔﴿7﴾ رسول کے عقیدت مند بن جائیں اور الفاظ کے گلدستے پیش کرتے رہیں۔

سوال3: لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر رسول کی اطاعت کی جائے۔اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا رسول اسی لیے بھیجتا ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کی جائے، اسے دل سے تسلیم کیا جائے۔

سوال4: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ ''اور بلاشبہ اگر وہ آپ کے پاس آ جاتے جنہوں نے خود پر ظلم کیا تھا''، نفس پر ظلم کر بیٹھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ان منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے کاہنوں اور طاغوتوں کو اپنا فیصلہ کرنے والا مان کر اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا کہ نفاق کے عذاب کے ساتھ ایک اور عذابِ الٰہی کے مستحق بنے۔(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾ نفس پر ظلم کرنے سے مراد رسول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا طریقہ چھوڑ دینا۔﴿3﴾ مصلحت پر چلنا۔﴿4﴾ خواہشات پر چلنا۔﴿5﴾ شیطان کے پیچھے چل پڑنا۔

سوال5: خواہش پرستی اور مصلحت کوشی کی زندگی اختیار کرنے میں انسان کیا چیز کھو بیٹھتا ہے؟

جواب: خواہش پرستی اور مصلحت کوشی کی زندگی اختیار کر کے۔﴿1﴾ صراطِ مستقیم کھو بیٹھتا ہے۔﴿2﴾ وہ راستہ جس پر چل کر انسان اپنے رب تک جا پہنچتا ہے، کھو بیٹھتا ہے۔

سوال6: انسان پر اگر صراطِ مستقیم واضح ہو یعنی وہ علم رکھتا ہو، پھر وہ کیسے گمراہ ہو جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان اپنی سوچ کو کچھ تحفظات کا پابند کر لیتا ہے تو وضاحت کے باوجود صراط مستقیم نہیں دیکھتا۔﴿2﴾ جب انسان دین کو اپنی خواہشات اور مصلحتوں کے مطابق پڑھتا ہے۔﴿3﴾ جب انسان کے ذہن میں دین کا خود ساختہ تصور قائم ہوتا ہے۔﴿4﴾ جب انسان ایمان چاہتا ہو لیکن وہ خواہشات اور مصلحتوں سے باہر نہ آ سکے تب وہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے اور صراط مستقیم اس سے گم ہو جاتا ہے۔

سوال7: فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ "پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا" اللہ تعالیٰ سے استغفار کے ساتھ رسول ﷺ سے استغفار کروانے کا حکم دیا گیا اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا انسان کے لیے کافی ہے لیکن چونکہ اُن لوگوں نے جھگڑوں کے فیصلے دوسروں کے پاس لے جا کر آپ ﷺ کے مقام اور مرتبے میں کمی کی تھی اس لیے اس کے ازالے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کی تاکید کی گئی ہے۔﴿2﴾ آیت کا تعلق منافقین کے ایک خاص واقعے سے ہے جس کا بیان ہو چکا کہ نفاق کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے، رسول اللہ ﷺ کی بجائے کاہنوں کو اپنا فیصل مانا، ورنہ عام حالات میں توبہ کے لیے یہ شرط نہیں تھی کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کرتے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایسا اور کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال8: کیا اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ آج بھی استغفار کے لیے روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دینا اسی طرح ضروری ہے جس طرح سے آپ ﷺ کی زندگی میں تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حاضری کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے حق میں کمی کی گئی تھی اور آپ ﷺ حیات تھے۔ اب جب کہ آپ ﷺ حیات نہیں ہیں لہٰذا آپ ﷺ کے پاس اس مقصد کے لیے جانا جائز نہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9:لَوَجَدُوااللّٰہَ تَوَّابًارَّحِیۡمًا ''تو وہ اللہ تعالیٰ کو یقیناً بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا پاتے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ ﴿1﴾ کوئی کسی وقت بھی توبہ کرے اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔﴿2﴾ کوئی کسی وقت بھی لوٹے اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے۔﴿3﴾ توبہ ومغفرت کا دروازہ کھلا ہے۔جس شخص کا ارادہ ہو آگے بڑھے اور توبہ کا دروازہ کھول لے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا شعور اس لیے دلایا ہے کیونکہ لوگوں نے اپنے فیصلے طاغوت سے کروا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

سوال10:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات توّاب اور رحیم کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا شعور اس لیے دلایا ہے کیونکہ لوگوں نے اپنے فیصلے طاغوت سے کروا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(65)

پس تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔(65)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری (ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ) سے مقامِ حرّہ کی ایک نالی کے بارے میں جھگڑا ہو گیا (کہ اس سے کون اپنے باغ کو پہلے سینچنے کا حق رکھتا ہے)۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''زبیر! پہلے تم اپنا باغ سینچ لو، پھر اپنے پڑوسی کو جلدی پانی دے دینا۔''اس پر ان انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا:یا رسول اللہ ﷺ! اس لیے کہ یہ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ یہ سن کر آنحضور ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا:''زبیر! اپنے باغ کو سینچو اور پانی اس وقت تک روکے رکھو کہ منڈیر تک بھر جائے۔پھر اپنے پڑوس کے لیے چھوڑو۔''(پہلے آنحضور ﷺ نے انصاری کے ساتھ اپنے فیصلے میں رعایت رکھی تھی) لیکن اس مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو صاف طور پر ان کا پورا حق دے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا کیونکہ انصاری نے ایسی بات کہی تھی جس سے آپ ﷺ کا غصے میں آنا قدرتی تھا۔زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئی تھیں: تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ سے فیصلہ نہ کروائیں۔پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اسے دل و جان سے تسلیم کریں۔(بخاری:4585)

سوال 2:فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ''پس تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں اس کے رسول کو حکم تسلیم نہ کریں۔یعنی ہر اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کو حکم اور فیصل تسلیم کریں جس میں اجتماعی مسائل کے برعکس ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف واقع ہو۔کیونکہ اجماعی مسائل کتاب وسنت کی دلیل پر مبنی ہوتے ہیں۔پھر اس تحکیم کو تسلیم کرنا ہی کافی قرار نہیں دیا بلکہ یہ شرط بھی عائد کی کہ آپ کو حکم تسلیم کرنا محض اغماض کے پہلو سے نہ ہو بلکہ ان کے دلوں میں کسی قسم کی تنگی اور حرج نہ ہو اور اس تحکیم کو ہی کافی قرار نہیں دیا جب تک کہ وہ شرح صدر، اطمینان نفس ،ظاہری اور باطنی اطاعت کے ساتھ آپ کو فیصل تسلیم نہ کر لیں۔پس آپ کو حکم تسلیم کرنا اسلام کے مقام میں ہے، اس تحکیم میں تنگی محسوس نہ کرنا، ایمان کے مقام میں ہے اور آپ کے فیصلے پر تسلیم ورضا احسان کے مقام میں ہے۔جس کسی نے ان مراتب کو مکمل کر لیا اس نے دین کے تمام مراتب کی تکمیل کر لی اور جس نے اسکا التزام کیے بغیر اس تحکیم کو ترک کر دیا وہ کافر ہے اور جس نے التزام کرنے کے باوجود اس تحکیم کو ترک کر دیا وہ دیگر گناہ گاروں کی مانند ہے(تفسیر سعدی:536/1)﴿2﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن ،سنت اور اجماع کے ذریعہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اللہ نے بندوں پر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو فرض کیا ہے۔اوامر ونواہی میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس امت پر کسی کی اطاعت کو فرض نہیں کیا ہے۔اسی لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے بعد امت کے سب سے افضل انسان تھے) کہا کرتے تھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ میں جب تک اللہ کی اطاعت کروں، تم لوگ میری اطاعت کرو، اور میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم لوگ میری اطاعت نہ کرو۔ تمام علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، اسی لیے بہت سے ائمہ کرام نے کہا ہے کہ ہر آدمی کی کوئی بات لی جائے گی اور کوئی چھوڑ دی جائے گی، سوائے رسول اللہ ﷺ کے، یہی وجہ ہے کہ فقہی مذاہب کے چاروں مشہور ائمہ نے لوگوں کو ہر بات میں اپنی تقلید کرنے سے منع فرمایا تھا۔ (تیسر الرحمٰن:273)

سوال3: رسول ﷺ کی اطاعت کس شکل میں ہوتی ہے؟

جواب: رسول ﷺ کی اطاعت نظامِ زندگی کی شکل میں ہوگی یعنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو میں اطاعت ہوگی۔

سوال4: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ''پس! تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے'' آپس کے جھگڑے کے موقع پر ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ اپنے نفس کو کنٹرول کرے۔ ﴿2﴾ ارادتاً اپنے آپ کو رسول ﷺ کے طریقے کا پابند بنائے۔ ﴿3﴾ نازک مواقع پر بھی رسول ﷺ کی اطاعت سے نہ ہٹے۔ ﴿4﴾ اسلامی شریعت کے فیصلوں پر دل سے راضی ہو۔ ﴿5﴾ ان فیصلوں کو دل سے قبول کرے۔

سوال5: رسول ﷺ کو ماننے والا کون ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اگر رسول ﷺ کا طریقہ مزاج کے خلاف ہو تب بھی دل کی رضامندی سے اُسے قبول کرے۔ ﴿2﴾ اگر رسول ﷺ کا طریقہ مصلحت کے خلاف ہو تب بھی خوشی سے اُسے قبول کرے۔ ﴿3﴾ جھگڑے کے موقع پر بھی رسول ﷺ کی راہ نمائی کو قبول کرے۔ ﴿4﴾ اپنے آپ کو رسول ﷺ کے طریقے کا پابند بنائے۔ ﴿5﴾ رسول ﷺ کی اطاعت پر جم جائے۔ ﴿6﴾ فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کے اندر مندرجہ ذیل شرطیں نہ پائی جائیں: (1) رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے راضی ہونا۔ (2) دل میں اس بات کا یقین رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہی برحق ہے (3) رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے میں ذرا سا بھی تردد سے کام نہ لینا۔ اس کے بعد لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث اس آیت کے ضمن میں آتی ہے، اور وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے، اس پر واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث کو قبول کرے، اور مذہبی تعصب کی وجہ سے کسی حدیث

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوردنہ کرے، ورنہ اس آیت میں مذکور وعید اس کو بھی شامل ہوگی۔ (تیسیر الرحمٰن:272)

سوال6: ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ ''پھر آپ جو فیصلہ کردیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور عمل کے ذریعے بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر و باطن اسے تسلیم کرلے اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں بھی شبہ باقی نہ رہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال7: منافقین کے دلوں کی تنگی کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ منافقین پچھلے رابطوں اور تعلقات سے آزاد نہیں ہوئے۔ خاندان، برادری، قوم، وطن اور سرزمین کی وابستگیاں انہیں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے وہ دل سے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو قبول نہیں کر پا رہے۔ ﴿2﴾ آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے کسی فیصلے سے اختلاف کرنا تو دور کی بات ہے اس پر دل میں گھٹن محسوس کرنا بھی ایمان کے خلاف ہے۔ ﴿3﴾ یہ آیت منکرینِ حدیث کے علاوہ ان لوگوں کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جن کے امام یا پیر کے خلاف کوئی آیت یا حدیث آجائے تو وہ صرف دل میں ہی تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ ماننے سے بھی صاف انکار کردیتے ہیں کہ کیا ہمارے امام کو اس آیت وحدیث کا علم نہ تھا؟ یا پھر اس کی تاویل کرنے، اسے ضعیف بنانے یا اسے منسوخ قرار دینے کے لیے اپنی ساری قوت صرف کردیتے ہیں۔ (دعوۃ القرآن) ﴿4﴾ سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہاری خواتین تم سے مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو تم انہیں مساجد میں جانے سے منع نہ کیا کرو۔ یہ حدیث سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال بن عبداللہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! ہم تو انہیں ضرور منع کریں گے۔'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں شدید برا بھلا کہا، اتنا برا بھلا کہا کہ میں نے آج تک انہیں کسی کو اتنا برا بھلا کہتے ہوئے نہیں دیکھا اور انہوں نے فرمایا: ''میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو: اللہ کی قسم! ہم انہیں ضرور منع کریں گے۔'' (مسلم) ﴿5﴾ عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شخص (رشتہ دار) کو دیکھا کہ وہ پتھر یا کنکریاں اٹھا اٹھا کر پھینک رہا ہے تو انہوں نے کہا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایسا مت کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے یا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اسے ناپسند فرماتے تھے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے دشمن کا خون بہایا جا سکتا ہے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی کا دانت توڑ دیں اور کسی کی آنکھ پھوڑ دیں۔'' اس کے بعد عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اسی آدمی کو پھر دیکھا کہ وہ اسی طرح کنکریاں یا پتھر اٹھا اٹھا کر پھینک رہا ہے تو وہ کہنے لگے، میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے یا اسے ناپسند کیا ہے اور تم پھر بھی اسی طرح کنکریاں پھینک رہے ہو! میں تم سے اتنا عرصہ بات نہیں کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ (بخاری:5479)

سوال8: وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا'' اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔ (تفسیر سعدی:536/1) ﴿2﴾ خاندان، برادریوں، قوموں وطن اور زمین کی وابستگیوں سے اُوپر اُٹھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے وابستگی کا ثبوت دیں۔ ﴿3﴾ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں کی سعادت رسول اللہ ﷺ کی متابعت میں رکھ دی اور دونوں جہانوں کی بدبختی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا انس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔ (بخاری:14) ﴿5﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔ (الاحزاب:36) ﴿6﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میری امت کے لوگ سارے جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس نے انکار کیا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی (اس نے انکار کیا)'' (صحیح بخاری:7280) آپ ﷺ کی اتباع میں امن، فلاح، عزت، کفایت، نصرت، ولایت، تائید دنیا و آخرت میں اچھی زندگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ذلت، پستی، خوف، گمراہی، رسوائی، دنیا و آخرت کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بدبختی ہے۔(بخاری)

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا(66)

اگر واقعتاً ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے بہت تھوڑے لوگ اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً ان کے لیے بہت بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔(66)

سوال1: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ ''اگر واقعتاً ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے''، قتلِ نفس اور جلاوطنی ایسے احکامات ہیں جو بہت مشکل ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اگر یہ حکم دیا جاتا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دو یا گھروں سے نکل جاؤ تو یہ احکامات فرائض کے طور پر نافذ ہو جاتے پھر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔﴿2﴾ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ احکامات عائد نہیں کئے۔

سوال2: اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ''مگر ان میں سے بہت تھوڑے لوگ'' اس میں رسول اللہ ﷺ نے کس کی طرف اشارہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ قلیل کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ فرائض عائد کرتا تو یہ ان قلیل لوگوں میں ہوتے۔﴿3﴾ اگر یہ حکم نازل ہوتا تو ابن اُم عبد رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ہوتا۔(ابن کثیر)﴿4﴾ قلیل سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان میں سے اخلاص والے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:1108/2)

سوال3: ہجرت اور جہاد سے انسان کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان کو ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔﴿2﴾ انسان کو اجرِ عظیم نصیب ہوتا ہے۔﴿3﴾ انسان کو صحیح راستے کی طرف راہ نمائی نصیب ہوتی ہے۔

سوال4: وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ ''اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ انہیں شریعت کی اتباع اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی نصیحت کی جاتی ہے۔(تفسیر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فتح القدیر:619/1)﴿2﴾مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے نواہی میں جس سے نصیحت کی جاتی ہے۔

سوال5:لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا'' تو یقیناً ان کے لیے بہت بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ دنیا اور آخرت میں ان کے لیے بہتر ہوتا۔(تفسیر قرطبی:187/3)﴿2﴾تَثْبِيْتًا اس کے معنی یقین اور تصدیق کے ہیں۔(تفسیر ثعالبی:259/2)﴿3﴾ جو حکم ہم نے انہیں دیئے ہیں وہ نہایت آسان اور ان کی خیر خواہی کے لیے آسان اور محض ان کی خیر خواہی کے لیے ہیں نصیحت مانیں اور ان احکام پر چلیں نفاق جاتا رہے گا ایمان کامل نصیب ہوگا۔اس امر کو غنیمت سمجھیں۔(اشرف الحواشی:107/1)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر انہوں نے اس چیز پر عمل کیا ہوتا جس کی انہیں نصیحت کی گئی ہے یعنی تمام اوقات کے مطابق ان کے لیے جو اعمال پیش کیے گئے ہیں،ان کے لیے اپنی ہمتیں صرف کرتے ان کے انتظام اور ان کی تکمیل کے لیے ان کے نفوس پوری کوشش کرتے اور جو چیز انہیں حاصل نہ ہوسکتی اس کے لیے کوشش نہ کرتے اور اس کے درپے نہ ہوتے اور بندے کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے حال پر غور کرے،جس کو قائم کرنا لازم ہے اس کی تکمیل میں جدوجہد کرے پھر بتدریج تھوڑا تھوڑا آگے بڑھتا رہے یہاں تک کہ جو دینی اور دنیاوی علم وعمل اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے اسے حاصل کرلے۔یہ اس شخص کے برعکس ہے جو اس معاملے پر ہی نظریں جمائے رکھتا ہے جہاں تک وہ نہ پہنچ سکا۔ اور نہ اس کو اس کا حکم دیا گیا تھا۔کیونکہ وہ تفریق ہمت،سستی اور غم ونشاط کی بنا پر اس منزل تک نہیں پہنچ سکا۔پھر ان کو جو نصیحت کی گئی ہے اس پر عمل کرنے سے جو نتائج نکلتے ہیں ان کے چار مراتب ہیں:اول: بھلائی کا حصول۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ثانی: ثابت قدمی اور اس کے اضافے کا حصول۔ثالث: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا رابع:صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی۔(تفسیر سعدی:538/1-535)

وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا(67)

اور تب ہم انہیں یقیناً اپنی جانب سے اجرِ عظیم عطا کرتے۔(67)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریر نے سدی سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس انصاری اور ایک یہودی نے آپس میں فخر کیا۔یہودی کہنے لگا اللہ کی قسم!جب اللہ تعالیٰ نے ہم پر خودکشی فرض کی تو ہم نے خودکشی کرلی،ثابت بولے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ کی قسم! اگر ہم پر بھی خودکشی فرض کی جاتی تو ہم ایسا کر لیتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔(تفسیر ابن عباس:276/1)

سوال2:وَّاِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًا'' اور تب ہم انہیں یقیناً اپنی جانب سے اجرِ عظیم عطا کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اجرِ عظیم سے مراد آخرت کا اجر ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایسے کام کرنے کی صورت میں جس کی نصیحت کی جاتی ہے ثابت قدمی اور بہتری کے ساتھ اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔﴿2﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ نے ان لوگوں کے لیے تیار فرمایا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ ہے سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا سب سے زیادہ بہتر اور بلند درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہیں۔(رواہ البخاری:1104/2)﴿3﴾سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ(عام)جنتی بالاخانوں کے رہنے والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جیسے تم (دنیا میں) چمکدار ستارہ کو دیکھتے ہو جو آسمان کے کناروں میں مشرق یا مغرب کی جانب دور نظر آ رہا ہو اور یہ ان کے آپس کے فرق مراتب کی وجہ سے ہوگا۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو انبیاء کرام کے رہنے کی جگہیں ہوں گی جہاں اور کوئی نہ پہنچے گا۔آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے انبیاء کرام کے علاوہ وہ لوگ ان میں رہیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی۔(بخاری:461/1)

وَّلَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا(68)

اور لازماً ہم انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے۔(68)

سوال1:وَّلَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا'' اور لازماً ہم انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' اور لازماً ہم انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے''ہم انہیں دین حق پر ثبات عطا کرتے اور ان کے دلوں کو ہدایت عطا کرتے۔﴿2﴾صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے جو کمال کا راستہ ہے اور دونوں زندگیوں کی سعادت ہے اور ہدایت سے مراد توفیق ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستے پر گامزن کرنے کا وعدہ کس صورت میں کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے نصیحت پر عمل کرنے کی صورت میں سیدھے راستے پر گامزن کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا(69)

اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔(69)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول بتائیں؟

جواب: ابن جریر میں ہے کہ ایک انصاری نبی ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ سخت مغموم ہیں۔ سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہاں تو صبح شام ہم لوگ آپ کی خدمت میں آبیٹھتے ہیں دیدار بھی ہو جاتا ہے اور دو گھڑی صحبت بھی میسر ہو جاتی ہے لیکن کل قیامت کے دن تو آپ ﷺ نبیوں کی اعلیٰ مجلس میں ہوں گے۔ ہم تو آپ ﷺ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے۔ حضور ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا اس پر سیدنا جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لائے تو آپ ﷺ نے آدمی بھیج کر انہیں یہ خوشخبری سنادی۔ (تفسیر ابن کثیر) معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ان کو رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت تھی اور آپ کی زیارت کے بغیر صبر نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دن حاضر خدمت ہوئے تو ان کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا جس کی وجہ سے رنج وغم کا اثر ظاہر ہو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا رنگ کس چیز نے بدل دیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ نہ مجھے کوئی مرض ہے نہ کوئی تکلیف ہے صرف اتنی بات ہے کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بہت زیادہ شوق ہوا اور اس کے بغیر مجھے چین نہ آیا اور اپنے اندر بہت سخت وحشت محسوس کرتا رہا پھر مجھے آخرت یاد آ گئی اس پر یہ خیال آیا کہ میں وہاں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا اور اگر جنت میں داخلہ نہ ملا تو کبھی بھی آپ کو نہ دیکھ سکوں گا اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ معلوم ہوا کہ باوجود درجات مختلف ہونے کے اہل جنت کی آپس میں معیت اور ملاقات ہوگی۔ (معالم التنزیل:450/1)

سوال2: وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا'' یعنی فرائض ادا کریں اور نواہی سے اجتناب کریں۔ (تفسیر خازن:397/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ''تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے جو انعام کیا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی معرفت، اس کی محبت اور ناراضگی کی معرفت اور اس کے پسند کے کاموں کی توفیق اور اس کی ناراضگی کے کاموں کو چھوڑنے کی توفیق اور جہاں تک آخرت کے انعامات کا تعلق ہے تو وہ نعمتوں والے گھر میں جگہ پانا ہے۔(ایسر التفاسیر:276)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا انعام جنت میں داخلہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیے گئے وعدوں کا پالینا ہے۔(تفسیر فتح القدیر:619/1)﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر دو بندوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کی اگر ان میں سے ایک شخص مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان دونوں کو جمع فرمائیں گے اور ارشاد ہوگا کہ یہ ہے وہ شخص جس سے تو میرے لیے محبت کرتا تھا۔(مشکوۃ المصابیح:427)﴿4﴾ سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو ایک جماعت سے محبت رکھتا ہے لیکن ان سے میل نہیں ہو سکا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ''انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔''(بخاری:6169)﴿5﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہم اتنا خوش ہوئے کہ اس طرح کسی بات پر ہم خوش نہیں ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں ان کے (نیک) اعمال کی طرح (نیک) اعمال نہ کر سکا۔(بخاری:3688)

سوال4: مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ''نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت میں چار قسم کے انعام یافتہ لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے:﴿1﴾ **انبیاء:** جو اپنی اُمت کے افضل ترین افراد تھے۔ ﴿2﴾ **صدیق:** جو ہمیشہ سچ بولنے والا، حق کی گواہی دینے والا، حق کا ساتھ دینے والا ہو۔ صدیقین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس وحی کی کامل تصدیق کی جو رسول لے کر آئے تھے۔ اور انہوں نے حق کو جان لیا اور یقین کامل کے ساتھ اس کی تصدیق کی اور پھر اپنے قول و فعل، حال اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے کر اس حق کو قائم کیا۔ (تفسیر سعدی: 539/1) رب العزت کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۚ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی لوگ بہت سچے ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور وہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں، اُن کے لیے ان کا اجر اور اُن کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔(الحدید:19) رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفر معراج کے بارے میں قریش کو اطلاع دی تو اکثر لوگوں نے کہا کہ واللہ یہ تو صاف نا قابلِ قبول ہے۔ بہت سے لوگ جنہوں نے اسلام اختیار کر لیا تھا مرتد ہو گئے۔ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے ابوبکر! کیا تمہیں اپنے دوست کے متعلق اب بھی حسنِ ظن ہے؟ وہ تو دعویٰ کرتا ہے کہ آج کی رات وہ بیت المقدس پہنچا، وہاں نماز پڑھی اور مکہ واپس آیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! اگر انہوں نے ایسا کہا تو سچ کہا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے تفصیلات سنیں۔ کہتے جاتے تھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوبکر! تم صدیق ہو'' غرض اسی دن آپ ﷺ نے انہیں ''صدیق'' کا لقب عطا فرمایا۔(سیرت ابنِ ہشام)﴿3﴾ **شہید:** جو اپنی جان دے کر یہ ثابت کرتا ہے کہ جس چیز پر وہ ایمان لایا تھا وہ سچ ہے۔﴿4﴾ صالح: وہ انسان جس کے ہر عمل سے نیکی ظاہر ہوتی ہے اور جو ساری زندگی میں نیک رویہ رکھے۔

سوال5: وَالصِّدِّيْقِيْنَ ''اور صدیقوں'' صدیقیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: صدیقیت سے مراد ایمان اور اطاعت کا کمال ہے۔

سوال6: وَالصّٰلِحِيْنَ ''اور صالحین'' صالح کون ہے؟

جواب: جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کا مکمل طور پر خیال رکھے اور ان میں کسی قسم کی سستی اور کوتاہی نہ کرے۔

سوال7: وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ''اور یہی بہترین ساتھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد جنت کے اچھے رفیق ہیں۔﴿2﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو نبی مرض الموت میں بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت کا اختیار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ مرض الموت میں جب آنحضرت ﷺ کی آواز گلے میں پھنسنے لگی تو میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ'' اس لیے میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے (اور آپ ﷺ نے **اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ** کہہ کر آخرت کو پسند فرمایا۔)(بخاری:4586)﴿3﴾ سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گزارتا تھا اور آپ ﷺ کے استنجاء اور وضو کے لیے پانی لایا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک رات فرمایا: ''مانگو!'' میں نے کہا: ''میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال کرتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:'' اس کے علاوہ اور کچھ؟'' میں نے عرض کیا:'' بس یہی۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:'' تو اپنے معاملے میں سجود کی کثرت کے ساتھ میری مدد کرو۔'' (مسلم:1094)﴿4﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تو رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی محبت ہے لہٰذا مجھے یہی امید ہے کہ ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ ہی اٹھائے گا گو کہ میں ان جیسے عمل نہ کر سکا۔ (بخاری:3688)﴿5﴾ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُکَ اِیۡمَانًا لَّایَرۡتَدُّ وَنَعِیۡمًا لَّایَنۡفَدُ وَمُرَافَقَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیۡۤ اَعۡلَی جَنَّةِ الۡخُلۡدِ '' اے اللہ! میں تجھ سے کبھی نہ پھرنے والے ایمان کا سوال کرتا ہوں اور ایسی نعمت کا جو کبھی ختم نہ ہو اور جنتِ خلد کے اعلیٰ درجوں میں محمد ﷺ کی رفاقت کا۔'' (ابن حبان:604/2436)

ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا (70)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (70)

سوال1: ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ '' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے'' اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کی رفاقت اللہ کے فضل و کرم سے ملے گی، عبادتوں کی وجہ سے نہیں۔ عبادتیں تو ایک بہانہ ہوں گی۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال2: وَ كَفٰی بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا '' اور اللہ تعالیٰ کافی ہے، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کا علم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ان میں سے کون ان اعمال صالحہ کے ذریعے سے جن پر ان کے دل اور اعضاء متفق ہوں، ثواب جزئل (زیادہ اجر) کا مستحق ہے۔ (تفسیر سعدی:539/1)

رکوع نمبر 7

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا خُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ فَانۡفِرُوۡا ثُبَاتٍ اَوِ انۡفِرُوۡا جَمِيۡعًا (71)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو، چنانچہ تم دستوں میں نکلو یا اکٹھے ہی نکل پڑو۔ (71)

سوال1: ان آیات کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیات غزوۂ احد کے بعد اور غزوۂ اَحزاب سے پہلے نازل ہوئیں۔ احد کی شکست کے بعد اردگرد کے قبائل کی ہمتیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بلند ہوگئی تھیں۔مسلمان ہر طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔آئے دن یہ پتہ چلتا تھا کہ فلاں قبیلے نے بغاوت کردی ہے،فلاں قبیلے نے مسلمان مبلغین کو مار ڈالا ہے۔ان حالات میں مسلمانوں کی طرف سے ہمہ وقت تیاری کی ضرورت تھی تاکہ اسلام کا دفاع کیا جاسکے اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔(تیسیر القرآن:425/1)

سوال2:یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اپنے بچاؤ کا سامان لے لو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں محمد ﷺ کی امت کے مخلص لوگوں سے خطاب ہے،انہیں جہاد کا،فی سبیل اللہ نکلنے کا اور اسلام کی حمایت کا حکم دیا گیا ہے(تفسیر فتح القدیر:620/1)﴿2﴾یہ حکم ان تمام اسباب کو شامل ہے جو دشمن کے خلاف جنگ میں مدد دیتے ہیں۔جن کے ذریعے سے دشمن کی چالوں اور سازشوں کو ناکام بنایا جاتا اور اس کی قوت کو توڑا جاتا ہے مثلاً قلعہ بندیوں اور خندقوں کا استعمال،تیراندازی اور گھڑ سواری سیکھنا،ان تمام صنعتوں کا علم حاصل کرنا جو دشمن کے خلاف جنگ میں مدد دیتا ہے،وہ علوم سیکھنا جن کے ذریعے سے دشمن کے خارجی اور داخلی حالات اور ان کی سازشوں سے باخبر رہا جاسکے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلنا۔(تفسیر سعدی:540/1)﴿3﴾اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ اپنے لیے ساز وسامان بھی تیار کرو تاکہ دشمن کا مقابلہ کرسکو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تیار رکھو۔﴿4﴾اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور جو تم استطاعت رکھتے ہو ان کے(مقابلے)کے لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو،تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو خوف زدہ کرو گے،جنہیں تم نہیں جانتے،اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(الانفال:60)﴿5﴾سہیل نے کہا:جو شخص یہ کہتا ہے کہ توکل اسباب کو چھوڑ کر ہوتا ہے وہ سنت رسول پر طعن کرتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا:فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ سو جو مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اُس میں سے کھاؤ،حلال اور پاک ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو،بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(الانفال:69)﴿6﴾رب العزت کا فرمان ہے:اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو،یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔(التوبہ:41)﴿7﴾ابوسعید

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اور اس کے بعد کون؟ فرمایا: وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھے۔ (صحیح بخاری :2786)﴿8﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی موت واقع ہوگئی اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ اس کے دل میں اس کی تمنا ہوئی تو وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔ (صحیح مسلم :4931)﴿9﴾ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس سال تبوک کی لڑائی ہوئی، اس سال رسول اللہ ﷺ اپنی سواری سے پیٹھ لگائے ہوئے لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے۔ پھر فرمایا: سنو میں تم کو خبر دیتا ہوں بھلے آدمی کی اور برے آدمی کی، بہتر اور بھلا آدمی لوگوں میں وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ یا اونٹ پر سوار ہو کر یا اپنے پاؤں سے چل کر کام کیا یہاں تک کہ اس کو موت نے آلیا یعنی اسی کام میں مر گیا اور سب سے بدتر اور شریر وہ شخص ہے جو بدکار ہے کہ کتاب اللہ کو پڑھتا ہے اور اس کتاب کے مضمون میں سے کسی چیز کا خیال نہیں کرتا۔ (سنن نسائی :3108)﴿10﴾ بعض مفسرین نے کہا یہ آیت جہاد کے واجب ہونے اور بچاؤ کا سامان ساتھ لینے کے واجب ہونے پر دلیل ہے۔ (تفسیر قاسمی :304/5)

سوال3: فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا جَمِيْعًا'' چنانچہ تم دستوں میں نکلو یا اکٹھے ہی نکل پڑو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ثُبَاتٍ سے مراد ٹکڑیاں، دستے اور سواروں کی جماعت ہے۔ ﴿2﴾ اَوِانْفِرُوْا جَمِيْعًا'' چنانچہ تم دستوں میں نکلو یا اکٹھے ہی نکل پڑو'' یعنی سب نکل پڑو۔ ﴿3﴾ اسلام اور مسلمانوں کے وجود کے لیے جنگ ناگزیر تھی کیونکہ اردگرد بے شمار مخالفتیں تھیں جن میں وہ گھرے ہوئے تھے۔ ﴿4﴾ مدینہ کی اسلامی ریاست کے اندر منافقین اور یہودی مسلمانوں کے خلاف گہری سازشیں کر رہے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ چھوٹے دستوں کی شکل میں نکلو یا بڑے لشکر (فوج) کی صورت میں جیسے ضرورت پیش آئے۔

سوال4: عرب میں جنگ کے کون سے طریقے معروف تھے؟

جواب: ﴿1﴾ گوریلا جنگ جو ٹکڑیوں اور دستوں کی صورت میں دشمن پر چھاپا مارتی تھی۔ ﴿2﴾ منظم فوج کی صورت میں لشکر کشی۔ نبی ﷺ نے دونوں طرح سے جنگیں لڑی ہیں۔

سوال5: اس آیت میں اہلِ ایمان کو کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلے میں ہر وقت چوکنا رہیں۔ ﴿2﴾ پُرامن تدبیروں اور جنگی تیاریوں سے اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بچاؤ کا انتظام کریں۔﴿3﴾ متفرق طور پر بھی اور مل کر بھی دشمن کا مقابلہ کریں۔

وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا(72)

اور بلاشبہ تم میں یقیناً وہ بھی ہے جو نکلنے میں ضرور بہ ضرور دیر لگائے گا، چنانچہ اگر تمہیں کوئی مصیبت آ پہنچے تو کہے گا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔(72)

سوال1: وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ''اور بلاشبہ تم میں یقیناً وہ بھی ہے جو نکلنے میں ضرور بہ ضرور دیر لگائے گا'' لڑائی کے لیے نکلنے میں دیر لگانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ لڑائی کے لیے نکلنے میں دیر لگانے سے مراد یہ ہے کہ جنگ کے لیے نکلنے میں نقصان کا اندیشہ نظر آئے تو عذر تلاش کرنا، دوسروں کی ہمت توڑنا اور ایسی باتیں کرنا جس سے خود بھی رُکیں اور دوسروں کو بھی روکیں۔﴿2﴾ یہ خطاب منافقوں کے لیے ہے جنگ کے دوران ان کا جو کردار ہوتا ہے اسے بے نقاب کیا گیا ہے۔﴿3﴾ عبداللہ بن ابی نے غزوہ احد کے موقع پر لوگوں کو بھڑکایا تھا اور منافقوں کو ساتھ لے کر راستے سے واپس چلا گیا تھا۔﴿4﴾ رب العزت نے اسی رویے کی ایک اور جگہ وضاحت فرمائی ہے۔ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو بُری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے اپنے معاملے میں پہلے ہی احتیاط اختیار کر لی تھی اور اس حال میں پلٹتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔(التوبہ:50)

سوال2: فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ ''چنانچہ اگر تمہیں کوئی مصیبت آ پہنچے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: مقاتل نے کہا: اس دشمن سے پہنچے والی مصیبت اور زندگی کی سختیاں اور تنگیاں ہیں۔﴿2﴾ دشمن سے مصیبت یا تو شکست کی صورت میں پہنچتی ہے یا تو قتل کی صورت میں اور زندگی میں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ سے کون جی چراتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ سے وہ جی چراتا ہے جو دنیا کے نقصان کا خطرہ مول لیے بغیر آخرت کا سودا کرنا چاہتا ہے۔ ﴿2﴾ جو اسلام قبول کرنے کے باوجود موجودہ دنیا کے مفادات میں جی رہا ہو۔﴿3﴾ جن کو آخرت کی اہمیت کا احساس نہ ہو۔

سوال4: قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ''تو کہے گا یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا جب کہ میں ان کے ساتھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موجود نہ تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت کریمہ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب منافقوں نے سنا کہ مسلمانوں کو یہ مصیبت آئی کہ دشمنوں نے قتل کیا یا انہیں زخم پہنچے تو وہ اپنی جنگ سے عدم موجودگی کو نعمت سمجھتے ہیں۔﴿2﴾اپنی ضعف عقل اور ضعف ایمان کی وجہ سے سمجھتا ہے کہ جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنا نعمت ہے۔حالانکہ یہی تو مصیبت ہے۔وہ نہیں جانتا کہ حقیقی نعمت تو اس بڑی نیکی کی توفیق ہے جس کے ذریعے سے ایمان قوی ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے بندہ عذاب وخسران سے محفوظ ہوتا ہے اور اس جہاد میں ثواب اور رب کریم ووہاب کی رضا حاصل ہوتی ہے۔رہا جہاد چھوڑ کر بیٹھ رہنا تو اگرچہ پیچھے رہنے والا تھوڑا سا آرام تو کر لیتا ہے مگر اس آرام کے بعد طویل دکھ اور بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ اس عظیم اجر وثواب سے بھی محروم ہو جاتا ہے جو مجاہدین کو حاصل ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:541/1)

سوال5:جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے سے جی چراتے ہیں وہ جنگ سے اپنی غیر حاضری کو نعمت کیوں محسوس کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾جو لوگ اپنا مقصدِ تخلیق نہیں سمجھتے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے اس لیے اس کی راہ میں نکلنے سے جی چراتے ہیں۔ان کے نزدیک نہ نکلنا بچنا ہے۔اس بچنے کو وہ نعمت سمجھتے ہیں۔﴿2﴾جو لوگ زندگی کا مقصد نہیں رکھتے،اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے راستے کی مشکلات کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے،دراصل وہ اس دین کو نہ اپنی ضرورت خیال کرتے ہیں نہ اس کی خاطر مشکلات برداشت کرنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔وہ بچ نکلتے ہیں اور بچ نکلنے کو نعمت محسوس کرتے ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت اور جہاد کے لیے مواقع اس وجہ سے دیتے ہیں تاکہ انسان اپنی بشری کمزوریوں پر قابو پائیں اور دنیا کی قید سے آزاد ہو جائیں لیکن اطاعت سے جی چرانے والے ان مواقع سے بچ نکلنے میں عافیت سمجھتے ہیں حالانکہ اپنی کمزوریوں سے نجات حاصل کرنے میں عافیت ہے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کی راہ کا مجاہد کون ہے؟

جواب:﴿1﴾مجاہد فی سبیل اللہ وہ ہے جو صرف آخرت کا طلب گار ہو۔﴿2﴾جو دنیا کے فائدے اور دنیا کی مصلحتیں قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں آگے بڑھنے والا ہو۔

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا(73)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور یقیناً اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے (فتح یا غنیمت) مل جائے تو وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہے ہی نہیں، اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا کہ میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا۔(73)

سوال1: وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ ''اور یقیناً اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے (فتح یا غنیمت) مل جائے'' منافق کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا فضل کیا ہے؟

جواب: مقاتل بن حیان نے کہا: منافق کے نزدیک فضل ملنے سے مراد فتح غنیمت اور رزق میں وسعت ہے۔(ابن ابی حاتم:1000/3)

سوال2: لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ ''تو وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہے ہی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ لَيَقُوْلَنَّ ''تو وہ ضرور کہے گا'' منافق اپنے بیٹھ رہنے پر ندامت محسوس کرتے ہوئے، دنیا کے مفادات چکنا چور ہوتے دیکھ کر اور مال غنیمت کے چھوٹ جانے پر حسرت محسوس کرتے ہوئے کہے گا۔ ﴿2﴾ مَوَدَّةٌ یہاں اس سے مراد دینی تعلق اور اس تعلق کی معرفت ہے۔ ﴿3﴾ منافق دینی تعلق کی سمجھ نہیں رکھتے اسی وجہ سے انہوں نے مال غنیمت کی محبت میں کہا: اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی حاصل کرتا۔

سوال3: اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدین کامیاب ہو جائیں تو منافقوں کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اگر مالِ غنیمت نصیب ہو تو سخت پشیمان ہوتے ہیں کہ کیوں نہ اس نفع بخش جنگ میں شریک ہوئے۔ ﴿2﴾ منافق کا طرزِ عمل گھٹیا ہوتا ہے اور معیار خالص دنیاوی ہوتا ہے۔

سوال4: يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ''اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا کہ میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا'' منافق بڑی کامیابی کسے سمجھتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ منافق مالِ غنیمت کے حصول کو بڑی کامیابی سمجھتا ہے۔ ﴿2﴾ مقاتل بن حیان نے کہا: یہ منافق کا قول ہے جو پیچھے رہ جانے پر نادم ہے اور تمنا کرتا ہے اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا۔(ابن ابی حاتم:1000/3) ﴿3﴾ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ قول حاسد کا ہے۔(تفسیر جامع البیان:196/5)

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا(74)

چنانچہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے پھر قتل کیا جائے یا غالب آجائے تو جلد ہی ہم اسے اجرِ عظیم عطا کریں گے۔(74)

سوال1: فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ'' چنانچہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون لڑتا ہے؟

جواب: جہاد کی تیاری کا حکم دینے کے بعد مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائی جارہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔لڑتا وہی ہے جو دنیا فروخت کر کے آخرت کا خریدار بنتا ہے۔

سوال2: اَلَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ'' جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں'' دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ ڈالنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:﴿1﴾ دنیا کی زندگی کے فوائد کے مقابلے میں آخرت کے فوائد کو ترجیح دینا۔﴿2﴾ دنیا کے مالِ غنیمت کے حصول کو مقصد بنانے کی بجائے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے جہاد کرنا دراصل دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بیچ ڈالنا ہے۔

سوال3: وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ'' اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے'' فی سبیل اللہ لڑنے کا اجر کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ قتال فی سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے کی جانے والی جنگ ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا: جو اس لیے جنگ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو تو وہ فی سبیل اللہ ہے(تفسیر منیر:165/3)﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے اور ہر درجے میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔(بخاری:2790)﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خالصتاً جہاد کرنے کی نیت سے اپنے گھر سے نکلے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا اسے یقین ہو تو اللہ تعالیٰ اسے یا تو شہادت کا درجہ دے کر جنت میں داخل کرے گا یا ثواب اور مالِ غنیمت دِلا کر بخیر و عافیت اسے اس کے گھر لوٹائے گا۔(بخاری:7457)﴿4﴾ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کون شخص سب سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ (بخاری:2786)

سوال4: وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ''اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے پھر قتل کیا جائے یا غالب آ جائے تو جلد ہی ہم اسے اجرِ عظیم عطا کریں گے'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا انسان کے لیے کیسے آسان ہو جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس شخص کے لیے جان دینا آسان ہوتا ہے جو شخص دنیا کی زندگی کی حقیقت کو پالے اور جسے آخرت کا یقین آ جائے۔ ﴿2﴾ جو دنیا فروخت کر کے آخرت خریدنا چاہے۔ ﴿3﴾ جس کو اللہ تعالیٰ کے اجرِ عظیم کی اُمید ہو جائے۔ ﴿4﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کی خاطر لڑنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور بتایا گیا ہے کہ مسلمان خواہ لڑائی میں شہید ہو جائے یا بچ کر گھر واپس آ جائے اسے دونوں صورتوں میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ (تیسیر القرآن:426/1) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرے کہ نہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کی اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں اس کا خیال گزرا ہو تو اس کی موت نفاق کی ایک شاخ پر ہوگی۔ (مسلم، کتاب الامارۃ) ﴿6﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر اسے آگ چھوئے۔ (بخاری، کتاب الجہاد) ﴿7﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (75)

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں۔ اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا دے (75)

سوال1: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ ''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے لڑتے نہیں ہو'' اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر اکسایا جارہا ہے تا کہ مکہ میں موجود ان کمزور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو قریش کے ظلم وستم سے نجات دلائی جاسکے جنہیں مشرکین سے ہجرت کرنے سے روک دیا تھا۔(تیسیر الرحمٰن) ﴿2﴾دو وجوہ کی بناء پر تمہارا کفار سے لڑنا ضروری ہے۔اول۔اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے۔دوم ان مظلوم مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے جو کفار کے چنگل میں بے بس پڑے ہیں۔(دعوۃ القرآن)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کمزور مسلمانوں کی مدد کرنے کے لیے جہاد کریں۔﴿4﴾عبیداللہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے کہا کہ میں اور میری والدہ ''مستضعفین''(کمزوروں) میں سے تھے۔(صحیح بخاری:4587)﴿5﴾رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے یوں دُعا فرماتے تھے:''اے اللہ!ولید بن سلمہ،سلمہ بن ہشام،عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے دیگر کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔''(بخاری:6200)﴿6﴾جہاد کی اگرچہ بہت بڑی فضیلت ہے اور جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے لیے اس سے بڑھ کر ملامت ہے۔تاہم وہ جہاد جس کے ذریعے سے اہلِ ایمان مستضعفین کو کفار سے نجات دلائی جاتی ہے اجروثواب کے اعتبار سے سب سے عظیم اور فائدے کے لحاظ سے سب سے بڑا جہاد ہے کیونکہ یہ دشمنوں سے دفاع کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔(تفسیر سعدی)

سوال2:اسلام کن لوگوں کی مدد کے لیے جہاد پر آمادہ کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾بے بس مرد،عورتیں اور بچے جو کمزور پا کر دبا لیے جائیں۔﴿2﴾ایسے افراد جن پر محض ان کے نظریات کی وجہ سے ظلم کیا جارہا ہو۔﴿3﴾ایسے افراد جن کو دین کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا کیا جارہا ہو۔﴿4﴾جو ایسے علاقے سے تعلق رکھتے ہوں جس کے لوگ ظالم ہوں۔

سوال3:اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ''جو کہتے ہیں:''اے ہمارے رب!ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:''اے ہمارے رب!ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں''﴿1﴾اس سے مراد کمزور مسلمان،عورتیں اور بچے ہیں جو مکہ اور اردگرد کے قبیلوں میں آباد تھے مگر ہجرت پر قدرت نہیں رکھتے تھے۔﴿2﴾اَلْقَرْيَةِ سے مراد مکہ ہے۔﴿3﴾ الظَّالِمِ اَهْلُهَا سے مراد وہاں کے مشرکین ہیں۔

سوال4:کمزور مسلمان یہ دُعا کیوں کرتے تھے کہ ہمیں ظالم بستی سے نکال دے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: کمزور مسلمان کافروں کے ظلم کو برداشت کرنے کے لیے مجبور تھے اس لیے ظالم بستی سے نکلنے کے لیے دُعا کرتے تھے۔

سوال5: وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ''اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا دے'' کمزور مسلمانوں کی دُعا کو اللہ تعالیٰ نے کیسے پورا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کی دعا کو (پورا کرنے کے لیے) اپنے نبی ﷺ سے اُن کے حق میں دُعائیں کروائیں۔ ''اولیا'' میں 'ولی' سے مراد اللہ کا ایسا بندہ جس کے ذریعہ ان کمزور مسلمانوں کے دین کی حفاظت ہو۔ نَصِيْرًا سے مراد کوئی ایسا آدمی جو دشمنوں سے انہیں نجات دلا سکے۔ (تیسیر الرحمٰن:276)

سوال6: رسول اللہ ﷺ کمزور مسلمانوں کے لیے کیا دُعا کرتے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ یوں دُعا فرماتے تھے: ''اے اللہ! ولید بن سلمہ، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے دیگر کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔'' (بخاری:6200)

سوال7: اسلام کے نزدیک کون سا علاقہ دارُالحرب قرار پاتا ہے؟

جواب: اسلامی نقطۂ نظر سے دارالحرب وہ علاقہ ہے جس کے لوگ ظالم ہوں، جو مسلمانوں کو کمزور پا کر دبا لیں۔

سوال8: مسلمان کس جھنڈے اور کس وطن کے لیے لڑتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مسلمان کا جھنڈا عقیدے کا جھنڈا ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ مسلمان اس وطن کے لیے لڑتا ہے جس میں اسلامی نظام نافذ ہو۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (76)

جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ غیر اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو، بلاشبہ شیطان کی چال ہمیشہ سے بہت ہی کمزور رہی ہے۔ (76)

سوال 1: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ایمان والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں کیونکہ اس کے وعدوں اور وعیدوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:279)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: مومنوں اور کافروں کے مقاصدِ جنگ میں کیا فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مومن اللہ تعالیٰ کے لیے لڑتا ہے اور کافر دنیا اور اس کے مفاد کے لیے لڑتا ہے۔ ﴿2﴾ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی (لاحق بن ضمرہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس ارادہ سے جنگ میں شریک ہوتا کہ اللہ ہی کا کلمہ بلند رہے صرف وہی اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے۔ (صحیح بخاری:3138) ﴿3﴾ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جہاد کرے اللہ کی راہ میں اور نیت نہ رکھے مگر رسی لینے کی بس اس کو وہی چیز ملے گی جو اس کی نیت میں ہے۔ (سنن نسائی:3140) ﴿4﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام چلنا (یا گزارنا) دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم :4873) ﴿5﴾ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جنگ احد کے روز بولا یا رسول اللہ ﷺ فرمایئے اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں پھر اس نے ہاتھ کی کھجوریں (جن کو وہ کھا رہا تھا جنت میں جانے کے اشتیاق میں) ڈال دیں پھر لڑا اور مارا گیا۔ (سنن نسائی:3156) ﴿6﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں اس طرح نکلا کہ میری راہ میں جہاد، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اسے نکلنے پر مجبور کیا تو میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا اسے اس کے مسکن تک جہاں سے وہ نکلا ہے اس طرح واپس لاؤں کہ وہ اجر یا غنیمت سے مالا مال ہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اللہ کی راہ میں کسی شخص کو جو بھی زخم آئے گا وہ قیامت کے دن اسی زخمی حالت میں اللہ کے حضور پیش ہوگا اس زخم کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہوگی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر میری امت کے لیے تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں اللہ کی راہ میں لڑی جانے والی کسی بھی جنگ میں پیچھے نہ رہتا لیکن نہ تو میرے پاس اتنی وسعت ہے کہ میں ان سب کو سامان جنگ مہیا کر سکوں اور نہ ان کو خود ہی اس قدر وسعت حاصل ہے مسلمانوں کو یہ بھی ناگوار گزرتا ہے کہ میں کسی مہم کے لیے نکلوں اور وہ پیچھے رہ جائیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں۔ (صحیح مسلم:4859)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:اسلام کس جنگ کی اجازت دیتا ہے؟

جواب:زمین پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے تا کہ زمین پر تمام انسانوں کی زندگی اسلامی نظام کے کنٹرول میں ہو۔سب انسان اسلامی نظام کی برکات سے فائدہ اُٹھائیں اور اسلامی نظام کے تحت سب انسانوں کو بے لاگ انصاف ملے تا کہ ہر انسان کو اپنے عقیدے اور نظریے کی پوری آزادی ہو۔

سوال4:اسلام کن مقاصد کے تحت جنگ کی اجازت نہیں دیتا؟

جواب:اسلام ان مقاصد کے تحت جنگ کی اجازت نہیں دیتا:﴿1﴾ کسی قوم،کسی نسل،کسی خاندان،کسی طبقے اور کسی حکومت کی برتری کے لیے۔﴿2﴾اقتدار کے حصول کے لیے۔﴿3﴾ملکوں کو ختم کرنے کے لیے۔﴿4﴾مالِ غنیمت کے لیے۔ ﴿5﴾مصنوعات کے لیے خام مال فراہم کرنے کے لیے۔﴿6﴾لوگوں کو غلام بنانے کے لیے۔﴿7﴾منڈیوں کے حصول کے لیے۔﴿8﴾مفتوح ممالک میں سرمایہ لگا کر مفادات حاصل کرنے کے لیے۔

سوال5:اگر ایک مسلمان زمین پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کی بجائے کسی اور مقصد کی خاطر لڑتا ہے اور جان دے دیتا ہے تو کیا وہ شہادت کے مرتبے کو پہنچتا ہے؟

جواب:اگر وہ اس مقصد کے علاوہ کسی اور مقصد کے تحت لڑتا ہے تو کسی صورت میں بھی شہید نہیں ہوتا۔سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لیے،ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لیے،ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تا کہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کون لڑتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:(بخاری:123)''جو شخص اس ارادے سے جنگ میں شریک ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ بلند رہے،صرف وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔''

سوال6:وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ غیر اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں،چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو''جہاد فی سبیل اللہ اور طاغوت کی راہ میں جنگ میں کیا فرق ہے موازنہ کریں؟

جواب:

جہاد فی سبیل اللہ	طاغوت کی راہ میں جنگ
1۔مومنین اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں۔	1۔کافر طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔مومنین اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اسلامی نظامِ زندگی نافذ کرنا چاہتے ہیں۔	2۔کافر مختلف طاغوت نظاموں کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔
3۔مومنین اللہ تعالیٰ کی شریعت کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔	3۔کافر شریعت کے خلاف قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں۔
4۔مومنین لوگوں میں قیامِ عدل چاہتے ہیں۔	4۔کافر اپنا دل پسند اور اپنے مفادات کی نگرانی کرنے والا نظام عدل نافذ کرنا چاہتے ہیں۔
5۔مومنین ایسی اَقدار رائج کرنا چاہتے ہیں جو انسانوں کے حق میں سراسر مفید ہیں۔	5۔کافر ایسی اقدار کو رائج کرنا چاہتے ہیں جو انسانوں کو تباہی تک پہنچانے والی ہوں۔
6۔مومنین اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نگرانی پر بھروسہ کرتے ہیں۔	6۔کافر طاغوت سے مدد لیتے ہیں۔
7۔مومنوں کا حامی و مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔	7۔کافروں کا مددگار شیطان ہوتا ہے۔
8۔مؤمنین اللہ تعالیٰ کے جھنڈے تلے لڑتے ہیں۔	8۔کافر شیطان کے جھنڈے تلے لڑتے ہیں اور اس کے طریقے، قوانین اور اَقدار مختلف ہوتے ہیں۔
9۔مومنوں کا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہوتا، نہ خاندان، نسل، قوم کا کوئی مفاد ہوتا ہے۔	9۔کافر بسا اوقات ذاتی یا پھر قومی مفادات کے لیے لڑتے ہیں۔
10۔مومنین حق کو باطل پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔	10۔کافر باطل کو حق پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔

سوال7: فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ’’چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: کافروں کو اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ کہا گیا ہے گویا یہ اشارہ ہے کہ مسلمان اولیاء اللہ ہیں، اور اس میں ایک قسم کی مسلمانوں کی ہمت افزائی بھی ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال8: اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ’’بلاشبہ شیطان کی چال ہمیشہ سے بہت ہی کمزور رہی ہے‘‘ اس سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ''بلاشبہ شیطان کی چال بہت ہی کمزور رہی ہے۔''اس سے مراد مسلمانوں کے خلاف اسلام دشمنوں کے اتحاد کا کمزور ہونا ہے کیونکہ اس اتحاد میں شامل قوموں کے درمیان بدستور اختلافات موجود تھے۔مومنوں کو ترغیب دی جارہی ہے کہ طاغوتی مقاصد کے لیے حیلے اور مکر کمزور ہوتے ہیں۔ان کے ظاہری اسباب کی فراوانی اور کثرتِ تعداد سے مت ڈرو،تمہاری ایمانی قوت اور عزمِ جہاد کے مقابلے میں شیطان کے یہ حیلے نہیں ٹھہر سکتے۔(دعوۃ القرآن)

سوال9: شیطان کی چال سے کیا مراد ہے؟

جواب: شیطان کی چال سے یہاں مراد شیطان کے دوستوں کا وقتی اتحاد ہے''بلاشبہ شیطان کی چال ہمیشہ سے بہت ہی کمزور رہی ہے''اس سے مراد مسلمانوں کے خلاف اسلام دشمنوں کے اتحاد کا کمزور ہونا ہے کیونکہ اس اتحاد میں شامل قوموں کے درمیان بدستور اختلافات موجود تھے۔شیطان کی چال سے مراد اس کے وسوسے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:2/1129)

رکوع نمبر8

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ قِیۡلَ لَہُمۡ کُفُّوۡۤا اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۚ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمۡ یَخۡشَوۡنَ النَّاسَ کَخَشۡیَۃِ اللّٰہِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡیَۃً ۚ وَ قَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ کَتَبۡتَ عَلَیۡنَا الۡقِتَالَ ۚ لَوۡ لَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ؕ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ ۚ وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ۟ وَ لَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا(77)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا تب اُن میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انہوں نے کہا:''اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہیں ہمیں قریب کے وقت تک مہلت دی؟'' آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(77)

سوال1: اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ قِیۡلَ لَہُمۡ کُفُّوۡۤا اَیۡدِیَکُمۡ'' کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو''مسلمانوں کو کن حالات میں جنگ کرنے سے روکا گیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: آغاز اسلام میں جب مسلمان مکہ میں تھے ان پر نماز فرض تھی، مال میں زکوٰۃ دینے کا حکم تھا خواہ مال حد نصاب تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو، فقراء کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کا، مشرکوں سے درگزر کرنے کا، انہیں معاف کر دینے کا اور ایک وقت تک صبر کرنے کا حکم تھا۔ مسلمان دل میں کڑھتے تھے اور جنگ کے حکم کے آرزومند تھے تاکہ دشمنوں سے بدلہ لے کر دل کی بھڑاس نکالیں اس موقع محل کے لحاظ سے اس وقت جنگ بہت سے اسباب کی وجہ سے مناسب نہ تھی مثلاً مسلمانوں کی تعداد انتہائی کم تھی جب کہ دشمن چاروں طرف کثرت سے پھیلے ہوئے تھے یہ لوگ اپنے وطن میں حرمت والی جگہ پر مقیم تھے۔ اس وقت جنگ کی ابتداء کرنے کا حکم نہ تھا۔ مسلمانوں کو مدینہ آ کر ہی جہاد کا حکم ملا۔ (مختصر ابن کثیر:342/1)

سوال2: مسلمانوں پر کیسے حالات بیت رہے تھے جن میں جہاد کرنے سے روکا گیا؟

جواب: مسلمانوں پر اس وقت تشدد کیا جا رہا تھا اس میں تمام حربے شامل تھے مثلاً ﴿1﴾ مارنا پیٹنا ﴿2﴾ ستانا ﴿3﴾ کاروبار تباہ کرنا ﴿4﴾ مسجد حرام میں عبادت سے روکنا ﴿5﴾ گھر بار چھوڑنے پر مجبور کرنا ﴿6﴾ مسلمانوں کو تبلیغ کی اجازت نہ دینا ﴿7﴾ اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنا اس ظلم وزیادتی پر مسلمان نبی ﷺ سے بار بار جنگ کی اجازت مانگتے مگر آپ ﷺ ہمیشہ یہ کہتے کہ مجھے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا۔

سوال3: كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ ''تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو'' یعنی قتال نہ کرو، یہ جہاد کا حکم فرض ہونے سے پہلے کا حکم تھا۔ (ایسر التفاسیر:279)

سوال4: مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے جہاد کیوں نہیں کیا؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مکہ میں نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم عزت والے تھے جب کہ ہم مشرک تھے۔ پھر جب ایمان لائے تو ذلیل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی مجھے جنگ کی اجازت نہیں دی گئی لہٰذا تم مصائب کو صبر سے برداشت کیے جاؤ۔ (نسائی:3088)

سوال5: مکہ کے تیرہ سالہ طویل دور میں جہاد مدینہ میں جا کر فرض ہوا، اس کے کیا فوائد حاصل ہوئے؟

جواب: مسلمانوں نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظلم وستم برداشت کیے اس سے کئی فوائد حاصل ہوئے ﴿1﴾ مکہ کا دور تربیت کا دور تھا۔ مسلمان اس مرحلے میں اگر مقابلہ شروع کر دیتے تو قریش جو قوت میں مسلمانوں سے کہیں بڑھ کر تھے اسلام کی قوت کو کچل کر رکھ دیتے۔ صبر کرنے کے نتیجے میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ ﴿2﴾ مسلمانوں کو نبی ﷺ کی اطاعت کرنے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہرحال میں اللہ تعالیٰ کی فیصلوں پر راضی رہنے کی تربیت دی گئی۔﴿3﴾ مکہ میں صبر کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ غیر جانبدار لوگوں کی ہمدردیاں مسلمانوں کے حق میں ہوگئیں۔

سوال6:وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب مسلمان مکہ مکرمہ میں تھے تو انہیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا یعنی محتاجوں کی غم گساری کرنا۔﴿2﴾ اس سے مراد وہ معروف زکوٰۃ نہیں جو ایک مخصوص نصاب کے مطابق اور مخصوص شرائط کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ یہ زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی اسی طرح اس وقت تک متعدد فوائد کی بنا پر جہاد کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔﴿3﴾ اللہ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے بندوں پر شریعت کے احکامات اس طرح فرض کرے کہ وہ ان پر شاق نہ گزریں، سب سے پہلے اہم ترین امر کا حکم دے، پھر آسان امور سے ابتداء کر کے بتدریج مشکل امور کا حکم دے۔﴿4﴾ اگر اہل ایمان پر ان کی قلت تعداد، قلت سامان اور کثرت اعداء کے باوجود قتال فرض کر دیا جاتا تو یہ چیز اسلام کو مضمحل کر دیتی۔ اس لیے چھوٹی مصلحت کو نظر انداز کر کے بڑی مصلحت کی رعایت رکھی گئی اور اس میں اس قسم کی دیگر حکمتیں تھیں۔ بعض اہل ایمان چاہتے تھے کہ اس حال میں بھی ان پر قتال فرض کر دیا جاتا مگر ان حالات میں ان پر جہاد فرض کیا جانا مناسب نہ تھا۔ اس وقت ان لوگوں کے لیے مناسب یہی تھا کہ وہ توحید، نماز، زکوٰۃ اور اس نوع کے دیگر احکام پر عمل کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً ان کے لیے بہت بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔ (النساء:66) (تفسیر سعدی:545/1)

سوال7: جہاد، نماز اور زکوٰۃ کے احکامات میں گہری مناسبت ہے، وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جہاد میں اِخلاص، تنظیم، اطاعت اور رضائے الٰہی کا حصول مطلوب ہے جس کی بہترین تربیت نماز سے ہوتی ہے۔﴿2﴾ جہاد کے لیے مال چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی تربیت زکوٰۃ سے ہوتی ہے۔﴿3﴾ ان صفات کے بغیر اگر کوئی جنگ کے لیے اُٹھے تو اصلاح نہیں ہوسکتی۔

سوال8:فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ ''پھر جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا'' قتال کب فرض کیا گیا؟

جواب: قتال مدینہ میں فرض ہوا۔ ''اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (ایسر التفاسیر:279)

سوال9:اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ''تب اُن میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا'' جب یہ آیت نازل ہوئی تو کون سا گروہ جنگ سے خوف کھا رہا تھا؟

جواب:﴿1﴾ خوف کھانے والے منافق نہیں تھے، کمزور دل مومن تھے۔﴿2﴾ یَخْشَوْنَ النَّاسَ وہ اہل مکہ سے اور کافروں سے ڈر رہے تھے کہ انہیں قتل نہ کر دیں (تفسیر قاسمی:311/5)﴿3﴾ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ وہ کافروں سے ایسے ڈر رہے تھے جیسے اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو کہ کہیں وہ عذاب نہ نازل کر دے۔(تفسیر بیضاوی:220/2)﴿4﴾ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً ان کا کافروں سے خوف اللہ تعالیٰ کے خوف سے زیادہ تھا۔

سوال10: وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ''اور انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہیں ہمیں قریب کے وقت تک مہلت دی'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ان الفاظ سے تنگ دلی اور اللہ پر اعتراض کا احساس ہو رہا ہے حالانکہ ان کے لیے مناسب حال نہ تھا کہ وہ اس متضاد رویہ کا اظہار کرتے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس کے اوامر پر صبر کرنا مگر جو کچھ ان سے مطلوب تھا انہوں نے اس کے برعکس کیا۔(تفسیر سعدی:545/1)﴿2﴾ اَجَلٍ قَرِیْبٍ سے مراد موت یا جہاد کی مدت ہے۔﴿3﴾ یعنی قتل کی مہلت کچھ عرصہ اور مؤخر کیوں نہ کر دی گئی۔ غالب طور پر اس قسم کی صورت ان لوگوں کو پیش آتی ہے جو غیر سنجیدہ ہوتے ہیں اور تمام امور میں عجلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ ان امور کے نازل ہونے پر یہ لوگ صبر نہیں کر سکتے۔ یہ امور ان کے لیے بوجھل تو نہیں مگر یہ لوگ بہت ہی کم صبر سے بہرہ ور ہیں۔(تفسیر سعدی:545/1)

سوال11: جنگ سے مسلمانوں کے خوف کھانے کی وجہ کیا تھی؟

جواب: جنگ سے خوف کھانے کی وجہ کچھ لوگوں کی کم ہمتی اور ناتوانی تھی ایمان لانے کے باوجود ہر ایک کی ہمت اور طاقت ایک جیسی نہیں ہوتی۔

سوال12: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے خوف کھانے پر اصلاح کا کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے خوف کھانے پر ان کی ڈھارس بندھائی اور ان پر واضح کیا کہ دنیا کی زندگی کے فائدے قلیل ہیں جب کہ آخرت میں تھوڑے اعمال پر بھی پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ لہٰذا اجرِ آخرت پر نظر رکھیں جو ہر لحاظ سے بہتر ہے اور اس کے لیے تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔

سوال13: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ '' آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ کہہ دو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تھوڑا ہے۔زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ چند گھنٹے، چند ماہ یا چند سال۔اگر مہلت مل جائے تب بھی زندگی تھوڑی ہے اور زندگی کا سامان بہت ہی تھوڑا ہے۔انسان زندگی کی خواہش رکھتا ہے تو جان لڑانے سے ڈرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کی حقیقت کو واضح کر کے اس جذبے کی جڑ کاٹ دی ہے۔﴿2﴾ قَلِيْلٌ سے مراد جلد زوال پزیر ہونے والی ہے ﴿3﴾ میمون بن مہران نے کہا: دنیا قلیل ہے اور قلیل کا اکثر حصہ گزر چکا اور قلیل میں سے بہت ہی قلیل باقی ہے۔(تفسیر الدر المنثور:329/2)

سوال14: وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ”اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے“ اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے آخرت بہتر ہے اس لیے کہ انسان کا معاملہ اس دنیا میں ختم نہیں ہو جاتا۔﴿2﴾ آخرت کے لیے جمع کیا جانے والا سرمایہ ہی تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے بہتر ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تھوڑی سی مدت کے لیے بھاری بوجھ اٹھانا انسانی نفوس کے لیے آسان اور ہلکا ہوتا ہے کیونکہ جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشقت جو وہ برداشت کر رہا ہے طویل عرصے کے لیے نہیں ہے تو اس کے لیے برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے تب کیا کیفیت ہوگی جب تو دنیا اور آخرت کا موازنہ کرے اور معلوم ہو کہ آخرت اپنی ذات اور لذات میں اور زمان کے اعتبار سے دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔جنت کے بارے میں ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور اس کی موجودات سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔(جامع ترمذی:546/1)﴿4﴾ رہی دنیا کی لذتیں تو یہ مختلف قسم کی کدورتوں کے شائبے سے پاک نہیں ہوتیں۔اگر ان لذات کا ان آلام و مصائب اور غم و ہموم سے مقابلہ کیا جائے جو ان لذات کے ساتھ ملے ہوتے ہیں تو جنت کی لذتوں کے ساتھ کسی بھی لحاظ سے ان کی کوئی نسبت ہی نہیں۔ رہا ان لذتوں کا زمانہ تو دنیا آخر کار ختم ہو جائے گی اور انسان کی عمر، دنیا کی نسبت سے نہایت ہی معمولی سا عرصہ ہے۔آخرت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے ہمیشہ کی زندگی ہے۔جب عقلمند شخص ان دو گھروں کے بارے میں غور و فکر کرتا ہے اور ان کی حقیقت کا تصور کرتا ہے جیسا کہ تصور کرنے کا حق ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں سے کون سا گھر ترجیح کا مستحق ہے؟ کس گھر کے لیے کوشش کرنی چاہیے؟ اور کس کی طلب میں جدوجہد کرنی چاہیے؟(تفسیر سعدی:546/1)

﴿5﴾ رب العزت کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے۔(التوبہ:38)﴿6﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے(سورہ اعلیٰ:16,17)﴿7﴾ نبی ﷺ نے فرمایا اگر تم نے جہاد کو چھوڑ دیا اور بیلوں کی دموں کو پکڑ لیا اور عینہ کا کاروبار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گردنوں میں ذلت کا طوق ڈالے گا اور یہ ذلت تم سے چمٹی رہے گی الا یہ کہ تم اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس راہ پر لوٹ آؤ جس پر تم پہلے تھے۔(مسند احمد:5007)

سوال15: وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ''اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا'' تمہارے اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی۔(تفسیر منیر:168/3) ﴿2﴾ فَتِيْلًا: فتیل اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے درمیان میں ہوتا ہے۔﴿3﴾ آخرت میں کسی کے ساتھ ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ دنیا کی کمی وہاں پوری کر دی جائے گی۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا(78)

تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے۔ آپ کہہ دیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔(78)

سوال1: اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ''تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہو'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ موت جس کے ڈر سے تم جہاد سے کترا رہے ہو، جب اس کا وقت آ جائے گا تو وہ کہیں بھی تمہیں آ دبوچے گی۔(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾ موت کا وقت مقرر ہے جب موت آتی ہے تو اسباب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیدا ہو جاتے ہیں موت مضبوط قلعوں میں بھی آ جاتی ہے اس لیے قتال کے مؤخر ہونے یا نہ ہونے سے فرق پڑنے والا نہیں۔ ﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے اور یقیناً تم قیامت کے دن ہی اپنے پورے اجر دیئے جاؤ گے چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ (آل عمران:185) ﴿4﴾ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس وقت جبکہ آپ رضی اللہ عنہ بسترِ مرگ پر تھے فرمایا: اللہ کی قسم! میں فلاں فلاں جگہ غرض بیسیوں سینکڑوں معرکوں میں گیا، ثابت قدمی یا مردی کے ساتھ دلیرانہ جہاد کئے، آؤ دیکھ لو میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہ پاؤ گے جہاں کوئی نہ کوئی نشان نیزے یا برچھے یا تیر یا بھالے کا تلوار اور ہتھیار کا نہ ہو لیکن چونکہ میدانِ جنگ میں موت نہ لکھی تھی اب دیکھو اپنے بستر پر اپنی موت مر رہا ہوں، کہاں ہیں لڑائی سے جی چرانے والے نامرد؟ میری ذات سے سبق سیکھیں۔ (تفسیر ابن کثیر:612/1) ﴿5﴾ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کی ترغیب کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی تو جہاد کی فضیلت اور اس کا ثواب بیان کر کے اس کی ترغیب دیتا ہے اور کبھی جہاد کو ترک کرنے کی سزا سے ڈرا کر جہاد پر آمادہ کرتا ہے۔ کبھی اس بارے میں آگاہ کر کے جہاد کے لیے ابھارتا ہے کہ جہاد سے جی چرا کر گھروں میں بیٹھ رہنے والوں کا بیٹھنا کسی کام نہیں آتا اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ جہاد کے راستے کو ان کے لیے آسان کر دیتا ہے۔ (تفسیرِ سعدی:547/1)

سوال2: موت کا تذکرہ انسان کے احساس وشعور میں کیا تبدیلی پیدا کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کے اندر سے موت کا خوف دور ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان جنگ سے خوف نہیں کھاتا۔

سوال3: وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ" اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مصیبت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنے والے منافق اور یہودی تھے۔ ﴿2﴾ یہود بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور برائی کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ﴿3﴾ دکھ یا مصیبت پر منافق اور یہودی رسول اللہ ﷺ پر الزام لگاتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ آپ ﷺ کی کم فہمی اور غلط تدابیر اختیار کرنے کا نتیجہ ہے۔ اُحد کے موقع پر بھی انہوں نے یوں کہا تھا۔ ﴿4﴾ ان سے پہلے کفار اللہ تعالیٰ اور رسولوں سے برا شگون لیتے رہے۔ رب العزت کا فرمان ہے فَاِذَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ تو جب ان پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے ہی لیے ہے اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کی نحوست ٹھہراتے جو اس کے ساتھ تھے۔سن لو! یقیناً ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (الاعراف:131) قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ انہوں نے کہا: ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔صالح نے کہا: تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سے ہے۔ بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو۔(النمل:47)

سوال4: قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ’’آپ کہہ دیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے‘‘ اس دنیا میں کسی کو فائدہ یا نقصان ہونا کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں کسی کو فائدہ ہو یا نقصان سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے عقیدے کا اہم حصہ ہے۔رب العزت کا فرمان ہے: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور اُنہیں بھی جو اعمال تم کرتے ہو۔(الصّافات:96) لہٰذا نفع یا نقصان اگر اعمال کے نتیجے میں بھی ہو تب بھی افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیے نفع و نقصان اسی کی جانب سے ہے۔﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حسنہ اور سیئہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔الحسنہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔السیئہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مصیبت میں مبتلا کیا۔(تفسیر فتح القدیر:626/1) ﴿3﴾ نفع یا نقصان اگر اعمال کے نتیجے میں بھی ہو تب بھی افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیے نفع و نقصان اسی کی جانب سے ہے۔﴿4﴾ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اسکے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔(بخاری:5642) ﴿5﴾ سعید بن یسار سے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے بیماری کی تکالیف اور دیگر مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔(بخاری:5645) ﴿6﴾ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے۔ اور جب بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے گناہ کی سزا سے روکے رکھتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اسے پوری سزا دے گا اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: بڑا ثواب بڑی آزمائش کے ساتھ ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کسی قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے تو ان کو کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جو اس آزمائش پر راضی ہوا تو اس کے لیے رضا ہے۔ جو اس آزمائش پر ناراض ہوا تو اسکے لیے ناراضگی ہے۔(ترمذی:2396)﴿7﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایماندار مرد اور عورت اپنے نفس، اولاد اور مال کی آزمائش میں ہمیشہ رہتے ہیں حتیٰ کہ اسکی ملاقات اپنے رب سے ایسے حال میں ہوتی ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔(ترمذی:2399)

سوال 5: فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا'' پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ الفقہ سے مراد شریعت کا فہم ہے۔ فہم دینی امور کی سمجھ ہے۔(تفسیر ثعالبی:266/2)﴿2﴾ اس آیت کریمہ میں ضمناً ان لوگوں کی مدح کا پہلو نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا فہم رکھتے ہیں۔ نیز اس فہم اور اس کے اسباب کے حصول کی ترغیب ہے۔ یہ فہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کلام میں تدبر اور تفکر اور اس منزل تک پہنچانے والے راستوں پر گامزن ہونے ہی سے حاصل ہوتا ہے اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھا ہوتا، تو معلوم ہو جاتا کہ نیکی اور برائی خیر اور شر سب اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے کوئی چیز باہر نہیں، نیز انبیاء ورسل اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کبھی بھی شر کا باعث نہیں ہوتیں۔ کیونکہ وہ تو دین ودنیا اور آخرت کی بھلائی سے مبعوث کیے جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:548/1)

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۘ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا(79)

جو بھی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو کوئی برائی تجھے پہنچے تو وہ تمہاری اپنی طرف سے ہے اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے۔(79)

سوال 1: مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ''جو بھی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے'' ہر بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ حسنہ سے مراد وسعت، کامیابی اور غنیمت ہے(تفسیر منیر:168/3)﴿2﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ بھلائی کسی نیکی یا اطاعت کا صلہ نہیں کیونکہ ایک انسان کو نیکی کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ یہ اس کا خاص فضل اور احسان ہے۔﴿3﴾ انسان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی اطاعت اور نیکیاں اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں جب تک مجھے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نہیں ڈھانپ لے گا میں بھی جنت میں نہیں جاؤں گا۔(بخاری:6467)

سوال2: وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ''برائی تیرے نفس کی طرف سے ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ سَيِّئَةٍ سے مراد برائی ہے جیسے سختی، آزمائش، شکست، زخم اور قتل وغیرہ (تفسیر منیر:3/168)﴿2﴾ اس سے مراد ہے کہ برائی انسان کی اپنی غلطیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تو تمہارے اُن اعمال کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے کمائے ہیں اور وہ بہت سے قصوروں سے درگزر کرتا ہے۔(الشوریٰ:30)﴿3﴾ سلف صالحین کا عام طور پر یہ دستور تھا کہ جب کوئی اجتہادی رائے پیش کرتے تو کہتے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کی توفیق سے ہے اور اگر غلط ہے تو ہماری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔(دعوۃ القرآن)

سوال3: وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ''اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے'' اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو کن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا؟

جواب:﴿1﴾ ''اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے'' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ساری انسانیت کے لیے، قیامت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔(اعراف:158)﴿3﴾ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی تھیں۔الف۔ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی۔ب۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میرے لیے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے۔اس لیے میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی چاہیے۔ج۔ میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔و۔ پہلے انبیاء خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے تھے۔لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ ۔ی۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔(صحیح بخاری:438)﴿4﴾ پہلے ایک نبی خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں عام طور پر تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔(بخاری،مسلم)﴿5﴾ میں ساری خلقت کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری آمد پر انبیاء ختم کر دیے گئے۔(مسلم)﴿6﴾ میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی گزرا ہے وہ اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔(مسند احمد)﴿7﴾ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں یہ فرماتے ہوئے نبی ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں اُٹھائیں (بخاری،مسلم)

سوال4:وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ''اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے شہید ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہنچنے والی برائیوں اور بھلائیوں کی وجہ سے اپنے شہیـــــــد یعنی گواہ ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:قُلۡ اَیُّ شَیۡءٍ اَکۡبَرُ شَہَادَۃً ؕ قُلِ اللّٰہُ ۬ؕ شَہِیۡدٌۢ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ ۟ وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ وَ مَنۡۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّکُمۡ لَتَشۡہَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِہَۃً اُخۡرٰی ؕ قُلۡ لَّاۤ اَشۡہَدُ ۚ قُلۡ اِنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور اُنہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں اُن سے بےتعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔(الانعام:19)

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَ مَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا(80)

اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔(80)

سوال1:مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی'' وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''رسول کی اطاعت کے ماسوا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کوئی راستہ نہیں۔الف۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ہر طریقے کو رسول ہی واضح کرتا ہے۔ب۔وہی اپنی زندگی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عملی نمونے کو پیش کرتا ہے۔ج۔اگر رسول کی اطاعت کو نکال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوئی دلیل نہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔(بخاری:7137)﴿2﴾جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور اس کے لیے وہی ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مترتب ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:549,550/1)

سوال2:وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا''اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے''اس سے مراد ہے کہ اگر کوئی رسول کے احکامات سے منہ موڑتا ہے تو زبردستی اطاعت کروانا رسول کی ذمہ داری نہیں ہے۔﴿2﴾منافق رسول اللہ ﷺ کے سامنے اطاعت کا اظہار کرتے تھے لیکن راتوں کو آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ مشورے کرتے تھے۔﴿3﴾جس نے نبی ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑا وہ نامراد و ناکام رہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے معاملے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر نہیں ہے اور آپ ﷺ جو چاہتے ہیں اس کے لیے اس کو مجبور نہیں کریں گے۔آپ ﷺ کے ذمے تو پہنچا دینا ہے آپ ﷺ ان پر کوئی داروغہ نہیں ہیں ایسے شخص نے خسارہ پایا جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہی ہدایت یافتہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔(تفسیر منیر:178/3)﴿4﴾حَفِيْظًا سے مراد ان کے اعمال کا محافظ اور حساب لینے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:281)

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا(81)

اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی،پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے خلاف مشورہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے۔(81)

سوال1:وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ’’اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات کے خلاف مشورہ کرتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ’’اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی‘‘ منافق رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔﴿2﴾ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ’’پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات کے خلاف مشورہ کرتا ہے‘‘ منافق یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی قوت کمزور پڑے اور ہم کسی طرح ان سے پیچھا چھڑا لیں یا انہیں مدینہ سے باہر نکال دیں اس مقصد کے لیے یہودیوں سے مل کر سازشیں کرتے تھے۔﴿3﴾ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ کیے گئے عہد کو بدل ڈالتے تھے۔(تفسیر جامع البیان:208/5)

سوال2:رسول اللہ ﷺ کے سامنے اطاعت کا دم بھرنے والے آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیوں کرتے تھے؟

جواب:اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت تو ظاہر اور باطن ،خلوت اور جلوت میں ہونی چاہیے، جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو لوگوں کے سامنے اطاعت کے دعوے کرتے ہیں اپنے ہم نواؤں کے ساتھ ہوتے ہیں یا تنہا ہوتے ہیں تو مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں تو وہ منافق ہیں جن کی اطاعت ان کے لیے نفع مند نہیں ہوتی۔

سوال3:وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ’’اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں‘‘ اللہ تعالیٰ ان کاموں کو ان کے اعمال نامے میں ثبت کر رہا ہیں تا کہ ان پر انہیں جزا دے۔(تفسیر فتح القدیر:625/1)

سوال4:اللہ تعالیٰ نے سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو کیا تلقین کی؟

جواب﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ اطمینان دلایا ہے کہ اس کی نظروں سے یہ سازشیں اوجھل نہیں ہیں۔ یہ لوگ ان سازشوں میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ان کی سرگوشیاں لکھ رہا ہے۔﴿3﴾ آپ ﷺ نے ان سے اعراض کرنا ہے۔ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سازشوں کی ہرگز پرواہ نہیں کرنی۔﴿4﴾ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ خود ان سے نمٹ لے گا۔

سوال5: فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ'' چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ آپ ان سے منہ موڑ لیں، انہیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان سے انتقام لینا ممکن ہو جائے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ ان کا پیچھا نہ کریں۔(تفسیر فتح القدیر:625/1)﴿2﴾ ان سے درگزر کریں، ان سے بردباری سے پیش آئیں، ان کا مؤاخذہ نہ کریں، انہیں اپنے کاموں کی ذمہ داری نہ سونپیں، ان کے معاملات کو لوگوں کے سامنے نہ کھولیں اور ان سے خوف نہ کھائیں۔(تفسیر منیر:178/3)

سوال6:وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ'' اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔(تفسیر منیر:178/3)﴿2﴾ ان کے عمل کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان سے منہ موڑ لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں پھر ان کی بیماری کا سبب بیان کیا ہے اور وہ ہے کتاب اللہ پر تدبر نہ کرنا۔(الاساس فی التفسیر:1132/2)

سوال7:وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ''اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے وکیل ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾''اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے شر کے مقابلے میں آپ ﷺ کے لیے کافی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اقوال سے کہ سامنے اطاعت کے دعوے کرتے ہیں اور باہر آ کر آپ ﷺ کے خلاف مشورے کرتے ہیں اور پھر ان کی بات چیت کو لکھ لینے سے اپنے وکیل ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو آپ ﷺ کے دشمنوں کے اندر اور باہر کو جانتا ہے، جو ان کا حساب کتاب رکھتا ہے، وہ ان سے بدلہ لینے کی قدرت رکھتا ہے، غالب ہے لہٰذا یقیناً وہی وکیل ہے اور کارساز ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا(82)

تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔(82)

سوال1: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ''تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے'' اس آیت کے مخاطب کون ہیں؟

جواب: اس آیت کے مخاطب منافق ہیں۔ انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی جانب سے ہوتا تو اس میں وہ بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ''تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: قرآنِ حکیم پر غور وفکر کرنے سے یہ حقائق واضح ہوتے ہیں: ﴿1﴾ قرآنِ مجید میں کوئی ایسی چیز نہیں جو انسان کی فطرت کے خلاف ہو۔ ﴿2﴾ اس میں کوئی ایسا بیان نہیں جو پچھلی کتابوں کی حقیقت سے ٹکراتا ہو۔ ﴿3﴾ قرآنِ حکیم کا کوئی بیان کسی تسلیم شدہ حقیقت کے خلاف نہیں۔ ﴿4﴾ اس میں ایسا کوئی اشارہ نہیں جو تجرباتی علوم سے دریافت شدہ کسی واقعے کے خلاف ہو۔ ﴿5﴾ قرآنِ حکیم کے کلام میں پختگی اور ہم آہنگی ہے۔

سوال3: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ''اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے'' کا مفہوم واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ منافقوں کی جن باتوں پر انہیں تنبیہ کی گئی ہے ان کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں بھی شک تھا۔ اس آیت میں اس شک کو دور کرنے کی عقلی دلیل پیش کی گئی ہے جو یہ ہے کہ انسان کی حالت یہ ہے کہ بچپن میں اس کی عقل ناپختہ ہوتی ہے، جوانی میں قدرے ترقی کی جاتی ہے اور پختہ عمر میں عقل بھی پختہ ہو جاتی ہے اور اس کے ان تینوں ادوار کے کلام میں نمایاں فرق ہوتا ہے پھر زندگی بھر اس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ انسان جس شہر یا ملک میں جاتا ہے تو وہاں کے معاشرتی ماحول کا اثر قبول کر لیتا ہے پھر کبھی انسان غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو سب مخاطبوں کو دہشت زدہ بنا دیتا ہے۔ یہی افراط وتفریط کی کیفیت اس کے ہر قسم کے جذبات میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ گویا اگر کسی بھی ایک انسان کے زندگی بھر کے کلام کا مجموعہ تیار کیا جائے تو اس میں سینکڑوں اختلافات اور تضادات آپ کو مل جائیں گے اس کے برعکس اب اللہ کے کلام پر نظر ڈالیے جو 23 سال تک مختلف اوقات اور مختلف مناظر اور مختلف مواقع پر نازل ہوتا رہا جو آخر میں ترتیب پا کر ایک مجموعہ بن گیا۔ اب دیکھئے ادبی لحاظ سے اس کی فصاحت وبلاغت میں کہیں کوئی فرق ہے؟ یا اس کے نظریات میں، اس کی اخلاقی اقدار کی تعیین میں کوئی اختلاف آپ دیکھتے ہیں؟ یا ایسی صورت ہے کہ مثلاً اگر یہود پر عتاب نازل ہوا ہو تو سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا گیا ہو اور اس میں سے ان کے اچھے لوگوں کو مستثنیٰ نہ کیا گیا ہو اور ان کی خوبیاں الگ بیان نہ کر دی گئی ہوں؟ غرض جتنے بھی پہلو آپ سامنے لائیں گے آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہو سکتا اور اس کو نازل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 437/1) ﴿2﴾ اگر وہ لوگ قرآن کریم کو غور سے سنتے، اس کے معانی ومضامین میں تدبر کرتے تو انہیں معرفت تامہ حاصل ہو جاتی کہ رسول اللہ ﷺ برحق ہیں اور جو دین لے کر آئے ہیں وہ بھی برحق ہے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس نفاق سے نجات مل جاتی جس نے ان کے دلوں کوفاسداوران کے افکارکومتعفّن بنارکھا ہے۔ (تیسیرالرحمٰن: 279)

﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کوہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اُس کی آیات پرغوروفکر کریں اورتا کہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔(ص:29)﴿4﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا تو کیاوہ لوگ قرآن میں غورنہیں کرتے یا کچھ دلوں پراُن کے تالے ہیں؟(محمد:24)﴿5﴾ اگرقرآنِ حکیم غیراللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات ہوتے لیکن یہ اس کودکھائی دے گا جوقرآنِ حکیم میں تدبر کرے گااورسنجیدگی سے اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا کلام ہے۔

سوال4:قرآنِ حکیم میں تدبر کیسے کیا جاسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ تدبر کے معنی ہیں:غوروفکرکرنا،کسی چیز کا پیچھا کرنا۔جوانسان قرآنِ حکیم میں تدبر کرنا چاہے وہ اس کتاب میں دیئے جانے والے کامل علم پرغوروفکرکرے،اس کی جامعیت کودیکھے۔وہ بات جوبیسیوں صفحات میں نہیں کہی جاسکتی قرآنِ حکیم کیسے چند الفاظ میں اس کوکامل طور پرواضح کردیتا ہے!اللہ تعالیٰ کی کاریگری اوراس کی صفات پرغوروفکرکرے۔آخرت کے حالات وواقعات پرغوروفکرکرے۔اگروہ لوگ قرآن کریم کوغورسے سنتے ،اس کے معانی ومضامین میں تدبر کرتے،تو انہیں معرفت تامہ حاصل ہوجاتی کہ رسول اللہ ﷺ برحق ہیں،اوردین لے کرآئے ہیں وہ بھی برحق ہے ۔ (تیسیرالرحمٰن)

یہاں تدبر سے مراد کتاب اللہ کے معانی میں غوروفکر،اس کے مبادی،نتائج،عواقب اوراس کے لوازم میں گہری نظر سے سوچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تدبر تمام علوم ومعارف کی کنجی ہے۔ہر بھلائی اسی کے ذریعے سے حاصل کی جاتی ہے اورتمام علوم کا استخراج اسی سے کیا جاتا ہے۔کتاب اللہ ہی سے قلب میں ایمان کا اضافہ ہوتا ہے اورشجرۂ ایمان جڑ پکڑتا ہے۔کتاب اللہ ہی رب معبود کی معرفت عطا کرتی ہے،اس معرفت سے نوازتی ہے کہ رب معبود کی صفات کمال کیا ہیں اوروہ کون سی صفاتِ نقص سے منزہ ہے،کتاب اللہ اس راستے کی معرفت عطا کرتی ہے جورب معبود تک پہنچاتا ہے نیز اس راستے پر چلنے والے لوگوں کی معرفت سے نوازتی ہے اوران نعمتوں کا ذکر کرتی ہے جورب رحیم کی خدمت میں حاضر ہونے پرعطا ہونگی۔کتاب اللہ بندے کواس کے دشمن کی معرفت عطا کرتی ہے،ایسادشمن جوحقیقی دشمن ہے اوران راہوں کی نشاندہی کرتی ہے جوانسان کوعذاب کی منزل تک پہنچاتی ہیں،ان راہوں پر چلنے والے لوگوں کی معرفت عطا کرتی ہے نیز آگاہ کرتی ہے کہ اسباب عقاب کے وجود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پران کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ بندہ مومن کتاب اللہ میں جتنا زیادہ غور کرتے گا اتنا ہی زیادہ اس کے علم وعمل اور بصیرت میں اضافہ ہوگا۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں تدبر کا حکم اور اس کی ترغیب دی ہے۔اور آگاہ فرمایا ہے کہ قرآن عظیم کو نازل کرنے کا مقصد بھی یہی ہے۔

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا(83)

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول تک یا اپنے میں سے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ ضرور جان لیتے اس کو جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت ہی کم لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔(83)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کی تھی تو لوگوں نے مدینہ میں چرچا کر دیا کہ نبی ﷺ نے سب ازواج کو طلاق دے دی، میں اس چرچا کو برداشت نہ کر سکا اور میں نے جا کر رسول ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ نے سب ازواج کو طلاق دے دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند یہ پکارا کہ آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(صحیح مسلم:480/1)

سوال2:وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں''امن کی خبر سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾وَ اِذَا جَآءَهُمْ اس سے مراد اہل نفاق ہیں(فتح القدیر:627/1)﴿2﴾اَذَاعُوْا بِهٖ کے معنی مشہور کر دینے کے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿3﴾اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ جب ان کے پاس جہاد کی نصرت یا شکست کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں جب نصرت کا معاملہ ہوتا یعنی امن ہوتا تو وہ حسد کرتے اور طمع رکھتے اور جب شکست ہوتی تو وہ لوگوں کو خوف زدہ کرتے تھے، یہ ان کا معاشرے میں کردار تھا۔﴿4﴾امن کی خبر سے مراد مسلمانوں کی کامیابی کی خبر ہے۔اس سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مراد دشمنوں کی ہلاکت اور شکست کی خبر ہے جس کو سننے کے بعد مسلمانوں کو اطمینان ہوتا ہے اور ان کے اندر ضرورت سے زیادہ اعتماد پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔﴿5﴾ خوف کی خبر سے مراد مسلمانوں کی ہلاکت اور شکست کی خبر ہے جس کی وجہ سے حوصلے ٹوٹنے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

سوال3: وہ کون لوگ تھے جو اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن لیتے تو پھیلا دیتے تھے؟

جواب: خوف اور امن کی خبریں سن کر پھیلانے والے صرف یہودی اور منافق ہی نہیں تھے بلکہ مسلمانوں میں سے بھی کچھ لوگ دل چسپی کی خاطر افواہوں کو پھیلانے میں حصہ لے لیتے تھے۔

سوال4: نبی ﷺ نے افواہوں کی حقیقت کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ حفص بن عاصم سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے اسے (بغیر تحقیق کیے) بیان کر دے۔(صحیح مسلم:7)﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری طرف منسوب کر کے کوئی بات بیان کرے وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے پس وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔(صحیح مسلم)

سوال5: غیر ذمہ دارانہ گفتگو کے کیا نتائج نکل سکتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ فساد﴿2﴾ جنگ﴿3﴾ غفلت اور سستی﴿4﴾ بے یقینی﴿5﴾ خوف و ہراس۔

سوال6: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ''اور اگر وہ اسے رسول تک یا اپنے میں سے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ ضرور جان لیتے اس کو جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں'' افواہوں کے بارے میں صحیح طرز عمل کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ کوئی ایسی خبر سنے تو اپنے ذمہ دار افراد تک پہنچا دے اور ذمہ داران اس کی تحقیق کریں۔﴿2﴾ اولی الامر سے مراد اکابر صحابہ، علماء اور صاحب الرائے کے افراد ہیں۔﴿3﴾ قتادہ نے کہا: وہ اپنے علماء تک پہنچاتے تاکہ وہ اس کا اصل مطلب نکالتے۔(تفسیر جامع البیان:212/5)﴿4﴾ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ کا معنی نکال لیتے ہیں (بخاری کتاب التفسیر)﴿5﴾ وہ صحیح معنی نکال لیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:281)

سوال7: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت ہی کم لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اگر نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قرآن کے نزول کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا۔ (تیسیر الرحمٰن) ﴿2﴾ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ ان افواہوں کو قبول کرنے اور پھیلانے میں مسلمان شیطان کے پیچھے لگ جائے۔ اِلَّا قَلِيْلًا جن کی رائے صائب ہے عقل مستحکم ہے جیسے انصار اور مہاجرین میں سے کبار صحابہ تھے۔(ایسر التفاسیر:282)﴿3﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے اور اگر نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہے کہ اس نے سنبھل جانے کا موقع دیا ہے کہ اس نے مسلمانوں کو شیطان کے پیچھے چلنے کے لیے کھلا نہیں چھوڑ دیا۔﴿5﴾ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی شیطان مردود کے شر سے بچاتا ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا (84)

چنانچہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو، تمہیں تمہاری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی اور مومنوں کو آپ رغبت دلائیں، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی لڑائی روک دے جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ بہت سخت لڑائی کرنے والا اور بہت سخت سزا دینے والا ہے۔(84)

سوال1:''فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ'' چنانچہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو، تمہیں تمہاری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی اور مومنوں کو آپ رغبت دلائیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ لوگوں کو جہاد پر اُبھارنے اور جوش دلانے کے لیے نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگ جہاد کریں یا نہ کریں، آپ اکیلے ہوں تو آپ اپنے نفس کے ذمہ دار ہیں۔ہاں دوسروں کو آپ ابھاریں گے۔یہ اسلام کا بنیادی اُصول ہے کہ ہر شخص اپنی ذات کا ذمہ دار ہے۔دوسروں کو جنگ پر ابھارنے کی ذمہ داری بھی دراصل اُن ذمہ داریوں میں سے ہے جو اجتماعی ذمہ داری ہونے کے باوجود ایک لحاظ سے ذاتی ذمہ داری ہے۔﴿2﴾ بغوی نے لکھا ہے کہ غزوہ احد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان سے وعدہ کرلیا تھا کہ ماہ ذیقعدہ میں بدر صغریٰ پر دونوں فریقوں کا پھر مقابلہ ہوگا۔جب وقت مقرر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی مگر بعض لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(مظہری:116/3)﴿3﴾ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ ''تمہیں تمہاری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نبی ﷺ کو تسلی دی گئی کہ لوگوں کا بیٹھ رہنا اور ان کی مخالفت آپ ﷺ کو نقصان نہیں دے گی۔ آپ جہاد کریں خواہ اکیلے جائیں، لشکر نہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا (بیضاوی: 227/2) ﴿4﴾ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ ترغیب ان تمام امور کو بھی شامل ہے جس سے اہلِ ایمان کو نشاط، ان کے دلوں کو قوت اور ان کو طاقت حاصل ہوتی ہو۔ نیز یہ ترغیب اس بات کو بھی شامل ہے کہ دشمنوں کے ضعف اور کمزوری سے مومنوں کو آگاہ کیا جائے اور یہ ترغیب اس بات کو شامل ہے کہ مومنوں کو اس امر سے آگاہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے لیے کیا ثواب تیار کر رکھا ہے اور جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھ رہنے والوں کے لیے کیا عذاب ہے۔ (تفسیر سعدی)

﴿5﴾ رب العزت نے فرمایا: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔ (الانعام: 65) ﴿6﴾ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں یعنی جہاد جیسے مقاصد میں (گھر سے) نکلا (اور زخمی ہو جانے کی وجہ سے) مر گیا یا اس کو جان سے مار ڈالا گیا یا اس کے گھوڑے یا اس کے اونٹ نے کچل ڈالا یا کسی زہریلے جانور (جیسے سانپ وغیرہ) نے ڈس لیا اور یا (کسی بیماری کی وجہ سے یا اچانک یوں ہی) اللہ کی مرضی سے اپنے بستر پر مر گیا تو وہ (ہر صورت میں) شہید ہے (یعنی یا تو وہ حقیقی شہید ہے یا شہید کے حکم میں ہے) اور اس کے لیے جنت ہے (یعنی وہ ابتدا ہی میں شہداء و صالحین کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا)۔ (ابوداؤد) ﴿7﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رویا ہو یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس نہ چلا جائے اور کسی بندے میں اللہ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں کبھی بھی یکجا نہیں ہو سکتے۔ اور نسائی اور حاکم و بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کسی مسلمان (کی ناک) کے دونوں نتھنوں میں اللہ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں کبھی بھی یکجا نہیں ہو سکتے۔ (ترمذی)

﴿8﴾ ربیع بن زیاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک لشکر کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ قریش کا ایک نوخیز لڑکا راستہ سے کچھ ہٹا ہوا چل رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا نام لے کر فرمایا کہ یہ فلاں لڑکا نہیں ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ جی ہاں! وہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے بلاؤ، چنانچہ بلایا گیا آپ ﷺ نے اسے فرمایا: کیوں میاں کیا بات ہے تم راستہ سے بچے ہوئے چل رہے ہو؟ عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ! میں دھول مٹی سے بچ رہا تھا، آپ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایااس سے بچومت ،اس ذات باری کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے یہ توجنت کی خوشبو (خوشبو دار پاؤڈر) ہے۔(ابوداؤد)﴿9﴾ابومصبح مقرائی کا بیان ہے کہ ہم لوگ روم کے علاقے میں مالک بن عبداللہ خثعمی کی زیرامارت ایک جماعت میں چل رہے تھے کہ امیر جماعت مالک بن عبداللہ کا گزر جابر بن عبداللہ صحابی کے پاس سے ہوا تو دیکھا کہ وہ اپنے خچر کی لگام تھامے آگے آگے پیدل چل رہے ہیں۔مالک نے کہااے ابوعبداللہ (جابر)!اللہ نے آپکوسواری دی ہے اس پرسوار ہوجایئے، جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایامیں اپنی سواری کوآرام دے رہاہوں اوراپنے ساتھیوں سے بے نیازرہناچاہتاہوں (مسلسل سوارہونے کی صورت میں ممکن ہے مجھے اپنی سواری سے ہاتھ دھونے پڑجائیں اور دوسروں پر میرابار پڑے) اور(دوسری وجہ پیدل چلنے کی) یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سناہے کہ جس کے پاؤں اللہ کی راہ میں غبارآلودہوگئے اللہ تعالیٰ اسے جہنم پرحرام کردیتاہے، پھر مالک بن عبداللہ چلتے رہے یہاں تک کہ جب اتنا فاصلہ رہ گیا کہ آوازپہنچ سکے تو(مالک رضی اللہ عنہ نے) پھر بلندآواز سے پکارکرکہااے ابوعبداللہ(جابر)!اللہ نے آپکوسواری دی ہے اس پرسوارہوجایئے، جابر رضی اللہ عنہ مالک رضی اللہ عنہ کا مقصدسمجھ گئے (کہ ارشادنبوی ﷺ کوتمام جماعت کوسنوانا چاہتے ہیں) انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی سواری کوآرام دے رہاہوں اوراپنے ساتھیوں سے بے نیازرہناچاہتا ہوں اورمیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سناہے کہ جس کے پاؤں اللہ کی راہ میں غبارآلودہوگئے اللہ تعالیٰ اسے جہنم پرحرام کردیتاہے۔ بس(یہ سننا تھا کہ) تمام لوگوں نے اپنی اپنی سواریوں سے چھلانگیں لگادیں اور پیدل چلنے لگے(راوی کا بیان ہے کہ) میں نے اس سے زیادہ پیدل چلنے والوں کی تعدادکبھی نہیں دیکھی تھی۔(صحیح ابن حبان)﴿10﴾عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سناعنقریب تم پرملکوں کی فتوحات ہوں گی اوراللہ تمہاری کفایت کرے گالہٰذاتم میں سے کوئی تیراندازی سے عاجزنہ بنے۔(مسلم)﴿11﴾عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوارشاد فرماتے سنا: جسکا تیرنشانہ پرپہنچ گیاتواس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے۔عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں(اس حدیث کوسن کر) میں نے سولہ تیرنشانہ پرمارے۔(نسائی)﴿12﴾عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوارشادفرماتے ہوئے سنا: جواللہ کی راہ میں تیرپھینکے اسے ایک غلام آزادکرنے کا ثواب ہے۔(ابوداؤد،ترمذی حاکم)

سوال2:عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا"قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی لڑائی روک دے جنہوں نے کفرکیا"اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''عَسَی'' کا لفظ یقین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔پس آیت میں وعدہ کیا جا رہا ہے کہ عنقریب کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔(اشرف الحواشی:110/1)﴿2﴾بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ان کی قوت حربیہ کو روک دے (ایسر التفاسیر:282)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا،اور جزیرۂ عرب اور مرورِ زمانہ کے ساتھ فارس اور روم کی سرزمین پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔(تیسیر الرحمٰن)ان الفاظ سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ کافر اس وقت قوت والے تھے۔﴿4﴾کافروں کی قوت کی وجہ سے مسلمان خوف محسوس کر رہے تھے۔﴿5﴾ابھی مسلمانوں میں اسلامی نظریۂ حیات پورے طور پر واضح نہیں تھا۔

سوال3:وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْکِیْلًا ''اللہ تعالیٰ بہت سخت لڑائی کرنے والا اور بہت سخت سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْکِیْلًا کا شعور کیوں دِلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا ہر لڑائی والے سے زیادہ سخت لڑائی والا ہے۔﴿2﴾وَّ اَشَدُّ تَنْکِیْلًا ظالموں کو ان کے دشمنوں سے سخت سزا دلوانے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:282)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیتے ہوئے یہ شعور کہ ''اللہ تعالیٰ سخت لڑائی کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے'' اس لیے دِلایا ہے کہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو جائیں اور جنگ سے کراہت محسوس نہ کریں۔اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھی یہ شعور دلایا ہے تاکہ مومن میدانِ جنگ میں جم کر لڑیں اور کافروں کو سزا دیتے ہوئے دل میں کوئی جذبۂ رحم نہ پائیں۔﴿4﴾اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایک دوسرے کے ذریعے آزمائے تاکہ جہاد کا بازار گرم رہے اور نفع مند ایمان حاصل ہو،یعنی اختیاری ایمان نہ کہ جبری اضطراری ایمان،جو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔(تفسیر سعدی:554/1)

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّکُنْ لَّهٗ کِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا(85)

جو شخص سفارش کرے گا،اچھی سفارش،تو اُس کے لیے بھی اُس میں ایک حصہ ہوگا اور جو کوئی سفارش کرے گا،بری سفارش اس کے لیے اِس میں سے ایک حصہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر نگہبان ہے۔(85)

سوال1:مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ''جو شخص سفارش کرے گا،اچھی سفارش،تو اُس کے لیے بھی اُس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں ایک حصہ ہوگا'' شفاعتِ حسنہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ شفاعت سے مراد کسی معاملے میں معاونت ہے۔ جو کوئی کسی دوسرے کی بھلائی کے کسی کام میں سفارش کرتا ہے اور اس کام میں اس کی مدد کرتا ہے، مثلاً مظلوموں کے بارے میں ظالم کے پاس سفارش کرنا اسے اس کی کوشش اور عمل کے مطابق اس نیک سفارش سے حصہ نصیب ہوگا اور اصل کام کرنے والے کو ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی اور جو کوئی برائی کے کسی کام میں مدد کرتا ہے تو اس کے تعاون اور مدد کے مطابق عذاب میں سے اس کو حصہ ملے گا۔ (تفسیر سعدی:555/1) ﴿2﴾ شفاعتِ حسنہ سے مراد ایسی سفارش ہے جس سے سچے مقصد کو قوت حاصل ہو مثلاً جہاد کے لیے اُبھارنا اچھی سفارش ہے۔ ﴿3﴾ مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کی ترغیب دلانا اللہ کے نزدیک مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی اور شفاعت حسنہ ہے، اسی مناسبت سے یہاں اچھی اور بری شفاعت کا بیان آیا ہے، اچھی شفاعت کی تعریف کی گئی ہے اور اللہ کے وعدہ کا ذکر ہے کہ شفاعت کرنے والے کو بھی اللہ اچھا بدلہ دے گا، اور بری شفاعت، یعنی حاکم وقت کے پاس جا کر لوگوں کی شکایتیں کرنے والے کو اس بدکرداری کا برابر بدلہ ضرور ملے گا۔ (تیسر الرحمٰن:280) ﴿4﴾ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی ضرورت مند حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اپنی مجلس میں موجود حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: تم سفارش کرو تمہیں ثواب دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبان پر وہی کلمہ جاری کروائے گا جو وہ چاہتا ہے۔ (بخاری:1432) ﴿5﴾ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: میری سواری ہلاک ہوگئی ہے آپ مجھ (کسی سواری پر) سوار کر دیں، آپ نے فرمایا میرے پاس تو کوئی سواری نہیں ہے، ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں آدمی کی طرف راہنمائی کرتا ہوں جو اسے سواری دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے کسی آدمی کی نیکی پر راہنمائی کی تو اس کے لیے بھی اس عمل کرنے والے کی مثل اجر و ثواب ہوگا۔ (مسلم:4899) ﴿6﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کو ہدایت (نیکی) کی دعوت دی تو اس کے لیے اس پیروی کرنے والے کے برابر ثواب ہوگا اور ان کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اس کے لیے اس کی پیروی کرنے والے کے برابر گناہ ہوگا اور اس کے گناہوں میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔ (مسلم:6804) ﴿7﴾ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کے لیے سفارش کرے، پھر اسے اس سفارش کرنے کے سلسلے میں کوئی ہدیہ دیا جائے اور وہ اسے قبول کر لے تو وہ سود کے دروازوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں سے ایک بڑے دروازے پر پہنچ گیا۔(ابوداؤد:3541)﴿8﴾اس آیت کریمہ میں نیکی،تقویٰ میں تعاون کے لیے بہت بڑی ترغیب ہے۔اسی طرح سے گناہ اور زیادتی کے کاموں میں معاونت پر زجروتوبیخ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے متحقق کیا ہے۔(تفسیر سعدی:555/1)

سوال2:وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا اور جو کوئی سفارش کرے گا،بری سفارش اس کے لیے اِس میں سے ایک حصہ ہوگا''شفاعتِ سیئہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اگر برائی کے لیے شفاعت ہوگی تو شفاعت سیئہ ہے۔﴿2﴾سفارش سے سچائی کو،سچے مقصد کو نقصان پہنچے مثلاً منافق جہاد کے لیے نکلنے والوں کے حوصلے پست کررہے تھے اور یہ کوشش شفاعتِ سیئہ میں آتی ہے۔(ایسر التفاسیر:282)﴿3﴾اگر کوئی شخص چور کی سفارش کرکے اسے چھڑاتا ہے جو پھر چوریاں کرتا ہے تو سفارش کرنے والے کو بھی اس کے گناہ سے حصہ ملتا رہے گا۔(تیسیر القرآن:440/1)

سوال3:وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر نگہبان ہے''مُقیت سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾مجاہد نے کہا:مقیت سے مراد شہید،حسیب اور حفیظ ہے۔﴿2﴾مقیت سے مراد حفیظ(نگہبان)ہے۔(تفسیر جامع البیان:219/5)﴿3﴾مقیت سے مراد اقتدار والا ہے۔﴿4﴾اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مقیت سے مراد وہ ہے جس کے ہاتھ میں رزق ہے اور جس کے ذمے ہر جاندار کی غذا ہو جیسا کہ فرمایا:وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا اور اُس میں اُس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں(فصلت:10)(تفسیر سمرقندی:323)

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنے مُقیت ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اچھی اور بُری سفارش کے بدلے سے اپنے مُقیت ہونے کا شعور دلایا ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا(86)

اور جب تمہیں سلامتی کی کوئی دُعا دی جائے تو تم اس سے بہتر سلامتی کی دُعا دو یا اُتنا ہی لوٹا کردو،یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے۔(86)

سوال1:وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ''اور جب تمہیں سلامتی کی کوئی دُعا دی جائے''یہاں تَحِيَّةٍ کن معنوں میں آیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب﴿1﴾تَحِيَّةٍ سے مراد لمبی عمر کی دُعا ہے۔﴿2﴾یہاں تَحِيَّةٌ سلام کرنے کے معنوں میں آیا ہے۔(فتح القدیر)﴿3﴾تحیۃ کے اصل معنی کسی کو زندگی کی دُعا دینا ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے وغیرہ۔﴿4﴾اس کا ذکر قرآن حکیم میں ملتا ہے تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ ان کی آپس کی دُعا اس میں سلام ہوگی۔(ابراہیم:23)﴿5﴾تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے،سلام ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب:44)﴿6﴾فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً تو اپنے لوگوں کو سلام کرو،اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔(النور:61)﴿7﴾ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا،ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔جب انہیں پیدا کر چکا تو فرمایا کہ جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں،سلام کرو اور سنو کہ تمہارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں،کیونکہ یہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔آدم علیہ السلام نے کہا السلام علیکم!فرشتوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ،انہوں نے آدم کے سلام پر ''ورحمۃ اللہ'' بڑھا دیا۔پس جو شخص بھی جنت میں جائے گا آدم ﷺ کی صورت کے مطابق ہو کر جائے گا۔اس کے بعد سے پھر خلقت کا قد و قامت کم ہوتا گیا۔اب تک ایسا ہی ہوتا رہا۔(صحیح بخاری:6227) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض ہے﴿8﴾ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے،اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے معنی یہ ہیں کہ اَللّٰهُ رَقِيْبٌ عَلَيْكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہے۔(تفسیر معارف القرآن:501/2)

سوال2:اسلامی معاشرے میں سلام کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:﴿1﴾السلام علیکم مؤمن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی علامت بن گئی ہے۔﴿2﴾اسلام چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی خاص عادات ہوں،اسی وجہ سے انہیں مخصوص نظریۂ حیات دیا مخصوص قبلہ مخصوص سلام دیا۔﴿3﴾اسلام نے مسلمانوں میں محبت اور بھائی چارہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً:الف۔سلام کو عام کرنا۔ب۔سلام کا جواب سلام سے زیادہ اچھا دینا۔ ﴿4﴾اسلام نے سلام کے لیے تین الفاظ دیئے ہیں:الف۔السلام علیکم۔ب۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ ج۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمتہ اللہ پھر دوسرا آیا اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمتہ اللہ آپ نے جواب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا وعلیک السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ پھر ایک اور صاحب آئے انہوں نے کہا السلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ آپ نے جواب میں فرمایا وعلیک تو اس نے کہا اے اللہ کے نبی فلاں فلاں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب دیا کچھ زیادہ دعائیہ الفاظ کے ساتھ دیا جو مجھے نہیں دیا آپ نے فرمایا تم نے ہمارے لیے کچھ باقی ہی نہ چھوڑا اللہ کا فرمان ہے جب تم پر سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا اسی کو لوٹا دو اس لیے ہم نے وہی الفاظ لوٹا دیئے یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی اسی طرح مروی ہے۔ (تفسیر جامع البیان:222/5)﴿5﴾ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی الغرض سب کو سلام کرو'' (بخاری:12)﴿6﴾ سلام کے فائدے ہیں الف۔ لوگ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ ب۔ لوگ ایک دوسرے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ ج۔ لوگوں کے ایک دوسرے سے قریبی روابط بن جاتے ہیں۔

سوال3: سلام کے آداب کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾ ملاقات کے وقت پہلا کام سلام ہونا چاہئے۔ (ابوداؤد:4084، ترمذی:2721)﴿2﴾ اسلام کی دُعائے ملاقات کی حرص رکھنی چاہئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جاری کیا ہے۔ یہی دُعا مسلمانوں کا شعار ہے۔ فرشتوں اور اہلِ جنت کی دُعائے ملاقات ہے: اَلسَّلامُ عَلَیکُم وَرَحمۃُ اللہ وَبَرَکاتہٗ (ترمذی:3368، ابن حبان:6134)﴿3﴾ پورا سلام کہنے کی حرص رکھنی چاہئے کہ اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔ (ابوداؤد:5195، ترمذی:2689)﴿4﴾ جس کو سلام کیا جائے اس پر جواب دینا واجب ہے۔ (بخاری:1240، مسلم:5650، ابوداؤد:5210)﴿5﴾ سلام کا زیادہ بہتر یا اس جیسا جواب دینا چاہئے۔ (النساء:86)﴿6﴾ مُردوں کے سلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عَلَیکَ السَّلام مت کہو۔ یہ میت کا تحیہ اور سلام ہے بلکہ یوں کہو: اَلسَّلامُ عَلَیک۔ (مسند احمد:482/2، ابوداؤد:4084)﴿7﴾ اہلِ کتاب اور غیر مسلموں کے سلام کی مشابہت نہیں کرنی چاہئے۔ مشابہت جیسے افعال سے ہوتی ہے ایسے ہی اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ غیر مسلموں سے مشابہت حرام ہے۔ (ترمذی:2695، ابویعلیٰ:1870، صحیح الجامع:2946) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہاتھ یا انگلی سے اشارہ نہیں کر سکتے جیسے کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں۔ اسی طرح **Good Morning** وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرنے درست نہیں۔﴿8﴾ غیر مسلموں سے سلام کرتے ہوئے ابتدا نہیں کرنی چاہئے۔ (مسلم:5661)﴿9﴾ غیر مسلموں کے سلام کے جواب میں **وعلیکم** کہنا چاہئے۔ (بخاری:6024، مسلم:5656، ترمذی:1603، ابوداؤد:5206)﴿10﴾ کون کس کو سلام کرے؟ الف۔ سوار پیدل کو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ب۔تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو۔ج۔پیدل کھڑے ہوئے کو۔د۔چھوٹا بڑے کو۔(بخاری:6231،ترمذی:2705)﴿11﴾ مجلس سے اُٹھتے اور باہر نکلتے ہوئے سلام کرنا چاہئے۔عام طور پر لوگ مجلس میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرتے ہیں مگر باہر نکلتے ہوئے سلام نہیں کرتے۔یہ خلافِ سنت ہے۔(ابوداؤد:5208،ترمذی:2706)اسی طرح جب مجلس میں دوبارہ واپس آئیں تو سلام کرنا چاہئے کیونکہ سلام پھیلانا محبت میں اضافہ کرتا ہے۔﴿12﴾ آمنے سامنے سلام کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر مصافحہ کرنا چاہئے۔اس کا بڑا اجر ہے اور یہ مسلمانوں کے درمیان محبت بڑھانے والا عمل ہے۔(ترمذی:2727،ابوداؤد:5212)ان احادیث سے مصافحے کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ یہ مستحب عمل ہے۔﴿13﴾ جب دو لوگوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے تو سلام کا اِعادہ کرنا چاہئے۔یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔جب ان کے درمیان کوئی دیوار، پتھر یا درخت حائل ہو جاتا تو سلام کرتے۔(صحیح الجامع:355،شعب الایمان:8860)﴿14﴾ مسجد میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد پڑھے بغیر سلام نہیں کرنا چاہئے۔(ترمذی:757)﴿15﴾ سوال اور کلام کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہئے۔(السلسلۃ الصحیحۃ:816،ترمذی:2699)﴿16﴾ قضائے حاجت کے وقت سلام نہیں کرنا چاہئے۔(ابوداؤد:17)﴿17﴾ سونے والوں کے پاس جائیں تو پست آواز میں سلام کرنا چاہئے۔نبی ﷺ سونے والوں کے قریب ایسے سلام کرتے تھے جس سے جاگنے والے سُن لیں اور سونے والے بیدار نہ ہوں۔(مسلم:5362)﴿18﴾ بچوں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کے دل کو خوش کرنے کے لیے سلام کرنا چاہئے۔(بخاری:6247،مسلم:5663)﴿19﴾ جس مجلس میں مسلمان اور مشرک ہوں انہیں سلام کیا جائے گا۔مشترکہ مجلس میں اسلام کے حق کی تعظیم کے لیے سلام کیا جائے گا۔(بخاری:6254،مسلم:4659)﴿20﴾ عورتوں کی مجلس کے پاس سے گزرتے ہوئے سلام کرنا چاہئے۔(ابوداؤد:5204،ترمذی:2697)﴿21﴾ جب کوئی نہ سنے تو تین بار سلام کا اِعادہ کرنا چاہئے۔(بخاری:6244) اگر کوئی فاصلے پر ہو اور نہ سُن پائے تو تین بار سلام کیا جا سکتا ہے۔

سوال4: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ”اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے“ اللہ تعالیٰ نے اپنے حسیب ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ حَسِیْبًا کا معنی کافی ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ مجاہد نے کہا: حسیب سے مراد حفیظ ہے۔(تفسیر جامع البیان:222/5) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سلام کے اچھے جواب یا انہی الفاظ میں لوٹا دینے کے لیے اپنے حسیب ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿4﴾ چونکہ السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ورحمة الله کہنے سے بیس نیکیاں اور وبَرکاته کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں (مسند احمد:239/2) اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے اللہ تعالیٰ نے سلام کے لیے ترغیب دلانے کے لیے اپنے حسیب ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو عمل تم کرو گے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر موجود پاؤ گے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا(87)

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے!(87)

سوال1: اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾انسان کی تربیت کا آغاز اس عقیدے سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (ایسر التفاسیر)﴿2﴾اللہ تعالیٰ وحدانیت میں اپنی انفرادیت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے(تفسیر سعدی)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ وہ قیامت کے دن تم سب کو جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔رب العزت نے اسی بارے میں فرمایا: اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناً وہ اُٹھائے جانے والے ہیں؟ ایک بہت بڑے دن میں۔جس دن تمام لوگ جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔(المطففین:6-4)﴿4﴾ سبھی اس کے حضور اکھٹے ہوں گے منافق بھی اور مشرک بھی جیسا کہ فرمایا: وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔(یٰس:32)﴿5﴾قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے۔ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں۔(الواقعہ:49.50)﴿6﴾لَا رَيْبَ فِيْهِ ''جس میں کوئی شبہ نہیں''عقلی وسمعی دلیل کے اعتبار سے کسی بھی پہلو سے قیامت میں کوئی شک نہیں۔رہی عقلی دلیل تو ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ زمین کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے زندگی عطا کرتا ہے۔امکان کے اعتبار سے پہلی دفعہ پیدا کرنے سے دوسری دفعہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے۔حکمتِ الٰہی انسان پر واجب ٹھہراتی ہے کہ وہ قطعی طور پر جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو عبث پیدا نہیں کیا کہ وہ زندگی حاصل کریں گے اور بس مر جائیں گے۔رہی سمعی اور نقلی دلیل تو سب سے زیادہ سچی ہستی نے اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقوع کے بارے میں خبر دی ہے بلکہ اس پر قسم کھائی ہے۔(تفسیرِ سعدی)﴿7﴾اللہ تعالیٰ ان سارے اختیارات کا حساب لے گا جو دنیا میں اسے دیئے گئے ہیں۔﴿8﴾اس بات کی باز پرس ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اس کے قوانین پر کہاں تک عمل کیا۔﴿9﴾اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے ضمیر میں ایک نگہبان بٹھا دیا ہے۔

سوال2:اس مقام پر عقیدۂ توحید اور عقیدۂ آخرت کو لانے کی حکمت بیان کریں؟

جواب:﴿1﴾اسلامی نظامِ زندگی کا پہلا قدم عقیدۂ توحید ہے۔﴿2﴾عقیدۂ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا حاکم ہے۔﴿3﴾اسلامی نظامِ زندگی میں ایک فرد کی تربیت ہو یا اسلامی معاشرے کا قیام ہو یا اسلامی قانون بنانا ہو یا اسلامی انتظامیہ قائم کرنی ہو یا بین الاقوامی قانون کا معاملہ ہو، آغاز اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے ہوگا۔انسان کے قلب پر بھی اور اس کرۂ ارض پر بھی اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے۔

سوال3:وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا'' اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں سچا اور کون ہے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اور وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا میں اس بات کی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات، اس کی خبریں اور اس کے اقوال صداقت کے اعلیٰ ترین مراتب پر ہیں، لہٰذا ہر وہ بات جو عقائد، علوم اور اعمال کے بارے میں کہی گئی ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی خبر کے خلاف ہے تو وہ باطل ہے کیونکہ یہ امور یقینی طور پر سچی خبر کے متناقض ہیں۔ان کا حق ہونا ممکن ہی نہیں۔(تفسیرِ سعدی)

رکوع نمبر9

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا(88)

پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے جو انہوں نے کمایا انہیں اوندھا کر دیا ہے۔کیا تم چاہتے ہو کہ انہیں ہدایت دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے؟ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں اس کے لیے آپ ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔(88)

سوال1: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ'' پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن رہے ہو'' اس آیت کا شانِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نزول کیا ہے؟

جواب: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ کچھ لوگ منافقین جو (اوپر سے) نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے جنگ احد میں (آپ ﷺ کو چھوڑ کر) واپس چلے آئے تو ان کے بارے میں مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک جماعت تو یہ کہتی تھی کہ (یارسول اللہ! ﷺ) ان (منافقین) سے قتال کیجئے اور ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ان سے قتال نہ کیجئے۔ اس پر یہ آیت اتری اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ مدینہ طیبہ ہے یہ خباثت کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔'' (بخاری:4589)

سوال 2: منافقین کے بارے میں اختلافِ رائے سے کس چیز کا اظہار ہو رہا تھا؟

جواب: اختلاف رائے سے اس امر کا اظہار ہو رہا تھا کہ مسلمانوں کا شعور ابھی اسلام کے بارے میں پختہ نہیں۔

سوال 3: منافقین کے بارے میں دو رویوں پر تعجب کا اظہار کیوں کیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ ان آیات کریمہ میں مذکور منافقین سے مراد وہ منافقین ہیں جو اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے اور اپنے کفر کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہجرت نہیں کی ان کے بارے میں صحابہ کرام میں اشتباہ واقع ہو گیا، چنانچہ بعض صحابہ ان منافقین کے اظہار اسلام کے باعث ان کے ساتھ قتال اور قطع موالات میں حرج سمجھتے تھے اور بعض صحابہ کو چونکہ ان کے افعال کے قرینے سے ان کے احوال کا علم تھا اس لیے انہوں نے ان پر کفر کا حکم لگایا اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کے بارے میں آگاہ فرمایا کہ تمہارے لیے مناسب نہیں کہ تم ان کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ میں مبتلا ہو، بلکہ ان کا معاملہ بلکل واضح ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ منافق ہیں وہ اپنے کفر کا بار بار اظہار کر چکے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر بن کر انہی کی مانند ہو جاؤ۔ (تفسیر سعدی:1/558,559) ﴿2﴾ تعجب کا اظہار اس لیے کیا گیا کہ شہادتیں موجود ہیں پھر موقف کیوں کمزور ہے؟ حالانکہ انہیں دوٹوک اور فیصلہ کن موقف اختیار کرنا چاہیے۔ ﴿3﴾ منافقین کے بارے میں مومنوں کی دو آراء نہیں ہونی چاہئیں۔ سب کو بالاتفاق ان سے عداوت رکھنی چاہئے۔ منافقین کی حمایت ایمان والوں کی شان نہیں۔ ارشاد ربانی ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے اور اُنہیں وہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقیناً فلاح پانے والے ہیں۔ (المجادلہ:22)

سوال4: وَاللّٰہُ اَرۡکَسَہُمۡ بِمَا کَسَبُوۡا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے جو انہوں نے کمایا انہیں اوندھا کر دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے جو انہوں نے کمایا انہیں اوندھا کر دیا ہے'' انہیں جنگ اور کفر کی طرف اندھا کر دیا (تفسیر منیر:198/3)﴿2﴾ مسلمانوں کے مابین ہونے والے اختلافِ رائے کا فیصلہ کیا گیا کہ تم ان کے بارے میں جھگڑتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بدنیتیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں اُلٹا پھیر دیا ہے یعنی کفر کی طرف پھیر دیا ہے۔

سوال5: مسلمانوں میں سے جو فریق نرم رویہ رکھنا چاہتا تھا اس کا مقصد کیا تھا؟

جواب: اس کا مقصد یہ تھا کہ ان منافقین کو ہدایت کے راستے پر آنے کا موقع دیا جائے تاکہ یہ منافقت چھوڑ دیں۔

سوال6: اَتُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَہۡدُوۡا مَنۡ اَضَلَّ اللّٰہُ'' کیا تم چاہتے ہو کہ انہیں ہدایت دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رب العزت نے یہ سوال اس لیے کیا ہے کہ مسلمان منافقوں کے معاملے میں اختلاف نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گمراہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر:271/1)﴿2﴾ اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے انسان ہدایت نہیں دے سکتے جیسے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: اِنَّکَ لَا تَہۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ (القصص:56) (تفسیر فتح القدیر:632/1)

سوال7: وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ سَبِیۡلًا'' اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں اس کے لیے آپ ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے'' اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ جن کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ان کے اعمال کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں پھر وہ ہدایت کی طرف کوئی راستہ نہیں پاتے (الاساس فی التفسیر:1140/2)﴿2﴾فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ''اس کے لیے آپ ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے''یعنی رشد وہدایت کی طرف اور دلیل طلب کرنے کی طرف راستہ نہیں پاتے۔(قرطبی:211/3)﴿3﴾جو ہدایت کی نہ نیت کرتے ہیں، نہ ارادہ جو گمراہی کی نیت بھی رکھتے ہیں اور ارادہ بھی کرتے ہیں جو گمراہی کے راستے پر چلنے کے لیے کوششیں کرتے ہیں جو گمراہی کے راستے پر بہت آگے بڑھ جاتے ہیں ان کے لیے ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے صراطِ مستقیم کے سارے نشانات گم کر دیئے ہیں۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا(89)

وہ چاہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کفر کیا ہے کاش تم بھی کفر کرو کہ تم سب برابر ہو جاؤ، چنانچہ ان میں سے تم کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو جہاں بھی تم ان کو پاؤ، انہیں پکڑو اور قتل کرو اور ان میں سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار بناؤ۔(89)

سوال1:وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ''وہ چاہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کفر کیا ہے کاش تم بھی کفر کرو کہ تم سب برابر ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:محمد بن کعب کا قول ہے فرماتے ہیں کاش تم بھی اسی طرح کفر کرو جیسے انہوں نے کفر کیا ہے اس طرح سب برابر ہو جاؤ۔(ابن ابی حاتم:1025/3)

سوال2:منافقین کے اصل مؤقف کا اظہار کس بات سے ہوتا ہے؟

جواب:منافقین خود تو گمراہ ہوئے ہی ہیں مسلمانوں کے بارے میں بھی ان کی یہ خواہش ہے کہ وہ بھی کفر کا راستہ اختیار کر لیتے تو اچھا ہوتا۔اس طرح ان کے اصل مؤقف یعنی کفر کی طرف لوٹ جانے کا اظہار ہوتا ہے۔

سوال3:وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا ''وہ چاہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کفر کیا ہے کاش تم بھی کفر کرو''مسلمانوں میں یہ خوف کس وجہ سے پیدا ہوتا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾مسلمانوں میں یہ خوف اس لیے پیدا ہوجاتا ہے کہ انہوں نے نیا نیا کفر چھوڑ کر اسلام کو اپنایا تھا۔﴿2﴾ مسلمانوں کے اندر یہ شعور موجود تھا کہ ان کی زندگی میں کتنی بڑی تبدیلی آئی ہے۔﴿3﴾مسلمانوں کے اندر یہ شعور موجود تھا کہ ان کا شعور کیسے بلند ہوا ہے۔﴿4﴾مسلمانوں کو یہ شعور تھا کہ جاہلیت کے مقابلے میں ان کے معاشرے کو کتنی سربلندی نصیب ہوئی ہے۔مسلمانوں کے لیے یہ اشارہ کافی ہوگیا کہ وہ تو چاہتے ہیں کسی طرح تم بھی کافر ہوجاؤ۔اس طرح سے قرآنِ مجید نے اپنے مخصوص تربیتی انداز میں اصل نقصان واضح کر کے ان کے دلوں میں دشمنی جگائی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہیں پھر پستی کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں'' اس سے کس صورتِ حال کا اظہار ہو رہا ہے؟

جواب:﴿1﴾اس آیت سے یہ صورت سامنے آرہی ہے کہ ابھی تک مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان خاندانی اور قبائلی تعلقات باقی تھے۔﴿2﴾اس سے یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ ان تعلقات کی ان کے دلوں میں قدر و قیمت تھی۔﴿3﴾اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ اقتصادی مفادات کی خاطر بھی ہوا ہے۔﴿4﴾یہ ممانعت ان کے ساتھ عدم محبت کو لازم ٹھہراتی ہے کیونکہ موالات اور دوستی محبت ہی کی ایک شاخ ہے۔نیز یہ ممانعت ان کے ساتھ بغض اور عداوت کو لازم ٹھہراتی ہے کیونکہ کسی چیز سے ممانعت درحقیقت اس کی ضد کا حکم ہے اور اس حکم کی مدت ان کی ہجرت تک ہے۔(تفسیرِ سعدی)﴿5﴾دوستی کے لیے ہجرت کی شرط عائد کردی گئی اور وہ ہجرت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُسی کے راستے میں ہو یعنی ایسے اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے ہو جو اسلام کے مطابق زندگی گزار رہا ہو۔

سوال5:دارالاسلام(مدینہ)اور دارُالحرب(مکہ)کے درمیان دوستی اور ولایت کے تعلقات کیوں قائم نہیں ہوسکتے؟

جواب:دوستی کے لیے ہجرت کی شرط عائد کردی گئی اور وہ ہجرت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُسی کے راستے میں ہو یعنی ایسے اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے ہو جو اسلام کے مطابق زندگی گزار رہا ہو۔

سوال6:اسلامی معاشرے کا ممبر بننے کے لیے کیا شرائط ہیں؟

جواب:﴿1﴾دارُالکفر کو خیرباد کہہ دیں یعنی اپنے اہل وعیال کو(اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے)چھوڑ دیں،اپنے ملک اور اپنی مصلحتوں کو چھوڑ دیں اور ہجرت کرلیں۔﴿2﴾دارالاسلام میں اسلامی نظام کے تحت زندگی گزاریں۔﴿3﴾جس معاشرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اسلامی شریعت جاری ہو اس کی طرف آنے والے مہاجرین کو اسلامی معاشرے کا ممبر بنایا جائے گا۔

سوال 7: ہجرت کی وضاحت کریں؟

جواب: ہجرت کی کئی قسمیں ہیں۔﴿1﴾ ہجرت مدینہ جو نبی ﷺ کی نصرت کے لیے تھی اور اسلام کی ابتداء میں واجب تھی حتیٰ کہ نبی ﷺ نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔(بخاری)﴿2﴾ منافقوں کی نبی ﷺ کے ساتھ غزوات میں ہجرت تھی۔ دارالاسلام میں جو لوگ اسلام لے آتے تھے ان پر ہجرت واجب ہو جاتی تھی۔﴿3﴾ مسلمانوں کی ہجرت اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہو جیسا کہ بخاری، ابوداؤد اور نسائی میں ابن عمر سے روایت ہے کہ مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو یا جو اس چیز کو چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہو دونوں ہجرتیں ثابت ہیں۔ ﴿4﴾ نافرمانوں کی ہجرت یہاں تک کہ ان کی تادیب ہو ان سے نہ کلام کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں جیسا کہ نبی ﷺ نے کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا۔(تفسیر منیر:204,205/3)

سوال 8: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ''پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو جہاں بھی تم ان کو پاؤ، انہیں پکڑو اور قتل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ابوبکر نے کہا: اگر وہ ایمان اور ہجرت سے منہ پھیریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اس سے ہجرت اور ایمان دونوں کا اشتراک ملتا ہے۔(تفسیر قاسمی:275/5)﴿2﴾ اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کریں تو اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کریں ان کے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ کرو کیونکہ دارالکفر چلے جانے کے بعد ان کا کفر کھل کر سامنے آ گیا اس لیے انہیں گرفتار کرو اور حلّ وحرم جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال 9: وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ''اور ان میں سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار بناؤ'' اگر دارالحرب میں رہنے والے مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد ہجرت کی شرط قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ فَخُذُوْهُمْ ''انہیں پکڑ کر قید کر لو'' ﴿2﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ''جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو''﴿3﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا ''ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ''﴿4﴾ وَّلَا نَصِيْرًا ''ان میں سے کسی کو مددگار نہ بناؤ۔''

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا(90)

سوائے ان لوگوں کے جو ایسے لوگوں سے وابستہ ہوں کہ تمہارے درمیان اوران کے درمیان معاہدہ ہے یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ جن کے سینے تنگ ہیں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرورانہیں تم پر مسلّط کر دیتا پھر وہ ضرور تم سے لڑتے۔ سواگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اورتم سے جنگ نہ کریں اورتمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے خلاف تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں رکھا۔(90)

سوال1: اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ’’سوائے ان لوگوں کے جو ایسے لوگوں سے وابستہ ہوں کہ تمہارے درمیان اوران کے درمیان معاہدہ ہے‘‘ اور ’’جہاں کہیں بھی ہوانہیں پکڑو اور قتل کرو‘‘ کے حکم سے کن واجبُ القتل منافقوں کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے؟

جواب: جنگ کرنے کے حکم سے ان منافقوں کو مستثنیٰ رکھا گیا﴿1﴾ جو کسی ایسی قوم میں چلے جائیں جن کے اورتمہارے درمیان معاہدہ ہے کہ اتنے عرصے تک وہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کریں گے تو ایسے لوگوں کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔ ﴿2﴾ ایسے منافقوں سے بھی جنگ نہیں کی جائے گی جو غیر جانبدار ہوں۔ نہ وہ اپنی قوم کا ساتھ دے کر آپ سے لڑنا چاہتے ہیں، نہ آپ سے مل کر اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر اپنی قوم سے مل کر لڑنے آ بھی جائیں مگر دل میں تنگی محسوس کریں تو ان کے ساتھ بھی جنگ نہیں کی جائے گی۔

سوال2: اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ’’یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے سینے تنگ ہیں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جو لوگ اس حال میں آپ سے مقابلے کے لیے آئیں کہ وہ آپ سے لڑنا نہیں چاہتے نہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ مل کر اپنی قوم سے جنگ کریں بلکہ وہ آپ کے نفع ونقصان سے علیحدہ ہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں غالب کر دے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے کافروں کو آپ سے جنگ کرنے سے روک دیا۔

سوال3: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ’’اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلّط کر دیتا پھر وہ ضرور تم سے لڑتے‘‘ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب: ان کافروں کی قوت کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں چھیڑنا ان کی پوشیدہ قوت کو ظاہر کرنے پر انہیں مجبور کرنا ہے۔ اس لیے اگر وہ اپنی قوت کے باوجود مسلمانوں سے قتال نہیں کرتے اور صلح وآشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں نہ قید کیا جائے اور نہ قتل کیا جائے اس لیے کہ اسلام کو ان سے کوئی نقصان نہیں ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 4: فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ'' پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابن ابی حاتم اور حافظ ابن مردویہ نے حسن بصری رحمہ اللہ سے موقوف روایت کی ہے کہ بدر واحد کے غزوات کے بعد سراقہ بن مالک مدلجی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میری قوم (بنی مدلج) پر چھاپہ مارنے کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ آپ ان سے صلح کر لیں اور جب آپ کی قوم اسلام لے آئے گی تو وہ لوگ بھی اسلام لے آئیں گے اور اگر وہ لوگ اسلام نہیں لائیں گے تو مناسب نہیں کہ آپ اپنی قوم کو ان پر غالب کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات سن کر خالد رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس کے ساتھ جاؤ اور یہ جیسے چاہتا ہے ویسے کرو۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ان کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے اور جب قریش اسلام لے آئیں گے تو وہ بھی اسلام لے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ نازل فرمائی۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 5: فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا'' تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے خلاف تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں رکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس آیت کو سورہ براء کی آیت سے منسوخ کر دیا اور ہر عہد والے کا معاہدہ ان کی طرف توڑ کر پھینک دیا گیا اور نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ مشرکوں کو قتل کر دو۔ (ابن ابی حاتم: 1028/3)

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (91)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جلد ہی تم کچھ لوگوں کو پاؤ گے جو ارادہ رکھتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں۔ مگر جب کبھی اُنہیں فتنے کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اُس میں اوندھے ڈال دیئے جاتے ہیں چنانچہ وہ اگر تم سے الگ نہ رہیں اور تم پر صلح بھی پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو تم اُن کو پکڑو اور جہاں بھی انہیں پاؤ، قتل کرو۔ اور یہی لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہارے لیے واضح دلیل بنا دی ہے۔(91)

سوال1: سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْکُمْ وَیَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ''جلد ہی تم کچھ لوگوں کو پاؤ گے جو ارادہ رکھتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس سے مراد مکہ کے لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو ظاہر میں مسلمان ہو جاتے پھر قریش کے پاس جاتے تو بتوں کی عبادت کرتے اس دوطرفہ کاروائی سے وہ امن میں رہنا چاہتے۔ ﴿2﴾ امام رازی نے لکھا ہے: بہتوں کے نزدیک یہ آیت دلیل ہے کہ جو کفار صلح کی خواہش کا اظہار کریں اور مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچائیں تو ان سے قتال کرنا جائز نہیں ہے۔(تیسیر الرحمٰن:284)

سوال2: کُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَی الْفِتْنَةِ اُرْکِسُوْا فِیْهَا ''مگر جب کبھی اُنہیں فتنے کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اُس میں اوندھے ڈال دیئے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں فتنہ سے مراد شرک ہے جب کبھی انہیں شرک کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ برے طریقے سے شرک اختیار کرتے ہیں اس طرح وہ کفار کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔(تفسیر منیر:203/3)

سوال3: فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْکُمْ وَیُلْقُوْٓا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ وَیَکُفُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ''چنانچہ وہ اگر تم سے الگ نہ رہیں اور تم پر صلح بھی پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو تم اُن کو پکڑو اور جہاں بھی انہیں پاؤ، قتل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اگر وہ آپ سے الگ نہ رہیں اور صلح بھی پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو جہاں کہیں ملیں انہیں گرفتار کرو اور قتل کر دو۔

سوال4: وَاُولٰٓئِکُمْ جَعَلْنَا لَکُمْ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ''اور یہی لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہارے لیے واضح دلیل بنا دی ہے'' اسلام کن منافقوں سے جنگ کرنے کی کھلی چھوٹ دیتا ہے؟

جواب: اسلام بدترین منافقوں سے جنگ کی کھلی چھوٹ دیتا ہے جو ''امن'' کا اعلان کریں اور جب موقع ملے تو اسلام دشمنی کریں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:اسلام منافقین کے ساتھ رواداری کیوں نہیں برتتا؟

جواب:﴿1﴾ منافق زبان سے شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔﴿2﴾ مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں۔

سوال6:اسلام کن شرائط پر کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کرسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اگر کوئی معاہدہ امن اور اسلام کے بنیادی اُصولوں کے مخالف نہ ہو۔﴿2﴾ معاہدے کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کی آزادی متاثر نہ ہورہی ہو۔﴿3﴾ معاہدے کی وجہ سے تبلیغِ اسلام کی آزادی ختم نہ ہورہی ہو۔﴿4﴾ اسلام کے راستے میں قوت کے ساتھ رکاوٹیں کھڑی نہ کی جاتی ہوں۔﴿5﴾ اس معاہدے کی وجہ سے مسلمان مشکلات سے بچ رہے ہوں۔ ﴿6﴾ معاہدے کی وجہ سے مسلمانوں کو امن نصیب ہورہا ہو تو اسلام معاہدۂ امن کی اجازت دیتا ہے۔

رکوع نمبر10

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۙ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا(92)

اور کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے۔اور جو کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔اور مقتول کے گھر والوں کو دیت ادا کرنی ہے مگر یہ کہ وہ صدقہ کر(کے معاف کر)دیں پھر اگر مقتول ایسی قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے حالانکہ وہ خود مومن ہو تو ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جس کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہو تو دیت ادا کرنی ہے جو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی ہو اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے۔تو جو کوئی نہ پائے(غلام)تو اس پر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنا ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے۔(92)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حارث بن یزید بنی عامر بن لوی سے تھے، یہ ابوجہل کے ساتھ عیاش بن ابی ربیعہ کو سخت تکالیف دیا کرتے تھے، پھر حارث بن یزید ہجرت کر کے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آ گئے مقام حرہ میں ان کو عیاش ملے، انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کافر ہیں انہیں قتل کر دیا، اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو بلا تحقیق قتل کرے لیکن غلطی سے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)(تفسیر ابن عباس:289/1)

سوال 2: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا" اور کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے" کی وضاحت کریں؟

جواب: مومن کا اپنے کسی بھائی کو کسی صورت قتل کرنا روا نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کا خون جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، حلال نہیں ہے۔ البتہ ان تین صورتوں میں سے کسی صورت کی وجہ سے حلال ہے۔ i۔ جان کے بدلے جان ii۔ شادی شدہ زنا کار iii۔ مرتد جس نے اپنا دین چھوڑ دیا ہو اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہو۔ قصاص میں، شادی کے بعد زنا کاری میں اور ارتداد میں خون بہانا حلال ہے پھر اگر ان تین باتوں میں سے کوئی بات پیش آ جائے تو کوئی شخص اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ یہ کام امام یا نائب امام کا ہے۔

سوال 3: اسلام قتل کو کیسا جرم قرار دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام میں قتل ناحق شدید جرم ہے۔ یہ قتل کسی مومن کا ہو تو عملی کفر ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اس جرم کے بعد اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کے الفاظ سے اس جرم کی شدت واضح ہو جاتی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے (قیامت کے دن) لوگوں کے درمیان خون خرابے کے فیصلہ جات کیے جائیں گے۔ (بخاری:6864) ﴿3﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑے گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی کی ناحق جان لینا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا ہیں یا فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینا۔ (صحیح بخاری:6871) ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایک مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا کے ختم ہو جانے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے زیادہ بڑا ہے۔(نسائی:3991)﴿5﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن اس وقت تک اپنے دین کے بارے میں برابر کشادہ رہتا ہے(اسے ہر وقت مغفرت کی امید رہتی ہے)جب تک ناحق خون نہ کرے۔ جہاں ناحق کیا تو مغفرت کا دروازہ تنگ ہو جاتا ہے۔(صحیح بخاری:6862)﴿6﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ ہلاکت کا بھنور جس میں گرنے کے بعد پھر نکلنے کی امید نہیں ہے وہ ناحق خون کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔(صحیح بخاری:6863)﴿7﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے دیکھا، آپ ﷺ فرما رہے تھے:(اے کعبہ!)تو کس قدر پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کس قدر عمدہ ہے تو کتنا عظمت والا ہے اور تو کتنا زیادہ قابلِ احترام ہے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے! مومن کی عزت، جان اور مال کا احترام اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری عزت اور احترام سے زیادہ ہے۔(ابن ماجہ:3932)﴿8﴾ اسلام اس دنیا میں کسی ایسی حالت کا تصور نہیں کرتا جس میں ایک مسلمان کی جانب سے دوسرے مسلمان کے ناحق قتل کا جواز پیدا ہو۔

سوال4:وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا ''اور جو کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے'' قرآن مجید نے قتل کے حوالے سے پہلے قتلِ خطا کا ذکر کیوں کیا؟

جواب:﴿1﴾ اسلام ایک مسلمان کے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کو عزت واحترام کی بنیاد پر تشکیل دیتا ہے۔یہ تعلقات گہرے، عظیم اور قیمتی ہیں۔اس لیے اسلام یہ فرض نہیں کرتا کہ یہ تعلقات اتنے خراب ہو جائیں گے کہ نوبت قتل تک پہنچ جائے۔اس لیے قرآنِ مجید قتلِ خطا سے بات شروع کرتا ہے۔﴿2﴾ قتلِ خطا کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں:﴿1﴾ کوئی شخص کسی جانور کا شکار کرنے کے لیے گولی چلائے یا تیر یا پتھر مارے اور شکار کو لگنے کی بجائے کسی مسلمان کو لگے اور وہ مر جائے۔﴿2﴾ کوئی شخص کسی کو کوئی چیز جان بوجھ کر مارے لیکن اسے یہ گمان بھی نہ ہو کہ ہلکی سی چوٹ سے دوسرا شخص مر جائے گا۔﴿3﴾ جنگ میں کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر مار ڈالے جیسے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے والد کو کافر سمجھ کر قتل کر دیا گیا تھا۔﴿4﴾ ٹریفک کے حادثہ میں کسی گاڑی سے ٹکر کھا کر یا اس کے نیچے آ کر کوئی مارا جائے۔

سوال5:فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ ''تو ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔اور مقتول کے گھر والوں کو دیت ادا کرنی ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوب: ﴿1﴾ رَقَبَةٍ غلام یا لونڈی (ایسر التفاسیر:286) ﴿2﴾ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ''ایک مومن غلام'' قتادہ کے نزدیک جو نماز پڑھے۔ وہ اس بچے کے آزاد کرنے کو مکروہ خیال کرتے تھے جو نماز نہ پڑھتا ہو اور نہ ابھی اس تک پہنچا ہو۔ (جامع البیان:239/5) ﴿3﴾ غلام قاتل کے مال سے آزاد کیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی) ﴿4﴾ قتل خطا میں قصاص نہیں ہے، صرف دیت ہے۔ اسلام نے قتلِ خطا کی صورت میں یا کسی انسان کو کوئی جسمانی نقصان پہنچانے پر جو معاوضہ رکھا ہے اسے عربی میں 'دِیت' اور فارسی میں 'خوں بہا' کہتے ہیں۔

سوال6: دیت کی مقدار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ احادیث کی رو سے 100 اونٹ یا اس کے مساوی قیمت سونے، چاندی یا کرنسی کی شکل میں دی جائے گی۔ ﴿2﴾ اس دِیت کی قیمت سنن ابی داؤد کی حدیث کے مطابق آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم اور جامع ترمذی کی روایت کے مطابق بارہ ہزار درہم ہے۔ ﴿3﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں دیت کی قیمت میں کمی بیشی کی اور مختلف پیشوں کے اعتبار سے اس کی مختلف نوعیتیں مقرر کیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل دیت سو اونٹ کی بنیاد پر ہر دور کے لحاظ سے قیمت مقرر کی جائے گی۔ ﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنی ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں اور ایک نے دوسری عورت پر پتھر پھینک مارا جس سے وہ عورت اپنے پیٹ کے بچے (جنین) سمیت مر گئی۔ پھر (مقتولہ کے رشتہ دار) مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں لے گئے۔ نبی ﷺ نے فیصلہ کیا کہ پیٹ کے بچے کا خون بہا ایک غلام یا کنیز دینی ہوگی اور عورت کے خون بہا کو قاتل عورت کے عاقلہ (عورت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار عصبہ) کے ذمہ واجب قرار دیا۔ (صحیح بخاری:6910)

سوال7: اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ''مگر یہ کہ وہ صدقہ کر (کے معاف کر) دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اسلام مقتول کے ورثاء کو دیت معاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اخوت کے لیے عفو درگزر مفید ہے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کا قتل معاف کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُحد والوں کی خطائیں معاف کر دی تھیں۔

سوال8: فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ''سو اگر مقتول ایسی قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے حالانکہ وہ خود مومن تھا تو ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے'' دِیت غیر مسلم خاندان کو کیوں نہیں دی جائے گی؟

جواب: ﴿1﴾ اگر مقتول مومن ہو لیکن کسی دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو تو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا (دارُالاسلام کے نقصان کی تلافی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے)غلام میسر نہ آنے کی صورت میں دوماہ کے متواتر روزے رکھنے ہوں گے۔اس کی دیت نہیں ہوگی۔﴿2﴾ قتادہ نے کہا: کافر ہونے کی وجہ سے ان کے لیے دیت نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ اوران کے درمیان کوئی معاہدہ اور ذمہ نہیں ہے۔(جامع البیان:524/1)

سوال9:وَاِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍۭ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهۡلِهٖ وَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ'' اوراگر وہ ایسی قوم سے ہو جس کے اورتمہارے کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہوتو دیت ادا کرنی ہے جو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی ہو اور ایک مومن غلام کوآزاد کرنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مومنوں کے ساتھ معاہدے کی وجہ سے معاہدقوم کے خاندان کو دیت دی جائے گی ان کے جان ومال بھی مومنوں کی جان ومال کے مساوی ہوجائیں گے۔﴿2﴾ اگر غیر مسلم قبیلے کے مسلمان فرد کو غلطی سے قتل کرے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے تو ایک مومن غلام کوآزاد کرنا ہوگا اور مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرنی ہوگی۔

سوال10:فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰهِ'' تو جو(غلام) نہ پائے اس پر دومہینے لگاتار روزے رکھنا ہیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کے لیے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جو دیت دینے کے ساتھ مسلمان غلام آزاد نہ کرسکتا ہوتو وہ لگاتار روزے رکھے گا۔اگر ناغہ ہوگیا تو نئے سرے سے روزے رکھنے ضروری ہوں گے۔البتہ شرعی عذر جیسے شدید بیماری،حیض اور نفاس وغیرہ میں رخصت ہے۔﴿2﴾ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آیت سے تجاوز کیا گیا ہے کہ قتل خطا کا کفارہ رکھ دیا گیا۔(فتح القدیر638/1)

سوال11:قتلِ خطا کے احکام اور کفارے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب:	قتلِ خطا کی صورت	کفارہ
	1۔اگر مقتول کے وارث مسلمان ہیں:	ا۔پوری دیت(مقتول کے ورثاء کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے)۔
		ب۔ایک مومن غلام کوآزاد کرنا(اسلامی معاشرے کے نقصان کی تلافی کے طور پر)۔غلام میسر نہ آنے کی صورت میں دو ماہ کے متواتر روزے رکھنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں گے۔
ج۔اسلام مقتول کے ورثاء کو دیت معاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔
د۔اخوت کے لیے عفو درگزر مفید ہے۔
و۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کا قتل معاف کیا تھا۔
ی۔اللہ تعالیٰ نے اُحد والوں کی خطائیں معاف کر دی تھیں۔

2۔اگر مقتول مؤمن ہو لیکن کسی دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو:
ا۔ایک مسلمان غلام آزاد کرنا (دارُالاسلام کے نقصان کی تلافی کے لیے) غلام میسر نہ آنے کی صورت میں دو ماہ کے متواتر روزے رکھنے ہوں گے۔
ب۔اس کی دیت نہیں ہوگی۔

3۔اگر غیر مسلم قبیلے کے مسلمان فرد کو غلطی سے قتل کرے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے
ا۔ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا۔
ب۔مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرنی ہوگی۔

سوال12:وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟
جواب:اللہ تعالیٰ نے قتلِ خطا کے جُرم میں اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ لوگ خوش دِلی سے اللہ تعالیٰ کے قانون کو قبول کرلیں۔اگرچہ قتل کرنے والے کی نیت نہیں تھی لیکن نیت کے بغیر بھی کسی کی ناحق جان اسی کے ہاتھوں سے گئی ہے اور وہ جو سب علم والوں سے بڑھ کر علم رکھنے والا ہے اور جو سب سے زیادہ دانا ہے وہ انسانی نفسیات کو جانتا ہے اس لیے اس کے قانون کو قبول کرلو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا(93)

اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گیا اور اس نے لعنت کی ہے اُس پر اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔(93)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ علماء کوفہ کا اس آیت کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا چنانچہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں اس کے لیے سفر کر کے گیا اور ان سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ ''اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا دوزخ ہے'' نازل ہوئی اور اس باب کی یہ سب سے آخری آیت ہے اسے کسی دوسری آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے۔ (صحیح بخاری:4590)

سوال 2: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے'' قتلِ عمد سے کیا مراد ہے؟

جواب: اگر کوئی مسلمان جان بوجھ کر ارادتاً دوسرے مسلمان کو قتل کر دے تو یہ قتل عمد ہے۔

سوال 3: فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ''اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گیا اور اس نے لعنت کی ہے اُس پر اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے'' قتل عمد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا قتل عمد کے بارے میں حکم ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ اس آیت میں قتل عمد کے لیے سخت ڈراوا اور سخت وعید ہے اور قرآن کی اکثر آیات میں اس کا ذکر شرک کے ساتھ آیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُسے قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا نہیں کرتے۔ (الفرقان:68) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا ختم ہونے سے پہلے ایسا دن ضرور آئے گا قاتل کو بھی پتہ نہ ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا۔ اور مقتول کو بھی پتہ نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگا کہ میں کیوں قتل ہوا۔کسی نے عرض کیا ایسا کیوں ہوگا؟فرمایا:فتنہ کی وجہ سے ایسا ہوگا قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔(مسلم:759/1)﴿3﴾سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر آمنے سامنے آجائیں تو وہ دونوں دوزخ والوں میں سے ہیں ایک شخص نے عرض کیا کہ ان میں سے جو قتل کردے اس کا دوزخ میں جانا سمجھ آتا ہے جو قتل ہوگیا دوزخ میں کیوں جائے گا؟آنحضرت ﷺ نے فرمایا:انہ قد اراد قتل صاحبہ کہ مقتول بھی تو یہی ارادہ کیے ہوئے تھا کہ میں اس شخص کو قتل کردوں لہذا وہ اپنی نیت کی وجہ سے دوزخ میں گیا (نیت تو دونوں ہی کی ایک دوسرے کو قتل کرنے کی تھی یہ بات اور ہے کہ ایک کا داؤ لگ گیا۔(بخاری:1049/2)﴿4﴾جرم بیان کرنے کے بعد اللہ کا غضب اور اس کی لعنت کے الفاظ سے اس جرم کی شدت واضح ہوجاتی ہے۔(تیسیر القرآن:444/1)﴿5﴾یہاں اللہ تعالیٰ نے جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے لیے وعید کا ذکر فرمایا ہے جس سے دل کانپ جاتے ہیں، کلیجے پھٹ جاتے ہیں اور عقلمند لوگ گھبرا جاتے ہیں۔کبیرہ گناہوں میں سے کسی اور گناہ کے لیے اس سے بڑی بلکہ اس جیسی وعید بھی وارد نہیں ہوئی۔آگاہ رہو کہ یہ اس امر کی خبر دینا ہے کہ مومن کے قتل کے مرتکب کے لیے جہنم ہے۔یعنی یہ گناہ عظیم اکیلا ہی کافی ہے کہ اپنے مرتکب کو جہنم،عذاب عظیم،رسوائی،اللہ جبار کی ناراضگی،فوز وفلاح سے محرومی وناکامی اور خسارے جیسی سزا کا مستحق بنائے۔ہم ہر اس سبب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرے۔اس وعید کا حکم،کبیرہ گناہوں کے بارے میں وارد اس جیسی نصوص وعید کی مانند ہے جن میں جہنم میں خلود اور جنت سے محرومی کا ذکر کیا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:1564/)

سوال4:کیا قتلِ عمد توبہ کے ذریعے معاف ہوسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی رائے ہے کہ یہ توبہ کے ذریعے بھی معاف نہیں ہوگا۔یہ بات حدیث رسول ﷺ سے بھی واضح ہوتی ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (خطبۂ حجۃ الوداع میں) فرمایا''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے خون،مال اور عزت اسی طرح حرام کردی ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی،اس شہر کی اور تمہارے اس مہینے کی حرمت ہے۔''نیز فرمایا:''میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔''(بخاری:6785)﴿2﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:قیامت کے دن قاتل کی پیشانی کے بال اور سر مقتول کے ہاتھ میں ہوگا۔اور اس کے گلے کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔اور اللہ سے فریاد کرے گا کہ اے میرے رب!اس نے مجھے قتل کیا تھا یہاں تک کہ عرش کے قریب لے جائے گا۔روای کہتے ہیں:کہ لوگوں نے ابن عباس کے سامنے توبہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا ذکر کیا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی اور کہا کہ یہ آیت نہ منسوخ ہے اور نہ بدلی گئی۔ پھر اس کی توبہ کیسے قبول ہوسکتی ہے؟ (جامع ترمذی ابواب التفسیر)۔ ﴿3﴾ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امید ہے اللہ ہر گناہ کو معاف فرمادے گا مگر جو شخص مشرک ہوتے ہوئے مرگیا اور جس نے کسی مومن کو قتل کردیا ان کی مغفرت نہیں ہے۔ (ابوداؤد) ﴿4﴾ جمہور علمائے امت کا قول ہے کہ قاتل عمد کی توبہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ اگر توبہ کرلے اور عملِ صالح کے ذریعے اپنی حالت درست کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور مقتول کو اس کی مظلومیت کا اچھا بدلہ عطا کرکے اسے خوش کردے گا۔ یہاں ایک سوال اور رہ جاتا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ توبہ کے ذریعے کسی کا حق ساقط نہیں ہوجاتا ہے۔ اس لیے توبہ کرنے کے بعد بھی مقتول کا حق قاتل کے ذمے باقی رہے گا اور وہ قیامت کے دن اپنے حق کا مطالبہ کرے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول کرلے گا تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مقتول کو اس کی مظلومیت کا اتنا اچھا بدلہ دے گا کہ وہ خوش ہوجائے گا اور قاتل کی توبہ قبول ہوجانے کی وجہ سے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ دنیا میں مقتول کے اولیاء کو اختیار ہے، چاہیں تو قصاص لیں، چاہیں تو معاف کردیں اور چاہیں تو دیت مغلظہ لے لیں یعنی سو اونٹنیاں لیکن اگر مقتول کے اولیاء اسے معاف کردیں یا دیت لینے پر راضی ہوجائیں تو کیا اسے کفارہ بھی دینا ہوگا؟ بہت سے علماء کہتے ہیں کہ ہاں، اسے کفارہ دینا ہوگا، اس لیے کہ جب قتلِ خطا میں کفارہ واجب ہے تو قتل عمد میں بدرجۂ اولیٰ واجب ہوگا۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال5: کیا قتلِ عمد کے قاتل کی توبہ قابلِ قبول ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اکثر علماء اس کی توبہ کی قبولیت کے قائل نہیں ہیں۔ ﴿2﴾ قرآن وحدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خالص توبہ سے ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے۔

سوال6: قتلِ عمد کی سزا اتنی بڑی کیوں ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ قتل صرف ایک جان کا قتل نہیں ایک عظیم اور عزیز ترین اخوت اسلامی کا قتل بھی ہے۔ ﴿2﴾ قتل عمد ایمان کی نفی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا(94)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرو تو تم خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام پیش کرے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔تم دنیا کی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں،اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا پس تم خوب تحقیق کر لیا کرو، جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس سے پورا باخبر ہے۔(94)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول بتائیں؟

جواب:ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ''اور جو تمہیں سلام پیش کرے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے'' کے بارے میں فرمایا کہ ایک صاحب (مرداس نامی) اپنی بکریاں چرا رہے تھے۔ایک مہم پر جاتے ہوئے کچھ مسلمان انہیں ملے تو انہوں نے کہا ''السلام علیکم''،لیکن مسلمانوں نے بہانہ خور جان کر انہیں قتل کر دیا اور ان کی بکریوں پر قبضہ کر لیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تھی آخر آیت عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تک۔اس سے اشارہ انہیں بکریوں کی طرف تھا۔(بخاری:4591)

سوال2:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا'' اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرو تو تم خوب تحقیق کر لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور اس کے احکامات مانے ہیں اور اس کے نواہی کو ترک کیا ہے۔جب تم اسلام کی سربلندی اور کلمہ حق کی بڑائی کے لیے دشمن سے مقابلے کے لیے نکلو اور تمہارے لیے کسی کا قتل مشتبہ ہو جائے کہ آیا وہ کفر ہے یا مسلمان تو کسی کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرو جب تک کہ تمہیں یقین نہ ہو جائے کیوں کہ یہ جنگ اللہ اور رسول کے لیے ہے۔(تفسیر مراغی 289/2)﴿2﴾فَتَبَيَّنُوْا اس سے مراد تحقیق کر لیا کرو جلدی نہ کرو(تفسیر منیر 223/3)﴿3﴾جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد پر نکلیں تو تمام مشتبہ امور میں اچھی طرح تحقیق کر لیا کریں اور جلدی نہ کیا کریں کیونکہ تمام معاملات دو قسم کے ہوتے ہیں،واضح اور غیر واضح ان میں تحقیق اور جانچ پڑتال کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔کیونکہ یہ چیز تحصیل حاصل کے زمرے میں آتی ہے۔رہے مشکل اور غیر واضح امور تو انسان ان میں جانچ پڑتال اور تحقیق کا محتاج ہوتا ہے کہ آیا وہ اس میں اقدام کرے یا نہ کرے؟ کیونکہ ان امور میں تحقیق اور جانچ پڑتال سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بڑی بڑی برائیوں کا سدباب ہوتا ہے، اس کے ذریعے سے بندے کے دین، عقل اور وقار کے بارے میں معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص جو معاملات کی ابتداء ہی میں ان کی جانچ پڑتال سے پہلے فیصلہ کرنے میں عجلت سے کام لیتا ہے اسے اس عجلت سے ایسے نتائج کا سامنا ہوسکتا ہے جو نہایت غیر مناسب ہوں۔ جیسا کہ ان مسلمانوں کے ساتھ ہوا جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے بغیر کسی تحقیق اور جانچ پڑتال کے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے ان کو سلام کیا تھا، اس کے پاس کچھ بکریاں یا کوئی اور مال تھا اس کا خیال تھا کہ اس طرح سلام کرنے سے قتل ہونے سے بچ جائے گا اور ان کا یہ فعل قتل درحقیقت خطا تھا، بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب نازل فرمایا۔ (تفسیر سعدی:567/1)﴿4﴾ اس آیت میں تحقیق کا حکم سفر کے ساتھ اس لیے متعلق رکھا گیا ہے کہ یہ واقعہ سفرِ جہاد میں پیش آیا تھا ورنہ تحقیق کا حکم سفر اور حضر دونوں میں ہے۔

سوال3: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ''اور جو تمہیں سلام پیش کرے اسے یہ مت کہو کہ تُو مومن نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ السَّلٰمَ سے یہاں مراد اسلام ہے اور اس کی دلیل آخر میں ہے لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ ﴿2﴾ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل اسلام کا سلام ہے۔ (الاساس 1154/2)﴿3﴾ ابن عباس کا قول لَسْتَ مُؤْمِنًا ''تو مومن نہیں'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ایسے شخص کو جو لا الہ الا اللہ کی گواہی دے یہ کہیں کہ تو مومن نہیں ہے۔ یہ اس طرح حرام ہے جیسے مردار حرام ہے۔ وہ ایمان لایا ہے اپنے مال اور خون کے ساتھ لہٰذا اس کا قول اسے نہ لوٹاؤ۔ (ابن ابی حاتم:1040/3)﴿4﴾ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیں اور ساتھ یہ گواہی بھی دیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں سو جب وہ ایسا کر لیں تو اپنی جانوں اور مالوں کو میری طرف سے محفوظ کر لیں گے ہاں اگر اسلام کے حق کی وجہ سے قتل کرنے کی صورت پیش آجائے تو یہ اور بات ہے (مثلاً قصاص میں قتل کرنا پڑے) اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ (بخاری و مسلم)﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید نے (بنی ہدبہ کی جنگ میں) کافروں کو مارنا شروع کیا۔ (حالانکہ وہ کہتے جاتے تھے کہ ہم نے دین بدلا ہم نے دین بدلا) رسول اللہ ﷺ نے جب یہ حال سنا تو فرمایا: یا اللہ! میں خالد کے کام سے بیزار ہوں۔ (بخاری کتاب الجہاد)﴿6﴾ اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ کی طرف (مہم پر) بھیجا۔ بیان کیا کہ پھر ہم نے ان لوگوں کو صبح کے وقت جالیا اور انہیں شکست دے دی۔ راوی نے بیان کیا کہ میں اور قبیلہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انصار کے ایک صاحب قبیلہ جہینہ کے ایک شخص تک پہنچے اور جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے کہا کہ ''لا الہ الا اللہ'' انصاری صحابی نے تو (یہ سنتے ہی) ہاتھ روک لیا لیکن میں نے اپنے نیزے سے اسے قتل کر دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ جب ہم واپس آئے تو اس واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو ملی۔ بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا اسامہ! کیا تم نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد اسے قتل کر ڈالا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے صرف جان بچانے کے لیے اس کا اقرار کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد قتل کر ڈالا۔ بیان کیا کہ نبی ﷺ اس جملے کو اتنی دفعہ دہراتے رہے کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ کاش میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (صحیح بخاری:6872)﴿7﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایمان کے تقاضوں میں سے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص کلمہ اسلام پڑھ لے اس کی طرف سے (زبان اور ہاتھ کو) روک لیا جائے۔ دوم یہ کہ کسی گناہ کی وجہ سے اسے کافر نہ کہو (یعنی کسی عمل کی وجہ سے اسے اسلام سے خارج نہ کرو) سوم یہ کہ جہاد باقی رہے گا جب سے اللہ نے مجھے بھیجا ہے یہاں تک کہ امت کے آخری لوگ دجال سے قتال کریں گے۔ حکم جہاد کو کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل باطل نہیں کر سکتا (پھر فرمایا) تقدیروں پر ایمان لانا (بھی ایمان کے تقاضوں میں سے ہے) (ابوداؤد)

سوال4: تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ''تم دنیا کی زندگی کا سامان تلاش کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تم نے اس ارادے سے قتل کیا کہ وہ مال جو تم نے اس کے پاس پایا اسے اپنے لیے حلال کر لو اور یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ (ابن ابی حاتم:1041/3)

سوال5: فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے پاس بڑی بڑی غنیمتیں ہیں جو اس دنیاوی سامان سے بہتر ہیں جس کی وجہ سے تم اس جیسے قتل کے لیے آمادہ ہوئے

سوال6: دارُالحرب میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے اس آیت میں مسلمانوں کو کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اپنے دل سے دوسرے مفادات نکال دو (مالِ غنیمت وغیرہ کے)۔ ﴿2﴾ کسی فیصلے میں جلد بازی نہ کرو۔ ﴿3﴾ وہ زمانہ گزرے زیادہ وقت نہیں ہوا جب تم بھی جاہلیت کے اندھیروں میں تھے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہارے دلوں کو پاک کر دیا اور تمہارا نصب العین بلند ہو گیا ہے۔ ﴿5﴾ لہٰذا تحقیق کر لیا کرو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ''اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے سو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا پس تم خوب تحقیق کرلیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دِلوں کو جھنجھوڑا ہے کہ کل تک تم خود بھی اسی طرح کی صورت حال سے دوچار تھے۔تم اپنا ایمان کافروں کے ڈر سے چھپاتے تھے اب گر تم پر کوئی اپنے ایمان کو ظاہر کر رہا ہے تو اسے چھوڑ دو۔﴿2﴾ تم بھی پہلے کافر تھے حتیٰ کہ تم پر اسلام کا احسان کیا اور تمہیں ہدایت دی۔

سوال8: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ''جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس سے پورا باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے دعوے کو قبول کرنے کے لیے اپنی صفت خبیر کا شعور دِلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کون ایمان کا سچا دعویٰ کر رہا ہے اور کون نہیں کر رہا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بھی باخبر ہے اور تمہارے ایمان سے بھی۔لہٰذا یہ معاملہ اپنی خبر تک کا نہ سمجھو۔اللہ تعالیٰ خبیر ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت سے ڈرایا ہے۔(قرطبی 235/3)

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا(95)

مومنوں میں سے بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو درجے میں فضیلت سے نوازا ہے۔اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو گھروں میں بیٹھ رہنے والوں پر اجرِ عظیم میں فضیلت دی ہے۔(95)

سوال1: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ''مومنوں میں سے بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ براء کہتے ہیں جب یہ آیت لَا يَسْتَوِي۔۔۔آخر تک اتری تو رسول ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو بلوا کر لکھوا دیا پھر ابن ام مکتوم آ کر اپنی نابینگی کا شکوہ کرنے لگے۔اس پر غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ کے الفاظ اترے۔﴿2﴾ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ آیت لکھوائی مسلمانوں میں سے (گھر) بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ ابھی آپ یہ آیت لکھوا ہی رہے تھے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے اور عرض کیا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اگر میں جہاد میں شرکت کر سکتا تو یقیناً جہاد کرتا۔ وہ اندھے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول پر وحی اتاری۔ آپ کی ران میری ران پر تھی (شدت وحی کی وجہ سے) اس کا مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اپنی ران کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو گیا۔ آخر یہ کیفیت ختم ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کے الفاظ اور نازل کئے۔ (صحیح بخاری: 4592) ﴿3﴾ لَا يَسْتَوِي کے ذریعے کمزور مسلمانوں کی اصلاح کی گئی انہیں جوش دلایا گیا اور ابھارا گیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی تلافی کریں۔ کمزور مسلمانوں میں بھلائی کا مادہ موجود ہے اس لیے ان سے توقع کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہہ دیں۔

سوال 3: کیا کوئی انسانی جماعت جس میں ایمان، عمل، تقویٰ و برتری اعلیٰ درجے میں موجود ہو، اس پر ضعف، حرص، بخل اور جان و مال سے جہاد کرنے میں کوتاہی ہو سکتی ہے؟

جواب: کوتاہیاں کسی سے بھی ہو سکتی ہیں خلوص میں کمی بیشی ممکن ہے کیوں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

سوال 4: کوتاہیوں کو دور کرنے کے لیے کس کام کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کوتاہیاں جونہی ظاہر ہوں، خلوص میں جب بھی کمی واقع ہو، تربیت اور اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مسلسل جہاد ہے ﴿2﴾ حرص، کمزوری، بخل اور کوتاہیوں کے خلاف معاشرے کو بلند سے بلند تر مقام تک پہنچانے کے لیے اصلاح کی دعوت جاری رہنی چاہئے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے ہاں جہاد بالمال اور جہاد فی سبیل اللہ کو کیا اہمیت حاصل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دین کو قائم کرنے کے لیے جہاد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ﴿2﴾ ہر دور میں دین کے مخالفین کا مقابلہ جہاد کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ ﴿3﴾ جہاد فی سبیل اللہ، جہاد بالمال کے بغیر ممکن نہیں اس لیے اسلامی نظامِ زندگی میں جان اور مال سے جہاد کی بڑی قدر و قیمت ہے۔

سوال 6: کیا جہاد رسول اللہ ﷺ کے دور تک محدود تھا؟

جواب: جس دور میں بھی اسلام کی دعوت کا کام ہوگا، جہاد ضروری ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے کسی جہاد میں حصہ نہ لیا اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا ہوئی وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرا۔ (مسلم:4931)

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے ہر حالت میں جہاد فرض کیا ہے اس جہاد کا آغاز کہاں سے ہوگا اور کہاں تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟

جواب: ﴿1﴾ سب سے پہلے انسان اپنے نفس سے جہاد کرے گا۔ ﴿2﴾ پھر دوسروں تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائے گا۔ ﴿3﴾ جان و مال سے جہاد جاری رہے گا۔ ﴿3﴾ برائی کے خلاف ہر جگہ، ہر طرح کے حالات واقعات میں جہاد جاری رہے گا۔ ﴿4﴾ آخری فیصلہ پر باطل کے خلاف، باطل قوتوں کے خلاف جہاد ہوگا۔

سوال 8: فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ''اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو درجے میں فضیلت سے نوازا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مجاہدوں کو غیر مجاہدوں پر جو فضیلت ہے اس کا بیان ہے کہ انہیں ان کے خلدِ بریں کے بالا خانوں میں کئی درجے فضیلت ہے۔ ان کے گناہ اور ان کی لغزشیں معاف ہیں۔ اور ان پر رحمتوں اور برکتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہے اور ان کی یہ قدر و منزلت ہے۔ (مختصر ابن کثیر:355/1) ﴿2﴾ دَرَجَةً جنت میں عالی مقام ہے (ایسر التفاسیر:288) ﴿3﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے کسی جہاد میں حصہ نہ لیا اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا ہوئی وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرا'' (مسلم:4931) ﴿4﴾ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے نہ تو جہاد میں حصہ لیا، نہ ہی غازی کا سامان تیار کیا، نہ ہی غازی کے اہل وعیال کی خبر گیری کی، اسے اللہ تعالیٰ کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرما دے گا۔'' (ابوداؤد:2503) ﴿5﴾ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جب تم سودی لین دین کرنے لگو گے، گائے کی دُم تھام لو گے (یعنی جانوروں سے محبت کرنے لگو گے)، کھیتی باڑی میں مگن رہو گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اس وقت تک اسے دور نہیں کرے گا جب تک تم اپنے دین (یعنی جہاد) کی طرف واپس نہ پلٹو گے۔'' (ابوداؤد:3462) ﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہی لیکن جہاد اور جہاد کی نیت (قیامت تک کے لیے) باقی ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو فوراً نکل کھڑے ہو۔'' (بخاری:2783) ﴿7﴾ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت تک یہ دین قائم رہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا کیونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت (ہر زمانے میں غلبۂ دین کے لیے) جہاد کرتی رہے گی۔'' (مسلم:4953) ﴿8﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین سے آسمان تک کی مسافت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو ایک تیر مارے اسے ایک درجہ ثواب ہے۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول ﷺ درجہ کیا ہے؟ فرمایا: یاد رکھو! یہ آپ کی ماں کی چوکھٹ والا درجہ نہیں ہے بلکہ دو درجوں کا درمیانی فاصلہ سو سال کی مسافت ہے۔ (مسلم، بخاری)

سوال 9: وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ''اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے جہاد میں شرکت کرنے والوں اور جو لوگ اس سے معذور ہوں یا جنہیں پیچھے انتظامات کرنے کے لیے ٹھہرایا گیا ہو ہر ایک سے اچھا وعدہ یعنی جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ﴿2﴾ قتادہ نے کہا: وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر فضل والے کو اس کا فضل دیتا ہے (جامع البیان:271/5)

سوال 10: وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو گھروں میں بیٹھ رہنے والوں پر اجرِ عظیم میں فضیلت دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ آیت میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جہاد ان تمام اعمال سے افضل ہے جو جہاد میں شرکت نہ کرنے والے لوگ کرتے رہتے ہیں۔ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الاکلیل'' میں لکھا ہے کہ اس آیت میں مجاہدین کو تمام دوسرے لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ واقعی جہاد میں شرکت کرنے سے معذور ہوتے ہیں ان کا درجہ بھی مجاہدین کا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن) ﴿2﴾ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔'' (بخاری:2786) ﴿3﴾ علماء نے اسی آیتِ جہاد سے استدلال کر کے کہا ہے کہ جہاد فرضِ عین نہیں ہے۔ اگر فرضِ عین ہوتا تو پھر بیٹھنے والوں کے لیے کسی فضیلت کا ذکر نہ ہوتا (تیسیر الرحمٰن) ﴿4﴾ نبی ﷺ نے انفرادی حالات کے تحت بعض لوگوں کو جہاد کی اجازت نہیں دی مثلاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں بھی جہاد میں شریک ہو جاؤں؟ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارے ماں باپ موجود ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر انہیں میں جہاد کرو۔'' (بخاری:5972) ﴿5﴾ ا۔ معاشرے میں موجود بوڑھے، اندھے، لنگڑے لولے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیمار اور کمزور افراد جو جہاد پر نہیں جا سکتے۔ ب۔ کچھ لوگ اندرونی دفاع، مجاہدین کے گھروں کی حفاظت اور ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے رہیں گے۔ ج۔ پیچھے رہنے والے مجاہدین کو کھانے پینے اور اَفرادی قوت فراہم کرتے رہیں گے۔ د۔ پیچھے رہنے والے زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے رہیں گے۔ ﴿6﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک غزوے میں رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے کوئی سفر ایسا نہیں کیا یا کوئی وادی طے نہیں کی مگر وہ تمہارے ساتھ تھے، انہیں مرض نے روک لیا تھا۔'' (مسلم:4932) ﴿7﴾ جہاد ایک اہم فرضِ کفایہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاد سے پہلوتہی کا نتیجہ مسلمان اُمت کی موت ہے۔ ﴿8﴾ جہادِ اصغر کی اصطلاح ایک موضوع حدیث سے لی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ جہاد سے واپسی پر فرمایا: ''ہم جہادِ اصغر سے (میدانِ جنگ کے جہاد سے) جہادِ اکبر (جہاد بالنّفس) کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دوبارہ فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنی جان اور مال سے جہاد کرتے ہیں وہ بیٹھنے والوں سے افضل ہیں تو جو نفس سے جہاد کرتا ہے وہ بیٹھنے والوں میں شامل ہے، وہ مجاہدین فی سبیل اللہ میں شامل نہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے بیٹھنے والوں سے افضل ہیں۔

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (96)

اپنی طرف سے درجات اور مغفرت اور رحمت کی اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (96)

سوال 1: دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ''اپنی طرف سے درجات اور مغفرت اور رحمت میں بھی'' اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی قدر دانی کس طرح سے فرمائی ہے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ بیٹھنے والوں کے مقابلے میں درجات کی برتری ہے۔ ﴿2﴾ غلطیوں اور گناہوں کی معافی کا اعلانِ عام یعنی مغفرت ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا اعلان ہے۔

سوال 2: دَرَجٰتٍ مِّنْهُ ''اپنی طرف سے درجات'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سعید بن جبیر نے کہا: درجات سے مراد فضائل ہیں ﴿2﴾ قتادہ نے کہا: یہ کہا جاتا ہے اسلام ایک درجہ ہے اور ہجرت کا اسلام میں ایک درجہ ہے اور جہاد کا ہجرت میں درجہ ہے اور قتل کا جہاد میں درجہ ہے۔ (زادالمسیر 177/2)

﴿3﴾ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا: جو اللہ کے راستے میں جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا: وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے' اللہ کا خوف رکھتا اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھتا ہو۔ (صحیح بخاری :2786)﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔ یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں، یوں کہا کہ ''اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔'' محمد بن فلیح نے اپنے والد سے وفوقہ عرش الرحمٰن ہی کی روایت کی ہے۔ (صحیح بخاری:2790)

سوال3: وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ''اور مغفرت اور رحمت کی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو مستحق ہو اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور رحمت اس کی طرف سے جس پر کی جاتی ہے یہ اس کا احسان ہے (تفسیر مراغی:292/2)

سوال4: وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ اس کی طرف سے معافی ہمیشہ جاری رہتی ہے یعنی وہ بندوں پر اپنے فضل سے درگزر کرنے والا ہے، وہ ان کو سزا دینا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ غفور ہے ان پر عفو و درگزر سے ان کے گناہ ڈھانپ دیتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا اور انہیں ہجرت نہ کرنے اور دار الشرک میں اقامت پزیر ہونے پر مواخذہ نہیں کرے گا جبکہ ہجرت کو چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے۔ (تفسیر منیر:239/3)

سوال5: اللہ تعالیٰ نے اپنے غَفُوْر اور رَحِیْم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بیٹھ رہنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو اپنے غَـــفُـــوْر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ کیسے انسانی کمزوریوں کا پردہ ڈھانپ دیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مرتبے، بخشش اور رحمت سے اپنے رَحِیْم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اگر چہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانا تو فرض تھا لیکن اللہ تعالیٰ قدر دان ہے رحیم ہے۔ وہ صلہ عطا کرنے والا ہے۔

رکوع نمبر 11

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ كُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا (97)

یقیناً جولوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں: ''تم کس حال میں تھے؟'' وہ جواب دیتے ہیں: ''ہم زمین میں کمزور تھے۔'' فرشتے اُن سے کہتے ہیں: ''کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟'' پس یہی لوگ ہیں ان ہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔ (97)

سوال 1: اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ كُنۡتُمۡ ''یقیناً جولوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں: ''تم کس حال میں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیتِ کریمہ میں اس شخص کے لیے سخت وعید آئی ہے جو ہجرت کی قدرت رکھنے کے باوجود ہجرت نہیں کرتا اور دارالکفر ہی میں مرجاتا ہے۔ (تفسیر سعدی) ﴿2﴾ توفیٰ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جس شخص نے وفات پائی اس نے اپنا رزق، عمر اور عمل پورا کرلیا۔ ﴿3﴾ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ''اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے'' جب انہوں نے ہجرت کو ترک کردیا اور دشمنوں کے درمیان ٹھہرے رہے جو انہیں ان کے دین سے روکتے رہے اور ان کے اور ان کی رب کی عبادت کے درمیان حائل رہے تو ایسے لوگ ان کے بیچ میں رہ کر اپنے نفس پر ظلم کرتے رہے۔ (ایسر التفاسیر: 289,290) ﴿4﴾ ایسے دارُالکفر سے ہجرت کرنا فرض ہے جہاں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا مشکل ہو اور جس کی وجہ سے اہلِ کفر کے حوصلے بلند ہوں اور کلمۂ کفر کو تقویت ملے۔ اس لیے اپنے مالی اور خاندانی مفادات کو ترجیح دینے اور اپنے دین کو داؤ پر لگانے اور کفر کے پھلنے پھولنے میں حصہ ڈالنے کو ظلم قرار دیا گیا ہے۔ ﴿5﴾ یہ آیت دارالکفر سے ہجرت کے وجوب پر دلیل ہے اس لیے صرف وہ مستثنیٰ ہوگا جو معذور ہوگا۔ (سیوطی، الاکلیل)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿6﴾ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ اسلام میں دو قسم کی ہجرت واقع ہوئی ہے۔ ایک تو ''دارالکفر'' سے ''دارالامن'' کی طرف جیسا کہ مصیبت زدگانِ مکہ کی حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت، اور مکہ سے مدینہ کی طرف مسلمانوں کی ابتدائے اسلام میں ہجرت۔ دوسری ''دارالکفر'' سے ''دارالایمان'' کی طرف ہجرت، یعنی جب نبی کریم ﷺ اور بہت سے مہاجرینِ مکہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوگئے، اس کے بعد مزید مسلمانوں کی مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی۔ اس وقت ہجرت صرف مدینہ کے ساتھ خاص تھی۔ جب مکہ فتح ہوگیا تو یہ خصوصیت ختم ہوگئی اور کسی ''دارالکفر'' سے کسی ''دارالاسلام'' کی طرف ہجرت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی رہ گیا۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال2: یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

جواب: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ اور اس کے گرد رہتے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن ہجرت کے حکم کو قبول نہیں کیا تھا۔

سوال3: ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ''اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ سے مراد اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہے یعنی ہجرت کی طاقت رکھنے کے باوجود ہجرت نہ کرنا اور اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا۔ (تدبر القرآن)

سوال4: ہجرت نہ کرنے کا نقصان کیا ہے؟

جواب: ہجرت پر قدرت رکھنے کے باوجود ہجرت نہ کرنے والوں کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں۔

سوال5: ہجرت نہ کرنے والوں کا اپنے نفس پر ظلم کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ اپنے اہلِ خاندان میں، دارُالکفر میں ذلت، کمزوری اور مظلومیت کی زندگی بسر کرنا۔ ﴿2﴾ ان لوگوں کا ظلم یہ تھا کہ یہ دارُلاسلام میں آزادی کی صاف ستھری، شریفانہ اور اپنی مرضی کی زندگی گزار سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنے آپ کو اسلام، آزادی اور شرافت سے جان بوجھ کر محروم رکھا۔ ﴿3﴾ ان کا اپنے نفسوں پر یہی ظلم تھا کہ وہ ہجرت کر سکتے تھے لیکن پس و پیش کر رہے تھے۔

سوال6: ہجرت نہ کرنے والوں کے حالات کیا تھے؟

جواب: ﴿1﴾ اہلِ مکہ ان پر سختیاں کر رہے تھے، مظالم ڈھا رہے تھے اور اذیتوں میں مبتلا کر رہے تھے۔ ﴿2﴾ بعض لوگوں پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اتنا تشدد کیا گیا کہ انہیں دینِ اسلام سے پھیر دیا گیا۔﴿3﴾ بعض لوگ توریہ کر کے یعنی اپنے ایمان کو چھپا کر کفر کا اظہار کر رہے تھے اور مشرکین کے ساتھ شرکیہ عبادات میں شریک ہو رہے تھے۔﴿4﴾ ایسے لوگ ہجرت کر سکتے تھے اور مدینہ میں امن کی زندگی گزار سکتے تھے لیکن وہ اپنے آپ کو فتنے میں مبتلا کیے ہوئے تھے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے توسط سے کمزور مسلمانوں کی کیسے تربیت کی ہے؟

جواب:﴿1﴾ ان کے اندر کی عزتِ نفس، ان کی بھلائی اور شرافت کے جذبے کو جوش دلایا گیا ہے۔﴿2﴾ ان کے اندر جو کمزوری، حرص، بخل اور سستی موجود تھی ان برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔﴿3﴾ اس کے لیے نزع کا منظر پیش کیا ہے۔ اس لیے کہ حالتِ نزع میں جو کچھ پیش آتا ہے انسان کے ذہن میں بیٹھ جاتا ہے۔ خوفناک صورتِ حال کو پیش کر کے انسانی کمزوریوں کو دور کرنے اور اعلیٰ انسانی خصوصیات کو اُبھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سوال8: مدینہ میں اسلامی ریاست کے قائم ہونے کے بعد مکہ میں ایسے مسلمان موجود تھے جنہوں نے ہجرت نہ کی تھی۔ اُن کے ہجرت نہ کرنے کے کیا اسباب تھے؟

جواب:﴿1﴾ مکہ میں پیچھے رہ جانے والے مسلمان اپنی قدرت رکھنے کے باوجود ہجرت نہیں کر رہے تھے اس لیے کہ مشرکینِ مکہ کسی ایسے شخص کو جو ہجرت کرنا چاہتا اپنے ساتھ کچھ لے جانے نہیں دیتے تھے۔﴿2﴾ کچھ لوگ ہجرت کی تکالیف کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے اس لیے کہ جو شخص ہجرت کرتا مکہ والے اس کا راستہ روکتے اور اسے منع کرتے۔﴿3﴾ مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو ہجرت کرنے پر قدرت نہیں رکھتے تھے مثلاً بعض بوڑھے، عورتیں اور بچے ان کے لیے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

سوال9: قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ''(فرشتے) اُن سے کہتے ہیں: ''تم کس حال میں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فرشتوں کا سوال جو ڈانٹ ڈپٹ کے لیے ہے۔﴿2﴾ فِيْمَ كُنْتُمْ سے مراد تم کس دین میں تھے اصحاب نبی ﷺ میں تھے یا مشرک (تفسیر فتح القدیر:643/1)

سوال10: فِيْمَ كُنْتُمْ ''تم کس حال میں تھے'' کا سوال کس نوعیت کا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سوال میں ڈانٹ ہے۔ یعنی تم کس حال میں مبتلا رہے؟ تم کن حالات میں رہے؟﴿2﴾ تم نے اپنی زندگی کا قیمتی وقت کن کاموں میں ضائع کر دیا؟﴿3﴾ دنیا میں تمہارا کیا کام تھا؟ کیا مشاغل تھے۔﴿4﴾ دنیا میں تم کن بڑے مقاصد کے لیے کوششیں کرتے رہے۔﴿5﴾ اس سوال سے یہ احساس دِلایا گیا ہے کہ تم نے نقصان کیا، وقت ضائع کیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11:قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ'' وہ جواب دیتے ہیں:''ہم زمین میں کمزور تھے ''کی وضاحت کریں؟

جواب:''وہ جواب دیتے ہیں:''ہم زمین میں کمزور تھے''﴿1﴾یعنی مکہ میں کمزور تھے ہم اپنی روحوں کی تطہیرِ ایمان اورعمل صالح نہیں کر سکتے تھے۔﴿2﴾وہ اپنے اس قول میں سچے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کوزجروتوبیخ کی ہے اوران کووعیدسنائی ہےاوراللہ تعالیٰ کسی جان کواس کی طاقت سے بڑھ کرتکلیف نہیں دیتا۔اس نے حقیقی مستضعفین کواس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ (تفسیرِ سعدی)﴿3﴾یہ جواب ایک معذرت ہے۔یعنی ہم کمزور تھے،ہم مجبور تھے،ہمارے ہاتھ میں کچھ نہ تھا،طاقت والوں نے ہمیں دبارکھا تھااورہم ذلیل تھے۔اس سے یہ بھی اندازہ ہورہا ہے کہ انہوں نے کتنی بےبسی سے زندگی گذاری۔

سوال12:اَرْضُ سے کیامراد ہے؟

جواب:شانِ نزول کے لحاظ سے مکہ مراد ہے مگرحکم عام ہے اس لیے اس سے مراد کافروں کی سرزمین ہے۔

سوال13:قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا''فرشتے اُن سے کہتے ہیں:''کیااللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟''کی وضاحت کریں؟

جواب:''کیااللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟''﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اصل اسباب کمزوری،بےبسی،لاچارگی نہیں بلکہ اصل اسباب کچھ اور ہیں جن کی وجہ سے تم نے یہ ذلت قبول کررکھی ہے۔﴿2﴾تم دنیا کی مصلحت چاہتے تھے اوراپنے آپ کوتنگی میں مبتلا کئے ہوئے تھے۔اس کے لیے تم نے بخل،حرص،سستی اورکمزوری کا راستہ اختیارکیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع تھی۔تم تھوڑی سی مشکلات برداشت کرکے ہجرت کرسکتے تھے۔﴿3﴾ہجرت کرکے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے قانون پرعمل کرنا ممکن تھا لیکن تم نے ایسی جگہ رہنا گوارہ کیا جہاں تمہیں کفر کی طرف پھیرا جارہا تھا۔ تم اس تنگی سے وسعت کی طرف کیوں نہ نکل گئے؟

سوال14:اَرْضُ اللّٰهِ سے کیامراد ہے؟

جواب:اَرْضُ اللّٰهِ سے مراد مدینہ ہے لیکن عام حکم کے مطابق ہر وہ زمین ہے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کے دین پرعمل کرنے کے لیے ہجرت کرکے جائیں۔

سوال15:ہجرت کے مقاصداورضرورت کیا تھی؟

جواب:﴿1﴾ہجرت اس لیے فرض کی گئی تھی تاکہ مسلمان کافروں کے مصائب سے آزاد ہوکراسلامی شعائرکوآزادی سے بجا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لائیں۔﴿2﴾ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے مسلمانوں کی قوت کو یکجا کرنا مطلوب تھا۔اسی لیے جب مکہ فتح ہوگیا تو ہجرت کی ضرورت نہ رہی۔

سوال16:فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ''تو یہی لوگ ہیں انہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے''ہجرت نہ کرنے والوں کے لیے کیا وعید ہے؟

جواب:﴿1﴾ہجرت نہ کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔﴿2﴾اس آیتِ کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ ہجرت سب سے بڑا فرض ہے اور اس کو ترک کرنا حرام بلکہ سب سے بڑا گناہ ہے۔(تفسیرِ سعدی)﴿3﴾ بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا''اللہ تعالیٰ کسی ایسے مشرک کا کوئی بھی عمل قبول نہیں کرتے جو اس نے اسلام لانے کے بعد کیا ہو حتی کہ وہ مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں میں داخل ہوجائے۔(ابن ماجہ:2536)﴿4﴾ جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا''یارسول اللہ ﷺ! اپنا دست مبارک بڑھائیں تا کہ میں آپ ﷺ کی بیعت کروں اور جو شرط لگانا چاہیں وہ لگائیں کیونکہ آپ ہی دین کا علم رکھنے والے ہیں''۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا''میں تم سے ان باتوں پر بیعت لیتا ہوں الف۔اللہ کی عبادت کرنا۔ب۔نماز قائم کرنا۔ ج۔زکاۃ ادا کرنا۔د۔مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا اور۔و۔مشرکوں سے علیحدگی اختیار کرنا''۔(سنن نسائی:4182)

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (98)

ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں۔اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں۔(98)

سوال1:اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ ''ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ کے متعلق فرمایا کہ میری ماں بھی ان ہی لوگوں میں تھیں جنہیں اللہ نے معذور رکھا تھا۔(صحیح بخاری:4597)﴿2﴾ مردوں کے مستضعفین میں شامل ہونے کے اسباب عورتوں اور بچوں سے متعلق ہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے ہاں ہجرت سے معذور کون لوگ ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جو کوئی تدبیر کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔﴿2﴾ جن کے لیے کوئی راستہ نہیں کھل رہا۔﴿3﴾ وہ مرد،عورتیں اور بچے جو بے بس ہیں جن کے نکلنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز میں (رکوع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے اُٹھتے ہوئے)''سمع الله لمن حمده ''کہااور پھر سجدہ میں جانے سے پہلے یہ دعا کی''اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے۔اے اللہ! کفار مضر کو سخت سزا دے۔اے اللہ! انہیں ایسی سخت قحط سالی میں مبتلا کر جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی آئی تھی۔(صحیح بخاری:4598)

سوال3:اَلْمُسْتَضْعَفِیْنَ سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب:اَلْمُسْتَضْعَفِیْنَ سے مراد فی الحقیقت معذور لوگ ہیں جیسے بیمار، بوڑھے، عورتیں، بچے اور کافروں کے قیدی مسلمان۔

سوال4:بچوں سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب:بچوں سے مراد قریب البلوغت بچے ہیں۔

سوال5:دارُالکفر میں رہنے کی رخصت کی شرائط کیا ہیں؟

جواب:دارُالکفر میں رہنا مستقل نافرمانی ہے۔دارُالکفر میں رہنے کا جواز دو صورتوں میں ہے:

﴿1﴾ دعوتِ دین کی غرض سے۔﴿2﴾ بے زاری اور نفرت سے وہاں اس حال میں رہے کہ نکلنے کی کوئی صورت نہ پاتا ہو۔

سوال6:لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً ''جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں ''کی وضاحت کریں؟

جواب:وہ کسی منصوبے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی ان کے وسائل محدود ہیں۔سواری کا انتظام نہیں ہے اور نہ نکلنے کے لیے کوئی اور طریقہ۔

سوال7:وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا''اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں''سے کیا مراد ہے؟

جواب:''اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں''وہ مدینہ کا راستہ نہیں پاتے۔(تفسیر فتح القدیر:646/1)

سوال8:ہجرت نہ کر سکنے پر جن لوگوں کو معاف کیا گیا ان کی کوئی مثال دیں؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:''میں اور میری ماں ایسے ہی لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور رکھا''۔(بخاری، کتاب التفسیر)

سوال9:کیا ہجرت کا حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے لیے تھا یا یہ حکم آج بھی لاگو ہو سکتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ یہ احکامات عام ہیں، کسی مخصوص معاشرے تک محدود نہیں ہیں۔﴿2﴾ جب بھی اور جس ملک میں بھی مسلمان اپنے دین کے معاملے میں مشکلات میں مبتلا ہوں اور دنیا میں کہیں دارُالاسلام قائم ہو تو وہ شریفانہ اور پاک زندگی گزارنے کے لیے وہاں ہجرت کر کے جا سکتے ہیں۔

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (99)

چنانچہ یہ لوگ ہیں، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔(99)

سوال1: فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ’’چنانچہ یہ لوگ ہیں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا‘‘ اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ہجرت نہ کر سکنے پر معاف کر سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ وہ مرد، عورتیں اور بچے جو نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتے جو اپنی جائیداد، رشتہ داروں اور دوستوں کی وجہ سے نہیں بلکہ حقیقی طور پر مجبور ہوں انہیں معافی مل سکتی ہے۔﴿2﴾ ان کے علاوہ اور متعدد صحابہ تھے جو مکہ مکرمہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی اور کافروں کے ماحول میں مصیبت میں پڑے ہوئے تھے ان کے لیے نبی ﷺ قنوت نازلہ میں دعا کیا کرتے تھے ان میں سے عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام اور ولید بن ولید کے اسماء گرامی روایات میں آتے ہیں۔(تفسیر انوار البیان:767/1)﴿3﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز میں (رکوع سے اُٹھتے ہوئے) ’’سمع اللہ لمن حمدہ ‘‘ کہا اور پھر سجدہ میں جانے سے پہلے یہ دعا کی۔ ’’اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔ اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے۔ اے اللہ! کفار مضر کو سخت سزا دے اے اللہ! انہیں ایسی سخت قحط سالی میں مبتلا کر جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی آئی تھی۔(صحیح بخاری:4598)﴿4﴾ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ان کے ہجرت ترک کرنے پر ان سے درگزر کریں۔(تفسیر قاسمی:401/5)

سوال2: وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ’’اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عَفُو اور غَفُور کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہجرت نہ کر سکنے والے کمزور اور مغلوب لوگوں کو اپنے عَفُو اور غَفُور ہونے کا شعور دلایا ہے جو نہ راستے کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علم رکھتے ہیں اور نہ کسی قسم کی طاقت رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کمزوریوں سے درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّ سَعَةً ؕ وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا(100)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا۔اور جو اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(100)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے سوار کرادو اور مشرکین کی زمین سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کردو مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے سے پیشتر ہی راستہ میں انتقال فرما گئے ان کی شان میں بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اسی طرح سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ عکرمہ رضی اللہ عنہ قتادہ رضی اللہ عنہ اور سدی سے روایت کی ہے۔بعض روایتوں میں ان کا نام ضمرۃ بن العیص یا عیص ابن ضمرہ اور بعض میں جندب بن ضمرہ الجدعی اور بعض میں ضمری اور بعض میں بنی ضمرہ کے ایک شخص اور بعض میں بنی خزاعہ کے ایک شخص اور بعض میں بنی لیث کے ایک شخص اور بعض روایتوں میں بنی بکر کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔اور ابن سعد نے طبقات میں یزید بن عبداللہ بن قسط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جندہ بن ضمرہ ضمری مکہ مکرمہ میں تھے اچانک بیمار ہوئے تو اپنی اولاد سے فرمایا کہ مجھے مکہ مکرمہ سے نکال دو مجھے اس چیز کے غم نے ہلاک کردیا ہے، اولاد نے پوچھا کہ کس مقام پر جانا چاہتے ہیں؟ جندہ بن ضمرہ نے اپنے ہاتھ سے ہجرت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کی جانب اشارہ کیا، چنانچہ ان کی اولاد ان کو لے کر روانہ ہوئی جب بنی غفار کے پڑاؤ کے پاس پہنچے تو انتقال فرما گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی نیز ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ، ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر نے صحابہ کے بیان میں ہشام بن مروہ بواسطہ والد روایت نقل کی ہے۔کہ زبیر بن عوام نے فرمایا کہ خالد بن حرام نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی، ان کو اچانک راستہ میں ایک سانپ نے ڈس لیا، جس کی وجہ سے وہ انتقال فرما گئے، ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(تفسیر ابن عباس:1/295,296)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا۔ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہجرت صحیح مقصد اور ایسی خالص نیت سے ہونی چاہیے جس میں دنیاوی امور کی آمیزش اور شائبہ تک نہ ہو۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی پھر اس کی ہجرت اس کے لیے ہے اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی یا کسی عورت سے شادی کرنے کی نیت سے ہجرت کی پھر اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے جس نیت سے اس نے ہجرت کی۔'' (بخاری:1) ﴿2﴾ مُرٰغَمًا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا دوسرے شخص (ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) نے کہا مراغم کا معنی ہجرت کا مقام ہے۔ عرب لوگ کہتے ہیں راغمت قومی یعنی میں نے اپنی قوم والوں کو جمع کر دیا۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿3﴾ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے راستے میں ہجرت کرتا ہے وہ زمین میں بہت سے راستے اور کشادگی پائے گا۔ پس یہ راستے دینی مصالح، زمین کی وسعت اور دنیاوی مصالح پر مشتمل ہیں۔ بندۂ مومن جب تک کفار کے درمیان رہ رہا ہے اس کا دین انتہائی ناقص ہے، اس کی وہ عبادات بھی ناقص ہیں جن کا تعلق صرف اسی کی ذات سے ہے جیسے نماز وغیرہ اور اس کی وہ عبادات بھی ناقص ہیں جن کا تعلق دوسروں سے ہے مثلاً قولی وفعلی جہاد اور اس کے دیگر توابع، کیونکہ یہ اس کے بس کی بات نہیں۔ اور وہ اپنے دین کے بارے میں ہمیشہ فتنے اور آزمائش میں مبتلا رہے گا۔ خاص طور پر جبکہ وہ مستضعفین (کمزوروں) میں شمار ہوتا ہو۔ پس جب وہ دارالکفر سے ہجرت کر جاتا ہے تو اقامتِ دین کی کوشش اور اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کر سکتا ہے کیونکہ المراغمة ایک جامع نام ہے اور اس سے مراد ہر وہ قول وفعل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف غیض وغضب پیدا ہو۔ اسی طرح مراغم سے مراد رزق وغیرہ کی فراخی ہے اور یہ چیز اسی طرح واقع ہوئی جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ (تفسیر سعدی:573/1) ﴿4﴾ وَّسَعَةً یعنی رزق میں وسعت ﴿5﴾ قتادہ نے کہا: سعۃ گمراہی سے ہدایت کی طرف ہے اور فقر سے دولت مند کی طرف ہے۔ ﴿6﴾ امام مالک نے کہا: وسعت تو چہروں کی وسعت ہے۔ (تفسیر قرطبی:239/3) وَّسَعَةً سے مراد کشادگی اور فراخی ہے۔ وَّسَعَةً سے مراد رزق کی کشادگی، ملک کی کشادگی اور جگہ کی کشادگی ہے۔ ﴿7﴾ ہجرت کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی تکمیل ہوئی۔ انہیں ایمانِ کامل، جہادِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت حاصل ہوئی۔ بنابریں وہ بعد میں آنے والوں کے لیے امام بن گئے۔ اس ایمان کی تکمیل پر انہیں فتوحات اور غنائم حاصل ہوئیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوروہ سب سے بے نیاز ہوگئے۔(تفسیر سعدی)﴿8﴾ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی چند سال بعد مکہ معظّمہ بھی فتح ہوگیا۔خیبر فتح ہوا بہت سے علاقے قبضے میں آئے بڑی بڑی جائیدادیں ملیں،اموال غنیمت ہاتھ آئے۔پھر نبی ﷺ کے بعد مصر، شام،عراق فتح ہوئے۔جو حضرات مکہ میں مجبور اور بے کس تھے ان کو بڑے بڑے اموال ملے۔(تفسیر انوار البیان:769/1)﴿9﴾امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"کسی شخص کے لیے ایسے مقام پر رہنا جائز نہیں ہے جہاں سلف کو گالیاں دی جاتی ہوں۔علی ہذا القیاس جس علاقہ میں حلال روزی نہ ملتی ہو یا دین میں فتنہ کا خوف ہو وہاں سے ہجرت کی بھی ترغیب آئی ہے۔(قرطبی)(تفسیر اشرف الحواشی114/1)

سوال3:اس آیت میں ہجرت سے متعلقہ وسوسوں کا سدِ باب کیسے کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ہجرت فی سبیل اللہ ہے۔اسلام میں اس کے علاوہ کسی ہجرت کا تصور نہیں۔﴿2﴾یہ ہجرت مال کے لیے نہیں ہے اس لیے مال نہ ملنے پر غم نہیں ہونا چاہئے۔﴿3﴾یہ ہجرت مشکلات سے بھاگنے کے لیے نہیں اس لیے مشکلات آنے پر دل کو تکلیف نہ ہو۔﴿4﴾یہ ہجرت لذت وشہوت کے لیے نہیں ہے اس لیے مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے پریشان نہ ہو۔

سوال4:وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"اور جو اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا"کی وضاحت کریں؟

جواب:جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے راستے میں وطن کو چھوڑے گا۔اس آیت میں ہجرت جیسے عمل کے لیے بھی نیت کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

سوال5: ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ"پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہوگیا"اگر کوئی گھر سے ہجرت کی نیت سے نکلے اور راستے میں موت آجائے تو اس کی ہجرت کی قبولیت کے لیے کیا خوش خبریاں دی گئی ہیں؟

جواب:﴿1﴾اسے اس کا اجر ملے گا یعنی جو شخص صرف اپنے رب کی رضا،اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اللہ کے دین کی نصرت کی خاطر ہجرت کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے اور اس کے سوا اس کا کوئی اور مقصد نہیں پھر اسے موت آجائے یعنی اسے اس مہاجر کا اجر حاصل ہوگیا جسے اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے اپنی منزلِ مقصود مل گئی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے عزمِ جازم کے ساتھ ہجرت کی نیت کی تھی اور اس پر عمل درآمد کرنا شروع کر دیا تھا۔اس پر اور اس جیسے دوسرے لوگوں پر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اگرچہ انہوں نے اپنے عمل کو مکمل نہیں کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو کامل عمل عطا کر دیا اور ہجرت وغیرہ کے معاملے میں ان سے جو کوتاہی ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔(تفسیر سعدی)﴿2﴾سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:بنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے تھے پھر وہ اپنے متعلق مسئلہ پوچھنے لگا۔وہ ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ کیا میرے لیے (توبہ کی) گنجائش ہے؟ اس نے کہا نہیں۔تو اس نے راہب کو بھی مار ڈالا (اور سو پورے کر دیئے) پھر لوگوں سے یہی مسئلہ پوچھتا رہا۔کسی آدمی نے اسے کہا کہ فلاں فلاں بستی میں (توبہ کے لیے) چلے جاؤ، راستہ ہی میں اسے موت نے آلیا۔اس نے اپنا سینہ بستی کی طرف جھکا دیا، اب رحمت کے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ نزدیک ہو جا اور جس بستی سے جا رہا تھا اسے حکم دیا کہ دور ہو جا۔اور فرشتہ سے فرمایا کہ فاصلہ ماپ لو۔چنانچہ جہاں اسے جانا تھا وہ بستی ایک بالشت بھر قریب نکلی تو اسے بخش دیا گیا۔(بخاری کتاب الانبیاء) (تیسیر القرآن:453/1)﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ چنانچہ ان کے رب نے ان کی دُعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیئے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔(آل عمران:195) ﴿4﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔(التوبہ:20)﴿5﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اور جن لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی یقیناً ہم دنیا میں ضرور انہیں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور بلاشبہ آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے! (النحل:41)

الف۔ہجرت کا اجر۔ب۔سفر کا اجر۔ج۔دارُالاسلام میں پہنچنے کا اجر۔د۔اس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔و۔مزید انعامات مل سکتے ہیں۔

سوال6: ہجرت کرنے پر کیا خوش خبریاں دی گئی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے سے دنیا میں کشادگی ملے گی۔﴿2﴾رزق میں تنگی نہیں آئے گی۔﴿3﴾ وسائل اور ذرائع محدود نہ ہوں گے۔﴿4﴾ایمان اور آخرت کی کامیابی نصیب ہوگی۔

سوال 7:وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا'' اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غَفُور اور رَحِیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ہجرت کرنے والوں کو اجر عطا کرنے سے اپنے رَحِیـــم ہونے کا اور ہجرت کرنے والوں کو راستے میں موت آنے پر بھی اجر عطا کرنے سے اپنے غَفُور ہونے کا شعور دلایا ہے۔یقیناً وہ کوتاہیاں معاف کر کے رحم کرنے والا ہے۔

رکوع نمبر 12

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا (101)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو۔اگر تمہیں ڈر ہو کہ تمہیں وہ لوگ فتنے میں ڈالیں گے جنہوں نے کفر کیا بلاشبہ کافر تمہارے لیے کھلے دشمن ہیں۔(101)

سوال 1:وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ'' اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو''قصر سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:﴿1﴾قصر سے مراد ہے کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو کم کر کے دو رکعت ادا کرنا۔(بخاری:1090،مسلم:1570)﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے حضر میں چار رکعتیں،سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت فرض فرمائی ہے۔(صحیح مسلم:1575)﴿3﴾قصر کی فضیلت کو دو امور ثابت کرتے ہیں۔اول۔رسول اللہ ﷺ کا اپنے تمام سفروں میں قصر کا التزام کرنا۔ثانی۔قصر بندوں کے لیے وسعت،رخصت اور رحمت کا دروازہ ہے اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی رخصتوں سے استفادہ کیا جائے جس طرح وہ یہ بات ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی کا کوئی کام کیا جائے۔(تفسیر سعدی:575/1)

سوال 2:کیا قصر کرنا واجب ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ قصر اس کے لیے واجب ہے جو اپنے شہر سے سفر کے ارادے سے نکلے خواہ اس کا سفر کتنا ہی کم ہو۔ جتنی مسافت پر سفر کا اِطلاق ہوتا ہے وہاں قصر پڑھ لی جائے گی۔ (مجموع الفتاویٰ:24/51، زادالمعاد:1/481) سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں اگر تم قصر کرو نماز میں اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں ستائیں گے اور اب تو لوگ امن میں ہو گئے (یعنی اب قصر جائز ہے یا نہیں؟) انہوں نے کہا: مجھے بھی یہی تعجب ہوا جیسے تمہیں تعجب ہوا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ دیا ہے تو اس کا صدقہ قبول کرو (یعنی بغیر خوف کے بھی سفر میں قصر کرو)۔'' (مسلم:1573)

سوال3: کتنے سفر میں قصر کی جائے گی؟

جواب:﴿1﴾ قصر نماز کی ابتدا شہری آبادی کے ختم ہونے کے بعد ادا کی جائے گی۔ ﴿2﴾ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھی۔ (بخاری:1089) ﴿3﴾ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (کوفہ سے سفر کے ارادے سے) نکلے تو نماز قصر کرنی اسی وقت سے شروع کر دی جب ابھی کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے اور پھر واپسی کے وقت بھی جب آپ کو بتایا گیا کہ یہ کوفہ سامنے ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم شہر میں داخل نہ ہو جائیں نماز پوری نہیں پڑھیں گے۔ (بخاری، کتاب تقصیر الصلوٰۃ، باب5)

سوال3: کتنے دن تک قصر نماز پڑھی جائے گی؟

جواب: چار دن تک قصر نماز پڑھی جائے گی۔ (الفتاویٰ الاسلامیہ:1/379)

سوال4: اگر انسان چار دن کسی شہر میں تردّد کی حالت میں ہو تو کیا وہ قصر کرے گا اور کب تک؟

جواب: تردّد کی حالت میں انسان مقیم نہیں مسافر ہوتا ہے۔ ﴿1﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائیجان کے علاقے میں برف کی وجہ سے راستے بند ہو جانے کی وجہ سے چھ ماہ دو رکعت نماز ادا کرتے رہے۔ (نصب الرایۃ:2/185) ﴿2﴾ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز قصر کرتے رہے۔ (ابوداؤد:1235) ﴿3﴾ اہلِ علم نے اجماع کیا ہے کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت نہ کر لے قصر کر سکتا ہے خواہ کئی برس گزر جائیں۔

سوال5: قصر نمازوں میں رکعتوں کی کیا تعداد ہو گی؟

جواب: فجر: پوری نماز (یعنی 2 سنت اور 2 فرض) ظہر: 2 فرض عصر: 2 فرض مغرب: 3 فرض عشاء: 2 فرض اور وتر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: یہاں اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ’’اگر تمہیں ڈر ہو کہ تمہیں وہ لوگ فتنے میں ڈالیں گے جنہوں نے کفر کیا ‘‘ کی بات کیوں کہی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ’’اگر تمہیں ڈر ہو کہ کفار تمہیں فتنے میں ڈال دیں گے‘‘ کی بات عرب کے ماحول کے لحاظ سے کہی گئی ہے جو دارُالحرب بنا ہوا تھا اور کوئی علاقہ خطرے سے خالی نہیں تھا۔اس لیے حکم دیا گیا کہ خوف کی حالت میں نماز قصر کرنے کی اجازت ہے۔﴿2﴾ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں اگر تم قصر کرو نماز میں اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں ستائیں گے اور اب تو لوگ امن میں ہو گئے (یعنی اب قصر جائز ہے یا نہیں؟) انہوں نے کہا: مجھے بھی یہی تعجب ہوا جیسے تمہیں تعجب ہوا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو پوچھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ دیا ہے تو اس کا صدقہ قبول کرو (یعنی بغیر خوف کے بھی سفر میں قصر کرو)۔‘‘ (مسلم:1573)﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کا سفر فرمایا اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ تھا آپ دو دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے۔(مجمع الزوائد:156/2)﴿4﴾ حفص بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں رہا مگر آپ نے دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی اور میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا ان سب نے سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمالی اور اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔(صحیح مسلم:1579)﴿5﴾ حفص رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں نمازِ قصر ادا کرتے اور اپنے بستر پر آجاتے حفص رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ’’چچا جان! اگر آپ نماز قصر کے بعد دو رکعت (سنت) ادا فرما لیتے تو کتنا اچھا ہوتا؟‘‘ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ’’اگر مجھے سنتیں ادا کرنا ہوتیں تو میں فرض پورے کرتا‘‘۔(مختصر صحیح مسلم:437)

سوال7: اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ’’بلاشبہ کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: قصر کی رخصت کی مشروعیت میں حکمت اور مصلحت بیان کی گئی ہے۔اس آیت کریمہ میں وہ انتہائی مشقت بیان کی گئی ہے جس کا قصر کی رخصت کے بارے میں تصور کیا جاسکتا ہے اور وہ ہے سفر اور خوف کا اجتماع اور اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ اکیلے سفر میں قصر نہ کی جائے جو کہ مشقت کا باعث ہے۔(تفسیر سعدی:576/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَ لْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (102)

اور جب آپ ان میں موجود ہوں تو ان کے لیے نماز کھڑی کریں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو اور لازم ہے کہ وہ اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں، چنانچہ جب وہ سجدہ کر چکیں تو لازم ہے کہ وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی پس لازم ہے کہ وہ آ کر آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ لازم ہے کہ اپنا سامانِ حفاظت اور اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں۔ وہ لوگ چاہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا کہ کاش تم اپنے اسلحے اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک ہی بار ٹوٹ پڑیں۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہو یا اگر تم بیمار ہو کہ تم اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (102)

سوال 1: وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ’’اور جب آپ ان میں موجود ہوں تو ان کے لیے نماز کھڑی کریں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو اور لازم ہے کہ وہ اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں صلوٰۃ خوف کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ﴿2﴾ اس آیت اور بعد والی آیت میں خوف کی حالت میں نماز ادا کرنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ 3۔ صلوٰۃِ الخوف کے معنی ہیں خوف کی نماز۔

سوال 2: صلوٰۃِ خوف کب مشروع ہے؟

جواب: صلوٰۃِ خوف اس وقت مشروع ہے جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے ہوں اور ایک دوسرے سے جنگ کے لیے تیار کھڑی ہوں یا جنگ ہو رہی ہو اور ایک لمحے کی غفلت بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہو۔ ایسے حالات میں نماز

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا وقت آ جائے تو صلوٰۃِ خوف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال3: فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ’’چنانچہ جب وہ سجدہ کر چکیں تو لازم ہے کہ وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی پس لازم ہے کہ وہ آ کر آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ لازم ہے کہ اپنا سامانِ حفاظت اور اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’یہ آیتِ کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نماز با جماعت دو وجوہ سے فرض عین ہے: اول: اللہ تعالیٰ نے خوف کی اس شدید حالت میں یعنی دشمن کے حملہ کے خوف کی حالت میں بھی جماعت کے ساتھ نماز کا حکم دیا ہے۔ جب اس شدید حالت میں بھی جماعت کو واجب قرار دیا ہے تو امن و اطمینان کی حالت میں اس کا واجب ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ ثانی: نماز خوف ادا کرنے والے نمازی نماز کی بہت سی شرائط اور لوازم کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس نماز میں نماز کو صرف باطل کرنے والے بہت سے افعال کو نظر انداز کر کے ان کو معاف کر دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ صرف جماعت کے وجوب کی تاکید کی بنا پر ہے۔ کیونکہ فرض اور مستحب میں کوئی تعارض نہیں۔ اگر جماعت کے ساتھ نماز کا پڑھنا فرض نہ ہوتا، تو اس کی خاطر نماز کے ان واجبات کو ترک کرنے کی کبھی اجازت نہ دی جاتی۔ (تفسیر سعدی:577/1)

سوال4: صلوٰۃِ خوف کی ترکیب کیا ہوگی؟

جواب: اس کا انحصار جنگی حالات پر ہے کیونکہ کبھی تو دشمن قبلہ کی سمت میں ہوتا ہے اور کبھی غیر قبلہ کی سمت میں اور نماز بھی کبھی چار، کبھی تین اور کبھی دو رکعت والی ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے مختلف حالات میں مختلف طریقوں سے نماز پڑھائی۔ ﴿1﴾ ایک طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابلہ پر رہے۔ پھر جب ایک رکعت پوری ہو جائے تو پہلا حصہ سلام پھیر کر چلا جائے اور دوسرا حصہ آ کر دوسری رکعت امام کے ساتھ پوری کرے۔ اس طرح امام کی دو رکعتیں اور فوج کی ایک ایک رکعت ہوگی۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما) ﴿2﴾ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر چلا جائے۔ پھر دوسرا حصہ آ کر ایک رکعت امام کے پیچھے پڑھے۔ پھر دونوں حصے باری باری سے آ کر اپنی چھوٹی ہوئی ایک ایک رکعت خود سے ادا کر لیں۔ اس طرح دونوں حصوں کی ایک ایک رکعت امام کے پیچھے اور ایک ایک الگ ہوگی۔ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے ایک حصہ کو جنگ کے وقت ایک رکعت نماز پڑھائی جب کہ لشکر کا دوسرا حصہ دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف رہا۔ پھر نماز پڑھنے والا حصہ دشمن کے سامنے آ گیا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرے حصے کو رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ پھر پہلے اور دوسرے دونوں حصوں نے اپنی (باقی) ایک ایک رکعت (میدان جنگ میں الگ الگ) پوری کر لی۔ (صحیح مسلم:1942)﴿3﴾ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے فوج کا ایک حصہ دو رکعتیں ادا کر کے چلا جائے۔ پھر دوسرا حصہ تیسری رکعت میں آ کر شریک ہو اور امام کے ساتھ سلام پھیرے۔ اس طرح امام کی چار اور فوج کی دو دو رکعتیں ہوگی۔ (امام حسن بصری رحمہ اللہ) جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ رقاع کے موقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ نماز کی نیت باندھی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے ایک حصہ کو دو رکعت نماز پڑھائی اور وہ چلا گیا پھر لشکر کے دوسرے حصہ کو دو رکعت نماز پڑھائی اس طرح رسول اللہ ﷺ کی چار اور لوگوں کی دو دو رکعتیں ہو گئیں۔ (صحیح بخاری:4136)﴿4﴾ چوتھا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ جب امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو مقتدی خود سے دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ پھر دوسرا حصہ آ کر اس حال میں امام کے پیچھے شامل ہو کہ امام ابھی دوسری رکعت میں ہو اور یہ لوگ ایک رکعت امام کے ساتھ ادا کرنے کے بعد دوسری رکعت خود اُٹھ کر پڑھ لیں۔ اس صورت میں امام کو دوسری رکعت میں طویل قیام کرنا ہوگا۔ (امام شافعی رحمہ اللہ و امام مالک رحمہ اللہ)

سوال5: صلوٰۃِ خوف سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ پہلا سبق یہ ملتا ہے کہ نماز مومن کا ہتھیار ہے۔ نماز میدانِ جنگ میں بھی ایک مومن کو یہ شعور دیتی ہے کہ اس کا مقصدِ زندگی، اس کا نصب العین اور اس کا عقیدہ برتر و اعلیٰ ہے۔ نماز سے جہاد میں فائدہ اٹھانا ضروری ہے کیونکہ جنگ کی فضا اور جنگ کے مزاج کے ساتھ نماز کا گہرا تعلق ہے۔﴿2﴾ دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ ایمان والے روحانی طور پر بیدار اور تیار ہیں جب کہ دشمن مکار ہے اور اوچھے ہتھکنڈے اختیار کرتا ہے اس لیے اطمینان رکھیں کہ جن سے ایمان والوں کا مقابلہ ہے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے توہین آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔﴿3﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نمازِ خوف کے اندر مسلح اور ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ نمازِ خوف میں اگرچہ کچھ زائد حرکات ہوتی ہیں اور نماز کے بعض احوال چھوٹ جاتے ہیں تاہم اس میں ایک راجح مصلحت ہے اور وہ ہے نماز اور جہاد کا اجتماع اور ان دشمنوں سے ہوشیار رہنا جو مسلمانوں پر حملہ کرنے اور ان کے مال و متاع لوٹنے کے سخت حریص ہیں۔ (تفسیر سعدی)

سوال6: وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ''وہ لوگ چاہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا کہ کاش تم اپنے اسلحے اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک ہی بار ٹوٹ پڑیں''؟ جنگ کی حالت میں یہ حکم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیوں دیا گیا کہ اپنا اسلحہ ساتھ لے لو؟

جواب:﴿1﴾ اپنا اسلحہ ساتھ دینے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اسلام احتیاط کے تقاضوں سے بے پرواہ ہونے کی اجازت کسی حال میں نہیں دیتا۔ دشمن تو ایسے ہی موقع کی طاق میں ہوتا ہے کہ جب مسلمان اپنے اسلحے سے اور اپنی حفاظت سے غافل ہوں اور وہ یک بارگی ٹوٹ پڑیں۔﴿2﴾ یہاں پر نماز میں سامان حفاظت اور اسلحہ اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے۔(ایسر التفاسیر:291)

سوال7: وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى أَنْ تَضَعُوٓا أَسْلِحَتَكُمْ "اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہو یا اگر تم بیمار ہو کہ تم اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو" کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے سلسلے میں بتلایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تھے، ان سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔(بخاری:4599)

سوال8: وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ "اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو" بارش ہونے کی صورت میں یا بیماری کی صورت میں اسلحہ اتار سکتے ہیں لیکن سامانِ حفاظت ساتھ لینے کی تلقین ہے۔ وجہ بتائیں؟

جواب: "اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو" اسلام احتیاط کے تقاضوں سے بے پرواہونے کی اجازت کسی حال میں نہیں دیتا یہی وجہ ہے کہ اگر اسلحہ اتارنے کی مجبوری ہو جائے تب بھی سامانِ حفاظت سے بے پرواہ ہونے کی اجازت نہیں۔ حالتِ نماز میں بھی شدت کے ساتھ دفاع کا اہتمام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سوال9: إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا "بلاشبہ اللہ تعالی نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے "کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہمت بڑھائی ہے کہ جن سے تمہارا مقابلہ ہے وہ تمہارے ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا گیا ہے۔﴿2﴾ شر اور فساد کی علت کفر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں کے لیے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا(103)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھر جب تم پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو، پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ بلاشبہ نماز ہمیشہ سے ایمان والوں پر ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔(103)

سوال1: فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ'' پھر جب تم پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو' صلوٰۃِ خوف کے بعد خاص طور پر ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ یہاں نماز ادا کر چکنے سے مراد نمازِ خوف ہے۔ ﴿2﴾ چونکہ نماز قصر کر دی گئی ہے لہٰذا اس کی تلافی کے لیے کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر اگرچہ تمام نمازوں کے بعد مشروع اور پسندیدہ ہے لیکن نمازِ خوف کے بعد اس کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت میں نماز کے ارکان میں کمی کر دی ہے۔ سو نماز سے فارغ ہونے کے بعد ذکر میں مصروف ہونے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جڑا رہے۔ ﴿4﴾ میدانِ جنگ میں اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ انسان کے عزائم اور حوصلوں کا مرکز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ ﴿5﴾ حالتِ خوف دور ہونے کے بعد پوری نماز باجماعت اور وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنی ہوگی۔ ﴿6﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر کرو، رات اور دن میں خشکی اور سمندر میں، سفر و حضر میں، دولت مندی اور فقیری میں، کھلے چھپے ہر حال میں۔ (ابن ابی حاتم: 1056/4)

سوال2: فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ'' پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو نماز قائم کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ پھر جب بے خوف ہو جاؤ تم تو نماز قائم کرو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب خوف اور جنگ کی حالت ختم ہو تو پھر عام حالات میں خشوع و خضوع کے ساتھ رکوع اور سجدوں کے ساتھ تمام ارکان کے ساتھ پوری نماز ادا کرو۔ ارشاد ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ پھر جب امن میں آ جاؤ تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی یاد کرو جیسے اس نے تمہیں وہ سکھایا ہے جسے تم نہیں جانتے تھے۔'' (البقرہ:239) ﴿2﴾ طمانیت: خوف سے نفس کے سکون میں آ جانا ہے (تفسیر قرطبی: 256/3) ﴿3﴾ مجاہد نے کہا فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ سفر سے اپنے گھر واپس آنا ہے۔ (تفسیر جامع البیان 305/5)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ’’بلاشبہ نماز ہمیشہ سے ایمان والوں پر ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مَّوْقُوْتًا کے معنی ایک مقررہ وقت پر یعنی جو وقت ان کے لیے مقرر ہو۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿2﴾ نماز کو مقررہ وقت میں پڑھنے کی تاکید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اوقات نماز کی حفاظت ضروری ہے۔ حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۟ وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ’’سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔‘‘ (البقرۃ:238) ﴿3﴾ وقت پر نماز پڑھنا واجب ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس وقت کیا کرو گے جب تم پر ایسے حکمران ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے دیر کر کے پڑھیں گے یا نماز کو اس کے وقت سے مٹا ڈالیں گے؟ میں نے عرض کیا: اس وقت میرے لیے کیا حکم ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا لیکن اگر ان کے ساتھ بھی پالو تو پڑھ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔‘‘ (مسلم:1465) ﴿4﴾ شرعی عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں کیونکہ اس طرح ایک نماز اپنے وقت کے علاوہ دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جائے گی۔ عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم (خیبر سے واپسی پر) رات کو آپ ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اچھا ہو جو یہاں اتر پڑیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ تم سو جاؤ گے۔ اور نماز فجر کے لیے نہ اٹھو گے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جگا دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ سو گئے۔ اور بلال نے اپنی اونٹنی سے پیٹھ لگائی تو نیند نے غلبہ کیا اور وہ بھی سو گئے پھر آپ اس وقت اٹھے جب سورج کا کنارہ نکل آیا تھا۔ آپ ﷺ نے بلال سے پوچھا ’’تمہارا قول کہاں گیا؟‘‘ بلال نے کہا مجھے تو ایسی نیند آئی جیسے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحیں قبض کر لیں اور جب چاہا تمہیں واپس دے دیں۔ اے بلال اٹھ اور نماز کے لیے اذان دے۔ چنانچہ بلال نے اذان دی آپ ﷺ نے وضو کیا اور جب سورج ذرا بلند اور سفید ہو گیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ (بخاری) ﴿5﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے یا اس وقت سویا ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ یاد آتے ہی ادا کر لے۔ (بخاری) ﴿6﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا پھر پوچھا، اس کے بعد فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔ پوچھا اس کے بعد، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جہاد کرنا۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ اور زیادہ بھی بتلاتے۔(لیکن میں نے بطور ادب خاموشی اختیار کی)(صحیح بخاری:527)﴿7﴾ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ عزوجل فرماتے ہیں میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں ہیں اور میں نے اپنے ساتھ عہد کیا ہے کہ جو شخص ان کو وقت پر ادا کرے گا، میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص ان کی حفاظت نہیں کرے گا اس کے ساتھ میرا کوئی عہد نہیں ہے۔''(سنن ابی داود:430)﴿8﴾ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لیے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی جس نے نماز کے حفاظت نہ کی اس کے لیے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات، نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔''(صحیح ابن حبان:1467)﴿9﴾ حنظلہ رضی اللہ عنہ (کاتب وحی) کا بیان ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے جو شخص پانچ نمازوں کے رکوع، سجود اور اوقات کا خیال رکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔'' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس کے لیے جنت واجب ہے'' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وہ آگ کے لیے حرام ہے''(مسند احمد:4/267)﴿10﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے ہاں کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وقت پر نماز پڑھنا''۔(مسلم:253)﴿11﴾ بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چل کر جانے والوں کو قیامت کے دن کامل روشنی کی خوشخبری دے دو۔(سنن ابی داؤد:561)﴿12﴾ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں ہوتی اگر انہیں پتہ چل جائے کہ دونوں نماز کا ثواب کتنا زیادہ ہے تو ان دونوں نماز میں ضرور آتے خواہ گھٹنوں کے بل ہی آنا پڑتا۔میں نے ارادہ کیا کہ مؤذن کو حکم دوں کہ وہ اقامت کہے پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے اور خود آگ کا ایک شعلہ لے کر ان لوگوں (کے گھروں) کو جلادوں جو اس (اذان اور اقامت کے) بعد نماز کے لیے نہیں نکلتے۔(صحیح بخاری:657)﴿13﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ دلالت کرتا ہے کہ نماز ایمان کی میزان ہے اور بندۂ مومن کے ایمان کی مقدار کے مطابق نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کفار جو اگرچہ اہلِ ذمہ کی طرح مسلمانوں کے احکام وقوانین پر عمل کرنے کے پابند ہیں تاہم وہ فروعِ دین میں مخاطب نہیں مثلاً نماز وغیرہ اس لیے ان کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔بلکہ جب تک وہ اپنے کفر پر قائم ہیں ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی نماز صحیح نہیں البتہ ان کو نماز اور دیگر تمام احکام کو ترک کرنے پر آخرت میں سزا دی جائے گی۔(تفسیر سعدی)

سوال4:اس آیت سے کیا خاص اصول نکلتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ وقت کی پابندی نماز کی شرائط میں سے ہے۔﴿2﴾ نماز کی پابندی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے۔ ﴿3﴾ نماز کے جو اوقات نبی ﷺ نے مقرر کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف سے مقرر کردہ فریضہ قرار دیا ہے۔

سوال5:نمازوں کے اوقات کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾ نماز کے اوقات وہی ہیں جو تمام مسلمانوں کے یہاں معروف ہیں اور جسے عالم اور جاہل سب جانتے ہیں یہ اوقات نبی ﷺ سے اخذ کیے گئے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:صلوا کما رأیتمونی اصلی'' ویسے ہی نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔''(بخاری:631) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس میری دو بار امامت کرائی۔(پہلے دن) مجھے ظہر کی نماز پڑھائی اس وقت جب کہ سورج ڈھل گیا اور سایہ تسمے کے برابر تھا اور عصر کی نماز پڑھائی جب اس کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور مغرب کی نماز پڑھائی جس وقت کہ روزہ دار روزہ کھولتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ شفق (سرخی) اُفق سے غائب ہوگئی اور فجر کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔جب دوسرا دن ہوا تو مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ اس کا سایہ اس کے مثل تھا اور عصر کی نماز پڑھائی جب کہ اس کا سایہ دو مثل تھا اور مغرب کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ کھولتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا اور مجھے فجر کی نماز پڑھائی اور خوب سفیدی کی۔پھر (جبریل علیہ السلام) میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا:''اے محمد ﷺ ! آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے یہی اوقات ہیں اور (نماز کے) اوقات ان دونوں (وقتوں) کے مابین ہیں۔''(ابوداؤد:393)

سوال6:کیا عذر کی وجہ سے نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے؟

جواب:﴿1﴾ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر عصر کا وقت آنے تک نہ پڑھتے۔پھر کہیں (راستے میں) ٹھہرتے اور ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے لیکن اگر سفر شروع کرنے سے پہلے سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھتے پھر سوار ہوتے۔(بخاری:1112)﴿2﴾ نمازیں باجماعت جمع کرتے وقت ایک اذان اور دو اقامتیں کہی جائیں گی۔(مسلم:2950،ابوداؤد:1905)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا(104)

اوراس قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو، اگرتم تکلیف اُٹھاتے ہوتو بلاشبہ وہ بھی تکلیف اُٹھاتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف اُٹھاتے ہو، اورتم اللہ تعالیٰ سے وہ اُمید رکھتے ہو جو وہ اُمید نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(104)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب احد کی جنگ ہوئی اور مسلمانوں پر مصیبت آئی، نبی ﷺ پہاڑ پر چڑھے تو ابوسفیان آیا اور کہا: اے محمد! زخم کا بدلہ زخم ہے جنگ ڈول کی طرح ہے۔ ایک دن ہمارا اور ایک دن تمہارا۔ نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا: اس کو جواب دو تو انہوں نے کہا: برابر نہیں ہیں ہمارے مقتول تو جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول آگ میں ابوسفیان نے کہا: ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کہو: **اللہ مولنا ولا مولا لکم** ''اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں ابوسفیان نے کہا: اعلیٰ ہبل، ہبل سربلند ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو اللہ اعلیٰ واجل ابوسفیان نے کہا ہمارا تمہارا وعدہ بدر صغریٰ کا ہے: عکرمہ نے کہا: اس بارے میں آیت نازل ہوئی۔ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ۔(تفسیر جامع البیان:309/5)

سوال2: وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ''اوراس قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو، اگرتم تکلیف اُٹھاتے ہوتو بلاشبہ وہ بھی تکلیف اُٹھاتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف اُٹھاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اپنے دشمن کفار کو طلب کرنے ان کے خلاف جہاد اور ان کے مقابلے میں تیار رہنے میں کمزوری اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو، کیونکہ دل کی کمزوری بدن کی کمزوری کو دعوت دیتی ہے اور یہ کمزوری دشمن کے مقابلے میں کمزوری کا باعث بنتی ہے بلکہ دشمن کے خلاف جنگ میں چست وچالاک اور طاقت ور بنو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا ہے جو اہلِ ایمان کے دل کو قوت بخشتے ہیں۔(تفسیرِ سعدی)

سوال3: جہاد کا عمل جاری رکھنے کے لیے اس آیت میں کیسے ترغیب دلائی گئی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾دشمنوں کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔﴿2﴾اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔﴿3﴾اگر تم نے زخم کھائے ہیں تو انہوں نے بھی زخم کھائے ہیں۔﴿4﴾تم اللہ تعالیٰ سے رحمت اور جزا کے امیدوار ہو اور انہیں کوئی امید نہیں۔﴿5﴾اگر کافر جنگ کے لیے ڈٹے ہوئے ہیں تو مسلمانوں کو ان سے بڑھ کر ڈٹے رہنا چاہیے۔﴿6﴾مسلمانوں کو کفار کا پیچھا کرنا چاہیے اور انہیں اس حال میں پہنچانا چاہیے کہ ان کی قوت ٹوٹ جائے اور وہ کسی مسلمان کے دین، جان اور مال کے لیے خطرہ نہ رہیں۔

سوال4:جنگ مومنوں اور کافروں کے درمیان ہوتی ہے۔دونوں کی جنگ میں کیا فرق ہے؟ موازنہ کریں۔

جواب:

مومنوں کی جنگ	کافروں کی جنگ
1۔مومن رنج واَلم اٹھاتے ہیں۔	1۔کافر بھی رنج واَلم اٹھاتے ہیں۔
2۔مومنوں کو زخم لگتے ہیں۔	2۔کافروں کو بھی زخم لگتے ہیں۔
3۔مومن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔	3۔کافر خودغرضی میں جنگ لڑتے ہیں۔
4۔مومن اللہ تعالیٰ سے شاندار جزا کی اُمید رکھتے ہیں۔	4۔کافر اللہ تعالیٰ سے جزا کی اُمید نہیں رکھتے۔
5۔مومن اندرونی قوت ایمان رکھتے ہیں۔	5۔کافر اندرونی تضاد کے روگ کے بیمار ہیں۔
6۔مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے ملنے والی جزا بہت بڑا مرہم اور دوا ہے۔	6۔کافروں کے زخم کا کوئی علاج نہیں۔اس کی روح کے زخموں کا کوئی مرہم نہیں۔

سوال5:وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ''اور تم اللہ تعالیٰ سے وہ اُمید رکھتے ہو جو وہ اُمید نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''جب کہ تم اللہ تعالیٰ سے وہ اُمید رکھتے ہو جو وہ اُمید نہیں رکھتے'' یہ دونوں گروہوں کے درمیان برہان کے اور ان کے حسب حال ہے۔﴿2﴾مقاتل بن حیان نے کہا:''تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہو'' یعنی محمد ﷺ کے اصحاب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زندگی کی ،رزق کی ،شہادت کی اور دنیا میں کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:1058/4)﴿3﴾ جنگ میں تو تکلیف ہی ہے لیکن تم جنت کی آرزو لیے ہوئے ہو اور کافر کے سامنے اس کے دین باطل کے سوا کچھ بھی نہیں لہٰذا تمہارے لیے کمزوری کا کوئی پہلو نہیں۔(تفسیر انوار البیان:778/1)﴿4﴾ مومنوں کو جنگ میں اللہ تعالیٰ سے امید کی وجہ سے زیادہ صبر کرنا چاہیے۔

سوال6:امید اور تمنا میں کیا فرق ہے؟

جواب:تمنا میں سستی ہوتی ہے اسی لیے تمنائیں کرنے والا کبھی عمدہ طریقے سے کوشش نہیں کرتا جب کہ امید رکھنے والا اسباب کے ساتھ اُمید رکھتا ہے۔رب العزت نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ’’یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ،رحم کرنے والا ہے۔‘‘(البقرہ:218)

سوال7:اللہ تعالیٰ سے حقیقی امید کب بندھتی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنا دل کی عبادت ہے۔علماء نے سچی اُمید رکھنے کے چار عوامل بتائے ہیں:﴿1﴾ بندے کا اللہ تعالیٰ کے سابقہ فضل کو یاد کرنا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے کثیر ثواب کو یاد رکھنا﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو ہر حال میں یاد رکھنا۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد رکھنا اللہ تعالیٰ سے حقیقی اُمید تب بندھتی ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

سوال8:وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ’’اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا ،کمال حکمت والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نمازوں کو قصر کرنے سے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ حالتِ خوف اور امن کی حالت برابر نہیں ہوتی۔چونکہ وہ علم رکھتا ہے اس لیے حکمت بھرے فیصلے کرسکتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے موقع پر پہنچنے والے زخموں سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اُمیدوں اور کافروں کی نا اُمیدی سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال9:اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کو خوش دلی کے ساتھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قبول کریں اور دشمن کا پیچھا کرنے میں دل میں تنگی محسوس نہ کریں۔

رکوع نمبر13

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنۡ لِّلۡخَآئِنِيۡنَ خَصِيۡمًا (105)

یقیناً ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تا کہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے اور آپ خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والے نہ ہوں۔(105)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: ترمذی اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ رفاعہ رضی اللہ عنہ کی زِرہ گم ہوگئی۔ اس چوری کا گمان طعمہ بن اُبیرق کی طرف تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو میں اشعار لکھتا ہے اور مشہور کرتا ہے کہ یہ فلاں عرب شاعر کے ہیں۔ جب چور کو پتہ چلا کہ اس کے خلاف رپورٹ ہوگئی ہے تو اس نے جلدی سے زِرہ ایک یہودی کے گھر پھینک دی اور اپنے خاندان کے لوگوں سے کہا کہ میں نے زِرہ غائب کردی ہے اور یہ اسی کے گھر سے برآمد ہوگی۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہمارا بھائی تو بے گناہ ہے اور فلاں شخص چور ہے۔ ہم نے پتہ لگالیا ہے کہ زِرہ اس کے گھر میں موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھی کی صفائی فرمادیں۔ اس کی حمایت کریں کہیں وہ ہلاک نہ ہوجائے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ زِرہ یہودی کے گھر سے برآمد ہوگئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع میں اعلان کردیا کہ ابیرق بے گناہ ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جان بوجھ کر ایک ایسے خاندان کے خلاف بغیر ثبوت کے چوری کا الزام عائد کیا جن کا اسلام اور نیکی مشہور و معروف ہیں۔ اس پر میں واپس ہوگیا لیکن میری حالت یہ تھی کہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر میری تمام دولت چلی جاتی اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات نہ کرتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ اس پر میرے چچا رفاعہ رضی اللہ عنہ آئے تو مجھے کہا: بھتیجے! یہ تُو نے کیا کیا۔ میں نے وہ بات بتائی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی تھی تو رفاعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔ اس پر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ حاکم نے اس شانِ نزول کی روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

سوال2: اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ ”یقیناً ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے“ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ ’یقیناً ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے‘‘۔حق کے ساتھ نازل کرنے سے مراد ہے کہ اس کتاب کو شیاطین کے وسوسوں سے محفوظ رکھا ہے۔﴿2﴾ یہ کتاب عظیم حق کے ساتھ نازل ہوئی اور حق پر مشتمل ہے اس کی خبریں سچی اور اس کے اوامر ونواہی بھی عدل پر مشتمل ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے،کوئی اُس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے اور وہی سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(الانعام:115)(تفسیر سعدی)﴿3﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آدھی رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا فرماتے:’’اے اللہ!ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں اور وہ چیزیں کہ جو ان آسمانوں اور زمین میں ہیں تو حق ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے اور تیرا فرمان حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور قیامت حق ہے اے اللہ!میں تیرا ہی فرمانبردار رہوں اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور میں تیری ہی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور میں تیری خاطر اوروں سے جھگڑتا ہوں اور تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں پس تو میرے اگلے پچھلے اور باطنی اور ظاہری گناہ بخش دے تو ہی میرا معبود ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔(صحیح مسلم:1808)

سوال3:لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ’’تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ’’جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے‘‘ جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے واسطے سے آپ کو دکھایا ہے۔﴿2﴾ یعنی آپ ﷺ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ نہ کریں بلکہ اس الہام اور علم کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا ہے۔یہ آیتِ کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان تمام احکام میں معصوم اور محفوظ ہیں جو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو پہنچائے۔نیز اس امر کی دلیل ہے کہ فیصلہ کرنے کے لیے علم اور عدل شرط ہے۔(تفسیر سعدی)اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ،اور جو اس کے مطابق فیصلے نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔(المائدہ:47)اور فرمایا:وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَلَوْشَآءَاللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے اور ان پر نگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے، چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ، تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے (المائدہ:48) وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ اور یہ کہ آپ اُن کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کریں اور آپ ان سے بچ کر رہیں، کہیں آپ کو اس میں سے بعض کے متعلق فتنے میں نہ ڈال دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ اُن کے بعض گناہوں کی وجہ سے اُنہیں مصیبت میں مبتلا کر دے اور بلاشبہ انسانوں میں سے اکثر یقیناً نافرمان ہیں۔ (المائدہ:49)

سوال4: وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ''اور آپ خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والے نہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: مسلمانوں نے طعمہ بن اُبیرق یا بشیر بن اُبیرق اور ان کے خاندان کی طرف سے یہ جھگڑا کیا تھا کہ وہ نیکی میں معروف اور مشہور ہیں۔ ان پر چوری کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ﴿1﴾ لِّلْخَآئِنِيْنَ: وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس سے بھی خیانت کرتے ہیں۔ چوری کرتے ہیں، نافرمانی کے کام کرتے ہیں اور دوسروں پر تہمت لگاتے ہیں (تفسیر منیر:265/3) ﴿2﴾ اس میں دلیل ہے کہ کوئی شخص اس کے بارے میں جھگڑا نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کی حقیقت کے بارے میں جان لے۔ (فتح القدیر:652/1) ﴿3﴾ اس میں رسول اللہ ﷺ کو ایک قسم کا عتاب بھی ہے کہ آپ ﷺ کو خیانت کرنے والوں کی طرف سے دفاع نہیں کرنا چاہئے تھا۔ (تیسیر الرحمٰن) ﴿4﴾ اس آیت میں ایسے مسلمانوں کو جنہوں نے محض خاندان اور قبیلے کی عصبیت کی بناء پر مجرم کی حمایت کی تھی اور تمام لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ انصاف کے معاملے میں کسی قسم کا تعصب برداشت نہیں کیا جائے گا اگر ایک فریق دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہے اور وہ حق پر ہے تو اسی کی حمایت کی جائے گی، مسلمانوں کی نہیں کی جائے گی۔ (دعوۃ القرآن) ﴿5﴾ اس آیتِ کریمہ کا مفہوم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مخالف دلالت کرتا ہے کہ کسی ایسے شخص کے جھگڑے کی نیابت کرنا جائز ہے جو کسی ظلم کی معروف میں نہ ہو۔(تفسیرِ سعدی)

سوال5:مسلمانوں نے خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کیوں کیا تھا؟

جواب:مسلمانوں نے خاندان اور قبیلے کی عصبیت کی بناء پر مجرم کی حمایت کی تھی۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے توسط سے کیا واضح کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کسی قسم کا تعصب برداشت نہیں کیا جائے گا۔﴿2﴾جو حق پر ہے اس کی حمایت کی جائے گی۔

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا(106)

اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(106)

سوال1:وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو'' اللہ تعالیٰ نے خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرنے کی غلطی پر رسول اللہ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا۔حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾انسان معاملات میں غلطی کر بیٹھتا ہے تو اس کے قلب کو پاکیزگی کی ضرورت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے سے دل اپنے صحیح مقام یعنی مقامِ عبودیت پر آجاتا ہے اس لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔﴿2﴾ مغفرت طلب کرنے کے حکم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قاضی سے بھی غلطی ہوسکتی ہے۔اگر وہ غلط فیصلہ کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں درست نہیں ہوجائے گا اس لیے مغفرت طلب کرنے کی ضرورت ہے۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی تو باہر ان کی طرف نکلے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''میں بھی ایک انسان ہوں اور میرے پاس لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں۔ممکن ہے ان میں سے ایک فریق دوسرے سے بولنے میں زیادہ عمدہ ہو اور میں یقین کرلوں کہ وہی سچا ہے اور اس طرح اس کے موافق فیصلہ کردوں پس جس شخص کے لیے بھی میں کسی مسلمان کا حق دلادوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے۔وہ چاہے تو لے چاہے تو چھوڑ دے۔''(بخاری:7181)

سوال2:اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کو کون پاسکتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا امیدوار ہو اور اس کی رحمت کا طلب گار ہو۔﴿2﴾ جو اپنی خطاؤں اور گناہوں کا احساس کرنے والا ہو۔﴿3﴾ جو خطاؤں سے پاک ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بخشش طلب کرے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نزولِ کتاب سے اپنے رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہے۔﴿2﴾ کتاب کے مطابق فیصلے کرنے کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کیونکہ انسانوں کو انصاف اللہ تعالیٰ کے قانون کے سوا کہیں سے نصیب نہیں ہوسکتا۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے خیانت کرنے والوں کی حمایت کرنے پر اپنی مغفرت کا اور اپنے غفور ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ اس سے بخشش طلب کریں۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا (107)

اور آپ ان کی جانب سے جھگڑا نہ کریں جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرتا جو ہمیشہ سے بہت خائن، سخت گناہ گار ہو۔(107)

سوال1: وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ''اور آپ ان کی جانب سے جھگڑا نہ کریں جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں۔

﴿1﴾ نبی ﷺ سے خطاب کر کہ ہر اس شخص کو حکم دیا گیا جو مسلمان ہونے کے باوجود منافقوں کی حمایت کرتا تھا۔

﴿2﴾ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ''جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں'' جو معاصی کے ساتھ خیانت کرتے ہیں کیونکہ انکی خیانت کا وبال انہی پر ہے۔(تفسیر منیر:265/3)

سوال2: وَلَا تَكُنْ ، وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اور وَلَا تُجَادِلْ میں خطاب کس سے ہے؟

جوب:﴿1﴾ ظاہری طور پر خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اصل میں اس خطاب کے مخاطب وہ مسلمان ہیں جو منافقوں کی حمایت کرتے تھے۔﴿2﴾ اس طرح خطاب کر کے ایک طرف تو مجرموں سے بے پروائی کا اظہار ہے اور دوسری طرف مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔

سوال3: عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ''جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں'' سے کون لوگ مراد ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اس سے مراد منافقین ہیں جن کا تذکرہ لِّلْخَآئِنِیْنَ کے لفظ سے کیا گیا ہے۔خیانت کار لوگوں کی طرف سے جو جھگڑا کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔﴿2﴾انہوں نے ظاہری طور پر تو دوسرے انسانوں سے خیانت کی تھی مگر دراصل وہ اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے۔

سوال4:جھگڑے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ہدایات دی گئیں؟

جواب:﴿1﴾خیانت کاروں کے طرف دار نہ بنیں۔﴿2﴾خیانت کاروں کی جانب سے دفاع نہ کریں۔﴿3﴾خیانت کار لوگوں کی طرف سے جو جھگڑا کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔

سوال5:اس خیانت کی نوعیت کیا تھی؟

جواب:﴿1﴾یہ خیانت منافقین کی جانب سے اپنی جماعت اور اپنے نظام کے خلاف تھی۔﴿2﴾یہ خیانت اسلام کے اصولوں کے خلاف تھی۔﴿3﴾یہ خیانت اُمت کے خلاف تھی جس کے وہ فرد تھے۔﴿4﴾یہ خیانت ان کے اپنے نفس کے خلاف تھی کہ وہ اپنے آپ کو ایک ایسے جرم میں ملوث کر رہے تھے جس کی سزا سخت تھی۔﴿5﴾یہ خیانت ضمیر کے خلاف تھی جس کو جھوٹ بول کر اور جرم کر کے خیانت میں لپیٹا جا رہا تھا۔

سوال6:اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرتا جو ہمیشہ سے بہت خائن،سخت گناہ گار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾خَوَّانًا: مبالغے کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ طعمہ بہت بڑا خائن اور بہت بڑا گناہ گار ہے۔(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل امانت واستقامت سے محبت رکھتا ہے(تفسیر مراغی:308/2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتا جو بڑا خائن،بڑا گناہ گار ہو۔﴿3﴾سزاؤں میں سے بڑی سزا اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ،اس کے رسول ﷺ اور مومنین کی پسند و ناپسند کا معیار الگ الگ نہیں ہو سکتا پھر جب اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں تو تم بھی ناپسند کرو۔

یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا(108)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ لوگوں سے چھُپنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چُھپنا چاہتے، حالانکہ وہ تو اس وقت بھی اُن کے پاس ہوتا ہے جب وہ رات کو ان باتوں کا جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا، مشورے کرتے ہیں اور جو بھی وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔(108)

سوال1: یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰہِ ''وہ لوگوں سے چھُپنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چُھپنا چاہتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''وہ لوگوں سے چھُپنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چُھپنا چاہتے'' اللہ تعالیٰ نے اظہارِ حیرت کیا ہے کہ منافق لوگوں سے اپنا آپ چھپاتے ہیں حالانکہ وہ ان کے نفع ونقصان کے مالک نہیں اور اپنے برے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپتے حالانکہ وہ تو کھلے چھپے کو جانتا ہے اور دل کے خفیہ بھیدوں سے واقف ہے۔

سوال2: وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ ''حالانکہ وہ تو اس وقت بھی اُن کے پاس ہوتا ہے جب وہ رات کو ان باتوں کا جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا، مشورے کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَھُوَ مَعَھُمْ: یعنی اللہ تعالیٰ رقیب ہے ان پر حفیظ ہے ان کا نگران اور محافظ ہے۔(قرطبی:259/3) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور دیکھنے، سننے سے ان کے ساتھ ہے(قرطبی:260/3) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت سے ان کے ساتھ ہے۔ (ایسر التفاسیر:293) ﴿4﴾ منافق رات کے وقت اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف جو مشورے کرتے تھے اس کے بارے میں فرمایا: وَیَقُوْلُوْنَ طَاعَۃٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِکَ بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰہُ یَکْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات کے خلاف مشورہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے۔(النساء:81) ﴿5﴾ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰہِ ''لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چُھپنا چاہتے'' اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا محافظ ہے۔اس سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ چھپا ہوا نہیں لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو یہی حقیقت سمجھائی تھی کہ یٰبُنَیَّ اِنَّھَآ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِھَا اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(لقمان:16) جولوگ اپنا جرم اور خیانت چھپانے کی کوشش کرتے ہیں: الف۔ وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا نہیں سکتے جس کی مرضی کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ ب۔ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جس میں وہ راتوں کو سازشیں کرتے ہیں۔

سوال3: وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ’’اور جو بھی وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کا احاطہ کرنے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اُس کا ہمیشہ احاطہ کرنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چھپی باتوں، دلوں کے بھیدوں سے آگاہ ہے۔ اس کا آگاہ ہونا بے سبب نہیں ہے۔ وہ آج اگر ان اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے تو آئندہ آخرت میں حساب کتاب لے کر بدلہ دینے والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت قبول کرلو، جب رسول تمہیں اس کے لیے بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یقیناً اُسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔(الانفال:24) رب العزت نے فرمایا: اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ بلاشبہ تمہارا رب یقیناً گھات میں ہے۔(فجر:14)

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا(109)

ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اُن کی خاطر دنیا کی زندگی میں جھگڑا کیا تو قیامت کے دن اُنکے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کون جھگڑا کرے گا یا کون اُن پر وکیل ہوگا؟(109)

سوال1: هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ’’ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اُن کی خاطر دنیا کی زندگی میں جھگڑا کیا تو قیامت کے دن اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کون جھگڑا کرے گا یا کون اُن پر وکیل ہوگا؟‘‘ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تم نے دنیا میں مجرموں کی وکالت کی۔ اگر مجرم بچ بھی گئے تو کیا فائدہ؟ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا کروگے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔اس دن کون مجرموں کی طرف سے وکالت کرے گا؟اس دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔(البقرہ:48)﴿2﴾ قیامت کے دن مجرموں کی طرف سے وکالت نہیں ہو سکے گی۔اس شدت کے دن تو مجرم ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔﴿3﴾ ایک طرف مجرموں کی وکالت ہے، جرم کی کراہت محسوس کروائی جارہی ہے اور دوسری طرف یہ احساس دلایا جارہا ہے کہ دنیا میں بچت کا مطلب آخرت میں بچت نہیں۔آخرت میں نہ مجرم بچ سکیں گے، نہ مجرموں کے وکیل۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کن اصول وقواعد کے مطابق ہوگا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر شخص اپنے عمل کی جزا پائے گا۔رب العزت کا فرمان ہے:لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا نہ تمہاری تمناؤں پر(مدار) ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔''﴿2﴾ ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا نہ تمہاری تمناؤں پر(مدار) ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔(النساء:123)

﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اصولِ وراثت نہیں چلتا۔کسی کے جرم کی سزا کوئی نہیں بھگتے گا، نہ ہی کوئی اور کفارہ دے گا۔

سوال3:اس آیت میں کس چیز کی طرف راہنمائی کی گئی ہے؟

جواب:اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف رہنمائی ہے جو ان موہوم دنیاوی مصالح کے مابین جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کرنے اور اس کی منہیات کے ارتکاب پر مترتب ہوتے ہیں اور اس اخروی ثواب کے مابین ہوتا ہے جس سے انسان محروم یا وہاں کے عذاب کا مستحق ہوتا ہے پس جس شخص کو اس کے نفس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے وہ اپنے آپ سے پوچھے کہ'' تو نے سستی اور کوتاہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کر دیا؟ تو اس کے عوض تو نے کونسا منافع کمایا؟ اور کتنا اخروی ثواب ہے جو تجھے حاصل ہونے سے رہ گیا؟ اور اللہ کے حکم ترک کرنے کے نتیجے میں کتنی بدبختی، محرومی، ناکامی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خسارے کا سامنا کرنا پڑا؟'' اسی طرح جب اس کا نفس شہوات محرمہ کی طرف بلائے تو وہ اس سے مخاطب ہو کر کہے کہ ''فرض کیا جس چیز کی تو نے خواہش کی میں نے پوری کر دی، اس کی لذت تو ختم ہو جائے گی مگر یہ لذت اپنے پیچھے اتنے غم و ہموم ،حسرتیں، ثواب سے محرومیاں اور عذاب چھوڑ جائے گی کہ ان کا کچھ حصہ بھی عقلمند شخص کو ان لذتوں کی طرف بڑھنے سے روکنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔'' یہی وہ سب سے بڑی چیز ہے جس میں تدبر بندے کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔ یہی حقیقی عقل مندی کی خصوصیت ہے، اس شخص کے برعکس جو عقل مندی کا دعویٰ کرتا ہے مگر وہ عقل مند نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنے ظلم و جہالت کی وجہ سے دنیا کی لذت و راحت کو ترجیح دیتا ہے خواہ اس پر کیسے ہی نتائج مترتب کیوں نہ ہوں۔ (تفسیر سعدی:585/1) رب العزت نے فرمایا: يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ جس دن کسی جان کو کسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہوگا اور اس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہوگا (الانفطار:19)

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (110)

اور جو شخص کوئی بُرائی کرے اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا۔ (110)

سوال 1: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا ''اور جو شخص کوئی بُرائی کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ السوء : سے مراد قبیح کام ہے جس سے برائی پہنچے۔ (تفسیر فتح القدیر:654/1) ﴿2﴾ السوء وہ گناہ جن سے انسان اپنے علاوہ دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسے جھوٹی شہادت اور بے گناہ کو متہم کرنا۔ (تفسیر اشرف الحواشی:116/1) ﴿3﴾ ''برا عمل''، علی الاطلاق تمام گناہوں کو، خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، شامل ہے اور السوء کو (برائی) اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ برے عمل کے مرتکب کو اس پر مترتب ہونے والا عذاب برا لگتا ہے۔ نیز برا عمل فی نفسہٖ برا ہے، اچھا نہیں ہے۔ (تفسیر سعدی)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے اور وہ یہ حدیث بیان کرنے میں سچے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان کوئی گناہ کر بیٹھے، پھر وضو کرے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو یقیناً معاف فرما دے گا۔'' اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آیتیں پڑھیں جن میں سے ایک یہی آیت تھی۔ (مسند احمد:47)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَہٗ ’’اپنی جان پر ظلم کرے‘‘ مومن اپنے نفس پر ظلم کب کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب مومن گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ ﴿2﴾ ان گناہوں کی طرف اشارہ ہے جن سے انسان صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسے ترک صلوٰۃ اور شراب نوشی وغیرہ۔ (تفسیر اشرف الحواشی:116/1)

سوال3: ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ ’’پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے‘‘ کیا برائی کرنے والوں اور ظالموں کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ استغفار، ندامت سے مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے کو کہتے ہیں۔ برائی کرنے والے اور ظالم اگر استغفار کرلیں، توبہ کر کے واپس پلٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے کے ساتھ ان پر رحمت بھی کرتا ہے۔ ﴿2﴾ جب بھی کوئی توبہ کر کے لوٹ آئے اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔ رب العزت نے فرمایا: قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِیۡبُوۡۤا اِلٰی رَبِّکُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَہٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ’’آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اور اپنے ربّ کی طرف پلٹ آؤ اور اُس کے مطیع بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے۔ پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔‘‘ (الزمر:53,54)

﴿3﴾ یہاں ’’برے عمل‘‘ کی تفسیر ’’ظلم‘‘ کی جائے گی، جو لوگوں کو برا لگتا ہے اور وہ ہے خون، مال اور عزت وناموس میں ان کا ایک دوسرے پر ظلم اور نفس کے ظلم کی تفسیر ’’ظلم اور گناہ‘‘ بیان کی جائے گی جس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آجاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتی کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ (ترمذی:3334) ﴿4﴾ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ رب العزت رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کرلے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔ (یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔‘‘ (مسلم:6989) ﴿5﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو معاف کر دے گا۔‘‘ (ابن ماجہ:4248) ﴿6﴾ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیان کیا کہ سیدالاستغفار (مغفرت کے تمام کلمات کا سردار) یہ ہے کہ انسان یوں کہ: 'اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے ہی مجھے پیدا کیا میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ میں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں ان بری حرکتوں کے عذاب سے جو میں نے کی ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں مجھ پر نعمتیں تیری ہیں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ میری مغفرت کر دے کہ تیرے سوا اور کوئی بھی گناہ نہیں معاف کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس دُعا کے الفاظ پر یقین رکھتے ہوئے دل سے انکو کہہ لیا اور اسی دن اسکا انتقال ہو گیا شام ہونے سے پہلے تو وہ جنتی ہے اور جس نے اس دعا کے الفاظ پر یقین رکھتے ہوئے رات میں انکو پڑھ لیا اور پھر اس کا صبح ہونے سے پہلے انتقال ہو گیا تو وہ جنتی ہے۔ (بخاری:6306) ﴿7﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل تم میں سے کسی کی توبہ کرنے سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کوئی اپنی گُم شدہ چیز پانے سے''۔ (ابن ماجہ:4247) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسے وہ جس نے گناہ نہیں کیا''۔ (ابن ماجہ:4250) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''سارے آدمی گناہگار ہیں اور بہتر گناہگار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں'' (ابن ماجہ:4251)

سوال4: یَجِدِاللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ''وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے برائی کر کے اپنی جان پر ظلم کرنے والے کو اپنی مغفرت اور رحمت کا شعور دلایا ہے تا کہ وہ برائی سے توبہ کر کے، بخشش مانگ کر اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں پناہ لے لے۔

وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا (111)

اور جو کوئی گناہ کماتا ہے تو یقیناً وہ اسے اپنے ہی خلاف کماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ (111)

سوال1: وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ''اور جو کوئی گناہ کماتا ہے تو یقیناً وہ اسے اپنے ہی خلاف کماتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اِثْمًا: گناہ جو نفس کے لیے نقصان دہ اور ضیاع کا باعث ہے (ایسر التفاسیر:294) ''کسب'' کا لفظ ہر اس فعل پر بولا جاتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جس سے کوئی نفع یا نقصان حاصل ہو۔اس بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف کسب کی نسبت نہیں ہوسکتی۔(تفسیر فتح القدیر:655/1)اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی (الانعام:164) جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں۔(حم سجدہ:46)

سوال2: ہر کوئی اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔اس اصول کا انسان کی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: اس اصول سے ہر انسان کے دل میں خوف بھی پیدا ہوتا ہے اور اطمینان بھی۔﴿1﴾ جب خوف پیدا ہوتا ہے تو انسان اپنے اعمال کو درست کرتا ہے۔﴿2﴾ انسان مطمئن ہو جاتا ہے کہ دوسروں کے جرائم میں وہ پکڑا نہیں جائے گا۔﴿3﴾ انسان کی فطرت اللہ تعالیٰ کے انصاف پر مطمئن ہو جاتی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور عدل کو واضح کر کے انسانوں سے کیا مطالبہ ہے؟

جواب:﴿1﴾ اگر انسان چاہیں تو دوسرے انسانوں سے ایسا ہی سلوک کر کے اچھا معاشرہ تعمیر کر سکتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے اس اصولِ جرم وسزا سے معاشرے میں عدل قائم کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی مجرم سزا پانے سے بچنے نہ پائے﴿3﴾ ان اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر کے انسان اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔

سوال4: وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے **علیم** اور **حکیم** ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کے بوجھ سے واقف ہونے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے استغفار کرنے پر اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے کہ اگر گناہوں سے معافی کی گنجائش نہ ہوتی تو گناہوں کا بوجھ تمہیں مار ڈالتا۔﴿3﴾ یعنی وہ علم کامل اور حکمت تامہ کا مالک ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا علم وحکمت ہے کہ اسے گناہ کا علم ہے، اسے یہ بھی علم ہے کہ گناہ کس سے صادر ہوا، اس گناہ کا داعیہ کیا تھا، اس گناہ پر کیا سزا مترتب ہوگی اور وہ گناہ کے مرتکب کے احوال کو بھی خوب جانتا ہے کہ اگر اس سے یہ گناہ نفسِ امارہ کے داعیہ کے غلبہ سے صادر ہوا اور وہ اپنے اکثر اوقات میں توبہ وانابت کے ذریعے سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اسے بخش دے گا اور اسے توبہ کی توفیق عطا کرے گا اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی نظر کا استخفاف اور اس کے عذاب کی تحقیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب کی جرأت کی ہے تو یہ شخص

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور توبہ کی توفیق سے بہت دور ہے۔(تفسیر سعدی:587/1)

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا(112)

اور جو خطا یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے تو یقیناً اُس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھالیا۔(112)

سوال1: وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا'' اور جو خطا یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''خَطِيْٓئَةً'' کا لفظ غیر ارادی گناہ پر بھی بولا جاتا ہے۔اور اس کے برعکس ''اثم'' وہ ہے جو ارادی طور پر کیا جائے مطلب یہ ہے کہ خود گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد کسی بے قصور آدمی کو اس سے ملوث کرنے کی کوشش کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔کسی بے گناہ شخص پر تہمت لگانے کو بہتان کہا جاتا ہے۔(قرطبی) ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا یہ آیتِ کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بہتان ہلاک کرنے والے کبائر میں شمار ہوتا ہے کیونکہ اس میں متعدد مفاسد جمع ہیں: الف۔گناہِ کبیرہ کا ارتکاب۔ب۔پھر اس گناہ کا بہتان اس شخص پر لگا دینا جو بے گناہ ہے۔ج۔پھر اپنے آپ کو بے گناہ اور بے گناہ کو گناہ گار ثابت کرنے کے لیے جھوٹ بولنا۔د۔پھر اس گناہ پر جو دنیاوی عقوبت مترتب ہوتی ہے وہ عقوبت ایک بے گناہ پر نافذ کرا دینا اور خود کو سزا سے بچا لینا حالانکہ وہ حقیقی مجرم ہے۔و۔پھر بے گناہ شخص کے بارے میں لوگوں کی باتیں اور دیگر مفاسد۔(تفسیرِ سعدی)

سوال2: خود گناہ کر کے اس کا الزام بے گناہ پر لگانا کیسا عمل ہے؟

جواب: خود گناہ کر کہ اس کا الزام بے گناہ پر لگانا یہ عمل بہتان کہلاتا ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔

سوال3: بہتان لگانے کی کوئی مثال حدیثِ رسول ﷺ سے دیں؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی لونڈی تھی۔انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا اور وہ انہی کے ساتھ رہتی تھی۔اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کی ایک لڑکی (جو دلہن تھی) نہانے کو نکلی۔اس کا کمر بند سرخ تسموں کا تھا۔اس نے وہ کمر بند اتار کر رکھ دیا یا اس کے بدن سے گر گیا۔پھر اس طرف سے ایک چیل گزری جہاں کمر بند پڑا تھا۔چیل اسے (سرخ رنگ کی وجہ سے) گوشت سمجھ کر جھپٹ لے گئی بعد میں قبیلے والوں نے اسے بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملا۔ان لوگوں نے اس کی تہمت مجھ پر لگا دی اور میری تلاشی لینی شروع کر دی یہاں تک کہ انہوں نے اس کی شرم گاہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک کی تلاشی لی۔اس نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے ان کا وہ کمر بند گرا دیا۔وہ ان کے سامنے ہی گرا۔میں نے (اسے دیکھ کر) کہا: یہی تو تھا جس کی تم مجھ پر تہمت لگاتے تھے۔تم لوگوں نے مجھ پر اس کا الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے پاک تھی۔یہی تو ہے وہ کمر بند! اس (لونڈی) نے کہا کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں ایک بڑا خیمہ لگا دیا گیا (یا یہ کہا کہ) چھوٹا سا خیمہ لگا دیا گیا۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ لونڈی میرے پاس آتی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی کہ کمر بند کا دن ہمارے رب کی عجیب نشانیوں میں سے ہے۔اسی نے مجھے کفر کے ملک سے نجات دی۔عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ آخر بات کیا ہے؟ جب بھی تم میرے پاس بیٹھتی ہو تو یہ بات ضرور کہتی ہو۔آپ نے بیان کیا کہ پھر اس نے مجھے یہ قصہ سنایا۔(بخاری:439)

سوال4: فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ''تو یقیناً اُس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھالیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بہتان ہلاک کرنے والے کبائر میں شمار ہوتا ہے کیونکہ اس میں متعدد مفاسد جمع ہیں: ﴿1﴾ گناہ کبیرہ کا ارتکاب۔﴿2﴾ پھر اس گناہ کا بہتان اس شخص پر لگا دے جو بے گناہ ہے۔﴿3﴾ پھر اپنے آپ کو بے گناہ اور گناہ گار کو ثابت کرنے کے لیے جھوٹ بولنا۔﴿4﴾ پھر اس گناہ پر جو دنیاوی عقوبت مترتب ہوتی ہے وہ عقوبت ایک بے گناہ پر نافذ کرا دینا اور خود کو سزا سے بچا لینا حالانکہ وہ حقیقی مجرم ہے۔﴿5﴾ پھر بے گناہ شخص کے بارے میں لوگوں کی باتیں اور دیگر مفاسد۔ان تمام مفاسد اور ہر ایک شر سے ہم اللہ تعالیٰ کی عافیت کا سوال کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:587/1)

سوال5: کسی بے گناہ پر بہتان لگانے کے جرم کو قرآنِ حکیم نے کیسے مجسم شکل میں پیش کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بے گناہ پر الزام تھوپ کر بہتان لگانے والے نے ایک بوجھ اٹھا لیا ہے بوجھ کا اٹھانا انسانی ضمیر کو بوجھل کر دیتا ہے۔﴿2﴾ انسان عملی طور پر اس جرم کا بوجھ اپنے سر پر محسوس کرنے لگتا ہے۔

رکوع نمبر 14

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (113)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو اُن میں سے ایک گروہ نے آپ کو بہکانے کا ارادہ کر ہی لیا تھا۔ حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے ہیں اور آپ کو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا۔ اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے۔ اور آپ پر ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔(113)

سوال1: اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت کیا تھی؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت یہ تھی کہ اس نے اپنے رسول کو وحی کے ذریعے اصل صورتِ حال سے مطلع فرما دیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا فضل یہ تھا کہ اس نے مسلمانوں کے کردار کو مجروح ہونے سے بچا لیا کیونکہ معاملہ محض ایک مجرم کے بچ جانے کا اور بے قصور کے مجرم ٹھہرنے کا نہیں تھا۔﴿3﴾ امام رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے کہ علم سے بڑھ کر کوئی نعمت، کوئی شرف اور کوئی منقبت نہیں ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال2: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ" اور اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو اُن میں سے ایک گروہ نے آپ کو بہکانے کا ارادہ کر ہی لیا تھا" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کا اظہار فرمایا ہے جس کی وجہ سے مسلمان منافقوں کے شر سے محفوظ رہے۔﴿2﴾ منافقوں کی کوشش اور سازش یہی تھی کہ وہ آپ کو غلط فہمی میں ڈال کر سیدھے راستے یعنی سچائی اور عدل کے راستے سے ہٹا دیں ﴿3﴾ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ سے مراد بنو ابیرق طعمہ کے بھائی تھے انہوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ آپ کو عدل کے حکم سے ہٹا دیں جب اللہ تعالیٰ کی وحی حق کو بیان کرنے کے لیے آ گئی(تفسیر منیر:272/3)

سوال3: وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ" حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے یعنی منافق آپ کو گمراہ نہیں کر سکتے خود اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال رہے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے مگر وہ شعور نہیں رکھتے۔ (البقرہ:9)﴿2﴾ حق ہی صراطِ مستقیم ہے۔ جو حق کے راستے سے ہٹتا ہے وہ کسی کا نقصان کرنے سے پہلے اپنا نقصان کرتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جب بھی کوئی سچائی کی راہ سے ہٹتا ہے یا دوسرے کو ہٹاتا ہے یا برائی کا ساتھ دیتا ہے تو اس کا دل گناہ میں آلودہ ہو جاتا ہے۔اس طرح سب سے پہلے وہ خود جانتے بوجھتے گمراہ ہو جاتا ہے۔﴿3﴾اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ باطل پرستوں کی حمایت کرنا گمراہی ہے۔گمراہی کی دو اقسام ہیں:الف۔علم میں گمراہی۔یہ حق سے لاعلمی اور جہالت کا نام ہے۔ب۔عمل میں گمراہی۔عمل واجب کے خلاف عمل کرنا۔(تفسیر سعدی:588/1)

سوال4:وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ"اور آپ کو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے "سے کس بات کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب:﴿1﴾"اور آپ کو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے۔"اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جو حق پر قائم ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔﴿2﴾یعنی شیطان اور اس کے چیلوں (منافقین) کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ آپ کو دین کے کسی شعبہ میں کچھ بھی مغالطہ ڈال سکیں۔(تفسیر الماجدی:794/1)

سوال5:وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ"اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا"اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾الْكِتٰبَ:اس سے مراد قرآن حکیم ہے۔الْحِكْمَةَ:اس سے مراد سنت ہے۔(ایسر التفاسیر)﴿2﴾آپ پر کتاب وحکمت نازل کی ہے مراد ہے کہ قرآن وسنت دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔

سوال6:کتاب اور حکمت کی نعمت سے کیسے انسان کو فائدے نصیب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾کتاب وحکمت کی تعلیم سے انسان کو حق اور باطل کا فرق پتہ چل جاتا ہے۔اس طرح انسان غلطیوں سے بچ سکتا ہے۔﴿2﴾مسلمان کتاب اور حکمت کی وجہ سے سازشی گروہوں کی آفتوں اور فتنوں سے خود کو بچا سکتے ہیں۔﴿3﴾کتاب وحکمت کی تعلیم سے انسان کو نئی زندگی ملتی ہے۔انسان جاہلیت کی پستیوں سے اُٹھ سکتا ہے۔﴿4﴾کتاب وحکمت کے ذریعے انسان دنیا میں برتری اور ترقی کے اونچے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

سوال7:کتاب وحکمت کی نعمت عطا کرنے کا ذکر کر کے اصل میں انسان سے کیا مطالبہ کیا جا رہا ہے؟

جواب:﴿1﴾مسلمان سچے دل سے اس نعمت کی قدر کریں۔﴿2﴾مسلمان کتاب وحکمت کی تعلیم کو جانیں اور سمجھیں۔﴿3﴾مسلمان کتاب وحکمت کے پیش کردہ اسلامی نظام حیات کو قائم کریں اور غیر مسلموں کی چالوں میں نہ آئیں۔

سوال8:وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے "کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ''اور آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے''﴿1﴾ یعنی امور دین اور شریعت سے واقف نہیں تھے۔(الاساس فی التفسیر:1180/2)﴿2﴾ وحی کے نازل ہونے سے پہلے آپ ان حقائق سے باخبر نہیں تھے جیسا کہ ارشاد فرمایا: وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح وحی کی ہے۔آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔(الشوریٰ:52)﴿3﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں اس (قرآن) کی بدولت جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور اس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے۔(یوسف:3)﴿4﴾ وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى اور اس نے آپ کو بے خبر پایا تو ہدایت دی؟(الضحیٰ:7)﴿5﴾ پھر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی طرف وحی بھیجتا رہا، آپ ﷺ کو علم سکھاتا رہا اور آپ ﷺ کے علم کی تکمیل کرتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ علم کے ایسے مقام پر فائز ہو گئے کہ اولین و آخرین وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔پس رسول اللہ ﷺ علی الاطلاق مخلوق میں سب سے زیادہ کامل تھے۔(تفسیر سعدی)

سوال9: وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ''اور آپ پر ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔''اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا فضل کیا۔آپ کو نبی بنایا، وحی نازل کی، ہمیشہ مدد کی جیسا کہ فرمایا: وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّلْقٰۤى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، چنانچہ آپ کافروں کے مددگار نہ بنیں۔(القصص:86)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا آپ پر عظیم فضل ہے جب اس نے ساری انسانیت کے لیے آپ ﷺ کو رسول بنایا، خاتم النبیین بنایا، قیامت کے دن سب پر گواہ بنایا، آپ کو لوگوں سے بچایا، آپ کی امت کو امت وسط بنایا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اپنی امت کی جانب سے اس انعام پر شکر کریں یہاں تک کہ آپ کی امت لوگوں کے لیے نکلے اور دوسروں کے لیے اچھا نمونہ بن جائے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا فضل مخلوق میں سب سے زیادہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کی ہر جنس سے آپ ﷺ کو نوازا ہے جن کی تہہ تک پہنچنا ناممکن اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان کو شمار کرنا آسان نہیں۔(تفسیر سعدی)

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا(114)

اوران کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کروانے کا حکم دے۔اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کام کرے تو جلد ہی ہم اُسے اجرِ عظیم عطا کریں گے۔(114)

سوال1: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ ''اوران کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے'' اسلام کس قسم کے نجویٰ کی اجازت نہیں دیتا؟

جواب:﴿1﴾ جس نجویٰ میں خیر نہ ہو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا رب العزت کا فرمان ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا۔سرگوشی کرنا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے تا کہ ان لوگوں کو وہ غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر اُنہیں ہرگز کچھ بھی نقصان پہچانے والا نہیں پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔(المجادلہ:9,10)﴿2﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین آدمی ہو تو دو آدمی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کیا کرو کیونکہ اس سے اس کی دل آزاری ہوگی۔(مسلم:5697)

سوال2: نجویٰ کسے کہتے ہیں؟

جواب: خفیہ سرگوشیوں کو نجویٰ کہتے ہیں جو قیادت کے خلاف کی جائیں کیونکہ بھلائی اور صاف ستھری باتوں کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سوال3: قرآنِ کریم میں نجویٰ سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس لیے کہ لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر بھلائی نہیں ہوتی۔﴿2﴾ اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی گروہ اسلامی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جماعت سے الگ ہوکر، قیادت سے علیحدہ ہوکر کوئی بات سوچے اور اس کے لیے جمع ہو۔

سوال4: اسلامی تربیت کا طریقۂ کار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ لوگ اپنی مشکلات اور مسائل لے کر اسلامی قیادت کے پاس آئیں۔ ﴿2﴾ اگر بات ذاتی ہو تو علیحدگی میں پیش کریں تاکہ وہ بات لوگوں میں نہ پھیلے۔ ﴿3﴾ اگر بات عام ہو تو اسے اعلانیہ پوچھیں۔

سوال5: نجویٰ سے روکنے کی پالیسی میں حکمت کیا ہے؟

جواب: اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سدِ باب کیا ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں کوئی بلاک یا گروہ نہ بن سکے۔

سوال6: اسلامی جماعت میں نجویٰ کون لوگ کرتے ہیں؟

جواب: اسلامی جماعت میں منافق نجویٰ کرتے ہیں۔

سوال7: اسلامی معاشرہ ایک کھلا معاشرہ ہے۔ نبی ﷺ کے دور میں اس کے معاملات کیسے طے پاتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ مسجدِ نبوی ﷺ مسلمانوں کی پارلیمنٹ تھی۔ ﴿2﴾ لوگ مسجدِ نبوی ﷺ میں باہم ملتے تھے، نماز پڑھتے تھے اور زندگی کے سارے معاملات وہاں طے کرتے تھے۔ ﴿3﴾ جنگی اَسرار و رُموز سے متعلقہ معاملات یا لوگوں کے نجی معاملات جن کو وہ سب کے سامنے نہ رکھنا چاہتے ہوں ان کو سب کے سامنے بیان نہیں کیا جاتا تھا۔

سوال8: اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ اَوۡ اِصۡلَاحٍۢ بَيۡنَ النَّاسِ ''سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کروانے کا حکم دے''؟ اسلام کس قسم کے نجویٰ کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ ''سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے کا حکم دے'' اسلام صدقہ و خیرات کے کاموں میں مشورہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کچھ افراد مل کر مشورہ کریں کہ فلاں شخص کی مدد کے لیے یا فلاں کام کے لیے خرچ کرنا چاہیے اس لیے کہ اسے ضرورت ہے اور ہمیں اس کی ضروریات کا علم ہے ﴿2﴾ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ ''یا نیکی کا'' ام کلثوم بنت عقبہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا: جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے (بخاری:2692) ﴿3﴾ اَوۡ اِصۡلَاحٍۢ بَيۡنَ النَّاسِ ''یا لوگوں کے درمیان صلح کروائے'' انسانوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اگر کوئی سوسائٹی بنانا چاہیں اور وہاں مشاورت کرنا چاہیں تو اسلام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایسے نجویٰ کی اجازت دیتا ہے۔﴿4﴾ معروف کاموں میں مشاورت ہوسکتی ہے۔کسی بھی نیک کام کے لیے کوئی تنظیم بن سکتی ہے جہاں لوگ نیک کاموں میں باہم مشاورت کر کے تعاون کریں۔﴿5﴾ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہا: کہ جو اپنی سرگوشیوں میں صدقہ، نیکی یا صلح کا معاملہ لے کر آئے گا اس سے قبول کر لیا جائے گا۔

سوال9: صدقہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: صدقہ وہ مال جو اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اس کے نام پر دیا جائے۔حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اگر تم میں سے کوئی آگ سے ایک کھجور کا ٹکڑا دے کر بھی بچنے کی طاقت رکھتا ہو تو کر گزرے۔(مسلم:2347)

سوال10: معروف کسے کہتے ہیں؟

جواب: معروف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اور ہر نیک کام کو کہتے ہیں۔(تفسیر قاسمی:454/5) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: نیکی میں کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ہی ملے (مسلم:6690) امتِ مسلمہ کی صفات میں سے اہم صفت ہے کہ وہ معروف کا حکم دیتے ہیں۔رب العزت فرماتے ہیں: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔(آل عمران:110)﴿4﴾ معروف اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے دین کو کہتے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:1186/2)

سوال11: اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ''لوگوں کے درمیان صلح'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مسلمانوں کے درمیان ہر قسم کے اختلافات کو دور کرنا ہے۔صلح کروانا بڑی نیکی ہے۔رب العزت کا فرمان ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو۔(الانفال:1) سیدنا ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے صدقے کی خبر نہ دوں جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔انہوں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: جب لوگوں کے درمیان فساد ہو تو صلح کروا دو اور جب لوگ دور ہوں تو انہیں قریب کر دو (بخاری:11) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے بدن کے (تین سو ساٹھ جوڑوں میں سے) ہر جوڑ پر ہر اس دن کا صدقہ واجب ہے جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انصاف کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔(صحیح بخاری:2707)

سوال12:وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا'' اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کام کرے تو جلد ہی ہم اُسے اجرِ عظیم عطا کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ'' اور جو یہ کام کرے'' مقاتل بن حیان نے کہا: جو صدقہ دے یا قرض دے یا لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صلح کروادے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی عظیم عطا کریں گے(الدرالمنثور:2/392)

سوال13: نیکی کا کام تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن انجام مختلف کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ نیکی کا کام نیتوں اور ارادوں کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔(مسلم:6543)﴿2﴾ اگر مقصد اعلیٰ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور آخرت میں اجر پانا تو نیکی کا کام قبول کیا جاتا ہے۔﴿3﴾ اور اگر کام کا مقصد یہ ہو کہ لوگوں میں اچھی شہرت ہو جائے، لوگوں میں نیک مشہور ہو جائیں تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں ملنے والا نہیں۔ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی (لاحق بن ضمیرہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس ارادے سے جنگ میں شریک ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ بلند رہے، صرف وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔(بخاری:2810,3126,123)﴿4﴾ ہر شخص کو دو راستوں میں سے ایک راستہ اپنانا ہے۔یا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اِخلاص اور اس کی اِطاعت کا طریقہ یا ریاکاری اور دنیا کے ارادے کا طریقہ۔ لوگ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا(115)

اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیروی کرے گا تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے(115)

سوال1: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے'' اس کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: جب قرآن کریم کا یہ حکم نازل ہوا تو رسول اکرم ﷺ ہتھیار لے کر آئے اور رفاعہ رضی اللہ عنہ کو دے دیے اور بشیر منافق مشرکوں کے ساتھ جا کر مل گیا اور سلافہ بنت سعد کے پاس جا کر اترا، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ امام حاکم فرماتے ہیں امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔ (تفسیر ابن عباس:302,303/1)

سوال2: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے'' رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے کیا مراد ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے مراد آپ ﷺ کے مقابلے پر آ جانا ہے۔ یعنی ایک طرف اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہوں اور دوسری طرف کوئی شخص یا گروہ ہو تو رسول کے طریقے (یعنی آپ ﷺ کی سنت) سے ہٹ کر دوسروں کا راستہ اختیار کرنا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے۔

سوال3: مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ''اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی یعنی اس نے نبی کو پہچان لیا کہ وہ دین حق اور ہدایت لے کر آئے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:296) ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی تھی وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ (محمد:32) ﴿3﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت عذاب والا ہے۔ (الانفال:13) ﴿4﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب جنت میں داخل ہو گے مگر جو انکار کر دے لوگوں نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کون انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری تابعداری کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ بہشت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے انکار کیا۔(صحیح بخاری)﴿5﴾وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں سے یہاں مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو دین اسلام کے مطابق چلنے والے تھے اور نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرنے والے تھے۔سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ سے مراد صحابہ اور نبی کی اتباع کرنے والوں کا راستہ ہے۔﴿6﴾رسول اللہ کی مخالفت سے مراد آپ ﷺ کی دشمنی ہے اور ایسا کرنے والا مسلمانوں کی جماعت سے نکالا جاتا ہے اور مومنوں کے راستے کے ماسوا کسی اور راستے پر چلتا ہے جو دین اسلام نہیں کیوں کہ اس کے احکامات کو مضبوتی سے پکڑنا نہیں ہے۔(فتح القدیر:657/1)

سوال4:رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور اہلِ ایمان کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا دین اسلام سے خروج ہے۔

سوال5:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج اور طریقے سے اِنحراف کیسا عمل ہے؟

جواب:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج سے اِنحراف کرنا کفر ہے۔

سوال6:رسول کی مخالفت اور غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ کا باہمی تعلق کیا ہے؟

جواب:رسول کی مخالفت اور غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی مؤمنوں کے طریقے کے علاوہ کوئی اور طریقہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

سوال7:نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى "تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اسے کفر اور گمراہی میں چھوڑ دیا جاتا ہے جو اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے(ایسر التفاسیر)﴿2﴾اس سے مراد یہ ہے کہ انسان پہلے خود پھرتا ہے، پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر دیا جاتا ہے۔﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں وہ نہیں جانیں گے۔(القلم:44)﴿4﴾فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(الصّف:5)﴿5﴾وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔(الانعام:110)﴿6﴾رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دین اسلام سے خروج ہے۔﴿7﴾ نبی ﷺ اسلام پر ثابت قدمی کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔ابن حوشب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: ام المومنین جب رسول اللہ ﷺ کا آپ کے پاس قیام ہوتا تھا تو آپ اکثر کونسی دعا پڑھتے تھے، انہوں نے فرمایا آپ ﷺ کی اکثر دعا یا مقلب القلوب سے لیکر علی دینک تک ہوتی اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔وہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اللہ کے رسول آپ یہ دعا اکثر مانگتے ہیں (اس کی وجہ کیا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا! ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اس نے جس (دل) کو چاہا (دین پر قائم رکھا) اور جس کو چاہا ٹیڑھا کر دیا پھر راوی معاذ نے یہ آیت تلاوت کی اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر۔(جامع الترمذی:3522)

سوال8: اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے پسندیدہ راستے کی طرف کیسے موڑتے ہیں؟

جواب: انسان زندگی میں جس راستے اور جس طریقے کو اچھا سمجھتا ہے اس کی طرف توجہ کرتا ہے، اس کے لیے کوشش کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔قرآنِ حکیم میں ہے: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی۔(النجم:39)

سوال9: وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ''اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے'' رسول کی مخالفت اور مؤمنوں کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی کرنے والے کا کیا انجام ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رسول کی مخالفت اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔اس کی سزا یہاں بہت بری جگہ 'جہنم' بتائی گئی ہے۔﴿2﴾ مخالفت کرنے والے کو جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا۔(ایسر التفاسیر:296)﴿3﴾ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا: جو شخص جہنم میں پہنچے گا ہمیشہ اس میں رہے گا﴿4﴾ رسول ﷺ کی مخالفت حرام ہے۔(تفسیر قاسمی:458/5)

رکوع نمبر15

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (116)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے تو بلاشبہ وہ دور کی گمراہی میں کھو چکا ہے۔(116)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ’’ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا‘‘ شرک نا قابل معافی جرم ہے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شرک نا قابل معافی جرم ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر پرندے اسے اچک لیتے ہیں یا ہوا اسے دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے۔ (الحج:31) ﴿2﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: ’’یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو پیدا کیا ہے‘‘۔ میں نے عرض کیا کہ ’’یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے۔ پھر اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے‘‘؟ فرمایا: ’’یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے۔‘‘ میں نے پوچھا: ’’اور اس کے بعد‘‘؟ فرمایا: ’’یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرو۔‘‘ (صحیح بخاری:4477) ﴿3﴾ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جنت اور دوزخ کو واجب کرنے والی چیز کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کیا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے کسی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔‘‘ (مسلم:269) ﴿4﴾ جو شخص شرک کرتا ہے وہ نیکی اور بھلائی کے دائرے سے باہر نکل جاتا ہے، شرک کرنے والے کی اصلاح کی کوئی اُمید باقی نہیں رہتی، شرک کرنے والے کی فطرت بگڑ جاتی ہے۔ اس آیت میں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ شرک نا قابلِ عفو گناہ ہے کیونکہ اس سے زیادہ گمراہ، کن جاذبِ اوہام اور کوئی عقیدہ نہیں۔ فطرتِ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اتنا پاکیزہ اور بلند پیدا کیا ہے کہ وہ کسی طرح بھی شرک جیسی ذلت کو برداشت نہیں کر سکتی۔ (تفسیر سراج البیان:1229/) ﴿5﴾ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ رب العزت نے فرمایا: وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ (لقمان:13) ﴿6﴾ انسان میں سب سے بڑا عیب یہی ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بڑا کون ہو سکتا ہے اور شرک اس کی شان میں بے ادبی ہے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’میں شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' (مسلم:7475)

سوال2: وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ '' اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا'' اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اس شخص کو کبھی نہیں بخشے گا جس نے مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا اس کے علاوہ اگر اس نے چاہا اور اس کی حکمت مقتضی ہوئی تو وہ تمام چھوٹے بڑ گناہ بخش دے گا۔شرک سے کمتر گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سے اسباب مقرر فرمائے ہیں مثلاً برائیوں کو مٹانے والی نیکیاں ،دنیا اور برزخ میں نیز قیامت کے روز گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب ،اہل ایمان کی ایک دوسرے کے لیے مغفرت کی دعائیں،شفاعت اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت جس کے سب سے زیادہ مستحق اہل ایمان وتوحید ہیں۔جب کہ شرک کا معاملہ اس کے برعکس ہے مشرک نے خود اپنے لیے مغفرت کا دروازہ بند کرلیا اس نے خود اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی راہیں مسدود کرلیں۔توحید کے بغیر نیکیاں اسے کوئی نفع نہ دیں گی اور توحید کے بغیر مصائب اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔(تفسیر سعدی:525/1)

سوال3: وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا '' اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے تو بلاشبہ وہ دور کی گمراہی میں کھو چکا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔جس نے شرک کیا اس کی فطرت بگڑ گئی۔اگر اس کی فطرت میں کوئی نیکی کا عنصر ہوتا تو وہ ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ جوڑ لیتا لیکن ایسے شخص نے سارے رشتے توڑ دیئے۔

سوال4: اگر کوئی موت سے چند منٹ پہلے شرک سے توبہ کرے تو کیا وہ جہنم سے نجات پا سکتا ہے؟

جواب: جب تک حالتِ نزع طاری نہیں ہوتی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ تب تک قبول کرتے ہیں جب تک کہ غرغرہ نہ لگے۔'' (ترمذی:3537)

سوال5: مشرک کا کیا انجام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا (117)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔(117)

سوال1: اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا'' وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو'' اِنٰثًا (عورتوں) سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اِنٰثًا سے بے جان چیزیں مراد ہیں پتھر مٹی وغیرہ۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ ابن زید نے کہا: اس سے مراد ان کے معبود ہیں لات، عزیٰ، اساف اور نائلہ وہ سب عورتیں تھیں جنہیں وہ اللہ کے ماسوا پکارتے تھے۔(تفسیر جامع البیان:324/5) ﴿3﴾ ضحاک نے کہا: ملائکہ کے بارے میں وہ یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں(تفسیر جامع البیان:325/5)﴿4﴾ قرآن حکیم میں مشرکوں کے بارے میں فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، بلاشبہ وہ فرشتوں کے عورتوں کے سے نام رکھتے ہیں۔(النجم:27) وَ جَعَلُوا الۡمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَہِدُوۡا خَلۡقَہُمۡ ؕ سَتُکۡتَبُ شَہَادَتُہُمۡ وَ یُسۡـَٔلُوۡنَ اور انہوں نے فرشتوں کو، جو رحمٰن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا۔(الزخرف:19)

سوال2: کیا شرک کے لیے اِنٰثًا (عورتوں) کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے؟

جواب: مشرکانہ مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ چین، ہندوستان، عرب، مصر، بابل اور نینوا وغیرہ میں دیویوں کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔

سوال3: دیویوں کی اہمیت کی وجہ کیا تھی؟

جواب:﴿1﴾ زندگی کی اصل ضرورتوں کا تعلق دیویوں سے سمجھا جاتا تھا۔﴿2﴾ عربوں میں بھی خدائی کے کام میں دیویوں کا قبضہ سمجھا جاتا تھا مثلاً لات، منات، عزیٰ وغیرہ۔﴿3﴾ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی لاڈلی بیٹیاں ہیں اور ان کی بات اللہ تعالیٰ کبھی رَدّ نہیں کرتے۔ اگر یہ راضی ہوں تو ان کے واسطے سے جو کچھ مانگا جائے ملتا ہے۔

سوال4: عربوں میں کون کون سی شرکیہ رسومات جاری تھیں؟

جواب﴿1﴾ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔﴿2﴾ جانوروں کو ان دیویوں کے نام پر نذر کرتے تھے۔﴿3﴾ شیطان کی پوجا کرتے تھے۔

سوال5: عرب میں فرشتوں کی پوجا کیسے شروع ہوئی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ابتداء میں لوگ صرف یہ سمجھتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔﴿2﴾اس کے بعد وہ فرشتوں کی مورتیاں بنانے لگے۔﴿3﴾مورتیوں کے نام رکھے گئے مثلاً لات،منات،عزّیٰ وغیرہ۔﴿4﴾مورتیوں کی پوجا شروع ہوگئی۔﴿5﴾ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت کا ذریعہ بنالیا گیا۔﴿6﴾فرشتوں کی بذاتِ خود پوجا کرنے لگے۔

سوال6:وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ''اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مَّرِیْدًا کا معنی ہے شریر(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا کا مطلب ہے شریر شیطان۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ عورتوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ شیطان کے پجاری ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:368/369)

سوال7:باغی شیطان کو کیسے معبود بنایا جاتا ہے؟

جواب:فرشتوں،بتوں اور دیگر بزرگ ہستیوں کی عبادت شیطان کی عبادت ہے کیونکہ شیطان ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک کر انسانوں کو ان کے آستانوں پر جھکاتا ہے۔اس طرح انسان شیطان کو معبود بناتا ہے۔شیطان انسان کا پہلا اور سب سے بڑا دشمن ہے۔اس نے دھمکی دی تھی کہ میں اللہ کے بندوں کو توحید سے ہٹا کر شرک میں مبتلا کردوں گا۔سو شرک کہیں بھی پایا جاتا ہے،پیچھے کروانے والا شیطان ہے۔اسی وجہ سے ہر دُعا،اِلتجا اور ہر عبادت جو کہیں بھی غیر اللہ کے لیے کی جارہی ہو وہ شیطان کے لیے ہوتی ہے۔

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا(118)

اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے۔اور اس نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا۔(118)

سوال1:لَّعَنَهُ اللّٰهُ ''اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اپنی رحمت اور فضل سے دور کردیا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے شیطان پر لعنت کیوں بھیجی ہے؟

جواب:﴿1﴾شیطان نے یہ دھمکی دی تھی کہ وہ انسانوں کے ایک بڑے حصے کو گمراہ کرکے رہے گا۔﴿2﴾انہیں جھوٹی تمناؤں اور جھوٹی خواہشات کے چکر میں ڈالے گا۔﴿3﴾انہیں لذتوں کے حصول میں گم کردے گا۔﴿4﴾انہیں دنیا کی کامیابیوں کے پیچھے دیوانہ کردے گا۔﴿5﴾انہیں آخرت کی خوش فہمیوں میں مبتلا کردے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ''اوراس نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ شیطان نے بیڑا اٹھایا ہے کہ میں انسان کو برابر بہکاتا رہوں گا اور حق سے ہٹاتا رہوں گا۔(مختصر ابن کثیر:1369/)
﴿2﴾ مقررہ حصہ سے مراد نذر و نیاز بھی ہوسکتی ہے جنہیں شرک کرنے والے قبروں میں دفن شدہ لوگوں کے نام پر نکالتے ہیں۔
﴿3﴾ اس سے مراد وہ لوگ بھی ہوسکتے ہیں جنہیں شیطان گمراہ کرکے اپنے ساتھ جہنم لے جائے گا۔﴿4﴾ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:اَتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ کیا اس نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے اور تمہیں بیٹوں کے لیے چن لیا ہے؟ اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جائے جس کی اس نے رحمٰن کے لیے مثال بیان کی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔(الزخرف:16،17)﴿5﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا اس نے کہا: کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔(بنی اسرائیل:62)﴿6﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا، تو اہل ایمان کے ایک گروہ کے سوا ان سب نے اس کا پیچھا کیا۔(سبا:20)﴿7﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ اس نے کہا: اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بہکایا ہے، میں زمین میں ضرور ان کے لیے (گناہ) مزین کروں گا اور میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا۔مگر ان میں وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔(الحجر:39,40)

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا (119)

اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا، سو وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان چیریں گے اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گے۔اور جواللہ تعالیٰ کے علاوہ شیطان کودوست بناتا ہے تو بلاشبہ اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔(119)

سوال1:وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ''اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا۔اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا، سو وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان چیریں گے۔اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے'' اللہ تعالیٰ نے شیطان کے طریقۂ واردات کے بارے میں کیا واضح فرمایا ہے؟

جواب: شیطان کے طریقہ واردات کے بارے میں چار باتیں واضح کی گئی ہیں۔﴿1﴾وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ ''اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا'' الاضلال: گمراہ کرنا یعنی انسانوں کو صحیح عقائد سے پھیر دینا۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور تمہارے دل میں پہلے تو یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی' فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور آخر میں بات یہاں تک پہنچاتا ہے کہ خود تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب کسی شخص کو ایسا وسوسہ ڈالے تو اسے چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے اور شیطانی خیال کو چھوڑ دے۔(صحیح بخاری:3276)﴿2﴾وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ ''اور میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا رہوں گا'' امانی: جھوٹی اور باطل امیدوں کو دل میں مزین کرنا انسان کی اہم خواہشات میں سے ہے جیسے لمبی عمر پانا اور لازوال بادشاہت حاصل کرنا۔اسی سے اس نے حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو پھسلایا تھا فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى پس شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا، اُس نے کہا: اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہت جو پرانی نہ ہو؟(طٰہٰ:120)﴿3﴾وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ''اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا، سو وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان چیریں گے'' جیسا کہ اہل عرب کیا کرتے تھے کہ جب کوئی اونٹنی دس بچے جن لیتی یا جس اونٹ کے نطفہ سے دس بچے پیدا ہو چکتے تو اسے اپنے دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس سے کام لینا حرام سمجھتے تھے۔اور علامت کے طور پر اس کے کان چیر دیتے تھے۔(تفسیر تیسیر القرآن:464/1)﴿4﴾وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ''اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے'' حافظ سیوطی نے ''الاکلیل'' میں لکھا ہے کہ یہ آیت خصی کرنے، گدوانے، اضافی بال جوڑنے، دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے اور چہرے کے بال اکھاڑنے کی حرمت پر دلیل ہے۔﴿5﴾عورتوں کو بانجھ بنانا، مردوں کی نس بندی کرنا۔﴿6﴾مردوں کا داڑھی منڈوانا، سر پر مصنوعی بال لگوانا، دانت باریک کروانا۔﴿7﴾عورتوں کو فطری فرائض سے ہٹا کر انہیں مردوں کی صف میں لا کھڑا کرنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیضاوی نے لکھا ہے کہ خَلْقَ اللّٰہِ سے مراد انسان کا چہرہ، صورت اور صفت ہے، اور آزاد کردہ نر اونٹ کی آنکھ پھوڑ دینا، غلاموں کو خصی کرنا، گدوانا اور گال پر زینت کے لیے نشان بنوانا، لواطت، سحاق (دو عورتوں کا آپس میں جنسی خواہش پوری کرنا) شمس وقمر کی عبادت، اسلام میں تبدیلی لانا، اور اعضاء و جوارح کو غیر مفید کاموں میں استعمال کرنا جس سے انسان کو کوئی فائدہ نہ ہو، یہ سبھی صورتیں اس آیت کے ضمن میں آتی ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:296)

سوال2: وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ ''اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان کا قول ہے کہ میں انہیں ضرور بہکاؤں گا۔ بہکانے سے مراد گمراہ کرنا ہے۔ شیطان باطل عقیدوں اور جھوٹی آرزوؤں کے ذریعے انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ ﴿2﴾ اضلال کہتے ہیں ہدایت کے راستے سے گمراہی کے راستے پر لے جانا۔ (فتح القدیر:659/1) ﴿4﴾ قرآنِ حکیم میں ابلیس کا قول بیان کیا گیا ہے: قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ابلیس نے کہا: پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں ان کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔ (الاعراف:16) انسان رب سے دعائیں کرتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ (الفاتحہ:6) لیکن سیدھے راستے سے روکنے کے لیے شکاری بیٹھا ہے۔ اس نے اپنے پھندے لگا رکھے ہیں، اپنے جال پھیلا رکھے ہیں، اپنے مورچے لگا رکھے ہیں۔ وہ خواہشات کے جال میں اُلجھاتا ہے، جھوٹی اُمیدوں سے فریب دیتا ہے، باطل عقیدوں کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے انسان سیدھے راستے کو گم کر بیٹھتا ہے۔

سوال3: وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ ''میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ امانی سے مراد شیطان کی دلائی ہوئی جھوٹی امیدیں ہیں (فتح القدیر:659/1) ﴿2﴾ شیطان انسان کے دل میں جھوٹی امیدیں پیدا کرتا ہے کہ گناہ کرتے رہو اللہ غفور ورحیم ہے۔ ابھی عمر پڑی ہے توبہ کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کو جہنم کے لیے تو پیدا نہیں کیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتیوں کی شفاعت ہو جائے گی۔ اس قسم کے خیالات اور گمان باطل اُمیدوں میں شامل ہیں۔

سوال4: باطل اُمیدیں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ باطل اُمیدیں شیطان کے وسوسوں سے پیدا ہوتی ہیں جو انسان کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ ﴿2﴾ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ ''میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا۔'' یعنی میں ان کو گمراہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ امیدیں بھی دلاتا رہوں گا کہ انہیں وہ سب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کچھ حاصل ہوگا جو ہدایت یافتہ کو حاصل ہوتا ہے اور یہ عین فریب ہے۔پس اس نے انہیں مجرد گمراہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے اس گمراہی کو ان کے سامنے آراستہ کیا جس میں وہ مبتلا ہوئے اور یہ ان کی برائی میں مزید اضافہ ہے کہ انہوں نے اہل جہنم کے اعمال کیے جو عذاب کے موجب ہیں اور سمجھتے رہے کہ یہ اعمال انہیں جنت میں لے جائیں گے (تفسیر سعدی:595/1) شیطان ان خواہشات کے راستے انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے پھر انسان کو بھلا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیا حکم دے رکھا ہے؟

سوال5: شیطان جھوٹی اور باطل اُمیدیں کیوں دلاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اُسے جھوٹی اور باطل اُمیدیں دِلاتا ہے۔﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوں جوں آدمی بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی حرص اور خواہشیں جواں ہوتی رہتی ہیں اور یہی دو باتیں تمام گناہوں کا سرچشمہ ہیں ۔ (تفسیر تیسیر القرآن:465/1)

سوال6: وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ''اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا، سو وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان چیریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ عربی میں امر کا لفظ حکم دینے، مشورہ دینے اور سمجھانے کے معنوں میں آتا ہے۔﴿2﴾ شیطان یہ مشورے اپنے ساتھیوں کی وساطت سے دیتا ہے۔شیطان انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ کیا کمال بات سوجھی ہے! کیا کمال راستہ نظر آیا ہے! اور یوں شیطان کا کام ہو جاتا ہے۔﴿3﴾ شیطان کے ایجنٹ اگر زور آور ہوں تو انکے ہاتھوں وہ قانون بھی بنواتا ہے اور اس کو نافذ بھی کرواتا ہے۔﴿4﴾ مشرکین مختلف اَدوار میں اپنے خاص خاص جانوروں کے کان چیر کر اُنہیں اپنے جھوٹے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔کان چیرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ کوئی ان جانوروں سے فائدہ نہ اٹھائے۔﴿5﴾ گمراہی کی یہ قسم اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرانے کی متقاضی ہے اور اسی میں فاسد اعتقادات اور ظلم و جور پر مبنی احکامات بھی شامل ہیں جو بڑی گمراہیوں میں سے ہیں۔(تفسیر سعدی:596/1)

سوال7 وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ''اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے'' اس سے مراد اس فطرت کو بدلنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے مثلاً عقیدہ توحید جو کہ انسان کی فطرت میں ہے لیکن شیطان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس کے ایجنٹوں نے اس عقیدے کوخراب کیا۔﴿2﴾ شیطان کا یہ کام باطنی تخلیق کی تبدیلی کو بھی شامل ہے۔اللہ تعالیٰ نے بندوں کوحنیف بنا کر اچھی فطرت پر پیدا کیا ہے،ان میں قبول حق اور حق کو ترجیح دینے والوں کی فطرت تخلیق کی۔شیاطین آئے اورانہوں نے ان کواس خوبصورت تخلیق سے ہٹادیااور شر،شرک،کفر،فسق اور معصیت کوان کے سامنے آراستہ کردیا،حالانکہ پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگراس کے والدین اس کو یہودی،نصرانی یا مجوسی وغیرہ بنادیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کوجس فطرت پر پیدا کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید،اس کی محبت اوراس کی معرفت،وہ اس فطرت کو بدل ڈالتے ہیں۔اس مقام پر شیاطین بندوں کواسی طرح شکار کرتے ہیں جس طرح درندے اور بھیڑیئے ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑوں،بکریوں کو پھاڑ کھاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:596/1)اللہ رب العزت نے فرمایا:فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ چنانچہ آپ یکسو ہوکر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں،اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں،یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(الروم:30)﴿3﴾اس تبدیلی سے مراد فطرت میں تبدیلی بھی ہے جیسے مردوں کی نَس بندی کی جاتی ہے اورعورتوں کے آپریشن کرکے انہیں بے اولاد بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔﴿4﴾اس سے مراد حلال وحرام کے احکامات میں تبدیلی بھی ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی جانوروں کے کان کاٹنے،چیرنے،سوراخ کرنے وغیرہ سے ہوتی ہے۔﴿6﴾ تفسیر ابنِ کثیر میں وضاحت کی گئی ہے کہ ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں چہرے پر گودنا اور گودوانا۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:''اللہ تعالیٰ بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور پلکوں کے بال اُکھڑوانے والیوں اور خوب صورتی کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والیوں پر جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں لعنت فرمائی ہے۔''(بخاری:5931)﴿7﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھراس کے ماں باپ اسے یہودی،عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں جس طرح جانور صحیح کانوں کا پیدا ہوتا ہے۔کیا کبھی کسی نے جانور کا بچہ چیرے ہوئے کان والا دیکھا ہے؟(بخاری،مسلم)

سوال 8:وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ''اور جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ شیطان کو دوست بناتا ہے تو بلاشبہ اس نے خسارہ اٹھایا،واضح خسارہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جس نے شیطان کو دوست بنایا وہ واضح خسارے میں ہے۔شیطان کو دوست بنانے سے مراد اسے اپنے معاملات سونپ دینا،اسے امام بنانا اوراس کی پیروی کرنا ہے۔(تفسیر منیر:287/3)﴿2﴾فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ''تو بلاشبہ اس نے خسارہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اٹھایا''اس نے اپنے نفس کے حق میں کمی کی، اسے غبن کیا، اس نے اللہ تعالیٰ کا حق شیطان کو دے دیا(قرطبی:271/3)﴿3﴾ عظیم خسارہ یہ ہے کہ قرآن کی ہدایت چھوڑ کر شیطان کے اسالیب اور طریقوں کی پیروی کی۔(تفسیر منیر:287/3)

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا(120)

وہ اُنہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا۔(120)

سوال1:يَعِدُهُمْ'' وہ اُنہیں وعدے دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' وہ اُنہیں وعدے دیتا ہے''ان کو جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے، شیطان انسانوں کے سامنے سبز باغ پیش کرتا ہے۔ وہ جس طرف لے جانا چاہتا ہے اُس کے لیے کسی کو لُطف اُٹھانے لذت حاصل کرنے کے وعدے دیتا ہے اور کسی کو کامیابی کے وعدے دیتا ہے۔﴿2﴾ جب لوگ فی سبیل اللہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو انہیں فقیر ہو جانے کا وعدہ دیتا ہے۔ وہ دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خرچ کرو گے تو مال ختم ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا اور تم فقیر بن کر ذلیل ہو جاؤ گے۔ جب کوئی جوا کھیلتا ہے تو اسے مالدار ہونے کا وعدہ دیتا ہے۔(تفسیر منیر:318/2)﴿3﴾ شیطان کے وعدے جھوٹے ہیں یہ ایک سچی خبر ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ شیطان اپنے دوستوں سے جھوٹے وعدے کرتا ہے انہیں بے کار آرزوئیں دلاتا ہے کہ تم دنیا و آخرت میں کامیاب رہو گے۔ اسی وجہ سے فرمایا کہ شیطان انہیں دھوکہ دیتا ہے اور وہ اس دھوکے میں اپنے عمل کو نیک سمجھنے لگتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے قیامت کے دن کے بارے میں خبر دی ہے۔ وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔(ابراہیم:22) شیطان کہے گا میرے وعدے جھوٹے تھے میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا البتہ میں نے تمہیں دعوت دی تھی، تم نے میری دعوت قبول کر لی۔ مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنی جانوں کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں اور نہ تم میری۔ (مختصر ابن کثیر:370/1)

سوال2: وَيُمَنِّيَنَّهُمْ 'اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے'' شیطان کسی کو کامیابی کی اُمید دلاتا ہے اور کسی کو نافرمانی کے اعمال پر بھی آخرت کی کامیابیوں کا یقین دِلاتا ہے۔ کسی کو یہ تسلی دِلاتا ہے کہ آخرت میں کسی کے سہارے بچ نکلو گے۔

سوال3: وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ''اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان کا وعدہ محض فریب ہے۔ وہ انسان کے لیے جال بچھاتا ہے، اسے آہستہ آہستہ اس جال میں پھانستا ہے۔ اس جال میں وہ لوگ پھنس جاتے ہیں جن کی فطرت بدل گئی ہو، جو یہ نہیں سوچتے کہ انہیں کس راستے پر چلایا جارہا ہے اور کس دھوکے میں انہیں مبتلا کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے دھوکے کے بارے میں آگاہ کیا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی وہ بڑا دھوکے باز اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہیں دھوکے میں ڈالے۔ (5) یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اُسے یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہوجائیں۔ (فاطر:5,6)

سوال4: شیطان کے پھندے میں کون پھنستا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس کی فطرت بدل جائے۔ ﴿2﴾ جس کے اندر بھلائی قبول کرنے کا مادّہ کمزور پڑ جائے۔

سوال5: شیطان کے پھندے سے کون بچ جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو صحیح ایمان لے آئے۔ ﴿2﴾ جو یہ جان لے کہ شیطان دشمن ہے اور اس کی چالوں سے غافل نہ ہو۔ ﴿3﴾ جس کا عقیدہ پختہ ہو ﴿4﴾ جو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہو۔ ﴿5﴾ جو شیطان کے پھندے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پارٹی میں شامل ہوجائے۔

سوال6: شیطان کب تک مُخلص بندوں کے ساتھ مقابلے میں کمزور رہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی رسی (قرآنِ حکیم) کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ﴿2﴾ جب تک وہ اِنفرادی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اجتماعی سطح پر کوششیں کرتے رہیں۔﴿3﴾ جب تک وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے کوششیں کرتے رہیں۔

أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا(121)

یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔(121)

سوال1: أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ''یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو شیطان کے وعدوں اور اس کی دلائی ہوئی امیدوں کو سچا سمجھ رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا ٹھکانہ اور انجام جہنم ہے جس سے انہیں بھاگنے اور چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی اور نہ وہ اس سے رہائی اور نجات پا سکتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:370/1)

سوال2: وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ''اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ شیطان کے وعدوں کو سچا سمجھنے والے کل جب رب العزت کے حضور پہنچیں گے تو جہنم سے فرار کا وہ کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔﴿2﴾ جہنم کی ہولناکیوں کا شعوری احساس دِلا کر انسان کی سوچ کا رخ جنت کی طرف موڑا گیا ہے۔اسی لیے ربّ العزت نے ارشاد فرمایا: اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی''(الشوریٰ:47)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا(122)

اور وہ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، انہیں ہم بہت جلد جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ۔اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے؟(122)

سوال1: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ''اور وہ جو ایمان لائے ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورانہوں نے نیک عمل کیے ہیں،انہیں ہم بہت جلد جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،ہمیشہ ہمیشہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کوسچا کہا۔﴿2﴾وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی جنہوں نے اطاعت کی کیونکہ اللہ اوراس کے رسول کی ہراطاعت عمل صالح ہے(ایسرالتفاسیر:279)﴿3﴾سعادت مندوں اور پرہیز گاروں کی عزت وکمال اوراحترام کا ذکر ہے جن لوگوں کے دلوں نے تصدیق کی،اعضاء نے اللہ کے حکم کے مطابق کام کیے، برے کاموں سے رکے رہے، ہم انہیں جنتوں میں داخل کریں گے وہ جہاں چاہیں گے چلیں پھریں گے،کھائیں پئیں گے،موج اڑائیں گے،نہ فنا ہے،نہ انتقال مکانی کا ڈر۔یہ اللہ کا وعدہ ہے۔(مختصرابن کثیر:370/1)

سوال2:ایمان اورعملِ صالح کرنے والوں کے لیے کیا خوش خبریاں ہیں؟

جواب:﴿1﴾ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔﴿2﴾وہاں ہمیشہ کی زندگی ملے گی،لازوال نعمتیں ہوں گی۔

سوال3:وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا''اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے ''کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے،انصاف پر مبنی ہے،ہرایک کواس کے کیے کا بدلہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوکر رہے گا۔

سوال4:وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا''اوراللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے ''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہوسکتی ہے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں ارشادفرماتے:فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ''بےشک ہر بات سے بہتر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اورسب سے بہتر محمد ﷺ کا راستہ ہے۔''(مسلم:2005)﴿2﴾اللہ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہوسکتی ہے۔اس سے مرادخبر ہے لا اله الا هو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اوراس کے سوا کوئی رب نہیں(تفسیر منیر:288/3)

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا(123)

نہ تمہاری تمناؤں پر(مدار) ہےاورنہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر،جوکوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزادی جائے گی اوروہ اللہ تعالیٰ کے سوانہ کوئی دوست پائے گا اورنہ کوئی مددگار۔(123)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ "نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دین آرزوؤں اور تمناؤں کا نام نہیں بلکہ دین تو پختہ عقیدے کا دلوں کے اندر رَچ بس جانا ہے اور عمل کا اس ایمان کی تصدیق کرنا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جیسے اہلِ کتاب بہت سی آرزوؤں اور تمناؤں کا شکار تھے ایسے ہی تمہاری بھی آرزوئیں اور تمنائیں ہیں جن کی وجہ سے نجات ملنی ممکن نہیں۔نجات کا انحصار تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی اتباع میں ہے۔

سوال2:اہلِ کتاب کی آرزوئیں اور خوش فہمیاں کیا تھیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں:وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور انہوں نے کہا "جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن"۔کہہ دو:"کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرے گا یا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے"؟(البقرہ:80)وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ اُن کی تمنائیں ہیں،آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔(البقرہ:111)

سوال3:مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ "جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾السوء سے یہاں مراد شرک ہے حسن نے کہا یہ آیت کافر کے بارے میں ہے۔(قرطبی:271/3)﴿2﴾یہ آیت مسلمانوں کو دہشت میں مبتلا کر گئی انہیں ان کے عمل کی سزا ملے گی تو انہوں نے خود کو میدانِ حشر میں محسوس کیا اور آیت سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت کے بعد فلاح کیسے ہوگی۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمان شدید پریشان ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"میانہ روی اور استقامت اختیار کرو۔مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہوتی ہے یہاں تک کہ جو ٹھوکر لگتی ہے یا کانٹا چبھتا ہے (تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے)۔"(مسلم:6569)

﴿3﴾عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے یہ آیت تلاوت کی:جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی تو وہ کہنے لگا کہ اگر ہمیں ہمارے عمل کا بدلہ دیا جائے گا تو ہم تو ہلاک ہو جائیں گے۔نبی ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا:"ہاں!البتہ مومن کو اس کا بدلہ دنیا ہی میں جسمانی ایذاء اور مصیبت کی شکل میں دے دیا جاتا ہے۔"(احمد:24872)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:اس آیت میں کیا اسباق ملتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی جزا اور سزا کا دارومدار انسانی خواہشات اور تمناؤں پر نہیں ہے۔﴿2﴾یہ اللہ تعالیٰ کی مستقل اور دائمی سنت ہے۔﴿3﴾دنیا میں کوئی نہیں جس کے لیے اس اُصول میں کوئی نرمی کی جائے۔﴿4﴾دنیا میں کوئی نہیں جس کے لیے قانون بدل جائے۔﴿5﴾جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

سوال5:وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار'' اللہ تعالیٰ کی سنن بھی اس کے احکامات کی طرح ہیں کوئی ان کو بدلنے کی قدرت نہیں رکھتا بلکہ وہ جاری ہیں اس لیے کسی برائی کرنے والے کو دوست اور مددگار فائدہ نہیں دیں گے۔(ایسر التفاسیر:298)

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور ولی اور نصیر کے نہ ملنے کا شعور کیوں دِلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کسی اور ولی اور نصیر کے نہ ملنے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ جھوٹی عقیدتوں اور جھوٹی توقعات سے بچ جائیں اور نیک عمل کرنے کی ٹھان لیں۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا (124)

اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔(124)

سوال1: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ''اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے ''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل وکرم کی وضاحت کی ہے کہ وہ مرد اور عورت میں اعمال کی جزا کے اعتبار سے فرق نہیں کرتا بشرطیکہ وہ صاحبِ ایمان ہوں۔وہ انہیں جنت میں داخل کرے گا اور ان کی نیکیوں میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔﴿2﴾وہ جنت میں اپنے نفس کی پاکیزگی اور روحوں کی طہارت کی وجہ سے داخل ہوں گے۔(مراغی:322/2)

سوال2:وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ''اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ نقیر کھجور کی گٹھلی کی پشت پر چھوٹے سے سوراخ کو کہتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جزا سزا کے دن کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، ہر ایک کو پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی۔ اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔'' (النجم:39،41)

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (125)

اور دین میں اُس سے اچھا کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اس نے ابراہیم کی ملّت کی پیروی کی اور وہ ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنا لیا تھا۔(125)

سوال1: وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ ''اور دین میں اُس سے اچھا کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جس نے اپنی ذات اللہ کے حوالے کر دی اور اپنے عزت وجلال والے رب کی رضامندی کے لیے خلوص سے عمل کرتا رہا اور اس کے ثواب پر یقین کر کے اور اللہ کو خوش کرنے کے لیے اس کی رضامندی کے کام کیے، اپنے عمل میں شریعت کی مطابقت کا لحاظ رکھا اس کے لیے جنت ہے۔﴿2﴾ ہر عمل کے لیے دو شرائط ہیں خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو اور سنت کے مطابق ہو﴿3﴾ خالص وہ عمل ہے جو دل سے کیا جائے اور صواب وہ عمل ہے جو سنت اور شریعت کے مطابق ہو لہٰذا ظاہری عمل شریعت کی مطابقت سے اور باطنی عمل اخلاص سے صحیح ہوتا ہے پھر عمل میں ان دو شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو وہ عمل باطل ہوگا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے یہاں کامیابی کا معیار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے یہاں کامیابی کا معیار اسلام، احسان اور ملتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیروی کرنا ہے۔﴿1﴾ اسلام یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔﴿2﴾ احسان یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہونا۔﴿3﴾ ملتِ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیروی کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل میں ایسے راسخ کر لینا کہ کسی اور کی جگہ نہ رہے۔

سوال3: اسلام لانے کا کیا مطلب ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اسلام لانے کا مطلب ہے اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا﴿2﴾اپنی سوچ،اپنے خیال،اپنے جذبات، اپنے احساسات اوراپنے عمل کومکمل طور پراللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔

سوال4:مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ ''اُس سے اچھا کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا''اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾چہرہ سب سے معزز عضو ہے پھر جب وہ اللہ کے آگے جھک جاتا ہے تو سارے اعضاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں(تفسیر خازن:431/1)﴿2﴾یہاں اخلاص سے مراد ہے چہرے کا اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جانا جو قلب کے خشوع،اس کی توجہ،اس کی انابت اوراس کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:601/1)

سوال5:محسن سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾محسن سے مراد مخلص ہے جو دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرے۔﴿2﴾محسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نگرانی کے یقین کے ساتھ عمل کرتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:1190/2)﴿3﴾حسن عمل اس کا ہے جو سنت کے مطابق عمل کرے۔

سوال6:حنیف کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ایسے شخص کو حنیف کہتے ہیں جو ہر طرف سے کٹ کر یک سُوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔﴿2﴾محمد بن کعب نے کہا حنیف مستقیم کو کہتے ہیں(ابن ابی حاتم:1074/4)

سوال7: یک سُوئی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے قبلے کا تعین کیا تا کہ انسان کے اندر یک سُوئی پیدا ہو۔دن میں پانچ بار اللہ تعالیٰ کے لیے یک سُو ہونا سکھایا جاتا ہے۔انسان ساری دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا رخ کر لیتا ہے۔یہ حنیف ہونے کی تصویر ہے۔اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان یہ رویہ نماز کے علاوہ بھی اپنی زندگی میں اپنائے۔﴿1﴾اپنے ہر معاملے میں سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کرے۔﴿2﴾اپنی زندگی کے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنتِ رسول ﷺ سے لے۔﴿3﴾اپنی خواہش اور دوسروں کی مرضی کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اہمیت نہ دے۔

سوال8:وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا''اوراس نے ابراہیم کی ملّت کی پیروی کی اور وہ ایک(اللہ کی)طرف ہو جانے والا تھا''سے کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ملت ابراہیم: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔(ایسر التفاسیر:298)﴿2﴾ اس سے مراد نبی ﷺ ہیں اور جن لوگوں نے قیامت تک آپ ﷺ کی پیروی کی۔رب العزت نے فرمایا: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ یقیناً لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے،اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔(آل عمران:68)

سوال9: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ''اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنالیا تھا'' ابراہیم علیہ السلام کے خلیل ہونے کی وجہ کیا تھی؟

جواب:﴿1﴾ خُلّہ محبت کی بلند ترین نوع ہے اور محبت کا یہ اعلیٰ ترین مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دو خلیلوں کو حاصل ہوا ہے، جناب محمد مصطفیٰ اور جناب ابراہیم کو اور رہی اللہ تعالیٰ کی محبت عامہ تو یہ عام اہل ایمان کے لیے ہے۔ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اس لیے بنایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو پورا کیا اور ہر آزمائش میں پورے اترے۔پس اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام لوگوں کا امام ٹھہرایا اور اپنا خلیل بنالیا اور تمام جہانوں میں ان کے ذکر کو بلند کیا۔(تفسیر سعدی:601/1)﴿2﴾ جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے وصال سے پانچ دن پہلے سنا۔آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس چیز سے بری ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا دوست بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل (دوست) بنایا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔(صحیح مسلم :1188)﴿3﴾ انہوں نے ہر طرف سے کٹ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الجواب الکافی'' میں لکھا ہے کہ کلمہ ''خلۃ'' جس سے ''خلیل'' بنا ہے اس کا معنی کمال محبت اور انتہائے محبت ہے کہ جس کے بعد دل میں کسی دوسرے کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے اور یہ منصبِ عظیم صرف ابراہیم علیہ السلام و محمد ﷺ کے لیے خاص تھا۔(تیسیر الرحمٰن:298)

رب العزت کا فرمان ہے: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یقیناً ابراہیم ایک اُمت تھے اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔(النحل:120)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا(126)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہمیشہ سے احاطہ کرنے والا ہے۔(126)

سوال1: وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہمیشہ سے احاطہ کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'' یعنی ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مملوک اس کی غلام اور اس کی مخلوق ہے، اس میں اس کا تصرف اور اختیار ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور اس کے فرمان کی تعمیل میں کوئی دیر نہیں کرسکتا اس کی عظمت وقدرت، عدل وحکمت اور رحمت وشفقت عام ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا۔﴿2﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہمیشہ سے احاطہ کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے اور ہر چیز گھیرے ہوئے ہے اس سے کوئی چیز چھپی ڈھکی نہیں آسمانوں میں اور زمین میں کوئی ذرہ برابر چیز یا اس سے کم وبیش اس سے پوشیدہ نہیں ایک ایک ناقابل تقسیم جزو کی اسے خبر ہے۔(ابن کثیر:373/1)

سوال2: جب انسان کے اندر یہ شعور پختہ ہوجاتا ہے کہ زمین وآسمانوں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا ہے تو اس میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا الٰہ (معبود) اور حاکم تسلیم کرلیتا ہے۔﴿2﴾ انسان صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی کرتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنے مُحیط ہونے کا شعور کیسے دِلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ملکیت سے اپنے مُحیط یعنی گھیرنے والا ہونے کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر16

وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا(127)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورلوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اوراس کتاب میں جوتم پر پڑھا جاتا ہے یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کوتم وہ نہیں دیتے جوان کے لیے فرض کیا گیا ہے اورتم رغبت رکھتے ہو کہ اُن سے نکاح کرو اور بے بس کمزور بچوں کے بارے میں بھی اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو اور جو بھی تم بھلائی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کو خوب جاننے والا ہے۔(127)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی کہ اگر اس کی پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور وہ اس کا ولی اور وارث بھی ہو اور لڑکی اس کے مال میں بھی حصہ دار ہو یہاں تک کہ کھجور کے درخت میں بھی اب وہ شخص خود اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے کیوں کہ اسے یہ پسند نہیں کہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دے کہ وہ اس کے اس مال میں حصہ دار بن جائے جس میں لڑکی حصہ دار تھی اس وجہ سے اس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے وہ نکاح نہ ہونے دے تو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔(بخاری:4600)

سوال2:وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ''اورلوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اورلوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں''لوگ آپ سے عورتوں اوران کی میراث کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:299)

سوال3:قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ '' آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے''﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بارے میں ظلم سے روکا اور ہر حصہ دار کا حصہ مقرر کر دیا۔﴿2﴾ابن عباس فرماتے ہیں جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر کوئی شخص یتیم بچی کا ولی بننا چاہتا تو اس پر کپڑا ڈال دیتا تھا۔پھر دستور کے مطابق کوئی اس سے نکاح نہیں کر سکتا تھا اگر وہ حسین ہوتی اور خود ولی اس کی طرف مائل ہوتا تو اس سے شادی کر لیتا اور اس کا مال کھاتا اور اگر بدصورت ہوتی تو اسے مرتے دم تک بٹھائے رکھتا۔جب مرجاتی تو اس کا وارث بنتا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا اور اس سے لوگوں کو روک دیا۔(مختصر ابن کثیر:374/1)

سوال4:وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ ''اوراس کتاب میں جوتم پر پڑھا جاتا ہے یتیم عورتوں کے بارے میں ہے ''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت میں جو کہا گیا ہے کہ ''جو اس کتاب سے یتیم عورتوں کے بارے میں تمہیں سنایا جاتا ہے'' یعنی (سابقہ احکام) تو اس سے مراد سورۃ النساء کی سابقہ آیت ہے یعنی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی (النساء:3)

سوال5: اَلّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ ''جن کو تم وہ نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ جو کچھ ان کے مہر اور میراث ہیں اسے فرض کیا گیا ہے۔

سوال6: وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ ''اور تم رغبت رکھتے ہو کہ اُن سے نکاح کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ سے مراد یہ ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے ہاں کوئی یتیم لڑکی زیرِ تربیت ہو اور مال و خوبصورتی میں کم ہو اور وہ اس وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے اعراض کرتا ہو تو ان کو بھی اس سے بھی منع کیا گیا ہے جو یتیم عورتوں کے مال اور خوبصورتی میں رغبت کرتے ہیں کہ بغیر انصاف کے ان کے ساتھ نکاح نہ کریں۔ (مسلم:7528)

سوال7: وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ''اور بے بس کمزور بچوں کے بارے میں بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابن عباس نے کہا: جاہلیت میں چھوٹے بچوں اور بیٹیوں کو جائیداد میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے یہاں اس سے روک دیا ہے۔ (ابن ابی حاتم:1078/4)

سوال8: وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ''اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو'' اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے بارے میں تلقین کی ہے کہ ان کے لیے انصاف پر قائم رہو یعنی اگر تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو انہیں مہر ادا کرو جو کچھ طے کرو انہیں ادا کرو اور انہیں دوسرے حقوق بھی دو۔ ﴿2﴾ یتیموں کے لیے حق اور انصاف قائم کرنے والے بنو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر پاؤ گے۔ ﴿3﴾ بِالْقِسْطِ ''انصاف پر'' میراث اور مہر میں انصاف پر قائم رہو۔ (تفسیر منیر:301/3) ﴿4﴾ ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں لوگوں کو دو ضعیفوں کے حق سے بہت ڈراتا ہوں (کہ ان میں کوتاہی مت کرنا) ایک یتیم اور دوسری عورت۔ (نسائی)

سوال9: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِیْمًا ''اور جو بھی تم بھلائی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کو خوب جاننے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''تم جو بھی نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے۔'' اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یقین دلایا ہے کہ تمہارے اعمال ضائع نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔ اس نے ان کا ریکارڈ تیار کروا رکھا ہے۔ وہ ہر ایک عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔﴿2﴾ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ ضعفاء کے حق میں ان کے مالوں کی حفاظت اور ان کے قائم رہنے کی تدبیر سے اور ان کے لیے انصاف کرنے میں سے کوئی کام جو تم کرو گے۔﴿3﴾ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ اسے پوری طرح جاننے والا ہے وہ اس کی جزا دے گا۔ (تفسیر قاسمی:5/504)

سوال10: اللہ تعالیٰ نے اپنے عَلِیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکیوں کو نکاح میں لانے کی رغبت کے علم سے اپنے عَلِیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یتیموں اور کمزور بچوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے دیئے جانے والے احکامات سے اپنے علم کا شعور دلایا ہے۔ ﴿3﴾ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ اس کے پاس یہ محفوظ ہے وہ اس کو پوری طرح جاننے والا ہے اس کا قدر دان ہے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی قدر دان نہیں اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی خیر کی جزا دے سکتا ہے (ابن ابی حاتم:4/1079)

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (128)

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رُخی کا خوف رکھے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ دونوں آپس میں کسی طرح کر صلح کر لیں اور صلح بہر حال بہتر ہے اور ہر نفس میں حرص حاضر رکھی گئی ہے اور اگر تم نیکی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے جو تم عمل کرتے ہو ہمیشہ سے پورا باخبر ہے (128)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایسا مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی رہتی ہے لیکن شوہر کو اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں بلکہ وہ اسے جدا کر دینا چاہتا ہے، اس پر عورت کہتی ہے کہ میں اپنی باری اور اپنا نان ونفقہ معاف کر دیتی ہوں (تم مجھے طلاق نہ دو) تو ایسی صورت کے متعلق یہ آیت اسی باب میں اتری۔ (بخاری:4601)﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سودہ رضی اللہ عنہا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوخوف ہوا کہ بوجہ بڑھاپے کے نبی ﷺ انہیں طلاق نہ دے دیں۔چنانچہ انہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ مجھے طلاق مت دیجئے اور مجھے اپنی بیویوں میں شامل رکھیے اور میں اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کومعاف کردیتی ہوں۔سو نبی ﷺ نے ایساہی کیا۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔(ترمذی:3040)

سوال2:وَاِنِ امۡرَاَۃٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِہَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا ''اوراگرکوئی عورت اپنے شوہر سے کسی قسم کی زیادتی یابے رُخی کا خوف رکھے''عورت شوہر کی طرف سے زیادتی اور بے رُخی کا اندازہ کیسے لگاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ نشوز ابمعنی بغض وعداوت کے معنی میں ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ نحاس نے کہانشوز اوراعراض میں فرق ہے۔نشوز تو دوری ہے اوراعراض یہ ہے کہ وہ عورت سے کلام نہ کرے یاانس نہ رکھے۔(فتح القدیر:664/1)﴿3﴾ نشوز یہ ہے کہ شوہر بیوی کے ساتھ سونا چھوڑ دے۔اوراسکے اخراجات میں کمی کردے۔اوراعراض یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ بیٹھنااور بات چیت کرنا بند کردے۔

سوال3:فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَاۤ اَنۡ یُّصۡلِحَا بَیۡنَہُمَا صُلۡحًا ''توان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ دونوں آپس میں کسی طرح کی صلح کرلیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے شوہراور بیوی کے تعلقات میں خرابی کی صورت میں تعلقات کی بہتری کے لیے دونوں کوآمادہ کیاہے کہ باہمی صلح میں کوئی حرج نہیں،صلح بہرحال بہتر ہے،عورت کواپنے شوہر کی بیزاری کا ڈر ہے تواگراسے خوش کرنے کے لیے اپنے تمام یابعض حقوق سے دست بردار ہوجائے تواس میں کوئی حرج نہیں مثلاً نان ونفقہ چھوڑ دے،اپنی باری معاف کردے،شوہر کواس کی بات مان لینی چاہیےاس میں شوہر کا حرج ہے نہ بیوی کا پھرحق تعالیٰ نے ملاپ کوجدائی سے بہتر بتایا کیوں کہ صلح کی صورت لڑائی سے بہتر ہے۔(مختصرابن کثیر:375/1)

سوال4:وَالصُّلۡحُ خَیۡرٌ ''اورصلح بہرحال بہتر ہے''مرداورعورت کی صلح کے بارے میں فرمایا کہ بہرحال بہتر ہےاس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ صلح جدائی،نشوز اوراعراض سے بہتر ہے۔(تفسیر قاسمی:505/5)﴿2﴾ صلح بہتر ہے کیوں کہ ازدواجی تعلق عظیم روابط میں سے ہےاوراس کا حق بڑا ہےاور یہ معاہدہ مضبوط معاہدات میں سے ہے۔(تفسیر مراغی:326/2)﴿3﴾ صلح کی وجہ سے خشک اورسنگدل لوگوں کے دل بھی نرم پڑجاتے ہیں۔﴿4﴾ صلح کی وجہ سے محبت اوراُنس پیداہوجاتاہےجس کی وجہ سے باہمی تعلقات بہترہوجاتے ہیں۔﴿5﴾ صلح کی وجہ سےازدواجی تعلقات کو برقرار رکھنے کی خواہش پیداہوجاتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ'' اور ہر نفس میں حرص حاضر رکھی گئی ہے'' اسلام نفس انسانی کے ساتھ کیسا معاملہ کرتا ہے؟

جواب:اسلام وہ تمام ذرائع اور وسائل کام میں لاتا ہے جس سے انسانی نفس کی سطح بلند ہو جائے۔ارشاد فرمایا:وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچالیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (التغابن:16) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' بخل اور ایمان کبھی ایک بندے کے اندر جمع نہیں ہوسکتا۔(نسائی:3112)﴿1﴾ الشُّحَّ ایسے بخل کو کہتے ہیں جس کے ساتھ حرص ملی ہوئی ہو۔(راغب)﴿2﴾ الشُّحَّ سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ انسان پر خرچ کرنا واجب ہے اسے خرچ کرنے میں راغب نہ ہو اور اپنا حق حاصل کرنے کا بڑا حریص ہو،تمام نفوس طبعی طور پر اسی جبلت پر پیدا کیے گئے ہیں۔(تفسیر سعدی:601/1)﴿3﴾ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ہر نفس کو اپنے فائدے کا لالچ ہوتا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

سوال6:نفس تنگ دلی کی طرف جلدی کیوں مائل ہو جاتے ہیں؟

جواب:انسانی نفس کی تنگ دِلی ،بخل اور حرص فطری امر ہے۔پھر شوہر بیوی کی زندگی میں بعض اوقات ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے بخل اور تنگ دِلی اُبھر آتی ہے۔

سوال7:مرد کی طرف سے شُح کیا ہے؟

جواب:مرد کی طرف سے شُح یہ ہے کہ عورت سے پورا فائدہ اٹھائے مگر اس کے پورے حقوق ادا نہ کرے۔

سوال8:عورت کی طرف سے شُح کیا ہے؟

جواب:عورت کی طرف سے شُح یہ ہے کہ مرد سے نان ونفقہ اور مہر پورا وصول کرے مگر حقوق ادا کرنے میں کمی کرے۔

سوال9:رشتۂ نکاح کو برقرار رکھنے کے لیے عورت اور مرد کو کس چیز کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے؟

جواب:﴿1﴾ کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے اگر یہ خدشہ لاحق ہو کہ وہ اسے چھوڑ دے گا یا اس سے بے پروائی اختیار کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت حق مہر،عدل اور نان ونفقے میں شوہر کو ایسی رعایتیں دے کہ آپس کے تعلقات خراب ہونے کا خدشہ ختم ہو جائے۔اس کے لیے ایثار کی ضرورت ہے۔رشتہ نکاح کو برقرار رکھنے کے لیے عورت کو قربانی دینی پڑے تو اسے قربانی دے دینی چاہیے۔﴿2﴾ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا سے مرد کو اُبھارا گیا ہے کہ احسان وتقویٰ اور ایثار وقربانی کا میدان تو ان کے لیے ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال10:انسانی نفس کو احسان اور تقویٰ کی طرف پکارنا کیسے متاثر کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کے نفس پر تقویٰ کی پکار کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔﴿2﴾اس دعوت کے لیے نفس جلدی تیار ہوجاتے ہیں۔﴿3﴾انسان اس پکار پر لبیک کہتا ہے۔

سوال11: وَاِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا'' اور اگر تم نیکی کرو اور تقویٰ اختیار کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاِنۡ تُحۡسِنُوۡا'' اور اگر تم نیکی کرو''عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔﴿2﴾وَتَتَّقُوۡا'' اور تقویٰ اختیار کرو'' اور عورتوں پر ظلم کرنے سے بچو۔(تفسیر منیر:302/3)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگرچہ نفس میں تنگ دلی،حرص اور بخل ہے پھر بھی شوہر اور بیوی اگر ایک دوسرے سے حسن سلوک کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں تو اجر ضرور پائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ہر عمل سے باخبر ہے جیسا کہ اس نے فرمایا:وَ اَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ اور نیکی کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(البقرہ:195)

سوال12:فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا'' تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے جو تم عمل کرتے ہو ہمیشہ سے پورا باخبر ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ صلح پر آمادہ ہوجائیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے صلح کے راستے کی رکاوٹ نفس کی بخیلی (شُح) کی خبر کا شعور دلایا ہے تاکہ لوگ احسان اور تقویٰ کی رَوش اختیار کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال سے باخبر ہے۔

وَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَیۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِیۡلُوۡا کُلَّ الۡمَیۡلِ فَتَذَرُوۡہَا کَالۡمُعَلَّقَۃِ ؕ وَاِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا(129)

اور تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ بیویوں کے درمیان عدل کرو خواہ تم حرص بھی رکھو چنانچہ تم بالکل (ایک جانب) پوری طرح نہ جھک جاؤ، کہ تم اس (دوسری کو) لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرو اور تم ڈرتے رہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(129)

سوال1:وَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَیۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ'' اور تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ بیویوں کے درمیان عدل کرو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خواہ تم حرص بھی رکھو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:ابن عباس نے فرمایا:تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ بیویوں کے درمیان محبت اور جماع میں عدل کرسکو(ابن ابی حاتم:4/1083)

سوال2:بیویوں کے درمیان کہاں کہاں انصاف ہونا چاہیے؟

جواب:﴿1﴾خرچ دینے میں انصاف۔﴿2﴾باریوں کی تقسیم میں انصاف۔﴿3﴾حقوقِ زوجیت میں انصاف۔﴿4﴾مسکراہٹوں میں انصاف۔﴿5﴾زبانی الفاظ کہنے میں انصاف وغیرہ۔

سوال3:فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ’’چنانچہ تم بالکل(ایک جانب)پوری طرح نہ جھک جاؤ،کہ تم اس(دوسری کو)لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو‘‘ کوئی انسان اپنی بیویوں میں سے ایک کی طرف زیادہ مائل ہوتو وہ اپنے میلان کو ختم نہیں کرسکتا،اس کا حل کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾یعنی ظاہری معاملات میں ایسا جھکاؤ نہ ہو کہ دوسری بیوی کے حقوق مارے جائیں کہ وہ نہ تو بیوی رہے نہ طلاق یافتہ ﴿2﴾اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ انسان بیویوں کے درمیان مکمل عدل نہیں کرسکتا اگرچہ وہ ایسا کرنے کی کوشش کرے۔باریاں تقسیم کرلے پھر بھی محبت اور دل کے میلان کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے اگر ایک بیوی کی طرف زیادہ میلان ہوتو حد سے نہیں نکلنا چاہیے کہ دوسری کو لٹکا ہوا چھوڑ دو۔اس لیے اپنے معاملات کی اصلاح کرلو یعنی عدل کے لیے باریاں تقسیم کرلو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو اللہ بڑا ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔﴿3﴾اسلام کسی ایسے کام پر انسان سے مؤاخذہ نہیں کرتا جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔﴿4﴾اسلام ایسے کام کو نہ گناہ قرار دیتا ہے اور نہ اس پر سزا دیتا ہے۔﴿5﴾اسلام چاہتا ہے کہ بیویوں کے درمیان معاملات میں انصاف کیا جائے۔﴿6﴾اسلام اس بات سے منع کرتا ہے کہ ظاہری معاملات میں شوہر ایک بیوی کی طرف جھک جائے اور دوسری کے حقوق مارے جائیں۔﴿7﴾آپ ﷺ نے فرمایا:جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف میلان رکھے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔(دارمی کتاب النکاح)

سوال4:اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ ’’بیویوں کے درمیان عدل کرو‘‘ کیا رسول اللہ ﷺ دِلی میلان کے باوجود عدل کرتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسلمانوں کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔پس جب ان میں سے کسی کے پاس کچھ ہدیہ ہوتا اور وہ چاہتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو دے تو وہ اس کو روک لیتا یہاں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک کہ جب رسول اللہ ﷺ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تو وہاں ہدیہ پہنچایا جاتا۔(بخاری:2581)﴿2﴾ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ عزیز کون شخص ہے؟ فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا۔''

سوال5: رسول اللہ ﷺ بیویوں کے درمیان کیسے انصاف کرتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (اپنی ازواج کے مابین) تقسیم کرتے اور عدل کرتے اور فرمایا کرتے: اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے اور اس بات میں مجھے ملامت نہ فرمانا جس کا تُو مالک ہے اور میرا اس پر اختیار نہیں۔(ابوداؤد:2134) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری بڑھی اور تکلیف شدید ہوگئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اپنے ایامِ مرض میرے پاس گزارنے کی اجازت طلب کی اور سب نے آپ ﷺ کو بخوشی اجازت دے دی۔ (بخاری:2588)

سوال6: وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ''اور اگر تم اصلاح کرو اور تم ڈرتے رہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاِنْ تُصْلِحُوْا اگر تم اپنے باہمی معاملات درست کرلو اور اپنی استطاعت کے مطابق بیویوں میں برابری کرتے رہو۔﴿2﴾ وَتَتَّقُوْا اور اللہ سے ڈر جاؤ۔﴿3﴾ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' باہمی معاملات کی اصلاح کر کے اختیاری چیزوں میں برابری کرنے لگو تو کسی ایک طرف جھک جانے کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے اپنے غَفُور اور رَحِیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پورا عدل کرنے کی کوشش کے باوجود نہ کر پانے پر اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل کرسکیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ اصلاح کر کے تقویٰ کی روش اختیار کرسکیں۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا (130)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراگر وہ دونوں جُدا ہوجائیں تو ہرایک کو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے غنی کردے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بڑی وسعت والا، کمال حکمت والا ہے۔(130)

سوال1: وَاِنۡ یَّتَفَرَّقَا'' اوراگر وہ دونوں جُدا ہوجائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی شوہر اور بیوی اگر آپس میں اتفاق سے صلح نہ کرسکیں اور معاملہ طلاق تک پہنچ جائے۔﴿2﴾ جدائی کی صورت جب تفریق ہوگئی ہے تو اللہ دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کردے گا۔

سوال2: شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کب بہتر ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب شوہر اور بیوی کے درمیان صُلح کی ہر ممکن کوششوں کے باوجود صُلح نہ ہوسکے۔﴿2﴾ جب باہمی تعلقات خراب ہوجائیں۔﴿3﴾ جب آپس میں حسنِ سلوک کے ساتھ زندگی گزارنا ممکن نہ رہے۔﴿4﴾ جب دِلوں میں نفرت پیدا ہوجائے۔

سوال3: وَاِنۡ یَّتَفَرَّقَا یُغۡنِ اللّٰہُ کُلًّا مِّنۡ سَعَتِہٖ'' اوراگر وہ دونوں جُدا ہوجائیں تو ہرایک کو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے غنی کردے گا'' زوجین کی علیحدگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کیا وعدہ ہے؟

جواب:﴿1﴾'' اوراگر وہ دونوں جُدا ہوجائیں تو ہرایک کو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے غنی کردے گا'' زوجین کے اندر علیحدگی کے لیے اٹھنے والے وسوسوں کا علاج کیا گیا ہے کہ رازِق تم نہیں اللہ تعالیٰ ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنی وسیع قدرت اور فضل وکرم سے ہرایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا اور بہتر رشتے کا انتظام کردے گا۔

سوال4: شوہر اور بیوی کو کن بنیادوں پر اکٹھا کیا جاسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ واجبات وفرائض کی انجام دہی۔﴿2﴾ محبت۔﴿3﴾ باہم رحم دِلی۔﴿4﴾ حسنِ سلوک۔

سوال5: وَ کَانَ اللّٰہُ وَاسِعًا حَکِیۡمًا'' اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بڑی وسعت والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے وَاسِع اور حکیم ہونے کا شعور کیوں دِلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے درمیان باہمی ہم آہنگی نہ ہونے کے باوجود خدشوں کی وجہ سے جدا نہ ہوسکنے پر اپنے وَاسِع ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے کے لیے وبال جان بننے کی بجائے سکون سے علیحدگی اختیار کرسکیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی وُسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اس نے حکمت بھرے احکامات دیئے ہیں جس کی وجہ سے شوہر اور بیوی دونوں کے لیے علیحدگی کا راستہ بن جاتا ہے اور وہ سکون سے اپنی زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے افعال اور شریعت میں حکیم ہے۔(تفسیر قاسمی:512/5)

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا(131)

اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے۔ اور تم سے پہلے جو لوگ کتاب دیئے گئے تھے، بلاشبہ انہیں بھی اور تمہیں بھی ہم نے وصیت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو اور اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے ہر طرح بے پرواہ، ہر تعریف کا حق دار ہے۔(131)

سوال1: وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تخلیق، ملکیت، تصرف اور تدبیر کے اعتبار سے ہر چیز اسی کی ہے۔(ایسر التفاسیر:301,302)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین کا حاکم ہے اور وہی کائنات کا مالک و خالق ہے لہذا اس سے ڈر جاؤ۔

سوال2: وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ''اور تم سے پہلے جو لوگ کتاب دیئے گئے تھے، بلاشبہ انہیں بھی اور تمہیں بھی ہم نے وصیت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا ہم نے تم سے تقویٰ کا عہد لیا۔﴿2﴾ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ''جو لوگ کتاب دیئے گئے تھے'' اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔(ایسر التفاسیر:301)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے اسی وجہ سے اس نے جن لوگوں کو پہلے کتاب دی تھی انہیں بھی اور تمہیں بھی نصیحت کی ہے کہ عزت و جلال والے اللہ سبحان و تعالیٰ سے ڈر کر رہو، اسی ایک کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔﴿4﴾ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ''کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو'' اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی سنن کو قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو۔(تفسیر مراغی:329/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے اہلِ کتاب کو تقویٰ کی وصیت کیوں کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید کی وجہ سے اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذابوں سے ڈر کر اس کے روکے سے رک جانا ہے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی وصیت اس لیے کی ہے کہ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے ہی دِلوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے ہی ہر نظام کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے ہی کسی نظام کی جزویات پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ انسان کو وصیت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسانوں کی بھلائی کے لیے۔ ﴿2﴾ انسانوں کے حالات درست کرنے کے لیے۔

سوال5: تقویٰ کی وجہ سے کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: تقویٰ کی وجہ سے دِلوں کی اور سارے حالات کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

سوال6: وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ''اور اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتے تو نہ جھکو ساری کائنات بلکہ خود تمہارے اعضاء بھی اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری عبادت کی پرواہ نہیں، وہ بے نیاز ہے اسے بندوں کی حاجت نہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 377/1) ﴿2﴾ تمہارا کفر اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیونکہ وہ آسمانوں و زمین کا مالک ہے۔ تمہاری نافرمانی سے اس کی عزت و شان میں کمی نہیں آتی۔

سوال7: وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا '' اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے ہر طرح بے پرواہ، ہر تعریف کا حق دار ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غَنِی اور حَمِیْد کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ملکیت سے اپنے غَنِی اور حَمِیْد ہونے کا شعور دِلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے پرواہ ہے اور اپنے فیصلوں اور احکامات میں تعریف کا حق دار ہے۔ ﴿2﴾ حمید اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ہر قسم کی حمد و ثنا، محبت اور اکرام کا مستحق ہے۔ اس لیے وہ صفات حمد سے متصف ہے جو کہ جمال اور جلال کی صفات ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اس لیے وہ ہر حال میں محمود ہے۔ ان دو اسمائے گرامی یعنی الغنی اور الحمید کا یکجا ہونا کتنا خوبصورت ہے۔ یقیناً وہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے، اسے کمال بے نیازی بھی حاصل ہے اور کمال حمد بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوران دونوں کے حسن امتزاج کا کمال بھی۔(تفسیر سعدی:607,608/1)

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا(132)

اوراللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے اوراللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے۔(132)

سوال1:وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا'' اوراللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے اوراللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا بادشاہ ہے ساری کائنات پر اللہ ہی کا حکم چلتا ہے وہ ہر شخص کے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے، ہر ایک کا نگران ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہمہ وقت موجود ہے اور وہی کارساز ہے۔﴿2﴾ جو زمین وآسمان کا مالک ہے وہ اختیارات رکھتا ہے، وہی کام بنا سکتا ہے، اس لیے اُسی پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام قرار دیا ہے تو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں۔ تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں کھلاؤں تو تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں پہناؤں تو تم مجھ سے لباس مانگو تو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہ بخشتا ہوں تو تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی ہرگز مجھے نفع پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تم سب اولین و آخرین اور جن وانس ایک صاف چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگنے لگو اور میں ہر انسان کو جو وہ مجھ سے مانگے عطا کر دوں تو پھر بھی میرے خزانوں میں اس قدر بھی کمی نہیں ہوگی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں کہ جنہیں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہارے لیے اکٹھا کر رہا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا تو جو آدمی بہتر بدلہ پائے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو بہتر بدلہ نہ پائے تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے۔ سعد فرماتے ہیں کہ ابوادریس خولانی رحمہ اللہ جب یہ حدیث بیان کرتے تھے تو اپنے گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔ (مسلم:6572)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے وکیل ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ملکیت سے اپنے وکیل یعنی کارساز ہونے کا یقین دلایا ہے۔

اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ اَیُّہَا النَّاسُ وَ یَاۡتِ بِاٰخَرِیۡنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیۡرًا (133)

اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔ (133)

سوال1: اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ اَیُّہَا النَّاسُ وَ یَاۡتِ بِاٰخَرِیۡنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیۡرًا ''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے سلمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''ھم قوم ھذا'' کہ یہاں آخرین سے مراد یہ لوگ ہیں۔ (قرطبی) (تفسیر اشرف الحواشی:120/1) ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے: ہٰۤاَنۡتُمۡ ہٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ فَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ الۡغَنِیُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ (محمد:38) ﴿3﴾ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے۔ (ابراہیم:19,20) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ملکیت اور حاکمیت کا خوف دلایا ہے کہ دیکھو وہ صاحبِ اختیار ہے۔ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔ انسان اس بات سے خوف کھا کر کہ اللہ تعالیٰ مجھے لے جائے گا اور دوسروں کو لے آئے گا، اپنی اصلاح کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔ ﴿5﴾ اگر تم نافرمانی کرو گے، رب کے احکامات ٹھکراؤ گے، اس کے قانون کی توہین کرو گے، اس کی فرماں برداری سے بھاگو گے تو وہ تمہیں فناء کرنے کی قدرت رکھتا ہے نافرمانوں کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فنا کر کے وہ فرماں برداروں کو پیدا کرے گا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے قَدِیر ہونے کا شعور کیسے دِلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے ان لوگوں کو لے جانے اور ان کی جگہ دوسروں کو بدل دینے سے اپنے قَدِیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (134)

جو دُنیا کے بدلے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس دُنیا اور آخرت کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(134)

سوال1: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ''جو دُنیا کے بدلے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس دُنیا اور آخرت کا بدلہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب ہے جب دونوں کا سوال کرو گے تو وہ دونوں دے گا اور مال دار بنادے گا صرف دنیا چاہو گے تو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے۔ اور اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔(البقرہ:200) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے، پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا۔(بنی اسرائیل:18) اگر دنیا اور آخرت دونوں چاہو گے تو وہ دونوں دے گا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔(البقرہ:201) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں۔(الشوریٰ:20)﴿2﴾ جو دنیا میں صلہ چاہتا ہے تو دنیا کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جس کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔ جو آخرت کا صلہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کا صلہ عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ھود:15،16) جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے، ہم اُن کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے اور اسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور انہوں نے جو کچھ دنیا میں بنایا وہ سب برباد ہو گیا اور باطل ہیں جو وہ عمل کرتے رہے تھے۔﴿3﴾ جو صرف دنیا میں صلہ چاہتا ہے اور اپنی پوری ہمت دنیا کے لیے لگا دیتا ہے وہ جانوروں کی طرح ہے۔ اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو اپنے دنیا کے مفادات کی خاطر اللہ تعالیٰ کی شریعت سے فرار کا راستہ اختیار کرتے ہیں حالانکہ دنیا طلبی پر بھی ملتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا مقصد آخرت ہی بن جائے اللہ تعالیٰ اس کے منتشر امور کو جمع فرما دے گا اور اس کے دل کو غنی کر دے گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کی نیت حصول دنیا ہو اس کے کاموں کو منتشر فرما دے گا اور اس کی آنکھوں کے سامنے تنگی کر دے گا اور دنیا اسے اتنی ہی ملے گی جتنی اس کے لیے لکھ دی گئی ہے۔(الترغب والترھیب:121/4)

سوال2: وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے سَمِیع اور بَصِیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ثواب اور آخرت کے ثواب کے انسانی ارادوں سے اپنے سَمِیع اور بَصِیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔ یقیناً وہ زبان سے کہی باتوں اور دل کی آوازوں کو سنتا اور پردۂ غیب میں چھپے ہوئے حقائق کو دیکھتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا شعور کیوں دلاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا شعور اس لیے دلاتے ہیں تاکہ لوگوں میں تقویٰ پیدا ہو۔

رکوع نمبر 17

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا(135)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے بنو اگر چہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو۔ اگر وہ امیر ہوں یا فقیر ہوں اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے۔ چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرنا کہ تم عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔(135)

سوال 1: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے بنو'' کی وضاحت کریں۔؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عدل پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ کسی کو خوش کرنے کے لیے نہ کسی طمع سے، کسی پر ترس کھا کر یا کسی کی مروت کی وجہ سے یا سفارش سے عدل سے نہ ہٹیں۔ سب مل کر ایک دوسرے کے مددگار بن کر عدل قائم کرلیں۔ ﴿2﴾ قوام مبالغے کا صیغہ ہے یعنی اپنے تمام حالات میں عدل پر قائم رہو۔(تفسیر سعدی:609/1) ﴿3﴾ قسط سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں عدل وانصاف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے حقوق میں انصاف یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال نہ کیا جائے بلکہ ان کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں صرف کیا جائے اور حقوق العباد میں عدل وانصاف یہ ہے کہ بندوں کے وہ تمام حقوق ادا کیے جائیں جو تجھ پر اسی طرح واجب ہیں جس طرح تیرے حقوق ان پر واجب ہیں اور تو اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے پس نفقات واجبہ اور قرض وغیرہ ادا کر اور لوگوں سے اسی اخلاق وحسن صلہ کے ساتھ معاملہ کر، جو تو اپنے بارے میں ان سے چاہتا ہے۔ (تفسیر سعدی:609/1) ﴿4﴾ قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ''انصاف پر قائم رہنے والے'' سے مراد ہے: الف۔ نصاف کی رَوش پر چلنے والے۔ ب۔ انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے۔ ﴿5﴾ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (الف) اللہ کی رضا کے لیے گواہی دو، شہادت صحیح واقعی عدل والی اور برحق ہو، بدلی ہوئی نہ ہو اور شہادت کو نہ چھپاؤ اگر چہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو، یعنی حق کا دامن نہ چھوڑو اگر چہ سچی شہادت سے خود تمہیں بظاہر دنیاوی نقصان پہنچتا ہو۔ جب تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو حق بات کہو خواہ اس کا نقصان بظاہر دنیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں تم ہی کو پہنچ رہا ہو۔ کیونکہ اللہ سچے آدمی کی مدد فرما کر اسے ہر تکلیف دہ بات اور مضرت سے بچالے گا۔ (مختصر ابن کثیر:378/1)

سوال 2: وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ''اگر چہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ محبت وعداوت دو ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو عدل وانصاف کی راہ سے ہٹا کر ظلم وجور میں مبتلا کر سکتی ہیں، سورہ نساء اور سورہ مائدہ کی دونوں آیتوں میں انہی دونوں رکاوٹوں کو دور کیا گیا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن:576/2) ﴿2﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (المائدہ:8) ﴿3﴾ شہادت سے تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کو خواہ نقصان پہنچتا ہو، شہادت میں ان کی مروت نہ کرنا، ڈنکے کی چوٹ پر شہادت دینا اور ان کے نقصان کا خیال نہ کرنا کیونکہ حق وصداقت کا حکم سب پر حاوی ہے۔ (مختصر ابن کثیر:379/1) ﴿4﴾ اسلام ایسا عدل چاہتا ہے جس سے ظلم کی نفی ہو۔ جس کی وجہ سے ہر حقدار کو اس کا حق ملے۔ حقوق میں سب برابر ہوں۔ رشتہ اور غیر رشتہ دار، دوست اور دشمن، فقیر اور غنی کا درجہ ایک ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی، قریش کے لوگوں کے لیے اہمیت اختیار کر گیا اور انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے اس معاملے میں کون بات کر سکتا ہے؟ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا جو آنحضرت ﷺ کو بہت پیارے ہیں اور کوئی آپ ﷺ سے اس کے سوا سفارش کی ہمت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو؟ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس لیے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی ہوتی تو محمد ﷺ اس کا ہاتھ ضرور کاٹ ڈالتے۔ (بخاری:6788)

سوال 3: اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ ''اگر وہ امیر ہوں یا فقیر ہوں اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے۔ چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرنا کہ تم عدل کرو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب :اِنۡ یَّکُنۡ غَنِیًّا اَوۡ فَقِیۡرًا فَاللّٰہُ اَوۡلٰی بِہِمَا ’’اگر وہ امیر ہوں یا فقیر ہوں اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے۔﴿1﴾ تو ایسے میں مالدار کے مال کی رعایت نہ کرنا اور فقیر پر ترس کھا کر جھوٹی گواہی نہ دینا۔اللہ تعالیٰ سب کا خیر خواہ ہے۔وہ خوب جاننے والا ہے کہ کس کی اصلاح کس میں ہے۔﴿2﴾ فَلَا تَتَّبِعُوا الۡہَوٰۤی اَنۡ تَعۡدِلُوۡا ’’چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرنا کہ تم عدل کرو‘‘ خواہشات کی پیروی تمہیں عدل سے نہ روکے۔کسی سے بغض یا دشمنی یا کسی کی محبت تمہیں عدل سے ہٹا کر ظلم کے راستے پر نہ لے آئے۔ہر حال میں عدل کرو۔﴿3﴾ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے محصولات کی وصولی کے لیے بھیجا۔وہ وہاں گئے تو ان لوگوں نے انہیں رشوت دینی چاہی کہ وہ ان کے ساتھ نرمی کریں۔انہوں نے یہودیوں سے کہا: خدا کی قسم! میں ایک ایسے شخص کا نمائندہ ہوں جو اس پوری دنیا سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور خدا کی قسم! میں تمہیں بندروں اور خنزیروں سے بھی برا سمجھتا ہوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تمہاری نفرت مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی کہ میں تمہارے درمیان عدل کے سوا کچھ اور کروں۔اس پر یہودیوں نے کہا: ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے زمین و آسمان کا نظام قائم ہے۔(ابن کثیر:660/1)

سوال4: گواہی دینا مشکل کام کیوں ہے؟

جواب:﴿1﴾ رحم دِل انسان یہ چاہتا ہے کہ کمزوری کی وجہ سے غریب کے حق میں گواہی دے جبکہ گواہی حق پر دینی چاہیے۔
﴿2﴾ غریب مال دار سے نفرت کرتا ہو اور ناحق اس کے خلاف گواہی دینا چاہے تو اس وقت حق پر گواہی دینا مشکل ہوتا ہے۔
﴿3﴾ امیر کے خلاف گواہی دینا مشکل کام ہے۔

سوال5: خواہشات کس طرح انصاف کے راستے کی رکاوٹ بنتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ انسان خواہشات سے متاثر ہوتا ہے۔﴿2﴾ کبھی ذات کی محبت رکاوٹ بنتی ہے۔﴿3﴾ کبھی رشتہ داروں کی محبت رکاوٹ بنتی ہے۔﴿4﴾ کبھی فقیر کے ساتھ رحم دِلی کے جذبات رکاوٹ بنتے ہیں۔﴿5﴾ کبھی کسی امیر کا لحاظ رکاوٹ بنتا ہے۔﴿6﴾ کبھی کسی کی نفرت کبھی کسی کی محبت رکاوٹ بنتی ہے۔

سوال6: وَ اِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا ’’اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ اِنۡ تَلۡوٗۤا مجاہد کہتے ہیں اگر تم شہادت بدل دو۔(جامع البیان:376/5)﴿2﴾ تَلۡوٗۤا سے مراد زبان کو پیچ دے کر اس طرح بات کرنا کہ جس کے خلاف گواہی پڑ جائے وہ بچ جائے۔﴿3﴾ اَوۡ تُعۡرِضُوۡا مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد ہے تم اسے چھپاتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو۔(مختصر ابن کثیر)تم شہادت کو چھپاؤ یا گواہی کو ترک کردو۔﴿4﴾اعراض سے شہادت کو چھپانا یا شہادت نہ دینا مراد ہے۔

سوال7: کج بیانی اور سچائی سے پہلوتہی سے اسلام نے کیسے روکا ہے؟

جواب: یہ کہہ کر کہ تم جو بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے تا کہ مومنوں کے دل میں یہ بات پختہ ہو جائے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو انجام برا ہوگا۔

سوال8: گواہی کو چھپانا کیسا عمل ہے؟

جواب: رب العزت کا ارشاد ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے۔(البقرہ:283)

سوال9: بہتر گواہ کون ہے؟

جواب: زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں بہتر گواہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو پوچھنے سے پہلے ہی (سچی) گواہی دے دے۔(مسلم:4494)

سوال10: فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے گواہی چھپانے والوں کو ڈرایا ہے کہ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ وہ تمہیں تمہارے کیے کی سزا ضرور دے گا۔

سوال11: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اعمال سے اپنے خَبِیر ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو انصاف پر قائم رہنے، حق کا گواہ بننے، خواہشات کی پیروی کر کے انصاف کو چھوڑ دینے سے بچانے کے لیے اپنے خَبِیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا(136)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر ایمان لے آؤ جو اس نے اپنے رسول پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نازل فرمائی ہے اوراس کتاب پر بھی جواس سے پہلے اس نے نازل کی اور جوکوئی اللہ تعالیٰ کا اوراس کے فرشتوں کا اوراُس کی کتابوں کا اوراس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن سے کفر کرتا ہے تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹک جانا۔(136)

سوال1: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اوراس کی کتاب پر ایمان لے آؤ جواس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے'' ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ وہ ایمان کی تمام شاخوں پر اس کے ارکان واصول پر حاوی ہو جائیں۔ ﴿2﴾ ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ مومن ایمان کے اصول وفروع پر قائم ودائم اور جمے رہیں جس طرح ایک مومن ہر نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ کی بصیرت دے، ہماری ہدایت میں اضافہ فرما اور ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا حکم دیا ہے۔(مختصر ابن کثیر:379/1) ﴿3﴾ ایمان والوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ خالص سچے مؤمن بن جاؤ۔ حقیقی معنوں میں ایمان لاؤ۔

سوال2: اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں پر ایمان لانے کا کیا اجر ہے؟

جواب: رب العزت کا ارشاد ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔(الحدید:28)

سوال3: رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ کتاب پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

جواب: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے، (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔(مسلم:386)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ "اوراس کتاب پر بھی جواس سے پہلے اس نے نازل کی" میں کتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد تورات ہے۔

سوال5: قرآنِ مجید کے لیے نَزَّلَ اور تورات کے لیے اَنْزَلَ کا لفظ استعمال کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: نَـزَّل کا مطلب ہے: تدریج کے ساتھ آہستہ آہستہ اُتارنا۔ قرآنِ مجید تقریباً 23 برس میں اُترا ہے۔ اَنْزَلَ کا مطلب ہے: اُتار دینا تورات اُتاری گئی تھی۔

سوال6: رسول اللہ ﷺ سے پہلے نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان لانے کے مطالبے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ ساری کتابیں دراصل ایک ہی سلسلے کی کڑی ہیں۔

سوال7: ایمان کے اساسی عناصر میں پچھلی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ وضاحت کریں؟

جواب: پچھلی کتابوں پر ایمان لانا اس لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھیں۔ وہ دین بھی اسلام تھا۔ سب میں تعلیم بھی ایک تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ساری کتابوں کا مقصد بھی ایک تھا یعنی انسان کو سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی دینا۔

سوال8: وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا "اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن سے کفر کرتا ہے تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹک جانا" کفر کرنے کا کیا انجام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن سے کفر کرنے والے کا انجام یہ ہے کہ وہ ﴿1﴾ حق کے راستے سے بھٹک جائے گا۔ ﴿2﴾ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔ ﴿3﴾ اعتدال کے راستے سے بہت دور جا پڑے گا۔

سوال9: فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا "تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹک جانا" کی وضاحت کریں؟

جواب: جو لوگ اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے وہ گمراہی میں اتنی دور نکل گئے ہیں کہ اب ان کا ہدایت کے راستے پر آنا ممکن نہیں، ان سے امید بھی نہیں کی جا سکتی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا (137)

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، نہ ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا اور نہ ہی وہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا۔(137)

سوال1: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا ''یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے'' ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: جو شخص ہمیشہ اندھیرے میں رہا ہو، اگر وہ روشنی نہ دیکھ پائے تو وہ معذور ہے لیکن جو روشنی دیکھ لینے کے بعد اندھیرے میں رہنا چاہے اس کی ذہنی صحت پر شبہ ہوتا ہے۔ جو ایمان کے بعد کفر کا رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے ایسے شخص کی موت کے بعد تو بہ نہیں اللہ تعالیٰ اسے نہ معاف فرمائے گا، نہ اسے اس مصیبت سے نکالے گا اور نہ اس کی ہدایت کی کوئی صورت ہے۔

سوال 2: لَمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ سَبِیۡلًا '' نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا اور نہ ہی وہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا'' جو لوگ ایمان کے بعد بار بار مرتد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیسا معاملہ کریں گے؟

جوب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے مرنے کے بعد اس کی توبہ قبول نہ کریں گے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کا کوئی راستہ عطا نہیں کریں گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو معاف نہیں کریں گے۔ ﴿4﴾ ایسا شخص جس حال میں ہوگا اس سے نکلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا نہیں کریں گے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ فَہُمۡ لَا یَفۡقَہُوۡنَ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر اُنہوں نے کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔(منافقون:3)

بَشِّرِ الۡمُنٰفِقِیۡنَ بِاَنَّ لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمَا ۙ الَّذِیۡنَ(138)

آپ منافقوں کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے واقعتاً دردناک عذاب ہے۔(138)

سوال1: بَشِّرِ الۡمُنٰفِقِیۡنَ '' آپ منافقوں کو خوشخبری دے دیں'' نفاق کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ امام جرجانی رحمہ اللہ کے بقول نفاق زبان سے ایمان کا اقرار کرنا اور دل میں کفر کا چھپانا ہے۔(التعریفات:245)

﴿2﴾ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں: شرعی اعتبار سے نفاق کی دو قسمیں ہیں: نفاق اکبر اور نفاق اصغر۔ الف۔ نفاق اکبر یہ ہے کہ انسان ظاہری طور پر اللہ اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں، اُس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور باطن میں وہ جو سارے کا سارا یا اُس کا کچھ حصّہ اسلام کو توڑنے والا ہو۔ یہ نفاق رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا اور قرآن مجید میں اُن کی مذمت کی گئی، اُن کو کافر قرار دیا گیا اور خبر دی گئی کہ یہ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔ وہ درمیان ہی میں ڈانواں ڈول ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے (النساء:142،143)۔ ب۔ نفاقِ اصغر سے مراد نفاقِ عمل ہے کہ انسان ظاہر میں جو کچھ ہے دل میں اُس کے خلاف چُھپا ہے۔ (جامع العلوم والحکم:375، بخاری:34)

سوال4: بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ ''کہ ان کے لیے واقعتاً دردناک عذاب ہے'' منافقوں کا کیا انجام ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ منافق ایمان لا کر کفر کرتے ہیں تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ منافقوں کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (139)

وہ لوگ جو مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو بلاشبہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ (139)

سوال1: اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ''وہ لوگ جو مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں'' منافق مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست کیوں بناتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ منافق مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اس لیے اپنا دوست بناتے ہیں تاکہ غلبہ اور قوت حاصل کریں۔ ﴿2﴾ منافق کافروں کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ منافق حقیقت میں کافروں ہی کے ساتھ ہیں۔

سوال2: اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ''کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو بلاشبہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' انسان کہاں سے عزت پا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کائنات میں عزت اور قوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ (فاطر:10) ﴿2﴾ انسانی نفس کے لیے ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہی سہارا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جہاں سے وہ عزت پا سکتا ہے۔﴿3﴾ صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی سے انسان معزز ہوسکتا ہے۔اس لیے عزت صرف اسی سے طلب کرنی چاہیے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت کس لیے ہے؟

جواب:1۔رب العزت کا ارشاد ہے: وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں۔(المنافقون:8)

﴿2﴾ مستدرک حاکم میں ہے کہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک شام کے عامل (گورنر) سے فرمایا: یعنی (اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) تم تعداد میں سب سے کم اور سب سے زیادہ کمزور تھے، تم کو محض اسلام کی وجہ سے عزت و شوکت ملی ہے، تو خوب سمجھ لو اگر تم اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل کر دے گا۔(مستدرک:82/3)

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ۫ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَا ۙ(140)

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم پر حکم نازل کر دیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے، اور ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں بلاشبہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہو گے۔یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔(140)

سوال1: وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ

''اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم پر حکم نازل کر دیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے، اور ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں'' مراتبِ نفاق کا بدترین درجہ کون سا ہے؟

جواب:﴿1﴾ نفاق کا بدترین درجہ یہ ہے کہ ایمان والا کسی ایسی مجلس میں بیٹھا رہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو اور وہ خاموش بیٹھا رہے یا چشم پوشی کرے، پھر اس کو رواداری کا نام دے یا آزادی اور وُسعتِ قلبی کا نام دے تاکہ لوگ اسے کمزور ایمان کا طعنہ نہ دیں۔﴿2﴾ فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ تمہارا ان کے ساتھ بیٹھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی آیتوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انکار کیے جانے اوران کا مذاق اڑائے جانے پرتم راضی ہو، پھر کفراورعذاب جہنم کے مستحق ہونے میں تم انہی کے مانند ہوجائے گے۔حاکم کہتے ہیں کہ جوعلمائے اسلام ملحدین اسلام کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے ان کی مجلسوں میں جاتے ہیں۔ان کے لیے کوئی ممانعت نہیں بلکہ انہیں اجروثواب ملے گا،اوراگرکسی مجلس میں اللہ،رسول یادین اسلام کا مذاق اڑایا جارہا ہو، جوشخص اس سے راضی ہوگا،وہ کافر ہوجائے گا،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (تیسرالرحمٰن:305)﴿3﴾ سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ چندلوگوں کواس جرم میں گرفتارکیا کہ وہ شراب پی رہے تھے،ان میں سے ایک شخص کے بارے میں ثابت ہوا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے،اس نے شراب نہیں پی،لیکن ان کی مجلس میں شریک تھا،عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی سزادی کہ وہ ان کی مجلس میں بیٹھا ہوا کیوں تھا۔(بحرمحیط:375/3)﴿4﴾ تفسیرابن کثیر میں اس جگہ یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:یعنی جوشخص اللہ پراورروزآخرت پرآیمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ ایسے دسترخوان یا کھانے کی میز پربھی نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چلتا ہو۔(ابن کثیر:567/1)

سوال2:اگرکوئی مومن کسی مجلس میں اپنے دین کے ساتھ مذاق سنے تووہ کیا کرے؟

جواب:﴿1﴾اپنے دین کا دفاع کرے۔﴿2﴾اگر یہ ممکن نہ ہوتو وہاں سے اُٹھ کر چلا جائے۔

سوال3:کوئی ایمان والا اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑانا کیسے برداشت کرسکتا ہے؟

جواب:ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑاتے دیکھنا ممکن نہیں ہے۔انسان کا ایمان کمزور ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ قابلِ برداشت ہوجاتا ہے۔

سوال4:دین کے ساتھ مذاق پرچشم پوشی کرنا یا خاموش رہنا کیسا عمل ہے؟

جواب:یہ انسان کے ایمان کی شکست کا پہلا مرحلہ ہے ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خودرسول اللہ ﷺ کوفرماتے سنا:جوشخص تم میں سے کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے تووہ ہاتھ سے اس کو بدل دے اگرایسا ممکن نہ ہوتو زبان سے ایسا کرے اگر یہ بھی ممکن نہ ہوتو دل سے ہی اس کو براجانے مگر یہ ضعیف ترین ایمان کا درجہ ہے۔(مسلم:177)

سوال5:حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ”یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:اہل باطل کے ساتھ مجالست کی چندصورتیں ہیں:﴿1﴾ان کے کفریات پررضا کے ساتھ،یہ کفر ہے،﴿2﴾اظہار کفریات کے وقت کراہیت کے ساتھ یہ بلاعذرفسق ہے،﴿3﴾ کسی ضرورت دنیوی کے واسطے مباح ہے،﴿4﴾ تبلیغ احکام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے عبادت ہے، ﴿5﴾ اضطرار اور بے اختیاری کے ساتھ، اس میں معذور ہے۔ (تفسیر معارف القرآن: 586/2)

سوال6: کسی شخص کے ایمان کی نشانی کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے محبت۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کے لیے محبت۔

سوال7: اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ''بلاشبہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہوگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بے شک تم بھی اس وقت ان جیسے ہوگے'' اس سے مراد یہ ہے کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اگر اہلِ مجلس کو روکو گے نہیں تو تم بھی گناہ میں ان کے برابر ہوگے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور جب آپ ان کو دیکھیں کہ ہماری آیتوں پر فضول بحث کرتے ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ جائیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔ (الانعام: 68)

سوال8: اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ''یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: منافق اور کافر دونوں جہنم میں جمع ہوں گے یعنی جس طرح دنیا میں وہ کفر اور شرک میں شریک تھے اسی طرح خلودِ نار میں بھی شریک ہوں گے پکڑ دھکڑ میں، بیڑیوں اور طوقوں میں، کھولتے ہوئے پانی اور زخموں کا دھون پینے میں سب برابر کے شریک ہوں گے اور سب کو ہمیشگی والے عذاب کی سزا کا مستوجب قرار دیا جائے گا (مختصر ابن کثیر: 381/1)

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (141)

جو تمہارے بارے میں انتظار میں رہتے ہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی فتح ہو تو کہتے ہیں: ''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' اور اگر کافروں کے لیے کوئی حصہ ہو تو ان سے کہتے ہیں: ''کیا ہم تم پر غالب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ہو گئے تھے؟ ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟'' چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راہ نہیں بنائے گا۔(141)

سوال1: اَلَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ'' جو تمہارے بارے میں انتظار میں رہتے ہیں'' مسلمانوں کے بارے میں منافق کس چیز کے انتظار میں رہتے ہیں؟

جواب: منافق مسلمانوں کے زوال کے منتظر رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کا دین ختم ہو اور ان کے دشمن ان پر غالب آئیں۔

سوال2: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِیْنَ نَصِیْبٌ ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ'' پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی فتح ہو تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لیے کوئی غلبہ ہو تو ان سے کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے؟ ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا'' منافقوں کے دوہرے کردار کی وضاحت کریں؟

جواب: اسلام اور مسلمانوں کے بدخواہ انتظار میں رہتے ہیں۔ ﴿1﴾ مسلمان شکست کھائیں تو کافروں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری تدبیروں کی وجہ سے تم مسلمانوں سے محفوظ رہے۔ ﴿2﴾ اگر مسلمانوں کو فتح نصیب ہو اور مالِ غنیمت ملے تو کہتے ہیں کہ ہم اگر جنگ پر نہیں گئے تھے تو تمہاری پشت پر تمہارے ہی مددگار تھے۔

سوال3: مسلمانوں کی فتح و شکست کے لیے کیا شرط ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مسلمان اپنی عملی زندگی میں ایمان کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی لائیں۔ ﴿2﴾ ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان دشمنوں کے آگے نہ جھکیں اور صرف اللہ تعالیٰ سے عزت کے طلب گار ہوں۔

سوال4: فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ'' چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ منافقوں اور مومنوں کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کریں گے یعنی منافق یہ نہ سمجھیں کہ دنیا میں زبان سے اقرار کرنے کی وجہ سے انہیں مسلمانوں کے گروہ میں شمار کیا جاتا رہا تو قیامت کے دن وہ بچ جائیں گے۔

سوال5: وَ لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا'' اور اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راہ نہیں بنائے گا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کافروں کو مسلمانوں پر کبھی ایسا غلبہ نہیں دے گا کہ مسلمان ختم ہو جائیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا وعدہ مسلمانوں سے ہے۔ارشاد ہے: وَ لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔(آلِ عمران:139)

سوال6:اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔اب اس وقت معاملہ برعکس کیوں ہے؟

جواب:﴿1﴾انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جن مومنوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ان پر کبھی کفار کو غلبہ نہیں ملا۔﴿2﴾یہاں راہ سے مراد حجت ہے۔کافروں کی کوئی حجت مسلمانوں پر کارگر نہیں ہوگی کیوں کہ دنیا و آخرت میں اہل تقوی کا انجام ہی بہتر ہوگا جیسا کہ فرمایا: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔(مومن:51)وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔(النور:55)﴿3﴾ابو مالک نے کہا:اس سے مراد ہے کہ قیامت کے دن کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راہ نہیں بنائے گا۔(جامع البیان:387/5)

آخری آیات

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا(142)

بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔(142)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریج نے کہا یہ آیت عبداللہ بن ابی اور ابوعامر بن نعمان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔(تفسیر جامع البیان:388/5)

سوال2:منافق کیسے دھوکہ دیتے ہیں؟

جواب:مسلمانوں کے سامنے وہ کلمہ پڑھتے ہیں اور دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں۔

سوال3:اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ ’’بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کا منافقوں کو دھوکہ دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ: وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دھوکے میں نہیں آتا کیوں کہ دھوکے میں وہی آتا ہے جسے باتیں معلوم نہ ہوں۔اللہ تعالیٰ تو دلوں کی باتوں سے خوب آگاہ ہے اور وہ کیسے دھوکے میں آسکتا ہے؟(مختصر ابن کثیر)﴿2﴾ وَھُوَ خَادِعُھُمْ منافقوں کو دھوکہ دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ منافقوں کو ان کے دھوکے کا بدلہ دیتا ہے۔ ﴿3﴾ وَھُوَ خَادِعُھُمْ اللہ تعالیٰ منافقوں کو دنیا اور آخرت میں رسوا کرتا ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا دھوکہ یہ ہے کہ اس نے منافقوں کو ڈھیل دے رکھی ہے۔وہ سرکشی اور گمراہی میں ڈوبتے جا رہے ہیں۔اس طرح حق تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔دنیا میں حق سے محروم رہیں گے کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں پکڑ لیتا۔وہ تو ہم پر مہربان ہے۔ہمارے لیے تو برکتوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں یہی استدراج ہے۔﴿5﴾ قیامت کے دن کے دھوکے کا تذکرہ سورۃ الحدید میں ہے۔یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ ۚ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَکُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ لَّہٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُہٗ فِیْہِ الرَّحْمَۃُ وَظَاھِرُہٗ مِنْ قِبَلِہِ الْعَذَابُ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے:ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں‘‘ کہا جائے گا:اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو چنانچہ اُن کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا،اُس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی اور اُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔(الحدید:13)

سوال4:وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی ’’اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں‘‘ منافق کی نماز کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب:﴿1﴾ منافق کی نماز کا مقصد لوگوں کے لیے دکھاوا ہوتا ہے تاکہ انہیں نیک سمجھا جائے۔﴿2﴾ منافق کی نیت نماز کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ہوتی۔﴿3﴾ منافق نماز کے لیے بوجھل دل، بوجھل وجود کے ساتھ اُٹھتا ہے۔﴿4﴾ منافق بے وقت نماز پڑھتا ہے۔ ﴿5﴾ منافق نماز کے ارکان اور اعمال پر غور نہیں کرتا۔

سوال5: یُرَآءُوْنَ النَّاسَ ''وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ منافق کی نماز کا مقصد ہے وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتا ہے۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جو شخص شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اس کی بدنیتی قیامت کے دن سب کو سنا دے گا اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے نیک کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کو دکھلا دے گا۔(مسلم:7476)﴿2﴾ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا' جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔(احمد)

سوال6: وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ''اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ منافق نماز میں اللہ تعالیٰ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو یہ کھڑے ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور ان میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔(مسلم:1412)﴿2﴾ عبدالعزیز کے بھائی عثمان بن ابی روّاد نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا کہ میں دمشق میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔آپ رضی اللہ عنہ اس وقت رو رہے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی کوئی چیز اس نماز کے علاوہ اب میں نہیں پاتا اور اب اس کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے۔(صحیح بخاری:530)﴿3﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آتے اور میرا تو ارادہ ہو گیا تھا کہ مؤذن سے کہوں کہ وہ تکبیر کہے پھر میں کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کہوں اور خود آگ کی چنگاریاں لے کر ان سب کے گھروں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لیے نہیں نکلے۔(صحیح بخاری:657)﴿4﴾ منافق اللہ سے نہیں ڈرتے نماز سے جو بھلائی ملتی ہے اس سے محروم ہو جاتے ہیں۔

سوال7: مومن کی نماز کی کیا خصوصیات ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں نماز پڑھنا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے سامنے غلامی کا اظہار کرنا۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی یاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے جڑنا۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا۔﴿6﴾وقت کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا۔﴿7﴾ایک نماز کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا۔

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۫ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا(143)

وہ درمیان ہی میں ڈانواڈول ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔(143)

سوال1:مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۫ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ”وہ درمیان ہی میں ڈانواڈول ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں“کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی حالت بیان کی ہے کہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان حیران اور تذبذب کی حالت میں ہیں۔منافق نہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور نہ کافروں کے ساتھ ہیں،کبھی مسلمانوں کو اطمینان دلاتے ہیں اور کبھی کافروں کو یقین دلاتے ہیں۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہے کبھی اس ریوڑ میں چرتی ہے کبھی اس ریوڑ میں۔(مسلم:7043)﴿2﴾ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کو سب سے بدتر پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے سامنے ایک رخ سے آتا ہے اور دوسروں کے سامنے دوسرے رخ سے جاتا ہے۔(صحیح بخاری:6058)

سوال2:وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ”اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے“وضاحت کریں؟

جواب:جو شخص سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے گمراہی میں جا پڑے اس کو سیدھے راستے پر لانے کے لیے انسانی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ارشاد ہے:مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اُس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔(الاعراف:186)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مُّبِيْنًا(144)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو؟(144)

سوال1: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ'' مسلمانوں کے مقابلے میں کفار سے دوستی کس چیز کی دلیل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کفار سے دوستی بڑا جرم ہے، یہ قطعی کفر ہے اس کے بعد دوزخ کا داخلہ لکھ دیا جائے گا۔ ﴿2﴾ حاکم کہتے ہیں کہ یہ آیت دلیل ہے کہ کافر کی دوستی حرام ہے۔(تیسیر الرحمٰن:307)

سوال2: اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ''کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر مومن کافروں سے ہمدردی اور خیر خواہی کریں، ان کو دوست بنائیں تو اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف ایک واضح حجت دے دیں گے اور عذاب کے مستحق بنیں گے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا(145)

یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔(145)

سوال1: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے'' منافقین کا درجہ کافروں سے بھی نیچے کیوں ہے؟

جواب: تذبذب والا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول نہیں۔ اس کے مقابلے میں کفرِ صریح میں دھوکہ نہیں ہے۔ دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ اس دھوکے کی سزا ہے۔

سوال2: الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ ''سب سے نچلے درجے میں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ سے مراد جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

سوال3: وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ''اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ منافقوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہیں ملے گا۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰہِ وَ اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَہُمۡ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ وَ سَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا(146)

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مومنوں کو اجر عظیم عطا کرے گا۔(146)

سوال1: اس آیت سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: اسود نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا پھر کہا: نفاق میں وہ جماعت مبتلا ہو گئی جو تم سے بہتر تھی۔ اس پر اسود بولے: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ (منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے)'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد کے کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھ گئے اور آپ کے شاگرد بھی ادھر اُدھر چلے گئے پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر کنکری پھینکی (یعنی مجھے بلایا) جب میں حاضر ہو گیا تو کہا: مجھے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہنسی پر حیرت ہوئی حالانکہ جو کچھ میں نے کہا تھا اسے وہ خوب سمجھتے تھے۔ یقیناً نفاق میں ایک جماعت کو مبتلا کیا گیا تھا جو تم سے بہتر تھی پھر انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی توبہ قبول کر لی۔(بخاری:4602)

سوال2: اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰہِ وَ اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَہُمۡ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ '' مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے'' الدَّرۡکِ الۡاَسۡفَلِ سے بچا لیے جانے والوں کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ توبہ: اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا '' مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی'' یہاں توبہ سے مراد ندامت ہے یعنی پچھلے اعمال پر شرمندگی۔ اس سے مراد نفاق سے توبہ ہے۔(تفسیر قاسمی:533/5) ﴿2﴾ اصلاح: وَ اَصۡلَحُوۡا '' اور اصلاح کر لی''۔ الف۔ اصلاح سے مراد آئندہ کے لیے اپنے عقیدے اور اعمال کی اصلاح ہے۔ ب۔ اس سے مراد نفاق اور اعمال کی اصلاح ہے۔ (الاساس:1216/2) ﴿3﴾ اِعتصام باللہ: وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰہِ '' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا'' الف۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی رسی کو یعنی قرآنِ مجید کو مضبوطی سے تھام لیا۔ب ۔مخلص مومنوں کی طرح اللہ تعالیٰ سے مضبوتی سے جڑ گئے۔ (الاساس:1216/2)۔﴿4﴾اِخلاص :وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ ''اوراپنے دین کواللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرلیا''الف۔ دین کواللہ تعالیٰ کے لیے خالص کردینے سے مراد ہے کہ ہرکام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں۔ب۔اس سے مراد ہے کہ انہوں نے ریاکاری کو چھوڑ کر اخلاص اپنا لیااور پھر اللہ کی رضا کے لیے اطاعت کی۔(الاساس:1216/2)۔ج۔رب العزت نے فرمایا:اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔(الفاتحہ:5)

سوال3:فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ''تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے''کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جوتوبہ،اصلاح،اعتصام باللہ اوردین کواللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرے گا اللہ تعالیٰ انہیں مومنوں کی جماعت میں شامل کرے گا۔

سوال4: وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا''اوراللہ تعالیٰ جلد ہی مومنوں کواجرِعظیم عطا کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:منافقوں کونفاق چھوڑنے پراجر کی خوشخبری دی جارہی ہے کہ اگرتم توبہ کرلوتو دنیااورآخرت کے جومفادات مومنوں کو حاصل ہوں گے تمہیں بھی دیئے جائیں گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔(السجدہ:17)

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا(147)

کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے سے اگرتم شکر کرو اور ایمان لے آؤ؟اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے قدر کرنے والا،سب کچھ جاننے والا ہے(147)

سوال1:مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ'' کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے سے اگرتم شکر کرو اور ایمان لے آؤ؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ عذاب کی وجہ شکر نہ کرنا اور ایمان نہ لانا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ آپ کو عذاب دے۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی کے علاوہ کوئی اور چیز حائل نہ تھی۔ اتنے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلے۔ پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ پھر فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اُسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (اس کے بعد) پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے۔ پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ بشرطیکہ وہ ایسا کریں (یعنی شریک نہ کریں) میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔ (بخاری:5967) ﴿2﴾ زیاد بن علاقہ نے بیان کیا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی ﷺ اتنی دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہتے کہ آپ ﷺ کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر ورم آجاتا۔ جب آپ ﷺ سے اس کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا تو فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح بخاری:1130)

سوال 2: شکر گزاری کا کیا مطلب ہے؟

جواب: شکر گزاری کا مطلب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق برائیوں سے بچنا اور نیک عمل کرنا ہے۔

سوال 3: وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے قدر کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی کی قدر کرتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ بندے کے شکر گزاری اور احسان مندی کے رویے کی قدر کرتا ہے۔

سوال 4: وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے قدر کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے شاکر اور علیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں شکر گزاری کا رویہ پیدا کرنے کے لیے اپنے شاکر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو شکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرے گا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دل سے ایمان لانے کے لیے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو دل سے ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے سے، اپنے شاکر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ شکر گزاریوں کا علم رکھتا ہے اس لیے وہی ان کی بہترین جزا دے سکتا ہے لہٰذا تم شکر گزاری کا رویہ اختیار کرو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

لایحب اللہ 6



سوال و جواب کی صورت میں

قُرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	''قرآنًا عَجَبًا''[پارہ 6]
مؤلفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اوّل	:	جنوری2009
طبع دوم	:	Šمبر 2014
تعداد	:	1000
ناشر	:	النورانٹرنیشنل
لاہور	:	102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور
فون نمبر	:	0423- 5881169
کراچی	:	گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن، بلاک 2، کراچی
فیصل آباد	:	121A فیصل ٹاؤن ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
ای میل	:	infoalnoorinternational@gmail.com productsalnoor@gmail.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com
فیس بک	:	Alnoor International Nighat Hashmi Alnoor Products

النّور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: 0336-4033045

فہرست

ابتدائیہ

رکوع	❖ 1	11
رکوع	❖ 2	19
رکوع	❖ 3	34
رکوع	❖ 4	49
رکوع	❖ 5	61
رکوع	❖ 6	84
رکوع	❖ 7	103
رکوع	❖ 8	125
رکوع	❖ 9	141
رکوع	❖ 10	159
رکوع	❖ 11	180
رکوع	❖ 12	197
رکوع	❖ 13	211
رکوع	❖ 14	229
آخری آیت		247

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ ،وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا،وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَھَادِیَ لَہٗ،وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ مُحَمّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟

پھر اگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے:

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اٹھا کر جواب دیتے ہیں: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔ پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی۔ (البلد:16-12)

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا: **وَعَنِ ابنِ مسعودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :فقال رَسُولُ اللہ ﷺ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ اِلَيهِ مِنْ مَّالِهِ ؟ قالوا : يَارَسُولَ اللہِ ما مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهُ اَحَبُّ اليه قَال : فَان مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهِ مَا اَخَّرَ ۔**

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (صحیح بخاری:6442)

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آجائیں تو انسان رک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کی صورت میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں قرآناً عجباً کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اٹھایا گیا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔

اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدا ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ انہوں نے کہا: ''آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اُس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

میں ان سب افراد کی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا(148)

اللہ تعالیٰ بُرائی کی بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(148)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ہناد بن سری نے کتاب الزہد میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت یعنی ''اللہ تعالیٰ برائی کی بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو'' ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہاں مہمان رکھا لیکن صحیح طور پر اس کی مہمان نوازی کا حق ادا نہ کیا۔ اس نے وہاں سے آنے کے بعد لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ میں فلاں صاحب کا مہمان ہوا لیکن اس نے مہمان داری کا حق ادا نہیں کیا اس طرح اس شخص نے برائی کا اظہار کیا لیکن یہ شخص مظلوم تھا اس لیے (اِلَّا مَنْ ظُلِمَ) سے اس کے اظہار کی اجازت دی گئی۔(تفسیر ابن عباس:313/1)

سوال2: لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ''اللہ تعالیٰ برائی کی بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ ''برائی کی بات کے ساتھ آواز بلند کرنا'' یعنی بری بات، گالی گلوچ، بدزبانی، عیب، جھوٹ، بہتان وغیرہ۔ ﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کسی پر بددعا کرنے کو پسند نہیں فرماتا، البتہ مظلوم ظالم پر بددعا کر سکتا ہے لیکن مظلوم کا بھی صبر کرنا بہتر ہے۔(مختصر ابن کثیر:387/1) ﴿3﴾ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ''مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو'' مظلوم کو ظالم کے لیے بد دعا کی رخصت ہے لیکن صبر کرے تو بہتر ہے۔(فتح القدیر:677/1) ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ اور جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو یہی لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں۔(الشوریٰ:41) ﴿5﴾ سیدہ عائشہ کا ہار گم گیا تو وہ چور کے لیے بددعا کرنے لگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا بوجھ کیوں ہلکا کر رہی ہو۔(ابوداؤد) ﴿6﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کریں تو گناہ ابتدا کرنے والے پر ہی ہوگا جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے یعنی زیادتی نہ کرے۔(مسلم:6591) ﴿7﴾ ظلم کے ازالے کے لیے تعاون کرنا اسلام کا اصول ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا مظلوم کی مدد کا تو پتہ ہے یہ بتائیں کہ ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ظلم کرنے سے روک دیں۔(ترمذی) ﴿8﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس نے اپنے ہمسائے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور صبر کرو، وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ کے پاس دو یا تین بار آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک کام کرو اپنا کل مال اسباب گھر سے نکال کر باہر رکھ دو اس نے ایسا ہی کیا۔ راستے پر اسباب ڈال کر وہیں بیٹھ گیا اب جو گزرتا وہ پوچھتا کیا بات ہے؟ یہ کہتا میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے میں تنگ آ گیا ہوں۔ راہ گزرا سے برا بھلا کہتا' کوئی کہتا رب کی مار اس پڑوسی پر، کوئی کہتا اللہ غارت کرے۔ اس پڑوسی کو جب اپنی اس طرح کی رسوائی کا حال معلوم ہوا تو اس کے پاس آیا منتیں کر کے کہا اپنے گھر چلو اللہ کی قسم! اب مرتے دم تک تم کو کسی طرح نہ ستاؤں گا۔ (سنن ابوداؤد:5153)

سوال3: اللہ رب العزت نے ابتدا میں ہی اپنی ناپسندیدگی کا احساس دلایا، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی میں اپنی ناپسندیدگی کا شعور دلا کر مومن کو تیار کیا ہے کہ اسے اپنی نہیں بلکہ اپنے رب کی پسند کو دیکھنا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لیے ایک دوسرے کی برائی کے اظہار کو حرام کیوں قرار دیا ہے؟

جواب: برائی کے اظہار کے معاشرے پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں: ﴿1﴾ کچھ لوگوں کے اندر برائی کرنے کی قوت چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ معاشرے کے دباؤ کی وجہ سے وہ برائی کرنے سے رکے رہتے ہیں۔ جب اعلانیہ برائی کا اظہار ہونے لگتا ہے تو ان کا خوف دور ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ سوچتے ہیں کہ وہ اس میدان میں اکیلے نہیں اور لوگ بھی یہ کام کر رہے ہیں، یوں برائی کرنا ان کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔ ﴿2﴾ لوگوں کے لیے برائی کا سننا آسان ہو جاتا ہے۔ اُن کے دل سے برائی کی نفرت میں کمی آ جاتی ہے اور وہ برائی کو مٹانے کے لیے فوراً نہیں اٹھتے۔ ﴿3﴾ معاشرے پر سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ لوگ سوچتے ہیں کہ اب معاشرے میں برائی کا غلبہ ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں میں برائی کے لیے نفرت نہیں رہ جاتی۔

سوال5: ظلم کے حالات میں برائی کے اظہار کی اجازت کیوں دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مظلوم ظالم سے ظلم کا بدلہ لے سکتا ہے۔ ﴿2﴾ برائی کے اظہار کے ذریعے ظلم کے مقابلے میں مدافعت کی جاتی ہے۔ ﴿3﴾ مظلوم کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے۔ ﴿4﴾ مظلوم جب ظلم اور ظالم کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے تو ایسی فضا قائم ہو جاتی ہے جس میں ہر ظالم ظلم سے پہلے اپنے انجام کے بارے میں سوچنے لگتا ہے۔ ﴿5﴾ اس طریقۂ کار سے ظالم ظلم سے باز آ جاتا ہے۔

سوال6: برائی کے اظہار کا حق کیسے محدود ہے؟

جواب: ﴿1﴾ صرف وہی شخص برائی کا اظہار کر سکتا ہے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ ﴿2﴾ برائی کا اظہار صرف اس شخص کے خلاف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوسکتا ہے جس نے ظلم کیا ہو۔﴿3﴾ برائی کا اظہار صرف انہی لوگوں کے سامنے ہوسکتا ہے جو ظالم کے خلاف کاروائی کر سکتے ہوں۔﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے: وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ اور برائی کا بدلہ اُس جیسی ایک برائی ہے پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔(الشوریٰ:40)﴿5﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ اور اگر تم بدلہ لو تو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اسی قدر بدلہ لو اور اگر آپ صبر کریں تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔(النحل:126)

سوال7: وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے سمیع اور علیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع (سب کی سُننے والا) اور علیم (سب کو جاننے والا) کو استعمال کر کے یہ شعور دلایا ہے کہ جو بری زبان اور بری گفتگو تم استعمال کرو گے اس کو صرف تمہارا مخاطب ہی نہیں سنے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت اور عظیم ہستی بھی اس کو سن لے گی۔ وہ بااختیار ہے اور بات پر پکڑنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْۗءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا(149)

اگر تم نیکی اعلانیہ کرو یا اسے چھپاؤ یا کسی برائی سے درگزر کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے۔(149)

سوال1: اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْۗءٍ ''اگر تم نیکی اعلانیہ کرو یا اسے چھپاؤ یا کسی برائی سے درگزر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت سے پہلے یہ واضح کیا گیا ہے کہ برائی کا اظہار کرنا اچھا نہیں ہے اور یہاں ایمان والوں کو آمادہ کیا جا رہا ہے کہ بھلائی کے لیے کوشش کریں۔ معاف کر دینا اور انتقام نہ لینا بھلائی ہے۔ معاف کرنے سے بھلائی ظاہر ہوگی اور معاف نہ کرو گے تو نیکی چھپ جائے گی۔﴿2﴾ نیکیاں اور معافی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں۔ نیکی خواہ ظاہر کرو یا چھپاؤ تمہیں اللہ کے قریب کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ قدرت رکھنے کے باوجود معاف کرتا ہے۔ اسی لیے فرمایا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا اور پوری قدرت رکھنے والا ہے۔﴿3﴾ اگر تم کسی سے بھلائی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بھلائی کرے گا کیونکہ عمل کی جزا اس کی جنس سے ہوتی ہے۔

سوال2: اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا ''اگر تم نیکی اعلانیہ کرو'' اگر عفو و درگزر اعلانیہ کیا جائے تو اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اعلانیہ نیکیاں کرنے سے معاشرے میں نیکیاں پروان چڑھتی ہیں۔﴿2﴾جب لوگ ایک دوسرے کومعاف کرتے ہیں تو معاشرے میں عفوودرگزر کی فضا پیدا ہوتی ہے۔جب کہ چھپا کر نیکی کرنے سے نفس پاک ہوتا ہے۔

سوال3:اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ ''یا کسی برائی سے درگزر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ یعنی وہ شخص جوتمہارے بدن،تمہارے اموال اورتمہاری عزت وناموس کے معاملے میں برا سلوک کرے تم اسے معاف کردو۔عمل کی جزااس کی جنس سے ہوگی جواللہ تعالیٰ کے لیے معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے معاف کردیتا ہے۔(تفسیرسعدی:621/1)تم برائی کا مواخذہ نہ کرو۔(ایسرالتفاسیر:307)﴿2﴾اپنے دلوں سے برائی محوکردو۔(الاساس فی التفسیر:1217/2)﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے:خُذِ الۡعَفۡوَ وَ اۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ آپ درگزر اختیارکریں اورنیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیارکریں۔(الاعراف:199)﴿4﴾وَ اَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کردو۔(البقرہ:237)﴿5﴾الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ فِى السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ وَ الۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ وہ لوگ جوخوشی اورتکلیف میں خرچ کرتے ہیں اورغصے کو پینے والے اورلوگوں سے درگزرکرنے والے ہیں اوراللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(آل عمران:134)﴿6﴾معاف کرنے کی صورت میں تلخی مٹ جاتی ہے،دل سے بات غائب ہوجاتی ہے اورتکلیف کی شدت دور ہوجاتی ہے۔﴿7﴾معاف کردینے سے (الف)دل سے بات نکل جاتی ہے۔دل صاف ہوجاتا ہے اور بدگمانی ختم ہوجاتی ہے۔پھرانسان طعنہ نہیں دیتا،وقت برباد نہیں کرتا،غیبت نہیں کرتا،معاشرے میں مثبت تعمیری کردارادا کرسکتا ہے۔(ب)معاف کرنے سے اندرکی برائیاں نکلتی ہیں اگرکوئی معاف نہ کرنا چاہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ برائی کوختم نہیں کرنا چاہتا۔اس پرشیطان بار بارحملہ کرے گا۔﴿8﴾ان گندگیوں کے ساتھ اللہ کی یاد کا دل میں بسنا ناممکن ہے۔(اشرف الحواشی:123/1)﴿9﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:بندے کے معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھادیتا ہے اورجوآدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا)کے لیے عاجزی اختیارکرتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرمادیتا ہے۔(مسلم:6592)﴿10﴾ابوکبشہ نماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:تین چیزیں ہیں جنہیں میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں اوروہ تین یہ ہیں کہ صدقہ کی وجہ سے کسی بندہ کا مال کم نہیں ہوگا اورجس کسی بندے پرکوئی ظلم کیا گیا جس پراس نے صبرکرلیا تواللہ اس کی عزت بڑھادے گا اورجس کسی نے (مخلوق سے)سوال کرنے کا دروازہ کھول دیا اللہ اس پرتنگدستی کا دروازہ کھول دے گا(یعنی وہ ہمیشہ فقیر ہی رہے گا جس قدربھی مال جمع کرے اس کا فقرختم نہیں ہوگا)(ترمذی)﴿11﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے رب!تیرے نزدیک بندوں میں سب سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بڑاعزت والاکون ہے؟اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جوشخص قدرت ہوتے ہوئے معاف کردے وہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا ہے۔(المشکوۃ)﴿12﴾سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص اپنی زبان کومحفوظ رکھے اللہ اس کی پوشیدہ چیزوں کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جوشخص اپنے غصہ کوروک لے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنے عذاب کوروک لے گا۔اور جوشخص اللہ کی بارگاہ میں عذرپیش کرے اللہ تعالیٰ اس کے عذرکوقبول فرمالیتا ہے۔(المشکوۃ :434)﴿13﴾ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا خادم کوکتنی مرتبہ معاف کیا جائے؟فرمایا: ہر روزستر مرتبہ(یعنی بہت مرتبہ)۔(ابوداؤد)

سوال4:فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا'' توبلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنی مثال دی ہے کہ میں قدرت کے باوجودمعاف کردیتا ہوں۔جیسے میں تمہارے گناہ معاف کرتا ہوں اسی طرح تم بھی دوسروں کے گناہوں کومعاف کردیا کرو۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کومعاف کرتا ہے حالانکہ وہ انتقام لینے پرقادر ہے اس طرح اگرتم بھی قدرت ہونے کے باوجودمعاف کردیتے ہوتو یقین رکھوکہ اللہ تعالیٰ کھلے اور پوشیدہ سب کچھ جانتا ہے وہ تمہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا اور تمہیں اس کا اچھا سے اچھا بدلہ دے گا۔(تیسیر الرحمٰن:310/1)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا(150)

یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں کے ساتھ کفرکرتے ہیں اوروہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اوروہ کہتے ہیں کہ ہم کسی پرایمان لاتے ہیں اورکسی کا کفرکرتے ہیں اوروہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اس کے درمیان ہی میں کوئی راستہ بنالیں۔(150)

سوال1:قرآنِ کریم نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں پرایمان کے بارے میں کیاوضاحت کی ہے؟

جواب:قرآنِ کریم نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں پرایمان لانے کا جامع تصورپیش کیا ہے جس کے مطابق:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی ذات اورتمام رسولوں پرایمان لانا ضروری ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنا غلط ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے درمیان فرق کرکے بعض پرایمان لانا اوربعض کا انکارکردینا غلط ہے۔﴿4﴾سارے رسول ایک ہی عظیم امانت کے وارث رہے ہیں۔ان میں سے کوئی رسول علیحدہ نہیں ہے اور یہ سلسلہ کہیں سے کٹا ہوانہیں ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿5﴾ رسولوں کے سلسلے سے ہٹ کر کوئی دین اور کوئی نظریہ اختیار کرنا گمراہی ہے۔

سوال2: اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ’’یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں کو ڈرا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر کرتے ہیں۔(جامع البیان:7/6)

سوال3: وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ’’اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں‘‘ اللہ تعالیٰ اور رسولوں کے درمیان تفریق ڈالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو ماننا اور اس کے رسولوں کو نہ ماننا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کو ماننا اور اس کے کسی رسول کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یہ سب تفریق ڈالنا ہے۔

سوال4: وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ’’اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لاتے ہیں اور کسی کا کفر کرتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں نے رسولوں کے درمیان فرق کیا ان کا تمام انبیاء پر ایمان ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کو جھٹلاتے ہیں۔عیسائی تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں مگر محمد ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے۔ ﴿2﴾ تمام انبیاء پر ایمان لانا فرض ہے اس لیے جس نے کسی نبی کو نہیں مانا اس کا تمام انبیاء پر شرعی ایمان نہیں ہے۔

سوال5: وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ’’اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اس کے درمیان ہی میں کوئی راستہ بنالیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: جولوگ بعض انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض پر نہیں رکھتے اور ان کے درمیان ایک راستہ بنانا چاہتے ہیں وہ ایمان اور کفر کے درمیان متوسط دین بنانا چاہتے ہیں۔(فتح القدیر:678/1)

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا (151)

یہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(151)

سوال1: اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ’’یہی لوگ حقیقی کافر ہیں‘‘ اسلام نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنے والوں، کسی کو ماننے اور کسی کو نہ ماننے والوں کو حقیقی کافر قرار دیا ہے، اس کی وجہ بیان کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان ایک مستقل اکائی ہے۔اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیے جاسکتے۔ایمان کے لیے پہلی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار ہے اور اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دین دیا ہے وہ بھی ایک ہو، جو دین رسول لے کر آئے وہ بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک ہو جو اس اکائی میں فرق لاتا ہے کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔﴿2﴾ یہ لوگ حقیقی کافر ہیں ان کا ان انبیاء پر بھی ایمان نہیں جن پر ایمان کا یہ دعوی کرتے ہیں کیوں کہ وہ شرعی ایمان نہیں ہے۔

سوال2:وَاَعْتَدْنَالِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ''اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:ان کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب اس لیے تیار کر رکھا ہے کیونکہ انہوں نے انبیاء پر ایمان نہ لا کر ان کی توہین کی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا(152)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہ کیا، یہی لوگ ہیں انہیں جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اجر سے نوازے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(152)

سوال1:وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے'' کیسا ایمان مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق کی، سارے انبیاء کی نبوت کا اقرار کیا اور اس چیز کی تصدیق کی جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت لے کر آئے۔(جامع البیان:8/6)﴿2﴾ اس سے مراد مسلمان ہیں جو تمام انبیاء اور تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی، سب ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔(البقرہ:285)

سوال2:وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ''اور انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:رسولوں کے درمیان فرق نہ کرنا اہل ایمان کی خصوصیت ہے اس لیے کہ سارے رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک ہی حق لے کر آئے۔حقیقت یہ ہے کہ تمام رسول ایک ہی قافلے کی قیادت کرتے رہے ہیں،ایک ہی عظیم امانت لے کر آئے،ایک ہی سچائی اور بھلائی کے وارث رہے ہیں اور ایک ہی مشن کے لیے آئے کہ انسانیت کے شعوری اور عملی بگاڑ کی اصلاح کریں۔رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

سوال3:اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ'' یہی لوگ ہیں انہیں جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اجر سے نوازے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اُجُوْرَهُمْ ان کی جزا اور ان کا ثواب اللہ تعالیٰ کی توحید،اس کے رسولوں کی تصدیق،اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی طرف سے آئی شریعت کی تصدیق کی وجہ سے ملے گا۔(جامع البیان:8/6)﴿2﴾اللہ تعالیٰ انہیں قابل قدر انعام اور شاندار اجر دینے والا ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے تھے۔﴿3﴾یعنی ان کے ایمان اور ایمان پر مبنی عمل صالح،قول حسن اور خلق جمیل کی جزا دی جائے گی اور یہ جزا ہر ایک کو اس کے حسب حال عطا ہوگی۔شاید ان کے اجر میں اضافے کا یہی سر نہاں ہے۔(تفسیر سعدی:623/1)

سوال4:وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا'' اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ غفور ہے اگر کسی کے پاس گناہوں کا بوجھ ہوگا تو اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ رحیم ہے اس کی جانب سے حق کی طرف ہدایت،حق کی راہ پر چلنے کی توفیق،جہنم سے نجات اس کی طرف سے رحمت کی بنا پر ہے۔

رکوع نمبر2

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا(153)

اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں سو وہ تو یقیناً موسیٰ سے اس سے زیادہ بڑا سوال کر چکے ہیں چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو بالکل سامنے دکھا دو تو ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا،پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں تو ہم نے اس سے درگزر کیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ دیا۔(153)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس اللہ کی طرف سے الواح لے کر آئے ،آپ بھی ہمارے پاس الواح لائیں تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں،اس پر یَسْئَلُكَ سے لے کر بُهْتَانًا عَظِيْمًا تک یہ آیات نازل ہوئیں تو ان یہودیوں میں سے ایک شخص گھٹنوں کے بل گر پڑا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر،موسیٰ علیہ السلام پر،عیسیٰ علیہ السلام پر اور کسی پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی مَاقَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ(تفسیر ابن عباس:314,315/1)

سوال2:يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ'' اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں''اس مطالبے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:﴿1﴾اہل کتاب نے نبی ﷺ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ قرآن پاک ایک ہی بار نازل ہو جائے جیسے تورات اور انجیل ایک ہی بار نازل ہوئی تھیں۔انہوں نے ایمان لانے کی یہی شرط رکھی تھی۔﴿2﴾یہ مطالبہ ظالمانہ تھا کیونکہ نبی تو اللہ کا بندہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا پابند ہوتا ہے۔سارا اختیار تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتا ہے اپنے بندوں پر نازل کرتا ہے۔﴿3﴾کتاب کا ایک بار نازل ہو جانا حق اور باطل میں فرق کی دلیل نہیں ہے۔﴿4﴾قرآن مجید کا حالات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہونا اس کی عظمت کی دلیل ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا اور اُن لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا،اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟اسی طرح (ہم نے اُتارا) تاکہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا،خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں۔(الفرقان:32،33)

سوال3:فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ'' سو وہ تو یقیناً موسیٰ سے اس سے زیادہ بڑا سوال کر چکے ہیں''موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے کے باوجود یہود نے ان سے کیا مطالبات اور معاملات کیے تھے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا مطالبہ کرنا۔﴿2﴾عبادت کے لیے بچھڑے کو معبود بنانا۔﴿3﴾بستی کے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے قول وفعل سے مخالفت کرنا۔﴿4﴾تورات کے احکامات کو قبول کرنے سے انکار کرنے پر طور کو ان کے سروں پر اٹھایا گیا پھر ان کا احکامات کو قبول کرنا۔﴿5﴾ہفتے کے دن حد سے گزر جانا۔﴿6﴾ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھا دیا ہے۔﴿7﴾ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ ان کے دل غلافوں میں ہیں۔﴿8﴾ان کا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا اور گمراہی کی دعوت دینا۔﴿9﴾ان کا سود کھانا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سول4:فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ'' چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو بالکل سامنے دکھادو تو اُن کے ظلم کی وجہ سے اُنہیں بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہود نے ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا یہ ان کی جانب سے ظلم تھا جس کی سزا کے طور پر انہیں موت دے کر دوبارہ زندہ کیا۔﴿2﴾ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ سے مراد موت ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی اجل سے پہلے انہیں موت دی ان کے اس قول کی سزا کے طور پر، جیسے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ انہیں موت دے پھر انہیں دوبارہ زندہ کیا۔(الدرالمنثور:322/2)

سوال5:ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ'' پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آچکی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:بنی اسرائیل نے عبادت کے لیے بچھڑے کو معبود بنالیا حالانکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے بیـنٰـت دیکھ لی تھیں۔مثلاً فرعون کو اپنے سامنے نیل میں غرق ہوتے دیکھنا،موت کے بعد دوبارہ زندگی ملنا۔

سوال6:فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ'' تو ہم نے اس سے درگزر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے بچھڑے کے معبود بنانے کے باوجود ان سے درگزر کیا تھا۔یہود سے یہ توبہ اس طرح قبول کی گئی تھی کہ ان سے کہا گیا مجرم قتل کردیئے جائیں۔آخرکار مجرموں کے قتل کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی اور ان سے درگزر کیا۔

سوال7:وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا'' اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلا غلبہ عطا فرمایا انہیں تختیوں پر لکھی ہوئی تورات عطا فرمائی۔یہی ان کی شریعت تھی۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا(154)

اور ہم نے اُن سے پختہ عہد لینے کی وجہ سے اُن پر پہاڑ کو اُٹھایا اور ہم نے اُن سے کہا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ہم نے اُن سے کہا کہ ہفتے کے دن میں تم زیادتی نہ کرو اور ہم نے اُن سے ایک انتہائی مضبوط عہد لیا تھا۔(154)

سوال1:وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ'' اور ہم نے اُن سے پختہ عہد لینے کی وجہ سے اُن پر پہاڑ کو اُٹھایا'' یہود سے میثاق لینے کے لیے طور کی وادی میں جو کیفیت پیدا کی گئی تھی اُس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾الطُّوْرَ معروف پہاڑ ہے جس کو ان کے اوپر بادلوں کی طرح رکھ دیا گیا تھا جب کہ وہ وادی میں تھے۔(مراغی:349/2)
﴿2﴾ان کے سروں پر طور کو اٹھا کر انہیں دھمکایا گیا کہ اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو تم پر پہاڑ گرا دیں گے اس طرح وہ شریعت پر کاربند ہو گئے۔﴿3﴾میثاق سے مراد وہ معاہدہ ہے جو کوہ طور کے دامن میں بنی اسرائیل کے نمائندوں سے لیا گیا تھا کہ تورات کے احکامات مانیں گے۔

سوال2:اس معاہدے کا مقصد کیا تھا؟

جواب:بنی اسرائیل کو یہ باور کرانا کہ اگر عہد توڑا تو اس کی سزا سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

سوال3:وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا'' اور ہم نے اُن سے کہا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور ہم نے اُن سے کہا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ''یعنی رکوع کرتے ہوئے،تواضع اختیار کرتے ہوئے،اللہ تعالیٰ کے لیے خشوع کرتے ہوئے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے۔(ایسرالتفاسیر:309)﴿2﴾دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے داخل ہوں۔

سوال4:وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ '' اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں تم زیادتی نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' ہفتے کے دن میں تم زیادتی نہ کرو''لَا تَعْدُوْا یعنی جو حد تمہارے لیے مقرر کی گئی ہے اس سے تجاوز نہ کرو یعنی ترک عمل سے(ہفتے کے دن زیادتی نہ کرنے سے)اس پر عمل(ہفتے کے دن زیادتی کرنے)تک نہ آؤ۔(ایسرالتفاسیر:309)

سوال5:وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا'' اور ہم نے اُن سے ایک انتہائی مضبوط عہد لیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' اور ہم نے اُن سے ایک انتہائی مضبوط عہد لیا تھا'' یہ عہد کیسے لیا گیا تھا ان کے سروں پر پہاڑ لا کر کھڑا کیا گیا اور فرمایا کہ بتاؤ پہاڑ گرا کر ماروں یا تورات کے احکامات مانتے ہو؟ پھر یہ سب احکام شریعہ کے پابند ہو گئے اور سجدے میں گر پڑے۔ اس وقت انہیں کہا تھا کہ ہم نے جو کتاب تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھامو اور جو احکام ہیں انہیں یاد رکھو تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔(مختصر ابن کثیر:390/1)

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا(155)

چنانچہ ان کے پختہ عہد توڑنے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرنے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے اور یہ کہنے کہ ہمارے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو دل غلافوں میں ہیں بلکہ ان کے کفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، سوان میں سے بہت ہی کم لوگ ایمان لاتے ہیں۔(155)

سوال1:فَبِمَانَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ''چنانچہ ان کے پختہ عہد توڑنے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرنے کی وجہ سے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:''چنانچہ ان کے پختہ عہد توڑنے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرنے کی وجہ سے''یعنی﴿1﴾فَبِمَانَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ:ان کے تورات پر عمل کے عہد کو توڑنے کی وجہ سے۔(جامع البیان:12/6)﴿2﴾انہوں نے ہفتے کے دن حد سے تجاوز نہ کرنے کا پختہ عہد کیا جسے توڑ ڈالا۔مجاہد نے کہا:آیات سے مراد طوفان،ٹڈی دل،جوئیں،مینڈک،لہو،ید بیضا اور ان کا عصا ہے۔(ابن ابی حاتم:1107/4)﴿3﴾آیات کے کفر سے مراد انبیاء ورسل کی صداقت اور جو کچھ ان پر نازل ہوا،اس سے کفر ہے۔(جامع البیان:12/6)

سوال2:وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ''اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرنے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:انہوں نے انبیاء کو بغیر کسی سبب کے جو انہیں قتل کا مستحق بناتا ہو،قتل کیا۔رسول ایسے کام نہیں کرتے جو انہیں قتل کا مستحق بناتے ہوں۔(الاساس:1221/2)

سوال3:وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ''اور یہ کہنے کہ ہمارے تو دل غلافوں میں ہیں''دلوں کے غلافوں میں محفوظ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اس کو نہیں سمجھ سکتے۔﴿2﴾جو خیالات اور رسوم ورواج ہم نے اپنے آباء واجداد سے پائے ہیں وہ ہم سے ہٹائے نہیں جاسکتے۔﴿3﴾ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:قُلُوْبُنَا سے مراد ہمارے دل علم سے بھرے ہوئے ہیں ہمیں محمد ﷺ کے علم کی ضرورت نہیں۔(ابن ابی حاتم:1108/4)

سوال4:بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ ''بلکہ ان کے کفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے''مہر لگنے سے کیا مراد ہے؟دلوں پر مہر کب لگتی ہے؟

جواب:آخرت کی کامیابی کے لیے جن خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے ان کو ماننے سے جب انسان انکار کرتا ہے تو سوچنے،سمجھنے کے تمام ذرائع یعنی آنکھیں،کان اور دل سب مخالف سمت میں چل نکلتے ہیں۔پھر کوئی بات سمجھ نہیں آتی،پھر آنکھیں حق نہیں دیکھتیں،کان حق بات نہیں سنتے،دل میں حق بات سمجھنے کے لیے گنجائش ختم ہوجاتی ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ انسان کے دل پر مہر لگی ہوئی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: یہودیوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کیوں لگا دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دل بند کر کے ان پر مہر لگا دی۔

سوال6: فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ''سو ان میں سے بہت ہی کم لوگ ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کفر کی وجہ سے کم لوگ ہی ان میں سے ایمان لاتے ہیں جیسے عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی ایمان لائے۔ ﴿2﴾ ان کے دل کفر اور سرکشی کے عادی ہو چکے ہیں اس لیے ان میں سے کم ہی ایمان لائیں گے۔

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (156)

اور ان کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر ان کے بہتان عظیم کی وجہ سے۔(156)

سوال1: وَّبِكُفْرِهِمْ ''اور ان کے کفر کی وجہ سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں کفر سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرنا اور محمد ﷺ کا کفر کرنا ہے۔(مراغی:350/2) ﴿2﴾ یہاں کفر سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ ماننا اور انبیاء کے معجزات کو ٹھکرانا۔ اللہ تعالیٰ کی حجتوں اور دلائل کا انکار کرنا ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ۝ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی، لوگوں نے کہا: اے مریم! بلاشبہ تو نے یقیناً بہت بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں کوئی بدکار تھی۔(مریم:27,28)

سوال2: وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ''اور مریم پر ان کے بہتانِ عظیم کی وجہ سے'' سیدہ مریم پر بہتان کب لگایا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ عیسیٰ علیہ السلام کے جوان ہونے تک کبھی کسی نے مریم علیہا السلام پر الزام نہیں لگایا۔ ﴿2﴾ عیسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے بعد ان پر بہتان لگایا گیا۔

سوال3: سیدہ مریم علیہا السلام پر کیا بہتان لگایا گیا؟

جواب: سیدہ مریم علیہا السلام پر نعوذ باللہ یوسف نجار کے ساتھ زنا کرنے کا الزام لگایا گیا۔

سوال4: کیا مریم علیہا السلام پر بہتان کی وجہ یہود کا شبہ تھا؟

جواب: بہتان کی وجہ شبہ ہرگز نہیں تھا۔ اس لیے کہ جس روز عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کو گواہ بنایا تھا۔ جب قوم کے لوگوں نے مریم علیہا السلام سے سوال کرنا چاہا تو انہوں نے خاموشی سے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جو نوزائیدہ تھے اشارہ کر دیا کہ یہ تمہیں جواب دے گا۔ مجمع نے حیرت سے کہا کہ ہم بچے سے کیا پوچھیں تو بچے نے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا: اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۟ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔(مریم:30) اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے اس شبہے کو جڑ سے ختم کر دیا تھا جو عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سلسلے میں پیدا ہوسکتا تھا۔ یہ خالص بہتان تھا جو انہوں نے محض حق کی مخالفت کے لیے گھڑا تھا۔

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا (157)

اور اُن کے کہنے کی وجہ سے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول مسیح ابن مریم کو ہم نے قتل کیا حالانکہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی چڑھایا بلکہ اُن کے لیے اس کی شبیہہ بنادی گئی اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا یقیناً وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کے بارے میں گمان کا پیچھا کرنے کے سوا علم نہیں اور انہوں نے یقیناً اُسے قتل نہیں کیا۔(157)

سوال1: وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ’’اور اُن کے کہنے کی وجہ سے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول مسیح ابن مریم کو ہم نے قتل کیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام جو رسالت کے دعویدار ہیں ان کو ہم نے قتل کر دیا ہے۔

سوال2: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ’’حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھایا بلکہ اُن کے لیے اس کی شبیہہ بنادی گئی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان کا یہ کہنا تھا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھا دیا حالانکہ انہوں نے نہ قتل کیا نہ سولی چڑھایا بلکہ ان کے لیے معاملہ مشتبہ بنا دیا گیا۔ جسے انہوں نے قتل کیا اور سولی چڑھایا وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے۔ ﴿2﴾ قتل کے دعویدار اور جو ان کی بات مانتے ہیں یعنی یہودی اور عیسائی سب عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ انہیں مسیح کے قتل میں یقین نہیں، شک ہے۔(مختصر ابن کثیر:342/1)

سوال3: وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ’’اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا یقیناً وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں‘‘ اختلاف سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اختلاف سے مراد عیسائیوں کے فرقوں کے درمیان عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ﴿2﴾ اس سے مراد یہود کا اختلاف ہے کہ ایک گروہ کے مطابق انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور دوسرے گروہ کے مطابق مصلوب شخص عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ کوئی اور تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ''انہیں اس کے بارے میں گمان کا پیچھا کرنے کے سوا علم نہیں اور اُنہوں نے یقیناً اُسے قتل نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودی اور عیسائی سب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک اور حیرت میں ہیں۔انہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک اور وہم ہے کہ انہوں نے انہیں مصلوب کر دیا تھا۔انہیں مسیح کے قتل کے بارے میں یقین نہیں ہے۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا(158)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔(158)

سوال1:بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ '' بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا تھا اور اب وہ آسمان میں ہیں۔حدیث معراج میں دو خالہ زاد بھائیوں عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کا تذکرہ ملتا ہے،عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر مقیم ہیں یہاں تک کہ وہ نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور زمین عدل سے بھر جائے گی۔وہ چالیس سال زندہ رہیں گے اور عام انسانوں کی طرح وفات پائیں گے۔ (تفسیر ثعالبی:327/2)﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے:اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ!یقیناً میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تجھے پاک کرنے والا ہوں اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا۔پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے،سو میں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔(آل عمران:55)

سوال2:وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا '' اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عَزِیز اور حَکِیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے رفع مسیح یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ اٹھا لینے سے اپنی صفت عَزِیز یعنی وہ غلبے والا ہے،اس کے ارادے کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور حَکِیم یعنی حکمت والا ہے کا شعور دلایا ہے یعنی وہ جو فیصلہ کرتا ہے حکمت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک یہودی نے کہا:تم گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے پھر آج وہ کیسا ہے؟ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:وہ اپنی ذات میں عزیز اور حکیم ہے۔(ابن ابی حاتم:112/4)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَ اِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ وَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا (159)

اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔(159)

سوال1: وَ اِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ”اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اُس پر ضرور ایمان لائے گا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: قیامت سے پہلے اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے۔ ایسی صورت میں قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ بکثرت احادیث میں اس امت کے آخری دور میں نزول مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ملتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ دن قریب ہے کہ جس میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سؤر کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہوگا پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو: وَ اِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ وَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا (بخاری:3448) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تم میں اتریں گے (تم نماز پڑھ رہے ہوگے) اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔ اس روایت کی متابعت عقیل اور اوزاعی نے کی ہے۔ (صحیح بخاری:3449) دجال کے اسی فعال کے دوران اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جو کافر بھی اس کی خوشبو سونگھے گا وہ مرے بغیر رہ نہ سکے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی پس مسیح علیہ السلام (دجال کو) طلب کریں گے اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے۔ (صحیح مسلم:7373)

سوال2: اہل کتاب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر کیسے ایمان لائیں گے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو اہل ایمان کے ساتھ اہل کتاب بھی ان پر ایمان لائیں گے۔

سوال3: وَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا ”اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا“ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اس میں اس شہادت کا تذکرہ ہے جو قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کے اعمال پر دیں گے کہ ان کے اعمال شریعت کے مطابق تھے یا نہیں جیسا کہ فرمایا:وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔(المائدہ:117)﴿2﴾ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر اس طرح گواہی دیں گے کہ ان کا جو عمل شریعت قرآن کے مخالف ہوگا اس کے باطل ہونے کی گواہی دیں گے۔﴿3﴾ عیسیٰ علیہ السلام صرف حق کی گواہی دیں گے اور اس بات کی گواہی دیں گے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے وہ حق ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل اور گمراہی ہے۔﴿4﴾ ان میں سے جن لوگوں نے جھٹلایا ہوگا ان کی تکذیب پر گواہ ہوں گے اور ان میں سے سچے لوگوں کی تصدیق کریں گے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے پاس آیا اور ان کے اپنے رب کے پیغام پہنچانے کی تصدیق کریں گے۔(جامع البیان:266)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا(160)

تو ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوئے اور ان کے بہت سوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر پاک چیزیں بھی حرام کر دیں جو اُن کے لیے حلال کی گئی تھیں۔(160)

سوال1:فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ ''تو ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوئے ہم نے ان پر پاک چیزیں بھی حرام کر دیں''بنی اسرائیل پر کون سی چیزیں حرام کی گئی تھیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے تورات میں چند ایسی چیزیں حرام کی تھیں جو دراصل ان پر حلال تھیں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر جو اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے اپنی جان پر حرام کر لیے تھے اس سے پہلے کہ تورات نازل کی جاتی۔آپ کہہ دیں تورات لاؤ پھر تم اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔(آل عمران:93) یعقوب علیہ السلام نے اپنی ذات پر اونٹ کا دودھ اور گوشت حرام کر لیا تھا۔﴿2﴾ وہ تمام جانور جن کے ناخن ہوتے ہیں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۫ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور اُن لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں سوائے اس کے جو ان دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اُٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو،یہ ہم نے اُنہیں اُن کی سرکشی کی وجہ سے سزا دی تھی اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں۔(الانعام:146)﴿3﴾ گائے اور بکری کی چربی۔

سوال2:فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ ''تو ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوئے ہم نے ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر پاک چیزیں بھی حرام کر دیں جواُن کے لیے حلال کی گئی تھیں''،ظلم کیا تھا؟

جواب: یہودیوں کے ظلم اور بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر پاک چیزیں حرام کر دی تھیں ان کا ظلم یہ تھا کہ ﴿1﴾ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے۔﴿2﴾ سود کھاتے تھے۔﴿3﴾ ناحق لوگوں کا مال کھاتے تھے۔

سوال3: وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ''اوران کے بہت سوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے'' یہود اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیسے روکتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی خود بھی حق کی پیروی نہیں کرتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں بھی شبہات پیدا کرتے تھے۔﴿2﴾ لوگوں کو ہدایت کی راہ سے روکنے کے لیے کہتے تھے کہ جنت میں اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک کہ یہودی نہ ہو جاؤ۔﴿3﴾ وہ لوگوں کو محمد ﷺ کی اتباع سے روکتے تھے۔(فتح القدیر:684/1)

سوال4: اللہ تعالیٰ کے راستے سے کس طرح روکا جاتا ہے؟

جواب ﴿1﴾ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لیے جو تحریک اُٹھتی ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے ہوتی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلانے کے لیے جو لوگ اُٹھتے ہیں اُن کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہونا ان پر اعتراضات کرنا۔﴿3﴾ ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنا۔انسانوں کو بے فائدہ اور فضول کاموں میں الجھا دینا مثلاً لہو ولعب اور موسیقی وغیرہ دراصل اللہ کے راستے سے روکنا ہے۔

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (161)

اوران کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ یقیناً انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور اُن کے لوگوں کے مال کو باطل طریقوں سے کھانے کی وجہ سے، اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔(161)

سوال1: وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ ''اور اُن کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ یقیناً انہیں اس سے منع کیا گیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی سود خور تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سود لینے سے منع کیا تھا پھر بھی انہوں نے طرح طرح کے حیلے تراش کر سود خوری جاری رکھی۔(مختصر ابن کثیر:394/1)﴿2﴾ وہ محتاج لوگوں کو اپنی خرید وفروخت میں سود کے ذریعے پٹاتے تھے۔(تفسیر سعدی:628/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ''اوراُن کے لوگوں کے مال کو باطل طریقوں سے کھانے کی وجہ سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودی لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے تھے مثلا رشوت اور سود لیتے تھے۔(فتح القدیر:684/1)

سوال3:وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ''اورہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں کے سود کھانے کی وجہ سے اور لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بعض حلال چیزیں ان پر حرام کردیں اور آخرت میں کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا(162)

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ کار اور ایمان والے ہیں وہ اس پر (بھی) ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ نماز قائم کرنے والے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر وہ ایمان لانے والے ہیں۔یہی لوگ ہیں جلد ہی ہم اُن کو اجر عظیم دیں گے۔(162)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن عباس کا قول ہے کہ یہ آیت عبداللہ ابن سلام،اسید بن شعبہ اور ثعلبہ بن شعبہ کے یہود سے جدا ہوکر اسلام لانے پر نازل ہوئی۔(فتح القدیر:687/1)

سوال2:لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ ''لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ کار ہیں'' پختہ علم رکھنے والوں کی نشانیاں کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾ پختہ علم رکھنے والوں کے دلوں میں علم مضبوط ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:628/1)﴿2﴾ پختہ علم رکھنے والوں کے دلوں میں یقین راسخ ہوتا ہے۔﴿3﴾ پختہ علم رکھنے والوں کا ایمان کامل ہے جو علم کی مضبوطی اور یقین کے راسخ ہونے کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے۔﴿4﴾ پختہ علم والے دین میں ثابت قدم ہوتے ہیں۔(ابن کثیر)

سوال3:سطحی علم کی کیا نشانیاں ہیں؟

جواب:﴿1﴾ سطحی علم کا تعلق زبان اور حافظے سے ہوتا ہے۔﴿2﴾ سطحی علم دل میں مضبوط نہیں ہوتا۔﴿3﴾ سطحی علم کی وجہ سے یقین نصیب نہیں ہوتا۔﴿4﴾ سطحی علم کی وجہ سے ایمان کامل نہیں ہوتا۔﴿5﴾ سطحی علم کی وجہ سے دین میں ثابت قدمی نہیں آتی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:اللہ تعالیٰ نے پختہ علم رکھنے والوں سے کیا وعدہ فرمایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے پختہ علم رکھنے والے لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان والے ہیں وہ اس پر (بھی) ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ نماز قائم کرنے والے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر وہ ایمان لانے والے ہیں کہ انہیں اجر عظیم سے نوازیں گے۔

سوال5:علم میں پختگی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ علم میں پختگی دلوں میں علم مضبوط کرنے اور یقین راسخ کرنے سے آتی ہے۔﴿2﴾ علم میں پختگی دین پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے آتی ہے۔

سوال6:وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ''اور ایمان والے ہیں وہ اس پر (بھی) ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا'' مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان کا کیا پھل نصیب ہوتا ہے؟

جواب: یہ ایمان انہیں اعمال صالحہ کا پھل عطا کرتا ہے مثلاً نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ یہ دونوں سب سے افضل اعمال ہیں کیونکہ یہ دونوں معبود کے لیے اخلاص اور بندوں کے لیے احسان پر مشتمل ہیں۔(تفسیر سعدی:628/1) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کو دوہرا ثواب ملے گا ایک تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے وہ شخص جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا دوسرا وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو، وہ اس سے صحبت کرتا ہو پھر اسے اچھی طرح ادب سکھائے اور اچھی طرح تعلیم دے اور آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اسے دوہرا اجر ملے گا۔ عامر شعبی نے (صالح سے) کہا ہم نے یہ حدیث تجھے بغیر اجرت کے سنا دی ایک زمانہ وہ تھا جب اس سے کم حدیث کے لیے لوگ مدینہ تک سوار ہو کر جاتے تھے۔(صحیح بخاری:97)

سوال7:وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ ''اور وہ نماز قائم کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ علم میں مضبوط لوگ نماز قائم کرنے والے ہیں۔ نماز قائم کرنا افضل عمل ہے کیونکہ نماز میں معبود کے لیے اخلاص ہوتا ہے۔ یہ ایسا عمل صالح ہے جس کی وجہ سے ایمان اور یقین مضبوط ہوتا ہے اور دین میں ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔

﴿2﴾ اقامت صلاۃ ایمان کے حصول کا عظیم عامل ہے۔(الاساس:1222/2)

سوال8:وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ''اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:علم میں مضبوط لوگ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنا افضل عمل ہے۔ اس میں معبود کے لیے اخلاص بھی ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے احسان بھی یہ ایسا عمل صالح ہے جس کی وجہ سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

سوال9:وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ''اوراللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پر وہ ایمان لانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اوراللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پر وہ ایمان رکھنے والے ہیں''﴿1﴾ان کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہے یعنی توحید کے قائل ہیں اور بعث بعد الموت کا عقیدہ رکھتے ہیں تاکہ اعمال کا بدلہ ملے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اوراس کی وعیدوں سے ڈرتے ہیں۔

سوال10:اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ''یہی لوگ ہیں جلد ہی ہم ان کواجرِعظیم دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾انہیں جلد ہی اجرعظیم دیا جائے گا کیوں کہ وہ مضبوط علم رکھتے ہیں،ان کا یقین راسخ ہے اور دین میں ثابت قدم ہیں۔﴿2﴾انہوں نے علم،ایمان،عمل صالح،گزشتہ اورآئندہ آنے والے انبیاء ومرسلین اورتمام کتب الٰہیہ پر ایمان کوجمع کردیا ہے۔

رکوع نمبر3

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا(163)

ہم نے آپ کی طرف بھی بلاشبہ ایسے ہی وحی کی ہے جیسے ہم نے نوح اوراس کے بعد کے نبیوں کی طرف کی تھی اورہم نے ابراہیم اوراسماعیل اوراسحٰق اوریعقوب اور اولادِ یعقوب اورعیسیٰ اورایوب اور یونس اور ہارون اورسلیمان کی طرف وحی کی تھی اورہم نے داؤدکوزبورعطا کی۔(163)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی پر کچھ نازل نہیں کیا۔یوں انہوں نے نبی ﷺ کی رسالت اورآپ ﷺ پر وحی کے نزول کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔(تفسیرابن عباس:317/1)

سوال2:اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ''ہم نے آپ کی طرف بھی بلاشبہ ایسے ہی وحی کی ہے جیسے ہم نے نوح اوراس کے بعد کے نبیوں کی طرف کی تھی'' کہہ کرکیا بتانا مقصود ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محمد ﷺ پر پہلی بار وحی نازل نہیں ہوئی۔اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذریعے سے ہدایت حاصل کر کے انسانوں تک ہدایت پہنچاتے رہے ہیں۔﴿2﴾ محمد ﷺ انبیاء ورسل کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔آپ کی وہی دعوت ہے جو دوسرے رسولوں کی تھی۔آپ کا ذکر ظالم وجابر بادشاہ کے ساتھ نہیں رسولوں کے ساتھ کیا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی طرف بھی وہ اصول وحی کیے ہیں جو پہلے انبیاء پر کیے تھے۔وہ ایک دوسرے کی موافقت کرنے والے ہیں۔﴿4﴾ قرآن میں انبیاء کے تذکرے سے مومن کے ایمان اور رسولوں سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ان کے طریقے اپنانے کا جذبہ بڑھتا ہے۔نبی ﷺ کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں جیسے رب العزت نے فرمایا:سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ سلام ہے نوح پر تمام جہانوں میں۔(الصفت:79)سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ سلام ہے ابراہیم پر۔(الصفت:109)سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر۔(الصفت:120)سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ سلام ہے الیاس پر۔(الصفت:130)اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔(الصفت:131)﴿5﴾ سارے انبیاء احسان کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔﴿6﴾ انبیاء ورسل کو معبوث فرمانا اللہ تعالیٰ کے کامل غلبے اور حکمت کی دلیل ہے۔﴿7﴾ انبیاء کو بھیجنا اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کیونکہ لوگ انبیاء کے ضرورت مند ہیں۔﴿8﴾ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے جس طرح رسول بھیج کر ہم پر انعام فرمایا اسی طرح ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے یقیناً وہ رحیم وکریم ہے۔

سوال3:وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ۔اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سارے رسول ایک ہی سلسلے کی کڑی تھے۔﴿2﴾ سب رسول اللہ تعالیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے دنیا میں آئے۔﴿3﴾ رسول اللہ تعالیٰ سے وحی پاتے رہے۔﴿4﴾ رسولوں میں سے کسی نے اپنی طرف سے کوئی بات پیش نہیں کی۔﴿5﴾ تمام رسولوں کا نصب العین ایک تھا۔﴿6﴾ وَالْاَسْبَاطِ'' اور اولاد'' سے مراد بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے جیسے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے قبائل تھے۔

سوال4:وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا'' اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی'' خاص طور پر زبور کا تذکرہ کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ زبور کا علیحدہ سے تذکرہ اس لیے کیا گیا کہ اہل کتاب کے ہاں اس کی خاص قدر ومنزلت ہے۔(تفسیر المراغی:343/2)
﴿2﴾ داؤد علیہ السلام کے فضل وشرف کی وجہ سے ان کے لیے یہ کتاب مخصوص کی گئی۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا(164)

اور وہ رسول جن کے حالات یقیناً ہم پہلے ہی آپ پر بیان کر چکے ہیں اور وہ رسول بھی جن کے حالات ہم نے آپ پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیان نہیں کیے اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، خود کلام کرنا۔(164)

سوال1:وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ''اور وہ رسول جن کے حالات یقیناً ہم پہلے ہی آپ پر بیان کر چکے ہیں'' قرآن مجید میں کون سے انبیاء کا تذکرہ ملتا ہے؟

جواب: قرآن مجید میں 25 رسولوں کا تذکرہ ملتا ہے:

1۔سیدنا آدم علیہ السلام	2۔سیدنا ادریس علیہ السلام	3۔سیدنا نوح علیہ السلام	4۔سیدنا ہود علیہ السلام
5۔سیدنا صالح علیہ السلام	6۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام	7۔سیدنا لوط علیہ السلام	8۔سیدنا شعیب علیہ السلام
9۔سیدنا اسماعیل علیہ السلام	10۔سیدنا اسحاق علیہ السلام	11۔سیدنا یعقوب علیہ السلام	12۔سیدنا یوسف علیہ السلام
13۔سیدنا ایوب علیہ السلام	14۔سیدنا ذوالکفل علیہ السلام	15۔سیدنا یونس علیہ السلام	16۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام
17۔سیدنا عزیر علیہ السلام	18۔سیدنا زکریا علیہ السلام	19۔سیدنا یحییٰ علیہ السلام	20۔سیدنا الیاس علیہ السلام
21۔سیدنا داؤد علیہ السلام	22۔سیدنا سلیمان علیہ السلام	23۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام	24۔سیدنا الیسع علیہ السلام
25۔سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم			

سوال2:وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ''اور وہ رسول بھی جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد وہ رسول ہیں جن کے نام اور حالات قرآن مجید میں نہیں آئے اور ان کی ایک بڑی تعداد ہے۔﴿2﴾یہ انبیاء کی کثرت پر دلیل ہے۔

سوال3:وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ''اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، خود کلام کرنا'' موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کیسے کلام کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بغیر کسی واسطے کے کلام کیا حتیٰ کہ یہ بات پوری دنیا میں مشہور ہوگئی اور موسیٰ کو کلیم اللہ کہا جانے لگا۔اس کلام کا ایک نمونہ سورہ طہٰ میں ہے۔پھر جب وہ اُس کے پاس آیا تو آواز دی گئی:''اے موسیٰ! یقیناً میں ہی تمہارا رب ہوں۔پس اپنے جوتے اُتار دو۔یقیناً تم وادیٔ مقدس طویٰ میں ہو۔اور میں نے تمہیں چن لیا ہے۔پس جو وحی کی جا رہی ہے اُسے غور سے سنو۔یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔میرے سوا کوئی معبود نہیں،سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔یقیناً قیامت آنے والی ہے۔قریب ہے کہ میں اُسے چُھپاؤں تا کہ ہر شخص کو اس کوشش کی بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی۔سو تمہیں اس سے روک نہ دے کوئی ایسا شخص جو اس پر ایمان نہیں لایا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے۔پس تم ہلاک ہو جاؤ گے۔اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟''موسیٰ نے کہا:''یہ میری لاٹھی ہے۔میں اس پر ٹیک لگا تا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں اور میں اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں۔اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی ضرورتیں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' پھینک دو اس کو اے موسیٰ!'' تو موسیٰ نے اس کو پھینک دیا تو اچانک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس کو پکڑو اور ڈرو مت! جلد ہی ہم اسے اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔اور اپنا ہاتھ اپنی بغل سے ملاؤ۔وہ سفید چمکتا ہوا بغیر عیب کے نکلے گا۔یہ دوسری نشانی ہے۔تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ دکھائیں اب تم فرعون کے پاس جاؤ۔یقیناً اس نے سرکشی کی ہے۔''(طٰہٰ:11-24)

سوال4: کیا اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دیگر پیغمبروں سے بھی کلام کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کی صفت میں آدم علیہ السلام کے ساتھ محمد ﷺ کو بھی شریک کیا ہے۔(تفسیر ابنِ کثیر)

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا(165)

وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ لوگوں کے لیے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(165)

سوال1: رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ'' وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے'' رسول کس مقصد کے لیے بھیجے گئے؟

جواب: ﴿1﴾ مُّبَشِّرِيْنَ'' خوشخبری دینے والے'' اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ان لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کی سعادت کے لیے خوش خبری سنانے والے بنا کر معبوث فرمایا جو ان کی اطاعت کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:639/1) ﴿2﴾ ابن عباس کا قول ہے: مبشر ہونے سے مراد ہے کہ رسول جنت کی خوش خبری دینے والے ہیں۔(ابن ابی حاتم:1120/4) ﴿3﴾ انبیاء انہیں جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور نیکیاں کر کے اللہ کو راضی کر لیتے ہیں جنت اور رضاے الٰہی کی بشارت دیتے ہیں۔(مختصر ابنِ کثیر:395/1) ﴿4﴾ وَمُنْذِرِيْنَ'' اور ڈرانے والے'' ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رسولوں کے منذر ہونے سے مراد رسول آگ سے ڈرانے والے ہیں۔(ابن ابی حاتم:1120/4) ﴿5﴾ وَمُنْذِرِيْنَ'' اور ڈرانے والے'' یعنی ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں دونوں جہانوں کی بدبختی سے ڈرانے والے بنا کر بھیجا۔ (تفسیر سعدی:630/1) ﴿6﴾ انبیاء انہیں جو نافرمانی کرتے ہیں اور رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:396/1)

سوال2: لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ'' تاکہ لوگوں کے لیے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾انبیاء ورسل کو بھیجنے کا مقصد،انسانیت پر حجت تمام کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور حشر کے میدان میں لگنے والی عدالت میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں حقیقت سے آگاہ کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیج کر راہ نمائی کا انتظام کر دیا۔اب اگر کوئی شخص گمراہ ہوتا ہے تو اس کا الزام پیغمبروں پر عائد نہیں ہوتا بلکہ یا تو اس شخص پر عائد ہوتا ہے جو خود گمراہ ہے یا اُن لوگوں پر جنہوں نے انسانوں کو گمراہی میں مبتلا دیکھا تو آگاہ نہ کیا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا تا کہ انہیں مبعوث کرنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہیں:یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اے اہلِ کتاب یقیناً رسولوں کے ایک وقفے کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا ،تو یقیناً تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(المائدہ:19)

سوال3:وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز وحکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے رسولوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجنے سے اپنی صفات عزیز یعنی غلبے والا اور حکیم یعنی حکمت والا ہونے کا شعور دلایا ہے یعنی رسول بھیجنا حکمت سے خالی نہیں اور غلبے کے بغیر ممکن نہیں۔﴿2﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے کامل غلبہ اور کامل حکمت کی دلیل ہے کہ اس نے لوگوں کی طرف رسول مبعوث فرمائے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان بھی ہے۔کیونکہ لوگ انبیاء ورسل کی بعثت کے سخت ضرورت مند تھے تب اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اضطرار کا ازالہ فرمایا۔پس وہ حمد وثنا اور شکر کا مستحق ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ اس نے جس طرح اپنے رسول بھیج کر ہم پر اپنی نعمت کی ابتداء کی اسی طرح وہ ہمیں ان کے راستے پر گامزن ہونے کی توفیق سے نواز کر اس نعمت کا اتمام کرے،بے شک وہ جواد اور کریم ہے۔(تفسیر سعدی:631/1)

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا(166)

لیکن اللہ تعالیٰ اس پر گواہی دیتا ہے جو کہ اس نے آپ پر اتارا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔(166)

سوال1:لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ''لیکن اللہ تعالیٰ اس پر گواہی دیتا ہے جو کہ اُس نے آپ پر اُتارا ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اُس نے اس کو اپنے علم سے اتارا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ''اس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے'' اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ اس نے محمد ﷺ پر جو کلام نازل کیا ہے اپنے علم سے نازل کیا ہے۔﴿2﴾ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ''جو کہ اُس نے آپ پر اُتارا ہے کہ اُس نے اس کو اپنے علم سے اتارا ہے'' رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے اپنے علم میں سے آپ کو علم عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اوامر و نواہی دیئے اب اگر کوئی نہیں مانتا تو اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ نہ اس کے علم سے بڑھ کر کسی کا علم ہے، نہ اس کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی ہے۔﴿3﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ ''لیکن اللہ تعالیٰ اس پر گواہی دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ سے بڑی کسی کی شہادت نہیں۔ اس کی شہادت اس کے علم، اسکی قدرت اور اس کی حکمت کی وجہ سے سب سے بڑی ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ جو کچھ اس نے محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اپنے علم سے نازل فرمایا جس کو معلوم کرنے کا انسانوں کے پاس کوئی ذریعہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا وہ سب جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ سب علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔(طٰہٰ:110) قرآن دراصل اللہ تعالیٰ کا وہ علم ہے جو اس نے نبی ﷺ کے توسط سے بندوں کو سکھایا ہے۔﴿5﴾ قرآن نبی ﷺ کی رسالت پر گواہ ہے اگر مشرک اور کافر نبی ﷺ کی نبوت کو نہیں مانتے تو نہ مانیں اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ یقیناً جن لوگوں نے اس ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا جب کہ وہ ان کے پاس آ گیا حالانکہ یقیناً وہ ایک باعزت کتاب ہے۔ باطل اس کے پاس نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔(فصلت:42,41)﴿6﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول ﷺ کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت آئی آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اللہ کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہیں میری رسالت کا علم ہے، وہ بولے نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(مختصر ابن کثیر:393/1)

سوال2: وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ''اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی گواہی قادر مطلق ہونے کی حیثیت سے، خود بھیجنے والے مالک کائنات اور اس کائنات کی سب سے بڑی ہستی ہونے کی حیثیت سے ہے۔﴿2﴾ اور فرشتوں کی گواہی اس لیے معتبر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں اور ان کا ایمان کامل ہے۔ ان کی شہادت اس بارے میں ہے جو کتاب اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے اپنی توحید پر فرشتوں کی گواہی کا عظیم الشان معاملہ آل عمران کی آیت نمبر 18 میں بیان کیا، اب عظیم الشان رسالت اور عظیم کتاب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے نزول پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اور فرشتوں کی گواہی کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔

سوال3:وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ''اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے شھید ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر ایمان لانے کے لیے اپنے شھید یعنی گواہ ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد اور کسی کی شہادت طلب نہیں کی جاسکتی۔(ایسر التفاسیر:314)

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ قَدۡ ضَلُّوۡا ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا(167)

یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا وہ یقیناً گمراہ ہوگئے، بہت دور کا گمراہ ہونا(167)

سوال1:اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' یہاں کفر سے کیا مراد ہے؟

جواب:جن لوگوں نے محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔(ایسر التفاسیر:314)

سوال2:وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ '' اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جو لوگ حق کے پیروکار نہیں وہ حق کی پیروی بھی نہیں کرنے دیتے اور حق کے راستے سے روکنے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیسے روکا جاتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا راستہ دراصل قرآن حکیم کا راستہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے والے دراصل قرآن کے راستے پر چلنے سے روکتے ہیں۔اس کی تعلیم سے،اس پر عمل پیرا ہونے سے،اس کی دعوت دینے سے اور اس کے نظام کے قیام سے روکنا دراصل اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا ہے۔

سوال4:ضَلُّوۡا ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا '' وہ یقیناً گمراہ ہوگئے، بہت دور کا گمراہ ہونا'' گمراہی میں دور نکل جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:گمراہی میں دور نکل جانے سے مراد ہے کہ یہ لوگ آئمہ کفر اور گمراہی کے داعی ہیں۔خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔دوگناہ سمیٹے،دوخسارے لے کر لوٹے اور دو ہدایتوں سے محروم ہوگئے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ ظَلَمُوۡا لَمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ طَرِیۡقًا(168)

یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں ہے کہ وہ انہیں بخش دے اور نہ ہی یہ کہ ان کو کسی راستے کی ہدایت دے۔(168)

سوال1:اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ ظَلَمُوۡا ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا''،ظلم سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یہ ظلم ان کے کفر پر اضافہ ہے ورنہ جب ظلم کا اطلاق کیا جاتا ہے تو کفر اس کے اندر شامل ہوتا ہے۔ یہاں ظلم سے مراد اعمال کفر اور اس کے اندر استغراق ہے۔ پس یہ لوگ مغفرت اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی سے بہت دور ہیں۔ (تفسیر سعدی:632/1)

سوال2: لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں ہے کہ وہ انہیں بخش دے اور نہ ہی یہ کہ ان کو کسی راستے کی ہدایت دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے کفر اور ظلم کرنے والوں سے مغفرت اور ہدایت کی نفی کی ہے کیونکہ وہ اپنی سرکشی پر اڑے ہوئے ہیں اور کفر میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی جس کی وجہ سے ہدایت کا راستہ ان پر بند ہو گیا ہے۔ (تفسیر سعدی:633/1)

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (169)

مگر جہنم کا راستہ جس میں وہ ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے۔ (169)

سوال1: اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ''مگر جہنم کا راستہ جس میں وہ ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کفر اور ظلم کرنے والوں کی، جہنم کے راستے کی طرف راہ نمائی کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کفر اور ظلم کرنے والوں کو معاف نہیں فرمائے گا' نہ انہیں نیکی کے راستے پر چلنے دے گا' البتہ جہنم کے راستے پر ڈال دے گا ایسے لوگ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

سوال2: وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کافروں کو جہنم کا راستہ دکھاتے ہیں، اسی میں وہ ہمیشہ کے لیے رہنے والے ہوں گے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس لیے کہ ﴿1﴾ وہ اپنے بندوں پر پوری طرح حاوی ہے۔ ﴿2﴾ کسی بندے کے پاس اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ کوئی قوت ہے نہ کوئی تدبیر۔ ﴿3﴾ کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے مشکلات پیدا نہیں کر سکتا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ وہ بھلائی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (170)

اے لوگو! یقیناً رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق لے کر آیا ہے، چنانچہ تم ایمان لے آؤ تمہارے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہی بہتر ہوگا اور اگر تم کفر کرو گے تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(170)

سوال1:یٰٓاَیُّهَاالنَّاسُ قَدْجَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ ''اے لوگو! یقیناً رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق لے کر آیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ محمد ﷺ نور ہدایت اور دین حق لے کر مبعوث ہوئے ہیں آپ ﷺ کا آنا حق ہے' آپ ﷺ جو شریعت لائے ہیں وہ حق ہے۔اس لیے ان پر ایمان لے آؤ یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔﴿2﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:یٰٓاَیُّهَاالنَّاسُ میں کافر اور منافق دونوں فریق شریک ہیں۔(ابن ابی حاتم:1122/4)

سوال2:فَاٰمِنُوْاخَيْرًالَّكُمْ ''چنانچہ تم ایمان لے آؤ تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نبی ﷺ پر ایمان لے آؤ کیونکہ وہ عظیم شریعت لائے ہیں اس میں گزشتہ ادوار اور آئندہ آنے والے زمانوں کی خبریں ہیں اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے بارے میں ایسی چیزیں ہیں جن کا وحی کے بغیر علم نہیں ہو سکتا۔اس میں عدل واحسان،صلہ رحمی،حسن اخلاق اور ہر طرح کی تعلیم کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں خیر وشر،ظلم،جھوٹ اور والدین کی نافرمانی سے روکا گیا ہے۔اور اس کے بارے میں حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہے۔

سوال3:وَاِنْ تَكْفُرُوْافَاِنَّ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اور اگر تم کفر کرو گے تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اور اگر تم کفر کرو گے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ انکار کر کہ تم زمین وآسمان کے مالق کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے بلکہ انکار کر کہ اپنا نقصان کرو گے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کو تمام گناہگاروں کے گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا،بندہ انکار کر کے صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

سوال4:وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات علیم وحکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنے علیم یعنی سب کچھ جاننے والا اور حکیم یعنی کمال حکمت والا ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿2﴾وہ اپنے خلق اور امر میں حکمت کا مالک ہے وہ جانتا ہے کہ کون ہدایت کا اور کون گمراہی کا مستحق ہے۔ہدایت اور گمراہی کو وہ اپنے اپنے مقام پر رکھنے میں حکمت سے کام لیتا ہے۔(تفسیر سعدی:634/1)﴿3﴾اللہ تعالیٰ اپنے اقوال وافعال،احکام شرع اور مقدرت میں بڑی حکمت والا ہے۔(مختصر ابن کثیر:397/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۫ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (171)

اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ تعالیٰ پر حق کے علاوہ کچھ نہ کہو، یقیناً مسیح عیسیٰ ابنِ مریم اللہ تعالیٰ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ، اور مت کہو کہ ''تین ہیں''، تم باز آجاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی معبود ہے، وہ پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اُسی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے۔(171)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیات نجران کے عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، ان میں سے نسطوریہ فرقہ اس بات کا دعویدار تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ ہیں، اور یعقوبیہ فرقہ کہتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہیں، اور مرتوسیہ کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام ثالث ثلاثہ ہیں، اور مالکانیہ وہ یہ کہتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور خدا دونوں آپس میں شریک ہیں۔(تفسیر ابن عباس:319/1)

سوال2: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ''اے اہل کتاب!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں اہل کتاب سے مراد اہل انجیل یعنی عیسائی ہیں۔(جامع البیان:37/4)

سوال3: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ''اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ غُلو سے مراد کسی چیز کو اس کی حد سے بڑھا دینا' حد سے تجاوز کرنا اور حدود مشروع سے نکل کر غیر مشروع کی طرف جانا ہے۔ جیسے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں نصاریٰ غلو سے کام لیتے ہیں اور انہیں نبوت اور رسالت کے مقام سے اٹھا کر ربوبیت کے مقام پر بٹھا دیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:635/1) ﴿2﴾ دین میں غُلو سے مراد ہے کہ دین میں جس چیز کا جو درجہ اور مرتبہ ہو یا جو وزن و مقام ہو اس کو بڑھا کر کچھ سے کچھ کر دیا جائے مثلاً جو حکم مستحب ہے اسے واجب یا فرض کا درجہ دے دیا جائے جو شخص فقیہہ اور مجتہد ہے اسے امام معصوم بنا دیا جائے، جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا اسے خدا کا شریک بنا کر اس کی عبادت شروع کر دی جائے۔(تدبر القرآن) ﴿3﴾ آج مسلمان نبی ﷺ کے بارے میں غلو کر رہے ہیں۔ مثلاً (الف) رسول ﷺ سے دعائیں کرنا۔(ب) پیروں کو مشکل کشا سمجھنا۔(ج) شیعوں کا علی رضی اللہ عنہ سے مدد مانگنا۔(د) نبی ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھنا۔(ر)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیروں کوداتاودستگیر ماننا۔(و)رسول اللہ ﷺ کوبشر نہ ماننااورنور کہنا۔(ہ)کربلا کی مٹی پرسجدہ کرنا۔(ء)سمجھنا کہ پیر قیامت کے دن زبردستی بخشوالیں گے۔(ی)سمجھنا کہ فلاں پیر کے مرید ہیں اس لیے قبر میں عذاب نہ ہوگا۔﴿4﴾اللہ تعالی نے عیسائیوں کو دین میں غلوکرنے سے منع فرمایاہے،اس لیے کہ ہردور میں یہ برائی ان کے اندردوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی،انہوں نے دین میں رہبانیت اورعورتوں سے کنارہ کشی کوایجادکیااورعیسی علیہ السلام کواللہ کا مقام دیا بلکہ اپنے علماءاوررا ہبوں تک کواپنا معبود بنالیا۔اس حدیث میں رسول ﷺ نے امت مسلمہ کوتنبیہ کی ہے کہ جس بیماری میں نصاری مبتلا ہوئے اس میں وہ مبتلا نہ ہوں ۔(تیسیر الرحمٰن:317/1)﴿5﴾رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کوآگاہ کیا کہ ایسانہ ہوکہ وہ بھی آپ ﷺ کے معاملہ میں حد سے تجاوزکرجائیں اورانہیں مقام رسالت سے اٹھاکرمقام الوہیت تک پہنچادیں،افسوس ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس بات سے ڈرتے تھے وہی ہوا۔بہت سے اسلام کادعویٰ کرنے والوں نے آپ ﷺ کواللہ کا مقام دے دیااورآپ کوحاجت روا،مشکل کشااوروہ سب کچھ سمجھنے لگے جواللہ کی قدرت اوراس کی صفات میں داخل ہیں،اورنعوذ باللہ نقل کفرکفرنہیں ہوتاپکاراٹھے کہ وہی جومستوی عرش تھاخداہوکر اترپڑاہے مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر(تیسیر الرحمٰن:318/16)﴿6﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جمرہ عقبہ کی صبح کوفرمایاجب کہ آپ اپنی اونٹنی پر تھے کہ میرے لیے کنکریاں چنو۔میں نے آپ ﷺ کے لیے چکنی مٹی کے کنکروں میں سے سات کنکریاں چنیں۔آپ ﷺ ان کواپنی ہتھیلی میں ہلاتے تھےاورفرماتے تھےبس ایسی ہی کنکریاں پھینکو پھرآپ ﷺ نے فرمایا:اےلوگوتم دین میں سختی کرنے سے(یعنی افراط اورغلو سے)بچوکیونکہ تم میں سے پہلے لوگ دین میں اسی غلوکرنے کی وجہ سے تباہ ہوئے۔(ابن ماجہ:3029)﴿7﴾ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:جوشخص یہ کہتاہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ کہا۔(صحیح بخاری:4604)

سوال4:غُلو کے فتنے کادروازہ کیسے کھلتاہے؟

جواب:یہ دروازہ اس وقت کھلتاہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف وہ بات منسوب کی جائے جواس نے نہیں فرمائی۔اسی سے شیطان کودین میں گھسنے کاموقع ملتاہے اورفساد برپاکرنے کی راہ کھلتی ہے۔عیسائی اس لیے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے پال کی خرافات کواپنے دین کاجزوبناکردین کی نئی عمارت کھڑی کرلی۔(تدبرالقرآن)

سوال5:وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ''اوراللہ تعالیٰ پرحق کےعلاوہ کچھ نہ کہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یہ کلام اقدس تین امورکومتضمن ہےان میں سے پہلے دوامورممنوع ہیں:اول:اللہ تبارک وتعالیٰ پرجھوٹ باندھناہے ثانی:اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اس کے افعال،اس کی شریعت اوراس کے رسولوں کے بارے میں بلاعلم بات کرنا۔ ثالث:وہ چیزجس کاحکم دیاگیاہےاوروہ ہےتمام امورمیں قول حق۔(تفسیرسعدی:635/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ''مسیح عیسیٰ ابنِ مریم اللہ تعالیٰ کا رسول اوراس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اوراس کی طرف سے ایک روح ہے''عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مسیح یعنی مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہے جن کی تخلیق کلام سے ہوئی جو سیدنا جبریل علیہ السلام کے توسط سے سیدہ مریم تک پہنچایا گیا۔﴿3﴾ ''اوراس کی طرف سے ایک روح ہے'' روح سے مراد نفخہ ہے یعنی وہ پھونک جو سیدنا جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدہ مریم کے گریبان میں پھونکی۔ یہ روح سیدنا جبریل علیہ السلام لے کر سیدہ مریم کی طرف بھیجے گئے تھے۔(ابن کثیر)

سوال7: فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ اوراس کی وحدانیت اوراس کی ربوبیت پر ایمان لے آؤ اوراس بات پر کہ اس کی کوئی اولاد نہیں۔﴿2﴾ وَ رُسُلِهٖ اوراس کے رسولوں کی تصدیق کرو اور جو کچھ وہ اپنے رب کی جانب سے لے کر آئے وہ حق ہے۔(جامع البیان:4/39)

سوال8: وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۚ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ''اور مت کہو کہ تین ہیں تم باز آجاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''اور مت کہو کہ تین ہیں'' اس سے مراد عیسائیوں کا غلط عقیدہ ہے۔انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا ڈالا تھا۔﴿2﴾ ان کے لیے بہتر ہے کہ وہ اس تثلیث سے بعض آجائیں کیونکہ یہی نجات کا راستہ ہے اس کے سوا ہر راستہ ہلاکت کی طرف جاتا ہے۔

سوال9: تثلیث کیا ہے؟

جواب: تثلیث سے مراد ہے تین خداؤں پر ایمان رکھنا۔ باپ (اللہ تعالیٰ)، بیٹا (عیسیٰ علیہ السلام) اور روح القدس (جبریل علیہ السلام)

سوال10: عیسائیوں کے تین بنیادی غلو کیا تھے؟

جواب:﴿1﴾ پہلا غلو ''کلمۃ اللہ'' کے حوالے سے ہے۔کلام کو پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت مراد لے لیا، پھر یہ قیاس قائم کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اس ذاتی صفت نے مریم علیہا السلام کے بطن میں داخل ہو کر جسمانی صورت اختیار کی جو مسیح علیہ السلام کی شکل میں ظاہر ہوئی اوراس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت کا غلط عقیدہ پیدا ہوا۔﴿2﴾ دوسرا غلو ''روح من اللہ'' کو انہوں نے روحُ اللہ قرار دے لیا اور روح القدس کا مطلب یہ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی پاک روح تھی جو مسیح علیہ السلام کے اندر حلول کر گئی۔اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ اور مسیح علیہ السلام کے ساتھ روحُ القدس کو تیسرا خدا بنا ڈالا۔﴿3﴾ تیسرا غلو یہ ہے کہ عیسائی بیک وقت توحید کو بھی مانتے ہیں اور تثلیث کو بھی۔(تفہیم القرآن)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: اِنَّمَااللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبۡحٰنَہٗۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗ وَلَدٌ ۘ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الۡاَرۡضِ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی معبود ہے، وہ پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اُسی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اُلوہیتِ مسیح کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَااللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی معبود ہے‘‘ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ واحد ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہوجا تو وہ ہوگیا۔ (آل عمران:59) ﴿2﴾ سُبۡحٰنَہٗ ’’وہ پاک ہے‘‘ وہ شرک سے پاک اور منزہ ہے۔ ﴿3﴾ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗ وَلَدٌ ’’کہ اس کی کوئی اولاد ہو‘‘ یہ کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ ﴿4﴾ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الۡاَرۡضِ اُسی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے تمام لوگ اس کے مملوک اور محتاج ہیں اس لیے محال ہے کہ اس کا کوئی شریک یا بیٹا ہو۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ تمام تر انتظامات کرتا ہے ان کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی ذات تنہا ہے۔

سوال12: اللہ تعالیٰ نے اپنے واحد ہونے کی کیا دلیل دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ملکیت سے اپنے واحد ہونے کی دلیل دی ہے۔

سوال13: اِنَّمَااللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی معبود ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ پوری کائنات گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کُن کہا اور پھر کائنات وجود میں آگئی۔ عقلِ انسانی کسی ایسے پیدا کرنے والے کا تصور نہیں کرسکتی جو مخلوق جیسا ہو، نہ وہ ایک سے زیادہ معبودوں کا تصور رکھتی ہے۔

سوال14: سُبۡحٰنَہٗ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗ وَلَدٌ ’’وہ پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اولاد سے نسل چلتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو نسل چلانے کی ضرورت نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے وہ کسی فانی مخلوق کو اپنا بیٹا کیسے بنا سکتی ہے؟ ﴿3﴾ انسان اولاد چاہتا ہے تاکہ مستقبل میں قوتیں کمزور پڑیں تو اولاد کام کرے جب کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔

سوال15: لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الۡاَرۡضِ ’’اُسی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کے سوا انسان کو کسی اور سے مدد طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی بادشاہت عظیم اور لازوال ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نہیں جو اُس کی مخلوقات کو کچھ عطا کرسکتا ہو۔

سوال16: وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ’’اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کے وکیل ہونے سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے وکیل ہونے سے مراد ہے کہ وہی زمین وآسمان کا قائم رکھنے والا، مدبر اور رازق کافی ہے اس سے کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا الہ ہو۔(جامع البیان:40/4)﴿2﴾وکیل سے مراد: حفیظ، شاہد اور علیم ہے۔(ایسر التفاسیر:315,316)

سوال17:وَ کِیۡلًا ''وکیل'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت وکیل کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنے وکیل یعنی کارساز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر4

لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ وَ لَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ وَ مَنۡ یَّسۡتَنۡکِفۡ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَ یَسۡتَکۡبِرۡ فَسَیَحۡشُرُہُمۡ اِلَیۡہِ جَمِیۡعًا(172)

مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اس کی عبادت سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔(172)

سوال1:لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ وَ لَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ''مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ مسیح اپنے رب کی عبادت کو عار نہیں سمجھتے تھے یعنی اپنے رب کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے تھے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے اور نہ انہیں اس کی عبادت سے شرم آتی ہے فرشتوں کی فضیلت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مسیح کو معبود بنالیا گیا تھا اسی طرح فرشتوں کو معبود بنالیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام انبیاء اور ملائکہ دیگر تمام بندوں کی طرح ہمارے بندے، ہمارے غلام اور ہماری مخلوق ہیں جیسا کہ فرمایا:وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَہٗ ؕ بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ ۙ﴿۲۶﴾ لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَ ہُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ وَ لَا یَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی وَ ہُمۡ مِّنۡ خَشۡیَتِہٖ مُشۡفِقُوۡنَ اور اُنہوں نے کہا رحمٰن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں۔وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔(الانبیاء:28,26)(مختصر ابن کثیر:630/1)﴿3﴾فرشتے اس سے پاک ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھیں۔کسی چیز کی نفی سے اس کی ضد کا ثبوت ملتا ہے۔وہ ہرگز عار نہیں رکھتے یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے رب کی عبادت میں رغبت رکھتے ہیں۔وہ ہر طرح سے اپنے آپ کو اللہ کی بندگی کا محتاج سمجھتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا'' اور جواس کی عبادت سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھنے والوں،متکبروں اور اپنے مومن بندوں سب کو عنقریب جمع کرے گا اور ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔(تفسیر سعدی:637/1)﴿2﴾رب العزت کا فرمان ہے:وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو،میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا،یقیناً جولوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔(الغافر:60)

سوال3:اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟

جواب:انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کے لیے پیدا کیے گئے اور یہ اس لیے ہے تا کہ ہمارے دل محبت اور تعظیم سے اس کے ساتھ جڑ جائیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی عبادت کو کون عار سمجھتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی عبادت کو وہ عار سمجھتا ہے جو تکبر کرتا ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾عبادت کو عار سمجھنے والا انسان خواہشات نفس کا غلام بن جاتا ہے۔﴿2﴾ایسا انسان توہمات اور خرافات کا غلام بن جاتا ہے۔﴿3﴾وہ اپنے جیسے انسانوں کا غلام بن جاتا ہے۔﴿4﴾وہ اپنے جیسے انسانوں کے قوانین کا غلام بن جاتا ہے۔

سوال6:جولوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو عار سمجھتے ہیں ان کا کیا انجام ہونے والا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ انہیں دردناک عذاب دے گا۔﴿2﴾ان کا کوئی کارساز و مددگار نہ ہوگا۔

سوال7:تکبر کیسی بیماری ہے،وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ ﷺ نے تکبر کی تشریح یوں فرمائی ہے:اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔(مسلم:265)﴿2﴾رب العزت کا فرمان ہے:اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔(النحل:23)﴿3﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔(مسلم:265)﴿4﴾سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہ دوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں! ضرور فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جاہل، اکھڑ مزاج، تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔ (مسلم:7187) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کریں گے اور نہ ہی انہیں پاک وصاف (معاف) کریں گے (اور ابو معاویہ فرماتے ہیں) اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور مفلس تکبر کرنے والا۔ (مسلم:296)

سوال8: تکبر انسان کے اعمال میں کیسے ظاہر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رخسار کو ٹیڑھا کرنا۔ ﴿2﴾ اکڑ کر بیٹھنا۔ ﴿3﴾ ترچھی نگاہ سے دیکھنا۔ ﴿4﴾ سر نہ جھکانا۔ ﴿5﴾ اس کا اظہار بات چیت سے بھی ہوتا ہے حتی کہ آواز، لہجے، انداز گفتگو، چال ڈھال، ناز نخرے، حرکات وسکنات اور تمام افعال سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

سوال9: متکبر کی خصلتوں کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ متکبر کی خصلت یہ ہے کہ وہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہو جائیں اور دوسرا یہ کہ وہ بیٹھا ہو اور ایک آدمی اس کے سر کے پاس کھڑا ہو تو یہ ناجائز ہے۔ ﴿2﴾ وہ اکیلا نہیں چلتا، بلکہ اس کے پیچھے پیچھے کوئی آدمی چلتا ہے۔ ﴿3﴾ وہ تکبر کی وجہ سے کسی کی ملاقات کو نہیں جاتا۔ ﴿4﴾ وہ اپنے پہلو میں کسی کے بیٹھنے یا ساتھ چلنے کو برا سمجھتا ہے۔ ﴿5﴾ تکبر کرنے والا اپنے گھر میں کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ ﴿6﴾ تکبر کرنے والا اپنا سامان بازار سے اٹھا کر نہیں لاتا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کوئی چیز خریدی خود اس کو اٹھا کر گھر لے آئے۔

سوال10: تکبر کا علاج کیسے کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مومن اپنے نفس کو پہچانے اور اپنے رب کو پہچانے۔ جب وہ اپنے نفس کو اچھی طرح پہچان لے گا، تو اسے معلوم ہوگا کہ وہ ہر کمزور سے زیادہ کمزور ہے۔ پہلے نطفہ بنا، پھر جما ہوا خون، پھر گوشت کا لوتھڑا اور ہر وہ چیز بنا جسے قابل ذکر کہا جا سکے۔ پہلے وہ بے جان تھا۔ نہ سنتا تھا، نہ دیکھتا تھا، نہ محسوس کرتا تھا اور نہ حرکت کر سکتا تھا، گویا زندگی سے پہلے وہ مردہ تھا۔ (الف) طاقت سے پہلے کمزور تھا۔ (ب) دولت مند ہونے سے پہلے تنگ دست تھا۔ پھر جس کی ابتداء یہ ہو، وہ کس بات پر تکبر اور فخر کرے؟ ﴿2﴾ تکبر کا عملی علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کے سامنے تواضع اختیار کرے۔ ﴿3﴾ جس میں جسمانی طاقت کی وجہ سے تکبر پیدا ہو، اسے جاننا چاہیے کہ اگر اس کی ایک رگ میں درد اٹھے تو وہ ہر چیز سے زیادہ عاجز ہو جائے گا۔ ﴿4﴾ جس میں خوب صورتی کی وجہ سے تکبر ہو، اسے عقلمندوں کی طرح اپنے باطن کی طرف دیکھنا چاہیے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جانوروں کی طرح ظاہر کو نہ دیکھنا چاہیے۔﴿5﴾ جو دولت کی وجہ سے تکبر کرے تو اسے چاہیے اس حقیقت سے آگاہ ہو کہ یہودی سب سے زیادہ مال دار ہیں پس تف ہے اس بزرگی پر جس میں یہودی بھی اس سے آگے بڑھ جائے، جسے چور ایک لحظے میں چھین کر لے جائے اور اس کا مالک ذلیل ہو جائے۔﴿6﴾ جو علم کی وجہ سے تکبر کرے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حجت جاہل کی نسبت عالم پر زیادہ سخت ہے اسے چاہیے اس عظیم خطرے کو محسوس کرے جو اس کے سامنے ہے اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ یہ خطرہ اتنا ہی بڑا ہوگا جتنا بڑا مرتبہ ہوگا۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (173)

پس وہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں تو اللہ تعالیٰ ان کا پورا پورا اجر انہیں دے گا اور اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے گا اور رہے وہ لوگ جنہوں نے عار سمجھا اور تکبر کیا تو وہ انہیں دردناک عذاب دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے لیے کوئی نہ دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔(173)

سوال1: فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ''پس وہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں تو اللہ تعالیٰ ان کا پورا پورا اجر انہیں دے گا اور اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے یعنی وہ ایسا ایمان لائے جس کا حکم دیا گیا اور انہوں نے حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد اور اعمال صالحہ کو جمع کیا۔﴿2﴾ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ اجور سے جنت مراد ہے ابن مردویہ کہتے ہیں کہ انہیں ایمان اور عمل کے مطابق جزا ملے گی۔﴿3﴾ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے گا اس سے مراد اہل ایمان کو شفاعت کا حق عطا کرنا ہے۔اس شخص کی شفاعت مراد ہے جس پر جہنم واجب ہوگئی لیکن دنیا میں اس جہنمی نے اس کے ساتھ نیکی کی تھی۔(ابن مردویہ)﴿4﴾ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ''اور اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ثواب میں اتنا اضافہ کرے گا کہ ان کے اعمال یہ ثواب حاصل نہیں کر سکتے، ان کے افعال اس ثواب تک نہیں پہنچ سکتے اور اس ثواب کا تصور بھی ان کے دل میں نہیں آ سکتا۔اس ثواب میں ہر وہ چیز شامل ہے جو جنت میں موجود ہے مثلاً ماکولات، مشروبات، بیویاں، خوبصورت مناظر، فرحت وسرور، قلب وروح اور بدن کی نعمتیں بلکہ اس میں ہر دینی اور دنیاوی بھلائی شامل ہے جو ایمان اور عمل صالح پر مترتب ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:637/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا'' اور رہے وہ لوگ جنہوں نے عار سمجھا اور تکبر کیا تو وہ انہیں دردناک عذاب دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت سے باز رہا اور اسے عبادت میں شرم آئی یا اس نے خود کو بڑا سمجھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے دردناک عذاب دے گا۔(مختصر ابن کثیر:401/1)﴿2﴾ فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا'' تو وہ انہیں دردناک عذاب دے گا'' اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس کے غضب اور بڑھکتی ہوئی آگ پر مشتمل ہے جو دلوں کو لپٹ جائے گی۔(تفسیر سعدی:637/1)

سوال3:وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا'' اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے لیے کوئی نہ دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا'' اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے لیے کوئی نہ دوست پائیں گے'' وہ مخلوق میں سے کوئی ایسا شخص نہیں پائیں گے جو ان کا ولی و مددگار بن سکے اور وہ اپنا مطلوب ومقصود حاصل کر سکیں۔﴿2﴾ وَّ لَا نَصِیْرًا: نہ کوئی مددگار پائیں گے جو ان سے اس چیز کو دور کر سکے جس سے یہ ڈرتے ہیں بلکہ صورتحال یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے وہ بھی ان سے الگ ہو جائے گا اور ان کو دائمی عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ جو فیصلہ کرتا ہے اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور نہ اس کی قضا کو کوئی بدل سکتا ہے۔(تفسیر سعدی:637/1)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا(174)

اے لوگو!تمہارے پاس تمہارے رب کی جناب سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمہاری جانب ایک واضح نور اُتار دیا ہے۔(174)

سوال1:یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' اے لوگو!تمہارے پاس تمہارے رب کی جناب سے ایک واضح دلیل آئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں ایسی شہادتیں موجود ہیں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔قرآن مسحور کرتا ہے، جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں وہ بھی تلاوت قرآن سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔سیرت ابن ہشام میں اخنس بن شریق، ابوسفیان اور ابوجہل کا مشہور واقعہ ملتا ہے۔اخنس، ابوجہل اور ابوسفیان تینوں اپنی اپنی جگہ چل پڑے تاکہ نبی ﷺ کا کلام سنیں جب کہ آپ رات کے وقت گھر میں نماز کے دوران تلاوت فرماتے تھے۔ہر شخص ایک جگہ بیٹھ گیا اور قرآن کی تلاوت سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ان میں سے کسی کو بھی دوسرے کے بارے میں خبر نہ تھی۔وہ رات کے وقت کلام الٰہی سنتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی۔جب واپس ہونے لگے تو یہ سب ایک دوسرے سے راستے میں مل گئے۔انہوں نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا اور ایک دوسرے سے کہا کہ اگر کسی شخص نے دیکھ لیا تو وہ بھی ان سے متاثر ہو جائے گا، پھر وہ واپس چلے گئے۔جب دوسری رات ہوئی تو پھر تینوں نہ رہ سکے اور پھر اپنے اپنے خفیہ مقامات پر بیٹھ گئے رات کو قرآن کریم سنتے رہے جب صبح ہونے لگی تو اتفاقاً پھر راستے میں تینوں کی ملاقات ہوئی اور پھر انہوں نے پہلے کی طرح ایک دوسرے کو ملامت کی جب تیسری رات ہوئی تو پھر یہ تینوں قرآن کریم سننے کے لیے پہنچ گئے۔رات گئے تک قرآن سنتے رہے جب صبح کو لوٹنے لگے تو پھر راستے میں ایک دوسرے کو دیکھ لیا۔اب کہ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم حلف نہ اٹھالیں گے ہم رک نہ سکیں گے اس کے بعد انہوں نے حلف پر معاہدہ کیا اور گھروں کو چلے گئے۔﴿2﴾ قرآن مجید واقعی برہان ہے لفظی اور معنوی طور پر معجزہ ہے۔ جہاں تک معنوی برہان کا تعلق ہے تو قرآن حکیم نے ایسا نظام زندگی پیش کیا ہے جو انسانی زندگی کی ساری ضرورتوں کا جواب ہے اس اعتبار سے بھی قرآن برہان ہے۔

سوال2:بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''تمہارے رب کی جناب سے ایک واضح دلیل آئی ہے'' قرآن مجید برہان ہے، وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ برہان سے مراد ایسی پکی دلیل ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور ایسی قطعی حجت جو شبہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔(مختصر ابن کثیر:401/1) تمہارے پاس حق کی تائید میں قطعی دلائل آچکے ہیں جو حق کو واضح کرتے ہیں اور اس کی ضد کو بیان کرتے ہیں یہ براہین دلائل عقلیہ، دلائل نقلیہ، آیات افقی اور آیات نفسی پر مشتمل ہیں۔رب العزت کا فرمان ہے: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ جلد ہی ہم اُنہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، دنیا کے کناروں میں بھی اور اُن کی اپنی جانوں میں بھی، یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناً وہ حق ہے۔(حم السجدہ:53)﴿2﴾ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''تمہارے رب کی جناب سے'' اس برہان و دلیل کی عظمت و شرف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ تمہارے رب کی طرف سے ہے جس نے تمہاری دینی اور دنیاوی تربیت کی ہے۔یہ اس کی تربیت ہی ہے جس پر اس کی حمد و ثنا بیان کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے کہ اس نے تمہیں دلائل عطا کیے تاکہ وہ صراط مستقیم کی طرف تمہاری راہ نمائی کرے اور تمہیں نعمتوں سے بھری ہوئی جنتوں میں پہنچائے۔(تفسیر سعدی:638/1)

سوال3:وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ''اور ہم نے تمہاری جانب ایک واضح نور اُتار دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید نور مبین ہے یعنی حق کو کھولنے والا ہے۔﴿2﴾ قرآن مجید ایسی روشنی ہے جس میں ہر چیز کی حقیقت صاف صاف نظر آتی ہے۔مومن اس روشنی میں حق اور باطل کا فرق واضح طور پر دیکھ سکتا ہے۔نفس کے اندر بھی صحیح اور غلط کو اور خیر و شر کو واضح طور پر دیکھ سکتا ہے اور عملی زندگی میں بھی اس نور سے فضا نکھر جاتی ہے اور وہ حیران ہوتا ہے کہ حقیقت تو بالکل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

واضح تھی لیکن نظر نہیں آ رہی تھی۔﴿3﴾ قرآن عظیم اولین وآخرین کے علوم، سچی خبروں، عدل واحسان اور بھلائی کے احکام اور ہر قسم کے ظلم وشر سے ممانعت پر مشتمل ہے۔لوگ اگر قرآن سے روشنی حاصل کر کے اپنی راہوں کو روشن نہیں کریں گے تو اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے، اگر انہوں نے قرآن مجید سے بھلائی کو حاصل نہ کیا تو بہت بڑی بدبختی میں پڑے رہیں گے۔

سوال4: قرآن مجید کی روشنی مومن کیسے حاصل کرسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب مومن اس روشنی کو پانے کی دل سے کوشش کرے۔﴿2﴾ جب وہ اس کے لیے ذاتی ذوق پیدا کرے۔ ﴿3﴾ جب قرآن مجید کے علم کو حاصل کرے۔﴿4﴾ جب وہ براہ راست روشنی حاصل کرنے کے لیے صلاحیت پیدا کرے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا(175)

چنانچہ جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اورانہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کومضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب وہ انہیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اورانہیں اپنی طرف سے سیدھے راستے کی ہدایت دے گا۔(175)

سوال1: فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ ''چنانچہ جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اورانہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے کے اعتبار سے لوگ دوطرح کے ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اورانہوں نے اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور دوسرے وہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے نہ پکڑا۔اللہ تعالیٰ انہیں ان کے نفس کے حوالے کردے گا اور وہ گمراہی میں جا پڑیں گے۔﴿2﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ ''چنانچہ جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والوں کی پہلی خصوصیت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ وہ تمام صفات میں کمال رکھتا ہے اور ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔﴿3﴾ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ ''اورانہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کومضبوطی سے تھام لیا'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی پناہ لی اور اپنی قوت اور طاقت سے بری ہوکر اپنے رب سے مدد کے طلب گار ہوئے۔(تفسیر سعدی:639/1)﴿4﴾ طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا نہیں تو میں نے کہا یہ کیا کہ لوگوں پر تو وصیت فرض کی گئی اورانہیں حکم دیا گیا کہ وہ وصیت کریں جب کہ آپ ﷺ نے وصیت نہیں کی؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے کتاب اللہ (کو مضبوطی سے تھامنے) کی وصیت کی تھی۔(بخاری:5022)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: فَسَيُدۡخِلُهُمۡ فِيۡ رَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَفَضۡلٍ وَّيَهۡدِيۡهِمۡ اِلَيۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ''تو عنقریب وہ انہیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سے سیدھے راستے کی ہدایت دے گا'' اللہ تعالیٰ کی رحمت، فضل اور ہدایت پانے کے لیے انسان کو دنیا کی زندگی میں کیسے طرز عمل کی ضرورت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت، فضل اور ہدایت پانے کے لیے دو کاموں کی ضرورت ہے ﴿1﴾ ایمان باللہ ﴿2﴾ اعتصام باللہ۔ اللہ تعالیٰ ایمان کے تقاضے پورے کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت کو مضبوطی سے تھامنے والوں کو اپنی خاص رحمت سے ڈھانپ لے گا۔ انہیں نیکیوں کی توفیق دے گا، انہیں بے پایاں ثواب عطا کرے گا اور ان سے بلائیں دور کر دے گا۔ (تفسیر سعدی:639/1)

سوال3: جب کسی انسان کے اندر ایمان کا ذوق وشوق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ کیا کوشش کرتا ہے؟

جواب: ایسا انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب کوئی ایمان کی حقیقت کو پالیتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں پہنچ جانے کے سوا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ اس کی بے چین اور حیران و پریشان روح اللہ تعالیٰ کی پناہ میں اطمینان اور سکون حاصل کرتی ہے۔

سوال4: وَّيَهۡدِيۡهِمۡ اِلَيۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ''اور انہیں اپنی طرف سے سیدھے راستے کی ہدایت دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور دین کو مضبوطی سے پکڑنے والوں پر دوسری رحمت یہ فرماتا ہے کہ انہیں اپنی طرف آنے کے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں اللہ تعالیٰ کی کتاب چھوڑ رہا ہوں، اگر اس کو تھامے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ (مسلم:2950) ﴿3﴾ ''اور انہیں اپنی طرف سے سیدھے راستے کی ہدایت دے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں علم و عمل کی توفیق اور انہیں حق اور اس پر عمل کی معرفت عطا کرے۔ (تفسیر سعدی:639/1)

سوال5: انسان جب ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کیا وعدہ دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اس زندگی میں بھی اور اخروی زندگی میں بھی اپنی رحمت، فضل اور ہدایت کا وعدہ دیتے ہیں۔

يَسۡتَفۡتُوۡنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفۡتِيۡكُمۡ فِى الۡكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امۡرُؤٌا هَلَكَ لَيۡسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخۡتٌ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنۡ كَانَتَا اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنۡ كَانُوۡۤا اِخۡوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمۡ اَنۡ تَضِلُّوۡا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ (176)

وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص فوت ہو کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کی کوئی اولاد نہ ہواوراس کی ایک ہی بہن ہوتو اس (بہن) کا اس کے ترکے میں آدھا حصہ ہے اور وہ (بھائی) اس (بہن) کا وارث ہوگا اگراس (بہن) کی اولاد نہ ہو۔ چنانچہ (وارث) اگر دو بہنیں ہوں توان دونوں کا ترکے میں دو تہائی حصہ ہے اوراگر مرد عورت کئی بہن بھائی ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔(176)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ابواسحاق نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا سب سے آخر میں جو سورۃ نازل ہوئی وہ سورۃ برات ہے۔ اوراحکام میراث کے سلسلے میں سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ (صحیح بخاری:4605) ﴿2﴾ یہ آیت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک بہن ہے اس کے مرنے پر مجھے کیا حصہ ملے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت میراث نازل فرمائی ''وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے''۔(تفسیرابن عباس:321/1)

سوال2: يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ''وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے'' کلالہ سے کون شخص مراد ہے؟

جواب: کلالہ سے مراد وہ میت ہے جس کی صلب سے کوئی اولاد نہ ہو، نہ کوئی پوتی پوتا، نہ باپ ہواور نہ دادا۔

سوال3: اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ ''اگر کوئی شخص فوت ہو کہ اس کی کوئی اولاد نہ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اولاد نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا کوئی بیٹا بیٹی نہ ہو۔ ﴿2﴾ اس سے مراد ہے نہ صلبی بیٹا ہواور نہ بیٹے کا بیٹا ہو۔ ﴿3﴾ کلالہ وہ ہے جس کا باپ نہ ہواوراس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بہن بھائی وارث بنیں گے کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ بہن بھائی باپ کی معیت میں وارث نہیں بنیں گے۔(تفسیر سعدی:640/1)

سوال4: وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ''اوراس کی ایک ہی بہن ہوتو اس (بہن) کا اس کے ترکے میں آدھا حصہ ہے'' کلالہ مرد کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ کلالہ مرد کی حقیقی یا باپ شریک بہن ہے تو اس بہن کو ترکے میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ ﴿2﴾ یعنی بہن کو کلالہ بھائی کے ترکہ یعنی نقدی، جائیداد اور دیگر اثاثوں میں سے نصف ملے گا۔ ﴿3﴾ یہ حصہ میت کی وصیت کو پورا کرنے اور قرض کی ادائیگی کے بعد دیا جائے گا۔(تفسیر سعدی:640/1)

سوال5: وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ''اور وہ (بھائی) اس (بہن) کا وارث ہوگا اگراس (بہن) کی اولاد نہ ہو'' کلالہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عورت کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟

جواب:﴿1﴾ کلالہ عورت (میت) کا حقیقی بھائی یا باپ کی طرف سے بھائی اس بہن کا وارث ہوگا، اگر اس کے اولاد نہیں ہو گی اور اور اس کے لیے حصہ میراث مقرر نہ ہو کیونکہ وہ تو عصبہ ہے اگر اصحاب فروض یا عصبہ میں شریک کوئی فرد نہ ہو تو وہ تمام ترکہ لے گا۔﴿2﴾ یا اصحاب فروض کو ان کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے گا وہ اس کو ملے گا۔(تفسیر سعدی:640/1) نبی ﷺ نے فرمایا: فرائض اہل فرائض کو دے کر جو باقی رہے وہ قریبی مرد کو جو ذکر ہو دیا جائے (مختصر ابن کثیر:405/1)

سوال6: فَاِنۡ كَانَتَا اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ'' چنانچہ (وارث) اگر دو بہنیں ہوں تو ان دونوں کا ترکے میں دو تہائی حصہ ہے'' کلالہ دو بہنیں چھوڑ گیا یا دو سے زیادہ تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: کلالہ دو بہنیں چھوڑ گیا یا دو سے زیادہ تو انہیں دو تہائی حصہ ملے گا یہیں سے دو بیٹیوں کا حکم لیا گیا۔(مختصر ابن کثیر:403/1)

سوال7: وَاِنۡ كَانُوۡۤا اِخۡوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ'' اور اگر مرد عورت کئی بہن بھائی ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ اگر ملے جلے وارث ہوں تو مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔﴿2﴾ عورتوں کا مقررہ حصہ (دو تہائی) ساقط ہو جائے گا اور ان عورتوں کو ان کے بھائی عصبہ بنا دیں گے۔یعنی عورتوں کا حصہ دو تہائی ساقط ہو جائے گا۔

سوال8: اگر مرنے والے کی بیٹی موجود ہو تو کیا بہن کو حصہ ملے گا؟

جواب: بیٹی کی موجودگی میں بہن کو ذوی الفروض کی حیثیت سے کچھ نہیں ملے گا لیکن بیٹی کے ساتھ بہن عصبہ ہو جائے گی اور ایک بیٹی ہو تو بہن کا نصف حصہ اور ایک سے زائد ہوں تو بہن کا تیسرا حصہ ہے۔

سوال9: کیا باپ کی موجودگی میں بھائی وارث ہو سکتا ہے؟

جواب: باپ کی موجودگی میں بھائی وارث نہیں ہو سکتا۔

سوال10: يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اَنۡ تَضِلُّوۡا'' اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ احکامات کی وضاحت اس لیے کرتا ہے کہ انسان بھٹکنے سے بچ جائیں۔انسان کے پاس دو ہی راستے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا راستہ یا گمراہی کا راستہ، تو اللہ تعالیٰ نے اپنا طریقۂ کار واضح کر دیا ہے تا کہ تم اس پر عمل کرو اور لاعلمی کی وجہ سے سیدھے راستے سے بھٹک نہ جاؤ، رب العزت نے فرمایا: فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ (یونس:32)

سوال11: وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ'' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کا کیوں شعور دلایا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے وراثت کے قانون کو قبول کرنے کے لیے اپنی صفت علیم کا شعور دلایا ہے کہ تم اس کی تعلیم کے محتاج ہو وہ تمہیں اپنے علم میں سے سکھاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ساری حکمتوں اور مصلحتوں کو جاننے والا ہے اس لیے علیم ہستی کے دیئے ہوئے قانون کو قبول کرلو۔

سورہ المائدہ

سوال1:اس سورت کا نام المائدہ کیوں ہے؟

جواب:اس سورت میں مائدہ سے متعلق قصہ مذکور ہے جو کہ سب سے عجیب ہے۔اسی لیے اس سورت کا یہ نام رکھ دیا گیا۔

سوال2:یہ سورت کب نازل ہوئی؟اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب:سورۃ المائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اس کی ایک سوبیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ پانچویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے ایک سو بارہویں (112) سورت ہے۔

سوال3:اس سورت کی فضیلت بیان کریں؟

جواب:﴿1﴾ عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر سورہ المائدہ اس وقت نازل ہوئی جب وہ اپنی اونٹنی پہ سوار تھے اور وہ آپ کا بوجھ برداشت نہیں کر پا رہی تھی تو آپ اونٹنی سے اتر آئے۔(تفسیر الدر المنثور:446/2)

﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورہ المائدہ ہے۔(ترمذی کتاب التفسیر:3063)﴿3﴾ امام احمد، نسائی اور بیہقی نے روایت کیا اور حاکم نے جبیر بن نصیر سے روایت کی ہے میں نے حج کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، انہوں نے کہا کہ اے جبیر! کیا تم سورہ المائدہ پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! تو انہوں نے کہا یہ آخری سورت ہے جو نازل ہوئی تھی۔اس میں جو چیزیں حلال بتائی گئی ہیں انہیں حلال جانو، اور جو حرام بتائی گئی ہیں انہیں حرام جانو، حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔(تیسیر الرحمٰن:321/1)

رکوع نمبر5

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَهِیۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ(1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدوں کو پورا کرو، تمہارے لیے مویشی جانور حلال کر دیئے گئے سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے اس حال میں کہ شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو، جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔(1)

سوال1: يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدوں کو پورا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ کا ایمان والوں سے خطاب سنو تو اسے کان لگا کر توجہ سے سنو کیونکہ اس میں یا تو کسی اچھی بات کا حکم ہوگا یا کسی بری بات سے روکا ہوگا۔ (ابن ابی حاتم) ﴿2﴾ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ''معاہدوں کو پورا کرو'' ایمان کا تقاضا ہے کہ معاہدوں کو پورا کریں یعنی نہ ان کو توڑا جائے نہ ان میں کمی کی جائے۔

سوال2: معاہدات یا عقود سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت کریمہ ان تمام معاہدوں کو شامل ہے جو بندے اور اس کے رب کے درمیان ہیں جیسے اس کی عبودیت کا التزام، اسے پوری طرح قائم رکھنا اور اس کے حقوق میں کچھ کمی نہ کرنا اور یہ ان معاہدوں کو بھی شامل ہے جو بندے اور رسول اللہ ﷺ کے مابین آپ کی اتباع اور اطاعت کے بارے میں ہیں، اسی طرح اس میں وہ معاہدے بھی شامل ہیں جو بندے اور اس کے والدین اور اس کے عزیز و اقارب کے درمیان ان کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی اور عدم قطع رحمی کے بارے میں ہیں نیز اس آیت کریمہ کے حکم میں وہ معاہدے بھی شامل ہیں جو فراخی اور تنگ دستی، آسانی اور تنگی میں صحبت اور دوستی کے حقوق کے بارے میں ہیں۔ اس کے تحت وہ معاہدے بھی آتے ہیں جو معاملات، مثلاً خرید و فروخت اور اجارہ وغیرہ کے ضمن میں بندے اور لوگوں کے درمیان ہیں۔ اس میں صدقات اور ہبہ وغیرہ کے معاہدے کی پابندی، مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ بھی شامل ہے جن کی پابندی کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں عائد کیا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ بلاشبہ مومن بھائی بھائی ہیں، چنانچہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الحجرات:10) بلکہ حق کے بارے میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا، مسلمانوں کا ایک دوسرے سے پیار اور محبت سے مل جل کر رہنا اور قطع تعلقات سے اجتناب وغیرہ شامل ہے۔ (تفسیر سعدی:641/1) اس حکم میں دین کے تمام اصول و فروع شامل ہیں اور دین کے تمام اصول و فروع معاہدوں میں داخل ہیں جن کی پابندی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ﴿3﴾ علی بن طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حلال کیا یا حرام اور جو فرض کیا وہ معاہدے مراد ہیں اور جو قرآن کریم میں حدود قائم کیں وہ ساری کی ساری (اس میں شامل ہیں) اور تم نہ عہد شکنی کرو اور نہ دھوکہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دو۔(تفسیر قاسمی:8/6)﴿4﴾ معاہدہ توڑنے والوں کے بارے میں رب العزت نے وعید سنائی ہے وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو اس کی پختگی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور وہ اس کو کاٹ ڈالتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے گھر کی خرابی ہے۔(الرعد:25)

سوال3:اُحِلَّتْ لَكُمْ ''تمہارے لیے حلال کر دیئے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اُحِلَّتْ لَكُمْ ''تمہارے لیے حلال کر دیئے گئے''یعنی رحمت کی وجہ سے تم پر حلال کیے گئے ہیں۔

سوال4:بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ ''مویشی جانور'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ ''مویشی جانور'' سے مراد اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ ہیں۔(ایسر التفاسیر:320)﴿2﴾ بسا اوقات اس میں جنگلی جانور مثلاً ہرن، گورخر اور اس قسم کے دیگر شکار کیے جانے والے جانور بھی شامل ہیں۔بعض صحابہ کرام اس آیت کریمہ سے اس بچے کی حلت پر بھی استدلال کرتے ہیں جو ذبح کرتے وقت مذبوحہ کے پیٹ میں ہوتا ہے اور ذبح کرنے کے بعد وہ مذبوحہ کے پیٹ میں مر جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:642/1)﴿3﴾ حدیث میں ایسے بچے کو حلال قرار دیا گیا ہے کیونکہ بچے کا ذبح کرنا یہی ہے کہ اس کی ماں کو ذبح کر دیا جائے۔(ابوداؤد، ترمذی)

سوال5:اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ ''سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''مویشی جانور'' جیسے المائدہ کی آیت3 میں فرمایا:حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے اور گلا گھٹنے سے مرنے والا (جانور) اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور) اور بلندی سے گر کر مرنے والا اور سینگ لگنے سے مرنے والا اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو۔﴿2﴾ وہ تمام جانور جو بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ میں ہیں، مردار ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔﴿3﴾ چوپائے مویشی عام حالات میں مباح ہیں لیکن احرام کی حالت میں شکار نہیں کر سکتے۔

سوال6:غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ''اس حال میں کہ شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو جب کہ تم حالت احرام میں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اس حال میں کہ شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو'' احرام کی پابندیوں میں سے ہے کہ کسی جانور کا شکار نہ کیا جائے نہ کسی کو شکار کے بارے میں بتایا جائے۔﴿2﴾ شکار سے مراد وہ جنگلی جانور ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: شکار کرنا کب اور کہاں حرام ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ شکار کرنا مستقلاً حرام نہیں ہے۔ ﴿2﴾ حدودحرم کے اندر شکار ہر حالت میں حرام ہے۔ ﴿3﴾ احرام کی حالت میں حرام ہے۔ ﴿4﴾ احرام پابندیوں میں سے ہے کہ کسی جانور کا شکار نہ کیا جائے نہ کسی کو شکار کے بارے میں بتایا جائے۔ ﴿5﴾ احرام کی حالت ختم ہوجائے تو تم شکار کرسکتے ہو۔ ﴿6﴾ خشکی کا شکار منع ہے۔ اگر سمندری سفر ہو تو سمندری جانور استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

سوال8: اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ جو بھی ارادہ کرتا ہے اس امر کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جو اس کی حکمت کے عین مطابق ہوتا ہے۔ ﴿1﴾ جس طرح اس نے تمہارے مصالح کے حصول اور مضرت کو دور کرنے کے لیے تمہیں معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا۔ ﴿2﴾ اور تم پر رحمت کی بنا پر اس نے تمہارے لیے مویشیوں کو حلال کردیا۔ ﴿3﴾ اور بعض موانع کی وجہ سے جو جانور اس سے مستثنیٰ ہیں ان کو حرام قرار دیا مثلاً مردار وغیرہ۔ اس کا مقصد تمہاری حفاظت اور احترام ہے۔ ﴿4﴾ احرام کی حالت میں شکار کو حرام قرار دیا اور اس کا مقصد احرام کا احترام اور تعظیم ہے (تفسیر سعدی:642/1)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهۡرَ الۡحَرَامَ وَ لَا الۡهَدۡیَ وَ لَا الۡقَلَآئِدَ وَ لَاۤ آٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَ رِضۡوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا ؕ وَ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡکُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا ۘ وَ تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰی ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ(2)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینوں کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹے ڈالے گئے جانوروں کی اور نہ حرمت والے گھر جانے کا ارادہ کرنے والوں کی، جو اپنے رب کا فضل اور رضامندی تلاش کرتے ہیں، اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو اور کسی قوم کی دشمنی کہ اس نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم حد سے بڑھ جاؤ، اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔(2)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حاطم بن ہند بکری مدینہ منورہ میں ایک قافلہ کے ساتھ غلہ لے کر آئے، اسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیچ کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت کی اور اسلام قبول کیا جب وہ وہاں سے چلے تو آپ نے اس کی طرف دیکھا اور آپ کے پاس جو حضرات بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ میرے پاس اس فاجر کی صورت لے کر آیا اور عہد شکن کی پشت کے ساتھ واپس گیا، چنانچہ جب وہ یمامہ پہنچا تو مرتد ہو گیا اس کے بعد ماہ ذی قعدہ میں ایک قافلہ کے ساتھ غلہ لے کر مکہ مکرمہ کے ارادہ سے نکلا، جب صحابہ کرام کو اس کی آمد کی اطلاع ملی تو مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت نے اس کے قافلہ پر چھاپہ مارنے کا ارادہ کیا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اے مومنو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی مت کرو تو اس ہدایت کے آنے پر صحابہ کرام رک گئے کیونکہ صحابہ حکم الٰہی کے پابند تھے۔
(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال2: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرو'' اللہ تعالیٰ کے ان محرمات کو حلال نہ ٹھہراؤ جن کی تعظیم اور ان کے عدم فعل (نہ کرنے) کا اس نے تمہیں حکم دیا۔ یہ ممانعت ان کے فعل کی ممانعت اور ان کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنے کی ممانعت پر مشتمل ہے یعنی یہ ممانعت فعل قبیح اور اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنے کو شامل ہے۔ (تفسیر سعدی:643/1)

سوال3: شعائر اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی حرمتیں ہیں یعنی جن کی حرمت اور تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو۔ ﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد حج کے مناسک ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:323/1) ﴿3﴾ بحر المحیط اور روح المعانی میں حسن بصری اور عطاء رحمہ اللہ سے منقول ہے شعائر اللہ سے مراد تمام شرائع اور دین کے مقرر کردہ واجبات و فرائض اور ان کی حدود ہیں۔ (تفسیر معارف القرآن:18/3) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ذٰلِكَ ۫ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ یہ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ (الحج:32) ﴿5﴾ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ (تفسیر منیر:420/3)

سوال4: وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ ''اور نہ حرمت والے مہینوں کی'' وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور نہ حرمت والے مہینوں کی'' حرمت کے مہینے میں لڑائی اور دیگر مظالم کا ارتکاب کر کے اس کی توہین نہ کرو۔ ﴿2﴾ الشَّهْرَ الْحَرَامَ سے مراد حرام مہینے ہیں جن کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رِضْوَانًا جو حج ،عمرے،طواف اور نمازوں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے ساتھ کسی قسم کی برائی سے پیش نہ آؤ۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ رکھنے والوں کی بے حرمتی سے روکنے میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص اس نیت سے بیت اللہ کا قصد کرتا ہے کہ گناہوں کے ذریعے سے اس کی ہتک اور حرمت کا ارتکاب کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے گھر میں فساد پھیلانے کے لیے روکا جائے کیونکہ اسے اس فعل سے روکنا حرم کے احترام کی تکمیل ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ِۨ الْعَاكِفُ فِیْهِ وَ الْبَادِ ؕ وَ مَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور مسجدِ حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے بنایا ہے،جس میں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں اور جو شخص کج روی سے اس میں ظلم کرنے کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (الحج:25) (تفسیر سعدی:645/1)﴿4﴾ بے دینی پھیلانے والے کو حرم سے روکنا واجب ہے۔اسی لیے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً سب مُشرک ناپاک ہیں چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اگر اس نے چاہا، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ،کمال حکمت والا ہے۔(التوبہ:28)

سوال10: وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ’’اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ احرام کی پابندیاں ختم ہونے کے بعد شکار کرنا حلال ہے۔

سوال11: وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ’’اور کسی قوم کی دشمنی کہ اس نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم حد سے بڑھ جاؤ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو روکا ہے کہ کسی قوم پر غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کرے کہ تم دشمنوں کے مقابلے میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ یہ تو تمھارا حق ہے تمہیں غصہ آئے لیکن یہ حق نہیں کہ فوری ردعمل ظاہر کریں دشمنی اور کینہ کے ہاتھوں مجبور ہونے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔﴿2﴾ اگر تمھارے دشمنوں نے تمہیں مسجد حرام جانے سے روکا ہے تو تم اس دشمنی کی وجہ سے انہیں مسجد حرام سے نہیں روکو،ان کی توہین نہ کرو،تکریم کرو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے گھر جانے والوں کی تعظیم کرو۔﴿4﴾ اس حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ بیت اللہ کی طرف جانے والے راستوں کو پرامن بنائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے گھر جانے والوں کو راستے میں قتل وغارت اور اپنے مالوں کے بارے میں چوری ڈاکے کا خوف نہ ہو۔(تفسیر سعدی:644/1)

سوال12: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ’’اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اللہ تعالیٰ نے نیکی اورتقویٰ کے کاموں میں تعاون کاحکم دیاہے یعنی واجبات اورفضائل کی ادائیگی کاحکم دیا۔(ایسرتفاسیر:320)
﴿2﴾وَتَعَاوَنُوْاعَلَى الْبِرِّ ''اورتم نیکی پرایک دوسرے سے تعاون کرو''البر'حقوق اللہ اورحقوق العباد کے ضمن میں ان تمام ظاہری اور باطنی اعمال کوشامل ہے جواللہ تعالیٰ کوپسند ہیں اوروہ ان پرراضی ہے۔التَّقْوٰی اس مقام پرتقویٰ ان تمام ظاہری اور باطنی اعمال کوترک کرنے کانام ہے جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کوناپسند ہیں۔بھلائی کی ہرخصلت جس کے فعل کاحکم یابرائی کی ہرخصلت جسے ترک کرنے کاحکم ہے بندہ خودبھی اس کے فعل پرمامور ہےاوراسے اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ،اپنے قول وفعل کے ذریعے سے ان کواس بھلائی پرآمادہ کرے یااس میں نشاط پیدا کرے،تعاون کرنے کاحکم ہے۔(تفسیرسعدی:645/1)
﴿3﴾شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب السیاسۃ الشرعیہ میں لکھتے ہیں کہ کسی شخص پرحلال نہیں ہے کہ وہ ظلم پرتعاون کرے۔تعاون کی دوقسمیں ہیں جن میں سے ایک تقویٰ پرتعاون ہے اوروہ ہے جہاد،حدود اللہ کوقائم کرنا،حقوق کوپورا کرنا، مستحقوں کوعطا کرنااسی کااللہ سبحانہ وتعالیٰ اوراس کے رسول نے حکم دیاہے۔تعاون کی دوسری قسم:گناہ اورزیادتی پرتعاون ہے۔ (تفسیرقاسمی:25/6)﴿4﴾رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں غزوہ کرنے والے کوسازو سامان دیاتووہ (گویا)خودغزوہ میں شریک ہوااورجس نے خیرخواہانہ طریقہ پرغازی کےگھربارکی (حفاظت) کی تووہ (گویا) خودغزوہ میں شریک ہوا''(صحیح بخاری:2843)﴿5﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس نے ہدایت کی طرف بلایااس کے لیےان سب کے برابراجرہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی ہوگی اوران کے اجرسے کوئی کمی نہیں کی جائے گی،اورجس نے گمراہی کی طرف بلایااس کے لیے ان سب کے برابرگناہ ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی ہوگی اوران کے گناہوں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔(صحیح مسلم:2674)

سوال13:وَلَاتَعَاوَنُوْاعَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ''اورگناہ اورزیادتی پرایک دوسرے سے تعاون نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے گناہ اورزیادتی کے کاموں میں تعاون کرنے سے روکاہے۔﴿1﴾اثم سے گناہ اورنافرمانی کے کام مراد ہیں اوروہ سارے کام ہیں جن سے شریعت نے روکاہے جودل میں کھٹکیں یاجن کے بارے میں لوگوں کوخبر ہونا ناپسند ہو۔ ﴿2﴾جس کام کے کرنے کاحکم ہےاسے چھوڑ دینا گناہ ہے۔﴿3﴾وَالْعُدْوَانِ یہ مخلوق کے ساتھ ان کی جان ومال اوران کی عزت وناموس کے بارے میں ظلم وزیادتی ہے۔پس بندے پرواجب ہے کہ وہ ہرگناہ اورظلم وتعدی سے اپنے آپ کوبھی روکےاوردوسرے کے ساتھ بھی اس ظلم وتعدی کوترک کرنے پرتعاون کرے۔(تفسیرسعدی:646/1)﴿4﴾امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:گناہ اورزیادتی پرتعاون یہ ہے کہ کسی معصوم کےخون بہانے پرتعاون کیاجائے یاکسی معصوم کامال چھین لیاجائے یا کسی کوناحق ماراجائے اوراسی طرح کے کام ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اوران کے رسول نے روکاہے۔(تفسیرقاسمی:25/6)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے (یعنی جو جنگ اسلام میں جائز نہ ہو) اپنے قبیلہ کے لیے غصہ میں آئے یا عصبیت کی دعوت دے یا عصبیت کے باعث اپنے قبیلہ کی مدد کرے تو ایسا شخص اگر قتل ہو جائے تو اس کا قتل جاہلیت کے قتل کا سا ہوگا۔ (صحیح مسلم:4786)

سوال14: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مومن کا رشتہ کیسے اپنے رب سے جوڑ دیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کا حکم دے کر اور زیادتی کے کاموں میں تعاون سے روک کر مومن کا رشتہ اپنے سے جوڑ دیا ہے۔ اسلام نے گناہ اور ظلم پر باہمی تعاون کو روکا ہے اس طرح پوری انسانیت کو تعصّبات سے نکالا ہے خاندان کے تعصب سے جس کی بنیاد پر ظلم ہوتا ہے، علاقے کے تعصب سے، ذاتی میلانات اور شخصی رجحانات کے تعصب سے، دوستوں اور دشمنوں سے معاملہ کرتے وقت انسانیت کو بنیاد بنایا، اور یوں ایک نئے انسان نے جنم لیا۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی اور تقویٰ پر تعاون کا حکم دے کر مومن کا رشتہ اپنے سے جوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے مومنوں نے نہایت مشفقانہ رویہ اپنایا۔ ﴿2﴾ عرب اکثر و بیشتر باطل و گمراہی پر باہم تعاون کر لیتے تھے ان کے یہاں سچ پر کم ہی حلف منعقد ہوئے حق اور سچائی پر وہ کم ہی کبھی اکٹھے ہوئے تھے اسلام نے بگڑے ہوئے انسان کی تربیت کی اور ان کے دلوں میں زمین آسمان کا فرق آ گیا۔

سوال15: وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لا کر اس سے ڈر جاؤ اور ان کی اطاعت والے کام کر کے اور جس سے انہوں نے روکا ہے اس سے رک کر اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔ (ایسر التفاسیر:321)

﴿2﴾ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو سزا دے گا جو اس کی نافرمانی کرے گا اور محارم کے ارتکاب کی جسارت کرے گا۔ پس ہتک محارم سے بچو مبادا (ایسا نہ ہو) کہ تم اس کی دنیاوی یا اخروی سزا کے مستحق بن جاؤ۔ (تفسیر سعدی:646/1)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (3)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تم پرحرام کردیا گیا مرداراورخون اورسؤر کا گوشت اوروہ جس پراللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے اورگلا گھٹنے سے مرنے والا (جانور) اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور) اور بلندی سے گرکر مرنے والا اور سینگ لگنے سے مرنے والا اور جسے درندے نے کھایا ہومگر جسے تم نے ذبح کیا ہواور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہواور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت کا حال معلوم کرو، یہ نافرمانی ہے۔آج تمہارے دین سے وہ لوگ مایوس ہوگئے جنہوں نے کفر کیا چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرواورتم مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کومکمل کردیا ہے اورتم پراپنی نعمت پوری کردی ہے اورتمہارے لیے اسلام کوبطوردین پسند کیا ہے، چنانچہ جوشخص بھوک میں مجبور کیا جائے کہ گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہوتو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(3)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن منذہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الصحابہ'' میں الواسطہ عبداللہ، جبلہ جان بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور میں ایک ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہا تھا۔جس میں مردار کا گوشت تھا، اللہ تعالیٰ نے مردار کے گوشت کی حرمت نازل فرمائی تو، میں نے فوراًہانڈی پھینک دی۔(یہ صحابہ کرام کا اطاعت الٰہی کا والہانہ جذبہ تھا)۔(لباب النقول فی اسباب النزول ازعلامہ سیوطیؒ)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کوہم پر کیوں حرام قرار دیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے جو چیز حرام ٹھہرائی ہے وہ اپنے بندوں کی حفاظت اوران کواس ضرر سے بچانے کے لیے حرام قرار دی ہے جوان محرمات میں ہوتا ہے۔کبھی تواللہ تعالیٰ یہ ضرر بندوں کے سامنے بیان کردیتا ہے اورکبھی (اپنی حکمت کے تحت) اس ضرر کو بیان نہیں کرتا۔(تفسیر سعدی:646/1)

سوال3:حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ''تم پرحرام کردیا گیا مردار'' مردار سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ مردار سے مراد وہ مرا ہوا جانور ہے جس کوشرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔وہ کسی بھی وجہ سے مرا ہو چاہے موت یا گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر لگا کر یا جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو۔﴿2﴾ ذبح شرعی سے پہلے زندہ جانور سے جوکوئی جسم کا حصہ کاٹ لیا جائے تو وہ بھی الْمَيْتَةُ (مردار) کے حکم میں ہے اوراس کا کھانا بھی حرام ہے۔﴿3﴾ ابو واقدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اوراس سے پہلے اہل مدینہ کی یہ عادت تھی کہ زندہ اونٹوں کے کوہان اوردنبوں کی چکیاں کاٹ لیتے ہیں اوران کوکھا جاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زندہ جانور سے جوحصہ کاٹ لیا جائے وہ میتہ ہے یعنی مردار ہے۔(رواہ الترمذی وابوداؤد)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: مردار کو کیوں حرام قرار دیا گیا ہے؟

جواب﴿1﴾ مردار کا گوشت نقصان دہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے اس کا نقصان اسکے اندر گوشت میں خون کا رک جانا ہے۔ جس کا انسان کے بدن اور دین کو نقصان پہنچتا ہے۔﴿2﴾ وہ جانور جو کسی بیماری کی وجہ سے مرجاتے ہیں کھانے والے کے لیے نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی:646/1)

سوال5: مردار کے حکم سے کون سے جانور مستثنیٰ ہیں؟

جواب: مری ہوئی ٹڈی اور مچھلی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کا کھانا حلال ہے۔ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہمارے لیے دو مردار حلال ہیں۔مچھلی اور ٹڈی۔(تفسیر منیر:425/3)

سوال6: وَالدَّمُ ''اور خون'' خون سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ خون سے مراد بہتا ہوا خون ہے۔﴿2﴾ اہل عرب خون کو آنتوں میں بھر کر تیل میں تل لیا کرتے تھے پھر اسے کباب کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھاتے تھے۔(تفسیر انوار البیان:60/2)﴿3﴾ صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ خون کو جما کر توے پر بھون لیا کرتے تھے یا تل لیا کرتے تھے پھر اسکو کھاتے تھے۔(تفسیر حقانی:7/4)﴿4﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: کھاؤ۔لوگوں نے کہا یہ تو خون ہے۔فرمایا: تم پر بہنے والا خون حرام ہے۔(اور یہ جما ہوا ہے)(ابن ابی حاتم)﴿5﴾ ابوسفیان نے ہرقل شاہ روم سے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مرے ہوئے جانوروں اور خون سے روکتا ہے۔(بخاری)

سوال7: بہتے ہوئے خون کو کیوں حرام قرار دیا گیا؟

جواب:﴿1﴾ خون میں جراثیم اور زہریلی چیزیں ہوتی ہیں۔﴿2﴾ انسانی طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے۔﴿3﴾ اس کو ہضم کرنا مشکل ہوتا ہے۔﴿4﴾ بہتے ہوئے خون کو پینے سے انسان کے اخلاق اور مزاج پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ بھی بہت سے مضرات ہیں جن کی اصل حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

سوال8: وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ ''اور سؤر کا گوشت'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ ''اور سؤر کا گوشت'' اس سے مراد خشکی کا سؤر ہے۔﴿2﴾ اس حرمت میں اس کے تمام اجزاء شامل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ناپاک درندوں میں سے خنزیر کو خاص طور پر منصوص کیا ہے کیونکہ اہل کتاب میں سے نصاریٰ دعویٰ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو حلال قرار دیا ہے یعنی نصاریٰ سے دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ یہ خنزیر بھی حرام اور من جملہ خبائث کے ہے۔ (تفسیر سعدی:646/1)﴿3﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، سؤر اور بتوں کی خرید وفروخت کی ممانعت فرما

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دی۔ پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ! مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یہ چربی کشتیوں اور چمڑوں پر بھی لگائی جاتی ہے اوراس سے چراغ بھی جلائے جاتے ہیں۔فرمایا: وہ بھی حرام ہے۔(بخاری،مسلم)

سوال9:سؤر کا گوشت کیوں حرام ہے؟

جواب:سؤر کا گوشت اس لیے حرام ہے کہ اس میں انسان کے جسم اور دین کے لیے ضرر ہے۔

سوال10:وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ'' اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے''﴿1﴾یعنی اس پر بتوں،اولیاء،کواکب اور دیگر مخلوق کا نام لیا گیا ہو۔جس طرح ذبیحہ پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا،اسے پاک کر دیتا ہے اسی طرح غیر اللہ کا نام،ذبیحہ کو معنوی طور پر ناپاک کر دیتا ہے کیونکہ یہ شرک ہے۔(تفسیر سعدی:647/1)﴿2﴾غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے یہ بات ضروری قرار دی کہ اس کی مخلوق اس کے عظیم نام پر ذبح کی جائے پھر اگر انسان اس حکم سے سرتابی کر کے کسی غیر کا نام لے کر(مثلاً کسی پیر)یا کسی بت کے نام پر یا مورتی کے نام پر یا جن و پری کے نام پر یا کسی بزرگ کے نام پر کوئی جانور ذبح کرے تو بالاتفاق وہ حرام ہے۔(مختصر ابن کثیر:408/1)

سوال11:غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ کیوں حرام ہے؟

جواب:غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ اس لیے حرام ہے ﴿1﴾اس میں غیر اللہ کی تعظیم ہوتی ہے۔﴿2﴾غیر اللہ کی عبادت میں کفار سے مشابہت ہوتی ہے۔﴿3﴾ذبیحے سے اس کا قرب حاصل کیا جاتا ہے جس کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔﴿4﴾اہل جاہلیت ذبیحے پر لات،عزیٰ اور ہبل کا نال لیتے تھے جو ان کی عظمت کی دلیل ہے اور غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو ذبح کرتے وقت اپنا عظیم نام لینے کو واجب کیا ہے۔

سوال12:وَالْمُنْخَنِقَةُ'' اور گلا گھٹنے سے مرنے والا(جانور)'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اَلْمُنْخَنِقَةُ سے مراد وہ جانور ہے جس کو رسی سے،ہاتھ سے کسی بھی طرح سے گلا گھونٹ کر مار دیا گیا ہو یا مر گیا ہو وہ بھی حرام ہے۔

سوال13:وَالْمَوْقُوْذَةُ'' اور چوٹ لگنے سے مرنے والا(جانور)'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اَلْمَوْقُوْذَةُ ایسے جانور کو کہا جاتا ہے جو کسی بھاری چیز مثلاً پتھر،لکڑی،لاٹھی وغیرہ کی چوٹ سے مر گیا ہو یا اس پر کوئی دیوار گر گئی ہو یا دب کر مر گیا ہو۔حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں ایسے تیر سے شکار کرتا ہوں جس میں پر نہیں ہوتے(تو کیا اس کا کھانا حلال ہے؟)آپ نے فرمایا جس جانور کو تیرا تیر خمی کر دے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوکھالے اور جس جانور کو تیرے مذکورہ تیر کا چوڑائی والا حصہ قتل کردے تو وہ موقوذہ ہے اس کو مت کھانا۔(بخاری ومسلم)

سوال14:وَالْمُتَرَدِّيَةُ'' اور بلندی سے گر کر مرنے والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:الْمُتَرَدِّيَةُ ایسا جانور ہے جو کسی بلند جگہ سے نیچے گر کر مر جائے مثلاً کسی دیوار سے، کسی پہاڑ سے، کسی چھت سے یا کنویں میں گر کر مر جائے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ جانور جو پہاڑ کی چوٹی یا بلند مقام سے گر کر مر جائے یا کنویں میں گر کر مر جائے وہ حلال نہیں۔(مختصر ابن کثیر:408/1)

سوال15:وَالنَّطِيحَةُ'' اور سینگ لگنے سے مرنے والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:النَّطِيحَةُ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے ،اگر چہ سینگ سے اس کے خون جاری ہو جائے خواہ ذبح کرنے کی جگہ ہی سے خون کیوں نہ جاری ہو ہر صورت حرام ہے۔(مختصر ابن کثیر:409/1)

سوال16:وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ '' اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اگر درندے نے کسی جانور کو پھاڑ کھایا ہو اور جانور مر جائے تو وہ حلال نہیں۔جیسے بھیڑیے، چیتے ،شیر یا کسی شکاری پرندے نے پھاڑ کھایا ہو۔﴿2﴾ اگر سدھایا ہوا کتا کسی جانور کو کھالے اور وہ زخم سے مر جائے تو وہ بھی حرام ہے اگر چہ اس سے خون جاری ہوا ہو اور گلے سے بہا ہو تب بھی حلال نہیں۔(مختصر ابن کثیر:409/1)﴿3﴾ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ'' مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر جانوروں کا پھاڑا ہوا جانور زندہ ہو اور تم اسے ذبح کرلو تو وہ حلال ہے۔﴿4﴾ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر جانور دم ہلادے یا پاؤں مارے یا دیدے پھرائے تو ذبح کر کے تم اسے کھا سکتے ہو۔(ابن ابی حاتم)﴿5﴾ رافع بن خدیج کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کل ہمارا مقابلہ دشمن سے ہوگا اور جانور کو ذبح کرنے کے لیے ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں کیا ہم کھپاچ سے ذبح کر سکتے ہیں؟ فرمایا جو آلہ'' اپنی دھار سے کاٹ کر'' خون بہادے اور'' ذبح کے وقت'' اللہ کا نام لے لیا گیا ہو۔تم ایسا ذبیحہ کھا سکتے ہو مگر آلہ ذبح دانت اور ناخن نہیں ہونا چاہیے میں تم سے اس کی وجہ بیان کرتا ہوں دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں۔(بخاری ومسلم)﴿6﴾ کعب بن مالک کا بیان ہے ہماری بکریاں سلع میں چرتی تھیں ایک روز ہماری باندی نے ایک بکری کو مرتے دیکھ کر فوراً ایک پتھر توڑ کر اس کی دھار سے بکری کو ذبح کر دیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا فرمایا کھالو۔(بخاری)

سوال17:وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ'' اور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:بتوں کے نام کا ذبیحہ حرام ہے۔ایام جاہلیت میں کعبہ کے اردگرد بتوں کی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں اور ابن جریج کے بقول تین سو ساٹھ بت تھے عہد جاہلیت میں لوگ ان کے سامنے اپنے جانور ذبح کیا کرتے تھے اور ان جانوروں کا خون بیت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ پر چھڑک دیا کرتے تھے اور گوشت کاٹ کر بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے۔حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمادیا اوران جانوروں کا گوشت جو بتوں کے سامنے ذبح کیے گئے ہوں حرام فرمادیا اگر چہ ذبح کرتے وقت ان پر اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا گیا ہو کیونکہ اس میں شرک پایا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام فرمادیا ہے۔(مختصر ابن کثیر:409/1)

سوال18:وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ''اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت کا حال معلوم کرو یہ نافرمانی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾استقسام کے معنی ہیں کہ جو مقدر میں ہے اسے طلب کرنا۔﴿2﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیروں سے قسمت طلب کرنا۔(ابن جریر)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے تیروں کے ذریعے قسمت کا حال معلوم کرنے سے منع فرمایا۔﴿4﴾دور جاہلیت میں تین طرح کے تیر ہوتے تھے جس کو اس کام کے لیے استعمال کیا جاتا تھا جن میں سے ایک پر لکھا جاتا تھا کہ ''یہ کام کرو'' دوسرے پر لکھا ہوتا تھا یہ کام نہ کرو اور تیسرا خالی ہوتا تھا۔اگر ''کام کرو'' کا تیر نکل آتا تو وہ کام کر لیتے اگر منع کا تیر نکلتا تو رک جاتے اور سادہ تیر نکلتا تو پھر دوبارہ تیر نکالتے یہاں تک کہ لکھا ہوا تیر نکل آتا۔یہ کام،سفر،شادی یا کسی اہم موقع پر کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اس صورت میں حرام قرار دے دیا اور کسی کام میں تردد کی صورت میں استخارے کا حکم دیا جیسا کہ ترمذی کی حدیث 480 سے معلوم ہوتا ہے۔﴿5﴾ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ''یہ نافرمانی ہے''اللہ تعالیٰ نے قسمت کے تیر نکالنے کو فسق،گمراہی اور شرک قرار دیا ہے۔﴿6﴾یہ تمام محرمات فسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل کر شیطان کی اطاعت میں داخل ہونا ہے۔ (تفسیر سعدی:48/1)﴿7﴾ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عراف (غیب کی خبریں بتانے والے) کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔(مسلم)﴿8﴾سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے اور زنا کاری کی اجرت سے اور غیب کی خبریں بتانے والے کو جو کچھ بطور منہ میٹھا کرنے کے دیا جاتا ہے اس سے منع فرمایا۔(مسلم)

سوال19: اَلْيَوْمَ ''آج'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد کوئی خاص دن یا تاریخ نہیں بلکہ وہ دور مراد ہے جس میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

سوال20:اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ ''آج تمہارے دین سے وہ لوگ مایوس ہوگئے جنہوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''آج تمہارے دین سے وہ لوگ مایوس ہوگئے جنہوں نے کفر کیا''یعنی آج کافر مایوس ہو چکے ہیں کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر سکیں جیسا کہ فتح مکہ اور ثقیف اور ہوازن کے اسلام قبول کرنے سے پہلے انہیں امید تھی۔(ایسر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

التفاسیر:322)﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی مدد کی تو مشرک بے آسرا ہوگئے حالانکہ وہ مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیرنے کی بڑی خواہش رکھتے تھے۔﴿3﴾ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جزیرۂ عرب میں شیطان اس بات سے ناامید ہوگیا ہے کہ نمازی اس کی پرستش کریں لیکن آپس کی عداوت پر ابھارتا رہے گا۔(مختصرابن کثیر:410/1)

سوال21:فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ'' چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو اور تم مجھ سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے خوف کھانے سے روکا ہے کیونکہ مشرکین مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں۔﴿2﴾فَلَا تَخْشَوْهُمْ'' چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو'' دین کے غلبے اور کافروں کے خوف کے زائل ہوجانے،ان کے مغلوب ومقہور ہوجانے اور اپنے غالب ہوجانے کے بعد ان سے نہ ڈرو۔(تفسیر قاسمی:46/6)﴿3﴾وَاخْشَوْنِ'' اور تم مجھ سے ڈرو'' خشیت میں خالص ہو جاؤ۔میں تمہاری مدد کروں گا اور تمہیں دنیا اور آخرت میں ان پر غالب کروں گا۔

سوال22:اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اَلْيَوْمَ سے مراد عرفہ کا دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل کیا۔﴿2﴾یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ لوگ ایک ایسی آیت کی تلاوت کرتے ہیں کہ اگر ہمارے یہاں وہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم (جس دن وہ نازل ہوئی ہوتی) اس دن عید منایا کرتے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کہاں اور کب نازل ہوئی تھی اور جب عرفات کے دن نازل ہوئی تو نبی ﷺ کہاں تشریف رکھتے تھے۔اللہ کی قسم! ہم اس وقت میدان عرفات میں تھے۔سفیان ثوری نے کہا کہ مجھے شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا اور کوئی دوسرا دن۔(بخاری :4606)﴿3﴾اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے''یعنی دین کے احکامات اور اس کے فرائض۔اس کے بعد اب کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔اسکے بعد حلال وحرام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔(تفسیر قاسمی:46/6)﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے شریعت کی تکمیل فرمادی ہے اس لیے دین کے احکامات میں کتاب وسنت کافی ہیں۔اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ کتاب وسنت کے علم کے علاوہ دین کو سمجھنے کے لیے دیگر علوم کی ضرورت ہے تو وہ ظالم ہے۔کیونکہ سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کو جاہل قرار دینا ہے۔

سوال23:وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ'' اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی ہے''اسلام سب سے بڑی نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ نے دین اور شریعت کی تکمیل سے نعمت اسلام کو مکمل کردیا ہے۔(تفسیر قاسمی:47/6)﴿2﴾جب دین مکمل ہوگیا تو نعمت عظمیٰ بھی مکمل ہوگئی۔(مختصرابن کثیر:41/1)

سوال24:وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا'' اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:''اورتمہارے لیے اسلام کوبطوردین پسند کیا ہے''یعنی میں نے اسلام کوتمہارے لیے دین کےطور پراورتمہیں اسلام کے لیے چن لیا ہے۔اب اپنے رب کی شکرگزاری کے لیے اس دین کوقائم کرواوراس ہستی کی حمد کروجس نے بہترین، عالی شان اور کامل ترین دین سے نوازکرتم پراحسان فرمایا ہے۔(تفسیرسعدی:649/1)﴿2﴾رب العزت کافرمان ہے:اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔(سورہ آل عمران:19)﴿3﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ(قیامت کے دن اعمال آئیں گے)نمازآئے گی وہ کہے گی کہ اے رب!میں نماز ہوں۔ اللہ تعالیٰ کاارشادہوگا کہ توخیر پر ہے۔پھرصدقہ آئے گا وہ عرض کرے گا اے رب!میں صدقہ ہوں۔اللہ تعالیٰ کاارشادہوگا تو خیر پر ہے۔پھرروزے آئیں گے وہ کہیں گے کہ اے رب!ہم صیام ہیں۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ توخیر پر ہے پھرفرمایااعمال اسی طرح آتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کاارشادہوگا کہ تم خیر پر ہو پھراسلام آئے گا وہ عرض کرے گا اے رب!آپ سلام ہیں اور میں اسلام ہوں۔اللہ تعالیٰ کاارشادہوگا کہ توخیر پر ہے۔تیری ہی وجہ سے آج میں مواخذہ کروں گا(جس نے تجھے قبول نہ کیا تھاوہ خیر سے محروم ہوگااورعذاب میں جائے گا)اورتیری وجہ سے عطا کروں گا(آج جوانعامات ملنے ہیں تیری وجہ سے ملیں گے)اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:اورجوکوئی شخص اسلام کےعلاوہ کسی دین کا طلب گار ہوگا تواس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اوروہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔(رواہ احمد:445)

سوال25:فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ''چنانچہ جوشخص بھوک میں مجبور کیا جائے کہ گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہو''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَمَنِ اضْطُرَّ''چنانچہ جوشخص مجبور کیا جائے''یعنی جسے ضرورت کچھ حرام کھانے پرمجبورکردے جس کا تذکرہ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ میں کیا گیا ہے۔﴿2﴾فِیْ مَخْمَصَةٍ''بھوک میں''یعنی وہ سخت بھوکا ہو۔﴿3﴾غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ''گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہو''یعنی گناہ اورنافرمانی کاارتکاب نہ کرنے والا ہووہ ان حرام چیزوں کواس وقت تک نہ کھائے جب تک وہ اضطراری حالت میں نہ ہواورضرورت سے بڑھ کرنہ کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردارکواضطراری حالت میں مباح فرمایا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے:فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پھرجوشخص مجبورکردیا جائے،اس حال میں کہ نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اورنہ وہ حد سے بڑھنے والا ہوتواس پرکوئی گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بےحدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(سورہ البقرہ:173)

سوال26:جوشخص بھوک کی مصیبت میں مبتلا ہوجائے کہ موت یاحرام میں سے کسی ایک کے اختیارکرنے کےسواکوئی راستہ کھلا نہ رہ جائے ایسی حالت میں اسلام کیا گنجائش دیتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:حرام چیزوں سے فائدہ اُٹھا کر جان بچا سکتا ہے لیکن شرائط ہیں۔﴿1﴾نہ تو دل سے حرام چیزوں کا اپنانے والا ہو کہ وہ حرام کھانے پر خوشی محسوس کرے۔﴿2﴾اور نہ ناحق کھانے والا ہو کہ وہ زیادہ کھائے۔

سوال27:فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے بھوک کی شدّت سے مجبور ہو کر حرام کھانے والے کو بشرطیکہ گناہ کی طرف میلان نہ ہو اپنے غفور یعنی بخشنے والے اور رحیم یعنی رحم کرنے والے کا شعور دلایا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اضطرار کی حالت میں حرام کھانے کو جائز قرار دیا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ رحیم ہے،اس نے دین میں کوئی نقص لاحق کیے بغیر رحم فرمایا ہے۔(تفسیر سعدی:649/1)

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(4)

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ کہہ دیں تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور شکاری جانوروں میں سے جو تم نے سدھا رکھے ہیں،جنہیں تم شکاری بنانے والے ہو،تم انہیں سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے چنانچہ جو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اُس میں سے کھاؤ اور اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو،بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔(4)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ!اس امت میں سے کون سی قسم کے جانور ہمارے لیے حلال ہیں؟اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ)(تفسیر ابن عباس:327/1)

سوال2:يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مومنوں کا سوال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے کے لئے کیا حلال کیا ہے۔﴿2﴾اس آیت میں حلال چیزوں کا بیان ہے۔

سوال3:قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ '' آپ کہہ دیں تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں'' حلال کے لئے پاک کی قید کیوں لگائی ہے؟

جواب:﴿1﴾طیبات سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں کوئی فائدہ ہے اور بدن اور عقل میں نقصان پہنچے بغیر ان سے لذت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حاصل ہوتی ہے۔طیبات میں وہ تمام غلہ جات اور پھل وغیرہ شامل ہیں جو بستیوں اور صحراؤں میں پیدا ہوتے ہیں۔اس میں وہ تمام حیوانات بھی پائے جاتے ہیں جو خشک زمین پر پائے جاتے ہیں سوائے ان حیوانات کے جن کو شارع نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔مثلاً درندے، ناپاک جانور اور ناپاک اشیاء مراد ہیں۔(تفسیر سعدی:650/1)﴿2﴾ حلال کے لیے پاک کی قید اس لیے لگائی ہے کہ غذا کھانے والے کے اخلاق پر غذا کا اثر پڑتا ہے۔چیر پھاڑ کر کھانے والے جانوروں کو کھایا جائے تو انسان میں بھی اسی طرح کے اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں اس لیے ان کے کھانے سے منع فرمایا۔﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے جانور کے کھانے سے منع فرمایا جو اپنے دانتوں سے چیر پھاڑ کر کھاتا ہے(جیسے شیر، بھیڑیا، چیتا، بلی، کتا وغیرہ)اور ہر ایسے پرندہ کے کھانے سے منع فرمایا جو پنجے والا ہو یعنی پنجے سے دوسرے جانور کو شکار کر کے کھاتا ہو۔(مسلم)

سوال4:وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ ''اور شکاری جانوروں میں سے جو تم نے سدھار رکھے ہیں،جنہیں تم شکاری بنانے والے ہو''شکاری جانوروں سے کیا مراد ہے؟

جواب:''جوارح''سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں آدمی شکار کرنے کے لیے سدھالیتا ہے،جیسے کتا،چیتا،چیل،باز اور شاہین وغیرہ۔(تیسیر الرحمٰن:327/1)

سوال5:شکار کے حلال ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب:شکار کے حلال ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں:ایک تو یہ کہ سدھائے جانور کو چھوڑنے سے پہلے بسم اللہ کہہ لیا ہو،اور دوسری شرط یہ ہے کہ شکار کردہ جانور کا کوئی حصہ سدھائے ہوئے جانور نے نہ کھایا ہو۔(تیسیر الرحمٰن:328/1)

سوال6:تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ''تم انہیں سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''تم انہیں سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے''اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر واضح کر دیا کہ جانوروں کو اگر تم سدھاتے ہو۔وہ تمہارے مطیع ہوتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے تمہارا کمال نہیں ہے۔﴿2﴾ اس آیت میں حیوانات کو تعلیم دینے اور انہیں مصلحت کے تحت مارنے کا جواز ملتا ہے۔کیونکہ تعلیم بسا اوقات اسکی محتاج ہوتی ہے۔(تفسیر قاسمی:73/6)

سوال7:فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ''چنانچہ جو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اُس میں سے کھاؤ اور اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''چنانچہ جو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اُس میں سے کھاؤ اور اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو''یعنی جو جانور تمہارے لیے شکار کو روک کر رکھیں اسکو کھالیا کرو لیکن اسکے لیے شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے وقت تکبیر پڑھنا شرط ہے۔﴿2﴾ اگر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شکاری جانور کو چھوڑتے وقت عمداً تکبیر نہ پڑھی گئی ہو تو اسکا مارا ہوا شکار جائز نہیں۔﴿3﴾ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو اللہ کا نام لے پھر اگر وہ شکار کو پکڑ لے اور تو اسے زندہ پالے تو ذبح کر لینا اور اگر تو نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ اسے قتل کر چکا ہے اور اس میں سے اس نے نہیں کھایا تو اس کو کھا لینا اور اگر کتے نے اس میں سے کھا لیا تو اس میں سے نہ کھانا کیوں کہ اس نے وہ اپنے لیے روک رکھا ہے (جس سے معلوم ہوا کہ وہ کتا مُعَلَّم نہیں) اور اگر تو اپنے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کتے کو بھی پالے اور جس جانور پر حملہ کیا ہے، وہ مقتول ہو چکا ہے تو اس میں سے مت کھانا کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ دونوں کتوں میں سے کس نے قتل کیا۔(مسلم:146/2)﴿4﴾ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑو اور ان پر اللہ کا نام لو تو ان کا کیا ہوا شکار کھا لو۔(مسلم کتاب الصید والذبائح)﴿5﴾ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنا تیر چھوڑو تو بسم اللہ کہہ لو۔(مسلم کتاب الصید)

سوال8: کیا شکار کے لیے کتا پالنا جائز ہے؟

جواب: شکار کے لیے کتا پالنا جائز ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث 2322 سے پتہ چلتا ہے۔اس کے ساتھ عام کتا پالنا حرام ہے کتے کے شکار اور اس کو شکار کے لیے سکھانے کے جواز سے لازم آتا ہے کہ اس کا پالنا بھی جائز ہے۔(تفسیر سعدی:651/1)

سوال9: وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے اور اپنے قوانین کی پابندی کے لیے اپنے سریع الحساب ہونے کا شعور دلایا ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۖ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ(5)

آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے اور مومن پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے، جب تم اُن کے مہر اُنہیں ادا کر دو، انہیں نکاح میں لانے والے ہو اعلانیہ بدکاری کرنے والے نہ ہو اور نہ چھپے دوست بنانے والے ہو اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہی آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہے۔(5)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ’’ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:اس آیت میں بندوں کو کثرت سے شکر ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ان چیزوں کو مباح قرار دیا جس کے وہ بہت محتاج تھے اور طیبات سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔

سوال2:وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ ’’اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے‘‘﴿1﴾ یہاں طعام سے مراد یہودیوں کا ذبیحہ ہے۔کیونکہ غلہ اور پھل وغیرہ میں اہل کتاب کی خصوصیت نہیں۔ ﴿2﴾ مسلمانوں کے لیے یہودیوں اور عیسائیوں کے ذبیحے حلال ہیں، باقی کافروں کے ذبیحے حلال نہیں کیونکہ اہل کتاب نبیوں اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے منسلک ہیں اور سارے انبیاء غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی حرمت پر متفق ہیں کیونکہ یہ شرک ہے۔﴿3﴾ اہل کتاب کا کھانا حلال وحرام کی پابندی کے ساتھ جائز ہے۔

سوال3:وَ طَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ ’’اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے‘‘مسلمانوں کا کھانا اہل کتاب کے لیے حلال ہے۔

سوال4:وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ ’’اور مومن پاک دامن عورتیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق عفت مآب عورتیں مراد ہیں۔

سوال5:وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ ’’اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے‘‘یہودیوں اور عیسائیوں کی پاکدامن عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔(ایسر التفاسیر:325)

سوال6:اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ ’’جب تم اُن کے مہر اُنہیں ادا کردو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب تم ان کے مہر انہیں دے دو تو ان کے ساتھ تمہارا نکاح جائز ہوگا۔﴿2﴾ جس کا ارادہ ہو کہ وہ مہر ادا نہیں کرے گا تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں۔﴿3﴾ حق مہر کی عورت کی طرف اضافت دلالت کرتی ہے کہ عورت اپنے تمام حق مہر کی مالک ہوتی ہے اور اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں۔(تفسیر سعدی:653/1)

سوال7:اسلامی معاشرے میں اہل کتاب کے ساتھ برتاؤ کی صورت کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلام اہل کتاب کو مذہبی آزادی دیتا ہے۔﴿2﴾ اسلام مذہبی آزادی سے نہ تو سوسائٹی کے اندر اہل کتاب کو الگ تھلگ کرتا ہے اور نہ کاٹ کر پھینکتا ہے۔﴿3﴾ اسلام اہل کتاب کو شرکت اور محبت کا احساس دلاتا ہے۔﴿4﴾ اسلام اہل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کتاب کواسلامی معاشرے میں ضم ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔﴿5﴾اسلام اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لئے حلال قرار دیتا ہے اوراس بات کی چاہت دیتا ہے کہ اپنا کھانا اہل کتاب کو پیش کرسکیں تا کہ رواداری کی فضاوجود میں آئے۔ ﴿6﴾اسلام اہل کتاب میں سے پاکدامن عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کونکاح کی اجازت دیتا ہے۔﴿7﴾اسلام اس طرح سے عالمی معاشرہ قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

سوال8:مُحْصِنِيْنَ ''نکاح میں لانے والے ہو''محصنین کسے کہتے ہیں؟

جواب:''نکاح میں لانے والے ہو''یعنی نکاح کرنے والے ہواور بیویوں کی عزت کی حفاظت کرکے ان کو پاک رکھو۔

سوال9:غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ''اعلانیہ بدکاری کرنے والے نہ ہو''مسافحین کسے کہتے ہیں؟

جواب:مسافحین بدکاری کرنے والے کو کہتے ہیں۔غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ زنا کرنے والے نہ ہو۔نکاح کی شرط ہے کہ مرد زنا کاری سے دامن بچانے والا ہو۔

سوال10:وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ''اور نہ چھپے دوست بنانے والے ہو''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اَخْدَانٍ سے مراد ہے معشوقوں سے زنا کرنا۔زمانہ جاہلیت میں نکاح کرنے والوں کی دوقسمیں تھیں۔﴿1﴾ کسی بھی عورت کے ساتھ زنا کرنے والے کومسافحین کہا جاتا۔﴿2﴾صرف محبوبہ کے ساتھ زنا کرنے والے کواخدان کہتے ہیں۔ دونوں صورتیں حرام ہیں۔

سوال11:وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ''اور جوشخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہوگیا''سے کیا مراد ہے؟

جواب:کفر کی حالت میں وفات پانے والے کے سارے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں جیسا کہ فرمایاوَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اورتم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ مرجائے اس حال میں کہ وہ کافر ہوتو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔(البقرہ:217)

سوال12:وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ''اور وہی آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:ایسے لوگوں کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو قیامت کے روز اپنی جان،مال اور گھر والوں کے بارے میں سخت خسارے میں ہوں گے۔

رکوع نمبر6

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(6)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم جنابت میں ہو تو غسل کرلو اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو، سو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کرلو۔ اللہ تعالیٰ ارادہ نہیں رکھتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے لیکن وہ ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔(6)

سوال1: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اس سے مراد ہے کہ اے لوگو! اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو۔

سوال2: اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ''جب تم نماز کے لیے اٹھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جب تم نماز کے لیے اٹھو'' جب تم نماز کے لیے جانے لگو تو وضو کرلو یعنی جب تم نماز کی نیت سے اٹھو تو وضو کرلو اس میں نماز کے لیے نیت کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے ﴿2﴾ اس سے نماز قائم کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

سوال3: اسلام میں نماز کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نماز اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔ ﴿2﴾ نماز اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ ﴿3﴾ نماز اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز ہے۔ ﴿4﴾ نماز اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے۔ ﴿5﴾ نماز دل کی تازگی اور آنکھوں کا سرور ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور ملاقات کے انسان پر بے حد اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام وہ ساری رکاوٹیں اور مشکلات دور کرتا ہے جو نماز کے راستے میں حائل ہوں۔ ﴿7﴾ اسلام نماز کی جگہ کھڑے ہونے کے لئے مناسب تیاری کا حکم دیتا ہے۔ ﴿8﴾ اسلام روحانی پاکیزگی کے لئے (جسمانی پاکیزگی) وضو کا حکم دیتا ہے۔ ﴿9﴾ اسلام پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کی اجازت دے کر رکاوٹ دور کرتا ہے۔ ﴿10﴾ اسلام مجبوریوں اور مشکلات میں بیٹھ کر، لیٹ کر، پہلو پر جیسے بھی ممکن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہونماز کو ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔﴿11﴾اسلام خوف، بیماری اور سفر کی صورت میں صلوۃ خوف اور صلوۃ المریض کا حکم دیتا ہے۔﴿12﴾اسلامی نظام حیات مسلمانوں کی اخلاقی اور نفسیاتی تربیت کے لئے نماز کو اللہ تعالیٰ کا خوشگوار سایہ بنا دیتا ہے۔

سوال4: نماز کے لیے وضو کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:﴿1﴾نماز کے لیے وضو کا حکم ہے اور وضو میں نیت واجب ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے۔(مختصر ابن کثیر:415/1)﴿2﴾نماز کی صحت کے لیے طہارت شرط ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز کے لیے اٹھتے وقت طہارت کا حکم دیا ہے اور اصولی طور پر حکم (امر) وجوب کے لیے ہوتا ہے۔﴿3﴾طہارت نماز کا وقت داخل ہونے پر واجب نہیں ہوتی، بلکہ یہ تو صرف اس وقت واجب ہوتی ہے جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جائے۔﴿4﴾ہر وہ نماز جس پر ''الصلوٰۃ'' کا اطلاق کیا جائے مثلاً فرض، نفل، فرض کفایہ اور نماز جنازہ وغیرہ ہر قسم کی نماز کے لیے طہارت فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے اہل علم کے نزدیک مجرد سجدہ، مثلاً سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر کے لیے بھی طہارت ضروری ہے۔

سوال5: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ''تو اپنے چہروں کو دھولو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''تو اپنے چہروں کو دھولو'' اس میں چہرے کے دھونے کا حکم ہے اور چہرے میں چہرے کا صرف سامنے کا حصہ شامل ہے یعنی سر کے بالوں کی حدود سے لے کر طول میں جبڑوں کے نیچے اور ٹھوڑی تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک نیز کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا چہرے کے دھونے میں شامل ہے اور یہ سنت ہے چہرے پر اگے ہوئے بال بھی چہرے میں داخل ہیں اگر زیادہ گھنے نہیں تو تمام جلد تک پانی پہنچانا ضروری ہے اگر داڑھی گھنی ہو تو اوپر سے دھونا کافی ہے۔ (تفسیر سعدی:655/1)﴿2﴾داڑھی کے بالوں میں خلال کرنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔(ترمذی:31)﴿3﴾وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے یہ حدیث آئی ہے کہ اسکا کوئی وضو نہیں جس نے وضو پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو۔ (مختصر ابن کثیر :415/1) (ترمذی:3)﴿4﴾اس آیت میں وضو کے فرائض چار ہیں ۔(الف) چہرہ دھونا۔(ب) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا۔(ج) سر کا مسح کرنا۔(د) دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا۔(واضح المیسر :295)

﴿5﴾فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ''تو اپنے چہروں کو دھولو'' چہرہ دھونا پہلا فرض ہے تین بار دونوں ہاتھ دھونے، تین مرتبہ کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے اور ناک جھاڑنے کے بعد جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بیان فرمایا۔(ایسر التفاسیر:326)

سوال6: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ ''تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو'' ہاتھ دھوتے وقت کیا ذہن میں رکھیں؟

جواب: جب وضو کے لئے ہاتھ دھوئیں تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس وضو کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں کے گناہ دھل رہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں آئندہ ہاتھوں سے ایسے گناہ نہیں کرنے۔

سوال7: کلی کرتے وقت ذہن میں کیا رکھیں؟

جواب: وضو میں دوسرا عمل کلی ہے۔ زبان جھوٹ بولتی ہے، طعنہ دیتی ہے، غیبت کرتی ہے، مذاق اڑاتی ہے، جھوٹی قسمیں کھاتی ہے، جھوٹی گواہی دیتی ہے، غلط بات یا کام میں ہاں میں ہاں ملاتی ہے، فضول گپ شپ کرتی ہے، زبان گالی دیتی ہے، برے القاب رکھتی ہے اور زبان زخم لگاتی ہے۔ زبان کو کیسے پاک کریں؟ کلی سے زبان اور پورا اندر کا حصہ صاف ہو جاتا ہے۔ اس کلی سے منہ کی برائیاں دھل رہی ہیں۔

سوال8: ناک جھاڑتے ہوئے ذہن میں کیا رکھیں؟

جواب: ناک عزت کا نشان ہے ہر ایک کو اپنی ناک کی فکر رہتی ہے۔ اس ناک کی خاطر کتنے گناہ کیے جاتے ہیں، وضو میں ناک میں پانی ڈال کر، جھاڑ کر اور صاف کر کے ہم برے ماحول کے اثرات سے خود کو پاک کرتے ہیں۔ ناک جھاڑتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھنی ہے کہ آئندہ ناک کی خاطر کوئی گناہ نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے پچھلے گناہوں کی وجہ سے توبہ استغفار ضرور کرنی ہے۔

سوال9: چہرہ دھوتے وقت ذہن میں کیا رکھیں؟

جواب: انسان کا تشخص چہرے سے ہے۔ چہرہ نہ ہو تو پہچان ختم ہو جائے۔ چہرے کا بناؤ سنگھار اس امر پر دلیل ہے کہ انسان کو اپنا چہرہ انتہائی عزیز ہے۔ لیکن یہ چہرہ دل کا آئینہ ہے۔ ایک طرف تو چہرہ دل کے حالات کی عکاسی کرتا ہے اور دوسری طرف کتنی نگاہوں کا مرکز بنتا ہے۔ یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ اس دن کچھ چہرے چمک دار ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ چہرے کی سفیدی وضو کی وجہ سے اور سیاہی برے اعمال کی وجہ سے۔ (آل عمران:106) ﴿1﴾ چہرہ دھوتے وقت یہ ذہن میں رکھنا ہے کہ قیامت کے دن چہرے کو سیاہ ہونے سے بچانا ہے۔ ﴿2﴾ نظروں کی آلودگی سے چہرے کو پاک کرنا ہے۔ ﴿3﴾ قیامت کے دن چہرے کو پرنور بنانے کے لئے اچھی طرح دھونا ہے۔ ﴿4﴾ رب سے ملاقات کے لئے چہرے کو پاک کرنا ہے۔

سوال10: وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ ''اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک'' کی وضاحت کریں؟

جواب: دوسرا فرض دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا ہے یہ واجب اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ کہنیوں کو پوری طرح دھویا نہ جائے۔

سوال11: بازو دھوتے وقت ذہن میں کیا رکھیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یہ بازوصرف مالک کی بڑائی کے لئے جھکیں اوراٹھیں گے میں ان بازوؤں سے صرف اپنے رب کی مرضی کے کام کروں گی۔

سوال12:وَامْسَحُوْابِرُءُوْسِكُمْ ''اوراپنے سروں کامسح کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وضو کا تیسرا فرض ہے﴿2﴾سرپر مسح کرنے کاحکم ہے۔﴿3﴾پورے سر کا مسح کرنافرض ہے۔کیونکہ(با)تبعیض کے لیے نہیں، بلکہ الصاق کے لیے ہے اور یہ تمام ترسرکے مسح کوشامل ہے﴿4﴾سر کا مسح دونوں ہاتھوں سے کیاجائے یاایک ہاتھ سے،کسی کپڑے سے کیاجائے یالکڑی وغیرہ سے،جیسے بھی کیاجائے کفایت کرتاہے ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسح کاعلی الاطلاق حکم دیاہے۔کسی وصف سے مقیدنہیں کیا۔پس یہ چیزمسح کے اطلاق پردلالت کرتی ہے۔﴿5﴾وضومیں سرپرمسح کرنافرض ہے۔اگرہاتھوں کے ساتھ سرپرمسح کرنے کی بجائے سرکودھولیاجائے تویہ کفایت نہیں کرے گا کیونکہ اس نے وہ کام نہیں کیاجس کااللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے۔(تفسیرسعدی:656/1)

سوال13:وَامْسَحُوْابِرُءُوْسِكُمْ ''اوراپنے سروں کامسح کرو'' سرکامسح کیسے کیاجائے گا؟

جواب:سرکےمسح کے لیےاپنے ہاتھ آگے سے پیچھے گدی تک لے جائیں گے پھروہاں سے آگے کولائیں گے جہاں سے شروع کیاتھا۔پھرکانوں کامسح کریں گے۔

سوال14:اگرسرپرپگڑی ہوتومسح کیسے کیاجائے گا؟

جواب:اگرسرپرپگڑی ہوتوسنت رسول کےمطابق اس پربھی موزوں کی طرح مسح کیاجائے گا۔

سوال15:سرکامسح کرتے وقت کیاذہن میں رکھیں؟

جواب:انسانی سوچ کامنبع ومرکزانسان کادماغ ہے۔شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتاہےاورذہن شیطان کی آماجگاہ بنارہتاہے۔وضوکے درمیان مسح سوچ کوپاک کرنے کےعمل کااظہارکرتاہے۔مسح کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھنی ہے کہ میں اپنے دماغ سےشیطان کی نجاست نکال رہی ہوں۔آئندہ اس نجاست کواندرنہیں آنے دینا۔

سوال16:کانوں کامسح کرتے وقت ذہن میں کیارکھیں؟

جواب:سماعت اللہ تعالیٰ کی عطاکردہ بہت بڑی نعمت ہے۔لیکن کھلے کانوں کےاندرہرآوازجگہ بناسکتی ہے۔کان جھوٹ سنتے ہیں،غیبت سنتے ہیں،میوزک سنتے ہیں اورگپ شپ سنتے ہیں۔ایسے کان لےکررب سے ملاقات کیسے کریں؟مسح کرتے ہوئے یہ سوچناہے کہ اس کان سے جوبرائی کے کام کیے ہیں وہ سب دھل رہیں ہیں اورآئندہ برائی کے کام نہ کرنے کا عہد کرناہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال17:وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ''اوراپنے پاؤں کوٹخنوں تک'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وضوکا چوتھا فرض ہے۔﴿2﴾وضومیں پاؤں کا مسح نہیں بلکہ غسل ہے۔﴿3﴾پاؤں دھونے حدیث سے ثابت ہیں۔عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ معظّمہ سے واپس ہوئے۔چلتے چلتے عصر کی نماز کا وقت ہوگیا راستہ میں ایک جگہ پانی ملا تو لوگ جلدی سے آگے بڑھ گئے ہم جب ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی ایڑیاں ظاہر ہورہی ہیں جن کو پانی نہیں پہنچا نبی ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ ایڑھیوں کے لیے ہلاکت ہے جو دوزخ کی آگ کی صورت میں ظاہر ہوگی۔اچھی طرح پانی پہنچایا کرو۔(احمد وابن ماجہ)﴿5﴾اگر پاؤں میں موزے پہنے ہوں تو اس پر مسح درست ہے۔

سوال18:پاؤں دھوتے ہوئے ذہن میں کیا رکھیں؟

جواب:پاؤں نہ ہوں تو حرکت ممکن نہیں ہے۔رب کے عطا کردہ ہمارے یہ پاؤں اٹھتے ہیں تو ہماری اپنی مرضی کے ایسے کاموں کے لئے کہ جن سے رب ناراض ہوجائے۔وضوکرتے ہوئے ذہن میں یہ رکھنا ہے کہ پاؤں رب کی دی ہوئی نعمت ہیں۔ان کو ایسی سمت میں اٹھانا ہے جس سے رب کی رضا حاصل ہوجائے۔اوران پاؤں پر چل کہ جو گناہ کیے ہیں آئندہ ان پاؤں کو گناہوں کی راہ پر نہیں چلانا۔

سوال19:وضوکا مکمل طریقہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾حمران،عثمان رضی اللہ عنہ کے مولیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے (حمران) سے پانی کا برتن مانگا(اور لے کر پہلے)اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا،اور(پانی لے کر)کلی کی اور ناک صاف کی،پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار ہاتھ دھوئے۔پھر اپنے سر کا مسح کیا(پھر پانی لے کر)ٹخنوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے پھر کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرح ایسا وضوکرے،پھر دو رکعت پڑھے جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے تو اس کے گذشتہ گناہ صاف کردیئے جاتے ہیں۔(بخاری:159)﴿2﴾وضو کے اعضا کو ترتیب سے دھونے کا حکم ہے۔(تفسیر سعدی)﴿3﴾ہر نماز کے وقت تجدید وضو کا حکم ہے تاکہ حکم کو پورا کیا جاسکے۔

سوال20:وضو کی فضیلت کیا ہے؟

جواب:نبی ﷺ نے فرمایا مومن جب وضوکرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے چہرے سے سارے گناہ ختم ہوجاتے ہیں جن کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اسکے ہاتھوں کے گناہ گرجاتے ہیں جن کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا تھا۔اسی طرح جب وہ پاؤں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جن کی طرف وہ چل کر گیا تھا حتیٰ کے وہ گناہوں سے صاف ہو کر نکلتا ہے۔(مسلم:577)

سوال21: کیا وضو کے بغیر نماز قبول ہو جاتی ہے؟

جواب: پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے سنا گیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص حدث کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ دوبارہ وضو نہ کرے۔(بخاری:135)

سوال22: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو دھولو' حلال رزق اور پاکیزہ عورتوں کے احکامات کے بعد نماز اور اس کے لئے طہارت کے بیان میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہ تذکرہ محض اتفاقاً نہیں ہے۔حلال رزق اور پاکیزہ عورتوں کے احکامات کے بعد نماز اور اس کے لیے طہارت کے بیان میں بڑی حکمت ہے۔حلال رزق کے پاک ہونے اور پاک دامن عورتوں سے نکاح کے احکامات جو کہ معاشرتی زندگی سے متعلق ہیں کے بعد نماز جو کہ روحانی پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور اس کے لیے وضو کا ذکر کیا گیا جو کہ جسمانی طہارت کا ذریعہ ہے اس کے تذکرے سے انسان کی زندگی میں پاکیزگی اپنے کمال تک جا پہنچتی ہے۔﴿2﴾ اس سے یہ سمجھانا بھی مطلوب ہے کہ طہارت اور نماز کے احکامات بھی اسی طرح دین کا حصہ ہیں جیسے کھانے، شکار، نکاح، حلال وحرام اور جنگ و امن میں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے احکامات۔﴿3﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سب معاہدات ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔

سوال23: وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ''اور اگر تم جنابت میں ہو تو غسل کر لو' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جنبی کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس سے سوتے یا جاگتے منی خارج ہوئی ہو یا اس نے مجامعت کی ہو خواہ منی کا انزال نہ ہوا ہو۔جسے یاد آ جائے کہ اسے احتلام ہوا ہے مگر کپڑوں پر منی کے نشانات موجود نہ ہوں تو اس پر غسل واجب نہیں کیونکہ جنابت متحقق نہیں ہوئی۔(تفسیر سعدی:657/1)﴿2﴾ فَاطَّهَّرُوْا تو غسل کر لو یعنی پورا بدن پانی سے دھو ڈالو۔(ایسر التفاسیر: 235)﴿3﴾ جنابت کی حالت میں غسل کا حکم دیا گیا ہے۔غسل جنابت میں تمام بدن کا دھونا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے طہارت حاصل کرنے کو بدن کے کسی ایک حصے کے ساتھ مخصوص کرنے کی بجائے تمام بدن کی طرف مضاف کیا ہے۔جنابت کی حالت میں بالوں کو اندر اور باہر سے دھونے کا حکم ہے۔طہارت کے حصول کے وقت حدث اصغر سے بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے اس کے لیے اس کی نیت کر لینا کافی ہے۔پھر وہ تمام بدن پر پانی بہائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف پاکیزگی حاصل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے کا ذکر کیا ہے اور وضو لوٹانے کا ذکر نہیں فرمایا۔(لیکن یہ بات اس وقت صحیح ہوگی جب سنت کے مطابق غسل جنابت کیا جائے اور وہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہاتھ دھوئے جائیں، پھر شرم گاہ کو بائیں ہاتھ سے دھو کر اس ہاتھ کو مٹی یا صابن وغیرہ سے دھویا جائے، پھر وضو کیا جائے اور سر پر مسح کرنے کے بجائے تین بار سر پر پانی ڈالا جائے، پھر سارے بدن پر پانی ڈال کر غسل کیا جائے، پھر آخر میں جگہ بدل کر پیر دھوئے۔اس طرح غسل جنابت کے بعد دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔بشرطیکہ دوران غسل شرم گاہ کو ہاتھ نہ لگے۔)(تفسیر سعدی:657/1)﴿4﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب غسل فرماتے تو آپ ﷺ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اسی طرح وضو کرتے جیسا نماز کے لیے آپ وضو کیا کرتے تھے پھر پانی میں اپنی انگلیاں داخل فرماتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو سر پر ڈالتے پھر تمام بدن پر پانی بہا لیتے۔(بخاری:248)

سوال24: جنابت کی وجہ سے کیا کچھ ممنوع ہو جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ قرآن پاک پڑھنا۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ہمیں جنابت کے علاوہ ہر حالت میں قرآن پڑھاتے تھے۔(ترمذی)﴿2﴾ مساجد میں داخل ہونا: قرآن پاک میں فرمایا ''وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ'' اور نہ جنبی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) مگر راستے سے گزرتے ہوئے۔﴿3﴾ نماز پڑھنا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو اور نہ ہی جنابت کی حالت میں مگر راستہ عبور کرنے والے ہو یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔(النساء:43)﴿4﴾ قرآن کو ہاتھ لگانا۔لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔(الواقعہ:79)

سوال25: وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ''اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس احسان کا ذکر ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے تیمّم مشروع فرمایا۔تیمّم کے جواز کے اسباب میں سے ایک سبب ایسا مرض ہے جس میں پانی کے استعمال سے ضرر پہنچتا ہو، اس صورت میں تیمّم جائز ہے۔(تفسیر سعدی:657/1)﴿2﴾ ''یا سفر میں ہو'' سفر کی حالت میں جب پانی نہ ملے تو تیمّم کو جائز کر دیتا ہے۔﴿3﴾ ''یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو'' پیشاب اور پاخانہ کے راستوں میں سے کوئی چیز باہر نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(تفسیر سعدی:658/1)ایسے میں پانی نہ ملے تو تیمّم جائز ہے۔﴿4﴾''یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو'لذت اور شہوت سے عورت کے بدن کو چھونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے ایسے میں پانی نہ ملے تو تیمّم جائز ہے۔﴿5﴾فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً''پھر تم پانی نہ پاؤ''یعنی وضواور غسل کے لیے پانی نہ ملے۔تیمّم کی صحت پانی کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔پانی مل جائے تو خواہ انسان نماز کے اندر ہو تیمّم باطل ہو جاتا ہے۔﴿6﴾فَتَيَمَّمُوْا''تو تیمّم کرو''یعنی ارادہ کرو تیمّم میں نیت ضروری ہے۔﴿7﴾صَعِيْدًا طَيِّبًا ''پاک مٹی''(الف) نبی ﷺ نے فرمایا:پاک مٹی مسلمان کے لئے وضو کا کام کرتی ہے چاہے وہ دس سال پانی نہ پائے۔پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم مباح ہے۔(ابن حبان)(ب)نجس مٹی سے تیمّم نہیں ہوتا کیونکہ یہ پاک نہیں بلکہ ناپاک ہے۔

سوال26:فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ''سو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کرلو''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''سو اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کرلو''تیمّم میں صرف چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرنا کافی ہے۔﴿2﴾تیمّم میں ترتیب اسی طرح شرط ہے جیسے وضو میں شرط ہے۔﴿3﴾حدث اکبر اور حدث اصغر دونوں لاحق ہوں اور تیمّم کرتے وقت دونوں سے طہارت کی نیت کرلیں تو تیمّم ہو جائے گا۔﴿4﴾تیمّم میں مسح ہاتھ سے یا کسی اور چیز سے جائز ہے۔﴿5﴾بِوُجُوْهِكُمْ تمام چہرے کو شامل ہے اور تمام چہرے کا مسح واجب ہے البتہ اس سے منہ اور ناک کے اندر مٹی داخل کرنا اور بالوں کی جڑوں تک مسح کرنا مستثنیٰ ہے۔﴿6﴾ہاتھوں کا مسح صرف ہاتھ اور کلائی کے جوڑ تک ہے کیونکہ ہاتھ کا اطلاق صرف گٹے تک ہے۔اگر کہنیوں تک ہاتھوں پر مسح تیمّم کے لیے شرط ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس شرط سے مقید فرما دیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وضو میں مقید فرمایا ہے۔(تفسیر سعدی:659/1)

سوال27:تیمّم کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ کو عمار رضی اللہ عنہ کا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ قول معلوم نہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔سفر میں مجھے غسل کی ضرورت ہوگئی لیکن پانی نہیں ملا۔اس لئے میں مٹی میں جانور کی طرح لوٹ پوٹ ہوگیا۔پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا،تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لیے صرف اتنا اتنا کرنا کافی تھا اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ایک مرتبہ مارا پھر ان کو جھاڑ کر بائیں ہاتھ سے داہنے کی پشت کو مل لیا یا بائیں ہاتھ کا داہنے ہاتھ سے مسح کیا پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کا مسح کیا۔(صحیح بخاری:347)

سوال28:تیمّم کے فرائض کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾نیت۔﴿2﴾مٹی کا پاک ہونا۔﴿3﴾ایک بار دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارنا۔﴿4﴾چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا مسح کرنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال29: تیمّم کب ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وہ سارے کام جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ﴿2﴾ پانی مل جانے پر خواہ نماز کے دوران ملے نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو نماز کا دہرانا ضروری نہیں۔

سوال30: تیمّم سے کون سے کام مباح ہو جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ نماز ﴿2﴾ طواف ﴿3﴾ قرآن کو ہاتھ لگانا ﴿4﴾ تلاوت قرآن ﴿5﴾ مسجد میں ٹھہرنا۔

سوال31: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول ﷺ کے ساتھ سفر (غزوۂ بنی المطلق) میں تھے جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے پاس ٹھہر گئے۔ لیکن وہاں کہیں قریب میں پانی نہ تھا لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ عائشہؓ نے کیا کام کیا؟ رسول ﷺ اور تمام لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے اور پانی بھی کہیں قریب میں نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ ہے پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے رسول ﷺ اپنا سر میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ تم نے رسول ﷺ اور تمام لوگوں کو روک لیا۔ حالانکہ قریب کہیں پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ والد ماجد مجھ پر بہت خفا ہوئے اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے۔ رسول ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول ﷺ جب صبح اٹھے تو پانی کا پتہ تک نہ تھا پس اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت اتاری اور لوگوں نے تیمّم کیا اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے آلِ ابی بکر یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس کے نیچے سے ہار مل گیا۔ (بخاری:334)

سوال32: وضو، غسل اور تیمّم کے احکامات میں کیا حکمت ہے واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جسمانی اور روحانی صفائی کا حصول اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے ضروری ہے۔ اگرچہ پابندی میں بڑی آزمائش ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مشقت میں ڈالنے کے لئے عائد نہیں کی۔ انسانوں کو پاکیزہ بنانے کے لئے عائد کی ہے۔ وضو اور غسل سے روحانی اور جسمانی پاکیزگی ملتی ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمّم سے پاکیزگی نصیب ہوگی۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ناروا پابندیاں اور سخت قید کو ختم کیا ہے۔ یہودیوں کے یہاں طہارت کے معاملات میں سخت پابندیاں تھیں۔ تیمّم کا ان کے ہاں کوئی تصور نہیں تھا۔ کوئی شخص پانی نہ ملنے پر عبادت نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا فرمائی ہے ''مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ'' میں یہی حکمت بیان فرمائی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ تیمّم کے ذریعے بطور انعام طہارت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عطافرمارہے ہیں تاکہ مسلمان شکرکریں۔

سوال33:مَایُرِیۡدُاللّٰہُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّلٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَہِّرَکُمۡ'' اللہ تعالیٰ ارادہ نہیں رکھتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے لیکن وہ ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں پاک کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' اللہ تعالیٰ ارادہ نہیں رکھتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو احکام ہمارے لیے مشروع فرمائے ہیں ان میں ہمارے لیے کوئی حرج، کوئی مشقت اور تنگی نہیں رکھی۔ یہ اس کی بندوں پر بے پایاں رحمت ہے تاکہ وہ ان کو پاک کرے اور ان پر اپنی نعمت کا اتمام کرے۔﴿2﴾ نماز کے لیے طہارت یا تیمّم کے حکم سے مقصود بندوں کو تکلیف اور تنگی میں ڈالنا نہیں بلکہ اللہ اپنے بندوں کو گناہوں سے پاک کرنا اور اپنی نعمت کو ان پر تمام کرنا چاہتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:332/1)﴿3﴾وَّلٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَہِّرَکُمۡ'' لیکن وہ ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں پاک کرے'' اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ ہمیں پاک کرے اس نے پانی اور مٹی سے ظاہری بدن کی طہارت اور خالص توبہ اور توحید کے ذریعے سے حاصل ہونے والی باطنی طہارت کی تکمیل کی ہے۔﴿4﴾ تیمّم کی طہارت میں اگرچہ وہ نظافت وطہارت نہیں ہوتی جس کا حس اور مشاہدہ کے ذریعے ادراک ہوسکتا ہے تاہم اس میں معنوی طہارت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے پیدا ہوتی ہے۔

سوال34:وَلِیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ'' اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے طہارت کے ذریعے اسلام کی نعمت کی تکمیل کی ہے۔﴿2﴾ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ'' تاکہ تم شکر کرو'' اللہ تعالیٰ کے احکامات پر شکرگزاری اور ان سے محبت تب پروان چڑھتی ہے جب بندہ طہارت اور شریعت کے احکامات میں تدبر کرے اور اپنے علم اور معرفت میں اضافے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرے۔

وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَمِیۡثَاقَہُ الَّذِیۡ وَاثَقَکُمۡ بِہٖۤ ۙ اِذۡ قُلۡتُمۡ سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ(7)

اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور اس کے عہد کو بھی جو اس نے تم سے مضبوط باندھا تھا، جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔(7)

سوال1:وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ'' اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' اللہ تعالیٰ کی نعمت سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد دین اسلام اور رحمۃ للعالمین نبی ﷺ ہیں۔﴿2﴾ وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ'' اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے انعامات کا دل اور زبان سے تذکرہ کیا جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تذکرے سے شکراور محبت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے احسانات کو پہچان کر اس کی محبت سے بھر جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے دینی انعامات کے تذکرے سے نفس کی خود پسندی ختم ہوتی ہے۔ ﴿4﴾ نعمت اسلام کا تذکرہ دراصل اسلام کے احکامات کا تذکرہ ہے۔ اور نعمت رسول ﷺ کا تذکرہ دراصل سنتوں کا تذکرہ ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور سنت رسول کی حکمتوں کا تذکرہ مختلف مواقع پر، مجالس میں، خصوصی نشستوں میں، تعلیمی اداروں میں، کاروباری مقامات پر، دوستوں کی مجالس میں، گھروں میں اہل خاندان میں ہر جگہ ملتا ہے۔

سوال2: وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ''اور اس کے عہد کو بھی جو اس نے تم سے مضبوط باندھا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اس کے عہد کو بھی جو اس نے تم سے مضبوط باندھا تھا'' اللہ تعالیٰ کے عہد کو یاد کرو جو اس نے تم سے رسول ﷺ کی بیعت و پیروی پر آپ کی امداد و اعانت پر، آپ ﷺ کے دین کو ماننے اور اپنانے پر اور آپ کی طرف سے اس کی تبلیغ کرنے پر لیا۔ اسلام لاتے وقت اور رسول ﷺ سے بیعت کرتے وقت مسلمان کہتا تھا کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم آپ کی بات مانیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ ہم آپ کی باتیں سن کر ان پر عمل کریں گے خواہ ہمیں اچھی معلوم ہوں یا بری، خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح ہی کیوں نہ دی جائے اور خلیفہ سے خلافت میں جھگڑا نہ کریں گے۔ (مختصر ابن کثیر: 418/1) ﴿2﴾ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عہد یہودیوں کو یاد دلایا گیا ہے کہ تم سے محمد ﷺ کی پیروی کا اور ان کے مقدس دین کی اطاعت کا عہد و پیمان لیا جا چکا ہے پھر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ (مختصر ابن کثیر: 418/1)

سوال3: اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ''جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد زبان سے کیا ہوا عہد نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ اطاعت ہے یعنی ہم نے اللہ کا حکم سن لیا اور قبول کر لیا۔ یہ ظاہری اور باطنی تمام شرعی احکام کو شامل ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کے ذریعے جو دعوت دی اسے ہم نے قبول کر لیا۔ اب جن پر عمل پیرا ہونے کا حکم ہے ان پر عمل کریں گے اور جن سے روکا گیا ہے ان سے رکیں گے۔ ﴿3﴾ ایمان والے یہ عہد یاد رکھتے ہیں اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسے پورا کرنے کی حرص رکھتے ہیں۔

سوال4: وَاتَّقُوا اللّٰهَ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھو اور اپنے تمام حالات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

سوال5: اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا کہ جو خیالات تمہارے دل میں آتے ہیں،اللہ تعالیٰ ان سے واقف ہے اور جو راز تمہارے سینے میں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے باخبر ہے۔﴿2﴾بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کا مفہوم عربی زبان میں ''دلوں کی مالکہ''جو دلوں میں چسپاں ہو۔کنایۃً مراد وہ خفیہ جذبات ہیں جو دلوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔پوشیدہ میلانات،دلوں کے خلجان،خفیہ راز،ایسے راز جو دلوں کے ساتھ چسپاں ہیں۔یہ خفیہ راز بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھلے ہیں اس لئے کہ وہ دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔(فی ظلال القرآن)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اپنا خوف دلایا ہے کہ تمہارے دلوں سے جو بھی فعل سرزد ہوا جس سے کوئی اور واقف نہیں ہوسکتا یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔وہ ایمان ہو یا شک اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے اس کے لیے اخلاص،اس کو راضی کرنے کی فکر،اس کی محبت،اس سے امید،اس پر توکل،اس کا تقویٰ،اس کی آیات پر تفکر کو تو رکھو لیکن اس کی ناراضگی کے ہر کام سے بچ جاؤ جیسے خواہشات سے محبت اور وہ تمام افعال جیسے بدگمانی،حسد،کینہ اور نافرمانی کے خیالات سے دل کو پاک کرو۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم بذات الصدور ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے علیم بذات الصدور ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ(8)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے،انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو،عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ،جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔(8)

سوال1:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے،انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!''اے لوگو!جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مان لیا اب اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو۔﴿2﴾كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ''اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ''یعنی انصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے کے لیے کھڑے ہونے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والے بن جاؤ۔تمہاری ظاہری اور باطنی حرکات قیام انصاف میں نشاط محسوس کریں اور یہ قیام عدل دنیاوی اغراض کی خاطر نہ ہو بلکہ صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو(قسط)یعنی عدل تمہارا مقصد ہو تمہارے اقوال وافعال میں کسی قسم کی افراط وتفریط نہ ہو اور تم قریب اور بعید،دوست اور دشمن،سب کے ساتھ عدل وانصاف کرو۔(تفسیر سعدی:661/1)﴿3﴾لوگوں کے لیے اور شہرت کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے لیے حق پر قائم رہو اور ظلم سے نہیں بلکہ انصاف سے گواہ بنو۔(مختصر ابن کثیر:418/1)

﴿4﴾سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:میرے والد نے مجھے کوئی چیز ہبہ کی ان سے میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کہا:میں اس وقت تک راضی نہیں جب تک اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنالو آخر کار میرے والد آپ ﷺ کی گواہی کے لیے آپ ﷺ کے پاس گئے۔آپ ﷺ نے پوچھا:کیا تم نے اپنے ہر بچے کو اس جیسا ہبہ کیا ہے؟بولے نہیں۔فرمایا:اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری کرو اور فرمایا:میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔آخر کار والد محترم نے گھر آ کر وہ موہوبہ چیز مجھ سے واپس لے لی۔(بخاری،مسلم)

سوال2:قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾انصاف کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے لئے کھڑے ہو جائیں۔﴿2﴾انصاف کے سوا ہر شے چھوڑ دیں۔

سوال3:شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ''انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ''انصاف کے قیام کے لیے کس کی ضرورت ہے؟

جواب:ایمان کا تقاضا ہے کہ انصاف کے قیام کے لئے جس سہارے کی ضرورت ہے وہ سہارا بن جاؤ۔

سوال4:دین میں ساری نیکیاں کہاں سے پھوٹتی ہیں؟

جواب:تقویٰ سے دین میں ساری نیکیاں پھوٹتی ہیں۔

سوال5:وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ''اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کسی قوم سے کینہ بغض اور عداوت تمہیں عدل سے نہ روکنے پائے۔عدل کرو خواہ دوست ہو یا دشمن،اپنا ہو یا پرایا،ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔(مختصر ابن کثیر:419/1)﴿2﴾جن کے پاس عدل کا کوئی تصور نہیں ان جیسے کام نہ کرنا۔دوست ہو یا دشمن گواہی حق کی بنیاد پر دینا۔اگر کوئی حق بات کہے تو اسے قبول کرو۔

سوال6:اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ''عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔اگر عدل کی خواہش کرو گے تو یہ دلوں کے تقویٰ کے قریب ہے۔عدل مکمل ہوگا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو تقویٰ بھی مکمل ہوگا۔﴿2﴾ تقویٰ ہی وہ کسوٹی ہے جس کی وجہ سے دشمن کے معاملے میں بھی انسان تعصب کا شکار نہیں ہوتا، عدل کرتا ہے اور عدل تقویٰ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

سوال7: اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ''جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز سے باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کا ڈر اسی یقین سے پیدا ہوتا ہے کہ جس سے میرا معاملہ ہے وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ چھوٹے بڑے اور اچھے برے تمام اعمال کی آخرت میں جزا دے گا۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ(9)

ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اُن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔(9)

سوال1: وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَعَدَ اللّٰہُ ''اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے'' اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔﴿2﴾الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ''جو ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو ایمان لائے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور رسولوں کا اقرار کیا اور جو کچھ رسول ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس لے کر آئے۔﴿3﴾وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' جنہوں نے نیک عمل کیے یعنی جو واجبات اور مستحبات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

سوال2: لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ''اُن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں گناہوں کی مغفرت کا اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔﴿2﴾مغفرت کی امید اور اجر عظیم کا وعدہ مومن کو اپنے طرز عمل پر اطمینان دیتا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ(10)

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، ایسے لوگ دوزخ والے ہیں۔(10)

سوال1: وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا جو کہ حق پر دلالت کرتی ہیں اور ان آیات سے کفر کیا حالانکہ ان آیات نے حق کو بیان کر دیا تھا۔

سوال2:اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ''ایسے لوگ دوزخ والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کافروں کو دوزخ نصیب ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے جس میں ظلم کا کوئی شائبہ نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ عادل ہے حکیم ہے بڑی قدرت والا ہے۔

سوال3: کفر کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کی سزا جہنم کیوں ہے؟

جواب:﴿1﴾ کفر کرنے والے، انکار کرنے والے اپنے لیے جہنم کا راستہ کھول دیتے ہیں۔﴿2﴾ کفر کرنے والے جھٹلا کر اپنے راستے میں خود رکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں ان کے لئے جہنم کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا۔ وہ جہنم کے ساتھ لازم وملزوم رہیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(11)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کریں(11)

سوال1:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے اپنی عظیم نعمتوں کا ذکر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔﴿2﴾ نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ''اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' اس سے مراد دشمنوں کا قتل، ان کے شہروں کو فتح کرنا، ان کو غلام بنانا، ان سے مال غنیمت حاصل کرنا اور باغیوں کے شر سے بچانا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا اعتراف کرنے کا مطالبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ہاتھوں کو روکا، ان کی سازشوں سے بچایا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد ہے۔ اس لیے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس کی عبادت اور اس کا ذکر کرنا چاہیے۔

سوال2: اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ '' جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ تمہاری طرف اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہاتھ بڑھائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِذْهَمَّ قَوْمٌ جب کچھ لوگوں نے یعنی یہودیوں نے ارادہ کیا۔﴿2﴾ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ ''کہ وہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں''ان سب کے ہاتھ آگے بڑھے قریب تھا کہ پکڑ لیتے۔﴿3﴾ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا''ان کے ہاتھوں کو روک دیا آگے بڑھنے سے،تمہاری طرف آنے سے روک دیا۔یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو ذہنوں میں زندہ کیا ہے۔

سوال3: اِذْهَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ''جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا'' سے کس کی طرف اشارہ ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک منزل میں اترے لوگ ادھر اُدھر سایہ دار درختوں کی تلاش میں لگ گئے آپ ﷺ نے ہتھیار اتار کر ایک درخت پر لٹکا دیے۔ایک اعرابی نے آ کر آپ ﷺ کی تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے کھینچ کر آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اب بتا کہ مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فوراً جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ،اس نے پھر یہی سوال کیا آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا تیسری مرتبہ کے جواب کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی آپ ﷺ نے صحابہ کو آواز دی اور جب وہ آ گئے تو ان سے سارا واقعہ کہہ سنایا اعرابی اس وقت بھی موجود تھا لیکن آپ ﷺ نے اس سے کوئی بدلہ نہ لیا۔(مصنف عبدالرزاق)﴿2﴾ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سے مراد بنو نضیر کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے چکی کا پاٹ قلعہ کے اوپر سے آپ ﷺ کے سر پر گرانا چاہتا تھا جبکہ آپ ﷺ عامری لوگوں کی دیت کے لینے کے لئے ان کے پاس گئے تھے تو ان شریروں نے عمرو بن مجاش بن کعب کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کو نیچے کھڑا کر کے باتوں میں مشغول کر لیں گے تو اوپر سے یہ پھینک کر آپ ﷺ کا کام تمام کر دینا لیکن راستے ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ان کی شرارت وخباثت سے آگاہ کر دیا آپ ﷺ مع اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کہ وہیں سے پلٹ گئے،اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔(مختصر ابن کثیر:419/1)

سوال4:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تربیت کیسے کی؟

جواب:﴿1﴾ اتنا بڑا حادثہ ہے لیکن تمہیں دشمنی کو ختم کر دینا چاہیے،غصہ ختم کر دینا چاہیے تا کہ تمہارے دل مطمئن ہوں،تم ٹھنڈے دل سے سوچو اور یقین رکھو اللہ تعالیٰ نگران ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے غصے سے اطمینان کی طرف لا کر،سنجیدگی کی طرف لا کر،نرمی کی طرف لا کر ضبطِ نفس کی تربیت کی ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے ضبطِ نفس کے ذریعے سے دلوں کو رواداری کی طرف موڑا ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اس رواداری کے ذریعے عدل وانصاف قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آگے تسلی دلائی ہے کہ تمہاری طرف بڑھنے والے ہاتھوں کو میں روک رہا ہوں۔﴿6﴾یوں مومن اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر کاربند ہوجاتا ہے۔

سوال5:وَاتَّقُوااللّٰہَ ''اوراللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اس سے ثواب کی امید پر اطاعت کے کام کرواتا ہے۔اس کے عذابوں کے خوف اورنواہی سے اجتناب کرواتا ہے۔﴿2﴾رب العزت کا فرمان ہے:وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًااور جواللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے،وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنادیتا ہے۔(الطلاق:2)﴿3﴾وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًااور جوشخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا،وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کردے گا۔(الطلاق:4)

سوال6:وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ''پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مومنوں کو اپنے دینی اور دنیاوی معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے۔جولوگ اپنی تدبیروں،اپنی قوت اوراپنے وسائل پر بھروسہ کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر توکل نہیں کرسکتے۔﴿2﴾ہر کسی کا توکل اس کے ایمان کے مطابق ہوتا ہے اور یہ دل کی عبادات میں سے ہے جن پر سب کا اتفاق ہے۔﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے:وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اور جواللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔(الطلاق:3)

رکوع نمبر7

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْھُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْھُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَلَاُدْخِلَنَّکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ(12)

اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ کو سردار مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں بلاشبہ تمہارے ساتھ ہوں،اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کو قوت دی اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیا تو میں ضرور بہ ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کردوں گا اور تمہیں ضرور بہ ضرور جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔چنانچہ اس کے بعد بھی تم میں سے جس نے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔(12)

سوال1:وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص اور اس کی اطاعت کو لازم پکڑنے کا۔(تفسیر ماوردی:19/2)﴿2﴾اسرائیلیوں سے بیعت کے ذریعے یہ عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور کتاب مقدس کی باتیں سنیں انہیں مانیں اور ان کی ہدایت پر عمل کریں۔(مختصر ابن کثیر:420/1)

سوال2:وَبَعَثْنَامِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا''اور ہم نے ان میں سے بارہ کو سردار مقرر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں پر بارہ سردار مقرر کیے تھے۔

سوال3:بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کے کیا فرائض تھے؟

جواب:﴿1﴾بنی اسرائیل کے معاملات کی دیکھ بھال کرنا۔﴿2﴾جن باتوں کا بنی اسرائیل کو حکم دیا جاتا تھا ان پر عمل کرنے کے لیے ترغیب دلاتے تھے۔

سوال4:بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کا انتخاب کیسے اور کس دور میں عمل میں آیا؟

جواب:سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب موسیٰ علیہ السلام جبابرہ سے جنگ کی مہم پر تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا تھا کہ قبیلہ کا ایک ایک نمائندہ چن لیں چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں سے ایک ایک نمائندہ چن لیا۔(مختصر ابن کثیر:420/1)

سوال5:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو عہد لیا تھا اس کی شرائط کیا تھیں؟

جواب:﴿1﴾اقامت صلوٰۃ﴿2﴾ادائیگی زکوٰۃ﴿3﴾آئندہ آنے والے رسولوں پر ایمان﴿4﴾آئندہ آنے والے رسولوں کی تائید۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر دینی اجتماعی مقاصد کے لئے خرچ(انفاق)۔

سوال6:وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ''اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں بلاشبہ تمہارے ساتھ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی میری حفاظت،مدد اور میری نگرانی تمہارے ساتھ ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ ذمہ داری کے بوجھ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔﴿3﴾یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر ان پانچ شرائط کو پورا کروگے تو میں(اللہ تعالیٰ)آپ کے ساتھ ہوں،آپ کا حامی ہوں،آپ کا ضامن ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کا ساتھی ہو تو کسی مخالفت کی کوئی حقیقت نہ ہوگی نہ مخالفت کا کوئی اثر ہوگا۔

سوال7:لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ''اگر تم نے نماز قائم کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہ ان امور میں سے پہلا امر ہے جن پر عہد لیا گیا تھا۔﴿2﴾میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز کو اس کے ظاہری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور باطنی لوازم کے ساتھ قائم کرو گے اور پھر اس پر دوام اختیار کرو گے۔(تفسیر سعدی:664/1)

سوال8:وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ ''اور زکوٰۃ ادا کی''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز اور زکوٰۃ کے پابند رہے یہ دوسرا امر ہے جس کا عہد لیا گیا تھا۔

سوال9:وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ '' اور میرے رسولوں پر ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی میرے تمام انبیاء کی رسالت کی تصدیق کرو گے اور ان میں سب سے افضل محمد ﷺ ہیں۔یہ تیسرا امر ہے جس پر عہد لیا گیا تھا۔

سوال10:وَعَزَّرْتُمُوْھُمْ '' اور ان کو قوت دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اگر تم انبیاء کی تعظیم اور ان کی اطاعت اور ان کا احترام کرو گے جو تم پر واجب ہے۔یہ چوتھا امر ہے جس پر عہد لیا گیا تھا۔(تفسیر سعدی:664/1)

سوال11:وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا '' اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی قرض حسنہ واجب زکوۃ سے زیادہ اور عام صدقہ ہے جو کہ ایمان اور اعمال صالح کے ساتھ،تزکیہ نفس کے لیے ہے۔ (ایسر التفاسیر:330)﴿2﴾یعنی صدقہ دو گے اور بھلائی کرو گے جس کا مصدر صدق واخلاص اور کسب حلال ہو۔ (تفسیر سعدی:665/1)یہ پانچواں امر ہے جس پر عہد لیا گیا تھا۔

سوال12:اللہ تعالیٰ جس قوم کا ساتھ دیتا ہے اس سے کیا وعدے کرتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ جس قوم کا ساتھ دیتا ہے اس سے وعدہ کرتا ہے کہ ﴿1﴾میں تمہاری برائیاں دور کر دوں گا۔﴿2﴾تمہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جس کے نیچے چشمے بہتے ہوں گے۔

سوال13:اللہ تعالیٰ کی حمایت کے انسان کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾انسان ہدایت کے راستے پر رہتا ہے۔﴿2﴾انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کی وجہ سے کبھی راستہ نہیں بھولتا۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ جس کا ساتھی ہو وہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔﴿4﴾جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو نہ وہ نامراد ہوگا نہ پریشان۔ ﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی حمایت کی وجہ سے انسان مطمئن ہو جاتا ہے۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ جس کا ساتھ دے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

سوال14:لَاُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَلَاُدْخِلَنَّکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ '' تو میں ضرور بہ ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور تمہیں ضرور بہ ضرور جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے محبوب اعمال،نعمتوں کے حصول،گناہوں کی تکفیر اور اس پر مترتب ہونے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والی سزا کودور کرکے ناپسندیدہ امور کے دور ہٹنے کو یکجا بیان فرمایا ہے۔(تفسیر سعدی:665/1)﴿2﴾لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ تمہارے نفوس سے برائیوں کے آثار کودور کروں گا یہاں تک کہ وہ پاک صاف ہوجائیں۔﴿3﴾سیئات سے مراد لغزشیں اور کوتاہیاں ہیں۔اگر دین کی بنیادی باتوں کا اہتمام کیا جائے تو چھوٹی موٹی غلطیاں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔﴿4﴾وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ ''اور تمہیں ضرور بہ ضرور داخل کروں گا''اس تطہیر کے بعد میں تمہیں داخل کروں گا۔﴿5﴾جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا ''جنتوں میں جن کے نیچے سے بہتی ہیں''یعنی اس کے درختوں اور اس کے محلات کے نیچے سے۔﴿6﴾الْاَنْهٰرُ ''نہریں''یہ عہد کو پورا کرنے کی جزا ہے۔(ایسر التفاسیر:330)

سوال15:فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ ''چنانچہ اس کے بعد بھی تم میں سے جس نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جو اس میثاق کے بعد کفر کا رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

سوال16:فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ''تو یقیناً وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جو عہد شکنی کرتا ہے اور جان بوجھ کر سیدھے راستے کو چھوڑتا ہے تو وہ گمراہی کا مستحق ہوگیا۔﴿2﴾سَوَآءَ السَّبِيْلِ سے مراد وہ راستہ ہے جو متوازن،معتدل اور افراط وتفریط سے پاک ہو کیونکہ یہ راہ اس علیم وحکیم ہستی کی بتائی ہوئی ہے جو تمام حقائق سے باخبر اور واقف ہے اور سب انسان اس کی نظروں میں یکساں ہیں یہ کسی انسان کی بتائی ہوئی راہ نہیں،جس پر اس کے اپنے جذبات،وطن اور قوم کی محبت یا دوسرے معاشی اور معاشرتی عوامل اثر انداز ہوجاتے ہیں۔(تیسیر القرآن:514)

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ(13)

چنانچہ ان کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کردیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کے ایک حصے کو وہ بھلا بیٹھے ہیں ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا،اور آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت سے آگاہ ہوتے رہیں گے،چنانچہ آپ ان کو معاف کردیں اور ان سے درگزر کریں یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(13)

سوال1:فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ ''ان کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے''عہد شکنی دینی بگاڑ میں کیسے بدل جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾خودساختہ تشریحات سے دین کا تصور بدل دیا جاتا ہے(نماز،روزہ کرلو جنت میں چلے جاؤ گے)۔﴿2﴾عبادت کے نام پر غیر متعلقہ بحثیں شروع ہوجاتی ہیں(شب برات کے نوافل،شب معراج)۔﴿3﴾نجات کے ایسے راستے تلاش کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے جاتے ہیں جو بندوں کے حقوق ادا کئے بغیر انسان کو منزل تک پہنچا دیں۔

سوال2: لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ لَعَنّٰهُمْ ''ہم نے ان پر لعنت کی'' اسی وجہ سے انہیں نہ شوق ترغیب دے سکتا ہے نہ خوف ان کو بے قرار کر سکتا ہے۔﴿2﴾ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ''اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا'' انسان کے لیے سب سے بڑی سزا یہی ہے کہ اس کے دل پر ہر آیت بھی برا اثر ڈالے۔

سوال3: یہود کی عہد شکنی کی سزا کیا تھی؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور پھینک دیے گئے۔﴿2﴾ ان کے دل سخت کر دیئے گئے۔

سوال4: لعنت کے کیا دنیوی نتائج سامنے آئے؟

جواب:﴿1﴾ لعنت کی وجہ سے ان کے دل سخت کر دیئے گئے۔﴿2﴾ دل کی سختی کی وجہ سے دل اثر قبول کرنے سے محروم ہو گئے۔﴿3﴾ لعنت کی وجہ سے انبیاء کی نصیحت ان کے لیے بے کار ہو گئی۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کے کسی پر کیا اثرات پڑتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اس کے اندر سے اللہ تعالیٰ کی خشیت ختم ہو جاتی ہے جو دل کی زندگی کی ضمانت ہے۔﴿2﴾ دل پتھر ہو کر توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔

سوال6: قساوت قلبی (دل کی سختی) کے کیا اثرات انسان پر مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: جن کے دل سخت ہو جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے کے لئے الفاظ اور کلمات کی تعریف کرتے ہیں۔﴿1﴾ کتاب میں اضافہ کر دیتے ہیں۔﴿2﴾ کتاب کی آیات کا مفہوم بدل دیتے ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بھلا دیتے ہیں۔﴿4﴾ معاشرے سے اسلامی شریعت کو موقوف کر دیتے ہیں۔﴿5﴾ اپنی زندگی میں شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال7: يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ''وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وہ کلام الٰہی کو بدل دیتے ہیں، اس کے معنی کو بدل دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مراد نہیں۔ انہوں نے اللہ کی مراد کے خلاف اس کے کلام کی تفسیر کی۔﴿2﴾ کلام میں تحریف دو طرح کی ہوتی ہے: ایک الفاظ میں کمی یا زیادتی کر کے تحریف کی جاتی ہے دوسرے معانی بدل کر کچھ سے کچھ بنا دیئے جاتے ہیں۔(تفسیر منیر:475/3)

سوال8: تحریف کا سبب کیا ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:تحریف کا سبب عقل وفہم میں کجی ہوتی ہے۔

سوال9:وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ''اور جونصیحت انہیں کی گئی تھی اس کے ایک حصے کو وہ بھلا بیٹھے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:انہیں تورات اوران تعلیمات کے ذریعے سے نصیحت کی گئی جوموسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھیں،مگرانہوں نے ان کوفراموش کردیا، یہ اس بات کوبھی شامل ہے کہ انہوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے علم کوفراموش کردیا، بنابریں علم ان سے ضائع ہوگیااوراللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزادی کہ بہت سا علم ناپید ہوگیا۔یہ آیت کریمہ نسیان عمل کوبھی شامل ہے جوترک عمل کا نتیجہ ہے،پس جس چیز کاانہیں حکم دیا گیا تھااس پرعمل کرنے کی ان کوتوفیق نہ ہوئی۔اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ انہوں نے بعض ان امورکاانکارکیاجن کاذکران کی کتابوں میں ہے، یاان کے زمانے میں واقع ہوئے، یہ بھی ان باتوں میں سے ہے جن کوانہوں نے فراموش کیا۔جس امرکی انہیں یاددہانی کروائی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کوحظ،حصہ اورنصیبہ کے نام سے اس لیے موسوم کیا ہے کیونکہ یہ سب سے بڑا حظ ہے اس کے علاوہ دیگرتمام حظوظ دنیاوی حظوظ ہیں۔رب العزت نے فرمایا:فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا۔جولوگ دنیا کی زندگی کاارادہ رکھتے تھےانہوں نے کہا:''اے کاش ہمارے لیے بھی اسی جیساسب کچھ ہوتا جوقارون کودیا گیا بلاشبہ وہ تویقیناً بڑی قسمت والا ہے۔''(القصص:79)وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ اوراس کی توفیق نہیں دی جاتی مگران لوگوں کو جوصبر کریں اوراس کی توفیق نہیں دی جاتی مگراس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔(حم السجدہ:35)(تفسیر سعدی:1/665,666)

سوال10:اللہ تعالیٰ کی کتاب کوبھول جانا کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ تحریف سے ﴿2﴾ کتمان(چھپانے سے)

سوال11:وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ ''اورآپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت سے آگاہ ہوتے رہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یہود دائمی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے بندوں کے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور بندوں کے ساتھ سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ انہوں نے حق کو چھپایااورانہیں کفر پر باقی رکھا۔

سوال12:خیانت کاری سے کیامراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ نیت میں فتور ﴿2﴾ مکارانہ باتیں ﴿3﴾ نظروں کی خیانت ﴿4﴾ ہرطرح کی خیانت

سوال13:اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ''ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا''اس سے کیامراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہود کا وہ گروہ ہے جوعہد شکنی اورخیانت کاری سے بچا رہا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال14:فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ'' چنانچہ آپ ان کومعاف کردیں اوران سے درگزر کریں''عفو سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾عفو سے مراددل سے معاف کرنانہیں بلکہ درگزر کرنا ہے۔﴿2﴾فَاعْفُ عَنْهُمْ:انہیں قتل کے لیے نہ پکڑو۔ (ایسرالتفاسیر)﴿3﴾ان کی طرف سے جوتکلیف پہنچتی ہے معاف کر سکتے ہوتو معاف کرو۔﴿4﴾وَاصْفَحْ:ان کے مکروہ کاموں پرنفرت سے نہ پکڑو،ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔﴿5﴾صفح سے مرادنظرانداز کرنا،مہلت دینا۔

سوال15:معاف کرنے اوردرگزر کرنے کا حکم کس دور کے لیے تھا؟

جواب:معافی اوردرگزر کا حکم اس دور کے لیے تھاجب لڑنے کی اجازت نہیں تھی۔

سوال16:کیاعفوودرگزر کا حکم منسوخ ہو چکا ہے؟

جواب:عفوودرگزر کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔حالات کے مطابق اس پرعمل ہوسکتا ہے۔

سوال17:اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ''یقیناًاللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:احسان کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔﴿1﴾احسان کی دوقسمیں ہیں ایک خالق کے حق میں اوردوسرے مخلوق کے لیے۔﴿2﴾خالق کے لیے نبی ﷺ کا فرمان ہے:اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کروگویا کہ تم اسے دیکھتے ہواگرتم اسے نہیں دیکھتے تووہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔مخلوق کے حق میں احسان یہ ہے کہ انہیں دینی اوردنیاوی فائدہ پہنچایا جائے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ(14)

اورہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا جنہوں نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں،پھر جونصیحت اُنہیں کی گئی تھی اس کا ایک حصہ وہ بھول گئے تو ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان بغض وعداوت بھڑکا دی ہے۔اورعنقریب اللہ تعالیٰ اُنہیں خبر دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔(14)

سوال1:وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ''اورہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا جنہوں نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمِنَ الَّذِيْنَ''اورہم نے ان لوگوں سے''یعنی عیسائیوں سے بھی ہم نے اسی طرح عہد لیا جیسے ہم نے یہود سے لیا۔﴿2﴾قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى''جنہوں نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں''یعنی جولوگ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار ہیں۔﴿3﴾ نَصٰرٰٓى:یعنی انہوں نے عیسائیت میں بدعت اختیار کی وہ نہ عیسائی ہیں نہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار۔''نصاریٰ''یعنی مددگار ہونے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا دعویٰ کرتے تھے لیکن عملاً انھوں نے فرقہ ورانہ جنگوں میں خون بہایا، سربراہی کے حصول کے لیے اور سیاسی مقاصد کے لیے خون بہایا، انہوں نے اختلافات کو گہرا کیا، عقیدۂ توحید چھوڑا اور گمراہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے آئینہ دکھایا کہ کیا مددگاری یہی ہوتی ہے؟ کیا معاہدہ خونریزی یا اختلافات کے لیے تھا یا انسانوں کو جوڑنے کے لیے تھا۔ ﴿4﴾ اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ ''ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا'' ہم نے ان سے محمد ﷺ کی پیروی پر اور ان کی مدد پر عہد لیا تھا۔

سوال2: فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ''پھر جو نصیحت اُنہیں کی گئی تھی اس کا ایک حصہ وہ بھول گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''پھر جو نصیحت اُنہیں کی گئی تھی اس کا ایک حصہ وہ بھول گئے'' اللہ تعالیٰ نے انہیں آخری نبی محمد ﷺ کی پیروی کرنے اور ان کی مدد کرنے کی نصیحت کی تھی جسے وہ بھول گئے۔ وہ علمی طور پر بھی اسے بھول گئے اور عملی طور پر بھی بھول گئے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انہوں نے وہ حصہ چھوڑ دیا جس کا ان کی کتاب میں انہیں حکم دیا گیا تھا یعنی محمد ﷺ کی اتباع اور ان پر ایمان لانے کے بارے میں۔ (تفسیر الوسیط :167/1)

سوال3: فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ''تو ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان بغض وعداوت بھڑکا دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عیسائیوں نے بھی یہودیوں کی طرح عہد توڑ ڈالا اور انجیل پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ان میں بغض ڈال دیا۔ ﴿2﴾ قیامت تک ان کے فرقے ایک دوسرے کو کافر کہتے رہیں گے۔ ہر فرقہ ایک دوسرے کو برا کہتا رہے گا اور اپنے عبادت خانے میں داخل نہیں ہونے دے گا۔ ﴿3﴾ یہ حقیقت ہے جو ساری دنیا کے سامنے ہے۔ ان کا شر، فساد، کینہ، بغض، ایک دوسرے کی مخالفت اور عداوت قیامت تک جاری رہے گی۔ ﴿4﴾ عیسائیوں کے درمیان بغض وعداوت اور فرقہ بندی اللہ تعالیٰ کی خصوصی تدبیر ہے۔

سوال4: عیسائیوں کی عہد شکنی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بھلا دینے کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: بغض، عداوت، اختلافات، تفرقے بازی، خونریزی اور جنگیں۔

سوال5: وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ''اور عنقریب اللہ تعالیٰ اُنہیں خبر دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ انہیں خبر دے گا یعنی ان کے کیے کی انہیں سزا دے گا۔ یہ سخت وعید ہے کہ انہوں نے جو اللہ تعالیٰ کی بیوی اور اولاد بنا کر رب العالمین کی طرف جھوٹی نسبت کی جب کہ وہ واحد ہے، بے نیاز ہے، نہ اس کے ماں باپ ہیں نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ وہ اس کی سزا ضرور پائیں گے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (15)

اے اہلِ کتاب! یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے، جو کتابِ الٰہی میں سے بہت سی چیزیں تمہارے سامنے کھول کر بیان کرتا ہے اس میں سے جنہیں تم چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے، یقیناً تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔(15)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہود کے پاس رجم کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے آئے اوران سے پوچھا کہ تم میں سے سب سے بڑا عالم کون ہے؟ سب نے ابن صوریا کی طرف اشارہ کیا، آپ ﷺ نے اس کو اس ذات کی قسم دے کر (زنا کی سزا کے حوالے سے) پوچھا جس نے تورات کو موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا اور کوہ طور کو ان پر اٹھایا اوران سے تمام عہد لیے، تو وہ کہنے لگا جب زنا ہم میں زیادہ ہوتا ہے تو سو کوڑے مارتے ہیں اور سر مونڈ دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے رجم کا فیصلہ کیا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اے اہلِ کتاب! یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے۔الخ (لباب النقول)

سوال2:يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا ''اے اہلِ کتاب! یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾يَاَهْلَ الْكِتٰبِ: اے یہود و نصاریٰ۔ ﴿2﴾قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا: ہمارے رسول، خاتم الانبیاء محمد ﷺ دین حق لے کر آ گئے ہیں۔

سوال3:يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ ''جو کتابِ الٰہی میں سے بہت سی چیزیں تمہارے سامنے کھول کر بیان کرتا ہے اس میں سے جنہیں تم چھپاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾يُبَيِّنُ لَكُمْ ''تمہارے سامنے کھول کر بیان کرتا ہے'' یعنی نبی ﷺ آپ کے سامنے وہ چیزیں بیان کرتے ہیں مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ جو آپ اپنی کتاب میں سے لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ جب کہ علم حاصل کرنے والوں کے لیے ان کے سوا علم حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ ان کے سامنے حقائق کھول کر بیان کر رہے تھے کہ آپ ﷺ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی کھلی دلیل ہے۔ ﴿2﴾مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ ''اس کتابِ الٰہی میں سے جنہیں تم چھپاتے تھے'' ان کی کتابوں میں یعنی تورات اور انجیل میں محمد ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی صفات اور بشارتیں موجود تھیں جسے وہ چھپاتے تھے۔۔آیت رجم،قصہ اصحاب السبت جن کو بندروں اور سوروں کی شکل دے دی گئی تھی۔

سوال4:وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ''اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی نبی ﷺ بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتے ہیں جن کا بیان کرنا حکمت کے خلاف تھا۔آپ ﷺ ان باتوں کو بیان نہیں کرتے تھے۔﴿2﴾ آپ ﷺ جو بیان کرتے تھے وہ نبی ﷺ کی نبوت پر دلیل تھی اور آپ کی صداقت پر گواہی تھی۔(تفسیر واضح المیسر :250)

سوال5:قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ''یقیناً تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے '' قرآن نور ہے' روشنی ہے وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس نور سے مراد قرآن حکیم ہے جس سے جہالت کی تاریکیوں اور گمراہی کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:668/1)﴿2﴾ قرآن مجید نور ہے جو شک اور شرک کے اندھیروں کو زائل کرتا ہے۔﴿3﴾ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ: ''روشن کتاب'' مخلوق اپنے دین اور دنیا میں جن امور کی محتاج ہے اس کتاب نے ان کو واضح کر دیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسما وصفات اور افعال کا علم،احکام شرعی اور احکام جزائی کا علم۔پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کون ہے جو اس قرآن سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اور کون سا سبب ہے جو بندہ اس رہنمائی کے حصول کے لیے اختیار کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:668/1)﴿4﴾ مبین سے مراد قرآن حکیم ہے جو رسول کریم ﷺ پر اتارا گیا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور تفصیل سے مسائل بیان کرنے والی کتاب ہے(مختصر ابن کثیر:422/1)

سوال6:قرآن حکیم کے نور سے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

﴿1﴾ قرآن حکیم کی روشنی کو مسلمان اپنے دل،اپنے نقطہ نظر،اپنی اقدار،اپنی پوری زندگی اور اپنے معاشرے کے افراد میں اچھی طرح محسوس کرتا ہے۔﴿2﴾ قرآن کی روشنی سے مومن کی شخصیت روشن ہوتی ہے۔﴿3﴾ وہ شک سے یقین کی طرف آجاتا ہے۔﴿4﴾اس کا راستہ،واضح،سیدھا اور روشن ہو جاتا ہے۔﴿5﴾اس کا مقصد متعین ہو جاتا ہے۔﴿6﴾اس کا نفس اس راستے پر مطمئن ہو جاتا ہے۔

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(16)

اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا،اور وہ اپنے حکم سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اُنہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔(16)

سوال1: یَّهۡدِیۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ ''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یَّهۡدِیۡ بِهِ اللّٰهُ ''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے'' اس کتاب یعنی قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ ﴿2﴾ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ ''جو اس کی رضا کے پیچھے چلا'' اللہ تعالیٰ ان لوگوں ہدایت عطا کرتا ہے جو اس کی رضا کے لیے سلامتی کے راستے تلاش کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں یعنی جو قرآن وسنت کا علم حاصل کر کے ان کی پیروی کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ سُبُلَ السَّلٰمِ سلامتی کے راستے جو عذاب سے بچا کر سلامتی کے گھر تک پہنچا دیتے ہیں۔ ﴿4﴾ سلامتی کے راستے سے مراد سعادت اور کمال کے راستے ہیں۔(ایسر التفاسیر:333) سُبُلَ السَّلٰمِ پوری سلامتی، مادی وروحانی، ہر حیثیت سے مکمل جنت ہی میں جا کر نصیب ہوسکتی ہے، اس کے راستے یعنی جنت میں جانے کے طریقے صحیح عقائد اور صحیح اعمال ہیں۔ (تفسیر سعدی:669/1) ﴿5﴾ سلامتی کے راستوں سے مراد حق کا علم اور اس پر عمل کرنا ہے یہ علم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور محمد ﷺ کی سنت کا علم ہے جس کا ذریعہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

سوال2: اسلام سلامتی کا راستہ ہے، وضاحت کریں؟

جواب: اسلام ایک فرد کے لئے جو طریقہ زندگی دیتا ہے وہ سلامتی کا راستہ ہے۔ اس میں ضمیر کی، عقل کی، گھر، خاندان، معاشرے اور پوری انسانیت کی سلامتی ہے حقیقتاً اسلام کے ساتھ ہی زندگی کی سلامتی ہے۔ اسلام ہی انسانیت کے لئے سلامتی کا ضامن ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ دین کی طرف کس کی رہنمائی کرتے ہیں؟

جواب: جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی یعنی اسلام میں ہی سلامتی کے راستے ہیں۔

سوال4: وَيُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ ''اور وہ اپنے حکم سے اُنہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ انہیں اندھیروں سے یعنی کفر، شرک، شک، بدعات، جہالت، معصیت، غفلت، خواہش پرستی اور گناہوں کے اندھیروں سے نکالتا ہے۔ اِلَى النُّوۡرِ روشنی کی طرف یعنی صحیح ایمان اور صحیح عبادت کی طرف۔ ﴿2﴾ ایمان، سنت، اطاعت، علم اور ذکر الٰہی کی روشنی۔ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے راہ ہدایت ہیں۔(تفسیر سعدی:669/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ''انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ ایسے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو دین کے صحیح مقاصد تک پہنچا دیتا ہے اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں تک پہنچاتا ہے۔(تفسیر منیر:484/3)﴿2﴾اس کے ساتھ وہ گمراہ نہیں ہوتے اور نہ کبھی بد بخت ہوتے ہیں وہ دین حق اسلام ہے جس کے بغیر کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا جسے اس دین کی ہدایت نہیں ملتی اس کے لیے اسے چھوڑنے پر کوئی سعادت اور کمال نہیں۔(ایسر التفاسیر:333)﴿3﴾سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے دور ہٹاتا رہے۔میں بھی تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جاتے (اور نارِ جہنم میں گرتے جاتے) ہو۔(صحیح مسلم:5958)

سوال6:اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا معاملہ کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے لیے کام کرنے والوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی کے راستے دکھاتا ہے۔

سوال7:اہل کتاب نے اپنے دین میں کس قسم کی غلطیاں کیں؟

جواب:دو قسم کی غلطیاں کیں﴿1﴾کچھ تعلیمات کو تاویل اور تحریف سے دین سے خارج کر دیا۔مثلاً کتاب میں تبدیلی کر کے انہوں نے یہ گھڑ لیا کہ اب انہیں نجات کے لیے کسی اور پیغمبر کی ماننے کی ضروت نہیں۔﴿2﴾دین کے نام پر اپنے اوپر ایسی پابندیاں لگائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نہیں ڈالی تھیں مثلاً قربانی کی ادائیگی کے جزوی مسائل جو انبیاء نے نہیں بتائے تھے ان کے علماء نے خود سے گھڑ لیے تھا۔

سوال8:مسلمان اپنے دین میں کون سی بنیادی غلطیاں کر رہے ہیں؟

جواب:﴿1﴾آخرت کی نجات کے لیے قرآن وسنت سے راہ نمائی لینا اپنی نجات کے لیے ضروری خیال نہیں کرتا۔یہی وجہ ہے کہ عوام الناس قرآن وسنت کا علم حاصل نہیں کرتے۔﴿2﴾دین کے نام پر خود ساختہ پابندیاں مثلاً جمعرات کے کھانے، مرگ کے موقع پر سوئم چہلم کے کھانے،جمعراتیں،ساس سسر کی وفات پر سسرال والوں کے سوٹ،بیٹی کے لیے خصوصی رقم لے جانا،کونڈے،شب برات کے حلوے بانٹنا اور عید میلاد النبی ﷺ وغیرہ۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَن يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یَشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (17)

بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً مسیح ابنِ مریم ہی اللہ تعالیٰ ہے، آپ کہہ دو پھر کون اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ مسیح ابنِ مریم کو اور اس کی ماں کو اور جو بھی زمین میں ہیں سب کو ہلاک کر دے، آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(17)

سوال1: لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ ’’بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً مسیح ابنِ مریم ہی اللہ تعالیٰ ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے کفر کی خبر دی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی مسیح ابن مریم علیہ السلام کو الٰہ بنالیا حالانکہ وہ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔اس کائنات کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، وہی ہر چیز کا مالک ہے، وہی قادر ہے، وہی تصرف رکھتا ہے، ہر چیز پر وہی غالب ہے۔﴿2﴾ عیسائیوں سے پہلے یہ بات کسی نے نہیں کہی۔

سوال2: نصاریٰ کو الوہیت مسیح علیہ السلام کا شبہ کیوں ہوا؟

جواب: نصاریٰ کے شبہ کا سبب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے۔حالانکہ سیدہ حوا علیہا السلام کو بغیر ماں کے اور سیدنا آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا گیا اس لحاظ سے تو وہ الوہیت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔کیا انہوں نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کی الوہیت کا بھی دعویٰ کیا ہے؟ یہ دلیل ہے کہ الوہیت مسیح کا دعویٰ بے دلیل ہے اور محض خواہش نفس کی بنیاد پر ہے۔

سوال3: عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام کو خدا کیسے بنالیا؟

جواب: ﴿1﴾ عیسائیوں کے اندر اچانک الوہیت مسیح کا عقیدہ پیدا نہیں ہوا، آہستہ آہستہ عیسائیوں کی مذہبی مجالس نے ان کو دین میں داخل کیا۔﴿2﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کے بعد بھی کچھ عرصہ ان کے شاگردوں اور پیروکاروں میں عقیدہ توحید رائج رہا۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے بارے میں جو اناجیل لکھی گئیں ان میں سے ایک اہم انجیل برناباس ہے جو یہ بتاتی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔﴿3﴾ اس کے بعد ان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے مگر مخلوق نہ تھے۔﴿4﴾ ان اختلافات کو ختم کرنے کے لئے 325ء میں نیقیا کے مقام پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں 48 ہزار مذہبی لیڈر شامل ہوئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس مجلس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کو تسلیم کرلیا گیا۔﴿5﴾اس کے بعد روح القدس کے بارے میں اختلافات شروع ہوئے کہ وہ بھی اِلٰہ تھے۔قسطنطنیہ کی پہلی مجلس 381ء میں منعقد ہوئی تا کہ اختلافات کو ختم کردے اس مجلس میں اسکندریہ اسقف کے مقابلہ پر تھا اور یہ ثابت کیا کہ روح القدس الٰہ کے سوا کچھ نہیں۔اس مجلس میں باپ، بیٹے اور روح القدس کی تثلیث قائم ہوگئی۔﴿6﴾اس کے بعد ان کے درمیان یہ اختلافات ہوئے پھر افسوس! شہر میں 413ء میں ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں سیدنا مریم علیہا السلام کو اِلٰہ کی والدہ کا درجہ دیا گیا موجودہ مسیحیت کا بانی پال ہے۔اس غلط عقیدے کی وجہ سے فسادات ہوئے، عداوتیں ہوئیں اور فرقے وجود میں آئے جو ابھی تک موجود ہیں۔

سوال4:اہل کتاب کو قرآن حکیم صحیح عقیدے کی تلقین کیسے کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں اللہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہیں۔﴿2﴾وہ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تینوں کا ایک ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی قوت ہے وہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اسے اس کے ارادے سے باز رکھ سکے؟﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی مشیت بے قید ہے کوئی اس کے حکم کو رد نہیں کرسکتا۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے۔﴿7﴾الوہیت اور حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

سوال5:قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا'' آپ کہہ دو پھر کون اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ مسیح ابنِ مریم کو اور اس کی ماں کو اور جو بھی زمین میں ہیں سب کو ہلاک کردے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ان کی والدہ کی الوہیت کو باطل قرار دینے کے لیے پہلی دلیل یہ دی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام اور ان کی والدہ کو ہلاک کرنا چاہے تو وہ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے اور چھڑانے کے لیے کچھ نہیں کرسکتے۔

سوال6: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا'' آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے، بادشاہ ہے۔وہ جیسے چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔کیا مملوک اور مالک دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا محتاج بندہ اِلٰہ ہوسکتا ہے؟ یہ الوہیتِ مسیح کے باطل ہونے کی دوسری دلیل ہے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی مکمل ملکیت کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت کا شعور اس لئے دلایا ہے تا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے باطل عقیدے کو رد کیا جاسکے۔

سوال8:کیا تمام عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: پہلے تو صرف فرقہ یعقوبیہ کا یہ عقیدہ تھا۔اب تقریباً تمام عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے کسی نہ کسی اعتبار سے قائل ہو چکے ہیں۔

سوال9:اللہ تعالیٰ نے الوہیت مسیح کے رد کے لیے اپنی کون سی صفات بیان کی ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے الوہیت مسیح کے رد کے لئے اپنی صفت ملکیت،اپنی تخلیق اور اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

سوال10:یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ’’ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ خالق ہے جو چاہے پیدا کرسکتا ہے چاہے تو ماں باپ کے ذریعے چاہے تو بن ماں کے یا بن باپ کے۔ کیا خالق اور مخلوق دونوں الوہیت میں برابر ہوسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہ السلام کا مخلوق ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان دونوں کی الوہیت کا دعوٰی باطل ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کسی چیز کو ایجاد کرنے پر بھی اور اسے ختم کرنے پر بھی اس کے سامنے مخلوق کو دم مارنے کی مجال نہیں۔عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف اور اختیار میں ہیں پھر وہ الٰہ کیسے ہو سکتے ہیں۔﴿3﴾ بندگی صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی جو پیدائش اور موت پر قادر ہے جو پیدائش اور موت پر قادر نہیں وہ بندگی کروانے کا حق نہیں رکھتا۔

وَ قَالَتِ الۡیَہُوۡدُ وَ النَّصٰرٰی نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ ؕ قُلۡ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمۡ بِذُنُوۡبِکُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ مِّمَّنۡ خَلَقَ ؕ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ۫ وَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ(18)

اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں،آپ کہہ دیں پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم بھی انسان ہو ان میں سے جو اس نے پیدا کیے،وہ (اللہ) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے(18)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نعمان بن قصی،بحر بن عمر اور شاس بن عدی آئے،سب نے آپ سے گفتگو کی اور آپ نے ان سے گفتگو کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اس کے عذاب سے ڈرایا۔تو وہ کہنے لگے ہم نہیں ڈرتے اور نصاریٰ کی طرح کرنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم! ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

محبوب ہیں،تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی یہود اور نصاریٰ دعوے کرتے ہیں الخ۔(تفسیر ابن عباس:336/1)

سوال2:وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ''اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہودیوں کی لغت میں بیٹے سے مراد محبوب ہے وہ اس سے حقیقی بیٹا ہونا مراد نہیں لیتے۔(تفسیر سعدی:670/1)

﴿2﴾ یہودی اللہ تعالیٰ کے انعامات اور نصرت کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ ہم اس کے محبوب ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اسی کو محبوب بناتا ہے جو اس کی مرضی پوری کرتا ہے۔

سوال3:بنی اسرائیل اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محبوب کیسے سمجھتے تھے؟

جواب:بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محبوب سمجھتے تھے مثلاً مخالفین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت،زمین پر اقتدار،مغفرت اور جنت کا وعدہ وغیرہ۔

سوال4:کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کب ہوتی ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس قوم پر ہوتی ہیں جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتی ہے اس کے اعمال کا بدلہ ان نعمتوں کی صورت میں ملتا ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونے کی غلط فہمی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب:جو نعمتیں عمل کی وجہ سے ملتی ہیں بعد میں آنے والے نسلی تعلق کی وجہ سے اپنے آپ کو ان کا مستحق سمجھ لیتے ہیں۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی سے کیسے نکالا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اگر اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟﴿2﴾ حقیقت میں تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے اور انسان اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔﴿3﴾ وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔﴿4﴾ مالک اور غلام میں فرق ہے وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔﴿5﴾ تمام لوگ مالک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سوال7:قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ''آپ کہہ دیں پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے تو وہ تمہیں عذاب نہ دیتا۔حسن نے کہا:نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو کبھی عذاب نہیں دیتا لیکن اسے دنیا میں ہی آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے(الدر المنثور:476/2)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو ان کے گناہوں پر عذاب دیا۔ان میں سے کچھ کی صورتیں مسخ کر دیں،کچھ کو بندر اور سور بنا دیا اصحاب السبت اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اصحاب المائدہ میں سے۔(تفسیر الوسیط:170/1)﴿3﴾ کہیں باپ اپنے بیٹے کو،اور کوئی محبّ اپنے حبیب کو عذاب دیتا ہے؟ (تیسیر الرحمٰن:336/1)

سوال8:عذاب اور مغفرت کا فیصلہ کیسے ہوگا؟

جواب:عذاب اور مغفرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہوگا کہ اہل ایمان کے لئے مغفرت اور اہل کفر اور فاسقوں کے لیے عذاب ہے۔

سوال9:بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ'' بلکہ تم بھی انسان ہو ان میں سے جو اس نے پیدا کیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی تم بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک ہو جس پر اس کے احکامات نافذ ہوتے ہیں۔پھر تمہیں دوسروں پر فوقیت کیسے ہوسکتی ہے۔

سوال10:یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ'' وہ (اللہ) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' وہ (اللہ) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے''﴿1﴾ یعنی جب وہ مغفرت یا عذاب کے اسباب لے کر اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان اسباب کے مطابق ان کو بخش دیتا ہے یا عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:671/1)﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکے گا۔(مسلم:6853) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے پکار لگائی۔فرمایا:اے جماعتِ قریش!اپنی اپنی جانوں کو(نیک اعمال کے بدلے)مول لے لو(بچالو)میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔اے بنی عبد مناف!میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔اے عباس ابنِ مطلب!میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔اے صفیہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی!میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا!تم چاہے میرا مال مانگ لو لیکن میں تمہیں اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے (بچانے کا) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔''(صحیح بخاری:2753,4771)

سوال11:وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا'' آسمانوں کی اور زمین کی اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے۔وہ مالک ہے اور سب اس کے مملوک ہیں اور یہودی بھی ان میں ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شامل ہیں پھران کی کیا فضیلت ہے جس کی وجہ سے وہ انہیں ان کے گناہوں کی سزانہیں دے گا۔

سوال12:وَاِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ''اوراسی کی طرف لوٹ کرجاناہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اسی کی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ انصاف سے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا کیونکہ وہ عادل ہے، ظلم نہیں کرتا۔

یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ عَلٰی فَتۡرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّ لَا نَذِیۡرٍ ۟ فَقَدۡ جَآءَکُمۡ بَشِیۡرٌ وَّ نَذِیۡرٌ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (19)

اے اہلِ کتاب! یقیناً رسولوں کے ایک وقفے کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا، تو یقیناً تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(19)

سوال1:یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ ''اے اہلِ کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے '' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو اہل کتاب کے نام سے پکارا ہے یہ ان کے لیے اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب سے نوازا۔اسی وجہ سے انہیں دعوت دی ہے کہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لے آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھیج کر احسان کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور ایمان لے آؤ۔

سوال2:فَتۡرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ ''رسولوں کے ایک وقفے کے بعد'' سے مراد کون سا وقفہ ہے؟

جواب:﴿1﴾ فترہ سے مراد وہ زمانہ ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور نبی ﷺ کے درمیان تھا یعنی تقریباً 570 یا 600 سال کا فاصلہ۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے طویل عرصے تک رسول مبعوث نہیں کیا جب کہ ان کی شدید ضرورت تھی۔اسی بنا پر دعوت دی گئی ہے کہ ایمان لے آؤ۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے رسول کو کیوں بھیجا؟

جواب:رسول کو یاد دہانی کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ تم یہ حجت نہ پیش کر سکو کہ ہمیں کوئی بشارت، کوئی ڈراوا نہیں پہنچا ہم نے بھول کے بے راہ روی اختیار کی۔

سوال4:اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّ لَا نَذِیۡرٍ ''کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر حجت پوری کردی ہے کہ وہ یہ نہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں بھیجا۔

سوال5:فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ'' تو یقیناً تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے نبی کی آمد پر واضح کیا ہے کہ اب بشیر ونذیر آ گیا ہے جو تمہیں دنیا وآخرت کے ثواب کی خوش خبری دیتا ہے ایسے اعمال سے آگاہ کرتا ہے جن سے ثواب ملے،ان اعمال کو انجام دینے والوں کی صفات بیان کرتا ہے،دنیا وآخرت کے عذاب سے اور ان اعمال سے ڈراتا ہے جو برے اعمال کا باعث بنیں اور ان اعمال کا ارتکاب کرنے والوں کی صفات سے واقف کرواتا ہے۔

سوال6:وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی وجہ سے ہر ایک چیز نے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔کوئی اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔اس نے اپنی قدرت سے رسول بھیجے،کتابیں بھیجیں جو رسول کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ثواب دیتا ہے اور جو رسول کی نافرمانی کرتا ہے اسے عذاب دیتا ہے۔

سوال7:اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے قدیر ہونے کا مطلب کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس لئے اس نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیج دیا اب اگر تم نے ان کی ہدایت کو قبول نہ کیا تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

سوال8:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت'' قدیر'' کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی بھیجنے سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر8

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ(20)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم!اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب اُس نے تم میں سے انبیاء بنائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورتمہیں بادشاہ بنایااوراس نے تمہیں وہ کچھ دیاجو جہانوں میں کسی کونہیں دیاتھا۔(20)

سوال1:وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْانِعْمَۃَاللّٰہِ عَلَیْکُمْ ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہااے میری قوم!اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یادکرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس واپس جانے کے لیے موسیٰ علیہ السلام پر جہادفرض کیاتو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں نصیحت کی تاکہ وہ جہاد پر قائم رہیں۔﴿2﴾اذْکُرُوْانِعْمَۃَاللّٰہِ عَلَیْکُمْ اللہ تعالیٰ کے انعامات کواپنی زبان اوراپنے دل سے یادکرو۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے ذکر کابڑافائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوجاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کی عبادت میں خوشی نصیب ہوتی ہے۔

سوال2:اس رکوع میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا تذکرہ کیاگیااس میں کیاحکمت ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اپنے پیغام کولوگوں تک پہنچانے کے لئے کسی گروہ کاانتخاب کرلیتاہے،قدیم دورمیں یہ اعزازبنی اسرائیل کوحاصل تھااسی لئے ان کی تاریخ کا تذکرہ کیاگیا۔اس تذکرے میں حکمت کے کئی پہلوہیں۔حکمت کا پہلا پہلو:بنی اسرائیل کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ وہ ہمیشہ حق کے دشمن رہے اوراللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ وہ پوری اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کے دشمن رہیں گے لہذاان کی تاریخ کوکھول کرمسلمانوں کے سامنے رکھ دیاتاکہ مسلمانوں کے خلاف جو طریقے،جوذرائع یہ اختیارکریں مسلمان ان سے آگاہ ہوکر،ان اثرات سے بچ سکیں۔حکمت کادوسراپہلو:ایک حکمت یہ بھی تھی کہ بنی اسرائیل کے دینی تجربات سے امت مسلمہ کوواقف کروایاجائے تاکہ مسلمان جان لیں کہ دین پر چلتے ہوئے ٹھوکر کہاں لگتی ہے؟اس کانتیجہ کیانکلتاہے؟بعدمیں آنے والوں پراس کے اثرات کیامرتب ہوتے ہیں؟شیطان کہاں سے حملہ کرتا ہے؟دین میں تبدیلی کہاں سے شروع ہوتی ہے؟بے خوفی اورسنگ دلی کے رویئے کیسے پیداہوتے ہیں؟مقصدیہ ہے کہ بنی اسرائیل کے تجربات سے مسلمان سبق لیں۔حکمت کا تیسراپہلو:اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قومیں جب طویل مذہبی زندگی گزارلیتی ہیں توسنگ دل ہوجاتی ہیں اورآنے والی نسلیں ہدایت کے راستے سے ہٹ جاتی ہیں اورمسلمانوں کی تاریخ قیامت تک طویل چلنی ہے۔اندیشہ یہ تھا کہ ایسے حالات آئیں گے جس میں امت گمراہ ہوجائے گی لہٰذاآنے والے وقتوں میں مسلمان مصلحین کو یہ معلوم ہوجائے کہ جب لوگ ہدایت کے راستے سے دورنکل جائیں،غافل اورسنگ دل ہوجائیں توانہیں حق کی دعوت کیسے دی جائے؟اورخودکومایوسی سے کیسے نکالاجائے؟

سوال3:اِذْجَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا ''جب اُس نے تم میں سے انبیاء بنائے اورتمہیں بادشاہ بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اِذْجَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ ''جب اُس نے تم میں سے انبیاء بنائے''ان انبیاء میں سے موسیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام وغیرہ ہیں جو تمہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور ہلاکت سے ڈراتے ہیں۔ تمہیں ہمیشہ کی سعادت کی طرف بلاتے ہیں اور تمہیں ایسی باتیں سکھاتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے تھے۔﴿2﴾ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا'' اور تمہیں بادشاہ بنایا'' تم اپنے معاملات کے خود مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دشمن کی غلامی سے نجات دلائی اور تم اپنے معاملات کے خود مالک بن گئے اور تمہارے لیے اپنے دین پر قائم رہنا ممکن ہو گیا۔ (تفسیر سعدی:673/1)

سوال4: وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ'' اور اس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اور تمہیں دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا کیں۔﴿2﴾ اور اس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا اس سے اشارہ کیا گیا ہے ان معجزات کی طرف جو بنی اسرائیل کو عطا کئے گئے تھے جیسے من وسلویٰ کا نازل کرنا، بادلوں کا سایہ اور فرعون سے نجات کے لئے دریا سے راستہ بنانا۔ اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کی وجہ سے یہ قوم اپنے دور میں بڑی فضیلت کے مقام پر تھی۔﴿3﴾ اب یہ فضیلت اُمت مسلمہ کو حاصل ہے۔ رب العزت نے فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ضرور ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔ (آل عمران:110) تم بہترین اُمت ہو جسے نسل انسانی کے لئے بنایا گیا ہے اور اُس کا مقصد وجود بھی واضح کر دیا گیا کہ تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ اسی کام کے ساتھ خیر اُمت یعنی بہترین امت ہونے کا اعزاز برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

سوال5: بنی اسرائیل کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان میں انبیاء بھیجے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے آباء واجداد میں سیدنا اسحاق علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اولادیں، سیدنا ہود علیہ السلام، سیدنا شعیب علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک جلیل القدر انبیاء آئے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان میں بادشاہ بھیجے مثلاً سیدنا یوسف علیہ السلام اس دور کی تہذیب یافتہ دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ تھے۔ مصر میں ان کو بڑا اقتدار نصیب ہوا پھر سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تعلق بھی بنی اسرائیل سے تھا۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے ان میں کتابیں بھیجیں۔ تورات، زبور، انجیل (تینوں کتابیں) اور متعدد صحیفے ان ہی میں آئے۔

سوال6: نبوت اور بادشاہت (فرمانروائی) اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ دونوں میں کیا فرق ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ نبوت خصوصی مرتبہ ہے اس میں دوسرے شریک نہیں ہو سکتے اسی لئے فرمایا اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ تم میں نبی پیدا کئے۔﴿2﴾ بادشاہت اجتماعی عہدہ ہے جس میں بادشاہ کے ساتھ اس کی قوم بھی شامل ہوتی ہے۔اسی لئے فرمایا: وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا تمہیں بادشاہ بنایا۔

سوال7: وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ''اور اس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد بنی اسرائیل کا منصب امامت پر فائز ہونا تھا۔امت مسلمہ سے پہلے بنی اسرائیل اس ذمہ داری پر مامور تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو ساری دنیا تک پہنچائیں گے۔شہادت حق کا فریضہ فقط بنی اسرائیل کی ذمہ داری تھی اس آیت میں اسی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ(21)

اے میری قوم!اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اپنی پیٹھوں پر نہ پھر جاؤ ورنہ تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے۔(21)

سوال1: یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ ''اے میری قوم!اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد کنعان اور فلسطین کا علاقہ ہے۔

سوال2: اس علاقے کو مقدس کہنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: یہ وہ علاقہ ہے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسحاق علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت کا آغاز کیا تھا، چونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی، اللہ تعالیٰ کی توحید کی پہلی پکار اس سرزمین سے اٹھی تھی اسی لئے اسے مقدس سرزمین کہا گیا۔

سوال3: الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ''جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سرزمین فلسطین لکھ دی ہے کہ اسے جا کر فتح کر لیں اور دشمنوں پر فتح حاصل کر لیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے ارض مقدس بنی اسرائیل کے نام لکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ارض مقدس لکھنے سے مراد اللہ تعالیٰ کا فتح اور اپنی طرف سے نصرت یعنی مدد کا وعدہ ہے۔﴿2﴾ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جہاد کرنے کی صورت میں کر رکھا تھا۔

سوال5: ارض مقدس کو فتح کرنے کا حکم کس دور کا ہے؟

جواب: یہ حکم اس دور کا ہے جب بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد ساری منزلیں طے کرتے ہوئے دشتِ فاران میں پہنچے۔یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیابان جزیرہ نمائے سینا میں عرب کی شمالی اور فلسطین کی جنوبی سرحد سے متصل ہے۔

سوال6:وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ ''اور اپنی پیٹھوں پر نہ پھر جاؤ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ جہاد سے منہ مت پھیرو۔

سوال7:فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ''ورنہ تم خسارہ اٹھانے والے ہوکر پلٹو گے'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کیا سمجھایا وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی اپنے دشمن پر فتح نہ پانے کی وجہ سے تم خسارے میں رہو گے اور آخرت میں نافرمانی کی وجہ سے ثواب سے محروم ہوکر خسارے میں رہو گے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ایک پستیوں میں گری ہوئی شکست خوردہ ذہنیت رکھنے والی قوم کو ابھارا ہے۔بزدلی اور کم حوصلگی کے برے انجام سے آگاہ کیا ہے کہ اگر پیچھے قدم ہٹایا تو نامراد ہوکر رہ جاؤ گے۔پیچھے مصر کی غلامی ہے اور آگے قدم نہ بڑھایا تو صحرا میں مرکر فنا ہو جاؤ گے۔

سوال8:بنی اسرائیل نے جہاد کرنے سے انکار کیوں کیا؟

جواب:﴿1﴾ بنی اسرائیل عمالقہ کی بہادری سے مرعوب ہوکر ہمت ہار بیٹھے تھے۔﴿2﴾ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی مدد کے وعدے پر یقین نہ کیا۔اس لئے جہاد کرنے سے انکار کر دیا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ(22)

انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! بلاشبہ اس میں ایک جابر قوم ہے اور بلاشبہ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائیں چنانچہ اگر وہ خود وہاں سے نکل جائیں تو یقیناً ہم داخل ہونے والے ہیں۔(22)

سوال1:قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ''انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! بلاشبہ اس میں ایک جابر قوم ہے'' جبار قوم سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد عمالقہ ہیں۔جبار کے معنی قدآور،زورآور،تگڑے اور طاقت ور کے ہیں عربی میں جبار کھجور کے ان درختوں کو بھی کہتے ہیں جو بہت اونچے ہوں(تدبر)

سوال2:اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ''بلاشبہ اس میں ایک جابر قوم ہے'' یہودیوں نے ''جبار قوم'' کی موجودگی پر واویلا کیوں کیا؟

جواب:﴿1﴾ موسیٰ علیہ السلام نے بارہ سردارانِ بنی اسرائیل کو فلسطین کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا انہوں نے ملک کے باشندوں کے بارے میں جب یہ بتایا کہ وہ زورآور ہیں تو زرخیز اور شاداب علاقے کے بارے میں ان کے حوصلے ٹوٹ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گئے اور وہ واپس مصر جانے کی سوچنے لگے۔﴿2﴾ بنی اسرائیل اس بات کو بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک فلسطین کی میراث دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔﴿3﴾ یہودی ایسی سستی اور آرام دہ فتح چاہتے تھے جس کے لئے انہیں کوئی کوشش نہ کرنی پڑے۔

سوال3:وَاِنَّالَنۡ نَّدۡخُلَهَاحَتّٰى يَخۡرُجُوۡامِنۡهَا'' اور بلاشبہ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ان کا یہ قول ان کی بزدلی اور قلت یقین پر دلالت کرتا ہے ورنہ اگر وہ عقل مند ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ وہ بھی سب کے سب آدم کی اولاد ہیں اور طاقتور وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی اعانت سے نواز دے، کیونکہ اللہ کی اعانت وتوفیق کے بغیر کسی کے پاس کوئی قوت واختیار نہیں، نیز انہیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ ان کو ضرور فتح ونصرت سے نوازا جائے گا، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ساتھ فتح ونصرت کا خاص وعدہ کر رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:674/1)﴿2﴾ان کی اس ذہنی شکست کی وجہ یہ تھی کہ ان کے دس نقیبوں نے عمالقہ کے بارے میں اپنے قبائل کو ڈرایا تھا۔(تیسیر الرحمٰن:338/1)

سوال4:فَاِنۡ يَّخۡرُجُوۡامِنۡهَافَاِنَّادٰخِلُوۡنَ'' چنانچہ اگر وہ خود وہاں سے نکل جائیں تو یقیناً ہم داخل ہونے والے ہیں'' جبار قوم سے متاثر ہو کر یہود کا جواب کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾ ہم اس شہر میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نہ نکل جائیں۔﴿2﴾ پھر اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں داخل ہوں گے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمَا ادۡخُلُوۡا عَلَيۡهِمُ الۡبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلۡتُمُوۡهُ فَاِنَّكُمۡ غٰلِبُوۡنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ(23)

ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ پھر جب تم اس سے داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب ہونے والے ہو اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو، اگر تم مومن ہو۔(23)

سوال1:قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ'' ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے انہوں نے اپنی قوم کا دل بڑھاتے ہوئے ان کو دشمن کے خلاف جنگ کرنے اور ان کے علاقوں میں اترنے پر آمادہ کرنے کے لیے کہا۔(تفسیر سعدی:674/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: وہ دولوگ کون تھے جنہوں نے بنی اسرائیل کی ہمت بندھانے کی کوشش کی؟

جواب: تورات کے مطابق تفتیشی مہم کے دوارکان یوشع اور کالب تھے۔(جامع البیان:190/6)

سوال3: اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمَا ''جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا'' یہاں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام یا یقین اور اصلاح۔(تفسیر قرطبی:69/3) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں سچا ایمان عطا کیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خوف عطا کیا تھا۔انہیں صبر اور یقین کی نعمت عطا کی تھی اور کلمہ حق کہنے کی جرأت عطا کی تھی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور خداخوفی کی قدر و قیمت کیا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور خداخوفی کی وجہ سے جرأت پیدا ہوتی ہے۔انسانی دنیا کے جباروں کی جباری متاثر نہیں کرتی۔خطروں کے مقابلے میں شجاعت پیدا ہوتی ہے۔

سوال5: بنی اسرائیل کے دومومنوں نے اپنے ساتھیوں کی ہمت بندھائی۔اُن کے اندر یہ ہمت کہاں سے آئی تھی؟

جواب: دونوں مومنوں کو ایمان اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے پر یقین کی وجہ سے خود ہمت ملی تھی۔اسی وجہ سے انہوں نے دوسروں کی ہمت بندھائی۔

سوال6: سیدنا یوشع اور کالب کے مثالی کردار سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والوں کے لئے ان دومثالی کرداروں سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب سب سوجائیں تو جاگنے والے کیسے جاگتے ہیں اور جب سب مرجاتے ہیں تو زندہ رہنے والے کیسے زندہ رہتے ہیں؟

سوال7: اُدْخُلُوْا عَلَیْھِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْہُ فَاِنَّکُمْ غٰلِبُوْنَ ''ان پر دروازے سے داخل ہوجاؤ پھر جب تم اس سے داخل ہوجاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب ہونے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں نے کہا کہ جب تم پختہ ارادہ کرلوگے اور شہر کے دروازے میں داخل ہوجاؤ گے تو وہ شکست کھاجائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں غلبہ اور فتح نصیب کرے گا۔

سوال8: دلوں کی دنیا اور جنگ کے میدان کا اصول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اقدام کرو۔﴿2﴾ گھس جاؤ جب کسی قوم کے گھر کے اندر دشمن پہنچ جائے تو اس کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں اور حملہ آور کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جو کہ سب سے بڑا اصول اور سب سے بڑی تیاری ہے۔

سوال9: دین کی نمائندہ قوم سے اللہ تعالیٰ کا کیا مطالبہ ہے؟

جواب: دین کے نمائندوں سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ دنیا میں باعزت ہوں، دنیا میں برتری حاصل کریں تاکہ اس بات کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عملی مظاہرہ ہو سکے کہ آخرت میں بھی سرفرازی صرف اہل حق کو ہوگی اور باقی لوگ جیسے دنیا میں مغلوب ہوں گے اہل حق سے آخرت میں بھی مغلوب ہو جائیں گے۔

سوال10: کیا دنیا میں کامیابی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ دنیا کے امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے انسان کو امتحان دینا پڑتا ہے۔﴿2﴾ انسان کو عملی طور پر ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے والا، صبر کرنے والا اور اس کی مرضی پر قائم رہنے والا ہے۔

سوال11: وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو''﴿1﴾ تمہارے ایمان کا تقاضا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔﴿2﴾ یہ آیت توکل کے وجوب پر دلیل ہے۔﴿3﴾ توکل کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو جاتا ہے۔ارشاد رب العزت ہے: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔(الطلاق:3)﴿4﴾ توکل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے معاملے میں آسانی ہوتی ہے اور ایسے موقع پر فتح نصیب ہوتی ہے۔

سوال12: توکل سے کیا مراد ہے؟

جواب: توکل وکالت سے ماخوذ ہے۔کہا یہ جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں کو اپنا وکیل بنایا یعنی اپنا کام اس کے سپرد کیا، اس پر اعتماد کیا۔توکل کے معنی بھروسے کے ہیں۔توکل نام ہے کسی کام کو پورے ارادے، عزم، تدبیر اور کوشش کے ساتھ انجام دینے کا اور یہ یقین رکھنے کا کہ اگر اس کام میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ضرور کامیاب کر دے گا۔توکل خدا اعتمادی کا نام ہے۔

سوال13: ایمان اور توکل کے درمیان کیا تعلق ہے؟

جواب:﴿1﴾ رب پر ایمان کا لازمی تقاضا رب پر اعتماد اور توکل ہے۔اسی وجہ سے دونوں مومنوں نے یہ کہا تھا کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے۔﴿2﴾ توکل بندۂ مومن کے ایمان کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:674/1)

سوال14: توکل کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: توکل کے کئی درجات ہیں۔پہلے درجے کا توکل، یعنی اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔﴿1﴾ یقین۔i۔اس پر یقین کہ جس ذات پر بھروسہ کر رہا ہوں اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ii۔اس پر یقین کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے کامل ہے۔اس کے علم سے بڑھ کر کسی کا علم نہیں۔iii۔اس پر یقین کہ وہ قدرت رکھنے والا ہے۔اس کی قدرت سے زیادہ کسی کی قدرت نہیں۔iv۔اس پر یقین کہ وہ رحمت کرنے والا ہے۔اس سے زیادہ کوئی رحمت کرنے والا نہیں۔اس یقین سے دل اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا اور کسی دوسری ہستی کی طرف توجہ نہ کرے۔﴿2﴾ دوسرے درجے کا توکل یہ ہے کہ انسان اس ہستی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوتوجہ کا مرکز بنالے جس پر اعتماد ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے سوا کسی کونہیں جانتا اسی کے پاس شکایت لے کر جاتا ہے وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔اس کے دل میں کسی کے لئے گنجائش نہیں ہوتی۔اس درجے میں انسان سب سے منہ موڑ کر صرف اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔﴿3﴾اپنی رائے،اپنی ہستی کومٹا کر اللہ تعالیٰ پر ایسا اعتماد جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ انسان زندہ ہوتے ہوئے خودکو،اپنے مسائل کو جانتا ہے وہ روتا ہے اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے اور میت خودکونہیں جانتی۔یہ مقام انتہائی مشکل سے نصیب ہوتا ہے اور اگر ہو بھی جائے تو انسان اس حالت پر قائم نہیں رہتا۔

سوال15:توکل انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:اعتماد،یقین،تسکین،اطمینان،بےخوفی اور اُمید۔

سوال16:اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کر کے انسان کیا کھو دیتا ہے؟

جواب:اپنا چین،اطمینان،سکون،امید اور صحت۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ(24)

انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ!بے شک ہم اس وقت تک ہرگز اس میں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے جب تک وہ لوگ اس میں رہیں گے سوتم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو،یقیناً ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔(24)

سوال1:قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ''انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ!بے شک ہم اس وقت تک ہرگز اس میں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے جب تک وہ لوگ اس میں رہیں گے سوتم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو،یقیناً ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم تو اس شہر میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے۔اس کٹھن صورت حال میں ان کا قول کتنا تکلیف دہ تھا اس بات کی ضرورت تھی کہ وہ اپنے نبی کی مدد کرتے ان کے اس قول سے ان کے اور امت محمدیہ کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔﴿2﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنگ بدر کے موقع پر مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا تھا یارسول اللہ!ہم آپ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ'' آپ خود اور آپ کے خدا چلے جائیں اور آپ دونوں لڑ بھڑ لیں۔ہم تو یہاں سے ٹلنے کے نہیں۔'' آپ چلئے،ہم آپ کے ساتھ جان دینے کو حاضر ہیں۔رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس بات سے خوشی ہوئی۔(صحیح بخاری:4609)﴿3﴾بدر کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ!اگر آپ ہمیں سمندر میں بھی کود جانے کا مشورہ دیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اگر آپ ہمیں لے کر زمین کے آخری سرے تک بھی پہنچ جائیں تو ہم میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہے گا اور ہم وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بات نہیں کہیں گے جو قوم موسیٰ نے ان سے کہی تھی فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ''سو تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو، یقیناً ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں''ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر دشمنوں کے خلاف جنگ کریں گے ہم آپ کے آگے سے ،آپ کے پیچھے سے ،آپ کے دائے اور بائیں سے آپ ﷺ کے دفاع میں جنگ کریں گے۔(سیرت ابن ہشام:227/2)

سوال2:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے پر بنی اسرائیل کی صورتِ حال کیا تھی؟

جواب:﴿1﴾ بنی اسرائیل پر زوال آچکا تھا۔﴿2﴾ ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں کرتی تھی۔﴿3﴾ وہ صبر کا ثبوت دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔﴿4﴾ ان کا ایک طبقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سامنے گستاخی کرنے لگا۔﴿5﴾ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ دنیا کی طاقت ور قوموں کا خوف سمایا ہوا تھا۔

سوال3:جب اللہ تعالیٰ کا نمائندہ گروہ قربانیاں نہ دے تو وہ درحقیقت کیا چاہتا ہے؟

جواب:جب اللہ تعالیٰ کا نمائندہ گروہ اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے قربانیاں نہ دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود زمین پر تشریف لے آئیں اپنے دین کا کام خود انجام دیں جیسے بنی اسرائیل نے زبان سے کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ زبان سے نہ کہیں لیکن عملی رویہ یعنی اللہ تعالیٰ کے کاموں سے پیچھے ہٹنے کا رویہ یہی ظاہر کرتا ہے۔

سوال4:بزدل اپنے فرائض کی طرف کیسے بڑھتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ بزدل فرائض ادا کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے لیکن بزدلی دکھا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔﴿2﴾ وہ فرض چھوڑ دیتا ہے۔﴿3﴾ وہ مقصد کو ہی برا کہنا شروع کر دیتا ہے۔﴿4﴾ وہ اس دعوت کو برا بھلا کہتا ہے جو اس سے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے جو وہ کرنا نہیں چاہتا۔(فی ظلال القرآن)

سوال5:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طویل جدوجہد کا کیا انجام ہوا؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے طویل سفر کیا۔ان کی قوم نے قدم قدم پر نافرمانی کی،احکامات سے منہ موڑا،بزدلی،من مانی اور ہٹ دھرمی دکھائی۔ارض مقدس کی فتح سے الٹے پھرے۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا۔

سوال6:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے جہاد کرنے سے انکار کیا۔محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں نے آپ ﷺ کا کیسے ساتھ دیا۔کوئی مثال دیں؟

جواب:سیدنا قتادہ نے نبی ﷺ سے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ ﷺ کو اس طرح نہیں کہیں گے جس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ہم تو آپ ﷺ کے آگے سے، آپ ﷺ کے پیچھے سے، آپ ﷺ کے دائیں سے اور آپ ﷺ کے بائیں سے لڑیں گے۔(بخاری، کتاب المغازی)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ(25)

اُس نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں اپنی ذات اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا، سو تُو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان علیحدگی کر دے۔(25)

سوال1: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں اپنی ذات اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں سیدنا ہارون علیہ السلام کو اپنے ساتھ کیوں ملایا؟

جواب: سیدنا ہارون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وزیر تھے۔انہوں نے ہر موڑ پر اپنی وفاداری کا ثبوت دیا اس وجہ سے ان پر اعتماد تھا اور اپنے ساتھ سیدنا ہارون علیہ السلام کے لئے بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جذبات کا اظہار کیا کہ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ۔

سوال2: ''فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ'' سو تُو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان علیحدگی کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھ لیا کہ ان کے بھائی کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کریں کہ مجھے اجازت دیجئے اس قوم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جاؤں یعنی قیادت اور اصلاح کے کام سے مجھے الگ کر دیا جائے۔﴿2﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان رابطہ دعوت حق کی بنیاد پر تھا کہ انہوں نے ایک جگہ مل کر کوشش کی تھی۔لیکن انہوں نے عہد کو توڑ ڈالا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان کوئی تعلق نہ رہا اس لئے انہوں نے مکمل علیحدگی کی درخواست دے دی اتنے انعامات، طویل کوششوں کے باوجود جن کے اندر بے یقینی ہے ان پتھروں کو میں کیا جونک لگاؤں گا۔آپ فیصلہ فرما دیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے راستے میں قوم، نسب، نسل اور مشترکہ تاریخ کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے راستے میں زمینی تعلقات کا کوئی کام نہیں اصل چیز مقصد ہے جس کے حصول کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔

سوال4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مطالبے میں ہمارے لئے کیا سبق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سبق یہ ہے کہ جب نظریات کا تعلق ٹوٹ جائے تو تمام تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں۔﴿2﴾ جب عقیدے جدا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوجائیں تو راستے جدا ہوجاتے ہیں۔سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے جوش ایمان کا یہ منظر قابل دید ہے کہ فتح مکہ سے قبل جب ان کے باپ (ابوسفیان) کفر کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آئے اور ان کے گھر گئے تو آپ ﷺ کے بچھونے پر بیٹھنا چاہتے تھے،سیدنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر بچھونا الٹ دیا،ابوسفیان سخت برہم ہوئے کہ بچھونا اس قدر عزیز ہے۔بولیں یہ آپ ﷺ کا فرش ہے اور آپ مشرک ہیں اور اس بنا پر ناپاک ہیں،ابوسفیان نے کہا تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی۔(سیر الصحابہ)

سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے،وہ غزوہ بدر واحد میں کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے۔اس نے جب مبارزت کیلئے پکارا تو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے مقابل کھڑے ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:(مَتِّعْنَا بِنَفْسِکَ) ''ہمیں اپنے ذریعے فائدہ پہنچاؤ''(مستدرک حاکم:539/3)غزوۂ بدر میں سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شجاعت وجان بازی کے ساتھ اس جنگ میں سرگرم پیکار ہوئے،ان کے والد عبداللہ بھی اس وقت تک زندہ تھے اور کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے،انہوں نے تاک تاک کر خود اپنے لخت جگر کو نشانہ بنانا چاہا۔سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر تک طرح دیتے رہے لیکن جب دیکھا کہ وہ باز نہیں آتے تو بالآخر جوشِ توحید نسبی تعلق پر غالب آگیا اور ایک ہی ہاتھ میں ان کا کام تمام کر دیا۔

درحقیقت یہ والہانہ جوش اور مذہبی وارفتگی کی نہایت سچی مثال تھی جس میں ماں،باپ،بھائی،بہن غرض تمام رشتہ دار بالکل ایک اجنبی دشمن کی طرح نظر آتے ہیں،چنانچہ قرآن پاک نے اس انقطاع الی اللہ کی ان الفاظ میں داد دی:لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی،اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے۔(المجادلہ:22)

سوال5:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے کس چیز کا اظہار ہورہا ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے اُن کی بے بسی کا اظہار ہورہا ہے۔﴿2﴾ اس دُعا سے اپنی قوم سے برأت کا اظہار بھی ہورہا ہے۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ(26)

اللہ تعالیٰ نے کہا:پھر وہ زمین ان پر چالیس سال تک حرام کی گئی ہے،یہ لوگ زمین میں بھٹکتے رہیں گے،چنانچہ آپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نافرمان قوم پرغم نہ کریں۔(26)

سوال1:قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ''اللہ تعالیٰ نے کہا: پھر وہ زمین ان پر چالیس سال تک حرام کی گئی یہ لوگ زمین میں بھٹکتے رہیں گے'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم سے کیسے الگ کیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان بدبختوں کو چالیس سال (1400۔1440ق م) تک فاران اور شرق اردن کے درمیان صحراؤں کے حوالے کر دیا جب کہ وہ مقدس سرزمین کی دہلیز پر ہے اللہ تعالیٰ نے وہ سرزمین چالیس سال تک ان کے لئے حرام کر دی۔وہ زمین میں مارے مارے پھرتے رہے لیکن کسی طرف جانے کی کوئی راہ نہیں پاتے تھے۔

سوال2: کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قوم سے کیے گئے انعام کے وعدے کو بھی ٹال دیا جاتا ہے؟

جواب:اس آیت سے یہ دلیل ملتی ہے کہ گناہوں کی سزا میں بڑی نعمت کو بھی ٹال دیا جاتا ہے۔

سوال3:بنی اسرائیل کے بیت المقدس میں داخلے کے لیے چالیس سال تک کی پابندی عائد کر دی تھی اس مدت کے مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾اس مدت کے مقرر کرنے میں شائد یہ حکمت ہو کہ 40 سالوں کے دوران صبر وثبات سے کام نہ لینے والے اکثر افراد مر چکے جو بلند ارادوں سے، عالی ہمتی سے محروم تھے۔﴿2﴾ شائد اس میں یہ بھی حکمت ہو کہ نئی نسل کی عقل اور شعور کی تربیت ہو جو دشمنوں پر غالب ہونے، آزادی حاصل کرنے اور ذلت سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

سوال4:بنی اسرائیل کے بچوں میں حکمرانی کی صفات کیسے پیدا ہوئیں؟

جواب:﴿1﴾ لمبی مدت تک صحرائی زندگی کی مشقتوں کو برداشت کیا۔﴿2﴾ بچوں کے باپ جن پُرخطر حالات کو بچوں کے حق میں موت سمجھتے تھے ان پُرخطر حالات میں داخل ہونے میں ان کی زندگی کا راز چھپا ہوا تھا۔بنی اسرائیل کے بچوں کی عقل وشعور کی تربیت ہوئی تو ان کے ارادے بلند ہوئے، ان میں عالی ہمتی پیدا ہوئی۔وہ غلامی سے آزاد ہونے اور سعادت کے لیے کوشش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

سوال5:انسان کے اندر بہترین صفات کب پیدا ہوتی ہیں؟

جواب:جب اس کو حالات کا مقابلہ کر کے زندہ رہنا پڑے جب چیلنجز قبول کرنے پڑتے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو بلندی تک پہنچانا چاہے۔

سوال6:عافیت کی زندگی کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ قوم مردہ قوم بن جاتی ہے۔﴿2﴾ اپنی عافیت کے لیے ذلت گوارا کر لیتی ہے۔﴿3﴾ اپنی عافیت کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مغلوب ہونا گوارا کرلیتی ہے۔﴿4﴾اپنی عافیت کے لیے غلام ہونا گوارا کرلیتی ہے۔﴿5﴾عافیت پراطمینان کے نتیجے میں نہ ارادے بلند ہوتے ہیں،نہ عالی ہمتی رہتی ہے،نہ جہاد ہوتا ہے،نہ دنیا میں سعادت نصیب ہوتی ہے،نہ آخرت میں جنت۔

سوال7:کون سے اوصاف ہیں جو کسی قوم کو زندہ قوم بناتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾مقصد کے لیے جینا۔﴿2﴾مقصد کے لیے جان دینے کی تمنا رکھنا۔﴿3﴾ارادوں کی بلندی﴿4﴾عالی ہمتی۔ ﴿5﴾جفاکشی۔﴿6﴾سادگی۔﴿7﴾یک سوئی۔﴿8﴾حقیقت پسندی

سوال8:کسی قوم کو غیر معمولی حالات میں کیوں ڈالا جاتا ہے؟

جواب:کسی قوم کو غیر معمولی حالات میں اس لیے ڈالا جاتا ہے تاکہ وہ دوبارہ زندہ قوم بن جائے۔

سوال9:یہودی اپنے آپ کو عمل اور اطاعت کی ذمہ داریوں سے کیوں بری خیال کرتے تھے؟

جواب:یہودی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محبوب اور چہیتا سمجھتے تھے۔جنت کو اپنی میراث سمجھتے تھے۔یہ واضح کیا گیا کہ اگر گمان کی کچھ حقیقت ہے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے فلسطین کی سرزمین کو فتح کرنے کے باوجود حرام کردیا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں فلسطین نہیں پہنچایا۔

سوال10:بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آنے والے اس واقعے میں ہمارے لئے کیا سبق ہے؟

جواب:دنیا کی جنت (آسائشیں) اگر محنت سے ملتی ہیں تو آخرت کی جنت مفت نہیں ملے گی۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر اُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے۔(البقرہ:214)

سوال11:بنی اسرائیل ارض مقدس کی دہلیز پر پہنچ گئے لیکن فتح اور حکمرانی نصیب نہ ہوئی،وجوہات بتائیں؟

جواب:﴿1﴾بنی اسرائیل ارض مقدس کی دہلیز پر پہنچ کر بھی فتح و کامرانی حاصل نہ کر سکے کیونکہ ان کو اپنا مقصد بھول گیا تھا۔ ﴿2﴾وہ دنیا کی حرص میں مبتلا ہوئے۔﴿3﴾ان کا عزم کمزور ہوگیا۔﴿4﴾ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔﴿5﴾ان کی فطرت خراب ہوگئی۔ذلت،ظلم اور غلامی نے ان کی فطرت بدل ڈالی تھی۔ان کے ضمیر خراب کردیئے تھے جو حکمرانی کے لئے نامناسب ہے۔

سوال12:حکمرانی کے لئے کن صفات کا ہونا ضروری ہے؟

جواب:﴿1﴾مقصد پر جمے رہنا۔﴿2﴾اولوالعزمی۔﴿3﴾عالی ہمتی۔﴿4﴾دوراندیشی۔﴿5﴾فیصلے کرنے اور ان پر جمنے کی صلاحیت۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال13:فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ’’ چنانچہ آپ نافرمان قوم پرغم نہ کریں‘‘سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فاسق قوم پرغم کھانے سے کیوں روکا گیا؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے لیے بے حدنرم دل تھے۔اسی وجہ سے جب بنی اسرائیل کوسزا ملتی تو وہ بے حدغم زدہ ہوجاتے تھے اس شفقت کی وجہ سے وہ اپنی قوم کے حق میں دعائیں کرتے تھے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے نافرمان لوگوں کے حال پرترس کھانے سے روکا ہے۔﴿2﴾ فاسق قوم بات ماننے کے لئے تیارنہیں تھی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرض ادا کردیا تھا۔ غم فطری امر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ آپ نے اپنا کام کردیا ہے۔﴿3﴾ ان کی نافرمانی سزا کا تقاضا کرتی تھی اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فاسقوں پرترس کھانے سے روکا ہے۔

سوال14:نافرمانوں کی حالت پرترس کیوں آتا ہے؟

جواب:انسانی تعلق کی وجہ سے انسان اپنے آپ کوان کی جگہ پررکھ کردیکھتا ہے پھرترس کھاتا ہے۔

سوال15:نافرمانوں پرترس کھانے سے انسان کے معاملات پرکیافرق پڑتا ہے۔

جواب:﴿1﴾ نافرمانوں پرترس کھانے کی وجہ سے انسان نافرمانیاں برداشت کرلیتا ہے۔﴿2﴾ کچھ حالات میں نافرمانیاں کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔﴿3﴾ آہستہ آہستہ نافرمانیوں کوبُرا محسوس نہیں کرتا۔

سوال16:نافرمانوں پرترس نہ کھانے سے مومن پرکیااثر پڑتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ نافرمانوں پرترس نہ کھانے کی وجہ سے مومن نافرمانیاں ہوتی نہیں دیکھ سکتا وہ نافرمانیوں سے روکتا ہے۔ ﴿2﴾ مومن نافرمانیاں کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔﴿3﴾ مومن نافرمانیوں سے نفرت کرتا ہے۔

سوال17:آج کی امت مسلمہ کے لئے اس میں کیا سبق ہے؟

جواب:امت مسلمہ کے لئے بنی اسرائیل کے حالات میں سبق ہے کہ اگر اپنی حالت نہ بدلی تو مستقل غلامی کی وجہ سے فطرت بھی خراب ہوجائے گی اورضمیر بھی بدل جائے گا۔پھرذلت میں چین ملے گا اور کبھی عروج نصیب نہیں ہوگا۔دردر کی ٹھوکریں مقدر بن جائیں گی۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان واقعات سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

رکوع نمبر9

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ(27)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورانہیں آدم کے دو بیٹوں کا برحق واقعہ پڑھ کر سُناؤ، جب اُن دونوں نے قربانی پیش کی تو اُن دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔اُس (دوسرے) نے کہا:''میں ضرور بہ ضرور تجھے قتل کردوں گا''اُس نے جواب دیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے۔(27)

سوال1:وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ''اورانہیں آدم کے دو بیٹوں کا برحق واقعہ پڑھ کر سُناؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ ''اورانہیں پڑھ کر سُناؤ''ان کے سامنے قصہ بیان کرو۔﴿2﴾ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ''آدم کے دو بیٹوں کا برحق واقعہ'' آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے درمیان ہونے والے جھگڑے کے بارے میں حق بات بتادیں۔﴿3﴾ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں سے مراد ہابیل اور قابیل ان کے صلبی بیٹے ہیں جن میں سے ایک کی قربانی کے قبول ہونے کی وجہ سے دوسرے نے اسے قتل کرڈالا۔﴿4﴾ بِالْحَقِّ: ٹھیک ٹھیک، صحیح واقعات سنادیجئے۔اس میں تاریخی واقعات کے بیان میں اہم اصول کی تلقین کی گئی کہ احتیاط لازم ہے۔(معارف القرآن)﴿5﴾ واقعات کو بیان کرنے کا حق اس طرح سے ادا ہوسکتا ہے کہ اس سے نصیحت حاصل ہو۔

سوال2:اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا ''جب اُن دونوں نے قربانی پیش کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:ان دونوں میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے قربانی پیش کی۔

سوال3:یہ نذر یا قربانی کس لئے پیش کی گئی تھی؟

جواب:حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:سیدنا آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا قصہ بے کم وکاست سنادو،ان دونوں کا نام ہابیل اور قابیل تھا۔مروی ہے کہ چونکہ اس وقت دنیا کی ابتدائی حالت تھی اس لئے یوں ہوتا تھا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے ہاں ایک حمل سے لڑکی لڑکا دو ہوتے تھے۔پھر دوسرے حمل میں بھی اس طرح ہوتا اس طرح اس حمل کا لڑکا اور دوسرے حمل کی لڑکی ان دونوں کا نکاح کرادیا جاتا تھا،ہابیل کی بہن تو خوبصورت نہ تھی اور قابیل کی بہن خوبصورت تھی تو قابیل نے چاہا کہ اپنی ہی بہن سے اپنا نکاح کرے۔سیدنا آدم علیہ السلام نے اس سے منع کیا آخر یہ فیصلہ ہوا کہ تم دونوں اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ نکالو جس کی خیرات قبول ہوجائے اس کا نکاح اس کے ساتھ کردیا جائے گا۔ہابیل کی خیرات قبول ہوگئی پھر حسد کی وجہ سے دونوں میں یہ واقعات پیش آئے۔(مختصر ابن کثیر:429/1)

سوال4:اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کیوں کی جاتی ہے؟

جواب:قربان عربی لغت کے اعتبار سے اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو کسی کے قرب کا ذریعہ بنایا جائے۔اصطلاح شرع میں اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَاوَ لَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ''تو اُن دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: آسمان سے نازل ہونے والی آگ نے جب ایک کی قربانی کو کھالیا تو پتہ چلا کہ اس بھائی کی قربانی قبول ہوگئی اور جس کی قربانی کو آگ نے نہیں کھایا اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی۔

سوال6:قربانی کا قبول کیا جانا یا نہ کیا جانا کیسا معاملہ ہے؟

جواب: یہ ایسا معاملہ ہے جس کا تعلق غیبی قوت سے ہے اور اس کی کیفیت بھی غیبی ہے۔

سوال7:قربانی قبول نہ ہونے کا سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ دل میں خدا کا خوف نہ ہونا۔﴿2﴾ نیت کا خالص نہ ہونا۔﴿3﴾ قربانی کا اللہ تعالیٰ کی خاطر نہ ہونا۔

سوال8:قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ''اس (دوسرے) نے کہا: ''میں ضرور بہ ضرور تجھے قتل کردوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قَالَ: اس بیٹے نے کہا جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی۔﴿2﴾ لَاَقْتُلَنَّكَ قابیل نے ہابیل کو دھمکی دی کہ میں تجھے قتل کردوں گا۔﴿3﴾ ''میں ضرور بہ ضرور تجھے قتل کردوں گا'' قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی تو اس نے قصور اپنے بھائی میں تلاش کیا جس کی قربانی قبول ہوئی۔﴿4﴾ قابیل نے کہا کہ تیرے لیے والد نے دعا کی اور تیری قربانی کی قبولیت کے لیے نماز پڑھ کر خاص طور سے دعا فرمائی جس کی برکت سے تیری قربانی قبول ہوگئی۔اس سوچ کی وجہ سے اسے اپنے بھائی سے حسد ہوگیا۔حسد اور بغض کی وجہ سے بس اسے یہی سجھائی دیا کہ بھائی کو قتل کرڈالے یہ اسی کا اظہار ہے۔

سوال9:انسان کے اندر حسد کب پیدا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان کو اپنی غلطیاں نظر نہیں آتیں۔﴿2﴾ جب وہ اپنی ناکامیوں کے اسباب دوسروں میں تلاش کرتا ہے۔﴿3﴾ پھر انسان غصے میں انتقام لینا چاہتا ہے اور انسان کے دل کو حسد کی آگ لگ جاتی ہے۔

سوال10:حسد کا جذبہ ٹھنڈا کیوں نہیں ہوتا؟

جواب:﴿1﴾ انسان اپنے ذہن میں عذر گھڑ لیتا ہے جو اس کے جرم کو جائز ثابت کرسکیں۔﴿2﴾ انسان خودساختہ وجوہات میں تسکین تلاش کرلیتا ہے۔﴿3﴾ انسان اپنے ضمیر کی آواز کو دبالیتا ہے۔

سوال11:قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ''اُس نے جواب دیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہابیل نے کہا اللہ تعالیٰ متقیوں کی نذریں ہی قبول کرتا ہے۔﴿2﴾ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر، اس کو راضی کرنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے عمل کرے اللہ تعالیٰ تو اسی سے قبول کرتے ہیں۔﴿3﴾اس نے نرمی سے کہا کہ میرا کون سا جرم ہے جو تجھ پر میرے قتل کو واجب کرتا ہے سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔(تفسیر سعدی:677/1)﴿4﴾سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر مجھے یقین ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک وقت کی نماز قبول کرلی ہے تو مجھے اس سے اتنی خوشی حاصل ہو جو دنیا ومافیھا کے ملنے سے بھی نہ ہو۔یہ فرما کر انہوں نے یہی آیت پڑھی۔(ابن ابی حاتم)

سوال12:کس کی قربانی قبول کی جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ متقی اور پرہیزگار کا عمل قبول فرماتے ہیں جس میں تقویٰ نہیں اس کا عمل قبول نہیں ہوگا۔

سوال13:اللہ تعالیٰ متقیوں کے اعمال ہی قبول کرتا ہے اس سلسلے میں متقین کے اقوال تحریر کریں؟

جواب:﴿1﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ یقین ہوجائے کہ میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا تو یہ وہ نعمت ہے کہ ساری زمین سونا بن کر اپنے قبضے میں آجائے تو بھی اسکے مقابلے میں کچھ نہیں۔﴿2﴾سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو خط میں یہ نصائح لکھیں کہ''میں تجھے تقویٰ کی تاکید کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور اہل تقویٰ کے سوا کسی پر رحم نہیں کیا جاتا اور اس کے بغیر کسی چیز پر ثواب نہیں ملتا،اس بات کا وعظ کہنے والے تو بہت ہیں مگر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔''(معارف القرآن)﴿3﴾سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے اور جو عمل مقبول ہوجائے اسے چھوٹا کیسے کہا جاسکتا ہے۔(ابن کثیر)﴿4﴾رب العزت کا ارشاد ہے:لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون، بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔(الحج:37)

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ(28)

یقیناً اگر تو نے میری جانب اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ تو مجھے قتل کردے تو میں اپنا ہاتھ تیری جانب بڑھانے والا نہیں کہ میں تجھے قتل کردوں،یقیناً میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔(28)

سوال1:لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ''یقیناً اگر تو نے میری جانب اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ تو مجھے قتل کردے تو میں اپنا ہاتھ تیری جانب بڑھانے والا نہیں کہ میں تجھے قتل کردوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہ آیت امن،تقویٰ اور صلح کے نمونے کو پیش کرتی ہے۔﴿2﴾یہ نمونہ ایسے وقت میں پیش کیا جارہا ہے جب کہ انسان اور اس کا ضمیر تک غصے میں آجاتا ہے اگرچہ وہ بہت ٹھنڈے مزاج کا ہو۔﴿3﴾''یقیناً اگر تو نے میری جانب اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ تو مجھے قتل کردے تو میں اپنا ہاتھ تیری جانب بڑھانے والا نہیں'' کے الفاظ دشمنی کو دوستی میں بدلنے کے لئے کافی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھے۔﴿4﴾ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ قتل کے جواب میں جوابی قتل کی تیاری سے اللہ تعالیٰ کا خوف ہی انسان کو روک سکتا ہے۔﴿5﴾ نبی ﷺ نے فرمایا جب دو مسلمان تلواریں لے کر (لڑنے کے لئے) ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں (پھر جنگ کرتے ہیں) تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوتے ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ یہ تو قاتل ہے مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی بھی شدید خواہش تھی کہ اپنے ساتھی کو قتل کر دے۔(بخاری7083)

سوال2:ایک مومن کے لیے ہابیل قابیل کے واقعے میں کیا سبق ہے؟

جواب:اپنے بھائی کے دل میں پائے جانے والے شر پسندی کے جوش کو ٹھنڈا کرے،دشمنی کو دوستی میں بدلے،حسد کو ٹھنڈا کرے،شر کا جوش کم کرے، ہیجان زدہ اعصاب کو ٹھنڈا کر کے دوسرے شخص کو بھائی چارے کی محبت میں لے آئے ،آخرت کے برے انجام سے ڈرائے اور اس کے دل میں تقویٰ کا احساس پیدا کرے۔(فی ظلال القرآن)

سوال3:اپنی جان کا تحفظ انسان کا بنیادی حق ہے پھر ہابیل نے اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟

جواب:﴿1﴾ ہابیل اور قابیل کا معاملہ کھلے ہوئے دینی دشمن کا میدانِ جنگ میں معاملہ نہیں ہے، بھائی اور بھائی کا معاملہ ہے ایسی صورت میں پہل نہیں کرنی چاہیے۔﴿2﴾ ہابیل نے پہل کرنے کی نفی کی ہے، بچاؤ کی نفی نہیں کی۔

سوال4:کیا اپنی جان یا مال کی مدافعت کرنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے منافی بات ہے؟

جواب:اپنی جان یا مال کا تحفظ کرنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے منافی بات نہیں ہے نبی ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر ایک شخص مجھ سے میرا مال چھیننا چاہتا ہے تو میں اس کے ساتھ کیا معاملہ کروں آپ ﷺ نے فرمایا اس کو خدا کا خوف دلاؤ سوال کرنے والے نے کہا اگر وہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ مانے،آپ ﷺ نے فرمایا اپنے گردوپیش کے مسلمانوں سے اس کے مقابلے کے لئے مدد چاہو،سوال کرنے والے نے کہا اگر میرے گردوپیش ایسے لوگ نہ ہوں،آپ ﷺ نے فرمایا پھر حکومت سے مدد چاہو،سوال کرنے والے نے نے کہا اگر وہ بھی دور ہوں،آپ ﷺ نے فرمایا اپنے مال کی حفاظت کے لئے لڑو حتیٰ کہ اپنے مال کو بچالو یا شہید ہو جاؤ۔

سوال5:اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ''یقیناً میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہابیل نے قابیل سے کہا کہ میرا یہ رویہ میری بزدلی یا میرے عجز کی وجہ سے نہیں یہ تو صرف اس وجہ سے ہے کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں اور اللہ رب العالمین سے ڈرنے والا گناہ کا اقدام نہیں کر سکتا،خاص طور پر کبیرہ گناہ کا۔ ﴿2﴾ اس آیت میں اس شخص کے لیے سخت تخویف ہے جو قتل کا ارادہ کرتا ہے اور تیرے لیے مناسب یہی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور اس سے ڈرے۔(تفسیر سعدی:677/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِكَ فَتَكُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیۡنَ (29)

یقیناً میں ارادہ رکھتاہوں کہ میرااوراپنا گناہ لے کرتم لوٹو، پھرتم آگ والوں میں سے ہوجاؤاور ظالموں کی یہی جزا ہے۔(29)

سوال1: اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِكَ "یقیناً میں ارادہ رکھتاہوں کہ میرااوراپنا گناہ لے کرتم لوٹو" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہابیل نے یہ واضح کیا کہ میں آپ سے جنگ نہیں کرنا چاہتا باوجود یہ کہ آپ نے ایک غلط کام کا پختہ ارادہ کرلیا ہے۔﴿2﴾ مجاہد،سدی،ابن جریر سے روایت ہے کہ ہابیل نے کہا کہ میں یہ چاہتاہوں کہ تونے پہلے جوگناہ کیے ہیں ان کے ساتھ میرے قتل کا گناہ بھی تیرے سرہو۔﴿3﴾ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مقتول کے سارے گناہ قاتل کے نامہء اعمال میں منتقل ہوجاتے ہیں۔﴿4﴾ قیامت کے دن ایسا ہوسکتا ہے کہ قاتل کی ساری نیکیاں دے کربھی مقتول کا حق ادانہ ہو۔(ابن کثیر)

سوال2: میرے اوراپنے گناہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: میرے گناہ کا مطلب وہ قتل ہے جو اس وقت ہوتا اگر ہابیل آگے بڑھ کرقتل کردیتا۔اوراپنے گناہ سے مرادوہ قتل ہے جو قابیل نے بعد میں کردیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قاتل اورمقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔(بخاری،مسلم،کتاب الفتن)

سوال3: قتل کے جواب میں قتل نہ کرنے کی اورقاتل کوقتل سے روکنے کے لئے ہابیل نے کیسے دلائل دیئے؟

جواب:﴿1﴾ ہابیل نے کہامیراذہن قتل کی طرف نہیں جاتا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتاہوں۔﴿2﴾ جب معاملے کا دارومدار دوامور پر ہے ایک یہ کہ میں قاتل بنوں دوسرا یہ کہ تو مجھے قتل کرے تو میں اس بات کوترجیح دوں گا کہ تو مجھے قتل کرے تاکہ تو دونوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھا کرواپس لوٹے۔(تفسیر سعدی:677/1)﴿3﴾ جرم سے روکنے کے لئے ہابیل نے قتل کے بھیانک نتائج پیش کئے تاکہ بھائی گناہ سے متنفر ہوجائے اورگناہ سے نکلنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا خوف دل کے اندر رکھے۔ ہابیل نے خوف کی بھیانک تصویرپیش کی تاکہ ظالم بھائی ظلم سے بازآجائے۔

سوال4: قابیل کا نقصان کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾ اپنے بھائی کا قتل کرکے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا۔﴿2﴾ ہرخون ناحق کا بوجھ قابیل پر پڑتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جوقتل بھی ظلم کے ساتھ ہوتا ہے اس کے خون ناحق کا بوجھ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر ہوتا ہے کیونکہ یہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا کام کیا۔(مسلم)

سوال5: فَتَكُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیۡنَ "پھرتم آگ والوں میں سے ہوجاؤاور ظالموں کی یہی جزا ہے" کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ ہابیل نے قابیل کواللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف دلایااور یہ بھی بڑے ظلم کی وجہ سے ہے جوعین عدل پر مبنی سزا ہے۔﴿2﴾ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ قتل کاارتکاب کبیرہ گناہ ہے اور یہ جہنم میں داخل ہونے کا موجب ہے ۔ (تفسیرسعدی:678/1)

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ(30)

چنانچہ اُس کے نفس نے اُس کے لیے اس کے بھائی کے قتل کو پسندیدہ بنادیا تو اُس نے اسے قتل کرڈالا، چنانچہ وہ خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔(30)

سوال1: فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ ’’ چنانچہ اُس کے نفس نے اُس کے لیے اس کے بھائی کے قتل کو پسندیدہ بنادیا‘‘ کیا نصیحت کی تمام کوششوں کے باوجود انسان جرم پر آمادہ ہوجاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ ’’ چنانچہ اُس کے نفس نے اُس کے لیے اس کے بھائی کے قتل کو پسندیدہ بنادیا‘‘ اس کے نفس نے اس کے لیے قتل کے معاملے کو مزین کردیا۔﴿2﴾ یہ حال ہر بدی ومعصیت کا ہے، ابتداء میں ہر فطرت سلیم اس سے رکتی ہے، ہچکچاتی ہے، لیکن رفتہ رفتہ نفس اس کی جانب مائل اور اس پر گرویدہ ہوتا جاتا ہے، اور اس کی طرف سے جھجک مٹتی جاتی ہے، یہاں تک کہ انسان اسے بے دھڑک کرگزرتا ہے۔(تفسیر ماجدی:895/1)﴿3﴾ نفس کے اندر کے حسد نے قابیل کو ہولناک جرم پر آمادہ کرلیا۔

سوال2: فَقَتَلَهٗ ’’ تو اُس نے اسے قتل کرڈالا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ہابیل کی قربانی قبول ہونے پر قابیل کو سخت ملال تھا اس نے کہا میرے والد نے تیرے لیے دعا کی اور تیری قربانی قبول ہوگئی اب میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا ایک دن ہابیل کو بکریوں میں گھرے ہوئے گھر آنے سے دیر ہوگئی تو باپ نے کہا: بھائی کو ڈھونڈ کر لاؤ اس پر قابیل نے سوچا اچھا موقع ہے چنانچہ قابیل بھائی کو ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوا۔ راستے میں ہابیل سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ قابیل نے کہا تیری قربانی قبول ہوگئی اور میری نہیں ہوئی میں تجھے قتل کیے بغیر نہیں رہوں گا۔ ہابیل نے کہا: میں نے اپنا پاکیزہ اور محبوب ترین مال پیش کیا تھا اور تو نے ردی مال۔ حق تعالیٰ پاکیزہ مال کو قبول کرتا ہے اور پرہیزگاروں سے ہی قبول کرتا ہے۔ ہابیل کے اس جواب سے قابیل چراغ پا ہوگیا اور لوہا اٹھا کر ہابیل کے دے مارا۔ ہابیل نے کہا: بدنصیب قابیل! تو اللہ تعالیٰ کو بھول گیا کہ وہ تیرے کرتوتوں کی سزا دے گا آخر کار اس نے ہابیل کو مار کر میدان میں لاکر ڈال دیا۔(مختصرابن کثیر:430/1)

سوال3: فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ’’ چنانچہ وہ خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:1۔ قابیل نے ہابیل کوقتل کیااوروہ دنیااورآخرت میں خسارہ پانے والوں میں شامل ہوگیا۔اس نے اپنے نفس کا نقصان کیااوراسے ہلاکت میں ڈال دیا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اوراس کی مخلوق کی نگاہ میں وہ مبغوض ہوگیا۔﴿3﴾ اپنے بھائی کا قتل کرکے قابیل کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوااوراس نے ہرقاتل کے لیے یہ سنت جاری کردی۔﴿4﴾ قیامت تک ہونے والے قتل کے گناہوں کا سزاوار ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس نے کوئی بری سنت رائج کی تواس پراس برائی کے گناہ کا بوجھ اوران لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی پڑے گا جوقیامت تک اس بری سنت پرعمل کریں گے ۔(مسلم:1017)﴿4﴾ دنیامیں جوبھی قتل کرتاہےتواس کےخون کے گناہ کا کچھ حصہ آدم کے پہلے بیٹے کے حصے میں بھی جاتا ہے کیونکہ وہ پہلاشخص ہے جس نے قتل کے جرم کی ابتدا کی تھی۔(ترمذی:2673)﴿5﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی انسان ظلم سے قتل کیا جاتا ہےتو آدم کےسب سے پہلے بیٹے قابیل کے نامہ اعمال میں بھی اس قتل کا گناہ لکھا جاتا ہے کیوں کہ قتل ناحق کی بناءسب سے پہلے اس نے قائم کی تھی۔(صحیح بخاری:3335)

سوال4:اس مقام پراس قصہ کولانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب:یہ قصہ انسان کے دل ودماغ کوان احکامات کوقبول کرنے کے لئے آمادہ کردیتا ہے جوسخت سزاؤں سے متعلق ہیں۔

سوال5:ہابیل اورقابیل کا قصہ ظلم اورنیک نفسی کے نمونے پیش کرتا ہے،واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾اس قصے میں ایک بھائی دوسرے بھائی کوقتل کرکے صریح ظلم کرتا ہےاوراس قتل کے لئے کوئی وجہ جوازنہیں ہے۔ ﴿2﴾اس قصے میں مقتول کی پاک نیتی اورصلح جوئی کا پتہ چلتا ہےجس نے اپنے بھائی کےقتل کےارادوں کے باوجوداس کے قتل کی تدابیرنہ کیں بلکہ اپنے بھائی کے حسد کی آگ کوٹھنڈا کرنے کی کوششیں کیں۔﴿3﴾اس قصے کی وجہ سے انسان کاضمیر جوش میں آتا ہےاوروہ یہ محسوس کرتا ہے کہ ایسے صریح ظلم کے خلاف قانونِ قصاص ضروری ہے۔(فی ظلال القرآن)

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ (31)

پھراللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جوزمین کریدتا تھا تا کہ وہ اُسے دکھائے کہ کیسے وہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے؟ اُس نے کہا:’’ہائے میری بربادی ! کیامیں اس سے عاجز ہوگیا کہ اس کوے کی مانندہو جاؤں تو میں اپنے بھائی کی لاش کوچھپادوں؟‘‘ چنانچہ وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہوگیا۔(31)

سوال1:فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ’’ پھراللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جوزمین کریدتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھا تا کہ وہ اسے دکھائے کہ کیسے وہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے''اللہ تعالیٰ نے لاش چھپانے کے لئے کوے کو کیوں بھیجا؟

جواب:﴿1﴾ قابیل نے اپنے بھائی کی لاش یوں ہی چھوڑ دی تھی چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔﴿2﴾یَّبۡحَثُ فِی الۡاَرۡضِ کوے کی یہ عادت ہے کہ جب کھانے کی کسی چیز کو کھانا نہیں چاہتا تو زمین کھود کر چھپا دیتا ہے۔﴿3﴾ کَیۡفَ یُوَارِیۡ سَوۡءَۃَ اَخِیۡہِ'' کیسے وہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے'' کوے کی وجہ سے بھائی کی لاش کو چھپانے کا طریقہ سمجھ آ گیا۔﴿4﴾ میت کا بدن بھی ستر ہوتا ہے۔﴿5﴾ کوے کو دیکھ کر قابیل کو ندامت ہوئی۔

سوال2: کوے کے واقعے سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور ضمیر کی آواز کی پرواہ نہیں کرتے وہ کوے سے الہام حاصل کرتے ہیں۔ضمیر کی آواز اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہنا چاہیے۔﴿2﴾ جرم کرنے کے بعد اعتراف اور ندامت کی ضرورت ہوتی ہے۔جرم چھپانے کی تدبیر کرنا شیطانی کام ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی طرف سے میت کو دفن کرنے کا طریقہ بتایا گیا اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ لاش کو ختم کرنے کے اور بھی طریقے تھے مثلاً آگ میں جلا دیا جائے یا سمندر میں پھینک دیا جائے لیکن اللہ تعالی کی طرف سے زمین میں دفن کرنے کا طریقہ بتایا گیا۔انسان کا اکرام اسی میں ہے کہ موت کے بعد اسے دفن کر دیا جائے اور انبیاء کرام کا یہی طریقہ ہے۔(تفسیر انوار البیان:106/2)﴿2﴾ اسلام چونکہ دین فطرت اور خالص حق ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کی ہر بات عدل کے ترازو میں تل کر نکلے۔اصول سے لے کر فروع تک ہر چیز میں ایک قدرتی نکھار ہو اور کوئی حصہ مذہب ایسا نہ ہو جسے انسانی دماغ کا کرشمہ و اختراع کہا جا سکے۔مُردوں کے متعلق قدیم (زمانے) سے مختلف زاویہ ہائے نگاہ رہے ہیں۔قدیم مصری لاشوں کو مخفی کر کے خواب گاہوں میں بحفاظت تام رکھتے تھے۔ہندوؤں کا خیال ہے کہ لاش کو گھی وغیرہ میں ڈال کر جلایا جائے۔اسلام اس باب میں بالکل سادہ اور فطری طریق اختیار کرتا ہے یعنی تدفین،کوے کا قصہ اس لیے بیان کیا ہے،تا کہ ابن آدم کا ذہن فوراً تدفین کی طرف منتقل ہو سکے،چنانچہ یہی ہوا۔(تفسیر سراج البیان:267/1)

سوال4:قَالَ یٰوَیۡلَتٰۤی اَعَجَزۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ مِثۡلَ ہٰذَا الۡغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوۡءَۃَ اَخِیۡ'' اُس نے کہا:'' ہائے میری بربادی کیا میں اس سے عاجز ہو گیا کہ اس کوے کی مانند ہو جاؤں تو میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قابیل نے جب بھائی کو قتل کر کے لاش کھلے آسمان تلے ڈال دی تو اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے ایک نے دوسرے کو قتل کیا پھر چونچ سے گڑھا کھود کر اس میں کوے کو ڈال کر اس کے اوپر مٹی ڈال دی۔قابیل نے جب یہ منظر دیکھا تو شرمندہ ہو کر کہنے لگا:ہائے میری بدبختی میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اپنے بھائی کی لاش نہ دفن کر سکا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: فَاَصۡبَحَ مِنَ النّٰدِمِیۡنَ ’’چنانچہ وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہوگیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اپنے بھائی کے قتل کے بعدکووں کی تدبیر کی وجہ سے قابیل نادم ہوا۔تمام گناہوں کا انجام ندامت اورخسارہ ہے۔﴿2﴾یہ پشیمانی اورندامت عذاب پرعذاب تھا۔

مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ ۚۛ کَتَبۡنَا عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَنَّہٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَ مَنۡ اَحۡیَاہَا فَکَاَنَّمَاۤ اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَ لَقَدۡ جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُنَا بِالۡبَیِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ فِی الۡاَرۡضِ لَمُسۡرِفُوۡنَ(32)

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پرلکھ دیا کہ یقیناً جس شخص نے کسی جان کوبغیرکسی جان کے (بدلے) قتل کیا یا زمین میں فساد کے بغیرقتل کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کوقتل کردیا اورجس نے کسی ایک جان کوزندہ کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کوزندہ کیا اور بلاشبہ یقیناً اُن کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لائے تھے، پھر بے شک اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں۔(32)

سوال1: مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ ’’اسی وجہ سے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے قتل کے معاملے کی وجہ سے جس میں ایک بھائی نے دوسرے سے بھائی کوقتل کردیا،اللہ تعالیٰ نے قتل کا انجام لکھ دیا کہ دنیاوآخرت میں سخت خسارے والا ہے۔

سوال2: مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا ’’یقیناً جس شخص نے کسی جان کوبغیرکسی جان کے (بدلے) قتل کیا یا زمین میں فساد کے بغیرقتل کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کوقتل کردیا‘‘قتل ناحق کے بعد انسانی جان کی قدروقیمت کوکیسے واضح کیا گیا؟

جواب: جوشخص کسی کوناحق قتل کردے تواس نے گویا سارے انسانوں کوقتل کردیا کیونکہ اس کے پاس کوئی داعیہ نہیں جو اسے تبیین پرآمادہ کرتا اورقتل ناحق کے اقدام سے روکتا۔پس جب اس نے اس جان کوقتل کرنے کی جسارت کی جوقتل ہونے کی مستحق نہ تھی،تب معلوم ہوا کہ اس مقتول ناحق اوردیگر مقتولین کے درمیان کوئی فرق نہیں۔یہ تو نفس امارہ کے داعیے کے مطابق ہے۔پس اس کا اس نفس کوقتل کرنے کی جسارت کرنا تمام نفوس انسانی کوقتل کرنے کے مترادف ہے۔اس طرح جس نے کسی نفس انسانی کوزندگی بخشی یعنی نفس امارہ کے داعیے کے باوجود کسی نفس کوباقی رکھا اوراسے قتل نہ کیا،اللہ تعالیٰ کے خوف نے اسے قتل ناحق سے روک دیا تواس نے گویا تمام انسانوں کوزندگی بخش دی۔کیونکہ اس کے ہمراہ جوخوف الٰہی ہے،وہ اسے ایسے نفس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے قتل سے روکتا ہے جو قتل کا مستحق نہیں۔(تفسیر سعدی:679/1)﴿2﴾ کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ کی نگاہ میں جرم عظیم ہے،اور اس کی وجہ سے شر وفساد کا جو خطرناک دروازہ کھل جاتا ہے ،اس کا بند کرنا مشکل ترین کام ہوتا ہے۔اور جو عفو ودرگزر یا کسی اور طریقہ سے کسی کی زندگی کی بقا کا سبب بنے گا،تو وہ گویا تمام لوگوں کی زندگی کا سبب بنے گا۔(تیسیر الرحمٰن:341/1)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے کس وجہ سے بنی اسرائیل کے لئے ناحق قتل کو سارے انسانوں کے قتل کی طرح لکھ دیا؟

جواب:قتل ناحق سارے انسانوں کے برابر اس لئے ہے کہ ہر نفس دوسرے نفس کے برابر ہے زندگی کا حق ہر انسان کو حاصل ہے ایک انسان سے زندگی کا حق چھیننا تمام انسانوں سے زندگی کا حق چھیننا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے قتل کو گناہ کبیرہ اور جرم عظیم کیوں قرار دیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے قتل نفس کو گناہِ کبیرہ اور جرم عظیم قرار دیا ہے اس کی چار وجوہات ہیں۔﴿1﴾ انسانیت کے اندر مجرموں کی موجودگی کی وجہ سے ناحق قتل کو سارے انسانوں کے قتل کی طرح لکھ دیا۔﴿2﴾ شر اور ظلم سے بھاگنے والوں کے خلاف قاتلوں کے ارتکاب جرم کی وجہ سے۔﴿3﴾ بعض لوگ جو فطری طور پر شر پسند ہوتے ہیں ان پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔﴿4﴾ جن پر نصیحت اثر نہیں کرتی ان کے لئے امن کی بات چیت مفید نہیں ہوتی۔

سوال5: كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ''ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا'' کیا یہ اصول صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا؟

جواب: یہ اصول صرف بنی اسرائیل کے لئے نہیں تھا، ہمیشہ کے لئے ہے۔سلیمان بن ربعی کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا یہ آیت ہمارے لئے بھی ہے جس طرح بنی اسرائیل کے لئے تھی۔انہوں نے فرمایا:ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں،بنی اسرائیل کے خون ہمارے خونوں سے زیادہ قابل احترام نہیں۔(ابن کثیر)

سوال6:اس آیت کریمہ کے مطابق قتل کن امور کی بناء پر جائز ہے؟

جواب: یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دو امور کی بنا پر قتل جائز ہے:﴿1﴾ اگر کسی نے جان بوجھ کر ناحق قتل کیا ہو،اگر قاتل مکلّف اور بدلہ لئے جانے کے قابل ہو،وہ مقتول کا باپ نہ ہو،تو اسے (قصاص میں) قتل کرنا جائز ہے۔﴿2﴾ وہ لوگ جو لوگوں کے دین،جان اور اموال کو ہلاک کر کے زمین میں فساد برپا کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں،مثلاً مرتدین ، اہل کفر،محاربین اور بدعات کی طرف دعوت دینے والے وہ لوگ جن کو قتل کیے بغیر ان کے شر وفساد کا سدباب نہیں ہوسکتا۔اسی طرح وہ راہزن وغیرہ ہیں جو لوگوں کا مال لوٹنے یا ان کو قتل کرنے کے لیے شاہراہوں میں لوگوں پر حملہ کر دیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:679/1)

سوال7:وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ''اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جوعفوودرگزر یاکسی اورطریقہ سے کسی کی زندگی کی بقا کا سبب بنے گا،تووہ گویاتمام لوگوں کی زندگی کا سبب بنے گا۔ (تیسیر الرحمٰن:341/1)

سوال8: قانونِ قصاص تمام زندہ لوگوں کوزندگی دینے کامفہوم اپنے اندررکھتاہے واضح کریں؟

جواب: قانونِ قصاص سے زندہ رہنے کاحق فراہم ہوتاہے جس میں تمام لوگ شریک ہیں۔

سوال9: قانونِ قصاص کی ذمہ داریاں جوہرفردِملت پرعائدہوتی ہیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ قتل کاہرحادثہ پوری قوم میں ایک ہلچل پیدا کردے جب تک اس کا قصاص نہ لے لیا جائے ہرشخص یہ محسوس کرے کہ وہ اس تحفظ سے محروم ہوگیاہے جواس کوابتک حاصل تھا۔قانون ہی سب کا محافظ ہوتا ہے۔ اگرقانون منہدم ہوگیاتوصرف مقتول ہی قتل نہیں ہوابلکہ ہرشخص قتل کی زدمیں ہے۔﴿2﴾ دوسری یہ کہ قاتل کا کھوج لگانا صرف مقتول کے وارثوں ہی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ پوری جماعت کی ذمہ داری ہے اس لئے کہ قاتل نے صرف مقتول ہی کوقتل نہیں کیابلکہ سب کوقتل کیاہے۔﴿3﴾ تیسری یہ کہ کوئی شخص اگرکسی کوخطرے میں دیکھےتواس کو پرایاجھگڑاسمجھ کرنظرانداز کرنااس کے لئے جائزنہیں ہے بلکہ اسکی حفاظت وحمایت تابہ حدمقدوراس کے لئے ضروری ہے اگرچہ اس کے لئے اسے خودجوکھم برداشت کرنی پڑے۔اس لیے کہ جوشخص کسی مظلوم کی حمایت ومدافعت میں سینہ سپرہوتاہے وہ صرف مظلوم ہی کی حمایت میں سینہ سپرنہیں ہوتا بلکہ تمام خلق کی حمایت میں سینہ سپرہوتاہے جس میں وہ خودبھی شامل ہے۔﴿4﴾ چوتھی یہ کہ اگرکوئی شخص کسی قتل کوچھپاتاہے یاقتل کے حق میں جھوٹی گواہی دیتاہے یاقتل کاضامن بنتاہے،یاقاتل کوپناہ دیتاہے۔یاقاتل کی دانستہ وکالت کرتاہے یادانستہ اس کوجرم سے بری کرتاہے وہ گویاخوداپنے اوراپنے باپ،بھائی،بیٹے کے قاتل کے لئے یہ سب کچھ کرتاہے کیونکہ ایک کا قاتل سب کا قاتل ہے۔﴿5﴾ پانچویں یہ کہ کسی مقتول کے قصاص کے معاملے میں مقتول کے وارثوں یاحکام کی مدد کرنابھی درحقیقت مقتول کوزندگی بخشناہے۔اس لئے کہ قرآن میں ارشادہواہے کہ قصاص میں زندگی ہے۔(تدبرالقرآن)

سوال10: وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ”اور بلاشبہ یقیناً اُن کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لائے تھے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی دنیامیں امن وامان قائم رکھنے کوصرف فرض ہی نہیں بتایابلکہ مسلسل رسول بھیجے جوانہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات یاددلاتے رہےاوراللہ تعالیٰ کی تعلیمات سکھاتے رہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کے احترام کے قانون کے ساتھ ہدایت کےمکمل قانون کی یاددہانی کروائی ہے کہ ہردورمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی راہ نمائی کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انتظام جاری رہا ہے۔﴿3﴾ہدایات کے باوجود اکثر لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔﴿4﴾ان دلائل نے کسی کے پاس کوئی حجت نہیں رہنے دی۔

سوال11:ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ" پھر بے شک اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں" انسانوں کی جانب سے سب سے بڑا اسراف اور زیادتی کیا ہے؟

جواب:انسانوں کی جانب سے اسراف اور زیادتی یہ ہے کہ ﴿1﴾وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کریں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی شریعت کو چھوڑ دیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی شریعت میں تبدیلی پیدا کریں۔﴿4﴾ گناہوں کے اعمال اور انبیاء ورسل کی مخالفت میں جو کہ واضح دلائل اور براہین کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں، حد سے بڑھ جائیں۔

سوال12:لَمُسْرِفُوْنَ" یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں" میں کس صورت حال کی طرف اشارہ ہے؟

جواب:﴿1﴾وہ صورت حال جو مسلمانوں کو مدینہ میں پیش آرہی تھی۔﴿2﴾یہود نے مسلمانوں کے ساتھ صلح اور امن کے کئی معاہدے کر رکھے تھے لیکن انہوں نے ان معاہدوں کا احترام نہیں کیا۔انہوں نے مسلمانوں کو ہمیشہ نقصان پہنچانے کی سازشیں کیں۔(ا)قریش نے مسلمانوں پر جتنے حملے کئے ان سب میں یہود شریک رہے۔(ب)انصار اور مہاجرین کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی انہوں نے بارہا کوششیں کیں۔(ج)عورتوں اور بچوں کے اغواء میں یہ نہایت سنگ دل واقع ہوئے تھے۔(د)نبی ﷺ کے قتل کی انہوں نے بارہا سازشیں کیں۔(و)مسلمانوں کو ہمیشہ ان سے عزت اور جان کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔(ھ)مسلمان جب انہیں کسی معاملے پر گفتگو کے لئے بلاتے تو ان کو ہلاک کرنے کے لئے پہلے ہی سازشیں تیار رکھتے تھے۔(تدبرالقرآن)﴿3﴾اس آیت کے ذریعے واضح کیا گیا ان میں سے بکثرت لوگ زیادتیاں کرنے والے ہیں۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ(33)

یقیناً ان لوگوں کی جزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹ دیئے جائیں یا اُنہیں اس زمین سے باہر نکال دیا جائے، یہ اُن کے لیے دنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔(33)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟

جواب: ابن جریر نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس اس آیت کریمہ (اِنَّمَاجَزٰٓؤُاالَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ) (الخ) کے بارے میں دریافت کرنے کے متعلق لکھا، انھوں نے جواب میں لکھا کہ آیت اصحاب عرینہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ مرتد ہوگئے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کردیا تھا اور آپ کے اونٹوں کو ہانک کرلے گئے تھے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال2: اِنَّمَاجَزٰٓؤُاالَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ''یقیناً ان لوگوں کی جزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ سے کفر کرنا مراد ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ سے مراد ان کی اطاعت سے نکل جانا اور مومن پر ہتھیار اٹھانا اور انہیں قتل کرنا اور ان کے اموال سلب کرنا اور ان کی حرمتوں پر زیادتی کرنا ہے۔ (ایسر التفاسیر:340)

سوال3: اللہ تعالیٰ اور رسول کے ساتھ جنگ (محاربت) سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کسی مسلمان حکومت کے خلاف بغاوت کرنا جو حکومت شریعت کے مطابق چلائی جارہی ہو۔ ﴿2﴾ اس بغاوت میں باغی اجتماعی طور پر لوگوں کے اندر خوف وہراس پھیلا رہے ہوں۔ ﴿3﴾ اس گروہ کی جانب سے دارالاسلام کے باشندوں کو مالی، جانی اور عزت کے نقصان کے خطرات لاحق ہوں۔ ﴿4﴾ یہ بغاوت صرف سربراہ مملکت کے خلاف نہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی شریعت کے خلاف ہو۔ ﴿5﴾ بغاوت اس سربراہِ مملکت کے خلاف ہو جو شریعت کے مطابق سربراہ بنا ہو اور شریعت کو نافذ کرنے والا ہو۔ (فی ظلال القرآن)

سوال4: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محاربت کے مرتکب کون لوگ ہوتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محاربت کے مرتکب وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ عداوت ظاہر کرتے ہیں اور قتل وغارت، کفر، لوٹ مار اور شاہراہوں کو غیر محفوظ بنانے کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:680/1)

سوال5: محاربت کی شرعی سزائیں کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ قتل۔ ﴿2﴾ سولی چڑھانا۔ ﴿3﴾ ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ ڈالنا۔ ﴿4﴾ جلاوطن کردیا جانا۔

سوال6: وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ''اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جو اللہ تعالیٰ کی زمین میں نافرمانیوں کے کام کرتے ہیں۔ مومنوں کا مال لوٹتے ہیں، قتل کرتے ہیں، دہشت پھیلاتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں،شاہراؤں پرسفرکرنابندکردیتے ہیں جس کی وجہ سے راستے منقطع ہوجاتے ہیں۔

سوال7:اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ’’یہی ہے کہ وہ قتل کردیئے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یااُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹ دیئے جائیں یا اُنہیں اس زمین سے باہر نکال دیاجائے‘‘ کیاامام کواختیار ہے کہ باغیوں کووہ ان سزاؤں میں سے جوچاہے سزادے یاکہ ان جرائم میں سے ہرجرم کی الگ سزاہے؟

جواب:اصحاب تفسیر میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیاان سزاؤں میں اختیار ہےاوراامام یااس کانائب، ہرراہزن کواپنی صوابدیداورمصلحت کے مطابق ان سزاؤں میں سے کوئی سزادےسکتاہے۔﴿2﴾ آیت کریمہ کے الفاظ سے یہی ظاہرہوتا ہے یاان کی سزاان کے جرم کے مطابق دی جائے گی اور ہرجرم کے مقابلے میں ایک سزاہےجیسا کہ آیت کریمہ اس پردلالت کرتی ہےاوراس آیت کریمہ کاحکم اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ہےیعنی اگروہ قتل اورلوٹ مارکاارتکاب کریں توان کوقتل کرنے اورسولی دینے کی سزاحتمی ہے۔یہاں تک کہ ان کاسولی دیاجانامشہورہوجائے اوردوسرے لوگ لوٹ ماراورراہزنی سے بازآجائیں۔اگروہ لوگوں کوقتل کریں اور مال نہ لوٹیں توان کوصرف قتل کیاجائے۔اگروہ صرف مال لوٹیں اورلوگوں کوقتل کرنے سے بازرہیں توم مخالف سمت ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیاجائے۔ اگرصرف لوگوں کوخوف زدہ کرنے اوردہشت پھیلانے کے مرتکب ہوئے ہوں اورانہوں نے کسی کامال لوٹاہونہ کسی کوقتل کیاہوتوان کوجلاوطن کیاجائے گااوران کوکسی شہرمیں پناہ نہیں لینے دی جائے گی یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں۔یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کاقول ہے۔(تفسیرسعدی:680,681/1)

سوال8:قانون محاربہ کےاستعمال کی مثالیں دیں؟

جواب:﴿1﴾عکل اورعرینہ کونبی ﷺ نے جوسزادی امام بخاری نے ان کی سزاکواس آیت کےتحت لیاہے۔﴿2﴾بنونضیر، بنوقریضہ،بنوقینقاع کے ساتھ جومعاملہ نبی ﷺ نے کیا۔﴿3﴾سیدناابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی بھی اسی قانون کےتحت کی۔﴿4﴾سیدناعمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِخلافت میں یہودکوعرب سےنکال باہرکیا۔اسی قانون کےتحت کیاگیا۔

سوال9:ذٰلِکَ لَہُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا ’’یہ اُن کے لیے دنیامیں رُسوائی ہے‘‘ کیادنیا کی سزاکے بعدآخرت کی سزاساقط ہوجائے گی؟

جواب:دنیا کی سزاکی وجہ سےآخرت میں گناہ اورگندگی سے پاک نہ ہوں گے۔اسی لئے دنیا کی رسوائی کےساتھ آخرت میں عذاب عظیم کی وعیدسنائی گئی ہے۔

سوال10:وَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ’’اورآخرت میں اُن کے لیے بہت بڑاعذاب ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾راہزنوں کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔﴿2﴾یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ راہزنی بڑے گناہوں میں شمار ہوتی ہے۔﴿3﴾راہزنی کا مرتکب اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتا ہے اس لیے دنیا کی رسوائی اور آخرت میں عظیم عذاب ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡہِمۡ ۚ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ(34)

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کی کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(34)

سوال1: اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡہِمۡ ’’سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کی کہ تم ان پر قابو پاؤ‘‘ کیا حکومت کے ایکشن سے پہلے اگر کوئی توبہ کرلے اپنے رویے کی اصلاح کرلے تو ان باغیوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

جواب:﴿1﴾محاربین میں سے جو لوگ حکومت کے ایکشن سے پہلے توبہ کرلیں ان کے خلاف پچھلے رویے کی وجہ سے اقدام نہیں کیا جائے گا۔﴿2﴾اب ان کے ساتھ عام قانون کے تحت معاملہ ہوگا۔ان سے جرم اور گناہ ساقط ہوجائیں گے۔﴿3﴾ان کے ہاتھوں جن کے حقوق تلف ہوئے ہوں تو ان کی تلافی کرادی جائے گی۔اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محارب قابو میں آجائے تو اس کی توبہ معتبر نہیں، نہ ہی سزا ساقط ہوگی۔

سوال2: فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ’’تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے‘‘ توبہ کرنے والوں کی سزا اور جرم معاف کرنے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب:﴿1﴾توبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے جب کہ وہ قوت ہونے کے باوجود، بغاوت جاری رکھ سکنے کے باوجود ہدایت پر آگئے۔﴿2﴾ایسے لوگوں کو دیکھ کر دوسرے افراد بھی توبہ اور اصلاح کے لئے آمادہ ہوجائیں گے۔﴿3﴾جنگ اور مقابلے سے مغلوب کرنے کے مقابلے میں اصلاح کا آسان طریقہ ہے۔

سوال3: اس رکوع سے کون سے اصول ملتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے عہد پر قائم رہنے کے لئے اصل چیز یہ ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف ہو جو سخت سے سخت آزمائش کے موقع پر بھی اس کے قدم راہِ حق پر استوار رکھے۔اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنا ہے۔﴿2﴾عہد توڑنے کا سبب وہ فاسد جذبات ہیں جو شیطان کے اکسانے سے پیدا ہوتے ہیں۔وہ انسان کو آخر کار ایسے جرائم پر آمادہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عہد کے خلاف ہوتے ہیں۔لہذا فاسد جذبات سے بچنے کے لئے شیطان کی اکساہٹوں سے پناہ مانگنی ہے اور شعوری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طور پران اکساہٹوں کومحسوس کر کے اپنے آپ کواس کی دشمنی سے بچانا ہے۔﴿3﴾ حق پر مرجانا باطل پر زندہ رہنے سے ہزار درجے بہتر ہے۔ہابیل نے اپنی شہادت سے آنے والی نسلوں کے لئے مثال قائم کی لہذا جینا ہے تو حق پر، باطل پر زندگی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی ہے۔انشاءاللہ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کی عبادت، عبادت کے لئے اخلاص اور تقوی کی شرط، عدل کا تصور، قتل نفس کا جرم ہونا جنت اور دوزخ کا عقیدہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں ان کا عہد اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور اس کی امت سے لیا ہے۔اس سے ان لوگوں کے خیال کی تردید ہورہی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائی انسان حق اور عدل کے ان تصورات سے بالکل خالی تھے جواب اس کے اندر پائے جاتے ہیں۔﴿5﴾ آزادی اور حکمرانی کی ذمہ داریوں کے لئے خود اعتمادی اور اولوالعزمی ضروری ہے، مصر کی غلامی نے بنی اسرائیل سے جب یہ صفات ختم کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے صحرا کی بھٹی میں تپا کر ان کے اندر یہ جوہر پیدا کیا۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی ترقی کے لئے جو زینے بنا دیئے ہیں ان کو طے کیے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔﴿7﴾ عمل اور اطاعت کی ذمہ داریوں سے کوئی بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔

رکوع نمبر10

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ(35)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔(35)

سوال1: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ ایمان کا تقاضا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اس سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کریں اور جس سے روکا ہے اس کے عذابوں کے خوف سے ان کاموں سے رک جائیں۔

سوال2: آخرت کی ابدی کامیابی کے لیے اسلام کیا لائحہ عمل دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کریں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں۔

سوال3: وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ''اور اس کی طرف قرب تلاش کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وسیلہ کے معنی قربت کے ہیں۔اور وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو۔یعنی ایسا کام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کروجس سے اللہ تعالیٰ سے جڑ جاؤ۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا قرب،اس کے پاس مرتبہ اوراس کی محبت طلب کرو۔یہ چیز فرائض قلبی مثلاً محبت الٰہی،اس کے خوف،اس پر امید،اس کی طرف انابت اوراس پر توکل،فرائض بدنی مثلاً زکوٰۃ اور حج وغیرہ اور قلب وبدن سے مرکب فرائض مثلاً نماز،ذکر،تلاوت اورلوگوں سے اپنے اخلاق،مال،علم،جاہ اور بدن کے ذریعے سے بھلائی سے پیش آنے اوران کی خیرخواہی کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔پس یہ تمام اعمال تقرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔بندہ اعمال کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کان بن جاتا ہے جن کے ذریعے سے وہ سنتا ہے۔اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے،اس کے پاؤں بن جاتا ہے جن کے ذریعے سے وہ چلتا ہے اوراللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:682/1)﴿3﴾ حدیث میں مقام محمود کو وسیلہ کہا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص اذان سن کر یہ کہے اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًاالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًامَحْمُوْدًاالَّذِیْ وَعَدْتَهُ اسے قیامت کے دن میری شفاعت ملے گی۔''(صحیح بخاری:614)

سوال4:وسیلہ کی حقیقت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ وسیلہ عربی زبان کا لفظ ہے۔اس سے مراد ایسا عمل ہے جس کے ذریعے رغبت کے ساتھ کسی کا قرب حاصل کیا جائے۔جنت کے سب سے اعلیٰ مقام کو بھی وسیلہ کہتے ہیں۔﴿2﴾ شریعت کی اصطلاح میں وسیلہ عبادت اوراعمال صالح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔اس کی رضا کے تمام راستوں پر چل کر اسے خوش کرنا ہے تاکہ آخرت کی کامیابی نصیب ہو۔وسیلہ وہ سبب ہے جس کے ذریعے وسیلہ چاہنے والا اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچتا ہے اورمقبول بارگاہ بنتا ہے۔﴿3﴾ قرآن وسنت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان اعمال صالح کو وسیلہ بنائیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔عمل صالح وہ عمل ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے،اس کے خوف کے تحت نبی ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیا جائے۔رب العزت نے فرمایا:قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا اورتمہارے گناہ معاف کرے گا۔اوراللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،بے حد رحم والا ہے۔(آل عمران:31)﴿4﴾ شرعی وسیلہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم دیا اور جس کی نبی ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ ان اعمال کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں۔﴿5﴾ ممنوع وسیلہ یہ ہے کہ ایسے اعمال وسیلہ سمجھ کر اختیار کئے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اوراس کی روح کے خلاف ہوں بلکہ شریعت میں ان کی حیثیت حرام یا مکروہ کی ہو۔﴿6﴾ دنیاوی وسیلے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذرائع کی حیثیت رکھتے ہیں۔(الف)مثلاً رزق حاصل کرنے کے لیے تجارت، ملازمت یا اجرت وغیرہ۔ یہ سب جائز ذرائع ہیں لیکن رزق کے حصول کے لیے سود، چوری، ذخیرہ اندوزی اور خیانت کو ذریعہ بنایا جائے تو یہ حرام ہے۔(ب)اسی طرح صحت کے حصول کے لیے حلال دواؤں سے علاج کروانا جائز ہے لیکن حرام، زہریلی اور ناپاک دواؤں سے علاج کروانا حرام ہے اور صحت نہ ملنے پر کسی درگاہ پر حاضری دینا، قبر والے کو پکارنا، فریادیں کرنا شرک اکبر ہے۔﴿7﴾ نکاح کرنے کے لیے پیغام دینا جائز ہے۔رشتہ منظور نہ ہونے کی صورت میں کسی جادوگر کے پاس جا کر ایسی تدبیر کرنا کہ لڑکی خود اس کی محبت میں گرفتار ہو جائے، یہ شریعت کی نظر میں حرام ہے۔﴿8﴾ کسی کا مال چوری ہو جائے اور چور نہ ملے تو کسی عامل کے جن کے ذریعے چور کا پتہ لگانا شرعاً حرام ہے اس لیے کہ کوئی غیب کی خبر نہیں جانتا۔

مشروع وسیلے:﴿1﴾ خالص ایمان کا وسیلہ۔﴿2﴾ نماز کا وسیلہ۔﴿3﴾ روزے کا وسیلہ۔﴿4﴾ حج کا وسیلہ اور بہترین وسیلہ۔ ﴿5﴾ عمرہ کا وسیلہ۔﴿6﴾ صدقے کا وسیلہ۔﴿7﴾ جہاد کا وسیلہ۔﴿8﴾ استغفار کا وسیلہ۔﴿9﴾ دعا کا وسیلہ۔﴿10﴾ درود کا وسیلہ۔﴿11﴾ قرآن مجید کا وسیلہ۔﴿12﴾ اسمائے حسنیٰ کا وسیلہ۔﴿13﴾ مؤمن بھائی کی دعا کا وسیلہ۔﴿14﴾ نیک اعمال کا وسیلہ۔﴿15﴾ گناہوں سے بچنے کا وسیلہ۔

حرام وسیلے:﴿1﴾ اولیاء اللہ اور نیک لوگوں سے فریادیں کرنا۔﴿2﴾ غیر اللہ کے لیے نذر ماننا۔﴿3﴾ قبروں پر جانور قربان کرنا۔﴿4﴾ کسی کے حق کا وسیلہ لینا۔﴿5﴾ کسی کے جاہ و مرتبہ کا وسیلہ لینا۔

سوال5:مومن کے لیے دنیا میں سب سے بڑی چیز کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی قربت، یہ قربت اپنی مکمل صورت میں تو آخرت میں مومن کو حاصل ہوگی لیکن اس کا عمل جب اسے اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا ہے تو ایک احساس کی صورت میں اس کا تجربہ مومن کو دنیا میں بھی ہونے لگتا ہے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کی قربت تک پہنچنے کے ذرائع کیا ہے؟

جواب:تقویٰ اور جہاد۔اللہ تعالیٰ کی قربت کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر زندگی گزارنا تقویٰ ہے اور ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کی جدوجہد کا نام جہاد ہے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ کی قربت کے لیے تقویٰ اور جہاد کا کیا کردار ہے؟

جواب:﴿1﴾ تقویٰ: دل کا چوکیدار ہے۔انسان لوگوں کی نظروں سے چھپا ہوا ہوتا ہے لیکن تقویٰ اس کا نگران ہوتا ہے۔تقویٰ برائی اور بے حیائی سے روکتا ہے۔تقویٰ دل کی زندگی کا باعث بنتا ہے۔دل کی دنیا کی اصلاح کرتا ہے۔ضمیر اور روح کی زندگی کا باعث بنتا ہے۔اور یوں انسان وہ طرزِ عمل اختیار کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیتا ہے۔﴿2﴾ جہاد: مومن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی زندگی میں ایساوقت آتا ہے جب وہ اپنے آپ کوخیراورشر کے درمیان،حق اورناحق کے درمیان کھڑا ہواپاتا ہے۔اگروہ حق کی طرف بڑھےتواس کی اناٹوٹتی ہےاوراس کی دنیا کی مصلحت بکھرتی ہوئی نظرآتی ہے۔جب وہ حق کوچھوڑتا ہےتواس کی انابرقراررہتی ہے۔مصلحتیں محفوظ ہوجاتی ہیں۔اس وقت جوانسان اللہ تعالیٰ سے ڈرےاورناحق کونظرانداز کرکےاللہ تعالیٰ کو پکڑلےاورہرمشکل اورمصیبت کوجھیل کراللہ تعالیٰ کی طرف بڑھےتو یہی جہاد ہے۔یہ چیزانسان کواللہ تعالیٰ سے قریب کرتی ہے۔اس قربت کا تجربہ ایک احساس کی صورت میں انسان کواسی وقت ہوجاتا ہے۔

سوال8:وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ ''اوراس کی راہ میں جہادکرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اے مومنو!میرے راستے میں میرےاوراپنے دشمنوں سے جہادکروےعنی اللہ تعالیٰ کے دین اوراس کی شریعت کے لیے جواس نے اپنے بندوں کے لیے مقررکی ہے وہ اسلام ہے۔(جامع البیان:244/6)﴿2﴾پھراللہ کےقریب کرنے والی عبادت میں سے جہادفی سبیل اللہ کاخصوصی طور پر بیان کیااور یہ جہادنام ہے کافروں کے ساتھ لڑائی میں اپنی پوری طاقت صرف کرنے کا،مال،جان،رائے،زبان کے ذریعے سےاوراللہ کے دین کی مدد میں اپنی مقدوربھرسعی وکوشش کرنے کا۔اس لیے کہ عبادت کی یہ قسم تمام طاعات میں سب سے زیادہ جلیل القدراورقربات میں سب سے افضل ہے،نیز یہ کہ جواس کی ادائیگی کااہتمام کرلیتا ہے،وہ دیگرفرائض وعبادات بہ طریق اولیٰ بجالاتا ہے۔(تفسیرسعدی:682/1)

سوال9:لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ''تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فلاح مکروہ سے نجات پانےاورپسندیدہ چیز سے کامیابی حاصل کرنے کے لیےاسم جامع ہے۔(تفسیررازی:220/11)﴿2﴾فلاح اپنے ہرمطلوب ومرغوب کےحصول میں کامیابی اورمرہوب سے نجات کا نام ہے پس اس کی حقیقت ابدی سعادت اوردائمی نعمت ہے۔(تفسیرسعدی:682/1)﴿3﴾تُفْلِحُوْنَ:تم آگ سے نجات پاؤاورجنت میں داخل ہوجاؤ۔(ایسرالتفاسیر:342)

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ(36)

یقیناً جن لوگوں نے کفرکیااگرواقعتاًان کے پاس وہ سب کچھ ہوجوزمین میں ہےاوراتنا ہی اوربھی اس کے ساتھ ہو تاکہ وہ اس کوقیامت کے دن کے عذاب سے فدیے میں دے دیں توان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گااوران کے لیے دردناک عذاب ہے(36)

سوال1:إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اگر واقعتاً ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ ہوتا کہ وہ اس کو قیامت کے دن کے عذاب سے فدیے میں دے دیں تو ان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے وسائل پر اعتماد کرنے والوں کا انجام کیا ہے؟

جواب: ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی بجائے دنیا کے ڈر کو اختیار کیا، اللہ تعالیٰ کی قربت کی بجائے بے بنیاد سہاروں کے اعتماد پر زندگی گزاری، اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرگرم عمل ہونے کی بجائے خیالی سفارشوں کے سہارے زندگی گزار دی اور یہ سوچا کہ آخرت کی کامیابیاں ان کا مقدر بننے والی ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی۔ ﴿1﴾ ساری زمین کے خزانوں کے مالک بن جائیں اتنے ہی اور مل جائیں اور فدیے میں دے کر اپنا آپ چھڑانا چاہیں تب بھی آخرت کے عذاب سے نجات نہیں ملے گی۔ ﴿2﴾ ''اگر واقعتاً ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ ہوتا کہ وہ اس کو قیامت کے دن کے عذاب سے فدیے میں دے دیں تو ان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا'' کے لیے ابدی اور دائمی عذاب ہوگا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کے سب سے کم عذاب پانے والے یعنی ابوطالب سے پوچھے گا اگر تمہیں روئے زمین کی ساری چیزیں میسر ہوں تو کیا تم ان کو فدیہ میں اس عذاب سے نجات پانے کے لیے دے دو گے؟ وہ کہے گا ہاں! اللہ فرمائے گا میں نے تم سے اس سے بھی سہل چیز کا اس وقت مطالبہ کیا تھا جب تم آدم کی پیٹھ میں تھے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا لیکن تم نے توحید کا انکار کیا آخر شرک ہی کیا! (صحیح بخاری: 6557) رب العزت نے فرمایا: وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ اور اگر واقعی اُن کے پاس جنہوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اُس کے ساتھ اُس کی مانند اور بھی ہو تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے ضرور اُسے فدیے میں دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن پر وہ ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔ (الزمر: 47)

سوال 2: وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پانے کی کوئی صورت نہیں ہوگی اس لیے فرمایا ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 435/1)

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ (37)

وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہوں گے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔ (37)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنَ النَّارِ وَ مَا ہُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنۡہَا ’’وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہوں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہ آخرت کے عذاب کا منظر ہے جہاں کفر کرنے والے آگ سے نکلنے کا ارادہ کررہے ہیں مگر بھاگ نہیں سکتے۔ ﴿2﴾ ان کو مجبور کیا جارہا ہے کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں۔﴿3﴾ اس منظر سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا احساس دلایا جارہا ہے کہ اُس کا حکم فیصلہ کن ہے کل جاری ہوجائے گا تو بچ نہیں پاؤ گے پھر آج کیوں نہیں مان لیتے؟ کُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡہَاۤ اُعِیۡدُوۡا فِیۡہَا وَ قِیۡلَ لَہُمۡ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِہٖ تُکَذِّبُوۡنَ جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔(السجدہ:20)

سوال2:وَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ ’’اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: کفر وہ بدنصیبی ہے جس کی تلافی ساری کائنات دے کر بھی نہیں ہوسکتی۔ وہ لوگ جو اس دنیا میں حقائق سے منہ پھیرتے ہیں۔حشر میں شفقت ورحمت کے چشموں کو سوکھا ہوا پائیں گے اور کوئی کوشش انہیں جہنم کے عذاب مقیم سے باہر نہ نکال سکے گی۔(سراج البیان:269/1)

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَۃُ فَاقۡطَعُوۡۤا اَیۡدِیَہُمَا جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ(38)

اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت، سو تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، (یہ) اس کا بدلہ ہے جو ان دونوں نے کمایا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے، اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(38)

سوال1:وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَۃُ فَاقۡطَعُوۡۤا اَیۡدِیَہُمَا ’’اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت، سو تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دو‘‘ اسلام میں چوری کی سزا کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ چور اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسرے کا قابل احترام مال، اس کی رضامندی کے بغیر خفیہ طور پر ہتھیاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:683/1)﴿2﴾ چوری کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے جو بدترین سزا کا موجب ہے یعنی دایاں ہاتھ کاٹنا، جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءت میں آتا ہے۔ ہاتھ کا اطلاق کلائی کے جوڑ تک ہتھیلی پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی چوری کرتا ہے تو ہاتھ کلائی سے کاٹ دیا جائے اور اس کے بعد تیل میں داغ دیا جائے تاکہ رگیں مسدود ہوجائیں اور خون رک جائے۔(تفسیر سعدی:684/1)﴿3﴾ (پہلی بار) چوری کرے تو دایاں ہاتھ کاٹ دو پھر (دوسری بار) چوری کرے تو اس کا (بایاں) پاؤں کاٹ دو پھر (تیسری بار) چوری کرے تو اس کا (بایاں) ہاتھ کاٹ دو۔ پھر (چوتھی بار) چوری کرے تو اس کا (دایاں) پاؤں کاٹ دو۔(شرح السنہ بحوالہ مشکوۃ کتاب الحدود)

سوال2:فَاقۡطَعُوۡۤا اَیۡدِیَہُمَا ’’سو تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دو‘‘ قطع ید کی سزا کے لیے شرائط کیا ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ کسی قدر و قیمت رکھنے والی چیز کی چوری ہو۔﴿2﴾ محفوظ کئے ہوئے مال کی چوری کیگئی ہو۔﴿3﴾ مجنون اورنابالغ کی چوری پراس کااطلاق نہیں ہوگا۔﴿4﴾ اضطرار کے شبے پر حدنافذنہیں کی جائے گی۔﴿5﴾ کسی کے بیوی بچے یا گھریلو ملازم اگر مال میں سے کچھ چوری کرلیں تو یہ قانون کے دائرے سے الگ ہے۔﴿6﴾ جس مال میں چوری کرنے والے کا حصہ ہو یاوہ مال اس کی حفاظت یاامانت میں ہواس کی چوری پربھی حدنہیں لگے گی۔حدسرقہ کے نفاذ کے لیے دارالاسلام کاہونا شرط ہے۔

سوال3: چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کا اطلاق کتنے نصاب پر ہوگا؟

جواب:﴿1﴾ نصاب: چورکاہاتھ کاٹنے کے لیے مال مسروقہ کانصاب ضروری ہے۔یہ نصاب کم ازکم ایک چوتھائی دینار یا تین درہم یاان میں سے کسی ایک کے برابر ہو۔مال مسروقہ اگراس نصاب سے کم ہوتو چورکاہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔شاید یہ لفظ سرقہ اوراس کے معنی سے ماخوذ ہے کیونکہ لفظ ''سرقہ'' سے مراد ہے کوئی چیز اس طریقے سے لینا جس سے احتراز ممکن نہ ہواور یہ اسی وقت ہی ہوگا کہ مال کوحفاظت کے ساتھ رکھا گیا ہو۔اگر مال کوحفاظت کے ساتھ نہ رکھا گیا تواس مال کالینا شرعی سرقہ کے زمرے میں نہیں آئے گا۔(تفسیرسعدی:683/1)﴿2﴾ چوری کے اطلاق کے لیےضروری ہے کہ مال محفوظ جگہ سے اٹھایا گیا ہو، یہاں مال کی حفاظت سے مرادوہ حفاظت ہے جوعادتاً کی جاتی ہے۔چورنے اگرکسی ایسے مال کی چوری کی ہوجوحفاظت میں نہ ہوتواس کاہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(تفسیرسعدی:683/1)

سوال4: اسلام میں چوری کی سزااتنی سخت کیوں ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلامی ریاست ایساماحول فراہم کرتی ہے جس میں کوئی معتدل شخص چوری کے بارے میں سوچ ہی نہ سکے۔ ﴿2﴾ اسلامی ریاست اپنے باشندوں کومعاشی کفالت،اخلاقی تربیت اوردرست طرزعمل اختیارکرنے کی ضمانت دیتی ہے۔ ﴿3﴾ اسلام ہرفردکو زندہ رہنے اورزندگی کی بقاء کے لیے تمام وسائل استعمال کرنے کا اختیاردیتاہے اگرایک فرداپنی ضروریات کی کفالت نہیں کرسکتا تواس کا یہ حق اسلامی معاشرے پرعائدکیا گیا کہ وہ اس کی بنیادی ضروریات فراہم کرے۔ ﴿4﴾ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان تمام لوگوں کوروزگارفراہم کرے جوکام کے قابل ہوں۔﴿5﴾ اسلامی حکومت لوگوں کوکام کرنے کی تربیت بھی دے گی،مواقع اورکام کے اوزاربھی فراہم کرے گی۔﴿6﴾ اسلام دولت کے ارتکاز پر پابندیاں عائدکرتاہےصرف حلال ذرائع سے دولت جمع کی جاسکتی ہے۔﴿7﴾ اسلامی معاشرے میں جوشخص دولت کماتا ہے، سودنہیں کھاتا،دھوکہ دہی نہیں کرتا،ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا،مزدوروں کی مزدوری نہیں مارتا،زکوۃ اداکرتاہے اور اسلامی معاشرے کوٹیکس بھی اداکرتاہے۔ایسے شخص کاحق ہے کہ اس کے مال کوچوری اورڈاکے سے تحفظ ہواوراسلامی ریاست اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تحفظ دینے کی پابند ہے۔﴿8﴾ اگر ایسے حالات میں جبکہ ہر ایک کی ضروریات پوری ہو رہی ہوں اور مالداروں نے مال حرام راستے سے جمع نہیں کیا تو پھر چوروں کو کھلی چھوٹ دے دینا یا ایسی سزائیں دینا جو نہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہوں، نہ چور کو چوری سے باز رکھ سکیں اسلامی نقطہء نظر سے درست نہیں۔اس لیے اسلام نے قطع ید کی سزا رکھی تا کہ جسم پر جرم کے آثار موجود رہیں تا کہ ان کی وجہ سے سب عبرت پکڑیں اور چور بھی اپنے ذہن میں اس حادثے کو حاضر رکھتے ہوئے آئندہ چوری سے بچ سکے۔

سوال5: جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا'' (یہ) اس کا بدلہ ہے جو ان دونوں نے کمایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی یہ چور کے لیے اس کی چوری کا بدلہ ہے۔اس کی یہ سزا ہے کیونکہ اس نے لوگوں کا مال چرایا ہے۔﴿2﴾ سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سوئے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور آہستہ سے اس نے وہ چادر آپ کے نیچے سے کھینچ لی اتنے میں صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو بھی جاگ آ گئی تو وہ اسے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا (اس پر صفوان کو اس آدمی پر ترس آ گیا) اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس کا قصور معاف کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو وہب! (یہ صفوان بن امیہ کی کنیت ہے) تم نے اسے ہمارے ہاں لانے سے پہلے کیوں نہ معاف کر دیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔(نسائی)﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آپس میں ہی ایک دوسرے کو حدود معاف کر دیا کرو پھر جب مقدمہ مجھ تک پہنچ گیا تو حد واجب ہو جائے گی۔(ابوداود، نسائی)

سوال6: نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دیگر لوگوں کے لیے تنبیہ اور ڈراوا ہے اس تنبیہ سے دیگر لوگ جو چوری کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں وہ چوری سے باز آ جائیں گے۔﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت کی ہے کہ ایک انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ایک رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔(صحیح بخاری:6799)﴿3﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی قریش کے لوگوں کے لیے اہمیت اختیار کر گیا اور انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا اس معاملہ میں کون بات کر سکتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے ہیں اور کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے سوا سفارش کی ہمت نہیں کر سکتا۔چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس لیے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں کوئی بڑا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی ہوتی تو محمد ﷺ اس کا ہاتھ ضرور کاٹ ڈالتے۔(صحیح بخاری:6788)

سوال7: معاشرتی جرائم کی سزا کے لیے اسلام نے کن خاص پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے سزائیں مقرر کیں؟

جواب:﴿1﴾ انسان کے جرم کی سزا۔﴿2﴾ سزا عبرت ناک ہو جسے دیکھ کر دوسرے مجرموں کی حوصلہ شکنی ہو۔

سوال8: قطع ید کی سزا کے اثرات کیا مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جرائم میں کمی آجاتی ہے۔﴿2﴾ معاشرے میں امن قائم ہو جاتا ہے۔﴿3﴾ یہ سزا انسان کی نفسیات کے عین مطابق ہے۔ ہاتھ کٹنے کے بعد انسان مستقل پچھتاووں کی وجہ سے آئندہ جرائم سے باز آجاتا ہے۔

سوال9: وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے چوری کی سزا قطع ید مقرر کی ہے۔ ہاتھ کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے مال محفوظ ہو جاتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ عزیز ہے وہ اپنے احکامات کو نافذ کرنے پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انتقام میں قوی ہے اور اپنی شریعت کو حکمت سے نافذ کرواتا ہے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(39)

پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(39)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک عورت نے چوری کی تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میری توبہ کی گنجائش ہے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی پھر جو شخص توبہ کرے اپنی زیادتی کے بعد الخ۔ پھر جو چوری اور قطع ید (ہاتھ کاٹے جانے) کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کرے تو توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں۔(تفسیر ابن عباس:343/1)

سوال2: فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ''پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَمَنْ تَابَ: جس نے چوروں میں سے توبہ کی یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی میں سے ناپسند کیا اس سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رجوع کرلیا۔اوراپنے ظلم کے بعداللہ کی رضااوراطاعت کی طرف لوٹ آیا۔(جامع البیان:247/6)﴿2﴾مِنۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهٖ اپنے ظلم کے بعدیعنی چوری کے بعد۔ظلم سے مراداس کی زیادتی ہےاوراس کا وہ عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے لوگوں کے مال کو چرانے سے۔(جامع البیان:247/6)﴿3﴾وَ اَصۡلَحَ ''اوراصلاح کرلی''یعنی اپنے نفس کوتوبہ اورعمل صالح کے ذریعے پاک کرکےتوبہ کرلی اوراس میں چوری شدہ مال کاواپس کرنا ہے۔(ایسرالتفاسیر:343)

سوال3:توبہ کےساتھ اصلاح کی شرط کی کیا حکمت ہے واضح کریں؟

جواب:انسان جب جرم کرتا ہےتو وہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہےاوردوسری طرف اپنےنفس کی یادوسروں کی حق تلفی کرتا ہے۔اس سے زمین میں فساد پھیلتا ہے۔اس لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ایک شخص ظلم سے بازآجائے اوربیٹھ جائے بلکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس ظلم کے بدلے میں وہ نیکیاں کرے۔اگرایک انسان شراورفساد سے بازآجائے اور بھلائیوں کا آغاز نہ کرے،بھلائی کے لیےکوشش نہ کرےتونفس خلا کا شکار ہوجاتا ہےاوراس بات کا امکان رہتا ہے کہ انسان دوبارہ شرکی طرف مڑجائے،لیکن جب نفس خیراور بھلائی کی طرف حرکت شروع کرتا ہےتو وہ شراورفساد سے دور ہوجاتا ہےاور اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں رہتا۔توبہ کےساتھ اصلاح کے کام سے نفس کے خلاءکوپُر کرتے ہیں اوراس طرح انسان کے لیے شر سے بازآنے کے مواقع پیدا ہوجاتے ہیں۔

سوال4:ظلم کے بعدتوبہ اوراصلاح کی ضرورت پرروشنی ڈالیں؟

جواب:﴿1﴾ ظلم سے زمین پرفساد پھیلتا ہے اس لیے صرف ظلم سے بازآنا کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ظلم کے بعدوہ نیکیاں بھی کرے۔انسان اگر برائی سے بازآجائے اور بھلائیاں شروع نہ کرےتوانسان دوبارہ برائی کے راستے پرجاسکتا ہے۔جب انسان توبہ کرکے نیکی کے کام شروع کردیتا ہےتو برائی کے امکانات ختم ہوتے چلے جاتے ہیں اس لیےظلم کے منفی عمل کونیکیوں کے مثبت عمل کے ذریعے ہی ختم کیاجاسکتا ہے۔﴿2﴾ایک عورت نے عہدنبوی میں چوری کی اسے وہ لوگ پکڑ لائے جن کی چوری کی تھی اوررسول اللہ ﷺ سے کہنے لگے:اس عورت نے ہماری چوری کی ہے۔چورعورت کی قوم نے کہا ہم فدیہ دیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا:اس کا ہاتھ کاٹ دو۔قوم نے کہا:ہم فدیے میں پانچ سو دینار دیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا:ہاتھ کاٹ دو۔چنانچہ اس کا سیدھا ہاتھ کاٹا گیا۔عورت نے کہا:یارسول اللہ ﷺ کیا میری توبہ قبول ہوجائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:آج تو گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوگئی جیسے آج ہی پیدا ہوئی۔پھرسورۃ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔(مسند احمد)

سوال5:فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوۡبُ عَلَيۡهِ ''تویقیناًاللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:''تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا''﴿1﴾اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے۔﴿2﴾اس کی مغفرت فرمائیں گے۔﴿3﴾اوران شاءاللہ اس پر رحم فرمائیں گے۔(ایسرالتفاسیر:343)

سوال6:اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ''بے شک اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''کی ضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے لیے غفور بے حد بخشنے والا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے رحیم نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(40)

کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے،وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(40)

سوال1:اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''کیا آپ نہیں جانتے کہ یقینا اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:''کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے''﴿1﴾اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا مالک ہے۔وہ جیسے چاہتا ہے زمین اور آسمان میں تکوینی اور شریعی تصرف کرتا ہے اور اپنی حکمت،بے پایاں رحمت اور مغفرت کے تقاضے کے مطابق وہ بخشتا ہے یا سزا دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:684/1)﴿2﴾لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے لیے زمین وآسمان کی بادشاہت ہے،اس نے تخلیق کیا،وہ مالک ہے اور اس کی تدبیر ہے۔(ایسرالتفاسیر:343)

سوال2:یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ''وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ''وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے''جو کافر نافرمانیاں کر کے مرجاتا ہے وہ اس کو عذاب دیتا ہے۔﴿2﴾وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ''اور جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے''جو اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔(ایسرالتفاسیر:343)

سوال3:وَاللّٰہُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے ولا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے وہی سب کا حاکم ہے۔اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔وہ جو چاہے کرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے ہر قسم کا اختیار ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنی حکمت سے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔﴿3﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تم سب گناہ گار ہو مگر جسے میں عافیت دوں، لہذا مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اور جو جانتا ہے کہ میں بخشنے پر قدرت والا ہوں پھر اس نے مجھ سے بخشش مانگی تو میں اسے اپنی قدرت سے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۛ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۚ وَمَن يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَن تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (41)

اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں دوڑ کر جاتے ہیں، اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں میں سے جو یہودی بن گئے، وہ جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں اور دوسرے لوگوں کے لیے بہت سننے والے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے، وہ کلام کو اس کے مقام کے بعد بدل دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اسے لے لو اور اگر تمہیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ، اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ جس کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ہرگز کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔(41)

سوال1: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ''اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں دوڑ کر جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ آیتیں ان لوگوں کے بارے میں اتریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے باہر ہیں اور اللہ کی شریعت پر اپنی خواہش، رائے اور قیاس کو مقدم رکھتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:439/1)

سوال2: کفر کے راستے میں تیز گامی دکھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلام کے خلاف مہم چلانا۔﴿2﴾ نیکی کی مجلسوں میں جانا اپنی شان کے خلاف سمجھنا۔﴿3﴾ کچھ لوگوں کو نیکی کی مجلسوں کے لیے مقرر کرنا کہ وہ باتیں سنیں بڑوں تک پہنچائیں پھر اس کو اُلٹے معانی پہنا کر تحریک اسلامی کو بدنام کریں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿4﴾ غیر اسلامی طور طریقوں اور رسوم ورواج کو فروغ دینا۔﴿5﴾ غیر اسلامی طور طریقوں کو رواج دینے کے لیے ذہنی اور عملی کوششیں کرنا۔﴿6﴾ اسلام مخالف قوتوں کے ساتھ تعاون کرنا۔

سوال3: اسلام کے راستے میں تیز گامی کیسے دکھائی جاسکتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلام کو پھیلانے کے لیے مہم چلا کر۔﴿2﴾ اسلامی تعلیمات کو سچی روح کے ساتھ لوگوں کو سکھانے سے۔ ﴿3﴾ اسلامی طور طریقوں کو رواج دینے سے۔﴿4﴾ اسلامی طریقۂ زندگی کو فروغ دینے کے لیے ذہنی اور عملی کوششیں کرنے سے۔﴿5﴾ اسلامی قوتوں کا ساتھ دینے سے۔

سوال4: مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ''اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے'' وہ لوگ کیسے ہوتے ہیں جو منہ سے ایمان لاتے ہیں اور اُن کے دل ایمان نہیں لاتے؟

جواب:﴿1﴾ ان میں سے جو ایمان کے دعوے دار ہیں ان کے دل ایمان نہیں لائے یعنی زبانوں سے تو ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور دل اجڑے ہوئے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:437/1)﴿2﴾ جن کے دلوں میں ایمان کی بشاشت جاگزیں نہیں ہوئی کیونکہ ایمان دل کے اندر اتر جائے تو مومن کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔﴿3﴾ جو دین کے خلاف فتوے طلب کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ جو دین کی تبلیغ کرنے والوں کا اس لیے ساتھ دیتے ہیں تاکہ وہ ان کی خواہشات کو پورا کریں۔﴿5﴾ جن کو دین دار افراد حق کہہ دیں اور سچائی کے ساتھ فیصلہ سُنا دیں تو انہیں دین کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سوال5: وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ''اور ان لوگوں میں سے جو یہودی بن گئے، وہ جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں اور دوسرے لوگوں کے لیے بہت سننے والے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ ان میں سے جو یہودی ہیں جھوٹ کو خوب قبول کرتے ہیں اس سے متاثر ہوتے ہیں۔اور آپ ﷺ کی مجلس میں آکر نہیں بیٹھتے۔﴿2﴾ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ تمہارے پاس جاسوس بن کر آتے ہیں اور مسلمانوں کی مجلسوں میں آکر ادھر اُدھر کی لگاتے ہیں بات کو بدل ڈالتے ہیں۔کوئی راز کی بات کان میں پڑے تو اسے آپ ﷺ کے دشمنوں تک پہنچاتے ہیں۔صحیح سمجھنے کے باوجود الٹا مطلب لے اڑتے ہیں۔

سوال6: يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ''وہ کلام کو اس کے مقام کے بعد بدل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اسے لے لو اور اگر تمہیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ ''وہ کلام کو اس کے مقام کے بعد بدل دیتے ہیں''یعنی کلام کو اپنی خواہشات کے مطابق بدل دیتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:344)﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرنے اور حق سے روکنے کے لیے الفاظ کو ایسے معنی پہناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں۔﴿3﴾یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا فَخُذُوْہُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُوْا ''وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اسے لے لو اور اگر تمہیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ''یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے زنا کیا اور رجم کی آیت بدل ڈالی تھی اور اپنی طرف سے یہ سزا مقرر کی تھی کہ بدکار کو سو کوڑے مارے جائیں اور اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا سوار کر کے سر بازار پھرایا جائے پھر جب ہجرت کے بعد ان میں زنا کا واقعہ پیش آیا تو کہنے لگے آؤ محمد ﷺ کے پاس مقدمہ لے کر چلیں دیکھیں کیا فیصلہ کرتے ہیں؟ اگر سو کوڑے اور منہ کالا کر کے رسوا کرنے کا حکم دے تو مان لو اور اسے اپنے اور اللہ کے کے درمیان حجت بنالو کہ اللہ کے نبی میں سے ایک نبی نے حکم دیا اور سنگسار کرنے کا حکم دیں تو مت مانو۔(مختصر ابن کثیر:440/1)

سوال7:وَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتْنَتَہٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیْـًٔا ''اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ جس کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرلیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ہرگز کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے''اللہ تعالیٰ کسی کو کیسے فتنے میں ڈالتا ہے؟

جواب:﴿1﴾وَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتْنَتَہٗ ''اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ جس کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرلیں''یعنی جس کو اللہ تعالیٰ حق کے راستے سے ہٹا دینا چاہے کیونکہ اس نے کبیرہ گناہ کیے ہیں۔﴿2﴾فَلَنْ تَمْلِكَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیْـًٔا ''تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ہرگز کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے''آپ اللہ تعالیٰ کے گمراہی کے ارادے میں رکاوٹ ڈالنے کا اختیار نہیں رکھتے اس لیے ان کی کفر کے لیے تیز گامی آپ کو غمزدہ نہ کرے۔﴿3﴾عام طور پر انسانوں کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ جو بات پسند اور ذوق کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو ذوق کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دو یہ مزاج انسان کے لیے اس طرح سے فتنہ بن جاتا ہے کہ حق کے مقابلے میں ایسا انسان مفاد اور مصلحت کو ترجیح دیتا ہے۔ہر موقع پر اپنے عمل کو درست ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے کلام کے معانی بدلتا ہے اور بالآخر حق قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ساتھ چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال8:اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ اَنْ یُّطَہِّرَ قُلُوْبَھُمْ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان قبول کرنے کے باوجود ان کو کفر اور نفاق سے پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔﴿2﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طہارت قلب پر بھلائی کا سبب ہے اور طہارت قلب پر رشد وہدایت اور عمل سدید کا سب سے بڑا داعی ہے۔ (تفسیر سعدی :687/1)﴿3﴾ جو شخص اپنا فیصلہ شریعت کی طرف لے جاتا ہے خواہ وہ اس کے حق میں ہو یا اس کے خلاف ہو تو یہ طہارت قلب میں سے ہے۔﴿4﴾ جو شخص اپنا فیصلہ خواہش نفس کی پیروی میں کرواتا ہے جب اس کے حق میں فیصلہ ہو تو راضی ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کے خلاف ہو تو ناراض ہو جاتا ہے تو یہ اس کے قلب کی عدم طہارت ہے۔(تفسیر سعدی:687/1)

سوال9: دلوں کی تطہیر کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں ضابطہ کیا ہے؟

جواب: جو لوگ نیکی اور تقویٰ کے راستے پر چلتے ہیں اگر انہیں کوئی ٹھوکر لگے تو وہ گر پڑتے ہیں لیکن گرنے کے بعد توبہ واصلاح کے ذریعے پھر چل پڑتے ہیں ایسے لوگوں کے دلوں پر میل جمنے نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ واصلاح کو ان کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں لیکن جو لوگ برائی کو اپنا پیشہ بنالیں، گناہوں میں لت پت رہیں آہستہ آہستہ ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں پھر ان پر کوئی پاکیزہ عمل اثر انداز نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں جھونک دیتے ہیں۔(تدبر القرآن)

سوال10: اللہ تعالیٰ کسی کے دل کو کیوں پاک نہیں کرنا چاہتے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کفر کے لیے سرگرم عمل رہنے والوں کو، اسلام کے خلاف مہم چلانے والوں کو، نیکی کی مجلسوں میں بیٹھنے کو شان کے خلاف سمجھنے والوں کے دلوں کو پاک نہیں کرنا چاہتے کیونکہ وہ پاکیزگی کی زندگی کو پسند نہیں کرتے۔﴿2﴾ جو لوگ اپنی پسند اور ذوق کو ترجیح دیتے ہیں تو یہ مزاج ان کے لیے فتنہ بن جاتا ہے۔ ہر موقع پر اپنے عمل کو درست ثابت کرنے کے لیے اللہ کے کلام کے معنی بدلتے ہیں اور حق قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پاک نہیں کرنا چاہتے۔

سوال11: لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ''ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور عار ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیتے ہیں اور چھوٹے بن کر رہتے ہیں۔ (الدر المنثور:501/2)

سوال12: وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ''اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ عذاب عظیم سے مراد جہنم اور اللہ جبار کی ناراضی ہے۔(تفسیر سعدی:687)﴿2﴾ ان کے کفر اور ان کی سرکشی کی سزا ہے۔(ایسر التفاسیر:345)

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (42)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں،حرام کو بہت کھانے والے ہیں، چنانچہ اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ اُن کے درمیان فیصلہ کردیں یاان سے اعراض کرلیں اوراگر آپ اُن سے اعراض کریں تو وہ آپ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچاسکیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں توان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(42)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:حمیدی نے اپنی سند میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ فدک والوں میں سے ایک شخص نے زنا کیا تو فدک والوں نے مدینہ منورہ کے کچھ یہودیوں کے پاس لکھا کہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو، اگر آپ کوڑے لگانے کا حکم دیں تو یہ آپ سے لے لواوراگر سنگسار کرنے کے بارے میں فرمائیں تو اس سے بچو، چنانچہ یہودیوں نے آپ سے دریافت کیا آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا،اس پر آیت کا یہ حصہ نازل ہوا،(فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ (الخ)اور بیہقی نے دلائل میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔(لباب النقول)

سوال2:سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ ''جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جھوٹ کے عادی،جھوٹ سنتے ہیں۔جھوٹ قبول کرتے ہیں۔جھوٹ کے گاہک،جھوٹی گواہی،جھوٹا فیصلہ چاہتے ہیں۔جھوٹ اور باطل سننے کے لیے ان کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں۔انسان کے دل اور دماغ جب بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں توانسان کی روح بجھ جاتی ہے وہ ہمیشہ برائی کی تلاش میں رہتی ہے۔ایسے لوگ باطل کو رواج دیتے ہیں۔﴿2﴾ یہاں سننے سے مراد اطاعت کے لیے سننا ہے یعنی وہ قلت دین اور قلت عقل کی بنا پر ہر اس شخص کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں جو انہیں جھوٹ کی طرف دعوت دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:687/1)

سوال3:اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ''حرام کو بہت کھانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سحت سے مراد رشوت ہے۔رشوت کھانا اور رشوت لے کر غلط مسائل بتانا یہودیوں کا شیوہ تھا لیکن رشوت کی ایک صورت آج بھی مقبول ہے۔دین کو عوام کی پسند کے مطابق بنا کر پیش کرنا تاکہ عوام میں مقبولیت بھی ملے،عزت بھی حاصل ہو اور نذرانے وصول ہوتے رہیں۔﴿2﴾''سحت'' کے لفظی معنی مٹانے اور ہلاک کرنے کے ہیں گویا مال حرام وہ چیز ہے جو انسان کی تمام نیکیوں کو اکارت کر کے رکھ دیتی ہے اور ہر اس خسیس مال پر سحت کا لفظ بولا جاتا ہے جس کے لینے میں عار ہو اور خفیہ طور پر لیا جائے اس میں رشوت بھی شامل ہے اور احادیث میں زانیہ کی اجرت، کتے،شراب اور مردار بیچنے کو حرام کہا گیا ہے سود، چوری کا مال اور چوری سے کمایا ہوا مال بھی سحت میں داخل ہے۔(کبیر،قرطبی،اشرف الحواشی:138/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:حق سے فرار کے چوردروازے کون سے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جھوٹ۔﴿2﴾ رشوت۔

سوال5:جھوٹ اور رشوت جب کسی قوم میں عام ہوجائیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب:جھوٹ اور رشوت کے پھیلاؤ سے حق اور عدل کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

سوال6:عوامی پسند کا دین کون سا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ وہ دین جس میں اپنی دنیا پرستانہ زندگی کو بدلے بغیر کچھ سستے اعمال کے ذریعے جنت مل جائے۔﴿2﴾ وہ دین جو قومی میلوں اور دیگر ہنگامہ آرائیوں کو دینی جواز عطا کرے۔﴿3﴾ وہ دین جس میں انسان کو اپنی ذاتی عزت کے لیے سرگرم ہونے کا موقع ملے اور وہ جو کچھ بھی کرے دین کے خانے میں لکھا جائے۔

سوال7:عوامی پسند کے مطابق دین کیوں پیش کیا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ عوام سے مالی تعاون حاصل کرنے کے لیے۔﴿2﴾ عوام میں عزت ومقبولیت پانے کے لیے۔

سوال8:سچے دین کی آواز بلند کرنا مفاد پرستوں کو کیوں برا لگتا ہے؟

جواب:سچا دین مفادات کے ڈھانچے کو توڑتا ہے۔جب مفادات ٹوٹتے ہیں، مصلحتیں قربان ہوتی ہیں تو جن لوگوں کو مفادات عزیز ہوتے ہیں انہیں کوئی دینی پکار بھلی نہیں لگتی پھر رب کے فیصلوں کا انکار ہوتا ہے۔پھر لوگ بھول جاتے ہیں کہ ایسا کرنا محض ایک فیصلہ کو نہ ماننا نہیں ہے ایمان اور اسلام کا انکار کرنا ہے۔

سوال9:حامل شریعت امت کا اصل فریضہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شہادت حق۔﴿2﴾ حق پر قائم رہنا اور حق کے مطابق بے لاگ فیصلے کرنا۔

سوال10:کسی قوم کے اندر سے حق اور انصاف کیسے اٹھ جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب قوم کو جھوٹ کی عادت ہوجائے۔﴿2﴾ جب جھوٹی گواہی دینا عام ہوجائے۔﴿3﴾ جب جھوٹی گواہی کی تعلیم دی جائے۔﴿4﴾ جب جھوٹ کو فن کا درجہ مل جائے۔﴿5﴾ جب جھوٹوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔﴿6﴾ جب رشوت خوری عام ہوجائے۔﴿7﴾ جب زبان اور قلم بک جائے۔﴿8﴾ جب جھوٹ کی وکالت کرنے والے ہر طبقے میں پیدا ہوجائیں۔ ﴿9﴾ جب اختیار رکھنے والے اپنے اختیارات اور انصاف کو قابلِ فروخت بنادیں۔﴿10﴾ جب علماء کی رائے اور فتوے بکنے لگیں تو اس قوم کے اندر سے حق اور انصاف کا جنازہ اُٹھ جاتا ہے۔

سوال11:فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ’’چنانچہ اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ اُن کے درمیان فیصلہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کردیں یاان سے اعراض کرلیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کوحکم دیا کہ آپ ﷺ کواس بارے میں اختیار ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کریں یااعراض کریں۔آپ ﷺ کواختیار دیا گیا ہے کیونکہ اگر معلوم ہوجائے کہ وہ اپنے خلاف فیصلے پرراضی نہ ہوتو اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرناواجب ہے نہ فتویٰ دینا۔تاہم اگر وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرناواجب ہے۔

سوال12:وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ''اگرآپ ان سے اعراض کریں تو وہ آپ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچاسکیں گےاوراگرآپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ اگرآپ ﷺ ان سے منہ پھیرلیں تو یہ آپ کا کچھ بگاڑنہیں سکیں گےاوراگر آپ فیصلہ کریں تو انصاف کریں۔لوگ ظالم ہوں یادشمن ان کے درمیان انصاف کرنے سے آپ ﷺ کوکوئی چیز نہ روکے۔﴿2﴾قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کورخصت دی ہے۔(جامع البیان:263/6)

سوال:ایک مسلمان حاکم انصاف کس وجہ سے کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے خوف سے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سوال13:اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ''یقیناًاللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہ آیت لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی فضیلت پردلالت کرتی ہےاورعدل کے ساتھ فیصلہ کرنااللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے۔(تفسیرسعدی:688/1)﴿2﴾عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:انصاف کرنے والے رحمٰن کے دائیں جانب اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پرہوں گےاوراللہ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جواپنی رعایااوراہل وعیال میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے۔(صحیح مسلم:4721)

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ(43)

اوروہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے؟حالانکہ اُن کے پاس تورات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے پھراس کے بعد بھی وہ منہ موڑ رہے ہیں اوروہ لوگ مومن ہی نہیں۔(43)

سوال1:وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ''اوروہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے حالانکہ اُن کے پاس تورات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہودیوں کی بدنیتی کواس آیت میں بے نقاب کیا گیا ہے کہ یہ ''لوگ'' خوداپنی کتاب کوچھوڑ کراگرآپ کو ''حکم''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بنارہے ہیں تو درحقیقت اپنی خواہشات کے مطابق فیصلے کروانا چاہتے ہیں۔انہیں دلچسپی اللہ تعالیٰ کی کتاب سے نہیں اپنی خواہشات سے ہے۔اگر مومن ہوتے تو ایمان کے تقاضے اور اس کے واجبات پر عمل کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ نہ موڑتے۔﴿2﴾''حالانکہ اُن کے پاس تورات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے''ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم تورات میں موجود ہے۔اگر وہ ایمان رکھتے تو اس سے اعراض نہ کرتے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی شریعت قبول کرنے اور ان کے مطابق فیصلے کروانے کا ایمان سے کیا تعلق ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی شریعت کو قبول کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا ہے یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور نگرانی کے اقرار کا معاملہ ہے،اس اعتبار سے یہ ایمان کا معاملہ ہے۔

سوال3:ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ''پھر اس کے بعد بھی وہ منہ موڑ رہے ہیں''سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ کو حکم بناتے ہیں اور دوسری طرف آپ ﷺ کے حکم سے منہ موڑتے ہیں۔آپ ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے یا پھر اطاعت پر راضی نہیں ہوتے۔

سوال4:وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ''اور وہ لوگ مومن ہی نہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی تورات اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے نہیں۔(تفسیر ثعالبی:385/2)﴿2﴾وہ نہ آپ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں،نہ آپ ﷺ کے حکم پر اور نہ تورات کے حکم پر ایمان رکھتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:346)﴿3﴾اگر کوئی ایمان لاتا ہے تو اسے اپنی پوری زندگی میں شریعت کو نافذ کرنا ہوگا ورنہ وہ ایمان والا نہیں۔﴿4﴾محکوم لوگ بھی اگر شریعت کے نفاذ پر راضی نہیں تو وہ اسلام کے دائرے سے نکل جائیں گے۔اگرچہ وہ زبان سے ایمان کا دعویٰ کریں۔

رکوع نمبر11

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(44)

یقیناً ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی،اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء،اللہ والے اور علماء ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے۔اس لیے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا۔اور وہ اس پر گواہ بھی تھے۔چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو،اور جو اُس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔(44)

سوال1: اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ ''یقیناً ہم نے تورات نازل کی'' وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ہم نے موسیٰ بن عمران پر تورات نازل کی۔(تفسیر سعدی)

سوال2: تورات کا مقام اور مرتبہ کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ تورات اللہ تعالیٰ کی کتاب تھی۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کی طرف سے دی گئی راہ نمائی تھی۔ ﴿3﴾ انسانوں کی خواہشات اور بدعات سے نکالنے والی روشنی تھی۔ ﴿4﴾ سارے انبیاء اس کتاب کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔ ﴿5﴾ علماء اور فقہا بھی اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ ﴿6﴾ علماء اور فقہا کو اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا۔

سوال3: اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ''یقیناً ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فِيۡهَا هُدًى یعنی تورات میں ہدایت ہے۔ ﴿2﴾ مقاتل نے کہا: ہر گمراہی سے ہدایت ہے۔ ﴿3﴾ تورات ایمان اور حق کی طرف ہدایت دینے والی ہے۔ ﴿4﴾ وَّنُوۡرٌ مقاتل نے کہا: یعنی اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والی ہے۔ ﴿5﴾ ظلم، جہالت، شک، حیرت، شبہات اور شہوات کی تاریکیوں میں اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:688/1)

سوال4: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب کیوں بھیجی جاتی ہے؟

جواب: کتاب اس لئے آتی ہے کہ وہ انسانوں کو سیدھا راستہ دکھائے اور غلط اعمال سے بچائے۔

سوال5: يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ ''اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء، اللہ والے اور علماء ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا ''اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء فیصلہ کرتے تھے'' یہودیوں کے جھگڑوں میں اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے یعنی پیغمبر فیصلہ کرتے تھے۔ ﴿2﴾ (ربانی) اللہ والے اور علماء یعنی باعمل عالم جو لوگوں کی بہترین تربیت کرتے تھے، جو لوگوں سے مشفقانہ برتاؤ رکھتے تھے، جن کے قول کی پیروی کی جاتی تھی، جو قوم میں اچھی شہرت رکھتے تھے اور ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے۔ ﴿3﴾ پیغمبروں کا اسلام سب سے عظیم تھا۔ پھر اللہ والے اور علماء سر تسلیم خم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتے تھے۔ جب پیغمبر، اللہ والے اور علماء تورات کو اپنا امام بناتے ہیں، اس کی پیروی کرتے ہیں تو یہودیوں کو تورات کی پیروی سے کس نے روکا ہے؟ خاص طور پر محمد ﷺ پر ایمان لانے کے حکم کو وہ کیوں نہیں قبول کرتے۔ جب کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:بِمَااسْتُحْفِظُوْامِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْاعَلَيْهِ شُهَدَآءَ ''اس لیے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا۔اور وہ اس پر گواہ بھی تھے'' کتاب اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جسے تمام انسانوں تک اسی روح کے ساتھ پہنچانا کتاب والوں کی ذمہ داری ہے۔جس نے اس کو صحیح روح کے ساتھ پہنچایا اس نے امانت کی حفاظت کی۔﴿2﴾ کتاب اللہ کی شہادت دینا، جو کچھ رب نے بتایا اس کی گواہی دینا،اس کے احکامات کو واضح کرنا،اس کی تعلیم کا اہتمام کرنا،اس کے مطالبات کو پورا کروانے کی کوشش کرنا،اس کے نظام کو نافذ کرنے کی کوشش کرنا ہی دراصل شہادت ہے۔یہ شہادت حفاظت ہے جان پر کھیل کر بھی اس حفاظت کا حق ادا کرنا ہے اور یہ فرض ادا نہ کرنا کتمان حق ہے۔کتمان (چھپانے) کا مطلب یہ ہے کہ کتاب کے احکامات کی حفاظت نہیں کی۔﴿3﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے اور وہ اس کی خبر گیری پر مقرر تھے یعنی اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری ڈالی تھی،ان کو اپنی کتاب کا امین بنایا تھا اور یہ کتاب ان کے پاس امانت تھی اور اس میں کمی بیشی اور کتمان سے اس کی حفاظت کو اور بے علم لوگوں کو اس کی تعلیم دینے کو ان پر واجب قرار دیا تھا۔ وہ اس کتاب پر گواہ ہیں کیونکہ وہی اس کتاب میں مندرج احکام کے بارے میں اور اس کی بابت لوگوں کے درمیان مشتبہ امور میں ان کے لیے مرجع ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل علم پر وہ ذمہ داری ڈالی ہے جو جہلاء پر نہیں ڈالی اس لیے جس ذمہ داری کا بوجھ ان پر ڈالا گیا ہے،احسن طریقے سے اس کو نبھانا ان پر واجب ہے اور یہ کہ بے کاری اور کسل مندی کو عادت بناتے ہوئے جہال کی پیروی نہ کریں،نیز وہ مختلف انواع کے اذکار،نماز،زکوٰۃ،حج،روزہ وغیرہ مجرد عبادات ہی پر اکتفا نہ کریں جن کو قائم کر کے غیر اہل علم نجات پاتے ہیں اہل علم سے تو مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو تعلیم دیں اور انہیں ان دینی امور سے آگاہ کریں جن کے وہ محتاج ہیں۔خاص طور پر اصولی امور اور ایسے معاملات جو کثرت سے واقع ہوتے ہیں نیز یہ کہ وہ لوگوں سے نہ ڈریں بلکہ صرف اپنے رب سے ڈریں۔(تفسیر سعدی:689/1)

سوال7:فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ''چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:دنیا کی متاع قلیل کی خاطر حق کو چھپا کر باطل کا اظہار نہ کرو۔اگر صاحب علم ان آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے،اس کی سعادت اس امر میں ہے کہ علم وتعلیم میں جدوجہد اس کا مقصد رہے۔یہ چیز ہمیشہ اس کے علم میں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کی امانت اس کے سپرد کر کے اس کی حفاظت اس کے ذمہ عائد کی ہے اور اس کو اس علم پر گواہ بنایا ہے۔ وہ صرف اپنے رب سے ڈرے،لوگوں کا ڈر اور خوف اسے لوازم علم کو قائم کرنے سے مانع نہ ہو۔دین پر دنیا کو ترجیح نہ دے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(تفسیر سعدی:689,690/1)

سوال8:لوگوں کے ڈر کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

جواب:انسانوں کا خوف انسان کو اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت اور شریعت کے نفاذ کے لئے عملی تدابیر اختیار کرنے سے روکتا ہے۔انسان تعلیم دیتے ہوئے احکامات چھپاتا ہے۔اس کے مطالبات چھپاتا ہے،اس کے احکامات کے نفاذ کے مطالبات پڑھتا ہے،سنتا ہے لیکن عمل سے چھپالیتا ہے اور بچالیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ اسلامی شریعت کے نفاذ میں یہ رکاوٹ آئے گی کہ جانی ومالی نقصانات برداشت کرنے ہوں گے اس لئے فرمایا لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔

(تفسیر سعدی:689,690/1)

سوال9:موروثی حکمران اور بااثر افراد اللہ تعالیٰ کے قانون کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے حق حاکمیت کو جو لوگ غصب کرتے ہیں انہیں یہ نظر آرہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہونے کے بعد ہم سے حاکمیت کا حق چھن جائے گا۔﴿2﴾اسلامی قانون کے نافذ ہونے سے ظلم کا راستہ بند ہوجانے کی وجہ سے انہیں اپنی ذات اور اپنے مفادات پر زد پڑتی محسوس ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ افراد مخالفت کرتے ہیں۔

سوال10:اسلامی نظام کے نفاذ میں کون کون سے طبقات رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾موروثی حکمران جو لوگوں کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔﴿2﴾مفاد پرست جو اپنے مفادات کی خاطر انسانوں پر ظلم کرنا چاہتے ہیں۔﴿3﴾نفس پرست،خواہش پرست جنہیں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ سے پاکیزہ زندگی بسر کرنے پڑے گی اور اگر پاکیزگی اختیار نہ کی تو سزا بھگتنی پڑے گی تو وہ اپنی ناپاک زندگی کے لئے اسلامی نظام کی مخالفت کرتے ہیں۔

سوال11:اللہ تعالیٰ کی آیات کو بیچنا کن کن صورتوں میں ہوا کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾سچائی کے مقام پر خاموش ہوجانے کو حکمت قرار دینا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تحریف،تبدیلی کرنے کو مصلحت قرار دینا۔﴿3﴾ایسے فتوے جاری کرنا جس میں حق اور باطل ملے ہوئے ہوں۔

سوال12:ثَمَنًا قَلِيلًا ''تھوڑی قیمت'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:دنیا کے تھوڑے سے مفادات،تھوڑی سی عزت جس کے عوض دین کو بیچا جاتا ہے اور جہنم جانے کا سامان کیا جاتا ہے۔

سوال13:وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ''اور جو اُس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ سے مراد صرف قرآن نہیں بلکہ اسوہ رسول بھی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قرآن حکیم کی رو سے لازم وواجب ہے۔ارشاد بارتعالیٰ ہے:وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔(سراج البیان:273/1)
﴿2﴾شعبی فرماتے ہیں''مسلمانوں میں جس نے کتاب کے خلاف فتویٰ دیا وہ کافر ہے،یہودیوں میں دیا ہوتو وہ ظالم ہے اورنصرانیوں میں دیا ہوتو فاسق ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں''اس کا کفراس آیت کے ساتھ ہے۔طاؤس فرماتے ہیں''اس کا کفراس کے کفر جیسا نہیں جو سرے سے اللہ کے رسول قرآن اورفرشتوں کا منکر ہو۔عطا فرماتے ہیں۔''کتم (چھپانا) کفر سے کم ہے اسی طرح ظلم وفسق کے بھی ادنیٰ واعلیٰ درجے ہیں۔اس کفر سے وہ ملت اسلام سے پھر جانے والا ہو جاتا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''اس سے مراد وہ کفر نہیں جس کی طرف تم جارہے ہو۔(تفسیر ابن کثیر:770/1)﴿3﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:جس نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کا انکار کیا اس نے کفر کیا اور جس نے اس کا اقرار کیا اوراس کے ساتھ فیصلہ نہ کیا وہ ظالم اور فاسق ہے۔وہ کہتے تھے جس نے حدود اللہ میں سے کسی چیز کا انکار کیا تو یقیناً اس نے کفر کیا۔(ابن ابی حاتم:1142/4)
﴿4﴾وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ یعنی قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا بلکہ جان بوجھ کر باطل فیصلے کرتا ہے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔﴿5﴾فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ تو ایسے لوگ کافر ہیں اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف فیصلے کرنا کافروں کا طرز عمل ہے۔جب کوئی کتاب اللہ کو چھوڑ کر کسی اور قانون کے مطابق فیصلے کرنے کو جائز سمجھتا ہے تو ایسا کرنے والا ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے

سوال14:جو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر کیوں قرار پاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے حق حاکمیت کا انکار کرتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت قانون کا ماخذ ہو۔فیصلے اس کے مطابق کئے جائیں جو اس قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے اس کے اسلام اور ایمان کے کیا معنی رہ جاتے ہیں عملی کفر کے بعد اسلام کا زبانی اظہار اللہ تعالیٰ کے ہاں بے معنی ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(45)

اورہم نے اس کتاب میں ان پر لکھ دیا تھا کہ بلاشبہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ہے اور زخموں کا بھی برابر کا بدلہ ہے،پھر جس نے اس (قصاص) کو صدقہ کر دیا تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہی لوگ ظالم ہیں۔(45)

سوال1:وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ''اورہم نے اس کتاب میں ان پرلکھ دیا تھا کہ بلاشبہ جان کے بدلے جان '' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ كَتَبْنَا ہم نے ان پر فرض کر دیا تھا یعنی واجب کر دیا تھا۔(ایسرالتفاسیر:346)﴿2﴾ یہ احکامات ان میں شمار ہوتے تھے جس کے مطابق انبیاء،احبار اور ربانی فیصلے کرتے تھے۔﴿3﴾ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ''بلاشبہ جان کے بدلے جان''اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض قرار دیا تھا کہ کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کے قصاص میں اسی کو قتل کیا جائے گا۔ ﴿4﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔اس سے پوچھا گیا کہ یہ کس نے کیا؟ فلاں نے کیا،فلاں نے کیا، یہاں تک کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں پس وہ یہودی پکڑ لیا گیا اور اس نے اقرار جرم کیا۔لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس یہودی کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔(بخاری کتاب الدیات)﴿5﴾ تورات میں جو قصاص کے احکام تھے عملی طور پر یہود نے ان کو بھی بدل رکھا تھا مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے موجود تھے ایک قبیلہ بنی نضیر اور دوسرا بنی قریظہ تھا ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے اور مار کٹائی کی وارداتیں ہوتی رہتی تھیں۔بنی نضیر اپنے آپ کو اشرف اور اعلیٰ سمجھتے رہتے تھے جب کوئی شخص بنی نضیر میں سے بنی قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا تو اسے قصاص میں قتل نہیں ہونے دیتے تھے اور اس کی دیت میں ستر وسق کھجوریں دے دیتے تھے اور جب کوئی شخص بنی قریظہ میں سے بنی نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا تو قاتل کو قصاص میں قتل بھی کرتے تھے اور دیت میں ایک سو چالیس وسق کھجوریں بھی لیتے تھے اور اگر بنی نضیر کی کوئی عورت بنی قریظہ کے ہاتھ سے قتل ہو جاتی تو اس کے عوض بنی قریظہ کے مرد کو قتل کرتے تھے اور اگر کوئی غلام قتل ہو جاتا تھا تو اس کے بدلہ بنی قریظہ کے آزاد مرد کو قتل کرتے تھے اسی طرح کے قانون انہوں نے جراحات کے عوض کے بارے میں بنا رکھے تھے بنو قریظہ کو مال کم دیتے تھے اور خود اس سے دوگنا لیتے تھے۔(معالم التنزیل:83)﴿6﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جان کی دیت سو اونٹ ہیں۔(نسائی کتاب القسامہ)

سوال2:وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ''اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے تورات کے قانون کی خبر دی ہے کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت لیا جائے گا۔﴿2﴾ سیوطی نے الاکلیل میں کہا: یہ جان، اعضاء اور زخموں میں ہماری شریعت کے مطابق ہے۔﴿3﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ربیع نے جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں،انصار کی ایک لڑکی کے آگے کے دانت توڑ دیئے۔لڑکی والوں نے قصاص چاہااور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔نبی ﷺ نے بھی قصاص کا حکم دیا۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچاانس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہانہیں اللہ کی قسم!ان کا دانت نہ توڑا جائے گا۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا،انس!لیکن کتاب اللہ کا حکم قصاص ہی کا ہے۔پھرلڑکی والے معافی پر راضی ہوگئے اور دیت لینا منظور کرلیا۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کا نام لے کر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم سچی کر دیتا ہے۔(صحیح بخاری:4611)﴿4﴾ سیدنا یعلیٰ کہتے ہیں کہ میں ایک جنگ میں گیا وہاں ایک شخص نے دوسرے کو دانت سے کاٹا اس نے زور سے اپنا ہاتھ کھینچا تو کاٹنے والا کا دانت ٹوٹ گیا پھر وہ قصاص کے لیے آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس کا قصاص باطل قرار دیا اور فرمایا: کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں رہنے دیتا کہ تو اسے یوں چبا جائے جیسے اونٹ چباڑالتا ہے۔(بخاری)

سوال3:وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ''اور زخموں کا بھی برابر کا بدلہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی زخموں میں قصاص ہے۔(صحیح بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ جو جان بوجھ کر کسی کو زخمی کرتا ہے تو جارح سے زخموں کا قصاص لیا جائے گا اور اسے حد،مقام،زخم کی لمبائی،چوڑائی اور گہرائی کے مطابق اتنا ہی زخم لگایا جائے گا۔یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم سے پہلے کی شریعت کی پیروی ہمارے لیے بھی اس وقت تک لازم ہے جب تک کہ ہماری شریعت میں کوئی ایسی چیز وارد نہ ہو جو اس شریعت کے خلاف ہو۔(تفسیر سعدی:691/1)﴿3﴾ مسند احمد کی یہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے میں چوٹ ماری،وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا مجھے بدلہ دلوایئے،آپ نے دلوادیا،اس کے بعد وہ پھر آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ میں تو لنگڑا ہوگیا،آپ نے فرمایا میں نے تجھے منع کیا تھا لیکن تو نہ مانا،اب تیرے اس لنگڑے پن کا بدلہ کچھ نہیں۔پھر حضور ﷺ نے زخموں کے بھر جانے سے پہلے بدلہ لینے کو منع فرمادیا۔(تفسیر ابن کثیر:772/1)

سوال4:فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ''پھر جس نے اس (قصاص) کو صدقہ کردیا تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''پھر جو قصاص کا صدقہ کردے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے''﴿1﴾ یعنی مجرم کے لیے کفارہ ہے کیونکہ آدمی نے اس کو اپنا حق معاف کردیا اور اللہ تعالیٰ تو اپنے حق کو زیادہ معاف کرنے والا ہے۔تورات میں یہ دفعہ نہیں تھی اس لئے کہ تورات میں یہ جرائم قابل معافی نامہ ہیں نہ صلح ممکن تھی یہی وجہ ہے کہ ان کا کفارہ نہیں تھا لیکن اسلامی شریعت نے ترغیب دلائی ہے کہ اگر وہ مجرم کو معاف کردے بدلہ نہ لے تو اس کی یہ نیکی گناہوں کے لئے کفارہ بنے گی۔﴿2﴾ یہ معاف کردینے والے کے حق میں کفارہ ہے کیونکہ جس طرح اس نے اپنے حق میں جرم کا ارتکاب کرنے والے کو یا اس کو معاف کردیا جو اس سے متعلق ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی لغزشوں اور گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:691/1)﴿3﴾ حدیث میں بھی ہے کہ جس مسلمان کو دوسرے مسلمان سے اذیت (زخم) پہنچے اور وہ اسے معاف کر دے تو اللہ اس کے بدولت ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ کم کرتا ہے۔(ترمذی،ابن ماجہ)

سوال5:اسلامی شریعت نے قصاص کے بارے میں کیا اصول دیا ہے؟

جواب:اسلامی شریعت نے قصاص کے بارے میں پہلا اصول مساوات کا دیا ہے خون سب کا برابر تو سزا بھی سب کی برابر۔ اسلام میں جان کے بدلے جان اور عضو کے بدلے میں عضو ہے۔اس حوالے سے کسی علاقے، طبقے،نسب،خون اور قوم میں کوئی فرق نہیں تمام لوگ قانون کی نظروں میں برابر ہوں گے۔ایک پلیٹ فارم سے انصاف حاصل کریں گے۔

سوال6:قصاص کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان کی فطرت قصاص کے جاری ہونے پر مطمئن ہو جاتی ہے۔﴿2﴾ انسان کے نفس سے بغض اور کینہ دور ہو جاتا ہے۔﴿3﴾ انسان کے دل کے زخم بھر جاتے ہیں۔﴿4﴾ انسان کے انتقام کی آگ بجھ جاتی ہے۔

سوال7:وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کے قانون کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ ظالم کیوں ہے؟

جواب:﴿1﴾ ظالم اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی بجائے انسانوں کو اپنی شریعت پر چلاتا ہے۔﴿2﴾ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے،کفر کی سزا کا مستحق بناتا ہے۔﴿3﴾ اپنی ذات اور تمام لوگوں کی زندگیوں کو عذاب میں ڈالتا ہے۔﴿4﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:اگر اس فعل کو حلال سمجھتے ہوئے کیا جائے تو یہ سب سے بڑا ظلم ہے اور اگر اس کو حلال نہ سمجھتے ہوئے کیا جائے تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔(تفسیر سعدی:691/1)

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ(46)

اور ہم نے ان کے پیچھے اُن کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجا جو اس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اُس کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور جو اپنے سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والی تھی اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔(46)

سوال1:وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ''اور ہم نے ان کے پیچھے اُن کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ ابنِ مریم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوبھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اورہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو بھیجا یعنی اسرائیلی نبیوں کے پیچھے عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو بھیجا۔

سوال2:مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ'' جواس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:عیسیٰ علیہ السلام تورات کی حق کے ساتھ گواہی دینے والے تھے اوراس شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے تھے۔

سوال3:وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ'' اورہم نے اُس کوانجیل عطا کی جس میں ہدایت اوررروشنی تھی''انجیل کا مقام کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ ہم نے اس کوانجیل وحی کی جوکتاب مقدس ہے تورات کی تکمیل کرتی ہے۔﴿2﴾ انجیل گمراہی سے بچنے کے لیے ہدایت ہے اوراس میں حلال وحرام کے احکامات کی روشنی ہے اورمشکلات کا حل ہے۔﴿3﴾ جوکچھ تورات میں ہے وہی کچھ انجیل میں ہے۔

سوال4: وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ'' اورجواپنے سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:انجیل تورات کی صداقت کی شہادت دیتی ہے اوراس کی موافقت کرکے اس کی تصدیق کرتی ہے۔

سوال5:وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ'' اورمتقی لوگوں کے لیے ہدایت اورنصیحت تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ انجیل حرام کاموں اورگناہوں کاارتکاب کرنے والوں کے لیے زاجر ہے۔(تفسیرقاسمی:230/6)﴿2﴾ وَهُدًى انجیل سے اہل تقویٰ ہدایت پاتے ہیں وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلاتی ہے۔﴿3﴾ وَّمَوْعِظَةً انجیل زندگی کے لیے کامل نصیحت ہے۔(ایسرالتفاسیر:347)﴿4﴾ لِّلْمُتَّقِيْنَ اہل تقویٰ ہی مواعظ سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(47)

اورلازم ہے کہ اہلِ انجیل اسی کے مطابق فیصلے کریں جواللہ تعالیٰ نے اس میں نازل کیا ہے اورجواس کے مطابق فیصلے نہ کریں جواللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تووہی لوگ فاسق ہیں۔(47)

سوال1:وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ اورلازم ہے کہ اہلِ انجیل اسی کے مطابق فیصلے کریں جواللہ تعالیٰ نے اس میں نازل کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اہل انجیل پرلازم ہے کہ اپنی کتاب کے مطابق فیصلے کریں۔﴿2﴾ اہل انجیل کوحکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے کریں۔(ایسرالتفاسیر:347)﴿3﴾ نصاریٰ پرلازم اورواجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ انجیل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے مطابق اور جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے اس کے مطابق فیصلے کریں۔(واضح المیسر :263)

سوال2:وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ'' اور جو اس کے مطابق فیصلے نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے وہی لوگ فاسق ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کو فاسق کہا گیا ہے،یعنی ایسے لوگ اپنے رب کی اطاعت وحق کی راہ چھوڑ کر باطل کی طرف مائل ہونے والے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:349/1)﴿2﴾جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں تو فسق،ظلم اور کفر ہو جاتا ہے۔(ایسر التفاسیر:347)﴿3﴾فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اپنے رب کی اطاعت سے نکلنے والے،باطل کی طرف مائل ہو جانے والے،حق کو چھوڑنے والے ہیں۔(تفسیر قاسمی:230/6)

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ(48)

اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے۔اور ان پر نگہبان ہے،چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے،چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ،تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے،پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔(48)

سوال1: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ'' اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾الْكِتٰبَ سے مراد قرآن حکیم ہے۔﴿2﴾بالحق سے مراد صدق ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔(تفسیر قاسمی:230/6)﴿3﴾یہ کتاب اپنی خبروں اور احکامات میں حق پر مشتمل ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کیوں اتاری؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت اس لیے اتاری تاکہ اس کے مطابق اعتقادات درست ہوں۔﴿2﴾اس کے مطابق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مراسم عبودیت درست ہوں۔﴿3﴾اس کے مطابق لوگوں کی معاشرت بدلے۔﴿4﴾اس کے مطابق نظامِ تعلیم استوار ہو۔ ﴿5﴾عدالتوں اور دفتروں میں رائج ہو۔﴿6﴾عدالتوں میں اس کا دور دورہ ہو۔﴿7﴾اس شریعت کے نفاذ میں سستی اور غفلت نہیں برتی جاسکتی۔

سوال3:مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ'' جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قرآن مجید پہلی کتابوں کی صداقت کی گواہی دیتا ہے اور ان کی موافقت کرتا ہے﴿2﴾قرآن مجید میں دیئے گئے قوانین پچھلی کتابوں کے مطابق اور اس کی خبریں ان کی خبروں کے مطابق ہیں۔

سوال4:وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ'' اور ان پر نگہبان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مُهَيْمِن کا معنی امانت دار(نگہبان)قرآن گویا اگلی آسمانی کتابوں کا محافظ ہے۔(بخاری،کتاب التفسیر)﴿2﴾ مُهَيْمِن کے معنی محافظ،نگہبان کے آتے ہیں قرآن پاک کتب سابقہ کا محافظ ہے یعنی جو کچھ ان کتب میں امانت ودیعت کی گئی ہے اس کو نہایت صحت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور یہود کے غلط تاویلات وتحریفات کو واضح کرتا ہے آپ ﷺ کو ہم نے اس کا امین مقرر کیا ہے۔(کبیر،قرطبی)﴿3﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن امین ہے تمام سابقہ کتابوں پر۔﴿4﴾قرآن مجید پچھلی کتابوں کے مضامین پر نگہبان ہے۔یہ ہر اس حق کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو پچھلی کتابوں میں پیش کیا گیا۔یہ حق کے راستوں کو واضح کرتا ہے۔لہذا جس کی قرآن مجید گواہی دے وہ قابل قبول ہے۔

سوال5:فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ'' چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے جو احکامات نازل کیے ہیں اس کے مطابق فیصلے کرو۔﴿2﴾خاص معاملہ قاتل کے قتل اور زانی کے رجم کا تھا۔(ایسر التفاسیر:348)

سوال6:وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ'' اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہود کی اتباع سے روکا ہے۔(جامع البیان:293/6)﴿2﴾یہود کی خواہشات باطل ہیں اور آپ ﷺ کے پاس حق آچکا ہے آپ ﷺ ان کی خواہشات کو حق کا بدل نہ بنائیں۔

سوال7:لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا'' تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شریعت اور منہاج کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ ''تم میں سے ہر ایک کو ہم نے دیا''یعنی تمام قوموں کو دیا۔﴿2﴾شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا''ایک راستہ اور ایک طریقہ''شرعة و منهاجا سے راستہ اور طریقہ مراد ہے۔(بخاری،کتاب التفسیر)﴿3﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سبیل اور سنت مراد ہے۔(طبری:611/4)﴿4﴾شرعۃ اور شریعۃ اصل میں واضح راستہ ہے جو پانی تک پہنچادے پھر یہ اس شریعت کے لیے استعمال ہونے لگا جو دین میں اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے۔اور منہاج واضح اور روشن راستہ ہے۔﴿5﴾شِرْعَةً یعنی شریعت جو اللہ تعالیٰ سے ملائے اور مِنْهَاجًا:دین میں واضح راستہ جس پر تم چلتے ہو۔(تفسیر قاسمی:232/6)﴿6﴾شریعتیں امتوں کے اختلاف کے ساتھ بدلتی رہی ہیں مختلف ادوار میں ان میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ہر شریعت اپنے نفاذ کے وقت عدل پر رہی ہے۔تمام شریعتوں میں بڑے بڑے اصول کبھی نہیں بدلتے۔

سوال8:اگر لوگ شریعت سے منہ پھیر لیں تو پھر اہل قرآن کی ذمہ داری کیا رہ جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾اپنی جگہ شریعت کو پوری قوت سے تھامے رہیں۔﴿2﴾لوگوں کے منہ پھیرنے کی وجہ سے مقصد پر گرفت ڈھیلی نہ پڑے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کرنے کی کوششیں کریں۔

سوال9:وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنادیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت یعنی تمہارے درمیان عقیدے،عبادت اور فیصلوں میں کوئی اختلاف نہیں۔(ایسر التفاسیر:348)

سوال10:وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ''لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے مختلف شریعتیں دے کر آزمایا ہے کہ کون اللہ کے حکم پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے۔﴿2﴾پس وہ تمہیں آزمائے اور دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق ہر قوم کو آزماتا ہے اور ہر قوم کو اس کے احوال اور شان کے لائق عطا کرتا ہے،تاکہ قوموں کے درمیان مقابلہ رہے۔پس ہر قوم دوسری قوم سے آگے بڑھنے کی خواہش مند ہوتی ہے(تفسیر سعدی:694)

سوال11:فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ''چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ'' سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾یعنی بھلائیوں کے حصول کے لیے جلدی سے آگے بڑھو اور ان کو مکمل کرو۔بھلائی میں آگے بڑھنے کے لیے دو امور کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔(الف)جب بھلائی کا وقت آجائے اور اس کا سبب واضح ہو جائے تو جلدی سے اس کی طرف بڑھنا۔(ب)حکم کے مطابق مکمل طور پر ادا کرنے کی کوشش کرنا۔﴿2﴾اللہ کی شریعت کی اتباع میں ایک دوسرے سے آگے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نکل جاؤ۔﴿3﴾اللہ کے احکامات کی اطاعت میں آگے نکل جاؤ۔

سوال12:اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا ''تم سب کواللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''تم سب کواللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے''اللہ تعالیٰ نے ایک دن سب کواکٹھا کرنا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

سوال13:فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ''پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی جن شریعتوں میں تم اختلاف کرتے رہے اللہ تعالیٰ سب کے درمیان فیصلہ کرے گا۔حق پر ثابت قدم رہنے والوں کو جزا دے گا۔باطل پر چلنے والوں کو عذاب دے گا۔

وَ اَنِ احْکُمْ بَیْنَہُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَہْوَآءَہُمْ وَ احْذَرْہُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّصِیْبَہُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِہِمْ ؕ وَ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ(49)

اور یہ کہ آپ اُن کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔اوران کی خواہشات کا پیچھا نہ کریں اور آپ ان سے بچ کر رہیں،کہیں آپ کو اس میں سے بعض کے متعلق فتنے میں نہ ڈال دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل کیا ہے،پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ اُن کے بعض گناہوں کی وجہ سے اُنہیں مصیبت میں مبتلا کر دے اور بلاشبہ انسانوں میں سے اکثر یقیناً نافرمان ہیں۔(49)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اسید اور عبداللہ بن صوریا اور شاش بن قیس نے کہا ہے کہ محمد ﷺ کے پاس چلو،ممکن ہے کہ ہم ان کے دین میں کوئی فتنہ پیدا کر سکیں،چنانچہ یہ آئے اور کہا کہ محمد ﷺ آپ جانتے ہیں کہ ہم یہودیوں کے عالم اور ان کے سردار ہیں،اگر ہم آپ کی اتباع کر لیں گے تو تمام یہود آپ کی اتباع کر لیں گے اور کوئی بھی ہماری مخالفت نہیں کرے گا،البتہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان کچھ اختلافات ہیں،ہم ان میں آپ کو فیصل بناتے ہیں،آپ ہماری حمایت میں ان کے خلاف فیصلہ کر دیں،ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے(جب کہ ان کا ایمان لانے کا ارادہ نہیں تھا)تب اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیت نازل فرمائی کہ'' اور یہ کہ آپ اُن کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے''الخ۔(لباب النقول)

سوال2:وَ اَنِ احْکُمْ بَیْنَہُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ''اور یہ کہ آپ اُن کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کوحکم دیا ہے کہ جب آپ ﷺ ان کے درمیان فیصلہ کریں تواللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب وسنت کی ہدایت کے مطابق فیصلہ کریں۔

سوال3:وَلَاتَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ''اوران کی خواہشات کا پیچھانہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہود کی خواہشات کی پیروی سے روکا ہے۔(ایسرالتفاسیر:348,349)اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے مکمل قانون کے نفاذ میں کسی کی خواہش رکاوٹ بنتی ہےتو آپ فتنے میں پڑ جاؤ گے اس لئے کہ یہ مکمل شریعت نہ ہوگی بلکہ خواہش پرستی ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے۔

سوال4:وَاحْذَرْھُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ''اورآپ ان سے بچ کر رہیں کہیں آپ کواس میں سے بعض کے متعلق فتنے میں نہ ڈال دیں جواللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل کیا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کوتنبیہ کی ہے کہ یہود کی فریب کاریوں سے بچیں وہ آپ ﷺ کو فتنے میں ڈال کرایسی چیز سے نہ روک دیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حق کی پیروی کوفرض قرار دیا ہے،خواہشات کی پیروی اس کو ترک کرنے کا سبب بنتی ہے۔اس لیے آپ خواہشات کی پیروی سے بچ جائیں۔

سوال5:فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ 'پھراگروہ منہ موڑ لیں تو جان لوکہ یقیناًاللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ اُن کے بعض گناہوں کی وجہ سے اُنہیں مصیبت میں مبتلا کردے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اگروہ آپ کی پیروی اورحق کی اتباع سے منہ پھیر لیں تواللہ تعالیٰ نے گناہوں کی دنیاوآخرت میں جوسزائیں مقرر کی ہیں ان میں سب سے سخت یہ ہے کہ بندے کوآزمائش میں مبتلا کر دیا جائے اوررسول کی پیروی کی بجائے اس آزمائش کومزین کر دیا جائے۔﴿2﴾رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا جارہا ہے کہ اگرلوگ منہ پھیر لیں تو آپ شریعت کو پورے طریقے سے تھامے رکھیں،اللہ تعالیٰ کے احکامات کونافذ کریں۔لوگوں کی روگردانی آپ کوڈھیلا نہ کردے۔﴿3﴾ان لوگوں کے منہ پھیرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کی وجہ سے انہیں مصیبت میں ڈالنے والے ہیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کاارادہ یہ ہے کہ یہ لوگ برے نتائج کا شکار ہوں۔

سوال6:وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ''اور بلاشبہ انسانوں میں سے اکثر یقیناًنافرمان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی یہود کی فطرت میں فسق ہے وہ رسول کی نافرمانیاں کرنے کے عادی ہیں۔﴿2﴾یہود کی اکثریت فاسق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پرعمل کوچھوڑنے والے ہیں اوراس کی اطاعت سے نافرمانی کی طرف نکلنے والے ہیں۔(جامع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

البیان:294/6)﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:وَمَآ اَكْثَرُالنَّاسِ وَلَوْحَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثر لوگ مومن نہیں ہوتے۔(یوسف:103)﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے وسوسوں کاسدّ باب کیا ہے کہ اگراللہ تعالیٰ کا قانون سچا ہے تواکثرلوگ مخالفت کیوں کرتے ہیں؟﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اکثرلوگ فسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں اور یہ لوگ اسی طرح رہیں گے آپ انہیں بدل نہیں سکتے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ تعالیٰ کا ناقابلِ ترمیم قانون ہے اس کا تقاضا کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے ناقابل ترمیم قانون کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے اختلافات اس کتاب یعنی قرآن کی طرف لوٹائیں۔یہ کتاب اس بارے میں فیصلہ کرے۔اس کتاب کے مقابلے میں انسان کی ذاتی رائے کی کوئی قیمت نہیں اگراس کی پشت پر قرآن وسنت سے دلیل نہیں ہے۔

سوال8:اہل قرآن کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾اہل قرآن اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلے کریں۔﴿2﴾اسلامی شریعت میں تبدیلی کا ہرخفیہ راستہ بند کر دیاجائے۔﴿3﴾شریعت کے نفاذ میں کوئی سستی نہ برتیں۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ(50)

تو کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟اورکون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟(50)

سوال1:اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ''تو کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی کیا وہ کفار کی دوستی طلب کرکے اورآپ سے اعراض کرکے جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں؟ہروہ فیصلہ جواس چیز کے خلاف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پرنازل فرمایا ہے وہ جاہلیت کا فیصلہ ہے۔تب اس طرح صرف دوقسم کے فیصلے ہیں:(الف)اللہ اوراس کے رسول ﷺ کا فیصلہ۔(ب)جاہلیت کا فیصلہ۔پس جوکوئی اللہ اوراس کے فیصلوں سے منہ موڑتا ہے تووہ دوسری قسم کے فیصلوں میں مبتلا ہوجاتا ہے جو جہالت،ظلم اورگمراہی پر مبنی ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان فیصلوں کو جاہلیت کی طرف مضاف کیا ہے۔رہے اللہ تعالیٰ کے فیصلے تووہ عدل،انصاف،نورہدایت پر مبنی ہوتے ہیں۔(تفسیرسعدی:696/1)﴿2﴾ان لوگوں کی تردید ہے جواللہ کی شریعت کوچھوڑکر جس میں ہربھلائی ہے،انسانوں کے وضع کردہ افکارونظریات اورقوانین واحکام کی پیروی کرتے ہیں۔(تیسیرالرحمٰن:350/1)﴿3﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا تین آدمی اللہ کے یہاں سب سے زیادہ مغضوب ہیں۔(الف)حرم شریف کی حرمت پامال کرنے والا(ب)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ اپنانے والا (ج) کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تا کہ وہ اس کا خون بہائے۔(صحیح بخاری:6882)

سوال2:وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ''اور کون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ خالق ہے کیا خالق سے بڑھ کر انسانوں کی ضروریات اور مصالح کو کوئی جاننے والا ہوسکتا ہے کہ اُن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قانون بنائے؟﴿2﴾اللہ رب ہے کیا رب سے بڑھ کر کوئی اور ہمدرد ہوسکتا ہے؟﴿3﴾اللہ تعالیٰ علیم ہے قیامت تک آنے والے حالات سے اس سے زیادہ کوئی واقف ہوسکتا ہے؟﴿4﴾حقیقت یہ ہے کہ یقین لانے والوں کے لئے اللہ سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا کوئی اور نہیں۔﴿5﴾صاحب ایقان وہ ہے جو اپنے یقین کی بنیاد پر دونوں قسم کے فیصلوں کے درمیان فرق کو پہچانتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں موجود حسن اور خوبصورتی میں امتیاز کرسکتا ہو اور عقلاً اور شرعاً ان کی اتباع کو لازم قرار دیتا ہو اور یقین سے مراد وہ علم کامل وتام ہے جو عمل کا موجب ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:696/1)

رکوع نمبر12

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ(51)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو اُنہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(51)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾جنگ احد کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں اس یہودی سے دوستی کرتا ہوں تا کہ موقع پر مجھے نفع پہنچے، دوسرے نے کہا، میں فلاں نصرانی کے پاس جاتا ہوں، اس سے دوستی کر کے اس کی مدد کروں گا۔اس پر یہ آیتیں اتریں۔ایک روایت میں ہے کہ یہ آیتیں عبداللہ بن سلول کے بارے میں اتری ہیں۔سیدنا عبادہ بن صامت نے نبی ﷺ سے کہا کہ بہت سے یہودیوں سے میری دوستی ہے مگر میں ان سب کی دوستیاں توڑتا ہوں، مجھے اللہ اور اس کے رسول کی دوستی کافی ہے۔اس پر اس منافق نے کہا میں دور اندیش ہوں، دور کی سوچنے کا عادی ہوں، مجھ سے یہ نہ ہوسکے گا، نہ جانے کس وقت کیا موقع پڑ جائے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نبی ﷺ نے فرمایااے عبداللہ! تو عبادہ کے مقابلے میں بہت ہی گھاٹے میں رہا، اس پر یہ آیتیں اتریں۔(تفسیر ابن کثیر:778/1)﴿2﴾ابن اسحاقؒ،ابن جریرؒ،ابن ابی حاتمؒ اور بیہقیؒ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ بنی قینقاع کی لڑائی ہوئی تو عبداللہ بن ابی بن سلول نے اس میں بڑی دلچسپی لی اوران کی مخالفت پر کمر بستہ ہواتو سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوراللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے سامنے ان کی دوستی سے برات ظاہر کی اورسیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ بنی عوف بن الخزرج سے تھے اوران لوگوں کی قسموں کی طرف سے ان کووہ فضیلت جو عبداللہ بن ابی بن سلول کوتھی، چنانچہ ان لوگوں نے رسول اکرم ﷺ کے سامنےقسمیں کھائیں اورکفار کی قسموں اوران کی دوستی سے برات ظاہر کی،سورہ مائدہ کی یہ آیت سیدنا عبادہ اورعبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی اے لوگوجوایمان لائے ہو!یہودیوں اورعیسائیوں کودوست نہ بناؤ،الخ۔(لباب النقول فی اسباب النزول ازعلامہ سیوطیؒ)

سوال2:یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ''اےلوگوجوایمان لائے ہو!یہودیوں اورعیسائیوں کودوست نہ بناؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ''اے لوگوجوایمان لائے ہو'' یعنی اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدوں اوروعیدوں کی تصدیق کی۔(ایسرالتفاسیر:349)﴿2﴾لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ''یہودیوں اورعیسائیوں کودوست نہ بناؤ'' یہود ونصاریٰ میں سے کسی ایک کودوست نہ بنانا۔ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات اورمعاشرتی تعلقات نہ رکھنا۔(تفسیر قاسمی:240/6)﴿3﴾یہود ونصاریٰ تمہارے دشمن ہیں تمہیں گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ تمہارے نقصان کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔﴿4﴾رب العزت کا فرمان ہے:تَرٰی كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَفِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ آپ ان میں سے اکثر کو دیکھتے ہیں جوان لوگوں کودوست بناتے ہیں،جنہوں نے کفرکیا۔ یقیناً بہت ہی بُرا ہے جوانہوں نے اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجا کہ ان پراللہ تعالیٰ سخت ناراض ہواہے اوروہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔(المائدہ:80)﴿5﴾ابن ابی حاتم میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کوحکم دیا کہ آمدوخرچ کا حساب کتاب بتائیں۔ابوموسیٰ کا کاتب ایک عیسائی تھا۔ابوموسیٰ نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کو حساب سمجھادے۔اس نے بڑے سلیقے سے حساب سمجھادیا۔عمر رضی اللہ عنہ اس کی ہوشیاری سے خوش ہوئے اورفرمایا یہ بڑا ہوشیاراور امین ہے۔پھراس سے کہامسجد میں آکرہمیں ایک خط کا مطلب بتادیناجوشام سے آیا ہے۔ابوموسیٰ نے کہا یہ مسجد میں نہیں جا سکتا۔پوچھا کیا ناپاک ہے؟فرمایانہیں ناپاک تونہیں ہےمگرعیسائی ہے۔یہ سن کرسیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹااورکہااسے نکالواور یہ آیت پڑھی۔(ابن ابی حاتم)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:مسلمان یہودیوں اورعیسائیوں سے دوستی کیوں چاہتے تھے؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ ﷺ کے دور میں ملک کے اقتصادی وسائل پر یہودیوں اورعیسائیوں کا قبضہ تھا۔﴿2﴾یہودیوں اورعیسائیوں کی تاریخی عظمت کی وجہ سے لوگوں کو یقین تھا کہ ایسی طاقت کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔﴿3﴾مسلمانوں کی جماعت کے کمزورلوگ اسلام میں اس طرح داخل نہیں ہونا چاہتے تھے کہ انہیں یہودیوں کی انتقامی کاروائیوں کا سامنا کرناپڑے۔ ﴿4﴾مستقبل کے خطرے سے بچنے کے لیے یہودونصاریٰ سے دوستی رکھنا چاہتے تھے۔

سوال4:یہودونصاریٰ کی دوستی سے روکنے کی وجوہات کیاتھیں؟

جواب:﴿1﴾قرآن کریم نے مسلمان جماعت کواس کردار کے ادا کرنے کے لئے تیار کیا جواس نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے دنیامیں ادا کرنا تھا۔اس مقصد کے حصول کے لئے قرآن حکیم ہرمسلمان کے کردار کی تعمیراس بنیاد پر کرتا ہے کہ اس کی ہمدردیاں پورے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ،اس کے رسول ﷺ،اسلامی نظریہ حیات اوراس پر قائم ہونے والی جماعت کے ساتھ ہوں۔ایک مسلمان جماعت کے افرادکا غیرمسلم جماعت جواسلام کے مقابلے میں کھڑی ہے اس سے مکمل بائیکاٹ ہونا چاہیے۔﴿2﴾اسلامی جماعت کے سوادوسروں سے دوستی لگانا دین اسلام کوچھوڑ دینے کے مترادف ہے اوراسلام جومقام مسلمان کودیتا ہےاس مقام کوچھوڑ دینے کے مترادف ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ،اس کے رسول ﷺ اوراسلام سے والہانہ لگاؤ اوراس بنیاد پرقائم ہونے والی جماعت کے ساتھ دلی محبت اوراسلام کے دشمنوں سے ہونے والی کشمکش کوسمجھنا دین کی اصل ہے۔اس لئے کہ اس کے بغیر دین کے لئے کام کرنے والی جماعت کی تشکیل ممکن نہیں ہوتی۔جولوگ دین کا علم اٹھائے ہوئے ہیں وہ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے،نہ مضبوط شخصیت کے مالک ہوسکتے ہیں نہ زمین پرکوئی تبدیلی لاسکتے ہیں جب تک ان کے دلوں میں ان تمام لوگوں سے دوری نہیں پیدا ہوجاتی جواسلامی محاذ کے خلاف علم بلند کئے ہوئے ہیں۔اورجب تک اہل ایمان کی دوستی اللہ تعالیٰ،رسول ﷺ اوراہل ایمان کے لئے مختص نہیں ہوجاتی وہ دنیامیں اپنا مشن پورا کرنے کی پوزیشن میں نہیں آسکتے۔

سوال5:یہودیوں اورعیسائیوں کودوست بنانے کےنقصانات کیاہیں؟

جواب:﴿1﴾یہودیوں اورعیسائیوں کودوست بنانے کے بڑےنقصانات ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کی دوستی سے مومنوں کا دین خراب ہوتا ہے۔ان کی دوستی اپنے اوپرظلم ہے اس اعتبار سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی''ان کی دوستی سے آخرت خراب ہوجاتی ہے۔﴿2﴾ان کی دوستی سے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے محرومی مقدر ہوجاتی ہے۔﴿3﴾ان کی دوستی سے مسلمانوں کی جماعت سے تعلق ختم ہوتا ہے۔﴿4﴾ان کی دوستی سے اللہ تعالیٰ کی مدد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے محروم ہوجاتے ہیں۔

سوال6:بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ’’وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک ہیں۔(تفسیر سعدی:697/1)

سوال7:وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ’’اور تم میں سے جو اُنہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان ہی میں سے ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾’’اور تم میں سے جو اُنہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان ہی میں سے ہے‘‘یہود و نصاریٰ کو وہ دوست بنائے گا جو ان جیسا ہو۔﴿2﴾ کامل دوستی ان کے دین میں مستقل ہونے کا سبب بنتی ہے۔﴿3﴾ ابتدائی دوستی گہری دوستی میں بدل جاتی ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ بندہ ان ہی میں سے ہو جاتا ہے۔﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے:وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔آپ کہہ دیں کہ یقیناً(حقیقی)ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور یقیناً اگر اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا،آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ سے(بچانے میں)نہ آپ کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔(البقرہ:120)

سوال8:اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا‘‘ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا پہلا قدم نہ اُٹھائے اس لئے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا پہلا قدم بڑھا دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اس کا سہارا بن جاتی ہے۔انسان کے لیے دنیا میں سب سے مشکل کام یہی ہوتا ہے کہ وہ سارے خطرات کو نظر انداز کر کے اس ارادے کا ثبوت دے دے۔دنیا کا ہر امتحان اسی ارادے کا امتحان ہے۔انسان اگر اللہ تعالیٰ کی طرف قدم بڑھانے کا ارادہ نہ کرے تو یہی ظلم ہے ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی مدد کا سہارا نہیں بھیجتا۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ(52)

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ ان میں دوڑ کر جاتے ہیں،وہ کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ مصیبت کا چکر ہمیں نہ پہنچ جائے،پھر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح کو لے آئے یا اپنی جناب سے کوئی معاملہ لے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آئے تو وہ ان باتوں پر نادم ہوں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں۔(52)

سوال1:فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ’’ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ان کے دلوں میں بیماری ہے۔یہ نفاق کی بیماری ہے۔(ایسر التفاسیر:350)﴿2﴾مرض سے مراد نفاق اور دین کو غالب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں شک ہے۔(تفسیر قاسمی:241/6)﴿3﴾یہ ضعف ایمان کی بیماری ہے۔

سوال2:يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ ’’ وہ ان میں دوڑ کر جاتے ہیں‘‘نفاق میں دوڑ دھوپ سے کیا مراد ہے؟

جواب:جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرنے کے لیے بے قرار ہیں۔اس دوستی کے لیے ان کی مستقل کوششیں جاری رہتی ہیں۔

سوال3:يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ’’ وہ کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ مصیبت کا چکر ہمیں نہ پہنچ جائے‘‘مصیبت کے چکر میں پھنس جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾’’ وہ کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ مصیبت کا چکر ہمیں نہ پہنچ جائے‘‘یعنی وہ کہتے تھے ہمیں ڈر ہے کہ اگر زمانے کی گردش سے اسلام کا خاتمہ ہو جائے اور یہود و نصاریٰ کو فتح ہو جائے تو ہمارے ان سے دوستانہ تعلقات کام آئیں گے۔﴿2﴾منافقین کے دل میں یہ خوف سمایا ہوا تھا کہ اگر ہم صرف مسلمانوں ہی کے ہو کر رہ گئے تو سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے۔اس لیے کہ جو کشمکش مسلمانوں اور کفار میں برپا تھی اس کے بارے میں انہیں یقینی بات نظر نہیں آتی تھی کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔اس لئے منافقین دونوں گروہوں سے راہ و رسم رکھنا چاہتے تھے تاکہ مخالف اسلام گروہ کے غالب آنے کی صورت میں ان سے مفادات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

سوال4:فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ ’’ پھر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح کو لے آئے یا اپنی جناب سے کوئی معاملہ لے آئے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’ پھر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح کو لے آئے یا اپنی جناب سے کوئی معاملہ لے آئے‘‘یعنی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے اور یہود و نصاریٰ پر غالب کر دے جیسے مکہ فتح ہوا۔

سوال5:فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ’’ تو وہ ان باتوں پر نادم ہوں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں‘‘منافق اپنے اندر کیا چھپاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾منافق کے دل میں نفاق کی بیماری ہوتی ہے۔اس کی دلی دوستی کافروں سے ہوتی ہے جس کو وہ مسلمانوں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چھپاتا ہے۔شرمندگی اس وقت ہوتی ہے جب یہ راز کھل جاتا ہے۔﴿2﴾جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے نوازا تو انہیں غم کا سامنا کرنا پڑا اور ندامت اٹھانی پڑی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ(53)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پکی قسمیں کھائیں کہ بلاشبہ یقیناً وہ تمہارے ساتھ ہیں؟ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے چنانچہ وہ خسارہ اُٹھانے والے ہوگئے۔(53)

سوال1:وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا'' اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جن کے دلوں میں نفاق ہے ان کے حال پر تعجب کرتے ہوئے مومن کہتے ہیں۔

سوال2:اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ'' کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پکی قسمیں کھائیں بلاشبہ یقیناً وہ تمہارے ساتھ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پکی قسمیں کھائیں بلاشبہ یقیناً وہ تمہارے ساتھ ہیں''یعنی جنہوں نے مسلمانوں سے محبت،نصرت اور موالات کے لیے حلف اٹھائے کہ بلاشبہ ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر جو کچھ انہوں نے چھپایا ان کے راز کھل گئے۔ان کے تمام گمان جو وہ اسلام کے بارے میں رکھتے تھے باطل ہوگئے۔

سوال3:حق اور باطل کے درمیان فیصلے کے وقت اور اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہونے پر کھوٹے لوگ قسمیں کیوں کھاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾سخت شرمندگی محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے کیوں جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔﴿2﴾لوگوں کے خفیہ راز کھل جاتے ہیں۔﴿3﴾اعمال ضائع ہوجاتے ہیں تو اس ضیاع سے بچنے کے لیے قسمیں کھاتے ہیں کہ لوگ یہ مان جائیں کہ ہم انہی میں سے ہیں۔

سوال4:حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ'' ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے چنانچہ وہ خسارہ اُٹھانے والے ہوگئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے چنانچہ وہ خسارہ اُٹھانے والے ہوگئے'اعمال کے بارآور ہونے کا انحصار ایمان اور اخلاص پر ہے۔نفاق کے ساتھ جو دین داری کی نمائش ہوتی ہے اس کا اللہ تعالیٰ کی میزان میں کوئی وزن نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتا۔نفاق کے ساتھ پڑھی گئی نمازیں،رکھے گئے روزے،دیئے گئے صدقے،کیا گیاذکرسب ضائع ہوئے۔﴿2﴾وہ اپنا مقصدحاصل کرنے میں ناکام رہےاورانہیں بدبختی اورعذاب نے گھیرلیا۔(تفسیرسعدی:698/1)

يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۗىِٕمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ(54)

اےلوگوجوایمان لائے ہو!تم میں سے جوبھی اپنے دین سے پھرجائے گاتواللہ تعالیٰ جلدہی ایسےلوگوں کولے آئے گاجن سے وہ محبت کرے گااوروہ اس سے محبت کریں گے وہ مومنوں پر بہت نرم اورکافروں پر بہت سخت ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہادکریں گےاورکسی ملامت گرکی ملامت سے نہ ڈریں گے۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے،وہ جسے چاہتاہےعطاکرتاہےاوراللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(54)

سوال1:يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ''اےلوگوجوایمان لائے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اےلوگوجنہوں نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہےاوراس کا اقرارکیا ہےجس کوان کے نبی محمد ﷺ لےکرآئے ہیں۔(جامع البیان:302/6)

سوال2:مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ 'تم میں سے جوبھی اپنے دین سے پھرجائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جواپنے ایمان کے بعدکفرکی طرف پھرجاتا ہے۔(ایسرالتفاسیر)﴿2﴾جودین سے پھرجاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نقصان نہیں کرتااپناہی نقصان کرتا ہے۔

سوال3:دین سےکون پھرتا ہے؟

جواب:ایمان لانے کے بعدجوشخص ایمان کے تقاضے پورے نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی نظرمیں دین کوقبول کرنے کے بعددین سے پھرگیا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی نظرمیں سچے دین دارکون ہیں؟

جواب:﴿1﴾جن کے اندرایمان اس طرح داخل ہوکہ ان کواللہ تعالیٰ سے محبت ہوجائے۔﴿2﴾انہیں اسلامی مقاصدکی تکمیل اتنی عزیز ہوجائے کہ جولوگ اسلام کی راہ میں بھائی بنیں ان کے لئے دل میں نرمی اورہمدردی کے ماسواکوئی چیز باقی نہ رہے۔﴿3﴾وہ مسلمانوں کے لئے اتنے مہربان ہوجائیں کہ ان کاوقت اورصلاحیت کبھی مسلمانوں کے مقابلے میں استعمال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہ ہو۔﴿4﴾وہ دین کے معاملے میں اتنے سنجیدہ ہوں کہ غیر اسلامی لوگوں کی فکر اور اعمال سے کوئی اثر قبول نہ کریں۔
﴿5﴾ان کے جذبات اتنے اسلام کے تابع ہو جائیں کہ وہ مسلمانوں کے لیے نرم اور کافروں کے لئے سخت بن جائیں۔

سوال5:فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ'' تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے مرتدوں کے مقابلے میں ایسے لوگوں کو لانے کا وعدہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔﴿2﴾بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت جلیل ترین نعمت ہے جس کے ساتھ اس نے اپنے بندے کو نوازا ہے اور سب سے بڑی فضیلت ہے جس سے اللہ نے اپنے بندے کو مشرف فرمایا ہے۔جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کے لیے تمام اسباب مہیا کر دیتا ہے، ہر قسم کی مشکل اس پر آسان کر دیتا ہے، نیک کام کرنے اور برائیوں کو ترک کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے اور بندوں کے دلوں کو محبت اور مودت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔اپنے رب کے ساتھ بندے کی محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اقوال وافعال اور تمام احوال میں ظاہری اور باطنی طور پر رسول اللہ ﷺ کی متابعت کی صفت سے متصف ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا۔(آل عمران:31) جیسے بندے کے ساتھ رب کی محبت کے لوازم میں سے یہ ہے بندہ کثرت سے فرائض اور نوافل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحیح حدیث میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے نقل فرمایا ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں، اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔(صحیح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بخاری:6502)(تفسیر سعدی:699/1)﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اسے محبوب رکھو۔ فرمایا: پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان میں منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔(صحیح مسلم:6705)﴿4﴾ رب العزت کا ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں۔(البقرۃ:165)سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین خصلتیں ایسی ہیں جس کسی شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرے گا ایک خصلت تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں (اللہ رسول سے جو محبت ہو اس جیسی اور کسی سے محبت نہ ہو) دوسرے یہ کہ جس کسی بندہ سے محبت کرے تو یہ محبت صرف اللہ ہی کے لیے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اللہ نے اسے کفر سے بچا دیا تو اب کفر میں واپس جانے کو ایسا ہی برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔(بخاری:7/1)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لوازم میں سے، اس کی معرفت اور کثرت کے ساتھ اس کا ذکر کرنا بھی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بغیر اس کے ساتھ محبت ناقص ہے، بلکہ اس محبت کا وجود ہی نہیں اگرچہ اس کا دعویٰ کیا جائے۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے تھوڑے سے عمل کو قبول فرما لیتا ہے اور اس کی بہت سی لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:699/1)

سوال6: اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ''مومنوں پر بہت نرم ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اَذِلَّةٍ کی صفت اطاعت، نرمی اور یسر سے لی گئی ہے یعنی مومنوں کے معاملے میں اپنے آپ کو ذلیل کر کے رکھیں گے لیکن مومنوں کے مقابلے میں اپنے نفس کو ذلیل کر کے رکھنے میں توہین نہیں اس لئے کہ مومن مومن کے مقابلے میں نہایت ہی نرم ہوتا ہے۔ آسان اور جلدی بات مان لینے والا۔ اس لفظ سے اخوت، محبت، نفسیاتی اتحاد، نظریاتی لگاؤ اور عدم تکلف کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک مومن اور دوسرے مومن میں کوئی پردہ اور راز نہیں رہتا۔(فی ظلال القرآن)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ مومنوں کے لیے نرمی اختیار کریں۔ رب العزت کا ارشاد ہے وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کے لیے اپنے بازو جھکا دیں۔(الحجر:88)﴿3﴾ وہ اہل ایمان سے محبت کرتے ہیں، ان سے خیر خواہی رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ وہ کفار پر سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔(الفتح:29)﴿4﴾ یہ ان صفات میں سے ہیں جن کے ذریعے سے بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7:اَعِزَّۃٍعَلَی الْکٰفِرِیْنَ'' کافروں پر بہت سخت ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جوکفار پرسخت ہوں گے۔یعنی کافروں کے مقابلے میں ان کے اندر برتری اورناپسندیدگی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ان جذبات کااظہاروہ ذاتی عزت کے لیےنہیں کرتے۔یہ تواسلامی نظریہ حیات کی عزت کااظہار ہوتا ہے۔یعنی جوکچھ ان کے پاس ہے وہ خیر ہے۔﴿2﴾رب العزت نے نبی ﷺ کوکافروں کے ساتھ سختی کا حکم دیا ہے۔ارشادفرمایا:وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ اورجن لوگوں نے کفرکیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں،اگرتم یہ نہ کروگےتوزمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔(انفال:73)

سوال8:یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ'' وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہادکریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وہ اپنی جان،مال،اقوال اورافعال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہادکرتے ہیں اور بامقصدزندگی بسر کرتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے دین کواللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔﴿3﴾وہ جہنم کی طرف جاتی ہوئی دنیا کو جنت کے راستے پرلانے کی کوشش کرتے ہیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی زمین پراسلامی نظام قائم کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کااعلان کرتے ہیں۔﴿5﴾ان کی کوششوں کی وجہ سے ملک کے اندراسلامی شریعت کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔﴿6﴾ملک کے اندربھلائی،ترقی اوراصلاح کادوردورہ ہوتا ہے۔

سوال9:وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ'' اورکسی ملامت گرکی ملامت سے نہ ڈریں گے''اللہ تعالیٰ کے راستے پرچلنے والوں کو لوگ ملامت کیوں کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾دنیاپرستی اورآخرت کامسافر بننا انسانوں کوباہم کشمکش میں مبتلا کردیتا ہے۔اس کشمکش کے نتیجے میں ملامت شروع ہوجاتی ہے۔﴿2﴾وہ اپنے رب کی رضا کومقدم رکھتے ہیں اورمخلوق کی ملامت کی بجائے اپنے رب کی ملامت سے ڈرتے ہیں۔اوریہ رویہ ان کے ارادوں اورعزائم کی پختگی پردلالت کرتا ہے کیونکہ کمزوردل والا،ارادے کابھی کمزورہوتا ہے۔ملامت گروں کی ملامت پراس کی عزیمت ٹوٹ پھوٹ کا شکارہوجاتی ہےاورنکتہ چینوں کی نکتہ چینی پراس کی قوت کمزورہوجاتی ہے۔مخلوق کی رعایت،ان کی رضااورناراضی کواللہ تعالیٰ کےحکم پرترجیح کےمطابق بندوں کے دلوں میں غیراللہ کاتعبدجنم لیتا ہے۔قلب،غیراللہ کی عبادت سے اس وقت تک محفوظ نہیں ہوتاجب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سےڈرنا چھوڑ نہ دے۔(تفسیرسعدی/:1/700)

سوال10:ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کیسے ہوتی ہے؟

جواب:لوگ کیا کہتے ہیں؟لوگ کیا کرتے ہیں؟لوگ کیا سوچتے ہیں؟لوگوں کی اقداراور پیمانے کیا ہیں؟لوگوں کی عملی زندگی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا ہے؟ یہ سوچنا ہی پرواہ کرنا ہے۔اصل اصول کو بھلا دینا ہے۔

سوال11: ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کب نہیں رہتی؟

جواب: جب انسان اپنے لئے نظریہء حیات کو پیمانہ بناتا ہے۔جب وہ اسلامی شریعت، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر خود کو تولتا ہے۔ہر موقعے پر یہ سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں میرے عمل کی کوئی قدر و قیمت ہے یا نہیں۔

سوال12: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ''اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم وسیع ہے وہ جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا اس لیے شعور دلایا ہے تا کہ مومن خود پسندی کا شکار نہ ہوں۔

سوال13: وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے''

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ واسع ہے۔اپنے اولیاء کو وسیع فضل و کرم سے نوازتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ جانتا ہے کون اس کے فضل کا مستحق ہے۔(ایسر التفاسیر:351)

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ(55)

یقیناً تمہارے دوست اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔(55)

سوال1: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ''یقیناً تمہارے دوست اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہی ہیں'' مومنوں کے دوست کون ہو سکتے ہیں؟

جواب: مومنوں کے دوست تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور ایمان والے ہی ہو سکتے ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی ولایت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی) ایمان اور تقویٰ کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔جو کوئی صاحب ایمان اور متقی ہے وہ اللہ کا ولی، یعنی دوست ہے اور جو اللہ کا دوست ہے وہ اس کے رسول ﷺ کا دوست ہے۔جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست بناتا ہے تو اس دوستی کی تکمیل یہ ہے کہ اللہ جن کو دوست بناتا ہے یہ بھی انہی کو دوست بنائے اور وہ ہیں اہل ایمان جو ایمان کے ظاہری اور باطنی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور معبود کے لیے دین کو خالص کرتے ہیں، یعنی نماز کو اس کی تمام شرائط و فرائض اور اس کو مکمل کرنے والے امور کے ساتھ قائم کرتے ہیں، مخلوق کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں اور اپنے اموال میں سے اپنے میں سے مستحق لوگوں کو زکوٰۃ دیتے ہیں۔(تفسیر سعدی/:701/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: دین کے علمبرداروں کی پسندیدہ صفات کون سے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ان سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ مومنوں کے لئے نرم ہوتے ہیں۔ ﴿3﴾ کافروں کے لئے سخت ہوتے ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ﴿5﴾ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ ﴿6﴾ نماز قائم کرتے ہیں۔ ﴿7﴾ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ﴿8﴾ عاجزی کی روش اختیار کرتے ہیں۔

سوال4: اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ''جو نماز قائم کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''جو نماز قائم کرتے ہیں'' یعنی نماز کو اس کی تمام شرائط وفرائض اور اس کو مکمل کرنے والے امور کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:701/1)

سوال5: وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ ''زکوٰۃ ادا کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: زکوٰۃ مخلوق کا حق ہے۔ اپنے اموال میں سے مستحق لوگوں، محتاجوں، عزیزوں اور غریبوں کی مدد کے لیے زکوٰۃ دیتے ہیں۔

سوال6: وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ''اور وہ رکوع کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (56)

اور جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے۔ (56)

سوال1: وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ''اور جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ جو اللہ تعالیٰ کو ولی بناتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ ﴿2﴾ وَرَسُوْلَہٗ جو رسول اللہ ﷺ کا دوست ہے۔ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا بھی دوست ہے۔ ﴿3﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور جو ایمان والوں کا دوست ہے یعنی جو ایمان کے ظاہری اور باطنی تقاضوں کو پورا کرے۔

سوال2: فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے'' ''اللہ تعالیٰ کی جماعت'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی جماعت کے لوگ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی جماعت کے لوگ کون سے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اللہ تعالیٰ کا حزب،اس کی جماعت اوراس کے گروہ میں وہ لوگ شامل ہیں جواللہ تعالیٰ سے عبودیت اورولایت کا اور رسول اللہ ﷺ اورمومنوں سے ولایت کاتعلق رکھتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ،اس کے رسول اورمسلمانوں سے دوستی کرنے والوں کو(اللہ کی جماعت)کے نام سے موسوم کیا گیااوران سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ بتایا گیا کہ وہی بالآخر کامیاب اورفائزالمرام ہوں گے۔چنانچہ صحابہ کرام کے ساتھ ایساہی ہوا،اللہ تعالیٰ نے انہیں غالب بنایا،اور یہود کوقید وبند،قتل وجلاوطنی اور جزیہ کے ذریعہ ذلیل ورسوا کیا،اورقیامت تک ان کا یہی حال رہے گا۔ان کا عارضی اورظاہری غلبہ ان کی حقیقی ذلت ورسوائی کودورنہیں کرسکتا۔(تیسیر الرحمٰن:353/1)

سوال4:اللہ تعالیٰ کی جماعت کے لوگوں کی خصوصیات کیسے ظاہر ہوتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾نماز قائم کرنے سے یعنی ان کی توجہ کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات بن جاتی ہے۔﴿2﴾زکوٰۃ ادا کرنے سے یعنی ان کے باہمی تعلقات ایک دوسرے کی خیرخواہی پرقائم ہوتے ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے سے یعنی دنیا کے معاملات میں انا پرستی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ہرموقع پروہی کرتے ہیں جواللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔تواضع اختیار کرتے ہیں سرکشی نہیں کرتے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کی جماعت سے کون نکل جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سے منہ پھیرنے والے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے رسول سے منہ پھیرنے والے۔﴿3﴾اہل ایمان کے گروہ سے نکل جانے والے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کی جماعت سے نکل جانے والوں کے لیے کیا وعید ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب ہونے والی ہے۔

رکوع نمبر13

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ(57)

اے لوگو جوایمان لائے ہو!کافروں کواوران لوگوں کوجنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی،اپنا دوست نہ بناؤ،انہوں نے تمہارے دین کومذاق اورکھیل بنارکھا ہے۔اورتم اللہ تعالیٰ سے ڈرواگرتم مومن ہو!(57)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابوالشیخ اورابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رفاعہ بن زید تابوت اورسوید بن حارث نے اسلام کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اظہار کیا پھر یہ لوگ منافق ہو گئے اور مسلمانوں میں سے ایک شخص ان دونوں سے دوستی رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ) سے (بِمَا كَانُوْا یَكْتُمُوْنَ) تک یہ آیت نازل فرمائی۔

سوال2: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کافروں کو اور ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، اپنا دوست نہ بناؤ، انہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے رب ہونے پر، محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر۔ ﴿2﴾ دین سے مراد دین اسلام ہے۔ هُزُوًا: ہنسی مزاق بنالیا ہے۔ وَّ لَعِبًا: اور کھیل تماشا۔ جب وہ اذان سنتے تو کہتے یہ کیسی آواز ہے؟ دوسرا کہتا گدھے کی آواز ہے۔ ان کے قبیح قول پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ انہیں اپنا دوست نہ بناؤ۔ (ایسر التفاسیر:352) ﴿3﴾ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ''ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی'' یعنی یہود۔ ﴿4﴾ وَ الْكُفَّارَ: اس سے مراد منافق اور مشرک ہیں۔ ﴿5﴾ اَوْلِیَآءَ: مددگار، محبوب اور حلیف۔ (ایسر التفاسیر:352)

سوال3: اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا ''انہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے'' اہل کتاب دین کو مذاق اور تفریح کیسے بناتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ اذان کی آواز سن کر اس کی نقلیں اتارتے تھے۔ ﴿2﴾ اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتے تھے۔ ﴿3﴾ آوازیں کستے تھے۔

سوال4: انسان دینی شعائر کا مذاق کب اڑاتا ہے؟

جواب: جب انسان کے اندر سے لطیف احساسات ختم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حیاء، شرافت، وسعت ظرف، پاکیزہ طریقوں کو پسند کرنا وغیرہ۔ یہ احساسات انسان کے اندر چوکیدار کا کام کرتے ہیں، اسے برائیوں سے روکتے ہیں لیکن جب یہ احساسات ختم ہو جاتے ہیں تو انسان حیوانی سطح پر اتر آتا ہے، اس کی انسانیت مسخ ہوتی ہے تو وہ دینی شعائر کا مذاق اُڑاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔

سوال5: بگڑے ہوئے معاشرے کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ قانون کے نگران قانون شکنی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ اخلاقی راہ پر، بداخلاقیوں اور ظلم پر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ ایک دوسرے کو برائی سے منع نہیں کرتے۔

سوال6: صحت مند معاشرے کی کیا خصوصیات ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ صحت مند، زندہ اور قوی معاشرے کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ہر طرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دور دورہ ہوتا ہے۔﴿2﴾ اس معاشرے میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جن کا مشن امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ اس معاشرے کے عوام بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کان دھرتے ہیں۔﴿4﴾ اس معاشرے پر ایسی روایات کی گرفت ہوتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔

سوال7: وَاتَّقُوااللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ''اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مومن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب کا نام ہے جو کافروں سے دشمنی کی دعوت دیتا ہے۔(ایسر التفاسیر:352)﴿2﴾ وَاتَّقُوااللّٰہَ ان کو دوست بنانے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم سچے مومن ہو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے دشمنوں کی محبت کے منافی ہے۔(ایسر التفاسیر:352)

وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ(58)

اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ اُسے مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔(58)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اور جب اذان اور اقامت ہوتی تو یہ اس کی ہنسی اور مذاق اڑاتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ احکام خداوندی اور توحید خداوندی اور دین الٰہی سے قطعی بے خبر ہیں۔ یہ آیت ایک یہودی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کا مذاق اڑایا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے آگ میں جلا دیا۔(لباب النقول)

سوال2: وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّ لَعِبًا ''اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ اُسے مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہ لوگ دین اسلام میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں، اسلام کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اور تمسخر اڑاتے ہیں اور دین کی تحقیر کرتے ہیں، خصوصاً نماز کے بارے میں جو کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا شعار اور سب سے بڑی عبادت ہے۔ جب مسلمان نماز کے لیے اذان دیتے ہیں تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کا سبب ان کی کم عقلی اور جہالت ہے۔ ورنہ اگر ان میں عقل ہوتی تو وہ نماز کی افادیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے اور انہیں معلوم ہو جاتا کہ نماز ہی ان فضائل میں سب سے بڑی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فضیلت ہے جس سے نفوس انسانی متصف ہوتے ہیں۔پس اے مومنو! جب تمہیں کفار کا حال معلوم ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ تمہارے اور تمہارے دین کے ساتھ کتنی شدید عداوت رکھتے ہیں جو کوئی اس صورتحال کے بعد بھی انہیں اپنا دشمن نہیں سمجھتا تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اسلام اس کے نزدیک بہت سستی چیز ہے اور اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی اس میں طعن وتشنیع کرتا ہے یا اسے کفر اور ضلالت قرار دیتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص کے اندر مروت اور انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں۔آپ اپنے لیے دین قیم کا کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں اور کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام دین حق ہے اور اس کے سوا تمام ادیان باطل ہیں جب کہ حال یہ ہے کہ آپ ان جاہل اور احمق لوگوں کی موالات پر راضی ہیں جو آپ کے دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں؟اس آیت کریمہ میں کفار کے ساتھ عداوت رکھنے کی ترغیب ہے اور یہ بات ہر اس شخص کو معلوم ہے جو ادنیٰ سا بھی فہم رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:702,703/1)﴿2﴾ سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ جب شام کے سفر کو جانے لگے تو ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے جن کی گود میں انہوں نے ایام یتیمی بسر کیے تھے، کہا آپ کی اذان کے بارے میں مجھ سے وہاں کے لوگ ضرور سوال کریں گے تو آپ اپنے واقعات تو مجھے بتا دیجئے۔فرمایا: ہاں سنو جب رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس آ رہے تھے، راستے میں ہم لوگ ایک جگہ رکے تو نماز کے وقت نبی ﷺ کے موذن نے اذان کہی، ہم نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا، کہیں آپ کے کان میں بھی آوازیں پڑ گئیں۔سپاہی آیا اور ہمیں آپ کے پاس لے گیا۔آپ نے دریافت فرمایا کہ تم سب میں زیادہ اونچی آواز کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا تو آپ نے اور سب کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا ''اٹھو اذان کہو'' واللہ! اس وقت نبی ﷺ کی ذات سے اور آپ کی فرماں برداری سے زیادہ بری چیز میرے نزدیک کوئی نہ تھی لیکن بے بس تھا، کھڑا ہو گیا، اب خود آپ نے مجھے اذان سکھائی اور جو سکھاتے رہے، میں کہتا رہا، پھر اذان پوری بیان کی، جب میں اذان سے فارغ ہوا تو آپ نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی پھر اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور پیٹھ تک لائے، پھر فرمایا اللہ تجھ میں اور تجھ پر اپنی برکت نازل کرے۔اب تو اللہ کی قسم !میرے دل سے رسول ﷺ کی عداوت بالکل جاتی رہی، نبی ﷺ کی ایسی محبت دل میں پیدا ہو گئی، میں نے آرزو کی کہ مکے کا موذن نبی ﷺ مجھ کو بنا دیں۔آپ نے میری درخواست منظور فرمالی اور میں مکے میں چلا گیا اور وہاں کے گورنر سیدنا عتاب بن اسید سے مل کر اذان پر مامور ہو گیا۔سیدنا ابومحذورہ کا نام سمرہ بن مغیرہ بن لوذان تھا، نبی ﷺ کے چار موذنوں میں سے ایک آپ تھے اور لمبی مدت تک آپ اہل مکہ کے موذن رہے۔رضی اللہ عنہ وارضاہ۔(تفسیر ابن کثیر:782/1781)

سوال2: آج دین کو مذاق اور تفریح کیسے بنایا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلامی شعائر کا مذاق اڑا کر دین کو تفریح کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔﴿2﴾ اسلام پسندوں کو قدامت پرست اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رجعت پسند کہا جاتا ہے۔﴿3﴾ آج آوازیں کسنے کا دائرہ پھیل گیا جتنا ذرائع ابلاغ نے ترقی کی اتنا ہی مذاق اڑانے میں وسعت آ گئی۔

سوال3:ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جولوگ سچے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل تماشا بناتے ہیں بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ(59)

کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب! نہیں تم ہم سے انتقام لیتے ہو سوائے اس کے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور بلاشبہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔(59)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت آئی، جن میں ابو یاسر بن اخطب، نافع بن ابی نافع اور غازی بن عمر تھا، انھوں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ رسولوں میں سے کن رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ پر اور جو کتاب ابراہیم علیہ السلام پر نازل کی گئی ہے اور سیدنا اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام پر اور ان کی اولاد میں جو کتابیں نازل کی گئی ہیں ان پر اور جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو جو کتاب دی گئی ہے اور ان کے علاوہ اور دوسرے انبیاء کرام کو جو کتابیں دی گئی ہیں سب پر ایمان رکھتا ہوں ہم کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں، جب آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا، تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور بولے کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ اس شخص پر ایمان لاتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہو، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(لباب النقول)

سوال2:قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ''کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب! نہیں تم ہم سے انتقام لیتے ہو سوائے اس کے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو اس سے پہلے نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قُلْ: اے رسول آپ کہہ دیجیے۔﴿2﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ''اے اہلِ کتاب'' یعنی اے وہ لوگو جن کو تورات،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زبور اور انجیل دی گئی۔﴿3﴾هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ''نہیں تم ہم سے انتقام لیتے ہوسوائے اس کے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے''یعنی اس کے سواہم میں کیا برائی دیکھتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے جو کہ تمام کمالات کی بنیاد ہے اور ساری کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اعتقادات اور اعمال واخلاق کی بنیاد ہیں۔اہل کتاب کی مسلمانوں سے ناراضگی اور بگاڑ کا سبب یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ پر اور اللہ کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔اہلِ کتاب ہر دور میں اس حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔صلیبی جنگوں کے بعد جب اہل کتاب عیسائیت کی تبلیغ میں بھی ناکام رہے تو انہوں نے مسلمانوں کے اندر یہ بات پھیلا دی کہ اب تو انسانیت نے ترقی کر لی۔روشن خیالی کا دور ہے اب مذہبی جنگیں ہونے کا امکان نہیں۔مسلمانوں نے بھی دینی کشمکش اور دین کی نئی زندگی کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تو اہلِ کتاب نے ہم پر جنگ مسلط کر دی ہے۔جس کے بارے میں اُن کے مدبر حلقے اظہار کر رہے ہیں کہ یہ اسلام اور عیسائیت کی جنگ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب کو مسلمانوں کے برخلاف ایمان پر غصہ ہے۔

سوال3:وَ اَنَّ اَكۡثَرَكُمۡ فٰسِقُوۡنَ ''اور بلاشبہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں''اکثر لوگ فاسق کیوں ہوتے ہیں؟

جواب:ہر نافرمان شخص کو سیدھے راستے پر چلنے والا گمراہ دکھائی دیتا ہے۔اور چونکہ فاسق سیدھے راستے کا دشمن ہوتا ہے اس لیے وہ سخت انتقامی کاروائیاں کرتا ہے تاکہ سب لوگ ڈر کر فاسق بن جائیں۔اس طرح فاسقوں کی تعداد ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے۔

قُلۡ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكَ مَثُوۡبَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيۡهِ وَ جَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَ الۡخَنَازِيۡرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوۡتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ(60)

کہہ دو کہ کیا میں تمہیں اُن کے بارے میں بتاؤں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا کے اعتبار سے زیادہ بُرے لوگ ہیں؟وہ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور ان میں سے جن کو اُس نے بندر اور سؤر بنا دیا اور جنہوں نے طاغوت کی عبادت کی،یہی لوگ مقام کے اعتبار سے بدتر ہیں اور سیدھے راستے سے بہت زیادہ گمراہ ہیں۔(60)

سوال1:قُلۡ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكَ مَثُوۡبَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ''کہہ دو کہ کیا میں تمہیں اُن کے بارے میں بتاؤں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا کے اعتبار سے زیادہ بُرے لوگ ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کیا میں تمہیں اس سے زیادہ بری چیز کے بارے میں بتاؤں؟﴿2﴾مَثُوۡبَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا کے اعتبار سے''اور وہ یہود اور کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کو کھیل اور تماشا بناتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ''وہ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور ان میں سے جن کو اُس نے بندر اور سؤر بنا دیا اور جنہوں نے طاغوت کی عبادت کی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ ﴿2﴾ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ ان پر اللہ تعالیٰ غصے ہوا انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ ﴿3﴾ ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو سور بنا دیا۔ ﴿4﴾ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ جنہوں نے طاغوت کی یعنی شیطان کی بندگی کی۔

سوال3: اللہ کی طرف سے انہیں کیا سزا ملی؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہوئے۔ ﴿2﴾ بندر اور سؤر بنائے گئے۔ ﴿3﴾ راہِ راست سے بھٹک گئے۔

سوال4: کیا یہودی طاغوت کی بندگی کرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ یہود طاغوت کی بندگی اور اطاعت کرتے تھے۔ ﴿2﴾ یہود نے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت کو چھوڑ دیا تھا۔ ﴿3﴾ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کی بنائی ہوئی شریعت کو اپنا لیا تھا۔

سوال5: اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا ''یہی لوگ مقام کے اعتبار سے بدتر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ان کا ٹھکانہ بدترین ہے کیونکہ انہوں نے شیطان کی بندگی کی جب کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا۔

سوال6: وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ''اور سیدھے راستے سے بہت زیادہ گمراہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ معتدل اور سیدھے راستے سے بہت زیادہ دور ہیں۔

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ (61)

اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ ہی داخل ہوئے تھے اور یقیناً اسی کے ساتھ ہی نکل گئے اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے تھے۔(61)

سوال1: وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ''اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ مکر و فریب اور منافقت کی بنا پر کہتے ہیں۔

سوال2: یہودی ایمان لا کر دراصل کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ یہودی صبح کو ایمان لا کر شام کو انکار کر کے دراصل مسلمانوں میں بے چینی پیدا کرنا چاہتے تھے تا کہ مسلمان قرآن کو چھوڑ دیں۔﴿2﴾ یہودی چاہتے تھے کہ مسلمان افراتفری کا شکار ہوں۔﴿3﴾ یہودی چاہتے تھے کہ اس شک وشبہے کی فضا کی وجہ سے مسلمان اپنا دین چھوڑ دیں۔

سوال3:وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ'' حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ ہی داخل ہوئے تھے اور یقیناً اسی کے ساتھ ہی نکل گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی ان کا نکلنا اور داخل ہونا کفر کے ساتھ ہے۔

سوال4:وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ'' اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ بہت خوب جانتا ہے جو وہ کفر میں سے چھپاتے ہیں۔اس میں ان کے لیے وعید ہے۔(تفسیر قاسمی:270/6)

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(62)

اور آپ ان میں سے اکثر کو دیکھیں کہ وہ گناہ میں اور زیادتی میں اور حرام کھانے میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں یقیناً بُرے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں!(62)

سوال1:وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ'' اور آپ ان میں سے اکثر کو دیکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' اور آپ ان میں سے اکثر کو دیکھیں''یعنی آپ یہودیوں میں سے اکثر کو دیکھیں گے۔

سوال2:يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' وہ گناہ میں اور زیادتی میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وہ گناہ اور زیادتی میں حصہ ڈالتے ہیں یعنی وہ ان گناہوں کی طرف سبقت کرتے ہیں جو خالق کے حقوق سے متعلق ہیں اور مخلوق پر ظلم اور تعدی کے زمرے میں آتے ہیں۔(تفسیر سعدی:705/1)﴿2﴾ ہر نقصان دہ اور فاسد چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے اعتقاد،قول اور عمل کے اعتبار سے حرام ٹھہرایا ہو۔﴿3﴾ العدوان ظلم کو کہتے ہیں یعنی وہ گناہوں اور ظلم کی طرف سبقت لے جاتے ہیں۔مسارعۃ باب مفاعلۃ ہے۔بہت سے لوگ ہیں جو باہم مقابلہ کر رہے ہیں،ہر گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر مال کھاتے ہیں۔بگڑے ہوئے معاشروں میں بااثر افراد کے ساتھ ضعیف لوگ بھی اس گناہ اور عدوان کے سیلاب میں بہتے چلے جاتے ہیں۔(فی ظلال القرآن)

سوال3:وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ'' اور حرام کھانے میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:السُّحْتَ مال حرام کو کہتے ہیں جیسے رشوت،سود وغیرہ۔(ایسر التفاسیر)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ'' یقیناً بُرے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے کہ جو اپنا برا عمل ہے اس کو وہ جانتے ہیں۔

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ(63)

رب والے اور علماء انہیں گناہ کی بات کرنے سے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ یقیناً بُرا ہے جو وہ کیا کرتے تھے!(63)

سوال1:لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ'' رب والے اور علماء انہیں گناہ کی بات کرنے سے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ربانی:رب والے جو دنیا سے بے رغبت تھے۔﴿2﴾الاحبار:علماء۔(تفسیر قاسمی:271/6)﴿3﴾علماء جو عوام الناس کے نفع کے درپے ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم ودانش سے نوازا ہے،انہوں نے لوگوں کو ان گناہوں سے کیوں نہ روکا جو ان سے صادر ہوتے ہیں تاکہ ان سے جہالت دور ہو جاتی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی۔کیونکہ یہ علماء ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے منع کریں اور ان کے سامنے دین کا راستہ واضح کریں،انہیں بھلائیوں کی ترغیب دیں اور برائیوں کے انجام سے ڈرائیں۔(تفسیر سعدی:705/1)﴿4﴾الاثم:ہر نقصان دہ اور فاسد کام۔﴿5﴾السحت:مال حرام۔﴿6﴾ان کے علماء اور درویش انہیں حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے۔یہود کے علماء اور فقہا دین کو صبح وشام اپنا مشغلہ بنائے ہوئے تھے دین کے نام پر ان کی قیادت قائم تھی۔انہیں بڑی بڑی رقمیں ملتی تھیں۔ان کی مقبولیت کا راز عوامی پسند کے دین کی نمائندگی تھی۔وہ خدا کے پسندیدہ دین کی نمائندگی نہیں کرتے تھے۔ان کا بولنا چالنا بظاہر دین کے لیے تھا مگر درحقیقت وہ ایک قسم کی دنیاداری تھی جو دین کے نام پر جاری تھی۔دین کے نام پر لوگوں کو وہ چیز دے رہے تھے جس کو لوگ دین کے بغیر اپنے لیے پسند کئے ہوئے تھے۔انہوں نے عوام سے خاموش مفاہمت کر لی تھی۔وہ عوام میں ایسا دین تقسیم کر رہے تھے جس میں زندگی بدلے بغیر سستی جنت مل جائے۔اس پر رب العزت نے احساس دلایا کہ دیکھو تمہارا منصب تھا انسانوں کو رب سے جوڑنا ربانی طریقوں پر چلانا اور تم کس طرح انہیں دین سے جدا کرتے جا رہے ہو۔﴿7﴾سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا'' لوگو تم سے اگلے لوگ اسی بنا پر ہلاک کر دیئے گئے کہ وہ برائیاں کرتے تھے تو ان کے عالم اور اللہ والے خاموش رہتے تھے،جب یہ عادت ان میں پختہ ہو گئی تو اللہ نے انہیں قسم قسم کی سزائیں دیں۔پس تمہیں چاہیے کہ بھلائی کا حکم کرو،برائی سے روکو،اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہی عذاب آجائیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے،یقین رکھو کہ اچھائی کا حکم برائی سے ممانعت نہ تو تمہاری روزی گھٹائے گا اور نہ تمہاری موت قریب کر دے گا۔رسول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: جس قوم میں کوئی اللہ کی نافرمانی کرے اور وہ لوگ باوجود روکنے کی قدرت اور غلبے کے اسے نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ سب پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ (مسند احمد) ابوداؤد میں ہے کہ ''یہ عذاب ان کی موت سے پہلے ہی آئے گا۔ ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 784/1) ﴿8﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنھوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔ جس کے نتیجے میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر والا حصہ ملا اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے انھیں دریا سے پانی لینے کے لئے اوپر والوں کے اوپر سے گزرنا پڑتا۔ انھوں نے سوچا کیوں نہ ہم اپنے ہی حصے میں ایک سوراخ کرلیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو تمام کشتی والے ہلاک ہوجائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔'' (صحیح بخاری: 2493) ﴿9﴾ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں میں گناہ کے کام کئے جاتے ہوں اور گناہ کرنے والوں سے گناہ نہ کرنے والے زیادہ زوردار ہوں اور زیادہ عزت والے ہوں لیکن وہ ان کاموں کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب کرے گا۔ (ابن ماجہ: 4009)

سوال 2: لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ''یقیناً بُرا ہے جو وہ کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے یعنی دین کا مذاق اڑانا اور حرام کام کرنا وغیرہ۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (64)

اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ہاتھ تو اُنہی کے باندھے گئے ہیں اور اِس کی وجہ سے جو انہوں نے کہا اُن پر لعنت کی گئی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے، اور جو آپ کے رب کی جناب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ اُن میں سے اکثریت کی سرکشی اور کفر میں یقیناً اضافہ کردے گا اور ہم نے اُن کے درمیان قیامت کے دن تک بغض وعداوت ڈال دی ہے جب بھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کی کوششیں کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ (64)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ،یہودیوں میں سے بناش بن قیس نامی ایک شخص نے کہا کہ آپ کا پروردگار بخیل ہے، کچھ خرچ نہیں کرتا،اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اورابوالشیخ نے دوسرے طریقے پر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔کہ یہ آیت کریمہ یہود بنی قینقاع کے سردار فخاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(لباب النقول)

سوال2:وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ''اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہود کے کفر میں سے اوران کی اللہ تعالیٰ پر باطل جرات میں سے ان کا برا عمل اور یہ قول ہے۔(ایسر التفاسیر:355)
﴿2﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مَغْلُوْلَةٌ یعنی بخیل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ اپنے پاس مال روکے ہوئے ہے اور بخل کی وجہ سے خرچ نہیں کرتا۔(ابن ابی حاتم)﴿3﴾يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے یعنی نیکی، خیر، بھلائی اور احسان سے بند ہو گیا ہے۔

سوال3:غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا'' ہاتھ تو انہی کے باندھے گئے ہیں اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے کہا ان پر لعنت کی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہودیوں کی بدگوئی کا جواب ان کی گفتگو کے مطابق دیا گیا ہے۔﴿2﴾یہود بخیل ترین، نیکی کے اعتبار سے قلیل ترین، اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوءظنی میں بدترین اور اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے بعید ترین لوگ ہیں جو ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔﴿3﴾وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا'' اور اِس کی وجہ سے جو انہوں نے کہا اُن پر لعنت کی گئی'' یہود کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا کیوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بخیل کی صفت سے متصف کیا۔(ایسر التفاسیر:354)

سوال4:بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ'' بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس پر کوئی پابندی عائد نہیں اور کوئی روکنے والا نہیں جو اسے اپنے ارادے سے روک سکے۔اس کا فضل وکرم اور دینی ودنیاوی احسان بہت وسیع ہے،اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جود وکرم کے جھونکوں سے مستفید ہوں۔وہ اپنی نافرمانیوں کے ذریعے سے اپنے آپ پر اس کے فضل واحسان کے دروازے بند نہ کریں۔اس کی داد ودہش دن رات جاری ہے،اس کی عطاء وبخشش ہر وقت موسلا دھار بارش کی مانند ہے۔وہ دکھوں کو دور کرتا ہے،غموں کا ازالہ کرتا ہے،محتاج کو بے نیاز کرتا ہے،قیدی کو آزاد کرتا ہے،ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا ہے،مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہے، محتاج کو عطا کرتا ہے،مجبوروں کو ان کی پکار کا جواب دیتا ہے،سوال کرنے والوں کے سوال کو پورا کرتا ہے۔جو اس سے سوال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کرتا اسے بھی نعمتیں عطا کرتا ہے، جو اس سے عافیت طلب کرتا ہے اسے عافیت عطا کرتا ہے، وہ کسی نافرمان کو اپنی بھلائی سے محروم نہیں کرتا بلکہ نیک اور بدسب اس کی بھلائی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اولیا کو نیک اعمال کی توفیق سے نوازتا ہے جو اس کا جود وکرم ہے، پھر وہ ان اعمال پر ان کی تعریف کرتا ہے اور ان کی اضافت ان کی طرف کرتا ہے اور یہ بھی اس کے جود وکرم کا نتیجہ ہے اور ان کو دنیا اور آخرت میں ایسا ثواب عطا کرتا ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے اور بندے کے طائر خیال کی اس تک رسائی ممکن نہیں۔ وہ تمام امور میں ان کو لطف وکرم سے نوازتا ہے۔ وہ اپنا احسان ان تک پہنچاتا رہتا ہے۔ وہ اپنے طور پر ہی ان سے بہت سی مصیبتیں دور کر دیتا ہے کہ ان کو اس کا شعور تک نہیں ہوتا۔ پاک ہے وہ ذات کہ بندوں کے پاس جو نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے ہے اور تکالیف کو دور کرنے کے لیے اسی کے سامنے گڑگڑاتے ہیں اور برکت والی ہے وہ ذات جس کی مدح وثنا کو کوئی شمار نہیں کر سکتا، بس وہ ایسے ہے جیسے اس نے خود اپنی مدح وثنا بیان کی۔ بالا وبلند ہے وہ ہستی کہ بندے ایک لمحے کے لیے بھی اس کے فضل وکرم سے علیحدہ نہیں ہوتے بلکہ ان کا وجود اور ان کی بقا اسی کے جود وکرم کی مرہون ہے۔ اللہ تعالیٰ برا کرے ان لوگوں کو جو اپنی جہالت کی بنا پر اپنے آپ کو اپنے رب سے بے نیاز سمجھتے ہیں اور اس کی طرف ایسے امور منسوب کرتے ہیں جو اس کی جلالت کے لائق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان یہود کے ساتھ، جنہوں نے یہ بدگوئی کی ہے اور ان جیسے دیگر لوگوں کے ساتھ ان کے کسی قول پر معاملہ کرتا، تو وہ ہلاک ہو جاتے اور دنیا میں بدبختی کا شکار ہو جاتے۔ مگر وہ اس قسم کی گستاخانہ باتیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے بردباری سے پیش آتا ہے اور ان سے درگزر فرماتا ہے، اور ان کو ڈھیل دیتا ہے مگر ان کو مہمل نہیں چھوڑتا۔ (تفسیر سعدی:706,707/1)﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ اور اُس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اُس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔ (ابراہیم:34)﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندو! (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا اور فرمایا' اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی اس میں کم نہیں ہوتا اور فرمایا تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے' مسلسل خرچ کیے جا رہا ہے' لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی' اس کا عرش پانی تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔ (صحیح بخاری:4684)

سوال 5: وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ''اور جو آپ کے رب کی جناب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثریت کی سرکشی اور کفر میں یقیناً اضافہ کر دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہ نعمت اکثر یہودیوں کی سرکشی اور کفر کو بڑھا دیتی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں آپ ﷺ کو دی ہیں وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ کے دشمنوں کے حق میں عذاب ہیں جس طرح ان سے ایمان والوں کے ایمان،عمل صالح اور علم نافع میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح کافروں،حاسدوں اور بے ایمانوں کے دل میں سرکشی اور کفر بڑھتا ہے۔جیسا کہ فرمایا:قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ آپ کہہ دیں کہ جولوگ ایمان لاتے ہیں یہ(قرآن)ان کے لیے ہدایت اور شفا ہے،اور جولوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں اندھاپن ہے،یہی لوگ ہیں جنہیں دور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔(حم السجدہ:44)وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔(بنی اسرائیل:82)﴿3﴾ یہ بندے کے لیے سب سے بڑی سزا ہے کہ جس میں دنیا وآخرت کی فلاح ہے اور جس کو قبول کرنا واجب ہے وہی ان کی گمراہی اور سرکشی میں اضافہ کردے۔(مختصر ابن کثیر:455/1)

سوال6:اللہ تعالیٰ کا کلام کچھ لوگوں کی سرکشی اور باطل پرستی میں اضافہ کیوں کرتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا کلام اس کا سب سے بڑا احسان ہے وہ ذکر جس پر شکر ادا کرنا چاہیے کچھ لوگوں کی سرکشی اور باطل پرستی میں اضافہ کردیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسے ٹھکراتے ہیں اور باطل شکوک وشبہات کی وجہ سے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

سوال7:وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ''اور ہم نے اُن کے درمیان قیامت کے دن تک بغض وعداوت ڈال دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ ہم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان قیامت تک کے لئے دشمنی ڈال دی ہے۔ان کے فرقوں میں قیامت تک اتحاد نہیں ہوسکتا۔یہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کریں گے،ایک دوسرے سے محبت نہیں کریں گے،کسی ایسی بات پر متفق نہیں ہوں گے جس میں ان کی کوئی مصلحت ہو۔ہمیشہ دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض رکھیں گے۔قیامت تک ایک دوسرے پر ظلم کریں گے۔گزشتہ چودہ سو سال میں اور اسلام کی آمد سے پہلے یہودی اور عیسائی دست وگریبان رہے ہیں۔آج اگر وہ اسلام دشمنی میں متحد ہوگئے ہیں تو کل ضرور اللہ کا وعدہ پورا ہوگا۔

سوال8:كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ''جب بھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُسے بجھا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جب کبھی یہ لڑائی کی آگ سلگائیں گے تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں اور ان پر جنگ مسلط کردیں اللہ تعالیٰ اسے بجھا دے گا۔﴿2﴾جب کبھی وہ یہودی نبی ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے منصوبے باندھتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ ان کی چال ان پر الٹ دیتا، پھر ان کی سازشوں کا وبال انہی پر الٹ پڑتا تھا۔﴿3﴾ اَطْفَاَھَا اللّٰہُ اللہ تعالیٰ کبھی مسلمانوں کی مدد کر کے، کبھی ان کو بے یارومددگار چھوڑ کر اور کبھی ان کے لشکروں کو منتشر کر کے لڑائی کی آگ کو بجھا دیتا تھا۔

سوال9: وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ''اور وہ زمین میں فساد کی کوششیں کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: فساد پھیلانا یہود کی گھٹی میں ہے۔ وہ زمین میں فساد پھیلانے کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔

سوال10: زمین کا فساد کیا ہے؟

جواب: تین کام ایسے ہیں جو زمین کا فساد ہیں۔﴿1﴾ معاصی اور نافرمانیوں کا ارتکاب۔﴿2﴾ باطل دین کی طرف دعوت۔ ﴿3﴾ لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنا۔

سوال11: وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ''اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ فساد کو سخت ناپسند کرتا ہے اور فساد کرنے والوں سے ناراض ہے۔ اور انہیں سخت سزا دے گا۔

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاَدْخَلْنٰھُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ(65)

اور اگر واقعتاً اہلِ کتاب ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دیتے اور انہیں ضرور نعمت کی جنتوں میں داخل کرتے۔(65)

سوال1: وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا ''اور اگر واقعتاً اہلِ کتاب ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتٰبِ ''اور اگر واقعتاً اہلِ کتاب ایمان لاتے'' یعنی یہود و نصاریٰ میں سے۔﴿2﴾ اٰمَنُوْا یعنی اللہ اور اس کے رسول پر اور جو وہ دین حق میں سے لے کر آئے اس پر ایمان لاتے اور عمل کرتے۔﴿3﴾ وَاتَّقَوْا کفر، شرک، کبیرہ گناہوں اور فواحش سے بچتے۔(ایسر التفاسیر:355)

سوال2: لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ ''تو ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دیتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی برائیوں کے تذکرے کے بعد اپنے جود و کرم سے انہیں توبہ کی طرف بلایا ہے کہ اگر وہ ایمان لائیں، گناہوں سے پرہیز کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیاں معاف کر دے گا۔ ان کے گناہوں کو مٹا دے گا اور ان کی خطاؤں کو دھو ڈالے گا۔﴿2﴾ عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہاتھ پھیلایئے میں آپ سے بیعت کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ پھیلا دیا مگر میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا فرمایا عمرو کیوں کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میں ایک شرط رکھنا چاہتا ہوں، فرمایا کیا ہے بیان کرو۔ میں نے عرض کیا میں یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شرط لگانا چاہتا ہوں کہ میرے گزشتہ قصور معاف کر دیئے جائیں۔فرمایا عمرو! کیا تم کو معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔اور ہجرت بھی پہلے کئے ہوئے گناہوں کو گرا دیتی ہے اور حج بھی گزشتہ گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے۔(تفسیر مظہری:352/3)

سوال3:وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ''اور اُنہیں ضرور نعمت کی جنتوں میں داخل کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر وہ ایمان لا کر تقویٰ اختیار کریں تو انہیں نعمت بھری جنتوں میں داخل کرے گا اور اس کی بہاریں نصیب کرے گا۔جہاں وہ جو چاہیں گے پائیں گے،جس میں وہ سب کچھ ہے جسے دل پسند کرتے ہیں،جن سے انسان لذت اٹھاتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ(66)

اور اگر واقعتاً وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے اور جو اُن کے رب کی جناب سے اُن پر نازل کیا گیا ہے تو وہ اپنے اوپر سے بھی اور اپنے قدموں کے نیچے سے بھی رزق کھاتے۔اِن میں سے ایک گروہ درمیانی روش پر ہے اور ان میں سے زیادہ تر لوگ بہت ہی برا کر رہے ہیں۔(66)

سوال1:وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ''اور اگر واقعتاً وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے''تورات اور انجیل کو قائم کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:راست بازی کے ساتھ ان کی پیروی کرنا اور انہیں اپنا دستورِ زندگی بنانا ہے۔اگر وہ تورات اور انجیل کے احکام کو قائم کرتے۔قائم کرنے سے مراد ان امور پر ایمان لانا ہے جن کی یہ دونوں کتابیں دعوت دیتی ہیں یعنی محمد ﷺ اور قرآن پر ایمان لانا۔اگر وہ اس عظیم نعمت کو قائم کرتے جن کو ان کے رب نے نازل فرمایا ہے یعنی ان کی خاطر اور ان کے ساتھ اعتنا کی بنا پر نازل فرمایا ہے۔(تفسیر سعدی:709/1)

سوال2:وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ ''اور جو اُن کے رب کی جناب سے اُن پر نازل کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ سے مراد قرآن مجید ہے۔(ابن کثیر)

سوال3:لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ''تو وہ اپنے اوپر سے بھی اور اپنے قدموں کے نیچے سے بھی رزق کھاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ کنایہ ہے ان پر رزق کی کشادگی سے۔(ایسر التفاسیر:355)﴿2﴾اللہ تعالیٰ کتاب پر ایمان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لانے کی صورت میں آسمان سے ان پر بارش برساتا،اور زمین ان کے لیے پیداوار اگاتی۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ ان کا رزق فراخ کرتے،ان کی زندگیوں میں طہارت آتی اوران کے لیے آسمان اورزمین کی برکتیں ایک ہوجاتیں۔(مختصرابن کثیر:456/1)

﴿4﴾رب العزت نے فرمایا:وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اوراگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اوراللہ تعالیٰ سے ڈرکررہتے تو ہم ضرور اُن پرآسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اُس کی وجہ سے اُنہیں پکڑلیا جووہ کمایا کرتے تھے۔ (الاعراف:96)

سوال4:مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ''ان میں سے ایک گروہ درمیانی روش پر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مِنْهُمْ سے مراداہل کتاب ہیں۔﴿2﴾اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ''ایک گروہ درمیانی روش پر ہے''ایک گروہ سیدھی راہ پر ہےیعنی ایک گروہ ایسا بھی ہے جوتورات اورانجیل پرعامل ہےمگراس کاعمل قوی اورنشاط انگیزنہیں ہے۔(تفسیرسعدی:709/1)

﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ اورموسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جوحق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اوراُس کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔(الاعراف:159)

سوال5:وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ''اوران میں سے زیادہ تر لوگ بہت ہی بُرا کررہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہود ونصاریٰ میں برائیوں کاارتکاب کرنے والے بہت زیادہ ہیں اورنیکیوں میں بھاگ دوڑ کرنے والے کم ہیں۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ چنانچہ اُن میں سے کوئی اپنے نفس پرظلم کرنے والا ہے،اوران میں سے کوئی میانہ رو ہے اورکوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے،یہی بہت بڑا فضل ہے۔(فاطر:32)یہودونصاری کے اکثرلوگ کفر پراصرار کرتے ہیں،دشمنی کی آگ بھڑکائے رکھتے ہیں،حق میں تحریف کرتے ہیں اوراس سے منہ موڑتے ہیں۔(تفسیرقاسمی:283/6)

رکوع نمبر14

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ(67)

اے رسول!جوکچھ آپ پرآپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچادواوراگرآپ نے ایسانہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کونہیں پہنچایااوراللہ تعالیٰ آپ کولوگوں سے بچالے گا۔بے شک اللہ تعالیٰ کافرلوگوں کو ہدایت نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیتا۔(67)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابوالشیخ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت سے مشرف فرمایا تو میرے دل میں پریشانی ہوئی اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ لوگ ضرور میری تکذیب کریں گے تو مجھے اس چیز کا ڈر ہوا کہ میں تمام احکام کی تبلیغ کردوں ورنہ مجھے عذاب دیا جائے گا۔تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار،کس طرح تبلیغ کروں میں اکیلا ہوں اور سب مل کر مجھ پر ہجوم کر جائیں گے تو اس وقت آپ ﷺ پر جملہ نازل ہوا وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ(لباب النقول)

سوال2:یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ''اے رسول!جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچادو '' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ:اے رسول!علماء نے نبی اور رسول میں جو فرق بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں:(الف) آنے والے رسول کی بشارت پہلے ہی کتاب اللہ میں دے دی جاتی ہے جب کہ نبی کے لیے یہ بات ضروری نہیں ہوتی۔(ب)رسول پر اللہ کی کتاب یا صحیفے نازل ہوتے ہیں اور وہ الگ سے اپنی امت تشکیل دیتا ہے جب کہ نبی اپنے سے پہلی کتاب ہی کی اتباع کرتا اور کرواتا ہے۔(ج)رسول کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ خود لے لیتا ہے جب کہ انبیاء ناحق بھی سرکش کافروں کے ہاتھ قتل ہوتے رہے۔(تیسیر القرآن:558/1)﴿2﴾بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ:یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کو حکم ہے اور یہ سب سے بڑا اور جلیل ترین حکم ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ نازل فرمایا ہے اسے اس کے بندوں تک پہنچایا جائے۔اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جو امت نے آپ ﷺ سے حاصل کیے مثلاً عقائد، اعمال، اقوال، احکام شرعیہ اور مطالب الٰہیہ وغیرہ۔(تفسیر سعدی:709/1)﴿3﴾اس سے مراد توحید،شرائع اور احکام پہنچا دیں۔(ایسر التفاسیر:356)

سوال3:حق کی طرف بلانے والا کیسے یکسو ہو جاتا ہے؟

جواب:دعوت دینے والا جب اپنے آپ کو مخالف ماحول میں پاتا ہے تو اسکے سامنے دو راستے ہوتے ہیں سچے دین کی دعوت دیتے ہوئے دنیا کی مصلحتیں چھوٹتی ہیں۔اگر دنیوی مصلحتیں دیکھیں تو دعوتی عمل چھوٹتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ داعی کی مدد کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں سے بچالے گا یوں داعی یکسو ہو جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ’’اوراگرآپ نے ایسانہ کیاتو آپ نے اس کے پیغام کونہیں پہنچایا‘‘رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کوکیسے پہنچایا؟

جواب:﴿1﴾وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ اگرآپ نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کولوگوں تک نہیں پہنچایا۔فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری نہیں کی۔﴿2﴾وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ اوراگرآپ ﷺ نے کسی خیر میں کمی کی اسے نہ پہنچایا۔فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ تو گویا آپ ﷺ نے کچھ بھی نہیں پہنچایا۔(ایسرالتفاسیر:356)﴿3﴾رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو پوری طرح پہنچادیا،آپ ﷺ نے لوگوں کودعوت دی،ان کو برے انجام سے ڈرایا،ان کوایمان لانے پراچھے انجام کی خوشخبری سنائی،ان کے لیے آسانیاں پیدا کیں،ان پڑھ جاہلوں کوعلم سکھایا،حتیٰ کہ وہ علمائے ربانی بن گئے۔آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل،اپنے مراسلات اورایلچیوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچادیا۔کوئی ایسی بھلائی نہیں جس کی طرف آپ نے امت کی رہنمائی نہ کی ہواورکوئی ایسی برائی نہیں جس سے آپ نے امت کوڈرایانہ ہو۔آپ کی اس تبلیغ کی گواہی افاضل امت یعنی صحابہ کرام نے دی اوران کے بعدائمہ دین اورمسلمانوں نے دی۔(تفسیرسعدی:709,710/1)﴿4﴾سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہاجوشخص تم میں سے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر جوکچھ نازل کیا تھا‘اس میں سے آپ نے کچھ چھپالیا تھا‘تو جھوٹا ہے۔اللہ تعالیٰ نے خودفرمایاہے کہ اے پیغمبر!جوکچھ آپ پرآپ کے پروردگار کی طرف نازل ہوا ہے‘ یہ(سب)آپ(لوگوں تک)پہنچادیں۔(صحیح بخاری:4612)﴿5﴾عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دسویں تاریخ کورسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا،خطبہ میں آپ ﷺ نے پوچھا’’لوگو!آج کونسادن ہے؟لوگ بولے یہ حرمت کادن ہے آپ ﷺ نے پھرپوچھااور یہ شہرکون سا ہے؟لوگوں نے کہایہ حرمت کا شہر ہے،آپ ﷺ نے پوچھایہ مہینہ کون سا ہے؟لوگوں نے کہایہ حرمت کا مہینہ ہے پھرآپ ﷺ نے فرمایابس تمہاراخون،تمہارے مال اورتمہاری عزت ایک دوسرے پراسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت،اس شہراوراس مہینہ کی حرمت ہے اس کلمہ کوآپ ﷺ نے کئی بار دہرایااورپھرآسمان کی طرف سراٹھاکرکہااے اللہ!کیامیں نے(تیرا پیغام)پہنچادیا؟اے اللہ!کیامیں نے پہنچادیا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس ذات کی قسم!جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نبی ﷺ کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لیے ہے حاضر(اورجاننے والے)غائب(اورناواقف لوگوں کواللہ کا پیغام)پہنچادیں آپ ﷺ نے پھرفرمایادیکھو میرے بعدایک دوسرے کی گردن مارکرکافرنہ بن جانا۔‘‘(صحیح بخاری:1739)

سوال5:وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ’’اوراللہ تعالیٰ آپ کولوگوں سے بچالے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کی حمایت اورلوگوں سے آپ ﷺ کی حفاظت کاوعدہ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ کے لیے مناسب یہی ہے کہ آپ ﷺ تعلیم وتبلیغ پر توجہ مرکوز رکھیں۔مخلوق کا خوف اس مقصد سے نہ ہٹائے کیونکہ مخلوق کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔اس نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔اور آپ کی ذمہ داری پہنچا دینا ہے۔جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو اپنے لیے ہی کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:710/1)﴿2﴾ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لیے پہرے کا انتظام کیا جاتا تھا حتی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچائے گا تو آپ نے قبے سے سر نکال کر فرمایا:لوگو!تم چلے جاؤ اللہ تعالیٰ مجھے دشمن سے بچائے گا۔(ترمذی:3046)﴿3﴾ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب نبی ﷺ نے بنونجار سے غزوہ کیا،ذات الرقاع کھجور کے باغ میں آپ ایک کنوئیں میں پیر لٹکائے بیٹھے تھے،تو بنونجار کے ایک وارث نامی شخص نے کہا دیکھو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرتا ہوں۔لوگوں نے کہا کیسے؟ کہا میں کسی حیلے سے آپ کی تلوار لے لوں گا اور پھر ایک ہی وار کر کے پار کر دوں گا۔یہ آپ کے پاس آیا اور ادھر ادھر کی باتیں بنا کر آپ سے تلوار دیکھنے کو مانگی،آپ ﷺ نے اسے دے دی لیکن تلوار کے ہاتھ آتے ہی اس پر اس بلا کا لرزہ چڑھا کہ آخر تلوار سنبھل نہ سکی اور ہاتھ سے گر پڑی تو آپ نے فرمایا:تیرے اور تیرے بدارادے کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو گیا اور یہ آیت اتری۔(ابن کثیر:788/1)﴿4﴾ آپ ﷺ کی شروع ہی سے ان کے چچا ابوطالب کے ذریعہ حفاظت کروائی جو قریش کے مانے ہوئے سردار تھے،ابوطالب کے مرنے کے بعد مشرکین نے کچھ اذیت پہنچائی،لیکن اللہ نے انصار مدینہ کو آپ کی حفاظت کے لیے تیار کر دیا،جنہوں نے آپ کی ہر طرح مدد کی،اور اپنی جانوں پر کھیل کر آپ کی حفاظت کی،اہل کتاب یا مشرکین میں سے جب بھی کسی نے آپ کو نقصان پہنچانا چاہا تو اللہ نے ان کی چالوں کو ناکام بنا دیا،یہودیوں نے جادو کیا تو اللہ تعالیٰ نے ''معوذتین'' بطور دوا و علاج نازل فرما دیں،اور خیبر کے یہودیوں نے جب گوشت میں زہر ڈال کر کھلانا چاہا تو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر کر دی اور ان کے شر سے بچا لیا۔(تیسیر الرحمٰن:358/1)﴿5﴾ یہودیوں نے آپ ﷺ پر جادو کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محفوظ کیا اور معوذتین اتاریں جو جادو کا علاج ہیں۔

سوال6:جب ایک دعوت دینے والا سچے دین کی دعوت دیتا ہے تو اسے کیا خدشات لاحق ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اگر مصلحت کے بغیر سچے دین کی دعوت دوں گا تو سخت ترین ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا۔﴿2﴾ میرا مذاق اڑایا جائے گا۔﴿3﴾ مجھے بے عزت کیا جائے گا۔﴿4﴾ میری معیشت تباہ کر دی جائے گی۔﴿5﴾ میرے خلاف کاروائیاں کی جائیں گی۔﴿6﴾ میں مددگاروں سے محروم ہو جاؤں گا۔

سوال7:اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ''بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:کافر خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں بھلائی کی توفیق دیتا ہے نہ ہدایت۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ(68)

آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! تم کسی چیز پر نہیں یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو اور اس کو جو تمہاری جانب تمہارے رب کی جناب سے نازل کیا گیا ہے اور وہ ضرور اُن میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر کو بڑھا دے گا جو آپ کے رب کی جناب سے آپ پر نازل کیا گیا، چنانچہ آپ کافر لوگوں پر غم نہ کریں۔(68)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رافع, سلام بن مشکم اور مالک بن صیف آ کر کہنے لگے کہ محمد ﷺ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور اس کے دین پر ہیں اور جو کتاب ہمارے پاس ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں مگر تم نے نئی باتیں پیدا کر لی ہیں اور جو تمہاری کتاب میں ہے، اس کا انکار کرتے ہو اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اسے لوگوں کے سامنے بیان کر دو، اسے چھپاتے ہو تو انھوں نے کہا جو ہمارے پاس ہے، ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور ہم ہدایت اور حق پر ہیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں الخ۔(تفسیر ابن کثیر:357،358/1)

سوال2:قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ '' آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! تم کسی چیز پر نہیں یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو اور اس کو جو تمہاری جانب تمہارے رب کی جناب سے نازل کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلْ آپ کہہ دو۔يَاَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ۔لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ '' تم کسی چیز پر نہیں'' تم کسی بھی اصول پر نہیں ہو۔تم نے نہ اپنی کتابوں کو یعنی تورات و انجیل کو مانا ہے، نہ اپنے نبی کی تصدیق کی ہے، نہ محمد ﷺ کی اور نہ قرآن کی تصدیق کی۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ یہود کی گمراہی کا اعلان کر دیں۔

سوال3:حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ '' یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو'' اقامت تورات و انجیل کا تقاضا کیا تھا؟

جواب:اقامت تورات و انجیل کا تقاضا تھا کہ ان پر ایمان لا کر ان کو قائم کریں، ان کی پیروی کریں، جس کا حکم دیتی ہیں اس پر عمل کریں۔

سوال4:وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ '' اور اس کو جو تمہاری جانب تمہارے رب کی جناب سے نازل کیا گیا ہے'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ''اوراس کوجوتمہاری جانب نازل کیا گیا ہے''یعنی تورات وانجیل کے ساتھ ساتھ جوبھی تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیاہے اس پرایمان لاؤ ان میں قرآن مجید بھی شامل ہے۔اب قرآن مجید پرایمان لائے بغیرنجات نہیں ہے۔﴿2﴾مِّنْ رَّبِّكُمْ ''تمہارے رب کی جناب سے''تمہارارب جس نے تمہاری تربیت کی اورتمہیں نعمتوں سے نوازا۔تم پراس کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ تمہاری طرف کتابیں نازل فرمائیں پس تم پرفرض ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کاشکرادا کرتے رہو۔اس کے احکامات کا التزام کرواوراللہ تعالیٰ کی امانت اوراس کے عہد کی جوذمہ داری تم پرڈالی گئی ہےاسے پورا کرو۔(تفسیرسعدی:710)

سوال5:وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ''اوروہ ضروراُن میں سے بہت سےلوگوں کی سرکشی اور کفرکوبڑھادے گا جوآپ کے رب کی جناب سے آپ پرنازل کیا گیا''اللہ کی کتاب سے کس کے کفراورسرکشی میں اضافہ ہوتاہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ان کی سرکشی اورکفرمیں اضافہ ہوتاہے جن کے دل کی گہرائیوں سے سچائی کا مادہ ختم ہو جاتاہے۔﴿2﴾ایسےلوگوں کے لیےحق کااعلان کیاجائے توان کے دل کی گندگی ظاہرہوجاتی ہے۔﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے:وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا اورہم اس قرآن میں سےتھوڑاتھوڑا نازل کرتے ہیں جومومنوں کے لیے شفااوررحمت ہے اور جوظالموں کوخسارے کے سواکسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔(بنی اسرائیل:82)

سوال6:اللہ نےفرمایافَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ''چنانچہ آپ کافرلوگوں پرغم نہ کریں''غم کیوں نہ کریں؟

جواب:آپ کافروں پرغم نہ کریں کیونکہ انہوں نے خوداس راستے کاانتخاب کیااورآپ کا کام ہے پہنچادینا۔ان کےعمل کی ذمہ داری آپ پرنہیں ہے۔ان کےایمان نہ لانے سےآپ ﷺ ملول نہ ہوں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ(69)

یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جو یہودی بن گئے اورصابی اورعیسائی،جوشخص بھی ان میں سے اللہ تعالیٰ پراورآخرت کے دن پرایمان لائے گااورنیک عمل کرے گا تو اُن پرنہ خوف ہےاورنہ وہ غمگین ہوں گے۔(69)

سوال1:اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا ''یقیناً جولوگ ایمان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لائے اور جو یہودی بن گئے اور صابی اور عیسائی، جو شخص بھی ان میں سے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا: یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی۔ اور وہ اہل اسلام ہیں۔﴿2﴾ وَالَّذِیۡنَ هَادُوۡا یعنی یہودی۔﴿3﴾ وَالصّٰبِـُٔوۡنَ یعنی بے دین جو اہل کتاب کا ایک فرقہ ہیں۔(ایسر التفاسیر) قتادۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ زبور پڑھتے تھے غیر قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے تھے اور فرشتوں کو پوجتے تھے۔ وہب فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے۔ اپنی شریعت کے حامل تھے، ان میں کفر کی ایجاد نہیں ہوئی تھی، یہ عراق کے متصل آباد تھے، یلوثا کہے جاتے تھے، نبیوں کو مانتے تھے، ہر سال میں تیس روزے رکھتے تھے اور یمن کی طرف منہ کر کے دن بھر میں پانچ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر:789/1)﴿4﴾ وَالنَّصٰرٰی یعنی عیسائی۔﴿5﴾ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لا کر نیک عمل کرے گا اس کے لیے نجات ہے یعنی مسلمان، یہودی، عیسائی اور صابی کسی کا بھی دین قابل قبول نہیں جب تک اللہ تعالیٰ اور موت کے بعد کی زندگی پر ایمان نہ لے آئیں اور نیک عمل نہ کریں۔

سوال2: اس آیت میں اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ اسلام آنے کے بعد بھی اپنے دین پر قائم رہنے کہ گنجائش ہے' وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ کوئی جس عقیدے پر بھی ہو وہ اللہ اور آخرت پر ایمان لائے گا تو اس کے لیے کوئی خوف وغم نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا لازمی تقاضا ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور جیسا کہ آیت نمبر 68 میں فرمایا کہ تمہارا کوئی ایمان نہیں جب تک کہ تم اپنی کتابوں کے احکام اور قرآن پر عمل نہ کرو۔ ان کتابوں میں یہ حکم دیا گیا کہ جب آخری نبی محمد ﷺ کا زمانہ پاؤ تو ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو۔

سوال3: فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ'' تو اُن پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' خوف اور غم نہ ہونے کی خوشخبری کن لوگوں کے لیے ہے؟

جواب:﴿1﴾ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ'' تو اُن پر نہ خوف ہے'' قیامت کے دن جو دہشت ناک حالات پیش آئیں گے ان کا انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔﴿2﴾ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ'' اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' جو کچھ دنیا اور اس میں ہے جو کچھ وہ چھوڑ جائیں گے اس کا غم نہیں ہوگا۔ اس عزت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ انہیں کثیر ثواب عطا کرے گا۔ (جامع البیان:331/6)

اصل چیز ایمان ہے۔ جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اس کے لیے نہ خوف ہوگا نہ غم۔

لَقَدۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ رُسُلًا ؕ کُلَّمَا جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰۤی اَنۡفُسُهُمۡ ۙ فَرِیۡقًا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ(70)

بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اوران کی جانب بہت سے رسول بھیجے تھے، جب بھی کوئی رسول ان کے پاس وہ چیز لے کرآیا جواُن کے دل نہیں چاہتے تھے تو ایک گروہ کوانہوں نے جھٹلایا اور ایک گروہ کووہ قتل کرتے رہے۔(70)

سوال1: لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی باتیں سن کر ان پرعمل کریں گے۔لیکن انہوں نے عہد شکنی کی اور اپنے رویوں اورخواہشات کے پیچھے لگ گئے اوران کوشریعت پرمقدم کیا۔(مختصرابن کثیر: 459/1)﴿2﴾ہم نے بنی اسرائیل سے اخلاص،اپنی توحیداورجس کا ہم حکم دیں اس پرعمل کرنے اورجس سے روکیں اس سے رکنے کا پختہ عہد لیا۔(جامع البیان:332/6)﴿3﴾ہم نے بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ پرایمان لانے اوراس کے واجبات کوقائم کرنے کے بارے میں بھاری عہد لیا۔

سوال2: وَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ''اوران کی جانب بہت سے رسول بھیجے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ہم نے بنی اسرائیل کی طرف رسول بھیجے اورہم نے اپنے رسولوں کی زبان سے اپنی اطاعت کے اعمال پرکثیر ثواب دینے کا وعدہ کیا اوراپنی نافرمانی کے اعمال پرشدید عذاب کی وعیدیں دیں۔(جامع البیان:332/6)﴿2﴾ہم نے ان کی طرف پے درپے رسول بھیجے جوان کواللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے اوران کورشدوہدایت کی طرف بلاتے تھے مگر یہ چیز ان کے کسی کام نہ آئی نہ اس نے کوئی فائدہ دیا۔(تفسیرسعدی:214/1)

سوال3: بنی اسرائیل کی طرف آنے والے چند انبیاء کے نام تحریر کریں؟

جواب: یعقوب علیہ السلام،عیسیٰ علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام،موسیٰ علیہ السلام اورداؤد علیہ السلام۔

سوال4: كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ''جب بھی کوئی رسول ان کے پاس وہ چیز لے کرآیا جواُن کے دل نہیں چاہتے تھے''بنی اسرائیل کے دل کیا نہیں چاہتے تھے؟

جواب: بنی اسرائیل کے دل حق کونہیں چاہتے تھے اس لیے انہوں نے حق کوجھٹلایا۔ان کے دل مریض تھے اسی لیے وہ حق کی طرف نہیں جھکتے تھے۔

سوال5: فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ''ایک گروہ کوانہوں نے جھٹلایا اورایک گروہ کووہ قتل کرتے رہے''بنی اسرائیل کس وجہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے انبیاء کو جھٹلاتے اور قتل کرتے رہے؟

جواب: بنی اسرائیل خواہش پرست تھے۔انہوں نے اپنی خواہشات کو شریعت پر مقدم کیا کیونکہ انبیاء کی تعلیمات ان کو اپنی خواہشات سے ٹکراتی محسوس ہوتی تھیں۔اس لیے جتنی شریعت خواہشات کے مطابق ہوتی اسے مان لیتے اور باقی کو ٹھکرا دیتے۔پھر جو رسول خواہشات کی مخالفت میں شریعت لے کر آیا انہوں نے یا تو اسے جھٹلایا یا قتل کر دیا۔

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ(71)

اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کوئی فتنہ نہ ہوگا تو وہ لوگ اندھے ہو گئے اور بہرے بن گئے، پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا، پھر ان میں سے بہت سے اندھے ہو گئے اور بہرے بن گئے اور اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔(71)

سوال1: وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ''اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کوئی فتنہ نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لفظ ''فِتْنَةٌ'' کے اصل معنی آزمائش کے ہیں مطلب یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور چہیتے ہیں اس لئے ہم پر دنیا میں کسی قسم کی ادبار و نحوست یا غلبہ دشمن کی قسم کی کوئی بلا نازل نہیں ہوگی (کبیر)﴿2﴾بنی اسرائیل یہ گمان کرتے تھے کہ ان کی نافرمانیوں کی بنا پر کوئی عذاب نہیں آئے گا نہ انہیں سزا دی جائے گی یعنی انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے شدائد اور سختیوں میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔اس طرح وہ اپنے باطل پر قائم رہیں گے۔﴿3﴾ مگر ان پر بلا نازل ہوئی چنانچہ جب وہ پہلی مرتبہ شعیب علیہ السلام کے زمانے میں حق سے بہرے اور اندھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بابل کے کافر اور ظالم بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے ان کی مسجد اقصیٰ کو جلا دیا ان کے اموال لوٹے اور ان کی اکثریت کو لونڈی غلام بنا کر بابل لے گیا۔(اشرف الحواشی:144/1)

سوال2: فَعَمُوْا وَصَمُّوْا '' تو وہ لوگ اندھے ہو گئے اور بہرے بن گئے'' یہود کے جرائم تحریر کریں؟

جواب:﴿1﴾یہودیوں نے یہ گمان کیا کہ اگر ان کے جرم پر اللہ تعالیٰ نے فوراً نہیں پکڑا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ ان سے ناراض نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ ان کی سب حرکات دیکھ رہے تھے۔﴿2﴾یہودی توبہ کی بجائے اندھے ہوئے اور بہرے بن کر، سرکشی میں بڑھتے چلے گئے۔﴿3﴾یہودیوں نے یہ گمان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں پر انہیں نہیں پکڑے گا اس لیے وہ حق سے اندھے بن گئے اور نصیحت سننے کے لیے ان کے کان بہرے بن گئے۔تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں مبتلا کیا اور ان پر بہت برا عذاب مسلط کر دیا۔(ایسر التفاسیر:358)﴿4﴾وہ حق اور ایفائے میثاق سے اندھے بنے جو اللہ تعالیٰ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان سے اپنی عبادت میں اخلاص کے بارے میں لیا تھا۔(جامع البیان:332/6)

سوال3:ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ ’’پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کر دیا اور ان کی توبہ بھی قبول کر لی۔

سوال4:ثُمَّ عَمُوۡا وَ صَمُّوۡا کَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ ’’پھر ان میں سے بہت سے اندھے ہو گئے اور بہرے بن گئے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ دوسری بار ان میں تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب اندھے اور بہرے بن گئے۔(ایسر التفاسیر:358)﴿2﴾ یعنی انہیں جیسے اوصاف کے ساتھ وہ اندھے اور گونگے بن گئے۔ان میں سے کم لوگ اپنی توبہ اور ایمان پر قائم ہیں۔ (تفسیر سعدی:712/1)

سوال5:وَ اللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ’’اور اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں‘‘یعنی وہ ہر ایک کے عمل سے باخبر ہے ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا برا عمل ہوگا تو بری جزا۔

لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ ؕ وَ قَالَ الۡمَسِیۡحُ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ الۡجَنَّۃَ وَ مَاۡوٰىہُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ(72)

بلاشبہ ان لوگوں نے یقیناً کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً مسیح ابنِ مریم ہی اللہ ہے حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی اور یقیناً جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اُس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں(72)

سوال1:لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ ’’بلاشبہ ان لوگوں نے یقیناً کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً مسیح ابنِ مریم ہی اللہ ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے کفر کے بارے میں آگاہ کیا ہے جس کی بنیاد یہ تھی کہ ان کی ماں نے ان کو بغیر باپ کے جنم دیا اور وہ عام طریقہ کار سے ہٹ کر پیدا ہوئے۔جب کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ رَبَّکُمۡ اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی‘‘﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی شان اس شرکیہ کلمے سے پاک ہے۔مسیح اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں آپ نے گہوارے میں جو باتیں کیں ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1,460/146)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ '' حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہ بات عیسیٰ علیہ السلام نے عہد نبوت میں ارشاد فرمائی تھی اور یہی تب ارشاد فرمائیں گے جب دوبارہ ان کا نزول ہوگا۔﴿2﴾ مسیح نے اپنے لیے عبودیت کا اظہار کیا ہے جو ساری مخلوقات کے کمال کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ربوبیت کے کمال کو ثابت کیا ہے۔

سوال3:عیسیٰ علیہ السلام کا کیا عقیدہ تھا؟

جواب:عیسیٰ علیہ السلام عقیدہ توحید کی طرف بلانے والے تھے۔ان کی بعثت کا مقصد یہی تھا۔

سوال4:اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ '' اور یقیناً جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اُس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ کہا تھا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔اور جہنم واجب کر دے گا کیونکہ (الف) اس نے مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرایا ہے۔(ب) اس نے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کو اس سے پھیر کر اس کا رخ غیر اللہ کی طرف کر دیا ہے۔اس لیے یہ عین عدل ہے کہ اس کی سزا کے طور پر وہ جہنم میں رہے۔رب العزت نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا۔(النساء:48)

سوال5:وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ '' اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا جو انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے اس کے عذاب سے بچالے۔کوئی ایسا نہیں ہو گا جو اس عذاب اور مصیبت کو دور کر دے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(73)

بلاشبہ یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے حالانکہ اس ایک ہی معبود کے سوا اور کوئی معبود نہیں،اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے انہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ضرور بہ ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔(73)

سوال1:لَقَدْ كَفَرَالَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ’’ بلاشبہ یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے‘‘ کی ضاحت کریں؟

جواب: یہاں نصاریٰ کی تکذیب کی جارہی ہے جو اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تین کے مجموعے میں سے ایک ہے یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس یا باپ، بیٹا اور ماں مل کر ایک معبود ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر ٹھہرایا اور کہا کہ معبود تو صرف ایک ہی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:361/1)

سوال2:عیسائیوں کا عقیدہ کیا تھا؟

جواب:اللہ تین میں سے ایک ہے۔باپ، ماں، بیٹا یا خدا، بیٹا اور روح القدس۔

سوال3:وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ’’ حالانکہ اس ایک ہی معبود کے سوا اور کوئی معبود نہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:اور نہیں ہے کوئی معبود مگر ایک ہی معبود جو ہر صفت کمال سے متصف اور ہر نقص سے پاک ہے۔وہ تخلیق وتدبیر کائنات میں منفرد ہے۔مخلوق کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اس کی طرف سے ہے۔اس کے ساتھ غیر اللہ کو معبود کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔(تفسیر سعدی:713/1)

سوال4:وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ’’ اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے انہیں ضرور بہ ضرور دردناک عذاب پہنچے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ اپنے عقیدے سے باز نہ آئے تو ان میں سے جو کافر ہیں انہیں ضرور عذاب پہنچے گا۔(تفسیر سعدی:714/1)﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ اگر وہ اپنے اقوال سے باز نہ آئے اور اس افترا پردازی اور جھوٹ سے رکے نہیں تو آخرت میں قید وبند کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔(مختصر ابن کثیر:466/1)

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(74)

تو کیا وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کریں گے اور وہ اس سے بخشش نہیں مانگیں گے؟ اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(74)

سوال1:اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ’’ تو کیا وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کریں گے اور وہ اس سے بخشش نہیں مانگیں گے؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اللہ تعالیٰ عظیم گناہ، افترا پردازی اور جھوٹ کے باوجود انہیں توبہ کی دعوت دے رہا ہے۔﴿2﴾اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ: کیا آپ اپنی بات چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹتے جیسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کا اقرار کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش کیوں نہیں مانگتے؟

سوال2:مشرکوں کو توبہ کی دعوت دی جارہی ہے، کیا توبہ کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہوا ہے؟

جواب:توبہ کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہوا ہے ہر کسی کو وقت ختم ہونے سے پہلے واپسی کا موقع دیا جاتا ہے۔

سوال3:وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے جو توبہ کرنے والوں کے گناہ بخش کہ ان پر رحم فرماتا ہے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں یا زمین کے ذروں کے برابر ہوں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی جانب سے توبہ کی دعوت اس کی رحمت ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے لیے غفور ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ مومنوں پر رحم فرمانے والا ہے۔﴿5﴾حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم اور اپنے بندوں کے ساتھ فضل ورحمت کا معاملہ ہے کہ اس گناہ عظیم اور افک مبین کے باوجود انہیں توبہ واستغفار کی طرف بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اب بھی میری طرف جھک جاؤ ابھی سب معاف کردوں گا اور دامن رحمت میں لے لوں گا۔ (ابن کثیر:791/1)

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ ؕ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُبَیِّنُ لَهُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ(75)

مسیح ابنِ مریم تو صرف ایک رسول ہے یقیناً اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اُس کی ماں صدیقہ تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، آپ دیکھیں ہم کیسے اُن کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کررہے ہیں، پھر آپ دیکھیں کہ وہ کدھر سے پھرائے جارہے ہیں۔(75)

سوال1:مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ''مسیح ابنِ مریم تو صرف ایک رسول ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول ہے''لہذا انہیں رب اور الہ نہ بناؤ۔بے شک وہ فضیلت والے رسول تھے۔﴿2﴾مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں جو رسولوں کی جنس میں سے ہیں۔ان کو ایسی فضیلت حاصل نہیں ہے جو انہیں ربوبیت کے مقام پر فائز کردے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ''یقیناًاس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں جن کی بڑی فضیلت تھی۔(ایسرالتفاسیر:359)

سوال3:وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ''اوراُس کی ماں صدیقہ تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَأُمُّهُ ان کی ماں یعنی سیدہ مریم۔صِدِّيقَةٌ ان کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے جن کا انبیاء کے بعد سب سے بلند درجہ ہے۔﴿2﴾سیدہ مریم اپنے قول اوراپنے عمل میں کثیرالصدق تھیں۔(ایسرالتفاسیر:359)﴿3﴾صدیقیت وہ علم نافع ہے جس کا ثمرہ یقین اورعمل صالح ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ مریم نبی نہ تھیں۔ان کا بلندترین حال صدیقیت ہے اورفضیلت اورشرف کے لیے یہی کافی ہے۔اسی طرح سے عورتوں میں سے کوئی عورت نبی مبعوث نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کامل ترصنف یعنی مردوں میں رکھی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ اورہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے ہم ان کو وحی کرتے تھے۔(یوسف:109)جب عیسیٰ علیہ السلام انبیاء ومرسلین کی جنس میں سے ہیں جوان سے پہلے گزر چکے ہیں اوران کی والدہ ماجدہ صدیقہ تھیں تو نصاریٰ نے کس بنا پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان دونوں کو بھی الٰہ قرار دے دیا۔(تفسیرسعدی:714,715/1)

سوال4:كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ''وہ دونوں کھانا کھاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سیدہ مریم اورعیسیٰ علیہما السلام دونوں محتاج تھے۔اگرالٰہ ہوتے تو کسی چیز کے لیے محتاج نہ ہوتے۔اورکھانے پینے سے بے نیاز ہوتے۔

سوال5:انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ' آپ دیکھیں ہم کیسے اُن کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کررہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اے ہمارے رسول!دیکھوہم کیسے کفرکو باطل قرار دینے کے لیے واضح دلائل دیتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:359)

سوال6:ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ''پھرآپ دیکھیں کہ وہ کدھر سے پھرائے جارہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:دیکھو!ہم اپنی آیات کوکتنی وضاحت کے ساتھ بیان کررہے ہیں جوحق کوواضح کرتی ہیں۔اس کے باوجود وہ بھٹکتے چلے جارہے ہیں۔

سوال7:عسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی تردید کیسے کی گئی؟

جواب:عقیدہ تثلیث کی تردید میں رب العزت نے انتہائی سادہ دلائل دیئے۔عیسیٰ انسان تھے،ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے،کھاتے پیتے تھے اوریہ سب انسان ہونے کے دلائل ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (76)

آپ کہہ دیں کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا؟ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(76)

سوال1: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا'' آپ کہہ دو کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ اے رسول آپ کہہ دیجیے۔ ﴿2﴾ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو'' کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس مخلوق کی عبادت کرتے ہو جو محتاج ہے؟ ﴿3﴾ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا'' جو تمہارے نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا'' جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ وہ تو اللہ ہے جس کے فیصلہ قدرت میں نفع بھی ہو اور نقصان بھی۔ ﴿4﴾ یہ دونوں نہ کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، نفع ونقصان کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اگر مخلوق کو کوئی قدرت حاصل ہے تو اللہ کی دی ہوئی ہے، اس لیے عیسیٰ اور ام عیسیٰ بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ صاحب'' فتح البیان'' نے لکھا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی یہ حیثیت تھی (جو نبی تھے) تو اولیاء کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے، ظاہر ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:362/1) ﴿5﴾ صرف ایک اللہ ہی ہے جسے چاہے نفع پہنچائے، جسے چاہے نقصان پہنچائے، وہ نفع ونقصان کا مالک ہے۔ اسی کے فیصلے ہیں وہی اپنے فیصلوں کو نافذ کرتا ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے بت پرستی، انبیاء واولیاء پرستی، اور دیگر ہر قسم کی عبادت سے جو غیر اللہ کے لیے ہوتی ہے، اس سے منع فرمایا ہے کیوں کہ کوئی بھی معبود بننے کے لائق نہیں۔ (جامع البیان:332/6)

سوال2: الوہیت کے مقام پر کون فائز ہو سکتا ہے؟

جواب: الوہیت کے مقام پر وہ فائز ہو سکتا ہے جو نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو۔ اور سب کچھ سننے اور جاننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

سوال3: وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ'' اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ السمیع ہے سب کی سننے والا اور سب کچھ سننے والا ہے، اگرچہ ان کی حاجات مختلف ہیں، اگرچہ ان میں زبانوں کا اختلاف ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ العلیم ہے وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ ظاہر وباطن، غیب اور حاضر، ماضی اور مستقبل کے تمام معاملات کو جانتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہے اس لیے وہ اطاعت اور ہر طرح کی عبادت کا مستحق ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ضَلُّوْاعَنْ سَوَآءِالسَّبِيْلِ(77)

آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو اور اس قوم کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو اس سے پہلے یقیناً گمراہ ہو چکے اور بہت سوں کو انہوں نے گمراہ کر دیا اور وہ بھی سیدھے راستے سے گمراہ ہو گئے ہیں۔(77)

سوال1:قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ '' آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ کہہ دو اے محمد! اہل کتاب میں سے ان غلو کرنے والے عیسائیوں سے کہہ دو۔کتاب سے مراد انجیل ہے۔﴿2﴾لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ '' اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو'' حق سے تجاوز کر کہ باطل میں نہ پڑو۔﴿3﴾غلو کے بارے میں ابن زید نے کہا:حق سے جدائی ہے اور ان کے غلو میں سے ہے کہ انہوں نے اللہ کی بیوی اور بیٹے کا دعویٰ کیا۔﴿4﴾اپنے قول میں زیادتی نہ کرو، کیونکہ تم حق سے تجاوز کر کہ باطل کی طرف آ گئے تم نے کہا مسیح اللہ اور وہ ابن اللہ ہیں۔آپ کہو وہ عبداللہ یعنی اللہ کے بندے ہیں اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم علیہ السلام کی طرف القا کیا اور اس کی روح ہیں۔(تفسیر الدرالمنثور:2/533)﴿5﴾یہ آیت دلیل ہے کہ دین میں غلو جائز نہیں ہے،جیسا کہ بہت سے لوگ طہارت میں غلو کرتے ہیں، بہت سے لوگ صالحین اور ان کی قبروں کے سلسلے میں غلو کرتے ہیں اور بتوں کی طرح ان کی پرستش کرتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:1/363)﴿6﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو نصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں،اس لیے یہی کہا کرو(میرے متعلق) کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔(صحیح بخاری:3445)

سوال2:وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ '' اور اس قوم کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو اس سے پہلے یقیناً گمراہ ہو چکے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ایسے لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ پڑو جن کی گمراہی سامنے آ چکی۔﴿2﴾وہ لوگ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی یہود جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں اپنی خواہشات سے کہا:عیسیٰ تم جادوگر ہو۔اور انہوں نے کہا:کہ ان کی ماں بدکار ہے۔نعوذ باللہ۔(ایسر التفاسیر:360,361)

سوال3:وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا '' اور بہت سوں کو انہوں نے گمراہ کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:انہوں نے اپنی خواہشات سے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:وَّضَلُّوْاعَنْ سَوَآءِالسَّبِيْلِ ''اوروہ بھی سیدھے راستے سے گمراہ ہوگئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوگئے یعنی اعتدال کے راستے سے بھٹک گئے۔وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی کرتے ہیں۔

سوال5:کسی قوم کے سواءالسبیل سے بھٹکنے کی وجہ کیا ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ گمراہ قوموں کے خیالات سے مرغوب ہوکر اپنے خیالات کو ان کے خیالات کے سانچے میں ڈھالنا۔﴿2﴾ اللہ کے دین کو ماننا لیکن اس کی تعبیر گمراہ قوموں کے خیالات کے مطابق ہوجائے۔﴿3﴾ اللہ کے دین کے نام پر دوسروں کے دین کو اپنانا۔

آخری آیات

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ(78)

بنی اسرائیل میں سے ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزر جاتے تھے۔(78)

سوال1:لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ''بنی اسرائیل میں سے ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ بنی اسرائیل کے کافروں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لعنت کی گئی یعنی انھیں دھتکارا گیا اور انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کردیا۔﴿2﴾ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بنی اسرائیل پر ہر زبان سے لعنت کی گئی عہد موسیٰ میں تورات میں لعنت کی گئی،عہد عیسیٰ میں انجیل میں لعنت کی گئی،داؤد علیہ السلام کے عہد میں زبور میں لعنت کی گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید میں لعنت کی گئی۔(ابن ابی حاتم 1182/4)﴿3﴾ جب داؤد علیہ السلام کی طرف سے لعنت کی گئی تو ان میں سے ایک گروہ کو بندر بنایا گیا،جب عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی تو ان میں سے ایک گروہ کو سور بنادیا گیا اور جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان پر لعنت کی گئی جس نے انھیں ہر اس خیر اور رحمت سے دور کردیا جو دنیا اور آخرت میں اس کا موجب بنتی ہے۔(ایسر التفاسیر:361)

سوال2:لعنت کا سبب کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جرم اور جرم پر اصرار۔﴿2﴾ جرائم سے روکنے والوں کا قتل۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اللہ تعالیٰ کے نبیوں نے بنی اسرائیل پر لعنت کی اس کی وجہ کیا تھی؟

جواب: اس کی تین وجوہات ہیں ﴿1﴾ عصیان: یہ ان کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی وجہ سے۔ وہ واجبات چھوڑ دیتے تھے اور حرام کاموں کو اختیار کرتے تھے۔ ﴿2﴾ اعتدا: وہ دین سے زیادتی کرتے تھے غلو کرتے اور بدعات اختیار کرتے تھے ﴿3﴾ انبیاء اور صالحین کا قتل کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:361)

سوال4: ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزر جاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل پر اس لیے لعنت کی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ یہ لعنت ان کے کفر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا سبب بن گئی۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (79)

وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے منع نہیں کرتے تھے جس کو وہ کر لیتے تھے یقیناً بہت ہی بُرا ہے جو وہ کر رہے تھے۔ (79)

سوال1: كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ''وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے منع نہیں کرتے تھے جس کو وہ کر لیتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل خود برائیاں کرتے تھے اور دوسروں کو برائیاں کرنے سے نہیں روکتے تھے۔ ﴿2﴾ برائی کو دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار کرنا برائی ہے۔ ﴿3﴾ جس طرح برائی اور معصیت کے کاموں سے رکنا فرض ہے اسی طرح برائی کرنے والوں کو روکنا بھی فرض ہے۔ ﴿4﴾ جو شخص برائی سے نہیں روکتا وہ گناہوں کو معمولی سمجھتا ہے۔ ﴿5﴾ جب برائی سے نہیں روکا جاتا تو شر میں اضافہ ہوتا ہے اور لوگوں میں برائیاں کرنے کی جرأت بڑھ جاتی ہے نیک لوگ کمزور پڑ جاتے ہیں پھر وہ برے لوگوں سے مقابلہ کرنے کی قدرت نہیں پاتے۔ ﴿6﴾ جب برائی سے نہیں روکا جاتا تو علم ختم ہو جاتا ہے اور جہالت عام ہو جاتی ہے۔ لوگ برائی کو قبول کر لیتے ہیں یوں حقیقت بدل جاتی ہے لوگ باطل کو ہی حق سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ﴿7﴾ برائی پر جب روکا نہیں جاتا تو لوگوں کے دلوں میں برائی جم جاتی ہے اور لوگ برے لوگوں کی پیروی کرنے لگ جاتے ہیں۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ نے برائی پر نہ روکنے کی وجہ سے بنی اسرائیل پر لعنت فرمائی۔ ﴿9﴾ روایت ہے کہ جب اسرائیلی گناہ کرنے لگے تو انہیں ان کے علماء نے گناہوں سے روکا لیکن وہ باز نہیں آئے پھر علماء نے ان سے قطع تعلق نہیں کیا، ان کی مجلسوں میں اٹھتے بیٹھتے رہے، ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے آخر کار اللہ تعالیٰ نے بعض کی وجہ سے بعض کے دلوں پر مہر لگا دی اور داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت کی کیونکہ وہ نافرمانیاں اور ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ آپ ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے تھے پھر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ نے ٹھیک بیٹھ کرفرمایا۔اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تمہارا فرض ہے کہ لوگوں کوخلاف شرع باتوں سے روکتے رہواوران سے شریعت کی پابندی کراتے رہو۔(مسند احمد)﴿10﴾اسرائیلیوں میں سب سے پہلے برائی اس طرح گھسی کہ ایک شخص دوسرے کو برا کام کرتا ہوا دیکھ کر کہتا کہ اے شخص!اللہ سے ڈر جااور یہ کام چھوڑ دے کیونکہ یہ کام تیرے لیے حلال نہیں ہے پھر دوسرے دن اس سے ملتااوراس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتااور کھاتا پیتا پھر جب انہوں نے ایسا کیا تو حق تعالیٰ نے بعض کی وجہ سے بعض کے دلوں پر مہر لگادی پھر یہ آیت پڑھ کر فرمایا:اللہ تعالیٰ کی قسم!تم لوگ بھلی باتوں کا حکم کرواور بری باتوں سے روکتے رہوظالموں کا ہاتھ پکڑ لواورانہیں تنگ کرو جب تک کہ وہ حق پر نہ آجائیں۔(ترمذی)

سوال2:بنی اسرائیل کے زوال کے اسباب کیا تھے؟

جواب:﴿1﴾ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔﴿2﴾اہل ایمان کے مقابلے میں کفار کی حمایت ورفاقت کرتے تھے۔﴿3﴾اہل ایمان سے دشمنی رکھتے تھے۔

سوال3:نیکی کا حکم اور برائی سے نہ روکنے کے نقصانات پر احادیث تحریر کریں؟

جواب:﴿1﴾سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!تم ضرور نیکی کا حکم کرواور ضرور برائی سے روکوورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے،پھر تم اس سے دعائیں کروگے لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔''(جامع ترمذی:2169)﴿2﴾طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عید کے دن سب سے پہلے نماز سے قبل جس شخص نے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا۔ایک آدمی کھڑا ہوکر مروان سے کہنے لگا کہ نماز خطبہ سے پہلے ہونی چاہیے۔مروان نے جواب دیا وہ دستوراب چھوڑ دیا گیا۔(حاضرین میں سے)ابوسعید رضی اللہ عنہ بولے اس شخص پر شریعت کا جوحق تھا وہ اس نے ادا کردیا(اب چاہے مروان مانے یا نہ مانے)میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص تم میں سے کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے تو وہ ہاتھ سے اس کو بدل دے اگر ایسا ممکن نہ ہوتو زبان سے ایسا کرے، اگر یہ بھی ممکن نہ ہوتو دل سے ہی اس کو برا جانے مگر یہ ضعیف ترین ایمان کا درجہ ہے۔(صحیح مسلم:177)﴿3﴾سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''(دین میں)سب سے پہلی کوتاہی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ آدمی دوسرے آدمی سے ملتااوراس سے کہتا:اے شخص!اللہ سے ڈراور جو کام تو کرتا ہے اسے چھوڑ دے اس لیے کہ وہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔پھر جب کل کو(دوبارہ)اس سے ملتا(جبکہ وہ اسی حال پر ہوتا)تو اس کا یہ(گناہ پر اصرار)اسے اس کا ہم نوالہ،ہم پیالہ اور ہم مجلس بننے سے نہ روکتا۔(جبکہ تقاضا تھا کہ وہ اسکے ساتھ کھانے پینے اور ہم نشینی سے گریز کرتا)۔ پس جب انہوں نے ایسا کیا(یعنی یہ کوتاہی عام ہوگئی)تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو یکساں کردیا۔پھر نبی ﷺ نے یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آیات تلاوت فرمائیں: بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی، یہ اس سبب سے جو انہوں نے نافرمانی کی اور جو زیادتی کرنے والے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے جس کا ارتکاب وہ کرتے، یقیناً برا ہے جو یہ کرتے تھے۔ تو ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھے گا کہ یہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ البتہ برا ہے جو ان کے نفسوں نے آگے بھیجا۔ پھر فرمایا: ہرگز نہیں! تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو اور ضرور ظالم کے ہاتھ کو پکڑو اور ان کو زبردستی (خوب کوشش کرکے) حق کی طرف موڑو اور ان کو حق پہ مجبور کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب کے دلوں کو یکساں کردے گا، پھر تم پر لعنت کرے گا جیسے ان پر لعنت کی۔ (ابوداؤد:4336)

سوال4: لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ''یقیناً بہت ہی برا ہے جو وہ کر رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی برائی واضح کی ہے کہ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام چھوڑ دیا تھا۔ (ایسر التفاسیر:360)

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ(80)

آپ ان میں سے اکثر کو دیکھتے ہیں جو ان لوگوں کو دوست بناتے ہیں، جنہوں نے کفر کیا۔ یقیناً بہت ہی برا ہے جو انہوں نے اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجا کہ ان پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا ہے اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (80)

سوال1: تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا '' آپ ان میں سے اکثر کو دیکھتے ہیں جو ان لوگوں کو دوست بناتے ہیں، جنہوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان میں سے اکثر لوگ کافروں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ یہود مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ سے دوستی رکھتے تھے اور ان کی مدد کرتے تھے۔

سوال2: لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ''یقیناً بہت ہی برا ہے جو انہوں نے اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجا کہ ان پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان کے شر، کفر اور فساد کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کی صورت میں نکلا ہے۔ (ایسر التفاسیر:361) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کھلا فساد ہے کیونکہ اس کے ناراض ہونے سے ہر چیز جو اس کائنات کے اندر ہے وہ ناراض ہو جاتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: یہود کی کفار دوستی پر اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار کیوں کیا ہے؟

جواب: کفار دوستی اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل چکے ہیں۔

سوال4: وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ''اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ ایسے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے جس سے کبھی نکل نہیں پائیں گے۔

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ(81)

اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور اس پر ایمان رکھتے ہوتے جو ان کی جانب نازل کیا گیا، تو وہ انہیں دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔(81)

سوال1: اہل کتاب کی مشرکین و کفار میں دلچسپی کیا ثابت کرتی ہے؟

جواب: اہل کتاب کی مشرکین و کفار میں دلچسپی یہ ثابت کرتی ہے کہ ان کو کتاب سے کوئی دلچسپی نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل چکے ہیں۔

سوال2: وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ ''اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور اس پر ایمان رکھتے ہوتے جو ان کی جانب نازل کیا گیا وہ انہیں دوست نہ بناتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ، نبی ﷺ اور کتاب اللہ پر ایمان بندے پر واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ اپنے رب اور اس کے اولیا کے ساتھ موالات رکھے اور ان لوگوں سے عداوت رکھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اس سے عداوت رکھی اور اس کی نافرمانیوں میں پڑ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت، موالات اور اس پر ایمان کی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو دوست نہ بنایا جائے۔ چونکہ ان میں مطلوبہ شرط موجود نہیں اس لیے یہ چیز مشروط کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:718/1)

سوال3: وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ''لیکن ان میں سے اکثر نافرمان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے، اس کے نبی ﷺ کی پیروی سے اور ایمان کے دائرے سے نکل گئے ہیں۔﴿2﴾ یہ ان کے فسق میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ(82)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ بلاشبہ ان لوگوں کی دشمنی میں جوایمان لائیسب سے سخت یہود کو پاؤ گے اوران لوگوں کوجنہوں نے شرک کیااور یقیناً آپ ان سب سے دوستی میں زیادہ قریب ان لوگوں سے جوایمان لائے ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نصاریٰ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یقیناً ان میں علماءاور راہب ہیں اور بلاشبہ وہ تکبر نہیں کرتے۔(82)

سوال1:لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا'' پ بلاشبہ ان لوگوں کی دشمنی میں جوایمان لائیسب سے سخت یہود کو پاؤ گے اوران لوگوں کوجنہوں نے شرک کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یہودی اورمشرک مسلمانوں کونقصان پہنچانے کے لیے سب سے زیادہ بھاگ دوڑ کرنے والے ہیں۔﴿2﴾وہ مسلمانوں کے خلاف حسد،شدید بغض اورسخت عنادر کھتے ہیں۔﴿3﴾یہوداورمشرکین مسلمانوں کے بڑے دشمن ہیں۔یہود نے انبیاءکوقتل کیا۔کئی بارنبی ﷺ کے قتل کاارادہ کیا،آپ ﷺ کوزہر دیا،آپ ﷺ پر جادوکیا۔مشرک بھی ان کے ہم قدم ہیں۔

سوال2:وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ

''یقیناً آپ ان سب سے دوستی میں زیادہ قریب ان لوگوں سے جوایمان لائے ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نصاریٰ ہیں ان میں علماءاورراہب ہیں اور بلاشبہ وہ تکبر نہیں کرتے''عیسائیوں کے دوستی میں قریب ہونے کی کیاوجہ ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کی اس محبت ومودت کے بہت سے اسباب بتائے ہیں:﴿1﴾مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا یہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں عبادت گزارعالم اورتارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں۔ان کا ناطہ اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے اوران میں غرورنفس نہیں ہے۔سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان میں اصحاب نجاشی شامل ہیں۔(ابن ابی حاتم:1184/4)''یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اورمشائخ بھی۔''یعنی ان کے اندرعلماء،زہاداورگرجاؤں میں عبادت کرنے والے عباد ہیں،کیونکہ زہد کے ساتھ علم اوراسی طرح عبادت کے ساتھ علم یہ ایسی چیز ہے جوقلب کولطیف اوررقیق بنادیتی ہے اوراس کے اندرموجودسختی اورجفاکوزائل کردیتی ہے۔بنابریں ان کے اندر یہود کی سی سختی اورمشرکین کی سی شدت نہیں پائی جاتی۔(تفسیرسعدی:719/1)

﴿2﴾وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ جیسا کہ یہوداوراہل مکہ میں تکبر تھا۔(تفسیرمنیر)''اوروہ تکبر نہیں کرتے''یعنی ان کے اندراتباع حق کے بارے میں تکبراورسرکشی نہیں پائی جاتی۔اور یہ چیز مسلمانوں سے ان کی قربت اورمحبت کا باعث ہے کیونکہ متواضع اورمنکسر المزاج شخص،متکبر کی نسبت بھلائی کے زیادہ قریب ہے۔(تفسیرسعدی:719/1)﴿3﴾نصاریٰ مسلمانوں سے زیادہ قریب اس لئے بھی ہیں کہ ان کے اندرحصول علم اورزہدفی الدنیا کی رغبت پائی جاتی ہے۔اورجس آدمی کے اندر یہ دونوں چیزیں پائی جائیں گی اس میں بغض وحسد کا مادہ کم ہوتا ہے۔(تیسیرالرحمٰن:365/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

واذاسمعوا 7



سوال و جواب کی صورت میں

قُرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ''قرآنًا عَجَبًا'' [پارہ 7]
مؤلفہ : نگہت ہاشمی
طبع اوّل : جنوری 2009
طبع دوم : جنوری 2015
تعداد : 1000
ناشر : النور پبلیکیشنز
لاہور : 102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن، بلاک 2، کراچی
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ
النور کی پروڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: 0336-4033045 / 042-35748737
ای میل : Productsalnoor@gmail.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Alnoor international
Nighat Hashmi
Alnoor products

فہرست

ابتدائیہ

رکوع	❖ 1	9
رکوع	❖ 2	17
رکوع	❖ 3	36
رکوع	❖ 4	51
رکوع	❖ 5	66
رکوع	❖ 6	78
رکوع	❖ 7	88
رکوع	❖ 8	101
رکوع	❖ 9	118
رکوع	❖ 10	130
رکوع	❖ 11	151
رکوع	❖ 12	167
رکوع	❖ 13	180
رکوع	❖ 14	189
رکوع	❖ 15	206
رکوع	❖ 16	228
رکوع	❖ 17	237
رکوع	❖ 18	250
رکوع	❖ 19	259

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ ،وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا،وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَھَادِیَ لَہٗ،وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ مُحَمّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟

پھر اگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے:

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اٹھا کر جواب دیتے ہیں: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔ پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی۔ (البلد:16-12)

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا: **وَعَنِ ابنِ مسعودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :فقال رَسُولُ اللہ ﷺ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ اِلَيهِ مِنْ مَّالِهِ ؟ قالوا : يَارَسُولَ اللہِ ما مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهُ اَحَبُّ اليه قَال : فَان مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهِ مَا اَخَّرَ ۔**

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (صحیح بخاری:6442)

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آجائیں تو انسان رک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کی صورت میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں قرآناً عجباً کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اٹھایا گیا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔

اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدا ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ انہوں نے کہا: ''آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اُس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

میں ان سب افراد کی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر 1

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (83)

اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔(83)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔(مختصر ابن کثیر:465/1)

سوال2: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ ''اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قرآن مجید دلوں پر اثر کرتا ہے تو دل اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔حق کو سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور وہ ایمان لا کر کہتے ہیں ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

سوال3: کلام اللہ کو سننے کا کیسے حق ادا ہوسکتا ہے؟

جواب: کلام اللہ کو سننے کا حق تب ادا ہوسکتا ہے جب:﴿1﴾ کلام اللہ میں جو حق اور سچائی بیان کی گئی ہے انسان اس کو پہچان لے۔﴿2﴾ کلام اللہ انسان کے دل و دماغ میں اتر جائے۔﴿3﴾ انسان کے اندر کلام اللہ ایسی تبدیلی پیدا کردے کہ اس کی تمناؤں کا مرکز بدل جائے۔﴿4﴾ کلام اللہ سن کر اپنانے کے لیے کسی قسم کا تعصب اور مصلحت آڑے نہ آئے۔﴿5﴾ کلام اللہ کو سن کر انسان اپنے آپ کو حق کے ساتھ اس طرح شامل کرلے کہ اس سے الگ اپنی ہستی باقی نہ رہے۔﴿6﴾ کلام اللہ سن کر انسان حق کا گواہ بن جائے۔﴿7﴾ کلام اللہ وجود کے اندر ایسا زلزلہ برپا کردے کہ آنکھیں آنسوؤں سے بہہ نکلیں۔

سوال4: تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ ''آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قرآن حکیم سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں جو اپنے پاس نبی ﷺ کی اور جنت کی بشارت پاتے ہیں۔﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھو اور آہ و بکا کرو، پھر اگر تم نہ رو سکو تو رونے جیسی شکل ہی بنالو۔(مسند بزار)
﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی خشیت سے مکھی کے پر کی طرح آنسو نکلے وہ دوزخ میں نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے گا۔ یہاں تک کہ دودھ اپنے تھنوں میں واپس چلا جائے۔(مسند بزار)﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔(الزمر:23) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔(الانفال:2)

سوال5: کلام اللہ کو سن کر کب آنکھیں آنسو بہاتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جب کلام اللہ انسان کے لیے محض کتاب نہیں رب العالمین کی زندہ نشانی بن جائے۔﴿2﴾ جب کلام اللہ دل سے ٹکرائے اور پورے وجود کو ہلا دے تو آنکھیں آنسوؤں سے بہہ نکلتی ہیں۔

سوال6: مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ''اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ان کے آنسو ان کی آنکھوں سے اس معرفت کی وجہ سے بہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اس کتاب میں پڑھا جاتا ہے، جو اس کے رسول کی طرف حق میں سے وحی کی گئی۔(جامع البیان:6/7)

سوال7: حق کا گواہ کون ہوتا ہے؟

جواب: حق کا گواہ وہ ہوتا ہے جو:﴿1﴾ حق کو پہچان لے۔﴿2﴾ حق کو بلاتعصب اور بغیر کسی مصلحت کے اپنا لے۔﴿3﴾ جس کی زبان اور عمل حق کی گواہی دے۔

سوال8: زبان اور عمل حق کے گواہ کب بنتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان اپنے تعصّبات اور رسوم ورواج سے نکل کر رب کی آنکھوں سے کائنات کو اور اپنی ذات کو دیکھنے لگے۔﴿2﴾ جب وہ کلام اللہ میں بیان کردہ حق کو قبول کر لے۔﴿3﴾ جب وہ اپنی جان، اپنے مال، اپنی اولاد اور اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کے حق کو تسلیم کر لے۔﴿4﴾ جب وہ اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے۔﴿5﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو پانے کے لیے ہر ہر کام کرنا شروع کر دے تو انسان کی زبان اور عمل حق کے گواہ بن جاتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9:(معرفت)حق شناسی کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ حق کی پہچان کوحق شناسی کہتے ہیں۔﴿2﴾ حق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی صفات موجود ہیں غوروفکر کرکے ان صفات کو پالینا دراصل حق کو پہچان لینا ہے۔

سوال10:معرفت(حق شناسی) کیسے ملتی ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے کلام سے معرفت ملتی ہے۔﴿2﴾ کلام اللہ سے ملنے والی سچائی کی طرف سوتے جاگتے، ہروقت دھیان رکھنے سے معرفت ملتی ہے۔﴿3﴾ کلام اللہ نے انسان کے ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں جو وضاحت کی ہے اس پر غوروفکر کرنے سے معرفت ملتی ہے۔﴿4﴾ کلام اللہ نے کائنات کی نشانیوں پر غوروفکر کرنے کا طریقہ سکھایا ہے،اس طریقے سے غوروفکر کرنے سے معرفت ملتی ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی صفات جو ہر وجود میں موجود ہیں ان پر غوروفکر کرنے سے معرفت ملتی ہے۔

سوال11:اللہ تعالیٰ کی معرفت کسے ملتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ جو اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے حوالے کردے۔﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق جینا سیکھ لے۔

سوال12:حق کی معرفت(پہچان) کا انسان کی زندگی پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی معرفت(پہچان) سے۔﴿1﴾انسان کی سوچ بدلتی ہے،عمل بدلتا ہے اور اس کی سرگرمیاں بدل جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ قرآن مجید سے تعلق بنتا ہے۔﴿3﴾اخلاق بدلتے ہیں،انسان سچا انسان بنتا ہے،امانت دار بنتا ہے،وعدہ وفا کرنے والا بنتا ہے اور حیا آتی ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کے لیے مال لٹانے،وقت اور صلاحیت لگانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی مخلوق محبوب ہوجاتی ہے اور مخلوق کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔﴿6﴾انسان تعصّبات سے نکلتا ہے۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا،اس کے سامنے جھک جانے کا اور سب کچھ اس کے حوالے کردینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔﴿8﴾اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اس کی رضا کا حصول زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔

سوال13:انسان تأثر کا اظہار آنسوؤں کی زبان میں کیوں کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان آنسوؤں سے اظہار اس وقت کرتا ہے جب الفاظ کے ذریعے تأثرات کا اظہار ممکن نہ رہے۔﴿2﴾ انسان جب کسی چیز سے اثر قبول کرتا ہے تو اس کے اندر کے جذبات کا دباؤ سخت اور گہرا ہوجاتا ہے۔آنسوؤں سے دباؤ اور گھٹن ختم ہوجاتی ہے۔

سوال14:آنسو بہانے کے بعد کون سے رویے سامنے آتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ آنسو بہار کر رک جانا منفی رویہ ہے۔﴿2﴾ آنسو بہا کر آگے بڑھنا اور سچائی کو قبول کر لینا مثبت رویہ ہے۔

سوال15: آنسو بہا کر آگے بڑھنے والا کیا کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کو قبول کر لیتا ہے۔﴿2﴾ حق پر ایمان لے آتا ہے۔﴿3﴾ حق پر ایمان اور یقین کا اعلان کرتا ہے۔﴿4﴾ حق کا گواہ بن جاتا ہے۔﴿5﴾ اللہ سے دعا کرتا ہے کہ ہمارا نام حق کی گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

سوال16: یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ''وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے ''﴿1﴾ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا یہ ان کے اعتقاد، اخلاص اور حق کے اعتراف پر صادر ہو رہا ہے۔(تفسیر قاسمی:336/6)﴿2﴾ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ یعنی محمد ﷺ اور ان کی امت کے ساتھ لکھ لے۔(ابن ابی حاتم:1185/1)﴿3﴾ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے اور یہ محمد ﷺ کی امت کے لوگ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اس کے رسولوں کی رسالت اور جو کچھ یہ رسول لے کر آئے ہیں اس کی صحت کی گواہی دیتے ہیں، نیز تصدیق وتکذیب کے ذریعے گزشتہ امتوں کی گواہی دیتے ہیں۔ وہ عادل ہیں اور ان کی گواہی مقبول ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا اور اسی طرح ہم نے تمھیں امت وسط بنایا ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔(البقرہ:143)(تفسیر سعدی:720/1)﴿4﴾ یہ آیت عام ہے اور اس صفت کے ساتھ بھی جو متصف ہوں وہی اس کے مصداق بن سکتے ہیں۔(ابن کثیر)

سوال17: قرآن حکیم سے سچائی پا لینے والے کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ قرآن حکیم سے سچائی کو پا لینے والے شدید تمنا رکھتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں حق کے گواہوں کی فہرست میں شامل کر دے﴿2﴾ ان کے دل کے اندر شدید تڑپ پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم اس لڑی میں پروئے جائیں جس میں ہر دور کے انبیاء ،شہدا، صدیقین اور صالحین پروئے جا چکے ہیں۔ اور جو زمین پر اس سچائی کو پھیلانے اور سچائی کو قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔﴿3﴾ وہ یہ دعائیں کرتے ہیں کہ یا اللہ اس امت میں داخل کر دے جس پر قرآن کی گواہی ہے کہ وہ اپنی زبان سے، اپنے عمل سے اور اپنی کوشش کے ذریعے شہادت حق کا فریضہ ادا کر رہی ہے اور لوگوں کی زندگیوں میں حق کو جاری وساری دیکھنا چاہتی ہے۔﴿4﴾ حق پانے والے فریضہ شہادت حق ادا کرنے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔﴿5﴾ حق پا لینے والے اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہیں کہ وہ اس امت میں داخل ہو گئے ہیں۔ حق پا لینے والے اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہمارا نام گواہ کے طور پر رجسٹر کرلیا جائے۔

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ (84)

اورہمیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اوراس حق پرہم ایمان نہ لائیں جوہمارے پاس آیا ہے؟جب کہ ہم یہ حرص رکھتے ہیں کہ ہمارارب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرلے۔(84)

سوال1:وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ''اورہمیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پراوراس حق پرہم ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے''حق آجانے کے بعد قبولیت حق کے راستے میں رکاوٹ نہیں رہ جاتی،وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾حق سن کراوراس پریقین کرکے قبولیت کے راستے میں رکاوٹ نہیں رہ جاتی۔﴿2﴾انسان کو یہ لالچ ہوتا ہے کہ رب دعائیں قبول کرے اوردرجات بلند کرے۔اس وجہ سے حق کوقبول کرنے میں رکاوٹ نہیں رہتی۔

سوال2:وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ''اوراس حق پرجوہمارے پاس آیا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:جب ہم ایمان لے آئیں گے اورحق کی اتباع کریں گے،تب ہمارارب ہمیں صالح لوگوں کے زمرے میں ضرور شامل کرے گا،تب کون سی چیز ہمیں ایمان لانے سے روک سکتی ہے؟کیا یہ چیز ایمان لانے میں جلدی کرنے اورایمان لانے سے پیچھے نہ رہنے کی موجب نہیں؟(تفسیرسعدی:720/1)

سوال3:وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ''ہم یہ حرص رکھتے ہیں کہ ہمارارب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر لے''صالحین میں شامل ہونے کی طمع کب پیدا ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾جب انسان قرآن کی سچائی کی طرف توجہ کرکے اسے پالیتا ہے۔﴿2﴾جب انسان صحیح طرزعمل اختیار کرتا ہے۔﴿3﴾جب انسان جان ومال سے شہادت حق کا فریضہ انجام دیتا ہے۔﴿4﴾جب انسان حق کے معاملے میں سرکشی کے رویے دیکھتا ہے تو صالح لوگوں کو پالینا ان کے ساتھ مل کرفریضہ شہادت حق کوادا کرنے کی قدروقیمت کا احساس ہوتا ہے۔تب انسان میں صالحین میں شامل ہونے کی تمنا پیدا ہوتی ہے۔

سوال4:صالحین میں شمولیت کس طرح اختیار کی جاسکتی ہے؟

جواب:﴿1﴾صالحین کے بارے میں کھوج لگا کر۔﴿2﴾صالحین کے کاموں میں دلچسپی لے کر۔﴿3﴾صالحین کے ساتھ ان کے کاموں میں تعاون کرکے۔﴿4﴾صالحین کے سامنے اپنی خدمات پیش کرکے،صالحین میں شمولیت کا راستہ استوار کیا جاسکتا ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ سے دعا کرکے یہ کام آسان ہوجاتا ہے۔

سوال5:صالح لوگوں میں شامل ہونے کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾فریضۂ شہادت حق ادا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔﴿2﴾صالح لوگوں میں شامل ہوکر اپنی زندگی میں تبدیلی لانا اور نیکی پر جمے رہنا آسان ہوجاتا ہے۔﴿3﴾صالحین میں شامل ہوکر مخالفتیں برداشت کرنا آسان ہوجاتا ہے۔﴿4﴾صالحین میں شامل ہوکر خاندانی اور معاشرتی تبدیلیوں کا راستہ آسان ہوجاتا ہے۔

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ(85)

سواللہ تعالیٰ انہیں اس بات کے بدلے میں جوانہوں نے کہا ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ نیک عمل کرنے والوں کی جزا ہے۔(85)

سوال1:فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا'' سواللہ تعالیٰ اُنہیں اس بات کے بدلے میں جوانہوں نے کہا ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا'' سواللہ تعالیٰ انہیں اس بات کے بدلے میں جو انہوں نے کہا ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یہ ان کے ایمان میں اخلاص کی دلیل ہے اوران کے قول کی سچائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا جواب دیا۔اوران کی طمع سچی ثابت ہوئی۔اس طرح جس کا ایمان خالص ہوتا ہے اور یقین سچا ہوتا ہے اس کو جنت کا بدلہ ملتا ہے۔(تفسیر قرطبی:154/3)﴿2﴾بِمَا قَالُوْا جوانہوں نے اپنے عقیدے میں سے طاہر کیا۔(تفسیر منیر:6/4)

سوال2:شہادت حق کا فریضہ کون ادا کرسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جس کے دل میں اللہ کے کلام کی سچائی اتر جاتی ہے۔﴿2﴾جس کی زبان سچ کا اظہار کرنے لگتی ہے۔﴿3﴾جو صراط مستقیم پر چلنے کا پختہ ارادہ کرلیتا ہے۔﴿4﴾جو دین کی سربلندی کے لیے شہادت حق کا فریضہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔﴿5﴾جو صالحین کے ساتھ مل کر کام کرنا اپنے لیے خوش نصیبی کا باعث سمجھتا ہے۔﴿6﴾جو شہادت حق کی گواہی کو اللہ کا احسان سمجھتا ہے۔﴿7﴾جو صرف اسلام کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔﴿8﴾جو آخرت میں بہترین جزا جنت کی صورت میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

سوال3:اس آیت میں جنت کو قول کا بدل قرار دیا گیا ہے،اس قول کی ان کی زندگی میں کیا حیثیت تھی۔وضاحت کریں؟

جواب:وہ قول ان کی پوری زندگی کا نمائندہ تھا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام سے سچائی کو پالیا اور سچائی ان کے اندر اتر گئی۔ انہوں نے حق کو پالیا تو ان کی تمنا اور توجہ کا مرکز بدل گیا۔انہوں نے حق کے ساتھ اپنے آپ کو اس طرح شامل کرلیا کہ ان کی الگ حیثیت باقی نہیں رہی اور وہ حق کے گواہ بن گئے۔یہ حق کی گواہی ان کا قول تھا۔قرآن ان کے لیے کتاب نہیں بلکہ رب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

العالمین کی زندہ نشانی بن گیا۔قرآن ان کے سامنے لفظوں کی صورت میں آیا تھا لیکن اس نے پوری ذات کو ہلا دیا۔انہوں نے اپنے ذاتی تجربے کو لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ ''ہم کیوں نہ اللہ پر ایمان لائیں جب کہ ہمارے پاس حق آ گیا ہے اور ہمیں یہ امید بھی ہے کہ ہمارا رب ہمیں صالحین میں شامل کر دے گا''۔

سوال4:وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ''اور یہ نیک عمل کرنے والوں کی جزا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یہ بدلہ ہے نیکو کاروں کا، یہ آیت کریمہ ان عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو محمد ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔مثلاً نجاشی اور دیگر ایمان لانے والے عیسائی۔اس طرح ان کے اندر ایسے لوگ پائے جاتے رہیں گے جو دین اسلام کو اختیار کریں گے۔اور ان پر اپنے دین کا بطلان واضح ہوتا رہے گا، یہ لوگ یہودیوں اور مشرکین سے اسلام کے زیادہ قریب ہیں۔(تفسیر سعدی:721/1)

سوال5:احسان کسے کہتے ہیں؟

جواب:اسلام اور ایمان کے اعلیٰ درجات کو احسان کہتے ہیں۔

سوال6:محسن کون ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کو مانتا ہے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔﴿2﴾ جو حق کو دل کی گہرائیوں سے قبول کرتا ہے۔﴿3﴾ جو حق کا اظہار کرتا ہے۔﴿4﴾ جو اسلام لانے میں تاخیر نہیں کرتا۔﴿5﴾ جو صالحین میں شامل ہونے کی دعائیں کرتا ہے۔﴿6﴾ جو صالحین کے ساتھ مل کر حق کی شہادت دیتا ہے۔﴿7﴾ جو صالحین سے محبت رکھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (86)

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہی لوگ دوزخ والے ہیں۔(86)

سوال1:وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا'' حق کو ماننے سے کون انکار کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جو سچائی کو سنتے ہیں مگر اس پر توجہ نہیں کرتے۔﴿2﴾ جو سچائی کو سنتے ہیں اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔﴿3﴾ جو صالحین میں شامل ہونا اپنے لیے توہین سمجھتے ہیں۔﴿4﴾ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔(جامع البیان:9/7)

سوال2:حق کو نہ ماننے کی وجہ کیا ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کو نہ ماننے کی وجہ اپنی بڑائی کا احساس ہوتا ہے۔﴿2﴾ جن کے دلوں میں تکبر چھپا ہوتا ہے وہ حق کو نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مانتے۔

سوال3:حق کو نہ ماننے کے بعد انسان کیا کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کو نہ ماننے کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔﴿2﴾ حق کے مقابلے میں زیادہ سخت ردعمل کا اظہار کرتا ہے۔﴿3﴾ حق کی مخالفت میں اتنا آگے نکل جاتا ہے کہ کسی حال میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ ﴿4﴾ حق کی دعوت دینے والوں کا جانی دشمن بن جاتا ہے۔

سوال4:وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ ''اور ہماری آیات کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ انہوں نے اس کی کتاب کی آیات کو جھٹلایا۔(جامع البیان:9/7)

سوال5:اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ''وہی لوگ دوزخ والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، یہی لوگ جہنمی ہیں، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور حق کو واضح کرنے والی آیات کی تکذیب کی ۔ (تفسیر سعدی:721/1)﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: تمہاری یہ (دنیا کی) آگ، جسے ابن آدم جلاتا ہے، یہ جہنم کی آگ سے ستر واں حصہ ہے۔'' صحابہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو دنیا کی) یہی آگ کافی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:'' لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔'' (بخاری:3265)

رکوع نمبر 2

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ(87)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور نہ ہی حد سے بڑھو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(87)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:امام ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں جس وقت گوشت کھاتا ہوں تو عورتوں کے لیے ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور شہوت کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان میں سے لذیذ چیزیں اپنے اوپر حرام مت کرو۔(تفسیر ابن عباس:363/1) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان صحابہ کے بارے میں اتری جنہوں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ ہم اپنے اعضائے مخصوص کاٹ ڈالیں گے، دنیا کی لذتوں پر لات ماردیں گے اور عیسائی درویشوں کی طرح زندگی بسر کریں گے۔ جب نبی کریم ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے بلا کر پوچھا تو انہوں نے اقرار کرلیا۔ فرمایا: لیکن میں روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت پر عمل کیا وہ میرا ہے اور جس نے میری سنت چھوڑ دی وہ میرا نہیں۔ (ابن ابی حاتم)

سوال 2: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت کے خصوصی مخاطبین صحابہ رضی اللہ عنہم اور عمومی طور پر سارے اہل ایمان ہیں۔

سوال 3: ایمان کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے غلام ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حقوق پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس سے بغاوت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے غلام ہوتے ہوئے اس کی پسند کے مطابق اپنا طرز عمل ڈالنا ہی ایمان کا تقاضا ہے۔ ﴿3﴾ ایمان کا تقاضا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔

سوال 4: لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ ''ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ماکولات و مشروبات میں سے جو چیزیں حلال ٹھہرا رکھی ہیں، انہیں حرام نہ ٹھہراؤ کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرو کیونکہ اس نے تمہارے لیے ان نعمتوں کو حلال ٹھہرایا اور اس کا شکر ادا کرو۔ کفران نعمت، عدم قبول اور ان کی تحریم کا اعتقاد رکھتے ہوئے ان نعمتوں کو نہ ٹھکراؤ۔ ورنہ تم کفران نعمت اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کے ساتھ حلال کو حرام اور ناپاک قرار دینے کے مرتکب بھی ٹھہرو گے اور یہ حد سے تجاوز ہے۔ (تفسیر سعدی: 721/1) ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ (البقرہ: 172) ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ شہد پینے کے متعلق فرمادیا تھا اب ہرگز نہیں پیوں گا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل نازل فرمائی: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اے نبی! آپ اس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟ جس طرح حلال کو حرام کرلینا منع ہے اسی طرح حرام کو حلال کرلینا منع ہے۔ حرام وحلال مقرر فرمانے کا اختیار اللہ ہی کو ہے۔ سورۃ نحل میں ارشاد ہے: وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ اور جن کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں، ان کے بارے میں مت کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ (سورۃ النحل:116) (تفسیر انوار البیان:2/167) ﴿4﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا ہے۔ دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ حاضرین نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا ہی رہے گا بیٹھے گا نہیں اور سایہ میں نہ جائے گا اور یہ کہ بولے گا نہیں اور روزہ دار رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ بات کرے اور سایہ میں جائے اور بیٹھ جائے اور روزہ پورا کرلے۔ (بخاری: /991) ﴿5﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گناہ کی نذر ماننا درست نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (ابوداؤد:2/111)

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام کب ٹھہرایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب اللہ تعالیٰ اور بندے کے تعلق میں کمزوری آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کا تعلق زندہ تعلق ہے مگر جب یہ تعلق کمزور پڑتا ہے تو لوگ اس تعلق کو اندر سے مضبوط کرنے کی بجائے باہر سے سہارے تلاش کرنا شروع کردیتے ہیں ان ہی میں سے دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا بھی ہے جسے رہبانیت کہتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو تب حرام ٹھہرایا جاتا ہے جب مادی چیزوں سے دوری کو اللہ کی قربت کا ذریعہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر گوشت نہ کھانا، راتوں کو نہ سونا، گھروں کو چھوڑ کر درویشی کی زندگی اختیار کرنا وغیرہ۔ ﴿3﴾ اسلام کے مطابق جس کو اپنے لیے حرام ٹھہرانا چاہیے وہ گناہ ہے۔

سوال 6: اسلام میں حلال وحرام کا حق کسے حاصل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام حلال وحرام ٹھہرانے کو اللہ تعالیٰ کے خصوصی حقوق میں سے ایک حق قرار دیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ رازق ہے تو رزق میں سے حلال وحرام مقرر کرنا بھی اسی کا کام ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے اس لیے یہ اس کا حق ہے کہ اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام ٹھہرادے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ مالک ہے یہ اس کا حق ہے کہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے استعمال کی آزادی دے۔ جو شخص بھی کسی کی ملکیت میں دست درازی کرتا ہے، ظلم کرتا ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ کسی کو حلال وحرام ٹھہرانے کا حق کیوں نہیں دیتا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے طیب چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس لیے پاکیزہ چیزیں حرام ٹھہرانے کا حق نہیں دیتا کہ یہ چیزیں حرام ٹھہرانے کی خواہش رکھنے والے کے لیے بھی مفید ہیں اور زمین پر زندگی کے تسلسل کے لیے بھی مفید ہیں۔ ﴿2﴾ حلال اور طیب کو حرام ٹھہراتے ہوئے زندگی کی نشوونما رکتی ہے، ترقی رکتی ہے، تسلسل ختم ہوجاتا ہے اور زندگی کی تجدید نہیں ہوتی۔ ﴿3﴾ اگر حلال کو حرام کرنے میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو حلال ہی نہ کرتے۔ دین تو اللہ تعالیٰ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خیر، بھلائی اور بہتری کو بروئے کار لانے کے لیے بھیجا ہے۔ ﴿4﴾ اگر طیبات میں کوئی خرابی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خود ضرور بچاتا۔ ﴿5﴾ پاک چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ہی تو پیدا کی ہیں پھر اسے حرام ٹھہرانے کا حق انسان کو کیسے دیا جاسکتا ہے؟

سوال 8: وَلَا تَعْتَدُوْا ''اور نہ ہی حد سے بڑھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اور حد اعتدال سے نہ بڑھو یعنی اپنے اوپر حد سے زیادہ تنگی کرنا کہ مباح چیزیں حرام کر لینا۔ حد سے بڑھنے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں ﴿1﴾ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے انہیں عقیدتاً حرام بنالینا جیسے نکاح نہ کرنا کہ عبادت میں خلل آتا ہے۔ ﴿2﴾ حد سے بڑھنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ جسم کو جتنی غذا کی ضرورت ہے اس سے کم کھائیں یا جن چیزوں میں رغبت ہو ان کو کھانے سے پرہیز کریں اس وجہ سے کہ جتنا جسم کمزور ہوگا اتنی ہی روح کو تقویت ملے گی۔ ﴿3﴾ حد سے بڑھنے کی تیسری صورت زیادہ کھانا اور اپنی ذات پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ اور پیو اور تم حد سے نہ گزرو۔ (الاعراف:31) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے۔ (الفرقان:67) ﴿4﴾ حد سے بڑھنے کی چوتھی صورت یہ ہے کہ چیز اصلاً حلال ہو لیکن کمائی کا ذریعہ حرام بنالیا جائے مثلاً سود، خیانت، چوری، ڈاکہ اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا مال وغیرہ۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے عدل کا اصول مقرر کیا ہے نہ زیادتی کرو اور نہ تنگی۔

سوال 9: ظلم اور زیادتی سے کیا مراد ہے؟

جواب: کسی کے حق ملکیت میں ہاتھ ڈالنا ظلم و زیادتی ہے۔

سوال 10: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ''یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے فرمایا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بلاشبہ اس نے خود پر ہی ظلم کیا ہے۔ (الطلاق:1) ﴿2﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں سو ان کے قریب نہ جاؤ۔ (البقرہ:187) ﴿3﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں چنانچہ ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔ (البقرہ:229)

سوال 11: اللہ کی ناپسندیدگی مومن کو زیادتی کرنے سے کیسے روکتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مومن کو غصہ آتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ ہر چیز برباد کردے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا خوف اسے تخریبی کاروائی سے روک لیتا ہے۔ ﴿2﴾ مومن کا دل چاہتا ہے کہ بے قید زندگی گزارے لیکن اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا خوف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کی مقرر کردہ حدود کا پابند بنالے ۔﴿3﴾ مومن کو دنیا میں کوئی نعمت ملتی ہے مثلاً صحت، دولت، کوئی عہدہ اور کامیابی مگر وہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کے ڈر کی وجہ سے غرور میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف کرتا ہے۔

سوال12: کون سے رویے ہیں جو انسان کو رب سے جوڑتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا اور اس کی پکڑ کا ڈر۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف جو تواضع میں ڈھل جاتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے مومن کو رب کی قربت ملتی ہے۔

سوال13: مادی چیزوں سے دوری پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پکڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مادی چیزوں کے بارے میں انسان سے کیسا رویہ مطلوب ہے؟

جواب: مادی چیزوں سے ذہنی اور قلبی دوری مطلوب ہے۔ مادی چیزوں سے جسمانی دوری مطلوب نہیں ہے۔

وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ(88)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حلال پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان لانے والے ہو۔(88)

سوال1: وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حلال پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ كُلُوْا کے امر و اجازت کا دائرہ صرف کھانے کی چیزوں تک محدود نہیں، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، سواری، مکان غرض برتنے کی ساری ہی چیزیں اس کے اطلاق میں داخل ہیں۔(تفسیر ماجدی:961/1)﴿2﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حلال پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ'' لیکن شرط یہ ہے کہ رزق حلال ہو اور پاک ہو۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے طیب چیزوں کو حلال قرار دیا ہے حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ طیب چیزیں انسان کی فطرت کے عین مطابق ہیں ۔﴿2﴾ طیبات زندگی کی ترقی کا باعث بنتی ہیں۔﴿3﴾ طیبات کی وجہ سے زندگی میں تجدید ہوتی ہے۔﴿4﴾ خبیث اور ناپاک چیزیں انسان کے لائق نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ طیب چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں۔

سوال3: وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان لانے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ پر ایمان تقویٰ کو واجب کرتا ہے کیونکہ تقویٰ کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

احکامات کی اطاعت اوراس کے نواہی سے اجتناب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ۔

سوال4:تقویٰ سے مومن کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اطاعت کے کام کرنا اوراس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے ہوئے سے رکنا تقویٰ ہے۔تقویٰ کی وجہ سے مومن اللہ تعالیٰ کی ذات سے جڑا رہتا ہے،اس کے اندر خداترسی پیدا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے لگ جاتا ہے،حرام سے رکتا ہے اوراللہ تعالیٰ کی حدود کا پابند رہتا ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(89)

اللہ تعالیٰ تمہاری لغوقسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہو گا چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے،چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہیں۔یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو۔اوراپنی قسموں کی حفاظت کرو،اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔(89)

سوال1:لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ''اللہ تعالیٰ تمہاری لغوقسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا''لغوقسموں سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾بے معنی قسمیں۔﴿2﴾ایسی قسم جس میں دل کا پختہ ارادہ شامل نہ ہو۔﴿3﴾زبان پر اللہ کی قسم کا لفظ جاری ہو جائے۔﴿4﴾غیر شعوری طور پر قسم کھالینا لغوعین ہے۔

سوال2:لغوقسموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ اس پر کوئی مواخذہ نہیں کرتا۔

سوال3:وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ''لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہوگا''اللہ تعالیٰ کس قسم پر مواخذہ کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾سچی قسم جو ارادتاً کھائی جائے۔﴿2﴾اس پر کفارہ واجب ہے۔

سوال4:فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ''چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہیں''قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ ''دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے''دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے خواہ وہ بقدر ضرورت کماتے ہوں یا بالکل غریب ہوں۔مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ ''اوسط درجے کا جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا محتاجوں کو وہ کھانا دو جو تمہارے گھر کے کھانے میں درمیانے درجے کا ہے۔(مختصر ابن کثیر)﴿2﴾ اَوْ كِسْوَتُهُمْ یعنی دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا۔﴿3﴾ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ یعنی ایک غلام آزاد کرنا۔﴿4﴾ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ یعنی استطاعت نہ رکھنے والے کے لیے تین روزے رکھنا۔

سوال5:قسموں پر کفارے کی کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ قسموں کو ہلکا نہ سمجھا جائے۔﴿2﴾ قسم بھی عہد کی طرح ہے اور عہد کو پورا کرنا ضروری ہے۔

سوال6:ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ''یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو''سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو۔یہ ان کو مٹا دیتا ہے اور گناہ کو ختم کر دیتا ہے۔(ابن کثیر)

سوال7:وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ''اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے نام پر جھوٹے اور کثرت سے حلف اٹھانے سے اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔﴿2﴾ جب تم حلف اٹھا ہی لو پھر ٹوٹنے سے اس کو بچاؤ سوائے اس کے کہ قسم توڑنے میں کوئی بھلائی ہو۔﴿3﴾ قسم کی کامل حفاظت یہ ہے کہ انسان بھلائی پر عمل کرے اور اس کی قسم بھلائی کے راستے کی رکاوٹ نہ بنے۔(تفسیر سعدی:723/1)

سوال8:كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ''اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو''اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کرنے پر کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کو بیان کرنے والی اور احکامات کو کھول کھول کر بیان کرنے والی آیات پر اپنا شکر ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں نے تمہیں وہ کچھ سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔اس لیے شکر ادا کرنا واجب ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے احکامات کی معرفت اور وضاحت کی وجہ سے شکر ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

سوال9:تَشْكُرُوْنَ ''تم شکر ادا کرو''شکر گزاری سے مومن کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ شکر گزاری دراصل اللہ تعالیٰ کے انعامات کا اعتراف کرنے سے مومن کے اندر پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنے سے مومن مغرور نہیں ہوتا۔﴿2﴾ مومن شکر گزاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا احسان مند رہتا ہے اور اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح اس کے اندر تواضع پیدا ہوتی ہے۔﴿3﴾ غرور تکبر سے بچنا، اللہ تعالیٰ کا احسان مند رہنا، تواضع اور شکر گزاری مومن کو رب سے جوڑ دیتی ہے۔﴿4﴾ مومن کو ان رویوں سے رب کی قربت ملتی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(90)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ شراب اور جوا، اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزمائی تیر سب گندے شیطانی کام ہیں، چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔(90)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے تو لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے ان دونوں چیزوں کے بارے میں دریافت کیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ الخ۔ تو لوگوں نے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر ان چیزوں کو حرام نہیں کیا، بلکہ بڑے گناہ کو بیان کیا ہے، چنانچہ حسب سابق سب لوگ شراب پیتے رہے۔ اسی دوران مہاجرین میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی تو قرأت میں گڑبڑ کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس سے سخت حکم نازل فرمایا کہ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ سے مُّنْتَهُوْنَ تک۔ اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام بولے، اے ہمارے پروردگار! ہم باز آ گئے۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس حرمت سے پہلے بہت لوگ شہید ہو گئے اور اپنے بستروں پر انتقال فرما گئے اور وہ شراب بھی پیتے تھے اور جوئے کا مال بھی کھاتے تھے اور اب اس کو اللہ تعالیٰ نے گندی باتیں شیطانی کام فرما دیا ہے۔ (تو اس کا معاملہ کیا ہوگا)۔(تفسیر ابن عباس:366/1)

سوال2: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزمائی تیر سب گندے شیطانی کام ہیں، چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ'' اللہ تعالیٰ نے گندے شیطانی کاموں سے روکنے کے لیے مومن کو کیسے تیار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' اللہ تعالیٰ نے مومن کو اس کے ایمان کی یاد دلائی ہے۔ ایمان دل کے اندر اترا ہوا ہو تو کوئی گھٹن، کوئی خلجان باقی نہیں رہ جاتا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فلاح پاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں سے روکا ہے، ان کے مفاسد سے آگاہ کیا ہے جن کی وجہ سے ان سے اجتناب کرنا ممکن ہے۔﴿1﴾ رِجْسٌ: یہ تمام کام گندے ہیں جن کی گندگی سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔﴿2﴾ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ''شیطانی کام ہیں'' یہ تمام کام شیطانی اعمال ہیں جن سے بچنا اس لیے واجب ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور دشمن کی سازشوں سے اور ان اعمال سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے جن میں ملوث کر کے دشمن ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اپنے کھلے دشمن سے دور رہنے کے ساتھ ساتھ ان اعمال سے اور ان میں پڑنے سے بچنا چاہیے۔﴿3﴾ یہ اعمال بغض اور عداوت پیدا کرتے ہیں خاص طور پر شراب اور جوا۔ شراب سے ہوش وحواس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات شراب نوشی کرنے والے ایک دوسرے کو قتل تک کر ڈالتے ہیں اور جوئے میں بغیر کسی مقابلے کے جیتنے والا بہت سا مال حاصل کر لیتا ہے جو بغض اور عدات کا سبب بنتا ہے۔﴿4﴾ فَاجْتَنِبُوْهُ ان اعمال سے اجتناب کیے بغیر فلاح ممکن نہیں۔ فلاح مطلوبہ چیز کے حصول میں کامیابی اور جس چیز سے انسان خوف کھاتا ہے اس سے نجات کا نام ہے اور شراب، جوا، آستانے اور پانسے فلاح کے راستے کی رکاوٹ ہیں۔ ﴿5﴾ یہ چاروں اعمال دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، اس کی یاد سے روک دیتے ہیں اور جسم کو نماز سے دور کر دیتے ہیں حالانکہ ذکر اور نماز کے لیے ہی انسان کو پیدا کیا گیا اور اسی سے فلاح اور سعادت ممکن ہے۔﴿6﴾ شراب اور جوا انسان کو غافل کر دیتے ہیں۔ انسان کا دل ان کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اسے ہوش نہیں رہتا کہ وہ کہاں ہے؟ کون سا گناہ اس سے بڑھ کر ہے جو انسان کو ناپاک کر دے اور اسے ناپاک لوگوں میں شامل کر دے۔ کون سا گناہ اس سے بڑھ کر ہے جو شیطانی کاموں اور اس کے مکر وفریب کے جال میں پھنسا دے پھر اشرف المخلوقات یعنی انسان جس کو فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا وہ شیطان کا اس طرح فرماں بردار بن جائے جیسے مویشی چرواہے کے فرماں بردار اور مطیع ہوتے ہیں۔ شیطان اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی فلاح کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ شیطان اہل ایمان میں بغض اور دشمنی کے بیج بوتا ہے، انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ''تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ(91)

بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟(91)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: شراب کب حرام ہوئی؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب تین بار حرام ہوئی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھا تو يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ الخ (البقرہ:219) نازل ہوئی تو لوگوں نے سمجھا کہ شراب اور جوا حرام نہیں ہوا کیونکہ آیت میں وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ان میں لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں چنانچہ یہ لوگ شراب پیتے رہے۔ ایک دن ایک مہاجر نے نماز پڑھائی اور قرأت میں گڑبڑ کی پھر يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو'' (النساء:43) نازل ہوئی۔ پھر بھی لوگ شراب پیتے رہے۔ بعض دفعہ نماز کا وقت ہوتا اور کوئی شخص نشے میں چور ہوتا۔ پھر اس سے بھی سخت آیت نازل ہوئی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ شراب اور جوا، اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزمائی تیر سب گندے شیطانی کام ہیں، چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جُوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' (المائدہ:91,90) نازل ہوئیں اور صاف طور پر شراب کی ممانعت آ گئی۔ (مختصر ابن کثیر:468/1) ﴿2﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شراب کے بارے میں وضاحت چاہتے تھے چنانچہ البقرہ والی آیت نازل ہوئی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنائی گئی۔ ان کی تشفی نہ ہوئی تو دعا کی کہ اے اللہ اور وضاحت فرما چنانچہ سورۃ النساء والی آیت نازل ہوئی۔ پھر حیی علی الصلوٰۃ کے بعد موذن کہتا لایقربن الصلاۃ سکران نشے والا نماز میں حاضر نہ ہو۔ جب یہ آیت بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنائی گئی تو پھر انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں شفا بخش بیان نازل فرما دے۔ پھر المائدہ والی آیت نازل ہوئی اور انہیں بلا کر سنائی گئی۔ جب وہ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پر پہنچے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے انتھینا انتھینا ہم باز آئے، ہم باز آئے۔ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد) ﴿3﴾ انس بن مالک نے بیان کیا کہ (حرمت نازل ہونے کے بعد) جو شراب بہائی گئی تھی وہ ''فضیخ'' کی تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوالنعمان نے اس زیادتی کے ساتھ بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا، میں صحابہ کی ایک جماعت کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم دیا اور انہوں نے اعلان کرنا شروع کیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا باہر جا کے دیکھو یہ آواز کیسی ہے۔ بیان کیا کہ میں باہر آیا اور کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ ''خبردار ہو جاؤ شراب حرام ہو گئی ہے۔'' یہ سنتے ہی انھوں نے مجھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے کہا کہ جاؤ اور شراب بہادو۔راوی نے بیان کیا، مدینے کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔راوی نے بیان کیا ان دنوں ''ضیخ'' شراب استعمال ہوتی تھی۔بعض لوگوں نے شراب کو جو اس طرح بہتے دیکھا تو کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں نے شراب سے اپنا پیٹ بھر رکھا تھا اور اسی حالت میں انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے'' جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے رہتے ہیں، ان پر اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو انہوں نے کھالیا۔(صحیح بخاری:4620)

سوال 2: شراب کو کیوں حرام قرار دیا گیا۔دلائل دیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے شراب، جوئے، شطرنج اور عنبر اکو حرام فرمادیا اور ہر نشے والی چیز حرام ہے۔(مسند احمد) ﴿2﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ لانے والی چیز خمر یعنی شراب ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا اور اس حال میں مر گیا کہ شراب پیتا رہا اور توبہ نہ کی تو آخرت میں شراب نہیں پیئے گا اور جنت کی شراب سے محروم ہوگا اگر جنت کا داخلہ نصیب ہو گیا۔(مسلم:168/3) ﴿3﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص یمن سے آیا اس نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارے علاقے میں ایک شراب ہے جو جوار سے بنائی جاتی ہے لوگ اسے پیتے ہیں۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ سوال کرنے والے نے عرض کیا کہ ہاں وہ نشہ لاتی ہے آپ نے فرمایا: **کل مسکر حرام** کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے پھر فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص نشہ لانے والے چیز پیئے گا اللہ اسے **طینۃ الخبال** سے پلائے گا۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ **طینۃ الخبال** کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ ہے۔(ابوداؤد:162/2) ﴿4﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔(ابوداؤد:162/2) ﴿5﴾ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لعنت کی شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے اور اس کے خریدنے والے پر اور شراب بنانے والے پر اور بنوانے والے پر اور جو شراب کو کسی کے پاس لے جائے اس پر اور جس کے پاس لے جائے اس پر بھی۔(رواہ ابوداود:161/2) ﴿6﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔(بیہقی) ﴿7﴾ ایک حدیث میں ارشاد ہے: **اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ** کہ شراب تمام گناہوں کو جمع کیے ہوئے ہے۔(مشکوۃ المصابیح:44) ﴿8﴾ شراب ہر برائی کی کنجی ہے۔سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے میرے دوست

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سیدالانبیاء ﷺ نے وصیت فرمائی کہ کسی بھی چیز کواللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنااگر چہ تیرے ٹکڑے کردیئے جائیں اور تجھے جلادیا جائے اور قصداً نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہوگیا اور شراب مت پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔(مشکوۃ المصابیح:51/1)﴿9﴾ جولوگ شراب نہ چھوڑیں ان سے قتال کیا جائے۔سیدنا دیلم حمیری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کہ ہم ٹھنڈی سرزمین میں رہتے ہیں اور سخت محنت کرتے ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ ہم گیہوں کی شراب بنالیتے ہیں جسے استعمال کرکے ہم محنت کے کاموں پر اور اپنے شہروں کی ٹھنڈک پر قوت حاصل کرتے ہیں آپ نے سوال فرمایا کہ وہ نشہ لاتی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں وہ نشہ لاتی ہے۔آپ نے فرمایا اس سے پرہیز کرو۔میں نے عرض کیا کہ لوگ اسے چھوڑنے والے نہیں آپ نے فرمایا: اگر اسے نہ چھوڑیں تو تم ان سے قتال کرو یعنی جنگ کرو۔(ابوداؤد فی کتاب الاشربۃ)﴿10﴾ اللہ تعالیٰ کے خوف سے شراب چھوڑنے پر انعام۔سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور جہانوں کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کے سامان کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جس کی نصاریٰ عبادت کرتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں اور میرے رب عزوجل نے قسم کھائی کہ میرے بندوں میں سے جو بھی بندہ شراب کا کوئی گھونٹ پیئے گا تو میں اسے اسی قدر پیپ پلاؤں گا اور جو کوئی شخص بھی میرے ڈر سے شراب کو چھوڑ دے گا میں اسے ضرور مقدس حوضوں میں سے پلاؤں گا۔(احمد،مشکوۃ:318)﴿11﴾ جواری اور شرابی کی جنت سے محرومی۔سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کو تکلیف دینے والا اور جوا کھیلنے والا اور احسان جتانے والا اور جو شخص شراب پیا کرتا ہے یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔(داری:31/2)﴿12﴾ شراب، خنزیر اور بتوں کی بیع کی حرمت۔جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا ہے۔(بخاری:298/1)

سوال3: شراب کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: شراب کے کثیر نقصانات میں (الف) شخصی نقصان یہ ہے کہ انسان کی صحت خراب ہوجاتی ہے۔(ب) اجتماعی نقصان یہ ہے کہ بغض اور عداوت کے بیج بوئے جاتے ہیں۔(ج) دینی نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روک دیتی ہے۔(د) مالی نقصان یہ ہے کہ مال نفع کے لیے نہیں نقصان کے لیے خرچ ہوتا ہے۔

سوال4: اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ ''بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے'' وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے'' یعنی﴿1﴾ اہل اسلام میں بغض اور عداوت پھیل جائے۔﴿2﴾ اہل اسلام اللہ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یاداورنماز سے رک جائیں۔

سوال5: اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ کہ شراب اور جُوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے'' شیطان شراب اور جوئے سے اپنے منصوبے میں کیسے کامیاب ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾الۡخَمۡرِ ''شراب''(الف) شراب سے انسان کا فہم ختم ہوجاتا ہے۔(ب) شراب سے گوشت اور خون کا نقصان ہوتا ہے۔(ج) شراب سے انسانی جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے ۔(د) شراب سے انسان کے میلانات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔(و) شراب کی وجہ سے انسان کو جو مالی نقصان ہوتا ہے اس کی وجہ سے دلی بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔ ﴿2﴾وَالۡمَیۡسِرِ ''جُوے کے ذریعے''(الف) جوئے کی وجہ سے انسان کی عقل ماری جاتی ہے۔(ب) جوئے میں جو ہارتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کی دولت دوسرا اڑا رہا ہے جب کہ وہ دولت سے محروم ہے، شکست خوردگی کا یہ احساس اس کے دل میں بغض اور عداوت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔(ج) اگرچہ جوئے باز بظاہر دوست نظر آتے ہیں مگر ان کے دل نفرت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

سوال6: انسان شراب کیوں پیتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ کچھ وقت کے لیے حقیقی دنیا سے اپنے آپ کو الگ کرنے کے لیے۔﴿2﴾ خیالی دنیا اور تصورات میں گھومنے کے لیے۔﴿3﴾ حقیقی زندگی سے فرار کا راستہ اختیار کرنے کے لیے۔

سوال7: اسلام حقیقی زندگی سے فرار کی اجازت کیوں نہیں دیتا؟

جواب:﴿1﴾ اسلام چاہتا ہے کہ انسان حقائق کا سامنا کریں، حقائق کا مقابلہ کریں اور حقائق میں زندہ رہیں۔﴿2﴾ اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کی بنیاد حقائق پر رکھیں۔﴿3﴾ اسلام چاہتا ہے کہ انسان کی زندگی محض خیالی دنیا اور تصورات پر قائم نہ ہو یہ بیمار طرز زندگی ہے۔﴿4﴾ اسلام چاہتا ہے کہ انسان کا ارادہ کمزور نہ پڑے انسان کا ارادہ آزاد ہو اس کے لیے وہ دل کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے کہ دیکھو کہیں ارادہ کمزور نہ ہوجائے یہی عزم کی کمزوری تو تمہارے باپ میں آئی تھی اور وہ عہد کو بھول گئے تھے اب تم نہ بھولنا۔﴿5﴾ اسلام ارادے کو اہمیت دیتا ہے اس کے ارادے پر کوئی قوت اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہتا۔﴿6﴾ شراب سے انسان کے ارادے میں کمزوری آتی ہے۔ انسان حقیقی دنیا سے فرار چاہتا ہے اس لیے اسلام شراب پر پابندی عائد کرتا ہے۔

سوال8: اسلام نشہ آور چیزوں پر کیوں پابندی عائد کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان بیدار رہے، ہر لمحے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا رہے، اللہ تعالیٰ سے رابطہ مضبوط رکھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس کے لیے اسلام دل کے اندراترتا ہے، بند دروازے کھولتا ہے اور بتاتا ہے کہ نشہ آور چیزوں سے انسان کی ہوش غائب ہوجاتی ہے۔﴿2﴾اسلام انسان پر فرائض عائد کرتا ہے جس کی ادائیگی کے لیے ہوش مند ہونا ضروری ہے جبکہ شراب ہوش غائب کر دیتی ہے۔﴿3﴾اسلام انسان کو صرف اپنی ذات اور اپنی لذتوں کے اندر غرق رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنے نفس کے حقوق ادا کرے۔اہل وعیال کے حقوق ادا کرے۔اپنے معاشرے کے حقوق ادا کرے اور پوری انسانیت کے حقوق ادا کرے۔انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے، ہدایت سکھائے۔اس وجہ سے اسلام چاہتا ہے کہ انسان ہوش مند رہے، ہر وقت بیدار رہے۔لذت اور شہوت کا غلام نہ بن جائے۔جب کہ شراب انسان کو مدہوشی میں نہا دیتی ہے اور وہ کوئی فرض ادا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔اس لیے اسلام ہر نشہ آور چیز پر پابندی عائد کرتا ہے کہ یہ انسان کو انسان نہیں رہنے دیتیں۔

سوال9: شیطان کے مقاصد بتانے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾جب انسان یہ جان لیتا ہے کہ شیطان بغض اور دشمنی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکنا چاہتا ہے تو مومن کا دل جاگ اٹھتا ہے۔اس کا احساس تیز ہوجاتا ہے وہ فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔﴿2﴾جب اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں کہ کیا تم باز آنے والے ہو؟ تو مومن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ والا جواب دیتا ہے کہ ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔

سوال10: وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ''اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے روک دے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شراب اور جوا اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکتے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے لیے تخلیق کیا ہے اور ہماری زندگی کا مقصد عبادت ہے تاکہ ہمارے دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔شراب اور جوا دلوں کو غافل کرتے ہیں۔دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کی یاد سے اور دل اور بدن نماز سے دور ہوجاتے ہیں۔اسی لیے فرمایا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ کیا تم باز آتے ہو؟

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (92)

اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کی نافرمانی سے بچو، پھر اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو کہ بلاشبہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔(92)

سوال1: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ایک ہی چیز کا نام ہے۔جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہ رسول ﷺ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اطاعت کرتا ہے اور جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:726/1)﴿2﴾ اسلام اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول کی اطاعت کا نام ہے۔﴿3﴾ اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی طرف ہر چیز لوٹتی ہے۔﴿4﴾ اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بے قید اطاعت کے علاوہ کسی چیز کی گنجائش نہیں۔﴿5﴾ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکلتا ہے وہ دراصل اسلام کی ہر ذمہ داری سے نکل جاتا ہے۔

سوال2: وَاحْذَرُوْا ''اور ان کی نافرمانی سے بچو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور ان کی نافرمانی سے بچو'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے ڈرو کیونکہ یہ نافرمانی خسارے کا باعث ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا تقاضا کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سارے احکامات کی تعمیل کی جائے۔﴿2﴾ یعنی ظاہری اور باطنی اعمال واقوال، حقوق اللہ اور حقوق مخلوق سے متعلق واجب اور مستحب اعمال بجالائے جائیں اور اس امر کو متضمن ہے کہ ان امور سے اجتناب کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔(تفسیر سعدی:726/1)

سوال4: فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ''پھر اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو کہ بلاشبہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑنے والوں کو کیا دھمکی دی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑنے والوں کو یہ دھمکی دی گئی ہے کہ جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جس چیز سے تمہیں روکا گیا ہے اگر تم اس کی تعمیل سے منہ موڑو گے تو رسول اللہ ﷺ نے تو تبلیغ کر دی، فرض ادا کر دیا اور آپ کے معاملے سے فارغ ہو گئے ہیں اب اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے گھیر لیا تو رسول اللہ ﷺ عذاب کو دور نہیں کر سکتے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کر کے اپنا نقصان کرو گے کہ اللہ تعالیٰ تو سرکشوں کو سزا دینے والا ہے۔﴿3﴾ رسول ﷺ نے پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا اب اگر تم سیدھے راستے پر چلو گے تو تمہارا فائدہ ہے اور اگر تم برائیاں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا محاسبہ کرے گا۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ(93)

جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے اور وہ ایمان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لائے اورانہوں نے نیکیاں کیں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور وہ ایمان لائے پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہی رہے اورانہوں نے نیکیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(93)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:اس آیت کے بارے میں اہل ایمان کی خواہش تھی کہ وہ اپنے مومن بھائیوں کے بارے میں جانیں جو حالت اسلام میں فوت ہوئے اور شراب کی تحریم سے قبل وہ شراب پیا کرتے تھے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ ''جوایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان پراس میں کوئی گناہ نہیں'' (تفسیر سعدی:727/1)

سوال2:لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا ''جوایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے'' حلال وحرام کے احکامات آنے سے قبل جن مسلمانوں نے کوئی حرام چیز استعمال کی اس کے بارے میں اسلام کا موقف کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾جب تک کسی چیز کو حرام نہ کیا گیا ہو وہ حرام نہیں ہوتی۔﴿2﴾حلال وحرام کے احکامات کا اطلاق ماضی پر نہیں ہوتا۔﴿3﴾احکامات کے آنے سے پہلے سزا نہیں ہوتی نہ دنیا کی نہ آخرت کی۔﴿4﴾جو لوگ احکامات آنے سے پہلے وفات پا گئے تو ان پر کسی قسم کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔اس لیے کہ انہوں نے حرام چیز استعمال نہیں کی۔وہ تو اللہ سے ڈرتے رہے۔ گناہوں سے بچتے رہے،نیک کام کرتے رہے۔اس لیے ان کو سزا نہیں ملے گی۔

سوال3:فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''جو وہ کھا چکے جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے اور وہ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فِيْمَا طَعِمُوْٓا ''جو وہ کھا چکے''یعنی شراب اور جوئے کے حرام ہونے سے پہلے جو وہ کھاتے پیتے تھے۔﴿2﴾اِذَا مَا اتَّقَوْا ''جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے''جب وہ حرام سے بچے۔﴿3﴾اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے اور وہ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں''یعنی اس شرط کے ساتھ وہ گناہوں کو چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ پر ایسا پختہ اور صحیح ایمان رکھیں جس کی وجہ سے اعمال صالح کا صدور ممکن ہوتا ہے پھر اس پر ہمیشہ قائم رہیں۔ایمان اس وقت تک کافی نہیں جب تک اس پر مستقل مزاجی سے ہمیشہ قائم نہ رہیں۔ایمان پر دوام اور نیک اعمال پر موت آئے مومن سے یہی مطلوب ہے۔

سوال4:اس آیت میں تقویٰ کی تین بار تکرار کی گئی ہے۔حکمت واضح کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ پہلے مقام پر ایمان، عمل صالح اور تقویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعمال کی اصل قدر و قیمت انسان کے اندر کے شعور کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہاں تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کرنا اس کی تصدیق کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔﴿2﴾ دوسرے مقام پر تقویٰ اور ایمان کا ذکر کیا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اندر کے شعور کی وجہ سے انسان اللہ کے ساتھ ہر وقت جڑا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تصدیق اندر کے چھپے ہوئے شعور کا ترجمان ہوتے ہیں۔ یہاں تقویٰ سے مراد تصدیق پر ثبات ہے اور احکامات کو تبدیل کرنے کو چھوڑ دینا ہے۔﴿3﴾ تیسرے مقام پر تقویٰ اور احسان کا ذکر کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعمال میں حسن اور اندر کے شعور کے درمیان ایک رابطہ ہوتا ہے۔ اعمال کی ظاہری صورت پر اس کے اجر کا دارومدار نہیں اس کی نیت پر ہے اور نیت کا تعلق باطنی شعور سے ہے، اسی شعور کا نام تقویٰ ہے۔ یہاں پر تقویٰ سے مراد احسان اور نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ (جامع البیان: 39/7) حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ پر ہی سارے اعمال کا دارومدار ہے۔ تقویٰ سے ہی نیت درست ہوتی ہے۔ تقویٰ سے ہی ثابت قدمی آتی ہے۔ تقویٰ سے ہی اللہ کی قربت ملتی ہے۔ تقویٰ سے ہی اعمال میں حسن پیدا ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔

سوال 5: ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ''پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور وہ ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اس سے بچتے رہیں۔﴿2﴾ ایمان اور تقویٰ پر ثابت قدم رہے۔

سوال 6: ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ''پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہی رہے اور انہوں نے نیکیاں کیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور یہ خوف انہیں احسان کے درجے تک لے گیا اور یہ احسان وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض نہیں کیا۔

سوال 7: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نوافل کے ذریعے قرب چاہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ان اعمال کو وہ پسند کرتا ہے۔ (جامع البیان: 39/7)

رکوع نمبر 3

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (94)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ تمہیں شکار میں سے کسی چیز سے ضرور آزمائے گا کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے اس تک پہنچتے ہوں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے؟ پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی تو اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے دردناک عذاب ہے۔(94)

سوال 1: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ تمہیں شکار میں سے کسی چیز سے ضرور آزمائے گا'' کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے اس تک پہنچتے ہوں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔(جامع البیان:42/7) ایمان والوں کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کا امتحان لے۔ ﴿2﴾ لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ ''اللہ تعالیٰ تمہیں شکار میں سے کسی چیز سے ضرور آزمائے گا'' اللہ تعالیٰ تمہارا شکار کے ذریعے امتحان لے گا جو بڑا امتحان نہیں ہے۔ ﴿3﴾ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ ''کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے اس تک پہنچتے ہوں گے'' یعنی شکار تمہارے ہاتھ اور نیزوں کے اختیار میں ہے۔ مجاہد نے کہا: ہاتھ کے اختیار میں چھوٹا شکار ہے اور نیزے کے اختیار میں بڑا شکار۔(جامع البیان:42/7) اگر اختیار نہ ہوتا تو آزمائش نہ ہوتی۔ ﴿4﴾ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ ''تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے'' یعنی اس طرح جان لے جو سب پر ظاہر بھی ہو جائے اور جس پر ثواب یا عذاب بھی ہو۔ ﴿5﴾ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ''کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے'' اللہ تعالیٰ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کون ہے جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے رک جاتا ہے اور کون ہے جو شکار سامنے آنے پر شکار کر لیتا ہے۔

سوال 2: مسلمانوں کو شکار کے ذریعے کیسے آزمائش میں ڈالا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوگا یعنی سہولت سے مارا جا سکتا ہے۔ آزمائش تو وہیں ہوتی ہے جہاں انسان اپنے پاؤں پر کھڑا نہ رہ سکے۔ ﴿2﴾ شکار اہل عرب کی تفریح اور معاش کا سامان تھا اس لئے ان کی آزمائش شکار سے کی گئی ہے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے سال نبی ﷺ کے ہمراہ چلے تو آپ ﷺ کے صحابہ نے (جلدی سے) احرام باندھ لیا اور میں نے (اس وقت تک) احرام نہیں باندھا تھا پھر ہمیں خبر دی گئی کہ (مقام) غیقہ میں دشمن ہے جو کہ لڑنا چاہتا ہے۔ نبی ﷺ چلے اور میں (ابو قتادہ) بھی آپ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ تھا، پھر میرے ساتھیوں نے ایک گورخر (جنگلی گدھا) دیکھا تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے (میں سمجھ گیا کہ کسی شکار کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں) پھر میں نے بھی نظر اٹھائی تو گورخر کو دیکھ لیا، میں نے گھوڑا اس کے پیچھے دوڑا دیا، اسے تیر مار کر گرا دیا پھر میں نے ان لوگوں سے مدد چاہی تو انھوں نے میری مدد کرنے سے انکار دیا (بالآخر میں نے ہی اس کو ذبح کیا) پھر ہم سب نے اس کا گوشت کھایا اس کے بعد میں اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا کر نبی ﷺ کو ڈھونڈنے لگا۔ ہمیں یہ خوف ہو گیا تھا کہ ہم نبی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ﷺ سے چھوٹ جائیں گے پھر (راستہ میں) بنی غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو کہاں چھوڑا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو تَعھُنا می چشمہ پر چھوڑا تھا اور آپ ﷺ کا ارادہ تھا کہ مقام سقیا میں قیلولہ کریں (یہ پوچھ کر میں چل دیا) اور رسول اللہ ﷺ سے جاملا، جب میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! صحابہ نے مجھے بھیجا ہے، انھوں نے آپ ﷺ پر سلام اور اللہ کی رحمت عرض کی ہے اور انھیں یہ خوف ہے کہ دشمن انھیں آپ سے جدا کردے گا پس آپ ان کا انتظار کیجیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (ایسا ہی) کیا پھر میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! ہم نے ایک گورخر کو شکار کیا ہے اور ہمارے پاس اس کا کچھ بچا ہوا گوشت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا: کھاؤ۔ حالانکہ وہ سب احرام میں تھے۔ (صحیح بخاری ابواب العمرہ)

سوال3: لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ''تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کون غائبانہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون پوشیدہ اور ظاہر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے رب العزت کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ (الملک:12) ﴿1﴾ یہ مسلمانوں کے ضمیر کے اندر رکھے گئے اصولوں کی پرکھ ہے، یہ ایک مضبوط بنیاد ہے جس پر اسلام کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا لیکن جب وہ ایمان لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا یقین اس کے اندر موجود ہوتا ہے۔ اسی یقین کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ انسان کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، وہ دیکھتا ہے، وہ باخبر ہے اور وہ ہر چیز پر نگران ہے یہ یقین اس کے اندر بڑی تبدیلی پیدا کردیتا ہے۔

﴿2﴾ مومن کے اندر اللہ تعالیٰ کے غائبانہ یقین کی حقیقت جتنی گہری جم جاتی ہے وہ اتنا ہی بلند ہوجاتا ہے اس طرح اس کی فطری قوتیں آزاد ہوجاتی ہیں۔ ﴿3﴾ ایک انسان اگر ہر چیز کو اپنے حواس سے سمجھنا چاہتا ہے تو اس کی سمجھ کا دائرہ سکڑ جاتا ہے وہ اپنے آپ کو حیوانی سطح پر لے آتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان دل کا یقین حاصل کریں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے لیکن وہ علم پر نہیں پکڑتا اس کی پکڑ اور گرفت ان باتوں پر ہوتی ہے جو واقع ہوجائیں۔ اس لیے ایسے شکار سے مسلمانوں کو آزمایا گیا جو ان کے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتے ہوئے شکار سے رک جائیں۔

سوال4: فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ''پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے'' وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَمَنِ اعْتَدٰى ''پھر جس نے زیادتی کی'' جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز کرے اور اسے اپنے لیے حلال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر لے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرادیا۔﴿2﴾ بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد کہ دلائل سے حق اور باطل کو واضح کر دیا ہے۔﴿3﴾ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کے لیے انتہائی دردناک عذاب ہے۔جس کا وصف اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیان نہیں کرسکتا، کیونکہ حد سے تجاوز کرنے والے اس شخص کے لئے کوئی عذر نہیں۔اعتبار اس شخص کا ہے جو لوگوں کی عدم موجودگی میں غائبانہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، رہا لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے خوف کا اظہار کرنا تو یہ کبھی کبھی لوگوں کے خوف کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔تب اس پر کوئی ثواب نہیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شکار سے روکا ہے اور کامیابی کے لئے سارے مواقع دیے ہیں اب کوئی سزا کا راستہ اختیار کرے تو اس کا انجام دردناک سزا کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر:2/16)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (95)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم حالت احرام میں ہو تو شکار کو نہ مار ڈالو اور تم میں سے جو بھی جان بوجھ کر اسے مار ڈالے تو اس کا بدلہ اس کی مانند جانور ہے جو اس نے مارا ہے، اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے، یہ کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے یا کفارے میں مسکینوں کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے ہیں تاکہ وہ اپنے کام کا مزہ چکھے جو کچھ گزر چکا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا اور جس نے دوبارہ یہی کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑے انتقام والا ہے۔(95)

سوال1: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار کو نہ مار ڈالو' جب تم حالت احرام میں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی جب حج یا عمرے کے لیے احرام باندھ لو تو شکار نہ کرو۔﴿2﴾ اس حکم میں شکار سے پہلے کے امور بھی شامل ہیں مثلاً شکار کی نشاندہی کرنا اور شکار میں تعاون کرنا۔﴿3﴾ اس حکم میں شکار کھانا بھی شامل ہے یعنی احرام کی حالت میں محرم شکار نہیں کھا سکتا۔﴿4﴾ شکار پر پابندی عام حالت میں نہیں ہے۔﴿5﴾ شکار کی پابندی عظیم عبادت کی تعظیم کے لیے ہے۔

سوال2: اگر غلطی سے کسی محرم کے ہاتھوں کوئی شکار ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب:﴿1﴾ غلطی سے شکار کرنے والا گناہ گار نہیں ہے۔﴿2﴾ غلطی سے شکار کرنے والے پر کفارہ نہیں ہے۔

سوال3: اگر کوئی عملاً یعنی جان بوجھ کر شکار کرے تو کیا حکم ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اس پر جانور ذبح کرنا فرض ہے اور یہ شکار کی قیمت کے اعتبار سے ہوگا۔﴿2﴾اگر منصف فیصلہ کر دیں گے تو اس جانور کو چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کعبہ تک پہنچے اور وہاں کے مساکین کو کھلایا جائے۔

سوال4:وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ''اور تم میں سے جو بھی جان بوجھ کر اسے مار ڈالے تو اس کا بدلہ اس کی مانند جانور ہے جو اس نے مارا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا جو جان بوجھ کر حالت احرام میں شکار کر لے تو اس پر بدلہ ہے۔﴿2﴾فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ '' تو اس کا بدلہ اس کی مانند جانور ہے جو اس نے مارا ہے''یعنی اس پر مارے ہوئے مویشی کے مطابق بدلہ ہے۔شکار کے بارے میں یہ دیکھ کر کہ کس جانور سے مشابہت رکھتا ہے اونٹ سے،گائے سے،بکری سے،اسی کے مطابق مویشی صدقہ کیا جائے گا۔صحابہ اکرام نے کبوتر کے شکار پر بکری،شتر مرغ کے شکار پر اونٹنی اور نیل گائے پر گائے ذبح کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

سوال5:يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ''اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے کہ کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے کفارے میں مسکینوں کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے ہیں تا کہ وہ اپنے کام کا مزہ چکھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ '' اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے'' وہ لوگ فیصلہ کریں گے جو عادل ہوں اور جانوروں کی مشابہت کی بھی سمجھ رکھتے ہوں۔﴿2﴾هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ '' کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے'' شکار کے بدلے کا جانور کعبے تک پہنچایا جائے گا اور اسے حرم میں ذبح کیا جائے گا۔﴿3﴾اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ '' یا کفارے میں مسکینوں کا کھانا ہے'' مویشیوں میں سے جو بھی مشابہت رکھنے والا جانور ہوگا اس کے مطابق مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔کوئی جانور نہ ملنے کی صورت میں دو منصف مساکین کے کھانے کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔یہ کھانا شکار کی قیمت کے برابر ہونا چاہیے۔علماء کہتے ہیں کہ جزایوں پوری ہوگی کہ اس مشابہت رکھنے والے جانور کی قیمت کے برابر غلہ خریدا جائے گا اور ہر مسکین کو گیہوں یا کسی دوسری جنس میں سے ایک مد یا نصف صاع دیا جائے گا روایت میں ہے جب محرم نے ہرن کو مار ڈالا تو اس پر ایک بکری ہے جو مکے میں ذبح کی جائے گی۔اگر نہ پائے تو چھ مسکین کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تین روزے ہیں۔اگر کسی نے اونٹ کو قتل کیا تو اس کے ذمہ ایک گائے ہے اگر نہ پائے تو بیس مسکینوں کا کھانا دینا اگر یہ بھی نہ پائے تو بیس روزے۔اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ مارا ہے تو اس پر ایک اونٹنی ہے اگر نہ ملے تو تیس مسکینوں کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تیس دن کے روزے۔(تفسیر ابن کثیر:19/2)﴿4﴾اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا '' یا اس کے برابر روزے ہیں'' یا ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے بدلے میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک روزہ رکھے۔﴿5﴾لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ''تاکہ وہ اپنے کام کا مزہ چکھے'' تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی پر جزا کے وجوب کے ذریعے اپنے کام کی سزا کو بھگتے۔لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔حرمت کی توہین کے بارے میں اسلام کا رویہ سخت ہے۔کفارے سے ہی معافی کی صورت نکل سکتی ہے۔کفارے کے وجوب کا حکم اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی سزا ہے۔(مختصر ابن کثیر:47/1)

سوال6:عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ''جو کچھ گزر چکا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا اور جس نے دوبارہ یہی کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ''جو کچھ گزر چکا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے گناہ جو گزر چکے انہیں معاف فرما دیا۔لیکن انہیں معاف ہیں جو اسلام میں خلوص سے عمل کرتے ہیں،شریعت کے پابند ہیں اور گناہ نہیں کرتے۔(مختصر ابن کثیر:471/1)﴿2﴾وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ''اور جس نے دوبارہ یہی کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا'' جو اسلام لانے کے بعد جاہلیت جیسا کام کرے گا یعنی دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔

سوال7:شکار کا اعادہ کرنے والے کے بارے میں رب العزت نے کیا فرمایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اعادہ کرنے والے سے بدلہ لے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔﴿3﴾اعادہ کے بارے میں واضح کر دیا کہ پھر اللہ تعالیٰ سے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

سوال8:وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب بڑے انتقام والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ عزیز ہے یعنی اپنے کام پر پوری طرح غالب ہے اس پر نافرمان غالب نہیں آ سکتا۔ذُو انْتِقَامٍ ہے وہ اپنے روکنے کے بعد گناہ کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔(تفسیر منیر:58/4)﴿2﴾محمد بن اسحاق نے کہا:کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لینے والا ہے جو کفر کرے علم اور اس میں معرفت کے بعد جو کچھ اس کے پاس آیا ہے۔(ابن ابی حاتم:1210/4)

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ(96)

تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے،جو تمہارے لیے اور قافلوں کے لیے سامان زندگی ہے اور جب تک تم حالتِ احرام میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کیا جائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا۔(96)

سوال1:اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ ''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾صَيْدُ الْبَحْرِ:سمندر کے شکار سے مراد اس کے زندہ جانور ہیں۔﴿2﴾وَطَعَامُهٗ اور اس کے کھانے سے مراد سمندر میں مرنے والے سمندری جانور ہیں۔﴿3﴾یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مرے ہوئے بحری جانور بھی حلال ہیں۔ (تفسیر سعدی:730/1)

سوال2:سمندر کا شکار اور اس کا کھانا کیوں حلال کیا گیا؟

جواب:﴿1﴾سمندر میں بعض اوقات زادراہ ختم ہو جاتا ہے۔﴿2﴾سمندر میں غذا کی فراہمی کے لئے پانی کے جانوروں کے شکار کے علاوہ کوئی تدبیر ممکن نہیں ہوتی۔

سوال3:اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ ''تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا ہے''سمندری شکار کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:﴿1﴾حالت احرام اور حالت غیر احرام دونوں میں جائز ہے،شکار بھی کیا جا سکتا ہے اور سٹاک بھی کیا جا سکتا ہے۔ ﴿2﴾ایک شخص نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم سمندر کے سفر کو جاتے ہیں اور ہمارے ساتھ پانی بہت کم ہوتا ہے اگر اسی سے وضو کرتے ہیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہمیں سمندر کے پانی سے وضو کر لینے کی اجازت ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا:سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔ابوداؤد میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حج یا عمرے میں تھے اتفاق سے ٹڈیوں کا دل آ پہنچا ہم نے انہیں مارنا اور پکڑنا شروع کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہیں انہیں کیا کریں گے؟ چنانچہ ہم نے جا کر نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دریائی جانوروں کے شکار میں کوئی حرج نہیں۔(تفسیر ابن کثیر:21.22/2)

سوال4:مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ''تمہارے لیے اور قافلوں کے لیے سامان زندگی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مَتَاعًا لَّكُمْ تمہارے لیے یعنی بستی والوں کے لیے،اس سے مراد مقیم لوگ ہیں۔وَلِلسَّيَّارَةِ اور قافلوں کے لیے یعنی مختلف شہروں اور جنسوں کے لوگوں کے لیے جو مسافر ہوں۔(جامع البیان:75/7)﴿2﴾مَتَاعًا سامان زندگی یعنی فائدہ ہے،اللہ تعالیٰ نے سمندری جانوروں کے مردار کو حلال کر کے اسے متاع قرار دیا ہے۔

سوال5:وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ ''اور جب تک تم حالت احرام میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾شکار سے یہ مسئلہ اخذ کیا جاتا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ شکار کیا ہوا جانور جنگلی ہو کیونکہ پالتو اور گھریلو جانور پر شکار کا اطلاق نہیں ہوتا۔نیز یہ ایسا جانور ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہو کیونکہ جس جانور کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اس کا شکار نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا جاتا نہ اس پر شکار کا اطلاق کیا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:730/1)

سوال6: حالت احرام میں بری شکار کے بارے میں دوبارہ حرام ہونے کی تاکید کرنے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: سمندری حیوانات کے شکار اور ان کے استعمال کی اجازت دی گئی تو دوبارہ تاکید کی گئی تاکہ ذہنوں سے بات محو نہ ہو۔

سوال7: حرم کے اندر اور حالت احرام میں پابندیاں کیوں لگائی گئی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا انسانوں کی لئے کشمکش کا میدان ہے۔انسان ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے کوششیں کرتے ہیں، ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔تمام زندہ مخلوق میں یہ جنگ جاری رہتی ہے اسلام انسانوں کو امن کے دن، امن کا خطہ اور امن کی حالت فراہم کرتا ہے۔امن کے دن حرام مہینے میں امن کا خطہ ''حرم'' ہے اور امن کی حالت، حالت احرام ہے۔﴿2﴾ اس کی وجہ سے انسانوں کو خوف کی بجائے اطمینان ملتا ہے۔تمام لوگ امن، اطمینان اور سلامتی کے ساتھ رہیں۔﴿3﴾ انسان کو محض امن کا ذہنی تصور نہیں دیا عملی طور پر اس کا نمونہ دکھا کر یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی دنیا کو امن دے سکتا ہے۔اسلام کے سائے تلے ہی انسان اطمینان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

سوال8: حالت احرام کی پابندیوں سے کیا سکھانا مطلوب ہے؟

جواب: جو حکم احرام کی حالت میں جانوروں کے بارے میں دیا گیا ہے۔وہی روزمرہ کی زندگی میں عام انسانوں سے مطلوب ہے۔

سوال9: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

﴿1﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ یعنی جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر کہ اور جس چیز سے اس نے روکا ہے اس سے رک کر ڈرجاؤ یعنی تقویٰ اختیار کرو۔﴿2﴾ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ''جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سب انسانوں کے اکٹھے ہونے کا علم دیا ہے اور اس علم کی مدد سے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔تاکہ مومن تقوی اختیار کرنے کی جزا کو ذہن میں حاضر رکھے اور دنیا میں صحیح روش اختیار کرے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی تمام نیک کاموں کی بنیاد بنتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خدا خوفی کے جذبات کو ابھارا ہے۔﴿3﴾ انسانی زندگی میں تبدیلی لانے والی دوسری بڑی چیز انجام سے لوٹ جانے کا احساس۔اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے احکامات کی پابندی کے لئے لوٹ جانے کو اور حساب کتاب کو یاد کروا کر توجہ اس جانب دلائی ہے کہ اس معاملے کو ہلکا نہ سمجھو۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (97)

اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینوں کو بھی اور قربانی کے جانوروں کو بھی اور پٹے ڈالے گئے جانوروں کو بھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔(97)

سوال 1: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ '' اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو کیا خاص مقام دیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کعبہ (جس کے حروف اصلی ک، ع، ب ہیں) عربی زبان میں اوپر کو اٹھے ہوئے چوکور گھر کو کہتے ہیں۔ کعبہ کی جگہ نشیب میں ہے اور کعبہ دور سے اٹھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جب کعبہ بنایا گیا تھا اس وقت اس کے چاروں طرف مسجد حرام بنی ہوئی نہیں تھی اس لیے دور سے اٹھا ہوا اور زمین سے ابھرا ہوا نظر آتا تھا اس ارتفاع کی وجہ سے اس کا نام '' کعبہ'' رکھا گیا۔ (تفسیر انوار البیان: 186/2) ﴿2﴾ '' اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے'' یعنی اس کی تعظیم کے قیام کے ساتھ ان کا دین اور دنیا قائم ہیں۔ کعبہ کے ساتھ ان کے اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ ان کے بوجھ ہلکے ہوتے ہیں۔ اس گھر کا قصد کرنے سے زیادہ نوازشیں اور احسانات حاصل ہوتے ہیں۔ اسی کعبہ کے سبب سے اموال خرچ کیے جاتے ہیں اور اس کی خاطر بڑے بڑے اہوال میں گھسا جاتا ہے۔ اسی محترم گھر میں دور دور سے مختلف رنگ و نسل کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے مدد لیتے ہیں۔ مصالح عام میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں۔ ان کے درمیان ان کے دینی اور دنیاوی مفادات کے ضمن میں روابط استوار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ تاکہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں چوپائے مویشیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اس نے انہیں عطا فرمائے سو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ۔ (الحج: 28) اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس محترم گھر کو لوگوں کے لیے اجتماعی زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا، بعض علماء کہتے ہیں کہ ہر سال بیت اللہ کا حج کرنا فرض کنایہ ہے۔ اگر تمام لوگ حج چھوڑ دیں تو تمام وہ لوگ گناہ گار ٹھہریں گے جو حج کرنے کی قدرت رکھتے ہیں بلکہ اگر تمام لوگ حج چھوڑ دیں تو ان کی اجتماعی زندگی کا سہارا ختم ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ (تفسیر سعدی: 731/1)

سوال 2: امن و سلامتی کے اور کیا اقدامات کیے گئے؟

جواب: ﴿1﴾ کعبہ کو '' مقام امن'' قرار دیا گیا۔ ﴿2﴾ حرام مہینوں کو '' زمانہ امن'' قرار دیا گیا۔ ﴿3﴾ ہدی کے جانوروں کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مامون اور محفوظ قرار دیا گیا۔﴿4﴾ حرم کی طرف رخ کرنے والوں کو مامون قرار دیا گیا۔﴿5﴾ امن وامان کے دائرے کو انسانی ضمیر تک وسعت دی گئی۔

سوال3: امن وسلامتی کے اقدامات سے کیا مطلوب ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان کی تربیت کہ انسان بلند ہوکر ملاء اعلیٰ سے معاملہ کرنے کے لیے تیار ہوجائے۔﴿2﴾ پسی ہوئی، خوف زدہ اور مصیبت زدہ انسانیت جان لے کہ امن کے لیے ایمان لانا ضروری ہے۔

سوال4: وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ ''اور حرمت والے مہینوں کو بھی'' حرام مہینے کون سے ہیں؟

جواب: ذولقعدہ، ذولحجہ، محرم اور رجب۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے حرام مہینوں کی حرمت دلوں میں بٹھائی تھی، اس کے ان پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عربوں کے دلوں میں چار مہینوں کا حترام بٹھایا تھا۔ اس کے ان پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

﴿1﴾ وہ جاہلی دور میں بھی ان کا احترام کرتے تھے۔﴿2﴾ ان مہینوں میں وہ کسی کو ڈراتے نہیں تھے۔﴿3﴾ ان مہینوں میں وہ خون کا بدلہ بھی نہیں لیتے تھے۔﴿4﴾ ان مہینوں میں اپنے باپ، بھائی اور بیٹے کے قاتل کو بھی پاتے تو اذیت نہ دیتے۔ ﴿5﴾ ان مہینوں میں لوگ تجارتی سفر کرتے اور رزق حلال تلاش کرتے۔﴿5﴾ ان مہینوں میں لوگ آزادی سے کھلے پھرتے تھے۔

سوال6: وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ''اور قربانی کے جانوروں کو بھی اور پٹے ڈالے گئے جانوروں کو بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قربانی کے جانور اور پٹہ ڈالے گئے جانوروں کو لوگوں کی گزراوقات کا ذریعہ بنایا۔ لوگ ان جانوروں سے فائدے بھی اٹھاتے ہیں اور ثواب بھی حاصل کرتے ہیں۔

سوال7: ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کعبہ کے حرم اور زندگی کے قیام کا ذریعہ بنانے سے، ماہ حرام، قربانی کے جانور اور قلادوں کی معاونت سے اللہ تعالیٰ دراصل یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس نے تمہاری دینی اور دنیاوی مصلحتوں کا لحاظ رکھا اور یہ گھر بنایا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ ''جائے امن'' قرار دینے والا انسانوں کے حالات سے بھی باخبر ہے اور اسے آسمانوں اور زمین کے اندر کی ہر چیز کا علم ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے مزاج سے اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نفسیات سے آگاہ ہے۔وہ ان کی زندگیوں کو جانتا ہے انہیں ایسا قانون دیتا ہے جو ان کے نفسیاتی اور مزاجی تقاضوں، ان کی ضروریات اور ان کے میلانات کے مطابق کہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ وہ انسانوں کی تمام ضروریات کا لحاظ رکھتا ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ اس نے شریعت کو انسانی فطرت کے عین مطابق رکھا ہے تاکہ شریعت اور فطرت میں مکمل ہم آہنگی ہو جائے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسانوں کو شریعت کے بارے میں شرح صدر حاصل ہو جائے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کا کمال اور جمال محسوس ہوتا کہ وہ سکون میں آجائیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (98)

جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(98)

سوال1: اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ''جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِعْلَمُوْٓا جان لو۔یعنی اس علم کو ہمیشہ اپنے دلوں میں بٹھائے رکھو اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ''اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں یقیناً سخت سزا دینے والا ہے۔﴿1﴾ ہر انسان اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔﴿2﴾ دنیا میں بظاہر آزاد ہونے سے اپنے آپ کو آزاد نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ کی پکڑ سخت ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کر دیں۔

سوال2: وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تمہارے دلوں میں یہ حقیقت ہمیشہ بیٹھی رہے، تمہیں ہمیشہ یہ معلوم رہے، کبھی یہ علم معدوم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بخش دینے والا ہے، ان پر رحم فرمانے والا ہے جو گناہوں کی بخشش کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف اور اس سے بخشش اور ثواب کی امید اس علم کے ثمرات ہیں اور تم خوف اور امید کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے رہو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے سزا کے ڈراوے کے ساتھ اپنی مغفرت اور رحمت کا شعور دلایا ہے۔حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جو مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرتے ہیں وہ مطمئن ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ بہترین جزا دینے والا منصف ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ مومن یہ جان لیں کہ اپنے اعمال ہی کام آنے والے ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ مومن کے ذہن میں اس حقیقت کو تازہ کرتے ہیں کہ اگرچہ وہ بظاہر دکھائی نہیں دیتا مگر وہ زندہ ہے، موجود ہے، حکم دیتا ہے، مومنوں کی نگرانی کرتا ہے، ان کے اعمال کا حساب رکھتا ہے ان کو جزا دیتا ہے اور ان کو سزا دیتا ہے۔یہ شعور انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ بن کر رہ سکے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَاعَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَمَاتَكْتُمُوْنَ(99)

رسول پر پہنچادینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم ظاہر کرتے ہو اور جو بھی تم چھپاتے ہو۔(99)

سوال1: مَاعَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ’’رسول پر پہنچادینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں‘‘ رسول کی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: رسول کا کام اللہ تعالیٰ کے پیغام کو آگے پہنچانا ہے۔ نبی ﷺ نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔ اس کے سوا دیگر معاملات میں آپ ﷺ کو کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی:712/1)

سوال2: پیغام پہنچ جانے کے بعد اگلا معاملہ کس کا ہے؟

جواب: پیغام پہنچ جانے کے بعد اگلا معاملہ اللہ تعالیٰ اور بندے کا ہے۔

سوال3: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَمَاتَكْتُمُوْنَ ’’اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم ظاہر کرتے ہو اور جو بھی تم چھپاتے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے علم کا شعور دلایا ہے کہ تم انسانوں سے چھپا سکتے ہو مجھ سے نہیں چھپا سکتے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے علم کے مطابق تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(100)

آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں اور اگرچہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اے عقل والو! تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔(100)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے شراب کی حرمت کا ذکر کیا تو ایک بدو کھڑا ہوا اس نے کہا میں تو اس کی تجارت کرتا ہوں میں نے اس پر سے مال حاصل کیا ہے۔ اگر میں وہ مال اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لگاؤں تو کیا مجھے وہ نفع دے گا؟ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پاک کے سوا قبول نہیں کرتا۔ اپنے رسول کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ۔۔۔(تفسیر منیر:76/4)

سوال2: قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ ’’آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ہر چیز میں اچھے اور برے برابر نہیں ہوسکتے، اعمال اور اموال میں ردی اور عمدہ برابر نہیں ہوسکتے۔ نفع اور نقصان، بناؤ اور بگاڑ ایک جیسے نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح حرام وحلال اور ظالم وعادل برابر نہیں ہوسکتے۔ (تفسیر مراغی:32/3) ﴿2﴾ رب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

العزت نے فرمایا: اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنادیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کررہے ہیں۔(الجاثیہ:21)﴿3﴾ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی بندہ حرام مال کمائے گا پھر اس میں سے صدقہ کرے گا تو قبول نہ کیا جائے گا اور اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی اور اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا تو یہ اس کے لیے دوزخ میں جانے کا توشہ ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا (یعنی مال خبیث کما کر اس میں سے صدقہ کردے تو اس صدقہ سے حرام مال پاک نہ ہو جائے گا اور حرام کمانے کا گناہ معاف نہ ہوگا)(مشکوۃ المصابیح:242)

سوال3: اس مقام پر پاک اور ناپاک کے ذکر کی کیا مناسبت ہے؟

جواب: اس سے پہلے حلال وحرام اور جائز ناجائز کی بات چل رہی تھی۔ حلال طیب ہوتا ہے اور حرام ناپاک خبیث ہوتا ہے اس لحاظ سے موضوع ایک ہی ہے۔

سوال4: پاک اور ناپاک برابر نہیں ہوسکتے۔ واضح کریں؟

جواب:

طیب (پاک)	خبیث (ناپاک)
1۔ پاک حلال ہوتا ہے	1۔ ناپاک حرام ہوتا ہے
2۔ نہایت خوشگوار ہوتا ہے	2۔ ناخوشگوار ہوتا ہے
3۔ دنیا اور آخرت میں نتائج اچھے نکلتے ہیں۔	3۔ دنیا اور آخرت میں نتائج اچھے نہیں نکلتے ہیں۔
4۔ بیماریوں اور دکھوں سے نجات ملتی ہے۔	4۔ بیماریوں اور دکھوں میں مبتلا کرتا ہے۔
5۔ طیب کا استعمال اعتدال سے کیا جائے تو اس میں زیادہ لذت ہوتی ہے۔	5۔ لذت ہوتی ہے۔
6۔ انجام دنیا اور آخرت میں اچھا ہوتا ہے۔	6۔ انجام بربادی اور ہلاکت ہے۔

سوال5: انسان کب ناپاک کے مقابلے میں پاک کو اختیار کرتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جب انسان کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف اور نگرانی قائم ہو جاتی ہے تو وہ ناپاک کے مقابلے میں پاک کو اختیار کرتا ہے۔

سوال6: وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ " گرچہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ناپاک چیز کی کثرت اپنے مالک کو کوئی فائدہ نہیں دیتی بلکہ دین و دنیا میں اسے نقصان دیتی ہے۔

سوال7: انسان ہمیشہ کثرت کی طرف کیوں لپکتا ہے؟

جواب: انسان ظاہری ساز و سامان کی کثرت کو اہمیت کا حامل سمجھتا ہے۔

سوال8: فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ " چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اے عقل والو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ" کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پوری عقل اور کامل رائے کے حامل لوگوں کو حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کے خطاب کا رخ ان لوگوں کی طرف ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی پرواہ کی جاتی ہے۔ اور ان ہی میں خیر کی امید ہوتی ہے۔ اور ان کو آگاہ فرمایا کہ فلاح تقویٰ پر موقوف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اس کی موافقت کا نام ہے جس نے تقوی اختیار کیا۔ اس نے پوری فلاح پالی۔ جس نے تقوی کو ترک کر دیا اس کے نصیب میں ذرہ آیا وہ محروم رہا۔ (تفسیر سعدی:734/1)

سوال9: کامیاب کون ہے؟

جواب: جو اللہ کے خوف کے تحت زندگی کا رویہ متعین کرے نہ کہ مادی مصلحتوں اور دنیاوی اندیشوں کے تحت۔

سوال10: اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ تقویٰ ہی امت کے لئے کامیابی کی کلید ہے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو خیر امت قرار دیا تا کہ وہ اسلامی نظام کی امانت کو انسانوں کی زندگیوں میں قائم کرے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جاہلیت کے اثرات سے پاک کر کے اسلام کی سربلندی تک پہنچانے کے لئے عقائد اور تصورات درست کرنا چاہے، عادات درست کرنی چاہیں، سچائی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہی تا کہ پوری زندگی کو اسلامی اقتدار کے مطابق درست کریں۔ ﴿3﴾ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا غائبانہ شعور دیا ہے۔ یہ یقین کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے، موجود ہے، وہ بندوں کی نگرانی کرتا ہے، ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے۔ یہ احساسات انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتے ہیں اور یہ احساسات انسان کو سیدھے راستے پر گامزن کرتے ہیں امت نے جو کردار ادا کرنا ہے، ساری انسانیت کی جو اصلاح کرنی ہے اور اصلاح کا جو سسٹم رائج کرنا ہے اس کے لئے یہ زندہ یقین ضروری ہے اسی سے کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

رکوع نمبر4:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (101)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہارے لیے ناگوار گزریں اور اگر تم ان کے بارے میں سوال کرو جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔ (101)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: بعض روایات میں ہے کہ جب آیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:97) نازل ہوئی تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ اس نے یہ سوال دو تین مرتبہ کیا لیکن نبی ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا پھر جواب دیا کہ اگر میں نعم (ہاں) کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم بجا نہ لاتے تو کافر ہو جاتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا (ابن کثیر) (اشرف الحواشی:150/1)

سوال 2: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہارے لیے ناگوار گزریں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھایا ہے کہ بے فائدہ سوالات نہ کرو، اس لیے انہیں ایمانی معاہدہ یاد دلایا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔ (تفسیر مراغی:34/3) ﴿2﴾ لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ”ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہارے لیے ناگوار گزریں“ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ایسے سوالات کرنے سے روکا ہے جن کو اگر بیان کر دیا جائے تو وہ ان کو برے لگیں مثلاً رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے اپنے آباء کے جنت یا جہنم میں ہونے کے بارے میں سوال کیے اگر آپ ﷺ جواب دیتے تو انہیں تکلیف ہوتی اور ایسے امور کے بارے میں سوال کیے جن سے کوئی شریعی شدت ظاہر ہوتی اور امت حرج میں مبتلا ہو جاتی۔ اس لیے لا یعنی سوالات کرنے سے منع کیا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے سوالات کرنے سے اس لیے روکا ہے کہ ہو سکتا ہے کوئی حرج واقع ہو، جواب کے ذریعے ایسے فرائض عائد ہو جائیں جن پر عمل کرنا ممکن نہ ہو، ایسا جواب آ جائے جو آپ کو پسند نہ ہو یا کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو اور سوال کی وجہ سے تنگی ہو جائے۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ نے کثرت سوال سے منع فرمایا ہے ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جس کے سوال کے سبب کوئی ایسی چیز حرام ہوگئی ہو جو حرام نہ تھی۔سورۂ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے۔اَمۡ تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَکُمۡ کَمَا سُئِلَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَ مَنۡ یَّتَبَدَّلِ الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ کیا تم چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوالات کرو جس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے؟اور جو کوئی کفر کو ایمان کے بدلے میں لے لے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔(البقرہ:108)(ابن کثیر)﴿5﴾ نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض تم پر عائد کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو(ٹھیک طرح سے بجالاؤ)اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کے پاس نہ پھٹکو،کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے بغیر اس کے کہ اس کو لاحق ہو لہٰذا ان کی کرید نہ کرو۔(بیہقی بحوالہ الموافقات للشاطبی)﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جب تک میں تم سے یکسور ہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو(اور سوالات وغیرہ نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء علیہم السلام کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہوگئیں۔پس جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو۔''(صحیح بخاری:7288)

سوال3:وَ اِنۡ تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡہَا حِیۡنَ یُنَزَّلُ الۡقُرۡاٰنُ تُبۡدَ لَکُمۡ ''اور اگر تم ان کے بارے میں سوال کرو جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی ایسے وقت پر سوال کرنا جب وحی کے نزول کا امکان ہو،کسی ایسی چیز کو ظاہر کرنے کا سبب بن سکتا ہے جس کے بارے میں وحی خاموش ہو تو جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ خاموش ہے آپ بھی خاموش رہو۔اگر سوال کے ساتھ ان چیزوں کا تعلق نہ ہو تو سوال پسندیدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ سو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔(النحل:43)

سوال4:قرآن حکیم نے سوال کرنے کے کیا آداب بتائے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ شریعت کی تفصیلات نہ پوچھی جائیں۔﴿2﴾ غیبی امور کو غیب ہی رہنے دیا جائے جس قدر علیم وخبیر رب خبر دے دے وہیں تک بات رہنے دی جائے۔﴿3﴾ فرضی مسائل نہ پوچھے جائیں۔غیر ضروری سوالات سے حدود وقیود کو نہ بڑھایا جائے۔جب کوئی مسئلہ درپیش ہو اس وقت سوال کیا جائے۔﴿4﴾ نئی نئی باتیں دریافت کر کے اپنے اوپر مزید مشکلات نہ ڈالی جائیں۔ان امور کے بارے میں نہ پوچھا جائے جن کو اللہ نے معاف کر دیا۔﴿5﴾ لایعنی سوالات نہ پوچھے جائیں۔نبی ﷺ نے فرمایا:مِنۡ حُسۡنِ الۡاسۡلَامِ الۡمَرۡءِ تَرۡکُہٗ مَا لَا یَعۡنِیۡہِ ''آدمی کے حسن اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے''۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس آیت پر کیسے عمل کیا؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حقیقی واقعہ کے بغیر سوال کرنے والے پر لعنت بھیجتے۔﴿2﴾ زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ پہلے دریافت کرتے کہ کیا ایسا واقعہ ہو چکا اگر ہو چکا ہوتا تو اپنے علم کے مطابق بات کرتے اور اگر نہ ہوا ہوتا تو کہتے کہ تب بات کریں گے جب واقعہ ہوگا۔(زھری،مسند دارمی)﴿3﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول سے زیادہ اچھے لوگ نہیں دیکھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک صرف 31 مسئلے پوچھے اور یہ قرآن مجید میں موجود ہیں۔

سوال6:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے فائدہ علم سے بچنے کے لئے کیا دعا کیا کرتے تھے؟

جواب:اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اعوذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ اے اللہ! میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

سوال7:عَفَااللّٰہُ عَنْھَا ''اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے درگزر کرتے ہوئے خاموشی اختیار فرمائی ہے۔جس معاملے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے اور مباحات کے زمرے میں آتا ہے۔

سوال8:وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ'' اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت بردبار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ:اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے جس کے لیے اس سے توبہ کی جائے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ توبہ کرنے والے کو اپنے عفو وکرم اور رحمت سے معاف کر دیتا ہے اور سزا نہیں دیتا۔(جامع البیان:93/7)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ غفور ہے اس سے اس کی مغفرت طلب کرنی ہے۔وہ رحیم ہے اس سے اس کی رحمت اور رضا طلب کرنی ہے۔ان شاء اللہ

قَدْ سَاَلَھَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِھَا کٰفِرِیْنَ(102)

بے شک تم سے پہلے کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں سوال کیا، پھر وہ ان سے کفر کرنے والے ہو گئے۔(102)

سوال1:قَدْ سَاَلَھَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ'' بے شک تم سے پہلے کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں سوال کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تم سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے سوالات کیے تھے جن کا مقصد ہدایت حاصل کرنا نہیں تھا۔﴿2﴾ یہ بنی اسرائیل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان کا حال یہ تھا کہ اپنے انبیاء سے ایک چیز خواہ مخواہ کرید کرید کر دریافت کرتے اور جب وہ حرام قرار دی جاتی تو اس سے باز نہ آتے اور فرض قرار دی جاتی تو اس کو بجا نہ لاتے اس طرح دونوں حالتوں میں نافرمان ٹھہرتے،یہ ساری آفت بلاضرورت کثرت سوال سے آتی۔ان کی اس روش کی متعدد مثالیں سورہ البقرہ میں گزر چکی ہیں۔(ابن کثیر)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:ثُمَّ اَصْبَحُوْابِهَا كٰفِرِيْنَ ''پھر وہ اُن سے کفر کرنے والے ہوگئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی پہلے لوگوں نے جب حرام چیزوں کے بارے میں سوال کیا اور انہیں جواب دیا گیا تو وہ ان پر ایمان نہیں لائے اس کی وجہ سے وہ کافر بن گئے۔

سوال3: پہلے لوگ سوالات سے کفر تک کیسے پہنچے؟

جواب:﴿1﴾ پہلے اہل کتاب نے عقائد اور احکامات کے متعلق سوال کر کر کے اپنے لیے مشکلات پیدا کر لیں۔﴿2﴾ احکامات کی جزویات پر عمل کرنا جب ممکن نہ رہا تو عملاً نافرمانیاں کیں۔﴿3﴾ اعتقادی گمراہیوں میں مبتلا ہوئے اور دین کے دائرے سے ہی نکل گئے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ(103)

اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی) اور نہ ہی سائبہ (سانڈ چھٹی ہوئی) اور نہ ہی وصیلہ (اوپر تلے بچے دینے والی) اور نہ ہی حام (بچوں کا باپ اونٹ) مقرر کیا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔(103)

سوال1:مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ''اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی)' اور نہ ہی سائبہ (سانڈ چھٹی ہوئی) اور نہ ہی وصیلہ (اوپر تلے بچے دینے والی) اور نہ ہی (بچوں کا باپ اونٹ) مقرر کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی مذمت کی ہے جنہوں نے دین میں کئی نئی باتیں گھڑ لی تھیں اور انہوں نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا تھا۔انہوں نے اپنی رائے سے کچھ مویشی جانور حرام کر لیے تھے ان ہی کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔﴿1﴾ بحیرہ وہ اونٹنی جس کے کان پھاڑ دیئے جاتے، اس پر سواری کرنا حرام سمجھتے اور اسے مقدس سمجھتے تھے۔ابن عباس سے مروی ہے کہ اونٹنی کے جب پانچ بچے ہوتے تو پانچواں اگر نر ہوتا تو اسے ذبح کر ڈالتے اور اس کا گوشت صرف مرد کھاتے، عورتوں پر حرام جانتے اور اگر مادہ ہوتی تو اس کے کان کاٹ کر اس کا نام بحیرہ رکھتے۔ (تفسیر ابن کثیر:2/27,28)﴿2﴾ سائبہ:(الف) اونٹنی، گائے یا بکری بوڑھی ہو جاتی تو اسے سائبہ کہا جاتا تھا۔اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا نہ اس پر بوجھ لادا جاتا تھا، نہ اس پر سواری کی جاتی تھی اور نہ اس کا گوشت کھایا جاتا تھا۔بعض لوگ نذر مان کر بھی اسے سائبہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بنا کر چھوڑ دیتے تھے۔(ب) محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ جس اونٹنی کے پے در پے دس اونٹنیاں پیدا ہوتیں اسے چھوڑ دیتے نہ سواری لیتے، نہ بال کاٹتے، نہ دودھ دوہتے، اور اسی کا نام سائبہ ہے۔صرف مہمان کے لئے تو دودھ نکال لیتے ورنہ اس کا دودھ یونہی رکا رہتا۔(تفسیر ابن کثیر:27.28/2)﴿3﴾وصیلہ:(الف) ایسی بکری کو کہتے تھے جس کا پہلا بچہ مادہ ہو اور دوسری بار بھی مادہ ہو یعنی دونوں کے درمیان اتصال ہو گیا ہو ایسی اونٹنی کو وہ بتوں کے نام پر ذبح کر دیتے تھے۔(ب)وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس کے پلوٹھے دو بچے اوپر تلے کے مادہ ہوں ان دونوں کے درمیان کوئی نر اونٹ پیدا نہ ہوا ہو اسے بھی وہ اپنے بتوں کے نام وقف کر دیتے تھے۔﴿4﴾حام:(الف)حام اس اونٹ کو کہتے تھے جس کے نطفے سے دس بچے پیدا ہوں۔اس کے لیے وہ کہتے تھے کہ اس نے اپنی پیٹھ کو بچا لیا ہے۔اس لیے وہ اسے چراگاہ اور پانی سے نہیں روکتے تھے۔(احکام القرآن،جصاص)(ب)حام: جس وقت اونٹ اپنی پوتی پر سوار ہوتا تو کہتے کہ اس کی پشت محفوظ ہو گئی ہے تو اسے ویسے ہی چھوڑ دیتے، نہ اس پر سواری کرتے اور نہ کچھ بوجھ لادتے تھے اور اسے پانی پینے اور چرنے سے نہیں روکتے تھے اور جو بھی اونٹ اس کے پاس آتا تو اسے بھگا دیتے تھے، پھر جس وقت وہ بوڑھا ہو جاتا تو اس کے کھانے میں مرد و عورت سب شریک ہو جاتے تھے۔اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے ان میں سے کسی چیز کو حرام نہیں کیا ہے مگر عمرو بن لحی (مکہ کا ایک بڑا مشرک تھا) اور اس کے ساتھی اس کو اپنے اوپر حرام کرنے میں اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کرتے ہیں اور یہ سب احکام خداوندی اور حلال و حرام سے ناواقف ہیں۔(تفسیر ابن عباس:371،372/1) حام اس نر اونٹ کا نام تھا جس کی نسل سے کئی بچے ہو گئے ہوں پھر اسے بھی اپنے بزرگوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور کسی کام میں نہ لیتے تھے۔(ابن کثیر:27/2)

سوال 2:وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں'' کافر اللہ پر جھوٹی تہمت کیسے لگاتے تھے؟

جواب:﴿1﴾مشرکوں نے بغیر کسی دلیل کے ان جانوروں کو حرام قرار دیا تھا جو کہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان تھا۔﴿2﴾مشرکین عرب کا یہ دعوٰی تھا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہ تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اعتراف بھی کرتے تھے، وہ اپنے لیے خود قوانین بنا کر یہ یقین رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں یہ ان کی جھوٹی تہمت تھی۔﴿3﴾قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟(یونس:59)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:وَاَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ''اوران میں سے اکثرعقل نہیں رکھتے''اللہ تعالیٰ جھوٹی تہمت لگانے والوں کو بے عقل کیوں قرار دیتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اس لیے کہ اگرعقل مند ہوتے تو اللہ تعالیٰ پرجھوٹ نہ باندھتے۔﴿2﴾اگرعقل مندہوتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ ان کی یہ جھوٹی تہمت چل نہیں سکے گی۔

وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَیۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ کَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّلَا یَهۡتَدُوۡنَ(104)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے،اور کیا اگر چہ ان کے آباء واجداد کچھ بھی نہ جانتے ہوں؟اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟(104)

سوال1:وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوۡلِ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ''اللہ تعالیٰ رسول اللہ اور وحی کی طرف کیوں بلاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے جو شریعت نازل کی ہے وہ قرآن کریم اور حدیث رسول کی صورت میں محفوظ ہے۔﴿2﴾ کتاب الٰہی اور سنت رسول ہی وہ معیار ہے جس سے اسلام اور جاہلیت کے راستے الگ ہوتے ہیں۔

سوال2:جب لوگوں کو تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوۡلِ ''جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ'' کی دعوت دی جاتی ہے تو اس سے کیا فیصلہ ہوجاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جولوگ اس دعوت کو قبول کر لیتے ہیں وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔﴿2﴾جولوگ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے وہ کافر ہوتے ہیں۔﴿3﴾قرآن وحدیث کی دعوت قبول کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان کی کوئی صورت نہیں ہے۔

سوال3:جب لوگوں کو قرآن وحدیث کی دعوت دی جاتی ہے تو کیا جواب آتا ہے؟

جواب:جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف یعنی قرآن وسنت کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہمارے لیے وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔اس طرح لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے،اس کے طریقے کو چھوڑ کر انسانوں کی غلامی اختیار کر لیتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ’تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباءواجداد کو پایا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:جب انہیں دین اور شریعت کی دعوت دی جاتی ہے، جب کبھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور ممنوعات پر عمل کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہمارے لیے آباؤاجداد کا دین ہی کافی ہے۔اگر چہ وہ دین باطل ہی کیوں نہ ہو،اگر چہ وہ دنیا میں بھی بے فائدہ ہو اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکتا ہو۔

سوال5:اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ’’اور کیا اگر چہ ان کے آباءواجداد کچھ بھی نہ جانتے ہوں؟ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں‘‘ اللہ تعالیٰ نے آباؤاجداد کی غلامی ترک کروانے کے لیے انسان کے ضمیر کو کیسے جھنجوڑا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے آباؤاجداد کی غلامی ترک کروانے کے لیے انسانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا ہے کہ کیا باپ دادا ہی کی تقلید کریں گے اگر چہ ﴿1﴾ وہ کچھ نہ جانتے ہوں یعنی صحیح علم نہ رکھتے ہوں۔﴿2﴾ صحیح راستے کی انہیں خبر نہ ہو یعنی ہدایت کے راستے صراط مستقیم کو نہ جانتے ہوں اور نہ اس پر چلتے ہوں۔﴿3﴾ ایسے شخص کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے جو قرآن وسنت کے علم کے بغیر ہدایت کے راستے کو چھوڑ دیتا ہے۔وہ علم جو دل کو یقین سے بھر دینے والا تھا اسے چھوڑ کر شک اور گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(105)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو!تم پر اپنی جانوں کی حفاظت لازم ہے، جب تم ہدایت پا جاؤ تو جو گمراہ ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا،تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، چنانچہ وہ تمہیں بتا دے گا جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے۔(105)

سوال1:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر اپنی جانوں کی حفاظت لازم ہے‘‘ امت اپنے نفس کی ذمہ دار ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرتے رہیں اور نیک اعمال میں سرگرم عمل رہیں۔﴿2﴾ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی اصلاح، اپنے آپ کو صراط مستقیم پر چلانے کی کوشش کرتے رہنے اور اپنے نفس کو کمال تک پہنچانے کو لازم کر دیا جب فرمایا:عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تم پر اپنی جانوں کی حفاظت لازم ہے۔﴿3﴾ جان کی حفاظت سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے، حرام کاموں سے، لغو میں پڑنے سے، لہو ولعب کے کام کرنے سے، اپنی زندگی کے وقت اپنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صلاحیتوں اور قوتوں کو بے فائدہ، بے کار کاموں میں ضائع کرنے سے بچالو۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کی حفاظت کرو کیونکہ: اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا یقیناً کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔ (بنی اسرائیل:36) جب حساب کتاب ہونا ہے تو اپنی زندگی کے وقت، اپنے مال، اپنی اولاد کو آگ لگنے سے بچالو جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (التحریم:6) یہ حفاظت میں پہلی ذمہ داری ہے۔ ﴿4﴾ جان کی حفاظت کے سلسلے میں دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ ایسے اعمال کریں جو رب العزت سے قریب کردیں یعنی نیک اعمال میں، ان کو سمجھنے اور ان کو انجام دینے میں مصروف رہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے تم نیک اعمال کی جلدی کرو۔ صبح کو آدمی ایمان دار ہوگا اور شام کو کافر ہوجائے گا اور شام کو ایمان دار ہوگا اور صبح کو کافر ہوجائے گا، لوگ دین کو دنیا کے سامان کی خاطر فروخت کردیں گے۔ (ترمذی:2195) اعمال صالحہ میں مشغولیت سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لیے نیک لوگوں کی صحبت اور اجتماعی زندگی اختیار کریں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: علیکم الجماعة ﴿3﴾ جان کی حفاظت کی تیسری ذمہ داری اپنے نفس کو کمال تک پہنچانا ہے یعنی جن کاموں کو انجام دینے کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے ان کو انجام دینے کی کوشش کرتے رہنا، یعنی واجبات اور مستحبات میں سے ہر ایک کو انجام دینے کے لیے اس عمل میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

سوال 2: لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ''جب تم ہدایت پاجاؤ تو جو گمراہ ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر تم نے اپنی اصلاح کرلی تو وہ شخص تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جو راہ راست سے بھٹک گیا ہے اور دین قیم کے راستے کو اختیار نہیں کرتا۔ (تفسیر سعدی:735/1) ﴿2﴾ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ یعنی جب تم ہدایت پاگئے اس سے مراد فکری ہدایت بھی ہے یعنی جب تمہارے عقیدے کی اصلاح ہوگئی۔ جب آپ کو اپنے خالق، اپنے رسول، اپنے دین، اپنے مقام اور اپنی ذمہ داریوں کی سمجھ آگئی اور بحیثیت مسلمان اپنی ذمہ داریوں میں ترجیحات کو سمجھنا شروع کردیا۔ اس سے مراد عملی ہدایت بھی ہے یعنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کو قبول کرنے کے بعد انہیں ادا کرنا سیکھ لیا اور انہیں ادا کرنا شروع کردیا مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات میں نماز کی ادائیگی ہے، ارکان اسلام کی ادائیگی، حقوق وفرائض کی ادائیگی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی ہے۔ اس طرح مستحبات کی ادائیگی ہے۔ ﴿3﴾ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ ''تو جو گمراہ ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا'' یعنی اگر تم نے اصلاح کرلی تو جو دین کو نہیں سمجھتا جس نے نہ فکری ہدایت پائی، نہ عملی ہدایت پائی، نہ دن قیم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے راستے کو اختیار کیا وہ شخص آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا یعنی وہ آپ کی ذمہ داریوں کی ترجیحات کو نہیں بدل سکتا۔﴿4﴾ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دینے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ خود بندے کی ہدایت بھی اس وقت تک تکمیل نہیں پاتی جب تک کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اسے ادا نہیں کرتا۔ ہاں اگر وہ اپنے ہاتھ اور زبان سے برائی کا انکار کرنے پر قادر نہیں تو اپنے دل میں اس برائی کو برا سمجھے۔ تب کسی دوسرے کی گمراہی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (تفسیر سعدی:735/1)

سوال3: اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا ”تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ”تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“ یعنی تم سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھے ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوٹ جانے کے شعور سے مومن کو نیک عمل پر آمادہ کیا ہے۔

سوال4: فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ”چنانچہ وہ تمہیں بتادے گا جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے“ کی ضاحت کریں؟

جواب: یعنی تمہارے اچھے برے اعمال سے تمہیں آگاہ کردے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احساس دلا کر کہ ”کل وہ تمہیں بتادے گا تم کیا کر کے آئے ہو“ مومن کو اپنی نگرانی کا شعور دیا ہے۔ یوں یہ یقین زندگی میں صحیح رویہ اختیار کرنے کے لیے مومن کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا شَهَادَةُ بَیۡنِکُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ حِیۡنَ الۡوَصِیَّةِ اثۡنٰنِ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡکُمۡ اَوۡ اٰخَرٰنِ مِنۡ غَیۡرِکُمۡ اِنۡ اَنۡتُمۡ ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَاَصَابَتۡکُمۡ مُّصِیۡبَةُ الۡمَوۡتِ ؕ تَحۡبِسُوۡنَهُمَا مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ فَیُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِیۡ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی ۙ وَلَا نَکۡتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الۡاٰثِمِیۡنَ (106)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے درمیان وصیت کے وقت گواہی ہو جب تم میں سے کسی کی موت آجائے، تم میں سے دو عادل آدمیوں کی یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر موت کی مصیبت تمہیں پہنچے، اگر تمہیں شک ہو تو دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے، بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے۔ (106)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بنی سہم کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ہمراہ ایک سفر میں گیا تو سہمی اس علاقہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں فوت ہوگیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا جب یہ دونوں اس کا ترکہ لے کر واپس لوٹے تو سہمی کے وارثوں نے اس سے چاندی کا ایک پیالہ گم پایا جس پر سونے کا خول چڑھا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے (اس پیالے کے بارے میں) ان دونوں سے قسم لی، پھر وہی پیالہ مکہ سے مل گیا (تو جن سے یہ پیالہ ملا تھا انہوں نے دریافت کرنے پر بتایا کہ) ہم نے یہ تمیم اور عدی سے خریدا ہے تو سہمی کے وارثوں میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم اٹھائی کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے کہ یہ پیالہ ان کے آدمی کا تھا۔ راوی کہتے ہیں ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے درمیان وصیت کے وقت گواہی ہو جب تم میں سے کسی کی موت آجائے، تم میں سے دو عادل آدمیوں کی یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر موت کی مصیبت تمہیں پہنچے، اگر تمہیں شک ہو تو دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے، بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے۔'' (المائدہ:106) (ترمذی:3060)

سوال 2: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے درمیان وصیت کے وقت گواہی ہو جب تم میں سے کسی کی موت آجائے تم میں سے دو عادل آدمیوں کی یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں'' جس شخص کی موت قریب ہو اور اپنے اہل وعیال کے لیے وصیت لکھنا چاہے تو اس کا کیا فرض ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کو مان لیا۔ ﴿2﴾ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ''جب تم میں سے کسی کی موت آجائے'' جب تم میں سے کسی پر موت کی علامات طاری ہو جائیں۔ ﴿3﴾ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ وصیت کے وقت یعنی وصیت کے موقع پر۔ ﴿4﴾ شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ ''تمہارے درمیان گواہی ہو'' گواہی کا نصاب۔ ﴿5﴾ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ ''تم میں سے دو عادل آدمیوں کی'' تم میں سے دو عادل آدمیوں کی گواہی ہے یعنی اپنی وصیت تحریر کروانے کے بعد ہر ایک دو عادل اور معتبر گواہوں کی گواہی ثبت کروائے، یہ دو گواہ مسلمانوں میں سے ہوں۔ ﴿6﴾ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ ''یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں'' یعنی یہودی، عیسائی یا کوئی اور جو مسلمانوں کے علاوہ ہو۔ یہ سخت ضرورت کے موقع پر ہے جب مسلمانوں میں سے گواہ موجود نہ ہوں۔

سوال 3: اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ ''یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر موت کی مصیبت تمہیں پہنچے'' ذمیوں کو وصیت پر گواہ بنائے جانے کی کیا شرائط ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ذمیوں کو گواہ بنائے جانے کی دوشرائط ہیں: ﴿1﴾ سفر کا موقع ہو۔ ﴿2﴾ مرنے والا وصیت کرنا چاہتا ہو۔ تو یوں ان دونوں کو گواہ بنایا جائے جیسا کہ تمیم داری اور عدی بن بیدا کے واقعہ میں ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 478/1)

سوال 4: تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ '' دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے، بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ '' دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو'' اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ ان دونوں کو روک لیا جائے۔ ﴿2﴾ مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ دونوں گواہ نماز کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ ﴿3﴾ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ: پھر وہ دونوں قسم کھائیں گے کہ جو کچھ انہوں نے کہا سچ ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیل نہیں کیا۔ ﴿4﴾ اِنِ ارْتَبْتُمْ: اگر تمہیں شک ہو کیونکہ گواہوں کو سچا سمجھنے کی صورت میں قسم لینے کی ضرورت نہیں۔ ﴿5﴾ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا '' کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے'' گواہ قسم کھاتے وقت یہ کہیں گے کہ اپنی قسموں کے بدلے میں دنیا کا فائدہ نہیں لیں گے یعنی دنیاوی فائدے کی خاطر قسم نہیں کھائیں گے۔ ﴿6﴾ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ '' اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو'' یعنی ہم رشتہ داروں کی وجہ سے رعایت نہیں کریں گے۔ ﴿7﴾ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ '' اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے'' یعنی ہم اسی طرح گواہی دیں گے جس طرح ہم نے سنی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی کو نہیں چھپائیں گے۔ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ '' بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے'' یعنی اگر ہم گواہی چھپائیں یا اس میں تبدیلی کریں تو یقیناً ہم گناہ گار ہوں گے۔

سوال 5: اِنِ ارْتَبْتُمْ '' اگر تمہیں شک ہو تو'' وصیت میں شک ہو جانے کی صورت میں کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے؟

جواب: ﴿1﴾ اگر میت کے گھر والوں یا اہل اسلام کو یہ شک ہو جائے کہ دو گواہوں نے جو گواہی دی ہے درست نہیں ہے اور وہ اپنا فرض ٹھیک طور پر ادا نہیں کر رہے تو گواہوں کو نماز کی ادائیگی کی بعد یا ان کی مذہبی عبادت کے بعد یہ حلف دیا جائے گا کہ وہ گواہی اپنے یا کسی اور کے مفاد کی خاطر نہیں دے رہے وہ گواہی نہیں بیچیں گے خواہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اگر وہ ایسا کریں تو گناہ گار ہوں گے۔ اس قسم کے بعد ان کی گواہی ثابت اور نافذ ہوگی۔ ﴿2﴾ اس حلف کے بعد اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان دونوں نے حق تلفی کی ہے تو ان کی جگہ وارثان میں دو افراد اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی۔ اس ثبوت اور حلف کے بعد پہلے دو گواہوں کی گواہی ختم ہو جائے گی اور دوسرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گواہوں کی شہادت نافذ ہوگی۔

فَاِنۡ عُثِرَ عَلٰۤی اَنَّهُمَا اسۡتَحَقَّاۤ اِثۡمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوۡمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیۡنَ اسۡتَحَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡاَوۡلَیٰنِ فَیُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنۡ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعۡتَدَیۡنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ (107)

پھر اگر معلوم ہو کہ وہ دونوں واقعتاً گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن کا حق مارا گیا ہے ان میں سے دوسرے دو افراد جو وصیت کرنے والے کے قریب ترین ہوں، ان کی جگہ کھڑے ہوں، پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ مبنی برحق ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی، بلاشبہ اس وقت ہم یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے۔(107)

سوال 1: فَاِنۡ عُثِرَ عَلٰۤی اَنَّهُمَا اسۡتَحَقَّاۤ اِثۡمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوۡمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیۡنَ اسۡتَحَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡاَوۡلَیٰنِ ''پھر اگر معلوم ہو کہ وہ دونوں واقعتاً گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن کا حق مارا گیا ہے ان میں سے دوسرے دو افراد جو وصیت کرنے والے کے قریب ترین ہوں، ان کی جگہ کھڑے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاِنۡ عُثِرَ عَلٰۤی اَنَّهُمَا اسۡتَحَقَّاۤ اِثۡمًا ''پھر اگر معلوم ہو کہ وہ دونوں واقعتاً گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں'' اگر یہ ثابت ہو جائے کہ گواہوں نے خیانت کی یا لیے ہوئے مال میں سے کچھ چرا لیا۔ ﴿2﴾ فَاٰخَرٰنِ یَقُوۡمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیۡنَ اسۡتَحَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡاَوۡلَیٰنِ ''ان میں سے دوسرے دو افراد جو وصیت کرنے والے کے قریب ترین ہوں، ان کی جگہ کھڑے ہوں'' یعنی جن لوگوں کا انہوں نے حق مارنا چاہا تھا ان میں سے ان کی جگہ دو اور گواہ کھڑے ہوں جو میت کے زیادہ قریبی ہوں یعنی میت کے اولیاء میں سے ہوں۔

سوال 2: فَیُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنۡ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعۡتَدَیۡنَاۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ''پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ مبنی برحق ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی بلاشبہ اس وقت ہم یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَیُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنۡ شَهَادَتِهِمَا ''پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ مبنی برحق ہے'' وہ دونوں اس بات پر قسم کھائیں گے کہ ہماری گواہی پہلے گواہوں کی گواہی سے زیادہ صحیح ہے۔ یعنی یہ قسم کھائیں گے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے اور وصیت تبدیل کی ہے۔ ﴿2﴾ وَمَا اعۡتَدَیۡنَاۤ ''اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی'' اور ہم نے گواہی میں زیادتی نہیں کی۔ ﴿3﴾ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ اگر ہم نے ظلم و زیادتی کی اور ہم نے ناحق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گواہی دی یا گواہی کو چھپایا تو ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (108)

یہی طریقہ قریب ترین ہے کہ لوگ اس طریقے پر گواہی دیں یا وہ ڈریں کہ دوسروں کی قسموں کے بعد ان کی قسمیں رد کر دی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سنو اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(108)

سوال1: ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ ''یہی طریقہ قریب ترین ہے کہ لوگ اس طریقے پر گواہی دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ اس طریقے سے بہت قریب ہے۔ ﴿2﴾ اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ ''کہ لوگ اس طریقے پر گواہی دیں''، یعنی جب دو گواہوں کی تاکید کے ذریعے گواہی کی تاکید کی جائے۔

سوال2: گواہی کو ٹھیک ٹھیک قائم رکھنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نماز کے بعد حلف دینا کیونکہ نماز کے بعد انسان کا ایمانی شعور بھی بیدار ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان اس بات سے ڈرتا ہے کہ مجمع عام میں قسم اٹھا رہا ہے اور اگر بات جھوٹی نکلی تو سخت شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ ﴿3﴾ وارثوں کو حق دینا کہ اگر گواہی غلط ہو تو وہ اٹھ سکتے ہیں یہ ایک ایسی پابندی ہے کہ کوئی خیانت کرنے والا بھی خیانت کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

سوال3: کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کا مال حقداروں تک پہنچانا ایک خاندانی معاملہ ہے اس کو کیسے تربیت کا ذریعہ بنایا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ مومنوں پر واضح کیا گیا کہ وہ معاملات میں رشتہ داری کا نہیں، حق کا لحاظ کریں گے۔ وہ یہ دیکھیں کہ حق کیا ہے؟ یہ نہیں کہ بات کس کی حمایت میں کی جا رہی ہے؟ ﴿2﴾ مومن ہر بات کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھے گا، لہذا وہ یہ خیانت نہیں کرے گا کہ اس نے اسے کس طرح دیکھا؟ اور اس کے حافظے نے اسے کیسے محفوظ کیا؟ بلکہ وہ اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے حق کو واضح کرے گا یعنی بات کو اس کی اصل حیثیت میں بیان کرے گا۔

سوال4: ان آیات کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمیم داری اور عدی بن ابداء مکہ آتے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان جو بنی سہم قبیلے کا تھا۔ سفر پر نکلا وہ ایسی سرزمین میں فوت ہوا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا اس نے ان دونوں کو وصیت کی اور انہوں نے اس کا ترکہ اس نوجوان کے وارثوں تک پہنچایا۔ انہوں نے ایک چاندی کا جام روک لیا جسے سونے سے مزین کیا گیا تھا۔ ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دونوں کو رسول ﷺ نے قسم دی کہ نہ تو انہوں نے اسے چھپایا ہے اور نہ ان کو اس کے بارے میں کوئی علم ہے۔اس کے بعد یہ جام مکہ میں پایا گیا تو جن لوگوں سے ملا انہوں نے کہا کہ ہم نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔اب سہمی متوفی نوجوان کے وارث آئے۔انہوں نے یہ حلف اٹھایا کہ یہی جام سہمی کی ملکیت تھا اور یہ کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے اور یہ کہ ہم کوئی زیادتی نہیں کر رہے،اس کے بعد سہمیوں کو یہ جام دے دیا گیا،یہ آیات اسی بارے میں نازل ہوئیں۔

سوال5:اَوْ یَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ ''یا وہ ڈریں کہ دوسروں کی قسموں کے بعد ان کی قسمیں رد کر دی جائیں گی '' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی گواہ خوف کھائیں گے کہ ہماری قسموں کو قبول نہیں کیا جائے گا اور میت کے اولیاء سے گواہی لی جائے گی۔

سوال6:وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاتَّقُوا اللّٰهَ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ''یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت سے ڈر جاؤ اور اس حکم کی مخالفت سے بھی بچ جاؤ یعنی جھوٹ اور خیانت کو چھوڑ دو۔(تفسیر قاسمی:416/6)﴿2﴾وَاسْمَعُوْا ''اور سنو''یعنی جو تمہیں کہا جاتا ہے اور جو تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اسے سنو،اس پر عمل کرو اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔

سوال7:وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ''اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اپنے رب کی اطاعت سے نکلنے والوں،مخالفت کرنے والوں،شیطان کی اطاعت کرنے اور رب کی نافرمانی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔(جامع البیان:134/7)﴿2﴾اللہ تعالیٰ کسی بھی گناہ کی وجہ سے اطاعت کے دائرے سے نکلنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔اس میں جھوٹی قسم اور گواہی بھی شامل ہے۔(فتح القدیر:111/2)

رکوع نمبر5

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(109)

جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا:''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟''وہ کہیں گے:''ہمیں کچھ علم نہیں،بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں۔(109)

سوال1:یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا''اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔(تفسیر قاسمی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

:422/6)﴿2﴾ فَيَقُوْلُ اللہ تعالیٰ اس دن سب رسولوں کو جمع کر کے پوچھیں گے۔﴿3﴾مَاذَآ اُجِبْتُمْ ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' یہ سوال رسولوں سے ان کی دعوت کے اثرات کے بارے میں کیا جائے گا۔(تفسیر منیر:109/4)﴿4﴾ علماء نے لکھا ہے کہ'' مَاذَآ اُجِبْتُمْ '' مجہول کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔یعنی''تمہیں کیا جواب دیا گیا ہے'' اللہ نے یہ نہیں کہا کہ'' ان قوموں نے تمہیں کیا جواب دیا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ انتہائی درجہ غضبناک ہوگا۔صحیح بخاری کی روایت ہے کہ میرا رب اس دن اتنا غضبناک ہوگا کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا ہوا تھا اور نہ اس کے بعد۔(تیسیر الرحمٰن:379/1)

سوال2: حشر کے دن تمام رسولوں سے یہ کیوں پوچھا جائے گا کہ آپ کو کیا جواب دیا گیا؟

جواب:﴿1﴾ یہ واضح کرنے کے لیے کہ رسول خود نہیں آئے تھے۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا دین لے کر آئے تھے۔ ﴿2﴾ یہ واضح کرنے کے لیے بھی کہ رسول اپنی ذمہ داری کو بھرپور انداز میں ادا کرتے رہے تھے۔﴿3﴾ لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لیے کہ رسولوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔

سوال3: قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ'' وہ کہیں گے:''ہمیں کچھ علم نہیں بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا'' وہ کہیں گے:''ہمیں کچھ علم نہیں'' رسول کہیں گے اے ہمارے رب تجھے ہی علم ہے،تو ہی ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے،تو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔﴿2﴾ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ'' بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں'' یقیناً تو ہی غیب اور حاضر کے سب معاملات کو جانتا ہے۔﴿3﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''میں حوض پر تمہارا میر سامان ہوں گا،تم میں سے بعض لوگ وہاں لائے جائیں گے،پھر مجھ سے دور ہٹا دیئے جائیں گے،میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔جواب میں کہا جائے گا،آپ نہیں جانتے، انہوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعات شروع کر دیں۔''(صحیح بخاری:7049)

سوال4: حشر کے میدان میں رسول یہ کیوں کہیں گے لَا عِلْمَ لَنَا'' ہمیں کچھ علم نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ حشر کے میدان میں رسول لَا عِلْمَ لَنَا اس لیے کہیں گے کہ وہ لوگوں کے دلوں کے حالات سے واقف نہیں ہوتے اس لیے وہ کہیں گے پوشیدہ حالات کا علم تو آپ ہی کو ہے۔﴿2﴾ رسول اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے حیا کرتے ہیں اس لیے وہ اس کے سامنے بات نہیں کریں گے جو علیم وخبیر ہے۔﴿3﴾ رسولوں کا یہ اعلان ثابت کرتا ہے کہ سچا،حاضر اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيْلَ ۚ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِيْ ۚ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِإِذْنِيْ ۚ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (110)

جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرے انعام کو یاد کرو جب میں نے روح پاک سے تمہاری مدد کی، تم لوگوں سے ماں کی گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی کلام کرتے تھے اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دی اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے حقیقی پرندہ بن جاتا تھا اور تم پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے تندرست کر دیتے تھے اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکے رکھا، جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک کھلا جادو ہے۔(110)

سوال1: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ’’جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابنِ مریم اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرے انعام کو یاد کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں فرمائیں گے اپنے دل اور زبان سے ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے آپ پر اور آپ کی والدہ پر کی تھیں اور اپنے رب کا شکر ادا کرو کہ اس نے وہ نعمتیں عطا کیں جو دوسروں کو نہیں دی گئیں۔﴿2﴾ یہ آیت دلیل ہے کہ نعمت پر شکر ادا کرنا واجب ہے اور ماں پر انعام دراصل اولاد پر انعام ہے اور یہ کہ شکر قول، فعل اور اعتقاد سے ادا کیا جاتا ہے۔(تفسیر قاسمی:6/428)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو کن انعامات کی یاددہانی کروائی ہے؟

جواب:﴿1﴾ روح القدس کے ذریعے ان کی مدد کی گئی۔﴿2﴾ لوگوں کے ساتھ بات کرنے کی قدرت عطا کی گئی۔ بچپن میں اس قدرت کی وجہ سے انہوں نے اپنی ماں کو تہمتوں سے بری الذمہ قرار دیا۔ پھر بڑے ہو کر ان سے ہم کلام ہوئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔﴿3﴾ انہیں کتاب، حکمت، تورات اور انجیل کی تعلیم دی گئی حالانکہ جہان میں آتے ہوئے ان کے پاس اس کا کوئی علم نہ تھا۔﴿4﴾ انہیں مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مار کر زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا۔ ﴿5﴾ انہیں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا۔﴿6﴾ انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا گیا۔﴿7﴾ انہیں بنی اسرائیل کے پروپیگنڈے سے اور ان کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچا لیا گیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ''جب میں نے روح پاک سے تمہاری مدد کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب میں نے روح القدس سے تیری مدد کی، یعنی جب میں نے تجھے روح اور وحی کے ذریعے سے تقویت دی جس نے تجھ کو پاک کیا اور تجھ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور اس کی طرح دعوت دینے کی قوت حاصل ہوئی اور بعض نے کہا کہ روح القدس سے مراد جبریل ہیں۔ بڑے بڑے سخت مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جبریل کی ملازمت (ساتھ رہنے) اور ان کے ذریعے ثبات عطا کر کے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی۔ (تفسیر سعدی:740/1)

سوال4: تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ''تم لوگوں سے ماں کی گود میں بھی کلام کرتے تھے اور بڑی عمر میں بھی کلام کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں، یہاں کلام کرنے سے مراد مجرد کلام کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ کلام ہے جس سے متکلم اور مخاطب دونوں مستفید ہوں اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اس عمر میں رسالت، بھلائیوں کی طرف دعوت اور برائیوں سے روکنے کی ذمہ داری عطا کر دی گئی اور دیگر اولوالعزم انبیائے مرسلین کو بڑی عمر میں یہ ذمہ داری عطا کی گئی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیائے کرام میں اس وجہ سے ممتاز ہیں کہ انہوں نے پنگوڑے میں کلام فرمایا: قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۙ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا بچے نے کہا: یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ (مریم:30,31) (تفسیر سعدی:740/1)

سوال5: وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ''اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی اور تورات وانجیل کی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ ''اور جب میں نے تمہیں کتاب کی تعلیم دی'' اس سے مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں خاص طور پر تورات کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد تورات کے سب سے بڑے عالم عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ ﴿2﴾ اس سے مراد انجیل بھی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔ ﴿3﴾ وَ الْحِكْمَةَ: حکمت سے مراد شریعت کے راز اور اس کے فوائد، شریعت کی حکمتوں کی معرفت، دعوت اور تعلیم کا مشن اور تمام معاملات کا ان کی اہمیت اور مناسبت سے خیال رکھنا ہے۔ ﴿4﴾ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا: حکمت سے مراد دین کی سمجھ ہے۔ (ابن ابی حاتم:1240/4) ﴿5﴾ وَالتَّوْرٰىةَ تورات وہ کتاب ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس میں شریعت اور اس کے احکامات ہیں۔ (تفسیر منیر:113/4) ﴿6﴾ وَ الْاِنْجِيْلَ انجیل سے مراد وہ کتاب ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ ''اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے حقیقی پرندہ بن جاتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی جب تم میرے حکم سے پرندوں کی صورت بناتے تھے جس میں روح نہیں ہوتی تھی جب تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے حقیقی پرندہ بن کر اڑ جاتا تھا۔

سوال7:وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ''اور تم پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے تندرست کر دیتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مجاہد نے کہا الْاَكْمَهَ اس شخص کو کہتے ہیں جو رات کو نہ دیکھ سکے،جب کہ دن میں دیکھتا ہو۔(ابن ابی حاتم:1241/4)﴿2﴾ الْاَكْمَهَ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی بینائی ہو نہ آنکھ۔(تفسیر سعدی:740/1)﴿3﴾ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزات میں سے ایک معجزے کے بارے میں وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ کوڑھی اور اندھے کو اچھا کر دیتے تھے جس سے بڑے بڑے طبیب بھی عاجز ہیں۔

سوال8:وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ''اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزے کا ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ انہیں آواز دیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قبروں سے نکل آتے تھے۔

سوال9:عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مردوں کو زندہ کرنے کے لیے کیا کرتے تھے؟

جواب:عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جب باذن اللہ مردے کو زندہ کرنا چاہتے تھے تو وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتے پھر اللہ تعالیٰ کو سات ناموں سے یاد کرتے تھے۔یاقدیر،یاخفی،یادائم،یاوتر،یااحد،یاصمد اس کے بعد وہ مردوں کو آواز دیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبروں سے نکل آتے تھے۔

سوال10:وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ ''اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکے رکھا'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کیسے روکے رکھا؟

جواب:عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جب بنی اسرائیل کے پاس روشن دلائل لے کر آئے تو بنی اسرائیل نے انہیں جھٹلا دیا۔انہوں نے جادو کا الزام لگا کر ان کی دعوت ٹھکرا دی۔عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی قتل کی سرتوڑ کوشش کی اور انہیں صلیب پر چڑھانے کی کوشش کی۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے روک دیا اور انہیں ان کے ناپاک ارادوں سے محفوظ رکھا اور ان کی سازشیں کامیاب نہ ہونے دیں۔عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو قیامت کے دن یہ یاد دلایا جائے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ''جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کھلی نشانیوں سے مراد واضح معجزات ہیں۔(فتح القدیر:115/2)

سوال12: فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ''تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک کھلا جادو ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب بنی اسرائیل کے پاس حق آ گیا جس کی روشن دلائل کے ساتھ تائید کی گئی تھی اس حق پر ایمان لانا واجب تھا۔ انہوں نے حق کا انکار کیا اور کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ(111)

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں۔(111)

سوال1: وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ''اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ ''اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا'' یہاں وحی سے مراد الہام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے چند لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ ان کے مخلص پیروکار اور فرماں بردار بن جائیں پھر انہوں نے اس الہام کی پیروی کی۔(مختصر ابن کثیر:481/1) ﴿2﴾ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ''کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ'' اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے دلوں میں اپنے اور پر ایمان اور اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کو القاء کر دیا تھا۔

سوال2: حواریوں کے ایمان لانے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام قرار دیا، کیسے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ حواریوں کے ایمان لانے میں جس چیز نے کردار ادا کیا وہ اللہ کی جانب سے کی گئی وحی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق ،اور اس کی مدد۔ ﴿2﴾ حواریوں کا شبہات میں مبتلا ہوئے بغیر یقین کر لینا دراصل اللہ تعالیٰ کی خاص مدد تھی جس کو اللہ نے انعام قرار دیا۔

سوال3: دعوت دینے والے کی پکار پر لبیک کہنا کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: دعوت کو قبول کرنا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے۔

سوال4: سچی دعوت کو پہچان لینے کے بعد بھی بہت سی رکاوٹیں باقی رہ جاتی ہیں جو انسان کو آگے نہیں بڑھنے دیتیں۔ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکاوٹوں کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ دعوت دینے والے کا عام انسان کی صورت میں نظر آنا۔﴿2﴾ یہ خوف کہ اسلام کی دعوت قبول کرنے کے بعد طرز زندگی بدل جائے گا۔﴿3﴾ یہ سوال کہ فلاں فلاں افراد جنہوں نے دعوت قبول نہیں کی۔کیا انہوں نے اصل کامیابی نہیں پائی؟

سوال5:قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ''انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہ چند لوگوں کو ان کا پیروکار اور مددگار بنا دیا گیا تھا۔جنہوں نے اقرار کیا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرماں بردار ہیں۔﴿2﴾ حواریوں نے کہا:اے ہمارے رب ہم آپ کی وحدانیت کی اور آپ کے رسول عیسیٰ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔آپ گواہ رہیں کہ ہم اس ایمان میں مخلص ہیں اور رحمٰن کی عظمت کے آگے جھکنے والے ہیں۔(واضح المیسر :291)

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(112)

جب حواریوں نے کہا:''اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا آپ کا رب استطاعت رکھتا ہے کہ آسمان سے ہمارے لیے ایک خوان اتار دے؟''عیسیٰ نے کہا:اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ''۔(112)

سوال1:اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ'' جب حواریوں نے کہا:''اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا آپ کا رب استطاعت رکھتا ہے کہ آسمان سے ہمارے لیے ایک خوان اتار دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے ان کے حواریوں یعنی ان کے مددگاروں نے مطالبہ کیا تھا کہ ایسا دسترخوان اتارا جا سکتا ہے کہ جس پر کھانا لگا ہوا ہو۔﴿2﴾ حواریوں کا مطالبہ اس بنیاد پر نہیں تھا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا بلکہ یہ درخواست تھی جو انتہائی ادب اور احترام سے پیش کی گئی تھی۔

سوال2:حواریوں کے مطالبے سے ان کے ایمان کے بارے میں کیا حقائق جھلک رہے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے حواری جانتے تھے کہ وہ رب نہیں انسان ہیں۔﴿2﴾ وہ جانتے تھے کہ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ کے بیٹے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں بلکہ مریم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔﴿3﴾وہ جانتے تھے کہ رب وہی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کرتا ہے۔ ﴿4﴾وہ جانتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام معجزات پر اختیار نہیں رکھتے اسی وجہ سے انہوں نے مطالبہ کیا کہ آپ کا رب ہم پر خوان نازل کرسکتا ہے۔

سوال3:قَالَ اتَّقُوا اللّٰہَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ''عیسیٰ نے کہا اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اتَّقُوا اللّٰہَ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اس کی قدرت میں شک نہ کرو۔(فتح القدیر:116/2)﴿2﴾اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ مومن کا سرمایہ ایمان اور تقویٰ کو لازم پکڑنا ہے۔یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے۔یہ تقویٰ ہے جس کی وجہ سے معجزات کا مطالبہ نہیں ہوتا۔

سوال4:حواریوں کے مائدہ کے مطالبے پر عیسیٰ علیہ السلام نے تقویٰ کا مطالبہ کیا۔اس کی وضاحت کریں؟

جواب:رزق کا مطالبہ بظاہر کوئی عجیب بات نہیں کہ ہر ایک اللہ تعالیٰ ہی سے رزق پا رہا ہے لیکن ہر ایک کو اسباب کے پردے میں مل رہا ہے جب کہ حواریوں کا مطالبہ یہ تھا کہ بغیر ظاہری سبب کے رزق پائیں اس لیے عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں ایمان یاد دلایا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرایا کہ یہ مطالبات ایمان کا نہیں انکار کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں۔

سوال5:حواریوں اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے درمیان کیا فرق تھا؟

جواب:

حواری	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
1۔حواریوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بطور الہام ایمان کا القاء کر دیا تھا۔	1۔صحابہ کرام پورے شعور سے ایمان لائے تھے۔
2۔حواری اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو گواہ ٹھہرایا تھا۔	2۔صحابہ کرام نے قرآن پڑھ کر خود رسول کی سچائی کی گواہی دی۔
3۔حواری عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بعد ایمان لائے انہوں نے معجزات کا مطالبہ کیا تا کہ دل مطمئن ہو جائیں اور وہ جان لیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سچے ہیں۔	3۔صحابہ کرام نے ایمان لانے کے بعد ایک بھی معجزہ طلب نہیں کیا۔ ایمان جب دل میں داخل ہوا تو وہ مطمئن ہو گئے انہوں نے کسی دلیل و برہان کا مطالبہ نہیں کیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (113)

حواریوں نے کہا: ''ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے ہم کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے واقعی سچ ہی کہا ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔(113)

سوال1: قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ '' حواریوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے ہم کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے واقعی سچ ہی کہا ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں'' وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا '' حواریوں نے کہا: ''ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے ہم کھائیں''یعنی ہم اس کی برکت پائیں۔ یہ دلیل ہے کہ وہ کھانے کے ضرورت مند تھے۔ ﴿2﴾ وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا '' اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں'' حواری دل کے اطمینان کے آخری درجے یعنی عین الیقین تک پہنچنا چاہتے تھے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔(البقرہ:260) ﴿3﴾ حواری بھی دیگر انسانوں کی طرح علم، ایمان اور یقین میں اضافے کے ضرورت مند تھے۔

سوال2: حواریوں نے خوان نازل کرنے کے مطالبے کے کیا مقاصد بتائے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کھانے سے ان کے دل مطمئن ہو جائیں۔ ﴿2﴾ اپنی آنکھوں کے سامنے معجزہ ہوتا دیکھ کر انہیں یقین ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے سچ کہا۔ ﴿3﴾ معجزہ آنے کے بعد وہ اپنی قوم کے لئے گواہ ہو جائیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سچے ہیں۔

سوال3: وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ '' اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے واقعی سچ ہی کہا ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا حواری چاہتے تھے کہ ہم جان لیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کہا ہے وہ حق پر ہے۔ ﴿2﴾ وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ یعنی جب ہم گواہی دیں گے تو حجت قائم ہو جائے گی۔ دلائل سے ثابت ہو جائے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (114)

عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی: ''اے اللہ ہمارے رب! آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عید ہواور تیری طرف سے ایک نشانی ہواور ہمیں رزق عطا فرمااور تو رزق عطا کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔(114)

سوال1:قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ''عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی اے اللہ ہمارے رب! آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی بات سنی اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔﴿2﴾ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ''اے اللہ ہمارے رب! آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار'' عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! آسمان سے ہم پر بھرا ہوا خوان اتار دے۔

سوال2:عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے کیا کچھ ظاہر ہو رہا ہے؟

جواب:﴿1﴾ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا انتہائی ادب کا اظہار کر رہی ہے۔﴿2﴾ اس دعا میں عیسیٰ علیہ السلام کی عاجزی جھلک رہی ہے۔ ﴿3﴾ عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت کا اظہار ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور وہ اس کے بندے ہیں۔

سوال3:اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً ''ہم پر ایک خوان اتار'' عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کیا مانگا؟

جواب:﴿1﴾ عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا خوان نازل کرنے کا مطالبہ کیا جو اگلوں اور پچھلوں کے لئے خوشی کا سامان ہو۔﴿2﴾ عیسیٰ علیہ السلام نے خوان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نشانی طلب کی۔﴿3﴾ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا خصوصی رزق مانگا۔

سوال4:عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کو دربار قیامت میں رکھ کر کیا سمجھانا مطلوب ہے؟

جواب:عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ جنہیں آپ اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہو، وہ دنیا میں بھی جانتا تھا اور آخرت میں بھی گواہی دے گا کہ میں اللہ رب العالمین کا بندہ ہوں اس طرح عیسائیوں کے غلط رویوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سوال5:تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ''جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا خوان نازل کرنے کی دعا کی کہ وہ وقت عید اور یادگار بن جائے، تاکہ اس معجزے کو یاد رکھا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عیدیں اور عبادت کے دن مقرر فرمائے ہیں جو اس کی آیات کی یاد دلاتے ہیں اور انبیاء و مرسلین کی سنن اور ان کا سیدھا راستہ اور ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں۔(تفسیر سعدی:744/1)

سوال6:وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ''اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو رزق عطا کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَارْزُقْنَا ہمیں رزق عطا فرما یعنی اس مائدہ میں ہمارے لیے دنیاوی مصلحت بھی ہو۔﴿2﴾ یہ رزق دینی مصلحت بھی ہو یعنی نشانی کے طور پر باقی رہے۔﴿3﴾وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اس کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے عطا کرے، جو چاہے رد کرے اس کے ہاتھ میں دنیا و آخرت کا رزق ہے اس لیے وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔اس کی قوتیں بے مثال ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ(115)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''میں وہ خوان تم پر نازل کرنے والا ہوں، چنانچہ اس کے بعد تم میں سے جو شخص ناشکری کرے گا تو اس کو میں یقیناً ایسا عذاب دوں گا جو جہانوں میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا''۔(115)

سوال 1:قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں وہ خوان تم پر نازل کرنے والا ہوں، چنانچہ اس کے بعد تم میں سے جو شخص ناشکری کرے گا تو اس کو میں یقیناً ایسا عذاب دوں گا جو جہانوں میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ '' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں وہ خوان تم پر نازل کرنے والا ہوں'' اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ دستر خوان نازل کرے گا لیکن ساتھ ہی وعید سنائی۔﴿2﴾فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ '' چنانچہ اس کے بعد تم میں سے جو شخص ناشکری کرے گا'' اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی لیکن نازل کرنے کا ذکر نہیں فرمایا۔عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مائدہ نازل فرمایا جو کہ روٹی اور گوشت تھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ خیانت نہ کریں، ناشکری نہ کریں اور ذخیرہ نہ کریں۔انہوں نے کہا ان لوگوں نے خیانت کی، ناشکری کی اور ذخیرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی صورتیں مسخ کر دیں اور انہیں بندر اور سور بنا دیا۔(ترمذی، کتاب التفسیر:245/5)﴿3﴾فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ'' تو اس کو میں یقیناً ایسا عذاب دوں گا جو جہانوں میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا'' یعنی یہ عذاب دنیا میں بھی ہو سکتا ہے۔(ابن کثیر) سورہ ابراہیم میں فرمایا:وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے یہ تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے۔(ابراہیم:7)

سوال 2:اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کو رزق دیا جا رہا ہے مگر مومنین مسیح نے آسمان سے خوان نازل کرنے کا مطالبہ کیا تو انہیں سخت تنبیہ کی گئی۔وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ عام حالات میں انسانوں کو جو رزق ملتا ہے وہ اسباب کے پردے میں ملتا ہے مومنین مسیح نے آسمان کا پردہ ہٹا کر رزق دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر یہ پردہ ہٹا دیا جائے تو امتحان ختم ہو جاتا ہے اس لئے انہیں سخت تنبیہ کی گئی۔ ﴿2﴾ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں دیکھ کر ہی مانوں گا تو دراصل وہ یہ کہتا ہے کہ امتحان سے گزرے بغیر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاؤں گا حالانکہ اللہ کی سنت کے مطابق ایسا ہونا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطالبے پر انہیں سخت تنبیہ کی گئی۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کفر کرنے والوں کو عذاب الٰہی کا خوف دلایا ہے۔

رکوع نمبر:6

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(116)

اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ، وہ کہے گا: ”آپ پاک ہیں، میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا، اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا، آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔(116)

سوال1: وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ”اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سب کے سامنے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہے یوں عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام کو معبود بنالیا تھا، عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم سے پوچھے گا کہ کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ حشر کے میدان میں اس سوال سے عیسائیوں کو انتہائی ندامت ہوگی۔

سوال2: عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن جو انفرادی گواہی لی جائے گی اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ تاکہ عیسائیوں کے غلط عقیدہ آخرت کی تردید ہو سکے۔ ﴿2﴾ یہ وضاحت ہو سکے کہ تمھارا اپنا عقیدہ بگھڑا ہوا ہے۔ ﴿3﴾ اس کے گھڑنے کا خمیازہ بھی خود ہی بھگتنا پڑے گا۔ ﴿4﴾ تاکہ حجت قائم ہو سکے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ’’ وہ کہے گا:’’ آپ پاک ہیں، میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قَالَ سُبْحٰنَكَ ’’ وہ کہے گا:’’ آپ پاک ہیں‘‘ عیسیٰ علیہ السلام برأت کا اظہار کرتے ہوئے فرمائیں گے کہ تو پاک ہے اور میں ایسے قبیح کلام سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔﴿2﴾مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ’’ میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا‘‘ میرے لیے مناسب نہیں تھا نہ مخلوق میں سے کسی کا حق ہے کہ وہ معبود ہونے کا دعوی کرے یا اس کی دعوت دے۔عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں بہترین بات ارشاد فرمائی اور ادب کو پیش نظر رکھا۔﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ دلیل عیسیٰ علیہ السلام کے دل میں ڈال دی جائے گی۔اس آیت میں آپ کو یہی حجت بتائی گئی ہے۔(ابن ابی حاتم)﴿4﴾ یہ ہستیاں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی عاجز اور اس کی محتاج مخلوق ہیں۔ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ماتحت ہے۔

سوال4:اللہ نے عیسائیوں کے غلط عقیدے کی تردید کیسے کی؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے حساب کتاب کے دن میں ایک ایسے فرد سے جواب طلبی کی ہے جو جرم کا ذمہ دار نہیں ہے تاکہ پورا موقف اچھی طرح واضح ہو جائے اور انہیں شرمندگی ہو۔﴿2﴾ عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے جواب تردید کے لیے بہت کافی تھا کہ ’’ میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا‘‘ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا کہ ’’ اگر میں نے ایسی بات کی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا‘‘ اس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ ٹھہراتے ہیں۔یہ گواہی تردید کے لیے بہت اہم ہے۔’’ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں‘‘ یہ کہہ کر اپنی کم مائیگی اور اللہ کی عظمت اور اقتدار کا اعتراف کیا ہے جو الوہیت مسیح کی تردید کے لیے کافی ہے۔﴿3﴾ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا گیا میں نے وہی کچھ کیا ہے جو آپ نے حکم دیا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور آپ کا رب ہے۔ یوں الوہیت مسیح کی جڑ کاٹ دی۔﴿4﴾ یہ کہہ کر ’’ جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ نگران تھے‘‘ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بندگی اور اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی حیثیت کو ثابت کر دیا۔

سوال5:دنیا میں انسان کا امتحان کیا ہے؟

جواب: پردہ غیب میں چھپی ہوئی حقیقتوں کے ماننے اور نہ ماننے کا امتحان ہے۔

سوال6:اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ’’ اگر میں نے کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ''اگر میں نے کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا''یعنی آپ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔نہ میں نے ایسی بات کہی نہ میرے دل سے گزری نہ میں نے اسے چھپا کر رکھا۔﴿2﴾ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ''آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے'' آپ میرے دل کا حال بخوبی جانتے ہیں۔جو مجھ سے ہو چکا آپ جانتے ہیں اور میں آپ کے دل کا حال نہیں جانتا۔

سوال7: اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ''بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں'' یہ عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے اپنے رب سے مخاطب ہوتے ہوئے کمال ادب کا مظاہرہ ہے چنانچہ آپ نے یہ نہیں کہا(لم اقل شیئامن ذالک)میں نے تو اس میں سے کچھ بھی نہیں کہا بلکہ آپ نے ایک ایسی بات کی خبر دی ہے جو آپ کی طرف سے ہر ایسی کہی جانے والی بات کی نفی کرتی ہے جو آپ کے منصب کے منافی ہو نیز یہ کہ ایسا کہنا امر محال ہے۔آپ نے اپنے رب کی تنزیہہ بیان فرمائی اور علم کو غائب اور موجود کے جاننے والے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا۔(تفسیر سعدی:745/1)﴿2﴾ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی پاکی بیان کی اور علم کو غیب اور حاضر کے جاننے والے کی طرف لوٹا دیا۔﴿3﴾ غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس میں انبیاء اور غیر انبیاء سبھی برابر ہیں انبیاء کو بھی غیب کی وہی باتیں معلوم ہوتی تھیں جو بذریعہ وحی انہیں بتائی جاتی تھیں۔(تیسیر الرحمٰن:384/1)

سوال8: سیدہ مریم علیہا السلام کی خدائی کا آغاز کب کیا گیا؟

جواب: مریم علیہا السلام کو خدائی مقام عطا کرنا اور اس کی پوجا پاٹ کا عقیدہ عقیدہ تثلیث سے بھی بعد کی پیداوار ہے۔عقیدہ تثلیث میں یہ خدا تھے: اللہ،عیسیٰ اور روح القدس اور یہ عقیدہ چوتھی صدی عیسوی میں سرکاری طور پر رائج ہوا۔جب کہ سیدہ مریم کے خدا ہونے کا عقیدہ پانچویں صدی عیسوی کی ایجاد ہے۔سیدہ مریم کو مادر خدا ہونے کے لقب سے نوازا گیا اور یہ عقیدہ اتنا عام ہوا کہ پہلے تین خداؤں پر چھا گیا سیدہ مریم کو دیوی کا درجہ دے کر ان کے مجسمے اور تصویریں بنائی گئیں جو آج تک عیسائیوں کے گرجوں کی زینت بنی ہوئی ہیں اور عیسائی حضرات ان کے آگے سر نیاز خم کرتے ہیں۔عیسائی حکومتوں کے قومی جھنڈے پر سیدہ مریم کی تصویر بنائی جاتی۔دور نبوی میں جو ہرقل شاہ روم تھا اس کے جھنڈے پر بھی یہ تصویر موجود تھی اور جنگ کے دوران اسی کے وسیلہ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگی جاتی تھیں۔(تیسیر القرآن:595/1)

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ(117)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔(117)

سوال1: مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ’’میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ ’’میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا‘‘ یعنی میں تو تیرا بندہ ہوں میری مجال نہیں کہ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کروں۔ ﴿2﴾ میں نے تو اسی کی تبلیغ کی جس کا آپ نے حکم دیا یعنی دنیا میں توحید پھیلائی۔ ﴿3﴾ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ’’کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے‘‘ یہ کہ تم صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ میں نے تو انہیں خالص دین کا حکم دیا تھا اور اس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنانے سے باز رہیں۔ ﴿4﴾ اس دعوت میں یہ بھی شامل تھا کہ میں تو اپنے رب کا محتاج ہوں۔ وہ جیسے تمہارا رب ہے ویسے ہی وہ میرا بھی رب ہے۔

سوال2: شرک کی تردید کیسے کی گئی؟

جواب: نہایت سادہ اور قابل فہم بات سے شرک کی تردید کی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی۔ ہم ایک رب کے بندے ہیں۔ ﴿1﴾ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان میں واضح طور پر کہلوایا کہ میں نے صرف وہی کیا تھا جس کا آپ نے حکم دیا تھا۔ ﴿2﴾ یہ حقیقت بھی واضح کردی کہ میں صرف اس وقت تک ان پر گواہ تھا جب تک ان کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ہی ان کے اوپر نگران تھے۔ ﴿3﴾ آپ ساری چیزوں پر نگران ہیں یہ کہہ کر شرک کی جڑ کاٹ دی۔

سوال3: عیسیٰ علیہ السلام کے اس اعتراف سے وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ’’اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران تھا‘‘ کیا حقیقت ذہن نشین کروائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مرنے کے بعد مرنے والوں کو دنیا کے حالات کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ غیب کا علم اللہ پیغمبروں کو بھی نہیں دیتا ﴿3﴾ وہ جس کی عبادت کرتے رہے اس کو خبر تک نہ تھی۔ ﴿4﴾ اس حقیقت کو بھی روشناس کروایا کہ انسانوں کا رابطہ موت کے بعد دنیا سے منقطع ہو جاتا ہے لیکن اللہ رب العزت تو ہر وقت ہم پر نگران اور گواہ ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی نظروں کی شہادت کو محسوس کر کے اس کے روکے ہوئے سے بچ سکیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ کون اس پر قائم رہا اور کون قائم نہ رہ پایا۔ ﴿2﴾ انبیائے کرام جب اپنی دنیاوی عمر پوری کر کے عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں تو انہیں اپنی امتوں کے احوال واعمال کا پتہ نہیں ہوتا۔ (تیسیر الرحمٰن: 384/1) ﴿3﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے پاس جمع کیے جاؤ گے، ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ''جس طرح ہم نے اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتدا کی تھی، اسی طرح اسے دوبارہ زندہ کر دیں گے، ہمارے ذمہ وعدہ ہے، ہم ضرور اسے کر کے ہی رہیں گے۔'' آخر آیت تک پھر فرمایا قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ ہاں اور میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں جہنم کی بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ میں عرض کروں گا، میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں؟ مجھ سے کہا جائے گا، آپ کو نہیں معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد نئی نئی باتیں شریعت میں نکالی تھیں۔ اس وقت بھی وہی کہوں گا جو عبد صالح عیسی علیہ السلام نے کہا ہوگا کہ ''میں ان کا حال دیکھتا رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا (جب سے) تو ہی ان پر نگران ہے'' مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی جدائی کے بعد یہ لوگ دین سے پھر گئے تھے۔ (صحیح بخاری: 4625) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں قیامت کے دن جمع کیا جائے گا اور کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ اس وقت میں بھی وہی کہوں گا جو نیک بندے نے کہا ہوگا۔ ''میں ان کا حال دیکھتا رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا'' آخر آیت **العزیز الحکیم** تک۔'' (صحیح بخاری: 4626)

سوال5: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ''پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران تھا'' یعنی جب تو نے مجھے آسمان پر زندہ اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران تھا۔ ان کے کھلے چھپے حالات کو تو ہی جاننے والا تھا۔ ان کے اقوال وافعال پر تو ہی گواہ ہے۔ ﴿2﴾ قتادہ نے کہا كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ سے مراد الحفیظ ہے۔ ﴿3﴾ فتح القدیر میں ہے کہ تو ان پر حافظ اور ان کے معاملات کو جاننے والا اور ان پر گواہ تھا۔ (120/2)

سوال6: یہاں پر کس عقیدہ کی تردید کی گئی؟

جواب: یہاں پر اس عقیدہ کی تردید کی گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کے گناہوں کو لے کر سولی پر چڑھ گئے۔ عقیدہ آخرت کی ساری خرابیوں کی تردید کی گئی ہے۔

سوال7: وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ''اور تو ہر چیز پر گواہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی میرے قول وفعل اور ان کے قول وفعل پر تو ہی گواہ ہے۔ (الاساس: 1547/3) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے، وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، اس لیے ہر چیز پر شاہد ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا علم تمام معلومات کا احاطہ کیے ہوئے ہے وہی ہے جو ہر سننے والی چیز کو سنتا ہے اور ہر دیکھنے والی چیز کو دیکھتا ہے اور اپنے علم کے مطابق ہر خیر و شر کی جزا دے گا۔

اِنۡ تُعَذِّبۡہُمۡ فَاِنَّہُمۡ عِبَادُکَ ۚ وَ اِنۡ تَغۡفِرۡ لَہُمۡ فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (118)

اگر تو ان کو سزا دے تو یقیناً وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو یقیناً تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(118)

سوال1: اِنۡ تُعَذِّبۡہُمۡ فَاِنَّہُمۡ عِبَادُکَ ''اگر تو ان کو سزا دے تو یقیناً وہ تیرے ہی بندے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِنۡ تُعَذِّبۡہُمۡ ''اگر آپ انہیں ان کے کفر اور انکار پر عذاب دیں فَاِنَّہُمۡ عِبَادُکَ ''وہ تیرے ہی بندے ہیں'' تیرے بندے جنہوں نے تجھے پہچان لیا پھر تیری آیات کا انکار کیا اور تیری نافرمانی کی تیرے نبیوں کو جھٹلایا اور آپ ان کے مالک ہیں۔ان پر تصرف کا اختیار رکھتے ہیں جیسے آپ چاہیں آپ پر کوئی اعتراض نہیں۔ لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَ ہُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا اور ان سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔ (الانبیاء:23)﴿2﴾ عیسیٰ علیہ السلام سارے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے کہیں گے اگر آپ برے کو سزا دیں تو آپ کا انصاف ہے اور اگر آپ اس کے انکار کے باوجود اس کو بخش دیں تو بادشاہت آپ کی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں اور تجھ پر کوئی حد نہیں۔اور تو عذاب اور ثواب دینے پر قوت والا، قدرت والا حکیم ہے۔تو اپنی حکمت کے مطابق کام کرتا ہے۔ (تفسیر منیر:4/127)﴿3﴾ اگر تو انہیں عذاب دے تو آپ نے ان کی طرف رسول بھیجے جنہوں نے لوگوں کو تیری توحید اور عبادت کا حکم دیا، پھر جو گمراہ ہوا سو گمراہ ہوا، اور جو انہوں نے کہا سو کہا، اور جس نے ان میں ہدایت پائی سو ہدایت پائی اور تیرے سوا انہوں نے کسی کی عبادت نہ کی بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور تو ان پر بے حد رحم والا ہے اور نہ میں اور نہ میرے علاوہ کوئی اور مخلوق تجھ سے زیادہ ان پر رحم کر سکتی ہے۔(تفسیر مراغی:3/52)﴿4﴾ یعنی تو اس سے بھی زیادہ رحم والا ہے جس قدر وہ اپنے آپ پر رحم کر سکتے ہیں تو ان کے احوال زیادہ جانتا ہے اگر وہ متکبر اور سرکش بندے نہ ہوتے تو تو انہیں کبھی عذاب نہ دیتا۔(تفسیر سعدی:1/246)

سوال2: کیا انسان کی مغفرت اور عذاب کا (اختیار) (فیصلہ) نبی کر سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ نبیوں کا کام اپنی خدائی قائم کرنا نہیں ہوتا۔﴿2﴾ عذاب اور مغفرت کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے ۔﴿3﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی غالب اور دانا ہے۔

سوال3: وَ اِنۡ تَغۡفِرۡ لَہُمۡ فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ''اور اگر تو انہیں بخش دے یقیناً تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ اوراگرآپ ان کوبخش دیں یعنی جوان میں سے ایمان لائیں۔فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ ''یقیناً تو سب پر غالب ہے'' آپ ان کوعذاب اورثواب دینے پرقوت اورقدرت رکھنے والے ہیں۔الْحَكِيْمُ:اپنے کاموں میں حکیم ہے،اپنی حکمت سے عذاب اورثواب دیتا ہے۔(تفسیرمنیر:125/4)﴿2﴾اللہ تعالیٰ جوچاہتا ہے کرتا ہے،اس کی مشیت میں کوئی دخل اندازنہیں ہوسکتا وہ اپنے بندوں کے بارے میں جوچاہے فیصلہ کرے اس پراعتراض کا کسی کوکوئی حق نہیں،اگروہ عذاب دے تووہ اس کے بندے ہیں،اوراگرمعاف کردے تویہ کسی عاجزی کی وجہ سے نہیں اورنہ اس میں کوئی قباحت ہے اس لئے کہ وہ ثواب وعقاب دونوں پرقادرہے اوراس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اورنہ اس کا کوئی کام غلط قراردیاجاسکتا ہے۔ (تیسیرالرحمٰن:384/1)﴿3﴾حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کی بڑی شان اوراس کے بارے میں ایک عجیب خبر ہے۔(تفسیرابن کثیر:41/2)﴿4﴾سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ساری رات صبح تک اسی ایک آیت کریمہ کوبار بار پڑھتے رہے تھے۔(سنن نسائی:1011)

سوال4:اللہ تعالیٰ کی صفات العزیزاورالحکیم کی وضاحت کریں؟

جواب:تیری مغفرت تیری کامل قدرت اورغلبہ سے صادرہوتی ہے۔تیری مغفرت اورتیرامعاف کردینااس شخص کی مانندنہیں جوعاجزی اورعدم قدرت کی بناپرمعاف کردیتا ہے۔توحکمت والا ہے جہاں کہیں تیری حکمت تقاضا کرتی ہے تواس شخص کوبخش دیتا ہے جوتیری مغفرت کے اسباب لے کرتیری خدمت میں آتا ہے۔(تفسیرسعدی:746/1)

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ(119)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کوان کی سچائی نفع دے گی،ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں،اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے،اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوااوروہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے،یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔(119)

سوال1:قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ دن ہے سچوں کوان کی سچائی نفع دے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندوں کی حالت کے بارے میں آگاہ فرمارہے ہیں کہ آج کے دن سچوں کوان کی سچائی نفع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دے گی۔﴿2﴾اصحاب صدق سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے اعمال،اقوال اور نیات درست،صراط مستقیم پر قائم اور صحیح نہج پر ہیں۔قیامت کے روز وہ اپنے صدق کا پھل پائیں گے۔جب اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں پاک مقام میں ہرطرح کی کامل قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ٹھہرائے گا۔(تفسیر سعدی:746/1)

سوال2:لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ''ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں،اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے،اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوااور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے،یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں'' آج توحید پرستوں کو ان کی توحید بخشوالے گی جس کی بدولت وہ جنت کی سدا بہار بہاروں سے لطف اندوز ہوں گے جن میں نہ ان کا دل اکتائے گااور نہ وہاں سے ہٹائے جائیں گے۔(مختصرابن کثیر:485/1)﴿2﴾خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا'' اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے'' وہ جنت میں باقی رہیں گے انہیں وہ ابدی اور دائمی طور پر عطا کی جائے گی۔اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو ان سے منتقل نہیں کی جائیں گی اور نہ انہیں زوال آئے گا۔وہ ان نعمتوں کے درمیان میں ہمیشہ رہیں گے۔(جامع البیان:152/7)﴿3﴾رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی اطاعت کی وجہ سے راضی ہوا وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ اس کے ثواب کی وجہ سے اس سے راضی ہوئے۔(تفسیر منیر:125/4)﴿4﴾رب العزت نے فرمایا:وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑھ کر ہے۔(التوبہ:72)﴿5﴾ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے کہ اے جنت والو!وہ کہیں گے اے ہمارے رب!ہم حاضر ہیں اور تعمیل ارشاد کے لیے موجود ہیں اور خیر تمام تر آپ ہی کے قبضہ میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب!ہم کیوں کر راضی نہ ہوں حالانکہ آپ نے ہمیں وہ عطا فرمایا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیا،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کیا میں تمہیں اس سب سے افضل چیز عطا نہ کردوں؟وہ عرض کریں گے اے رب!اس سے افضل کیا ہوگا؟اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں سو اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔(بخاری:1121/2)﴿6﴾ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ'' یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' ایک حدیث میں ہے کہ پھر جنت والوں کے سامنے ان کے عزت وجلال والے رب کی تجلی ہوگی۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا:مانگو جو مانگو گے وہ دوں گا۔جنتی اللہ تعالیٰ کی رضا مانگیں گے حکم ہوگا کہ میری رضا نے ہی تمہیں جنت دلائی ہے اور اسی کی وجہ سے تم قابل رشک مقام تک پہنچے ہو،مانگو جو مانگو گے وہی دوں گا،پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مانگیں گے،اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے راضی ہوں۔فرمایا یہ ایسی کامیابی ہے جس کا مقابلہ کوئی کامیابی نہیں کرسکتی۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ایسی کامیابی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔ (الصافات:61) (مختصر ابن کثیر:486/1) وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں۔ (المطففین:26)

سوال3: سچے انسان کی سچائی کہاں کہاں نظر آتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اپنی ذمہ داری نبھا کر۔ ﴿2﴾ وعدہ نبھا کر انسان وعدے میں سچا ہوسکتا ہے۔ ﴿4﴾ امانت پوری طرح ادا کر کے۔ ﴿4﴾ معاملات میں سچائی کا مظاہرہ کر کے۔

سوال4: سچے لوگ کون ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جن کا قول سچا ہو۔ ﴿2﴾ دعویٰ سچا ہو۔ ﴿3﴾ زبان کے ساتھ دل کی سچائی کی گواہی بھی ملتی ہے۔ ﴿4﴾ جن کا عمل سچا ہو۔ ﴿5﴾ جن کے رویے سچے ہوں۔ ﴿6﴾ جھوٹ کا گواہ نہیں بنتا۔ ﴿7﴾ جو سچ کی گواہی دینے والے ہوں۔

سوال5: انسان سب سے زیادہ جھوٹ کس کے ساتھ بولتا ہے؟

جواب: سب سے زیادہ جھوٹی گواہی انسان اپنے نفس کو دیتا ہے۔ جھوٹی تسلیاں دے کر۔

سوال6: انسان جھوٹی گواہی کیوں دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ لوگوں کی نظر میں اچھا ثابت ہونے کے لیے۔ ﴿2﴾ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے۔ ﴿3﴾ سمجھتا ہے میرا معاملہ صرف انسانوں کے ساتھ ہی ہے۔ ﴿4﴾ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے کے احساس کو بھلا بیٹھتا ہے۔

سوال7: اعضاء جھوٹ کے گواہ کیسے بنتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر نگاہ باطل کے لیے اٹھی تو نگاہ جھوٹ کی گواہ بن گئی۔ ﴿2﴾ باطل سننا کان کا جھوٹ ہے۔ ﴿3﴾ ہاتھوں سے برائی کی تو ہاتھ جھوٹ کے گواہ بن گئے۔

سوال8: انسان جھوٹ کا گواہ کب بنتا ہے؟

جواب: جہاں کہیں اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ جھوٹ کا گواہ بن جاتا ہے۔

سوال9: صدق (سچائی) کا صلہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ان کے لیے ایسے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ﴿2﴾ کبھی ان سے مقام چھینا نہیں جائے گا وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (120)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(120)

سوال1: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ" آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہی آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے کونی وقدری، شریعی اور جزائی حکم کے ذریعے ہر چیز کی تدبیر کر رہا ہے۔ ﴿3﴾ اسی کا غلبہ واقتدار، اسی کی قدرت ومشیت اور اسی کے تصرف سے سارا نظام کائنات چل رہا ہے۔ اس کی کوئی نظیر نہیں، اس کا کوئی مشیر نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں، وہ کسی کی اولاد نہیں، وہی ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

سوال2: وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ '' اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ ہر چیز اس کے حکم کی مطیع ہے۔ ہر چیز اس کے آگے مسخر ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ '' قدیر'' پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ خلق بھی اس کی، ملکیت بھی اسی کی، فیصلے بھی اسی کے، نافذ بھی وہی کرتا ہے۔ اسی کی قدرت، اسی کا تصرف اور اسی کا اختیار ہے۔ ہر چیز اس کی مشیت کی مطیع ہے۔

سوال3: سورہ المائدہ کا سبق کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ زمین وآسمان پر اللہ کی بادشاہت۔ ﴿2﴾ ہم پر بھی اللہ کی بادشاہت۔ تمام موجودات پر اللہ تعالیٰ کا حکم چلے تو کائنات میں جو سب سے اشرف ہے اس پر بھی اللہ کا حکم چلے گا۔ ﴿3﴾ جب تک اللہ کی حاکمیت پر ایمان نہ ہو ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ ﴿4﴾ ہر چیز پر اختیار رکھتا ہے جو جی چاہے فیصلہ کر سکتا ہے۔

سوال4: سورہ المائدہ کا اختتام کس بات پر کیا گیا؟

جواب: زمین وآسمان اور ساری موجودات کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الانعام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: سورۃ الانعام کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سورۃ الانعام مکی سورت ہے۔ اس کی 165 آیات اور 20 رکوع ہیں۔ ﴿2﴾ مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ چھٹی سورت ہے۔ اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 55 نمبر کی سورت ہے۔

سوال2: سورۃ الانعام کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: سورۃ الانعام میں مویشی جانوروں کا ذکر ہے جیسے آیت نمبر 136 میں وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا (تفسیر منیر: 130/4)

سوال3: سورۃ الانعام کا موضوع کیا ہے؟

جواب: سورۃ الانعام عقیدہ اور اصول ایمان کے موضوع پر ہے۔ یہ اپنے مقاصد اور اہداف کے اعتبار سے مدنی سورتوں سے مختلف ہے۔ جیسے سورۃ البقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ پہلے گزر چکیں۔ اس میں مسلمانوں کی جماعت کی تنظیم کے لیے روزے، حج، سزاؤں اور خاندان کے احکامات نہیں دیئے گئے۔ اس میں قتال، دعوت اسلام پر خارجیوں سے جنگ وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح اہل میں سے یہود و نصاریٰ اور منافقوں وغیرہ کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔ یہ سب سے بڑے اور بنیادی معاملے اصول عقیدہ اور ایمان پر مشتمل ہے۔ (صفوۃ التفاسیر: 348/1)

سوال4: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سورہ انعام ایک ہی بار رات کے وقت مکہ میں اتری یعنی ہجرت سے قبل، اس کے آس پاس ستر ہزار فرشتے تھے۔ جن کی تسبیح گونج رہی تھی۔ (طبرانی) ﴿2﴾ عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورہ انعام پہنچانے کے لیے ستر ہزار فرشتے آئے تھے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سورۃ الانعام اتری تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ پڑھ کر فرمایا: اس سورت کو پہنچانے والے فرشتوں سے آسمان کا کنارہ بھرا ہوا تھا۔ (مستدرک حاکم) ﴿3﴾ سورہ انعام کے ساتھ فرشتوں کی اتنی بڑی جماعت تھی کہ اس سے آسمان اور زمین کی فضا بھری ہوئی تھی اور ان کی تسبیح گونج رہی تھی اور ان سے زمین ہلنے لگی تھی۔ اس وقت آپ بھی سبحان الله العظيم ،سبحان الله العظيم پڑھ رہے تھے۔ (ابن مردویہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۭ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (1)

سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا، پھر بھی جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں۔ (1)

سوال1: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ”سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اَلْحَمْدُ: زبان سے اللہ تعالیٰ کی صفات جلال و جمال اور عظمت و کمال کے ساتھ اس کی خصوصی حمد و ثنا بیان کرنا۔﴿2﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: کامل حمد صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے ہے۔﴿3﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم تخلیق پر اپنی حمد بیان کی ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔(الدرالمنثور:5/3)﴿4﴾ یہ تخلیق اس کی کامل قدرت، وسیع علم، حکمت تامہ، رحمت عامہ اور خلق اور تدبیر کے کمال میں اس کی انفرادیت پر دلالت کرتی ہے۔﴿5﴾ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور اس امر پر کہ اس نے روشنی اور اندھیروں کو پیدا کیا۔﴿6﴾ الظُّلُمٰتِ سے مراد حسی اندھیرے بھی ہیں جیسے رات کی تاریکی اور معنوی اندھیرے بھی ہیں مثلاً جہالت، شک، شرک، معصیت اور غفلت کے اندھیرے اور وَالنُّوْرَ اس سے مراد حسی روشنی بھی ہے جیسے دن کی روشنی اور معنوی روشنی بھی جیسے علم، یقین، ایمان اور اطاعت کی روشنی۔﴿7﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''مَا مِنْ شَیْءٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْحَمْدَ ، وَاَبْلَغُ الْحَمْدِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَی کُلِّ حَالٍ''۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو حمد سے زیادہ پسند نہیں ہے اور سب سے بلیغ حمد ''الحمد لله علی کل حال'' یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر۔(مسند ابویعلی:247,248/7)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سورت کا آغاز اپنی حمد سے کیا ہے حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا الحمد سے کی تاکہ ہر کافر و مسلم سامع کو یہ معلوم ہو جائے کہ تمام قسم کی تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ان لوگوں پر حجت قائم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:386/1)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے اپنی حمد بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور اخلاص کا مستحق ہے۔

سوال 3: ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ'' پھر بھی جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یَعْدِلُوْنَ: وہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں پھر اس کے ساتھ ان کی عبادت کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:378,377)﴿2﴾ وہ عبادت اور تعظیم میں غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے مساوی قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ کمالات میں ان کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر نہیں سمجھتے اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ہستیاں ہر لحاظ سے محتاج، فقیر اور ناقص ہیں۔ (تفسیر سعدی:748/1)

﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَاَحْیَابِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ اور یقیناً اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ پھر وہ کہاں بہکائے جا رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے''۔ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔(العنکبوت:63-61)

سوال4: آسمان وزمین کا مربوط نظام کیا پیغام دیتا ہے؟

جواب: آسمان وزمین کا مربوط نظام یہ پیغام دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے جو اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے وہ باکمال ہے اور اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔

سوال5: ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا'' پھر بھی جن لوگوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مٹی سے زندہ وجود نکلنے پر شک نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ مٹی سے خوشبودار پھول نکلنے پر شک نہیں ہوتا۔ ﴿3﴾ مٹی سے ذائقے نکلنے پر شک نہیں ہوتا۔ ﴿4﴾ مٹی کی اس دنیا سے آخرت نکلنے پر شک کیوں ہوتا ہے؟

سوال6: بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ''جن لوگوں نے کفر کیا (دوسروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں'' جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ کیوں شریک ٹھہراتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انکار کی وجہ ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ ﴿2﴾ اس کائنات پر غور وفکر نہ کرنا۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ (2)

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک مقررہ وقت اسی کے پاس ہے پھر بھی تم شک کرتے ہو؟(2)

سوال1: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ '' وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے واضح فرمایا کہ تمہارا اور تمہارے باپ آدم کا مادہ مٹی سے تخلیق کیا ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی خاک سے، جو تمام زمین سے چنیدہ تھی، بنایا۔ اسی لیے ہر جگہ کی مٹی ہونے کے اثر سے انسانوں کی نسل کے رنگ اور طبیعتیں مختلف ہیں، کوئی گورا ہے، کوئی کالا تو کوئی سانولا۔ طبیعت کے لحاظ سے کوئی بدمزاج، سخت خو ہے تو کوئی نیک مزاج اور نرم خو۔''(ابوداؤد:4693، ترمذی:2955)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ''پھر ایک وقت مقرر کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''ایک وقت مقرر کر دیا''مدت مقرر کرنے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں رہنے کے لیے مدت مقرر کر دی۔﴿2﴾تمہاری موت کا بھی ایک مقرر وقت ٹھہرایا۔﴿3﴾اس مدت کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے امتحان بنا دیا تا کہ وہ جان لے کون سب سے اچھے عمل کرنے والا ہے جیسا کہ فرمایا:الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔(الملک:2)

سوال3:اس آیت میں اللہ رب العزت نے آخرت کے آنے کی کیا دلیل دی ہے؟

جواب:زمین سے غیر زمینی مخلوقات پیدا ہو سکتی ہیں تو بعد میں کیوں نہیں۔

سوال4:وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ''اور ایک مقررہ وقت اسی کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مقررہ وقت سے مراد آخرت ہے انسان اس دنیا سے آخرت میں جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے فنا ہونے کا بھی وقت مقرر کر دیا ہے جس کا علم اسی کو ہے۔﴿2﴾اس آیت میں عِنْدَهٗ سے مراد قیامت کا علم اور مدت ہے۔(مختصر ابن کثیر:487/1)

سوال5:ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ''پھر بھی تم شک کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی تم اللہ تعالیٰ کے وعدوں، وعیدوں اور جزا و سزا میں شک کرتے ہو۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ(3)

اور وہی اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے اور وہی زمین میں بھی ہے، وہ تمہارا پوشیدہ اور تمہارا ظاہر جانتا ہے، اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے۔(3)

سوال1:وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ''اور وہی اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے اور وہی زمین میں بھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں معبود ہے۔(ایسر التفاسیر:378)﴿2﴾اس سے مراد ہے کہ آسمان اور زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔اسی کی توحید کے قائل ہیں، اسی کو اللہ کے نام سے پکارتے ہیں اور اسی سے رغبت ،شوق اور ڈر سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔بجز کافر جنوں اور سرداروں کے کہ وہ غیر اللہ کو پوجتے ہیں۔فرمایا:وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ اور وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(زخرف:84)یعنی اللہ تعالیٰ ہی آسمان والوں اور زمین والوں کا معبود ہے۔(مختصر ابن کثیر:487/1)
﴿3﴾ آسمان والے یعنی مقرب فرشتے،انبیاء،مرسلین،صدیقین،شہداء اور صالحین سب اس کی عظمت کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔

سوال2:یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَهْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَاتَکْسِبُوْنَ'' وہ تمہارا پوشیدہ اور تمہارا ظاہر جانتا ہے اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' وہ تمہارا پوشیدہ اور تمہارا ظاہر جانتا ہے اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ سے تمہاری کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔سو تمہارے رب ہی کا حق ہے کہ تم اس کی حمد کرو اور تم پر اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت واجب ہے۔(جامع البیان:159/7)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن اور تمہارے اعمال کو بھی جانتا ہے لہذا اس کی نافرمانی سے بچو اور ایسے اعمال میں رغبت کرو جو تمہیں اس کے قریب کر دیں اور اس کی رحمت کا مستحق بنا دیں اور ایسے اعمال سے بچو جو تمہیں اس سے اور اس کی رحمت سے دور کر دیں۔(تفسیر سعدی:748/1)﴿3﴾وَیَعْلَمُ مَاتَکْسِبُوْنَ'' اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے''یعنی خیر و شر اور صلاح و فساد کو وہ جانتا ہے۔(ایسر التفاسیر:378)﴿4﴾ وہ تمہارے سارے اعمال کو جانتا ہے یعنی ان کے خیر اور شر کو وہ تمہیں اس کے مطابق جزا دے گا۔(تفسیر منیر:138/4)

وَمَاتَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا کَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ(4)

اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔(4)

سوال1:وَمَاتَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا کَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ'' اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمَاتَاْتِیْهِمْ اور ان کے پاس نہیں آتی یعنی ان کافروں کے پاس جو اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔یہ وہ نشانیاں ہیں جو حق کو قبول کرنے اور اس کی اتباع کی دعوت دیتی ہیں۔﴿2﴾مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ'' ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی'' یہاں آیات سے مراد قرآن کریم کی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسولوں پر ایمان اور قیامت کے دن کی ملاقات پر دلالت کرتی ہیں۔(ایسر التفاسیر:379)﴿3﴾ یہ وہ نشانیاں ہیں جو حق کو قبول کرنے اور اس کی اتباع کی دعوت دیتی ہیں۔﴿4﴾ اِلَّا کَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ'' مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں''یعنی وہ ان آیات کو غور سے نہیں سنتے،ان کے دل کچھ اور کاموں میں مصروف ہیں اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی ہے۔

سوال2:انسانوں نے حق سے منہ کس صورت حال میں موڑا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾جب کہ انسانوں کے پاس دلائل موجود تھے نشانیوں کی کمی نہ تھی۔﴿2﴾پیغمبروں کی دعوت کے ثبوت کے طور پر نشانیاں موجود تھیں۔

سوال3:حق سے منہ موڑنے والے انسانوں کے رویے کیا تھے؟

جواب:﴿1﴾دلائل ہونے کے باوجود مان کر نہ دینا۔﴿2﴾باطل پر اڑے رہنا۔﴿3﴾حق سے دشمنی رکھنا۔

سوال4:ڈراوا کب فائدہ دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جب نشانیاں اور دلائل موجود ہوں۔﴿2﴾حقائق واضح ہوں پھر انسان کی غفلت ختم ہوجاتی ہے۔﴿3﴾ایک جھٹکے سے فطرت بے دار ہوجاتی ہے۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ(5)

پس یقیناً انہوں نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا چنانچہ جلد ہی ان کے پاس وہ خبریں بھی آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔(5)

سوال1:فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ''پس یقیناً انہوں نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾حق جب ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا حالانکہ حق اس کا استحقاق رکھتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور حق بھیجنے اور اس کے سمجھنے اور پیروی کو آسان کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔﴿2﴾یہاں حق سے مراد قرآن اور وہ دین ہے جو محمد ﷺ لے کر آئے جو عقائد،عبادات،معاملات اور اخلاق پر مشتمل ہے۔انہوں نے اس قرآن اور اس دین کو جھٹلا دیا۔﴿3﴾یہاں حق سے مراد یا تو قرآن کریم ہے یا نبی کریم ﷺ کی مبارک ذات۔(تیسیر الرحمٰن:388/1)

سوال2:فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ''چنانچہ جلد ہی ان کے پاس وہ خبریں بھی آئیں گیجس کا وہ مذاق اڑاتے تھے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾جس چیز کا وہ مذاق اڑا رہے تھے جلد ہی انہیں اس کے بارے میں علم ہوجائے گا کہ وہی حقیقت ہے۔﴿2﴾جو لوگ قیامت کے آنے کا اور جنت اور جہنم کا مذاق اڑا رہے تھے ان کے لیے سخت ڈراوا ہے کہ ان کی سرکشی رنگ لا کر رہے گی اور اس کا وبال انہیں بھگتنا پڑے گا۔

سوال3:لوگ کس چیز کا مذاق اڑاتے تھے؟

جواب:﴿1﴾حق کا۔﴿2﴾حق پر عمل کرنے والوں کا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:ان کے مذاق اڑانے کی وجہ کیا تھی؟

جواب:﴿1﴾جہالت۔﴿2﴾حق سے دشمنی۔﴿3﴾حق کو کم تر سمجھنا۔﴿4﴾دنیا کی حقیقت کو نہ سمجھنا۔

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ(6)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا؟جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں بھی عطا نہیں کیا اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے سے بہتی تھیں، پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا۔(6)

سوال1:اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اَلَمْ یَرَوْا یعنی کیا انہوں نے ان جھٹلانے والوں کو نہیں دیکھا۔(الاساس:1578/3)﴿2﴾مِّنْ قَرْنٍ یعنی پچھلی امتوں میں سے اور قرن سو سال کا ہوتا ہے۔(ایسر التفاسیر:379)﴿3﴾کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے جھٹلانے والی کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ ایک کے بعد ایک قوم کو بدل کر کیوں لاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اس کائنات میں زمین پر مکافات عمل ہے۔﴿2﴾اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مادی، معاشی اور فطری وسائل عذاب کو روک نہیں سکتیں۔﴿3﴾فساد کو دنیا میں بقاء نہ ملے اسے دور کیا جا سکے۔﴿4﴾بعد میں آنے والے اگر پہلے والوں سے عبرت حاصل نہ کریں۔

سوال3:مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ ''جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں بھی عطا نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ہم نے ان کو وہ مادی قوت دی جو ان مشرکوں کو نہیں دی۔(ایسر التفاسیر:379)﴿2﴾اس سے مراد ہے کہ ہم نے انہیں مال واولاد اور خوش حالی عطا کی تھی۔

سوال4:اس آیت میں کس چیز کا احساس دلایا گیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: پچھلی قوموں کی مادی ترقی کا احساس دلایا گیا ہے کہ یہ ترقی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

سوال5: اللہ تعالیٰ جب کسی کو اقتدار عطا کرتے ہیں تو وہ کیا چیز بھول جاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جب کسی کو اقتدار عطا کرتے ہیں تو وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ اقتدار اللہ تعالیٰ کا عطا کردا ہے۔

سوال6: وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ ''اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے سے بہتی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پانی کے وافر اسباب نہروں کی صورت میں مہیا کر رکھے تھے جن سے پھل، سبزیاں اور اجناس وغیرہ اگتے تھے مگر انہوں نے نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا بلکہ ان کو جھٹلایا۔

سوال7: جب انسان یہ بھول جائیں کہ سب کچھ اللہ کا عطا کردہ ہے تو نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب: جب انسان یہ بھول جائیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ کے عہد کو بھول جاتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان زمین میں خلیفہ ہونے کی شرائط کو پورا کرنے سے بچنے لگتا ہے۔

سوال8: زمین میں بار بار کسی قوم کا گرنا اور دوسری کا ابھرنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین میں مکافات کا قانون نافذ ہے۔

سوال9: بعد والی قومیں پچھلی قوموں کے جیسے اعمال کیوں کرتی ہے؟

جواب: پچھلے لوگوں کے حالات سے سبق نہ لینے کی وجہ سے بعد والی قومیں پچھلے لوگوں جیسے اعمال جاری رکھتی ہیں۔

سوال10: پچھلی قوموں کے حالات سے سبق کیوں نہیں لیا جاتا؟

جواب: غلط فہمی کی وجہ سے پچھلی قوموں کے حالات سے سبق نہیں لیا جاتا کیونکہ دنیا کے مال کی وجہ سے خود اعتمادی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی بے خوف ہو جاتے ہیں۔ داعی حق کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے اس کی تنبیہات کو بھی ناچیز سمجھنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے گذشتہ حالات سے سبق نہیں لیتے۔

سوال11: فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ''پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر کے ان پر ظلم نہیں کیا۔ انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا۔

سوال12: اس آیت سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

جواب: اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سنت اس کائنات میں جاری وساری ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال13:اسلام کا نظریۂ تاریخ کیا ہے؟

جواب:اسلام کا نظریۂ تاریخ یہ ہے کہ قوموں کے زوال میں بدکاری اور جرائم کا دخل ہوتا ہے۔

سوال14:تاریخ کی مادی تعبیر کرنے والے کس پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں؟

جواب:تاریخ کی مادی تعبیر کرنے والے اخلاقی پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔

سوال15:وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ''اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے جب گناہوں کی پاداش میں پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا تو ان کے بعد اس نے اور قومیں پیدا کیں لہذا ان کے واقعات سے سبق حاصل کرو۔

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ(7)

اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے کہ جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھوتے تب بھی کفر کرنے والے ضرور یہی کہتے کہ کھلے جادو کے سوا یہ کچھ نہیں۔(7)

سوال1:وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ '' اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے کہ جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو کافروں اور مشرکوں کی دشمنی کی شدت سے آگاہ کیا ہے کہ وہ کیسے آیات کو سمجھ سکتے ہیں۔ان کا جھٹلانا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نقص کی وجہ سے نہیں بلکہ جہالت اور ظلم وزیادتی کی وجہ سے ہے اگر کاغذات میں لکھا ہوا پیغام آپ پر نازل کریں اور وہ اپنے ہاتھوں سے بھی چھولیں پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

سوال2:لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ '' تب بھی کفر کرنے والے ضرور یہی کہتے کہ کھلے جادو کے سوا یہ کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی کافر ظلم اور زیادتی کی بناء پر یہ کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔﴿2﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:وہ قرآن دیکھتے تھے اور تصدیق نہیں کرتے تھے۔(ابن ابی حاتم:1264/4)

سوال3:قبول حق کے راستے کی رکاوٹ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اپنی عقل پر بھروسہ۔﴿2﴾ نفس کا تکبر۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ ؕ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ(8)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورانہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور کام ہی ختم ہو جاتا، پھر وہ مہلت نہ دیے جاتے۔(8)

سوال1:وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ'' اورانہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:مشرک کہتے تھے کہ محمد ﷺ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوا جو اس کام میں اس کی مدد کرتا۔

سوال2:فرشتے کس مقصد کی خاطر اتارے جاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ معاملے کا فیصلہ کرنے کے لیے۔﴿2﴾ عذاب نازل کرنے کے لیے۔

سوال3:وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ'' اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور کام ہی ختم ہو جاتا پھر وہ مہلت نہ دیے جاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اگر ہم فرشتے کو نازل کرتے تو یہ ایمان حق کو پہچاننے کی بنیاد پر نہ ہوتا بلکہ ایسا ایمان ہوتا جو مشاہدے کی بنیاد پر ہوتا۔ایسا ایمان فائدہ نہیں دیتا اور فوراً ہی نہ ماننے والوں کی ہلاکت کا فیصلہ ہو جاتا۔لہذا اگر وہ غور کریں تو فرشتے اتارنے کا مطالبہ ان کے لیے بہت ہی برا ہے۔

سوال4:فرشتے کی آمد پر فیصلہ کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: کیونکہ غیب کا پردہ پھٹ جاتا ہے اور ایمان تو غیب پر لانا ہے۔

سوال5:فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کیوں کیا گیا؟

جواب:دعوت کے معاملہ میں غیر سنجیدگی کی وجہ سے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ(9)

اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں۔(9)

سوال1:وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا'' اگر ہم اسے فرشتہ بناتے۔تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے'' فرشتے کو بھی انسانی شکل میں اتارتے کیوں؟

جواب: کیونکہ انسان کسی اور شکل میں اسے دیکھ ہی نہیں سکتا مثلاً فرشتے یا جنات وغیرہ۔

سوال2:ان کے اس طنز پر کہ اگر یہ بھی ہے تو اس کی حمایت کے لیے فرشتے کیوں نہیں آتے۔کیا دلیل دی گئی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: کہ اگر فرشتے بھی آتے تو انسانی شکل میں ہی آتے۔

سوال3: فرشتے کی آمد کی ضد پر کیا جواب دیا گیا؟

جواب: اگر فرشتہ بھی ہوتا تو انسان کی شکل میں آتا۔

سوال4: وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ''اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کافروں کی رائے کے مطابق ہم نبی ﷺ کے ساتھ فرشتہ بھیجتے تو اسے انسان کی صورت اختیار کرنی پڑتی، اس لئے کہ انسان فرشتے کو اس کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا اور آدمی کی شکل میں بھیجنے کی صورت میں کافر کہتے کہ یہ فرشتہ نہیں ہے یہ تو آدمی ہے اور دوبارہ اسی شبہ میں پڑ جاتے جس میں پہلے سے واقع تھے۔(تیسیر الرحمٰن:389,390/1)

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ(10)

اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان کو اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔(10)

سوال1: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ''اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا'' کن مقاصد کے تحت آپ ﷺ سے یہ کہا جا رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے کے لیے یہ کہا گیا کہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا اس لیے آپ صبر کریں تا کہ آپ ﷺ کے دل سے غم کا غبار چھٹ جائے۔ ﴿2﴾ جھٹلانے والوں اور مذاق اڑانے والوں کے دلوں کو جھنجھوڑا ہے تا کہ وہ تاریخ سے عبرت حاصل کریں۔

سوال2: فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ''تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان کو اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ان پر عذاب نازل ہوا اور انہیں گھیر لیا سو انہیں ہلاک کر دے گا۔(ایسر التفاسیر:380) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو صبر کی تلقین کی ہے۔

رکوع نمبر 8

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ(11)

آپ کہہ دیں زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا ہے!(11)

سوال1:قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ '' آپ کہہ دیں زمین میں چلو پھرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے رسولوں کا مذاق اڑانے والوں کی ہلاکت کے بارے میں یقین دلانے کے لیے فرمایا کہ زمین میں چل پھر کر جھٹلانے والوں کا انجام دیکھو۔﴿2﴾یہ سیر جس کا حکم دیا گیا ہے بدنی اور قلبی سیر کو شامل ہے جس سے عبرت جنم لیتی ہے۔رہا عبرت حاصل کیے بغیر چل پھر کر دیکھنا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ (تفسیر سعدی:752/1)

سوال2:ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ '' پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا ہے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والوں کے انجام کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ اس بارے میں کوئی شک نہ رہے کہ کیسے رسولوں کو جھٹلانے والی قومیں ہلاک کر دی گئیں، کیسے امتیں عذاب میں مبتلا کر دی گئیں، کیسے عیش وعشرت کے مزے لوٹنے والے تباہ و برباد ہو گئے اور کیسے گھر اور تہذیبیں ہلاک ہو گئیں۔اللہ تعالیٰ نے اہل بصیرت کے لیے انہیں نشان عبرت بنا دیا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(12)

آپ پوچھیں کس کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے،اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے،وہ قیامت کے دن ضرور بہ ضرور تمہیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا ہے وہی اس پر ایمان نہیں لاتے۔(12)

سوال1:قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ '' آپ پوچھیں کس کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ مشرکوں پر توحید کے دلائل دیتے ہوئے سوال کریں کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے کس نے پیدا کیا،کون ان کا مالک ہے اور کون ان پر اختیار رکھتا ہے؟

سوال2:قُلْ لِّلّٰهِ '' آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' مشرک اس کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے جب وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اور زمین وآسمان میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے جب وہ انکار نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے تو اللہ تعالیٰ کے لیے توحید کا اقرار کیوں نہیں کرتے اور اس کے لیے خالص کیوں نہیں ہوتے؟

سوال3: رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا آپ مشرکین سے پوچھو: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''آپ پوچھیں کس کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے''؟ اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آپ ﷺ کو یہ حکم فیصلے کے لئے دیا گیا۔ ﴿2﴾ آپ ﷺ کو یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ مشرکین اچھی طرح جانتے تھے کہ خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کہ مخلوق ہیں۔ یہ سوال کر کے کہ تخلیق کے بعد پھر مالک کون ہے؟ مشرکین کو اتنا لاجواب کر دیا گیا کہ سوال کا جواب بھی پھر خود ہی دے دیا گیا اور یوں فیصلہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اس لیے وہی اس لائق ہے کہ اس کو معبود مانا جائے۔

سوال4: كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ''اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے کہ ''اس کی رحمت اس کے غصے پر غالب ہے''۔ ﴿2﴾ اس نے اپنے بندوں کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے ہیں اس نے اپنے گناہ گار بندوں کو خاص طور پر اپنی رحمت کے دروازے میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے۔ ﴿3﴾ اس کی رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ﴿4﴾ وہ خالق و مالک ہے جو چاہے کر سکتا ہے، اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے۔ بندوں کے گناہ اور عیب انہیں اپنے رب کی رحمت کے دروازوں میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو تمام انسانوں پر پھیلا رکھا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے پھر وہ دنیا میں انسانوں کو مشقت میں کیوں ڈالتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ جب کسی کو مصیبت اور مشقت میں مبتلا کرتے ہیں تب بھی اس پر رحمت ہی کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ وہ آزمائشوں میں مبتلا کر کے دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون اس کا سچا غلام ہے اور کون بھاگنے والا ہے۔؟ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ مشکلات میں ڈال کر اپنی امانت (اپنے کلام کی ذمہ داریاں) اٹھانے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔ ﴿4﴾ مشکلات کی وجہ سے انسان کو فہم ملتا ہے اور وہ خالص ہوتا ہے۔ اپنی تیاری اور تجربات سے اللہ تعالیٰ کی امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے اس طرح یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دائرے کے اندر ہوتے ہیں۔

سوال6: یہ الفاظ ''كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ'' انسان کے دل پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لیے انس پیدا ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ اس کے دل میں روحانی سرور پیدا ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو چکھتا ہے، محسوس کرتا ہے مگر بیان نہیں کر سکتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7:اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس کی رحمت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اور بندے کا تعلق اُستوار ہوتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت انسان سے اس کی غلامی کرواتی ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت ساری انسانیت کے لیے ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ذریعے انسان زندہ ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے انسان کے جسم اور جان کا رشتہ جڑا ہوا ہے۔﴿6﴾انسانی وجود میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر وقت جاری وساری ہے۔﴿7﴾اس پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر وقت جاری وساری ہے۔﴿8﴾انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہے۔﴿9﴾اللہ کا رزق اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔﴿10﴾کائنات اور اس کی قوتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انسان کے لیے مسخر ہیں۔﴿11﴾انسان کے اندر علم کی استعداد اور اس علم کا حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔﴿12﴾انسان کو خلافت کی ذمہ داری سونپ کر اس کی ہدایت اور تربیت کے لیے رسولوں کا بھیجنا اس کی رحمت ہے۔﴿13﴾انسان کی گمراہی کے بعد اسے دوبارہ سیدھے راستے پر ڈالنا اس کی رحمت ہے۔﴿14﴾رسولوں کی آواز پر لبیک نہ کہنے کے باوجود مہلت کا ملنا رب کی رحمت ہے۔﴿15﴾انسان کا گناہ کے بعد توبہ کرنا اور رب کا معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔﴿16﴾یہ اللہ تعالیٰکی رحمت ہے کہ وہ ایک برائی کو ایک ہی برائی شمار کرتا ہے جب کہ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا اجر عطا کرتا ہے۔﴿17﴾وہ لمحہ انسان کی زندگی کا سب سے قیمتی لمحہ ہوتا ہے جب کسی انسان پر اللہ تعالیٰکی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی پہچان مل جاتی ہے۔

سوال8:رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ہماری عقل سے قریب کرنے کے لئے جو وضاحتیں کی ہیں وہ تحریر کریں؟

جواب:﴿1﴾امام بخاری اور امام مسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے''اللہ تعالیٰ نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو ایک ایسی کتاب جو اس کے پاس عرش پر ہے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی''۔(بخاری:7404)﴿2﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''اللہ نے رحمت کے سو اجزاء بتائے پھر ان میں سے ننانویں حصوں کو اپنے پاس رکھا اور زمین میں صرف ایک حصہ نازل کیا پس اسی کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرتی ہے یہاں تک کہ جانور اپنے بچہ سے اپنے پاؤں کو ہٹالیتا ہے،اسے تکلیف پہنچنے کے خوف کی وجہ سے۔''(صحیح مسلم:6972)﴿3﴾سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ جنگلی قیدی حاضر کیے گئے ان میں ایک عورت بھی تھی جس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے جب قیدیوں میں ایک بچہ پر اس کی نظر پڑی تو دوڑ کر عورت نے بچہ کو پکڑ کر سینے سے چمٹالیا اور اس کو دودھ پلایا نبی ﷺ نے فرمایا''دیکھو کیا یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک سکتی ہے''ہم نے عرض کیا''نہیں وہ ایسا کر ہی نہیں سکتی''فرمایا:''جس قدر یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہے اس سے زیادہ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔'' (صحیح بخاری:5999, صحیح مسلم:6978)

سوال9: رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو دوسروں کے ساتھ رحمت کرنے کی کیسے تعلیم دی؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا!''رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوگا تم لوگ اہل زمین پر رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمانوں میں ہے''۔(ابوداؤد، ترمذی)﴿2﴾''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا'' (بخاری، مسلم، ترمذی)﴿3﴾''رحمت اس شخص سے چھین لی جاتی ہے جو شقی القلب ہیں''۔ (ابوداؤد، ترمذی)﴿4﴾ رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا اس وقت آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس موجود تھے وہ کہنے لگے میرے دس بچے ہیں میں تو کسی کو بوسہ نہیں دیتا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر کسی کے دل سے رحمت کو چھین لیا جائے تو میں اس کے لیے کیا کرسکتا ہوں۔(مسلم، بخاری)﴿5﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سفر پر گیا اسے پیاس لگی تو وہ کنویں میں اترا اور پانی نکال کر لایا اس نے کتے کو پانی پلایا۔اس پانی پلانے کے عوض اس کی مغفرت ہوگئی۔ (مسلم، بخاری، مؤطا)﴿6﴾ ایک بدکار عورت نے شدید گرمی میں کتے کو اپنے موزے سے پانی پلایا تو اس کی مغفرت ہوگئی۔ ﴿7﴾ سیدنا عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ہم نے ایک پرندہ دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے ہم نے اس کے بچے پکڑ لئے چڑیا آئی اور زمین پر بچھی جارہی تھی رسول اللہ ﷺ آئے آپ ﷺ نے فرمایا! کس نے اسے اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف میں ڈالا؟ اس کے بچوں کو لوٹا کر اسے دے دو۔(ترمذی) ﴿8﴾ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہم نے چیونٹیوں کے گھروں کو جلا دیا تھا آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس نے جلائے ہیں؟ ہم نے کہا یہ تو ہم نے جلائے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کے ساتھ صرف آگ کا مالک سزا دے سکتا ہے۔(ابوداؤد)﴿9﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی نبی کو چیونٹی نے کاٹا۔انہوں نے حکم دیا کہ ان کے گھر کو جلا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اگر آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو کیا آپ اس کی پوری نوع کو جلا ڈالیں گے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔(مسلم، بخاری)

سوال10: انسان کیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مزہ چکھ سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مزہ اسے ملتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مزہ چکھنے کے لیے اس کی دی ہوئی رحمت کو جو ہر ایک کے اندر موجود ہے اسے اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ برت کر دیکھنا پڑے گا۔

سوال11: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حقیقت جب مومن کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتی ہے تو اس پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اس حقیقت کے دل میں راسخ ہونے سے مومن کے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔﴿2﴾ مشکلات میں گھرا ہوا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھ لیتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ حالات میں کسی بھی لمحے تبدیلی آسکتی ہے۔﴿3﴾ مشکلات ومصائب میں مؤمن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ ہرصورتِ حال کے بعدنئی صورتِ حال پیدا ہوسکتی ہے۔﴿4﴾ مصائب میں گھرا ہوا مومن یہ امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشکلات میں مبتلا کر کے چھوڑتا نہیں، اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتا۔﴿5﴾ مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اندر صبر وثبات پیدا ہوتا ہے۔﴿6﴾ مومن کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے مغفرت کی امید بندھتی ہے پھر اسے غفور ورحیم کی نافرمانی کرنے سے شرم آتی ہے۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حقیقت پالینے سے مومن خود بھی رحم اور شفقت کے انداز سیکھ لیتا ہے۔﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پا کر ایک مومن دوسروں کی غلطیوں اور گناہوں سے درگزر کر جاتا ہے۔

سوال12: لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ''وہ قیامت کے دن ضرور بہ ضرور تمہیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے اس نے قیامت پر دلائل دیے ہیں۔ مومن اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ سچی خبر دینے والا سمجھتے ہیں۔ وہ قیامت کا یقین رکھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ رحمت عالم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ بھی کہ کیا وہاں پانی ہوگا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! وہاں پانی بھی ہوگا اور اللہ والے انبیائکے حوضوں سے پانی پئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جن کے ہاتھوں میں آگ کے لٹھ ہوں گے وہ کافروں کو انبیاء کے حوضوں سے ہٹا دیں گے۔ (ابن مردویہ)

سوال13: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کرنے والا ہے پھر وہ قیامت کے دن سب کو اکٹھا کیوں کریں گے؟

جواب:﴿1﴾ اس دنیا میں انسانوں کو جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے۔ دنیا میں نہ رزق کے اعتبار سے سب ایک جیسے ہیں، نہ ذہانت کے اعتبار سے، نہ شکل وصورت کے اعتبار سے، نہ خاندان کے اعتبار سے، نہ مواقع ملنے کے اعتبار سے۔ اس لیے ہرایک کا عمل مختلف ہوجاتا ہے۔﴿2﴾ دنیا میں بعض اوقات ظالموں کو ڈھیل ملتی ہے اور مظلوم ظلم کا شکار ہی رہتا ہے۔ یہاں ہرایک امتحان میں ہے۔ ہرایک کو اس کے کیے کی پوری جزا نہیں مل سکتی اس لیے ایک ایسے دن کے آنے کی ضرورت ہے جب ہرایک کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن آئے سب لوگ جمع کیے جائیں گے۔ ہرایک کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔

سوال14: اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ''جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا ہے وہی اس پر ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾جن لوگوں نے اپنے آپ کوخسارے میں ہار دیا۔اب ان کی شخصیت باقی نہیں رہی لہذا ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿2﴾جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا کہ وہ مخلوق کودوبارہ زندہ کرے گااورگناہ کرنے میں جلدی کی وہ دنیاوآخرت کےخسارے میں پڑ گئے۔

سوال15:خسارے کی نسبت ایمان نہ لانے سے قائم کرکے دراصل کس چیز کی بالواسطہ دعوت دی جارہی ہے؟

جواب:﴿1﴾یہ ایمان لانے کی دعوت ہے۔﴿2﴾ایمان اللہ کی برکتوں میں سے بڑی برکت ہے۔اس لئے کہ حقیقت پرایمان لانا انسان کی فطرت ہے۔﴿3﴾ایمان نہ لاکر انسان اپنی ذات،اپنی فطرت ہی گم کر بیٹھا ہے۔ایمان لانے کی دعوت دراصل ایک شخصیت کوقبول کرنے کی اورفطری دعوت ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے کہ کفر خسارہ ہے نہ شخصیت رہی ،نہ فطرت۔عظیم نقصان ہے۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (13)

اوراللہ تعالیٰ ہی کا ہے جوبھی رات اوردن میں ٹھہرا ہوا ہے اوروہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(13)

سوال1:وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ''اوراللہ تعالیٰ ہی کا ہے جوبھی رات اوردن میں ٹھہرا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رات اوردن میں جومخلوق پناہ لیتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے۔فرشتے ،جنات ،انسان،حیوانات ، جمادات سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔﴿2﴾اس سے مراد یہ بھی ہے کہ زمانہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔﴿3﴾اس سے مراد ہے ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز اس کی مملوک ہے۔وہی ان کے لیے تدبیر اورانتظام کرتا ہے وہی نفع ونقصان کا اختیار رکھتا ہے۔عقل اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنے خالق اور مالک کے لیے اخلاص اختیار کیا جائے۔صرف اسی سے محبت،اسی سے خوف اوراسی سے امید باندھیں۔

سوال:2وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ''اوروہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے یعنی اپنے علم کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ مخلوقات پرحاوی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی ملکیت اس کے سننے اور جاننے کی وجہ سے قائم ہے۔اللہ تعالیٰ السمیع ہے اختلاف لغات اورتنوع حاجات کے باوجود وہ تمام آوازوں کوسنتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ العلیم ہے وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جوتھیں اور جومستقبل میں ہوں گی اوران کو بھی جانتا ہے جونہ تھیں کہ اگر وہ ہوتیں تو کیسی ہوتیں،اللہ تعالیٰ ظاہر وباطن ہر چیز کی اطلاع رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:1/755-754)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَسۡلَمَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَهُوَ يُطۡعِمُ وَلَا يُطۡعَمُ ؕ قُلۡ اِنِّيۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (14)

آپ کہہ دیں: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دوست بناؤں؟ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا، آپ کہہ دیں: یقیناً مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا ہوں جو اسلام لائے اور آپ ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنیں۔(14)

سوال1: قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ '' آپ کہہ دیں: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دوست بناؤں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس میں نبی ﷺ سے خطاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں کہ آپ ﷺ کہہ دو کہ میں زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر غیر اللہ کو دوست نہیں بنا سکتا قُلۡ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ تَاۡمُرُوۡٓنِّيۡۤ اَعۡبُدُ اَيُّهَا الۡجٰهِلُوۡنَ اے جاہلو کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو ولی بنالوں۔

سوال2: انسان صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی کیسے بنا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنا سکتا ہے۔ ﴿2﴾ ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مان کر۔ ﴿3﴾ ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی کر کے۔ ﴿4﴾ ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار بنا کر۔ ﴿5﴾ ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے۔ ﴿6﴾ مصیبتوں میں ایک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر۔ ﴿7﴾ ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق سمجھ کر انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنا سکتا ہے۔

سوال3: اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو اپنا ولی بنائے تو اس کا کیا انجام ہوگا؟

جواب: ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو ولی بنانے سے انسان مشرک ہو جاتا ہے اس کا انجام بھی مشرکوں کے ساتھ ہوگا۔

سوال4: انسان کسی کو اپنا ولی کیوں بناتا ہے؟

جواب: انسان کسی کو اپنا ولی اس لیے بناتا ہے کہ وہ اس کی مدد کرے۔

سوال5: انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا ولی کیوں نہیں بنا سکتا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا بنانے والا ہے، اسی کی بادشاہت ہے، وہی رزق دیتا ہے، ساری مخلوقات اس سے رزق پاتی ہیں، اس کی محتاج ہیں۔ تو حاجت روا کو چھوڑ کر، رازق کو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے ولی بنایا جا سکتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے یہ حکم دیا ہے کہ اسی کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے اور مشرکوں میں شامل نہ ہوں۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو ولی بنانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو ولی بنانے کا مقصد کسی اور سے نفع حاصل کرنا یا کسی اور سے نقصان یا مشکلات سے بچانے کی امید رکھنا ہے۔ ﴿2﴾ نفع پہنچانا اور نقصان سے بچانا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی اور سے امید رکھنا شرک ہے اور شرک ہرگز اسلام نہیں ہوسکتا۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور شرک نہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: اس کے لازمی معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو سرپرست نہ بنایا جائے۔

سوال8: وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ '' اور وہی کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے (الذاریات:57,58) ﴿2﴾ قبا کے رہنے والے ایک انصاری نے نبی ﷺ کی دعوت کی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ جب حضور ﷺ کھانا تناول فرما کر ہاتھ دھو چکے تو آپ نے فرمایا: **الحمد لله الذى يطعِم ولا يطعَم ، ومن علينا فهدانا ، واطعمنا وسقانا ، وكل بلاء حسن ابلانا ، الحمد لله غير مودع ولا مكفى ولا مكفور ولا مستغنى عنه ، الحمد لله الذى اطعمنا من الطعام ، وسقانا من الشراب ، وكسانا من العرى ، وهدانا من الضلال ، وبصرنا من العمى ، وفضلنا على كثير ممن خلق تفضيلاً ، الحمد لله رب العالمين** پڑھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو سب کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ اس کے بہت بڑے احسان ہم پر ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت دی اور کھانے پینے کو دیا اور تمام بھلائیاں عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جسے ہم پورا ادا کر ہی نہیں سکتے اور نہ اسے چھوڑ سکتے ہیں، ہم اس کی ناشکری نہیں کرتے، نہ اس سے کسی وقت ہم بے نیاز ہو سکتے ہیں، الحمدللہ، اللہ نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، کپڑے پہنائے، گمراہی سے نکال کر راہ راست دکھائی، اندھے پن سے ہٹا کر آنکھیں عطا فرمائیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر ہمیں فضیلت عنایت فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر: 48/2)

سوال9: قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ '' آپ کہہ دیں: یقیناً مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا ہوں جو اسلام لائے اور آپ ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ '' آپ کہہ دیں: یقیناً مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں جو اسلام لائے'' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو کہ مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حکم مانوں۔﴿2﴾یعنی میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اطاعت کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں کیونکہ میں ہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہوں کہ اپنے رب کے احکام کی اطاعت کروں۔(تفسیر سعدی:755/1)﴿3﴾وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ'' اور آپ ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنیں''یعنی مجھے روک لیا گیا کہ میں مشرکوں میں سے ہوں۔﴿4﴾یعنی مشرکوں جیسے اعتقاد رکھوں یا ان کے ساتھ مجالس میں شریک ہوں یہ حکم میرے لیے فرض ہے۔

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ(15)

آپ کہہ دیں: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔(15)

سوال1: قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ'' آپ کہہ دیں: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یوم عظیم سے مراد وہ دن ہے جس کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، جس سے خوف رکھا جاتا ہے۔﴿2﴾نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو کہ میں شرک کر کے اللہ جبار کی ناراضگی سے ڈرتا ہوں کیونکہ شرک ہمیشہ جہنم میں لے جانے کا موجب ہے ﴿3﴾یہ شرک کرنے والوں کے دلوں کے لیے تنبیہ ہے۔﴿4﴾قیامت کا عذاب ہولناک ہوگا جو انسان کو تلاش کر لے گا اور اسے قبضے میں کر لے گا اور اس عذاب سے صرف رب ہی بچا سکتا ہے جب بچانے والا رب ہے تو پھر کسی اور کو ولی کیسے بنایا جا سکتا ہے۔

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ(16)

اس دن جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا تو یقیناً اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور یہی واضح کامیابی ہے۔(16)

سوال1: مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ'' اس دن جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا تو یقیناً اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کا عذاب اتنا ہولناک ہوگا کہ انسان اس سے بچ نہ پائے گا۔اللہ تعالیٰ ہی اس عذاب سے بچا سکتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی اصل رحمت یہ ہے کہ اللہ عذاب سے بچا لے۔مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ'' جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا'' جو عذاب سے بچا لیا گیا یعنی اس سے دور کر دیا گیا۔(ایسر التفاسیر:381)﴿2﴾يَوْمَىِٕذٍ'' اس دن'' اس دن سے مراد قیامت کے دن۔﴿3﴾فَقَدْ رَحِمَهٗ'' اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا'' جو عذاب سے بچا لیا گیا وہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں ہوگا۔یہی کھلی کامیابی ہے۔﴿4﴾وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ''اور یہی واضح کامیابی ہے''جواس روز عذاب سے بچالیا گیاوہی کامیاب ہے اور جوکامیاب نہ ہواوہی بدبخت ہے۔﴿5﴾رب العزت نے فرمایا:فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ چنانچہ جوآگ سے بچالیا گیااور جنت میں داخل کردیا گیاتووہ کامیاب ہوگیااوردنیا کی زندگی تودھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں(آل عمران:185)

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ(17)

اوراگر اللہ تعالیٰ آپ کوکوئی نقصان پہنچائے تواس کے سواکوئی اس کادورکرنے والانہیں اوراگروہ آپ کوکوئی بھلائی پہنچائے تووہی ہرچیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(17)

سوال1:وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ''اوراگر اللہ تعالیٰ آپ کوکوئی نقصان پہنچائے تواس کے سواکوئی اس کادورکرنے والانہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اگراللہ تعالیٰ آپ کوکسی بیماری میں مبتلاکردے یامالی تنگی میں یاکوئی غم دے دے یاپریشانی میں مبتلاکردے تواس کے سواکوئی اسے دورکرنے والانہیں۔﴿2﴾انسان جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے ولی بناتاہے توان سے نفع کی امیدرکھتاہے۔اللہ تعالیٰ انسانوں کی دلی خواہشات سے باخبرہے وہ انسان کی خواہش کا پیچھا کرکے اس کاعلاج کرتاہے کہ دیکھونفع دینے کااختیارتواللہ کے پاس ہے پھر یہ بتاؤکسی اورکوولی بنانے کا کیافائدہ؟﴿3﴾اللہ تعالیٰ اپنی سچی پہچان دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہرچیز پرقدرت رکھتاہے۔اللہ تعالیٰ نے دلائل سے یقین دلایاہے کہ دیکھوقدرت والاتومدد کرسکتاہے پھربے اختیارکوولی کیوں بناتے ہو؟﴿4﴾جب اللہ تعالیٰ اکیلاہی نفع ونقصان کااختیاررکھتاہے تووہی اکیلاالوہیت وعبودیت کابھی مستحق ہے۔(تفسیرسعدی:755/1)﴿5﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن(سواری پر)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے(بیٹھاہوا)تھا۔آپ نے فرمایا:''اے لڑکے!میں تجھے چند(اہم)باتیں بتلاتاہوں(انہیں یادرکھ)تواللہ تعالیٰ کے(احکام)کی حفاظت کر!اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔تواللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ،تواس کواپنے سامنے پائے گا(یعنی اس کی حفاظت کرمدد تیرے ہم رکاب رہے گی)۔جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کرجب تو مدد چاہے(ماورائے اسباب طریقے سے)تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کراوریہ بات جان لے کہ اگرساری امت بھی جمع ہوکر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچاسکتی جواللہ تعالیٰ نے تیرے لکھ دیاہے اوروہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تواس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچاسکتی جواللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیاہے۔قلم اٹھالئے گئے(یعنی لکھ کرفارغ ہو گئے)اورصحیفے(نوشتہ ہائے تقدیر)خشک ہوگئے۔(جامع ترمذی:2516)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَاِنۡ یَّمۡسَسۡکَ بِخَیۡرٍ فَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ''اورگروہ آپ کوکوئی بھلائی پہنچائے تو وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ ہی بھلائی پہنچانے والا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:مَا یَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَهَا ۚ وَمَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کردیتا ہے تو اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر گالب ،کمال حکمت والا ہے۔(فاطر:2)﴿2﴾ نبی ﷺ کا فرمان ہے:اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَااَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَامَنَعْتَ وَلَایَنْفَعُ ذَاالْجَدِّمِنْکَ الْجَدُّ اے اللہ تیری عطا کوکوئی روکنے والا نہیں اور تیری دی ہوئی چیز کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کی دولت تیرے عزاب سے نہیں بچاسکتی۔(مسلم:1342)

وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ (18)

اوروہ اپنے بندوں پر غالب ہے اوروہ کمال حکمت والا،ہر چیز کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔(18)

سوال1:وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ ''اوروہ اپنے بندوں پر غالب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾الۡقَاهِرُ ''غالب''جوعزت دینے والا اورذلت دینے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:382)﴿2﴾اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب اورحاکم ہے اس کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں لمبی ناک والوں کے سرخم ہیں اورجھوٹے معبودوں کے چہرے ذلیل ہے اللہ تعالیٰ کائنات کی ایک ایک چیز پر غالب ہے اس کے ہاتھ میں ہرایک کی پیشانی کے بال ہیں اورتمام مخلوق اس کے جلال وجبروت کے آگے سرنگوں ہے۔اس کی قدرت میں ہر چیز ہے اوراس کے قبضے میں تمام جہانوں کا ذرہ ذرہ ہے ۔(مختصرابن کثیر:492/1)﴿3﴾اللہ تعالیٰ انسان پراتنے اختیارات رکھتا ہے کہ اس کے وسوسوں اوراندرونی اندیشوں سے واقف ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نفع دے سکتا ہے نقصان پہنچا سکتا ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ باخبر ہے لیکن وہ تمام معاملات کا فیصلہ دانائی سے کرتا ہے۔وہ انسان کوعقل سے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی مہلت دیتا ہے۔کامل اختیارات کے باوجود اسے فوراً نہیں پکڑتا۔

سوال2:وَهُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ''اوروہ کمال حکمت والا ہر چیز کی پوری خبر رکھنے والا ہے''

جواب:﴿1﴾وَهُوَ الۡحَکِیۡمُ اللہ تعالیٰ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے اور ہر چیز کے مقام ومناسبت سے خوب واقف ہے وہ مستحق کودیتا ہے اورغیر مستحق کونہیں دیتا۔(مختصرابن کثیر:492,493/1)﴿2﴾اللہ تعالیٰ اپنے اوامر ونواہی ،ثواب وعقاب اورخلق وقدر میں حکمت سے کام لیتا ہے۔(تفسیر سعدی:756/1)﴿3﴾الخبیر۔﴿4﴾وہ اسرار وضمائر اورتمام مخفی امور کی اطلاع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھتا ہے۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۫ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۫ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ(19)

آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔(19)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن اسحاق اور ابن جریر نے سعید یا عکرمہ کے واسطہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نمام بن زید اور قروم بن کعب اور حجری بن عمرو آئے اور کہنے لگے اے محمد ﷺ ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، مجھے اسی توحید حق پر معبوث کیا گیا اور میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی یعنی آپ فرما دیجئے کہ سب سے بڑھ کر گواہی کے لیے کون سی چیز ہے۔(تفسیر ابن عباس:384/1)

سوال2: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا قُلْ ''آپ پوچھیں'' پھر کہا گیا قُلْ ''آپ کہہ دیں'' خود ہی سوال کرو اور خود ہی جواب دو کی حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں اور کافروں کی دین کی راہیں جدا ہو جائیں اس لیے یہ سوال جواب کروا کر واضح کر دیا گیا کہ اب توحید اور شرک اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ فیصلہ سنا دیا جائے اسلام اور جاہلیت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ واضح کر دیا جائے اسلام اور کفر میں اتحاد ممکن نہیں اس لیے دین کی دعوت دلوائی گئی کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کی توحید کی اس سے بڑی کیا گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود گواہ ہے۔

سوال3: قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ ۫ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ''آپ پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾قُلْ ''آپ پوچھیں''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کوحکم دیا ہے کہ آپ بیان کردیں۔﴿2﴾اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ''کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے''اللہ تعالیٰ نے ہدایت کوواضح طور پر بیان کردیا ہے اب اس سے بڑھ کر کس کی گواہی ہوسکتی ہے۔﴿3﴾یہ گواہی اصول عظیم یعنی توحید کی گواہی ہے۔اللہ تعالیٰ خودسچائی کو بیان کرتا ہے،وہ سب سے بھلے فیصلے کرتا ہے،اس کی بات کے بعد کسی کی بات کی گنجائش نہیں۔جب اللہ تعالیٰ بات کرے تو تمام باتیں ختم ہوجاتی ہیں اور معاملے کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔﴿4﴾قُلِ اللّٰهُ ۫ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ '' آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اورتمہارے درمیان گواہ ہے''اللہ تعالیٰ کی گواہی رسول اللہ ﷺ اوراس کی قوم کے مابین دوقسم کی ہے۔ایک تو رسول ﷺ کی رسالت کی گواہی اور دوسرے قرآن حکیم کی گواہی۔(تفسیر مراغی:76/3)﴿5﴾اللہ تعالیٰ ہی رسول اور بندوں کے درمیان گواہ ہیں کہ رسول برحق ہیں۔جوکتاب لے کرآئے ہیں وہ سچی ہے۔اللہ تعالیٰ کی گواہی قرآن حکیم کی شکل میں آگئی ہے اس کے سوا کسی کوحقیقت کا علم نہیں،اس کے سوا کسی کوزور حاصل نہیں اس لیے وہی میرے اورتمہارے درمیان گواہ ہے۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ میری گواہی دیتا ہے جوکچھ میں کہتا ہوں وہ اس کومحقق کردیتا ہے۔وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۙ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۙ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ اوراگر وہ ہم پرکوئی بات گھڑ کرلاتا تو یقیناً ہم اس کواس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے پھر یقیناً ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔(الحاقۃ:44,46)﴿7﴾اللہ تعالیٰ اس کی گواہی نہیں دے سکتے جواس کا رسول نہ ہو۔

سوال4:وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ''اورمیری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اورجن تک یہ پہنچے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ ''اورمیری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے''اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن تمہارے فائدوں اورمصلحتوں کے لیے میری طرف وحی کیا ہے تاکہ میں تمہیں اورجن تک یہ قیامت تک پہنچے گا انہیں برے انجام سے خبردار کردوں۔﴿2﴾لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ '' تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں''انذار یہ ہے کہ جس چیز سے ڈرانا مقصود ہواسے بیان کیا جائے جیسے ترغیب وترہیب،اعمال اوراقوال ظاہرہ وباطنہ،جوکوئی ان کوقائم کرتا ہے وہ گویا انذار قبول کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:757/1)﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے۔هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ لوگوں کے لیے یہ بیان ہے اوراللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اورنصیحت ہے۔(آل عمران:138)﴿4﴾وَمَنْۢ بَلَغَ ''اورجن تک یہ پہنچے''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:جس تک یہ قرآن پہنچے تو وہ لوگوں میں سے اس کا نذیر ہے۔(ابن ابی حاتم:1271/4)﴿5﴾مقاتل کا قول ہے:جس کوجنوں اورانسانوں میں سے قرآن پہنچے وہ اس کے لیے نذیر ہے۔(تفسیر منیر:166/4)﴿6﴾سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ!اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔(صحیح بخاری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

:3461)﴿7﴾ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر اس بندے کے چہرے کو تروتازہ رکھے جو میری بات یاد کر کے آگے پہنچاتا ہے۔(جامع ترمذی :2656)﴿8﴾ سیدنا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہنا اور ہاں! یہاں موجود غائب کو پہنچا دیں کیونکہ بہت سے لوگ جن تک یہ پیغام پہنچے گا سننے والوں سے زیادہ (پیغام کو) یاد رکھنے والے ثابت ہوں گے اور میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی (ناحق) گردنیں مارنے لگو۔'' (صحیح بخاری:1741)

سوال5: قرآن حکیم کیسے انسانوں پر حجت بنتا ہے؟

جواب: ہر وہ شخص جس تک قرآن کی تعلیمات پہنچ جائیں۔ کسی ایسی زبان میں سمجھتا ہو جس میں قرآن حکیم کی تعلیم موجود ہو تو حجت قائم ہو جاتی ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی صورت لوگوں کے سامنے ثالث رکھ دیا ہے اب اس کے سامنے کیا راستہ ہے؟

جواب: انسان کے سامنے دو راستے ہیں اگر وہ قرآن کی حقیقت سے واقف ہے تو تحقیق کرے کہ کیا واقعی یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اگر اسے پتہ چل جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے تو اس کے فیصلوں پر راضی ہو جائے۔

سوال7: اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ ان مشرکوں سے جو آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں۔(تفسیر جامع البیان:74/7)﴿2﴾ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی گواہی جو جہانوں کا پروردگار ہے اور مخلوق میں سے سب سے پاکیزہ ہستی محمد ﷺ کی گواہی ہے۔﴿3﴾ تمہاری اپنی گواہی فطرت کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف جتنے گروہوں کی گواہی ہے ان کے اپنے اقوال میں اختلاف ہے جس کی مخالفت میں وہ یک جا ہیں یعنی وہ سب اللہ تعالیٰ کو شریک ٹھہراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خلاف دلائل کا ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا اس لیے دونوں گواہوں میں سے کوئی گواہی چن لو۔﴿4﴾ میں تو ایسی بے ہودہ بات نہیں کہتا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ آپ کہہ دیں! آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ، ان میں سے جو ظاہر ہو اور جو پوشیدہ ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے اس کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔(الانعام:151)

سوال8: یہ سوال کر کے کیا ثابت کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ کوئی گواہی نہیں دے سکتا لہذا خود گواہی دے دو۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔﴿3﴾ اور شرک جس میں تم مبتلا ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔(ایسر التفاسیر:382)

سوال9: قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو وہ واحد معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔(جامع البیان:174/7)

﴿2﴾ وہ واحد معبود ہے کیونکہ وہ ایک ہی رب ہے اس لیے وہ رب کی جو خالق، رازق اور مدبر ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔(ایسر التفاسیر:382)

سوال10: وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ'' اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تم جن بتوں اور دیگر خداؤں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ میں ان سے برأت کا ظہار کرتا ہوں یہ ہے توحید کی حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا ثبات اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے اس کی نفی۔(تفسیر سعدی:757/1)

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ(20)

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا تو وہی ایمان نہیں لاتے۔(20)

سوال1: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ'' وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' اس کی وضاحت کریں

جواب:﴿1﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ'' وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے'' یعنی یہود و نصاریٰ جن کو تورات اور انجیل دی گئی۔ (الاساس فی التفسیر:1606/3)﴿2﴾ یَعْرِفُوْنَهٗ'' وہ اس کو ایسے ہی پہچانتے ہیں'' یعنی وہ توحید کو پہچانتے ہیں۔﴿3﴾ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ'' وہ اس کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' قتادہ کہتے ہیں: اس سے مراد ہے کہ وہ اسلام کو پہچانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور یقیناً محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جس کے بارے میں وہ تورات اور انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں۔(تفسیر جامع البیان:175/7)﴿4﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیٹوں کو پہچانتے ہیں اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ وہ نبی ﷺ کو پہچانتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ کی بعثت کے بارے میں ان کی کتابوں میں بشارتیں موجود تھیں اور آپ ﷺ کی صفات ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں اس لیے وہ آپ ﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

سوال 2: اَلَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ''جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا تو وہی ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَلَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ''جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا'' وہ لوگ جنوں نے اپنے آپ کو ہلاک کیا اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کا انکار کر کے جہنم میں اپنے آپ کو گرایا۔ ﴿2﴾ جس ایمان اور توحید کے لیے انہیں پیدا کیا گیا تھا انہوں نے اپنے آپ کو اس سے محروم رکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے محروم کر دیا۔ ﴿3﴾ فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ''تو وہی ایمان نہیں لاتے'' اپنے اس خسارے کی وجہ سے اب وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿4﴾ ان کے اندر ایمان نہیں اس لیے وہ عظیم خسارے اور شر کو پہنچیں گے۔ ﴿5﴾ جن لوگوں نے اپنی جانوں کے لیے خسارہ لے لیا وہ ایمان نہیں لا سکتے۔ ﴿6﴾ جن اہل کتاب نے تحقیقات کیں اور دین کو قبول کرنے کی بجائے دین کو بگاڑنے میں کوشاں رہے وہ ایمان نہیں لا سکتے۔

رکوع نمبر 9

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ (21)

اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے، ظالم یقیناً کامیاب نہیں ہوتے۔ (21)

سوال 1: وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ گھڑے اور اس کی آیات کو جھٹلائے جو رسول لے کر آئے ہیں۔ ﴿2﴾ اس آیت کریمہ کی وعید میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنا جائز ہے یا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے کوئی بیوی یا بیٹا بنایا ہے اور اس وعید میں وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے حق کو جھٹلایا جسے لے کر انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے اور جس کے علم بردار، ان کے جانشین (داعیان حق) ہوئے۔ (تفسیر سعدی:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

758/1)﴿3﴾ ظالموں سے مراد مشرک ہیں جو گمان رکھتے ہیں کہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے اس وجہ سے ان کی عبادت کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:384)﴿4﴾ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور پھر بھی وہ انہیں معاف کرتا ہے اور انہیں روزی دیتا ہے۔''(صحیح بخاری:7378)﴿5﴾ مشرکوں کا اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد تھا کہ یہ اللہ کے نزدیک ہمارے سفارشی ہیں اس لئے ان کی عبادت کی اور اہل کتاب نے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کا انکار کیا تو گویا یہ سبھی لوگ توحید اور اسلام کے خلاف اپنے معاندانہ رویہ کی وجہ سے بڑے ظالم ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:391/1)﴿6﴾ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ''یا اس کی آیات کو جھٹلائے'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دلائل کو جھٹلانا ہے جو اس نے اپنے رسولوں کو نبوت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے عطا فرمائے اور ان میں سے یہود ہیں۔(تفسیر جامع البیان:176/7)

سوال2: اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ''ظالم یقیناً کامیاب نہیں ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ توحید اور اسلام سے دشمنی کا موقف رکھنے والے ظالم ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے کبھی نجات نہیں پائیں گے۔(ایسر التفاسیر:384)﴿2﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر باطل کہتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے نہ ہی جنتوں میں ہمیشہ کی زندگی پائیں گے۔(تفسیر جامع البیان:176/7)﴿3﴾ شرک کرنے والے ظالم ہیں اس لیے وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔مشرک اپنا ذہنی سانچہ خراب کر لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے مقام پر کسی اور کو فائز کر کے اپنی زندگی، قوتیں، صلاحیتیں، وقت، اور مال اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسری ہستیوں کی عقیدت اور محبت میں نچھاور کر دیتا ہے اور اس کا نتیجہ ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔نہ وقت کام آئے گا، نہ صلاحیتیں نہ مال۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی صلہ نہیں دے سکتا اور شرک کر کے انسان اللہ تعالیٰ کے تعلق کو کاٹ بیٹھتا ہے۔﴿4﴾ انسان اپنے جیسے انسانوں کے لیے شرک کی مثال بنتا ہے یوں اپنی ناکامی کے ساتھ دوسروں کی کامیابی کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے۔

سوال3: شرک سب سے بڑا ظلم کیسے ہے؟

جواب:﴿1﴾ شرک سچائی کے ساتھ ظلم ہے اس لیے کہ اللہ واحد ہے اس جیسا کوئی نہیں کبریائی صرف اس کا حق ہے۔وہ حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور مشرک اللہ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے اندر بھی اللہ جیسی صفات ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔﴿2﴾ شرک نفس انسانی کے ساتھ ظلم ہے۔اس لیے کہ انسان کے نفس کا حق ہے کہ اسے صرف ایک اللہ تعالیٰ کے آگے جھکائے اور مشرک اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسری ہستیوں کے سامنے جھکا کر ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ان سے دعائیں مانگ کر، ان کے لیے قربانیاں دے کر، ان کے نام کی نذریں مان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر،ان سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت رکھ کر،ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف خوف کھا کر،اپنے لیے ہمیشہ ہلاکت کا فیصلہ کرے۔﴿3﴾ شرک دوسرے انسانوں پر ظلم ہے۔اس لیے شرک کر کے وہ حق کی پہچان گم کر بیٹھتے ہیں۔اوراس طرح ان کی زندگی ظالمانہ اصولوں کے تحت چلتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ(22)

اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جنہوں نے شرک کیا کہ تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان کیا کرتے تھے؟(22)

سوال1:وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا'' اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اہل شرک کے انجام کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔﴿2﴾ مشرکین اور اہل کتاب نہ دنیا میں کامیاب ہوں گے اور نہ اس دن جب ہم انہیں جمع کریں گے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔(ایسر التفاسیر:384)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے حشر کی پیشی کی ہولنا کی کا احساس کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حشر کے دن کو زندہ منظر کی حیثیت میں پیش کیا ہے جہاں شرک کرنے والوں کو بلا کر سوال کیا جا رہا ہے کہ ان کو لے آؤ جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے۔اس منظر میں شرکاء کا کوئی پتہ نہیں۔﴿2﴾ اس باز پرس سے مشرکین کے حواس گم ہو جاتے ہیں ان کی یادداشت سے وہ حالات محو ہو جاتے ہیں جس میں انہوں نے شرک کیا تھا۔ان کا شعور یہ بتاتا ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔اور وہ کہیں گے کہ نہ تو شرکاء موجود تھے نہ ہم نے شرک کیا اور یوں جھوٹے گمان کا پردہ چاک ہو جائے گا۔

سوال3:ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ'' پھر ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جنہوں نے شرک کیا تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان کیا کرتے تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو جمع کر کے ان کے بتوں کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ تمہارے بت ،دیوتا کہاں گئے جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے تھے۔﴿3﴾ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ'' تم گمان کیا کرتے تھے''جن کے بارے میں تم گمان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو کوئی شریک نہیں ۔(تفسیر منیر:169/4)

﴿3﴾ تَزْعُمُونَ سے مراد جنہیں تم پکارتے تھے اور شریک سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہاری شفاعت کریں گے۔(ایسر التفاسیر:383)

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ(23)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھران کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔(23)

سوال1: ثُمَّ لَمۡ تَكُنۡ فِتۡنَتُهُمۡ '' پھران کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اب ان کے لیے فتنہ نہ رہے گا یعنی حشر کے میدان میں حقیقت کے سامنے آنے کے بعد فتنہ یعنی عذر واضح ہو جائے گا اللہ تعالیٰ کے دربار میں بے اصل، بے بنیاد عقائد ذہن سے نکل جائیں گے لیکن نئی مصیبت پیش آئے گی کہ شرک سے انکار نجات کا باعث نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ وہ فیصلوں کا دن ہوگا۔

سوال2: قَالُوۡا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ '' وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: مشرک عذر کے طور پر جھوٹی قسم کھائیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے۔

سوال3: مشرک حشر کے میدان میں شرک کا انکار کیوں کر دیں گے؟

جواب: حشر کے میدان میں فطرت پر پڑے ہوئے پردے ہٹ جائیں گے اور انسان کا شعور شرک کی حقیقت کو پالے گا اس وجہ سے مشرک اپنے ماضی سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت، اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اعتراف کر لیں گے لیکن یہ کام وہ تب کریں گے جب اقرار مفید نہ ہوگا۔ اس لیے کہ جزائے اعمال کے دن اعتراضات فائدہ نہ دیں گے۔

اُنۡظُرۡ كَيۡفَ كَذَبُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ(24)

آپ دیکھیں کیسے وہ جھوٹ بولیں گے اور وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔(24)

سوال1: اُنۡظُرۡ كَيۡفَ كَذَبُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ '' آپ دیکھیں کیسے وہ جھوٹ بولیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اُنۡظُرۡ دیکھو یعنی تعجب کی نظر سے دیکھو۔ كَيۡفَ كَذَبُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ '' کیسے وہ جھوٹ بولیں گے'' کیسے انہوں نے اپنے اوپر جھوٹ بولا سے مراد یہ ہے کہ حقیقت سامنے آنے کے بعد اب یہ خود شرک کا انکار کر رہے ہیں دراصل انہوں نے جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو خود پر جھوٹ بولا اور خود کو فریب دیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اُن پر تعجب فرماتے ہیں کہ انہوں نے دنیا میں جھوٹ میں زندگی بسر کی اور آج یہ خود گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

سوال2: وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ '' اور وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ یعنی ان سے غائب ہو جائے گا اور وہ انہیں دیکھ نہیں سکیں گے۔ ﴿2﴾ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:384) ﴿3﴾ یعنی شرک ان کے ذہن کے پردوں سے بھی مٹ جائے گا۔ ﴿4﴾ حشر کے میدان میں جب فریب کا پردہ چاک ہو جائے گا فطرت پاک صاف ہو جائے گی تو مشرک کی آزمائش دور ہو جائے گی۔ اُن کے اندر سے شرک اور جھوٹے عقائد نکل جائیں گے تو ماضی کا احساس نہ کر سکیں گے۔ ﴿5﴾ دنیا میں عقائد کا گھڑا ہوا جھوٹا قلعہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس طرح گر جائے گا جیسے اُس کا کوئی وجود نہ ہو۔

سوال3: انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو کیسے شریک ٹھہرالیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مرکز توجہ بنالیتا ہے تو وہ جھوٹی تمناؤں کا ایک تانا بانا بن لیتا ہے جو اسے دھوکے میں رکھتی ہیں۔ ﴿2﴾ وہ یوں محسوس کرتا ہے اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام رکھا ہے۔ ﴿3﴾ وہ بڑی ہستیوں سے منسوب ہونے کو باعث فخر سمجھتا ہے۔ ﴿3﴾ وہ ان ہستیوں سے امیدیں باندھتا ہے کہ وہ ڈوبتی کشتی پار لگا دیں گی اس طرح انسان شرک کے جال میں خود پھنس جاتا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (25)

اوران میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ (نہ) اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں جن لوگوں نے کفر کیا، پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا یہ کچھ نہیں ہے۔(25)

سوال1: اس آیت میں مشرک کے کردار کی کس طرح سے وضاحت کی گئی ہے؟

جواب: مشرک کو اس آیت میں ایک ایسے کردار کی صورت میں پیش کیا گیا ہے جس کے پاس کان، آنکھیں اور دل ہے مگر اس کی حق دشمنی اور سرکشی نے اسے اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ بظاہر سنتا ہے مگر کانوں پر بوجھ کی وجہ سے سننے کا فریضہ ادا نہیں کر سکتا اور دلوں پر غلاف کی وجہ سے کوئی بات سمجھ نہیں سکتا۔

سوال2: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ''اوران میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں'' مشرک کو کون سی چیز سننے، سمجھنے اور قبول کرنے سے روکتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سننے والے کانوں میں اللہ تعالیٰ نے گرانی ڈال دی ہے۔ اس لیے سن نہیں سکتے۔ ﴿2﴾ بعض اوقات وہ سننے پر آمادہ بھی ہو جاتے ہیں مگر وہ اس سننے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ نہ ان کا ارادہ حق کی پیروی کا ہوتا ہے نہ اس کے مطابق عمل کرنے کا، اس لیے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ﴿3﴾ مشرک قرآن مجید سنیں بھی تو ان کے دل اسے یاد نہیں رکھتے نہ وہ احکامات کے رازوں کو سمجھتے ہیں اس لیے وہ نہ حق کو پہچانتے ہیں نہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:385)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:وَجَعَلْنَاعَلٰىقُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ''ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ (نہ) اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بعض لوگ رحمت عالم ﷺ کی قرأت سننے آتے ہیں اور پوری توجہ سے سنتے بھی ہیں لیکن آپ کے وعظ ونصیحت سے ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا جیسے خالی ہاتھ آئے تھے ویسے ہی چلے جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں ۔قرآن مجید ان کے دلوں پر اثر تا ہی نہیں اور وہ بہرے ہیں ان کے لیے سننا مفید ثابت نہیں ہوتا۔اللہ رب العزت نے فرمایا:وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اور اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے ،وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے۔(البقرہ:171)(مختصر ابن کثیر:494/1)

سوال4: سنتے ہوئے انسان کے کان کیسے بند ہو جاتے ہیں؟

جواب: جو انسان تعصب کا ذہن لے کر سنتا ہے تو اس پر نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی۔

سوال5: انسان کے کانوں میں اللہ تعالیٰ گرانی کیوں ڈال دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان اپنی فطری صلاحیتوں کو خود معطل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور سچائی کے درمیان پردہ ڈال دیتے ہیں۔یوں وہ کچھ نہیں سمجھ سکتا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی نیت اور ارادے پر چھوڑ دیتے ہیں۔اس لیے جو حق کو نہیں پانا چاہتا تو حق کے لیے اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔

سوال6:وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ''اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اٰيَةٍ اس سے مراد نشانی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔کافر جب کبھی معجزے دیکھتے ہیں تو ایمان نہیں لاتے وہ حق کو ثابت کرنے والے کھلے دلائل کو نہ مانتے ہیں نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور اگر اللہ تعالیٰ اُن میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رُخی کرنے والے ہوتے۔(الانفال:23)

سوال7:حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ ''حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں'' حق کا انکار کرنے کے لیے کافر جھگڑے کیوں کرتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ جولوگ تعصب کا ذہن لے کرحق کی طرف رخ کرتے ہیں۔وہ سن کربھی نہیں سنتے ،دلائل انہیں مطمئن نہیں کرسکتے ۔﴿2﴾ جولوگ جھگڑے کا ذہن لے کرسنتے ہیں وہ نصیحت قبول نہیں کرتے ،اس لیے جھگڑا کرتے ہیں۔﴿3﴾ جو لوگ سننے اورسمجھنے کاارادہ نہیں کرتے تو بات کا اصل پہلواُن کے ذہن میں نہیں آتا۔﴿4﴾ جولوگ مخالفانہ ذہن رکھتے ہیں وہ حق سے غلط معنی نکال کراپنے آپنے آپ کومطمئن کرلیتے ہیں۔﴿5﴾ جولوگ تعصب کا ذہن لے کربات سنتے ہیں دلائل ان کے ذہن کا جزونہیں بنتے پھروہ حق کوقبول کرنے کے لیے جھگڑے کرتے ہیں۔

سوال8: اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ''پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوایہ کچھ نہیں ہے''انکارکرنے والے قرآن حکیم کوپچھلے لوگوں کی کہانیاں کیوں قراردیتے ہیں؟

جواب :﴿1﴾ قرآن حکیم کو ردکرنے اور جھٹلانے کا بہانہ تلاش کرنے کے لیے رسولوں اور پچھلی قوموں کے واقعات کے بارے میں یہ تبصرہ ہرانکارکرنے والے کے دل کوٹھنڈا رکھتا ہے کہ کلام اللہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔﴿2﴾ عوام الناس کو قرآن سننے سے روکنے کے لیے ہردور کے لیڈرقرآن حکیم کو ماضی کی داستان قراردیتے ہیں تا کہ لوگ اسے اپنے لیے غیر ضروری خیال کریں۔﴿3﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:مشرک کہتے تھے جوتم ذبح کرتے ہواورقتل کرتے ہوتواسے کھالیتے ہواور جسے اللہ تعالیٰ عاردیتا ہے اسے تم نہیں کھاتے اورتم اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع کرتے ہو۔(ابن ابی حاتم:1276/4)﴿4﴾ وہ کہتے ہیں یہ سب کچھ پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے ماخوذ ہے جواللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں نہ اسکے رسولوں کی طرف سے۔یہ ان کا کفرمحض ہے ورنہ اس کتاب کو پہلے لوگوں کی کہانیاں کیسے کہا جاسکتا ہے جوگزرے ہوئے اور پہلے آنے والے لوگوں،انبیاءومرسلین کے لائے ہوئے حقائق ،حق اور ہر پہلو سے کامل عدل وانصاف پرمشتمل ہے۔(تفسیرسعدی:760/1)

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (26)

اوروہ اس سے لوگوں کوروکتے ہیں اورخود بھی اس سے دورہی رہتے ہیں اوراپنی جانوں کے سواوہ کسی کو ہلاک نہیں کررہے اوروہ شعورنہیں رکھتے۔(26)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:امام حاکم وغیرہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ مشرکین کورسول اکرم ﷺ کوایذاء پہنچانے سے روکتے تھے اورخود آپ کے دین کوقبول نہیں کرتے تھے اورابن ابی حاتم نے سعید بن ابی ہلال سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت رسول اکرم ﷺ کے چچاؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ تعداد میں دس تھے اعلانیہ طور پرتووہ آپ کی مددمیں لوگوں پر بھاری تھے مگرخفیہ طور پرتمام لوگوں سے زیادہ آپ پرزیادہ سخت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھے۔(تفسیر ابن عباس:386/1)

سوال2:وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ''اور وہ اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور ہی رہتے ہیں'' کی وضاحت کریں۔

جواب:﴿1﴾وَهُمْ اور وہ یعنی مشرک اور نبی ﷺ کو جھٹلانے والے،گمراہ کرنے اور گمراہ ہونے والے۔﴿2﴾يَنْهَوْنَ عَنْهُ ''اس سے لوگوں کو روکتے ہیں'' وہ لوگوں کو حق سے ڈراتے ہیں۔﴿3﴾قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ قرآن سے اور نبی ﷺ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔(جامع البیان:183/7)﴿4﴾وہ نبی ﷺ کی اتباع سے روکتے ہیں۔(تفسیر منیر:174/4)

سوال3:وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ''اور اپنی جانوں کے سوا وہ کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جو لوگ دوسروں کو قرآن سننے سے روکتے ہیں وہ خوف رکھتے ہیں کہ کہیں متاثر نہ ہو جائیں اور کہیں اسے قبول نہ کر لیں۔﴿2﴾یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی قرآن حکیم سے دور بھاگتے ہیں یہ مفلس لوگ ہیں اپنے آپ کو کامیابی کے راستے سے دور رکھتے ہیں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔﴿3﴾یہ رکنا اور روکنا یہ بھاگنا اور بھگانا دراصل تباہی کا سامان ہے مگر انہیں شعور نہیں۔

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ(27)

اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔(27)

سوال1:وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا'' انکار کرنے والوں کو ان کا انجام کیسے دکھایا گیا ہے؟

جواب:انکار کرنے والے دوزخ کے کنارے کھڑے ہیں۔رسوائی،شرمساری،اور حسرت کا منظر ہے۔انکار کرنے کی اور سرکشی کرنے کی طاقت ختم ہو چکی ہے۔ایک تمنا ہے دنیا میں واپس بھیج دیے جائیں اور اپنے رب پر ایمان لائیں۔اس منظر کو دیکھ کر انسان کو موقع ملتا ہے کہ آج کی صورت حال بدل ڈالے یہ حق کو قبول کرنے کے لیے زبردست ذہنی تیاری ہے

سوال2:فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ''تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں'' کافروں کی یہ تمنا کیسی تمنا ہے؟

جواب:یہ جھوٹی تمنا ہے اس لیے کہ یہ ان کی فطرت کے ساتھ میل نہیں کھاتی۔اس تمنا سے پتہ چلتا ہے کہ انکار کرنے والے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنی جبلت کو ہی بھول جائیں گے نہ انکار، نہ جھگڑے، نہ لوگوں کو سیدھے راستے سے روکنا۔ کچھ بھی یاد نہ رہے گا۔ اگر ان کی یہ تمنا پوری بھی کر دی جائے تب بھی یہ ایسا ہی کریں۔

سوال3: انکار کرنے والے دنیا میں لوٹا دیے جانے کی تمنا کیوں کریں گے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ تمنا اس لیے کریں گے کہ جس حقیقت پر انہوں نے پردہ ڈال رکھا تھا وہ سامنے آجائے گی۔ ﴿2﴾ اس تمنا کا سبب یہ ہوگا کہ ان پر ان کے اعمال کے برے نتائج اور ان کا برا انجام واضح ہو جائے گا۔ ﴿3﴾ جب انہیں قیامت کے دن آگ کے کنارے کھڑا کیا جائے گا اور وہاں اپنی آنکھوں سے طوق وسلاسل کے دل ودوز وجگر سوز عذابوں کا معائنہ کریں گے تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے اور تمنا کریں گے کاش! ہمیں پھر دنیا میں بھیج دیا جاتا اگر ایسا ہوتا تو ہم اپنے رب کی نشانیاں نہ جھٹلاتے اور ایمان دار بن کر زندگی گزار دیتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادتوں اور نیک عمل میں لگے رہتے اور انبیاء کو کبھی نہ جھٹلاتے۔ (مختصر ابن کثیر:495/1)

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (28)

بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (28)

سوال1: بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ''بلکہ ان پر واضح ہو چکیجو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے'' کافروں نے کیا چھپا رکھا تھا؟

جواب ﴿1﴾ کافروں نے دلوں میں کفر چھپا رکھا تھا یعنی ان کے برے اعمال ظاہر ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی:254/3) ﴿2﴾ کافر دلوں میں اس حقیقت کو چھپاتے تھے کہ وہ جھوٹے ہیں ان کے دلوں کا جھوٹ بعض اوقات ظاہر ہو جاتا تھا۔ ان کے دلوں کو بھلائی سے روکنے والے ان کے فاسد مقاصد تھے۔

سوال2: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ''اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کافر اپنی تمناؤں میں جھوٹے ہیں ان کا مقصد محض اپنے اوپر سے عذاب کو دور کرنا ہے۔ ﴿2﴾ ان کو لوٹا بھی دیا گیا تو وہ پھر کفر اور شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (الانعام:28)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَقَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ(29)

اورانہوں نے کہا کہ زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔(29)

سوال1:وَقَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا ''اورانہوں نے کہا کہ زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرنے والے کو کہتے ہیں کہ ہمیں وجود میں لانے کا مقصد اس دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں ہمیں دوبارہ اٹھایا نہیں جائے گا۔

سوال2:کفر کرنے والوں کے عقیدے کی خرابی کو کس طرح واضح کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾موت کے بعد کوئی زندگی نہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ اٹھائے گا۔﴿3﴾ کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔

سوال3:'' زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے'' کی بنیاد پر کیسے بین الانسانی تعلقات وجود میں آتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾انسان،انسان کے ساتھ جنگ میں مصروف میں رہتا ہے۔﴿2﴾انسانوں کا ہر طبقہ دوسرے طبقے کے خلاف مصروف عمل رہتا ہے۔﴿3﴾انسان وحشیوں کی طرح جو جی میں آتا ہے کرتے پھرتے ہیں۔﴿4﴾انسانی تعلقات میں عدل وانصاف،ہمدردی،اور رحمدلی کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔

سوال4:وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ''اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں''اس عقیدے کے انسان کے اوپر کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:اس عقیدے کی بنیاد پر ایک پاکیزہ اور بلند مرتبہ زندگی وجود میں نہیں لائی جاسکتی کیونکہ:﴿1﴾اس اس محدود دنیا کے اندر قید ہوجاتا ہے۔﴿2﴾اس کی سوچ جانوروں کی طرح محسوسات تک محدود ہوجاتی ہے۔﴿3﴾اس کے اندر دنیا کی حرص پیدا ہوجاتی ہے۔﴿4﴾وہ دنیا کے مال ومتاع کا بندہ بن جاتا ہے۔﴿5﴾وہ خواہش پرست ہوکر بے لگام ہوجاتا ہے۔﴿6﴾اس کی خواہشات پوری نہ ہوں تو محروم تصور کرتا ہے اور اس کی ساری امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں شعور کی یہ محدودیت انسان کو گراکر مٹی میں ملادیتی ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ(30)

اورکاش آپ دیکھیں جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا،وہ(اللہ)پوچھے گا:'' کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے''۔(30)

سوال1: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ''اور کاش آپ دیکھیں جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا وہ (اللہ) پوچھے گا: کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَوْ تَرٰٓى یعنی اگر آپ کافروں کو دیکھیں۔ ﴿2﴾ اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ''جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا'' جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے شرم سے سر جھکائے ہوں گے، دہشت زدہ، عذاب کے فیصلے کے منتظر، بڑے ہولناک منظر میں۔ ﴿3﴾ قَالَ ''وہ (اللہ) پوچھے گا'' اللہ تعالیٰ ان کو ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمائیں گے۔ ﴿4﴾ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ''کیا یہ حقیقت نہیں ہے'' یعنی وہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو برحق نہیں ہے۔ ﴿5﴾ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ''وہ کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اس موقعے پر وہ اعتراف اور اقرار کریں گے۔ ﴿6﴾ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ فیصلہ سنا دیں گے۔

سوال2: یہ سوال انکار کرنے والوں کی کیا حالت بنا دے گا؟

جواب: ﴿1﴾ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ سوال شرم سار کر دے گا۔ ﴿2﴾ انسان اللہ تعالیٰ کے موقف سے ہل نہیں سکے گا۔ ﴿3﴾ اقرار کیے بغیر چارہ نہ رہے گا کہ ہاں اے ہمارے رب! یہ حقیقت ہے۔

سوال3: انکار پر عذاب بالکل مناسب انجام ہے دلائل سے واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ اسلام کے وسیع تصور حیات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو محسوسات کے تنگ دائرے میں بند کرتے ہیں اور انسانیت کے بلند مقام تک پہنچانا نہیں چاہتے۔ ﴿2﴾ انکار کرنے والوں نے اپنی زندگی کے نظام کو ایک گھٹیا تصور پر استوار کر لیا اور اتنے گرے کہ خود کو عذاب کا مستحق بنا لیا۔

رکوع نمبر10

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (31)

یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا حتیٰ کہ جب قیامت ان پر اچانک آجائے گی تو وہ کہیں گے: ہائے افسوس اس کے بارے میں جو ہم نے کوتاہی کی! اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اُٹھائے ہوں گے۔ سن لو بُرا ہے جو بوجھ وہ اُٹھائیں گے! (31)

سوال 1: قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ''یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا'' نقصان کی وضاحت کریں۔؟

جواب: ﴿1﴾ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کا حساب لیا اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے عمل کیا اور عاجز (احمق) وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنی خواہشوں کے پیچھے لگا دیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی آرزو رکھی۔ (ترمذی) (اشرف الحواشی: 158/1) ﴿2﴾ جس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا وہ ہر بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلانے کی وجہ سے انسان ہلاکت میں ڈالنے والے کاموں پر جری ہو جاتا ہے اور یوں دنیا میں گھٹیا اور نچلی سطح کی زندگی گزارنے کا خسارہ پاتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہونے کا خسارہ حاصل کرتا ہے۔

سوال 2: انسان آخرت کا انکار کرنے کے لیے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: انسان آخرت کا انکار کرنے سے تب بچ سکتا ہے جب وہ اپنے آپ کو عقل و دلائل سے مطمئن کرے۔ مثال کے طور پر یہ کہ جن چیزوں پر وہ اپنا حق سمجھتا ہے اور انہیں بے دریغ استعمال کرتا ہے ان کے بارے میں خود سے اسی طرح کے سوالات کیے جا سکتے ہیں۔ ﴿1﴾ جس زمین پر چلتا ہوں کس حق کی بنیاد پر چلتا ہوں۔ ﴿2﴾ جس ہوا سے سانس لیتا ہوں کیا میں نے اس کا کوئی معاوضہ دیا ہوا ہے۔ ﴿3﴾ کیا جس زمین سے میں رزق لیتا ہوں کیا اس زمین کا کائی جزو میرا بنایا ہوا ہے۔ ﴿4﴾ وہ سب کو حاصل کرنے کی دوڑ و دھوپ کرتا ہوں کیا اُس میں سے میری کوئی چیز بنائی ہوئی ہے۔ ﴿5﴾ کیا جو ان ساری چیزوں کا مالک ہے اس کا مجھ پر کوئی حق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مالک موجودہ دنیا کو استعمال کرنے کا حق دیتا ہے۔ وہ ایک دن ان چیزوں کے حساب کتاب کے لیے کھڑا کر سکتا ہے۔

سوال 3: دل میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین پختہ کرنے کا طریقہ کار بتائیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ رب العزت نے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے بہت سے طریقے بتائے جیسے نماز، روزہ، کلام پاک کی تلاوت، دعائیں، حج۔ زکوۃ وغیرہ

پانچ وقت کی نماز انسان کو اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کو نماز میں رکھ دیا۔ رب العزت نے فرمایا: وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔ (طٰہٰ:14) دعاؤں میں انسان اپنے آپ کو رب کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ خاص طور پر سوتے جاگتے، دیگر امور کے بارے میں مسنون دعائیں۔ کلام پاک سب سے زیادہ رب کی ملاقات کی یاد دلاتا ہے اس یاد کو ذہن میں پختہ کرنا ہے۔ اسی طرح دیگر عبادات مثلاً روزہ، زکوۃ انسان کے ذہن میں رب سے ملاقات کو تازہ رکھتی ہیں۔ اور حج کے بارے میں تو اللہ رب العزت نے فرمایا: وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّکُمۡ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ حج رب العزت کے سامنے پیشی کی بہترین یاد دلاتا ہے حج کا ایک ایک عمل آخرت کی یاد کو پختہ کرتا ہے۔

سوال 4: کون سی چیز اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ذہن سے محو کر دیتی ہے؟

جواب: دنیا میں مصروفیت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ذہن سے محو کرتی ہے جب انسان حد سے زیادہ دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو رب سے ملاقات آہستہ آہستہ بھولنے لگتی ہے۔

سوال 5: حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتۡہُمُ السَّاعَۃُ بَغۡتَۃً ''حتیٰ کہ جب قیامت ان پر اچانک آ جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور اچانک قیامت آ جائے گی تو اپنے عقائد اور اعمال پر ندامت کا اظہار کریں گے۔

سوال 6: قَالُوۡا یٰحَسۡرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطۡنَا فِیۡہَا '' تو وہ کہیں گے: ہائے افسوس اس کے بارے میں جو ہم نے کوتاہی کی!'' انسان آخرت میں اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو اعتراف کیسے کرے گا؟

جواب: ﴿1﴾ انسان آخرت میں اقرار کرنے پر مجبور ہو گا اس لیے کہ امتحان کی آزادی ختم ہو جائے گی۔ ﴿2﴾ دنیا میں غافلوں کو قیامت کے آنے کی توقع نہیں ہوتی لیکن جب وہ آ جائے گی تو اعتراف کر لیں گے کہ ہم سے بڑی کوتاہی ہوئی ہے۔

سوال 7: وَہُمۡ یَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَہُمۡ عَلٰی ظُہُوۡرِہِمۡ '' اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے'' سے کیا منظر سامنے آتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کچھ لوگ ہیں جو جانوروں کی طرح اپنی پشتوں پر بوجھ لادے ہوئے ہیں، یہ جرائم کا بوجھ ہے اور بہت بھاری ہے اور اس سے نجات پانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ﴿2﴾ جانور بوجھ کو منزل تک پہنچا کر آرام کرتے ہیں لیکن مجرم بوجھ سمیت آگ کی طرف جا رہے ہیں۔ ﴿3﴾ اس منظر میں خوف ہر اس انسان کے شعور کو اپنے اعمال کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

سوال 8: اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ '' سن لو برا ہے جو بوجھ وہ اٹھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تبصرہ کیا ہے کہ کیسا برا ہے جو یہ بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ ﴿2﴾ یہ گناہوں کا بوجھ ہے جو انہیں جہنم کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرف لے جارہا ہے۔﴿3﴾بوجھ اٹھانے والے خوف زدہ ہیں، ہراساں ہیں۔﴿4﴾یہ بوجھ خسارہ ہے اور ہلاکت ہے وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ابدی ناراضی کے مستحق ہوں گے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(32)

اور دنیا کی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں اور آخرت کا گھر یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟(32)

سوال1:وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ''اور دنیا کی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں'' دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشا کیوں کہا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾دنیا کی زندگی کو اس لیے کھیل اور تماشا کہا گیا ہے کہ یہ دل کا کھیل تماشا بھی ہے کیونکہ دل لہوولعب سے شغف رکھتے ہیں اور ارادے اس سے پیوستہ رہتے ہیں اور لہوولعب میں بچوں کی طرح مشغول ہوتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی نظر میں حقیقی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی زندگی کی حقیقت کھیل اور تماشے کی ہے۔یہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کا مقام ہے۔﴿4﴾لہوولعب کی زندگی موت کے ساتھ ختم ہوجاتی ہے جیسے کھیل تماشے ختم ہوجاتے ہیں۔ ﴿5﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور دنیا والے، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا دم بھرنے والوں اور عالم و متعلم کو چھوڑ کر سب ملعون ہیں۔(ترمذی)﴿6﴾اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی کامیابی کے لئے کوشش کرنے کا درس دیا ہے کہ اے اللہ کے بندو! دنیا کی زندگی لہوولعب سے زیادہ کچھ بھی نہیں اس لئے ان کی لذتوں کے اسیر نہ بنو اور اپنی آخرت کو کامیاب بنانے کی کوشش میں لگے رہو، اس لئے کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔(تیسیر الرحمٰن :396/1)﴿7﴾اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (الحدید:20)

﴿8﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔''(صحیح مسلم:7417)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ''کھیل تماشا'' کن کن لوگوں کی زندگی لہوولعب کی ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ جولوگ اس دنیا کو اللہ کی دنیا نہ سمجھیں ان کی زندگی لہوولعب ہوتی ہے۔﴿2﴾ جولوگ اس زندگی کو مقصد نہیں سمجھتے۔

سوال3:وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ''اورآخرت کا گھر یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں'' کس کی زندگی تقویٰ کی زندگی ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس کی زندگی تقوی والی زندگی ہوتی ہے جو اس دنیا کو اللہ تعالیٰ کی دنیا سمجھ کر گزاریں۔﴿2﴾ جو آخرت پر ایمان رکھ کر زندگی گزاریں۔﴿3﴾ جو اپنے ہر عمل کے لیے اپنے آپ کو رب کے آگے محسوس کرتا ہے۔﴿4﴾ جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ابدی اصولوں کے مطابق ہو۔

سوال4:آخرت کا مقام کن لوگوں کے لیے بہتر ہے؟

جواب:﴿1﴾ آخرت کا مقام ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو لوگ نقصان سے بچنا چاہتے ہوں۔﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں۔﴿3﴾ جو شرک سے بچتے ہیں۔﴿4﴾ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَرَضِيَ بِالْكَفَافِ وَعَمِلَ لِمَابَعْدَ الْمَوتِ۔یعنی عقلمند ہوشیار وہ آدمی ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔اور بقدر کفایت معاش پر راضی ہو جائے اور مابعد الموت کے لئے سارا عمل وقف کر دے۔''(تفسیر معارف القرآن:311/3)

سوال5:اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی کیا تم عقل نہیں رکھتے جس سے یہ سمجھ سکو کہ کون سا گھر بہتر ہے دنیا یا آخرت کا اور کس کو ترجیح دینی ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ(33)

یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے۔بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔(33)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:امام ترمذی اور حاکم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے رسول اکرم ﷺ سے کہا کہ ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ اس چیز کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں،اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یہ ظالم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ عالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔(تفسیر ابن عباس:387/1)

سوال2:قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ ''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ کو جھٹلانے والے آپ کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ آپ ﷺ صبر کریں تاکہ آپ ﷺ کا مقام بلند ہو۔ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کو امین کہا کرتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کرکے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔ (فاطر:8) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟ (الشعراء:3) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟ (الکھف:6)

سوال 3: فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ'' جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے۔ بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں'' ظالم نبی ﷺ کو نہیں اللہ کی آیت کو جھٹلاتے ہیں اس کی کوئی مثال دیں؟

جواب: ﴿1﴾ ابوجہل نے اللہ تعالیٰ کے رسول سے کہا: اے محمد ﷺ! اللہ کی قسم ہم تمھیں نہیں جھٹلاتے، یقیناً تم ہمارے درمیان ایک سچے آدمی ہو مگر ہم اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جس کو تم لائے ہو۔ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کو ''امین'' کہا کرتے تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو جھٹلاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر کیا۔ (تفسیر سعدی:763/1) ﴿3﴾ علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ نبی کریم ﷺ کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بلند و بالا ہے کہ اس کے بعد کوئی مقام نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تکذیب کو اپنی آیتوں کی تکذیب قرار دیا۔ (تیسیر الرحمٰن:396/1)

سوال 4: مکہ کے لوگ رسول اللہ کو سچا انسان مانتے تھے مگر آپ کی زبان پر جاری ہونے والے سچے کلام کو نہیں مانتے تھے اس کا سبب کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ جب کسی انسان کو سچا انسان کہا جاتا ہے۔ تو یہ تسکین رہتی ہے کہ ہمارے جیسا انسان ہی ہے۔ جب کہ یہ ماننا کہ کسی کی زبان پر اللہ کا کلام جاری ہوا ہے اسے اپنے سے اونچا درجہ دینا ہے، یہ اعتراف انسان کے لیے مشکل ترین کام ہے۔ ﴿2﴾ کسی متعلق یہ ماننا کہ اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا کلام جاری ہوا ہے دراصل اسے بہت بڑا اعزاز دینا ہے یہ اعزاز کم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ظرف دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔اس لیے سچے انسان کی زبان سے بھی سچے کلام کو سن کر تسلیم نہیں کرتے۔

سوال5:اہل مکہ نے رسول اللہ کو جھٹلایا تھا سبب کیا تھا؟

جواب:اہل مکہ کے جھٹلانے کا سبب سب سے بڑا یہ تھا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس دعوت کا ماننے کے نتیجے میں ہم سے ہماری قیادت چھین جائے گی۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ (34)

اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیئے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں۔(34)

سوال1:وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ’’اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیئے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی‘‘ کے الفاظ کیا پیغام دیتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ دعوت حق ایک ہے، نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ قوم کے جھٹلانے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر کریں اور پورے اطمینان سے فرائض ادا کریں۔خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنا حال زار بیان کیا نبی ﷺ اس وقت کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے ہم نے عرض کیا کیوں نہیں آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے۔نبی ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے بہت سے نبیوں اور ان پر ایمان لانے والوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے کسی ایک کو پکڑ لیا جاتا اور گڑھا کھود کر اس میں انہیں ڈال دیا جاتا پھر آرا لایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کے کنگھے ان کے گوشت اور ہڈیوں میں دھنسا دیئے جاتے۔لیکن یہ آزمائش بھی انہیں ان کے دین سے نہیں روک سکتی تھیں اللہ کی قسم اس اسلام کا کام مکمل ہوگا اور ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک اکیلا سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا اور بکریوں پر سوائے بھیڑیئے کے خوف کے (اور کسی لوٹ وغیرہ کا کوئی ڈر نہ ہوگا) لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔(صحیح بخاری:6943)﴿2﴾ لوگ اس دعوت کو جھٹلاتے ہیں رب العزت کا فرمان ہے:فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ چنانچہ آپ صبر کریں جیسے پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور اُن کے لئے تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو، جس دن یہ لوگ وہ (عذاب) دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جارہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے، پیغام پہنچا دینا ہے چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا؟ (الاحقاف:35) ﴿3﴾ حق کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ اذیتیں دی جاتی رہی ہیں وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔ (مزمل:10) ﴿4﴾ وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ’’اور ایذا دیئے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی‘‘ یعنی جیسے رسولوں کو ایذا دی گئی اور انہوں نے صبر کیا تو ہماری مدد آ گئی اس طرح آپ ﷺ بھی ایذاؤں پر صبر کریں ہماری مدد آئے گی۔ لوگوں کے جھٹلانے اور اذیت دینے پر داعیوں کو صبر کرنا پڑتا ہے۔ ﴿5﴾ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں جو مشکلات کل کے داعیوں کو پیش آئیں ہر داعی حق کے راستے آتی ہیں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کی مدد اللہ تعالیٰ کے اصولوں کے مطابق وقت پر آتی ہے۔ ﴿7﴾ اللہ کی سنت کسی داعی کی نیک نیتی، اخلاص اور شدید خواہش بدل نہیں سکتی۔

سوال 2: رسول اللہ کو ان کے جھٹلائے جانے پر کیسے تسلی دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تم سے پہلے رسول بھی جھٹلائے جا چکے۔ ﴿2﴾ پہلے رسولوں نے تکذیب پر صبر کیا۔ ﴿3﴾ رسولوں کے صبر کے بعد ہماری مدد پہنچ گئی۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی باتیں کسی کے جھٹلانے سے بدلنے والی نہیں ہیں۔

سوال 3: وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ’’اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اس نے فرمایا: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ (المومن:51) ﴿2﴾ اس کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔ (المجادلہ:21)

سوال 4: وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِ الْمُرْسَلِيْنَ ’’اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ انبیاء و مرسلین کی خبروں سے آپ ﷺ کے دل کو اطمینان ملے گا اور قوت حاصل ہوگی بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ ﴿2﴾ نبی کریم ﷺ کو مزید تسلی دی جارہی ہے کہ جب مصیبت عام ہوتی ہے تو اس کا برداشت کرنا آسان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:397/1)

وَ اِنۡ کَانَ کَبُرَ عَلَیۡکَ اِعۡرَاضُہُمۡ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِیَ نَفَقًا فِی الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاۡتِیَہُمۡ بِاٰیَۃٍ ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَمَعَہُمۡ عَلَی الۡہُدٰی فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡجٰہِلِیۡنَ (35)

اوراگر آپ پران کی بے رخی گراں گزرتی ہے تواگرآپ میں طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ ویا آسمان میں کوئی سیڑھی لگاؤ۔تو ان کے پاس کوئی نشانی لے آؤاوراگراللہ تعالیٰ چاہتاتو یقیناًان سب کوہدایت پرجمع کردیتا چنانچہ آپ نادانوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔(35)

سوال1:وَ اِنۡ کَانَ کَبُرَ عَلَیۡکَ اِعۡرَاضُہُمۡ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِیَ نَفَقًا فِی الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاۡتِیَہُمۡ بِاٰیَۃٍ ’’اوراگرآپ پران کی بے رخی گراں گزرتی ہےتواگرآپ میں طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ ویا آسمان میں کوئی سیڑھی لگاؤ۔تواِن کے پاس کوئی نشانی لےآؤ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اگر آپ ﷺ پر لوگوں کا اللہ تعالیٰ،اس کے دین،اس کے رسول سے منہ پھیرنا شاق گزرتا ہے اور آپ ﷺ کی شدید خواہش ہے کہ وہ ایمان لے آئیں تو آپ کوشش کر دیکھیں زمین میں بھی،آسمانوں میں بھی،اورکوئی نشانی لے آئیں تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔﴿2﴾اللہ رب العزت نے واضح کیا ہے کہ ہدایت دینا آپ کا اختیار نہیں اس لیے آپ ﷺ کی کوششیں بارآورنہیں ہوسکتیں۔ہدایت تواللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔﴿3﴾یہ آیت اعراض کرنے والوں کی ہدایت کی تمنااورامیدکومنقطع کردیتی ہے۔

سوال2:داعی کے دل میں معجزات دکھا کرلوگوں کوراہ راست پرلانے کی خواہش کیوں پیدا ہوتی ہے۔

جواب:﴿1﴾حق کی دعوت دینے والا چاہتا ہے کہ کسی طرح قوم راہ راست پرآجائے۔﴿2﴾دعوت دینے والا اپنی قوم کی گمراہی پردل گرفتہ رہتا ہے۔وہ اپنی قوم کودنیا کی تباہی اورآخرت کے عذاب کے راستے پر چلتانہیں دیکھ سکتااس لیے وہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسا معجزہ آجائے کہ لوگ ایمان لے آئیں۔

سوال3:انسانوں کوہدایت دینے کے لیے معجزات کیوں نہیں دکھائے جاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اگرحق کی دعوت ایسے معجزات کے ساتھ پیش کی جائے کہ لوگ مجبورہوکرایمان لے آئیں تواختیار کی آزادی ختم ہوجاتی ہے۔﴿2﴾امتحان کے لیے آزادانہ اختیار کا ماحول ہوناضروری ہے معجزات اختیارکوختم کردیتے ہیں،اس لیے ہدایت کاانحصار معجزات پرنہیں رکھا گیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: رسول اللہ ﷺ کو بے رخی کرنے والوں کی ایمان کی خواہش پر رب العزت نے کیا سرزنش کی ہے؟

جواب1:۔اگر برداشت نہیں ہوتی اور معجزہ دکھانا چاہتے ہیں تو استطاعت ہے تو ﴿1﴾ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھ لیں۔﴿2﴾ آسمان تک پہنچنے کیے کوئی سیڑھی لگا لیں کوئی حیران کن معجزہ پیش کردیں۔﴿3﴾ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کردیتا لہذا آپ نادان مت بنو۔

سوال5: وَلَوْشَآءَاللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یقیناً ان سب کو ہدایت پر جمع کردیتا۔چنانچہ آپ نادانوں میں سے ہرگز نہ ہونا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوتا تو سب کو ہدایت پر جمع کردیتا رب العزت کا فرمان ہے۔وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے،تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہوجائیں۔(یونس:99)﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے رسول کے دل میں لوگوں کے ایمان کی بڑی تڑپ تھی آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ ایمان وہی لائے گا جس کی قسمت میں ازلی سعادت ہوگی۔(مختصر ابن کثیر:498/1) فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ''چنانچہ آپ نادانوں میں سے ہرگز نہ ہونا'' جاہل وہ ہیں جو حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اشیاء اور امور کو ان کے مقام پر نہیں رکھتے ۔آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ نادانوں جیسی خواہش نہ فرمائیں۔﴿4﴾ آپ ان کے ایمان کی شدید تمنا یا ان کی مانگ پوری کرنے کی شدید خواہش کرکے ان نادانوں میں سے نہ بن جایئے جنہیں اللہ کی مشیت یا اس کی حکمت و مصلحت کے تقاضوں کا پتہ نہیں۔(تیسیر الرحمٰن:397/1)

سوال6: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جبراً ہدایت پر جمع نہیں کیا پھر اس کے مقابلے میں کیا طریقہ کار اختیار کیا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے کہ اس کا امتحان لیا جائے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے حق کو انبیا کے توسط سے انسانوں کے سامنے رکھا۔﴿3﴾ اس نے ماننے اور نہ ماننے کا اختیار دیا۔﴿4﴾ اس نے آخرت میں انصاف کا دن رکھا اور جزا اور سزا کا قانون دیا۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے آزاد مرضی سے قبول کی جانے والی ہدایت پر اجر رکھا ہے اور جبر کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ(36)

بلاشبہ قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا۔پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔(36)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7:حق کی دعوت پر کیا ردعمل سامنے آتے ہے؟

جواب:حق کی دعوت پر دو گروہ سامنے آتے ہیں ایک گروہ وہ جو قبول کر لیتا ہے اور دوسرا قبول نہیں کرتا۔

سوال نمبر22:اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ'' بلاشبہ قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ'' بلاشبہ قبول کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت تو وہی قبول کریں گے جو آپ کے حکم پر لبیک کہیں گے۔﴿2﴾ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ'' وہی لوگ جو سنتے ہیں'' جو اپنے دل سے سنتے ہیں جہاں تک سننے کی بات ہے تو وہ اچھے برے سبھی سنتے ہیں لیکن دل کے کانوں سے سننے والا لبیک کہتا ہے۔﴿3﴾ آپ ﷺ کی باتیں سن کر وہی مانے جو آپ ﷺ کی باتوں یعنی احادیث کو سمجھنے کی کوشش کرے گا اور انہیں یاد رکھے گا۔رب العزت کا فرمان ہے :میری طرف وحی نہیں کی جاتی اس کے سوا کہ یقیناً میں صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔(یس:70)

سوال8:حق کی دعوت وہ قبول کرتے ہیں جو سُنتے ہیں، سننے سے کیا مراد ہے۔

جواب:﴿1﴾ حق کی دعوت اللہ تعالیٰ کے کلام کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے۔﴿2﴾ انسان کے منہ سے نکلے ہوئے کلام میں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پالینا تب ہی ممکن ہے جب انسان کے دل کے دروازے کھلے ہوں۔﴿3﴾ کھلے دل کے ساتھ سننے والے کلام کو قبول کر لیتے ہیں اور اُن کے دل زندہ ہو جاتے ہیں۔

سوال9:وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ'' اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مشرکین مردوں کے مانند ہیں ان سے ایمان کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے؟ایمان تو وہ لوگ لائیں گے جو زندہ ہوں گے اور اللہ رسول کی باتیں غور سے سنیں گے اور ان کی عبرت حاصل کریں گے۔(تیسیر الرحمٰن :397/1) ﴿2﴾ آپ ﷺ کی دعوت کا جواب تو وہ لوگ دیں گے جن کے دل زندہ ہیں اور جو دل کے کانوں سے سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے دل مر چکے ہیں انہیں یہ کبھی شعور نہیں کہ ان کی سب سے بڑی ضرورت کیا ہے ایسے لوگ آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے نہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں گے۔﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے۔وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ اُن کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔(فاطر:22)﴿4﴾ اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنادی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چلتا ہے، اُس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔(الانعام:122) اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں

سوال10: اس آیت میں ''مردہ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿2﴾ مردہ سے مراد ایسا انسان ہے جس کی فطرت کام نہیں کرتی نہ وہ سنتا ہے نہ قبول کرتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ جس کے اندر حق کو قبول کرنے کی استعداد جاتی رہتی ہے۔

سوال11: کیا نبی ایسے ''مردوں'' زندہ کرسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مردہ دلوں کا علاج نبی کے پاس نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ ان کے دلوں پر دلیل اثر انداز نہیں ہوتی۔ ﴿3﴾ مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے تو زندہ کرسکتا ہے۔

سوال12: وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ''اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ اپنی فطرت مسخ کر بیٹھتے ہیں۔ حق کو قبول نہیں کرتے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وابستہ ہو جاتا ہے چاہے تو ان کے دلوں کو زندگی عطا کردے۔ ﴿2﴾ مردہ دلوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُٹھائے گا اور آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہوگا۔ ﴿3﴾ ان لوگوں کے لیے وعدے کا وقت قیامت کا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ ﴿4﴾ اس آیت کے ظاہری معنی لیے جائیں تو اس سے مراد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور ان کے اعمال کا حسان کتاب لے گا۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ(37)

اور انہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کوئی معجزہ اتارے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(37)

سوال1: وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ''اور انہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اُتارا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَقَالُوْا کفار مکہ نے کہا۔ ﴿2﴾ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اس پر اس کے رب کی طرف سے معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا جیسا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی، موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور عیسیٰ علیہ السلام کا مائدہ۔(تفسیر منیر:4/198) ﴿3﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا یا جیسے آپ نے دعویٰ کیا ہے، ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گرادیں یااللہ تعالیٰ اورفرشتوں کوآپ ہمارے سامنے لے آئیں۔(بنی اسرائیل:92)﴿4﴾اصل سوال نشانی کانہیں بلکہ لوگوں کی بے علمی کا ہے ورنہ نشانیاں تو پوری کائنات میں پھیلی ہوئیں ہیں۔

سوال2:قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً'' آپ کہہ دیں یقیناًاللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کوئی معجزہ اتارے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾آپ ﷺ کوحکم دیا گیاقُلْ آپ ﷺ انہیں جواب دیتے ہوئے کہہ دیں اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے ہرچیز اس کے سامنے سرتسلیم خم کیے ہوئے ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نشانی اتارنے کی قدرت رکھتا ہے۔

سوال3:وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ''لیکن اکثرلوگ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ان میں سے اکثرلوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں نہیں جانتے اور جہالت سے نشانیوں کا مطالبہ کررہے ہیں۔﴿2﴾نشانیاں ظاہر بھی ہوجائیں گی تووہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ جوکوئی زندہ رہے گا دلیل کے ساتھ زندہ رہے گااور جوہلاک ہوگا دلیل کے ساتھ ہلاک ہوگا۔وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا اورہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اُن کو جھٹلا دیا تھااورہم نے ثمود کواونٹنی کا واضح معجزہ دیا چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیااورہم خوف دِلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں۔(بنی اسرائیل:59)

وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰۗىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ(38)

اورزمین میں کوئی جانوراورکوئی پرندہ نہیں جواپنے پروں سے اڑتا ہومگرتمہاری طرح کی اُمتیں ہیں۔ہم نے اپنی کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔پھر یہ سب اپنے ربّ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔(38)

سوال1:وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰۗىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ''اورزمین میں کوئی جانوراورکوئی پرندہ نہیں جواپنے پروں سے اڑتا ہومگرتمہاری طرح کی امتیں ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے کمال علم اورکمال قدرت کے لیے رب العزت نے زمین میں رہنے والے جانوروں،ہوامیں اڑنے والے پرندوں،جنگلوں میں رہنے والے وحشی جانوروں اورمویشیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ سب تمہاری طرح کے گروہ ہیں۔انہیں ہم نے پیدا کیا ہے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے انہیں ہم رزق دیتے ہیں جیسے تمہیں دیتے ہیں وہ ہماری قدرت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورمشیت کے تحت ہیں ان پر ہمارے فیصلے اسی طرح نافذ ہیں جیسے تم پر ہیں۔﴿2﴾ وَ مَامِنْ دَآبَّةٍفِی الْاَرْضِ اِلَّاعَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَاوَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَاوَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔(ھود:6)

سوال2: جانوروں اور پرندوں کی زندگی سے ہماری توجہ کس جانب مبذول کروائی جارہی ہے؟

جواب:﴿1﴾ تمام جان داروں کی زندگی منظّم طریقے سے بسر ہورہی ہے۔﴿2﴾ ہر جان دار کی زندگی با مقصد ہے ایک ہی سکیم کے مطابق ہے۔﴿3﴾ سب مخلوقات ایک ہی خالق کی پیدا کردہ ہیں۔

سوال3: جان دار ایک امت ہیں سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ جان داروں میں ایک جیسی خصوصیات ہیں۔﴿2﴾ جاندار ایک طرح کی زندگی بسر کرتے ہیں۔﴿3﴾ ان کی زندگی بغیر سکیم اور تدبیر کے نہیں۔

سوال4: اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ سے کیا مراد ہے؟

جواب: انسان کی طرح جانوروں کی زندگی کے معاملات ہیں۔

سوال5: جان داروں کی زندگیاں ہمارے لیے کیسے نشانیاں ہیں؟

جواب:﴿1﴾ فطرت پر قائم ہونے میں ہی بھلائی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے طریقہ عمل کو ہی اختیار کرنا چاہیے۔

سوال6: جانوروں اور انسانوں کی دُنیا میں کیا فرق ہے

جواب:

جانوروں کی دنیا	انسانوں کی دُنیا
1: مکمل طور پر فطرت کے مطابق ہے۔	1: فطرت سے ہٹی ہوئی ہے۔
2: رزق تلاش کرتے ہیں لوٹ مار اور ظلم نہیں کرتے۔	2: انسان رزق کی تلاش میں لوٹ مار اور ظلم کرتے ہیں۔
3: جانوروں کی ضروریات ہیں مگر اُن میں حرص اور خودغرضی نہیں۔	3: انسان اپنی ضروریات کی تکمیل میں حرص اور خودغرضی کا شکار ہو جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

4: جانوروں میں حسد اور غرور نہیں ہوتا۔	4: انسان حسد اور غرور میں مبتلا ہوتے ہیں
5: جانوروں کے باہمی تعلقات میں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کا سلسلہ نہیں ہوتا۔	5: انسان اپنے تعلقات کے لیے دوسروں کی ٹانگ کھینچتے ہیں۔
6: جانور ایک دوسرے کو تکلیف دیتے ہیں مگر بغض اور عداوت نہیں رکھتے۔	6: انسانوں کو تکلیف پہنچے تو بغض اور عداوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔
7: جانور کام کرتے ہیں مگر کریڈٹ لینے کے لیے نہیں	7: انسان کریڈٹ لینے کے لیے کام کرتے ہیں
8: جانور اللہ کے آگے سرکشی نہیں کرتے	8: انسان رب کے سامنے سرکشی کرتا ہے۔

سوال 7: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ''ہم نے اپنی کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ الْكِتٰبِ سے مراد لوح محفوظ تقدیر کی کتاب ہے۔ (ایسر التفاسیر: 388) ﴿2﴾ ہم نے لوح محفوظ میں کسی چیز کو لکھنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ سب چھوٹی بڑی چیزیں لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں۔ دنیا کے تمام ہونے والے واقعات قلم سے لکھے جا چکے ہیں۔ ﴿3﴾ اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہو تو رب العزت کا فرمان ہے۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان پر ایک گواہ ان ہی میں سے اُٹھائیں گے اور ان لوگوں پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے جو کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔ (النحل: 89)

سوال 8: ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ''پھر یہ سب اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس زندگی کے بعد تمام امتوں کو قیامت کے دن حشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا۔ ﴿2﴾ اس دن اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال کی جزا دیں گے اور ان پر اپنا فیصلہ نافذ کریں گے۔ ﴿3﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور جو اُس نے اُن دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ جب چاہے اُنہیں جمع کرنے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔ (الشوریٰ: 29)

سوال 9: اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بارے میں کیا وضاحت ملتی ہے؟

جواب: اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لوح محفوظ میں ساری کائنات کی تقدیر لکھ دی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر میں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے ۔اس کے قضاوقدر کے چار مراتب ہیں۔﴿1﴾اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو شامل ہے ۔﴿2﴾لوح محفوظ تمام موجودات کا حاطہ کیے ہوئے ہے۔﴿3﴾اس کی مشیت اور قدرت ہر چیز پر نافذ ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا حتیٰ کہ بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(39)

اورجن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا،وہ بہرے ،گونگے ہیں،اندھیروں میں پڑے ہیں،اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے۔اورجس کو چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلا دیتا ہے۔(39)

سوال1: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ''اورجن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا،وہ بہرے ،گونگے ہیں،اندھیروں میں پڑے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اوررسولوں کو جھٹلانے والوں کا حال بیان کیا ہے کہ انہوں نے ہدایت کا راستہ چھوڑ کر ہلاکت کا راستہ اپنالیا ہے۔﴿2﴾ کم علم،جاہل،نادان اورناسمجھ لوگوں کی مثال ہے۔صُمٌّ حق سننے سے بہرے ہیں وَّبُكْمٌ حق کہہ نہیں سکتے،حق کہنے سے گونگے ہیں جب بھی بولیں گے ناحق اور باطل پر بولیں گے۔فِي الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں یعنی کفر،جہالت، ظلم،نافرمانی،خواہش پرستی،نفس پرستی اورنافرمانی کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔﴿3﴾یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گمراہ کردیے گئے ہیں کیونکہ وہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے۔

سوال2:لوگ قرآن حکیم میں پائی جانے والی نشانیاں پرغوروفکر کیوں نہیں کرتے ؟

جواب:لوگ قرآن حکیم میں پائی جانے والی نشانیوں پراس لیے غوروفکر نہیں کرتے کہ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت کو ہی معطل کردیا کیسے مثلاً﴿1﴾ان کو سننے کے لیے کان دیے مگر وہ بہرے ہیں سنتے ہی نہیں۔﴿2﴾ان کو بولنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبان دی مگر وہ گونگے ہیں،کوئی بات ہی نہیں کرتے۔ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں اس لیے کام نہیں کرتیں کہ کوئی اچھی بات یہ دماغوں تک منتقل نہیں کرتے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی اثر کرنے والی اورجھنجوڑنے والی آیات ہیں کا اثر نہیں ہوتا اورانہیں بات سمجھ نہیں آتی۔

سوال3:جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑتا ہے اس کے اندر کیسے تبدیلی آتی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑنے والوں کی فطرت بگڑ جاتی ہے وہ اس قابل نہیں رہ جاتی کہ ہدایت قبول کرکے اعلیٰ زندگی گزارنے کے قابل ہوجائے۔بگڑی ہوئی فطرت کے لوگ روشن کلام سے اورروشن ماحول میں بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:انسان کا ہدایت اور گمراہی کی طرف رجحان اور میلان کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب:انسان کے رجحانات اور میلانات اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صلاحیت سے ہوتے ہیں

سوال5:انسان کے اندر رجحانات اور میلانات کام کیسے کرتے ہیں؟

جواب:انسان کے اندر رجحانات اور میلانات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کام کرتے ہیں۔

سوال6:انسان کے اندر گمراہی یا ہدایت کیسے آتی ہے؟

جواب:انسان کے رجحانات اور میلانات کے نتیجے کے طور پر گمراہی آتی ہے لیکن اللہ کے مشیت کے دائرے کے اندر ہوتی ہے اور یہ مشیت بے قید ہے۔

سوال7:مَنْ يَّشَاِاللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے۔اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرتا ہے یا ہدایت دے کر سیدھے راستے پر چلاتا ہے اپنی حکمت سے اور اپنے فضل وکرم سے چلاتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کا ہدایت اور گمراہی کے بارے میں اصول یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں آتی ہے۔﴿3﴾ہدایت اور گمراہی اس قانون فطرت کے مطابق ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔دل اللہ تعالیٰ کی دو کریم انگلیوں کے اختیار میں ہیں۔﴿4﴾اللہ کی مشیت اس کی مددگار ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کرتا ہے ۔﴿5﴾جو شخص حق سے دشمنی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے، انسان خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ۔﴿6﴾رب العزت نے فرمایا:مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ اُن کی مثال اُس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی،تو جب اس نے اُس کے اردگرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔(البقرہ:17)﴿7﴾اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے،اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں،جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔(النور:40)

سوال8:جب رجحانات اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق انسان ہدایت یا گمراہی کے راستے پر چلتا ہے تو جزا اور سزا کیوں ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جزاوسزا اس لیے ہے کہ:﴿1﴾ انسان کا رجحان اور میلان اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے مگر آزاد ہے۔﴿2﴾ اگرچہ انسان کے کام اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہیں مگر انسان کا ارادہ آزاد ہے۔﴿3﴾ انسان برے کام پر سزا یا اچھے کام کی جزا اس لیے پائے گا کہ آزاد ارادے سے انسان کے اس کو انجام دیا ہوگا۔ یہ دراصل ارادے کی کامیابی یا ناکامی ہے۔ آزاد ارادہ کامیاب ہے تو جزا ارادہ ناکام ہے۔ تو سزا ہے۔

سوال9: جولوگ حق کی دعوت کو جھٹلاتے ہیں کیا اپنے آزاد ارادے سے جھٹلاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جولوگ حق کو جھٹلاتے ہیں حق الیقین رکھتے ہیں کہ سچی دعوت فطرت کے عین مطابق ہے یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔ اس علم کے باوجود اپنی ذاتی خواہشات سے آزاد ارادے سے دعوت کا جھٹلاتے ہیں۔﴿2﴾ ہدایت اور گمراہی انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور یہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہل ایمان کے راستے کے علاوہ کسی کی پیروی کرے تو ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے (النساء:115) وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ ہو ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے جو لوگ نہیں سمجھتے۔ (یونس:100) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی انہیں ہم ضرور اپنے راستے دکھائیں گے اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔ (العنکبوت:69)

سوال10: اس آیت کے مطابق اسلام میں ایک داعی کا کردار کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کی دعوت دینے والے نے پیغام پہنچانا ہے اس راستے پر آگے بڑھنا ہے اور راستے کی مشکلات کو برداشت کرنا ہے﴿2﴾ لوگ ہدایت کے راستے پر آتے ہیں یا نہیں، دعوت دینے والے نے اس بارے میں پریشان نہیں ہونا۔﴿3﴾ دعوت دینے والے سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ اس دعوت کے نتیجے میں کتنے لوگ ہدایت کے راستے پر آئے؟﴿4﴾ دعوت دینے والے سے یہ پوچھا جائے گا کہ اس دعوت کا کتنا حق ادا کیا؟ کتنی مشکلات کو برداشت کیا کب تک حق پر جمے رہے۔﴿5﴾ دعوت دینے والا کسی کو ہدایت نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔﴿6﴾ لوگ ہدایت قبول نہ کریں تو اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (40)

آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے۔ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

غیر کو پکارو گے اگر تم سچے ہو؟(40)

سوال1:قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ'' آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے اپنے رسول سے فرمایا کہ آپ ﷺ مشرکوں سے کہہ دیں کہ جب تم پر مصائب آتے ہیں، مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہو، رنج وغم میں گھر جاتے ہو یہ بتاؤ کہ اس وقت کس کو پکارتے ہو۔﴿2﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا (بنی اسرائیل:67)﴿3﴾ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح ان کو برائی جلدی دے تو یقیناً ان کی مدت ان کی طرف پوری کر دی جائے تو جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے ان لوگوں کو ہم ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ حیران پھرتے ہیں۔(یونس:11)

سوال2: اللہ تعالیٰ کا عذاب اور ناگہانی آفتیں انسان کے اوپر آتیں ہیں تو اس کے مقابلے میں انسان کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ عذاب اور آفتوں سے انسان کا دل دہل جاتا ہے۔﴿2﴾ انسان کے دل ودماغ سے شرک کا گردوغبار چھٹ جاتا ہے۔﴿3﴾ انسان کی فطرت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔﴿4﴾ ایک اللہ تعالیٰ پر یقین جو انسانی فطرت کی گہرائیوں میں ہے وہ سامنے آتا ہے۔﴿5﴾ انسان صرف ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔

سوال3: اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ'' تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو پکارو گے اگر تم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کہہ دو اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہو اور جیسا کہ تمہارا گمان تمہارے معبود تمہیں نفع دے سکتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں تو کیا تم سختیوں اور مصیبتوں کے طوفان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو پکارو گے۔

سوال4: انسان کے اوپر پڑے ہوئے غفلت اور سرکشی کے پردے کیسے اٹھتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ انسان کے اوپر پڑے ہوئے غفلت اور سرکشی کے پردے خوف ناک صورت حال کے سامنے آنے سے اُٹھتے ہیں یعنی عذاب سے یا قیامت سے۔﴿2﴾ خوف ناک صورت حال انسان کی اصل فطرت کو غفلت اور سرکشی سے نکال لاتی ہے۔

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاۗءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ(41)

بلکہ تم اسی کو پکارو گے، پھر اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو دور کر دے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے، اور تم ان سب کو بھول جاؤ گے جنہیں تم شریک بناتے ہو۔(41)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ'' بلکہ تم اسی کو پکارو گے پھر اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو دور کرے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے جنہیں تم شریک بناتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جب مصائب میں تم اپنے معبودوں کو بھول جاتے ہو تو مان لو کہ تم جانتے ہو کہ وہ نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں نہ موت وحیات پر ان کا کوئی اختیار ہے، نہ دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔﴿2﴾تم مصائب میں اخلاص سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو تو مان لو کہ تم یقین رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نفع ونقصان کا مالک ہے اور وہی مجبور کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ ﴿3﴾غور کرو مصیبت میں اس کو مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہو اور اچھے حالات میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو تمہارے پاس اس طرز عمل کی کوئی دلیل ہے یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رہے ہو۔وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلْ ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ہَلْ ہُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ ؕ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پہ رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔(الزمر:38)

سوال2:وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ'' اور تم ان سب کو بھول جاؤ گے جنہیں تم شریک بناتے ہو'' کی وضاحت کریں؟انسان شرک کی حقیقت کو کب اور کیسے پاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾خوفناک صورت حال میں جب غفلت ختم ہوتی ہے تو انسان ایک اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔﴿2﴾خوف ناک صورتحال میں انسان کو یہ یاد بھی نہیں رہتا کہ اُس نے کبھی شرک کیا تھا۔﴿3﴾خوف ناک صورت حال میں شرک کی حقیقت بھی ذہنوں سے محو ہو جاتی ہے۔﴿4﴾جب غفلت ختم ہوتی ہے۔اصل فطرت سامنے آتی ہے تو انسانی فطرت رب کے سامنے رہنا ردعمل ظاہر کرتی ہے اور امید کرتی ہے کہ خوفناک حالات میں اللہ تعالیٰ ہی مدد کر سکتے ہیں اور کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

سوال3:انسان خشوع وخضوع والا انسان کیسے بن جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اچانک خطرے پر جب انسان کو جھنجھوڑا جائے تو شرک کا گرد وغبار چھٹ جاتا ہے۔﴿2﴾انسانی فطرت جب اپنے رب کو اچھی طرح جان لیتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿3﴾ انسان جب اپنے رب کو پکارتا ہے جیسے اُس وقت پکارا تھا جب اس نے پیدا کیا تو انسان مطیع فرمان اور خشوع وخضوع والا انسان بن جاتا ہے۔

رکوع نمبر 11

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ(42)

اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم بہت سی اُمتوں میں رسول بھیج چکے ہیں پھر ہم نے اُن کو تنگ دستی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں۔(42)

سوال1: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ '' اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم بہت سی اُمتوں میں رسول بھیج چکے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے تاریخی اعتبار سے مختلف قوموں کی اصلاح کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تاریخی اعتبار سے قوموں کی اصلاح کے لیے رسول بھیجے۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ سے پہلے بھی رسول اپنی امتوں کی طرف بھیجے جاتے رہے۔ رسولوں نے انہیں ایمان، توحید اور عبادت کا حکم دیا۔(ایسر التفاسیر:390) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں مشکلات اور مصائب سے دوچار کیا کہ وہ عاجزی اختیار کریں۔

سوال2: فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ '' پھر ہم نے ان کو تنگ دستی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رسولوں کو بھیجا اور لوگوں نے کفر کیا اور نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنگ دستی اور تکلیف میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے فقر ومرض اور آفات ومصائب کے ذریعے سے ان کی گرفت کی۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ '' تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں'' شائد کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس عاجزی سے گڑ گڑائیں اور سختی کے وقت اس سے پناہ طلب کریں۔(تفسیر سعدی:768/1) ﴿3﴾ تا کہ وہ ہماری طرف عاجزی اختیار کریں پھر وہ کفر کے بعد ایمان کی طرف اور شرک کے بعد توحید کی طرف اور نافرمانی کے بعد فرماں برداری کی طرف لوٹ آئیں۔ (ایسر التفاسیر:390) ﴿4﴾ '' تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں'' یعنی وہ اپنے رب کی طرف خشوع وخضوع سے جھک جائیں اور وہ اس کی طرف اپنے کفر اور نافرمانیوں سے توبہ کریں۔ مصیبتوں کے نزول کے وقت دل ڈر جاتے ہیں۔(تفسیر قاسمی:527/6)

سوال3: زندگی کے حادثات کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: زندگی کے حادثات محض حادثات نہیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے محسوس پیغامات ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اللہ تعالیٰ کسی قوم کو مصائب وآلام میں کیوں مبتلا کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ مصائب میں اس لئے مبتلا کرتے ہیں تا کہ

(i) سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بیدار ہو۔(ii) تا کہ لوگ اپنے رویے پر نظر ثانی کریں۔(iii) تا کہ غفلت میں ڈوبے ہوئے لوگ سبق لیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ مصائب میں اس لئے مبتلا کرتے ہیں تا کہ لوگ عاجزی اختیار کریں۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(43)

پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے۔(43)

سوال1: فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا'' پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس لیے مبتلا کرتے ہیں تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ پکڑیں لیکن جب سختیوں کے بعد ان کے دل پتھر ہو گئے، حق کے لیے نرم نہ پڑے تو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے'' ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے نہ عاجزی اختیار کی''۔

سوال2: انسان مصائب اور حادثات سے نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتا؟

جواب: ﴿1﴾ انسان خود کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیتا ہے کہ اس قسم کے اُتار چڑھاؤ تو زندگی میں آتے رہتے ہیں۔﴿2﴾ شیطان ہر واقعے کی خوش نما توجیہہ پیش کر کے انسان کے ذہن کو نصیحت کی بجائے غفلت کی طرف پھیر دیتا ہے۔

سوال3: وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ'' بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے'' انسان کا دل مصائب اور مشکلات کے بعد سخت کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جب حادثات کو زمانے کے نشیب وفراز سمجھ کر قبول کرتا ہے۔﴿2﴾ جب وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا۔﴿3﴾ جب وہ واقعات کی بار بار غلط توجیہہ کرتا ہے تو حق اور باطل کے بارے میں اس کے دل سے احساس ختم ہو جاتا ہے اور وہ سنگ دلی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔﴿4﴾ جب وہ مصائب میں رجوع الی اللہ اختیار نہیں کرتا تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔

سوال4: وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ'' اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: شیطان کی تزئین کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو حق کے راستے پر سمجھتے رہے شیطان نے انہیں سمجھایا کہ جو وہ عمل کر رہے ہیں وہی سب سے بڑی نیکی ہے اس طرح شیطان ان کی عقلوں کے ساتھ کھیلتا رہا۔

سوال5: انسان مشکلات ومصائب میں رجوع الی اللہ کیسے اختیار کر سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب مصائب اور مشکلات میں انسان اپنے اندر جھانکیں۔ ﴿2﴾ جب مصائب میں انسان اپنے حالات پر غور وفکر کریں۔ ﴿3﴾ جب انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیں۔ ﴿4﴾ جب مصائب میں انسان اپنے تکبر کو چھوڑ کر سنجیدہ رویہ اختیار کر لیں۔ ﴿5﴾ جب وہ اخلاص سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ یہ مشکلات دور کر دے اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ ﴿6﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے سوا کوئی پناہ نہ پائے۔ ﴿7﴾ جب وہ مصائب آتے ہی حق کو قبول کر لیں تو دل جاگ اٹھتے ہیں اور اُنہیں رجوع الی اللہ نصیب ہو جاتا ہے۔

سوال6: انسان کا دل مشکلات میں نرم کیسے پڑتا ہے؟

جواب: جب انسان کی چشمِ بصیرت کھلتی ہے تو دل نرم پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (44)

سو جب اُنہوں نے اُس نصیحت کو بھلا دیا جو اُنہیں کی گئی تھی تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے تو ہم نے اچانک اُن کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے۔(44)

سوال1: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ ''سو جب اُنہوں نے اُس نصیحت کو بھلا دیا جو اُنہیں کی گئی تھی'' پچھلی قوموں نے کس چیز کو بھلا دیا تھا؟

جواب: پچھلی اقوام نے اللہ تعالیٰ کو، اس کی تعلیمات کو اور آخرت کی جوابدہی کو بھلا دیا تھا۔

سوال2: پچھلی قوموں نے کیسے خدا فراموشی اختیار کی؟

جواب: ﴿1﴾ پچھلی قوموں نے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو بھلا دیا تو آخرت کی جواب دہی کا خوف نہ رہا۔ ﴿2﴾ انہوں نے مصائب اور مشکلات سے نہ عبرت پکڑی نہ رب کا دامن پکڑا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنی تک چھوڑ دیں۔ ﴿3﴾ انہوں نے نعمتیں ملنے پر شکر گزاری کی بجائے اتراہٹ، فخر و غرور اور تکبر کیا۔ ﴿4﴾ شیطان نے ان کے سامنے خدا فراموشی کو مزین کر دیا تو وہ اپنی لذتوں میں گم ہو کر رہ گئے۔ ﴿5﴾ شیطان نے انہیں اطمینان دلایا کہ جو تم کر رہے ہو ٹھیک کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہے ہوتو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔

سوال3: فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ''تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہر چیز کے دروازے کھولنے سے مراد دنیا اور اس کی لذتوں اور اس کی غفلتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ تنگی کو خوش حالی سے بدل دیا جاتا ہے، عیش وعشرت میں وسعت دی جاتی ہے، تکالیف اور بیماریوں کی جگہ جسمانی صحت اور سلامتی دی جاتی ہے جو ان کے لیے استدراج ہے۔ (تفسیر جامع البیان: 204/7)

سوال4: کسی قوم کے لئے کون کون سی خوش حالیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ہر قسم کی ضروریات وافر مقدار میں پوری کی جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ ہر قسم کی لذتیں عطا کی جاتی ہیں۔ ﴿3﴾ ہر قسم کا ساز وسامان دنیا دیا جاتا ہے جس کو وہ اپنے لیے باعث عزت اور شان وشوکت سمجھتی ہے ﴿4﴾۔ ہر چیز بغیر کسی رکاوٹ اور پابندی کے عام کردی جاتی ہے۔ ﴿5﴾ بغیر کسی مشقت کے سہولت کے ساتھ نعمتیں مہیا کردی جاتی ہیں۔

سوال5: حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا ''حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب وہ مال، اولاد اور جائیداد پر پھول گئے اور اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور اترا کر نافرمانیوں پر اتر آئے۔ (مختصر ابن کثیر: 501/1) ﴿2﴾ عقبہ بن مسلم عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے بندے کو نعمتیں عطا کی ہیں بے شک وہ استدراج ہے پھر اس آیت کی تلاوت کی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ سے وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تک۔ (جامع البیان: 206/7)

سوال6: انسان پر خوش حالی کیسے اثر انداز ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ خوش حالی عطا فرمائیں اور انسان نعمتوں پر شکر ادا نہ کرے تو وہ ان میں مگن ہوجاتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ عیش وعشرت میں غرق ہوجاتا ہے۔ ﴿3﴾ نعمتوں میں نہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے نہ اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ ﴿4﴾ اس کے دل سے نعمتیں دینے والے کا احساس تک مٹ جاتا ہے۔ ﴿5﴾ اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ڈر سے خالی ہوجاتا ہے۔ ﴿6﴾ وہ لذتوں میں گھر جاتا ہے اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کردیتا ہے۔ ﴿7﴾ اس کی زندگی میں اعلیٰ اقدار کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ ﴿8﴾ وہ اخلاقی اعتبار سے تباہ ہوجاتا ہے۔

سوال7: اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ''تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے'' انسان اللہ تعالیٰ کی تنبیہات کو نظر انداز کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کیا معاملہ کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی تنبیہات کو نظر انداز کرتے ہیں تو غفلت کی وجہ سے ان پر خوش حالیوں کی بارش کردی جاتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔ ﴿2﴾ان کی دنیامیں عزت ومقبولیت میں اضافہ کردیاجاتاہے۔﴿3﴾اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً ''توہم نے اچانک ان کوپکڑلیا''جب لوگ خوش حالیوں میں مست ہوکرڈھیٹ ہوجاتے ہیں تواچانک ان پراللہ تعالیٰ کاعذاب ٹوٹ پڑتاہے۔﴿4﴾فَاِذَاهُمْ مُّبْلِسُوْنَ ''تواچانک وہ مایوس تھے''بدمستی کی حالت میں اچانک اللہ تعالیٰ پکڑتے ہیں تووہ ہربھلائی سے ناامیدہوجاتے ہیں ۔﴿5﴾یہ عذاب کی سخت ترین نوعیت ہے کہ انہیں اچانک غفلت اوراطمینان کی حالت میں پکڑلیاجائے تاکہ ان کی سزاسخت اورمصیبت بہت بڑی ہو۔(تفسیرسعدی:769/1)

سوال8:حق کونظرانداز کرنے کی کیاحقیقت ہے؟

جواب:﴿1﴾حق کونظرانداز کرنادراصل اللہ تعالیٰ کی ناقدری کرناہے۔﴿2﴾حق کونظرانداز کرنااس دنیامیں اپنی بڑائی قائم کرنے کی بنیاد پر ہوتاہے۔﴿3﴾اس دنیامیں بڑائی کاحق اللہ تعالیٰ کاہے۔جواپنی بڑائی قائم کرناچاہتاہے وہ ظلم کرتاہے اوراللہ تعالیٰ کے آگے گستاخی کرتاہے۔

سوال9:حق کونظرانداز کرنے پراللہ کی طرف سےخوش حالیوں کی بارش کیوں کی جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾حق کونظرانداز کرنے پرخوش حالیاں ملنادراصل ایک سزاہے۔﴿2﴾انسان کوخوش حالیاں اس لئے دی جاتی ہیں تاکہ اس کے اندرکے میلانات اوررجحانات باہرآجائیں۔﴿3﴾خوش حالیاں اس لئے بھی دی جاتی ہیں تاکہ انسان اپنی بےحسی کوبڑھالے۔﴿4﴾خوش حالیاں پاکرجب انسان ڈھیٹ ہوجاتاہے توخودکواللہ تعالیٰ کے عذاب کامستحق ثابت کرتاہے۔﴿5﴾مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اللہ تعالیٰ ایسانہیں ہے کہ وہ مومنوں کواسی حالت پرچھوڑدے جس پرتم ہویہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردے اورکبھی ایسانہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کی اطلاع دےلیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سےجس کوچاہتاہےمنتخب کرتاہے چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پراوراس کےرسولوں پرایمان لاؤاوراگرتم ایمان لاؤاورمتقی بنوتوتمہارے لئے بہت بڑااجرہے۔(آل عمران:179)

سوال10:انسان کوخوش حالیوں اور بدحالیوں میں کیوں مبتلا کیاجاتاہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کوآزمائش کے لئے،خوش حالیوں اور بدحالیوں میں مبتلا کیاجاتاہے۔﴿2﴾یہ جاننے کے لئے کہ وہ مصیبت میں صبرکرتاہے یانہیں۔﴿3﴾یہ جاننے کے لئے کہ وہ خوش حالی میں شکرکرتاہے یانہیں۔﴿4﴾نبی ﷺ نے فرمایا:تم دیکھوکہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے باوجودکسی کواپنی دنیاوی نعمتوں سےنوازرہاہےتوسمجھ لوکہ اسے ڈھیل دی جارہی ہے پھرآپ ﷺ نے یہی آیت پڑھ کرسنائی۔(مسنداحمد)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: خوش حالی کے بعد اچانک پکڑ پر انسان کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی اچانک پکڑ میں آتا ہے تو حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اس کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کدھر جائے۔ ﴿3﴾ پھر وہ مایوس ہو جاتا ہے۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (45)

چنانچہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔ (45)

سوال1: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ''چنانچہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جڑ کٹ جانے سے مراد ظالموں کی عذاب سے بربادی اور ان کا اسباب سے منقطع ہونا ہے۔ ﴿2﴾ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتا ہے تو اسے میانہ روی اور پارسائی عطا فرماتا ہے اور جب کسی قوم کی جڑ کاٹنا چاہتا ہے تو اس پر خیانت کے دروازے کھول دیتا ہے پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ (مسند احمد)

سوال2: ظالموں سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: ان سے مراد مشرک ہیں۔ قرآن مجید میں شرک کو ظلم اور مشرکوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔

سوال3: کسی قوم کے دَابِرُ (جڑ) کٹنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کسی قوم کا دابر اس شخص کو کہتے ہیں جو سب سے پیچھے آتا ہے یعنی آخری آدمی۔ ﴿2﴾ اس سے مراد پوری قوم کی جڑ کٹنا ہے۔ اس لئے کہ آخری آدمی بعد میں کٹتا ہے پہلے والے پہلے کٹتے ہیں۔

سوال4: وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر نے جھٹلانے والوں کی جو ہلاکت مقدر کی ہے اس پروردگار عالم کی تعریف ہے کیونکہ اسی سے اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے اولیاء کی عزت وتکریم، اس کے دشمنوں کی ذلت ورسوائی اور رسولوں کی تعلیمات کی سچائی ظاہر ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 769/1)

سوال5: اللہ تعالیٰ کی حمد تو اس کے انعامات پر ہوتی ہے پھر انسانوں کی جڑ کٹنے پر وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے'' کہنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی زمین کا ظالموں سے پاک ہونا اس کی رحمت ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی حمد اس کے انعام پر شروع ہوتی ہے تو زمین کو پاک کرنا اس کا بہت بڑا انعام اور رحمت ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَاللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ(46)

آپ کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے؟ آپ دیکھیں ہم کس طرح آیات کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں پھر بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔(46)

سوال1:قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَاللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ '' آپ کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلْ '' آپ کہہ دو''یعنی اے محمد ﷺ آپ ان جھٹلانے والوں اور دشمنی رکھنے والوں سے کہہ دو۔ (الاساس:1634/3)﴿2﴾اَرَءَيْتُمْ '' کیا تم نے دیکھا'' اس صیغے میں تعجب ہے۔(ایسرالتفاسیر:391)﴿3﴾اِنْ اَخَذَاللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ '' اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے'' اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی حالت میں لے آئے کہ نہ تمہاری سماعت ہو، نہ بصارت اور نہ سوچنے سمجھنے کی قوت۔﴿4﴾آیت میں مذکور تینوں اعضاء جسم انسانی کے اشرف اعضاء ہیں جب وہ بے کار ہو جاتے ہیں تو جسم انسانی کا نظام معطل ہو جاتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہی تینوں کا ذکر کیا۔(تیسیر الرحمٰن :400/1)﴿5﴾مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ '' تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے'' ہے کوئی ایسا معبود جو یہ قوت لوٹا دے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی قادر نہیں ہے تو مان جاؤ کہ وہی ایک معبود ہے جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قدرت نہیں جو آنکھیں، کان اور دل عطا کر سکے تو پھر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کیوں کرتے ہو جس کے پاس کچھ بھی اختیار نہیں۔

سوال2:انسان کو کان آنکھیں اور دل جیسی صلاحیتیں دے کر رب کیا مطالبہ کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان کان رکھتے ہوئے غور سے سنے کیونکہ سب کچھ اسی نے عطا کیا ہے جیسا کہ فرمایا: قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'' سو وہ اللہ تعالیٰ تمہارا حقیقی رب ہے پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر تم کدھر پھیرے جا رہے ہو؟ (یونس:31,32)

﴿2﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان آنکھیں رکھتے ہوئے توجہ سے دیکھے اور سبق لے۔ ﴿3﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ کہہ دو وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو (الملک:23) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان دل رکھتے ہوئے غور و فکر کرے اور واقعات سے صحیح نتائج اخذ کرے۔

سوال3: کان آنکھوں اور دل کو لے جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ انسان صلاحیت رکھنے کے باوجود ان سے وہ کام نہ لے سکے یعنی کانوں سے توجہ سے نہ سن سکے، کھلی آنکھوں سے حقائق کو نہ دیکھ سکے اور دل سے غور و فکر نہ کر سکے۔

سوال4: انسان سے کان، آنکھیں اور دل کیوں چھین لیے جاتے ہیں؟

جواب: جو انسان اپنی صلاحیتوں سے وہ کام نہ لے جس کی وجہ سے صلاحیتیں دی گئی ہیں تو وہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔

مثلاً بظاہر کان موجود ہیں مگر حق سننے کے لئے بہرے ہو جائیں، بظاہر آنکھیں ہونے کے باوجود حق دیکھنے کے لئے آنکھیں اندھی ہو جائیں، بظاہر دل ہو مگر حق سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جائے۔ اس طرح انسان اپنے آپ کو بے قدر و قیمت بنا لیتا ہے۔ صلاحیتوں کے لیے نااہل ثابت ہو جانے پر اس سے یہ نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔

سوال5: دنیا میں رہنے والے ایسے انسان جن سے کان، آنکھیں اور دل چھین لئے جائیں کس نوعیت کے انسان بن جاتے ہیں؟

جواب: جس کے پاس کان نہ رہیں وہ بہرا بن جاتا ہے اور جس کے پاس آنکھیں نہ رہیں وہ اندھا بن جاتا ہے اور جس کے پاس دل نہ رہے وہ بے عقل، دیوانہ بن جاتا ہے ایسا انسان آخرت کے اعتبار سے ذلیل اور بے قیمت ہو کر رہ جاتا ہے اور اس سے بڑی کوئی محرومی نہیں۔

سوال6: یہ سوال کہ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ''تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے'' انسان کو کہاں لا کر کھڑا کر دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان یہ جانتا ہے کہ اگر اس کی قوتیں اللہ تعالیٰ چھین لے تو کوئی واپس نہیں دلا سکتا، غور و فکر کرنے والے کے لیے یہ سوال کپکپی طاری کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ یہ سوال انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7:اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ'' آپ دیکھیں ہم کس طرح آیات کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں پھر بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ہم اپنی آیات کو کس کس اسلوب میں بیان کرتے ہیں کیسے اپنی نشانیوں کو طرح طرح سے سامنے لاتے ہیں تا کہ حق کا راستہ روشن اور مجرموں کے راستے سے واضح ہو جائے۔

سوال8:ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ'' پھر بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں'' کا مفہوم واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ صدف کا مطلب ہے پہلو تہی کرنا، منہ موڑنا، کترانا، روگردانی کرنا۔﴿2﴾ صدف کا فعل بیمار اونٹ سے سرزد ہوتا ہے وہ ایک طرف جھکتا ہے اور سیدھے راستے پر بھی ٹیڑھا چلتا ہے۔﴿3﴾ يَصْدِفُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان جن کے سامنے حق واضح کیا جا رہا ہے وہ بیمار اونٹ کی طرح ایک طرف جھکتے ہیں۔﴿4﴾ جس جانب ان کا جھکاؤ ہوتا ہے وہ حق نہیں ہو تا۔﴿5﴾ وہ حق کے واضح بیان کے بعد سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستے پر چلتے چلے جا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعتراض کرتے ہیں۔﴿6﴾ حق کو چھوڑنے والوں کے لئے اس فعل کا قابل نفرت تصور دیا گیا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ(47)

آپ کہیں کیا تم نے دیکھا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک یا اعلانیہ آ جائے تو نہیں ہلاک کیا جائے گا سوائے ظالم لوگوں کے۔(47)

سوال1:قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً'' آپ کہیں کیا تم نے دیکھا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آ جائے'' اللہ تعالیٰ نے اچانک عذاب آ جانے کو انسان کے سامنے کیوں رکھا ہے؟

جواب:﴿1﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ یعنی آپ مجھے خبر دو۔﴿2﴾ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آ جائے یا اس کے آثار ظاہر ہو جائیں جن سے تمہیں عذاب کے بارے میں علم ہو جائے۔﴿3﴾ بَغْتَةً سے مراد وہ عذاب ہے جو اچانک اور کسی سابق اطلاع کے بغیر آئے ۔اور جَهْرَةً سے مراد وہ جو کسی سابقہ اشارہ اور اطلاع کے بعد آئے ۔(تیسیر الرحمٰن:400/1)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجوڑا ہے کہ سوچو اگر عذاب آیا تو اس کی زد میں ظالموں کے سوا کون آئے گا۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ انسان کو ڈرانا چاہتے ہیں تا کہ اپنا بچاؤ کر لیں۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان ایسی صورت حال کے پیش آنے سے پہلے ان کاموں سے باز رہیں جس کی وجہ سے عذاب آتا ہے۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کو اس لئے سامنے رکھا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ انسان کی فطرت کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ہے وہ ایسی صورت حال سے ڈر کر سیدھا راستہ اختیار کر لے گا۔

سوال2:هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ'' تو نہیں ہلاک کیا جائے گا سوائے ظالم لوگوں کے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾عذاب آنے پر ظالم ہلاک ہوں گے۔﴿2﴾ان کی ہلاکت کا سبب وہ ظلم وعناد ہے جو عذاب کے واقع ہونے کا سبب بنا۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے ظلم کرنے اور اس پر قائم رہنے سے ڈرایا ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم ہمیشہ کی تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے۔﴿4﴾رب العزت نے فرمایا: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں (الانعام:82)

وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ(48)

اور ہم رسولوں کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں پھر جو لوگ ایمان لائیں اور اصلاح کریں تو اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔(48)

سوال1: وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ''اور ہم رسولوں کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں'' اللہ تعالیٰ رسول کیوں بھیجتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ رسول اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ اچھے انجام کی خوش خبری دیں اور برے انجام سے ڈرائیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ رسول اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ انسانوں کو رب کا راستہ اختیار کرنے کی دعوت دیں۔﴿3﴾انبیاء ورسل کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلائیں جنت کی خوشخبری دیں اور جہنم سے ڈرائیں ان کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ کافروں کی خواہش اور ان کی منشا کے مطابق اللہ تعالیٰ سے نشانیاں بھیجنے کی دعا کرتے رہیں۔(تیسیر الرحمٰن:401/1)

سوال2: دین میں رسول کا کیا مقام ہے؟

جواب:﴿1﴾رسول انسان ہوتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچانے کے لیے مامور ہوتے ہیں۔ان کا کام برے انجام سے ڈرانا اور اچھے انجام کی خوشخبری دینا ہے۔﴿3﴾پیغام دینے کے بعد رسول کا فریضۂ رسالت ختم ہو جاتا ہے۔﴿4﴾انسان رسولوں کی بات ماننے کے پابند ہیں۔﴿5﴾انسانوں کے لیے رسولوں کو مثالی شخصیات بنایا گیا حق کی پیروی کرنے سے ہی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت نصیب ہوسکتی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دعوت دینے والا کیا کام کرنے کا پابند ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کا داعی ''منذر'' ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو برے انجام سے ڈرائے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کا داعی ''مبشر'' ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو اچھے انجام کی خوشخبری دے۔

سوال4: رسولوں کی دعوت پر اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے کیا مطالبہ ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: رسولوں کی دعوت پر اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ ایمان لے آئیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔

سوال5: اس دنیا میں انسان کا امتحان کس بنیاد پر ہو رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس دنیا میں انسان کا امتحان علم اور شعور کی بنیاد پر ہو رہا ہے۔ جو شخص حق کا علم حاصل کرتا ہے۔ حق کو پہچان لیتا ہے تو وہی ایمان لاتا ہے۔ ﴿2﴾ جو شخص علم اور شعور کی بنیاد پر ایمان لاتا ہے وہ اس پر عمل کرتا ہے اور جو شخص جہالت اور بے شعوری کی ساتھ ایمان لانے کا دعوی کرتا ہے وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہو پاتا۔ ﴿3﴾ انسان کا امتحان ہے کہ وہ علم اور شعور کے راستے کو اختیار کرتا ہے یا جہالت اور بے شعوری کے راستے کو۔

سوال6: فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ ''پھر جو لوگ ایمان لائیں اور اصلاح کریں'' ایمان لا کر صالح عمل کرنے والوں کے لیے کیا خوشخبری ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان لا کر عمل صالح کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غم۔ ﴿2﴾ ایمان لانے سے مراد اللہ تعالیٰ، فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان ہے اور اصلاح سے مراد ایمان، اعمال اور سنت کی اصلاح ہے۔

سوال7: فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ''تو اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ان کو مستقبل میں آنے والے معاملات سے کوئی خوف نہیں ہوگا جو ایمان لائے اور جنہوں نے اصلاح کی۔ ﴿2﴾ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ گزرتے ہوئے امور پر غم زدہ ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (49)

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اُن کو عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (49)

سوال1: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' جب انسان کو حق کا انکار کرنے کے انجام سے ڈرایا جائے تو وہ انکار کیوں کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے بے خوف انسان اپنے دنیا کے معاملات کو درست دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا خوف رکھنا اس کے لیے درست نہیں ہے۔ ﴿2﴾ زیادہ بے خوف انسان عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ ان پر عذاب نہیں آ سکتا۔

سوال2: يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ ''ان کو عذاب پہنچے گا'' اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حق کو جھٹلانے والوں کی کیا سزا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حق کو جھٹلانے والے اس کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے۔ ﴿2﴾ کافروں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوررسولوں کے جھٹلانے والوں پرعدم اطاعت رسول ﷺ اورحرمتوں کے پردے چاک کرنے کی وجہ سے عذاب ہی عذاب ہے۔(مختصرابن کثیر:502/1)

سوال3:بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ''اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے''عذاب میں مبتلا ہونے کی کون سی دوخاص وجوہات بتائی گئی ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی آیات کوجھٹلانا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنا۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ(50)

آپ کہہ دیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں یقیناً کوئی فرشتہ ہوں،نہیں میں پیروی کرتا مگر جو میری طرف وحی کی جاتی ہے،آپ کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے؟(50)

سوال1:قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ '' آپ کہہ دیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ میں تم سے نہیں کہتا یعنی معجزات کا مطالبہ کرنے والوں سے یا یہ کہنے والوں سے کہ تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں بھی الٰہ مان لیں۔﴿2﴾عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ '' میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں''خزائن اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے رزق اور رحمت کی کنجیاں ہیں۔مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔(فاطر:2)﴿3﴾یعنی نہ تو میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک ہوں،نہ مجھے ان میں تصرف کا اختیار ہے۔ (مختصرابن کثیر:503/1)

سوال2:وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ '' اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾میں یہ نہیں کہتا کہ میں غیب دان ہوں،غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے ہی پاس ہے۔﴿2﴾عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا غیب کا جاننے والا وہی ہے،پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر کوئی رسول،جسے اس نے پسند کرلیا،تو یقیناً وہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(جن:26,27)﴿3﴾ مجھے غیب کی بعض باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہوتا ہے۔﴿4﴾ مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں (ام المومنین) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔انہوں نے فرمایا: اے ابوعائشہ (یہ ان کی کنیت ہے) تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی ان کا قائل ہو جائے تو اس نے اللہتعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ میں نے عرض کیا وہ تین باتیں کون سی ہیں؟ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک تو یہ ہے کہ جس نے خیال کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا (میں نے یہ سنا) تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے عرض کیا اے ام المومنین مجھے بات کرنے دیں اور جلدی نہ کریں۔کیا اللہ تعالیٰنے نہیں فرمایا{وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى} سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ اس امت میں سب سے پہلے میں نے ان آیات کریمہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ان آیتوں سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں میں نے انہیں اصل صورت میں نہیں دیکھا سوائے دو مرتبہ کے جس کا ان آیتوں میں ذکر ہے۔ میں نے دیکھا وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کے تن وتوش کی بڑائی نے آسمان سے زمین تک کو گھیر رکھا ہے۔ اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:{لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ} کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا:{وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ} یعنی اس کی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے۔اور وہی لطیف وخبیر ہے اور کسی انسان کے لیے یہ مناسب نہیں وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرے مگر وحی یا پردے کے پیچھے سے، اور دوسری آیت یہ ہے اور جو کوئی یہ خیال کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب میں سے کچھ چھپا لیا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:{يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ} اے اللہ کے رسول ﷺ جو آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے رب کے حکم سے اترا ہے اس کی تبلیغ کیجئے اگر آپ ﷺ ایسا نہ کریں گے تو آپ حق رسالت ادا نہ کریں گے'' اور تیسری بات یہ کہ جو آدمی یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ آئندہ ہونے والی باتوں کو جانتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ ﷺ فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب کی باتیں نہیں جانتا۔(مسلم:439)

سوال3:وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ'' اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں یقیناً کوئی فرشتہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی میں فرشتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو نافذ کرنے والا نہیں ہوں میں اپنے مقام سے بڑھ کر دعویٰ نہیں کرتا۔

سوال4:اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ'' نہیں میں پیروی کرتا مگر جو میری طرف وحی کی جاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ یعنی میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک انسان ہوں ۔اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے'اس کا پیروکار ہوں' خود بھی اس پر عمل کرتا ہوں اور سب کو اس کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

سوال5:قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ'' آپ کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کیا تم غور وفکر نہیں کرتے کہ اندھا اور انکھوں والے برابر نہیں ہوتے اسی طرح جو وحی کی پیروی کرتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے دونوں برابر نہیں ہوتے۔

سوال6:اس آیت میں حقیقت رسالت کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والا رسول انسان ہے۔﴿2﴾ اس کے پاس دنیا کے خزانے نہیں ہیں۔﴿3﴾ اس کو غیب کا علم نہیں ہے۔﴿4﴾ اس کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ فرشتہ ہے۔﴿5﴾ وہ رب کی طرف سے ہدایات لیتا ہے۔﴿6﴾ اس کے پاس سارا علم وحی کے ذریعے سے آتا ہے۔

سوال7:رسول کا فریضہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ رسول کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دوسرے انسانوں تک پہنچائے۔﴿2﴾ رسول کا فرض ہے کہ انسانوں کو اپنے ساتھ جوڑ کر رکھے۔﴿3﴾ رسول کا فرض ہے کہ دعوت پر لبیک کہنے والوں کو خوش خبری دے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے گا۔﴿4﴾ رسول کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو ڈرائے تا کہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔

سوال8:رسالت کے بارے میں کیا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ رسول غیب کی خبریں دیتا ہے جیسے کاہن دیتے ہیں۔﴿2﴾ رسول کے ہاتھ سے معجزات صادر ہوتے ہیں تو اسے وہ کام کرنے چاہییں جو جادوگر اور جنات کے عامل کرتے ہیں۔﴿3﴾ رسول اللہ تعالیٰ کا حصہ یا خود الٰہ ہو سکتے ہیں۔﴿4﴾ رسول مافوق الفطری قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔

سوال9:رسول اللہ سے مخالفین کیا مطالبات کرتے تھے؟

جواب: کفار مکہ نے رسول کریم ﷺ سے مختلف اوقات میں تین مطالبے پیش کیے تھے،اول یہ کہ بذریعہ معجزہ ہمارے لئے تمام دنیا کے خزائن جمع کرادیجئے۔دوسرے یہ کہ ہمارے مستقبل میں پیش آنے والے تمام مفید یا مضر حالات وواقعات بتادیجئے ،تا کہ ہم مفید چیزوں کے حاصل کرنے اور مضر صورتوں سے بچنے کا انتظام پہلے ہی کرلیا کریں۔تیسرے یہ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری ہی قوم کا ایک انسان جو ہماری ہی طرح ماں باپ سے پیدا ہوا،اور تمام بشری صفات کھانے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پینے، بازاروں میں پھرنے وغیرہ میں ہمارے ساتھ شریک ہے وہ اللہ کا رسول ﷺ بن جائے، کوئی فرشتہ ہوتا جس کی تخلیق اور اوصاف ہم سب سے ممتاز ہوتے، تو ہم اس کو خدا تعالیٰ کا رسول اور اپنا پیشوا مان لیتے۔ (تفسیر معارف القرآن: 326/3)

سوال 10: کفار رسول اللہ ﷺ سے مطالبات کیوں کرتے تھے؟

جواب: مطالبات کا مقصد اپنی دشمنی کو چھپانا تھا یہ اصل میں نہ ماننے کے بہانے تھے۔

سوال 11: رسولوں سے کیے جانے والے مطالبات کن تصورات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ رسالت کی حقیقت اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں پھیلی ہوئی جہالتوں کی وجہ سے۔ ﴿2﴾ اور اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو چھوڑ دینے کی وجہ سے رسول ﷺ سے یہ مطالبات کیے گئے۔

سوال 12: اس آیت میں یہ بتانے کے بعد کہ ''رسول اللہ ﷺ وحی سے ہدایت اخذ کرتے ہیں'' یہ کہنا کہ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ''اندھے اور آنکھوں والے برابر نہیں ہوتے'' کس طرف توجہ دلاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآن وسنت کا علم حاصل کرنا، اس کی اتباع کے لیے ضروری ہے جو علم رکھتا ہے اور اتباع کرتا ہے وہ بینا ہے اور جو وحی کی پیروی نہیں کرتے وہ اندھے ہیں کیونکہ نہ وہ قرآن وسنت کا علم رکھتے ہیں نہ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجھوڑا ہے کہ یہ بتاؤ کیا اندھے اور آنکھوں والے برابر ہوتے ہیں؟ کیا تم غور وفکر نہیں کرتے؟ ﴿3﴾۔ آیت کے آخری حصے میں توجہ دلائی گئی ہے کہ کیا تم غور وفکر نہیں کرتے کہ کون کہاں سے راہ نمائی حاصل کر رہا ہے؟ اور کون اندھیروں میں لڑکھڑاتا پھر رہا ہے۔

رکوع نمبر: 12

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (51)

اور آپ اس کے ساتھ ان کو خبردار کریں جو یہ خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف جمع کیا جائے گا کہ اس کے سوا نہ کوئی ان کی حمایت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا تاکہ وہ بچ جائیں۔ (51)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام احمد طبرانی اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ قریش کی ایک جماعت کا رسول اکرم ﷺ کے پاس سے گزر ہوا اور حضور ﷺ کے پاس خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے یہ دیکھ کر قریش کا ایک گروہ محمد ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ان لوگوں سے راضی ہیں۔ پھر بطور طنز کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں سے انہی لوگوں کو منتخب کر کے فضل فرمایا ہے، اگر آپ ان کو اپنے سے ہٹا دیں تو ہم آپ کی اتباع کر لیں اللہ تعالیٰ نے اس پر ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ سے سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس:392/1)

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ''اور آپ اس کے ساتھ ان کو خبردار کریں جو یہ خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف جمع کیا جائے گا کہ اس کے سوا نہ کوئی ان کی حمایت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ اَنْذِرْ بِهِ ''اور آپ اس کے ساتھ ان کو خبردار کریں'' یعنی اے نبی ﷺ آپ انہیں قرآن مجید کے ذریعے خوف دلائیں۔ ﴿2﴾ قرآن مجید ساری مخلوق کے لیے انداد مگر اس سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جنہیں یقین ہے کہ آخرت کے گھر میں جانا ہے جہاں نہ کوئی دوست ہوگا، نہ کوئی سفارشی۔ ﴿3﴾ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ''جو یہ خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف جمع کیا جائے گا'' یعنی جو لوگ یقین رکھتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اس دنیا سے آخرت کے گھر میں منتقل ہونا ہے جو اس خوف سے صرف نفع مند کام کرتے ہیں اور ان کاموں کو چھوڑ دیتے ہیں جو آخرت میں نقصان دینے والے ہیں۔

سوال 2: جو لوگ رب کے سامنے پیشی سے ڈرتے ہیں اُنہیں ڈرانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ڈر کی نفسیات میں جینے والے نصیحت قبول کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو کسی اندیشے میں جی رہے ہوں انہیں خطرے سے آگاہ کیا جا سکتا ہے۔ ﴿3﴾ خوف کے تحت انسان اللہ کی بات کو قبول کر لیتا ہے اس لیے ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

سوال 3: انذار کسے کہتے ہیں؟

جواب: انذار یعنی ڈراوا، دراصل آخرت کے بارے میں واضح بیان ہوتا ہے۔

سوال 4: انذار کے کیا نتائج نکلتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انذار سے وہ امور واضح ہو جاتے ہیں جن سے وہ پہلے ہی ڈرتے ہیں۔ ﴿2﴾ انذار کی وجہ سے لوگ متقی بن جاتے ہیں یعنی اپنے دل میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے وہ مجھ سے میرے ان کاموں کا حساب لے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ان کاموں سے روکتا ہے جن سے وہ غضبناک ہوتا اور وہ کام کرنے پر آمادہ کرتا جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ انذار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنے سے بچتے ہیں۔

سوال 5: ڈراوے کن لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوتے؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ بے خوفی کی نفسیات میں جیتے ہیں ان پر ڈراوے اثر انداز نہیں ہوتے۔ ﴿2﴾ جو ڈرتے نہیں وہ نصیحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی قبول نہیں کرتے۔

سوال6:انسان کے اندر بے خوفی کی نفسیات پیدا ہونے کا عام طور پر کیا سبب ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ دنیا پرستی بے خوفی کا سبب بنتی ہے۔جو دنیا کی کامیابی پر مطمئن ہو گئے ہوں انہیں یہ یاد نہیں رہتا کہ مر کر اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے آخرت کی یاد دہانی ان کے دل میں جگہ نہیں پکڑ سکتی۔﴿2﴾ بے خوفی کا سبب بزرگوں سے وابستگی بھی ہے ۔جو لوگ بڑوں کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کے لئے مددگار اور سفارشی بن جائیں وہ اس امید پر جیتے ہیں کہ انہوں نے بزرگ ہستیوں کا دامن تھام رکھا ہے اب ان کا کوئی معاملہ بگڑنے والا نہیں یہ نفسیاتی کیفیت انسان کو آخرت کے معاملے میں نڈر بنا دیتی ہے۔

سوال7:لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ''اس کے سوا نہ کوئی ان کی حمایت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہوگی جو ان کے معاملے کی سرپرستی کر سکے جس سے ان کا مطلوب حاصل ہو جائے اور ان سے تکلیف دور ہو جائے گی نہ ان کا کوئی سفارشی ہوگا کیونکہ تمام مخلوق کے پاس کوئی اختیار نہیں ۔ (تفسیر سعدی:773/1)

سوال8:حشر کے دن کوئی دوست اور کوئی سفارشی کیوں نہیں ہوگا؟

جواب:﴿1﴾ سفارش کرنے والے اس دن کا شدید خوف رکھتے ہوں گے۔﴿2﴾ سفارش اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی انسانوں کی مرضی سے نہیں ہوگی۔

سوال9:اللہ تعالیٰ کی دعوت سب سے پہلے کن لوگوں کو دی جائے گی؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی دعوت ان لوگوں کے لئے ہے جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے﴿2﴾ اسلام کی دعوت سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو دی جائے گی۔

سوال10:لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ''تاکہ وہ بچ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی فاسد اعتقادات سے اور ردی اخلاق سے بچ جائیں اور نیک عمل کریں۔ (تفسیر قاسمی:56,8/6)﴿2﴾ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:تاکہ وہ پانچ نمازوں کے ذریعے آگ سے بچ جائیں۔(ابن ابی حاتم:1296/4)﴿3﴾ سیدنا ابن عباس نے کہا:انہیں ڈراوا دو تاکہ وہ دنیا میں ڈر کر رہیں اور کفر اور معاصی سے بچیں۔(تفسیر ثعالبی:467/2)﴿4﴾ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانیوں سے بچیں جب انذار ہوگا تو تقویٰ پیدا ہوگا کیونکہ انذار تقویٰ کے اسباب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورموجبات میں سے ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ(52)

اورآپ ان لوگوں کواپنے سے دورنہ ہٹاؤجوصبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں،وہ اس کی رضا چاہتے ہیں،ان کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے،کہ آپ ان کواپنے سے دور ہٹادیں،پس آپ ظالموں میں سے ہوجائیں گے۔(52)

سوال1:رسول اللہ کو یہ حکم دیا گیا کہ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ''اورآپ ان لوگوں کو اپنے سے دورنہ ہٹاؤجوصبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں،وہ اس کی رضا چاہتے ہیں''؟

جواب۔سیدنا سعدرضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے،مشرکین نے کہا،ان لوگوں کواپنی مجلس سے نکال دیں،تاکہ یہ ہم پر جرأت نہ کرسکیں،ان لوگوں میں سے تھا،عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ، قبیلے ہذیل کاایک آدمی ،بلال اوردواورآدمی تھے جن کے نام میں نہیں لے رہاہوں۔رسول اللہ ﷺ کے دل میں جوخیال اللہ نے چاہاوہ آیا،آپ ابھی سوچ ہی رہے تھے(کہ اب کیا کرنا چاہیے)کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمادی۔وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُم بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ۔اوران لوگوں کودورنہ ہٹاجواپنے رب کو پہلے اورپچھلے پہر پکارتے ہیں اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔(الانعام:52)(مسلم:6241)

سوال2:وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ''اورآپ ان لوگوں کواپنے سے دورنہ ہٹاؤجوصبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں،وہ اس کی رضا چاہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی دوسروں کی مجالست کی امید میں اہل اخلاص اوراہل عبادت کواپنی مجلس سے دورنہ کیجئے جوہمیشہ اپنے رب کو پکارتے ہیں،ذکراورنماز کے ذریعے اس کی عبادت کرتے ہیں،صبح وشام اس سے سوال کرتے ہیں اوراس سے ان کا مقصداللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے اس مقصدجلیل کے علاوہ ان کا کوئی اورمقصدنہیں۔بنابریں یہ لوگ اس چیز کے مستحق نہیں کہ انہیں اپنے سے دورکیا جائے یاان سے روگردانی کی جائے بلکہ یہ لوگ تو آپ ﷺ کے موالات،محبت اورقربت کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہ مخلوق میں سے چنے ہوئے لوگ ہیں اگرچہ یہ فقاءاورنادار ہیں اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہاں باعزت لوگ ہیں اگرچہ لوگوں کے نزدیک گھٹیااورکم مرتبہ ہیں۔(تفسیرسعدی:773 1/)﴿2﴾رب العزت کا فرمان ہے:وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔ (الکھف:28)

سوال3: جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے محروم ہونے سے بچایا گیا ہے ان کی کیا خصوصیات بتائی گئی ہیں؟

﴿1﴾ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ ''صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں'' اپنے رب کو دن رات پکارتے ہیں۔ ﴿2﴾ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ '' وہ اس کی رضا چاہتے ہیں'' اپنے رب کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں۔

سوال4: رات دن رب کو پکارنے اور رب کی رضا چاہنے سے مومن کیسا انسان بن جاتا ہے؟

﴿1﴾ مومن رات دن رب کو پکارنے اور اس کی رضا چاہنے سے خالص ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ دو کام ایسے ہیں جو مومن کو اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص بنا دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مخلص لوگ ہی اللہ تعالیٰ کا کام کر سکتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب مومن نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رب کی طرف متوجہ ہو۔ ﴿2﴾ جب وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو۔ ﴿3﴾ جب وہ ادب واحترام اور خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا ہوتا ہو۔ ﴿4﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں لگا رہتا ہو۔ ﴿5﴾ نماز باجماعت کی حفاظت کرنے سے۔ ﴿6﴾ ذکر اور تلاوت قرآن سے۔ (فتح القدیر)

سوال6: يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ''جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں'' مومن کب رات دن اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب مومن کو زندگی کی حقیقت، اپنی حقیقت، اپنا مقصد زندگی، اپنے خالق کی حقیقت اور اپنے انجام کی سمجھ آجاتی ہے۔ ﴿2﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا بنا لیتا ہے۔ ﴿3﴾ جب مومن اللہ تعالیٰ کو اپنا سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ ﴿4﴾ جب مومن کو اپنی ہمیشہ کی کامیابی کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔

سوال7: مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ''ان کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے، کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ تم اپنی ذات کے ذمہ دار ہو لہذا اپنا بوجھ اٹھاؤ گے اور وہ اپنی ذات کے ذمہ دار ہیں لہذا وہ اپنا بوجھ اٹھائیں گے۔﴿2﴾ اگر ان کے پاس مال نہیں تو یہ رب نے ان کی قسمت میں لکھا ہے، ان کی غریبی کے بارے میں تم سے اور تمہاری حالت کے بارے میں ان سے نہیں پوچھا جائے گا۔﴿3﴾ ایمان اور کفر کے معاملے میں مال داری اور فقیری کا کوئی اعتبار نہیں ہے لہٰذا اپنے اپنے اعمال کی فکر کریں۔

سوال8: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: ''تم ان کو دور کر کے ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''، ظلم کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جو لوگ اپنے رب کو دن رات پکارتے ہیں اور رب کی رضا چاہتے ہیں ان کا یہ پہلا حق تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں رہیں۔ انہیں ان کے حق سے محروم کرنا ظلم تھا۔﴿2﴾ اگر کسی کی فقیری کی وجہ سے کسی کو مجلس رسول سے نکالا گیا تو اس فعل کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

سوال9: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کیسے عمل کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پوری طرح پیروی کی جب آپ فقرائے مومنین کی مجلس میں بیٹھتے تو دل جمعی سے ان کے ساتھ بیٹھتے، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے، ان کے ساتھ حسن خلق اور نرمی کا معاملہ کرتے اور انہیں اپنے قریب کرتے بلکہ آپ ﷺ کی مجلس میں زیادہ تر یہی لوگ ہوتے تھے۔ (تفسیر سعدی: 773/7)

وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ (53)

اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دوسرے سے آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟ (53)

سوال1: وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ''اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دوسرے سے آزمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایک جیسے حالات میں نہیں رکھا کسی کو مال دار بنایا اور کسی کو فقیر، بعض کو صاحب شرف پیدا کیا بعض کو گھٹیا اور کم تر۔ لیکن ایمان کی دولت میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو حصہ دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی نادار اور کم تر شخص کو ایمان کی دولت عطا کرتے ہیں تو یہ مالداروں اور بلند مرتبہ لوگوں کے لیے امتحان بن جاتا ہے۔ اس موقع پر ایمان لانے کا مقصد واضح ہو جاتا ہے۔ اگر وہ حق کی طلب میں سچا ہو تو وہ ایمان لا کر حق کی پیروی کرتا ہے اور اگر وہ حق کی طلب میں سچا نہ ہو تو اس منزل پر حق کی اتباع کرنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے، پھر وہ نادار اور کم مرتبہ ایمان لانے والوں پر اعتراض کرتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو کیسے فتنے میں مبتلا کر دیا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾نسب اور مال پر غرور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فتنے میں ڈال دیا تھا۔﴿2﴾جب یہ لوگ دیکھتے تھے کہ حق کے گرد معمولی حیثیت کے لوگ جمع ہیں تو انہیں لگتا تھا کہ اپنی حیثیت کو گرالیں گے۔

سوال3:لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا'' تا کہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟''وقت کے بڑے اسلام سے متنفر کیوں ہو گئے تھے؟

جواب:﴿1﴾مال دار متکبرین کا تأثر یہ تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ معمولی حیثیت کے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے مالک بن جائیں۔﴿2﴾ان کا خیال تھا کہ اگر اس دین میں کوئی خیر ہوتی تو ہم سب سے آگے ہوتے اللہ تعالیٰ ہماری راہ نمائی فرماتا۔﴿3﴾انہیں اس بات پر حیرت ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کمزوروں اور ناداروں کو اپنے فضل کے لئے منتخب کرلے جب کہ ہم صاحب حیثیت اور مرتبہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

سوال4:اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ'' کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟''سے کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم کرتا ہے جن کے بارے میں یہ پتہ ہوتا ہے کہ وہ انعامات پر شکر ادا کریں۔﴿2﴾انسان اگر چہ نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا حق ادا نہیں کرسکتا مگر اللہ تعالیٰ قلیل شکر کو قبول کر کے ایسا اجر عطا فرماتے ہیں جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔﴿3﴾ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نصیب کرتا ہے جو شکر بجالاتے ہیں اگر چہ وہ معمولی حیثیت کے لوگ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دولت اور مال کا کوئی وزن نہیں۔﴿4﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کتنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ وہ پریشان حال اور غبار آلود بالوں والے ہیں، دروازوں پر سے انھیں دھکیل دیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کردے (یعنی اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، گو دنیا داروں کی نظروں میں حقیر ہیں)۔''(مسلم:6682)﴿5﴾سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''محتاج وفقیر مسلمان مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔(ترمذی:2355)﴿6﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔(مسلم:6542)

سوال5:مجلس رسول میں مستقل شرکت کا حق کن لوگوں کو دیا گیا؟

جواب:﴿1﴾مجلس رسول میں مستقل شرکت کا حق ان لوگوں کو دیا گیا جو لوگ ایمان رکھتے تھے۔اور عقیدے کے اعتبار سے مضبوط تھے۔﴿2﴾جو رات دن اپنے رب کو پکارتے تھے۔﴿3﴾جو اللہ تعالیٰ کی رضائی طلب میں مصروف رہتے تھے۔﴿4﴾سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے جب کچھ سوالات پوچھے تو ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں سے ایک سوال نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بھی تھا یہ دولت مند لوگ اس نبی کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو ابوسفیان نے جواب میں کہا تھا کہ کمزور لوگ ہی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے پیروکار کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔(بخاری:7،مسلم:4607)

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(54)

اور جب آپ کے پاس وہ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کہہ دیں تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے یقیناً وہ جو تم میں سے نادانی میں کوئی بُرائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(54)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، مطعم بن عدی، حارث بن نوفل، عبدمناف کے شرفاء ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر تمہارا بھتیجا اپنے پاس سے ان غلاموں کو ہٹا دے تو وہ ہمارے دلوں میں بہت محترم ہے اور ہم اس کی خوشی اور اطاعت کے بہت قریب ہیں، ابوطالب نے اس چیز کا رسول اکرم ﷺ سے تذکرہ کیا، اس پر سیدنا عمر فاروق بولے اگر آپ ایسا کر لیں تو پھر دیکھیے کیا برتاؤ آپ کے ساتھ کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور یہ مسلمان غلام حضرت بلال، عمار بن یاسر، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، صالح مولی اسید، ابن مسعود، مقداد بن عبداللہ اور واقد بن عبداللہ تھے، اس کے بعد پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے قول سے معذرت طلب کی تو ان کے بارے قرآن کریم کی یہ آیت واذا جائک الذین یومنون نازل ہوئی۔(تفسیر ابن عباس:1/393،392)

سوال2:وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ''اور جب آپ کے پاس وہ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ مال داروں اور صاحب مرتبہ لوگوں کے مقابلے میں ان ایمان والوں سے عزت اور احترام سے پیش آئیں۔﴿2﴾ جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں تو اُن سب کو سلام کہیں اور خوش آمدید کہیں۔﴿3﴾ ان کو خوش خبری دیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے رحم کرنا اپنے اوپر فرض کر لیا ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی اور جزا میں اضافہ کیا جائے گا۔﴿4﴾ اس کی وجہ سے ان کے عزائم پختہ ہوں گے اور انہیں اپنی منزل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک پہنچنے کے لے ہر طرح کی ترغیب دیں اور گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم دیں تا کہ وہ اپنے رب کی مغفرت کو پا سکیں۔

سوال3: آغاز دعوت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ہدایت دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دعوت کا آغاز ان لوگوں سے ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سابقون الاولون کو یہ اعزاز عطا کیا ہے کہ سب سے پہلے انہیں سلام کیا جائے گا، انہیں خوشخبری دی جائے گی۔ اُنہیں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت فرض کر لی ہے اور اگر دور جاہلیت میں غلطیاں ہوئی ہیں تو توبہ کر کے اصلاح کرنے سے معاف ہو جائیں گی۔

سوال4: كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ''تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے'' اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کو اس آیت میں کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر کوئی نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھتا ہے پھر توبہ کر کے اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے: قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ (156) جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (الاعراف:156,157) ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں لکھا اور وہ کتاب اس کے پاس عرش کے اوپر موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی ہے۔ (مسلم:6969، بخاری:7553)

سوال5: اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْۗءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ''یقیناً وہ جو تم میں سے نادانی میں کوئی بُرائی کر بیٹھے، پھر اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا ''یقیناً وہ جو تم میں سے کوئی بُرائی کر بیٹھے'' سُوْٓءًا: یعنی گناہ کر کہ انسان اپنے لیے برا کرتا ہے۔﴿2﴾ بِجَهَالَةٍ: جہالت کی قسموں میں سے ہے گناہ کے انجام سے ناواقفیت اور رب کی عظمت کو بھول جانا۔ (ایسر التفاسیر:394)﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف اُنہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(النساء:17)﴿4﴾ تفسیر منیر میں ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہے۔﴿5﴾ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ پھر اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی'' یعنی گناہ سے نکل آیا، نادم ہوا اور اس نے استغفار کی اور نیک اعمال کے ذریعے اپنی اصلاح کر لی۔(ایسر التفاسیر:394,395)﴿6﴾ رب العزت کا فرمان ہے: وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔(طٰہٰ:82)﴿7﴾ سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ وہ یہ کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ یہ کہ انہیں عذاب نہ دے۔(تفسیر منیر:4/230)

سوال6: اسلام کی سربلندی کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلام سچا فطری دین ہے بلند اقدار رکھتا ہے، بھٹکی ہوئی انسانیت کے درد کا درماں ہے اس کی سربلندی کا اندازہ معاشرے کے کمزور اور پسے ہوئے افراد کے حقوق کے تحفظ سے ہوتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا انہیں سلام کرنے میں پہل کریں۔﴿3﴾ جب کمزور لوگ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوں تو انتظار کریں جب تک وہ خود نہ اٹھ جائیں رسول اللہ ﷺ بھی نہ اٹھیں۔﴿4﴾ کمزور لوگوں اور غلاموں کی ذہنیت سے بھی اسلام کی سربلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔﴿5﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مرتبے کا احساس رکھتے تھے۔﴿6﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے کام اور فرائض کے بارے میں احساس رکھتے تھے۔﴿7﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنے والی تلواروں کے بارے میں احساس رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تلواریں ہیں۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے میں پیچھے رہ گئے تھے ان ہی میں ابوسفیان بھی تھا جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کے بارے میں ان کمزور افراد کو ڈانٹا تو رسول اللہ نے متنبہ کیا کہ تم نے انہیں ناراض کیا تو گویا اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھ کر ان لوگوں سے پوچھا کہ تم ناراض تو نہیں ہو گئے تو انہوں نے جواب دیا'' اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے''۔ یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انقلاب جوانسانی زندگی میں رونماہوااس نے ساری قدریں بدل ڈالیں۔انسانی شعورکوبدل دیا۔اِسی نے تعصّبات کوختم کردیا تھا، یہ اسلامی نظریۂ حیات کی سربلندی ہے۔

سوال7:فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' تویقیناًوہ بےحدبخشنے والا،نہایت رحم والاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کوجن امورکاحکم دیاہےان کی بجاآوری کے مطابق ان پراپنی مغفرت اوررحمت کافیضان کرتاہے۔(تفسیرسعدی:775/1)﴿2﴾سیدنا ابوسعیدخدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:'' بنی اسرائیل میں ایک شخص تھاجس نے ننانوے(۹۹) آدمیوں کو(ناحق)قتل کیا تھاپھر(نادم ہوکر)مسئلہ پوچھنے نکلاتوایک درویش(پادری)کے پاس آیااوراس سے کہا کہ کیامیری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟اس نے کہانہیں۔اس شخص نے پادری کوبھی مار ڈالا پھرمسئلہ پوچھتاپوچھتاچلاتوایک شخص(دوسرے پادری)نے کہا کہ تو فلاں بستی میں جا' راستے میں اس کوموت آپہنچی(مرتے مرتے)اس نے اپناسینہ اس بستی کی طرف جھکادیااب رحمت اورعذاب کےفرشتے جھگڑنے لگےتواللہ تعالیٰ نے(نصرہ) اس بستی کو(جس طرف وہ جارہاتھا)یہ حکم دیا کہ اس شخص سے نزدیک ہوجااوراس بستی کو(جہاں سے وہ نکلاتھا)یہ حکم دیا کہ تواس سے دورہوجاپھرفرشتوں سے فرمایا:ایسا کروکہ جہاں یہ مراہےوہاں سے دونوں بستیاں ناپو(ناپا)تودیکھا کہ وہ اس بستی سے ایک بالشت زیادہ نزدیک نکلا جہاں وہ توبہ کرنے جارہاتھا، پس اسے بخش دیا گیا۔(صحیح بخاری:3470)﴿3﴾سیدنا ابو سعیدخدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے پہلےلوگوں میں سے ایک شخص کاذکرکیااللہ تعالیٰ نے اس کومال اوراولاددی تھی جب وہ مرنے لگاتواپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمہارا کیساباپ تھا؟تووہ کہنے لگے:اچھاباپ تھا۔ باپ نے کہاکہ دیکھو!میں نے کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع نہیں کی اوراگرمیں اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گیاتووہ ضرورمجھے سزادے گا لہٰذاتم ایسا کرنا کہ جب میں مرجاؤں تومیری لاش کوجلادینااورجب میں کوئلہ ہوجاؤں توباریک پیس کراس کے ذرات تیزآندھی میں بکھیردینا۔اس نے اپنی اولادسے قسم دے کریہ عہدلیا۔چنانچہ اس کی اولادنے اس کے مرنے کے بعدایساہی کیا۔اللہ تعالیٰ نے کلمہ کُن کہاتووہ شخص اللہ تعالیٰ کےحضورکھڑاہوگیااللہ تعالیٰ نے پوچھامیرے بندے جوکچھ تونے کیاہےتوکونسی بات اس کی محرک بنی تھی؟وہ کہنے لگا کہ فقط تیرے ڈرسے میں نے ایسا کیا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ڈرنے کابدلہ یہ دیا کہ اس پررحم فرمادیا(بخش دیا)۔(بخاری کتاب الرقاق)

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ(55)

اورہم اسی طرح آیات کوتفصیل سے بیان کرتے ہیں اورتاکہ مجرموں کاطریقہ خوب واضح ہوجائے۔(55)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ''اور ہم اسی طرح آیات کوتفصیل سے بیان کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات واضح طور پر بیان کرنے کا کیا مقصد بتایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ مجرموں کا راستہ جدا ہو جائے۔اللہ تعالیٰ گمراہی کو ہدایت سے الگ کر کہ بیان کرتے ہیں تا کہ ہدایت کے راستے پر چلنے والے ہدایت پالیں اور حق کا راستہ واضح ہو جائے۔

سوال2:وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ''اور تا کہ مجرموں کا طریقہ خوب واضح ہو جائے''اللہ تعالیٰ مجرموں کے راستے کونمایاں کیوں کرنا چاہتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ مجرموں کے راستے کی وضاحت اس لئے ضروری ہے تا کہ اہل حق کا راستہ واضح ہو جائے۔﴿2﴾ حق اور باطل کا فرق واضح ہونے سے سچائی اور بھلائی پر پختہ یقین حاصل ہوتا ہے۔﴿3﴾ مجرموں کا راستہ نمایاں ہونے سے مومن حق کی حمایت پر آمادہ ہوتا ہے۔﴿4﴾ مجرموں کا راستہ نمایاں ہونے سے مومن کے دل میں یقین اترتا ہے کہ سچائی کی مخالفت باطل قوتیں کررہی ہیں۔اس طرح مومن پورے یقین کے ساتھ حق کی حمایت پر کمر باندھ لیتا ہے۔﴿5﴾ مجرمانہ حرکات کی وضاحت ایمان، بھلائی اور اصلاح کے لیے ضروری ہے۔﴿6﴾ مجرموں کے راستے کی وضاحت سے مجرموں کے مئوقف کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔﴿7﴾ مجرموں کے راستے کی وضاحت سے مومنوں کا مئوقف اور ان کا طرز عمل واضح ہو جاتا ہے اور مؤمنوں کے لیے اپنے مئوقف پر جمنا آسان ہو جاتا ہے۔﴿8﴾ جب مجرموں کا راستہ واضح ہو جاتا ہے تو اس سے اجتناب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔اگر یہ راستہ غیر واضح ہو تو یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

سوال3:دعوت الی اللہ کے لیے کام کرنے والوں کی تیاری کے لیے سب سے پہلی ضرورت کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ یوں تو مجرموں کے راستے کی وضاحت ہر ایک کی ضرورت ہے لیکن خاص طور پر جو لوگ دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں ان پر سب سے پہلے مؤمنوں اور مجرموں کا راستہ واضح کرنے کی ضرورت ہے۔﴿2﴾ اس کے لیے سب سے پہلے کارکنان دعوت پر حق کے راستے کو اچھی طرح واضح کیا جائے۔﴿3﴾ صراط مستقیم کی وضاحت کے ساتھ مجرموں کے راستے کی وضاحت کی جائے ان پر تنقید نہ کی جائے، ان کی کمزوریاں واضح کی جائیں۔ان کے درمیان فرق کو کھول کر بیان کیا جائے۔﴿4﴾ کارکنان دعوت کو یہ علم دینے کی ضرورت ہے کہ جس ماحول میں وہ کام کر رہے ہیں اس میں مؤمن کون ہیں اور مجرم کون ہیں؟﴿5﴾ کارکنان دعوت کو یہ علم دینا چاہیے کہ مجرموں کا طریقۂ کار کیا ہے اور ان کی علامات کیا ہیں؟﴿6﴾ کارکنان دعوت کو اتنا علم دینا چاہیے کہ ان کے ذہن میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ان کی صفات اور ان کی عملی زندگی مجرموں سے بالکل مختلف ہو جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: دعوت الی اللہ کا کام کرنے والے دعوت کا آغاز کیسے کریں؟

جواب: ﴿1﴾ حق کی دعوت واضح انداز میں، دوٹوک انداز میں دیں۔ ﴿2﴾ بغیر کسی خوف کے اور لاگ لپٹ کے بات کریں۔ ﴿3﴾ سادگی سے حق بات کو پہنچائیں۔ ﴿4﴾ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ ﴿5﴾ حق کا ساتھ دیتے ہوئے مخالفتوں سے نہ ڈریں۔

رکوع نمبر 13

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ (56)

آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے بالکل روکا گیا ہے، آپ کہہ دیں میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چلوں گا، اس وقت تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گا۔ (56)

سوال1: قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے بالکل روکا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ: کہہ دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ مشرکوں سے کہہ دو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ ﴿2﴾ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے بالکل روکا گیا ہے'' یعنی مجھے شرک اور بت پرستی سے روک دیا گیا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت سے روکا گیا ہے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، نہ زندگی کے مالک ہیں نہ موت کے اس کے لیے کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی علم یا دلیل کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی اس لئے بھی نہیں ہوتی کہ لوگ اسے حق سمجھتے ہوں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی محض خواہشاتِ نفس کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

سوال3: جذبۂ عبودیت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کسی کے آگے بجھ جانے کا، کسی کے آگے اپنی کم تری کے اعتراف کا جذبہ اور کسی کی غلامی کرنے کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جذبہ۔﴿2﴾وہ جذبہ جو انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ کسی کی پرستش کرے جس سے وہ مانگے تو وہ اسے دے جو اس کی سنے۔ انسان اس کی عنایات پر اس کے آگے جھک جائے، اس کے سامنے اپنی پیشانی ٹیک دے۔ اسی کے سامنے اپنی ناک رگڑے، اسی کی خاطر آنسو بہائے، اسی کو یاد رکھے اور اسی کی مانتا رہے۔

سوال4: انسان کے فطری جذبۂ عبودیت کی تسکین کس ہستی کے ذریعے ممکن ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کے جذبۂ عبودیت کی تسکین فقط اللہ تعالیٰ سے ممکن ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ ہی انسان کے فطری مطالبات کا جواب ہے۔ اس لئے کہ وہ انسان کو سب کچھ دے سکتا ہے، اس کی سن سکتا ہے اور اس پر انعام واکرام کر سکتا ہے۔

سوال5: قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا'' آپ کہہ دیں میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چلوں گا اس وقت تو میں گمراہ ہو جاؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾آپ کہہ دو کہ غیر اللہ کی عبادت جو تم نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں پائی ہے، سراسر گمراہی ہے۔ میں تمہاری خواہشات کے پیچھے چل کر غیر اللہ کی عبادت نہیں کروں گا۔﴿2﴾مفسر بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں مشرکین کی گمراہی کا سبب خواہش نفس کی اتباع بتایا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ جس پر قائم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہیں بلکہ خواہش نفس کی عبادت ہے اور حق کے متلاشی کو تقلید آباء چھوڑ کر دلیل وحجت سے ثابت حقائق پر عمل کرنا چاہیے۔(تیسیر الرحمٰن:403/1)

سوال6: انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کس کس کو معبود بناتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر خواہش نفس کو معبود بناتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔﴿2﴾ انسان جن کو اپنا مددگار سمجھتا ہے ان کو معبود بناتا ہے۔﴿3﴾انسان جن سے توقع رکھتا ہے کہ یہ آخرت میں میری سفارش کریں گے ان کو معبود بناتا ہے۔

سوال7: وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ'' اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اگر میں غیر اللہ کی عبادت کروں گا تو میں کسی اعتبار سے بھی ہدایت یافتہ نہیں رہوں گا۔﴿2﴾میں غیر اللہ کی عبادت چھوڑ کر توحید اور اخلاص عمل پر گامزن رہوں گا کیونکہ یہی حق ہے۔

قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ(57)

آپ کہہ دیں میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس کو تم نے جھٹلا دیا ہے، جس کی تم جلدی مچاتے ہو وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میرے پاس نہیں ہے، فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، وہی حق بیان کرتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔(57)

سوال1: قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ'' آپ کہہ دیں میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیں کہ میں تو اپنے رب اور اس کے کلام پر یقین رکھتا ہوں یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گواہی ہے جو کہ سب سے عدل والی گواہی ہے ایمان والوں نے رسول اللہ ﷺ کی گواہی کی تصدیق کی ہے۔

سوال2: وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ'' اور اس کو تم نے جھٹلا دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کو جھٹلایا ہے۔ ﴿2﴾ تم نے قرآن وسنت کو جھٹلایا ہے۔

سوال3: مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ'' جس کی تم جلدی مچاتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے اختیار میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا وقت مقرر ہے وہ جب چاہے گا جیسے چاہے گا تم پر نازل کرے گا۔

سوال4: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ'' فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جس طرح اس نے اوامر ونواہی میں اپنا حکم شریعی نافذ کیا ہے اسی طرح وہ حکم جزائی نافذ کرے گا اور اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق ثواب وعقاب دے گا پس اس کے فیصلے پر اعتراض درخور اعتنا نہیں۔ (تفسیر سعدی:776/1)

سوال5: یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ'' وہی حق بیان کرتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے راہ حق کو واضح کر دیا ہے اور اپنے بندوں کے سامنے حق بیان کر کے ان کا عذر ختم کر دیا اور یوں ان کی حجت منقطع ہوگئی تا کہ جو ہلاک ہو تو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ (تفسیر سعدی:776/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ بہترین اور قابل تعریف فیصلے کرتا ہے اس کے فیصلوں سے حق واضح اور متعین ہو جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔ (فتح القدیر:154/2)

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ(58)

آپ کہہ دیں یقیناً اگر میرے پاس وہ ہوتا جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے۔(58)

سوال1: قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ'' آپ کہہ دیں یقیناً اگر میرے پاس وہ ہوتا جس کی تم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جلدی کررہے ہوتو میرے اورتمہارے درمیان معاملے کا فیصلہ کردیا جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے! اپنی جہالت اورظلم کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی مچارہے ہو۔﴿2﴾ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تم پرعذاب واقع کردیتا۔﴿3﴾ عذاب کے مطالبے میں جلدی نہ کرو۔﴿4﴾ اس کے آنے میں تمہارے لیے بھلائی نہیں ہے۔﴿5﴾ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو نافرمانوں اورگناہ گاروں کومہلت بھی دیتا ہے اورظاہری اور باطنی نعمتیں بھی عطا فرماتا ہے۔

سوال2: اگرمعجزات کا صدوراورعذابِ الٰہی کا نزول انسانوں کے اختیار میں ہوتا تو کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب:﴿1﴾ انسان کے اندرصبر،حلم، بردباری اورمہلت دینے میں اس کی صلاحیت محدود ہے۔﴿2﴾ انسان اگرانسان کے خلاف بغاوت کرتا ہے تو اس کے اندر سے صبر اور برداشت ختم ہوجاتی ہے۔﴿3﴾ اگرانسان کا عذاب الٰہی پراختیار ہوتا تو دعوت دینے کے فوراً بعد فیصلہ ہوجایا کرتا۔

سوال3: نافرمانیوں کے باوجود اس جہان میں انسانوں کورب کی طرف سے کیسے مہلت مل رہی ہے واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا حلم ہے،اس کی بردباری ہے،اس کی عظمت اوراس کا صبر ہے کہ وہ انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے لیکن پھربھی اپنے نافرمانوں کوکھانا پینا فراہم کرتا ہے،ان کے لئے بارشیں برساتا ہے اورانہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

سوال4: انسانوں کورب کی بردباری سے مہلت ملتی ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس کا کتنا شعور رکھتے تھے کوئی مثال دیں؟

جواب: سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ ایک بارایک جنگ میں شریک تھے۔جنگ اس قدرزوروں پرتھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا کافروں نے فیصلہ کن حملہ کیا ہوا تھا اس پرانہوں نے کہا: اے اللہ! آپ کس قدرحلیم اور بردبار ہیں! اے اللہ! آپ کس قدر حلیم اور بردبار ہیں!

سوال5: وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ'' اوراللہ تعالیٰ ظالموں کوزیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کردیں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ ظالموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جانا چاہیے؟﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کسی کو یونہی نہیں چھوڑتا﴿3﴾ اللہ تعالیٰ علم اور قدرت رکھتا ہے۔وہ سخت عذاب سے دوچار کرسکتا ہے لیکن مہلت دیتا ہے مہلت دیتا ہے اور ناحق کسی کونہیں پکڑتا۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ(59)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورغیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں،اس کے سوانہیں کوئی نہیں جانتااوروہ خشکی اورسمندر کی ہرچیز کو جانتا ہے اورکوئی پتہ نہیں گرتا مگروہ اسے بھی جانتا ہےاورزمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتااورنہ کوئی تر چیز اورنہ کوئی خشک چیز مگرسب کھلی کتاب میں ہے۔(59)

سوال1:وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ''اورغیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اس کے سوانہیں کوئی نہیں جانتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہ آیت قرآن حکیم کی ان عظیم آیات میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے علم محیط کی تفصیل ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ غیب کاعلم رکھتا ہے۔اس کے سوا کوئی نہیں جانتا،اس نے ملائکہ اورانبیاء سے بھی غیب کو پوشیدہ رکھا۔﴿3﴾ وہ جس کو چاہتا ہے اسے اپنے علم غیب میں سے کسی چیز کے بارے میں اطلاع دے دیتا ہے۔﴿4﴾ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ ﷺ نے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کاعلم ہے۔(لقمان:34) پڑھ کرسنائی۔یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کاعلم ہے،وہی بارش برساتا ہے،اسی کومعلوم ہے رحموں میں کیا ہے؟کسی کوخبرنہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا؟اور کہاں فوت ہوگا؟یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا اوراچھی طرح سے خبردار ہے۔(بخاری)

سوال2:غیب کیا ہے؟

جواب:اسلامی تصورِحیات کے مطابق اس کائنات میں دوجہان ہیں ایک غیب کا جہان ہےاوردوسرا عالم شہادت غیبی جہان کاعلم انسان کے پاس نہیں ہےاورعالم شہادت کاانسان مشاہدہ کرسکتا ہے۔

سوال3:وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ''اورغیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں،اس کے سوانہیں کوئی نہیں جانتا''غیبی جہان کااقرارکرنے کی اسلامی نظریۂ حیات میں کیااہمیت ہے؟

جواب:﴿1﴾ غیبی جہان کااقرارکرنااسلامی فکرکی بنیاد ہے۔﴿2﴾ ایمان بالغیب وہ مشکل راستہ ہے جسے انسان نے ضروراختیارکرنا ہے جب تک وہ غیب کااقرارکرتاوہ انسانی مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔حیوانی مقام پررہتا ہے۔﴿3﴾ اس حقیقت کوانسان ہی سمجھ سکتا ہے کہ کائنات محض اتنی نہیں جتنی ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے۔بلکہ کائنات ہمارے حواس کے دائرے کے باہرزیادہ وسیع ہے۔﴿4﴾ کائنات کے بارے میں غیبی جہان کااقرارانسانی سوچ میں بڑی گہری تبدیلی لے کر آتا ہے۔کائنات کے اندرچھپی ہوئی کام کرنے والی قوتوں کے بارے میں نیااحساس پیداہوتا ہے۔اس تصور کے اثرات انسان کی عملی زندگی پر پڑتے ہیں اس لئے غیب کے اقرارکواسلامی نظریۂ حیات میں بےحداہمیت حاصل ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:غیبی حقائق پر ایمان لانے کے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:غیبی حقائق پر ایمان لانے کے اثرات مومن کی فکری اور عملی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔

﴿1﴾ کائنات کے بارے میں مومن وسیع تر سوچ رکھتا ہے۔﴿2﴾ مومن اس بات کا شعور رکھتا ہے کہ چھپی ہوئی اور ظاہری کائنات کے پیچھے ایک عظیم حقیقت ہے اور یہ حقیقت اس ظاہری کائنات سے بہت بڑی ہے۔وہی جو ظاہر کی آنکھ سے پوشیدہ ہے اس کائنات کا خالق ہے۔﴿3﴾ جو انسان اس کائنات کے پیچھے کام کرنے والی قوتوں کے بارے میں شعور رکھتا ہے تو اس کے اثرات انسان کی عملی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔وہ انسان جو اپنے حواس کے ساتھ اپنے ماحول کا محدود مشاہدہ کرتا ہے اس کے برابر نہیں ہوسکتا جو کائنات کے بارے میں وسیع سوچ رکھتا ہے۔وسیع سوچ رکھنے والا انسان اپنے دل کے اندر سے گہرے تعلق میں بندھا ہوا ہوتا ہے اور زندگی کے لئے اہم ہدایات پاتا ہے۔﴿4﴾ انسان غیبی حقائق پر ایمان لاکر ہی اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے لئے خود کو مجبور پاتا ہے اور اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے کلام کے زیر سایہ بسر کرتا ہے۔

سوال5:وَيَعْلَمُ مَافِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ''اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے'' قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے بارے میں کیا تصور دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔﴿2﴾ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے علم میں ہے۔﴿3﴾ فضاؤں اور زمین کی گہرائیوں میں پایا جانے والا ہر ذرہ اس کے علم میں ہے۔﴿4﴾ سمندر اور خشکی کے سارے جانور اس کے علم میں ہیں۔﴿5﴾ زندہ و مردہ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔﴿6﴾ چھپی ہوئی اور ظاہر ہر چیز اس کے علم میں ہے۔﴿7﴾ خشک تر ہر چیز اس کے علم میں ہے۔﴿8﴾ زمین کی تہوں میں چھپا ہوا کوئی دانہ اس کے علم سے باہر نہیں۔﴿9﴾ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ اس کے علم سے باہر نہیں۔﴿10﴾ اللہ تعالیٰ کا علم ہمہ گیر ہے۔﴿11﴾ فرمایا:يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں۔(غافر:19) اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی نگاہوں کو جانتا ہے۔

سوال6:وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں'' پر غور و فکر انسان پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جو انسان کھلے ہوئے اور چھپے ہوئے جہان پر غور و فکر کرتا ہے، وہ جو غیب کے پردوں کے پیچھے سے جھانکنا چاہتا ہے جس طرف بڑھتا ہے اسے نظر آتا ہے غیب کی چابیاں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔﴿2﴾ انسان ماضی اور مستقبل میں جھانکنا چاہتا ہے لیکن ایک حد پر جا کر اس کو علم اور ایجادات کے دروازے بند نظر آتے ہیں اور آگے کیسے جائے چابیاں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔﴿3﴾ سمندر کی گہرائیاں اللہ تعالیٰ کے سامنے عیاں ہیں۔وہ ان پر غور و فکر کرتا ہے گہرائیوں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پہنچ کر سب کچھ عیاں کرنا چاہتا ہے لیکن جس طرف بھی جاتا ہے آگے حد آجاتی ہے اور آگے کی چابیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔﴿4﴾ انسان کائنات کی وسعتوں میں، خلاؤں میں، دوسری دنیاؤں میں، نامعلوم دنیا میں آگے بڑھنا چاہتا ہے اور ایک حد آجاتی ہے جہاں سے آگے کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔﴿5﴾ اس کائنات میں اگنے والے بے شمار پودے اور ان سے نکلنے والے بیج جہاں کہیں پڑے ہیں ان کو ایک آنکھ دیکھتی ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔﴿6﴾ ایک انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔ انسان مختلف زمانوں میں جھانکے یا کائنات کی گہرائیوں میں وسعت ہی وسعت ہے۔ اور قرآن مجید ان وسعتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور ہمیں صاحبِ کلام تک لے جاتا ہے کہ وہ علیم ہے، وہ عظیم ہے، وہ قدیر ہے اور وہ بصیر ہے۔

سوال 7: وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ''اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا ''اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایک پتے سے اپنے علم کی وسعتوں کا شعور دلایا ہے کہ کوئی پتہ سمندر میں یا خشکی میں، جنگلوں بیابانوں میں یا آبادیوں میں، زمین کے کسی گوشے میں رات کو گرے یا دن کو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔﴿2﴾ وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ ''اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا'' بیج پھلوں کے ہوں یا سبزیوں کے، اجناس کے ہوں یا درختوں، پودوں کے، پھولوں کے پتوں یا کھیتوں کے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔﴿3﴾ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ ''اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز'' ہر خشک اور تر چیز خواہ جنگلوں میں ہو یا صحراؤں میں، آبادیوں میں ہو یا ویرانوں میں، پہاڑوں میں ہو یا میدانوں میں اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے۔﴿4﴾ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ''مگر سب کھلی کتاب میں ہے'' یعنی وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یہ امور حیرت میں مبتلا کر دینے والے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ کا علم ہمہ گیر ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (60)

اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا کرتے تھے۔(60)

سوال1:وَهُوَالَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ ''اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ رات کو وفات دیتا ہے نیند دراصل موت کی بہن ہے پھر روح اس لیے چھوڑ دی جاتی ہے کہ انسان اپنی زندگی کے دن پورے کرلے۔﴿2﴾نبی ﷺ نے فرمایا: ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے اور نیند میں فرشتہ اس کی روح تھام لیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس روح کو قبض کرنے کی اجازت دیتا ہے تو فرشتہ روح کو قبض کرلیتا ہے ورنہ جسم میں لوٹا دیتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:507/1)

سوال2:وَیَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ''اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:انسان جاگتے ہوئے جو کام کرتا ہے اس کے تمام کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔اس کی کوئی حرکت اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں جاتی۔انسان جو کچھ دن میں کماتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے غیبی حقائق کے بعد رات کو روحیں قبض کرنے اور دن کو واپس بھیجنے کی بات کی ہے ان دونوں میں کیا تعلق ہے؟

جواب:غیب کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کل کائنات پر اللہ تعالیٰ کا علم حاوی ہے۔اس آیت سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ انسان کی پوری زندگی کے کام اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی تقدیر اور تدبیر کے مطابق انجام پا رہے ہیں۔اس کا سونا، جاگنا، پیدا ہونا، مرنا، دوبارہ اٹھنا وغیرہ۔

سوال4:نیند اور موت میں کیا مماثلت ہے؟

جواب:﴿1﴾نیند بھی دراصل موت کی ایک قسم ہے جس طرح موت کی وجہ سے انسان کے حواس معطل ہوجاتے ہیں ایسے ہی نیند میں انسان کے حواس معطل ہوجاتے ہیں۔﴿2﴾موت کی وجہ سے انسان کی عقل رک جاتی ہے اور فہم کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے نیند میں بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔

سوال5:ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ''پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے'' جب انسان نیند کی حالت میں چلا جاتا ہے تو کیسے بے دار ہوتا ہے؟

جواب:ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ ''پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اٹھا دیتا ہے'' جب انسان نیند کی حالت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارادے سے بے دار ہوتا ہے۔ان کے بدن آرام کرتے ہیں، نیند سے بے داری کے بعد انہیں دوبارہ زندگی ملتی ہے۔لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ''تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے'' اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر سے مدت مقررہ کا فیصلہ کرتا ہے یعنی زندگی کی مدت اور اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے بعد ایک اور مدت ہے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا۔

سوال6: نیند کے بعد بے داری کیا ثابت کرتی ہے؟

جواب: نیند کے بعد بے داری ہمیں سمجھاتی ہے کہ انسان کس طرح مرے گا اور کس طرح زندہ ہوگا؟

سوال7: ''انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے باہر نہیں نکل سکتا'' وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کی حرکت، موت اور جی اٹھنا اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تحت ممکن ہوتا ہے جیسے ہر روز کا سونا اور جاگنا اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تحت ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان کی نیند کی حالت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے نیند کے بعد دوبارہ بیدار کرنا بھی دراصل مدت حیات کو پورا کرنے کے لئے ہے یہ سارے حالات اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں داخل ہیں۔

سوال8: ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ''پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ''پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے'' انسان کی واپسی اپنے مالک حقیقی کی طرف ہے۔ ﴿2﴾ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ''پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' واپسی پر انسان کا نامۂ اعمال پیش ہوگا اور انسان کو بتا دیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آیا ہے؟ ﴿3﴾ انسان پر ظلم نہیں ہوگا۔

رکوع نمبر:14

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (61)

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ (61)

سوال1: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَهُوَ اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے یعنی وہ قوت والا بادشاہ ہے۔ ﴿2﴾ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ''اپنے بندوں پر غالب ہے'' یعنی وہ اپنے بندوں کا خالق اور مالک ہے، وہ ان پر اپنا ارادہ نافذ کرتا ہے، وہ ان کے لیے فیصلے کرتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر وہ اپنی حرکت اور سکون کے بھی مالک نہیں ﴿3﴾ انسان اللہ تعالیٰ کے مکمل کنٹرول میں ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی دوسری قوت نہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے غلام پوری طرح اس کے قبضے میں ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَهُوَالْقَاهِرُ ''اوروہ غالب ہے''اللہ تعالیکے قہار ہونے کے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے قہار ہونے کے تصور سے ایک مومن مکمل آزادی اور اختیار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی غلامی کرتا ہے۔کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہے اور یہ کہ انسان اپنے وجود میں بھی اللہ تعالیٰ کے قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔وہ اس کے ضابطوں میں بندھا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے القہار ہونے کے علم سے مومن یہ جان لیتا ہے کہ کوئی قوت اس کی مددگار نہیں ہوسکتی،مدد صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے جسم کی حرکات کو مقرر کیا ہے اور ان کو پابند بنایا ہے اسی کا پابند رہ کر نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

سوال3:وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ''اوروہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قتادہ کا قول ہے:اے ابن آدم تیرے اوپر نگران ہیں جو تیرے اعمال،تیرے رزق اور تیری اجل کی حفاظت کرتے ہیں جب تم وفات پاؤ گے تمہیں اپنے رب کے پاس لے جائیں گے۔(جامع البیان:227/7)﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرر فرشتوں یعنی کراماً کاتبین کو ہمارے اعمال محفوظ کرنے پر لگا رکھا ہے۔ہم جو عمل کرتے ہیں وہ اسے محفوظ کر لیتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں۔معزز لکھنے والے۔وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔(الانفطار:10-12)اور فرمایا:عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اس کے پاس ہوتا ہے۔(ق:17,18)اور فرمایا:لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔(الرعد:11)﴿3﴾''حفظة'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کے آگے پیچھے ہمہ وقت لگے رہتے ہیں اور ہر قسم کی آفت ومصیبت سے اللہ کے حکم سے بچاتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:405/1)﴿4﴾ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا یکے بعد دیگرے تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے آتے رہتے ہیں اور یہ عصر اور فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر وہ اوپر چڑھتے ہیں جنہوں نے رات تمہارے ساتھ گزاری ہوتی ہے پھر اللہ تمہارے بارے میں ان سے پوچھتا ہے۔حالانکہ اسے تمہاری خوب خبر ہے پوچھتا ہے کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔(صحیح بخاری:7429)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ملک الموت کے بہت سے مددگار فرشتے ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آجاتی ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:67/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ''اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے'' سے کیا شعور دلانا مقصود ہے؟

جواب:''اور وہ تم پر نگرانی کرنے والے بھیجتا ہے'' یہ کہہ کر انسان کو شعور دلایا گیا ہے کہ ﴿1﴾ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہے۔﴿2﴾ اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی آزاد نہیں چھوڑا جاتا۔﴿3﴾ وہ کسی وقت بھی اکیلا نہیں ہوتا، ہر وقت اس کے ساتھ ایسے نگران ہوتے ہیں جو اس کی ہر حرکت ریکارڈ کرتے ہیں۔﴿4﴾ یہ نگران ایسا ریکارڈ تیار کرتے ہیں ان کی نظروں سے کوئی چیز اوجھل نہیں ہوتی۔

سوال5: فرشتوں کی نگرانی کے شعور کے مومن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ مومن کی شخصیت مکمل طور پر بے دار ہو جاتی ہے۔﴿2﴾ مومن اپنی ہر حرکت اور ہر بات پر نظر رکھتا ہے اور ہر کام شعوری طور پر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سوال6:حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا ''یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں'' یعنی اس کی اجل آجاتی ہے۔﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ملک الموت کے بہت سے مددگار فرشتے ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آجاتی ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتے ہیں۔

(ابن کثیر:67/2)﴿3﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آیا موت کا فرشتہ ایک ہے یا بہت سے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا اور دلیل میں یہ آیت تلاوت کی۔(المنار)(اشرف الحواشی:163/1)﴿4﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ آپ کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کر لے گا چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے۔(السجدہ:11)

سوال7: موت کے وقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری کیا راہ نمائی کی ہے؟

جواب:﴿1﴾ موت کا وقت مقرر ہے جو انسان سے چُھپا ہوا ہے۔﴿2﴾ موت کے وقت کا علم انسان کو کسی ذریعے سے نہیں ہوسکتا۔﴿3﴾ موت کے وقت کا علم پہلے سے طے شدہ تحریری طور پر موجود ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔﴿4﴾ موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔﴿5﴾ موت کا وقت قریب ہے۔

سوال8:وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ''اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاء وقدر سے جو مدت مقرر کر دی ہے وہ اس میں ایک گھڑی کا نہ اضافہ کر سکتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں نہ ایک گھڑی کی کمی۔ وہ صرف مکتوب الٰہی اور تقدیر ربانی کو نافذ کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:779/1)

سوال9:اس آیت میں جان نکالنے والے فرشتوں کی فرض شناسی کے بارے میں کیا وضاحت کی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جان نکالنے کے لئے تیار کھڑے ہوتے ہیں۔﴿2﴾ اس کے فرشتوں کا نظام بڑا محفوظ ہوتا ہے۔﴿3﴾ اس کے فرشتے اپنا فرض انجام دینے میں کوتاہی نہیں کرتے۔

سوال10:موت اور موت کے فرشتوں کے بارے میں اسلامی عقیدہ مومن پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہ عقیدہ ایک غافل انسان کو جھنجھوڑتا ہے۔﴿2﴾ یہ عقیدہ رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں گھرا ہوا ہے۔﴿3﴾ یہ عقیدہ رکھنے والا جانتا ہے کہ اگلے ہی لمحے اس کی سانسیں رک سکتی ہیں، روح قبض ہو سکتی ہے۔﴿4﴾ یہ عقیدہ رکھنے والا غیر ذمہ دار نہیں رہتا۔

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ (62)

پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے، سُن لو! حکم اسی کا ہے اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔(62)

سوال1:ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ''پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ثُمَّ پھر یعنی موت اور حیات برزخ کے بعد۔﴿2﴾ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ''وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے'' انہیں اپنے حقیقی مولا کی طرف لوٹایا جائے گا۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ مولا ہے جو اپنے تقدیری حکم کے مطابق ان کا مولا ہے۔ وہ انسانوں پر اپنی تقدیر نافذ کرتا ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہی سب کا مولا ہے جو اپنے حکم شریعی کے ذریعے ان کا مولا ہے۔ اس نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں، وہ ان کے اعمال کا حساب لے گا۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ حقیقی مولا ہے جو اپنا حکم جزائی نافذ کرے گا اور ان کو اعمال کا بدلہ عطا کرے گا۔

سوال2:حقیقی مولا کون ہے؟

جواب:﴿1﴾ حقیقی مولا وہ ہے جس نے پیدا کیا۔﴿2﴾ جس نے زندگی بسر کرنے کے ذرائع فراہم کئے۔﴿3﴾ جس نے پوری زندگی کا ریکارڈ تیار کرنے کے لئے نگران مقرر کئے۔﴿4﴾ وہ جو انسانوں کو جب چاہے اپنے پاس بلا لیتا ہے تاکہ وہ ان کے بارے میں فیصلے کرے۔

سوال3:اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ''سن لو! حکم اُسی کا ہے'' انسانی زندگی کے فیصلے کرنے کے سارے اختیارات کس کے ہاتھ میں ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ فیصلے کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس لئے کہ اس کا کوئی شریک نہیں وہ فیصلے کا مالک ہے۔﴿2﴾ وہ انسان کا خالق ہے۔وہ اس کو زندگی گزارنے کے سامان عطا کرتا ہے۔انسان اللہ تعالیٰ کا غلام ہے۔اسے ایک دن مرنا ہے اور اپنے مولیٰ کے سامنے پوری زندگی کا حساب کتاب پیش کرنا ہے۔﴿3﴾ دینے والا حساب لیتا ہے اور مالک فیصلہ کرتا ہے انسان کو سبھی کچھ وہی دیتا ہے۔اس لئے اس کے بارے میں سارے فیصلے کرنے کا اختیار اسی کے پاس ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے میں کیسا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ خود حساب لیتا ہے۔﴿2﴾ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔﴿3﴾ بدلہ دینے میں دیر نہیں کرتا۔﴿4﴾ اس کے فیصلے انصاف کے مطابق ہوتے ہیں۔

سوال5: وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ''اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ہے کیونکہ اس کا علم کامل ہے۔﴿2﴾ وہ جلد حساب لینے والا ہے کیونکہ اس نے اعمال کو محفوظ کیا ہوا ہے پہلے لوح محفوظ میں پھر فرشتوں نے اپنی کتاب میں جو ان کے ہاتھوں میں ہے۔﴿3﴾ جب اللہ تعالیٰ خالق ہے، مالک ہے، حقیقی مولا ہے، نفع ونقصان کا مالک ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ماسواء کسی اور کی نہ قدرت ہے، نہ ارادہ ہے، نہ کوئی نفع کا مالک ہے، نہ نقصان کا پھر کھلے عام کفر وشرک کا ارتکاب کیسے کرتے ہیں۔

سوال6: یہ تصور کہ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ''اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے'' انسان پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہوسکتا ہے۔﴿2﴾ انسان اس عقیدے کی وجہ سے اللہ کو اپنا حاکم تسلیم کرلیتا ہے۔

﴿3﴾ انسان یہ تسلیم کرلیتا ہے کہ اس زمین پر انسانوں کی زندگی کے سارے معاملات اللہ کے حکم کے مطابق طے ہوجائیں۔

سوال7: اگر یہ طے کردیا جائے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سوا کوئی اور قانون نافذ ہوگا' تو آخرت میں حساب کتاب کس قانون کے مطابق ہوگا؟

جواب: آخرت میں اللہ تعالیٰ انسانوں سے حساب کتاب اپنی شریعت کے مطابق لے گا۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (63)

آپ کہہ دیں تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو یقیناً اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے۔(63)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ''تم اُسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو'' انسان خوفناک حالات اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے دست بدعا ہو جاتے ہیں؟

جواب :﴿1﴾ مشکل اور خوفناک صورت حال میں انسانوں کی اصلی فطرت پردے سے نکل کر سامنے آجاتی ہے ۔ ﴿2﴾ مشکل حالات میں انسان کو شرک کا بودا پن محسوس ہونے لگتا ہے اور وہ ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔

سوال2:قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ '' آپ کہہ دیں تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قُلْ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ شرک کرنے والوں سے کہہ دیں۔﴿2﴾ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ''تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟'' یعنی سمندر اور خشکی کی مشقتوں سے نجات کا کوئی بھی وسیلہ نظر آتا ہے تو اپنے رب کو گڑگڑا کر پکارتے ہو۔﴿3﴾ خشکی کی تاریکیوں سے مراد مختلف قسم کی مصیبتیں، دشمن کا خوف اور راستہ بھٹک جانا ہے اور سمندر کی تاریکی سے مراد موجوں کا ڈر، آندھی اور طوفان کا خوف اور راہ بھٹک جانا ہے ۔(تیسیر الرحمٰن:466)﴿4﴾ جب صحراؤں میں راستہ بھول جاتے ہو اور تاریک رات آتی ہے اور سمندری سفر کرتے ہو پھر بادل، رات اور سمندر کی تاریکی ڈھانپ لیتی ہے اور خوف سے دل مضطرب ہو جاتے ہیں تو کس کو پکارتے ہو؟ وہ صرف ایک اللہ ہی کو پکارتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ وہ اسے اعلانیہ اور پوشیدہ آہ وزاری سے پکارتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:398)﴿5﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ وہی ہے جو خشکی اور سمندر میں تمہیں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انہیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ اچانک سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جانب سے موج آجاتی ہیں اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک انہیں گھیر لیا گیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اُسی کو پکارتے ہیں کہ اگر آپ ہمیں اس سے نجات دے دیں تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔(یونس:22)

سوال3:انسان کو ہولناک لمحات کی یاد سے کیا شعور دلانا مطلوب ہے؟

جواب:﴿1﴾ ہولناک لمحات کی یاد سے انسان کو یہ شعور دلانا مطلوب ہے کہ انسان بہت ضعیف ہے۔ اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے پر مجبور ہے۔﴿2﴾ اس یاد سے انسان کو یہ شعور دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ہی مشکلات دور ہوتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں اور نجات ملتی ہے۔

سوال4: لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ''یقیناً اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اگر آپ نے ہمیں اس ہلاکت اور مصیبت سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کے فضل کا اعتراف کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس کے لیے خالص ہو کر عمل کریں گے اور اس کا شکریہ ادا کریں گے۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ(64)

آپ کہہ دیں اس سے اور ہر تکلیف سے اللہ تعالیٰ ہی تمہیں نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک ہی کرتے ہو۔(64)

سوال1: قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ '' آپ کہہ دیں اس سے اور ہر تکلیف سے اللہ تعالیٰ ہی تمہیں نجات دیتا ہے'' انسان کو مصیبتیں کیوں پیش آتی ہیں؟

جواب: انسان کو مصیبتوں میں اس لیے مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلی فطرت کو دیکھ سکے۔

سوال2: جب کوئی مصیبت آتی ہے تو مومن کے رویے میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مومن یک سو ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے بے بس ہے اور ساری قدرت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ﴿3﴾ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے جب عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم دیا تھا تو عکرمہ بھاگ نکلا، یہاں تک کہ بحر احمر کے کنارے پہنچا اور ایک کشتی پر سوار ہو کر علاقہ بدر ہونے لگا، کشتی جب سمندر کے درمیان پہنچی تو طوفان میں پھنس گئی۔ کشتی میں سوار لوگ کہنے لگے، اب صرف ایک اللہ کو پکارو، کیونکہ اب اس طوفان میں تمہارے مشکل کشا تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ مشرکین کی یہ بات سن کر عکرمہ بن ابی جہل کہنے لگا، اگر سمندر میں ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا کشتی پار نہیں لگا سکتا تو اللہ کی قسم! زمین پر بھی اللہ کے سوا کوئی دوسرا میری بگڑی نہیں سنوار سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس طوفان سے زندہ سلامت نکال دیا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر ضرور ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا اور یقیناً تو درگزر کرنے والا، کریم و مہربان ہے۔ (نسائی: 4072)

سوال3: ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ '' پھر بھی تم شرک ہی کرتے ہو'' انسان پر سے مصیبت ختم ہو تو وہ شرک کیوں کرنے لگتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مصیبت ختم ہو جائے تو انسان غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر اعتماد کرنے لگتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿2﴾ مصیبت ختم ہوجائے تو انسان غفلت کا شکار ہوتا ہے تو ناشکری کا رویہ اختیار کرتا ہے جو شرک کی ایک صورت ہے۔

سوال4: شرک کی عام صورت کیا ہے؟

جواب: شرک کی عام صورت یہ ہے کہ انسان خود پرست ہوجائے خود پر اعتماد کرتا ہے۔

سوال5: انسان ناحق خود پر کیسے اعتماد کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جب اپنی کمائی کو اپنی کمائی سمجھتا ہے تو اس طرح وہ اپنی قابلیت پر اعتماد کرتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان جب فخر سے چلتا ہے تو اپنے جسم پر اعتماد کرتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان جب حق کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ ﴿4﴾ انسان جب کسی پر ظلم کرتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا یہ ساری تکبر کی صورتیں ہیں اور تکبر بڑا شرک ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقام پر رکھنا ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (65)

آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھادے، آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔(65)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ فرمادیجیے کہ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمھارے اوپر سے بھیج دے الخ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کافر مت بن جانا کہ تلواروں سے ایک دوسرے کی گردنیں اڑانا شروع کردو، صحابہ کرام نے کہا ہم تو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں تو بعض حضرات بولے کہ شاید یہ شان ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتی بلکہ کچھ لوگ مسلمان ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی گردنیں اڑائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کا اگلا حصہ نازل فرمایا یعنی آپ دیکھیے تو سہی ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ لوگ سمجھ جائیں (الخ)۔(تفسیر ابن عباس:398/1)

سوال2: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ''آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اپنی قوم کے مشرکوں سے کہہ دو جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے کہ کسی طرف سے بھی تم پر عذاب بھیج دے۔﴿2﴾ اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ ''کہ تم پر تمہارے اوپر سے کوئی عذاب بھیج دے'' جیسے کڑکتی بجلیاں وغیرہ۔﴿3﴾ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ ''یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے'' جیسے زلزلے، زمین میں دھنسنا وغیرہ۔

سوال3: قُلۡ ہُوَ الۡقَادِرُ عَلٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ '' آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے'' کوئی مصیبت سر کے اوپر سے نازل ہو یا پاؤں کے نیچے سے تو اس کا انسان پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: اوپر سے نازل ہونے والا عذاب یا پاؤں کے نیچے سے ابلنے والا عذاب انسان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں ٹھہرنا انسان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

سوال4: اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ ''تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے'' سر کے اوپر سے نازل ہونے والے یا پاؤں کے نیچے سے آنے والے عذاب سے انسان کو کیا شعور دلایا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان کو دائیں بائیں سے آنے والے عذاب کے بارے میں یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس عذاب سے یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب جب چاہے اور جس طرح چاہے اسے گھیر سکتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی اپنے بندوں کو پکڑ سکتا ہے۔

سوال5: اَوۡ یَلۡبِسَکُمۡ شِیَعًا وَّ یُذِیۡقَ بَعۡضَکُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ ''یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یَلۡبِسَکُمۡ کا معنی ملا دے خلط ملط کر دے۔ یہ التباس سے نکلا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ یعنی تمہیں مختلف قوموں میں بانٹ دے۔﴿3﴾ یعنی تمہیں فتنے میں مبتلا کر دے اور تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو اس لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔﴿4﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت قُلۡ ہُوَ الۡقَادِرُ عَلٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا، اے اللہ! میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں، پھر یہ اترا۔ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ آپ نے فرمایا، یا اللہ! میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر یہ اترا۔ اَوۡ یَلۡبِسَکُمۡ شِیَعًا وَّ یُذِیۡقَ بَعۡضَکُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا یہ پہلے عذابوں سے ہلکا یا آسان ہے۔ (صحیح بخاری: 4628)﴿5﴾ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہم میں خطبہ دینے کے لئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کھڑے ہوئے اور کہا: خبردار! تحقیق رسول اللہ ﷺ ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا خبردار تم سے پہلے اہل کتاب 72 فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور یہ ملت تہتر 73 فرقوں میں تقسیم ہوگی، بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ (سنن ابوداود: 4597) ﴿6﴾ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق بات پر قیامت تک غالب رہے گی اور جہاد کرتی رہے گی۔ (مسلم: 4954)

سوال 6: انسانیت پر گروہ بندی کا عذاب کب آتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب بھی انسان نے اپنی زندگی سے اللہ تعالیٰ کے نظام کو خارج کیا ہے انسان اس عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ جب لوگ سیدھا راستہ گم کر بیٹھتے ہیں تو اپنے لیے اچھا برائی کے پیمانے خود تجویز کرنے لگتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں انسان انسانوں کے غلام بن جاتے ہیں۔ یوں دو فریقوں کے مقاصد، میلانات، خواہشات اور مفادات ٹکراتے ہیں پھر ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھتے ہیں۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ کا دائمی اور طویل المدت عذاب کون سا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وہ عذاب جو دھیمی رفتار سے آتا ہے اور انسان اس کا عادی بن جاتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان کے اپنے ہاتھوں یہ عذاب اس پر آتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ انسانوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور وہ آپس میں دست و گریباں ہو جاتے ہیں۔

سوال 8: اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ''آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ہم آیات کو مختلف طرح سے بیان کرتے ہیں شاید کہ وہ اس بات کو سمجھ جائیں جس مقصد کے لیے انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ ﴿2﴾ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ: شاید کہ وہ شریعت کے حقائق سمجھ جائیں۔

وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (66)

اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ حق ہے، آپ کہہ دیں میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں۔ (66)

سوال 1: وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ''اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ: قومی سے مراد قریش ہیں اور جس کو جھٹلایا گیا وہ قرآن ہے۔ ﴿2﴾ وَهُوَ الْحَقُّ ''حالانکہ وہ حق ہے'' یعنی قرآن، محمد ﷺ آپ کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال کی نگرانی پر متعین نہیں ہوں۔ میں تو صرف پیغام پہنچانے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:حق کے داعی کو جھٹلا دیا جائے تو کیا اس کا یقین قائم رہتا ہے؟

جواب:دعوت دینے والے کو پورا معاشرہ جھٹلا دے تب بھی اسے یقین ہوتا ہے کہ سچائی کے بارے میں فیصلہ کرنا جاہلوں کا کام نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔اسے یقین ہوتا ہے کہ حق غالب آئے گا۔

سوال3:قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ''آپ کہہ دیں میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں'' یہ کہہ کر کہ آپ ان کے ذمہ دار نہیں کیا ثابت کیا گیا؟

جواب:یہ کہہ کر ثابت کیا گیا کہ آپ کے اور آپ کی قوم کے راستے جدا ہیں۔

سوال4:نبی کا فریضہ کب ختم ہو جاتا ہے؟

جواب:جب نبی پیغام پہنچا دے اور دین کو سمجھا دے۔

سوال5:رسولوں کی ذمہ داری سے کس کام کو نکالا گیا؟

جواب:رسولوں کی ذمہ داری سے نگہبانی کو نکال دیا گیا۔

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ(67)

ہر خبر کے واقع ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اور بہت ہی جلد تم جان جاؤ گے۔(67)

سوال1:یہ کہہ کر کہ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ''ہر خبر کے واقع ہونے کا ایک وقت مقرر ہے'' اس سے کیا واضح کیا گیا ہے؟

جواب:وقت مقرر سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہر صورت حال کا انجام سامنے آنے والا ہے اس لیے باطل کے ظاہری ہنگامے سے نہ دوڑیں ثابت قدم رہیں۔

سوال2:وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ''اور بہت ہی جلد تم جان جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی جس عذاب کی تمہیں وعید سنائی گئی ہے عنقریب آپ اسے جان لو گے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ(68)

اور جب آپ ان کو دیکھیں کہ ہماری آیتوں پر فضول بحث کرتے ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ جائیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔(68)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ''اور جب آپ ان کو دیکھیں کہ ہماری آیتوں پر فضول بحث کرتے ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ جائیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں ناحق باتیں کرنا، باطل اقوال کو سراہنا اور ان کی طرف دعوت دینا، حق سے روگردانی کرنا اور حق اور حق پر چلنے والوں کی عیب جوئی کرنا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات میں عیب چینی میں مشغول دیکھیں تو ان سے اعراض کریں، ایسے لوگوں کی مجلسوں میں نہ جائیں جب تک وہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں۔﴿3﴾ باطل میں مشغولیت کی مذمت درحقیقت حق میں غور وفکر اور بحث وتحقیق کی ترغیب ہے۔(تفسیر سعدی:782/1)﴿4﴾ اہل بدعت کی صحبت اس صحبت سے بھی کئی درجہ بدتر ہے جس میں گناہوں کا اعلانیہ ارتکاب کیا جائے خصوصا اس شخص کے لئے جو علمی اور ذہنی اعتبار سے ناپختہ ہو۔(شوکانی)(اشرف الحواشی:163/1)

سوال2:جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی آیات پر نکتہ چینیاں کی جاتی ہوں اس کے بارے میں کیا ہدایت دی گئی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جہاں اللہ تعالیٰ کی آیات پر نکتہ چینیاں کی جارہی ہوں اس مجلس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے کہ وہاں سے ہٹ جاؤ۔﴿2﴾ جب لوگ دوسری گفتگو میں لگ جائیں پھر بیٹھ سکتے ہیں۔﴿3﴾ اگر شیطان بھلا دے تو غلطی کا احساس ہونے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

سوال3:وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ''اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی جہاں تک بھول جانے کا تعلق ہے تو وہ آدم بھی بھولے تھے۔فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی۔(طٰہٰ:115)﴿2﴾ موسیٰ علیہ السلام نے بھی کہا تھا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ موسیٰ نے کہا: ''جو میں بھول گیا اس پر آپ مجھے نہ پکڑیں۔(الکھف:73)﴿3﴾ شیطان انسان کو بھلاوے میں ڈال دیتا ہے اس لیے رب العزت نے فرمایا:وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں۔(الکھف:24)﴿4﴾ یعنی اگر آپ غفلت سے یا بھول چوک سے ان کی مجلس میں جا بیٹھیں تو یاد آنے کے بعد ان کے ساتھ نہ بیٹھیں جو ایسی باتیں کرتے ہوں جن کو حرام ٹھہرایا گیا ہو۔﴿5﴾ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے میری خاطر میری امت کو غلطی، بھول اور وہ کام معاف کر دیے ہیں جن پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔(ابن ماجہ:2043)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ(69)

اوران لوگوں کے ذمے نہیں ہے جو بچتے ہیں ان کے حساب میں سے لیکن یاد دہانی ہے تا کہ وہ بھی بچ جائیں۔(69)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت ہوگئی تو مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اس قطع تعلق کی صورت میں ہم نہ تو مسجد میں جاسکتے ہیں اور نہ طواف کر سکتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ ان کے ساتھ بیٹھ سکتے ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ شاید وہ اس قسم کی یاوہ گوئی سے باز آجائیں۔(کبیر،قرطبی)(اشرف الحواشی 146/1:)

سوال2:وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ''اوران لوگوں کے ذمے نہیں ہے جو بچتے ہیں ان کے حساب میں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی صرف اس لیے کہ ان کو وعظ ونصیحت کریں شاید کہ وہ ڈر جائیں۔

سوال3:اسلامی نظام میں متقین اور مشرکین کی مشترکہ ذمہ داریوں کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:﴿1﴾اسلامی نظام میں متقین اور مشرکین میں کوئی مشترکہ ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ دونوں الگ الگ امتیں ہیں ۔﴿2﴾ظالموں کے حساب میں سے کوئی ذمہ داری اہل تقوی پر نہیں ہے۔﴿3﴾متقین پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مشرکوں کی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں تا کہ وہ متقی بن جائیں۔

سوال4:وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ''لیکن یاد دہانی ہے تا کہ وہ بھی بچ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لیکن یاد دہانی۔﴿2﴾لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تا کہ وہ بھی بچ جائیں۔﴿3﴾اس آیت میں دلیل ہے کہ نصیحت کرنے والا ایسا اسلوب اختیار کرے جو تقویٰ کے حصول میں ممد ومعاون ہو۔﴿4﴾اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر واعظ ونصیحت سے برائی بڑھنے کا امکان ہو تو وعظ ونصیحت ترک کرنا واجب ہے۔لیکن یہ بات یاد رہے کہ ایسی مجلسوں سے الگ رہنے کے حکم سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وجوب ساقط نہیں ہو جاتا۔(تیسیر الرحمٰن:408/1)

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ(70)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورآپ چھوڑ دوان لوگوں کوجنہوں نے اپنادین کھیل اوردل لگی بنارکھاہےاورجن کودنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیاہے اورآپ اس (قرآن) کےساتھ انہیں نصیحت کرتے رہیں کہ کوئی جان اس کی وجہ سے جواس نے کمایاہلاکت میں نہ ڈال دی جائے،اللہ تعالیٰ کےسوااس کے لیےکوئی دوست اورسفارشی نہ ہوگااوراگروہ فدیہ دے،ہرفدیہ توبھی اس سےنہیں لیاجائے گا، یہ لوگ ہیں جواس کے بدلے ہلاکت میں ڈالے گئے جوانہوں نے کمایا،ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پیناہوگااوردردناک عذاب ہوگااس کی وجہ سے جووہ کفرکیا کرتے تھے۔(70)

سوال1:وَذَرِالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْادِيْنَهُمْ لَعِبًاوَّلَهْوًا ''اورآپ چھوڑ دوان لوگوں کوجنہوں نے اپنادین کھیل اوردل لگی بنارکھاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَذَرِالَّذِيْنَ اوران کوچھوڑ دویعنی کافروں کوچھوڑ دو۔﴿2﴾لَعِبًاوَّلَهْوًاوہ کھیلتے ہیں حالانکہ اس سےانہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتااور وہ شغل کرتے ہیں اور ان کا تماشادین حق سے ہے جوانہیں کمال اور سعادت تک پہنچاتاہے۔ (ایسرالتفاسیر:399)﴿3﴾رب العزت نےفرمایا:اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ بلاشبہ آپ کی جانب سےہم مذاق اڑانے والوں کے لیےکافی ہیں۔(الحجر:95)﴿4﴾جوعمل اور بھاگ دوڑ غیراللہ کے لیے ہووہ لہوولعب ہے ایسےشخص کے بارے میں حکم ہے کہ اسے چھوڑ دیاجائے،اس سے بچاجائے،اس سے دھوکہ نہ کھایاجائے۔

سوال2:اہل ایمان کواسلامی نظام کامذاق اڑانے والوں کے بارے میں کیاحکم دیاگیا؟

جواب:اہل ایمان کویہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بھی ایسےلوگوں سے قطع تعلق کرلیں جودین کامذاق اڑاتے ہیں۔(ماسوائے تبلیغی مقاصد کے)

سوال3:دِيْنَهُمْ ''اپنادین'' سے کیامرادہے؟

جواب:اس سےمرادان کادین یعنی سچادین اسلام ہے چاہےوہ اس پرایمان نہ لائیں۔جودین اسلام کوچھوڑتاہےوہ اپنے دین کو چھوڑتاہے۔

سوال4:لَعِبًاوَّلَهْوًا ''کھیل اوردل لگی'' دین کامذاق کیسےاڑایاجاتاہے؟

جواب:﴿1﴾جولوگ دین کواپنے لئے زندگی کاضابطہ قراردے کراس کاصحیح مقام اسےنہیں دیتے اسے پروقارنہیں بناتے وہ دین کامذاق اڑاتے ہیں۔﴿2﴾جولوگ دینی موضوعات پر بات کرتے ہیں اوراسلامی احکامات کوہلکاسمجھ کران کی تضحیک کرتے ہیں وہ بھی مذاق اڑاتے ہیں۔مثلاً جولوگ شرم وحیا کامذاق اڑاتے ہیں یاجونیبی معاملات کامذاق اڑاتے ہیں کہ ایسی جنت سے کیاحاصل جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں وغیرہ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: دین کے ساتھ کیسا تعلق مطلوب ہے؟

جواب: بندوں سے جو چیز مطلوب ہے وہ یہ کہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے محبوب امور کے حصول میں مقدور بھر کوشش صرف کریں اور یہ چیز اس بات کو متضمن ہے قلب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر اور اس کی طرف متوجہ رہے، بندے کی کوشش انتہائی پسندیدہ اور نفع مند ہو، نہ کہ غیر سنجیدہ اور یہ کوشش اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو جس میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو یہی وہ حقیقی دین ہے جس کو کہا ہے جو مطلوب ہے۔ (تفسیر سعدی:783/1)

سوال6: وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا'' اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ لوگ جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ حق پر، صاحب دین اور صاحب تقوی ہیں اور حالت یہ ہے کہ اس نے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے اور اس کا قلب اللہ تعالیٰ کی معرفت سے خالی ہو کر لہو ولعب میں مستغرق ہو گیا اور ہر اس چیز میں مصروف ہو گیا جو اس کے لیے ضرر رساں ہے وہ اپنے بدن کے ساتھ لہو اور باطل میں مشغول ہے۔ (تفسیر سعدی:784/1) ﴿2﴾ یہ دنیا کی زندگی کا دھوکا ہے کہ بندہ خود کو متقی سمجھتا رہے اور عملاً دنیا میں غرق رہے۔

سوال7: وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ'' اور آپ اس (قرآن) کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے رہیں کہ کوئی جان اس کی وجہ سے جو اس نے کمایا ہلاکت میں نہ ڈال دی جائے'' رسول اللہ ﷺ کو مذاق اڑانے والوں سے قطع تعلقی کے ساتھ اور کیا تلقین کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ انہیں نظر انداز کرتے ہوئے بھی انہیں یاد ہانی کروائیں۔ ﴿2﴾ انہیں یاد دلائیں کہ برائیاں سمیٹنے کا وبال خود ان کی اپنی جان پر ہوگا۔ ﴿3﴾ انہیں یاد دلائیں کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے جس کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ ہوگا نہ سفارشی ہوگا۔ نہ کوئی حامی تاوان قبول کیا جائے گا جس سے وہ جان چھڑا سکیں۔ ﴿4﴾ وَذَكِّرْ بِهٖٓ: اور اس قرآن کے ذریعے انہیں نصیحت کریں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے نفع مند ہے۔

سوال8: قرآن حکیم کے ذریعے کیسے نصیحت کی جا سکتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن حکیم کے احکامات سنا کر۔ ﴿2﴾ قرآن حکیم میں جو اچھے اوصاف بیان کیے گئے ان کے اچھے تذکرے سے۔ ﴿3﴾ قبیح اوصاف جن کا چھوڑنا مشروع ہے ان کی قباحت بیان کر کے نصیحت کی جا سکتی ہے۔

سوال9: لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ'' اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے لیے کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرتے ہوئے نفس کونفس کے گناہوں میں گھر جانے سے پہلے نصیحت کاحکم دیا ہے کیونکہ اس کے بعد مخلوق میں سے کوئی اس کے کام نہیں آئے گا۔نہ کوئی قریبی رشتے دار،نہ کوئی دوست،اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی اور مددگار،کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔﴿2﴾لَيْسَ لَهَا:جس دن عذاب کا سامنہ ہوگا۔مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست نہ ہوگا''ایسا ولی نہ ہوگا جو عذاب سے نجات دلا سکے۔﴿3﴾وَّلَا شَفِيْعٌ''اور سفارشی نہ ہوگا ''ایسا سفارشی نہ ہوگا جو آگ کے عذاب سے نجات دلائے۔(ایسرالتفاسیر:400)

سوال10:وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا''اور اگر وہ فدیہ دے،ہر فدیہ تو بھی اس سے نہیں لیا جائے گا''کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور اگر وہ فدیہ دے،ہر فدیہ تو بھی اس سے نہیں لیا جائے گا''اگرچہ کوئی زمین بھر سونا معاوضے میں دینا چاہے اس سے نہیں لیا جائے گا اور نہ فدیہ فائدہ دے گا۔

سوال11:اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا''یہ لوگ ہیں جو اس کے بدلے ہلاکت میں ڈالے گئے جو انہوں نے کمایا''کی وضاحت کریں؟

جواب:یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہلاک کر دیا گیا،جو ہر بھلائی سے مایوس ہو گئے اور یہ ان کے اعمال کی وجہ سے ہے۔

سوال12:لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ''ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہوگا''انکار حق کا معاوضہ کیا ملے گا؟

جواب:﴿1﴾مِّنْ حَمِيْمٍ:حمیم۔شدید کھولتا پانی جس کو پینے کی طاقت نہ ہوگی۔(ایسرالتفاسیر:399)﴿2﴾دردناک عذاب اور وہ آگ کا عذاب ہے۔

سوال13:انسان اللہ تعالیٰ کے یہاں کس بنیاد پر پکڑے جائیں گے؟

جواب:انسان اپنے برے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑے جائیں گے۔

سوال14:وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ''اور دردناک عذاب ہوگا اس کی وجہ سے جو وہ کفر کیا کرتے تھے''عذاب کس بات کی دلیل ہوگی؟

جواب:دردناک عذاب اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ دین کا مذاق اڑاتے رہے ہیں اور کفر کرتے رہے ہیں۔

رکوع نمبر:15

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ(71)

آپ کہہ دیں کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور ہم اس کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھیر دیئے جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دے رکھی ہے اس کی مانند جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اس حال میں کہ وہ حیران ہو، اس کے ساتھی ہوں جو اسے ہدایت کی طرف بُلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آجاؤ آپ کہہ دیں یقیناً راہ نمائی صرف اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے تابع فرمان بن جائیں۔(71)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے مسلمانوں کو شرک کی دعوت دی۔

بعض نے لکھا ہے کہ یہ آیت سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کے بارے میں نازل ہوئی جو سیدنا ابوبکر کے مسلمان ہو جانے کے بعد ان کو کفر کی طرف بلاتے اور سیدنا صدیق ان کو ایمان کی دعوت دیتے۔ بالآخر عبدالرحمٰن مسلمان ہو گئے مگر علمائے محققین نے لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے ایک مرتبہ مروان نے اسی آیت کو عبدالرحمٰن کے بارے میں بطور طعن پڑھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی پرزور تردید کی اور فرمایا کہ آل ابوبکر کے بارے میں کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس سے ذم کا پہلو نکلتا ہو۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تردید اصح اسناداً بالقبول ہے واللہ اعلم۔ (فتح الباری)

سوال 2: قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا '' آپ کہہ دیں کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ '' آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کہا کہ اے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے معبودوں کو پکارنے والوں سے کہہ دو۔ ﴿2﴾ اَنَدْعُوْا: یعنی ہم عبادت کریں۔ مَا لَا يَنْفَعُنَا '' جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں'' یہ کہ ہم اس کی عبادت کریں وَلَا يَضُرُّنَا '' اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں'' یہ کہ ہم اس کی عبادت چھوڑ دیں اور ہم ایسا کرتے ہیں مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا '' جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں'' جو چاہے بھی تو ہمیں نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ (ایسر التفاسیر: 400) ﴿3﴾ اس وصف میں وہ معبود داخل ہے جس کی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا بندگی کی جاتی ہے کیونکہ وہ نفع دے سکتی ہے نہ نقصان، اسے کسی معاملے کا کوئی اختیار نہیں، تمام معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ (تفسیر سعدی: 785/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: غیر اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: غیر اللہ سے مراد بت، آستانے، درخت، پتھر، روحانی مخلوق، فرشتے، انسان اور شیاطین ہیں۔ ان میں سے کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔

سوال4: غیر اللہ کو پکارنا کیسا کام ہے؟

جواب: غیر اللہ سے مدد طلب کرنا قابل نفرت کام ہے۔

سوال5: جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے سہاروں پر اپنی زندگی قائم کرتے ہیں ان کی زندگی کیسی ہو جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے سہاروں پر اپنی زندگی قائم کرتے ہیں ان کو اپنے گمراہ ہونے کا احساس نہیں ہوتا ان کے ارد گرد والے پکارتے ہیں کہ یہ سیدھا راستہ ہے مگر وہ دھیان نہیں دیتے۔ ﴿2﴾ ایسے انسانوں کی عقل شیطان کی زیر نگرانی کام کرتی ہے۔ ﴿3﴾ ایسے انسانوں کی سوچ فطرت کے مطابق کام نہیں کرتی اس لئے وہ سن کر نہیں سنتے اور دیکھ کر بھی نہیں دیکھتے۔

سوال5: کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِی الْاَرْضِ حَيْرَانَ ''اس کی مانند جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اس حال میں کہ وہ حیران ہو'' صحرا میں بھٹکنے والے اور اللہ کے راستے میں بھٹکنے والے میں کیا فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ صحرا میں بھٹکنے والا راستہ گم کر بیٹھتا ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ میں نے راستہ گم کر دیا، اسے راستہ دکھائی دے تو دوڑ پڑتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکنے والے کو راستہ گم کر دینے کا احساس نہیں ہوتا اسے کوئی راستہ دکھائے تب بھی وہ حیران و پریشان کھڑا رہ جاتا ہے۔

سوال6: لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ''اس کے ساتھی ہوں جو اسے ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ'' گمراہ انسان کو اس کے ساتھی راستہ دکھائیں تو وہ کیوں دیکھ نہیں پاتا؟

جواب: ﴿1﴾ اس کی عقل صحیح رُخ پر کام نہیں کرتی اس لئے وہ سمجھ نہیں پاتا۔ ﴿2﴾ اس کی عقل شیطان کی پیروی کرتی ہے اس لئے وہ ہدایت کی پیروی نہیں کرتا۔

سوال7: قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ماسواء دوسری ہستیوں سے مدد طلب کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں سے مدد طلب کرنے کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو طاقت حاصل نہیں ہے اس کے سوا کوئی اور نفع یا نقصان پہنچانے کی قوت نہیں رکھتا۔

سوال8: وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ''اور ہم اس کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھیر دیئے جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دے رکھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ نُرَدُّ عَلٰٓی اَعْقَابِنَا'' اور ہم اس کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھیر دیئے جائیں'' یہ کہ ہمیں ایمان لانے کے بعد کافر بنا کر لوٹا دیا جائے۔(ایسر التفاسیر:400)﴿2﴾یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت سے نوازے جانے کے بعد کیا ضلالت کی طرف پلٹ جائیں اور رشد و ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کی طرف لوٹ جائیں؟نعمتوں بھری جنتوں کے راستے کو چھوڑ کر ان راستوں پر چل نکلیں جو اپنے سالک کو عذاب الیم کی منزل پر پہنچا دیتے ہیں۔رشد و ہدایت رکھنے والا شخص اس حال پر کبھی راضی نہیں رہ سکتا۔(تفسیر سعدی:785/1)

سوال9: کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِی الْاَرْضِ حَيْرَانَ'' اس کی مانند جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اس حال میں کہ وہ حیران ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وہ شخص جسے شیاطین نے صحرا میں اس کی منزل کے راستے سے بھٹکا دیا ہو۔﴿2﴾جو آدمی توحید کی دعوت قبول کر لینے کے بعد پھر شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بتوں کی پرستش شروع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کی یہاں مثال بیان کی ہے کہ جیسے کوئی آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی صحراء سے گذر رہا ہو اور شیاطین جنوں کے نرغے میں آ جائے جو اسے راہ راست سے بھٹکا کر کسی اور طرف لے جائیں اور وہ حیران و پریشان نہ سمجھ سکے کہ کیا کرے۔(تیسیر الرحمٰن:409/1)

سوال10:لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا'' اس کے ساتھی ہوں جو اسے ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس کے ساتھی جو عقل سلیم رکھتے ہوں اور رسول کے راستے کی طرف بلاتے ہوں اسے منزل کے راستے کی طرف بلائیں اور شیاطین ہلاکت کے راستے کی دعوت دیں وہ راستہ جو خواہشات کا ہے،گمراہی کا پستی کا،اور وہ دونوں بلانے والوں کے درمیان حیران و پریشان ہو۔یہ وہ مقام ہے جہاں سعادت مندوں اور بدبختوں کی پہچان ہوتی ہے،اس مقام پر صرف وہی سعادت کا راستہ پاتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

سوال10:قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى'' آپ کہہ دیں یقیناً راہ نمائی صرف اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے'' گمراہی کے مقابلے میں فیصلہ کن بات کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ: کہہ دو راہ نمائی اللہ تعالیٰ کی ہے یعنی وہ اسلام ہے۔اس راستے کے سوا کوئی ہدایت کا راستہ نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے ہم پر واضح کیا ہے اس کے سوا تمام راستے ہلاکت اور گمراہی کے ہیں۔

سوال11:وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے تابع فرمان بن جائیں'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں۔اس کی عبودیت میں داخل ہو جائیں۔﴿2﴾ ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ سچی راہ نمائی دی گئی ہے کہ ہم مالک کائنات کے فرماں بردار ہو جائیں۔﴿3﴾ گمراہی سے نکلنے کا اس سے ماسوا کوئی راستہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دیں بوہ جو سارے جہانوں کو اپنی سچی راہ نمائی کے مطابق چلا رہا ہے وہی انسان کو بھی راہ نمائی دے سکتا ہے۔﴿4﴾ بندوں پر سب سے بڑی راہ نمائی نعمت اسلام ہے جو اس نے ہمیں پہنچائی ہے۔

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (72)

اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو۔اور وہی ہے جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے۔(72)

سوال1: گمراہی سے بچنے کے لئے یہاں کیا طریقہ بتایا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''ہم جہانوں کے رب کے تابع فرمان بن جائیں''رب العالمین کے سامنے سر اطاعت جھکا دیں۔﴿2﴾ وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کریں۔﴿3﴾ وَ اتَّقُوْهُ اللہ سے ڈر کر رہیں۔﴿4﴾ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ یہ یاد رکھیں کہ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سوال2: وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ'' اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہمیں اسلام اقامت صلاۃ اور تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔﴿2﴾ وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ'' اور یہ کہ تم نماز قائم کرو''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو تمام ارکان ،شرائط ،سنن اور جو امور نماز کی تکمیل کرتے ہیں ان کے ساتھ نماز قائم کریں۔﴿3﴾ وَاتَّقُوْهُ'' اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو''جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے ثواب کی امید رکھ کر بجالانے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال3: نماز کے ذریعے زندگی میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ نماز کے ذریعے مومن کی نفسیاتی اصلاح ہوتی ہے۔﴿2﴾ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا سیکھتا ہے۔﴿3﴾ وہ نماز کے ذریعے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ محسوس کرتا ہے۔﴿4﴾ وہ نماز کے ذریعے عملی زندگی کی اصلاح کے لیے قوت حاصل کرتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کا ڈر انسانی زندگی میں کیا تبدیلی لے کر آتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے ایک مومن اپنی زندگی اسی کی فرماں برداری میں گزارتا ہے۔

سوال5: وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ'' اور وہی ہے جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:یعنی رب العالمین کے سامنے قیامت کے دن تمہیں جمع کیا جائے گا فرمائے گا وہ تمہیں تمہارے اچھے، برے اعمال کی جزا دے گا جیسا کہ فرمایا:وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًااور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔(الکھف:47)

سوال6:حشر کا تصور دے کر انسان کو کس بات پر آمادہ کیا جارہا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کو حشر کا تصور دے کر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کردے۔﴿2﴾انسانوں کو یاددہانی کروائی گئی ہے کہ لوٹ کر اس کے پاس جانا ہے تو بہتر ہے کہ اس کے لیے ایسے اعمال ساتھ لے جائیں جس کی وجہ سے کامیابی ممکن ہو۔﴿3﴾انسان کو یقین دلا کر کہ اس دن کوئی بچ کر نہ جاسکے گا لہذا اللہ کے سامنے سر جھکادو۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۗ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ (73)

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا ''ہوجا'' تو (حشر) ہوجائے گا۔اس کی بات سچی ہے اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا بادشاہت اُسی کی ہوگی، وہ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے، اور وہی کمال حکمت والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(73)

سوال1:وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَهُوَ:اور وہ جس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کے فرماں بردار بن جائیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے آسمان اور زمین پیدا کیے، وہی ان کا خالق، مالک، اور ان میں رہنے والوں کا منتظم ہے۔(مختصر ابن کثیر:513/1)﴿2﴾الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے'' جس نے زمین واسمان کو بے مقصد نہیں بنایا بلکہ ان دونوں کو اس لیے پیدا کیا کہ ان میں اسے یاد کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے۔(ایسر التفاسیر:401)﴿3﴾رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔(آل عمران:191)﴿4﴾رب العزت نے فرمایا:خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔(ص:27)﴿5﴾وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ان کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا۔(الانبیاء:16)

سوال2:وہ رب جس کے سامنے جھکنے کا حکم دیا گیا ہے اس آیت میں اس کا تعارف کیسے کروایا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اس نے زمین وآسمان کو برحق پیدا کیا ہے۔﴿2﴾وہ قادر مطلق ہے،اس کی مشیت بے قید ہے،پہلی بار پیدا کرنے کے بعد تخلیق میں تبدیلی پیدا کرتے اسے دیر نہیں لگتی۔اس کے ایک بار''کُنْ'' کہنے سے وہ سب کچھ پیدا ہوکر حاضر ہوجاتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

سوال3:جو شخص یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اس کے رویے میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ایسے یقین کرنے والے کے لیے باطل کی کوئی حقیقت نہیں رہتی اگرچہ باطل قوتیں جابر وقاہر ہوں۔﴿2﴾ایسا یقین رکھنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ صورت حال عارضی اور حقیر ہے جلد ہی ختم ہوجائے گی لہذا وہ باطل سے ٹکرانے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

سوال4:وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ''اور جس دن وہ کہے گا''ہوجا''تو(حشر)ہوجائے گا''کی وضاحت کریں؟

جواب:اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔(ایسرالتفاسیر:400)

سوال5:اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر کرنے کے کیا مقاصد ہیں؟

جواب:﴿1﴾سچے دین کو دل میں اتارنا۔﴿2﴾دوسروں کو یہ دعوت دینا کہ اللہ رب العالمین کے سامنے سر جھکادیں کہ كُنْ فَيَكُوْنُ کہنے والا قادر مطلق ہے۔

سوال6:قَوْلُهُ الْحَقُّ''اس کی بات سچی ہے''اس کا قول حق ہے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد اس کا وہ قول بھی ہے جس کے ذریعے اس نے کائنات کو كُنْ کا حکم دیا اور پھر وہ ہوگئی۔﴿2﴾اس سے مراد وہ قول بھی ہے جس سے اس نے تمام انسانوں کو اپنی اطاعت کی دعوت دی ہے کہ وہ بھی حق ہے۔﴿3﴾اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات برحق ہیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی کائنات کی تخلیق،حشر اور جزا وسزا کے بارے میں کہا یا وہ کہے گا ماضی،حال اور مستقبل کے بارے میں سب حق ہے۔﴿5﴾اس کا رشاد حق ہے،اس کے کسی قول میں کوئی عبث بات نہیں۔اس نے فرمایا:اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے۔(الاعراف:54)

سوال7:وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ''اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا بادشاہت اُسی کی ہوگی''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے وہ ہر چیز کا مالک ہے،اس نے خاص طور پر قیامت کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس دن ساری ملکیتیں ختم ہوجائیں گیں اور ایک اللہ واحد وقہار کی ملکیت باقی رہ جائے گی۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ،جواکیلا ہے،،بہت دبدبے والا ہے۔(المومن:16)﴿3﴾ وَیَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ؕ وَکُلٌّ اَتَوْہُ دٰخِرِیْنَ اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب گھبرا اٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا،اور سب اس کے پاس ذلیل ہوکر چلے آئیں گے۔(النمل:87)

﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا،آج وہ لوگ کہاں ہیں جن کو دنیا میں اپنی اپنی حکومت اور بادشاہت کا دعویٰ تھا۔''(مسلم،:7051)

سوال8:اللہ تعالیٰ کا قتدار انسان پر کب قائم ہوگا؟

جواب:قیامت کے دن جب وہ اپنا حکم جاری کرکے موجودہ نظام ختم کردے گا۔پھر اللہ تعالیٰ کا اقتدار انسانوں پر اسی طرح قائم ہوگا جس طرح آج پوری کائنات پر ہے۔

سوال9:صور کسے کہتے ہیں؟

جواب:ڈھول کی طرح اندر سے خالی سینگ کو۔

سوال10:وہ دن کیسا ہوگا جب صور پھونکا جائے گا؟

جواب:﴿1﴾وہ دن انتہائی افراتفری اور گھبراہٹ کا دن ہوگا۔﴿2﴾لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر آواز کی جانب بھاگیں گے۔﴿3﴾اس دن کی تفصیلی کیفیت ہمارے علم میں نہیں آسکتی اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔﴿4﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صور دوبارہ پھونکا جائے گا اور ان دونوں میں چالیس کا فاصلہ ہوگا لوگوں نے پوچھا چالیس دن کا؟ کہنے لگے ''میں نہیں کہہ سکتا''پھر لوگوں نے پوچھا''چالیس برس کا؟ کہنے لگے''میں نہیں کہہ سکتا''اس کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا تو لوگ زمین سے اس طرح اگ آئیں گے جیسے سبزہ اگ آتا ہے۔دیکھو آدمی کے بدن کی ہر چیز گل سڑ جاتی ہے مگر ایک ہڈی (کی نوک)وہ اس مقام کی ہڈی ہے جہاں جانور کی دُم ہوتی ہے۔قیامت کے دن اسی ہڈی سے مخلوق کو جوڑ جاڑ دیا جائے گا۔(بخاری کتاب التفسیر سورۃ النباء)

سوال11:جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن کیا کچھ ظاہر ہوگا؟

جواب:﴿1﴾غیب کا پردہ پھٹ جائے گا اور غیب حاضر ہوجائے گا۔﴿2﴾اس دن اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ظاہر ہوجائے گی۔﴿3﴾اس دن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ظاہر ہوگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال12:صور پھونکنے والے دن کا تصور دلا کر انسان کو کس چیز پر آمادہ کیا گیا ہے؟

جواب:انسان کو یہ باور کروایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فیصلے کرے گا۔لہذا ابھی سے اپنا طرز عمل درست کر لیں اس سے پہلے کہ اس جبار اور قہار کے سامنے حاضر ہو کر اطاعت کریں۔

سوال13:عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ'' وہ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ یعنی وہ جانتا ہے جو اس کے غیب کے خزانوں میں پوشیدہ ہے۔﴿2﴾وہ حاضر کو جانتا ہے اس سے کوئی کچھ بھی چھپا نہیں سکتا۔(ایسرالتفاسیر:401)﴿3﴾ اس کے لیے کائنات کا کھلا ہوا اور چھپا ہوا ایک ہی درجہ رکھتا ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں لہذا اس کے سامنے سر جھکانے میں اس کی اطاعت کرنی ہے۔

سوال14:وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ'' اور وہی کمال حکمت والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی وہ حکمت تام،نعمت کامل،اور احسان عظیم کا مالک ہے۔اس کا علم اسرار نہاں،باطنی راز اور چھپے ہوئے امور کا احاطہ کیے ہوئے ہے جس کے سوا کوئی معبود اور رب نہیں۔(تفسیر سعدی:787/1)اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ اپنی حکمت کے ساتھ کائنات کو چلا رہا ہے۔﴿2﴾وہ اپنے بندوں کے معاملات حکمت کے ساتھ چلاتا ہے اور آخرت میں حکمت کے ساتھ فیصلے کرے گا۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ الخبیر ہے اس کی حکمت اس کی خبر کی بنیاد پر ہے اسے ہر بات کی خبر ہے۔

سوال15:اللہ تعالیٰ کے حکیم وخبیر ہونے کا یقین دلا کر ایمان والوں کو کس تبدیلی کے لئے آمادہ کیا جا رہا ہے؟

جواب:ایمان والوں کو حکیم ہونے کا یقین دلا کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کے لیے تیار کیا جا رہا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت سے استفادہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رحمت میں لوٹ آئیں۔اس ذہنی انتشار،فکری پراگندگی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی محبت،حکمت اور دانائی کے جہاں میں داخل ہو جائیں جہاں انہیں علم اور بصیرت بھی ملے گی اور صراط مستقیم بھی۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ(74)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا:'' کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔(74)

سوال1:سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کس ماحول میں آنکھ کھولی؟

جواب:سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہاں سورج،چاند اور تاروں کی پرستش ہوتی تھی۔

سوال2:کیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تلاش حق کا واقعہ ہے؟

جواب:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ تلاش حق کا نہیں مشاہدۂ حق کا واقعہ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام شرک سے کیسے محفوظ رہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی خصوصی راہ نمائی اور فطرت کے مشاہدے سے۔

سوال4: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: ''کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے کہ کیسے انہوں نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا؟ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی علیہ السلام صفت دعوت بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو بت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی اور کہا اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو جو کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتے، خود اپنی ذات کے بھی مالک نہیں، اپنی حرکت پر بھی اختیار نہیں رکھتے وہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

سوال5: اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ''بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے بھی سیدھا راستہ گم کر دیا ہے اور آپ کے پیچھے چلے ہوئے لوگ بھی گمراہ ہیں اور نہیں جانتے کہ کدھر جا رہے ہیں یہ کھلی گمراہی ہے کیونکہ تم ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہو جو اس کی مستحق نہیں اور اپنے خالق ورازق کی عبادت کو چھوڑ دیتے ہو۔ ﴿2﴾ سورت مریم میں ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور والد کے جواب کا تذکرہ زیادہ وضاحت سے ملتا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۘ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۡ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا (مریم:41-48) ﴿3﴾ صحیح حدیث میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ سے ملاقات کریں گے اور وہ آپ سے کہے گا بیٹا آج میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا ابراہیم علیہ السلام دعا مانگیں گے کہ اے رب تو نے قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا تھا اس سے بڑھ کر اور رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ تیری رحمت سے بہت دور ہے؟ پھر کہا جائے گا ابراہیم ذرا پیچھے تو دیکھو۔ میں وہ ایک بجو دیکھیں گے جو نجاست میں لتھڑا ہوا ہے پھر اس کے پاؤں سے پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:515/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: سیدنا ابراہیم علیہ السلام حلیم تھے اور بیٹے ہونے کی حیثیت میں باپ سے کہتے ہیں اِنِّیۡۤ اَرٰىكَ وَ قَوۡمَكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ’’بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں‘‘ ابراہیم علیہ السلام کے طرز عمل کے بارے میں ان کی اولاد کو نصیحت کی گئی کہ ان کی پیروی کریں۔ باپ اور بیٹے کے اس تعلق کی اسلامی نقطۂ نظر سے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ باپ اور بیٹے کے تعلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہے کہ اولاد ماں باپ کے سامنے اپنے بازو بچھا کر رکھے، ان کا احترام کرے۔ وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِیۡ صَغِیۡرًا اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔ (بنی اسرائیل:24) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ والدین کی عزت کی جائے اور ان سے حسن سلوک کیا جائے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اس مقام پر واضح فرماتا ہے کہ والدین اور اولاد کے رشتے سے زیادہ قیمتی رشتہ رب کا رشتہ ہے۔ ﴿4﴾ جب والدین رب کی مخالفت پر اتر آئیں اور رب کے مقابلے میں دوسروں کو شریک ٹھہرائیں تو والدین اور اولاد کے رشتے اور صبر و برداشت کی صفات کے مقابلے میں رب کا رشتہ اور دین کا تعلق زیادہ قیمتی ہے۔ یہ واقعہ بعد میں آنے والوں کے لئے بطور نمونہ سامنے رکھا جا رہا ہے۔ تاکہ بعد میں آنے والے اپنے رشتوں کو اسی بنیاد پر ترتیب دیں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے دیا تھا۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِیَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ (75)

اور ابراہیم کو اسی طرح ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ (75)

سوال1: وَ كَذٰلِكَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ’’اور ابراہیم کو اسی طرح ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: وَ كَذٰلِكَ اور اسی طرح یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو توحید اور اس کی دعوت دینے کی توفیق عطا کی۔ (تفسیر سعدی:1/788) نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِیَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ ’’ابراہیم کو ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھا

تے تھے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے‘‘ تاکہ وہ بصیرت کی آنکھ سے ان قطعی دلائل کو دیکھ لے جن پر زمین و آسمان کی بادشاہت مشتمل ہے۔ قُلِ انۡظُرُوۡا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا تُغۡنِی الۡاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ کہہ دو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (یونس:101) اَوَلَمۡ یَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ ۙ وَّاَنۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ اور کیا انہوں نے کبھی نظر نہیں ڈالی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور ہر اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے؟ اور اس بات پر کہ شاید ان کا مقررہ وقت واقعتاً قریب آچکا ہو پھر اس (قرآن) کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ (الاعراف:185) وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ''تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے'' تاکہ وہ دلائل کے مطابق یقین اور علم کامل حاصل کرے۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے توحید کے دلائل کھول دیئے گئے، وہ کس بنیاد پر اس کے مستحق تھے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے فطرت کی صفائی کھلی بصیرت، خلوص نیت، حق کے راستے پر چلنے کی طلب کی وجہ اور باطل کے انکار کی وجہ سے اس کے مستحق ٹھہرے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھا کر دلائل عطا کریں۔

سوال 3: انسان کو فطرت کے گہرے طریقہ کار کے مطابق فراست کیسے دی جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کے دل کے اندر جب حق کی روشنی آتی ہے تو دل حق کے دلائل کو قبول کرتا ہے۔ یہ دلیل کی روشنی انسان کو راہ ہدایت دکھاتی ہے۔ ﴿2﴾ انسان جب باطل کا ہر طریقے سے انکار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے انسان کو آگے بڑھایا جاتا ہے تاکہ وہ معرفت حق کے مقام تک پہنچ جائے اور اسے یقین کامل حاصل ہو جائے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ انسانی فطرت کی راہ نمائی کیسے کرتے ہیں؟

جواب: جو انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرتا ہے ایسے انسان کی اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے۔ (العنکبوت:69)

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (76)

چنانچہ جب اس پر رات چھا گئی تو اس نے ایک تارا دیکھا، اس نے کہا: ''یہ میرا رب ہے'' پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا: ''میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ (76)

سوال 1: فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ''چنانچہ جب اس پر رات چھا گئی تو اس نے ایک تارا دیکھا' اس نے کہا: ''یہ میرا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب رات تاریک ہو گئی۔ ﴿2﴾ رَاٰ كَوْكَبًا اس نے ایک تارا دیکھا تارے تو سبھی دیکھتے ہیں یہاں ایک تو تارے کی تحقیق ہے جو کہ دلالت کرتی ہے کہ اس کی روشنی دوسروں سے زیادہ تھی اور دوسرے تاروں پر غور و فکر کر کے اصل حقیقت تک پہنچنا ہے جس سے عام لوگ محروم رہتے ہیں لیکن ان کے لیے بھی دعوت غور و فکر ہے کہ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ''یہ میرا رب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے''یعنی انہوں نے دلیل کی خاطر مدمقابل کے مقام پراترتے ہوئے کہا کہ یہ میرارب ہے آؤ ہم دیکھیں کہ کیا ربوبیت کا مستحق ہے؟ کیا ہمارے سامنے ایسی دلیل قائم ہوتی ہے جواس کے رب ہونے کوثابت کرتی ہو کیونکہ کسی عقل مند کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ بغیر کسی حجت وبرہان کے اپنی خواہشات نفس کواپنا معبود بنالے۔(تفسیرسعدی:788,789/1)

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تارا دیکھ کر کیا نتیجہ نکالا؟

جواب: پہلا نتیجہ یہ تھا کہ یہ میرارب ہے۔دوسرا اس کے ڈوبنے پر یہ نتیجہ نکالا کہ یہ مسئلہ ذاتی غوروفکر سے حل نہیں ہوسکتا اس لئے انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی آپ مدد فرمایئے کیونکہ میرارب میری راہ نمائی نہیں کرے گا تو میں کیسے ہدایت پا سکوں گا؟

سوال3: فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ'' پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا:''میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جوظاہر ہونے کے بعد غائب ہوکر عبادت کرنے والے سے اوجھل ہوجائے کیونکہ معبود کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس شخص کے ۔۔کا انتظام اور اس کے تمام معاملات کی تدبیر کرے جواس کی عبادت کرتا ہے۔ایسی ہستی جو اکثر اوقات غیر موجود اور غائب ہوتی ہے تو عبادت کی مستحق کیونکر ہوسکتی ہے کیا ایسی ہستی کو معبود بنانا سب سے بڑی بیوقوفی اور سب سے بڑا باطل نہیں؟(تفسیرسعدی:789/1)

سوال4: تارے کے ڈوبنے پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا کہنا کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا کیا ظاہر کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تارے کا مشاہدے کے بعد نتیجہ نکالا کہ تارہ ڈوب جائے،نظروں سے اوجھل ہوجائے،ساری مخلوقات سے دور ہوجائے تو نگہبانی کیسے کرے؟ رب تو سارے جہان کی نگہبانی کرتا ہے اور جو غائب ہوجائے وہ نگرانی نہیں کرسکتا۔لہذا تارہ رب نہیں ہوسکتا کیونکہ رب غائب نہیں ہوسکتا۔﴿2﴾ یہ کہنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فطری استدلال کو ظاہر کرتا ہے جس کو انسانی فکر قبول کرلیتی ہے۔

سوال5: الٰہ کے بارے میں فطرت کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: الٰہ ہر وقت حاضر اور موجود ہو،وہ سب کچھ سنتا ہو،سب کچھ دیکھتا ہو،سب کی خبر رکھتا ہو،سب کچھ جانتا ہو اور سب کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ (77)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چنانچہ جب اس نے جگمگاتا ہوا چاند دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے،'' پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا: ''اگر یقیناً میرے رب نے میری راہ نمائی نہ کی تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔(77)

سوال1: فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ'' چنانچہ جب اس نے جگمگاتا ہوا چاند دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے،'' کی وضاحت کریں؟

جواب: چاند ستاروں سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔ابراہیم علیہ السلام نے جب چاند کو طلوع ہوتے دیکھا اور ستاروں سے زیادہ تو کہا هٰذَا رَبِّیْ یہ میرا رب ہے۔یہ بات انہیں دلیل دینے کے لیے مخالفین کے مقام پر رہتے ہوئے کہی۔

سوال2: فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ'' اگر یقیناً میرے رب نے میری راہ نمائی نہ کی تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب چاند ڈوب گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے بغیر میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ ﴿2﴾ ابراہیم یہ جانتے تھے اور انہیں یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر کائی راہ نمائی کرنے والا نہیں۔وہ رب کی راہ نمائی کی ضرورت کو بیان کر رہے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر نہ کوئی سیدھا راستہ جان سکتا ہے نہ اس کی اطاعت کر سکتا ہے۔اگر وہ اپنی اطاعت کے لیے بھی مدد نہ کرے تو کوئی اطاعت نہیں کر سکتا۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ(78)

پھر جب اس نے سورج چمکتا ہوا دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے'' پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے کہا: اے میری قوم! بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔(78)

سوال1: فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ'' پھر جب اس نے سورج چمکتا ہوا دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے'' سورج کو الٰہ بنانے کے لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیا دلیل سامنے رکھی تھی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ سب سے بڑا ہے۔سورج ستاروں سے بھی بڑا ہے اور چاند سے بھی بڑا ہے اس لیے یہ میرا رب ہے۔

سوال2: فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ'' پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے کہا: ''اے میری قوم! بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب سورج ڈوب گیا تو ہدایت واضح ہو گئی۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میری قوم میں شرک سے بے زار ہوں اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان سے بے تعلق ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو۔﴿2﴾اس طرح شرک کے باطل ہونے پر سچی اور واضح دلیل قائم ہوگئی۔

اِنِّیۡ وَجَّہۡتُ وَجۡہِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (79)

یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یک سو ہوکر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(79)

سوال1: اِنِّیۡ وَجَّہۡتُ وَجۡہِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ''یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اب میں نے اپنی نیت ،اپنی ہر عبادت اور عمل صالح کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیا ہے اور اپنے قلب وروح کی گہرائیوں میں اسی کی محبت کو بسالیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن :412/1)﴿2﴾ اِنِّیۡ وَجَّہۡتُ وَجۡہِیَ میں نے اپنا دل اپنے رب کو پیش کر دیا ہے اور اس کے ماسوا سے اعراض کرلیا ہے۔(ایسر التفاسیر:402)﴿3﴾میں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔﴿4﴾میں نے اپنے دل کا رخ اور اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں لگا دیا ہے بلکہ میں نے اسے فرماں بردار بنالیا ہے۔(تفسیر قاسمی:59/6)﴿5﴾میں نے اپنا رخ اس اللہ کی طرف کرلیا ہے جس نے یہ سارے سورج، چاند، تارے، آسمان اور زمین پیدا کیے، اسی کو عبادت کے لائق جانتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتا۔﴿6﴾ارشاد ربانی ہے: وَمَنۡ یُّسۡلِمۡ وَجۡہَہٗۤ اِلَی اللّٰہِ وَہُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے۔(لقمان:22)

سوال2: حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ '' یک سو ہوکر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾حنیفا گمراہی سے ہدایت کی طرف مائل ہونے والا۔(ایسر التفاسیر)﴿2﴾ گمراہی اور شرک سے دین قیم کی طرف مائل ہونے والا۔(تفسیر منیر:274/4)﴿3﴾رب العزت نے فرمایا: وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِیۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَہُوَ مُحۡسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبۡرٰہِیۡمَ خَلِیۡلًا اور دین میں اُس سے اچھا کون ہے؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنالیا تھا۔(النساء:125)﴿4﴾نبی ﷺ جب نماز کا آغاز کرتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد یہ الفاظ کہتے :وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض حنيفا وما أنا من المشركين إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له وبذلك أمرت وأنا أول المسلمين (مسلم:1812)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(الدورالمنثور)﴿5﴾ یہ مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اپنی قوم کے ساتھ مناظرے کا مقام تھا اجرام فلکی وغیرہ کی الوہیت کا بطلان تھا۔رہا ان لوگوں کا موقف کہ یہ جناب ابراہیم کے ایام طفولیت میں غوروفکر کا مقام تھا تو اس کی کوئی دلیل نہیں۔(تفسیرسعدی:789/1)

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ(80)

اوراس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا،اس نے کہا:''کیاتم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟''حالانکہ اس نے مجھے ہدایت دی ہے اورمیں ان سے نہیں ڈرتا جن کوتم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہومگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے، میرے رب نے ہرچیز کاعلم سے احاطہ کررکھاہےتو کیاتم نصیحت قبول نہیں کرتے؟(80)

سوال1:وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ''اوراس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان سے جھگڑا شروع کیا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

جواب:﴿1﴾انہوں نے جواب دیا کہ تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو جب کہ مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ہدایت دے چکا ہے۔وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ حجت واضح اورقوی دلیل کو کہتے ہیں ابراہیم علیہ السلام سے ان کی قوم نے جھگڑا کیا وہ ان کی دلیل کے غلبے کے راستے میں حائل ہوئے۔(ایسرالتفاسیر:403)﴿2﴾ابراہیم علیہ السلام سے ان کی قوم نے توحید کے بارے میں جھگڑا کیا۔(مختصرابن کثیر:516/1)

سوال2:قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ''کیاتم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟''کی وضاحت کریں؟

جواب:ابراہیم علیہ السلام نے کہاتمہارا مجھ سے اللہ تعالیٰ کی توحیداورعبادت کے بارے میں جھگڑا کیسے درست ہوسکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی اوراپنی توحید کی معرفت دی ہےاورمیں اس کی طرف سے واضح دلیل پرہوں۔(ایسرالتفاسیر:403)

سوال3:اللہ تعالیٰ کی ہدایت کوسیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیسے محسوس کیا؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہدایت کے راستے پر چلنے سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کومحسوس کیا۔﴿2﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بصیرت میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کومحسوس کیا۔﴿3﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف دل کے کھینچنے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کومحسوس کیا۔﴿4﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی پہچان میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کومحسوس کیا۔﴿5﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قرب کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کومحسوس کیا۔﴿6﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ضمیر میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کومحسوس کیا۔﴿7﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فہم میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کومحسوس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا۔﴿8﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ارد گرد پھیلی ہوئی کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود کو پا کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔﴿9﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نفسیات میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔

سوال4: ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو کیسے محسوس کر سکتے ہیں؟

جواب: ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو ویسے ہی محسوس کر سکتے ہیں جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔

سوال5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیوں نہیں ڈرتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی قوت کے سوا کسی کی قوت کو محسوس نہیں کرتے تھے۔﴿2﴾ انہیں یہ یقین حاصل ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے سوا کوئی بادشاہت ایسی نہیں جس سے خوف کھایا جائے۔﴿3﴾ انہیں یقین تھا کہ کوئی انہیں تکلیف نہیں پہنچ سکتی جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔﴿4﴾ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت اور حمایت کے لیے موجود ہے اس لیے وہ کسی اور سے نہ ڈرتے تھے۔

سوال6: وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا'' اور میں اُن سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ میں ان جھوٹے خداؤں سے نہیں ڈرتا کیونکہ نہ وہ مجھے نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔﴿2﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان پہنچے گا، وہ نفع پہنچانا چاہے تو نفع پہنچے۔

سوال7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دل کو یقین تھا مگر بات مشیت الٰہی کے علاوہ دوٹوک انداز میں کیوں نہیں کہتے تھے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ اصل علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ قدرت رکھتا ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور میں اس کے چاہے بغیر کچھ نہیں کر سکتا اس لیے وہ ہر بات کو اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف لوٹاتے تھے۔

سوال8: وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ'' میرے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ میرے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں پھر تم میری نصیحت کیوں نہیں مانتے؟﴿2﴾ یعنی جو بات میں نے تمہیں سمجھا دی ہے اسے مان لو کہ یہ معبود جھوٹے ہیں، ان کے پاس کوئی اختیار نہیں لہذا ان کی عبادت چھوڑ دو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی عبودیت کا مستحق ہے۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(81)

اور میں ان سے کیسے ڈر جاؤں جن کو تم نے شریک بنایا ہے؟ جب کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے نہیں ڈرتے جس کی اُس نے کوئی دلیل بھی تم پر نازل نہیں کی؟ چنانچہ فریقین میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔(81)

سوال1: وَ كَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ '' اور میں ان سے کیسے ڈر جاؤں جن کو تم نے شریک بنایا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی میں باطل اور عاجز معبودوں سے کیسے ڈر جاؤں جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

سوال2: انسان اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈرنے لگ جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کسی شخصیت کو معبود قرار دینے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے ساتھ پراسرار قوتوں کے تصورات وابستہ ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ لوگ سمجھتے ہیں کہ اسے کائنات میں کوئی برتر مقام حاصل ہے جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں۔ ﴿3﴾ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس شخصیت کو خوش کرنے سے قسمتیں بنتی ہیں اور ناراض کرنے سے بگڑتی ہیں۔

سوال3: لوگوں کو یہ اندیشہ کیوں ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام پر وبال آئے گا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اظہار بے زاری سے انہیں یوں لگا کہ انہوں نے گستاخی کی ہے اور اس کے نتیجے میں وبال آئے گا۔

سوال4: وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا '' جب کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے نہیں ڈرتے جس کی اُس نے کوئی دلیل بھی تم پر نازل نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تم جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے اس کے لیے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں محض خواہش نفس کی پیروی میں تم ان کی عبادت کرتے ہو۔

سوال5: جھوٹے معبودوں سے کیسے ڈرایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جھوٹے معبودوں سے ڈرانے کے لیے بحثیں کی جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ یہ کہا جاتا کہ ایسی باتیں نہ کرو ورنہ ان معبودوں کا غضب نازل ہوگا۔ ﴿3﴾ یہ کہا جاتا ہے کہ تمہاری ٹانگ ٹوٹ جائے گی، اندھے ہو جاؤ گے، تمہارا کاروبار تباہ ہو جائے گا، دیوانے ہو جاؤ گے، برباد ہو جاؤ گے۔

سوال6: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ڈراوں کا کیا جواب دیا؟

جواب: ﴿1﴾ تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں؟ جب کہ اللہ نے اس کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ ﴿2﴾ تم رب کائنات کے ساتھ شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے۔ ﴿3﴾ جو رب سے نہیں ڈرتا اور جو جھوٹے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معبودوں سے نہیں ڈرتا اگر تم علم رکھتے ہو ہو تو یہ بتاؤ کہ ہم میں سے کون زیادہ بے خوفی اور اطمینان کا مستحق ہے!

سوال7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے کیوں نہیں ڈرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان کی وجہ سے کامل یقین تھا۔ ﴿2﴾ انہوں نے اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا تھا۔ ﴿3﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے تھے۔ ﴿4﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کو ضعیف اور ناتواں سمجھتے تھے۔

سوال8: فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ'' چنانچہ فریقین میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے فریقین کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا فریقین میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے کیا تم جانتے ہو؟۔ ﴿2﴾ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا معبود اللہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور تمہارے معبودان مٹی کے ڈھیر ہیں سوچو تو سہی کہ امن وسکون کے حق دار تم مشرکین ہو یا ہم اہل ایمان؟ (تیسیر الرحمٰن:413/1)

سوال9: اللہ تعالیٰ کی خدائی اور دوسری خدائیوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی خدائی اپنے آپ پر قائم ہے اور دوسری تمام خدائیاں ماننے والوں کی بدولت ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی خدائی کو کوئی تسلیم نہ کرے تب بھی اس کی خدائی قائم ہے لیکن اگر جھوٹی خدائیاں ماننے والے نہ مانیں تو وہ بے وجود ہو کر رہ جائیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی خدائی سچے عقائد کی بنیاد پر قائم ہے۔ جھوٹی خدائیاں توہمات کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی خدائی حق ہے اور دوسری خدائیاں ناحق ہیں۔

سوال10: اللہ تعالیٰ کی خدائی پر یقین رکھنے والے اور جھوٹی خدائیوں پر یقین رکھنے والوں میں سے کون زیادہ محفوظ ہے؟

جواب: محفوظ حیثیت ہمیشہ اس کی ہوتی ہے جو دلیل پر کھڑا ہو۔ دنیا میں جھوٹی خدائیوں پر یقین رکھنے والے اس دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم زیادہ محفوظ ہیں مگر دنیا کے رسم ورواج سے سمجھوتہ کر کے کوئی دنیا میں محفوظ ہونے کی کوشش کر بھی لے تو آخرت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (82)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔ (82)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ ''جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اپنے ایمان کوشرک سے آلودہ نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی جنہوں نے اپنے ایمان کوشرک کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔﴿2﴾جنہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جو

ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔﴿3﴾جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک نہیں کیا قیامت کے دن ان ہی کو امن نصیب ہوگا۔﴿4﴾عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:{اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ} ''وہ لوگ جوایمان لائے اوراپنے ایمان کے ساتھ ظلم کونہیں ملایا تواللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پرشاق گزری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کیا کہ(اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم)ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پرظلم نہ کیا ہو؟(یعنی اس سے گناہ نہ ہوا ہو)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اس کا مطلب یہ نہیں جوتم خیال کررہے ہو۔اس آیت میں ظلم کا مطلب وہ ہے جولقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اے میرے بیٹے!اللہ کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک بہت براظلم ہے۔(صحیح مسلم:327،صحیح بخاری:4629)﴿5﴾سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جوشخص اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کیا ہوتو وہ جنت میں داخل ہوگا۔(صحیح بخاری:129)

سوال2:امن،اطمینان اور ہدایت کس کے لئے ہے؟

جواب:﴿1﴾جولوگ سچے دل سے ایمان لے آئیں۔﴿2﴾جواپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرلیں۔﴿3﴾جواپنے ایمان کے ساتھ شرک کونہ ملائیں۔﴿4﴾جواللہ تعالیٰ کے سوادوسروں کی اطاعت نہ کریں۔﴿5﴾جواسلام کے ماسوا کوئی اوررخ اختیار نہ کریں۔

سوال3:ایمان کوظلم کے ساتھ آلودہ کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جھوٹے معبودوں سے مرعوب ہوکرایمان کوظلم کے ساتھ آلودہ کیا جاتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے ماسوادوسروں سے مصالحت کرکے ایمان کوظلم کے ساتھ آلودہ کیا جاتا ہے۔﴿3﴾ایمان کے مخالف رویوں کواپنا کرانسان اپنے ایمان میں ایسا نقصان شامل کرلیتا ہے جوایمان کواللہ تعالیٰ کی نظر میں مشتبہ بنادیتا ہے۔

سوال4:اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ وَ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اوروہی ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے''ان کے لیے دنیا اور آخرت میں امن ہے۔عذاب اور استقامت وغیرہ میں سے کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی سے نوازے جائیں گے اگر انہوں نے اپنے ایمان کو کسی قسم کے ظلم سے ملوث نہ کیا ہوگا۔﴿2﴾وہ ہر قسم کے خوف سے مامون ہوگا۔(ایسر التفاسیر:406)وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ''اور وہی ہدایت پانے والے ہیں''اپنی زندگی میں سعادت اور کمال کے راستہ پر چلنے کا موقع ملا اور وہ صحیح امن ہے۔

رکوع نمبر:16

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ(83)

اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی،ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں،بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(83)

سوال :1وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی ان دلائل و براہین کی مدد سے ابراہیم علیہ السلام نے ان کو نیچا دکھایا اور ان پر غالب آئے۔(تفسیر سعدی:790/1)

سوال2:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کون سی حجت ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی گئی تھی؟

جواب:﴿1﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مشرک کے بودے پن کو اپنی قوم کے سامنے واضح کیا۔ ﴿2﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے الٰہوں کے بارے میں غلط تصورات کو واضح کیا اور انہیں ان کا وہم قرار دیا۔﴿3﴾سیدنا ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی حقیقت قوم کے سامنے رکھی۔

سوال3:نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ''ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم کے درجات بلند کیے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾دنیا میں درجات کی بلندی علم اور حکمت کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے اور وہ درجہ ایمان،درجہ علم،درجہ حکمت اور توفیق اور درجہ نبوت ہے یہ حصہ کسی اور کو نہیں دیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بعض کواس نے درجات میں بلند کیا۔(البقرہ:253)﴿2﴾ آخرت میں جنت اورثواب سے درجات بلند کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے درجات بلند کیے اس حجت کی وجہ سے جوانہیں عطا فرمائی۔(تفسیر منیر:28/4)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے درجات دنیا میں بھی بلند کیے اور آخرت میں بھی۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ علم کی بنیاد پر دوسروں پر صاحب علم کی فوقیت عطا فرماتے ہیں اور خاص طور پر جو باعمل ہو اور معلم بھی۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ باعمل معلم کو لوگوں کا امام بنادیتے ہیں پھر اس کے اعمال کو دیکھا جاتا ہے اور اس سے علم کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اس کی پیروی کی جاتی ہے۔رب العزت نے فرمایا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سے پوری طرح باخبر ہے۔(المجادلہ:11)

سوال4: اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ''بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس لیے وہ علم اور حکمت کو ان کے شایان شان مقام پر رکھتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ اس مقام اور جو کچھ اس کے لیے مناسب ہے خوب جانتا ہے۔(تفسیر سعدی:791/1)

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (84)

اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے، ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور اس کی نسل میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو بھی اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔(84)

سوال1: وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ''اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے بڑے انعامات میں سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کس کو یاد دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے بیٹے پوتے دیے جو نبی تھے، ہدایت یافتہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے نبوت اور ہدایت کے انعام کو یاد دلایا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے جو کہ سیدنا اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے تھے، کو اسرائیل کہا جاتا ہے۔

سوال2: كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ''ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو بھی ہدایت دی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ كُلًّا هَدَيْنَا'' ہرایک کوہم نے ہدایت دی'' ہرایک کوہم نے علم نافع اورعمل صالح کا راستہ دکھایااوراس پر چلایا۔ ﴿2﴾ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ'' اوراس سے پہلے ہم نے نوح کوبھی ہدایت دی تھی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو جو ہدایت دی وہ ہدایت کی اعلیٰ ترین قسم تھی جو دنیا میں چند افراد کو حاصل ہوئی۔

سوال3: وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ'' اوراس کی نسل میں سے داؤد کواورسلیمان کواورایوب کو اور یوسف کواورموسیٰ کواور ہارون کوبھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اوران کی نسل میں سے یعنی نوح علیہ السلام کی نسل میں سے۔﴿2﴾ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ یعنی دوباپ بیٹے،سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا داؤد علیہ السلام کے فرزند تھے۔﴿3﴾ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ ایوب علیہ السلام جن کی زندگی صبر کی بہت بڑی مثال ہے اور یوسف علیہ السلام جوسیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔﴿4﴾ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ یعنی عمران کے بیٹے۔﴿5﴾ مجاہد سے سورۂ ص میں سجدہ کے متعلق پوچھاتوانہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا کہ اس سورت میں آیت سجدہ کے لئے دلیل کیاہے؟انہوں نے کہا کیاتم (سورت انعام) میں یہ نہیں پڑھتے کہ'' اوران کی نسل سے داؤداورسلیمان ہیں،یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے یہ ہدایت دی تھی سوآپ بھی ان کی ہدایت کی اتباع کریں۔'' داؤد علیہ السلام بھی ان میں سے تھے جن کی اتباع کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوحکم تھا۔(صحیح بخاری:4807،4632)

سوال4: وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ'' اورہم نیک لوگوں کوایساہی بدلہ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَكَذٰلِكَ اوراسی طرح یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کوصالح بنایا کیونکہ انہوں نے بہترین طریقے سے اپنے رب کی عبادت کی اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کونفع پہنچایا۔﴿2﴾ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ'' ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں'' ہم نیک لوگوں کوان کے اعمال کے مطابق سچی مدح وثنااورصالح اولاد عطا کرتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کوکیا جزادیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ انہیں اپنے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے ہیں۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (85)

اورزکریا کواوریحییٰ کواورعیسیٰ کواورالیاس کوبھی،سب کے سب صالحین تھے۔(85)

سوال1: وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ'' اورزکریا کواوریحییٰ کواورعیسیٰ کواورالیاس کوبھی،سب کے سب صالحین تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾وَزَكَرِيَّاوَيَحْيٰى دوباپ بیٹے جواللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔سیدنا یحییٰ علیہ السلام سیدنا ذکریا علیہ السلام کے بیٹے تھے۔﴿2﴾ وَعِيْسٰى اورعیسیٰ علیہ السلام جوسیدہ مریم بنت عمران کے بیٹے تھے۔﴿3﴾وَاِلْيَاسَ اورسیدنا الیاس علیہ السلام جواللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ ﴿4﴾كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ سب کے سب صالحین تھے''سب نیک تھے یعنی اپنے اخلاق واعمال اورعلوم میں صالح لوگ تھے بلکہ صلحاء کے سردار قائداوران کے امام تھے۔(تفسیرسعدی:793/1)

سوال2:كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ''سب کے سب صالحین تھے''اس آیت میں انبیاء کی کس خصوصیت کا نمایاں کیا گیا ہے؟

جواب:اس آیت میں صالحیت کونمایاں کیا گیا ہے۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ(86)

اوراسماعیل کواوریسع کواور یونس کواورلوط کوبھی اور ہرایک کوہم نے تمام دنیا پرفضیلت عطا کی۔(86)

سوال1:وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ''اوراسماعیل کواوریسع کواور یونس کواورلوط کوبھی اور ہرایک کوہم نے تمام دنیا پرفضیلت عطا کی''وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاِسْمٰعِيْلَ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے،عربوں کے باپ اور نبی ﷺ کے جدامجد تھے۔﴿2﴾وَالْيَسَعَ اوراللہ تعالیٰ کے پیغمبر یسع﴿3﴾وَيُوْنُسَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یونس بن متی۔﴿4﴾وَلُوْطًااورلوط جوابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔﴿5﴾وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ یعنی سارے انبیاءکوہم نے جہانوں پرفضیلت دی۔فضیلت کے چاردرجات جن کاذکرالنساء کی آیت 69 میں کیا گیا۔ان میں سے انبیاء کا پہلا درجہ ہے اورتمام انبیاء ومرسلین میں سے وہ افضل ہیں جن کاذکراللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا۔

وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(87)

اوران کے بعض آباء واجدادکواوران کی بعض اولادوں کواوران کے بعض بھائیوں کوبھی اوراُنہیں ہم نے چن لیااورہم نے انہیں سیدھاراستہ دکھلایا۔(87)

سوال1:وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ''اوران کے بعض آباءواجدادکواوران کی بعض اولادوں کواوران کے بعض بھائیوں کوبھی اوراُنہیں ہم نے چن لیا''قافلہ ایمان پراس آیت میں کیاتبصرہ کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ''اوران کے بعض آباءواجدادکو''یعنی ان تمام انبیاء کے آباءواجداد میں سے۔﴿2﴾وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ اوران کی اولاداوران کے بھائیوں میں سے یعنی ہم نے انبیاء کی اولاداوران کے بھائیوں کوبھی ہدایت عطافرمائی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿3﴾وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''اورانہیں ہم نے چن لیااور ہم نے انہیں سیدھاراستہ دکھلایا''یعنی انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چنااورانہیں ہدایت اورسیدھے راستے کی توفیق عطافرمائی۔

سوال2:وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''اورہم نے انہیں سیدھاراستہ دکھلایا''اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہدایت کون حاصل کرتاہے؟

جواب:﴿1﴾جواللہ تعالیٰ کی کتاب کواپناحقیقی راہ نماماننتے ہیں۔﴿2﴾جواللہ تعالیٰ کے کام کے ساتھ اپنے آپ کواس طرح شامل کردیتے ہیں کہ ان پراس راستے کے رازعیاں ہوجاتے ہیں۔ان ہی کواس کتاب سے ہدایت ملتی ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کوکس کام کے لیے چن لیتاہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کواپنی پیغام رسانی کے لیے چن لیتاہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے اوراپناپیغام پہنچانے کے لئے انتخاب کس بنیاد پرکرتے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نیک عملی یعنی احسان کی بنیاد پرانتخاب کرتے ہیں۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا کام کون لوگ کر

تے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے لئے دعوت حق کا کام صرف وہ لوگ کرتے ہیں جواللہ تعالیٰ کی خاطر یک سواور بے غرض ہوچکے ہوں۔جوکسی کودعوت دے کرکسی قسم کی مادی توقعات نہ رکھیں۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(88)

یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے،وہ اس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتاہے راہ نمائی فرماتاہے،اوراگروہ شرک کرتے تویقیناً اُن سے ضائع ہوجاتاجووہ عمل کرتے تھے۔(88)

سوال1:ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ ''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے سواکوئی ہدایت نہیں وہی نفع مندعلم اورعمل صالح کی توفیق دینے والاہے۔

سوال2:زمین پراللہ تعالیٰ کی ہدایت کا سرچشمہ کون ساہے؟

جواب:﴿1﴾انسانوں کی ہدایت کے لئے سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی وہ تعلیمات ہیں جواس نے اپنے رسولوں کے ذریعے دی ہیں۔

﴿2﴾یہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب میں محفوظ صورت میں موجود ہیں۔

سوال3:يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ''وہ اس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتاہے راہ نمائی فرماتاہے'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اس لیے بندوں پر لازم ہے کہ وہ اس سے ہدایت مانگیں کیونکہ اگر وہ ہدایت نہ دے تو کوئی اور ہدایت دینے والا نہیں۔﴿2﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ (الاسراء:97) ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (القصص:56)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ جس کی طرف اپنے محبوب بندوں کو ہدایت دیتا ہے وہ ایمان اور استقامت ہے۔(ایسر التفاسیر:405)

سوال4: وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''اور اگر وہ شرک کرتے تو یقیناً ان سے ضائع ہو جاتا جو وہ عمل کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے کا انجام کیا ہے؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے بھی عقیدے اور عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کریں تو ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور وہ اس جانور کی طرح ہلاک ہو جائیں گے جو زہریلی گھاس کھا کر پھول جاتا ہے۔﴿2﴾ گویا شرک ایسی نحوست ہے جو بڑے بڑوں کے عمل پر پانی پھیر دیتا ہے۔﴿3﴾ شرک تمام اعمال کو برباد کر دیتا ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کا موجب بنتا ہے۔﴿4﴾ اگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے لوگ بھی شرک کرتے تو اعمال برباد کروا لیتے حالانکہ وہ اس سے پاک ہیں دیگر لوگ تو اس جزا کے زیادہ مستحق ہیں۔(تفسیر سعدی:793/1)﴿5﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور بلاشبہ یقیناً اپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف احی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔(الزمر:65)﴿6﴾ انبیاء کرام اگر وہ ان عظمتوں کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے، تو ان کے سارے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے، تو اگر دوسرے لوگ شرک کا ارتکاب کریں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور اس کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:416/1)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ (89)

یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی پھر اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں جو اس کا کسی صورت انکار کرنے والے نہیں ہیں۔(89)

سوال1: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ''یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی'' وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب:''یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب ،حکمت اور نبوت عطا کی''یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو کتابیں بھی دیں ،حکمت سے نوازا اور نبوت عطا فرمائی۔

سوال2:اس آیت میں الحکم سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہاں اس سے مراد حکمت بھی ہے اور حکومت بھی۔﴿2﴾ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:احکم سے مراد عقل ہے ۔(ابن ابی حاتم:4/1338)﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:حکم سے مراد علم ہے۔(ابن ابی حاتم)﴿4﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:حکم سے مراد قرآن ہے۔(ابن ابی حاتم)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو حکومت عطا کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کچھ نبیوں کو حکومت دی مثلاً سیدنا داؤد علیہ السلام ،سیدنا سلیمان علیہ السلام وغیرہ اور حکمت تو اللہ تعالیٰ نے سبھی انبیاء کو عطا کی۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے کتاب کس لئے بھیجی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے کتاب اس لئے بھیجی ہے تا کہ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کئے جائیں۔اس کے لئے لوگوں کو پہلے اللہ تعالیٰ کا دین پہنچائیں۔﴿2﴾ اس دین پر خود ایمان لا کر اس پر قائم رہیں۔﴿3﴾ اس دین کی حفاظت کریں۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے رسول کس لئے بھیجے ہیں؟

جواب:رسولوں کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی اطاعت کی جائے۔

سوال6:فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ'' پھر اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں جو اس کا کسی صورت انکار کرنے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اگر دنیا والے نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے یہ اپنی نعمتیں ایسی قوم کو سونپ دیں جو انکار کرنے والی نہیں یعنی مہاجرین اور انصار کو یعنی قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کو جن کا محکم اور متشابہ پر ایمان ہے اور ہر ایک آیت پر ایمان ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/519)

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ(90)

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں؟ آپ کہہ دیں میں اس پر تم سے کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اجرت طلب نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔(90)

سوال1: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی اے رسول کریم ﷺ! ان انبیاء کے اخیار کی پیروی اور ان کی ملت کی پیروی کریں۔آپ ﷺ نے انبیاء کی پیروی کر کے ہر کمال کو اپنے اندر جمع کر لیا۔آپ ﷺ کے اندر ایسے فضائل تھے جس کی بناء پر آپ ﷺ کو تمام جہانوں پر فوقیت حاصل ہوئی۔آپ ﷺ تمام انبیاء و مرسلین کے سردار اور متقین کے امام تھے صلوت اللہ وسلام علیھم اجمعین۔(تفسیر سعدی:794/1)﴿2﴾ نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ آپ انہی مذکورہ بالا انبیاء کی اقتدا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان باللہ، توحید خالص، اخلاق حمیدہ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اعمال کی توفیق دی تھی۔(تیسیر الرحمٰن:417/1)﴿3﴾ مجاہد نے خبر دی کہ انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا سورہ ''ص'' میں سجدہ ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا، ہاں پھر آپ نے آیت وَوَهَبْنَا سے فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ تک پڑھی اور کہا کہ داؤد علیہ السلام بھی ان انبیاء میں شامل ہیں (جن کا ذکر آیت میں ہوا ہے) مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، تو انہوں نے کہا تمہارے نبی بھی ان میں سے ہیں جنہیں اگلے انبیاء کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔(صحیح بخاری:4632)

سوال2: رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہدایت کی ہے؟

جواب:﴿1﴾ رسول ہدایت یافتہ ہیں۔﴿2﴾ انہیں اللہ تعالیٰ نے راستہ دکھایا ہے۔﴿3﴾ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی ہدایات آتی رہی ہیں۔﴿4﴾ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر چلیں گے۔﴿5﴾ اپنی زندگی کے سارے فیصلے ان ہی ہدایات کے مطابق کریں گے۔﴿6﴾ رسول اللہ ﷺ ساری انسانیت کو اس کی دعوت دیں۔

سوال3: قرآن حکیم کن لوگوں کے لئے نصیحت ہے؟

جواب: قرآن حکیم ساری انسانیت کے لئے نصیحت ہے۔

سوال4: فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ''سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ ان ہی کے راستے پر چلو یعنی رسولوں کے طریقہ کار کو اپناؤ۔

سوال5: قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا '' آپ کہہ دیں میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں طلب کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اے رسول کریم ﷺ! ان سے کہہ دیں جن کی طرف آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا ہے میں آپ لوگوں سے دین اسلام کی دعوت دینے پر اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو میرا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٰى لِلۡعٰلَمِيۡنَ ’’یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے ۔﴿2﴾ اس میں رب عظیم کے اسماء وصفات ہیں۔﴿3﴾ جو اس نصیحت سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ وہ مفید چیزوں پر عمل کرتے ہیں اور جن سے یہ کتاب روکتی ہے جو ضرر رساں ہیں ان سے رکتے ہیں۔﴿4﴾ قرآن مجید اخلاق حسنہ کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔﴿5﴾ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے لہذا بندوں پر واجب ہے کہ وہ اس نعمت کو قبول کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

رکوع نمبر:17

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖۤ اِذۡ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنۡ شَىۡءٍ ؕ قُلۡ مَنۡ اَنۡزَلَ الۡكِتٰبَ الَّذِىۡ جَآءَ بِهٖ مُوۡسٰى نُوۡرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجۡعَلُوۡنَهٗ قَرَاطِيۡسَ تُبۡدُوۡنَهَا وَتُخۡفُوۡنَ كَثِيۡرًا ۚ وَعُلِّمۡتُمۡ مَّا لَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمۡ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرۡهُمۡ فِىۡ خَوۡضِهِمۡ يَلۡعَبُوۡنَ(91)

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسا اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے، جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا، آپ کہیں وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے؟ جو انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، اس میں سے کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو اور تمہیں وہ کچھ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا، آپ کہیں اللہ تعالیٰ ہی نے، پھر آپ ان کو چھوڑیں وہ اپنی بحثوں میں کھیلتے رہیں۔(91)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مالک بن صیف نامی ایک یہودی نے آ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کرنا شروع کر دیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کہ میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں جس نے تورات سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہے کیا تو نے تورات میں یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ موٹے آدمی سے بغض فرماتے ہیں اور وہ خود موٹا تھا یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی تو اس سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تیرا منہ کالا ہو (یعنی تو رسوا ہو) اس کا مطلب ہے کہ نہ موسیٰ علیہ السلام پر کوئی کتاب نازل ہوئی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان منکروں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہیں پہچانی، یہ روایت مرسل ہے۔(ابن ابی حاتم)

سوال2: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖۤ اِذۡ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنۡ شَىۡءٍ ’’اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟
جواب:﴿1﴾ کسی چیز کی قدر کرنے کے احساس کو کہتے ہیں۔﴿2﴾ قدر تب ہوتی ہے جب کسی چیز کی اہمیت کا احساس، علم اور شعور حاصل ہو جائے۔﴿3﴾ قدر وہ کرتا ہے جو اس چیز کی حقیقت پہچانتا ہے۔﴿4﴾ وہ قدر نہیں کر سکتا جو غافل ہو، بے شعور ہو اور جسے نفع ونقصان کی کوئی پہچان نہ ہو۔﴿5﴾ کسی چیز کو پہچان کر، اس کا شعور حاصل کر کے، اس سے نفع کی امید رکھ کر۔اس کی قوتوں سے خوف کھا کر۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کی قدر کرنے سے مراد وہ رویہ اختیار کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو بڑا ماننا، ساری قوتوں کا مالک سمجھنا، اور اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کرنا۔﴿7﴾ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسا کہ تعظیم کا حق تھا اور انہوں نے اس کو نہیں پہنچانا جیسا کہ اس کی معرفت کا حق تھا۔(ایسر التفاسیر:407)﴿8﴾ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ''جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا'' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور مشرکوں کے اس قول کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی چیز نازل نہیں کی یہ فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر اور تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔﴿9﴾ یہ کہنا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں عیب جوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مہمل چھوڑ دے گا اور ان کو کوئی حکم نہ دے گا نہ ان کو کسی چیز سے روکے گا اور اس سے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کی نفی کی ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے وہ یہ رسالت ہے اس رسالت کے سوا بندوں کے لیے سعادت، کرامت اور فلاح حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں تب اس نفی رسالت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور کون سی طعن وتشنیع ہے ؟(تفسیر سعدی:795/1)﴿10﴾ رحمت عالم ﷺ بشر ہیں ۔محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا نہ صرف قریشی بلکہ سارا عرب انکار کرتا تھا کیونکہ آپ ﷺ بشر تھے جیسا کہ خود قرآن نے فرمایا: اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرا دو اور بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے۔(یونس:2) قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے ان پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔(بنی اسرائیل:95)

سوال3: قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا '' آپ کہیں وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے؟ جو انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی تم اسے چند ورق بناتے ہو، اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں سے کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلْ آپ کہہ دیں اس چیز کی تصدیق کرواتے ہوئے جس کا وہ خود اقرار کرتے ہیں۔﴿2﴾مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى'' وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے'' موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے یہ بتاؤ تورات کس نے اتاری؟﴿3﴾نُوْرًا جو جہالت کے اندھیروں میں روشنی ہے۔﴿4﴾وَّهُدًى لِّلنَّاسِ اور وہ تورات جو گمراہی میں ہدایت ہے وہ کتاب جو سارے جہان میں پھیل چکی ہے جو لوگوں کے لیے حق اور باطل کا فرق واضح کرنے والی تھی۔﴿5﴾تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا'' تم اسے چند ورق بناتے ہو، اس میں سے کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو'' قراطیس قرطاس کی جمع ہے۔ کہ تم نے تورات کو بجائے اکٹھی مجموعی یکجا کتاب بنانے کے مختلف اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جس میں کچھ ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو۔ جب ان کے عوام کچھ بات پوچھنے کے لیے آتے تھے تو صندوق وغیرہ میں ہاتھ ڈال کر کوئی سا بھی ایک ورق نکال لیتے تھے اور سائل کے مطلب کے مطابق پڑھ کر سنا دیتے تھے۔(تفسیر انوار البیان:2/267,268)

سوال4: کتاب کا کچھ حصہ کیسے ظاہر کیا جاتا ہے اور کچھ چھپا لیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں دیں؟

جواب:﴿1﴾انعام والی آیات کو پڑھنا اور جن اعمال کی وجہ سے انعام ملتا ہے انہیں نہ پڑھنا۔﴿2﴾ان آیتوں کو خوب بیان کرنا جن سے اپنی فضیلت نکلتی ہو اور ان کو چھوڑ دینا جن سے اپنی ذمہ داریاں پتہ چلتی ہوں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ورق ورق کر دینے والوں کا رویہ کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ کتاب کو ورق ورق کرنے والے متضاد باتیں کرتے ہیں۔﴿2﴾وہ غیر ضروری بحثیں کرتے ہیں۔﴿3﴾ان سے نیکی کے کاموں میں تعاون کی امید نہیں ہوتی۔﴿4﴾ کتاب کو ورق ورق کرنے والے ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔

سوال6:وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ'' اور تمہیں وہ کچھ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا آپ کہیں اللہ تعالیٰ ہی نے پھر آپ ان کو چھوڑیں وہ اپنی بحثوں میں کھیلتے رہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ'' اور تمہیں وہ کچھ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا'' اور اس قرآن مجید کے سبب سے تمہیں وہ علم دیا گیا جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا یعنی علمی حقائق جیسے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے اسماء وصفات، آخرت کا گھر اور جو اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں اور دردناک عذاب ہے۔﴿2﴾قُلِ اللّٰهُ'' آپ کہیں اللہ تعالیٰ ہی نے''یعنی انہیں بتا دیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔﴿3﴾ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یَلْعَبُوْنَ'' پھر آپ ان کو چھوڑیں وہ اپنی بحثوں میں کھیلتے رہیں'' پھر انہیں ان کے باطل حالات میں، ان کے مشاغل میں چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ دن آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ(92)

اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے، اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کردیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں۔(92)

سوال1: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ'' اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے'' کتاب اللہ مبارک ہے کیسے؟ وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ برکت قرآن مجید کا وصف ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ بھلائیوں اور نیکیوں پر مشتمل ہے۔ ﴿2﴾ جس مہینے میں قرآن مجید نازل کیا گیا وہ مہینہ مبارک ہے یعنی رمضان المبارک۔ ﴿3﴾ جس رات میں قرآن مجید نازل کیا گیا وہ رات مبارک ہے یعنی لیلۃ القدر جو برکت والی رات ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے یقیناً ہم ڈرانے والے تھے۔(الدخان:3) ﴿4﴾ جس ہستی پر نازل کیا گیا وہ ذات مبارک ہے یعنی محمد ﷺ ﴿5﴾ قرآن مجید اپنے مضامین، مفہوم، ہدایات اور ان کے اثرات کے اعتبار سے مبارک ہے۔ ﴿6﴾ قرآن مجید کا متن معانی کے اظہار کے اعتبار سے مبارک کلام ہے۔ قرآن میں معانی کا دریا ہے۔ ﴿7﴾ قرآن مجید اپنے اثرات کے اعتبار سے مبارک ہے۔ کوئی اور کلام اس طرح اثر انداز نہیں ہوسکتا جیسے یہ کلام اثر انداز ہوتا ہے۔ ﴿8﴾ قرآن مجید کو ایک خاص قوت عطا کی گئی ہے۔ یہ اپنی اس قوت کے اعتبار سے مبارک ہے۔ ﴿9﴾ یہ قرآن کریم کے بابرکت ہونے کا نتیجہ تھا کہ اس نے عرب جیسی جاہل قوم کو، جو قبائلی عصبیت کی وجہ سے ہر وقت برسرپیکار اور لڑتی مرتی رہتی تھی ایک مہذب قوم بنا کر چند ہی سالوں میں اس کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ ان کے اخلاق و عادات اس قدر اعلیٰ بن گئے کہ یہی جاہل وحشی اور اجڈ قوم تمام اقوام عالم کی پیشوا بن گئی۔ بڑی بڑی طاقتوں کو سرنگوں کیا اور دنیا کے ایک کثیر حصہ پر قابض ہو کر ان میں علوم و تہذیب پھیلانے کا سبب بن گئی۔ قرآن کی تعلیم نے انہیں ذلت کی گہرائیوں سے نکال کر عزت کے بلند مقامات پر پہنچا دیا۔(تیسیر القرآن:640/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:مُّصَدِّقُ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ ''اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے''اللہ تعالیٰ کی کتاب دوسری آسمانی کتابوں کی کیسے تصدیق کرتی ہے جب کہ ان میں تحریف ہو چکی ہے کی وضاحت کریں؟

جواب:قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق ان کی اصل شکل میں کرتا ہے۔قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق یعنی موافقت کرتا ہے اوران کی سچائی پر گواہ ہے۔

سوال3:قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق کیوں کرتا ہے؟

جواب:قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق اس لیے کرتا ہے کہ جو اصول اور عقائد قرآن کے اندر موجود ہیں وہ پچھلی کتابوں میں بھی موجود تھے۔

سوال4:وَ لِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَ مَنۡ حَوۡلَہَا ''اور تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کردیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس شہر مکہ میں وہ گھر ہے جسے انسانوں کی عبادت گاہ کے لئے تعمیر کیا گیا۔﴿2﴾اس شہر مکہ کو انسانوں اور ہر ذی روح کے لیے جائے امن قرار دیا گیا۔﴿3﴾اس شہر سے اسلام کی دعوت اٹھی جو سب کے لیے عام ہے۔﴿4﴾اس شہر میں تمام ایمان والے حج کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں تا کہ اسلام کی دعوت لے کر دنیا میں پھیل جائیں۔

سوال5:مکہ کو ام القریٰ کیوں کہا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ مکہ مکرمہ کو''ام القری''اس لئے کہا گیا ہے کہ وہاں وہ پہلا گھر ہے جسے انسانوں کے لئے اللہ کے حکم سے بنایا گیا اور جو تمام اہل جہان کا قبلہ اوران کے حج کی جگہ ہے۔(تیسیر الرحمٰن:418/1)﴿2﴾اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم سے مکہ والوں کو تو خبردار کیا جائے گا مگر اس کے اردگرد رہنے والے دنیا کے تمام انسانوں کو بھی خبردار کیا جائے گا۔دو الفاظ توجہ طلب ہیں ام القریٰ بستیوں کی ماں یعنی بستیوں میں مرکز کی حیثیت رکھنے والی اور دوسرے حول یعنی اس کے مرکز کے اردگرد اور یہاں اس سے مراد پوری انسانیت ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ''ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔﴿3﴾قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ مکہ والوں اور اس کے اردگرد یعنی تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور اس کی پکڑ سے ڈرائیں تا کہ وہ کاموں سے بچ جائیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بنتے ہیں۔

سوال6:نزول کتاب کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب:قرآن مجید کے نزول کا مقصد لوگوں کو ہوشیار کرنا ہے۔جب تک کسی کے دل میں آخرت کا اندیشہ نہیں ہوتا وہ کتاب سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہدایات لینے کے معاملے کوسنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتا۔حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی دعوت اسی کے دل میں جگہ بناتی ہے جوآخرت کا خوف رکھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نزول کتاب کا مقصد ''انذار''یعنی برے انجام سے ڈرانا اور ہوشیار کرنا قرار دیا ہے۔

سوال7:وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ''اور جوآخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں''اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت کوکون لوگ مان لیتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت قرآن مجید کووہ لوگ مان لیتے ہیں جوآخرت کا خوف رکھتے ہیں اور جو قیامت کے قیام کو مان لیتے ہیں۔﴿2﴾ایمان بالآخرت کا تقاضا ہے کہ آدمی نبی کریم ﷺ اور قرآن پر ایمان لائے اس لئے آپ ﷺ کی دعوت کا مقصد ہی یہ تھا کہ آپ بنی نوع انسان کوآخرت میں عذاب نار سے بچنے اور حصول جنت کے لئے عمل کرنے کی دعوت دیں۔(تیسیر الرحمٰن:419/1)﴿3﴾جب دل میں آخرت کا یقین بس جاتا ہے تو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔

سوال8:وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ''اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾نمازوں کی حفاظت وہ کرتا ہے جوآخرت پر یقین رکھتا ہے اور قرآن مجید کو اپنی زندگی کی کتاب سمجھ کر تھام لیتا ہے ایسے لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی وہ نمازوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور نماز کے ارکان ،حدود اور اس کے آداب وشرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے تمام امور کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کی حفاظت کرنے والوں میں شامل فرمالے۔آمین

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ(93)

اوراس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا،اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ'' نکالو اپنی جانیں،آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔(93)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:ابن جریرؒ نے عکرمہ (الخ) سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مسلیمہ کذاب (جھوٹے نبی) کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور (ومن قال سانزل مثل ماانزل اللہ (الخ) یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نیز سدی سے بھی اسی طرح روایت نقل کی ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اگر محمد ﷺ کے پاس وحی آتی ہے، تو میرے پاس بھی وحی آتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ آپ پر کتاب نازل کرتا ہے تو میرے پاس بھی ویسی ہی کتاب نازل ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن عباس:407/1)

سوال2:وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے مراد ایسی بات اس کی طرف منسوب کرنا ہے جس سے وہ بری ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کو سب سے بڑا ظلم اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ بہتان ہے اس میں دین میں کی جانے والی تبدیلی کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جو کہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ ﴿3﴾ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اسی افترا پردازی میں شامل ہے۔ ﴿4﴾ نبوت کا جھوٹا دعویٰ دوسروں پر بھی یہ لازم کرتا ہے کہ وہ اس کی پیروی کریں اور مخالفوں کے جان و مال کو حلال قرار دیں۔

سوال3:اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جو یہ کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آتی۔ ﴿2﴾ جو یہ کہے کہ میں بھی ویسا ہی کلام اُتاروں گا جیسا اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے۔

سوال4:اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ ''یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو'' یہ دعوی کون کرتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر وحی نہیں آتی؟

جواب:﴿1﴾ یہ دعوی ایسا شخص کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے نبی کی عظمت کو سمجھ نہیں پاتا۔ ﴿2﴾ جس کو مادی اعتبار سے اپنی ذات بڑی اور نبی کی ذات چھوٹی دکھائی دیتی ہے۔ ﴿3﴾ جس کی نظریں دنیا میں گم ہو جاتی ہیں وہ آخرت کی دعوت دینے والے کی عظمت کو سمجھ نہیں پاتے، اس لئے دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ ہم پر بھی وحی آتی ہے۔

سوال5: وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ''اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کون اس سے بڑھ کر ظالم ہو سکتا ہے جو یہ جھوٹا گمان رکھتا ہو کہ وہ اس چیز پر قدرت رکھتا ہے جس کی قدرت اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ رکھتا ہے وہ بھی ویسی ہی شریعت دے سکتا ہے جیسی اللہ تعالیٰ نے دی، وہ بھی وحی اتار سکتا ہے۔﴿2﴾ جو شخص قرآن مجید کا مقابلہ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ بھی اس جیسی کتاب بنا سکتا ہے وہ بڑا ظالم ہے اس لیے کہ ایک محتاج اور ناقص بندہ بے نیاز بادشاہ کے ساتھ کیسے خدائی میں شریک ہوسکتا ہے؟

سوال6: وَلَوْ تَرٰٓی اِذِالظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ ''اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی مذمت کی اور ان کے لیے عذاب کا ذکر کیا ہے جو عالم نزع میں ان کو دیا جائے گا۔﴿2﴾ جب ان پر موت کی سختیاں آئیں گی ہولناک کرب میں مبتلا ہوں گے تو اس شدت کرب کو کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

سوال7: وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ ''اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں نکالو اپنی جانیں آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: نزع کی حالت میں فرشتے ظالموں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے اور روحوں کو قبض کرتے وقت جب وہ جسموں سے نکلنے کا انکار کریں گی تب انہیں کہا جائے گا لاؤ نکالو اپنی جان۔﴿2﴾ انہیں ایسا سخت عذاب دیا جائے گا جو انہیں رسوا کردے گا۔﴿3﴾ فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ تو کیا ہوگا جب فرشتے ان کی ارواح قبض کریں گے ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے۔(محمد:27)﴿4﴾ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب کافر کے دنیا سے جانے کا اور آخرت کی طرف پہنچنے کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں وہ اس کے پاس آکر وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک نظر پہنچتی ہے پھر ملک الموت تشریف لاتے ہیں وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! تو نکل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی طرف، وہ روح اس کے جسم میں متفرق ہوجاتی ہے (یعنی جسم میں ادھر ادھر پھرتی ہے کیونکہ نکلنا نہیں چاہتی) ملک الموت (زبردستی) اس کی جان کو اس طرح نکالتے ہیں جیسے بھیگا ہوا اون سیخ پر لپٹا ہوا ور طاقت کے ذریعے اس اون سے نکالا جائے جب اس کی روح کو ملک الموت نکال لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے جو وہاں موجود ہوتے ہیں وہ پلک جھپکنے کے برابر ذرا سی دیر بھی ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے ان کے ہاتھ سے لے کر ان ٹاٹوں میں رکھ دیتے ہیں جو ساتھ لے کر آئے تھے اور اس روح سے ایسی بدبو نکلتی ہے جیسے زمین پر سب سے زیادہ سڑی ہوئی نعش سے کبھی بدبو آئی ہو۔ اس روح کو لے کر وہ آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ اس کا برے سے برا نام لے کر جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے یہاں تک کہ قریب آنے والے آسمان تک لے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتے ہیں وہاں پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں تو وہ دروازہ نہیں کھولا جاتا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سورۃ اعراف کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے۔(سورۃ الاعراف:40)﴿5﴾ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے اس کے لوگ باگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ایک ٹھکانہ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جنت میں ایک مکان اس کے بدلے بنا دیا ہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقے سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا ارد گرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔'' (صحیح بخاری:1338)

سوال 8: ظالموں کو یہ کیوں کہا جائے گا کہ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ''نکالو اپنی جانیں آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا''؟

جواب: ﴿1﴾ ظالموں کی سرکشی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلے میں تکبر کرنے کی وجہ سے۔

سوال 9: اس آیت کے خوفناک منظر کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان خوف کے مارے دہشت زدہ ہوجاتا ہے۔ اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ تکبر چھوڑنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔

سوال 10: بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ''اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی یہ عذاب ﴿1﴾ اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم جھوٹ بولتے تھے اور انبیاء جو حق لے کر آتے تھے اسے جھٹلاتے تھے۔ ﴿2﴾ یہ عذاب تمہارے اعمال کی جزا ہے اور جزا ہمیشہ عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔

سوال 11: وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ''اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو ماننے اوران پرعمل کرنے سے انکارکرتے تھے اس لیے تمہیں یہ عذاب دیاجارہاہے۔ ﴿2﴾ یہاں یہ آیت کریمہ برزخ کے عذاب اور برزخ کی نعمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس خطاب اورعذاب کا رخ ان کی طرف عین نزع کے وقت اور موت سے تھوڑا پہلے اور موت کے بعد کا ہے۔﴿3﴾ یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ روح جسم رکھتی ہے جو داخل ہوتی ہے اور خارج ہوتی ہے جس کو مخاطب کیا جاتا ہے وہ جسد کے ساتھ مل کر رہتی ہے اور اس سے علیحدہ ہوجاتی ہے یہ ان کا برزخی حال ہے۔(تفسیر سعدی:798/1)

سوال12:انسان کے اندر تکبر کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان اپنی دنیاوی حیثیت کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر تکبر پیدا ہوتا ہے۔﴿2﴾ جب انسان اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے۔﴿3﴾ جب انسان اپنی زندگی کے مقصد کو بھول جاتا ہے۔﴿4﴾ جب انسان یہ بھول جاتا ہے کہ دنیا میں مجھے جو کچھ حاصل ہے وہ آزمائش کے لئے ہے مقررہ مدت کے لئے ہے اور موت کے وقت یہ سب کچھ مجھ سے چھن جانا ہے پھر نہ دولت ہوگی، نہ حیثیت، نہ دوست، نہ سفارشی، نہ پکڑ سے بچانے والی کوئی چیز ہوگی۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ(94)

اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔(94)

سوال1:وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ''اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تم ہمارے پاس اکیلے آ گئے ہو ناں کہہ کر اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو بے یارومددگار اور ننگے جسم آ گئے ہو ناں، تمہارے سارے سہارے چھوٹ گئے، تمہارے سارے وسیلے تم سے دور ہو گئے

، تمہارے اختیارات جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کئے تھے ختم ہو چکے۔﴿2﴾ قیامت کے دن نہایت افلاس میں سب اکیلے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اکیلے آئیں گے ان کے ساتھ نہ گھر والے ہوں گے، نہ اولاد، نہ دوست احباب، قیامت کے دن عریاں حالت میں آئیں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلی بار پیدا کیا تھا۔ ﴿3﴾ قیامت کے دن وہ سارے امور کٹ جائیں گے جو دنیا میں بندے کے ساتھ تھے سوائے اچھے اور برے اعمال کے۔ یہ اعمال ہی ہیں جو نفع دیں گے یا نقصان۔ قیامت کے دن جن نعمتوں سے نوازا تھا وہ سب پیچھے چھوڑ جائیں گے یعنی کسی کام نہیں آئیں گی۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے کھایا کھا کر ختم کر دیا۔ ﴿5﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، پھر دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں جبکہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔ مرنے والے کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 6514) ﴿6﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر (اس طرح ہوگا) کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے ہوں گے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا عورتیں اور مرد اکٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ معاملہ اس بات سے بہت سخت ہوگا کہ کوئی عورت کسی کی طرف دیکھے۔ (صحیح مسلم: 7198) ﴿7﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن تم اس حال میں جمع کیے جاؤ گے کہ تن پر کپڑے نہ ہوں گے اور سب بے ختنہ ہوں گے اس کے بعد آپ نے سورۃ انبیاء کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ جیسا کہ ہم نے ابتداء میں پیدا کیا تھا اسی طرح ہم لوٹائیں گے ہمارے ذمہ یہ وعدہ ہے بے شک ہم اس کے مطابق کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا کہ سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ (بخاری: 693/2) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور دنیا کے لیے وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں۔ (احمد: 444)

سوال 2: وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُورِكُمْ ''اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے بسی کا احساس دلایا ہے کہ دیکھو مال پیچھے رہ گیا، اولاد پیچھے رہ گئی، عزت پیچھے رہ گئی، Status پیچھے رہ گیا، تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، تمہارا کوئی اختیار نہیں۔ بے اختیار ہونے سے پہلے اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لو۔ ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مرنے والا مرجاتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو فرشتے آپس میں پوچھتے ہیں (کہ اپنے مال اور اعمال سے) کیا لے کر آیا جو اس نے آگے بھیجا تھا اور دنیا کے لوگ یہ پوچھتے ہیں کیا چھوڑ کر گیا۔ (بیہقی، مشکوۃ:445) ﴿3﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ گویا وہ بھیڑ کا بچہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اس سے اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کہ میں نے تجھے مال عطا کیا اور تجھ پر انعام کیا سو تو نے کیا کیا؟ وہ جواب دے گا کہ اے رب! میں نے اسے جمع کیا اور خوب بڑھایا اور جتنا تھا اس سے خوب زیادہ کر کے چھوڑ آیا۔ مجھے واپس بھیج دیجئے میں آپ کے پاس لے کر آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ مجھے

وہ دکھا جو تو نے پہلے سے یہاں بھیجا تھا پھر وہی عرض کرے گا کہ میں نے جمع کیا اور اسے بڑھایا اور جتنا تھا اس سے زیادہ کر کے چھوڑ آیا لہذا مجھے واپس بھیج دیجئے کہ میں سب آپ کے پاس لے کر آجاؤں گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ ایسا شخص نکلے گا جس نے کوئی بھی خیر نہیں بھیجی ہوگی لہذا اس کو دوزخ کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ (ترمذی، مشکوۃ:443) ﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں: جو کھایا اور ختم کر لیا، جو پہنا اور پرانا کر لیا اور جو اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیا اور (یہ اس نے آخرت کے لیے جمع کر لیا) اس کے علاوہ تو صرف جانے والا اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔'' (صحیح مسلم:7422)

سوال3: وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ''ورہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان دنیا میں سفارش کرنے والوں سے توقعات باندھتا ہے اور انہیں اپنے مال میں شریک کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے

کہ دیکھو جن کے بارے میں تمہارا خیال تھا کہ مشکل حالات میں سفارش کریں گے آج تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔ ﴿2﴾ مشرک کل بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں۔ کل وہ ملائکہ، انبیاء اور صالحین کی عبادت کرتے تھے حالانکہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہیں۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔ ان کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کا مستحق ہے۔

سوال4: لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ''بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجوڑا ہے کہ دیکھو تعلقات ٹوٹ گئے، رابطے ختم ہو گئے، سفارشی گم ہو گئے، شریک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خداغائب ہو گئے ۔،خود ساختہ عقیدے کھو گئے اور ہر وہ چیز جس پر تمہارا اعتماد تھا اس کا اثر روسوخ ختم ہو گیا۔﴿2﴾ آج تمہارے اور تمہارے شرکاء کے درمیان رابطے ختم ہو گئے ،ان تعلقات نے کوئی نفع نہیں دیا۔وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ'' اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے'' وہ جو تمہارے دعوے تھے کہ تمہارے سفارشی تمہیں امن دیں گے،نفع دیں گے،نجات دیں گے سب کچھ گم ہو گیا ناں ابلیس نے تمہارے لیے سب کچھ کیسے خوب صورت بنا دیا تھا تم دھوکہ کھا گئے اور اپنی ذات،اپنی اولاد اور اپنے مال کے بارے میں خسارے میں رہے۔

سوال5:اس آیت کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ انسان دہشت زدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹتا ہے کہ اب کوئی جائے پناہ نہیں۔﴿2﴾ اس آیت کو پڑھ کر مومن کا دل اللہ تعالیٰ پر یقین سے بھر جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے۔

رکوع نمبر:18

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ(95)

یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دانے

اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے وہی اللہ تعالیٰ ہے، پھر تم کدھر کو بہکائے جاتے ہو؟(95)

سوال1:اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے'' دانے اور گٹھلی کے پھاڑنے سے اللہ تعالیٰ کی انوکھی تخلیق کا کیسے تعارف کرایا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ دیکھو ایک بے جان گٹھلی اور ایک بے جان بیج بڑھنے والے زندہ درخت یا پودے سے نکلتے ہیں۔﴿2﴾ بیج اور گٹھلی کے اندر چھپی ہوئی زندگی ایک پورے درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔﴿3﴾ انسان جب ایک چیز کو بناتا ہے تو اس کے اجزا کو الگ الگ بناتا ہے۔اللہ تعالیٰ ایک چیز کو اس کے مجموعے کے ساتھ بہ یک وقت پیدا کرتا ہے۔پورے کا پورا درخت ایک بیج سے بنا کر کھڑا کر دیا جاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی انوکھی تخلیق ہے۔ انسان اس زندگی کے خواص سے واقف ہے لیکن زندگی کے اصل منبع اور اس کی اصل حقیقت کا اسے علم نہیں۔﴿4﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کمال،اپنے جلال،عظیم اقتدار اور وسعت رحمت کی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ صحرا اور بیابان کو کیسے تمہارے لیے بھر دیتا ہے ان بیجوں سے جن کو کاشت کیا جاتا ہے اور ان سے بھی جنہیں کاشت نہیں کیا جاتا وہ ساری مخلوق کے لیے اس طرح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خوراک مہیا کرتا ہے۔

سوال2:یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ مُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ’’وہ زندہ کومردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کوزندہ سے نکالنے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ ’’وہ زندہ کومردہ سے نکالتا ہے‘‘وہی ہے جومنی سے حیوان اورانڈے سے چوزہ پیدا کرتا ہے۔﴿2﴾وہی دانے اور گھٹلی سے اناج اوردرخت پیدا کرتا ہے۔وَ مُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ (الف)میت سے مرادوہ تمام چیزیں جن میں روح نہ ہو۔(ب)وہ پرندے سے انڈا نکالتا ہے اوردرختوں اور پودوں سے گھٹلیاں اوردانے نکالتا ہے۔

سوال3:’’وہ زندہ کومردہ سے نکالتا ہے اوروہی مردہ کوزندہ سے نکالنے والا ہے‘‘سے کیا ثابت کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مردہ ذروں کوزندہ کرنے والانہیں۔﴿2﴾زندگی کے آغاز کے وقت کوئی یہ قدرت نہیں رکھتا کہ مردہ ذروں کوزندہ کرسکے۔﴿3﴾وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جوموت کے وقت زندہ ذروں کومردہ کردیتا ہے۔﴿4﴾زندگی ایک راز ہے جس کی حقیقت کاعلم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔﴿5﴾ہرچیز کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے اندازے،اوراس کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال4:ذٰلِکُمُ اللّٰہُ ’’وہی اللہ تعالیٰ ہے‘‘کہہ کرکس جانب توجہ دلائی جارہی ہے؟

جواب:﴿1﴾وہی اللہ تعالیٰ تمہارارب ہے جوزندگی کا موجد ہے جس کا رازکسی کومعلوم نہیں۔اسی کا حق ہے کہ تم اس کے احکامات کی اطاعت کرواوراسی سے ڈرو۔﴿2﴾ساری مخلوق پرفرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اورعبودیت کوتسلیم کرے جس نے اپنے فضل وکرم سے ساری مخلوقات کے لیےغذااوران کی زندگی کے لیےساری ضروریات کااہتمام کیا۔

سوال5:فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ’’پھرتم کدھرکوبہکائے جاتے ہو؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾زندگی کا موجداللہ تعالیٰ ہے پھرتم کدھربہکائے جارہے ہویعنی تمہاری زندگی کے لئے تدبیروانتظام تواللہ تعالیٰ کے ہیں۔تمہاری مکمل اطاعت کاوہ مستحق ہے پھرانسان اس کوچھوڑکرکس جانب توجہ کررہاہےاور پیچھےکون ہے جواُس کی توجہ بٹارہا ہے؟﴿2﴾اللہ تعالیٰ جوعظیم ہے،قدرتوں والا ہے اس کی عبادت کوچھوڑکرتم کن ہستیوں کی طرف بہکائے جارہے ہو،کن کی عبادت کررہے ہوجواپنے لیےنفع ونقصان کے مالک نہیں،جوموت وحیات اوردوبارہ اٹھائے جانے پرقادرنہیں۔

فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیۡلَ سَکَنًا وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ(96)

وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اوراس نے رات کوسکون کا باعث بنایا اورسورج اورچاندکوحساب کا ذریعہ بنایا ہے، یہ سب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔(96)

سوال1:فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ''وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے'' رات کی تاریکی سے صبح کی روشنی نکالنے اور گٹھلی اور دانے کو پھاڑ کر پودا نکالنے میں کیا مماثلت ہے؟

جواب:﴿1﴾ رات کی تاریکی سے صبح نکالنا ایسا ہی عمل ہے جس طرح گٹھلی اور دانے کو پھاڑ کر پورا درخت نکالا جاتا ہے ایک حرکت میں صبح کی روشنی نکلتی ہے اور دوسری سے پودے کی کونپل نکلتی ہے ان دونوں مثالوں میں تشبیہ کہ وجہ حرکت، زندگی اور خوب صورتی دونوں مزاج کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں۔﴿2﴾ جو رب دانے اور گھٹلی کو پھاڑتا ہے وہی زمین کے اندھیروں کو صبح کے اجالے سے پھاڑتا ہے پھر تاریکی ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنی معاش اور دیگر کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔﴿3﴾ گٹھلی اور رات دونوں میں سکون بھی وجہ مماثلت ہے اس سکون کا ہر چیز کے اگنے اور بڑھنے سے خاص تعلق ہے

۔

سوال2:وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا ''اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: صبح کا نکلنا، رات کا سکون، سورج اور چاند کے طلوع و غروب کے حساب کتاب سے قدرت اور علم رکھنے والے کے اندازوں کو ثابت کیا گیا ہے۔﴿1﴾ مخلوق کو جس سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے ان کے آرام اور سکون کے لیے رات بنائی۔﴿2﴾ رات میں پرندے اور جانور بھی آرام کرتے ہیں۔انسان بھی سکون کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ دن کی روشنی لے آتا ہے پھر رات ہوتی ہے یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

سوال3:اللہ تعالیٰ رات کیسے لاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہے جو حصہ سورج کے سامنے آتا ہے وہاں دن ہوتا ہے اور باقی حصے میں رات ہوتی ہے۔یہ محوری گردش زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے اندازے کے مطابق ہے۔﴿2﴾ زمین کا سورج کے سامنے ایک متعین فاصلے پر رہنا قدرت اور علم رکھنے والے کا اندازہ ہے۔

سوال4:وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ''اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سورج اور چاند کے ذریعے وقت اور زمانوں کی پہچان ہوتی ہے۔﴿2﴾ سورج اور چاند کے ذریعے عبادات کے اوقات اور معاملات کی مدت مقرر ہوتی ہے۔اگر سورج اور چاند باری باری نہ آئیں تو سارے مصالح فوت ہو جائے۔﴿3﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔(یونس:5)﴿4﴾ چاند کا حجم اور موجودہ فاصلے پر رہنا زبردست قدرت اور علم والے کا اندازاہ ہے۔ ﴿5﴾ موجودہ درجہ حرارت اور موجودہ فاصلہ جس کی وجہ سے زمین پر زندگی ممکن ہوسکتی ہے زبردست قدرت والے اور علم والے کے اندازے کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے۔﴿6﴾ انہی کی وجہ سے حیات ممکن ہوئی ہے۔یہ اتفاق کی بنیاد پر نہیں قدرت والے اور علم والے کی تقدیر کے مطابق ہے سورج کی جسامت زمین سے بارہ لاکھ گنا زیادہ ہے اور زمین چاند سے چار گنا بڑی ہے اور یہ سب حرکت میں ہیں یہ قدرت والے علم والے کا اندازہ ہے۔﴿7﴾ چاند سے تقریباً اڑھائی لاکھ میل دور رہ کر زمین کے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔زمین سورج سے تقریباً ساڑھے نو کروڑ میل کے فاصلے پر رہتے ہو کر سورج کے گرد دو طریقے سے گھوم رہی ہے ایک اپنے محور پر اور دوسرے سورج کے مدار پر یہ زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے اندازے ہیں۔﴿8﴾ اتنا بڑا نظام صحت سے چل رہا ہے۔اس کائناتی نظام سے دن اور رات پیدا ہو رہے ہیں اسی سے دن، مہینے، سال وجود میں آئے ہیں۔اسی سے انسان کے لئے اپنی زندگی میں ترتیب رکھنا ممکن ہے ہزاروں سال سے اس نظام میں فرق نہیں آرہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی ہستی ہے جس کی قوت لامحدود حد تک زیادہ ہے۔کوئی بے علم ہستی ایسا نظام قائم نہیں کرسکتی۔اس کی منصوبہ بندی کامل ہے۔وہ بہت غلبے والا ہے اس کے غلبے کے بغیر اتنا بڑا کارخانہ چلنا ممکن نہیں۔

سوال5:ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ''یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہ اللہ رب العزت کا غلبہ ہے کہ ساری مخلوق اس کے لیے مطیع ہے اور اپنے کاموں کو جاری رکھے ہوئے ہے اور ان حدوں سے انحراف نہیں کرتی جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں۔﴿2﴾ الْعَلِيْمِ وہی ہے جس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں۔اس کے علم محیط کی دلیل ہے کہ اس نے سارے نظام مسخر کر رکھے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ(97)

اور وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو بنایا تا کہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرو یقیناً ہم نے دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔(97)

سوال1:وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ''اور وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو بنایا تا کہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ضروریات اور فائدوں کے لیے تارے بنائے۔ان سے ﴿1﴾ رات کا وقت پتہ چلتا ہے ۔﴿2﴾ راستوں اور سمتوں کا پتہ چلتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو راستے دکھانے کے لیے ستاروں کو تخلیق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا۔﴿4﴾ صحرااور سمندر میں انسان ہمیشہ ستاروں کے ذریعے راستہ معلوم کرتا ہے۔آج جدید آلات کی تیاری کے باوجود ان سفروں میں قطب شمالی اور تاروں سے ہدایت لی جاتی ہے۔

سوال2:قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ''یقیناً ہم نے دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو علم والوں کے لیے کھول کر بیان کر دیا ہے۔﴿2﴾ جیسے صحرااور سمندر کی تاریکیوں میں انسان تب راہ نمائی لے سکتا ہے جب اسے ستاروں کے مداروں اور ان کے مختلف مواقع کا علم ہو۔اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اپنے خالق تک پہنچنے کی ہدایت بھی علم والے ہی پا سکتے ہیں جو علم سے محروم ہے وہ اپنے خالق کے تعلق سے محروم ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ(98)

اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا پس ایک قرارگاہ ہے اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے یقیناً ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں۔(98)

سوال1:وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ '' اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا'' وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ساری نسل انسانی کو پیدا کیا۔ان کی تخلیق ،اخلاق اور اوصاف میں فرق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے۔﴿2﴾ مرد اور عورت اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک ہیں (i) ایک مرد اور ایک عورت سے اللہ نے کھربوں انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ جاری کر دیا ہے۔جس نے انسان کو اور اس کائنات کو پیدا کیا ہے اس کی قدرت وسیع ہے (ii) انسان کی یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ ایک مشین تخلیق کرے تو اس سے اسی قسم کی بے شمار مشینیں نکلتی چلی آئیں انسانی کارخانوں کو الگ الگ مشینیں بنانی پڑتی ہیں۔اللہ تعالیٰ اس نادر تخلیق پر قادر ہے کہ ایک انسان کو وجود میں لا کر اس کی ساری نسل وجود میں لاتا ہے۔

سوال2:فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ '' پس ایک قرارگاہ ہے اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ مستقر سے مراد ارحام اور مستودع سے مراد مردوں کی پشت ہے۔(ایسر التفاسیر:409,410)﴿2﴾ انسان ابتدا میں ماں کے سپرد کیا جاتا ہے جو اس کے لئے مستقر ہے پھر وہ دنیا میں آتا ہے پھر موت کے بعد قبر میں جاتا ہے۔تو اس کے لئے مستودع ہے۔ہر انسان کے لئے مستقر بھی الگ ہے اور مستودع بھی مقرر ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کا مستقر یعنی ان کی غایت وانتہا مقرر فرما دی ہے جس کی طرف ان کو لے جایا جا رہا ہے اور وہ ہے آخرت کی جائے قرار،اس سے آگے کوئی غایت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وانتہا نہیں۔دنیا وہ گھر ہے جہاں رہنے کے لیے مخلوق کو پیدا کیا گیا اور ان کو اس لیے وجود میں لایا گیا تا کہ وہ ان اسباب کے لیے بھاگ دوڑ کریں جو زمین میں پیدا ہوتے ہیں اور زمین ان سے آباد ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو آباء کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں امانت رکھ دیا، وہاں سے یہ امانت دنیا میں آجاتی ہے پھر برزخ میں منتقل ہوجاتی ہے۔ہر جگہ اس کی حیثیت امانت کی ہوتی ہے جس کو ٹھہراؤ اور ثبات نہیں بلکہ مستقل ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ اسے دار آخرت میں پہنچا دیا جائے جو اس کا مستقر مقام ہے۔رہا دنیا کا گھر تو یہ کذب گاہ ہے۔(تفسیر سعدی:802/1)

سوال3:قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ''یقیناً ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے سمجھ رکھنے والوں کے لئے نشانیاں واضح کردی ہیں اور فقیہہ وہ ہے جو انسان کی تخلیق کے بارے میں اللہ کی کاریگری کو جانتا ہو کہ کیسے نطفے سے مرد اور عورت پیدا ہوجاتے ہیں؟ کیسے ان کی تعداد کم وبیش برابر رہتی ہے کیسے نسل کے جاری رہنے کے لئے انتظامات کئے جاتے ہیں اس میں ایک غالب اور علم رکھنے والے خالق تک پہنچنے کے لئے نشانیاں ہیں مگر سمجھ رکھنے والوں کے لئے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں اس لیے کھول کر بیان کی ہیں تا کہ لوگ اس کی آیات کو سمجھیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(99)

اور وہی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا سو ہم نے اس سے ہر قسم کی نباتات اگائیں، تو ہم نے اُس سے سبز کھیتی نکالی جس سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے اس کے گابھوں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگور اور زیتون اور انار کے باغات ہیں آپس میں ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے، اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھل لائے اور جب وہ پکتا ہے بلاشبہ ان چیزوں میں یقیناً نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔(99)

سوال1:وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً '' اور وہی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا'' کیسے وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات میں سے بڑی نعمت کو بیان فرمایا ہے ہر چیز کی پیدائش میں پانی کا کردار ہے۔سطح زمین پر مٹی کی فراہمی پانی کی وجہ سے ہے۔زمین کو تر وتازہ اور سرسبز رکھنے کے لئے پانی اہم کردار ادا کرتا ہے۔آسمانوں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بجلیوں کی چمک کی وجہ سے برف اور بارشوں کے ساتھ نائیٹروجن گرتی رہی جو پانیوں میں تحلیل ہوسکتی ہے اس طرح زمین کی روئیدگی شروع ہوگئی۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے ۔(الانبیاء:30) اللہ تعالیٰ نے پانی جیسی نعمت عطا فرمائی جس سے ہر قسم کی غذائیں مہیا کیں اور دیگر ضروریات پوری کیں۔ یہ انعام واجب کرتا ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اس کی عبادت اور اس کی محبت کے لیے کوشش کریں۔

سوال 2: فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا ’’سو ہم نے اس سے ہر قسم کی نباتات اگائیں تو ہم نے اُس سے سبز کھیتی نکالی جس سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ہر پودا جب اگتا ہے تو سبز ہوتا ہے۔ مٹی سے سبزہ نکالنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پانی سے اگنے والی نفع مند نباتات کا ذکر کیا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سرسبز نباتات میں سے تہ بہ تہ دانے نکالے یعنی گندم، جو، مکئی، چاول اور دیگر اجناس سب ایک ہی مادے سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے نہیں۔ تمام دانے الگ الگ ہوتے ہیں جب کہ ان کی جڑ ایک ہوتی ہے ان میں سے کچھ بیج کے لیے رکھ لیے جاتے ہیں اور کچھ ذخیرہ کر لیے جاتے ہیں۔

سوال 3: وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ’’اور کھجور کے درختوں سے اس کے گابھوں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگور اور زیتون اور انار کے باغات ہیں آپس میں ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے کھجور سے گابھے اور ان سے کھجور کے خوشے نکالے۔ ﴿2﴾ مِنْ طَلْعِهَا اس کے گابھے سے جو کہ خوشہ نکلنے سے پہلے کا غلاف ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ اللہ تعالیٰ پھلوں کے جھکے ہوئے گچھے نکالتے ہیں جن کو کھجوروں سے حاصل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر انگور، زیتون اور انار کے باغات کا ذکر اس لیے کیا ہے کیونکہ ان میں نفع زیادہ ہے اور ان کی بڑی اہمیت ہے۔ ﴿5﴾ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ اس سے مراد انار اور زیتون ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کے

درخت اور پتے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور پھل غیر مشابہ ہوتے ہیں۔ اس سے وہ تمام درخت اور پھل بھی مراد ہو سکتے ہیں جو کسی اعتبار سے ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن دوسرے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

سوال 4: اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ’’اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھل لائے اور جب وہ پکتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پھل کھانے کی نہیں غور وفکر کی دعوت دی ہے کہ پکنے کی خوبصورتی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر غور کرواور ان سے لطف حاصل کرو۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے عام طور پر تمام پھلوں کی طرف لیکن خاص طور پر کھجور کی طرف توجہ کرنے کی دعوت دی ہے۔﴿3﴾ غور وفکر کی دعوت اس وقت کے لیے ہے اِذَآ اَثْمَرَ جب وہ پھل لائے وَيَنْعِهٖ اور اس کے پکنے پر یعنی اس کے شگوفے نکلنے اور پک کر پھل کے سرخ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور احسان کو دیکھو۔

سوال5: اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ''بلاشبہ ان چیزوں میں یقیناً نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے آیات الٰہی سے فائدہ اٹھانے کو مومنوں کے ساتھ خاص کیا ہے کیونکہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ایمان لانے سے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کا دل کھل جاتا ہے پھر انسان اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور وفکر کر سکتا ہے۔﴿2﴾ مومنوں کو ان کا ایمان اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں اور ان میں ہی اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور وفکر اور ان سے نتائج نکالنا بھی ہے۔

سوال6: ایمان کی دعوت انسان کے ذہن کا جزو کب بنتی ہے؟

جواب: ایمان کے راستے میں جب انسان آدھا سفر طے کر لیتا ہے پھر یہ دعوت اثر انداز ہوتی ہے اور یہ آدھا سفر سماعت کا ہے ۔جیسے قرآن حکیم میں فرمایا: اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ یقیناً قبول وہ لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ (100)

اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا ہے حالانکہ اس نے اُن کو پیدا کیا اور انہوں نے کچھ جانے بغیر اُس کے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں، وہ پاک ہے اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔(100)

سوال1: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ''اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا ہے حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا اور انہوں نے کچھ جانے بغیر اس کے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں'' انسانوں نے جنات اور فرشتوں کو پوجنا کیسے شروع کر دیا؟

جواب:﴿1﴾ انسانوں کی یہ کمزوری رہی ہے کہ جس چیز میں بھی وہ پُراسراریت دیکھتا ہے اُسے بڑا سمجھ کر اُسے خُدا بنا بیٹھتا ہے پھر اس سے نفع حاصل کرنے کے لئے مدد مانگتا ہے اور اس کی آفتوں سے بچنے کے لئے اس کو پوجتا ہے اسی ذہنیت کے تحت جنوں اور فرشتوں کی پرستش شروع ہوئی حالانکہ ان کے الٰہ نہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے اندر تخلیق کرنے کی صفت موجود نہیں ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ بندوں پر اس کے اتنے احسانات ہیں اس کے باوجود وہ جنوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورفرشتوں کواس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اوران کی عبادت کرتے ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے خلق اورامر میں شریک ٹھہراتے ہیں۔﴿4﴾انہوں نے جعلی طور پر یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے ،یہودیوں نے عزیر کو اللہ کا بیٹا بنایا عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ کواللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا اہل عرب نے فرشتوں کواللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا۔یہ سارے دعوے بغیر علم کے ہیں انہوں نے نہ اپنے آپ کو پیدا کیا نہ دوسروں کو پیدا کرنے پر قادر ہیں۔خالق ہی الٰہ ہوسکتا ہے۔مخلوق الٰہ نہیں ہوسکتی۔

سوال2:سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ''وہ پاک ہے اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے پاک اور بلند ہے اورشرکاء سے بھی پاک اور بری ہے ۔(مختصرابن کثیر:525/1)

﴿2﴾اللہ تعالیٰ ہرصفت کمال سے متصف اور ہرنقص،آفت اورعیب سے منزہ ہے۔(تفسیر سعدی:805/1)

رکوع نمبر:19

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ(101)

آسمانوں اورزمین کا وہی موجد ہے،اس کی کوئی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں! اوراس نے ہرچیز کو پیدا کیا ہے اوروہی ہرچیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔(101)

سوال1:بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''آسمانوں اورزمین کا وہی موجد ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کسی سابقہ نمونے کے بغیر آسمانوں اورزمین کوتخلیق کرنے والا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کوبہترین شکل،مہارت اوربہترین نظام کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔اس کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف کروا کر کیا ثابت کرنا مطلوب ہے؟

جواب۔﴿1﴾اللہ تعالیٰ نئے سرے سے کائنات کو وجود میں لے کرآیا ہے اسے کیا ضرورت کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔﴿2﴾اولاد تو اس کی ضرورت ہے جو کمزور ہو فانی ہو،اسے مدد کی ضرورت ہو وہ تو نئے سرے سے ہرچیز کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس میں کمزوری نہیں،وہ باقی ہے اسے مددگاروں کی ضرورت نہیں پھراس کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے۔

سوال3:اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ''اس کی کوئی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں'' سے کیا ثابت کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے،ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔﴿3﴾دنیا میں اولاد کا ضابطہ یہی ہوتا ہے کہ ایک ہی جنس سے جوڑا ہو پھر اولاد ممکن ہے۔جب کہ جوڑا ہی نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو اولاد کیسے ممکن ہے؟﴿4﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا اور انہوں نے کہا کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں ۔کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے رحمان کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے۔اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے ۔ (مریم:88.95)﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ) ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا۔اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کا حق نہیں تھا۔مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا جیسا کہ میں نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔اس کا گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے حالانکہ میں بے پرواہ ہوں، میرے ہاں نہ کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔کفوا اور کفیئا اور کفاء ہم معنی ہیں۔(بخاری:4975)

سوال4:وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ''اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے''معبود ہونے کے لئے ''خلق''اور ''علم'' کی صفات کا ہونا ضروری ہے کیسے وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اس کی تخلیق میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔﴿3﴾ خالق الٰہ ہو سکتا ہے جس کے اندر خلق کی صفت نہیں وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے جو نہ خود اپنے آپ کو بنا سکا ہو نہ کسی اور چیز کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہو۔﴿4﴾ علم والا ہی الٰہ ہو سکتا ہے۔جو علیم ہے وہ ہر جز و اور کل سے باخبر ہوتا ہے۔اور اپنی خبر کے مطابق وہ کام بناتا ہے۔﴿5﴾ جو الٰہ کامل صفات کا مالک ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنی خدائی میں کسی اور کو شریک کر لے۔﴿6﴾ تخلیق کے بعد ذکر میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسے اپنی مخلوق کا علم ہے اور اس کی مخلوق ایک نظام کے مطابق چل رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔اس نے فرمایا: أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۗ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے۔(ملک :14) أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيمُ اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(یس:81)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (102)

یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ ہر چیز کا خالق ہے،چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو،اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔(102)

سوال1:ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ'' یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ جو تمہارا خالق ہے ،جسے تمہارا بھی علم ہے تمہاری ضروریات کا بھی ،تمہارے حالات کا بھی وہی تمہارا رب ہے وہی تمہاری عبادت اور تمہاری محبت کا حق رکھتا ہے ۔﴿2﴾ جب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اپنی ہر قسم کی عبادت کا رخ اس کی طرف پھیر دو اسی کے لیے عبادت کو خالص کرو اسی کی رضا کو اپنا مقصد بناؤ اس نے فرمایا:وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔(الذاریات:56)

سوال2:ربوبیت کی اہم خصوصیات واضح کریں؟

جواب:ربوبیت کی خصوصیات درج ذیل ہیں ۔﴿1﴾ صاحب اختیار ہونا۔﴿2﴾ تدبیر اور انتظام کرنا۔﴿3﴾ ہدایت دینا۔ ﴿4﴾ بادشاہ ہونا۔﴿5﴾ حکم منوانے کی پوزیشن میں ہونا۔﴿6﴾ ایسا نظام اور دین دینا کہ لوگ اجتماعی طور پر اس پر عمل کریں ۔

سوال3:لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ'' اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے،چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی تمہارا رب جو خالق کائنات ہے اور وہ اس لیے عبادت کے لائق ہے کہ اس کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی اولاد۔اسی کی
عبادت کرو وہ بے مثال خالق ہے۔وہی رزق دیتا ہے اور وہی حفاظت کرتا ہے۔

سوال4:خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ'' وہ ہر چیز کا خالق ہے'' اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا لازمی نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ خالق ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بادشاہ بھی اور مالک بھی ہے،اور مالک ہے تو رازق بھی ہے،اور رزق وہ اپنی ملکیت سے دیتا ہے جس میں کوئی شریک نہیں ہے۔تخلیق،ملکیت اور رزق اللہ تعالیٰ کا ہے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہی رب ہے۔انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

سوال5:فَاعْبُدُوْهُ'' چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو'' اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت کس دلیل کی بنیاد پر دی جارہی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے،وہی مالک ہے،وہی رزق دیتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ رب ہے،تدبیر اور انتظام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے والا بادشاہ ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ ہرکام بنانے والا ہے۔﴿4﴾انسان کے لئے اللہ ہی کی ذات سب سے بڑا سہارا ہے اس لئے انسان کو اللہ کی غلامی کرنی چاہیے۔

سوال6:وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ''اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ اپنی ہر تخلیق کا نگہبان اور حفاظت کرنے والا ہے، ان سب کو رزق دیتا ہے، ان کی خوراک مہیا کرتا ہے، ان کے لیے تدبیر اور انتظام کرتا ہے اور اپنی قدرت سے ہر طرح کا اختیار استعمال کرتا ہے وہ ہر چیز پر ''وکیل'' نگہبان ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (103)

نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(103)

سوال1:لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ''نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾انسان کی نگاہیں رب کو نہیں پاسکتیں۔ایک فانی وجود کے لیے ممکن بھی نہیں کہ وہ ازلی وابدی ذات کا ادراک کر سکے۔اسے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔﴿2﴾انسان نگاہوں سے رب کی نشانیاں پاسکتا ہے اس لئے اسے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ محسوس صورت میں نظر نہیں آسکتا۔﴿3﴾اس کی عظمت اور اس کے جلال وکمال کی بنا پر نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اگرچہ آخرت میں اس کو دیکھ سکیں گی اور اس کے چہرہ مکرم کے نظارے سے خوش ہوں گی پس ادراک کی نفی سے رویئت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ مفہوم مخالف کی بنا پر رویئت کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ ادراک، جو کہ رویئت کا ایک خاص وصف ہے کی نفی رویئت کے اثبات پر دلالت کرتی ہے۔﴿4﴾مقصود بندوں کو خوف دلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگرچہ ظاہری نگاہیں نہیں دیکھ رہی ہیں، لیکن وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔اس لئے اس کی گرفت سے بچ کر رہنا چاہیے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اہل دنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی دنیاوی وجود رکھنے والے شخص کو اس کا بیٹا قرار دیا جائے؟! آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔(تیسیر الرحمٰن:423/1)﴿5﴾سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ایمان والوں کی ماں! کیا نبی ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا تھا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے کیا تم ان تین باتوں سے بھی ناواقف ہو؟ جو شخص بھی تم میں سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے جو شخص یہ کہتا ہو کہ نبی ﷺ نے شب معراج میں اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے۔پھر انہوں نے آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے لے کر من ورآء حجاب تک کی تلاوت کی اور کہا کہ کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ سے بات کرے سوا اس کے کہ وحی کے ذریعہ ہو یا پھر پردے کے پیچھے سے ہو اور جو شخص تم سے کہے کہ نبی ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے وہ بھی جھوٹا ہے۔اس کے لیے انہوں نے آیت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَاتَکْسِبُ غَدًا یعنی ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔کی تلاوت فرمائی۔اور جو شخص تم میں سے کہے کہ نبی ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی وہ بھی جھوٹا ہے۔پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی یٰٓاَیُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ یعنی اے رسول! پہنچا دیجئے وہ سب کچھ جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا ہے۔ہاں نبی ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا تھا۔(صحیح بخاری:4855)﴿6﴾ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ باتیں فرمائیں کہ اللہ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی شان ہے۔میزان اعمال کو جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے اور اس کا حجاب آگ ہے۔اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی شعائیں جہاں تک اس کی نگاہیں پہنچتی ہیں مخلوق کو جلا دیں۔(صحیح مسلم :445)﴿7﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔(زیادتی نور کی وجہ سے)''(صحیح مسلم:443)﴿8﴾ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ بعض چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔(القیامہ:22,23)﴿9﴾ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ جو نعمتیں جنت میں مل چکی ہیں ان سے زائد اور کچھ چاہیے تو بتلاؤ کہ ہم وہ بھی دے دیں، یہ لوگ عرض کریں گے، یا اللہ آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات دی، جنت میں داخل فرمایا، اس سے زیادہ ہم اور کیا چاہیں؟ اس وقت حجاب درمیان سے اٹھا دیا جائے گا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی اور جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر یہ نعمت ہوگی، یہ حدیث صحیح مسلم میں سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

سوال2: وَهُوَیُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ''اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے'' وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ انسان کو دیکھتا ہے کہ وہ بصیرت کی آنکھ سے دیکھ کر رب کو ماننے پر راضی ہے یا نہیں؟ وہ باریک بین ہے جس کے بارے میں اس کی نگاہیں پالیتی ہیں کہ وہ بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے اسی کو وہ جنتوں جیسی نعمتیں عطا کرتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو ہر ظاہر اور باطن کا علم رکھتا ہے۔جہری اور خفیہ آوازوں کو سنتا ہے اس کی بصارت سے کچھ بھی اوجھل نہیں ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لیے کیسی نگاہوں کی ضرورت ہے؟

جواب: بصیرت کی آنکھ ہی اللہ تعالیٰ کو پا سکتی ہے جو بصارت سے دیکھنا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے سے محروم رہتا ہے۔

سوال4: وَهُوَاللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ''اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ الطیف ہے۔وہ باریک بیں ہے اس کا لطف وکرم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی طرف آنے کا راستہ دکھاتا ہے اور ہمیشہ کی جنت میں پہنچاتا ہے۔بسا اوقات وہ اپنے بندوں پر ایسے حالات مقدر کر دیتا ہے جنہیں وہ ناپسند کرتے ہیں اور ان کو دور کرنے کے لیے دعائیں کرتے ہیں مگر وہ رب کریم جانتا ہے کہ ان کے کمال کے لیے کیسے حالات اور معاملات ان کے لیے درست ہیں اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا اور وہ نہایت باریک بیں،خوب باخبر ہے(الملک:14)وہ لطیف وکریم مومنوں کے ساتھ بے حد رحیم ہے۔یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ اے میرے چھوٹے بیٹے!اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو،پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں،پوری خبر رکھنے والا ہے۔(لقمان:16)﴿2﴾اللہ تعالیٰ خبیر ہے اس نے اپنے بندوں کر خبردار کیا ہے کہ ان کی ہدایت اور گمراہی ان کی اپنی ذات کے لیے ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ (104)

یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز دلیلیں آ گئی ہیں،چنانچہ جو بینائی سے کام لے گا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لیے ہے اور جو اندھا رہا تو وہ بھی اُسی پر ہے اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں ہوں۔(104)

سوال1:قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ’’یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز دلیلیں آ گئی ہیں‘‘بصائر سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾بصائر سے مراد کتاب وسنت کے دلائل ہیں۔(مختصر ابن کثیر:527/1)﴿2﴾یہاں بصیرت سے مراد وہ دلائل اور نشانیاں ہیں جنہیں اللہ نے قرآن کریم میں اور رسول ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:423,424/1)﴿3﴾بصیرت یعنی اللہ تعالیٰ کا علم(قرآن)انسان کو ہدایت دیتا ہے،راہ نمائی کرتا ہے۔﴿4﴾جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آرہا ہے وہی بصیرت کی روشنی ہے۔﴿5﴾یعنی تمہارے پاس حق واضح کرنے والی آیات آ گئی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان آیات کے ذریعے اپنے بندوں کی تربیت فرماتے ہیں۔

سوال2:فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ’’چنانچہ جو بینائی سے کام لے گا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لیے ہے‘‘کی وضاحت کریں؟

جواب:جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی،وحی کی روشنی کو کھلی آنکھوں سے دیکھے گا اس کا علم حاصل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا۔

سوال3:وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ’’اور جو اندھا رہا تو وہ بھی اُسی پر ہے‘‘روشنی ہوتے ہوئے اندھا کون بنا رہتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ جووحی کی روشنی سے آنکھیں بند کرلے اوراللہ تعالیٰ کی راہ نمائی دیکھناہی نہ چاہے وہی محروم ہے۔﴿2﴾ جوغوروفکرنہ کرے وہ نہ اس کی اطاعت کرتاہے نہ اس کے سامنے جھکتاہے۔﴿3﴾ اندھے پن کا نقصان اسی کے لیے ہے جواندھابنارہااوراس نے غوروفکرنہ کیارب العزت نے فرمایا: اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِہَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ۚ فَاِنَّہَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَلٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(الحج:46)﴿4﴾ مَنِ اہۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَہۡتَدِیۡ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡہَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ وَ مَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔(بنی اسرائیل:15)

سوال:4وَمَآ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِحَفِیۡظٍ ''اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا آپ ﷺ انہیں بتادیں کہ میں تمہارے اعمال پر نگران نہیں ہوں۔﴿2﴾ میں تم پر نگران نہیں ہوں سے مراد یہ ہے کہ نظریں عطا کرکے، بصیرت کی روشنی، قرآن کا علم دے کر اگر اب بھی کوئی آنکھیں بند کرتا ہے تو تمہاری بصیرت کی مزید نگرانی اب جبر کے دائرے میں آتی ہے اختیار کے دائرے میں نہیں اس لئے میں تم پر نگران نہیں ہوں۔﴿3﴾ میرا فرض وحی کو پہنچانا تھا سو میں نے پہنچادیا اس کے بعد جو کچھ ہے اس پر میں نگران نہیں ہوں۔

وَ کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الۡاٰیٰتِ وَ لِیَقُوۡلُوۡا دَرَسۡتَ وَ لِنُبَیِّنَہٗ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ(105)

اوراسی طرح ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں اورتا کہ وہ کہیں کہ تم نے پڑھ رکھاہے اورتا کہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کردیں جوعلم رکھتے ہیں۔(105)

سوال1:وَ کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الۡاٰیٰتِ وَ لِیَقُوۡلُوۡا دَرَسۡتَ وَ لِنُبَیِّنَہٗ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ''اوراسی طرح ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں اورتا کہ وہ کہیں کہ تم نے پڑھ رکھاہے اورتا کہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کردیں جوعلم رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف طریقوں سے دلیلیں کیوں پیش کی جاتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ وَ کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الۡاٰیٰتِ ''اوراسی طرح ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں'' جولوگ سچائی کی تلاش میں ہیں اُن کے لئے یہ دلائل، یہ آیات ایمان لانے کا سبب بن جاتیں۔﴿2﴾ جولوگ ہدایت نہیں چاہتے جواللہ کی آیات کوکوئی قابل لحاظ چیز نہیں سمجھتے، جواس کے لئے سنجیدہ نہیں وہ پکاراُٹھیں ''تم نے بات ہم تک پہنچادی''۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ ''اورتا کہ وہ کہیں کہ تم نے پڑھ رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی تم نے علم حاصل کیا ہے اور پڑھا اور کوئی چیز آپ کی طرف وحی نہیں کی گئی۔(ایسر التفاسیر)﴿2﴾اہل مکہ گمان کرتے تھے کہ نبی ﷺ کو جبر اور یسار دو نصرانی غلام سکھاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی وضاحت فرمائی ہے

۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ اور ہم جانتے ہیں کہ یقیناً وہ کہتے ہیں کہ بے شک اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے جس آدمی کی طرف وہ غلط منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے۔(النحل:103)سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ جلد ہی میں اسے دوزخ میں داخل کروں گا اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے(المدثر:26,27)وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا انہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اسنے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے یقیناً وہ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(الفرقان:4,6)

سوال3:وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ''اورتا کہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کر دیں جو علم رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی ہم ان لوگوں پر حق واضح کر دیں جو اس کا علم رکھتے ہیں کیونکہ جاہل قرآن حکیم کی آیات کو نہ سمجھتے ہیں نہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔(تفسیر منیر)

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (106)

آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جارہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔(106)

سوال1:اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ '' آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جارہی ہے'' حق کی دعوت کے نتیجے میں دو گروہوں میں بٹنے والے لوگوں کے لئے کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

جواب:﴿1﴾آپ ﷺ اور ایمان والوں سے کہا گیا کہ آپ وحی کی پیروی کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ وحی حق ہے اور اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔﴿2﴾مشرکین کو ایک طرف چھوڑ دیں اور ان سے اعراض کریں۔

سوال2:اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ '' آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ پر وحی کی جارہی ہے'' وحی کی پیروی کرنے سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾وحی کی پیروی سے مرادوحی کی ہدایات کی پیروی ہے۔﴿2﴾اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے سپردکرنے والا ہی ہر ہدایت پرعمل کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔اس اعتبار سے وحی کی پیروی سے مرادسپردگی ہے کہ اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے حوالے کردو۔﴿3﴾وحی کی پیروی سے مراد یہ ہے کہ اپنی زندگی وحی کے مطابق ڈھالنے کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی زندگی اس کے مطابق درست کریں۔

سوال3:لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ'' اس کے سوا کوئی معبودنہیں'' سے یہاں کیا سمجھنا مطلوب ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہونے کا حق نہیں رکھتا اس لیے آپ پرلازم ہے کہ اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی معبودنہیں وہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے اوررات کوسکون بنانے والا اورسورج اور چاند کواپنے حساب سے چلانے والا ہے۔(جامع البیان:323/7)

سوال4:وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ'' اورآپ مشرکوں سے کنارہ کشی اختیار کریں''مشرکین سے منہ موڑنے کے لئے کیوں کہا گیا؟

جواب:﴿1﴾مشرک دعوت حق کا انکارکرتے ہیں اوراپنے انکارکوثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی باتیں نکالتے ہیں۔ایسے موقع پر دعوت دینے والے کے دل میں خیال آتا ہے کہ وہ دعوت کا انداز بدل دے تاکہ وہ دعوت ان لوگوں کے لئے قابل قبول بن جائے اس طرح اصل دعوت بدل جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے دعوت کے انداز بدلنے کی بجائے حکم یہ دیا ہے کہ ان سے تعلقات ہی بدل ڈالو۔ان سے منہ موڑلو۔﴿2﴾مشرکوں کوبس معاف کردواوران کی ایذا برداشت کرلو۔عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بعد میں یہ حکم اس آیت سے منسوخ کردیا گیا اقتلوا المشرکین۔۔۔۔۔(جامع البیان 323/7:)

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (107)

اوراگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ شرک نہ کرتے اورہم نے آپ کوان پرنگہبان نہیں بنایااورنہ ہی آپ اُن پرکوئی نگہبان ہیں۔(107)

سوال1:وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا'' اوراگراللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ شرک نہ کرتے''مشرکین کوراہ راست پرلانے کے لئے دعوت دینے والے کوکیا سمجھایا گیا؟

جواب:﴿1﴾اگراللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔﴿2﴾تمہیں مشرکوں پرنگران نہیں بنایا گیا۔﴿3﴾تمہیں مشرکوں پرمختار نہیں بنایا گیا۔﴿4﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اگراللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کوہدایت کے لیے جمع کردیتا۔(جامع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

البیان:323/7)﴿5﴾ شرک بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

سوال2:وَمَاجَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ''اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:مشرکوں ہی کی فکر کرتے رہنا داعی کے لئے مناسب نہیں اسی لئے اعراض کا حکم دیا گیا۔﴿1﴾ایک دعوت دینے والا جب اپنی سرگرمیوں کو انحراف کرنے والوں کے لئے وقف کر دیتا ہے تو وہ یہ بھول جاتا ہے کہ دعوت کے لئے ان کے دل نہیں کھلے۔اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے پاس ان لوگوں کے لئے وقت

نہیں بچتا جو ایمان لاتے ہیں یا پھر کم رہ جاتا ہے اس لئے اعراض کا حکم دیا گیا۔﴿2﴾یعنی آپ کو ان کے اعمال کے لیے نگران نہیں بنایا گیا کہ آپ انہیں ان کے جرائم پر پکڑیں۔(الاساس:1738/3)﴿3﴾ہم نے آپ کو لوگوں کے اقوال وافعال،ان کی روزیوں اور دیگر کاموں پر نگران نہیں بنایا۔آپ کے ذمے تبلیغ ہے۔فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۙ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ پس آپ نصیحت کریں یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔(الغاشیہ:21,22)وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھالیں تو بلاشبہ آپ کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔(الرعد:40)

سوال3:وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ''اور نہ ہی آپ اُن پر کوئی نگہبان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی آپ ان کے رزق پر نگران نہیں ہو اور نہ ایسے امور کے جن کی حفاظت کے لیے آپ کو مامور نہیں کیا گیا۔(جامع البیان:323/7)﴿2﴾لوگوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے آپ ان کے امور کا پیچھا کرنے کے لیے نگران نہیں ہو۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا البتہ بندوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ انسانوں کے اعمال واقوال کا ریکارڈ رکھتے،اور نہ ہی وہ ان کی روزی اور دیگر امور کے ذمہ دار تھے ان کا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دینا تھا،سوانہوں نے بدرجہ اتم انجام دیا۔(تیسیر الرحمٰن:424,425/1)

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(108)

اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ بھی بغیر علم کے حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے اسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح ہم نے ہر گروہ کے لئے اس کا عمل خوش نما بنا دیا ہے، پھر انہیں اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے تو وہ اُنہیں بتا دے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔(108)

سوال1: وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں اُنہیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ بھی بغیر علم کے حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہیں گے'' اس بات سے کیوں روکا گیا کہ مشرکوں کے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہو؟

جواب: ﴿1﴾ دعوت کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑا جائے جس وقت ایک داعی بدکلامی کرتا ہے تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ مشتعل ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کو برا بھلا کہتے ہیں اور دعوت اور قبولیت کا معاملہ بیچ میں ہی رہ جاتا ہے اس لئے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ﴿2﴾ اس آیت کریمہ میں مومنوں کو اللہ کے ساتھ غایت تأدب کی تعلیم دی گئی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:425/1) ﴿3﴾ وہ ظلم وزیادتی سے بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے جلال وکمال کو جانتے تو گالی نہ دیتے۔(ایسر التفاسیر:414)

سوال2: كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ''اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے لئے اس کا عمل خوش نما بنا دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ہر شخص جو عمل کرتا ہے اسے اچھا سمجھ کر کرتا ہے۔ اگر وہ اچھا عمل کرتا ہے تو اسے بھی اچھا سمجھتا ہے اور بُرا عمل کرتا ہے تو اسے بھی اچھا سمجھتا ہے کیونکہ وہ سارے اعمال کو دنیا تک ہی محدود سمجھ لیتا ہے اس لئے یہ رائے قائم کرنی آسان ہو جاتی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہر امت کے خیر وشر کو ان کے لیے مزین کر دیتے ہیں۔

سوال3: ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ''پھر انہیں اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے تو وہ اُنہیں بتا دے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اُن کے اعمال کے بارے میں متنبہ کیا ہے کہ ان اعمال کو دنیا کا معاملہ نہ سمجھو لوٹ کر رب کے پاس جانا ہے پھر وہ تمہیں بتائے تاکہ تم کیسے عمل کرتے تھے۔؟ اس لئے کل آنے سے پہلے آج ہی فکر کر لو کیسا عمل کر رہے ہو۔ عمل کر رہے ہو۔

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا یُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ(109)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگران کے پاس کوئی نشانی آئے گی تو وہ ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے آپ کہہ دیں یقیناً نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب نشانیاں آجائیں گی تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔(109)

سوال1:وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا'' اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگران کے پاس کوئی نشانی آئے گی تو وہ ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے مشرک قسمیں کھاتے تھے کہ اگر محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والی نشانی آگئی تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔﴿2﴾ وہ ایمان لانے کے لیے یہ بات نہیں کہتے تھے۔ان کا مقصد تو آیات کو، ہدایت کو ٹھکرانا تھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے معجزات اور دلائل سے آپ ﷺ کی تائید فرمائی لیکن معجزات آنے کے بعد لوگ ایمان نہیں لایا کرتے۔

سوال2: جوانسان دلیل سے نہیں مانتا وہ نشانیوں اور معجزات پر ایمان لانے کی یقین دہانی کیوں کرواتا ہے؟

جواب: دلیل سے نہ ماننے والے کے پاس اپنے دین پر برقرار رہنے کے لئے آخری ہتھیار یہی ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ لے آؤ تو مان لیں گے۔یہ بات ماننے کے لئے نہیں انکار کے جواز کے لئے کی جاتی ہے کہ نہ معجزات آئیں کہ ہمیں دعوت دی جائے۔

سوال3:انسان دلیل سے کب نہیں مانتے؟

جواب:﴿1﴾ انسان دلیل کی بات اس لئے نہیں مانتے جب وہ بات کو صحیح رُخ سے دیکھنے کی بجائے اسے الٹے رخ سے دیکھتے ہیں۔﴿2﴾ انسان اس وقت دلیل کی بات نہیں مانتا جب وہ دلیل کو رد کرنے کے لئے کچھ الفاظ پالیتا ہے۔

سوال4:قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ'' آپ کہہ دیں یقیناً نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں'' یہ کہ کر کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ معجزات بھیجنا یا نہ بھیجنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔﴿2﴾ معجزات بھیجنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ کہ کر توجہ دلائی گئی ہے کہ داعی کا کام معجزات کے ذریعے سے حق کی دعوت دینا نہیں ہے بلکہ دلیل کے ذریعے مدعو کو قائل کرنا ہے اس لئے داعی کو اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے۔

سوال5:وَمَا یُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ'' اورتمہیں کیا خبر کہ جب نشانیاں آجائیں گی تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے'' وضاحت کریں۔

جواب: وہ دل جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کائنات کے نشانات سے حق کو تسلیم نہیں کرتا اور اپنے رب کی طرف دوڑ کر نہیں آتا وہ لاعلاج ہے۔ایسے دلوں کے بارے میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے وہ یوں ہی اپنی سرکشی میں غرق رہیں، یہ ان کے جھٹلانے کا بدلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ لوگ معجزات آنے کے بعد ایمان لانے والے بنیں

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ(110)

اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔(110)

سوال1: وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ '' اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جب ان پر حجت قائم ہوگئی اور وہ ایمان نہیں لائے تو ہم انہیں عذاب دیں گے اور ان کے دلوں کو حق سے پھیر کر خود ان کے اور ایمان کے درمیان حائل ہو جائیں گے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نہیں دیں گے۔

سوال2: وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ '' اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے'' اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں کو سرکشی میں بھڑکتا ہوا کیوں چھوڑ دیتے ہیں۔؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ سرکشی کی نفسیات رکھتے ہیں ہر حال میں اپنے آپ کو اونچا کر کے رکھنا چاہتے ہیں جب کہ دعوت دینے والا ابتدا میں جب حق کا پیغام دیتا ہے تو اپنے ماحول میں اجنبی ہوتا ہے۔ اس کا ساتھ دینا دراصل اپنے آپ کو اس مقام اور مرتبے سے گزارنا ہے اس لئے سرکشی کی نفسیات رکھنے والے لوگ اس کو قبول نہیں کر پاتے۔ اللہ تعالیٰ اس کیفیت کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ ان کا انکار نہیں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی سرکشی کے سپرد کر دیے جائیں اور کبھی حق قبول نہ کر پائیں۔ ﴿2﴾ جب انسان ہر بات کو صحیح رخ سے دیکھنے کی بجائے غلط رخ سے دیکھتا ہے تو انکار کے لیے راستہ نکال لیتا ہے یہ راستہ دلوں کے پھرنے اور نگاہوں کے پھر جانے کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابتدا انسان کی طرف سے ہوتی ہے وہ دل سے پھرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل کو حق سے پھیر دیتے ہیں۔ وہ نگاہیں ہٹا دینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نگاہوں کو پھیر دیتے ہیں پھر لوگ اسی طرح ایمان نہیں لاتے جیسے پہلی بار ایمان نہیں لاتے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

ولو اننا 8



سوال و جواب کی صورت میں

قُرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ''قرآنًا عَجَبًا'' [پارہ 8]
مؤلفہ : نگہت ہاشمی
طبع اوّل : جنوری 2009
طبع دوم : جنوری 2015
تعداد : 1000
ناشر : النور پبلیکیشنز
لاہور : 102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن، بلاک 2، کراچی
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ
النور کی پروڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: 0336-4033045 / 042-35748737
ای میل : Productsalnoor@gmail.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Alnoor international
Nighat Hashmi
Alnoor products

فہرست

ابتدائیہ

رکوع ❖ 1 — 9

رکوع ❖ 2 — 26

رکوع ❖ 3 — 48

رکوع ❖ 4 — 64

رکوع ❖ 5 — 74

رکوع ❖ 6 — 86

رکوع ❖ 7 — 100

رکوع ❖ 8 — 123

رکوع ❖ 9 — 135

رکوع ❖ 10 — 153

رکوع ❖ 11 — 167

رکوع ❖ 12 — 178

رکوع ❖ 13 — 193

رکوع ❖ 14 — 203

رکوع ❖ 15 — 221

رکوع ❖ 16 — 228

رکوع ❖ 17 — 238

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ ،وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا،وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَھَادِیَ لَہٗ،وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ مُحَمّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟

پھر اگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے:

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اٹھا کر جواب دیتے ہیں: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔ پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی۔ (البلد:16-12)

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا: **وَعَنِ ابنِ مسعودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :فقال رَسُولُ اللہ ﷺ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ اِلَيهِ مِنْ مَّالِهِ ؟ قالوا : يَارَسُولَ اللہِ ما مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهُ اَحَبُّ اليه قَال : فَان مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهِ مَا اَخَّرَ ۔**

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (صحیح بخاری:6442)

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آجائیں تو انسان رک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کی صورت میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں قرآناً عجباً کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اٹھایا گیا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔

اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدا ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ انہوں نے کہا: ''آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اُس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

میں ان سب افراد کی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر:1

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ(111)

اور اگر ہم واقعتاً ان پر فرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ان کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں۔(111)

سوال 1: وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ''اور اگر ہم واقعتاً ان پر فرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ان کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں اگرچہ معجزات دیکھ لیں یا فرشتوں کو رسالت کی تصدیق کرتے دیکھ لیں یا مردے ان سے باتیں کرنے لگیں یا خود انہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا جائے۔ ﴿2﴾ مشرکوں کو جواب دیا گیا ہے جو کہتے تھے اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں۔(بنی اسرائیل:92) ﴿3﴾ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا قبلا قبیل کی جمع ہے یعنی عذاب کی قسمیں قبیل ایک ایک قسم (بخاری کتاب التفسیر) ﴿4﴾ مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اگر ان کے سامنے ہم ہر چیز زندہ کر دیتے اور وہ ان کے ساتھ باتیں کرتے اور اس چیز کی تصدیق کرتے جسے رسول لے کر آیا ہے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ان کے ایمان لانے کی نہ ہو۔ ﴿5﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ''مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے'' اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وہ اہل سعادت میں سے ہوتے تو وہ ایمان لے آتے۔(جامع البیان:3/8) ﴿6﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق ومصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے، پھر وہ چالیس دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے، وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم ہوتا ہے، ایک تو اس کی روزی لکھنا (یعنی محتاج ہوگا یا مال دار)، دوسرے اس کی عمر لکھنا (کہ کتنا عرصہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زندہ رہے گا)،تیسرے اس کا عمل لکھنا(کہ کیا کیا کرے گا)اورآخری بات یہ لکھنا کہ نیک بخت(جنتی)ہوگا یابدبخت (جہنمی)ہوگا۔پس میں قسم کھاتا ہوں اس کی کہ جس کے سوا کوئی معبودنہیں ہے!بے شک تم لوگوں میں سے کوئی اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور بہشت میں بالشت بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے،پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے، پس وہ دوزخیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے،اور کوئی آدمی عمر بھر دوزخیوں والے کام کیا کرتا ہے، یہاں تک کہ دوزخ میں اور اس میں سوائے ایک بالشت برابر کے کچھ فرق نہیں رہتا کہ تقدیر کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے،پس وہ بہشتیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور پھر بہشت میں چلا جاتا ہے۔(بخاری:3332)

سوال2:ایمان لانے یا کفر کرنے،ہدایت کا راستہ اختیار کرنے یا گمراہ ہونے کا دارومدار کن چیزوں پر نہیں ہوتا؟

جواب:﴿1﴾ حق کو قبول کر کے ایمان لانے،یا کفر کرنے،ہدایت کا راستہ اختیار کرنے یا گمراہ ہونے کا دارومدار بیرونی عوامل پر نہیں ہوتا۔﴿2﴾ ایمان کا دارومدار معجزات پر نہیں ہوتا کہ انسان اپنی آنکھوں سے فرشتے اترتے دیکھے یا مردے کلام کرنے لگیں یا مافوق الفطری چیزیں اکٹھی کر دی جائیں تو انسان ایمان لے آئے۔یہ حالات عقل کو عاجز کرنے والے ہوتے ہیں لیکن دل کا علاج کرنے والے،دل میں گنجائش بنانے والے نہیں ہوتے۔﴿3﴾ انسان کی ہدایت اور گمراہی،اس کے ایمان اور کفر کا انحصار صرف دلائل پر بھی نہیں ہوتا۔

سوال3:ایمان اور کفر،ہدایت اور گمراہی کا دارومدار کس چیز پر ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ ایمان اور کفر،ہدایت اور گمراہی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہوتا ہے۔ایک انسان اگر حق کی طرف رغبت رکھے اور توجہ کرے اور اس کے لیے کوشش کرے تو چاہے اسے معلوم نہ ہو کہ ہدایت کہاں ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کی راہ نمائی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے توفیق مل جاتی ہے اور انسان ہدایت کے راستے پر آجاتا ہے۔جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے نفرت کرے اور ہدایت کے راستے پر آنے سے منہ موڑے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت اسے راہ حق سے دور پھینک دیتی ہے۔﴿2﴾ ہدایت اور گمراہی،ایمان اور کفر دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔﴿3﴾ ہدایت اور گمراہی،ایمان اور کفر کا تعلق انسان کے دل سے ہوتا ہے مگر انسان کا دل بیمار ہو تو قبولیت حق کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے اس لیے دل کے علاج کی ضرورت ہے۔

سوال4:وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ''لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اکثر لوگ نادان ہیں جانتے ہی نہیں کہ ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملتی ہے خلاف عادت نشانیوں کے ظہور سے نہیں۔(تیسیر الرحمٰن:427/1)﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت،اس کی تدبیر اور اس کی حکمت سے جاہل ہیں۔ (ایسر التفاسیر:415)﴿3﴾ عقل اور علم کا تقاضا تو یہ ہے کہ بندے کا مطلوب ومقصود اتباع حق ہو اور وہ اسے ان طریقوں سے تلاش کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے،حق پر عمل کرے اور اس کی اتباع میں اپنے رب کی مدد طلب کرے۔اپنے نفس اور اپنی قوت اختیار پر بھروسہ نہ کرے اور ان آیات ومعجزات کا مطالبہ نہ کرے جن کا کوئی فائدہ نہیں۔(تفسیر سعدی:811/1)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ(112)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔(112)

سوال1:وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے جس طرح ہم نے آپ کے دشمن بنا دیئے جو آپ کی دعوت کو ٹھکراتے ہیں اور آپ سے حسد کرتے ہیں تو یہ ہماری سنت ہے،ہم ہر نبی کے جس کو ہم مخلوق کی طرف مبعوث کرتے ہیں،جنوں اور انسانوں میں سے دشمن مقرر کر دیتے ہیں اور وہ ان تمام امور کی مخالفت کرتے ہیں جسے رسول لے کر آئے ہیں۔(تفسیر سعدی:811/1)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ہر نبی کے مقابلے میں شیاطین انسان اور جن مخالفت اور دشمنی کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے اور تقدیر سے جنوں اور انسانوں میں سے دشمن بنایا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اس دنیا میں حق اور باطل کے درمیان جنگ جاری رہے جس میں ایک جانب رسول ہوں جن کے ساتھ سچائی ہو اور دوسری جانب انسان اور جن شیاطین ہوں جن کے ساتھ فریب دھوکہ اور باطل ہو۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ یہ کشمکش برپا کر کے انسانوں کے اندر کے رجحانات کو سامنے لانا چاہتے ہیں تاکہ کھوٹے اور کھرے لوگ الگ ہو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائیں اورتا کہ ہرایک کواپنی چاہت کے لئے کوشش کا میدان مل جائے اوراس طرح امتحان کا مقصد پورا ہوجائے اورانسانوں کے حق میں یا خلاف فیصلے کئے جاسکیں۔

سوال2: شیطان انسانوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جوحق کوشکست دینے کے لئے لیڈرشپ کا کردارادا کرتے ہیں۔

سوال3: جنوں کے شیطان اورانسانوں کے شیطان کیسے ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جنوں کے شیطان اورانسانوں کے شیطان ایک جیسے ہوتے ہیں دونوں سرکش ہوتے ہیں، گمراہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ کو یہ تسلی دی گئی کہ آپ ﷺ غم نہ کریں آپ ﷺ کے ساتھ جو دشمنی اور مخالفت کا معاملہ کیا جارہا ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں ہرقوم اپنے نبی ﷺ کے ساتھ یہی معاملہ کرتی چلی آئی ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اُس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں۔ (الانعام:34) (مختصر ابن کثیر:53/1) ﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لیے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے۔ (الفرقان:31)

سوال4: يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ''جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں'' شیطان انسان اور جن خوش آئند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر کیسے القاء کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ شیاطین باطل کو لوگوں کے سامنے مزین کر کے پیش کرتے ہیں تا کہ احمق لوگ ان سے دھوکہ کھا جائیں اور سادہ لوح لوگ ان کی اطاعت کریں۔ ﴿2﴾ شیاطین کی ملمع کی ہوئی باتوں کی وجہ سے لوگ حقائق کو نہیں سمجھتے، انہیں خوب صورت الفاظ اچھے لگتے ہیں۔ اس طرح وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتے ہیں۔ ﴿3﴾ شیاطین انسان اور جن رسولوں سے دشمنی کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ﴿4﴾ شیطان انسان اور جن دل فریب باتیں لوگوں پر القاء کرتے ہیں۔ لوگ ان باتوں کی طرف شوق سے توجہ دیتے ہیں جو ہدایت سے دور لے جانے والی ہوں یوں زمین میں فساد اور گمراہی پھیلاتے ہیں۔ ﴿5﴾ شیاطین انسان اور جن ایسے خوش نما الفاظ بولتے ہیں جو لوگوں کو دلیل معلوم ہوتے ہیں جن سے متاثر ہو کر وہ حق کا ساتھ چھوڑ دیتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں۔ یہ صورت حال قیامت تک باقی رہے گی۔﴿6﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے: تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا، پھر ان میں ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی۔ شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے: ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے)۔''اعمش نے کہا: میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا:''وہ اسے اپنے سے چمٹالیتا ہے۔''(صحیح مسلم:7106)

سوال5: جنوں اور انسانوں کے شیاطین کے کام کی نوعیت کیسی ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ جنوں اور انسانوں کے شیاطین کے کام کی نوعیت ایک جیسی ہوتی ہے، ایک دوسرے کو دھوکا اور فریب دیتے ہیں، گمراہ کرتے ہیں۔﴿2﴾ یہ انبیاء کے دشمن ہوتے ہیں، انبیاء کی پیروی کرنے والوں کو تکلیفیں دیتے ہیں۔ اللہ تعالی ان کے ذریعے اپنے دوستوں کو آزماتا ہے۔

سوال6: شیطان انسانوں اور جنوں کے دھوکے سے بچنے کے لئے مومن کیا کرسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ مومن سچے اور بے بنیاد دلائل میں فرق کرے۔﴿2﴾ وہ دلیل اور شوشے میں فرق کرے۔﴿3﴾ وہ بے بنیاد دلائل اور شوشوں کو رد کردے۔﴿4﴾ وہ سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لے تو دھوکے سے بچ سکتا ہے۔﴿5﴾ وہ اپنے رب کی پناہ لے لے۔﴿6﴾ وہ سچا علم حاصل کرلے۔ سچی دلیل سے بودی دلیل کھل جائے گی۔﴿7﴾ وہ سچے لوگوں کے ساتھ شامل ہوجائے۔﴿8﴾ وہ دوسرے انسانوں کو بچانے کے لئے نیکی کی دعوت دے۔

سوال7: جنوں اور انسانوں کے شیاطین کے دھوکے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: شیاطین، جنوں اور انسانوں کے دھوکے کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان کے پاس کوئی ذاتی قوت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود وقیود میں کام کرتے ہیں۔ قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔

سوال8: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو شیاطین جن اور انسان ہدایت کے راستے کی مخالفت نہ کرتے، دوسرے لوگوں کو گمراہ نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ،انبیاءاوران کے پیروکاروں کواذیت نہ دیتے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کوآزمائے تاکہ وہ دیکھ لے کہ کون صبر کرتا ہے،کون ثابت قدم رہتا ہے،کون سچائی کا ساتھ دیتا ہےاورکون خوشی اورغمی میں،خوشحالی اور بدحالی میں اللہ تعالیٰ کےعہد پرقائم رہتا ہے؟﴿3﴾یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ حق اور باطل دشمنی کے اس پروگرام کوشروع ہی نہ کرتالیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کوصاف کرناچاہتے ہیں اورآزمائش میں کامیاب ہونے پرمخالفت ختم ہوجاتی ہےاوردشمن کمزورہوجاتے ہیں۔

وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ(113)

اورتاکہ اس(جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جوآخرت پرایمان نہیں رکھتے اورتاکہ وہ اسے پسند کریں اورتاکہ وہ بھی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔(113)

سوال1:وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ’’اورتاکہ اس(جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جوآخرت پرایمان نہیں رکھتے اورتاکہ وہ اسے پسند کریں اورتاکہ وہ بھی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ’’اورتاکہ اس(جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے‘‘تاکہ ان کے دل اس جھوٹ کی طرف مائل ہوں ۔﴿2﴾وَلِيَرْضَوْهُ ’’اورتاکہ وہ اسے پسندکریں‘‘یعنی شیاطین کی تزئین ،وہ اس مزین کلام کوسنیں انہیں پسند آجائے۔یعنی وہ ایک دوسرے کوان باطل امورکوسجاکراورمزین کرکے پیش کرتے ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں اوروہ اس کی تعبیرات کوآراستہ کرکے بہترین اسلوب میں پیش کرتے ہیں تاکہ بے وقوف اس سے دھوکہ کھاجائیں اورسیدھے سادھے لوگ ان کے سامنے سراطاعت خم کردیں جوحقائق کافہم رکھتے ہیں نہ معانی کوسمجھتے ہیں، بلکہ خوبصورت الفاظ اورملمع سازی ان کواچھی لگتی ہے،پس وہ حق کوباطل اورباطل کوحق سمجھنے لگتے ہیں۔(تفسیرسعدی:812/1)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی دشمنی،گمراہی پھیلانے اوراپنی باتوں سے دھوکہ دینے کی اجازت کیوں دے رکھی ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہ سکیم اس لیے جاری رکھی ہے کہ آخرت پریقین نہ رکھنے والوں کے دل حق کی دشمنی اورگمراہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھیلانے کی طرف مائل ہوں۔﴿2﴾ تاکہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے انبیاء کی دشمنی اور گمراہی پھیلانے پر راضی ہو جائیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت اس لیے دی ہے تاکہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے جو برائیاں کرنا چاہتے ہیں ان کا اکتساب کرلیں۔﴿4﴾ تاکہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے شیاطین کے پیروکار بن کر ان سے رعب کھائیں، ان کی شان وشوکت سے مرعوب ہوجائیں اور یوں شر اور فساد پھیلانے کے لئے ان سے ہدایات لیں۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت اس لئے دی ہے تاکہ حق اور باطل کی کشمکش میں اصلاح کا کام جاری رہے، خیر، شر سے الگ ہوکر سامنے آئے، شیاطین قیامت کے دن اپنا بوجھ اٹھائیں اور انبیاء کے پیروکار اصلاح کے ذریعے اپنی جنت تک پہنچ جائیں۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ(114)

تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو منصف تلاش کروں حالانکہ اُس نے تمہاری جانب یہ کتاب مفصل نازل کی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں یقیناً وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل کی گئی ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔(114)

سوال1: اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا'' تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو منصف تلاش کروں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور منصف تلاش کروں؟ یعنی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے احکامات کی پابندی کروں یہ سوال اس لئے کیا گیا تاکہ لوگوں کو سمجھ آجائے اسلام قبول کرنے والے زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو انسانوں کی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سبھی مخلوق ہیں محکوم ہیں اور مخلوق کا فیصلہ ظلم اور نقص پر مبنی ہوتا ہے۔﴿2﴾ ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہی حاکم بنانا واجب ہے۔ وہی خلق اور امر کا مالک ہے۔

سوال2: وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا'' حالانکہ اُس نے تمہاری جانب یہ کتاب مفصل نازل کی ہے'' کتاب کو مفصل طور پر نازل کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ کتاب کو مفصل نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں کے درمیان معاملات کے فیصلے اس کتاب کے مطابق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کئے جائیں۔﴿2﴾ کتاب میں تفصیلات اس لئے بیان کی گئی ہیں تا کہ زندگی کے سارے اصول واضح کر دیئے جائیں، مقرر کر دیئے جائیں تا کہ لوگوں میں کوئی الجھن باقی نہ رہے۔اس کتاب میں حلال وحرام اور شریعت کے احکام واضح کر دیئے گئے ہیں۔

سوال3:وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں یقیناً وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل کی گئی ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں'' کیا اہل کتاب یہ جانتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے؟

جواب:اہل کتاب خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لیے کہ ﴿1﴾ یہ کتاب پچھلی خبروں کی تصدیق کرتی ہے۔﴿2﴾ اہل کتاب جانتے ہیں کہ قرآن مجید اسلام کی قوت کا راز یہ ہے اور یہ کتاب سچی ہے،اسی وجہ سے وہ اسلام کے خلاف لڑتے ہیں،کتاب سے لڑتے ہیں تا کہ مسلمانوں کی زندگی سے کتاب کی حاکمیت ختم ہو جائے،تا کہ کتاب زندہ نہ رہے اور تا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے دین کا وجود نہ رہے۔﴿3﴾ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ اے محمد ﷺ آپ اس بارے میں شک میں مبتلا نہ ہوں جو آپ کے رب کی طرف سے حق نازل کیا گیا ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ(115)

اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے،کوئی اُس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(115)

سوال1:وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ ''اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یہاں کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی خبریں،احکام،وعدے،اور وعید ہیں۔وہ تمام خبریں اور وعدے اور وعید غایت درجے سچے ہیں۔اور وہ تمام احکام واوامر عدل وانصاف کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر ونواہی کے بعد کسی شخص کی قدرت میں نہیں (چاہے دنیا میں یا آخرت میں) کہ وہ اپنے احکام اور اوامر ونواہی کو نافذ کر سکے۔(تیسیر الرحمٰن:428/1)اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں اور اس کے احکامات عدل پر مبنی ہیں۔(الدور المنثور:75/3)

سوال2:لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ''کوئی اس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے کا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں اس لئے کہ اس کی اتھارٹی ہے کوئی اس کی فیصلہ کن بات کو بدل نہیں سکتا کیونکہ وہ حق ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت فرمائی ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی باتوں کو پختہ کیا ہے۔اس لیے ان کو بدلنا ممکن نہیں۔اس کے کلام سے بڑھ کر عمدہ کلام وجود میں نہیں لایا جا سکتا۔

سوال3:وَهُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ''اور وہی سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی ہر سوچ کو جانتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ السَّمِيْعُ ہے وہ اپنے بندوں کی ہر بات سنتا ہے،وہ مختلف زبانوں اور حاجتوں پر مشتمل آوازوں کو سنتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ الْعَلِيْمُ ہے وہ انسانوں کے مفادات کو جانتا ہے۔اس کا علم ظاہر و باطن اور سارے زمانوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ(116)

اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے،وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔(116)

سوال1:وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے''لوگوں کی اکثریت کیسے سیدھے راستے سے بھٹکا دیتی ہے؟

جواب:﴿1﴾اکثر انسان جہالت میں مبتلا ہوتے ہیں۔﴿2﴾اکثر لوگ گمان کی پیروی کرتے ہیں اور کتاب کے یقینی علم کو چھوڑ دیتے ہیں۔﴿3﴾اکثر لوگ قیاس آرائیاں کرتے ہیں اور گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے انسان کو تنبیہہ کی ہے کہ اگر ان کی پیروی کی تو یہ گمراہ کر دیں گے۔لوگوں کی اکثریت ان کے دین،علوم اور اعمال صالح سے ہٹ چکی ہے۔ان کا دین بگڑ چکا اور ان کے اعمال ان کی خواہشات کے مطابق ہیں۔رب العزت کا فرمان ہے:وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ اور بلاشبہ یقیناً ان سے پہلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے۔(الصافات:71)وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔(یوسف:103)﴿5﴾افراد کی کثرت کبھی حق اور صداقت کی بنیاد نہیں رہی۔(تیسیر الرحمٰن:429/1)﴿6﴾یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کسی گروہ کی کثرت سے اس کے حق ہونے پر دلالت نہیں کیا جا سکتا۔اسی طرح کسی معاملے میں اگر اس کو اختیار کرنے والے تھوڑے ہوں تو یہ قلت ان کے ناحق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ اہل حق تعداد میں بہت کم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر واجر میں عظیم ہوتے ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ حق و باطل کی پہچان کے لیے ان ذرائع کو اختیار کیا جائے جو اس کے لیے معروف ہیں۔(تفسیر سعدی:815,814/1)

سوال2:اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ''وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اکثر لوگوں کا مقصد اپنی خواہشات کو پورا کرنا ہے اور گمان کی پیروی کرنا ہے جب کہ گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں قیاس آرائیاں کرتے ہیں اور اندازے لگاتے ہیں جس کا انہیں کچھ علم نہیں ہوتا۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ(117)

یقیناً آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی خوب جاننے والا ہے۔(117)

سوال1:اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ''یقیناً آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچی بات کہنے والا ہے وہ انسانوں کے بھٹکنے کا حال اچھی طرح جانتا ہے۔﴿2﴾وہ جانتا ہے کہ کس نے اپنی بڑائی کے لئے حق کو اہمیت نہیں دی؟﴿3﴾وہ جانتا ہے کہ کس نے تعصب کی وجہ سے حق کو سمجھا ہی نہیں؟﴿4﴾وہ جانتا ہے کہ کس نے حسد کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے؟

سوال2:وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ''اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی خوب جاننے والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون اس کی ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔﴿2﴾وہ جانتا ہے کہ کون حق اور سچ کا ساتھ دینے والا ہے؟﴿3﴾وہ جانتا ہے کہ جو سیدھے راستے پر چلے اور اس کی طرف راہ نمائی کرے۔﴿4﴾اَلْمُهْتَدِيْنَ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلے اور اسلام کی پیروی کی جو اس کا راستہ یعنی سبیل اللہ ہے۔(ایسر التفاسیر:416)﴿5﴾آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک جائے گا،اس لیے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے،اور کون اس کی راہ اختیار کرے گا تو اس کے لیے اس راہ پر چلنا آسان کر دیتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:429/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ(118)

چنانچہ اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو۔(118)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:امام ابو داؤد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ ﷺ ہم ان جانوروں کو کھالیں جن کو ہم خود ذبح کرتے ہیں اور ان کو نہ کھائیں جن کو اللہ تعالیٰ مار ڈالتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر ابن عباس:416/1)

سوال2:فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ'' چنانچہ اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو ایمان کے تقاضے پورے کرنے کا حکم دیا ہے کہ حلال مویشیوں کا گوشت کھائیں جن پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔یعنی ذبیحہ بتوں کے نام کا نہ ہو اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے۔﴿2﴾ حلال مویشیوں کی حلت کا اعتقاد بھی رکھیں اور اہل جاہلیت کی طرح حلال کو حرام قرار نہ دیں۔

سوال3:ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا اسلام میں کیوں ضروری قرار دیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا دراصل اس پر اللہ تعالیٰ کے حق کو تسلیم کرنا ہے اور نام لے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔﴿2﴾ ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا اس لئے ضروری قرار دیا گیا ہے تا کہ انسان کے عقیدے کے رخ کا تعین کر دیا جائے تا کہ وہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کر سکیں۔

سوال4:جانوروں کو اپنی خوراک بنانے کا حق ہمیں کیسے ملتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔﴿2﴾ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔﴿3﴾ شکر کی قیمت ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے جانور ہمارے لئے حلال ہو جاتے ہیں۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لَيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ(119)

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے حالانکہ یقیناً وہ تفصیل سے تمہیں بتا چکا ہے جو اس نے تم پر حرام کیا ہے سوائے اس کے جس کے لیے تم مجبور کر دیے جاؤ اور بلاشبہ بہت سے لوگ یقیناً اپنی خواہشات کے ساتھ بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں، یقیناً آپ کا رب حد سے گزرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔(119)

سوال 1: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے حالانکہ یقیناً وہ تفصیل سے تمہیں بتا چکا ہے جو اس نے تم پر حرام کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے حلال کھانے کے لیے دلائل دیئے ہیں پہلی دلیل تو یہ ہے کہ جن حلال جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ذبح کیا جائے ان کے کھانے میں حرج سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بتا دیا ہے کہ کون سے جانور حرام کیے گئے ہیں؟ اب کوئی شبہ بھی باقی نہیں رہ جاتا کہ حرام میں پڑنے کے خوف سے حلال چیزیں چیزیں بھی کھانی چھوڑ دی جائیں۔ ﴿2﴾ اہل جاہلیت اس جانور کو نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ مومن کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اہل جاہلیت کی مخالفت کر کے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جانور کو کھائیں۔ ﴿3﴾ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اگر شریعت کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیتی تو وہ اپنی اباحت پر باقی ہے۔ پس جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ خاموش ہے وہ حلال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام ٹھہرایا ہے اس کی تفصیل بیان کر دی ہے اور جس کے بارے میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی وہ حرام نہیں ہے۔ بایں ہمہ وہ حرام چیزیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے سخت بھوک اور اضطراری حالت میں مباح کر دیا ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ اس کے بعد فرمایا: فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (تفسیر سعدی: 815/1)

سوال 2: انسان حلال وحرام اور جائز ناجائز میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیوں چھوڑتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اپنی خواہشات سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑتے ہیں۔ ﴿2﴾ انسان علم کے بغیر اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی حاکمیت کے حق پر دست درازی کرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔

سوال3:وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ''اور بلاشبہ بہت سے لوگ یقیناً اپنی خواہشات کے ساتھ بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں، یقیناً آپ کا رب حد سے گزرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لوگوں کی کثرت بغیر کسی علم کے ،بغیر کسی دلیل کے،خواہشات نفس کو ابھار کر بہکاتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔(الانعام:116)﴿2﴾انسان علم کے بغیر لوگوں کو گمراہ کر کے بڑے گناہ کا مرتکب بنتا ہے وہ یہ کام اپنی خواہشات کی تسکین کے لیے کرتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ حد سے گزرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔﴿3﴾بندے کو اسی قسم کے لوگوں سے بچنا چاہیے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ان کی علامت یہ ہے کہ ان کی دعوت کسی دلیل اور برہان پر مبنی نہیں ہے اور نہ ان کے پاس کوئی شرعی حجت ہے۔پس ان کی فاسد خواہشات اور گھٹیا آراء کے مطابق ان کو شبہ لاحق ہوتا ہے پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے بندوں پر ظلم وتعدی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔اس کے برعکس راہِ راست کی طرف رہنمائی کرنے والے ہدایت یافتہ لوگ حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اپنی دعوت کو دلائل عقلیہ ونقلیہ کی تائید فراہم کرتے ہیں اور وہ اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے تقرب کے سوا اور کوئی مقصد پیش نظر نہیں رکھتے۔ (تفسیر سعدی 816/1)﴿4﴾الْمُعْتَدِيْنَ ''حد سے گزرنے والے'' جو حلال کو حرام اور حق کو باطل ٹھہراتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:418)

وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ(120)

اور تم گناہ کے ظاہر کو بھی چھوڑ دو اور اس کے باطن کو بھی، جو لوگ گناہ کماتے ہیں یقیناً اُنہیں اس کا جلد بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔(120)

سوال1:وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ''اور تم گناہ کے ظاہر کو بھی چھوڑ دو اور اس کے باطن کو بھی'' سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾الْاِثْمِ۔سیدنا نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو اس کے لوگوں پر مطلع ہونے کو ناپسند کرے۔''(صحیح مسلم:6516)سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کوئی غیرت مند نہیں یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔(صحیح بخاری:4634)﴿2﴾ظَاهِرَ الْاِثْمِ اس سے مراد گناہ کا ظاہر ہے۔یعنی جو گناہ کھلے طور پر محسوس ہوں۔حلال وحرام میں اور جائز وناجائز میں اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دینا۔ یہ کھلا گناہ ہے۔رب العزت نے فرمایا:قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے۔(الاعراف:33)﴿3﴾وَبَاطِنَهٗ اور چھپے گناہ وہ جن کا گناہ ہونا انسان کی عقل سے چھپ جاتا ہے،جنھیں انسان گناہ نہیں سمجھتا۔اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر جو توہمات انسان کے اندر جنم لیتے ہیں یہ چھپا ہوا گناہ ہے انسان کے خودساختہ توہمات کی بنیاد پر ظاہری کاموں کا بھی تعین ہوتا ہے۔ ﴿4﴾یہاں اثم سے مراد تمام معاصی ہیں جو بندے کو گناہ گار کرتے ہیں یعنی اسے ان امور کے بارے میں گناہ اور حرج میں مبتلا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق سے متعلق ہوتے ہیں۔پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو ظاہری اور باطنی گناہوں کے ارتکاب سے منع کیا ہے یعنی چھپ کر یا علانیہ ان تمام گناہوں کے بارے میں بحث وتحقیق کرنا،قلب وجوارح کے گناہوں کی معرفت اور ان کے بارے میں علم حاصل کرنا مکلّف پر حتمی طور پر فرض ہے اور بہت سے لوگوں پر ان کے گناہ مخفی رہتے ہیں خاص طور پر قلب کے گناہ چھپے رہتے ہیں مثلاً تکبر،خود پسندی اور ریا وغیرہ۔یہاں تک کہ بندہ ان میں سے بہت سے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے مگر اسے اس کا احساس اور شعور تک نہیں ہوتا اور یہ علم سے اعراض اور عدم بصیرت کی وجہ سے ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:816/1)﴿5﴾ گناہ کے ظاہر اور باطن سے مراد یہ بھی ہے کہ تمہارے خیالات اور ارادے نیک رہیں اور ظاہری گناہوں سے بھی بچتے رہو۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں برداروں کو ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب:جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمابردار بننا چاہتے ہوں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فکر اور عمل کو پاک کریں کیونکہ فکر کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ناپاکی کی صورت میں انسان نافرمانی کے کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سوال3: اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡسِبُوۡنَ الۡاِثۡمَ سَیُجۡزَوۡنَ بِمَا کَانُوۡا یَقۡتَرِفُوۡنَ ’’جولوگ گناہ کماتے ہیں یقیناً اُنہیں اس کا جلد بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے گناہ کے ظاہر اور باطن کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے کہ اپنی نیتوں اور ارادوں کو بھی پاک کرو اور اعمال سیئہ کو بھی چھوڑ دو۔ یہاں یہ واضح فرمایا ہے کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کے اکتساب کے مطابق اور گناہوں کی کثرت اور قلت کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی۔ یہ سزا دنیا میں ملے تو برائیوں اور گناہوں میں کمی کر دی جاتی ہے۔ اور آخرت میں جو سزا ملے گی وہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ یا ارحم الراحمین ہمیں اپنے غضب اور اپنی سزاؤں سے بچا لینا۔

وَ لَا تَاۡکُلُوۡا مِمَّا لَمۡ یُذۡکَرِ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ وَ اِنَّہٗ لَفِسۡقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِہِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ ۚ وَ اِنۡ اَطَعۡتُمُوۡہُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ(121)

اور جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ اور بلاشبہ وہ یقیناً فسق ہے اور بے شک شیاطین ضرور اپنے ساتھیوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم بھی یقیناً مشرک ہو جاؤ گے(121)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو فارس والوں نے قریش کے پاس کہلا بھیجا کہ محمد سے مباحثہ کرو اور کہو جس جانور کو تم چھری سے ذبح کرو وہ تو حلال ہے؟ اور جس کو اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے ذبح کرے یعنی مردار وہ حرام ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس:416/1)

سوال2: وَ لَا تَاۡکُلُوۡا مِمَّا لَمۡ یُذۡکَرِ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ وَ اِنَّہٗ لَفِسۡقٌ ’’اور جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ اور بلاشبہ وہ یقیناً فسق ہے‘‘ وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ لَا تَاۡکُلُوۡا اور تم نہ کھاؤ۔ ممانعت ہے۔ ﴿2﴾ مِمَّا لَمۡ یُذۡکَرِ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ ’’جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ‘‘ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں وہ بھی شامل ہیں جن پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ فرمایا: وَمَآ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے۔(المائدہ:3)اس میں وہ جانور بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کیے گئے ہوں مگر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو تو اس کا کھانا حرام ہے۔بھولنے والا مستثنیٰ ہے۔اس میں وہ جانور بھی شامل ہیں جو ذبح کے بغیر مر جائیں۔یعنی مرداران کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے اور گلا گھٹنے سے مرنے والا (جانور) اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور) اور بلندی سے گر کر مرنے والا اور سینگ لگنے سے مرنے والا اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو اور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت کا حال معلوم کرو، یہ نافرمانی ہے۔آج تمہارے دین سے وہ لوگ مایوس ہو گئے جنہوں نے کفر کیا چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو اور تم مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے، چنانچہ جو شخص بھوک میں مجبور کیا جائے کہ گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(المائدہ:3)﴿3﴾ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ دنیا میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔اس پر اس کا نام لے کر اس کے بتائے ہوئے طریقے سے حاصل کیا جائے اور اس کے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کیا جائے تو یہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے، یہی اسلام ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے یا اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق حاصل نہ کیا جائے تو یہ فسق ہے اس اعتبار سے کہ یہ اسلام کے دائرے سے، اطاعت کی حد سے باہر نکلتا ہے۔

سوال3: وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ اور بے شک شیاطین ضرور اپنے ساتھیوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں'' شیاطین اپنے دوستوں کے توسط سے حلال وحرام پر کیسے جھگڑے کرواتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ شیاطین کافروں کا مسلمانوں سے جھگڑا کرواتے تھے کہ جسے اللہ تعالیٰ مار دے اسے تو تم نہیں کھاتے یعنی مردار اور جسے تم خود مار ڈالو یعنی ذبح کر دو تو اسے کھالو۔﴿2﴾ یعنی وہ تمہارے ساتھ بغیر کسی علم کے جھگڑا کریں گے، کیونکہ مشرکین نے جب یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مردار کو حرام قرار دے دیا ہے اور جس کو ذبح کیا گیا ہو اس کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حلال قرار دے دیا ہے اوران کا مسلک یہ تھا کہ وہ مردار کے کھانے کو حلال سمجھتے تھے۔چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول سے عناد کی بنا پر بغیر کسی دلیل اور برہان کے کہا:''تم اس جانور کو تو کھا لیتے ہو جسے تم نے خود قتل کیا اور وہ جانور نہیں کھاتے جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔''اوراس سے مراد وہ مردار لیتے تھے۔یہ انتہائی فاسد رائے ہے جو کسی دلیل اور حجت کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کی کج بحثی کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے۔اگر حق ان کی آراء کا تابع ہوتا تو زمین اور آسمان اوران کے رہنے والے سب فساد کا شکار ہو جاتے اس لیے ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت اوراس کے احکامات پر جو کہ مصالح عامہ اور منافع خاصہ کے موافق ہیں،اس عقل کو مقدم رکھتا ہے اور یہ ان سے کچھ بعید بھی نہیں کیونکہ یہ آراء ان سے اس بناء پر صادر ہوئی ہیں کہ ان کے سرپرست شیاطین ان کو باطل آراء الہام کرتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ مخلوق بھٹک کر اپنے دین سے دور ہو جائے اور وہ ان کو دعوت دیتے رہتے ہیں تا کہ وہ جہنمی بن جائیں۔(تفسیر سعدی:817,18/1)

سوال4:وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ''اوراگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم بھی یقیناً مشرک ہو جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم شرک کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ زندگی کے معاملات میں جزوی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنا کھلا شرک ہے۔اس وجہ سے مسلمان دائرہ اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔جب یہ آیت نازل ہوئی:اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی،وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔(التوبۃ:31)تو عدی ابن حاتم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ انہوں نے احبار اور رہبان کی بندگی تو نہیں کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں!انہوں نے کی ہے انہوں نے ان کے لئے حلال کو حرام کر دیا اور حرام کو حلال۔(ترمذی)﴿2﴾اگر تم نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے میں ان کی بات مانی تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔﴿3﴾آیت کا یہ حصہ دلیل ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی شے کو اپنی طرف سے حلال کرے گا یا کسی حلال کو حرام کرے گا وہ مشرک ہوگا۔(تیسیر الرحمٰن:433/1)﴿4﴾اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو اپنا سرپرست اور والی بنالیا ہے اور وہ جس بنیاد پر مسلمانوں سے علیحدہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوئے تم نے بھی اس کی موافقت کی اس لیے تمہارا راستہ اوران کا راستہ ایک ہے۔یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہ کشف والہامات جودل میں القاء ہوتے ہیں اور یہ کشف والہام خاص طور پر صوفیہ کے ہاں بہت کثرت سے واقع ہوتے ہیں۔۔۔اپنے مجرد الہام ہونے کی بنا پر اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حق ہیں۔اوران کی اس وقت تک تصدیق نہیں کی جاسکتی جب تک کہ ان کو قرآن وسنت پر پیش نہ کیا جائے۔اگر قرآن وسنت ان کو قبول کرنے کی شہادت دیں تو ان کو قبول کرلیا جائے ۔اگر یہ کشف والہام قرآن وسنت کے منافی ہوں تو ان کو رد کردیا جائے۔اگران کا حق یا باطل ہونا واضح نہ ہوتو اس میں توقف کیا جائے،اس کی تصدیق کی جائے نہ تکذیب۔کیونکہ وحی اور الہام شیطان کی طرف سے بھی ہوتا ہے اس لیے الہام رحمانی اور الہام شیطانی کے مابین فرق اور امتیاز کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ دونوں قسم کے الہامات کے درمیان عدم تفریق سے بندہ جن غلطیوں اور گمراہیوں کا شکار ہوتا ہے ان کو اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کرسکتا۔(تفسیر سعدی:818/1)

رکوع نمبر:2

اَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ(122)

اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنادی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے،اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔(122)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:علامہ بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت دو خاص آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی پھر ان دو آدمیوں کے تعین میں سیدنا ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا سے سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب (رسول اللہ ﷺ کے چچا) مراد ہیں اور مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ سے ابوجہل مراد ہیں واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ ابوجہل نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر گھوڑے کی لید پھینک دی تھی۔سیدنا حمزہ کو اس کا پتہ چلا جو شکار کرکے ہاتھ میں کمان لیے ہوئے آرہے تھے اور ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ابوجہل کی حرکت کا علم ہوا تو غصہ میں بپھر گئے اور ابوجہل کے پاس آکر اس کے سر پر کمان ماردی وہ عاجزی کرنے لگا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور کہنے لگا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ کیسا دین لے کر آئے ہمیں بے وقوف بناتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اور ہمارے باپ دادا کے مخالف ہیں۔اس پر سیدنا حمزہ نے فرمایا کہ تم سے بڑھ کر بے وقوف کون ہوگا تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو پھر انہوں نے اسی وقت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔اس پر آیت کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ نازل ہوئی۔(تفسیر انوار البیان:292/2)

سوال2:اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ ''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا''اس آیت میں موت سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا ''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا''یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت عطا کرنے سے پہلے جو گناہوں کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا کافر تھا۔﴿2﴾مَيْتًا ''مردہ ''جس میں روح مفقود ہو اور روح سے مراد ایمان ہے۔(ایسر التفاسیر:419)﴿3﴾مجاہد نے کہا:مَيْتًا سے مراد گمراہ ہے۔موت سے مراد کفر کی حالت ہے جس میں انسان کائنات کی ازلی وابدی حقیقت سے انکار کر کے اس سے کٹ جاتا ہے۔﴿4﴾فَاَحْيَيْنٰهُ ''پھر ہم نے اسے زندہ کیا''مجاہد نے کہا یعنی اسے ہدایت دی۔(تفسیر الدر المنثور:81/3)یعنی اسے اسلام کی طرف ہدایت دی۔﴿5﴾''پھر ہم نے اسے زندہ کیا''پھر ہم نے اسے علم،ایمان اور اطاعت کی روشنی کے ذریعے سے زندہ کر دیا اور وہ اس روشنی میں لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو،اپنے امور میں بصیرت سے بہرہ ور ہو،اپنے راستے کو جانتا ہو،بھلائی کی معرفت رکھتا ہو،اسے ترجیح دیتا ہو،اپنے آپ پر اور دوسروں پر اس کے نفاذ کی کوشش کرتا ہو،جو برائی کی معرفت رکھتا ہو،اسے ناپسند کرتا ہو اور اسے ترک کرنے کی کوشش کرتا ہو اور خود اپنی ذات سے اور دوسروں سے اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہو۔۔۔کیا یہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو جہالت، گمراہی،کفر اور گناہوں کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو؟(تفسیر سعدی:819/1)﴿6﴾اس آیت میں کافر اور مومن کی مثال ہے مومن پہلے مردہ تھا اور کفر اور گمراہی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کیا اور اس کا دل نور ایمان سے جگمگا دیا اور اسے ہدایت کی توفیق عطا فرما کر رسولوں کی باتیں ماننے کا شوق دیا،پھر اسے قرآن عظیم دیا جس کی روشنی میں وہ چلتا پھرتا ہے اس کے احکام بجالا کر اپنی زندگی بتا رہا ہے۔(مختصر ابن کثیر 536/1)

سوال3:کفر کی حالت کو موت کی حالت کیوں کہا گیا؟

جواب:کفر کی حالت میں انسان کی روح اصل علم سے محروم ہو جاتی ہے۔حقیقت سے کٹ جاتا ہے اور اندھیروں میں رہ جاتا ہے۔اس کا شعور تاریک ہو جاتا ہے اور سیدھا راستہ گم کر بیٹھتا ہے۔کفر کی حالت میں انسان کے اندر وسعت نہیں رہتی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کا ازلی حقیقت سے انکار اس کے دل کو سخت کر دیتا ہے ،اس کی سوچ محدود ہو جاتی ہے اور وہ اپنی فطرت سے ہٹ جاتا ہے، یوں وہ پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے، جہاں سے نیکی اور خیر نہیں پھوٹ سکتی اس لئے یہ حالت موت سے مشابہ ہے۔

سوال4: مردہ انسان کون ہوتا ہے؟

جواب: مردہ سے مراد ہے کافر جس کا دل حق سے غافل ہوتا ہے اور مردہ کی طرح اس کو فائدہ بخش اور ضرر رساں چیزوں میں امتیاز نہیں ہوتا۔

سوال5: کافر کو مردہ انسان کہا گیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ انسان مردہ ہے جو ہدایت کی روشنی سے محروم ہو۔انسان جب کفر کرتا ہے تو دراصل سب سے بڑی سچائی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرتا ہے ۔اس کی قوتیں اور صلاحیتیں جو سچائی کا اعتراف کرنے کے لئے دی گئی تھیں بے کار ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔ایسا انسان کبھی کائنات سے بھی ہم آہنگ نہیں ہو سکتا۔کیونکہ کائنات کی اور انسان کی فطرت ایک ہے۔اپنی فطرت سے ہٹ کر وہ کائنات کی فطرت کا بھی انکار کرتا ہے یوں وہ ایک غیر مؤثر اور فطرتاً مردہ انسان بن جاتا ہے۔مردہ آدمی وہم اور تعصب میں پھنسا ہوتا ہے اس کے ذہن میں سیدھے اور سچے حقائق نہیں آتے ۔اس کے ذہن پر پہلے سے موجود خیالات مخاطب رہتے ہیں اس لئے سچائی کا اعتراف نہیں کر سکتا۔وہ اندھیرے میں بھٹکتا ہے یوں زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ انسان بن جاتا ہے۔

سوال6: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایمان اس کائنات کی اصل قوت کا یقین کرنے اور اس کے ساتھ جڑ جانے کو کہتے ہیں۔ایمان دراصل نور ہے جو انسان کی آنکھیں کھول دیتا ہے جس سے انسان اصل حقیقت کا ادراک حاصل کرتا ہے۔اسے اپنی حقیقت ،اپنی زندگی کی حقیقت اور زمین پر ہونے والے واقعات کی حقیقت ،اس زمین پر جاری طریقہ کار کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے۔

سوال7: ایمان سے کیسے زندگی ملتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب انسان ایمان لاتا ہے تو اس کائنات کی اصل حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتا ہے۔یوں وہ ایک روشنی میں آجاتا ہے جس کے ذریعے اسے دین کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔وہ دیکھتا ہے کہ دین کے تمام اجزاء میں ایک گہرا تعلق ہے۔یہ اجزاء ایک جسم کی طرح ہیں جو زندہ ہے۔﴿2﴾ انسان پر اپنی حقیقت واضح ہوتی ہے یوں اس کی ذات کی حقیقت زندہ ہو جاتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔﴿3﴾اس پر زمین پر ہونے والے واقعات کی حقیقت واضح ہوتی ہے تو یہ واقعات زندہ ہو جاتے ہیں ۔﴿4﴾اس پر سچائی واضح ہوتی ہے تو وہ ہر معاملے میں ہر واقعے میں سچائی کے راستے کو پالیتا ہے۔یوں اس کے دل میں سچائی زندہ ہو جاتی ہے﴿5﴾انسان اللہ تعالیٰ کی سنت کو اپنے اردگرد جاری دیکھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی یہ سنت اس کے لیے زندہ ہو جاتی ہے۔ ﴿6﴾وہ اپنے ماحول میں اللہ تعالیٰ کے ارادوں کو معلوم کر لیتا ہے خواہ وہ چھپے ہوئے ہوں یا ظاہر ہوں وہ اردگرد رونما ہونے والے واقعات کو ان کے انجام کو کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہے یوں اُس کے لیے ماحول میں زندگی اور حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ یوں وہ سب کچھ جو انسان کی ذات میں ہے، کائنات میں ہے، ماحول میں ہے ایمان کی وجہ سے اُس کے لیے زندگی بن جاتا ہے اس لیے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے زندگی قرار دیا ہے۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ شخص زندہ ہے جس کو ہدایت کی روشنی پیش کی گئی اور اس نے قبول کر لیا اسے سچائی پہچاننے میں دیر نہیں لگی۔سچائی اس کے لیے ایسی روشن حقیقت بن گئی جس کی روشنی میں وہ خود چلتا ہے اور دوسروں کو چلاتا ہے یہی حرکت اس کی زندگی ہے۔

سوال8:وَجَعَلْنَالَهٗنُوْرًايَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ''اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنادی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے'' انسان ایمان کی روشنی میں اپنی زندگی کا سفر کیسے طے کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جو انسان ایمان کی روشنی حاصل کرتا ہے اس کے خیالات روشن ہو جاتے ہیں،اس کا شعور روشن ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اس کے دل کو خوشی نصیب ہوتی ہے وہ اپنے حالات سے خوش اور اپنے انجام پر مطمئن ہوتا ہے۔﴿2﴾اس کے دل کے اطمینان اور خوشی کا تعلق اس کے رویے میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔اس کے دل سے روشنی کی لہر اٹھتی ہے تو وہ گمراہوں کو راستہ دکھاتا ہے،خوفزدہ انسانوں کو اطمینان دلاتا ہے، وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے،غلاموں اور قیدیوں کو آزاد کرتا ہے اور دوسروں سے رہا کروانے کے لئے کوششیں کرتا ہے'وہ بیماروں کی شفا کے لئے تدابیر اختیار کرتا ہے،وہ بے سہاروں کے لئے سہارا بنتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے بے تعلق لوگوں کا تعلق بحال کرواتا ہے،وہ انسانیت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہے،اس پیغام کو پہنچانے کے لئے وہ سارے مادی اسباب فراہم کرتا ہے۔کبھی وہ پیغام رسانی کے لئے،اس کی تعلیم کے لئے مراکز قائم کرتا ہے،باقاعدہ سسٹم بناتا ہے یا اس کا حصہ بنتا ہے۔کبھی وہ پیغام کی ترویج واشاعت کے لئے نئے نئے راستے تلاش کرتا ہے۔،وہ ایسے تمام افراد کو اکٹھا کرتا ہے اور انہیں جوڑنے کی کوشش کرتا ہے جن کے دل روشن ہو گئے ہوں اور اُس روشنی کو بڑھانے اور پھیلانے کے انتظامات کرتا ہے۔﴿4﴾انسان ایمان کی روشنی پا کر قافلہ ایمان کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔یوں مومن تعلقات کا ایک خزانہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حاصل کر لیتا ہے۔وہ ایک ایسے قافلے میں شامل ہو جاتا ہے جس کی جڑیں پوری انسانی تاریخ میں پھیلی ہوئی ہیں۔اس کے لیے ماضی کے رابطے یعنی رسولوں اور ایمان والوں سے تعلق روشن ہو جاتا ہے۔وہ حال کی زندگی کے ساتھ ساتھ ماضی میں بھی تعلق قائم کر کے ماضی کو اپنے لیے زندہ کر لیتا ہے۔اس کا وجود اور اس کی شخصیت اس کی عمر کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔اس کے جاننے کے بعد بھی اس کی روح وسعت اس کے کام میں وسعت پیدا کر دیتی ہے۔اس کے صدقہ جاریہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اس کے اعمال صالح کے اثرات جاری رہتے ہیں یوں انسانی تاریخ میں مومن کا کام جاری رہتا ہے۔بجھے ہوئے تاریک دل پر جب ایمان کی بارش ہوتی ہے تو انسان کو زندگی،حرکت،ترقی اور ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

سوال9: گَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا'' اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اس سے نکلنے والا نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ گَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ'' اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہے'' یہ دوسرا شخص ہے جو کافر ہے، جو جہالت،توہمات اور گمراہوں میں گھرا ہو۔﴿2﴾ کافر زمین پر مضبوط وجود نہیں رکھتا۔وہ خودرو پودے کی طرح ہوتا ہے جس کی جڑیں پختہ نہیں ہوتیں کیونکہ اس کا اپنے خالق سے تعلق نہیں ہوتا اس لئے کائنات سے بھی اس کا تعلق صرف مادی رہ جاتا ہے روحانی تعلق نہیں ہوتا جیسے کسی بھی جانور کا تعلق ہوتا ہے۔مادی دنیا کے ساتھ اس کا یہ تعلق ہے جو نہایت محدود تعلق ہے اس لئے کافر کے لئے کوئی قرار نہیں۔﴿3﴾ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا'' اور اس سے نکلنے والا نہیں ہے'' کافر سمندر میں ڈوبنے والے کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے لیکن بھنور سے نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اندھیرے میں اپنی مخلوق پیدا کی پھر ان پر اپنا نور چھڑکا پھر جس پر اللہ تعالیٰ کے نور کی چھینٹ پڑ گئی وہ راہ پا جائے گا اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ (مسند احمد)﴿5﴾ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا'' اور اس سے نکلنے والا نہیں ہے'' وہ اس لئے نہیں نکل سکتا کہ اس پر تمام راستے مشتبہ ہو گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی،وہ فطری طور پر بھلائی برائی کی پہچان بھی رکھتا ہے لیکن رسولوں کی دعوت پر لبیک نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے اس کفر اور شرک کے اندھیرے سے نہیں نکل سکتا۔﴿6﴾ دو طرح کے افراد مختلف ہیں اپنی زندگی،زندگی کے برتنے اپنے حالات و واقعات،اپنے کاموں اور کاموں کے پیدا کردہ اثرات کے اعتبار سے ایمان کی وجہ سے انسان کا ماضی کے ایمان والوں سے تعلق جڑتا ہے اپنے دور میں اُس کی زندگی ترقی کرتی ہے اور مستقبل میں اس کے کاموں کے اثرات جاری رہتے ہیں۔یوں وہ زندہ شخص اس کی طرح کیسے ہوسکتا ہے جس کا دل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اندھیروں میں گھرا ہوا، اپنے ماضی سے کٹا ہوا، حال سے مایوس اور مستقبل سے ناامید ہو دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔﴿7﴾ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کی ایک مثال بیان کی ہے اور مقصود مومنوں کو کافروں کی اتباع سے نفرت دلانا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:433/1)﴿8﴾ رب العزت کا فرمان ہے:مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ان دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا دونوں مثال میں یکساں ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟(ھود:24)﴿9﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(البقرہ:257) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔﴿10﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟ یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟(ملک:22)

سوال10:انسان اندھیروں سے کیسے نکل سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ ایمان اور کفر کی حقیقت کو سمجھ کر۔﴿2﴾ ہدایت اور گمراہی کی حقیقت جان کر۔﴿3﴾ ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے کلام سے حقیقت کا علم حاصل کر کے۔﴿5﴾ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے پروگرام ''دین اسلام'' کے مطابق ڈھال کر انسان کفر کے اندھیروں سے نکل سکتا ہے۔

سوال11: كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے'' انسان کے لیے کافرانہ کام کیسے پسندیدہ ہو جاتے ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان جب روشنی کی حقیقت کو نہیں سمجھتا تو اندھیرے کو ہی اصل حقیقت سمجھ بیٹھتا ہے۔ جب وہ اس کو پسند کرنے لگتا ہے تو اُس کے لیے اندھیرے محبوب بنا دیے جاتے ہیں اور وہ گمراہی میں دور تک نکل جاتا ہے۔ اس راستے میں انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین اس کے اعمال کو خوب صورت بنا کر دکھاتے ہیں۔ کافر کے پاس اندر کی روشنی نہیں ہوتی اس لیے وہ شیطانوں کی باتوں کو توجہ سے سنتا ہے اور اُن کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ یوں اس کے لیے ہدایت اور ضلالت میں کوئی فرق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں رہ جا تا۔جب وہ اپنے اعمال کوخوش نما دیکھنے لگتا ہے اور اس کے لیے واپسی کے راستے بند ہو نے لگتے ہیں ۔ ﴿2﴾مزین کردیئے گئے کافروں کی نگاہ میں ان کے کام۔پس شیطان ان کے سامنے ان کے اعمال کوخوشنما بنا تا رہتا ہے اوران کوان کے دل میں سجا تا رہتا ہے، یہاں تک کہ یہ اعمال ان کواچھے لگنے لگ جاتے ہیں اورحق دکھائی دیتے ہیں۔یہ چیزیں عقیدہ بن کران کے دل میں بیٹھ جاتی ہیں اوران کا وصف راسخ بن کران کے کردار میں شامل ہوجاتی ہیں۔بنابریں وہ اپنی برائیوں اورقباحتوں پرراضی رہتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جواندھیروں میں سرگرداں اوراپنے باطل میں لڑکھڑاتے رہتے ہیں۔تاہم ان کی حیثیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔کچھ ان میں سے قائدین اورمتبوعین ہیں اورکچھ تابع اورپیروکار۔پہلی قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جوانتہائی بدبختی کے احوال سے بہرہ یاب ہوئے۔(تفسیرسعدی:819/1)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَ مَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ(123)

اوراسی طرح ہم نے ہربستی میں اس کے بڑوں کومجرم بنادیا ہے تاکہ وہ اس میں مکروفریب کریں اور جومکروفریب وہ کرتے ہیں اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں اوروہ شعورنہیں رکھتے۔(123)

سوال1:وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا'' اوراسی طرح ہم نے ہربستی میں اس کے بڑوں کومجرم بنادیا ہے تاکہ وہ اس میں مکروفریب کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا اللہ تعالیٰ نے فرمایااسی طرح ہم نے بنادیا ہے ہرپیغمبر کے دورمیں یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ ﴿2﴾فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ ہربستی میں یعنی بڑے شہرمیں۔(ایسرالتفاسیر:419)﴿3﴾اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں : اس کے بڑے مجرموں سے مرادسلطان،اس کے برے لوگ تاکہ وہ اس میں نافرمانیاں کریں۔﴿4﴾لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا'' تاکہ وہ اس میں مکروفریب کریں'' تاکہ وہ اس میں فریب کاریاں کریں،جنگوں کے زریعے سازشیں کریں۔(ابن کثیر:112/2)﴿5﴾ابن کثیرہی کہتے ہیں جس طرح مکہ میں مجرموں کونبی ﷺ کی مخالفت پرابھارنے والے اورحق کے راستے سے روکنے والے بڑے شرپسندموجودرہے جوکفراورشرک کے مرکزاورستون تھےاسی طرح آج بھی نبی ﷺ کی مخالفت میں لوگوں کوصحیح دین سے روکنے کے لیے سازشیں ہورہی ہیں،فریب دیے جارہے ہیں لیکن وہ بھی چالیں چلتے ہیں اوراللہ تعالیٰ بھی چال چلتا ہے اوراللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے۔وہ اسی طرح برے انجام کوپہنچیں گے جیسے ماضی کے بڑے بڑے مجرم،فرعون ،نمرودواورقارون وغیرہ پہنچتے رہے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: بڑے مجرموں سے کیا مراد ہے؟

جواب: بڑے مجرموں سے مراد جرائم ہمیشہ افراد ہیں جن کا جُرم دین سے دشمنی ہوتا ہے۔ جو اقتدار حاصل کر کے اُسے دین کی دشمنی اور اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے ہر بستی کے بڑے مجرموں کو دین کی دشمنی میں کیوں لگا دیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ حق یعنی اس کائنات کی، کائنات بنانے والے کی اور انسان کی ذات کی اصل سچائی اور باطل کے درمیان جو تضاد ہے وہ انسانوں کے سامنے پوری طرح واضح ہو جائے تا کہ انہیں دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کرنے اور اسے اختیار کرنے کی جو آزادی دی گئی ہے اسے کام میں لائیں اور اس حق اور باطل کی جنگ کے لیے کے لئے اللہ تعالیٰ ایک طرف سچائی کے ساتھ رسولوں کو بھیجتا ہے جو حق کو انسانوں پر واضح کرتے ہیں۔ خود سچے ہوتے ہیں سچائی پر چلتے ہیں، سچائی کا راستہ دکھاتے ہیں، سچائی کے راستے پر چلاتے ہیں، دوسری طرف بڑے مجرموں کو اللہ تعالیٰ حق اور سچ کا دشمن بنا دیتا ہے وہ ہر ایسی آواز پر بھی دشمن ہو جاتے ہیں جو سچائی کی دعوت دے سچے دین کی طرف پکارے ایسی ہر آواز انہیں اپنے اور اپنے پروگرام کے خلاف محسوس ہوتی ہے۔ یہ لوگ حق کی دعوت میں ایسے شوشے نکالتے ہیں جس سے تمام افراد کو حق قبول کرنے سے روک سکیں۔ یہ مجرم حق کے خلاف شبہات پیدا کرتے ہیں دین کی دعوت دینے والوں کو بدنام کرتے ہیں۔ یوں ان کی ساری کوششیں صرف ان کے جرم کو بڑھاتی ہیں۔ دعوت دینے والوں اور دعوت کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ یوں دونوں قوتوں کے درمیان تضاد کی وجہ سے معرکہ گرم ہو جاتا ہے۔ بڑے مجرم چاہتے ہیں کہ ان کی بات چلے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ان سے حاکمیت کا حق چھین لیا جائے یوں جب بڑے مجرموں کا اقتدار ختم ہو جاتا ہے تو لوگ اللہ تعالیٰ کی غلامی میں آ جاتے ہیں اور انسانوں کو آزادی نصیب ہو جاتی ہے۔ اس معرکے کی وجہ سے لوگوں کے میلانات اور رجحانات کھل کر سامنے آتے ہیں یوں اچھے اور برے انسان کھل کر ایک دوسرے کے سامنے آ جاتے ہیں کھوٹے اور کھرے لوگ الگ ہو جاتے ہیں ہر ایک کو اپنے میدان میں کوشش کرنے کا بھرپور موقع ملتا ہے اور امتحان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے جس کے بعد جزا اور سزا کا معاملہ ہوگا۔ ﴿2﴾ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کبار ائمہ ہدی اور بڑے بڑے فاضل لوگوں کو کھڑا کرتا ہے جو ان مجرموں کا مقابلہ کرتے ہیں، ان کے نظریات واقاویل کا جواب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور اس طرح وہ ان راستوں پر گامزن ہوتے ہیں جو انہیں ان کے مقصد تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مدد سے نوازتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے،ان کی رائے کودرست کرتا ہے،ان کوثابت قدمی عطا کرتا ہےاورکامیابی ان کےاوران کے دشمنوں کے مابین ادلتی بدلتی رہتی ہے۔یہاں تک کہ انجام کارفتح اورنصرت اورغلبہ اہل ایمان کے حصہ میں آتا ہے۔(تفسیرسعدی:819/1)

سوال4:وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ''اورجومکروفریب وہ کرتے ہیں اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں اوروہ شعورنہیں رکھتے''بڑے مجرم اپنے فریب کے جال میں خودکیسے پھنستے ہیں کہ انہیں اس کا شعور بھی نہیں ہوتا ہے؟

جواب:بڑے مجرموں کے دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہوتا ہے یہ تکبر اسلام سے دوری کا سبب بنتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے کے باوجوداس سے دوررہتے ہیں۔وہ بندے ہونے کے باوجود بندگی کے فطری پروگرام سے دوررہتے ہیں یعنی ایمان لانا اور اطاعت کرنا انہیں پھانسی کا پھندا گلے میں ڈالنے کی طرح لگتا ہےاوراس طرح خودبھی گہرے اندھیروں کے مسافر بن جاتے ہیں اورلوگوں کوبھی تاریکیوں میں غرق کردیتے ہیں۔انہیں اس کا شعورنہیں ہوتا ہے کہ انہوں نے حق کی مخالفت کرکے اپنے رب کوکھودیا ہے،اپنی فطرت کوکھودیا ہے،اپنی زندگی کے پروگرام کوکھودیا ہے،اپنے آخری انجام کوکھودیا ہےاس طرح وہ زندگی کے قیمتی سرمائے کو،صلاحیتوں اوروقت کو،مال کو،ضائع کرکے تہی دامن ہوجاتے ہیں اور لٹے پٹے اللہ تعالیٰ کے حضورایسے حاضرہوتے ہیں کہ نہ کوئی مددگار،نہ سفارشی،نہ کوئی بدلے میں کام آنے والا۔تن تنہا مجرم بن کرکے اللہ تعالیٰ آگے حاضرہونے والا اپنے زندگی کے دھوکے کے بارے میں بےشعورہے۔

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ(124)

اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگزنہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اُس جیسا دیا جائے جواللہ تعالیٰ کے رسولوں کودیا گیا ہے،اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے،جن لوگوں نے جرم کیے جلدہی انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت اورسخت عذاب پہنچے گااس وجہ سے کہ وہ مکروفریب کرتے تھے۔(124)

سوال1:وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ 'اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگزنہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اُس جیسا دیا جائے جواللہ تعالیٰ کے رسولوں کودیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ تاریخی اعتبار سے بڑے مجرموں کی جانب سے حسد اور بغاوت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ان کا مطالبہ یہ ہے کہ نبوت اور رسالت ہمیں ملنی چاہیے۔﴿2﴾ یہ مطالبہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض بھی تھا اور ان کی خود پسندی اور تکبر کا اظہار بھی تھا۔ ﴿3﴾ اپنی طرف سے انہوں نے نبوت اور رسالت کے عطا کیے جانے پر پابندی بھی لگائی تھی کہ ہم مانتے اگر ہمیں ملتی۔ ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا اور جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔ (الفرقان:21) ﴿5﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟ بلکہ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور یقیناً ہم اُن کے نقش قدم پر ہدایت پانے والے ہیں۔(الزخرف:21,22)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ ماننے والے معجزات آنے پر یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہمیں بھی رسولوں جیسا دیا جائے؟

جواب:﴿1﴾ مجرم عذر کے طور پر ایک اَن ہونا مطالبہ کرتے ہیں ایمان اور اطاعت کے بغیر نبوت اور رسالت چاہتے ہیں۔ ﴿2﴾ مجرم چاہتے ہیں کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں بڑے بنے رہیں وہ اگر تعلیم کا مطالبہ بھی کرتے ہیں تو اپنی بڑائی کے لیے ''ولید بن مغیرہ نے ایک بار کہا تھا کہ اگر نبوت حق ہوتی تو میں زیادہ مستحق تھا کہ میں نبی ہوتا کیونکہ اے محمد میں عمر میں تم سے بڑا ہوں اور مال میں تم سے زیادہ ہوں۔''﴿3﴾ بڑے بڑے مجرم حسد اور بغاوت کی وجہ سے حق کو جھٹلا رہے تھے اور اپنے باطل پر قائم تھے۔

سوال3: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے'' رسالت کیسا منصب ہے؟

جواب:﴿1﴾ رسالت ایک عظیم منصب ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کون رسول بننے کا اہل ہے! کون رسالت کا بوجھ اٹھا سکتا ہے! کس کے اخلاق عظیم ہیں۔﴿2﴾ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حکمت کے کمال پر دلالت کرتی ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنی عطا سے نوازتا ہے وہ اسی کو رسالت کا منصب عطا فرماتا ہے جو اس کے اہل ہو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔آپ ﷺ اعلیٰ حسب ونسب رکھتے تھے۔اہل مکہ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ابوسفیان نے اس کا اعتراف شاہ روم ہرقل کے سامنے کیا تھا جب اس نے پوچھا کہ ان کا نسب کیا ہے تو ابوسفیان نے کہا: آپ ﷺ عالی نسب ہیں، پھر شاہ روم نے پوچھا: کیا انہوں نے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولا تھا تو ابوسفیان نے کہا: نہیں۔

سوال 4: سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ''جن لوگوں نے جرم کیے جلد ہی اُنہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر وفریب کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ''جن لوگوں نے جرم کیے'' مجرم وہ ہیں جو رسالت میں شک کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ میں مستحق رسالت ہوں اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کو جہل کی طرف منسوب کرنا ہے۔ جنہوں نے یہ اعتراض کیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلت پہنچے گی اور انہیں سخت سزا ملے گی۔ (تفسیر انوار البیان: 2/294) ﴿2﴾ صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت'' مجرموں کو قیامت کے دن ذلت اٹھانی پڑے گی۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے (غافر: 60) ﴿3﴾ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ''اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر وفریب کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں یہ ان کی چال بازیوں کا بدلہ ہوگا جس کی وجہ سے انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔ (الکہف: 49) ﴿4﴾ حق کے ساتھ تکبر سے پیش آنے کی وجہ سے انہیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کا سخت عذاب دیا جائے گا۔

سوال 5: مجرموں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت کا عذاب کن جرائم کی وجہ سے دیا جائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ تکبر اور غرور کی وجہ سے ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ کیونکہ اسی وجہ سے مجرم حق کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ مجرم دعوت اور دین کی دعوت دینے والوں کے مقابلے میں سازشوں کا جال پھیلاتے ہیں۔ ﴿3﴾ مجرم رسولوں کی دشمنی کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ مجرم ایمان والوں کو اذیت دیتے ہیں اس لیے انہیں ذلت کا عذاب دیا جاتا ہے۔

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (125)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کردے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔(125)

سوال1: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے'' جس کے لیے اللہ تعالیٰ ارادہ کر لیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ارادہ حق، حکمت پر مبنی ہے۔ اس کے ارادوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولاینفع ذالجد منک الجد** اے اللہ! اسے کوئی روکنے والا نہیں جسے تو عطا کر دے اور جسے تو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتی۔(مسلم:1342) ﴿2﴾ اَنْ يَّهْدِيَهٗ یہ کہ اسے ہدایت دے یعنی نفع مند علم اور عمل صالح کی اور نیکیوں کی توفیق دے۔ ﴿3﴾ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ''اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے'' یعنی اسے نیکیاں اچھی اور آسان معلوم ہونے لگتی ہیں اور وہ خوشی خوشی انہیں انجام دیتا ہے۔(ابن کثیر:538/1) ﴿4﴾ شرح صدر سے مراد سینہ کا وسیع ہو جانا ہے جس کو شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے اس کا دل ایمان اور یقین سے روشن ہو جاتا ہے۔ ﴿5﴾ جو ہدایت چاہتا ہے اور اس کی طلب صادق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے راستوں کو آسان بنا دیتا ہے۔ اور تمام اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ قبول ایمان اور اتباع اسلام کے لیے اسے شرح صدر عطا فرماتا ہے۔ اور جو گمراہی چاہتا ہے اور اس کی خواہش کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ گمراہی کے تمام دروازوں کو کھول دیتا ہے۔ اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے کہ ایمان کے داخل ہونے کے لیے اس میں گنجائش باقی نہیں رہتی۔ (تیسیر الرحمٰن:435/1) ﴿6﴾ جس کا سینہ اسلام کے لیے کھل جاتا ہے اسے نیکی سے محبت ہو جاتی ہے وہ نیکی کو بوجھ نہیں سمجھتا اسے نیکیوں میں لذت ملتی ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دے دی ہے۔ ﴿7﴾ نیکیوں کو پورے شوق سے انجام دینا، انہیں دشوار نہ سمجھنا شرح صدر کی دلیل ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے) پس ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔(الزمر:22)﴿8﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت بالا تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ جب نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! کیا ایسی کوئی نشانی ہے جس کے ذریعہ اس کو پہچان لیا جائے۔آپ نے فرمایا ہاں اس کی نشانی یہ ہے کہ دار الغرور (دنیا) سے دور رہے اور دار الخلود (ہمیشہ رہنے کی جگہ) کی طرف رجوع کرے اور موت سے پہلے اس کی تیاری کر لے۔(بیہقی مشکوۃ:446) (تفسیر انوار البیان:294,295/2) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے اور اس نے کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔(الحجرات:7)

سوال2: اسلام کے لیے سینے کے کھل جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ایک انسان سہولت کے ساتھ اسلام قبول کر لے۔

سوال3: انسان کا سینہ اسلام کے لیے کیسے کھلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ انسان کے سینے کو اسلام کے لیے کھولتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھولتے ہیں، جسے ہدایت سے دلچسپی ہوتی ہے۔﴿3﴾ انسان کا سینہ اسلام کے لئے تب کھلتا ہے جب اسے ہدایت پر اطمینان ہوتا ہے۔﴿4﴾ انسان کا سینہ اسلام کے لئے تب کھلتا ہے جب وہ حق کو سب سے اعلیٰ سمجھتا ہے۔جو حق کی تلاش میں رہتا ہے پھر جب حق آتا ہے تو آگے بڑھ کر قبول کر لیتا ہے۔﴿5﴾ جس شخص کا فطری میلان اسلام کی طرف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

سوال4: وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ''اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ ''اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے'' اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے۔﴿2﴾ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا ''حرج'' دراصل نہایت تنگ جگہ کو کہتے ہیں یا ایسے گنجان درختوں کو جن تک چرنے والے جانور نہ پہنچ سکتے ہوں۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی حال کافر کے سینے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا ہے۔ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی پھر فرمایا کہ ''بنی کنانہ کے کسی چرواہے کو بلالاؤ۔چنانچہ ایک چرواہے کو بلایا گیا اس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ''حرجۃ'' کسے کہتے ہیں؟اس نے کہا:وہ درخت جو بہت سے درختوں کے درمیان اس طرح گھرا ہوا ہو کہ کوئی چرنے والا جانور اس تک نہ پہنچ سکتا ہو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:بس یہی حالت کافر(اور منافق) کے قلب کی ہے کہ اس تک پہنچنے کے لئے کسی قسم کی خیر بھی راہ نہیں پاتی۔(ابن کثیر،کبیر)(اشرف الحواشی:173/1)

﴿4﴾ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے یعنی اس کا سینہ ایمان،علم اور یقین کے لیے اس کا دل شکوک وشبہات کے سمندر غرق ہو جاتا ہے نہ بھلائی اس تک راہ نہیں پا سکتی نہ بھلائی اور نیکی کے لیے اس کو انشراح صدر حاصل ہوتا ہے گویا وہ سخت تنگی اور شدت میں ہے۔﴿5﴾ كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ''گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے''یعنی اسے آسمان پر چڑھنے کا مکلّف کہا جا رہا ہے جہاں چڑھنے کا اس کے اندر کوئی حیلہ نہیں۔(تفسیر سعدی:821/1)﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں انسان کی ظاہری اور مادی کیفیت کو سامنے رکھا ہے کہ گویا ایک انسان اوپر چڑھ رہا ہے اور اس کی سانس پھولی ہوئی ہے اور سینے میں تنگی محسوس ہو رہی ہے۔سینے کی تنگی اور گھٹن کی وضاحت يَصَّعَّدُ سے بھی ہوتی ہے جو مشکل سے ادا ہوتا ہے۔

سوال5:اسلام کے لیے سینے کے تنگ ہو جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ ایک انسان کو اسلام اور ہدایت سے کوئی دل چسپی نہ رہے۔

سوال6:انسان کا دل اسلام کے لئے کیسے تنگ ہو جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے اس کی بڑائی ختم ہو جائے گی۔﴿2﴾ جن انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر میں معاشرے کے رسم رواج کے مطابق نہ چلا تو سارے ماحول میں اجنبی بن کر رہ جاؤں گا۔﴿3﴾ کسی انسان کو یہ لگتا ہے کہ اگر اسلام قبول کیا تو ساری مصلحتیں قربان کرنی پڑیں گی اور پھر میں برباد ہو جاؤں گا۔﴿4﴾ اپنے آپ کو بڑی ہستیوں کے ساتھ وابستہ کر لیتا ہے اسلام قبول کرتے ہوئے اسے ان ہستیوں کو چھوڑنا مشکل لگتا ہے اس لئے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔﴿5﴾ جس شخص کی فطرت گمراہی کی طرف متوجہ رہتی ہے وہ اسلام اور ہدایت کو مشکل محسوس کرتا ہے اس کے دل میں تنگی اور گھٹن آتی ہے۔

سوال7: كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ''اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جس طرح اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے والوں کا دل سخت، تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے اسی طرح ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مقام پر رجس کا ترجمہ شیطان سے کیا ہے اس طرح مطلب یہ ہوگا کہ ہم ایسے شخص پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اسے ایمان لانے کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا۔ نیز رجس کا معنی ناپاکی بھی ہے اور عذاب بھی۔ اگر عذاب ہو تو اس سے مراد دنیا میں اس پر لعنت کا عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے اور آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ سخت تر ہے۔(تیسیر القرآن:656/1)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر شیاطین مسلط کر دیتا ہے اسی طرح ایمان نہ لانے والوں پر شیاطین مسلط کر دیتا ہے یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رحمت اور احسان کے دروازے بند کر دیتا ہے اور عذاب مسلط کر دیتا ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اسے آسان راستے کی توفیق دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور جو نیکی کو جھٹلاتا ہے اسے مشکل راستے پر گامزن کر دیتا ہے۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ(126)

اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے یقیناً ہم نے اپنی آیات تفصیل سے اُن لوگوں کے لیے بیان کر دی ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔(126)

سوال1: وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا'' اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی تفصیلی بیان جس کو قرآن لے کر آیا ہے یا توحید کا راستہ اور اسلام جس کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ ﴿2﴾ یعنی آپ کے رب تک اور عزت و تکریم کے گھر تک پہنچانے والا راستہ معتدل راستہ ہے، جس کے احکام واضح کر دیئے گئے ہیں، جس کے قوانین کی تفصیل یہاں بیان کر دی گئی ہے اور خیر و شر کو ممیّز کر دیا گیا۔(تفسیر سعدی:822/1)﴿3﴾ مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! یاد رکھو قرآن ہی کی طرح ایک اور چیز (یعنی حدیث) مجھے اللہ کی طرف سے دی گئی ہے خبردار ایک وقت آئے گا کہ ایک پیٹ بھرا (یعنی متکبر شخص) اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور کہے گا لوگو! تمہارے لیے قرآن ہی کافی ہے اس میں جو چیز حلال ہے بس وہی حلال ہے اور جو چیز حرام ہے بس وہی حرام ہے حالانکہ جو کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ سنو گھریلو گدھا بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہارے لئے حلال نہیں۔(حالانکہ قرآن میں اسکی حرمت کا ذکر نہیں) نہ ہی وہ درندے جن کی کچلیاں (یعنی نوکیلے دانت جن سے وہ شکار کرتے ہیں) ہیں، نہ ہی کسی ذمی کی گری پڑی چیز کسی کے لئے حلال ہے۔ہاں البتہ اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہی نہ ہو تو پھر جائز ہے۔''(سنن ابی داؤد:4604)

سوال2:رَبِّكَ کے الفاظ ایمان والوں کے اوپر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ایمان والوں کا دل ایمان اور اعتماد سے بھر جاتا ہے۔﴿2﴾اس لفظ میں تعلق ہے ،رشتہ ہے ،خوشی ہے۔ ﴿3﴾اس لفظ کی وجہ سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔﴿4﴾اس لفظ میں اچھے انجام کے لئے خوش خبری ہے۔

سوال3:صراط مستقیم سے کیا مراد ہے؟

جواب:صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے۔

سوال4:قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ''یقیناً ہم نے اپنی آیات تفصیل سے ان لوگوں کے لیے بیان کر دی ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس امت کے لیے پوری تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہنچ چکی ہیں لیکن وہی اس سے نفع اٹھا رہے ہیں جنہیں نصیحت سے رغبت ہے۔(تفسیر سعدی:822/1)﴿2﴾یہ تفصیل وتوضیح ہر شخص کے لیے نہیں بلکہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو نصیحت پکڑتے ہیں۔کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو علم رکھتے ہیں، پھر اپنے علم سے فائدہ اٹھاتے ہیں،ان کے لیے بہت بڑی جزا اور خوبصورت اجر تیار کیا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:822/1)﴿3﴾لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ''ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرتے ہیں'' وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں اور وہ عمل کرتے ہیں پھر وہ سلامتی کے گھر میں کمال اور سعادت تک پہنچتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:421)

سوال5:نصیحت کون لوگ قبول کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾جن لوگوں کے سینے اسلام کے لیے کُھل جاتے ہیں وہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔﴿2﴾جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کی ہدایات کو یاد رکھتے ہیں اور اپنے دلوں کو زندہ رکھتے ہیں۔﴿3﴾جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات سنتے ہیں اور اپنے دل کو مردہ ہونے سے بچاتے ہیں۔﴿4﴾جو لوگ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(127)

ان کے رب کے پاس اُن کے لیے سلامتی کا گھر ہے اور وہ اس کی وجہ سے اُن کا مددگار ہے جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔(127)

سوال 1: لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ''اُن کے رب کے پاس اُن کے لیے سلامتی کا گھر ہے'' دارالسلام سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دارالسلام سے مراد سلامتی کا گھر یعنی جنت ہے۔ جہاں امراض، آفات اور بڑھاپے وغیرہ سے سلامتی ہوگی۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ السلام ہے اور جنت اس کا گھر ہے یعنی رب العزت کا گھر جو اس نے اپنے اولیاء کی جزا کے طور پر تیار کر رکھا ہے۔(تفسیر ثمر قندی:48/1) ﴿3﴾ دارالسلام سے مراد جنت ہے۔یعنی دین اسلام پر چلنے والوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت دے گا اور انہیں اپنی محبت سے نوازے گا اور ان کا حافظ و ناصر ہوگا۔(تیسیر الرحمٰن:435/1) ﴿4﴾ ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے ہاں، چونکہ جنت ہر عیب سے آفت اور تکدر اور غم و ہموم جیسی ناخوشگواریوں سے سلامت اور پاک ہے اس لیے اس کو'' دارالسلام'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جنت کی نعمتیں انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی ہوں گی، کہ کوئی ان کا وصف بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔جنت کے اندر قلب و روح اور بدن کے لیے نعمتوں کے جو سامان ہیں تمنا کرنے والے اس سے بڑھ کر کسی نعمت کی تمنا نہیں کر سکتے۔اس جنت میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو ان کے دل چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی اور وہ اس جنت میں ابدالآباد تک رہیں گے۔(تفسیر سعدی:822/1) ﴿5﴾ رب العزت نے فرمایا: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے۔(السجدہ:17)

سوال 2: دارالسلام تک کون لوگ پہنچ پاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ نصیحت حاصل کرتے جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگ اللہ کی ہدایات کو سن کر اپنے دلوں کو مردہ ہونے سے بچاتے رہتے ہیں۔ ﴿3﴾ جو اللہ کے احکامات کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالتے ہیں۔ ﴿4﴾ جو ایک صالح مومن کا کردار ادا کرتے ہیں دارالسلام ان ہی کے لیے ہے۔

سوال 3: وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''اور وہ اس کی وجہ سے اُن کا مددگار ہے جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کا ولی، حفاظت کرنے والا اور مددگار ہے اور آخرت میں ان کی دنیا کے اعمال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی جزا دے کران کا ولی ہوگا۔(تفسیر ثنر قندی:482/1)﴿2﴾وہی ان کا ولی اور مددگار ہے۔جوان کی تدبیر اور تربیت کا مالک ہے،وہ ان کے تمام معاملات میں ان کے ساتھ لطف وکرم سے پیش آتا ہے جو اپنی اطاعت پر ان کی مدد کرتا ہے اور ان کے لیے ہر وہ راستہ آسان کرتا ہے جو انہیں اس کی محبت کی منزل تک پہنچاتا ہے اور وہ ان کی سرپرستی اپنے ذمہ صرف اس لیے لیتا ہے کہ وہ نیک اعمال بجالاتے اور ایسے کام آگے بھیجتے ہیں جن سے ان کا مقصد اپنے آقا کی رضامندی حاصل کرنا ہوتا ہے۔اس کے برعکس وہ شخص ہے جس نے اپنے آقا سے روگردانی کی اور اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگا رہا تو اللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کا سرپرست بن کر اس کے دین اور دنیا کو تباہ کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:822/1)یا ارحم الراحمین !یا اکرم الاکرمین ہمیں بھی ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما کہ جن سے آپ راضی ہو جائیں اور ہمیں جنت الفردوس کا وارث بنادے۔آمین

سوال4:اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی کیسے بنتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے ہدایت کا راستہ کھول دیتا ہے اور گمراہی سے بچاتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستے پر چلنے کے لیے دلوں کو مائل رکھتا ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی مدد سے مومن آزمائشوں میں کامیاب ہوتا ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے وہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے وہ انہیں دارالسلام تک ان کے اعمال کی بدولت پہنچاتا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ(128)

اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا:''اے جنوں کے گروہ!یقیناً تم نے انسانوں میں سے بہت سوں کو(دوست)بنایا۔''اور انسانوں میں سے اُن کے ساتھی کہیں گے:''اے ہمارے رب!ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اُٹھایا اور ہم اپنے وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمایا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''تمہارا ٹھکانہ آگ ہے،جس میں ہمیشہ رہو گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے''یقیناً آپ کا رب کمال حکمت والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(128)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ حشر کے دن اللہ تعالیٰ سب انسانوں اور جنوں کو اکٹھا کرے گا۔ ان میں سے جو گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا، ان کے سامنے برائی کو خوب صورت بنا کر پیش کیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں میں ان کی مدد کی۔

سوال 2: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ''اے جنوں کے گروہ! یقیناً تم نے انسانوں میں سے بہت سوں کو (دوست) بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اے جنوں کی جماعت! تم نے انسانوں کو خوب گمراہ کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔ تم نے کیسے میرے محارم کی خلاف ورزی کی اور میرے رسولوں کے ساتھ عناد رکھنے کی جرات کی اور تم اللہ تعالیٰ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کے راستے سے روکنے اور جہنم کے راستے پر دھکیلنے کی کوشش کی؟ آج تم میری لعنت کے حق دار ہو اور تم پر میری ناراضی واجب ہوگئی۔ آج ہم تمہیں تمہارے کفر اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے مطابق زیادہ عذاب دیں گے۔ آج تمہارے پاس کوئی عذر نہیں جو پیش کر سکو، کوئی ٹھکانہ نہیں جہاں تم پناہ لے سکو، کوئی سفارشی نہیں جو تمہاری سفارش کر سکے اور نہ تمہاری پکار ہی سنی جائے گی۔ اس وقت مت پوچھئے کہ ان پر سزا کے کون سے پہاڑ ٹوٹیں گے اور انہیں کون سی رسوائی و بال کا سامنا کرنا پڑے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی عذر کا ذکر نہیں فرمایا۔ رہے ان کے دوست انسان تو وہ عذر پیش کریں گے جسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 824,825/1)

سوال 3: جنوں نے انسانوں کی کثیر تعداد کو کیسے اپنا تابع بنا لیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جنات کی وسوسہ اندازیوں پر یقین کرتے ہیں تو ان کی ہدایات پر چلتے ہیں۔ ﴿2﴾ انسان جب رب سے ہدایات نہیں لیتے تو شیاطین کے منصوبوں پر چلتے ہیں اور گمراہ ہو کر ان کے تابع ہو جاتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے جنات سے حشر کے دن ہونے والے سوال جواب کو انسان کے سامنے کیوں رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ جرم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جنات نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے تا کہ وہ اپنے جرم کی وجہ سے شرمندہ ہوں اور انسان شیطان کے حیلوں سے بچ جائیں۔

سوال 5: شیطان انسان کو کیسے گمراہ کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان انسانوں کے تصورات کو خراب کرتے ہیں جس سے وہ برے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شیطان عیاشی کے راستے سے انسان کو گمراہ کرتا ہے۔﴿3﴾ شیطان انسانوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا ہے اور انسان اس گمراہی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

سوال6: وَقَالَ اَوْلِيٰٓـُٔوْهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ''اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اُٹھایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت کا فرمان ہے: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے اور بلاشبہ یقیناً وہ تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟ یہ جہنم ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔(یس:60,63)﴿1﴾ صاحب روح المعانی نے سیدنا حسن اور ابن جریج وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ انسانوں کا جنوں سے نفع حاصل کرنا یوں تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص سفر پر جاتا اور جنات کا خوف ہوتا تو جس منزل پر اترنا ہوتا تو یوں کہتے: اَعُوْذُ بِسَيِّدِ هٰذَا الوادی کہ میں اس وادی کے سردار کی پناہ لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کی بجائے شیاطین کی پناہ لیتے تھے۔ اور شیاطین کا انسانوں سے نفع حاصل کرنا یہ تھا کہ جب یہ لوگ اَعُوْذُ بِسَيِّدِ هٰذَا الوادی کہتے تھے تو جنات خوش ہوتے اور کہتے تھے کہ دیکھو انہوں نے ہم کو پناہ دینے پر قادر سمجھا اور جو پناہ اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہئے تھی ہم سے مانگی۔ (تفسیر انوار البیان:297/2)﴿2﴾ یعنی تمام جنوں اور انسانوں نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا جنوں نے انسانوں سے اپنی اطاعت، اپنی عبادات اور اپنی تعظیم کروا کے اور ان کی پناہ کی طلب سے فائدہ اٹھایا۔ اور انسان جنوں کی خدمت کے مطابق اپنی اغراض اور شہوات کے حصول میں ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انسان جنوں کی عبادت کرتے ہیں، جن ان کی خدمت کرتے ہیں اور ان کی دنیاوی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم سے بہت ہی گناہ سرزد ہوئے اور اب ان کا لوٹانا ناممکن نہیں۔ (تفسیر سعدی:824/1)﴿4﴾ ہم ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھاتے رہے۔ ایک شخص جب دوسروں کو گمراہ کرتا ہے تو یہ یک طرفہ معاملہ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مقاصد پورے کر رہے ہیں۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

سوال7: وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ''اور ہم اپنے وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمایا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾یعنی ہم اپنے وقت اور مقام پر پہنچ گئے جو آپ نے ہمارے لیے مقرر فرمایا۔ہمارے ارادے کا وقت گزر گیا۔ اب آپ کا فیصلہ،آپ کا حکم اور ہمارے لیے آپ کا جو ارادہ ہو وہی ہوگا۔اب تو ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ ﴿2﴾انسانوں کا گروہ آپس میں ایک دوسرے سے نفع حاصل کرنے کا اقرار کرنے کے بعد یوں کہے گا کہ:وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا اور ہم پہنچ گئے اس مقرر میعاد کو جو ہمارے لیے آپ نے مقرر فرمائی تھی۔اس اجل یعنی مقررہ میعاد سے بعض حضرات نے موت اور بعض نے قیامت کا دن مراد لیا ہے انسانوں کا گروہ یہ بات بطور اقرار جرم کہے گا جس میں اظہار ندامت بھی ہے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا!حسرت بھی ہے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔(تفسیر انوار البیان:2/297)

سوال8:قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، جس میں ہمیشہ رہو گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے یقیناً آپ کا رب کمال حکمت والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جہنم کی آگ اب آپ کا ٹھکانہ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے مطابق ہوگا۔ ﴿2﴾اللہ تعالیٰ اپنے علم کی وسعت سے سب کے جرائم کا علم رکھتا ہے اور اپنی حکمت سے جزا سزا دیتا ہے۔کوئی بھی کسی کے لیے جنت،دوزخ کا قطعی فیصلہ نہیں کرسکتا۔اس کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت پر ہے۔(ابن جریر،ابن ابی حاتم)اسلام میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بے قید ہونے کا اصول ہے۔اللہ دانا ہے،علیم ہے،حکیم ہے۔اس کا کوئی فیصلہ علم،حکمت اور دانائی سے خالی نہیں ہوسکتا،وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔

سوال9:انسان اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کیسے کرتے ہیں؟

جواب:جو لوگ اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کرتے ہیں اُن کے سامنے واضح مفادات ہوتے ہیں کچھ لوگ شیاطین کی وجہ سے جادو کا کاروبار کرتے ہیں۔جو لوگ شیطان کی ترغیب کے تحت کوئی تحریک چلاتے ہیں اُن کا ساتھ دینے والے اس امید پر ساتھ دیتے ہیں کہ اس طرح ان کی قیادت قائم رہے گی۔

سوال10:قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کیسے یہ حقیقت کھول دیں گے کہ لوگوں کو گمراہ کرنا اور حق کو نظر انداز کرنا بے خبری کی بنیاد پر نہیں تھا؟

جواب:﴿1﴾قیامت کے دن انسان کی نیتیں اور ارادے کھل کر سامنے آجائیں گے اور اس طرح کاموں کی اور انسان کی اصل حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔مثال کے طور پر جو لوگ گمراہ ہوئے،جنہوں نے گمراہی کی تحریکوں میں حصہ لیا ان کے بارے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں سب جان لیں گے کہ یہ اقتدار کے حصول کے لئے رب کے راستے سے لوگوں کو ہٹاتے رہے۔﴿2﴾ قیامت کے دن یہ حقیقت کھل جائے گی کہ لوگوں نے وقتی فائدوں کو قربان نہیں کیا۔﴿3﴾ قیامت کے دن یہ کھل جائے گا کہ یہ حق سے بے خبری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوئے یا گمراہ کرتے رہے بلکہ دراصل دنیا پرستی آنکھوں کا پردہ بن گئی اور جان کر بھی لوگوں نے نہ جانا اور سن کر بھی نہ سنا۔

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ(129)

اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ساتھی بنا دیتے ہیں اس وجہ سے جو وہ کماتے تھے۔(129)

سوال1: وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ'' اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ساتھی بنا دیتے ہیں اس وجہ سے جو وہ کماتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ كَذٰلِكَ اسی طرح ساتھی بنا دیتے ہیں یعنی نافرمان جنوں اور انسانوں کو۔﴿2﴾ نُوَلِّیْ کا یہ ترجمہ جو ابھی لکھا گیا سیدنا قتادہ سے منقول ہے۔صاحب معالم التنزیل نے ان سے نقل کیا ہے نَجْعَلُ بَعْضَهُمْ اَوْلِیَآءَ بَعْضٍكه ہم ظالموں کو آپس میں ایک دوسرے کا دوست بناتے ہیں۔یہ معنی بھی صحیح ہے دنیا میں ہر وقت اس کا مظاہرہ ہے اور اسی دوستی کی وجہ سے آپس میں مل کر اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی میں ایک دوسرے کی معاونت کرتے رہتے ہیں۔اور بعض حضرات نے نُوَلِّیْ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ظالموں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیں گے یعنی قیامت کے دن ایک ہی قسم کے لوگوں کی جماعتیں بنا دی جائیں گی پھر یہ جماعتیں دوزخ میں چلی جائیں گی۔جیسا کہ سورۃ صافات میں فرمایا: اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ جمع کرلو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے ساتھیوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے ماسوا۔اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو۔(سورۃ الصافات:22,23) اور سورۃ زمر میں فرمایا: وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔(سورۃ الزمر:71) آیت کا ایک اور معنی بھی بعض مفسرین نے لکھا ہے۔صاحب معالم التنزیل نے لکھا ہے کہ بعض ظالموں کو بعض دوسرے ظالموں پر مسلط کر دیتے ہیں۔اور ایک ظالم کو دوسرے ظالم کے ہاتھ سے سزا دلوا دیتے ہیں۔(تفسیر انوار البیان:298/2)﴿3﴾ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ'' اس وجہ سے جو وہ کماتے تھے''یعنی ان ظلم شر اور فساد کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وجہ سے ہم ظالموں کوایک دوسرے کا ساتھی بنادیتے ہیں۔﴿4﴾ ظالموں کومسلط کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب بندوں کا فساداورظلم بہت بڑھ جاتا ہےاوروہ حقوق واجبہ ادانہیں کرتے توان پرظالم مسلط کردیئے جاتے ہیں جوانہیں بدترین عذاب میں مبتلا کردیتے ہیں اوروہ ان سے ظلم وجور کے ذریعے سے اس سے کئی گناہ زیادہ چھین لیتے ہیں جووہ اللہ تعالیٰ کےاوراس کے بندوں کےحق کےطور پرادا کرنے سے انکار کرتے ہیں اوروہ ان سے اس طرح وصول کرتے ہیں کہ ان کواس کا اجروثواب بھی نہیں ملتا۔جیسے جب بندے درست اورراست روہوجاتے ہیں تواللہ تعالیٰ ان کے حکمرانوں کودرست کردیتا ہے اور انہیں ظالم اورگمراہ حاکم نہیں بلکہ انہیں عدل وانصاف کے امام بنادیتا ہے۔پھراللہ تعالیٰ ان تمام جن وانس کوزجروتوبیخ کرتا ہے جوحق سے روگردانی کرتے ہوئے اسے ٹھکرادیتے ہیں،وہ ان کی خطاواضح کرتا ہےاوروہ اس کا اعتراف کرتے ہیں۔(تفسیرسعدی:824,25/1)

سوال2: جنوں اورانسانوں کی دوستی کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب:اس دوستی میں مزاج اورخواہشات کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں اپنا حکم چلاتے ہیں۔عیاشی کے معاملے میں کوئی حدقبول نہیں کرتے۔﴿4﴾اس دوستی میں رجحانات اورمقاصد کے ایک ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان باہمی محبت پیدا ہوجاتی ہے۔﴿5﴾اس دوستی کا انجام بھی ایک ہے۔

سوال3: آج کے دورمیں ظلم کی بنیاد پرہونے والی شیطانی اورشیطانی انسانوں کی دوستیوں کی کون سی صورتیں موجود ہیں؟

جواب:﴿1﴾ آج کے دورمیں اسلام کےخلاف،ملک الناس،رب الناس کےخلاف خطرناک گٹھ جوڑ کرنے والے وہ افراد ہیں جنہیں دشمنی کا صدیوں کا تجربہ ہے۔﴿2﴾اس دشمنی کے لئے مادی،علمی اورمعاشرتی اورمعاشی قوتوں اورہرطرح کے اسباب کے ساتھ اسلام کے مقابلے میں جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی بات سچ ہے کہ ہم ظالموں کوایک دوسرے کے لئے مددگار بناتے ہیں اس کمائی کی وجہ سے جووہ مل کرکرتے ہیں۔

رکوع نمبر3

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ(130)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیات سناتے ہوں اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''ہم اپنے آپ پر خود گواہی دیتے ہیں۔'' اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا اور وہ اپنے آپ پر خلاف گواہی دیں گے کہ یقیناً وہی کافر تھے۔(130)

سوال1: یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ ''اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سوال کریں گے کہ اے گروہ جن وانس! کیا میرے رسولوں نے تمہیں میرا پیغام پہنچایا تھا۔ ﴿2﴾ جنوں کے قرآن سننے کا تذکرہ سورہ جن اور سورہ احقاف وغیرہ میں ملتا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَ اِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡکَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوۡہُ قَالُوۡۤا اَنۡصِتُوۡا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوۡا اِلٰی قَوۡمِہِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوۡا یٰقَوۡمَنَاۤ اِنَّا سَمِعۡنَا کِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ یَہۡدِیۡۤ اِلَی الۡحَقِّ وَ اِلٰی طَرِیۡقٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۳۰﴾ یٰقَوۡمَنَاۤ اَجِیۡبُوۡا دَاعِیَ اللّٰہِ وَ اٰمِنُوۡا بِہٖ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَ یُجِرۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۳۱﴾ وَ مَنۡ لَّا یُجِبۡ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیۡسَ بِمُعۡجِزٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَیۡسَ لَہٗ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءُ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ''خاموش ہو جاؤ،'' پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے'' انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔'' اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں (سورہ احقاف:29.32)

سوال2: کیا جنوں کے پاس ان کے ہم جنس رسول بھیجے گئے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ جن انسانوں کی نظروں سے چھپی ہوئی مخلوق ہے۔ ﴿2﴾ جنات کے اصل حالات اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ ﴿3﴾ جنات رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والے کلام کو سنتے تھے، اپنی قوم کو کلام سناتے تھے، خوش خبریاں دیتے تھے اور ڈراتے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا'' جوتمہیں میری آیات سناتے ہوں اورتمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی میرے پیغمبر تمہیں میری آیات نہیں سناتے تھے جووعدوں اوروعیدوں سے متعلق ہیں۔جن میں خیراورشر کی وضاحت ہے۔﴿2﴾وَ یُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا'' اورتمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں''یعنی تمہیں آگاہ نہیں کرتے تھے کہ تمہاری نجات اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اوراس کے احکامات کی تعمیل میں ہے اور بدبختی اورخسارہ ان کوچھوڑنے میں ہے۔

سوال4:انسانوں اورجنوں سے یہ سوال کس مقصد کے لیے کیا گیا؟

جواب:﴿1﴾جنوں سے یہ سوال جرم کا ریکارڈ تیار کرنے کے لیے ہے۔﴿2﴾یہ سوال اقرار جرم کے لیے ہے۔

سوال5:قَالُوْا شَھِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا'' وہ کہیں گے:'' ہم اپنے آپ پرخود گواہی دیتے ہیں اوران کودنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی ہم اپنے آپ پرخود گواہی دیتے ہیں ہمیں دنیا کی زندگی نے آخرت کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا تھا اور ایمان سے روکا تھا۔﴿2﴾یعنی دنیا کی زندگی نے اپنی زینت،آسائش اورنعمتوں کے ذریعے سے ان کودھوکے میں مبتلا کردیا اوردنیا پرمطمئن اورراضی ہوکر بیٹھ گئے اوردنیا نے انہیں آخرت کے بارے میں غافل کردیا۔(تفسیرسعدی:825/1)

سوال6:انسانوں اورجنوں سے کل قیامت کے دن اپنی ذات کے خلاف گواہی لی جائے گی۔سب اپنے خلاف گواہی کے لیے کیسے مجبورہوجائیں گے؟

جواب:قیامت کے دن جب لوگ یہ جان لیں گے کہ انکاراورتکبر سے کچھ حاصل ہونے والانہیں ہےتوانہیں انکار کی مجال نہیں ہوگی،نہ وہ اپنا دفاع کرسکیں گے،نہ معذرت پیش کرسکیں گےخوداپنے خلاف گواہی دینے کے لیے مجبورہوجائیں گے۔

سوال7:وَ شَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ'' اوروہ اپنے آپ پرخلاف گواہی دیں گے کہ یقیناًوہی کافرتھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی جب انہوں نے اپنے خلاف گواہی دی(کہ ہم نے کفرکیا)توان پرحجت قائم ہوگئی۔﴿2﴾دنیا کی زندگی کے دھوکے میں مبتلا ہوگئے انہوں نے انبیاء کے معجزات کوبھی ٹھکرادیا،کفراورشرک پراڑے رہے وہ خوداپنے کفرکااقرارکریں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گے۔

سوال8: آج انسان اور جن کفر میں کیسے مبتلا ہو جاتے ہیں؟

جواب: آج دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے جس کی وجہ سے لوگ کافر بنے ہوئے ہیں۔

سوال9: جنوں اور انسانوں کے انجام میں ہمارے کے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس انجام میں ہمارے لیے سبق ہے کہ کل جن جرائم کا اعتراف کر کے سزا پانی ہے آج ان جرائم سے بچ سکیں۔

﴿2﴾ رسولوں سے ہدایات نہ لینے کی وجہ سے لوگ مجرم بنتے ہیں اس لیے رسولوں سے ہدایات لینی ہیں۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ (131)

یہ اس لیے ہوا کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ کرنے والا نہ تھا کہ اس کے باشندے بے خبر ہوں۔ (131)

سوال1: ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ''یہ اس لیے ہوا کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ کرنے والا نہ تھا کہ اس کے باشندے بے خبر ہوں'' اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ہلاک کرنے سے پہلے غفلت سے جگانے کے لیے کیا انتظام کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہر علاقے اور ہر دور کے لوگوں کے لیے اپنی ہدایات بھیجتا ہے تا کہ انسان اس سے اپنے رب اور اس کے احکامات کے بارے میں راہ نمائی حاصل کریں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے رسولوں کو بھیجتا ہے تا کہ وہ برے انجام سے ڈرائیں اور اچھے انجام کی خوش خبریاں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر حجت تمام کر دی۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ توحید کی دعوت بھیجے بغیر ہمیں پکڑ لیا گیا۔ رب العزت نے فرمایا: تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ قریب ہو گی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو۔'' (ملک:8,9)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں پھر اس نے انسانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فطرت، عقل اور مشاہدے کو رسولوں کی دعوت کے ساتھ کیوں منسلک کیا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے فطرت انسانی، عقل انسانی اور مشاہدہ انسانی کو رسولوں کی دعوت کے ساتھ اس لیے منسلک کیا تا کہ انسان کی قوتوں کو بگاڑ سے بچایا جا سکے۔﴿2﴾ انسان کی فطرت بعض اوقات صحیح راستے سے ہٹ جاتی ہے۔﴿3﴾ انسان کی عقلی قوت بعض اوقات خواہشات کے نیچے دب جاتی ہے۔﴿4﴾ انسان کی قوت مشاہدہ، ادراک کی قوتیں بعض اوقات معطل ہو جاتی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے عقل، فطرت اور مشاہدہ انسانی کو رسولوں کی دعوت کے ساتھ منسلک کر دیا۔

سوال3: کیا انسان فقط اپنی عقلی قوتوں کے بل پر ہدایت پا سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان فقط اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت کا یقین حاصل نہیں کر سکتا۔﴿2﴾ انسان اپنی عقل سے اپنی خواہشات کو ضابطوں کا پابند نہیں بنا سکتا۔﴿3﴾ انسان کی عقل تب درست کام کرتی ہے جب اس کے پیچھے عقیدے کی قوت موجود ہو اور سچا عقیدہ وحی الٰہی کے بغیر نہیں مل سکتا اس لیے عقل کو ہدایت پانے کے لیے وحی کی ضرورت ہے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ (132)

اور ہر ایک کے لیے اس کے درجات ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے عمل کیے اور آپ کا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں۔(132)

سوال1: وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ''اور ہر ایک کے لیے اس کے درجات ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے عمل کیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ان کے اعمال کے مطابق ان کے درجات ہیں جس نے تھوڑی سی برائی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس شخص کی مانند نہیں ہو سکتا جس نے بہت برائیاں کمائی ہیں۔ تابع متبوع کے برابر ہو سکتا ہے، نہ رعایا حکمران کے برابر ہو سکتی ہے جیسے اہل ثواب اور اہل جنت منافع، فوز و فلاح اور جنت میں داخل ہونے میں مشترک ہیں، مگر ان کے درجات میں اس قدر تفاوت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے باوجود وہ سب اس پر راضی ہوں گے جو ان کا آقا ان کو عطا کرے گا اور اس پر قناعت کریں گے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی جنت الفردوس کے بلند درجات عطا کرے جو اس نے اپنے مقرب، چنے ہوئے اور محبوب بندوں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔(تفسیر سعدی:826/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:لوگوں کے درمیان درجات میں فرق کیوں ہوتا ہے؟

جواب:لوگوں کے درمیان درجات میں فرق کوششوں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔انسان کی محنت اس کی عقل مندی کے ساتھ مصلحتوں کا خیال جس درجے کا ہوتا ہے اسی درجے کی کامیابی ہوتی ہے۔لوگوں کی عقلی قوتیں ایک برابر نہیں ہوتیں،ان کی مصلحتوں کی رعایت ایک جیسی نہیں ہوتی اس لیے درجات بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔

سوال3:آخرت میں درجات کی تقسیم کس اعتبار سے ہوگی؟

جواب:آخرت میں درجات کی تقسیم اس دنیا میں کیے گئے اعمال کے اعتبار سے ہوگی۔جو شخص آخرت کے لیے بھی اسی طرح وقت اور مال لگاتا ہے جیسے دنیا کے لیے لگاتا ہے جو آخرت کے لیے بھی اسی طرح ہوشیاری سے کام لیتا ہے جیسے دنیا کے لیے لیتے ہیں،اور آخرت کے لیے بھی اسی طرح مصلحتوں کا لحاظ رکھتا ہے جیسے دنیا کے لیے رکھتے ہیں تو ایسے شخص کو اس کے عمل کے مطابق آخرت میں بہترین درجات ملیں گے۔

سوال4:وَمَارَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّايَعْمَلُوْنَ ''اور آپ کا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے ہر ایک کے اعمال سے باخبر ہے اس لیے وہ ارادے اور عمل کے مطابق جزا دے گا۔

سوال5:آخرت کا فیصلہ کرنے والا کیسا ہے؟

جواب:﴿1﴾ آخرت کا فیصلہ کرنے والا رب ہر شخص کے حالات سے باخبر ہے۔﴿2﴾ ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کرسکتا ہے۔﴿3﴾ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق پورا پورا دے سکتا ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ(133)

اور آپ کا رب ہر طرح بے نیاز،کمال رحمت والا ہے،اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے جانشیں بنادے جیسا کہ اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے۔(133)

سوال1:وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ''اور آپ کا رب ہر طرح بے نیاز،کمال رحمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اور آپ کا رب غنی ہے یعنی اپنے سوا ہر ایک سے ہر طرح سے بے نیاز ہے۔وہ اپنی مخلوق کی عبادت سے بے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نیاز ہے اسے نہ کسی کی اطاعت فائدہ دیتی ہے نہ نافرمانی کچھ بگاڑتی ہے۔﴿2﴾رب العزت ذُوالرَّحْمَةِ ہیں اس لیے لوگوں کے نفع کے لیے رسول بھیجے تا کہ لوگ ان کی راہ نمائی کے مطابق عمل کر کے جنت کے حق دار بن جائیں۔رب العزت نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ (البقرہ:143)﴿3﴾اس کی انتہائی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی راہ دکھائی جس پر عمل کر کے تم عذاب سے بھی بچ سکتے ہو اور بلند درجات بھی حاصل کر سکتے ہو۔اس کے مہربان ہونے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں فوراً سزا نہیں دے رہا اور تمہارے قصور معاف کرتا چلا جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:659/1)

سوال2:انسان کا دنیا میں رہنا کس پر موقوف ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہے۔اس کا دنیا میں رہنا اللہ تعالیٰ کے چاہنے پر موقوف ہے۔ ﴿2﴾انسان اپنی پیدائش اور اس دنیا میں رہنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اسے زندگی ملی رب کی رحمت کی وجہ سے، دنیا میں رہنے کا موقع ملا تو رب کی رحمت کی وجہ سے ہے۔﴿3﴾انسانوں کو ایک جگہ سے ہٹا دینا اور ان کی جگہ دوسروں کو لے آنا یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر موقوف ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ ہی قوموں کو قوت اور قدرت عطا کرتا ہے۔

سوال 3: اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ ''اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے جانشیں بنا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہیں ہلاک کر دے پھر تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔﴿2﴾جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ تم نے اس جہان سے رخصت ہو جانا ہے پھر دل کیوں لگایا؟اس دنیا کو اپنا ٹھکانہ اور جائے قرار کیوں بنایا؟

سوال4:قوموں کو ہٹانے اور ان کی جگہ دوسری اقوام کو لانے کی تنبیہہ کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اس تنبیہ سے انسان کے شعور کو جھنجھوڑا ہے خاص طور پر ان کو جو اپنے فریب میں دوسروں کو پھانستے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر دست درازی کرتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ رہیں گے جب وہ ان کا رہنا پسند نہیں کرے گا تو دوسری قوم کو لے آئے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اس تنبیہ کے ذریعے اہل ایمان کو تسلی دی کہ اگرچہ ان پر ظلم ہو رہا ہے لیکن دشمن اللہ تعالیٰ پر غلبہ نہیں رکھتے۔وہ جب چاہے ان کے مکر کو مٹا سکتا ہے۔

سوال5: كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ''جیسا کہ اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب:تم نے اپنے سے پہلے لوگوں کو دیکھا کس طرح وہ دنیا سے چلے گئے آج تم ان کے مقام پر ہوتو پھراس میں دل کیوں لگایا؟

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ(134)

جس (دِن) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم ہرگز عاجز کردینے والے نہیں ہو۔(134)

سوال 1: اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ''جس (دن) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور آنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے یہ واضح کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اس کی گرفت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتے۔﴿2﴾ انسان سے قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے تو وہ ہوکر رہے گی۔وہ سب کے زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے خواہ تم گل سڑ کر بوسیدہ ہڈیاں ہوجاؤ۔کوئی اللہ تعالیٰ کو عاجز کردینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

سوال2: وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ''اور تم ہرگز عاجز کردینے والے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر اسے عاجز نہیں کرسکتے۔تم اس کی ملکیت اور تصرف میں ہو۔بھاگ کر کہاں جاؤ گے!

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ(135)

آپ کہہ دیں: ''اے میری قوم!تم اپنی جگہ عمل کرو یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں پھر عنقریب تم جان لوگے کہ وہ کون ہے جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے۔(135)

سوال1: قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ '' آپ کہہ دیں: ''اے میری قوم!تم اپنی جگہ عمل کرو یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی دعوت پہنچادی،اس کے حقوق کے بارے میں بتادیا اب اگر وہ خواہشات کے پیچھے بھاگ رہے ہیں تو انہیں کہہ دیں کہ جس روش کو تم نے اپنا بنالیا اور جس حال میں ہو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایسے ہی رہو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر رہا ہوں۔

سوال 2: فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ''پھر عنقریب تم جان لو گے کہ وہ کون ہے جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ آخرت کا گھر تمہارے لیے ہے یا میرے لیے ہے۔ یقیناً آخرت کا گھر ایمان اور تقویٰ والوں کے لیے ہے۔ ﴿2﴾ دنیا میں جو لوگ جھوٹ اور ظلم کی زندگی گزارتے ہیں انہیں عنقریب پتہ چل جائے گا کہ یہ وقتی حالات ہیں جلد ہی وہ وقت آنے والا ہے جب ان سے سب کچھ چھین لیا جائے گا اور انہیں ایک ایسی ہلاکت میں ڈال دیا جائے گا جہاں سے کبھی نہ نکالا جائے گا۔ ﴿3﴾ جو شخص حق کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور اس کا کچھ نہیں بگڑتا اس کو جان لینا چاہیے کہ اس دنیا سے جانے کے بعد اپنے آپ کو برے انجام سے بچانے کا موقع نہ مل سکے گا۔

سوال 3: اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ''یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ظالم کبھی کامیب نہیں ہوں گے خواہ اس دنیا سے کتنا ہی فائدہ اٹھالیں۔ ﴿2﴾ ظلم کرنے والے شرک کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد نہیں ملتی وہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے مقام پر لا کر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ﴿3﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے منہ موڑتے ہیں ان کے لیے خسارے کے سوا کوئی انجام نہیں ہو سکتا۔ ﴿4﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا۔ (بخاری: 4686)

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (136)

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے، پس انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے، چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے، برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں! (136)

سوال 1: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ مشرکین نے اپنے معبودوں اور بتوں کے تقرب کے حصول کے لیے جو حصے مقرر کر رکھے ہیں وہ خالص غیر اللہ کے لیے ہیں۔ان میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں اور ان کے زعم باطل کے مطابق انہوں نے جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا ہے وہ ان کے شرک کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے حضور نہیں پہنچتا، بلکہ یہ بھی ان کے معبودوں اور بتوں کا حصہ ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بے نیاز ہے۔وہ مخلوق میں سے اس شخص کا عمل کبھی قبول نہیں کرتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے۔(تفسیر سعدی:830/1)

سوال2:فصلوں اور مویشوں کے بارے میں مشرکین کے کیا رواج تھے؟

جواب:﴿1﴾ فصلوں اور مویشیوں میں سے اللہ تعالیٰ کا اور بتوں کا حصہ نکالتے۔﴿2﴾ اچھے جانور اور اچھے غلے کو اگر اللہ تعالیٰ کے حصے میں دیکھتے تو بتوں کی طرف کر دیتے اور اگر بتوں کی طرف دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں نکالتے تھے۔﴿3﴾ اگر خود ضرورت پڑتی تو اللہ تعالیٰ کا حصہ لے لیتے تھے اور بتوں کے حصے کو چھوڑ دیتے کہ کہیں ہم پر کوئی مصیبت نہ نازل ہو جائے۔

سوال3:فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآىِٕهِمْ ''پس انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس مشرکانہ رسم میں وہ لوگ تین طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے تھے۔﴿1﴾ مالی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معبودوں کو شریک بنانا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا الگ اور معبودوں کا الگ حصہ مقرر کرنا۔اس بات میں پروہتوں کا یہ شرک تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو شارع کی حیثیت دے رکھی تھی اور عام لوگوں کا یہ شرک تھا کہ وہ ان کی اس بات کو مذہبی طور پر تسلیم کرتے تھے۔﴿3﴾ اس تقسیم میں بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں ناانصافی کرتے تھے، اور اس جرم میں پروہت اور عام مشرک سب شریک تھے۔(تیسیر القرآن:660/1)

سوال4:مشرکوں کا اصل یقین کس پر تھا؟

جواب:اگرچہ مشرک بظاہر اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے لیکن ان کا اصل یقین بتوں پر تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:انسان بتوں کو کیوں پوجتا ہے؟

جواب:بت محسوس ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو انسان اپنے حواس سے محسوس نہیں کرسکتا۔انسان بت اس لیے گھڑتا ہے کہ اسے غیر محسوس الٰہ پر پورا بھروسہ نہیں ہوتا۔

سوال6:فصلوں اور مویشیوں کے بارے میں اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ فصلوں اور مویشیوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ انسان کے لیے رزق فراہم کرتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے رزق کو کسی اور کے نام سے موسوم نہیں کرنا چاہیے۔

سوال7:سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ''برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی کتنا برا حکم ہے جو وہ اللہ تعالیٰ پر لگا رہے ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ(137)

اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے تا کہ وہ ان کو برباد کر دیں اور تا کہ ان پر ان کے دین ہی کو مشتبہ بنا دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ ان کو چھوڑ دو اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں!(137)

سوال1:وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ '' اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مشرکین کی حماقت اور گمراہی یہ ہے کہ اکثر مشرکین کے سامنے ان کے خداؤں یعنی ان کے سرداروں اور شیاطین نے ان کے اعمال، یعنی قتل اولاد کو مزین کر دیا ہے۔ یہاں قتل اولاد سے مراد ان لوگوں کا اپنے بچوں کو قتل کرنا ہے جو بھوک اور فقر کے ڈر سے اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔(تفسیر سعدی:830/1)﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حرام کرلیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا یقیناً وہ گمراہ ہوگئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے۔ (الانعام:140)

﴿3﴾ شیاطین نے ان کی نظروں میں اولاد کے قتل کرنے کو ایسا مزین کر دیا تھا کہ وہ اس عمل میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے اور ذرا سی بھی ماما متا ان کے دل میں نہیں آتی تھی جو اولاد قتل سے مانع ہو۔ شیاطین نے ان کو اس کام پر ڈالا تا کہ ان کو برباد کریں اس میں سب سے بڑی بربادی یہ ہے کہ آخرت کے عذاب کے مستحق ہوئے اور ایک طرح سے دنیاوی بربادی بھی ہے کیونکہ جب اولاد زندہ نہ چھوڑی جائے گی تو آئندہ نسلیں بھی نہ چلیں گی اسباب ظاہرہ کے اعتبار سے اس میں نسل انسانی کی بربادی بھی ہے۔ (تفسیر انوار البیان:2/305)

سوال2: مشرک اپنی اولاد کو کیوں قتل کیا کرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ بیٹیوں کو کبھی غربت کے خوف سے اور کبھی جنگی قیدی بن جانے کے خوف سے قتل کرتے تھے۔ ﴿2﴾ اپنی اولاد کو نذر کے طور پر قتل کرتے تھے جیسے رسول اللہ ﷺ کے دادا نے نذر مانی تھی کہ اللہ نے انہیں دس بیٹے دیئے جو اس کے دست بازو بنیں تو ایک کو قربان کر دیں گے۔

سوال3: اس آیت میں شرکاء سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیت میں شرکاء سے مراد جنوں اور انسانوں کے شیاطین ہیں۔

سوال4: لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ''تا کہ وہ ان کو برباد کر دیں اور تا کہ اُن پر اُن کے دین ہی کو مشتبہ بنا دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سب شیاطین کی فریب کاری ہے جو انہیں ہلاکت کی وادیوں میں دھکیلنا چاہتے ہیں کہ ان کا دین ان پہ مشتبہ ہو جائے اس لیے وہ انتہائی برے کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے یہ شرکاء ان کے ان اعمال کو آراستہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ یہ ان کے ہاں نیکی کے اعمال اور اچھے خصائل بن جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/830)

سوال5: شیاطین کا واضح ہدف کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ہلاکت میں مبتلا کرنا۔ ﴿2﴾ دین کو مشتبہ بنانا۔

سوال6: شیاطین انسانوں کو ہلاکت میں کیسے مبتلا کرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ قتل اولاد سے۔ ﴿2﴾ اجتماعی زندگی کو فطرت کے مخالف موڑ دینے سے جس کی وجہ سے لوگ جانوروں کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح زندگی گزارتے ہیں۔

سوال7: شیاطین دین کو کیسے مشتبہ بنادیتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ شیاطین دین اورعقیدے کے ساتھ زائدتصورات وابستہ کرتے ہیں۔﴿2﴾ دین کے بارے میں پیہم اور پیچیدہ تصورات دے کردین کومشتبہ بناتے ہیں۔﴿2﴾ اجتماعی رسومات سے دین کومشتبہ بنانے کےعمل کا آغاز ہوتا ہے۔

سوال8: کیادورحاضرمیں بھی دین کے بارے میں مشتبہ تصورات موجود ہیں؟

جواب: دورحاضرمیں تمام لوگوں کی زندگی اجیرن کرنے والے رسوم ورواج ہیں جنہیں لوگوں نے دین کی طرح اپنے اوپرفرض کررکھاہے۔ایک طرف دین سے الگ طرزحیات ہے دوسری طرف خودساختہ طرزحیات ہے۔لباس، بناؤسنگھار،تقریبات وغیرہ جن کی وجہ سے کچھ تاجر، بڑی کمپنیاں، مالی ادارے فوائدحاصل کرتے ہیں ان کے ذریعے فریب دیاجاتاہے کہ آپ سوسائٹی کے ایک کارآمدفرد ہیں۔بھلالباس کی وجہ سے،زینت کے اظہارکی وجہ سے، بڑی تقریبات منعقدکرنے کی وجہ سے کوئی معاشرے کے لیے کارآمد کیسے ہوسکتاہے۔

سوال9: وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ''اوراگر اللہ تعالیٰ چاہتاتووہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ ان کوچھوڑدواورجووہ جھوٹ باندھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگراللہ تعالیٰ چاہتا تو شیاطین جن اورانسان ہدایت کے راستے کی مخالفت نہ کرتے، دوسرے لوگوں کوگمراہ نہ کرتے، انبیاءاوران کے پیروکاروں کواذیت نہ دیتے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کوآزمائے تاکہ وہ دیکھ لے کہ کون صبرکرتاہے؟ کون ثابت قدم رہتاہے؟ کون سچائی کا ساتھ دیتاہے؟ کون خوشی اورغمی میں،خوشحالی اور بدحالی میں اللہ تعالیٰ کےعہد پرقائم رہتاہے؟﴿3﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ حق اور باطل دشمنی کے اس پروگرام کوشروع ہی نہ کرتالیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کوصاف کرناچاہتے ہیں اورآزمائش میں کامیاب ہونے پرمخالفت ختم ہوجاتی ہےاوردشمن کمزورہوجاتے ہیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرکوتسلی دی ہے کہ آپ افترا پردازوں کوان کے حال پرچھوڑدیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔﴿5﴾ اگراللہ تعالیٰ ان کوان اعمال سے روکنااوران کے اوران افعال قبیحہ کے درمیان حائل ہونا چاہتااوراگروہ چاہتا کہ ماں باپ اپنی اولادکوقتل نہ کریں تووہ کبھی قتل نہ کرتے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضاہے کہ ہوان کومہلت دینے کے لیے ان کے اوران کے اعمال کے درمیان سے ہٹ جائے اوران کے اعمال کی پرواہ نہ کرے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(تفسیر سعدی:830/1)

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ(138)

اوراپنے زعمِ باطل میں انہوں نے کہا کہ یہ جانوراور یہ کھیت ممنوع ہیں،انہیں کوئی نہیں کھائے گامگروہی جسے ہم اپنے خیال کے مطابق چاہیں گے،اور کچھ جانور ہیں ان کی پشتیں حرام کردی گئی ہیں اور کچھ جانور ہیں جن پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکرنہیں کرتے اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے،جلد ہی وہ انہیں اس کا بدلہ دے گا اس وجہ سے جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔(138)

سوال1:وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ ''اوراپنے زعمِ باطل میں انہوں نے کہا کہ یہ جانوراور یہ کھیت ممنوع ہیں انہیں کوئی نہیں کھائے گامگروہی جسے ہم اپنے خیال کے مطابق چاہیں گے'' فصلوں اور جانوروں کے بارے میں عربوں کے یہاں کون سی پابندیاں رائج تھیں؟

جواب:عربوں کی حماقت کی ایک قسم یہ بھی تھی کہ انہوں نے مویشیوں اور کھیتوں کے بارے میں بدعات گھڑ لیں۔﴿1﴾ان کے یہاں کچھ جانوروں کی پیٹھ پرسوارہونااوران پر بوجھ لادنا حرام تھا۔﴿2﴾ کچھ جانوروں کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ ان پرسوار ہوتے وقت یاان کا دودھ نکالتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا جاسکتا۔﴿3﴾بحیرہ یاسائبہ جانوروں کوذبح کرنے کے بعد پیٹ کے بچے کے بارے میں پابندی تھی کہ زندہ نکلاتو گوشت صرف مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں۔رب العزت نے فرمایا:مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَاۗىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی)اورنہ ہی سائبہ(سانڈ چھٹی ہوئی)اورنہ ہی وصیلہ(اوپر تلے بچے دینے والی)اورنہ ہی حام(بچوں کا باپ اونٹ)مقرر کیا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں،اوران میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔(المائدہ:103)﴿4﴾اگر جانور کے پیٹ سے بچہ مردہ حالت میں نکلاتو مرد اور عورت دونوں کھا سکتے ہیں۔﴿5﴾فصلوں میں سے بتوں کے نام کا حصہ نکالنے کی پابندی تھی۔رب العزت نے فرمایا:قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَي اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اُتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنالیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟ (یونس:59)

سوال2: وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ''اور کچھ جانور ہیں جن پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کرتے اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ ''ان لوگوں نے بعض چیزوں کو حرام قرار دے کر پھر یہ کہہ کر کہ یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا ہے یعنی جھوٹ بولا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ انہیں اجازت دی نہ وہ ان کاموں سے راضی ہے۔

سوال3: سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ''جلد ہی وہ انہیں اس کا بدلہ دے گا اس وجہ سے جو وہ جھوٹ باندھتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان کے حلال وحرام کے معاملات میں افترا پردازی کی انہیں جلد ہی سزا دے گا۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (139)

اور انہوں نے کہا: ''جو بھی ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ خالصتاً ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے اور اگر وہ مُردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں۔'' اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی ان کی بات بنانے کی سزا دے گا، یقیناً وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (139)

سوال1: وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ''اور انہوں نے کہا: ''جو بھی ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ خالصتاً ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں'' کیا مشرکین کے پاس جانوروں کے گوشت کے استعمال کے لیے کوئی بامعنی قانون سازی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ مشرکین کے پاس جانوروں کے پیٹ کے بچوں کے بارے میں کوئی بامعنی قانون نہیں تھا کہ زندہ بچوں کو مرد کیوں کھائیں اور عورتیں کیوں نہ کھائیں؟ ﴿2﴾ مشرک اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت کرتے تھے اور اسے اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرتے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: لوگ ظاہری چیزوں میں تشدد کی حد تک قوائد وضوابط کا اہتمام کیوں کر سکتے ہیں؟

جواب: جولوگ دین کے اصل تقاضے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور آخرت کی فکر سے دور ہوتے ہیں وہ ظاہری احکامات کے بارے میں تشدد برتتے ہیں۔ یہ شیطان کی چال ہے، وہ انسانی رویوں میں شدت پیدا کر کے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیتا ہے کہ دین پر انتہائی احتیاط سے قائم رہیں۔ ظاہری چیزوں میں تشدد برتنا بھی اس کی ایک قسم ہے۔

سوال3: ظاہری اعمال میں تشدد برتنے والے کیسے لوگ ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ظاہری اعمال میں تشدد برتنے والے خشوع وخضوع سے خالی ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ ظاہری آداب کا خیال کر کے ایسے لوگ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے عبادت کا اصل حق ادا کر دیا۔

سوال4: سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ''اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی ان کی بات بنانے کی سزا دے گا''

جواب: اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شریعت کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی سزا دے گا۔

سوال5: إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ''اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی ان کی بات بنانے کی سزا دے گا، یقیناً وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو ان کی افترا پردازیوں کا خوب علم ہے وہ ان کی باتوں اور ان کے معاملات کو جاننے والا علیم ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ اپنے افعال، اقوال اور اپنی تقدیر شرعی اور تقدیر جزائی میں بڑی حکمت والا ہے۔ وہ اپنی حکمت سے لوگوں کو معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دیتا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ (140)

یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کو حرام کر لیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا یقیناً وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے۔ (140)

سوال1: قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ''یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا'' انسان قتل اولاد کو کیسے درست خیال کر لیتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾جوانسان اپنے دین کے بارے میں خسارے میں رہتاہے وہ قتل اولادجیساجرم اطمینان کے ساتھ انجام دیتاہے﴿2﴾ جوانسان توہمات اورخرافات میں جیتے ہیں وہ ہرچیز کے بارے میں غلط نظریات قائم کرلیتے ہیں حتی کہ اپنی اولاد کے بارے میں بھی حقیقت پسندی اورعلم سے کام نہیں لے پاتے ۔وہ اپنی اولادکوقتل کرتے وقت اپنے آپ کومطمئن کرلیتے ہیں۔

سوال2:وَّحَرَّمُوْامَارَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ''اورانہوں نے اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھتے ہوئے اس کوحرام کرلیاجواللہ تعالیٰ نے ان کورزق دیاتھا''انسان اللہ تعالیٰ کےحلال کردہ کوکیسےحرام قراردےلیتاہے؟

جواب:﴿1﴾انسان جب اللہ تعالیٰ سے ہدایات لینے کی بجائے شیاطین انسانوں اورجنوں سے ہدایات لیتاہےتواللہ تعالیٰ پاکیزہ رزق سے محروم کردیتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے جس چیزکوان کے لیے رحمت اوررزق بنایاوہ اس نعمت سے محروم ہونے کے لیےاسےحرام قراردیتے ہیں۔

سوال3:قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ''یقیناًوہ گمراہ ہوگئے ہیں اورہدایت پانے والےنہیں ہوئے''انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات کوچھوڑکرکون کون سےخسارے میں مبتلا ہوجاتاہے؟

جواب:﴿1﴾انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات چھوڑکردنیاکے خسارے میں مبتلا ہوتاہے۔حقیقت اورحقیقی علم کوچھوڑکروہم اختلافات پراپنی زندگی کی بنیادرکھتاہے۔یوں کبھی اولادقتل کرتاہےکبھی پاکیزہ رزق سے خودکومحروم کرتاہے۔﴿2﴾انسان آخرت کے خسارے میں مبتلا ہوتاہے اللہ تعالیٰ کے قانون کوتسلیم نہ کرکے آگ کامستحق بن جاتاہے۔﴿3﴾انسان فکری خسارے میں مبتلا ہوجاتاہے،اس کی فکرمنتشر ہوجاتی ہے،اس کے لیےکوئی راہ نمائی واضح نہیں رہ جاتی،اس کی فکری تباہی سے اسے روحانی خسارہ نصیب ہوتاہے اورنہ قلب وذہن میں سکون ہوتاہے نہ روحانی سکون واطمینان۔﴿4﴾انسان وہم وخرافات کی وجہ سےناروابابندیاں لگاتاہےاوراپنی آزادی گم کربیٹھتاہے۔﴿5﴾انسان وہم وخرافات کی وجہ سےاپنے آپ کواپنے جیسوں کی غلامی میں سونپ دیتاہے،یہ مکمل خسارہ ہے۔﴿6﴾وہ بہت دورکی گمراہی میں جاپڑے ہیں اورعلم نافع اورعمل صالح کے بارے میں خسارے میں جاپڑے۔

رکوع نمبر4

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّ غَیۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ وَّ النَّخۡلَ وَ الزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُکُلُهٗ وَ الزَّیۡتُوۡنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ کُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَ اٰتُوۡا حَقَّهٗ یَوۡمَ حَصَادِهٖ ۖ وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ (141)

اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا چھجوں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجوروں کو اور کھیتوں کو کہ اس کے پھل مختلف ہوتے ہیں اور زیتون اور انار کو باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور نہ ملتے جلتے بھی۔ اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ پھل لائیں اس کی کٹائی کے دن اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو اور حد سے نہ گزرو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(141)

سوال1: وَ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّ غَیۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ ''اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا چھجوں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ ''اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ ہی باغات کا، کھیتوں کا اور پھلوں کا خالق ہے۔ ﴿2﴾ اس نے ایسے باغات پیدا کیے جس میں طرح طرح کے درخت اور نباتات ہیں۔ ﴿3﴾ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّ غَیۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ یعنی ان میں سے بعض باغات کے لیے چھتریاں بنائی جاتی ہیں اور ان کو ان چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے اور یہ چھتریاں انہیں اوپر اٹھنے میں مدد دیتی ہیں اور بعض درختوں کے لیے چھتریاں نہیں بنائی جاتیں، بلکہ وہ اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں یا زمین پر بچھ جاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں ان کے کثرت منفعت اور ان کے فوائد کی طرف اشارہ ہے، نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سکھایا کہ پودوں کو کیسے چھتریوں پر چڑھانا اور کیسے ان کی پرورش کرنا ہے۔ (تفسیر سعدی:832/1)

سوال2: وَّ النَّخۡلَ وَ الزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُکُلُهٗ ''اور کھجوروں کو اور کھیتوں کو کہ اس کے پھل مختلف ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کھجوروں اور کھیتوں کا خالق ہے۔ ﴿2﴾ وہ باغوں کا بھی خالق ہے جو جنگلوں اور پہاڑوں کی زینت ہیں جو دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مگر پھلوں میں جدا جدا ہیں۔ ﴿3﴾ اس نے کھجور اور کھیتوں کے پیدا کرنے کا تذکرہ خاص طور پر کیا کہ ایک ہی پانی سے سیراب ہوتی ہیں۔ مگر ذائقے کے اعتبار سے بہت مختلف ہیں اور یہ کہ ان دونوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں بہت فوائد ہیں۔مخلوق خدا کی خوراک ہیں۔﴿4﴾ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کھجوروں اور کھیتوں کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ مختلف انواع واقسام کی بناپر بہت سے فوائد کی حامل ہیں نیز یہ کہ اکثر مخلوق کے لیے خوراک کا کام دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:832/1)

سوال3:وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ''اور زیتون اور انار کو باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور نہ ملتے جلتے بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ زیتون اور انار کا خالق ہے جن کے درخت ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ذائقے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے رزق کو کس بات کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رازق ہونے کو دلیل کے طور پر پیش کر کے یہ بتایا ہے کہ اگر وہ رازق ہے تو وہی حاکم بھی ہے۔﴿2﴾ جو خالق ہے،رازق ہے پوری زندگی میں کفیل ہے وہی یہ حق رکھتا ہے کہ انسان زرعی اجناس،مویشیوں اور پوری زندگی کے معاملات میں اسے حاکم مان لیں۔اسے قانون ساز سمجھیں جس کے ساتھ کوئی شریک نہ ہو۔

سوال5:اللہ تعالیٰ انسان اور کائنات کا خالق ہے،اس نے رزق فراہم کرنے کے لئے دونوں میں کیسے ہم آہنگی پیدا کی ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان کے جسم کو غذا کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ اس نے درختوں پر غذائی مواد لٹکا دیا ہے۔﴿2﴾ انسان کی زبان میں مزے کا احساس ہے تو اس کے لئے پھلوں میں تسکین کا انتظام کر دیا۔﴿3﴾ انسان ذوق جمالیات رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو حسین بنا دیا ہے۔﴿4﴾ انسان کو سواری کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے جانور پیدا کر دیئے جو اس کے لئے نقل وحمل کا ذریعہ بھی بنتے ہیں اور غذا بھی۔﴿5﴾ کائنات اور انسان میں ہم آہنگی ایک ہی خالق،مالک اور رازق کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال6:مومن پر کائناتی اہتمام کس طرح سے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ مومن کا دل شکر کے جذبے سے بھر جاتا ہے۔﴿2﴾ مومن کے لئے یہ اہتمام تقوی کی غذا بن جاتا ہے۔﴿3﴾ یعنی ان میں سے بعض باغات کے لیے چھتریاں بنائی جاتی ہیں اور ان کو ان چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے اور یہ چھتریاں انہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوپر اٹھنے میں مدد دیتی ہیں اور بعض درختوں کے لیے چھتریاں نہیں بنائی جاتیں، بلکہ وہ اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں یا زمین پر بچھ جاتے ہیں۔﴿4﴾ مومن اللہ تعالیٰ کی عنایات کے ساتھ ذمہ داریاں ادا کرنے کی سوچنے لگتا ہے۔

سوال7: انسان کے اندر مالک کا حق پہچاننے کی صلاحیت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: انسان جب دنیا میں اس احساس کے ساتھ زندہ رہتا ہے کہ ایک دن اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے تو لازمی طور پر اسے جو ملے گا وہ اسے اپنے مالک کا حق سمجھے گا اور حق ادا کرنے کے لئے بے تاب ہوگا۔

سوال8: كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ''اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ پھل لائیں اُس کی کٹائی کے دن اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیداوار کے لئے کیا مطالبہ ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے باغات کو اپنے بندوں کے فوائد کے لیے پیدا کیا اس لیے فرمایا: كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ جب وہ پھل لائیں تو کھجور اور کھیتوں کا پھل کھاؤ۔﴿2﴾ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ جس دن کھیتی کاٹو اس دن اس کا حق یعنی عشر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں اس کا نصاب مقرر کر دیا ہے۔﴿3﴾ اس آیت کریمہ میں ان کے کثرت منفعت اور ان کے فوائد کی طرف اشارہ ہے، نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سکھایا کہ پودوں کو کیسے چھتریوں پر چڑھانا اور کیسے ان کی پرورش کرنا ہے۔(تفسیر سعدی:832/1)﴿4﴾ شروع میں یہ حق غیر واجب تھا پھر 2 میں اس کی مقدار مقرر کر کے زکوۃ فرض کر دی ابن عباس سے مروی ہے کہ جب کوئی کھیت کاٹتا تھا تو راہ حق میں کچھ نہیں دیتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے راہ حق میں دینے کا حکم دیا کہ اگر وزن معلوم ہو جائے تو اس کا حق دسواں دینا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی کھجوریں دس وسق تقریباً چالیس من سے زیادہ ہوں وہ محتاجوں کے لیے مسجد میں چند خوشے لا کر لٹکا دے۔(مختصر ابن کثیر:548/1)﴿5﴾ یہاں پیداوار کے حق سے مراد صدقہ ہے۔

سوال9: وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ''یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور حد سے نہ گزرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اسراف حد سے گزر جانے کو کہتے ہیں اور حد وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے خواہ وہ شرعی ہو جیسے حلال کھانے سے تجاوز کرنے سے اور جو ان کو حرام سے متعلق کر دے خواہ وہ فطری اور طبعی ہو اور وہ بھوک کی حد سے بڑھ کر پیٹ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوتکلیف پہنچائے۔(تفسیر مراغی:221/3)﴿2﴾ یہ ممانعت کھانے میں اسراف کے لیے عام ہے۔یعنی عادت اورحدود سے تجاوز کر کے کھانا۔یہ اسراف اس بات کو بھی شامل ہے کہ کھیتی کا مالک اس طرح کھائے جس سے زکوٰۃ کو نقصان پہنچے اور کھیتی کا حق نکالنے میں اسراف یہ ہے کہ واجب سے بڑھ کر زکوٰۃ نکالے یا اپنے آپ کو یا اپنے خاندان یا اپنے قرض خواہوں کو نقصان پہنچائے۔یہ تمام چیزیں اسراف کے زمرے میں آتی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ سخت ناپسند ہے۔اور وہ اسراف پر سخت ناراض ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:832,33/1)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اسراف سے روکا ہے کہ سختی میں آ کر اتنا نہ لٹاؤ کہ خود تنگ دست بن جاؤ۔﴿4﴾ جس چیز میں انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے بڑھے گا وہی اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:مسرف وہ ہے جو دوسرے کا مال کھاتا ہے۔(الدرالمنثور:93/3)﴿5﴾ محتاجوں کو عطا کرنا اور اہل وعیال کا نقصان کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے یہ بھی اسراف ہے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے کیونکہ وہ حقوق کو ضائع کرتے ہیں اور حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔(الاساس:1781/3)

سوال10:انسان اسراف سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کتاب کے لئے کھڑے ہونے کے احساس سے انسان واقعی ضرورت پر خرچ کرتا اور فضول اور بے موقع خرچ کرنے سے بچتا ہے۔

سوال11:شیطان انسان کو اسراف پر کیسے آمادہ کرتا ہے؟

جواب:انسان کے ذہن کا رخ اصل سے موڑ کر بے فائدہ اور غیر متعلق باتوں میں الجھا کر انسان کو اسراف پر آمادہ کرتا ہے۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (142)

اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے ہیں اور کچھ زمین سے لگے ہوئے ہیں،کھاؤ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو،یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔(142)

سوال1:وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ’’اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اُٹھانے والے ہیں اور کچھ زمین سے لگے ہوئے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لیے سواری اور بار برداری کے جانور پیدا کیے ہیں ،اونٹ، گدھا،گھوڑا، خچر اور کچھ زمین سے لگے ہوئے پست قد پیدا کیے ہیں جیسے بکری اور بھیڑ وغیرہ۔فرش کے معنی بچھونے کے ہیں چونکہ ان کا قد پست ہوتا ہے زمین سے ملا رہتا ہے اس لیے انہیں فرش کہا گیا ہے۔(مختصر ابن کثیر:548/1)

سوال2:كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ''کھاؤ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پھل،کھیتیاں اور جانور حلال کیے ہیں تو انہیں کھاؤ۔(جامع البیان:68/8)﴿2﴾ ان مویشی جانوروں کو کھاؤ اور ان سے ہر طرح کا نفع اٹھاؤ جو شرعاً مباح ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے رزق کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔(تفسیر مراغی:221/1)

سوال3:اللہ تعالیٰ بار بار یہ کیوں یاد دلاتے ہیں کہ اس نے سب کچھ پیدا کیا؟

جواب:انسان کو یہ یاد دلانا مطلوب ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے شیطان کا کچھ نہیں لہٰذا شیطان کی پیروی نہیں ہو سکتی۔

سوال4:وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ''اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ سے مراد شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے ہیں جن کے ذریعے وہ انسان کے دل کے اندر قدم رکھ دیتا ہے اور دھیرے دھیرے اس کے فیصلوں کا کنٹرول سنبھال لیتا ہے۔﴿2﴾ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ سے مراد حلال وحرام کے معاملے میں اس کا گمراہ کرنا اور اس کا اغوا ہے۔(ایسر التفاسیر:427)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے طریقوں اور اس کے اعمال کی پیروی سے روکا ہے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہراتا ہے۔

سوال5:شیطان کی پیروی کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کرنا۔﴿2﴾ صحیح رخ سے نہ سوچنا۔﴿3﴾ اسراف کرنا۔﴿4﴾ بے حیائی کے کام کرنا۔

سوال6:اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ''یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اور جو دشمنی کو پہچان لے وہ دور سے ہی اس سے بچتا ہے۔﴿2﴾ وہ تو تمہیں ایسے کاموں کو کرنے کا حکم دے گا جس میں تمہاری بدنصیبی ہے۔﴿3﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہو جو تم نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جانتے۔(البقرہ:169)

سوال7: شیطان کی پیروی سے رب نے کیسے روکا ہے؟

جواب: شیطان کھلا دشمن ہے پھر شیطان کی پیروی کیسے جب کہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ(143)

آٹھ قسمیں ہیں، دو بھیڑ سے اور دو بکری سے، آپ پوچھیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر ان دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ۔''(143)

سوال1: ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ''آٹھ قسمیں ہیں، دو بھیڑ سے اور دو بکری سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عربوں کے جاہلی دور میں لوگوں نے بعض جانوروں کو اپنی طرف سے حرام قرار دے لیا تھا جیسے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو حلال اور طیب قرار دیا ہے۔ عربوں میں گوشت اور دودھ کے لئے بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے پالے جاتے تھے، بھیڑ میں سے دو نر اور مادہ اور بکری میں سے دو نر اور مادہ ان چاروں کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ان میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں۔

سوال2: قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ''آپ پوچھیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر ان دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ رب العزت نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دو جو ان میں سے کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں یا ان میں سے کچھ چیزوں کو عورتوں کے لیے حرام ٹھہراتے ہیں۔ ﴿2﴾ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ ''کیا دونوں نروں کو حرام کیا ہے'' کیا ان دونوں نر یعنی بھیڑ اور بکری میں سے نر کو حرام ٹھہرا دیا۔ ﴿3﴾ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا دونوں مادہ یعنی بھیڑ اور بکری کو حرام ٹھیرایا۔ تو تم دونوں نر اور مادہ میں سے صرف نر یا مادہ کے حرام ہونے کے قائل نہیں ہو۔ ﴿4﴾ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ''یا وہ (بچہ) جس پر ان دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں'' یعنی نر اور مادہ کے فرق کے بغیر حرام ٹھہراتے ہو۔ جو ان ماداؤں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیٹوں میں ہے تو تم ان کے حرام ہونے کے بھی قائل نہیں ہو، پھر یہ بتاؤ کہ آپ کس تحریم کے قائل ہو!

سوال3: عربوں نے ان جانوروں کے لئے جو حلال وحرام کے قوانین بنائے تھے ان کے پیچھے کیا تھا؟

جواب: عربوں کے حلال وحرام کے قوانین کے پیچھے ان کے مشرکانہ رواجوں کے سوا کوئی دلیل نہ تھی اور عقلی طور پر ان کے اندر حرمت کا سبب موجود نہیں تھا۔

سوال4: حلال وحرام کے فیصلے کس بنیاد پر نہیں ہو سکتے ؟

جواب: ﴿1﴾ محض گمان سے حلال وحرام کے فیصلے نہیں ہو سکتے۔ ﴿2﴾ معلوم اور تسلیم شدہ سند کے بغیر کوئی قانون نہیں بن سکتا۔

سوال5: حیوانات کے بارے میں لوگوں کے اندر طرح طرح کے حلال وحرام کے قانون کیوں بن جاتے ہیں؟

جواب: حیوانات کے بارے میں لوگوں کے اندر حلال وحرام کے قوانین بننے کی وجہ شیطانی ترغیبات ہیں۔

سوال6: نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ''اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی مجھے صحیح علم کے ساتھ بتاؤ شیطان کے وسوسوں کی خبر نہ دو۔ ﴿2﴾ یعنی اگر تم اپنے قول اور دعوے میں سچے ہو تو مجھے علمی دلیل سے آگاہ کرو اور یہ بدیہی طور پر معلوم ہے کہ وہ کوئی ایسا قول نہیں لا سکتے جسے عقل تسلیم کر لے، سوائے اس کے کہ مذکورہ تینوں باتوں میں سے کوئی ایک بات کہیں اور وہ ان میں سے کوئی بات نہیں کہتے۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ بعض مویشی جن کے بارے میں انہوں نے اپنی طرف سے کچھ اصطلاحات گھڑ رکھی ہیں مردوں کے بجائے عورتوں پر حرام ہیں، یا وہ بعض اوقات وحوال میں حرام ہیں یا اس قسم کے دیگر اقوال، جن کے بارے میں بلا شک وشبہ ہمیں معلوم ہے کہ ان کا مصدر جہل مرکب، راہ راست سے منحرف عقل اور فاسد آراء ونظریات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور نہ ان کے پاس کوئی اور حجت وبرہان ہے۔ (تفسیر سعدی:835/1)

سوال7: انسان فطری طور پر کیا چاہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان فطری طور پر اللہ تعالیٰ کا شعور رکھتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ فطری طور پر حلال وحرام کا احساس رکھتا ہے۔ ﴿3﴾ وہ اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہے وہ کسی کو اپنا خدا بنانا چاہتا ہے۔ ﴿4﴾ وہ چیزوں میں جائز اور ناجائز کا فرق کرنا چاہتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ نے اسی لیے حرام وحلال کے قوانین دیئے ہیں جو حق پر مبنی ہیں۔

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ(144)

دواونٹ سے اور دوگائے سے، آپ پوچھیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی وصیت کی تھی؟'' چنانچہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تا کہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کردے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(144)

سوال1: وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ ''دواونٹ سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ دواونٹ میں سے نر اور مادہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیے ہیں۔

سوال2: وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ''اور دوگائے سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی نر اور مادہ گائے اور بیل اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائے ہیں۔

سوال3: قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ '' آپ پوچھیں: کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا ہے آپ کہہ دو۔ ﴿2﴾ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ یعنی اونٹ اور گائے کے نر حرام ٹھہرائے ہیں۔ ﴿3﴾ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اور دونوں ماداؤں کو یعنی اونٹ اور گائے کی ماداؤں کو حرام ٹھہرایا ہے۔ ﴿4﴾ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ''یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں'' یعنی جوان ماداؤں کے پیٹوں میں ہے نر اور مادہ کے فرق کے بغیر حرام ٹھہرائے ہیں؟ تو تم ان کے حرام ہونے کے قائل نہیں ہو جب تینوں میں سے کسی ایک کے بھی قائل نہیں پھر تمہارا کیا مذہب ہے؟

سوال4: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا '' کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی وصیت کی تھی'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تمہارے پاس اپنے دعویٰ کے سوا باقی کچھ بھی نہیں، جس کی صداقت اور صحت کو پرکھنے کے لیے تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ اور وہ ہے تمہارا یہ کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی وصیت کی ہے اور اس نے ہماری طرف وحی کی ہے جس طرح اس نے اپنے انبیاء ومرسلین کی طرف وحی کی، بلکہ اس نے ہماری طرف ایسی وحی بھیجی جو اس چیز کے مخالف ہے جس کی طرف انبیاء ورسل نے دعوت دی اور جس کے ساتھ کتابیں نازل ہوئیں۔'' اور یہ ایک ایسا بہتان ہے جس سے کوئی شخص ناواقف نہیں۔ (تفسیر سعدی: 835,36/1)

سوال 5: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ '' چنانچہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کردے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا سب سے بڑا ظالم ہے۔ ﴿2﴾ تم حلال وحرام کی خودساختہ پابندیوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرار دے کر لوگوں کی گمراہی کا بوجھ بھی اپنے اوپر لے رہے ہو اور اس طرح سب سے بڑے ظالم بن رہے ہو۔ ﴿3﴾ تم بغیر کسی دلیل کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کا سبب بن رہے ہو جو کہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

سوال 6: انسان اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھتے ہیں؟

جواب: انسان حلال وحرام کے خودساختہ قوانین بنا کر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

سوال 7: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ '' یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر، بہتان لگا کر اپنے اوپر اور دوسرے انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور انہیں بھی سیدھے راستے سے ہٹاتے ہیں۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ کی نظروں میں کون ظالم ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ شیطان کے بہکاوں کا شکار ہوں وہ ظالم ہیں۔ ﴿2﴾ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی تمیز عطا کرتا ہے مگر تعصّبات کی وجہ سے جو انسان تمیز نہیں کر پاتے وہ ظالم ہیں۔ ﴿3﴾ جو سمجھنے کی صلاحیت کے باوجود سمجھنے سے دور رہیں وہ ظالم ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9: شیطان انسان کوسیدھے راستے سے کیسے بھٹکاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیطان انسان کوحلال چیزوں سے روک کرحرام کی طرف راغب کرتا ہے اس طرح سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔﴿2﴾ وہ انسان کوفرضی چیزوں میں الجھا کر اصل سچائی تک نہیں پہنچنے دیتا۔﴿3﴾ وہ انسان کوٹیڑھے راستے پر چلا کر یقین دلاتا ہے کہ تم سیدھے راستے پر ہو یوں انسان بھٹک جاتا ہے۔

رکوع نمبر5

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(145)

آپ کہہ دیں مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے پر حرام کیا گیا ہو کہ وہ اس کو کھائے سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت کہ یقیناً وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا باعث ہو جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے کہ ہو وہ نافرمانی کرنے والا نہ ہو اور حد سے گزرنے والا نہ ہو تو بلاشبہ آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(145)

سوال1: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ'' آپ کہہ دیں مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے پر حرام کیا گیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اس نے حرام قرار نہیں دیا کہ مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں اس میں ایسی چیز نہیں پاتا'' اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں مُحَرَّمًا'' حرام چیز'' عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ کسی کھانے والے پر کہ اسے اس کھانے سے روک دیا گیا ہو کہ اسے کھائے۔(ایسر التفاسیر:429,430)﴿2﴾ یعنی اس کو کھانے کے علاوہ دیگر فوائد حاصل کرنے یا نہ کرنے سے قطع نظر، میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا حرام ہو۔(تفسیر سعدی:837/1)﴿3﴾ آپ مشرکوں کو بتا دیں جن چیزوں کو آپ حرام سمجھ رہے ہیں میرے پاس آنے والی وحی میں وہ حلال ہیں اور جو چیزیں حرام ہیں وہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جاہلیت میں بعض چیزیں تو کھائی جاتی تھیں اور بعض گھن کھا کر چھوڑ دی جاتی تھیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھیجا، کتاب اتاری اور حلال وحرام کی تفصیل فرمادی۔کتاب وسنت نے جسے حلال کردیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کردیا وہ حرام ہے اور جس پر خاموشی اختیار کی وہ معاف ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔(حاکم،ابن مردویہ)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے کون سی چیزیں حرام قرار دی ہیں؟

جواب:﴿1﴾مردار﴿2﴾بہتا ہوا خون۔﴿3﴾سور کا گوشت﴿4﴾جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔

سوال3:اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً'' سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:مردار وہ جانور ہے جو شرعی طریقے سے ذبح کیے بغیر ہی مرگیا ہو۔یہ مرا ہوا جانور حلال نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ تم پر حرام کردیا گیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت۔ (المائدہ:3) (تفسیر سعدی:837/1)

سوال4:اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا'' یا بہایا ہوا خون ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾دَمًا مَّسْفُوْحًا بہایا ہوا خون:اس سے مراد وہ خون ہے جو جانور کو ذبح کرتے وقت بہتا ہے۔ایسا خون ذبح کیے گئے جانور کے اندر رہنا نقصان دہ ہے،جب یہ خون ذبیحہ کے بدن سے خارج ہوجاتا ہے تو گوشت نقصان دہ نہیں رہتا۔﴿2﴾وہ خون جو ذبح کرنے کے بعد گوشت اور رگوں میں بچ جاتا ہے وہ پاک ہے۔

سوال4:کیا مردار کی کوئی چیز استعمال نہیں کی جاسکتی؟

جواب:مردار کھانا حرام ہے لیکن اس کی دیگر اشیاء مثلاً چمڑہ وغیرہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ایک دفعہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی ایک بکری مرگئی انہوں نے کہا!یارسول اللہ ﷺ میری بکری مرگئی۔فرمایا:اس کا چمڑہ کیوں نہ اتارلیا؟بولیں کیا مری ہوئی بکری کا چمڑہ بھی لیا جاسکتا ہے؟آپ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا:تم چمڑہ کھاتی نہیں ہو اسے دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھاسکتی ہو۔چنانچہ آپ نے اس کا چمڑا اتروا کر اسے دباغت دے کر اس کا مشکیزہ بنوالیا تھا جو آپ ہی کے پاس پرانا ہوکر پھٹ گیا۔(بخاری،نسائی)

سوال5:اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ'' یا سؤر کا گوشت کہ یقیناً وہ ناپاک ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سؤر کا گوشت ناپاک اور نقصان دہ ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے خبیث چیزوں سے بچانے کے لیے ان ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔﴿3﴾سؤر کے گوشت میں اس کے تمام اجزا بھی شامل ہیں عیسائی یہ دعوی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سؤر کو حلال قرار دیا ہے ان سے دھوکہ نہ کھائیں سؤر حرام ہے۔

سوال6: اَوْفِسْقًااُهِلَّ لِغَيْرِاللّٰهِ بِهٖ ''یا وہ نافرمانی کا باعث ہو جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَوْ فِسْقًا یا فسق ہو۔ فسق سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے نکل کر نافرمانی میں داخل ہو جانا ہے۔ ﴿2﴾ اُهِلَّ نام پکارا گیا ہو۔ اھلال کہتے ہیں ذبیحہ پر اس کا نام پکارنا جس کے لیے وہ ذبح کیا گیا ہو۔ ﴿3﴾ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ''جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو'' جس ذبیحے کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ماسوا بتوں یا دوسرے معبودوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے۔

سوال7: فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے کہ ہو وہ نافرمانی کرنے والا نہ ہو اور حد سے گزرنے والا نہ ہو تو بلاشبہ آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَمَنِ اضْطُرَّ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے'' جو بھوک کی شدت سے بے تاب ہو اور اسے کھانے کے لیے کچھ نہ ملے اور سے اپنی جان کا خوف ہو تو ضرورت کے بقدر حرام چیزوں میں سے کھا سکتا ہے لیکن نہ ضرورت کی حد سے آگے بڑھے اور نہ لذت کا طلب گار ہو۔ ﴿2﴾ غَيْرَ بَاغٍ ''نافرمانی کرنے والا نہ ہو'' یعنی اضطراری حالت کے بغیر کھانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ ﴿3﴾ وَّلَا عَادٍ ''اور حد سے گزرنے والا نہ ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ ضرورت کے دائرے کے اندر کھا رہا ہو۔ صرف اتنا کھا رہا ہو جس سے زندگی بچ جائے اس سے زیادہ نہ کھا رہا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ﴿4﴾ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''تو بلاشبہ آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اگر کوئی ان حرام چیزوں کے استعمال پر مجبور ہو اور نہ نافرمانی کرے اور نہ حد سے گزرے تو آپ کا رب ان کے حرام استعمال کرنے کے گناہ کو بخشنے والا غفور اور اس گناہ کی معافی دے کر نرمی کرنے والا، رحم والا رحیم ہے۔

سوال8: کیا اس آیت کریمہ میں جن حرام چیزوں کا ذکر ہے اس کے ماسوا کچھ بھی حرام نہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اس کے علاوہ بھی محرمات موجود ہیں جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا مثلاً (کچلیوں والے) درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے پرندے۔ ﴿2﴾ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان زائد چیزوں کی تحریم سے قبل نازل ہوئی ہے۔ یہ چیزیں اس وقت اس کے زمرے میں نہیں آتی تھیں جس وقت مذکورہ حرمت کی وحی آپ ﷺ کی طرف بھیجی گئی۔ (تفسیر سعدی: 837/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ(146)

اوران لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کوحرام کر دیا تھا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں سوائے اس کے جوان دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی وجہ سے سزا دی تھی اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں۔(146)

سوال1: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ''اوران لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کوحرام کر دیا تھا'' یہودیوں پر کون سے ناخن والے جانور حرام کیے گئے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ چیزیں جو اہل کتاب پر حرام قرار دی گئیں ان میں سے کچھ حلال اور پاک تھیں مگر سزا کے طور پر ان پر وہ حرام کر دی گئیں۔ ﴿2﴾ وہ جانور حرام کیے گئے جن کے ناخن تھے یعنی وہ سارے حیوانات جن کے پاؤں پھاڑے ہوئے نہیں ہیں مثلاً اونٹ، شتر مرغ، مرغابی اور بطخ وغیرہ۔

سوال2: وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ''اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں سوائے اس کے جوان دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو'' یہودیوں کے لیے چربی میں سے کیا جائز تھا؟

جواب: یہودیوں کے لیے گائیوں اور بکریوں میں سے کچھ چربی حلال تھی۔ ﴿1﴾ صرف پیٹھ کی چربی ﴿2﴾ آنتوں کے ساتھ لگی ہوئی چربی ﴿3﴾ ہڈیوں سے ملی ہوئی چربی ﴿4﴾ پاؤں کی چربی ﴿5﴾ پہلو کی چربی ﴿6﴾ پاؤں، سر اور آنکھ کی چربی۔

سوال3: یہودیوں پر حلال اور طیب چیزیں کیوں حرام کر دی گئی تھیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا تو ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوئے اور ان کے بہت سوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر پاک چیزیں بھی حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں۔(النساء:160) ﴿2﴾ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں حطیم کی طرف رخ کیے بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا پھر مسکرا کر فرمایا: اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ یہودیوں پرلعنت کرے ان پر چربیاں حرام کی گئی تھیں لیکن انہوں نے چربیاں بیچ کران کی قیمتیں کھائیں حالانکہ کسی چیز کے کھانے کوحرام فرمادینااس چیز کی قیمت کوبھی حرام فرمادیناہے۔(ابوداؤد)﴿3﴾اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیمار پرسی کے لیے گئے آپ ﷺ عدنی چادر سے منہ ڈھانپے سورہے تھے پھرآپ ﷺ نے رخ انور کھول کرفرمایا:اللہ تعالیٰ یہودیوں پرلعنت فرمائے ان پر بکری کی چربیاں حرام کیں لیکن وہ ان کی قیمتیں کھاتے ہیں۔ (ابوداؤد)﴿4﴾یہودیوں کی سرکشی اورظالمانہ طرزعمل کی وجہ سے ان پرحلال اورطیب چیزیں حرام کی گئیں۔

سوال4:یہود پرحرام کردہ چیزیں کیا سیدنا یعقوب علیہ السلام پربھی حرام تھیں؟

جواب:سیدنا یعقوب علیہ السلام کے لیے یہ اشیاء مباح اورحلال تھیں۔

سوال5:ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ''یہ ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی وجہ سے سزادی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یہودیوں پرحلال اورطیب چیزیں حرام کرنے کی وجہ ان کی سرکشی تھی۔یہ ان کے ظلم کی سزا تھی۔

سوال6:وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی ہمارا قول سچا،ہمارے کام سچے،ہمارے فیصلے سچے،اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچی بات کرنے والا اور سچے فیصلے کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟﴿2﴾رب العزت نے فرمایا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اوراللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے۔(النساء:87)وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے۔ (النساء:122) ﴿3﴾نبی ﷺ نے فرمایا:اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ،وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَاِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَاقَدَّمْتُ وَمَاأَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَااِلٰهَ اِلَّاأَنْتَ أَوْلَااِلٰهَ غَيْرُكَ۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے۔''اے اللہ! تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں تو آسمان اورزمین اوران میں موجود تمام چیزوں کا نور ہے تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے تیرا قول حق ہے تجھ سے ملنا حق ہے جنت حق ہے دوزخ حق ہے قیامت حق ہے انبیاء حق ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ حق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیر یسپر دکیا' فیصلہ تیرے سپرد کیا' پس میری اگلی پچھلی خطائیں معاف کر۔ وہ بھی جو میں نے چھپ کر کی ہیں۔ تو ہی سب سے پہلے ہے اور تو ہی سب سے میں ہے' صرف تو معبود ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (صحیح بخاری:6317)

فَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ رَّبُّكُمۡ ذُوۡ رَحۡمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاۡسُهٗ عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ (147)

پھر بھی اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیں تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا۔ (147)

سوال1: فَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ رَّبُّكُمۡ ذُوۡ رَحۡمَةٍ وَّاسِعَةٍ '' پھر بھی اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیں تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی مشرک آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ انہیں حق کی دعوت دیتے رہیں کیونکہ آپ ﷺ کے رب کی رحمت وسیع ہے۔

سوال2: انسان حق کو نہ ماننے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں کیوں نہیں آتا؟

جواب: انسان اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتا ہے اور اس غلط فہمی مبتلا ہو جاتا ہے کہ حق کا انکار کر کے اس کا کچھ بگڑنے والا نہیں۔

سوال3: رَّبُّكُمۡ ذُوۡ رَحۡمَةٍ وَّاسِعَةٍ '' تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت ساری مخلوقات کے لیے ہے اس لیے اس کی رحمت کے حصول کے لیے ایسے اسباب اختیار کریں جس کی بنیاد محمد ﷺ پر نازل ہونے والی وحی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے ہمارے لئے بھی اور پہلے ایمان لانے والوں کے لئے بھی۔ ﴿3﴾ اس کی رحمت میں وسعت ہے کیونکہ وہ محسن ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ دوست کے لئے بھی رحیم ہے اور دشمن کے لئے بھی رحیم۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ مجرموں کو بھی ڈھیل دیتا ہے کہ وہ توبہ کریں۔ اس لیے خطاؤں اور گناہوں پر توبہ کریں، اس کی اطاعت کر کے اس کی رحمت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے ہی ہمہ گیر رحمت کی تلاش کا شوق دلایا ہے۔

سوال4: وَلَا يُرَدُّ بَاۡسُهٗ عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ '' اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو کیونکہ جن گناہ گاروں کے گناہ بہت بڑھ گئے ان سے اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹالا نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتا۔لہذا اس کے عذاب کی دعوت دینے والے گناہوں سے بچواوران میں سب سے بڑا گناہ محمد ﷺ کو جھٹلانا ہے۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ(148)

جن لوگوں نے شرک کیا وہ بہت جلد کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، نہ تو ہم شرک کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے، اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔آپ پوچھیں کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ تو تم اسے ہمارے لیے نکال لاؤ تم گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور تم محض قیاس آرائیاں ہی کرتے ہو۔(148)

سوال1:سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ''جن لوگوں نے شرک کیا وہ بہت جلد کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، نہ تو ہم شرک کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ''جن لوگوں نے شرک کیا وہ بہت جلد کہیں گے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہے جلد ہی وہ لوگ کہیں گے جنہوں کے شرک کیا۔﴿2﴾لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا: رب العزت کا فرمان ہے: وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اور جن لوگوں نے شرک کیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم کسی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تو رسولوں پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔(النحل:35) یہ دلائل انبیاء کی دعوت کو رد کرنے کے لیے ان کی قومیں دیتی رہی ہیں مگر یہ ان کے کسی کام نہ آئے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عذب میں مبتلا کر دیا۔وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ''اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے'' یعنی جو انہوں نے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام میں سے حرام ٹھہرائے۔(ایسر التفاسیر:430)

سوال2:مشرکوں کے اس قول کا قرآن حکیم نے کیا جواب دیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:قرآن حکیم نے مشرکوں کے اس قول کا یہ جواب دیا ہے کہ ایسی ہی باتیں بنابنا کر پہلے لوگوں نے حق کا انکار کیا اور عذاب کا مزہ چکھا۔

سوال3: کیا اپنے اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے دلیل پکڑنا جائز ہے؟

جواب:﴿1﴾ اپنے اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔اس کے ساتھ قضاوقدر کو دلیل بنانا ظلم اور عناد ہے﴿2﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ارادہ عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے وہ کام کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز واجب نہیں کی جس پر انسان قدرت نہ رکھتا ہو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے افعال میں ان پر جبر نہیں کیا اگر وہ چاہیں تو کوئی کام انجام دیں اور چاہیں تو نہ دیں،اگرچہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے میں آتے ہیں۔لیکن ہر شخص اختیاری اعمال اور جبری اعمال میں فرق کرسکتا ہے۔﴿4﴾ اپنے گناہوں پر قضاء وقدر کو دلیل بنانے والے فساد کا شکار ہیں،جب کوئی کسی کے ساتھ برا سلوک کرے اور وہ اپنے عمل پر تقدیر کا عذر پیش کرے تو تسلیم نہیں کیا جاتا۔جب کوئی ڈاکو کسی کو لوٹ کر لے جائے اور کہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے آپ اس پر صبر کرو تو اس کی دلیل پر لوگ سخت ناراض ہوں گے۔اور قبول نہیں کریں گے۔آخر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناراضگی کے کاموں پر ہی تقدیر کا عذر کیوں!﴿5﴾ قضاء وقدر کا عذر دلیل نہیں ہے ان کا مقصد حق کو جھٹلانا اور خود کو حق سے بچانا ہے۔گویا حق ان پر حملہ آور ہے اور وہ اپنا دفاع کررہے ہیں۔

سوال4: كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ''اسی طرح اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿2﴾ پس یہ وہ دلیل ہے جو انبیاء ورسل کو جھٹلانے والی قومیں انبیاء کی دعوت کو رد کرنے کے لیے پیش کرتی رہیں مگر یہ ان کے کسی کام آئی نہ اس نے کوئی انہیں فائدہ ہی دیا اور یہی ان کی عادت رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کرکے عذاب کا مزہ چکھایا۔(تفسیر سعدی:840,41/1)﴿3﴾ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ''یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا'' یہاں تک کہ انہوں نے ہماری ناراضگی کو دیکھ لیا،ہم ان پر غضب ناک ہوئے،ان کے لیے ہم اپنے عذاب کو حلال کردیا پھر انہوں نے عذاب کا مزا چکھا۔اس طرح وہ دنیا وآخرت میں ناکام ونامراد ہوگئے،اور یہ بعد والے ان کے راستے پر چل پڑے ہیں۔(جامع البیان:82/8)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:قرآن حکیم کا یہ جواب انسان پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب:اس جواب سے قرآن حکیم نے غافل انسان کو جھنجھوڑا ہے۔﴿1﴾جس سے وہ غفلت سے ہوش میں آتا ہے۔ ﴿2﴾اس جواب سے وہ اپنے انجام کے بارے میں سوچنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال6:قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا'' آپ پوچھیں کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ تو تم اسے ہمارے لیے نکال لاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ ان مشرکوں سے کہہ دیں کہ اگر تمہارے پاس ان کے لیے کوئی دلیل ہے تو ہمارے لیے اسے لے آؤ۔(ایسر التفاسیر:431)﴿2﴾'' آپ پوچھیں کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ تو تم اسے ہمارے لیے نکال لاؤ''یعنی اگر ان کے پاس علم ہوتا تو وہ ضرور پیش کرتے۔﴿3﴾اگر انہوں نے کوئی علمی دلیل نہیں دی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس علم نہیں ہے۔

سوال7:اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ'' تم گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور تم محض قیاس آرائیاں ہی کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ یعنی باطل معبودوں کی پیروی وہم،خیال اور فاسد اعتقادات پر مبنی ہے۔﴿2﴾اگر ان کی یہ دلیل صحیح ہوتی تو ان سے عذاب کو ہٹا لیا جاتا اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا نہ کرتا،کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب صرف اسی پر نازل ہوتا ہے جو اس کا مستحق ہوتا ہے۔پس معلوم ہوا کہ یہ ان کی فاسد دلیل اور انتہائی گھٹیا شبہ ہے اور اس کی متعدد وجوہات ہیں:(الف)اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ان کی دلیل صحیح ہوتی تو ان پر عذاب نازل نہ ہوتا۔(ب)دلیل کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد کا علم اور برہان ہو۔اگر دلیل محض گمان اور اندازے پر مبنی ہو،جو حق کے مقابلے میں کوئی کام نہیں آسکتی،تو یہ باطل ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا کہہ دیجئے!اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔''پس اگر ان کے پاس علم ہوتا،حالانکہ وہ سخت جھگڑالو لوگ ہیں،تو وہ اسے ضرور پیش کرتے اگر انہوں نے کوئی علمی دلیل پیش نہیں کی تو معلوم ہوا کہ وہ علم سے بے بہرہ ہیں۔(تفسیر سعدی:840,41/1)﴿3﴾جو کوئی اپنے دلائل کی بنیاد وہم وگمان اور اندازوں کی بنیاد پر رکھتا ہے وہ خسارہ اٹھانے والا ہے۔

سوال8:لوگ حق کو چھوڑ کر اس گمان کے پیچھے کیوں بھاگتے ہیں جس کا انہیں علم نہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: حق کی دعوت اپنے ماحول میں نئی ہوتی ہے۔ایک طرف وہ دین ہوتا ہے جو معاشرے میں غالب ہوتا ہے۔اپنے غلبے کی وجہ سے وہ مقبول ہو جاتا ہے اور دوسری طرف سچا دین جب اتنی مقبولیت حاصل نہیں کر سکتا تو لوگ یہ سوچ لیتے ہیں کہ اس دین کے نہ پھیلنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل ہے اور رواج عام کو دنیا میں بلند مقام حاصل ہے تو یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ پھر رواج عام کی وجہ سے لوگ حق کو چھوڑتے ہیں اور گمان کے پیچھے بھاگتے ہیں۔

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (149)

آپ کہہ دیں: ''کامل دلیل اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، چنانچہ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو وہ ضرور ہدایت دے دیتا۔''(149)

سوال1: اللہ تعالیٰ انسان پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی بجائے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحیح اور غلط کا علم دیا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتخاب کی آزادی دی ہے چاہے تو صحیح کو اختیار کر لے اور چاہے تو غلط کو۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی مرضی جبراً مسلط نہیں کی۔

سوال2: انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے کیا چیز کام دیتی ہے؟

جواب: انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے سچی دلیل کام دیتی ہے جو حق کی نمائندگی کرتی ہے۔

سوال3: قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ'' آپ کہہ دیں: ''کامل دلیل اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے قُلْ فَلِلّٰهِ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے۔ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ باطل دعووں کے لیے قطعی دلیل۔ ﴿2﴾ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو کسی کے لیے کوئی عذر نہیں رہنے دیتی جس پر تمام انبیاء ومرسلین، تمام کتب الٰہیہ، تمام آثار نبویہ، عقل صحیح، فطرت سلیم اور اخلاق مستقیم متفق ہیں۔ پس معلوم ہوا جو کوئی ایت قاطعہ کی مخالفت کرتا ہے وہ باطل ہے کیونکہ حق کی مخالفت کرنے والا باطل کے سوا کچھ نہیں۔ (تفسیر سعدی:840/1)

سوال4: دنیا کی زندگی میں دلیل کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی میں سچی دلیل اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کرتی ہے۔ جو انسان سچی دلیل کو مان لیتا ہے۔ اس کے آگے جھک جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے۔ اور جو سچی دلیل نہیں مانتا اللہ تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتا۔ سچی دلیل کا انکار دوسرے لفظوں میں اللہ کا انکار ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:انسان دلیل کے آگے کیوں نہیں جھکتا؟

جواب:﴿1﴾انسان اپنی خواہشات سے اوپر نہیں اٹھ سکتا۔﴿2﴾وہ اپنے عمل کو جائز ثابت کرنے کے لیے اور ناحق کو حق ثا بت کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔﴿3﴾اس کا یہ رویہ اسے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو نظر انداز کرنے تک لے جاتا ہے۔ ﴿4﴾اس طرح بالآخر اس بات سے بے پرواہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑنے والا ہے۔﴿5﴾پھر وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو وہ اہمیت دیتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کو دینی چاہیے۔

سوال6:فَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰىكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ’’چنانچہ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو وہ ضرور ہدایت دے دیتا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ابن عباس کا قول ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر میں چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔(ابن ابی حاتم:1472/5)﴿2﴾اگر اللہ چاہتا تو انسان کو فطری طور پر ہدایت دے دیتا۔انسان کے دل سے ہدایت اختیار کرنے کی خواہش اُٹھتی اللہ تعالیٰ اگر مجبور کرتا کہ لوگ ہدایت اختیار کریں تو یہ جبر اس نے نہیں چاہا۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ انسان اپنی آزاد مرضی سے جس راستے کو چاہے اختیار کر یا اس طرح اس کے امتحان کا مقصد پورا ہوتا ہے کہ اچھے لوگ اپنی اچھائی کی جزا پائیں اور برے لوگ اپنی برائی کی سزا پائیں۔﴿4﴾اگر اللہ تعالیٰ جبری ہدایت دیتے تو امتحان کا مقصد پورا نہ ہوتا۔

سوال7:ہدایت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی کون سی سنت جاری وساری ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ہدایت وضلالت کے راستے انسان پر واضح کر کے اسے اختیار دیا ہے جس راستے کو چاہے اختیار کر ے۔﴿2﴾انسان جب کسی راستے کا آزادنہ ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کی شامل حال ہو جاتی ہے۔﴿3﴾اس طرح انسان کے لیے ہدایت یا گمراہی کا راستہ آسان ہو جاتا ہے یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اس میدان میں جاری ہے۔

قُلۡ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ يَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا‌ ۚ فَاِنۡ شَهِدُوۡا فَلَا تَشۡهَدۡ مَعَهُمۡ‌ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ وَهُمۡ بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ(150)

آپ کہہ دیں:’’تم اپنے گواہ لاؤ جو گواہی دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو حرام کیا ہے۔‘‘پھر اگر وہ گواہی دے بھی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں اور نہ ان کی خواہشات کی پیروی کریں جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔(150)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ'' آپ کہہ دیں:''تم اپنے گواہ لاؤ جو گواہی دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو حرام کیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے بھی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ یعنی آپ کہہ دیں ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرا کر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔﴿2﴾اگر وہ گواہی دیں کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے تو یا تو وہ گواہ نہیں لاسکیں گے اور ان کا دعوی اور دلیل باطل ثابت ہوجائے گی۔یا وہ گواہ لے آئیں گے جو جھوٹی گواہی دے گا۔اور جھوٹے کی گواہی قابل قبول نہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور ان کی تباع کرنے والوں کو اس بات سے روکا ہے کہ اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں۔

سوال2:اس بات سے حق اور باطل کے معاملے میں کس چیز کا اظہار ہورہا ہے؟

جواب:اس مطالبے سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ حق اور باطل میں ایک عظیم مقابلہ ہے جو فیصلہ کن ہے۔اس سے اسلام کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔

سوال3:دین اسلام میں قانون سازی میں کسی اور کو شریک کرنے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:اسلام میں کسی کو قانون سازی کا حق دینا اسی طرح شرک ہے جیسے کسی کو اللہ کی ذات میں شریک ٹھہرانا ہے۔آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔رب کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے ہیں۔

سوال4:وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ'' اور نہ ان کی خواہشات کی پیروی کریں جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا'' اور نہ ان کی خواہشات کی پیروی کریں جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان لوگوں کی پیروی کرنے سے روکا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے خود اللہ تعالیٰ کو اور حق کو جھٹلاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بہترین ہستی کو جھٹلانے والوں کی پیروی سے روکا ہے۔﴿2﴾وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو آخرت پر ایمان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں رکھتے۔﴿3﴾وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ''اور وہی (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں'' وہ اپنے رب کے ساتھ باطل معبودوں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:430)﴿4﴾ان کا عقیدہ شرک اور تکذیب پر مبنی ہے اور ان کی خواہشات اس عقیدے کے مطابق ہیں۔اس طرح معلوم ہوا کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانا ان کی نفس کی خواہشات کے مطابق ہے اس لیے آپ ان کی پیروی نہ کرو۔

رکوع نمبر:6

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(151)

آپ کہہ دیں: آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ، ان میں سے جو ظاہر ہو اور جو پوشیدہ ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے اس کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔(151)

سوال 1:اس آیت کی فضیلت کیا ہے؟

جواب:سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو دیکھنا چاہے جس پر آپ کی مہر ہے تو یہ آیت قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے لے کر لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تک پڑھ لے۔(ترمذی تفسیر سورۃ الانعام)

سوال 2:قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ '' آپ کہہ دیں: آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلْ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام ٹھہرایا ہے۔﴿2﴾تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ '' آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے'' آؤ میں اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے یہ بتادوں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا چیزیں حرام کی ہیں یعنی کھانے پینے کی بھی اور اقوال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وافعال میں بھی جو کچھ حرام کیا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر کیا چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں یعنی وہ ان سے کس قسم کی پابندیاں چاہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا بنانا اور اس کے سوا کسی کو قابل بھروسہ نہ سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حرام قرار دیا گیا ہے ﴿2﴾ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا یعنی ان کی نافرمانی کو حرام ٹھہرایا ہے ﴿3﴾ اولاد کو قتل نہ کرنا۔ ﴿4﴾ بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جانا۔ ﴿5﴾ قتل نہ کرنا۔ ﴿6﴾ یتیم کے مال کے قریب نہ جانا۔ ﴿7﴾ ناپ اور تول میں انصاف کرنا۔ ﴿8﴾ انصاف کی بات کہنا اگرچہ زد رشتہ داری پر ہی پڑتی ہو۔ ﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنا یعنی بدعہدی کو حرام ٹھہرایا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ پابندیوں سے انسانوں کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے حرام سے یعنی اس کی عائد کردہ پابندیوں سے انسانوں کو توحید کی روشنی ملتی ہے۔ ﴿2﴾ ان کے اجتماعی رابطے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ ان پابندیوں سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں لوگوں کے حقوق کی ضمانت ملتی ہے اور فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔

سوال4: حلال وحرام مقرر کرنا کس کا کام ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حلال وحرام مقرر کرنا رب کا کام ہے۔ ﴿2﴾ اسی نے بعض چیزیں اپنی حکمت سے حرام قرار دی ہیں۔ رب ہوتے ہوئے یہ اس کا حق بھی ہے اور یہ اسی کے لائق ہے۔

سوال5: جو چیزیں انسان حرام قرار دیتے ہیں ان کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: وہ دراصل حرام نہیں ہیں اس لئے کہ حرام ٹھہرانا انسان کا حق نہیں ہے۔

سوال6: اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ''یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کی اس طرح عبادت کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے ﴿2﴾ یا مخلوق کی تعظیم اسی طرح کی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے۔ ﴿3﴾ یا ربوبیت اور الوہیت کی صفات مخلوق میں ثابت کی جائیں۔ ﴿4﴾ جب بندہ ہر قسم کا شرک چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنے احوال میں موحد اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص بندہ بن جاتا ہے۔ ﴿5﴾ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوشریک نہ ٹھہرائیں۔﴿5﴾ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی نصیحت فرمائی کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا ساجھی نہ بنانا خواہ تجھے قتل کر دیا جائے یا تو جلا دیا جائے اور والدین کی نافرمانی نہ کرنا خواہ ماں باپ تجھے تیری بیوی اور تیرے مال سے تعلق منقطع کر لینے کا حکم دیں۔(احمد)۔﴿6﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ کا مثل قرار دے باوجود یہ کہ تجھے پیدا اللہ تعالیٰ ہی نے کیا ہے۔سائل نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا اس اندیشہ کی وجہ سے اولاد کو قتل کر دینا کہ وہ تیرے ساتھ تیرے کھانے میں شریک ہو جائے گی۔(متفق علیہ)(تفسیر مظہری:4/163)

سوال8:انسان سب کی غلامی کی نفی کر کے ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے جڑتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قابل اعتماد نہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔﴿2﴾ انسان اس رب کے سوا کسی سے امیدیں نہ باندھ کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔﴿3﴾ انسان اس کی بڑائی کے سوا کسی کی بڑائی کو تسلیم نہ کر کے اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔﴿4﴾ انسان اس کے سوا کسی سے نہ ڈر کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔﴿5﴾ انسان اسی سے شدید محبت کر کے اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔

سوال9:وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ''اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے لیے ان سے کریم بات کریں۔﴿2﴾ ہر وہ کام حسن سلوک ہے جس سے والدین کو فائدہ حاصل ہو یا انہیں خوشی ہو۔﴿3﴾ اپنے اقوال حسنہ اور افعال جمیلہ کے ذریعے اپنے والدین سے حسن سلوک کرو ہر وہ قول و فعل جس سے والدین کو کوئی منفعت حاصل ہو یا اس سے مسرت حاصل ہو تو یہ ان کے ساتھ حسن سلوک ہے حسن سلوک کا وجود نافرمانی کی نفی کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1/843)﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے:وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔(بنی اسرائیل:23)﴿5﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں ان دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔ (لقمان:14,15)﴿6﴾ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: والدین سے حسن سلوک کرنا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ (مسلم:135)﴿7﴾ صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہم مذکور ہے کہ ایک روز رسول ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: رَغِمَ اَنۡفُهٗ رَغِمَ اَنۡفُهٗ ''یعنی ذلیل ہوگیا، ذلیل ہوگیا، ذلیل ہوگیا'' صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کون ذلیل ہوگیا؟ فرمایا وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے زمانہ میں پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے کے زمانہ میں والدین کی خدمت سے جنت کا ملنا یقینی ہے بڑا محروم وذلیل ہے وہ شخص جس نے اتنی سستی جنت کو ہاتھ سے کھودیا، سستی اس لئے کہ والدین جو اولاد پر طبعی طور سے خود ہی مہربان ہوتے ہیں وہ ذرا سی خدمت سے بہت خوش ہوجاتے ہیں، ان کا خوش رکھنا کسی بڑے عمل کا محتاج نہیں، اور بڑھاپے کی قید اس لئے کہ جس وقت والدین تندرست اور قوی ہیں اور اپنی ضروریات خود پوری کرتے ہیں بلکہ اولاد کی بھی مالی اور جانی امداد کر دیتے ہیں اس وقت تو نہ خدمت کے وہ محتاج ہیں نہ اس خدمت کا کوئی خاص وزن ہے، قابل قدر خدمت اس وقت ہی ہوسکتی ہے جبکہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے محتاج ہوں۔ (تفسیر معارف القرآن:3/482.483)

سوال9: اللہ تعالی نے اولاد کو والدین سے حسن سلوک کی وصیت کیوں کی ہے؟

جواب: اللہ تعالی انسان پر والدین اور اولاد سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اس لیے والدین کے بارے میں اولاد کو ذمہ داریاں پوری کرنے کی وصیت کی ہے۔

سوال10: والدین سے حسن سلوک کا معاملہ انسان کے لیے امتحان کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ والدین سے حسن سلوک مفاد کی بنیاد پر نہیں حق پہچاننے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان کو دوستوں اور بیوی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بچوں کی محبت والدین سے دور کرنے کا سبب بنتی ہے اور یہ معاملہ انسان کے لئے امتحان بن جاتا ہے۔﴿3﴾والدین سے حسن سلوک ہی بتاتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے دین کو باتوں کی سطح پر اختیار کر رہا ہے یا عمل کی سطح پر۔

سوال1:وَلَاتَقْتُلُوْٓااَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ'' اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے''قتل اولاد سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیسے قائل کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اولاد کے بارے میں مفلسی سے نہ ڈرو یعنی رزق کی تنگی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔﴿2﴾ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی یعنی رزق کی ذمہ داری تو رب کی ہے تم تو اپنے آپ کو بھی رزق عطا نہیں کر سکتے۔﴿3﴾اولاد جب کمزور ہو تو ان کے بارے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرو،تنگی محسوس نہ کرو۔

سوال12:وَلَاتَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ'' اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ،ان میں سے جو ظاہر ہو اور جو پوشیدہ ہو''فواحش کیا ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ہر وہ بات فحش کے دائرے میں آتی ہے جو حد سے بڑھی ہوئی ہو قتل نفس بھی فحش کام ہے،یتیم کا مال کھانا بھی فحش کام ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بھی فحش کام ہے۔﴿2﴾یہاں اس آیت میں فحش سے مراد زنا ہے۔﴿3﴾آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت والا نہیں اس لیے تو اس نے بے حیائی کے تمام کاموں کو حرام کر دیا نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:اے محمد ﷺ !اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ غیرت اس بات پر آتی ہے جب وہ اپنے کسی بندے یا بندی کو زنا کرتے دیکھتا ہے۔(بخاری کتاب النکاح باب الغیرہ)آنکھوں کا زنا(غیر عورتوں کو دیکھنا)،کانوں کا زنا (فحاشی کی باتیں سننا ہے)،زبان کا زنا(فحاشی کی بات چیت کرنا ہے)ہاتھ کا زنا(بری اشیاء کو پکڑنا ہے)اور پاؤں کا زنا(برائی کی طرف چلنا ہے)دل کا زنا برائی کی خواہش اور تمنا کرنا ہے۔پھر شرمگاہ ان سب کی یا تو تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب۔ (مسلم کتاب القدر)﴿4﴾زنا کے لیے فواحش کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس میں زنا کے ساتھ زنا کے مقدمات بھی شامل ہیں مثلاً حسن کی نمائش کرنا،مکالمات،حرکتیں اور اشارات،اختلاطِ مرد و زن،ہنسی مذاق اور لوگوں کو آمادہ کرنا سب فواحش میں آتے ہیں۔﴿5﴾مَاظَهَرَ مِنْهَا''ان میں سے جو ظاہر ہو''ظاہری فواحش سے مراد اعضاء سے کیے جانے والے فحش کام ہیں جو معاشرے کا وجود کھوکھلا کر دیتے ہیں۔﴿6﴾وَمَابَطَنَ''اور جو پوشیدہ ہو''خفیہ فواحش سے وہ فواحش مراد ہیں جو دل میں ہوتے ہیں اور دلوں کو گندا کر دیتے ہیں۔باطنی گناہوں کو اور مشہور عام مفہوم کے اعتبار سے بدکاری و بے حیائی کے جتنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طریقے کھلے یا چھپے ہوئے ہیں ان سب کو شامل ہے، اور حکم اس میں یہ دیا گیا ہے کہ ان چیزوں کے پاس بھی نہ جاؤ، پاس نہ جانے سے مراد یہ ہے کہ ایسی مجلسوں اور ایسے مقامات سے بھی بچو جہاں جا کر اس کا خطرہ ہو کہ ہم گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے، اور ایسے کاموں سے بھی بچو جن سے ان گناہوں کا راستہ نکلتا ہو، حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ حَامَ حَوْلَ حِمیً اوشک اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ یعنی جو شخص کسی ممنوع جگہ کے گرد گھومتا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ اس میں داخل بھی ہو جائے۔'' (معارف القرآن:3/486)﴿7﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ ''اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ'' فواحش کے قریب جانے کی ممانعت سے مراد ہے کہ کھلے چھپے گناہوں کے متعلقات کے بھی قریب نہ جاؤ یہ فحش کاموں کو انجام دینے سے زیادہ بڑی بات ہے جس میں فحش کاموں کی طرف لے جانے والے اسباب اور ذرائع بھی شامل ہیں۔ فواحش کے قریب جانے سے اس لیے روکا گیا تا کہ برائی میں مبتلا ہونے کے دروازے بند ہو جائیں اور برائیوں سے دور رہنے سے ان کی کشش ختم ہو جائے۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا تا کہ خاندان اور معاشرہ پاک رہے اس لیے کہ فحاشی کی گندگی میں کوئی پاکیزہ خاندان اور معاشرہ پروان نہیں چڑھ سکتا۔ ﴿8﴾ رب العزت کا فرمان ہے: وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ورتم گناہ کے ظاہر کو بھی چھوڑ دو اور اس کے باطن کو بھی۔ (الانعام:120)﴿9﴾ اللہ تعالیٰ نے فواحش سے بچنے کے لیے ہی نکاح کا طریقہ جاری فرمایا۔ سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزیں انبیاء کے طریقہ زندگی والی ہیں۔ حیا، عطر لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا۔ سنن ابوداود میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلے میدان میں غسل کر رہا ہے۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرم والا ہے چھپا ہوا ہے شرم کرنے کو پسند فرماتا ہے سو تم میں سے جب کوئی شخص غسل کرے تو پردہ کرے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حیا و ایمان دونوں ساتھ ساتھ ہیں سو جب ان میں سے ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح:432) (تفسیر انوار البیان:2/318)

سوال13: وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا یہ بھی ظاہر و باطن والے فواحش میں شامل ہے لیکن تاکید کے لیے دوبارہ حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آسمان زمین والے سب مل کر اگر کسی مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان سب کواوندھے منہ کرکے دوزخ میں ڈال دے گا۔(مشکوۃ:300)﴿2﴾اس حکم سے مراد مسلمان جان ہے یعنی اس کوقتل کرنا حرام ہے خواہ بچہ ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، نیک ہو یا بد۔﴿3﴾ کافر جان کوقتل کرنا بھی ناحق ہے۔معاہدات کی وجہ سے وہ معصوم ہوتے ہیں۔مسلمان کی تو بہت بڑی شان ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جوشخص میری امت پرتلوار لے کرنکلا جونیک اور بدکو مارتا چلا جاتا ہے اوران کے قتل سے پرہیزنہیں کرتااور جومعاہدہ والے کا عہد پورانہیں کرتا توایسا شخص مجھ سےنہیں اورنہ میں اس سے ہوں۔(مسلم،مشکوۃ:319/2)

سوال14:کسی انسان کاقتل کیوں جائزنہیں؟

جواب:﴿1﴾انسانی جان قابل احترام ہے۔﴿2﴾ایک انسان کاقتل گویانسل انسانی کاقتل ہے۔اس اصول کے تحت انسانی زندگی کو بقانصیب ہوتی ہے۔

سوال15:کسی انسان کی جان لینا کیسے جائز ہوتا ہے؟

جواب:جب کوئی اللہ تعالیٰ کا مجرم بن جائے تومخصوص شرائط کے ساتھ اُس کی جان لی جاسکتی ہے۔

سوال16:ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ''اللہ تعالیٰ نے اس کاتمہیں تاکیدی حکم دیاہے تاکہ تم سمجھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ کی وصیت کوسمجھو،اس کی حفاظت کرو،رعایت کرواوراس کوقائم کرو۔﴿2﴾یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنی عقل کے مطابق ان امورکوقائم کرتا ہے جن کااللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے۔﴿3﴾اس وصیت کے ذریعے تمام احکامات کواللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستہ کیا جارہاہے اس طرح یہ ثابت کیا جارہاہے کہ قانون اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے اس طرح اسلامی معاشرے میں قانون کومحترم بنادیا گیاہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (152)

اوریتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر جوطریقہ سب سے بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کوپہنچ جائے اورناپ اورتول کوانصاف کے ساتھ پورا کرو،ہم کسی شخص کوتکلیف نہیں دیتے مگراس کی طاقت کے مطابق اور جب تم بات کروتوانصاف کروخواہ کوئی رشتہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دار ہو اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔(152)

سوال1: وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر جو طریقہ سب سے بہتر ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یتیم کے سر پر والد کا سایہ نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یعنی بغیر سبب مال لینے کے لیے اس کے مال کو اپنا معاوضہ بنانے کے لیے اس کے مال کے قریب نہ جاؤ جس سے مالی معاملات کی اصلاح ہو اور اس سے یتیم زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔ ﴿4﴾ اس آیت کریمہ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جس طریقے سے یتیموں کو نقصان پہنچتا ہو اس طریقے سے ان کے مال کے قریب جانا جائز نہیں۔ نہ اس طریقہ سے تصرف جائز ہے نہ ایسے طریقے سے اس کے مال میں تصرف جائز ہے ﴿3﴾ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر جو طریقہ سب سے بہتر ہو'' یعنی ایسے طریقے سے مال کے قریب جاؤ جس سے یتیموں کا نقصان ہوتا ہو۔ ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون کون سے ہیں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، سود، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا اور بھولی بھالی پاکباز مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری کتاب المحاربین) ﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب یہ آیت اتری (النساء:10) تو یتیموں کے سرپرستوں نے ان کا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے علیحدہ کر لیا اس سے نہ صرف سرپرستوں کو نقصان اور مشقت اٹھانی پڑی بلکہ یتیموں کو بھی نقصان ہونے لگا اگر کھانا بچ جاتا تو وہ باسی کھاتے اس کا ذکر رحمت عالم ﷺ سے ہوا تو (البقرہ:220) نازل ہوئی اس کے بعد لوگوں نے یتیموں کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے میں ملا دیا۔ (مختصر ابن کثیر:555/1)

سوال2: یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یتیم کسی معاشرے کا سب سے کمزور فرد ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ یتیم میں کوئی ایسا سبب نہیں ہوتا جن اسباب کی بناء پر عام طور پر کسی سے حسن سلوک کیا جاتا ہے۔ ﴿3﴾ یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک وہی کر سکتا ہے جو فائدوں اور مصلحتوں سے بلند ہو جائے۔ ﴿4﴾ جو شخص یتیم کے ساتھ حسن سلوک کر سکتا ہے وہ دوسروں کے ساتھ خیر خواہانہ سلوک کر سکتا ہے۔

سوال3: وہ بہترین طریقہ کیا ہے جو یتیم کے مال کے ساتھ اختیار کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سرپرست یتیم کے مال کو تجارت میں لگاتا ہے۔ یتیم کے مال کو ایسے استعمال / خرچ کرتا ہے اس کا مال ختم نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو۔تجارت میں لگانے والا مال کی بڑھوتری کے لئے کوشش کرتا ہے۔﴿2﴾اگر مال خرچ ہوتا ہے تو اس رفتار سے خرچ نہ کیا جائے کہ ان کے جوان ہونے سے پہلے مال ختم ہو جائے۔

سوال4:اسلام نے یتیم کی ذمہ داری کس پر ڈالی ہے؟

جواب:اسلام نے یتیم کی ذمہ داری پورے معاشرے پر ڈالی ہے کیونکہ معاشرتی تحفظ اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔

سوال5:مال یتیم میں کتنا تصرّ ف کیا جاسکتا ہے؟

جواب:جتنا تصرّ ف احسن ہو جس میں یتیم کا مال بچے اور اسے ترقی ملے۔

سوال6:یتیم اپنے مال میں کب تصرف کرسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جب یتیم بالغ اور سمجھ دار ہو جائے اور اسے مال میں تصرف کی معرفت حاصل ہو جائے۔(تفسیر سعدی:844/5)

﴿2﴾یتیم بالغ ہونے سے پہلے اپنے مال میں تصرف نہیں کرسکتا۔﴿3﴾مال میں تصرف پر پابندی بلوغت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔

سوال7:حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ’’یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے‘‘ سن رشد سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾سن رشد سے مراد عقل کی سلامتی کے ساتھ احتلام ہونے کی عمر ہے۔(ایسر التفاسیر:432)﴿2﴾لڑکی کی بلوغت حیض اور حمل کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔﴿3﴾سن رشد اس وقت حاصل ہوتا ہے جب جسمانی اور عقلی قوت کمال تک پہنچ جائے۔

سوال8:یتیم کو مال سپرد کرنے کے لیے سن رشد کی پابندی کیوں عائد کی گئی؟

جواب:سن رشد میں یتیم اپنے مال کی حفاظت کرسکتا ہے اور اسے ترقی دے سکتا ہے۔

سوال9:وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ’’اور ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی ناپ تول کو پورا کرنے کی ذمہ داری انصاف کے ساتھ ادا کرو، جب تم کوشش کرو گے، کوتاہی نہیں برتو گے تو لاعلمی میں ہو جانے والی غلطی کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔﴿2﴾رب العزت نے کم تولنے اور ماپنے والوں کے بارے میں فرمایا (المطففین:1,6)﴿3﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول کرنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تم لوگ ایسی دو چیزوں میں مبتلا کیے گئے ہو جن کے بارے میں تم سے پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں۔(مشکوۃ المصابیح:280)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿4﴾ موطاامام مالک میں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس قوم میں خیانت کا رواج ہوجائے اللہ ان کے دلوں میں رعب ڈال دے گا اور جس قوم میں زنا کاری پھیل جائے ان میں موت زیادہ ہوگی اور جولوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق منقطع ہوجائے گا اور جولوگ ناحق فیصلے کریں گے ان میں قتل وخون عام ہوجائے گا اور جولوگ عہد کی خلاف ورزی کریں گے ان پر دشمن مسلط کردیئے جائیں گے۔(تفسیر انوارالبیان:319/2)(تفسیر الدرالمنثور:105/3)

سوال10:لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ''ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے یعنی ہر ایک کو اس کی قدرت کے مطابق مکلّف بناتے ہیں۔﴿2﴾ یعنی اگر لین دین میں لاعلمی میں کوئی کوتاہی ہوگئی تو وہ معاف ہے۔﴿3﴾ اس آیت کریمہ سے علمائے اصول یہ اصول اخذ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔پس اسے جو حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ممکن حد تک اس کی تعمیل کرتا ہے،تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔(تفسیر سعدی:845/1) ﴿4﴾ بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل میں کہتے ہیں یعنی دینے والے کو واجب سے زیادہ دینے کا مکلّف نہیں بنایا گیا اور صاحب حق کو اپنے حق سے کم پر راضی ہونے کا مکلّف نہیں بنایا گیا بلکہ دونوں کا معاملہ وسعت پر ہے کسی پر بھی تنگی نہیں۔(تفسیر انوارالبیان:319/2)

سوال11:وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ''جب تم بات کرو تو انصاف کرو خواہ کوئی رشتہ دار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وَاِذَا قُلْتُمْ ''جب تم بات کرو''یعنی جس سے لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوتا ہو یا آپ لوگوں کو کوئی اہم بات بتا رہے ہیں مثلاً انہیں خطاب کر رہے ہوں۔فَاعْدِلُوْا تو انصاف کرو یعنی عدل سے بات کرو۔﴿2﴾ عدل کی بات سچائی اور حق کے اظہار پر مشتمل ہوتی ہے۔﴿3﴾ عدل کی بات میں کتمان حق نہیں ہوتا۔﴿4﴾ علم والے پر فرض ہے کہ وہ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرے۔﴿5﴾ فقہاء نے کہا ہے کہ قاضی پر فرض ہے کہ وہ فریقین کے درمیان اپنے لہجے اور نظر میں بھی عدل کرے۔

﴿6﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے،انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ،اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو،عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ،جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔(المائدہ:8) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بنو، اگر چہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو، اگر کوئی مال دار ہے یا فقیر، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے، چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرو کہ تم عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔(النساء:135)

سوال12: کائنات میں لین دین کا کیا اصول ہے؟

جواب: کائنات کی ہر چیز دوسرے کو وہی دیتی ہے جو اسے دینا چاہے اور وہی لیتی ہے جو اسے لینا چاہے۔

سوال13: انسان کو اپنی زندگی میں لین دین کے لیے کیا اصول اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جب دوسرے انسانوں کے لیے ناپے تو ٹھیک ناپے جب تولے ٹھیک تولے۔ ﴿2﴾ انسان کو اپنے لئے الگ اور دوسروں کے لئے الگ پیمانے نہیں رکھنے چاہئیں۔

سوال14: رشتہ داری کے معاملے میں انسان سے کمزوری کا ارتکاب کیوں ہوتا ہے؟

جواب: انسان رشتہ داری کے ماحول میں پروان چڑھتا ہے انسانی کمزوری غالب آتی ہے تو انسان رشتہ داری کا لحاظ کر جاتا ہے۔

سوال15: اسلام انسانی ضمیر کو رشتہ داری کے بارے میں کیا ہدایات دیتا ہے؟

جواب: اسلام انسان کو حق بات اور انصاف کی بات کہنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اسلام ہدایت دیتا ہے کہ رشتہ داری کا حق ادا کرتے ہوئے اللہ کے حق کو ضائع نہ کر دے۔

سوال16: وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ’’اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو‘‘ اللہ کے عہد سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے سے مراد اس کے احکامات کی اطاعت کرنا ہے اور اس کے نواہی سے رکنا ہے۔ اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق عمل کرنا ہے یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے میں شامل ہیں۔ (جامع البیان:90/8) یہ وہ عہد ہے جس میں انسان بندھا ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی کا عہد۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے عہد میں سب سے بڑا عہد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کریں۔ ﴿3﴾ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کے عہد میں سے ہے کہ ناپ تول اور پیمانے پورے رکھیں اور بے گناہ جان کا احترام کریں وغیرہ۔﴿4﴾رب العزت کا فرمان ہے:(النحل:191)

سوال17:ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ'' اللہ تعالیٰ نے ان احکام کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ یعنی جس پر عمل کرنے کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے۔(تفسیر قاسمی:786/6)﴿2﴾یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنے احکامات دیے ہیں اس کی وصیت پر پوری طرح عمل کرو۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں، احکامات کا علم حاصل کرنا اور اس کی حکمتوں کو سمجھنا ضروری ہے۔علم کے بغیر عمل ممکن نہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا:علم عمل کا امام ہے۔﴿4﴾تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں ان سے اجتناب کرو۔(ایسر التفاسیر:433,434)

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(153)

اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم بچ جاؤ۔(153)

سوال1:وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا'' اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی یہ اور اس قسم کے دیگر احکام،جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے جو معتدل،آسان اور نہایت مختصر ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام وتکریم کی منزل تک پہنچاتا ہے۔(تفسیر سعدی:845/1)﴿2﴾وَاَنَّ هٰذَا'' اور بلاشبہ یہی''یعنی یہ قرآن مجید جس کی طرف اور جس کے ساتھ میں تمہیں بلاتا ہوں اس چیز کی طرف جو تمہیں زندگی عطا کرنے والی ہے۔﴿3﴾صِرَاطِيْ میرا راستہ جس پر میں چلتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور دنیا وآخرت کی سعادت ہے۔(تفسیر مراغی:237/3)﴿4﴾مُسْتَقِيْمًا یعنی جو سیدھا ہے حق سے کجی اختیار کرنے والا نہیں۔(جامع البیان:91/8)﴿5﴾سیدنا جابر سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اپنے سامنے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ شیطانی راہیں اور بیچ کی لکیر پر انگلی رکھ کر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ابن ماجہ میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور بزار میں بھی یہ حدیث ابن مسعود سے کسی نے پوچھا صراط مستقیم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر ہم سے اپنے نبی ﷺ کو چھوڑا اسی کا دوسرا سرا جنت میں جا ملتا ہے اس کے دائیں بائیں بہت سی اور راہیں ہیں جن پر لوگ چل رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی طرف بلا رہے ہیں جو ان راہوں میں سے کسی راہ لیا وہ جہنم میں پہنچا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔(تفسیر ابن کثیر:132/2)

سوال2:فَاتَّبِعُوْهُ'' چنانچہ تم اس کی پیروی کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس کی پیروی کرو یعنی اس راستے پر چلو۔تا کہ تم کامیابی اور حقیقی خوشیاں حاصل کر سکو۔

سوال3:وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ'' اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جُدا کر دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ یعنی ان راستوں پر نہ چلو جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اپنے رب کی مخالفت نہ کرو۔ ﴿2﴾فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے وہ تمہیں بھٹکا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے راستے پر ڈال دیں گے اور تم صراط مستقیم سے ہٹ کر جہنم کے راستے پر چلنے لگو گے۔﴿3﴾عَنْ سَبِيْلِهٖ سے مراد اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ دین اسلام ہے۔(تفسیر فتح القدیر:223/2)﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کو واحد کر کے اپنی فطرت کی طرف مضاف کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

سوال4:متفرق راستوں پر چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے احکامات میں موشگافیاں نکالنا اور سارا زور ان ہی پر دینا۔یہ دراصل متفرق راستوں میں بھٹکنا ہے جو کبھی انسان کو اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچاتا۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے یعنی اسلام پر چل کر انسان کیسا انسان بن جاتا ہے؟

جواب:سیدھے راستے پر چل کر انسان متقی بن جاتا ہے تقویٰ ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف لے جاتا ہے اور اس پر چلاتا ہے۔

سوال6:ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ'' یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم بچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے جب تم اس کے احکامات کا علم حاصل کروگے، اس پر عمل کروگے تو متقی بن جاؤ گے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے تاکہ تم کافروں کے راستے اور گمراہی سے بچ جاؤ۔(تفسیر قاسمی:6/787)

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ(154)

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ہر اس شخص کے لیے نعمت کی تکمیل تھی جو نیکی کی روش اپنائے اور ہر حکم کی تفصیل تھی اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں(154)

سوال1:ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ''پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات عطا فرمائی۔

سوال2:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب دی گئی اس کو اللہ تعالیٰ نے کس کس اعتبار سے مفید قرار دیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ بھلائی کی روش اختیار کرنے والوں کے لیے نعمت کی تکمیل ہے۔﴿2﴾ ہر ضروری چیز کی تفصیل ہے۔﴿3﴾ سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔﴿4﴾ کتاب اس لیے نازل کی گئی تاکہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر یقین کریں۔

سوال3:تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ ''ہر اس شخص کے لیے نعمت کی تکمیل تھی جو نیکی کی روش اپنائے'' کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:﴿1﴾ تَمَامًا یعنی اپنے احسان اور نعمت کی تکمیل کے لیے۔﴿2﴾ عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ اس کے لیے جو نیک کام کریں دوسری نعمتوں کے ساتھ کتاب کی بڑی نعمت کے مل جانے پر اس نعمت کی تکمیل بھی ہوگئی جس پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔

اس کتاب میں وہ تمام ضروری امور موجود ہیں جن کی قوم موسیٰ کو ضرورت تھی۔نعمت کی تکمیل ایک اعزاز اور شرف تھا ان لوگوں کے لیے جنہوں نے احسان کی روش اختیار کی اور اپنے رب کی اطاعت کی۔رب کی اطاعت رب کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال4:وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ''اور ہر حکم کی تفصیل تھی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ہر اس چیز کی تفصیل جس کی انسانوں کو ضرورت تھی خواہ اس کا تعلق حلال وحرام سے ہو یا عقائد سے یا اوامر ونواہی سے۔﴿2﴾ اس سے مراد حلال وحرام ہیں۔(قتادہ)

سوال5:وَّهُدًى وَّرَحْمَةً ''اور ہدایت اور رحمت تھی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس کے معنی ہیں کہ اس کتاب کے ذریعے قوم ہدایت پائے گی آخرت کی جواب دہی کا یقین کرے گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مستحق بن جائے گی۔﴿1﴾ وَّهُدًى اور ہدایت یعنی تورات بھلائی اور خیر کا راستہ دکھاتی ہے۔لوگوں کی راہ نمائی کرتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔خیروشر کی پہچان کرواتی ہے۔﴿2﴾وَّرَحْمَةً تورات رحمت ہے جس کے ذریعے سعادت اور بہترین بھلائیاں عطا کی گئیں۔

سوال6:لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ'' تا کہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی تورات کے نازل ہونے کے بعد قیامت اور اعمال کی جزا پر وہ ایمان لے آئیں کیونکہ تورات میں آخرت کے قطعی دلائل ہیں اور اس میں ایسے امور ہیں جو ان کے لیے آخرت کی تیاری اور رب سے ملاقات کی تیاری کو واجب قرار دیتے ہیں۔

رکوع نمبر7

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(155)

اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔(155)

سوال1:وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ'' اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے'' کتاب برکت والی ہے وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَهٰذَا كِتٰبٌ اور یہ کتاب یعنی قرآن مجید۔﴿2﴾اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس کو نازل کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہے۔﴿3﴾مُبٰرَكٌ برکت والی ہے یعنی اس سے برکت حاصل کی کی جاتی ہے۔﴿4﴾برکت زیادتی اور غور کو کہتے ہیں۔(تفسیر ثعالبی:531/2)﴿5﴾مُبٰرَكٌ ایسی چیز جس کا خیر نفع اور برکت دائمی ہو۔(ایسر التفاسیر:435)یعنی یہ کتاب ہم نے اتاری ہے برکت والی۔یعنی اس کتاب کے اندر خیر کثیر اور بے انتہا علم ہے جس سے تمام علوم مدد لیتے ہیں اور اس سے برکات حاصل کی جاتی ہیں۔کوئی ایسی بھلائی نہیں جس کی طرف اس کتاب عظیم نے دعوت اور ترغیب نہ دی ہو اور اس بھلائی کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان نہ کی ہوں جو اس پر آمادہ کرتی ہیں اور کوئی ایسی برائی نہیں جس سے اس کتاب نے روکا اور ڈرایا نہ ہو اور ان اسباب اور عواقب کا ذکر نہ کیا ہو جو اس برائی کے ارتکاب سے باز رکھتے ہوں۔(تفسیر سعدی:847/1)﴿7﴾تورات کے مقابلہ میں قرآن کے زیادہ بابرکت ہونے کے بھی کئی پہلو ہیں۔ایک یہ کہ تورات صرف ایک قوم یعنی بنی اسرائیل کی ہدایت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے نازل ہوئی تھی جب کہ قرآن سب لوگوں کے لیے ہے اور تمام اقوام عالم سے مخاطب ہے۔دوسرے یہ کہ تورات ایک مخصوص زمانہ کے لیے تھی جب کہ قرآن قیامت تک کے لیے ہے۔تیسرے وہ صرف قومی مسائل کا حل پیش کرنے والی تھی یہ پوری انسانیت کے مسائل کا جواب دیتی ہے۔پھر اس میں پہلی تمام آسمانی کتب وصحائف کے مضامین کو سمو دیا گیا ہے۔لہٰذا اب تمہیں دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حظ وافر لینا چاہتے ہو تو اس کی اتباع کرو۔اور اس بات سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ اس کتاب کے کسی حصہ کی خلاف ورزی تم سے سرزد نہ ہو۔(تیسیر القرآن:676/1)

سوال2:اللہ تعالیٰ کی کتاب کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان اپنے رب کی ملاقات پر یقین کرے۔﴿2﴾انسان دنیا میں اس طرح زندگی گزارے کہ اپنے ہر عمل کے لیے اپنے آپ کو رب کے آگے جواب دہ محسوس کرے۔﴿3﴾انسان ذمہ دارانہ زندگی گزارے۔﴿4﴾انسان اس کتاب کے احکامات کی پیروی کرے۔﴿5﴾انسان اللہ تعالیٰ کا تقوی اختیار کرے تاکہ اس پر رحم کیا جائے۔

سوال3:فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ'' چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم پر رحمت کی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَاتَّبِعُوْهُ وَ سے مراد ہے اس کی پیروی کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے۔وَاتَّقُوْا اور اس سے بچو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔(فتح القدیر:226/2)﴿2﴾اس سے مراد ہے کہ اوامر ونواہی اور احکامات میں سے جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو۔(تفسیر قاسمی:790/6)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ قرآن حکیم میں جو کچھ عقائد وعبادات اور شرائع واحکام میں سے آیا ہے اس کی پیروی کریں۔بے شک جو اس کی پیروی کرے گا دونوں زندگیوں کی سعادت اور کمال تک پہنچے گا۔(ایسر التفاسیر:435)﴿4﴾یعنی اس کے اوامر ونواہی میں اس کی اتباع کرو اور اس پر اپنے اصول وفروع کی بنیاد رکھو۔وَاتَّقُوْا اور کسی بھی امر میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔(تفسیر سعدی:847/1)﴿5﴾لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ'' تاکہ تم پر رحمت کی جائے''اگر تم قرآن حکیم کی اتباع کرو گے تو شاید آپ پر رحم کیا جائے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن مجید کا علم حاصل کرنا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ(156)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی کے دوگروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم ان کے (کتابوں کے) پڑھنے پڑھانے سے یقیناً غافل تھے۔(156)

سوال1: اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡکِتٰبُ عَلٰی طَآئِفَتَیۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا وَ اِنۡ کُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِہِمۡ لَغٰفِلِیۡنَ ’’کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی کے دوگروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم ان کے (کتابوں کے) پڑھنے پڑھانے سے یقیناً غافل تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی دوگروہوں پر نازل کی گئی ہے یعنی یہ مبارک کتاب ہم نے تم پر اس لیے بھیجی ہے تا کہ تم پر حجت تمام ہو جائے اور تم یعنی عربوں میں سے کافر یہ نہ کہیں کہ ہم سے پہلے دوگروہوں (یہود و نصاری) پر تو کتاب نازل کی گئی تھی۔ ﴿2﴾ یعنی ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت اور تزکیہ نفس کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ اور شرک کی گندگی کو واضح کرتی ہے، تا کہ تم یوم حساب کو اپنے شرک اور جرائم کے لیے یہ عذر پیش نہ کرو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دوگروہوں پر نازل کی گئی تھی اور وہ یہود و نصاری ہیں۔ (تفسیر مراغی:242/3) ﴿3﴾ وَ اِنۡ کُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِہِمۡ لَغٰفِلِیۡنَ یعنی ہم ان کتابوں کو پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہیں رکھتے تھے۔ یہود و نصاری پر جو کتابیں نازل کی گئیں ہمیں ان کے بارے میں علم نہ تھا، نہ ہم ان کی زبان جانتے تھے۔ جب ہم تک اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں پہنچا تو ہمیں سزا کیوں دی جا رہی ہے؟ ہم نے تمہاری حجت ختم کر دی ہے ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو تمہاری زبان میں ہے، جامع کتاب ہے، اس سے بڑھ کر کوئی واضح کتاب آسمان سے نازل نہیں کی گئی۔

اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا الۡکِتٰبُ لَکُنَّاۤ اَہۡدٰی مِنۡہُمۡ ۚ فَقَدۡ جَآءَکُمۡ بَیِّنَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃٌ ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ صَدَفَ عَنۡہَا ؕ سَنَجۡزِی الَّذِیۡنَ یَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰیٰتِنَا سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا کَانُوۡا یَصۡدِفُوۡنَ(157)

یا تم کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب اتاری جاتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، تو بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی ہے پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور ان سے کنارہ کشی اختیار کی؟ ہم انہیں جلد ہی بہت برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے کنارہ کشی اختیار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں اس کے بدلے جو وہ کنارہ کشی اختیار کرتے تھے۔(157)

سوال1: اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ '' یا تم کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب اتاری جاتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی کیا تم یہ کہو گے کہ اگر یہود و نصاریٰ کی طرح ہمارے پاس بھی کتاب آتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے؟ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا۟ اور انہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ یقیناً اگر ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تو وہ یقیناً ضرور ہر امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ایک خبردار کرنے والا ان کے پاس آیا تو اس نے ان کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا۔(فاطر:42) اب یہ کتاب کامل ہدایت اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے پاس آ گئی ہے۔

سوال2: فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ '' تو بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت کی جانب سے تمہارے پاس بَيِّنَةٌ دلیل آ گئی ہے۔ اور اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو حق کو بیان کرے۔ وَهُدًى اور ہدایت یعنی نفع مند علم بھی اور عمل کے لیے راہ نمائی بھی۔ وَّرَحْمَةٌ اور رحمت یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے رحمت ہے جو اس کی پیروی کرنے والے اور اس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنے والے ہیں۔ ﴿2﴾ جب یہ کتاب ہدایت، رحمت اور دلیل روشن بن کر آ گئی ہے تو اب آپ پر واجب ہے کہ اس کی دی گئی خبروں پر ایمان لاؤ اور اس کے احکامات کی تعمیل کرو۔

سوال3: قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے دلیل بنا کر بھیجا ہے دلیل انسان کے حق میں کیسے ہدایت رحمت بنتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر مخلوق کو جبراً اپنے حقوق کا پابند بنایا ہے۔ ﴿2﴾ اس نے انسان کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں۔ ﴿3﴾ کتاب کے ذریعے حق اور باطل سے باخبر کرنے کے لیے دلائل دیے۔ ﴿4﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کا اندازہ دلیل سے لگاتا ہے۔ ﴿5﴾ دلیل انسان کے لیے رحمت بنتی ہے جب انسان دلیل کے ذریعے اپنے رب کو پہنچانتا ہے۔ ﴿6﴾ یہ دلیل انسان کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے جب انسان اس کے ذریعے زندگی گزارنے کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طریقہ پاتا ہے۔

سوال4:فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا'' پھراس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اوران سے کنارہ کشی اختیار کی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس سے بڑا ظالم کون ہے جواس کتاب کی آیات سے منہ موڑے اور پہلو بچا کر نکل جائے۔﴿2﴾یہ آیت دلیل ہے کہ کافر دل سے جھٹلاتا ہے اوراعضاء سے عمل ترک کرتا ہے۔(اضواءالبیان:548/1)﴿3﴾وہ ظالم ہیں جنہوں نے خود بھی قرآن مجید سے فائدہ نہیں اٹھایا اوررسول اللہ ﷺ کی پیروی بھی نہیں کی بلکہ لوگوں کو بھی اس نیک کام سے روکا۔خود بھی کتاب اللہ سے منہ موڑا اورلوگوں کو بھی اس تک نہیں آنے دیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ اوروہ اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اورخود بھی اس سے دور ہی رہتے ہیں۔(الانعام:26)

سوال5:بڑا ظالم کون ہے؟

جواب:﴿1﴾جواللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے اوراس سے ہٹ کر چلتا ہے۔﴿2﴾جو جاہلیت کے طور طریقے اختیار کرتا ہے ۔﴿3﴾جو جاہلیت کے قوانین زمین میں پھیلا کر فساد کرتا ہے۔

سوال 6:سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ'' ہم انہیں جلد ہی بہت برے عذاب کی سزادیں گے جو ہماری آیات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اس کے بدلے جو وہ کنارہ کشی اختیار کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات سے منہ موڑنے والوں کو ایسے عذاب کی وعیددی ہے جوانہیں سخت تکلیف دے گا اور ان پر بہت بھاری ہوگا۔﴿2﴾یہ عذاب ان کے اعمال کا بدلہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا:وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اورآپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔(حم السجدہ:46)

سوال7:آیات سے ہٹ کر چلنے والوں کی کیا سزا ہے؟

جواب:اعراض کی پاداش میں براعذاب۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (158)

وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا رب آجائے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں، جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی آپ کہہ دیں: ''تم بھی انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔'' (158)

سوال 1: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ ''وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا رب آجائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں جو اپنے ظلم پر جمے ہوئے ہیں کہ کیا یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے سامنے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لیے یا دنیا کا عذاب لے کر آجائیں یا میدان حشر میں فرشتے آجائیں۔ ﴿2﴾ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ ''یا آپ کا رب آجائے'' یعنی قیامت کے دن آپ کا رب بندوں کے اعمال کی جزا سزا کے لیے آجائے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے افعال اختیاری کا اثبات ہے مثلاً استوا علی العرش آسمان دنیا پر نازل ہونا، اور اس کا آنا مخلوق کی صفات کے ساتھ کسی تشبیہ کے بغیر۔ اور اس اعتبار سے یہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کی دلیل ہے اور اس موضوع پر کتاب وسنت میں بہت سا مواد موجود ہے۔ ﴿3﴾ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کی جملہ نشانیوں میں سے ایک نشانی سورج کا مغرب کا طلوع ہونا ہے۔ ﴿4﴾ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حکمت والا ہے کائنات میں یہ سنت جاری وساری ہے کہ ایمان صرف اسی وقت فائدہ دیتا ہے جب وہ اختیاری ہو اضطراری نہ ہو۔ ﴿5﴾ انسان کا اکتساب خیر ایمان ایمان ہی کے ساتھ فائدہ مند ہے نیکی، تقوی وغیرہ اسی وقت فائدہ دیتے ہیں اور نشو ونما پاتے ہیں جب بندے کے دامن میں سرمایہ ایمان بھی ہو۔ جب قلب ایمان سے خالی ہو تو بندے کو کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی۔ (تفسیر سعدی 850/1:)

سوال 2: اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ''یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد علاقات قیامت ہیں جو قرب قیامت کی دلیل ہیں۔ جیسے نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک سورج مغرب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے طلوع نہیں ہوگا قیامت نہیں آئے گی پھر جب سورج مغرب سے نکل آئے گا تو تمام روئے زمین کے جن وانس ایمان لے آئیں گے۔ پھر ایمان لانا یا نالانا برابر ہوگا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ (ترمذی)

سوال3: اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہونے کے بعد ایمان کیوں فائدہ نہیں دے گا؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جب معجزات آتے ہیں اور لوگ جھٹلاتے ہیں تو مہلت ختم ہو جاتی ہے، ایمان اور عمل مفید نہیں رہتے اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

سوال4: یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا ''جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب اللہ تعالیٰ کی کچھ نشانیاں ظاہر ہو جائیں جن سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کی گھڑی قریب آ گئی ہے تو کسی کو ایمان فائدہ نہ دے گا۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو پھر کسی کو اس کا ایمان کام نہیں آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا تھا۔ جس نے پہلے سے کوئی نیکی نہیں کی تھی۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا ظہور، دابۃ الارض کا نکلنا۔ (مسلم) ﴿3﴾ مسند احمد کی روایت میں دخان یعنی دھوئیں کا ذکر ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ برآمد ہوئے بالا خانہ پر اور ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا قیامت نہ ہوگی یہاں تک کہ دس نشانیاں ظاہر ہوں ایک تو سورج کا پچھم سے نکلنا (جدھر ڈوبتا ہے ادھر ہی سے) دوسرے دجال کا نکلنا (جو کانا ہوگا) تیسرے دھوئیں کا نکلنا چوتھے دابۃ الارض کا نکلنا (یعنی زمین کے جانور کا جو صفا پہاڑ سے نکلے گا اور کافروں اور مومن پر نشان کر دیگا) پانچویں یاجوج اور ماجوج کا نکلنا، وہ دو قومیں ہیں یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے جو قیامت کے قریب ظاہر ہونگے چھٹے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا اترنا (آسمان سے دنیا کی طرف وہ بیت المقدس میں اتریں گے۔ ساتویں زمین کا دھنسنا مشرق میں آٹھویں زمین کا دھنسنا مغرب میں نویں زمین کا دھنسنا عرب کے جزیرے میں دسویں ایک آگ جو عدن کی نشیب سے نکلے گی جس ابین کہتے ہیں (ابین بروزن احمر ایک گاؤں ہے یمن کے علاقہ میں ساحل سے ایک جانب پر) وہ لوگوں کو محشر کی طرف (یعنی شام کے ملک کی طرف شام کو محشر کہتے ہیں کیونکہ حشر اسی زمین پر ہوگا) لیجائی گی اور جب لوگ آرام کریں گے تو آگ بھی آرام کریگی انکے ساتھ (یعنی ٹھہری رہے گی گویا وہ آگ بقدر الٰہی لوگوں کو ہانکنے والی ہوگی ملک شام کی طرف)۔ (ابن ماجہ:4055) ﴿5﴾ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے دجال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے (اس فرنہ کی کبھی) تحقیر کی اور کبھی بڑا کر کے بیان فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے۔ پس جب ہم شام کو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہم سے اس بارے میں معلوم کر لیا تو فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے صبح دجال کا ذکر کیا اور اس میں آپ ﷺ نے کبھی تحقیر کی اور کبھی اس فتنہ کو بڑا کر کے بیان کیا، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے بارے میں دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں کا زیادہ خوف کرتا ہوں۔ اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہو گیا تو میں تمہارے بجائے اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہوگا۔ بے شک (دجال) نوجوان، گھنگریالے بالوں والا اور پھولی ہوئی آنکھ والا ہوگا۔ گویا کہ میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔ پس تم میں سے جو کوئی اسے پالے تو چاہیے کہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے۔ بے شک اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان سے ہوگا۔ پھر وہ اپنے دائیں اور بائیں جانب فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالس دن اور ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ہمارے لیے ایک دن کی نمازیں پڑھنا کافی ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کی زمین میں چلنے کی تیزی کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بارش کی طرح جسے ہوا دھکیل رہی ہو۔ پس وہ ایک قوم کے پاس آئے گا اور انہیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے۔ پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین سبزا اگائے گی اور اسے چرنے والے جانور شام کے وقت آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بڑے اور کوکھیں تنی ہوں گی۔ پھر وہ ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انہیں دعوت دے گا۔ وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے۔ تو وہ ان سے واپس لوٹ آئے گا۔ پس وہ قحط زدہ ہو جائیں گے کہ ان کے پاس دن کے مالوں میں سے کچھ بھی نہ رہے گا، پھر وہ ایک بنجر زمین اور ویران زمین کے پاس سے گزرے گا اور اسے کہے گا کہ اپنے خزانے کو نکال دے زمین کے خزانے اس کے پاس آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس آتی ہیں۔ پھر وہ ایک کڑیل اور کامل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الشباب آدمی کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور دونوں ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے ایک تیر کی مسافت پر رکھ دے گا۔ پھر وہ اس (مردہ) کو آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ دجال کے اسی فعل کے دوران اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جو کافر بھی اس کی خوشبو سونگھے گا وہ مرے بغیر رہ نہ سکے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی پس مسیح علیہ السلام (دجال کو) طلب کریں گے اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جسے اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا پس عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں کو صاف کریں گے اور انہیں جنت میں ملنے والے ان کے درجات بتائیں گے۔ پس اسی دوران عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ رب العزت وحی نازل فرمائیں گے کہ تحقیق! میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں پس آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لیے طور کی طرف لے جائیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچائی سے نکل پڑیں گے۔ ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبری پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود تھا اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے لیے بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے لیے آج کل کے سو دینار سے افضل و بہتر ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا۔ وہ ایک جان کی موت کی طرح سب کے سب ایک لخت مر جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت کی جگہ بھی یاجوج ماجوج کی علامات اور بدبو سے انہیں خالی نہ ملے گی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہے وہ انہیں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا اور زمین مثل باغ یا حوض کے دھل جائے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اگا دے اور اپنی برکت کو لوٹا دے۔ پس ان دنوں ایسی برکت ہوگی کہ ایک انار کو ایک پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے میں سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت دی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی گائے قبیلہ کے لوگوں کے لیے کافی ہوجائے گی اور ایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی بکری پورے گھرانے کے لیے کفایت کرجائے گی۔اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے تک پہنچ جائے گی۔پھر ہر مسلمان اور ہر مومن کی روح قبض کرلی جائے گی اور بدلوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے بندوں جماع کریں گے۔پس انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔(مسلم:7373)

﴿6﴾ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بارے میں فرمایا کہ اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی اور اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی اور پانی آگ ہوگا۔سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔(بخاری:7130)﴿7﴾ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دجال کے متعلق ایک طویل بیان کیا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ آپ نے فرمایا دجال آئے گا اور اس کے لیے ناممکن ہوگا کہ مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہو۔چنانچہ وہ مدینہ منورہ کے قریب کسی شورزمین پر قیام کرے گا پھر اس دن اس کے پاس ایک مرد مومن جائے گا اور افضل ترین لوگوں میں سے ہوگا اور اس سے کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا تھا۔اس پر دجال کہے گا کیا تم دیکھتے ہو اگر میں اسے قتل کردوں اور پھر زندہ کروں تو کیا تمہیں میرے معاملہ میں شک وشبہ باقی رہے گا؟اس کے پاس والے لوگ کہیں گے کہ نہیں۔چنانچہ وہ اس صاحب کو قتل کردے گا اور پھر اسے زندہ کردے گا۔اب وہ صاحب کہیں گے کہ واللہ! آج سے زیادہ مجھے تیرے معاملہ میں پہلے اتنی بصیرت حاصل نہ تھی۔اس پر دجال پھر انہیں قتل کرنا چاہے گا لیکن اس مرتبہ اسے مار نہ سکے گا۔(بخاری:7132)﴿8﴾ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک خلیفہ کی وفات کے وقت (لوگوں) میں اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص، مکہ مکرمہ کی جانب بھاگتا ہوا نکلے گا کہ اہل مکہ اس شخص کے پاس آئیں گے اور اس کا امامت کے لئے نکالیں گے حالانکہ وہ شخص امامت کے لئے راضی نہیں ہوگا پھر لوگ اس شخص سے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے پھر اسی وقت شام سے ایک لشکر اس شخص کی طرف روانہ کیا جائے گا تو وہ لشکر مقام بیداء میں زمین کے اندر دھنس جائے گا جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، پھر جس وقت لوگ اس حالت کو دیکھیں گے کہ ملک شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں اس شخص کے پاس آئیں گی اور اس شخص سے بیعت کریں گی اس کے بعد قبیلہ قریش میں سے ایک شخص پیدا ہوگا اس شخص کی ننھیال، قبیلہ بنی قلب سے ہوگی اور وہ شخص ان لوگوں کی جانب ایک لشکر روانہ کرے گا تو اس لشکر پر (امام) مہدی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ماننے والے غالب آئیں گے،اور یہی کلب کالشکر ہے پھراس شخص پرافسوس ہے جوکہ قبیلہ کلب کی جنگ کا مال غنیمت نہ حاصل کرے اس کے بعد(امام) مہدی مال غنیمت تقسیم فرمائیں گے اورلوگوں میں ان کے نبی کی سنت کوزندہ کریں گے اوردین اسلام کواپنی گردن میں ڈالیں گے(یعنی اسلام کے نظام کوقائم کریں گے)اس کے بعدوہ سات سال تک زندہ وہ کرانتقال کر جائیں گےاورتمام مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔امام ابوداود نے فرمایابعض حضرات نے ہشام سے روایت کیا ہے کہ وہ نوسال تک زندہ رہیں گےاوربعض نے کہاہے کہ وہ سات سال تک زندہ رہیں گے۔(ابی داود:4286)

سوال5:لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا ''کسی ایسے شخص کاایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھایااس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ جب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہوجائیں گی تو کافروں کاایمان انہیں نفع نہیں دے گا۔نہ ایسے مومنوں کوجوعمل میں کوتاہی کرتے ہیں انہیں بھی ان کے اعمال میں اضافہ کافائدہ نہیں دے گا۔﴿2﴾ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف وہی ایمان کام آئے گا جو پہلے سے ہوگا۔اورصرف وہی نیک اعمال فائدہ دیں گے جواللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہونے سے پہلے کیے ہوں گے۔﴿3﴾ صحیح بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ پچھّم سے سورج طلوع نہ ہوسوجب سورج(پچھّم سے) نکلے گااورلوگ اسے دیکھ لیں گےتوسب ایمان لے آئیں گےاوراس وقت کسی شخص کوایمان نفع نہ دے گا اس کے بعدآپ نے آیت بالاتلاوت فرمائی۔﴿4﴾ سیدناصفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ بلاشبہ اللہ نے مغرب کی طرف ایک دروازہ بنایاہے جواتناچوڑاہے کہ اس کی دونوں جانبوں کے درمیان ستر سال تک چل سکتے ہیں یہ دروازہ توبہ کادروازہ ہے جب تک اس کی جانب سورج نہیں نکلے گااس وقت تک بند نہ کیا جائے گا۔(اوراس وقت تک توبہ قبول ہوتی رہے گی)اللہ عزوجل نے فرمایا:یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ میں اسی کو بیان فرمایاہے۔(ترمذی،ابن ماجہ)﴿5﴾ معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہجرت منقطع ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہوگی اورتوبہ منقطع نہ ہوگی جب تک پچھّم سے سورج نہ نکلے گا۔(ابوداود،داری)

سوال6:قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ '' آپ کہہ دیں:''تم بھی انتظار کروبلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اس آیت میں نبی ﷺ کے جھٹلانے والوں کے لیے وعید ہے کہ آپ ﷺ بھی نشانیوں کے منتظر ہیں اور کافر بھی۔جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ تم دونوں میں سے امن کا زیادہ مستحق ہے۔رب العزت نے فرمایا:فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ سووہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کررہے ہیں، بے شک اس کی علامات تو آچکیں، پھر جب وہ ان کے پاس آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟(محمد:18)فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ پھران کا ایمان نہ تھا کہ انہیں کوئی فائدہ دیتا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا،اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے،اوراس وقت کافرلوگ خسارے میں رہے۔(غافر:85)

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ(159)

یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کوٹکڑے ٹکڑے کرڈالا اورگروہ گروہ بن گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں،یقیناً ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے،پھروہی ان کو بتائے گا جووہ کیا کرتے تھے۔(159)

سوال 1:اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کوٹکڑے ٹکڑے کرڈالا اورگروہ گروہ بن گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کوٹکڑے ٹکڑے کرڈالا''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کووعید سنائی ہے جنہوں نے دین میں فرقہ بندی کی اورٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور ہرایک نے اپنا نام رکھ لیا مثلاً یہودیت ، عیسائیت اورمجوسیت وغیرہ۔﴿2﴾یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دین اجتماعیت اوراکٹھے رہنے کا حکم دیتا ہے،تفرقہ بازی، اہل دین میں اورتمام اصولی وفروعی مسائل میں اختلاف پیدا کرنے سے روکتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کوحکم دیا کہ ان سے برات کا اظہار کریں جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا۔(تفسیرسعدی:851/1)﴿3﴾لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ''ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں''نہ آپ ﷺ ان میں سے ہیں نہ وہ آپ میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ سے عناد رکھا ہے اورآپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جودین لے کرآئے ہیں اس سے دشمنی رکھی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ''اور گروہ گروہ بن گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ كَانُوْا شِيَعًا ''اور گروہ گروہ بن گئے'' یہ آیت یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں اتری لیکن اس کا حکم عام ہے۔اس کی وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو دین کی مخالفت کرتا ہو،دین میں پھوٹ ڈالتا ہو،خواہش کا پرستار ہو اور نیا مذہب ایجاد کرتا ہو۔کیونکہ رحمت عالم ﷺ جو دین لے کر تشریف لائے وہ ایک ہی دین ہے۔﴿2﴾فرقہ بازی ایسی لعنت ہے کہ ملت وحدت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیتی ہے اور ایسی قوم کی ساکھ اور وقار دنیا کی نظروں سے گر جاتا ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی کو عذاب ہی کی ایک قسم بتایا ہے۔اور دوسرے مقام پر فرقہ بازوں کو مشرکین کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ کسی بھی مذہبی فرقہ کا آغاز کسی بدعی عقیدہ سے یا عمل سے ہوتا ہے۔مثلاً کسی نبی یا رسول یا بزرگ اور ولی کو اس کے اصل مقام سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک بنا دینا یا کسی کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا یا کسی سے بغض وعناد وغیرہ۔یہی وہ غلو فی الدین ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے شدت سے منع فرمایا اور بدعی اعمال کا زیادہ تر تعلق سنے رسول ﷺ سے ہوتا ہے۔کسی سنت رسول ﷺ کو ترک کر دینا یا کسی نئے کام کا ثواب کی نیت سے دین میں اضافہ کر دینا وغیرہ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دین میں اس کام کی پہلے کمی رہ گئی تھی جو اب پوری کی جارہی ہے پھر یہ فرقہ بازیاں عموماً دو ہی قسم کی ہوتی ہیں ایک مذہبی جیسے کسی مخصوص امام کی تقلید میں انتہا پسندی۔یا کسی معمولی قسم کے اختلاف کو اہم اور اہم اختلاف کو معمولی بنا دینا۔اور دوسرے سیاسی۔جیسے علاقائی،قومی،لسانی اور لونی بنیادوں پر فرقہ بنانا،غرض جتنے بھی فرقے بنائے جاتے ہیں ان کی تہہ میں آپ کو دو ہی باتیں کارفرما نظر آئیں گی ایک حب مال اور ایک حب جاہ۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھیڑوں کے کسی ریوڑ میں دو بھوکے بھیڑیئے اتنی تباہی نہیں مچاتے جتنا حب مال یا حب جاہ کسی کے ایمان کو برباد کرتے ہیں۔(ترمذی،تیسیر القرآن:678/1)﴿3﴾سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا(پوری طرح ان کے مطابق عمل کریں گے)جیسا کہ ایک جوتا دوسرے جوتا کے موافق بنایا ہوا ہوتا ہے حتی کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تھا تو میری امت میں سے بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے۔(پھر فرمایا)کہ بنی اسرائیل کے 72 فرقے ہوگئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی یہ سب فرقے دوزخ میں ہوں گے سوائے ایک ملت کے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!وہ ملت کون سی ہے جو جنت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِهٖ جس ملت اور دین پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اور میرے صحابہ ہیں وہ جنت والی ہے۔(ترمذی،انوارالبیان:328/2)﴿4﴾ حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جماعۃ المسلمین اوران کے امام سے چمٹے رہنا۔میں نے عرض کیا کہ اگر جماعت نہ ہواورامام بھی نہ ہوتو کیا کروں؟فرمایا: تو پھران تمام فرقوں سے الگ رہناخواہ تمہیں درختوں کی جڑیں ہی کیوں نہ چبانی پڑیں۔یہاں تک کہ تمہیں اسی حالت میں موت آجائے۔(بخاری کتاب الفتن)﴿5﴾ آپ ﷺ نے فرمایا:میری امت بہتر(72)فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ایک فرقہ نجات پائے گا باقی سب جہنمی ہوں گے صحابہ نے پوچھاوہ نجات پانے والافرقہ کونساہوگا؟فرمایاجواس راہ پر چلے گا جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔(ترمذی کتاب الایمان)

سوال3:انسان اختلافات کا شکار کیسے ہوتے ہیں؟

جواب:انسان سادہ احکامات میں طرح طرح کی موشگافیاں نکالتے ہیں جس سے دین میں فرقہ بندیاں ہوجاتی ہیں۔

سوال4:انسان اختلافات سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب:سادہ اورفطری دین کواپنا کر،اسی پراپنی ساری توجہ لگا کراختلاف سے بچاجاسکتا ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

سوال6:اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ''یقیناًان کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے،پھروہی ان کو بتائے گا جووہ کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا وہی انہیں ان کے اعمال کی جزادے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ انہیں ان کے افعال کے بارے میں آگاہ کرے گا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (160)

جونیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو بُرائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(160)

سوال1:مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا '' جونیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ جوکوئی نیکی لے کرآئے گا یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے۔﴿2﴾ الْحَسَنَةِ یعنی نیک یخواہ اس کا تعلق قول سے ہو، یا عمل سے، اس کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔﴿3﴾ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا'' اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا'' نیکیوں کی کئی گنا جزا میں یہ سب سے کم جزا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (البقرہ:245)﴿4﴾ نبی ﷺ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں کہ تمہارا عزت والا، جلال والا رب، بڑا ہی مہربان ہے جس نے محض نیکی کا ارادہ ہی کیا اور ابھی نیکی نہیں کی اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور جس نے نیکی کر بھی لی اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اگر برائی کر لی تو صرف ایک برائی لکھی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں، سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف بد بخت ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)﴿5﴾ متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچہ بھیج دیا اور وہ اپنے گھر ہی میں رہا تو اسے ہر درہم کے بدلہ سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس نے اپنی جان سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کیا اس کے لیے ہر درہم کے بدلہ سات لاکھ درہم کا ثواب ہوگا پھر آپ نے آیت کریمہ: وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ تلاوت فرمائی۔ (ابن ماجہ، انوار البیان) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں (کے قانون) کو لکھ دیا ہے سو جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے پھر اسے نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے پاس سے ایک پوری نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر ارادہ کرنے کے بعد اس نیکی کو بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے اس جیسی دس نیکیاں سات سو گنا تک (بلکہ) اس سے بھی زیادہ چند در چند کر کے لکھ دیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے پھر وہ (اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اسے چھوڑ دیتا ہے) اور اپنے ارادہ پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔ (بخاری:161)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نیکی کا اجر دس گنا دیتے ہیں اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ نیکی کے لئے انسان کو اپنے نفس سے لڑنا پڑتا ہے۔﴿2﴾ انسان کو مخالف ماحول میں صبر اور قربانی کا ثبوت دینا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پڑتا ہے۔﴿3﴾ نیکی پر مشقت عمل ہے اس لئے اس کا اجر کئی گنا ہے۔

سوال3: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ''اور جو برائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی کی صورت میں دیتا ہے یہ اس کا عدل و احسان ہے۔﴿2﴾ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔﴿3﴾ جب گناہ کا ارادہ کر کے چھوڑ دیتا ہے اور گناہ کو نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا تَرَكَهُ مِنْ جَرَّاءِ یعنی اس کے گناہ چھوڑنے کی وجہ سے نیکی لکھی گئی کیونکہ اس نے گناہ میری وجہ سے چھوڑا ہے۔(مسلم:78/1)

سوال4: برائی کا بدلہ برابر کا کیوں ہے؟

جواب: برائی کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے کو چھوڑنا ہے اگرچہ جرم ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی بردباری ہے کہ وہ اتنی ہی سزا دیتا ہے جتنا کسی نے جرم کیا ہو۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (161)

آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔''(161)

سوال1: قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قُلْ اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین کو حکم دیا ہے کہ آپ ان بتوں کی بندگی کرنے والوں سے کہہ دیں کہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت دی ہے۔(جامع البیان:116/8)﴿2﴾ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے'' آپ اعلان کر دیں کہ مجھے میرے رب نے سچے دین کا راستہ دکھایا جو ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا جو مشرک نہیں تھے۔﴿3﴾ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سے مراد ملت ابراہیم ہے۔(فتح القدیر:231/2)

سوال2: دِيْنًا قِيَمًا ''وہ ایک مضبوط دین ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ دِيْنًا قِيَمًا ''وہ ایک مضبوط دین ہے'' یہی وہ دین ہے جس پر سارے انبیاء چلے، جو معتدل دین ہے، جو صحیح اور نفع مند عقائد اور اعمال صالح پر مشتمل ہے۔

سوال3: مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ''ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ملت ابراہیم اسلام ہی ہے۔﴿2﴾ جو گمراہی سے ہدایت کی طرف مائل ہو۔﴿3﴾ جو باطل دین سے دین حق کی طرف مائل ہو۔(تفسیر منیر:4/479)﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے: وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے مگر وہی جس نے خود کو بے وقوف بنالیا ہو حالانکہ ہم نے اسے (ابراہیم کو) دنیا میں چن لیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً آخرت میں صالحین میں سے ہوگا۔(البقرہ:130)﴿5﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یقیناً ابراہیم ایک امت تھے اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اسے منتخب کیا اور سیدھے راستے کی طرف اسے ہدایت دی۔اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بلاشبہ آخرت میں وہ یقیناً نیک لوگوں میں سے ہوگا۔پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں جو ایک اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جانے والے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔(النحل:120-123)

سوال4: قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ کے الفاظ کیا ظاہر کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے شکر گزاری کا اظہار ہے۔﴿2﴾ اس اظہار میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ جھلک رہا ہے۔﴿3﴾ اس میں رب کے ساتھ ہدایت کا تعلق اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلسل نگرانی کا اظہار ہے۔﴿4﴾ اس میں اس بات کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین قیم پر چلایا ہے۔

سوال5: حَنِيْفًا حنیف کسے کہتے ہیں؟

جواب: یک سو کو۔جو زندگی کے ہر معاملے میں اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی جانب رکھے۔

سوال6: وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ''مشرکوں میں سے نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں رب العزت کی گواہی ہے کہ وہ کبھی بھی مشرک نہیں تھے۔وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے موحد تھے اور اس کی عبادت میں اخلاص رکھنے والے تھے۔(تفسیر منیر:480/4)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(162)

آپ کہہ دیں: ''بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے جو جہانوں کا رب ہے۔(162)

سوال1: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ '' آپ کہہ دیں: ''بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے جو جہانوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ '' آپ کہہ دیں: ''بے شک میری نماز اور میری قربانی'' الصلوۃ سے مراد نماز اور نسک سے مراد قربانی ہے۔(جامع البیان:118/8) ﴿2﴾ ان دو عبادات کا ذکر ان کے فضل وشرف اور اس بنا پر کیا ہے کہ یہ دونوں عبادات اللہ تعالیٰ سے محبت، دین کو اس کے لیے خالص کرنے، قلب ولسان، جوارح اور قربانی کے ذریعے سے اس کے تقرب کے حصول پر دلالت کرتی ہیں، اور قربانی سے مراد ہے کہ مال وغیرہ کو جو نفس کو محبوب ہے، اس ہستی کے لیے خرچ کرنا جو اس کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ، جس نے اپنی نماز اور قربانی کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرلیا تو یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ اس نے اپنے تمام اعمال واقوال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرلیا۔(تفسیر سعدی: 852/1) ﴿3﴾ صَلَاتِیْ میری نماز وَ نُسُکِیْ اور میری قربانی اللہ کے قرب کے لیے ہے۔میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔رب العزت نے فرمایا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔(الکوثر:2) ﴿4﴾ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ '' اور میرا جینا اور میرا مرنا'' میرا جینا یعنی جو کچھ میں اپنی زندگی میں کرتا ہوں اور میرا مرنا یعنی اللہ تعالیٰ میرے لیے مقرر کرے گا۔﴿5﴾ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ '' اللہ کے لیے جو جہانوں کا رب ہے'' میری عبادت اور قربانی میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہے۔یہ آیت تمام اعمال صالح کی جامع ہے۔ایک توحید پرست مومن اپنے جینے اور اپنے مرنے میں اللہ رب العالمین کے لیے خالص ہوتا ہے۔

سوال2: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت پانا چاہتا ہے اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ اسے اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا چاہیے۔﴿2﴾ اسے قربانی کی سطح پر اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چاہیے۔﴿3﴾اسے اللہ تعالیٰ کے لئے جیناچاہیے۔﴿4﴾اسے موت اس حال میں آنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بناہواہو۔

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ(163)

اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔(163)

سوال1:لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ''اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لَا شَرِيْكَ لَهٗ ''اس کا کوئی شریک نہیں''شرک سے پاک زندگی کی دعوت ہے اس لئے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿2﴾وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اور میں اس حکم پر عمل پیرا ہوئے بغیر اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرسکتا۔﴿3﴾وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ''میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں''یعنی میں امت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والا مسلمان ہوں۔

سوال2:انسان کو اپنی زندگی کس اصول کے مطابق گزارنے کی دعوت دی جارہی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی زندگی،کہ یہی کامیابی کا اصل سبب ہے۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ(164)

آپ کہہ دیں:''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟''اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ)مگر اسی پر ہے(وبال)اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی،پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے،چنانچہ وہ تمہیں اس کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔(164)

سوال1:قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ''آپ کہہ دیں:''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ :اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔﴿2﴾ اَغَيْرَ اللّٰهِ کیا میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

غیر اللہ میں سے یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے۔﴿3﴾ اَبۡغِیۡ رَبًّا میں کوئی رب تلاش کروں؟ کیا مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب بنالوں۔﴿4﴾ وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیۡءٍ ''حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے'' حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب ہے۔جو اس کی عبادت کرتے ہیں اور جو عبادت نہیں کرتے سب کا رب ہے۔اس نے فرشتوں کو، مسیح علیہ السلام کو، سورج، چاند، ستاروں اور تمام بتوں کو پیدا کیا جیسا کہ اس نے فرمایا: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو۔(الصافات:96)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا رب ہے، زمین و آسمان کا جو معلوم ہے جو نا معلوم ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے سائے میں ہے۔اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔﴿6﴾ اس لیے تمام انسانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کریں اور اس پر راضی رہیں اور اس کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائیں۔﴿7﴾ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ عبادت میں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں کہ وہی میری بگڑی بنانے والا ہے میں اس کو چھوڑ کر کسی اور کے در پر کیوں جاؤں۔رب العزت نے توکل اور عبادت کو بہت مقامات پر اکٹھے ذکر فرمایا ہے: اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔(الفاتحہ:5) فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَیۡهِ سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔(ھود:123)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب کیوں نہیں بنایا جاسکتا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حاکم ہے اس کے سوا کسی کو رب نہیں بنایا جاسکتا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ راہنما ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ حساب لینے والا ہے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں پوری کائنات ہے۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب کیسے بنایا جاسکتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نظام ربوبیت میں بندھے ہوئے ہیں۔

سوال3: وَلَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَیۡهَا ''اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال)'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہر شخص کا معاملہ اس کا ذاتی معاملہ بھی۔اجر بھی اس کا سزا بھی اس کی۔﴿2﴾ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔﴿3﴾ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ولد زنا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: اس پر اس کے والدین کے گناہ کا کچھ بھی بوجھ نہیں اور فرمایا: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی

سوال4: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔﴿2﴾وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی شخص نہ کسی کے انعام میں شریک ہوسکتا ہے نہ سزا میں۔اگر کوئی شخص کسی کی گمراہی کا سبب بنا تو اسے سبب بننے کا بوجھ اٹھانا ہوگا اور گناہ کرنے والے کے بوجھ میں کمی نہیں ہوگی۔﴿3﴾ہر شخص جو خیر وشر کے اعمال انجام دیتا ہے اس کی جزا وسزا اس کے لیے ہے۔﴿4﴾رب العزت کا فرمان ہے:لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی۔(البقرہ:286)﴿5﴾مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔(حم السجدہ:46)

سوال5:ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ''پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمہیں اس کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی قیامت کے دن ہر شخص لوٹ کر اپنے رب کے پاس جائے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ ہر ایک سے اس کی نیتوں کے مطابق حساب لے گا، پھر وہ خیر وشر کے بارے میں تمہارے اختلافات سے تمہیں آگاہ کردے گا اور تمہیں اس کی پوری جزا دے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(165)

اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا تاکہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(165)

سوال1:وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ ''اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا'' اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو جانشین بنانے میں کیا یاددہانی رکھی ہے؟

جواب:﴿1﴾یعنی تم ایک دوسرے کے جانشین بنتے ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور زمین کی تمام موجودات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوتمہارے لیے مسخر کر کے تمہیں آزمایا کہ وہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو۔(تفسیر سعدی:853/1)﴿2﴾ دنیا میں ایک قوم ہٹادی جاتی ہے تو اس کی جگہ دوسری قوم لے لیتی ہے۔جو سارے وسائل پر قبضہ کر لیتی ہے۔یہ واقعہ یاد دلاتا ہے کہ کسی کا اقتدار دائمی نہیں ہے۔

سوال2:وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ''اورتم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قوت ،رزق،عافیت اور تخلیق میں ایک دوسرے پر فوقیت عطا کی ہے۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔(بنی اسرائیل:21)﴿3﴾ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسے شخص کو دیکھے جو مال اور شکل وصورت میں اس سے بڑھ کر ہے تو اس کو بھی دیکھ لے جو اس سے کم ہے۔(مشکوۃ المصابیح:447/2)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تنظیم کس طرح کی ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے کس کو بلند درجات دیے ہیں کسی کو ماتحت بنایا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے کسی کو طاقت ور بنایا ہے اور کسی کو کمزور۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے کسی کو مالدار بنایا ہے اور کسی کو غریب۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے کسی کو عقل مند بنایا ہے اور کسی کو نادان

۔

سوال4:لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ''تاکہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾انسانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی غرض یہ ہے کہ خوش حال کا شکر اور بدحال اور کثیر العیال کا صبر معلوم ہو جائے۔فراخی اور تنگی ہر حال میں آزمائش ہے۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:یاد رکھو دنیا میٹھی اور سرسبز وشاداب ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں صاحب اختیار بنا کر دیکھے گا کہ تمہارا طرز عمل کیا رہتا ہے۔لہذا تمہیں دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے اور عورتوں سے کافی محتاط رہنا چاہیے۔اسرائیلیوں میں پہلا فتنہ عورتوں ہی کی وجہ سے ہوا۔(مسند احمد)

﴿2﴾رب العزت کا فرمان:الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟(الملک:2)

سوال5:اللہ تعالیٰ نے درجات کا فرق کیوں رکھا ہے؟

جواب:ان چیزوں کا امتحان لینے کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:انسان کے اندر سرکشی کیوں پیدہوتی ہے؟

جواب:انسان دنیا کی چیزوں کواللہ کا انعام سمجھ لیتا ہے حالانکہ جو کچھ انسان کوملا ہے آزمائش کے طور پر ملا ہے۔

سوال7:دنیا کی چیزوں کوانعام سمجھنے سے انسان سے انسان کے اندر فخر پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ڈھیٹ ہوجاتا ہے۔

جواب:دنیا کی چیزوں کوانعام سمجھنے سے کی وجہ سے انسان ڈھیٹ ہوجاتا ہے۔

سوال8:دنیا کی چیزوں کوآزمائش سمجھنے سے انسان میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:دنیا کی چیزوں کوآزمائش سمجھنے سے انسان کے اندر عاجزی پیدا ہوتی ہے جو اطاعت کرواتی ہے۔

سوال9:اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ''بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کوجلد سزا دینے والا ہے جو اس کے احکامات اور آیات کوجھٹلاتے ہیں اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کا خوف دلا کر اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ لوگ اس کی ناراضگی سے محفوظ ہوں۔

سوال10:ڈھیٹ انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی تنبیہ کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ سزا دینے میں بہت تیز ہے۔

سوال11:وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' اطاعت گزاروں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا خوش خبری ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں۔گناہوں سے توبہ کرکہ اس کی طرف پلٹ آنے والوں کے لیے مہربان ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحمت کی طرف بلاتا ہے۔کبھی اپنی ملاقات کا شوق دلاتا ہے،کبھی جنت کی نعمتوں سے رغبت دلاتا ہے تاکہ نیکیاں کرنے کا شوق پیدا ہو۔﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا:اگر مومن کواللہ تعالیٰ کے عذابوں کا پورا علم ہوجائے تو کوئی جنت کا طالب نہ ہو اور اگر کافر کواس کی رحمت کا پورا علم ہوجائے تو کوئی جنت سے ناامید نہ ہو۔اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کیں ان میں سے ایک مخلوق کودی اور اسی سے ساری مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور 99 رحمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔(مسلم)

سورہ الاعراف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:اس سورت کا نام الاعراف کیوں ہے؟

جواب:اس سورت میں اعراف کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام الاعراف ہے۔

سوال2:یہ سورت کب نازل ہوئی؟اس کی کتنی ایات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب:یہ مکی سورت ہے اس میں 206 آیات اور 24 رکوع ہیں۔مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے ساتویں نمبر پر ہے۔اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے انتالیسویں 39 نمبر پر ہے۔

سوال3:اس سورت کا موضوع کیا ہے؟

جواب:یہ سورت عقیدے کے موضوع پر ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات ہے۔اور بعث اور جزا اور وحی ورسالت کا اثبات ہے۔اس سورت میں کلیات دین اور قصص الانبیاء والمرسلین ہیں۔

سوال4:اس سورت کی فضیلت کیا ہے؟

جواب:سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی دونوں رکعتوں میں اس سورت کو پڑھا کرتے تھے۔(نسائی)

رکوع نمبر 8

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٓمّٓصٓ(1)

المص(1)

سوال1:الٓمّٓصٓ کی وضاحت کریں؟

جواب:یہ حروف مقطعات ہیں ان کے معنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ہم پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لائیں۔

یہ سورت لاعراف کی پہلی آیت ہے۔

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ(2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔(2)

سوال1: كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ''ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت کو بیان کیا ہے کہ اے محمد ﷺ! ایک ایسی کتاب آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کی گئی ہے جو عظیم ہے۔ جس میں ایسے امور کی وضاحت ہے جس کے بندے محتاج ہیں۔ اس میں شریعت کے مقاصد کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی پسند اور ناپسند کو واضح کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کے لیے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرنا آسان ہو جائے۔ یعنی وہ اس نفع مند علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اس کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

سوال2: فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ ''چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نبی ﷺ سے یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ کے دل میں قرآن مجید کے بارے میں کوئی شک وشبہ اور تنگی نہ آئے۔ ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے: فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ پھر اگر آپ اس بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ اُن لوگوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ (یونس:94) اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے، چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ (آل عمران:60) اگر لوگ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں تو آپ کے سینے میں اس سے کوئی تنگی پیدا نہ ہو۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟ (الشعراء:3) وَ مَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔ (یوسف:103) ﴿3﴾ آپ یقین رکھیں کہ حکمت بھری کتاب رب العالمین کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔ اور یہ سب سے سچا کلام ہے۔ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ باطل اس کے پاس نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ (حم السجدہ:42)

سوال3: لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ''تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ نزول کتاب کے دو مقاصد بیان کے گئے ہیں۔ پہلا مقصد: انذار۔ اور دوسرا مقصد: نصیحت ہے۔ عمومی انذار سبھی کے لیے ہے جیسا کہ نبی ﷺ کو سارے انسانوں کو خبردار کرنے کا حکم دیا گیا۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ اے کمبل میں لپٹنے والے اٹھو، پھر خبردار کرو۔ (المدثر:1,2) تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔ (الفرقان:1) ایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاددہانی ہوگی۔ ﴿2﴾ لِّتُنْذِرَ بِهٖ ''تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں'' آپ ﷺ اس نازل کردہ کتاب کے ذریعے مشرکوں کو خبردار کریں تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔ ﴿3﴾ آپ ﷺ کے انذار اور نصیحت سے حق کے دشمنوں پر حجت قائم ہوجائے گی۔ ﴿4﴾ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ''اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے'' اس کتاب کے ذریعے آپ ﷺ مومنوں کو نصیحت کریں یہ ان کے لیے یاددہانی ہوگی۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور نصیحت کریں، یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ (الذاریات:55) اہل ایمان نصیحت کے ذریعے فائدہ اٹھاتے ہیں انہیں ظاہری اور باطنی اعمال کے بارے میں یاددہانی ہوتی ہے۔ اور وہ صراط مستقیم پر آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سوال4: کتاب کے ذریعے ''انذار'' اور نصیحت کرتے ہوئے دعوت دینے والے کے دل میں تنگی کیوں آتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کی دعوت دینے والے کو جو چیز تکلیف دیتی ہے وہ لوگوں کی سرکشی ہے، جو چیز دعوت دینے والے کو سچ دکھائی دیتی ہے لوگ اسے باطل سمجھ کر ٹھکرا دیتے ہیں، جو چیز دعوت دینے والے کو بہت اہم نظر آتی ہے لوگ اس سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ یہ رویے دعوت دینے والے کے دل کے اندر تنگی پیدا کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ دعوت دینے والے کو بعض اوقات یہ خوف ہوتا ہے کہ وہ اس دعوت کی وجہ سے اپنے ماحول میں اجنبی ہوگیا ہے۔ اس کے لئے بات سمجھانا مشکل، اس کے لئے لوگوں کو راہ راست پر لانا مشکل، اس کے لئے طعن وتشنیع کو برداشت کرنا مشکل، اس کے لئے مخالفتیں برداشت کرنا مشکل، حتی کہ وہ سٹیج آجاتی ہے جب بات پہنچانا ہی مشکل ہوجاتی ہے ایسے موڑ پر داعی کے دل میں گھٹن آتی ہے قرآن مجید میں اس کیفیت کو ضیق صدر سے بھی واضح کیا گیا ہے۔ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ (سورۃ الحجر:97)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: کتاب کس کے لئے نصیحت بنتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ کتاب عملا تھوڑے لوگوں کے لئے نصیحت بنتی ہے۔﴿2﴾ کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جس کی فطرت مسخ نہ ہوئی ہو اور جو اپنی فطرت کو زندہ رکھے ہوئے ہوں۔﴿3﴾ کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے آگے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو۔﴿4﴾ کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جو آخرت کے برے انجام سے ڈرتا ہو۔﴿5﴾ کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جو جنت کی حرص رکھتا ہو۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ(3)

اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا دوستوں کی پیروی نہ کرو، تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔(3)

سوال1: اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِتَّبِعُوْا پیروی کرو۔پچھلی آیت میں نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ لوگوں کو خبردار کریں اور ایمان والوں کو نصیحت کریں۔اس آیت میں امت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی پیروی کریں۔﴿2﴾ اعمال کی قبولیت کے لیے رب العزت نے جو پیمانہ مقرر کیا اس میں پہلی شرط یہ ہے کہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔اور دوسری شرط یہ ہے کہ نبی ﷺ کی متابعت میں ہو۔﴿3﴾امام رازی فرماتے ہیں :رسالت کا معاملہ تین امور سے پورا ہوتا ہے۔(کبیر،اشرف الحواشی:181/1)﴿4﴾ ہر ایک بات کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا اگر کسی بات پر قرآن وحدیث سے تصریح نہیں ملے گی تو اجماع اور اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ یہ دونوں بھی کتاب وسنت کے فروع میں سے ہیں ۔(اشرف الحواشی:181/1)﴿4﴾مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے'' مَآ اُنْزِلَ میں قرآن مجید کے ساتھ سنت بھی شامل ہے۔رب العزت نے فرمایا:وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا۔وہ صرف ایک وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔(النجم:4,3)﴿6﴾ جو کچھ رب کی طرف سے ہدایت اور نور نازل کیا گیا اس کی پیروی کرو(ایسر التفاسیر:493)﴿7﴾ مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے۔جو تمہاری تربیت کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تکمیل چاہتا ہے۔اس مقصد کے لیے اس نے کتاب نازل کی کہ اگر تم اس کتاب کی پیروی کرو گے تو تمہاری تربیت مکمل ہوجائے گی،تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت پوری ہوجائے گی اور تمہیں بہترین اور بلندترین اعمال کی طرف راہ نمائی نصیب ہوگی۔(تفسیر سعدی:855/1)

سوال2:وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ''اوراس کے سوادوستوں کی پیروی نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ ''اوراس کے سوادوستوں کی پیروی نہ کرو''یعنی غیراللہ کی پیروی نہ کرو۔﴿2﴾اَوْلِيَآءَ قریش کے گمراہ سردار۔(ایسرالتفاسیر:439)اپنے نفس یاشیاطین جونقصان دہ وسوسے ڈالتا ہے۔گمراہی،فساد،شراور برائی کے خیالات ڈالتا ہے۔(تفسیرمنیر:495/4)اولیاء سے مرادشرک میں ان کے سردار۔﴿3﴾تم اللہ تعالیٰ کوچھوڑکردوسروں کودوست نہ بناؤ۔تم ان کی خواہشات کی پیروی کرو گےتوان کی خاطرحق کوچھوڑدو گے۔(تفسیر سعدی:855/1)

سوال3:وحی کی پیروی کرنے کاحکم کیوں دیا گیا؟

جواب:﴿1﴾وحی کی پیروی کاحکم اس لئے دیا گیا کہ وحی کی پیروی ہی اسلام ہے۔﴿2﴾وحی میں اللہ تعالیٰکے رب ہونے کا اعتراف ہے۔﴿3﴾وحی میں اللہ تعالیٰکے حاکم ہونے کا اعتراف ہے۔﴿4﴾وحی کی پیروی اللہ تعالیٰکے حکم کی پیروی ہے۔ اللہ حکم دےاور بندے اطاعت کریں۔اللہ تعالیٰ روکےتوبندے رُک جائیں یہی وحی کی پیروی ہے۔یہی پیروی دین ہے۔

سوال4:وحی کی پیروی کیسے کریں؟

جواب:وحی کی پیروی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کونمونہ بنا کربھیجا،انھوں نے ایک ایک بات پرعمل کرکے دکھایا،لہذاوحی کی پیروی کے لئےمحمدرسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنالازم ہے۔

سوال5:قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ''تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مَّا تَذَكَّرُوْنَ یعنی جوتمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے آپ حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:438)﴿2﴾یاددہانی سے مرادعہد(الست بربکم)کی یاددہانی ہے جوہرانسان کےتحت الشعورمیں موجود ہے۔اورکسی بھی خارجی داعیے سےاس کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔یہ قرآن اسی دبے ہوئے شعورکوبیدارکرتااوراسی عہد کی یادتازہ کرتا ہے۔(تیسیرالقرآن:28/2)﴿3﴾تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو،اپنی خوہشات کے پیچھے چلنےاورغیروں کی تقلید کی وجہ سے کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔﴿4﴾اگرتم نصیحت قبول کرلیتےاورمصلحت کوپہچان لیتے۔توتم ضرررساں چیزکونفع بخش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چیز پر اور دشمن کو دوست پر کبھی ترجیح نہ دیتے۔(تفسیر سعدی:855/1)

وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ(4)

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو اُن پر ہمارا عذاب رات کو آیا یا جب وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔(4)

سوال1: وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ'' اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کو آیا یا جب وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کو دی جانے والی سزاؤں سے ڈرایا ہے جنہوں نے رسولوں کی دعوت کو جھٹلایا اس کا مقصد یہ تھا کہ ان قوموں جیسے کام نہ کریں، ان قوموں پر ہمارا عذاب ایسی حالت میں نازل ہوا جب وہ غفلت میں ڈوبے ہوئے تھے اور عذاب کے بارے میں ان کے دل میں خیال بھی نہیں آیا تھا۔﴿2﴾ رات کے وقت انسان آرام کرتا ہے اور دوپہر کے وقت بھی لوگ آرام کرتے ہیں اس وقت انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ آرام کرے۔﴿3﴾ یہ بستیاں غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ٹھہریں اور غفلت میں مدہوشی کے وقت پکڑ لی گئیں اور دوسروں کے لئے ان کا غفلت میں پکڑا جانا باعث عبرت بن گیا۔رب العزت کا فرمان ہے: وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اتراتی تھیں تو وہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں اور ہم ہی وارث ہونے والے ہیں۔(القصص:58)

سوال2: غفلت کی حالت میں عذاب میں مبتلا ہونے کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اس حالت میں کسی کی پکڑ انسان کو خوف میں مبتلا کرتی ہے۔﴿2﴾ اس کے نتیجے میں انسان محتاط ہو جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اس کے نتیجے میں انسان نصیحت حاصل کرتا ہے۔﴿4﴾ اس کے نتیجے میں انسان تقویٰ حاصل کرتا ہے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ(5)

پھر جب ہمارا عذاب اُن پر آیا تو اُن کی پکار اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ ہم واقعی ظالم تھے۔(5)

سوال1: فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ'' پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو ان کی پکار اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوا کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ ہم واقعی ظالم تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب ان قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو نہ وہ خود اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکے نہ ان کے نہ ان کے معبود ہی ان کے کام آ سکے جن سے انہیں بہت امیدیں وابستہ تھیں۔﴿2﴾ جب ان پر عذاب نازل ہوا تو اقرار جرم کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

سوال2: مجرموں نے کیا ظلم کیا تھا؟

جواب: شرک جو سب سے بڑا ظلم ہے۔

سوال3: کیا مجرموں کے لیے اعتراف مفید ثابت ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ مجرموں کی ندامت اور اعتراف کی وجہ سے عذاب نہیں ٹل سکتا۔﴿2﴾ توبہ کا دروازہ بند ہونے کے بعد کسی کا اعتراف مفید نہیں رہ جاتا۔رب العزت نے سورۃ الانبیاء میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۱۱ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝۱۲ لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝۱۳ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۱۴ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تہس نہس کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں۔تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تب وہاں سے وہ بھاگ رہے تھے۔بھاگو مت! اور واپس جاؤ اس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔انہوں نے کہا کہ ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔تو اُن کی ہمیشہ یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹا ہوا، بجھا ہوا بنا دیا۔(الانبیاء:15-11)

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ(6)

پھر یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔(6)

سوال1: فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ '' پھر یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے'' جن لوگوں کو دعوت دی گئی ان سے اور پیغمبروں سے باز پرس کہاں ہوگی؟

جواب:﴿1﴾ یہ سوال و جواب بڑے حشر کے اجتماع میں ہوں گے۔جہاں کوئی راز راز نہ رہے گا۔﴿2﴾ سوال یہ ہوگا کہ تم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟

سوال2: عام لوگوں سے کیا سوال ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ عام لوگوں سے باز پرس ہوگی کہ جب پیغمبروں نے دعوت دی تھی اور حق تمہارے سامنے آ گیا تھا پھر اس کو مان لینے سے کیوں رکے رہے؟ ﴿2﴾ عام لوگوں سے ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک نگران اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ امام نگہبان ہے اس سے لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور مرد سے اس کے گھر والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور عورت سے اس کے شوہر کے گھر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور غلام سے آقا کے مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بخاری، باب فی الجمعہ:11) ﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کے قدم حشر کے میدان میں اٹھ نہیں سکیں گے۔ جب تک اس سے عمر کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا کہ کن کاموں میں گزاری؟ اور اس کے عمل کے بارے میں جو اس نے کیا۔ اور اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہاں اسے گھلایا؟ (ترمذی فی القیامۃ)

سوال3: وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ''اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے'' پیغمبروں سے کیا سوال ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ پیغمبروں سے یہ سوال کریں گے کہ انھوں نے پیغام رسائی کا فرض کہاں تک ادا کیا اور انھیں کیا جواب ملا؟ رب العزت نے فرمایا: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں پکارے گا پس فرمائے گا: ''تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' (القصص:65) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔ (البقرہ:143)

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ (7)

ہم ان کے سامنے پورے علم کے ساتھ ضرور بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔ (7)

سوال1: فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ ''ہم اُن کے سامنے پورے علم کے ساتھ ضرور بیان کریں گے'' اللہ تعالیٰ پورے علم کے ساتھ کون سی سرگزشت پیش کریں گے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ ''ہم ان کے سامنے ضرور بیان کریں گے'' اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو بتادیں گے کہ وہ کیا عمل کرتے رہے؟﴿2﴾بِعِلْمٍ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے لوگوں کے اعمال کے بارے میں بتادیں گے۔رب العزت کا فرمان ہے:وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔ (الانعام:59)

سوال2:وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ''اور ہم کہیں غائب نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی ہم کسی وقت بھی غیر موجود نہ تھے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا تو انہیں بتادے گا جو جو انہوں نے عمل کیے۔اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔(المجادلہ:6)وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے۔(المومنون:17)

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(8)

اور اس دن وزن برحق ہے پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔(8)

سوال1:وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ''اور اس دن وزن برحق ہے'' وزن کے حق ہونے کے کیا معنی ہیں؟

جواب:﴿1﴾اس دن وزن اور حق کے ایک معنی ہوں گے۔قیامت کے دن اعمال کا وزن عدل کے ساتھ ہوگا۔رب العزت نے فرمایا:وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ(الانبیاء:47)سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز (اعمال تولنے کی) ترازو رکھ دی جائے گی (اور وہ اس قدر لمبی اور چوڑی ہوگی کہ) اگر اس میں سارے آسمان وزمین رکھ کر وزن کیے جائیں تو سب اس میں آجائیں۔اس کو دیکھ کر فرشتے بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے کہ یہ کس کے لیے تولے گی؟ اللہ جل شانہ فرمائیں گے کہ میں اپنی مخلوق میں سے جس کے لیے (حساب کرنے کے واسطے) تول قائم کروں گا (اس کے لیے یہ تولے گی) یہ سن کر فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ! آپ پاک ہیں جیسا عبادت کا حق ہے ہم نے ایسی عبادت آپ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کی۔(الترغیب والترہیب:425/4)﴿2﴾ حق کے سوااس دن کسی چیز کا وزن نہیں ہوگا۔﴿3﴾ فیصلہ وزن کے لحاظ سے ہو گا کسی اور چیز کا لحاظ نہ رکھا جائے گا۔کسی بھی لحاظ سے کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا(قیامت کے روز)ترازو پرایک فرشتہ مقرر ہوگا(اعمال کووزن کے لیے)انسان اس ترازو کے پاس لائے جاتے رہیں گے جوآئے گا ترازو کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کردیا جائے گا پس اگراس کے تول بھاری ہوئے تووہ فرشتہ ایسی بلندآواز سے پکارکراعلان کردے گا جسے ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں ہمیشہ کے لیے سعادت مند ہوگا اب اس کے بعد بدنصیب نہ ہوگا اوراگراس کے تول ہلکے رہےتووہ فرشتہ ایسی بلندآواز سے پکارکراعلان کردے گا جسے ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں ہمیشہ کے لیے نامراد ہوگیا۔اب کبھی اس کے بعدخوش نصیب نہ ہوگا۔(الترغیب والترہیب:425)

سوال2:فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ'' پھرجس کے پلڑے بھاری ہوں گے''اس دن کس کے اعمال نامے بھاری ہوں گے؟

جواب:﴿1﴾اس دن جس کے ساتھ جتناحق ہوگا اتناہی اس کا وزن زیادہ ہوگا جس کی نیکیوں کا پلڑا برئیوں کے پلڑے سے بھاری ہوگا۔﴿2﴾اس دن کامیاب ہونے والوں کے پلڑے بھاری ہوں گے۔

سوال3:فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' تووہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وہ لوگ جن کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا،اپنی مطلوب چیزکو پالیں گے اورجس سے ڈرتے ہیں اس کے شر سے نجات پاجائیں گے۔﴿2﴾وہ نیکیوں کی وجہ سے جنت میں داخل ہوکرفلاح پالیں گے یعنی کامیاب ہوجائیں گے۔(ایسرالتفاسیر:439)﴿3﴾فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ تو جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے۔وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔(القارعۃ:6,7)

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ(9)

اورجس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تووہی ہوں گے جنہوں نے خودکونقصان میں ڈالا تھااس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کیا کرتے تھے۔(9)

سوال1:وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ'' اورجس کے پلڑے ہلکے ہوں گے''اس دن کس کے اعمال بے وزن قرار پائیں گے؟

جواب:﴿1﴾اس دن باطل پرستوں کے اعمال بے وزن قرار پائیں گے خواہ انہوں نے دنیا کی زندگی میں بڑے بڑے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کارنامے انجام دیئے ہوں۔﴿2﴾اس دن دنیا کے لیے کیے گے اعمال بے وزن قرار پائیں گے۔﴿3﴾جن کی برائیوں کو پلڑا بھاری ہوگا اور برائی بے وزن ہوگی اس لیے برائیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔﴿4﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ضرور ایسا ہوگا کہ بعض بھاری بھرکم موٹے بدن والے آدمی اس حال میں آئیں گے کہ اللہ کے نزدیک ان کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا پھر فرمایا کہ تم لوگ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا کو پڑھ لو۔(مشکوۃ المصابیح:484)﴿5﴾يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۚ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۚ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۚ نَارٌ حَامِيَةٌ ۚ ع ﴿11﴾ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے۔اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے۔تو جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے۔وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔تو اُس کا ٹھکانہ گہری کھائی ہوگا۔اورتم کیا جانو کیا ہے وہ؟وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔(القارعہ:4,11)﴿6﴾وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۚ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا،وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ان کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اوراس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔(المومنون:103,104)

سوال2:فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ’’تو وہی ہوں گے جنہوں نے خود کو نقصان میں ڈالا تھا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:اپنے آپ کو خسارے میں وہ ڈالتا ہے جو دردناک عذاب میں پہنچانے والے کام کرتا ہے۔اور ہمیشہ کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔

سوال3:اپنے آپ کو خسارے میں کون ڈالتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑاتا ہے۔﴿2﴾جو دنیا کی خاطر سب کچھ کرتا ہے۔﴿3﴾جو آخرت کو فراموش کر دیتا ہے۔﴿4﴾جو باطل پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھتا ہے۔﴿5﴾جو شیطان کی پیروی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو ہمیشہ کے خسارے میں ڈالتا ہے۔

سوال4:بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ’’اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کیا کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: وہ اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی اس کے اوامر ونواہی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا کر۔ ﴿2﴾ اس کی آیات کے مقابلے میں خواہش نفس کی پیروی کر کے۔ ﴿3﴾ اس کی آیات کے مقابلے میں انسانوں اور شیطانوں کی پیروی کر کے انسان آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتا ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (10)

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی ہے اور تمہارے لیے اس میں سامانِ زندگی بنا دیا، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ (10)

سوال1: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین میں کیسے بسایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان بیان فرمایا ہے کہ اس نے زمین اپنے بندوں کے قبضے میں دے دی۔ ﴿2﴾ اسے سکون والی بنا دی کہ ہلتی جلتی نہیں، اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے، جگہ جگہ چشمے بہا دیئے اور اس میں عمارتیں اور گھر بنانے کی انسان کو صلاحیت عطا فرما دی۔ ﴿3﴾ انسان زمین سے طرح طرح کے فائدے اٹھا رہا ہے۔ گھٹائیں تابعدار بنا دیں تا کہ آسمان سے پانی برسے اور زمین سے روزیاں پیدا ہوں۔ ﴿4﴾ روزی کی تلاش کے اسباب وذرائع مہیا فرما دیئے۔ ﴿5﴾ تجارت اور پیسے پیدا کرنے کے گر سکھا دیئے۔ (مختصر ابن کثیر: 568,567/1)

سوال2: وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ''اور تمہارے لیے اس میں سامانِ زندگی بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ایسے مقام پر رکھا جو انسانوں کے لیے سازگار ہیں۔ زمین اپنی گردش، رفتار، سورج اور چاند سے فاصلے، اپنی ترکیب، حجم وغیرہ کے اعتبار انسانی زندگی کے لیے مفید ہے۔ ﴿2﴾ زمین کے اندر انسان کی خوراک اور استعمال کے لئے کثیر چیزیں پیدا کی ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے لئے مسخر کیا اور انسانوں کو ایسی عقل دی کہ وہ کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھا کر انہیں اپنی ضروریات کے لئے استعمال کریں۔ ﴿5﴾ اگر کائناتی قوتیں انسان کی دشمن ہوتیں اور اس کے پس منظر میں ایک تدبیر کرنے والی ذات کا ارادہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شامل نہ ہوتا تو انسان زمین پر بس نہیں سکتا تھا۔

سوال3: قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ''تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' انسان کم ہی شکر گزار کیوں ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ان جلیل الشان احسانات کے باوجود لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ اور اس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔ (ابراہیم:34) ﴿2﴾ انسانوں کی اکثریت ناشکری ہے اس لئے کہ وہ اپنی جہالت اور جاہلیت میں گم ہے۔ ﴿3﴾ تم اس کا شکر کم ادا کرتے ہو جس نے نعمتیں عطا کیں اور مصیبتیں دور فرمائیں۔

رکوع نمبر9

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (11)

اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی ہے پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے ان سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا۔ (11)

سوال1: وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی ہے پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے ان سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا'' کی وضاحت کریں؟

﴿1﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ''ہم نے تمہیں پیدا کیا'' یعنی آدم کو مادے سے تخلیق کیا پھر ان سے سب پیدا کیے گئے۔ ﴿2﴾ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ''پھر تمہیں صورت عطا کی'' یعنی پھر تمہیں بہترین شکل وصورت اور بہترین قد وقامت عطا فرمائی۔ ﴿3﴾ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ''پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے معزز فرشتوں کو حکم دینے سے پہلے آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام سکھا دیئے۔ ﴿4﴾ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ''تو سوائے ابلیس کے ان سب نے سجدہ کیا'' ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا، وہ جنوں میں سے تھا۔ اس نے خود پسندی، حسد اور تکبر کی وجہ سے انکار کیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ابن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عباس کی روایت ہے ابلیس کا نام عزازیل تھا، وہ ملائکہ میں معزز مقام رکھتا تھا۔ وہ چار پروں والا تھا، پھر بعد میں وہ سخت مایوس ہوگیا۔ (ابن ابی حاتم:1443/5)﴿5﴾ لَمۡ یَکُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ ''وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا'' حقیقتاً ابلیس کے تین قصور تھے ایک اللہ کے حکم کو نہ مانا، دوسرے فرشتوں کی جس جماعت وہ رہتا تھا سجدہ کرتے وقت وہ اس جماعت سے الگ ہوا تیسرے اس نافرمانی پر نادم ہونے کی بجائے تکبر کیا، خود کو بڑا سمجھا اور سیدنا آدم علیہ السلام کو حقیر سمجھا لہٰذا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار ہوئی اور ذلیل وخوار ہوا اور یہ لعنت و پھٹکار ہمیشہ کے لیے اس کا مقدر بن گئی۔ (تیسیر القرآن:34,35/2)

قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُکَ ؕ قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ۚ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ (12)

اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ''تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟'' اُس نے کہا: ''میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' (12)

سوال1: قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُکَ ''اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ''تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سوال کیا کہ تو نے اسے سجدہ نہ کیا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا یعنی تم نے میری نافرمانی کر کے میری توہین کیوں کی؟

سوال2: ابلیس نے سجدہ کرنے سے کیوں انکار کیا؟

جواب: ﴿1﴾ ابلیس نے یہ سوچا تھا کہ وہ اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے۔ ﴿2﴾ ابلیس نے یہ جواب دیا تھا کہ میں آدم سے بہتر ہوں میں آگ سے بنا ہوں اور آدم مٹی سے۔

سوال3: قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ ''اُس نے کہا: ''میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ابلیس نے رب العزت کی مخالفت کرتے ہوئے کہا میں اس سے بہتر ہوں۔ ﴿2﴾ ابلیس نے اپنے باطل دعوے کی دلیل دیتے ہوئے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ آگ مٹی سے افضل ہے کیونکہ آگ اوپر کو اٹھتی ہے اور مٹی نیچے کی طرف گرتی ہے۔ ابلیس نے پیدائش کی بنیاد پر فضیلت کا ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل دی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿3﴾ابلیس کا گمان یہ تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے کیونکہ آگ لطیف ہوتی ہے اور مٹی کثیف آگ نیچے سے اوپر کو اٹھتی ہے اور مٹی اوپر سے نیچے کو گرتی ہے آگ اپنی شکل اور رنگ بدل سکتی ہے مگر مٹی مٹی میں بغیر محنت شاقہ کے یہ صفت پائی نہیں جاتی اس ظاہری برتری کے بعد اگر نتیجہ دیکھیں تو آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے جبکہ مٹی سے نباتات یا ہر قسم کے پھل ، غلے اور درخت پیدا ہوتے ہیں آگ کی طبیعت میں سرکشی ہے مٹی کی طبیعت میں انکسار اور تواضع ہے اسی آگ کی فطرت کی بنا پر ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور تکبر کی راہ اختیار کی اور راندہ درگاہ الٰہی بن گیا۔اور آدم سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگئی تو اس نے گناہ کی معافی مانگ لی اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بن گئے بعض علماء نے آگ اور مٹی کا تقابل کر کے انہیں وجوہ کی بنا پر مٹی کو آگ سے افضل قرار دیا ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:34,35/2)﴿4﴾اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ وہ مخلوق جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اس مخلوق سے افضل ہو جس کی تخلیق مٹی سے ہے۔کیونکہ آگ مٹی پر غالب ہے اور اوپر اٹھ سکتی ہے۔شیطان کا یہ قیاس فاسد ترین قیاس ہے کیونکہ یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے۔(الف) یہ قیاس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مقابلے میں ہے کہ آدم کو سجدہ کیا جائے اور جب قیاس نص سے منصوص علیہ امور کے احکام کے بالکل قریب اور ان کے تابع ہو، رہا وہ قیاس جو منصوص علیہ احکام کے معارض ہو اور اس کو معتبر قرار دینے سے نصوص کا لغو ہونا لازم آتا ہو تو یہ قیاس بدترین قیاس ہے۔(ب) ابلیس کا مجرد یہ کہنا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ میں اس آدم سے بہتر ہوں، ابلیس خبیث کے نقص کے لیے کافی ہے۔اس نے اپنے نقص پر اپنی خود پسندی ،تکبر اور بلا علم اللہ تعالیٰ کی طرف قول منسوب کرنے کو دلیل بنایا اس سے بڑا اور کون سا نقص ہو سکتا ہے؟ (ج) ابلیس نے آگ کو مٹی اور گارے کے مادہ پر فوقیت دے کر جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ مٹی کے مادے میں خشوع ،سکون اور سنجیدگی ہے۔اس مٹی ہی سے زمین کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔مثلاً مختلف انواع واجناس کے درخت اور نباتات وغیرہ۔اس کے برعکس آگ میں خفت، طیش اور جلانے کی خاصیت ہے۔اسی لیے شیطان نے اس قسم کے افعال کا ارتکاب کیا اور اسی لیے وہ بلند ترین درجات سے گر کر اسفل السافلین کی سطح پر جا پہنچا۔(تفسیر سعدی:858/1)

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ(13)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اتر جاؤ اس سے کہ تمہارے لیے یہ نہیں ہوگا کہ تم اس میں تکبر کرو۔سو نکل جاؤ، یقیناً تُو واقعی ذلیل ہونے والوں میں سے ہے۔''(13)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' اتر جاؤ اس سیکہ تمہارے لیے یہ نہیں ہوگا کہ تم اس میں تکبر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جنت سے اتر جاؤ۔﴿2﴾فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا'' کہ تمہارے لیے یہ نہیں ہوگا کہ تم اس میں تکبر کرو'' رب العزت نے فرمایا کہ تیرے لائق نہ تھا کہ تو جنت میں رہ کر تکبر کرے کیونکہ یہ پاک لوگوں کا گھر ہے، یہ خبیث لوگوں کے لیے نہیں ہے۔

سوال2:ابلیس جنت سے کیوں نکال دیا گیا اور کیوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا؟

جواب:ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نافرمانی کی۔ابلیس نے اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر فیصلے کی ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی کہ وہ قبول کرے یا نہ کرے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو رد کر کے اس کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔

سوال3:ابلیس نے جان بوجھ کر کفر کا ارتکاب کیوں کیا؟

جواب:﴿1﴾ ابلیس کا اعتقاد متزلزل تھا حالانکہ اس کے پاس علم اور معرفت کی کمی نہ تھی اس لیے اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔﴿2﴾ابلیس کے اندر گھمنڈ کی نفسیات جاگ اٹھی تھی۔

سوال4:فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ'' سو نکل جاؤ یقیناً تُو واقعی ذلیل ہونے والوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ تو ذلیل ہونے کے لائق ہے۔اس لیے جنت سے نکل جاؤ۔﴿2﴾ابلیس کو اس کے حسد، تکبر اور خود پسندی پر اہانت آمیز سزا دی گئی۔

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ(14)

ابلیس نے کہا:'' مجھے اس دن تک کی مہلت دیں جب وہ اٹھائے جائیں گے۔''(14)

سوال1:قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ'' ابلیس نے کہا:'' مجھے اس دن تک کی مہلت دیں جب وہ اٹھائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اس نے کہا مجھے مہلت دیں اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اس دن تک جب سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔﴿2﴾ابلیس نے اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے لیے دشمنی کا اعلان کیا اور مہلت مانگی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت کیوں مانگی؟

جواب:﴿1﴾ابلیس نے توبہ کرنے کی بجائے انتقام کا راستہ اپنایا۔﴿2﴾ابلیس جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر وہ اپنی چاہت پوری نہیں کرسکتا۔﴿3﴾ابلیس نے عزم کرلیا کہ انسانوں کو گمراہ کر کے رہوں گا۔﴿4﴾ابلیس نے گہری دشمنی کا انتقام لینے کے لئے مہلت مانگی۔

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ(15)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''یقیناً تم مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو۔''(15)

سوال1:قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''یقیناً تم مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے،جو چاہے کرے،کسی کا اس پر زور نہیں،اس کے حکم میں دم مارنے کی گنجائش نہیں،کوئی اس کے ارادے کو ٹال نہیں سکتا اور نہ کوئی اس کے ارادے میں ردوبدل کرسکتا ہے۔وہ سب سے جلدی حساب لینے والا اور ہر ایک سے باز پرس کرنے والا ہے۔(مختصر ابن کثیر:570/1)

سوال2:ابلیس کو کب تک کے لئے مہلت دی گئی؟

جواب:ابلیس کو قیامت تک کے لیے مہلت دی گئی ہے۔رب العزت نے فرمایا:قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۙ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے ۔ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔(الحجر:37,38)

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ(16)

ابلیس نے کہا:''پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں اُن کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔(16)

سوال1:قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ'' ابلیس نے کہا:'' پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں ان کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ ''ابلیس نے کہا:''پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے''ابلیس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوگیا تو اس نے کہا جیسے آپ نے مجھے گمراہ کیا۔اس نے اپنے تکبر اور خود پسندی کو چھپا کر اللہ تعالیٰ پر الزام لگایا کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا۔﴿2﴾لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ اس نے کہا میں انسانوں کے لیے ضرور بیٹھوں گا جیسا کہ سورۃ ص میں ہے:قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اس نے کہا:''تو تیری عزت کی قسم!میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔(ص:82)﴿3﴾صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ تیرے سیدھے راستے یعنی توحید کے راستے میں،قرآن وسنت کے،علم نافع اور عمل صالح کے راستے میں،اسلام کے راستے میں بیٹھوں گا۔اور لوگوں کو اس راستے پر چلنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔﴿4﴾نبی ﷺ نے فرمایا:ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے،یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اسے یہودی،عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔(مسلم)

سوال2:ابلیس نے یہ کیوں کہا''جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے''؟

جواب:﴿1﴾ابلیس نے فیصلہ کی ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کیا،اس غلطی پر اسے سزا ملی۔﴿2﴾اس نے غلطی کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنی غلطی کو اپنے رب میں دیکھا۔﴿3﴾اس نے اپنی من مانی کا الزام رب پر عائد کیا۔

سوال3:ابلیس نے آدم کی نسل سے انتقام لینے کے لئے کیا راستہ اختیار کیا؟

جواب:ابلیس نے انتقام کا راستہ اختیار کیا اپنی گمراہی کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی معزز مخلوق کو گمراہ کرنے کی صورت میں لیا۔

سوال4:سیدھے راستے میں بیٹھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے راستے اسلام سے روکنے کے لئے اس راستے پر مورچے لگانا۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کا راستہ کون سا ہے؟

جواب:ایمان اور اطاعت یعنی اسلام کا راستہ،جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔

سوال6:شیطان سیدھے راستے سے روکنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾شیطان انسان کا ایمان اور اس کا عقیدہ خراب کرتا ہے جس کے نتیجے میں اطاعت متاثر ہوتی ہے۔﴿2﴾نبی ﷺ نے فرمایا:شیطان آدم کے بیٹوں کی تمام راہوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ابلیس اسے گمراہ کرنے کے لیے اسلام کے راستے پر بیٹھا ہوا ہے۔اور اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا رہتا ہے کہ افسوس تم اپنے باپ،دادا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو رہے ہو۔لیکن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سعادت منداس کی بات ٹھکرا کر مسلمان ہوجاتے ہیں۔ہجرت کے راستے پر بیٹھا ہوا کہتا ہے کہ تم اپنا وطن کیوں چھوڑتے ہو؟اپنی زمین اور اپنا سامان کیوں ترک کرتے ہو؟اور کیوں غریب الوطن بندھے ہوئے گھوڑے کی طرح ہوتے ہو؟ مگر سعادت منداس کی نافرمانی کر کے ہجرت کر جاتے ہیں۔پھر جہاد کی راہ میں بیٹھ کر کہتا ہے۔کہ جنگ کیوں کرتے ہو؟ کہیں مارے نہ جاؤ؟تمہاری عورت اور نکاح کر لے گی،اور تمہارا مال مٹ جائے گا۔مگر سعادت منداس کی بات رد کر کہ جہاد کرتا ہے۔ایسے لوگ ضرور جنتی ہیں خواہ شہید ہو جائیں،یا ڈوب کر مر جائیں،یا جانور سے کچل کر مر جائیں۔(مسند احمد)﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان اپنی پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے جب اذان ختم ہوتی ہے تو واپس آجاتا ہے پھر جب تکبیر ہونے لگتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔اور جب تکبیر ختم ہوجاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے اور آدمی کے دل میں وساوس ڈالنا شروع ہوجاتا ہے کہ فلاں بات یاد کر اور فلاں بات یاد کر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں رہتا تین رکعت نماز پڑھی تھی یا چار رکعت جب یہ یاد نہ رہے تو سہو کے دو سجدے کرے۔(بخاری:3285)﴿4﴾ سیدنا عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:سنو!میرے رب نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کو وہ باتیں سکھادوں کہ جن باتوں سے تم لاعلم ہو۔(میرے رب نے) آج کے دن مجھے وہ باتیں سکھادی ہیں۔(وہ باتیں میں تمہیں بھی سکھاتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:)میں نے اپنے بندے کو جو مال دے دیا ہے وہ اس کے لیے حلال ہے اور میں نے اپنے سب بندوں کو حق کی طرف رجوع کرنے والا پیدا کیا ہے لیکن شیطان میرے ان بندوں کے پاس آکر انہیں ان کے دین سے بہکاتے ہیں اور میں نے اپنے بندوں کے لیے جن چیزوں کو حلال کیا ہے وہ ان کے لیے حرام قرار دیتے ہیں اور وہ ان کو ایسی چیزوں کو میرے ساتھ شریک کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ جس کی کوئی حجت میں نے نازل نہیں کی۔(مسلم:7207)﴿5﴾ رسول ﷺ صبح وشام یہ دعا نہیں چھوڑا کرتے تھے۔اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ الۡعَافِیَۃَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِیَۃَ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَدُنۡیَایَ وَاَھۡلِیۡ وَمَالِیۡ اَللّٰھُمَّ اسۡتُرۡ عَوۡرَاتِیۡ وَاٰمِنۡ رَّوۡعَاتِیۡ اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنِیۡ مِنۡ م بَیۡنِ یَدَیَّ وَمِنۡ خَلۡفِیۡ وَعَنۡ یَّمِیۡنِیۡ وَعَنۡ شِمَالِیۡ وَمِنۡ فَوۡقِیۡ وَاَعُوۡذُ بِعَظَمَتِکَ اَنۡ اُغۡتَالَ مِنۡ تَحۡتِیۡ ’’اے اللہ!بیشک میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں معافی عافیت کا سوال کرتا ہوں۔اے اللہ!بیشک میں تجھ سے اپنے دین اور دنیا میں اور اپنے اہل ومال میں معافی کا اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔اے اللہ!میرے عیبوں پر پردہ ڈال دے اور میری گھبراہٹوں میں امن دے۔اے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ! تو میری حفاظت فرما میرے سامنے سے، میرے پیچھے سے، میری دائیں طرف سے اور میری بائیں طرف سے اور میرے اوپر سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری عظمت کے ساتھ اس بات سے کہ میں اپنے نیچے سے ناگہاں ہلاک کیا جاؤں۔'' (ابوداؤد:5074)

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (17)

پھر میں لازماً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر آؤں گا اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔'' (17)

سوال 1: ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ''پھر میں لازماً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر آؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان کو جب یہ علم ہو گیا کہ انسان کمزور ہے تو اس نے انسان پر حملہ آور ہونے کے لیے اجازت مانگی اور وعدہ کیا کہ میں ان کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں سے آؤں گا۔ ﴿2﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ''پھر میں لازماً ان کے آگے سے ان پر آؤں گا'' آگے کی جانب سے شیطان اس طرح روکتا ہے کہ آخرت کی یاد نہیں آنے دیتا۔ ﴿3﴾ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور ان کے پیچھے سے آؤں گا یعنی دنیا کا شوق دلاؤں گا۔ ﴿4﴾ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں سے آؤں گا۔ یعنی دین کی باتیں ان کے لیے مشکوک بنا دوں گا۔ ﴿5﴾ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ اور ان کے بائیں سے آؤں گا۔ یعنی گناہوں میں دل کشی پیدا کروں گا اور وہ اس میں خوشی حاصل کریں گے۔ ﴿6﴾ سیدنا ابن عباس علیہ السلام کہتے ہیں آگے سے دنیا، پیچھے سے آخرت، دائیں سے نیکیاں، اور بائیں سے برائیاں مراد ہیں۔ یعنی دنیا کی رغبت، آخرت سے نفرت، نیکیوں سے عداوت، اور برائیوں سے محبت پیدا کروں گا۔ آگے سے آ کر کہوں گا کہ نہ جنت ہے نہ جہنم، اور نہ زندگی بعد الموت، پیچھے سے آ کر دنیا کی رغبت دلاؤں گا اور کہوں گا دنیا کتنی حسین وجمیل اور خوبصورت ہے۔ بس دنیا ہی دنیا ہے۔ آخرت تو محض ایک موہوم چیز ہے۔ دائیں سے آ کر کہوں گا کہا بھی تو جوان ہو خوب جی کھول کر گناہ کرو، بڑھاپے میں نیکیاں کر لینا۔ اور بائیں سے آ کر کہوں گا کہ جرائم اور سیاہ کاریاں انسان کی فطرت کے تقاضے ہیں، بھلا کوئی کس طرح اپنی فطرت دبا سکتا ہے؟ گناہوں میں کوئی حرج نہیں۔ خوب خوب گناہ کرو۔ اے انسان! ابلیس تجھے چاروں طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ البتہ تیرے اوپر نہیں کیونکہ وہ تیرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حائل نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ شیطانی غلبہ سے، ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔(مختصر ابن کثیر:570,571/1)﴿7﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اسے ،یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہوجائیں۔(فاطر:6)﴿8﴾ اللہ رب العزت نے متنبہ فرمایا ہے تاکہ ہم اپنے دشمن سے مقابلے کے لیے تیار رہیں اور شیطان کے داخل ہونے کے راستوں کی معرفت حاصل کرکے اپنی حفاظت کریں۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارے دشمن کی خبر دے کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

سوال2: شیطان انسان پر کیسے حملہ آور ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیطان انسان پر ہر جانب سے حملہ کرتا ہے،آگے سے، پیچھے سے،دائیں سے،بائیں سے۔﴿2﴾ شیطان انسانوں کو ایمان اور عمل کے راستے سے روکتا ہے۔﴿3﴾ شیطان انسان کو اللہ تعالیٰ کی پہچان سے محروم کرتا ہے اور پھر انسان شکرگزار نہیں رہتا ہے۔

سوال3:وَ لَا تَجِدُ اَکۡثَرَہُمۡ شٰکِرِیۡنَ ''اور آپ ان میں سے اکثر کو شکرگزار نہ پائیں گے'' انسان کس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں رہتا؟

جواب:شکرگزاری صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلانے والا رویہ ہے اس لیے ابلیس انتہائی احتیاط کے ساتھ شکرگزاری کے خلاف کام کرتا ہے۔

قَالَ اخۡرُجۡ مِنۡہَا مَذۡءُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ؕ لَمَنۡ تَبِعَکَ مِنۡہُمۡ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَہَنَّمَ مِنۡکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ(18)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نکل جاؤ یہاں سے، مذمت کیا ہوا،دھتکارا ہوا ، یقیناً جو بھی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو میں لازماً تم سب سے جہنم کو بھردوں گا۔(18)

سوال1:قَالَ اخۡرُجۡ مِنۡہَا مَذۡءُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نکل جاؤ یہاں سے، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ رب العزت نے ابلیس کے جواب میں فرمایا:نکل جاؤ مَذۡءُوۡمًا مذمت کے ساتھ مَّدۡحُوۡرًا مردود ہوکر یعنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہر خیر اور بھلائی سے دور ہو کر ذلت وخواری سے نکل جاؤ۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں کیا فیصلہ کر دیا؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں سے نکل جاؤ۔ ﴿2﴾ تم ذلیل اور ٹھکرائے ہوئے ہو۔ ﴿3﴾ جو تمہاری پیروی کریں گے میں تیرے ساتھ ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

سوال 3: لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ''یقیناً جو بھی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو میں لازماً تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں جہنم کو تیری پیروی کرنے والوں سے بھر دوں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے۔ وہ لازمی طور پر جہنم کو سب نافرمان جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (19)

اور اے آدم! آپ اور آپ کی بیوی دونوں جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو دونوں کھاؤ اور دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔'' (19)

سوال 1: وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ''اور اے آدم! آپ اور آپ کی بیوی دونوں جنت میں رہو'' آدم اور ان کی بیوی کو کیسی رہائش گاہ فراہم کی گئی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ آدم اور اُن کی بیوی کے لیے جنت اپنی وسعتوں کے ساتھ کھلی ہوئی تھی۔ ﴿2﴾ جنت میں انھیں آزادی تھی جس چیز کو جیسے چاہیں استعمال کریں۔

سوال 2: فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ''اور جہاں سے چاہو دونوں کھاؤ اور دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے آدم اور ان کی بیوی کو یہ حکم دیا تھا کہ جنت میں جہاں سے جو چاہے کھائیں مگر ایک درخت کے پاس جانا۔ وہ درخت کس چیز کا تھا اس بارے میں ہمیں علم نہیں دیا گیا مگر اس کی تحریم پر رب العزت کا فرمان دلیل ہے کہ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ''ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:فَتَكُوْنَامِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہوجاؤ گے'' جنت میں واحد پابندی کیا تھی؟

جواب: ﴿1﴾جنت میں واحد پابندی یہ تھی کہ ایک درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ۔ ﴿2﴾ آدم علیہ السلام اوران کی بیوی نے اس وقت تک اس حکم کی پابندی کی جب تک شیطان نے انہیں نہ بہکایا۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ(20)

پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا تا کہ وہ ان دونوں کے لیے ظاہر کردے ان دونوں کی شرمگاہوں سے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا،اوراس نے کہا:'' تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا ،مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤیا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہوجاؤ۔''(20)

سوال1:فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ'' پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا'' شیطان نے آدم کو کیسے بہکایا؟

جواب:﴿1﴾ شیطان نے وسوسہ ڈالا جس چیز سے تمہیں روکا جارہا ہے وہی جنت کی سب سے اہم چیز ہے۔﴿2﴾اس نے بہکایا کہ اس درخت میں ہمیشہ کی زندگی اور لازوال بادشاہت کا راز چھپا ہوا ہے۔﴿3﴾ آدم اوران کی بیوی شیطان کی مسلسل نصیحت سے متاثر ہوگئے اورانھوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا۔

سوال2:لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا'' تا کہ وہ ان دونوں کے لیے ظاہر کردے ان دونوں کی شرمگاہوں سے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ'' تا کہ وہ اُن دونوں کے لیے ظاہر کردے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا'' تا کہ ان کی شرم گاہوں میں سے جو کچھ چھپایا تھا ان کے لیے ظاہر کردے۔(ایسرالتفاسیر:422)﴿2﴾مِنْ سَوْاٰتِهِمَا ان کی شرم گاہوں سے۔سوا ۃ انسان کی چھپی ہوئی جگہ جس کے ظاہر کرنے کو وہ برا سمجھتا ہے۔علماء کہتے ہیں اس آیت میں دلیل ہے کہ چھپے ہوئے حصے کو کھولنا بڑے امور میں سے ہے۔(تفسیر منیر:521/4)

سوال3: شیطان کا خاص حربہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیطان کا خاص حربہ حرام ہے،وہ انسان کو حلال رزق سے بدظن کرتا ہے تھوڑا کر کے دکھاتا ہے اور حرام کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔﴿2﴾ شیطان انسان کو یقین دلاتا ہے کہ بڑے فائدے اور بڑی مصلحتیں حرام سے متعلق ہیں یوں وہ انسان کو بہکا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد سے دور کر دیتا ہے۔

سوال4:قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ''اُس نے کہا: تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان نے آدم وحوا کے سامنے جھوٹ بولا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اس درخت سے روکنے میں کیا حکمت ہے؟ میں اس راز کو جانتا ہوں کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھالو گے تو فرشتے بن جاؤ گے۔ یا پھر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پالو گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى پس شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا، اس نے کہا: ''اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہت جو پرانی نہ ہو؟

سوال5: ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: ممنوعہ درخت کا پھل کھانے سے دونوں کے لباس اتر گئے اور ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں۔

سوال6: انسان کس طرح سے کوئی کام کرنے کے لے تیار ہو جاتا ہے؟

جواب: مسلسل تلقین سے انسان کوئی کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال7: شیطان انسان کو برائی کے لئے کیسے آمادہ کرتا ہے؟

جواب: شیطان ہر ایک کے ذوق اور حالات کے اعتبار سے انسانوں کو آمادہ کرتا ہے۔

﴿1﴾ جس انسان کو غذا کا ذوق ہو اسے شیطان ترغیب دلاتا ہے کہ اچھی صحت چاہیے تو شراب پیو۔﴿2﴾ جس انسان کو دوسروں سے آگے بڑھنے کا شوق ہو اسے وہ ترغیب دلاتا ہے کہ مخالف کے خلاف تخریبی کاروائیاں شروع کر دو۔

وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ (21)

اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے لئے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں۔'' (21)

سوال1: وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ''اور اُس نے اُن دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لئے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا: میں تمہاری خیر خواہی کرنے والا ہوں۔اس طرح آدم علیہ السلام شیطان کے دھوکے میں آ گئے اوران کی عقل پر شہوت غالب آ گئی۔

سوال2: شیطان اپنی خیر خواہی کا یقین کیسے دلاتا ہے؟

جواب: شیطان قسمیں کھا کر خیر خواہی کا یقین دلاتا ہے۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (22)

پھر اُس نے دھوکے سے اُن دونوں کو نیچے اتار دیا، پھر جب اُن دونوں نے درخت کو چکھا تو اُن دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہو گئیں اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتوں کو چپکانے لگے اور اُن دونوں کو ان کے رب نے پکارا: ''کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا اور میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ شیطان بلاشبہ تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟(22)

سوال1: فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ''پھر اُس نے دھوکے سے اُن دونوں کو نیچے اتار دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان ان دونوں کو نیچے لے آیا یعنی بلند مرتبے سے نیچے لے آیا۔ ﴿2﴾ آدم علیہ السلام اور حوا کا بلند مرتبہ یہ تھا کہ وہ گناہوں سے دور تھے۔ ﴿3﴾ ابلیس انہیں پاک زندگی کی بلندی سے اتار کر نافرمانی کی گندی دلدل میں اتار لایا تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس درخت کا پھل کھا لیا۔

سوال2: شیطان انسان کو گمراہ کرنے کا مقصد کیسے حاصل کرتا ہے؟

جواب: شیطان انسان کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتا ہے۔

سوال3: شیطان انسان کے بارے میں کون سی کوشش مستقل کرتا رہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان انسان کو اپنے راستے پر لانے کی مستقل کوشش کرتا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان یہ چاہتا ہے کہ جیسے خود محروم ہوا ہے ایسے ہی انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: انسان شیطان کے مقابلے میں کیا کرے؟

جواب: انسان شیطان کی پکار کو چھوڑ کر رب کی طرف دوڑے اور شیطان کے منصوبہ کو ناکام بنادے۔

سوال5: شیطان اور انسان کے درمیان عملاً جنگ کیسے ظاہر ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان اور انسانوں کے درمیان جنگ دو گروہوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ کچھ لوگ شیطان کے وسوسوں کا شکار ہو کر اس کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ رب کی پکار پر لبیک کہتے ہیں۔ ﴿3﴾ شیطان کے ساتھی رب کو پالینے والے حق پرست کو ناکام کرنے کے لئے کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ ﴿4﴾ شیطان دلوں میں نفرت کی آگ بھڑکاتا ہے جس کے نتیجے میں لوگ رب کی پکار پر لبیک کہنے والوں کے خلاف ہو جاتے ہیں۔

سوال6: آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعے سے کیا پتا چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں ہدایت اور گمراہی کا معرکہ تب شروع ہوتا ہے جب انسان کے اندر حسد اور تکبر کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ ﴿2﴾ انسان ''میں بہتر ہوں'' کے جذبات سے مجبور ہو کر اپنے ہی بھائی کی خوبی کا اعتراف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہی شیطان کے راستے کا مسافر بننا ہے۔

سوال7: جب اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا پھر وہ کیسے شیطان کے دامن میں پھنس گئے؟

جواب: مدتوں گزر چکی تھیں کہ آدم علیہ السلام و حوا دونوں عیش و آرام سے جنت میں رہ رہے تھے اور انہیں اس درخت کے پاس آنے کا کبھی خیال ہی نہ آیا تھا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم انہیں بھول ہی گیا تھا اس وقت شیطان کو اس نافرمانی پر اکسانے کا موقع مل گیا، جیسا کہ آیت سے واضح ہے: فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (تیسیر القرآن: 37/2)

سوال8: شیطان کا اصل جرم کیا تھا؟

جواب: شیطان کا اصل جرم اعتراف نہ کرنا تھا۔

سوال9: شیطان انسانوں کے درمیان ٹکراؤ کی کیفیت کیسے پیدا کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب انسان اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر اٹھتا ہے تو شیطان دوسروں کے دل میں شبہات پیدا کرتا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان چھوٹے کو بڑے کے خلاف اٹھا کھڑا کرتا ہے کہ وہ لحاظ نہ کرے۔ ﴿3﴾ شیطان واجب الادا حقوق کے بارے میں سکھاتا ہے کہ انسان حقدار کا حق ادا نہ کرے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال10:فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا'' پھر جب ان دونوں نے درخت کو چکھا تو ان دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہوگئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' پھر جب ان دونوں نے درخت کو چکھا تو ان دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے ظا ہر ہوگئیں''یعنی دونوں کا ستر ظاہر ہوگیا،اس سے پہلے ان کا ستر چھپا ہوا تھا۔پس اس حالت میں تقویٰ سے باطنی عریانی نے ظاہری لباس میں اپنا اثر دکھایا حتیٰ کہ وہ لباس اتر گیا اوران کا ستر ظاہر ہوگیا اور جب ان پران کا ستر ظاہر ہوا تو وہ بہت شرمسار ہوئے اور جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنے ستر کو چھپانے لگے۔(تفسیر سعدی:861/1)

سوال11:وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ'' اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتوں کو چپکانے لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتوں کو چپکانے لگے'' شیطان کا سب سے پہلا ہدف انسان کے صنفی یا جنسی اعضاء ہوتے ہیں انسان کو گمراہ کرنے کی سب سے آسان صورت یہ ہوتی ہے کہ فحاشی کے دروازے کھول دے اور جنسی معاملات میں اسے بے راہ رو بنادے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان میں فطری طور پر جو شرم وحیا کا جذبہ رکھ دیا ہے اس جذبہ کو کمزور تر بنادے ابلیس اوراس کے چیلوں چانٹوں کی یہ روش آج تک جوں کی توں قائم ہے ایسے لوگوں کے نزدیک تہذیب وتمدن کی ترقی کا کوئی کام شروع ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ عورت کو بے حیا بنا کر بازار میں نہ لا کھڑا کریں اوراختلاط مرد وزن کی ساری راہیں کھول نہ دیں۔یہ خیال کہ شیطان نے پہلے حوا کو گمراہ کیا اور پھر حوا کے کہنے پر سیدنا آدم نے بھی اس درخت کا پھل کھالیا غالباً اسرائیلیات سے لیا گیا کتاب وسنت میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔قرآن سے یہی ملتا ہے کہ شیطان نے دونوں سے وعدے وعید کیے اور دونوں اس کے چکمے میں آ گئے۔(تیسیر القرآن:37/2)﴿2﴾الحشیمی نے کہا شرم گاہ کا ستر شریعت آدم میں تھا۔﴿3﴾لوگوں نے اس آیت سے ستر کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔(تفسیر القاسمی:38/7)

سوال12:وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ'' اوران دونوں کو ان کے رب نے پکارا:'' کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا اور میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ شیطان بلاشبہ تم دونوں کا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رب العزت نے اس حالت میں ان کو زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہ تھا؟ کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔پھر تم نے اپنے دشمن کی اطاعت کر کہ ممنوعہ درخت کا پھل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیوں کھایا؟

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (23)

ان دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (23)

سوال 1: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ''ان دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا'' آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اعتراف کیسے کیا؟

جواب: ﴿1﴾ آدم علیہ السلام سے خطا ہوگئی مگر فوراً ہی توبہ کی، سخت نادم ہوئے اور کہا: اگر میں توبہ کرلوں اور گناہوں کی معافی مانگ لوں تو کیا مجھے معاف کر دیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں پھر میں تمہیں جنت میں بسا دوں گا لیکن ابلیس نے بجائے معافی کے مہلت مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی دعائیں قبول کرلیں اور ہر ایک کی مراد پوری کی۔ (عبدالرزاق) ﴿2﴾ آدم اور حوا علیہما السلام دونوں نے کہا: ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر آپ نے معاف نہ کیا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے آدم کی ندامت کو دیکھتے ہوئے انہیں توبہ کے الفاظ سکھا دیئے اور ان دونوں نے دعا کی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

سوال 2: توبہ کیسی خصوصیت ہے؟

جواب: توبہ انسان کو رب سے جوڑے رکھتی ہے۔

سوال 3: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ''اُن دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا دونوں نے کہا ہم نے شیطان کی اطاعت کر کہ اور آپ کے حکم کی نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ (تفسیر مراغی: 278/3) ﴿2﴾ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی ہم سے وہ گناہ سرزد ہو گیا جس سے تو نے ہمیں روکا تھا۔ ہم نے گناہ کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا اور اگر تو نے گناہ اور اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے عقوبت کے آثار کو نہ مٹایا اور اس قسم کی خطاؤں سے توبہ قبول کر کے معافی کے ذریعے سے ہم پر رحم نہ کیا، تو ہم نے سخت خسارے کا کام کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گیا پھر اس کے رب نے اسے چن لیا، پس اس پر توجہ فرمائی اور ہدایت دی۔ (طٰہٰ:122,121) یہ رویہ آدم علیہ السلام کا تھا، مگر اس کے برعکس ابلیس اپنی سرکشی پر جما رہا اور نافرمانی سے باز نہ آیا۔ پس جو کوئی آدم کی طرح اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے ندامت کے ساتھ مغفرت کا سوال کرتا ہے اور گناہ سے باز آجاتا ہے تو اس کا رب اسے چن لیتا ہے اور سیدھی راہ پر ڈال دیتا ہے اور جو کوئی ابلیس کی طرح اپنے گناہ اور نافرمانی پر جم جاتا ہے اور اس کی نافرمانیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:862/1)

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (24)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور کچھ سامان زندگی ہے۔'' (24)

سوال1: قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ اهْبِطُوْا اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب اتر جاؤ یعنی آدم وحوا اور ابلیس۔ ﴿2﴾ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اس دشمنی کا سلسلہ جاری ہے۔

سوال2: سب لوگوں کو کہاں سے اتارا گیا؟

جواب: سب لوگوں کو جنت سے زمین پر اتارا گیا۔

سوال3: انسان اور جن ایک دوسرے کے دشمن کیوں ہیں؟

جواب: آدم علیہ السلام کی فضیلت کی وجہ سے ابلیس حسد میں مبتلا ہوا اور دشمنی کا آغاز ہو گیا۔ اب ابلیس دشمنی کا پورا شعور رکھتا ہے، انتقام لیتا ہے لیکن نسل آدم کی اکثریت کو دشمنی کا شعور نہیں ہے۔

سوال4: کیا آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم سزا کے طور پر دیا گیا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جنت سے زمین پر اتارنا سزا کے طور پر نہیں تھا انسان کی زندگی کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے تھا۔

سوال5: وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ''اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا'' زمین انسان کے لئے کیسا مستقر ہے؟

جواب: ﴿1﴾ زمین انسان کے لئے ہر طرح کی ضروریات زندگی فراہم کرتی ہے۔ ﴿2﴾ زمین زندہ انسانوں کی زندگی کے لئے پناہ گاہ ہے اور مردہ انسانوں کے لئے زمین کا پیٹ پناہ گاہ ہے۔

سوال6: وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ''اور کچھ سامان زندگی ہے'' زمین سے انسان کس مدت تک فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ہر انسان اپنی موت تک اس اٹھا سکتا ہے۔ ﴿2﴾ نسل انسانی قیامت تک فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المرعة الصالحة دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (25)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی میں تم جیو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اُسی میں سے تم نکالے جاؤ گے۔'' (25)

سوال1: قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی میں تم جیو گے'' انسان کو زمین پر بھیجا گیا تو زمین کو کیا ذمہ داریاں سپرد کی گئیں؟

جواب: ﴿1﴾ زمین زندہ انسانوں کے لئے خدمت گار ہوگی۔ ﴿2﴾ زمین مردہ انسانوں کے وجود کے لئے پناہ گاہ ہوگی انسان مٹی کے ذرات میں بھی بدل جائیں زمین ہی کا حصّہ رہیں گے۔ ﴿3﴾ یوم البعث کو زمین اپنے سارے بوجھ نکال کر باہر پھینک دے گی۔ ﴿4﴾ یوم البعث تک زمین انسان کے بارے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی پابند ہے۔

سوال2: وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ''اور اسی میں تم مرو گے اور اسی میں سے تم نکالے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ زندگی، موت اور موت کے بعد کی زندگی زمین ہی کے سپرد ہے۔ رب العزت نے فرمایا: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی میں سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ (طٰہٰ:55) ﴿2﴾ زمین کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی رکھی ہے جس کا موت پیچھا کر رہی ہے۔ یہ زندگی امتحان ہے۔ اس دنیا کے امتحان میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اطاعت کرکہ جنت میں واپس جانے کے قابل ہوجائیں۔اس زندگی کے بعدموت آئے گی پھرزمین میں دفن ہونے کے بعد جب مدت پوری ہوجائے گی تواللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گااوردائمی قیام کے گھر میں داخل کرے گا۔یاارحم الراحمین وہی دعاہے جوسیدہ آسیہ نے آپ سے مانگی تھی۔رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ اے میرے رب!میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنادے۔(التحریم:11)

رکوع نمبر10

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِیْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ(26)

اے اولادِ آدم!یقیناً ہم نے تم پرلباس اتاراہے جوتمہاری شرم گاہوں کوچھپاتاہےاورزینت ہےاورتقویٰ کالباس ہی بہترین ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں۔(26)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا؟

جواب:بغوی رحمہ اللہ نے لکھاہے جاہلیت کے زمانہ میں لوگ کعبہ کا طواف برہنہ ہوکرکیا کرتے تھےمردون میں اورعورتیں رات میں۔ان کا قول تھا کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں ان کو پہنے ہوئے ہم طواف نہیں کریں گے۔اس پرآیت مذکورہ نازل ہوئی۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہاعورت دوران طواف میں اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھے ہوئے کہتی تھی آج اس کا کچھ حصہ کھلا ہوا یا سب برہنہ ہومیں اس کوکسی کے لئے حلال نہیں کروں گی اس پراللہ تعالیٰ نے کپڑے پہننے کاحکم دیااورفرمایاہم نے تمہارے لئےلباس پیدا کیاہے۔(تفسیرمظہری:195/4)

سوال2:یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِیْشًا ''اے اولادِ آدم!یقیناً ہم نے تم پرلباس اتاراہے جوتمہاری شرم گاہوں کوچھپاتاہےاورزینت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ یہاں صرف ایمان ایمان والوں کومخاطب نہیں کیا گیا۔ساری اولادآدم کومخاطب کیا گیا۔﴿2﴾ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا ''یقیناً ہم نے تم پرلباس اتاراہے''اللہ تعالیٰ نے لباس نازل کیاہےیعنی اس کو پیدا کیااوراس کارزق دیا تاکہ عبادت اوراطاعت میں مدد ملے۔﴿3﴾ یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِیْشًا ''جوتمہاری شرم گاہوں کوچھپاتاہےاورزینت ہے''اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اشارہ ہے کہ ستر پوشی اور لباس انسان کی فطری خواہش اور ضرورت ہے، بغیر امتیاز کسی مذہب وملت کے سب ہی اس کے پابند ہیں، پھر اس کی تفصیل میں تین قسم کے لباسوں کا ذکر فرمایا: اول، لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ۔ اس میں یواری، موارات سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں چھپانے کے، اور سواۃ، سوءۃ کی جمع ہے، ان اعضاء انسانی کو سوءۃ کہا جاتا ہے جن کے کھلنے کو انسان فطرتاً برا اور قابل شرم سمجھتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمھاری صلاح وفلاح کے لئے ایک ایسا لباس اتارا ہے، جس سے تم اپنے قابل شرم اعضاء کو چھپا سکو۔ ﴿4﴾ اس کے بعد فرمایا وَرِيْشًا، ریش اس لباس کو کہا جاتا ہے جو آدمی زینت و جمال کے لئے استعمال کرتا ہے، مراد یہ ہے کہ صرف ستر چھپانے کے لئے تو مختصر سا لباس کافی ہوتا ہے، مگر ہم نے تمہیں اس سے زیادہ لباس اس لئے عطا کیا کہ تم اس کے ذریعہ زینت و جمال حاصل کر سکو، اور اپنی ہیئت کو شائستہ بنا سکو۔ (تفسیر معارف القرآن: 3533/) ﴿5﴾ اس میں لباس کے دو فائدے بتلائے گئے، ایک ستر پوشی، دوسرے سردی گرمی سے حفاظت اور آرائش بدن، اور پہلے فائدہ کو مقدم کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ انسانی لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے، اور یہی اس کا عام جانوروں سے امتیاز ہے، کہ جانوروں کا لباس جو قدرتی طور پر ان کے بدن کا جز بنا دیا گیا ہے اس کا کام صرف سردی گرمی سے حفاظت یا زینت ہے، ستر پوشی کا اس میں اتنا اہتمام نہیں، البتہ اعضائے مخصوصہ کی وضع ان کے بدن میں اس طرح رکھ دی ہے کہ بالکل کھلے نہ رہیں، کہیں ان پر دم کا پردہ کہیں دوسری طرح کا۔ (معارف القرآن: 534/3) ﴿6﴾ شریعت اسلام جو انسان کی ہر اصلاح وفلاح کی کفیل ہے اس نے ستر پوشی کا اہتمام اتنا کیا کہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی کو قرار دیا، نماز، روزہ وغیرہ سب اس کے بعد ہے۔ (ابن کثیر، مسند احمد) (معارف القرآن: 534،535/3) ﴿7﴾ اسلام میں ستر کے ڈھانکنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ تنہائی میں بھی ننگا رہنے کی اجازت نہیں۔ سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ننگے ہونے سے بچو کیونکہ تمہارے ساتھ ایسے افراد ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے (یعنی فرشتے) لہذا تم ان سے شرم کرو، ان کا اکرام کرو البتہ بیت الخلاء میں جانے کے وقت اور جب انسان اپنی بیوی کے پاس جائے اس وقت (بقدر ضرورت) برہنہ ہونے کی اجازت ہے۔ سنن ترمذی میں یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنی شرم کی جگہ کی حفاظت کر اِلَّا یہ کہ اپنی بیوی یا مملوکہ (یعنی حلال باندی) سے استمتاع کے لیے استعمال کرے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص تنہائی میں ہو تو شرم کی جگہ کھولنے میں کیا حرج ہے اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ (انوار البیان: 350،351/2) ﴿8﴾ آدم علیہ السلام کے واقعہ اور قرآن کریم کے اس ارشاد سے یہ بات بھی واضح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگئی کہ ستر پوشی اورلباس انسان کی فطری خواہش اور پیدائشی ضرورت ہے، جواول دن سے اس کے ساتھ ہے،اورآج کل کے بعض فلاسفروں کا یہ قول سراسر غلط اور بے اصل ہے کہ انسان اول ننگا پھرا کرتا تھا، پھرارتقائی منزلیں طے کرنے کے بعداس نے لباس ایجادکیا۔(معارف القرآن:535/3)﴿9﴾ شیطان نے جس کا نام ترقی رکھ دیا ہے وہ عورت کوشرم وحیا سے محروم کرکے منظر عام پرنیم برہنہ حالت میں لے آنے کے بغیرحاصل ہی نہیں ہوتی۔(معارف القرآن:534/3)﴿10﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ دوزخیوں کی دوجماعتیں ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا (کیونکہ وہ میرے بعدظاہرہوں گے)اول تو وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے ان سے لوگوں کو مارا کریں گے اوردوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی، مردوں کو مائل کرنے والی اورخودان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ان کے سرخوب بڑے بڑے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے جو جھکے ہوئے ہوتے ہیں یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اورنہ اس کی خوشبوسونگھیں گی۔(مسلم:205)﴿11﴾ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نیا لباس پہنے تواس کوچاہیے کہ لباس پہننے کے وقت یہ دعا پڑھے:الحمدللہِ الذِیْ کَسَانِیْ مَااواریٰ به عوراتی وانجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَانِیْ۔ ''یعنی شکراس ذات کا جس نے مجھے لباس دیا جس کے ذریعہ میں اپنے ستر کا پردہ کروں اورزینت حاصل کروں'' نیا لباس بنانے کے وقت پرانے لباس دے دواورفرمایا کہ جوشخص نیا لباس پہننے کے بعد پرانے لباس کوغرباء ومساکین پرصدقہ کردے تو وہ اپنی موت وحیات کے ہرحال میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور پناہ میں آ گیا۔(ابن کثیر،مسند احمد)(ابن ماجہ)﴿12﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ اوراللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو پیدا کیا ہے ان کے سائے بھی تمہارے لیے بنائے ہیں اور پہاڑوں میں تمہارے لیے چھپنے کی جگہیں بنائیں اورتمہارے لیے قمیضیں بنائیں جوتمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اورایسی قمیضیں بھی جوتمہیں جنگ میں بچاتی ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ تم پراپنی نعمت کی تکمیل کرتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔(النحل:81)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے انسان پرکیسے لباس نازل کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان پرلباس اورستر پوشی کا قانون نازل کیا ہے۔﴿2﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے زینت اورشرمگاہوں کوچھپانے کے لئے لباس کولازمی قانون کی شکل دی۔﴿3﴾ جسم کوچھپانا فطری حیا ہے اس کاتعلق کسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خاص معاشرے کے رسم ورواج سے نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی اسی فطرت کے مطابق لباس کوشرعی اورقانونی تقاضا بنایا ہے۔

سوال4:لباس انسان کی کن ضروریات کی تکمیل کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾لباس انسان کی فطری ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کوایسا جسم دیا ہے کہ اس کے قابل شرم حصے کھلے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے فطری جذبۂ شرم وحیاء کے لئے اس کی فطرت پرلباس کاالہام کیا ہے تاکہ وہ اپنی عقل سے کام لے کراپنے لئے لباس فراہم کرے۔﴿2﴾لباس انسان کی اخلاقی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے اسی وجہ سے انسان لباس سے اپنے قابل شرم حصوں کوڈھانپتا ہے۔﴿3﴾لباس انسان کی طبیعی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔یہ لباس موسم کے سردوگرم سے بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اوراس کے حسن اوروقار کاباعث بنتا ہے۔﴿4﴾لباس انسان کی روحانی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے روح کالباس تقوی ہے جواسے شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے اوراس کے اخلاق ومعاملات کو سنوارکراسے جنت جیسے اعلیٰ مقام کے قابل بناتا ہے۔

سوال5:لباس انسان کے لئے زینت کاباعث کیسے بنتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بنے بنائے لباس اتارنے کی بجائے اسے انسان کی عقل پرچھوڑ دیا کہ وہ وحی کی راہ نمائی میں اپنے لئے لباس میں حسن تلاش کرے۔یہ لباس انسان کوحسن عطا کرتا ہے،انسان کے ذوق کا پتہ دیتا ہے،انسان کی حس جمالیات کے اظہار کاذریعہ بنتا ہے۔

سوال6:وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ’’اورتقویٰ کالباس ہی بہترین ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:تقویٰ کالباس،حسی لباس سے بہتر ہے۔کیونکہ لباس تقویٰ بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے کبھی پرانا اور بوسیدہ نہیں ہوتا اورلباس تقویٰ قلب وروح کا جمال ہے۔رہا حسی اورظاہری لباس تواس کی انتہا یہ ہے کہ یہ ایک محدود وقت کے لیے ظاہری ستر کوڈھانپتا ہے یاانسان کے لیے خوبصورتی کاباعث بنتا ہے۔اس سے بڑھ کراس کااورکوئی فائدہ نہیں۔نیز فرض کیا یہ لباس موجودنہیں تب زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کا ظاہری ستر منکشف ہوجائے گا جس کااضطراری حالت میں منکشف ہونا نقصان دہ نہیں اوراگرلباس تقویٰ معدوم ہوجائے توباطنی ستر کھل جائے گااوراسے رسوائی اورفضیحت کاسامنا کرناپڑے گا۔ (تفسیرسعدی:863/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7:تقوٰی کے لباس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ تقویٰ روح کا لباس ہے۔عبدالرحمان بن اسلم نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی شرمگاہ چھپائے تو یہ لباس تقوٰی ہے۔﴿2﴾ تقویٰ اللہ کا ایسا ڈر ہے جو انسان کے شعور پر غالب رہتا ہے۔یہ غلبہ اسی طرح کا ہے جیسے انسان کے جسم پر لباس ہوتا ہے۔

سوال8:تقویٰ کا لباس کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ تقویٰ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید سے اس کی اطاعت کرنے اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے رکنے کا نام ہے۔﴿2﴾ تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، اس کائنات کی بڑی سچائی کا اعتراف ہے۔﴿3﴾ تقویٰ اپنی حیثیت کو پہچاننے اور مقصد زندگی کے شعور کا عمل ہے۔﴿4﴾ تقویٰ اپنوں اور غیروں کے لئے ایک معیار رکھتا ہے۔﴿5﴾ تقویٰ تواضع ہے،غلامی کا راستہ اختیار کرنا ہے،آخرت کی طرف توجہ کرنے کا عمل ہے۔﴿6﴾ انسان جب ان ساری کیفیات ،اور اعمال کو اوڑھ لیتا ہے تو یہ تقویٰ کا لباس بن جاتا ہے جو اس کے دل کی زینت بنتا ہے۔

سوال9:جس انسان کے پاس تقویٰ نہیں وہ کیسا انسان ہے؟

جواب:تقویٰ کے بغیر انسان کا اندرونی وجود عریاں ہے ایک انسان اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت زندگی نہیں گزارتا تو اپنے آپ کو عریاں کر لیتا ہے۔

سوال10:تقویٰ کا لباس انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ تقویٰ انسان کو شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے۔﴿2﴾ تقویٰ انسان کو اللہ کی غلامی میں لے آتا ہے۔﴿3﴾ تقویٰ انسان سے اطاعت کرواتا ہے۔﴿4﴾ تقویٰ انسان کو جنت میں بسنے کے قابل بناتا ہے۔

سوال11:ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ’’یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی لباس اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔اس ظاہری لباس سے تم اپنے باطنی لباس کے لیے مدد لو گے یعنی ظاہری حیا سے باطنی حیا اور ایمان کے لیے مدد ملے گی۔

سوال12:لباس کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ دنیا کا نظام اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ جو کچھ ظاہر ہے وہ چھپے ہوئے کی نشانی ہے۔انسان ظاہری چیزوں پر غور وفکر کر کے چھپی ہوئی حقیقتوں تک پہنچ جاتا ہے ایسا ہی معاملہ لباس کا ہے۔﴿2﴾ انسان کو تمام جانوروں سے مختلف لباس دیا گیا ہے، دنیا کی کوئی مخلوق لباس نہیں پہنتی۔آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر آج تک کے دور میں انسان طرح طرح کے لباس، رنگ رنگ کے لباس پہنتا رہا ہے۔﴿3﴾ انسان کا اپنے بدن کو ڈھانپنا اسے توجہ دلاتا ہے کہ اس کی روح کو بھی لباس کی ضرورت ہے۔یوں انسان کا ظاہری لباس روح کے لباس تقویٰ کے لئے نشانی بن جاتا ہے اسی لئے رب نے فرمایا'' لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ'' شاید کہ وہ اس سے سبق لیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ(27)

اے اولادِ آدم! شیطان تمہیں ہرگز فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اُس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا، وہ اُن دونوں کے لباس ان سے اتروا تا تھا تا کہ وہ اُن دونوں کو ایک دوسرے کی شرمگاہیں دکھا دے یقیناً وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے، یقیناً ہم نے شیطانوں کو اُن لوگوں کے لیے دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔(27)

سوال1: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا'' اے اولادِ آدم! شیطان تمہیں ہرگز فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا وہ اُن دونوں کے لباس ان سے اتروا تا تھا تا کہ وہ ان دونوں کو ایک دوسرے کی شرمگاہیں دکھا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے اولاد آدم کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے اولاد آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنے میں ڈال دے وہ تمہارے سامنے گناہوں کو مزین کر کے پیش کرے، تمہیں گناہوں کی ترغیب دے اور تم اس کی بات مان لو۔﴿2﴾ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ'' جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا''یعنی آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو بلند ترین مرتبے سے نیچے گرا دیا تھا۔مقام بندگی سے مقام معصیت تک پہنچا دیا تھا۔شیطان سے بچو۔وہ تمہیں گمراہ کرنے سے بھی غافل نہیں ہوگا۔﴿3﴾ شیطان نے دونوں سے لباس اتروا دیے تھے تا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے کی شرم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا ہیں دکھادے تم پر بھی وہ اسی راستے سے آئے گا کہیں وہ تمہارے بھی لباس نہ اتروادے۔شیطان جن راستوں سے شب خون مارتا ہے ان راستوں سے غافل نہ رہو۔

سوال2:شیطان انسان کو کس فتنے میں مبتلا کرتا ہے؟

جواب:شیطان انسان کو عریانیت کے فتنے میں مبتلا کرتا ہے۔

سوال3:عریانیت کیا ہے؟

جواب:عریانیت حیوانات کی ایک خصوصیت ہے۔

سوال4:انسان عریانیت کی طرف کیسے مائل ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان عریانیت کی طرف اسی وقت مائل ہوتا ہے جب وہ مقام انسانیت سے گر جائے۔﴿2﴾شیطان انسان کو کمزور مقامات سے گراتا ہے۔انسان کے کمزور مقامات جنسی خواہشات اور مرتبے کے حصول کی خواہش ہے۔﴿3﴾شیطان انسان کی جنسی خواہشات کو ابھارتا ہے۔﴿4﴾وہ ایسے معصوم راستوں سے انسان کی طرف آتا ہے کہ انسان کا ان کی طرف گمان بھی نہیں جاتا۔﴿5﴾شیطان عریانیت کو ترقی کا راز بنا کر انسانوں ے سامنے رکھتا ہے پھر انسان اپنی حیا اور ستر پوشی کو ترقی کے راستے کی رکاوٹ سمجھ لیتا ہے۔﴿6﴾شیطان عریانیت کے لئے اہل قلم کا قلم استعمال کرتا ہے۔ذرائع ابلاغ اور میڈیا کو دن رات مصروف کرتا ہے﴿7﴾شیطان قلم اور میڈیا کے ذریعے انسان کی فطری شرم وحیاء کو چھین لیتا ہے جس کی وجہ سے انسان انسان ہے۔یہ نفس کی عریانی ہے۔اس عریانی کے لئے قلم،آواز اور سکرین کام کر رہی ہے۔

سوال5:شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام اور حوا کے لباس کیسے اتروائے تھے؟

جواب:شیطان نے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کے لئے یہ فریب دیا تھا کہ اگر یہ پھل کھالیا تو ہمیشہ کی زندگی اور لازوال سلطنت ملے گی۔یوں آدم اور حوا شیطان کے فریب میں آگئے اور ان کے لباس اتروادیئے گئے۔

سوال6:اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ''یقیناً وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے''شیطان کے قبیلے سے کیا مراد ہے؟

جواب:شیطان کی نسل۔

سوال7:اللہ تعالیٰ نے انسان کو شیطان سے کیسے ڈرایا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے وہ بہکانے کی زیادہ استطاعت رکھتا ہے۔ لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ، محتاط ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بہکائے اور تمہیں پتہ ہی نہ چلے۔﴿2﴾ ایمان کے ساتھ شیطان دوستی نہیں ہوتی۔ ایمان نہ ہو تو یہ دوستی ہو جاتی ہے۔﴿3﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ان لوگوں پر یقیناً اس کا کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں۔(النحل:99,100)﴿4﴾ سیدنا زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قضاء حاجت کی جگہیں (شیاطین کے) حاضر ہونے کی جگہیں ہیں اس لیے جب تم میں کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو (اللہ تعالیٰ سے ان کلمات کے ساتھ) یوں دعا مانگے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں شیاطین سے ان کے مردوں سے اور عورتوں سے۔(ابوداود:2/1)

سوال8: اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ''یقیناً ہم نے شیطانوں کو اُن لوگوں کے لیے دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے'' اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست کیسے بنایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ تقدیر پر ایمان نہ لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا دوست بنایا ہے، شیطان کو ان کے ساتھ لگا دیا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان دوست بن کر گمراہ کرتا ہے۔﴿3﴾ شیطان اپنے دوستوں کو جدھر لے جانا چاہے لے جاتا ہے۔﴿4﴾ شیطان کے مقابلے میں ایمان نہ لانے والوں کا کوئی مددگار اور معاون نہیں ہوگا۔﴿5﴾ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضو کا ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے اس لیے تم پانی کے (متعلق) وسوسہ ڈالنے والے سے بچو۔(سنن ابن ماجہ:34)﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جب کوئی شخص سونے لگتا ہے تو شیطان اس کی گدی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ لگاتے ہوئے لوری دیتا ہے کہ ابھی رات لمبی ہے سو جا پس اگر وہ بیدار ہوا اور بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر اس نے وضو کیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد جب نماز پڑھ لیتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ خوش طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتا ہے ورنہ وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کی طبیعت گندی ہوتی ہے اور اس پر سستی چھائی ہوتی ہے۔ (بخاری:531/)﴿7﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک آدمی کا ذکر ہوا کہ وہ صبح تک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوتا رہااورنماز کے لیے نہ اٹھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ایسا ہے جس کے کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔ (صحیح بخاری:463/1) ﴿8﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا اور رسولوں کو ہم خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، وہ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے سے حق کو نیچا دکھا دیں، اور اُنہوں نے میری آیات کو اور جن سے انہیں تنبیہ کی گئی، اسے مذاق بنالیا ہے۔ (الکہف:56)

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (28)

اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔'' آپ کہہ دیں: ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہتے ہو جو تم جانتے نہیں؟'' (28)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اسلام سے پہلے جاہلیت عرب کے زمانہ میں شیطان نے لوگوں کو جن شرم ناک اور بیہودہ رسموں میں مبتلا کر رکھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قریش کے سوا کوئی شخص بیت اللہ کا طواف اپنے کپڑوں میں نہیں کر سکتا تھا، بلکہ یا وہ کسی قریشی سے اس کا لباس عاریت کے طور پر مانگے یا پھر ننگا طواف کرے۔ اور ظاہر ہے کہ سارے عرب کے لوگوں کو قریش کے لوگ کہاں تک کپڑے دے سکتے تھے، اس لئے ہوتا یہی تھا کہ یہ لوگ اکثر ننگے ہی طواف کرتے تھے، مرد دن میں اور عورتیں عموماً رات کے اندھیرے میں طواف کرتی تھیں، اور اپنے لباس اس فعل کی شیطانی حکمت یہ بیان کرتے تھے کہ ''جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں انہی کپڑوں میں بیت اللہ کے گرد طواف کرنا خلاف ادب ہے۔ (اور یہ عقل کے اندھے یہ نہ سمجھتے تھے کہ ننگے طواف کرنا اس سے زیادہ خلاف ادب اور خلاف انسانیت ہی) صرف قریش کا قبیلہ بوجہ خدام حرم ہونے کے اس عریانی کے قانون سے مستثنیٰ سمجھا جاتا تھا۔'' آیات مذکورہ میں پہلی آیت اسی بیہودہ رسم کو مٹانے اور اس کی خرابی کو بتلانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر معارف القرآن:539.538/3)

سوال 2: وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ''اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً'' اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں'' فحش سے مراد ہر وہ کام ہے جو برا اور انتہائی قبیح ہو۔ عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔﴿2﴾ کسی بھی معاملے میں حد سے گزر جانا بے حیائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شرم وحیا اور تقویٰ کا حکم دیا ہے انسان جب شرم وحیا کی حد سے گزرتا ہے، عریاں ہوتا ہے تو یہ بھی فحاشی میں آتا ہے۔﴿3﴾ قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا تو کہتے ہیں: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے'' مشرکین عرب اپنی فحاشی کے لئے کیا دلائل دیتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا ہے۔﴿4﴾ وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ اس بے حیائی کے کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں جھوٹ بولتے ہیں۔

سوال3: قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ '' آپ کہہ دیں: ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کمال کے لائق نہیں کہ وہ اپنے بندوں کو فحش کا حکم دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فحش کا حکم دیا ہے جس کا ارتکاب یہ مشرک کرتے ہیں نہ کسی اور فحش کام کا۔ (تفسیر سعدی:865/1)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿1﴾ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ '' آپ کہہ دیں: ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا''﴿2﴾ جس رب نے حیا اور تقوی کا حکم دیا ہے وہ بے حیائی کا حکم کیسے دے سکتا ہے؟

سوال4: مشرکین کو یہ اطلاع کس نے دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین تو اس کی کتابوں اور رسولوں سے پتہ چلتے ہیں۔ کوئی شخص کسی بات کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پھرا سکتا جب تک کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہ ہو۔ کیونکہ سند کے بغیر کوئی بات قبول نہیں کی جا سکتی اور اس بات کی کوئی سند نہیں اس لئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات انہوں نے خود کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دی۔

سوال5: اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ '' کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہتے ہو جو تم جانتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کیا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جس کو جانتے نہیں ہو۔ یہ ہر جاہلیت کی خصوصیت ہے۔ نفس کی خواہشات سے Dictation لینے والے اللہ تعالیٰ پر یوں ہی بات کیا کرتے ہیں۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تَعُوْدُوْنَ(29)

آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے،'' اور ہر نماز کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو، اور دین کو اُس کے لیے خالص کر کے اُسی کو پکارو، جیسے اس نے تمہاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے۔(29)

سوال1: قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ '' آپ کہہ دیں: میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بِالْقِسْطِ یعنی قول، حکمت اور عمل میں عدل ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے عبادات ومعاملات میں ظلم کا نہیں عدل کا حکم دیا ہے۔(ایسر التفاسیر:445)﴿3﴾ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اس کی عبادت میں توحید کا حکم دیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور فحاشی کے کام نہیں ہیں۔(ایسر التفاسیر:445,446)

سوال2: اللہ تعالیٰ اعتدال کا حکم دیتا ہے کیسے، وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے کا، بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔حیا کے تقاضوں کی تکمیل ہی حداعتدال ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ عبادت کی حد مقرر کرتا ہے کہ صرف اس کی بندگی کرو، یہ بندگی کی حداعتدال ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ پکارنے کی حد مقرر کرتا ہے کہ صرف اس کو پکارو، یہی حداعتدال ہے۔﴿4﴾ دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا، دین کا اعتدال ہے اسی سے مکمل غلامی ہوگی اور انسان کسی اور کا غلام نہ رہے گا نہ کسی کے ذاتی احکامات کا پابند۔

سوال3: وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ '' اور ہر نماز کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو'' عبادیت میں قسط کیا ہے؟

جواب: یعنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھیں اور اس کو ظاہر اور باطن میں مکمل کرنے کی کوشش کریں اور اسے ہر طرح کے نقص اور فساد سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔

سوال4: وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ '' اور دین کو اس کے لیے خالص کر کے اسی کو پکارو'' دین کو اللہ کے لئے خالص کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یعنی دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے سے مراد ہے کہ ہر کام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا رکھو۔﴿2﴾ یہ دعا، دعائے مسئلہ اور دعائے عبادات دونوں کو شامل ہے یعنی تمہاری دعا کی تمام اغراض میں اللہ تعالیٰ کی عبودیت اور اس کی رضا کے سوا کوئی اور مقصد اور ارادہ نہیں ہونا چاہیے۔(تفسیر سعدی:865/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زندگی کے سارے طریقوں کورب کے لئے خالص کرلے۔

سوال5:موت کے بعدایک اورزندگی کو ماننا کیسے قسط ہے؟

جواب:موت کے بعد دوبارہ زندگی کو ماننا انصاف ہے۔انسان کو جب زندگی ملتی ہے تو وہ عدم سے وجود میں آتا ہے۔موت کے بعد کی زندگی کو ماننا اس اعتبار سے انصاف ہے کہ انسان دراصل اسی حقیقت کو مانتا ہے جو اس کی پیدائش کے موقع پر پیش آچکی ہے۔

سوال6: كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ''جیسے اس نے تمہاری ابتدا کی،اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔وہ ذات جس نے تخلق کی ابتدا کی اس کے لیے اعادہ کرنا زیادہ آسان ہے۔

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ(30)

ایک گروہ کواُس نے ہدایت دے دی ہے اور دوسرے گروہ پر گمراہی ثابت ہوچکی،یقیناًانہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنارکھا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں۔(30)

سوال1:فَرِيْقًا هَدٰى ''ایک گروہ کواس نے ہدایت دے دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی ایک گروہ کواللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی،اس کے لیے اسباب فراہم کیے اوراس کی رکاوٹوں کودورکیا۔﴿2﴾اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اوراس کے فضل سے کسی کو ہدایت ملتی ہے۔

سوال2:ایک گروہ کیسے ہدایت یافتہ ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی ہدایت پاکر﴿2﴾ایمان لاکر﴿3﴾رسولوں کے راستے پرچل کر﴿4﴾ کتاب کی تعلیمات پرعمل پیراہوکرایک گروہ ہدایت یافتہ ہوسکتا ہے۔

سوال3:وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ''اوردوسرے گروہ پرگمراہی ثابت ہوچکی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:دوسرے گروہ پرگمراہی ایسے مسلط ہوئی کہ انہوں نے گمراہی کے اسباب اختیار کیے ان پرعمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے گمراہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوان پر چسپاں کر دیا۔

سوال4: دوسرے گروہ پر گمراہی کیسے چسپاں ہوکر رہ گئی ہے؟

جواب: شیطان کی دوستی کی وجہ سے، شیطان کی سرپرستی کی وجہ سے انسان سمجھتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں۔ شیطان گمراہی کے راستے پر چلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ گمراہی کو واجب کر دیتے ہیں۔

سوال5: اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا رکھا ہے''

جواب: انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنایا اور کھلے خسارے کا سودا کر لیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی دوستی کو چھوڑا، اس کی مدد اور توفیق سے محروم ہوئے۔ انہوں نے شیاطین سے دوستی کی تو اپنے آپ پر بھروسہ کیا۔

سوال6: وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ''اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں'' جو اپنے آپ کو ہدایت کے راستے پر سمجھتا ہے حالانکہ وہ گمراہ ہوتا ہے تو ہدایت کو چھوڑ کر اپنے اوپر ظلم کرتا ہے ان کے لیے حقائق بدل جاتے ہیں وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم لوگ دنیا میں بس دس دن ہی رہے ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے جب ان سب میں سے بہترین رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک دن ہی ٹھہرے ہو۔ (الکھف: 103,104)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (31)

اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو، اور کھاؤ اور پیو اور تم حد سے نہ گزرو، یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (31)

سوال1: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ''اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں زینت سے مراد ستر ڈھانپنا ہے۔ ﴿2﴾ زینت سے مراد لباس کی صفائی بھی ہے۔ ﴿3﴾ اے اولاد آدم! ہر فرض یا نفل نماز کے وقت اپنے ستر کو ڈھانپو۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے لباس کو میل کچیل اور نجاست سے پاک رکھنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاحکم دیا ہے۔

سوال2: ہرعبادت کے موقع پراپنی زینت سے آراستہ ہوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کے موقع پرستر پوشی کے ساتھ ساتھ پورا لباس پہنے یہ جاہلانہ طریقوں کی تردید کے لئے حکم دیا گیا جو برہنہ ہوکر اپنی حالت بگاڑ کر عبادت کرتے تھے۔

سوال3: اہل عرب عبادت کے موقع پراپنا لباس کیسے اتار دیتے تھے؟

جواب: ہشام بن عروہ کی روایت ہے کہ عرب بیت اللہ کا طواف عریانی کی حالت میں کرتے تھے ماسوائے قریش اوران کی اولاد کے وہ ننگے ہوکر طواف کرتے تھے کہ قریش انہیں کپڑے دیں۔(مسلم)

سوال4: وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ''اور کھاؤ اور پیو اور تم حد سے نہ گزرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قرطبی احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اہل عرب حج کے دنوں میں مرغن کھانے نہ کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کھاؤ اور پیو اس پر پابندی نہیں ہے۔﴿1﴾ كُلُوْا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے پاک چیزیں کھاؤ۔﴿2﴾ وَلَا تُسْرِفُوْا ''اور تم حد سے نہ گزرو'' اسراف سے مراد کھانے پینے کی چیزوں کی زیادہ مقدار استعمال کرنا ہے کیونکہ حرص نقصان دہ ہے۔﴿3﴾ اس سے مراد کھانے پینے پر حد سے زیادہ خرچ کرنا بھی ہے۔﴿4﴾ اس سے مراد حلال سے بڑھ کر حرام استعمال کرنا ہے۔﴿5﴾ وَلَا تُسْرِفُوْا سے مراد ہے حد سے تجاوز نہ کرو حلال چیزوں کو حرام قرار دینا بھی حد سے تجاوز کرنا ہے۔

سوال5: اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ''یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو اعتدال پسند ہے حد سے گزرنا اعتدال کی مخالفت ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔﴿2﴾ اسراف انسان کے جسم اوراس کے مالی معاملات میں نقصان کا سبب بنتا ہے اور بعض اوقات ایسے حالات تک پہنچا دیتا ہے جس کی وجہ سے واجبات ادا کرنے بھی مشکل ہوجاتے ہیں۔

رکوع نمبر 11

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (32)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ پوچھیں: ''کس نے اللہ تعالیٰ کی زینت کو حرام کر دیا اور پاکیزہ رزق کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے؟ آپ کہہ دیں: ''یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اُن لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے اور قیامت کے دن وہ خالصتاً اُن ہی کے لیے ہوں گی، اس طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔(32)

سوال1: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ '' آپ پوچھیں: ''کس نے اللہ تعالیٰ کی زینت کو حرام کر دیا اور پاکیزہ رزق کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں کہہ دیں کس نے رزق میں سے طیب چیزیں لباس، کھانا پینا وغیرہ حرام کر دیا ہے۔ ﴿2﴾ رزق کی طیبات اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مباح کی ہیں کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی وسعت کو تنگی میں بدل رہا ہے۔ ﴿3﴾ خوش پوشی اور عمدہ قسم کے صحت بخش کھانے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار نہیں دیئے پھر تم اپنی طرف سے ان چیزوں کو کیوں حرام ٹھہراتے ہو اس آیت میں ان لوگوں کی سخت تردید ہے جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے ترک استعمال کو درویشی سمجھتے ہیں اور گھٹیا قسم کا کھانا کھانے اور لباس پہننے ہی کو بڑی نیکی خیال کرتے ہیں حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کا اثر اس پر ظاہر ہو۔(ابن ماجہ نسائی) ﴿4﴾ اسلام میں روحانی ارتقاء کا راستہ ترک دنیا پر منحصر نہیں ہے بلکہ یہ راستہ معاملات دنیا کو احسن طریقے پر ادا کرتے ہوئے اسے دنیا سے آگے چلتا ہے جس میں جسم کی بھی پرورش ہو اور روح کی بھی اور جو لوگ ترک دنیا کی راہ اختیار کر کے روحانی ارتقی چاہتے ہیں تو یہ پابندیاں اللہ تعالیٰ نے قطعاً نہیں لگائیں یہ ان کی اپنی خود ساختہ ہیں اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ اس نے جس انسان پر جو انعام کیے ہے ان کا اثر اس کے طرز زندگی سے ظاہر ہونا چاہیے۔(تیسیر القرآن:46/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی زینت کو کیوں حرام نہیں کیا جا سکتا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زینت کو خود اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے زینت کو پاک قرار دیا ہے۔

سوال3: قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ '' آپ کہہ دیں: ''یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ان لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے اور قیامت کے دن وہ خالصتاً اُن ہی کے لیے ہوں گی'' کیا زینت اہل ایمان کا حق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے واضح فرمایا کہ زینت کی چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اہل ایمان کے لئے ہیں۔ قیامت کے روز تو زینت پر خالصتاً اہل ایمان کا حق ہوگا۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

غَدَقًا اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے۔(الجن:16)﴿3﴾ درحقیقت کافر اس لائق نہیں ہے کہ کوئی بھی نعمت اسے دی جائے اور کسی بھی نعمت سے منتفع ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا بے حیثیت ہے اس لیے کافروں کو بھی دے دیتا ہے۔سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی کوئی حیثیت رکھتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔(ترمذی)
(انوار البیان:2/356)

سوال4: كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ''اس طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ باتوں سے کون لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ باتوں سے علم رکھنے والے ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔وہ جانتے ہیں کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور وہ ان آیات کو سمجھتے ہیں اور ان میں غور وفکر کرتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(33)

آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے۔(33)

سوال1: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ '' آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں کہہ دو میرے رب نے بڑے بڑے گناہ حرام کیے ہیں۔بے حیائی کے کام جن کی برائی کی وجہ سے انہیں فحش کہا جاتا ہے، جن میں زنا اور فعل قوم لوط وغیرہ شامل ہیں۔

سوال2: مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ '' جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں وہ فواحش آتے ہیں جن کا تعلق جسم کی حرکات سے ہو۔اس سے مراد اعضاء سے کیے جانے والے فحش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کام ہیں جو معاشرے کا وجود کھوکھلا کر دیتے ہیں۔وَ مَا بَطَنَ میں وہ فواحش آتے ہیں جن کا تعلق قلب انسانی سے ہے اور جو دلوں کو گندا کر دیتے ہیں مثلاً بخل، ریا، نفاق، تکبر اور خود پسندی وغیرہ۔

سوال3:وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِالْحَقِّ ''اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾الْاِثْمَ ہر نافرمانی کے کام کو اثم کہتے ہیں۔﴿2﴾ گناہ کے کام جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں سزا کو واجب کرتے ہیں۔﴿3﴾وَالْبَغْیَ بِغَیْرِالْحَقِّ یعنی وہ ظلم جو حق اور انصاف کے خلاف ہو۔﴿4﴾اپنی حد سے بڑھ کر ان حدود میں قدم رکھنا جہاں داخل ہونے کا انسان کو حق نہ ہو۔﴿5﴾بغاوت سے دوسرے کی حق تلفی مراد ہے۔

سوال4: کیا شرک اللہ تعالیٰ سے بغاوت کے کاموں میں شمار ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حق اور انصاف کے خلاف ہے، ظلم ہے اس لحاظ سے یہ بغاوت کا کام ہے۔

سوال5:وَاَنْ تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ مَالَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو اس کے ساتھ عبادت میں شریک ٹھہرایا جائے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے توحید کے لیے دلائل نازل کیے ہیں۔شرک کے لیے دلائل نہیں دیے۔

سوال6:وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے'' اللہ تعالیٰ کی طرف کون سی باتوں کو منسوب کیا جاتا ہے جس کا ان کے پاس علم نہیں ہوتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسماء، صفات، افعال اس کی شریعت اور حلال وحرام کے بارے میں علم کے بغیر بات کرنا۔حلال وحرام کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ان باتوں کو منسوب کرنا ہے جن کا ان کے پاس علم نہیں ہوتا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ(34)

اور ہر قوم کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب اُن کا وقت آ جاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔(34)

سوال1:وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ''اور ہر قوم کے لیے ایک وقت ہے'' وقت مقرر کرنے کا کیا مفہوم ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انسان کوزمین پر بسایا توان کے لیے مدت مقرر کردی یہی ہرقوم کا مقررہ وقت ہے۔﴿2﴾اس سے مراد یہ ہے کہ ہرقوم کوکام کرنے کے لئے جوموا قع فراہم کیے جاتے ہیں اس کی ایک حدمقرر کی جاتی ہے ہرقوم کو برائیوں کے باوجود مہلت ملتی رہتی ہے۔حد سے گزرنے پر مہلت ختم کردی جاتی ہے۔

سوال2:فَاِذَاجَآءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَايَسْتَقْدِمُوْنَ'' پھر جب اُن کا وقت آجاتا ہے،وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:کوئی قوم نہ اپنی مقررہ مدت سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے نہ ساری قومیں اکھٹی ہوکر اپنی اجل سے آگے بڑھ سکتی ہیں۔

سوال3:کسی قوم کی مدت آجانے پر ایک گھڑی بھر کی تقدیم وتاخیر نہ ہونے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اسلامی نظریہ حیات کے بنیادی عقیدے کے توسط سے بےخبر اور ناشکرے لوگوں کو جھنجھوڑا جاتا ہے۔﴿2﴾اس عقیدے کے توسط سے یہ شعور دلایا جاتا ہے کہ یہ زندگی کی مہلت دائمی نہیں ہے اس کی وجہ سے انسان سرکشی سے بچتا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (35)

اے اولادِ آدم!اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات بیان کریں تو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اس نے اصلاح کرلی تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔(35)

سوال1:يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ'' اے اولادِ آدم!اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں''اللہ تعالیٰ کی جانب سے تخلیق آدم کے وقت میں کیا نصیحت کی گئی تھی؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول آئیں گے جو آیات پڑھ کر سنائیں گے۔﴿2﴾جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اصلاح کرے گا اس کے لئے خوف اور غم نہ ہوگا۔

سوال2:يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ'' جو تمہیں میری آیات بیان کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جو میری آیات پڑھ کر سنائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات واضح کریں گے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:فَمَنِ اتَّقٰی ''تو جس نے تقویٰ اختیار کیا'' تقویٰ کا انسان کی زندگی میں کیا کردار ہے؟

جواب:﴿1﴾ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے دور رکھتا ہے۔تقویٰ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ اس سے اطاعت کے کام کرواتا ہے۔﴿2﴾ جس نے تقویٰ اختیار کیا یعنی شرک اور کبیرہ،صغیرہ گناہوں سے بچا۔﴿3﴾ تقویٰ انسان کو اللہ کی فرماں برداری اور نیک کاموں پر آمادہ کرتا ہے۔﴿4﴾ تقویٰ انسان کو خوف سے نجات دلا کر امن کے دائرے میں لاتا ہے۔﴿5﴾ تقویٰ کے ذریعے ہی انسان اللہ کی رضامندی تک پہنچتا ہے۔

سوال4:وَاَصْلَحَ ''اور اس نے اصلاح کر لی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس نے ظاہری اور باطنی معاملات کی اصلاح کر لی۔

سوال5:فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ''تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی وہ اس خوف سے محفوظ ہوں گے جس میں دیگر لوگ مبتلا ہوں گے وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اور وہ ہر طرح کے خوف سے کامل امن میں ہوں گے۔

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(36)

اور جن لوگوں نے میری آیات کو جھٹلایا اور اُن سے تکبر کیا، وہی لوگ آگ والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔(36)

سوال1:وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ''اور جن لوگوں نے میری آیات کو جھٹلایا'' انسان اللہ کی آیات کو کیسے جھٹلاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ آیات کا انکار کر کے،﴿2﴾ آیات کو غلط ثابت کر کے،﴿3﴾ آیات کو اپنے لیے ضروری خیال نہ کر کے،﴿4﴾ آیات کو قابل عمل نہ سمجھ کے انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے﴿5﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کر کے جو اس نے نہیں کہی اور اس کی ذات وصفات کی طرف نقص کی نسبت کر کے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔

سوال2:وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا ''اور ان سے تکبر کیا'' انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلے میں تکبر کیسے کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو قبول نہیں کرتا۔﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے:اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ یقیناً یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(الصٰفٰت:35) ﴿3﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى سو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا۔(القیامہ:31,33)

سوال3: اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ''وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ لوگ آگ والے ہیں اس سے کبھی نکل نہیں پائیں گے۔(ایسر التفاسیر:448) ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ کافر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آگ کے لیے پیدا کیا اور آگ کو ان کے لیے بنایا دنیا ان کے لیے رہے گی۔ جنت ان کے لیے حرام کر دی گئی ہے۔(ابن ابی حاتم:1472/5) ﴿3﴾ جس طرح انہوں نے آیات کی توہین کی اور ان کو جھٹلاتے رہے اسی طرح ان کو ہمیشہ رہنے والے عذاب سے رسوا کیا جائے گا۔ ﴿4﴾ الجشمی نے کہا: یہ آیت رسولوں کی اتباع کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔(تفسیر قاسمی:71/7)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ(37)

پھر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟ یہی لوگ ہیں جن کو لکھے ہوئے میں سے اُن کا حصہ اُنہیں ملے گا، یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے ان کے پاس آ کر اُنہیں وفات دیں گے تو وہ پوچھیں گے: ''کہاں ہیں وہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''سب ہم سے گم ہو گئے'' اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہی کافر تھے۔(37)

سوال1: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ''پھر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے بہتان طرازی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اور اس کی ذات وصفات کی طرف کوئی نقص منسوب کیا اور اس کی ذات کے ساتھ ایسی بات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی نسبت کی جواس نے نہیں کہی۔﴿2﴾ اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ یا اس کی حق بیان کرنے والی واضح آیات کو جھٹلایا جو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتی ہیں۔

سوال2: انسان حق کا انکار کیسے کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان جب کسی اور پر اعتماد کرتا ہے تو حق کا انکار کرتا ہے۔﴿2﴾ کسی کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کے معاملات اتنے درست ہیں کی حق کو نہ مان کر اس کا کچھ بگڑنے والا نہیں تو وہ حق کا انکار کرتا ہے۔﴿3﴾ کسی کو اپنے مال پر بھروسہ ہوتا ہے اس لئے وہ حق کا انکار کرتا ہے۔﴿4﴾ کسی کو اپنی عزت پر بھروسہ ہوتا ہے اس لئے وہ حق کا انکار کرتا ہے۔

سوال3: انسان اپنی گمراہی پر کب گواہی دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان کو یہ پتہ لگ جاتا ہے کوئی بچانے والا نہیں۔﴿2﴾ جب اسے یقین ہوجاتا ہے کہ کوئی موت کو ٹال نہیں سکتا۔﴿3﴾ جب اسے کوئی مددگار نہیں ملتا تو وہ اپنے خلاف خود گواہی دے دیتا ہے۔﴿4﴾ وہ موت کے وقت اپنے خلاف گواہی دے دیتا ہے۔

سوال4: اُولٰٓئِکَ یَنَالُھُمۡ نَصِیۡبُھُمۡ مِّنَ الۡکِتٰبِ ’’یہی لوگ ہیں جن کو لکھے ہوئے میں سے ان کا حصہ انہیں ملے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ان کے نصیب کا حصہ انہیں مل جائے گا۔ان جھوٹ بولنے والوں کے چہرے سیاہ ہوکر رہیں گے۔﴿2﴾ قُلۡ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ ﴿۷۰﴾ مَتَاعٌ فِی الدُّنۡیَا ثُمَّ اِلَیۡنَا مَرۡجِعُھُمۡ ثُمَّ نُذِیۡقُھُمُ الۡعَذَابَ الشَّدِیۡدَ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔(یونس:69,70)

سوال5: حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتۡھُمۡ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوۡنَھُمۡ ’’یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے ان کے پاس آکر انہیں وفات دیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ان کے پاس وہ فرشتے آئیں گے جو ان کی زندگی کی مدت پوری ہونے پر انہیں ان کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔یہ سرکش لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہیں جن کے دلوں میں ایمان نہیں اور جو اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں کوئی ان خود پسندوں کے کام نہیں آئے گا۔اللہ تعالیٰ کے احکامات جھٹلانے اور ٹھکرانے والوں کو ڈرایا جارہا ہے کہ دنیا کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھوڑے سے فائدے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ان کا مقدر ہوگا۔

سوال6:قَالُوْٓا اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''تو وہ پوچھیں گے:''کہاں ہیں وہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا کرتے تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قَالُوْٓا وہ فرشتے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہیں گے۔﴿2﴾اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تمہارے خودساختہ معبود کہاں ہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے تھے۔اب وقت ہے تمہیں ضرورت بھی ہے وہ مدد کر سکتے ہیں،تمہیں بچا سکتے ہیں،تمہاری تکلیف دور کر سکتے ہیں تو انہیں بلاؤ۔

سوال7:قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ''وہ کہیں گے:''سب ہم سے گم ہوگئے''اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہی کافر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وہ حسرت سے جواب دیں گے ہم سے کھو گئے،کہیں غائب ہو گئے۔ہمیں ان سے مدد کی،بھلائی کی،فائدے کی کوئی توقع نہیں۔﴿2﴾وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ وہ اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ واقعی ہم کافر ہیں ہمیں اپنے کفر اور شرک کا اعتراف ہے۔﴿3﴾یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مشرک اپنے شرک کا اعتراف کر کے وفات پاتے ہیں۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ(38)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔''جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی:''اے ہمارے رب!یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ انہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،''اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔''(38)

سوال1:قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''آگ میں داخل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوجاؤجنوں اورانسانوں کے گروہوں کے ساتھ جوتم سے پہلے گزر چکے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قَالَ ادْخُلُوْا فِیْۤ اُمَمٍ: فرشتے ان سے کہیں گے ان قوموں میں داخل ہوجاؤ۔﴿2﴾قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ: جوجنوں اورانسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکے۔وہ بھی تمہاری طرح گمراہی میں زندگی بسر کرتے رہے۔انہوں نے بھی کفراورشرک کا راستہ اختیار کیااور ہلاکت کے مستحق ٹھہرے۔﴿3﴾فِی النَّارِ: اب ہمیشہ کے لیے آگ میں رہو۔

سوال 2: كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پرلعنت کرے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سرکش اورنافرمان لوگوں کی کوئی جماعت جب جہنم میں داخل ہوگی اپنے جیسے مشرک جماعت پرلعنت کرے گی۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بےتعلق ہوجائیں گے جنہوں نے پیروی کی اوروہ عذاب کو دیکھ لیں گے اوراُن کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے۔اورجن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے:'' کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم بھی ان سے بالکل بےتعلق ہوجائیں جیسا کہ وہ ہم سے بالکل بےتعلق ہوگئے''اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پرحسرتیں بنا کر دکھائے گااوروہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں۔(البقرہ:167,166) قیامت کے روز کافرایک دوسرے کوکافرکہیں گےاور برا بھلا کہیں گے۔وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ اوراُس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوابتوں کو(معبود) بنایا ہے،دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے،قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گااورتم میں سے کوئی دوسرے پرلعنت کرے گااورآگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔اورتمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔(العنکبوت:25)

سوال3: حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا'' یہاں تک کہ جب وہ سب اس میں آملیں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جب جہنم میں پہلےاورپچھلے لیڈراورپیروکارسب اکھٹے ہوجائیں گے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:قَالَتۡ اُخۡرٰىہُمۡ لِاُوۡلٰىہُمۡ رَبَّنَا ہٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِہِمۡ عَذَابًا ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ'' تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی:''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قَالَتۡ اُخۡرٰىہُمۡ'' تو ان کی پچھلی کہے گی''تو ان کے قائدین،سردار،پیشوااور لیڈر کہیں گے۔﴿2﴾لِاُوۡلٰىہُمۡ'' اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں''اپنے سرداروں،قائدوں اور لیڈروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے رَبَّنَا ہٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِہِمۡ عَذَابًا ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ کہ اے ہمارے رب یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ انہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں کیونکہ انہوں نے برے اعمال کو ہمارے سامنے مزین کیا،ہمیں گمراہ کیا،انہیں آگ کا عذاب دے۔

سوال5:آخرت میں عوام اپنے قائدین کے خلاف کیسے ہو جائیں گے؟

جواب:﴿1﴾انسان کی آنکھ سے سارے پردے ہٹ جائیں گے اس وجہ سے ایک دوسرے کو حقیقی روپ میں دیکھنے لگیں گے۔﴿2﴾پیروی کرنے والے اپنے لیڈروں پر لعنت بھیجیں گے اور اُن کے کام کو جھوٹا تماشا قرار دیں گے۔

سوال6:قائدین اپنے پیروکاروں کے خلاف کیا الزام لگائیں گے؟

جواب:﴿1﴾قائدین کہیں گے تمہیں اپنی پسند کا دین چاہیے تھا وہ تمہیں ہم سے مل گیا اس لئے تم ہماری طرف لپکے۔﴿2﴾تمہیں اللہ تعالیٰ کے بندوں نے بلایا لیکن تم نے ایک نہ سنی۔﴿3﴾راہ نما کہیں گے ہم نے اپنی خواہشات کی خاطر قیادت بنائی اور تم نے اپنی خواہشات کی خاطر ہمارا ساتھ دیا دونوں کا درجہ ایک ہے اس لئے تمہیں بھی اپنے اعمال کے عوض سزا بھگتنی ہوگی۔

سوال7:پیروکار اپنے راہ نماؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے کیا مطالبہ کریں گے؟

جواب:﴿1﴾پیروکار اپنے راہ نماؤں کے بارے میں اللہ سے کہیں گے انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اس لئے انہیں دوگنا عذاب دیا جائے۔﴿2﴾جواب دیا جائے گا ہر ایک کے لئے دوگنا ہے مگر تم نہیں جانتے۔

سوال8:قَالَ لِكُلٍّ ضِعۡفٌ وَّلٰكِنۡ لَّا تَعۡلَمُوۡنَ'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جہنم میں ہر ایک کا دوگنا عذاب ہے لیکن عذاب پانے والے نہیں جانتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:وَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَ لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور یقیناً وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے دن ان سے یقیناً ضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ (العنکبوت:13)﴿2﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اٹھائیں اور ان کے بوجھوں میں سے بھی جنہیں وہ علم کے بغیر ہی گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! بہت ہی برا ہے وہ بوجھ جو وہ اٹھا رہے ہیں۔ (النحل:25)

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ(39)

اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔'' (39)

سوال 1: وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ''اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ سردار، پیشوا اور لیڈر اپنے پیروکاروں سے کہیں گے۔ ﴿2﴾ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی''، تمہیں ہم پر کون سی فضیلت حاصل ہے۔ ہم گمراہی میں برابر، گمراہی کے راستے پر چلنے کے لیے جو اسباب اختیار کیے اس میں برابر اور آج عذاب میں بھی حاضر ہیں۔

سوال 2: پہلا گروہ دوسرے پر اور کیا الزام تراشی کرے گا؟

جواب: ﴿1﴾ اگر ہم پر الزام تھا تو تمہیں بھی کوئی فضیلت حاصل نہ تھی۔ ﴿2﴾ اپنی کمائی کے نتیجے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

سوال 3: فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ''تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اب اپنی کمائی کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھو۔ عذاب تو سب کے لیے ہوگا لیکن گمراہ کرنے والے سرداروں اور لیڈروں کو اپنے پیروکاروں کی نسبت زیادہ عذاب دیا جائے گا۔ رب لاعزت نے فرمایا: اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم اُن کے عذاب پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔(النحل:88)﴿2﴾ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے والے جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ان کی محبت آخرت میں دشمنی میں بدل جائے گی۔

رکوع نمبر12

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡہَا لَا تُفَتَّحُ لَہُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُجۡرِمِیۡنَ(40)

یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اوران سے تکبر کیا ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔(40)

سوال1:اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡہَا ’’یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اوران سے تکبر کیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عذاب کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے جنہوں نے اس کی آیات کو جھٹلایا حالانکہ وہ واضح تھیں اور تکبر کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت نہ کی اور منہ پھیر کر چل دیئے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلے میں لوگوں کے اندر تکبر کا مزاج کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے دلیل کی بنیاد پر بلاتے ہیں جب کہ دلیل کے مقابلے میں مادی سہولیات کی قوت ہوتی ہے اس سے مدعو کے اندر اپنی بڑائی کا احساس جاگ اٹھتا ہے کیونکہ دلیل کی طاقت دکھائی نہیں دیتی اور مادی سہولیات دکھائی دیتی ہیں۔یہ فرق لوگوں کے اندر تکبر پیدا کر دیتا ہے۔

سوال3:لَا تُفَتَّحُ لَہُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ ’’ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جھٹلانے والوں،تکبر کرنے والوں کی روحیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے لیے آسمان کی طرف جائیں گی اور اجازت مانگیں گی مگر انہیں اجازت نہیں ملے گی۔موت کے بعد انہیں بلندی نہیں ملے گی،جیسے دنیا میں انہوں نے بلندی کا راستہ اختیار نہیں کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت،اس کی محبت،اس پر توکل،اس کے لیے اخلاص کا راستہ اختیار نہیں کیا۔حقیقت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہ ہے کہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں یہ بھی منقول ہے کہ کافروں کے اعمال اوپر نہیں اٹھائے جاتے اور نہ ان کی دعا اوپر اٹھائی جاتی ہے۔(تفسیر ابن کثیر:213/1)﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتے کافر کی روح آسمان پر لے کر چڑھتے ہیں۔راستے میں فرشتوں کی جو جماعت ملتی ہے، وہ پوچھتی ہے یہ گندی روح کس کی ہے؟ لے جانے والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ یہ روح فلاں بن فلاں کی ہے۔آخر کار فرشتے اسے آسمان کے دروازے تک لے جاتے ہیں پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔(ابن ماجہ)﴿4﴾ اس آیت کا مخالف مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں بلندی کا راستہ اختیار کرنے والی روحوں یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت اور اس کے لیے اخلاص اختیار کرنے والی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلندیوں اور اپنے رب کے قریب اس کی رضا پائیں گیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں تکبر کرنے اور ان کو جھٹلانے کا کیا انجام ہے؟

جواب:﴿1﴾ ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔﴿2﴾ ان کا جنت میں داخل ہونا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہونا۔﴿3﴾ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو نظر انداز کیا اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔﴿4﴾ جن لوگوں نے دلیل کے آگے جھکنے سے انکار کیا وہ اللہ تعالیٰ کے رحمت میں حصّہ نہ پا سکیں گے۔﴿5﴾ ان کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

سوال5: وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ''اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گیہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اور یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو جائے۔یہ تعلق بالمحال کے طور پر ہے۔مطلب یہ ہے کہ نہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ یہ لوگ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔﴿2﴾ یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جو کسی ناممکن العمل بات کے موقع پر بولا جاتا ہے یعنی جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ویسے شیطان سیرت آدمیوں کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے اور جنت میں داخل ہونا دور کی بات ہے ایسے لوگوں کی روح کو جب فرشتے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا جبکہ نیک لوگوں کا شاندار استقبال کیا جاتا ہے۔بدکار لوگوں کی روح کو وہیں سے پھینک دیا جاتا ہے اور قبر میں ناکامی کے بعد اسے سجین میں قید کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا جاتا ہے ولج کے معنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونا ہے، گھسنا یا گھسنے کی کوشش کرنا ہے جیسے تلوار کا میان یا بارش میں داخل ہونا ہے اور اولج کے معنی کسی چیز کو تنگ جگہ میں داخل کرنا یا گھسیڑ نا ہے جیسے ارشاد باری ہے (تُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَتُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ) یعنی اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا (يُكَوِّرُ الَّيۡلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيۡلِ) یعنی رات کو دن پر لپیٹتا اور دن کو رات پر۔ اور (يَلِجَ الۡجَمَلُ فِىۡ سَمِّ الۡخِيَاطِ) عربی زبان کا محاورہ ہے۔ یعنی جنت میں داخلے کی خاطر ہر ایک کے لیے ایک ہی مقررہ مقدار عمل ضروری نہیں بلکہ ہر ایک شخص کا اس کی استعداد اور قوت کار کے مطابق ہی امتحان لیا جاتا ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:2/53)

﴿3﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کے عذاب کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جس نے اس کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان پر ایمان نہ لایا۔۔۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی آیات بالکل واضح تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کیا اور ان کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ انہوں نے ان کو جھٹلایا اور پیٹھ پھیر کر چل دیے۔۔۔۔۔ یہ ہر بھلائی سے مایوس ہوں گے، ان کی روحیں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آسمان کی طرف بلند ہوں گی اور اجازت طلب کریں گی مگر ان کو اجازت نہیں ملے گی۔ وہ موت کے بعد آسمان کی طرف اس طرح بلند نہ ہوسکیں گی جس طرح انہوں نے ایمان باللہ، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت کی طرف التفات نہ کیا، کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اہل ایمان کی روحیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مطیع ہیں، اس کی آیات کی تصدیق کرنے والی ہیں، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوں گی اور عالم علوی میں وہاں پہنچ جائیں گی جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا اور اپنے رب کے قرب اور اس کی رضا کا لطف اٹھائیں گی۔ (تفسیر سعدی:1/873)

سوال6: وَ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُجۡرِمِيۡنَ ''اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی کافروں کو اسی طرح ہی بدلہ دیتے ہیں جن میں جرائم اور سرکشی بے انتہا ہے۔ ﴿2﴾ رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَنَّةَ وَمَاۡوٰٮهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ۔ یقیناً جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ (المائدہ:72)

لَهُمۡ مِّنۡ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنۡ فَوۡقِهِمۡ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الظّٰلِمِيۡنَ (41)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اوران کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔(41)

سوال1:لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ ''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی ان مجرموں کے نیچے آگ کے بچھونے ہوں گے۔

سوال2:جہنم کیسا بچھونا ہوگا؟

جواب:﴿1﴾ جہنم آگ کا فرش ہے اس کے لئے بچھونے کا لفظ تحقیر کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔﴿2﴾ جہنم میں نرمی نہیں ہوگی۔﴿3﴾ جہنم میں خوشی کا کوئی سامان نہیں ہوگا۔

سوال3:وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ''اوران کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سرکشوں کے اوپر آگ کے بادل ہوں گے اور وہ ان بادلوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے:لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اوران کے نیچے سے بھی۔(الزمر:16)

سوال4:جہنم کیسا غَوَاشٍ ہے؟

جواب:بستر پر لیٹتے ہوئے انسان اپنے جسم پر کچھ اوڑھ لیتا ہے جس سے وہ سکون میں آجاتا ہے۔جہنم میں آگ کے بچھونے ہوں گے اوراوڑھنا بھی آگ ہی کا ہوگا یعنی ہر طرف سے آگ میں گھرے ہوئے ہوں گے۔

سوال5:وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ''اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کافر ظالم ہیں اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور کافر ہی ظالم ہیں۔(البقرہ:254)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ جرم کے مطابق سزا دیتے ہیں وہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(42)

اور جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں،ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اُس کی طاقت کے مطابق،یہی لوگ جنت والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔(42)

سوال1:وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''اور جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ظالموں اور مجرموں کے عذاب کے تذکرے کے بعد اطاعت گزاروں کی جزا کا ذکر فرمایا ہے۔ ﴿2﴾وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان ہے، جو دل سے ایمان لائے۔﴿3﴾وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں''جن کے اعضاء بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اخلاص کے ساتھ شریعت پر عمل کرتے رہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے محرمات کو چھوڑ کر ظاہری اور باطنی طور پر نیک عمل کرتے رہے۔

سوال2:جنت کس چیز کے صلے کے طور پر ملے گی؟

جواب:﴿1﴾جنت رسولوں کی پیروی کے صلے میں ملے گی۔﴿2﴾جنت شیطان کی مخالفت کے صلے میں ملے گی۔ ﴿3﴾جنت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے صلے میں ملے گی۔﴿4﴾جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بدولت ملے گی۔

سوال3:لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ''ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾نیک اعمال میں واجب اور مستحب سارے اعمال شامل ہیں بعض اوقات نیک اعمال کرتے ہوئے کہیں اخلاص میں نقص رہ جاتا ہے، کہیں شکر میں، کہیں صبر میں کمی، کہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔﴿2﴾شیطان کی مخالفت اور شیطان کی نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری انسان کی طاقت سے باہر کام نہیں ہیں جن کے نتیجے میں جنت ملے گی۔اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی قدرت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے:لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق۔(البقرہ:286)﴿4﴾لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے۔(اطلاق:7)﴿5﴾اللہ تعالیٰ وہی چیز فرض کرتا ہے جس کی کوئی طاقت رکھتا ہے۔فرمایا:وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی۔(الحج:78)﴿6﴾رب العزت نے فرمایا:فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔(التغابن:16)﴿7﴾جب انسان عاجز ہو جائے تو واجب کی ادائیگی لازم نہیں رہتی اور اضطراری حالت میں حرام سے اجتناب واجب نہیں رہتا۔

سوال4:اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ''یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:ایمان اور عمل صالح کے اوصاف رکھنے والے لوگ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔وہ جنت کے بدلے کچھ اور نہیں چاہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گے۔ جنت میں ان پر کوئی اور پابندی نہیں ہوگی۔ جو چاہیں گے پائیں گے انہیں جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔ انہیں کسی اور مقام کی طلب نہیں ہوگی۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(43)

اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: ''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے: ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔''(43)

سوال1: وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ '' اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا اہل جنت پر انعام ہوگا کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں جو مقابلے کی رغبت تھی اللہ تعالیٰ اس کو ختم کر دے گا۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھیں گے۔ ﴿2﴾ یہاں لفظ غل استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں خفگی، میل، کدورت، کینہ اور حسد وغیرہ۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جنت میں داخل ہونے والوں میں سے کسی کے دل میں دوسرے کے متعلق کچھ ملال، خفگی، میل اور کدورت اس دنیا میں ہی رہی ہوگی اور کسی ناگوار واقعہ کی یاد کسی کے دل میں موجود ہوگی تو جنت میں داخلے سے بیشتر ایسے ملال کو اللہ تعالیٰ دلوں سے محو کر دیں گے انہیں کچھ یاد ہی نہیں رہے گا اور ایک دوسرے کے ساتھ صاف دل کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق درجہ ملے گا اور یہ ممکن ہے کہ نچلے درجے والوں کے دلوں میں اوپر کے درجے والوں کی نسبت حسد پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں ہم ان کے دل سے حسد نکال دیں گے ہر ایک اپنے اپنے درجے پر قانع اور مطمئن ہوگا اور بلند درجے والوں کے لیے اس کے دل میں حسد وغیرہ مطلقاً نہ ہوگا۔ یہ آیت اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم اور لوگوں کے باہمی معاملات کو استوار اور خوشگوار رکھنے کا ایک نادر نمونہ ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ متضاد باتیں بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معلوم ہورہی ہیں۔(تیسیر القرآن:52/2)﴿3﴾سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب مومنین دوزخ سے چھوٹ جائیں گے(یعنی پل صراط سے پار ہوجائیں گے)توان کو جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پرروک دیا جائے گا اورآپس میں ایک دوسرے پر دنیامیں جوکوئی ظلم اورزیادتی ہوگئی تھی اس کا بدلہ دیا جائے گا(تاکہ جنت میں رنجش اورکدورت کے ساتھ داخل نہ ہوں گے)یہاں تک کہ جب(حقوق کی ادائیگی میں)صاف ستھرے ہوجائیں گےتوانہیں جنت میں داخلہ کی اجازت ہوجائے گی(یہ بیان کرنے کے بعدارشادفرمایا)قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدکی جان ہے یہ لوگ اپنے جنت والے گھرکواس سے زیادہ پہچاننے والے ہوں گے جوان کا گھر دنیامیں تھا۔(بخاری:967)﴿4﴾رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جنت میں جوپہلی جماعت داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاندکی طرح ہوں گے پھر جولوگ ان کے بعد داخل ہوں گےان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے کوئی بہت روشن ستارہ ہو۔ان سب کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے نہ ان کے درمیان اختلاف ہوگااورنہ آپس میں کچھ بغض ہوگا(یہ جوفرمایا کہ ان کے دل ایک ہی شخص کے دل پرہوں گےاس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قلوب میں ایسی یگانگت ہوگی کہ گویاسب شخص واحدمیں۔ان کے درمیان باہمی کسی طرح کی کوئی رنجش نہ پائی جائے گی۔(صحیح بخاری:460/1)﴿5﴾رب العزت کافرمان ہے:وَنَزَعْنَامَافِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًاعَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ اوران کے سینوں میں سے کینہ ہم کھینچ نکالیں گے،وہ آمنے سامنےتختوں پر بھائی بھائی ہوں گے۔(الحجر:47)﴿6﴾جنت میں حسداوربغض کے تمام اسباب ختم ہوجائیں گےاوروہاں کی عشرت حقیقی ہوگی۔

سوال2:غل(سینے کی تنگی)کیسے پیداہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ایک دوسرے پرخفا ہونے سے۔﴿2﴾ناراضگی کو چھپا لینے سے۔﴿3﴾ایک دوسرے کے خلاف دل میں باتیں رکھنے سے۔

سوال3:کیاغل(کدورت)پردنیامیں قابوپایاجاسکتاہے؟

جواب:﴿1﴾اگرناراضگی کے اسباب دورکردیے جائیں توکدورت پرقابوپایاجاسکتا ہے۔﴿2﴾منفی رخ سے سوچنے کی بجائے صحیح رخ سےسوچاجائے۔﴿3﴾بدگمانیوں سے بچاجائے۔

سوال4:کیاغل(کدورت)کےاثرات باقی رہتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: کدورت پر غلبہ پانے کے باوجود کچھ کدورتوں کے اثرات آخر تک موجود رہتے ہیں۔

سوال5: قیامت کے دن اہل جنت کی کدورت کیسے نکالی جائے گی؟

جواب: ﴿1﴾ کدورت مومنوں کے دلوں سے کھینچ کر نکال دی جائے گی۔ ﴿2﴾ قرطبی اپنی تفسیر احکام القرآن میں کہتے ہیں غل کدورت جنت کے دروازوں کے باہر پڑی ہوگی جس طرح اونٹنیوں کی مینگنیاں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دلوں سے اس کو نکال پھینکا ہوگا۔

سوال6: تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ''اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جنت میں اہل جنت جہاں سے چاہیں گے نہریں نکال لیں گے، چاہیں تو محلات میں لے جائیں گے اور چاہیں تو باغات میں لے جائیں گے۔

سوال7: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ''اور وہ کہیں گے: ''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اہل جنت پکار اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی ہدایت دی۔ اور ہم نے ایسے اعمال کیے جنہوں نے ہمیں نعمتوں بھری جنتوں کا وارث بنا دیا۔

سوال8: وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ''اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل جنت اعتراف کریں گے کہ ہم میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔ ﴿2﴾ وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی ہدایت نہ دیتا، ہماری راہ نمائی نہ کرتا، ہمیں رسولوں کی اتباع کی توفیق نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جہنمی جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھے گا اور حسرت کرے گا کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت دیتا اور ہر جنتی جب جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھے گا تو شکر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت نہ دیتا تو میرا یہ ٹھکانا ہوتا۔ (ابن جریر، نسائی)

سوال9: لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ''بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اہل جنت جب جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اس وقت انبیاء و مرسلین کی خبروں کی تصدیق کریں گے۔ کیونکہ یقینی علم کی بات کو آنکھوں سے دیکھ کر حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے دیکھے بغیر بھی تصدیق کی تھی، ہم ایمان بالغیب لائے تھے آج دیکھ کر یقین اور بڑھ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے توسط سے جو وعدے ہم سے کیے وہ سچے تھے۔

سوال10: اہل دوزخ کے آخرت میں تعلقات کیسے ہوں گے؟

جواب: اہل دوزخ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے جھگڑیں گے، ان کے دل بغض اور دشمنی سے جوش ماریں گے، باوجود اس کے کہ دنیا میں سب اکٹھے رہتے تھے اور دوست تھے۔ ان کے مقابلے میں اہل جنت بھائی بھائی اور محبت کرنے والے دوست ہوں گے محبت اور سلامتی ان پر سایہ کرے گی۔

سوال11: اہل دوزخ اور اہل جنت کی سرگرمیوں میں کیا فرق ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ اہل دوزخ ایک دوسرے کو کوس رہے ہوں گے، لعنت ملامت اور دست وگریباں ہونے کے سوا ان کی کوئی سرگرمی نہ ہوگی۔ چیخ وپکار اور آہ وفریاد ہوگی مایوسی ہوگی۔ ﴿2﴾ اہل جنت اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کے احسانات کا اعتراف کر رہے ہوں گے۔ ان کی زبانیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے تر ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کو سہارا بنانے پر خوشی محسوس کر رہے ہوں گے۔ وہ رسولوں اور حق کی طرف بلانے والوں کی خبروں پر خوش ہو رہے ہوں گے۔ ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر ادا کریں گے کہ اس نے ہدایت قبول کرنے کی توفیق دی۔

سوال12: اہل دوزخ اور اہل جنت کے ماحول میں کیا فرق ہوگا؟

جواب: اہل دوزخ آگ میں گھرے ہوں گے اور اہل جنت باغات میں ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گیں۔ ان نہروں کی وجہ سے پوری فضا میں خوشی وسرمستی ہوگی۔

سوال13: اہل دوزخ اور اہل جنت کی اندرونی کیفیت کیسی ہوگی؟

جواب: اہل دوزخ کے پاس تلخ یادوں کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ ان کا سینہ حسرت ویاس کا مدفن ہوگا۔ اہل جنت کے دلوں میں خوش گوار یادیں ہوں گی۔ خوشی ان کے دلوں سے پھوٹے گی۔ رسولوں کی راہ نمائی پر، حق کو پالینے پر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے احساس سے سینے معمور ہوں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والوں میں نہ ہوتے۔ وہ حق کی خبر پا کر خوش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہورہے ہوں گے اللہ تعالیٰ کے احسان پر شکر گزار رہوں گے کہ حق کی طرف بلانے والوں کا ساتھ دینے کی توفیق دی۔

سوال14:وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ''اور وہ پکارے جائیں گے:'' یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو،اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَنُوْدُوْٓا ''اور وہ پکارے جائیں گے''انہیں احتراماً پکارا جائے گا،سلام کہا جائے گا اور ان کا کرام ہوگا۔﴿2﴾ اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو'' یہ جنت تمہاری وراثت ہے اور اس کے مقابلے میں کافروں کی وراثت جہنم ہوگی۔﴿3﴾بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ''اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے''اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ تم اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں پہنچے ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں آئے ہو۔﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا:یقین مانو تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں نہیں لے جاسکتا۔صحابہ نے پوچھا: کیا آپ ﷺ بھی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بھی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکتا جب تک کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل نہ ہو۔﴿5﴾ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں کتنے ہی نیک اعمال کرلے وہ اللہ کے سابقہ احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا پھر جنت کا حق دار کیسے ہوسکتا ہے اسی حقیقت کو رسول اللہ کو ﷺ نے ایک دفعہ بیان فرمایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ بھی اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں نہ جاسکیں گے؟ فرمایا ''میں بھی نہیں'' پھر فرمایا(الا ان یتغمدنی اللہ برحمۃ)(الا یہ کہ اللہ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے)(بخاری۔کتاب الرقاق)﴿6﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:ایک منادی ندا کرے گا ''اے جنت والوں !تم تندرست رہوگے کبھی بیمار نہ ہوگے زندہ رہوگے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔جوان رہوگے،تم پر کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا،عیش میں زندگی گزاروں گے تمہیں کبھی حزن وملال نہ ہوگا'' یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا{وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ}(مسلم۔کتاب الجنۃ)

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ(44)

اور جنت والے آگ والوں کو پکاریں گے کہ'' جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا یقیناً ہم نے اس کو سچا پایا پھر کیا تم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہاں!'' پھر ایک پُکارنے والا اُن کے درمیان میں پُکارے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے!(44)

سوال1: وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ ''اور جنت والے آگ والوں کو پُکاریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب اہل جنت اور اہل جہنم اپنے اپنے ٹھکانوں میں چلے جائیں گے اور وہاں وہ سب کچھ پائیں گے جس کی انبیاء نے خبر دی تو اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے۔

سوال2: اہل جنت کی طرف سے اہل دوزخ کو پکارنا کیا ثابت کر رہا ہے؟

جواب: دنیا میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہوتا ہے آخرت میں وہ دوزخ والوں سے یہ سوال اس لیے کریں گے کہ دنیا میں جس بات کا تم یقین نہیں کر سکے آگ میں پہنچ کر یقین آ گیا ہے؟ یہ باتو وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو سچ ثابت کرنے کے لیے کہیں گے اور ان کی ''ہاں'' پر بات کٹ جائے گی کیونکہ مقصد پورا ہو جائے گا۔

سوال3: قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا ''جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا یقیناً ہم نے اس کو سچا پایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جنت کی نعمتوں اور اکرام کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور عمل صالح کرنے پر کیا تھا ہم نے اس وعدے کو سچا پایا ہے۔ اس نے ہمیں جنت میں وہ سب کچھ عطا کر دیا ہے۔ ہم نے وہ سب کچھ ہمیشہ کے لیے پا لیا ہے۔

سوال4: فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ ''پھر کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ''ہاں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل جنت پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے جو تم سے تمہارے کفر اور نافرمانیوں پر وعدے کیے تھے، کیا تم نے بھی رسوائی اور عذاب کے وعدے کو سچا پایا ہے؟ ﴿2﴾ قَالُوْا نَعَمْ وہ کہیں گے: ''ہاں'' وہ جواب دیں گے ہاں ہم نے سچ پایا اس طرح ساری مخلوق پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے۔(النساء:122) ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اُس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔(الطّور:14۔16) ﴿4﴾ نبی ﷺ نے بدر کے میدان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں مشرکوں کی لاشوں سے جوالگ گھڑے میں تھیں شرمسار کرنے کے لیے خطاب فرمایا کہ اے ابوجہل، اے عتبہ، اے شیبہ، اے فلاں ، اے فلاں، ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ سچا پالیا کیا تم نے بھی اپنے رب کا سچا وعدہ پالیا؟ عمرؓ بولے : یارسول اللہ آپ ان سڑی ہوئی لاشوں سے خطاب فرمارہے ہیں؟ فرمایا: اللہ کی قسم ان سے زیادہ میری بات کو تم بھی نہیں سن سکتے لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے ۔(مختصرابن کثیر:584/1)

سوال5: آخرت کے دلائل لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتے ؟

جواب: کسی دلیل کو انسان اس وقت سمجھ سکتا ہے جب اس کے بارے میں سنجیدہ ہو۔ جولوگ آخرت کے بارے میں سنجیدہ نہیں اس کو اہمیت نہیں دیتے وہ دلائل کا وزن محسوس نہیں کرتے ان کا غیر سنجیدہ ذہن اس میں کوئی نہ کوئی نقص تلاش کر لیتا ہے اس لیے انہیں آخرت کے دلائل سمجھ نہیں آتے ۔

سوال6: فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ’’ پھر ایک پکارنے والا اُن کے درمیان میں پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ پکارنے والا اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان اعلان کرے گا۔ ﴿2﴾ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جن پر اس نے اپنی رحمت کے دروازے کھولے، علم نافع اور عمل صالح پر کاربند کرنے کے لیے ان کے پاس رسول بھیجے، مگر انہوں نے ظلم کی وجہ سے ان سے منہ موڑا۔ خود بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکے اور دوسروں کو بھی روکا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

سوال7: آخرت میں ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ان کے کن اعمال کی وجہ سے ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ حق کے دلائل پر اعتراضات کی وجہ سے۔ ﴿2﴾ خود شک میں مبتلا ہوئے اور دوسروں کو مبتلا کرنے کی وجہ سے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے ۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی وجہ سے۔ ﴿5﴾ آخرت کے انکار کی وجہ سے آخرت میں ظالم اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہونگے خواہ دنیا میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب سے زیادہ حق دار سمجھتے رہے ہوں۔

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ (45)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھےاوروہ اس میں کجی تلاش کرتے تھےاوروہی آخرت کاانکارکرنے والے تھے۔(45)

سوال1:اَلَّذِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ’’جواللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جن لوگوں نے کفرکیاوہ خودبھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکتے ہیں اور ہر بھلائی سے محروم رہتے ہیں اوردوسروں کوبھی اس سے روکتے ہیں۔﴿2﴾وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی پیروی سےاورشریعت کی اطاعت سےلوگوں کوروکا کرتے تھے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے سے کیامراد ہے؟

جواب:﴿1﴾انسانوں کوگمراہ کرنے کے لئے جوتحریک اٹھتی ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لئے ہوتی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلانے کے لئے جولوگ اٹھتے ہیں ان کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہونااان پر اعتراضات کرنا۔﴿3﴾ان کے خلاف پروپیگنڈاکرنا۔انسانوں کوبے فائدہ اورفضول کاموں میں الجھادینامثلاً لھوولعب، موسیقی وغیرہ دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا۔﴿4﴾خوداسلام کی سچائی کاانکارکرنا﴿5﴾طاقت کے ذریعے زبردستی اسلام کےراستے سےروکنا۔

سوال3:وَیَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا ’’اوروہ اس میں کجی تلاش کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی وہ سیدھےراستے سے ہٹاہواراستہ تلاش کرتے ہیں۔انہیں شہوات اورخواہشات کےراستے پرچلاتے ہیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کےراستے کوٹیڑھا کیسے کیاجاتاہے؟

جواب:﴿1﴾ٹیڑھاراستہ چاہنے کی وجہ﴿2﴾ٹیڑھاراستہ تجویز کرنے کی وجہ سے﴿3﴾عمل کی کجی کا آغازانسان کے ذہن کی کجی سے ہوتاہے ذہنی کجی کے لیے یہ اعتراضات کرتے ہیں،شک میں ڈالتے ہیں تاکہ لوگ سیدھےراستے پرچلنے کاسوچ بھی نہ سکیں

سوال5:وَہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ کٰفِرُوۡنَ ’’اوروہی آخرت کاانکارکرنے والے تھے‘‘اللہ تعالیٰ کےراستے کوکون ٹیڑھا کرناچاہتاہےاور اس راستے سےکون روکتاہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کےراستے کووہ ٹیڑھا کرناچاہتے ہیں جوآخرت کاانکارکرتے ہیں۔﴿2﴾یہی کفرسیدھےراستے سے انحراف کاباعث بنتاہے۔یہی کفرنفس کی شہوت کوزندگی کامحورومرکز بناتاہے،یہی کفرہے جوآخرت کے عذاب کامنکر بنتاہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور یہی کفر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ثواب سے ناامیدی کے مقام تک پہنچاتا ہے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ(46)

اور اُن دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا اور بلندیوں (اعراف) پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک کو ان کی خاص علامتوں ہی سے پہچان جائیں گے اور وہ جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو! وہ ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ طمع رکھتے ہوں گے۔(46)

سوال1: وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ''اور اُن دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار حائل ہے جو جنت والوں کو جہنم والوں سے جدا رکھتی ہے، یہ وہی دیوار ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۖ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ ۖ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' کہا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو' چنانچہ ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اور اس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔(الحدید:13)(مختصر ابن کثیر:385/1)

سوال2: اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان (حجاب) آڑ کیوں ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت آئے تو مومن اور کافر یکساں طور پر شریک ہو جاتے ہیں آخرت میں ان کے درمیان آڑ ہوگی مومنوں کو ملی ہوئی نعمتوں کی خوشبو بھی نہیں ملے گی۔ ﴿2﴾ دنیا میں اگر سختیاں اور مصیبتیں آتی ہیں تب بھی مومن اور کافر یکساں طور پر دوچار ہوتے ہیں آخرت میں ایسا نہیں ہوگا ان کے درمیان آڑ ہوگی۔ کافروں کو ملنے والی تکلیفوں کا کوئی اثر اہل جنت تک نہیں پہنچے گا۔

سوال3: وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ''اور بلندیوں (اعراف) پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک کو ان کی خاص علامتوں ہی سے پہچان جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾جنت اور جہنم کے درمیان ایک حجاب ہوگا جسے مقام اعراف کہا گیا ہے۔﴿2﴾یہ مقام نہ جنت میں ہوگا نہ جہنم میں۔﴿3﴾اس مقام سے جنت اور جہنم دونوں کو جھانکا جا سکے گا۔﴿4﴾وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ مقام اعراف پر کچھ لوگ اہل جنت اور اہل جہنم کو ان کی علامات سے پہچان لیں گے۔

سوال4:اہل اعراف کون لوگ ہوں گے؟

جواب:﴿1﴾اصحاب اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی نہ نیکی انہیں جنت لے جا سکے گی نہ برائی جہنم میں۔﴿2﴾یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے انتظار میں ہوں گے۔جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ اعراف پر قیام کریں گے۔پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔﴿3﴾جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں پوچھا گیا جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گیں۔فرمایا:یہ اعراف والے ہوں گے جو جنت میں داخل نہ ہوں گے مگر دخول جنت کے امیدوار ہوں گے۔(ابن مردویہ)

سوال5:يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ''جو ہر ایک کو ان کی خاص علامتوں ہی سے پہچان جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:مقام اعراف پر جو لوگ ہوں گے وہ اہل جنت اور اہل جہنم کو ان کی علامات کے ذریعے پہچانیں گے۔جو ان کی امتیازی علامات ہوں گیں۔

سوال6:اصحاب اعراف جنت والوں کو ان کی کن نشانیوں سے پہچانیں گے؟

جواب:اہل جنت کے چہروں کی بشاشت سے،ایمان کے نور سے اور ان کے آگے نور کے جاری ہونے سے۔

سوال7:وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ''اور وہ جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو'' اصحاب اعراف جنت والوں کو دیکھتے ہی کیا کہیں گے؟

جواب:اصحاب اعراف اہل جنت کو دیکھ کر سلام کہیں گے اور امید کریں گے کہ جلد ہی اس جنت کے مستحق بن جائیں گے۔

سوال8:لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ''وہ ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ طمع رکھتے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وہ جنت میں داخلے کے امیدوار ہوں گے۔﴿2﴾یہ امید رب العزت کی جانب سے ہوگی۔﴿3﴾یہ امید اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ تب ہی جا گزیں کرتے ہیں جب اس کا اپنے فضل وکرم سے نوازنے کا ارادہ ہوتا ہے۔

وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ(47)

اور جب اُن کی نگاہیں آگ والوں کی جانب پھیردی جائیں گی، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں اِن ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا۔''(47)

سوال1: وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ''اور جب ان کی نگاہیں آگ والوں کی جانب پھیردی جائیں گی'' اصحاب اعراف کی نظر اہل جہنم پر کیسے پڑے گی؟

جواب: یہ نظر ارادے سے نہیں ہوگی نہ وہ ان پر نگاہ ڈالنا پسند کریں گے۔ان کی نگاہیں آگ والوں کی طرف پھیردی جائیں گیں اور ایک قبیح منظر دیکھنے کو ملے گا۔

سوال 2: قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ'' وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں اِن ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا'' اصحاب اعراف اہل جہنم کو دیکھتے ہی کیا کہیں گے؟

جواب: اصحاب اعراف اہل جہنم کو دیکھتے ہی اللہ کی پناہ مانگنے لگیں گے کہ ہمیں ظالموں کا ساتھی نہ بنانا۔

سوال3: اصحاب اعراف جہنم والوں کو کیسے پہچانیں گے؟

جواب: اصحاب اعراف اہل جہنم کے چہروں کی سیاہی سے پہچانیں گے۔(ابن عباس)

رکوع نمبر13

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ(48)

اور بلندیوں والے کچھ مَردوں کو پکاریں گے جنہیں وہ اُن کی نشانیوں سے ہی پہچانتے ہوں گے، وہ کہیں گے کہ تمہارا گروہ تمہارے کام نہ آیا اور نہ وہ جو تم بڑے بنتے تھے۔(48)

سوال1: وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ''اور بلندیوں والے کچھ مردوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانیوں سے ہی پہچانتے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رسول اللہ ﷺ سے اعراف والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا سب سے آخر میں فیصلہ کیا جائے گا۔ جب رب العزت بندوں میں فیصلہ کر کے فارغ ہوگا تو فرمائے گا تمہاری نیکیوں نے تمہیں آگ سے بچالیا اب تم جنت میں داخل ہو جاؤ جنت میں مزے کرو اور جہاں چاہو کھاؤ پیو۔(مختصر ابن کثیر:585/1)﴿2﴾ یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ ''جنہیں وہ ان کی نشانیوں سے ہی پہچانتے ہوں گے'' ہر ایک کو پہچانتے ہوں گے کہ کون سعادت مندوں میں سے ہے اور کون بدبختوں میں سے ہے؟(الاساس:1902/4)﴿3﴾ اصحاب اعراف پہچان لیں گے کہ کون اہل جنت میں سے ہے اور کون اہل دوزخ میں سے ہے؟ وہ چہرے کی سفیدی اور نعمتوں کی تازگی سے اہل جنت کو پہچان لیں گے۔ اور چہرے کی سیاہی اور نیلاہٹ سے اہل دوزخ کو پہچان لیں گے۔ (ایسر التفاسیر:452)
﴿4﴾ اعراف والے کچھ مردوں کو پکاریں گے اور وہ جہنم والے ہوں گے جن کے پاس دنیا میں کثیر مال تھا ان کو اکیلے عذاب میں مبتلا دیکھ کر ان سے سوال کریں گے۔ آج تم بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے ہو۔

سوال2: بڑے بڑے مجرموں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے مراد وہ معروف لوگ ہیں جن پر جہنم کی علامات واضح ہیں۔

سوال3: قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ''وہ کہیں گے کہ تمہارا گروہ تمہارے کام نہ آیا اور نہ وہ جو تم میں بڑے بنتے تھے'' اصحاب اعراف معروف شخصیات کے بارے میں کیا سوال کریں گے؟

جواب: ﴿1﴾ اصحاب اعراف معروف شخصیات سے کہیں گے تمہاری کثرت تعداد کہاں ہے! تمہاری تو Following بہت تھی اپنے حالات دیکھو کہاں پہنچ گئے ہو؟ تمہارے تکبر نے تمہیں اس آگ سے محفوظ رکھا؟ تمہاری گروہ بندی نے تمہیں کیا فائدہ دیا؟ آج تم بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے ہو۔

اَهٰۤؤُلَاۤءِ الَّذِيۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ(49)

کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائیں تھیں کہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔(49)

سوال1: اَهٰۤؤُلَاۤءِ الَّذِيۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ''کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائیں تھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا'' اصحاب اعراف بڑے مجرموں سے کیا کہیں گے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ کیا یہی لوگ جو جنت میں داخل ہوگئے ہیں؟﴿2﴾ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ''جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائیں تھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا'' جن کے بارے میں تم خود پسندی اور تکبر کے ساتھ قسمیں کھاتے تھے نفرت اور حقارت کا اظہار کرتے تھے۔﴿3﴾ اصحاب اعراف کہیں گے کہ تم اہل ایمان کے بارے میں کہتے تھے یہ گمراہ ہوگئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں۔ دیکھ لو حقیقت کیا تھی اور تم نے کیا سمجھی تھی؟ اب دیکھو کامیاب کون ہے اور ناکام کون؟

سوال2: حق کا انکار کرنے والے حق قبول کرنے والوں کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ حق کا انکار کرنے والوں کی حیثیت مضبوط ہوتی ہے۔﴿2﴾ وہ جمے ہوئے نظام کے ستون ہوتے ہیں۔﴿3﴾ حق کا ساتھ دینے والوں کی حیثیت کمزور ہوتی ہے۔﴿4﴾ حق کا ساتھ دینے کے بعد جمے ہوئے نظام کی سرپرستی انہیں حاصل نہیں رہتی۔﴿5﴾ ان وجوہات کی بنیاد پر حق کا انکار کرنے والے حق قبول کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

سوال3: اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ''جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کمزور اور ناتواں لوگوں سے کہا جائے گا اپنے صالح اعمال اور نیکیوں کی وجہ سے بڑے احترام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔﴿2﴾ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ تمہیں مستقبل کا کوئی دھڑکا نہیں۔﴿3﴾ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ''اور نہ تم غمگین ہو گے'' اور ماضی کے بارے میں تم غم زدہ نہیں ہو گے۔﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَضۡحَكُوۡنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوۡا بِهِمۡ یَتَغَامَزُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰۤی اَهۡلِهِمُ انۡقَلَبُوۡا فَكِهِیۡنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوۡهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَمَاۤ اُرۡسِلُوۡا عَلَيۡهِمۡ حٰفِظِیۡنَ ﴿۳۳﴾ فَالۡیَوۡمَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ یَضۡحَكُوۡنَ ﴿۳۴﴾ عَلَی الۡاَرَآئِكِ یَنۡظُرُوۡنَ وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے۔ اور جب اُنہیں دیکھتے تو کہتے: ''یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔'' حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ سو آج جو لوگ ایمان لائے ہیں، کافروں پر ہنستے ہیں۔ تختوں پر بیٹھے وہ دیکھ رہے ہیں۔ (المطففین:35-29)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَنَادٰٓی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ (50)

اوردوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہادو یا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے۔وہ جواب دیں گے:''یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں۔''(50)

سوال1:وَنَادٰٓی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ''اوردوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہادو یا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَنَادٰٓی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ جب دوزخ والوں کو عذاب پوری طرح قبضے میں لے لے گا اور وہ بھوک پیاس سے بے تاب ہوں گے تو اہل جنت کو مدد کے لیے پکاریں گے۔﴿2﴾اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ''کہ ہم پر کچھ پانی بہادو یا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے''دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے ہمیں بھی کچھ کھانا اور پانی دے دو اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو رزق دیا ہے۔یہ دوزخ والوں کی ذلت وخواری کا ذکر ہے، کیسے وہ اپنے قریبی عزیزوں،اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے آگے گڑگڑائیں گے کہ ہم جل بھن گئے،پیاس سے تڑپ رہے ہیں،تھوڑا سا پانی پلا دو،ہم بھوک سے جاں بلب ہیں،ہمیں اپنے کھانے میں سے تھوڑا سا دے دو۔

سوال2:جہنم والوں کی پکار کیسی ہے؟

جواب:اس پکار میں امید بھی ہے اور رحم طلبی بھی۔

سوال3:قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ''وہ جواب دیں گے:''یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:جنت والے جواب دیں گے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو کافروں کے لیے حرام کر دیا ہے جنت کے کھانے اور پانی کافروں کے لیے نہیں ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر ظلم نہیں ہے بلکہ ان کے اعمال کی جزا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا،اس کی آیات کا انکار کیا،انہوں نے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا۔

سوال4:آخرت کے رزق سے کافروں کو کیوں محروم رکھا جائے گا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جس انسان نے اپنی روح کی پرورش دنیا کی چیزوں سے کی ہو آخرت کے رزق سے غذا نہیں پا سکتے۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ(51)

جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔(51)

سوال1: اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا'' جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کافروں کے اعمال کا ذکر ہے کہ انہوں نے دین کو دل لگی اور کھیل بنالیا تھا یعنی ان کے دل دنیا میں سرشار اور مست ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔اسی وجہ سے وہ دین سے گریزاں ہیں انہوں نے دین کا مزاق اڑایا،انہوں نے دین کے عوض کھیل،تماشوں کو اہمیت دی اور آخرت سے غافل ہو گئے۔

سوال2: اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنانے سے مراد اپنے دین کو اہمیت نہ دینا ہے۔اس وجہ سے انسان کے اندر سے لطیف احساسات مثلاً حیاء،شرافت،وسعت ظرفی اور پاکیزہ طریقوں کو پسند کرنا وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں،یہ احساسات انسان کے اندر چوکیدار کا کام کرتے ہیں۔اسے برائیوں سے روکتے ہیں۔لیکن جب یہ احساسات ختم ہو جاتے ہیں تو انسان حیوانی سطح پر اتر آتا ہے،اس کی انسانیت مسخ ہوتی ہے اس طرح وہ اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انتقام کا مستحق بن جاتا ہے۔﴿2﴾ دین کو اپنے لئے زندگی کا ضابطہ قرار دے کر اس کا صحیح مقام اسے نہ دینا اسے پروقار نہ بنانا۔﴿3﴾ دینی موضوعات پر بات کرنا اور اسلامی احکامات کو ہلکا سمجھ کر ان کی تضحیک کرنا اور مذاق اڑانا۔مثلاً غیبی معاملات کا مذاق اڑانا۔(ایسی جنت سے کیا حاصل) جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں۔

سوال3: وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا'' اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ دنیا کی زیب وزینت نے اور دنیا کی ترغیب دلانے والوں کی کثرت نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا کہ زندگی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو بس یہی زندگی ہے۔کھالے، پی لے، جی لے اور من کی مان لے وغیرہ۔﴿2﴾وہ دنیا سے مطمئن ہو کر اس سے خوش اور راضی ہو گئے۔اور آخرت سے منہ موڑ کر اسے بھول گئے۔

سوال4:فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ''تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ ''تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں''اس سے مراد ہے کہ ان سے خیر کے معاملے کو بھلا دیتا ہے۔کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اسے کچھ نہیں بھولتا۔رب العزت کا فرمان ہے:لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى میرا رب نہ بھولتا ہے اور نہ وہ غلطی کرتا ہے۔(طٰہٰ:52)قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔''(طٰہٰ:126)﴿2﴾كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا انسان کے سامنے جب کوئی اور مقصد اور جزا ہو تو وہ آخرت کی ملاقات بھلا دیتا ہے۔

سوال5:انسان آخرت کی ملاقات کو کیوں بھول جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اس لیے بھول جاتا ہے کہ دنیا کی رونقوں میں گم ہو جاتا ہے۔گویا وہ صرف دنیا کے لیے پیدا ہوا ہے۔﴿2﴾وہ ظاہر ہونے والی چیزوں کی طرف جھکتا ہے تو اپنے رب کی ملاقات کو بھول جاتا ہے۔

سوال6:فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ ''تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں''اللہ تعالیٰ انسان کو آخرت میں کیوں بھلا دیں گے؟

جواب:انسان کے بھلا دینے کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ انسان کو بھلا دیں گے۔اس لیے کہ جو انسان موت سے پہلے والی زندگی میں آخرت کو چھوڑتا ہے اس کو موت کے بعد والی زندگی میں آخرت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔

سوال7:وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ''اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ان کا انکار اس بنا پر تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سمجھنے سے قاصر تھے۔

سوال8:اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کون لوگ کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔﴿2﴾جو اپنی ذات کو بڑا دیکھے۔﴿3﴾جو دنیا کی رونقیں پا کر خوشیاں حا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صل کرے۔﴿4﴾ جو مادی ساز وسامان پا کر اپنے آپ کو کامیاب سمجھے۔﴿5﴾ جو اپنے رب اور آخرت کو بھول جائے۔ ایسے شخص کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی آیات آتی ہیں تو وہ غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو اپنے لئے سنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتا اور انکار کر دیتا ہے۔

وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(52)

اور بلاشبہ ہم ان لوگوں کے پاس یقیناً ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنیاد پر مفصل بنایا ہے اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔(52)

سوال1: وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ '' اور بلاشبہ ہم اُن لوگوں کے پاس یقیناً ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنیاد پر مفصل بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ہم ان کے پاس ایسی کتاب لے کر آئے ہیں جس میں ہم نے ان چیزوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہوتی ہے۔﴿2﴾ عَلٰى عِلْمٍ علم کی بنیاد پر یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ہر زمان ومکان کا بھی علم رکھتا ہے۔ اور اپنے بندوں کے حالات کا بھی۔ اس نے اپنے علم سے انسانوں کے لیے اس کتاب میں فیصلے کیے ہیں کہ کیا چیز انسانوں کے لیے درست ہے اور کیا چیز درست نہیں ہے۔ رب العزت نے فرمایا: اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ اس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے۔(النساء:166)

سوال2: قرآن مجید انسان کے لئے ہدایت اور رحمت کیسے بنتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید انسان کی زندگی کے لئے راہ نمائی دیتا ہے۔﴿2﴾ قرآن مجید اس زندگی میں موت کے بعد آنے والی زندگی میں پیش آنے والے معاملات کو واضح کرتا ہے۔﴿3﴾ قرآن مجید انسانوں کو حساب کتاب سے آگاہ کرتا ہے۔ ﴿4﴾ جو لوگ قرآن حکیم کی ہدایات کو قبول کر لیتے ہیں وہ اپنی زندگی کی اصلاح کر لیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاتے ہیں یوں یہ کتاب ہدایت اور رحمت کا باعث بنتی ہے۔

سوال3: هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ '' اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ھُدًی یعنی اس کتاب کے ذریعے سے اہل ایمان کے لیے گمراہی میں سے ہدایت واضح ہوجاتی ہے۔حق وباطل اور رشدوضلالت کے درمیان فرق واضح اورنمایاں ہوجاتا ہے۔﴿2﴾وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن جاتے ہیں اور یہ دنیاوآخرت میں بھلائی اورسعادت کا نام ہے اوران سے اس رحمت کے ذریعے سے گمراہی اور شقاوت دورہوجاتی ہے۔(تفسیرسعدی:881/1)

سوال4:قرآن کن لوگوں کے لئے زندگی اوریقین کاخزانہ بن جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جولوگ اپنی فطرت کونہیں بگاڑتے وہ قرآن کواپنے دل کی آواز بنالیتے ہیں۔﴿2﴾جولوگ فطری زندگی گزارتے ہیں حق کی تلاش میں ہوتے ہیں جب وہ قرآن سنتے ہیں تووہ ان کے لئے زندگی اوریقین کاخزانہ بن جاتا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ(53)

نہیں وہ انتظار کرتے مگراس کے انجام کا جس دن اس کا انجام آجائے گا،جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اُسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھے تو کیااب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں؟یاہم واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جوہم کیا کرتے تھے یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کوہی خسارے میں ڈالا اوراُن سے گم ہوگیا جوجھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے۔(53)

سوال1:هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ''نہیں وہ انتظار کرتے مگراس کے انجام کا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:کیااب وہ اس کے انتظار میں ہیں کہ جنت جہنم کی خبراب واقع ہوجائے؟

سوال2:قرآن آخرت کے حالات سے آگاہ کرتا ہے پھرانسان چوکنا کیوں نہیں ہوتا؟

جواب:قرآن کی خبریں جوآخرت کے حالات سے متعلق ہیں ابھی واقعات کی صورت میں ظاہرنہیں ہوئیں۔ابھی وہ انسان سے چھپی ہوئی ہیں غافل انسان اس لئے چوکنانہیں ہوتا کیونکہ وہ ان حقائق کوغیراہم سمجھتا ہے۔

سوال3:يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ ''جس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دن اس کا انجام آجائے گا،جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھےتو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یَوۡمَ یَاۡتِیۡ تَاۡوِیۡلُہٗ ''جس دن اس کا انجام آجائے گا''جس دن اس کا نتیجہ ظاہر ہوگا،آج کی خبریں واقع ہو جائیں ،اور ظاہر ہے وہ قیامت کا دن ہوگا۔﴿2﴾یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ نَسُوۡہُ مِنۡ قَبۡلُ ''جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے''جس دن وہ انجام سامنے آجائے گا جس کی خبریں دی جارہی ہیں تو وہ لوگ حسرت سے بول اٹھیں گے جنہوں نے پہلے اسے بھلا دیا تھا اپنے گناہوں کی بخشش کی سفارش تلاش کرتے ہوئے اور اس کا اقرار کرتے ہوئے جسے رسول لے کر آئے تھے۔﴿3﴾قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ فَہَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَیَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ ''ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھےتو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں''وہ اعتراف کریں گے کہ ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے۔کاش ہمارا کوئی معبود ہے جسے ہم دنیا میں پوجا کرتے تھے ہماری سفارش کے لیے کھڑا ہو جاتا۔یا پھر ہمیں دنیا میں بھیج دیا جاتا اور اس کے برعکس ہم کرتے۔رب العزت نے فرمایا:وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَی النَّارِ فَقَالُوۡا یٰلَیۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۷﴾ بَلۡ بَدَا لَہُمۡ مَّا کَانُوۡا یُخۡفُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُہُوۡا عَنۡہُ وَاِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔(الانعام:27,28)

سوال4:جس دن غیب کا پردہ پھٹ جائے گا اس دن غافل انسان کی کیا صورت حال ہو جائے گی؟

جواب:﴿1﴾جس دن غیب کا پردہ پھٹ جائے گا اس دن غافل انسان اپنے آپ کو بے سہارا پائے گا۔﴿2﴾اس دن وہ سارے مسائل بے حقیقت نظر آئیں گے جن میں وہ الجھا رہا۔﴿3﴾اس دن اس کی امیدیں،خوش فہمیاں ثابت ہوں گی۔ ﴿4﴾اس دن وہ سب ساتھ چھوڑ چکے ہوں گے جن پر اس نے بھروسہ کیا۔﴿5﴾اس دن وہ آخرت کو ماننے کے لئے مجبور ہو جائے گا۔﴿6﴾اس دن وہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول حق لے کر آئے تھے۔﴿7﴾اس دن وہ تمنا کرے گا کاش کوئی ہماری سفارش کرے۔﴿8﴾اس دن غافل چاہے گا ایک بار دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو ہم مختلف عمل کریں اس سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جو پہلے کر رہے ہیں۔

سوال5: اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ’’یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَوۡ نُرَدُّ ’’یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں‘‘ یا ہم دنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں حالانکہ لوٹنے کا وقت تو گزر چکا۔ ﴿2﴾ وہ کہیں گے ہم شرک، شر اور فساد نہیں کریں گے۔ ﴿3﴾ تو ہم اس کے برعکس عمل کریں گے حالانکہ اگر وہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو وہی کام کریں گے جن سے روکا گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ پر توکل کیا، ان سے امیدیں باندھیں، تو آج ان کا کوئی حمایتی نہیں جو عذاب سے بچالے۔ ﴿4﴾ فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَ چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کو کوئی نفع نہ دے گی۔ (المدثر:48) ﴿5﴾ لَئِنۡۢ بَسَطۡتَّ اِلَىَّ يَدَكَ لِتَقۡتُلَنِىۡ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِىَ اِلَيۡكَ لِاَقۡتُلَكَ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (الانعام:28)

سوال6: کیا موت کے بعد انسان کو دنیا میں دوبارہ بھیجا جا سکتا ہے؟

جواب: موت کے بعد زندگی کا موقع کبھی ملنے والا نہیں۔

سوال7: قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ’’یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کو ہی خسارے میں ڈالا اور اُن سے گم ہو گیا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ انہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا۔ یہ ایسا خسارہ ہے جس میں مال، اولاد، اثاثے سب کچھ گیا۔ منافع سے محروم ہوئے اور خسارہ پانے والوں کی تلافی بھی نہیں ہو سکتی۔ ﴿2﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: جو دنیا میں وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائے گا۔ (ابن ابی حاتم:1496/5) ﴿3﴾ دنیا میں شیطان کے وعدوں اور نفس کی خواہشات کے مطابق جو جھوٹ وہ گھڑتے تھے وہ سب گم ہو جائے گا۔ اب وہ چیز سامنے آ گئی جس کا کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ ان کے سامنے حق اور باطل صاف واضح ہو گیا۔

سوال8: انسان اپنے آپ کو گھاٹے میں کیسے ڈال دیتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾انسان جس دنیا پر بھروسہ کرتا ہے۔جس میں مشغول رہتا ہے،جس کو سب کچھ سمجھتا ہے،موت کے بعد وہ اس کے ہاتھ نہیں آئے گی۔﴿2﴾انسان آخرت کے معاملے کو غیر اہم سمجھتا ہے توجہ نہیں دیتا اور آخرت آجاتی ہے جب کہ کوئی تیاری نہیں ہوتی،یوں دنیا بھی گئی اور آخرت بھی،یہی اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالنا ہے۔

رکوع نمبر14

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ؕ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ(54)

بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا،وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج،چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں،سن لو!پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔(54)

سوال1:اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اِنَّ رَبَّكُمُ ''بلاشبہ تمہارا رب'' جو پسند کرتا ہے کہ وہ سب اس کی عبادت کریں،اس کو پکاریں اور اس کا قرب حاصل کریں اور اس کی اطاعت کریں۔(ایسر التفاسیر:454,455)﴿2﴾اے لوگو!تمہارا آقا اور تمہارے امور کی اصلاح کرنے والا وہی معبود ہے جس کے لیے ہر طرح کی عبادت ہے۔(جامع البیان:214/8)﴿3﴾بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے آسان وزمین کو پیدا کیا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔آسمان وزمین کتنے عظیم اور کتنے محکم ہیں۔اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے انتہائی مہارت سے کھڑا کیا۔آسمان انوکھی تخلیق ہیں۔﴿4﴾وہی تمہارا حقیقی رب اور تمہارا معبود ہے اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں اور بتوں میں سے کوئی ایک تمہارا معبود نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ مخلوق ہیں خالق نہیں اور خود اپنے آپ کو نفع پہنچانے سے بھی عاجز ہیں اور نقصان سے بچانے سے قاصر ہیں تو دوسروں کو کیسے پہنچا سکتے ہیں؟بے شک تمہارا رب اور تمہارا معبود حق ہے،جس نے ہر چیز کو تخلیق کیا،ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے،وہی تصرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا اختیار رکھتا ہے، اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہ اپنی بادشاہت میں جو جی چاہتا ہے کرتا ہے، اوپر کے جہانوں میں بھی اور نیچے کے جہانوں میں بھی تمہیں بھی بڑا برکت والا ہے رب العالمین۔ (ایسر التفاسیر:455,454)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو کیسے بنایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ''چھ دنوں میں'' چھ دنوں میں سے پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا۔ اتوار کے دن تخلیق کا آغاز کیا اور پھر تخلیق پوری کرنے کے بعد ان کے تمام امور انہیں سپرد کیے۔ ﴿2﴾ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حد درجہ کامل اور حکیمانہ نظام کے تحت بنایا ہے۔ اس نے ہر چیز کو ایسے چلا دیا ہے کہ وہ ٹھیک وہی کام کرے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن مٹی کو تخلیق کیا اتوار کے دن پہاڑوں کو، پیر کے دن درختوں کو، منگل کے دن مکروہ چیزوں کو، بدھ کے دن نور کو، جمعرات کے دن پہاڑ پھیلائے اور جمعے کے دن عصر کے بعد آدم علیہ السلام کو۔ آخری تخلیق جمعہ کی آخری گھڑی میں عصر اور رات کے درمیان۔ (مسلم :27)

﴿3﴾ یہاں دن سے مراد ہمارا یہ 24 گھنٹے کا دن نہیں جو سورج سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ یہ سورج تو اس وقت موجود ہی نہیں تھا۔ قرآن کریم میں ایک اور مقام پر یوم کی مقدار ایک ہزار سال کا ذکر ہے (47:22) اور دوسرے مقام پر پچاس ہزار سال کا (4:70) لہذا یہاں چھ دن سے مراد چھ ادوار ہی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:58.59/2) ﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے: قُلۡ اَئِنَّکُمۡ لَتَکۡفُرُوۡنَ بِالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَ تَجۡعَلُوۡنَ لَہٗۤ اَنۡدَادًا ؕ ذٰلِکَ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۚ﴿۹﴾ وَ جَعَلَ فِیۡہَا رَوَاسِیَ مِنۡ فَوۡقِہَا وَ بٰرَکَ فِیۡہَا وَ قَدَّرَ فِیۡہَاۤ اَقۡوَاتَہَا فِیۡۤ اَرۡبَعَۃِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ ہِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَہَا وَ لِلۡاَرۡضِ ائۡتِیَا طَوۡعًا اَوۡ کَرۡہًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیۡنَا طَآئِعِیۡنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىہُنَّ سَبۡعَ سَمٰوَاتٍ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَ اَوۡحٰی فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَہَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ ۟ۖ وَ حِفۡظًا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ آپ کہہ دیں کہ کیا واقعی تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا اور تم اُس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی تو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنا دیے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور اس میں اس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں چار دنوں میں، (جواب) برابر ہے سوال کرنے والوں کے لیے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا: ''تم دونوں آجاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔'' دونوں نے کہا: ''ہم خوش ہو کر آ گئے ہیں تو اس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دودنوں میں ان کو پورا سات آسمان بنادیا اور اس نے ہر آسمان میں اس کا کام وحی کر دیا اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور محفوظ کر دیا، یہ اندازہ ہے سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا۔ (فصلت:9۔12)﴿5﴾ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟ (الانبیاء:30)

سوال3: وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ’’اور سورج، چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَّالشَّمْسَ یعنی سورج، چاند اور ستارے اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر سے مسخر کر رکھے ہیں۔﴿2﴾ ان کی تخلیق اور ان کی وسعت اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل کی دلیل ہے۔﴿3﴾ کائنات کا منظم ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت کی دلیل ہے۔﴿4﴾ سورج، چاند اور ستاروں میں فوائد کا ہونا اس کے کمال علم اور کمال رحمت کی دلیل ہے۔﴿5﴾ اس کائنات کی ہر چیز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے۔ اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے کائنات کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب:﴿1﴾ کائنات پر اللہ تعالیٰ حاوی ہے۔﴿2﴾ کائنات کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور تدبیر سے چلاتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے اور دن کو رات کے پیچھے لگا دیتا ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، ستاروں کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق پر نگہبان ہے۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم اس کائنات میں چلتا ہے۔

سوال5: ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ’’پھر وہ عرش پر بلند ہوا وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ’’وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ اندھیری رات سے روشن دن کو ڈھانپ دیتا ہے اور زمین پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ رات کو رب العزت نے آرام کے لیے بنایا ہے رات میں تمام انسان اور ساری مخلوقات آرام کرتے ہیں اور اپنی تھکاوٹ دور کرتے ہیں۔﴿2﴾ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ’’وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے‘‘ پھر سیاہ رات کے جانے کے بعد دن آجاتا ہے۔ لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں رب العزت کا فرمان ہے: وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَعَاشًا اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔(النباء:11)﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔اور ان کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔اور ہم نے ان کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریادرس ہوگا اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے۔مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے۔اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس سے بچو جو تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔اور ان کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ ہی موڑنے والے ہوتے ہیں۔اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ کیا ہم اس کو کھلائیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں ۔(یس:40۔47) رات دن کا یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور بندے اس دنیا سے اگلے جہان میں منتقل ہو جائیں گے۔

سوال6: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ’’سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ ’’سن لو! پیدا کرنا اسی کا کام ہے‘‘ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور وہ اپنی مخلوقات کا مالک ہے۔اسی نے اپنی مخلوق کے اوصاف اور افعال تخلیق کیے۔﴿2﴾ وَالْاَمْرُ ’’اور حکم دینا اسی کا کام ہے‘‘ اللہ تعالیٰ ہی کا امر ہے وہ اپنے امر کا مالک ہے۔﴿3﴾ تخلیق اس کے احکام کونی وقدری کو اور ’’امر‘‘ احکام دینی کے بارے میں ہے۔اور احکام جزائی اس جہان کے فنا کے بعد ہوں گے۔رب العزت نے فرمایا: اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یقیناً جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو ہم اسے کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔(النحل:40)

سوال7: تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ’’اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ برکت کا مطلب یہ ہے کہ جن متوقع فوائد اور خیر و بھلائی کے لیے کوئی چیز پیدا کی گئی ہے وہ پورے کے پورے فوائد اس سے حاصل ہو جائیں یہاں اللہ تعالیٰ کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کوئی بھی چیز جس مقصد اور خیر و بھلائی کے لیے بنائی تھی اس سے پورے کے پورے مقاصد حاصل ہو رہے ہیں۔(تیسیر القرآن:60/2)
﴿2﴾ یعنی وہ بلند اور عظمت والا ہے اس کی بھلائی اور احسان بہت زیادہ ہے، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اپنی عظمت اوصاف اور کمال صفات کی بنا پر بہت بابرکت ہے اور مخلوق کو بے پایاں بھلائی اور بے شمار نیکی سے نواز کر دوسروں کو بھی برکت عطا کرتا ہے۔اس اس کائنات میں جو برکات نظر آتی ہیں وہ اس کی رحمت کے آثار ہیں۔(تفسیر سعدی:883/1)

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ(55)

تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے سے پکارو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔(55)

سوال1:اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ''تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے سے پکارو'' خُفْيَةً سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ :اپنے رب کو پکارو۔اے لوگو!اپنے ایک رب کو پکارو۔اس کے لیے دعا کو خالص کرو۔دعائیں مانگنے کا شوق دلایا جا رہا ہے۔اس سے دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی۔(جامع البیان)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے اپنی دنیاوی اور اخروی ضروریات مانگو بے شک وہ تمہارا رب ہے۔اس سے سوال کرتے ہوئے حیا نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:455)
﴿3﴾ تَضَرُّعًا عاجزی سے۔یعنی گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔دعا عبودیت کا عظیم عمل ہے۔اللہ تعالیٰ کی معرفت کا عنوان ہے۔جب ہم اس کے آگے ہاتھ بلند کرتے ہیں اور اسے ہکارتے ہیں تو اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے وہ سب کچھ سننے والا سمیع اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔اور ہی ہے جو غم دور کرتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے۔دعا خضوع اور عاجزی کا راز ہے اس لیے دعائیں کثرت سے کرنی چاہیں۔اور جم کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے۔نبی ﷺ نے فرمایا:الدعاء مخ العبادة۔(ترمذی)﴿4﴾ وَّخُفْيَةً 'اور چپکے سے یعنی دل کے خضوع اور اس کی وحدانیت پر یقین رکھتے ہوئے چھپ چھپ کر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے آہ وزاری کریں۔بلند آواز سے اعلانیہ نہ گڑگڑائیں،جس سے ریاکاری کا اندیشہ ہو۔سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:لوگوں نے زور زور سے دعائیں مانگنی شروع کیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا:اپنے اوپر رحم کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غیر موجود کو نہیں پکار رہے۔تم جسے پکار رہے ہو وہ خوب سننے والا اور تمہارے پاس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہی ہے۔اللہ تعالیٰ سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگو۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے: اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا جب اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔(مریم:3)رب العزت کا فرمان ہے: وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا۔(المؤمن:60)وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں۔(البقرہ:186)

سوال2: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ ''تم اپنے رب کو پکارو'' دعا کیا ہے؟

سوال3: خفیہ دعائیں کون کرتا ہے؟

جواب: جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے۔

سوال4: اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ''یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ میں الْمُعْتَدِیْنَ سے دعا میں حد سے بڑھ جانے والے مراد ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کسی بھی معاملے میں حد سے تجاوز کرنے والں کو پسند نہیں کرتے۔ ﴿3﴾ یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کا سوال کرے جو اس کے لیے درست نہیں۔سنن ابوداود میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا: **اللھم انی اسئلک القصر الابیض عن یمین الجنة** اے اللہ! میں آپ سے جنت کی دائیں جانب سفید محل کا سوال کرتا ہوں'' یہ سن کر سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹا! تو اللہ سے جنت کا سوال کر اور دوزخ سے پناہ مانگ (اپنی طرف سے سفید محل تجویز نہ کر) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو طہور (وضو، غسل وغیرہ میں) اور دعا میں اعتداء یعنی زیادتی کریں گے۔(سنن ابوداود:13/1) ﴿4﴾ یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ سوال کرنا ہی چھوڑ دے۔ ﴿5﴾ یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ بہت زیادہ بلند آواز میں دعا مانگے۔

سوال5: دعا کے آداب وشرائط کیا ہیں؟

جواب: دعا کے آداب:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دعا مانگتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کوملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے:

﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ مانگا جائے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔(ترمذی)﴿2﴾ دعا کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور نبی ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر دعا معلّق رہتی ہے جب تک کہ دعا کے ساتھ (اوّل وآخر) نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجا جائے۔' (صحیح الجامع 4389/4)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیے، یہ قبولیت کا اصل اور قریب ترین سبب ہے۔﴿4﴾ دعا مانگتے ہوئے قبولیت کا مکمل یقین رکھنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگا کرو۔(ترمذی:3479) سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب تم دعا کرو تو یہ مت سمجھو کہ ہم گناہ گار ہیں ہماری دعا قبول نہیں ہوگی۔مخلوق میں شیطان سے بڑھ کر کون گناہ گار ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی دعا رد نہیں فرمائی۔''﴿5﴾ دعا پوری رغبت، توجہ اور یکسوئی کے ساتھ کرنی چاہیے۔سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَآءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَّاهٍ اور جان رکھو! اللہ تعالیٰ غافل اور بے دھیان دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔(ترمذی:379)﴿6﴾ دعا میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ تھڑ دلا اور جلد باز ہو کر یہ نہ کہے کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگیں لیکن قبول نہیں ہوتیں۔''صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جلد بازی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دعا مانگنے والا کہے میں نے دعا مانگی، پھر مانگی لیکن مجھے دعا قبول ہوتی نظر نہیں آتی اور اس پر دعا مانگنا چھوڑ دے۔(مسلم:6936)﴿7﴾ دعا مانگتے ہوئے آواز پست رکھنی چاہیے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پست آواز سے دعا مانگو، تم کسی بہرے یا غائب ہستی کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم ایک سمیع اور بصیر ذات کو پکار رہے ہو۔(بخاری ومسلم)﴿8﴾ دعا میں تصنّع اور قافیہ بندی نہیں کرنی چاہیے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اس بات کا خیال رکھو کہ تمہاری دعائیں تکلف اور قافیہ آرائی سے پاک ہونی چاہئیں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا ہے کہ وہ اس قسم کی باتوں سے بچا کرتے تھے۔(صحیح بخاری)﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرنی چاہیے۔﴿10﴾ دل کو حاضر رکھنا چاہیے۔﴿11﴾ دعا کو تین تین بار دہرانا چاہیے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جب اپنے رب سے سوال کرتے یا دعا مانگتے تو تین تین بار دہرایا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)﴿12﴾ قبلہ رو ہو کر بیٹھنا چاہیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنگِ بدر میں مشرکین کی طرف نظر دوڑائی تو ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین 319 تھے تو نبی ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا، ہاتھ پھیلا دیے اور پکار کر دعا کرنے لگے۔ (مسلم:1158) ﴿13﴾ دعا میں ہاتھ بلند کرنے چاہئیں۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَّسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ فَيَرُدَّهُمَاصِفْرًا (ابن ماجہ) تمہارا رب بڑا حیا کرنے والا اور سخی ہے، جب بندہ اس کے حضور ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی لوٹاتے ہوئے اسے شرم آتی ہے۔'' ﴿14﴾ دعا مانگنے والے کا رزق حلال ہونا چاہیے۔ ﴿15﴾ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے حوالے سے دعا کرنی چاہیے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا اور سب اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔ (الاعراف:180) ﴿16﴾ قطع رحمی یا گناہ کی دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ ﴿17﴾ دعا جمعی اور دوٹوک الفاظ میں کرنی چاہیے سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ سے پختہ ارادے کے ساتھ سوال کرے اور یوں نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو عطا فرما اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتا۔ (جو اسے دعا قبول کرنے سے روک لے) (بخاری)۔ ﴿18﴾ دعا مانگنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اعتراف اور اظہارِ ندامت کرنا چاہیے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کا ذکر کرتے اور اس کے لیے دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا فرماتے۔ (ترمذی) ﴿19﴾ اپنے نیک کاموں کو وسیلہ بنا کر مانگنا چاہیے۔ صحیحین میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے تین اشخاص نے ایک غار میں بارش کی وجہ سے پناہ لے رکھی تھی کہ ایک پتھر سے غار کا منہ بند ہو گیا اور وہ غار میں پھنس گئے۔ ان میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اپنے نیک کام کو وسیلہ بنا کر دعا مانگی اور ان کی دعا قبول ہوئی اور غار کے منہ سے پتھر ہٹ گیا۔ (مسلم و بخاری)

سوال 7: یہاں حد سے گزرے ہوئے رویے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دعا میں حدود سے باہر نکلنا جیسے مسجع و مقفع دعائیں۔ ﴿2﴾ دعا میں تصنّع اور قافیہ بندی نہیں کرنی چاہیے۔

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (56)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورزمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ اُسی کو پکارو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔(56)

سوال1: وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ''اورزمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ شرک اور نافرمانیوں سے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔﴿2﴾ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ''اس کی اصلاح کے بعد''یعنی توحیداور اطاعت اور نیکیوں کے ذریعے اطاعت کر لینے کے بعد زمین میں نافرمانیاں نہ کریں۔نیکیوں سے اخلاق،رزق، اعمال اور دنیاوآخرت کے حالات کی اصلاح ہوتی ہے۔نافرمانیاں رزق،اخلاق اور اعمال کو بگاڑ دیتی ہیں۔رب العزت نے فرمایا: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کاموں کا انہیں مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں۔(الروم:41)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی رحمت کن لوگوں کا حصّہ ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان لوگوں کا حصّہ ہے جو اس سے قریب ہو کر اپنے جذبوں کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیں۔وہ اللہ تعالیٰ کو پکاریں اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کریں۔﴿2﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتے ہیں وہ بھی ان کو اپنے قریب جگہ دے دیتا ہے۔

سوال3: وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ''اورخوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ اسی کو پکارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تمام انبیاء علیہم السلام جو دنیا میں آئے عموماً ان حالات آئے کہ معاشرے میں طرح طرح کا بگاڑ پیدا ہو چکا تھا،تو انہوں نے اپنی دعوت کا آغاز توحید ہی سے کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی دوسرے کی بندگی سے اجتناب کو شرط اول قرار دیا یہ اصول اپنانے کے بعد معاشرہ سے برائیاں خود بخود رخصت ہوتی چلی جاتی ہیں۔خوف وطمع سے پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی تمام امیدیں اللہ تعالیٰ سے وابستہ رکھے اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو اور ڈرنا اس بات سے چاہیے کہ کسی غلطی یا تقصیر کی وجہ سے کہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہی نہ ہو جاؤں۔دونوں پہلوں کو بہر حال ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔تاہم اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا پہلو غالب رہنا چاہیے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے: جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے تین دن پہلے فرمایا ''تم میں ہر شخص کو مرتے وقت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا ضروری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔''(تیسیر القرآن:61/2) ﴿2﴾اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اوراس کے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اسے پکارو، نیز یہ کہ امید بھی رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمائے گا اوراس بات سے بھی ڈرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ دعا کو رد نہ کردے۔اس بندے کی طرح دعا نہ مانگو جو ناز وادا کے ذریعے سے اپنے رب کے سامنے جرات اور گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔جو خود پسندی کا شکار ہے اور جس نے اپنے نفس کو اس کی اصل حیثیت سے بڑھ کر حیثیت دی ہے اور نہ اس شخص کی طرح دعا مانگو جو غافل دل کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدابِ دعا کے بارے میں جو کچھ ذکر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دعا میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہو اور دعائے خفی اللہ تعالیٰ کے اخلاص کو متضمن ہے۔(تفسیر سعدی:884,85/1)﴿3﴾ طمع میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ انسان دعا کے بعد مایوس نہ ہو جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا'' تم میں سے کسی کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہ کرے اور جلدی یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی مگر اس نے قبول نہ کی۔(بخاری ومسلم)﴿4﴾ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:انامع عبدی اذ اذکرنی وتحرکت بی شفتاہ۔میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے اور جب اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے ہوں۔(مشکوۃ المصابیح:199)﴿5﴾ نبی ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کا سفر لمبا ہو بال بکھرے ہوئے ہوں غبار سے اٹا ہوا ہو وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہو، پینا حرام ہو اور لباس حرام ہو اور اسے حرام سے غذا دی گئی ہو ان چیزوں کے ہوتے ہوئے اس کی دعا کہاں قبول ہوگی؟(صحیح مسلم:326/1)﴿6﴾ دعا کا چھپانا اور اس کا اخفاء یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ سے خائف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دعا کی قبولیت کی امید رکھتا ہو، غافل دل کے ساتھ دعا نہ کرے، اپنے آپ کو مامون نہ سمجھے اور نہ قبولیت دعا کے بارے میں بے پروائی کا اظہار کرے اور یہ چیز دعا میں احسان کا درجہ رکھتی ہے۔کیونکہ ہر عبادت میں احسان یہ ہے کہ بندہ اس عبادت میں اپنی پوری جدوجہد صرف کردے، اسے نہایت کامل طریقے سے ادا کرے اور کسی طور بھی اس میں نقص واقع نہ ہونے دے۔اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مقام احسان پر پہنچنے والے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے والے لوگ پس بندہ جتنا زیادہ احسان کے مقام پر فائز ہوگا اتنی ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے قریب ہوگی۔اس آیت کریمہ میں احسان کی ترغیب ہے، جو مخفی نہیں۔(تفسیر سعدی:884,85/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے''محسن کون ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ سے اچھا گمان رکھنے والا۔﴿2﴾ اس سے امید کا رشتہ رکھنے والا۔﴿3﴾ خوف کا رشتہ رکھنے والا۔﴿4﴾ طمع کا رشتہ رکھنے والا۔﴿5﴾ سب کچھ اس کو سمجھنے والا محسن ہوتا ہے۔

وَ ہُوَ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا سُقۡنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنۡزَلۡنَا بِہِ الۡمَآءَ فَاَخۡرَجۡنَا بِہٖ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ کَذٰلِکَ نُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ (57)

اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اُٹھا لیتی ہیں، ہم اُسے کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اُتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔(57)

سوال1: وَ ہُوَ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِہٖ ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ ہُوَ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِہٖ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے اور کائنات میں کسی کی شراکت کے بغیر تصرفات اور اختیارات رکھتا ہے۔﴿2﴾ بُشۡرًۢا ''خوش خبری بنا کر'' اس نے اپنی قدرت اور رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وہ ہوائیں جو پاس کی خوش خبری دیتی ہیں۔سورت روم میں فرمایا: وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ یُّرۡسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔(الروم:46) یہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کو اڑاتی ہیں۔﴿3﴾ رَحۡمَتِہٖ رحمت سے مراد باران رحمت ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھ کر اس کی مخلوق خوش ہوتی ہے۔رب العزت نے فرمایا: وَ ہُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُوۡا وَ یَنۡشُرُ رَحۡمَتَہٗ ؕ وَ ہُوَ الۡوَلِیُّ الۡحَمِیۡدُ اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔(الشوریٰ:28) بارش کے برسنے سے پہلے ہی دل خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں۔

سوال2: ہوائیں کیسے چلتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ ہوا ہر وقت چلتی ہے۔﴿2﴾ ہوا بادلوں کو اڑاتی اور دوڑاتی ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی ہواؤں کو چلاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿4﴾ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق چلتی ہیں۔﴿5﴾ ہواؤں کا کسی خاص وقت اور خاص خطہ میں چلنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔

سوال3: حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ''حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اٹھا لیتی ہیں، ہم اسے کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادلوں کو اٹھالاتی ہیں۔بعض ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں، بعض اکٹھا کرتی ہیں، اور کچھ ہوائیں ان کو بارآور کرتی ہیں۔﴿2﴾ سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ ''ہم اسے کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں'' وہ علاقہ جہاں نہ نباتات ہوتی ہے، نہ گھاس اور اس علاقے کے جانور بھی ہلاکت کے قریب ہوتے ہیں۔اور وہاں کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔﴿3﴾ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ پھر ہم بادلوں کے ذریعے زمین پر خوب پانی برساتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایک ہوا کو مسخر کرتے ہیں کہ وہ بادلوں کو پانی سے بھر دے اور دوسری ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کو بکھیر دیتی ہے۔﴿4﴾ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ بارش کے پانی سے زمین طرح طرح کے پھل پیدا کرنے کے قابل ہوجاتی ہے۔تو لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوش ہوجاتے ہیں اور خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سوال4: اسلامی تصّور حیات کے مطابق ہر واقعہ کیسے وقوع پذیر ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلامی تصّور حیات کے مطابق کوئی واقعہ آزادانہ یا اتفاقی طور پر وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ہر حرکت ہر تبدیلی اللہ کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔﴿2﴾ ہر واقعہ کی حرکت کی مقدار مقرر ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔

سوال5: یہ تصور مومن کے دل پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ دل مومن ہر حرکت سے چاک اٹھتا ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور سنت کو دیکھتا ہے۔﴿2﴾ یہ تصویر حیات مومن کے اندر جوش اور ادراک پیدا کرتی ہے۔وہ ہر حرکت میں، ہر حادثے میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور سنت کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔

سوال6: كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ''، اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت قبول کرو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کوزندہ کرتے ہیں جسے بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے زمین پر زندگی پیدا کی وہ قدرت رکھتا ہے کہ آخرت میں انسان کو دوبارہ زندہ کردے جوقدرت اورقوت یہاں مردہ وجودکوزندگی میں لےسکتا ہے وہ دوبارہ مردوں کوزندگی کیوں نہیں بخش سکتی۔﴿3﴾كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ جیسے زمین کی موت کے بعداسے زندگی عطا کرتے ہیں اسی طرح مردوں کوزمین سے نکالیں گے۔رب العزت کا فرمان ہے:وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اس میں سے وہ کھاتے ہیں۔اور ہم نے اس میں کھجوروں اوراناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کردیے۔تاکہ وہ اس کے پھلوں میں سے کھائیں، یہ سب ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تو کیا وہ شکر نہیں کرتے ؟(یس:33۔35)﴿4﴾لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کوچشم غفلت سے دیکھنے کی بجائے چشم عبرت سے ان میں غورکرنے اورتدبیر وتفکر کی ترغیب ہے۔(تفسیر سعدی:886/1)﴿4﴾وحی الٰہی کی باران رحمت سے سلیم الفطرت لوگ تو خوب پھلتے پھولتے ہین جن کے دلوں میں خبث بھرا ہوتا ہے اس باران رحمت کے بعدان کے اندر سے وہی خبث باطن میں جھاڑ جھنکار کی صورت اختیار کرکے بن باہر نکل آتا ہے اورانہیں اعتراضات اوراستہزا کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں۔(تیسیر القرآن:60/2)

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ(58)

اور پاکیزہ شہر کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جوخراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے۔اسی طرح دلائل کوہم بار بار بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جوشکر ادا کرتے ہیں۔(58)

سوال1:وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ''اور پاکیزہ شہر کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جوخراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے''اچھی زمین اور بری زمین میں فرق واضح کریں۔

جواب:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

	اچھی زمین		بُری زمین
1	نرم اور آسان ہوتی ہے۔	1	مشقت والی اور تنگ ہوتی ہے۔
2	ہدایت اور نصیحت اثر انداز ہوتی ہے۔	2	دل کے دروازے ہدایت اور نصیحت کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔
3	دل پاکیزہ ہو جاتا ہے۔	3	دل سخت ہو جاتا ہے۔
4	دل کامیاب ہو جاتا ہے۔	4	دل میں یقین کی بجائے شکوک شبہات پیدا ہوتے ہیں ۔

سوال2:وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ''ور پاکیزہ شہر کی پیداوار اُس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ ''اور پاکیزہ شہر'' جو زمین زرخیز ہوتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پودے اچھے اور نفع بخش نکلتے ہیں۔اور جو خراب ہوتی ہے جیسے کالے پتھروں والی یا بنجر زمین اس میں اچھے پودے پیدا نہیں ہوتے۔اور جو پیدا ہوتے ہیں وہ نفع بخش نہیں ہوتے ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے مومن وکافر کا حال بیان کیا ہے۔قتادہ کہتے ہیں کہ مومن قرآن کریم سن کر اسے یاد کرتا ہے اور اس کے معانی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور اس سے مستفید ہوتا ہے،اس زرخیز زمین کی مانند جس میں بارش ہونے کے بعد پودے اگتے ہیں۔لیکن کافر کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:472/1)﴿2﴾يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ''اس کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے''اس کا سبزہ اور نباتات اللہ تعالیٰ کے اذن،اس کے ارادے اور اس کی مشیت سے ظاہر ہوتی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ نہ ہو تو پھر سارے اسباب بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔(تیسیر القرآن:62/2)﴿3﴾وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ''اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے''خراب زمین سے خراب نباتات نکلتی ہیں جس میں کوئی فائدہ اور برکت نہیں ہوتی۔﴿4﴾حدیث میں آتا ہے کہ انسان کا جسم مٹی میں مل کر مٹی بن جاتا ہے صرف اس کی ریڑھ کی ہڈی کی دم جسے عجب الذنب کہتے ہیں باقی رہے گی اور یہی ہڈی بیج کا کام دے گی۔نیز حدیث میں آیا ہے کہ جب صور میں دوسری بار پھونکا جائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گاتو لوگ زمین سے اس طرح اگ آئیں گے جیسے بارش سے نباتات اگ آتی ہے یہی اس آیت کا مطلب ہے۔(تیسیر القرآن:62/2)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اچھے دل کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اچھے دل کو زرخیز مٹی اور صالح زمین سے تشبیہ دی ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے برے دل کو کس سے تشبیہ دی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے برے دل کو بے کار مٹی اور بنجر زمین سے تشبیہ دی ہے۔

سوال4:اچھی زمین سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب:جیسے اچھی زمین پھل پھول لاتی ہے ایسے ہی اچھے دل میں نیک خیالات اچھے اور پاکیزہ تصورات پیدا ہوتے ہیں اچھے دل میں انسانی ارادے اور عزائم اجاگر ہوتے ہیں جیسے مختلف زمینوں سے مختلف پیداوار اور ڈالیں

سوال5:شکر کا پودا کہاں اگ سکتا ہے؟

جواب:شکر کا پودا نصیحت قبول کرنے والے دل میں اگتا ہے۔

سوال6:كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ''اسی طرح دلائل کو ہم بار بار بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو شکر ادا کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ یعنی ہم آیات کی مختلف قسمیں اور مثالیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اعتراف کر کے شکر گزار ہوتے ہیں۔شکر گزار اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔﴿2﴾ یعنی ہم آیات کی مختلف انواع اور مثالیں ان لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اقرار کر کے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں اور ان نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔پس یہی لوگ ہیں جو ان احکام اور مطالب الٰہیہ سے مستفید ہوتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تفصیل بیان کی ہے کیونکہ وہ ان احکام الٰہیہ کو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت خیال کرتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس پہنچی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس نعمت کا محتاج سمجھتے ہوئے اسے خوشی خوشی قبول کرتے ہیں اور ان احکام میں غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

استعداد کے مطابق ان کے سامنے ان احکام کے معانی بیان کر دیتا ہے۔ یہ دلوں کے لیے ایک مثال ہے جب ان پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے یہ مادۂ حیات ہے اور بادل بارش کا مادہ ہے۔قلوب طاہرہ کے پاس جب وحی آتی ہے تو اسے قبول کرتے ہیں اور اسے سیکھتے ہیں اور اپنی فطرت کی پاکیزگی اور اپنے عنصر کی اچھائی کے مطابق نشو ونما پاتے ہیں۔قلوب خبیثہ،جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی جب ان کے پاس وحی آتی ہے تو وہ قابل قبول مقام اور محل نہیں پاتی بلکہ وہ انہیں غافل اور روگرداں یا مخالفت کرنے والے پاتی ہے۔پس اس کی مثال اس بارش کی مانند ہے جو شورزدہ زمین،ریت کے ٹیلوں اور چٹانوں پر برستی ہے تو ون پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ’’اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے، پھر سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا‘‘۔(الرعد:17/13)(تفسیر سعدی:886,87/1)﴿3﴾ سیدنا ابوموسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’جو علم وہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال بے آباد زمین میں ہونے والی بارش کی ہے جس کا کچھ حصہ قابلِ کاشت تھا اس نے پانی قبول کیا اور گھاس ونباتات اگائے اور کچھ حصہ نشیبی تھا، جہاں پانی رک گیا اور لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے فائدہ مند بنا دیا کہ اس سے خود بھی پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں۔زمین کے ایک اور حصے پر بھی بارش ہوئی جو صرف چٹیل میدان کی صورت میں تھا نہ اس نے پانی کو جمع کیا اور نہ اس نے نباتات کو اگایا تو یہ مثال ہے ایسے شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور تعلیم اور تعلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے مفید بنالیا اور ایسے شخص کی جس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا‘‘۔(صحیح بخاری:5953)

سوال1: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ’’اور پاکیزہ شہر کی پیداوار اُس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے‘‘ اچھی زمین اور بری زمین میں فرق واضح کریں۔

جواب:

	اچھی زمین		بُری زمین
1	نرم اور آسان ہوتی ہے۔	1	مشقت والی اور تنگ ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2	ہدایت اور نصیحت اثر انداز ہوتی ہے۔	2	دل کے دروازے ہدایت اور نصیحت کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔
3	دل پاکیزہ ہو جاتا ہے۔	3	دل سخت ہو جاتا ہے۔
4	دل کامیاب ہو جاتا ہے۔	4	دل میں یقین کی بجائے شکوک شبہات پیدا ہوتے ہیں ۔

سوال 2: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ''ور پاکیزہ شہر کی پیداوار اُس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ ''اور پاکیزہ شہر'' جو زمین زرخیز ہوتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پودے اچھے اور نفع بخش نکلتے ہیں۔ اور جو خراب ہوتی ہے جیسے کالے پتھروں والی یا بنجر زمین اس میں اچھے پودے پیدا نہیں ہوتے۔ اور جو پیدا ہوتے ہیں وہ نفع بخش نہیں ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے مومن و کافر کا حال بیان کیا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ مومن قرآن کریم سن کر اسے یاد کرتا ہے اور اس کے معانی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور اس سے مستفید ہوتا ہے، اس زرخیز زمین کی مانند جس میں بارش ہونے کے بعد پودے اگتے ہیں۔ لیکن کافر کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 472/1) ﴿2﴾ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ''اس کی پیداوار اُس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے'' اس کا سبزہ اور نباتات اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے ارادے اور اس کی مشیت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ نہ ہو تو پھر سارے اسباب بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ (تیسیر القرآن: 62/2) ﴿3﴾ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ''اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے'' خراب زمین سے خراب نباتات نکلتی ہیں جس میں کوئی فائدہ اور برکت نہیں ہوتی۔ ﴿4﴾ حدیث میں آتا ہے کہ انسان کا جسم مٹی میں مل کر مٹی بن جاتا ہے صرف اس کی ریڑھ کی ہڈی کی دم جسے عجب الذنب کہتے ہیں باقی رہے گی اور یہی ہڈی بیج کا کام دے گی۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ جب صور میں دوسری بار پھونکا جائے گا تو لوگ زمین سے اس طرح اگ آئیں گے جیسے بارش سے بناتا اگ آتی ہے یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ (تیسیر القرآن: 62/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اچھے دل کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اچھے دل کو زرخیز مٹی اور صالح زمین سے تشبیہ دی ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے برے دل کو کس سے تشبیہ دی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے برے دل کو بے کار مٹی اور بنجر زمین سے تشبیہ دی ہے۔

سوال5:اچھی زمین سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: جیسے اچھی زمین پھل پھول لاتی ہے ایسے ہی اچھے دل میں نیک خیالات اچھے اور پاکیزہ تصورات پیدا ہوتے ہیں اچھے دل میں انسانی ارادے اور عزائم اجاگر ہوتے ہیں جیسے مختلف زمینوں سے مختلف پیداوار اور ڈالیں

سوال6:شکر کا پودا کہاں اگ سکتا ہے؟

جواب:شکر کا پودا نصیحت قبول کرنے والے دل میں اگتا ہے۔

سوال7: كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ''اسی طرح دلائل کو ہم بار بار بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو شکر ادا کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ یعنی ہم آیات کی مختلف قسمیں اور مثالیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اعتراف کر کے شکر گزار ہوتے ہیں۔شکر گزار اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔﴿2﴾ یعنی ہم آیات کی مختلف انواع اور مثالیں ان لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اقرار کر کے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں اور ان نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔پس یہی لوگ ہیں جو ان احکام اور مطالب الٰہیہ سے مستفید ہوتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تفصیل بیان کی ہے کیونکہ وہ ان احکام الٰہیہ کو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت خیال کرتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس پہنچی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس نعمت کا محتاج سمجھتے ہوئے اسے خوشی خوشی قبول کرتے ہیں اور ان احکام میں غور وفکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی استعداد کے مطابق ان کے سامنے ان احکام کے معانی بیان کر دیتا ہے۔یہ دلوں کے لیے ایک مثال ہے جب ان پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے یہ مادۂ حیات ہے اور بادل بارش کا مادہ ہے۔قلوب طاہرہ کے پاس جب وحی آتی ہے تو اسے قبول کرتے ہیں اور اسے سیکھتے ہیں اور اپنی فطرت کی پاکیزگی اور اپنے عنصر کی اچھائی کے مطابق نشو ونما پاتے ہیں۔قلوب خبیثہ،جن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی جب ان کے پاس وحی آتی ہے تو وہ قابل قبول مقام اور محل نہیں پاتی بلکہ وہ انہیں غافل اور روگرداں یا مخالفت کرنے والے پاتی ہے۔پس اس کی مثال اس بارش کی مانند ہے جو شورزدہ زمین، ریت کے ٹیلوں اور چٹانوں پر برستی ہے تو ون پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے، پھر سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا''۔(الرعد:17/13)(تفسیر سعدی:886,87/1)﴿3﴾ سیدنا ابوموسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو علم وہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال بے آباد زمین میں ہونے والی بارش کی ہے جس کا کچھ حصہ قابلِ کاشت تھا اس نے پانی قبول کیا اور گھاس ونباتات اگائے اور کچھ حصہ نشیبی تھا، جہاں پانی رک گیا اور لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے فائدہ مند بنا دیا کہ اس سے خود بھی پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں۔زمین کے ایک اور حصے پر بھی بارش ہوئی جو صرف چٹیل میدان کی صورت میں تھا نہ اس نے پانی کو جمع کیا اور نہ اس نے نباتات کو اگایا تو یہ مثال ہے ایسے شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور تعلیم اور تعلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے مفید بنالیا اور ایسے شخص کی جس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا''۔(صحیح بخاری:5953)

رکوع نمبر:15

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ(59)

بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''(59)

سوال1: سورۃ الاعراف میں توحید کے دلائل ہیں اس رکوع سے آگے مسلسل توحید کے واقعات بیان کیے گئے ہیں اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: توحید کے دلائل کے ساتھ یہ جاننے کی بھی ضرورت ہے کہ ماضی میں جب انبیاء نے توحید کی دعوت دی تو ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امتوں نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اللہ تعالیٰ نے اہل توحید کی کیسے مدد فرمائی؟ اور انبیاء ومرسلین سے دشمنی رکھنے والوں کو کیسے ہلاک کر دیا؟ اور سب سے بڑھ کر یہ یقین کہ سارے انبیاء کی دعوت ایک تھی توحید کی دعوت۔

سوال 2: لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں آدم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ ان کے پردادا سیدنا ادریس علیہ السلام تھے۔ (ابن اسحاق) ﴿2﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا'' نوح علیہ السلام چونکہ سب سے پہلے نبی مرسل تھے جو مشرک قوم کی طرف بھیجے گئے جیسا کہ حدیث شفاعۃ الکبری اور بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انہی کا قصہ بیان فرمایا ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آدم سے لے کر دس قرن ایسے گزرے ہیں کہ بنی آدم توحید پر قائم ہیں اور نوح علیہ السلام کی قوم سب سے پہلی قوم ہے جس نے اپنے بعض نیک لوگوں کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ان کے مجسمے بنائے اور پھر ان کی پوجا کرنے لگی ان مجسموں کے نام سورہ نوح میں مذکور ہیں قوم نوح ملک عراق میں آباد تھی جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مولد ہے نوح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً 3800 ق م تا 2850 ق م ہے۔ (ابن کثیر، ابوالفداء) ﴿3﴾ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا جب کہ قوم بت پرست تھی، نوح علیہ السلام نے اکیلے ہی انہیں توحید کی دعوت دی۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ کا قصہ بیان کیا ہے کہ آپ کی قوم نے کیا کچھ کیا اور اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں پر طوفان کا کیسا عذاب بھیجا۔ پھر آپ کو اور کشتی والوں کو کس طرح نجات دی؟ اس طرح متعدد سورتوں میں آپ کا ذکر کیا اور پھر آخر میں پوری ''سورۃ نوح'' آپ کے نام سے نازل کر دی۔

سوال 3: فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' نوح علیہ السلام کی دعوت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَقَالَ سیدنا نوح علیہ السلام نے فرمایا ﴿2﴾ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ اے میری قوم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس لیے کہ عبادت صرف اسی کے لیے ہے۔ اس لیے عاجزی سے اس کی اطاعت کرو اور اس کے آگے گڑگڑاؤ کیونکہ اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور تصرف ہے اور کسی معاملے میں اسے کوئی اختیار نہیں۔ (جامع البیان: 220/8) ﴿3﴾ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کیونکہ حقیقی معبود تو وہی ہے جو خالق ہے، رازق ہے، سارے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، زندگی دیتا ہے، موت دیتا ہے، عطا کرتا ہے، روک لیتا ہے، نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ پھر یہ معبود کہاں معبود ہیں جنہیں تم ہاتھوں سے تراشتے ہو، گھروں میں رکھتے ہو، اندھے ہیں دیکھتے نہیں، بہرے ہیں سنتے نہیں، گونگے ہیں بولتے نہیں، پھر ان کا الہ نام رکھ لینا کیسے صحیح ہے؟ اور تم ان کی عبادت کرتے ہو۔ (ایسر التفاسیر:458)

سوال4: اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ''یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کیسے نصیحت کی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو برے انجام سے ڈرایا۔ ﴿2﴾ انہوں نے ایسے نصیحت کی جیسے مشفق بھائی بھائی کو کرتا ہے۔ ﴿3﴾ انہوں نے ایسے نصیحت کی جیسے خاندان کا سربراہ اپنی قوم اور خاندان والوں کو کرتا ہے۔ ﴿4﴾ انہوں نے کہا کہ اگر تم نے مجھے جھٹلایا تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ ﴿5﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قدیم ترین دین نوح میں بھی آخرت کا عقیدہ اپنی مکمل شکل میں موجود تھا۔

قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ (60)

اس کی قوم میں سے سرداروں نے جواب دیا: ''بلاشبہ ہم آپ کو یقیناً کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔'' (60)

سوال 1: قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ''اس کی قوم میں سے سرداروں نے جواب دیا: بلاشبہ ہم آپ کو یقیناً کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے کیا جواب دیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِہٖ قوم کے سرداروں نے بدترین جواب دیا کہ تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔ ﴿2﴾ دولت مند راہ نما اور سردار حق کے سامنے ہمیشہ تکبر کرتے رہے ہیں۔ ﴿3﴾ معاشرے میں جو لوگ عزت کے مقام پر فائز رہے انہوں نے انبیاء ومرسلین کی اطاعت نہیں کی۔ ﴿4﴾ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ''بلاشبہ ہم آپ کو یقیناً کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں'' انہوں نے اسی پر بس نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے کہ انہوں نے انبیاء ورسل کی اطاعت نہیں کی بلکہ وہ جناب نوح علیہ السلام سے تکبر کے ساتھ پیش آئے اور ان کی عیب چینی کی اور ان کو گمراہی سے منسوب کیا پھر انہوں نے آں جناب کو مجرد گمراہ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ایسی گمراہی سے منسوب کیا جو ہر ایک پر واضح ہوتی ہے۔ یہ انکار حق اور عناد کی بدترین قسم ہے جو کمزور لوگوں میں عقل وفہم نہیں چھوڑتی یہ وصف تو قوم نوح پر منطبق ہوتا ہے جو بتوں کو خدا مانتے ہیں، جن کو انہوں نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خود اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو تراش کر بنایا ہے۔ جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان کے کسی کام آسکتے ہیں۔ انہوں نے ان خداؤں کو وہی مقام دے دیا جو اس کائنات کو پیدا کرنے والے کا مقام ہے اور ان کے تقرب کے حصول کی خاطر مختلف عبادات ان کے لیے مقرر کر دیں۔ اگر ان کا ذہن نہ ہوتا جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوتی ہے تو ان کے بارے میں یہی فیصلہ ہوتا کہ فاتر العقل لوگ ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں بلکہ ان سے زیادہ عقلمند ہیں۔ (تفسیر سعدی:888/1)

سوال 2: انسان دوسروں کو گمراہ کب سمجھتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جب خود گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو اسے وہ لوگ گمراہ لگتے ہیں جو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿2﴾ جب کوئی تکبر میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے اپنے مقابلے میں کسی کی بات ماننا توہین لگتی ہے اس لیے وہ ناحق کو بھی حق سمجھتا ہے اور دوسروں کو گمراہ سمجھتا ہے۔

سوال 3: آج کے دور میں کن لوگوں کو گمراہ سمجھا جاتا ہے؟

جواب: آج کے دور میں جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ہدایت لیتے ہیں انہیں لوگ گمراہ کہتے ہیں۔

سوال 4: آج کے دور میں ہدایت یافتہ اور ترقی یافتہ کسے سمجھا جاتا ہے؟

جواب: آج کے دور میں ہدایت یافتہ اور ترقی یافتہ انہیں سمجھا جاتا ہے جن کی ترجیحات کھیل کود، کھانے پینے، بننے سنورنے، مختلف مشاغل سے آگے نہیں بڑھتیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو باطل تہذیب کے مکروہ ماحول میں آلودہ کر لیتے ہیں لوگ انہیں ہدایت یافتہ یا ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (61)

نوح نے کہا: ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ (61)

سوال 1: قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ ''نوح نے کہا: ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے'' نوح علیہ السلام نے قوم کے گمراہ قرار دینے پر انہیں کیا یقین دلایا؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا نوح علیہ السلام نے یقین دلایا کہ وہ گمراہ نہیں ہیں۔ میں تمہیں جو بات بھی کہتا ہوں اسے کہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خالص توحید اور سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اس ایک کی اطاعت کا۔ (جامع البیان:221/8)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿2﴾لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے۔سیدنا نوح علیہ السلام کا یہ قول حسن ادب میں مبالغہ ہے۔اور اپنی قوم کے ساتھ سختی سے گریز ہے۔یہ ان کی کشادہ دلی ہے اور یہ اخلاق نبوت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔(تفسیر الثعالبی:43/3)

سوال2:وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' بلکہ میں جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی میں تو اپنے اور تمہارے اور جہانوں کے رب کا رسول ہوں اور یہ اس کی ربوبیت ہے کہ اس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ میں صحیح عقائد،اخلاق حسنہ اور اعمال صالح کی تعلیم دیتا ہوں اور ان چیزوں سے روکتا ہوں جو ان کے برخلاف ہیں۔﴿2﴾سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں،اس کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور خیر خواہ ہوں۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(62)

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔(62)

سوال1:اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ '' میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں''یعنی مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں تمہیں توحید کی دعوت دوں اور یوم آخرت،وحی،رسالت،ملائکہ،جنت،دوزخ اور آداب ،مواعظ اور عبادات ومعاملات میں سے عام احکامات کو پہنچادوں۔(تفسیر رمراغی:333/3)﴿2﴾وَ اَنْصَحُ لَكُمْ '' اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں''میں اپنی ذمہ داری خیر خواہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا کر ادا کرتا ہوں۔میں تمہارے لیے خیر کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔(ایسر التفاسیر:457)

سوال2:سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ کیسے خیر خواہی کی؟

جواب:سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کی مخالفت کے باوجود انہیں حق کا پیغام پہنچایا۔

سوال3:وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ '' اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو''سیدنا نوح علیہ السلام وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کون سا علم رکھتے تھے جنھیں دوسرے نہیں جانتے؟

جواب:﴿1﴾ نوح علیہ السلام وحی کا علم رکھتے تھے جو انسانوں کی راہ نمائی کے لیے آیا ہے، جسے دوسرے لوگ نہیں جانتے تھے۔ ﴿2﴾ نوح علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب مجرموں سے ٹالا نہیں جاتا۔(جامع البیان:822)﴿3﴾ میں اس علم کی بنیاد پر ہوں جو میرے رب کی عظمت، اس کے عظیم اقتدار، اس کے جلال و جمال اور جو کچھ اس کی جانب سے رحمت اور احسان ہے۔ اور جو کچھ اس کے پاس عبرت ناک سزائیں اور عذاب ہیں، جسے تم نہیں جانتے لہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں تمہاری اجل کو پہنچا دے گا اور تمہارے فنا کرنے میں جلدی نہیں کرے گا۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(63)

اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت تم میں سے ایک آدمی پر آئی ہے کہ وہ تمہیں خبردار کر دے تا کہ تم بچ جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''(63)

سوال1: رسولوں کا مشن کیا ہوتا ہے؟

جواب: رسولوں کا مشن یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کو ڈرایا جائے ان کے دل دہلائے جائیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھیں اور پھر ان پر رحم کیا جائے

سوال2: اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ'' اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم میں سے ایک آدمی پر نصیحت آئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اَوَعَجِبْتُمْ کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت آئی ہے؟﴿2﴾ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ تم ایسی بات پر تعجب کر رہے ہو جس پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک آدمی کے ذریعے سے جس کی سچائی اور حالات سے تم آگاہ ہو، تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے؟ اس احسان پر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور نصیحت قبول کرنی چاہیے۔

سوال3: لوگ رسالت پر تعجب کیوں کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ لوگوں کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ جو انسان دیکھنے میں ان جیسا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے کیوں چنا گیا؟﴿2﴾ لوگوں کو رسول معمولی آدمی دکھائی دیتا ہے۔﴿3﴾ رسول بزرگوں کے دین پر نہیں چلتا تو یہ چیز بھی تعجب کا باعث بنتی ہے۔

سوال4: لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ'' کہ وہ تمہیں خبردار کردے تا کہ تم بچ جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' رسول کیوں بھیجے جاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا یعنی رسول تو اس لیے آیا ہے کہ تمہیں ڈرائے تا کہ تم تقوی اختیار کرو اور نجات پاؤ۔﴿2﴾ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ'' تا کہ تم بچ جاؤ'' اور رسول تو اس لیے آیا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نواہی سے بچ جاؤ۔ اور اس سے ثواب کی امید کے ساتھ ایسے عمل کرو جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ(64)

پھر انہوں نے اسے جھٹلا دیا، تو ہم نے اُس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو ہم نے ڈبو دیا، یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔(64)

سوال1: فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ'' پھر انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ہم نے اُس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَكَذَّبُوْهُ'' پھر انہوں نے اسے جھٹلا دیا'' قوم نوح نے حقائق سے اپنی آنکھیں بند کرلیں، غلط رخ سے سوچا۔ انہیں نوح علیہ السلام میں اپنے سے سے بڑھ کر کوئی خصوصیت نظر نہ آئی انہوں نے پیغامِ نصیحت قبول نہ کیا اسے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈبو دیا۔﴿2﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ'' تو ہم نے اس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بچالیا جو کشتی میں نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا تھا اور انہیں وحی کی تھی کہ تمام حیوانات میں سے ایک ایک جوڑا لے لیں۔ اور اپنے گھر والوں اور اپنے ساتھی ایمان والوں کو کشتی میں سوار کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کشتی کے ذریعے نجات دی۔

سوال2: سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کو کیوں جھٹلایا؟

جواب:﴿1﴾ یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول کرنے کی بجائے اندھے رہنے کو پسند کیا۔﴿2﴾ قوم نوح علیہ السلام نے حق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کو پہچان لیا انہیں ایسی نشانیاں دکھائی گئی تھیں کہ وہ ایمان لے آتے۔مگر انہوں نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں غرق کر دیا۔﴿3﴾ایک مقام پر ڈوبنے کی کیفیت کو بیان کیا ہے جس کو یہاں بیان نہیں کیا گیا۔رب العزت کا فرمان ہے:وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا پھر انہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے۔(العنکبوت:14)﴿4﴾فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا۔(القمر:11)

سوال3:وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ’’اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو ہم نے ڈبو دیا‘‘نوح علیہ السلام کی قوم کیوں ڈبو دی گئی؟

جواب:﴿1﴾انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔﴿2﴾انہوں نے خلوص بھری نصیحت اور حقیقی خطرے کی آگاہی کو قبول نہیں کیا۔

سوال4:اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ’’یقیناً وہ اندھے لوگ تھے‘‘نوح کی قوم پر آخری تبصرہ کیا کیا گیا؟

جواب:نوح علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے آخری تبصرہ کیا کہ اندھے لوگ تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اندھے تھے۔

رکوع نمبر16

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ(65)

اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا،اس نے کہا:’’اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم نہیں ڈرتے؟‘‘(65)

سوال1:وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ’’اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا‘‘عاد کون تھے؟اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام کو کب ان کی طرف بھیجا؟

جواب:﴿1﴾عاد ایک شخص تھا جو نوح علیہ السلام کی پانچویں پشت میں سے تھا اسی کے نام پر اس کی نسل قوم عاد کے نام سے مشہور ہوگئی۔(انوار البیان:2/381,382)﴿2﴾طوفان نوح کے بعد بھی ایک مدت تک سیدنا نوح علیہ السلام زندہ رہے اس طوفان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے تقریباً چھ سو سال بعد سیدنا ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف بھیجا گیا یہ سام کی اولاد میں سے تھے جو عاد عرب کی قدیم ترین قوم تھی، جس کے افسانے عرب میں زبان زد عام تھے اس قوم کو قوم عاد اولیٰ بھی کہا جاتا ہے اس کی شان وشوکت بھی ضرب المثل تھی اور دنیا سے اس کا نام مٹ جانا بھی ضرب المثل بن گیا تھا۔ اسی شہرت کی وجہ سے عربی زبان میں ہر قدیم چیز کے لیے عادی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ آثار قدیمہ کو عادیات کہتے ہیں اور جس زمین کے مالک باقی نہ رہے ہوں یا مدت سے بنجر پڑی ہو اسے عادی الارض کہا جاتا ہے۔ اس قوم کا اصل مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو حجاز، یمن اور یمامہ کے درمیان الربع الخالی کے جنوب مغرب میں واقع ہے یہیں سے پھیل کر ان لوگوں نے یمن کے مغربی سواحل اور یمن اور حضر موت سے عراق تک اپنی طاقت کا سکہ رواں کر دیا تھا۔ (تیسیر القرآن:65/2)﴿3﴾ رب العزت نے قوم عاد کے بارے میں فرمایا: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ عاد ارم جو ستونوں والے تھے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔ (الفجر:6-8)﴿4﴾ ہود علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے تھے اور شرک سے روکتے تھے۔

سوال 2: ہود علیہ السلام کی دعوت کیا تھی؟

جواب: ہود علیہ السلام کی دعوت کے حوالے سے تین بنیادی چیزیں ہمیں ملتی ہیں ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں یعنی غیر اللہ کی عبادت نہ کرو، شرک چھوڑ دو۔ ﴿3﴾ کیا تم ڈرتے نہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کا تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت ہے۔

سوال 3: قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ''اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم نہیں ڈرتے'' کی وضاحت کریں؟

﴿1﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک نہ کرو۔ ﴿2﴾ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اس ایک کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی معبود ہے۔ اس کے ماسوا جتنے معبود ہیں باطل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے اور وہ رزق نہیں دیتے اور وہ زندگی کے لیے تدبیر کرتا ہے جب کہ وہ تدبیر نہیں کرتے۔ نہ وہ نفع کے مالک ہیں، نہ نقصان کے، اور نہ موت کے اور نہ حیات کے اور جی اٹھنے کے بعد پھر کیسے وہ الٰہ ہو سکتے ہیں؟ (ایسر التفاسیر:459)﴿3﴾ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے معبود بناتے ہوئے تمہیں ڈر نہیں لگتا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (66)

اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''بلاشبہ ہم تجھے یقیناً بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور بلاشبہ ہم تجھے یقیناً جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں۔'' (66)

سوال 1: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ''اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''بلاشبہ ہم تجھے یقیناً بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور بلاشبہ ہم تجھے یقیناً جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں'' قوم ہود علیہ السلام کے سرداروں نے کیا جواب دیا؟

جواب: ﴿1﴾ قوم کے سرداروں نے ہود علیہ السلام کی دعوت کا جواب دیتے ہوئے کہا (الف) ہم تمہیں بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ (ب) ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ ﴿2﴾ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ ''بلاشبہ ہم تجھے یقیناً بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں'' سفاہت عقل کی کمی، قلت ادراک اور قلت حلم کو کہتے ہیں۔ یعنی ہم تمہیں احمق، غصے والا، اور زندگی کے معاملات میں عدم بصیرت رکھنے والا سمجھتے ہیں۔ تم نے قوم کے معبودوں میں عیب لگائے ہیں اور انہیں بے عقل قرار دیا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 459)

﴿3﴾ قوم ہود نے اپنے نبی کی مذمت کی۔ وہ خود بے وقوف اور جھوٹے تھے۔ انہوں نے ہود علیہ السلام پر یہ الزام لگائے کہ ان کے نزدیک شرک کو چھوڑنے کی دعوت پاگل پن ہے۔ اس شخص سے بڑھ کر بے وقوف کون ہوسکتا ہے جو حق کو ٹھکرا دیتا ہے اور راہ نمائی کرنے والے خیر خواہوں کے سامنے اکڑتا اور تکبر کرتا ہے۔ احمق تو وہ ہے جو شیاطین کی اطاعت کرتا ہے۔ اور غیر اللہ کی یعنی پتھروں، درختوں وغیرہ کی عبادت کرتا ہے۔ ﴿4﴾ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ قوم ہود نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا کیا حالانکہ وہ توحید کی دعوت دیتے تھے۔ اس سے بڑا جھوٹا کون ہوسکتا ہے جو اپنے رب کو جھوٹا قرار دے۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (67)

ہود نے جواب دیا: ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں تو جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ (67)

سوال 1: قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''ہود نے جواب دیا: ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں تو جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں'' ہود علیہ السلام نے ان الزامات کی نفی کیسے کی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾''ہود نے جواب دیا:''اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں تو جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں''ہود نے سچائی اور سنجیدگی کے ساتھ بے وقوفی اور گمراہی کی نفی کی اور کہا میں بے عقل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ،ہدایت یافتہ ہوں اور ہدایت دینے کے لیے آیا ہوں۔﴿2﴾وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں جہانوں کے خالق، مالک، رازق اور پروردگار کی جانب سے رسول ہوں اور تمہیں اسی کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ(68)

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے امانت دار، خیر خواہ ہوں۔(68)

سوال1:اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ''میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے امانت دار، خیر خواہ ہوں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ہود نے واضح کیا کہ ان کے پیغام کا سرچشمہ کیا ہے اور یہ کہ ان کے مقاصد کیا ہیں؟﴿2﴾ہود علیہ السلام نے یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ امانت دار اور خیر خواہ ہیں۔لہذا تم میری رسالت کو تسلیم کر کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔﴿3﴾سیدنا ہود علیہ السلام نے واضح کیا کہ نہ میں تم سے خیانت کر رہا ہوں نہ دھوکا دے رہا ہوں اور نہ میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(69)

اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نصیحت تم ہی میں سے ایک شخص پر آ گئی ہے تا کہ وہ تمہیں خبردار کرے؟''اور یاد کرو جب اُس نے قومِ نوح کے بعد تمہیں جانشین بنایا اور اُس نے تمہیں قد و قامت میں زیادہ پھیلایا، سو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔(69)

سوال1:اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ''اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نصیحت تم ہی میں سے ایک شخص پر آ گئی ہے تا کہ وہ تمہیں خبردار کرے؟''پیغمبروں کے متعلق لوگوں کو ہمیشہ یہ تعجب کیوں ہوتا ہے کہ ہمارے جیسا انسان کیسے خبردار کر سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اَوَعَجِبْتُمْ یعنی تمہیں ایسے معاملے میں تعجب ہوا ہے جس میں تعجب نہیں ہونا چاہیے۔﴿2﴾اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رَبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ کہ تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک آدمی کے ذریعے سے جس کی سچائی اور حالات سے تم آگاہ ہو،تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے؟اس احسان پر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور نصیحت قبول کرنی چاہیے۔یعنی رسول تو اس لیے آیا ہے کہ تمہیں ڈرائے تا کہ تم تقوی اختیار کرو اور نجات پاؤ۔

سوال2:وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً'' اور یاد کرو جب اُس نے قومِ نوح کے بعد تمہیں جانشین بنایا اور اُس نے تمہیں قد وقامت میں زیادہ پھیلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تم یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں اقتدار دیا اور تمہیں ہلاک ہونے والی قوموں کا جانشین بنایا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو جھٹلانے والی قوم نوح کو ہلاک کر دیا اور تمہیں باقی رکھا اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرو اور اس کی حمد بیان کرو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہیں باقی رکھا ہے تا کہ وہ تمہیں دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔﴿4﴾وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً'' اور اس نے تمہیں قد وقامت میں زیادہ پھیلایا'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوت عطا کی،مضبوط جسم اور سخت پکڑ عطا کی تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد رکھو اور رسولوں کو جھٹلانے سے بچو۔

سوال3:پیغمبروں کی دعوت کی بنیاد کیا رہی ہے؟

جواب:پیغمبروں کی دعوت کی بنیاد یاد دہانی رہی ہے۔انہوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد دلائے پیغمبروں نے ہمیشہ اس بات سے ڈرایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد نہ رکھا تو اس کی پکڑ میں آجاؤ گے۔

سوال4:کیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھنے سے ہی انسان کامیاب ہوسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں وہی پاسکتا ہے جو دنیا میں نعمتوں کا اعتراف کرتا ہے۔﴿2﴾ جنت پہنچنے والا ہی کامیاب ہے اور جنت وہی پائے گا جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کو پالیا یہ پہچان ہی جنت کی قیمت ہے یہی کامیابی کی کلید ہے

سوال5:فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ'' سو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہود علیہ السلام نے انعامات اس لئے یاد دلائے کہ ان پر شکر ادا کیا جائے۔﴿2﴾ شکر ادا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انعامات کے اسباب کو قائم رکھا جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' تا کہ تم کامیاب ہوجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تا کہ تم آخرت میں اللہ تعالیٰ کی آگ سے نجات پاؤاوردنیامیں ہلاکت سے۔(ایسرالتفاسیر:459)﴿2﴾ ہودعلیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی،اپنے اوصاف بیان کیے کہ وہ ان کے لیے امانت داراور خیرخواہ ہیں۔انہیں اس بات سے ڈرایا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں نہ آجاؤ اور اللہ تعالیٰ کے احسانات یاددلائے تا کہ وہ ان پرشکرادا کریں،اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اورفلاح پائیں۔

جواب:قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ(70)

انہوں نے کہا:'' کیا تو ہمارے پاس آیاہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اوران کوچھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟ تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہواگرتم سچے لوگوں میں سے ہو۔''(70)

سوال1:قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا '' اُنہوں نے کہا:'' کیا تو ہمارے پاس آیاہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اوران کوچھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟'' قوم عادکوایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت پرحیرت کیوں ہوئی؟

جواب:﴿1﴾ قوم عادنے یہ محسوس کیا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے آباؤاجداد کے معبودچھوٹ جائیں گے۔﴿2﴾ قوم عادنے یہ محسوس کیا کہ ان کی عادات اوررسومات چھوٹ جائیں گی اس لئے انہوں نے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت پرحیرت کا اظہارکیا۔﴿3﴾ قوم ہودعلیہ السلام نے اپنامذہب پیش کیا کہ وہ آباء کے پیچھے چلیں گے یعنی آباءپرستی ہی اختیارکریں گے حالانکہ ان کے آباءاجدادمشرک اورگمراہ تھے۔

سوال2: آباؤاجداد کی تقلیداورعادات ورسومات کی پابندی انسان کوکیوں عزیز ہوجاتی ہے؟

جواب:جوچیز باپ دادا سے چلی آرہی ہووہ تاریخی اہمیت حاصل کرجاتی ہے ۔طویل روایات میں ماضی کا تقدس شامل ہوجاتا ہے تولوگوں کی نظروں میں ان کا مقام بڑاہوجاتا ہے اوراس کے مقابلے میں نئی دعوت ہلکی دکھائی دیتی ہے۔یہ اعتمادہوتا ہے کہ باپ دادا کی عظمتوں کے وارث ہیں توکوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔کسی شخص کے ساتھ کوئی اچھانام لگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتا ہے تو لوگ ان شخصیات کو غیر معمولی سمجھ لیتے ہیں۔لوگ ان شخصیات سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور اس میں پختہ ہو جاتے ہیں حتی کہ یہ عقیدت ان کی عادت بن جاتی ہے اور وہ اس کے خلاف کچھ سوچ نہیں سکتے۔اس لئے اس عقیدت کی پابندی انہیں عزیز ہو جاتی ہے۔

سوال3: آباؤاجداد کی تقلید اور عادات ورسومات کی پابندی انسان پر علم اور معرفت کے دروازے کیسے بند کر دیتی ہے؟

جواب: جو لوگ روایات اور موجودہ حالات کو عزیز رکھتے ہیں وہ ان کے غلام بن جاتے ہیں۔روایات، عادات اور رسومات کی غلامی انسان کے دل ودماغ کو اپنا قیدی بنالیتی ہے۔اس طرح لوگ خود کو رائے کی آزادی اور عقیدے کی آزادی کے حق سے محروم کر لیتے ہیں۔یہ قید علم اور معرفت کے دروازے بند کر دیتی ہے۔

سوال4: فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ''تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قوم ہود نے عذاب کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا لے آؤ اگر تم سچے ہو۔﴿2﴾ قتادہ نے کہا مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سے مراد ہے نیت اور عمل میں سچے ہو۔(ابن ابی حاتم)

سوال5: عذاب کا مطالبہ کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ڈھیٹ ہو چکے ہیں۔﴿2﴾ لوگ آہستہ آہستہ بے حس ہو چکے ہیں۔﴿3﴾ بے حسی کی وجہ سے نصیحت قبول کرنے کے قابل نہیں۔﴿4﴾ اب حالت یہ ہے کہ حق سے بھاگنے کے لئے خودکشی کرنے پر تیار ہیں اور عذاب کو جلدی دیکھنا چاہتے ہیں۔﴿5﴾ وہ اپنے حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھی تیار نہیں کہ وہ کس جہالت کے غلام ہیں۔﴿6﴾ اپنے خیر خواہ اور امانت دار نبی سے عذاب کا مطالبہ یہ ثابت کرتا ہے کہ لوگ حماقت اور جہالت کے قیدی ہیں۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (71)

ہود نے کہا: ''یقیناً تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب واقع ہو چکا کیا تم مجھ سے اُن ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں؟ جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اُتاری؟ تو انتظار کرو، یقیناً میں بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔''(71)

سوال1:قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ''ہود نے کہا:''یقیناً تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب واقع ہو چکا''عذاب کے مطالبے پر ہود علیہ السلام نے کیا جواب دیا؟

جواب:﴿1﴾ہود علیہ السلام نے کہا تم پر تمہارے رب کی طرف سے ناپاکی اور غصہ واقع ہو چکا ہے۔یعنی اس کا عذاب اور غضب واقع ہو چکا ہے کیونکہ ہلاکت کے اسباب وجود میں آ گئے ہیں۔اب تو وقت قریب ہی ہے۔﴿2﴾ کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری۔﴿3﴾ انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

سوال2:اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ '' کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں؟جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری؟''اللہ تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرائے جانے والے شریکوں کو بے حقیقت ثابت کرنے کے لئے ہود علیہ السلام نے کیا دلیل دی؟

جواب:ہود علیہ السلام نے کہا:﴿1﴾ناموں کی کوئی حقیقت نہیں۔﴿2﴾نام تو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سند نازل نہیں ہوئی۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی اجازت نہیں دی۔﴿5﴾تم ایسے معاملات میں مجھ سے جھگڑا کرتے ہو جن کی کوئی حقیقت نہیں۔﴿6﴾مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ''جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری''اگر بت حقیقی معبود ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی تائید ہوتی کیونکہ وہ خالق ہے،مالک ہے،تصرف کرتا ہے،اس کے فیصلے نافذ ہوتے ہیں۔

سوال3:مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ''جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری؟''کے الفاظ کس حیثیت کا اظہار کر رہے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ہر وہ فکر،تصور،رواج،قانون جس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی برہان نہ ہو وہ زائل ہونے والا،کالعدم ہونے والا ہے۔﴿2﴾انسانی فطرت ایسی چیز کو ہلکا سمجھتی ہے۔﴿3﴾جب کوئی دلیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے تو وہ بھاری اور نافذ العمل ہوتی ہے۔

سوال4:ہود علیہ السلام نے عذاب کے مطالبے پر اطمینان سے یہ جواب کیسے دے لیا کہ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ''تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''؟

جواب:﴿1﴾ جولوگ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں انہیں باطل کے بے وزن اور ہلکے ہونے پر یقین ہوتا ہے۔﴿2﴾ دعوت دینے والے کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی قوت ہے اس لئے وہ دوسروں کو انتظار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔﴿3﴾ ہود علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا: اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو جو تم پر ٹوٹنے کے لیے تیار ہے۔ انتظار کی دونوں اقسام میں فرق ہے ایک انتظار اس شخص کا انتظار ہے جو عذاب کے واقع ہونے سے ڈرتا ہے دوسرا انتظار اس شخص کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد اور ثواب کا امیدوار ہے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ(72)

چنانچہ ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ہم نے اُن لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔(72)

سوال1: فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا'' چنانچہ ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو اپنی رحمت سے نجات دے دی اور ان لوگوں کو بھی جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایمان کو ایسا سبب بنایا جس کے ذریعے وہ رحمت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انہیں نجات عطا کر دی۔(تفسیر سعدی:893/1)

سوال2: وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ'' اور ہم نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا'' اور ہم نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے'' اس لیے ہلاک کر دے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے نہ تھے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ تو ہم نے ان پر چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا بھیج دی تا کہ ہم ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب چکھا دیں اور یقیناً آخرت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا عذاب اس سے زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدنہیں کی جائے گی۔(حم السجدہ:16)﴿3﴾رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تندو تیز ہوا بھی دی۔وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے ہوں۔ (القمر:19,20)﴿4﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تندو تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو؟(الحاقۃ:6،8)﴿5﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۲﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ اور عاد میں بھی (ایک نشانی ہے)۔جب ان پر ہم نے ایک بے برکت ہوا بھیجی۔کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی۔(الذاریات:41,42)﴿6﴾سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب آسمان میں کوئی بادل دیکھتے تھے تو آپ کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کبھی اندر جاتے اور کبھی باہر آتے جب بارش ہو جاتی تو آپ کی یہ کیفیت جاری رہتی تھی۔میں نے اس بات کو پہچان لیا اور اس بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ! میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو جیسا قوم عاد نے بادل کو دیکھ کر کہا جو ان کی دیواروں کی طرف آ رہا تھا کہ یہ بادل بارش برسانے والا ہے(لیکن بارش برسانے والا بادل نہ تھا) بلکہ ہوا کی صورت میں عذاب تھا جو ان پر نازل ہوا ۔ (مسلم:294,295/1)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چیز ہے وہ رحمت لاتی ہے اور عذاب بھی لاتی ہے لہذا تم اسے برا نہ کہو۔اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔(مشکوۃ:130)﴿7﴾جب اس قوم کی سرکشی انتہا پر پہنچ گئی اور سیدنا ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا چیلنج دے دیا تو اس پر تیز آندھی کا عذاب آیا جس میں شدید ٹھنڈک تھی۔یہ آندھی ان کے زمین دوز گھروں میں گھس گئی اور مسلسل آٹھ دن اور سات راتیں چلتی رہی اور اس نے اس قوم کے ایک ایک فرد کو ان کے اپنے گھروں ہی کے اندر ہلاک کر ڈالا اور وہ تن و توش رکھنے والی اور اپنی قوت و طاقت پر گھمنڈ کرنے والی قوم اپنے گھروں میں یوں گری پڑی تھی جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔اس طرح اس قوم کا نام و نشان ہی صفحہ ہستی سے مٹا ڈالا گیا رہے وہ چند لوگ جو سیدنا ہود علیہ السلام پر ایمان لے لائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھے اور بذریعہ وحی ایسے عذاب کی آمد سے پہلے ہی مطلع کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ ایک احاطہ میں محصور ہو گئے اور یہ احاطہ آندھی کی زد سے باہر تھا لہذا یہ لوگ محفوظ و مامون رہے اور قوم ثمود بھی انہی کی نسل سے پیدا ہوئی جسے عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 68/2) ﴿8﴾ وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ''اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے'' قوم ہود کی پہچان ان کا جھٹلانا، عناد اور فساد تھا۔

سوال 3: قوم ہود علیہ السلام کا انجام کیا ہوا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب سے قوم ہود کی جڑ کاٹ دی ان میں سے کوئی باقی نہ بچا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے تھے اور ایمان لانے والے نہ تھے۔

رکوع نمبر 17

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (73)

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا) اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی واضح دلیل آ چکی یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے، چنانچہ اس کو چھوڑے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے اور اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ (73)

سوال 1: وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)'' سیدنا صالح علیہ السلام کون تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک بندے کو نبوت کے منصب پر فائز کر کے ان کی طرف بھیجا، اس نبی کا نام صالح تھا جو کہ نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

سوال 2: قوم ثمود کا علاقہ کون سا تھا؟

جواب: قوم ثمود کا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان واقع تھا انہیں قرآن کریم نے اصحاب الحجر بھی کہا ہے حجر ان کے ایک بارونق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شہر کا نام تھا جو مدینہ سے تبوک کے راستہ پر واقع ہے چنانچہ جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے تو مقام حجر پر اترے۔کچھ صحابہ نے جلدی سے وہاں کے کسی کنوئیں سے پانی لے کر آٹا گوندھ لیا تھا آپ نے اس گوندھے ہوئے آٹے کو پھینک دینے اور اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا اور جو پانی مشکوں میں بھرا گیا تھا اسے بہا دینے کا حکم دیا۔پھر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو وہ کنواں دکھایا جہاں سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا اگر پانی لینا ہے تو اس کنوئیں سے لے کر استعمال کرو پھر آپ نے جلد از جلد وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ گناہ گاروں کی بستیوں میں نہ جایا کرو مگر روتے ہوئے،اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عذاب ان پر آیا تھا کہیں تم پر بھی آن پڑے یہ کہہ کر آپ نے کجاوے ہی پر اپنا منہ چادر سے ڈھانک لیا۔(بخاری)(تیسیر القرآن:69/2)

سوال3:قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اس نے کہا:''اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا دعوت دی؟

جواب:صالح علیہ السلام نے کہا:اے میری قوم!اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔﴿1﴾صالح کی دعوت بھی باقی انبیاء جیسی تھی یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔﴿2﴾یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس لیے کہ عبادت صرف اسی کے لیے ہے۔اس لیے عاجزی سے اس کی اطاعت کرو اور اس کے آگے گڑگڑاؤ کیونکہ اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور کسی معاملے میں اسے کوئی اختیار نہیں اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور تصرف ہے۔(جامع البیان:220/8)صالح علیہ السلام نے کہا:اے میری قوم ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔تمہارے لیے جائز نہیں کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت کرو۔(جامع البیان:23/8)صالح علیہ السلام نے توحید کی رغبت اور شرک سے نفرت دلائی۔﴿3﴾مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کیونکہ حقیقی معبود تو وہی ہے جو خالق ہے ،رازق ہے،سارے معاملات کی تدبیر کرتا ہے،زندگی دیتا ہے،موت دیتا ہے،عطا کرتا ہے،روک لیتا ہے،نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔پھر یہ معبود کہاں معبود ہیں جنہیں تم ہاتھوں سے تراشتے ہو،گھروں میں رکھتے ہو،اندھے ہیں دیکھتے نہیں،بہرے ہیں سنتے نہیں،گونگے ہیں بولتے نہیں،پھر ان کا الٰہ نام رکھ لینا کیسے صحیح ہے؟اور تم ان کی عبادت کرتے ہو۔(ایسر التفاسیر:458)

سوال4:قوم ثمود کی خصوصیات کیا تھیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾انہوں نے زراعت اورتعمیرات میں ترقیاں کیں۔﴿2﴾میدانوں میں محل بنائے۔﴿3﴾پہاڑوں کوتراش تراش کے گھر بنائے۔

سوال5:قوم ثمود میں کیا خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں؟

جواب:﴿1﴾عیش پرستی۔﴿2﴾خدافراموشی۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی حدود سے بے پروائی۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی بڑائی کوبھول کراپنی بڑائی قائم کرنا۔

سوال6:قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی واضح دلیل آچکی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے آسمانی معجزہ آگیا ہے۔﴿2﴾یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودنہیں اور یہ کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔(ایسرالتفاسیر:461)﴿3﴾تمہارے پاس میری سچائی پر دلیل اور برہان آگئی ہے۔اورمیں جوکہتا ہوں اس کی حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کواللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔خالص توحیداوراس کی عبادت کی اور جو کچھ میں لایا ہوں وہ میرے اوپر دلیل ہے۔(جامع البیان:231/8)

سوال7:قوم ثمود کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کوکھڑا کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرائیں۔

سوال8:هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ''یہ اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے، چنانچہ اس کوچھوڑے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے اوراس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی اس کی کونچیں کاٹنے کی نیت سے اس اونٹنی کو نہ چھونا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

سوال9:قوم ثمود کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب:ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کونشانی کے طور پر مقرر کردیا اوران سے کہا گیا اس اونٹنی کوچھوڑ دو اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھائے پیئے،اسے تکلیف نہ پہنچانا ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوجاؤ گے۔

سوال10:اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کیسے غیر معمولی تھی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اونٹنی اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی ہے جو بڑے شرف وفضل والی ہے۔اس کی پیدائش معجزانہ انداز میں ہوئی اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی نشانی تھی۔

سوال11:هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً ''یہ اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اونٹنی اللہ تعالیٰ کی آیت یعنی علامت تھی۔﴿2﴾صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا:یہ اونٹنی میری سچائی کی دلیل ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔﴿3﴾اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی تھی کہ صالح اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:اس لیے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔(ایسر التفاسیر:461)﴿4﴾فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ ''چنانچہ اس کو چھوڑے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے'' صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم سے کہا اونٹنی کو چھوڑ دو وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر کھائے یا پیے تم پر اس کا بوجھ یا ذمہ داری نہیں ہے۔﴿5﴾رب العزت نے فرمایا:لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے کیے پانی پینے کی باری ہے۔(الشعراء:155)﴿6﴾قوم ثمود کے ہاں ایک بہت بڑا کنواں تھا جو اونٹنی والا کنواں کے نام سے مشہور تھا اسی کنوئیں میں سے وہ اور اونٹنی اپنی اپنی باری کے مطابق پیتے تھے۔ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کے لیے مقرر تھا وہ اس اونٹنی کے تھنوں سے دودھ پیتے تھے۔ایک دن لوگوں کے لیے مقرر تھا۔اس دن وہ کنوئیں پر پانی لینے کی غرض سے آتے تھے تو اونٹنی وہاں سے چلی جاتی۔(تفسیر سعدی:895/1)﴿7﴾وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ''اور اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا''یعنی اس کی کونچیں کاٹنے کی نیت سے اس اونٹنی کو نہ چھونا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

سوال12:اونٹنی کو بطور نشانی مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾درندے کے مقابلے میں اونٹنی کمزور ہوتی ہے اور انسان کا امتحان ''اونٹنی'' کی سطح پر لیا جاتا ہے۔﴿2﴾امتحان یہ ہے کہ انسان کمزور کے ساتھ جن کے ساتھ کوئی مادی قوت نہیں ہوتی ان کے خلاف کاروائی کرنے سے رکتا ہے یا نہیں۔﴿3﴾انسان کا امتحان یہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ محض اخلاقی حس کی وجہ سے انسان نے حسن سلوک کرنا ہوتا ہے اور اس کا محرک ڈر نہیں ہوتا،کیا اللہ تعالیٰ پر ایمان کی وجہ سے انسان ان کے ساتھ زیادتی کرنے سے رکتا ہے یا نہیں۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (74)

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا تم اس کے میدانوں میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔(74)

سوال1: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ ''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ ''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا'' صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس انعام کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم عاد کی ہلاکت کے بعد زمین میں ان کا جانشین بنایا۔ ﴿2﴾ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ ''اور تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا'' یعنی تمہیں زمین میں بہترین ٹھکانہ عطا فرمایا

سوال2: صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کون سے انعامات یاد دلائے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے عاد کے بعد تمہیں جانشین بنایا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے عاد کے بعد تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا۔ ﴿3﴾ تمہیں زمین کے میدانوں میں محل بنانے کا موقع دیا۔ ﴿4﴾ تمہیں پہاڑوں کو تراش گھر بنانے کا موقع دیا۔

سوال3: تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ''تم اس کے میدانوں میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قوم ثمود پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتی تھے اور میدانوں میں محلات بناتی تھے۔ ﴿2﴾ ان لوگوں کے قد و قامت بھی بہت بڑے اور عمریں بھی بہت لمبی ہوتی تھیں اور اگر وہ عام لکڑی کی چھت والے مکان بناتے تو بنانے والے کی زندگی ہی میں کئی بار بوسیدہ ہو کر گر پڑتے تھے۔ عام روایت کے مطابق اس دور میں عمریں تین سو سے چھ سو سال کے درمیان ہوتیں اور لکڑی کے مکان زیادہ سے زیادہ ایک سو سال چلتے پھر بوسیدہ اور کمزور ہو کر گر پرتے تھے اس لیے وہ اپنے مکان پہاڑوں میں بناتے۔ اعلیٰ درجے کے سنگ تراش اور انجینئر تھے۔ پہاروں کو اندر سے تراش تراش کر مکان بناتے جن میں کھڑکیاں دروازے سب کچھ ہوتا تھا اور ان کی پائیداری کی وجہ سے ایک طویل عرصہ وہاں گزار سکتے تھے اور کسی ہموار زمین پر مکان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بناتے تو وہ بھی اتنا مضبوط ہوتا جیسے کوئی محل کھڑا کر دیا گیا ہو۔(تیسیر القرآن:2/69)

سوال4:فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ'' چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ'' صالح علیہ السلام نے انعامات یاد دلا کر کیا مطالبہ کیا؟

جواب:﴿1﴾اٰلَآءَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر بہت احسانات کیے۔﴿3﴾صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اس کی قوت اور رزق جیسے انعامات یاد دلائے تا کہ قوم اس کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی عبادت کرے۔اور بتوں کی بندگی نہ کرے۔انہوں نے فساد کے برے انجام سے ڈرایا۔(ایسر التفاسیر:461,462)﴿4﴾وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ'' اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ''یعنی زمین میں شرک اور نافرمانی کے کاموں کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ پھرو۔﴿5﴾اس دعوت کا ہدف قوم کی ہدایت اور اصلاح تھی تا کہ وہ شرک،شر اور فساد کے برے انجام سے بچیں۔(ایسر التفاسیر:461,462)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ(75)

اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے،ان میں سے ان کے لئے جو ایمان لائے تھے ان سے کہا:'' کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟''انہوں نے جواب دیا: '' یقیناً ہم اس پر بھی ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ اُسے بھیجا گیا ہے۔''(75)

سوال1:قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ '' اس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے،ان میں سے ان کے لئے جو ایمان لائے تھے ان سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟'' قوم ثمود کے سرداروں نے دعوت کے جواب میں کیا رویہ اختیار کیا؟

جواب:﴿1﴾قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ '' اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے'' قوم کے سرداروں نے تکبر سے ٹھکرایا۔﴿2﴾لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ '' ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے،ان میں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان کے لئے جوایمان لائے تھے''چونکہ تمام کمزورلوگ مومن نہیں تھے اس لیے انہوں نے کمزورایمان والوں سے کہاتمہیں یقین ہے کہ صالح کوپیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ یہ جاننے کے لیے کہ وہ صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو سچا سمجھتے ہیں یا جھوٹا مومنوں نے کہا'' جووہ لے کرآئے ہیں ہم اُس پرایمان رکھتے ہیں''۔یعنی اللہ تعالیٰ کی توحیداوراس کے احکامات ونواہی پرایمان رکھتے ہیں۔قوم کے سرداروں نے جواب دیاہم اس چیزکاانکارکرنے والے ہیں جس پرتم ایمان لائے ہو۔انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے۔

سوال2:سوسائٹی کے کمزورلوگ ہی کیوں ایمان لاتے ہیں؟

جواب:کمزورلوگوں کے لیے کوئی نفسیاتی رکاوٹیں نہیں ہوتیں۔انہیں اپنے مقام اورمرتبے سے گرجانے کا خوف نہیں ہوتا۔ انہیں مال کے چھن جانے کا کوئی فرضی غم نہیں ہوتا۔سچائی کے اوران کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔اس لئے جوں ہی سچ ان کے سامنے آتا ہے وہ اسے قبول کر لیتے ہیں۔

سوال3:کمزورلوگ ایمان لانے کے بعد کیسے ہوجاتے ہیں؟

جواب:کمزورلوگ ایمان لانے کے بعد کمزورنہیں رہتے ایمان ان کے دلوں میں اطمینان اوریقین پیدا کرتا ہے انہیں اپنے عقیدے پریقین ہوتا ہے۔ایمان ان کے دلوں میں قوت اورجرأت بھردیتا ہے اس لئے ان پرکسی ڈراوے کا،مذاق کا کوئی اثرنہیں ہوتا۔اس لئے انہیں سچائی کا اقرارکرتے ہوئے کوئی خوف نہیں رہتا۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ(76)

ان لوگوں نے کہا جو بڑے ہوئے تھے:'' بلاشبہ جس پرتم ایمان لائے ہوہم اُس کا انکارکرنے والے ہیں۔''(76)

سوال1:قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ'' ان لوگوں نے کہا جو بڑے ہوئے تھے:'' بلاشبہ جس پرتم ایمان لائے ہوہم اس کا انکارکرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سرداروں نے تکبرکی وجہ سے جواب دیا کہ ہم اس چیزکاانکارکرنے والے ہیں جس پرتم ایمان لائے ہو۔﴿2﴾ تکبرکی وجہ سےانہوں نے اطاعت نہ کی،حق قبول نہ کیااورکافرہوئے۔

سوال2:قوم ثمود نے دعوت کا کیا جواب دیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ قوم ثمود نے نصیحت قبول نہ کی۔﴿2﴾ قوم ثمود اپنے بگاڑ کو ماننے اور اپنی اصلاح کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی۔ ﴿3﴾ قوم ثمود نے سرکش بن کر رہنا چاہا جب کہ ان کی اردگرد کی کائنات اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار تھی۔﴿4﴾ قوم ثمود نے حد سے تجاوز کر کے زندگی چاہی حالانکہ ہر چیز اپنی حد میں رہ کر عمل کرتی ہے۔﴿5﴾ قوم ثمود نے اللہ تعالیٰ کی اصلاح یافتہ دنیا میں بگاڑ پیدا کرنا چاہا اس لئے دنیا میں رہنے کے نااہل قرار دیئے گئے۔

سوال3: قوم کے سرداروں نے صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے سے کیوں انکار کر دیا تھا؟

جواب:﴿1﴾ صالح علیہ السلام دلائل لے کر آئے تھے لیکن بات دلائل کی نہ تھی۔﴿2﴾ صالح علیہ السلام معجزہ لے کر آئے تھے بات معجزے کی بھی نہ تھی۔﴿3﴾ بات یہ تھی کہ وہ ایک ایسے دن کو قبول نہ کرنا چاہتے تھے جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو۔ ﴿4﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔

سوال4: صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے والوں اور اس دعوت کا انکار کرنے والوں کی سوچ میں کیا فرق تھا؟

جواب:

مومنین صالح علیہ السلام	منکرین صالح علیہ السلام
1۔مومنین صالح نے صالح علیہ السلام کے پیغام کو دیکھا۔	1۔منکرین صالح نے صالح علیہ السلام کی شخصیت کو دیکھا۔
2۔پیغام کی طرف نظر کرنے والوں کو پیغام میں حق کے دلائل اور سچائی نظر آئی تو وہ صالح علیہ السلام کے ساتھی بن گئے۔	2۔شخصیت دیکھنے والوں کو صالح علیہ السلام میں ظاہری بڑائی نظر نہ آئی۔
3۔دلائل سے سچائی کو پا لینے والے یقین کی منزل تک پہنچ گئے۔	3۔ظاہری عظمت نہ دیکھنے پر مشتبہ ہو گئے۔
4۔وہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔	4۔انہوں نے صالح علیہ السلام کا انکار کر دیا۔
5۔انہیں سچ کا ساتھ دینا نصیب ہوا۔	5۔انہیں سچ کا ساتھ دینا نصیب نہیں ہوا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (77)

چنانچہ اُنہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے، اور انہوں نے کہا: ''اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔'' (77)

سوال 1: فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ ''چنانچہ اُنہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ قوم ثمود نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے تھے جس کے بارے میں صالح علیہ السلام نے دھمکی دی تھی کہ اگر اسے بری نیت سے ہاتھ لگایا تو دردناک عذاب نازل ہوگا۔ ﴿2﴾ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ ''اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے'' عَتَوْا یہ لفظ نافرمانی کے ساتھ ساتھ خودسری اور سرکشی کو بھی ظاہر کر رہا ہے۔ قوم ثمود نے سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ٹھکرا دیا، اس کی نافرمانی کی، اطاعت نہ کی (ایسر التفاسیر: 462) ﴿3﴾ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے ہوئے فخر سے کہا جس عذاب کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ اگر تو واقعی رسول ہے۔ ﴿4﴾ جب کوئی سرکشی کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مزہ چکھنا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے عذاب میں پکڑا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ﴿5﴾ یہ اونٹنی جنگلوں میں چلتی پھرتی تھی ایک دن چھوڑ کر پانی پیتی تھی جب یہ پانی پینے لگتی تھی تو کنوئیں میں سر لٹکا کر سارا پانی پی جاتی تھی۔ ان لوگوں کو یہ بات کھلی اور چونکہ اس اونٹنی کی وجہ سے ان کے مویشی خوف زدہ ہو کر دور دور بھاگ جاتے تھے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کو اونٹنی کا وجود ناگوار ہوا ان میں دو عورتیں زیادہ مال دار تھیں جن کے بہت مویشی تھے انہوں نے قوم میں سے دو آدمیوں کو اونٹنی کے قتل کر دینے پر آمادہ کیا۔ یہ دونوں آدمی جن میں ایک کا نام مصدع اور دوسرے کا نام قدار تھا چھپ کر بیٹھ گئے جب اونٹنی ادھر سے گزری تو مصدع نے اس کی پنڈلی میں تیر مارا پھر قدار نے اس کو ذبح کر دیا بستی کے لوگ نکلے اور اس کا گوشت تقسیم کر لیا جب وہ ایسی حرکت کرنے کو نکلے تھے تو صالح علیہ السلام نے ان کو متنبہ کر دیا تھا کہ ایسا نہ کرو۔ سورۃ الشمس میں فرمایا: اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْیٰهَا جب اس کا بدبخت ترین آدمی اٹھا۔ تو اللہ کے رسول (صالح) نے ان سے کہہ دیا تھا اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی اور اُس کی پینے کی باری کا خیال کرو۔ (سورۃ الشمس: 12,13) (تفسیر انوار البیان: 2/387,386) ﴿6﴾ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوران فرمایا کہ یہ شخص اپنی قوم کا ایک زور آور، شریر مضبوط شخص تھا جو اونٹنی کو زخمی کرنے کی مہم پر اٹھ کھڑا ہوا اسکا نام قدار تھا اپنی قوم میں ایسے ہی تھا جیسے تم میں ابوزمعہ (جو سیدنا زبیر بن عوام کا چچا تھا) (بخاری ۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الشمس) یہ قدار بن سالف سرخ رنگ کا، نیلی آنکھوں والا، بڑے ڈیل وڈول کا مالک اور ولدالزنا تھا۔ خود بھی بدکار تھا اور شہر کے مشہور و معروف نو بدمعاشوں کا سرغنہ تھا۔ اس نے اپنی آشنا عورت کی انگیخت ہی پر اونٹنی کو زخمی کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا تھا البتہ اس نے دوسرے کافروں اور ان کی عورتوں سے اس کے متعلق مشورہ ضرور کر لیا تھا اور یہ سب لوگ اس بات پر خوش تھے کہ اس اونٹنی سے کسی طرح ہمیں نجات مل جائے۔ چنانچہ جب اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اونٹنی نے ایک ہولناک قسم کی چیخ ماری اور ڈور کر اسی پہاڑ کی طرف چلی گئی جس سے برآمد ہوئی تھی اس کا بچہ بھی اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا اور یہ دونوں معجزانہ طور پر اسی پہاڑ میں غائب ہو گئے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 71/2)

سوال 2: اونٹنی کے پاؤں ایک شخص نے کاٹے، ایک شخص کے عمل کو پورے گروہ کا عمل کیوں قرار دیا؟

جواب: کسی گروہ کا ایک فرد جب برا عمل کرتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے کام پر راضی رہتے ہیں تو سب اس عمل میں شریک سمجھے جاتے ہیں۔

سوال 3: قوم صالح نے خودسری اور سرکشی کی وجہ سے کیا کام کیا؟

جواب: ﴿1﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو حقیر جانا۔ ﴿2﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں۔ ﴿3﴾ انہوں نے عذاب کا مطالبہ کیا۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (78)

تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے۔ (78)

سوال 1: فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ''تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے'' قوم ثمود کو ان کی سرکشی کی کیا سزا دی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ صالح علیہ السلام نے عذاب آنے سے پہلے انہیں تنبیہ کر دی تھی کہ تین دن تک فائدہ اٹھا لو جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اُٹھا لو، یہ ایسا وعدہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔'' (ہود:65)﴿2﴾ قوم ثمود کی اکڑ اور سرکشی کی سزا کے طور پر دل دہلا دینے والی آفت ان پر بھیجی گئی۔ جس کے نتیجے میں وہ خوف زدہ ہوئے اور بے حس وحرکت اوندھے گرے۔ یہ سزا ان کی سرکشی کے لئے مناسب تھی۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو ہلاک کر دیا اور ان کی جڑ کاٹ دی۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ (79)

تو صالح نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: ''اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تھی مگر تم خیر خواہوں سے محبت نہیں کرتے۔'' (79)

سوال1: فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ''تو صالح نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: ''اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تھی مگر تم خیر خواہوں سے محبت نہیں کرتے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ جب اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا تو صالح علیہ السلام ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔﴿2﴾ انہوں نے اپنی قوم کی افسوس ناک تباہی دیکھ کر انہیں قائل کرنے کے لیے کہا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا دیئے میں اسی کام پر بحیثیت رسول کے مقرر کیا گیا تھا۔ میں تمہاری ہدایت چاہتا تھا۔﴿3﴾ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ صالح علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں خیر خواہی پسند نہیں۔ تم نے ہر خیر خواہ کی بات کو ٹھکرا دیا ہے۔

سوال2: صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے خیر خواہی کی تو لوگوں نے کیوں نہ پسند کی؟

جواب:﴿1﴾ خیر خواہ نقصان سے بچانا چاہتے ہیں تو جن لوگوں کو نقصان کا شعور نہیں ہوتا انہیں یہ روک ٹوک اچھی نہیں لگتی۔﴿2﴾ سچا خیر خواہ نفع دینا چاہتا ہے پھر جن لوگوں کو نفع کا شعور نہیں ہوتا انہیں نفع کی دعوت جھوٹی لگتی ہے اس طرح وہ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

سوال3: صالح علیہ السلام اپنی قوم سے کب رخصت ہوئے؟

جواب: صالح علیہ السلام اپنی قوم سے تب رخصت ہو جب انہوں نے پیغام پہنچا دیا اور قوم نے انکار کر دیا۔ جب نصیحت کی بات قوم نے قبول نہ کی تو صالح علیہ السلام ان سے رخصت ہو گئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَلُوْطًا اِذْقَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَاسَبَقَكُمْ بِهَامِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ(80)

اورلوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا:'' کیا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں کسی نے نہیں کیا؟(80)

سوال1:وَلُوْطًا اِذْقَالَ لِقَوْمِهٖٓ'' اورلوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا:'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے وہ ہاران بن آذر کے بیٹے اور ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔﴿2﴾ آپ ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے اور آپ علیہ السلام ہی کے ساتھ وطن سے ہجرت کر کے شام چلے آئے۔حق تعالیٰ نے آپ کو اہل سدوم اوراس کی نواحی آبادیوں کے باشندوں کا رسول بنا کر بھیجا تھا۔آپ انہیں توحید کی دعوت اور نیکیوں کی رغبت دے رہے ہیں اور برائیوں اور بے حیائیوں سے اور ممنوعات سے نفرت دلا رہے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:602/1)

سوال2:اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَاسَبَقَكُمْ بِهَامِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ'' کیا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں کسی نے نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ'' کیا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو'' تم ایک ایسے گناہ کو اپنائے ہوئے ہو جس نے سارے بے حیائی کے کاموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔﴿2﴾مَاسَبَقَكُمْ بِهَامِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ جس بے حیائی میں تم مبتلا ہو تم سے پہلے کوئی قوم اس کا شکار نہیں ہوئی تم نے اس بے حیائی کو شروع کیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے رواج دیا۔

سوال3:قوم لوط علیہ السلام کی کیا خصوصیات تھیں؟

جواب:﴿1﴾خوش حال قوم عیش پرست ہوگئی تھی۔﴿2﴾بے راہ روی میں پڑ گئے۔﴿3﴾اپنی شہوانی خواہشات کی تسکین کے لئے انہوں نے ہم جنسی کے راستے کو اختیار کیا۔

سوال4:لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا دعوت دی؟

جواب:لوط علیہ السلام نے کھلی بے حیائی سے ڈرایا۔

سوال5:لوط علیہ السلام کی قوم کس'' فاحشہ'' میں مبتلا تھی۔

جواب:لوط علیہ السلام کی قوم جس بگاڑ میں مبتلا تھی۔وہ جنسی تعلق کا غیر فطری طریقہ ہے۔

سوال6:جنسی تعلق کا فطری طریقہ کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:جنسی تعلق کا فطری طریقہ یہ ہے کہ عورت اور مرد باہم شوہر اور بیوی بن کر رہیں۔

سوال7:جنسی تعلق میں انسان فطری طریقے سے کیسے گزر جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ دو مردوں کے درمیان اگر جنسی تعلق قائم ہو جائے تو یہ حد سے گزرنا ہے۔﴿2﴾ دو عورتوں کے درمیان اگر جنسی تعلق قائم ہو جائے تو یہ حد سے گزرنا ہے۔

سوال8:جنسی بگاڑ کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب:جنسی بگاڑ ذہنی،شعوری اور عقیدے کے بگاڑ سے پیدا ہوتا ہے۔

سوال9: کیا کائنات میں کہیں اور بگاڑ پایا جاتا ہے؟

جواب: کائنات فطرت کے راستے پر یعنی اصلاح کے راستے پر چل رہی ہے صرف انسان اپنی آزادی کا غلط فائدہ اٹھاتا ہے۔ انسان فطرت کے خلاف چل کر بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ پوری کائنات میں اصلاح ہے اور انسان بگڑا ہوا ہے۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (81)

بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔'' (81)

سوال1: اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ '' بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو''

جواب:﴿1﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ '' بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو''یعنی تم کیسے عورتوں کو چھوڑ کر،جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے جن سے تمتع کرنا فطرت اور جبلی شہوت کے مطابق ہے مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو،جو قباحت اور خباثت کی انتہا ہے۔یہ جسم کا وہ حصہ ہے جہاں سے گندگی اور بدبودار مادے خارج ہوتے ہیں اس حصے کو چھونا اور اس کے قریب جانا تو کجا اس کا نام لینے سے بھی شرم آتی ہے۔ (تفسیر سعدی:899) سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کے بعد دوسرے بدکردار لوگ بھی اس فحش مرض میں مبتلا رہے ہیں لیکن یہ فخر یونان کو حاصل ہے کہ اس کے فلاسفروں نے اس گھناؤنے جرم کو ایک اخلاقی خوبی کے مرتبہ تک پہنچا دیا اور رہی سہی کسر جدید مغربی تہذیب نے پوری کر دی ہے جس نے علی الاعلان ہم جنسی (homo.sex) کے حق میں پروپیگنڈا کیا یعنی اگر مرد،مرد سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورعورت ،عورت سے لپٹ کر اپنی جنسی خواہش پوری کرلیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور ملکی قانون کو ہرگز اس میں مزاحم نہ ہونا چاہیے۔حتی کہ کئی ممالک کی مجالس قانون ساز نے اس فعل کو جائز قرار دے دیا ہے۔﴿2﴾بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ''بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو''اس لیے کہ وہ فعل فطرت کی وضع کے خلاف ہے اور مرد اور عورت کے جنسی اعضاء کی ساخت ان کے اس فعل بد کی تردید کا کھلا ہوا ثبوت ہے سوا زیں انسانوں کے علاوہ دوسرے جانور خواہ وہ درندے ہوں یا پالتو ہوں یا پرندے ہوں کوئی بھی ایسی مذموم حرکت نہیں کرتے کہ نر، نر پر کودنے لگے جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان حیوانات کی سطح سے بھی نیچے اتر آیا ہے۔اس کے علاوہ اگر عورتیں بھی عورتوں سے لپٹ کر یا کسی دوسرے جانور مثلاً کتے وغیرہ سے اپنی شہوت پوری کرلیں تو گویا سارا معاشرہ فحاشی کے سمندر میں ڈوب جائے گا۔پھر انسان کی نسل آگے کیسے چلے گی؟ کیا یہ اپنی قوم کو اپنے ہاتھوں تباہ کرنے ہی کا ذریعہ نہیں؟ یہ ایسے واضح نتائج ہیں جو ایسے معاشرے کا تصور کرنے سے ہی سامنے آجاتے ہیں اور جو اس کے دوررس نتائج ہیں وہ بے شمار ہیں۔قوم کے اس جواب سے یہ علم ہوتا ہے کہ سیدنا لوط علیہ السلام پر ایمان لانے اور اس بدفعلی سے اجتناب کرنے والے کم ہی لوگ اور لوط علیہ السلام اور اس کے پیروار پا کباز رہنا چاہتے ہیں ان کا ہم گندوں میں کیا کام؟لہذا انہیں اپنی بستی سے نکال دینا چاہیے تا کہ یہ روز روز کی تکرار اور جھگڑا ختم ہوجائے۔(تیسر القرآن 2/73.74)

سوال2:لوط علیہ السلام اپنی قوم پر کیا الزامات لگاتے ہیں؟

جواب:لوط علیہ السلام نے اپنی قوم پر حد سے گزرنے کا الزام لگایا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فطرت کا نظام بنایا ہے تم اس سے آگے گزر رہے ہو۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو جنسی قوت دی ہے اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو آگے بڑھانے کے لئے جو قوتیں دی ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کی نشوونما کے لئے ان قوتوں کو خرچ کیا جائے سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں احساس دلایا کہ تم بنجر زمینوں میں قوتیں ضائع کررہے ہو۔

سوال4:اسلام لذت کوشی اور شہوت کے حصول کے لئے کیا راستہ بتاتا ہے؟

جواب:اسلام شہوت اور لذت کے حصول کے لئے فطری راستہ بتاتا ہے کہ اس کے لئے مرد اور عورت میں تعلق قائم ہوگا۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کے طریقے سے ہٹ کر لذت کے حصول کے لئے کوشش کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی سنت سے ہٹ کر لذت کے حصول کے لئے کوشش کرنا بے راہ روی اور غیر فطری عمل ہے جو اخلاق کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خلاف ہے۔

سوال6: آج کے دور میں جنسی بگاڑ کے لئے کون سے ادارے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں؟

جواب: نشر واشاعت کے ادارے دن رات جنسی بگاڑ کے لئے کام کر رہے ہیں۔

سوال7: جنسی انتشار کے لئے اہل یورپ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کا سبب ''عورت کا پردہ کرنا ہے'' اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حالات دعوے کے بالکل برعکس ہیں اور ہر دعوے کے لئے حالات سے ثبوت چاہیے۔ ﴿2﴾ حالات وواقعات یہ بتاتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں جنسی ملاپ کے لئے کوئی ضابطہ یا قید نہیں جیسے جانور وقت پر ضرورت پوری کرتے ہیں ایسے ہی جانور نما انسان بھی کھلے عام اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان معاشروں میں ہم جنس پرستی مردوں میں بھی رائج ہے اور عورتوں میں بھی۔ اس لئے یہ دعوٰی بے بنیاد ہے کہ اس کا سبب پردہ ہے۔ اس کا سبب غلط عقیدہ ہے۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (82)

اور اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''انہیں اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً وہ لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔'' (82)

سوال1: وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ''اور اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''انہیں اپنی بستی سے نکال دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان کی قوم کا اس کے سوء کوئی جواب نہیں تھا کہ انہیں اپنی بستی سے نکال دو یہ پاک باز بننا چاہتے ہیں یعنی اپنے آپ کو اس بے حیائی سے بچانا چاہتے ہیں۔

سوال2: قوم ثمود نے پاکیزگی کی سزا جلاوطنی کیوں تجویز کی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ جاہلیت پاکیزگی کو کبھی قبول نہیں کر سکتی۔ ﴿2﴾ جاہلیت کو صرف وہی قبول کرتے ہیں جو ناپاک ہوں، برائیوں میں مبتلا ہوں اور گندے ہوں۔ ﴿3﴾ پاک لوگوں کے لئے جاہلیت کا دامن تنگ ہوتا ہے اس لئے قوم ثمود نے پاکیزگی کی سزا جلاوطنی تجویز کی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ''یقیناً وہ لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ جملہ قوم لوط نے طعنے کے طور پر کہا تھا کہ لوط علیہ السلام اور ان کے عقیدت مندوں کو جلاوطن کردو یہ پاک باز بنتے ہیں اور تمہیں لواطت سے روکتے ہیں۔ پھر بھلا گندوں میں ان پاکبازوں کا کیا کام! اس لیے انہیں نکال دیا جائے۔

(مختصر ابن کثیر:603/1)

سوال4: کیا دور جدید میں بھی پاک بازی کو برا خیال کیا جاتا ہے؟

جواب: دور جدید میں بھی پاکیزہ لوگوں کو مسترد کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں پر رزق کے دروازے بند کئے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے تعلقات نہیں رکھے جاتے۔ پوری سختی اور تشدد کے ساتھ اپنی اولادوں کے پاکیزہ بننے پر پابندی عائید کی جاتی ہے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (83)

پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی اس کی بیوی کے سوا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ (83)

سوال1: فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ''پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی اس کی بیوی کے سوا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: چونکہ لوط علیہ السلام کی بیوی ان بدکرداروں ے پوری ساز باز رکھتی تھی۔ گھر میں کوئی مہمان آتا تو فوراً خفیہ طور پر اطلاع ان لوگوں کو کر دیتی اور ان لوگوں کو اس مہمان سے بدکرداری کرنے کی ترغیب دیا کرتی تھی لہذا وہ بھی قوم کیجرم میں برابر کی شریک تھی اور اسے اسی عذاب سے دوچار ہونا پڑا جو اس قوم میں نازل ہوا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوط کی بیوی بھی انہی کے قوم سے تعلق رکھتی تھی اور لوط علیہ السلام بابل سے ہجرت کر کے یہاں مقیم ہوئے۔ (تیسیر القرآن:73,74/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کب نجات دی؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان اس کے بندوں کے لئے خطرہ بن گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نجات دی۔

سوال3: لوط علیہ السلام کی بیوی کو ان لوگوں میں کیوں شامل کیا گیا جنہیں عذاب دیا گیا تھا؟

جواب: لوط علیہ السلام کی بیوی عقیدے کے اعتبار سے انہی لوگوں میں شامل تھی جو ہلاک ہوئے اس لئے وہ ہلاکت سے نہ بچ سکی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کا انصاف کیسا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کا انصاف بے لاگ ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے ترازو میں رشتوں اور دوستیوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ نوح علیہ السلام کے بیٹے، ابراہیم علیہ السلام کے باپ، لوط علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کی بیویوں کو معاف نہیں کیا گیا۔ جب کہ فرعون کی بیوی نے صالح اعمال کیے تو اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ (84)

اور ہم نے ان پر پتھروں کی سخت بارش برسائی، پس آپ دیکھیں ان مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟ (84)

سوال1: وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ''اور ہم نے ان پر پتھروں کی سخت بارش برسائی'' لوط علیہ السلام کی قوم پر کیسی بارش برسائی گئی؟

جواب:﴿1﴾بارشوں کے طوفان لوط علیہ السلام کی قوم پر بھیجے گئے۔ پانی ایسے امنڈ آیا تھا جیسے موجیں اسی طرح ان ناپاک لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ وہ گندگی میں زندہ رہے اور اسی کے اندر موت نے انہیں آن دبوچا۔﴿2﴾اس مقام پر صرف اتنا ہی مذکور ہے کہ اس قوم پر ہم نے بدفعلی اور سرکشی کی پاداش میں بری طرح کی بارش برسائی۔ لیکن قرآن کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی سب بستیوں کو اٹھا کر بلندی سے زمین پر دے مارا گیا۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام آئے انہوں نے زمین کے اتنے حصہ کو زمین سے الگ کر کے اپنے پروں پر اٹھایا پھر اوپر سے زمین پر پٹخ دیا پھر اوپر سے اللہ تعالیٰ نے پتھروں کی بارش برسائی اس طرح اس بدکار قوم کا نام ونشان تک مٹا دیا گیا۔ (تیسیر القرآن:2/73,74)﴿3﴾ان لوگوں پر سخت گرم پتھر برسائے گئے اور ان کی بستی کو الٹ دیا گیا۔

سوال2: فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ''پس آپ دیکھیں ان مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ رب العزت نے قوم لوط کے واقعے کے بعد عبرت حاصل کرنے کے لیے تاکید کی ہے کہ گناہ کا انجام دیکھو دائمی رسوائی اور ہلاکت ہے۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا: فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ۙ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِىَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس کے اوپر کے حصے کو اس کا نچلا کر دیا اور ہم نے اس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔ آپ کے رب کی جانب سے نشان زدہ تھے اور ان ظالموں سے وہ کچھ دور نہیں۔ (ھود:82,83)﴿3﴾فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ ۙ﴿۷۳﴾ فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ پس دن نکلتے ہی اُنہیں ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا۔ تو ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کے نیچے کر دیا اور ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش برسائی۔ (الحجر:73,74)﴿4﴾ان سب آیات کو ملانے سے معلوم ہوا کہ لوط علیہ السلام کی قوم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پرتینوں طرح کا عذاب آیا چیخ نے آ پکڑا،ان کی سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیااوران پر پتھر برسائے گئے۔ان بستیوں کوسورۃ برات میں اَلْمُؤْتَفِکٰتِ سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی الٹی ہوئی بستیاں۔سورۃ ہوداورسورۃ ذاریات اورسورۃ عنکبوت میں ہے کہ جب لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے فرشتے آئے تو پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے ان کی مہمانی کا انتظام کرنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا آپ حضرات کیوں بھیجے گئے۔سورۃ الذاریات میں ہے قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ۙ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ۙ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اُنہوں نے کہا: ”بلاشبہ ہمیں گناہ گارلوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے۔“ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر پھینکیں۔جوحد سے گزرنے والوں کے لئے آپ کے رب کی جناب سے نشان زدہ ہیں۔سوہم نے اس میں جوایمان والا تھااسے نکال لیا۔توہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سواکوئی نہ پایا۔(سورۃ الذاریات:32.36)(انوارالبیان:390/2)

﴿5﴾ سورہ ہود کی آیات کے آخر میں قرآن کریم نے اہل عرب کی مرتد تنبیہ کے لئے یہ بھی فرمایا کہ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ۔یعنی الٹی ہوئی بستیاں ان ظالموں سے کچھ دورنہیں۔سفرشام کے راستہ پر ہروقت ان کے سامنے آتی ہیں۔مگرحیرت ہے کہ یہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔اوریہ منظرصرف نزول قرآن کے زمانہ میں آج بھی موجود ہے بیت المقدس اورنہراردن کے درمیان آج بھی یہ قطعہ زمین بحرلوط یا بحرمیت کے نام سے موسوم ہے۔اس کی زمین سطح سمندر سے بہت زیادہ گہرائی میں ہے اوراس کے ایک خاص حصہ پرایک دریا کی صورت میں ایک عجیب قسم کا پانی موجود ہے جس میں کوئی جاندار مچھلی،مینڈک وغیرہ زندہ نہیں رہ سکتا۔اسی لئے اس کوکر بحرمیت بولتے ہیں۔یہی مقام سدوم کا بتلایا جاتا ہے۔نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ عَذَابِهٖ وَغَضَبِهٖ۔(معارف القرآن:619/3)

آخری آیات

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(85)

اورمدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو(بھیجا)،اس نے کہا:”اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اس کے سواتمہارا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوئی معبود نہیں، یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک واضح دلیل آ گئی ہے، چنانچہ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔(85)

سوال1: وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)'' اہل مدین کون تھے؟

جواب: ﴿1﴾ اہل مدین کی طرف اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو بھیجا وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے مدیان تھے جو ان کی تیسری بیوی قطورہ سے پیدا ہوئے۔ اہل مدین ان ہی کی اولاد سے تھے۔ ﴿2﴾ یہ قوم بحر احمر کے عرب ساحل پر آباد تھے۔ ﴿3﴾ اہل مدین اللہ تعالیٰ کے ماننے والے تھے مگر دوسروں کو اس کے ساتھ شریک سمجھتے تھے۔ ﴿4﴾ اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر سمجھتے تھے۔ ﴿5﴾ ابراہیم علیہ السلام کے پانچ سو برس بعد ان میں بگاڑ آیا۔ ﴿6﴾ یہ تجارت پیشہ قوم تھی، ناپ تول اور لین دین میں دیانت داری کے اصولوں پر قائم نہیں تھے۔ ﴿7﴾ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عادلانہ قوانین کی پیروی نہ کرتے تھے۔

سوال2: قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ''اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' سیدنا شعیب علیہ السلام کی دعوت کیا تھی؟

جواب: صالح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ ﴿1﴾ شعیب علیہ السلام کی دعوت بھی باقی انبیاء جیسی تھی یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ ﴿2﴾ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس لیے کہ عبادت صرف اسی کے لیے ہے۔ اس لیے عاجزی سے اس کی اطاعت کرو اور اس کے آگے گڑگڑاؤ کیونکہ اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور کسی معاملے میں اسے کوئی اختیار نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور تصرف ہے۔(جامع البیان:220/8) شعیب علیہ السلام نے توحید کی رغبت اور شرک سے نفرت دلائی۔ ﴿3﴾ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کیونکہ حقیقی معبود تو وہی ہے جو خالق ہے، رازق ہے، سارے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، زندگی دیتا ہے، موت دیتا ہے، عطا کرتا ہے، روک لیتا ہے، نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔(ایسر التفاسیر:458)

سوال3: ہر پیغمبر کی دعوت کا نقطہ آغاز کیا ہوتا ہے؟

جواب: ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت جس پر تمام معاملات کا دارومدار ہے۔ انسان کے اخلاق اور باہمی معاملات اسی اصول سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھوٹتے ہیں۔

سوال4:قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک واضح دلیل آ گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ سیدنا شعیب کوئی بیـــــنـــــة لے کر آئے تھے جس کے نتیجے میں انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ﴿1﴾ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ ﴿2﴾ زمین کا نظام بگاڑنے کے طریقوں سے بچیں جیسے راہزنی اور ڈاکہ وغیرہ ﴿3﴾ لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھٹا کر نہ دیں۔

سوال5:فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ ''چنانچہ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت کے ساتھ معاشی خرابیوں سے بچنے کی تلقین کی۔

سوال6: دوسروں سے معاملہ کرتے وقت بے انصافی اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام اصلاح کے خلاف ہے کیسے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مکمل انصاف کے نظام پر قائم کیا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جو لیتے وقت دوسرے سے زیادہ لے اور دیتے وقت کم دے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں انصاف حسابی صحت کی حد تک قائم ہے۔ ﴿4﴾ انسان کو بھی کائنات کی طرح اصلاح کے رویے پر گامزن ہونا چاہیے۔

سوال7: ناپ اور تول میں کمی کے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم ناپ طول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی مسلط کر دی جاتی ہے ان پر سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ:4019)

سوال8:وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے اگر تم مومن ہو'' زمین میں فساد کیسے پھیلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام نے کہا: زمین میں نافرمانی کے کام، شرک اور کفر وغیرہ نہ کرو۔ اصلاح بہتر اور فائدہ مند ہے۔ ﴿2﴾ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے گناہوں کو ترک کر دو۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ(86)

اور ہر راستے پر نہ بیٹھ جاؤ کہ تم دھمکاتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اُن کو روکتے رہو جو اس پر ایمان لائے اور تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، سو اس نے تمہیں زیادہ کر دیا اور دیکھو فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا۔(86)

سوال1: وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ''اور ہر راستے پر نہ بیٹھ جاؤ کہ تم دھمکاتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اُن کو روکتے رہو جو اس پر ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور ہر راستے پر نہ بیٹھ جاؤ کہ تم دھمکاتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اُن کو روکتے رہو جو اس پر ایمان لائے '' اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد پھیلانے سے روکا، راہ زنی سے روکا، لوگوں کو دھمکانے سے اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے اور اس میں کجی تلاش کرنے سے روکا کیونکہ وہ سب فسا پھیلانے والے امور ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ رب العزت نے فرمایا: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ عنقریب میں اپنی آیات سے پھیر دوں گا ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق بڑے بنتے ہیں اور اگر وہ ہر قسم کی نشانی دیکھیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ بھلائی کا راستہ دیکھ لیں (تو بھی) اس کو اپنا راستہ نہ بنالیں گے اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں اس کو راستہ بنالیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ اُن سے غافل تھے۔(الاعراف:146)﴿3﴾ تم پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی تعظیم اور احترام کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کر دیا ہے، تاکہ وہ اس کی رضا کی منزل اور عزت والے گھر تک پہنچنے کے لیے اس پر گامزن ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اپنے بندوں کو اپنی عظیم رحمت سے نوازے، تمہیں تو چاہیے کہ تم اس کی مدد کرو، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو اور اس کا دفاع کرو۔ نہ اس کے برعکس کہ تم اس راستے کہ راہزن بن کر اس کو مسدود کر دو اور لوگوں کو اس راستے سے روکو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناسپاسی ،اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت اور سب سے درست اور معتدل راستے کو ٹیڑھا کرنا ہے اور تم ان لوگوں کو برا بھلا کہتے ہو جو اس راستے پر گامزن ہیں۔

سوال2: لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے ان کے راستے میں کیسے بیٹھا جاتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: لوگوں کے راستے میں خاص مقاصد کے لیے بیٹھا جاتا ہے یہاں اس کے مقاصد یہ ہیں۔﴿1﴾ لوگوں کو خوف زدہ کرنا۔﴿2﴾ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرنا۔

سوال3: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ'' اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، سو اس نے تمہیں زیادہ کر دیا'' حضرت شعیب نے اللہ کی کون سی نعمت یاد دلائی ہے؟

جواب: سیدنا شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احکامات یاد دلائے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں صحت عطا کی، تمہاری نسل کو بڑھایا، کسی بیماری یا وبا میں مبتلا نہیں کیا، تم پر ایسا دشمن مسلط نہیں کیا جو تمہیں ختم کر دے۔

سوال4: وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ'' اور دیکھو فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا'' سے کس طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں مفسدوں کا انجام دیکھنے کے لیے اس لیے کہا جا رہا ہے کہ وہ خود بھی فساد کے لیے آمادہ تھے۔ کہ دیکھو اگر فساد ہی کرنا چاہتے ہو تو مفسدوں کا انجام دیکھ لو۔﴿2﴾ دنیا میں جہاں بھی لوگ فساد کرتے ہیں ان کے گھروں میں وحشت اور ہلاکت اترتی ہے انہیں دنیا میں رسوائی ملتی ہے، لعنت ان کا پیچھا کر رہی ہے اس لیے برے لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ رب العزت نے فرمایا: اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟ (ص:28)

وَاِنْ كَانَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَاۗىِٕفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (87)

اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا تو تم صبر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔ (87)

سوال1: وَاِنْ كَانَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَاۗىِٕفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا'' اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ایمان لانے والے لوگوں کی نسبت نہ لانے والوں کی تعداد بہت بڑی تھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:اہل مدین کے بگاڑ کو درست کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا شعیب علیہ السلام کو اپنا پیغام دے کر بھیجا۔﴿2﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام نے معاملات میں راستی اور دیانت داری کا طریقہ اختیار کرنے کی دعوت دی۔﴿3﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام نے کھلے دلائل کے ذریعے نصیحت کی۔

سوال3:فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ''تو تم صبر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کو کون سا منصفانہ منصوبہ اپنانے کی دعوت دی؟

جواب:سیدنا شعیب علیہ السلام نے فرمایا﴿1﴾ کفر اور اسلام کی کشمکش میں غیر جانبدار ہو کر انتظار کریں۔﴿2﴾ مسلمانوں کو اذیت نہ دیں۔﴿3﴾ قوم جس دین کو چاہے اختیار کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے۔﴿4﴾ حق کو ماننے والے کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ اہل باطل پر عذاب نازل کرے گا۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

قال الملا 9



سوال و جواب کی صورت میں

قُرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	''قرآنًا عَجَبًا'' [پارہ 9]
مؤلفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اوّل	:	جنوری 2015
تعداد	:	1000
ناشر	:	النور پبلیکیشنز
لاہور	:	102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور 36J گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور
فون نمبر	:	03364033044 0423-5748737
کراچی	:	گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن، بلاک 2، کراچی 03364033032 021-35292341
فیصل آباد	:	121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ 03364033086 041-8759191
ای میل	:	infoalnoorinternational@gmail.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com
فیس بک	:	Alnoor international Nighat Hashmi Alnoor products

فہرست

ابتدائیہ 9

رکوع ❖ 1 15

رکوع ❖ 2 19

رکوع ❖ 3 24

رکوع ❖ 4 31

رکوع ❖ 5 34

رکوع ❖ 6 42

رکوع ❖ 7 49

رکوع ❖ 8 53

رکوع ❖ 9 63

رکوع ❖ 10 69

رکوع ❖ 11 80

رکوع ❖ 12 93

رکوع ❖ 13 101

رکوع ❖ 14 120

سورہ الانفال 121

رکوع ❖ 15 131

رکوع ❖ 16 141

رکوع ❖ 17 152

رکوع ❖ 18 162

آخری آیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ ،وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا،وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَھَادِیَ لَہٗ،وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ مُحَمّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟

پھر اگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے:

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اٹھا کر جواب دیتے ہیں: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔ پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی۔ (البلد:16-12)

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا: **وَعَنِ ابنِ مسعودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :فقال رَسُولُ اللہ ﷺ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ اِلَيهِ مِنْ مَّالِهِ ؟ قالوا : يَارَسُولَ اللہِ ما مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهُ اَحَبُّ اليه قَال : فَان مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهِ مَا اَخَّرَ ۔**

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (صحیح بخاری:6442)

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آجائیں تو انسان رک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کی صورت میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں قرآناً عجباً کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اٹھایا گیا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔

اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدا ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ انہوں نے کہا: ''آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اُس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

میں ان سب افراد کی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر 1

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ (88)

اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے تکبر کیا'' اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ضرور بہ ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ضرور بہ ضرور ہمارے دین میں واپس پلٹ آؤ گے۔'' شعیب نے کہا: '' اور کیا اگر چہ ہم ناپسند کرنے والے ہوں؟'' (88)

سوال 1: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ '' اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے تکبر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ الْمَلَاُ سرداروں نے کہا: اَلْمَلَاُ قوم کے سردار جو بیٹھیں تو مجلس بھر جائے اور جب ان کی طرف دیکھیں تو نظر بھر جائے۔ (ایسر التفاسیر: 466) ﴿2﴾ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ '' اس کی قوم میں سے جنہوں نے تکبر کیا'' اس سے مراد ان کے اشراف اور بڑے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی لذات میں مستغرق ہو کر اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی، جب ان کے پاس حق آیا اور انہوں نے دیکھ لیا کہ حق ان کی خواہشات نفس کے خلاف ہے تو انہوں نے نہایت تکبر سے حق کو ٹھکرا دیا اور اپنے نبی شعیب علیہ السلام اور ان مستضعفین سے کہنے لگے جو شعیب علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (تفسیر سعدی: 902/1) ﴿3﴾ وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے تکبر کیا، اس کے احکامات ماننے سے اور اس کے رسول شعیب علیہ السلام کی پیروی کرنے سے انکار کیا۔ اس وقت جب شعیب علیہ السلام نے انہیں کفر سے اور اپنے رب کی مخالفت کرنے کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ (جامع البیان: 3/10) ﴿4﴾ اسْتَكْبَرُوْا انہوں نے تکبر کیا جب کہ وہ حقیر تھے یہاں تک کہ انہوں نے حق قبول نہیں کیا۔ (ایسر التفاسیر: 466)

سوال 2: سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم کا دین کیا تھا؟

جواب: سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم نے انبیاء کے دین میں خود ساختہ تبدیلیاں کیں اور اس کو اپنی خواہشات کا دین بنا لیا اور اسی کو وہ اللہ تعالیٰ کا دین کہنے لگے۔

سوال 3: کیا قوم شعیب اللہ تعالیٰ کی منکر تھی؟

جواب: قوم شعیب اللہ تعالیٰ کا انکار نہیں کرتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی مجرم ضرور تھی۔

سوال 4: قوم شعیب اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھتی تھی؟

جواب: خود ساختہ دین کو اللہ تعالیٰ کا دین قرار دے کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتی تھی۔

سوال 5: لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا '' اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ضرور بہ ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ضرور بہ ضرور ہمارے دین میں واپس پلٹ آؤ گے۔'' قوم شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اپنے دین میں لوٹنے یا جلاوطنی کی دھمکی کیوں دی؟

جواب: ﴿1﴾ قوم شعیب نے جب محسوس کیا کہ شعیب علیہ السلام کے دلائل کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں اور دوسری طرف اقتدار ان ہی کے پاس ہے تو انہوں نے قوت کے ذریعے پیغمبر کو خاموش کرانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے جلاوطنی یا پہلے دین میں واپسی کی دھمکی دی۔ ﴿2﴾ انہوں نے حق کے خلاف بہیمانہ قوت استعمال کی اور کسی اصول، ذمہ داری اور حق کی پاسداری نہ کی۔ انہوں نے تو صرف اپنی خواہشات نفس کی رعایت اور ان کی پیروی کی اور اپنی ناقص عقل کے پیچھے لگے جو ان کے قول فاسد پر دلالت کرتی ہے۔ پس شعیب علیہ السلام سے کہنے لگے '' یا تو تجھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور تیرے ساتھیوں کو ہمارے دین میں واپس لوٹنا ہوگا یا ہم تجھے اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے''۔شعیب علیہ السلام ان کے ایمان لانے کی امید میں ان کو ایمان کی دعوت دیتے رہے مگر وہ اب تک ایمان نہ لائے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر وہ ان کی پیروی نہیں کریں گے تو وہ ان کو ان کے اس وطن سے جلاوطن کر دیں گے جس میں رہنے کے شعیب علیہ السلام اور ان کے اصحاب زیادہ مستحق ہیں۔(تفسیر سعدی:903/1)﴿3﴾ یہ ظلم کا طریقہ کار ہے۔جب وہ خطیب الانبیاء شعیب علیہ السلام سے مغلوب ہو گئے تو انہوں نے قوت سے غالب آنے کی کوشش کی۔وہ راہزنی میں مشہور تھے اور ہتھیار اٹھا کر دندناتے پھرتے تھے اور وہ جلاوطن کرنے یا باطل دین میں واپس پلٹنے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔(ایسر التفاسیر:466)

سوال6:قوم شعیب نے دھمکی کے ذریعے کیا ثابت کرنا چاہا؟

جواب:قوم شعیب نے دھمکی کے ذریعے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جن کو شعیب علیہ السلام باطل قرار دے رہے ہیں ساری قوتیں اور ذرائع ان کے پاس ہیں اور اگر باطل متحد ہو جائے تو وہ زندگی کے ذرائع کہاں سے پائیں گے!

سوال7:قوم شعیب کی دھمکی سے ان کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ قوم شعیب کی دھمکی سے ان کے عقیدے کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔﴿2﴾ انہوں نے اپنی قوت اور ذرائع کی طرف دیکھا مگر رب کی طرف نہیں دیکھا جو سب سے زیادہ قوت والا ہے۔﴿3﴾ قوم شعیب یہ حقیقت بھول گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ جس کے خلاف ہو جائے اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

سوال8:قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ''شعیب نے کہا:''اور کیا اگر چہ ہم ناپسند کرنے والے ہوں؟''سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کی دھمکی کا جواب کیا دیا؟

جواب:سیدنا شعیب علیہ السلام نے ان کی بات پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا:خواہ ہم تمہارے دین سے بے زار ہوں،اس سے نفرت کرتے ہوئے بھی تمہارے باطل دین کی پیروی کریں!یعنی ہم تو جانتے ہیں کہ تمہارا دین باطل ہے اور وہ شخص جو علی الاعلان دوسروں کو بھی اس دین سے روک رہا ہے اور اس کے پیروکاروں کو برا کہتا ہے وہ اس دین کو قبول کرے اور اس کو دنیا میں پھیلائے۔

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ (89)

یقیناً ہم نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اگر تمہاری ملت میں لوٹ آئیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی ہے اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم اس میں لوٹ آئیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا رب ہے۔ہمارے رب نے ہر چیز کو علم سے گھیرا ہوا ہے۔ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا،اے ہمارے رب!ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو ہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔(89)

سوال1:قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ''یقیناً ہم نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اگر تمہاری ملت میں لوٹ آئیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی ہے''سیدنا شعیب علیہ السلام نے ملت کفر میں واپسی کو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنا کیوں قرار دیا؟

جواب:سیدنا شعیب علیہ السلام نے ملت کفر میں واپسی کو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنا قرار دیتے ہوئے کہا:اگر ملت کفر کو اختیار کریں اس کے بعد کہ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دے دی ہے تو ہم جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر افترء پردازی کرتے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ اس سے بڑا کوئی جھوٹا اور افترء پرداز نہیں جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ وہ ایک ہے، بے نیاز ہے، جس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں، اگر اس علم کے بعد بھی ہم ملت کفر اختیار کریں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس ملت کفر کا حق سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا میں اپنا اقتدار قائم کرے، ہم اقتدار کو اللہ تعالیٰ کے دین کا نہیں طاغوت کا حق سمجھیں گے یوں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں گے، اس کے دین کے مقابلے میں ملت کفر کو ترجیح دیں گے، تو یوں ہم ثابت کریں گے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا دین حق نہیں ہے جو کہ بڑا جھوٹ ہے۔

سوال 2: دین حق کو چھوڑ کر ملت کفر کی طرف پلٹنے والا صراط مستقیم سے کیسے ہٹ جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ملت کفر کی طرف لوٹ جانے والے کا دین اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہیں رہتا۔ ﴿2﴾ اس کی اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہوتی۔ ﴿3﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو رب بنالیتا ہے اور اس طرح صراط مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔

سوال 3: وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ ''اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم اس میں لوٹ آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: آیت کا یہ حصہ سیدنا شعیب علیہ السلام کا اعلان ہے کہ ہمارے لیے ممکن ہی نہیں کہ تمہاری ملت میں پلٹ آئیں۔ ﴿1﴾ جو انسان حق کو قبول کر لیتا ہے وہ انسان کی غلامی کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے، اس طرح انسان کی انسانیت ہی ختم ہو جاتی ہے سیدنا شعیب علیہ السلام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ دوبارہ انسانیت کے خاتمے کے لیے پروگرام میں شامل ہوا جائے۔ ﴿2﴾ انسان کے لئے یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی خواہشات، رجحانات، ارادوں، مرضی اور حکم کا پابند ہو۔ وہ جیسے جی چاہے انسانوں کو چلائیں۔ سیدنا شعیب علیہ السلام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے ہم جان بوجھ کر دوبارہ انسانوں کی غلامی اختیار کر لیں۔ ﴿3﴾ ملت کفر میں لوگوں کے مال بھی وقت کے بڑوں کے پاس چلے جاتے ہیں جیسے چاہیں استعمال کریں۔ اولاد بھی ان ہی کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے جیسے چاہیں ان کے اندر اخلاق اور عادات کو پروان چڑھائیں۔ سیدنا شعیب علیہ السلام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے مال اور اولاد پھر سے تمہارے حوالے کر دیں۔ ﴿4﴾ ملت کفر میں لوگوں کی عزت بھی اپنے ہاتھ میں نہیں رہتی یا تو ظلم کے ساتھ لوگوں کی عزت کے ساتھ کھیلا جاتا ہے یا لوگ ضمیر بدل کر دل کی خوشی سے عزتیں لٹواتے ہیں۔ سیدنا شعیب علیہ السلام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ پھر سے اپنی عزت تمہارے حوالے کر دیں۔

سوال 4: اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ''مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا رب ہے'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے یہ کہہ کر اپنے معاملات کیسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا رب ہے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اپنی مخلوق میں نافذ ہوتی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 466) ﴿2﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ مستقبل میں ان کے معاملات کس رخ پر چلنے والے ہیں؟ وہ ملت کفر میں جانے کو ناپسند کر سکتے تھے تو انہوں نے صاف نفرت کی، وہ ملت کفر میں جانے سے رک سکتے تھے انہوں نے صاف انکار کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بارے میں نہیں جانتے تھے جب کہ انسانی معاملات کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو مستقبل کے معاملات سونپ دیئے۔ ﴿3﴾ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تمام مخلوقات میں نافذ اس کے ارادے میں غور کیا جائے، جس سے باہر نکلنا کسی کے لیے ممکن نہیں خواہ پے در پے اسباب مہیا ہوں اور قوتیں باہم موافق ہوں، تو وہ اپنے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ عنقریب فلاں فعل سرانجام دیں گے یا اس کو چھوڑ دیں گے۔ (تفسیر سعدی: 904)

سوال 5: سیدنا شعیب علیہ السلام نے کن وجوہات کی بنا پر کفار کو اس بات سے مایوس کر دیا کہ وہ ان کی موافقت کریں گے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: شعیب علیہ السلام نے متعدد وجوہ کی بناء پر کفار کو اس بات سے مایوس کر دیا کہ وہ ان کی موافقت کریں گے۔﴿1﴾ شعیب علیہ السلام اور ان کے اصحاب ان کے دین کو ناپسند کرتے تھے اور اس سے سخت بغض رکھتے تھے کیونکہ ان کا دین شرک پر مبنی تھا۔﴿2﴾ شعیب علیہ السلام نے ان کے دین کو جھوٹ قرار دیا تھا اور ان کو اس بات پر گواہ بنایا تھا کہ اگر انہوں نے اور ان کے اصحاب نے کفار کے دین کی اتباع کی، تو وہ جھوٹے ہیں۔ ﴿3﴾ انہوں نے علی الاعلان اعتراف کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے دین سے بچا کر ان پر احسان کیا ہے۔﴿4﴾ ان کی استقامت پر مبنی حالت پر غور کریں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی جو تعظیم اس کی عبودیت کا جو اعتراف نیز اس بات کا اعتراف کہ وہی الہ واحد ہے صرف وہی اکیلا عبادت کے لائق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کا اعلان کہ مشرکین کے گھڑے ہوئے معبود سب سے بڑا باطل اور سب سے بڑا فریب ہیں۔ ان امور کو دیکھتے ہوئے یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان کو ہدایت سے نوازنے کے بعد وہ ان کے دین میں واپس لوٹیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی عقل سے نوازا ہے جس کے ذریعے سے وہ حق اور باطل ہدایت اور گمراہی کو پہنچانتے ہیں۔(تفسیر سعدی:4/1903,90)

سوال6: وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۖ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ''ہمارے رب نے ہر چیز کو علم سے گھیرا ہوا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہمارے رب کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔﴿2﴾ ہمارے لیے یا کسی اور کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے بھاگنا ممکن نہیں ہے۔ اس کی مشیت، اس کے علم اور حکمت کے تابع ہے۔﴿3﴾ وہ سب کچھ جاننے والا العلیم جانتا ہے کہ بندوں کے لیے کیا چیز فائدہ مند ہے اور کس سے وہ اپنے بندوں کے لیے کوئی تدبیر کرے۔

﴿4﴾ وہ انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو قوت کا سرچشمہ سمجھے، جو اس کو اپنی آخری پناہ گاہ سمجھے، جو یقین رکھے کہ آخری فیصلے اور فتح و شکست کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔﴿5﴾ جو انسان رب کے علم کی وسعتوں کا یقین رکھتا ہے، وہ رب پر توکل کرنے لگتا ہے، وہ رب سے ہی ہر معاملے کا فیصلہ طلب کرتا ہے۔

سوال7: عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ''ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی ہم نے دین حق پر ثبات اور باطل سے براءت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس کی حمایت کرتے ہوئے ہم نے اس پر اعتماد کیا۔(ایسر التفاسیر:466)﴿2﴾ ہم نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا کہ وہ ایمان پر ثبات دے اور یقین میں اضافے کی توفیق دے۔(الاساس فی التفسیر:4/1949)﴿3﴾ ہم اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہنم کے راستوں سے بچالے گا اور ہدایت کے راستے پر ثبات عطا فرمائے گا۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔(الطلاق:3)

سوال8: رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ''اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو ہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا ''اے ہمارے رب! ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما'' یعنی ہمارے درمیان واضح فیصلہ فرما دیجیے۔ غیب سے ہماری مدد فرما دیجیے۔﴿2﴾ وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ یعنی انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما دے۔ ہر ظلم کرنے والے، حق سے دشمنی رکھنے والے کے مقابلے میں مظلوم کی مدد فرمائیے۔﴿3﴾ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ''اور تو ہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' تو سب سے اچھا حاکم ہے، تو عادل ہے کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔﴿4﴾ اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی دو اقسام ہیں: (الف) اللہ تعالیٰ باطل میں سے حق کو، گمراہی میں سے ہدایت کو بیان کر کے نیز یہ واضح کر کے کہ کون صراط مستقیم پر گامزن ہے اور کون اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے منحرف ہے۔فیصلہ کرتا ہے یہ اس کا علمی فیصلہ ہے۔(ب) ظالموں کوسزا دینے اور صالحین کونجات اور اکرام عطا کرنے کے لیے جو فیصلہ کرتا ہے وہ اس کا جزائی فیصلہ ہے۔پس اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ حق اور انصاف کے ساتھ ان کے اور ان کی قوم کے درمیان فیصلہ فرمادے اور وہ انہیں ایسی آیات وعلامات دکھادے جو فریقین کے مابین فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں۔(تفسیر سعدی:903,905/1)

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ(90)

اور اس کی قوم میں سے جن سرداروں نے کفر کیا تھا انہوں نے کہا:''یقیناً اگر تم شعیب کے پیچھے چلو گے تب یقیناً تم ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔''(90)

سوال1:وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ'' اور اس کی قوم میں سے جن سرداروں نے کفر کیا تھا انہوں نے کہا:''یقیناً اگر تم شعیب کے پیچھے چلو گے تب یقیناً تم ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔'' قوم شعیب کے سرداروں نے یہ کیوں کہا کہ اگر شعیب علیہ السلام کی پیروی کرو گے تو خسارہ اٹھانے والے ہو جاؤ گے؟

جواب:﴿1﴾ قوم شعیب کے پاس اقتدار تھا، ظاہری قوتیں تھیں۔انہوں نے جب اپنی قوت سے شعیب علیہ السلام کو مرعوب کرنا چاہا تو وہ حق کی دعوت دینے سے نہ رکے۔اب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے سے روکنے کے لئے مار دھاڑ اور پکڑ دھکڑ کی ظاہری قوت سے اپنی عوام کو مطمئن کرنا چاہا اور شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر ظلم توڑ کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ قوت ہمارے ہاتھ میں ہے، ہم چاہیں تو قوت نہ رکھنے والوں کو ذلیل ورسوا کر دیں۔یوں قوم شعیب علیہ السلام کے سرداروں نے مظلوموں پر ہونے والے ظلم، ان پر مسلط کی جانے والی ذلت، ان کی مالی کمزوری اور ظاہری قوت اور اسباب کی کمی سے دوسروں کو ڈرایا تا کہ جو بھی شعیب علیہ السلام کا ساتھ دینا چاہے وہ خسارے سے بچنے کے لیے ان کا ساتھ نہ دے۔﴿2﴾ ان کے نفس نے ان کے لیے مزین کر دیا تھا کہ رشد وہدایت کی اتباع سراسر خسارہ اور شقاوت ہے انہیں یہ معلوم نہیں کہ خسارہ تو تمام تر خود گمراہی میں پڑے رہنے اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں ہے اور جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو اس وقت انہیں یہ حقیقت معلوم ہوئی۔(تفسیر سعدی:905/1)

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ(91)

چنانچہ ان کو ایک زلزلے نے پکڑ لیا، پھر انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے۔(91)

سوال1:اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کے سرداروں کے دعوے کا کیا جواب دیا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کے سرداروں کے مستقبل سے ساری دنیا کو دکھادیا کہ برباد وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے حق کی دعوت دینے والوں کی مخالفت کی اور بربادی بھی ایسی جو اوندھا گرادے گی۔﴿2﴾ قوم شعیب کو ایسے زلزلے نے آلیا کہ وہ کٹے ہوئے درختوں کی مانند مردہ گرے پڑے تھے۔﴿3﴾ اہل مدین پر عذاب کے بارے میں قرآن کریم کی بعض دوسری آیات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر تین طرح کا عذاب آیا تھا ظلۃ، صحیۃ اور رجفۃ یعنی ان پر پہلے ایک بادل چھا گیا جس میں سے آگ شعلے اور چنگاریاں نکلنے لگیں پھر اسی سے ایک ہولناک اور جگر خراش کرخت قسم کی آواز پیدا ہوئی اور اسی دوران نیچے سے زلزلے نے آلیا اس طرح وہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں موت کی آغوش میں چلے گئے اس حال میں انہوں نے اوندھے پڑ کر اپنے سینوں کو زمین سے چمٹا رکھا تھا تا کہ انہیں اس عذاب سے کم سے کم تکلیف محسوس ہو، رہے شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھی تو انہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اس بستی سے نکل جانے کا حکم دے دیا تھا۔(تیسیر القرآن:78/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ(92)

جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔(92)

سوال1: اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ''جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے،'' قوم شعیب پر آنے والے عذاب نے ان کی کیا حالت بنادی؟

جواب:﴿1﴾ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے، ایسے بے حس وحرکت گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے، گویا کہ انہوں نے گھروں کو تعمیر ہی نہ کیا تھا۔ وہ ایسے برباد ہوئے کہ ان کے گھروں میں ان کے کچھ آثار بھی باقی نہ رہے۔

سوال2: اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ''وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب قوم شعیب کو عذاب نے آ پکڑا تو لذتوں کی دنیا سے ہلاکت کے گڑھوں میں منتقل ہوگئے۔ قیامت کے دن وہ اور ان کے گھر والے خسارہ اٹھائیں گے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اگر تم نے شعیب علیہ السلام کی پیروی کی تو خسارے میں پڑ سکتے ہو۔﴿2﴾ یہ نظریہ اہل مدین کا نظریہ نہیں تھا بلکہ ہر زمانے میں مفسد قسم کے لوگوں کا یہی خیال ہے کہ تجارت، سیاست اور دوسرے دنیوی معاملات جھوٹ اور بے ایمانی کے بغیر چل ہی نہیں سکتے۔(تیسیر القرآن:78/2)

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ(93)

سو شعیب ان سے واپس لوٹا اور کہا: ''اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی، تو میں انکار کرنے والے لوگوں پر کیسے افسوس کروں؟(93)

سوال1: فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ''سو شعیب ان سے واپس لوٹا اور کہا: اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی'' شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے کیسے جدا ہوئے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام ان سے ایسے جدا ہوئے کہ ان کے راستے بھی جدا ہوگئے اور انجام بھی جدا ہوگیا۔﴿2﴾ جب وہ سب برباد ہوگئے تو ان کی ہلاکت کے بعد ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات کھول کر بیان کر دیئے تم نے سب کچھ سمجھا لیکن سرکشی کی وَنَصَحْتُ لَكُمْ اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم نے قبول نہیں کی، تم نے نافرمانی ہی کی۔

سوال2: فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ''تو میں انکار کرنے والے لوگوں پر کیسے افسوس کروں؟'' شعیب علیہ السلام کو اپنی قوم کی بربادی پر کوئی افسوس کیوں نہ ہوا؟

جواب:﴿1﴾ شعیب علیہ السلام کو قوم کی بربادی پر افسوس اس لئے نہیں تھا کہ انہوں نے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا، لیکن قوم نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس قوم پر افسوس کا اظہار کیسے ہوسکتا ہے جس کا دین فرق ہے، جب لوگوں کے عقائد فرق ہوجاتے ہیں تو ان کی زندگی کے راستے جدا جدا ہوجاتے ہیں۔ یہ فرق رشتہ داروں میں بھی ہوتا ہے۔﴿2﴾ یعنی میں ایسے لوگوں کے انجام پر کیوں کر غمزدہ ہوسکتا ہوں جن میں کوئی بھلائی نہ تھی؟ بھلائی ان کے پاس آئی مگر انہوں نے اسے ٹھکرا دیا، اسے قبول نہ کیا، یہ لوگ شر کے سوا کسی چیز کے لائق نہ تھے۔ پس یہ اس چیز کے مستحق نہیں ہیں کہ ان کی ہلاکت پر افسوس کیا جائے بلکہ ان کی ہلاکت اور استیصال پر تو خوش ہونا چاہیے۔ اے اللہ! فضیحت اور رسوائی سے تیری پناہ! اس سے بڑھ کر کون سی بدبختی اور سزا ہوسکتی ہے کہ وہ اس حالت کو پہنچ جائیں کہ مخلوق میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہستی بھی ان سے براءت کا اظہار کرے۔(تفسیر سعدی:905,906/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر2

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَۃٍ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَہۡلَہَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّہُمۡ یَضَّرَّعُوۡنَ(94)

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑ لیا تا کہ وہ گڑ گڑائیں۔(94)

سوال1: وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَۃٍ مِّنۡ نَّبِیٍّ ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے کسی بستی میں جب بھی کوئی نبی بھیجا جو انہیں برائیوں سے روکے اور نیکی کا حکم دے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلائے مگر انہوں نے اس کی نافرمانی کی۔

سوال2: اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَہۡلَہَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ ''مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑ لیا'' انسان پر مصیبتیں اور تکلیفیں کیوں آتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ انسانوں کو اس لیے مختلف قسم کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تا کہ ان کا دل نرم ہو۔ ﴿2﴾ تا کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک پر اعتماد ٹوٹ جائے۔ ﴿3﴾ ان کے اندر سے اپنی بڑائی کا احساس جاتا رہے جو باہر سے سچائی قبول کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ ﴿4﴾ ان کے اندر اپنی ذات کی کم مائیگی اور بے بسی کا احساس پیدا ہو۔ ﴿5﴾ انسان کی فطرت بالکل مسخ نہیں ہوئی تو جاگ اٹھیں۔ ﴿6﴾ وہ عاجزی اور تضرع سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں ﴿7﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب گار بن جائیں۔ ﴿8﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اقرار کر لیں۔ ﴿9﴾ تا کہ وہ حق قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

سوال3: لَعَلَّہُمۡ یَضَّرَّعُوۡنَ ''تا کہ وہ گڑ گڑائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ آزمائشوں میں اس لیے مبتلا کرتے ہیں تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑائیں اور ان کے نفس اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں۔

سوال4: کیا رب کو بندگی اور عاجزی کی ضرورت ہے؟

جواب: رب کو انسانوں کی جانب سے بندگی اور عاجزی کے اظہار کی ضرورت نہیں یہ انسان کی ضرورت ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تم سب اولین و آخرین اور جن و انس ایک صاف چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگنے لگو اور میں ہر انسان کو جو وہ مجھ سے مانگے عطا کر دوں تو پھر بھی میرے خزانوں میں اس قدر بھی کمی نہیں ہو گی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں کہ جنہیں میں تمہارے لیے اکٹھا کر رہا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا تو جو آدمی بہتر بدلہ پائے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو بہتر بدلہ نہ پائے تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے۔ سعد فرماتے ہیں کہ ابوادریس خولانی رحمہ اللہ جب یہ حدیث بیان کرتے تھے تو اپنے گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔ (مسلم:6572)

سوال5: مصیبتیں مومن اور منافق پر کیسے اثرات چھوڑتی ہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور منافق کی مثال گدھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی طرح ہے کہ وہ نہیں جانتا اس کے مالک نے کس لیے اسے باندھا اور کیوں اسے چھوڑ دیا۔(ابن کثیر)

سوال6: انسانوں کو عاجزی سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ عاجزی سکھانے کے لیے نفسیاتی اور روحانی مصیبتوں میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ دل زندہ ہوں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ رنج وغم میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ انسانوں کی کمزوریاں دور ہو جائیں ان کے اندر احساس تیز ہو جائے اور انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف توجہ کرے۔ یوں انسان اطمینان محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پا کر عاجزی اختیار کر لیتا ہے۔ ﴿3﴾ مصیبتوں کی آزمائش پر بعض لوگ مایوس ہو جاتے ہیں۔ آزمائش پر بعض لوگ صبر کرتے ہیں۔ جن لوگوں کی فطرت مسخ نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے قوت حاصل کرتے ہیں اللہ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (95)

پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی کو بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انہوں نے کہا: ''بلاشبہ دکھ سکھ تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچے تھے۔ تو ہم نے ان کو اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔(95)

سوال1: ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا'' پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی کو بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب بڑھ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ پھر جب ان کو آزمائش نے فائدہ نہیں دیا اور وہ اپنی ہٹ دھرمی اور تکبر پر جمے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بدحالی کی جگہ رزق میں کشائش عطا فرمائی، ان کی بیماریوں کی جگہ جسمانی عافیت دی اور ان سے آزمائشوں اور تکلیفوں کو دور کر دیا۔ ﴿2﴾ حَتّٰى عَفَوْا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ مال اور اولاد میں بڑھ گئے۔(جامع البیان:10/9) ﴿3﴾ یہاں تک کہ انہوں نے یہ بھی فراموش کر دیا کہ کبھی ان پر بھی مصیبتیں نازل ہوئی تھیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ تنگی کو آسانی میں کیسے بدلتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ بیماری کی جگہ صحت عطا کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اولاد کی کمی کو دور کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ خوف کی جگہ امن عطا کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ غربت کی جگہ مال داری عطا کرتے ہیں۔

سوال3: مال دولت کی فراوانی کی آزمائش کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: مال و دولت کی فراوانی کی آزمائش انسان کے لئے غربت کی آزمائش سے بڑی ہوتی ہے۔

﴿1﴾ دولت کی وجہ سے انسان غافل اور سرکش ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ دولت کی وجہ سے بہت کم انسان صبر کرتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا آغاز کیسے ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہر علاقے میں اپنا نبی بھیجتے ہیں تا کہ لوگ جھٹلائیں اور ان کو پکڑ لیا جائے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مصائب میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ ان کو بدنی اور مالی اذیتیں دی جائیں تا کہ ان کے دل زندہ ہوں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اس کے بعد آسانیاں اور خوش حالیاں عطا کرتے ہیں اور انسان دولت کی وجہ سے غفلت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے۔

سوال5: وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ'' اور انہوں نے کہا: ''بلاشبہ دکھ سکھ تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچے تھے کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی خوشی اور غم، دکھ سکھ تو وہ سمجھتے ہیں زندگی کے ساتھ ساتھ ہیں۔ کبھی خوشیاں کبھی غم گردش دوراں ہے انسان ایسی باتیں تب کرتا ہے جب وہ لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ انسان جب عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتا ہے ساری سہولیات اسے مل جاتی ہیں تو کسی معاملے میں احتیاط یا ڈر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے لیے راستے کی رکاوٹ نہیں بنتا اور انسان لاپرواہ ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ وہ ان مصیبتوں اور خوشیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں سمجھتے۔ وہ مصیبتوں کو نہ تنبیہ سمجھتے ہیں نہ استدراج۔ جو کچھ انہیں ملا وہ اس میں مست رہے کیونکہ دنیا ان کے لیے سب سے زیادہ خوش کن چیز تھی۔﴿3﴾ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آیت میں کافروں اور اللہ تعالیٰ سے غافل لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے لیکن مومنوں کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے وہ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس پر صبر کرتے ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن: 481.482/1)﴿4﴾ ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔ (مسلم 7500)

سوال 6: فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ''تو ہم نے ان کو اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔'' جب انسان غفلت، لاپرواہی اور سرکشی کی آخری حد کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا فیصلہ ہو جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ خوشحالی اور فارغ البالی میں عمومی طور پر لوگ سنجیدہ نہیں رہتے وہ خوب خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بالکل نہیں ڈرتے سمجھتے ہے کہ اُن کے معاملات یونہی چلتے رہیں گے۔﴿2﴾ جب وہ نصیحت نہیں سنتے لہولعب میں مبتلا ہو جاتے ہیں سرکشی کرنے لگتے ہے ۔تب وہ غفلت میں ڈوب جاتے ہیں۔﴿3﴾ ان کی غفلت، اللہ تعالیٰ سے دوری اور غرور کی یہ سزا دی جاتی ہے کہ انہیں خواہشات کی تکمیل کے لئے چھوٹ دی جاتی ہے پھر وہ ہر برے کام کے ارتکاب میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتے اس طرح ان کے دل سے اللہ تعالیٰ کا خوف اٹھ جاتا ہے۔﴿4﴾ سرکشی کے بعد انسانوں کو ترقی ملنا سخت خطرناک عمل ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی حالت میں پکڑنے کا ارادہ کر لیا ہے جہاں انسان کا گمان بھی نہیں جاتا۔﴿5﴾ پھر اللہ تعالیٰ اچانک پکڑ لیتے ہیں جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کا عذاب کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ وہ خوب ڈھیل دیتا ہے، مصیبتیں اور تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں اور عیش وعشرت کے زور چلتے ہیں، لوگ یہ سمجھتے ہیں، اب خطرے سے باہر ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری سن لی ہے، اسے ہماری گستاخیاں پسند ہیں، تو اس وقت اچانک انتقام کا ہاتھ نمودار ہوتا ہے اور وہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ (تفسیر سراج البیان: 387/2)

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (96)

اور اگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے تو ہم ضرور اُن پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اس کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ (96)

سوال 1: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا ''اور اگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی فطرت زندہ ہے اور اس میں حقائق کو سمجھنے کی صلاحیت موجود ہے۔﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی دعوت کو جھٹلانے والوں کے بارے میں یہ واضح فرمایا ہے کہ ان پر مصائب، تنبیہات اور نصیحت کے لیے آتے رہے ہیں اور استدراج کے لیے انہیں خوش حالیاں عطا کی جاتی ہیں۔﴿2﴾ اگر بستیوں والے صدق دل سے ایمان یعنی اللہ تعالیٰ پر اس کی ملاقات پر اسکے وعدوں پر اور اس کی وعیدوں پر۔ (ایسر التفاسیر 469) اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے اس سے ڈر کر رہتے اس کے حرام کردہ سے بچتے اس سے ثواب کی امید پر اس کی اطاعت کرتے اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کی ناراضگی کے کام ترک کر دیتے تو ان پر زمین وآسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ''تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے'' وہ کون سی برکتیں ہیں جو متقیوں پر سایہ فگن ہوتی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ آسمان سے برکتوں کے دروازے کھولتے یعنی لگا تار بارش برساتے ﴿2﴾ زمین سے برکتیں ملتیں یعنی زمین ان کے لیئے وہ سب کچھ اگاتی جس پر ان کی زندگی کا انحصار ہے۔ ﴿3﴾ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں کسی محنت اور مشقت کے بغیر وافر مقدار میں رزق عطا فرماتا لیکن نہ وہ ایمان لاتے نہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ سو کیوں نہ کوئی بستی ایسی ہوئی کہ ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو یونس کی قوم کے سوا کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور انہیں ایک وقت تک کے لیے سامان زندگی دے دیا۔ (یونس 98) ﴿5﴾ متقی انسان کے شعور، پاک زندگی اور سکون واطمینان میں برکت ہوتی ہے۔

سوال 3: وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ''لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اس کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب انہوں نے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے برکتیں چھین لیں اور ان پر مصیبتیں آفتیں نازل کیں۔ یہ ان کے اعمال کی سزا ہے۔ جس کا کچھ دنیا میں اور باقی آخرت کے لیے رکھ دیا جاتا ہے۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کاموں کا انہیں مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں۔ (الروم 41)

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (97)

تو کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر رات کے وقت آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں؟ (97)

سوال 1: اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ''تو کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر رات کے وقت آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عذاب دن کے وقت آئے یا رات کو اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر ایک انسان نیند کی غفلت میں پکڑا جائے تو اس وقت اس کا شعور اور ارادہ کام نہیں آتا اس کے اندر کام کرنے کی قوت نہیں رہتی۔ انسان کی توجہ دلائی گئی ہے کہ نیند کی حالت میں تم معمولی مخلوق کے خلاف بھی مدافعت نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ جیسی عظیم قوت کے مقابلے میں کیا کرو گے۔

اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ (98)

اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ان پر دن چڑھے ہمارا عذاب آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں؟ (98)

سوال 1: اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ''اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ان پر دن چڑھے ہمارا عذاب آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں؟'' انسان پر کھیلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے تو اس کی کیا کیفیت ہو سکتی ہے؟

جواب: کھیلتے ہوئے انسان پوری طرح سے کھیل میں محو ہوتا ہے اس کی توجہ اپنے مقابل پر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا عذاب تو دن کے وقت آئے تب بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ کجا کہ غفلت میں آئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی بے خوفی کو جھنجوڑا ہے۔ کہ کون سی چیز انہیں بچا سکتی ہے انہیں امن کہاں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے مل سکتا ہے؟انہوں نے عذاب کے سارے اسباب کو اکھٹا کر لیا ہے، یہ بڑے بڑے جرائم ان کا شرک کرنا اور نافرمانی کے کام ہیں جو ہلاکت اور بربادی کا باعث بنتے ہیں۔

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ(99)

کیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔(99)

سوال1: اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ''کیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کے مکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیریں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈھیل دے کر انہیں دھوکہ دے رہا ہے جسے وہ نہیں جانتے۔

سوال2: فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ''تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں'' خسارہ پانے والے اللہ تعالیٰ کی چالوں سے کیسے بے خوف ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ خسارہ پانے والے غفلت میں مبتلا ہوتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کی چالوں کا احساس تک نہیں ہوتا وہ اپنے ہی کاموں میں گم رہتے ہیں۔ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کبائر کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا اور اللہ تعالیٰ کے مکر سے بے خوف ہونا۔ ﴿2﴾ خسارہ پانے والے حد سے گزرنے والے ہوتے ہیں اس لئے انھیں اللہ تعالیٰ کی چالوں کا احساس نہیں ہوتا۔ ﴿3﴾ خسارہ پانے والے لاپرواہ ہوتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی چالوں کا احساس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف نہیں رکھتے وہ اعمال کی جزا و سزا کی تصدیق نہیں کرتے نہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں بے خوفی سے ایمان سلب ہو سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرنی چاہئے: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا، اس کے بعد کہ جب آپ نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمانا، بے شک آپ ہی بے حد عطا کرنے والے ہیں''۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک ''اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔(ترمذی3522)

رکوع نمبر:3

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ(100)

اور کیا ان لوگوں کی جو پہلے باشندوں کے بعد زمین کے وارث بنتے ہیں اس بات نے راہ نمائی نہیں کی کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے سزا دیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں تو وہ نہ سنیں۔(100)

سوال1: اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ''اور کیا ان لوگوں کی جو پہلے باشندوں کے بعد زمین کے وارث بنتے ہیں اس بات نے راہ نمائی نہیں کی کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے سزا دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کیا ان لوگوں کے لیے جو پہلے باشندوں کے جانے کے بعد زمین کے وارث بنتے ہیں اس امر نے راہ نمائی نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے سبب ہلاکت ڈال دیتے ہیں۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن ان کا ایمان انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔(السجدہ:29) ﴿3﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿45﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۔چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(الحج:45,4)﴿4﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان کو اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مزاق اڑاتے تھے۔(الانعام:10)﴿5﴾ ان قوموں کی ہلاکت و بربادی کے بعد جنہوں نے ہلاک ہونے والوں جیسے کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔﴿6﴾ کیا انہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیتا ہے۔اگر پہلوں کو پکڑ لیا تو ہمیں بھی پکڑ لے گا، اللہ تعالیٰ کی سنت اٹل ہے۔

سوال 2: وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ''اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں تو وہ نہ سنیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے ان میں حق داخل نہیں ہوسکتا۔جب انہیں تنبیہات کی جاتی ہیں تو وہ نہیں سنتے، جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت نہیں پکڑتے۔جب اللہ تعالیٰ کی آیات انہیں سنائی جاتی ہیں تا کہ وہ عبرت حاصل کریں تو وہ عبرت نہیں پکڑتے۔وہ ایسی کوئی بات نہیں سن سکتے جس سے انہیں کوئی فائدہ ہو۔وہ صرف ایسی بات سن سکتے ہیں جو ان کے خلاف حجت بنے گی۔جب انسان اللہ تعالیٰ کے اشارات کو اپنی آنکھوں، کانوں اور عقل کی صلاحیتوں سے نہیں سمجھتا اور اپنی صلاحیتوں سے کام نہیں لیتا تو اس کے دل سے حساسیت ختم ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ اس کے جذبے کند ہو جاتے ہیں اور دل و دماغ پر بے حسی کی مہر لگ جاتی ہے۔

سوال 3: پچھلی قوموں کی ہلاکت سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ پچھلی قوموں کی ہلاکت سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑے جیسا کہ پہلے لوگ پکڑے گئے تھے تو انہیں کوئی بچا نہیں سکتا۔﴿2﴾ پچھلی قوموں کی ہلاکت سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دے یا ہدایت کی توفیق سلب کرے اور وہ ہدایت سے ہمیشہ کے لیے محروم رہ جائیں اور اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائیں تو کوئی مدد کو نہیں پہنچ سکتا۔

سوال 4: قوموں کی ہلاکت کے بارے میں تنبیہ کا کیا مقصد ہے؟

جواب: قوموں کی ہلاکت کے بارے میں تنبیہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈریں۔دنیا میں ہونے والے واقعات سے سبق لیں۔وہ تاریخی واقعات کے اسباب کا جائزہ لیں اور وہ غافل ہو کر تکبر میں مبتلا نہ ہوں۔

سوال 5: قوموں کی ہلاکت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ڈراووں سے کیا مقصود نہیں ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قوموں کی ہلاکت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ڈراووں سے اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ لوگوں کے اندر بے چینی پیدا ہو جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو احساس ضیاع ہو جائے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ڈراووں سے زندگی کو معطل کرنا مطلوب نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ لاپرواہی اور سرکشی سے بچایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہلاکت میں ڈالنے والے کاموں سے بچا جائے۔

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ (101)

یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے، تو وہ ایسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں تھے کہ وہ اس پر ایمان لاتے جس کو انہوں نے اس سے پہلے جھٹلا دیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔(101)

سوال1: تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا'' یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں'' سے کیا سمجھایا جا رہا ہے؟

جواب:﴿1﴾ تِلْكَ الْقُرٰى سے اللہ تعالیٰ نے قوم نوح ،قوم ھود،قوم صالح ،قوم لوط،قوم شعیب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:47)

﴿2﴾ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم پچھلی قوموں کی کچھ خبریں اس لیے بیان کرتے ہیں تا کہ عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کریں، متقی نصیحت حاصل کریں اور ظالموں کے لیے یہ کڑوی ڈانٹ بن جائے۔

سوال2: وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ'' اور بلاشبہ یقیناً ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے ،تو وہ ایسے نہیں تھے کہ وہ اس پر ایمان لاتے جس کو انہوں نے اس سے پہلے جھٹلا دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہلاک ہونے والی قوموں کے پاس بھی رسول بھیجے جو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول کی صداقت کے واضح دلائل لے کر آئے تھے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے۔اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔(بنی اسرائیل:15)﴿3﴾ رسولوں نے انہیں سعادت والے کاموں کی دعوت دی۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے بھی رسولوں کی تائید کی۔﴿5﴾ رسولوں نے حق کو واضح کرنے والے دلائل دیئے مگر انہیں کسی چیز نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے توسط سے ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا جب لوگوں نے قبول نہیں کیا تو ان پر حجت قائم ہوگئی۔رب العزت نے فرمایا: رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تا کہ لوگوں کے لئے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(النساء:165)

سوال3: پچھلی قوموں کے لوگ رسولوں پر ایمان کیوں نہ لائے تھے؟

جواب:﴿1﴾ پچھلی قوموں کے اندر حسّاسیت ختم ہوتی گئی تھی۔﴿2﴾ ان کی توجہ ہدایت کی طرف نہ رہی تھی۔﴿3﴾ پچھلی قوموں کی فطرت مسخ ہو چکی تھی اس لیے انہوں نے ہدایت قبول نہ کی، اس لیے انہوں نے جھٹلایا اور ایمان قبول نہ کیا۔

سوال4: كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حق کو جھٹلانے کی سزا کے طور پر کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں یہ ان پر ظلم نہیں انہوں نے جھٹلا کر خود اپنے اوپر ظلم کیا۔﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آجاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتی کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔(ترمذی:3334)

سوال5: اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کیوں لگا دی تھی؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر تب لگائی تھی جب انہوں نے ایمانی دلائل کی طرف توجہ نہ کی۔﴿2﴾ جب انہوں نے ہدایت قبول نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حق قبول کرنے کے سارے دروازے بند کر دیئے۔

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ(102)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور ہم نے ان میں سے اکثر کے لیے کوئی عہد نہیں پایا اور بلاشبہ ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا ہے۔(102)

سوال1: وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ''اور ہم نے ان میں سے اکثر کے لیے کوئی عہد نہیں پایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کے بارے میں واضح فرمایا کہ ہم نے جن کی طرف رسول بھیجے ان میں سے اکثر قوموں میں عہد کی پاسداری نہیں دیکھی یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں جو وصیت کی اس پر وہ قائم نہ رہے۔ وہی وصیت اس نے سارے جہان والوں کو کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے توسط سے اپنی وصیت پہنچائی ہے لیکن لوگ ثابت قدم نہ رہے کیونکہ وہ عہد کی پابندی نہیں کرتے تھے اپنی خواہشات کے بندے بنے ہوئے تھے۔

سوال2: وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ''اور بلاشبہ ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنا فسق اور نکلنے والا فاسق ہے۔ ﴿2﴾ پچھلی قوموں کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ ان میں سے اکثر لوگ خواہش پرست تھے، اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل گئے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے، کتابیں نازل کیں، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کی پابندی کریں اور ہدایت کے راستے پر آئیں مگر کم لوگ اس کی تعمیل کرتے ہیں اور رسولوں کی دعوت کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ اسی جرم کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے قوموں پر عذاب بھیجے۔

سوال3: کوئی قوم کیسے فاسق بن جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو قوم اللہ تعالیٰ سے ہدایت حاصل نہیں کرتی، اپنے دین پر قائم نہیں رہتی اور حق سے ہٹ جاتی ہے وہ قوم فاسق بن جاتی ہے۔ ﴿2﴾ جو قوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے وعدے پر قائم نہیں رہتی وہ ہدایت کے راستے پر قائم نہیں رہتی اس طرح وہ فاسق بن جاتی ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ(103)

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی جانب بھیجا تو انہوں نے بھی ان کے ساتھ ظلم کیا، پھر دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟(103)

سوال1: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ''پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی جانب بھیجا تو انہوں نے بھی ان کے ساتھ ظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ رب العزت نے فرمایا کہ پھر ان جلیل القدر انبیاء و رسل کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بڑی بڑی آیات اور معجزات کے ساتھ بھیجا کہ ان جیسے معجزات پہلے کبھی نہیں بھیجے گئے تھے۔ ﴿2﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف جو بڑے سرکش اور جابر تھے۔ ﴿3﴾ فَظَلَمُوْا بِهَا انہوں نے ان کے مقابلے میں ظلم کیا کہ انہوں نے حق کی پیروی نہیں کی اور تکبر کے ساتھ حق کو ٹھکرا دیا۔

سوال2: فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ''پھر دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا فساد کرنے والوں کے انجام کی طرف دیکھو کیسے ہم نے انہیں ہلاک کیا؟ کیسے لعنت نے ان کا پیچھا کیا؟ اور قیامت تک پیچھے لگی رہے گی۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ(104)

اور موسیٰ نے کہا: ''اے فرعون! یقیناً میں جہانوں کے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں۔(104)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: وَقَالَ مُوْسٰى یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''اور موسیٰ نے کہا: ''اے فرعون! یقیناً میں جہانوں کے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں۔'' موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو پہلی ملاقات میں کیا دعوت دی؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے یہ کہا کہ میں عظیم ہستی کی جانب سے بھیجا ہوا رسول ہوں جو کائنات کا رب ہے۔ وہی مخلوق کا خالق، رازق، اور مالک ہے۔ اسی کے فیصلے ان پر نافذ ہوتے ہیں، وہ اپنی مخلوق کی تربیت اپنی تدابیر سے کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو یونہی بے کار نہیں چھوڑتا بلکہ ان کے لیے وہ انبیاء کو بھیجتا ہے۔

حَقِیْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (105)

اس بات پر پوری طرح قائم ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں، یقیناً میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔ (105)

سوال 1: حَقِیْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ ''اس بات پر پوری طرح قائم ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جب اس عظیم ہستی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو مجھ پر فرض ہے کہ میں اس پر جھوٹ نہ باندھوں، اور اس پر وہی بات کہوں جو حق اور سچ ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں سچ کے علاوہ کچھ اور کہوں تو وہ مجھے ایسے پکڑ لے گا جیسا کہ غلبہ رکھنے والا پکڑتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ میری بات سنیں اور میری اطاعت کریں۔

سوال 2: قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ''یقیناً میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔'' موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کس بنیاد پر کیا تھا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی آزادی کے مطالبے سے قبل یہ واضح کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل اور معجزات لے کر آیا ہوں اس لیے ان پر واجب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور ان کی اتباع کریں۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں تاکہ میں انہیں لے کر شام چلا جاؤں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے لکھ دی ہے اور وہاں ان کے آباء کے گھر ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 472) موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ اس بنیاد پر کیا تھا کہ میں کائنات کے رب کا رسول ہوں اس لیے بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دی۔

ؕ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (106)

فرعون نے کہا: ''اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو وہ لے آؤ، اگر تم سچوں میں سے ہو۔'' (106)

سوال 1: قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ''اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو وہ لے آؤ، اگر تم سچوں میں سے ہو'' فرعون نے موسیٰ سے معجزات کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ فرعون نے معجزات کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ موسیٰ علیہ السلام رسول نہیں ہیں اور جھوٹا دعویٰ کر رہے ہیں۔ ﴿2﴾ فرعون نے یہ مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ہوا اکھڑ جائے اور پھر ان کے لئے خطرہ نہ رہیں۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ (107)

تو موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدھا تھی۔ (107)

سوال 1: فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ''تو موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدھا تھی'' عصا کیسے سانپ بن گیا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا ایسے سانپ بنا تھا کہ عصا کی حقیقت بدل گئی اب وہ جیتا جاگتا سانپ تھا اور لوگ کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کررہے تھے۔

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ(108)

اور اس نے اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکتا ہوا تھا۔(108)

سوال 1: وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ''اور اس نے اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکتا ہوا تھا'' موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ کیسے لوگوں کے سامنے چمکا تھا؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ بیماری کی وجہ سے نہیں سفیدی کی وجہ سے چمکا تھا جیسے بجلی کے قمقمے روشن ہو جائیں۔ رب العزت نے فرمایا: وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۖ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ بے عیب سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اس کی قوم کی طرف (جاؤ) یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔(النمل:12) یہ دو بڑے معجزات موسیٰ علیہ السلام کی رسالت، تعلیم اور صداقت پر دلیل تھے کہ وہ رب العالمین کی جانب سے رسول ہیں۔ مگر جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے پاس جتنے بھی معجزات آجائیں وہ ایمان نہیں لاتے جب تک کہ بڑا عذاب نہ دیکھ لیں۔

رکوع نمبر 4

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ(109)

فرعون کی قوم میں سے سرداروں نے کہا: یقیناً یہ شخص ضرور بڑا ماہر جادوگر ہے۔(109)

سوال 1: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ ''فرعون کی قوم میں سے سرداروں نے کہا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قوم فرعون کے سرداروں کو معجزات نے حیران و ششدر کر دیا مگر وہ ایمان نہ لائے اور معجزات کو غلط قرار دینے کے لیے تاویلیں تلاش کرنے لگے۔

سوال 2: فرعون اور اس کے سرداروں نے معجزات کو کیوں تسلیم نہ کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اگر فرعون اور اس کے سردار معجزات کو تسلیم کر لیتے تو فرعون کے اقتدار کا جواز ختم ہو جاتا تھا۔ ﴿2﴾ اگر سردار معجزات کو تسلیم کر لیتے تو فرعون نے جو عہدے انہیں عطا کئے تھے وہ عہدے ختم ہو جاتے۔ ﴿3﴾ اپنے اقتدار کے لئے فرعون اور اس کے سرداروں نے معجزات کو تسلیم نہیں کیا۔

سوال 3: اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ''یقیناً یہ شخص ضرور بڑا ماہر جادوگر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قوم فرعون کے سرداروں نے معجزات کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ جادو ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو انھوں نے جادوگر قرار دیا۔

سوال 4: فرعون اور اس کے سرداروں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جادو کیوں قرار دیا؟

جواب: ﴿1﴾ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے حق کے پیغام کو ٹیڑھا کرنے کے لئے یہ کہا کہ یہ جادوگری ہے۔ ﴿2﴾ یہ بات سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کے لئے بھی کہی گئی تھی تاکہ لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت ختم ہو جائے۔

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ(110)

وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے تو تم کیا حکم دیتے ہو؟(110)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: یُّرِیۡدُ اَنۡ یُّخۡرِجَکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِکُمۡ ’’وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قوم فرعون کے سرداروں نے کم عقل اور کم فہم لوگوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال باہر کرے گا۔ ﴿2﴾ فرعون اور اس کی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ نظر آ رہا تھا اس لیے وہ کسی بھی تدبیر سے ابھرتے ہوئے فتنے کو دبانا چاہتے تھے انھیں جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔ فرمایا: وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ اور ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہی کچھ دکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے۔ (القصص:6)

سوال2: فرعون اور اس کے ساتھیوں نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اس دعوت کو قبول کرنے سے ہمیں زمین سے بے دخل کر دیا جائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے رب العالمین کی دعوت سے یہ سمجھ لیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو رب العالمین تسلیم کر لیا تو اس کے سوا کسی اور کی اطاعت جائز ہی نہیں رہے گی۔ ﴿2﴾ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اس دعوت کو قبول کر لینے سے فرعون کا قانون غیر مؤثر ہو جائے گا اور احکام بے اثر ہو جائیں گے۔ ﴿3﴾ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اقتدار سے الگ ہونے کا کیا مطلب ہے کہ پھر اس سرزمین میں ہماری گنجائش نہ رہے گی۔

سوال3: فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ’’تو تم کیا حکم دیتے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: فرعون نے کہا آپ کی کیا رائے ہے انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کیسے بچا جائے کیونکہ جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں اس کا مقابلہ کسی عام چیز سے نہیں ہو سکتا کیونکہ عوام کے ذہن متاثر ہو رہے ہیں اسی لیے مشورہ میں ان کا نام بھی شامل کر لیا گیا (کہ موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دو)۔۔۔ (انوار البیان: 405/2)

قَالُوۡۤا اَرۡجِهۡ وَ اَخَاهُ وَ اَرۡسِلۡ فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِیۡنَ (111)

انہوں نے کہا: اسے اور اس کے بھائی کو انتظار میں رکھو اور تم شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دو۔ (111)

سوال1: فرعون کو اس کے سرداروں نے کیا مشورہ دیا؟

جواب: ﴿1﴾ فرعون کو اس کے سرداروں نے یہ مشورہ دیا کہ اسے اور اس کے بھائی کو انتظار میں رکھیں اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دیں تاکہ وہ ماہر جادوگروں کو لے آئیں۔ ﴿2﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سیدنا ہارون علیہ السلام بھی وہاں موجود تھے اور ان کو بھی نبوت دی گئی تھی اور فرعون کی طرف وہ بھی مبعوث تھے جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں ہے: اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى اب تم فرعون کے پاس جاؤ، یقیناً اس نے سرکشی کی ہے۔ (طٰہٰ:24) اسی لیے مشورہ میں ان کا نام بھی شامل کر لیا گیا (کہ موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دو) (انوار البیان:405/2)

سوال2: سرداروں نے فوراً جادوگروں کو بلوانے کا مشورہ کیوں دیا؟

جواب: ﴿1﴾ تمام بت پرستانہ مذاہب میں جادوگری دین کا حصہ ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے فوراً جادوگروں کو بلوانے کا مشورہ دیا ان مذاہب کے کاہن جادوگری کا کام کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ اس دور میں مصر میں کاہنوں اور جادوگروں کی بڑی تعداد تھی۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ بڑے جادوگروں کو اکٹھا کر لیں۔

یَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیۡمٍ (112)

وہ آپ کے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں۔ (112)

سوال1: یَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیۡمٍ ’’وہ آپ کے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں‘‘ بڑے جادوگروں کو اکٹھا کرنے کا مشورہ کس مقصد کے لئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا گیا؟

جواب: اس کا مقصد یہ تھا کہ تمام جادوگر اکٹھے ہو کر نعوذ باللہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جادوگری کا مقابلہ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے وقت مقرر کرنے کے لیے کہا کہ نہ تم خلاف ورزی کرنا نہ ہم کریں۔ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿59﴾ فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَىٰ موسیٰ نے کہا: ''تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔' پھر فرعون واپس لوٹا تو اس نے اپنی ساری تدبیریں جمع کیں، پھر (مقابلے) پر آ گیا۔ (طٰہٰ: 59,60)

وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ (113)

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے انہوں نے کہا: اگر ہم غالب رہے تو ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا۔ (113)

سوال 1: وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ ''اور جادوگر فرعون کے پاس آئے'' کی وضاحت کی کریں؟

جواب: جادوگروں کو بلانے کے لیے شہروں میں ہرکارے بھیجے گئے تو جادوگر صلے کا مطالبہ کرتے ہوئے فرعون کے پاس آ گئے۔

سوال 2: قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ''انہوں نے کہا: اگر ہم غالب رہے تو ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا'' جادوگروں نے آتے ہی صلے کا مطالبہ کیوں کیا؟

جواب: جادوگروں نے آتے ہی صلے کا مطالبہ اس لیے کیا کہ ﴿1﴾ جادو ان کا پیشہ تھا۔ ﴿2﴾ ان کے مذہب کی سچائی کا پتا اس سے چلتا ہے کہ مذہب کا دفاع کرنے والے پہلے دفاع کرنے کا صلہ مانگ رہے ہیں۔

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (114)

فرعون نے کہا: ہاں! اور یقیناً تم ضرور مقرب لوگوں میں سے ہوگے۔ (114)

سوال 1: فرعون نے جادوگروں کو کیا یقین دہانی کروائی؟

جواب: فرعون نے انہیں یقین دلایا کہ وہ اجرت بھی دے گا اور مقرب لوگوں میں شامل بھی کرے گا۔

سوال 2: فرعون کی یقین دہانی کا مقصد کیا تھا؟

جواب: فرعون کی یقین دہانی کا مقصد یہ تھا کہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا دل سے مقابلہ کریں۔

قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ (115)

جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! یا تو تم پھینکو یا ہم ہی پھینکنے والے ہوں۔ (115)

سوال 1: جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ اختیار کیوں دیا کہ چاہو تو تم اپنا عصا پھینکو یا ہم پھینکتے ہیں؟

جواب: جادوگروں کو اپنے فن پر اعتماد اور اپنی کامیابی کا یقین تھا پھر فرعون نے حوصلہ بڑھا دیا تھا اس لیے انھوں نے بے نیازی سے کہا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے تم وہ سامنے لاؤ گے یا ہم اپنا جادو دکھائیں۔

قَالَ أَلْقُوا ۖ فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ (116)

موسیٰ نے کہا: ''تم ہی پھینکو،'' پھر جب انہوں نے پھینکا (تو) لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں دہشت زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے آئے۔ (116)

سوال 1: قَالَ أَلْقُوا ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''تم ہی پھینکو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اعتماد اور دل کے یقین کا پتہ چلتا ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ جادوگروں کے کرتب کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔اسلیے انہوں نے کہا تم ہی پھینکو تا کہ لوگ دیکھ لیں تمہارے پاس کیا ہے اور ہمارے پاس کیا ہے۔

سوال 2:فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ''پھر جب انہوں نے پھینکا (تو) لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں دہشت زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے آئے۔'' جادوگروں کے جادو کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب:﴿1﴾فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ انہوں نے لوگوں کی نگاہوں کو مسحور کر دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ جادو سے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔صرف دیکھنے میں وہ ایک دوسری چیز نظر آتی ہے اس کے برعکس معجزہ چونکہ اللہ تعالی کے حکم سے ہوتا ہے اس لئے اس میں ایک چیز کی حقیقت بھی بدل سکتی ہے۔چونکہ اس معجزہ کو قرآن نے حق اور جادو کو باطل سے تعبیر فرمایا ہے۔لیکن ہر جادو محض تخیل نہیں ہوتا۔جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ''سحر'' کئی قسم کا ہوتا ہے بعض قسم کا جادو تو واقعی تخیل ہوتا ہے مگر بعض قسم کے جادو مبنی بر حقیقت ہوتے ہیں جیسا کہ لبید بن عاصم یہودی کا نبی ﷺ پر جادو چلانا۔اس لئے سرے سے جادو کی حقیقت کا انکار صحیح نہیں ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جس جادو کا ذکر ہو رہا ہے وہ محض دھوکا تھا۔(اشرف الحواشی:198/1)﴿2﴾وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ ''اور انہیں دہشت زدہ کر دیا'' انہوں نے انہیں دہشت زدہ کر دیا اور ان کی آنکھوں پر جادو کر کے ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا۔(ایسر التفاسیر:473)﴿3﴾وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ انہوں نے لوگوں کی نگاہوں کو مسحور کر دیا اور ان کے اندر خوف پیدا کر دیا حتیٰ کہ لوگ دوڑنے پر مجبور ہو گئے۔﴿4﴾سورۃ طٰہٰ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی دل میں خوف زدہ ہو گئے۔قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى موسیٰ نے کہا: ''بلکہ تم ہی پھینکو۔'' تو یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں،ان کے جادو سے موسیٰ کو خیال ڈالا جاتا تھا کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا۔(طٰہٰ:67,66)ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جادوگروں نے میدان میں موٹی موٹی رسیاں اور لمبی لمبی لکڑیاں ڈال دیں جو نظر بندی کی وجہ سے دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہوتے تھے۔آپ کے مقابلے پر پندرہ ہزار جادوگر تھے میدان میں ہر ایک کی ڈالی ہوئی رسیاں اور لکڑیاں رینگتی نظر آ رہی تھیں موسیٰ علیہ السلام لکڑی پر ٹیک لگائے ہوئے میدان میں آئے اور ہارون علیہ السلام بھی۔فرعون بھی اپنے درباریوں وزراء کے ساتھ موجود تھا۔لوگ ہزاروں کی تعداد میں میدان میں جمع تھے۔میدان میں آتے ہی جادوگروں نے آپ سے پہل کرنے کو کہا مگر آپ نے خاص مصلحت کی وجہ سے ان سے کہا کہ تم ہی پہل کرو جادوگروں نے پہلے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی نظر بندی کی پھر عوام کی پھر جادوگروں نے اپنی اپنی رسیاں اور لکڑیاں میدان میں چھوڑ دیں اور اتنے میں سارا میدان پہاڑوں جیسے سانپوں اور اژدہوں سے بھر گیا جو اوپر تلے گدبدا رہے تھے(مختصر ابن کثیر:614,615/1)

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ (117)

اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنا عصا پھینک دو،تو اچانک وہ نگلنے لگا جو وہ جھوٹ گھڑ رہے تھے۔(117)

سوال 1:وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ''اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنا عصا پھینک دو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکنے کا ارادہ کیسے کیا؟

جواب:موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکنے کا ارادہ وحی آنے کے بعد کیا۔میدان مقابلہ میں لوگوں کی نظریں سانپوں اور اژدہوں پر جمی ہوئی تھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول کو حکم دیا کہ اپنے سیدھے ہاتھ میں پکڑے عصا کو زمین پر ڈال دو۔عصا میدان میں چھوڑ دیا گیا وہ ایک بڑا اژدھا بن گیا جس نے سارا میدان صاف کر دیا۔

سوال 2:فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ''تو اچانک وہ نگلنے لگا جو وہ جھوٹ گھڑ رہے تھے'' موسیٰ علیہ السلام کے عصا پھینکنے کے بعد کیا ہوا؟

جواب:﴿1﴾سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا پھینکنے کے بعد حالات نے کایا پلٹی،عصا اژدھا بنا اور اس نے جھوٹے جادو کو نگل لیا۔﴿2﴾لوگ دنگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہ گئے۔اژدھے نے پورا میدان چن چن کر صاف کر دیا۔﴿3﴾ فرعون اور جادوگر حیران رہ گئے۔وہ سارا مجمع جو جادو کے مظاہرے سے خوفزدہ تھا اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (118)

سو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے باطل ہو گیا۔(118)

سوال1: فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ''سو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے باطل ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس میدان میں حق کا بول بالا ہوا اور جادوگروں کا منہ کالا ہوا میدان پر سناٹا چھا گیا لوگوں کے چہروں ہوائیاں اڑنے لگیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا تو پھر وہ وہی عصا تھا اس طرح حق ثابت ہو گیا بھرے مجمع میں سب پر حق واضح ہو گیا اور جو کچھ وہ لے کر آئے تھے سب باطل ہو گیا۔(مختصر ابن کثیر:615/1)

سوال2: حق کے مقابلے میں باطل بظاہر کیسا دکھائی دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حق کے مقابلے میں باطل بظاہر مرعوب کرنے والا ہوتا ہے۔﴿2﴾ حق کے بارے میں اکثر لوگوں کا یہ خیال بن جاتا ہے کہ مغلوب ہو جائے گا اور باطل اسے بہا کر لے جائے گا۔

سوال3: جب باطل کا مقابلہ پرعزم اور مضبوط حق کے ساتھ ہوتا ہے تو کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب باطل کا مقابلہ مضبوط حق کے ساتھ ہوتا ہے تو باطل خس وخاشاک کی طرح بہہ جاتا ہے۔﴿2﴾ سچائی کا پلڑا بھاری ہوتا ہے اس کی جڑیں اور گہری ہو جاتی ہیں۔

سوال4: حق باطل پر کیسے ضرب لگاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حق عظیم وجود کا مالک ہوتا ہے اور اس کی چوٹ زور سے پڑتی ہے۔﴿2﴾ حق کی چوٹ سے باطل بکھر جاتا ہے۔﴿3﴾ حق کی چوٹ سے باطل تیزی سے سکڑ جاتا ہے۔

فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ (119)

تو اس موقع پر جادوگر مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس لوٹے۔(119)

سوال1: فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ ''تو اس موقع پر جادوگر مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس لوٹے' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ فرعون اس کے سردار اور اسکی قوم مغلوب ہو گئے۔﴿2﴾ هُنَالِكَ اس مناظرے کا میدان۔(ایسر التفاسیر:474)

سوال2: وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ ''اور ذلیل ہو کر واپس لوٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جادوگروں کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے پر بلانے والے ذلیل ورسوا ہو کر واپس لوٹے۔﴿2﴾ ان کا جادو باطل ہو گیا اور انہیں اپنا مقصد حاصل نہ ہو سکا جس کا وہ گمان رکھتے تھے۔

سوال3: فرعون اور اس کے ساتھیوں کا مقابلے میں کیا بنا؟

جواب: ﴿1﴾ فرعون اور اس کے ساتھی مغلوب ہو گئے۔﴿2﴾ فرعون اور اس کے ساتھی ذلیل ہو گئے۔

وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ (120)

اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔(120)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ ''اور جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے'' جادوگروں کو کس چیز نے سجدے میں گرادیا؟

جواب:﴿1﴾ جادوگروں کو شعور کے اندر ہونے والی روشنی نے سجدے میں ڈال دیا۔﴿2﴾ جادوگروں کو سچائی کے رعب نے سجدے میں ڈال دیا۔﴿3﴾ جادوگروں کے دل کے اندر ہونے والی سچ کی روشنی جب یقین میں بدلی تو اس یقین نے انہیں سجدے میں ڈال دیا۔﴿4﴾ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ معجزہ ہے جس کا جادو سے کوئی تعلق نہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے آگے سجدے میں گر گئے۔

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(121)

انہوں نے کہا: ہم جہانوں کے بادشاہ پر ایمان لاتے ہیں۔(121)

سوال1:قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''انہوں نے کہا: ہم جہانوں کے بادشاہ پر ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جادوگروں نے جب سجدہ کیا تو انہوں نے سب کے سامنے ایمان کا اقرار کیا اور اعلان کر دیا کہ وہ رب العالمین پر ایمان رکھتے ہیں۔﴿2﴾ فرعون اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہلاتا اس لئے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کہا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے ہیں ﴿3﴾ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کی اور جن معجزات اور دلائل کے ساتھ وہ مبعوث ہوئے ان کی تصدیق کی۔

سوال2:انسان کے دل میں یقین کی روشنی کیسے بھر جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان جب حق کو پہچان لیتا ہے تو اس کا شعور روشن ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ انسان اپنی عقل سے جب غور و فکر کر کے سچائی کو پالیتا ہے تو اس کا دل یقین کی روشنی سے بھر جاتا ہے جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دل بھرا تھا ویسے ہی جادوگروں کا دل بھی یقین کی روشنی سے بھر گیا۔

رَبِّ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ(122)

جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔(122)

سوال1:رَبِّ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ ''جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے'' جادوگروں نے یہ کیوں کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے؟

جواب: جادوگروں کو فرعون کے دین کے لئے خطرہ بننے والے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے ساتھ مقابلے کے لئے بلایا گیا تھا۔ جب فرعون کے دین پر چلنے والے جادوگروں نے حقیقت کو پہچان لیا تو انہیں رب پر ایمان لاتے دیر نہ لگی اس ایمان کو وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے حوالے سے ہی جانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے ہیں۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ(123)

فرعون نے کہا: تم اس سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ہو کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقیناً یہ تو ایک سازش ہے جو تم نے شہر میں کی ہے تا کہ تم اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو، سو تم بہت جلد ہی جان لو گے۔(123)

سوال1:قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ''فرعون نے کہا: تم اس سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ہو کہ میں تمہیں اجازت دوں'' فرعون کے اس قول سے اسکی فرعونیت کا اظہار کیسے ہوتا ہے؟

جواب: فرعون کے اس قول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کی حکومت میں کوئی بھی ایمان قبول کرنے کے لئے خود مختار نہیں ہے۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی کے شعور میں اگر کوئی حرکت پیدا ہو تو بھی اجازت لینی چاہیے اور یہ کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی عقیدہ یا یقین نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور یہ کہ فرعونیت جاہل اور غبی ہوتی ہے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ فرعونیت انتہا پسند ہوتی ہے اور اپنے اقتدار کے بارے میں حساس ہوتی ہے۔ فرعونیت کا شکار ہونے والی قومیں پستی کا اور ذہنی و عقلی پسماندگی کا شکار ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فٰسِقِیْنَ سواس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اس کی اطاعت کی، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔(الزخرف54)

سوال2: اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ''یقیناً یہ تو ایک سازش ہے جو تم نے شہر میں کی ہے تا کہ تم اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو، سو تم بہت جلد ہی جان لو گے۔'' فرعون کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اپنے اقتدار کے لئے خطرہ کیوں نظر آتی تھی؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت رب العالمین کی دعوت تھی۔ جو دعوت رب العالمین کے لئے ہو اگر وہ پھیل جائے تو طاغوتی نظام برقرار نہیں رہتا۔ اس لئے فرعون کو اپنے اقتدار کے لئے خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ ﴿1﴾ فرعون نے فریب سے کام لیتے ہوئے کہا: یہ تمہارا سردار ہے تم نے اس کے ساتھ مل کر سازش کی ہے تا کہ وہ غلبہ حاصل کرنے کے لئے تمہاری مدد لے سکے پھر تم اس کے اطاعت گزار بن جاؤ اور سب لوگوں کو باہر نکال دو حالانکہ فرعون خود بھی جانتا تھا کہ جادوگروں کی سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ فرعون کے ہرکاروں پر جادوگر اکھٹے ہوئے اور موسیٰ اور ہارون نے جو کچھ کر دکھایا وہ معجزہ تھا تمام جادوگر معجزے کا مقابلہ نہ کر پائے اور حق واضح ہو گیا اور وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ ﴿2﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ'' فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں اور تمہارے اس کام کی کیا سزا دیتا ہوں۔ (جامع البیان 25/9)

لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ(124)

میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا پھر تم سب کو ضرور سولی دوں گا۔(124)

سوال1: فرعون نے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوانے اور سولی چڑھانے کی دھمکی کیوں دی؟

جواب: ﴿1﴾ جب بھی باطل کا مقابلہ حق کے ساتھ ہوتا ہے تو باطل کبھی مقابلے پر دلائل لے کر نہیں آتا۔ تشدد اور سخت عبرت ناک سزاؤں سے ہی حق کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ فرعون یہ سمجھتا تھا کہ جادوگر بغاوت اور فساد کرنے والے ہیں لہذا وہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہتا تھا جو باغیوں اور فسادیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوا دوں گا۔ ﴿3﴾ میں تم سب کو ضرور سولی چڑھاؤں گا کسی ایک کو نہیں سب کو یہ سزا دوں گا۔ ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شروع دن وہ جادوگر تھے اور پھر دن کے آخری حصہ میں شہدا میں داخل ہو گئے (ابوالفداء) (اشرف الحواشی: 199/1)

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ(125)

انہوں نے کہا: ''یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔(125)

سوال1: قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ''انہوں نے کہا: ''یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں'' اپنے رب کی طرف لوٹنے کی بات کس انسان کے ذہن میں رہتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اپنے رب کی طرف لوٹنے کی بات اس انسان کے ذہن میں رہتی ہے جو یہ جانتا ہو کہ وہ کس کے مقابلے میں آگے بڑھ رہا ہے اور کس کے خلاف لڑ رہا ہے پھر وہ اپنے دشمن سے امن کا سوال نہیں کرتا بلکہ اپنے رب سے سوال کرتا ہے کہ وہ صبر و استقامت عطا کرے اور اسلام سے وفاداری نبھانے کا موقع دے۔ ﴿2﴾ یعنی ہمیں تمہاری دھمکیوں اور سزاؤں کی کوئی پرواہ نہیں ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ہم اس کے فیصلوں پر راضی ہیں۔ ﴿3﴾ ایمان نے ان کے دلوں کو روشن کر دیا ان کی ہمت بلند ہو گئی اور وہ فرعون سے بے خوف ہو گئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (126)

اورتم کسی اور بات کا ہم سے انتقام نہیں لیتے مگر یہ کہ جب ہمارے رب کی آیات ہمارے سامنے آئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حالت میں وفات دینا کہ فرماں بردار ہوں۔(126)

سوال1:وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ''اورتم کسی اور بات کا ہم سے انتقام نہیں لیتے مگر یہ کہ جب ہمارے رب کی آیات ہمارے سامنے آئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے'' جادوگروں نے یہ کیسے پہچانا کہ فرعون ایمان کی وجہ سے دشمنی کررہا ہے؟

جواب: جادوگروں نے ایمان، رب پر یقین اور رب کی نشانیوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اور اپنے دشمن کو اور دشمنی کی وجہ ایمان کو پہچان لیا۔

سوال2:رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ''اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حالت میں وفات دینا کہ فرماں بردار ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دیجیے اے ہمارے رب اس امتحان میں جان جانے کا خطرہ ہے اور صبر کے سخت محتاج ہیں۔ہم پر صبر انڈیل دیجئے تاکہ ہمارے دل مضبوط اور مطمئن ہو جائیں اور دل سے بے یقینی نکل جائے۔﴿2﴾ وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ اور ہمیں اپنی اطاعت اور فرماں برداروں کی حالت میں وفات دینا۔﴿3﴾ ہمیں اس حالت میں وفات دینا کہ اسلام پر ثابت قدم ہوں۔

سوال3:صبر اور اسلام کا سوال کون کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ صبر اور اسلام کا سوال وہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ جس کے دل کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے ہو جائے۔﴿3﴾ جس کی روح اور شعور آزاد ہو جائے۔

رکوع نمبر5

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ (127)

اورقوم فرعون کے سرداروں نے کہا:''کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں؟''فرعون نے کہا:''عنقریب ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر یقیناً قابو رکھنے والے ہیں۔''(127)

سوال1:وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ''اورقوم فرعون کے سرداروں نے کہا:''کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قوم فرعون کے سرداروں نے کہا: کیا تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں۔﴿2﴾ یعنی تیری مخالفت میں دعوت دیں اور تیری اطاعت چھوڑ دیں۔(ایسر التفاسیر:476) وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ اور تیری اور تیرے معبودوں کی اطاعت چھوڑ دیں۔(جامع البیان:27/9)﴿3﴾ مصر کی قدیم تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے کثیر معبود تھے مثلاً سورج اور فرعون رع یعنی سورج دیوتا کا بیٹا اور اس کا اوتار کہا جاتا تھا۔﴿4﴾ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فرعون بتوں کی پوجا کرتا تھا۔﴿5﴾ تیمی نے کہا وہ جس کی عبادت کرتا تھا اسے گلے میں پہنتا تھا۔(تفسیر منیر:56/5)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: فرعون کے سرداروں کے نقطۂ نظر سے فساد کیا ہے؟

جواب: فرعون کے سرداروں کے نزدیک ایک اللہ تعالیٰ کی دعوت، حسن اخلاق اور حسن اعمال کی تعلیم فساد فی الارض تھی کیونکہ اس سے دوسرے تمام معبودوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ ہر فرعونی نظام غیر اللہ کی اطاعت کے اصول پر قائم ہوتا ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت کے لئے اٹھتا ہے وہ ان کی نظروں میں باغی اور مفسد بن جاتا ہے۔ حالانکہ زمین کی اصلاح توحید، حسن اخلاق و حسن اعمال کے ذریعے ہی ممکن ہے اور جس راستے پر فرعون چل رہا تھا وہی فساد کا راستہ تھا۔

سوال3: قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَنَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَهُمۡ ۚ وَاِنَّا فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ ’’فرعون نے کہا: ’’عنقریب ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر یقیناً قابو رکھنے والے ہیں۔‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَهُمۡ فرعون نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو قتل کروا دیں گے جیسا کہ پہلے انہوں نے خبر سنی تھی کہ ان کی بادشاہت بنی اسرائیل کے ہاتھوں ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد انہوں نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کا قتل جاری رکھا۔ (ایسر التفاسیر:476) ﴿2﴾ وَنَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَهُمۡ یعنی ہم ان کی عورتوں کو باقی رکھیں گے انہیں ذبح نہیں کریں گے جیسا کہ لڑکوں کو ذبح کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:476) ﴿3﴾ وَاِنَّا فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ ’’اور ہم ان پر یقیناً قابو رکھنے والے ہیں‘‘ یعنی وہ ہمارے غلبے سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔ یہ فرعون کا ظلم و قہر، جبر و بربریت، سرکشی اور بے رحمی تھی۔

سوال4: فرعونیوں نے کیسے اپنے غلبے کو قوم موسیٰ علیہ السلام پر ثابت کرنا چاہا؟

جواب: فرعونیوں نے اپنے غلبے کے لئے دھمکی دی کہ ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے۔

قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهِ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِاللّٰهِ وَاصۡبِرُوۡا ۚ اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ ۫ یُوۡرِثُهَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ (128)

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ’’تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو، یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام متقیوں ہی کے لیے ہے۔‘‘ (128)

سوال1: قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهِ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِاللّٰهِ وَاصۡبِرُوۡا ۚ اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ ۫ یُوۡرِثُهَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ’’موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ’’تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو، یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی قوم کو کیا تلقین کی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایسے حالات میں تلقین کی جن میں بنی اسرائیل کچھ بھی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ظلم و جبر کا مقابلہ کر سکے۔ ﴿2﴾ انہوں نے وصیت کرتے ہوئے کہا: اسۡتَعِیۡنُوۡا بِاللّٰهِ ’’تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو‘‘ یعنی جو چیز تمہارے لیے نفع مند ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور نقصان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو۔ وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے معاملات سیدھے کر دے گا۔ ﴿3﴾ وَاصۡبِرُوۡا اور صبر کرو یعنی مصائب کے دور کرنے کی امید رکھتے ہوئے صبر کرو۔ ﴿4﴾ جب فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر لیا اور موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے، اسی سے مدد مانگنے اور اسی پر بھروسہ کرنے اور صبر کرنے کی نصیحت کی، اس لئے کہ ہر حال میں مومن کا لگاؤ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اس کا یقین کامل ہوتا ہے کہ جس کا معین و مددگار اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ (تیسیر الرحمٰن :488,487/1) ﴿5﴾ اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ زمین کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ زمین فرعون کی ملکیت نہیں کہ وہ اس میں اپنی مرضی کرے اور اپنا حکم چلائے۔ ﴿6﴾ یُوۡرِثُهَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے، اپنی مشیت کے مطابق جس کو چاہتا ہے حکمرانی عطا کرتا ہے۔ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کے دشمنوں کی حکومت کے دور میں آزمائشیں آئیں امتحانات میں ڈالا جائے تب بھی آخری کامیابی ایمان والوں کے لیے ہے۔

سوال2:اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ ''تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ظلم وستم کے مقابلے میں رب العالمین سے مدد مانگنے کی دعوت دی،اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب پر ایمان لانے والوں کو رب سے مدد مانگنے کی دعوت دی اس لئے کہ ان کے لئے جائے پناہ ایک ہے۔ ﴿2﴾ ایمان والوں کا ولی اور آقا ایک ہے وہ اسی سے مدد مانگ سکتے ہیں۔﴿3﴾ رب قوت والا ہے،ناقابل شکست ہے اس لئے اسی سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔

سوال3:وَاصْبِرُوْا ''اور صبر کرو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ظلم وستم کے مقابلے میں صبر کرنے کی دعوت دی،اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے صبر کرنے کی دعوت اس لیے دی کہ فتح کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔﴿2﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے صبر کرنے کی دعوت اس لئے دی کہ انسان نہیں جانتا کہ غیب میں اس کے لئے کیا چھپا کر رکھا گیا ہے اور اس کی بھلائی کس میں ہے؟اس لئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آنے تک صبر کرنے میں ہی بھلائی ہے۔

سوال4:اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۖ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ''یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے،وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے'' ''زمین اللہ تعالیٰ کی ہے'' سے کس چیز کی وضاحت ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ زمین کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔﴿2﴾ اس کا وارث صرف اللہ تعالیٰ ہے۔﴿3﴾ دنیا میں بسنے والے سارے مسافر ہیں۔ ﴿4﴾ انسانوں کے جانے کے بعد یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے کہ وہ آئندہ کن مسافروں کو عارضی طور پر وارث بناتا ہے۔

سوال5:يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ''وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کس کو اپنی زمین کا وارث بناتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق لوگوں کو زمین کا وارث بناتا ہے۔﴿2﴾ زمین کے وارث اللہ تعالیٰ کے وہ بندے بنتے ہیں جو رب کی طرف دعوت دیتے ہیں۔رب کا دیا ہوا نظام قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ زمین کا وارث ان بندوں کو بناتا ہے جو اس چیز کو خاطر میں نہیں لاتے کہ ان کا مقابلہ کتنی بڑی طاغوتی قوت سے ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ مناسب وقت پر اقتدار چھین کر اپنے بے لوث،ان تھک کوششیں کرنے والے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

سوال6:وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ''اور اچھا انجام متقیوں ہی کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اچھا انجام اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کا ہے خواہ جلدی ہو یا دیر میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوششیں کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنے دلوں سے اس قلق کو نکال دیں کہ انجام کیا ہوگا اور اس وسوسے کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیے کہ باطل پر ہونے کے باوجود جن لوگوں کا اقتدار قائم ہے وہ ہمیشہ اسی طرح سے رہیں گے۔

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ(129)

موسیٰ کی قوم نے کہا:''ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمہارے آنے کے بعد بھی۔'' موسیٰ نے کہا:''قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تمہیں زمین میں جانشیں بنادے،پھر وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟''(129)

سوال1:قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا '' موسیٰ کی قوم نے کہا:''ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمہارے آنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے بعد بھی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پہلے ان کی قوم کو کیسے ستایا جاتا تھا اور ان کے آنے کے بعد کیسے ستایا گیا؟

جواب: بنی اسرائیل ایک طویل عرصے سے فرعون کی ایذائیں برداشت کر کر کے تنگ آ چکے تھے۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ کے آنے سے پہلے ظالم ہمارے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور ہماری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور آپ کے آنے کے بعد بھی یہ ہمارے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

سوال 2: قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ''موسیٰ نے کہا: '' قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں جانشیں بنا دے، پھر وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اچھے وقت کی امید دلاتے ہوئے کہا: امید ہے تمہارا رب تمہیں حکومت عطا کرے گا۔ پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو، اس کا شکر ادا کرتے ہو یا ناشکری!

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو یہ یقین کیسے تھا کہ اللہ تعالیٰ دشمن کو ہلاک کرے گا اور زمین میں خلیفہ بنائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام دل و دماغ اور بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی سنت کو دیکھتے تھے۔ ﴿2﴾ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق فیصلہ صبر کرنے والوں کے حق میں ہوتا ہے اور بروقت ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو گہری بصیرت کی بنیاد پر یقین تھا کہ باطل کے مقابلے میں حق غالب آئے گا اور خدا فراموش لوگوں کے مقابلے میں صبر کرنے والوں نے جگہ لینی ہے۔ ﴿4﴾ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ تھا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس کے وعدوں پر یقین کرنے والے تھے۔

رکوع نمبر 6

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (130)

اور بلاشبہ ہم نے آل فرعون کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں پکڑا تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔ (130)

سوال 1: وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ '' اور بلاشبہ ہم نے آلِ فرعون کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں پکڑا'' قوم فرعون کو متنبہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیا کوشش کی گئی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو کھیتوں اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کر کے طرح طرح سے آزمایا۔ ان پر قحط سالی اور مصیبتیں نازل کیں شاید وہ نصیحت قبول کر لیں اور اپنے کفر سے رجوع کر لیں اور نبی کی رسالت پر ایمان لے آئیں۔

سوال 2: قحط سالی کی وجہ سے مصر کے لوگوں پر کیا اثرات مرتب ہوئے تھے؟

جواب: مصر ایک سرسبز و شاداب ملک ہے۔ لوگ مصر میں قحط سالی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب محسوس کرتے تھے۔ لوگوں کے اندر خوف پیدا ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ باطل قوتیں لوگوں کو دین سے دور کرتی رہیں اس لیے ان میں غفلت اور لاپرواہی پیدا ہو گئی۔

سوال 3: لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ '' تا کہ وہ نصیحت قبول کریں'' اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کو متنبہ کرنے کی کوشش کی حالانکہ وہ فاسق و فاجر تھے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: انسان کفر کریں یا ایمان لائیں یا فاسق و فاجر بنیں وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہ نمائی کے لیے انتظامات کیے ہیں۔ ان کے لیے رسول بھی بھیجے اور تنبیہات بھی کیں۔ قحط سالی بھی ایک تنبیہ تھی جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکتے تھے لیکن فاسق و فاجر ہونے کی وجہ سے انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ ان کے کفر اور آل موسیٰ پر ظلم اور قحط سالی کے عذاب کا آپس میں تعلق ہے۔

سوال 4: اہل فرعون قحط سالی دیکھ کر کیوں نہ متنبہ ہوئے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: حالات وواقعات سے صحیح نتیجہ وہی لوگ نکال سکتے ہیں جنہیں نور ایمان نصیب ہواور وہ لوگ ایمان کی روشنی سے محروم تھے۔اپنی سوچ کی خرابی کی وجہ سے آل فرعون نے قحط سالی کا درست نتیجہ اخذ نہیں کیا۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (131)

توجب ان پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے ہی لیے ہے اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کی نحوست ٹھہراتے جو اس کے ساتھ تھے۔سن لو! یقیناً ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔(131)

سوال 1: فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ’’توجب ان پر خوش حالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے ہی لیے ہے‘‘ فرعون اور اس کے ساتھی اچھے حالات کا کیا نتیجہ نکالتے تھے؟

جواب: فرعون اور اس کے ساتھی اچھے حالات یعنی خوش حالی اور رزق میں وسعت کو اپنی اچھی کارکردگی کا نتیجہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہمارے ہی لیے ہے۔

سوال 2: وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ’’اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کی نحوست ٹھہراتے جو اس کے ساتھ تھے‘‘ اہل فرعون نے قحط سالی کا کیا نتیجہ نکالا؟

جواب: جب آل فرعون پر قحط سالی آئی تو انہوں نے کہا یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی ہیں جن کی وجہ سے مشکلات پیش آرہی ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کی آمد اور بنی اسرائیل کا ان کی پیروی کرنا قحط سالی کا سبب ٹھہراتے۔

سوال 3: اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ’’سن لو! یقیناً ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ ان کا کفر بدشگونی کا اصل سبب ہے۔﴿2﴾ طائر کے معنی ’’طائر‘‘ کے معنی اڑنے والا‘‘ یعنی پرندہ۔ چونکہ پرندے کے دائیں یا بائیں اڑنے سے وہ لوگ نیک یا بد فال لیا کرتے تھے، اس لیے یہ لفظ مطلق فال کے لئے بھی استعمال ہونے لگ گیا۔’’عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاعَدْوَى وَلَاصَفَرَ وَلَاهَامَةَ‘‘ ’’سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ چھوت چھات ہے نہ الو ہے اور نہ صفر‘‘ (بخاری:5770، مسلم:5794) ﴿3﴾ ’’ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے جس کی وجہ سے وہ یہ سب کہتے ہیں‘‘ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، تین دفعہ یہ فرمایا: ’’اور ہم میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی وہم ہو ہی جاتا ہے، مگر اللہ عزوجل اسے توکل کی برکت سے زائل کر دیتا ہے۔(ترمذی:1614، ابو داؤد:3910)

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (132)

اور انہوں نے کہا کہ تم ہمارے پاس خواہ کوئی بھی نشانی لے آؤ تا کہ تم ہم پر اس کے ساتھ جادو کرو تو ہم تمہارے لیے ایمان لانے والے نہیں ہیں۔(132)

سوال 1: وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ’’اور انہوں نے کہا کہ تم ہمارے پاس خواہ کوئی بھی نشانی لے آؤ تا کہ تم ہم پر اس کے ساتھ جادو کرو تو ہم تمہارے لیے ایمان لانے والے نہیں ہیں‘‘ تم خواہ کوئی نشانی لے آؤ ہم نہ مانیں گے، یہ فقرہ کس چیز کو ظاہر کرتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یہ دشمنی کی انتہا ہے جس نے انہیں اس مقام تک پہنچادیا کہ معجزہ نازل ہونا ہو ہم نہیں مانیں گے۔فرعون کا یہ جملہ بتاتا ہے کہ حق خواہ مکمل صورت میں موجود ہو ملتا اسی کو ہے جو اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

سوال 2: حق کس انسان پر کھلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حق اس پر کھلتا ہے جو حق کے لیے سنجیدہ ہو۔﴿2﴾ حق اسی کو ملتا ہے جس کے اندر حق کے لیے آمادگی ہو۔﴿3﴾ حق اسی کو ملتا ہے جو اسے حاصل کرنا چاہے۔﴿4﴾ حق اسی کو ملتا ہے جو غیر متاثر ذہن رکھتا ہو۔

سوال 3: انسان دلیل کا سامنا کرنے کی بجائے اسے رد کیوں کر دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ لوگ اپنی مصلحتوں کی وجہ سے سچائی اور دلیل کا سامنا نہیں کرتے۔﴿2﴾ لوگ نصیحت قبول نہ کرنے کا مزاج رکھنے کی وجہ سے دلیل کو رد کر دیتے ہیں۔

سوال 4: کیا چیز انسان کو بے خبر اور غافل بنا دیتی ہے؟

جواب: اپنے حال میں مگن رہنا انسان کو بے خبر بنا دیتا ہے۔ایسا انسان سن کر بھی نہیں سنتا جان کر بھی نہیں جانتا۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (133)

پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔(133)

سوال 1: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ''پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جو الگ الگ نشانیاں تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ الطُّوْفَانَ: اللہ تعالیٰ نے آل فرعون پر طرح طرح کے عذاب بھیجے۔بہت بڑا سیلاب بھیجا جس میں گھر، باغات اور کھیتیاں سبھی کچھ ڈوب گیا۔﴿2﴾ وَالْجَرَادَ: اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی دل بھیجا جس نے باغات، کھیتیاں سبھی کچھ ختم کر دیا۔﴿3﴾ وَالْقُمَّلَ سے مراد جوئیں ہیں۔﴿4﴾ وَالضَّفَادِعَ اور مینڈک۔مینڈکوں نے ان کے برتنوں کو بھر دیا۔﴿5﴾ وَالدَّمَ اور لہو۔ان کے پینے والا پانی لہو میں بدل جاتا تھا۔وہ خون کے سوا کچھ نہیں پی سکتے تھے اور کچھ نہیں پکا سکتے تھے۔﴿6﴾ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ یہ ان کے ظالم اور جھوٹے ہونے کے واضح دلائل تھے۔﴿7﴾ یہ سارے عذاب یکے بعد دیگرے آئے تھے۔

سوال 2: فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ''پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا اور وہ مجرم لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: انہوں نے اللہ تعالیٰ کے معجزات پر تکبر کیا، یقیناً وہ مجرم لوگ تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی پر قائم رکھ کر انہیں سزا دی۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (134)

اور جب ان پر کوئی عذاب آپڑتا تو کہتے: ''اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو جو اس نے تمہارے ہاں عہد کر رکھا ہے، یقیناً اگر تم ہم پر سے یہ عذاب دور کر دو تو ہم ضرور تمہارے اوپر ایمان لے آئیں گے اور ہم تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور بھیج دیں گے۔(134)

سوال 1: وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ''اور جب ان پر کوئی عذاب آپڑتا تو کہتے: ''اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو جو اس نے تمہارے ہاں عہد کر رکھا ہے'' کسی عذاب کے آنے پر آل فرعون کا رویہ کیا ہوتا تھا؟

جواب: وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ اور جب ان پر کوئی عذاب آپڑتا ﴿1﴾ الرِّجْزُ سے مراد وہ پانچ عذاب ہیں جن کا تذکرہ آیت نمبر 133 میں کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گیا۔(ایسر التفاسیر:478)یعنی طوفان،ٹڈی دل، جوئیں،مینڈک اورخون کا عذاب۔جب بھی ان پران میں سے کوئی عذاب نازل ہوتا۔﴿2﴾ قَالُوْا یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جھکتے،ان کوسفارشی بنا کر کہتے''اے موسیٰ!اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کروجواس نے تمہارے ہاں عہد کررکھا ہے''

سوال 2:لَىِٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ''یقیناً اگرتم ہم پر سے یہ عذاب دور کردوتو ہم ضرور تمہارے اوپر ایمان لے آئیں گےاورہم تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کوضرور بھیج دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''یقیناً اگرتم ہم پر سے یہ عذاب دور کردوتو ہم ضرور تمہارے اوپر ایمان لے آئیں گےاورہم تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کوضرور بھیج دیں گے''﴿1﴾ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہتے تھےاوراپنے کہنے میں جھوٹے تھے۔ان کا مقصدصرف یہ تھا کہ کسی طرح عذاب ٹل جائے۔﴿2﴾ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگرعذاب ایک باردور ہوگیا تو دوبارہ واقع نہیں ہوگا۔﴿3﴾ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جوشخص بےصبری کے ساتھ مصیبت کا مقابلہ کرے اللہ تعالیٰ اسے بےصبری ہی کے سپرد فرمادیتا ہےاورجوشخص صبر کے ساتھ مصیبت کا مقابلہ کرے اللہ تعالیٰ اسے چھٹکارہ دینے کا ضامن بن جاتا ہے۔(انوارالبیان:415/2)

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤی اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ(135)

پھر جب ہم ان سے ایک وقت عذاب کودور کردیتے جس کووہ پہنچنے والے ہی تھےتواچانک وہ عہد کوتوڑ دیتے تھے۔(135)

سوال 1:فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤی اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ''پھر جب ہم ان سے ایک وقت عذاب کودور کردیتے جس کووہ پہنچنے والے ہی تھےتواچانک وہ عہد کوتوڑ دیتے تھے''عذاب ٹل جانے پراہل فرعون کا رویہ کیا ہوتا تھا؟

جواب:﴿1﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤی اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ ''پھر جب ہم ان سے ایک وقت عذاب کودور کردیتے جس کووہ پہنچنے والے ہی تھے'' جب ان سے ایک مدت تک کے لیے عذاب دور کردیا جاتا اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ مدت تھی وہ عذاب مستقل طور پر ہٹایا نہیں جاتا تھا۔﴿2﴾ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ''تواچانک وہ عہد کوتوڑ دیتے تھے''وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور بنی اسرائیل کوان کے ساتھ بھیجنے کا عہد توڑ ڈالتے جوانہوں نے اپنے رب اورموسیٰ علیہ السلام سے کیا تھااوراپنے کفر پر جمے رہتے۔(جامع البیان:45/9)

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ(136)

چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا،پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کردیااس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کوجھٹلایااوروہ ان سے غافل تھے۔(136)

سوال 1:فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا،پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کردیااس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کوجھٹلایااوروہ ان سے غافل تھے''اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کوسمندر میں غرق کرکے دوسروں کے لئے کیسے عبرت کی مثال بنادیا؟

جواب:﴿1﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا''جب انہوں نے عہد توڑ ڈالا توہم نے ان سے انتقام لیااوروہ عذاب تھا۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کوحکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کورات ہی میں لے کرنکل جائیں اوران کوخبردار کردیا کہ فرعون اپنی فوجوں کے ساتھ ضرور پیچھا کرے گا۔پھرفرعون نے اپنے ہرکارے دوڑادیے جیسا کہ فرمایا:فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِیْنَ توفرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والوں کوبھیجا۔(الشعراء:53)تاکہ وہ لوگوں کوجمع کریں اور بنی اسرائیل کے تعاقب کی تیاری کریں اورانہیں یہ کہلوا بھیجا۔اوررب العزت نے فرمایا:یقیناً یہ لوگ بےشک ایک تھوڑی سی جماعت ہیں۔اور بلاشبہ وہ ضرورہمیں غصہ دلانے والے ہیں۔اوریقیناً ضرورہم سب چوکنے رہنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والے ہیں۔ تو ہم نے انہیں باغوں اور چشموں سے نکالا۔ اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے۔ اس طرح ہوا اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ تو انہوں نے سورج نکلتے ہی ان کا پیچھا کیا۔ پھر جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ''یقیناً ضرور ہم پکڑے جانے والے ہیں۔'' موسیٰ نے کہا: ''ہرگز نہیں! یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا۔'' تو ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو پس وہ پھٹ گیا تو ہر حصہ ایک عظیم پہاڑ جیسا ہو گیا اور دوسرے فریق کو ہم نے وہاں قریب کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو اور ان سب کو جو اس کے ساتھ تھے نجات دلائی۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔ (الشعراء:54،66) ﴿2﴾ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِيْ الْيَمِّ ''پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا'' آل فرعون تکبر کرنے والے اور مشرک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سمندر میں غرق کر کے عبرت بنا دیا۔ ﴿3﴾ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ''اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے'' غفلت سے یہاں وہ کیفیت قلب مراد نہیں، جو انسان کے اختیار سے باہر ہے، بلکہ یہ اعراض اختیاری ہے۔ (تفسیر ماجدی:213/2) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے، اس کی آیات سے غفلت برتنے والے اور تکبر کرنے والے پستیوں میں پھینک دیئے جاتے ہیں۔

سوال 2: انبیاء کی وارث قوموں پر عذاب کس وجہ سے آتا ہے؟

جواب: انبیاء کی وارث قوموں پر عذاب اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے اور ان سے غفلت برتنے اور تکبر کرنے کی وجہ سے آتا ہے۔

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙۗ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (137)

اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے انہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلّات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔ (137)

سوال 1: وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا ''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُنہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے فرعون کے بعد کس قوم کو عروج عطا کیا؟

جواب: ﴿1﴾ فرعون کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے کمزور سمجھی جانے والی قوم بنی اسرائیل کو برکت والی زمین یعنی فلسطین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا۔ بنی اسرائیل کے ساتھ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا جو پورا ہوا۔ ﴿2﴾ کعب الاحبار نے کہا: اللہ تعالیٰ نے شام کو فرات سے عریش تک برکت دی ہے۔ (تفسیر مراغی:387/3) ﴿3﴾ اس بات کی تائید ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قول سے ہوتی ہے: وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔ (الانبیاء:71) اور اس قول سے تائید ہوتی ہے۔ وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا اور سلیمان کے لیے تیز ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں (الانبیاء:81) ﴿4﴾ بنی اسرائیل کو فراعنہ اور عمالقہ شام اور مصر کی زمین کا وارث بنایا گیا۔ (تفسیر منیر:73/5) ﴿5﴾ یہ حکمرانی انہیں اس وقت نصیب ہوئی جب موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے کہا قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۫ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو، یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام متقیوں ہی کے لیے ہے۔ (الاعراف:128)

سوال 2: الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ''جس میں ہم نے برکت رکھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جس میں وہاں کے باشندوں کے لیے خیر کو دائمی ثبات تھا۔(جامع البیان:47,46/9)

سوال3: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ''جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کلمۃ اللہ سے مراد وہ قول ہے جو سورۃ القصص میں ارشاد فرمایا: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم انہیں راہ نما بنا دیں اور ہم انہیں وارث بنا دیں۔اور ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہی کچھ دکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے۔(القصص:6,5) ﴿2﴾ بِمَا صَبَرُوْا '' کیونکہ انہوں نے صبر کیا'' بنی اسرائیل کی مدد صبر کی وجہ سے کی گئی۔صبر سے مراد اپنے آپ کو کنٹرول کر کے اللہ تعالیٰ کے طریقے پر ثابت قدم رہنا ہے۔

سوال4: صبر کے بغیر انسان کون کون سے ایمانی مراحل سے نہیں گزر سکتا؟

جواب: ﴿1﴾ صبر اہل ایمان کی نمایاں خصوصیت ہے۔اہل ایمان کی زندگی صبر کی زندگی ہے۔ ﴿2﴾ صبر کے بغیر انسان حق کا اعلان سن کر مان نہیں سکتا۔ ﴿3﴾ بے صبری اور مصلحتوں والی زندگی کو حق کی بنیاد پر قائم نہیں کیا جا سکتا۔ ﴿4﴾ صبر کے بغیر لوگوں کی دی ہوئی تکلیفوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ﴿5﴾ صبر کے بغیر مصیبتوں میں کم ہمتی سے بچا نہیں جا سکتا۔ ﴿6﴾ صبر کے بغیر ایمانی مراحل میں کامیابی سے نہیں گزرا جا سکتا۔ ﴿7﴾ صبر ہی کے ساتھ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے اس کی قضاو قدر پر راضی رہتے ہوئے جیتے ہیں اور اسی صبر کی وجہ سے انہیں جنتوں میں خوش آمدید کہا جائے گا۔

سوال5: وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ''اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلّات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ ''اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلّات) وہ بناتے تھے'' وہ مضبوط بنیادوں والی عمارتیں اور بلند و بالا محلات بناتے تھے۔(ایسر التفاسیر:479) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کی عالی شان عمارتیں اور محلات برباد کر دیے۔ ﴿3﴾ يَعْرِشُوْنَ سے مراد ہے وہ چڑھاتے تھے یعنی انگوروں کی بیلیں اپنی چھتوں پر چڑھاتے تھے۔ ﴿4﴾ اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ وہ تعمیرات کرتے تھے۔ ﴿5﴾ رب العزت نے فرمایا: كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔اور کھیتیاں اور شان دار قیام گاہیں۔اور وہ سامان عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔اسی طرح ہم نے دوسری قوم کو ان کا وارث بنا دیا۔(الدخان:28،25)

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (138)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا تو وہ ایک قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر جمے بیٹھے تھے، انہوں نے کہا: ''اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی معبود بنا جیسے ان کے کچھ معبود ہیں۔'' موسیٰ نے کہا: ''یقیناً تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو۔(138)

سوال1: وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا'' بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کیسے نجات عطا کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن اور اس کی قوم سے نجات دے کر سمندر سے پار گزروا دیا۔اور ان کے دشمن فرعون اور اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ساتھیوں کوان کے سامنے ہلاک کردیا۔

سوال2:فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ’’تو وہ ایک قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر جمے بیٹھے تھے،انہوں نے کہا:’’اے موسیٰ!ہمارے لیے بھی کوئی معبود بنا جیسے ان کے کچھ معبود ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ ان کا گزر ایسی قوم پر ہوا۔﴿2﴾یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ جو اپنے بتوں کو پوجنے میں لگی ہوئی تھی۔وہ ان بتوں سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔﴿3﴾قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ یعنی آپ ہمارے لیے بت بنادو یا ہمارے لیے جائز کردو کہ ہم بھی بتوں کی عبادت کریں جیسے یہ لوگ کرتے ہیں۔

سوال3:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے بت گھڑنے کی فرمائش کیوں کی تھی؟

جواب:انسان کی فطری کمزوری ہے وہ ظاہر پرست ہے اور ظاہر پرستی پردۂ غیب میں چھپے ہوئے معبود پر یقین نہیں کرنے دیتی اس وجہ سے انسان لکڑی،پتھر اور مٹی کے بنے ہوئے بتوں میں اٹک جاتا ہے۔

سوال4:قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ ’’موسیٰ نے کہا:’’یقیناً تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم لوگ جہالت کا ارتکاب کررہے ہو۔﴿2﴾اس سے بڑھ کر جہالت اور نادانی کیا ہوسکتی ہے کہ کوئی اپنے خالق اور مالک سے جاہل ہوجائے اور چاہے کہ غیر اللہ کو اس کا شریک بنائے جو نہ نفع کے مالک ہیں،نہ نقصان کے۔نہ زندگی کے مالک ہیں نہ موت کے نہ موت کے بعد اٹھائے جانے کے۔

اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ وَ بٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(139)

بلاشبہ برباد کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں یہ لوگ مشغول ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آرہے ہیں۔(139)

سوال1:اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ وَ بٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ’’بلاشبہ برباد کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں یہ لوگ مشغول ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آرہے ہیں‘‘سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بت گھڑنے کی فرمائش پر انہیں کیا دلائل دیے؟

جواب:﴿1﴾اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ برباد کیا جانے والا ہے وَ بٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ’’اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آرہے ہیں‘‘اور جو عمل یہ کررہے ہیں وہ باطل ہے۔اس کے مقاصد باطل،اس کا انجام تباہی اور بربادی ہے۔﴿2﴾ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کو جارہے تھے۔کافروں نے ایک بیری کا درخت مقرر کررکھا تھا جہاں وہ اعتکاف کرتے تھے اور اس پر اپنا اسلحہ لٹکا دیا کرتے تھے۔اس کا نام انہوں نے ذات الانواط رکھ لیا تھا۔جب صحابہ رضی اللہ عنہم اس درخت کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے ہمارے لیے بھی ذات الانواط مقرر کردیا جائے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تم اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کے قہر وعتاب سے محض ناواقف ہو جن کاموں میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں محض بے بنیاد اور تباہ کن ہے۔(ابن جریر)

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰھًا وَّ ھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ(140)

موسیٰ نے کہا:’’کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لیے میں کوئی اور معبود تلاش کروں؟حالانکہ اس نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے۔(140)

سوال1:قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰھًا ’’موسیٰ نے کہا:’’کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لیے میں کوئی اور معبود تلاش کروں؟‘‘کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:کیا میں اپنے رب عزوجل کے ماسوا تمہارے لیے معبود تلاش کروں جس کی تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کرو۔تمہیں کیا ہوگیا ہے تمہاری عقلیں کہاں چلی گئی ہیں!(ایسر التفاسیر:480)سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یاد دلایا کہ ہمارا کام تو یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ ہم سب لوگوں کوایک اللہ کا پجاری بنائیں،ایک اللہ تعالیٰ کی غلامی میں لے آئیں۔یہ کیسی عجیب بات ہے کہ لوگوں کواللہ تعالیٰ کا غلام بنانے والے خود اپنے لئے ایک خدا گھڑ لیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ وہ ہے جو اپنی ذات،صفات اور افعال میں کامل معبود ہے۔﴿3﴾الٰہ وہ نہیں جسے بنایا جائے،تلاش کیا جائے بلکہ معبود تو وہ اللہ تعالیٰ ہے جو انعام دینے پر قدرت رکھتا ہے،زندگی کو ایجاد کرنے اور زندگی عطا کرنے اور ساری نعمتیں دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

سوال2:وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ'' حالانکہ اس نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے''بنی اسرائیل کو تمام عالم پر فضیلت دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد اپنے دور کے جہان پر فضیلت عطا کی تھی۔﴿2﴾اس فضیلت کا یہ تقاضا ہے کہ تم اس کے شکر گزار بنو اور اسی کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت سے انکار کرو۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کسی امت کو فضیلت کیوں عطا کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ وہ جب کسی امت کے پاس اپنی کتاب بھیجتا ہے اس کے ذریعے باقی انسانیت تک اپنا پیغام پہنچاتا ہے ﴿2﴾پیغام پہنچانے والی امت کو ان کے مقابلے میں فضیلت دی جاتی ہے جن کو پیغام دیا جاتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو کس مقصد کے لئے خیر امت قرار دیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو اپنا پیغام پہنچانے کے لئے''خیر امت''قرار دیا۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اس امت کے افراد کے لئے کیا درجہ رکھتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اس امت کا مشن ہے پیغام پہنچائے بغیر امت کا مقصد وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ(141)

اور جب ہم نے آل فرعون سے تمہیں نجات دی تھی،وہ تمہیں برا عذاب دیتے تھے،تمہارے بیٹوں کو بری طرح قتل کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی جانب سے بہت بڑی آزمائش تھی۔(141)

سوال1:وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ'' اور جب ہم نے آل فرعون سے تمہیں نجات دی تھی وہ تمہیں برا عذاب دیتے تھے،تمہارے بیٹوں کو بری طرح قتل کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے انعامات یاد دلائے ہیں کہ ہم نے تمہیں فرعون اور آل فرعون سے نجات دی تھی۔انہوں نے تم پر عذاب مسلط کر رکھا تھا تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔

سوال2:وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ'' اور اس میں تمہارے رب کی جانب سے بہت بڑی آزمائش تھی''فرعون کو بنی اسرائیل پر ظلم کرنے کا موقع کس وجہ سے دیا گیا؟

جواب:﴿1﴾اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے بہت بڑی آزمائش تھی۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے تمہیں نجات عطا کی تم پر شکر واجب تھا پھر کس طرح تم اس کی عبادت کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو۔﴿3﴾موسیٰ علیہ السلام نے انہیں نصیحت کی تو وہ اس شرک سے باز آ گئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر 7

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ (142)

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور ہم نے ان کو دس راتوں سے پورا کیا، سو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں مکمل ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: ''تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔'' (142)

سوال 1: وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ''اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور ہم نے ان کو دس راتوں سے پورا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون اور آل فرعون سے نجات دلائی اور انہیں زمین میں اقتدار عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں احکام شریعت اور صحیح عقائد عطا کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں کے لیے طور پر بلوایا پھر دس راتوں کا اضافہ کر کے اس میعاد کو پورا فرما دیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل اس عظیم موقع یعنی نزول تورات کے لیے خود کو تیار کر لیں۔ یہ ان کے ہاں ایک عظیم موقع ہو اور وہ اس کے نزول کے لیے اشتیاق رکھیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتوں کے لئے طور پر کیوں بلایا؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ذلت کی زندگی سے نکال لائے تھے مگر ارض مقدس کو حاصل کرنے اور خلافت کا فریضہ انجام دینے کے قابل نہ ہوئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مقررہ وقت میں مقررہ مقام پر ملاقات کی دعوت دی تا کہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہدایت لیں۔ ﴿2﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تربیت بھی مطلوب تھی تا کہ وہ آنے والے مشکل حالات اور مہمات کے لئے تیار ہو جائیں۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس عرصے میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے کیا کوششیں کیں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام دنیا کی دلچسپیوں سے اور لوگوں سے دور ہو گئے۔ ان کی روح صاف ہوگئی، باطن روشن ہو گیا اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گئے۔

سوال 4: وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ''اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: ''تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیچھے اپنی قوم کے لئے کیا انتظامات کئے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی روانگی سے پہلے سیدنا ہارون علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کیا اور نصیحتیں کیں۔ ﴿2﴾ سیدنا ہارون علیہ السلام شریف اور معزز نبی تھے۔ وہ بڑے وجیہ اور رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔

سوال 5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو کیا نصیحتیں کیں؟

جواب: ﴿1﴾ اَصْلِحْ اصلاح کرتے رہنا۔ ﴿2﴾ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ فساد پیدا کرنے والوں کے طریقے پر نہ چلنا۔ یہاں فساد کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو نافرمانیاں کرتے ہیں۔

سوال 6: اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا بنیادی اصول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اصلاح کرنا۔ ﴿2﴾ فساد کرنے والوں کے پیچھے نہ چلنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7:اجتماعی ذمہ داریوں کوادا کرتے ہوئے اصلاح کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اصلاح سے مراد انصاف ہے یعنی ہر ایک کو وہی کچھ دیا جائے گا جو اس کو انصاف کی رو سے ملنا چاہیے۔﴿2﴾ہر ایک سے وہی کچھ چھین لیا جائے جو انصاف کے تقاضوں کے مطابق چھیننا چاہیے

سوال8:اصلاحی عمل میں خرابی کب پیدا ہوتی ہے؟

جواب:اصلاحی عمل میں خرابی تب پیدا ہوتی ہے جب قوم کے راہ نما فساد کرنے والوں کی پیروی کرنے لگیں۔

سوال9:وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ''اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا''فساد کرنے والوں کی پیروی کیسے ہوتی ہے؟

جواب:فساد کرنے والوں کی پیروی کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔﴿1﴾فساد کرنے والے اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر جو کچھ کہیں اس کو مان لیا جائے۔﴿2﴾فساد کرنے والوں کی طاقت سے خوف زدہ ہو کر خاموشی اختیار کر لی جائے۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ(143)

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا:''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ میں تیری طرف دیکھوں۔''فرمایا:''تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو،سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے''تو جب اس کے رب نے پہاڑ پر جلوہ ڈالا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا پھر جب ہوش میں آیا اس نے کہا''تو پاک ہے،میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلا ہوں۔''(143)

سوال1:وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ''اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا:''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ میں تیری طرف دیکھوں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا جب موسیٰ علیہ السلام اس وعدے کے مطابق پہنچ گئے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا تھا یعنی کتاب نازل کرنے کا وعدہ۔﴿2﴾وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا اور اپنے کلام کے ذریعے وحی نازل کی۔ان کو شریعت کے احکامات دیے۔﴿3﴾قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا تو عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے اپنا دیدار کروایئے کہ میں آپ کو دیکھوں۔

سوال2:سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیوں کیا؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلمات سنے ان کا شوق بڑھا تو جان گئے کہ میں کیا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی شان کیا ہے تو انہوں نے رب کو دیکھنے کا مطالبہ کر دیا۔

سوال3:قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ''فرمایا:''تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو،سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے''اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مطالبے کا کیا جواب دیا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔یعنی تم میرے دیدار کی طاقت نہیں رکھتے۔اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس طرح بنایا ہے کہ دنیا میں اس کا دیدار نہیں کر سکتے نہ وہ اس کی طاقت اور قدرت رکھتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے۔(الانعام:103)﴿2﴾آخرت میں اہل جنت اپنے رب کا دیدار کریں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گے۔﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔(القیامۃ:23,22)

سوال4:اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو لَنْ تَرٰىنِيْ کی کیا وجہ بتائی؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ وجہ بتائی کہ تم میں طاقت نہیں ہے کہ مجھے دیکھو۔﴿2﴾ سامنے پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ قائم رہ جائے تو تم مجھے دیکھ سکو گے کیونکہ پہاڑ انسان کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہے۔

سوال5:فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا'' تو جب اس کے رب نے پہاڑ پر جلوہ ڈالا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا'' اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کیا اثر ہوا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول نہیں کی۔ان کی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کی تجلی کیسی تھی؟

جواب: تجلی کی کوئی صفت بیان نہیں کی جا سکتی ہاں اس کے اثرات کے بارے میں قرآن حکیم یہ بتاتا ہے کہ پہاڑ پر یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کے سامنے ریزہ ریزہ ہو کر ریت کے ذروں کی طرح زمین کے برابر ہو گیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر یہ اثر ہوا کہ وہ انسانی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔

سوال7:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب ہوش آیا تو انہیں کیا چیز معلوم ہوئی؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو انہیں معلوم ہوا کہ انسان کی سمجھ کی حدود کیا ہیں؟﴿2﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ انہوں نے اپنی حد سے تجاوز کیا۔

سوال8:فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' پھر جب ہوش میں آیا اس نے کہا'' تو پاک ہے، میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلا ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ہوش میں آنے کے بعد کیا کام کیا؟

جواب:﴿1﴾ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب ہوش میں آئے تو انہوں نے اعتراف کیا کہ اے اللہ تعالیٰ تیری ذات پاک ہے ہر اس چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں۔﴿2﴾ تُبْتُ اِلَيْكَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں نے توبہ کی اور کہا کہ میں نے حد سے تجاوز کیا میں اپنے سارے گناہوں اور سوءادب کی آپ سے توبہ کرتا ہوں۔﴿3﴾ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ پر سب سے زیادہ ایمان لانے والا ہوں یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس چیز کے ساتھ اپنے ایمان کی تجدید کی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی تکمیل فرمائی اور اس چیز کو ترک کر دیا جس کے بارے میں وہ اس سے قبل لاعلم تھے۔جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دیدار سے محروم کر دیا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام دیدار الٰہی کے بہت مشتاق تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خیر کثیر سے نواز دیا۔(تفسیر سعدی:930,929/1)

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (144)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! یقیناً اپنے پیغامات اور کلام کے ساتھ میں نے تجھے تمام لوگوں میں سے منتخب کیا ہے، سو لے لو جو میں نے تمہیں دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔(144)

سوال1:قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:'' اے موسیٰ! یقیناً اپنے پیغامات اور کلام کے ساتھ میں نے تجھے تمام لوگوں میں سے منتخب کیا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنے انعامات یاد دلائے ہیں جن سے ان کی فضیلت کا علم ہوتا ہے۔ فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں میں سے چن لیا، تجھے فضیلت عطا کی۔ ﴿2﴾ بِرِسٰلٰتِیْ اپنی رسالت کے لیے یعنی ایک ایسا منصب آپ کو عطا کیا ہے جو مخلوق میں سے بہترین کو عطا کیا جاتا ہے۔ ﴿3﴾ وَبِكَلَامِیْ اور اپنے کلام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بغیر واسطے کے کلام کیا۔ تمام انبیاء میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام خاص طور پر کلیم اللہ کے نام سے معروف ہیں۔ ﴿4﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا ''محمد! تمہارے ایک انصاری صحابی نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا کہ ''تم نے اس کے منہ پر کیوں طمانچہ مارا تھا؟'' وہ صحابی کہنے لگا: یارسول اللہ! میرا یہود پر گزر ہوا تو اس شخص نے کہا کہ ''اس اللہ کی قسم! جس نے موسیٰ پیغمبر کو سارے لوگوں میں سے چن لیا۔'' میں نے کہا ''کیا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہیں؟ مجھے غصہ آیا تو میں نے ایک طمانچہ لگا دیا'' یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دیکھو! مجھے دوسرے پیغمبروں پر فضیلت نہ دو قیامت کے دن سب بے ہوش ہو جائیں گے میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ (مجھ سے پہلے) عرش کا پایہ تھامے کھڑے ہیں میں یہ نہیں جانتا کہ انہیں مجھ سے پہلے ہوش آ جائے گا یا وہ بے ہوش ہی نہیں ہوں گے کیونکہ وہ (دنیا میں) کوہ طور پر بے ہوش ہو چکے۔'' (بخاری، کتاب التفسیر)

سوال 2: فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ''سو لے لو جو میں نے تمہیں دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے خاص ہدایات دی گئیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایات لے لیں اور اس کا شکر ادا کریں۔ ﴿1﴾ ''سو لے لو جو میں نے تمہیں دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ'' سو جو میں نے تمہیں دیا ہے وہ لے لو یعنی جو میں نے کلام عطا کیا، جو پیغام میں نے دیا اس خیر عظیم سے فائدہ اٹھاؤ اور جو احکامات یعنی اوامر و نواہی میں نے دیے ہیں ان کو دل کی خوشی اور فرماں برداری کے لیے قبول کرو۔ ﴿2﴾ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ اور میرا شکر ادا کرو یعنی آپ کو لوگوں میں سے منتخب کیا، آپ سے کلام کیا، آپ کو فضیلت عطا کی اور خاص بندہ بنایا اس پر شکر ادا کرو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی ہدایات لینے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: رسولوں نے اللہ تعالیٰ سے ہدایات لے کر دوسروں تک پہنچانی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے راہ نمائی اور نصیحت حاصل کر کے ہی پہنچائی جا سکتی ہے اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ مجھ سے ہدایت لے لو۔

سوال 4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو شکر ادا کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے انعامات کا جواب شکر ہی سے دیا جا سکتا ہے رسول راہ نما ہوتے ہیں اس لئے انہیں ہدایات لینے اور شکر ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ وہ دوسروں کے لئے نمونہ بنیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید انعامات نازل ہوں۔

سوال 5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت پہاڑ پر عطا کی گئی اس سے کیا اشارہ ملتا ہے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پہلی بار پہاڑ پر نبوت دی گئی تھی احکامات بھی پہاڑ پر بلا کر دیے گئے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے برکتیں حاصل کرنے کی جگہ فطری ماحول ہے جہاں خاموشی ہوتی ہے اور انسان خود کو اللہ تعالیٰ سے قریب محسوس کرتا ہے۔

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ (145)

اور ہم نے تختیوں میں اس کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی، سو ان کو قوت سے پکڑو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑے رکھیں، جلد ہی میں تجھے نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا۔ (145)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ''اورہم نے تختیوں میں اس کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے تورات کی تختیوں میں ہر وہ چیز لکھ دی جس کے بندے محتاج ہوتے ہیں۔﴿2﴾مَّوْعِظَةً:نصیحت یعنی اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے بارے میں لوگوں کے لیے ترغیب و ترہیب۔(ایسر التفاسیر:482)﴿3﴾تورات نصیحت ہے لوگوں کو بھلائی کے کاموں کی ترغیب دلاتی ہے اور برائی سے ڈراتی ہے۔﴿4﴾وَّتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی:تورات میں ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی شریعت کے احکامات کی،عقائد،عبادات،اخلاق و آداب،حلال وحرام وغیرہ کی پوری تفصیلات ہیں۔﴿5﴾فرمایا:وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بَصَآىٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے دلائل،ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔(القصص:43)

سوال2:وہ تختیاں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں کس چیز کی بنی ہوئی تھیں اور ان پر کس طرح کی تحریر تھی؟

جواب:ہمارے پاس ان کی تفصیلات نہیں ہیں اور نہ ان کی ضرورت ہے۔

سوال3:فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ''سو ان کو قوت سے پکڑو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑے رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ ''سو ان کو قوت سے پکڑو''یعنی اس پر عمل کرنے کے ارادے سے اس کو پکڑے رکھیں(تفسیر قاسمی:244/7)﴿2﴾اس کو مضبوطی سے پکڑو یعنی اس کے حلال پر عمل کرو اور اس کے حرام کام کو چھوڑنے کے ارادے سے پکڑلو۔(ایسر التفاسیر:482)﴿3﴾وَّاْمُرْ قَوْمَكَ یعنی اپنی قوم کو بھی اس کا حکم دو۔﴿4﴾یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا یعنی اس میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں پختہ ارادے کریں اور اس میں رخصت نہیں۔یہ ان کی تربیت اور اعادے کے لیے تھا تاکہ وہ عظیم کام انجام دے سکیں۔طویل زمانے تک انہیں جو کمزوری لاحق تھی اس کی وجہ سے لازم قرار دے دیا گیا(ایسر التفاسیر:482)﴿5﴾یعنی وہ اس کے احکامات پر عمل کریں،اس کے نواہی کو چھوڑ دیں اور اس کی مثالوں اور نصیحتوں پر تدبر کریں۔(تفسیر قرطبی:203/4)

سوال4:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس انداز میں ہدایات دینے کے کیا مقاصد ہیں؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس انداز میں ہدایات دینے کے دو مقاصد ہیں۔﴿1﴾غلام قوم کے ساتھ معاملہ کرتے وقت سختی اور سنجیدگی کی ضرورت تھی تاکہ وہ رسالت کے فریضے کو اچھی طرح ادا کرسکیں۔﴿2﴾جو لوگ اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گزار رہے ہوں وہ اس پر اچھی طرح جم جائیں۔

سوال5:سَاُوْرِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ''جلد ہی میں تجھے نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا''دَارَ الْفٰسِقِیْنَ سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب:اس سفر میں تمہیں آگے چل کے کھنڈرات ملیں گے۔یعنی ان لوگوں کے گھر جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو مضبوطی سے نہیں پکڑا تھا اور نافرمانیاں کی تھیں اس بنا پر وہ ہلاک کردیے گئے۔اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کے گھروں کو باقی رکھتا ہے۔ان کے انجام سے عبرت حاصل کرنا ،یہ اللہ تعالیٰ کے توفیق یافتہ مومنوں کو ہی نصیب ہوتا ہے،کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے،اس کے نزدیک قوموں میں کوئی فرق نہیں،وہ جس کو بھی ہلاک کرتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (146)

عنقریب میں اپنی آیات سے پھیر دوں گا ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق بڑے بنتے ہیں اور اگر وہ ہر قسم کی نشانی دیکھیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ بھلائی کا راستہ دیکھ لیں (تو بھی) اس کو اپنا راستہ نہ بنالیں گے اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں اس کو راستہ بنالیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔(146)

سوال 1: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ''عنقریب میں اپنی آیات سے پھیر دوں گا ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق بڑے بنتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں اپنی نشانیوں سے، جو انفس وآفاق میں کثرت سے موجود ہیں، ان سے عبرت حاصل کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے فہم سے انہیں روک دوں گا۔ ﴿2﴾ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ''ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق بڑے بنتے ہیں'' یعنی جو حق کے ساتھ تکبر کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ علماء کا مقولہ ہے کہ متکبر اور پوچھنے سے جی چرانے والا کبھی عالم نہیں ہوسکتا۔ جو شخص تھوڑی دیر کے لئے علم کے حاصل کرنے میں اپنے آپ کو دوسرے کے سامنے نہ جھکائے وہ عمر بھر ذلت ورسوائی میں رہتا ہے۔(ابن کثیر: 211,210) ﴿3﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو۔'' ایک شخص نے کہا: ہر انسان اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اس کی جوتی اچھی ہو (کیا یہ تکبر ہے؟'') آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے، خوب صورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرادے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' (مسلم: کتاب الایمان) ﴿4﴾ جو بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش آتے ہیں اور اپنے پاس آنے والے ہر شخص سے تکبر سے ملتے ہیں۔ وہ خود کو بڑا سمجھتے ہیں، لوگوں کے حقوق ادا نہیں کرتے اور لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔(ایسر التفاسیر: 483) ﴿5﴾ قتادہ نے کہا یعنی میں انہیں اپنی کتاب کے فہم سے روک دوں گا۔(قرطبی: 203/4)

سوال 2: جو لوگ ناحق تکبر کرتے ہیں وہ کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ ایمان والے نہیں ہوتے۔ ﴿2﴾ ان کو بھلائی کی دعوت دی جائے تو قبول نہیں کرتے۔ ﴿3﴾ یہ لوگ برائی کے کام کی طرف لپکتے ہیں۔

سوال 3: متکبر آدمی کیسے جیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ متکبر آدمی ہر چیز کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے۔ ﴿2﴾ اس کو اپنے ذاتی مطالبات اور خواہشات کے سوا کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ ﴿3﴾ وہ سمجھتا ہے اس کو جو کچھ مل رہا ہے اس کی قابلیت کی وجہ سے مل رہا ہے۔ ﴿4﴾ متکبر کو جو کچھ ملتا ہے اس میں وہ کسی اور کا خیال رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

سوال 4: متکبر حق قبول نہیں کرسکتا۔ کیا چیز قبولیت حق میں رکاوٹ بنتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ متکبر کی بڑائی کی نفسیات قبول حق کے راستے کی رکاوٹ ہے۔ اسے ایسی کسی چیز سے دلچسپی نہیں ہوتی جہاں اس کی بڑائی کو اہمیت نہ دی جائے۔ ﴿2﴾ متکبر کی لاپرواہی قبولیت حق میں رکاوٹ بنتی ہے۔ ﴿3﴾ اس کے سامنے حق کی دلیلیں آتی ہیں مگر وہ ان کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کردیتا ہے۔

سوال 5: وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ''اور اگر وہ ہر قسم کی نشانی دیکھیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیر لیتے ہیں، ان پر اعتراض کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں وہ ساری نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔﴿2﴾ سفیان بن عینیہ نے کہا: انہیں ایمان سے، اس کے نفع سے ان کے تکبر کی وجہ سے پھیر دیں گے۔(قرطبی:4/203)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ متکبرین کے دلوں کو اپنی اطاعت سے روک دیتے ہیں جیسے وہ تکبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر جہالت کی ذلت مسلط کر دیتے ہیں۔(تفسیر قاسمی:7/251)وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔(الانعام:110)فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔(الصّف:5)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو بہت سی بھلائیوں سے محروم کر دیتا ہے۔انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ سمجھ سکتے ہیں، نہ ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، نہ ایمان لا سکتے ہیں۔ بلکہ ان کے لیے بسا اوقات حقیقت ہی بدل جاتی ہے۔وہ بدی کو نیکی سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

سوال6:وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ''اور اگر وہ بھلائی کا راستہ دیکھ لیں (تو بھی) اس کو اپنا راستہ نہ بنالیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ اگر وہ ہدایت اور ایمان اور تقویٰ اور حق پر قائم رہنے اور استقامت کا راستہ دیکھ لیں۔یہ وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جنت تک پہنچاتا ہے۔﴿2﴾ یعنی اگر وہ حق، ہدایت اور استقامت کا واضح راستہ دیکھ لیں۔﴿3﴾ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا تو نہ اس راستے پر چلتے ہیں نہ چلنے کی رغبت رکھتے ہیں۔

سوال7:وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ''اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں اس کو راستہ بنالیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سَبِيْلَ الْغَيِّ: گمراہی کا راستہ جو شرک اور نافرمانیوں پر قائم ہے۔(ایسر التفاسیر:483)﴿2﴾ یعنی وہ راستہ جو بدبختی کے انجام کو یعنی جہنم تک پہنچاتا ہے۔﴿3﴾ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا اس کو اپنا راستہ بنا لیتے ہیں۔اس پر چلتے ہیں۔

انسان کے لئے گمراہی کا راستہ کیسے بنتا ہے؟

جواب: انسان کے لئے گمراہی کا راستہ نفس کی تحریک سے، خواہشات کے دباؤ سے بنتا ہے۔

سوال8: انسان کے لئے ہدایت کا راستہ کیسے وجود میں آتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان جب اپنے نفس اور ماحول سے متاثر نہیں ہوتا اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جینا چاہتا ہے تو اس کے لئے ماحول اور نفس کی اکساہٹوں سے اٹھ کر ہدایت کا راستہ بن جاتا ہے۔﴿2﴾ یہ راستہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی پہچان سے وجود میں آتا ہے۔﴿3﴾ یہ راستہ آخرت کی کامیابی کی فکر کی وجہ سے وجود میں آتا ہے۔

سوال9:ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے گمراہی کے راستے پر چلنے اور ہدایت کے راستے سے ہٹائے جانے کے اسباب بیان فرمائے ہیں۔﴿1﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور انہیں ٹھکرا دیا۔﴿2﴾ وہ آیات جو کہ ہدایت اور تزکیہ نفس پر مشتمل تھیں۔(تفسیر منیر:5/95)﴿3﴾ انہوں نے غفلت اور حقارت کا رویہ اختیار کیا۔﴿4﴾ وہ آیات کی طرف نہ توجہ کرتے تھے، نہ انہیں دیکھتے تھے، نہ اس میں دیے گئے دلائل پر غور و فکر کرتے تھے جو انہیں ہدایت کی طرف بلاتے تھے۔(ایسر التفاسیر:483)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا اور غفلت کا رویہ اختیار کرنا انہیں ہدایت کے راستے سے گمراہی کے راستے پر لے آیا۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(147)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو گئے، انہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے۔(147)

سوال 1: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو گئے'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں ان کے اعمال کس طرح برباد ہو جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کی کوئی بنیاد نہ رہی۔ ﴿2﴾ اعمال کے صحیح ہونے کی شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور جزا و سزا پر اعتقاد رکھا جائے۔ ﴿3﴾ جو لوگ ایمان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلے نہیں سمجھتے اس وجہ سے وہ غافل رہتے ہیں۔ ﴿4﴾ ان کو دنیا کی زندگی اور ان کی کامیابیاں دھوکے میں ڈال دیتی ہیں جیسے زہریلی گھاس کھانے والا جانور بظاہر موٹا نظر آتا ہے حالانکہ وہ مرنے والا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں دنیا کی کامیابیوں میں جیتے ہیں ان کی مثال ہے۔ بظاہر پھلنا پھولنا اور حقیقتاً مرنے کی تیاری۔ جیسے ایک نہر اگر اپنے چشمے سے کٹ جائے تو بالآخر اس کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حقیقت اور فطرت سے کٹ کر جینے والوں کے اعمال نے بالآخر برباد ہو جانا ہوتا ہے۔ ﴿5﴾ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ: ان کے اعمال ضائع ہو گئے یعنی وہ ان سے نفع نہیں اٹھا سکتے کیونکہ وہ مشرک کے اعمال ہیں اور شرک سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:483)

سوال 2: هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''انہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ هَلْ يُجْزَوْنَ ان کے اعمال کے ضائع ہو جانے اور شرک اور نافرمانیوں کے حاصل ہونے میں وہ یقین رکھیں کہ یہ بدلہ ہے اور اس کے سوا کیا بدلہ دیا جائے کیونکہ جزا عمل کے مطابق ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ ان کے عمل کی کوئی جزا نہیں کفر اور نافرمانی کے ماسوا۔ (تفسیر قاسمی:252/7) ﴿3﴾ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: ''انہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے'' جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا وہ اعمال پر ثواب کی امید نہیں رکھتا تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر عمل پر ثواب کی امید رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

رکوع نمبر 8

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ(148)

اور موسیٰ کے بعد قومِ موسیٰ نے اپنے زیوروں سے بچھڑا بنایا، ایک جسم تھا جس میں گائے کی آواز تھی۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ وہ ان سے بولتا بھی نہیں اور نہ وہ راستہ بتاتا ہے ان کو؟ اسے انہوں نے پکڑ لیا اور وہ تھے ہی ظالم۔(148)

سوال 1: وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ''اور موسیٰ کے بعد قومِ موسیٰ نے اپنے زیوروں سے بچھڑا بنایا، ایک جسم تھا جس میں گائے کی آواز تھی'' موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے ان کی قوم نے بچھڑے کو کیسے معبود بنا لیا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد بنی اسرائیل اپنے رب کی روشنی، اس سے مناجات اور اس سے کیے گئے وعدے کو بھول گئے اور انہوں نے عورتوں کے زیورات اکٹھے کر کے انہیں پگھلا کر بچھڑا بنا دیا۔ قوم نے جب دیکھا کہ یہ بچھڑا آواز نکال رہا ہے۔ وہ دیوار پر بنی ہوئی تصویر نہیں بلکہ اس کا وجود ہے اور اس کی گائے جیسی آواز ہے تو سامری جس نے بچھڑا بنایا تھا اس نے کہا یہ تمہارا اور موسیٰ کا الٰہ ہے اس کی عبادت کرو۔ اس طرح بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور اس کی عبادت کرنے لگے۔ رب العزت کا فرمان ہے: فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۚ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ۞ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا پس اس نے ان کے لیے ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بچھڑا نکالا، جس کے لیے جسم تھا، جس کی بیل کی سی آواز تھی، پھر لوگوں نے کہا کہ یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود، سو وہ بھول گیا تو کیا وہ دیکھتے نہیں تھے کہ نہ وہ ان کی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ کسی نفع کا؟ (طٰہٰ:88,89) بت پرستی کی خواہش قوم موسیٰ میں موجود تھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے بھی مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں معبود بنادو، جسے انہوں نے سختی سے رد کر دیا تھا۔

سوال 2: سامری نے بچھڑا کیسے بنایا تھا؟

جواب: بنی اسرائیل کے پاس قبطیوں کے زیورات رہ گئے تھے۔ سامری نے انہیں جمع کر کے پگھلایا اور بچھڑے کا مجسمہ بنالیا پھر اس نے ایک چٹکی وہ مٹی ڈال دی جو جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کی ٹاپ کے نیچے سے اٹھائی تھی۔ اب وہ بچھڑے کی شکل کا مجسمہ بن گیا جس میں بچھڑے جیسی آوازیں پیدا ہوگئیں۔

سوال 3: اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ ''کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ وہ ان سے بولتا بھی نہیں اور نہ وہ راستہ بتاتا ہے ان کو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس بچھڑے کے اندر ذاتی یا فعلی صفات نہیں ہیں جو اس کے معبود ہونے کو ثابت کرتی ہوں۔ وہ ان سے کلام نہیں کرتا اور کلام نہ کرنا عیب ہے۔ جانوروں میں بھی بولنے والے نہ بولنے والوں سے بہتر حالت میں سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں تو معاملہ معبود بنانے کا ہے۔ خود ہی سوچو یہ کتنی بڑی نادانی ہے۔ ﴿2﴾ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ''اور نہ وہ راستہ بتاتا ہے ان کو'' معبود ہونے کا حق وہ رکھتا ہے۔ جو نفع پہنچا سکتا ہو اور نقصان سے بچا سکتا ہو۔ وہ کیسے معبود ہوسکتا ہے جو راہ نمائی نہیں کرسکتا؟ یعنی نہ دینی راہ نمائی کرسکتا ہے نہ دنیا میں کوئی نفع پہنچا سکتا ہے۔ یہ کیسی نادانی ہے جو اندھے، گونگے اور بہرے کو معبود بنانے کے لیے تیار کرتی ہے۔

سوال 4: اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ''اسے انہوں نے پکڑ لیا اور وہ تھے ہی ظالم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنالیا، انہوں نے اس کی عبادت کی جب کہ وہ اس کا حق نہیں رکھتا تھا۔ انہوں نے شرک کیا جو سب سے بڑا ظلم ہے، یوں وہ بچھڑے کو معبود بنا کر ظالم بن گئے۔ ﴿2﴾ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کرتا ہے، تو وہ تمام خصائص الٰہیہ کا منکر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ کلام نہ کرنا اس ہستی کے الٰہ ہونے کی عدم صلاحیت پر دلیل ہے جو کلام نہیں کرسکتی۔ (تفسیر سعدی: 932.933/1)

وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (149)

اور جب وہ نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ واقعتاً وہ گمراہ ہوگئے ہیں، انہوں نے کہا: ''اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔'' (149)

سوال 1: وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ''اور جب وہ نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ واقعتاً وہ گمراہ ہوگئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ ''اور جب وہ نادم ہوئے'' بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت پر شدید نادم ہوئے کیونکہ وہ عبادت باطل تھی۔ ﴿2﴾ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ''اور انہوں نے دیکھا کہ واقعتاً وہ گمراہ ہوگئے ہیں'' انہوں نے اپنے گمراہ ہونے کا عاجزی سے اعتراف کرلیا۔

سوال 2: قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ''انہوں نے کہا: ''اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ وہ جس گمراہی میں مبتلا ہوئے تھے اس سے پاک نہیں ہو سکتے اوران سے شرک جیسا عظیم گناہ سرزد ہوا ہے،توانہوں نے بے ساختہ پکارا کہ اگر تو نے ہم پر رحم نہ کیا،ہم سے درگزر نہ کیا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔﴿2﴾اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابھی بنی اسرائیل میں اصلاح کرنے کا مادہ موجود تھا ابھی ان کے دل اتنے سخت نہیں ہوئے تھے جتنے بعد کے ادوار میں سخت ہو گئے تھے۔﴿3﴾انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم فرما کر ہماری راہ نمائی نہیں کرے گا،ہمیں نفع مند علم،اعمال صالح اوراپنی عبادت کی توفیق سے نہیں نوازے گا۔﴿4﴾وَيَغْفِرْ لَنَا اورہمیں بخشے گا۔﴿5﴾لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ تو ہم ضرور ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جنہیں دنیا وآخرت کی ہلاکت،بربادی اورخسارہ ملا۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۪ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ(150)

اور جب موسیٰ غصے سے بھرے ہوئے،افسوس کرتے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے اس نے کہا:''تم نے میرے بعد بہت بُری جانشینی کی،کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلد بازی کی؟''اوراس نے تختیاں پھینک دیں اوراپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ہارون نے کہا:''اے میری ماں کے بیٹے!یقیناً قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل ہی کر دیتے،سو آپ دشمنوں کو مجھ پر خوش ہونے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کریں۔''(150)

سوال1:وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ''اور جب موسیٰ غصے سے بھرے ہوئے،افسوس کرتے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے''کی وضاحت کریں؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے جب بنی اسرائیل کے پاس واپس لوٹے تو غصے سے بھرے ہوئے،شدید افسوس کی حالت میں تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی قوم کے حق میں انتہائی خیر خواہ تھے،شفیق تھے اور دین کے معاملے میں غیرت مند تھے۔

سوال2:قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ''اس نے کہا:''تم نے میرے بعد بہت بری جانشینی کی،کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلد بازی کی؟''موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام پر غصہ کیوں آیا؟

جواب:﴿1﴾انہوں نے کہا کہ میرے جانے کے بعد تم نے میری بری جانشینی کی۔موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو شرک میں مبتلا دیکھا تو انہوں نے گمان کیا کہ ہارون علیہ السلام نے اصلاح کے سلسلے میں کوتاہی کی ہے۔﴿2﴾اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ''کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلد بازی کی''کیونکہ اس نے تمہارے ساتھ کتاب نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا۔پس تم اپنی فاسد رائے کے ذریعے سے جلدی سے اس قبیح خصلت کی طرف آگے بڑھے۔(تفسیر سعدی:933،1/934)

سوال3:وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ''اور اس نے تختیاں پھینک دیں اوراپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب:﴿1﴾وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں تورات کی تختیاں پھینک دیں۔﴿2﴾وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کو پکڑا۔﴿3﴾يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ انہیں اپنی طرف کھینچا اور کہا:قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ موسیٰ نے کہا:''اے ہارون!تم نے جب انہیں دیکھا کہ وہ گمراہ ہوئے تو کس چیز نے تمہیں روکا؟کہ تم میری پیروی نہ کرو،تو کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟''(طٰہٰ:92,93)﴿4﴾یعنی تم نے میرے اس حکم کی نافرمانی کی:اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔(الاعراف:142)

سوال4: قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۫ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ’’ہارون نے کہا: ’’اے میری ماں کے بیٹے! یقیناً قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل ہی کر دیتے، سو آپ دشمنوں کو مجھ پر خوش ہونے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کریں۔‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ ابْنَ اُمَّ ’’کہا: ’’اے میری ماں کے بیٹے!‘‘ ہارون علیہ السلام ماں اور باپ دونوں کی جانب سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔صرف ماں کا ذکر دل کو نرم کرنے کے لیے کیا ہے۔قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ہارون نے کہا: ’’اے میری ماں کے بیٹے! تم میری داڑھی نہ پکڑو اور نہ ہی میرے سر کو، یقیناً میں اس سے ڈرا کہ تم کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور تم نے میری بات کا انتظار نہیں کیا۔‘‘(ط:94) ﴿2﴾ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ ’’یقیناً قوم نے مجھے کمزور سمجھا‘‘ یعنی میں نے جب ان سے کہا: وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا: اے لوگو! یقیناً تم اس کی وجہ سے فتنے میں ڈالے گئے ہو اور یقیناً تمہارا رب تو رحمٰن ہے چنانچہ تم میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔(ط:90) ﴿3﴾ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ’’اور قریب تھا کہ مجھے قتل ہی کر دیتے‘‘ یعنی آپ مجھے خطا کار نہ سمجھیں۔ ﴿4﴾ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ ’’سو آپ دشمنوں کو مجھ پر خوش ہونے کا موقع نہ دیں‘‘ میرے ساتھ برا سلوک کر کے میرے دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ ﴿5﴾ مجاہد کا قول ہے: سیدنا ہارون نے کہا، مجھے بچھڑے والوں میں شامل نہ کریں۔ ﴿6﴾ یعنی مجھے ظالم لوگوں میں شامل کر کے میرے ساتھ ان جیسا معاملہ نہ کریں۔

سوال5: وَ لَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ’’اور مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کریں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مجھے اور ظالموں کو ایک صف میں کھڑا نہ کریں۔ ﴿2﴾ ظالم تو وہ ہیں جنہوں نے کفر اور شرک کیا۔ ﴿3﴾ میں نے ان کے ظلم میں شرکت نہیں کی۔ ﴿4﴾ میں ظلم سے بری ہوں۔

سوال6: موسیٰ علیہ السلام کا غصہ کب ٹھنڈا ہوا؟

جواب: جب ہارون علیہ السلام نے کہا کہ: میں نے اصلاح کی کوشش میں کمی نہیں کی تھی، انہوں نے مجھے دبا لیا تھا، قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے۔پھر تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور مجھے ظالم گروہ کے ساتھ شامل نہ کر۔اس طرح موسیٰ علیہ السلام کے جذبات ٹھنڈے ہوئے اور انہوں نے معذرت قبول کر لی۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِاَخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (151)

موسیٰ نے کہا: ’’اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے! اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم والا ہے۔(151)

سوال1: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِاَخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ’’موسیٰ نے کہا: ’’اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے! اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عجلت میں اپنے بھائی ہارون کے ساتھ جو معاملہ کیا اس پر انہیں سخت ندامت ہوئی۔اس وقت انہوں نے رب کریم سے دعا کی۔ ﴿2﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِاَخِيْ انہوں نے کہا: اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے۔ ﴿3﴾ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رَحْمَتِكَ ''اورہمیں اپنی رحمت میں داخل کرلے'' تیری بے پایاں رحمت ہمیں ہر جانب سے گھیر لے، کیونکہ تیری رحمت تمام برائیوں کے مقابلے میں ایک مضبوط اور محفوظ قلعہ ہے اور ہر بھلائی اور مسرت کا سرچشمہ ہے۔(تفسیر سعدی:935.934/1)

سوال2: موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کے لئے اور اپنے لئے کب دعا کی؟

جواب:﴿1﴾ جب انہوں نے معذرت قبول کر لی تب وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے۔﴿2﴾ جب انہوں نے یہ حقیقت پالی کہ ہارون قصوروار نہیں ہیں تب انہوں نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرمادے اور اپنی رحمت میں داخل فرمادے۔

سوال3: وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ''اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء بیان کی۔اے میرے رب تو اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(جامع البیان:75/9)﴿2﴾ یعنی اے میرے رب آپ ہر رحم کرنے والے سے زیادہ ہم پر رحم فرمانے والے ہیں۔

سوال4: ہارون علیہ السلام کے واقعے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مومنوں کو بھی ایک دوسرے سے غلط فہمیاں ہوسکتی ہیں۔﴿2﴾ مومنوں میں غلط فہمیوں کی وضاحت ہوجائے تو یوں ہوجاتا ہے گویا کبھی کوئی غلط فہمی نہ ہوئی ہو۔﴿3﴾ مومن غلط فہمیاں دور ہونے کے بعد شیر وشکر ہوجاتے ہیں۔﴿4﴾ مومنوں کا اخلاص ان کی ایک دوسرے کے لئے دعاؤں میں جھلکتا ہے۔اس لئے غلط فہمیاں دور کر لینی چاہیں اور ایک دوسرے کے حق میں دعائیں ضرور کرنی چاہیے۔

رکوع نمبر 9

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ(152)

یقیناً جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب پہنچے گا اور دنیا کی زندگی میں ذلت پہنچے گی اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں۔(152)

سوال1: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ''یقیناً جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب پہنچے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ ''یقیناً جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا'' یعنی وہ معبود جس کی انہوں نے عبادت کی۔(ایسر التفاسیر:485)﴿2﴾ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ''عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب پہنچے گا'' اس دنیا کی زندگی میں اپنے رب کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا ثبوت ہے کہ اس نے اس وقت تک ان کی توبہ قبول نہیں فرمائی جب تک انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہیں کیا۔یہ واقعہ البقرہ 54 میں گزر چکا ہے۔

سوال2: وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ''اور دنیا کی زندگی میں ذلت پہنچے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ دنیا کی زندگی میں انہیں رسوائی برداشت کرنی ہوگی۔﴿2﴾ ذلت سے مراد ہے ان لوگوں کا یہ اقرار کر لینا کہ واقعی ہم نے گمراہی کا کام کیا اور پھر اپنی جانوں کو قتل کرنے کے لیے پیش کر دینا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ذلت سے وہ حالت اور کیفیت مراد ہے جو ان لوگوں کو اس وقت پیش آئی جب کہ اس بچھڑے کو جلایا گیا اور سمندر میں پھینک دیا گیا جس کی انہوں نے عبادت کی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ ذلت سے وہ مسکنت مراد ہے جو انہیں اور ان کی اولاد کو دنیا میں پیش آتی رہی اور بحالت سفر برسوں زمین میں گھومتے رہے۔(انوار البیان:425/2)﴿3﴾ یہ ذلت ان کے اپنے رب کے ساتھ کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے طور پر ہے۔یہ آخرت کے آنے سے پہلے دنیا کی سزا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(جامع البیان:75/9)﴿4﴾ان کے لیے یہ ذلت ورسوائی اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنے رب کو ناراض کیا اور اس کے حکم کو حقارت سے رد کر دیا۔

سوال3:کسی قوم پر رب کا غضب کیسے بھڑکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ کوئی گروہ جب بے دینی کے کام کو دین قرار دیتا ہے تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکا دیتی ہے۔﴿2﴾جو لوگ اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کرتے ہیں،اس کی شریعت پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف وہ باتیں منسوب کرتے ہیں جو اس نے نہیں کیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔(تفسیر سعدی:935/1)

سوال4:اللہ تعالیٰ کے غضب کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے قوم کے بارے میں یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آخرت سے پہلے دنیا کی زندگی میں رسوا کن سزا دی جائے جیسے بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی ان کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ وہ اپنے قریبی عزیز اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان سے راضی نہیں ہوگا جب تک وہ یہ کام نہیں کریں گے۔پھر انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا حتیٰ کہ میدان بھر گیا۔اس انجام سے صرف وہ لوگ بچے جو شرمندہ تھے جنہوں نے توبہ کی۔

سوال5:وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ''اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي اور اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں دنیا میں انہیں گھروں سے نکال دیا اور غریب الوطنی کی زندگی بسر کروائی۔(تفسیر مراغی:409/3)﴿2﴾الْمُفْتَرِيْنَ:شرک کر کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے جیسے بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنایا۔(ایسر التفاسیر:485)﴿3﴾اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرنے والے کو ہمیشہ ایسا ہی بدلہ ملا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس بدعت کی ذلت ورسوائی بدعتی کے ساتھ لگی رہتی ہے جیسا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہر صاحب بدعت ذلیل ہوتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:497/1)﴿4﴾سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر بدعتی ذلیل ہے۔(تفسیر ابن کثیر:213/2)﴿5﴾انہوں نجیق کے نام پر بچھڑے کی پوجا جیسا جرم کیا تھا۔﴿6﴾انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کا انکار کرتے ہوئے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کو معبود مانتے ہوئے،اس کے دین پر ایمان لاتے ہوئے کیا تھا۔سامری نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ میں نے خواب میں سیدنا جبریل علیہ السلام کو دیکھا،ان کے گھوڑے کے نقش قدم سے مٹی اٹھائی اور بچھڑے کے اندر ڈالی تو وہ بولنے لگا۔اس قسم کی نسبت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے اس لئے اسے افترا پردازی کہا گیا۔

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(153)

اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور وہ ایمان لے آئے،یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(153)

سوال1:وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ''اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور وہ ایمان لے آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے توبہ کے بارے میں خبر دی ہے اور یہ عام حکم ہے جس میں بنی اسرائیل بھی اور دیگر لوگ شامل ہیں۔﴿2﴾وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ''اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے'':جنہوں نے کفر اور نافرمانی کے کام کیے۔(الاساس:2017/4)﴿3﴾جن لوگوں نے شرک کیا اور کبیرہ اور صغیرہ گناہ کیے۔﴿4﴾ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا ''پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کی'':پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔(الاساس:2017/4)﴿5﴾جنہوں نے غیر اللہ کی عبادت چھوڑ دی۔(ایسر التفاسیر:486)﴿6﴾یعنی گزشتہ گناہوں پر ندامت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ساتھ ساتھ ان کے ارتکاب سے رک گئے اور عزم کرلیا کہ وہ ان گناہوں کا اعادہ نہیں کریں گے۔(تفسیر سعدی:935/1)

سوال2: گناہ پر توبہ کیا ہے؟

جواب: گناہ پر شدید ندامت ہی توبہ ہے۔ یہ شرمندگی اس بات کی علامت ہے کہ انسان اصلاح کرنا چاہتا ہے اگر وہ ارادہ کرلے کہ آئندہ یہ گناہ نہ کرے گا تو یہی اصل توبہ ہے۔

سوال3: وَاٰمَنُوْٓا ''اور وہ ایمان لے آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اور سچا ایمان لائے۔(ایسر التفاسیر:486) ﴿2﴾ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایمان کو خالص کرلیا۔ ﴿3﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ اور ان تمام امور پر ایمان لے آئے جن پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے اور ایمان، اعمال قلوب اور اعمال جوارح جو ایمان کا نتیجہ ہیں، کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔(تفسیر سعدی:935/1) ﴿4﴾ گناہ کے بعد شرمندگی اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا ارادہ کرنے والا گویا دوبارہ ایمان لاتا ہے اور ایمان کے دائرے سے نکلنے کے بعد دوبارہ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوتا ہے۔

سوال4: اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِنَّ رَبَّكَ ''یقیناً آپ کا رب''، یعنی اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کا رب۔ ﴿2﴾ مِنْۢ بَعْدِهَا ''اس کے بعد'' اپنے برے اعمال سے توبہ کے بعد یعنی گناہوں سے توبہ اور نیکیوں کی طرف رجوع کے بعد۔ ﴿3﴾ لَغَفُوْرٌ ''بے حد بخشنے والا'' وہ گناہوں کو بخش کر انہیں مٹا دیتا ہے خواہ یہ زمین بھر کیوں نہ ہوں۔(تفسیر سعدی:935/1) ﴿4﴾ رَّحِيْمٌ ''نہایت رحم والا ہے'' وہ توبہ قبول کرکے اور بھلائی کے کاموں کی توفیق عطا کرکے اپنی بے پایاں رحمت سے نوازتا ہے۔(تفسیر سعدی:935/1) ﴿5﴾ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: توبہ کے بعد اس کے ساتھ رحیم ہے۔(ابن ابی حاتم:1572/5)

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ (154)

اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اُس نے وہ تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ان کے لیے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔(154)

سوال1: وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ''اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے وہ تختیاں اٹھالیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور ان کا نفس سکون میں آ گیا، ان سے قلق اور اضطراب دور ہو گیا۔(ایسر التفاسیر:485) ﴿2﴾ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ''تو اس نے وہ تختیاں اٹھالیں''، انہوں نے زمین سے تختیاں اٹھالیں جنہیں غصے میں پھینک دیا تھا۔ ﴿3﴾ وہ تختیاں جلیل القدر تھیں کیونکہ ان پر تورات لکھی ہوئی تھی۔

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے غصے میں خاموش ہو جانے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے پتہ چلتا ہے کہ غصہ جب انسان پر قابو پالیتا ہے تو اسے اپنی مرضی سے چلاتا ہے اور جب وہ خاموش ہو جاتا ہے تو انسان آزاد ہو جاتا ہے۔ جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا تو غصے نے تختیاں پھینکوا دیں اور جب غصہ خاموش ہو گیا تو انہوں نے تختیاں اٹھالیں۔

سوال3: وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ ''اور ان کی تحریر میں ان کے لیے ہدایت اور رحمت تھی''، تختیوں کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: وَفِيْ نُسْخَتِهَا ''اور ان کی تحریر میں''، جو کچھ ان تختیوں میں لکھا تھا۔ ﴿2﴾ هُدًى حق کا بیان تھا اور رحمت۔(جامع البیان:77/9) ﴿3﴾ وَّرَحْمَةٌ: ان میں خیر اور اصلاح کی راہ نمائی تھی۔(تفسیر منیر:116/5) ﴿4﴾ ان میں گمراہی اور ہدایت کو واضح کیا گیا تھا۔ حق اور باطل، اعمال خیر، اعمال شر، بہترین اعمال کی طرف راہ نمائی، اخلاق و آداب کو ان تختیوں میں کھول کھول کر بیان کیا گیا تھا اور ان تختیوں میں ان لوگوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے رحمت اور سعادت ہے جو ان پر عمل کرتے ہیں اور ان کے احکام اور معانی کی تعلیم دیتے ہیں۔مگر ہر شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رحمت کو قبول نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ''جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں''(تفسیر سعدی:936/1)

سوال4:لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ''ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نافرمانیوں پر اس کے عذابوں کا خوف رکھتے ہیں۔(جامع البیان:77/9)﴿2﴾جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے روز اس کے حضور کھڑے ہونے سے نہیں ڈرتا تو اس سے اس کی سرکشی اور روگردانی میں اضافہ ہی ہوگا اور اس بارے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے گی۔(تفسیر سعدی:936/1)

سوال5:تختیوں کی ہدایات کس کے لئے رحمت تھیں؟

جواب:جن کے دل سچائی کے لئے کھل گئے تھے۔اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تھے ان کے لئے وہ ہدایات رحمت بنی تھیں۔

سوال6:انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے لئے کیسے کھلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے لئے تقویٰ کی صفت سے کھلتا ہے۔﴿2﴾تقویٰ سے انسان کی غفلت دور ہو جاتی ہے تو انسان سیدھے راستے پر آجاتا ہے اور حق قبول کر لیتا ہے۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ(155)

اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمی ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے چنے، پھر جب ان کو زلزلے نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا:''اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انہیں بھی اور مجھے بھی اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا، کیا تو ہمیں ایسے کام پر ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے چند بے وقوفوں نے کیا ہے؟ یہ نہیں ہے مگر تیری ایک آزمائش، تو اس سے جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، تو ہی ہمارا مددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہترین ہے۔(155)

سوال1:وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ''اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمی ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے چنے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا جب بنی اسرائیل نے توبہ کی اور وہ ہدایت کے راستے پر پلٹ آئے تو اپنی قوم کے ستر بہترین آدمیوں کو چن لیا۔﴿2﴾ان کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ اپنی قوم کی طرف سے معذرت کریں۔﴿3﴾لِّمِيْقَاتِنَا ''ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے''اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا تھا کہ وہ اس کے پاس حاضر ہوں۔جب وہ حاضر ہوئے تو مطالبہ کیا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً(النساء:153)یوں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر گستاخی اور بے ادبی کا مظاہرہ کیا۔

سوال2:بنی اسرائیل کے افراد کو پہاڑ پر کیوں بلایا گیا؟

جواب:بنی اسرائیل کے ستر افراد کو اس لئے بلایا تا کہ ﴿1﴾وہ اجتماعی توبہ کریں اور اپنی قوم کی طرف سے معذرت پیش کریں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ سے عہد کریں کہ وہ تورات کے احکامات پر سچائی سے عمل کریں گے۔

سوال3:فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ''پھر جب ان کو زلزلے نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا:''اے میرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رب! اگر تو چاہتا تو انہیں بھی اور مجھے بھی اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ'' پھر جب ان کو زلزلے نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انہیں بھی اور مجھے بھی اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا'' زلزلہ اتنا شدید تھا کہ وہ سب بے ہوش ہو کر گر گئے اور وفات پا گئے۔ ﴿2﴾ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے گڑگڑاتے رہے انہوں نے کہا اے میرے رب اگر تو ان کو ہلاک کرنا چاہتا تو اس سے پہلے یعنی ہمارے آنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔ ﴿3﴾ وَ اِيَّايَ اور مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔ بنی اسرائیل کے بچھڑے کو معبود بنانے کے جرم میں۔

سوال 4: بنی اسرائیل سے عہد لینے اور توبہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زلزلے سے ایسے حالات پیدا کئے کہ ان کے اندر خشیت پیدا ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے، گڑگڑائے اور انہوں نے توبہ کی۔

سوال 5: اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا'' کیا تو ہمیں ایسے کام پر ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے چند بے وقوفوں نے کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے گڑگڑا کر عرض کیا کہ کچھ کم عقل اور نادان لوگوں نے جو کام کیا اس کی پاداش میں ہمیں ہلاک کر دیں گے۔ ﴿2﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کی کم عقلی اور نادانی کو اس لیے سامنے رکھا تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے صرف نظر کریں۔

سوال 6: اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ'' یہ نہیں ہے مگر تیری ایک آزمائش، تو اس سے جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: آپ کا عذاب ہے تو جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1576/5) ﴿2﴾ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ'' تو اس سے جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' یعنی امور تیرے ہاتھ میں ہیں تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ (المحرر الوجیز: 460/2) ﴿3﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے رب! بات تو تیری چلتی ہے، حکم تیرا چلتا ہے، تجھے جو منظور تھا ہو گیا، سعادت و شقاوت کو تجھ پر موقوف ہے۔ تیرے راہ یافتہ کو کوئی بہکا نہیں سکتا اور جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ (مختصر ابن کثیر: 630/1)

سوال 7: امتحانی واقعات کس کے لئے ہدایت اور کس کے لیے گمراہی کا باعث بنتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ امتحانی واقعات کی حقیقت سے غافل ہوتے ہیں ان کے لئے امتحانی واقعات گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔

﴿2﴾ امتحانی واقعات ان لوگوں کے لئے ہدایت کا سبب بنتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے غافل نہیں ہوتے، جو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے ہیں اور ان حالات سے انہوں نے گزرنا ہے یوں وہ ان واقعات سے اپنے لئے سبق اور راہ نمائی لیتے ہیں۔

سوال 8: اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ'' تو ہی ہمارا مددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَنْتَ وَلِيُّنَا: تیرے سوا ہمارا کوئی ولی نہیں۔ (ایسر التفاسیر: 487) ﴿2﴾ تو ہمارے امور کا ولی ہے اور جو کچھ ہمارے نفس کماتے ہیں اس پر تو قائم ہے۔ (تفسیر مراغی: 413/3) ﴿3﴾ فَاغْفِرْ لَنَا ہمارے گناہ بخش دے ﴿4﴾ وَارْحَمْنَا ہم سے عذاب دور کر کے ہم پر رحم فرما۔ ﴿5﴾ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ: تو بخش دینے والوں میں سے بہترین ہستی ہے۔ تیرا حلم، کرم، سخاوت ہے۔ تیرے سوا ہر بخشنے والا کسی غرض سے بخشتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مثلاً اپنی مدح وثناء کے لیے،نقصان سے بچاؤ کے لیے اور تو بخشتا ہے تو کوئی معاوضہ نہیں لیتا بلکہ محض فضل وکرم سے بخش دیتا ہے۔ (تفسیر مراغی:413/3)﴿6﴾ اللہ رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرلی اور ستر لوگوں کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور ان کے گناہ بخش دیے۔

سوال9: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مغفرت اور رحمت کی درخواست کس فہم کی بنیاد پر کی؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آزمائش کی حکمت کو سمجھتے ہوئے مغفرت اور رحمت کی درخواست کی۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۖ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ(156)

اور ہمارے لیے اس دنیا اور آخرت میں بھلائی لکھ دے، یقیناً ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔(156)

سوال1: وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ ''اور ہمارے لیے اس دنیا اور آخرت میں بھلائی لکھ دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاكْتُبْ لَنَا یعنی ہمارے لیے فیصلہ کردے اور الکتب اس چیز کے بارے میں استعمال ہوتا ہے جو ہمیشہ رہتی ہو۔ (المحرر الوجیز:460/2)﴿2﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً یعنی ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے اور ہم سے قبول کرلے۔﴿3﴾ وَفِي الْآخِرَةِ ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں اپنے نیک بندوں کے ساتھ جنت میں داخل فرمادے۔(ایسر التفاسیر:487)﴿4﴾ ہمیں اس دنیا میں صحت، لوگوں سے بے نیازی، استقلال، علم نافع، وسیع رزق اور عمل صالح عطا فرمادے اور آخرت میں جنت اور اپنی رضامندی نصیب فرمادے۔ ﴿5﴾ حسن نے کہا: دنیا کا حسنہ علم اور عبادت ہے۔(ابن ابی حاتم:1576/5)

سوال2: إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ''یقیناً ہم نے تیری طرف رجوع کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہم نے آپ کی طرف رجوع کرلیا، توبہ کرلی، ہم نے آپ کی پناہ لے لی، ہم آپ کی طرف سے مدد کے طلب گار ہیں۔

سوال3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہہ کر ''ہم نے آپ کی طرف رجوع کرلیا'' اللہ تعالیٰ سے کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی بھلائی لکھ دے۔

سوال4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک بندے کو اپنے مالک کے سامنے کیسے اپنی عرض داشت رکھنی چاہیے۔ ﴿2﴾ اور یہ کہ انہیں اپنی ذات کی بے بسی کا پورا ادراک تھا۔﴿3﴾ ان کی دعا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے مقام بلند کا پورا فہم حاصل تھا۔

سوال5: قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قَالَ: اللہ رب العزت نے فرمایا۔﴿2﴾ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ''میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں'' میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اپنی حکمت کاملہ سے جس کو چاہتا ہوں اسی کو سزا دیتا ہوں اور دوسروں سے درگزر کرتا ہوں۔﴿3﴾ میں عذاب اس کو دیتا ہوں جو عذاب کے اور بدبختی کے اسباب اختیار کرے۔﴿4﴾ بدبخت وہ ہے جو اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی اطاعت سے نکل جاتا ہے۔(ایسر التفاسیر:487)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رب العزت نے فرمایا: میری رحمت ہمہ گیر ہے جس نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔﴿2﴾اوپر عالم علوی میں عرش اٹھانے والے اس کے قریب کے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور جنہوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔(غافر:7)﴿3﴾اور زمین پر ہر نیک اور بد ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم نے ڈھانپ رکھا ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت جو دنیا اور آخرت میں سعادت اور کمال تک پہنچانے والی ہے وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔﴿5﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ نے حالت نماز میں کہا: اے اللہ تعالیٰ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی دوسرے پر رحم نہ فرما۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو اس دیہاتی صحابی سے فرمایا: تم نے ایک بڑی وسیع چیز کو محدود کر دیا۔ اس سے آپ ﷺ کی مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔(بخاری:6010)﴿6﴾سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے لیے سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لیے ہیں۔''(مسلم:6975)

سوال7:عذاب اور رحمت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی بے قید مشیت کے ساتھ ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے منصوبے کے عین مطابق ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی مشیت اتفاق سے نہیں چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے قانون بنایا ہے۔ اسے جاری کیا ہے اور اپنے اوپر یہ لازم کیا ہے کہ وہ عدل کرے گا۔

سوال8:فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ''سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کلام کا رخ ان بنی اسرائیل کی طرف موڑ دیا گیا ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کو پانے کے لئے جو شرائط سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھیں وہی اب بھی ہیں لیکن ان تمام شرائط کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئیں اور ان کی اتباع کریں۔(تیسیر الرحمٰن:499/1)﴿2﴾اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کے بارے میں فرمایا کہ میں اسے ان لوگوں کے حق میں لکھ دوں گا جو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔

سوال9:وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ''اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ''اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں'' حسن نے کہا: واجب فریضہ ہے نماز کے ساتھ جس کے بغیر اعمال نفع نہیں دیتے۔﴿2﴾وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ یعنی جو محمد ﷺ پر اور قرآن پر یقین کرتے ہیں۔(تفسیر سمرقندی:555/1)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی آیات پر کامل ایمان یہ ہے کہ ان کے معانی کی معرفت حاصل کی جائے اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا جائے اور انہی میں سے دین کے اصول وفروع میں، ظاہری اور باطنی طور پر نبی اکرم ﷺ کی اتباع ہے۔(تفسیر سعدی:937/1)﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے عقائد، ایمان اور اعمال درست ہیں جو شرک سے بچتے ہیں، اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے احکام کی تصدیق کرتے ہیں۔

سوال10:اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش کے لئے کن خصوصیات کے حامل لوگوں کا انتخاب ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ جواللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔﴿2﴾ جوزکوٰۃ دیتے ہیں۔﴿3﴾ جواللہ تعالیٰ کی آیات پرایمان لاتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ۫ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(157)

جولوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جوامی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اورانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اورانہیں برائی سے روکتا ہے اوران کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اورناپاک چیزیں ان پرحرام کرتا ہے اوران پر سے ان کے وہ بوجھ اورطوق اتارتا ہے جوان پر پڑے ہوئے تھے۔سوجولوگ اس پرایمان لائے اورانہوں نے اس کوقوت دی اوراس کی مدد کی اوراس نور کی اتباع کی جواس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔(157)

سوال1: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ''جولوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جوامی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اورانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے ایمان میں داخلے کے لیے شرط رکھی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پرایمان لائیں۔﴿2﴾ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصّہ ہے جو نبی امی ﷺ کی پیروی اختیار کریں۔جن کا ذکر انہیں تورات اورانجیل میں ملتا ہے۔﴿3﴾ النَّبِیَّ نبی وہ ہے جس نے کامل اعتقادات،کامل اعمال واخلاق اور احوال و مقامات کی وحی کے ذریعے سے خبر دی ہے۔(تفسیر قاسمی:7/265)﴿4﴾ الْاُمِّیَّ جولکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔(ایسرالتفاسیر:487,488)﴿5﴾ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یعنی آپ ﷺ کا نام اورآپ ﷺ کی صفات تورات میں اورانجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔﴿6﴾ وہ نبی جوامی ہے امیوں میں پیدا ہوااور اس کا سینہ علم اورحکمت کے خزانوں سے بھرا ہوا ہے۔جس کے بارے میں تمہیں پہلے سے آگاہ کردیا گیا۔دیکھووہ امی ہونے کے باوجود کیسے کمال اعتقادات اوراعمال کی دعوت دیتا ہے۔﴿7﴾ عطا بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا اوران سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی جوصفت تورات میں آئی ہیں ان کے متعلق مجھے کچھ بتایئے۔انھوں نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم! آپ ﷺ کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جوقرآن مجید میں مذکور ہیں جیسے کہ ''اے نبی ہم نے تمہیں گواہ،خوشخبری دینے والا،ڈرانے والا اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے تم میرے بندے اورمیرے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے تم نہ بدخو ہو نہ سخت دل نہ بازاروں میں شور مچانے والے (اورتورات میں یہ بھی لکھا ہے) وہ میرا بندہ اور رسول ہے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا بلکہ معاف اور درگزر کردے گا اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھا نہ کرالے یعنی لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں اس کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو شنوا، پردہ پڑے ہوئے دلوں کے پردے کھول دے گا۔''(بخاری:2125)

سوال2: نبی ﷺ کی پیروی کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: نبی ﷺ کی پیروی کا حکم اس لیے دیا گیا ہے:﴿1﴾ نبی ﷺ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔﴿2﴾ نبی ﷺ پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں۔﴿3﴾ نبی ﷺ ان پر سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوئے تھے۔﴿4﴾ نبی ﷺ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

سوال3: یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ''وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اورانہیں برائی سے روکتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وہ خیر کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتا۔﴿2﴾ معروف سے مراد ''ہر وہ کام ہے جس کی اچھائی، بھلائی اوراس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا فائدہ مند ہونا معروف ہو۔'' (تفسیر سعدی:938/1)﴿3﴾ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ''اور انہیں برائی سے روکتا ہے'' وہ نبی شر کے سوا کسی چیز سے نہیں روکتا۔﴿4﴾ منکر سے مراد ''ہر وہ کام ہے جس کی برائی اور قباحت کو عقل اور فطرت سلیم تسلیم کرتی ہو'' پس وہ نماز، زکوٰۃ، روزے، حج، صلہ رحمی، والدین کے ساتھ نیک سلوک، ہمسایوں اور غلاموں کے ساتھ نیکی، تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانے، سچائی، پاک بازی، نیکی، خیر خواہی اور دیگر اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، قتل ناحق، زنا، شراب اور نشہ دار مشروبات پینے، تمام مخلوق پر ظلم کرنے، جھوٹ، فسق و فجور اور دیگر برائیوں سے روکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے رسول ہونے کی سب سے بڑی دلیل وہ کام ہیں جن کا آپ حکم دیتے ہیں، جن سے آپ روکتے ہیں، جن کو آپ حلال قرار دیتے ہیں اور جن کو آپ حرام قرار دیتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:938/1)﴿5﴾ ابو العالیہ کہتے ہیں: قرآن مجید کی کسی آیت میں بھی منکر سے مراد بتوں کی عبادت اور شیطان کی عبادت سے روکنا ہے۔ (ابن ابی حاتم:1582/5)

سوال4: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ''اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ: الطَّیِّبٰتِ وہ جو نفس اور سلیم طبیعت کے لیے کھانے میں خوشگوار ہو۔﴿2﴾ وہ پاک چیزیں کھانے پینے اور منکوحات میں سے پاک چیزیں حلال کرتا ہے۔﴿3﴾ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ''اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے'' اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے یعنی کھانے پینے میں سے ناپاک چیزوں یعنی شراب، سؤر کے گوشت وغیرہ کو، ناپاک عورتوں کو اور ناپاک اقوال وافعال کو حرام قرار دیتے ہیں۔

سوال5: وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ''اور ان پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ''اور ان پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے'' ابن جبیر نے کہا: اصر سے مراد عبادت کی شدت ہے۔ (المحرر الوجیز:463/2)﴿2﴾ یعنی آپ ﷺ کا ایک وصف یہ ہے کہ آپ کا لایا ہوا دین نہایت آسان، نرم اور کشادہ ہے۔ اس دین میں کوئی بوجھ، کوئی ناروا بندش، کوئی مشقت اور کوئی تکلیف نہیں ہے۔ (تفسیر سعدی:938/1)﴿3﴾ اِصْرٌ (بوجھ) سے مراد سخت احکام ہیں جو پچھلی شریعت میں تھے، مثلاً نماز صرف عبادت خانوں ہی میں ادا کرنا، شرک کی حد قتل ہی ہونا وغیرہ اور ''اَغْلٰلَ'' سے مراد وہ خود ساختہ پابندیاں ہیں جو ان کے علماء نے ان پر لگا رکھی تھیں یا ان کے عوام نے جو رسوم خود اپنے اوپر لازم قرار دے رکھی تھیں۔ آج مسلمانوں میں نصرانیوں اور ہندوؤں کی دیکھا دیکھی موت کی رسوم مثلاً تیجا، ساتواں، چالیسواں، پیدائش اور نکاح کی رسوم، مثلاً بچے کی پیدائش پر دروازے پر شرینہ کے پتے لٹکانا، زچہ کی چارپائی پر لوہا رکھنا، ہیجڑے نچوانا، ان پر خرچ کرنا، بے اولاد خاتون کو منحوس سمجھ کر اسے اس گھر میں نہ آنے دینا، نکاح میں سہرا لگانا، مہندی و منگنی کی خود ساختہ رسمیں، اسی طرح نیوندرہ، سلامی، جہیز وغیرہ جن سے لوگوں کی زندگی دشوار ہو چکی ہے اور جن کا وجود نہ اللہ کی کتاب میں ہے اور نہ سنت رسول میں۔ (دعوۃ القرآن:368/2)﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً دین آسان ہے۔'' (بخاری:39)﴿5﴾ چنانچہ اسلام نے بہت سے مشکل اور تکلیف دہ احکام کو منسوخ کر دیا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دین میں پائے گئے جیسے جان کے بدلے جان (دیت یا معافی نہیں تھی) سنیچر کے دن کام کرنا حرام تھا ہر ساتویں سال کھیتی حرام تھی، اگر کوئی اپنے والدین کو مارتا یا گالی دیتا تو اسے قتل کر دیا جاتا وغیرہ۔ (تیسیر الرحمٰن:499/1)

سوال6: فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ''سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ ''سو جولوگ اس پر ایمان لائے''یعنی جو نبی امی کی تصدیق کریں اور ان کی نبوت کا اقرار کریں۔(جامع البیان:92/9)﴿2﴾وَعَزَّرُوْهُ: جنہوں نے آپ ﷺ کی توقیراور تعظیم کی۔﴿3﴾سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:وَعَزَّرُوْهُ سے مراد ہے ان کی مدد کی۔﴿4﴾وَنَصَرُوْهُ:اس کے دشمنوں،کافروں،مشرکوں اور منافقوں کے مقابلے میں اس کی مدد کریں۔(ایسرالتفاسیر:488)﴿5﴾یہ دلیل ہے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور جہاد کے ذریعے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی مدد کرنے کے لیے۔(تفسیر قاسمی:278/7)﴿6﴾وَاتَّبَعُوا النُّوْرَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ نور سے مراد قرآن حکیم ہے،جس سے گمراہی کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اور جس سے شکوک وشبہات دور ہوتے ہیں۔﴿7﴾یہاں قرآن کریم کو''نور''سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس کی عالم تاب روشنی خود اس کے معجزہ الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے اور اس لئے بھی کہ وہ رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کے لئے روشنی کا مینار رہے گا اور زندگی کے ہر دور اور ہر گوشے میں اس کی راہ نمائی کرتا رہے گا۔(تیسیر الرحمٰن:499/1)﴿8﴾اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ''وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں''یہی لوگ ہیں جو دنیا وآخرت کی بھلائی سے ظفریاب ہوں گے اور یہی لوگ دنیا وآخرت کے شر سے نجات پائیں گے،کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو فلاح کا سب سے بڑا سبب لے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوئے ہیں۔رہے وہ لوگ جو اس نبی امی ﷺ پر ایمان نہ لائے،انہوں نے آپ کی تعظیم وتوقیر کی نہ آپ کی مدد کی اور نہ اس نور کی اتباع کی جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔پس یہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔(تفسیر سعدی:939,938/1)

سوال7:آج کامیابی کن کاموں کے ساتھ مشروط ہے؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ کامیابی مشروط ہے۔﴿2﴾رسول اللہ ﷺ کی حمایت اور مدد کرنے کے ساتھ کامیابی مشروط ہے۔﴿3﴾قرآن حکیم کی پیروی کرنے کے ساتھ کامیابی متعلق ہے۔

سوال8:اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ''وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں''نبی ﷺ امی کی پیروی کرنے والے کامیاب ہوں گے اس خبر سے کیا ثبوت ملتا ہے؟

جواب:اس سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پہلے سے اطلاع دی گئی تھی۔یہ اطلاع سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے توسط سے دی گئی تھی کہ آپ ﷺ مبعوث ہوں گے آپ ﷺ کی صفات،آپ ﷺ کی امت کی صفات اور آپ ﷺ کی رسالت کا طریقہ کار سبھی کچھ پہلے سے بتادیا گیا تھا۔

سوال9:اس خبر سے بنی اسرائیل کے بارے میں کیا معلوم ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اس خبر سے بنی اسرائیل کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے برا سلوک کیا جو بہت بڑا جرم تھا۔﴿2﴾اس خبر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر بنی اسرائیل ایمان لاتے تو ان کے لئے بہت سی بھلائیاں ہوتیں اور وہ کامیاب ہوتے۔

سوال10:آج بنی اسرائیل نبی ﷺ اور ان کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کررہے ہیں؟

جواب:آج بنی اسرائیل دین اسلام کو سرے سے مٹانے کے لئے یہ تدبیر استعمال کررہے ہیں مثلاً﴿1﴾دین اسلام کے اندر تبدیلیاں کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔﴿2﴾میڈیا کے توسط سے مسلمانوں کے ذہنی اغوا کے لئے کوششیں رہے ہیں۔﴿3﴾اسلام کے خلاف آخری فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کررہے ہیں۔

سوال11:پیغمبر کی آمد کے بعد بڑی نیکی کیا ہوتی ہے؟

جواب:پیغمبر کی آمد کے بعد بڑی نیکی اس پر ایمان لانا ہوتا ہے اور اس ایمان کا مطلب محض کلمہ پڑھنا نہیں ہے اس کا مطلب شعوری طور پر دین میں داخل ہونا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 12: نئے پیغمبر پر ایمان لانا مشکل کیوں ہوتا ہے؟

جواب: پہلے سے موجود مذہب سے وابستگی روایات یا رسوم ورواج کی وجہ سے ہوتی ہے مگر نئے پیغمبر پر ایمان شعوری فیصلے سے لایا جاتا ہے۔ انسان جب اس حقیقت کو قبول کرتا ہے تو جمے جمائے دین اور رسوم کو چھوڑ دیتا ہے اس لئے یہ سادہ سا ایمان ہر دور میں انسان کو مشکل محسوس ہوتا ہے۔

رکوع نمبر 10

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (158)

آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جو امّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ (158)

سوال 1: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ''آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ پوری دنیا میں اپنی رسالت کا اعلان کر دیں یعنی مکہ سے عرب اور عرب سے پوری دنیا تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ﴿2﴾ رب العزت نے سورہ سبا میں ارشاد فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (السبا:28) ﴿3﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت کرتے ہوئے۔ (الانبیاء:107) ﴿4﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک بار ہم نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اونٹ کو مسجد میں لا کر باندھ دیا پھر پوچھنے لگا بھائیو تم لوگوں میں محمد ﷺ کون ہیں؟ نبی ﷺ اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا محمد ﷺ یہ سفید رنگ والے بزرگ ہیں جو تکیہ لگائے تشریف فرما ہیں۔ تب وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوا کہ اے عبد المطلب کے فرزند! آپ ﷺ نے فرمایا کہو میں تمھاری بات سن رہا ہوں۔ وہ بولا آپ ﷺ سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جو تمھارا دل چاہے پوچھو۔ تب اس نے کہا میں آپ کو آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (صحیح بخاری:63) ﴿5﴾ مسند احمد میں ہے کہ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرا ذکر اس امت کے جس یہودی نصرانی کے پاس پہنچے اور وہ مجھ پر اور میری وحی پر ایمان نہ لائے اور مر جائے وہ جہنمی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:223/2)

سوال 2: پہلی رسالتیں کیسی تھیں؟

جواب: پہلی رسالتیں مقامی تھیں اور محدود زمانے کے لئے تھیں۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (بخاری:335، مسلم:1163)

سوال 3: ہر رسالت میں کیا ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ہر رسالت میں شریعت کے کچھ احکامات میں ترمیم یا اضافہ کا کام ہوتا ہے۔آخری رسالت ایک مکمل رسالت تھی۔

سوال4:اَلَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ’’وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ محمد ﷺ اس ہستی کی جانب سے رسول ہیں جس کی حکومت آسمان وزمین ہے۔وہ اپنے کلی علم وحکمت اور تکوینی احکامات کے ذریعے سے کائنات کا نظام چلاتا ہے۔﴿2﴾اس کے دینی اور شرعی احکامات میں سے ایک حکم ہے کہ اس نے محمد ﷺ کو ساری دنیا کی طرف قیامت تک کے لیے ایک عظیم رسول مبعوث فرمایا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے عزت والے گھر جنت کی طرف بلاتا ہے۔اور تمہیں ہر اس چیز سے روکتا ہے جو تمہیں اس گھر سے دور کردے۔

سوال5:لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ’’اس کے سوا کوئی معبود نہیں،وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ’’اس کے سوا کوئی معبود نہیں،وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے‘‘یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔﴿3﴾وہ اکیلا عبادت کا حق رکھتا ہے اور اس کی عبادت کی معرفت صرف انبیاء کے توسط سے ہوسکتی ہے۔﴿4﴾یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ’’وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے‘‘زندہ کرنے اور مارنے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔﴿5﴾انسان زندگی اس زمین پر گزارتا ہے جو فانی جہاں ہے،موت کے بعد اسے ایسے جہاں میں چلے جانا ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔جو شخص موت کے بعد ہمیشہ کی زندگی پر یقین رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد ﷺ کی تصدیق کرتا ہے۔

سوال6:فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَ کَلِمٰتِہٖ ’’سو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جو امی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ یعنی اس نبی امی پر ایسا کامل ایمان لاؤ جو اعمال قلوب اور اعمال جوارح کو متضمن ہو۔(تفسیر سعدی:939,940/1)﴿2﴾یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَ کَلِمٰتِہٖ ’’جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے‘‘وہ ایک اللہ تعالیٰ،اپنے رب اور اپنے معبود پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تشریعی،کونی اور قدری کلمات پر یقین رکھتا ہے۔(ایسر التفاسیر:488)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے رسول پر ایمان لانے کی دعوت اس لیے دی ہے کہ وہ اپنے عقائد اور اعمال میں بالکل درست طریقے پر ہیں۔

سوال7:جس رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی اس کی صفات کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾وہ نبی امی ہے۔﴿2﴾وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔﴿3﴾وہ اللہ تعالیٰ کے کلام پر ایمان لاتا ہے۔

سوال8:’’نبی امی اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب پر ایمان لاتے ہیں‘‘کہہ کر کس جانب توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾نبی کے ایمان لانے کا ذکر کرکے ایک اہم حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ دعوت دینے والے کو دعوت پر یقین ہونا چاہیے۔﴿2﴾داعی کو دین میں دعوت کی حیثیت کا پتہ ہونا چاہیے۔﴿3﴾داعی کو اللہ تعالیٰ کے کلمات پر یقین ہونا چاہیے اور اسے یہ پیغام دوسروں تک پہنچانا چاہیے۔﴿4﴾اس سے فلسفی اور پیغمبر کے الہ میں فرق بھی پتا چلتا ہے۔فلسفی الہ کو ایسے مانتا ہے جیسے بے جان چیز کو جو نہ بولے اور نہ حکم دے۔اس کے مقابلے میں رسول کا الہ ہم کلام ہوتا ہے بندوں کو حکم دیتا ہے۔ہر ایک کے لیے ماننے یا نہ ماننے پر انعام یا سزا کا فیصلہ کرتا ہے۔

سوال9:وَ اتَّبِعُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ’’اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ اتَّبِعُوۡہُ یعنی رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلو۔﴿2﴾لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔یعنی رسول کی پیروی کروگے تو ہدایت نصیب ہوگی اور اگر رسول کی مخالفت کروگے تو گمراہ ہوجاؤ گے۔﴿3﴾رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرکے ہی دنیا اور آخرت میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سعادت اور کمال تک پہنچ سکتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:488)

سوال10:ایمان کا تقاضا کیا ہے؟

جواب:ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تمام لوگ رسول کی اطاعت کریں،اس کی سنت کی پیروی کریں اور رسول کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق عمل کریں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ رسول کی اطاعت نہیں کرتے ان کے کامیاب ہونے کی کوئی امید نہیں۔اتنی بات کافی نہیں ہے کہ لوگ زبان سے ایمان لے آئیں۔ایمان کا عملی ثبوت دینا ہی اسلام ہے۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ(159)

اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔(159)

سوال1:وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ'' اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى یعنی قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل سے۔﴿2﴾اُمَّةٌ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ جماعت ہے۔(جامع البیان:994/)

﴿3﴾موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔

سوال2:يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ'' جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں یعنی لوگوں کو حق کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کی راہ نمائی اس ذریعے سے کرتے ہیں۔﴿2﴾وہ اپنے عقائد اور عبادات میں حق پر عمل کرتے ہیں اور اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:489)﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ وہ سب برابر نہیں ہیں،اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے،جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔(آل عمران:113)﴿4﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور بے شک اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو یقیناً ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے،وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے ہیں،اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے،یہی لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے،بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔(آل عمران: 119)

سوال3:موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کی کیا خصوصیات بتائی گئی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ کچھ لوگ حق بات کرنے والے ہیں۔﴿2﴾ان میں سے کچھ لوگ انصاف کرنے والے ہیں۔﴿3﴾ان میں سے کچھ لوگ اسلام لانے والے ہیں۔﴿4﴾یعنی وہ یقین کرنے والے،ثابت قدم،کلمہ حق کی طرف راہ نمائی کرنے والے،استقامت کا راستہ دکھانے والے اور اس کی طرف راہ نمائی کرنے والے ہیں۔(تفسیر قاسمی:281/7)﴿5﴾وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ'' اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں'' وہ آپس کے جھگڑوں میں حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔﴿6﴾وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ(160)

اور ہم نے ان میں سے راہ نما بنائے تھے جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے۔ (السجدہ: 24)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورہم نے ان کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا جو کئی گروہ تھے اور جب موسیٰ کی قوم نے اس سے پانی مانگا تو ہم نے اس کو وحی کی کہ پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من وسلویٰ اتارا، پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنی جانوں پر ہی وہ ظلم کرتے تھے۔(160)

سوال1:وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ ''اورہم نے ان کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا جو کئی گروہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اسباط بنی اسرائیل کے خاندانی قبیلے۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ہم نے ان کے بارہ قبیلے بنا دیئے جو ایک دوسرے کو جانتے تھے اس لیے کہ سب یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے۔ان کے ہر بیٹے کی اولاد ایک قبیلہ تھی۔

سوال2:بنی اسرائیل کو بارہ گھرانوں میں کیوں تقسیم کیا گیا؟

جواب:﴿1﴾بنی اسرائیل کی شاخوں کے اعتبار انہیں تقسیم کیا گیا۔ہر گروہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پوتوں میں سے کسی ایک کی شاخ تھا۔
﴿2﴾انتظامی اعتبار سے پانی کی تقسیم کے لئے بارہ گھرانوں میں بانٹا تا کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق غصب نہ کریں۔

سوال3:وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ ''اور جب موسیٰ کی قوم نے اس سے پانی مانگا تو ہم نے اس کو وحی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے پانی مانگا تا کہ وہ خود اپنی پیاس بجھائیں اور اپنی ضروریات پوری کریں اور اپنے مویشیوں کو بھی پلائیں۔یہ صحرائے سیناء کا واقعہ ہے۔

سوال4:اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ''کہ پتھر پر اپنا عصا مارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس میں یہ احتمال ہے کہ مذکورہ پتھر کوئی معین پتھر ہو اور اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ(الحجر)اسم جنس کے لیے استعمال ہوا ہو جو ہر پتھر کو شامل ہے۔پس موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا۔(تفسیر سعدی:940,941/1)

سوال5:ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ''تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾انبجست پھوٹ نکلے(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾اس پتھر سے آہستہ آہستہ بہتے ہوئے چشمے پھوٹ پڑے۔

سوال6:ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ''بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جب بارہ قبائل کے درمیان پانی کو تقسیم کروایا گیا اور ہر ایک کے لیے اس کا چشمہ مقرر کروایا گیا تو انہوں نے اپنے پانی لینے کی جگہ کو پہچان لیا۔یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھا۔پانی کی وجہ سے ضروریات بھی پوری ہو گئیں اور تھکاوٹ بھی دور ہو گئی۔

سوال7:وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ ''اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل پر اپنے انعام کا ذکر فرمایا جب کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ساتھ تیہ کے مقام پر تھے۔اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجے اور وہ سفید رنگ کے ٹھنڈے بادل تھے۔انہوں نے سورج کو ڈھانپ لیا۔(ایسر التفاسیر:490)﴿2﴾یہ بادل انہیں سورج کی حدت سے بھی بچاتا تھا۔

سوال8:وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی ''اور ان پر من وسلویٰ اتارا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾من شہد کی طرح میٹھا ہوتا تھا، وہ شبنم کی طرح رات کو درختوں پر گرتا تھا۔﴿2﴾سلوٰی:معروف آسمانی پرندے جن کا گوشت لذیذ تھا۔﴿3﴾نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کھنبی ''من'' میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔(صحیح بخاری:4639)

سوال9:كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ''پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:رب العزت نے فرمایا:اے لوگو! ہم نے تمہیں جو ہلال رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ، ہم نے اسے تمہارے لیے پاک کر دیا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(جامع البیان:96/9)

سوال10:وَمَاظَلَمُوْنَاوَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ''اورانہوں نے ہم پرظلم نہیں کیا بلکہ اپنی جانوں پرہی وہ ظلم کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمَاظَلَمُوْنَاانہوں نے انبیاء کے سامنے سرکشی اختیارکرکہ،اپنے رب کی اطاعت نہ کرکے ہم پرظلم نہیں کیا۔﴿2﴾وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ'' بلکہ اپنی جانوں پرہی وہ ظلم کرتے تھے''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کرکے اپنی جانوں پرظلم کیا۔﴿3﴾انہوں نے خودکو ہرطرح کی بھلائی سے محروم کرکے خود پرظلم کیا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے صحرامیں تمام ضروریات زندگی مہیا کردیں ان کے لیے صحرامیں کھانے، پینے اورسائے کاانتظام کیا۔انہیں صحراؤں میں کھانے کے لیے پرندوں کا گوشت اورمیٹھے میوے عطا کیے۔یہ انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمال رحمت کا مظاہرہ تھا۔ان انعامات کو پاکرشکرادا کرناواجب تھا۔انہوں نے شکرادا نہ کرکے اللہ تعالیٰ پرظلم نہیں کیا اس لیے کہ ناشکری کا وبال ان ہی پر ہے۔

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـَٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ(161)

اورجب ان سے کہا گیا کہ تم اس بستی میں جا کررہواوراس میں سے کھاؤجہاں سے بھی چاہواورکہنا کہ ہمیں بخش دےاوردروازے میں جھک کرداخل ہونا تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے،ہم نیکی کرنے والوں کوعنقریب زیادہ دیں گے۔(161)

سوال1:وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ''اورجب ان سے کہا گیا کہ تم اس بستی میں جا کررہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا:اے محمد ﷺ !اس قوم کی خطاؤں اوراپنے رب کے احکامات کی خلاف ورزیوں اوران کی اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانیوں اوران کے بات بدلنے کویادکرواوراس وقت جب اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایااس بستی میں رہواوروہ بیت المقدس تھی۔(جامع البیان:96,97/9)

سوال2:اَلْقَرْيَةَ سےکون سا شہرمراد ہے؟

جواب:اس کا نام قرآن حکیم میں نہیں لیا گیا،یہ بستی ایلیا یعنی قدس کی بستی تھی۔

سوال3:وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ ''اوراس میں سے کھاؤجہاں سے بھی چاہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَكُلُوْا مِنْهَااس کے پھلوں،غلوں اورنباتات میں سے کھاؤ۔﴿2﴾حَيْثُ شِئْتُمْ جہاں سے چاہو۔﴿3﴾یعنی بستی میں پھل داردرخت اورزندگی گزارنے کے لیے وافرضروریات زندگی مقررہیں۔اس لیےفرمایاجوجی چاہے کھاؤ۔

سوال4:وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا ''اورکہنا کہ ہمیں بخش دےاوردروازے میں جھک کرداخل ہونا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَقُوْلُوْا حِطَّةٌبنی اسرائیل کورب العزت نےحکم دیا کہ جب تم بستی کے دروازے میں داخل ہوتو کہتے جانا ہمارے گناہوں کومعاف کردےاورانہیں ہم سے دورکردے۔﴿2﴾یعنی یہ ان کی توبہ کا اعلان تھا۔(ایسرالتفاسیر:488)﴿3﴾وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا ''اوردروازے میں جھک کرداخل ہونا''یعنی رکوع اورخضوع کرتے ہوئے داخل ہوں۔(الاساس:2037/4)﴿4﴾انہیں سجدہ کرتے ہوئے خضوع کے ساتھ داخلے کاحکم دیا گیا تھا۔(تفسیرقاسمی:282/7)﴿5﴾یعنی رب کے غلبے کے سامنےخشوع وخضوع،انکساری اوربخشش طلب کرنے کاحکم دیا۔

سوال5:شہرمیں داخلے پرکیاشرائط عائدکی گئیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾شہر میں داخل ہوتے وقت مخصوص دعا پڑھیں۔﴿2﴾سجدہ ریز ہوتے ہوئے داخل ہوں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی فتح پر شکر ادا کرو۔

سوال6:رسول اللہ ﷺ کا مکہ فتح کرتے ہوئے کیسا رویہ تھا؟

جواب:آپ ﷺ اپنی سواری پر ہی سجدہ ریز تھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مشغول تھے۔

سوال7:نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيٰٓـئٰتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ''تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے ہم نیکی کرنے والوں کو عنقریب زیادہ دیں گے''اللہ تعالیٰ نے بستی میں داخلے کی شرائط پوری کرنے پر کیا وعدہ کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا کہ ان کے گناہ معاف کردیں گے اور کوئی مواخذہ نہیں کریں گے۔﴿2﴾سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ''ہم نیکی کرنے والوں کو عنقریب زیادہ دیں گے''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مطیع ہیں۔ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ان کی خطائیں بخش دیں گے۔(جامع البیان:4/97,96)﴿3﴾جو نیکی کی روش اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی میں اضافہ کرے گا اور اپنے مزید انعامات سے نوازے گا۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ(162)

تو جن لوگوں نے ان میں سے ظلم کیا انہوں نے بات کو اس کے خلاف سے بدل دیا جو اُن سے کہی گئی تھی تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا اس وجہ سے جو وہ ظلم کرتے تھے۔(162)

سوال1:فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ ''تو جن لوگوں نے ان میں سے ظلم کیا انہوں نے بات کو اس کے خلاف سے بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی''بنی اسرائیل نے دعا،یعنی بستی میں داخلے کی مقررہ شرط بدل ڈالی۔انہوں نے یہ نافرمانی کیوں کی؟

جواب:﴿1﴾جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا تو انہوں نے اس کی بات بدل ڈالی۔اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اسے حقیر جانا۔(نعوذ باللہ)﴿2﴾بنی اسرائیل کو الفاظ بدلنے یا سجدہ ریز نہ ہونے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔صرف اپنی سرکشی اور کج روی کی تسکین چاہتے تھے۔﴿3﴾قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ ''انہوں نے بات کو اس کے خلاف سے بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی''انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول کو آسان ہونے کے باوجود بدل ڈالا اور اپنی سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔﴿4﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا،انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ دروازے میں(عاجزی سے)جھکتے ہوئے داخل ہو اور کہتے جاؤ کہ توبہ ہے تو ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں گے،لیکن انہوں نے حکم بدل ڈالا۔چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور یہ کہا کہ ''حبة في شعرة''یعنی ہم کو بالیوں میں دانہ چاہیے۔(صحیح بخاری:4641)﴿5﴾انہوں نے قول بدلا تو فعل بھی بدل ڈالا۔

سوال2:فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ''تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا اس وجہ سے جو وہ ظلم کرتے تھے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بھیجا۔﴿2﴾رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ''آسمان سے عذاب''یہ عذاب یا تو طاعون کی شکل میں تھا یا کوئی آسمانی عذاب تھا۔﴿3﴾بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ''اس وجہ سے جو وہ ظلم کرتے تھے''عذاب دے کر اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔﴿4﴾بنی اسرائیل کی اخلاقی حالت اتنی پست ہو چکی تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا تمام احسانات کو فراموش کردیا اور سرکشی اور نافرمانی ان کا شیوہ بن گئی،اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاق اڑانا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی جب اللہ تعالیٰ انہیں کوئی حکم دیتا اس کی نافرمانی کرتے اور اس کے ساتھ حقارت آمیز معاملہ کرتے۔(تیسیر الرحمٰن:1/501)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:اس واقعے سے کیا پتا چلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اس واقعے سے یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے والے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے والوں کے لئے تنبیہ تحقیقت بن جاتی ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ کر نہیں جاسکتے۔

رکوع نمبر11

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ(163)

اورآپ ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے کنارے تھی، جب وہ سبت (ہفتے کے دن) کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب کہ ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں سر اٹھائے ان کے پاس آجاتی تھیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں، ہم نے ایسے ہی ان کی آزمائش کی اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔(163)

سوال1:وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ''اور آپ ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے کنارے تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَسْـَٔلْهُمْ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اے محمد ﷺ! ان یہودیوں سے پوچھیں۔﴿2﴾عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ''اس بستی کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے کنارے تھی'' جو سمندر کے کنارے تھی یعنی ارض مقدس کے شہروں میں سے ایک شہر تھا۔

سوال2:سمندر کے کنارے والی بستی کون سی تھی؟

جواب:قرآن حکیم نے بستی کا نام نہیں بتایا اس کی ضرورت نہیں تھی۔البتہ یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی ساحلی علاقہ تھا اور واقعے کے کردار بنی اسرائیل کے اہم افراد تھے۔

سوال3:اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ ''جب وہ سبت (ہفتے کے دن) کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اِذْ يَعْدُوْنَ ہفتے کے دن حد سے بڑھ جاتے تھے اسی سے ہے۔(بخاری، کتاب التفسیر)﴿2﴾بنی اسرائیل نے اپنے اوپر ظلم کیا، وہ حد سے بڑھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی۔﴿3﴾فِي السَّبْتِ ''سبت (ہفتے کے دن) کے بارے'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ہفتے کے دن کی تعظیم کا حکم دیا تھا کہ اس روز شکار نہ کریں۔یہ ان کے لیے آزمائش تھی۔﴿4﴾وہ ہفتے کے دن حرام کیا گیا شکار کیا کرتے تھے۔

سوال4:سبت کا دن کیسے مقرر ہوا؟

جواب:﴿1﴾بنی اسرائیل نے چھٹی کا دن مقرر کرنے کا مطالبہ کیا تھا جس میں وہ آرام اور عبادت کریں۔جس میں معاشی سرگرمیاں نہ ہوں۔﴿2﴾ان کے مطالبے پر ہفتے کا دن مقرر ہوا بائبل کے مطابق یہ حکم تھا کہ سبت کی خلاف ورزی کرنے والے کو مار ڈالا جائے۔(خروج باب:31)

سوال5:اللہ تعالیٰ نے سبت کی آزمائش میں ڈال کر انہیں کیا سمجھانا چاہا تھا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھانا چاہا تھا کہ وہ خواہشات اور لالچ سے کیسے چھٹکارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال6:بنی اسرائیل کو اس آزمائش میں ڈالنا کس لحاظ سے ضروری تھا؟

جواب :بنی اسرائیل کو یہ سمجھانا اس لحاظ سے ضروری تھا کہ انہوں نے غلامی کی طویل زندگی گزاری تھی جس کی وجہ سے ان میں اخلاقی کمزوریاں پیدا ہوگئی تھیں۔اور اب بنی اسرائیل کو خلافت کی ذمہ داری ادا کرنی تھی اس لیے ارادے کی پختگی اور ضبط نفس کی آزمائش ضروری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھی۔

سوال7: اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا'' جب کہ ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں سر اٹھائے ان کے پاس آجاتی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب ان کی مچھلیاں کثیر تعداد میں پانی کی سطح پر تیرتی ہوئی آتی تھیں۔﴿2﴾ شُرَّعًا پانی کے اوپر تیرتے ہوئے۔(بخاری، کتاب التفسیر)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی شان ہے ہفتے کے دن مچھلیوں کا یہ حال ہوتا کہ چاروں طرف سے سمٹ کر جمع ہو جاتیں حتیٰ کہ کوئی ہاتھوں سے بھی پکڑنا چاہتا تو پکڑ لیتا۔

سوال8: وَّیَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِیْهِمْ'' اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَّیَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَ یعنی ہفتے کے باقی دنوں میں لَا تَاْتِیْهِمْ: وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں۔ مچھلی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی تھی۔ وہ سمندر میں واپس چلی جاتی تھیں۔

سوال9: بنی اسرائیل نے سبت کے دن کی خلاف ورزی کیسے کی تھی؟

جواب:﴿1﴾ سبت کے دن میں بنی اسرائیل کی آزمائش تھی سبت کے دن مچھلیاں ساحل کے قریب آجاتیں اس طرح شکار آسان ہو جاتا مگر وہ مچھلیاں پکڑ نہیں سکتے تھے کیونکہ ہفتے کے دن شکار حرام تھا۔﴿2﴾ جب ہفتہ نہ ہوتا تو مچھلیاں بھی قریب نہ آتیں۔ یوں چھ دن میں شکار کرنے کا موقع نہ رہا۔ ہفتے کا دن جو ممنوع تھا وہی اب شکار کے لیے باقی رہ گیا۔﴿3﴾ یہود نے حیلے کے ذریعے حرام کو حلال کرنا شروع کر دیا۔ وہ ہفتے کے دن شکار نہ کرتے مگر سمندر کا پانی کاٹ کر اپنے حوضوں میں لے آتے۔ یوں ہفتے کے دن مچھلیاں پانی کے ساتھ ان کے حوضوں میں آجاتیں۔ اس کے بعد وہ حوض کا منہ بند کر کے مچھلیوں کی واپسی کا راستہ روک دیتے پھر اگلے دن اتوار کو پکڑ لیتے۔ اس طرح وہ ایک حرام کام کو حلال کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے لگے۔

سوال10: كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ'' ہم نے ایسے ہی ان کی آزمائش کی اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ كَذٰلِكَ اسی طرح یعنی اس طرح آزمایا۔﴿2﴾ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ'' ہم نے ان کی آزمائش کی اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے'' یعنی ان کے فسق کی وجہ سے، اپنے رب اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکلنے کی وجہ سے۔﴿3﴾ یعنی یہ ان کا فسق تھا۔(تفسیر سعدی:942/1)

سوال11: انسان حیلے کب تلاش کرتا ہے؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کا خوف ختم ہو جاتا ہے تو انسان حیلے تلاش کرتا ہے پھر لوگ ظاہری اشیاء دیکھتے ہیں مقصد اور معنی نہیں دیکھتے۔(یعنی ظاہریت پرستی در آتی ہے)

سوال12: حیلے کے ذریعے کام کرنا کیسا ہے؟

جواب:﴿1﴾ حیلے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ناجائز کردہ کو جائز بنا کر کرنا گناہ ہے، سرکشی میں اضافہ ہے۔﴿2﴾ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب'' اغاثة اللهفان ''میں دین میں حیلہ سازی کی حرمت پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ لکھتے ہیں: اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شیطان کی ایک فریب کاری، دین میں حیلہ، مکر اور دھوکہ دہی کو راہ دینا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال بنایا جاتا ہے، فرائض کو ساقط کیا جاتا ہے اور اوامر و نواہی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور یہی وہ باطل رائے ہے جس کی مذمت پر سلف صالحین کا اتفاق ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:503/1)

سوال13: قانون کی پابندی کیسے ہوتی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: قانون کی پابندی دل سے ہوتی ہے اور دل تب پابندی کرتے ہیں جب ان کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔

سوال 14: کیا محض سزا کے خوف سے پابندی کروائی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر کوئی قانون محض سزا کے خوف سے نافذ کرنے کی کوشش کی جائے تو ممکن نہیں کہ پابندی ہو جائے کیونکہ اتنے نگران نہیں ہو سکتے جو ہر فرد کی نگرانی کریں اور دوسرے اگر ہوں بھی تو تنہائی میں نگرانی کون کرسکتا ہے۔

سوال 15: جو شخص جائز ذرائع سے ضروریات پوری کرنے پر قناعت نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو کس خطرے میں ڈال لیتا ہے؟

جواب: جو شخص جائز ذرائع سے ضروریات پوری کرنے پر قناعت نہ کرے وہ اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈالتا ہے کہ اس کے لیے جائز ذرائع کا دروازہ سرے سے بند کر دیا جائے اور پھر ناجائز ذریعے کے علاوہ اس کے لیے مال کمانے کی کوئی صورت نہ رہے۔

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (164)

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: ''تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو عذاب دینے والا ہے، سخت عذاب؟'' انہوں نے کہا: ''تمہارے رب کے حضور معذرت کے لیے اور شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں۔'' (164)

سوال 1: وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ''اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: ''تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو عذاب دینے والا ہے، سخت عذاب'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ'' اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے جب اس بستی والوں میں سے ایک گروہ اس دوسرے گروہ کو سمجھاتا تھا جو کہ سرکشی کرنے والوں کو سمجھاتے تھے۔ ﴿2﴾ امت لوگوں کا وہ مجموعہ ہے جو ایک نظریہ رکھتا ہو جس کی سوچ ایک جیسی ہو جس کی قیادت ایک ہو۔ ﴿3﴾ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ': تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے عذاب دینا ہے۔ ان کو نصیحت کرنے کا فائدہ نہیں کیونکہ وہ حرام کام کرتے ہیں، خیر خواہی کی بات نہیں سنتے بلکہ ظلم اور سرکشی پر جمے ہوئے ہیں۔ ﴿4﴾ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تو انہیں سزا دے گا یا عذاب، آپ کیوں اپنے آپ کو ہلکان کر رہے ہو۔

سوال 2: جو لوگ نصیحت سے روکتے ہیں ان کا کیا مؤقف ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے جن کی ہلاکت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو نصیحت کرنے کا کیا فائدہ۔

سوال 3: قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ ''انہوں نے کہا: ''تمہارے رب کے حضور معذرت کے لیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نصیحت کرنے والے کہتے تھے ہم برائیوں سے روکتے رہیں گے اور ان کو نصیحت کرتے رہیں گے۔ ﴿2﴾ ہم اپنے رب کے حضور اپنے لیے عذر پیش کرنے کو نصیحت کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ نصیحت کرنے والے ان کی ہدایت سے مایوس نہیں تھے۔ ﴿4﴾ وہ سمجھتے تھے کہ نافرمانیاں چھوڑی جاسکتی ہیں۔ ہم نصیحت کریں تو شاید وہ بھی اس نافرمانی کو چھوڑ دیں۔ ہوسکتا ہے کہ نصیحت ان کے کام آجائے۔ ہوسکتا ہے کہ ملامت اثر کر جائے۔ ﴿5﴾ برائی پر روکنے کا بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کے یہاں معذرت پیش کرنا ہے۔

سوال 4: وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ''اور شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نصیحت کرنے والوں نے کہا شاید کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا کر دے اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنے لگ جائیں اور اس کے روکے سے رک جائیں۔ ﴿2﴾ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ''اور شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں'' ہوسکتا ہے وہ توبہ کر لیں اور اس سرکشی ک و

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترک کردیں۔(ایسرالتفاسیر:492)

سوال5:امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا کام کرنے والوں نے اپنے کام کی کیادلیل دی؟

جواب:﴿1﴾دوسروں کونصیحت کرنافرض ہے۔﴿2﴾اگرہم یہ فرض ادانہیں کریں گے تو قیامت کے دن معقول عذرپیش نہیں کرسکتے۔﴿3﴾ اگرہم نصیحت کریں گے تو ممکن ہے کہ لوگوں کے دل کے اندراللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہواوروہ سیدھے راستے پرآجائیں۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىِٕیْسٍۭ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ(165)

پھرجب انہوں نے بھلادیاجوانہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کونجات دی جو برائی سے روکا کرتے تھے۔اوران کوبدترین عذاب کے ساتھ پکڑلیاجنہوں نےظلم کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔(165)

سوال1:فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ ''پھرجب انہوں نے بھلادیاجوانہیں نصیحت کی گئی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت دی توانہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پرعمل نہ کیا،نہ وہ اس کے روکے سے رکے۔﴿2﴾جب انہوں نے نصیحت بھلادی تو نافرمانی پرجمے رہے۔

سوال2:اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ ''توہم نے ان لوگوں کونجات دی جو برائی سے روکا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''توہم نے ان لوگوں کونجات دی جو برائی سے روکا کرتے تھے''اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ان لوگوں کوعذاب سے بچالیا جو برائی سے روکتے تھےاورنیکی کاحکم دیتے تھے۔﴿2﴾سیدنا طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عید کے دن سب سے پہلے نماز سے قبل جس شخص نے خطبہ شروع کیاوہ مروان تھا۔ایک آدمی کھڑا ہوکومروان سے کہنے لگا کہ نماز خطبہ سے پہلے ہونی چاہیے۔مروان نے جواب دیاوہ دستوراب چھوڑ دیا گیا(حاضرین میں سے)سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بولے اس شخص پرشریعت کا جوحق تھاوہ اس نے ادا کردیا(اب چاہے مروان مانے یانہ مانے)میں نے خودرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے سنا کہ جوشخص تم میں سے کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھےتووہ ہاتھ سے اس کوبدل دے اگرایسانہ ممکن نہ ہوتوزبان سے ایسا کرے اگریہ بھی ممکن نہ ہوتودل سے ہی اس کو برا جانے مگریہ ضعیف ترین ایمان کادرجہ ہے۔(مسلم:177)

سوال3:وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىِٕیْسٍ ''اوران کوبدترین عذاب کے ساتھ پکڑلیاجنہوں نےظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ''اورپکڑلیاان لوگوں کوجنہوں نےظلم کیا''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کوپکڑلیاجوسبت کا قانون توڑتے تھے۔﴿2﴾بِعَذَابٍۭ بَىِٕیْسٍ ''کوبدترین عذاب کے ساتھ''سخت عذاب میں۔اس سے مرادانسانیت کے مرتبے سے گرنے والوں کو بندربنادینے کاعذاب ہے۔﴿3﴾بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ''کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے''اس جرم میں کہ وہ نافرمانی کرتے تھےیعنی اللہ تعالیٰ کی حدود سے نکل جاتے تھے۔﴿4﴾سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب لوگ ظالم کو(ظلم کرتے)دیکھیں اوراس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ کی طرف سے ان پرعام عذاب نازل ہو۔(ترمذی:101)﴿5﴾سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا،وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایااللہ تعالیٰ کی حدود میں سستی برتنے والےاوراس میں مبتلا ہوجانے والے کی مثال ایک ایسی قوم کی سی ہےجس نے ایک کشتی(پرسفرکرنے کے لئے جگہ کے بارے میں)قرعہ اندازی کی پھرنتیجے میں کچھ لوگ نیچے سوار ہوئے اورکچھ اوپر۔نیچے کے لوگ پانی لے کراوپر کی منزل سے گزرتے تھےاوراس سے اوپروالوں کوتکلیف ہوتی تھی۔اس خیال سے نیچے والاایک آدمی کلہاڑی سے کشتی کانیچے کاحصہ کاٹنے لگا۔(تاکہ نیچے ہی سے سمندر کاپانی لے لیاکرے)اب اوپروالے آئے اورکہنے لگے کہ یہ کیا کررہے ہو؟ اس نے کہا کہ تم لوگوں کو(میرے اوپرآنے جانے سے)تکلیف ہوتی تھی اورمیرے لئے بھی پانی ضروری تھا۔اب اگرانہوں نے نیچے والے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا ہاتھ پکڑ لیا تو انہیں بھی نجات دی اور خود بھی نجات پائی۔لیکن اگر اسے یوں ہی چھوڑ دیا،تو انہیں بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہو گئے۔ (بخاری:2686)﴿6﴾ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اگر آپ فلاں صاحب (عثمان رضی اللہ عنہ) کے یہاں جا کر ان سے گفتگو کرو تو اچھا ہے تا کہ وہ یہ فساد دبانے کی تدبیر کریں۔انہوں نے کہا کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں ان سے تم کو سنا کر تمہارے سامنے ہی بات کرتا ہوں۔ میں تنہائی میں ان سے گفتگو کرتا ہوں۔اس طرح پر کہ فساد کا دروازہ نہیں کھولتا،میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ سب سے پہلے میں فساد کا دروازہ سب سے پہلے کھولوں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سننے کے بعد یہ بھی نہیں کہتا کہ جو شخص میرے اوپر سردار ہو۔ وہ سب لوگوں میں بہتر ہے۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی ہے، وہ کیا ہے؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے سنا تھا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔جہنم میں ڈالے جانے والے اس کے قریب آ کر جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے ''اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم اچھے کام کرنے کے لیے نہیں کہتے تھے، اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟'' وہ شخص کہے گا:''جی ہاں! میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔برے کاموں سے تمہیں منع بھی کرتا تھا لیکن میں اسے خود کیا کرتا تھا۔''اس حدیث کو غندر نے بھی شعبہ سے، انہوں نے اعمش سے روایت کیا ہے۔ (بخاری:3267)

سوال4:جب انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بھلا دیتے ہیں تو انسانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیا فیصلہ ہو جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ برائی سے روکنے والوں کو بچا لیتے ہیں۔﴿2﴾ باقی سب ظالموں کو نافرمانیوں کی پاداش میں پکڑ لیا جاتا ہے۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ (166)

پھر جب انہوں نے اس میں سرکشی کی جس سے انہیں روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔(166)

سوال1:فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ'' پھر جب انہوں نے اس میں سرکشی کی جس سے انہیں روکا گیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے۔(قرطبی:4/221)﴿2﴾ جب انہوں نے سبت کے بارے میں زیادتی کی اور اس چیز کو حلال کر لیا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا تھا مچھلی کے شکار اور اس کے کھانے وغیرہ کے بارے میں۔(جامع البیان:9/109)﴿3﴾ جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں انہوں نے سرکشی اختیار کی اور وہ سنگ دل ہو گئے تو انہوں نے نصیحت حاصل نہیں کی۔

سوال2:قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ'' تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر بن جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قُلْنَا لَهُمْ ہم نے ان سے کہا یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔﴿2﴾ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ'' ذلیل بندر بن جاؤ'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بندر بن گئے اور اس کی رحمت سے دور ہو گئے۔﴿3﴾ ان لوگوں کو اتنی سخت سزا اس لیے دی گئی کہ وہ لوگ نافرمانیوں میں ڈوب گئے جو یہ کفر بھی ہے، ظلم بھی ہے اور فسق بھی ہے۔﴿4﴾ ان میں سے جو لوگ باقی بچ گئے ان پر رب العزت نے ذلت، محکومی اور محتاجی مسلط کر دی۔

سوال3:انسانوں کو بندر کیوں بنایا گیا؟

جواب:﴿1﴾ انسانوں نے اپنے آپ کو مرتبہ انسانیت سے گرایا تھا۔﴿2﴾ انسانوں کی خاصیت ہے اور ہونی چاہیے کہ ان کی قوت ارادی ان کی خواہشات پر غالب رہے۔انہوں نے قوت ارادی کی بجائے خواہشات کی پابندی اختیار کی جو کہ حیوانوں کی خصوصیت ہے تو انہیں کہا گیا بندر بن جاؤ۔اسی مقام کو تم نے اپنے لیے خود پسند کیا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖۗ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(167)

اور جب آپ کے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک ضرور ایسے لوگ بھیجتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب چکھاتے رہیں گے، بلاشبہ آپ کا رب یقیناً جلد سزا دینے والا ہے اور یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(167)

سوال1: وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ''اور جب آپ کے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک ضرور ایسے لوگ بھیجتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب چکھاتے رہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ: جب رب العزت نے واضح طور پر بتا دیا تھا۔﴿2﴾ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ''کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک ضرور ایسے لوگ بھیجتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب چکھاتے رہیں گے'' لَیَبْعَثَنَّ: یسلطن۔ وہ ضرور مسلط کرے گا۔﴿3﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہود و نصاریٰ پر قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ ایسے لوگ مسلط کرے گا جو ان کو برے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ ان سے جزیہ لیں اور وہ چھوٹے ہو کر رہیں۔(ابن ابی حاتم:1603/5)﴿4﴾ برے عذاب سے مراد ذلت اور مسکنت کا عذاب ہے۔(ایسر التفاسیر:492)﴿5﴾ یہودی قیامت تک ذلیل و خوار اور لوگوں سے دبے رہیں گے۔ خود سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سات سال یا تیرہ سال تک محصول لگایا۔ آپ ہی نے سب سے پہلے محصول لگایا پھر یہودیوں پر ہمیشہ ہی دوسروں کی حکومت رہی، کبھی یونانیوں کی، کبھی کشانیوں کی اور اور کبھی کلدانیوں کی۔ یہ ہر ایک عہد حکومت میں ذلیل و خوار رہے اور ٹیکس دیتے رہے اور انہیں کبھی ذلت کی پستی سے ابھرنا نصیب نہیں ہوا۔ اسلامی عہد میں بھی ان سے برابر جزیہ وصول کیا جاتا رہا۔ آخر میں یہ لوگ دجال کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑیں گے اور مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر ان کا استقبال کر دیں گے۔(مختصر ابن کثیر:637/1)﴿6﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی دجال کی اتباع کریں گے جو چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔(صحیح مسلم:405/2)﴿7﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے قتال نہ کر لیں مسلمان ان کو قتل کریں گے یہاں تک کہ کوئی یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپ جائے گا تو درخت یا پتھر کہیگا کہ اے مسلم! اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے قتل کر دے البتہ غرقد کا درخت ایسا نہ کرے گا کیونکہ وہ یہودیوں کے درختوں میں سے ہے۔(مسلم:396/2)﴿8﴾ تاریخ بتاتی ہے کہ (الف) یہود کبھی بخت نصر اور کبھی ٹیٹس وغیرہ کی سختیوں کا نشانہ بنے۔ (ب) یہود کو ہٹلر نے تباہ و برباد کیا۔ (ج) یہود مسلمانوں کی سرپرستی میں بھی دیے گئے۔

سوال2: اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ''بلاشبہ آپ کا رب یقیناً جلد سزا دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جو اپنے کفر پر قائم رہتا ہے اور وصیتوں کو پھینک دیتا ہے آپ کا رب اس کے لیے جلد عذاب دینے والا ہے۔(تفسیر قاسمی:289/7)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بہت جلد سزا دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس دنیا میں بھی اس پر جلدی سے عذاب بھیج دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:944/1)

سوال3: وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ''اور یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جو کوئی توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔(تفسیر قاسمی:289/7)﴿2﴾ جو سچے دل سے توبہ کر کے اپنے رب کے آگے جھک جائے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر کے اس پر اپنا رحم فرماتا ہے تو اس سے ڈرتے بھی رہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار بھی رہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے بہت غفور و رحیم ہے جو کوئی توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے گناہ بخش دیتا ہے، اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے، اس پر رحم کرتے ہوئے اس کی نیکیوں کو قبول فرماتا ہے وہ اسے ان نیکیوں پر انواع واقسام کے ثواب عطا کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:944/1)﴿4﴾رب العزت نے فرمایا:وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔(طٰہٰ:82)﴿5﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اگر ایمان والا اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذابوں سے پوری طرح واقف ہوتا تو اس کے دل سے جنت کی طمع ہٹ جاتی یعنی وہ صرف عذابوں اور اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب سے بچنے کے لیے کوشاں رہتا۔اگر کافر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کو جان لیتا تو کبھی بھی ناامید نہ ہوتا۔(بخاری:6469)

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ(168)

اور ہم نے ان کو زمین میں گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ان میں سے کچھ نیک اور کچھ ان کے علاوہ تھے اور ہم نے انہیں اچھے اور برے حالات سے آزمایا تا کہ وہ پلٹ آئیں۔(168)

سوال1:وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ''اور ہم نے ان کو زمین میں گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ہم نے بنی اسرائیل کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین میں منتشر کر دیا جب کہ پہلے وہ متحد تھے۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس زمین میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے۔''(بنی اسرائیل:104)

سوال2:مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ ''ان میں سے کچھ نیک اور کچھ ان کے علاوہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ ان میں سے کچھ نیک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں اور انسانوں کے ساتھ حسن معاملہ کرنے والے ہیں۔﴿2﴾ان میں سے صالح وہ لوگ تھے جنہوں نے سبت کی خلاف ورزی کر کے اپنے اوپر ظلم نہیں کیا۔﴿3﴾وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ''اور ان میں سے کچھ ان کے علاوہ تھے'' ان میں کچھ دوسری طرح کے لوگ ہیں جو ویسے نیک نہیں ہیں یا نیکی میں درمیانی درجے پر ہیں یا کمتر درجے پر یا وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔﴿4﴾ان میں سے کافر اور فاسق لوگ بھی ہیں جنہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا اور ان ہی میں سے جھوٹ سننے والے، احکام بدلنے کے لیے جھوٹ اور رشوت کھانے والے ہیں۔وہ بھی تدریجاً مفسد بنے آج ہم مسلمانوں میں بھی یہی چیز مشاہدہ کرتے ہیں۔(تفسیر مراغی:429/3)

سوال3:وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ''اور ہم نے انہیں اچھے اور برے حالات سے آزمایا تا کہ وہ پلٹ آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿1﴾وَبَلَوْنٰهُمْ اور ہم نے اپنی سنت کے مطابق انہیں آزمایا۔﴿2﴾بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ ''اچھے اور برے حالات سے'' (الف) خیر اور شر سے۔(ب) آسانی اور تنگی کے ذریعے سے۔﴿3﴾حسنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی بھلائی ہے۔حسنہ سرکشوں کی سرکشی میں مزید اضافہ کر کے سزا کا مستحق بناتی ہے یوں حسنہ کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔

﴿4﴾لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ''تا کہ وہ پلٹ آئیں'' یعنی وہ نافرمانیوں سے رک جائیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف پلٹ آئیں۔(الاساس:2041/4)﴿5﴾شاید کہ وہ اپنے کفر سے لوٹ آئیں۔(تفسیر قرطبی:222/4)﴿5﴾شاید کہ وہ ہلاکت کی وادی سے واپس لوٹ آئیں جس میں وہ مقیم ہیں اور اس ہدایت کی طرف رجوع کریں جس کے لیے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔پس ان میں ہمیشہ سے نیک، بد اور متوسط لوگ موجود رہے ہیں۔(تفسیر سعدی:944/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کب رحمت بنتی ہے؟
جواب: ﴿1﴾ جب آزمائش کی وجہ سے انسان مسلسل اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ ﴿2﴾ جب وہ غافل نہیں ہوتا۔
سوال5: یہود کا ارض مقدس میں اجتماع کس چیز کی علامت ہے؟
جواب: یہ اس چیز کی علامت ہے کہ شاید ان کی پوری قوت اجتماعی طور پر ہلاک کی جانے والی ہے۔
سوال6: کسی منتخب قوم پر اگر غیر قومیں مسلط ہوں اور وہ چھوٹے چھوٹے جغرافیائی ٹکڑوں میں بٹ جائیں تو یہ کس چیز کی علامت ہے؟ ایسے موقع پر قوم کو کیا کرنا چاہیے؟
جواب: ﴿1﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی علامت ہے۔ ﴿2﴾ قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا چاہیے۔

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (169)

سو ان کے بعد ناخلف لوگ جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث بنے، وہ اس حقیر دنیا کا مال ومتاع سمیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہمیں تو بخش ہی دیا جائے گا اور اگر ایسا ہی مال ومتاع ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو بھی لے لیں گے، کیا ان پر کتاب کا پختہ عہد نہیں لیا گیا تھا؟ کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی اور بات نہ کہیں گے، اور انہوں نے پڑھ رکھا ہے جو بھی اس میں ہے اور آخرت کا گھر ہی ان کے لیے بہترین ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟ (169)

سوال1: فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ ''سو ان کے بعد ناخلف لوگ جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث بنے'' کی وضاحت کریں؟
جواب: ﴿1﴾ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (الدرالمنثور: 255/3) ﴿2﴾ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ جو تورات کے وارث بنے۔ (ایسرالتفاسیر: 492) ﴿3﴾ جو ناخلف پہلے لوگوں کے جانشین بنے ان کا شر بہت بڑھ گیا۔ ﴿4﴾ انہوں نے اپنے بزرگوں سے کتاب پڑھی تھی لیکن ان کا عمل اس پر نہیں تھا۔ (فتح القدیر: 326/2) اس میں عیسائی اور غیر عیسائی سب شامل ہیں۔
سوال2: يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى ''وہ اس حقیر دنیا کا مال ومتاع سمیٹتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟
جواب: ''وہ اس حقیر دنیا کا مال ومتاع سمیٹتے ہیں'' ﴿1﴾ ناخلف جانشین اللہ تعالیٰ کی کتاب کے وارث بنے تو مرجع خلائق بن گئے۔ ﴿2﴾ انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق کتاب کو بدلنا شروع کر دیا۔ ﴿3﴾ لوگ انہیں مال دے کر ناحق فتوے لینے لگے۔ ﴿4﴾ انہوں نے حق کے خلاف فیصلے دیے اس طرح ان کے اندر رشوت عام ہوگئی۔ ﴿5﴾ یہ لوگ حق کے بدلے دنیا جمع کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔
سوال3: وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا ''اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہمیں تو بخش ہی دیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟
جواب: ﴿1﴾ ابوالشیخ نے کہا کہ انہیں دنیا کے مال ومتاع میں سے جو چیز پیش کی جاتی تھی وہ اسے لے لیتے تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں اور ہم اس سے توبہ کرتے ہیں۔ (فتح القدیر: 328/2) ﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگا لے اور اللہ تعالیٰ پر امید باندھے۔ (ترمذی: 638/4) ﴿3﴾ ان کا یہ قول حقیقت سے خالی ہے، کیونکہ درحقیقت یہ استغفار ہے نہ مغفرت کی طلب ہے۔ اگر انہوں نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی ہوتی، تو اپنے کئے پر ان کو ندامت ہوتی اور اس کی اعادہ نہ کرنے کا عزم کرتے۔ (تفسیر سعدی: 945,944/1)
سوال4: وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ ''اور اگر ایسا ہی مال ومتاع ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو بھی لے لیں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ان پر جب کبھی کوئی اور موقع آتا تو جھوٹ بولتے اور دل کو تسلی دیتے کہ توبہ کرلیں گے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرنے والا ہے یہی زندگی بھر ان کا طریقہ رہا۔توبہ پر توبہ اور گناہ پر گناہ۔وہ بدترین جانشین بنے۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا پھر ان کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ گئے،تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے۔(مریم:59)﴿3﴾یہ لوگ جھوٹی امیدیں باندھ کر دھوکے میں مبتلا ہیں۔جب ان سے پوچھا جائے یہ سب کیوں کرتے ہو تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔﴿4﴾آج امت مسلم کا حال ان سے بھی برا ہے۔مالی بدعنوانیاں،رشوت خوری ،ذخیرہ اندوزی،سودخوری عام ہے۔تشابهت قلوبهم ان کے دل آپس میں مل گئے ہیں۔یااللہ اس امت کے گناہ معاف کرکے سیدھے راستے پر چلادیجیے۔(آمین)

سوال5:اگلی نسلوں کے ناخلف جانشیں جو کتاب کے وارث ہوئے ان کی یہاں کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ناخلف جانشین کتاب پڑھتے تھے مگر زندگی اس کے مطابق نہیں ڈھالتے تھے۔﴿2﴾ان کا دل کتاب کا اثر قبول نہیں کرتا تھا۔﴿3﴾ان کا طرز عمل کتاب کے مطابق نہیں بدلتا تھا۔﴿4﴾کتاب ان کے نزدیک ایک علم بن گیا جس کو پڑھا پڑھایا جاتا ہے۔﴿5﴾وہ دنیاوی مقاصد کی طرف لپک لپک کر بڑھتے تھے۔﴿6﴾وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے تھے کہ معاف کردیئے جائیں گے۔

سوال6:اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ''ان پر کتاب کا پختہ عہد نہیں لیا گیا تھا؟ کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی اور بات نہ کہیں گے،اور انہوں نے پڑھ رکھا ہے جو بھی اس میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾کیا گناہ کرتے ہوئے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرنے والوں کو جو کہتے ہیں گناہ معاف ہوجائیں گے اور ہم توبہ کرلیں گے،یہ یاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کتاب کا پختہ عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی بات نہیں کریں گے۔انہیں کیا ہوگیا ہے کہ اپنی خواہشات نفس کے پیچھے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔﴿2﴾وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ''اور انہوں نے پڑھ رکھا ہے جو بھی اس میں ہے''انہوں نے جان بوجھ کر کیا ہے کیونکہ وہ علم رکھتے تھے۔انہیں بصیرت حاصل تھی۔ان کا رویہ سخت ملامت کا باعث ہے اور یہ بدترین سزا تک پہنچانے والا ہے۔انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔

سوال7:کتاب میں کیا عہد لیا گیا تھا؟

جواب:﴿1﴾کتاب میں یہ عہد لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سچ کے سوا کوئی اور بات نہ کریں گے۔﴿2﴾کتاب میں بے جا حجتیں نہیں کریں گے۔

سوال8:ابتدائی دور کے مقابلے میں بعد کی نسلوں سے دین داری کی روح کیسے نکل جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ابتدائی دور میں لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں بعد کی نسلوں کے لوگ دنیادار ہوجاتے ہیں۔﴿2﴾ابتدائی دور میں لوگ کتاب پڑھتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں،اس پر عمل کرتے ہیں،ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں۔بعد کی نسلوں کے لوگ کتاب کو اپنا ورثہ سمجھتے ہیں جس پر عمل کرنا اپنی ذمہ داری خیال نہیں کرتے۔﴿3﴾ابتدائی دور میں لوگ آخرت کی جواب دہی کا گہرا احساس رکھتے ہیں بعد میں آنے والے آخرت کو بھول جاتے ہیں اور دنیا پرستی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔﴿4﴾ابتدائی دور میں لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بناتے ہیں اسی سے حلال وحرام اور صحیح اور غلط کے اصول اخذ کرتے ہیں۔بعد کے دور میں لوگ خواہشات کو رب بنالیتے ہیں۔﴿5﴾ابتدائی دور میں لوگ اپنے اعمال کو بخشش کے لیے ضروری سمجھتے ہیں بعد میں آنے والے اپنے آپ کو افضل امت سمجھتے ہیں۔

سوال9:پڑھنا کس کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جس کے دل میں علم اتر جائے، جولوگ پڑھیں اسے اپنا عقیدہ بنائیں، اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور آخرت کی جوابدہی کا خوف رکھیں ان ہی کے لیے پڑھنا مفید ہوسکتا ہے۔

سوال10: وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ''اور آخرت کا گھر ہی ان کے لیے بہترین ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ''اور آخرت کا گھر ہی ان کے لیے بہترین ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں'' آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو حرمتوں کے پردے نہ پھاڑیں، جو گناہوں سے بچیں، ان امور سے بچیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے، جو رشوت سے پرہیز کریں، جو خواہش کے نہیں رب کے عبادت گزار بنیں۔ ﴿2﴾ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ''کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟'' کیا تمہیں سمجھ نہیں کہ کس چیز کو ترجیح دینی چاہیے؟ کس کے لیے بھاگ دوڑ کرنی چاہیے؟ کس چیز کو سب سے پہلی ترجیح پر رکھنا چاہیے؟ ﴿3﴾ عقل تو انجام پر نظر رکھتی ہے۔ جو جلد حاصل ہونے والی دنیا کو ترجیح دیتا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں سے محروم رہ جاتا ہے اس کے پاس عقل کہاں ہے؟

سوال11: انسان کو آخرت کے اجر کی امید کیا دیتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آخرت کے اجر کی امید کی وجہ سے انسان دنیاوی مفادات کی کشش سے نکل سکتا ہے۔ ﴿2﴾ آخرت کے اجر کی امید سے دل درست ہوسکتے ہیں۔ ﴿3﴾ آخرت کے اجر کی امید سے نظام زندگی درست ہوسکتے ہیں۔ ﴿4﴾ آخرت کے اجر کی امید سے انسان کی نفسیات کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ﴿5﴾ آخرت کے اجر کی امید سے انسان کی عملی زندگی کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ﴿6﴾ آخرت کے اجر کی امید انسان کو طمع اور لالچ سے روک دیتی ہے۔ ﴿7﴾ آخرت کے اجر کی امید دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے سے روک سکتی ہے۔ ﴿8﴾ آخرت کے اجر کی امید مرغوبات نفس سے روکتی ہے۔ ﴿9﴾ آخرت کے اجر کی امید خواہشات پر کنٹرول کرواتی ہے۔ ﴿10﴾ آخرت کے اجر کی امید سے انسان دنیا کی محرومیاں برداشت کر لیتا ہے۔ ﴿11﴾ آخرت کے اجر کی امید سے انسان دنیا کی اغراض اور آخرت کے مفادات میں ثابت قدم رہ سکتا ہے۔

سوال12: متقی اور آخرت پر ایمان لانے والے کی زندگی کیسی ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جولوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ ثابت قدم رہتے ہیں۔ ﴿3﴾ ان کے دل مطمئن رہتے ہیں۔ ﴿4﴾ کامیابی کا پورا یقین رکھتے ہیں۔

سوال13: فکر آخرت کے بغیر کون سی بیماری جنم لیتی ہے؟

جواب: فکر آخرت کے بغیر ساری اخلاقی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ معاشرتی بیماریوں میں سے رشوت، فساد، ظلم، لاپرواہی، لالچ اور فساد سبھی کچھ فکر آخرت کے بغیر جنم لینے والی بیماریاں ہیں۔

سوال14: جولوگ دنیاوی مفادات کے پیچھے بھاگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا کیا علاج بتاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ یہ واضح کرتے ہیں کہ آخرت کی قیام گاہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے بہتر ہے اتنی سی بات نہیں سمجھتے۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ (170)

اور جولوگ کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی، یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ (170)

سوال1: وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ''اور جولوگ کتاب اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ:جو لوگ اپنے دینی امور میں کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔(تفسیر قاسمی:291/7)﴿2﴾یعنی علم وعمل کے لحاظ سے کتاب اللہ سے تمسک کرتے ہیں۔کتاب اللہ کے احکام واخبار کا علم رکھتے ہیں۔کتاب اللہ کے احکام واخبار کا علم جلیل ترین علم ہے۔وہ کتاب اللہ کے اوامر کا علم رکھتے ہیں جن میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک دلوں کا سرور وروح کی فرحت اوران کے دین ودنیا کی بھلائی ہے۔(تفسیر سعدی:946,945/1)﴿3﴾وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ''اورانہوں نے نماز قائم کی''کتاب اللہ کے احکام میں سب سے زیادہ پابندی کے ساتھ ادا کیا جانے والا فریضہ جو واجب ہے ظاہری اور باطنی طور پر نماز قائم کرنا ہے۔﴿4﴾وہ نماز کو اس کی حدود میں قائم کرتے ہیں اوراس کے اوقات کو ضائع نہیں کرتے۔(جامع البیان:116,115/9)﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ باقی عبادات کے قیام کا سبب ہے۔

سوال2:تمسک بالکتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾قوت کے ساتھ کتاب کو پکڑنا۔﴿2﴾سنجیدگی کے ساتھ اس کے اصولوں کو رائج کرنا۔

سوال3:کتاب سے تعلق کے کون سے دو راستے ہیں؟

تمسک بلکتاب	کتاب پر زبانی ایمان
کتاب کو سنجیدگی کے ساتھ قبول کرنا	کتاب کے بارے میں سوچنا بھی زندگی کے پروگرام میں شامل نہ ہو
کتاب کو قوت کے ساتھ پکڑنا	کتاب کے احکامات کے مقابلے میں ہٹ دھرمی اختیار کرنا
کتاب میں پختگی حاصل کرنا	کتاب کے علم کو اپنے لیے ضروری خیال نہ کرنا اور زندگی کے معاملات میں اپنی مرضی کرنا
کتاب کے ساتھ اطمینان حاصل کرتے ہیں	کتاب کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہونا

سوال4:اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ''یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ان کا سارے کا سارا عمل بھلائی پر مبنی ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔﴿2﴾جو لوگ اپنی نیت،قول اور عمل کی اصلاح کرتے ہیں یعنی اپنے دل،زبان اور اعضاء کے اعمال کی اصلاح کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ ان کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔﴿3﴾یہ آیت اور اسی نوعیت کی دوسری آیات اس امر پر دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اصلاح کرنے کے لیے مبعوث فرمایا جو جتنا صالح ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ رسولوں کے قریب ہوتا ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے تمسک بالکتاب اور اقامت صلوٰۃ کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔﴿5﴾تمسک بالکتاب اور اقامت صلوٰۃ سے ہی اپنی اور معاشرے کے افراد کی اصلاح کا کام ہوسکتا ہے۔﴿6﴾جس معاشرے کے افراد تمسک بالکتاب اور اقامت صلوٰۃ کا فریضہ ادا نہیں کرتے اس معاشرے میں بگاڑ اآجاتا ہے۔

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(171)

اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھا دیا گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے یقین کرلیا کہ وہ ان پر واقعتاً گرنے والا ہے۔جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت سے پکڑو اور جو بھی اس میں ہے اسے یاد رکھو تا کہ تم بچ جاؤ۔(171)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَاِذْنَتَقْنَاالْجَبَلَ فَوْقَهُمْ ''اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کران کے اوپر اٹھا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ یاد کرو جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر اٹھایا۔جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا تو اس نے پہاڑ کو ان کے سروں پر معلق کر دیا تھا۔

سوال2:كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ''گویا وہ سائبان ہے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ ان پر واقعتاً گرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لینے کے لیے پہاڑ کو ان کے سروں پر معلق کر دیا تھا یوں کہ وہ سمجھے پہاڑ ان پر گرنے کو ہے۔﴿2﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے احکامات لے کر بنی اسرائیل کے پاس گئے تو سامری کے بچھڑا بنانے اور قوم کی گئو پرستی پر انہوں نے شدید غصے کا اظہار کیا۔پھر جب ان کا غصہ دور ہوا تو وہ اسرائیلیوں کو لے کر مقدس زمین کی طرف روانہ ہوئے۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اللہ تعالیٰ کے احکامات پیش کیے تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام پہاڑ کو اٹھا لائے اور ان کے سروں پر لا کر معلق کر دیا۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا:یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے کیا تم اس کے احکامات قبول کرو گے؟اس کے حلال وحرام کے مطابق عمل کرو گے؟انہوں نے جواب دیا:آپ سکھا دیں آسان ہوئے تو مان لیں گے۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا:سنے بغیر مان لو۔بولے نہیں۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام اقرار کروانے کی کوشش کرتے رہے اور وہ انکار کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا پہاڑ اکھڑ کر آسمان میں اڑا اور ان کے سروں پر آ معلق ہوا۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا کہ وہ کیا فرما رہا ہے؟اس کا حکم ہے کہ تورات کو بلا چون وچرا مان لو ورنہ یہ پہاڑ تمہاری ہڈی پسلی ایک کر دے گا۔آخر خطرہ دیکھ کر سب سجدے میں گر گئے اور پہاڑ کے گرنے کے ڈر سے بائیں آنکھ تو سجدہ گاہ پر تھی اور دائیں آنکھ سے پہاڑ دیکھ رہے تھے کہ کہیں گر نہ جائے۔آج تک یہودیوں کا یہی سجدہ ہے۔ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سجدے سے اپنا عذاب ہٹا لیا تھا۔(مختصر ابن کثیر:640,639/1)

سوال3:یہود کے لیے اتنی خوفناک صورت حال کیوں پیدا کی گئی تھی؟

جواب:یہ صورت حال اس لیے پیدا کی گئی کہ وہ عہد کرتے ہی توڑ ڈالتے تھے۔اب کی بار ایسی صورت میں عہد لیا گیا کہ دوبارہ عہد شکنی کے بارے میں سوچ نہ سکیں۔

سوال4:خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ ''جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت سے پکڑو اور جو بھی اس میں ہے اسے یاد رکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ یعنی جو کچھ تورات کے احکامات آئے ہیں ان کو پوری کوشش کے ساتھ اور قوت کے ساتھ پکڑو۔﴿2﴾ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ ''اور جو بھی اس میں ہے اسے یاد رکھو''یعنی اس کتاب میں تدبر کرو،اس کو حفظ کرو،اس کے اوامر ونواہی کی حفاظت کرو(تفسیر الثعالبی:92/3)﴿3﴾ یعنی درس،مباحثے اور عمل کے ذریعے سے اس کے مضامین کو یاد رکھو۔(تفسیر سعدی:946,945/1)

سوال5:لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ''تاکہ تم بچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جب تم یہ سب کچھ کرو گے تو امید ہے کہ بچ جاؤ گے۔

رکوع نمبر:12

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (172)

اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنایا:'' کیا میں تمہارا رب نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں؟''انہوں نے کہا:'' کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی'' ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو یقیناً اس سے غافل تھے۔(172)

سوال1: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ '' اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنایا:'' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا: اے محمد! یاد کرو جب تمہارے رب نے انسانوں کی صلبوں سے ان کی اولاد کو نکالا پھر ان سے توحید کا اقرار کروایا۔(جامع البیان:118/9)﴿2﴾ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ '' اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنایا:'' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' اللہ تعالیٰ نے ان سب سے اس بات کا اقرار کرالیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب اور سچا معبود ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی فطری توحید پر پیدا کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(الروم :30)(مختصر ابن کثیر:640/1)﴿3﴾ یعنی ان کی فطرت میں اپنے رب ہونے، ان کا خالق و مالک ہونے کا اقرار ودیعت کر کے اپنی ربوبیت کے اثبات کا اقرار کروایا۔(تفسیر سعدی:947/1)

سوال2: وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ '' اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اور انہیں ان کے اپنے اوپر گواہ بنایا یعنی لوگوں کو عملاً اٹھا کر ان سے اقرار لیا گیا۔ یہ اقرار ان کے خلاف تھا۔

سوال3: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۛ شَهِدْنَا '' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' انہوں نے کہا:'' کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی۔'' انسانی فطرت نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا عہد کر رکھا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسانی فطرت کا عہد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو لاشریک لہٗ ٹھہرائے گی۔﴿2﴾ یہ عہد اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے۔﴿3﴾ یہ عہد انسان کے وجود کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ انسان کی پیدائش کے وقت سے اس کے ہر خلیے میں یہ عہد رکھ دیا جاتا ہے۔ انسان کا ہر خلیہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ انسان اس عہد کے مطابق دنیا میں آتا ہے۔

﴿4﴾ انسان اس عہد کا شعور رکھتا ہے۔ جب تک انسان کی فطرت میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا انسان اسی کے مطابق چلتا ہے۔ جب بگاڑ آتا ہے تو یہ اندرونی شعور کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور انسان باہر کی راہ نمائی کے مطابق کام کرتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے کس طرح اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا؟

جواب:﴿1﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے غیوب میں سے ایک غیب ہے۔﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:'' تمہارے رب نے آدم علیہ السلام کی پشت کو چھوا اس سے وہ تمام جرثومے برآمد ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان سے پختہ عہد لیا اور انہیں ان کے خلاف گواہ ٹھہرایا اور پوچھا:'' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' تو ان سب نے جواب دیا:'' ہاں!''﴿3﴾ سائنسی انکشافات یہ بتاتے ہیں کہ جین کے اندر وہ ساری خصوصیات موجود ہوتی ہیں جو بعد میں فرد کی صورت میں سامنے آتی ہیں حالانکہ یہ (سیل) خلیے کی شکل میں ہوتا ہے۔ ان خلیوں میں تین ہزار ملین انسانوں کا ریکارڈ محفوظ ہوتا ہے، جس میں ان کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ ان خلیوں کا حجم ایک مکعب سینٹی میٹر سے زیادہ نہیں ہوتا۔﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے جس نے اس آیت کی تفسیر اس کے مطابق کی ہے ان لوگوں نے یہ کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا لفظ نہیں بنی آدم کا لفظ استعمال کیا ہے من ظھرہ نہیں بلکہ من ظھورھم ان کی پشتوں سے کہا ہے ذریتھم کے لفظ سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نسلاً بعد نسلاً اس دنیا میں مختلف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زمانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

سوال5: قَالُوْا بَلٰی ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ''انہوں نے کہا: '' کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی۔'' ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو یقیناً اس سے غافل تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالُوْا بَلٰی '''' انہوں نے کہا: '' کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے مگر باطل عقائد کی وجہ سے عقل وفکر بگاڑ کا شکار ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان اصل فطرت سے ہٹ کر چلنے لگتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی معرفت ہی فطرت ہے۔ (تفسیر قاسمی: 300/7) ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے کہ جانور کے پورے اعضاء والا جانور پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں ان میں کوئی کٹے ہوئے عضو والا جانور معلوم ہوتا ہے'' پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: '' اگر تم چاہو تو آیت: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ '' پڑھ لو یعنی: '' (اے لوگو!) اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت (دین اسلام) کو لازم کر لو۔ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔'' (صحیح مسلم: 6755) ﴿4﴾ قَالُوْا بَلٰی ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ '' انہوں نے کہا: '' کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی۔'' ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو یقیناً اس سے غافل تھے''۔ یعنی ہم نے تم سے اقرار کروایا تو تم نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اور ہم نے یہ اقرار اس لیے کروایا کہ کہیں قیامت کے دن تم انکار کر کے یہ نہ کہو کہ ہم پر تو اللہ تعالیٰ کی حجت قائم نہیں ہوگی اور اس بارے میں ہمارے پاس کوئی علم نہیں تھا بلکہ ہم تو اس سے بالکل غافل تھے۔ آج تمہاری حجت باقی نہیں رہی اور اللہ تعالیٰ کی حجت تم پر قائم ہوگئی۔ ﴿5﴾ اس فطری عہد کے بعد اب کوئی فرد بشر قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہمیں تو پیغام پہنچا ہی نہیں تھا۔ یا یہ کہ ہم تو اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے رہے اس لئے ہمارا مواخذہ کیوں ہو رہا ہے۔ جب ایک فرد بشر کی فطرت پکار پکار کر توحید باری تعالیٰ کی گواہی دے رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ جھکنے یا اس کے علاوہ غیروں کے سامنے جھکنے کا انکار کر رہی ہے تو قیامت کے دن کسی مشرک و کافر کے پاس کون سا عذر باقی رہے گا۔ و باللہ التوفیق۔ (تیسیر الرحمٰن: 507/1)

سوال6: کیا انسان کے لیے یہ عذر مفید ہو سکتا ہے کہ میں غفلت کا شکار ہو گیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت پر پیدا کیا پھر رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں اب کسی انسان کے لیے یہ بات مفید نہیں ہو سکتی کہ میں تو غفلت کا شکار ہو گیا تھا کیونکہ حجت تمام ہو چکی۔

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (173)

یا تم کہو کہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد کی ایک نسل تھے، تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرے گا جو باطل پرستوں نے کیا؟ (173)

سوال1: اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ '' یا تم کہو کہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد کی ایک نسل تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ '' یا تم کہو کہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا'' اللہ رب العزت نے توجہ دلائی کہ فطری میثاق کے بعد اب تم یہ حجت پیش نہیں کر سکتے کہ ہمارے باپ دادا نے شرک کو گھڑ لیا تھا اور ہم سے پہلے وہ اسی طریقے پر گامزن تھے۔ ﴿2﴾ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ '' اور ہم تو ان کے بعد کی ایک نسل تھے'' ہم نے تو ان کی پیروی کی کہ ہم ان کی اولاد تھے۔

سوال2: اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ '' تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرے گا جو باطل پرستوں نے کیا؟'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یعنی کیا آپ ہمیں ہمارے باپ دادا کے شرک کی وجہ سے ہلاک کریں گے۔

سوال3: کیا انسان اپنے فطری عہد کے باوجود اللہ تعالیٰ سے دوری کا راستہ اختیار کرسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان میں ہدایت اور گمراہی دونوں کی استعداد ہے۔ ﴿2﴾ اس کو صحیح راستے سے جنوں اور انسانوں میں سے شیاطین ہٹاتے ہیں۔ صحیحین میں عیاض ابن عمار رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے اپنے بندوں کو سیدھا پیدا کیا۔ اس کے بعد شیاطین آئے اور انہوں نے بندوں کو ان کے دین سے پھیر دیا پھر ان پر وہ چیزیں حرام کردیں جو حلال تھیں۔'' (بخاری، مسلم) ﴿3﴾ اس کو صحیح راستے سے ہٹانے کے لیے شیاطین انسان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس وجہ سے انسان عہد کے باوجود اللہ تعالیٰ سے دوری کا راستہ اختیار کرسکتا ہے۔

سوال4: کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطری صلاحیتوں کی بنیاد پر ذمہ دار ٹھہرایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض فطری صلاحیت پر ہدایت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا اور نہ عقل وفہم کی بنیاد پر اس سے جواب طلب کرنا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے رسول بھیجے تاکہ وہ سیدھے راستے کی طرف ان کی راہ نمائی کریں اور جو کام کرنے سے عقل اور انسانی کمزوریاں قاصر ہیں وہ کام نصیحت اور تلقین سے ہوجائے یعنی انسان اپنے رب کا راستہ اختیار کرلے۔

سوال5: رسولوں کی آمد کا مقصد کیا ہے؟

جواب ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنانا۔ ﴿2﴾ ان کی فطرت پر چڑھے ہوئے زنگ کو اتارنا، اس کے نفس کا تزکیہ کرنا۔ ﴿3﴾ ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا دارومدار کس پر رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر فطری صلاحیت اور عقلی قوت کے کافی ہونے کے باوجود حساب کتاب کا دارومدار رسالت اور دعوت پر رکھا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (174)

اور ہم آیات ایسے ہی تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ رجوع کریں۔ (174)

سوال1: وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ''اور ہم آیات ایسے ہی تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ رجوع کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے فرمایا: اور اسی طرح اے محمد! ہم نے آپ ﷺ کی قوم کے لیے اس سورت کی آیات کو تفصیل سے بیان کیا اور ہم نے آپ کی قوم سے پہلے کی قوموں کے حالات واضح کیے ہیں کہ کیسے غیر اللہ کی عبادت کرنے، شرک اور کفر کرنے کی وجہ سے انہیں عبرت ناک عذاب دیا گیا۔ اسی طرح ہم اپنی آیات آپ کی قوم کے لیے اور دوسروں کے لیے واضح کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 127,128/9)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کیوں نازل کیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے آیات اس لیے اتاریں تاکہ انسان اپنی فطرت پر واپس آجائے۔ ﴿2﴾ تاکہ وہ فطری صلاحیت کو کام میں لائے۔ ﴿3﴾ تاکہ یاددہانی سے ہدایت پائے۔

سوال3: وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ''تاکہ وہ رجوع کریں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ شاید کہ وہ اس چیز کی طرف رجوع کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے مطالبہ کیا ہے یعنی ایمان، توحید کا اقرار اور میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔﴿2﴾ شاید کہ وہ اس عہد کی طرف لوٹیں جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور برائیوں سے باز آجائیں۔(تفسیر سعدی:948/1)﴿3﴾ شاید کہ وہ شرک اور کفر سے توبہ کرلیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ(175)

اور انہیں آپ اس شخص کی خبر پڑھ کر سنائیں جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا پھر شیطان نے اس کو اپنے پیچھے لگالیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا۔(175)

سوال1:وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ''اور انہیں آپ اس شخص کی خبر پڑھ کر سنائیں جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ اُن سے صاف نکل گیا پھر شیطان نے اس کو اپنے پیچھے لگالیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اے محمد! اپنی قوم کو اس شخص کے بارے میں خبر پڑھ کر سنادو جسے ہم نے اپنی آیات کا علم دیا تھا۔یعنی کتاب اللہ کا علم دیا اور وہ اس کا ماہر بن گیا۔﴿2﴾ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا'' (اور انہیں آپ) اس شخص کی خبر (پڑھ کر سنائیں) جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں'' اس آیت کے شان نزول کے سلسلے میں یہ مشہور ہے کہ اسرائیلیوں کا ایک بزرگ تھا مگر اسے نبی کہنا غلط ہے۔(ابن جریر)﴿3﴾ وہ شخص علماء بنی اسرائیل میں سے تھا جو مستجاب الدعوات تھا۔نازک موقعوں پر اسرائیلی اس کو آگے کردیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اسے شاہ مدین کی طرف اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کے لیے بھیجا تو بادشاہ نے اسے جاگیر عطا کرکے اپنا ہم نوا بنالیا اور اس نے پیغمبر کا دین چھوڑ کر بادشاہ کا دین اختیار کرلیا۔(تفسیر منیر:173/5)

سوال2:فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ''تو وہ ان سے صاف نکل گیا پھر شیطان نے اس کو اپنے پیچھے لگالیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا'' وہ شخص اللہ تعالیٰ کی آیات سے کیسے نکل بھاگا؟

جواب:جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام فوج لے کر جبابرہ سے جنگ کرنے گئے تو اس قوم کا بزرگ جس کا نام بلعام تھا۔اس سے اس کی قوم کے رشتہ داروں اور ممتاز لوگوں نے درخواست کی کہ آپ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے حق میں بددعا کریں لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ میں اپنی دنیا اور آخرت برباد نہیں کرتا۔آخر لوگوں کے اصرار پر مروت میں آکر اس نے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے کرامت سلب کرلی اور اس کے خاص مقام سے اسے گرادیا۔(مختصر ابن کثیر:641/1)﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مجھے تم ہر اس شخص سے اندیشہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کرے گا پھر جب اس کے چہرے سے قرآن مجید کی شادابی جھلکنے لگے گی اور اسلام کی چادر اوڑھ لے گا اور دن بدن دینی عروج پر ہوگا تو یکا یک اس سے ہٹ جائے گا۔قرآن مجید پس پشت ڈال دے گا اور اپنے ہمسایوں پر تلوار کھینچ کر دوڑے گا اور ان پر شرک کا الزام لگائے گا۔''میں نے پوچھا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! شرک سے قریب تر کون ہوگا الزام لگانے والا یا الزام لگایا جانے والا؟''فرمایا:''الزام لگانے والا''۔(مسند ابویعلیٰ)﴿3﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے علم سے حقیقی طور پر متصف نہ ہوا کیونکہ آیات الٰہی کا علم صاحب علم کو مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق سے متصف کردیتا ہے اور اسے اعلیٰ ترین درجات اور بلند ترین مقامات پر فائز کردیتا ہے۔پس اس نے کتاب کو چھوڑ دیا اور ان اخلاق کو دور پھینک دیا جن کا حکم کتاب اللہ دیتی تھی اور ان اخلاق کو اس طرح (اپنی ذات سے) اتار دیا جس طرح لباس اتارا جاتا ہے۔جب وہ آیات الٰہی سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور جب وہ مضبوط پناہ گاہ سے نکل بھاگا تو شیطان اس پر مسلط ہوگیا اور یوں وہ ادنیٰ ترین لوگوں میں شامل ہوگیا شیطان نے اسے گناہوں پر آمادہ کیا (اور وہ گناہوں میں گھر گیا)۔(تفسیر سعدی949/1)﴿4﴾ فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ جب اس نے اللہ تعالیٰ کی آیات چھوڑ دیں وہ ان سے نکل بھاگا تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا کیونکہ اس کے پاس نور بصیرت اور ہدایت رہی نہ تھی اس لیے وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے اور شیطان کے وسوسوں کے قبول کرنے کے درمیان حائل نہ ہوئی۔(تفسیر مراغی:436/3)فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ''تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا'' وہ شخص صاحب علم تھا، ہدایت یافتہ تھا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے نفع مند علم پر عمل کرتا تھا۔ جب شیطان نے اسے گناہوں پر آمادہ کرلیا اور وہ ان میں گھر گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ سے نکل کر اپنے نفس کی پناہ میں آ گیا اور گمراہ ہوگیا۔

سوال3: عہد فطرت کو توڑنے کی مثال کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ایک شخص جسے اللہ تعالیٰ نے آیات کا علم دیا، اس نے فطری عہد کو توڑا اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے پھر گیا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اس پر فضل وکرم کیا، اسے اپنی آیات عطا کیں، وہ ان کے دلائل پر غور کرسکتا تھا۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اسے علم کا لباس دیا، مواقع فراہم کیے کہ ہدایت لے اور اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے اور بلندیوں تک پہنچ جائے۔﴿4﴾وہ اس ماحول سے جہاں اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا، نکل بھاگا۔ ایسے جیسے کوئی اپنے لباس سے نکل جائے۔ اس نے بلندیوں اور پاکیزگی کی راہ لینے کے بجائے اپنے آپ کو گندگی میں لت پت کر دیا۔﴿5﴾وہ خواہشات کے پیچھے بھاگا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو مضبوطی سے نہ پکڑا۔﴿6﴾اس نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور ہدایات سے اپنے آپ کو نہایت مشقت سے نکالا جیسے گوشت سے کھال کھینچ کر جدا کی جاتی ہے۔﴿7﴾ایسے موقع پر شیطان اس پر حملہ آور ہوا اور وہ گمراہ ہوگیا۔﴿8﴾پھر وہ اللہ تعالیٰ کے دائرے سے نکل کر بے قرار ادھر ادھر بھاگنے لگا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ(176)

اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیات کے ذریعے بلند کردیتے مگر وہ تو زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا تو اس کی مثال کتے جیسی ہے اگر آپ اس پر بوجھ ڈالیں تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دیں تو بھی وہ زبان نکالے ہانپتا ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا۔ لہٰذا آپ ان کو واقعات بیان کردیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔(176)

سوال1: وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ''اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیات کے ذریعے بلند کردیتے مگر وہ تو زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا ''اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیات کے ذریعے بلند کردیتے'' یعنی اگر ہم چاہتے تو اسے آیات کے نفع مند علم پر عمل صالح کی توفیق عطا فرماتے یوں وہ دنیا اور آخرت میں معزز مقام پاتا اور اپنے دشمن سے بھی محفوظ ہوجاتا۔﴿2﴾اگر ہم چاہتے تو اس کا مقام بلند کرتے اور علماء کے درجے کو پہنچا دیتے کہ ہم اسے عمل کی توفیق دیتے۔(تفسیر منیر:172/5)﴿3﴾وَلٰكِنَّهٗٓ ''مگر وہ'' اس نے ایسے کام کیے جو تقاضا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسے اعمال صالحہ کی توفیق نہ دے۔﴿4﴾اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ ''زمین کی طرف جھک گیا'' اخلد بیٹھ رہا' پیچھے ہٹ گیا۔(بخاری: کتاب التفسیر)﴿5﴾وہ اپنی خواہشات و جذبات اور دنیا کے مقاصد کی طرف مائل ہوگیا۔﴿6﴾وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ''اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا'' اس نے اپنی خواہشات کے پیچھے اپنے رب کی اطاعت چھوڑ دی۔﴿7﴾اس نے دنیاوی وعارضی مفاد کی خاطر اللہ تعالیٰ کا انکار کردیا اور اس کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور دامن جھاڑ کر اس سے ایسا الگ ہوگیا جیسے کوئی سانپ اپنے چمڑے کے خول سے نکل کر باہر چلا جاتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:507/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ انسان کو آیات کے ذریعے بلندی عطا کرنا چاہتے ہیں پھر انسان بلندیوں تک کیوں نہیں پہنچتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ آیات کا علم دے کر، اپنے قرب کے مواقع فراہم کرکے بلندی عطا کرنا چاہتے ہیں لیکن انسان زمین سے چمٹ جاتا ہے، مٹی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی محبت اور خواہشات کی اتباع انسان کو آیات کے علم سے جڑنے نہیں دیتی۔انسان اللہ تعالیٰ کے قرب کے مواقع کھو کر دنیا کے قرب کے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور دنیا کی محبت میں بلندیوں سے زمین پر گر پڑتا ہے۔

سوال3:فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ''تو اس کی مثال کتے جیسی ہے اگر آپ اس پر بوجھ ڈالیں تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دیں تو بھی وہ زبان نکالے ہانپتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے خواہشات کی اتباع کرنے والے کو کتے سے تشبیہ دی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:انسان کی فطرت اور جانور کی فطرت میں فرق ہے۔﴿1﴾ جانور اپنی فطرت کی خلاف ورزی پر قدرت نہیں رکھتا۔وہ مجبور ہیں کہ عملی طور پر بھی وہی کچھ کریں جو ان کے اندر فطرت انہیں سبق دیتی ہے۔﴿2﴾ انسان اپنی فطرت کا شعور رکھتا ہے لیکن اس کے مطابق عمل کرنے کے معاملے میں آزاد ہے۔جب بھی کوئی چیز اس کے سامنے آتی ہے تو اس کا ضمیر اسے بتاتا ہے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔یہی وہ مقام ہے جہاں انسان کا امتحان ہو رہا ہے۔اسی بنا پر جنت اور جہنم کا فیصلہ ہونا ہے۔﴿3﴾ جس وقت انسان اپنی فطرت کے مطابق علم وفہم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو وہ اپنے آپ کو جانور کی سطح پر لے آتا ہے جو اپنی خواہشات کے ہاتھوں مجبور ہے۔﴿4﴾ کتے کی مثال اس لیے دی ہے کہ وہ اچھے سلوک پر بھی ہانپتا ہے اور برے سلوک پر بھی، یہی حال اس انسان کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے تب بھی وہ سرکش رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ واپس لے لیتا ہے تب بھی وہ اس کی طرف رجوع نہیں کرتا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے کتے کی مثال دی ہے اس کی خاص برائیاں کیا تھیں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات، ہدایات کو جھٹلانا۔﴿2﴾ زمین کی محبت میں مبتلا ہو کر اس سے چمٹ جانا۔﴿3﴾ خواہشات کی پیروی کرنا۔

سوال5:ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ''یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا'' یہ مثال کن لوگوں پر پوری اترتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ ہر اس شخص پر یہ مثال پوری اترتی ہے جسے اللہ تعالیٰ آیات کا یعنی اپنی کتاب کا علم دے لیکن وہ اس کے تقاضوں پر نہ چلے ایمان کا راستہ اختیار نہ کرے، الٹا آیات ہی کو جھٹلا دے۔﴿2﴾ ہر وہ شخص جو شیطان کی پیروی کرے، جو دنیا کے پیچھے زبان لٹکائے بھاگ رہا ہو، جو کبھی دنیا سے مطمئن نہ ہو، جس کی تکمیل دنیا کے ہاتھ میں چلی جائے، جس شخص پر نصیحت اثر نہ کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے اہل اقتدار کا طواف کرتا رہے۔جو لوگ خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ آیات کو جھٹلاتے ہیں۔﴿3﴾ یہ مثال ان لوگوں کی ہے جو علم اور ہدایت کے دائرے سے قدم نکال کر خواہش کا پرستار بن جائے وہ بھی کتوں کی طرح ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے اور دنیا کی مصلحتوں کی وجہ سے دین کو چھوڑ دیتا ہے۔﴿4﴾ یعنی دنیا کی حرص اور اس کی طرف میلان میں اس کی کتے جیسی حالت ہوگئی ہے جو زبان باہر لٹکا کر سخت لالچی بنا رہتا ہے۔اس میں دل کو پاش پاش کر دینے والی حرص ہے۔کوئی کتے کی محتاجی دور نہیں کر سکتا۔﴿5﴾ اس نے دنیاوی فائدوں کو ترجیح دی اور اپنے نفس کا غلام بنا رہا اور دنیا اس کا منتہائے مقصود رہی، کبھی قانع نہیں ہوا، ایک فائدہ حاصل ہوا تو دوسرے کے پیچھے دوڑنے لگا اور اسی حصول دنیا میں حیران وپریشان رہا، اسے کبھی سکون نہ ملا، اس کتے کی طرح جو ہر حال میں زبان نکالے ہانپتا رہتا ہے، چاہے وہ دوڑ رہا ہو یا بیٹھا ہو۔(تیسیر الرحمٰن :507/1)﴿6﴾ تقاضا یہ تھا کہ وہ اس میں موجود دلائل وبراہین سے استفادہ کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ استوار کرتا اور اصلاح وتقویٰ کی زندگی اختیار کرتا۔(تیسیر الرحمٰن:507/1)

سوال6:کن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس انجام سے بچا لیتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برے انجام سے بچا لیتا ہے جو اس کی آیات کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں۔جو زمین سے چمٹنے کی بجائے بلندی کی طرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اٹھتے ہیں ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے رب سے جڑ جائیں۔جونفس کی خواہشات کو دباتے ہیں۔

سوال7:فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ''لہٰذا آپ ان کو واقعات بیان کر دیں تا کہ وہ غور وفکر کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:فَاقْصُصِ الْقَصَصَ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ ان کو واقعات سنا دیں۔﴿2﴾لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ''تا کہ وہ غور وفکر کریں'' شاید وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے،مثالوں سے عبرت حاصل کریں۔شاید وہ غور فکر کریں اور انہیں سمجھ آجائے تو اس پر عمل کریں۔﴿3﴾اس میں بہت بڑی وعید ہے ان علمائے سو کے لیے جو دنیا کی عارضی لذتوں کی خاطر آخرت کو فراموش کر دیتے ہیں اور دنیا ہی کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:508،507/1)﴿4﴾اس آیت میں علم پر عمل کرنے کی ترغیب ہے اگر علم پر عمل نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر شیطان مسلط کر دیتا ہے۔﴿5﴾علم پر عمل نہ کرنے سے ڈرایا ہے۔﴿6﴾علم پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ درجات بلند کرتا ہے۔﴿7﴾اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جو کوئی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور ان میں غرق ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال8:اس آیت سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ آیات کی تلاوت کر کے لوگوں کو سمجھائیں۔﴿2﴾ہمیں بھی آیات کی مضبوط پناہ میں رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہدایت پر ثبات کی دعا کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں سے جو حصہ ملا ہے اسے چھوڑ کر خواہشات دنیا کے پیچھے نہیں بھاگنا اور اپنے آپ کو جانوروں کے مقام پر نہیں لانا۔

سوال9:یہ کیسے صاحب علم کی تمثیل ہے؟

جواب:یہ ایسے صاحب علم کی تمثیل ہے جس پر خواہشات غالب آگئیں اور دنیا کی لذتوں کا بوجھ اتنا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ زمین پر گر جائے۔ وہ خواہشات کے پیچھے اور شیاطین اس کے پیچھے پڑ جائیں اور اسے اپنے کنٹرول میں لے کر اپنی مرضی کے مطابق چلائیں کیونکہ منہ کو تو خواہشات کی لگام لگی ہوئی ہے۔

سوال10:کیا فقط علم انسان کو نجات دے سکتا ہے؟

جواب:تربیت کے بغیر علم انسان کو نجات نہیں دے سکتا،نہ انسان کو نفس کی خواہشات سے بچا جا سکتا ہے اور نہ اسے دنیا میں بلند کر سکتا ہے۔ ایسا علم جو نفس انسانی کی تربیت نہیں کرتا اور ایسے مقاصد نہیں دیتا جو انسان کی فکری اور عملی زندگی میں سامنے آئیں ایسا علم شیطان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ایسے علم کی وجہ سے انسان شیطان کی غلامی اختیار کر لیتا ہے۔

سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ(177)

بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اپنی جانوں پر وہ ظلم کیا کرتے تھے۔(177)

سوال1:سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ''بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس شخص کی بہت بری مثال ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دلائل کو جھٹلایا اور ان کا انکار کیا۔﴿2﴾بری مثال ہے ان لوگوں کی جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیرتے ہیں اور اس پر دشمنی اور بغض کی نظر ڈالتے ہیں۔(تفسیر مراغی:438/3)

سوال2:وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ''اور اپنی جانوں پر وہ ظلم کیا کرتے تھے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:انہوں نے گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعے اپنے اوپر ظلم کیا۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(178)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کردے سو وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔(178)

سوال1: مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ'' جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کس کو اور کیسے ہدایت دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کے لیے کوشش کرتا ہے۔﴿2﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دیتا ہے اسے نفع مند علم کی محبت عطا فرماتا ہے اور اعمال صالح کی توفیق دیتا ہے اور اسے ناپسندیدہ کاموں سے بچالیتا ہے اور اسے وہ علم عطا فرماتا ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا۔﴿3﴾ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ'' سو وہی ہدایت پانے والا ہے'' وہی حقیقی ہدایت یافتہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت کی توفیق دی اور اس نے ہدایت کو ترجیح دی۔﴿4﴾ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ اپنے خطبے کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے پھر یوں فرماتے مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ: جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اس کے لیے پھر کوئی ھادی نہیں۔(مسلم،نسائی)

سوال2: وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ'' اور جسے وہ گمراہ کردے سو وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کس کو گمراہ کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ وَمَنْ يُّضْلِلْ جو شخص ہدایت کے راستے کو چھوڑ کر گمراہی کو پسند کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کردیتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ جب کسی کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں تو اسے نفع مند علم سے دور کردیتے ہیں اور نیک اعمال سے بھگا دیتے ہیں۔اس طرح بھلائی کی توفیق سے محروم کرکے اسے گمراہ کردیتے ہیں۔﴿3﴾ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ'' سو وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں'' جو لوگ نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق سے محروم ہوجاتے ہیں وہی اپنے آپ کو خسارے میں ڈالتے ہیں۔وہ اپنے گھر والوں کو بھی ہدایت کے راستے پر نہیں چلاتے تو ان کو بھی خسارے میں ڈالتے ہیں۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ(179)

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔(179)

سوال1: وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ'' اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا'' اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پیدا کیا ہے'' یعنی ہم نے پیدا کیا اور ہم نے پھیلایا۔﴿2﴾ لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ'' جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے'' اللہ تعالیٰ نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کیا اس فیصلے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم تھا کہ یہ مخلوق جہنم کا راستہ لے گی۔اللہ تعالیٰ کے علم سے جہنم کا راستہ لینا متاثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی اس پیدائش سے پہلے ہی ان کا رجحان معلوم تھا۔سورہ ہود میں ہے فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ چنانچہ ان میں کچھ بدبخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔(ہود:105)﴿3﴾ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔(الشوریٰ:7)

سوال2: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا'' ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں یعنی علم نہیں رکھتے اور سمجھتے نہیں ہیں۔﴿2﴾ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ آخرت کے امور میں سے کچھ نہیں سمجھتے۔(فتح القدیر:2/336) علم کا مقام دل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے فہم اور سمجھ کی نفی کی ہے جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دلیل ہے فہم اور سمجھ کا تعلق دل سے ہے۔(تفسیر منیر:182/5)﴿3﴾ان کے پاس ایسے دل ہی نہیں جو حقیقت کا ادراک کرسکیں۔﴿4﴾رب العزت نے فرمایا:وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان چیزوں میں بھی انہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے کان،آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان،نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے اور انہیں اسی(عذاب)نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔(الاحقاف:26)

سوال3:وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ''اوران کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی وہ ان آنکھوں سے اس طرح نہیں دیکھتے جو ان کے لیے نفع مند ہو۔﴿2﴾مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:وہ آنکھوں سے ہدایت کو نہیں دیکھتے۔(فتح القدیر:336/2)﴿3﴾وہ اپنی آنکھوں سے نفع مند علم اور اعمال صالح کا راستہ نہیں دیکھتے۔﴿4﴾انہوں نے اپنے دیکھنے کے فائدے کو ہی کھو دیا۔﴿5﴾رب العزت نے فرمایا:صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ وہ بہرے ہیں،گونگے ہیں،اندھے ہیں،سو وہ نہیں پلٹتے۔(البقرہ:18)

سوال4:وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ''اوران کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ کانوں سے حق کو نہیں سنتے۔(فتح القدیر:336/2)﴿2﴾وہ کانوں سے نفع مند نصیحت اور شریعت کی باتیں نہیں سنتے جس کو لے کر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے رسول لے کر آئے۔وہ اس کے ماسوا سب کچھ سنتے ہیں۔(فتح القدیر:335/2)﴿3﴾وہ کانوں سے اس طرح نہیں سنتے کہ ان کے دل حق کو سمجھ جائیں۔

سوال5:اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ''یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں،یہی لوگ غافل ہیں''اللہ تعالیٰ نے کچھ انسانوں کو جانوروں سے بدتر کیوں قرار دیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اُولٰٓئِكَ یہ لوگ جو ان برے اوصاف کے حامل ہیں۔﴿2﴾كَالْاَنْعَامِ چوپائیوں کی طرح ہیں جو عقل نہیں رکھتے یعنی انہوں نے عقل کے فائدے کو کھو دیا ہے۔وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کافی چیزیں باقی چیزوں کے مقابلے میں قابل ترجیح نہیں ہوتیں۔﴿3﴾جانور آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود فہم حاصل نہیں کرتے اور یہ لوگ بھی دیکھنے کے باوجود ایمانی دلائل سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے اس لئے کان دیے تھے کہ اس سے سنیں لیکن وہ جانوروں کی طرح سنتے ہیں کہ کچھ سمجھتے نہیں۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے دل ودماغ اس لئے دیئے تھے کہ سمجھیں لیکن وہ دل ودماغ سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔﴿6﴾جانور تو اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہے لیکن یہ انسان مجبور نہیں اس اعتبار سے یہ جانوروں سے گئے گزرے ہیں۔﴿7﴾بَلْ هُمْ اَضَلُّ ''بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں'' کیونکہ جانور وہی کام کرتے ہیں جن کے لیے انہیں پیدا کیا گیا اور یہ لوگ عقل رکھتے ہیں جن کے ذریعے وہ نفع ونقصان کا ادراک کر سکتے ہیں لیکن عقل سے کام نہیں لیتے اس اعتبار سے یہ جانوروں سے زیادہ بے سمجھ اور گمراہ ہیں۔﴿8﴾جانور تو کم ازکم اپنے نفع ونقصان کے درمیان تمیز کر لیتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے لیکن کافر ومتکبر جن وانسان خیر وشر کے درمیان تمیز کی صلاحیت ہی کھو دیتا ہے۔تو گویا اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کے لئے ہی پیدا کیا ہے،وہ جہنم کی راہ پر آگے بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے اور جہنمی بن جاتا ہے۔یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہے کہ کون حق کی دعوت کو قبول کرے گا اور کون انکار کر دے گا کسے خیر کی توفیق ہوگی اور کسے نہیں کون جنت کی راہ پر لگے گا اور کون جہنم کی راہ پر۔(تیسیر الرحمٰن:508/1)﴿9﴾اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ وہ سب سے زیادہ نفع مند چیز سے غافل ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اطاعت اوراس کے ذکر سے غافل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کیے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادانہیں کیے۔اس لیے وہ اسی قابل ہیں کہ انہیں جانوروں میں شمار کیا جائے۔بلکہ یہ ان سے بھی بدتر ہیں کیونکہ جانور اپنے مقصد زندگی کو پورا کرتے ہیں اور یہ لوگ اپنے آپ کو آگ میں لے جانے کے قابل بناتے ہیں۔یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔

سوال6: جانوروں کی طرح ناسمجھی کا مظاہرہ کون کرتا ہے؟

جواب: جو دلائل کو نہ سمجھ سکے، جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود پہچاننے سے عاجز ہو، جو اللہتعالیٰ کی آیات کو سن کر بھی سننے سے محروم رہے اور جو غافل رہیں۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(180)

اور سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، عنقریب انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔(180)

سوال1: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ’’اور سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سو اسے ان کے ساتھ پکارو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ’’اور سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں‘‘﴿1﴾ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام حسنیٰ یعنی اچھے ہیں﴿2﴾ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام ایک عظیم صفت کمال پر دلالت کرتا ہے۔اسی لیے ان اسماء کو اسمائے حسنیٰ کہا گیا ہے۔ اگر یہ اسماء صفات پر دلالت نہ کرتے بلکہ محض علم ہوتے تو یہ اسماء ’’حسنیٰ‘‘ نہ ہوتے اس طرح اگر یہ اسماء کسی ایسی صفت پر دلالت کرتے جو صفت کمال نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس صفت نقص یا صفت منقسم ہوتی یعنی بیک وقت مدح وقدح پر دلالت کرتے تب بھی اسماء ’’حسنیٰ‘‘ نہ کہلا سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم پوری صفت پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ اسم مشتق ہے اور وہ اس صفت کے تمام معانی کو شامل ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک (العلیم) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ایسے علم کا مالک ہے جو عام ہے اور تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے، پس زمین وآسمان میں ایک ذرہ بھی اس کے دائرہ علم سے باہر نہیں۔اس کا اسم مبارک (الرحیم) دلالت کرتا ہے کہ وہ عظیم اور بے پایاں رحمت کا مالک ہے جو ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔(القدیر) دلالت کرتا ہے کہ وہ قدرت عامہ کا مالک ہے کوئی چیز بھی اس کی قدرت کو عاجز اور لاچار نہیں کر سکتی۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء کا کامل طور پر (حسنیٰ) ہونا یہ ہے کہ اس کو ان اسماء حسنیٰ کے سوا کسی اور اسم سے نہ پکارا جائے۔(تفسیر سعدی:953/1)﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اسی کے ہیں اور آپ اپنی نماز میں آواز نہ بلند کریں اور نہ ہی اسے آہستہ رکھیں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کریں۔(بنی اسرائیل:110) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے لیے بہترین نام ہیں۔(طٰہٰ:8)﴿4﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وہی اللہ تعالیٰ ہے، خالق بنانے والا، وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا ہے، سارے اچھے نام اسی کے ہیں، ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(الحشر:24)﴿5﴾ صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد کر لیتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘(بخاری:2736)﴿6﴾ فَادْعُوْهُ بِهَا ’’سو اسے ان کے ساتھ پکارو‘‘ اس دعا میں دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں شامل ہیں۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسم مبارک سے پکار کر دعا مانگنی چاہیئے۔مثلاً دعا مانگنے والا یوں کہے اے اللہ تعالیٰ! تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معاف کرنے والا ہے، معافی تجھے پسند ہے مجھے معاف فرما دیجئے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو رحم کرنے والا ہے۔ رحیم ہے مجھ پر رحم فرما دے۔ مجھے ہدایت دیجئے مجھے حق پر استقامت عطا فرما دیجئے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص کو جب بھی کوئی غم وحزن لاحق ہو اور وہ یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ اِبْنُ عَبْدِکَ اِبْنُ أَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُکَ اَسْاَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَآءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّیْ ''یا الٰہی! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے غلام کا بیٹا اور تیری باندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے قابو میں ہے، میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے، تیرا فیصلہ میرے بارے میں انصاف کے ساتھ ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے اس نام کے ساتھ کہ تو نے اپنے لیے پسند کیا یا اپنی کتاب میں تو نے اتارا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا اپنے علم غیب میں سے تو نے اس کو اختیار کر رکھا ہے، اس بات کا کہ تو قرآن مجید کو میرے دل کی فرحت اور خوشی، میرے سینے کا نور، میرے رنج وغم کا مداوا اور میری پریشانیوں کو دور کرنے والا بنا دے۔'' تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مصیبت، پریشانی اور غم وفکر کو دور فرما کر اسے خوشی اور مسرت سے بدل دے گا۔ عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اس دعا کو سیکھ نہ لیں؟ فرمایا: ''جو بھی مسلمان اس دعا کو سنے اسے چاہیے کہ اسے ضرور سیکھ لے۔ (مستدرک حاکم:1877)

سوال 2: وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ ''اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ ''اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں'' ﴿1﴾ اسمائے حسنیٰ میں الحاد یہ ہے کہ اصل راستے سے ادھر ادھر ہٹ جانا مثلاً کافروں نے لفظ اللہ سے اپنے ایک بت کا نام لات اور عزیز سے عزیٰ نکال لیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں دوسروں کو شریک کر لینا الحاد ہے۔ (مختصر ابن کثیر:644/1) ﴿3﴾ الحاد کی حقیقت یہ ہے کہ ان اسماء کو ان معانی سے ہٹا کر جن کے لیے ان کو وضع کیا گیا ہے، دوسری طرف موڑنا اور اس کی مختلف صورتیں ہیں (الف) ان ناموں سے ایسی ہستیوں کو موسوم کرنا جو ان ناموں کی مستحق نہیں، مثلاً مشرکین کا اپنے معبودوں کو ان ناموں سے موسوم کرنا۔ (ب) ان اسماء کے اصل معانی و مراد کی نفی اور ان میں تحریف کر کے، ان کے کوئی اور معانی گھڑ لینا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد نہیں۔ (ج) ان اسماء سے دوسروں کو تشبیہ دینا۔ پس واجب ہے کہ اسمائے حسنیٰ میں الحاد کرنے والوں سے دور رہا جائے۔ صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد کر لیتا ہے وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' (تفسیر سعدی 954/1) (بخاری:2736) ﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ تعالیٰ کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں۔ ﴿5﴾ لحاد اور اس کے معانی: مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((وَ لاَ یُلْحِدُوْنَ فِی اَسْمَاءِ اللهِ وَ آیَا تِهِ)) ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی آیات میں کج روی نہیں کرتے'' ا۔ شرح: [وَ لاَ یُلْحِدُوْنَ] عربی زبان میں الحاد، میلان سے عبارت ہے، قبر میں لحد کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ بھی یہ ہے کہ وہ اس کے درمیان میں نہیں بلکہ ایک طرف میں ہوتی ہے۔ درمیان میں کھودے گئے حصے کو شق کہا جاتا ہے۔ اور لحد شق سے افضل ہوتی ہے۔ اہل سنت نہ تو اسماء باری تعالیٰ میں کج روی اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی آیات باری تعالیٰ میں، مؤلف ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ الحاد اسماء میں بھی ہوتا ہے اور آیات میں بھی۔ قرآن اس کی تائید یوں کرتا ہے: وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا ۪ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں، تو تم اسے ان کے ساتھ پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، وہ عنقریب اپنے اعمال کی سزا پائیں گے۔ (الاعراف:180) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا بے شک جولوگ ہماری آیات میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔(فصلت:40)اسماء میں الحاد کا معنیٰ ہے: واجب چیز میں کج روی اختیار کرنا اور اس کی چند قسمیں ہیں: **قسم اوّل:**.....اللہ تعالیٰ کو وہ نام دیا جائے جس کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو موسوم نہیں کیا، جیسا کہ فلاسفہ نے اسے علۃ فاعلہ اور نصاریٰ نے اسے باپ اور عیسیٰ کو ابن (بیٹا) کا نام دیا۔ یہ اسماء اللہ تعالیٰ میں الحاد ہے، اسی طرح ہر وہ شخص ملحد ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو اس نام کے ساتھ موسوم کرے جس کے ساتھ اس نے اپنی ذات کو موسوم نہ کیا ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں، لہٰذا ہم اس کے لیے وہی نام ثابت کر سکتے ہیں جو نص سے ثابت ہوں اگر کسی نے اس سے ہٹ کر اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نام دیا تو اس نے کج روی اختیار کی اور واجب سے انحراف کیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی طرف سے کسی نام کے ساتھ موسوم کرنا اس کی بے ادبی کرنا اور اس کے حق میں ظلم وعدوان روا رکھنا ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص آپ کو آپ کے نام سے ہٹ کر کسی اور نام سے پکارے گا تو اس کا یہ عمل ظلم وزیادتی کے زمرے میں آئے گا۔ یہ تو مخلوق کے بارے میں ہے۔ خالق کے بارے میں کیا کچھ ہونا چاہیے؟ یہ فیصلہ آپ کر لیں۔ **قسم دوم:**.....اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا انکار کرنا، پہلے شیخ نے اللہ تعالیٰ کو اس نام کے ساتھ موسوم کیا جس کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو موسوم نہیں کیا۔ جب کہ اس نے اس کے اس نام سے انکار کر دیا، جس کے ساتھ اس نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت شدہ تمام ناموں کا انکار کرے یا ان میں سے کسی ایک نام کا۔ وہ اسماء رب تعالیٰ میں کج روی اختیار کرنے کا مرتکب ہوگا۔ اور اس میں الحاد کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے تو اس کا اثبات کرنا ہمارے لیے بھی واجب ہے، لہٰذا اگر ہم ان کا انکار کریں گے تو یہ الحاد قرار پائے گا اور اس چیز سے انحراف کے زمرے میں آئے گا جسے تسلیم کرنا ہم پر واجب تھا۔ اسلام کی طرف منسوب کچھ لوگ واقعی اسماء باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً غالی قسم کے جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا سرے سے کوئی نام ہی نہیں، اسی لیے کہ اگر آپ اس کے لیے کوئی نام ثابت کریں گے تو اسے موجودات کے ساتھ تشبیہ دیں گے، مگر ان کا یہ کہنا باطل ومردود ہے۔ **قسم سوم:**.....ان صفات کا انکار کرنا جن پر اسماء دلالت کرتے ہوں: ایسا شخص اسم کو تو ثابت کرتا ہے مگر اس صفت سے انکار کرتا ہے جس کو یہ اسم متضمن ہے۔ مثلاً وہ یہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ سمیع ہے بغیر سمع کے، علیم ہے بغیر علم کے، خالق ہے بغیر خلق کے اور قادر ہے بغیر قدرت کے۔ اگرچہ یہ معتزلہ کا معروف عقیدہ ہے مگر ہے غیر معقول۔ پھر یہ لوگ اسماء کو محض الگ الگ اعلام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ السمیع اور العلیم دو مختلف نام ہیں، مگر ان کا کوئی مفہوم ومعانی نہیں ہے۔ السمیع سمع پر دلالت نہیں کرتا اور العلیم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ یہ صرف اعلام ہیں۔ ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ یہ اسماء ایک ہی چیز ہیں، علیم ہو، بصیر ہو یا سمیع سب ایک ہی ہیں، ان میں اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ صرف حروف کی ترکیب کا ہے اور بس۔ وہ تمام اسماء کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہیں۔ مگر یہ سب اقوال غیر معقول ہیں۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اسماء باری تعالیٰ پر اس وقت تک ایمان لانا ممکن نہیں ہے جب تک ان صفات کا اثبات نہ کیا جائے جن پر وہ متضمن ہیں۔ (عقیدہ واسطیہ شرح: شیخ عثیمین۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا نقطہ نظر)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کجی کون اختیار کرتا رہا ہے؟

جواب: مشرکین عرب نے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں تبدیلی کر دی تھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرح بتوں کے نام رکھ لیے تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کو اللّٰت کر کے بت کا نام رکھ دیا تھا اور العزیز کو العزیٰ بنا کر دوسرے بت کا نام رکھ دیا تھا۔

سوال 4: سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''عنقریب انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کے جرم میں انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ(181)

اور جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق کے ساتھ راہ نمائی کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔(181)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ ''اورجنہیں ہم نے پیدا کیا ہے ان میں سیاہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق کے ساتھ راہ نمائی کرتے ہیں '' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: ہم نے جنہیں پیدا کیا ان میں ایسا گروہ بھی ہے جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو حق کا علم رکھتے ہیں عمل کرتے ہیں اس کی تعلیم دیتے ہیں، اس کی دعوت دیتے ہیں۔﴿2﴾ یہاں امت سے امت محمد یہ ﷺ کی ایک جماعت مراد ہے جن کی صفت یہ ہے کہ وہ حق بات بولتے ہیں، دوسروں کو حق کی دعوت دیتے ہیں اور خود اس پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کے درمیان اسی کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔﴿3﴾ یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے صحیحین میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں خبر دی ہے۔سَمِعْتُ مُعَاوِيَةُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُول وَلَنْ يَزَالَ أَمْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ مُسْتَقِيمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ۔'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے'' اور یاد رکھو کہ یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم (دین) پر قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے۔'' (بخاری:7312)﴿4﴾ علمائے سلف نے لکھا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن وسنت پر کسی چیز کو مقدم نہیں کرتے چاہے وہ کسی امام کا قول ہو یا کسی پیر ومرشد کی رائے یا خواب یا کوئی ایسا اجتہاد جو دونوں کے موافق نہ ہو۔یا عبادت وتسبیحات اور ذکر الٰہی کے وہ تمام طریقے جن کے جواز پر قرآن وسنت سے صریح دلیل نہیں ملتی۔و باللہ التوفیق۔(تیسیر الرحمٰن:510,509/1)

سوال2:قرآن حکیم جسے امت کہتا ہے اس کے کیا کام ہیں؟

جواب:وہ امت ایک عقیدے پر منظّم اور مربوط ہوتی ہے، حق پر جمی ہوئی ہوتی ہے، سچائی کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے اور یہ لوگوں پر اس عقیدے کی گواہی دیتی ہے۔

سوال3:کیا حق کی دعوت پر ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کی دعوت کے ساتھ اہل حق کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کی زندگیوں میں حق کو قائم کریں۔﴿2﴾ حق صرف علمی چیز نہیں ہے کہ پڑھا پڑھایا جائے یا صرف نصیحت کی جائے بلکہ اس لئے آیا ہے کہ اس کے ذریعے عدل قائم کیا جائے۔

سوال4:وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ''اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں'' (الف) جب وہ لوگوں کے مال، خون، حقوق اور ان کے مقالات وغیرہ کے بارے میں فیصلے کرتے ہیں تو حق کی بنیاد پر انصاف کرتے ہیں۔(ب) یہ لوگ ائمہ ہدی اور تاریکیوں میں روشن قنادیل ہیں۔(ج) یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان، عمل صالح، حق کی وصیت اور صبر کی وصیت جیسی نعمتوں سے نوازا ہے۔(د) وہ صدیق ہیں جن کا مرتبہ رسالت کے بعد ہے اور خود ان کے مراتب میں ان کے احوال اور قدر ومنزلت کے مطابق تفاوت ہے۔(ہ) پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتی ہے، مختص کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کی تکذیب کی، جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اور ہدایت کی صحت پر دلالت کرتی ہیں، پس انہوں نے ٹھکرا دیا اور ان کو قبول نہ کیا۔(تفسیر سعدی:955/1)

رکوع نمبر13

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ(182)

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانتے۔(182)

سوال1:وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا'' اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ''اورجن لوگوں نے ہماری آیات کوجھٹلایا''اللہ رب العزت نے خبر دی ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیات کوجھٹلایا یعنی قرآن کریم کی آیات کو جو اس نے اپنے رسول محمد ﷺ پر اتاریں،وہ ان پر ایمان نہیں لائے انہوں نے شرک اور گمراہی پر اصرار کیا اور توحید اور ہدایت سے منہ موڑا۔(ایسر التفاسیر:499,498)

سوال2:سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ''ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سَنَسْتَدْرِجُهُمْ یعنی جہاں سے ان کو ڈر نہ ہوگا ادھر سے ہم آئیں گے جیسے اس آیت میں ہے(فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا)یعنی اللہ کا عذاب ادھر سے آپہنچا جدھر سے گمان نہ تھا۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾استدراج کا بیان ہے۔ایسے لوگوں کو روزگار کی سہولتیں نصیب ہوں گی،ان کے لیے روزی کے دروازے کھلے ہوں گے اور دنیاوی زندگی آرام وچین سے بسر ہورہی ہوگی،جس سے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوجائیں گے اور اپنی راہ کو صحیح سمجھنے لگیں گے۔دوسری جگہ فرمایا:فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سو جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے۔چنانچہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔(الانعام:44,45)(مختصر ابن کثیر:645/1)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ہم انہیں ایک چیز کے بعد ایک سے پکڑیں گے درجہ بدرجہ یہاں تک کہ ان پر عذاب ثابت ہوجائے گا،پھر وہ ان پر نازل ہوگا تو وہ ہلاک ہوجائیں گے۔(ایسر التفاسیر:498,499)

سوال3:اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے کس حقیقت کو نہیں سمجھ پارہے؟

جواب:جھٹلانے والے یہ حقیقت نہیں سمجھ پارہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے اور یہ مقررہ وقت تک ہے۔انہیں یقین نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سکیم میں پکڑے جائیں گے اور آخری انجام متقیوں کا ہوگا۔

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ(183)

اور میں انہیں مہلت دوں گا،بلاشبہ میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔(183)

سوال1:وَاُمْلِيْ لَهُمْ ''اور میں انہیں مہلت دوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مہلت دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی پکڑ نہیں ہوگی اور انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔پھر وہ اپنی سرکشیوں اور نافرمانیوں میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔اسی اعتبار اسے ان کی سزا بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ان کے لیے عذاب کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔

سوال2:اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ''بلاشبہ میری تدبیر بہت مضبوط ہے''اللہ تعالیٰ کی مضبوط چال کا کوئی توڑ نہیں وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی چال مضبوط ہے۔وہ سرکشی اور نافرمانی کے لئے طویل مدت تک مہلت دیتا ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ کی متین تدبیر سے غافل رہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی سکیم میں بری طرح پکڑے جاتے ہیں،اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی چال کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس چال کا کوئی توڑ نہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ(184)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو بس صاف صاف ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں۔(184)

سوال1: اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا ۟ مَا بِصَاحِبِہِمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ ’’کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا ۟ مَا بِصَاحِبِہِمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ ’’کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے‘‘ کیا بھلا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرز زندگی میں غور نہیں کیا؟ کیا انہوں نے کبھی محمد ﷺ کے حکیمانہ معاملات کی طرف توجہ نہیں کی؟ ﴿2﴾ مَا بِصَاحِبِہِمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ ان کے ساتھی اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ جِنَّۃٍ سے مراد جنون ہے اور کفار قریش ان کے بارے میں یہ بات کہتے تھے۔ ﴿3﴾ مِّنۡ جِنَّۃٍ یعنی جنون، دیوانگی۔ (بخاری، کتاب التفسیر) ﴿4﴾ کیا انہوں نے غور وفکر نہیں کی اپنے ساتھی کے حالات جنہیں وہ اچھے طریقے سے جانتے ہیں، کہ چھپا ہوا نہیں ہے، کیا وہ مجنون، دیوانہ، پاگل ہے؟ اس کی کمال درجے کی صفات کو دیکھیں، اس کے کریمانہ اخلاق اور اس کی عظیم دعوت میں غور وفکر کریں جو ایسی صفات پائیں گے جو تمام جہانوں پر فضیلت رکھتی ہیں۔ وہ نیکی کے سوا کسی چیز کی دعوت نہیں دیتا، وہ برائی کے سوا کسی چیز سے نہیں روکتا، وہ جو سارے جہان والوں کے لیے رحمت ہے، وہ جو تمہارے مشقت میں پڑنے پر تکلیف محسوس کرتا ہے، وہ غریبوں اور مسکینوں کو کما کر دینے والا، محروموں کی مدد کرنے والا، وہ سب کا خیر خواہ بہت بڑا راہ نما ہے، وہ بہت بڑا راہ نما ہے یا اسے جنون لاحق ہے؟ خود ہی فیصلہ کرو!

سوال2: قریش نے رسول اللہ کو ﷺ کو مجنون کیوں کہا؟

جواب: قریش کے پاس رسول اللہ ﷺ کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا کہ وہ آپ پر الزام لگاتے۔ یوں تو اور بھی بہت سے الزامات لگائے گئے لیکن جنون کا الزام مؤثر ثابت ہوا۔

سوال3: قرآن حکیم نے اس الزام کا کیا جواب دیا؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن حکیم نے یہ دلیل دی کہ وہ ایسا کلام پیش کر رہا ہے جو عربوں کے عام اسلوب سے بالکل مختلف ہے۔ ﴿2﴾ قرآن حکیم نے غور وفکر کی دعوت دی کہ آپ کے حالات اور مجنونوں کے حالات میں فرق ہوتا ہے۔ جسے صادق اور امین کہتے رہے ہو وہی تو ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ ﴿3﴾ وہ تو حق اور صداقت کی دعوت دیتے ہیں، لوگوں کو غفلت سے بے دار کر رہے ہیں۔ رب العزت کے فرمایا: وَمَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ اور تمہارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے۔ (التکویر:22)

سوال4: کیا قریش کو یقین تھا کہ آپ ﷺ مجنون ہیں؟

جواب: قریش جانتے تھے کہ یہ جھوٹ ہے اور جو دعوت آپ ﷺ لے کر آئے ہیں سچی ہے وہ اس کلام کو سننے کے لئے چھپی کوشش کرتے تھے۔ سیرت ابن ہشام میں اخنس بن شریق، ابوسفیان اور ابوجہل کا مشہور واقعہ ملتا ہے۔ اخنس، ابوجہل اور ابوسفیان تینوں اپنی اپنی جگہ چل پڑے تاکہ نبی ﷺ کا کلام سنیں جب کہ آپ رات کے وقت گھر میں نماز کے دوران تلاوت فرماتے تھے۔ ہر شخص ایک جگہ بیٹھ گیا اور قرآن کی تلاوت سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ ان میں سے کسی کو بھی دوسرے کے بارے میں خبر نہ تھی۔ وہ رات کے وقت کلام الٰہی سنتے رہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی۔ جب واپس ہونے لگے تو یہ سب ایک دوسرے سے راستے میں مل گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا اور ایک دوسرے سے کہا کہ اگر کسی شخص نے دیکھ لیا تو وہ بھی ان سے متاثر ہو جائے گا، پھر وہ واپس چلے گئے۔ جب دوسری رات ہوئی تو پھر تینوں نہ رہ سکے اور پھر اپنے اپنے خفیہ مقامات پر بیٹھ گئے رات کو قرآن کریم سنتے رہے جب صبح ہونے لگی تو اتفاقاً پھر راستے میں تینوں کی ملاقات ہوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور پھرانہوں نے پہلے کی طرح ایک دوسرے کوملامت کی جب تیسری رات ہوئی تو پھر یہ تینوں قرآن کریم سننے کے لیے پہنچ گئے۔رات گئے تک قرآن سنتے رہے جب صبح کولوٹنے لگے تو پھر راستے میں ایک دوسرے کودیکھ لیا۔اب کہ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم حلف نہ اٹھالیں گے ہم رک نہ سکیں گے اس کے بعدانہوں نے حلف پر معاہدہ کیااورگھروں کو چلے گئے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ہر دور میں مجنون کیوں کہا جاتا رہا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مصلحت پسندنہیں تھے۔ماحول سے بے پرواہ ہوکر کام کرتے رہے مشن کی خاطر جان اور مال لگادیا۔یہ کام بے مقصد انسانوں کے لئے جنون کادرجہ رکھتے ہیں حالانکہ یہ سب سے بڑھ کر بامقصد کام ہیں۔

سوال6:اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ’’وہ تو بس صاف صاف ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:محمد ﷺ تو صاف صاف اس چیز کی طرف بلاتے ہیں جو سب کے لیے نفع مند ہے،جوانہیں برے عذاب سے بچاسکتی ہے۔جس سے انہیں ایسا ثواب ملے کہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہوکر ابدی کامیابی پالیں۔

اَوَ لَمۡ يَنۡظُرُوۡا فِىۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ۙ وَّاَنۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ‌ ۚ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ (185)

اور کیاانہوں نے کبھی نظرنہیں ڈالی آسمانوں اورزمین کی سلطنت میں اور ہراس چیز پر جواللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے؟اوراس بات پر کہ شایدان کا مقررہ وقت واقعتاً قریب آچکا ہو پھراس (قرآن) کے بعدوہ کس بات پرایمان لائیں گے؟(185)

سوال1:اَوَ لَمۡ يَنۡظُرُوۡا فِىۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ’’اور کیاانہوں نے کبھی نظرنہیں ڈالی آسمانوں اورزمین کی سلطنت میں اور ہراس چیز پر جواللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اَوَ لَمۡ يَنۡظُرُوۡا کیاانہوں نے غوروفکرنہیں کیا۔رب العزت نے زمین وآسمان کی بادشاہت پرغوروفکرکرنے کی دعوت دی ہے۔﴿2﴾فِىۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ ملکوت کے لفظ میں ملک سے زیادہ عظمت ہے۔(ایسرالتفاسیر:498)﴿3﴾اگروہ زمین وآسمان کے نظام پراللہ تعالیٰ کی بادشاہت پرغوروفکرکریں گےتو وحدانیت اورکمال پردلیل پائیں گے۔﴿4﴾وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ اور جوکچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان تمام چیزوں پران جھٹلانے والوں نے غوروفکرنہیں کیا؟﴿5﴾اسی طرح وہ ان تمام چیزوں میں غوروفکرکریں،کیونکہ کائنات کے تمام اجزااللہ تعالیٰ کی ذات اس کی قدرت اس کی حکمت اوراس کی بےکراں رحمت،اس کے احسان،اس کی مشیت نافذہ اوراس کی ان عظیم صفات پرسب سے بڑی دلیل ہیں،جواس حقیقت پردلالت کرتی ہیں کہ وہ اکیلاخلق وتدبیر کامالک ہے وہ اکیلامعبودوہ اکیلاپاکیزگی کامستحق اورواحدمحبوب ہے۔(تفسیرسعدی:955.956/1)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی بادشاہت،تخلیق،اورموت کی یاددھانی سے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کفراورسرکشی کے رویے پرنظرثانی کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھوکون سی چیز ہے جورسول ﷺ کی رسالت کا،کتاب کا،زندگی کے ہر پروگرام کااقرارنہیں کرنے دیتی؟جس نے رسول ﷺ پرکتاب بھیجی ہے وہ کائنات کابادشاہ ہے۔تواس کارسول بادشاہ کافرستادہ ہے۔جس نے رسول ﷺ کو بنایاوہ جہانوں کوتخلیق کرنے والااورجس نے رسول ﷺ کومعبوث کیاوہ تمہیں موت سے ہمکنارکرنے والا ہے۔اب بتاؤاس کے بعدکس چیز پرایمان لاؤ گے؟وہ تمہیں آخرت کی خبردیتا ہے اورتم اسے مجنوں کہتے ہو؟حق کی قدر جانتے ہوتےتوایسانہ کہتے۔

سوال3:وَّاَنۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ‌ ۚ’’اوراس بات پر کہ شایدان کا مقررہ وقت واقعتاً قریب آچکا ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ وہ اپنے حالات میں غوروفکر کریں اس سے پہلے کہ زندگی کی شمع گل ہوجائے کہیں ایسا نہ ہو کہ شرک اور کفر پر ہی موت آجائے۔ ﴿2﴾ کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت اور اعراض میں ہی دنیا کو خیر باد کہہ دیں اور اپنی غلطیوں کا تدارک کرنے کا موقع نہ ملے۔

سوال4: فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ''پھر اس (قرآن) کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ محمد ﷺ کے ڈراوے کے بعد اور کون سی تنبیہ ان کے پاس آئے گی؟ اگر اس کتاب پر جو محمد ﷺ اپنے رب کی طرف سے لے کر آئے اس کی تصدیق نہیں کریں گے تو وہ کون سی کتاب آئے گی جس کی وہ تصدیق کریں گے؟ (جامع البیان:146/9)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی دھمکیوں اور ڈراوؤں کے بعد یہ کس ڈراوے پر ایمان لائیں گے؟﴿3﴾ کیا وہ دجال پر اور باطل پر ایمان لائیں گے؟

مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ ؕ وَ یَذَرُہُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ(186)

جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔(186)

سوال1: مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں'' جس کو اللہ گمراہ کردے پھر اسے کوئی ہدایت کیوں نہیں دے سکتا؟

جواب: جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے وہ ہدایت کے معاملے میں اندھا ہوجاتا ہے اس لیے کوئی اس کی راہ نمائی نہیں کرسکتا۔

سوال2: لوگ گمراہ کیوں ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ لوگ اس لئے گمراہ ہوتے ہیں کہ وہ ہدایت کی فکر نہیں کرتے، واقعات پر غوروفکر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی آیات سے غفلت برتتے ہیں، ایسے بے فکرے اور غافل لوگوں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردیتا ہے۔

سوال3: وَ یَذَرُہُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ''اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ یَذَرُہُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِہِمۡ یعنی انہیں ان کے کفر اور ظلم میں چھوڑ دیتا ہے۔﴿2﴾ یَعۡمَہُوۡنَ وہ اپنی سرکشی میں حیران وسرگرداں پھرتے ہیں۔ نہ وہ نکلنے کا راستہ پاتے ہیں اور نہ نجات کا راستہ پاسکتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:498)

سوال4: اللہ تعالیٰ نے سرکشی میں چھوڑ کر کسی پر ظلم نہیں کیا وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سرکشی میں چھوڑ کر کسی پر ظلم نہیں کیا کیونکہ لوگوں نے خود سرکشی کے لئے آنکھیں بند کرلی تھیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ظلم اس لیے نہیں کیا کہ لوگوں نے اپنے دلوں کو خود معطل کردیا تھا۔﴿3﴾ لوگوں نے خود کو اندھا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اندھیرے میں چھوڑ دیا۔ ﴿4﴾ لوگوں نے سرکشی کی اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دے دی اور انہیں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیا، اس لحاظ سے یہ کوئی ظلم نہ تھا۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرۡسٰہَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُہَا عِنۡدَ رَبِّیۡ ۚ لَا یُجَلِّیۡہَا لِوَقۡتِہَاۤ اِلَّا ہُوَ ؕ ثَقُلَتۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ لَا تَاۡتِیۡکُمۡ اِلَّا بَغۡتَۃً ؕ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنۡہَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُہَا عِنۡدَ اللّٰہِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ(187)

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: ''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(187)

سوال1: یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرۡسٰہَا ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ یَسْئَلُوْنَکَ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور قرآن حکیم کو جھٹلانے والے آپ سے سوال کرتے ہیں۔ان کا سوال علم کی غرض سے نہیں ہے۔اس قسم کے سوالات غیر سنجیدہ افراد کرتے ہیں۔﴿2﴾عَنِ السَّاعَةِ قیامت کے بارے میں۔السَّاعَةِ سے مراد وہ وقت ہے جب دنیا کی زندگی مکمل طور پر فناء ہو جائے گی۔﴿3﴾ اَیَّانَ مُرْسٰهَا اس کے قیام کا وقت کب ہوگا؟(ایسر التفاسیر:500)﴿4﴾ سوال کرنے والے قریش تھے۔﴿5﴾ان کا یہ سوال سورۃ یٰس میں یوں ملتا ہے:وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟(یٰس:48)﴿6﴾ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ اسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے،اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔سن لو!یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔(الشوریٰ:18)

سوال2:قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ ''آپ کہہ دیں:''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''آپ کہہ دیں:''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے''یعنی قیامت ایک غیب ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ایک مرتبہ جبرائیل امین علیہ السلام انسانی صورت میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوال کئے جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا:جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ جاننے والے نہیں ہے جس نے سوال کیا۔(بخاری،مسلم)

سوال3:قیامت کو ماننے کا انحصار کس چیز پر ہے؟

جواب:قیامت کو ماننے کا انحصار قیامت کے حق میں دلائل پر ہے نہ کہ قیامت کی مقررہ تاریخ پر۔

سوال4:قیامت کا تذکرہ کس انداز میں ہونا چاہیے؟

جواب۔قیامت کا تذکرہ تنبیہ کی صورت میں ہونا چاہیے جیسا کہ قرآن حکیم نے اسلوب اختیار کیا ہے۔

سوال5:رسول اللہ ﷺ سے یہ کیوں کہا گیا''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے''؟

جواب:رسول اللہ ﷺ ایک انسان تھے۔آپ غیب کے علم کا دعویٰ نہیں رکھتے تھے۔آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں کو بتا دیں کہ یہ غیبی علوم میں سے ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔

سوال6:لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ''اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا،وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے،تم پر وہ اچانک ہی آئے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ''اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا''وہ وقت جو قیامت کے لیے مقرر ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی ظاہر کرے گا۔(ایسر التفاسیر:500)رب العزت نے فرمایا:فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰی لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کر رہے ہیں،بے شک اس کی علامات تو آ چکیں،پھر جب وہ ان کے پاس آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟(محمد:18)﴿2﴾ کتاب وسنت میں قیامت قائم ہونے کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہ قائم ہوگی جب تک دو عظیم جماعتیں جنگ نہ کریں گی۔ان دونوں جماعتوں کے درمیان بڑی خونریزی ہوگی۔حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا اور یہاں تک کہ بہت سے جھوٹے دجال بھیجے جائیں گے تقریباً تیس دجال۔ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور یہاں تک کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور زلزلوں کی کثرت ہوگی اور زمانہ قریب ہو جائے گا اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور ہرج بڑھ جائے گا اور ہرج سے مراد قتل ہے اور یہاں تک کہ تمہارے پاس مال کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کثرت ہوجائے گی بلکہ بہہ پڑے گا اور یہاں تک کہ صاحب مال کو اس کا فکر دامن گیر ہوگا کہ اس کا صدقہ قبول کون کرے اور یہاں تک کہ وہ پیش کرے گا لیکن جس کے سامنے وہ پیش کرے گا وہ کہے گا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور یہاں تک کہ لوگ بڑی بڑی عمارتوں میں آپس میں فخر کریں گے ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر عمارات بنائیں گے اور یہاں تک ایک شخص دوسرے کی قبر سے گزرے گا اور کہے گا کہ کاش میں بھی اسی جگہ ہوتا اور یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے گا پس جب وہ اس طرح طلوع ہوگا اور لوگ دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا جب کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ پہنچائے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان کے ساتھ اچھے کام نہ کئے ہوں اور قیامت اچانک اس طرح قائم ہوجائے گی کہ دو آدمیوں نے اپنے درمیان کپڑا پھیلا رکھا ہوگا اور اسے ابھی بیچ نہ پائے ہوں گے نہ لپیٹ پائے ہوں گے اور قیامت اس طرح برپا ہوجائے گی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر واپس ہوا ہوگا کہ اسے کھا بھی نہ پایا ہوگا اور قیامت اس طرح قائم ہوجائے گی کہ وہ اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا اور اس میں سے پانی بھی نہ پیا ہوگا اور قیامت اس طرح قائم ہوجائے گی کہ اس نے اپنا لقمہ منہ کی طرف اٹھایا ہوگا اور ابھی اسے کھایا بھی نہ ہوگا۔(صحیح بخاری:7121)﴿3﴾ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے'' آسمان اور زمین کے رہنے والوں کے لیے یہ گھڑی بہت شدید ہے۔﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔(التکویر:1)﴿5﴾ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ جب آسمان پھٹ جائے گا۔اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔(الانفطار:1۔4)﴿6﴾ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ جب آسمان پھٹ جائے گا۔(الانشقاق:1)﴿7﴾ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ''تم پر وہ اچانک ہی آئے گی'' یہ گھڑی اچانک آجائے گی کوئی اس کے لیے تیار نہیں ہوگا۔

سوال7: قیامت کا وقت کیسا ہوگا؟

جواب:﴿1﴾ قیامت ایک عظیم واقعہ ہوگا۔﴿2﴾ بڑا سخت وقت ہوگا، زمین پر بھی اور آسمانوں میں بھی۔﴿3﴾ جب اچانک آئے گی تو کوئی احتیاط کام نہ دے گی۔﴿4﴾ قیامت آئے گی تو وہی قوت کام آئے گی جس کے لئے اب تیاری کرو گے۔اس لئے ایک منٹ ضائع کئے بغیر تیاری کرلو۔

سوال8: يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ''وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ''وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں'' وہ قیامت کے بارے میں آپ سے ایسے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس بارے میں پورا علم رکھتے ہیں۔اور وہ آپ کے سچے اور گہرے دوست ہیں۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہو گا؟(النازعات:42)﴿3﴾ قیامت کی گھڑی کو نہ کوئی فرشتہ جانتا ہے نہ رسول۔﴿4﴾ قیامت کے علم کو اللہ تعالیٰ نے کمال حکمت اور وسیع علم کی بناء پر چھپا رکھا ہے۔

سوال9: قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ''آپ کہہ دیں: بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا آپ انہیں بتادیں اس کا علم تو خاص طور پر صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا ؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(لقمان:34)﴿3﴾ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَالنَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''لوگ ایسے امور کے بارے میں علم حاصل نہیں کرتے جس کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔اور ایسے امور کے بارے میں سوال کرتے ہیں جن کے بارے میں علم کا کوئی راستہ نہیں ہوتا اور ان سے کل حشر کے روز یہ سوال بھی نہیں ہوگا کہ آپ نے قیامت کا علم کیوں نہیں حاصل کیا؟﴿4﴾ قیامت کا علم تو نبی ﷺ کو بھی نہیں تھا جنہوں نے فرمایا:انا والساعة كهاتين میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی اور درمیانی انگلی کو جوڑ کر فرمایا۔(بخاری:6504)﴿5﴾ آپ ﷺ سے ایک صحابی نے سوال کیا:متى الساعة؟ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے جواباً یہ سوال کیا:ما اعددت لها؟ تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس نے جواب دیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔(بخاری:553/10)﴿6﴾ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور لوگ نہیں جانتے۔

سوال10: قیامت اور آخرت کا عقیدہ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ قیامت اور آخرت کا عقیدہ انسان کے تصور میں وسعت پیدا کر دیتا ہے۔انسان کے نفس میں کشادگی آجاتی ہے،اس کی خواہشات کنٹرول ہو جاتی ہیں۔﴿2﴾ اس عقیدے کی وجہ سے انسان کو دنیا کے نتائج مایوس نہیں کرتے،وہ قربانیاں دیتے ہوئے دریغ نہیں کرتا۔عقیدہ آخرت کی وجہ سے انسان نیکی کے کاموں اور دین کی دعوت اور دین کے کاموں میں وقت،مال،صلاحیتیں اور قوتیں لگاتے ہوئے کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(188)

آپ کہہ دیں:''میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں،مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی،نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔''(188)

سوال1:قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ '' آپ کہہ دیں:''میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں،مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رب العزت نے محمد ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ کہہ دو کہ میں تو اپنے لیے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔﴿2﴾ جب میں خود اپنے نفع کے لیے کوئی تدبیر نہیں کر سکتا تو کسی دوسرے کو کیسے نفع پہنچا سکتا ہوں؟﴿3﴾ میں تو محتاج بندہ ہوں،اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے تحت ہوں۔مجھے کوئی بھلائی ملتی ہے تو اسی سے،مجھ سے کوئی شر دور کرتا ہے تو وہی،میرے پاس جو علم ہے وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔

سوال2: آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اعلان کر دیں'' میں اپنے لئے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں''کس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ آپ ﷺ کا اعلان سچے ایمان کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے،وہی ساری اختیارات رکھتا ہے۔اور غیب کے دروازوں کے راستے محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی بند ہیں۔﴿2﴾ پوری انسانیت کا علم یہاں رک جاتا ہے۔

سوال3: یہ اعلان کس کے لئے مفید ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ اعلان اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے﴿1﴾ جس کا دل ودماغ روشن ہو،وہ حق قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔﴿2﴾ اس کی لذت مومن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہی چکھ سکتا ہے اور اس کے اسرار اہل ایمان پر ہی کھلتے ہیں۔

سوال 4: وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ ''اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ غیب وہ ہے جو ہمارے حواس اور ہماری عقلوں سے غائب ہے۔اس کا ہم اپنے حواس اور عقل سے ادراک نہیں کر سکتے۔(ایسر التفاسیر:500) ﴿2﴾ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ''اور اگر میں غیب جانتا ہوتا'' جیسا کہ تم گمان کرتے ہو تو میں خیر کثیر جمع کر لیتا۔(جامع البیان:152/9) ﴿3﴾ ''اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا'' یعنی میں وہ اسباب مہیا کر لیتا جن کے بارے میں مجھے علم ہوتا کہ وہ مصالح اور منافع پر منتج ہوں گے اور میں ہر تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیز سے بچ جاتا کیونکہ مجھے ان کے وقوع کا بھی پہلے ہی سے علم ہوتا اور مجھے یہ بھی معلوم ہوتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔مگر مجھے غیب کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی تکلیف بھی پہنچتی ہے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی مجھ سے دنیاوی فوائد اور مصالح بھی فوت ہو جاتے ہیں۔اور یہ اس بات کی اولین دلیل ہے کہ میں غیب کا علم نہیں جانتا۔ (تفسیر سعدی:957.958/1) ﴿4﴾ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ: السُّوْٓءُ ہر وہ چیز جو انسان کے بدن اور اس کی روح کو تکلیف پہنچائے۔ (ایسر التفاسیر:500)

سوال 5: اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ''نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی میں تو نذیر اور بشیر ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔نہ میں امور کی تدبیر کرتا ہوں اور نہ غیب جانتا ہوں۔ (ایسر التفاسیر:500) ﴿2﴾ میں نذیر ہوں صرف دنیا و آخرت کی سزاؤں سے ڈراتا ہوں اور ان اعمال کے بارے میں تنبیہ کرتا ہوں جو ان سزاؤں کا سبب بنتے ہیں اور سزاؤں سے بچنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ ﴿3﴾ میں بشیر ہوں جلدی اور دیر سے ملنے والے ثواب کی خوش خبری سناتا ہوں۔ ان اعمال کو واضح کرتا ہوں جو دنیا و آخرت میں فلاح کا باعث بننے والے ہوں۔ ﴿4﴾ میں تو بشیر و نذیر ہوں مگر ہر شخص میری تنبیہات اور خوشخبریوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔اہل ایمان ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ﴿5﴾ جو لوگ نبی ﷺ کو خیر کے حصول، شر کے ازالے اور نقصان سے بچاؤ کے لیے پکارتے ہیں یہ آیت ایسے لوگوں کے لیے راہ نمائی دیتی ہے کہ ایک نبی کا کردار کیا ہوتا ہے۔ ﴿6﴾ رسول ﷺ کے اختیار میں کچھ نہیں۔اللہ تعالیٰ جسے نفع پہنچانا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔

رکوع نمبر 14

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (189)

وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس کی طرف سکون پائے، پھر جب اس نے اس (بیوی) کو ڈھانپ لیا تو اس نے ایک ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ اپنے رب سے دعا کی: ''اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔'' (189)

سوال 1: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ رب العزت نے واضح فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا یعنی مختلف رنگوں نسلوں اور عقلوں میں اختلاف رکھنے والے کثیر انسانوں کو پیدا کیا۔ ﴿2﴾ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک جان سے یعنی آدم علیہ السلام سے ﴿3﴾ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ''اور اسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے اس کا جوڑا بنایا''یعنی آدم علیہ السلام سے سیدہ حوا کو تخلیق کیا جوان کی بیوی تھیں۔﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو۔عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اس کے اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔پھر اگر آپ اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہے گی۔اس لیے عورتوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت قبول کرو۔(بخاری، کتاب الانبیاء، باب1)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو ایک جنس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ایک مرد ایک عورت سے اس نے کثیر انسانوں کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔(الحجرات:13)﴿7﴾ لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا'' تا کہ وہ اس کی طرف سکون پائے''اللہ تعالیٰ نے انسیت اور محبت کے لئے ایک جان سے اس کا جوڑا بنایا۔رب العزت نے فرمایا: وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہے۔(الروم:21)﴿8﴾ مرد اور عورت کے درمیان اللہ تعالیٰ نے ایسی مناسبت رکھ دی ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل کر سکتے ہیں۔شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں چونکہ حوا کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا ہے اس لئے دونوں کے درمیان ایسی مناسبت اور موافقت موجود ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں اور شہوت کے تعلق سے ایک دوسرے کی اطاعت کریں۔(تفسیر سعدی:958/1)﴿9﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ (اپنی) مومن (بیوی) سے بغض نہ رکھے اگر اس کی کوئی خصلت ناگوار ہوگی تو دوسری خصلت پسند آجائے گی۔(مسلم:475/1)﴿10﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ کسی بھی طریقہ پر تیرے لیے سیدھی نہیں ہوسکتی اگر تجھے اس سے نفع حاصل کرنا ہے تو اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے کہ اس کا ٹیڑھا پن باقی رہے اور اگر تو اسے سیدھی کرنے لگے گا تو توڑ دے گا اور اس کو توڑ دینا طلاق دینا ہے۔(مسلم:475/1)﴿11﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل ایمان میں سے سب سے زیادہ کامل لوگ وہ ہیں جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہیں۔(ترمذی)﴿12﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو چار چیزیں دے دی گئیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی دے دی گئی۔شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان تکلیف پر صبر کرنے والا بدن اور ایسی بیوی جو اپنی جان میں اور شوہر کے مال میں خیانت کرنا نہ چاہتی ہو۔(بیہقی فی شعب الایمان)﴿13﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عصمت محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے (جو شریعت کے خلاف نہ ہو تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے)۔(مشکوٰۃ المصابیح:281)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں فطری اختلاف کیوں رکھا ہے؟

جواب: مرد اور عورت کے فطری فرائض مختلف اس لئے ہیں تا کہ مرد عورت کے پاس سکون حاصل کرے۔اور عورت اس کے لئے خوشی کا باعث ہو۔

سوال3: اگر کائنات میں ایک سے زیادہ ہستیوں کا دخل ہوتا تو کیا مرد اور عورت میں کامل ہم آہنگی ممکن ہوتی؟

جواب: مرد ایک منفرد اور مستقل وجود ہے اور عورت بھی ایک مستقل وجود ہے دونوں شوہر اور بیوی کی حیثیت سے اکٹھے ہوتے ہیں تو دونوں کو لگتا ہے ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں۔دو مختلف اور متضاد چیزوں کے درمیان ہم آہنگی ایک سے زیادہ ہستیوں کی وجہ سے ممکن نہ ہوتی۔

سوال4: مرد اور عورت کے درمیان گہری سازگاری کس چیز کا ثبوت ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: مرد اور عورت کے درمیان گہری سازگاری اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ ایک ہے جس کے منصوبے کے تحت دونوں کو ایک خاص ڈھنگ سے بنایا گیا ہے۔

سوال5: تحریف شدہ مذاہب میں عورت کا کیا تصور ہے؟

جواب: تحریف شدہ مذاہب میں عورت کا بھیانک تصور ہے ان میں سے کسی نے کہا عورت گندگی ہے۔ کسی نے کہا عورت لعنت ہے۔ کسی نے کہا ساری مصیبتوں کی ذمہ دار عورت ہے۔ کسی نے کہا عورت گمراہی کا جال ہے۔ کسی نے کہا عورت سے ہر وقت خطرہ محسوس کرنا چاہیے۔ کسی نے کہا عورت کنڈم مال ہے۔ کسی نے کہا عورت مرد کی خادمہ ہے۔ کسی نے کہا عورت کی کوئی ذاتی حیثیت نہیں۔ اسلام کا عورت کے بارے میں تصور دیگر مذاہب اور تہذیبوں کے مقابلے میں مکمل سچا تصور ہے۔

سوال6: ''وَّجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ اِلَيۡهَا'' اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس کی طرف سکون پائے'' اسلام میں شوہر اور بیوی کے ملاپ کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شوہر اور بیوی امن اور محبت کی فضا میں زندگی بسر کریں۔ ﴿2﴾ شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں۔ ﴿3﴾ شوہر اور بیوی کی وجہ سے انسانیت کے قیمتی سرمائے بچے کے لیے امن اور محبت میسر آئے۔ ﴿4﴾ اسلام نے شوہر اور بیوی کے ملاپ کا مقصد محض وقتی لذت کا حصول نہیں رکھا۔ ﴿5﴾ اسلام نے مرد اور عورت کے فرائض میں سے کسی کو اہم اور کسی کو غیر اہم قرار نہیں دیا۔ ﴿6﴾ اسلام نے نہ عورت کو مرد کے فرائض سونپے ہیں نہ مرد کو عورت کے فرائض سونپے ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے فرائض ادا کرنے کا پابند ہے۔

سوال7: فَلَمَّا تَغَشّٰهَا'' پھر جب اس نے اس (بیوی) کو ڈھانپ لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا'' اس سے ایک طرف سکون کی فضا کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور دوسری طرف شہوت اور جماع سے اللہ تعالیٰ نے نسل کا وجود میں آنا مقدر کر دیا ہے۔

سوال8: حَمَلَتۡ حَمۡلًا خَفِيۡفًا فَمَرَّتۡ بِهٖ'' تو اس نے ایک ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تو اس نے ایک ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی یہ حالت حمل کے ابتدائی دنوں میں ہوتی ہے۔ جب عورت محسوس بھی نہیں کر پاتی اور بوجھل بھی نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ فَمَرَّتۡ بِهٖ برابر پیٹ رہا، اس نے پیٹ کی مدت پوری کی۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿3﴾ عورت جب محسوس کرتی ہے کہ پاؤں بھاری ہیں تو خوشی خوشی کام کاج میں مصروف نظر آتی ہے۔ اور اس بوجھ کو لادے لادے پھرتی ہے۔ (سراج البیان؛ 2/416,417)

سوال9: فَلَمَّاۤ اَثۡقَلَتۡ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا'' پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ اپنے رب سے دعا کی'' شوہر اور بیوی کا دل ایک ساتھ کب اٹک جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فَلَمَّاۤ اَثۡقَلَتۡ پھر جب وہ حمل کی وجہ سے بوجھل ہوگئی یعنی حمل بڑا ہو گیا۔ ﴿2﴾ جب عورت کا حمل واضح ہو جاتا ہے تو جوڑے کی امیدیں پوری ہونے کا وقت آ جاتا ہے۔ اس وقت دونوں یہ چاہتے ہیں کہ بچہ صحیح سالم اور ہر آفت سے محفوظ پیدا ہو اس وقت والدین اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کے فضل کے امیدوار ہوتے ہیں۔

سوال10: لَئِنۡ اٰتَيۡتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ'' اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اگرتو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا صَالِحًا صحیح وسالم یعنی صحیح الخلقت، پورااور ہر نقص سے محفوظ۔(تفسیر سعدی:958/1)﴿2﴾ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ دونوں اللہ تعالیٰ سے امید باندھتے ہیں اور دعا کرتے ہوئے اظہار کرتے ہیں کہ اگر تو نے صالح بچہ عطا کیا تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے۔﴿3﴾یہ آیت واضح کرتی ہے کہ بچے کی پیدائش سے پہلے وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ بچہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اس لئے اسی کا شکر ادا کرنا چاہتے ہیں۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ(190)

پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست بچہ عطا کر دیا تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے جو اس نے ان کو عطا کیا تھا، پس اللہ تعالیٰ ان سے بلند و برتر ہے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔(190)

سوال1:فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا:'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست بچہ عطا کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست بچہ عطا کر دیا''یعنی ان کی دعا قبول ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست بچہ عطا کیا۔﴿2﴾جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا'' تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے جو اس نے ان کو عطا کیا تھا''یعنی اس بچے کے پیدا ہونے پر، اس بڑی نعمت کے پا لینے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھرایا حالانکہ بچے کو اللہ وحدہ لا شریک وجود میں لایا ہے۔جب والدین کی آنکھیں اپنے بچے سے ٹھنڈی ہوگئیں تو انہوں نے اپنے بچے اور اللہ کے بندے کو غیر اللہ کے نام سے موسوم کیا۔مثلاً عبدالعزی، عبدالحارث اور عبدالکعبہ وغیرہ۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پانے کے بعد اس کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کیا۔

سوال2:فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ'' پس اللہ تعالیٰ ان سے بلند و برتر ہے جن کو وہ شریک بناتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ان احسان ناشناس، ناشکر گزار مشرکوں کے شرک سے حق تعالیٰ بہت بلند و بالاتر ہے۔﴿2﴾اس سے مراد اہل مکہ ہیں جنہوں نے بتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کر کے شرک کیا۔(ایسر التفاسیر:501)

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ(191)

کیا وہ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ سب خود پیدا کیے جاتے ہیں؟(191)

سوال1:اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ'' کیا وہ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ سب خود پیدا کیے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا کیا وہ مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:502)﴿2﴾وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ابن زید نے کہا: کیا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں پھر وہ اس کے ساتھ ان کی عبادت کرتے ہیں جنہوں نے کچھ بھی تخلیق نہیں کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور ان کو پروان چڑھایا اور عبادت تو خالصتاً خالق کے لئے ہے نہ کہ مخلوق کے لئے۔(جامع البیان:160/9)﴿3﴾يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگر چہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اسے اس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔(الحج:73)قرآن یہ دلائل دیتا ہے کہ خالق کا یہ حق ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کی بندگی کی جائے۔جن کوانسان شریک ٹھہراتے ہیں وہ خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔کسی مخلوق کی بندگی کا کیا جواز ہے جب کہ نہ وہ حفاظت کر سکے نہ مدد۔

وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ(192)

اور نہ ان کی وہ مدد کر سکتے ہیں اور نہ وہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔(192)

سوال 1:وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا ''اور نہ ان کی وہ مدد کر سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جب ان سے ان کے عبادت گزار مدد طلب کرتے ہیں تو وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے۔

سوال2:وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ''اور نہ وہ خود اپنی مدد کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وہ اپنی مدد کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ وہ جمادات ہیں۔ان کی نہ زندگی ہے نہ قدرت۔(ایسرالتفاسیر:572)﴿2﴾جب (شریک ٹھہرائی ہوئی اس ہستی کی) یہ حالت ہو کہ وہ پیدا نہ کر سکتی ہو،ایک ذرہ بھی پیدا کرنے پر قادر نہ ہو بلکہ وہ خود مخلوق ہو اور وہ اپنے عبادت گزار سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو بلکہ خود اپنی ذات سے بھی کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنے پر قادر نہ ہو،تو بھلا اس کو اللہ کے ساتھ کیسے معبود بنایا جا سکتا ہے،بلاشبہ یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔(تفسیر سعدی:959/1)

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ(193)

اور اگر آپ انہیں ہدایت کی دعوت دیں تو وہ آپ کے پیچھے نہ چلیں گے،تم پر برابر ہے خواہ تم انہیں پکارو یا تم خاموش رہو۔(193)

سوال1:وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ ''اور اگر آپ انہیں ہدایت کی دعوت دیں تو وہ آپ کے پیچھے نہ چلیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ ''اور اگر تم انہیں پکارو''اے شرک کرنے والو!جن بتوں کی تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کرتے ہو۔﴿2﴾اِلَى الْهُدٰى ''ہدایت کی طرف''اور یقیناً انہوں نے راستہ گم کر دیا ہے۔﴿3﴾لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ''تو تمہاری پیروی نہیں کریں گے'' کیونکہ وہ گمراہی سے ہدایت کی طرف آنے کی سمجھ نہیں رکھتے۔(ایسرالتفاسیر:502)

سوال2:سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ''تم پر برابر ہے خواہ تم انہیں پکارو یا تم خاموش رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ:تمہارے لئے برابر ہے۔﴿2﴾اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ 'یعنی تم انہیں پکارو یا تم خاموش ہو جاؤ وہ آپ کی پیروی نہیں کریں گے۔اور اسی طرح سے ان کا حال ہے اور یہ واقعہ ہے تو کیا یہ درست ہے کہ ان کی عبادت کی جائے اور قرب حاصل کرنے والے ان کا قرب حاصل کریں اور ان کے نام کی قسمیں کھائی جائیں اور ان کے لئے اعتکاف کیا جائے اور انہیں پکارا جائے اور ان سے فریادیں کی جائیں۔اے اللہ!انہیں لیکن مشرک نہیں سمجھتے۔(ایسرالتفاسیر:502)﴿3﴾ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے اپنے والد سے کہا تھا:اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا جب اس نے اپنے باپ سے کہا:''اے میرے ابا جان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام آ سکتا ہے۔(مریم42:)﴿4﴾ان معبودوں سے تو انسان ہی اچھا ہے کیونکہ وہ معبود سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔یہ کسی کی راہ نمائی کر سکتے ہیں نہ ان کی راہ نمائی کی جا سکتی ہے۔ایک عقل مند شخص جب ان تمام امور کو مجرد طور پر اپنے تصور میں لاتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ ان کی الوہیت باطل ہے اور جو کوئی ان کی عبادت کرتا ہے وہ بے وقوف ہے۔(تفسیر سعدی:960,959/1)

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ(194)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یقیناً جن لوگوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں، پس تم انہیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمہاری دُعا قبول کریں، اگر تم واقعی سچے ہو۔(194)

سوال1: اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ ''یقیناً جن لوگوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ: یعنی اے مشرکو! جن کو تم پکارتے ہو اور یہ پکارنا، دعا کرنا عبادت ہے۔ ﴿2﴾ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے سوا یعنی جس کا حق ہے اس کے حق کو چھوڑ کر۔ ﴿3﴾ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ، وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے جیسے تم اللہ تعالیٰ کے غلام ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اور تم مربوب ہو پھر کیسے تمہاری جانب سے ان کی عبادت درست ہو سکتی ہے جب کہ وہ تمہاری طرح غلام ہیں اور وہ تمہارے لئے اور نہ اپنے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار رکھتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:502/1) ﴿4﴾ ایک ہی مالک کے سارے غلام ہیں ایک ہی کی مخلوق ہیں اور وہ اللہ رب العالمین ہے۔ ان کے اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں اب بتاؤ کیا واقعی یہ ہستیاں جن کی تم عبادت کرتے ہو عبادت کی مستحق ہیں۔

سوال2: فَادۡعُوۡہُمۡ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ''پس تم انہیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول کریں اگر تم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: فَادۡعُوۡہُمۡ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ پس تم انہیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول کریں اگر تم سچے ہو اگر تمہیں ان کے معبود ہونے کی صحت میں شک ہے تو انہیں پکارو پھر لازم ہے کہ وہ تمہیں جواب دیں اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو کہ وہ معبود ہیں جو عبادت کا حق رکھتے ہیں اگر تم انہیں پکارو گے تو یقیناً وہ تمہیں کبھی جواب نہیں دیں گے اور وہ تمہیں کیسے جواب دے سکتے ہیں جب کہ وہ جمادات ہیں اور وہ زندگی نہیں رکھتے۔(ایسر التفاسیر:502,503) ﴿2﴾ اگر وہ تمہاری پکار کا جواب دے دیں یعنی سن کر بولیں تو تم سچے ہو ورنہ اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان لگا رہے ہو۔ ﴿3﴾ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن سورج اور چاند کو لایا جائے گا حتی کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے اور ان لوگوں کو بھی لایا جائے گا جو ان کی عبادت کرتے تھے اور کہا جائے گا ان کو پکارو کہ وہ تمہاری دعائیں قبول کریں اگر تم سچے ہو۔(ابن ابی حاتم:1536/5)

اَلَہُمۡ اَرۡجُلٌ یَّمۡشُوۡنَ بِہَاۤ اَمۡ لَہُمۡ اَیۡدٍ یَّبۡطِشُوۡنَ بِہَاۤ اَمۡ لَہُمۡ اَعۡیُنٌ یُّبۡصِرُوۡنَ بِہَاۤ اَمۡ لَہُمۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ قُلِ ادۡعُوۡا شُرَکَآءَکُمۡ ثُمَّ کِیۡدُوۡنِ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ(195)

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں؟ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ کہہ دیں: ''تم اپنے شریکوں کو بلاؤ، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس تم مجھے مہلت نہ دو۔''(195)

سوال1: ﴿1﴾ اَلَہُمۡ اَرۡجُلٌ یَّمۡشُوۡنَ بِہَاۤ ''کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں جب کہ وہ جانتے بوجھتے انجان بن کر اس پر قائم رہتے ہیں سوال کیا ہے کہ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں تو وہ تمہارے ساتھ تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے دوڑیں بھاگیں اور تمہارے منافع کے لئے ان پاؤں کو کام میں لائیں۔(جامع البیان:161,162/9)

سوال2: اَمۡ لَہُمۡ اَیۡدٍ یَّبۡطِشُوۡنَ بِہَاۤ ''یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: پھر وہ تم سے تمہارے نقصان کو اور تمہارے ضرر کو دور کریں۔(جامع البیان:161,162/9)

سوال3:اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ''یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں۔﴿1﴾ان کی آنکھیں نہیں ہیں جن سے وہ تمہارے حال کو دیکھیں۔(تفسیر مراغی: 464,465/3)﴿2﴾ کیا ان کی آنکھیں ہیں کہ وہ کچھ دیکھ سکیں جو تمہاری نظروں سے چھپا ہوا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔

سوال4:اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا یا ''ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں یعنی ان کے کان ہیں جن سے وہ تمہارے اقوال کو سنیں اور تمہارے مطالبات کے بارے میں جان سکیں تو وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔جب وہ ان اعضاء وقویٰ سے محروم ہیں جو انسان کو دیے گئے ہیں تو یہ تمہاری طرح مخلوق ہیں لیکن تم ان سے زیادہ کامل اور قوت والے ہو پھر کس بنیاد پر ان کی عبادت کرتے ہو۔

سوال5:اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید کے لیے دلائل دیتے ہوئے انسانی شعور کو کیسے جھنجوڑا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ان کے پاؤں نہیں چلتے جب کہ تمہارے پاؤں چلتے ہیں۔ان کے ہاتھ نہیں پکڑتے جب کہ تمہارے ہاتھ پکڑتے ہیں۔ان کے کان نہیں سنتے جب کہ تمہارے کان سنتے ہیں۔تمہارے پاس قوتیں ہیں تو بے جان اعضاء والے بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو؟

سوال6:قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ '' آپ کہہ دیں:تم اپنے شریکوں کو بلاؤ، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس تم مجھے مہلت نہ دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلِ ادْعُوْا آپ کہہ دیں پکارو، بلاؤ۔﴿2﴾شُرَكَآءَكُمْ اپنے بتوں کو جن کی تم عبادت کرتے ہو جب وہ کچھ نہیں ہیں تو وہ تمہیں کیسے جواب دیں گے۔پھر کس حق سے تم ان کی عبادت کرتے ہو ان امیدیں باندھتے ہو دعائیں کرتے ہو حالانکہ ان کے اندر قدرت اور حیات کے آثار مفقود ہیں۔(ایسر التفاسیر:503)﴿3﴾ثُمَّ كِيْدُوْنِ ''پھر میرے خلاف تدبیر کرو'' تم میرے خلاف جیسی چاہو تدبیریں کرو۔﴿4﴾فَلَا تُنْظِرُوْنِ ''پس تم مجھے مہلت نہ دو'' پھر مجھے مہلت نہ دینا اور مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے۔﴿5﴾یعنی اگر تمہارے معبود اور تم خود مجھے برائی اور تکلیف پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جاؤ اور مجھے کوئی ڈھیل اور مہلت بھی نہ دو، تب بھی تم مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکو گے۔(تفسیر سعدی:961,960/1)

اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ(196)

بلاشبہ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے، جس نے یہ کتاب اتاری ہے اور وہی تمام نیک لوگوں کا مددگار بنتا ہے۔(196)

سوال1:اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ''بلاشبہ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے، جس نے یہ کتاب اتاری ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اے محمد ﷺ! مشرکوں سے کہہ دو جو بتوں کی بندگی کرتے ہیں اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ: یقیناً میرا مددگار، میرا حمایتی تو اللہ تعالیٰ ہے۔وہی مجھے ہر قسم کا نفع پہنچاتا ہے اور نقصان سے بچاتا ہے۔﴿2﴾الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ جس نے قرآن مجید نازل کیا جس میں ہدایت، روشنی، نصیحت اور شفا ہے۔

سوال2:وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ''اور وہی تمام نیک لوگوں کا مددگار بنتا ہے'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی حمایت کیسے کرتا ہے؟

جواب:وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے کتاب نازل کی ہے اور صالحین اس کے خاص بندے ہیں جن کی وہ اس کتاب کے ذریعے خاص تربیت کرتا ہے۔قرآن حکیم صالحین کی دینی تربیت کے لیے سرپرستی ہے۔﴿2﴾صالحین وہ لوگ ہیں جن کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نیتیں پاک،جن کے اقوال پاک اورجن کے اعمال پاک ہیں۔﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔(البقرہ:257)﴿4﴾پس صالح مومن،جب ایمان اورتقویٰ کے ذریعے سے اپنے رب کو اپنا دوست اورسرپرست بنالیتے ہیں اورکسی ایسی ہستی کو اپنا دوست نہیں بناتے جو کسی کو نفع پہنچاسکتی ہے نہ نقصان،تو اللہ تعالیٰ ان کا دوست اور مددگار بن جاتا ہے،ان کو اپنے لطف وکرم سے نوازتا ہے،ان کے دین ودنیا کی بھلائی اورمصالح میں ان کی مدد کرتا ہے اوران کے ایمان کے ذریعے سے ان سے ہر ناپسندیدہ چیز کو دور کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرتا ہے جو ایمان لائیں۔(الحج:38)(تفسیر سعدی:961/1)﴿5﴾وَ ہُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ یعنی وہ ان کی حفاظت کرتا ہے اوران کی مدد کرتا ہے اوران کے اوران کے دشمنوں کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔(فتح القدیر:349/2)

سوال3:اللہ تعالیٰ دعوت دینے والوں کے مخالفوں کو یہ اجازت کیوں دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو اذیت دیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ ایک طرف کھوٹے اورکھرے کو جدا کرنا چاہتے ہیں اورکھرے کو مزید خالص بنانا چاہتے ہیں۔﴿2﴾دوسری طرف وہ دشمنوں کو مہلت دینے کے لئے اوران پر حجت تمام کرنے کے لئے اجازت دیتے ہیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کے دوست اس کے دشمنوں کی اذیتوں کو کیسے برداشت کرتے ہیں۔مثالیں دیں؟

جواب:سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی ایک مجلس کے سامنے قرآن حکیم کی تلاوت کی تو مشرکوں نے اس زور سے مارا کہ ان کا سر چکرانے لگا اور کھڑا ہونا مشکل ہوگیا۔اس وقت انہوں نے کہا''اللہ کی قسم یہ لوگ میرے لئے اس سے زیادہ کبھی قابل برداشت اورآسان نہ تھے''انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ہلکا سمجھا۔جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔

وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَکُمۡ وَلَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ(197)

اوراللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ اپنے آپ کی مدد کرتے ہیں۔(197)

سوال1:﴿1﴾وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَکُمۡ وَلَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ''اوراللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ اپنے آپ کی مدد کرتے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ بت عبادت کا حق نہیں رکھتے اوراللہ تعالیٰ کے ماسوا جن ہستیوں کو بھی پکارا جاتا ہے وہ عبادت کا استحقاق نہیں رکھتیں کیونکہ نہ یہ خود اپنی مدد کرسکتے ہیں نہ کسی کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو جو اپنے عبادت گزار سے نہ تکلیف دور کرسکے نہ اسے کوئی نفع پہنچاسکے اسے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود کیسے بنایا جاسکتا ہے۔یہ معبود نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کسی کی راہ نمائی کرسکتے ہیں۔نہ وہ عقل رکھتے ہیں نہ جواب دینے کی صلاحیت اورقوت رکھتے ہیں آپ کو لگے گا کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں مگر وہ نہیں دیکھ سکتے کیونکہ وہ زندگی نہیں رکھتے۔﴿2﴾لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَکُمۡ''وہ تمہاری مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے''یعنی تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچاسکتے۔﴿3﴾وَلَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ''اور نہ اپنے آپ کی مدد کرتے ہیں''یہ بت جنہیں تم نے معبود بنارکھا ہے اپنا بچاؤ بھی نہیں کرسکتے یہ معبود مکمل طور پر عاجز ہیں اوراللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا ولی ہے۔یقیناً وہ کامل قدرت اوراقتدار والا ہیاور وہ قوت والا ہے جو قوی کی پناہ لیتا ہے اور وہ عزت والا ہے جو عزت والے کی پناہ لیتا ہے اوراس پر توکل کرتا ہے۔

سوال2:کیا دنیا کے سرکشوں اورفرعونوں کے پاس اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ ان کی مدد کرسکیں جن کو وہ اپنا ولی سمجھتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اگرچہ سرکشوں اورفرعونوں کے پاس دنیا کا اقتدار ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس اتنی قوت نہیں ہوتی کہ ان کی کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امداد کرسکیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی تقدیر اپنے بندوں کے بارے میں مقررہ طریقے پر چلتی رہتی ہے۔مشرک اوران کے معبوداور سرکش فرعون ان لوگوں کے خلاف چالیں چل لیں جن کو آسمان اور زمین کے خالق نے اپنی سرپرستی میں لے رکھا ہے۔وہ اپنی چالوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ(198)

اوراگرتم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ نہیں سنیں گےاورتم انہیں دیکھتے ہوکہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ دیکھتے ہی نہیں۔(198)

سوال1:وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ ''اوراگرتم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ نہیں سنیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ:اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایااے محمد ﷺ !مشرکوں سے کہہ دو کہ اے مشرکو!اگرتم اپنے معبودوں کو ہدایت کی طرف بلاؤاوروہ استقامت اورسداد ہے۔(جامع البیان:162/9)

سوال 2:وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ''اورتم انہیں دیکھتے ہوکہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ دیکھتے ہی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ۔کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَ تَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ میں ضمیر مشرکین کی طرف لوٹتی ہے جنہوں نے رسول ﷺ کی تکذیب کی (تب اس کے معنی یہ ہوں گے)اے اللہ کے رسول ﷺ ! آپ سمجھتے ہیں کہ مشرکین آپ کواعتبار کی نظر سے دیکھتے ہیں تاکہ جھوٹے میں سے سچے کا امتیاز ہوسکے۔﴿2﴾وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ''مگروہ آپ ﷺ کی حقیقت کونہیں دیکھ سکتےاوروہ جمال وکمال اورصدق کی ان علامتوں کونہیں دیکھ سکتے جن کے ذریعے سے پہچاننے والے حقیقت کو پہچانتے ہیں۔(تفسیر سعدی:962/1)

سوال3:اس آیت میں جھوٹے معبودوں کی تردید کے لئے کیا دلائل دیئے گئے ہیں؟

جواب:﴿1﴾وہ سن نہیں سکتے۔﴿2﴾وہ دیکھ نہیں سکتے۔کوئی بہرہ گونگا اپنا کام بنانے کی قدرت نہیں رکھتا۔کجا کہ دوسروں کے کام بنا سکے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ(199)

آپ درگزر اختیار کریں اورنیکی کا حکم دیں اورجاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔(199)

سوال1:خُذِ الْعَفْوَ ''آپ درگزر اختیار کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾خُذِ الْعَفْوَ اللہ رب العزت نے لوگوں کے ساتھ اخلاق اورآسانی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے یعنی ایسی بات جوان کے لیے سمجھنی آسان ہواورایسے اعمال جوان کے لئے سہولت والے ہوں اوران سے ایسی بات کا مطالبہ نہ کریں جس کو وہ جانتے نہ ہوں یا جس کے وہ مالک نہ ہوں۔﴿2﴾الْعَفْوَ جوآسان ہوجس میں تکلیف نہ ہواور جو تکلیف نہ لائے۔﴿3﴾الـاخـذ بالعفو:اوروہ اخلاق اوراعمال میں آسان ہے جس میں تکلیف نہیں اورتنگی کے بجائے آسانی ہے جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا آسانیاں کرومشکلات پیدانہ کرو،خوش خبریاں دواورنفرتیں نہ پھیلاؤ۔(بخاری،مسلم،نسائی)عفو میں قطع رحمی کرنے والوں سے صلہ رحمی کرنا اورگناہ گاروں کومعاف کرنا،مومنوں کے ساتھ نرمی کرنا جیسی باتیں آتیں ہیں جوفرماں برداروں کے اخلاق ہیں۔(تفسیر منیر:229,230/5)﴿4﴾رسول اللہ ﷺ کولوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اورطیب اخلاق کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ اوراگرتم بدزبان اورسخت دل ہوتے تووہ تمہارے آس پاس سے بھاگ جاتے۔(آل عمران:159)﴿5﴾دعوت دین میں بھی رفق اورنرمی کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اوران سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو یقیناً آپ کا رب ان کو زیادہ جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔(النحل:125)﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا: وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کردو اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو۔(البقرہ:237)﴿7﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔(صحیح مسلم:6592)﴿8﴾ یہ آیت کریمہ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اور ان کے ساتھ رویئے کے بارے میں جامع آیت ہے۔لوگوں کے ساتھ معاملے میں مناسب رویہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ عفو و درگزر، آسان اعمال و اخلاق اور نرمی سے پیش آیا جائے، ان کو کسی ایسی بات کا مکلّف نہ کیا جائے جس کو ان کی طبائع قبول نہ کریں بلکہ ہر شخص کی بات اور اچھے یا برے فعل کو قبول کیا جائے، ان کی کوتاہی سے درگزر کیا جائے اور ان کے نقائص سے چشم پوشی کی جائے۔کسی چھوٹے کے ساتھ اس کے چھوٹا ہونے، کسی ناقص العقل کے ساتھ اس کے نقص اور کسی محتاج کے ساتھ اس کی محتاجی کی بنا پر تکبر سے پیش نہ آیا جائے، بلکہ تمام لوگوں کے ساتھ لطف و کرم کا اور احوال کے تقاضے کے مطابق معاملہ کیا جائے کہ جس سے ان کے سینے کھل جائیں۔(تفسیر سعدی:962,963/1)﴿9﴾ ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت اتاری تو آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے اس کا مطلب پوچھا، فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ظالموں سے درگزر فرمائیں، جو آپ کو محروم رکھیں اسے دیں اور قطع رحمی کرنے والوں سے صلہ رحمی کریں۔(ابن جریر)

سوال 2: عفو و درگزر کی پالیسی کن معاملات کے اندر ہے؟

جواب: عفو و درگزر کی پالیسی ذاتی معاملات میں، باہمی لین دین کے معاملات، میل جول اور معاشرت میں نرمی اور آسانی ہے۔

سوال 3: عفو و درگزر کی پالیسی کہاں اختیار نہیں کی جا سکتی؟

جواب: فرائض میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ نہیں اور واجبات میں عفو کی پالیسی اختیار نہیں کی جا سکتی۔

سوال 4: معاشرتی معاملات میں نرمی کہاں لازم ہو جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بڑے لوگوں کی جانب سے چھوٹے لوگوں کی غلطیوں پر چشم پوشی کرنا۔﴿2﴾ انسانی کمزوریوں سے درگزر کرنا وغیرہ۔

سوال 5: دعوت دینے والا درگزر اور اعراض سے کیسے کام لے سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ درگزر کرنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے الجھا نہ جائے رب العزت نے فرمایا اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ آپ برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو، جو بھی وہ بیان کرتے ہیں ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں۔آپ دعا کریں اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔(المومنون:98۔96)﴿2﴾ داعی کو ٹھنڈے دل و دماغ سے اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔﴿3﴾ دعوت دینے والا جاہلوں کی طرف سے پیش آنے والی ناخوشگواریوں پر صبر کرے۔﴿4﴾ دعوت دینے والا الجھے بغیر مثبت طریقے سے کام جاری رکھے۔رب العزت کا فرمان ہے۔وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے۔اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔(فصلت:34,35)

سوال 6: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں عفو و درگزر کا توازن کیسے نظر آتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ آپ ﷺ نے اپنے ذاتی معاملات میں کسی شخص پر غصہ نہیں کیا۔دین کے معاملے میں آپ ﷺ غصے میں آتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں سب کے لئے نمونہ ہے۔﴿2﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے اور نہ بتکلف فحش گوئی اختیار کرتے تھے نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرماتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔(ترمذی)﴿3﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے آٹھ سال کی عمر سے لے کر دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی آپ نے مجھے کسی ایسے نقصان کے بارے میں کبھی ملامت نہیں فرمائی جو میرے ہاتھوں ہو گیا ہو اگر آپ کے گھر والوں میں سے کوئی شخص ملامت کرنے لگتا تو فرماتے تھے اسے چھوڑو کیونکہ جو چیز مقدر ہو چکی وہ ہونی ہی تھی۔(مشکوٰۃ المصابیح:519)﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم خادم کو کتنی مرتبہ معاف کریں۔آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔اس نے پھر اپنی بات دہرائی آپ ﷺ پھر خاموش رہے۔اس نے تیسری بار پھر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا روزانہ ستر بار معاف کرو۔(ابوداود،مشکوٰۃ:292)﴿5﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی جان کے لیے کبھی کسی بارے میں کوئی انتقام نہیں لیا ہاں جن چیزوں کو اللہ تعالی نے محترم قرار دیا ہے ان کی بے حرمتی ہوتی تھی تو آپ انتقام لے لیتے تھے۔(بخاری،مسلم)

سوال7:وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ ''اور نیکی کا حکم دیں''معروف سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ معروف سے مراد وہ کام ہے جس کی اچھائی اور بھلائی میں شبہ نہ ہو۔جس میں کسی کا اختلاف نہ ہو۔ ﴿2﴾العرف معروف کے معنی میں ہے جس کے معنی نیک کاموں کے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿3﴾العرف اقوال وافعال میں معروف اور جمیل۔(البحر المحیط:254/5)﴿4﴾ یعنی ہر قریب اور بعید شخص کو اچھی بات،اچھے فعل اور کامل اخلاق کا حکم دیجئے۔آپ جو کچھ لوگوں کو عطا کریں وہ تعلیم علم ہو یا کسی بھلائی کی ترغیب دینا،جیسے صلہ رحمی،یا والدین کے ساتھ حسن سلوک یا لوگوں کے درمیان صلح کروانا یا نفع بخش خیر خواہی یا صائب رائے یا نیکی اور تقویٰ پر معاونت یا برائی پر زجر وتوبیخ یا کسی دینی یا دنیاوی بھلائی کی طرف راہ نمائی۔(تفسیر سعدی:962.963/1)﴿5﴾ سالم بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے شامیوں کے قافلے میں گھنٹیاں دیکھیں۔فرمایا یہ تو منع ہیں لوگ بولے ہمیں تم سے زیادہ معلوم ہے۔بڑی بڑی گھنٹیاں منع ہیں چھوٹی نہیں۔سالم رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور یہ آیت پڑھی۔(ابن ابی حاتم)

سوال8:معروف کی طرف بلانا کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف،آخرت کی کامیابی کی طرف نیکی کی طرف اور عدل کی طرف بلانا معروف کی طرف بلانا ہے۔﴿2﴾ان بھلائیوں کی طرف بلانا جو انسان کے لیے جانی پہچانی ہوں۔

سوال9:جب انسان معروف امور کا عادی ہو جائے تو اس کے لئے کیا آسانی ہو جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ایسے انسان کی راہ نمائی آسان ہو جاتی ہے۔﴿2﴾بغیر مشقت کے اچھے کاموں کی طرف بڑھتا ہے۔﴿3﴾مشکل کاموں کی طرف بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔

سوال10:وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ''اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں''جاہلوں سے اعراض کیسے کیا جا سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جاہل وہ ہیں جن کے دل علم اور تقوی کے نور سے روشن نہیں ہوتے۔ ﴿2﴾ان سے اعراض سے مراد ان کی باتوں اور کاموں پر ان سے مواخذہ نہ کرنا ہے۔(ایسر التفاسیر:503)﴿3﴾ جہالت گمراہی اور لاعلمی ہے۔جاہلوں کے غیر ضروری سوالات میں مشغول ہونے سے خود کو بچانا اعراض ہے۔جاہلوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ان کی جاہلانہ باتوں اور اعمال کو اہمیت نہ دی جائے۔اور ان سے بحث۔﴿4﴾ جو کوئی آپ کو اپنے قول وفعل سے اذیت دیتا ہے آپ اس کو اذیت نہ دیں جو آپ کو محروم کرتا ہے آپ اس کو محروم نہ کریں،جو آپ سے قطع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعلق کرتا ہے آپ اس سے تعلق جوڑے رکھیں جو آپ پر ظلم کرتا ہے آپ اس کے ساتھ انصاف کریں۔(تفسیر سعدی:963/1)﴿5﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھتیجے حر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں آ کر قیام کیا۔حر، ان چند خاص لوگوں سے تھے جنہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بہت قریب رکھتے تھے جو لوگ قرآن مجید کے زیادہ عالم اور قاری ہوتے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انہیں کو زیادہ نزدیکی حاصل ہوتی تھی اور ایسے لوگ آپ کے مشیر ہوتے۔اس کی کوئی قید نہیں تھی کہ وہ عمر رسیدہ ہوں یا نوجوان۔عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ تمہیں اس امیر کی مجلس میں بہت نزدیکی حاصل ہے۔میرے لیے بھی مجلس میں حاضری کی اجازت لے دو۔حر بن قیس نے کہا کہ میں آپ کے لیے بھی اجازت مانگوں گا۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔چنانچہ انہوں نے عیینہ کے لیے بھی اجازت مانگی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مجلس میں آنے کی اجازت دے دی۔مجلس میں جب وہ پہنچے تو کہنے لگے، اے خطاب کے بیٹے! خدا کی قسم! نہ تو تم ہمیں مال ہی دیتے ہو اور نہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہو۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی اس بات پر بڑا غصہ آیا اور آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ حر بن قیس نے عرض کیا یا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا ہے۔''معافی اختیار کر اور نیک کام کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجیے''اور یہ بھی جاہلوں میں سے ہیں۔اللہ کی قسم! کہ جب حر نے قرآن مجید کی تلاوت کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بالکل ٹھنڈے پڑ گئے اور کتاب اللہ کے حکم کے سامنے آپ کی یہی حالت ہوتی تھی۔(صحیح بخاری:4642)﴿6﴾ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت ''معافی اختیار کیجیے اور نیک کام کا حکم دیتے رہیے۔''لوگوں کے اخلاق کی اصلاح کے لیے ہی نازل ہوئی ہے۔(صحیح بخاری:4643)﴿7﴾ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ لوگوں کے اخلاق ٹھیک کرنے کے لیے درگزر اختیار کریں یا کچھ ایسا ہی کہا۔(صحیح بخاری:4644)

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(200)

اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اکساہٹ ابھار دے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں، یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(200)

سوال 1: وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ'' اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اُکساہٹ اُبھار دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ '' اور اگر آپ کو ابھار دے'' یَنْزَغَنَّكَ گدگدائے۔پھسلائے (بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ مِنَ الشَّیْطٰنِ اگر شیطان کسی وقت کسی حالت میں آپ کو پھسلانے کی کوشش کرے۔﴿3﴾ نَزْغٌ۔وسوسہ یا چھوٹی سی حرکت جو شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔نزغ اس کی اصل فساد ہے اور کہا جاتا ہے اغوا۔﴿4﴾ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا جب شیطان کا وسوسہ محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیں۔(فتح القدیر 350/7)﴿5﴾ شیطان بھلائی کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے یا برائی کی رغبت دلانے کے لئے وسوسہ ڈالتا ہے﴿6﴾ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے اعتکاف میں آپ ﷺ کی زیارت کے لیے مسجد میں آئیں، رمضان کے آخری عشرہ میں اور تھوڑی دیر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر انھوں نے باتیں کیں، اس کے بعد اٹھ کر جانے لگیں تو رسول اللہ ﷺ ان کو پہنچانے کے لیے ان کے ساتھ اٹھے یہاں تک کہ جب وہ مسجد کے دروازے پر اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب پہنچ گئیں تو انصار کے دو آدمی ادھر سے گزرے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو ان دونوں سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم دونوں ٹھہر جاؤ! یہ صفیہ بنت حیی تھیں۔''ان دونوں نے عرض کی کہ سبحان اللہ! یا رسول اللہ! (کیا ہم آپ ﷺ کی طرف بدگمانی کر سکتے تھے ؟)اور ان دونوں پر یہ بات شاق گزری تو نبی ﷺ نے فرمایا:''شیطان خون کی طرح انسان کے بدن میں گردش کرتا رہتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا تمہارے دلوں میں کچھ وسوسہ ڈالے۔''(صحیح بخاری:3281)﴿7﴾ شیطان بندے کو غافل کر دیتا ہے۔وہ تاک میں رہتا ہے بندہ کب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

غافل ہو، جوں ہی وہ غافل ہوتا ہے وہ شکار کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسے ڈاکٹر آپریشن سے پہلے Anesthiesia دیتے ہیں اور جب بندہ بے ہوش ہوجاتا ہے تو آپریشن کر لیتے ہیں اسی طرح شیطان بھی اپنا آپریشن تب ہی شروع کرتا ہے جب بندہ غافل ہوجاتا ہے۔

سوال2: انسان کے احساس کو شیطانی خیال چھو جائے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟

جواب: انسان کی فکر کچھ دیر کے لئے معطل ہوجاتی ہیاور وہ اسی طرح سوچنے لگتا ہے جیسے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اسے محسوس ہوتا ہے گویا یہی میرے دل میں ہے۔

سوال3: فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ''تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں'' انسان شیطان کی اکساہٹ سے بے قابو ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کیا رہنمائی کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ شیطان کے وسوسے سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں۔(جامع البیان:166/9) ﴿2﴾ شیطان جب اکساتا ہے تو انسان جوش میں آکر بے قابو ہوجاتا ہے ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے والا محفوظ ہوجاتا ہے۔ ﴿3﴾ شیطان کے فتنوں سے بچنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔(تیسیر الرحمٰن:514/1)

سوال4: اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ''یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ بے شک آپ جو کہتے ہیں جو دعا کرتے ہیں وہ اس کو سننے والا ہے۔ ﴿2﴾ عَلِيْمٌ وہ آپ کی نیت، ارادے کی کمزوری اور آپ کے پناہ پکڑنے کو جانتا ہے وہ آپ کو فتنوں سے بچائے گا جیسا کہ فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۧ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۧ آپ کہہ دیجیے کہ میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔انسانوں کے بادشاہ کی۔ انسانوں کے معبود کی۔ وسوسہ ڈالنے والے، ہٹ ہٹ کر آنے والے کے شر سے۔ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔ (الناس) ﴿3﴾ شیطان کے فتنوں سے بچنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔(تیسیر الرحمٰن:514/1) ﴿4﴾ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو آدمیوں نے نبی ﷺ کی موجودگی میں جھگڑا کیا۔ ہم بھی آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص دوسرے کو گالی دے رہا تھا اور اس کا چہرہ سرخ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اسے کہہ لے تو اسکا غصہ دور ہوجائے اگر یہ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' کہہ لے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے کہا کہ سنتے نہیں کہ نبی ﷺ کیا فرمارہے ہیں؟ اس نے کہا کہ کیا میں دیوانہ ہوں۔(صحیح بخاری:6115) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب سوجاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ فسوں پھونکتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے، مزے سے سوئے رہو پھر اگر وہ بے دار ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اٹھ کر وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں، پھر وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور خوش مزاج ہوتا ہے، ورنہ بدمزاج اور سست ہوتا ہے۔'' (بخاری:1142، مسلم:1819)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (201)

یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے جب انہیں شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چونک پڑتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔(201)

سوال1: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ جولوگ شرک اور معاصی سے بچ گئے ۔(قرطبی:250/4)﴿2﴾ جولوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کے عائد کردہ فرائض ادا کریں اور اسی سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کریں۔﴿3﴾ اس سے مراد مومنوں کے اچھے لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔(تفسیر مراغی:471/3)

سوال2: تقویٰ انسانی زندگی میں کیا کردار ادا کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے یہ ایک ایسا رابطہ ہے جو دل کو اس سے جوڑے رکھتا ہے۔﴿2﴾ تقویٰ انسان کو غفلت سے جگاتا ہے اور حساس بنا دیتا ہے۔اس کی وجہ سے انسان کو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ وہ پھسل گیا ہے۔﴿3﴾ تقویٰ انسان کی راہ نمائی کرتا ہے۔﴿4﴾ تقویٰ انسان کے شعور پر پڑے ہوئے پردے اٹھاتا ہے۔﴿5﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے اور اپنے حالات درست کر لیتا ہے۔

سوال3: اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا'' جب انہیں شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا طیف اور طائف شیطان کی طرف سے جو اترے یعنی وسوسہ آئے۔دونوں کا معنی ایک ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ یعنی انہیں وسوسے جیسی کوئی چیز پہنچتی ہے۔(ایسر التفاسیر:503)﴿3﴾ شیطان انسان کے غضب یا شہوت کی حالت میں آنے کا انتظار کرتا ہے۔ایسی حالت میں انسان ذرا سا غافل ہو تو وہ شکار کر لیتا ہے مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں انہیں کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چونک پڑتے ہیں۔﴿4﴾ تَذَكَّرُوْا وہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی اور اس کے وعدے اور وعیدوں کو یاد کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:504)﴿5﴾ صاحب تقویٰ جب شیطانی وسوسے کو محسوس کر لیتا ہے اور وہ کسی فعل واجب کو ترک کر کے یا کسی عل حرام کا ارتکاب کر کے گناہ کر بیٹھتا ہے تو فوراً اسے تنبیہ ہوتی ہے اور وہ غور کرتا ہے کہ شیطان کہاں سے حملہ آور ہوا ہے اور کون سے دروازے سے داخل ہوا ہے۔(تفسیر سعدی:964/1)

سوال4: شیطان کا چھو جانا انسان کے اوپر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیطان کے چھو جانے سے انسان اندھوں کی طرح ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ شیطان کے چھو جانے سے انسان تاریکیوں میں چلا جاتا ہے۔

سوال5: کن لوگوں پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا؟

جواب: جو لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں ان پر شیطان کے داؤ نہیں چلتے۔

سوال6: شیطان کے چھو جانے کا علاج کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیطان کے چھو جانے کا علاج اللہ تعالیٰ سے استعاذہ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے۔﴿2﴾ شیطان کے چھو جانے کا علاج اللہ تعالیٰ کا خوف، تقویٰ ہے۔

سوال7: فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ'' پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مُّبْصِرُوْنَ: وہ خطا کے مواقع کو دیکھنے والے ہوتے ہیں اور شیطان کی چالوں کو۔پھر وہ اس رک جاتے ہیں اور اس کی پیروی نہیں کرتے۔(تفسیر قاسمی:32717)﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے تب وہ نافرمانی سے رک جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر کے شیطان کے نافرمان بن جاتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:164/5)﴿3﴾ بندہ ان تمام لوازم ایمان کو یاد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب قرار دیئے ہیں تو اسے بصیرت حاصل ہو جاتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے اور جو اس سے کوتاہی واقع ہوئی ہے، توبہ اور نیکیوں کی کثرت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذریعے سے اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔پس شیطان کو ذلیل ورسوا کر کے دھتکار دیتا ہے اور شیطان نے اس سے جو کچھ حاصل کیا ہوتا ہے،اس پر پانی پھیر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:962,963/1)

سوال8: جولوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی ہوتے ہیں شیطان ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے؟

جواب: شیطان ان کے اندر داخل ہو جاتا ہے جولوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر یعنی تقویٰ سے خالی ہوتے ہیں۔اور اپنا کام کرتا رہتا ہے۔انہیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وہ تباہی کے کون سے گڑھے میں گرنے والے ہیں۔

وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ(202)

اوران (شیطانوں) کے بھائی انہیں گمراہی میں ہی کھینچے جاتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے۔(202)

سوال1: وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ''اوران (شیطانوں) کے بھائی انہیں گمراہی میں ہی کھینچے جاتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان کے بھائی یعنی اہل شرک معاصی انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:504) ﴿2﴾ يَمُدُّوْنَهُمْ: ان کو اچھا کر دکھلاتے ہیں (بخاری کتاب التفسیر) ﴿3﴾ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور شیطان کے بھائی ہوتے ہیں انہیں اللہ کے ذریعہ شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگنا یاد نہیں آتا اور شیاطین ان کے دل ودماغ میں کثرت سے شبہات پیدا کرتے ہیں گناہوں کو خوش نما بنا کر پیش کرتے ہیں اور انہیں کر گذرنے کو ان کے لیے آسان بنا دیتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:514/1) ﴿4﴾ رہے شیاطین کے بھائی اوران کے دوست،تو یہ جب کسی گناہ میں پڑ جاتے ہیں تو یہ اپنی گمراہی میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، گناہ پر گناہ کرتے ہیں اور گناہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے،پس شیاطین بھی ان کو بدراہ کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے کیونکہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت آسانی سے ان کے تابع ہو جاتے ہیں اور برائی کے ارتکاب میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے،تو وہ ان کی بدراہی کے بہت خواہش مند ہو جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:964/1)

سوال2: ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ''پھر وہ کمی نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ پھر وہ برائی کے ارتکاب میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ انسان برے اعمال میں کمی نہیں کرتے اور شیاطین ان سے چمٹے رہنے میں کمی نہیں کرتے۔(ابن ابی حاتم:1642/5)

سوال3: شیطان کے بھائی انسان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان کے بھائی انسان کو گمراہی میں ترقی دیتے ہیں۔ ﴿2﴾ شیطان کے بھائی کمی نہیں کرتے، نہ تھکتے ہیں۔نہ آرام کرتے ہیں مسلسل گمراہی میں بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(203)

اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائیں تو وہ کہتے ہیں: ''تم نے کیوں نہیں منتخب کر لیا اس کو؟'' آپ کہہ دیں: ''میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔یہ تمہارے رب کی جناب سے روشن دلائل ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔''(203)

سوال1: وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ''اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائیں تو وہ کہتے ہیں: ''تم نے کیوں نہیں منتخب کر لیا اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو خبردار کیا ہے کہ یہ جھٹلانے والے آپ ﷺ سے دشمنی رکھتے ہیں۔آپ جب ان کے پاس دلیل لاتے ہیں جو آپ ﷺ کی سچی گواہی ہوتی ہے تو وہ اسے نہیں مانتے۔﴿2﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ :اور جب آپ ان کے پاس ان کے مطالبات کے مطابق معجزات نہیں لاتے۔﴿3﴾ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا'' تو وہ کہتے ہیں:'' تم نے کیوں نہیں منتخب کرلیا اس کو''یعنی اس وقت کہتے ہیں فلاں آیت یا فلاں معجزہ کیوں نہیں لاتے۔ایسے انہوں نے ایمان لانے کے لیے مطالبہ کیا۔اللہ رب العزت نے فرمایا: وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کردیں۔یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، چنانچہ آپ اس کے درمیان میں نہریں جاری کردیں،خوب جاری کرنا۔(بنی اسرائیل:90,91)﴿4﴾ کوئی نبی معجزات یا آیات خود سے لانے کا اختیار نہیں رکھتا۔(تفسیر قاسمی:328/7)

سوال2:مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کو نشانیوں کا انتخاب کرنے کے لئے کیوں کہتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت سے واقف نہ تھے۔﴿2﴾ مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت سے آگاہ نہ تھے وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ کسی کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کی تجویز سے نہیں ملتا،اللہ کی عطا سے ملتا ہے۔

سوال3:قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ'' آپ کہہ دیں:'' میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے''اللہ تعالیٰ نے معجزے کے مطالبہ پر کیا جواب دیا؟

جواب:﴿1﴾ آپ کہہ دو کہ میں تو وحی کی پیروی کرتا ہوں۔یعنی نہ تو معجزے کا مطالبہ کرسکتا ہوں،نہ خود سے معجزہ دکھا سکتا ہوں۔﴿2﴾ میں تو اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان بندہ اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہوں۔وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو معجزات نازل کرتا ہے وہ اپنی حمد وثنا اور حکمت بالغہ کے تقاضوں کے مطابق آیات اور معجزات بھیجتا ہے۔(تفسیر سعدی:965,964/1)﴿3﴾ علمائے تفسیر لکھتے ہیں: یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ہر قول وفعل وحی الٰہی کے مطابق ہوتا تھا اور جب تک اللہ کی طرف سے حکم نہ مل جاتا تھا آپ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کرتے تھے۔(تیسیر الرحمٰن:515/1)

سوال4:هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ'' یہ تمہارے رب کی جناب سے روشن دلائل ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر نشانی چاہتے ہو تو یہ قرآن معجزہ ہے۔بصیرت کی روشنیاں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔﴿2﴾ هٰذَا: یہ قرآن حکیم۔﴿3﴾ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ'' تمہارے رب کی جناب سے روشن دلائل ہیں''یعنی یہ بصیرت کی روشنی ہے جس سے حق کو دیکھا جاتا ہے۔(تفسیر قاسمی:328/7)﴿4﴾ یعنی اس قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے مطالبات کو سمجھا جاتا ہے جو اس قرآن حکیم پر غور وفکر کرتا ہے وہ اس حقیقت کو پالیتا ہے لا یاتیہ الباطل اور یہ کہ یہ قرآن حجت ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا القرآن حجتہ لک او علیک:'' قرآن تیرے حق میں حجت بنے گا یا تیرے خلاف''۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:ان اللہ یرفع ھذا القرآن اقواما ویضع بہ آخرین یقیناً اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ کچھ قوموں کو بلند کرے گا اور دوسروں کو ذلیل کردے گا۔

سوال5:اگر اللہ تعالیٰ محسوس معجزہ دے دیتے تو کیا ہوتا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اگر محسوس معجزہ دیا جاتا تو اصل مقصد کی طرف توجہ نہ رہتی۔

سوال6: وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ''اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَهُدًى: قرآن حکیم نفاق، شرک، کفر اور گمراہیوں کے اندھیروں میں ہدایت کا نور ہے۔ ﴿2﴾ وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ رب العزت نے فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ''رحمٰن نے قرآن حکیم نازل کیا'' اب جو بھی اس سے رہنمائی حاصل کرتا ہے، اس کی پیروی کرتا ہے وہی ایمان لا کر سعادت والی زندگی گزار سکتا ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہی بدنصیب ہے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔(204)

سوال1: ﴿1﴾ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ: رب العزت نے ایمان والوں کو فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی تلاوت سنیں تو غور سے سنیں اور خاموش رہیں۔ ﴿2﴾ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ قرآن مجید کو غور سے سنیں تا کہ تم توجہ سے سن کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کے معانی کو سمجھو اور اس کی نصیحتوں سے علم حاصل کرو۔(تفسیر قاسمی:329/7) ﴿3﴾ تا کہ تم اسے سمجھو اور اس پر تدبر کرو اور تم اس میں شور وغل نہ کرو پھر تم اسے نہیں سمجھو گے۔(جامع البیان:172/9) رب العزت نے کفار کا قول بیان فرمایا ہے: لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو۔ (الفصلت:26)

سوال2: قرآن حکیم کو غور سے سننے کے دل پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان پر حکمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ انسان کو دل کا اطمینان اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ انسان کی سوچ اور عمل میں تبدیلی آتی ہے۔ ﴿4﴾ انسان کے اندر قدم اٹھانے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ ﴿5﴾ انسان پختہ ارادے کا مالک بن جاتا ہے۔

سوال3: وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَ اَنْصِتُوْا ''اور خاموش رہو'' انصات سے کلام کو سنو یعنی سکون اور خشوع سے تا کہ تم اسے سمجھو اور اس پر تدبر کرو۔ اس کو سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت تک پہنچو۔ یعنی اس کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرو۔ مخلص لوگوں کے سوا کوئی نصیحت حاصل نہیں کر سکتا۔ ان ہی کے دل نور ایمانی سے جگمگاتے ہیں۔(تفسیر منیر:242/5) ﴿2﴾ آیت کے ظاہری الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت چاہے نماز میں ہو رہی ہو یا کسی اور وقت میں اسے غور سے سننا اور خاموشی اختیار کرنا واجب ہے۔(تیسیر الرحمٰن:515/1) ﴿3﴾ یہ ہر اس شخص کے لیے ایک عام حکم ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت سنتا ہے، وہ اسے غور سے سننے اور خاموش رہنے پر مامور ہے۔ استماع اور انصاف کے درمیان فرق یہ ہے کہ (انصات) ''چپ رہنا'' ظاہر میں بات چیت اور ایسے امور میں مشغولیت کو ترک کرنے کا نام ہے جن کی وجہ سے وہ غور سے سن نہیں سکتا اور (استماع) ''سننا'' یہ ہے کہ سننے کے لیے پوری توجہ مبذول کی جائے، قلب حاضر ہو اور جو چیز سنے اس میں تدبر کرے۔ (تفسیر سعدی:965/1) ﴿4﴾ آیت کے اختتام پر جو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن مجید کے آداب بجا لائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہوں گے اس سے بات کا دوسرا رخ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید کی بے حرمتی اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب اور اس کی گرفت کا سبب ہے۔(تفسیر انوار البیان:482/2) ﴿5﴾ کتاب اللہ کی تلاوت کے وقت جو کوئی ان دونوں امور کا التزام کرتا ہے وہ خیر کثیر، بے انتہا علم، دائمی تجدید شدہ ایمان، بہت زیادہ ہدایت اور دین میں بصیرت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے حصول رحمت کو ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دونوں امور پر مترتب قرار دیا ہے اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے سامنے کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے اور وہ اسے غور سے نہ سنے اور خاموش نہ رہے تو رحمت کے بہت بڑے حصے سے محروم ہو جاتا ہے، وہ خیر کثیر حاصل نہیں کر پاتا اور قرآن سننے والے کو سخت تاکید ہے کہ جہری نمازوں میں، جب کہ امام قراءت کرے، وہ توجہ سے سنے اور خاموش رہے، کیونکہ اسے چپ رہنے کا حکم ہے۔ یہاں تک کہ اکثر اہل علم کی رائے ہے کہ نماز کے اندر امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنا فاتحہ وغیرہ پڑھنے سے اولیٰ ہے۔ (تفسیر سعدی:965/1)

سوال4: قرآن حکیم کو سننے کے آداب کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جب قرآن حکیم پڑھا جائے تو خاموش رہیں۔ ﴿2﴾ قرآن حکیم غور سے سنیں تاکہ اللہ کی رحمت ہو۔ ﴿3﴾ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل تفسیر کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کو کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا جس طرح نماز میں فرض ہے اسی طرح نماز کے علاوہ بھی ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (205)

اور آپ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کیا کرو اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ (205)

سوال1: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً ''اور آپ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے یاد کیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کی امت کو کمال تک پہنچانے کا راستہ بتایا ہے۔ ﴿2﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کا ذکر اپنے دل اور زبان سے کریں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی اتباع میں اہل ایمان کو اخلاص کے ساتھ اپنے دل میں ذکر الٰہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿4﴾ تَضَرُّعًا عاجزی سے اور خشوع سے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع اور تواضع سے ذکر الٰہی کریں۔ ﴿5﴾ وَّخِيْفَةً خیفۃ کا معنی خوف ڈر خفیۃ اخفاء سے ہے یعنی چپکے چپکے۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿6﴾ وَّخِيْفَةً اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے کہ وہ گناہوں پر سزا دے گا۔ (تفسیر جامع البیان:177/9) ﴿7﴾ اور آپ کی حالت یہ ہونی چاہئے کہ آپ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے خائف اور ڈرتے ہوں مبادا کہ آپ کا عمل قبول نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ بندہ خیر خواہی کے ساتھ اپنے عمل کی اصلاح اور تکمیل میں پیہم کوشاں رہتا ہے۔ (تفسیر سعدی:966/1)

سوال2: ذکر کے لیے تضرع اور خوف کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ خوف کی وجہ سے انسان چیخ و پکار سے بچتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے جب انسان کی آواز دھیمی ہو جاتی ہے تب وہ غفلت سے نکل آتا ہے اور بے دار ہو جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس کی وجہ سے خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے اور انسان کی زبان اس کے دل کے ساتھ حرکت کرتی ہے اس وجہ سے یہ قید لگائی گئی۔

سوال3: انسان کے اندر تواضع اور خوف کی کیفیت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی عظمت کے شعور سے تواضع اور خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

سوال4: وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ''اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ بلند آواز سے ذکر اللہ تعالیٰ کی ضرورت نہیں اسی وجہ سے زور سے ذکر اللہ تعالیٰ غیر مستحب ہے۔ ﴿2﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے آہستہ آہستہ دعائیں مانگیں یا ہم اس سے پکار کر دعائیں مانگیں اس پر یہ آیت اتری۔ (مختصر ابن کثیر:655/1) ﴿3﴾ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سَبِیْلًا آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اسی کے ہیں اور آپ اپنی نماز میں آواز نہ بلند کریں اور نہ ہی اسے آہستہ رکھیں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کریں۔(بنی اسرائیل:110)

سوال5:بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ''صبح وشام'' اللہ کی یاد کو صبح اور شام کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾بِالْغُدُوِّ دن کے ابتدائی حصے میں وَالْاٰصَالِ آصال اصیل کی جمع ہے وہ وقت جو عصر سے مغرب تک ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے بکرۃ واصیلا۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ان اوقات میں کائنات کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔تبدیلی کے اوقات میں انسان کا دل نرم ہوتا ہے اور قبولیت کے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق قائم کرنے کے قریب ہوتا ہے۔

سوال6:وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ''اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ حال کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئے۔پس وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم رہ گئے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبودیت میں ہر فلاح وسعادت سے روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر بدبختی اور ناکامی کی طرف متوجہ رہے۔یہ وہ آداب ذکر ہیں جن کی بندے کو رعایت رکھنی چاہئے جیسا کہ رعایت رکھنے کا حق ہے یعنی دن اور رات کے اوقات میں،خاص طور پر دن کے دونوں کناروں میں،نہایت اخلاص،خشوع وخضوع،عاجزی،تذلل کے ساتھ،پرسکون حالت میں،قلب ولسان کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کرتے ہوئے،نہایت ادب وقار سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور بہت توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے دعا کی جائے۔غفلت کو دور کر کے حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے،کیونکہ اللہ تعالیٰ غافل اور مشغول دل کے ساتھ کی ہوئی دعا کو قبول نہیں فرماتا۔(تفسیر سعدی:966/1)﴿2﴾ذکر الٰہی کے مندرجہ ذیل آداب ہیں۔(الف)ذکر الٰہی کی اصل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو دل سے یاد کرے یعنی اگر دل غافل ہے اور زبان چل رہی ہے تو اسے ذکر الٰہی نہیں کہیں اور اللہ تعالیٰ کو چپکے چپکے یاد کرے تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ ہو اور اخلاص کے زیادہ قریب ہو۔(ب)اللہ تعالیٰ کے حضور خوب گریہ وزاری اختیار کرے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔(ج)اللہ کا خوف اور اس کی خشیت دل پر طاری ہو کہ عمل کی زندگی میں تقصیر کی وجہ سے کہیں اللہ کی گرفت نہ ہو جائے۔(د)آواز اونچی نہ کرے۔(و)زبان دل کا ساتھ دے۔(ہ)ذکر الٰہی صبح وشام ہو۔(تیسیر الرحمٰن:516/1)

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ(206)

بلاشبہ جو(فرشتے)آپ کے رب کے پاس ہیں،وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔(206)

سوال1:اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ ''بلاشبہ جو(فرشتے)آپ کے رب کے پاس ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:ملائکہ یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھاتے ہیں اور جو اس کے ملکوت اعلیٰ ہیں۔

سوال2:لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ ''وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وہ اپنی تواضع اور خشوع کی وجہ سے اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔اور تکبر نہیں کرتے۔(جامع البیان:179/9)﴿2﴾سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کی طرف پشت کیے اور ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا اور بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور انہیں دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملتا(فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے)(بخاری:3207،مسلم:411)﴿3﴾وہ اپنے رب کی اطاعت سے تکبر نہیں کرتے جن کاموں کے وہ مکلّف بنائے جاتے ہیں۔اور جن ذمہ داریوں پر وہ مامور کئے جاتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:505)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ''اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَيُسَبِّحُوْنَهٗ اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔یعنی اپنے رب کی عظمت کو بیان کرتے ہیں۔اس کے سامنے تواضع کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔(جامع البیان:179/9)﴿2﴾ان کی زبانیں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں سبحان الله وبحمده(ایسر التفاسیر:505)﴿3﴾وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ''اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھتے ہیں اس کو سجدے کرتے ہیں اور اس کی تعظیم کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کو اسی طرح ملائکہ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے رب کی تعظیم اور اس کے لیے تواضع کے ساتھ اس کی عبادت کرنی چاہئے۔﴿5﴾وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آ جائے''(الحجر:99)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ابن آدم (یعنی انسان) سجدہ والی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے اور شیطان روتا ہوا اور ہائے افسوس! کہتا ہوا اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور ابی کریب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے(شیطان کہتا ہے) ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدہ کا حکم کیا گیا تو وہ سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں نے سجدے کا انکار کر کے جہنمی ہو گیا۔(صحیح مسلم:244)﴿7﴾قرآن کریم میں یہ پہلا سجدہ ہے۔(تیسیر الرحمٰن:517/1)

سوال4: عبادت اور اللہ کے ذکر کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟

جواب:﴿1﴾عبادت اور اللہ کا ذکر اسلام کے بنیادی طریقوں میں سے ہیں۔﴿2﴾عبادت اور ذکر محض علم اور اللہ کی پہچان کا طریقہ نہیں۔اس کا تعلق عمل کی تبدیلی کے ساتھ ہے۔﴿3﴾انسان کی عملی زندگی کا تعلق انسان کے نفس کے ساتھ ہے۔﴿4﴾دعوت دینے والا لوگوں کو جاہلیت سے نکالتا ہے جو ایک مشکل کام ہے جس کے لیے اسے قوت کی ضرورت ہوتی ہے قوت علم، عبادت، ذکر اور اللہ کی مدد میں ہوتی ہے۔اللہ کی مدد کا سرچشمہ عبادت اور ذکر ہے۔

سوال5: مقرب فرشتوں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب:﴿1﴾وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔﴿2﴾وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کمی نہیں کرتے۔﴿3﴾وہ غرور میں مبتلا نہیں ہوتے۔

سوال6: انسانوں کو فرشتوں کے مقابلے میں کون سی مشکلات درپیش ہیں؟

جواب:﴿1﴾انسانوں پر شیطان کی اکساہٹ کا اثر جلدی ہوتا ہے۔﴿2﴾انسانوں کی کوشش محدود ہوتی ہیں۔﴿3﴾انسان خواہشات کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔﴿4﴾انسان میلانات رکھتا ہے۔﴿5﴾انسان غفلت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔

سوال7: اس دنیا میں انسان کی ترقی کا اعلیٰ مقام کون سا ہے؟

جواب: اگر انسان ہوتے ہوئے وہ فرشتوں جیسا کردار اپنا لے تو یہ بلند ترین مقام ہے جو انسانیت کو نصیب ہو سکتا ہے۔

اٰیاتھا ۷۵ ۸ سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ ۸۸ رکوعاتھا ۱۰

سوال1: اس سورت کا نام الانفال کیوں ہے؟

جواب: اس سورت میں مال غنیمت وغیرہ کا بیان ہے اس لیے اس کا نام ''الانفال'' ہے۔(مختصر ابن کثیر:656/1)

سوال2: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس میں 75 آیات اور 10 رکوع ہیں۔مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ آٹھویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اعتبار سے یہ 88 نمبر کی سورت ہے۔

سوال3:اس سورت کا موضوع کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہ سورت غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی، جو کہ تاریخ اسلام کا ابتدائی غزوہ ہے۔غزوۂ بدر سے ہی مسلمانوں کی فتح کا آغاز ہوا تھا اس لیے بعض صحابہ اسے سورہ بدر بھی کہتے ہیں۔اس سورت میں جہاد فی سبیل اللہ کے احکامات ہیں۔جنگ کے دوران مومنوں پر کیا کچھ واجب ہے اور جنگ کے بعد قیدیوں اور مال غنیمت کی تقسیم کے احکامات ہیں۔﴿2﴾ اس سورت میں چھ(6) مرتبہ مسلمانوں کو ایمان کے وصف سے مخاطب کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جنگ کے دوران کی ساری مشقتوں کو تب ہی برداشت کیا جاسکتا ہے جب اسے ایمان کا تقاضا سمجھیں۔صبر وثبات بھی تب ہی ممکن ہے اور فتح ونصرت بھی کثرت تعداد کی وجہ سے نہیں ایمان ہی کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے۔(1) پہلی ندا میں معرکے سے بھاگنے سے ڈرایا گیا:یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ (2) دوسری ندا میں سمع وطاعت کا حکم دیا گیا:یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (3) تیسری ندا میں یہ واضح کیا گیا کہ جس کی طرف رسول بلاتے ہیں اسی میں ان کی دنیا وآخرت کی زندگی،عزت اور سعادت ہے :یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ (4) چوتھی ندا میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ امت کا راز دشمنوں تک پہنچانا اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول ﷺ اور امت سے خیانت ہے:یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ (5) پانچویں ندا میں رب العزت نے تقویٰ اختیار کرنے کے لیے اس کے ثمرات سامنے رکھے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ ساری بھلائیوں کی بنیاد ہے اور تقویٰ کے عظیم ثمرات میں سے یہ ہے کہ یہ نور ربانی ہے جو کہ بندہ مومن کے دل پر ڈالا جاتا ہے،جس سے ہدایت اور گمراہی میں فرق کیا جاتا ہے:یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (6) چھٹی ندا میں عزت کا راستہ اور فتح ونصرت کی بنیاد کو واضح کیا گیا ہے اور وہ ہے دشمنوں کی مڈبھیڑ کے وقت ان کے سامنے صبر وثبات اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دل میں حاضر رکھنا،جس کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی قوت کو جو کبھی مغلوب ہونے والی نہیں اور اس کی مدد کا سہارا لینا،یہی ثبات کے لیے مددگار ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر جس کے بارے میں فرمایا:یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً اے لوگو جو ایمان لائے ہو!جب تم مدمقابل ہو۔﴿3﴾ اس سورت کا اختتام مومنوں کے درمیان ولایت کاملہ پر ہو رہا ہے خواہ وہ کسی علاقے اور کسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں وہ امت واحدہ ہیں اور ان پر لازم ہے کہ وہ دین کی نصرت کے لیے کام کرنے والوں کی مدد کریں اس لیے کہ ملت کفر بھی ایک ہے۔اگر مسلمان مدد نہیں کریں گے تو آپس میں بہت بڑا فساد ہوگا۔(صفوۃ التفاسیر:456,455/1)

رکوع نمبر:15

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(1)

وہ آپ سے اموال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔آپ کہہ دیں:غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول کے لیے ہیں،سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو،اگر تم مومن ہو۔(1)

سوال1:اس آیت کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب:سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بدر کے روز تلوار لے کر آیا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ !اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو مشرکین سے محفوظ رکھا ہے،یہ تلوار مجھے ہبہ کر دیجئے،آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہ میری ہے اور نہ تمہاری،مجھ کو رنج ہوا میں نے دل میں کہا کہ مجھ ہی کو ملے گی،چنانچہ رسول اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے مجھ سے تلوار مانگی تھی وہ اس وقت میری نہ تھی اور اب وہ میری ہے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں تمہیں دیتا ہوں فرماتے ہیں پھر یہ آیت نازل ہوگئی۔(مسلم:1748)

سوال2:یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ'' وہ آپ سے اموال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾انفال سے مراد غنائم ہیں یعنی جنگ میں ہاتھ آنے والا مال۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مال سے امت مسلمہ کے لیے مال غنیمت حلال کیا ہے۔پہلی امتوں کے لیے غنائم حلال نہیں تھے۔﴿3﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعہ فضیلت دی گئی۔ایک یہ کہ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے (جو الفاظ مختصر ہوں اور بہت سے معانی پر دلالت کرتے ہوں انہیں جوامع الکلم کہا جاتا ہے) دوسرے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی (کہ دور دور تک دشمن ہیبت کھاتے ہیں اور مرعوب ہوتے ہیں) تیسرے اموال غنیمت میرے لیے حلال کر دیئے گئے (جو دوسری امتوں کے لیے حلال نہ تھے) چوتھے پوری زمین میرے لیے سجدہ گاہ بنادی گئی اور طہارت کی جگہ بنادی گئی (جہاں وقت ہوجائے نماز پڑھ لیں مسجد کی کوئی قید نہیں اور پانی نہ ملے تو تیمّم کرلیں) پانچویں میں ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا (آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے) چھٹے میرے آنے پر نبیوں کی آمد ختم کردی گئی۔(مسلم)﴿4﴾ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک نبی علیہ السلام نے جہاد فرمایا اور فتح کے بعد اموال غنیمت جمع کیے گئے۔اس کے بعد آگ آئی تاکہ ان کو کھا جائے مگر آگ نے اس کو نہ کھایا یعنی نہیں جلایا۔انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔لہٰذا ہر قبیلہ کا ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے بیعت کرتے کرتے ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک کر رہ گیا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی لوگوں میں سے کوئی شخص خیانت کرنے والا ہے۔اس کے بعد وہ لوگ بیل کے سر کے برابر سونا لے کر آئے اور اس کو مال غنیمت میں ملا کر رکھ دیا تو آگ آئی اور اس نے تمام مال غنیمت کو جلا دیا۔(بخاری:440/1)﴿5﴾غزوۂ بدر میں مال غنیمت حاصل ہوا تو مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔انہوں نے نبی ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔﴿6﴾مال غنیمت جو بدر کی جنگ میں ہاتھ آیا تھا عملاً ایک گروہ کے قبضے میں تھا۔اسی وجہ سے جنگ کے بعد غنیمت کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔جنگ میں کچھ لوگ پہلی صف میں تھے۔کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے۔کچھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے نکل گئے اور مال لوٹنے کا موقع ایک گروہ کو ملا تھا۔جب کہ جنگ کے تمام شریک خود کو حصہ دار سمجھتے تھے۔اگر اقلیک فریق کے پاس زبانی دلائل تھے تو دوسرے کا عملی قبضہ۔ایسی صورت حال میں اس امر کی ضرورت تھی کہ اموال غنیمت کا مسئلہ حل کر دیا جائے،اس لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔﴿7﴾مال غنیمت کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا کہ اس کو کیسے تقسیم کیا جائے اور کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔

سوال3:قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ'' آپ کہہ دیں:غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول کے لیے ہیں'' مال غنیمت کے مسائل کو کیسے حل کیا گیا؟

جواب:﴿1﴾قُلِ رب العزت نے محمد ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے۔﴿2﴾الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ''غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول کے لیے ہیں'' وہ جہاں چاہیں گے انہیں خرچ کریں گے۔﴿3﴾آپ پر فرض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ فیصلہ کر دیں تو اس فیصلے پر دل سے راضی ہوجاؤ۔﴿4﴾تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے لہٰذا سر تسلیم خم کردو۔

سوال4:فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ'' سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَاتَّقُوا اللّٰهَ:اے لوگو!اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی اطاعت سے اور اس کے معاصی کے اجتناب سے تقویٰ اختیار کرو۔(جامع البیان:189/9)اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جو تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے اس لئے کہ وہی دل بنانے والا ہے۔﴿2﴾اختلاف اور باہمی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جھگڑوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔(تفسیر قاسمی:8/8)﴿3﴾ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ''اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنوں پر کھولا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور آپس کے معاملات کی اصلاح کریں۔(جامع البیان:190/9)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ متحد ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے لیے بھائی بھائی بن جاؤ۔(تفسیر قاسمی:8/8)﴿5﴾ جب تقویٰ اور خوف خدا و آخرت غالب ہوتا ہے تو بڑے بڑے جھگڑے منٹوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔ باہمی منافرت کے پہاڑ گرد بن کر اڑ جاتے ہیں۔(معارف القرآن:176/4)﴿6﴾ تم آپس کے بغض، قطع تعلقی اور ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنے کی، آپس کی مودت، محبت اور میل جول کے ذریعے سے اصلاح کرو۔ اس طرح تم میں اتفاق پیدا ہوگا اور قطع تعلق، مخاصمت اور آپس کے لڑائی جھگڑے کی وجہ سے جو نقصان پہنچا ہے اس کا ازالہ ہو جائے گا۔ آپس کے معاملات کی اصلاح میں حسن اخلاق اور براسلوک کرنے والوں سے درگزر کا بہت بڑا دخل ہے اس سے دلوں کا بغض اور نفرت دور ہو جاتی ہے اور ان تمام باتوں کی جامع بات یہ ہے۔ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔(تفسیر سعدی:968,969/1)

سوال5: وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ''اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ ''اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اس کے معنی ہیں کہ اے لوگو جو مال غنیمت چاہتے ہو اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔﴿2﴾ عطا کا قول ہے کہ رسول کی اطاعت کتاب وسنت کی اتباع ہے۔(فتح القدیر:358/2)﴿3﴾ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرتے ہو اور جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔(جامع البیان:190/9)﴿4﴾ کیونکہ ایمان للہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا تقاضا کرتا ہے جیسے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کرتا وہ مومن نہیں، جس کی اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ناقص ہے اس کا ایمان بھی اتنا ہی ناقص ہے۔ چونکہ ایمان کی دو قسمیں ہیں: (الف) ایمان کامل، جس پر مدح وثنا اور کامل فوز وفلاح مترتب ہوتی ہے۔ (ب) ناقص ایمان۔(تفسیر سعدی:968,969/1)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ، اپنے آپس کے معاملات کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت یہ تین امور ہیں جن پر اسلامی جماعت کے حالات کی اصلاح کا انحصار ہے کیونکہ پوشیدہ اور اعلانیہ احکام شریعت کی اطاعت سے ہی نظم وضبط پیدا ہوتا ہے، اسی سے ایک کلمے پر صف بندی ہوتی ہے اور دانا، اخلاص والی حکیمانہ قیادت کی اطاعت ہوتی ہے۔(تفسیر منیر:259)

سوال6: اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کا اندازہ کہاں سے ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کرنے سے ہوتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے سے اطاعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ(2)

بلا شبہ مؤمن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔(2)

سوال1: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ''بلا شبہ مؤمن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب ایمان اطاعت کو لازم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی پانچ صفات کا ذکر کیا ہے جن میں سے تین اس آیت میں ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ''ان کے دل لرز جاتے ہیں''، زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا'' وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں''عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ'' وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔''﴿2﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ بلاشبہ مومن وہی ہیں یعنی کامل ایمان والے وہی ہیں۔﴿3﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ '' جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں''یعنی وہ ڈر جاتے ہیں۔ یہ ڈر خشیت الٰہی، اللہ تعالیٰ کے حرام کاموں سے رکنے کا سبب بنتا ہے۔ خوف الٰہی گناہوں سے بچنے کا سب سے بڑا ذریعہ بھی ہے اور علامت بھی۔ رب العزت نے فرمایا: وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ﴿۳۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ اور آپ عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں۔ وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ (الحج:35,34)﴿4﴾ ام الدرداء نے کہا: '' وجل کا مطلب یوں سمجھو جیسے کسی کو پھنسیاں نکلتی ہیں تو جلن ہوتی ہے۔ کیا تم اس حالت میں کپکپی محسوس نہیں کرتے؟ کہا ہاں ایسا ہی ہوتا ہے فرمایا: جب تم ایسی حالت کو پاؤ تو اللہ تعالیٰ کو پکارو دعا کے نتیجے میں یہ حالت چلی جاتی ہے۔''وجل کی حالت میں دل میں بے قراری پیدا ہوتی ہے ذکر اور دعا ایسی حالت میں سکون دیتے ہیں۔﴿5﴾ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت سے، اس کے وعدوں اور اس کی وعیدوں سے مطمئن ہوتے ہیں۔ اس کے اوامر و نواہی کے بجالانے کے وقت دل کا ڈر جانا، واجبات میں تقصیر کا خوف ہونا، نافرمانی کے اقدام کا خوف ہونا اور مستقبل میں حالات کے بدل جانے کا خوف ہونا۔ (تفسیر قاسمی:9/8)﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کا کامل خوف اسے ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو محسوس کرتے ہیں اور اس کے وعدوں اور وعیدوں کو یاد کرتے ہیں۔ اس سے پورا خوف رکھتے ہیں۔ (تفسیر منیر:260)

سوال 2: جب کوئی مومن کسی حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اس کے دل کی کیا کیفیت ہو جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ مومن کے دل پر اللہ تعالیٰ کا رعب طاری ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ اس پر اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔﴿3﴾ مومن کے دل میں گناہوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا رعب آجاتا ہے۔ اس طرح وہ گناہوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔

سوال 3: وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا'' اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب ان پر قرآن حکیم کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ عمل صالح کے لیے ان کے ایمان، یقین، تصدیق اور قبولیت میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ دلائل کی کثرت اور نصیحت یقین میں اضافے کا موجب بنتی ہے۔ اس سے مومن کا اعتقاد مضبوط ہوتا ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل کی تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں۔ (الفتح:4)﴿3﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ (التوبہ:124)﴿4﴾ ربیع بن انس کا قول ہے: زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا سے مراد خشیت ہے۔ (فتح القدیر:359/2)﴿5﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی، اس نے ان کو ہدایت میں بڑھا دیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا کیا۔ (محمد:17)﴿6﴾ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آیات الٰہی کو حضور قلب کے ساتھ غور سے سنتے ہیں تا کہ وہ ان میں غور و فکر کریں جس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہو کیونکہ تدبر، اعمال قلوب میں شمار ہوتا ہے، نیز ان کے لیے معانی کی بھی توضیح ہوتی ہے جن سے وہ لاعلم ہیں اور ان کو ان امور کی یاد دہانی ہوتی ہے جن کو وہ فراموش کر چکے ہیں یا ان کے دلوں میں نیکیوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور اپنے رب کے اکرام و تکریم کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے یا ان کے دل میں عذاب سے خوف اور معاصی سے ڈر پیدا ہوتا ہے اور ان تمام امور سے ایمان بڑھتا ہے۔ (تفسیر سعدی:969/1)﴿7﴾ اس آیت میں اس بات کی دلیل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔اعمال صالحہ سے ایمان بڑھتا ہے اور اعمال سیئہ سے ایمان گھٹتا ہے۔

سوال4: جب اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو مومن کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات میں وہ نکات ہوتے ہیں جو مومن کے ایمان میں اضافہ کرتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اطمینان نصیب ہوتا ہے، یہ اطمینان مجرد ایمان سے قوی ہوتا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟ اس نے کہا: کیوں نہیں لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔(البقرہ:260)﴿3﴾ گناہ کے اثر کی وجہ سے دل پر پردہ آجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی آیات کی وجہ سے یہ پردہ اٹھتا ہے تو دل قرآن حکیم کی مٹھاس محسوس کرتا ہے اس طرح قرآن کے اثرات ایمان میں اضافہ کرتے ہیں۔

سوال5: وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ'' اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَّعَلٰى رَبِّهِمْ اپنے خالق، مالک اور آقا پر۔﴿2﴾ يَتَوَكَّلُوْنَ'' وہ اعتماد کرتے ہیں''یعنی اپنے دینی اور دنیاوی نقصانات کو دور کرنے اور اپنے مصالح کے حصول کے لیے اپنے دلوں میں رب پر اعتماد کرتے ہیں انہیں پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا کام ضرور کر دے گا۔﴿3﴾ توکل علی اللہ، اللہ تعالیٰ پر اعتماد، اس پر یقین اور اس کو اپنے معاملات سپرد کرنے کا نام ہے۔﴿4﴾ جو لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، اسی کی طرف پناہ پکڑتے ہیں، اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتے، اس کے سوا کسی کا ارادہ نہیں کرتے، نہ کسی سے اپنی ضروریات طلب کرتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جب وہ اسباب اختیار کرتے ہیں پھر وہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔(تفسیر منیر:260)﴿5﴾ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: توکل نصف ایمان ہے۔ (الدر المنثور:298/3)﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ''وہ غیر اللہ سے امید نہیں رکھتے۔''﴿7﴾ توکل انسان کو عمل پر آمادہ کرتا ہے۔﴿8﴾ توکل کے بغیر اعمال وجود میں آتے ہیں نہ تکمیل پا سکتے ہیں۔(تفسیر سعدی:969/1)

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ(3)

وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(3)

سوال1: الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ'' وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے جب ان کے اعمال حسنہ، اعمال القلوب میں سے خشیت، اخلاص اور توکل کا ذکر کیا تو اس کے پیچھے اعضاء کے اعمال کو لے کر آئے ہیں۔یعنی نماز اور صدقہ وغیرہ۔(تفسیر قاسمی:10/8)﴿2﴾ مقاتل بن حیان نے کہا: وہ نماز قائم کرتے ہیں اور اقامت سے مراد اس کے وقت کی حفاظت اور پورا وضو کرنا اور اس کے رکوع اور سجدوں کو پورا کرنا اور تلاوت قرآن کرنا، تشہد اور نبی ﷺ پر درود بھیجنا ہے۔یہ اقامت ہے۔(ابن ابی حاتم:1657/5)

سوال2: اقامت صلوٰۃ کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: فرض اور نفل نماز کو اس کے ظاہری اور باطنی اعمال مثلاً حضور قلب، جو کہ نماز کی روح اور اس کا مغز ہے کے ساتھ قائم کرنا۔(تفسیر سعدی:969/1)

سوال3: وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ'' اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو مال دیئے ہیں اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اس میں سے خرچ کریں۔زکوۃ، جہاد، حج، عمرہ اور جس پر آپ خرچ کرنا پسند کریں۔وہ ان کے حقوق ادا کرتے ہیں۔(جامع البیان:192/9)﴿2﴾ یعنی وہ نفقات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

واجبہ مثلاً زکوٰۃ، کفارہ، بیویوں، اقارب اور غلاموں پر خرچ کرتے ہیں اور نفقات مستحبہ مثلاً بھلائی کے تمام راستوں میں صدقہ کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:969/1)

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (4)

یہی دراصل سچے مومن ہیں ان کے رب کے پاس ان کے درجات اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔(4)

سوال1: أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ''یہی دراصل سچے مومن ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ أُولَٰئِكَ وہ لوگ جو یہ کام کرتے ہیں۔﴿2﴾ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ ''یہی دراصل مومن ہیں'' جنہیں اپنے ایمان میں کوئی شک نہیں۔(تفسیر قاسمی:10/8)﴿3﴾ یعنی جوان صفات سے متصف ہیں۔(تفسیر سعدی:969,970/1)﴿4﴾ جن میں یہ خوبیاں ہوں وہی سچے مسلمان ہیں۔ایک دفعہ حارث رضی اللہ عنہ بن مالک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: حارث کیا حال ہے! بولے: میں پکا سچا مسلمان ہوں۔فرمایا: کیا کہہ رہے ہو؟ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ بولے: میں نے دنیا سے اپنا دل ہٹالیا، رات کو بے دار رہ کر عبادت کرتا ہوں اور دن کو روزہ رکھتا ہوں، گویا میں رب کا عرش آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، جنت والوں کو ملتا جلتا دیکھ رہا ہوں اور جہنمیوں کو چیختا چلاتا سن رہا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: حارث رضی اللہ عنہ تم نے حقیقت پہچان لی اب اسی پر جمے رہو۔(طبرانی)﴿5﴾ یہ آیت دلیل ہے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔نیکی کے کاموں سے ایمان بڑھتا ہے اور برے کاموں سے ایمان گھٹتا ہے۔ہر بندے کو اپنے ایمان کو بڑھانے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔اس مقصد کے لیے قرآن حکیم کے معنی میں غور وفکر کرنا چاہیے اور اس میں تدبر کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہمیں تدبر وتفکر کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

سوال2: حقیقی مومنوں کی کیا صفات ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے جن کے دل دہل جائیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات سے جن کا ایمان بڑھے۔﴿3﴾ جو اپنے رب پر بھروسہ رکھیں۔﴿4﴾ جو نماز قائم کریں۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کریں۔

سوال3: لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ''ان کے ربّ کے پاس ان کے درجات اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ ''ان کے رب کے پاس ان کے درجات ہیں'' اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے اعمال کے مطابق ان کے درجات بلند ہوں گے رب العزت نے فرمایا: هُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ اللَّهِ وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے (الگ الگ) طبقے ہیں۔(آل عمران:163)﴿2﴾ وَمَغْفِرَةٌ اور گناہوں کی بخشش۔﴿3﴾ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ''اور عزت کی روزی'' یہ وہ روزی ہے جو گناہوں کے چھوڑنے کی وجہ سے ہوگی۔(الدرالمنثور:299/3) جو اللہ تعالیٰ نے سچے اہل ایمان کے لیے اپنے عزت والے گھر جنت میں تیار کر رکھی ہے۔جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اس کے بارے میں سنا ہے، نہ کسی کا خیال وہاں تک پہنچا ہے۔﴿4﴾ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اور ان درجات کے درمیان آپس میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے ان میں سے فردوس سب سے اعلیٰ درجہ ہے اسی سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہیں اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔(ترمذی، مشکوۃ:496)﴿5﴾ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں سو درجات ہیں اگر سارے جہان ان میں سے ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو اس ایک درجہ میں سب سما جائیں۔(مشکوۃ:497)﴿6﴾ رحمت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عالم ﷺ نے فرمایا: علیین والے نیچے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کناروں میں دور کے تارے دیکھتے ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کیا وہ منازل انبیاء ہیں جن کو کوئی حاصل نہیں کرسکتا؟ فرمایا: کیوں نہیں اللہ کی قسم! ان لوگوں کے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے رہے۔ (بخاری، مسلم) ﴿7﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت والے بلند درجوں والوں کو یوں دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کناروں میں کوئی ڈوبنے والا ستارہ دیکھتے ہو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ان ہی میں سے ہوں گے اور خوش وخرم ہوں گے۔ (مسند احمد، سنن)

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۫ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ (5)

جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو حق کے ساتھ آپ کے گھر سے نکالا، حالانکہ ایمان والوں کا ایک گروہ یقیناً اس کو ناپسند کرنے والا تھا۔ (5)

سوال 1: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ’’جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو حق کے ساتھ آپ کے گھر سے نکالا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو مدینہ سے نکال کر بدر کے مقام پر مشرکوں سے جنگ کے لیے اس حق کے ساتھ باہر نکالا جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ ﴿2﴾ اس جنگ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں طے کر رکھا تھا اگرچہ اپنے گھر سے نکلنے اور اور دشمن کے خلاف لڑنے کے بارے میں نبی ﷺ نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے گھر سے نکالنے سے قبل اور اس عظیم غزوے کے ذکر سے پہلے اہل ایمان کی صفات بیان فرمائی ہیں جنہیں اختیار کرنا چاہیے۔ جو مومن یہ صفات اختیار کرتا ہے وہ ثابت قدم ہوجاتا ہے۔ ان کا ایمان حقیقی اور سچا ایمان ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حقیقی جزا رکھی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے بدر کی جنگ کے حالات کیسے پیدا کردیئے؟

جواب: ﴿1﴾ شعبان 2 ہجری میں قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ کی طرف واپس جارہا تھا اور قافلے کے ساتھ تقریباً 60 ہزار اشرفی سامان تھا۔ اس وقت یہ خطرہ تھا کہ مسلمان کہیں قافلہ تجارت پر حملہ نہ کرلیں کیونکہ راستہ مدینہ کے پاس سے گزرتا تھا۔ قافلے کے سردار ابوسفیان نے تیز رفتار اونٹنی کے ذریعے مکہ والوں کو مدد کے لیے پکارا کہ اگر نہ آئے تو مسلمان قافلہ لوٹ لیں گے۔ مکہ میں جوش پیدا ہوگیا 950 سوار جن میں 60 زرہ پوش تھے مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے قافلہ اور لشکر دونوں میں سے ایک کی طرف بڑھنے کے لیے مشورہ لیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ چاہتا تھا قافلے کی طرف جائیں مگر اللہ تعالیٰ کا منصوبہ یہ تھا کہ کافروں کا زور توڑا جائے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حالات ایسے پیدا کردیے کہ مکہ سے سرداروں کو نکالا اور مدینہ سے 20 میل کے فاصلے پر بدر میں پہنچایا اور مسلمانون کو ان کے گھروں سے نکالا جن کی تعداد 313 تھی۔ اس میدان بدر کو کفر اور اسلام کے لیے معرکے کا میدان بنادیا۔ اسی کا تذکرہ اس آیت میں ہے کہ اگرچہ ایک گروہ کو پسند نہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے معرکہ برپا کردیا۔ (ابن ابی حاتم، تفسیر ابن عباس: 476/1)

سوال 3: وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ’’حالانکہ ایمان والوں کا ایک گروہ یقیناً اس کو ناپسند کرنے والا تھا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے ’’حالانکہ ایمان والوں کا ایک گروہ یقیناً اس کو ناپسند کرنے والا تھا‘‘ ﴿2﴾ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح اس وقت مدینے سے نکلنے سے ہچکچانا اور خطرے کا سامنا کرنے سے گھبرانا صحیح ثابت نہ ہوا اور بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور مال غنیمت ہاتھ لگا اسی طرح آج بھی انہیں مال غنیمت کی تقسیم میں ناراض نہ ہونا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جو حصہ ملے اسے قبول کرلینا چاہئے۔ اس کا نتیجہ ان کے حق میں بہتر رہے گا۔ (کبیر، ابن کثیر)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ(6)

وہ حق کے بارے میں آپ سے جھگڑ رہے تھے اس کے بعد کہ وہ صاف ظاہر ہو چکا تھا، گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہوں اور وہ دیکھ رہے ہوں۔(6)

سوال1: يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ ''وہ حق کے بارے میں آپ سے جھگڑ رہے تھے اس کے بعد کہ وہ صاف ظاہر ہو چکا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ ''وہ حق کے بارے میں آپ سے جھگڑ رہے تھے'' یعنی وہ جنگ کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ (تفسیر منیر:266/1) ﴿2﴾ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ یعنی ان پر یہ ظاہر ہونے کے بعد کہ ان کی مدد کی جائے گی۔ ﴿3﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے نکل جانے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو آپ ﷺ نے اعراض فرمایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو بھی آپ ﷺ نے اعراض کیا۔ پھر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا ''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا ارشاد شاید ہماری طرف ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم کود جائیں گے اور اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑا دوڑا کر ہلاک کر ڈالنے کا حکم دیں تو ہم تعمیل کریں گے'' (مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوہ بدر)

سوال2: مسلمانوں میں سے ایک گروہ رسول اللہ ﷺ سے کس امر پر جھگڑا کر رہا تھا؟

جواب: جھگڑا اس امر پر تھا کہ ہمیں قافلے کی طرف جانا چاہیے جہاں کہ دنیا کا فائدہ موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دیگر ساتھی چاہتے تھے کہ لشکر کا مقابلہ کیا جائے کیونکہ وہاں دینی فائدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہمیشہ دینی فائدہ کی طرف ہوتی ہے۔

سوال3: كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ''گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہوں اور وہ دیکھ رہے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ معرکہ ہو کر رہے گا تو مومنوں میں سے ایک گروہ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جھگڑنا شروع کر دیا، وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کو ناپسند کرتے تھے، گویا کہ ان کو، ان کے دیکھتے ہوئے، موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ رویہ ان کو زیب نہیں دیتا تھا خاص طور پر جب ان پر واضح ہو گیا تھا کہ ان کا گھر سے نکلنا حق پر مبنی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور وہ اس پر راضی ہے۔ اس صورت حال میں یہ بحث کرنے کا مقام نہیں تھا بحث کرنے کا محل و مقام وہ ہوتا ہے جہاں حق میں اشتباہ اور معاملے میں التباس ہو، وہاں بحث کرنا مفید ہوتا ہے، لیکن جب حق واضح اور ظاہر ہو جائے تو اس کی اطاعت اور اس کے سامنے سرافگندہ ہونے کے سوا کوئی اور صورت نہیں رہتی۔ یہ تو تھی ان لوگوں کی بات، مگر اکثر اہل ایمان نے اس بارے میں کسی قسم کی بحث نہیں کی اور نہ انہوں نے دشمن کا مقابلہ کرنے کو ناپسند کیا۔ اس طرح وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا تھا انہوں نے جہاد کے لیے سر تسلیم خم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی عطا فرمائی اور ان کو وہ اسباب مہیا فرمائے جن سے ان کے دل مطمئن ہو گئے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض اسباب کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا۔ (تفسیر سعدی:971/1)

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ(7)

اور جب اللہ تعالیٰ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمہارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ یقیناً غیر مسلّح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گروہ ہی تمہارے لیے ہو اور اللہ تعالیٰ ارادہ کر چکا تھا کہ حق کو اپنی باتوں سے سچا کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔(7)

سوال1:وَاِذْیَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ'' اور جب اللہ تعالیٰ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمہارے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾الطَّآئِفَتَیْنِ'' دو گروہ'' دو گروہوں سے مراد قافلہ یا فوج میں سے ایک۔﴿2﴾اَنَّھَا لَکُمْ'' کہ یقیناً وہ تمہارے لیے ہے'' ان میں سے ایک کے مقابلے میں تمہیں فتح سے نوازے گا۔﴿3﴾یعنی جو کچھ ان کے ساتھ ہے وہ تمہارے لیے غنیمت ہے۔(جامع البیان:196/9)

سوال2:وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ'' اور تم چاہتے تھے کہ یقیناً غیر مسلح گروہ ہی تمہارے لیے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾'' اور تم چاہتے تھے کہ یقیناً غیر مسلح گروہ ہی تمہارے لیے ہو'' تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ یعنی قافلہ جس کے ساتھ سفیان بن حرب تھا وہ تمہارے لیے ہو۔﴿2﴾مسلمانوں نے غربت کی وجہ سے قافلے کے ملنے کو پسند کیا کیونکہ قافلے والوں کے پاس طاقت نہیں تھی اور مال تھا۔﴿3﴾قافلہ آسان شکار تھا جس سے بظاہر نفع زیادہ اور نقصان کم تھا۔

سوال3:وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ'' اور اللہ تعالیٰ ارادہ کر چکا تھا کہ حق کو اپنی باتوں سے سچا کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اس چیز کو پسند کرتے تھے جو افضل تھی۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو ایک ایسی فوج سے فتح نصیب ہو جس میں بڑے بڑے سردار اور شہسوار لڑنے آئے تھے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کافروں کی جڑ کاٹ کر اپنی باتوں سے حق کو سچا کر دکھانا چاہتے تھے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ باطل اور کفر کی جڑ کاٹ دیتا ہے اور اپنے بندوں کی ایسی نصرت کرتا ہے جس کا انہیں کبھی خیال بھی نہیں آتا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کا ارادہ کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ مٹھی بھر مسلمان امت بن جائیں اور ان کی اپنی حکومت ہو۔﴿2﴾مسلمانوں کی اپنی قوت ہو جو دشمن سے برتر ہو تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کامیابی ساز و سامان اور تعداد پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتی ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کا زور نہیں چل سکتا، کسی کی قوت ٹھہر نہیں سکتی۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ امت اپنے عقیدے کا عملی تجربہ کرے اور پھر اس کی روشنی میں اپنے مستقبل کے منصوبے بنائے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ(8)

تا کہ وہ حق کو سچا کر دے اور باطل کو جھوٹا کر دے، اور اگر چہ مجرموں کو نا گوار ہو۔(8)

سوال1:لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ'' تا کہ وہ حق کو سچا کر دے اور باطل کو جھوٹا کر دے اور اگر چہ مجرموں کو نا گوار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾لِیُحِقَّ الْحَقَّ'' تا کہ وہ حق کو سچا کر دے'' اللہ تعالیٰ حق کے دلائل اور حق پر گواہی کے ذریعے حق کو سچا ثابت کرتے ہیں۔﴿2﴾تا کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت دے کہ وہ حق ہے۔﴿3﴾وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ'' اور باطل کو جھوٹا کر دے'' اور باطل پر دلائل قائم کر کے باطل کو جھوٹا کر دے۔﴿4﴾وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ'' اور اگر چہ مجرموں کو نا گوار ہو'' اللہ تعالیٰ کو مجرموں کی کوئی پرواہ نہیں، مجرموں کو نا گوار بھی گزرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تب بھی حق کے لیے حیات ہے۔﴿5﴾ یعنی کفر کو وہ مٹا دے اور شرک کو زائل کر دے۔

سوال 2: حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا کب ثابت ہوتا ہے؟

جواب: حق اور باطل کا فیصلہ میدان جنگ میں ہوتا ہے۔

ج اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (9)

جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اُس نے تمہاری دُعا قبول کر لی کہ یقیناً میں فرشتوں میں سے ایک ہزار کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔(9)

سوال 1: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ ''جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے'' بدر کے معرکے میں اہل اسلام کی فریاد کیا تھی؟

جواب: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نیسید نا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کی جماعت کے لوگ تین سو تیرہ تھے۔ چنانچہ آپ قبلہ رخ ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر اپنے رب سے دعا کرنے لگے کہ '' یاالٰہ العالمین جو آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا کر یاالٰہ العالمین مسلمانوں کی اگر یہ جماعت ہلاک ہوجائے گی تو پھر زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف رخ کئے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دراز کیے ہوئے اپنے پروردگار سے دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک گر گئی، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر ڈالی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے کی طرف سے چمٹ گئے۔ اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہ وزاری بہت ہوگئی، وہ ضرور اس چیز کو پورا کرے گا جس کا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کر رکھا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعے سے مدد فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس:478/1)

سوال 2: فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ''تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ جب دشمن سے مڈبھیڑ کو اس نے یقینی بنا دیا۔ دشمن تم سے قریب ہوا تو تم نے اس سے مدد طلب کی اور مدد کے لیے پکارا۔ ﴿2﴾ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ '' تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی'' اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کر لی اور مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجا۔ ﴿3﴾ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ تم اور تمہارا پروردگار دونوں جا کر لڑو، ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکنے لگا اور ان کے قول نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا۔ (بخاری: کتاب المغازی)

سوال 3: اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ '' کہ یقیناً میں فرشتوں میں سے ایک ہزار کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''کہ یقیناً میں فرشتوں میں سے ایک ہزار کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں'' بدر میں شامل ہونے والے فرشتوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ﴿2﴾ وہ پے در پے یعنی ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے تھے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک کافر کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اسے اوپر سے آواز آئی، وہ سوار کہہ رہا تھا کہ حیزوم (غالباً اس کے گھوڑے کا نام تھا) آگے بڑھ۔ اتنے میں اس مسلمان نے دیکھا کہ وہ کافر اس کے سامنے چت پڑا ہے۔ اس کی ناک پر نشان تھا اور کا سر پھٹ گیا تھا۔ گویا کسی نے اسے کوڑا مارا ہے۔ پھر اس کا سارا جسم سبز ہو گیا۔ وہ انصاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ وہ فرشتے تیسرے آسمان سے مدد کے لیے آئے تھے۔ (مسلم، کتاب الجہاد غزوہ بدر) ﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا: ''یہ جبرئیل امین ہیں اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے اور ان پر لڑائی کے ہتھیار ہیں'' (بخاری، کتاب المغازی)

سوال4: فرشتوں کا طریقہ جنگ کیا تھا؟

جواب: رب العزت کا فرمان ہے: اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ جب تمہارا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو ثابت قدم رکھو جو ایمان لائے، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنہوں نے کفر کیا پس تم ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر پور پر ضرب لگاؤ۔ (الانفال:12)

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (10)

اور اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا اس کو مگر ایک خوش خبری اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (10)

سوال1: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ''اور اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا اس کو مگر ایک خوش خبری اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ ''اور اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا'' یعنی یہ امداد۔ ﴿2﴾ یعنی فرشتوں کے نازل کرنے کو۔ ﴿3﴾ اِلَّا بُشْرٰى مگر تمہاری نصرت کے لیے بشارت تا کہ اس سے تمہارے دل خوشی حاصل کریں۔ ﴿4﴾ وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ''اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی امداد سے تمہارے دل مطمئن ہوں۔ ملائکہ نے جنگ نہیں کی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مسلمانوں کے لیے خوشخبری بنایا تھا تا کہ ان کے دل مطمئن اور ثابت قدم ہوں۔ (فتح القدیر:2/364)

سوال2: وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ''اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ''اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' ورنہ فتح و نصرت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، فتح کثرت تعداد اور ساز و سامان سے حاصل نہیں ہوتی۔ (تفسیر سعدی:1/973) ﴿2﴾ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ عزیز ہے سب پر غالب اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ جن کی وہ مدد نہ کرے ان کی تعداد زیادہ ہو یا جنگی ساز و سامان، وہ غلبہ حاصل نہیں کر سکتے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے سارے معاملات کو اسباب کے ساتھ مقدر کیا ہے۔ اس نے اپنی حکمت سے ہر چیز کو اس کے جائز مقام پر رکھا ہے جو اس کے لیے مناسب ہے۔ (تفسیر سعدی:1/973)

رکوع نمبر 16

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (11)

جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے امن دینے کے لیے اور وہ آسمان سے تم پر پانی نازل کر رہا تھا تا کہ اس کے ذریعے سے تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور کر دے اور تا کہ وہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور اس کے ساتھ تمہارے قدموں کو جما دے۔ (11)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ ''جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے امن دینے کے لیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا۔ یہ اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کی قبولیت کی علامت تھی۔ ﴿2﴾ یہ اونگھ مسلمانوں کے دل میں جو خوف اور ڈر تھا اسے دور کر رہی تھی۔ ﴿3﴾ یہ اونگھ فتح ونصرت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ ﴿4﴾ اَمَنَةً مِّنْهُ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے لیے امن سکون اور اطمینان کا باعث تھی۔

سوال2: غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ غنودگی کا واقعہ پیش آیا یہ کیسا واقعہ تھا؟

جواب: یہ واقعہ حیرت انگیز ہے غنودگی نیند کی سی کیفیت تھی جو مسلمانوں پر جنگ سے قبل طاری ہوگئی یہ نفسیاتی کیفیت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام تھا کیونکہ انسان سو کر تازہ دم ہو جاتا ہے۔ جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں پر خوف طاری ہو گیا، انہیں اتنے بڑے لشکر کی توقع نہ تھی پھر میدان جنگ کی دہشت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ طاری کر دی، وہ تازہ دم ہو کر اٹھے۔ وہ ذہنی بوجھ سے فارغ ہو کر صبح بالکل فریش ہو گئے، اس طرح یہ غنودگی اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد تھی۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی طرف سے غنودگی مسلمانوں کے لیے کیسے غیبی مدد بن گئی؟

جواب: غنودگی سے پہلے مسلمانوں کے اندر بڑے لشکر کو دیکھ کر دہشت پیدا ہو رہی تھی۔ اس طرح وہ حالات ان کے اندر وسوسوں کی پیدائش کا سبب بن رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں ان کے لیے ایسے امکانات پیدا کر دیے کہ ان کے اندر نیا یقین ابھر آیا۔

سوال4: وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ''اور وہ آسمان سے تم پر پانی نازل کر رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے سے تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور کر دے اور تاکہ وہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور اس کے ساتھ تمہارے قدموں کو جما دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بدر میں فتح ونصرت کے لیے بارش بھی برسائی جو اس کی جانب سے بہت بڑا انعام تھا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے بارش کے نازل کرنے کے چار مقاصد واضح کیے ہیں۔ لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ تاکہ اس کے ذریعے سے تمہیں پاک کر دے یعنی تم غسل بھی کر لو اور نماز کے لیے وضو بھی کر لو۔ ﴿3﴾ وَ یُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ ''اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور کر دے'' اور تم سے شیطان کی گندگی بھی دور کر دے۔ قتادہ نے کہا: شیطان نے دلوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ بغیر طہارت کے نماز ہوگی۔ (ابن ابی حاتم: 1666/5) اللہ تعالیٰ نے اس کے وسوسوں اور نجاست سے دلوں کو پاک کر دیا۔ ﴿4﴾ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ ''اور تاکہ وہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو'' یعنی صبر اور یقین میں مضبوط کر دے۔ (ایسر التفاسیر: 509) ﴿5﴾ یعنی صبر اور دشمن کے خلاف اقدام کرنا جو کہ باطنی شجاعت ہے۔ (تفسیر منیر: 281,282/5) ﴿6﴾ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ''اور اس کے ساتھ تمہارے قدموں کو جما دے'' اس سے مراد ظاہری شجاعت ہے کیونکہ زمین ہموار تھی اور نرم تھی جب اس پر بارش نازل ہوئی تو سخت اور ٹھوس ہو گئی اور قدم مضبوطی سے جمنے لگے۔ (تفسیر سعدی: 973/1)

سوال5: بارش کا واقعہ کس وقت پیش آیا؟

جواب: جنگ سے تھوڑی دیر پہلے بارش ہوئی۔

سوال6: بارش مسلمانوں کے لیے خاص مدد کیسے ثابت ہوئی؟

جواب: بدر کے میدان میں مشرکین نے پہلے پہنچ کر وہاں بہترین جگہ اور پانی کے چشمے پر قبضہ کر لیا۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ آنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنے زور کی بارش برسائی کہ مسلمانوں نے پانی اکٹھا کر لیا۔ مشرکوں نے زمین کے پانی کو مسلمانوں سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسا کر ان کی مدد کی۔ بارش کی وجہ سے حالات میں تبدیلی آئی، ریت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیٹھ گئی اورلوگ اور جانوراس پر آسانی سے چلنے لگے۔مسلمانوں نے بارش کا پانی جمع کرلیا۔کفار کے لیے کیچڑ ہوگیااور مشکلات پیدا ہوگئیں کیونکہ وہ نشیبی جگہ پر تھے۔پانی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں کواطمینان ہوگیااورسب لوگ تروتازہ ہوگئے۔

اِذْيُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ(12)

جب تمہارارب فرشتوں کی طرف وحی کررہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں،پس تم ان لوگوں کوثابت قدم رکھو جوایمان لائے،عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنہوں نے کفر کیاپس تم ان کی گردنوں کے اوپرضرب لگاؤاوران کے ہر پور پرضرب لگاؤ۔(12)

سوال1:اِذْيُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ''جب تمہارارب فرشتوں کی طرف وحی کررہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں،پس تم ان لوگوں کوثابت قدم رکھو جوایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِذْيُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ ''جب تمہارارب فرشتوں کی طرف وحی کررہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں''یعنی میری تائیداورنصرت تمہارے ساتھ ہے۔﴿2﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے باطنی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عین وقت پرفرشتوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ مسلمانوں کے قدم جمائے رکھیں اوران کے ساتھ مل کرلڑیں۔﴿3﴾ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ''پس تم ان لوگوں کوثابت قدم رکھو جوایمان لائے''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کوحکم دیا تھا کہ ایمان والوں کے دلوں کو جمائے رکھیں۔انہیں جہاد کی ترغیب دیں اوران کے حوصلے بڑھائیں۔

سوال2:سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ''عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنہوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنہوں نے کفر کیا''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا:حوصلے بلند رکھو میں کافروں کے دلوں میں تمہاری دہشت بٹھادوں گا۔جب اللہ تعالیٰ ایمان والوں کوثبات اورکافروں کودہشت عطا کرتا ہے تو کافر ثابت قدم نہیں رہتے۔اللہ تعالیٰ انہیں ایمان والوں کے قبضے میں دے دیتا ہے۔

سوال3:فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ''پس تم ان کی گردنوں کے اوپرضرب لگاؤاوران کے ہر پور پرضرب لگاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''پس تم ان کی گردنوں کے اوپرضرب لگاؤاوران کے ہر پور پرضرب لگاؤ''﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کوتعلیم دی ہے کہ وہ مشرکوں پررحم نہ کریں،انہیں کیسے قتل کریں،ان کے جوڑ جوڑ پرضرب لگائیں اوران کی گردنیں ماریں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ خطاب فرشتوں سے بھی کیا ہے کہ اہل ایمان کے دل مضبوط رکھیں اوردشمنوں سے قتال کریں،گردنیں ماریں اورجوڑ جوڑ پرضرب لگائیں۔﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا:فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ توجب ملوان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے۔(محمد:4)﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا:میں اللہ تعالیٰ جیسا عذاب دینے کے لیے نہیں بھیجا گیا مجھے تو صرف گردنیں اڑانے اورگرفتار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔(مختصرابن کثیر:665/1)

سوال4:ملائکہ نے مومنوں کی کس طرح مدد کی؟

جواب:ملائکہ کے طریقے کار کے بارے میں ہمیں علم نہیں مگرانہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام کیا۔﴿1﴾ انہوں نے کفار کی گردنوں پر وار کیا۔﴿2﴾ انہوں نے کفار کے ایک ایک جوڑ پروار کیا کہ وہ کام کے نہ رہیں﴿3﴾ انہوں نے کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (13)

یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت عذاب والا ہے۔(13)

سوال1: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ’’یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کی اور ان سے جنگ کی۔ (ایسر التفاسیر:510) ﴿2﴾ یعنی ان کی گردنیں مارنے اور جوڑ جوڑ پر ضرب لگانے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی جزا ہے۔

سوال2: مسلمانوں کی مدد کس طرح کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بٹھا دیا گیا۔ ﴿2﴾ مسلّح فرشتے امداد کے لیے بھیجے گئے۔ ﴿3﴾ مسلمانوں کو ان کے دشمنوں پر مسلّط کیا گیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آنا اس کی سنت جاریہ ہے یہ اصول کس طرح جاری ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب کبھی زمین پر کوئی جماعت دین اسلام کا پیغام لے کر اٹھے اور اسلامی نظام حیات قائم کرے اور ثابت قدمی سے اس مقصد کے حصول کے لیے کوششیں کرے۔ ﴿2﴾ جب یہ جماعت اللہ تعالیٰ کی راہ میں اطمینان سے کام کرے، رب پر بھروسہ کرے اور اپنے سفر کو جاری رکھے۔ ﴿3﴾ جب اس جماعت کے خلاف اللہ تعالیٰ کے دشمن محاذ آرائی شروع کر دیں اور جب دشمن قوت والا اور رعب والا ہو تو اس جماعت کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔

سوال4: مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ دراصل کافروں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جنگ تھی کیسے۔ وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو گھر سے باہر نکالا تھا۔ مسلمان نہ تو قوت کی نمائش کے لیے نکلے تھے نہ مظالم کے لیے، اللہ تعالیٰ کے لیے نکلے تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا تھا کہ دو گروہوں میں سے کون سا گروہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے مسلمانوں پر غنودگی طاری کی تھی۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں سے پانی اتارا تا کہ انہیں شیطانی وسوسوں سے پاک کر دے اور ان کے دلوں کو مطمئن اور مضبوط کر دے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے اس جنگ میں فرشتوں کو شریک کیا، اس نے ہی فرشتوں کو حکم دیا کہ کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیں اور مسلمانوں کے قدم مضبوط کر دیں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے فرشتوں کو حکم دیا کہ کافروں کی گردنوں پر ضرب لگاؤ اور ان کے جوڑ جوڑ پر ضربیں لگاؤ۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے مجرموں کی جڑ کاٹ دی تا کہ حق حق ہو جائے اور باطل باطل ہو جائے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے مسلمانوں کو مال غنیمت عطا کیے حالانکہ جب وہ گھر سے نکلے تو ان کے پاس مال ومتاع نہ تھا۔

سوال5: کیا فیصلہ کن جنگ فقط اسلحے اور ساز وسامان کی کثرت پر موقوف ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فیصلہ کن جنگ صرف اسلحے اور ساز وسامان پر موقوف نہیں ہوتی بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد، اس کی تدبیر اور اس کی مشیت فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ ﴿2﴾ فیصلہ کن جنگ میں اصل متاع توکل علی اللہ ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ فیصلہ کن جنگ میں اللہ تعالیٰ سے آہ وفریاد کرنا، اس کی طرف توجہ کر کے دعائیں کرنا اور اس کی تدبیر اور تقدیر اپنا کردار ادا کرتی ہے۔

سوال6: وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ’’اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت عذاب والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت رکھے، ان کے ساتھ جنگ کرے۔ ﴿2﴾ فَاِنَّ اللّٰهَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ’’ تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت عذاب والا ہے‘‘ ان کے لیے دنیا میں بھی شدید عذاب ہے، اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کے ہاتھوں انہیں سخت سزائیں دلواتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب ہے وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔(جامع البیان:212/9)﴿3﴾ اور یہ بھی اس کا عذاب ہی ہے کہ اس نے اپنے اولیاء کو اپنے اعداء پر مسلط کیا اور ان کے ہاتھوں قتل کروایا۔(تفسیر سعدی:974/1)

ذٰلِکُمۡ فَذُوۡقُوۡہُ وَ اَنَّ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابَ النَّارِ(14)

یہ ہے! (تمہاری سزا) لہٰذا اس کا مزہ چکھو اور یقیناً کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔(14)

سوال1: ذٰلِکُمۡ فَذُوۡقُوۡہُ ’’ یہ ہے! (تمہاری سزا) لہٰذا اس کا مزہ چکھو‘‘ کافروں کو دنیا کی زندگی میں کیا عذاب دیا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جھگڑے، مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے اس عذاب کا مزا جلدی بھی چکھو۔(الاساس:2113/4)

﴿2﴾ قتل اور شکست کے عذاب کا مزا اس دنیا میں چکھو۔(ایسر التفاسیر:510)

سوال2: وَ اَنَّ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابَ النَّارِ ’’ اور یقیناً کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: کافروں کو اصل سزا آخرت میں ملنے والی ہے یعنی دوزخ کا عذاب۔

سوال3: کیا دین کے قیام کے لیے کی جانے والی کوششوں کا معاملہ اسی دنیا تک کا ہے؟

جواب: دین کے قیام کے لیے کی جانے والی کوششوں کے اثرات اس دنیا میں بھی ہوتے ہیں اور اس زندگی کے بعد دوسری زندگی پر بھی اس کے اثرات پڑتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا زَحۡفًا فَلَا تُوَلُّوۡهُمُ الۡاَدۡبَارَ(15)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم ان لوگوں سے ایک لشکر کی صورت میں ملو جنہوں نے کفر کیا تو تم ان سے پیٹھیں نہ پھیرو۔(15)

سوال1: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا زَحۡفًا فَلَا تُوَلُّوۡهُمُ الۡاَدۡبَارَ ’’ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم ان لوگوں سے ایک لشکر کی صورت میں ملو جنہوں نے کفر کیا تو تم ان سے پیٹھیں نہ پھیرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا: اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔(جامع البیان:213/9)﴿2﴾ اِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا زَحۡفًا ’’ جب تم ان لوگوں سے ایک لشکر کی صورت میں ملو‘‘ یعنی جب لڑائی کے لیے صف بندی ہو چکی ہو، فوجیں ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہی ہوں اور جنگجو ایک دوسرے کے قریب آ چکے ہوں۔(تفسیر سعدی:975/1) فَلَا تُوَلُّوۡهُمُ الۡاَدۡبَارَ تو دشمن سے پیٹھ پھیر کر مت بھاگو، ان کی قوت کا مقابلہ کرو، ان کے حملے میں ان سے لڑنے کے لیے ثابت قدمی سے ڈٹ جاؤ، صبر سے مقابلہ کرو یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت، اہل ایمان کے دلوں کی مضبوطی اور دشمنوں کو دہشت زدہ کرنے کا باعث ہوگی۔﴿3﴾ مسند احمد میں ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا تھا میں بھی اس میں ہی تھا لوگوں میں بھگدڑ مچی میں بھی بھاگا ہم لوگ بہت ہی نادم ہوئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھاگے ہیں اللہ تعالیٰ کا غضب ہم پر ہے۔ ہم اب مدینے جائیں اور وہاں رات گزار کر نبی ﷺ کے سامنے پیش ہوں اگر ہماری توبہ کی کوئی صورت نکل آئے تو خیر ورنہ ہم جنگلوں میں نکل جائیں۔ چنانچہ نماز فجر سے پہلے ہم جا کر بیٹھ گئے جب نبی ﷺ آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا: بھاگنے والے! آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم لوٹنے والے ہو میں تمہاری جماعت ہوں اور میں تمام مسلمانوں کی جماعت ہوں۔ ہم نے بے ساختہ آگے بڑھ کر نبی ﷺ کے ہاتھ چوم لئے۔(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے معرکے کے دوران میدان جنگ سے فرار ہونے سے منع کیا ہے۔﴿5﴾ اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کے راستے میں قوت اور قلوب کو مضبوط کرنے والے اسباب فراہم کرنے کا حکم دیا ہے۔

سوال 2: مسلمانوں کو کافروں کے بالمقابل کھڑے ہونے کے موقعہ پر کیا ہدایت دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ثابت قدم رہیں ﴿2﴾ فرار اختیار نہ کریں۔

سوال 3: مسلمان کافروں کے مقابلے میں کب ثابت قدم رہ سکتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ مسلمان اس وقت ثابت قدم رہ سکتے ہیں جب ان کا یقین ہو کہ فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا فیصلہ صرف ظاہری اسباب پر نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ یہ یقین ہو کہ جنگ کی تدبیر اور کمان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی مومنوں کے ہاتھوں سے کافروں کو قتل کرواتا ہے۔ ﴿3﴾ اسلحے کا صحیح نشانے پر استعمال وہی کرواتا ہے اور وہی کافروں کو مسلمانوں سے مرعوب کرواتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کافروں کی ہر تدبیر کو الٹا کر دیتا ہے اور دنیا وآخرت میں عذاب سے دوچار کرتا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ ہی جہاد کا ثواب عطا کرتا ہے تو مسلمان ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ(16)

اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، سوائے اس کے کہ وہ لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو یا کسی گروہ کی طرف جگہ لینے والا ہو تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب کے ساتھ لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔(16)

سوال 1: وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ ''اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے سوائے اس کے کہ وہ لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو یا کسی گروہ کی طرف جگہ لینے والا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ ''اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے'' میدان جنگ سے کسی عذر کے بغیر بھاگنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس کی سزا جہنم کی شعلے مارنے والی آگ اور اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ ﴿2﴾ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اگر کوئی کسی مصلحت سے میدان جنگ سے پیٹھ پھیرے یا ہٹ جائے مثلاً سوچی سمجھی تدبیر ہو۔ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ یا اپنے لشکر میں جا ملنا چاہتا ہو یعنی کوئی چھوٹے دستے میں ہے اور بھاگ کر بڑے دستے میں جا ملے، یا اپنے امام سے جا ملے تو کوئی حرج نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں ایک دستے میں تھا۔ لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور میں بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ پھر ہم نے سوچا کہ اب کیا کریں؟ ہم تو اللہ تعالیٰ کا قہر لے کر لوٹے ہیں آؤ مدینہ چلیں۔ وہاں ایک رات بسر کر کہ رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اگر ہماری توبہ کی کوئی صورت نکل آئے تو خیر ورنہ ہم جنگلوں میں نکل جائیں۔ چنانچہ صبح کی نماز سے پہلے ہم مسجد نبوی میں پہنچ گئے جب نبی ﷺ آئے تو آپ ﷺ نے نکل کر پوچھا: کون ہیں؟ ہم نے کہا بھاگنے والے ہیں۔ فرمایا: نہیں بلکہ تم حملہ کرنے والے ہو میں تمہاری اور تمام مسلمانوں کی جماعت ہوں ہم نے بڑھ کر نبی ﷺ کے ہاتھ چوم لئے۔ (ابن ماجہ)

سوال 2: میدان جنگ سے بھاگنا بدترین جرم کیوں قرار دیا گیا؟

جواب: میدان جنگ اسلام اور کفر کے لیے آخری فیصلے کا وقت ہوتا ہے۔ بھاگنے والا حق کو بچانے کے مقابلے میں اپنے آپ کو بچانا زیادہ اہم سمجھتا ہے اس طرح وہ اپنے مقصد کے مقابلے میں ذات کو ترجیح دیتا ہے۔

سوال 3: کون سے حالات میں میدان جنگ سے فرار کی اجازت دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فرار کسی جنگی چال کی صورت میں ہو ﴿2﴾ فرار بہترین مواقع کے لیے ﴿3﴾ فرار بہترین منصوبے کی خاطر ہو ﴿4﴾ فرار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مسلمانوں کی کسی دوسری فوج سے ملنے کے لیے ہو﴿5﴾فرار دوبارہ حملے کے لیے ہو۔

سوال4: جنگی چال سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾جنگی چال سے مراد ایک مورچے سے دوسرے مورچے میں جانا۔﴿2﴾دوسری فوج یا یونٹ سے جاملنا۔

سوال5:فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ''تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب کے ساتھ لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت ہی بُری جگہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اپنے جہاد سے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گھرا ہوا لوٹے گا۔(ایسر التفاسیر:511)﴿2﴾بھاگنے والا اللہ تعالیٰ کا غضب لے واپس بھاگتا ہے۔﴿3﴾سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:یعنی اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب واجب ہوگیا۔(ابن ابی حاتم:4167/1)﴿4﴾ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ''اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے'' اپنی موت کے بعد جب وہ آخرت کے جہان میں منتقل ہوجائے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔﴿5﴾ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ''اور وہ لوٹنے کی بہت ہی بری جگہ ہے'' ان لوگوں کے لیے جہنم بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔﴿6﴾یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کسی عذر کے بغیر، میدان جنگ سے فرار ہونا سب سے بڑا گناہ ہے۔جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے اور جیسا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرار ہونے والے کے لیے سخت وعید سنائی ہے۔اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ جنگی چال کے طور پر میدان جنگ سے ہٹنے میں، یعنی میدان جنگ میں ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر لڑنا تا کہ اس جنگی چال میں دشمن کو زک پہنچا سکے، کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ میدان جنگ سے منہ موڑ کر نہیں بھاگا بلکہ اس نے دشمن پر غالب آنے کے لیے ایسا کیا ہے، یا اس نے کسی پہلو سے دشمن پر حملہ کرنے کے لیے، یا دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے یہ چال چلی ہے، یا دیگر جنگی مقاصد کے لیے ایسا کیا ہے۔اسی طرح کفار کے خلاف کمک کے طور پر ایک جماعت سے علیحدہ ہو کر دوسری جماعت میں جا کر ملنا بھی جائز ہے۔اگر لشکر کا وہ گروہ جس کے ساتھ یہ گروہ جا کر ملا ہے، میدان جنگ میں موجود ہے تو ایسا کرنے کا جواز بالکل واضح ہے اور اگر وہ گروہ مقام معرکہ کی بجائے کسی مقام پر ہے، مثلاً مسلمانوں کا کفار کے مقابلے سے کسی ایک شہر سے پسپا ہو کر مسلمانوں کے کسی دوسرے شہر میں پناہ لینا یا ایک میدان جنگ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ دشمن پر حملہ آور ہونا، تو اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو آراء منقول ہوئی ہیں وہ اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔شاید پسپائی اس شرط سے مشروط ہے کہ مسلمان سمجھتے ہوں کہ پسپائی انجام کار ان کے لیے بہتر اور دشمن کے مقابلے میں زیادہ مفید ہوا اور اگر وہ یہ سمجھتے ہوں کہ میدان جنگ میں جمے رہنے سے کفار پر ان کو غلبہ حاصل ہوجائے گا تو اس صورت حال میں یہ بعید ہے کہ پسپائی کا جواز ہو، کیونکہ تب میدان جنگ سے فرار ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے جس سے روکا گیا ہے۔یہ آیت کریمہ مطلق ہے۔(یعنی فرار کی ہر صورت ممنوع ہے)البتہ سورت کے آخر میں اس کو تعداد کے ساتھ مشروط کرنے کا بیان ہے۔(تفسیر سعدی:975,976/1)

سوال6: فرار کی جن صورتوں کی اجازت دی گئی ان کے ماسوا اگر فرار ہو تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا کیا اعلان ہے؟

جواب:﴿1﴾ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے غضب میں گھر جائے گا۔﴿2﴾ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔﴿3﴾دشمن کو منہ دکھانا چاہیے شکست نہیں۔﴿4﴾شکست کھانے والا پیٹھ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس کا پیچھا کرتا ہے جو اسے جہنم تک لے جاتا ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ(17)

پس تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے اور آپ نے (خاک کی مٹھی) نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھینکی اور تا کہ وہ ایمان والوں کو اچھے انعام سے نوازے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(17)

سوال 1: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ’’پس تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے قتل پر واضح فرمایا فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ تم نے انہیں قتل نہیں کیا۔ یعنی اپنی قوت سے قتل نہیں کیا۔ ﴿2﴾ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ’’ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے‘‘ ان کے قتل پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی جب اس نے کافروں کے دلوں میں دہشت بٹھانے کے لیے فرشتے بھیجے اور تمہارے دلوں کو قوی کیا اور تم سے گھبراہٹ کو دور کر دیا۔ ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ بدر میں بھی تمہاری مدد فرما چکا ہے حالانکہ تم نہایت کمزور تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تا کہ تم شکر کرو۔ (آل عمران:123) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ ان سے جو اچھے کام سرزد ہوں ان پر وہی قابل تعریف وتوصیف ہے کیونکہ اس نے ان کاموں کی توفیق عطا فرمائی اور اسی نے اعانت فرمائی، فرمایا: قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دلوائے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا۔ (التوبہ:14) ﴿5﴾ فتح تعداد اور اسلحے کی کثرت کی بنا پر نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ رب العزت نے فرمایا: فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ پس جب طالوت فوجوں کے ساتھ جدا ہوا تو اس نے کہا: ’’اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔‘‘ سو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے پیا چنانچہ جب طالوت نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے دریا پار کر لیا تو انہوں نے کہا: ’’آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔‘‘ لیکن جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں انہوں نے کہا: کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں! اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرہ:249)

سوال 2: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ’’اور آپ نے (خاک کی مٹھی) نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی‘‘ وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب معرکہ شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ ایک خیمہ میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے قسمیں دے دے کر فتح ونصرت کے لیے دعائیں کرنے لگے، پھر خیمے سے باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر کفار کے چہروں کی طرف پھینکی اور اللہ تعالیٰ نے یہ خاک ان کے چہروں تک پہنچا دی، ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے چہرے، منہ اور آنکھوں میں یہ خاک نہ پڑی ہو۔ پس اس وقت ان کی طاقت ٹوٹ گئی ان کے ہاتھ شل ہو گئے، ان کے اندر کمزوری اور بزدلی ظاہر ہوئی پس وہ شکست کھا گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ’’جب آپ نے کفار کی طرف خاک کی مٹھی پھینکی تو آپ نے اپنی قوت سے یہ خاک ان چہروں تک نہیں پہنچائی تھی، بلکہ ہم نے اپنی قوت اور قدرت سے یہ خاک ان کے چہروں تک پہنچائی۔‘‘ (تفسیر سعدی:977,976/1) ﴿2﴾ بدر والے دن جب آپ ﷺ اپنے گھر سے نکلنے لگے تو ایک مٹھی بھر خاک لے کر اس پر شاھت الوجوہ ’’چہرے بگڑ جائیں‘‘ پڑھ کر دشمن کی طرف پھینک دی پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ پوری طاقت سے حملہ کر دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ٹوٹ پڑے اور اللہ تعالیٰ نے یہ خاک کافر کی آنکھ میں پہنچا دی اور ہر مشرک اپنی آنکھیں ملنے میں مشغول ہو گیا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ خاک آپ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی آنکھوں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جھونکی اورانہیں کچھ دیر کے لیے اندھا کر دیا۔(مختصرابن کثیر:664)

سوال3:وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ''اورتا کہ وہ ایمان والوں کو اچھے انعام سے نوازے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اورتا کہ وہ ایمان والوں کو اچھے انعام سے نوازے''اللہ تعالی نے مومنوں کے لیے فتح لکھ دی تھی آزمائش کے ذریعے اللہ تعالی نے اجر کا مستحق بنا دیااور کامیابی مزید اجر کا باعث بنی ہے۔﴿2﴾یعنی اللہ تعالیٰ بغیر جنگ کے کفار کے مقابلے میں مومنوں کی مدد کرسکتا ہے مگر امتحان کے ذریعے انہیں بلند درجات تک پہنچانا اور اجروثواب سے نوازنا چاہتا ہے۔

سوال4:حق اور باطل کی جنگ میں افواج کی کثرت کیوں فیصلہ کن نہیں ہوتی؟

جواب:حق اور باطل کی جنگ میں دونوں قوموں میں کوئی توازن نہیں ہوتا مومنوں کا حامی و مددگار اللہ تعالی ہوتا ہے اور کافروں کے ساتھ ان جیسے ہی انسان ہوتے ہیں اس لیے فریقین کے درمیان جنگ کا طریقہ پہلے سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

سوال5:اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کی ساری باتوں کو سنتا ہے،خواہ وہ چپکے سے کریں یا اعلانیہ۔﴿2﴾اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ وہ ان کی دعاؤں اور فریادوں کا سننے والا ہے۔﴿3﴾عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔وہ بندے کی چھپی نیت اور ظاہر فعل کو جانتا ہے۔وہ ہر شخص کو نیت کے مطابق جزا دیتا ہے۔

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ(18)

یہ تھی(حکمت)اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کی خفیہ تدبیر کمزور کرنے والا ہے۔(18)

سوال1:ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ''یہ تھی(حکمت)اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کی خفیہ تدبیر کمزور کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ذٰلِكُمْ یہ نصرت اور یہ فتح اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔﴿2﴾وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ بے شک اللہ تعالیٰ کمزور کرنے والا ہے۔﴿3﴾كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ''کافروں کی خفیہ تدبیر''کافروں کی سازشوں اور تدبیروں کو رب العزت کمزور کرنے والا ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ(19)

اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو یقیناً فیصلہ تمہارے پاس آچکا اور اگر تم باز آجاؤ تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم دوبارہ کروگے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے اور تمہارا گروہ تمہارے ہرگز کسی کام نہ آئے گا،اگرچہ وہ بہت زیادہ ہو اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔(19)

سوال1:اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ ''اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو یقیناً فیصلہ تمہارے پاس آچکا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا اگر تم فیصلہ چاہتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کرتے ہو کہ ظلم وزیادتی کرنے والوں پر اپنا عذاب نازل کردے۔﴿2﴾امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے ذریعے مسیّب سے روایت کیا ہے ابی بن خلف احد کے روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا۔اس کا راستہ چھوڑ دیا اس کے سامنے سے معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے۔اور رسول اللہ نے ابی بن خلف کی ہنسلی اس کے خود اور زرہ کے درمیان سے دیکھی،آپ نے اس میں اپنا نیزہ مارا،وہ گھوڑے سے گر پڑا اور آپ کے نیزہ مارے سے خون وغیرہ نہیں بہا البتہ ان کی زرہ کی لڑیوں میں سے ایک لڑی کٹ گئی،اس کے ساتھی دوڑ کر اس کے پاس آئے۔وہ بیل کی چنگاڑ رہا تھا تو اس کے ساتھیوں نے کہا ایسی کون سی بات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیش آ گئی ہے یہ تو معمولی سی خراش ہے تو اس نے ان سے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بیان کیا کہن ہیں ابی کو قتل کروں گا۔اس کے بعد وہ کہنے لگا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہے،جس قدر مجھ کو چوٹ آئی ہے اگر اس قدر ذی المجاز والوں کو آتی تو سب مرجاتے ،غرض کہابی مکہ جانے سے پہلے ہی اپنے انجام کو پہنچ گیا اور مر گیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔حدیث صحیح الاسناد ہے مرغریب ہے۔اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمن بن جبر سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بیر کے دن تیر کمان منگوائی اور تیر مارا، تیر گھستا چلا گیا تا آنکہ ابی الحقیق کو مار اڈالا اور وہ بستر پر تھا،تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، یہ حدیث مرسل ہے،سند عمدہ مگر غریب ہے۔مگر مشہور یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے روز اس وقت اتری جب آپ نے کفار کی طرف ایک مٹھی بھر کر کنکریاں ماریں۔﴿3﴾ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ،اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ، نے حکیم بن حزام سے روایت کیا گیا ہے کہ بدر کا دن ہوا تو ہم نے کچھ آواز سنی۔گویا آسمان سے زمین کی طرف آئی گویا وہ کنکریوں کی آواز ہے، جو ایک طشت میں آئیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان کنکریوں کو پھنکا،ان ہی کی وجہ سے ہمیں شکست ہوئی،اسی چیز کا اللہ کے فرمان میں اشارا ہے،ومارمیت اذ رمیت الخ اور الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، نیز ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے طریقہ سے اسی مرسل روایت نقل کی ہے۔(تفسیر ابن عباس:479,480/1)﴿4﴾ ابن زید کا قول ہے اگر تم عذاب کا فیصلہ چاہتے ہو تو بدر کے دن تمہیں عذاب دیا تھا۔مکہ میں انہوں نے فیصلہ چاہا تھا۔رب العزت نے فرمایا:وَاِذْقَالُوااللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَاھُوَالْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْعَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِائْتِنَابِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اور جب انہوں نے کہا:''اے اللہ!اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔(الانفال:32)﴿5﴾فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ''تو یقیناً فیصلہ تمہارے پاس آ چکا''یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر ایسا عذاب نازل کر دیا ہے جو تمہارے لیے سزا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے عبرت ہے۔

سوال2:مشرکین کیا فیصلہ چاہتے تھے؟

جواب:مشرکین چاہتے تھے کہ مسلمانوں اور مشرکوں میں سے جو فریق حق پر ہے اللہ تعالیٰ جنگ میں اس کو کامیاب کر دے اور جو گمراہ ہو اور صلہ رحمی کے خلاف موقف اختیار کر رہا ہو جنگ اس کے خلاف فیصلہ کن ہو جائے۔

سوال3:وَاِنْ تَنْتَھُوْافَھُوَخَيْرٌلَّكُمْ ''اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اگر تم فیصلہ طلب نہ کرو باز آ جاؤ۔(فتح القدیر:373/2)﴿2﴾اگر تم کفر اور رسول اللہ ﷺ کی عداوت سے باز آ جاؤ۔﴿3﴾فَھُوَخَيْرٌلَّكُمْ ''تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے''تمہارے لیے اس اعتبار سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ گے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے اور فوراً سزا نہیں دیتا۔

سوال4:وَاِنْ تَعُوْدُوْانَعُدْ ''اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاِنْ تَعُوْدُوْا ''اور اگر تم دوبارہ کرو گے''یعنی اگر جنگ اور کفر کو دہراؤ گے نَعُدْ ''تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے''ہم تم پر اپنے رسول اور مومنوں کو مسلط کر دیں گے تا کہ ہم ان کے ہاتھوں تمہیں ذلت اور شکست کا مزا چکھائیں۔(ایسر التفاسیر:512)﴿2﴾اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم بھی قتل کریں گے اور قیدی بنائیں گے۔(الدر المنثور:319/3)

سوال5:وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًاوَّلَوْ كَثُرَتْ ''اور تمہارا گروہ تمہارے ہرگز کسی کام نہ آئے گا،اگر چہ وہ بہت زیادہ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فِئَتُكُمْ تمہاری کثیر جماعت،تمہارے مددگار،تمہارے کام نہیں آئیں گے جن پر اعتماد کر کے تم قتال کر رہے ہو۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:وَاِنَّ جُنْدَنَالَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے۔(الصافات:173)﴿3﴾رب العالمین نے فرمایا:وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْافَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست بنائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے۔(المائدہ:56)

سوال6:''وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ'' اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ساتھ دیتا ہے یعنی ان کو فتح ونصرت سے نوازتا ہے۔﴿2﴾ اور اللہ تعالیٰ جن کے ساتھ ہوتا ہے وہی فتح ونصرت سے نوازے جاتے ہیں خواہ وہ کمزور اور تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ معیت، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے اہل ایمان کی تائید فرماتا ہے، ان کے اعمال ایمان کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر بعض اوقات دشمنوں کو اہل ایمان پر فتح حاصل ہوتی ہے تو یہ اہل ایمان کی کوتاہی، واجبات ایمان اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ورنہ اگر وہ ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں تو ان کا پرچم کبھی سرنگوں نہ ہو اور دشمن کو کبھی ان پر غالب آنے کا موقع نہ ملے۔(تفسیر سعدی:977,978/1)

رکوع نمبر 17

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ(20)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ موڑو جب کہ تم سنتے ہو۔(20)

سوال1:''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ'' اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا: اللہ رب العزت نے اس سے پہلے والی آیت میں مسلمانوں کو یقین دلایا ہے کہ وہ ان کے ساتھ ہے اس لیے انہیں حکم دیا کہ اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے کہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو جن سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔﴿2﴾ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کرو اور جن چیزوں سے وہ روکیں ان سے اجتناب کرو۔

سوال2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم کن لوگوں کو دیا جا رہا ہے؟

جواب: یہ حکم ان لوگوں کو دیا گیا جو ایمان لائے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی، اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور معاونت کا یقین کر لیا اور جنہوں نے یہ مان لیا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیروں کو برباد کرنے والا ہے۔

سوال3:''وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ'' اور اس سے منہ نہ موڑو جب کہ تم سنتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ: اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ نہ موڑو۔﴿2﴾ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ: جو دلائل تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں، تم انہیں سنتے ہو اور ان کی تصدیق کرتے ہو اور گونگے بہرے کی طرح نہیں ہو۔(فتح القدیر:374/2)﴿3﴾ قرآن حکیم ناطق ہے کہ اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کی مخالفت کرنے پر زجر وتوبیخ اور نصیحتیں کرتا ہے۔(تفسیر قاسمی :31/8)﴿4﴾ جب تم قرآن حکیم سے وصیتیں، نصیحتیں اور احکامات سنتے ہو تو تمہارا اطاعت سے منہ موڑنا بہت ہی برا حال ہے۔

سوال4: مومن کے سامنے جب حق بات آئے تو اسے کیسے سننا چاہیے؟

جواب:﴿1﴾ مومن پوری توجہ کے ساتھ سنے۔﴿2﴾ مومن سچائی کے وزن کو محسوس کرے۔﴿3﴾ حق بات کا اپنی زبان سے اعتراف کر کے سننے کا حق ادا کرے یعنی اسے قبول کر لے۔

سوال5: انسان حق بات سن کر ان سنی کیسے کرتا ہے؟

جواب: انسان حق بات کو ایسے سنے گویا اس کے پاس سننے کے لیے کان نہیں ہیں، ایسا شخص سن کر بھی نہیں سنتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (21)

اورتم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔(21)

سوال 1: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ''اورتم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے کافروں اور مشرکوں کے راستے پر چلنے سے روکا ہے جو حق پر مشتمل، حق کی طرف بلانے والی آیات کو بہروں کی طرح سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دینے والی آیات کو دیکھ کر وہ اندھے بن جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم نے اپنے کانوں سے سنا اور وہ اپنے دل سے نہیں سنتے۔ وہ اس پر تدبر و تفکر نہیں کرتے اس وجہ سے ان کا سننا گویا کہ ان سنی کرنا ہے۔ سن کر نصیحت حاصل کرنا نفع دیتا ہے محض آواز میں نفع نہیں۔ (ایسر التفاسیر:513) ﴿2﴾ جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کھلے کانوں سے حق کی آواز ٹکراتی ہے اور وہ سن کر بھی نہیں سنتے۔ ﴿3﴾ ایمان محض دعووں کا نام نہیں ہے۔ ایمان تو وہ ہے جو دل میں اتر جائے اور اعمال اس کی تصدیق کریں۔ ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ ۚ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے؟ یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ (الفرقان:43,44) ﴿5﴾ بات یہ ہے کہ جب طلب نہیں ہوتی تو کان میں پڑنے والی بات اثر نہیں کرتی۔ (انوار البیان:2/504)

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (22)

یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور بہرے گونگے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔(22)

سوال 1: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور بہرے گونگے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ یعنی زمین پر چلنے والوں میں بدترین کافر ہیں۔ (ایسر التفاسیر:512) ﴿2﴾ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق۔ (فتح القدیر:2/374) ﴿3﴾ وہ لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں جن کو آیات اور معجزات فائدہ نہیں دیتے۔ ﴿4﴾ الصُّمُّ الْبُكْمُ ''بہرے گونگے'' الصُّمُّ جو حق سن کر بھی نہیں سنتا۔ یعنی سننے کی صلاحیت ہونے کے باوجود نہیں سنتا۔ الْبُكْمُ جو حق بات سنتا نہیں اس لیے سچائی کا زبان سے اعتراف نہیں کرتا گویا کہ وہ بولنے کی صلاحیت ہونے کے باوجود گونگا ہے۔

سوال 2: الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ''جو سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ حق اور باطل، خیر اور شر، ہدایت اور گمراہی، اسلام اور کفر کے درمیان فرق کو نہیں سمجھتے کیونکہ انہوں نے اپنے حواس کو منفعت، فائدے اور خیر والے کاموں سے معطل کر دیا ہے۔ ان کے یہ قویٰ اور ادراک کرنے کی صلاحیت مفقود ہو گئی ہے۔ اگر وہ اپنی عقل سے خدمت لینا چاہیں تو تقلید عصبیت اور جاہلیت کے لیے ہی لیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ بلاشبہ اس میں ہر اس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو۔ (ق:37) ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (الاعراف:179) ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر مثل الحی والمیت مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا مردہ اور زندہ کی سی مثال ہے۔ (مشکوۃ المصابیح:196) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو عقل اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے عطا فرمائی ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے کام کریں ،نعمتوں کو اس کی فرمانبرداری میں لگائیں ۔انہوں نے بہترین مخلوق بننے کی بجائے بدترین بننے کو ترجیح دی۔

سوال3:عقل کا تعلق انسان کی کن صلاحیتوں سے ہے؟

جواب:انسان جو چیز اپنے کانوں سے سنتا ہے آنکھوں سے دیکھتا ہے، چکھتا ہے، سونگھتا ہے اس کا براہ راست اثر اس کے قلب وذہن پر ہوتا ہے۔مثال کے طور پر انسان جو سنتا ہے اس کی اسے سمجھ آتی ہے انسان جو بولتا ہے اس کا تعلق بھی انسان کے سمجھنے کی حس سے وہ جو کچھ محسوس کرتا ہے وہی اس کے ذہن میں رہتا ہے اس لحاظ سے گونگے بن جاتے ہیں یعنی نہ حق بات سنتے ہیں نہ اظہار حق کرتے ہیں وہ دراصل کچھ نہیں سمجھتے۔

سوال4:اَلَّذِیۡنَ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ’’جو سمجھتے نہیں‘‘،عقل سے کام نہ لینے والوں کو بدترین جانور کیوں کہا گیا ہے؟

جواب:جانوروں کے کان چند مبہم کلمات ضرور سن لیتے ہیں، زبان سے ایسے کلمات نکالتے ہیں جو مبہم ہوتے ہیں اس سے وہ اپنی زندگی کے معاملات چلا لیتے ہیں۔اس کے مقابلے میں جو انسان نہ حق بات سنتے ہیں نہ حق کا اعتراف کرتے ہیں کچھ نہیں سمجھتے اپنی زندگی درست انداز میں گزارنے کے قابل نہیں ہوتے تو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔

وَ لَوۡ عَلِمَ اللّٰہُ فِیۡہِمۡ خَیۡرًا لَّاَسۡمَعَہُمۡ ؕ وَ لَوۡ اَسۡمَعَہُمۡ لَتَوَلَّوۡا وَّ ہُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ(23)

اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔(23)

سوال1:وَ لَوۡ عَلِمَ اللّٰہُ فِیۡہِمۡ خَیۡرًا لَّاَسۡمَعَہُمۡ ’’اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اگر وہ ان میں خیر، ایمان اور اسلام اور نبوت کی روشنی کی ہدایت پانے کی استعداد دیکھتے تو ضرور انہیں سنواتے۔﴿2﴾ سماعت دو طرح کی ہوتی ہے۔ایک تو وہ سماعت ہے جو دل پر اثر کرتی ہے۔وہ ان میں نہیں ہے۔دوسرے سماعت حجت ہے جس سے کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوتی البتہ حجت قائم ہو جاتی ہے۔

سوال2:انسان کے اندر کی بھلائی ’’خیر‘‘ سے کیا مراد ہے؟

جواب:خیر سے مراد انسان کا ایمان اور دل کی آمادگی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی کو سننے کے مواقع دیتے ہیں۔

سوال3:اللہ تعالیٰ بھلائی رکھنے والوں کو سنواتے ہیں اور یوں بھلائی پر بھلائی میں اضافہ ہو جاتا ہے کیسے واضح کریں؟

جواب:ایک انسان کے اندر جب ایمان اور دل کی آمادگی موجود ہو پھر اللہ تعالیٰ اسے موقع دیں اور وہ حق بات سنے تو اس طرح ایسے انسان کو مزید حق پانے اور سمجھنے کا موقع ملتا ہے وہ اپنے آپ کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح بھلائی پر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کسی کو سماعت اور قبولیت کی توفیق سے کیوں محروم کر دیتے ہیں؟

جواب:جو لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے اپنے دل ودماغ کے دروازے بند کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انہیں سننے کی توفیق سے محروم کر دیتے ہیں۔

سوال5:سچائی کسی پر کب کھلتی ہے؟

جواب:سچائی کسی پر اسی وقت کھلتی ہے جب انسان اپنے دل کے دروازے سچائی کے لئے کھول دے بلا تعصب سنے، تکبر اور حسد کے بغیر سنے تو انسان پر سچ کھل جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: جس انسان پر حق کھل جاتا ہےتو اس کی زندگی میں تبدیلی کیسے آتی ہے؟

جواب: جس انسان پر سچائی کھل جاتی ہےتو وہ اس کی روح میں اتر جاتی ہے۔سچائی اس کے دل کی دھڑکنوں میں شامل ہوجاتی ہےاور اندر کی سچائی باہر کے اعمال میں بھی نظر آنے لگتی ہے یوں اندر کی تبدیلی کی وجہ سے باہر بڑی تیزی سے تبدیلی آجاتی ہے؟

سوال7: وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ''اوراگر وہ انہیں سنواد یتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے''اگر اللہ تعالیٰ کسی کو سننے کی توفیق دے دے پھر سن کر وہ منہ کیسے پھیر لیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ ''اوراگر وہ انہیں سنواد یتا'' جوانسان اپنے برے اعمال کی وجہ سے اپنی فطری استعداد کوختم کر بیٹھتا ہے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سنوا بھی دے تو ان کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ مانتے نہیں۔﴿2﴾ جولوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے اپنے دل ودماغ کے دروازے بند کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انہیں سننے کی توفیق سے محروم کردیتے ہیں۔﴿3﴾ لَتَوَلَّوْا تو وہ ضرور اطاعت سے پھر جائیں۔﴿4﴾ وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ''اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے''یعنی وہ کسی طور بھی حق کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔﴿5﴾ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صرف اس شخص کو ایمان اور بھلائی سے محروم کرتا ہے جس میں کوئی صلاحیت نہیں ہوتی اور نہ بھلائی اس کے پاس پھلتی پھولتی ہے۔اس بارے میں وہ نہایت قابل تعریف اور دانائی کا مالک ہے۔(تفسیر سعدی:979/1)﴿6﴾ کافروں کے ایمان نہ لانے پر نبی ﷺ کوتسلی دی گئی ہے۔(صفوۃ التفاسیر:462/1)

سوال8: انسان کی کون سی صفات ہیں جوسچائی کو قابل توجہ نہیں سمجھنے دیتیں؟

جواب: تعصب،تکبر،حسد،ظاہر پرستی،مصلحت پسندی جیسی صفات انسان کوسچائی کی طرف توجہ نہیں کرنے دیتیں۔ان ہی کی بنا پر انسان سنجیدگی سے سنتا نہیں اور سچائی اسے ملتی نہیں۔

سوال9: جن لوگوں کے دل حق پر مطمئن نہیں ہوتے ہیں ان کے دل سچائی کوقبول کیوں نہیں کرتے؟

جواب: انسان اپنے فہم سے کوئی بات کوسن بھی لے،عقل حقیقت کو پا بھی لےلیکن کچھ لوگوں کے دل اتنے مسخ ہوچکے ہوتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لا پاتے اور یوں حق کوقبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ(24)

اے لوگو جوایمان لائے ہواللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت قبول کرلو،جب رسول تمہیں اس کے لیے بلائے جوتمہیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ آدمی اوراس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہےاور یقیناً اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔(24)

سوال1: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ''اے لوگو جوایمان لائے ہواللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت قبول کرلو،جب رسول تمہیں اس کے لیے بلائے جوتمہیں زندگی بخشتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے جب کافروں کو جانوروں سے تشبیہ دی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت کوقبول کرنے سے اعراض کیا تو مومنوں کوحکم دیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ ،کی دعوت کوقبول کرلواوراس کی دعوت کوقبول کرلو جس میں دلوں کی زندگی ہےاور جس کے ساتھ دنیاوآخرت میں سعادت وکمال نصیب ہوتا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:464/1)﴿2﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اللہ رب العزت نے ایمان کی ندادی ہےاور ان امور کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے جوکہ ایمان کا تقاضا ہیں۔﴿3﴾ اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ ''اللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت قبول کرلو''اللہ تعالیٰ اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہو﴿4﴾ سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی حالت میں بلایا، میں نے کوئی جواب نہیں دیا (پھر بعد میں میں نے حاضر ہوکر) عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے نہیں فرمایا ہے اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ جب تمہیں بلائیں تو ہاں میں جواب دو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ آج میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے ایک ایسی سورت کی تعلیم دوں گا جو قرآن حکیم کی سب سے بڑی سورت ہے۔پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جب آپ ﷺ باہر نکلنے لگے تو میں نے یاد دلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قرآن حکیم کی سب سے بڑی سورت بتانے کا وعدہ کیا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن'' یہی وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔'' (بخاری:4474)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس کی اطاعت کرو اور سبقت لے جاؤ اور جس چیز سے انہوں نے روکا ہے اس سے رک جاؤ۔﴿6﴾ اسْتَجِيْبُوْا یعنی سنو اور اطاعت کرو۔(ایسر التفاسیر:514,513)﴿7﴾ ''اسْتَجِيْبُوْا'' کے حکم میں وہ صورت بھی داخل ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کسی کو پکاریں تو جواب دینا واجب ہوجاتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی نماز میں ہو تب بھی یہی حکم ہے۔چنانچہ حدیث ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو پکارا۔لیکن وہ نماز میں ہونے کی وجہ سے نہیں بولے تو آپ ﷺ نے ان کو یہی آیت یاد دلائی۔رہی یہ بات کہ وہ نماز باقی رہے گی یا ٹوٹ جائے گی اور اس کو لوٹانا پڑے گا؟اس میں اختلاف ہے اور چونکہ اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور وہ صورت آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھی اب نہیں رہی، اس لئے اب اس میں گفتگو کرنے کا کوئی ثمرہ بھی نہیں۔(کمالین جلالین:415/2)﴿8﴾ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ''جب رسول تمہیں اس کے لیے بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے'' دل اور روح کی زندگی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی عبودیت پر ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری میں ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دعوت کیسی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس دعوت میں زندگی کا سامان ہے۔﴿2﴾ اس دعوت میں روح کی زندگی کا اہتمام ہے۔﴿3﴾ اس دعوت میں اجتماعی زندگی کا اہتمام ہے۔﴿4﴾ اس دعوت میں ایسے عقائد ہیں جس سے تمام توہمات اور جہالتیں ختم ہوجاتی ہیں۔﴿5﴾ اس دعوت سے انسان انسانوں کی غلامی سے نجات پاتے ہیں﴿6﴾ دعوت ایسے قانونی نظام کی ہے جس میں انسانیت کی آزادی اور احترام کے اصول پیش کیے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔﴿7﴾ یہ دعوت تمام انسانوں میں مساوات قائم کرنے کی دعوت ہے۔﴿8﴾ یہ قوت عزت اور سربلندی کی دعوت ہے جس کے لیے ایمان والے دعوت کو لے کر اٹھیں۔اپنے مالک اور اپنے دین پر بھروسہ کریں اور دنیا کے تمام انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کریں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت کو زندہ کرنے کی دعوت کیوں کہا گیا؟

جواب: یہ دعوت ایک عملی نظام کی ہے جس کی وجہ سے انسانیت ترقی کرتی ہے یہ دعوت ہر میدان میں ہر اعتبار سے معاشرے کو زندہ کرنے والی ہے۔یہ دعوت انسان کے اندر مردہ دین کو زندہ بناتی ہے۔اس کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتی ہے۔

سوال4: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ ''اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے'' اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان کیسے حائل ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے دل کے مابین حائل ہونے سے مراد ہے کہ اس کے حکم کے بغیر نہ کوئی ایمان لاسکتا ہے اور نہ کفر کرسکتا ہے یعنی ایمان اور کفر کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔وہ جیسے چاہتا ہے دلوں کو پھیرتا ہے۔﴿2﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کثرت سے کرتے تھے ''یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِی عَلٰی دِیْنِکَ'' اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنی طاعت پر جمائے رکھنا۔صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لا چکے ہیں تو کیا آپ کو'' آئندہ دین سے لوٹ جانے کا'' ہمارے متعلق اندیشہ ہے فرمایا تمام دل اللہ کی ایک چٹکی میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو الٹ پلٹ کر دیتا ہے۔(مسند احمد)(تفسیر مظہری:50/5)﴿3﴾ اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِکَ(مسلم :2654)﴿4﴾ مسند احمد میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:'' ہر دل اللہ تعالیٰ رب العالمین کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے جب سیدھا کرنا چاہتا ہے کر دیتا ہے اور جب ٹیڑھا کرنا چاہتا ہے کر دیتا ہے۔''(ابن کثیر:278/2)﴿5﴾ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے تھے:یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔یہ سن کر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:'' یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کثرت سے یہ دعا فرماتے ہیں،اس کی کیا وجہ ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا'' اے ام سلمہ! کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں نہ ہو، جسے چاہے ہدایت پر قائم رکھے اور جسے چاہے ہٹا دے۔صاحب روح المعانی نے حدیث کا حوالہ نہیں دیا۔البتہ مفسر ابن کثیر نے صفحہ 298 جلد 2 نے بحوالہ مسند احمد یہ حدیث نقل کی ہے۔اس حدیث کے ہم معنی سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے جسے صاحب مشکوۃ نے صفحہ 20 پر صحیح مسلم سے نقل کی ہے۔(انوار البیان:505/2)﴿6﴾ جب اللہ تعالیٰ کا حکم پہلی بار تمہارے پاس آئے ،تو اس کو ٹھکرانے سے بچو کیونکہ پھر اگر اس کے بعد ارادہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور تمہارے درمیان حائل ہو جائے گا اور تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے ۔جیسے چاہتا ہے اسے ادل بدل کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے۔اس میں تصرف کرتا ہے ۔(تفسیر سعدی :980,979/1)

سوال5:اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے مومن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اس تصور سے مومن محتاط ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ اس احساس کی وجہ سے وہ اپنے میلانات اور رجحانات کو قابو میں رکھتا ہے ۔﴿3﴾ اس تصور کی وجہ سے مومن برے رجحانات اور وسوسوں کے بارے میں محتاط ہو جاتا ہے۔﴿4﴾ اس تصور کی وجہ سے مومن اپنے اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط بناتا ہے کہ کہیں وہ بھٹک نہ جائے۔

سوال6:وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ'' اور یقیناً اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ تمہارے دل اس کے ہاتھ میں ہیں۔تمہارے پاس کوئی اور راستہ نہیں تم نے اٹھ کر حشر کے میدان میں کھڑے ہونا ہے۔﴿2﴾ اس دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔نیک لوگوں کو نیکی کی جزا اور بروں کو برائی کی سزا دے گا۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ(25)

اور اس فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت سزا والا ہے۔(25)

سوال1:وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً'' اور اس فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہ فتنہ ظلم کرنے والوں اور دیگر لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب ظلم غالب آ جائے اور اس کو بدلا نہ جائے تو اس کی سزا ظلم کرنے والوں اور دوسرے لوگوں،سب کے لیے عام ہوتی ہے۔اس لیے برائیوں سے منع کر کے،اہل شر کا قلع قمع کر کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ وہ ظلم اور معاصی کا ارتکاب نہ کر سکیں ،اس فتنہ سے بچا جائے ۔(تفسیر سعدی:980/1)﴿2﴾ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی قوم میں اگر کوئی ایسا شخص ہو جو گناہوں کے کام کرتا ہو اور وہ لوگ روکنے پر قدرت رکھتے ہوئے اسے نہ روکتے ہوں تو ان لوگوں کی موت سے پہلے اللہ تعالی ان پر عام عذاب بھیج دے گا۔(مشکوۃ المصابیح:437)﴿3﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں شہر کو اس کے رہنے والوں سمیت الٹ دو۔جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب بلاشبہ ان لوگوں میں آپ کا ایک ایسا بندہ بھی ہے جس نے کبھی پلک جھپکنے کے برابر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی (کیا اس کو بھی عذاب میں شامل کر دیا جائے؟)اللہ تعالی کا ارشاد ہوا کہ اس شہر کو اس شخص پر اور بستی والوں پر الٹ دو کیونکہ میرے بارے میں اس کے چہرہ میں کبھی تغیر نہیں آیا یعنی یہ شخص زبان سے اور ہاتھ سے تو لوگوں کو گناہوں سے کیا روکتا اس کے چہرہ پر گناہوں کو دیکھ کر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔(مشکوۃ المصابیح:438)﴿4﴾ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا پھر اس سے دعا مانگو گے اور وہ قبول نہ فرمائے گا۔(ترمذی)﴿5﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو لوگ برے کام کرنے لگیں اور ان میں کوئی ذی عزت ذی اثر شخص ہو اور وہ منع نہ کرے ،روکے نہیں تو ان سب کو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہوگا سزا میں سب شامل رہیں گے (مسند ابوداود وغیرہ)اور روایت میں ہے کہ کرنے والے تھوڑے ہوں نہ کرنے والے زیادہ اور ذی اثر ہوں پھر بھی وہ اس برائی کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اجتماعی سزا دے گا۔مسند کی اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زمین والوں میں بدی ظاہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب اتارتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ ان ہی میں اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے بھی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عذاب عام ہوگا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف لوٹ جائیں گے۔(ابن کثیر:280/2)

سوال2: فتنہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ آزمائش اور مصیبت فتنہ ہیں۔﴿2﴾ قحط ،امراض یا دشمنوں کا غلبہ فتنہ ہے۔(ایسر التفاسیر:514)

سوال3: کوئی برائی چھوٹی سطح سے شروع ہوتی ہے پھر بڑھ کیسے جاتی ہے؟

جواب: برائی ابتدائی حالت میں چھوٹی ہوتی ہے جب لوگ اس برائی خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو برائی کچلی جاتی ہے لیکن اگر اسے کوئی رو کنے والا نہ ہو تو وہ اتنا بڑھ جاتی ہے کہ اس کو ختم کرنا ممکن نہیں رہتا۔

سوال4: اگر کسی معاشرے میں لوگ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا کام نہ کریں تو کیا انسان کی انفرادی نیکیاں اجتمائی بگاڑ سے اس کو بچا نے میں مددگار نہیں ہوسکتیں؟

جواب: انسان کی زندگی معاشرتی زندگی ہے۔کوئی شخص انفرادی طور پر صحیح رہنا چاہے اور اپنی ذاتی دین داری پر قناعت کرنا چاہے تو وہ اجتماعی بگاڑ کی لپیٹ میں آنے سے بچ نہیں سکتا۔

سوال5: اصلاحی کوششیں مومن کو کیسے فائدہ دیتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اصلاحی کوششوں سے مسلمانوں کے معاشرے کی بھی اصلاح ہوتی ہے۔﴿2﴾ مومن خود فتنوں سے بچ جاتا ہے۔﴿3﴾ مومن کی طرف سے فتنوں سے برأت بھی ہے۔

سوال6: اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اصلاحی کوششوں سے اپنی برأت پیش نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا معاملہ ہوتا ہے؟

جواب: اگر انسان اصلاحی کوشش نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے معاملے کو دوسروں سے الگ نہیں کرتا۔جب معاشرے میں بگاڑ پھیلتا ہے تو وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس کی نسلیں برائی کے سیلاب سے بچ نہیں سکتیں

سوال7:وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ''اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت سزا والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم دے رہا ہے کہ اپنے اندر بری باتیں نہ پھیلنے دیں ورنہ ہمہ گیر عذاب آجائے گا۔(مختصر ابن کثیر:670/1)﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے اور اس کی رضا کو چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دے گا۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ
فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(26)

اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔(26)

سوال1:وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ ''اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ ''اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے'' اللہ رب العزت نے بندوں کو اپنا احسان یاد دلایا ہے کہ وہ قلیل تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں کثرت عطا کی۔﴿2﴾ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ وہ زمین میں کمزور اور مغلوب تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت عطا فرمائی۔ ﴿3﴾ وہ تنگ دست تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں وسعت عطا فرمائی۔﴿4﴾ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ ''تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے'' مسلمانوں کو ہر وقت خوف لاحق رہتا تھا کہ کہیں اکھاڑ کر نہ پھینک دیے جائیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی کمزوری اور ساز وسامان کی کمی کیوں یاد دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی پوزیشن اس لئے یاد دلائی ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کی دعوت کے سبب کہاں پہنچا دیا گیا۔اس کی وجہ سے مسلمان معزز ہوئے، مال دار ہوئے لہٰذا دعوت کی طرف سے غافل نہ ہو جاؤ۔یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا مددگار ہے۔

سوال3: مکہ میں مسلمانوں کی حالت کیسی تھی؟

جواب: مکہ میں مسلمان بے بس تھے۔ہر وقت خوف لاحق رہتا تھا کہ انہیں اکھاڑ پھینکا جائے گا۔مسلمانوں کے جائز حقوق ہی انہیں نہیں دیئے جاتے تھے۔

سوال4:فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ''تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَاٰوٰىكُمْ یعنی تمہیں مدینہ میں پناہ دی۔﴿2﴾ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ ''اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی'' اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہارے ہاتھوں تمہارے دشمنوں کو شکست دلوائی۔﴿3﴾ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ''اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا'' تمہیں مال غنیمت کا رزق حاصل ہوا جس سے تم مال دار ہو گئے۔﴿4﴾ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ''تاکہ تم شکر ادا کرو'' یعنی رب نے تمہاری مشکلات دور کیں مصائب کا قلع قمع ہو گیا۔اب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور کامل احسان پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اور اس کے ساتھ شرک کرنے سے اجتناب کر کے اس کا شکر ادا کرو۔(تفسیر سعدی:981/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشکلات کے بعد آسانیاں کیوں فراہم کی جاتی ہیں؟
جواب: مشکلات کے بعد آسانیاں اس لئے فراہم کی جاتی ہیں تا کہ انسان شکرادا کرے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (27)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔(27)

سوال1: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی خیانت نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟
جواب: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔﴿2﴾ لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ''تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی خیانت نہ کرو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ترک کرنا اللہ تعالیٰ سے خیانت ہے رسول ﷺ کی سنت کو ترک کرنا رسول اللہ ﷺ سے خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ کے وہ فرائض واعمال جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور جن کا امین اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بنایا ہے وہ انسانوں کی امانتیں ہیں یعنی ترک فرض وسنت نہ کرو اور فرائض پوشیدہ کو بھی ادا کرو۔ سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: فرائض ہوں یا حدود پورا دین اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس امانت کو ادا کرو، اس کی ادائیگی میں کمی اور خیانت نہ کرو اور جس کے پاس جو امانت جس کسی کی ہو وہ صاحب امانت کو ادا کرے۔(تفسیر مظہری:55/5)(روح المعانی:195/9)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس نے اوامر ونواہی کی جو امانت ان کے سپرد کی ہے، وہ اسے ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو وہ ڈر گئے اور انہوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اس بوجھ کو اٹھالیا، کیونکہ وہ نہایت ظالم اور نادان ہے۔ پس جو کوئی امانت ادا کرتا ہے وہ بے پایاں ثواب کا مستحق بن جاتا ہے اور جو کوئی یہ امانت ادا نہیں کرتا تو سخت عذاب اس کے حصے میں آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اپنی امانت میں خیانت کا مرتکب قرار پاتا ہے، وہ اپنے آپ کو خیانت جیسی خسیس ترین صفات اور بدترین علامات سے متصف کر کے اپنے نفس کو نقصان میں ڈالتا ہے اور امانت جیسی بہترین اور کامل ترین صفات سے محروم ہو جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:981/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کیا ہے؟
جواب:﴿1﴾ امت مسلمہ کے ذمے اللہ تعالیٰ نے جو فرائض عائد کئے ہیں ان کو چھوڑ دینا خیانت ہے۔ مثلاً دعوت دین پر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اس کو چھوڑنا دراصل خیانت ہے۔﴿2﴾ کرہ ارض پر اسلام کے عملی نظام کو قائم کرنا ذمہ داری ہے اس مقصد کو چھوڑ دینا خیانت ہے۔ ﴿3﴾ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف لوٹانا، اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اس کے قانون کی طرف لوٹانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ یہ امانت ہے جو اس نے ادا کرنی ہے اور اس کو ادا نہ کرنا خیانت ہے۔﴿4﴾ انسانوں پر انسانوں کی حکمرانی کو برداشت کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت ہے۔

سوال3: وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ''اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔'' کی وضاحت کریں؟
جواب: وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ ''اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو''﴿1﴾ یہ آیت سیدنا ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے، انہیں رسول اللہ ﷺ نے بنوقریظہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی شرط کے ماننے پر قلعہ خالی کر دیں۔ ان یہودیوں نے آپ رضی اللہ عنہ ہی سے مشورہ دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر انہیں بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تمہارے حق میں یہی ہوگا۔ اب سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ بہت ہی نادم ہوئے کہ افسوس میں نے بہت برا کیا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی۔ اسی ندامت کی حالت میں قسم کھا بیٹھے کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہو میں کھانے کا ایک لقمہ بھی نہ اٹھاؤں گا چاہے مر ہی جاؤں۔ مسجد نبوی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ﷺ میں آ کر ایک ستون کے ساتھ اپنے تئیں بندھوا دیا۔نو دن اسی حالت میں گزر گئے غشی آ گئی بیہوش ہو کر مردے کی طرح گر پڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول کر لی اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔لوگ آئے آپ رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنائی اور اس ستون سے کھولنا چاہا تو انہوں نے فرمایا:''واللہ میں اپنے تئیں کسی سے نہ کھلواؤں گا بجز اس کے کہ خود رسول کریم ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے کھولیں۔''چنانچہ آپ ﷺ خود تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے انہیں کھولا تو آپ رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کر لے تو میں اپنا کل مال راہ اللہ تعالیٰ صدقہ کر دوں گا آپ نے ارشاد فرمایا:''نہیں صرف ایک تہائی فی سبیل اللہ دے دو یہی کافی ہے۔''(تفسیر ابن کثیر:281/2)﴿2﴾ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی تم جانتے ہو خیانت گناہ ہے۔(تفسیر ماوردی:311/2)﴿3﴾ شریعت میں کوئی فعل جرم اسی وقت بنتا ہے جب اس کا ارتکاب علم اور ارادے کے ساتھ کیا جائے۔(تدبر القرآن:461/3)﴿4﴾ اور تم جانتے ہو کہ وہ امانت ہے۔(تفسیر خازن:305/2)

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (28)

اور جان لو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد واقعتاً آزمائش ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔(28)

سوال1:وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ''اور جان لو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد واقعتاً آزمائش ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے خیانت پر اقدام کرنے کے اسباب بیان کیے ہیں کہ وہ مال اور اولاد ہیں۔(تفسیر منیر:314/5)﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں،اور امید میں بھی زیادہ اچھی ہیں۔''(الکہف:46)﴿3﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''(التغابن:15)﴿4﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''(المنافقون:9)

سوال2:مال اور اولاد دے کر اللہ تعالیٰ انسان سے کیا چاہتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان شکر ادا کرے۔﴿2﴾ انسان مال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھے۔

سوال3:مال اور اولاد کا بہترین مصرف کیا ہو سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ مال اور اولاد دینے والا جب مانگے اسے دے دیا جائے۔﴿2﴾ جب اللہ تعالیٰ کے لئے اٹھنے کا حکم ملے تو انسان اپنا مال اور اپنی اولاد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جھونک دے۔

سوال4:انسان کا مال اور اس کی اولاد اس کے لئے فتنہ کیسے بن جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ جب دین کے لئے اٹھنے اور اس میں قوتیں لگانے اور مال لگانے کا حکم دیتا ہے تو انسان اس کے لئے عذر تراشتا ہے۔﴿2﴾ انسان مال کی محبت میں مبتلا ہو کر مال کو اپنی ذات کے لئے ترجیح دیتا ہے اور دینی مقاصد کے لئے لگانے سے گریز کرتا ہے۔جب اسے اپنے مفاد یا دینی مفاد میں سے کسی ایک کی طرف جھکنا ہوتا ہے تو اسے اپنی ذات بڑی نظر آتی ہے یوں وہ آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔﴿3﴾ سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے(جو بنی عامر کے حلیف تھے)کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ کی قسم!میں تمہارے محتاج ہونے سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ڈرتا بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کردی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی۔ پھر تم اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگ جاؤ، تو وہ تم کو ایسے ہلاک کردے جیسے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔'' (بخاری: کتاب المغازی) ﴿4﴾ آپ ﷺ نے فرمایا ہر امت کی آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔ (مشکوٰۃ) ﴿5﴾ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں ان لوگوں کی کثرت ہے جو دنیا میں محتاج تھے۔ (بخاری: کتاب الرقاق) ﴿6﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کو یہ کہتے سنا ہے۔ محتاج مہاجرین دولت سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (ترمذی: ابواب الزھد) ﴿7﴾ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ (خطبہ ارشاد فرمانے) منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اپنے بعد میں جس بات سے ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ زمین کی برکتیں تم پر کھول دی جائیں گی (تم مالدار ہو جاؤ گے)۔ پھر آپ ﷺ نے دنیا کی آرائش کا بیان شروع کیا، پہلے ایک بات بیان کی، پھر دوسری بات۔ اس دوران ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا ''یارسول اللہ ﷺ! کیا بھلائی سے برائی پیدا ہوگی؟'' یہ سن کر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ہم سمجھے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے اور لوگ ایسے خاموش بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے منہ سے پسینہ پونچھا (وحی بند ہوئی) تو آپ ﷺ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے جس نے ابھی پوچھا تھا؟'' پھر آپ ﷺ نے سوال کا جواب دیتے ہوئے تین بار فرمایا: ''مال و دولت سے بھلائی ہی نہیں ہوتی۔'' پھر فرمایا: ''بھلائی سے تو بھلائی ہی پیدا ہوتی ہے مگر بہار کے موسم میں جب ہری ہری گھاس پیدا ہوتی ہے (جو ایک نعمت ہے اس کا زیادہ کھا لینا) جانور کو یا تو مار ڈالتا ہے یا مرنے کے قریب کر دیتا ہے۔ الا یہ کہ جانور اپنی کوکھیں بھرنے کے بعد دھوپ میں جا کھڑا ہو اور پیشاب کرے پھر اس کے ہضم ہو جانے کے بعد اور گھاس چرے اور یہ مال و دولت بھی ہرا بھرا اور شیریں ہے اور بہتر مسلمان وہ ہے جو اپنے حق کے مطابق ہی لے پھر اس میں سے یتیموں مسکینوں پر خرچ کرے اور جو شخص اپنے حق پر اکتفا نہ کرے اس کی مثال اس کھانے والے کی سی ہے جس کا پیٹ بھرتا ہی نہیں اور یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دے گا۔'' (بخاری: کتاب الجہاد) ﴿8﴾ ابراہیم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک روز کھانا رکھا گیا تو کہنے لگے سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہو گئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے کہ ان کے کفن کے لیے ایک چادر ملی اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور کا نام لے کر کہا کہ وہ شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کو بھی صرف ایک چادر تھی۔ میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ عیش و آرام کے سامان ہمیں دنیا میں ہی دے دیئے جائیں، یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا۔ (بخاری: کتاب الجنائز) ﴿9﴾ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ قیامت کے دن بہت مال و دولت رکھنے والے ہی زیادہ نادار ہوں گے۔ مگر جسے اللہ نے دولت دی اور اس نے اپنے دائیں سے بائیں سے، آگے، پیچھے ہر طرف سے دولت کو اللہ کی راہ میں لٹا دیا اور اس مال سے بھلائی کمائی۔'' (بخاری: کتاب الرقاق)

سوال 5: ''وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ'' اور یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا سعید بن جبیر کا قول ہے: اجر عظیم وافر جزا ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1685/5) ﴿2﴾ عقل مند اشیاء کے درمیان موازنہ کر کے بہترین چیز کو ترجیح دینے کا سبب بنتا ہے لہذا غور کرو تو فانی دنیا کی لذتیں ہیچ نظر آئیں گی انہیں ہمیشہ رہنے والی جنت اور اس کی عظیم نعمتوں پر ترجیح نہ دو اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے اس کے لیے کوششیں کرو۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ مال اور اولاد کی آزمائش میں انسان کو کیسے روشنی دکھاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اس کی توجہ آخرت کے اجر عظیم کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ دیکھو مال اور اولاد کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا اجر بہت بڑا ہے۔ یوں انسان اپنے آپ کو بے سہارا محسوس نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے تعاون کو محسوس کرتا ہے اور بڑی امانت یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام دوسروں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک پہنچاتا ہے اور انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے سائے تلے لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

رکوع نمبر 18

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (29)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنا دے گا اور تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا، اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔(29)

سوال 1: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو مخاطب کیا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔ ﴿2﴾ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ اس کے احکامات کی اطاعت کرو گے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکو گے۔ ﴿3﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو گے یعنی اس کی اطاعت کرو گے، اس کے فرائض کو ادا کرو گے، اس کے معاصی سے اجتناب کرو گے، اس سے اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت چھوڑ دو گے اور اپنی امانتوں میں خیانت چھوڑ دو گے۔(جامع البیان:239/9) ﴿4﴾ تقویٰ سعادت کے کمال تک پہنچانے والا ہے اور فلاح کی ضمانت ہے۔ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا مرکز و منبع تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بارے میں واضح فرمایا کہ اہل تقویٰ کو چار چیزیں عطا کی جاتی ہیں فرقان، برائیوں کا مٹایا جانا، گناہوں کی بخشش اور بے پایاں اجر و ثواب۔

سوال 2: تقویٰ انسانی زندگی میں کیا کردار ادا کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تقویٰ دل میں بصیرت پیدا کرتا ہے۔ ﴿2﴾ تقویٰ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ ﴿3﴾ تقویٰ انسان کے اندر احتیاط پیدا کرتا ہے۔ ﴿4﴾ تقویٰ انسانی صلاحیتوں کو بے دار کرتا ہے۔ ﴿5﴾ تقویٰ انسان کے اندر ولولہ پیدا کرتا ہے۔ ﴿6﴾ تقویٰ کی وجہ سے وسوسوں کا اور شکوک کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ ﴿7﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان کو معافی ملتی ہے۔ ﴿8﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان پر امید ہو جاتی ہے۔ ﴿9﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان حقیقت پسند بن جاتا ہے۔ ﴿10﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان کی غفلت دور ہو جاتی ہے۔ ﴿11﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان مشکلات میں مایوس نہیں ہوتا۔ ﴿12﴾ تقویٰ کی وجہ سے خواہشات کو دبایا جاتا ہے۔ ﴿13﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان میں سنجیدگی پیدا ہوتی ہے۔ ﴿14﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان کے قدم جم جاتے ہیں۔ ﴿15﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان صحیح رائے قائم کرنے کی پوزیشن میں آجاتا ہے۔ ﴿16﴾ تقویٰ کی وجہ سے عقل کو روشنی ملتی ہے۔

سوال 3: يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ''تو وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنا دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنا دے گا'' اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ مومن کو فرقان عطا فرماتے ہیں۔ ﴿2﴾ فرقان سے مراد علم نافع اور عمل صالح کی توفیق ہے۔ ﴿3﴾ فرقان اندرونی بصیرت یا معرفت کو کہتے ہیں۔ ﴿4﴾ فرقان سے یہاں مراد وہ علم ہے جو حق اور باطل، نافع اور ضرر رساں میں، صالح اور فاسد میں، حلال و حرام میں، خوش نصیب اور بدنصیب لوگوں میں فرق کرتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(الحدید:28) یہاں نور سے مراد ہدایت اور حق کی معرفت ہے۔﴿5﴾ رب العزت نے فرمایا: اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰہُ وَ جَعَلۡنَا لَہٗ نُوۡرًا یَّمۡشِیۡ بِہٖ فِی النَّاسِ اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے ایک روشنی بنادی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے۔ (الانعام:122)﴿6﴾ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرقان عطا کرتا ہے۔مومنوں کو ہدایت اور معرفت عطا کرتا ہے اور خاص طور پر انہیں شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے! (الزمر:22)﴿7﴾ فراست مومن کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے اس سے یہی قلبی بصیرت مراد ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ تعالیٰ کے نور یعنی خداداد نور بصیرت سے دیکھتا ہے۔'' (بخاری فی التاریخ)﴿8﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خواہ مفتی تجھے فتویٰ دے چکے ہوں ''مگر تو پھر بھی'' اپنے دل سے فتویٰ طلب کر۔'' (بخاری فی التاریخ) ﴿9﴾ یہ قلبی فتویٰ اسی وقت ہوتا ہے جب نفس تمام بری باتوں سے پاک ہوگیا ہو اور قلب کی نفسانیت فنا ہو چکی ہو حقیقت تقویٰ اس وقت ظاہر ہوتی ہے۔صوفیہ کی اصطلاح میں اسی کو ''باطنی'' کشف کہتے ہیں۔﴿10﴾ فرقان سے مراد وہ نصرت ہے جس سے اہل حق اور باطل پرستوں میں فرق ہوجاتا ہے اہل ایمان کو باعزت اور اہل کفر کو ذلیل کردیا جاتا ہے۔(تفسیر مظہری:56/5)

سوال4: وَّ یُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ''اور تمہاری برائیاں تم سے دور کردے گا، اور تمہیں بخش دے گا'' اللہ تعالیٰ انسان کی خطائیں کیسے معاف کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ تقویٰ کے نتیجے میں اور فرقان کی وجہ سے انسان کی خطائیں معاف کرتے ہیں۔برائیوں کو مٹانا اور گناہوں کو بخش دینا۔اطلاق اور اجتماع کے وقت یہ دونوں امور ایک دوسرے میں داخل ہیں۔(السیئات) برائیوں کے مٹانے کی تفسیر گناہ صغیرہ سے اور (الذنوب) گناہوں کو بخش دینے کی تفسیر کبیرہ گناہوں کو مٹا دینے سے کی جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:982/1)

سوال5: وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ''اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔''﴿1﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی خواہشات پر ترجیح دیتا ہے اس کے لیے بڑا اجر وثواب ہے۔﴿2﴾ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کے تین رجسٹر سامنے لائے جائیں گے۔ ایک رجسٹر نیک اعمال کا، دوسرا رجسٹر اس کے گناہوں کا اور تیسرے رجسٹر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اندراج ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو عنایت کی ہوں گی پھر انعامات کے رجسٹر میں سے کسی حقیر ترین نعمت کو حکم ہوگا تو اپنے مقابل کسی عمل صالح کو وصول کرلے یعنی اللہ تعالیٰ کی اس حقیر ترین نعمت کا مقابلہ بندہ کے نیک عمل سے کیا جائے گا تو اس نعمت کے مقابل تمام ایک اعمال بھی پورے نہ اتریں گے۔نعمت کہے گی: ''تیری عزت کی قسم میں نے تو پورے اعمال کو بھی اپنے مقابل نہیں پایا۔نیک اعمال سب ختم ہوگئے، تمام گناہ باقی ہیں اور دوسری نعمتیں بھی موجود ہیں۔'' اب اگر اللہ تعالیٰ کو کسی بندہ پر رحم کرنا مقصود ہوگا تو فرمائے گا: ''میرے بندے! میں نے تیری نیکیاں چندگنی کردیں، تیری بداعمالیاں معاف کردیں اور تجھے اپنے انعام سے سرفراز کردیا۔'' گویا نیک اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے انعام ورحمت سے بندہ کی بخشش ہوگی۔'' (تفسیر مظہری:57/5)﴿3﴾ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا واسا بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو قبر سے اٹھائے گا جس کا ''اس کے اعمال نامہ میں'' کوئی گناہ درج نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا ''تیرا کوئی گناہ درج نہیں تو بے گناہ ہے'' اب بتا تجھے تیرے نیک اعمال کے مطابق جزا دی جائے یا میں اپنے انعام کی وجہ سے تجھے ثواب دوں، تجھے دونوں باتوں میں سے کون سی بات پسند ہے؟ بندہ عرض کرے گا: ''پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیری کوئی نافرمانی نہیں کی'' اس لئے میری نیکیوں کا ثواب عطا فرما'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میرے بندے کی نیکیوں کا میری نعمتوں سے مقابلہ کرو۔'' نتیجہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں کوئی نیکی ایسی نہ بچے گی کہ جس کے مقابل بندہ کو نعمت نہ دے دی گئی ہو۔ایسی حالت میں تمام نیکیوں کا معاوضہ دنیوی نعمتوں کی شکل میں مل چکا ہوگا اور کوئی نیکی قابل ثواب باقی نہ رہے گی ناچار ہوکر بندہ عرض کرے گا:''اپنی رحمت اور انعام سے مجھے ثواب عطا فرما''اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی شخص کو اس کا''نیک''عمل نہیں بچائے گا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:''یارسول اللہ ﷺ ! کیا آپ ﷺ بھی اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پائیں گے؟ فرمایا:''نہ! میں بھی بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت وفضل سے ڈھانک لے۔''(تفسیر مظہری:57/5)

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ(30)

اور جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کررہے تھے کہ وہ آپ کو قید کردیں، یا قتل کردیں، یا جلاوطن کردیں اور وہ خفیہ تدبیریں کررہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کررہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔(30)

سوال1:وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ''اور جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کردیں، یا قتل کردیں، یا جلاوطن کردیں''کافر رسول اللہ ﷺ کے خلاف کیا تدبیریں کررہے تھے؟

جواب:﴿1﴾وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ''اور جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کررہے تھے کہ وہ آپ کو قید کردیں، یا قتل کردیں، یا جلاوطن کردیں'':اللہ رب العزت نے اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ جب مشرکین مکہ نے دارالندوہ میں مشورہ کیا کہ وہ آپ ﷺ کو قید کردیں یا قتل کردیں یا جلاوطن کردیں۔﴿2﴾ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش کی ایک جماعت اور ہر قبیلہ کے شرفا دارالندوہ میں جانے کے لیے جمع ہوئے، راستے میں شیطان ان کو بوڑھے شخص کی شکل میں ملا، جب ان لوگوں نے اس کو دیکھا تو دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟ شیطان بولا کہ میں اہل نجد کا ایک شیخ ہوں، میں نے سنا ہے کہ تم سب لوگ جمع ہورہے ہو تو اس لیے میں بھی آگیا تاکہ میرے مشورے سے تم محروم نہ ہو۔چنانچہ یہ ابلیس بھی ان لوگوں کے ساتھ اندر چلا گیا اور جاکر کہنے لگا:''اچھا اس شخص محمد کے معاملہ میں غور کرو''تو کسی نے کہا کہ اس کو مضبوط بیڑیوں میں قید کردو، یہاں تک کہ اس پر مدت گزر جائے تو جیسے کہ پہلے کے شعرا زھیر اور نابغہ وغیرہ ہلاک ہوئے ہیں یہ بھی ہلاک ہوجائے گا کیوں کہ یہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ان کی یہ تدبیر سن کر اللہ تعالیٰ کے دشمن نجدی بوڑھا نے کہا:''یہ تمہاری رائے ٹھیک نہیں کیوں کہ ان کے قید کی جگہ سے ان کے ساتھیوں تک کوئی سبیل نکل جائے گی اور یہ ایک دم آکر ہجوم کر جائیں گے جس کی وجہ سے تمہارے ہاتھوں سے لے جائیں گے اور پھر تم سے ان کی حفاظت کریں گے اور تم پر وہ اطمینان نہیں کریں گیا اور ان کو تمہارے شہر سے لے جائیں گے لہٰذا اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر سوچو۔''تو کسی نے کہا کہ ان کو اپنے یہاں سے نکال دو ان سے راحت حاصل کرو کیونکہ جب وہ تمہارے یہاں سے چلے جائیں گے تو ان کی باتیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہچا سکتیں۔تو نجدی بوڑھا نے کہا:''خدا کی قسم! یہ بھی تمہاری رائے ٹھیک نہیں ہے۔کیا تم ان کی زبان کی مٹھاس اور سلامت بیان اور دل میں اتر جانے والی بات نہیں سنتے ہو؟ خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا اور محمد نے اپنا کلام عرب پر پیش کیا تو سب عرب اس کے گرد جمع ہوجائیں گے اور پھر تم سب پر حملہ آور ہوکر تمہیں تمہارے شہر سے نکال دیں گے، تمہارے شرفاء کو قتل کریں گے۔''سب نے اس رائے کو پسند کیا تو بوڑھا نجدی کہنے لگا کہ اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر سوچو تو ابوجہل کہنے لگا:''اب میں ایک ایسی رائے پیش کرتا ہوں کہ جو تم میں سے اب تک کسی کو نہیں سوجھی اور اس کے علاوہ تم دوسری رائے پسند بھی نہ کروگے۔''سب نے کہا کہ وہ کیا ہے؟''ہر قبیلہ میں سے ایک دلیر اور بہادر نوجوان کا انتخاب کرو اور پھر ان میں سے ہر ایک نوجوان کو ایک تلوار دے دو اور اس کے بعد سب مل کر ایک ساتھ آپ کو قتل کردیں، اسی طرح سے قتل کرنے میں آپ کا خون سب قبیلوں میں بٹ جائے گا اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس قبیلہ بنی ہاشم میں پورے قریش سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوگی جب بنی ہاشم یہ مشکل صورت حال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیکھیں گے تو دیت قبول کرلیں گے اور ہمیں اس سے سکون مل جائے گا اور ہم سے ان کی تکلیف دور ہوجائے گی۔'' یہ سن کر بوڑھا نجدی کہنے لگا :'' خدا کی قسم یہ رائے صحیح ہے، اس سے بہتر اور کوئی رائے نہیں ہوسکتی۔'' چنانچہ سب اس رائے پر متفق ہوکر چلے گئے۔ دوسری طرف جبرئیل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جس بستر پر آپ ﷺ رات کو آرام فرماتے ہیں، آج اس پر آرام نہ فرمائیں اور آپ کی قوم کے مکر سے آپ ﷺ کو خبردار کیا گیا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس رات اپنے گھر میں آرام نہیں کیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ پر یہ آیات اتریں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے اس انعام کو جو آپ ﷺ پر فرمایا تھا یاد دلا رہا ہے یعنی اس واقعہ کا بھی ذکر کریں جب کہ کافر لوگ آپ ﷺ کے متعلق تدبیریں بنا رہے تھے۔ (تفسیر ابن عباس:484,485/1)

سوال 2: وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ '' اور وہ خفیہ تدبیریں کررہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کررہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَيَمْكُرُوْنَ وہ آپ ﷺ کے لیے بری تدبیریں کررہے تھے۔ ﴿2﴾ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ: اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیریں کررہا تھا جو ان کے مکر کو باطل کررہی تھیں۔ (تفسیر قاسمی:42/8) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی حفاظت کے لیے کیسے قریش کے دل میں پیدا ہونے والی نفرت کا سدباب کیا، انہوں نے قتل، جلاوطنی یا قید کا مشورہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اطلاع دے دی۔ وہ رات کے وقت گھات میں بیٹھ گئے کہ آپ ﷺ اپنے بستر سے بیدار ہوں تو آپ ﷺ پر حملہ کردیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی۔ آپ ﷺ نے اپنے بستر پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سلایا گھر سے باہر تشریف لائے۔ ان سب کے سروں میں خاک ڈالی اور اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کردیا اور آپ ﷺ غار ثور پہنچ گئے۔ مشرک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سمجھ کر ساری رات آپ ﷺ کو گھیرے میں لیے رہے اور آپ ﷺ غار ثور پہنچ گئے۔ صبح کو مشرکوں نے دیکھا کہ بستر پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں تو حیران رہ گئے۔ پوچھنے لگے: '' محمد ﷺ کہاں ہیں؟'' بولے: '' مجھے کیا معلوم!'' کسی آنے والے نے کہا '' محمد ﷺ تو نکل گیا اور تمہارے سروں میں خاک بھی ڈال گیا ہے۔'' انہوں نے اپنے سروں سے مٹی جھاڑی اور قدموں کے نشانات کا کھوج لگاتے ہوئے پہاڑ پر جا پہنچے جس کے غار میں آپ ﷺ چھپے ہوئے تھے۔ غار ثور سے گزرے تو جالا دیکھ کر کہنے لگے اگر غار میں ہوتا تو مکڑی کا جالا تنا ہوا نہ ہوتا۔ انہوں نے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے اس نے اپنے رسول ﷺ کو بچالیا۔ پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ ﴿4﴾ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ '' اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بچالیا اور آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ پس آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کے ذریعے سے آپ ﷺ کی مدد فرمائی اور یوں آپ ﷺ کو غلبہ حاصل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ تمام قریش مکہ نے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کرلی اور آپ ﷺ کے ماتحت آگئے حالانکہ اس سے پہلے آپ ﷺ ان سے چھپ کر جان کے خوف سے وہاں سے نکلے تھے۔ پس پاک ہے وہ ہستی جو اپنے بندوں کو لطف وکرم سے نوازتی ہے اور جس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ (تفسیر سعدی:983/1)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (31)

اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: '' یقیناً ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو ضرور ہم بھی اس جیسا کہیں، یہ تو پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔'' (31)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: وَاِذَاتُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْنَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ''اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: ''یقیناً ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو ضرور ہم بھی اس جیسا کہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَاِذَاتُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا ''اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں'': اس سے مراد قرآن کریم کی آیات ہیں۔ ﴿2﴾ قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا ''تو کہتے ہیں: ''یقیناً ہم نے سن لیا'': قریش کے کبر وغرور کا بیان ہے۔ قرآن مجید سن کر کہتے ہیں کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے۔ ﴿3﴾ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ''اگر ہم چاہیں تو ضرور ہم بھی اس جیسا کہیں'': قرآن مجید سن کر وہ کہتے تھے کہ ایسا کلام ہم بھی بنا کر لا سکتے ہیں یہ محض تعصب اور حق دشمنی تھی ورنہ اس جیسی ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مقابلے کے لیے چیلنج دیا تھا کہ اس جیسی ایک سورت یا ایک آیت ہی بنا لاؤ مگر وہ بنا کر نہیں لا سکے، جس کی وجہ سے ان کی عاجزی ظاہر ہوگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ امی تھے۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ پہلی قوموں کی تاریخ کے بارے میں علم حاصل کرنے کے لیے کوئی سفر نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ایسی کتاب پیش کی جس کے نہ آگے سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ کتاب کمال حکمت والے رب جلیل وکریم اور حمید ومجید کی جانب سے نازل ہوئی۔

سوال2: یہ بات کس نے کہی تھی کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام بنا سکتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بدر کے قیدیوں میں سے عقبہ بن ابی معیط، طعیمۃ بن عدی اور نضر بن حارث کو قتل کروایا اور سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے نضر کو قید کیا تھا۔ جب نضر کی گردن مارنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا تو سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ میرا قیدی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں بہت بدزبانی کی ہے اور اس کے بارے میں یہ آیت اتری ہے تو انہوں نے یہ آیت سن کر کہا کہ ہم نے یہ آیت سن لی ہے۔ (تفسیر ابن عباس: 486/1) ﴿2﴾ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں سدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ یہ کہنے والا نضر بن حارث تھا۔

سوال3: اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ''یہ تو پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔'' یہ بات کافروں کی جانب سے کیوں کہی جاتی تھی کہ یہ پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ بات اس لئے کہی جاتی تھی تاکہ اسلام کی تعلیمات کے مقابلے میں رکاوٹ کھڑی کی جائے۔ ایسے شکوک پھیلائے جائیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی تصنیف کر سکتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ (الفرقان: 6,5)

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (32)

اور جب انہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (32)

سوال1: وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ''اور جب انہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جب انہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے'': جب انہوں نے کہا: اے اللہ! جس کی طرف محمد ﷺ دعوت دیتے ہیں اگر وہ حق ہے۔ ﴿2﴾ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ''تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برسایا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔''ہم پر پتھروں کی بارش کر دے۔(ایسرالتفاسیر:517)﴿3﴾یعنی اگر قرآن مجید حق ہے تو اس کا انکار کرنے پر ہمیں ویسی ہی سزا دے جیسے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا تھا کہ ان پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر پھینکے تھے۔(الاساس فی التفسیر:4/158)﴿4﴾سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے یہ کہا تھا کہ اے اللہ!''اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی عذاب ہم پر بھیج دے۔''اس کے جواب میں اگلی آیات وَ مَا كَانَ اللّٰهُ سے عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تک نازل ہوئیں۔(بخاری: کتاب التفسیر)﴿5﴾رب العزت نے فرمایا:وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔(العنکبوت:53)﴿6﴾وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ اور انہوں نے کہا:اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے۔﴿7﴾قوم شعیب نے بھی ایسی ہی دعا کی تھی۔فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو، اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔(الشعراء:187)

سوال 2:انسان اپنے لئے آسمان سے پتھر برسانے کی یا دردناک عذاب کی دعائیں کب کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان جب دنیا میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔﴿2﴾جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ حق کا انکار کرنے سے اس کا کچھ نہیں بگڑا۔﴿3﴾جب وہ اپنے آپ کو درست سمجھتا ہے۔﴿4﴾جب وہ اللہ تعالیٰ کے قانون مہلت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔﴿5﴾جب وہ تکبر میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ مرنا پسند کرتا ہے۔مگر حق قبول کرنا پسند نہیں کرتا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ(33)

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔(33)

سوال 1:وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں''کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کو واقع ہونے سے روک رہا تھا اس لیے کہ وَاَنْتَ فِيْهِمْ آپ ﷺ ان میں موجود ہیں۔یعنی رسول کی موجودگی عذاب سے امن کی ضمانت تھی۔﴿2﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عذاب نہ آنے کی دو رکاوٹیں تھیں:اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی موجودگی اور استغفار۔اب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تو رخصت ہو گئے استغفار رہ گیا ہے۔(ابن ابی حاتم)﴿3﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں دو چیزیں باعث امن بنائیں جب تک یہ چیزیں موجود رہیں گی لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔سلامتی کا ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا دوسرا ذریعہ موجود ہے جب تک نماز پڑھتے رہو گے امن سے رہو گے۔(ابن ابی حاتم)﴿4﴾رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے لیے دو امن والی چیزیں اتاریں میری موجودگی اور نماز پھر جب میں انتقال کر جاؤں گا تو تم میں قیامت تک نماز باقی رہے گی۔''(ترمذی)﴿5﴾شیطان نے کہا:اے رب! مجھے تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اغوا کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں روحیں رہیں گی۔رب العزت نے فرمایا:مجھے میری عزت وجلال کی قسم! میں بھی انہیں معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے۔(مستدرک حاکم)﴿6﴾مومن جب تک استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

سوال 2:وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ''اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں''کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اوراللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں''اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان پر عذاب واقع ہونے سے روک رہے تھے جب تک وہ استغفار کررہے تھے حالانکہ عذاب کے اسباب پیدا ہو چکے تھے۔﴿2﴾سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے دو امن کی چیزیں اتاری ہیں۔پھر یہ آیت پڑھی۔پھر فرمایا کہ جب میں (دنیا سے) چلا گیا تو تمہارے لیے امن کی چیز استغفار کو قیامت تک کے لیے چھوڑ جاؤں گا۔(ترمذی:ابواب التفسیر)﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کردے جب کہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔(ہود:117)﴿4﴾سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب تک اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے،عذاب سے محفوظ رہے گا۔(انوارالبیان:2/514,515)

سوال3:اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عمومی عذاب کب تک نازل نہیں کرتے؟

جواب:﴿1﴾جب تک کسی قوم کے اندر نبی موجود ہو اور حق کی دعوت دے رہا ہو۔﴿2﴾جب لوگ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں۔﴿3﴾جب لوگوں پر ابھی حق اور باطل کے درمیان فرق واضح نہ ہو گیا ہو۔﴿4﴾جب تک معاشرے کے اندر لوگ اپنی اصلاح کا کام کررہے ہوں خواہ وہ ایک ایک دو دو ہوں۔﴿5﴾عذاب اس وقت تک رکا رہتا ہے جب تک کہ قبول کرنے والے خوش بخت افراد موجود ہوں جب ایک ایک کرکے سب کو باہر نکال لیا جاتا ہے تو عذاب مقدر ہو جاتا ہے۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ
اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ(34)

اور کیا ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے؟ حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں ہیں،اس کے متولی نہیں ہیں مگر متقی لوگ لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔(34)

سوال1:وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ''اور کیا ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے؟ حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور کیا ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے؟ حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں'':وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حقدار ہیں کیونکہ انہوں نے شرک کیا جو عذاب کو واجب ٹھہراتا ہے۔انہوں نے لوگوں کو مسجد حرام میں عبادت سے روکا خاص طور پر محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کو حالانکہ وہ حرم میں عبادت کا زیادہ حق رکھتے تھے۔﴿2﴾ان پر عذاب نہ آنے کی وجہ رسول اللہ ﷺ تھے۔آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے عذاب نہیں آیا تھا۔جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان پر اپنا عذاب بھیج دیا اور بڑے بڑے مشرک مارے گئے اور ستر گرفتا ہوئے۔(مختصر ابن کثیر:1/676)﴿3﴾جب آپ ﷺ مکہ میں مقیم تھے تو اللہ تعالیٰ نے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ۔۔وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اتاری کیونکہ مسلمان نماز پڑھتے تھے اور استغفار کرتے رہتے تھے پھر جب وہ نکل آئے تو وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ تک اتاری اور مسلمانوں کو مکہ پر حملہ کرنے کا حکم ملا۔یہی وہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جس کا ان سے وعدہ کیا تھا۔(ابن جریر)﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کے لئے فرد جرم عائد کی کہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں۔مسجد حرام کے متولی نہیں اہل تقویٰ سے تولیت کا حق چھین رکھا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:اہل مکہ عذاب سے بے خوف کیوں تھے؟

جواب:﴿1﴾وہ سمجھتے تھے کے بیت اللہ کے وارث ہیں۔﴿2﴾ابراہیم علیہ السلام اوراسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔﴿3﴾بیت اللہ کے متولی ہیں۔

سوال3:وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ''حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں ہیں،اس کے متولی نہیں ہیں مگر متقی لوگ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ:وہ مسجد حرام کے اولیاء نہیں ہیں جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں ہیں۔(ایسر التفاسیر:517,518)﴿2﴾وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اوراس کے گھر کے متولی کیسے ہوسکتے ہیں جب کہ ان کے دل اپنے رب کی تعظیم سے خالی ہوتے ہیں!جو اپنے رب کے حقوق کو نہیں پہچانتے،جن کے دل میں اس محترم زمین کا کوئی احترام نہیں اوران میں کون سی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے وہ خود کو بیت اللہ کا زیادہ مستحق سمجھتے ہیں!﴿3﴾اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ولی اور کعبے کے متولی تو وہ ہیں جو شرک سے بچے رہیں۔(تفسیر قاسمی:49/8)﴿4﴾جو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وجہ سے فرائض ادا کرتے ہیں اور معاصی سے اجتناب کرتے ہیں۔(جامع البیان:254/9)﴿5﴾متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے جنہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق قرار دیا اوراپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا۔(تفسیر سعدی:985/1)﴿6﴾مومن تو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے نواہی سے بچتے ہیں اور اس سے اجروثواب کی امید کے ساتھ اس کی اطاعت اورعبادت کرتے ہیں وہ نمازوں میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں۔تالیاں پیٹنے اور سیٹیاں بجانے جیسے دیگر لغو کاموں سے بچتے ہیں۔ان میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی کو بیت اللہ کا وارث بناتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وارث بنایا اور مشرکوں کے بارے میں فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا اے لوگو جو ایمان لائے ہو!یقیناً سب مشرک ناپاک ہیں چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔(التوبہ:28)

سوال4:اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تولیت کی غلط فہمی کیسے دور کی؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں،اس گھر کے دشمن ہیں۔﴿2﴾بیت اللہ کی تولیت کا حق تو صرف اللہ تعالیٰ کے متقی بندوں کو ہے۔

سوال5:وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ''لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی وہ جانتے نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کا اور کعبہ کی تولیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ(35)

اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔سو چکھو عذاب اس وجہ سے جو تم کفر کرتے تھے۔(35)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾بغوی رحمہ اللہ نے مجاہد رضی اللہ عنہ کا بیان لکھا ہے کہ قبیلہ عبدالدار کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے طواف کرتے وقت سامنے آجاتے مذاق بناتے اوراپنے منہ میں انگلیاں ڈال کر سیٹیاں بجاتے تھے اس روایت کی روشنی میں مُكَآءً کا معنی ہوگا بانچھوں کے اندر انگلیاں داخل کرنا اور تَصْدِيَةً کا معنی ہوگا سیٹی جیسی آواز نکالنا۔پہاڑ کے درہ میں آواز نکالنے والے کو جو بازگشت کی آواز سنائی دیتی ہے جس کو صدا کہا جاتا ہے اس کا ماخذ لفظ تَصْدِيَةً ہی ہے لغت میں صدا اس آواز کو کہتے ہیں جو میدان یا پہاڑ یا کسی بلند عمارت میں ہر طرف سے آتی ہے۔﴿2﴾ابن جریر نے بحوالہ سعید بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طواف کے دوران قریش آپ ﷺ کے سامنے آجاتے آپ ﷺ سے ٹھٹا کرتے اور سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر مظہری:64/5)﴿3﴾واحدی نے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ کافرلوگ بیت اللہ کے طواف کے وقت سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے،اس پر یہ آیت اتری۔(تفسیرابن عباس:488/1)

سوال2:وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ''اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ ''اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز کچھ نہیں ہے''بیت اللہ کواللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا مرکز بنایا تا کہ اس میں دین قائم کیا جائے اور اس میں خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔جولوگ ایمان لائے انہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جب کہ مشرکوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکا۔﴿2﴾إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ''سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا''مشرکوں کی نماز تالیاں پیٹنا اور سیٹیاں بجانی تھی۔﴿3﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فرماتے ہیں قریشی ننگے ہو کر سیٹیاں بجا بجا کر اور تالیاں پیٹ پیٹ کر طواف کیا کرتے تھے۔(ابن ابی حاتم)﴿4﴾سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رخسارہ جھکا کر سیٹی بجا کر اور دونوں ہاتھوں سے تالی پیٹ کر دکھایا کہ اس طرح کرتے تھے۔زمین پر رخسارے رکھ کر سیٹی بجاتے اور تالی پیٹتے۔(ابن ابی حاتم)

سوال3:بیت اللہ میں مشرکین کی نماز کا نقشہ قرآن حکیم نے کس طرح کھینچا ہے؟

جواب:﴿1﴾مشرکین کی نماز تالیاں پیٹناں اور سیٹیاں بجانا ہے جس میں نہ احترام ہے نہ شعور ہے نہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا احساس اور نہ بیت اللہ کے تقدس کا کوئی تصور ہے۔﴿2﴾وہ عبادت رجوع الی اللہ نہیں رجوع الی الدنیا کا تماشا تھا۔

سوال4:کیا آج بھی عبادت کے جاہلانہ طریقے موجود ہیں؟

جواب:﴿1﴾آج بھی عبادت کے جاہلانہ طریقے موجود ہیں مثلاً خانقاہوں اور مزاروں پر ڈالی جانے والی دھمالیں،قوالیاں اور رقص وغیرہ ﴿2﴾قبروں کی چوکھٹوں پر چہرے رگڑنا اور سجدے کرنا۔﴿3﴾خانقاہوں پر گانا بجانا۔﴿4﴾خانقاہوں پر اللہ ہو کے نعرے لگانا وغیرہ۔

سوال5:فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ''سو چکھو عذاب اس وجہ سے جو تم کفر کرتے تھے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''سو چکھو عذاب اس وجہ سے جو تم کفر کرتے تھے'':انہوں نے نبی ﷺ کا انکار کیا،سیٹیاں بجا بجا کر ایمان والوں کی نمازیں خراب کیں،مومنوں کا مذاق اڑایا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔بدر کے دن گرفتار بھی ہوئے اور مارے بھی گئے۔

سوال6:یہاں عذاب سے کون سا عذاب مراد ہے؟

جواب:یہ وہی عذاب ہے جو انہوں نے طلب کیا تھا کہ ان کی جڑ کاٹ دی جائے تو بدر کے میدان میں ان کی جڑ کاٹ دی گئی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ(36)

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں۔چنانچہ ابھی وہ اور خرچ کریں گے،پھر وہ ان پر حسرت بن جائے گا،پھر وہ مغلوب ہوں گے۔اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔(36)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ جب قریش بدر کے دن شکست کھا چکے اور مکہ مکرمہ واپس آئے تو عبداللہ بن ابی ربیعہ،عکرمہ بن ابی جہل،اور صفوان بن امیہ قریش کے ان لوگوں کے ساتھ جن کے باپ بیٹے بدر کے دن مارے گئے تھے ابوسفیان اور قریش کے قافلہ تجارت کے پاس گئے اور ان لوگوں سے بات چیت کی کہ اے قریش کی جماعت محمد نے تم کو شکست دی ہے اور تمہارے پیارے عزیزوں کو مار ڈالا،تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس مال سے ان سے پھر لڑائی کرنے کے لیے ہماری مدد کرو شاید ہم اس نقصان کا مداوا کر سکیں چنانچہ وہ ایسا کرنے کے لیے تیار ہو گئے اس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ﴿2﴾ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے احکم بن عتیب رحمۃ اللہ علیہ ہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس نے مشرکین پر 40 اوقیہ چاندی خرچ کی تھی۔ نیز ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابزہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے متعلق نازل ہوئی ہے اس نے احد کے دن رسول اکرم ﷺ سے لڑائی کے لیے دو ہزار حبشی کرایہ پر بلائے تھے۔ (تفسیر ابن عباس:488/1)

سوال 2: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ''بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یقیناً جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کی رسالت کا انکار کیا۔ (ایسر التفاسیر:518) ﴿2﴾ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ''وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں'' جو اپنے مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت میں اور اللہ تعالیٰ کے دین کو، اس نور کو بجھانے کی کوششوں اور اس کے کلمے کو نیچا دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ وہ حق کو نیچا دکھائیں اور باطل کو سربلند کریں تاکہ وہ توحید کو مٹا دیں اور بتوں کی عبادت کے دین کو قائم کر دیں۔

سوال 3: کافر اپنے مال کن مقاصد کے لئے خرچ کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کافر اپنے مال خرچ کر کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔ ﴿2﴾ کافر اپنے مال اور اپنی قوتیں دین کو ختم کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ کافر دین کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔

سوال 4: فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ''چنانچہ ابھی وہ اور خرچ کریں گے، پھر وہ ان پر حسرت بن جائے گا، پھر وہ مغلوب ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ''چنانچہ ابھی وہ اور خرچ کریں گے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ابھی یہ اور خرچ کرتے رہیں گے۔ انہیں اپنا خرچ بہت کم محسوس ہوگا کیونکہ وہ حق سے شدید دشمنی رکھتے ہیں اور باطل سے چمٹے ہوئے ہیں۔ ﴿2﴾ ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ''پھر وہ ان پر حسرت بن جائے گا'' پھر وہ ان کے لیے شدید ندامت کا سبب بنے گا، انہیں انتہائی افسوس ہوگا اور وہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔ ﴿3﴾ ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ان کے مال و متاع اور آرزوئیں خاک میں مل جائیں گی اور آخرت میں انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی:987/1)

سوال 5: وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا'' کافروں کو جہنم میں جمع کیا جائے گا تاکہ وہ اس کے عذاب میں مبتلا ہوں، جہنم ایسے ہی ناپاک لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

سوال 6: کافروں کا مال خرچ کرنا انہیں کہاں پہنچا دے گا؟

جواب: ﴿1﴾ کافروں کا مال انہیں حسرتوں اور آہوں میں مبتلا کر دے گا۔ ﴿2﴾ کافروں کا مال انہیں جہنم میں پہنچائے گا۔

لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَ یَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ
فَیَرْكُمَهٗ جَمِیْعًا فَیَجْعَلَهٗ فِیْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (37)

تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاک کے بعض حصے کو بعض پر رکھے، پس وہ ان کو اکٹھا ڈھیر بنا دے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھراس کوجہنم میں ڈال دے۔یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔(37)

سوال1:لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ'' تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کردے اور ناپاک کے بعض حصے کو بعض پر رکھے، پس وہ ان کو اکٹھا ڈھیر بنادے، پھراس کو جہنم میں ڈال دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی اس جنگ کا میدان اس لیے سرگرم کروایا اور اس کے لیے مال خرچ کرنے پر اس لیے تیار کیا ہے تا کہ ﴿1﴾لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ'' تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کردے''یعنی پاک اور ناپاک الگ الگ ہوجائیں۔﴿2﴾ الْخَبِيْثَ مشرک اور نافرمان لوگ۔﴿3﴾مِنَ الطَّيِّبِ اہل توحید سے اور اعمال صالحہ انجام دینے والوں سے۔(ایسر التفاسیر:518)﴿4﴾وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ اور ہر طرح کے خبیث کو اکٹھا کردے۔خبیث اعمال،خبیث اموال اور خبیث اشخاص کو اکٹھا کردے۔﴿5﴾فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا پھراس ڈھیر کو یعنی ساری گندگی کو اکٹھا کردے۔﴿6﴾فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ: پھران سب کو جمع کرکے جہنم میں جھونک دے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی کشمکش کیوں برپا کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان کشمکش اس لئے بھی برپا کرتے ہیں تا کہ دونوں قسم کے لوگ الگ ہوجائیں۔﴿2﴾یہ کشمکش اس لئے برپا ہوتی ہے کہ یہ کھل جائے کہ کون حق سامنے آنے کے بعد مان لیتا ہے اور کون اس کا انکار کرتا ہے۔﴿3﴾حق اور باطل کی کشمکش اس لئے بھی برپا کی جاتی ہے کہ یہ پتہ چل جائے کہ کون اللہ تعالیٰ کے لئے مال خرچ کرنے والا ہے اور کون تعصب کے لئے۔﴿4﴾حق اور باطل کی کشمکش اس لئے بھی ہوتی ہے کہ یہ پتہ چل جائے کہ کون سرکش بن کر زمین پر رہتا ہے اور کون تواضع اختیار کرتا ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ اس کشمکش کے ذریعے پاک روحوں اور ناپاک روحوں کو ایک دوسرے سے الگ کردیتا ہے۔

سوال3:حق اور باطل کی کشمکش کا عمل کیسے جاری ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ابتداء میں مقابلہ کرنے کے لئے مال خرچ کیا جاتا ہے۔﴿2﴾باطل قوتیں جمع ہوجاتی ہیں۔﴿3﴾باطل حق پر دست درازی کے لئے لوگوں کو آمادہ کرتا ہے۔﴿4﴾حق کی تحریک اٹھتی ہے اور باطل کا سر پھوڑ دیتی ہے۔﴿5﴾اس طرح حق اور باطل کا امتیاز ہوجاتا ہے۔

سوال4:جب پاک اور ناپاک کو چھانٹنے کا عمل ختم ہوتا جاتا ہے تو فیصلہ کیا ہوتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ پاک روحوں کو جنت میں داخل کردیں گے اور ناپاک روحوں کو ایک ساتھ جمع کرکے جہنم میں ڈھیر لگادیں گے۔

سوال5:أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ'' یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔﴿2﴾یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے مالوں کو خسارے میں ڈالا۔(تفسیر قاسمی:55/8)﴿3﴾قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں؟ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھوگئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کررہے ہیں۔(الکھف:104,103)

آخری آیات:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (38)

آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جنہوں نے کفر کیا،اگر وہ باز آجائیں تو جو گزر چکا وہ انہیں بخش دیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ کریں گے تو پہلوں کی سنت گزر چکی ہے۔(38)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ '' آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جنہوں نے کفر کیا، اگر وہ باز آ جائیں تو جو گزر چکا وہ انہیں بخش دیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا '' آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جنہوں نے کفر کیا'':اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی نماز اور اوران کی بدنی عبادات کو بیان کیا پھر مالی عبادات کو اوران کے اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کو اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ قتال کو پھر ان کی حق کے راستے کی طرف راہ نمائی کی اوران کو اسلام میں داخلے کی ترغیب دلائی۔ان پر وسیع رحمت اور بڑے فضل کے دروازے کھول دیے۔﴿2﴾اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ '' کہ اگر وہ باز آ جائیں تو جو گزر چکا انہیں بخش دیا جائے گا''یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں تو ان کے کفر اور شرک کو معاف کر دیا جائے گا۔﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جو اسلام لا کر خلوص سے عمل کرتا رہا اس سے اس کے جاہلیت کے کاموں کی باز پرس نہ ہوگی اور جس نے اسلام لا کر بھی برے کام کیے اس سے اس کے تمام اگلے پچھلے عملوں کی باز پرس کی جائے گی۔(بخاری)﴿4﴾اسلام پہلے تمام گناہ کاٹ دیتا ہے اور توبہ پہلے گناہ مٹا دیتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:678/1)﴿5﴾اسلام لانے سے پہلے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور سچی توبہ سے بھی پہلے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔﴿6﴾سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اسلام کی طرف مائل کیا تو میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:'' ہاتھ پھیلایئے کہ میں بیعت کروں!''لیکن جب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیلایا تو میں نے عرض کی کہ'' ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔''فرمایا'' کیا شرط کرنا چاہتے ہو؟''میں نے عرض کیا'' یہ کہ میرے لئے آپ ﷺ مغفرت کی دعا فرمائیں کہ میرے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔''فرمایا'' کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام لانے سے پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسی طرح ہجرت کرنے سے بھی پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''(مسلم،ابن کثیر)

سوال2: کافروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کس صورت میں رحمت کا وعدہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾وہ کفر سے باز آ جائیں۔﴿2﴾وہ توبہ کر لیں تو پچھلے اعمال پر سزا نہ دی جائے گی۔

سوال3: کیا فتح کے بعد پچھلے ظلم وستم پر کسی کو سزا دی جائے گی؟

جواب: فتح کے بعد پچھلے ظلم وستم کی سزا نہیں دی جائے گی۔

سوال4: جو لوگ حق اور باطل کے ٹکراؤ کے دوران حق کے علمبرداروں پر ظلم کرتے ہیں پھر وہ مغلوب ہو جاتے ہیں تو انہیں سزا ان کے ظلم کی کیوں نہیں دی جائے گی؟

جواب:﴿1﴾ حق کے غلبے کے بعد اسلام کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔﴿2﴾اسلام کا اصل مقصد لوگوں سے انتقام لینا نہیں،لوگوں کی گردنوں کو رب کے سامنے جھکانا ہے۔جب لوگ جھک جائیں تو اجتماعی معاملات میں بدلہ لینے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

سوال5:وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ '' اور اگر وہ دوبارہ کریں گے تو پہلوں کی سنت گزر چکی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاِنْ يَّعُوْدُوْا اگر وہ اپنے کفر اور اپنی دشمنی کا اعادہ کریں۔﴿2﴾فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ '' تو پہلوں کی سنت گزر چکی ہے''یعنی ظالموں کو ہلاک کرنے کا۔وہ جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کریں جو حق کے دشمنوں پر نازل ہوتا رہا ہے۔

سوال6: فتح کے بعد اگر کوئی ظلم کرے تو اسلام کا اصول کیا ہے؟

جواب: فتح کے بعد کوئی ایسا کام کرے جسے اسلامی قانون میں جرم قرار دیا گیا ہے تو ضروری کاروائی کی جائے گی اور اس کو وہی سزا ملے گی جو اسلامی قانون میں اس جرم کے لئے مقرر ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (39)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے، پھر اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔(39)

سوال1: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ''اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ''اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے'' ﴿1﴾ ان سے لڑو یعنی جب تک شرک اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور نہ ہوجائیں اور کفار اسلام کے حکام کے سامنے سرنگوں نہ ہوجائیں۔(تفسیر سعدی:988/1) ﴿2﴾ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ رہے۔(ابن ابی حاتم:1701/5) ﴿3﴾ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ''اور دین سب کا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے'' اس سے مراد ہے کہ دین کے مقابلے میں ایسی قوتیں نہ رہیں جو دین کے راستے میں رکاوٹ پیدا کریں۔ کیونکہ یہ رکاوٹیں دور ہوں تو انسان آزاد ہوں گے اور ان پر کوئی عقیدہ اختیار کرنے میں رکاوٹ نہ ہوگی۔ ﴿4﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید خالص ہوجائے اس کے ماسوا کسی کی عبادت نہ ہو۔(تفسیر قاسمی:56/8) ﴿5﴾ دشمنان دین کے خلاف جہاد اور قتال کا یہی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو کفار کے شر سے بچایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی، جس کے لیے تمام کائنات تخلیق کی گئی ہے، حفاظت کی جائے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا دین تمام ادیان پر غالب آجائے۔(تفسیر سعدی:988/1) ﴿6﴾ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں دشمنان اسلام سے قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور جب وہ ایسا کرلیں تو ان کے خون اور اموال سب محفوظ ہوجائیں گے۔ بجز اس کے کہ اسلامی قانون کے ماتحت کسی جرم کی پاداش میں ان کو سزا دی جائے۔ اور ان کے دلوں کا حساب اللہ تعالیٰ پر رہے گا کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ اور اعمال اسلام کو قبول کر رہے ہیں یا نفاق ہے۔(بخاری، مسلم) ﴿7﴾ اس سے مراد ہے کہ لا الہ الا اللہ خوب پھیل جائے۔ شرک اور بت پرستی مٹ جائے۔ تمہارے دین کے ساتھ کفر اور شرک باقی نہ رہے۔ ﴿8﴾ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ انسان بہادری، غیرت اور شہرت کے لیے لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس لیے جنگ کی کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو وہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔(بخاری، مسلم)

سوال2: کافروں سے جنگ کب تک جاری رہے گی؟

جواب: ﴿1﴾ جب تک فتنہ باقی ہے۔ ﴿2﴾ جب تک دین پورے کا پورا اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوجاتا۔

سوال3: دین صرف اللہ تعالیٰ کا ہوجائے اور مسلمانوں کے لئے فتنہ نہ ہو تو اس سے انسانیت کو کیا فائدہ حاصل ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ انسانیت کو عزت، وقار اور شرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب دین اللہ تعالیٰ کا ہوجائے۔ ﴿2﴾ انسانیت اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی غلامی سے آزاد ہوگی۔ انسانوں کو اس سے حقیقی فوائد نصیب ہوں گے۔ اسی مقصد کے لئے اسلام مسلمانوں کو اٹھاتا ہے کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔

سوال4: فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ''پھر اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا پھر اگر وہ کفر اور شرک سے باز آجائیں تو تم بھی جنگ بند کردو اور ان کے دلوں کا حال اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ ﴿2﴾ فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ''یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سے ان کا کوئی عمل خواہ وہ دل کا ہو، زبان کا یا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اعضاء کا چھپانہیں رہ سکتا۔﴿3﴾رب العزت نے فرمایا: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ (التوبہ:5)﴿4﴾رب العزت نے فرمایا: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ چنانچہ اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔(التوبہ:11)﴿5﴾سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر حملہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا مگر انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ جان بچانے کی غرض سے کلمہ پڑھ لیا ہوگا اسے قتل کر ڈالا پھر نبی ﷺ کے سامنے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے ناراض ہو کر ان سے فرمایا: کیا تم نے کلمہ پڑھ لینے کے بعد بھی اسے قتل کر ڈالا۔تم قیامت کے دن اس کلمے کے ساتھ کیا کرو گے؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ !اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔فرمایا: کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا؟ آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے کہ قیامت کے دن لاالہ الااللہ کا مقابلہ کون کرے گا؟ آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے۔سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج ہی اسلام لایا ہوتا۔

وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ (40)

اور اگر وہ منہ موڑیں تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے!(40)

سوال1: وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ’’اور اگر وہ منہ موڑیں تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ اِنْ تَوَلَّوْا ’’اور اگر وہ منہ موڑیں‘‘ اگر لوگ اطاعت سے منہ موڑ لیں اور پھر کفر اور سرکشی میں مشغول ہو جائیں۔﴿2﴾یعنی ایمان سے اعراض کریں اور کبھی نہ باز آئیں۔(تفسیر قاسمی:57/8)﴿3﴾فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ’’تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے‘‘ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے وہ مومن بندوں کی سرپرستی کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:988/1)

سوال2: اگر اسلام کے اس اصول کو لوگ مانیں تو مسلمان کس چیز کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا کام کرتے جائیں؟

جواب:﴿1﴾مسلمان ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا سرپرست ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ ہی بہترین حامی اور مددگار ہے۔

سوال3: نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ’’وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے!‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾نِعْمَ الْمَوْلٰى ’’وہ اچھا دوست ہے‘‘ جو اس کو اپنا سرپرست بناتا ہے وہ اس کو ضائع نہیں کرتا۔وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ: وہ کبھی مغلوب نہیں ہوتا جس کی وہی مولا مدد کرتا ہے۔(تفسیر قاسمی:57/8)﴿2﴾وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ جو ان کی مدد کرتا ہے، ان کے خلاف فساق و فجار کی سازشوں کو ناکام بناتا ہے اور اشرار کی عداوت سے حفاظت کرتا ہے اور جس کا سرپرست اور حامی و ناصر اللہ تعالیٰ ہو تو اسے کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا اور جس کا اللہ تعالیٰ مخالف ہو اسے کوئی مدد اور سہارا نہیں دے سکتا۔(تفسیر سعدی:988/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

واعلموا 10



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	''قرآنًا عَجَبًا'' [پارہ 10]
مؤلفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اوّل	:	جنوری 2015
تعداد	:	1000
ناشر	:	النور پبلیکیشنز
لاہور	:	102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور 36J گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور
فون نمبر	:	03364033044 0423-5748737
کراچی	:	گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن، بلاک 2، کراچی 03364033032 021-35292341
فیصل آباد	:	121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ 03364033086 041-8759191
ای میل	:	infoalnoorinternational@gmail.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com
فیس بک	:	Alnoor international Nighat Hashmi Alnoor products

فہرست

ابتدائیہ 9

رکوع ❖ 1 15

رکوع ❖ 2 20

رکوع ❖ 3 29

رکوع ❖ 4 38

رکوع ❖ 5 44

رکوع ❖ 6 51

سورہ التوبہ 52

رکوع ❖ 7 60

رکوع ❖ 8 74

رکوع ❖ 9 90

رکوع ❖ 10 98

رکوع ❖ 11 111

رکوع ❖ 12 120

رکوع ❖ 13 137

رکوع ❖ 14 146

رکوع ❖ 15 157

رکوع ❖ 16 167

رکوع ❖ 17 176

آخری آیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ ،وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا،وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَھَادِیَ لَہٗ،وَأَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُاَنَّ مُحَمّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟

پھر اگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے:

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اٹھا کر جواب دیتے ہیں: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔ پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی۔ (البلد:16-12)

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا: **وَعَنِ ابنِ مسعودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :فقال رَسُولُ اللہ ﷺ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ اِلَيهِ مِنْ مَّالِهِ ؟ قالوا : يَارَسُولَ اللہِ ما مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهُ اَحَبُّ اليه قَال : فَان مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهِ مَا اَخَّرَ ۔**

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (صحیح بخاری:6442)

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آجائیں تو انسان رک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کی صورت میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں قرآناً عجباً کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اٹھایا گیا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔

اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدا ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ انہوں نے کہا: ''آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اُس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

میں ان سب افراد کی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر:1

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ ﴾

"اور جان لو کہ جو کچھ بھی مال غنیمت تم حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور رسول کے لیے اور رشتے داروں، اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے فیصلے کے دن اپنے بندے پر نازل کیا جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔" (41)

سوال 1: ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ ﴾ "اور جان لو کہ جو کچھ بھی مال غنیمت تم حاصل کرو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَاعْلَمُوْٓا ﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: اے مسلمانو! جان لو۔ (ایسر التفاسیر: 520,521) (2) ﴿ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ ﴾ "کہ جو کچھ بھی مال غنیمت تم حاصل کرو" مال غنیمت میں سے جو تم حاصل کرو تھوڑا ہو یا زیادہ یہاں تک کہ سوئی دھاگہ بھی۔ (3) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے دھاگہ اور سوئی بھی داخل کر دو اور مال غنیمت کی چوری سے اجتناب رکھو، قیامت کے دن چور کے لیے یہ چوری باعث عار ہو گی۔ (مسند دارمی) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی حدیث عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی ہے۔ اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ یہ سن کر ایک شخص جس کے ہاتھ میں بالوں کا ایک گچھا تھا بولا میں نے یہ خچر کے زین کی مرمت کرنے کے لیے لے لیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا اور بنی عبد المطلب کا جو حصہ ہے وہ تیرا ہے۔ (تفسیر مظہری 5/68)

سوال 2: مال غنیمت کسے کہتے ہیں؟

جواب: مال غنیمت عربی زبان میں اس مال کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں دشمن سے لڑ کر حاصل کیا گیا ہو۔

سوال 3: ﴿ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ ﴾ "تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کیلیے اور رسول کیلیے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے اور باقی تمہارے لئے ہے۔ (2) خمس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے ہے کہ اس نے نصرت اور غنیمت عطا فرمائی۔ (تفسیر قاسمی: 8/57) (3) خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے، ان میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مختص ہے جو کسی تعین کے بغیر عام مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے نیاز ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حصہ در حقیقت بندگان الٰہی کے لیے ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مصارف متعین نہیں فرمائے اس لئے واضح ہوا کہ اس کو مصالح عامہ میں صرف کیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 1/989-990) (4) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اس اعتبار سے کہ نصرت کا اصل سبب وہی ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 8/57)

سوال 4: ﴿ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ ﴾ "اور رشتے داروں، اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَ لِذِی الْقُرْبٰی ﴾ "اور رشتے داروں" یہ خمس کا دوسرا حصہ ہے۔ ذی القربیٰ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار یعنی بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔ اس میں ان کے مال دار اور محتاج، مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ (2) ﴿ وَ الْیَتٰمٰی ﴾ "

اور یتیموں" خمس کا تیسرا حصہ ہے جو ان لوگوں کے لیے ہے جن کے باپ فوت ہو چکے ہیں اور وہ خود کم عمر ہوں وہ اپنی دیکھ بھال نہیں کر سکتے اور ایسی ہستی بھی نہیں جو ان کے مصالح کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی بنا پر خمس کا پانچواں حصہ مقرر کیا ہے۔(3) ﴿وَ الْمَسٰكِيْنِ﴾ خمس کا چوتھا حصہ محتاجوں اور تنگ دستوں کے لیے ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورتیں چھوٹے ہوں یا بڑے۔(4) ﴿وَ ابْنِ السَّبِيْلِ﴾ خمس کا پانچواں حصہ مسافروں کی فلاح و بہبود کے لیے ہے۔ (5) یہ ضروری نہیں کہ پانچوں میں برابر تقسیم کیا جائے۔ مصالح کے مطابق ان کے درمیان مال کو تقسیم کیا جائے گا۔

سوال 5: مال غنیمت کے بارے میں قدیم رواج کیا تھا؟

جواب: قدیم رواج یہ تھا کہ جنگ کے بعد دشمن کی جو چیز جس کے ہاتھ لگے اسی کی سمجھی جائے۔

سوال 6: اسلام نے مال غنیمت کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: اسلام نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کسی سپاہی کو جو کچھ ملے وہ لا کر امیر کہ جمع کروا دے کوئی شخص سوئی' دھاگہ تک چھپا کر نہیں رکھے گا۔

سوال 7: غنیمت کی تقسیم کا کیا حکم ہے؟

جواب: غنیمت کی تقسیم کرتے ہوئے ہر چیز کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے اور پانچویں حصے میں رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہو گا جس طرح چاہیں خرچ کریں۔

سوال 8: چار حصوں کو فوج میں کیسے تقسیم کیا جائے گا؟

جواب: سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ۔

سوال 9: مال غنیمت کے پانچویں حصے سے کیا فائدہ اٹھانا مطلوب ہے؟

جواب: مال غنیمت کا پانچواں حصہ لوگوں کی حقیقی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہے۔

سوال 10: مال غنیمت کے پانچویں حصے کی تقسیم آپ ﷺ کے بعد کیسے ہو گی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے بعد ایسے سربراہان مملکت جو شریعت پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوں ان کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ پانچویں حصے کو اللہ تعالیٰ اور سول اللہ ﷺ کی راہ میں، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کریں گے۔

سوال 11: ﴿اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ﴾ "اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے فیصلے کے دن اپنے بندے پر نازل کیا جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ﴾ "اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو" اگر تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہو۔ (جامع البیان:10/10) (2) اللہ تبارک و تعالیٰ نے مال غنیمت سے خمس نکالنا اور اس کو اس طریقے سے خرچ کرنا ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ (3) ﴿وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا﴾ اور جو کچھ ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے۔(جامع البیان:10/10) (4) ﴿عَلٰى عَبْدِنَا﴾ نبی ﷺ کے لئے عبودیت کا لفظ اور اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا آپ کی عزت و شرف کے لئے ہے۔ (صفوۃ التفاسیر:1/474)

(5) ﴿ يَوْمَ الْفُرْقَانِ ﴾ اس سے مراد بدر کا دن ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کیا تھا۔(6) ﴿ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ ﴾ "جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں" یعنی جس دن مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مڈ بھیڑ ہوئی۔ (7) ضمناً اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نزول ملائکہ یا آپ ﷺ کی ریت یا مٹی پھینکنے سے کافروں کے اندھا ہونے کو یا ایسے ہی دوسرے خوارق کو تسلیم نہیں کرتا یا ان کی تاویل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر پوری طرح ایمان نہیں رکھتا۔ (تیسیر القرآن:2/156)

سوال 12: اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے ایمان کے لیے کیا دلیل دی ہے؟

جواب:(1) انہوں نے مال غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قانون کو تسلیم کر لیا۔ (2) انہوں نے یوم الفرقان میں اللہ تعالیٰ کے بندے پر نازل ہونے والے احکامات کو تسلیم کر لیا۔

سوال 13: ﴿ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۱ ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ تمہاری قلت کے باوجود مدد پر اور دشمنوں کی کثرت کے باوجود ان کی شکست پر قدرت رکھتا ہے۔ (2) وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کو کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔(ایسر التفاسیر:520-521) (3) اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے، غلبہ رکھتا ہے، کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ ہر ایک پر غالب ہے۔

سوال 14: مال غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: (1) پہلا سبق یہ ہے کہ انسان جو چیز پائے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی چیز سمجھے۔ (2) دوسرا سبق مستحق بھائیوں کا حصہ رکھنے میں ہے کہ مال کے حق دار ہونے کی بنیاد صرف محنت اور وراثت نہیں۔ دوسروں کے حقوق اور اس کے علاوہ دوسری مدات کا اعتراف کرنا دراصل مال کو اللہ تعالیٰ کا مال سمجھنا ہے۔ (3) ملکیت کی بنیاد قبضہ نہیں اصول ہے۔ کوئی شخص محض اتفاقی طور پر ہاتھ آئی ہوئی چیز پر قابض نہیں ہو سکتا ہاتھ آنے کے باوجود ذمہ دار افراد کے حوالے کر کے اصولی طور پر قبضہ لے اور جو ملے اسے لے کر راضی رہے۔

﴿ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۴۲ ﴾

"جب تم قریبی کنارے پر تھے اور وہ دور کے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ضرور تم وقت مقررہ میں آگے پیچھے ہو جاتے اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا، تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" (42)

سوال 1: ﴿ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى ﴾ "جب تم قریبی کنارے پر تھے اور وہ دور کے کنارے پر تھے" جنگ میں افواج کی پوزیشن کیا تھی؟

جواب:(1) ﴿ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا ﴾ "جب تم قریبی کنارے پر تھے۔" مسلمان مدینہ سے نکلے اور وادی میں مدینہ کے قریب اترے۔

(2) ﴿وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى﴾ ”اور وہ دور کے کنارے پر تھے۔“ وادی کی دوسری طرف کفار نے کیمپ لگایا جو مکہ کے قریب تھی۔ (3) دونوں فوجوں کے درمیان ٹیلہ تھا جو ان کے درمیان جدائی ڈالنے والا تھا۔

سوال2: ﴿وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ﴾ ”اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ضرور تم وقت مقررہ میں آگے پیچھے ہو جاتے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ﴾ ”اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے“ اگر تمہارے اور کافروں کے درمیان پہلے سے جنگ کا منصوبہ تیار ہو جاتا کہ جنگ کہاں کی جائے؟ پھر تمہیں دشمن کی کثرت اور اپنی قلت کا خیال آجاتا تو تم مقابلے پر نہیں ڈٹ سکتے تھے۔(2) ﴿لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ﴾ ”تو ضرور تم وقت مقررہ میں آگے پیچھے ہو جاتے“ یعنی جنگ کے مقام، مقررہ میعاد میں اختلاف ہو جاتا جو تمہیں مقررہ میعاد پر پہنچنے سے روک دیتا۔

سوال3: ﴿وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا﴾ ”اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا﴾ ”اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے“ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو ہمیشہ سے اس کے علم میں ہے اور وہ اسلام کی نصرت اور کفر کی تباہی ہے۔(تفسیر منیر: 5/ 357) (2) ﴿كَانَ مَفْعُوْلًا﴾ ”جو کیا جانے والا تھا“ جس کا واقعہ ہونا لازم ہے۔

سوال4: کیا فوجیں جانتی تھیں کہ فریق مخالف کہاں ہیں؟

جواب: دونوں فوجیں نہیں جانتی تھیں، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی اگر فریقین جگہ کا تعین کر لیتے تو ایک دوسرے کے قریب نہ آتے۔

سوال5: ﴿وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ ”اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا“ کی وضاحت کریں؟

جواب(1) ﴿وَ الرَّكْبُ﴾ اور قافلہ یعنی تجارتی قافلہ جس کو ابوسفیان لے کر چلا تھا۔اور جس کے تعاقب میں تم نکلے تھے۔ (2)﴿اَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ ”تم سے نیچے کی طرف تھا“ قافلہ دونوں فوجوں سے نیچے کی طرف ساحل کی جانب سے جا رہا تھا۔

سوال6: ﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ”تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ”تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو“ تاکہ حق کے ساتھ دشمنی رکھنے والا اگر کفر اختیار کرے تو دلیل روشن کے ساتھ اختیار کرے اسے کفر کے باطل ہونے کا پورا یقین ہو۔یوں وہ کفر پر مرنا چاہے تو مر جائے اس حال میں جب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے تو اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو۔(2) اس آیت میں ہلاکت کفر کے لیے اور حیات اسلام کے لئے استعارہ ہے۔(تفسیر قاسمی:8/ 67) (3) ﴿عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ظاہر دلیل ہے یعنی دلائل سے، علم سے، معرفت سے۔حق واضح ہو گیا۔ اب جو کفر اختیار کرے گا تو پوری بصیرت کے ساتھ اختیار کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر نہیں کرے گا۔

سوال7: ﴿وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ”اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ”اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے“ تاکہ جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل کے ساتھ ایمان پر زندہ رہے اس حال میں کہ وہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اسلام حق اور رسول حق ہے

اور آخرت کا گھر حق ہے۔ (ایسر التفاسیر:521) (2) تاکہ حق کے دلائل واضح ہونے پر اہل ایمان کے یقین اور بصیرت میں اضافہ ہو۔(3) تاکہ جو اسلام اختیار کرے وہ دلائل سے دیکھ بھال کر اختیار کرے۔

سوال8:وہ کیا امر تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دونوں فوجوں کو سامنے لے آیا کہ بھاگنے کی صورت ہی نہ رہی کی وضاحت کریں؟

جواب:وہ امر یہ تھا کہ جس کو ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔

سوال9:﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۴۲﴾ ”اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناسب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۴۲﴾ ”اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناسب کچھ سننے والا ہے“ اللہ تعالیٰ تمہاری فریاد اور پکار کو سنتا ہے۔(2) وہ قریش کے ارادوں کو بھی سنتا اور جانتا ہے اور مسلمانوں کی دعاؤں اور ارادوں کا بھی اس کو پورا علم ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم امداد کے مستحق ہو اور فتح و نصرت اور غلبہ و اقتدار کے اہل ہو۔

﴿اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ؕ وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴۳﴾

”جب اللہ تعالیٰ انہیں آپ کے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا اور اگر آپ کو وہ انہیں زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم ہمت ہار جاتے اور ضرور تم اس معاملے میں آپس میں جھگڑتے لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا یقیناوہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“

سوال1: ﴿اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ؕ﴾ ”جب اللہ تعالیٰ انہیں آپ کے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے نبی ﷺ کو خواب میں مشرکین کی تعداد کم دکھائی۔ (2) آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خوش خبری دی وہ مطمئن ہو گئے اور ان کے دل مضبوط ہو گئے۔ (3) سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ بدر کے دن مشرکین کی تعداد ہماری آنکھوں میں اس قدر کم ہو گئی تھی کہ میں نے ایک ساتھی سے پوچھا جو میرے پہلو میں تھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ لوگ ستر (70) تو ہوں گے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے خیال میں سو (100) ہیں۔ اس کے بعد ہم نے مشرکین میں سے ایک شخص کو قید کر لیا اور اس سے پوچھا تمہاری کتنی تعداد ہے تو اس نے کہا کہ ایک ہزار کی نفری ہے۔(معالم التنزیل:2/253)

سوال2: ﴿وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ﴾ ”اور اگر آپ کو وہ انہیں زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم ہمت ہار جاتے اور ضرور تم اس معاملے میں آپس میں جھگڑتے لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا۔“ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں کفار کی تعداد کیوں کم دکھائی گئی؟

جواب: (1) ﴿وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا﴾ ”اور اگر آپ کو وہ انہیں زیادہ دکھا دیتا۔“ خواب میں کفار کی تعداد اگر زیادہ بتائی جاتی تو مسلمانوں کی نظریں تعداد کی کمی اور سامان جنگ کی قلت پر مرکوز ہو جاتیں اس طرح مسلمان کمزوری کا شکار ہو سکتے تھے۔ (2) ﴿لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ ”تو ضرور تم ہمت ہار جاتے اور ضرور تم اس معاملے میں آپس میں جھگڑتے۔“ دشمن کی تعداد کا پتہ چلنے کی وجہ سے تمہارا آپس میں جھگڑا شروع ہو جاتا، جھگڑا کمزوری کا باعث بنتا کچھ لوگ کہتے لڑنا اچھا ہے آگے بڑھ کر کفار سے لڑو اور کچھ کہتے اچھا نہیں۔ یہ انتشار فوج کے لیے مہلک ثابت ہوتا۔

(3) ﴿وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ﴾ ”لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا۔“ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انتشار کی کیفیت سے بچا لیا۔

سوال3: ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴۳﴾ ”یقیناوہ سینوں والی بات کوخوب جاننے والا ہے۔“کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴۳﴾ ”یقیناوہ سینوں والی بات کوخوب جاننے والا ہے۔“اللہ تعالیٰ جانتا ہے کس میں جرأت ہے اور کون بزدل ہے؟کون صبر کرتا ہے اور کون جزع فزع کرتا ہے۔(تفسیر قاسمی: 8/ 67) (2) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دلی کیفیات کو جان لیا۔وہ جانتا ہے کہ انسان کم ہمتی اور بزدلی کا شکار ہو سکتا ہے لہٰذا اس نے دل کی حالت بدل دی۔ دلوں پر اختیار رکھنے والا جو چاہے کر سکتا ہے۔دل اور شعور کے محاذ پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے ہی فتح عطا کر دی۔

﴿وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴۴﴾

”اور جب تم مقابل ہوئے، وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم دکھاتا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں بہت کم کرتا تھا، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں۔“ (44)

سوال1: ﴿وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ﴾ ”اور جب تم مقابل ہوئے، وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم دکھاتا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں بہت کم کرتا تھا۔“کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا﴾ ”اور جب تم مقابل ہوئے، وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم دکھاتا تھا۔“اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یاد دلایا ہے کہ جب وہ کافروں کو تمہاری نظروں میں کم کرکے دکھا رہا تھا گویا کہ وہ ستر یا سو آدمی ہوں۔ (2) ﴿وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ﴾ ”اور تمہیں ان کی نگاہوں میں بہت کم کرتا تھا۔“تمہیں تمہارے دشمنوں کی نظروں میں کم کرکے دکھاتا تھا یعنی ہر گروہ دوسرے کو تھوڑا دیکھتا تھا۔

سوال2:﴿لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا﴾ ”تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا“کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کے ہاتھوں مشرکوں کو سزا دلوائیں۔ (2) مومنوں کو فتح و نصرت عطا فرمائیں۔ (3) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی نصرت اور عزت فرمائیں اور ان کے دشمنوں کو شکست اور ذلت سے دوچار فرمائیں۔(ایسر التفاسیر:521) (4) ﴿اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ﴾ مہایمی نے کہا چونکہ اس میں خیر کثیر تھا تو اس کا کرنا حکیم پر واجب تھا۔(تفسیر قاسمی:8/68) (5)تاکہ اہل ایمان کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ کر الگ ہو جائیں۔اس طرح ان کے گمراہ سردار قتل ہوئے تو بعد میں کافروں کو جب اسلام کی دعوت دی گئی تو ان کے لئے قبول کرنا آسان ہو گیا۔

سوال3:﴿وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴۴﴾ ”اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں۔“کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔اقتدار اس کا،ارادہ اس کا،قدرت اس کی،اس کائنات میں سارے کام اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہیں۔ (2) یعنی مخلوق کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹتے ہیں،اللہ تعالیٰ پاک اور ناپاک کو علیحدہ علیحدہ کرتا ہے،تمام مخلوقات پر انصاف پر مبنی فیصلے کو نافذ کرتا ہے جس میں کوئی ظلم وجور نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:1/992)

رکوع نمبر2

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مد مقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (45)

سوال 1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مد مقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔ (جامع البیان:1/16-17) (2) ﴿ اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا ﴾ "جب تم مد مقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو۔" ﴿ فِئَةً ﴾ سے یہاں مراد کافروں کی جماعت ہے۔ (تفسیر منیر:5/363) (3) ابن اسحٰق نے کہا: اس سے مراد ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرو۔ ﴿ فَاثْبُتُوْا ﴾ تو ثابت قدم رہو۔ (جامع البیان:10/17) (4) ﴿ فَاثْبُتُوْا ﴾ دشمن سے مڈ بھیڑ کے وقت ثابت قدم رہو، ان سے لڑائی پر صبر کرو نہ میدان جنگ سے بھاگو اور نہ کنجوسی کرو۔ (تفسیر قاسمی:8/70) (5) حق اور باطل کے معرکے میں اپنے آپ پر قابو رکھو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

سوال 2: کامیابی کے لئے ایمان والوں کو ان آیات میں کیا لائحہ عمل دیا گیا ہے؟

جواب: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دشمن کے مقابل ہونے کے آداب، دشمن سے مڈ بھیڑ کے وقت شجاعت کے راستے کی تعلیم دی ہے اور یہ جنگوں کے ضروری قواعد ہیں۔ (تفسیر منیر:5/365) دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اپنے لیڈر کی اطاعت کرنا، باہمی اختلافات سے بچنا، مشکلات کو برداشت کرنا، اترانے سے گریز کرنا، ریاکاری سے بچنا اور اپنی قوت کی وجہ سے سرکشی سے بچنا۔

سوال 3: ﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ذکر اللہ تہلیل (لَا إِلٰهَ إِلَّا الله) تکبیر (اَللهُ أَكْبَرُ) تسبیح (سُبْحَانَ الله) اور دعا اور تضرع ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو یاد رکھنا اس کا ذکر ہے۔ (ایسر التفاسیر:522) (3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ نے کہا: "المفردون کون ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ!" آپ ﷺ نے فرمایا: «اَلذَّاكِرُوْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَ الذَّاكِرَاتِ» اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔" (صحیح مسلم، جامع الترمذی) (4) سیدنا عبد اللہ بن اوفیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشمن سے مڈ بھیڑ ہونے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو پھر جب مڈ بھیڑ ہو جائے تو جم کر لڑو۔ (صحیح بخاری:2/424) (5) سیدنا عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ دشمن سے مقابلہ ہونے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو سو جب تمہاری مڈ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو سو اگر دشمن چیخیں، چلائیں تو تم خاموشی اختیار کرو۔ (مسند دارمی:2/135) (6) حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال تو عافیت ہی کا کریں اور جب دشمنان دین سے لڑنے کا موقع آجائے تو کمزوری نہ دکھائیں، ثابت قدم رہیں، جم کر لڑیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کریں اور قتال کے آداب میں سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خاموشی سے لڑیں، شور و شغب سے بچیں۔ (7) سیدنا زید بن ارقم سے روایت

ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین مواقع ہیں اللہ تعالیٰ کو خاموشی محبوب ہے: (الف)تلاوت قرآن کے وقت(ب)قتال کے وقت(ج)اور جس وقت جنازہ حاضر ہو۔(تفسیر ابن کثیر :2/316) (8)سیدنا سہل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ نماز، روزے اور ذکر ان سب کا ثواب فی سبیل اللہ (عزوجل)مال خرچ کرنے کی بہ نسبت سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔(سنن ابوداؤد:1/338) (9)سیدنا سہل بن معاذؓ اپنے والد سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فی سبیل اللہ ایک ہزار آیات پڑھ لیں اللہ تعالیٰ اسے انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ دے گا۔(مستدرک حاکم فی الترغیب:2/ 267) (10) سیدنا ابوابراہیم سیدنا عبداللہ بن اوفیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ان ایام میں، جن میں آپ ﷺ کا مقابلہ دشمن سے ہوا، انتظار فرمایا: (یعنی لڑائی کو مؤخر فرمایا) لوگو! دشمن سے ملاقات (لڑائی) کی آرزو مت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت، (سلامتی) مانگو۔ لیکن جب ایسا موقع آجائے کہ تمہاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدمی سے لڑو اور یہ بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سایے تلے ہے۔ پھر نبی ﷺ نے دعا فرمائی:"اے کتاب(قرآن مجید)کے اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے،(دشمن کے)لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست فاش سے دوچار فرما اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔"(صحیح بخاری:2818)

سوال4: ﴿لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ "تاکہ تم فلاح پاؤ۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) "تاکہ تم فلاح پاؤ۔" تاکہ تم دشمنوں کے مقابلے میں فتح و نصرت حاصل کرو۔(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کے اسباب اختیار کرنے کا مطالبہ کیا گیا تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور وہ یہ ہیں صبر، ثبات، اور ذکر اللہ کی کثرت۔

سوال5: دشمن کا سامنا ہونے کے وقت ذکر الٰہی کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: (1) ثابت قدمی فتح کا پہلا قدم ہے جو دشمن کے مقابلے میں جم جاتا ہے وہ فتح پاتا ہے۔ اور ثبات اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے سے آتا ہے۔(2) ذکر الٰہی کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ مومن کا رابطہ ایک ایسی قوت سے ہو جاتا ہے جس پر غلبہ رکھنے والا کوئی نہیں۔ قتال کے وقت ذکر کرنا عبودیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی وجہ سے مومن اسی پر بھروسہ کرتا ہے(ایمان اور اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کو تفویض کر دیتا ہے۔) (3) اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے کی وجہ سے جنگ کی حقیقت، جنگ کے اسباب اور مقاصد ذہن میں حاضر رہتے ہیں۔ مومن جب اللہ تعالیٰ کی خاطر لڑتا ہے، زمین پر اس کی حکومت کے قیام کے لئے لڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑتا ہے طاغوتی قوتوں کو ختم کرنے کے لئے لڑتا ہے تو اسے ذکر الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾

" اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"(46)

سوال1: ﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ "اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے رب اور اس کے رسول کی اطاعت کرو جس کا وہ تمہیں حکم دیں اور جس سے تمہیں روکیں اور ان کی کسی معاملے میں مخالفت نہ کرو۔(جامع البیان:10/17) (2) یہ عام حکم ہے اور

یہاں تخصیص تاکید کے لیے ہے۔(تفسیر قاسمی:8/71) (3) اپنے تمام اقوال اور افعال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان کے کسی حکم کی مخالفت نہ کرو۔(صفوۃ التفاسیر:1/471)

سوال2:اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے حکم کا کیا مقصد ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا مقصد یہ ہے کہ مومن میدان جنگ میں قدم رکھتے ہی سر جھکا دیں تاکہ وہ وجوہات ختم ہو جائیں جن کی وجہ سے مسلمانوں میں جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔(2) رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت سے ہی منظم ہوا جاسکتا ہے اور جنگ میں تنظیم کی وجہ سے ہی کامیابی کی امید ہوتی ہے۔(3) لوگوں کے درمیان اختلافات اس وقت ہوتے ہیں جب وہ ہدایات ایک ہستی سے نہیں لیتے۔ (4) جب لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں تو جھگڑے کی وجہ ختم ہو جاتی ہے۔

سوال3: ﴿ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ﴾ ”اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَ لَا تَنَازَعُوْا ﴾”اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔“ دشمن کے بالمقابل کبھی آپس میں اختلاف نہ کرو۔(2) یعنی اسطرح نہ جھگڑو کہ تمہارے دل ایک دوسرے سے کٹ جائیں۔(3) ﴿فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ﴾”ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔“یعنی تم بزدل ہو جاؤ گے ، تمہارے ارادے کمزور پڑ جائیں گے ، تمہاری قوت بکھر جائے گی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے قوت، نصرت، غلبے اور حکومت کا جو وعدہ مشروط ہے وہ اٹھالیا جائے گا۔(4)﴿ وَ اصْبِرُوْا ﴾ اور صبر کا دامن تھامے رکھو یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثبات اختیار کرو۔

سوال4: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اپنی نصرت و تائید سے فتح عطا کرتا ہے۔وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اس لیے اس کی مدد پر بھروسہ رکھو۔ 02) زید بن اسلم نے کہا: صبر کے دو دروازے ہیں: (الف) اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں میں صبر کرنا اگرچہ نفس اور بدن پر بھاری ہو۔ (ب) اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرنا اگرچہ خواہشات اسی جانب دھکیلتی ہوں تو جو ایسا ہے وہ صبر کرنے والوں میں سے ہے۔(ابن ابی حاتم:5/1713)

سوال5:لوگوں کے درمیان جھگڑے کیسے سے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: (1) جب لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔(2) جب لوگوں کی فکر کا ماخذ ان کے جذبات ہوں۔ (3) جب لوگ مختلف سمتوں سے ہدایات لینے والے ہوں۔(4) جب لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے نہ ہوں۔(5) جب لوگ اپنے موقف کو سچائی کے مقابلے میں ترجیح دیں تو آپس کے جھگڑے پھوٹ پڑتے ہیں۔

سوال6: آپس کے جھگڑوں کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: (1) فوج کے اندر کمزوری آجاتی ہے۔(2) فوج کی ہوا اکھڑ جاتی ہے۔(3) شکست مقدر ہو جاتی ہے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ کے لیے قتال کرنے والوں کو کیا آداب سکھائے گئے ہیں؟

جواب: (1) ثبات: جس کی وجہ سے میدان جنگ سے فرار اختیار نہیں کیا جاتا۔

(2) ذکر اللہ: دل اور زبان سے تضرع اور دعا نصرت اور فتح کا ذریعہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر فتح نصیب نہیں ہوتی۔(3) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ (4) کلمہ ہدف اور وحدت صف۔ آپس میں اختلاف نہ کرنا اساسی امور ہیں۔ (5)صبر۔

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۴۷ ﴾(47)

"اوران لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کا جو وہ کر رہے تھے احاطہ کرنے والا تھا۔"(47)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ قریش جب مکہ مکرمہ سے بدر کی طرف بڑھے تو گانے اور دف بجانے والیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔(تفسیر ابن عباس:1/492)

سوال 2: ﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ "اوران لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) کافروں کا مقصد زمین میں تکبر اور فخر و غرور کا اظہار کرنا تھا۔ اللہ رب العزت نے مومنوں کو اس سے روکا ہے۔ (2) جہاد میں ثابت قدمی، نیک نیتی اور ذکر اللہ کی کثرت کی نصیحت فرما کر مشرکین کی مشابہت سے روک رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر و غرور کے ساتھ اپنے شہروں سے چلے تم ایسا نہ کرنا۔(تفسیر ابن کثیر:2/302) (3) کافروں کے گھر سے نکلنے کے تین مقاصد اس آیت میں بیان کیے گئے:(الف) ﴿ بَطَرًا ﴾ غرور اور زمین میں تکبر کا اظہار کرنا اور اترانا۔(ب) ﴿ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ ﴾ "اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے۔" لوگوں کے سامنے فخر و غرور کا اظہار کرنا، اپنی قوت کی نمائش کرنا۔(ج) ﴿ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾ "اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے۔" یہ ان کا بڑا مقصد تھا کہ ان لوگوں کو روکیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1/994)

سوال 3: کفار مسلمانوں کے ہاتھوں کیوں ذلیل و خوار ہوئے؟

جواب: قریش کا لشکر تھا جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتا تھا، یہ لوگ فخر سے نکلے اور ذلیل و خوار ہوئے۔ ان کے مقاصد غلط تھے وہ سرکشی دکھاوے اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے مقاصد لیے ہوئے تھے، اس لیے بدر میں ان کی کمر ٹوٹ گئی۔

سوال 4: ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۴۷ ﴾ "اور اللہ تعالیٰ اس کا جو وہ کر رہے تھے احاطہ کرنے والا تھا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۴۷ ﴾ مقاتل بن حیان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔(ابن ابی حاتم:5/1714) (2) اللہ تعالیٰ نے ان کے غرور و تکبر، ان کی قوت کی نمائش اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے جیسے مقاصد سے آگاہ کر کے ان کی مشابہت سے ڈرایا ہے کیونکہ وہ انہیں سخت سزا دے گا۔ اس لیے تم لوگ اپنے مقاصد دیکھ لو۔ تمہارا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب، دین کی سربلندی اور لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانا ہو جو انہیں حقیقت تک لے جائے۔

سوال5:انسان اللہ تعالیٰ کی قوت کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور قوت کا انسان سے کوئی مقابلہ نہیں۔ (2) انسان کی قوت اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہے انسان کیسے رب کا مقابلہ کر سکتا ہے!

سوال6:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جماعت کی تطہیر کے لیے کیا ہدایات دی ہیں؟

جواب: (1) جہاد میں شرکت ایسے حالات میں نہ کریں کہ اپنی کثرت پر یا قوت پر نازاں ہوں۔(2) اپنی قوت کو ان راستوں میں خرچ نہ کریں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں۔(3) مومن یاد رکھیں کہ وہ قتال فی سبیل اللہ کے لیے نکلے ہیں اس لیے لوگوں کو صرف اللہ تعالیٰ کا غلام بنانے کی کوشش کریں۔ اپنی بڑائی نہیں اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے لیے کام کریں۔

﴿ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴۸ ﴾

"اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے تھے اور اس نے کہا: "لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں۔" مگر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور کہنے لگا: "بے شک میں تم سے بے زار ہوں، میں واقعی وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، یقینا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے۔"(48)

سوال1: ﴿ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ ﴾ "اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے تھے اور اس نے کہا: "لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ ﴾ "اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے تھے۔" یعنی شیطان نے ان کے اعمال انہیں خوشنما بنا کر دکھائے اور انہیں دھوکے میں ڈال دیا کہ تمہارے ارادے نیک ہیں۔ عرب میں تمہارا لوہا مانا جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں ہرا نہیں سکتی۔ میدان تمہارے ہاتھ رہے گا۔(2) ﴿ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ ﴾ "اور اس نے کہا: "لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں" تمہاری تعداد، تمہاری قوت، تمہارا اسلحہ، تمہارے جنگجو، ہر اعتبار سے تم اتنی قوت والے ہو کہ کوئی تمہارے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتا۔ کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ (3) ﴿ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ ﴾ "اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں۔" ابلیس سراقہ بن مالک جعشم مدلجی کی شکل میں قریش کے پاس آیا۔ قریش اور بنو مدلج کے درمیان دشمنی تھی۔ قریش ان کے شب خون سے خائف تھے۔ ابلیس نے کہا: "میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اس طرح ان کے دل مطمئن ہو گئے۔

سوال2: ﴿ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ ﴾ "مگر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور کہنے لگا: "بے شک میں تم سے بے زار ہوں، میں واقعی وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو کافر مسلمانوں کو اور مسلمان کافروں کو کم دکھائی دینے لگے۔(2)﴿ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ ﴾ ”تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا۔“ ابلیس نے جب سیدنا جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کی صف بندی کر رہے ہیں تو وہ خوف زدہ ہو کر بھاگا۔ (3)﴿ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ ﴾ ”اور کہنے لگا: ”بے شک میں تم سے بے زار ہوں“ ابلیس سراقہ بن مالک کی صورت میں آیا تھا اس نے ہی قریش کو دھوکہ دیا تھا۔ وہ کہنے لگا میں تو تمہارے ساتھ نہیں۔ میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ”اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔“(ابراہیم :22)(3)﴿ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ ﴾ ”میں واقعی وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے“ میں ان فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے۔ ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (4) رب العزت نے فرمایا:﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَاۤ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ ”جیسے شیطان کی مثال ہے جب اس نے انسان سے کہا: ”کفر کر!“ پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: ”میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“ چنانچہ ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ یقیناً وہ دونوں ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔“ (الحشر:16،17)(5)﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ﴾ ”یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔“ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو آخرت سے پہلے مجھے دنیا میں ہی پکڑ لے اور دنیا میں ہی مجھے عذاب دے دے۔

سوال 3: ﴿ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے۔

رکوع نمبر 3

﴿ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾(49)

”جب منافق اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں ایک بیماری تھی، کہہ رہے تھے ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے۔ اور جو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“(49)

سوال 1: ﴿ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾ ”جب منافق اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں ایک بیماری تھی، کہہ رہے تھے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ ”جب منافق کہہ رہے تھے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ قریش کی ایک جماعت تھی قیس بن ولید بن مغیرہ، ابو قیس بن فاقہ بن مغیرہ، حارث بن زمعہ اسودہ بن عبد امطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن یہ متردد تھے اور اسی میں روکے ہوئے تھے یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شان وشوکت والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے ؟(جامع البیان:10/23) (2) ﴿وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ” وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں ایک بیماری تھی۔“یعنی جن کے دلوں میں اسلام کے بارے میں شک تھا ،ان کا صحیح یقین نہیں تھا اور نہ ان کے سینے اسلام کے لیے کھلے تھے۔ (جامع البیان:10/23)

سوال2: ﴿غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ﴾ ”ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے۔“کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب مومن اپنی تعداد کی قلت کے باوجود کافروں کے بڑے لشکر سے مقابلے کیلیے نکلے تو کمزور ایمان والے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات تھے اہل ایمان سے کہنے لگے ان کے دین نے انہیں ہلاکت اور تباہی تک پہنچادیا ہے۔ یہ مذہبی جنونی ہیں انہیں ان کا جنون موت کی وادی میں کھینچ لایا ہے۔ (2) جس دین پر یہ کاربند ہیں اس دین نے انہیں اس ہلاکت انگیز مقام پر پہنچادیا ہے جس کا مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت نہیں ہے۔ یہ بات وہ اہل ایمان کو حقیر اور کم عقل سمجھتے ہوئے کہتے تھے۔ (تفسیر سعدی:1/995) (3) ابو جہل نے ایک ٹیلے سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو حقارت کی نگاہ سے جھانک کر کہا اللہ تعالیٰ کی قسم آج کے بعد روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی جائے گی اور بزور یہ دین مٹادیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:1/689)

سوال3: ﴿وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۴۹﴾ ”اور جو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا تو یقینا اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ سب سے غالب کمال حکمت والا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کوئی قوت اور اختیار نہیں۔ اس لیے جب مومن اقدام کرتا ہے تو دشمنوں کی کثرت اور قوت کو خاطر میں نہیں لاتا۔(2) مومن جانتا ہے کہ عزت وذلت، غلبہ واقتدار، حکومت وسلطنت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اگر پوری دنیا کے لوگ مل کر اسے نفع پہنچانا چاہیں تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتے اور اگر پوری دنیا کے لوگ مل کر اسے نقصان پہنچانا چاہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے مگر وہی جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا۔(3) مومن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور غلبہ اللہ والوں کا ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ غلبے کے حق دار ہوتے ہیں۔(4) مومن جانتا ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آسکتا اور اس پر توکل کرنے والا ذلیل نہیں ہو سکتا۔(فتح القدیر:2/396) (5) مومن جانتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے وہ اس کی مدد فرماتا ہے۔ (6) جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرلیتا ہے تو یاد رکھو کہ وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اس کی حکمت کے سامنے سب کی عقل ودانش رکھی رہ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم لوگ صرف مادہ اور مادیت کو جاننے والے اور اسی پر بھروسہ کرنے والے ہو تمہیں اس مخفی طاقت کی خبر نہیں جو اس مادہ اور مادیت کے پیدا کرنے والے کے خزانوں میں ہے اور ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اعتماد رکھتے ہیں۔(معارف القرآن:4/259)

سوال4: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۶۳﴾ ”یقینا اللہ تعالیٰ سب پر غالب ،کمال حکمت والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) اللہ تعالیٰ عزیز ہے کوئی قوت اس پر غالب نہیں آسکتی۔(2) اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے جہاں تک عقلیں پہنچنے سے قاصر ہیں۔(فتح القدیر:2/396) (3) اللہ تعالیٰ نصرت عطا فرماتا ہے کیونکہ وہ عزیز ہے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا نہ اس نے جو ارادہ کیا اس کے راستے میں کبھی کوئی رکاوٹ بن سکتا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ اپنی قضا و قدر میں حکمت والا ہے۔(5) اللہ تعالیٰ کی حکمت نصرت کا تقاضا کرتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے لیے جواب ہے۔ ان کی بات کا رد ہے۔ (تفسیر قاسمی:8/75)

﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝۵۰﴾
”اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا،وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو۔“ (50)

سوال1: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ﴾ ”اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا۔“ کافروں کی روحیں کیسے قبض کی جائیں گی؟
جواب: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ ﷺ اس وقت دیکھیں جب فرشتے کافروں کی روحیں قبض کر رہے ہوتے ہیں۔ کیسے وہ سخت تکلیف اور کرب میں مبتلا ہوتے ہیں یہ ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ انہوں نے کفر کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔

سوال2: ﴿یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ﴾ ”وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) فرشتے انہیں آگے اور پیچھے سے مارتے ہیں۔(ایسر التفاسیر: 1/524) (2) فرشتے انہیں کہتے ہیں لاؤ نکالو اپنی جان۔ ان کی جانیں نکلنے سے انکار کرتی ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں انہیں کیسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔(3) ان کے چہروں پر مار ان کے حق سے اعراض، تکبر، خود پسندی اور نخوت کی وجہ سے ہو گی۔(تفسیر قاسمی: 8/75) (4) ﴿اَدْبَارَهُمْ ۚ﴾ ”ان کی پشتوں پر۔“ ان کے باطل کی طرف میلان، اس سے وابستگی، شہوت، حرص اور شر کی وجہ سے ان کی پشتوں پر مارا جائے گا۔(تفسیر قاسمی: 8/75)

سوال3: ﴿وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝۵۰﴾ ”اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو۔“ کی وضاحت کریں؟
جواب: فرشتے کافروں سے موت کے وقت کہتے ہیں سخت جلنے اور جلانے کا عذاب چکھو یہ عذاب گناہوں کی پاداش میں ہو گا ظلم نہیں ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

سوال4: فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہوئے کب چہروں اور پشتوں پر ضربیں لگا رہے تھے؟
جواب: (1) یہ ضربیں بدر کے دن لگائی گئیں۔(2) لیکن فرشتوں کا ضربیں لگانا بدر کے لیے مخصوص نہیں ہے جب بھی کافروں پر موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ان سے یہی سلوک کرتے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝۵۱﴾
”یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یقینا اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔“(51)

سوال1: ﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ﴾ ”یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یہ دنیا کی زندگی میں تمہاری بد اعمالیوں کی سزا ہے۔(2) کفر اور معاصی یعنی نافرمانی کے کام تم نے آگے بھیجے ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 76/8) (3) یہ فرشتوں کا قول ہے کہ یہ مار اور آگ کا عذاب تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے تمہارے کفر، ظلم، شر اور فساد کی وجہ سے ہے۔(ایسر التفاسیر:524)

سوال2:﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝۱۰﴾ "اور یقینا اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہر ایک کو عدل کے ساتھ اس کے اعمال کا بدلہ دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور اسے تم پر بھی حرام فرما دیا ہے لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔اے میرے بندو! میں تمہارے اعمال ہی گھیرے ہوئے ہوں پھر جو شخص اچھائی پائے اسے میری حمد کرنی چاہیے اور جو برائی پائے اسے اپنے اوپر ہی لعنت بھیجنی چاہیے۔(مسلم:6572)

﴿كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝۵۲﴾

"جس طرح آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔یقینا اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا، بہت سخت عذاب والا ہے۔" (52)

سوال1:﴿كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ﴾ "جس طرح آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ﴾ "جس طرح آل فرعون کی حالت تھی۔" الدائب عادت کو کہتے ہیں۔ کفار قریش کی بھی وہی عادت ہے جو آل فرعون کی عادت تھی یعنی کفر اور تکذیب۔ (2) آل فرعون سے وہ سارے قبطی لوگ مراد ہیں جو اس کے دین پر تھے اور اس کے ظلم اور کفر میں شریک تھے۔(ایسر التفاسیر:524) (3) ﴿وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ﴾ "اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے۔" جو آل فرعون سے پہلے انبیاء کو جھٹلانے والے تھے۔

سوال2: آل فرعون اور پہلے لوگوں کو کیسے عذاب میں پکڑا گیا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر انعامات کی بارش کی۔(2) اللہ تعالیٰ نے زمین پر اقتدار دیا۔(3) اللہ تعالیٰ کے انعامات پر انہوں نے سرکشی کا رویہ اختیار کر لیا۔(4) اللہ تعالیٰ کی آیات کو انہوں نے جھٹلایا جب ان کے پاس آئیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا۔

سوال3: ﴿كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ﴾ "انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ پہلی امتوں کی عادت تھی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے تھے۔(تفسیر خازن:320/2) (2) پہلی امتوں نے اس کا انکار کیا جو رسول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے پاس لے کر آئے۔(صفوۃ التفاسیر: 473/1) (3) ﴿فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ﴾ "اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا" پہلی قوموں نے اللہ تعالیٰ کا، وحی کا، رسولوں کا، انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب کے ذریعے پکڑ لیا۔(4) انبیاء کو نہ ماننے والوں پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ آکر

رہتی ہے۔(5)رب العزت نے نبی ﷺ پر واضح فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ کو نہ ماننے والوں کے ساتھ بھی وہی کیا جو ان سے پہلے دوسری قوموں کے ساتھ کیا تھا۔انہوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور مخالفت پر جم گئے ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ان جیسے لوگوں کے ساتھ ہمارا طریقہ ہے۔جو ہم نے فرعونیوں کے ساتھ اور ان سے پہلے دیگر جھٹلانے والی قوموں کے ساتھ کیا جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو مان کر نہیں دیتے تھے تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں میں پکڑ لیا اور انہیں نیست ونابود کر دیا۔(مختصر ابن کثیر:1/690)

سوال4: ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲﴾ ”یقینا اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا، بہت سخت عذاب والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)بے شک اللہ تعالیٰ قوی ہے اسے کوئی ہرا نہیں سکتا،اس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔(2) ﴿شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲﴾ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے وہ اپنے عذاب کے ساتھ جس کو پکڑنا چاہے کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا۔(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝۵۶﴾ ”کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے،یقینا میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔“(ہود:56) اللہ تعالیٰ نے بدر میں کفار قریش کو غالب مقتدر کی طرح پکڑا۔

سوال5: آل فرعون اور پہلے لوگوں کو کیسے عذاب میں پکڑا گیا؟

جواب:اس کے ﴿شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲﴾ ہونے پر آل فرعون اور ان سے پہلے کے لوگ عاد، ثمود اور قوم ابراہیم، اصحاب مدین اور الٹائی گئی بستیوں کو دیے جانے والے عذاب گواہ ہیں کہ وہ غالب ہے۔اس کی گرفت سے کوئی بچ کر بھاگ نہیں سکتا۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۵۳﴾

”یہ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو کبھی تبدیل کرنے والا نہیں ہے یہاں تک کہ جو ان کے دلوں میں ہے وہ بدل دیں اور یقینا اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ (53)

سوال1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ﴾ ”یہ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو کبھی تبدیل کرنے والا نہیں ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ذٰلِكَ﴾ وہ عذاب، نافرمانی اختیار کرنا تھا۔(2) ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ﴾ ”اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو کبھی تبدیل کرنے والا نہیں ہے۔“ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو دین ودنیا کی نعمتیں عطا کرتا ہے تو ان کو سلب نہیں کرتا، بلکہ ان کو باقی رکھتا ہے اور اگر وہ شکر کرتے رہیں تو ان میں اضافہ کرتا ہے۔(تفسیر سعدی: 1/997) (3) اللہ تعالیٰ کسی نعمت کو نقمت میں نہیں بدلتے یعنی اسے ان کے لیے سلب نہیں کرتے یا انہیں عذاب نہیں دیتے۔(ایسر التفاسیر:524)(4) ﴿حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱﴾ ”اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیے کوئی مددگار ہے۔“(الرعد:11) (5)اس آیت کے الفاظ بڑے وسیع معنی رکھتے ہیں اور اس کے کئی معنی ہوسکتے ہیں مثلاً ایک یہ کہ ”ما“ کو کسی قوم کی خوشحالی پر محمول کیا جائے۔اس صورت میں اس کے معنی ہیں

کہ جو ترجمہ میں کیے گئے ہیں۔ البتہ ﴿مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ کا معنی طرز عمل کے بجائے نیت کا فتور بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی جب تک کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی فرمابردار بن کر رہے، اللہ تعالیٰ اس سے یہ نعمت نہیں چھینتا، پھر جب ان لوگوں کی نیت میں فتور آگیا یا بگاڑ پیدا ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی ان سے چھین لی جاتی ہے۔ اور اگر "ما" کو کسی قوم کی بدحالی اور مصائب پر محمول کیا جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ جو قوم بدحالی اور مصائب کا شکار ہے جب تک وہ خود اپنی اس پریشانی اور بدحالی کو بدلنے کی کوشش نہ کرے گی، اللہ تعالیٰ بھی انہیں اسی حال میں رہنے دیتا ہے اور اس کی بدحالی کو دور نہیں کرتا۔ (تیسیر القرآن: 2/ 161-162) (6) یعنی جب تک کہ وہ اطاعت کے رویے کو بدل کر نافرمانی کا رویہ اختیار نہیں کرتے، پس جب وہ نعمتوں کی ناشکری کرتے اور ان کے بدلے کفر کرتے ہیں، تب اللہ تعالیٰ ان سے ان نعمتوں کو چھین لیتا ہے اور ان نعمتوں کو اس طرح بدل ڈالتا ہے جس طرح انہوں نے اپنے رویے کو بدل ڈالا۔ اس بارے میں اپنے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ حکمت اور عدل واحسان پر مبنی ہے، کیونکہ وہ ان کو عذاب نہیں دیتا مگر ان کے ظلم کے سبب سے، اور بندے اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ان کو عبرت ناک سزا دیتا ہے، جس سے وہ اپنے اولیاء کے دل اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1/ 997)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کسی سے اپنی نعمتوں کو کب تک نہیں چھینتا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی سے اپنی نعمتیں نہیں چھینتا جب تک بندہ خود اپنی نیت نہیں بدل دیتا۔ (2) جب تک بندہ اپنے طرز عمل کو نہیں بدل دیتا۔ (3) جب تک بندہ اپنے طور طریقوں کو نہیں بدل دیتا۔ (4) جب تک بندے اس کی عطا کی قدر کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے۔ (5) جب بندے شکر گزاری کی بجائے سرکشی اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کے مطابق نعمتیں چھین لیتے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۵۳﴾ "اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: بولنے والے جو کچھ بولتے ہیں خواہ وہ آہستہ آہستہ آواز سے بات کریں یا اونچی آواز میں، اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو بندوں کے ضمیر میں مخفی اور ان کی نیتوں میں چھپا ہوا ہے، وہ اپنے بندوں کی تقدیر میں وہی کچھ جاری کرتا ہے جس کا اس کا علم اور اس کی مشیت تقاضا کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1/ 997) (2) اللہ تعالیٰ بندوں سے سنتا اور جانتا ہے تو ان پر غضب ناک ہوتا ہے پھر وہ بدل دیتا ہے جب لوگ بدل جاتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 8/ 78)

سوال 4: انسان کے بارے میں آج کا مادی تصور کیا ہے؟

جواب: (1) انسان ایک حقیر مخلوق ہے۔ (2) انسان مادی قوانین میں جکڑا ہوا ہے۔ (3) انسان معاشی عوامل کے ہاتھوں مجبور ہے۔ (4) انسان تاریخ کے اصولوں کے سامنے بھی مجبور ہے۔ (5) انسان ترقی کے اصولوں میں بھی مجبور ہے۔

سوال 5: اسلام کے تصور انسان سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کو معزز بنایا ہے۔ (2) اسلام کے تصور انسان سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو انسان کے لئے مسخر کیا ہے۔ (3) انسان اس کائنات میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ (4) انسان کامیاب زندگی گزار سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارے۔ (5) انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں بندھا ہوا ہے۔ (6) انسان اپنے اعمال کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ نے انسان کی موت اور زندگی کو اس لیے تخلیق کیا ہے کہ وہ جانچ لے کہ کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

﴿ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۵۴ ﴾

"جس طرح آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے، انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا چنانچہ ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور وہ سب لوگ ہی ظالم تھے۔" (54)

سوال 1: ﴿ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ ﴾

"جس طرح آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے ، اُنہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا چنانچہ ہم نے اُنہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ ﴾ فرعون اور اس کی قوم کی عادت کی طرح۔(2) ﴿ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ ﴾ اور جو لوگ ان سے پہلے تھے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانیاں آئیں تو انہوں نے انہیں جھٹلا دیا۔(3) اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقتولوں کا ذکر کیا ہے کہ ان پر ان کے رب نے انعام کیا کہ محمد ﷺ کو ان کی طرف مبعوث فرمایا: جنہوں نے انہیں ہدایت کی طرف بلایا اور انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کے خلاف جنگ کا میدان گرم کر دیا۔ ان کی عادت بھی ان سے پہلے کی رسولوں کو جھٹلانے والی امتوں کی طرح ہے اور ان کے کام بھی ان جیسے ہیں۔(جامع البیان: 10/26-27)

سوال 2: آل فرعون اور اس سے پہلے لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرنے کی کیا وجوہات بتائی گئی ہیں؟

جواب:(1) انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا۔(2) انہوں نے کفر کر کے ظلم کیا۔(3) اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے سزا دی۔

سوال 3: ﴿ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ﴾ "چنانچہ ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) آل فرعون اور ان جیسی پہلی قوموں نے جب اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا۔(2) اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ نعمتیں چھین لیں جو انہیں عطا کی تھیں ان کے باغات، ان کی نہریں، ان کے ہرے بھرے کھیت، ان کے خزانے اور عزت والے گھر اور وہ ساری نعمتیں جن سے وہ لذت حاصل کرتے تھے۔ وہ سب کچھ برباد کر دیا۔

سوال 4: ﴿ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ ﴾ "اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور وہ سب لوگ ہی ظالم تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ ﴾ "اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔" اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کو اور ان سے پہلی قوموں کو جب ان کے جھٹلانے کی وجہ سے پکڑا تو ان پر عذاب مسلط کر دیا۔ آل فرعون کو رب العزت نے غرق کر دیا۔(2) ﴿ وَ كُلٌّ ﴾ اور ساری ہلاک ہونے والی قومیں۔(3) ﴿ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۵۴ ﴾ وہ سب لوگ ظالم تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی ایسے جرم میں نہیں پکڑا جو انہوں نے نہ کیا ہو۔(4) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جن کی طرف یہ آیات نازل کی ہیں مخاطب کیا ہے کہ ظالم قوموں کی مشابہت اختیار نہ کریں ورنہ اللہ تعالیٰ ویسا ہی عذاب نازل کرے گا جیسا کہ پہلے مجرموں پر نافذ کیا تھا جنہوں نے رب کی آیات کو جھٹلایا۔

سوال5: آل فرعون کے ظلم کیا تھے؟

جواب: آل فرعون حقیقی مالک کو نہ پہچانتے تھے۔ وہ ایک رب کی اطاعت نہ کرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اور آخرت کو نہ مانتے تھے۔ وہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کے قانون کی بجائے اپنا قانون نافذ کرتے تھے۔ وہ انسانوں کو غلام بناتے تھے۔ وہ انسانوں ،بچیوں اور لونڈیوں کو انسانی حقوق نہ دیتے تھے۔

﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۵ ﴾

"یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔" (55)

سوال1: انسان کے لیے ﴿الدَّوَآبِّ﴾ کا لفظ استعمال کر کے کیا تاثر دینا مطلوب ہے؟

جواب: ﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ ﴾ "یقیناوہ بدترین جانور ہیں۔" وہ لوگ بدترین جانور ہیں جو کفر کرتے ہیں، ایمان نہیں لاتے اور عہد شکنی کرتے ہیں، جو بات کرتے ہیں اس پر ثابت قدم نہیں رہتے۔ (2) ﴿عِنْدَ اللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب جانوروں سے برے ہیں کیونکہ ان کے اندر خیر جو نہیں۔ جانور اپنے مالک کو پہچانتے ہیں، اس کی بات مانتے ہیں مگر یہ اپنے مالک کو نہیں پہچانتے لہٰذا ان کو ہلاک کرنا ضروری ہے تاکہ ان کی بیماری دوسروں میں نہ پھیلے انسانوں کے لیے "دواب" کا لفظ استعمال کر کے یہ تاثر دینا مطلوب ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو حالات ایسے موڑ پر لے آئے ہیں کہ وہ ایمان لانے والے نہیں۔

سوال2: ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۵﴾ " جنہوں نے کفر کیا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی تصدیق نہیں کرتے اور نہ اس کی وحی کا اقرار کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 27/10) (2) اللہ تعالیٰ ان کے حالات کو جانتا ہے اس لیے اس نے خبر دی ہے کہ وہ کفر پر ہی وفات پائیں گے۔ (ایسر التفاسیر: 525)

﴿ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝۵۶ ﴾

"جن لوگوں سے آپ نے عہد باندھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے۔" (56)

سوال1: ﴿ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ ﴾ "جن لوگوں سے آپ نے عہد باندھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ﴾ "جن لوگوں سے آپ نے عہد باندھا۔" جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عہد باندھا ان کی عادت کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ ادھر وہ معاہدہ کرتے ہیں اور ادھر توڑ ڈالتے ہیں۔

سوال2: اس آیت سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: (1) کچھ لوگوں نے کہا بنو قریظہ ہیں۔ (2) کچھ لوگوں نے کہا: بنو نضیر ہیں۔ (3) کچھ لوگوں نے کہا بنو قینقاع ہیں۔ (4) کچھ لوگوں نے کہا: وہ عرب مراد ہیں جو مدینہ کے گرد رہتے ہیں۔ (5) حقیقت یہ ہے کہ اس سے سبھی مراد ہو سکتے ہیں جنہوں نے عہد شکنی کی۔

سوال3: عہد شکن لوگوں کے رویے کو یہاں کس طرح سے بیان کیا گیا ہے؟

جواب: (1) وہ کفر میں دور تک چلے گئے ہیں اور ایمان لانے کا کوئی امکان نہیں۔ (2) ان کی فطرت بگڑ گئی ہے اور وہ بدترین جانور بن گئے ہیں۔ (3) وہ عہد کرتے ہیں اور توڑتے ہیں۔ (4) وہ ایفائے عہد سے آزاد ہو گئے ہیں اس لیے جانوروں کی طرح ہیں۔

سوال4:﴿ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ۝۵۶﴾ ”پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)وہ اپنا عہد توڑ ڈالتے اور اس سے نکل جاتے ہیں اور اس عہد کو پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔(2) ﴿ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ﴾ ہر بار جب وہ عہد کرتے ہیں یعنی ہر بار عہد توڑتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:525)عہد شکنی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے نہ عہد کی کسی ذمہ داری کو قبول کرتے ہیں وہ ادھر معاہدہ کرتے ہیں اور ادھر توڑ ڈالتے ہیں۔(3)ادھر قسم کھائی اور ادھر توڑڈالی، ان کو نہ جہانوں کے بادشاہ کا کوئی خوف ہے نہ کسی گناہ کی کوئی پرواہ ہے۔(4) ﴿وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ۝۵۶﴾ وہ عہد شکنی کے انجام سے نہیں ڈرتے اور اپنے معاہدات کے ساتھ خواہشات کے مطابق کھیلتے ہیں ان کو نہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پرواہ ہے نہ گناہ کی۔

﴿ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۝۵۷﴾

”لہٰذا اگر آپ انہیں کسی جنگ میں پائیں تو جو ان کے پیچھے ہیں، ان کے ذریعے مار بھگائیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ (57)

سوال1:﴿ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۝۵۷﴾ ”لہٰذا اگر آپ انہیں کسی جنگ میں پائیں تو جو ان کے پیچھے ہیں، ان کے ذریعے مار بھگائیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ﴾ ”لہٰذا اگر آپ انہیں کسی جنگ میں پائیں۔“یعنی اگر آپ انہیں لڑائی میں پائیں تو قرار واقعی سزا دیں۔(2) ﴿فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ﴾ ”تو جو ان کے پیچھے ہیں، ان کے ذریعے مار بھگائیں۔“ان کے ذریعے سے دوسروں کو سبق سکھائیں۔انہیں ایسی سزا دیں کہ لوگوں پر آپ کی دھاک بیٹھ جائے۔ان کا اتنا خون بہائیں کہ لوگ آپ سے ڈرنے لگ جائیں۔(3) ﴿ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۝۵۷﴾ ”تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ تاکہ بعد میں آنے والے نصیحت حاصل کریں تاکہ بعد والے خوف کھائیں کہ کہیں ان پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔(4)تاکہ وہ آگے چل کر عہد شکنی نہ کریں یہ سزاؤں اور حدود کے فوائد ہیں۔سزائیں نافذ ہوتی ہیں تو گناہ نہ کرنے والوں کے لیے عبرت بن جاتی ہیں اور جو گناہ کرتے ہیں وہ اعادہ کرنے سے خوف کھاتے ہیں۔(5)دین کے لیے ہیبت، قوت، خوفناک شان اور رعب ضروری ہے۔(6)دین کے لیے سرکش قوتوں کا مرعوب ہونا ضروری ہے تاکہ اسلام کے پھیلاؤ میں رکاوٹ نہ بنیں۔

سوال2:بدعہدوں کے لیے اتنی خوفناک گرفت اور ہولناک رعب ودبدبہ کی تصویر کشی کیوں کی گئی ہے؟

جواب:(1)بدعہدوں سے کوئی مطمئن نہیں اور کوئی محفوظ نہیں،ان کی سزا ہے کہ انہیں بھی امن اور اطمینان سے محروم کر دیا جائے۔انہیں خوف زدہ کیا جائے،علاقے سے نکال دیا جائے،ہاتھ توڑ دیئے جائیں تاکہ لوگوں کے لیے عبرت بن جائیں۔(2)ایسی خوف ناک تصویر کشی کا مقصد یہ بھی ہے کہ یہ سنتے ہی وہ بھاگنے اور اپنا مقام چھوڑنے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔(3) یہ ہدایات اس لیے دی گئیں تاکہ امن قائم ہو جائے اور انسانوں کو اطمینان ہو جائے۔

سوال3:اسلام کا پھیلاؤ کیوں ضروری ہے؟

جواب:انسانی آزادی کے لیے اسلام کا پھیلاؤ ضروری ہے۔

﴿ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ۝۵۸﴾

”اور اگر آپ کسی قوم کی خیانت سے ڈریں تو آپ (ان کا عہد) برابری کے ساتھ ان کی جانب پھینک دیں۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“ (58)

سوال 1:﴿ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ ﴾ ”اور اگر آپ کسی قوم کی خیانت سے ڈریں تو آپ (ان کا عہد) برابری کے ساتھ ان کی جانب پھینک دیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً ﴾ ”اور اگر آپ کسی قوم کی خیانت سے ڈریں۔“ جب آپ کا کسی قوم سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو اور آپ کو ان کی جانب سے خیانت اور عہد شکنی کا اندیشہ ہو۔ (2) ﴿ فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ ﴾ ”تو آپ (ان کا عہد) برابری کے ساتھ ان کی جانب پھینک دیں۔“ تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو اور انہیں اطلاع دے دو کہ آپ کے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں۔ (3) ﴿ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ ﴾ ”برابری کے ساتھ۔“ یعنی معاہدہ ٹوٹنے کے بارے میں آپ کا اور ان کا علم برابر ہو جائے۔ آپ کے لیے بد عہدی جائز نہیں نہ ایسی کوشش کرنا جو عہد کی خلاف ورزی کرنے والی ہو کیونکہ معاہدے کو مقررہ مدت تک پورا کرنا واجب ہے۔

سوال 2: مسلمان معاہدات کس لیے کرتے ہیں؟

جواب: معاہدات اس لیے کرتے ہیں تاکہ ان پر عمل کیا جائے۔

سوال 3: اگر مخالف فریق معاہدے کی پابندی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب:(1) اگر مخالف فریق معاہدے کی پابندی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اعلانیہ معاہدے کو ختم کر دیں یعنی پیشگی اطلاع دیں کہ اب عہد کی حالت ختم ہو گئی۔ (2) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ روم کی سرحد کی طرف بڑھنے لگے تاکہ معاہدہ کی مدت ختم ہو تو ان سے قریب رہیں اور مدت ختم ہوتے ہی اچانک حملہ کر دیں۔ اتنے میں ایک سواری سے ایک بزرگ بولے اللہ اکبر اللہ اکبر معاہدہ پورا کیجئے۔ غداری ٹھیک نہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ جب تک مدت نہ گزر جائے یا انہیں اطلاع دے معاہدے کو نہ توڑے۔“ سیدنا معاویہؓ کو بھی خبر پہنچ گئی وہ واپس آ گئے۔ یہ بزرگ عمرو بن عتبہ تھے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/ 691)

(3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جس نے کسی عہد والے کو قتل کر دیا جنت کی خوشبو (بھی) نہ سونگھے گا۔“ (صحیح بخاری: 1/ 448) (4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین اشخاص پر میں دعویٰ کرنے والا ہوں ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا پھر اس نے عذر کیا اور ایک وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گیا اور ایک وہ آدمی جس نے کسی مزدور کو کام پر لگایا اس سے کام پورا لے لیا اور اس کی مزدوری نہ دی۔ (بخاری: 1/ 302)

سوال 4:﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝۵۸ ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ خیانت کاروں کو جو معاہدہ توڑ ڈالتے ہیں پسند نہیں کرتا اگرچہ کافروں کے ساتھ ہی معاہدہ توڑا جائے۔

سوال 5: اسلام کا خیانت کے بارے میں کیا موقف ہے؟

جواب: اسلام خیانت کے سخت خلاف ہے اعلیٰ مقاصد کے لیے بھی اپنے پیروکاروں کو عہد میں خیانت کی اجازت نہیں دیتا۔

رکوع نمبر 4

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹ ﴾

” اور جن لوگوں نے کفر کیا یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ نکلے یقیناً وہ عاجز نہیں کریں گے۔“ (59)

سوال 1: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ نکلے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ نکلے۔" اس سے مراد وہ کفار قریش ہیں جو بدر کی جنگ میں بھاگ نکلے تھے۔(ایسر التفاسیر:528) (2)رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ کفر کرنے والے یہ گمان نہ کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھاگ سکتے ہیں۔اس سے سبقت لے جاسکتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ سے بازی نہیں لے جاسکتے اللہ تعالیٰ ان کی گھات میں ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں، کفر کرنے والوں کو اگر سزا نہیں دی جارہی، انہیں مہلت دی جارہی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝﴾ یا ان لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے؟ بہت برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔(العنکبوت:4) (4)کافروں کو سزا دینے میں اگر جلدی نہیں کی جارہی تو اس میں مومنوں کی آزمائش ہے کہ وہ کس حد تک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربانی دے سکتے ہیں۔یہ قربانیاں ہی تو رب کے قرب کا باعث بنتی ہیں جو مشکل حالات میں آزمائشوں میں دی جاتی ہیں۔ان قربانیوں سے ہی مومن بلند درجات تک پہنچتے ہیں۔(5)کافروں کو مہلت دینا مومنوں کی آزمائش ہے۔ان ہی آزمائشوں میں مومن اعلیٰ اخلاق کے حامل بنتے ہیں جن کے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت تک نہیں پہنچ سکتے۔یقینا کافروں کو ڈھیل دینے میں مومنوں کی آزمائش اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت ہے۔(6) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝﴾ یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہو گی؟ سن لو یقینا اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے۔ (البقرہ:214)
سوال 2: اسلام اچھے مقاصد کے لیے اچھے ذرائع اختیار کرنے کے لیے مسلمانوں کو کیسے قائل کرتا ہے؟
جواب: (1) خفیہ مشورے اور بد عہدی کے منصوبے انہیں کامیاب نہیں کر سکتے۔(2) اللہ تعالیٰ مومنوں کی پشت پر ہے۔ (3)خیانت کار لوگوں کو اللہ تعالیٰ جب پکڑنا چاہے وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔(4)خیانت کار لوگ اللہ تعالیٰ سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔ (5)اللہ تعالیٰ جب مسلمانوں کی مدد کرنا چاہے تو کافر شکست نہیں دے سکتے۔(6) جو لوگ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا چاہتے ہیں اور انسانوں کو انسان کی غلامی سے آزاد کروانا چاہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہے۔
سوال 3: ﴿اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝﴾ "یقیناوہ عاجز نہیں کریں گے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1)کافر یقینا اللہ تعالیٰ پر بازی نہیں لے جاسکتے۔اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لینے والا ہے۔دنیا میں قتل سے ہو یا آخرت میں آگ کے عذاب سے۔(2)اللہ تعالیٰ پر کوئی غالب نہیں آسکتا اس کو عاجز نہیں کر سکتا۔(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝﴾اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔(النور:52) (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝﴾اور جن لوگوں نے

کفر کیاان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہر گز دھوکے میں نہ ڈالے بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور وہ بہت ہی برا بچھونا ہے۔(آل عمران:196,197)

﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾

"اور جو تم استطاعت رکھتے ہو ان کے (مقابلے) کے لیے، قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو خوف زدہ کرو گے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(60)

سوال 1:﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ﴾ "اور تیاری کرو جو تم استطاعت رکھتے ہو ان کے (مقابلے) کے لیے ، قوت سے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَ اَعِدُّوْا ﴾ "اور تیاری کرو۔" اپنے دشمنوں، رب کا کفر کرنے والوں کے لیے تیار کرو جو دین اسلام کو باطل ثابت کرنے کے لیے اور تمہیں برباد کرنے کے لیے کوششیں کرتے ہیں۔(2) ﴿ مَّا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ "جو تم استطاعت رکھتے ہو۔" جتنا تمہارے بس میں ہو۔(3)﴿ مِّنْ قُوَّةٍ ﴾ "قوت سے" مختلف قسم کے جنگی اسلحہ میں سے۔(ایسر التفاسیر: 527) قوت سے مراد عقلی، بدنی اور جنگی قوت ہے۔(4) نبی ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر دوبارہ فرمایا: یاد رکھو قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ (ابن ماجہ) مسلم کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: قوت سے مراد تیر اندازی ہے ۔ (5) نبی ﷺ نے فرمایا: تیر اندازی اور سواری سیکھو، تیر اندازی سواری سے بہتر ہے۔(مسند احمد) (6) یعنی دشمن کے خلاف جنگ میں جو چیز بھی تمہاری مدد کرے اس کی تیاری کرو۔ اپنی طاقت کے مطابق جنگی قوت قائم رکھو۔(7) یعنی قوت عقلیہ، قوت بدنیہ اور مختلف انواع کا اسلحہ، جو دشمن کے خلاف جنگ میں تمہاری مدد کرے۔ کفار کے خلاف اس تیاری میں وہ تمام صنعتیں آجاتی ہیں جن سے اسلحہ اور آلات حرب بنائے جاتے ہیں، مثلاً توپیں، مشین گنیں، بندوقیں، جنگی طیارے، بری سواریاں، دفاعی سواریاں، دفاعی قلعہ بندیاں، مورچے اور دیگر دفاعی آلات حرب وغیرہ۔ نیز حکمت عملی اور سیاست کاری میں مہلت پیدا کرنا، جس کے ذریعے سے وہ آگے بڑھ سکیں اور دشمن کے شر سے اپنا دفاع کر سکیں۔ نشانہ بازی، شجاعت اور جنگی منصوبہ سازی کی تعلیم حاصل کرنا۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْی» سن لو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ کیونکہ عہد رسالت میں تیر اندازی، جنگ کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ نیز ان گاڑیوں کی تیاری، جو جنگ میں نقل و حمل کے کام آتی ہیں، جنگی استعداد میں شمار ہوتی ہیں۔(تفسیر سعدی:1/1000-1001) (8) قوت کا مفہوم بہت وسیع ہے، غرض یہ ہے کہ مسلمان کو دشمنوں کے مقابلہ میں ہر وقت صاحب قوت رہنا چاہیے۔ توپ و تفنگ کے مقابلہ میں توپ و تفنگ اور علم وسنان کے مقابلہ میں علم وسنان، جس طرح کے حالات ہوں، جو ذرائع ہوں، قوت وغلبہ کے حصول کے لیے وہ سب مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے۔ ہر زمانے اور ہر دور میں مسلمان کے پاس قوت کا ایک خزانہ ہو، جس سے وہ دشمنوں کو ڈرا دھمکا سکے۔ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں خوفناک وخطرناک رہے۔ اگر حصول علم قوت کے مفہوم میں داخل ہو تو سب سے زیادہ علم ہو، اگر ثروت و دولت کے اسلحہ کی حاجت

ہو تو سرمایہ دار بنے۔ اگر سائنس اور علوم جدیدہ قوت کے مفہوم میں داخل ہوں تو پھر ان علوم میں اس کا کوئی ثانی نہ ہو اور اگر مادی قوتیں زیادہ لائق اعتناء ہوں تو ان کا خیال رکھے۔ غرض یہ ہے کہ ہر حال دوسروں کے مقابلہ میں عاجز نہ ہو۔(سراج البیان:2/436)

سوال2: اسلام جنگی تیاریوں اور سازوسامان کی فراہمی کو ضروری کیوں قرار دیتا ہے؟

جواب: اسلام جنگی تیاریوں اور سازوسامان کی فراہمی کو اس لیے ضروری قرار دیتا ہے کہ (1) قوت کے بل بوتے پر ہی آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔(2) قوت کی وجہ سے آزادی کا تحفظ ہوتا ہے۔(3) قوت کی وجہ سے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کروایا جاسکتا ہے۔(4) یہ جنگی سازوسامان اور تیاریاں دشمن کو خوف زدہ کرتی ہیں جس کی وجہ سے وہ دار الاسلام پر حملے کا سوچ ہی نہیں سکتے۔ (5) قوت کی وجہ سے دشمن مرعوب ہوتا ہے۔ پھر وہ اسلام کا راستہ روکنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔(6) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے مقابلے میں دوسری قوتوں کو پاش پاش کرنے کے لیے قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال3: ﴿وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ﴾ ”اور گھوڑے باندھنے سے تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کروگے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ﴾ ”اور گھوڑے باندھنے سے۔“ اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے فراہم کرو۔ گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں: باعث اجر، باعث پردہ پوشی، باعث گناہ۔ باعث اجر وہ گھوڑے ہیں جنہیں انسان جہاد کے لیے پالتا ہے۔ اگر وہ کسی چراگاہ یا باغ میں باندھ کر چھوڑ دیئے جائیں پھر وہ اپنے حلقے میں جتنے گھاس کے تنکے توڑیں گے پالنے والوں کو اتنی ہی نیکیاں ملیں گی اور اگر رسی توڑ کر کسی ایک یا چند ٹیلوں پر چڑھ جائیں تو ان کے اپنے قدموں کے نشانوں پر اور لید پر بھی نیکیاں ملیں گی اور اگر گزرتے ہوئے کسی نہر پر پانی پی لیں اور مالک نے انہیں پلانے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو تو بھی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یہ گھوڑے کے مالک کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہیں۔ اور جس نے سوال سے بچنے کے لیے گھوڑا پالا اور اس کی گردن اور پشت میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی یاد رکھا یہ گھوڑا مالک کے لیے باعث پردہ ہے اور جس نے فخر و مقابلہ کے لیے پالا وہ مالک کے لیے باعث وبال ہے۔ آپ ﷺ سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ان کے بارے میں جامع اور بے نظیر آیت اتاری ہے۔ ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝﴾ تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔(الزلزال: 7-8) (مختصر ابن کثیر:1/692) (2) گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں: رحمانی، شیطانی اور انسانی۔ رحمانی وہ گھوڑا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پالا جائے اس کے چارے، لید اور پیشاب میں ثواب ہے۔ شیطانی گھوڑے وہ ہیں جن سے جوا کھیلا جاتا ہے یا گھوڑ دوڑ کرائی جاتی ہے اور انسانی گھوڑے وہ ہیں جو کمائی کے لیے پالے جاتے ہیں۔(مسند احمد) (3) نبی ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ گھوڑے والوں پر اللہ کی مدد ہوتی ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑا پالا اس کے خرچ کا ثواب لگاتار صدقہ جیسا ہے۔(طبرانی) (4) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کے پاس کھڑے تھے معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پوچھا کہ یہ گھوڑا تمہارے کس کام آتا ہے! فرماتے ہیں میرا خیال کہ اس گھوڑے کی دعا میرے بارے میں قبول کرلی گئی ہے۔ بولے بھلا ایک جانور کی کیا دعا۔ فرمایا: اللہ کی قسم! ہر گھوڑا سحر کو یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے مجھے ایک بندے کے حوالے کیا ہے اور میری روزی اس کے ہاتھ میں رکھی ہے لہذا مجھے اس کی نگاہ میں دنیا کی ہر چیز سے پیارا بنادے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہر عربی گھوڑے

کو سحر کو دو دعائیں کرنے کی اجازت ملتی ہے، وہ کہتا ہے کہ اے اللہ! تو نے مجھے جس بندے کے حوالے کیا ہے مجھے اس کی نگاہ میں ہر چیز سے زیادہ پیارا بنادے۔(نسائی) (5) ﴿تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ "خوف زدہ کرو تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو" ان سے مراد تم ان دشمنوں کو ڈراؤ گے جنہیں تم جانتے ہو۔ ابن عباسؓ نے کہا: ترھبون سے مراد ہے تم انہیں رسوا کرو گے۔(جامع البیان:10/33) (6) تم ان سے اپنے دشمنوں کو ڈراؤ گے وہ مشرکوں میں سے تمہارے بھی دشمن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہیں۔(جامع البیان:10/31) (7) اس حکم کی علت اس زمانے میں بھی موجود ہے اور وہ ہے دشمنوں کو مرعوب رکھنا۔ حکم کا دارومدار علت پر ہوتا ہے اگر دنیا میں ایسے آلات اور سامان حرب موجود ہوں جن کے ذریعے سے دشمن کو مذکورہ چیزوں سے زیادہ خوف زدہ رکھا جا سکتا ہو یعنی گاڑیاں اور ہوائی جہاز جو جنگ میں کام آتے ہیں اور جن کی ضرب بھی کاری ہے، تو ان کو حاصل کر کے ان کے ذریعے جنگی استعداد بڑھانا فرض ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس سامان حرب کو صنعت کی تعلیم حاصل کئے بغیر، حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو اس کی تعلیم حاصل کرنا بھی فرض ہو گا۔(تفسیر سعدی:1/1000-1001) (8) سامان جنگ و دفاع کرنے کا اصل مقصد قتل و قتال نہیں بلکہ کفر و شرک کو زیر کرنا اور مرعوب و مغلوب کر دینا ہے وہ کبھی صرف زبان یا قلم سے بھی ہو سکتا ہے اور بعض اوقات اس کے لئے قتل و قتال ضروری ہوتا ہے۔ جیسی صورت حال ہو اس کے مطابق دفاع کرنا فرض ہے۔(معارف القرآن:4/273) (9) اللہ رب العزت نے دشمنوں کے مقابلے میں قوت فراہم کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس سے دشمنوں کو مرعوب اور خوف زدہ رکھا جا سکتا ہے۔

سوال4: ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ﴾ "اور ان کے علاوہ دوسروں کو جنہیں تم نہیں جانتے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مجاھد نے کہا ان سے مراد بنی قریظہ ہیں۔(جامع البیان:10/33) (2) اس سے مراد کفار قریش کے ماسوا لوگ ہیں۔(ایسر التفاسیر:527-528) (3) اس سے مراد منافق اور یہودی ہیں۔(تفسیر منیر:5/393) (4) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں سے بعد میں جنگ کریں گے جن کے بارے میں مسلمان نہیں جانتے۔

سوال5: ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ﴾ "اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ منافقوں کے دلوں میں کتنا نفاق ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:5/1724) (2) ابن زید کا اس آیت کے بارے میں قول ہے کہ تم ان منافقوں کے بارے میں اس لیے نہیں جانتے کہ انہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کہا اور تمہارے ساتھ جہاد کیا ہے۔(جامع البیان: 10/34) (3) اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس لیے اس نے دشمنوں کے خلاف قوت فراہم کرنے اور تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔

سوال6: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝﴾ "اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے کم یا زیادہ۔ (2) ﴿يُوَفَّ اِلَيْكُمْ﴾ "وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی۔" یعنی قیامت کے روز تمہارا حق نہیں مارا جائے گا، تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا تمہارا اجر کئی گنا بڑھا کر تمہیں دیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ

سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(البقرہ:261) (3)سیدنا زید بن خالد راویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مجاہد کا سامان جہاد دیا اس نے خود جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی نگہداشت اس کی بجائے کی اس نے جہاد کیا۔(متفق علیہ) (4)سیدنا انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مالوں جانوں اور زبانوں سے مشرکوں سے جہاد کرو۔(ابوداؤد، نسائی، دارمی) (5)سیدنا ابو مسعود انصاریؓ کا بیان ہے کہ آدمی ایک اونٹنی جس کے نکیل پڑی ہوئی تھی لے کر آیا اور عرض کیا یہ جہاد کے لئے دیتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اس کے عوض تجھے سات سو اونٹنیاں ملیں گی سب کی نکیلیں پڑی ہوں گی۔(صحیح مسلم) (6)سیدنا خزیمہ راویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اس کے لیے ساتھ سو گنا "اجر" لکھا جائے گا۔(ترمذی، النسائی) (7)سیدنا عبد اللہ بن عمروؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجاہد کے لیے اس کا اجر ہے اور بنانے والے کے لیے اپنے بنانے کا بھی اجر ہے اور مجاہد کا بھی۔(ابوداؤد) (8)سیدنا عمران بن حصینؓ کی روایت میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جہاد کے لیے کچھ خرچ بھیجا اور خود اپنے گھر بیٹھا رہا اس کے لئے ہر درہم کے عوض سات سو درہم کا ثواب ہو گا اور جس نے خود جہاد کیا اور خود ہی جہاد میں صرف کیا اس کے لیے ہر درہم کے عوض سات ہزار درہم کا ثواب ہو گا پھر نبی ﷺ نے آیت ﴿ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ ﴾ پڑھی۔ (ابن ماجہ) (9)سیدنا عبد الرحمن بن حبابؓ کا بیان ہے، میں موجود تھا رسول اللہ ﷺ جیش عسرہ 'تبوک کو جانے والے لشکر" کو تیار کرنے اور مدد کرنے کی ترغیب دے رہے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! سو اونٹ جھولوں اور پالانوں سمیت میرے ذمے ہیں۔ نبی ﷺ نے پھر جیش عسرہ کی مدد کی ترغیب دی۔ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میرے ذمے دو سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے ہیں۔ نبی ﷺ نے پھر اپیل کی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر کھڑے ہو کر عرض کیا، مجھ پر راہ خدا میں تین سو اونٹ جھولوں اور پالانوں سمیت لازم ہوئے۔ راوی کا بیان ہے میں دیکھ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ممبر سے اتر رہے تھے اور فرما رہے تھے، اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو عمل بھی کرے عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کا مواخذہ نہیں ہو گا اس کے بعد عثمان جو عمل بھی کر لے عثمان سے اس کا مواخذہ نہیں۔(ترمذی) (10)سیدنا عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ جیش عسرہ کی تیاری کے وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لے کر آئے اور لا کر رسول اللہ ﷺ کی گود میں بکھیر دیئے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی گود میں وہ اشرفیاں الٹ پلٹ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے، عثمان اس کے بعد جو عمل بھی کرے اس کو ضرر نہ پہنچے گا "یعنی مواخذہ نہ ہو گا" یہ الفاظ نبی ﷺ نے دو بار فرمائے۔(مسند احمد)(11) ﴿ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۶۰﴾ ﴾ تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی تمہارے اجر و ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔

سوال 7: اسلام کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا؟

جواب:(1) اسلام کے دشمنوں کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ جو چیز مدد گار رہتی ہے وہ مال خرچ کرنا ہے اس لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انفاق کی ترغیب دی ہے۔(2) اسلام انسانی آزادی چاہتا ہے۔(3) اسلام کسی لیڈر کی حکومت کا قیام نہیں چاہتا

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنا چاہتا ہے۔(4) اسلام انسانی نظام حیات نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔(5) اسلام کسی طبقے اور فرقے کی حکومت نہیں چاہتا۔(6) اسلام انسان کو غلام بنانا نہیں چاہتا۔(7) اسلام خام مال پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا۔(8) اسلام زمینیں ہتھیانا نہیں چاہتا۔(9) اسلام اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا قیام چاہتا ہے۔(10) اسلام انسانیت کو ہر طرح کی غلامیوں سے نجات دلانا چاہتا ہے۔

سوال 8: اسلام جہاد اور انفاق کو کیسے دنیاوی اغراض سے پاک کر دیتا ہے؟

جواب:(1) اسلام یہ کہتا ہے جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں پورا پورا مل جائے گا۔(2) ظلم نہ ہو گا۔ اس طرح اسلام ہر کام کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خاص کر دیتا ہے۔

﴿ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۱ ﴾

" اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہو جائیں تو آپ بھی اس کے لئے مائل ہو جائیں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"(61)

سوال 1: ﴿ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ ﴾ "اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہو جائیں۔" میں کس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے؟

جواب:(1) ﴿ وَ اِنْ جَنَحُوْا ﴾ اور اگر وہ مائل ہو جائیں۔ اس سے مراد جنگ کرنے والے کفار ہیں۔(2) ﴿ لِلسَّلْمِ ﴾ صلح کی طرف۔(3) یعنی جنگ ترک کرنے اور صلح کی طرف، اس سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ کوئی اپنے دل کو صلح کی طرف مائل کر رہا ہے جیسے کوئی پرندہ اپنے پروں کو نرم کرتا ہے۔ اس سے امن کی طرف میلان کی حقیقت واضح ہو رہی ہے۔

سوال 2: ﴿ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ "تو آپ بھی اس کے لیے مائل ہو جائیں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔" اگر لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو اسلام کیا حکم دیتا ہے؟

جواب:(1) اسلام یہ حکم دیتا ہے جو لوگ صلح پر مائل ہوں دشمنی کا اظہار نہ کرتے ہوں اور اسلامی حکومت کے خلاف کاروائی نہ کرتے ہوں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور صلح قبول کر لی جائے۔(2) اس معاملے میں اگر وہ خیانت کریں یا سازش کریں تو مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے۔ اس لیے اس پر بھروسہ رکھیں جو سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

سوال 3: صلح کا مطالبہ کرنے والوں سے صلح کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو چیز وہ طلب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے انہیں دے دو کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً(1) ہر وقت طلب عافیت مطلوب ہے اور اگر وہ طلب عافیت میں ابتدا کرتے ہیں تو اس کا مثبت جواب دینا اولیٰ ہے۔ اس سے تمہاری قوتیں جمع ہوں گی اور کسی دوسرے وقت اگر ان کے خلاف جنگ ناگزیر ہو جائے، تو تمہاری یہ جنگی استعداد تمہارے کام آئے گی۔ اگر تم نے صلح کر لی اور ایک دوسرے سے مامون ہو گئے اور ایک دوسرے کے اطوار کی معرفت حاصل کر لی، تو اسلام کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ غالب آتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔

پس ہر وہ شخص جو عقل و بصیرت سے بہرہ ور ہے اگر وہ انصاف سے کام لیتا ہے تو وہ اسلام کو، اس کے اوامر و نواہی کی خوبی، مخلوق کے ساتھ اس کے حسن معاملہ اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کی بنا پر دوسرے ادیان پر ترجیح دے گا۔ وہ یہ بھی دیکھے گا کہ کسی بھی پہلو سے اس میں کوئی ظلم و جور نہیں اور کثرت سے لوگ اس کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ تب یہ کفار کے خلاف مسلمانوں

کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی: 1/ 1002) (2) ﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔“ صلح میں مسلمانوں کو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ کافر دھوکہ نہ دے دیں اور یہ کہ صلح سے صرف وقت اور مہلت حاصل کر کے کفار فائدہ نہ اٹھالیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ کافروں کے مکر و فریب کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہے اور اگر کوئی مکر کرے گا تو ان کے مقابلے میں مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

سوال4:﴿ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ ”بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ ﴿السَّمِيْعُ﴾ ہے ان کے اقوال کو جانتا ہے۔(2) وہ ﴿الْعَلِيْمُ﴾ ہے ان کے احوال و افعال کو جانتا ہے۔ ان کا مواخذہ کر سکتا ہے۔

﴿ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

”اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مومنوں کے ذریعے آپ کو قوت دی۔“(62)

سوال1:﴿ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ ﴾ ”اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ ﴾ ”اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں۔“ اے محمد ﷺ! اگر آپ کو ان کی طرف خیانت کا اندیشہ ہو اس اعتبار سے کہ وہ صلح کی طرف مائل ہو کر اور آپ کی طرف جھک کر دھوکہ دینا چاہیں۔(2) سیدنا مجاہد کہتے ہیں کہ وہ قریظہ تھے۔(جامع البیان: 10/ 37) (3) ﴿ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ ﴾ ”تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ وہ کافروں کی ایذاؤں اور ان کے مکر و فریب کے مقابلے میں ان کی مدد کے لیے کافی ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ کے تمام امور کی نگہبانی کرتا ہے۔ وہی آپ ﷺ کا حامی و ناصر، وہی آپ ﷺ کا کفیل ہے۔(5) اسی وعدہ خداوندی کے تحت اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ کو عمر بھر کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ دشمنوں کے دھوکہ فریب سے کوئی گزند پہنچی ہو۔ اسی لئے علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہ وعدہ نبی ﷺ کے لیے ایسا ہے جیسا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کا وعدہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے اپنی نگرانی کرنے والے صحابہ کرام کو مطمئن اور سبکدوش فرما دیا تھا۔ اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا۔(بیان القرآن) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تسلی دلائی ہے کہ اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو وہی ہے جو آپ کے لیے کافی ہے۔

سوال2:﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مومنوں کے ذریعے آپ کو قوت دی۔“ اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) وہ ذات ہے جس نے آپ ﷺ کی غیبی مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بدر کی جنگ میں مدد کو یاد دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے آپ ﷺ کو قوی کر دیا۔ آپ ﷺ کے دشمنوں کے مقابلے میں آسمانوں سے آپ ﷺ کے لیے مدد نازل فرمائی۔(3) اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد کرتا ہے وہ مدد کرنے کے لیے کافی ہے۔(4) اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے دور کے ٹکڑے ٹکڑے دلوں کو جوڑ دیا اور ان میں ایسا بھائی چارہ قائم کر دیا جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔

﴿ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۶۳ ﴾

"اور اس نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی، اگر آپ زمین میں جو بھی ہے وہ سب خرچ کر دیتے تب بھی آپ ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی یقیناوہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"(63)

سوال 1:﴿ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ ﴾ "اور اس نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ کس سبب سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوا۔(2) وہ اللہ رب العالمین ہے جس نے دلوں کو جوڑ دیا اور وہ سب اکھٹے ہو گئے ورنہ یہ انسانی کوشش اور طاقت سے بڑھ کر معاملہ تھا۔(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کلمے کو ایک کر دیا اس ہدایت کے ساتھ جسے دے کر محمد ﷺ کو ان کی طرف بھیجا ورنہ اس سے پہلے تو وہ عصبیت میں مبتلا تھے۔(تفسیر قاسمی: 8/88)

سوال 2: ﴿ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ ﴾ "اگر آپ زمین میں جو بھی ہے وہ سب خرچ کر دیتے تب بھی آپ ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اگر آپ ﷺ دنیا کی ساری دولت خرچ کر کے بھی ان کے دلوں کو جوڑنا چاہتے تو ان کی دشمنی اور شدید نفرت کو دور نہیں کر سکتے تھے۔(2) جاہلیت کے دور سے اوس اور خزرج میں ایسی دشمنی چلی آرہی تھی اور جنگوں کے ایسے اسباب فراہم ہو گئے تھے کہ ان کی باہمی نفرت اور دشمنی کا سلسلہ کہیں رکتا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا تذکرہ فرمایا:﴿ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۳ ﴾ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔(آل عمران:103) (3) اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی روشنی عطا فرما کر یہ سلسلہ ختم فرما دیا تھا۔(4) ایک دفعہ حنین کے غنیمت بانٹنے کے وقت نبی ﷺ نے انصار سے ایک خطبے میں فرمایا: انصار یو! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ کیا میں نے تمہیں نادار نہیں پایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں مال دار بنا دیا۔ کیا تم آپس میں کٹے ہوئے نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں محبت پیدا کر دی۔ انصار ہر سوال کا یہی جواب دیتے رہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر بڑا بھاری احسان ہے۔(بخاری، مسلم)(5)﴿ ﴾ آپ ﷺ ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

سوال 3:﴿ مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ﴾ "یقیناوہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کمال درجہ کا غلبہ رکھتا ہے۔(2) اس نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ان کو ایک کلمے پر جمع کر دیا۔ اس نے اپنی عظیم قدرت سے ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔(فتح القدیر:2/401) (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے روز کہیں گے کہاں ہیں جنہوں نے میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کی آج جس دن کوئی سایہ نہیں میں انہیں اپنے سائے تلے جگہ دوں گا۔(موطا: 2/ 952) (4) ﴿ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ اللہ تعالیٰ عزیز ہے کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے وہ دلوں پر غالب ہے اسی لیے اس نے دلوں کو جوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے کمال درجے کی حکمت رکھتا ہے اسی حکمت کی وجہ سے اس نے مومنوں کے دلوں میں اخوت پیدا کی۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

"اے نبی ﷺ! آپ کو بس اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مومنوں میں سے ان کو بھی جو آپ کے پیچھے چلے ہیں۔" (64)

سوال 1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ "اے نبی ﷺ! آپ کو بس اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مومنوں میں سے ان کو بھی جو آپ کے پیچھے چلے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ ﴾ "اے نبی ﷺ! آپ کو بس اللہ تعالیٰ کافی ہے۔" اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اپنے نبی ﷺ سے اور اپنے اطاعت گزار مومنوں سے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے۔ وہ آپ کا حامی و مددگار ہے۔(2) ﴿ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ "اور مومنوں میں سے ان کو بھی جو آپ کے پیچھے چلے ہیں" اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور اتباع رسول ﷺ کرنے والوں کے لیے ان کی تمام پریشانیوں کے مقابلے میں کافی ہے۔(3) اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کفایت ایمان اور اتباع رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔

سوال 2: اے نبی ﷺ! آپ کو بس اللہ تعالیٰ کافی ہے کے الفاظ مومن کے دل پر کیا اثرات چھوڑتے ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی ضمانت دل کو اطمینان اور اللہ تعالیٰ پر بھروسے سے بھر دیتی ہے۔(2) مومن پوری طرح سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

رکوع نمبر 5

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴾

"اے نبی ﷺ! مومنوں کو جنگ پر ابھارو، اگر تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں گے وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے وہ ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ بے شک وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔" (65)

سوال 1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ ﴾ "اے نبی ﷺ! مومنوں کو جنگ پر ابھارو۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ہر طریقے سے مسلمانوں کو قتال پر آمادہ کریں۔(2) یعنی دشمن سے مقابلہ کرنے کی ترغیب دلائیں اور انہیں جہاد چھوڑنے کے برے انجام سے ڈرائیں۔(3) مومنوں کو ترغیب دلائیں گے تو ان کے عزائم پختہ اور ارادے مضبوط ہوں گے۔(4) قتال کی ترغیب دلانے کے لیے بہادری کے فوائد اور بزدلی کے نقصانات واضح فرمائیں۔(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾ اور اس قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو، اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو بلاشبہ وہ بھی تکلیف اٹھاتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف اٹھاتے ہو، اور تم اللہ تعالیٰ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے اور

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(النساء:104) (6) نبی ﷺ نے ترغیب دلائی تو مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ رغبت والا کام جہاد فی سبیل اللہ ہو گیا۔(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک صبح یا شام اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنا دنیا ومافیہا سے افضل ہے۔'' (بخاری، مسلم) (8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی مثال، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کی راہ میں جہاد کرنے والا کون ہے۔ ایسے ہے جیسے ہمیشہ کا روزہ دار اور شب زندہ دار۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اگر اسے موت آگئی تو جنت میں داخل کرے گا یا پھر اسے اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹائے گا۔'' ایک اور روایت میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے گھوڑا پالے اور اس کی وجہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے وعدوں کی تصدیق ہو تو بلاشبہ اس گھوڑے کا کھانا پینا، لید، پیشاب قیامت کے دن اس مجاہد کے ترازو میں (بطور نیکی) رکھے جائیں گے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الجہاد)

سوال 2: نبی ﷺ سے یہ کیوں کہا گیا کہ مومنوں کو قتال پر آمادہ کریں؟

جواب: (1) یہ اس لیے کہا گیا کہ مومن اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کے حریص بن جائیں۔ (2) وہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے چھڑانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ (3) وہ انسانوں کو رب کے راستے پر لانے کے لیے تیار ہو جائیں۔

سوال 3: ﴿ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''اگر تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں گے وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے وہ ہزار کافروں پر غالب آئیں گے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے مومنوں سے خطاب فرمایا ہے کہ ایک مومن دس کافروں کا مقابلہ کرے گا اگر بیس ثابت قدم ہیں تو دو سو پر غالب آئیں گے اگر سو ہوں گے تو ایک ہزار پر غالب آئیں گے۔

سوال 4: اہل ایمان کی غیر اہل ایمان پر غالب آنے کی وجہ کیا ہوتی ہے؟

جواب: اہل ایمان کے اندر دین کی سمجھ (فقہ) ہوتی ہے اور غیر مومن اس فقہ سے محروم ہوتے ہیں جو ایمان کے نتیجے میں انسان کو حاصل ہوتی ہے۔

سوال 5: ﴿ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴾ ''کیونکہ بے شک وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔'' فقاہت (سمجھ) اور جنگ میں غلبے کے درمیان کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) ﴿ بِاَنَّهُمْ ﴾ ''کیونکہ بے شک وہ'' اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کو دس پر غالب قرار دیا۔ (2) ﴿ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴾ ''لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔'' ایک کے دس پر غالب ہونے کا سبب یہ ہے کہ کافر ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔ وہ قتال کا مقصد نہیں سمجھتے، وہ دنیا کے غلبے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ وہ موت سے ڈرتے ہیں۔ (3) انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے کیا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ (4) یہ جنگ اعلائے کلمۃ اللہ، دین کے غلبہ، کتاب اللہ کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑی کامیابی کے حصول کے لیے ہے اور یہ تمام امور شجاعت، صبر وثبات اور اقدام علی القتال کے اسباب ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1/1604)

سوال6:مومن کوایمان کیادیتاہے؟

جواب:(1)مومن کوایمان ایساشعور دیتاہے جس کی وجہ سے اسے سارے حقائق اصلی صورت میں نظر آنے لگتے ہیں۔(2) مومن سمجھ جاتاہے کہ اصل زندگی دنیاکی نہیں آخرت کی ہے۔(3)وہ موت کو جنت میں داخلے کا دروازہ سمجھتاہے۔(4)وہ شہادت کو جنت کا مختصر راستہ سمجھتاہے۔(5)اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دیناس کی سب سے بڑی خواہش بن جاتی ہے۔

سوال7:کافرکانقطہ نظر کیاہوتاہے؟

جواب:(1)کافراندھیروں میں رہتاہے اس لئے وہ دنیاکو جنت سمجھتاہے۔(2)وہ دنیامیں رہناچاہتاہے تاکہ اپنی جنت سے لطف اٹھائے۔(3)وہ لڑتابھی ہے تو قومی شعور کے تحت لڑتاہے اور بے جگری سے نہیں لڑتا۔

سوال8:مومن منفی جذبات سے کیسے پاک ہوتاہے؟

جواب:مومن اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور آخرت کی فکر کرنے والاہوتاہے۔یہی وہ چیز ہے جو اس کو منفی جذبات سے پاک کر دیتی ہے۔ملکی وقومی عصبیت،انتقام،ضد،کفر تعصب اور تکبر سے اوپر اٹھ جاتاہے۔مقصد کی شناخت کرتاہے،مقصدیت کی وجہ سے۔

سوال9:مومن اور کافر کے اقدامات میں کیافرق ہوتاہے؟

جواب: مومن کے اقدامات	کافر کے اقدامات
1۔مومن اللہ تعالیٰ کی رضاکے تحت اقدام کرتاہے۔	کافر قومی شعور کے تحت اقدام کرتاہے۔
2۔مومن جنت کے شعور کے تحت اقدام کرتاہے۔	کافر دنیاکے حصول کے لئے اقدام کرتاہے۔
3۔مومن حقیقت پسندانہ اندازمیں اقدام کرتاہے۔	کافر جذباتی اندازمیں قدم اٹھاتاہے۔
4۔مومن انسانوں کی برائی کادشمن ہوتاہے۔	کافر انسانوں کادشمن ہوتا
5۔مومن انسانوں کوانسانوں کی غلامی سے آزادکراناچاہتاہے۔	کافر انسانوں کوانسانوں کاغلام بناناچاہتاہے۔
6۔ومن وسعت ظرفی کے ساتھ کام کرتاہے۔	کافر تنگ نظری اور تنگ دلی کے ساتھ کام کرتاہے۔

دونوں میں فرق واضح ہے۔

سوال10:کیاایک آدمی کی دس آدمیوں کے ساتھ نسبت حقیقی اور اصلی ہے؟

جواب:جاننے والے، سمجھنے والے اہل ایمان اور نہ جاننے والے کافروں میں یہ اصلی اور حقیقی نسبت ہے۔

﴿ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۶۶ ﴾

”اب اللہ تعالیٰ نے تم پرسے بوجھ ہلکا کر دیااوراس نے جان لیاہے کہ یقیناتم میں کچھ کمزوری ہے،چنانچہ اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں گے وہ دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تواللہ تعالیٰ کے حکم سے دوہزار پر وہ غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

سوال1:﴿ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ ﴾ ”اب اللہ تعالیٰ نے تم پرسے بوجھ ہلکا کر دیا۔“کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا ہے کہ تم میں کمزوری ہے اس لیے اس نے اپنی حکمت اور رحمت سے اس حکم میں تخفیف کر دی۔

سوال 2: ﴿فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ﴾ "چنانچہ اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں گے وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر وہ غالب آئیں گے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تخفیف کرتے ہوئے یہ طے کر دیا کہ ثابت قدم رہنے والے سو دو سو پر غالب آئیں گے اور ہزار دو ہزار پر غالب آئیں گے۔ (2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہارے بیس صابروں کو دو سو پر غالب آجانا چاہیے تو یہ مسلمانوں پر گراں گزری۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ فرض کیا ہے کہ ایک مومن دس کافروں کے مقابلہ میں نہ بھاگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تخفیف کر دی اور فرمایا کہ کم از کم سو کو دو سو کے مقابلہ میں ضرور غالب آنا چاہیے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے شمار میں کمی کر دی تو اتنا ہی مسلمانوں میں صبر بھی کم ہو گیا۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

سوال 2: اگر اہل ایمان کمزور اور ناتواں ہو جائیں تب ان کے اور کافروں کے درمیان کیا نسبت ہو گی؟

جواب: کمزوری جاننے اور سمجھنے میں آتی ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں سچا ایمان نہیں اترتا یا ابھی تربیت کے ابتدائی مراحل میں ہوتے ہیں تب بھی ان کے اندر ایک اور دو کی نسبت قائم رہتی ہے۔

سوال 3: ﴿وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۶۶﴾ "اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سعید بن جبیر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کے ذریعے ان کے ساتھ ہے۔ (ابن ابی حاتم: 5/ 1730) (2) اللہ تعالیٰ اپنی تائید و نصرت کے ذریعے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور صبر اللہ تعالیٰ کی تائید اور مدد کے لیے شرط ہے۔

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۶۷﴾

"کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) خوب خون بہالے،! تم دنیا کا سازوسامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" (67)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کے دن جنگی قیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: "تمہاری ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟" پھر اس حدیث میں پورا قصہ ذکر کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان میں ہر ایک کو یا فدیہ دینا ہو گا یا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔" سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بجز سہیل بن بیضاء کے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ اسلام کا ذکر کرتا ہے۔" اس بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چپ ہو رہے۔ مجھے اس دن بہت خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں آسمان سے مجھ پر پتھر نہ برسیں میں اسی خوف میں مبتلا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بجز سہیل بن بیضاء کے" اور قرآن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق یہ آیات نازل ہوئیں۔ ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ.... تا آخر۔ (جامع الترمذی، ابواب التفسیر)

سوال2: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ﴾ ”کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) خوب خون بہالے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ اور مومنوں پر عتاب ہے۔ انہوں نے مشرکوں کو جنگی قیدی بنایا تھا اور معاوضہ لینے کے لیے انہیں اپنے پاس رکھا تھا۔(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى﴾ ”کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں۔“ یعنی نبی ﷺ کے شایان شان نہیں تھا کہ ان کے قبضے میں قیدی رہیں۔(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رحمت عالم ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ یہ قیدی تمہارے قبضے میں ہیں ان کے بارے میں کیا کیا جائے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر بولے: اے اللہ کے رسول ﷺ! انہیں قتل کر دیا جائے مگر آپ ﷺ نے ان کی طرف توجہ نہیں دی اور فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے آج تم کو ان پر قادر بنایا ہے یہی کل تمہارے بھائی تھے۔ پھر سیدنا عمر ﷺ نے کھڑے ہو کر کہا: انہیں قتل کر دیا جائے مگر آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا اور پھر وہی سوال کیا۔ اب کے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری رائے میں تو آپ ﷺ انہیں معاف فرمادیں اور فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ کی بے قراری دور ہوئی اور آپ ﷺ نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(مسند احمد، ابن کثیر)(4) ﴿حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ﴾ ”یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) خوب خون بہالے۔“ کافروں کا خون بہانا اس لیے ضروری تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانا چاہتے ہیں اور اس کی عبادت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے انہیں قتل کرنے کے بجائے فدیہ لینا بہت ہی حقیر ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے قیدی بنانے کی مذمت کیوں کی ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ دشمن کا زور ٹوٹ جائے۔(2) ان کے اتنے آدمی قتل ہو جائیں کہ مسلمانوں کی قوت برتر ہو جائے۔(3) پوری کاروائی کرنے سے قبل قیدی بنائے گئے اس لئے مذمت کی گئی۔(4) اللہ تعالیٰ نے قید کر کے رقم لے کے چھوڑنے کی وجہ سے مذمت کی کیونکہ اس کی وجہ سے دشمن کا زور نہیں ٹوٹ سکا اور بعد میں وہ اگلے حملوں کے لئے تیار ہو گئے۔

سوال4: ﴿تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۗ﴾ ”تم دنیا کا ساز وسامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۗ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم چاہتے ہو کہ ان کی جان بخش دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ (2) ﴿عَرَضَ الدُّنْيَا ۗ﴾ کی بات اس لیے کی کہ آپ ﷺ ایسی مصلحت کی خاطر جان بخشی نہیں کر رہے جو دین سے متعلق ہو۔(3) ﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ دین کو عزت سے نواز کر، اپنے اولیاء کی مدد کر کے اور دیگر قوموں پر انہیں غلبہ بخش کر اہل ایمان کے لئے آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔ پس وہ انہیں انہی امور کا حکم دیتا ہے جو اس منزل مراد پر پہنچاتے ہیں۔(تفسیر سعدی: 1/1006-1007)

سوال5: اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مومنوں کے ارادے میں کیا فرق آ گیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ آخرت کی بھلائی کا ارادہ رکھتے تھے۔ مومن دنیا کے مفادات کا ارادہ رکھتے تھے۔

سوال6: آخرت کی بھلائی کب مل سکتی ہے؟

جواب: جب دنیا کے مفادات کو ترک کر دیا جائے۔

سوال 7:﴿ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٦٠ ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟
جواب: اللہ تعالیٰ کمال غلبہ رکھتا ہے جنگ کے بغیر بھی غلبہ دے سکتا ہے، فتح عطا کر سکتا ہے۔ وہ حکیم ہے ایک دوسرے کے ذریعے آزماتا ہے۔

﴿ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝٦٨ ﴾

”اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تھی تو اس کی وجہ سے جو تم نے لیا تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔“
سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟
جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان روایت کیا ہے کہ غنیمتیں حلال نہیں تھیں اور تم سے پہلے کسی بھی جماعت کیلئے یہ حلال نہیں تھی، آسمان سے آگ آتی تھی اور وہ انہیں کھا جاتی تھی، غزوہ بدر کے دن تم لوگ اس کے حلال ہونے کے اعلان سے پہلے ہی اس میں گھس پڑے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ ﴿ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ ﴾ لولا کتاب من اللہ سبق یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا الخ۔ (تفسیر ابن عباس: 1/500)
سوال 2: ”اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تھی۔“ کی وضاحت کریں؟
جواب: ﴿ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ ﴾ اگر اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر پہلے مقرر نہ ہوتی، تو تم سے عذاب کو نہ ہٹایا جاتا۔
سوال 3: ﴿ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝٦٨ ﴾ ”تو اس کی وجہ سے جو تم نے لیا تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔“ کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) بدر کے دن قیدیوں سے جو فدیہ لیا اس کے بدلے میں تمہیں دردناک عذاب دیتا۔ (2) اگر عذاب ملتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ بچتا۔ (الدر المنثور: 3/366)
سوال 4: بدر کے قیدیوں کے بارے میں غلط فیصلے کے باوجود مسلمان بڑے عذاب سے کیسے بچ گئے؟
جواب: اللہ تعالیٰ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں مسلمانوں کے نامناسب طرز عمل کے باوجود عظیم عذاب سے بچا لیا اس لیے کہ اس نے پہلے سے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ اہل بدر کی غلطیوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

﴿ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٦٩ ﴾

”سو جو مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس میں سے کھاؤ، حلال اور پاک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ (69)
سوال 1: ﴿ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ ﴾ ”سو جو مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس میں سے کھاؤ، حلال اور پاک ہے۔“ کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) رب العزت نے یہ واضح فرمایا کہ ام الکتاب میں یہ بات لکھی جا چکی کہ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت حلال ہے۔ اس سے پہلے کسی امت پر مال غنیمت کو حلال نہیں کیا گیا۔ (2) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئی تھیں۔ (الف) مجھے ایک مہینے کی مسافت پر رعب کے ذریعے مدد دی گئی۔ (ب) پوری زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی اور پاک بنا دی گئی، پس میری امت میں سے جس شخص پر (جہاں بھی) نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہئے کہ (اسی مقام

پر) نماز پڑھ لے۔(ج) میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہ کیے گئے تھے۔(د) مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی۔(ہ) ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جب کہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔(بخاری:332، مسلم:1158)

سوال 2: ﴿ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾ ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ ﴾ اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے روکے ہوئے سے رک جاؤ اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر نیک کام کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔(2) اللہ تعالیٰ کے احکامات میں اس کی مخالفت سے بچ جاؤ۔(3) ﴿ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا۔“ جو توبہ کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔(4) ﴿ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾ ﴾ ”نہایت رحم والا ہے۔“ اس کی رحمت ہے کہ اس نے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔

رکوع نمبر 6

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٠﴾ ﴾

”اے نبی! تمہارے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا تو جو (فدیہ) تم سے لیا گیا ہے وہ اس سے بہتر تمہیں دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

سوال 1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ ﴾ ”اے نبی ﷺ! تمہارے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں ان سے کہہ دو۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ ﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے نبی ﷺ! (2) ﴿ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ ﴾ ” تمہارے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں ان سے کہہ دو۔“ اس سے مراد بدر کے جنگی قیدی ہیں جن سے فدیہ لیا گیا۔ یہ آیت کریمہ اسیر ان بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جب رہائی کے عوض ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ انہوں نے اس سے قبل اسلام قبول کیا ہوا تھا، مگر مسلمانوں نے ان سے فدیہ کو ساقط نہ کیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اور ان لوگوں کی دل جوئی کی خاطر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جو اس قسم کی صورت حال سے دوچار ہوں۔ فرمایا: یعنی جو مال تم سے لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے بدلے خیر کثیر عطا کرے گا۔ (تفسیر سعدی: 1/ 11008) (3) بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس اور آپ ﷺ کے داماد ابو العاص اور آپ ﷺ کے چچازاد بھائی نوفل اور عقیل بھی شامل تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ کو چھڑانے کے لیے آپ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مکہ سے ایک ہار بھیجا جو انہیں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”اگر تم راضی ہو تو میں زینب کے قیدی کو یہ ہار لیے بغیر رہا کر دوں؟“ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے بخوشی منظور کر لیا پھر آپ ﷺ نے اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ طلب فرمایا: تو وہ کہنے لگے میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آپ کا وہ مال کہاں ہے جسے آپ نے اور آپ کی

بیوی ام الفضل نے مل کر زمین میں دفن کیا ہے؟" یہ سنتے ہی سیدنا عباسؓ بولے :بے شک آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔اس لیے کہ اس سونے کا میرے اور ام فضل کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔"پھر سیدنا عباسؓ نے اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کیا۔(ابن کثیر)

سوال2:اسلام قیدیوں سے کیا چاہتا ہے؟

جواب:(1)اسلام قیدیوں کے دلوں میں بھی بھلائی تلاش کرتا ہے۔(2)اسلام ان کی فطرت کو بے دار کرنا چاہتا ہے۔(3)اسلام ان کو امید کی کرن دکھاتا ہے تاکہ ان کے دل ایمان کے نور سے بھر جائیں۔(4)اسلام چاہتا ہے کہ ماضی کے مقابلے میں ان کا مستقبل سنور جائے۔

سوال3:اسلام قیدیوں کے بارے میں کیا نہیں چاہتا؟

جواب:(1)اسلام قیدیوں سے انتقام نہیں لینا چاہتا۔(2)اسلام قیدیوں کا استحصال نہیں کرنا چاہتا۔(3)اسلام قیدیوں کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

سوال4:﴿ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ﴾ "کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا تو جو(فدیہ)تم سے لیا گیا ہے وہ اس سے بہتر تمہیں دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں بھلائی یعنی اسلام دیکھے گا۔(جامع البیان: 10/51) (2)یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان صادق اور خالص ایمان دیکھے گا۔(ایسر التفاسیر:531) (3)وہ تمہارے دلوں میں خالص ایمان اور نیت کی صحت دیکھے گا۔(الاساس: 4/2198) (4)﴿ يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ ﴾ "تو جو(فدیہ)تم سے لیا گیا ہے وہ اس سے بہتر تمہیں دے گا۔"جو تم سے فدیہ لیا گیا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں خیر کثیر عطا فرمائے گا۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا عباسؓ سے اپنا وعدہ پورا کیا۔اس کے بعد انہیں بہت زیادہ مال حاصل ہوا حتیٰ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بہت زیادہ مال آیا۔سیدنا عباسؓ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے کپڑے میں جتنا مال اٹھا سکتے ہیں لے لیں۔انہوں نے اتنا مال لیا کہ ان سے اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔(تفسیر سعدی: 1/1008) (5)﴿ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ﴾ "اور تمہیں بخش دے گا۔"یعنی تمہارا اللہ تعالیٰ اور رسول کا کفر کرنے جیسے گناہ پھر اللہ تعالیٰ اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے جیسے گناہوں کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔(ایسر التفاسیر: 531-532)

سوال5:یہاں خیر سے کیا مراد ہے؟

جواب:خیر سے مراد ایمان ہے۔

سوال6:﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ "اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ ﴾ اللہ تعالیٰ غفور ہے جب بھی بندے اس سے توبہ کرتے ہیں وہ گناہ بخش دیتا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ ﴿ رَّحِيْمٌ ﴾ ہے وہ ان سے توبہ کے بعد مؤاخذہ نہیں کرتا،انہیں سزا نہیں دیتا۔(جامع البیان: 10/51)

﴿ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾

اور اگر وہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو بے شک پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی انہوں نے خیانت کی تو اس نے ان پر قابو دے دیا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(71)

سوال 1:﴿ وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ ﴾ ”اور اگر وہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو بے شک پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی انہوں نے خیانت کی تو اس نے ان پر قابو دے دیا۔“ خیانت سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿ وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ ﴾ ”اور اگر وہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں۔“ اگر وہ آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی کوشش کر کے خیانت کرنا چاہیں۔(2) ﴿ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ ﴾ ”تو بے شک پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی انہوں نے خیانت کی۔“ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بدر کے واقعے سے پہلے بھی مخالفت کی ہے۔(3) ﴿ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ﴾ ”تو اس نے ان پر قابو دے دیا۔“ اللہ تعالیٰ نے بدر میں مومنوں کو کافروں پر قابو دے دیا۔(4) رب العزت نے انہیں خیانت کرنے سے روکا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ خیانت کرنے سے بچیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہیں۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت کرنے سے بچانے کے لیے قیدیوں کو کیا دعوت دی گئی؟

جواب: قیدیوں کو دعوت دی گئی کہ غور کریں پہلی خیانت کے کیا نتائج نکلے کہ اب وہ مسلمانوں کی قید میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے دوبارہ خیانت کرنے سے باز آجائیں۔

سوال 3:﴿ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ پر ہے ہر چیز کا علم رکھتا ہے وہ لوگوں کے ارادوں کا بھی علم رکھتا ہے اور جانتا ہے کس کے دل میں کیا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ پر ہے وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔ اس نے اپنے علم و حکمت کے ذریعے سے یہ احکامات نازل فرمائے اور تمہاری کفایت کا ذمہ لیا۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰى یُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ ﴾

”بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا، اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تمہارے لیے ان کی دوستی میں سے کچھ نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تم پر لازم ہے، مگر ایسی قوم کے خلاف نہیں کہ ان کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔“

سوال 1:﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ ﴾ ”بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا، اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے رشتہ ولایت اور محبت کی وضاحت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ رشتہ انصار اور مہاجرین کے درمیان قائم کیا۔ ان میں مہاجرین کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اور دوسری طرف انصار جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو پناہ دی۔ اپنے گھر، مال اور ان کے دیگر معاملات میں ان کی مدد کی۔ یہ سب لوگ ایمان اور ایک دوسرے کے ساتھ مکمل ہم آہنگی کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔

سوال 2: سچا ایمان کیسے نصیب ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) مہاجر ہونے کی صورت میں۔ (2) مہاجرین کے لیے انصار ہونے کی صورت میں۔

سوال 3: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تمہارے لیے ان کی دوستی میں سے کچھ نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لا کر ہجرت نہیں کی اور ایسے وقت میں ولایت کا رشتہ قائم نہ کیا جب کہ تمہیں ان کی مدد کی ضرورت تھی، انہوں نے ہجرت نہیں کی اس لیے وہ مومنوں کے ولی نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔

سوال 4: جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی ان کو ولایت کا حق کیوں نہ دیا گیا؟

جواب: جو لوگ ہجرت کر کے نہیں آئے تھے وہ اسلامی معاشرے کے ممبر نہیں بنے تھے اس لیے ان کی ذمہ داریاں اسلامی معاشرے پر عائد نہیں کی گئیں۔

سوال 5: ﴿ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ﴾ ”اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تم پر لازم ہے، مگر ایسی قوم کے خلاف نہیں کہ ان کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو۔“ جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی ان پر دشمن کی دست درازی کی صورت میں مسلمانوں کی کیا ذمہ داری ہے؟

جواب: (1) ﴿ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ﴾ ”اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تم پر لازم ہے۔“ دین کے معاملے میں مدد مانگنے کی صورت میں مدد کرنا فرض ہے اگر وہ کسی اور مقصد کے لیے جنگ کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا واجب نہیں۔ ﴿ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ﴾ لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جن سے تمہارا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو۔ اگر وہ مومن جنہوں نے ہجرت نہیں کی ان کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو مومنوں کی مدد نہ کرو کیونکہ تمہارا اور ان کا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے۔

سوال 6: ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ ”اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال، احوال اور رویوں کو دیکھتا ہے اس لیے اس کی حدود کو توڑنے سے بچو۔ (2) اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت نہ کرو۔ (تفسیر قاسمی: 8/106)

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴾

”اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔“

سوال 1: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ کافروں کے درمیان تعلق کو قرآن حکیم نے کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ مومنوں کے مقابلے میں کافروں کو ان کے کفر نے اکٹھا کر دیا ہے۔ اس لیے وہ ایک دوسرے کے مدد گار ہیں۔ ایک دوسرے کے ولی ہیں، ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اسلام کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو ایک محاذ تصور کرتے ہیں۔

سوال 2: ﴿اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ "اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔" مسلمان اگر اپنے اجتماعی وجود کی بنیاد گہری اخوت پر نہیں رکھتے اور کافروں سے دشمنی نہیں رکھتے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

جواب: (1) اللہ نے واضح فرمایا ہے کہ مسلمان اگر مومنوں سے موالات اور کافروں سے عداوت نہیں رکھیں گے، اگر کافروں سے دشمنی اور اہل ایمان کی حمایت نہیں کریں گے تو ملکوں میں فتنہ برپا ہو گا۔ (2) ﴿تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ "تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔" یعنی مومنوں اور کافروں کے مل جانے سے، حق اور باطل کا فرق اٹھ جانے سے ایسی برائیاں، ایسے فتنے، ایسے بڑے فسادات جنم لیں گے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا مثلاً جہاد اور ہجرت ختم ہو جائیں گے۔ شریعت اور دین کے مقاصد ہی ختم ہو جائیں گے۔ (3) نبی ﷺ نے فرمایا: دو مذہب والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے نہ مسلمان کافروں کے وارث ہوں گے نہ کافر مسلمانوں کے۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (مستدرک حاکم) (4) نبی ﷺ نے ایک نو مسلم سے اقرار کروایا کہ نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور جب شرک کی آگ بھڑکتے دیکھو تو جہاد کے لیے تیار رہنا۔ (5) جو مشرکوں میں رہتا بستا ہو اور اٹھتا بیٹھتا ہو ان ہی کی مانند ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/699)

سوال 3: کافر ایک دوسرے کے ولی کیسے ہیں؟

جواب: مختلف مذاہب کے لوگوں کی اصل ایک ہے جو اسلام دشمنی ہے۔ جو لوگ بھی اسلام قبول نہیں کرتے ہیں، اسلام دشمنی میں یکجا ہوتے ہیں لہٰذا وہ اصل پر نہیں ہیں۔

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾

"اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لیے بخشش اور باعزت رزق ہے۔"

سوال 1: ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ﴾ "اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی لوگ سچے مومن ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے ان لوگوں کی مدح کی ہے۔ ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر ایمان لائے اور اس کے وعدوں اور وعیدوں کی تصدیق کی۔ (2) ﴿وَ هَاجَرُوْا﴾ اور انہوں نے اپنے گھر بار چھوڑے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ سے آملے۔ (ایسر التفاسیر: 2/53) (3) ﴿وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔" یعنی دین کی ذمہ داری

کو پورا کیا۔(4)﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا ﴾ یعنی جنھوں نے پناہ دی اور مہاجرین کی مدد کی۔(5) ﴿ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ﴾ ”وہی لوگ سچے مومن ہیں۔“ وہی سچے مومن ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔(6) وہی لوگ ایمان میں کامل ہیں۔(فتح القدیر:2/413)

سوال2: ایمان کی حقیقی صورت کیا ہے؟

جواب:ایمان کی حقیقی صورت اجتماعی معاشرے کی شکل میں وجود میں آتی ہے ۔جب ایمان والے اجتماعیت کی شکل اختیار کرتے ہیں تو دین کی حقیقت وجود میں آجاتی ہے۔

سوال3:﴿ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝ ﴾ ”ان کے لیے بخشش اور باعزت رزق ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ ان کے گناہوں کی ستر پوشی ہے اور ان سے مؤاخذہ نہیں ہو گا۔(2) ﴿ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝ ﴾ اور ان کے لیے ان کے رب سبحانہ وتعالیٰ کے پاس جنت کی نعمتیں ہیں۔(ایسر التفاسیر:533) (3) اور ان کی لغزشیں اور گناہ ختم ہو جائیں گے اور ان کے لیے نعمت بھری جنتوں میں کثیر بھلائیاں ہیں۔

سوال4: یہاں رزق کریم کا ذکر کیا گیا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد، انفاق، پناہ گاہ فراہم کرنا، مدد کرنا اور دوسری مشکلات کا ذکر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کریم کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ ان سب کاموں سے اوپر اس کا صلہ ہے، اس کا اجر ہے، مغفرت اور رزق کریم ہے۔

﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ مِنْكُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ﴾

”اور جو اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور انہوں نے تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی میں سے ہیں اور رشتے دار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“ (75)

سوال1:﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ مِنْكُمْ ؕ ﴾ ”اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا تو وہ تم ہی میں سے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) جو لوگ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بعد آئے یعنی ان کے نقش قدم پر چلے ان کا آخرت میں بہترین انجام ہو گا کیونکہ وہ ایمان اور اعمال صالحہ میں پہلے لوگوں جیسے تھے۔ آخرت میں بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔(2) ان بعد والوں میں اسلام لانے، ہجرت کرنے اور جہاد میں شامل ہونے والوں کے قانونی حقوق بالکل وہی ہوں گے جو ﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ ﴾ کے بارے۔ کیونکہ اب یہ سب ایک برادی سے منسلک ہو چکے ہیں۔ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے ان کے فرائض و حقوق میں کوئی فرق نہ ہو گا۔ معاہدات میں برابر کے شریک ہوں گے، صلح و جنگ اور وراثت وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔(تیسیر القرآن:2/174) (3) ان کے وہی حقوق ہیں جو تمہارے حقوق ہیں اور ان کے ذمے وہی فرائض ہیں جو تمہارے ذمے ہیں۔ ایمان پر مبنی یہ موالات اسلام کے ابتدائی زمانے میں تھی۔ اس کی بہت بڑی وقعت اور عظیم شان ہے۔ حتیٰ کہ نبی مصطفیٰ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان جو اخوت قائم کی تھی، وہ خاص اخوت تھی جو اخوت عامہ و ایمانیہ کے علاوہ ہے، حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی۔(تفسیر سعدی:1/1011)

سوال2: ﴿ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اور رشتے دار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اور رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔“ میت کی وراثت صرف انہی لوگوں کو ملے گی جو اصحاب الفروض ہیں یا وہ میت کا عصبہ ہیں۔ اگر میت کا عصبہ اور اصحاب الفروض موجود نہ ہوں تو ذوالارحام میں سے وہ لوگ وارث بنیں گے جو رشتہ میں میت کے سب سے زیادہ قریب ہیں جیسا کہ آیت کریمہ کا عموم دلالت کرتا ہے۔“ (تفسیر سعدی:1/1011) (2) ﴿ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اللہ تعالیٰ کی کتاب میں۔“ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے فیصلوں میں جو لوح محفوظ میں مدون ہیں۔(ایسر التفاسیر: 534-535)

سوال3: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ ”یقینا اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔ اس کا علم وسیع ہے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔(2) یہ جملہ وعدہ اور وعید لیے ہوئے ہے۔ وعدہ اہل ایمان سے اطاعت کی وجہ سے اور وعید اہل شرک اور نافرمانوں کے لیے۔(ایسر التفاسیر: 533-534) (3) اللہ تعالیٰ انسانوں کے تمام معاملات کو جانتا ہے۔ اس نے انسانوں کی ضرورت کے مطابق احکامات دیے ہیں۔

سوال4: رشتہ داریوں کو اسلامی معاشرے کے قیام کے بعد کیسے فطرت کے مطابق قائم کیا گیا؟

جواب: اسلامی معاشرے کے قیام کے بعد اجتماعی کفالت، دیت کی ادائیگی اور وراثت کے تعلقات کو رشتہ داری کی طرف لوٹا دیا گیا۔

سورۃ التوبہ

سوال 1: سورۃ التوبہ کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: (1) سورۃ التوبہ مدنی سورت ہے۔ اس کی 129 آیات اور 16 رکوع ہیں۔ (2) مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ نویں سورت ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے 113 نمبر کی سورت ہے۔ (3) یہ سورۃ غزوۂ تبوک سے واپسی پر زمانہ حج سے قبل 9 ہجری میں نازل ہوئی۔ (مختصر ابن کثیر: 1/700)

سوال 2: سورۃ التوبہ کا موضوع کیا ہے؟

جواب: (1) اس سورت کے کثیر نام ہیں اور اس کے نام ہی دراصل اس کے موضوعات ہیں۔ اس سورت کے نو (9) نام ہیں۔ (زاد المیسر: 3/265) (2) اس سورت کے 14 ناموں کا تذکرہ تفسیر قاسمی میں ملتا ہے۔ اس کا نام براءۃ ہے۔ اسی سے اس سورت کا آغاز ہو رہا ہے۔ سورت کے آغاز میں ہی مشرکوں سے اظہار براءت کر کے انہیں چار ماہ کی مہلت دی گئی اور اس کے بعد ان کے ساتھ معاہدے ختم کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ (3) اس سورت کا نام التوبہ ہے۔ اس میں توبہ کی تکرار ہے اور غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین مومنوں کی توبہ کا تذکرہ بھی ہے۔ (4) یہ سورۃ الفاتحہ فضیحت کرنے والی ہے۔ سعید بن جبیرؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے سورۃ التوبہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ سورۂ توبہ کی ہے یا فضیحت کرنے والی ہے اس سورت میں برابر یہی اترتا رہا بعض لوگ ایسے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کو گمان ہوا یہ سورت کسی کا کچھ بھی نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کے بھید کھول دے گی۔ سورۃ الانفال کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ جنگ بدر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میں نے سورۃ الحشر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ قبیلہ بنو نضیر کے یہود کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر: 4882) (5) اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو جہاد کے لیے نکلنے کی ترغیب دی ہے۔ (6) اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی حقیقت واضح کی ہے کہ وہی حقیقی اسلام دشمن اور اسلام کے خلاف بغض رکھنے والے ہیں۔ (7) اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے صدقات واجبہ کی تقسیم بیان کی ہے۔ (8) اس سورت میں اہل ایمان کی محبت، موالات اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار ہونے کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ اس سورۃ میں اہل ایمان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودا چکانے کے معاملے کو واضح کیا گیا ہے۔ (9) سورت کے اختتام پر بعثت رسول اللہ ﷺ کے احسان عظیم کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال 3: سورۃ التوبہ کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: ابو عطیہ ہمدانی راوی ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھ کر بھیجا سورہ برات "خود" سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ (تفسیر مظہری: 5/120)

سوال 4: اس سورت کے آغاز میں بسم اللہ کیوں نہیں؟

جواب: (1) اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ اس لیے نہیں لکھی گئی کہ مصحف امام میں بسم اللہ لکھی ہوئی نہ تھی اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی پیروی کی۔ (2) ترمذی میں ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے آپ نے سورہ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۃ براۃ کو جو مئین میں سے ہے ملا دیا ان کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی اور پہلے کی سات لمبی سورتوں میں انہیں رکھیں، آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات نبی ﷺ پر ایک ساتھ کئی سورتیں اترتی تھیں اس

آیت کو فلاں سورت میں رکھ دو جس میں یہ ذکر ہے سورہ انفال مدینہ شریف میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۃ براۃ سب سے آخر میں اتری تھی بیانات دونوں کے ملتے جلتے تھے مجھے ڈر لگا کہیں یہ بھی اس میں نہ ہو نبی ﷺ کا انتقال ہو گیا آپ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے اس لئے ان دونوں صورتوں کو متصل لکھیں اور ان کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی اور ساتھ پہلے لمبی سورتوں میں انہیں رکھا۔(ابن کثیر:2/319)

رکوع نمبر7

﴿ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱ ﴾

"بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں کی طرف جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔"

سوال 1: ﴿ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ ﴾ "بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے مشرکوں سے اظہار براءت ہے یعنی دست برداری کا اعلان ہے۔

سوال 2: ﴿ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ "ان مشرکوں کی طرف جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی جن مشرکوں سے تم نے عہد و پیمان باندھے تھے۔(2) اس اصول کا اطلاق جزیرہ عرب میں قائم اسلامی حکومت اور مشرکین کے درمیان جو معاہدے تھے ان پر ہوا تھا۔

سوال 3: اس آیت میں معاہدات کو ختم کرنے کی بات کی گئی ہے منسوخی کا اطلاق کن کن معاہدوں پر تھا؟

جواب: اس کا تعلق اس معاہدے سے ہے جس کا کوئی وقت متعین نہ تھا یا اس معاہدے سے جو چار ماہ سے کم تھا۔ البتہ جن کا معاہدہ طویل تھا وہ بدستور باقی رہا۔ کیونکہ ارشاد ہے: ﴿ فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ﴾ تو ان کے ساتھ ان کا معاہدہ ان کی مدت تک پورا کرو۔(التوبہ:4) حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے تو وہ پوری مدت تک رہے گا۔(مختصر ابن کثیر:1/701)

سوال 4: معاہدات کی منسوخی کے ساتھ اور کیا ہدایات دی گئیں؟

جواب:(1) آئندہ مشرکوں کو بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت نہیں نہ ہو گی۔(2) آئندہ مشرکوں کو بیت اللہ یا دوسری مساجد کی تعمیر میں حصّہ نہیں لینے دیا جائے گا۔

سوال 5: رسول اللہ ﷺ نے معاہدات کی منسوخی کا اعلان کیسے کروایا؟

جواب: ترمذی کی کتاب التفسیر میں نقل کیا گیا کہ جب سورت توبہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے چار باتوں کے اعلان کے لیے بیت اللہ میں آدمی بھیجا۔(1) بیت اللہ میں کوئی شخص ننگا طواف نہ کرے۔(2) کوئی مشرک آج کے بعد بیت اللہ میں نہ آئے۔(3) رسول اللہ ﷺ اور جس قوم کے درمیان معاہدے ہیں وہ اپنی مدّت تک رہیں گے۔(4) جنت میں مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور شخص داخل نہ ہو گا۔

﴿ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲ ﴾

"چنانچہ تم لوگ ملک میں چار ماہ چل پھر لو اور جان لو کہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔"(2)

سوال 1: ﴿فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ﴾ "چنانچہ تم لوگ ملک میں چار ماہ چل پھر لو" چار مہینے چلنے پھرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) ﴿فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ "چنانچہ تم لوگ ملک میں چل پھر لو۔" یعنی کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے امن میں ہیں اس مدت میں وہ زمین میں اپنے اختیار سے چل پھر لیں۔(2) ﴿اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ﴾ "چار ماہ" چار ماہ کے بعد ان سے کوئی معاہدہ نہیں۔(3) ان چار ماہ کا آغاز عید الاضحیٰ کے دن ہوا۔(ایسر التفاسیر:534) (4) ان چار ماہ کے بعد وہ اپنے شرک اور کفر پر برقرار رہنا چاہتے ہوں تو وہ ان چار ماہ میں وہ اپنے عقائد اور دین پر خوب غور و فکر کر لیں۔

سوال 2: ﴿وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ﴾ اور جان لو کہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو مشرکین کو مہلت دینے کے ساتھ ساتھ وارننگ کیوں دی گئی ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اگرچہ چار ماہ کے دوران وہ امن اور حفاظت سے رہیں گے مگر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے بچ کر کہیں جا نہیں سکیں گے۔ مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دینے کے ساتھ دل دہلا دینے والی وارننگ دی گئی کہ آخر تم کہاں جاؤ گے؟ کون سی زمین ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہ پکڑ سکتا ہو جب اس نے فیصلہ کر دیا کہ کافروں کو ذلیل و خوار کرے گا اور تم اس کو عاجز نہیں کر سکتے تو اب دیکھ لو کیا کرنا ہے۔ (2) یہ وارننگ اس لیے دی گئی تاکہ ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ (3) تاکہ وہ خبردار ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (4) تاکہ یہ جان لیں کہ بھاگ نہیں سکتے۔ ذلت اور خواری ان کا مقدر ہے۔ (5) یہ وارننگ اس لیے دی گئی تاکہ ان کی فطرت بیدار ہو جائے اور وہ دین اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

سوال 3: ﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ﴾ "اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ جو اپنے شرک پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور رسوا کرے گا۔(2) اللہ تعالیٰ کی جانب سے کی گئی تنبیہ کا اثر تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا سوائے کچھ لوگوں کے جنہوں نے مخالفت کی اور کفر کا رویہ اختیار کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وعید کی کوئی پرواہ نہیں کی۔(3) اللہ رب العزت نے مشرکین مکہ اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں فرمایا: ﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلا دیا تو ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔(الزمر:25-26)

﴿وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾

"اور صاف اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف کہ یقیناً اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔ چنانچہ اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور جن لوگوں نے کفر کیا انہیں آپ دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔"(3)

سوال1:﴿ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ ﴾ "اور صاف اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف کہ یقیناً اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ اَذَانٌ ﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے اذان سے مراد اعلان ہے۔(2) ﴿ اِلَى النَّاسِ ﴾ تمام لوگوں کی طرف اور وہ مشرک ہیں۔(ایسر التفاسیر:535) (3) ﴿ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ ﴾ حج اکبر کے دن۔حج اکبر سے مراد قربانی والا دن یعنی 10 ذوالحجہ ہے۔(4) ﴿ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔" اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے یہاں اب ان کا کوئی عہد وپیمان نہیں۔اب وہ جہاں ملیں گے ان کو قتل کیا جائے گا اور اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہیں آئیں گے یعنی 9 ہجری کے بعد۔(5) صحیح روایات میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا جنہوں نے مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے موقعہ پر مشرکین کو یہ سورہ سنائی اور اس کے ساتھ چار چیزوں کا اعلان کیا۔(الف) جنت میں کوئی غیر مومن داخل نہ ہو گا۔(ب) کوئی شخص ننگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔(ج) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لئے نہ آئے (د) جن لوگوں سے اللہ کے رسول ﷺ کا معاہدہ موقت ہے اور انہوں نے اس کی خلاف ورزی نہیں کی ان کے ساتھ مدت معاہدہ تک وفا کی جائے گی اور جن سے معاہدہ نہیں ہے یا جنہوں نے خلاف ورزی کی ہے انہیں چار ماہ کی مہلت ہے۔(ابن کثیر)(6) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو 9 ہجری میں امیر بنا کر بھیجا اور علی رضی اللہ عنہ کو تیس یا چالیس براءت کی آیتیں دے کر بھیجا۔انہوں نے عرفے کے دن وہ آیات لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں۔اور مشرکوں کو چار ماہ ملک میں چلنے پھرنے کی اجازت دے دی۔

سوال2:﴿ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ ﴾ "چنانچہ اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔" اس اعلامیے میں مشرکین کو کیا راستہ بتایا گیا تھا؟

جواب:(1) ﴿ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ ﴾ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمای: اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے لیے بہتر ہے یعنی شرک کو چھوڑتے ہو تو تمہارے لیے زیادہ نفع مند ہے۔(2) ﴿ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ ﴾ تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے دنیا میں تم اپنی جانوں، مالوں اور اولادوں کو بچا لو گے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے نجات دلا کر جنت میں داخل کریں گے۔(البحر محیط:370/5) (3) ﴿ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ ﴾ "اور اگر تم منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔" اگر منہ پھیرتے ہو تو تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔یعنی تم اللہ تعالیٰ سے نہیں بھاگ سکتے تم اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہو۔(4) اور اگر تم ایمان اور اسلام سے منہ موڑتے ہو۔ (تفسیر منیر:450/5) (5) مہلت کے عرصے میں اسلام ترغیب دے رہا ہے کہ مشرک لوٹ آئیں شرک چھوڑ کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئیں۔(6) اللہ تعالیٰ سرکشی کے انجام سے خبر دار کرتے ہیں اور انہیں مایوس کرتے ہیں کہ سرکشی کا فائدہ نہ ہو گا۔تم اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہو وہ تم پر اپنے مومن بندوں کو مسلط کر سکتا ہے۔(7) قتل سے امان دینے کا مقصد کہ وہ غور وفکر کریں، احتیاط کریں اور جان لیں کہ اس کے بعد صرف تلوار ہے اور تاکہ وہ مسلمانوں کی قوت کو جان لیں۔(تفسیر قاسمی:126/8)

سوال3:﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمِ ۙ۝۳ ﴾ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا انہیں آپ دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:”اور جن لوگوں نے کفر کیا انہیں آپ دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔“یعنی دنیامیں قید، جلاوطنی اور قتل کی صورت میں انہیں عذاب دیا جائے گا اور آخرت میں جہنم کی آگ اور رسواکن عذاب دیاجائے گا۔رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اے نبی ﷺ آپ انہیں کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگو گے تووہ تمہیں رسواکن عذاب دے گا۔

﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـًٔا وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۝۴ ﴾

”مگر مشرکوں میں سے جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کیا، پھر انہوں نے عہد میں تم سے کچھ بھی کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف انہوں نے کسی کی مدد بھی نہیں کی تو ان کے ساتھ ان کا معاہدہ ان کی مدت تک پورا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔“ (4)

سوال1:﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـًٔا وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۝۴ ﴾ ”مگر مشرکوں میں سے جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کیا، پھر انہوں نے عہد میں تم سے کچھ بھی کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف انہوں نے کسی کی مدد بھی نہیں کی تو ان کے ساتھ ان کا معاہدہ ان کی مدت تک پورا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾ مگر مشرکوں میں سے جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کیا۔جو مشرک اپنے عہد پر قائم ہیں۔(2) ﴿ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـًٔا ﴾ ”پھر انہوں نے عہد میں تم سے کچھ بھی کمی نہیں کی۔“ جنہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو معاہدے کی خلاف ورزی کا باعث ہے۔ جنہوں نے معاہدے میں کوتاہی نہیں کی۔(3) ﴿ وَّ لَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا ﴾ ”اور تمہارے خلاف انہوں نے کسی کی مدد بھی نہیں کی۔“ جنہوں نے تمہارے خلاف کسی کی مدد نہیں کی۔(4) ﴿ فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ ﴾ ”تو ان کے ساتھ ان کا معاہدہ ان کی مدت تک پورا کرو۔“ان لوگوں کے معاہدے کو اس کی مقررہ مدت تک پورا کرو خواہ یہ مدت کم ہو یا زیادہ۔(5) اسلام معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے، خیانت کی اجازت نہیں دیتا۔(6) ﴿ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۝۴ ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔“(الف) جو لوگ اس سے بچے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا، انہوں نے عہد کو پورا کیا اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے۔(فتح القدیر:2/ 424)(ب) وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کی اور خیانت، شرک اور دیگر گناہوں سے بچے اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے۔

سوال2: کن لوگوں سے معاہدے پورے کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: بنی بکر کی ایک شاخ بنو خزیمہ جنہوں نے حدیبیہ میں قریش اور اس کے حلیفوں کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اسے قائم رکھا اور بنو خزاعہ کے خلاف لشکر کشی میں شامل نہ ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی دشمن کی مدد نہ کی نبی ﷺ نے ان کے ساتھ عہد کو مدّت تک پورا کرنے کا حکم دیا۔

سوال3: اسلام نے یہ استثنائی دفعہ کیوں رکھی ہے؟

جواب: اسلام نے یہ دفعہ اس لیے رکھی ہے کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کی ہے ان کے ساتھ وفاداری کی جائے۔

سوال 3: ﴿ فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ ﴾ "تو ان کے ساتھ ان کا معاہدہ ان کی مدت تک پورا کرو۔" اسلام نے عہد پورا کرنے والوں کی مہلت کو چار مہینوں تک محدود کیوں نہ کیا؟

جواب: اسلام نے عہد پورا کرنے والوں کی مہلت کو چار مہینے تک اس لیے محدود نہیں کیا کہ۔(1) انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئے گئے عہد کو نہیں توڑا تھا۔(2) انہوں نے مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد نہیں کی تھی۔

سوال 4: طویل المدّت پالیسی کا مقصد کیا تھا؟

جواب: معاہدات پورا کرنے والوں کے لیے طویل المدّت پالیسی دی گئی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ جزیرۃ العرب کو مشرکین سے پاک کر دیا جائے۔

سوال 5: طویل المدّت پالیسی کا نتیجہ کیا نکلا؟

جواب: (1) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں کو اس آیت کے ذریعے مستثنیٰ کیا گیا وہ عہد کی مدّت ختم ہونے سے پہلے مسلمان ہو گئے۔(2) جن کو چار ماہ کی مہلت دی گئی انہوں نے بھی چلنے پھرنے اور جلاوطنی کی بجائے اسلام قبول کر لیا۔

سوال 6: ایفائے عہد کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟

جواب: ایفائے عہد تقویٰ کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو پسند کرتے ہیں۔

﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

" چنانچہ جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو تم مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور ان کو پکڑو اور ان کو گھیر و اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"(5)

سوال 1: ﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ ﴾ "چنانچہ جب حرمت والے مہینے نکل جائیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: جب وہ حرام مہینے گزر جائیں جس میں مشرکوں کو امان دی گئی تھی۔(ایسر التفاسیر: 1/536) اس سے اصطلاحی حرام مہینے مراد نہیں بلکہ وہ چار مہینے ہیں جن کا آغاز 10 ذوالحجہ سے اعلامیہ کے دن سے ہوا اور 10 ربیع الآخر تک مہلت دی گئی۔

سوال 2: ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ﴾ "تو تم مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو" کی وضاحت کریں؟

جواب: "تو تم مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔" ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان مہینوں سے وہ مہینے مراد ہیں جن میں مشرکوں کو امان دی گئی تھی کہ وہ چار ماہ تک ملک میں چل پھر لیں پھر جب یہ مہینے گزر جائیں تو پھر جہاں کہیں مشرکوں کو پاؤ قتل کر دو یا گرفتار کر لو۔ یہ حکم عام ہے حرم اور غیر حرم دونوں کو شامل ہے۔(مختصر ابن کثیر: 1/703)

سوال 3: ﴿ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ ﴾ "اور ان کو پکڑو اور ان کو گھیر و۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَخُذُوْهُمْ ﴾ "اور ان کو پکڑو" اور ان کو قیدی بناؤ۔(2) ﴿ وَاحْصُرُوْهُمْ ﴾ "اور ان کو گھیر و" یعنی ان پر زمین تنگ کر دو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر رہنے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ وہ زمین کا خالق ہے، مالک ہے اور کافر اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں وہ

اپنے رب کے خلاف اوراس کے رسول کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔وہ تو ایک بالشت زمین کا بھی حق نہیں رکھتے۔وہ چاہتے ہیں کہ زمین سے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے طریقہ زندگی کو،اس دین کو ختم کر دیں۔اس لیے انہیں اس زمین پر جسے اللہ تعالیٰ نے عبادت گاہ بنایاہے،اس طرح نہ چھوڑو کہ وہ کھلے عام جو چاہیں کرتے پھریں۔

سوال4:﴿وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ﴾ ”اوران کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔“کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیاہے کہ ہر گھات کی جگہ میں ان کے لیے بیٹھو۔کوئی راستہ نہ چھوڑو جہاں سے وہ گزرتے ہیں ،کوئی طریقہ نہ چھوڑو جس کو اختیار کر کے تم ان کی کوششوں کو کند کر سکتے ہو ان کے خلاف پوری کوشش صرف کر دو۔اس راستے میں تاک لگا کر بیٹھو اور ان کے خلاف جہاد کرتے رہو جب تک وہ اپنے شرک سے توبہ نہ کر لیں۔(4)ابن زید نے کہا کہ انہیں شہروں میں چلنے پھرنے اور تجارت کرنے کے لیے نہ چھوڑو۔(ابن ابی حاتم:6/1753) (5)اس آیت کو آیت سیف کہا جاتا ہے جس کے بارے میں وارد ہے کہ اس آیت سے تمام معاہدے اور ان کی مدتیں ختم ہو گئیں۔(مختصر ابن کثیر:1/703)

سوال5:اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدّت معاہدہ کے اختتام پر کیا کرنے کا حکم دیا؟

جواب:(1)جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کریں گے۔(2)جہاں پائیں گے پکڑیں گے۔(3)مشرکین کو گھیریں گے اور ہر گھات میں خبر لینے کے لیے بیٹھیں گے۔(4)اگر مشرکین توبہ کر کے نماز قائم کریں گے،زکوٰۃ دیں تو انہیں چھوڑ دیں گے۔

سوال6:مشرکین کے خلاف کوئی ایکشن کہ ”جہاں بھی ملیں قتل کر دیں یا قید کر لیں“کس مقصد کے لیے تھا؟

جواب:(1)مشرکین کے خلاف ایکشن انہیں ختم کرنے کے لئے نہیں شرک کو ختم کرنے کے لیے تھا۔اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام قبول کر لیں اسی لیے کہا گیا کہ اگر وہ سچے دل سے اسلام اور اسلامی شعائر کو قبول کر لیں تو ان سے ہاتھ کھینچ لو۔(2)اسلام کی جنگ نسلیں ختم کرنے کے لئے نہیں بلکہ ہدایت کی ایک مہم ہے۔

سوال7:﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ﴾ ”پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔“کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاِنْ تَابُوْا﴾ پھر اگر وہ اپنے شرک سے توبہ کر لیں۔(2)یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئیں۔(ایسر التفاسیر:536) (3)ان کی توبہ سے مراد بتوں اور ان کی عبادت کو چھوڑ دینا ہے۔(ابن ابی حاتم:6/1753) (4) ﴿وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ اور نماز قائم کریں یعنی ارکان اسلام میں سے عظیم رکن کو پورا کریں۔(فتح القدیر:2/423) (5)یعنی نماز کو اس کے آداب و شرائط،ارکان اور دل کی حاضری کے ساتھ ادا کریں۔(6) ﴿وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ اور زکوٰۃ ادا کریں یعنی مالی عبادت بھی کریں۔(6)ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:« أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ الله وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ الله ، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّى دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلاَّ بِحَقِّ الإِسْلاَمِ ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى الله » ”مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جب تک کہ وہ توحید اور رسالت کا اقرار نہ کر لیں اور نماز اور زکوٰۃ کے پابند نہ ہو جائیں پھر جب وہ ایسا کریں تو مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال بچا لیں گے اس کا حساب اللہ پر ہے۔“(بخاری،مسلم) (8)مشرکوں کے اسلام کے لیے تین امور کو شرط قرار دیا گیا۔زبان سے شہادتیں جس سے غیر اللہ کی عبادت چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا ممکن ہوتا ہے ان سارے معاملات میں جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے

پہنچے اور دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرنا جو معاشرے میں مسلمانوں کے درمیان دینی رابطے کا ذریعہ ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا جو اسلامی معاشرے کے مالی نظام کے احترام کی دلیل ہے۔(تفسیر منیر:5/413) (9)سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے بارے میں کہا تھا میں اس میں فرق نہیں کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا۔ میں ضرور ان سے جنگ کروں گا جنہوں نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا ہے۔ بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائیں وہ کس قدر سمجھ رکھنے والے تھے۔(تفسیر منیر: 5/ 455) (10) اس آیت یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ خواہ کوئی مسلمان موروثی مسلمان ہو یا نو مسلم اگر وہ نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو ایک اسلامی حکومت میں اسے حقوق شہریت مل سکتے ہیں اور اگر نہیں تو اسے مسلمانوں جیسے حقوق نہیں مل سکتے۔(تیسیر القرآن: 2/ 180) (11) ﴿فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ﴾ ”تو ان کا راستہ چھوڑ دو“ یعنی انہیں چھوڑ دو اور ان کو نہ پکڑو نہ گھیرو اور نہ انہیں قتل کرو۔ (12) انہیں چھوڑ دو اب وہ تمہاری طرح ہیں۔ ان کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے تمہارے حقوق ہیں اور ان کے بھی وہی فرائض ہیں جو تمہارے فرائض ہیں۔

سوال 8: ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ کی حفاظت کریں؟

جواب: (1) یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے اسلام کے بعد ان کی مغفرت فرمائے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ (2) قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“ وہ کثیر اور کبیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ رحیم ہے یعنی اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔(ابن ابی حاتم:6/1755) (3) یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ توبہ کرنے والوں کا شرک اور ان کے دیگر کم تر گناہ بخش دیتا ہے۔ انہیں توبہ کی توفیق بخش کر اور پھر اس توبہ کو قبول کر کے انہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیتا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی نماز قائم کرنے یا زکوٰۃ ادا کرنے سے رکے گا، اس کے خلاف اس وقت تک جنگ کی جائے گی جب تک کہ وہ نماز قائم نہیں کرتا اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ جیسا کہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا تھا۔(تفسیر سعدی:1/1014)

﴿وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۶﴾

”اور مشرکوں میں سے کوئی اگر تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ تک پہنچا دو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔“(6)

سوال 1: ﴿وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ ”اور مشرکوں میں سے کوئی اگر تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دو حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے۔“ کی حفاظت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ﴾ اور مشرکوں میں سے کوئی اگر تم سے پناہ مانگے۔“ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ ﷺ کی حمایت اور مدد چاہے یعنی وہ چاہے کہ آپ ﷺ اس کو نقصان سے بچا لیں۔ (2) ﴿فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ ”تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے۔“ تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام یعنی قرآن سن لے اور اس پر غور و فکر کرے اور معاملے کی حقیقت کا اسے علم ہو جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے پھر اگر وہ اسلام لے آئے تو اس کے لیے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے

ہیں اور اگر وہ انکار کرے تو پھر اسے امن کی جگہ اس کے گھر پہنچادیں پھر چاہو تو اس سے جنگ کرو۔(تفسیر قاسمی:8/137) (3)یعنی اگر کوئی مشرک اس چار ماہ کی معینہ مدت کے اندر یا بعد میں پکڑ دھکڑ کے دوران یہ درخواست کرے کہ مجھ اسلام کی تعلیم پوری طرح سمجھادو،تو اس کی اس درخواست کو رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو اپنے ہاں پناہ دو تاکہ کوئی دوسرا مسلمان بھی اس سے معترض نہ کرے۔ پھر اسے اسلام کے اصول وارکان اور اس کے حقائق پوری طرح سمجھادو۔ پھر بھی اگر وہ اسلام نہیں لاتا اور معاندانہ روش اختیار کرتا ہے تو وہیں اس کو قتل نہ کرو بلکہ اس کو اس کی حفاظت کی جگہ پہنچادو۔ پھر اس کے بعد تم اس سے وہی سلوک کرسکتے ہو جو دوسرے مشرکوں سے کرنا چاہیے۔ یہ رعایت اس لیے دی گئی کہ کسی مشرک کے لیے اتمام حجت کا عذر باقی نہ رہے۔(تیسیر القرآن:2/180) (4) حسن نے کہا کہ یہ آیت محکم ہے اور قیامت تک کے لیے سنت ہے۔(تفسیر ثعالبی:146) (5)پناہ یا امان بھی دراصل ایفائے عہد کی ایک قسم ہے جس میں پناہ لینے کا یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ اس کی جان ومال کی دشمن سے حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اور وہ خود بھی کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے گا۔ مسلمانوں کا اس قسم کا ایفائے عہد یا امان کی پاسداری اس قدر زبان زدعام تھا کہ دشمن نے بعض دفعہ مسلمانوں کی کسی واقعہ سے لاعلمی سے فائدہ اٹھاکر امان حاصل کی اور عظیم فائدے حاصل کیے۔ مسلمان جو پناہ دے چکے تھے یہ جاننے کے باوجود کی یہ امان مکروفریب سے حاصل کی گئی ہے اپنا نقصان اٹھاکر بھی اس عہد کو پورا کیا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اگر صرف ایک مسلمان خواہ وہ آزاد ہو یا غلام یا عورت ہو کسی کو پناہ دے دے تو وہ تمام مسلمانوں کی طرف امان سمجھی جائے گی۔ چنانچہ خوزستان (ایران) کی فتوحات کے سلسلہ میں ایک مقام شابور کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ایک دن شہر والوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور اطمینان سے اپنے کام کاج میں لگ گئے۔ مسلمانوں کو اس بات پر حیرت ہوئی۔ سبب پوچھا تو شہر والوں نے کہا کہ تم ہم کو جزیہ کی شرط پر امان دے چکے ہو۔ اب کیا جھگڑا رہا(واضح رہے کہ جزیہ کی شرط پر امان کا اصل وقت جنگ شروع ہونے سے پہلے ہے۔ دوران جنگ یا فتح کے بعد نہیں)سب کو حیرت تھی کہ امان کس نے دی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک غلام نے لوگوں سے چھپ کر امن کا رقعہ لکھ دیا ہے۔ ابوموسیٰ اسلامی سپہ سالار نے کہا کہ ایک غلام کی امان حجت نہیں ہوسکتی۔ شہر والے کہتے تھے کہ ہم آزاد غلام نہیں جانتے۔ آخر سیدنا عمرؓ کو خط لکھا گیا۔ آپؓ نے جواب دیا:"مسلمانوں کا غلام بھی مسلمان ہے اور جس کو اس نے امان دی سارے امان دے چکے۔"(الفاروق: ص231) (6) فتح مکہ کے موقعہ پر ام ہانی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں۔ اس وقت آپ ﷺ پس پردہ غسل فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا"کون ہے؟"ام ہانی کہنے لگیں:"میں ام ہانی ہوں۔" پھر ام ہانی نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ! میری ماں کے لڑکے (علی رضی اللہ عنہ) یہ کہتے ہیں کہ وہ ہبیرہ(ام ہانی کے خاوند کا نام) کے لڑکے کو قتل کردیں گے جب کہ میں ان کو پناہ دے چکی ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: جس کو تم نے پناہ دی ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔(صحیح بخاری کتاب الغسل) (7)حاکم نے کہا: یہ آیت دلیل ہے کہ کافر کا اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کے لیے مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ (تفسیر قاسمی:8/138)

سوال2: اللہ تعالیٰ جنگ کے دوران بھی مشرکوں کو کلام اللہ سنانے اور امن کی جگہ پہنچانے کا حکم دیتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ دوران جنگ مشرکوں کو کلام اللہ سنانے اور امن کی جگہ پہنچانے کا اس لیے حکم دیتے ہیں کہ ہر شخص ہدایت پاجائے۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں کے دلوں کو اسلام اور ہدایت کے لیے کھولنا چاہتے ہیں۔

سوال3: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ "یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناوہ لوگ علم نہیں رکھتے۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:کافروں کو قرآن سنانے کا حکم دیا گیا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو مسلمانوں جیسے حقوق پائیں اور اگر قبول نہ کریں تو ان کے ٹھکانے تک پہنچادیں۔اس کا سبب یہ ہے کہ وہ علم نہیں رکھتے۔بعض اوقات کافر اپنی لاعلمی کی وجہ سے کفر پر قائم رہتے ہیں جب وہ حق کو جان لیتے ہیں تو اسلام قبول کرلیتے ہیں۔

سوال3:مشرکین کے لئے دار الاسلام کی پناہ گاہ اسلام کے کس مقام کو ظاہر کرتی ہے؟

جواب:مشرکین اسلام کے دشمن ہیں اور کوئی دشمن اسلام کی طرف آنا چاہے تو اسلام مسلمانوں کو مشرکین کا محافظ بنادیتا ہے تاکہ ان کے دلوں تک اسلام پہنچ جائے۔یہ اسلامی رواداری کا اعلیٰ مقام ہے۔

رکوع نمبر8

﴿ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾

”ان مشرکوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر وہ لوگ جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ تمہارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم بھی ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔(7)

سوال1:﴿ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ ﴾ ”ان مشرکوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیسے ہو سکتا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کو واضح فرمایا ہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہوں۔

(2) ﴿ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ ﴾ ”ان مشرکوں کا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیسے ہو سکتا ہے۔“ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ نہیں کی، کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے خلاف باطل کی مدد نہیں کی، کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو اذیتیں نہیں دیں، کیا انہوں نے زمین میں فساد پھیلا کر خود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بری الذمہ ہونے کے اسباب مہیا نہیں کیے۔اب ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں کوئی عہد کیسے ہو سکتا ہے۔مشرکوں کے لیے کوئی عہد کیسے ہو سکتا ہے جب کہ مومنوں پر واجب ہے کہ انہیں جہاں چاہیں قتل کریں سوائے ان کے جن کے ساتھ مسجد حرام کے پاس عہد کیا گیا۔(جامع البیان:164/7)

سوال2:مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی عہد کیوں نہیں ہو سکتا؟

جواب:(1) مشرک ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔(2)مشرک اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے دشمنی رکھتے ہیں پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا جاسکے۔(3)مشرک محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔

سوال3:﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ ﴾ ”مگر وہ لوگ جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ ﴾ ”مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔“مشرکوں میں سے جن کے ساتھ آپ ﷺ نے معاہدہ کیا۔(2) ﴿ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ ﴾ ”مسجد حرام کے پاس“اس عہد میں مسجد حرام کی حرمت کی رعایت رکھنے کا حکم ہے اس لیے کہ وہ فضیلت والی جگہ ہے۔اس کے پاس جو معاہدہ کیا تھا وہ پورا کیا جائے گا۔

سوال4: مشرکین کے ساتھ کوئی معاہدات نہیں ہوسکتے تو پھر ان کے ساتھ معاہدات کی اجازت کیوں دی گئی؟
جواب:(1) مشرکین کے ساتھ جتنے معاہدات ہوئے وہ عبوری مدّت کے لیے تھے۔(2) مشرکین کے ساتھ معاہدات اپنے وقت کے لحاظ سے جنگ کی ضرورت تھے۔(3) اسلام نے آخری ہدف کا اعلان کیا تو فقط ان سے معاہدے برقرار رہے جو غیر جانب دار تھے۔(4) غیر جانب دار لوگوں کے معاہدے کی مدّت کے بعد مشرکین کے سامنے دو صورتیں رکھی گئیں اسلام لائیں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔
سوال5: ﴿فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ "چنانچہ وہ تمہارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم بھی ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ﴾ "چنانچہ وہ تمہارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم بھی ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔" جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تو تم بھی اپنے معاہدے پر قائم رہو وہ تمہارے حقوق کی رعایت رکھیں تو ان کے معاہدے پر قائم رہیں۔(تفسیر قاسمی:8/139) (2) رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لا کر مطمئن ہو چکے تو ایک مسلمان جسے مدینہ میں اذیتیں دی جارہی تھیں چھوٹ کر بھاگ آیا ان کا نام ابو بصیر رضی اللہ عنہ تھا وہ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے تھے اور قریش کے حلیف تھے قریش نے ان کی واپسی کے لیے دو آدمی بھیجے اور یہ کہلوایا کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان جو عہد پیمان ہے اس کی تعمیل کیجیے نبی ﷺ نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کے حوالے کر دیا۔(الرحیق المختوم:473) (3) بئر معونہ کے حادثہ میں 70 میں سے ایک شخص عمرو بن امیہ بچ نکلے لیکن بعد میں گرفتار ہو گئے عامر بن طفیل جس نے ان قاریوں کو شہید کروایا تھا۔ نے عمرو بن امیہ کو دیکھ کر کہا: "میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی لہٰذا میں یہ منت پوری کرنے کے خاطر عمرو بن امیہ کو آزاد کرتا ہوں۔" عمرو بن امیہ وہاں سے چلے تو اسی قاتل قبیلہ کے دو آدمی مل گئے جنہیں آپ نے قتل کر دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان ہی دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ امان دے چکے تھے جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا۔ اب حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ بنو عامر کی غداری کی بنا پر ان کو جتنی بھی سختی برتی جاسکے برتی جائے مگر آپ ﷺ نے اپنے عہد کا لحاظ رکھتے ہوئے خون بہا ادا کر دیا۔(البدایہ والنہایہ:4/473) (4) صلح حدیبیہ کا معاہدہ ابھی لکھا ہی جارہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیاں گھسیٹتے آپہنچے انہوں نے یہاں پہنچ کر اپنے آپ کو مسلمانوں میں ڈال دیا سہیل نے کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں آپ سے معاملہ کرتا ہوں کہ آپ ﷺ اسے واپس بھیج دیں نبی ﷺ نے فرمایا: ابھی تو ہم نے نوشتہ مکمل نہیں کیا اس نے کہا تب میں آپ ﷺ سے کسی بات پہ صلح کا کوئی معاملہ ہی نہیں کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اچھا تو تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ کی خاطر نہیں چھوڑ سکتا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ زور زور سے چیخ کر کہنے لگے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا کہ وہ مجھے میرے دین کے متعلق فتنے میں ڈالیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو جندل رضی اللہ عنہ صبر کرو اور اسے باعث ثواب سمجھو اللہ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ جو دوسرے کمزور مسلمان ہیں ان سب کے لیے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا ہم نے قریش سے صلح کر لی اور ہم نے ان کو اور انہوں نے ہم کو اس پر اللہ تعالیٰ کا عہد دے رکھا ہے اس لیے ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔(الرحیق المختوم:467) (5) آپ ﷺ کے ایفائے عہد کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ دشمن بھی آپ ﷺ کی اس خوبی کا برملا اعتراف کرتے تھے۔ جنگ احزاب کے واقعہ پر یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے بنو قریظہ کے

سردار کعب بن اسد اس کو عہد شکنی پر مجبور کیا تو کعب نے اسے کہا: "إني لم ارمن محمد إلا صدقا ووفاء" (میں نے ہمیشہ محمد ﷺ کو سچا اور عہد کو پورا کرنے والا دیکھا ہے۔) (طبری) (6) ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔" تقویٰ کی وجہ سے ہی معاہدے پورے ہوسکتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کو پسند کرتا ہے جو اپنے عہد پورے کرتے ہیں۔

﴿ كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ﴾

"کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ وہ اگر تم پر قابو پائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد کا، وہ اپنے مونہوں سے تمہیں خوش کرتے ہیں اور دل ان کے انکار کرتے ہیں اور ان کے اکثر فاسق ہیں۔" (8)

سوال 1: ﴿ كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ ﴾ "کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ وہ اگر تم پر قابو پائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد کا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) "کیسے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں مشرکوں کے لیے کیسے کوئی معاہدہ ہو سکتا ہے۔ (2) ﴿ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ ﴾ "حالانکہ وہ اگر تم پر قابو پائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد کا۔" اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے معاہدہ نہ ہوسکنے کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ ان کے ساتھ کیسے معاہدہ ہو سکتا ہے جب انہیں تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ کسی معاہدے کا یا رشتہ داری کا پاس لحاظ نہیں رکھیں گے۔ وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہیں برے عذاب دیں گے اور تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈریں گے۔ (3) ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ﴿ اِلًّا ﴾ کے معنی قرابت اور ﴿ ذِمَّةً ؕ ﴾ کے معنی عہد کے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 220) (4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لیے بھیجی انھیں قاری کہا جاتا تھا راستے میں بنو سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان نے ایک کنویں کے قریب ان کے ساتھ مزاحمت کی یہ کنواں بئر معونہ کے نام کے ساتھ مشہور تھا۔ صحابہ نے ان سے کہا خدا کی قسم ہم تمھارے ساتھ یہاں لڑنے نہیں آئے بلکہ ہمیں تو رسول اللہ کی طرف سے ایک ضرورت پر یہاں مامور کیا گیا ہے لیکن کفار کے ان قبیلوں نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا اس کے بعد نبی ﷺ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں ان پر بد دعا کرتے رہے۔ (صحیح بخاری: 4088) (5) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عیاش بن ربیعہ اور ہشام بن وائل نے آپس میں طے کیا کہ فلاں جگہ صبح صبح اکٹھے ہو کر وہیں سے مدینہ کو ہجرت کی جائے گی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور عیاش رضی اللہ عنہ تو وقت مقررہ پر آگئے لیکن ہشام رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا گیا۔ پھر جب یہ دونوں حضرات مدینہ پہنچ کر قبا میں اتر چکے تو عیاش رضی اللہ عنہ کے پاس ابو جہل اور اس کا بھائی حارث پہنچے۔ تینوں کی ماں ایک تھی۔ ان دونوں نے عیاش سے کہا: تمہاری ماں نے نذر مانی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہ لے گی سر میں کنگھی نہ کرے گی اور دھوپ چھوڑ کر سائے میں نہ آئے گی۔" یہ سن کر عیاش کو اپنی ماں پر ترس آگیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت دیکھ کر عیاش رضی اللہ عنہ کہا: عیاش رضی اللہ عنہ! دیکھو خدا کی قسم یہ لوگ تم کو محض تمہارے دین سے فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں لہذا ان سے ہوشیار رہو خدا کی قسم اگر تمہاری ماں کو جوئوں نے اذیت پہنچائی تو وہ کنگھی کرلے گی اور اسے مکہ کی ذرا کڑی دھوپ لگی تو وہ سائے میں چلی جائے گی، مگر عیاش رضی اللہ عنہ نہ مانے انہوں نے اپنی ماں کی قسم پوری کرنے کے لیے ان دونوں کے ہمراہ نکلنے کا فیصلہ

کر لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا!" اچھا جب یہی کرنے پر آمادہ ہو تو میری یہ اونٹنی لے لو۔ یہ بڑی عمدہ اور تیز رو ہے۔ اس کی پیٹھ نہ چھوڑنا اور لوگوں کی طرف سے کوئی مشکوک حرکت ہو تو نکل بھاگنا۔" عیاش رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار ان دونوں کے ہمراہ نکل پڑے۔ راستے میں ایک جگہ ابو جہل نے کہا:"بھئی میرا اونٹ تو بڑا سخت نکلا' کیوں نہ تم مجھے بھی اپنی اس اونٹنی پر پیچھے بٹھالو۔" عیاش رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے اور اس کے بعد اونٹنی بٹھا دی۔ ان دونوں نے بھی اپنی اپنی سواریاں بٹھائیں تاکہ ابو جہل عیاش رضی اللہ عنہ کی اونٹنی پر پلٹ آئے' لیکن جب تینوں زمین پر آگئے تو یہ دونوں اچانک عیاش رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور انہیں رسی سے جکڑ کر باندھ دیا اور اس بندھی ہوئی حالت میں دن کے وقت مکہ لائے اور کہا اے اہل مکہ اپنے بیوقوفوں کے ساتھ ایسا ہی کرو کہ جیسا ہم نے اپنے بیوقوف کے ساتھ کیا ہے۔ (الرحیق المختوم:220)

سوال 2: معاشرتی زندگی میں تعلقات کی کون سی بنیادیں ہوتی ہیں؟

جواب: (1) رحم کے رشتے جن کے حقوق کا لحاظ انسان رشتہ داری کی بنیاد پر رکھتے ہیں۔ (2) قول و قرار جس کی بنیاد پر انسان دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔

سوال 3: انسان دوسروں کا لحاظ پاس کیسے بھول جاتا ہے؟

جواب: انسان پر جب دنیا کا مفاد اور مصلحتیں غالب ہوں تو وہ لحاظ نہیں کرتا، حد سے گزر جاتا ہے۔

سوال 4: مشرکین سے معاہدات کو کیوں ختم کیا گیا؟

جواب: مشرک اس وقت معاہدہ کرتے ہیں جب تم سے مقابلے میں عاجز ہو جائیں۔ اگر وہ غلبہ پالیں تو ایسا سلوک کریں جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اپنی ذمہ داری کا لحاظ رکھتے ہیں نہ کسی عہد اور رشتہ داری کا، ان کے دل میں تمہارے خلاف بغض بھرا ہوا ہے، وہ تم پر ظلم زیادتی میں ہر حد پار کر سکتے ہیں۔ وہ عہد پر قائم نہیں رہ سکتے کیونکہ ان میں نہ وفاداری ہے نہ محبت۔

سوال 5: ﴿يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ﴾ "وہ اپنے مونہوں سے تمہیں خوش کرتے ہیں اور دل ان کے انکار کرتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: مشرک اپنی لچھے دار گفتگو سے، اپنے منہ سے تمہیں خوش کرتے ہیں اور ان کے دل تمہاری محبت سے خالی ہیں۔ ان کے دل تمہاری نفرت، دشمنی اور بغض سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ تمہارے حقیقی دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مشرکوں سے عداوت کا اظہار کرنے کے لیے تیار کر رہے ہیں تاکہ وہ ان سے معاہدات منقطع کریں۔

سوال 6: ﴿وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۚ﴾ "اور ان کے اکثر فاسق ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ان میں سے اکثر فاسق ہیں بد عہد ہیں۔ (2) ہر کافر فاسق ہے لیکن یہاں برائی کا اظہار کرنے والے اور عہد توڑنے والے لوگ مراد ہیں۔ (قرطبی:4/15)

سوال 7: فاسق کون ہے؟

جواب: (1) جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت قبول کر لیتا ہے۔ (2) معاہدات پورے نہیں کرتا۔ (3) اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتا ہے۔ (4) اللہ والوں سے انتقام لیتا ہے۔

﴿اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

"انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے بہت تھوڑی قیمت خرید لی ہے، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔ یقیناً بہت برا ہے جو وہ عمل کرتے رہے ہیں۔" (9)

سوال 1: ﴿اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ "انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے بہت تھوڑی قیمت خرید لی ہے۔" اللہ تعالیٰ کی آیات کے عوض تھوڑی قیمت قبول کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے دنیا کے مفادات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو پس پشت ڈالنا۔ ان پر ایمان لا کر عمل کرنے کی بجائے دنیا کے تھوڑے سے فائدے کو ترجیح دینا۔

سوال 2: ﴿فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ﴾ "پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے راستے سے وہ خود رکتے ہیں اور دوسروں کو روکتے ہیں۔ (2) یہ وہ لوگ ہیں جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور اہل اسلام کے خلاف بغض چھپا ہوا ہے۔

سوال 3: ﴿اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹﴾ "یقیناً بہت بُرا ہے جو وہ عمل کرتے رہے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: مشرکوں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے قابل مذمت قرار دیا ہے، جو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے خود رکتے اور دوسروں کو روکتے ہیں۔

﴿لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝۱۰﴾

"کسی مومن کے بارے میں نہ وہ کسی قرابت داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔"

سوال 1: ﴿لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ﴾ "کسی مومن کے بارے میں نہ وہ کسی قرابت داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: اہل ایمان سے دشمنی اور بغض کی وجہ سے مشرک کسی قرابت داری کا کسی معاہدے کی ذمہ داری کا لحاظ نہیں کرتے۔ وہ مومنوں سے ان کے ایمان کی وجہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اس لیے دین کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اور اپنے دین کا دفاع کرو دوستی اور دشمنی اپنی پسند ناپسند کے مطابق نہیں دین کی بنیاد پر کرو۔

سوال 2: قرابت داری اور معاہدے کی ذمہ داری کا کون لوگ لحاظ نہیں رکھتے؟

جواب: (1) وہ لوگ قرابت داری اور معاہدے کی ذمہ داری کا لحاظ نہیں رکھتے جن لوگوں کے اندر زیادتی کی صفت رچ بس جاتی ہے۔ (2) ایمان کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ (3) جنہیں غلبہ مل جائے ایمان والوں پر وار کرنے سے گریز نہیں کرتے۔

سوال 3: ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝۱۰﴾ "اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یعنی جو لوگ ظلم کی انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 8/141) (2) جو معاہدے توڑ کر حلال سے تجاوز کر کے حرام تک پہنچ جاتے ہیں۔ (قرطبی: 4/16)

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۱۱﴾

"چنانچہ اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔" (11)

سوال 1:﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ ﴾ ”چنانچہ اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاِنْ تَابُوْا﴾ پھر اگر وہ شرک سے توبہ کریں اور اسلام کے احکامات کی پابندی کریں۔(تفسیر قرطبی:16/4)

(2) ﴿ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ ﴾ ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز اور زکوٰۃ کو اکھٹے فرض کیا گیا ان دونوں میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی اور نماز کی زکوٰۃ کر بغیر قبولیت کا انکار کیا اور کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کیا سمجھ تھی اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔(جامع البیان:16444) (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوگئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہوگئے(اور کچھ نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا)تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی موجودگی میں کیونکر جنگ کر سکتے ہیں ”مجھے حکم ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے دیں اور جو شخص اس کی شہادت دے دے تو میری طرف سے اس کی جان و مال محفوظ ہے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قسم اللہ کی میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے خدا کی قسم اگر انھوں نے زکوٰۃ میں چار مہینے کی بکری کے بچے کو دینے سے انکار کیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا یہ بات اس کا نتیجہ تھی کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور بعد میں میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔(صحیح بخاری:1399,1400) (4) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے پس جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی(قابل اعتبار) نہیں۔(مظہری:130) (5) ﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ﴾ ”تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔“یعنی توبہ کرنے کے بعد جب وہ ایمان کی طرف لوٹ آئیں اور نماز اور زکوٰۃ کو قائم کریں اور مشرک ہوتے ہوئے جو دشمنی تھی اسے بھول جائیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں بے شک مسلمانوں میں سے افضل وہ ہے جو اخوت اسلامی کی رعایت کرے۔ یا ارحم الراحمین اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان بندوں میں شامل فرمالینا جو آیات کا علم حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

سوال 2: کوئی شخص ماضی میں خواہ کتنا ہی برا رہا ہو اسلامی برادری کا رکن کیسے بن سکتا ہے؟

جواب:(1) جب توبہ کرلے۔(2) جب نماز قائم کرلے۔(3) جب زکوٰۃ دے تو مسلمانوں کے دینی بھائی ہیں۔

سوال 3:﴿ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ ”اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کی ہیں کیونکہ ان ہی کے ذریعے اسلام اور اس کے احکامات کی معرفت حاصل ہوتی ہے ان آیات کے ذریعے بندے کو اخلاص نصیب ہوتا ہے ان آیات کے ذریعے احکامات کی وضاحت ملتی ہے اور حکمتیں اور فیصلے معلوم ہوتے ہیں۔ ان آیات کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی غلام بن جاتا ہے۔

﴿ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴾

" اور اگر اپنے عہد کے بعد وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ بلاشبہ ان لوگوں کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آجائیں۔(12)

سوال 1: ﴿ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ ﴾ "اور اگر اپنے عہد کے بعد وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ ﴾ اگر وہ اپنے حلف کو توڑ ڈالیں یعنی معاہدے کو توڑ ڈالیں اور تمہارے خلاف تمہارے دشمن کی مدد کریں یا نقصان پہنچائیں۔(2)﴿ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ ﴾ اپنے معاہدے کے بعد یعنی اگر وہ معاہدے پر قائم رہیں تو تم بھی قائم رہو۔(3) ﴿ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ﴾ "اور تمہارے دین میں طعن کریں۔" تمہارے دین میں عیب نکالیں، مذاق اڑائیں یعنی دین اور قرآن مجید میں کسی قسم کا طعنہ دیں۔(4) ﴿ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ ﴾ "تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔" ائمہ کفر سے مراد وہ افراد ہیں جو اپنے قائدانہ مقام کی وجہ سے اسلام کے خلاف اٹھنے والی movement کی قیادت کر رہے ہوں۔(5) فَقَاتِلُوْهُمْ کی بجائے ﴿ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ ﴾ فرمایا۔ اس سے تمام مشرکین قریش مراد ہیں جو پورے عرب کے مشرکوں کے سرغنے بنے ہوئے تھے نہ ایمان قبول کرتے تھے اور نہ دوسروں کو قبول کرنے دیتے تھے اور قبائل عرب نے انہیں اپنا مقتدی بنا رکھا تھا جو اس انتظار میں تھے کہ یہ لوگ مسلمان ہوں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے یا ﴿ اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ﴾ سے قریش کے سردار مراد ہیں جیسے ابو جہل اور سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابو سفیان بن حرب وغیرہ ہم۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی کو اختیار فرمایا۔ وہ فرماتے تھے کہ یہ آیت قریش مکہ کے سرداروں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے نقض عہد بھی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ سے جلاوطن کرنے کا مشورہ بھی دیا جب کہ دارالندوہ میں جمع ہوئے تھے۔ (انوار البیان:2/559) (6) قتادہ نے کہا: ائمہ کفر سے مراد ابو سفیان، ابو جہل، امیہ بن خلف، سہیل بن عمرو، عتبۃ بن ربیعہ ہیں۔ (جامع البیان:16448) (7) یعنی قائدین کفر اور ان سرداروں سے لڑو جو اللہ رحمن کے دین میں طعن و تشنیع کرتے ہیں اور شیطان کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ ان قائدین کفر کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا ہے کیونکہ ان کا جرم بہت بڑا تھا اور دیگر لوگ تو محض ان کے پیروکار تھے اور تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ جو کوئی دین میں طعن و تشنیع کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کو ٹھکرانے کے درپے ہوتا ہے تو اس کا شمار ائمہ کفر میں ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1/1018-1019) (8) اس آیت سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے قتل پر استدلال کیا گیا ہے اور اس کے قتل پر بھی جو اسلام کی برائی اور توہین کرے۔(مختصر ابن کثیر:1/706)

سوال 2: ﴿ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ ﴾ "اور اگر اپنے عہد کے بعد وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔" کفر کے قائدین سے جنگ کرنے کا حکم کس صورت حال میں دیا گیا؟

جواب:(1) کفر کے قائدین سے اس صورت حال میں جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جب وہ اپنے معاہدات توڑ ڈالیں۔(2) جب وہ تمہارے دین میں عیب لگائیں ان دو صورتوں کی موجودگی میں ان سے جنگ کرو ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔

سوال 3: ﴿ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴾ "بلاشبہ ان لوگوں کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آجائیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ ﴾ ”بلاشبہ ان لوگوں کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں۔“یعنی ان کا کوئی معاہدہ نہیں جس کی وہ پاپندی کریں وہ ہمیشہ معاہدہ شکنی کرتے ہیں اس لیے ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔(2) ﴿ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝۱۲ ﴾ ”تاکہ وہ باز آجائیں ہوسکتا ہے وہ دین میں عیب نکالنے سے رک جائیں یا کفر سے رک جائیں اور اسلام قبول کرلیں۔(تفسیر قاسمی:8/142)

﴿ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳ ﴾ (13)

”کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑوگے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور پہلی بار انہوں نے ہی تم سے ابتدا کی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔“ (13)

سوال 1:﴿ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ ﴾ ”کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑوگے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور پہلی بار انہوں نے ہی تم سے ابتدا کی۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ ﴾ ”کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑوگے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا۔“ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کے لیے ترغیب دلائی ہے کہ اے مومنو! تم ان کے خلاف جہاد نہیں کروگے جنہوں نے تمہارے اور اپنے درمیان طے پانے والے معاہدے توڑے، تمہارے دین میں طعن کے لیے اور تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہیں نکالا اور انہوں نے پہلی بار جنگ کا آغاز کیا یعنی بدر کے دن۔(جامع البیان) (2) ﴿ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ ﴾ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کا احترام ان پر فرض تھا۔(3) ﴿ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ ﴾ ”اور پہلی بار انہوں نے ہی تم سے ابتدا کی“ انہوں نے پہلی بار جنگ کا آغاز کیا اور تمہارے دشمنوں کی مدد کی یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب قریش نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف بنو خزاعہ کے خلاف جنگ کی۔

سوال 2: مشرکین کے خلاف مسلمانوں کی جنگ اور جہاد شروع نہ کرنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب سوالیہ انداز میں دیا ہے:﴿ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ ﴾ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟

سوال 3:﴿ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳ ﴾ ”کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَتَخْشَوْنَهُمْ ﴾ ”کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟“ یعنی کیا تم ان سے جنگ کرنے سے ڈرتے ہو۔(2) ﴿ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳ ﴾ ” حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو اور جہاد کو ترک نہ کرو۔(3) مومن اللہ تعالیٰ اپنے رب کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا جیسا کی رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ ﴾ اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔(الاحزاب:39) (4) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھیں ان کو کبھی دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کہ راہ میں پہرہ

دیتے ہوئے رات کاٹی۔(جامع الترمذی:1639) (5)ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کم ہی کسی مجلس سے بغیر اس دعا جو اپنے صحابہ کے لیے کرتے تھے اٹھتے تھے: ”اے اللہ! تو ہم کو اپنا ایسا خوف عطا فرما جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور ایسی اطاعت کی توفیق عنایت فرما جو ہم کو تیری جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین جس سے تو ہماری دنیا کی مصیبتوں کو آسان کر دے اور جب تک تو ہم کو زندہ رکھے تو ہمارے کانوں، آنکھوں اور قوتوں سے ہم کو فائدہ پہنچا اور ہر ایک کو ہمارا وارث بنا دے اور ہمارا انتقام ہم پر ظلم کرنے والوں پر مقرر فرما اور ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور ہمارے دین میں مصیبت نہ ڈالنا اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی فکر مندی کی چیز نہ بنانا اور نہ اسے ہمارا منتہائے علم بنانا اور نہ ایسے شخص کو ہم پر مسلط کرنا جو ہمارے حال پر رحم نہ کرے۔(جامع الترمذی:3502) (7) نفع و نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے اور جب وہ لڑنے کا حکم دے رہا ہے تو تمہیں ضرور لڑنا چاہیے۔(وحیدی)(الحواش:1/ 227) (8) اس سے پیشتر مسلمانوں کو جہاد کی متعدد بار ترغیب دی جا چکی تھی اور مسلمان کئی معرکہ اور جنگیں بھی کر چکے تھے۔ اب اعلان برات کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے پیچھے مظالم یاد دلا دلا کر کافروں سے جنگ کرنے کی جو پر زور ترغیب دی ہے تو اس کی چند وجوہ تھیں مثلاً برات کے وقت بھی مشرکین کی تعداد جزیرۃ العرب میں مسلمانوں سے زیادہ تھی اس لیے ان کو یہ خیال آ سکتا تھا کہ ایسی ذلت گوارا کرنے سے کے بجائے سب مل کر اسلام کا ہی نام نشان مٹا دیں اور عرب جیسی جنگ جو اور دلیر قوم سے ایسا خطرہ کچھ بعید از عقل بھی نہ تھا۔ کیونکہ ایک تو ان کے تمام معاہدات کالعدم قرار دیئے جا رہے تھے اور دوسرے جلاوطنی کی دھمکی یا جنگ پر تیار ہو جانے کا چیلنج دے دیا گیا تھا، تیسرے کعبہ کی تولیت کو ختم کر دیا گیا تھا۔ چوتھے کعبہ میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا تھا اور مکہ ہی وہ تجارتی مرکز تھا جس پر بالخصوص مقامی مشرکین اور آس پاس کے رہنے والے مشرک قبائل کا معیشت انحصار تھا۔ پانچویں یہ کہ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہو رہے تھے ان کے اکثر اقرباء ابھی تک مشرک تھے اور ان سے تعلقات برقرار رکھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ لہذا ان وجوہات کی بنا پر عین ممکن تھا کہ تمام مشرک متحد ہو کر مسلمانوں سے ایک عظیم جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے یا کم از کم عرب بھر میں وسیع پیمانہ پر مسلمانوں سے خانہ جنگی شروع ہو جاتی لہذا ضروری تھا کہ ایسے موقع پر مسلمانوں کو پر زور تلقین کی جاتی اور ان کے ذہن سے ان کے خطرات کو دور کیا جاتا جو اس پالیسی پر عمل درآمد کرنے کی صورت میں انہیں نظر آ رہے تھے اور انہیں ہدایت کی جاتی کہ انہیں اللہ کی مرضی پوری کرنے میں کسی بات سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔ (تیسیر القرآن:188)

سوال 4: اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا ڈر حکمت اور دانائی کی اصل ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کے اندر شعور بے دار کرتا ہے جس سے حقائق کو ان کے اصل روپ میں دیکھنے لگتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ کا منصوبہ سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آتی۔ (4) اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنے والا اللہ تعالیٰ کی چاہت کو سمجھ کر پوری طرح سے خود کو اس کے راستے پر لگا دیتا ہے جس کی آخری منزل کامیابی ہے۔

﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

”تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دلوائے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا۔(14)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابو الشیخ نے سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت بنو خزاعہ کے قبیلے کے بارے میں اتری ہے جس وقت وہ بنو بکر کو مکہ مکرمہ میں قتل کر رہے تھے اور سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت بنو خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر ابن عباس: 1/506-507)

سوال 2: ﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ﴾ "تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دلوائے گا اور انہیں رسوا کرے گا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیتے ہوئے ان فوائد کا ذکر فرمایا ہے جو جہاد کے نتیجے میں نصیب ہوتے ہیں۔ اس طرح رب العزت نے جہاد کی ترغیب دلائی ہے۔ (2) ﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ﴾ "تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دلوائے گا۔" یعنی اللہ تعالیٰ انہیں زخموں سے تکلیف دے گا اور موت کی تکلیف دے گا۔ (تفسیر قاسمی: 8/143) (3) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو سعید! جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اس بات پر تعجب کیا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو دوبارہ شمار فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ایسا کیا پھر فرمایا: ایک اور بات بھی ہے کہ اس کی وجہ سے بندے کے جنت میں سو درجات بلند ہوتے ہیں اور ہر دونوں درجات کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد اللہ کے راستہ۔ (مسلم: 4879) (4) ﴿وَ يُخْزِهِمْ﴾ اور انہیں رسوا کرے گا یعنی قید اور غلبے کے ذریعے انہیں رسوا کرے گا۔ (جامع البیان) (5) اللہ تعالیٰ جب تمہاری مدد کرے گا تو ان کافروں کے خلاف کرے گا جس کی وجہ سے ان کی رسوائی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کافروں کو ذلیل کرے گا اور تمہارے دل ٹھنڈے ہوں گے۔

سوال 3: ﴿وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ﴾ "اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ "اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا۔" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت بھی ہے اور وعدہ بھی کہ وہ تمہیں کافروں پر کامیابی نصیب فرمائے گا اور غلبہ عطا کرے گا، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ (2) ﴿وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ﴾ "اور مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا۔" کیونکہ کفار کے خلاف ان کے دل غیظ و غضب سے لبریز ہیں۔ ان کے خلاف قتال کرنے اور ان کو قتل کرنے سے اہل ایمان کو ان کے دلوں میں موجود غیظ و غضب اور غم و ہموم سے شفا ملتی ہے۔ کیونکہ وہ ان دشمنوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف برسر پیکار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نور بجھانے میں کوشاں ہیں چنانچہ انہیں قتل و رسوا کر کے مومنوں کے دلوں میں موجود غیظ و غضب زائل ہوتا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے محبت کرتا ہے اور ان کے احوال کو درخور اعتناء سمجھتا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے اہل ایمان کے دلوں کو شفا دینا اور ان کے غیظ و غضب کو زائل کرنا، مقاصد شرعیہ میں شمار کیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1/1019-1020) (3) جہاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہی خاص نہیں تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

سوال4: مسلمانوں کے دلوں کو شفاء، ٹھنڈک اور تسکین کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟
جواب:(1) مسلمانوں کے دلوں کو شفاء، ٹھنڈک اور تسکین اسلام کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی صورت میں اور دشمن کے ذلیل ہو جانے کی صورت میں نصیب ہو سکتی ہے۔(2) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرتا ہے تو دلوں کو شفاء نصیب ہوتی ہے۔
﴿وَ یُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝۱۵﴾
"اوران کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اوراللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے اوراللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"(15)
سوال1: ﴿وَ یُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ﴾ "اوران کے دلوں کا غصہ دور کرے گا۔" کافروں کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں پایا جانے والا غیظ وغضب کیسے دور ہو سکتا ہے؟
جواب:(1) کافروں کے بارے میں جو غیظ وغضب مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے اس کے ٹھنڈا ہونے کی صورت جنگ ہے کیونکہ دشمن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ان کے احکامات اور ان کے دیے ہوئے دین کے خلاف کوششیں کرتا ہے۔ ان کے قتل، قید اور رسوائی سے مومنوں کا غضب دور ہوتا ہے اور انہیں تسکین نصیب ہوتی ہے۔(2) کافروں کے ساتھ جنگ سے دل ہلکے ہو جائیں گے انہوں نے گھروں سے نکالا اب اپنے انجام کو پہنچے۔
سوال2: کافروں کے دل اسلام کی طرف کیسے مائل ہو سکتے ہیں؟
جواب:(1) مسلمانوں کی فتح کے نتیجے میں کافروں کے دل اسلام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔(2) کافروں کی بصیرت ان کی توجہ اسلام کے مستقبل کی طرف مبذول کروا سکتی ہے کہ مستقبل اسلام کا ہے۔(3) کافروں کو مسلمانوں کی فتح سے یہ شعور نصیب ہو سکتا ہے کہ اوپر کوئی طاقت ہے جو مسلمانوں کو قوت دے رہی ہے۔
سوال3: مسلمانوں کو جنگ میں دوہرا اجر کیسے مل سکتا ہے؟
جواب:(1) جہاد فی سبیل اللہ سے مسلمانوں کو اجر ملتا ہے۔(2) کافروں کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو اجر ملتا ہے۔
سوال4: ﴿وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ﴾ "اوراللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ﴾ "اوراللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کافروں میں سے جسے چاہتا ہے اسلام قبول کرنے اور توبہ کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لیے اسلام کو پسندیدہ اور کفر، فسق اور نافرمانی کو قابل نفرت بنا دیتا ہے۔ (2) قریش کے سرداروں اور عام لوگوں میں کتنے ہی ایسے ہیں جنہیں فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور وہ مسلمان ہوئے جیسے عکرمہ بن ابی جہل، ابوسفیان اور سہل بن عمرو وغیرہ۔(اشرف الحواشی:1/227) (3) یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ مکہ تو سن 8 ہجری میں فتح ہو چکا تھا اور سورۃ برأۃ سن 9 ہجری میں نازل ہوئی پھر ان آیات میں کون سے جہاد کی ترغیب دی گئی ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے صاحب روح المعانی (روح المعانی:10/62) میں لکھتے ہیں کہ سورۃ برأت کی ابتدائی آیات فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی تھیں اور یہ آیات اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اور نصرت کی خوشخبری دی ہے۔(انوار البیان:2/560)

سوال5:﴿ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ حَكِیْمٌ ۝۱۵ ﴾ ”اوراللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے“ اللہ تعالیٰ کے علیم وحکیم ہونے سے کیامراد ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا مطلب ہے کہ وہ سارے معاملات کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ ﴿حَكِیْمٌ﴾ ہے اس کے سارے اقدامات گہری حکمت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔(3) یعنی وہ تمام اشیا کو ان کے مقام پر رکھتا ہے۔وہ خوب جانتا ہے کہ کون ایمان لانے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ چنانچہ وہ اس کی راہ نمائی کرتا ہے اور کون اس صلاحیت سے محروم ہے؟ وہ اس کو اس کی گمراہی اور سرکشی میں غلطاں چھوڑ دیتا ہے۔(تفسیر سعدی: 1/1020)

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ ﴾

”یا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو راز دار نہیں بنایا اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔“(16)

سوال1:﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ؕ ﴾ ”یا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو راز دار نہیں بنایا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا ﴾ ”یا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے؟“ یعنی کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں آزمائش کے بغیر ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا مومن اور منافق جھوٹے اور سچے کے درمیان فرق کرنے کے لیے کوئی عملی امتحان نہیں ہو گا کہ تمہیں حکم دیا جائے، پھر چھوڑ دیا جائے کہ آیا تم عمل کرتے ہو یا نہیں۔(2) رب العزت کا فرمان ہے:﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝۲ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۝۳ ﴾ کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور یقیناہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا جو ان سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقینا وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔(العنکبوت :2-3) (3) ﴿ وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۱۴۱ ﴾ اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خالص کر لے جو ایمان لائے اور کافروں کو مٹا دے۔(آل عمران:141) (4) ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۱۷۹ ﴾ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے اور کبھی ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کی اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔(آل عمران:179) (5) یعنی کیا

تمہیں اسی حال پر چھوڑ دیا جائے گا اور تمہیں جہاد کا حکم نہیں دیا جائے گا۔(تفسیر قاسمی:8/144) (6) ﴿وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ﴾ "حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے۔" اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کون خالص اور سچا مومن ہے اور کون محض زبانی دعوے کرنے والا منافق ہے لیکن وہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے لیے ہر شخص کو امتحان میں ڈالتا ہے تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ کون اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے۔(7) یعنی ایسا علم جو اس چیز کو خارج میں ظاہر کر دے جو قوت میں موجود ہے، تاکہ اس پر ثواب وعقاب مرتب ہو۔ پس ان لوگوں کو جان لے جو اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے اس کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1/1020۔1021) (8) ﴿وَ لَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ؕ﴾ یعنی انہوں نے کفار کو اپنا دوست نہیں بنایا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاد اس لئے مشروع فرمایا، تاکہ اس سے یہ عظیم مقصد حاصل ہو سکے اور وہ عظیم مقصد یہ ہے کہ سچے لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو صرف دین کے لیے وقف کر رکھا ہے، ان جھوٹے لوگوں سے ممیز ہو جائیں جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور حال ان کا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور مومنین کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا دلی دوست اور مددگار بناتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1/1020۔1021) (9) ﴿وَلِیْجَةً ؕ﴾ کسی وادی کے اس غار کو کہتے ہیں جہاں راستہ چلنے والے بارش کی وجہ سے پناہ لیں اس سے مراد ہے دلی دوست۔ (10) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۚ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے یقیناً انہوں نے اس کا انکار کیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمہیں اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو تم چھپا کر ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو شخص بھی ایسا کرے یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔(الممتحنۃ:1) (11) نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَحَبَّ لله وَ أَبْغَضَ لله وَ أَعْطَى لله وَمَنَعَ لله فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَان» جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اللہ تعالیٰ کے دشمنی کی اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا مال دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے روک لیا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔(ابوداؤد) (12) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل ایمان سے محبت اور دوستی رکھتے تھے اور کافروں سے بے زاری اور نفرت کا اظہار کرتے اور ان سے دشمنی رکھتے تھے عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے عبیدہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ذکر کرتے سنا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قنوت میں یہ دعا مانگی: یا اللہ! مومن مردوں اور مومن عورتوں کو، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دے اور ان کی آپس میں اصلاح فرما دے اپنے اور ان کے (مشترکہ) دشمن کے خلاف ان کی مدد فرما۔ اے اللہ! اہل کتاب میں سے ان کافروں پر اپنی لعنت فرما جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے رسولوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اے اللہ! ان کے معاملات میں اختلاف ڈال دے، ان کے قدم ڈگمگا دے اور ان پر ایسا عذاب نازل فرما جسے تو مجرم لوگوں سے پھیرتا نہیں۔" (اسے مروزی نے قیام اللیل میں روایت کیا ہے۔)

سوال2: اللہ تعالیٰ خالص مومنوں کو کن دو معیاروں پر پرکھتے ہیں؟

جواب: (1) کون لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں Struggle (جہاد) کرتے ہیں۔ (2) کون لوگ اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور اہل ایمان کے علاوہ کسی کو ولیجہ نہیں بناتے ہیں۔

سوال4: مومن کب اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور اہل ایمان کے علاوہ کسی کو ﴿وَلِيْجَةً﴾ (دلی دوست) نہیں بناتا؟

جواب: (1) جب مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کو جان لیتا ہے اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف عذاب کی حجت دے دوں تو وہ اللہ تعالیٰ، رسول اور اہل ایمان کے علاوہ کسی کو اپنا ﴿ولیجہ﴾ نہیں بناتا جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۱۴۴﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو؟ (النساء:144) (2) جب مومن اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کرنے والا بن جاتا ہے تو اس کے دلی تعلقات اللہ تعالیٰ، رسول اور اہل ایمان سے ہو جاتے ہیں اس وجہ سے وہ ان کے سوا کسی اور کو اپنا دلی دوست نہیں بنا سکتا۔ جب مومن کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اگر میں نے کافروں سے دلی دوستی رکھی تو میرا شمار بھی ان ہی میں سے ہو گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ یقیناً انہی میں سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ:51) اس علم کے بعد وہ کافروں کو دوست نہیں بناتا۔ (3) جب مومن دین سے محبت کرتا ہے اور اس کو یقین آجاتا ہے کہ کافروں نے دین کو تماشا بنالیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے ماسوا کسی سے دلی دوستی نہیں کرتا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۵۷﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کافروں کو اور ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، اپنا دوست نہ بناؤ، انہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مومن ہو!" (المائدہ:57) (4) جب مومن یہ جان لیتا ہے کہ کافر اس کی مصیبت سے خوش ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۱۲۰﴾ اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ یقیناً جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔ (آل عمران:120) (5) جب مومن کو یقین ہو جاتا ہے کہ کافر مسلمانوں کو دین اسلام سے ہٹا کر لادینیت اور گمراہی پر لانا چاہتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۶۹﴾ اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وہ نہیں گمراہ کر رہے مگر اپنی جانوں کو اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ (آل عمران:69) (6) جب مومن کو یقین ہو جاتا ہے کہ کافر مسلمانوں کو ملیامیٹ کر کے رکھ دینا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا

بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمہیں کسی طرح برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے، وہ پسند کرتے ہیں ایسی چیز کو جو تمہیں مصیبت میں ڈال دے، ان کا بغض ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے سینے چھپاتے ہیں زیادہ بڑا ہے۔ یقیناً ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں اگر تم سمجھتے ہو۔ (آل عمران:118) (7) جب مومن یقین کر لیتا ہے کہ کافر اور مسلمان دو مختلف گروہ ہیں جن میں دوستی اور اتحاد ممکن نہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَ لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ﴿۴﴾ وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾ ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔“ (الکافرون: 1-6)

سوال 5: اہل ایمان کسی کے لئے ولیجہ کب بن سکتے ہیں؟

جواب: (1) جب کوئی انسان دین کو سنجیدگی سے اپنی زندگی میں داخل کر لیتا ہے۔ (2) جب کوئی انسان دین کو اپنا مقصد زندگی بنالے اور اپنے مقصد کی مرکزیت سے جڑ جائے۔ (3) جب کوئی اپنی قیادت کا مکمل وفادار ہو۔ (4) جب دین کے راستے کے ساتھیوں سے کوئی مکمل طور پر جڑ جائے۔ (5) جب کسی کے اندر مقصدیت کا احساس جڑ پکڑ جائے تو وہ اہل ایمان کے علاوہ کسی کو اپنا وَلِيْجَةٍ نہیں بنا سکتا۔

سوال 5: اس دور میں مسلمانوں کے لئے کیوں ضروری ہو گیا تھا کہ وہ تمام مشرکین سے جنگ کریں؟

جواب: (1) جنگ اس لیے ضروری تھی کہ مسلمانوں کے خلاف پائے جانے والے خفیہ معاہدے ختم ہو جائیں گے۔ (2) منافقوں کی نیتوں کا فتور سامنے آجائے گا۔ (3) کاروباری تعلقات کے عذر ختم ہو جائیں گے۔ (4) کھوٹے اور کھرے کا امتیاز ہو جائے گا۔

سوال 6: ﴿ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ﴾ ”اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ خبیر ہے یعنی پوری طرح باخبر ہے دلوں کے اعمال و احوال سے بھی اور ظاہری معاملات سے بھی۔ وہ اس طرح آزمائش کرتا ہے کہ حقیقت ظاہر ہو جائے۔ (2) وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اس لیے تمہیں تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

رکوع نمبر 9

﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ ﴾

”مشرکوں کے لیے کبھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں حالانکہ اپنے آپ پر وہ کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے سارے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ ہمیشہ آگ ہی میں رہنے والے ہیں۔“ (17)

سوال 1:﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ﴾ ”مشرکوں کے لیے کبھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ مشرکوں کے لیے مناسب نہیں۔(2) ﴿اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ﴾ ”کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں۔“یعنی عبادات اور نیکیوں کے ذریعے سے مساجد کو آباد کریں کیونکہ وہ اپنے کفر کا اقرار کرتے ہیں۔(3) کیسے ممکن ہے کہ جو مساجد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بنائی گئی ہوں انہیں مشرک آباد کریں وہ آباد نہیں رکھ سکتے۔(4) یہاں مسجد سے مراد مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ ہے۔

سوال 2: مساجد کی تعمیر میں مشرک حصہ کیوں نہیں لے سکتے؟

جواب:(1) مساجد اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان میں کسی کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ کیسے ممکن ہے کہ ان کی تعمیر میں وہ لوگ حصہ لیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہوں۔(2) مساجد کی تعمیر کا حق اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والوں کا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ تعمیر کا حق انہیں دے دیا جائے جن لوگوں کی زندگیاں ایمان کی بجائے کفر کی گواہی دے رہی ہوں!

سوال 3:﴿شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ ”حالانکہ اپنے آپ پر وہ کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی جب وہ اپنے کفر کی گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ایمان والے ہی آباد کرتے ہیں۔(2) اعمال کی بنیاد ایمان پر ہے اور کافر ایمان نہیں رکھتے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرنے کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں جب کہ ان کے اعمال کی بنیاد یعنی ایمان نہیں۔

سوال 4:﴿اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کے سارے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ ہمیشہ آگ ہی میں رہنے والے ہ۔یں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال باطل ہو گئے ان پر نہ ثواب ملے گا نہ نجات ہو گی۔ (ایسر التفاسیر:540) (2) اعمال کی جزا کا انحصار اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان ہے اور مشرک تو روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کے معاملہ میں ان کا تصور ہی غلط تھا۔ انہوں نے سب خدائی اختیارات و تصرفات تو اپنے دیوی دیوتاؤں اور بزرگوں کو دے رکھے تھے لہٰذا ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کے اچھے اعمال ضائع ہو گے اور شرک اور بداعمالی کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہو گا۔(تیسیر القرآن:2/190) (3) ﴿وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ﴾ ”اور وہ ہمیشہ آگ ہی میں رہنے والے ہیں۔“ ان کے اندر اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے وہ آگ میں داخل ہوں گے۔ اس سے کبھی نکل نہیں پائیں گے اس لیے ان کے پاس کوئی ایسا عمل نہیں ہو گا جو ان کے لیے سفارشی بن سکے اور انہیں وہاں سے نکلوا سکے۔(ایسر التفاسیر:540-541) (4) اپنے کفر اور نافرمانیوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔(تفسیر ابی سعود:3/131)

سوال 5: مشرکین کے سارے اعمال کیسے ضائع ہو جاتے ہیں؟

جواب: مشرکین کے اعمال شرک کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں کیونکہ اعمال وہی قابل اعتبار ہیں اور عبادت بھی وہی قابل قبول ہے جس کی بنیاد درست عقیدے پر ہو۔ جس کا عقیدہ درست نہ ہو اس کے اعمال کیسے پھل پھول سکتے ہیں۔ عقیدے کی غلطی اعمال ضائع کرا دیتی ہے۔

﴿ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝١٨ ﴾

"یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا تو اُمید ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔" (18)

سوال 1: ﴿ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ﴾

"یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔" مساجد کی تعمیر کے لئے کون افراد حق دار ہو سکتے ہیں؟

جواب: ﴿ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس کے گھروں کو آباد کرنے کا حق دار کون ہو سکتا ہے یعنی ان میں عبادات کرنے اور ان کو پاک کرنے کا حق کس کا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 541) (2) حدیث میں ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنا عذاب ہٹا لیتا ہوں۔ (ابن کثیر: 2/330) (3) اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں جو ان میں داخل ہو اللہ کا ان پر حق ہے کہ مساجد کا احترام کرے۔ (ابن کثیر: 2/330) (4) ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آکر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادکاری کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔" (ابن کثیر: 2/330) (5) سیدنا معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں درختوں یعنی پیاز اور لہسن کے کھانے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ جو شخص انہیں کھائے ہماری مسجد کے پاس نہ آئے اور فرمایا کہ اگر تمہیں کھانا ہو تو ان کو پکا کر کھاؤ جس سے ان کی بدبو چلی جائے گی۔ (ابوداؤد: 2/179) (6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کیے گئے یہاں تک کہ کوئی شخص اگر مسجد سے ایسی چیز نکال دے جو دیکھنے میں ناگوار ہو (اگرچہ معمولی سا کوڑا کچرا تنکا ہو) تو وہ بھی مجھے ثواب کے کاموں میں دکھایا گیا اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو اس سے بڑھ کر میں نے کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت عطا کی گئی پھر وہ اسے بھول گیا۔ (ابوداؤد: 1/66) (7) سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدیں بنا بنا کر آپس میں فخر کریں گے۔ (ابوداؤد: 1/65) (8) ایک حدیث میں مسجدوں کی زیب و زینت پر توجہ دینے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ (مشکوۃ المصابیح: 38) (9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس شخص کے لیے دعا کرتے ہیں جو نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہے جب تک اس کو حدث لاحق نہ ہو۔ فرشتے

یوں کہتے رہتے ہیں یااللہ اس کو بخش دے یااللہ اس پر رحم کر۔(بخاری:445) (10)سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا اتنے میں ایک شخص نے مجھ پر کنکر پھینکا۔ کیا دیکھا ہوں کہ عمر بن خطاب ہیں۔ مجھے کہنے لگ:ے "جاؤ ان دو آدمیوں کو بلالاؤ۔ میں بلالایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:"اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں خوب سزا دیتا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آواز بلند کرتے ہو؟"(بخاری:470) (11) ﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ "جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔"جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر صدق دل سے یقین رکھتا ہے۔ خالص اسی کی عبادت کرتا ہے اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو ان کی قبروں سے نکالیں گے۔(جامع البیان:16481)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے(عرش کے)سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ انصاف کرنے والا حاکم،وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو،وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے،دو ایسے شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھتے ہیں،اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے،ایسا شخص جسے کسی خوب صورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں،وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔(بخاری: 1423) (12) ﴿وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ﴾ "اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی۔" اور لوازم ایمان یعنی اقامت صلوۃ اور ادئیگی زکوٰۃ کے اعمال انجام دیتا ہو۔یعنی جو فرض اور مستحب نمازوں کو ان کے ارکان ، سنن، آداب و شرائط کے ساتھ قائم کریں۔اور باطنی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اسی کی طرف توجہ رکھیں۔ (13) ﴿وَاٰتَى الزَّكٰوةَ﴾ "اور زکوٰۃ ادا کی۔"یعنی جو زکوٰۃ ادا کریں۔جو لوگ مال میں سے اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ کو ادا کریں۔(جامع البیان:16481) (14)یعنی مستحق لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرے۔(15) ﴿وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔"جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایک کا بھی خوف نہیں رکھتا۔(ایسر التفاسیر:540) (16)یعنی اپنی خشیت کو اللہ تعالیٰ پر مرکوز رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:1/ 1022) (17)خشیت تعظیم اور عبادت ہے یہ لوگوں کے لیے عدل کا مرتبہ ہے۔لامحالہ انسان غیر اللہ سے ڈرتا ہے اور دنیاوی خطرات سے ڈرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس سارے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قضا سے ڈرتا رہے۔(تفسیر ثعالبی:169)(18)ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔(ابن ابی حاتم:6/1766)

سوال2:﴿وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔"غیر اللہ سے ڈرنے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے ڈرنا شرک خفی ہے۔

سوال3:بندہ خالص کیسے ہوتا ہے؟

جواب:(1) جب بندے کی سوچ اور اس کا عقیدہ پاک ہوتا ہے۔تو اس کے خلوص کا آغاز ہو جاتا ہے۔(2)مومن کی عبادات پاک ہوتی ہیں تو وہ خالص ہونا شروع ہو جاتا ہے۔(3)مومن کے اعمال غیر اللہ کے خوف سے پاک ہوتے ہیں تو وہ خالص ہو جاتا ہے۔

سوال4:﴿فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸﴾ "تو امید ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) عَسَی ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وجوب کے معنوں میں آتا ہے۔(تفسیر سعدی:1/1022) (2)یعنی وہ آگ سے نجات کے راستے اور جنت کی کامیابی تک راستہ پانے والے ہوں گے۔(ایسر التفاسیر:541)

﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹ ﴾

"کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنادیا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اُس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (19)

سوال 1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس تھا کہ ایک شخص نے کہا مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کے کوئی عمل نہ کروں اور دوسرے نے کہا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد مسجد حرام کو آباد کرنے کے علاوہ کوئی عمل نہ کروں۔ تیسرے نے کہا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد اس سے افضل ہے جو تم نے کہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو ڈانٹا اور کہا کہ اپنی آواز کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس بلند نہ کرو یہ جمعہ کا دن تھا لیکن جمعہ کے دن کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے آپ سے اس کا فتویٰ طلب کیا جس میں انہوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اس شخص کے عمل کے برابر قرار دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہو۔" (صحیح مسلم:4871)

سوال 2:﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾ "کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنادیا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ ﴾ "کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا بنادیا" جہاں پلانے کا ذکر مطلقاً کیا جائے تو اس سے مراد آب زم زم پلانا ہوتا ہے۔(2) ﴿ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ "اور مسجد حرام کو آباد کرنا۔" یعنی مسجد حرام کی تعمیر اور اس گھر کی حفاظت۔(3) ﴿ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾ "جیسا کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔" مشرک کہتے تھے کہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانا ایمان اور جہاد سے بہتر ہے۔ مشرکین مکہ کو حرم کی خدمات پر بڑا فخر تھا ان سے مخاطب ہو کر رب العزت نے فرمایا کہ تمہارے سامنے آیات پڑھی جائیں تو منہ پھیر جاتے ہو۔ تمہارے مقابلے میں ایمان اور جہاد کی قدر و قیمت اور بھی زیادہ ہے۔

سوال 3:﴿ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ ﴾ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں برابر نہیں ہیں" اللہ تعالیٰ کے نزدیک "حاجیوں کو پانی پلانے والے اور مسجد حرام کو بسانے والے کا عمل اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے اور جہاد کرنے والے کے برابر نہیں" حکمت واضح کریں؟

جواب:(1) جن لوگوں کے عقائد خالص نہیں ہوتے اور وہ نیک اعمال اور جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ نہیں لیتے ان کی زندگی حق کی شہادت دینے کی بجائے کفر کی شہادت دیتی ہے۔ اس کے ساتھ اگر کوئی نیکی کے کام کرے جیسے حاجیوں کو پانی پلانا، مسجد حرام کی

آباد کاری کی کوششیں کرنا تو اس کے پیچھے کچھ مفادات ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کو خالص اور سچے جذبے چاہئیں جو سچے ایمان کے ساتھ جہاد کے ذریعے سامنے آتے ہیں۔ اس لیے دونوں طرح کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔ (2) جہاد اور ایمان کئی درجے افضل ہیں کیونکہ ایمان دین کی بنیاد ہے اور اسی کے ساتھ اعمال قبول ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ تزکیہ ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے جہاد فی سبیل اللہ تو دین اسلام کا کوہان ہے۔ جہاد کے ذریعے دین کی حفاظت ہوتی ہے جو شریعت کے مقاصد میں سے پہلا مقصد ہے۔ جہاد کے ذریعے باطل کی بیخ کنی کی جاتی ہے اور حق کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ جہاد سے ہی دین میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ (3) جہاں تک مسجد حرام کو آباد کرنا حاجیوں کو زم زم پلانا ہے تو یہ نیک اعمال ہیں لیکن ایمان کے بغیر قبول نہیں ہوتے کیونکہ ایمان اعمال صالحہ کی بنیاد ہے۔ (4) حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی آباد کاری میں وہ مصالح نہیں ہیں جو ایمان اور جہاد کی مثال میں ہیں لہذا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال 4: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩ ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ کی وضاحت کریں۔

جواب: (1) ظالم وہ ہے جو شرک کرتا ہے اور شرک کے ساتھ اگر کوئی بیت اللہ کا معمار بن جائے، حاجیوں کا خادم بن جائے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتا۔ (2) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو ظلم کرتے ہیں جو بھلائی کو قبول نہیں کرتے اللہ تعالیٰ انہیں نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق نہیں دیتا یعنی ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝٢٠ ﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔“ (20)

سوال 1: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے میں زیادہ بڑے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر پر فخر کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان اور جہاد کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔ (جامع البیان) (2) ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ”جو لوگ ایمان لائے۔“ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کی۔ (3) ﴿ وَ هَاجَرُوْا ﴾ جنہوں نے ہجرت کی اپنے گھر بار چھوڑے، وطن سے اور رشتہ داروں سے دور ہوئے۔ (4) ﴿ وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ ﴾ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے راستے میں مشرکوں سے اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا۔ (5) ﴿ بِاَمْوَالِهِمْ ﴾ یعنی اپنا مال جہاد کے لیے لگایا۔ جہاد کرنے والوں کو سامان مہیا کرنے کے لیے خرچ کیا۔ (6) ﴿ وَ اَنْفُسِهِمْ ﴾ اور جو خود جہاد کے لیے نکلتے ہیں۔ (7) ﴿ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ ﴾ اس سے بڑا درجہ ہے یعنی فضیلت مراد ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کے درجے اسفل ہیں۔ کیونکہ اس کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کے اعمال تو ضائع گئے جنہوں نے شرک کیا اور ساتھ ظاہری نیکی کے کچھ کام بھی کر لیے۔

سوال2:﴿ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۲۰﴾ ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) وہی لوگ آگ سے نجات پانے والے اور جنت میں داخل ہونے والے ہوں گے۔(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“ (الصف:10.12) (3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام چلنا (یا گزارنا) دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔(صحیح مسلم:4873) (4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے برابر کوئی عبادت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس عبادت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ابو ہریرہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ یہ سوال آپ کے سامنے دو یا تین مرتبہ کیا اس کے جواب میں یہی فرمایا: تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے اور تیسری مرتبہ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا جہاد سے واپسی تک اس شخص کی طرح ہے جو روزہ دار قیام کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل کرنے والا ہو اور روزہ و نماز سے تھکنے والا نہ ہو۔(صحیح مسلم :4869) (5) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا عمل افضل ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور (پھر) اس کی راہ میں جہاد کرنا۔(بخاری :2785) (6) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا: وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے' اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھتا ہو۔(بخاری:2786) (7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں اور مجھے اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں غزوہ کے لیے جارہا ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔(بخاری:2797)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں اس طرح نکلا کہ میری راہ میں جہاد، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اسے نکلنے پر مجبور کیا تو میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا اسے اس کے مسکن تک جہاں سے وہ نکلا ہے اس طرح واپس لاؤں کہ وہ اجر یا غنیمت سے مالا مال ہو اس

ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اللہ کی راہ میں کسی شخص کو جو بھی زخم آئے گا وہ قیامت کے دن اسی زخمی حالت میں اللہ کے حضور پیش ہو گا اس زخم کا رنگ تو خون کا ہو گا لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہو گی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر میری امت کے لیے تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں اللہ کی راہ میں لڑی جانے والی کسی بھی جنگ میں پیچھے نہ رہتا لیکن نہ تو میرے پاس اتنی وسعت ہے کہ میں ان سب کو سامان جنگ مہیا کر سکوں اور نہ ان کو خود ہی اس قدر وسعت حاصل ہے مسلمانوں کو یہ بھی ناگوار گزرتا ہے کہ میں کسی مہم کے لیے نکلوں اور وہ پیچھے رہ جائیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں۔(صحیح مسلم:4859) (9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں جس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب ہو اور وہ دنیا کی طرف لوٹنے کو پسند کرتا ہو اور نہ اس بات کو پسند کرتا ہو کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا ہو جائے' سوائے شہید کے وہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا میں واپس جائے پھر قتل کیا جائے بوجہ اس کے جو اس نے شہادت کی فضیلت دیکھی۔(صحیح مسلم:4867) (10) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو سعید! جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ ابو سعید نے اس بات پر تعجب کیا تو عرض کیا: اے کے رسول ﷺ! ان کو دوبارہ شمار فرمائیں آپ ﷺ نے دوبارہ ایسا کیا پھر فرمایا: ایک اور بات بھی ہے کہ اس کی وجہ سے بندے کے جنت میں سو درجات بلند ہوتے ہیں اور ہر دونوں درجات کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد۔(صحیح مسلم:4879)

﴿ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴾

''اُن کا رب اُنہیں اپنی جانب سے رحمت اور رضامندی اور جنتوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔'' (21)

سوال 1: ﴿ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ ﴾ ''ان کا رب انہیں اپنی جانب سے رحمت کی خوشخبری دیتا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انہیں خوشخبری دی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت ہو گی یعنی اس کا لطف و کرم، احسان اور محبت جس کی وجہ سے وہ ان برائیوں کو دور کر دے گا، انہیں نیکی کے راستے پر چلائے گا اور انہیں نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق دے گا۔

سوال 2: ﴿ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴾ ''اور رضامندی اور جنتوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے رضوان یعنی اپنی رضا کی خوشخبری دی ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ رضامندی کا اعلان کرے گا پھر کبھی ناراض نہیں ہو گا۔ رضوان جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ رب رحیم کا کریم وعدہ ہے حدیث میں ہے کہ جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کیا تم راضی ہو؟ تو وہ کہیں گے ہم کیسے راضی نہ ہوں اے ہمارے رب! پھر وہ فرمائے گا میں تمہیں وہ جزا عطا کروں گا جو ان سب سے افضل ہے میری رضا میں تم

سے راضی ہوں اب تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔(2) ﴿وَّ جَنّٰتٍ﴾ اللہ تعالیٰ کے باغات ہیں۔(3) ﴿لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾﴾ وہ نعمتیں جو زائل نہیں ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس سے نہیں نکلیں گے۔(ایسر التفاسیر:542) (4)جنت میں دائمی نعمتیں ہوں گی نہ انہیں زوال آئے گا نہ وہ منقطع ہوں گی۔(ایسر التفاسیر:542) (5)ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والی ہر قسم کی نعمتیں موجود ہوں گی جن کی دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی جن کے اوصاف اور مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا جو یہ نعمتیں عطا کرے گا۔ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے جنت میں سو درجے تیار کر رکھے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان۔ اگر تمام مخلوق ایک درجہ میں جمع ہو جائے تو اس ایک درجہ میں سما جائے۔(تفسیر سعدی:1/1024)

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾﴾

"وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔" (22)

سوال نمبر 1:﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾﴾ "وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ﴾ "وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ خیر کا ثواب دائمی ہو گا۔جو ان کے گھر والوں پر بھی ہمیشہ رہے گا۔ کبھی منقطع نہیں ہو گا۔(ابن ابی حاتم:6/1770) (2)وہ وہاں سے نہ نکلنا چاہیں گے نہ کہیں اور جائیں گے۔(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو آدمی جنت میں داخل ہو جائے گا وہ نعمتوں میں ہو جائے گا۔اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔اور نہ ہی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے۔اور نہ ہی اس کی جوانی ختم ہو گی۔(صحیح مسلم:7156) (4)سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے جنت والو! تمہارے لیے یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ تم صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے۔اور تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔اور تم آرام میں رہو گے۔ تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے اعمال کے بدلے میں اس جنت کے وارث ہو۔(صحیح مسلم:7157)

سوال 2: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اجر عظیم جنت میں وافر جزا ہے۔(ابن ابی حاتم:6/1770) (2)اجر عظیم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔یہ کوئی تعجب والا معاملہ نہیں وہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔" (23)

سوال 1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں۔" مشرکوں سے ترک معاملات کا حکم دیا گیا وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو ایمان کے تقاضے پورے کرو اور اس سے موالات یعنی دوستی کے تعلقات رکھو جو ایمان کے تقاضے پورے کرے اور جو ان تقاضوں کو پورا نہ کرے ان سے موالات ترک کر دو۔ (2) ﴿ لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ﴾ "اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں۔" رب العزت نے حکم دیا ہے کہ جب قریبی رشتے داروں کو کفر عزیز ہو اور ان کی نظروں میں ایمان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو اور وہ دلی رغبت اور خوشی سے ایمان پر کفر کو ترجیح دیں تو انہیں اپنا رفیق نہ بناؤ۔ (3) ﴿ اَوْلِيَآءَ ﴾ ولی کی جمع ہے اس سے مراد دلی دوستی ہے یعنی اپنے راز ان پر نہ کھولو اور تم ان کی مداح نہ کرو۔ (ایسر التفاسیر: 8/ 15) (4) اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے یک سو ہونے کی دعوت دی ہے کہ رشتہ داریوں کی محبتوں، لذتوں، خوشیوں اور مفادات کو ایک پلڑے میں رکھ کر دوسرے میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ کو رکھ کر اختیار دیا جاتا ہے جسے چاہو پسند کر لو۔

سوال 2: ﴿ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ "اور تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا! وہ ان ہی جیسا مشرک ہے کیونکہ جو شرک پر راضی ہے وہ مشرک ہے۔ (قرطبی: 4/ 25) (2) ان سے دوستی رکھنے والا اس لیے ظالم ہے کہ انہوں نے بغض کی جگہ محبت اور ان کی رسوائی اور انتقام کی جگہ نصرت کو رکھ دیا۔ اس اعتبار سے کہ کسی چیز کو اس کے مقام پر نہ رکھنا اس کی جگہ سے ہٹا دینا ظلم ہے۔ (ایسر التفاسیر: 542، 543) (3) کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جسارت کی اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنا دوست بنایا چونکہ ولایت اور دوستی کی اساس محبت اور نصرت ہے اور ان کا کفار کو دوست بنانا، کفار کی اطاعت اور ان کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و محبت پر مقدم رکھنے کا موجب ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا ہے جو اس کا موجب ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔ اس سے یہ بات متعین ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہر چیز پر مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی محبت کو اس محبت کے تابع کیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1/ 1025)

سوال 3: دنیادارانہ زندگی اور خدا پرستانہ زندگی میں کیا فرق ہے؟

دنیادارانہ زندگی	خدا پرستانہ زندگی
1۔ لوگوں کے لیے اپنی فیملی پراپرٹی اور معاشی مفادات ہر چیز سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔	1۔ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ ہر چیز سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔
2۔ لوگ ہر چیز کے مقابلے میں پہلی ترجیح پر فیملی، جائیداد معاشی مفادات کو رکھتے ہیں۔	2۔ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر ہر چیز چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

3۔اپناسب کچھ اپنی دنیاپر نچھاور کر دیتے ہیں۔	3۔اپناسب کچھ اللہ تعالیٰ پر وار دیتے ہیں۔

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ ﴾

" آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (24)

سوال1: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ ﴾ "آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے آٹھ امور کا ذکر کیا ہے جن سے محبت کی جاتی ہے۔(2)﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ ﴾ "آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ۔" اس حکم میں مائیں اور آباء بھی آتے ہیں۔(3) اولاد اپنے ماں باپ سے محبت رکھتی ہے۔وہ اپنے ماں باپ سے کچھ جسمانی، اخلاقی خصوصیات اور طبیعت اور مزاج ورثے میں پاتے ہیں۔اہل عرب اپنے میلوں ٹھیلوں میں آباء پر فخر کرتے تھے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ ﴾ پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباء و اجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا۔(البقرہ:200) (4) ﴿ وَ اَبْنَآؤُكُمْ ﴾ اور تمہارے بیٹے یعنی نسبی بیٹے آباء کی اور اپنے ابناء یعنی بیٹوں اور دیگر اولاد سے محبت فطری ہے۔یہ محبت بیٹے کی باپ سے محبت سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔کتنی ہی چیزوں میں والدین اپنی اولاد کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔بچوں کے مستقبل کے لیے وہ کیسے صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے مصروف عمل رہتے ہیں۔رب العزت نے انہیں دنیا کی زندگی کی زینت کہا ہے۔﴿ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ﴾ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ (الکہف:46) (5)﴿ وَ اِخْوَانُكُمْ ﴾ "اور تمہارے بھائی۔" بھائیوں سے مراد نسبی بھائی ہیں۔یہ محبت باہمی تعاون اور محبت کا تقاضہ کرتی ہے۔(6) ﴿ وَ اَزْوَاجُكُمْ ﴾ اور تمہاری بیویاں، زوجین کی باہمی محبت کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ ﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔(الروم:21) (7) ﴿ وَ عَشِيْرَتُكُمْ ﴾ اور تمہارے خاندان یعنی دیگر عمومی رشتے دار جیسے دور کے چچا اور ان کی اولادیں۔(ایسر التفاسیر:542) یہ محبت تعاون کا تقاضہ کرتی ہے۔(8) ﴿ وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا ﴾ "اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں۔" جس کے حصول میں مشقت برداشت کرتے ہو۔کمائے ہوئے مال کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ

اصحاب اموال کے نزدیک مرغوب ترین مال ہوتا ہے اور انہیں اس مال کی نسبت جو انہیں بغیر کسی محنت اور مشقت کے حاصل ہوتا ہے، زیادہ محبوب ومرغوب ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی: 1/ 1025-1026) (9) جو مال کمایا جاتا ہے وہ ورثے میں ملنے والے مال سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔(10) ﴿وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا﴾ "اور وہ تجارت جس کے مند اپڑ جانے سے تم ڈرتے ہو۔" یعنی سامان کے ارزاں ہونے اور اس میں نقصان واقع ہونے سے ڈرتے ہو۔اس میں تجارت اور کاروبار کی تمام اقسام شامل ہیں، مثلاً ہر قسم کا سامان تجارت، مال کی قیمتیں، برتن، اسلحہ، اشیائے استعمال، غلہ جات، کھتیاں اور مویشی وغیرہ سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1024-1025) (11) ﴿وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ﴾ "اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو۔" گھروں کی خوب صورتی اور ان کے رہنے والوں سے تعلق اور ان میں جی لگنے کی وجہ سے تم انہیں پسند کرتے ہو اور وہ تمہاری خواہشات اور پسند کے ترجمان ہوتے ہیں۔

سوال 2: ترجیح کا معاملہ اسلام میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟

جواب:(1) ترجیح کیا ہے؟ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کرنا۔(2) ترجیح کا معاملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔(3) ترجیح ہی انسان کے ایمان اور کفر کا فیصلہ کرتی ہے۔

سوال 3: ﴿اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ "تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ تمہیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبوب ہیں یعنی تمہیں منعم سے زیادہ محبوب ہو۔(2) ﴿وَ رَسُوْلِهٖ﴾ "اور اس کے رسول۔" اور وہ جو اس کی نعمتوں کے لیے واسطہ ہے۔(1) ﴿وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ اور اُس کی راہ میں جہاد یعنی جو اس کے دین کی سربلندی کے لیے راستہ ہے۔(تفسیر قاسمی:8/ 151) (4) آپ ﷺ کا ارشاد ہے مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، بیٹے اور تمام لوگوں سے بڑھ کو محبوب نہ ہو جاؤں۔(صحیح بخاری) (5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! سوائے اپنی جان کے آپ ﷺ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں فرمایا: ہاں عمر رضی اللہ عنہ اب تیرا ایمان معتبر ہے۔(صحیح بخاری) (6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے اندر تین چیزیں ہوں گی ان کی وجہ سے وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔پہلا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دوسری تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں۔دوسرا وہ شخص جو کسی بندہ سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔تیسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا دیا وہ واپس کفر میں جانے کو ایسا ہی بُرا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو بُرا سمجھتا ہے۔(صحیح بخاری) (7) ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کرے گا جس سے اس وقت تک کبھی نہ نکل سکو گے جب تک اپنے دین (جہاد فی سبیل اللہ) کی

طرف واپس نہیں آؤ گے۔(ابن کثیر) (8) اگر تمہیں آباء اور ان کی اولاد، بھائی، بیویاں، خاندان، مال، تجارت اور گھر اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول اور اس کی راستے میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو تم فاسق، فاجر اور ظالم ہو۔

سوال4: کیا مومن اس معیار پر جا سکتا ہے کہ وہ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور جہاد کو اہمیت دے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کا مطالبہ بذات خود اس امر کی دلیل ہے کہ معیار پیش کرنا ممکن ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کسی نفس سے اس کی قدرت سے زیادہ مطالبہ نہیں کرتے یقیناً یہ کمزور انسان کے بس میں ہے۔(3) اللہ تعالیٰ نے کمزور انسان کے اندر اتنی قوت اور صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ایسا مخلصانہ معیار پیش کرے۔(4) اللہ تعالیٰ نے انسان کے شعور کو اتنی قدرت دی ہے کہ وہ ساری لذتوں کو خیر باد کہہ سکتا ہے۔

سوال4: وہ کون سا شعور ہے جو ایک مومن سے ساری لذتوں کو خیر باد کہلوا سکتا ہے؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا شعور ہے۔ مومن اپنی نظریں ایک بلند مقصد زندگی کی طرف لگا دیتا ہے تو وہ اس راستے کی رکاوٹوں سے دامن چھڑا لیتا ہے۔

سوال5: ایک مومن کب رشتوں، محبتوں اور لذتوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

جواب: جب مومن کا دل مطمئن ہو جائے کہ اس کے دل اور اس کی سوچ پر اللہ تعالیٰ کی رضا حاوی آ گئی ہے۔ اس کے بعد رشتوں ،مال و دولت، کاروبار اور زیب و زینت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے بلکہ ایسی صورت میں یہ حصول لذت مستحب ہے اس لیے کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی تعلق باللہ کا راستہ ہموار کرتا ہے۔

سوال6: ﴿فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ﴾ ”انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَتَرَبَّصُوْا﴾ انتظار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب نازل ہونے کا انتظار کرو۔(2) ﴿بِاَمْرِهٖ ؕ﴾ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قضا ہے اور وہ اس کا جلد آنے والا عذاب اور آخرت کا عتاب ہے یا فتح مکہ ہے اور یہ ’امر‘ ڈراوے کا ہے یعنی ایمان سے محبت کے دعوے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قہر سے بچو۔(تفسیر قاسمی: 15/8) (3) ﴿بِاَمْرِهٖ ؕ﴾ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! اس میں عذاب یا اللہ تعالیٰ کی عقوبت کا اشارہ ہے۔(4) اللہ تعالیٰ کے امر اس کے عذاب اور اس کے عتاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

سوال7: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ ” اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ انہیں ان کی نجات اور ان سعادت کی توفیق نہیں دیتا۔(ایسر التفاسیر:543) (2) فاسق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی، اپنے رسول اور اپنے راستے میں جہاد کی محبت پر، اپنے رشتوں کی محبت اور مال، گھر اور تجارت کی محبت کو ترجیح دینے والے کو ہدایت نہیں دیتا۔(3) یہ آیت کریمہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت فرض ہے اور دیگر تمام اشیا کی محبت پر مقدم ہے۔ نیز آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے نہایت سخت وعید اور شدید ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے جسے یہ مذکورہ اشیاء اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور جہاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے دو امور پیش ہوں ان میں ایک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب ہو مگر اس میں اس کے نفس کی چاہت کا کوئی پہلو نہ ہو اور دوسرے معاملے کو نفس پسند کرتا ہو مگر اس کو اختیار کرنے سے اس چیز سے محروم ہو جاتا ہو جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں یا اس چیز میں کمی واقع ہو جاتی ہو۔ اس صورت میں اگر وہ اس

چیز کو اس امر پر ترجیح دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ظالم اور اس امر کا تارک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے۔(تفسیر سعدی:1/ 1025-1026) (4) سرداران قریش نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور بولے ابو طالب آپ ہمارے اندر سن و شرف اور اعزاز کے مالک ہیں ہم نے آپ سے گذارش کی کہ اپنے بھتیجے کو روکیے لیکن آپ نے نہیں روکا آپ یاد رکھیے ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دی جائیں ہماری عقل و فہم کو حماقت زدہ قرار دیا جائے اور ہمارے خداؤں کی عیب چینی کی جائے آپ روک دیجیے ورنہ ہم آپ اور ان سے ایسی جنگ چھیڑ دیں گے کہ ایک فریق کا صفایہ ہو کر رہے گا۔ ابو طالب پر اس زور دار دھمکی کا بہت اثر ہوا اور انھوں نے رسول ﷺ کو بلا کر کہا: بھتیجے تمھاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسی باتیں کہہ گئے ہیں اب مجھ پر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اور اس معاملے میں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میرے بس سے باہر ہے۔ یہ سن کر رسول ﷺ نے سمجھا کہ اب آپ ﷺ کے چچا بھی آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور وہ بھی آپ ﷺ کی مدد سے کمزور پڑ گئے، اس لیے فرمایا: "چچا جان خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں تو میں اس کام کو اس حد تک پہنچائے بغیر چھوڑ دوں کہ یا تو اللہ اسے غالب کر دے یا میں اس راہ میں فنا ہو جاؤں تو نہیں چھوڑ سکتا۔" اس کے بعد آپ ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ آپ ﷺ رو پڑے اور اٹھ کر چلے گئے جب واپس ہونے لگے تو ابو طالب نے پکارا اور سامنے تشریف لائے تو کہا بھتیجے! جاؤ جو چاہو کہو خدا کی قسم میں تمھیں کبھی بھی کسی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔(ابن ہشام :1/ 265-266) (5) سُعدیٰ والدہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کی اس طرح زیارت کی کہ زید رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بنی القین بن جبر کے ایک لشکر نے ڈاکہ ڈالا وہ بنی معن کے گھروں پر گزرے جو والدہ زید کی قوم تھی، انہوں نے زید کو اٹھالیا اس زمانے میں وہ کم سن بلوغ تھے اور خدمت کے قابل ہو گئے تھے۔ وہ لوگ انہیں بازار عکاظ میں لائے اور بیع کے لیے پیش کیا۔ انہیں حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصیٰ نے اپنی پھوپھی خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا کے لیے چار سو درہم میں خرید لیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے زید کو اپنے لیے ہبہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں لے لیا۔ حارثہ و کعب فرزند ان شراحیل ان کا فدیہ لے کر روانہ ہوئے، دونوں مکہ آئے اور نبی ﷺ کو دریافت کیا تو کہا گیا کہ آپ ﷺ مسجد میں ہیں، وہ آپ کے پاس گئے اور کہا: اے فرزند عبد اللہ و عبد المطلب، اے فرزند ہاشم اور اے اپنی قوم کے سردار کے فرزند، تم لوگ اہل حرم اور اس کے ہمسائیہ ہو اس کے بیت کے پاس ہو، غمگین کو غم سے چھڑاتے ہو اور اسیر کو کھلاتے ہو ہم تمہارے پاس اپنے بیٹے کے معاملے میں آئے ہیں جو تمہارے پاس ہے۔ لہٰذا ہم پر احسان کرو اور اس کا فدیہ قبول کرنے میں ہمارے ساتھ نیکی کرو، ہم فدیہ میں آپ کی قدر کریں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: زید بن حارثہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آیا اس کے سوا کسی اور صورت پر بھی راضی ہو؟ انہوں نے کہا کہ وہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: زید کو بلاؤ انہیں اختیار دے دو اگر وہ تمہیں اختیار کر لیں تو بغیر فدیے کے تمہارے لیے ہیں۔ اور اگر وہ مجھے اختیار کریں تو واللہ میں ایسا نہیں ہوں کہ جو مجھے اختیار کرے میں اس کے لیے کسی اور کو اختیار کروں انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے ہمیں نصف سے زائد دے دیا، اور احسان کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ میرے والد اور چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں وہ شخص ہوں کہ تم نے جان لیا اور اپنے لیے میری محبت کو دیکھ لیا پھر مجھے اختیار کر دیا ان دونوں کو اختیار کرو زید نے کہا کہ میں وہ نہیں ہوں کہ آپ پر کسی

اور کو اختیار کروں آپ ﷺ بجائے میرے ماں باپ کے ہیں۔ ان دونوں نے کہا کہ اے زید! تم پر افسوس ہے کہ تم غلامی کو آزادی پر اور اپنے باپ اور چچا اور گھر والوں پر ترجیح دیتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں میں نے نبی ﷺ سے کوئی ایسی بات دیکھی ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ ان پر کبھی کسی کو اختیار کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ وفاداری دیکھی تو انہیں حجر اسود کے پاس لے گئے، فرمایا: اے حاضرین گواہ رہو کہ زیدؓ میرے بیٹے ہیں میں ان کا وارث ہوں وہ میرے وارث ہیں۔ (طبقات ابن سعد: 207-209)

(6) مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جوانی خوب صورتی اور پیشانی کے بالوں میں مکیّ کے کپڑے پہنتے تھے۔ وہ اہل مکہ میں سب سے زیادہ عطر لگانے والے تھے۔ حضرمی جوتے پہنتے تھے ۔ رسول اللہ ﷺ ان کا ذکر کرکے فرماتے کہ میں نے مکہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خوبصورت بال والا، باریک کپڑے پہننے والا اور نازونعمت والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ابراہیم بن محمد بن شرجیل العبدی نے اپنے والد سے روایت کی کہ یوم احد میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا مسلمان ڈگمگا گئے تو مصعب رضی اللہ عنہ اس کو لیے ہوئے ثابت قدم رہے ابن قمیہ آیا جو سوار تھا اس نے ان کے داہنے ہاتھ پر تلوار مار کے اسے کاٹ دیا مصعب رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے: ﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ ﴾ محمد اللہ کے رسول ہی ہیں ان سے پہلے تمام رسول گزر گئے' انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور اسے مضبوط پکڑ لیا۔ اس نے بائیں ہاتھ پر تلوار مار کر اسے بھی کاٹ دیا تو انہوں نے جھنڈا مضبوط پکڑ لیا اور اسے اپنے بازوؤں سے سینے سے لگا لیا اور کہہ رہے تھے: ﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ ﴾ اس نے تیسری مرتبہ ان پر نیزے سے حملہ کیا اور ان کے جسم میں گھسیڑ دیا۔ نیزہ ٹوٹ گیا مصعب گر پڑے اور جھنڈا بھی گر گیا۔ عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے تھے جو منہ کے بل پڑے ہوئے تھے نبی نے یہ آیت ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ ﴾ آخر تک مومنین میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔'' پڑھی۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ گواہی دیتے ہیں کہ قیامت کے دن تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہدا ہو۔ آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو ان کی زیارت کرو ان کے پاس آؤ اور انہیں سلام کرو کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت تک جو سلام کرنے والا انہیں سلام کرے گا یہ ضرور اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے! کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی جس سے ہم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے تھے اللہ تعالیٰ پر ہمارا اجر واجب ہو گیا ہم میں سے بعض وہ ہیں جو اس طرح سے گزر گئے کہ انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ نہ کھایا انہیں میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو یوم احد میں شہید ہوئے ان کے لیے سوائے ایک چادر کے اور کوئی چیز نہ ملی جس میں انہیں کفن دیا جاتا۔ راوی نے کہا کہ جب ہم اسے سر پر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب ان کے پاؤں پر ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے جو حصہ سر کے متصل ہے اس پر کر دو اور ان کے پاؤں پر اذخر (گھاس) رکھ دو۔ اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے پھل پک گئے ہیں وہ انہیں کاٹتا ہے۔ (طبقات ابن سعد: 245-246) (7) قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ واللہ میں سب سے پہلا عرب ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا ہم لوگ اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا کرتے کہ ہمارے لیے کھانا نہ ہوتا جسے کھاتے سوائے انگور کے پتوں کے اور ببول کے یہاں تک کہ ایک شخص ہمارا سر اس طرح اٹھا کے دوڑتا جس طرح بکری دوڑتی ہے حالانکہ اس کے لیے تیر کمان بھی نہ تھی۔ بنو اسد مجھے دین سے پھیرنے لگے

(اگر ایسا ہوتا) اس وقت میں ناکامیاب ہوتا اور میرا عمل برباد ہو جاتا۔(طبقات ابن سعد:5/266) 8)عامر بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ قبل اس کے رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہونے کے لیے ہم لوگوں کا معائنہ فرمائیں۔ میں نے اپنے بھائی عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو چھپتے دیکھا تو پوچھا اے برادر تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ لیں گے تو بچہ سمجھ کر واپس کر دیں گے میں روانہ ہونا چاہتا ہوں کہ شائد اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرما دیں۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ ﷺ نے انہیں بچوں میں شمار کیا اور فرمایا کہ واپس جاؤ عمیر رونے لگے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ ان کی سفر سنی کی وجہ سے میں تلوار کا پرتلہ ان کے باندھا کرتا تھا، بدر میں قتل کر دیئے گئے اس وقت وہ سولہ برس کے تھے انہیں عمرو بن عبدود نے قتل کیا۔(طبقات ابن سعد:266) (9)سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صہیب رضی اللہ عنہ مہاجر ہو کہ مدینے کی طرف روانہ ہوئے قریش کی ایک جماعت نے ان کا تعاقب کیا تو وہ اپنی سواری سے اتر پڑے ترکش میں جو کچھ تھا نکال لیا اور کہا کہ اے گروہ قریش تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے اچھا تیر انداز ہوں بخدا تم مجھ تک اس وقت تک نہ پہنچ سکو گے جب تک میں اپنے تمام تیر مار نہ لوں اور جب میرے ہاتھ میں تھوڑے سے رہ جائیں گے تو میں تمہیں اپنی تلوار سے ماردوں گا، لہٰذا تم لوگ جو چاہو کرو اگر چاہو تو میں تمہیں اپنا مال بتادوں اور تم میرا راستہ خالی کر دو قریش راضی ہو گئے صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنا مال بتادیا جب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیع نے ابو یحییٰ کو نفع دیا، بیع نے نفع دیا راوی نے کہا کہ اسی بارے میں یہ آیت ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ﴾ اور بعض لوگ وہ ہیں کہ اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو فروخت کر ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔" نازل فرمائی۔(طبقات ابن سعد:311) (10)ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جنگ یمامہ میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پتھر کی ایک چٹان پر دیکھا کہ سر اٹھائے ہوئے چلا رہے تھے: اے گروہ مسلمین کیا تم جنت سے بھاگتے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں میری طرف آؤ(ابن عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں ان کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا جو کٹ گیا تھا اور وہ ادھر ادھر جھول رہا تھا اور وہ نہایت سختی سے لڑ رہے تھے۔ طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ بنی تمیم کے ایک شخص نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پکارا: اے اجدع(کان کٹے) تو عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے میرے سب سے بہتر کان کو گالی دی، شعبہ نے کہا کہ اس کان پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مصیبت آئی تھی(یعنی جہاد میں کٹ گیا تھا)۔ ابو البختری سے روایت ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اس وقت جب کہ وہ ساحل فرات پر صفین کی طرف جا رہے تھے کہا کہ اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے آپ کو اس پہاڑ پر سے پھینک دوں اور لڑھک کے گر جاؤں تو میں کرتا۔ اے اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے آپ کو پانی میں ڈال کر اس میں غرق کر دوں تو میں کرتا میں اور کسی وجہ سے جنگ نہیں کرتا سوائے اس کے تیری رضامندی چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس حالت میں تیری رضامندی چاہتا ہوں تو مجھے ناکامیاب نہ کرے گا۔ ربیعہ بن ناجذ سے مروی ہے کہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اس وقت کہتے سنا جب وہ صفین میں تھے، کہ جنت تلواروں کے نیچے ہے، پیاسا پانی کے پاس آتا ہے اور پیاسے پانی کے پاس آتے ہی ہیں۔ آج دوستوں نے محمد ﷺ اور ان کے گروہ کو چھوڑ دیا میں نے اس جھنڈے کو لے کے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تین مرتبہ جنگ کی ہے یہ چوتھی مرتبہ بھی پہلی کی طرح ہے۔ (طبقات ابن سعد:314) (11) سیدنا ابن ام مکتومؓ ابی عبدالرحمن سے مروی ہے کہ جب یہ آیت:﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ یعنی جو مومن جہاد سے بیٹھنے والے ہیں وہ ثواب میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہیں۔" نازل ہوئی تو ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نے کہا: یارب تو نے مجھے (نابینائی میں) مبتلا کیا میں کیونکر (جہاد) کروں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ سوائے ان کے جو نابینائی والے یا بے عذر والے ہیں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ﴾ نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارب میرا عذر بھی نازل کر دے میرا عذر بھی نازل کر دے۔ اللہ نے ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ نازل کر دیا۔ یہ دونوں (المومنون، المجاہدون) کے درمیان کر دی گئی ہے۔ یعنی اس کے بعد وہ جہاد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جھنڈا مجھے دے دو کیونکہ میں نابینا ہوں بھاگ نہیں سکتا اور مجھے دونوں صفوں کے درمیان کھڑا کر دو۔ (طبقات ابن سعد: 4/340) (12) سیدہ سمیہؓ کو ابو جہل نے نہایت وحشیانہ طریقے پر اپنے نیزہ پر شہید کیا چنانچہ تاریخ اسلام میں یہ پہلی عبرت ناک شہادت تھی۔ جو استقلال و استقامت کے ساتھ راہ خدا میں واقع ہوئی ان کے والد سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ اور بھائی سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی اسی گرداب اذیت میں جان بحق ہوئے۔ ایک دفعہ مشرکین نے عمار رضی اللہ عنہ کو دہکتے انگاروں پر لٹا دیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف سے گزرے تو ان کے سر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا: اے آگ تو ابراہیم علیہ السلام کی طرح ٹھنڈی ہو جا اس طرح جب ان کے گھر کی طرف سے گزرے تو خاندانِ یاسر کو مصیبت میں دیکھتے ہوئے فرمایا: اے آل عمار! تمہیں بشارت ہو جنت تمہاری منتظر ہے۔ (سیرۃ الصحابہ: 346-347)

(13) سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا حرم سے باہر تعظیم میں ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا آدمی جمع کیے گئے مرد عورت بوڑھے بچے امیر و غریب وضیع اور شریف غرض ساری خلقت تماشائی تھی۔ جب لوگ عقبہ کے گھر ان کو لینے آئے تو فرمایا: ذرا ٹھہر جاؤ۔ دو رکعت نماز پڑھ لوں زیادہ پڑھوں گا تو تم کہو گے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈ رہا ہے نماز سے فارغ ہو کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے راستے میں یہ دعا زبان پر تھی: «اللهم احصاهم عددا واقتلهم بددا ولا تبق منهم أحد» پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے ایک درخت کے نیچے پہنچے۔ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت میں! اگر وہ چاہے تو کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کر دے۔ اگر مسلمان رہ کر مارا جاؤں تو مجھے غم نہیں کہ کس پہلو پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں پچھاڑا جاتا ہوں۔ عقبہ بن حارث اور ہبیرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا چند منٹ کے بعد ہی سر اقدس وار پر تھا۔ یہ کیسا عجیب منظر تھا۔ اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر کیسے ظلم و ستم ہو رہے تھے۔ بطحائے کفر کا خونی قاتل توحید کو کس طرح ذبح کیا جا رہا تھا۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن اب بھی اسلام صبر و رضا کا پیکر بنا ہوا تھا۔ اور نہایت سکون اطمینان کے ساتھ جان دی۔ (سیرۃ الصحابہ: 3/301)

رکوع نمبر 10

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝﴾

" بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں میں تمہاری مدد کی ہے اور حنین کے دن بھی جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسند بنا دیا پھر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔" (25)

سوال 1: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ﴾ "بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں میں تمہاری مدد کی ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے اپنے احسانات یاد دلائے ہیں کہ اس نے کثیر جنگوں، لڑائیوں اور معرکوں میں نصرت عطا فرمائی مثلا غزوہ بدر، قریظہ، نظیر، حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے غزوات تھے جیسا کہ صحیحین میں زید بن ارقم کی حدیث ہے کہ یہ انیس (19) غزوات تھے بریدہ نے اپنی حدیث میں اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان میں سے آٹھ میں جنگ کی اور کہا جاتا ہے کہ سارے غزوات و سرایا 70 تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ اسی (80) تھے۔ (تفسیر قاسمی: 8/152-153)

سوال 2: ﴿وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا﴾ "اور حنین کے دن بھی جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسند بنا دیا پھر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) حنین کی جنگ شوال آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوئی۔ (2) حنین مکہ اور طائف کے درمیان وادی ہے جو طائف سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تھی کہ بنو ہوازن آپ ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں اور بنی بکر، بنی بلال، بنی عامر وغیرہ ان کی تائید میں ہو گئے ہیں۔ (3) اس غزوے میں مسلمانوں کی تعداد 12 ہزار تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو فتح مکہ میں حاضر تھے ان میں سے دو ہزار طلقاء تھے۔ لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔ (تفسیر منیر: 5/505) (4) ﴿اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ﴾ "جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسند بنا دیا۔" غزوہ حنین میں مسلمانوں کو اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا۔ (5) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حنین کے دن ایک شخص نے کہا کہ ہم کمی سے مغلوب نہیں ہوں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعداد میں بارہ ہزار تھے، رسول اکرم ﷺ کو یہ بات بری لگی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس: 1/511) (6) ﴿فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا﴾ "پھر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔" کثرت نے انہیں فائدہ نہیں پہنچایا۔

سوال 4: ﴿وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ۚ﴾ "اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔" حنین میں مسلمانوں کو شکست کیوں ہوئی؟

جواب: (1) ﴿وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ "اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔" حنین کی جنگ میں مسلمان شدید صورت حال سے دوچار ہوئے مسلمانوں اور بنو ہوازن کی چھپی ہوئی فوج کے درمیان صبح صبح گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ وہ بے صبری میں، اندھیرے میں مسلمانوں پر تیروں اور تلواروں سے برس پڑے۔ (2) ﴿ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ۚ﴾ "پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔" مسلمانوں کو شکست ہوئی، ان پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور زمین ان پر اپنی کشادگی اور وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی۔ مسلمان حملے کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میدان جنگ میں رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور آپ ﷺ کے ساتھ سو کے لگ بھگ افراد رہ گئے۔ (3) سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حنین کی جنگ میں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ ہم نے آپ ﷺ کو نہیں چھوڑا۔ آپ اپنے سفید خچر پر سوار تھے جو آپ ﷺ کو فروہ بن نغاثہ جذامی نے ہدیہ کیا تھا۔ جب کفار اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر کفار کی طرف جانے کے لیے ایڑ لگانے لگے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا کہ کہیں وہ تیزی سے دشمن کی طرف نہ چلا جائے اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عباس! اصحاب شجرہ کو آواز دو (کیوں کہ میں بلند بانگ

تھا)میں نے بلند آواز سے پکارا:اصحاب شجرہ کہاں ہیں؟آواز سنتے ہی وہ اس طرح لوٹ آئے جیسے گائے اپنے بچوں کے پاس آتی ہے۔وہ کہہ رہے تھے کہ ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں انصار کو یوں بلایا گیا۔یا معشر انصار!یا معشر انصار!پھر بنو الحارث بن خزرج پر بلانا ختم ہوا انہیں یوں بلایا گیا اے بنو الحارث بن خزرج اے بنو الحارث بن خزرج رسول اللہ ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور اونچا ہو ہو کر لڑائی دیکھ رہے تھے۔(مسلم:2 461) (4) حنین میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور مسلمانوں کو یہ ناز ہو گیا تھا کہ ہم فاتح مکہ ہیں ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔اللہ تعالیٰ پر اعتماد یعنی خدا اعتمادی کی بجائے خود اعتمادی نے شکست تک پہنچایا۔

سوال5:اپنی ذات پر بھروسہ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:(1) اپنی ذات پر بھروسہ انسان کے اندر تکبر پیدا کرتا ہے۔(2) انسان ڈسپلن میں کمزور ہو جاتا ہے۔(3) انسان غیر حقیقت پسندانہ Step لینے لگتا ہے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ پر بھروسہ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کائنات کی سب سے بڑی قوت پر بھروسہ ہے۔(2) اس بھروسہ کی وجہ سے انسان کے اندر تواضع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔(3) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کی وجہ سے انسان حقیقت پسند بن جاتا ہے اور حقیقت پسندی تمام کامیابیوں کی بنیاد بنتی ہے

سوال7:حنین میں مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیات پر کیا تبصرہ کیا گیا ہے؟

جواب:(1) جب تمہیں اپنی کثرت تعداد پر غرور ہو گیا۔(2) غرور دماغ کو چڑھا اور زمین تنگ ہو گئی جیسے بہت بلندیوں پر آکسیجن کم ہو جائے تو سینہ بھینچنے لگتا ہے۔03) پھر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔

﴿ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (26)

"پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور اس نے ان لوگوں کو سزا دی جنہوں نے کفر کیا اور کافروں کا یہی بدلہ ہے۔" (26)

سوال1:﴿ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ "پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی۔"کی وضاحت کریں؟

جواب۔(1) اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس میں طمانیت نازل فرمائی ان کا قلق اور اضطراب جاتا رہا۔(ایسر التفاسیر :544) (2) اللہ تعالیٰ نے سکینت نازل فرمائی جس سے تم نے سکون پایا اور اس کی رحمت اور نصرت سے تم ثابت قدم رہے اور کافروں کو شکست ہوئی اور ان کے دلوں نے فرار کے بعد واپسی پر اطمینان محسوس کیا۔(تفسیر قاسمی:8/153)

سوال2:سکینت کیا ہے؟

جواب:(1) سکینت اس کیفیت کا نام ہے جو دل کو دہلا دینے والے واقعات اور زلزلوں کے وقت اللہ تعالیٰ دل میں پیدا کرتا ہے جو دل کو سکون عطا کر کے مطمئن کرتی ہے۔سکون قلب بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔(تفسیر سعدی:1/1028)
(2) سکینت یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دامن ہے۔

سوال3: مسلمانوں کے دلوں پر اس سکینت کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟
جواب:(1) سکینت نے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔(2) سکینت نے انہیں پر سکون کر دیا۔
سوال4: ﴿وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ﴾ " اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) " اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔" لشکروں سے مراد فرشتے تھے جنہیں غزوہ حنین میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل فرمایا جو مسلمانوں کے دلوں کو ثابت قدم رکھتے تھے اور انہیں فتح و نصرت کی بشارتیں دیتے تھے۔ ان کے اندر روح، شجاعت اور صبر و ثبات پھونکتے تھے۔(2) اللہ تعالیٰ نے فوجوں کے بارے میں بتایا جو تمہیں نظر نہ آتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد کے لیے ایسا لشکر بھیجا جو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک مشرک فوجی کہنے لگا جب مسلمانوں سے ہمارا مقابلہ ہوا تو وہ ہمارے مقابلے پر ذرا سی دیر بھی نہ ٹھہر سکے، ہم نے ان کا تعاقب کیا آخر کار ہم ایک سفید خچر والے کے پاس پہنچے۔ آپؐ اللہ کے رسول تھے اور آپ ﷺ کے پاس گورے گورے اور خوب صورت نوجوان تھے۔ انہوں نے ہم سے کہا: تمہارے چہرے بگڑ جائیں گے لوٹ جاؤ۔ انکا یہ کہنا تھا کہ ہم شکست کھا گئے اور مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔(ابن جریر)
سوال6: ﴿وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶﴾ " اور اس نے ان لوگوں کو سزا دی جنہوں نے کفر کیا اور کافروں کا یہی بدلہ ہے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ﴾ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یعنی بنو ہوازن کو عذاب دیا۔ وہ قتل ہوئے اور قیدی بنائے گئے (2) ان کو شکست ہوئی ان کی عورتیں مسلمانوں کے قبضے میں آ گئیں۔(3) ﴿وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶﴾ یہ کافروں کی دنیا میں سزا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ "تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دلوائے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا۔" (التوبہ:14)
﴿ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷﴾
"پھر اللہ تعالیٰ اس کے بعد بھی جس کو چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔"(27)
سوال1: ﴿ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾ "پھر اللہ تعالیٰ اس کے بعد بھی جس کو چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے شکست کے بعد ہوازن کے ان کفار کی اکثریت کی توبہ قبول فرمالی جن سے جنگ ہوئی تھی۔ وہ اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے پاس آئے۔(2) وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔(تفسیر قاسمی:2/154) (3) آپ ﷺ نے بنو ہوازن کے بچے اور عورتیں واپس کر دیں۔
سوال2: ﴿وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷﴾ "اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ﴾ وہ گناہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتا ہے۔(2) ﴿رَّحِيْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم والا ہے۔ وہ ان پر اپنی مغفرت کے ذریعے فضل فرماتا ہے۔(فتح القدیر:2/437) (3) اللہ تعالیٰ بے انتہا مغفرت اور بے پایاں رحمت کا مالک ہے۔ وہ توبہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتا ہے۔ ان کے جرائم سے درگزر کرتا ہے اس لیے جرائم کی وجہ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۸ ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناسب مشرک ناپاک ہیں چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اگر اس نے چاہا، یقینا اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔" (28)

سوال 1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناسب مشرک ناپاک ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ اے لوگو جنہوں نے ایمان سے اپنے باطن کو پاک کیا ہے۔(تفسیر قاسمی: 8/ 161) (2) ﴿ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ﴾ "یقیناسب مشرک ناپاک ہیں۔" جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، غیر اللہ کی عبادت کی وہ ناپاک ہیں۔ (3) یعنی اپنے عقائد واعمال میں ناپاک ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر ناپاک اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتا ہے جو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اور نہ کوئی کام آسکتے ہیں اور ان لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے، اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے باطل کی مدد کرنے، حق کو ٹھکرانے اور زمین میں اصلاح کی بجائے فاسد کے لیے کام کرنے جیسے افعال پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس لئے تم پر فرض ہے کہ تم سب سے زیادہ شرف کے حامل اور سب سے زیادہ پاک گھر سے مشرکین کو پاک رکھو۔(تفسیر سعدی: 1/ 1029-1030) (3) یہاں نجاست سے مراد بدن کی نجاست نہیں کیونکہ کافر کا بدن بھی دوسرے لوگوں کے بدن کی طرح پاک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتابیہ عورت کے ساتھ مباشرت جائز قرار دی ہے مگر اس کا پسینہ وغیرہ لگ جانے کی صورت میں دھونے کا حکم نہیں دیا۔ مسلمان ہمیشہ سے کفار کے ساتھ بدنی اختلاط رکھتے چلے آئے ہیں مگر ان سے یہ بات منقول نہیں کہ انہوں نے کفار کو اس طرح ناپاک سمجھا ہو جس طرح وہ گندگی کو ناپاک سمجھتے ہیں۔ درحقیقت اس سے مراد معنوی نجاست یعنی شرک ہے تو جس طرح توحید اور ایمان معنوی طہارت ہے اسی طرح شرک معنوی نجاست ہے۔(تفسیر سعدی: 1/ 1029-1030)

سوال 2: مشرکین کیسے نجس ہیں؟

جواب: (1) مشرک دین کے اعتبار سے نجس ہیں۔ (2) ان کا عقیدہ ناپاک ہے۔ (3) ان کی روح ناپاک ہے ناپاکی ان کے اندر اتر گئی ہے۔ (4) پاکیزہ لوگ ان سے دور رہنا پسند کرتے ہیں۔

سوال 3: ﴿ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ ﴾ "چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مشرک اس سال کے بعد مسجد حرام میں نہ جائیں وہ 9 ہجری کا سال تھا۔ (2) اسی سال آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ حج کے روز اعلان برأت کر دیں انہوں نے اعلان برأت کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہیں آئے گا نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ (3) مشرکوں کو مسجد حرام میں داخلے سے روکا ہے کہ

مکہ اور حرم کے ارد گرد کا علاقہ حرم ہے اس دن سے مکہ میں مشرک داخل نہیں ہوئے۔(ایسر التفاسیر:544-545) (4) ﴿بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ "اس سال کے بعد۔" اس سے مراد 9 ہجری ہے۔

سوال4: مسلمانوں کو حرم میں مشرکوں کا داخلہ بند ہونے پر تشویش کیوں ہوئی تھی؟

جواب: عرب غیر زرعی ملک ہے ان کی اقتصادی صورت حال کا انحصار تجارت پر ہے اور تجارت مشترکہ تعلقات پر ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ تجارتی رشتے ٹوٹ جائیں گے تو کیا ہو گا اس وقت انہوں نے یہ نہ سوچا کہ مشرک مسلمان ہو جائیں گے تو سرگرمیاں بحال ہو جائیں گی۔

سوال5: مسلمانوں کی ابتدائی قربانیوں کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: مسلمانوں کی ابتدائی قربانی یہ تھی کہ مقامی سطح پر معاشی دروازہ بند ہوتے دیکھ کر صبر کر لیں لیکن اس میں عالمی سطح پر معیشت کی بحالی کا راز تھا۔ اس وجہ سے مسلمانوں کی تجارت پوری دنیا میں پھیل گئی۔

سوال6: ﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ﴾ "اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اگر اس نے چاہا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً﴾ "اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے۔" یعنی مشرکوں کو مسجد حرام سے روک دینے سے آپ کو فقر و فاقہ کا خوف ہو جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشرک بیت اللہ آتے تھے اور ان کے ساتھ وہ تجارتی خبریں آتی تھیں جو ہر طرف پھیل جاتی تھیں پھر جب انہیں بیت اللہ آنے سے روک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا: ہمارا کھانا کہاں سے آئے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(ابن ابی حاتم) (2) مکہ جہاں ایک مقدس مقام تھا وہاں تجارتی مرکز بھی تھا اور وہ تجارت زیادہ تر مشرکین مکہ کے ہاتھ میں تھی۔ لہذا مکہ اور اس کے آس پاس میں بسنے والے بالخصوص نو مسلموں کو خدشہ لاحق ہوا کہ اب ضروریات کیسے پوری ہوں گی نیز ذرائع روزگار بھی متاثر ہونے کا اندیشہ تھا۔ اللہ نے ان مسلمانوں کو تسلی دی اور اس خدشہ کا مداوا یوں ہوا کہ مسلمانوں نے معیشت کے سارے میدان خود سنبھال لیے جن میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی اور اس طرح مسلمانوں کو غنی بنا دیا۔ اس صورت حال کا صحیح اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ جب پاکستان بننے کے وقت 1947ء میں ہندو لوگ، جن کے ہاتھ میں معیشت کی باگ ڈور تھی پاکستان کو چھوڑ کر ہندوستان جا رہے تھے اور زندگی کے ہر میدان میں بالخصوص معیشت کے میدان میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا تو عرصہ تک تجارتی منڈیاں ہی بند رہیں آخر مسلمانوں نے ان منڈیوں کو سنبھال لیا تو اللہ نے انہیں بہت غنی کر دیا۔(تیسیر القرآن:2/197) (3) ﴿فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ﴾ "تو اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اگر اس نے چاہا۔" اس لیے مشرکوں کو منع کر دو اور فقر کا خوف نہ کرو۔(ایسر التفاسیر: 544-545) (4) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جزیہ سے غنی کر دیا۔(الدر المنثور:3/409) (5) ﴿اِنْ شَآءَ﴾ اللہ تعالیٰ کا فرمان اس کی مشیت کے ساتھ معلق ہے۔ دنیا میں اگر کسی کو غنا حاصل ہو تو یہ ایمان کے لوازمات میں سے نہیں ہے نہ یہ اس بات کا ثبوت ہے نہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا تو کسی کو بھی دے دیتا ہے مگر ایمان صرف اس کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ نے ایک دروازہ بند کر کے مسلمانوں کے لیے دولت کے دوسرے دروازے کھول کر اپنا وعدہ پورا کیا اس نے مسلمانوں کو اتنا مال عطا کیا کہ وہ بڑے مال داروں اور بادشاہوں میں شمار ہونے لگے۔(5) یہ آیت دلیل ہے کہ رزق کے لیے اسباب اختیار کرنا

توکل کے منافی نہیں ہے۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول نے فرمایا:"اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔" (جامع الترمذی:2344)

سوال:﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۸ ذ ﴾ "یقینا اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ علیم ہے تمہاری مصلحتوں کو جانتا ہے۔(2) وہ خوب جانتا ہے کہ کس کو غنی کرنا چاہئے۔(3) اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ ہر ایک کو اس کے جائز مقام پر رکھتا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ اپنے احکامات ونواہی میں بھی حکیم ہے۔

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۲۹ ﴾

"اور ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کو حرام کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ ہی وہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور ذلیل ہوں۔"(29)

سوال 1:﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ﴾ "اور ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کو حرام کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ ہی وہ دینِ حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اس آیت کریمہ میں رب العزت نے یہود ونصاریٰ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔(2) ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾، سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق نہیں کرتے۔(فتح القدیر:2/ 441) (3) ﴿ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ اور نہ آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے جس کی وجہ سے آخرت کی نجات ملتی ہے۔(4) یہود ونصاریٰ ایسا ایمان نہیں رکھتے جس کی تصدیق ان کے افعال اور اعمال کرتے ہوں۔(5) ﴿ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴾ "اور نہ ہی اس کو حرام کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔" اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حلال وحرام ٹھہرائے وہی شریعت ہے۔ یہود ونصاریٰ محرمات کی تحریم میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اتباع نہیں کرتے۔ جیسے شراب، سُور، سود اور دیگر حرام اشیاء۔(6) ﴿ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ ﴾ " اور نہ ہی وہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں۔" دین حق سے مراد اسلام ہے جس کے سوا کوئی دین قابل قبول نہیں۔(7) یہود دی دین رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ باطل دین ہے کیونکہ انہوں نے اپنے دین میں تحریف کی اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی شریعت کے ذریعے اسے منسوخ کر دیا ہے۔(8) ﴿ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ﴾ یعنی یہود ونصاریٰ۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے وہ کون سی صفات گنوائی ہیں جس کی وجہ سے جنگ کا جواز نکلتا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لانا۔(2) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہ ٹھہرانا۔ (3) سچے دین کو نہ اپنانا۔

سوال3:﴿ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ ﴾ ”اور نہ ہی وہ دینِ حق کو اختیار کرتے ہیں۔“ دین حق کیا نہیں ہے؟
جواب:(1) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنا دین حق نہیں ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر کسی اور کے قانون پر چلنا دین حق نہیں ہے۔(3) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور سے احکامات اور ہدایات لینا دین حق نہیں ہے۔
سوال4: اسلام کو اپنے راستے کی ہر رکاوٹ دور کرنے کا حق کیوں حاصل ہے؟
جواب:(1) اسلام دین حق ہے۔(2) اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسانوں کو دین حق کے علاوہ سارے دینوں سے آزاد کر کے چھوڑ دے تاکہ انسان اپنے اختیار سے دین کو قبول کر لے۔(3) انسان کو مادی رکاوٹوں سے آزاد کروانا تبھی ممکن ہے جب جاہلی قوتوں کی شان وشوکت کو توڑ دیا جاتا ہے۔(4) انسان تبھی آزاد ہو سکتے ہیں جب دین حق کے علاوہ ساری قوتیں اسلام کے تابع ہوں۔
سوال5:﴿ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ ”یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور ذلیل ہوں۔“ کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ ﴾ یعنی وہ مال ادا کریں جو ان کے خلاف مسلمانوں کے قتال ترک کرنے اور مسلمانوں کے درمیان اپنے مال ومتاع سمیت پر امن رہنے کا عوض ہے جو ہر سال ہر شخص سے اس کے حسب حال خواہ وہ امیر ہے یا غریب، وصول کیا جائے گا۔ جیسا کہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر سربراہان نے کیا تھا۔(2) ﴿ عَنْ يَّدٍ ﴾ یعنی مطیع ہو کر اور اقتدار چھوڑ کر یہ مالی عوض ادا کریں اور اپنے ہاتھ سے ادا کریں اور اس کی ادائیگی کے لیے خادم وغیرہ نہ بھیجیں، بلکہ یہ جزیہ صرف انہی کے ہاتھ سے وصول کیا جائے۔(تفسیر سعدی: 1/ 1030-1032) (3) ﴿ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ اور وہ زیر دست اور مطیع بن کر رہیں۔ جب ان کا یہ حال ہو، اور وہ مسلمانوں کا جزیہ ادا کرنا، مسلمانوں کے غلبہ اور ان کے احکامات کے تحت آنا قبول کر لیں، حالات ان کے شر اور فتنہ سے مامون ہوں وہ مسلمانوں کی ان شرائط کو تسلیم کر لیں جو ان پر عائد کی گئی ہوں جن سے ان کے اقتدار اور تکبر کی نفی ہوتی ہو اور جو ان کی زبردستی کی موجب ہوں تو مسلمانوں کے امام یا اس کے نائب پر واجب ہے کہ وہ ان کے ساتھ معاہدہ کر لے۔ اگر وہ معاہدے کو پورا نہ کریں اور زیر دست رہ کر جزیہ ادا نہ کریں، تو ان کو امان دینا جائز نہیں، بلکہ ان کے ساتھ قتال کیا جائے یہاں تک کہ اطاعت کر لیں۔ اس آیت کریمہ سے جمہور اہل علم استدلال کرتے ہیں کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے لیا جائے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف اہل کتاب سے جزیہ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ رہے اہل کتاب کے علاوہ دیگر کفار تو ان کے خلاف اس وقت تک لڑنے کا ذکر ہے جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ جزیہ ادا کرنے اور اس کے عوض مسلمانوں کے شہروں میں رہنے کے احکام میں مجوس بھی شامل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاقہ ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔ پھر امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایران کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب تمام کفار سے جزیہ قبول کیا جائے گا کیونکہ یہ آیت کریمہ مشرکین عرب کے ساتھ قتال سے فراغت کے بعد اور اہل کتاب وغیرہ کے ساتھ قتال شروع ہونے پر نازل ہوئی ہے۔ تب یہ قید واقعہ کی خبر ہے اس کا مفہوم نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مجوسیوں سے جزیہ لیا گیا ہے حالانکہ وہ اہل کتاب میں شمار نہیں ہوتے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے مسلمانوں سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ جس قوم کے خلاف جنگ کرتے انہیں سب سے پہلے تین میں سے ایک

چیز قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔(الف)اسلام قبول کرنا۔(ب)جزیہ ادا کرنا۔(ج)یا تلوار کا فیصلہ قبول کرنا۔اور اس میں انہوں نے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے درمیان کبھی کوئی فرق نہیں رکھا۔(تفسیر سعدی:1/1031-1032)

سوال6:جزیہ سے کیا مقاصد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب:(1)جزیہ دے کر اسلام کے راستے کی رکاوٹ نہ بننے کا اعلان ہوتا ہے۔(2)اسلام آزادی،مال اور عزت کا تحفظ دیتا ہے اس کے عوض اسلامی مملکت کے اخراجات میں حصہ ڈالا جاتا ہے۔(3)بیت المال سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی کفالت ہوتی ہے۔مسلمان زکوٰۃ دیتے ہیں جب کہ غیر مسلم جزیہ۔

رکوع نمبر11

﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِۨابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰ ﴾

"اور یہودیوں نے کہا کہ عُزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔یہ ان کے اپنے مونہوں کی بات ہے،وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے!وہ کہاں سے بہکائے جارہے ہیں؟" (30)

سوال1:﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِۨابْنُ اللّٰهِ ﴾"اور یہودیوں نے کہا کہ عُزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے یہودیوں کے خلاف قتال کا حکم دیا تو ان کے گمراہ کن اقوال کا ذکر کیا جو رب سے محبت کرنے والے غیرت مند مسلمانوں کو ان کے خلاف پوری کوششیں کرنے کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔(2)﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِۨابْنُ اللّٰهِ ﴾"اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔"یہ قول یہود کے ایک فرقے کا تھا عوام کا قول نہیں تھا۔(3)عزیر وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سو سال تک موت دی تھی پھر انہیں دوبارہ زندہ کیا۔یہودی انہیں عذرا کا نام دیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:546)

(4)بعض اہل علم کہتے ہیں کہ سیدنا عزیر علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرنے کا سبب یہ تھا کہ جب (غیر اسرائیلی مشرک)بادشاہوں نے ان پر تسلط حاصل کرکے ان کو تتر بتر کر دیا اور حاملین تورات کو قتل کر دیا،اس کے بعد انہوں نے عزیر علیہ السلام کو پایا کہ تمام تورات یا اس کا بیشتر حصہ ان کو حفظ ہے،سیدنا عزیر علیہ السلام نے ان کو تورات اپنے حافظہ سے املا کروادی اور انہوں نے تورات کو لکھ لیا۔بنابریں انہوں نے سیدنا عزیر علیہ السلام کے بارے میں یہ بدترین دعویٰ کیا۔(تفسیر سعدی:1/1033) (5)یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ یہودیوں کو ان کی سرکشی نے یہاں تک پہنچا دیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال و کمال میں نقص ثابت کرنے کی کوشش کی۔(6)اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں سے جنگ کا جواز بتایا ہے کہ وہ رب العزت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

سوال2:﴿ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ﴾"اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)مسیح سے مراد عیسیٰ ابن مریم ہیں۔یہ عیسائیوں کا کفر تھا کہ انہوں نے عیسی علیہ السلام کا نسب اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا جو جلال و کمال والا ہے۔(ایسر التفاسیر:546-547) (2)انہیں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن

مریم علیہ السلام کو نصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھادیا ہے۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔" (صحیح بخاری:3445)

سوال 3: یہودیوں اور عیسائیوں کی مشترکہ اعتقادی خرابی کیا تھی؟

جواب: دونوں ہی ابنیتِ خدا کے قائل تھے۔ یہودی کہتے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور عیسائی کہتے کہ مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

سوال 4: ﴿ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ﴾ "یہ ان کے اپنے مونہوں کی بات ہے وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی وہ بات جو یہودی اور عیسائی کہتے ہیں۔ (2) ﴿قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ﴾ ان کے اپنے مونہوں کی بات ہے یعنی بے دلیل ہے۔ ایسے شخص کی بات ہے جس کو کچھ پتہ نہیں کہ اس نے کیا بولا ہے اور کس کے لیے بولا ہے؟ نہ وہ عقل سے کام لیتا ہے کہ عقل اسے ایسی بات کرنے سے روکے نہ اس کا کوئی دین ہے جو اسے جہانوں کے بادشاہوں سے متعلق بے دلیل بات کہنے سے روکے۔ (3) ﴿يُضَاهِـُٔوْنَ﴾ وہ مشابہت کرتے ہیں یعنی اپنی اس بے دلیل بات میں۔ (4) ﴿قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ﴾ "وہ ان لوگوں کی بات جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔" یعنی ماضی میں اپنے مشرک آباء واجداد کے قول کی مشابہت میں ہیں جو کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، دونوں اقوال باطل اور مشابہ ہیں۔ (5) وہ پہلی کافر قوموں سے مشابہت رکھتے ہیں جیسے وہ گمراہ ہوئے یہ بھی گمراہ ہوئے اور وہ برہمن ہندو چین، جاپان اور ہندوستان کے بدھ اور ایران، مصر، یونان اور روم کے قدیم گمراہ مشرکین عرب کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (تفسیر منیر:5/533)

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدے کی غلطی پر کیسے ضرب لگائی ہے؟

جواب: رب العزت نے یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدے پر ضرب لگاتے ہوئے فرمایا: (1) یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔

(2) انہوں نے پہلے لوگوں کی دیکھا دیکھی یہ کام شروع کیا ہے۔

سوال 6: کیا اس سے پہلے ابنیتِ خدا کا عقیدہ پایا جاتا تھا؟

جواب: (1) عربوں میں ابنیت ملائکہ کا عقیدہ تھا۔ (2) مصری ثلیث کے اجزاء دریس (رب)، ایزیس اور موریس (ابن) یہ فرعون کی بت پرستی کی بنیاد تھی۔ (3) ہندو تین اقانیم کے قائل تھے۔ برہما (خالق)، وشنو (ابن)، وسیقا (برباد کرنے والا)۔ (4) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے جو فلسفہ سکندریہ میں پڑھایا جاتا تھا۔ اس میں کلمہ کو دوسرا الٰہ اور اسے خدا کا کنوارا بیٹا کہا جاتا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا کہ اہل کتاب حق پر نہیں ہیں۔

سوال 7: ﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ﴾ "اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے! وہ کہاں سے بہکائے جارہے ہیں؟" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ان پر لعنت کی صورت میں دعا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور پھینکنے کی بات ہے۔ (ایسر التفاسیر:546-547) (2) ﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ﴾ یعنی ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے۔ (ابن ابی حاتم:6/1783) (4) ﴿اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ "وہ کہاں سے بہکائے جارہے ہیں۔" کیسے وہ حق کو باطل کی طرف پھیر رہے ہیں۔ (فتح القدیر:2/443) (5) کیسے وہ حق اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تقدیس کو شرک اکبر اور باطل کی طرف پھیر رہے ہیں۔ مسیح اور عزیر اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں مخلوق خالق کیسے ہوسکتی ہے جب کہ وہ کھاتی پیتی اور تھکتی ہے، دکھ اور تکلیف جھیلتی ہے۔ اب العزت نے فرمایا: ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ

مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ ﴾ مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول ہے یقیناً اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔(المائدہ:75)

(6) سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ نہیں مگر وہ ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا۔(الزخرف:59) (7) ﴿ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴾ مسیح اس بات میں ہر گز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اس کی عبادت سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔(النساء:172)

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

”انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“

سوال 1: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ ﴾ ”انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔“ ان لوگوں نے اپنے احبار اور رہبان کو کیسے اپنا رب قرار دے دیا تھا؟

جواب: (1) ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ ﴾ ”انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا ہے۔“ احبار حبر کی جمع ہے اس سے مراد یہود کے علماء ہیں۔(2) ﴿ وَ رُهْبَانَهُمْ ﴾ رہبان، راہب کی جمع ہے۔ عیسائیوں کے عبادت گزار لوگ مراد ہیں۔ (ایسر التفاسیر:546) (3) حبر اسرائیلیوں میں اللہ تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ ہوتا تھا اور یہ آل ہارون کے وارثوں کا مرتبہ تھا۔ حبر ان میں کنوارا اور سب سے بزرگ ہوتا تھا۔(تفسیر قاسمی: 8/ 184) (4) عیسائیوں میں راہب دنیا کے مشغلوں سے کٹ کر، لذتوں کو چھوڑ کر، دنیا سے بے رغبتی اختیار کر کے اور اس کے رہنے والوں کو چھوڑ کر الگ رہنے والا ہوتا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ» ”اسلام میں کوئی راہبانیت نہیں ہے۔(تفسیر قاسمی: 8/ 184) (5) ﴿ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ”اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب۔“ وہ انہیں الٰہ بناتے ہیں جو ان کے لیے شریعت بناتے ہیں اور یہ ان کی شریعت کے مطابق حلال و حرام اختیار کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:546) (6) وہ ان کے لیے ان امور کو حلال کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اور یہ ان کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور ان امور کو حرام کرتے ہیں جن ک اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے۔ اور یہ (ان کی تقلید میں) ان امور کو حرام قرار دے لیتے ہیں۔ یہ احبار اور رہبان ان کے لیے ایسی شریعت اور اقوال مشروع کرتے ہیں جو انبیاء و رسل کے دین کے منافی ہیں اور یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ نیز یہ اپنے مشائخ و عباد کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کی قبروں کو بت بنا دیتے ہیں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، جہاں جانور ذبح کرنے کی منتیں مانی جاتی ہیں، دعائیں مانگی جاتی ہیں، اور ان کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی: 1/ 1033) (7) ﴿ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ ﴾ یعنی انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا ہے۔

سوال2: یہودی اور عیسائی اپنے احبار (علماوفقہا) سے کیسا تعلق رکھتے تھے؟

جواب: رب العزت نے واضح فرمایا کہ انہوں نے اپنے احباراوررہبان یعنی علماء اور فقہاء کو اپنارب بنالیاہے۔عدی بن حاتم سے روایت ہے انہوں نے کہاکہ میں جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچاتومیرے گلے میں سونے کی ایک صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی اس صلیب کو اپنی گردن سے اتاردو۔میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ تلاوت فرمارہے تھے: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ میں نے کہااے اللہ کے رسول یہ کیسے ہے؟ہم توان کی عبادت نہیں کرتے،توآپ ﷺ نے فرمایا: کیاوہ جسے حلال کردیں آپ لوگ حلال نہیں سمجھتے اور جسے وہ حرام کردیں آپ لوگ اسے حرام نہیں کرتے؟میں نے کہا:جی ہاں!توآپ ﷺ نے فرمایا: یہ ہے (یعنی یہ رب بنانا ہے)۔(ترمذی کتاب التفسیر:5/278)

سوال3: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قانون سازی کا حق دینے والے کا کیادرجہ ہو جاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوادوسروں کو قانون سازی کا حق دینے والا مشرک ہو جاتا ہے۔

سوال4: ﴿ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳۱ ﴾ ”حالانکہ انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَ مَآ اُمِرُوْٓا ﴾ یعنی حال یہ ہے کہ ان کافروں کو ان کی کتاب میں یہ حکم نہیں دیا گیا تھا۔(تفسیر قاسمی:8/187) (2) ﴿ اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ ﴾ ”کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں۔“یعنی وہ صرف اس اللہ کے حکم کی اطاعت کریں اور اس کی مخالفت میں غیر اللہ کی اطاعت نہ کریں۔(تفسیر قاسمی:8/187) (3) یعنی ان کے انبیاء موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو ایک اللہ تعالیٰ کے سوااور کسی کی عبادت کا حکم نہیں دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(ایسر التفاسیر:547) (4) عبادت اور اطاعت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں،اسی پر توکل کریں،اسی سے مدد طلب کریں،اسی سے فریادیں کریں،اسی سے امید باندھیں،محبت اور دعا کو اسی کے لیے مخصوص کریں۔(5) ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ ﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی۔“ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ توحید ہے۔(ابن ابی حاتم:4/1784) (6) محمد بن اسحاق نے کہا:یعنی اس کے ساتھ کوئی دوسرا اس کام میں شریک نہیں۔(ابن ابی حاتم:6/1784) (7) ﴿ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ”وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ پاک اور بلند ہے،وہ مقدس ہے اس کی ذات ہر شرک سے بلند ہے۔وہ اپنے اوصاف اور افعال میں ہر اس شرک سے پاک ہے جو اس کے کمال کے منافی ہے۔(8) وہ عبادت اور اطاعت میں شرک سے پاک ہے۔(فتح القدیر:2/444)

﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲ ﴾

”وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مُونہوں سے بجھادیں اور اللہ تعالیٰ نہیں مانتا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگرچہ کافر لوگ برا جانیں۔“(32)

سوال1: ﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ ”وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ يُرِيْدُوْنَ ﴾ وہ ارادہ رکھتے ہیں یعنی یہ ان کا پختہ منصوبہ ہے۔(2) ﴿ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ ”کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھادیں۔“ اللہ تعالیٰ کے نور سے مراد وہ دین ہے جس کے ساتھ اس نے اپنے رسولوں کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا اس کو کوئی چیز نہ بدل سکتی ہے نہ باطل کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نور، اسلام کو یہودی اور عیسائی اپنے مونہوں سے یعنی جھوٹ، افتراء پردازی، عیب اور نقص سے بجھادینا چاہتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:547)

سوال2: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نور کو کیسے بجھانا چاہتے ہیں؟

جواب:(1) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نور کو جھوٹ اور سازشوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔(2) یہ لوگ اپنے حمایتیوں کو آمادہ کرتے ہیں کہ وہ اس دین کے خلاف جنگ کریں۔ اس کا راستہ روکیں۔ آج بھی یہی صورت حال ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے دین کو نور کیوں کہا ہے؟

جواب: یہاں اللہ تعالیٰ کے نور سے مراد اس کا دین ہے جس کو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے بھیجا اور کتابوں کے ذریعے سے نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دین کو نور کہا ہے، کیونکہ جہالت اور ادیان باطلہ کے اندھیروں میں اس کے ذریعے سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ دین، حق کے علم اور حق پر عمل کا نام ہے اور حق کے علاوہ ہر چیز اس کی ضد ہے۔(تفسیر سعدی:1/1034)

سوال4: ان آیات کا مقصد کیا تھا؟

جواب: ان آیات کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان زیادہ جوش و خروش سے تیاری کریں۔

سوال5: ﴿ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲ ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ نہیں مانتا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگرچہ کافر لوگ برا جانیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ”اور اللہ تعالیٰ نہیں مانتا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگرچہ کافر لوگ برا جانیں۔“ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کہ رہے گا۔ اس نور کو بجھانے کے لیے یہ ساری مخلوق اکٹھی ہو جائے تو اسے بجھا نہیں سکتی۔(1) اس لیے کہ اس نے اس نور کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔(2) وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے۔(3) کافروں کی نور بجھانے کی بھاگ دوڑ اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کا کیا وعدہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔

سوال7: اس وعدے کے اہل ایمان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1) یہ وعدہ اہل ایمان کے لئے باعث اطمینان ہے۔(2) اس کی وجہ سے وہ مشکلات برداشت کرتے ہیں۔(3) اس وعدے کی وجہ سے وہ دشمنوں کی سازشوں اور مسلسل جنگ کا مقابلہ کرتے ہیں۔

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۳۳ ﴾

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے اگرچہ مشرک لوگ بُرا جانیں۔“ (33)

سوال1:﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ ”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ ﴾ ”وہی ہے جس نے اپنے رسول یعنی محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔(2) ﴿ بِالْهُدٰی ﴾ ہدایت کے ساتھ یعنی نفع مند علم جو کہ وحی کا علم ہے یعنی قرآن وسنت کے علم کے ساتھ بھیجا ہے۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ﴾ یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔(البقرہ:2) (4)﴿ وَ دِیْنِ الْحَقِّ ﴾ ”اور دین حق کے ساتھ۔“ دین حق عمل صالح کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب محمد ﷺ کو جو دین دے کر مبعوث فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اس کے افعال اور اس کے احکام واخبار کے بارے میں باطل میں سے حق کو واضح کرنے اور ہر ایسے حکم پر مشتمل ہے جو بدن، روح اور قلب کے لیے نافع اور ان کی اصلاح کرتا ہے، یعنی دین میں اخلاص، اللہ تعالیٰ سے محبت اور اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہے، وہ مکارم اخلاق، محاسن عادات، اعمال صالحہ اور آداب نافعہ کے احکام پر مشتمل ہے اور ان تمام برے اخلاق اور برے اعمال سے روکتا ہے جو ان کی ضد ہیں۔ جو دنیا وآخرت میں قلب وبدن کے لیے ضرر رساں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔(تفسیر سعدی: 1/ 1035) (5) ﴿ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ ”تاکہ وہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے۔“ تاکہ دین اسلام سارے ادیان پر غالب آجائے۔ (قرطبی: 4/ 45) (6) قتادہ سے روایت ہے کہ دین چھ تھے جو لوگ ایمان لائے، جو یہودی ہوئے، صابی، عیسائی اور مجوسی اور جن لوگوں نے شرک کیا۔ سارے ادیان دین اسلام میں داخل ہو گئے اور اسلام میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی۔ بے شک اللہ نے فیصلہ کر دیا اسکے مطابق جو اس نے نازل کیا کہ دین اسلام سارے ادیان پر غالب آجائے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔ (الدر المنثور:3/417)

سوال2: جب رسول اللہ ﷺ آئے تو کون کون سے خود ساختہ دین موجود تھے؟

جواب:(1) مشرکین کا دین جسے وہ دین ابراہیم کہتے تھے۔(2) یہود کا دین جسے وہ دین موسیٰ کہتے تھے۔(3) عیسائیوں کا دین جسے وہ دین مسیح کہتے تھے۔(4) صابیوں کا دین۔(5) مجوسیوں کا دین۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے دین کے بارے میں کیا فیصلہ کر رکھا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ اس دین کو دوسرے تمام نظاموں پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے مجھ سے فرمایا: اسلام قبول کر تاکہ سلامتی ملے میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے دین کا تجھ سے زیادہ علم مجھے ہے میں نے کہا سچ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بالکل سچ کہا، تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟ میں نے کہا یہ تو سچ ہے آپ ﷺ نے فرمایا تیرے دین میں تیرے لئے حلال نہیں ہے پس یہ سنتے ہی میں جھک گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کون سی چیز روکتی ہے؟ سن صرف ایک یہی بات تجھے روک رہی ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور ناتواں ہیں تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہے، یہ ان سے نمٹ نہیں سکتے لیکن سن تجھے حیرہ کا علم ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں لیکن سنا ضرور ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر امن کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے گا اور بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا، واللہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے میں نے کہا کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ ﷺ

نے فرمایا:ہاں کسریٰ بن ہرمز کے۔تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑے گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔(ابن کثیر: 2/ 341) (2) اللہ تعالیٰ نے دین کو غالب کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمین پر مٹی سے بنا ہوا کوئی گھر یا بالوں سے تیار کیا ہوا کوئی خیمہ ایسا باقی نہیں رہے گا جس میں اللہ تعالیٰ اسلام کا کلمہ داخل نہ فرمادے۔عزت والے کی عزت کے ساتھ اور ذلت والے کی ذلت کے ساتھ حدیث کی روایت کرنے کے بعد سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس تو پھر سارا دین اللہ ہی کے لیے ہو گا۔(مشکوۃ:16،مسند احمد) (3)سیدہ عائشہ ؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ رات اور دن ختم ہونے سے پہلے ایسا ضرور ہو گا کہ لات اور عزی کی پرستش کی جائے گی(یہ زمانہ جاہلیت میں دو بت تھے)میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں تو یہ سمجھتی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ:﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ نازل فرمائی تو یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔یعنی دین حق تمام دینوں پر غالب ہو گا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا ایسا ہو گا(جو آیت کریمہ میں مذکور ہے)پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیج دے گا جس کی وجہ سے ہر اس شخص کو موت آجائے گی جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو گا۔اس کے بعد صرف وہی لوگ واپس رہ جائیں گے جن کے دل میں کوئی خیر نہ ہو گی لہذا وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔(صحیح مسلم:2/394)

سوال4:﴿ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ ”اگرچہ مشرک لوگ برا جانیں۔“کی وضاحت کریں؟

جواب:مشرک دین اسلام کو سخت ناپسند کرتے ہیں،وہ اس دین کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔اس دین کو لے کر چلنے کو فتنہ وفساد میں مبتلا کرتے ہیں۔ان کی سازشوں کا نقصان ان ہی کو پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا۔اس کے وعدے سچے ہیں،وہ اپنے وعدے کو ضرور پورا فرمائے گا اگرچہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار لگے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو!یقیناً بہت سے عُلماء اور درویش بلاشبہ لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔“(34)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:(1)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ ابھی زکوٰۃ کی فرضیت نازل نہیں ہوئی تھی۔پھر جب زکوٰۃ فرض ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اموال کو زکوٰۃ سے پاک کر دیا۔

(2)واحدی نے کہا:یہ آیت علماء اور قراء اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جو رشوت لیتے تھے اور یہ عوام کی جانب سے انہیں پیش کی جاتی تھی۔(اسباب نزول،واحدی:140)

سوال2:﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو!یقیناً بہت سے عُلماء اور درویش بلاشبہ لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔“اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں احبار اور رہبان کے کردار کو کس طرح واضح کیا ہے؟

جواب:(1) ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بچانے کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں ،اس کے فرشتوں اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں ڈرایا ہے۔(2) ﴿ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ ﴾ "یقیناً بہت سے عُلماء اور درویش" احبار سے مراد علماء اور رہبان سے مراد عبادت گزار ہیں۔(ابن ابی حاتم:6/ 1787) (3) ﴿ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ﴾ "بلاشبہ لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھاتے ہیں۔" وہ لوگوں کے مال باطل یعنی ظلم سے کھاتے ہیں جیسے رشوت، مغفرت کے سرٹیفیکیٹ وغیرہ۔(4) اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے علماء اور عبادت گزاروں کی دو حالتوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔(الف) وہ لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں۔(ب) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔(5) ان کے علماء وفقہاء کے علم، عبادت اور راہ نمائی کی وجہ سے ان کے وظائف مقرر ہیں جو لوگوں کے مال سے دیئے جاتے ہیں۔ ان کا اس طریقے سے وظائف لینا حرام ہے کیونکہ لوگ مال خرچ کر کے صحیح راہ نمائی چاہتے ہیں اور یہ ان کو سیدھے راستے سے روکتے ہیں۔(6) مال خرچ کرنے کی ایک باطل صورت یہ بھی تھی کہ لوگوں سے مال لے کر غلط فتاویٰ دیتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے اے ایمان والو ان سے بچ جاؤ۔

سوال 3: باطل طریقے سے مال لینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اس سے مراد ہے بغیر حق کے لینا۔(2) دوسرے کو دھوکے میں ڈال کر لینا۔

سوال 4: باطل طریقوں سے مال کھانے کے کیا طریقے ہوتے ہیں؟

جواب:(1) حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے کی فیس۔(2) گناہ کا اعتراف کرنے والے سے لی جانے والی فیس۔
(3) وہ مال بھی جو دین حق کا مقابلہ کرنے کے لئے لیے جاتے ہیں مثلاً صلیبی جنگوں کے لئے لیا جانے والا مال۔(4) تعویذ گنڈوں سے لیا جانے والا مال۔(5) جنت کے ٹکٹ بیچنا۔

سوال 5: انسان کے پاس جو مال آتا ہے اس کے جائز مصارف کیا ہیں؟

جواب:(1) اپنی واقعی ضرورتوں پر خرچ کرنا۔(2) واقعی ضرورت سے زائد کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینا۔

سوال 6: ﴿ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ "اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) وہ لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔(2) وہ لوگوں کو محمد ﷺ کی اتباع سے روکتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی:4/ 46) (3) اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے اسلام کے بنیادی امور میں شک پیدا کرتے ہیں۔ اسلام کے احکامات میں یعنی عقیدہ، عبادات اور معاملات میں۔(4) وہ اسلام کے راستے سے روکنے کے لیے نبی ﷺ اور قرآن کریم میں طعن کرتے ہیں۔(تفسیر منیر: 5/542) (5) ابن عون نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد سے روکتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:6/1787)

سوال 7: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ "اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ ﴾ "اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں۔" ﴿ يَكْنِزُوْنَ ﴾ جو مال جمع کرتے ہیں، جو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اس مال کا حق ادا نہیں کرتے۔(ایسر التفاسیر:548) (2) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کنز وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال کنز نہیں رہتا خواہ ساتوں زمینوں کے نیچے

مدفون ہو اور اگر بیگڑے مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو وہ کنز ہے جس سے مال والے کو داغا جائے گا۔(مختصر ابن کثیر:1/719) (3)﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ”اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے۔“ یعنی اس کی زکوٰۃ نہیں دیتے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے کاموں میں مال نہیں لگاتے۔(ابن ابی حاتم:6/1789) (4)یعنی بھلائی کے راستوں میں خرچ نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ وہ جمع کرنا ہے جو حرام ہے،یعنی مال کو روک رکھنا اور اسے وہاں خرچ نہ کرنا جہاں خرچ کرنا فرض ہے، مثلاً زکوٰۃ ادا نہ کرنا،بیویوں اور دیگر اقارب کو نفقات واجبہ نہ دینا۔(تفسیر سعدی:1/1036) (5) ﴿فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جہاد، فقیر آء اور مساکین کو کھانا کھلانا وغیرہ۔

سوال8: کون سا کنز رکھنے کی اجازت ہے؟

جواب:(1) نبی ﷺ نے تین بار فرمایا: سونے چاندی والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم گھبراہ کر بولے: پھر ہم کون سا مال رکھیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے: میں اللہ تعالیٰ کے رسول سے پوچھے لیتا ہوں۔ بولے: یارسول اللہ ﷺ صحابہ کو یہ بات بھاری معلوم ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ ہم کون سا مال رکھیں! فرمایا: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور دین دار بیوی جو دینی معاملات میں تمہاری مدد کرے۔(مصنف عبد الرزاق)

سوال9:﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ”تو آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مطلق مال جمع کرنے پر یہ وعید اس وقت تھی جب زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی تھی۔ پھر زکوٰۃ فرض کر کے اللہ تعالیٰ نے اسے مالوں کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔(بخاری،مسند احمد) (2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا جس کی پیشانی پر دو نقطے ہوں گے۔ قیامت کے دن اس کا طوق بنایا جائے گا، پھر وہ اس کے جبڑوں کو کاٹے گا اور کہے گا۔ ”میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“ پھر آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ... ﴾ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ) (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو سونے اور چاندی کا مالک اس کا حق ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے۔ پھر انہیں دوزخ کی آگ سے خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کیے جائیں گے اور اس دم مسلسل یہ ہی ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ بالآخر جب بندوں کا حساب ہو جائے گا تو یا تو اسے جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔(صحیح مسلم۔کتاب الزکوٰۃ) (4) جب وہ سونا، چاندی، درہم و دینار ٹھنڈے پڑیں گے تو انہیں دوبارہ تپایا جائے گا۔

﴿يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝﴾

”جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہی ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔“ (35)

سوال 1:﴿ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ﴾ ”جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔“ دولت کو خزانہ کر کے رکھنے والوں کی کیا سزا ہے؟

جواب:(1) ﴿ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ﴾ ”جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔“ یعنی ان کے مال ان کے سونے اور چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی جس سے مال والے کو داغا جائے گا۔(مختصر ابن کثیر:1/719) (2) ﴿ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ﴾ ”پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔“ اسی سونے اور چاندی کی سلاخوں سے لوگوں کی پیشانیوں، پیٹھوں اور پہلوؤں کو داغا جائے گا۔

سوال 2:﴿ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ﴾ ”یہی ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا جائے گا: یہ وہ مال ہے، یہ وہ خزانہ ہے جسے تم اپنے لیے سینت سینت کر رکھتے تھے۔ (2) تم نے تو مال جمع کیا کہ اس سے نفع اٹھائو تو یہ تمہارا نفع ہے، تمہارے لیے زجر و توبیخ اور عذاب ہے۔(فتح القدیر:2/448) (3) تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ مال کو باطل راستے میں، خواہشات اور نافرمانیوں میں اور اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے خرچ کیا، تم نے وہاں مال خرچ نہ کیا جہاں خرچ کرنا واجب تھا۔ تم نے وہاں مال خرچ کرنے سے روکا یعنی اسکی ضد میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا۔

سوال 3:﴿ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝۳۵ ﴾ ”سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چاندی سونے کا مالک تھا جس میں سے اس کا حق ادا نہیں کرتا تھا (یعنی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا) تو جب قیامت کا دن ہو گا اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی پھر ان تختیوں کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور ان کے ذریعہ اس کے پہلو اور اس کی پیشانی اور اس کی کمر کو داغ دیا جائے گا جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی تو ان کو (پھر سے گرم کر کے) واپس لوٹا دیا جائے گا یہ اس دن میں ہوتا رہے گا جو پچاس ہزار سال کا ہو گا پھر نتیجہ میں وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف دیکھ لے گا (اس کے بعد ان لوگوں کی وعید کا تذکرہ فرمایا جو مویشیوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔) (صحیح مسلم:1/318)

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶ ﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہے، جس دن (سے) اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی سیدھا دین ہے، سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں کے خلاف سب مل کر لڑو جیسے وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔“ (36)

سوال 1:﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہے جس دن (سے) اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے۔“ اللہ رب العزت نے کفار کے قبیح اعمال میں سے نسی کے تذکرے سے پہلے وضاحت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر میں بارہ ہے یعنی بارہ مہینے معروف ہیں۔(2) ﴿ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ ”کتاب اللہ میں“لوح محفوظ میں یعنی اللہ تعالیٰ کے قدری حکم میں۔(3) ﴿ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ﴾ ”جس دن (سے) اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔“ اللہ تعالیٰ نے جب آسمانوں اورزمین کی تخلیق کی تورات دن کا سلسلہ جاری کیا۔اوقات کی مقدار مقرر کی اوران کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ﴾ وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایاہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔(یونس:5) (4) ﴿ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ﴾ ”ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔“یعنی قمری مہینوں میں رجب، ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم۔ان مہینوں کے حرام ہونے کا سبب ان کا احترام ہے اوراس وجہ سے بھی کہ ان میں قتال کرنا حرام ٹھہرایا گیا۔(5)ابو بکرہؓ بیان کرتے ہیں دس ذوالحجہ کے دن نبی ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بلاشبہ زمانہ گھوم کر اپنی اصلی حالت میں آگیاہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس حالت میں آسمانوں وزمیں کو پیدا فرمایا سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہے ان میں سے چار حرمت والے ہیں تین ایک دوسرے کے بعد ہیں ذوالقعدہ،ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا مہینہ معزر قبیلہ کا رجب ہے معزر ایک قبیلے کا نام تھا جو جمادہ اور شعبان کے درمیان ہے۔(صحیح بخاری:4662) (6)کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے،اس کی ملکیت میں ہے۔حتی کہ وقت بھی، لمحے، گھنٹے، دن مہینے اور سال بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔(7) دور جاہلیت میں لوگوں نے قمری سال میں بڑی خرابیاں پیدا کردی تھیں۔بعض قبائل نے مہینوں کی تعداد میں اپنی جانب سے اضافہ کردیا تھااور بعض نے حرمت والے مہینوں کی ترتیب خراب کردی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساری خرابیاں دور فرمائیں۔حرام مہینوں کا ادب واحترام کرنا ہم پر فرض ہے۔(8)ان مہینوں میں گناہ، فسق وفجور، اور لڑائی جھگڑے سے خصوصی گریز کرنا ہم سب پر فرض ہے۔

سوال2: یہاں مہینوں کی تعداد کو کیاواضح کرنے کے لیے لایا گیاہے؟

جواب:(1) اس کائنات میں حلال وحرام کی حدود کا تعین محض میلانات اور وقتی خواہشات کی بنیاد پر نہیں ہو سکتا۔(2) جیسے کائنات کے اصول پختہ ہیں ایسے ہی حلال وحرام کے اصول پختہ ہیں۔

سوال3:﴿ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ﴾ ”یہی سیدھا دین ہے۔“کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یہی سیدھا دین ہے کہ ان حرمت والے مہینوں کو حرمت والا مانا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق عمل ہو اوراس کی موافقت ہو۔(2)ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی قیم ہے۔(ابن ابی حاتم:6/1792)

سوال4:کائنات کا صحیح دین مضبوط ضابطہ کیاہے؟

جواب:کائنات کا صحیح دین مضبوط ضابطہ وہ ہے جس کے مطابق وہ پہلے دن سے چل رہی ہے۔

سوال5:﴿ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ﴾ ”سوان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔“کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ رب العزت نے حکم دیاہے کہ ان مہینوں میں خاص طور پر کسی کو دکھ نہ دو کیونکہ اس ظلم کا وبال تم پر پڑے گا۔ان مہینوں کا گناہ اور ظلم بہت بڑا ہے۔(2) ان مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام کیے جائیں،اس کا شکر ادا کیا جائے،ان کو اللہ تعالیٰ نے ﴿ الشُّهُوْرِ ﴾ فرمایاہے اس لیے ظلم سے بچا جائے۔

سوال6: یہاں اپنے اوپر ظلم کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اپنے اوپر ظلم کرنے سے مراد ہے کہ چار حرام مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو کیونکہ امن وسلامتی کے خلاف قدم اللہ کے ارادے کی خلاف ورزی ہے اور یہ ظلم ہے۔

سوال7: ﴿ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ ﴾ "اور مشرکوں کے خلاف سب مل کر لڑو جیسے وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا: تم ہر قسم کے مشرکوں سے جہاد کرو جیسے وہ تم سے جنگ کرتے ہیں۔ (2) مشرک اور کافر اہل ایمان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اس لیے تم جنگ کو کسی کے لیے مخصوص نہ کرو۔ ان کا جیسا رویہ تمہارے ساتھ ہے تم بھی ویسا ہی رویہ رکھو۔ (3) اس سے یہ مراد بھی ہے کہ جب مشرک حرمت والے مہینے میں جنگ کریں تو تم بھی ان سے دفاعی جنگ کرو۔ اللہ رب العزت کے فرمایا: ﴿ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ ﴾ "حرمت والا مہینہ، حُرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور تمام حُرمتوں کا قصاص ہے۔ (البقرہ:194) اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ اور تم مسجدِ حرام کے پاس ان سے نہ لڑو۔ (البقرہ:191) (4) ﴿ كَآفَّةً ؕ ﴾ کے معنی ہوں گے تم سب اکٹھے ہو کر مشرکوں سے جنگ کرو اس صورت میں اہل ایمان پر جہاد کے لیے نکلنا فرض ہے۔ (تفسیر سعدی:1/1038)

سوال8: مشرکوں سے سب کو مل کر لڑنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: (1) مشرکین حرام مہینوں میں حملہ آور ہو جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر وہ حملہ کریں گے تو آپ دفاع کرو گے۔ (2) اگر یک طرفہ جنگ بندی کا اعلان کریں گے تو اچھے اخلاق کی حامل قوتیں کمزور پوزیشن میں چلی جائیں گی اور دنیا میں فساد پھیل جائے گا۔ (3) اگر کافر اللہ تعالیٰ سے بے خوفی پر متحد ہیں تو تم تقویٰ پر متحد ہو جاؤ۔ (4) اگر کافر دنیا کی خاطر ایک ہیں تو تم آخرت کی خاطر ایک ہو جاؤ۔ (5) اگر وہ منفی مقاصد کی خاطر ایک ہیں تو تم مثبت کی خاطر ایک ہو جاؤ تاکہ برائی پنپ نہ سکے۔

سوال9: ﴿ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶ ﴾ "اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور تائید کے ذریعے سے تقویٰ شعار لوگوں کے ساتھ ہے۔ پس تم اپنے ظاہر و باطن اور اطاعت الٰہی پر قائم رہنے میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کے حریص بنو۔ خاص طور پر کفار کے خلاف قتال کے وقت، کیونکہ ایسی صورتحال میں، جنگ میں شریک کفار دشمنوں کے معاملہ میں مومن سے تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/1038)

﴿ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۷ ﴾

"درحقیقت مہینوں کا پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے، جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، ایک سال اسے حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال اس کو حرام کر دیتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اِس کی تعداد پوری کریں پھر جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں۔ ان کے بُرے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (37)

سوال 1:﴿ اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُحِلُّوۡنَہٗ عَامًا﴾ ”در حقیقت مہینوں کا پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے، جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، ایک سال اسے حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال اس کو حرام کر دیتے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) النسی سے مراد تاخیر ہے یہ اہل جاہلیت کی حرام مہینوں سے متعلق بدعت تھی۔ مشرکوں کو جب حرام مہینے میں جنگ کی ضرورت پڑتی تو وہ حرام مہینوں کی گنتی کو پورا رکھتے اور ان مہینوں کو آگے پیچھے کر دیتے یعنی حرام مہینوں کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیتے۔(2) ﴿ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ ﴾ ”کفر میں زیادتی ہے۔“ رب العزت نے ان کے رویے کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ کفر اور گمراہی میں اضافے والا رویہ ہے۔(3) یہ مشرکوں کی برائی ہے کہ وہ کس طرح اپنی غلط آراء کو دین میں داخل کر کے دین کو بگاڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کو مسخ کر دیتے ہیں۔(4)﴿ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُحِلُّوۡنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوۡنَہٗ﴾ ”جنہوں نے کفر کیا، ایک سال اسے حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال اس کو حرام کر دیتے ہیں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابو ثمامہ جنادہ بن عوف بن امیہ کنانی ہر سال حج کے لیے آتا تھا اور اعلان کراتا تھا کہ ابو ثمامہ کی بات کو کوئی رد نہیں کر سکتا، اس کی بات میں کوئی عیب نہیں نکال سکتا، یاد رکھو پہلے سال کا صفر حلال ہے اور دوسرے کا حرام۔ یہ ایک سال کا محرم حرام سمجھتے تھے اور دوسرے کا حلال۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کو نسی قرار دیا ہے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد نسی کا رواج ختم ہو گیا اور تمام مہینے اپنی جگہ پر آ گئے کیونکہ کعبہ کا انتظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آ گیا۔(مختصر ابن کثیر:1/722)

سوال 2:﴿ لِّیُوَاطِـُٔوۡا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ﴾ ”تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اِس کی تعداد پوری کریں پھر جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ لِّیُوَاطِـُٔوۡا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوۡا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ؕ ﴾ ”تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کی تعداد پوری کریں۔“ انہوں نے اپنی غلط اور فاسد آراء کو دین میں داخل کر کے نسی کو اپنی طرف سے شریعت اور دین قرار دے دیا اور مہینوں کی گنتی پوری کر کے حلال و حرام بدل ڈالے۔(2) یعنی انہوں نے حرام مہینوں کی تعداد میں موافقت کی، وقت بدل ڈالا۔(3) ﴿ فَیُحِلُّوۡا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ؕ ﴾ ”پھر جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں۔“ انہوں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے دھوکہ کیا اور دین میں حیلہ اور فریب کو استعمال کیا۔

سوال 3: ﴿ زُیِّنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ اَعۡمَالِہِمۡ ؕ ﴾ ”ان کے بُرے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) شیاطین نے ان کے سامنے برے اعمال کو مزین کر دیا۔ شریعت کی مخالفت میں کیے جانے والے کام ہمیشہ جاری رہیں تو ان کی برائی کا احساس دل سے ختم ہو جاتا ہے، پھر وہ برے کام اچھے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ یہ شیاطین کی جانب سے کی جانے والی تزئین ہے۔(2) ان کے دلوں میں برے اعمال کے لیے قبولیت تب آتی ہے جب ان کے دل انہیں اچھا سمجھنے لگتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جب دل میں فاسد عقائد جڑ پکڑ لیتے ہیں۔

سوال 4:﴿ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۷﴾ ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا یعنی علم نافع اور عمل صالح کی توفیق نہیں دیتا اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں کفر نے جڑ پکڑ لی ہے۔ ایسے لوگوں کے پاس جو نشانی بھی آ جائے ایمان نہیں لاتے۔

رکوع نمبر:12

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے۔"(38)

سوال 1: یہ آیات کب نازل ہوئیں؟

جواب: یہ آیات غزوہ تبوک 9ھ کے سلسلے میں نازل ہوئیں۔ اس دور میں روم دنیا کی بڑی طاقت تھی۔ اور قیصر روم بڑی گہری نظر سے دیکھ رہا تھا کہ اسلامی لشکر نے جس علاقے کی طرف پیش قدمی کی ہے وہ فاتحانہ واپس لوٹا ہے۔ چنانچہ قیصر روم نے اسلامی قوت سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے بغیر مہلت دیے ہنگامی بنیادوں پر دشمن کے علاقے میں جا کر جنگ لڑنے کا فیصلہ کر لیا اور تیاریوں کا حکم دے دیا رسول اللہ ﷺ کے حکم کے باوجود کچھ لوگوں کا غزوہ تبوک کے لیے نکلنا مشکل ہو گیا۔ تبوک کا سفر مشکل، موسم شدید اور فصلیں پکی ہوئی تھیں۔ نکلنے والوں میں کمزور ایمان والے اور منافق لوگ بھی شامل تھے اور مقابلے پر صلیبی رومی تھے جو دنیا کی سپر پاور تھی۔ مجاہدین کے پاس سامان سفر اور سواریوں کی شدید قلت تھی۔

سوال 1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اے لوگو! جنہوں نے دل سے ایمان کی تصدیق کی ہے، ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو، اس کے حکم کی تعمیل کر کے اس کی رضا حاصل کرو۔(2) اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ۔(3) ﴿ مَا لَكُمْ ﴾ تمہیں کیا ہو گیا ہے کس چیز نے تمہیں عذر کے لیے تیار کیا ہے۔(4) ﴿ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ ﴾ "جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو۔" اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان لوگوں پر عتاب ہے جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور وہ مکہ فتح ہونے کے ایک سال بعد 9ھ کا زمانہ تھا۔(فتح القدیر: 22/ 45) (5) تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کے لیے یعنی جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو تم سستی کر کے بیٹھ رہتے ہو اور عیش و آرام کی طرف مائل ہوتے ہو۔ افسوس ہے کہ تم آخرت کی بجائے دنیا پر ریجھ گئے!

سوال 2: سچے مومن کا اسلام سے کیسا تعلق ہوتا ہے؟

جواب:(1) سچے مومن کی ساری وفاداریاں اسلام سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔(2) اسلام سچے مومن کے لیے زندگی موت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔(3) قربانی کے موقع پر وہ پوری طرح اسلام پر قائم رہتا ہے۔

سوال3:اسلام سے تعلق کا ادنیٰ درجہ کیا ہے؟
جواب:(1)انسان کی حقیقی دلچسپیاں کہیں اور ہوں اور اوپر سے وہ اسلام کا اقرار بھی کرے۔(2)نمائشی دینداری میں آگے ہو قربانی کے موقع پر پیچھے ہٹ جائے۔
سوال4:زمین کے بوجھ کیا ہیں جو انسان کو زمین سے اٹھنے نہیں دیتے؟
جواب:(1)زمین کا لالچ۔(2)مال کے نقصان کا خوف۔(3)مال کے ضائع ہونے کا خوف۔(4)آرام اور سکون کے ختم ہو جانے کا خوف۔(5)زندگی کے چلے جانے کا خوف۔
سوال5:﴿ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ ﴾ "کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:کیا تم دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے؟ آخرت کے مقابلے میں دنیا تو کچھ بھی نہیں۔ دنیا کی زندگی پر راضی ہونے والا تو اسی کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے۔ اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا۔
سوال6: ﴿ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ "تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ "تو دنیا کی زندگی کا سامان۔" جس کی طرف تمہاری توجہ میں رغبت ہے۔ جس کو تم نے آخرت کے مقابلے میں ہمتوں، کوششوں اور حوصلوں کا میدان بنا رکھا ہے۔ ﴿ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ بہت ہی کم ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: آخرت کے مقابلے میں دنیا کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ اس کی انگلی کتنا پانی لے کر پلٹتی ہے۔(صحیح مسلم) (2) آپ ﷺ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ "یا اللہ! زندگی صرف آخرت ہی کی زندگی ہے۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم) (3) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس نے دنیا سے محبت کی اس نے آخرت کا نقصان کیا اور جس نے آخرت سے محبت کی اس نے دنیا کا نقصان کیا پھر باقی رہنے والی کو فانی پر ترجیح دو۔(بیہقی، اسماء وصفات)(4) دنیا کو آخرت کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔ دنیا کی زندگی مختصر، دنیا کا مال ومتاع قلیل اور دنیا کا نفع بہت ہی قلیل ہے۔(5) کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل سے نہیں نوازا جس کے ذریعے سے تم تمام معاملات کو تولو کہ کون سا معاملہ ہے جو ترجیح دیئے جانے کا مستحق ہے؟ کیا ایسا نہیں کہ یہ دنیا اول سے لے کر آخر تک، آخرت کے ساتھ اس کی کوئی نسبت ہی نہیں؟ اس دنیا میں انسان کی عمر بہت تھوڑی ہے، یہ عمر اتنی نہیں کہ اسی کو مقصد بنا لیا جائے اور اس کے ماوراء کوئی مقصد ہی نہ ہو اور انسان کی کوشش، اس کی جہد اور اس کے ارادے اس انتہائی مختصر زندگی سے آگے نہ بڑھتے ہوں جو تکدر سے لبریز اور خطرات سے بھرپور ہے۔ تب کس بنا پر تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے دی جو تمام نعمتوں کی جامع ہے جس میں وہ سب کچھ ہو گا نفس جس کی خواہش کریں گے اور آنکھیں جس سے لذت حاصل کریں گی اور تم اس آخرت میں ہمیشہ رہو گے۔ اللہ کی قسم! وہ شخص جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو گیا ہے، جو صاحب رائے رکھتا ہے اور جو عقل مندوں میں شمار ہوتا ہے، کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے گا۔(تفسیر سعدی:1/1040-1041)
سوال7:جہاد فی سبیل اللہ کی پکار پر نہ نکلنے کا کیا سبب ہوتا ہے؟

جواب: اس کا سبب عقیدے کے اندر کمزوری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مر گیا اور اس نے نہ تو جہاد میں حصہ لیا اور نہ اس کو کبھی خیال گزرا تو ایسا شخص نفاق کے شعبوں میں سے ایک پر مرا۔

سوال 8: نفاق انسان کے اندر کیا تبدیلی پیدا کرتا ہے؟

جواب: (1) نفاق انسان کو موت سے ڈراتا ہے حالانکہ موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (2) نفاق مال ضائع ہونے سے ڈراتا ہے اور جہاد سے روکتا ہے حالانکہ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (3) نفاق انسان کو بلندی اور کمال تک پہنچنے سے روکتا ہے۔

﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

"اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو بدل کر لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی نقصان نہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔" (39)

سوال 1: ﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ ﴾ "اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا ﴾ "اگر تم نہ نکلو گے۔" اللہ رب العزت نے فرمایا: اگر تم نبی ﷺ کی نصرت کے لیے نہیں نکلو گے اسے چھوڑ دو گے اور وہ اکیلا روم کی جنگ کے لیے نکلے گا۔ (ایسر التفاسیر: 551-552) (2) ﴿ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ ﴾ وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ کیونکہ جہاد کے لیے نہ نکلنا گناہ کبیرہ ہے۔ جو دردناک عذاب کا سبب ہے۔ جہاد سے جی چرانا پیچھے بیٹھ رہنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ (3) جہاد سے گریز کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لیے مدد نہیں کرتا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد نہیں کرتا جو دین کو مٹانا چاہتے ہیں۔ (4) جب کچھ لوگ جہاد سے جی چراتے ہیں تو جہاد کرنے والوں کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سخت وعید سنائی ہے۔ (5) ایک دفعہ نبی ﷺ نے ایک قبیلہ کو جہاد کی دعوت دی مگر انہیں زمین سونگھ گئی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے بارش بند کر دی بلبلا اٹھے فرمایا: اگر تم نے جہاد چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اپنا دین پھیلانے کے لیے اور لوگ پیدا کر دے گا۔

سوال 2: جو لوگ جہاد سے پہلو تہی کرتے ہیں وہ ذلت کے عذاب میں کیسے مبتلا کئے جاتے ہیں؟

جواب: (1) وہ بھلائی کے کاموں میں حصہ لینے سے محروم رہتے ہیں پھر یہ کام دشمن کرتے ہیں۔ (2) جو قوم جہاد چھوڑتی ہے وہ دشمن کے لیے لقمہ تر بن جاتی ہے، دشمن اسے اپنا غلام بنا لیتا ہے اور یہ ذلت کا عذاب ہے۔

سوال 3: ﴿ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ ﴾ "اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو بدل کر لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی نقصان نہ کرو گے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ﴾ "اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو بدل کر لے آئے گا۔" اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ کو بلند کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ اس لیے اگر تم جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا۔ یعنی تمہیں تباہ کر کے تمہاری جگہ اور لوگ لے آئے گا۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ "اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔" (محمد: 38) (3) ﴿ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ ﴾ "اور تم اس کا کچھ بھی نقصان نہ کرو گے۔" اللہ تعالیٰ کے لے برابر ہے تم اس کے احکامات کی فرماں برداری کرو یا نافرمانی، تم اس کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتے۔

سوال 3: جہاد نہ کرنے والوں کی جگہ کیسا گروہ لایا جائے گا؟
جواب: (1) جو اپنے عقائد پر جما ہوا ہو گا۔ (2) جو اللہ کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے والا ہو گا۔ (3) جو قربانیاں دینے والا ہو گا۔
سوال 4: ﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرے اسے کوئی بے بس نہیں کر سکتا، نہ اس پر کوئی غالب آ سکتا ہے۔ (1) اس چیز میں مومنوں کے لیے شدید وعید ہے جو ان کے دلوں کو دہلا دینے والی ہے۔ (3) اگر تم جہاد سے پہلو تہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ اور لوگ لے آنے پر قدرت رکھتا ہے اور اس معاملے میں کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ (5) وہ تمہارے بغیر دشمن سے انتقام لینے پر قادر ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ عذاب دینے پر، لوگوں کو بدل دینے پر، اپنے دین کی نصرت پر قادر ہے اور اس میں وعید ہے ان کیلیے جو جہاد سے پیچھے رہتے ہیں اور جو اسکی قدر کو نہیں پہچانتے۔ (تفسیر قاسمی: 8/215)

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴾

" اگر تم اس (پیغمبر) کی مدد نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا تھا جنہوں نے کفر کیا جب کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: "غم نہ کرو! یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔" تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کو ایسے لشکروں کے ساتھ قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔
سوال نمبر 1: ﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ﴾ " اگر تم اس (پیغمبر) کی مدد نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا تھا جنہوں نے کفر کیا۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ ﴾ اے مسلمانو! اگر تم نبی ﷺ کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ اسکا مددگار اور محافظ ہے وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ اگر تم اس کی یعنی محمد ﷺ کی مدد نہیں کرو گے یعنی اسکے ساتھ تبوک کے لیے نہیں نکلو گے۔ (تفسیر قاسمی: 8/216)
(2) اگر تم اللہ کے رسول ﷺ کی مدد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے تو تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس نے قلت زاد اور بے بسی کے حالات میں بھی آپ کی مدد فرمائی۔ ﴿ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ﴾ جب کفار نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تھا، جب انہوں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے حصول کے لیے بھرپور کوشش کی اور وہ اس کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ آخر انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ (تفسیر سعدی: 1/1042-1044) (3) ﴿ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ﴾ "جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا تھا جنہوں نے کفر کیا۔" جب کافروں نے آپ ﷺ کو مکہ سے نکال دیا تھا جب انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ قتل کر دیں یا قید کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے شدید کوشش کی حتیٰ کہ آپ ﷺ کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مکہ سے نکلتے وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا: اے سرزمین مکہ! تو دنیا کی زمینوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اگر یہاں کے رہنے والے مجھے نہ نکالتے تو میں کبھی نہ نکلتا۔
سوال 2: اس آیت سے کون سا واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے؟

جواب: (1) یہ ہجرت کا واقعہ ہے جہاں انصار اور مہاجرین رضی اللہ عنہم میں سے کوئی نہ تھا۔(2) جب دونوں غار میں تھے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جب پا لیے جانے کا دھڑکا تھا۔(3) جب اللہ تعالیٰ نے سکینت نازل کی۔(4) جب اللہ نے ایسے لشکر نازل کئے جو انہیں نظر نہیں آتے تھے۔(5) اللہ تعالیٰ نے کافروں کا بول نیچا کر دیا۔(6) اللہ تعالیٰ کا بول تو اونچا ہی ہونے والا ہے۔

سوال 3: ﴿ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ ﴾ ”جب کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: ”غم نہ کرو! یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ ثَانِيَ اثْنَيْنِ ﴾ ”دو میں سے دوسرا۔“ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ (2) ﴿ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ﴾ ”جب وہ دونوں غار میں تھے۔“ یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ غار ثور میں پناہ گزین رہے۔ تین دن تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ شدید مشقت میں اس غار میں رہے۔ ارد گرد دشمنوں نے تلاش کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا تاکہ انہیں پکڑ کر قتل کر ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کی ان پر اپنی نصرت نازل فرمائی۔ (3) ﴿ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ ﴾ یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے جب کہ وہ شدید خوف اور غم کا شکار تھے۔(4) ﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ ﴾ غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے یعنی اس کی مدد اور نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ (5) صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فکر مند ہونا بزدلی کی وجہ سے اور اپنی جان کی وجہ سے نہیں تھا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کی حفاظت کا خیال ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا: اگر میں مقتول ہو گیا تو میں آدمی ہوں اور اگر آپ کی ذات مبارک پر حملہ کر دیا تو پوری امت ہلاک ہو جائے گی۔ درمنثور صفحہ 241 جلد 2 میں ہے کہ ابو بکر صدیقؓ غار ثور پر پہنچنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے خیال سے کبھی آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے اور کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف اور مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے پہنچ جائے آپ محفوظ اور صحیح سالم رہیں۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس خیال سے کہ دشمنوں کو نشان ہائے قدم کا پتہ نہ چل جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر اٹھا کر انگلیوں کے بل چلے یہاں تک کہ ان کی انگلیاں چھل گئیں۔ (تفسیر انوار البیان: 2/ 593-594) (6) اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے بھی حزن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ حزن دل کو کمزور کر دیتا ہے اور ارادے کمزور کرتا ہے اس لیے اس کیفیت کو دور کرنا چاہیئے۔(7) اس آیت کریمہ سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو امت کے کسی بھی فرد کو حاصل نہیں ہے۔

سوال 4: ﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ ”تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کو ایسے لشکروں کے ساتھ قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ ﴾ ”تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی۔“ اللہ تعالیٰ نے انہیں سکون، طمانیت اور ثبات عطا فرمایا جس سے ان کا دل مضبوط ہو گیا اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“ (2) ان کا نفس سکون میں آ گیا اور مطمئن ہو گیا اور ان سے خوف رخصت ہو گیا۔ (ایسر التفاسیر) (3) ﴿ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ ”اور اس کو ایسے لشکروں کے ساتھ قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد ایسے معزز فرشتوں سے کی جو نظر نہیں آتے تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔(4) اللہ تعالیٰ نے

فرشتوں کو آپ ﷺ کا محافظ بنا کر آپ کی مدد فرمائی۔(5)اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ سکینت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور ایمان کے مطابق عطا کی جاتی ہے۔

سوال5: کس کا دل پر سکون رہتا ہے؟

جواب: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی مدد سے دل سکون میں آجاتا ہے اور پھر دنیا کا سکون بھی ملتا ہے اور ثبات بھی۔

سوال6: ﴿وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ﴾ "اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنہوں نے کفر کیا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ جَعَلَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔(2) ﴿كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا﴾ کافروں کا کلمہ یعنی شرک کی طرف دعوت۔ (3) ﴿السُّفْلٰى ؕ﴾ مغلوب، کہ اس کی آواز سنائی نہیں دیتی۔(ایسر التفاسیر:551) (4) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بے یارومددگار چھوڑ دیا۔ کافر سمجھتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قید کر سکتے ہیں، جلاوطن کر سکتے ہیں، قتل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کوشش کی لیکن اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اسی لیے سخت غصے میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد کر کے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ آپ ﷺ کے دشمنوں کو آپ ﷺ سے دور رکھا اور آپ ﷺ کا دفاع کیا۔

سوال7: ﴿وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾ "اور اللہ تعالیٰ کی بات ہی سب سے اونچی ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾ یعنی لَا إِلٰه إِلَّا اللهُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ الله۔ وہی بلند ہے یعنی دعوت توحید ہی بلند اور غالب ہے۔(ایسر التفاسیر:552) (2) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کوئی شخص شجاعت کے لیے لڑتا ہے، کوئی حمیت کے لیے اور کوئی ریا کے لیے ان میں سے کون سا فی سبیل اللہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے لڑتا ہے وہی فی سبیل اللہ ہے۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم) (3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾ اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے۔(الصٰفٰت:173) (4) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝﴾ یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔(غافر:51) (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تھے پھر وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لائے تھے تو ہم نے ان سے انتقام لیا جنہوں نے جرم کیا اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔(الروم:47) (6) اللہ تعالیٰ کا دین واضح دلائل، حیرت انگیز آیات اور تائید کرنے والے براہین سے تمام ادیان پر غالب ہے۔(تفسیر سعدی:1/10443)

سوال8: ﴿وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ "اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا، اس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔(2) ﴿حَكِيْمٌ ۝﴾ اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے۔ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے مطابق مومنوں کی مدد کرتا ہے اور کبھی مؤخر کر دیتا ہے۔

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ ﴾

"اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔" (41)

سوال 1: ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ﴾ "اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو ہلکے ہو یا بوجھل۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ﴾ "اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو ہلکے ہو یا بوجھل۔" اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دی ہے کہ ہلکے ہو یا بوجھل، فراخی ہو یا تنگی، سردی ہو یا گرمی، طبیعت خوش گوار ہو یا بوجھل، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلو۔ (2) ﴿ خِفَافًا ﴾ خفاف: خفیف کی جمع ہے اور وہ جوانی ہے جب انسان کا بدن قوی ہوتا ہے اس طرح جس کے پاس سواری ہو۔ ثقال، ثقیل کی جمع ہے اور وہ بوڑھا، مریض اور فقیر ہے جس کے پاس مال نہ ہو۔ (ایسر التفاسیر:552) (3) یعنی خوش دلی کے ساتھ یا بوجھل دل کے ساتھ، مالی مشکلات کے ساتھ یا آسانیوں کے ساتھ، موافق حالات کے ساتھ یا غیر موافق حالات کے ساتھ اور اس سے مراد یہ بھی ہے کہ حجتیں نہ کرو جانی اور مالی قربانیاں دو۔ (4) حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تنگی اور آسانی میں نکلو۔ (ابن ابی حاتم: 6/ 1803) (6) جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشی اور کراہت ہر حال میں سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی۔ (صحیح بخاری، کتاب الاحکام)

سوال 2: ﴿ وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾ "اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے اپنی پوری قوتیں صرف کر دیں اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں۔ (2) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ جیسے جان کے ساتھ جہاد فرض ہے اسی طرح ضرورت کے موقع پر مال کے ساتھ بھی جہاد فرض ہے۔ (3) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ، جماعت، سمع واطاعت اور ہجرت۔ (ابن ابی حاتم: 6/ 1804)

سوال 3: ﴿ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ ﴾ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ یعنی جہاد کرنا۔ (2) ﴿ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ ﴾ تمہارے لیے گھر بیٹھنے کی نسبت بہتر ہے۔ (3) ﴿ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ ﴾ اگر تم جانتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت، اس کے راستے میں جہاد، اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول تمہارے حق میں اچھا ہے کیونکہ یہ درجات کی بلندی کا راستہ ہے۔ (4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲ ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ (5) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔ (6) وہ تمہارے گناہ معاف

کر دے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔(الصف10-12) (5) ﴿ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ چنانچہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے پھر قتل کیا جائے یا غالب آجائے تو جلد ہی ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔(النساء:74) (6) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو سعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اس پر جنت واجب ہو گئی۔ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کو اس بات پر تعجب ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا: اور مزید فرمایا کہ ایک عمل اور ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے جنت میں آدمی کے سو درجے بلند ہو سکیں گے ان میں سے ایک درجہ کا دوسرے سے اتنا فاصلہ ہو گا جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سا عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ۔(صحیح مسلم، کتاب الجهاد) (7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی (مسلسل) روزے رکھے (مسلسل) قیام کرے ہر وقت اللہ سے ڈرے (مسلسل) حالت رکوع میں رہے (مسلسل) سجدے میں پڑا رہے۔(سنن نسائی:3126) (8) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرو بیشک جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ غم سے نجات دیتا ہے۔“ (مسند احمد) (9) جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت تک یہ دین قائم رہے گا کیونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت (ہر زمانے میں غلبہ دین کے لیے) جہاد کرتی رہے گی۔“ (صحیح مسلم :4953) (10) سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اسی حکم کی بجاآوری کے لیے شام چلے گئے اور آخری دم تک عیسائیوں سے جہاد کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں آخر جان دے دی۔

﴿ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾

”اگر جلدی ملنے والا مال اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور آپ کے پیچھے جاتے لیکن مسافت انہیں دور معلوم ہوئی اور عنقریب وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم استطاعت رکھتے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے۔ وہ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ لوگ بلاشبہ ضرور جھوٹے ہیں۔“ (42)

سوال 1: ﴿ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ ﴾ ”اگر جلدی ملنے والا مال اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور آپ کے پیچھے جاتے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا ﴾ ”اگر جلدی ملنے والا مال“ آسانی سے حاصل ہونے والا نفع۔(تفسیر قاسمی: 8/ 221) (2) غنیمت جو قریب کی جگہ سے مل جائے دور نہ ہو۔(ایسر التفاسیر:552) (3) ﴿ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا ﴾ اگر ان کا گھروں سے نکلنا آسان ہوتا یعنی دنیا کا مال و متاع، نفع، مال غنیمت آسانی سے ہاتھ آتا۔(4) ﴿ وَّسَفَرًا قَاصِدًا ﴾ سفر ہلکا قریب اور آسان ہوتا یعنی معتدل ہوتا جس میں مشقت نہ ہو۔(5) ﴿ لَّاتَّبَعُوْكَ ﴾ تو زیادہ مشقت نہ ہونے اور آسانی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے۔

سوال2:﴿ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ ﴾ لیکن مسافت انہیں دور معلوم ہوئی۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) تبوک کی مسافت طویل تھی، سفر پر مشقت تھا اس لیے کچھ لوگ جہاد چھوڑ کر بیٹھ رہے۔(2) انہوں نے جھوٹے عذر کیے تو انہیں ڈانٹا گیا کہ اگر قریب کا علاقہ ہوتا تو مال غنیمت سے حصہ لینے کے لیے یہ بھاگ کر آپ ﷺ کے ساتھ جاتے لیکن تم مشقت سے گھبرا گئے۔
سوال3: منافق کس طرح کے حالات میں ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے؟
جواب:(1) منافق آسانی سے ہاتھ آنے والے فائدے کی وجہ سے ساتھ دیتا ہے۔(2) منافق کو اگر تھوڑے کام سے بڑا فائدہ مل رہا ہو تو فوراً سفر کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔
سوال4: عذر پیش کرنے کا مطلب کیا ہے؟
جواب:(1) اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے اپنی زندگی میں دین کو سب سے اونچا مقام نہیں دیا۔(2) اس کا مطلب یہ ہے کہ مقصد کے مقابلے میں کوئی اور چیز انسان کے لیے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔
سوال5:﴿ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ ﴾ "اور عنقریب وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم استطاعت رکھتے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ وہ قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہماری استطاعت ہوتی تو ساتھ جاتے۔(2) وہ جہاد کے لیے نہ نکلے اور پیچھے رہ جانے پر اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے قسمیں کھائیں گے کہ وہ معذور تھے اور جہاد کے لیے نہیں نکل سکتے تھے۔
(3) یہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے منافقوں کے بارے میں خبر دی ہے۔(تفسیر ثعالبی:183) (4) رب العزت نے فرمایا:﴿ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے، آپ کہہ دیں کہ عذر نہ کرو! ہم تم پر ہرگز یقین نہیں کریں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتا دی ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارا عمل دیکھیں گے پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔(التوبہ:94) (5) رب العزت نے فرمایا:﴿ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔(التوبہ:96)
سوال6:﴿ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ "وہ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ لوگ بلاشبہ ضرور جھوٹے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) وہ جھوٹ اور نفاق سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔(قرطبی:4/ 68) (2) یعنی جہاد سے جی چرانے اور پھر جھوٹی قسمیں کھا کر خود کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جھوٹی قسم تو علاقوں کو ویران کر دیتی ہے۔(سلسلہ الصحیحہ:978)
(3) ﴿ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ "اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ لوگ بلاشبہ ضرور جھوٹے ہیں۔" اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ نکلنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جھوٹ بول کر عذر کرتے ہیں۔(4) یہ ان منافقوں کے لے عتاب ہے جو غزوہ

تبوک میں نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان منافقوں کو معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ وہ جانتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں، آپ ﷺ کو منافقوں کا عذر قبول کرنے پر تنبیہ کی گئی۔

رکوع نمبر 13

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۴۳﴾

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرمادیا، آپ نے کیوں اُنہیں اجازت دے دی، یہاں تک کہ آپ کے لیے وہ لوگ صاف ظاہر ہو جاتے جنہوں نے سچ کہا اور جھوٹوں کو بھی آپ جان لیتے۔" (43)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر طبری سے روایت ہے کہ دو باتیں رسول اکرم ﷺ نے ایسی کیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت تک کوئی صاف حکم نہیں دیا گیا تھا ایک منافقین کو عدم شرکت کی اجازت دے دی اور دوسری غزوہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف تو فرمادیا لیکن حیرت سے دریافت کیا کہ آپ نے ان کو اجازت کیوں دی تھی۔ (تفسیر ابن عباس: 519/1)

سوال 2: ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرمادیا، آپ نے کیوں اُنہیں اجازت دے دی۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) تبوک سے واپسی کے سفر میں نبی ﷺ صبح کے وقت تشریف لائے اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتے، پھر لوگوں کے سامنے بیٹھ جاتے (اس سفر سے واپسی پر بھی) جب آپ نے ایسا کیا تو منافقین نے آکر عذر پیش کرنے اور حلف اٹھانے شروع کر دیئے اور یہ کچھ اوپر 80 آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول کر لیا، ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کی باطنی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ (صحیح بخاری: 4417) (2) ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ﴾ "اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرمادیا۔" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے درگزر کیا، آپ ﷺ کا مواخذہ نہیں کیا، آپ ﷺ سے جو کچھ ہوا اسے بخش دیا۔ (3) ﴿لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ آپ ﷺ نے انہیں جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت کیوں دے دی؟ (4) سورۃ نور میں آپ ﷺ کو اجازت کا حق بھی مل گیا۔ فرمایا: ﴿فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں۔ (النور: 62)

سوال 3: ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۴۳﴾ "یہاں تک کہ آپ کے لیے وہ لوگ صاف ظاہر ہو جاتے جنہوں نے سچ کہا اور جھوٹوں کو بھی آپ جان لیتے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یعنی جب ان کو آپ ﷺ آزماتے تو آپ ﷺ پر ظاہر ہو جاتا کہ سچے لوگ کون ہیں اور جھوٹے کون! تب آپ ﷺ ان لوگوں کو عذر قبول کر لیتے جو اس کے مستحق تھے اور اس کا عذر قبول نہ کرتے جو مستحق نہیں تھے۔ (2) نبی ﷺ پر عتاب کی علت ہے کہ آپ ﷺ نے تبوک پر نکلنے کی بجائے پیچھے رہنے کی اجازت دے دی۔ (ایسر التفاسیر: 553)

سوال 4: عذر کیا ہے؟

جواب: اپنی بے عملی کو جہالت میں چھپانے کی کوشش کرنا عذر ہے۔
سوال 5: رسول اللہ ﷺ نے منافقوں کے عذر کو کیوں قبول کر لیا تھا؟
جواب: (1) آپ ﷺ نے اس لیے عذر قبول کر لیے تھے کہ سچے اور جھوٹے عذروں کی تحقیقات کا موقع نہیں تھا۔ (2) اس بات کا امکان تھا کہ لوگ عذر پر پیچھے رہ جائیں اور اس طرح لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت کھل جائے۔

﴿ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝۴۴ ﴾

"جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگتے اس سے کہ وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کریں اور اللہ تعالیٰ متقیوں کو خوب جاننے والا ہے۔" (44)

سوال 1: ﴿ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ ﴾ "جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگتے اس سے کہ وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کریں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ لَا يَسْتَاْذِنُكَ ﴾ آپ ﷺ سے جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب نہیں کریں گے۔ (2) ﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہیں اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ (3) ﴿ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ ﴾ "کہ وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کریں۔" اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے کو جنت کا راستہ اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۵ ﴾ "یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں پھر اُنہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔" (الحجرات:15) (4) ﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝۱۷۳ ﴾ جن سے لوگوں نے کہا کہ یقیناً دشمن لوگ تمہارے خلاف لشکر جمع کر چکے ہیں لہٰذا تم اُن سے ڈر جاؤ، چنانچہ اس نے ان کو ایمان میں اور زیادہ کر دیا، اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ (آل عمران: 173) (5) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے ساتھیوں نے رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ سے ان کے لیے سواری کے جانوروں کی درخواست کروں۔ وہ لوگ آپ کے ساتھ جیش عسرت یعنی غزوہ تبوک میں شریک ہونا چاہتے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے میرے ساتھیوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ ان کے لیے سواری کے جانوروں کا انتظام کرا دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تم کو سواری کے جانور نہیں دے سکتا۔ میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ غصہ میں تھے اور میں اسے معلوم نہ کر سکا تھا، آپ ﷺ کے انکار سے میں بہت غمگین واپس ہوا، یہ خوف بھی تھا کہیں آپ سواری مانگنے کی وجہ سے خفا نہ ہو گئے ہوں میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں نبی ﷺ کے ارشاد کی خبر دی، لیکن ابھی کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ میں نے

بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی، وہ پکار رہے تھے اے عبد اللہ بن قیس! میں نے جواب دیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلا رہے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ دو جوڑے اور یہ دو جوڑے اونٹ کے لے جاؤ۔ آپ نے چھے اونٹ عنایت فرمائے۔ ان اونٹوں کو آپ نے اسی وقت سعد رضی اللہ عنہ سے خرید اتھا اور فرمایا کہ انہیں اپنے ساتھیوں کو دے دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ یا آپ نے فرمایا: رسول اللہ نے تمہاری سواری کے لیے انہیں دیا ہے، ان پر سوار ہو جاؤ، میں ان اونٹوں کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا اور ان سے میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری سواری کے لیے یہ عنائیت فرمائے ہیں لیکن اللہ کی قسم! کہ تمہیں اب ان صحابہ کے پاس چلنا پڑے گا جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار فرمانا سنا تھا، کہیں تم یہ خیال نہ کر بیٹھو کہ میں نے تم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے متعلق کوئی غلط بات کہہ دی تھی انہوں نے کہا کہ تمہاری سچائی میں ہمیں کوئی شبہ نہیں لیکن اگر آپ کا اصرار ہے تو ہم ایسا بھی کر لیں گے ابو موسیٰ ان میں سے چند لوگوں کو لے کر ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد سنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو دینے سے انکار کیا لیکن پھر عنایت فرمایا: ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس طرح حدیث بیان کی جس طرح ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کی تھی۔ (صحیح بخاری:4415) (6) ابن اسحاق نے کہا کچھ مسلمان رسول اللہ کی خدمت میں آئے یہ رونے والے تھے یعنی بنو عامر بنو عوف میں سے سات آدمی تھے، سالم بن عمیر، علبہ بن زید اخو بن حارثہ، ابو لیلی عبد الرحمن بن کعب، اخو بن مازن ابن نجار، عمر بن حمام بن جموع اخو بن سلمہ۔ عبد اللہ بن مغفل مزنی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ عبد اللہ بن عمرو مزنی تھے اور عرباض بن ساریہ فزاری وغیرہ۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کی درخواست کی اور یہ سب اہل حاجت تھے۔ آپ نے فرمایا: میں سواری نہیں پاتا جو تمہیں دے دوں۔ بس یہ لوگ واپس لوٹ گئے اور انکی آنکھوں سے غم میں آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس اتنا کیوں نہ ہوا کہ وہ بھی اس موقع پر خرچ کر سکتے۔ ابن اسحاق نے کہا پھر مجھے یہ روایت ملی ہے کہ یامین ابن عمیر بن کعب نضری ابو سیلی عبد الرحمن بن کعب سے اور عبد اللہ بن مغفل سے ملے تو وہ دونوں رو رہے تھے۔ یامین نے دریافت کیا آپ دونوں کیوں رو رہے ہیں جواب ملا: ہم رسول اللہ کے پاس گئے تھے کہ ہمارے لئے سواری کا انتظام کر دیا جائے مگر ہم نے ان کے پاس ایسی سواری نہیں پائی جو دے دیتے اور ہمارے پاس اتنا ہے نہیں جس سے ہم بطور خود انتظام کر کے رسول اللہ کے ساتھ جا سکیں یامین نے انہیں اپنی ایک پانی لانے والی اونٹنی دے دی چنانچہ یہ دونوں اس پر بیٹھ کر روانہ ہوئے نیز یامین نے انکے زاد راہ کیلیے کچھ کھجوروں کا انتظام کر دیا۔ بہر حال یہ دونوں رسول اللہ کے ساتھ نکلے۔ (سیرت ابن ہشام:2/623)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سچے مومن کی کون سی خصوصیات بتائی ہیں جن سے اسے پہچانا جا سکتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنا۔ (2) اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرنا۔

سوال 3: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ ”اور اللہ تعالیٰ متقیوں کو خوب جاننے والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) متقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈر کر اس کے نواہی سے رکتا ہے اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتا ہے۔ (2) غزوہ تبوک کے موقع پر متقی وہ تھے جنہوں نے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگی۔ (3) متقیوں کے بارے میں یہ علامت اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے کہ وہ پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے۔

﴿اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝﴾

"آپ سے اجازت وہی مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اوران کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں چنانچہ وہ اپنے شک میں تردد کررہے ہیں۔" (45)

سوال 1:﴿ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ "آپ سے اجازت وہی مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) آپ ﷺ سے اجازت تو وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پر یقین نہیں رکھتے۔(2)وہ جن کے دل شک میں مبتلاہیں وہ کامل ایمان نہیں رکھتے،وہ قلب کا سچایقین نہیں رکھتے اس لیے ان میں بھلائی اور نیکی کی رغبت بہت کم ہے۔(3)وہ اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پر سچایقین نہ رکھنے کی وجہ سے بزدلی دکھاتے ہیں۔(4)وہ جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت اس لیے مانگتے ہیں کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ اوریوم آخرت کے بارے میں شک میں مبتلاہیں۔

سوال2:﴿ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝۴۵ ﴾ "اوران کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں چنانچہ وہ اپنے شک میں تردد کررہے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ "اوران کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔"یعنی انہیں دین حق میں سے جس چیز کی طرف دعوت دی جاتی ہے وہ اس کی صحت کے بارے میں شک میں مبتلاہوتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:553-553) (2) ﴿ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝۴۵ ﴾ "چنانچہ وہ اپنے شک میں تردد کررہے ہیں۔" یہ ان کا شک ہے جو دلوں میں رچ بس گیااب وہ حیران ہیں۔(3)تردد تحیر کو کہتے ہیں۔(فتح القدیر:2/459) (4)وہ اپنے شک میں جاتے ہیں اور لوٹ آتے ہیں۔(قرطبی:4/69) (5)سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں نکلے جس میں لوگوں کو بہت تکلیف پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہاان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول ﷺ کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ سے جدااور دور ہو جائیں۔(زہیر نے کہایہ قراءت اس کی قراءت ہے جس نے حَوْلِہ پڑھاہے)اور عبداللہ بن ابی نے یہ بھی کہااگر ہم مدینہ کی طرف لوٹے تو عزت والے مدینہ سے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔پھر میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوااور آپ کو اس بات کی خبر دی پھر آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلانے کے لیے ایک آدمی بھیجا پھر اس سے پوچھاتو اس نے قسم کھاکر کہاکہ میں نے ایسانہیں کہااور کہنے لگاکہ انہوں نے رسول ﷺ سے جھوٹ کہاہے۔کہتے ہیں کہ ان کی یہ بات سے مجھے بہت رنج اور دکھ ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ نے میری تصدیق کے لیے یہ آیت نازل کی۔﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ ﴾ کہ جب آپ کے پاس منافقین آئیں پھر رسول ﷺ نے انہیں بلوایاتاکہ ان کے لیے مغفرت طلب کریں لیکن انہوں نے اپنے سروں کو موڑ لیایعنی وہ نہ آئے اور پھر اللہ کا قول﴿ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ﴾ گویاکہ وہ لکڑیاں ہیں دیوار پر لگی ہوئی انہیں کے بارے میں نازل ہوا حضرت زید نے کہایہ لوگ بظاہر بہت اچھے ہیں اور خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔(صحیح مسلم:7024) (6)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝۸۶ ﴾ اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو توان میں سے جو قدرت والے ہیں وہ تم سے رخصت مانگتے ہیں۔اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہیں گے۔(سورہ التوبہ:86) (7) ﴿ وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ اور بدوی عربوں میں سے بہانے کرنے والے آئے تاکہ انہیں رخصت دی جائے۔اور بیٹھے رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا۔ان میں سے جن لوگوں نے انکار کیا ہے، عنقریب اُن کو ایک دردناک عذاب پکڑے گا۔(سورہ التوبہ:90) (8) ﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾ ”یقیناالزام تو ان لوگوں پر ہے جو تم سے مالدار ہونے کے باوجود اجازت مانگتے ہیں۔انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں۔اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔پھر وہ کچھ نہیں جانتے۔“ (سورۃ التوبہ:93)﴿وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔کہہ دو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے۔کاش وہ سمجھتے ہوتے! پھر چاہیے کہ یہ ہنسیں بہت کم اور روئیں بہت زیادہ اس کے بدلے میں جو وہ کماتے تھے۔(سورۃ التوبہ:81-82) (9)ابن اسحاق نے کہا:عبداللہ بن ابی نے اپنا لشکر الگ رسول اللہ ﷺ سے نیچے ذباب پہاڑ کی طرف ٹھہرایا اور جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لشکر دوسرے لشکر سے کم نہ تھا۔پھر جب رسول اللہ ﷺ کا لشکر روانہ ہو گیا تو عبداللہ بن ابی ان منافقین اور اہل ریب کو لے کر جو اس کے ساتھ ہو سکے پیچھے لوٹ آیا۔

سوال 3:اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہوئے تردّد میں کونسا شخص مبتلا ہوتا ہے؟

جواب:تردد میں وہی مبتلا ہوتا ہے جو یقین سے محروم ہو جو جانتا ہو کہ رسول برحق ہیں مگر ذاتی کمزوریوں کی وجہ سے مشکلات سے گھبرا جاتا ہے۔

سوال 4:اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی کیا خصوصیات بتائی ہیں؟

جواب:(1)منافقوں کے دل ایمان کی دولت سے خالی ہوتے ہیں۔(2)وہ شک کے مریض ہوتے ہیں۔

سوال 5:شک کیسے دور ہوتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت کے دلائل سے۔(2)یوم آخرت کے دلائل سے۔(3)کثرت سے موت کی یاد سے۔(4)تلاوت قرآن مجید کرنے سے۔(5)کثرت سے موت کی یاد دنیا کی محبت کو نکالتی ہے جو دلوں کو زنگ لگاتی ہے۔

﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾﴾

”اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے ضرور کچھ سامان تیار کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا اُٹھنا ہی ناپسند کیا تو اُس نے اُنہیں روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔“ (46)

سوال 1:﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً﴾ ”اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے ضرور کچھ سامان تیار کرتے۔“کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ﴾ ”اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے۔“وہ لوگ جو جہاد سے جی چراتے ہیں وہ نکلنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے۔(2)اگر وہ ارادہ کرتے تو تمام اسباب استعمال کرتے یعنی تیاری کرتے۔(3) ﴿لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً﴾ ”تو اس کے لیے ضرور کچھ سامان تیار کرتے۔“یعنی اگر جہاد کے لیے جانا چاہتے تو ضرور تیاری کرتے۔(4)ان کے تیاری نہ کرنے سے یہ معلوم ہو گیا کہ ان کا نکلنے کا ارادہ ہی نہیں تھا۔

سوال2:وہ کون لوگ تھے جن کے بارے میں کہا گیا کہ اگر ارادہ ہوتا تو تیاری کرتے؟
جواب:یہ عبد اللہ بن ابی اور جد بن قیس وغیرہ اپنے قبیلوں کے معتبر، بااثر اور مال دار لوگ تھے۔
سوال3:﴿وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ﴾ "لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا اٹھنا ہی ناپسند کیا۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی فیصلے میں ان کا آپ ﷺ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں فرمایا۔
سوال4:اللہ تعالیٰ کو ان کا اٹھنا کیوں نہیں پسند تھا؟
جواب:(1)اللہ تعالیٰ کو ان کے مزاج اور نفاق کا علم تھا۔(2)اللہ تعالیٰ کو ان کے اندر مسلمانوں کے خلاف بُغض وعداوت کا پتہ تھا۔
سوال5:﴿فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝۴۶﴾ "تو اس نے انہیں روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿فَثَبَّطَهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قضاء وقدر سے انہیں جہاد کے لیے نکلنے سے روک دیا۔(2)اللہ تعالیٰ نے جہاد کی ترغیب بھی دی اختیار بھی دیا مگر اپنی حکمت سے ان کو جہاد کے لیے نکلنے سے روک دیا اور ان کی مدد نہیں کی۔(3)﴿وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝۴۶﴾ انہیں کہا گیا کہ آپ بھی منہ چھپا کر بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔(4) "اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔" بیٹھنے والوں سے مراد عورتیں، بچے اور معذور افراد ہیں۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ﴾ وہ اس بات پر راضی ہوگئے کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔(التوبہ:87) (6)امام محمد بن اسحاق فرماتے ہے کہ اجازت طلب کرنے والوں میں عبد اللہ بن ابی بن سلول اور جد بن قیس بھی تھا اور یہی بڑے بڑے رؤسا اور ذی اثر منافق تھے اللہ نے انہیں دور کر دیا اور اگر یہ ساتھ ہوتے تو ان کے ساتھ بات مان لینے والے وقت پر ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بن جاتے۔ محمدی لشکر میں ابتری پھیل جاتی کیوں کہ یہ لوگ وجاہت والے تھے اور کچھ مسلمان ان کے حال سے ناواقف تھے ان کے ظاہری اسلام اور ان کے چرب کلامی پر مفتوں تھے۔اور اب تک ان کے دلوں میں ان کی محبت تھی۔(جامع البیان:16697) (8)حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ جہاد کو ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے۔(9)رب العزت کا فرمان ہے:﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۲﴾ پیچھے چھوڑ دیے گئے لوگ، اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھنے کی وجہ سے خوش ہوگئے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ گرمی میں اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔کاش وہ سمجھتے ہوتے! پس لازم ہے کہ وہ ہنسیں بہت کم اور روئیں بہت زیادہ اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں۔(التوبہ 81-82) (9)ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ کے زمانہ میں چند منافقین ایسے تھے کہ جب نبی اکرم ﷺ جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ مدینہ میں پیچھے رہ جانے پر بہت خوش ہوا کرتے تھے لیکن جب نبی ﷺ واپس آتے تو عذر بیان کر لیتے بلکہ ان کو ایسے کام پر تعریف ہونا پسند آتا جس کو انہوں نے نہ کیا ہوتا اور بعد میں چکنی چپڑی باتوں سے اپنی بات بنانا چاہتے اللہ تعالیٰ نے اسی پر یہ آیت ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ﴾ آخر تک اتاری۔(صحیح بخاری:4567)

سوال6:اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو کیسے بٹھادیا؟
جواب:اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ہمت ختم کردی۔
سوال7:منافقوں کے بیٹھنے میں مسلمانوں کی کیا بھلائی تھی؟
جواب:(1)منافق اگر نکلتے تو مسلمانوں کی خرابی میں اضافہ کرتے۔(2)منافقوں کے بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بھلائی ممکن بنادی۔

﴿ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

"اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ نکلتے تو بھی تم میں خرابی کے سوا کسی شے کا اضافہ نہ کرتے اور وہ تمہارے درمیان ضرور (گھوڑے) دوڑاتے تم میں فتنہ تلاش کرتے ہوئے، اور تم میں ان کے لئے کان لگا کر سننے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔" (47)

سوال1:﴿ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا ﴾ "اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ نکلتے تو بھی تم میں خرابی کے سوا کسی شے کا اضافہ نہ کرتے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ ﴾ اگر منافق تمہارے ساتھ نکلتے۔(2) ﴿ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا ﴾ "تو بھی تم میں خرابی کے سوا کسی شے کا اضافہ نہ کرتے۔" خبال عقل کا مرض ہے جیسے جنون، اسی سے رائے میں فساد اور عمل میں اضطراب پیدا ہوتا ہے۔
(3)منافقوں کے پیچھے رہنے پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تسلی دی ہے۔
سوال2:منافق مسلمانوں کے لیے خرابی میں کیسے اضافہ کرتے ہیں؟
جواب:(1) منافق خود پست اور بے ہمت ہوتے ہیں تمام لوگوں میں کم ہمتی اور بزدلی کے جراثیم پیدا کردیتے ہیں۔ (2) منافق خود خیانت کار ہوتے ہیں اور پورے معاشرے کو خیانت کار بنادیتے ہیں۔(3)اگر منافق نکلتے تو بے چینی، بددلی اور انتشار پیدا کرتے۔
سوال3:﴿ وَّ لَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ ﴾ "اور وہ تمہارے درمیان ضرور (گھوڑے) دوڑاتے تم میں فتنہ تلاش کرتے ہوئے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)منافق تمہارے درمیان فتنہ وفساد پیدا کرتے۔(2)فتنہ دین میں تشکیک اور دشمنوں سے ڈراتا ہے۔(تفسیر منیر:5/589)
(3)یعنی تمہارے درمیان فتنہ برپا کرنے اور عداوت پیدا کرنے کے بہت حریص ہیں۔(تفسیر سعدی:1/1047)
سوال4:﴿ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ ﴾ "اور تم میں ان کے لئے کان لگا کر سننے والے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿ وَ فِيْكُمْ ﴾ اور مومنوں میں کمزور عقل کے لوگ موجود ہیں۔(2) ﴿ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ ﴾ "کان لگا کر سننے والے ہیں۔" جو منافقوں کے لیے جاسوسی کرتے ہیں۔وہ منافقوں کے جال میں پھنس کر تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔(3) تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان کی باتیں سنتے ہیں۔اگر منافق جہاد کے لیے نکلتے تو ایسی صورت حال میں کتنا بڑا نقصان ہوتا۔(4) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انہیں جہاد کے لیے نکلنے سے روک دیا تاکہ وہ فائدے کی بجائے نقصان نہ پہنچائیں۔
سوال5:مسلمانوں میں کافروں کی باتیں کان لگا کر سننے والے کون تھے؟

جواب: یہ وہ لوگ تھے جن کے ان پرانے منافق لیڈروں کے ساتھ تعلقات تھے۔ وہ لوگ ان کی باتوں پر کان دھرتے تھے۔
سوال6: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۷﴾ "اوراللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) اللہ تعالیٰ ظالموں کے حالات کا ظاہری اور باطنی علم رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کیا ہو گا اور کیا نہ ہو گا۔ (تفسیر منیر:5/ 590)
(2) اللہ تعالیٰ ظالموں سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ان کے فسادات سے آگاہ کرتا ہے تاکہ مسلمان بچ جائیں۔ (3) ابن اسحاق نے کہا: منافقین کے ایک گروہ میں ودیعہ بن ثابت اخو بن عمرو بن عوف بنو اشجع کا ایک آدمی بنو سلمہ کا حلیف تھا اور اس کا نام مخشن بن حمیر یا بقول ابن ہشام مخشی بن حمیر تھا بھی شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ تبوک تشریف لیے جارہے تھے تو وہ منافقین آپ کی طرف اشارہ کرتے اور ایک دوسرے سے کہتے جاتے تھے کیا تم خیال کرتے ہو کہ بنو الاصفر سے جنگ عربوں کی باہمی جنگ کی طرح ہو گی؟ خدا کی قسم! کل ہم سب کو رسیوں میں اکٹھے باندھ کر ڈال دیا جائے گا یہ گروہ اس قسم کی باتیں مسلمانوں میں کمزوری اور خوف پیدا کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اس پر مخشن بن حمیر نے کہا: خدا کی قسم! میں اس پر مصالحت اختیار کر لینا پسند کرتا ہوں، کہ ہم میں سے ہر شخص کو ایک ایک سو درے مارے جائیں، اور کسی طرح تمہاری اس بات سے بچ جائیں کہ تمہاری اس قسم کی بات چیت کے متعلق ہم لوگوں کے بارے میں وحی نازل ہو جائے۔ جیسا کہ مجھے معلوم ہوا، رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسر سے کہا: ان لوگوں سے جا کر ملو یہ لوگ تو قطعی طور پر ہلاک ہو گئے، یہ جو باتیں کر رہے ہیں ان کے متعلق پوچھو اگر یہ ان باتوں کا انکار کریں تو ان سے کہو یہ غلط کہتے ہو۔ تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں، چنانچہ سیدنا عمار بن یاسر ان کے پاس گئے اور ان سے یہی سب کچھ کہا پھر تو منافقین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں معذرتیں پیش کرتے ہوئے حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی کے پاس تشریف فرما تھے ودیعہ بن ثابت نے اونٹنی کی رسی جو اونٹنی کے پیٹ پر باندھی جاتی ہے پکڑتے ہوئے کہا: یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ صرف ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے پس اللہ نے یہ نازل فرمائی: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ﴾ اور اگر ان سے دریافت کرو گے تو کہیں گے ہم صرف نکتہ چینی کر کے ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے۔ (سیرت ابن ہشام:630)

﴿لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۴۸﴾
"بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے بھی انہوں نے فتنے میں ڈالنا چاہا اور آپ کے لیے کئی معاملات کو الٹ پلٹ کیا یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہو گیا حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔" (48)
سوال1: ﴿لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ﴾ "بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے بھی انہوں نے فتنے میں ڈالنا چاہا اور آپ کے لیے کئی معاملات کو الٹ پلٹ کیا۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ﴾ وہ اس سے پہلے بھی تم میں بگاڑ تلاش کرتے رہتے ہیں یعنی جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اس وقت بھی انہوں نے بگاڑ پیدا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ (2) ﴿وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ﴾ انہوں نے سازشوں کے جال پھیلائے، فتنے اٹھائے تاکہ دین اسلام کی روشنی بجھ جائے۔ (3) انہوں نے نبی ﷺ کی دعوت کا ناکام کرنے کے لیے حیلے کیے اور افکار ہی پلٹ دیئے۔
سوال2: ﴿حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ﴾ "یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہو گیا حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ﴾ ”یہاں تک کہ حق آ گیا۔“ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید آ گئی۔(تفسیر منیر:5/589) (2) ﴿وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہو گیا۔“ اللہ تعالیٰ نے پہلے مسلمانوں کو بدر میں فتح عطا فرمائی اور دین اسلام کا بول بالا کیا پھر مکہ فتح ہو گیا تو منافق انگاروں پر لوٹنے لگے۔(3) ﴿وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ۝۴۸﴾ ”حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔“ منافقوں کے دل کی آگ کا ذکر ہے کہ اسلام کا بول بالا ہونے پر وہ کیسے دل میں سلگتے رہے۔

سوال 3: اس سے پہلے منافقوں نے فتنہ انگیزی کی کوشش کب کی تھیں؟

جواب: (1) یہ اس وقت ہوا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے۔(2) مدینہ میں رسول اللہ کامیاب ہوئے انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا لیکن ہمیشہ انتظار میں رہے کہ کوئی بُرا وقت آئے تو یہ فائدہ اٹھائیں۔

﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۝۴۹﴾

”اور ان میں وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دے دیں اور مجھے آپ فتنے میں نہ ڈالیں سن لو! فتنے میں تو وہ لوگ پڑے ہوئے ہیں اور یقینا جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔“ (49)

سوال 1: ﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ﴾ ”اور ان میں وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دے دیں اور مجھے آپ فتنے میں نہ ڈالیں۔“ وہ کون تھا جس نے کہا مجھے فتنے میں نہ ڈالئے؟

جواب: وہ جد بن قیس تھا۔ محمد بن اسحٰق نے زہری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاد کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ (تبوک کے موقع پر) آپ ﷺ نے بنو سلمہ کے بھائی جد بن قیس سے کہا کہ جد کیا تم کو بنی اصفر (رومیوں) کے ساتھ جہاد میں دلچسپی ہے۔ تو اس نے کہا مجھے اجازت دیں فتنے میں نہ ڈالیں۔ اللہ کی قسم میری قوم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ عورتوں میں دل چسپی لینے والا کوئی نہیں اور مجھے خوف ہے کہ میں نے رومیوں کی عورتوں کو دیکھا تو صبر نہ کر سکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس منہ پھیر لیا اور کہا میں نے تجھے اجازت دی اور یہ آیات نازل ہوئی۔

سوال 2: ﴿اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ﴾ ”سن لو! فتنے میں تو وہ لوگ پڑے ہوئے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی وہ گناہ، نافرمانی اور نفاق میں پڑ گیا اور نبی ﷺ سے پیچھے رہا۔(قرطبی:9/72) (2) وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے۔

سوال 3: ﴿وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۝۴۹﴾ ”اور یقینا جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) کافروں اور منافقوں کو جہنم گھیر رہی ہے۔(2) جہنم سے بھاگ کر جانے کی ان کے پاس کوئی صورت نہیں۔(3) وہ اس سے نجات نہیں پائیں گے۔(4) یہ ان کیلیے شدید وعید ہے کیونکہ اہل جہنم اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے جہنم میں پہنچیں گے۔

﴿اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ۝۵۰﴾

”اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے اپنے معاملے میں پہلے ہی احتیاط اختیار کر لی تھی اور اس حال میں پلٹتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔“(50)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو منافقین مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے اور انہوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی تھی وہ لوگوں کو نعوذ باللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بری بری خبریں بیان کرتے تھے اور اس بات کی اشاعت کرتے تھے کہ نعوذ باللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفر میں بہت ہی مشقت میں پڑ گئے اور ہلاک ہوئے جب ان لوگوں کی تکذیب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عافیت معلوم ہو گئی تو لوگوں کو بہت شاق اور ناگوار گزرا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ (تفسیر ابن عباس: 1/519)

سوال 2: ﴿اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ﴾ ''اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو بری لگتی ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ﴾ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے مثلاً نصرت، غنیمت اور بھلائی کی ہر صورت۔ (ایسر التفاسیر: 556) (2) الحسنہ وہ ہے جس کا حاصل کرنا نفس کے لیے آسان ہو مثلاً فتح و نصرت اور دشمن کے مقابلے میں کامیابی وغیرہ۔ (تفسیر منیر: 5/597) (3) ﴿تَسُؤْهُمْ ۚ﴾ انہیں غم زدہ کر دیتی ہے اور کرب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ (4) قتادہ نے کہا کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے تو ان پر گراں گزرتی ہے اور انہیں برا لگتا ہے۔ (الدر المنثور: 3/445)

سوال 3: مسلمانوں پر مصیبت آئے تو منافقوں کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

جواب: مسلمانوں پر مصیبت آئے تو منافق خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی احتیاطی تدابیر اختیار کر لی تھیں۔ اور ہمیں مشکلات سے دوچار نہ ہونا پڑا۔

سوال 4: ﴿وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ﴾ اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے اپنے معاملے میں پہلے ہی احتیاط اختیار کر لی تھی۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ﴾ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصیبت پہنچے یعنی شکست، قتل اور موت وغیرہ۔ (ایسر التفاسیر: 556) (2) ﴿يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ﴾ منافق کہتے ہیں ہم نے تو پہلے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بچاؤ کر لیا تھا اور ہم ان سے کتراتے تھے جس کی وجہ سے ہم اس مصیبت میں مبتلا ہونے سے بچ گئے۔

سوال 5: ﴿وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۰﴾ ''اور اس حال میں پلٹتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: منافق اسلام کے حقیقی دشمن ہیں ان کی عداوت کا یہ حال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہونے پر خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں۔

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۵۱﴾

'' آپ کہہ دیں کہ ہمیں ہر گز کچھ نہیں پہنچے گا مگر جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی ہمارا مالک ہے اور لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان لانے والے توکل کریں۔'' (51)

سوال 1: ﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ہمیں ہر گز کچھ نہیں پہنچے گا مگر جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیں۔ (2) ﴿لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ﴾ فتح و شکست، ناکامی و کامیابی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے دائرے میں بند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ میں مقدر کر کہ لکھ دیا ہے۔

سوال2: مسلمان ہر حال میں کیسے فائدہ اٹھاتے ہیں؟
جواب: مسلمان ہر حال میں فائدہ اٹھاتے ہیں اگر فتح ملے تو کامیاب۔ اگر شہادت ملے تو کامیاب۔
سوال3: مومن اور منافق کے نظریات کا فرق ان کی زندگی پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟
جواب: منافق جو کچھ بھی کرتا ہے اسے صرف اپنے دنیوی مفاد ملحوظ ہوتا ہے۔ پھر اگر اس کو کامیابی ہو تو وہ اترانے لگتا ہے اور خوشی سے پھولے نہیں سماتا اگر ناکامی ہو تو مایوس ہو کر رہ جاتا ہے جبکہ مومن کی شان یہ ہے کہ جو کچھ بھی کرتا ہے دین کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے اگر کامیاب ہو تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سمجھتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے مگر اتراتا نہیں اور اگر ناکامی ہو تو وہ بھی اس کو مایوس نہیں کرتی اور اسے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھتا ہے کیونکہ اسباب کو اختیار کرنا مومن کا کام ہے اور اس کے اچھے یا برے نتائج پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ لہٰذا وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتا ہے۔ (تیسیر القرآن:2/ 221)
سوال4: ﴿هُوَ مَوْلٰىنَا﴾ "وہی ہمارا مالک ہے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) وہی ہمارا مددگار ہے اور اس کا دین سارے ادیان پر غالب آنے والا ہے۔ (فتح القدیر: 2/ 463) (2) اللہ تعالیٰ ہمارا سردار اور ہماری پناہ گاہ ہے اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/ 729) (3) یعنی وہ ہمارے تمام دینی اور دنیاوی امور کا سرپرست ہے پس ہم پر اس کی قضاوقدر پر راضی رہنا فرض ہے۔ ہمارے ساتھ میں کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی:1/ 1049) (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴾ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اُن لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور کافروں کا یقیناً ان کے لیے کوئی مددگار نہیں۔ (محمد:11)
سوال5: ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ "اور لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان لانیوالے توکل کریں۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) یعنی ہم مومن ہیں اور ہم اپنے رب پر توکل کرنے والے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 556) (2) توکل علی اللہ کے معنی ہیں اسباب کو اختیار کرنے کے بعد اپنے کام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔ یہی ایمان کا اصول ہے۔ (تفسیر منیر:5/ 600) (3) یعنی ایمان والوں کو نفع کے حصول اور ضرر کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ کبھی نامراد نہیں ہوتا۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔ (الطلاق:3) (5) جو غیر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ ناکام ونامرادرہ جاتا ہے اور اپنی امیدوں کے حصول میں ناکام رہتا ہے۔
سوال6: کافر ہر حال میں نقصان میں کیسے رہتا ہے؟
جواب: (1) مسلمانوں کے ہاتھوں دنیا میں عذاب۔ (2) جہنم رسید ہو تو بھی ناکام۔
﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۚ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ﴾
"آپ کہہ دیں تم ہمارے لیے دو بھلائیوں میں سے ایک کے سوا کسی اور کا انتظار نہیں کرتے اور ہم تمہارے لیے اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تمہیں کوئی عذاب پہنچائے یا ہمارے ہاتھوں سے، سو تم انتظار کرو، یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں۔" (52)

سوال 1:﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ﴾ ”آپ کہہ دیں تم ہمارے لیے دو بھلائیوں میں سے ایک کے سوا کسی اور کا انتظار نہیں کرتے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قُلْ﴾ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے۔(2) ﴿هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ﴾ ”تم ہمارے لیے دو بھلائیوں میں سے ایک کے سوا کسی اور کا انتظار نہیں کرتے۔“ تم ہمارے بارے میں ایسی چیز کا انتظار کر رہے ہو جس کا انجام کار ہمارے لیے نفع مند ہے۔ مسلمانوں کو ہر حال میں بھلائی یا کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ یا تو وہ فتح و نصرت حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بلند کریں گے۔ یا شہادت نصیب ہو گی اور اعلیٰ درجات ملیں گے۔

سوال 2: ﴿وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۫﴾ ”اور ہم تمہارے لیے اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تمہیں کوئی عذاب پہنچائے یا ہمارے ہاتھوں سے۔“ مومن منافقوں کے بارے میں کس بات کا انتظار میں رہتے ہیں؟

جواب: اے منافقو! ہم یعنی مسلمان تمہارے بارے میں انتظار کریں گے کہ تمہارا انجام کیا ہوتا ہے یا تو ہمارے بغیر اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا جیسے پچھلے لوگ پکڑے گئے یا ہمیں تم پر غالب کرے ہمارے ذریعے تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور جب تم پر ہم قابو پالیں گے تو تمہیں قتل کر دیں گے۔

سوال 3:﴿فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝۵۲﴾ ”سو تم انتظار کرو، یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَتَرَبَّصُوْٓا﴾ ”سو تم انتظار کرو۔“ اے منافقو! تم ہمارے بارے میں انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دو میں سے کون سی بھلائی عطا کرتا ہے فتح یا شہادت۔(2) ﴿اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝۵۲﴾ ہم بھی تمہارے بارے میں انتظار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بغیر عذاب دے گا یا ہم سے تمہیں قتل کروائے گا۔

﴿قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۳﴾

”آپ کہہ دیں کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز وہ قبول نہ کیا جائے گا۔ بلاشبہ تم ہمیشہ سے نافرمان لوگ ہو۔“

سوال 1:﴿قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز وہ قبول نہ کیا جائے گا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قُلْ﴾ اے نبی ﷺ! آپ ان منافقوں سے کہہ دیجیے۔(2) ﴿اَنْفِقُوْا طَوْعًا﴾ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور جہاد میں خوشی سے خرچ کرو۔(3) ﴿اَوْ كَرْهًا﴾ یا مارے، باندھے، ناگواری سے۔(4) ﴿لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ﴾ ”تم سے ہرگز وہ قبول نہ کیا جائے گا۔“ اللہ تعالیٰ تمہارے باطل صدقات کو قبول نہیں کرے گا۔(5) وہ تمہارے کسی عمل کو قبول کرنے والا نہیں کیونکہ تم نافرمان ہو۔(6) تمہارا کفر تمہارے خرچ کی قبولیت کے راستے میں رکاوٹ ہے۔

سوال 2:﴿اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۳﴾ ” بلاشبہ تم ہمیشہ سے نافرمان لوگ ہو۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّكُمْ كُنْتُمْ﴾ اے منافقو! ت(2) ﴿قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۳﴾ نافرمان لوگ ہو۔(3) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے میں نہیں ہو۔(4) تمہارا اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں۔(5) ایمان کے بغیر اعمال قبول نہیں

ہوتے۔(6) تم نیک اعمال سے تھک جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ پاک ہے پاک اعمال کو قبول کرتا ہے۔(7) تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں اور اللہ تعالیٰ تقوی والوں کے اعمال قبول کرتا ہے۔

سوال 3: منافقین مالی تعاون کی پیش کش کیوں کر رہے تھے؟

جواب: منافقین جہاد میں شرکت سے معذوری کر رہے تھے اور مالی تعاون اس لئے پیش کر رہے تھے کہ بدنام نہ ہوں۔

﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۵۴﴾

"اور کوئی ان کے مانع نہیں ہوا اس سے کہ ان کے خرچ کیے ہوئے مال قبول کیے جائیں مگر یہ کہ یقینا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا، اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ سست ہوتے ہیں اور وہ خرچ نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرنے والے ہیں۔" (54)

سوال 1: ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ﴾ "اور کوئی ان کے مانع نہیں ہوا اس سے کہ ان کے خرچ کیے ہوئے مال قبول کیے جائیں مگر یہ کہ یقینا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ﴾ "اور کوئی ان کے مانع نہیں ہوا اس سے کہ ان کے خرچ کیے ہوئے مال قبول کیے جائیں۔" منافقوں کے صدقات کی عدم قبولیت کے اسباب بیان کیے جا رہے ہیں۔(2) ﴿اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ﴾ "مگر یہ کہ یقینا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔" قبولیت کے راستے کی پہلی رکاوٹ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کیا ہے۔(3) ایمان سارے اعمال کے قبول ہونے کی پہلی شرط ہے۔(4) منافق ایمان اور اعمال صالح سے محروم ہیں۔

سوال 2: ﴿وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى﴾ "اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ سست ہوتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) منافقوں کے صدقات کی عدم قبولیت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ افضل ترین بدنی عبادت نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کسمساتے ہوئے اٹھتے ہیں۔(2) نماز پڑھنا منافقوں کے لیے بھاری بوجھ بن جاتی ہے اس لیے بوجھل دل سے اٹھتے ہیں اور کاہل ہو کر سستی سے نماز پڑھتے ہیں۔(4) علما نے لکھا ہے کہ لوگوں کے سامنے ہوا تو نماز پڑھ لی اور اکیلا ہوا تو چھوڑ دی۔ یہ بھی کسل فی الصلوۃ ہے۔(کبیر)(تفسیر اشرف الحواشی: 1/ 235) (5) بندے کے لیے لازم ہے کہ نماز کے لیے دل کی خوشی کے ساتھ حاضر ہو۔

سوال 3: ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۵۴﴾ "اور وہ خرچ نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرنے والے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) منافقوں کے صدقات کی عدم قبولیت کا تیسرا سبب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں تو اس مقصد کے لیے کہ لوگ مذمت نہ کریں۔(2) منافق شرح صدر اور دل کے یقین کے ساتھ اجر کی نیت سے خرچ نہیں کرتے۔(3) اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ خرچ قبول کیا جاتا ہے جو دل کے ثبات و یقین کے ساتھ ثواب کی امید رکھ کر کیا جائے۔

سوال4: منافق کاہلی اور سستی والی نماز کیوں پڑھتا ہے؟
جواب: منافق کو جو چیز نماز پڑھنے کے لئے مجبور کرتی ہے وہ ان کے اندر نہیں ہوتی اس لئے ان کی نماز دکھاوے کی ہو جاتی ہے۔
سوال5: منافق اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا انکار کیسے کرتا ہے؟
جواب: منافق اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا دل سے انکار کرتا ہے کسل مندی اور کراہت دل کے نہ کھلنے کی علامت ہے۔ سستی کا بنیادی سبب کراہت ہوتی ہے جہاں دل نہ لگے، انسان جس کو فرض نہ سمجھے وہاں سستی سامنے آتی ہے۔
﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾
"سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں در حقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔" (55)
سوال1: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ ﴾ "سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ منافقوں کے اموال اور ان کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالے۔ آپ ﷺ ان کے اموال اور اولاد کی کثرت سے مرعوب نہ ہوں۔ (2) رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ اور آپ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو سر و سامان دیا ہے، دنیا کی زندگی کی زینت ہے تاکہ ہم انہیں اس آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے رب کا رزق ہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ (طہ:131) (3) ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۙ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔ (مومنون:55-56)
سوال2: مال اور اولاد نعمت کب بنتے ہیں؟
جواب: (1) جب بندے کو شکر کی توفیق ملتی ہے۔ (2) جب بندہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے۔ (3) جب بندے کا ضمیر مطمئن ہو اور وہ اخلاص سے انفاق فی سبیل اللہ کرتا ہو۔ (4) جب بندہ مال اور اولاد کو آخرت کے لیے لگاتا ہو۔
سوال3: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ "در حقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ ﴾ اللہ تعالیٰ مال اور اولاد کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ (2) ﴿ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ "کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے۔" یہاں عذاب سے مراد وہ مشقت اور کوشش ہے جو اسے حاصل کرنے میں انہیں برداشت کرنی پڑتی ہے اور اس میں دل کی تنگی اور بدن کی مشقت ہے۔ اگر آپ اس مال کے اندر موجود ان کی لذات کا مقابلہ اس کی مشقتوں سے کریں تو ان لذتوں کی ان مشقتوں کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں اور ان لذات نے چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے اس لئے یہ ان کے لیے اس دنیا میں بھی وبال ہیں۔ ان کا سب سے بڑا وبال یہ ہے کہ ان کا دل انہی لذات میں مگن رہتا ہے اور ان کے ارادے ان لذات سے آگے نہیں

بڑھتے، یہ لذات ان کی منتہائے مطلوب اوران کی مرغوبات ہیں، ان کے قلب میں آخرت کے لیے کوئی جگہ نہیں اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ یہ لوگ دنیا سے اس حالت میں جائیں۔(تفسیر سعدی:1/1052)

سوال4:﴿ وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ۝۵۵ ﴾ ”در حقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی ان کی جان اس حالت میں نکلے کہ وہ حق کا انکار کرنے والے ہوں۔ اس سے بڑا کیا عذاب ہو سکتا ہے کہ انسان ہمیشہ کی بد بختی اور کبھی دور نہ ہونے والی حسرت میں مبتلا رہے۔

سوال5:مال اور اولاد انسان کے لیے سزا کب بن جاتے ہیں؟

جواب:(1)جب مال اور اولاد کی وجہ سے انسان اذیت میں مبتلا ہوتا ہے۔(2)جب دولت بڑھانے کے لیے انسان کی راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔(3)جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا انسان کو مال کی ہلاکت محسوس ہوتا ہے۔(4)جب اولاد بے راہ رو ہو جاتی ہے۔(5)جب اولاد سرکش اور نافرمان ہو جاتی ہے تو عذاب بن جاتی ہے۔

﴿ وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ۝۵۶ ﴾

”اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ضرور وہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔“ (56)

سوال1:﴿ وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ ﴾ ”اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ضرور وہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)منافق اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں۔(2)﴿ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ ﴾ وہ مومنوں میں سے ہیں۔(3)﴿ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ ﴾ ”حالانکہ وہ تم میں سے نہیں۔“ یعنی ان کے دل، ان کے چہرے اوران کی مرضی کافروں کے ساتھ ہے۔ باطن سے منافق آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔

سوال2:منافق مسلمانوں کے سامنے قسمیں کیوں اٹھاتے تھے کہ وہ ان میں سے ہیں؟

جواب:(1)خوف کی وجہ سے مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھاتے تھے۔(2)ان کے مفادات تھے جس کی وجہ سے وہ ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔(3)وہ حالات کے ہاتھوں مجبور ہو گے تھے۔

سوال3:﴿ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ۝۵۶ ﴾ ”بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)وہ ایسے لوگ ہیں جو آپ سے خوف زدہ ہیں۔(2)ان کا خوف انہیں بے چین کرتا ہے۔(3)ان کے دل جرأت سے محروم ہیں وہ ڈرتے ہیں کہ اگر اپنا مال ظاہر کر دیا تو ہر طرف سے لوگ ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

﴿ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ۝۵۷ ﴾

”اگر وہ کوئی جائے پناہ، یا کوئی غاریں، یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ پالیں تو وہ اس حال میں لوٹ جائیں کہ رسیاں تڑاتے ہوں۔“ (57)

سوال1:﴿ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا ﴾ ”اگر وہ کوئی جائے پناہ، یا کوئی غاریں، یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ پالیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً ﴾ اللہ تعالیٰ ان کی بزدلی کی انتہا کو بیان فرماتے ہیں کہ اگر وہ کوئی جائے پناہ پالیں مثلاً کوئی قلعہ یا جزیرہ وغیرہ۔(2) ﴿ اَوْ مَغٰرٰتٍ ﴾ یا کوئی غار۔(3) ﴿ اَوْ مُدَّخَلًا ﴾ یا کوئی ایسی جگہ جہاں وہ گھس بیٹھیں یا انہیں ستر چھپانے کی کوئی جگہ مل جائے تو فوراً اس کی طرف بھاگ جائیں۔

سوال2: منافق چھپ جانے کی جگہ اور جائے امن کی تلاش میں کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: منافق روحانی طور پر شکست خوردہ اور بزدل ہوتے ہیں منافقوں کو ہر وقت لگتا ہے کہ کوئی مصیبت پیچھا کر رہی ہے اس وجہ سے یہ خوفزدہ اور فرار کی حالت میں ہوتے ہیں۔ وہ بڑی مشقت سے آپ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ضرورت سے مجبور ہیں۔

سوال3: ﴿ لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ ﴾ "تو وہ اس حال میں لوٹ جائیں کہ رسیاں تڑاتے ہوں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ رسیاں تڑواتے ہوئے تیزی سے اس کی طرف بھاگیں گے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو ثبات نہیں رکھتے۔

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ ﴾

"اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو صدقات میں آپ پر طعن کرتا ہے، پھر اگر اس میں سے ان کو دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں اس میں سے نہ دیا جائے تب وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔" (58)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مالوں کو تقسیم فرما رہے تھے، اتنے میں ذو الخویصرۃ التمیمی آیا اور کہنے لگا: انصاف کرو، آپ نے فرمایا: تیرے لیے ہلاکت ہو، اگر میں انصاف نہ کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ابن ابی حاتم نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔" (تفسیر ابن عباس:1/521)

سوال2: ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ ﴾ "اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو صدقات میں آپ پر طعن کرتا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) منافقوں میں ایسے بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم میں اعتراضات کرتے ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انہیں کچھ دے دیا جائے۔ (2) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رنگے ہوئے چمڑے میں کچھ سونا، جس میں مٹی الگ نہیں کی گئی تھی۔ یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور علقمہ یا عامر بن طفیل کے درمیان تقسیم کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی نے کہا: اس مال کے تو ہم ان سے زیادہ حق دار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم لوگوں کو مجھ پر اطمینان نہیں حالانکہ میں آسمان والوں کا امین ہوں۔ میرے پاس صبح و شام والوں کی خبریں آتی ہیں۔" ایک آدمی جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی، رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی، پیشانی باہر نکلی ہوئی، ڈاڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا۔ اپنا تہمد پنڈلیوں سے اٹھاتے ہوئے کھڑا ہو کر کہنے لگا: "اللہ کے رسول! اللہ سے ڈریئے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیرے لیے بربادی ہو۔ کیا میں روئے زمین پر اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں؟" وہ آدمی چلا گیا تو خالد بن ولید نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔" خالد کہنے لگے : "کتنے ہی نمازی ہیں جو زبان سے ایسی بات کرتے

ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے لوگوں کے دلوں میں نقب لگانے اور ان کے پیٹوں کو چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔" ابو سعید کہتے ہیں کہ جب وہ پیٹھ موڑے کر جا رہا تھا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: "اس کی نسل سے وہ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو مزے لے لے کر پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔" سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اگر میں ان کے دور میں ہوا تو ثمود کی قوم کی طرح ان کو قتل کر ڈالوں گا۔" (صحیح بخاری:4351)

سوال 3: صدقات کی تقسیم پر اعتراضات کیوں کیے جاتے ہیں؟

جواب: (1) اعتراضات اکثر اعتراض کرنے والے کی کمزوری کو ظاہر کرتے ہیں۔ (2) لوگوں کے اندر کی حرص اور انداز فکر کی محدودیت ایسی شکایتیں پاک باز لوگوں کے اندر سے بھی نکال لیتی ہیں۔

سوال 4: انسان کے اعتراضات سب سے زیادہ کسے نقصان دیتے ہیں؟

جواب: انسان کے اعتراضات سب سے زیادہ خود اسی کو نقصان دیتے ہیں۔

سوال 5: ﴿ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝۵۸ ﴾ "پھر اگر اس میں سے ان کو دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں اس میں سے نہ دیا جائے تب وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اگر انہیں دیا جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رضا اور ناراضگی دنیاوی خواہشات کے لیے ہے۔ (2) اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتے یں رب کی رضا پر راضی نہیں ہوتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ» "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہوں جو میں لے کر آیا ہوں۔" (شرح السنۃ:104)

﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝۵۹ ﴾

"اور کاش وہ واقعی راضی ہو جاتے اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے انہیں دیا ہے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں دے گا اور اس کا رسول بھی، یقیناً ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔" (59)

سوال 1: ﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ ﴾ "اور کاش وہ واقعی راضی ہو جاتے اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے انہیں دیا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی انہیں رسول اللہ ﷺ جو کچھ دیتے وہ اس پر راضی ہو جاتے اور قناعت کر کے شکر بجالاتے۔

سوال 2: انسان اگر ملے پر راضی ہو جائے اور اپنی سوچ کا رخ اللہ کی طرف کر لے تو اسے کیا فوائد نصیب ہو سکتے ہیں؟

جواب: (1) انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی وجہ سے نئی ہمت پیدا ہوتی ہے۔ (2) انسان کی چھپی ہوئی صلاحیتیں جھاگ اٹھتی ہیں۔ (3) انسان ملی ہوئی رقم کو زیادہ کار آمد مصرف میں لگا سکتا ہے۔ (4) انسان صدقات پر انحصار کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نئے معاشی مواقع تلاش کر سکتا ہے۔ انسان دوسروں کو ساتھی بنا کر کام کا نیا ولولہ پیدا کر سکتا ہے۔

سوال3:﴿ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗٓ ﴾ ”اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں دے گا اور اس کا رسول بھی۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ”اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں دے گا اور اس کا رسول بھی۔“ یعنی وہ یہ کہتے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں لکھا ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے، ہم اس پر راضی ہیں۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے امید رکھتے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے دے گا۔

سوال4:﴿ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴾ ”یقیناہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔ اسی کے لیے ہر عمل کو خالص کرتے ہیں۔ اسی پر توکل کرتے ہیں، اسی کو کافی سمجھتے ہیں، اسی سے رغبت رکھتے ہیں، اسی کی طرف جھکتے ہیں اسی سے مانگتے ہیں، اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں، اسی کے احکامات بجالاتے ہیں اور اسی سے ممنوعات سے بچنے کی توفیق مانگتے ہیں۔ اس آیت میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی طرف رغبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

رکوع نمبر14

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶۰ ﴾

”بلاشبہ صدقات تو فقیروں اور مسکینوں اور ان پر کام کرنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“ (60)

سوال1:﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ ﴾ ”بلاشبہ صدقات تو۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ ﴾ بلاشبہ صدقات وخیرات (1) اللہ تعالیٰ نے واجب صدقات کی تقسیم کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔ (2) واجب صدقات یعنی زکوٰۃ صرف ان پر خرچ کیے جائیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ (3) یہ آیت دلیل ہے کہ واجب صدقات کے آٹھ مصارف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تک ہی زکوٰۃ کو محدود رکھا ہے۔ (4) مستحب صدقات ہر شخص کو دیئے جاسکتے ہیں۔ اس کے لیے کسی کو مختص نہیں کیا گیا۔

سوال2: زکوٰۃ کیا ہے؟

جواب: اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ (2) زکوٰۃ انسان کے مال میں سے اسلام کا مقرر کردہ حصہ ہے جس کی ادائیگی فرض ہے۔ (3) یہ ایک ایسا ٹیکس ہے جو دولت مندوں سے لیا جاتا ہے اور محتاجوں کو دیا جاتا ہے۔ (4) زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام حکومت کا ہے بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو شریعت کو نافذ کرنے والی ہو اور زکوٰۃ وہ اسلامی ضوابط کے مطابق وصول اور خرچ کرتی ہو۔ (5) اسلام نے معاشرے کے لیے سوشل سکیورٹی کا جو نظام تجویز کیا ز کوٰۃ اسکا حصہ ہے۔

سوال3: زکوٰۃ کی مدات کون سی ہیں؟

جواب:(1) فقراء (2) مساکین (3) عاملین (4) مولفۃ القلوب (5) رقاب (6) غارمین (7) فی سبیل اللہ (8) ابن سبیل (مسافر)

سوال4: ﴿لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ ”فقیروں اور مسکینوں۔“ فقیر اور مساکین کون ہیں؟
جواب:(1) فقیر اور مسکین دو الگ الگ قسمیں ہیں۔ فقیر مسکین کے مقابلے میں زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے۔(2) فقیر سے مراد ایسا شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یا صرف اتنا ہو جس سے اس کی ضرورت پوری نہ ہو سکتی ہو یا ضرورت کے آدھے سے بھی کم ہو۔(3) مسکین ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس اپنی ضرورت سے نصف یا اس سے زیادہ موجود ہو لیکن اسے کفایت نہ کرتا ہو۔(4) فقراء اور مساکین کو اتنی زکوٰۃ دی جائے گی جس سے ان کا فقر اور مسکنت ختم ہو جائے۔
سوال5: ﴿وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ عاملین سے کیا مراد ہے؟
جواب:(1) جو لوگ اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولی اور حساب کتاب کے کاموں پر مامور ہوں۔(2) یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ کے حوالے سے کسی ذمہ داری کو ادا کر رہے ہوں مثلاً زکوٰۃ وصول کرنے والے، اس کا حساب کتاب کرنے والے اسی زمرے میں آتے ہیں۔
سوال6: ﴿وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ﴾ مؤلفۃ القلوب سے کون سے لوگ مراد ہیں؟
جواب: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو جو اسلام میں کمزور ہوں اس میں کئی قسم کے لوگ آ جاتے ہیں۔(1) جو لوگ نئے اسلام میں داخل ہوں انہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنا مطلوب ہو تو ان کی مدد زکوٰۃ سے کی جا سکتی ہے۔(2) ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کو اسلام میں داخل کرنا مطلوب ہو۔(3) مولفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی قوم ان کی فرماں برداری کرتی ہے۔ جن کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو یا جن سے شر کا خطرہ ہو یا انہیں زکوٰۃ دینے سے ان کی ایمانی قوت میں اضافہ ہوتا ہو۔(4) ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلام میں داخل ہو گئے ان کو اعزازات اور انعامات دے کر ان کی قوم کو بھی اسلام کی طرف راغب کرنا چاہتے ہوں اس کے بارے میں فقہاء میں اختلاف ہے۔
سوال7: ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾ رقاب سے کون لوگ مراد ہیں؟
جواب:(1) رقاب سے مراد غلام ہیں جنہوں نے اپنے مالکوں سے مکاتبت کر کہ آزادی خرید لی ہو۔ زکوٰۃ کی مد سے ان کی مدد کی جا سکتی ہو۔(2) اس سے مراد وہ مسلمان قیدی بھی ہیں جو کافروں کی قید میں ہیں۔ ان کو آزاد کروانے کے لیے زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جا سکتا ہے۔(3) مسلمان قیدی اس مد کے زیادہ مستحق ہیں۔
سوال8: ﴿وَالْغٰرِمِيْنَ﴾ غارمین سے کون لوگ مراد ہیں؟
جواب:(1) اس سے مراد مقروض لوگ ہیں یا جن پر ضمانت کا بوجھ ہو۔(2) مقروض کو زکوٰۃ کی مد سے اتنا مال دیا جائے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔
سوال9: ﴿وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟
جواب: اسلامی معاشرے کی بھلائی کے کام مراد ہیں:(1) مثلاً دعوت دین اور جہاد فی سبیل اللہ کی مد میں۔ اس مد سے ان مجاہدین کی مدد کی جائے گی جن کا نام باقاعدہ فوج میں درج نہیں ہوتا۔ ان کو زکوٰۃ کی مد میں سے اتنا مال دیا جائے گا جو ان کی سواری، اسلحہ اور گھر والوں کی کفالت کے لیے کافی ہو۔(2) اس مد میں دین کی اشاعت کے سارے کام آ جاتے ہیں۔(3) اس مد میں دعوت دین کے سارے کام آ جاتے ہیں۔

سوال10: ﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ﴾ ابن سبیل سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اس سے مراد مسافر ہیں جو اپنے وطن سے دور ہو اگر چہ وہ اپنے مقام پر مال دار ہو۔ (2) مسافر وہ شخص ہے جو وطن سے دور پردیس میں وطن سے کٹ کر رہ گیا ہو۔ زکوٰۃ کی مد میں سے مسافر کو اتنا مال دیا جائے گا جو اسے گھر پہنچانے کیلیے کافی ہو۔

سوال11: زکوٰۃ کے اہم فائدے کون سے ہیں؟

جواب:☆**انفرادی فائدے:**(1) زکوٰۃ سے فرض ادا ہوتا ہے۔(2) تزکیہ نفس ہوتا ہے۔(3) مومن کا مال پاک ہوتا ہے۔(4) اس کا بخل دور ہوتا ہے۔(5) انسان زکوٰۃ دے کر خوشی پاتا ہے۔☆**اجتماعی فائدے:** (1) زکوٰۃ بہترین اجتماعی فنڈ ہے۔ جس میں کچھ لوگ کبھی ادائیگی نہیں کرتے مگر مستحق ضرور ہوتے ہیں اس اعتبار سے یہ اجتماعی ضمانت ہے۔(2) زکوٰۃ اسلام کے سوشل سکیورٹی کے نظام کا حصہ ہے جس کی آمدنی اس کی حقیقی ضروریات سے کم ہو جائے اس کی اس فنڈ سے مدد کی جاتی ہے۔(3) وہ تمام کام جن پر امت کی زندگی اور سعادت کا انحصار ہے وہ زکوٰۃ سے ادا کئے جاتے ہیں۔

سوال12: زکوٰۃ کن لوگوں کے لیے نہیں ہے؟

جواب:(1) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ غنی کے لیے حلال نہیں اور نہ تندرست و توانا کے لیے۔(ابوداؤد ،ترمذی) (2) عبداللہ ابن عدی ابن خبار سے روایت ہے کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے مجھے بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے زکوٰۃ کے لیے درخواست کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جائزہ لیا اور دیکھا کہ وہ دونوں تندرست ہیں تو فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں زکوٰۃ دے دیتا ہوں لیکن اصولاً اس میں مال دار اور ایسے شخص کا حصہ نہیں ہے جو قوی ہو اور کمائی کر سکتا ہو۔(مسند احمد، نسائی، ابوداؤد)

سوال13: ﴿فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ﴾ ”یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے۔(2) زکوٰۃ ادا کرنے والے کے لیے صالح علاج ہے دل سے حب دنیا کے مرض کے ازالے اور مال کی طرف شدید رجحان کو توڑتی ہے یعنی زکوٰۃ دنیا کی طلب میں غرق ہونے سے پاک اور صاف کرتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے اور ان کو پاک کریں گے۔(التوبہ:103) (3) کے مصارف میں دو امور پائے جاتے ہیں ایک تو وہ لوگ جن کے فائدے اور ضروریات پوری کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کی مسلمانوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ یہ حصہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مقرر کیا ہے۔(4) زکوٰۃ سے غربت بھی دور ہو سکتی ہے اور سرحدوں کی حفاظت اور دین کی حفاظت کے کام ہو سکتے ہیں۔

سوال14: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶۰﴾ ”اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ علیم ہے زکوٰۃ کو اس نے اپنے علم کے مطابق فرض قرار دیا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ حکیم ہے زکوٰۃ کا فریضہ اس کی حکمت کے مطابق ہے۔

﴿وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۱﴾

"اور ان میں سے بعض لوگ نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ شخص کانوں کا کچا ہے، آپ کہہ دیں کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے کانوں کا کچا ہے، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کے لیے یقین رکھتا ہے اور وہ اُن کے لیے ایک رحمت ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔" (61)

سوال 1: ﴿وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ﴾ "اور ان میں سے بعض لوگ نبی کو ایذا دیتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ایذا انسان کے نفس، بدن یا مال میں تھوڑی یا زیادہ تکلیف پیدا کرتی ہے۔ (2) یہاں اس سے مراد ہے کہ منافق رسول اللہ ﷺ کی عیب جوئی کرتے تھے اور اپنے کلام اور اعتراضات سے انہیں دکھ دیتے تھے۔

سوال 2: ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ﴾ "اور کہتے ہیں کہ وہ شخص کانوں کا کچا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رسول ﷺ کے بارے میں منافق کہتے تھے یہ کانوں کا کچا ہے۔ (2) ﴿هُوَ اُذُنٌ ؕ﴾ سے مراد ہے کہ وہ ہر ایک کی سنتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اور جو سنتا ہے اس کو سچ مان لیتا ہے اور ہر ایک کی بات کی تصدیق کرتا ہے۔ سننے کے لیے کان بطور آلہ استعمال ہوتا ہے۔ مبالغے کے طور پر انہوں نے یہ کہا: ﴿هُوَ اُذُنٌ ؕ﴾ (3) منافق کہتے تھے کہ جب ہماری بدگوئی آپ ﷺ تک پہنچتی ہے اور ہم معذرت کرنے آتے ہیں تو وہ قبول کر لیتے ہیں اس لیے وہ آپ ﷺ کو کان کا کچا کہتے تھے۔ (نعوذ باللہ) یعنی آپ ﷺ کو جو کچھ کہا جائے آپ ﷺ مان جاتے ہیں اور سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کرتے۔ (4) منافق نبی ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے جو انہیں تباہی اور بدبختی سے نکال کر سعادت کا راستہ دکھاتے تھے۔ (5) منافق ایذا رسانی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ (6) منافق نبی ﷺ کی عقل میں عیب جوئی کرتے تھے حالانکہ آپ ﷺ انسانوں میں سب سے زیادہ عقل و بصیرت رکھنے والے تھے۔

سوال 3: ﴿قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ﴾ "آپ کہہ دیں کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے کانوں کا کچا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ آپ ﷺ جھوٹے عذر پیش کرنے والوں کے ساتھ سختی نہیں کرتے تو یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے۔ (2) آپ ﷺ حق کے ماسوا قبول نہیں کرتے تھے۔ خیر اور معروف کو قبول کرتے تھے۔ اس لیے رب العزت نے فرمایا کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے ہے۔

سوال 4: ﴿يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کیلیے یقین رکھتا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں واضح فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا ہے۔ آپ ﷺ کی رائے کیا ہے، آپ ﷺ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا یقین ہے اسی لیے فرمایا: ﴿يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ﴾، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ (2) ﴿وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور مومنوں کے لیے یقین رکھتا ہے۔" اور اللہ کے نبی ﷺ مومنوں کی بات پر یقین کرتے ہیں۔

سوال 5: ﴿وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ﴾ "اور وہ ان کے لیے ایک رحمت ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے لیے رحمت ہیں جو ایمان لائے اس لیے کہ ایمان والے ہی اس راستے پر چلتے ہیں اور آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ (2) جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ رحمت کو ٹھکراتے ہیں اور خسارہ اٹھاتے ہیں۔

سوال 6: ﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ "اور جو لوگ اللہ کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اپنی باتوں یا اپنے اعمال سے۔(2) ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(3) نبی ﷺ کو دکھ دینے والے، آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی حتمی سزا قتل ہے۔

سوال 7: رسول اللہ ﷺ کی تین اہم خصوصیات یہاں بتائی گئیں وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾، وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہر بات پر اسے کامل یقین ہے۔(2) ﴿ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ وہ اہل ایمان کا اعتبار کرتا ہے ان کی باتوں کو سچ مانتا ہے۔(3) ﴿ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ایمان والوں پر رحمت والا ہے ایمان والوں کو بھلائی کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہیں یہی رحمت ہے۔

﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾

"وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں خوش کریں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اُنہیں خوش کریں، اگر وہ ایمان لانے والے ہیں۔" (62)

سوال 1: ﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ ﴾ "وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں خوش کریں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) منافق اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ انہوں نے جو ایذا دی ہے اس سے بری الذمہ سمجھے جائیں دوسرے یہ کہ آپ ان سے راضی رہو۔(2) واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقل مند دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد ﷺ کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بے وقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے؟ یہ بات ایک سچے مسلمان صحابی نے سن لی اور اس نے کہا واللہ حضور کی سب باتیں بالکل سچی ہیں اور نہ ماننے والوں کی بے وقوفی اور کوڑ مغز ہونے میں کوئی شک نہیں، جب یہ صحابی دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے اس صحابی نے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا دکھا کر اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(ابن کثیر: 2/ 62) (3) منافق مسلمانوں سے ڈرتے تھے اس لیے کہ مسلمان مدینہ میں طاقت ور تھے اور منافقوں کو نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں تھے۔

سوال 2: منافق کی دین داری کس بنیاد پر ہوتی ہے؟

جواب: منافق کی دین داری انسان کے ڈر سے ہوتی ہے۔ منافق میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہوتا نہ اس کو با اخلاق بننے سے دل چسپی ہوتی ہے۔ اسے انصاف کا رویہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کو تو وہ راضی کر رہے تھے پھر کیوں کہا کہ ﴿ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ "حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ وہ انہیں خوش کریں، اگر وہ ایمان لانے والے ہیں۔"؟ کی وضاحت کریں؟

جواب: مومن اللہ تعالیٰ کی رضا پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتا۔ جو شخص ایمان کا دعوی کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی بجائے کسی انسان کو راضی کرنے کی فکر کرے تو یہ ان کے ایمان کی نفی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حق ہے کہ ان کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھا جائے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کو کیا دیتا ہے؟
جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کے دل کو نرم کر دیتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے انسان لوگوں کی بے بنیاد باتوں کو بھی خاموشی سے سن لیتا ہے۔

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

"کیا انہوں نے نہیں جانا کہ یقیناوہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بلاشبہ اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، یہ بہت بڑی رُسوائی ہے۔" (63)

سوال 1: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ﴾ "کیا انہوں نے نہیں جانا کہ یقیناوہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا ﴾ کیا وہ علم نہیں رکھتے یعنی یہ کیسا ایمان ہے کہ انہیں اس بات کا علم نہیں۔ (2) ﴿ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ﴾ "وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے۔" اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے سے مراد اس کے حکم کی تحقیر اور مخالفت ہے۔ (3) جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے۔

سوال 2: ﴿ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾ "تو بلاشبہ اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ان کے مقابلے پر آیا: ﴿ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ ﴾ اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ (2) ﴿ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ﴾ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (3) ﴿ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾ "یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔" آگ میں رہنے سے بڑھ کر کوئی بڑی رسوائی نہیں کیونکہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں سے محرومی ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے کیا بھول جاتے ہیں؟
جواب: (1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے بھول جاتے ہیں کہ یہ اہل ایمان کی نہیں دراصل اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔ (2) وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنا عظیم گناہ ہے۔ (3) وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتا ہے جہنم اس کے انتظار میں ہے۔ (4) وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے غرور اور سرکشی کے بدلے میں انہیں سخت سزا دی جائے گی۔

﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾

"منافق ڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت ہی نازل نہ کر دی جائے جو انہیں وہ باتیں بتا دے جو اُن کے دلوں میں ہیں۔ آپ کہہ دیں تم مذاق اڑاؤ، اللہ تعالیٰ یقیناوہ باتیں نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو۔" (64)

سوال 1: ﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ ﴾ "منافق ڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت ہی نازل نہ کر دی جائے جو انہیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ ﴾ منافق ڈرتے ہیں یعنی اپنے راز کھل جانے سے ڈرتے ہیں۔(2) ﴿ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ ”کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت ہی نازل نہ کر دی جائے جو انہیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔“یعنی ایسی آیات نازل ہو جائیں جو ان کے دلوں کے حالات کھول دیں اور وہ رسوا ہو جائیں۔(3) منافق دنیا کی رسوائی سے ڈرتا ہے اس لیے کہ وہ دنیا ہی کو اصل حقیقت سمجھتا ہے۔

سوال2: منافقوں کے دلوں کے بھید کیا تھے؟

جواب:(1) اس سورۃ کریمہ کو الفاضحہ (رسوا کرنے والی) سورت کا نام بھی دیا گیا۔ اس میں منافقوں کے بھیدوں کو کھولا گیا ہے۔ لیکن نام نہیں لیے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ستار ہے پردہ پوشی پسند کرتا ہے پھر اس مذمت میں اس دور کے منافق بھی ہیں اور قیامت تک آنے والے منافق بھی ہیں۔(2) منافق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل ایمان سے بغض رکھتے تھے اسی دشمنی کی وجہ سے وہ مذاق اڑاتے تھے۔(3) منافقین رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول کے عمل کو کم سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے کسی نے کہا یہ قرآن پڑھنے والے ہمیں تو اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتے کہ ہم میں سب سے زیادہ بھوکے اور ہم میں سب سے زیادہ جھوٹے اور ہم میں سب سے زیادہ بزدل ہیں۔(4) کسی نے کہا:”کیا تم سمجھتے ہو رومیوں سے لڑنا بھی ویسا ہی ہے جیسا عربوں سے لڑنا اللہ کی قسم یہ لوگ کل رسیوں میں بندھے ہوئے آئیں گے۔“ (5) کسی نے کہا:”یہ سمجھتے ہیں کہ وہ روم کے محل اور قلعے فتح کرنے جا رہے ہیں۔“ یہ اور اس طرح کی اور باتیں ان کے دل کے بھید اور زبان سے کی جانے والی بد گوئی تھی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ ﴾ یقیناً اگر منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو لازماً ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے۔ لعنت کیے ہوئے ہوں گے، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے، بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا۔(الاحزاب:60-61)

سوال3: ﴿ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾ ”آپ کہہ دیں تم مذاق اڑاؤ اللہ تعالیٰ یقیناوہ باتیں نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ ﴾ ”آپ کہہ دیں تم مذاق اڑاؤ۔“ یعنی جو کام تم نے کیے ہیں، جو مذاق تم نے اڑایا ہے اسے جاری رکھو۔(2) ﴿ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾ ”یقیناوہ باتیں نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو۔“ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا اور پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ کریمہ نازل فرمائی جس نے ان کے بھید کھول دیئے اور انہیں رسوا کر دیا۔

سوال4: منافق دلوں کے بھید کھل جانے کا یقین کیسے رکھتے تھے؟

جواب:(1) منافقوں کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی آتی ہے اس لیے وہ ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو دلوں کے بھید کھول دے۔(2) منافق وحی کے نازل ہونے کا یقین رکھتے تھے لیکن دنیا کی محبت کی وجہ سے وحی کے احکامات پر دل سے یقین نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے قول اور فعل، ظاہر اور باطن میں تضاد تھا۔

﴿ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾

"اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ در حقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے؟" (65)

سوال 1: ﴿وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ﴾ "اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ در حقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ﴾ اگر آپ ان سے اس استہزا کے بارے میں سوال کریں جو انہوں نے طعنے دیے، نبی ﷺ کے بارے میں بری باتیں کیں اور مسلمانوں کے دین کو برا بھلا کہا۔ (2) ﴿لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ﴾ "تو وہ ضرور کہیں گے کہ در حقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے۔" یعنی ہم تو ویسے ہی بات کر رہے تھے، ہم کوئی عیب بیان نہیں کر رہے تھے، ہم کسی کو نشانہ نہیں بنا رہے تھے، نہ طعنہ دے رہے تھے ہم تو محض مذاق کر رہے تھے۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے منافقوں کو بلا کر ان باتوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

جواب: انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو ہنسی کھیل کی باتیں کر رہے تھے۔

سوال 3: ﴿قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶۵﴾ "آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے؟" اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا کیا جواب دیا؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی ﷺ! آپ کہہ دو۔ (2) ﴿اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶۵﴾ "کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے۔" کیا تمہارے مذاق کی جگہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہیں؟ (3) اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنا کفر ہے جو اسلام کے دائرے سے خارج کر دیتا ہے۔ (4) دین کی بنیاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے دین کی تعظیم پر ہے۔ (5) منافق جب معذرت کرتے ہوئے آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ﴿قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶۵ ... لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ﴾

سوال 4: ہر دور کے منافق دین کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

جواب: ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی بات کسی انسان کی زبان سے ہی بلند ہوتی ہے۔ جب دیکھنے والوں کی نظر میں کوئی انسان معمولی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ، اس کے دین اس کے رسول کو بھی معمولی سمجھ لیتے ہیں اور ان کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔

﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۶۶﴾

"بہانے مت بناؤ، بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو ایک گروہ کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔" (66)

سوال 1: ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ﴾ "بہانے مت بناؤ، بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا﴾ بہانے مت بناؤ! اپنی گواہیاں نہ دو۔ (2) ﴿قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ﴾ "بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔" تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ اس لیے اب معذرتیں نہ کرو۔ (3) ابن ابی حاتم نے

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ تبوک میں ایک شخص نے ایک دن ایک مجلس میں کہا کہ میں نے ان مہمانوں جیسا اور نہ ان سے زیادہ خواہش والا اور نہ ان سے زیادہ جھوٹا اور نہ ان سے زیادہ زد شمن کے مقابلے کے وقت بزدل کسی کو دیکھا ہے ایک شخص یہ سن کر کہنے لگا تو جھوٹا ہے اور یقیناً تو منافق ہے میں تیرے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کروں گا چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو گئی اور اس کے متعلق یہ آیت نازل ہو گئی۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے پیچھے لٹکا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی آیات کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی کرتے تھے۔ اس کے بعد دوسرے طریقہ پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے اور اس روایت میں اس منافق کا نام عبد اللہ بن ابی بیان کیا ہے نیز کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ مخشی بن حمیر نے کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے سو کوڑے لگانے کا فیصلہ کیا جائے تاکہ ہمیں اس بات سے نجات مل جائے کہ ہمارے بارے میں کوئی حکم قرآنی نازل ہو چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ہو گئی تو منافقین عذر پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم اب عذاب کرو، تو ان لوگوں میں سے مخشی بن حمیر کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا: چنانچہ اس کا نام عبد الرحمن رکھا گیا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے شہادت نصیب ہو اور میری شہادت کی جگہ کا کسی کو علم نہ ہو چنانچہ جنگ یمامہ میں وہ مارے گئے نہ ان کی شہادت کی جگہ کا علم ہو سکا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کس نے ان کو شہید کیا ہے۔ نیز ابن جریرؒ نے سیدنا قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ کچھ منافقین نے غزوہ تبوک میں کہا کہ یہ شخص (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ شام کے قلعے اور محلات فتح ہو جائیں، کیسی نازیبا بات ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس بات پر مطلع کر دیا، چنانچہ یہ منافقین آپ کی خدمت میں آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ایسی ایسی بات کی ہے وہ کہنے لگے کہ ہم تو محض ہنسی مذاق کر رہے تھے چنانچہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس: 1/524-525)

سوال 2: منافق ایمان کے بعد کفر میں کیسے مبتلا ہوتا ہے؟

جواب: منافق اسلام اختیار کرنے کے بعد مرتد کی طرح کھلم کھلا تو کفر کا اظہار نہیں کرتا لیکن اس کا دل اور اس کا ذہن اسلام سے دور ہو کر کفر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

سوال 3: منافقوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ ہے؟

جواب: منافقوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ (1) اگر توبہ کر لو تو معافی مل سکتی ہے۔ (2) اگر بدستور نفاق پر قائم رہے مذاق اڑاتے رہے تو عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے۔

سوال 4: ﴿ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ ”اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو ایک گروہ کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناوہ مجرم تھے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ ﴾ ”اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں۔“ یعنی منافقوں کی توبہ واستغفار اور ان کی ندامت کی وجہ سے اگر ہم انہیں معاف کر دیں۔ (2) ﴿ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ ”تو ایک گروہ کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناوہ مجرم تھے۔“ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کر دیں تو دوسروں کو

سزا دیئے بغیر نہیں رہیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں اپنے نفاق پر قائم ہیں۔(3) یہ آیات کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جو کوئی اپنا بھید چھپاتا ہے خاص طور پر وہ بھید جس میں اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف سازش، اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء ہو تو اللہ تعالیٰ اس بھید کو کھول دیتا ہے، اس شخص کو رسوا کرتا ہے اور اسے سخت سزا دیتا ہے اور جو کوئی کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت ثابتہ کے ساتھ کسی قسم کا استہزا کرتا ہے، یا ان کا تمسخر اڑاتا ہے، یا ان کو ناقص گردانتا ہے، رسول اللہ ﷺ سے استہزاء کرتا ہے یا آپ ﷺ کو ناقص کہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے ہر قسم کے گناہ کی توبہ قبول ہو جاتی ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔(تفسیر سعدی:1/1060-1061)

رکوع نمبر15

﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۶۷ ﴾

"منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے میں سے ہیں وہ بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، وہ بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے بھی انہیں بھلا دیا یقیناً منافق ہی نافرمان ہیں۔"(67)

سوال1: ﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ﴾ "منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے میں سے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ جو اپنی زبانوں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں کفر چھپا ہوا ہوتا ہے۔(ایسر التفاسیر:563) (2) ابو یحییٰ نے کہا: حذیفہ سے سوال کیا گیا منافق کون ہے؟ انہوں نے کہا جو اسلام کی صفت رکھتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا۔(ابن ابی حاتم:6/1833) (3) ﴿ وَ الْمُنٰفِقٰتُ ﴾ معلوم ہوا کہ کچھ عورتیں بھی منافق تھیں۔ (تفسیر کبیر) (4) ﴿ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ ﴾ "ایک دوسرے میں سے ہیں۔" یعنی وہ اپنے اعتقاد، اپنے قول اور اپنے عمل میں متشابہ ہیں ان کا معاملہ ایک ہے۔(ایسر التفاسیر:563) (5) مومنوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ ﴾ اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ ان کے دل باہمی محبت، نرمی اور الفت میں متحد ہیں جب کہ منافقوں کے دل مختلف ہیں۔ ان میں نفاق ہی قدر مشترک ہے۔(6) اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومنوں اور منافقوں کے درمیان موالات کا رشتہ منقطع ہے۔(تفسیر سعدی:1/1061)

سوال2: منافقین اور منافقات کی فطرت اور مزاج میں یکسانیت کیوں ہوتی ہے؟

جواب: منافقین کے اقوال اور اعمال مختلف ہو سکتے ہیں لیکن ایک ہی سرچشمے سے ان کا مزاج تشکیل پاتا ہے۔ مثلاً (1) کینہ پروری یہ مشترکہ مزاج ہے۔(2) خفیہ سازشیں کرنا۔(3) بے جا تنقیدیں کرنا۔(4) کھل کر سامنے آنے سے کترانا۔(5) کھل کر بات کرنے کی جرأت نہ کرنا۔(6) بد فطرتی، یہ ہے منافق کا مزاج۔

سوال3: ﴿ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۶۷ ﴾ "وہ بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ﴾ ”وہ برائی کا حکم دیتے ہیں۔“ یہ ان کے دل اور عقل کے بگاڑ کی دلیل ہے۔ یہ آئنہ ہے، عکس ہے کہ ان کے عقل مند انہیں کیا حکم دیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:564) (2) ﴿بِالْمُنْكَرِ﴾ جس سے شریعت نے اس کے نقصان کی وجہ سے روکا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر کرتا ہے۔ (3) منکر سے مراد کفر اور نافرمانی کے کام ہیں مثلاً جھوٹ ،خیانت وعدہ خلافی۔ جیسے نبی ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔(4) ﴿وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ﴾ ”اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔“معروف وہ ہے جسے شریعت نے نفع مند قرار دیا ہو اور اس کا حکم دیا ہو جیسے ایمان اور عمل صالح۔ (ایسر التفاسیر:563) (5) معروف سے مراد ایمان اور اطاعت ہے۔(تفسیر قاسمی:8/256) (6) ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی شہادت دینا اور اقرار کرنا سب سے بڑا معروف ہے۔(فتح القدیر: 2/ 477) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: پانچ نمازیں اور فرض زکوٰۃ۔ (7) معروف سے مراد ایمان، اخلاق فاضلہ ،اعمال صالحہ اور آداب حسنہ ہیں۔(تفسیر سعدی: 1/ 1061) (8) ﴿وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ﴾ ”اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔“ مجاہد نے کہا: حق کے لیے خرچ کرتے ہوئے نہیں کھلتے۔(ابن ابی حاتم) (9) قتادہ نے کہا: ہر چیز سے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ صدقہ اور بھلائی کے راستوں سے۔(9) پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بخل کی صفت سے موصوف کیا ہے۔(تفسیر سعدی:1/ 1061-1062) (10) انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:563)

سوال4: منافق کا طرز عمل کیا ہے؟

جواب:(1) منافق منکر کا حکم دیتے ہیں، چھپ چھپا کر کام کرتے ہیں۔(2) بھلائی کے کاموں سے روکتے ہیں اشاروں کنایوں سے بھی اپنی سرگرمیاں جاری رکھتے ہیں۔(3) بخیل ہیں، اگر خرچ کرتے ہیں تو لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔(4) انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، لہذا ان کے ہر کام کا مقصد یا تو لوگوں کی خوشی ہوتا ہے یا مالی مفاد ہوتا ہے۔(5) یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے لوگوں سے بہت ڈرتے ہیں اور یہ آخرت سے غافل رہتے ہیں۔

سوال5: ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ﴾ ”وہ بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے بھی انہیں بھلا دیا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿نَسُوا اللّٰهَ﴾ ”وہ بھول گئے اللہ تعالیٰ کو“ ابن عباسؓ نے کہا: ﴿نَسُوا اللّٰهَ﴾ سے مراد ہے انہوں نے اللہ کو چھوڑ دیا۔ (2) ﴿فَنَسِيَهُمْ ؕ﴾ ”تو اس نے بھی انہیں بھلا دیا۔“ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت اور ثواب کو چھوڑ دیا۔(ابن ابی حاتم:6/ 1832) (3) ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت چھوڑ دی کہ انہیں ایمان اور عمل صالح عطا فرمائے۔(الدر المنثور:3/ 458) (4) منافق اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اطاعت کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت اور فضل کرنے کو بھلا دیا۔(تفسیر قاسمی:8/ 256) (5) پس وہ بہت کم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی: 1/ 1062) (6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝﴾ اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔(الجاثیہ:34)

سوال6: منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے کیوں بھلا دیا؟

جواب: منافقوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اس لئے ان کا کوئی اعتبار نہیں آخرت سے غافل ہیں، دنیا سے دلچسپی رکھتے ہیں، بھلائی کے کاموں میں تعاون سے دور، نمائشی کاموں کی طرف راغب ہیں اس لئے ایسے ناکارہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ یاد نہیں رکھتا ان میں سربلند ہونے کی کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں لگتا پھر سب سے ڈر لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں نہ بسایا تو ساری زندگی انجانے خوف میں لگتی ہے۔

سوال 7: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ "یقینا منافق ہی نافرمان ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) منافق حق اور استقامت کے راستے سے نکل گئے ہیں گمراہی کے راستے پر چل نکلے ہیں اور کفر میں جا پڑے ہیں۔ (تفسیر منیر: 652/5) (2) اللہ تعالیٰ نے فسق کو منافقین میں محصور کر دیا، کیونکہ ان کا فسق دیگر فساق کے فسق سے زیادہ بڑا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کو دیا جانے والا عذاب دوسروں کو دیے جانے والے عذاب کی نسبت زیادہ برا ہے نیز اہل ایمان جب ان کے درمیان رہ رہے تھے تو ان منافقین کے باعث ان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور ان سے بچنے کی نہایت سختی سے تاکید کی گئی۔ (تفسیر سعدی: 1062)

سوال 8: منافق فاسق ہیں کہہ کر اللہ تعالیٰ نے کیا فیصلہ کر دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ منافق دائرہ ایمان سے نکل گئے ہیں۔

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾

"اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی اُنہیں کافی ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اُن کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔" (68)

سوال 1: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ ﴾ "اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ ﴾ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ منافقوں، کافروں اور منافقات سے کہ انہیں لعنت او جہنم میں اکھٹا کر دے گا اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے دنیا میں بھی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی اور اس کے احکامات کے انکار پر متحد تھے۔

سوال 2: ﴿ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ "اور اُن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اُن کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ ﴾ "اور اُن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔" اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا آخرت میں بھی ایک ہی جگہ پر ہوں گے یہ ان کے حسب حال ہے۔ (2) ﴿ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ "اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہو گا جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔ (3) وہ ہمیشہ کے لیے مذمت زدہ شیاطین کے ساتھ لعنت پاتے رہیں گے۔ (تفسیر منیر: 65/5)

سوال 3: منافقوں کے لیے جہنم کی سزا اور لعنت کیوں ہے؟

جواب: (1) منافق اپنے ظاہری اسلام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ (2) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر، دین اسلام سے انکار کی وجہ سے ان پر لعنت ہے اور جہنم کی سزا ہے۔

﴿ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ ﴾

"ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے، سو انہوں نے اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا پھر تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا اور تم نے فضول باتیں کیں جس طرح انہوں نے فضول باتیں کیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔" (69)

سوال 1: ﴿ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ ﴾ "ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ "ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے نفاق میں ڈوبے رہو جیسے تم سے پہلے لوگ ڈوبے رہے۔ (2) ﴿ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ ﴾ "وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے۔" وہ تم سے زیادہ دنیا سے فائدہ اٹھانے والے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ،اس کی اطاعت سے ،اس کے تقویٰ سے غافل رہے انہوں نے انبیاء کا مذاق اڑایا اور تم نے بھی، ان کے پاس تم سے زیادہ قوت تھی، زیادہ سخت جان تھے، زیادہ مال اور اولاد رکھتے تھے، انہوں نے دنیا سے خوب فائدہ اٹھایا جیسے تم اٹھا رہے ہو، وہ بھی دنیا میں ڈوبے رہے جیسے تم ڈوبے ہوئے ہو ان کے اعمال انہیں بربادی کی طرف لے گئے۔ دنیا اور آخرت میں ان کے اعمال نے انہیں فائدہ نہ دیا خسارے میں رہے اسی طرح تم بھی دنیا اور آخرت میں خسارے میں ہو تمہارے اعمال بھی ایک جیسے ہیں اور انجام بھی۔

سوال 2 : ﴿ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ ﴾ "سو اُنہوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا پھر تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ ﴾ "سو انہوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا۔" انہوں نے دنیا کے حصے سے، مال اولاد اور قوت سے، دنیاوی منافع کے جو حصے مقرر تھے خوب فائدہ اٹھایا۔ (2) ﴿ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ ﴾ "پھر تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا۔" تم نے بھی اپنے دنیا کے نصیب سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں یعنی اپنی قوت مال اور اولاد سے، تمہارا ارادہ بھی، تمہارے حوصلے بھی، پہلوں کی طرح دنیا تک محدود رہے۔ (3) ﴿ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ ﴾ "جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا۔" یعنی تمہارا معاملہ اور تم سے پہلے لوگوں کا معاملہ برابر ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جیسے آج اور کل کی رات میں مشابہت ہے اسی طرح مسلمانوں اور اسرائیلیوں میں مشابہت آجائے گی میرے خیال میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم ان کے قدم بہ قدم چلو گے اگر ان میں سے کوئی گوہ کے بل میں بھی گھسا ہو گا تو تم بھی اس میں گھس جاؤ گے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/738)

سوال 3: ﴿ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ ﴾ "اور تم نے فضول باتیں کیں جسطرح انہوں نے فضول باتیں کیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) جیسے پہلے لوگوں نے جھوٹ بولے، حق کے خلاف کج بحثیاں کیں، حق کا مزاق اڑایا اور ان کے اعمال ضائع ہو گئے ایسے ہی منافق بھی ان کے راستے پر ہیں۔(2) زید بن اسلم نے کہا: خوض سے مراد ہے باطل سے باطل کرنا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے بارے میں بحثیں کرتے تھے اور اسے جھٹلاتے تھے۔(ابن ابی حاتم:6/ 183) (3) یعنی تم بھی (پہلوں کی طرح) باطل اور جھوٹ میں مستغرق ہو اور حق کو ناکام کرنے کے لیے تم باطل کے ذریعے سے جھگڑتے ہو، پس یہ ہیں ان کے اعمال وعلوم ،نصیب دنیا سے استفادہ کرنا اور باطل میں مستغرق رہنا اس لیے یہ بھی عذاب اور ہلاکت کے مستحق ہیں جیسے پہلے لوگ اس ہلاکت کے مستحق ٹھہرے جن کے وہی کرتوت تھے جو ان کے ہیں۔ رہے اہل ایمان۔۔۔۔ اگر انہوں نے دنیاوی نعمتوں میں اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا ہے۔۔۔۔۔ تو صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مدد لینے کے لیے۔ رہے ان کے علوم تو یہ درحقیقت انبیاء ورسل کے علوم ہیں جو تمام مطالب عالیہ میں یقین کی منزل تک پہنچاتے ہیں اور باطل کو سرنگوں کرنے کے لیے حق کے ذریعے سے مجادلہ کی راہ پر گامزن کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1/ 1063)

سوال4: مالی قوت اور افرادی قوت سے انسان فتنے میں کیسے پڑ جاتا ہے؟

جواب:(1) جن لوگوں کا رابطہ بڑی قوتوں سے ہوتا ہے وہ چھوٹی قوتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔(2) یہ لوگ قوت کی وجہ سے بڑی قوتوں کی سمع وطاعت بھی کرتے ہیں۔(3) یہ لوگ بڑی قوت کی بات کو اونچا کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔(4) جن لوگوں کی فطرت میں حق سے ہٹنا ہوتا ہے وہ قوت کے سرچشمے کو نہیں پاتے اور غرور، سرکشی اور تکبر اختیار کر لیتے ہیں۔(5) سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنی سرگرمیوں کو کھانے پینے تک محدود کر دیتے ہیں جس طرح مویشی کھاتے پیتے ہیں۔

سوال5: ﴿ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۰۹ ﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ ﴾ اعمال سے مراد وہ کام ہیں جو اطاعت کی صورت میں کیے۔ اس سے مراد نافرمانی کے کام نہیں ہیں۔(فتح القدیر:2/ 476) (2) ان کے اعمال باطل ہو گئے، فاسد ہو گئے، ان کا دنیا اور آخرت کا فائدہ جاتا رہا اور وہ دونوں جہانوں میں ثواب کے مستحق نہ ٹھہرے۔ (3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝۱۰۳ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝۱۰۴ ﴾ آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں؟ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھو گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناوہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔(الکھف:103-104) (2) ﴿ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۰۹ ﴾ رب العزت کا فرمان ہے: اے منافقو! تم کفر، تکذیب، مال اور اولاد کے معاملے میں دھوکے کے راستے پر چلے اب تمہارا بھی وہی انجام ہے جو کافروں کا ہے یہی کھلا خسارہ ہے۔

سوال6: حبط اعمال کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال کی جڑ خراب ہو گئی اب یہ ایسا پودا ہے جو نہ سرسبز ہوتا ہے نہ پھلتا پھولتا ہے۔ ایسا پودا لگانے والے گھاٹے میں رہتے ہیں کیونکہ ان کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

﴿ اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۙ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾

"کیاان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جواُن سے پہلے تھے؟نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور اُلٹی ہوئی بستیوں والے،ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو ایسانہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔" (70)

سوال1: ﴿ اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۙ ﴾ "کیاان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جواُن سے پہلے تھے؟نوح کی قوم اور عاد اور ثمود۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو جھٹلانے والے منافقوں کو نصیحت کی ہے کہ اپنے سے پہلے لوگوں پر عبرت کی نگاہ ڈالو۔انہوں نے رسولوں کو جھٹلایاتوان پر اللہ تعالیٰ نے کیسے عذاب نازل کر دیا!(2) قوم نوح کو دیکھو کیسے ان پر پانی کا طوفان آیا جس کی وجہ سے زمین کے تمام جاندار غرق ہوگئے اللہ تعالیٰ نے نوح کی کشتی پر بیٹھنے والے مومنوں کو بچالیااور مجرم ہلاک کر دیے گئے!(3) قوم عاد پر خیر سے خالی آندھی مسلط کر دی گئی،ہود اوران کے مومن ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے نکال لیااور مجرموں کو ہلاک کر دیا گیا۔ (4) قوم ثمود کو کیسے ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا!

سوال2: ﴿ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ ﴾ "اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اوراُلٹی ہوئی بستیوں والے۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ ﴾ "اور ابراہیم کی قوم۔"توجب نمرود اور اس کی قوم نے جھٹلایاتواللہ تعالیٰ نے کیسے ابراہیم علیہ السلام کی غیبی مدد فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیااور نمرود کو غارت کر دیا۔(2) ﴿ وَ اَصْحٰبِ مَدْیَنَ ﴾ اور مدین والے سخت جھٹکے سے اور بادل والے دن کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔(3) ﴿ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ ﴾ اورالٹی ہوئی بستیوں والے یعنی قوم لوط جنہوں نے لوط کو جھٹلایااورایسے شرم ناک کام کیے جو ان سے پہلے دنیاوالوں نے نہیں کیے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین دوز کر دیا۔

سوال3: ﴿ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ ﴾ "ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) "ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے۔"پچھلی قوموں کے پاس رسول بھیجے تھے جو صاف صاف دلائل لے کر آئے،جنہوں نے حق کو واضح کیا مگر انہوں نے ٹھکرادیاانبیاء کو نہ مانا تواللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب مسلط کر کے انہیں تباہ کر دیا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مزے لوٹنے والوں کو ان حالت کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے احساس دلایا ہے کہ دیکھو تم بھی اسی طرح ہلاکت کے راستے پر چل رہے ہو جیسے قوم نوح،قوم ابراہیم، اصحاب مدین اور الٹائی گئی بستیوں کے لوگ چلے تھے۔(2) کل کے لوگوں نے بھی نصیحت کو پلے نہیں باندھا تھا جیسے آج تم نصیحت سے منہ موڑ رہے ہو۔ان کے پاس بھی رسول آئے تھے جیسے تمہارے پاس آئے ہیں۔(3) یہ دیکھ لو کہ قوم نوح کو طوفان نے گھیر لیا،قوم عاد کو آندھی نے آلیا،قوم ثمود کو ایک چیخ نے ہلاک کر دیا۔قوم ابراہیم کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے سیدنا

ابراہیم علیہ السلام کو نجات دی۔ اصحاب مدین کو زلزلے نے آلیا، قوم لوط پر پتھر پڑے اور سمندر کے پانی کو ان کے اوپر چڑھا دیا گیا اب یہ بتاؤ کہ تم کیسے بچو گے؟

سوال 5: ﴿فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝﴾ "تو ایسا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ﴾ "تو ایسا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا۔" اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا کیونکہ اس نے عذاب سے پہلے رسول بھیج کر حجت پوری کر دی تھی۔(2) اللہ تعالیٰ نے کتابیں بھیج کر ان کے شکوک دور کر دیے تھے۔ (3) ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝﴾ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا جب رسولوں کو جھٹلایا، حق کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں، رسولوں کی اطاعت نہ کی اور نافرمانوں اور سرکشوں کی اتباع کی۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لوگ خود پر کیسے ظلم کرتے ہیں؟

جواب:(1) انسان قوت اور اقتدار پا کر سرکش ہو جاتے ہیں یہ سرکشی ان کے اپنے حق میں ظلم ہے۔ جو انہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا مستحق بنا دیتی ہے۔(2) مال و دولت کی وجہ سے انسان اندھے ہو جاتے ہیں ماضی کے واقعات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے، یوں اندھے، بہرے بننے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں۔

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" (71)

سوال 1: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ﴾ "اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ اور ایمان لانے والے مرد جو اپنے اللہ تعالیٰ پر اور رسول پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں پر یقین رکھنے میں سچے ہیں۔(2) ﴿وَالْمُؤْمِنٰتُ﴾ اور ایمان لانے والی عورتیں۔ جو دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر یقین رکھتی ہیں۔(3) ﴿بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ﴾ ایک دوسرے کے والی اور مددگار ہیں ایک دوسرے کی مصیبتوں اور سختیوں میں مدد کرنے والے ہیں۔(4) ان کے دل باہمی محبت، ہمدردی اور نرمی میں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور دین کے کاموں نے انہیں جمع کر دیا ہے۔(فتح القدیر: 2/ 477) (5) نبی ﷺ نے فرمایا: «اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً» "ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کے مانند ہے جس کی بعض اینٹیں بعض کو سہارا دیتی ہیں۔" (ابن کثیر)

سوال 2: اہل ایمان کا مزاج کیا ہوتا ہے؟

جواب:(1) اہل ایمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سچی لگن ہوتی ہے۔(2) انہیں آخرت کی فکر ہوتی ہے۔(3) دنیا کی چیزوں سے ضرورت کے مطابق تعلق رکھتے ہیں۔(4) اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کی طرف ان کا دل کھنچتا ہے۔(5) برائی کے کام سے انہیں نفرت ہوتی ہے۔(6) ان کا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے۔(7) وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہوتے ہیں۔

سوال 3:﴿یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ”وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) معروف ایسے کاموں کے لیے جامع نام ہے جن کی بھلائی تسلیم شدہ ہو مثلاً عقائد، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ وغیرہ۔ (2) ایمان والے نیکی کا حکم دیتے ہیں اور سب سے پہلے خود نیکی کرتے ہیں۔(3) ﴿وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ باطل عقائد، برے اعمال اور اخلاق سیئہ کے لیے جامع نام ہے۔ وہ منکر سے روکتے ہیں سب سے پہلے خود رکتے ہیں پھر دوسروں کو روکتے ہیں۔

سوال 4:﴿وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗؕ﴾ ” اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ اور نماز قائم کرتے ہیں اہل ایمان پانچ نمازیں قائم کرتے ہیں اور منافق جب نماز قائم کرتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرتے ہیں۔(تفسیر منیر:5/663) (2) ﴿وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ وہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ (3) مومن فرض زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور صدقات بھی اور منافق بخل کرتے ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔(4) ﴿وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ اطاعت کرتے ہیں۔“ فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔(5) ﴿وَ رَسُوْلَهٗؕ﴾ ”اور اس کے رسول کی۔“ اطاعت کرتے ہیں یعنی جو انہوں نے ہمارے لیے اپنی سنت چھوڑی ہے۔(تفسیر قرطبی:4/105) (6) عطانے کہا: اطاعت رسول کتاب وسنت کی اتباع ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:6/1839)

سوال 5: اہل ایمان کی خصوصیات کیا ہیں؟

جواب:(1) مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں۔(2) بھلائی کا حکم دیتے ہیں۔(3) برائی سے روکتے ہیں۔(4) نماز قائم کرتے ہیں۔(5) زکوٰۃ دیتے ہیں۔(6) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

سوال 6: اہل ایمان کو کیا چیز ایک دوسرے کے قریب کر دیتی ہے؟

جواب:(1) سب کی دوڑ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔(2) سب کی اطاعت کا مرکز اللہ تعالیٰ کا رسول اور اولی الامر ہوتے ہیں۔ (3) جب ملتے ہیں تو باہمی دل چسپی کی چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور بھلائی کے کام ہوتے ہیں۔(4) اہل ایمان تعلق باللہ، اطاعت رسول اور خیر کے کاموں سے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اسی کی بنیاد پر ان کے تعلق قائم ہوتے ہیں۔(5) خیر کے کاموں کی وجہ سے مقصد ان کے ہاتھ آتا ہے جس کے لئے متحدہ کوششیں ہوتی ہیں۔

سوال 7: خیر کو حاصل کرنے اور شر کی مخالفت کے لئے جماعت کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟

جواب:(1) خیر کا حصول اور شر کی مخالفت اعلیٰ اور مشکل مقاصد ہیں ان کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو باہم محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہوں۔(2) شر کے مقابلے میں ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو مقابلہ کرتے ہوئے صف آراہوں ان میں تفرقہ اور جدائی نہ ہو۔(3) مشترکہ کوششوں کے نتیجے میں ہی بڑے اہداف، خیر کا حصول اور شر کی مخالفتیں ممکن ہو سکتی ہے۔

سوال8: دنیامیں اہل ایمان کی زندگی آخرت کی تمثیل ہے کیسے وضاحت کریں؟

جواب: دنیامیں اہل ایمان سرسبز وشاداب باغ کی طرح زندہ رہتے ہیں جیسے ایک باغ میں بہت سے درخت ہوں ہر ایک دوسرے کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔ ان درختوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف میں نکلنے والے آنسو سیر اب کرتے ہیں ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا خیر خواہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے پوراماحول امن کا گہوارہ بن جاتا ہے یہی زندگی آخرت کی جنتی زندگی میں بدل جائے گی۔

سوال9: اقامت صلوٰۃ کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: (1) اقامت صلوٰۃ دنیامیں اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے مسلمانوں کے اٹھنے کی علامت ہے۔ (2) اقامت صلوٰۃ مسلمانوں کی ولایت کے تعلق کی علامت ہے۔ (3) اقامت صلوٰۃ باہمی تعلق مضبوطی کی علامت ہے۔ (4) اقامت صلوٰۃ مشترکہ مقصد کی علامت ہے۔ (5) اقامت صلوٰۃ ایک قیادت کے زیر سایہ ایک ہونے کی علامت ہے۔

سوال10: ادائیگی زکوٰۃ سے مسلمانوں کے کیسے تعلقات سامنے آتے ہیں؟

جواب: ادائیگی زکوٰۃ سے مسلمانوں کی جماعت باہم مربوط ہوتی ہے۔ کمزور کے لئے مال دار پشت پناہ بنتا ہے تو کمزوری دور ہو جاتی ہے اور مسلمان اپنے مقصد زمین کی اصلاح، اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لئے زیادہ موثر انداز میں کوششیں کرنے لگتے ہیں۔

سوال11: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی مسلمانوں کے لئے کیا اہمیت ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت مسلمانوں کا اصلی ہدف ہیں۔ (2) مسلمانوں کے لئے یہی اطاعت، حکم اور قانون ہے۔ (3) جب کسی معاملے کا فیصلہ اللہ اور اس کا رسول کر دیں تو چوں چرا کی اجازت نہیں ہوتی۔ (4) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی مسلمانوں کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بناتی ہے۔

سوال12: ﴿ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ ”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم کرے گا، یقینا اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ ﴾ ”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم کرے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں دردناک عذاب سے نجات دے گا۔ (تفسیر سمرقندی: 2/74) (2) اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے سائے تلے لے گا اور ان پر مہربانی فرمائے گا عزت والا رب اپنے بندوں کو عزت عطا فرماتا ہے۔ (3) ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور طاقت ور ہے۔ (4) ﴿ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔ حق داروں کو عزت دیتا ہے جو حکم دیتا ہے اس پر اس کی حمد کی جاتی ہے۔

سوال13: اللہ تعالیٰ کی رحمت کن لوگوں پر ہوتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی رحمت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والوں پر ہوتی ہے۔ (2) اس کی رحمت اقامت صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والوں پر ہوتی ہے۔ (3) اس کی رحمت اس جماعت پر ہوتی ہے جو خیر کے کاموں کو کرنے اور شر کو روکنے کے لیے وجود میں آتی ہے۔

سوال14: اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے ہوتی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی رحمت دل کے اطمینان کی شکل میں ہوتی ہے۔(2)اللہ تعالیٰ کی رحمت تعلق باللہ کی شکل میں ہوتی ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کی رحمت حادثوں اور فتنوں سے بچانے کی شکل میں ہوتی ہے۔(4)اللہ تعالیٰ کی رحمت جماعت کی اصل کی شکل میں ہوتی ہے۔(5)اللہ تعالیٰ کی رحمت ثابت قدمی کی شکل میں ہوتی ہے۔(6)اللہ تعالیٰ کی رحمت جماعت کے افراد کے درمیان باہمی محبت کی صورت میں ہوتی ہے۔(7)اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک دوسرے کی کفالت کی صورت میں ہوتی ہے۔(8) للہ تعالیٰ کی رحمت جذبہ اخلاص پیدا ہو جانے کی صورت میں ہوتی ہے۔(9)اللہ تعالیٰ کی رحمت رضائے الٰہی کی صورت میں ہوتی ہے۔

سوال 15:مومنین کی چار صفات منافقوں کی چار صفات کے بالمقابل ہیں۔ان صفات کا انجام مختلف ہے موازنہ کر کے بتائیں؟

جواب: مومن	منافق
1۔امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا)۔	1۔امر بالمنکر (برائی کا حکم دینا)۔
2۔نہی عن المنکر (برائی سے روکنا)۔	2۔نہی عن المعروف (بھلائی سے روکنا)
3۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔	3۔اللہ تعالیٰ کو بھلا دینا۔
4۔اقامت صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ۔	4۔بخل کرنا۔

ان صفات کے نتیجے میں :

1۔مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔	1۔منافقوں پر لعنت۔
2۔اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے وعدہ فتح ونصرت اور زمین پر اقتدار دوں گا۔اس طرح وہ پوری انسانیت کے مصلح اور نگران بن جائیں۔	2۔منافقوں کے لیے جہنم کی آگ کا وعدہ ہے۔

3۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

"اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور پاکیزہ رہائش گاہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" (72)

سوال 1:﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ "اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں سے جنت کے باغات کا وعدہ کیا ہے جہاں ہر طرح کی نعمتیں ہیں۔(2)جنت کے محلات، درختوں اور گھروں کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔(3)جنتوں کی خیر وبرکت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال 2:﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ﴾ "ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور پاکیزہ رہائش گاہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ مومن جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جنت سے وہ کسی اور مقام پر جانا نہیں چاہیں گے۔(2) ﴿وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ﴾ "اور پاکیزہ رہائش گاہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی۔" اللہ تعالیٰ نے ان گھروں کو اپنے متقی بندوں کے لیے سجایا ہے، جنت کے نظارے خوب صورت ہیں جنت ایک ایسا مقام ہے جس سے بڑھ کر کوئی آرزو کرنے والا آرزو نہیں کر سکتا۔ وہاں ایسے بالاخانے ہیں جن کے اندر سے باہر کا نظارہ کیا جاسکے گا، جنت میں دل سکون پائیں گے ،پیاسی روحیں سراب ہوں گی اور مومن ابد الاباد تک اس میں رہیں گے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے دنیا کی دعوتی واصلاحی سرگرمیوں کے نتیجے میں کیا وعدہ کر رکھا ہے؟

جواب:(1) جنت میں باعزت طور پر ہمیشہ رہیں گے۔(2) اعلیٰ رہائش گاہیں ہوں گی۔(3) اللہ تعالیٰ کی رضا۔

سوال 4: ﴿وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۚ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی جو جنت والوں کے لیے ہو گی۔(2) ﴿اَكْبَرُ ؕ﴾ سب سے بڑی یعنی ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہو گی۔(3) رب کی رضا کے بغیر کوئی نعمت اچھی نہیں لگے گی۔(4) اللہ تعالیٰ کی رضا جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔(5) آسمانوں کے رب کی جنت، زمینوں کے رب کی جنت، انسانوں کے رب کی جنت بہت عظیم نعمت ہے اور رب کائنات کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے۔(6) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائے گا: اے جنت والو! کیا تم خوش ہو گئے وہ عرض کریں گے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم خوش کیوں نہ ہوں تو نے ہمیں وہ کچھ عنایت فرمایا: جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا میں تمہیں ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور نعمت نہ دوں؟ وہ عرض کریں گے: اب اس سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہیں اپنی خوشنودی سے نوازتا ہوں اب کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔(ابن کثیر)(تفسیر اشرف الحواشی:1/239)

(7) ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۚ﴾ "یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" سب سے بڑی کامیابی جنت کا حصول، بڑی کامیابی رب کی رضا، سب سے بڑی کامیابی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جس کے بعد کوئی خوف نہ ہو گا، خوش گوار زندگی، نعمتیں ہی نعمتیں، سکون ہی سکون، اطمینان ہی اطمینان۔ اللهم إني اسئلك الجنة

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطے کا اعلیٰ مقام انسان کو کب ملتا ہے؟

جواب: انسان کی آنکھ رب کو دیکھ نہیں سکتی۔ اور اعلیٰ مقام آنکھ سے دیکھنے کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب فرمایا: تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں دیکھتا ہے۔ انسان کو یہ تعلق کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں غور و فکر کر کے، اس کے کلام سے اس کی صفات کو جان کر، اسی کی ذات کے احسانات اپنے اوپر محسوس کر کے، اللہ تعالیٰ کی یادوں میں جینے سے، انسان کے دل کی گہرائیوں سے روشنی نکلتی ہے اس کا تعلق روح سے ہوتا ہے، یہ مقام کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے، اس کا ایک لمحہ بھی پوری زندگی کے مال و متاع سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام اس سے بھی بڑا مقام ہے۔

رکوع نمبر16

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

"اے نبی! جہاد کریں کافروں اور منافقوں سے، اور اُن پر سختی کریں اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے۔"

سوال 1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ ﴾ "اے نبی! جہاد کریں کافروں اور منافقوں سے، اور اُن پر سختی کریں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی ﷺ کو کافروں اور منافقوں سے جہاد کا حکم دیا ہے۔ اس آیت میں کفار اور منافقین دونوں سے جہاد اور ان کے معاملہ میں شدت اختیار کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا ہے، ظاہری کفار سے جہاد کا معاملہ رو واضح لیکن منافقین سے جہاد کا مطلب خود رسول اللہ ﷺ کے تعامل سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے ساتھ جہاد سے مراد زبانی جہاد ہے کہ ان کو اسلام کی حقانیت سمجھنے کی طرف دعوت دیں تاکہ وہ اپنے دعوی اسلام میں مخلص ہو جائیں۔ (قرطبی)(تفسیر معارف القرآن: 4/ 422)

(2) ﴿ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ ﴾ "اور ان پر سختی کریں۔" الغلظ رافت اور نرمی کو ختم کرنے والا ہے۔ یہ دل کی سختی ہے جو زبان میں نہیں بلکہ کرنے والے کے کام میں ہوتی ہے۔ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ ﴾ پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بد خُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناوہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپ انہیں معاف کر دیں اور ان کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (آل عمران:159) (4) امام قرطبی نے فرمایا کہ اس جگہ غلظت استعمال کرنے سے عملی غلظت مراد ہے کہ ان پر احکام شرعیہ جاری کرنے میں کوئی رعایت اور نرمی نہ برتی جائے زبان اور کلام میں غلظت اختیار کرنا مراد نہیں کیونکہ وہ سنت انبیاء کے خلاف ہے وہ کسی سے سخت کلامی اور سب و شتم نہیں کرتے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اگر تمہاری کوئی کنیز زنا کی مرتکب ہو تو اس کی سزا حد شرعی اس پر جاری کر دو مگر زبانی ملامت اور طعن و تشنیع نہ کرو۔" اور رسول اللہ ﷺ کے حال میں خود حق تعالیٰ نے فرمایا: "یعنی اگر آپ ﷺ سخت کلام سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔" نبی ﷺ کے تعامل میں بھی کہیں یہ ثابت نہیں کہ کفار و منافقین سے گفتگو اور خطاب میں کبھی غلظت اختیار فرمائی ہو۔ (معارف القرآن: 4/ 422) جہاد میں تلوار کا جہاد اور حجت و دلیل کا جہاد سب شامل ہیں۔ پس جو جنگ کرتا ہے اس کے خلاف ہاتھ، زبان اور شمشیر وسناں کے ذریعے سے جہاد کیا جائے اور جو کوئی ذمی بن کر یا معاہدہ کے ذریعے سے اسلام کی بالادستی قبول کرتا ہے، تو اس کے خلاف دلیل و برہان کے ذریعے سے جہاد کیا جائے۔ اس کے سامنے اسلام کے محاسن اور کفر و شرک کی برائیاں واضح کی جائیں۔ پس یہ تو وہ رویہ ہے جو دنیا میں ان کے ساتھ ہونا چاہیے۔ (تفسیر سعدی: 1/ 1066-1067)

سوال 2: ﴿ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ "اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) منافقوں کی جائے قرار جہنم ہے جہاں سے وہ کبھی نہیں نکلیں گے۔(2) ﴿وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝﴾ ”اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے۔“ جہنم بہت ہی برا ٹھکانہ اور لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے، جہاں نہ موت ہو گی نہ زندہ رہ پائیں گے اور جہاں منافق سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

﴿یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا ۚ وَ مَا نَقَمُوْٓا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ۝﴾

”وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے بات نہیں کی حالانکہ بلاشبہ انہوں نے کافرانہ بات کی ہے اور اپنے اسلام کے بعد انہوں نے کفر کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انہوں نے نہیں پائی اور انہوں نے انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اُن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ چنانچہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہو گا اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں اُن کے لیے نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔“ (74)

سوال 1: اس آیت کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب۔ ابن ابی حاتم نے سیدنا ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت نے غزوہ تبوک میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت نہیں کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ اگر یہ شخص یعنی نبی کریم ﷺ سچا ہو تا ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں، عمیر بن سعید نے اس چیز کی رسول اکرم ﷺ کو اطلاع دی، جلاس نے اللہ کی قسم کھائی کہ میں نے یہ بات نہیں کہی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یعنی وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی الخ۔ جلاس بن سوید نے توبہ کر لی تھی اور ان کی توبہ بھی قبول ہوئی۔ نیز کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور ابن سعد نے طبقات میں اسی طرح عروہ سے روایت کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اس دوران سیدنا زید بن ارقم نے منافقوں میں سے ایک شخص سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر رسول اکرم ﷺ سچے ہوں تو ہم گدھوں سے زیادہ بدتر ہیں، رسول اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کے پوچھنے پر اس کہنے والے نے انکار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ نیز ابن جریر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک درخت کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تمھارے پاس ایسا شخص آئے جو شیطان کی دونوں آنکھوں سے دیکھتا ہے، چنانچہ اتنے میں ایک نیلی آنکھوں والا آیا، آپ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ تو اور تیرے ساتھی مجھے کیوں برا کہتے ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا، سب نے آ کر قسمیں کھانی شروع کر دیں کہ ہم نے ایسا نہیں کیا، چنانچہ آپ نے ان کو معاف کر دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس: 1/528-529)

سوال 2: ﴿یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾ ”وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے بات نہیں کی حالانکہ بلاشبہ انہوں نے کافرانہ بات کی ہے اور اپنے اسلام کے بعد انہوں نے کفر کیا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ﴾ ”وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے بات نہیں کی۔“یعنی جب انہوں نے اس شخص کی مانند بات کہی تھی جس نے یہ کہا تھا:﴿ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ﴾ عزت دار، ذلیل لوگوں کو مدینہ سے باہر نکال دیں گے۔“(المنافقون:8)اور وہ باتیں جو دین اور رسول(ﷺ) کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے ایک کے بعد دوسرا کرتا تھا۔جب ان کو یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی باتیں معلوم ہو گئی ہیں تو وہ قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ انہوں نے یہ بات ہر گز نہیں کہی۔(تفسیر سعدی:1/1067) (2) ﴿ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ ﴾ ”حالانکہ بلاشبہ انہوں نے کافرانہ بات کی ہے۔“گزشتہ وقت میں ان کے اسلام قبول کرنے نے اگرچہ ان کو ظاہری طور پر دائرہ کفر سے نکال دیا تھا، مگر ان کا یہ آخری کلام اسلام کے متناقض ہے جو انہیں کفر میں داخل کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:1/1067) (3)منافقوں نے کئی مواقع پر کفر کے کلمے کہے تھے۔(4)سیدنا زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ایک لڑائی میں (غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر جب مہاجرین اور انصار میں جھگڑا ہوا تو)میں نے عبداللہ بن اُبی کو یہ کہتے ہوئے سنا:”لوگو!تم ایسے کرو کہ پیغمبر کے پاس جو لوگ (مہاجرین)جمع ہو گئے ہیں تم ان کو خرچ کے لیے کچھ نہ دو۔وہ خود باخود اس کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اگر ہم لڑائی سے واپس پہنچے تو عزت والا(یعنی عبداللہ بن اُبی)ذلت والے (یعنی محمد ﷺ) کو نکال باہر کرے گا۔میں نے اس کی یہ بات اپنے چچا(سعد بن عبادہ) سے یا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیں۔انہوں نے آپ ﷺ کو بتلا دیں۔آپ ﷺ نے پہلے مجھے بلایا اور دریافت کیا تو میں نے ان باتوں کا اقرار کیا۔پھر آپ نے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا تو وہ مکر گئے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے ایسا ہر گز نہیں کہا تھا۔آپ ﷺ نے مجھے جھوٹا سمجھا اور عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کو سچا(کیونکہ اس کے ساتھی بھی قسمیں کھا رہے تھے)مجھے اس بات کا اتنا رنج ہوا جتنا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔میں گھر میں بیٹھا رہا۔میرے چچا کہنے لگے:”ارے!یہ تم نے کیا کیا۔آخر رسول اللہ ﷺ نے تجھے جھوٹا سمجھا اور ناراض ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۃ منافقون نازل فرمائی تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور سورۃ منافقون مجھے پڑھ کر سنائی۔بعد میں فرمایا:”زید اللہ نے تمہاری تصدیق کر دی۔“(صحیح بخاری:4900)

سوال 3:﴿ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ﴾ ”اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انہوں نے نہیں پائی۔“سے کون سا واقعہ مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد وہ واقعہ ہے جب انہوں نے غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کو دھوکے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا جس میں منافقوں نے معاذاللہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دینے کی سازش تیار کر رکھی تھی اور ان سازشیوں کو بعد میں اہل عقبہ (گھاٹی والے)کا نام دیا گیا۔ان کا پروگرام یہ تھا کہ رات کے وقت پہاڑی کے دشوار راستوں پر چلتے چلتے گھاٹی کی جگہ آپ ﷺ کو لشکر سے الگ لے جا کر اچانک آپ پر حملہ کر دیا جائے اور آپ ﷺ کو سواری سے نیچے گھاٹی میں پھینک کر ہلاک کر دیا جائے اور اس واقع کی کسی کو خبر بھی نہ جب آپ ﷺ اس گھاٹی پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرما دیا۔اس وقت سے آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ سارے لشکر میں منادی کر دے کہ کوئی شخص گھاٹی کی طرف نہ آئے اور بطن وادی کی طرف سے جائے جو آسان اور کھلا راستہ ہے۔اس وقت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اونٹنی کو آگے سے پکڑے چل رہے تھے اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پیچھے سے چلا رہے تھے اس اعلان پر سب مسلمانوں نے بطن وادی کی راہ لی مگر یہ منافقین آپ ﷺ کے حکم کی پروانہ کرتے ہوئے اپنے ناپاک ارادہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے درپے تھے اچانک چار افراد چہروں پر ڈھاٹے باندھے آپ ﷺ تک پہنچ گئے۔آپ ﷺ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان منافقوں کی سواریوں کے چہروں پر کاری ضربیں

لگائیں۔ انہوں نے اپنی ڈھال سے ان کی سواریوں کے چہروں پر زور سے حملے کیے، ساتھ یہ کہتے جاتے تھے: ”اللہ کے دشمنو! دفع ہو جاؤ۔“ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس پکار سے منافقوں کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ارادہ کی اطلاع ہو چکی ہے۔ چنانچہ وہ جلدی جلدی مسلمانوں کے لشکروں سے جا ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کے اور یہاں تک کہ ان کے باپوں کے نام تک سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتلا دیئے تھے اور یہ بھی کہ دیا کہ ان کے نام کسی کو نہیں بتلائے جائیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کو پوری طرح پہنچانتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ راز افشا نہیں کرتے تھے اسی لیے آپ کو 'رازدان رسول' کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عقبہ والوں میں سے ایک شخص کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اس شخص نے کہا: ”میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ عقبہ والے کون تھے؟ لوگوں نے کہا کہ جب وہ پوچھتا ہے تو آپ بتلا دیجئے۔ سیدنا حذیفہ کہنے لگے: ”ہمیں خبر دی گئی تھی کہ وہ چودہ تھے اور اگر تم بھی ان میں شامل تھا تو پندرہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ تو دنیا اور آخرت میں اللہ اور رسول اللہ کے دشمن ہیں۔ باقی رہے تین تو انہوں نے عذر کیا تھا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی کی آواز نہیں سنی تھی۔ اور نہ ہمیں یہ معلوم ہو سکا کہ ان لوگوں کا ارادہ کیا تھا۔“ (مسلم:3037)(تیسیر القرآن:2/236-237)

سوال4: ﴿وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ﴾ ”اور انہوں نے انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اُن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَا نَقَمُوْٓا﴾ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضگی رکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب جوئی کی۔(2) ﴿اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ﴾ ”مگر یہ کہ اُن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔“ منافقوں کے عجیب حال کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس ہستی کی توہین کرتے ہیں جو انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اور فقر کے بعد مال داری کا سبب بنے۔(3) ان کا اسلام پر غصہ اس وجہ سے ہے کہ اسلام نے انہیں مالدار بنا دیا۔ اب یہ خوش حالی کی مستیاں ہیں جو یہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔(4) کیا اللہ تعالیٰ کے نبی کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ ان کی تعظیم کریں اور اس پر ایمان لائیں۔

سوال5: ﴿فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ﴾ ”چنانچہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہو گا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو سچے دل سے توبہ کرنے کی نصیحت کی کہ اگر توبہ کر لی تو دنیا و آخرت کی سعادت بنیاد بن جائے گی۔

سوال6: ﴿وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ﴾ ”اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ﴾ ”اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔“ اگر وہ توبہ اور ایمان سے منہ موڑ لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا۔ دنیا کا عذاب مسلمانوں کی فتح اور عزت کی صورت میں ملنے والا حزن و ملال، قتل اور قید ہونا ہے اور آخرت میں ان کو جہنم کا عذاب ملے گا۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کیوں کھلا رکھا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ اس لئے کھلا رکھا کہ جو اپنا بھلا چاہتا ہے وہ دوڑ کر اندر داخل ہو جائے۔(2) اگر توبہ کا دروازہ نہ کھلے تو انسانوں کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے۔(3) اگر توبہ کا دروازہ نہ کھلے تو انسان ملامت زدہ ہو جائے۔

سوال8: ﴿وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝﴾ "اور زمین میں ان کے لیے نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی مدد گار۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ان کا کوئی مدد گار، دوست اور سرپرست نہیں ہو گا جو ان کے معاملات کی سرپرستی کرے اور انہیں مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے مدد دے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾

"اور ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔" (75)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت ثعلبہ بن حاتم انصاری کے بارے میں نازل ہوئی اس نے نبی ﷺ سے درخواست کہ کہ میرے لیے مال داری کی دعا کیجئے آپ نے فرمایا: تھوڑا مال جس کا شکر ادا ہو اس سے بہت اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو۔ اس نے دوبارہ پھر وہی درخواست کی کہ میرے لیے مال داری کی دعا کیجئے آپ ﷺ نے پھر سمجھایا تھوڑا مال جس کا شکر ادا ہو اس بہت سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو اس نے پھر درخواست کی تو آپ ﷺ نے پھر سمجھایا کہ تو اپنا حال اللہ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا؟ واللہ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے، اس نے پھر کہا: حضور واللہ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ مجھے مال دار کر دے تو میں خوب سخاوت کی داد دوں ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں۔ آپ نے اس کے لئے برکت کی دعا کی اس کی بکریوں میں اس طرح زیادتی شروع ہوئی جیسے کیڑے بڑھ رہے ہوں یہاں تک کہ مدینہ اس کے جانوروں کے لیے تنگ ہو گیا یہ ایک میدان میں نکل گیا۔ ظہر عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا باقی نمازیں جماعت کے ساتھ نہیں ملتی تھیں۔ جانوروں میں اور برکت ہوئی اسے اور دور جانا پڑا اب سوائے جمعے کے باقی سب جماعتیں اس سے چھوٹ گئیں مال بڑھتا گیا۔ ہفتے بعد جمعہ کے لیے آنا بھی اس نے چھوڑ دیا آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا؟ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے اس کا حال دریافت کیا لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا آپ ﷺ نے اظہار افسوس کیا ادھر آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقہ لے لو اور صدقہ کے احکام بھی بیان ہوئے آپ نے دو شخصوں کو جن میں ایک قبیلہ جہنیہ کا اور دوسرا قبیلہ سلیم کا تھا انہیں تحصیل دار بنا کر صدقہ لینے کے احکام لکھ کر انہیں پروانہ دے کر بھیجا اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور فلاں نے بنی سلیم سے صدقہ لے آؤ یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے فرمانِ پیغمبر دیکھا یا صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا واہ واہ یہ تو جزیہ کی بہن ہے یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے یہ کیا بات ہے؟ اچھا اب تو جاؤ لوٹتے ہوئے آنے دوسرا شخص سلمی جب اسے معلوم ہوا تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انہیں لے کر خود ہی آگے بڑھا انہوں نے ان جانوروں کو دیکھ کر کہا نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق نہ تجھ پر ان کا دینا واجب ہے اس نے کہا میں تو اپنی خوشی سے بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انہیں قبول فرمائیے۔ بالآخر انہوں نے لے لیے اوروں سے بھی وصول کیا اور لوٹتے ہوئے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اس نے کہا: مجھے وہ پرچہ تو پڑھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے پڑھ کر کہنے لگا بھئی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے کافروں پر جو ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے یہ تو بالکل ویسا ہی ہے اچھا تم جاؤ میں سوچ سمجھ لوں۔ یہ واپس چلے گئے انہیں دیکھتے ہی رسول اللہ ﷺ نے ثعلبہ پہ اظہارِ افسوس کیا اور سلمی شخص کے لیے برکت کی دعا کی اب انہوں نے بھی

ثعلبہ اور سلمی کا واقعہ کہہ سنایا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثعلبہ کے قریبی رشتہ دار نے جب یہ سب سنا تو ثعلبہ سے جا کر واقعہ بیان کیا اور آیت بھی پڑھ کر سنائی یہ حضرت کے پاس آئے اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا یہ اپنے سر پہ خاک ڈالنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے میں نے تو تجھے کہا تھا لیکن تو نہ مانا یہ واپس اپنی جگہ چلا گیا نبی ﷺ نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی پھر یہ خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا میری جو عزت نبی ﷺ کے پاس تھی وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے آپ نے جواب دیا کہ جب نبی ﷺ نے قبول نہیں فرمایا: تو میں کون؟ غرض آپ نے بھی انکار کر دیا جب آپ کا بھی انتقال ہو گیا اور امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے والی ہوئے یہ پھر آیا اور کہا کہ امیر المؤمنین آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے آپ نے جواب دیا کہ جب نبی ﷺ نے قبول نہیں فرمایا: اور خلیفہ اول نے قبول نہیں فرمایا: تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں؟ چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا: پھر خلافت سیدنا عثمان کے سپرد ہوئی یہ ازلی منافق پھر آیا اور لگا منت سماجت کرنے لیکن آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود نبی ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفہ نے تیرا صدقہ قبول نہیں فرمایا: تو میں کیسے قبول کر لوں؟ چنانچہ قبول نہیں کیا اسی اثنا میں یہ شخص ہلاک ہو گیا۔ (ابن کثیر: 2/375)

سوال 2: ﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۷۵﴾ ”اور ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے دیا۔“ کن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اپنے فضل سے ہمیں نوازا تو خیرات کریں گے اور صالح بن کر رہیں گے؟

جواب: (1) ﴿وَ مِنْهُمْ﴾ منافقوں میں سے۔ (2) ﴿مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ﴾ ”جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا۔“ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ شخص انصار میں سے تھا۔ (قرطبی: 4/107) (3) ﴿لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ منافقوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر آپ نے ہمیں کشادگی عطا کی اور اپنے فضل سے ہمیں مال دیا تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے کر نیک لوگوں میں شامل ہو جائیں گے یعنی ہم حق کے راستے میں مال لگا کر دین کی حفاظت کریں گے، صلہ رحمی کریں گے، مہمان نوازی کریں گے اور نیک اعمال کریں گے۔

سوال 3: انسان کے پاس مال نہیں ہوتا تو وہ کیا کرتا ہے؟

جواب: (1) مال کے لئے دعائیں کرتا ہے۔ (2) مال والوں کو برا کہتا ہے کہ یہ لوگ اسے غلط کاموں میں برباد کرتے ہیں۔ (3) یہ لوگ کہتے ہیں اللہ مال دے دے تو اس کی راہ میں خرچ کریں۔

سوال 4: مال پانے پر منافقوں کا رویہ کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) مال پانے کے بعد وہ مال کو اپنی محنت اور لیاقت کا نتیجہ سمجھ لیتا ہے۔ (2) اور مال کا تنہا مالک بن جاتا ہے۔ (3) منافق مال میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا بھول جاتا ہے۔

﴿فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۷۶﴾

”پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا تو انہوں نے اس پر بخل کیا اور اس حال میں منہ موڑ گئے کہ وہ اعراض کرنے والے تھے۔“ (76)

سوال 1: ﴿فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ﴾ ”پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا تو انہوں نے اس پر بخل کیا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کر دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا نہ کیا۔ (2) ﴿بَخِلُوْا بِهٖ﴾ انہوں نے اس پر بخل کیا۔ (3) بخل واجب کے روک لینے کو کہتے ہیں اور شح مستحب روک لینے کو کہتے ہیں۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۱۸۰﴾ ”اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہر گز گمان نہ کریں کہ ان کے لئے وہ بہتر ہے بلکہ ان کے لئے وہ بہت ہی برا ہے، جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جو انہوں نے بخل کیا اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔“ (آل عمران:180)

سوال 2: ﴿وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۸۳﴾ ”اور اس حال میں منہ موڑ گئے کہ وہ اعراض کرنے والے تھے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ تَوَلَّوْا﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑ گئے۔ (تفسیر منیر: 5/ 675) (2) ﴿وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۸۳﴾ وہ اسلام سے منہ موڑنے والے ہیں یعنی بھلائی سے منہ موڑ کر عہد کو پورا نہیں کرتے۔

سوال 3: انسان بخیل کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: (1) انسان ایمان سے خالی ہوتا ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ (2) جب اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو فقیر ہونے کا ڈر اسے بخیل بنا دیتا ہے۔

سوال 4: بخیل کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

جواب: (1) بخیل کو چین نہیں ملتا۔ (2) بخیل بے قرار رہتا ہے۔ (3) بخیل اللہ تعالیٰ کے عہد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ (4) بخیل کا دل نفاق سے پاک نہیں ہو سکتا۔ (5) بخیل جھوٹ بولتا ہے۔ (6) بخیل امانت میں خیانت کرتا ہے۔

سوال 5: مومن بخل سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: (1) مومن اللہ تعالیٰ کے بچانے سے ہی بخل سے بچ سکتا ہے۔ (2) وہ لوگ بخل سے بچتے ہیں جن کے دل ایمان سے معمور ہوتے ہیں۔ (3) وہ لوگ بخل سے بچتے ہیں جن کی نظریں آخرت پر لگی ہوتی ہیں۔ (4) وہ لوگ بخل سے بچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔ (5) وہ لوگ بخل سے بچتے ہیں جو دنیا کی ضروریات سے اپنے آپ کو اوپر کر لیتے ہیں۔ (6) وہ لوگ بخل سے بچ سکتے ہیں جو لالچ اور مفاد چھوڑ سکتے ہوں۔ (7) وہ لوگ بخل سے بچ سکتے ہیں جو انفاق کر کے مسکین ہونے سے نہ ڈرتے ہوں۔ (8) وہ لوگ بخل سے بچ سکتے ہیں جنہیں یہ یقین ہو کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے ختم ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانے میں جو کچھ ہے باقی رہنے والا ہے۔ (9) وہ لوگ بخل سے بچ سکتے ہیں جنہیں یقین ہوتا ہے کہ اگر مال چلا بھی گیا تو آخرت کا اجر تو اجر عظیم ہے۔

﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝۷۷﴾

”چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق کی سزا دی اس دن تک کے لیے جب وہ اس سے ملیں گے اس وجہ سے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی خلاف ورزی کی جو انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔“ (77)

سوال 1: ﴿ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ ﴾ "چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق کی سزادی اس دن تک کے لیے جب وہ اس سے ملیں گے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ "چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق کی سزادی۔" بخل کا وارث نفاق ہوتا ہے جو دل سے چپک جاتا ہے اور اس دن تک جدا نہیں ہوگا جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی۔(ایسر التفاسیر:568)

سوال 2: اللہ تعالیٰ منافقوں کے دلوں میں نفاق کیوں بٹھادیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ منافقوں کے دلوں میں بدعہدی اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے بخل اور نفاق بٹھادیتا ہے۔

سوال 3: نفاق کب تک پیچھا نہیں چھوڑتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے دن تک نفاق پیچھا نہیں چھوڑتا۔

سوال 4: ﴿ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾ "اس وجہ سے جو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی خلاف ورزی کی جو انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ ﴾ اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے۔(2) ﴿ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾ اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ منافق کے دل میں نفاق بٹھادیتا ہے۔(3) بندہ مومن کو اس برے وصف سے بچنا چاہیے۔ (تفسیر سعدی:1/1068)

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾

"کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے راز اور ان کی سرگوشی تک کو جانتا ہے؟ اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔" (78)

سوال 1: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ "کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے راز اور ان کی سرگوشی تک کو جانتا ہے؟ اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا ﴾ اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ کیا انہیں اس بات کا علم نہیں ہے۔(2) ﴿ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ ان کے چھپے بھید جانتا ہے اور ان کی سرجو سینے کے اندر ہوتا ہے۔ نجویٰ جو آپس میں ہونے والی باتوں کو لوگوں کے درمیان کیا جاتا ہے اور غیب جو مخلوق سے چھپا ہوا ہوتا ہے۔(تفسیر منیر:5/678) (3) ﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ "اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔" اللہ تعالیٰ زمین یا آسمان کے ہر غیب کو جانتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:568)

سوال 2: اللہ تعالیٰ منافقوں کی وعدہ خلافیوں اور جھوٹ کو روکنے کے لئے اپنے ﴿ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ ہونے کا احساس کیسے دلاتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ انسانی شعور کو جھنجھوڑتے ہیں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں سے خبردار ہے یعنی نیتوں تک کا حال جانتا ہے پھر بھی وعدہ خلافی کرتے اور جھوٹ بولتے ہو۔(2) اللہ تعالیٰ تم کو احساس دلاتے ہیں کہ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ سرگوشیوں اور خفیہ باتوں کا جاننے والا ہے پھر بھی وہ جھوٹ بولتے اور وعدہ خلافیاں کرتے ہیں۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

"جو لوگ خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر ان کے صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

سوال 1: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ ﴾ "جو لوگ خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر ان کے صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اہل ایمان کو صدقات کی ترغیب دی تو مسلمانوں نے رغبت اور سرعت سے اس کلمہ کی تعمیل کی اور اس موقع پر مسلمانوں میں سے ہر امیر غریب نے مال خرچ کیا۔ اور منافقوں نے نکتہ چینی کی کہ وہ شہرت اور ریاکاری کیلیے مال خرچ کرتے ہیں اسی بارے میں رب العزت نے فرمایا: (1) ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ ﴾ وہ لوگ جو عیب جوئی کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں۔ (2) ﴿ الْمُطَّوِّعِيْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ جو فرض زکوٰۃ سے زیادہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:569) (3) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم ہوتا ہے تو ہم محنت مزدوری کرکے اپنے کمروں پر بوجھ اٹھا کر کچھ مال حاصل کرتے تھے۔ (جس کو صدقہ میں پیش کر دیتے تھے) (صحیح بخاری:2/673) (4) اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کی ترغیب دی تو سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم پیش کر دیئے اور عاصم بن عدی نے سو وسق کھجوریں حاضر کر دیں اس پر منافقین نے طنز کیا کہنے لگے اجی کچھ نہیں یہ تو ریاکاری ہے۔ ایک صحابی سیدنا ابو عقیل بھی تھے وہ ایک صاع کھجور لے کر آئے اور صدقہ کے مال میں ڈال دیا۔ اس پر منافقین آپس میں ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ اللہ کو اس کے ایک صاع کی کیا ضرورت تھی؟ (چونکہ یہ صدقہ تھوڑا سا تھا اس لیے ان لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو عقیل نے خوب زیادہ محنت کرکے دو صاع کھجوریں حاصل کیں (ایک صاع 2، 2/1 سیر کا ہوتا تھا) ان میں سے ایک صاع گھر والوں کو دے دیا اور ایک صاع لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور پوری صورت حال عرض کر دی آپ نے فرمایا: اس کو مال صدقہ میں ڈال دو۔ منافق ان کا تمسخر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اس مسکین کے صدقہ سے اللہ بے نیاز تھا (کیا ذرا سی چیز لے کر آیا) اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تمسخر کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس تمسخر پر سزا دے گا اور ان کے لیے عذاب الیم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:2/375-376)

سوال 2: منافق کی بگڑی ہوئی طبیعت انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں کیا سوچتی ہے؟

جواب: (1) منافق اللہ تعالیٰ کی راہ میں زیادہ خرچ کرنے والوں کو ریاکار سمجھتے ہیں۔ (2) اگر کوئی کم خرچ کرتا ہے تو سوچتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کے صدقے کی کیا ضرورت تھی۔ (3) منافقین کی سمجھ میں مسلمانوں کا اخلاص اور پاکیزہ جذبات نہیں آتے تھے۔ (4) منافقین کے دل بجھے ہوئے تھے اس لئے وہ مسلمانوں کے دلوں کی بے تابی کو نہیں پاسکتے تھے۔

سوال 3: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ﴾ "اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مسلمانوں میں سے جو لوگ اپنی محنت کے سوا صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہیں پاتے منافق ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے تھے اللہ تعالیٰ ان صدقات سے بے نیاز ہے۔

سوال 4: منافق مذاق اڑانے کا کام کیوں کرتے تھے؟

جواب: منافق اپنے بخل کو چھپانے کے لیے مذاق اڑاتے تھے۔

سوال5: ﴿سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۘ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۹﴾ ”اللہ تعالیٰ نے ان سے مذاق کیا ہے اوران کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۘ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان سے مذاق کیا ہے کیونکہ انہوں نے مخلص مومنوں پر نکتہ چینیاں کیں، انہیں طعنے دیے، چغل خوریاں کیں جو کہ کبیرہ گناہ ہیں اور نیکی کے کاموں میں طعنہ دینا بہت بڑا گناہ ہے۔(2) نیکی کے کاموں میں تعاون کا حکم ہے جب کہ منافقین کا مقصد نیک کاموں سے روکنا ہے۔(3) صدقہ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے ہاں انسان صدقہ کرنے کا اجر پائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷﴾ تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔(الزلزال:7) (4) ﴿وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۹﴾ ”اوران کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ نیکی سے روکنے پر ان کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرے گا اوران کے لیے دردناک عذاب ہے۔(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں سے استہزاء کرنے والوں کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور ان سے کہا جائے آجاؤ وہ اپنی بے چینی اور غم کے ساتھ آئیں گے اور داخل ہونے والے ہی ہوں گے کہ دروازہ بند کر لیا جائے گا۔ یہ مذاق ان سے اس حد تک ہوتا رہے گا کہ آخر کار جب ان کے لیے جنت کا کوئی دروازہ کھولا جائے گا اوران سے داخل ہونے کو کہا جائے گا۔ تو ناامید ہو جانے کی وجہ سے کوئی آگے نہیں بڑھے گا۔(تفسیر مظہری:5/247)

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۸۰﴾

”آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ انہیں ہر گز نہیں بخشے گا، یہ اس وجہ سے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

سوال1: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ﴾ ”آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ انہیں ہر گز نہیں بخشے گا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے نبی علیہ السلام! آپ ان منافقوں کے لیے استغفار کریں۔(2) ﴿اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ﴾ یا ان کے لیے مغفرت کی دعا نہ کریں ان کے حق میں برابر ہے۔ (تفسیر قاسمی:8/363) (3) ﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ مغفرت کی دعا کریں یہ استغفار کی کثرت کے لیے مبالغہ ہے۔ (تفسیر منیر:5/682) (4) ﴿فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ﴾ اللہ تعالیٰ انہیں ہر گز نہیں بخشے گا جیسا کہ ایک دوسری آیت میں رب العزت نے فرمایا: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶﴾ آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں ہر گز معاف نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(المنافقون:6)

سوال2: منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا فیصلہ کر دیا؟

جواب:(1)منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیاہے کہ وہ انہیں نہیں بخشے گا ان کا انجام طے شدہ ہے اس لئے استغفار کریں یا نہ کریں فائدہ نہیں ہو گا۔(2) منافقین کے انجام میں تبدیلی ممکن نہیں۔(3) اگر ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں تو فائدہ نہیں ہو گا۔

سوال3: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ "یہ اس وجہ سے کہ یقیناانہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیاہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے مغفرت نہ کرنے کا سبب بتایاہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ "یہ اس وجہ سے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیاہے۔" اس آیت میں دلیل ہے کہ کافر جب تک اپنے کفر پہ قائم رہتاہے اسے نہ استغفار کام دے سکتی ہے، نہ کوئی عمل صالح۔

سوال4: منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اتناسخت کیوں ہے؟

جواب:(1) منافق کی اصلاح کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ (2) منافق کا دل بگڑ چکا ہوتا ہے اوراس کی اصلاح ممکن نہیں ہوتی۔(3) منافق گمراہی میں حد سے گزر جاتاہے اور اس کی واپسی کی امید نہیں ہوتی اس لیے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اتناسخت ہے۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۸۰﴾ اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جن کا وصف فسق بن چکاہے۔(2) اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت سے یعنی نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق سے محروم کر دیتے ہیں۔

رکوع نمبر17

﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱﴾

"پیچھے چھوڑ دیے گئے لوگ، اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھنے کی وجہ سے خوش ہوگئے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ گرمی میں اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ کاش وہ سمجھتے ہوتے!" (81)

سوال1: ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ "پیچھے چھوڑ دیے گئے لوگ، اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھنے کی وجہ سے خوش ہوگئے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ پیچھے رہنے پر خوشی کا اظہار کرنے والوں کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں کہ خوش ہوگئے پیچھے رہ جانے والے۔(2) ﴿بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ "اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھنے کی وجہ سے۔" قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہاں پیچھے رہنے سے مراد غزوہ تبوک سے پیچھے رہناہے۔(جامع البیان:16963) (3) یہاں ایک تو ہے پیچھے رہ جانا لیکن پیچھے رہنے والوں کی نفسیاتی صورتحال کو سب کے سامنے رکھاہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عریاں کر دیا۔ وہ جو اندر چھپی ہوئی تھی، وہ جو جذبے تھے، احساسات تھے! اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کے سامنے کھول کر رکھ گیا۔ اب آپ دیکھئے

گا اس نفسیاتی تصویر کشی میں پہلی بات ہے خوشی کی، منافق ہیں! خوش ہو رہے ہیں، بغلیں بجا رہے ہیں کہ نکل گیا قافلہ ہم ٹھیک ہیں۔(4) جہاد سے منہ موڑنا حرام ہے اس نافرمانی پر منافق کے سوا کون ہے جو خوشی محسوس کر سکتا ہے۔

سوال2: جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان سے یہ جرم کس وجہ سے سرزد ہوا؟

جواب: (1) پیچھے رہ جانے والے آرام طلبی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔(2) انفاق فی سبیل اللہ میں کمی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ (3) کم ہمتی اور دلی کمزوری نے انہیں پیچھے رہنے پر آمادہ کیا۔(4) پیچھے رہنے کا جرم دنیا پرستی کی وجہ سے ہوا۔(5) پیچھے رہنے کا جرم ان کے اس قول کی وجہ سے ہوا انہوں نے کہا گرمی میں نہ نکلو۔

سوال3: ﴿وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ نکلنا ناپسند کیا۔(2) اللہ تعالیٰ نے اس فرحت کے ساتھ دوسری چیز ان پر واضح کی کہ کراہت ہے۔ اندر ہی اندر خوشی کے اندر سے کراہت بھی اٹھ رہی ہے۔ نفرت! نفرت کس چیز سے ہے؟ جہاد سے! یہ خوشی اور کراہت دونوں آپس میں مل گئیں اور اب ایک انسان کی گفتگو بھی بدل گئی۔ اندر کے جذبوں کو اظہار کا موقع مل گیا۔ ہمدرد بن بن کر دوسروں، بھی روکتے ہیں۔(3) اہل ایمان کا معاملہ ان کے متضاد ہوتا ہے اگر وہ عذر پر بھی بیٹھے رہ جائیں تو غمگین ہوتے ہیں۔

سوال4: ﴿وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱﴾ "اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ گرمی میں اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ کاش وہ سمجھتے ہوتے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ﴾ "اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔" منافق ہمدرد بن کر دوسروں کو بھی جہاد سے روکتے ہیں کہ گرمی بہت ہے، موسم شدید ہے، سفر صعوبتوں بھرا ہے اور فصلیں پک کر تیار ہیں ایسی گرمی میں نہ نکلو۔(2) ﴿قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱﴾ "آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ گرمی میں اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ کاش وہ سمجھتے ہوتے۔" منافقوں نے عارضی آرام کو ہمیشہ کے آرام وسکون پر ترجیح دی۔ انہوں نے ہمیشہ کی مشقت اٹھانا گوارا کر لیا تو رب العزت نے فرمایا: جہنم کی آگ تو بہت شدید ہے۔(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو ابن آدم جلاتا ہے (یعنی گرمی کا حصہ) جہنم کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہی (دنیا کی آگ) کافی نہ تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے انہتر حصے گرمی کے جہنم میں گرمی زیادہ ہے۔ ہر حصے میں اتنی ہی گرمی ہے۔(صحیح مسلم:7165) (4) سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخیوں میں سے کچھ کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور ان میں سے کچھ کو ان کے گھٹنوں تک اور ان میں سے کچھ ان کی کمر تک اور ان میں سے کچھ کو ان کی گردن تک آگ پکڑے گی۔(صحیح مسلم:7169) (5) ﴿لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱﴾ "کاش وہ سمجھتے ہوتے۔" کاش ان میں سمجھ ہوتی کہ جہنم کیسی وحشت ناک جگہ ہے تو وہ کبھی اسے ہمیشہ کا گھر نہ بناتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۝۱۵﴾ ہرگز نہیں! یقیناً وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے۔(المعارج:15) (6) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا

الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (النساء:56)

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے منافق کے شعور کو کیسے بے دار کیا ہے؟

جواب: (1) دنیا میں تو ٹھنڈی چھائوں مل جائے گی آخرت کی گرمی کا کیا علاج کرو گے؟ (2) وہاں ہمیشہ کی آگ میں رہو گے۔ (3) دنیا میں تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کی جانے والی کوشش بہت تھوڑی مدت کے لیے ہے اور جہنم کا عرصہ بہت طویل ہے کاش تم سمجھ جاؤ۔

﴿ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ ﴾

"پس لازم ہے کہ وہ ہنسیں بہت کم اور روئیں بہت زیادہ اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں۔" (82)

سوال 1: ﴿ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ ﴾ "پس لازم ہے کہ وہ ہنسیں بہت کم اور روئیں بہت زیادہ۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ ﴾ "پس لازم ہے کہ وہ ہنسیں بہت کم اور روئیں بہت زیادہ۔" (1) رب العزت نے منافقوں کو حکم دیا کہ ختم ہونے والی قلیل دنیا سے خوب فائدہ اٹھالو پھر رونا ہی رونا ہے۔ (2) ابو رزین کہتے ہیں کہ دنیا بہت کم ہے پھر اس میں جتنا چاہو ہنس لو۔ ظاہر ہے کہ ہنسی کی مدت کم نکلے گی اور جب اللہ تعالیٰ کے پاس جا پہنچو گے تو بہت روؤ گے کہ رونا کبھی ختم نہیں ہو گا۔ (جامع البیان:16966) (3) ربیع بن حیثم کہتے ہیں اس سے مراد ہے کہ تم دنیا میں جتنا بھی ہنس لو بہت تھوڑا ہے۔ "اور چاہیے کہ روئیں بہت زیادہ۔" کہ آخرت میں بہت رونا ہو گا۔ (جامع البیان:16967) (4) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ "دنیا کی مٹھاس آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی کڑواہٹ آخرت کی مٹھاس ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر:3150) (5) ابن ابی حاتم نے بیان کیا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: دنیا قلیل ہے وہ یہاں جتنا چاہیں ہنس لیں، جب دنیا ختم ہو جائے گی اور اللہ کے پاس پہنچیں گے تو ایسا رونا ہو گا جو دوامی ہو گا۔ (تفسیر مظہری:245)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زیادہ رونے اور کم ہنسنے کا حکم کیوں دیا؟

جواب: (1) جو لوگ بدی کماتے ہیں ان کی جزا ایسی ہے جس پر رونا چاہیے۔ (2) یہاں کی ہنسی کی مدت کم ہے کیونکہ دنیا کی زندگی چھوٹی زندگی ہے اور آخرت میں پھر ہمیشہ کے لیے رونا ہے۔

سوال 3: ﴿ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ ﴾ "اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: منافقوں نے اپنے رب کی نافرمانیاں کیں ان کی جزا ہے، بدلہ ہے، ظلم نہیں ہے۔

﴿ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ ﴾

"چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے کسی گروہ کی طرف آپ کو واپس لے آئے، چنانچہ وہ آپ سے (جہاد پر) نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ کہہ دیں کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور تم میرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے ہر گز نہیں لڑو گے۔ بلاشبہ تم پہلی بار بھی بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے، چنانچہ تم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔" (83)

سوال 1: ﴿ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ﴾ "چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے کسی گروہ کی طرف آپ کو واپس لے آئے چنانچہ وہ آپ سے (جہاد پر) نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ کہہ دیں کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور تم میرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے ہر گز نہیں لڑو گے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جب ہم آپ ﷺ کو اس جنگ سے واپس لے جائیں گے اور آپ ﷺ پیچھے رہ جانے والوں کے کسی گروہ سے ملیں گے۔ (2) ﴿ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ ﴾ "چنانچہ وہ آپ سے (جہاد پر) نکلنے کی اجازت مانگیں۔" پھر وہ لوگ آپ سے کسی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت طلب کریں تو آپ ﷺ سزا کے طور پر انہیں جواب دیں۔ (3) ﴿ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ﴾ "تو آپ کہہ دیں کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور تم میرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے ہر گز نہیں لڑو گے۔" کہ اب تم کسی جنگ میں میرے ساتھ نہیں جاسکتے نہ میرے ساتھ دشمن سے لڑ سکتے ہو۔

سوال 2: ﴿ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴾ "بلاشبہ تم پہلی بار بھی بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے، چنانچہ تم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ کیوں تم نے پہلی بار گھروں میں بیٹھ رہنا پسند کیا تھا اس لیے۔ (2) ﴿ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴾ "چنانچہ تم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔" تو اب تم پیچھے رہنے والی عورتوں اور بچوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ (3) عمرہ حدیبیہ کے سلسلے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ جب تم مالِ غنیمت کی طرف چلو گے تاکہ تم اسے حاصل کرو پیچھے رہ جانے والے جلد ہی کہہ اٹھیں گے: "ہمیں بھی اجازت دو ہم بھی تمہارے پیچھے آئیں۔" وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں کہہ دو: تم ہمارے پیچھے ہر گز نہیں آؤ گے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فرمادیا ہے، تو جلد ہی وہ کہیں گے: "بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو۔" بلکہ یہ لوگ کم ہی بات کو سمجھتے ہیں۔ (الفتح:15)

سوال 3: جہاد کے مقابلے میں آرام پسند کرنے والوں کو آئندہ جہاد کرنے سے محروم کیوں کر دیا گیا؟

جواب: (1) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد کے مقابلے میں آرام کو پسند کیا اور اسلامی لشکر سے پیچھے رہ گئے اس لیے یہ کسی بھی مشکل مہم کے لیے نااہل ثابت ہوئے۔ (2) اسلام کو سلیم الفطرت، مضبوط اور پختہ ارادے والے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو دشمن کے سامنے سینہ سپر ہوں جو طویل مشقت برداشت کر سکیں لیکن جب عیش و آرام طلب لوگ شامل ہو جاتے ہیں تو وہ شکست کا باعث بنتے ہیں اس لیے ان کو جہاد میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ (3) مشکل اوقات میں کمزور ارادے کے

لوگ انتشار کا باعث بنتے ہیں۔اس لیے کہا گیا صاف کہہ دو تم میرے ساتھ ہر گز نہیں چل سکتے۔(4) تبوک میں نکلنے کی بجائے پیچھے رہنا پسند کیا اس لیے بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہے۔

﴿ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾

"اور ان میں سے جو کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھنا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔" (84)

سوال 1: ﴿ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ ﴾ "اور ان میں سے جو کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھنا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ ﴾ "اور ان میں سے جو کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھنا۔" نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ منافقین میں سے کوئی مر جائے تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔(2) ﴿ وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ ﴾ "اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔" ان میں سے کسی کی قبر پر دعائے مغفرت کے لیے نہ کھڑے ہوں کیونکہ زندگی میں بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور کفر پر ہی انہوں نے جان دی۔(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن اُبی کی وفات ہوئی تو اس کے لڑکے (حضرت عبداللہ) جو کہ مخلص اور اکابر صحابہ تھے رسول اللہ ﷺ! کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اپنی قمیض مجھے عطا فرمایئے تاکہ میں اپنے باپ کو اس کا کفن دوں اور آپ ﷺ ان کی جنازہ پڑھادیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں چنانچہ جب آپ ﷺ نے اپنی قمیض انہیں عطا فرمائی اور فرمایا کہ نہلا دھلا کر مجھے اطلاع دی۔ نبی ﷺ تشریف لائے تاکہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو پکڑ لیا اور عرض کیا یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟ اور فرمایا ہے کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو یا مغفرت کی دعا نہ کرو اگر تم ستر مرتبہ بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کروگے تب بھی اللہ انہیں ہر گز نہیں بخشے گا، پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ "اور ان میں سے کسی پر جو مر گیا ہو ہر گز نہ پڑھئے۔" اس کے بعد نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھنی بھی چھوڑ دی۔(صحیح بخاری:5796)

سوال 2: نبی ﷺ کو منافقوں کا جنازہ پڑھانے اور ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے کیوں روکا گیا؟

جواب:(1) منافقوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔(2) منافق بے عمل اور فاسق تھے۔(3) نماز جنازہ اور قبر پر کھڑے ہونے سے میت کو اعزاز ملتا ہے اس اعزاز سے محروم کیا گیا تاکہ آئندہ مسلمانوں کو یہ پتہ چل جائے کہ جو لوگ مشکلات میں ثابت قدم رہیں گے وہی اسلامی تحریک میں اعزاز پائیں گے۔

سوال 3: ﴿ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾ منافقوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔وہ بے عمل اور فاسق تھے۔(2) ﴿ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ "اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔" وہ کافر تھے اور کفر کی حالت میں

انہوں نے جان دی اس لیے آپ ﷺ کی شفاعت ان کے کام نہیں آئے گی۔(3)مسند احمد میں ہے جب آپ ﷺ کو کسی جنازے کی طرف بلایا جاتا تو آپ ﷺ پوچھ لیتے اگر لوگوں سے بھلائیاں معلوم ہوتیں تو آپ جاکر اس کے جنازے کی نماز پڑھاتے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات کان میں پڑتی تو صاف انکار کر دیتے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ آپ ﷺ کے بعد یہ رہا کہ جس کے جنازے کی نماز سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ پڑھتے اس کے جنازے کی نماز آپ بھی پڑھتے جس کی سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نہ پڑھتے آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہی کو یہ نام معلوم تھے اسی بنا پر انہیں رازدان رسول کہا جاتا تھا۔(ابن کثیر:381) (4)بغوی نے لکھا ہے کہ رسول ﷺ نے عبداللہ بن اُبی سے(اس کے مرنے کے بعد)جو سلوک کیا(یعنی قمیص مبارک اس کو پہنایا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی)اس کے متعلق صحابہ نے آپ سے کچھ کلام کیا(یعنی مؤدبانہ شکایت کی)نبی ﷺ نے فرمایا:میرا کرتہ اور میری نماز اللہ(کے عذاب)سے اس کو نہیں بچائے گی۔خدا کی قسم میری خواہش تو یہ تھی کہ اس کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں۔راوی کا بیان ہے کہ ابن ابی کی قوم والوں نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے قمیض سے اس نے تبرک حاصل کیا تو ایک ہزار آدمی مسلمان ہو گئے،بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی منافق کی نماز نہیں پڑھی اور وقت وفات تک کسی منافق کی قبر پر دعا کرنے نہیں کھڑے ہوئے۔(تفسیر مظہری:248)

﴿ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۸۵ ﴾

"اور ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو بھلے نہ لگیں یقیناً اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کے ذریعے انہیں دنیا ہی میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔" (85)

سوال 1:﴿ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ ﴾ "اور ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو بھلے نہ لگیں۔"کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ ﴾ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اگر مال اور اولاد دیے ہیں تو دھوکہ نہ کھائیں۔

سوال 2:اقامت دین کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر ہدایت کیا ہے؟

جواب:(1)کسی کو اس کے مال و دولت اور اولاد کی وجہ سے اعزاز نہ دیا جائے۔(2)کسی کے مال یا اولاد کی وجہ سے دل یا شعور میں گہرا اثر نہ لیا جائے۔(3)ظاہری مال داری سے متاثر ہونا بھی مال والوں کے لیے اعزاز ہے اور اللہ تعالیٰ مومن کے شعور میں تقویٰ کے سوا کسی اور اعزاز کو آنے نہیں دینا چاہتے۔

سوال 3:اسلامی نقطہ نظر سے مال قابل رشک کیوں نہیں؟

جواب:مال اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے اس لحاظ سے مال عبرت کا باعث بنتا ہے۔

سوال 4:دنیا پرست اللہ تعالیٰ کا وفادار کیوں نہیں بنتا؟

جواب:(1)دنیا پرست دنیا کی رونقوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنا چاہتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ سب کچھ کھو دیں گے قربانی کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا وفادار نہیں بن پاتا۔(2)دنیا پرست اپنی انا کی قربانی نہیں دے سکتا۔

(3) دنیا پرست زندگی اور مال کی قربانی نہیں دے سکتا۔ (4) شہرت اور مقبولیت کی قربانی نہیں دے سکتا۔ (5) دنیا پرست بے حس ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ تڑپ ختم ہو جاتی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچتی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر راضی نہیں رہنے دیتی۔

سوال 5: ﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کے ذریعے انہیں دنیا ہی میں سزا دے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ ﴾ منافقوں اور دنیا کی محبت میں ڈوبے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ (2) ﴿ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا ﴾ کہ مال اور اولاد کی وجہ سے دنیا میں ہی عذاب میں مبتلا کر دے اسی وجہ سے وہ ہمیشہ مال کے پیچھے بھاگتے ہیں، مال کے کم ہونے سے خوف زدہ رہتے ہیں اور مال سے لطف نہیں اٹھا پاتے۔ (3) وہ مال اولاد کی فکر میں آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ دنیا چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔ (4) اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹ ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ (المنافقون:9)

(5) رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کے تین دوست ہیں، ایک اس کی رُوح قبض ہونے تک ساتھ رہتا ہے، دوسرا دوست مال ہے، قبر تک ساتھ دیتا ہے اور تیسرا محشر تک ساتھ دیتا ہے، روح قبض ہونے تک ساتھ دینے والا دوست مال ہے، قبر تک ساتھ دینے والا دوست اہل و عیال ہیں، اور حشر تک ساتھ دینے والا دوست اس کا عمل ہے۔ (طبرانی کبیر)

سوال 6: ﴿ وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۸۵ ﴾ "اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ان کی جانیں، مال اور اولاد کی محبت میں سرشار ہونے کی حالت میں نکل گئیں جب موت آئی تو دل ابھی دنیا میں ہی ڈوبے ہوئے تھے اس حال میں کہ وہ کافر تھے۔

﴿ وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ ۝۸۶ ﴾

"اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائو اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے مال والے لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔" (86)

سوال 1: ﴿ وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ ﴾ "اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے مال والے لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ ﴾ "اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو۔" اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مذمت کی ہے کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے اور انہیں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا جاتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِیْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ

الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ ﴾ "اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کر دی گئی؟ چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتار دی جاتی ہے اور اس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو، پس اُن کے لئے بہت بہتر ہے۔ (محمد:20)

(2) ﴿ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ ﴾ "تو ان میں سے مال والے لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔" ان کے دولت مند لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال اور بیٹے عطا فرمائے ہیں جن کے پاس کوئی عذر نہیں وہ مال دار طبقہ آکر کہتا ہے کہ آپ ﷺ ہمیں معاف رکھیں اور گھروں میں رہنے دیں۔ (3) وہ سستی اور کاہلی کا شکار ہیں اور پیچھے بیٹھنے کی اجازت مانگتے ہیں۔

سوال 2: ﴿ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ ﴾ "اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) وہ کہتے ہیں ہمیں گھروں میں چھوڑ دیجئے تاکہ عورتوں اور بچوں کی طرح گھر بیٹھے رہیں۔

سوال 3: جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے جس میں جہاد کا حکم ہوتا ہے تو استطاعت رکھنے والوں کا طرز عمل کیا ہوتا ہے؟

جواب: (1) منافق اپنی مالی حیثیت کے مطابق آگے نہیں بڑھتے۔ (2) ذلت اور شرمندگی کی روش اختیار کرتے ہیں۔ (3) یہ لوگ عورتوں کے ساتھ بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ (4) ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہتے ہیں خواہ ذلت کی زندگی ہو۔

﴿ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ ﴾

"وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں، اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔"

سوال 1: ﴿ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ﴾ "وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے جو جہاد کے لیے نہیں نکلیں۔

سوال 2: مدینہ میں عورتوں کے ساتھ بیٹھے رہنے والے لوگ کیسے تھے؟

جواب: پیچھے رہنے والے لوگ:

(1) زندگی سے محبت رکھنے والے تھے۔ (2) مال سے محبت رکھنے والے تھے۔ (3) آرام سے محبت رکھنے والے تھے۔ (4) کمزوری اور ذلت کا مزاج رکھنے والے تھے۔ (5) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان کے فہم نے کام کرنا چھوڑ دیا۔

سوال 3: ﴿ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ ﴾ "اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ان کے دلوں میں مہر لگا دی گئی یعنی ان کے دل ارادوں سے خالی ہیں۔ (2) ﴿ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ ﴾ منافق اپنے مصالح کو نہیں سمجھتے۔ اگر وہ سمجھتے تو ان حالات میں رہنا کبھی گوارا نہیں کرتے۔

﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ ﴾

"لیکن خود رسول نے بھی اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔" (88)

سوال 1: ﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۚ﴾ ”لیکن خود رسول نے بھی اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ ”لیکن خود رسول نے بھی اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔“ یہاں مدینہ سے نکلنے والے رسول اللہ ﷺ اور ان کے۔(2) مجھے ابو عبس نے خبر دی آپ کا نام عبد الرحمن بن جبر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کے بھی قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے، انہیں (جہنم کی) آگ چھوئے؟ (یہ ناممکن ہے) (صحیح بخاری:2811) (3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص بھی ایسا نہ ہو گا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے خوہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے، اس کی یہ تمنا ہو گی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) قتل ہو کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔“ (صحیح بخاری:2817)

سوال 2: مدینہ سے نکلنے والے رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی کیسے تھے؟

جواب:(1) وہ ایمان کے تقاضے پورے کرنے والے۔(2) اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے والے تھے۔

سوال 3: ﴿وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸۸﴾ ”اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫﴾ جن کے لیے بھلائیاں ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔(2) ﴿وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸۸﴾ ”اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“ یہی لوگ ہیں جو کمال درجے کی جنتوں میں جانے کے لیے کامیاب ٹھہرائے گئے ہیں۔

﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۸۹﴾

”اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“ (89)

سوال 1: ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کے باغات تیار کر رکھے ہیں۔(2) ﴿مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جو خوب صورتی میں اضافہ کریں گی۔(3) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ﴾ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہاں سے کبھی کہیں اور منتقل نہیں ہوں گے۔ (4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں نے اپنے صالح بندوں کے لیے (ایسی ایسی نعمتیں) تیار کر رکھی ہیں کہ جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر تو ان کا خیال گزرا۔ یہ نعمتیں ان کے لئے جمع کر رکھی ہیں بلکہ ان کا ذکر چھوڑ دو، جن نعمتوں کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اطلاع دے رکھی ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ”کسی نفس کو معلوم نہیں کہ جو نعمتیں ان کے لئے چھپا رکھی ہیں ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، بدلہ ہے اس کا جو وہ کرتے تھے۔“ (صحیح مسلم:7134) (5) ”محمد (ابن سیرین) سے روایت ہے کہ لوگوں نے اس بات پر فخر کیا یا اس بات کا ذکر کیا کہ جنت میں زیادہ

تعداد مردوں کی ہو گی یا عورتوں کی۔ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا ابو لقاسم نے نہیں فرمایا کہ جنت میں جو سب سے پہلا گروہ داخل ہو گا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گی جو گروہ ان کے بعد جنت میں داخل ہو گا ان کی صورتیں چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح روشن ہوں گی۔ اور ان میں سے ہر ایک جنتی کے لیے دو بیویاں ہوں گی۔ جن کی پنڈلیوں کا مغز گوشت کے پیچھے سے چمکے گا اور جنت میں کوئی آدمی بھی بیوی کے بغیر نہیں ہو گا۔" (صحیح مسلم:7147) (6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی، وہ جنت میں نہ تھوکیں گے اور نہ ناک صاف کریں گے اور نہ ہی پاخانہ کریں گے، ان کے برتن اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگ رہی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح ہو گا اور ان جنتیوں میں سے ہر ایک کے لئے دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز خوبصورتی کی وجہ سے گوشت کے اندر دکھائی دے گا۔ نہ ہی آپس میں بغض رکھیں گے۔ ان کے دل ایک دل کی طرح ہوں گے۔ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں گے۔ (صحیح مسلم:7151)

سوال 2: ﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۸۹﴾ "یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: "یہ بہت بڑی کامیابی ہے" حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی، مال، صلاحیتیں، قوتیں، جو کچھ ملا ہے اولاد، گھر، جو کچھ بھی ملا اس لیے ملا کہ ان کے توسط سے انسان اپنی جنت تک پہنچ جائے اور انسان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ وہ انہیں میں گم ہو کے رہ جاتا ہے۔ اقبال نے کہا:

انہی روز و شب میں الجھ کے نہ رہ جا
کہ تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں

حقیقت یہ ہے کہ مومن کا مکان، مومن کا اصلی گھر جنت ہے۔ اس جنت کی تلاش میں انسان ازل سے مصروفِ عمل ہے لیکن اس کا ذہن شیطان ایسے خراب کر دیتا ہے کہ وہ دنیا میں اپنی جنت تلاش کرنے لگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی جتنی نعمتیں ہیں جنت کا نعم البدل نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے اس جنت کی تلاش میں جو لگ جائے۔ اس جنت میں جو پہنچ جائے وہی بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

آخری آیات

﴿ وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۹۰ ﴾

"اور دیہاتیوں میں سے بہانے بنانے والے آئے کہ انہیں اجازت دی جائے اور وہ لوگ بیٹھے رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا۔ ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، عنقریب اُنہیں ایک دردناک عذاب پہنچے گا۔" (90)

سوال 1: ﴿ وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ ﴾ "اور دیہاتیوں میں سے بہانے بنانے والے آئے کہ انہیں اجازت دی جائے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ ﴾ دیہاتیوں میں سے عذر کرنے والے، بہانے بنانے والے آئے۔ (2) ﴿ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ ﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی عذر پیش کرتا تو اسے قبول فرما لیتے تاکہ انہیں رخصت مل جائے۔

سوال2:عذر کرنا کس نوعیت کا کام ہے؟
جواب: دعوت دین کی جدوجہد میں جب زندگی اور مال کا تقاضا ہو عذر کر کے بیٹھنا بہت بڑا جرم ہے۔
سوال3:ایک مسلمان کا دینی کاموں کے مقابلے میں بے حسی اختیار کرنا کس بات کا ثبوت ہے؟
جواب: دینی کاموں کے معاملے میں بے حسی اختیار کرنا غداری ہے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حصہ پانے کے حقدار نہیں۔
سوال4:عذر تراشنے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق کیوں نہیں ہوسکتے؟
جواب: جو لوگ اپنے پاس موجود چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش نہیں کرسکتے تو اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ کس لیے انہیں دے گا۔
سوال5:﴿ وَ قَعَدَ الَّذِیْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ ﴾ "اور وہ لوگ بیٹھے رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿ وَ قَعَدَ الَّذِیْنَ ﴾ اور بیٹھے رہے۔(2) وہ لوگ ﴿ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ ﴾ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اپنے ایمان کے دعوے میں اور اپنے عمل کو نہ کرنے میں جھوٹ بولا۔
سوال6: ﴿ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۹۰ ﴾ "ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، عنقریب انہیں ایک دردناک عذاب پہنچے گا۔" کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) عذر کرنے والوں میں سے وہ لوگ جو شرعی طور پر معذور ہیں مگر کفر کر رہے ہیں ان کے لیے عذاب الیم ہے۔
(2)رب العزت نے واضح فرمایا ہے ایسے لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت کا رسوا کن عذاب ہے۔
﴿ لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۹۱ ﴾
"کمزوروں پر اور بیماروں پر اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں جو وہ چیز نہیں پاتے جسے وہ خرچ کریں جب وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں۔ نیکی کرنے والوں پر اعتراض کا کوئی راستہ نہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"
سوال1: ﴿ لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ ﴾
"کمزوروں پر اور بیماروں پر اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں جو وہ چیز نہیں پاتے جسے وہ خرچ کریں جب وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں۔" کی وضاحت کریں؟
جواب: اس آیت میں جہاد میں شامل نہ ہونے والوں کے شرعی عذروں کا ذکر ہے۔(1) پہلا عذر کمزوری ہے: ﴿ لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ ﴾ کمزور جسم، کمزور نظر والوں کے لیے کوئی عذر نہیں کیونکہ وہ لوگ جہاد کے لیے باہر نکلنے اور دشمن سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔(2) ﴿ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى ﴾ "اور بیماروں پر" اس میں تمام بیماریاں شامل ہیں مثلاً لنگڑا پن، اندھا پن، بخار، نمونیہ اور فالج وغیرہ۔(3) تیسرا عذر: ﴿ وَ لَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ ﴾ "اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں جو وہ چیز نہیں پاتے جسے وہ خرچ کریں۔" یعنی نہ ان کے پاس سفر خرچ ہے، نہ سواری۔(4) ﴿ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ ﴾ "جب وہ

اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں۔" جب اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے ساتھ خیر خواہ ہوں۔(5) تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین نصیحت کا نام ہے! انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتائیں کس کے لیے خیر خواہی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور مسلمانوں کے آئمہ کے لیے اور ان کے عام لوگوں کے لیے۔(صحیح مسلم:95) (6) سیدنا جریر بن عبد اللہ بجلی سے سنا، انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔(صحیح بخاری:57)

سوال 2: حقیقی معذور کون ہیں؟

جواب:(1) ضعیف (2) مریض (3) جو لوگ اپنے لئے سفر کا خرچ نہیں پاتے۔

سوال 4: ﴿ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۱ ﴾ "نیکی کرنے والوں پر اعتراض کا کوئی راستہ نہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ ﴾ "نیکی کرنے والوں پر اعتراض کا کوئی راستہ نہیں۔" نیکی کرنے والوں کے پاس ایسا راستہ نہیں ہے جس سے کسی نیکی کرنے والے کو تکلیف نہ پہنچے۔(2) اس آیت سے یہ دلیل ملتی ہے کہ محسن پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ محسن وہ ہے جس کا دل، ضمیر اور جذبات اللہ تعالیٰ اور رسول کے ساتھ ہیں۔(3) غیر محسن اسے کہتے ہیں جو کام کو اچھے طریقے سے انجام نہ دے۔(4) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا سورہ برات جب اتری تھی میں اسے بھی لکھ رہا تھا میرے کان میں قلم اڑا ہوا تھا جہاد کی آیتیں اتر رہی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم منتظر تھے کہ دیکھیں اب کیا حکم نازل ہوتا ہے اتنے میں ایک نابینا صحابی آئے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں جہاد کے احکام اس اندھے پن میں کیسے بجالا سکتا ہوں؟ اس وقت یہ آیت اتری۔(تفسیر ابن کثیر:384) (5) ﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ ﴾ اللہ تعالیٰ کی مغفرت وسیع ہے وہ کمزوریوں کو معاف کرتا ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ نیت کے مطابق ثواب عطا فرماتا ہے۔ (7) اللہ تعالیٰ بے بس لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔(8) غزوۂ بدر کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین بدر کے بارے میں ان کی شان کے بارے میں کچھ چیزیں نازل کیں، اور گھر بیٹھ رہنے والوں کے بارے میں انہیں بہت زیادہ فضیلت دی۔ جو مجاہدین اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کر رہے تھے مقصد یہ تھا کہ اللہ کی راہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں! اور گھر میں بیٹھنے والے اپنی اس عادت کو ترک کر دیں۔ یہ آیت سن کر سیدنا عبد اللہ بن ام مکتوم بڑے غمگین ہوئے اور انہیں شرکت جہاد کے اعزاز سے محرومی بڑی دشوار محسوس ہوئی فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں معذور نہ ہوتا تو جہاد میں ضرور شریک ہوتا۔ حضور ہم تو جہاد کی فضیلت سے محروم ہو گئے پھر اس افسردگی کے عالم میں بے ساختہ ان کی زبان سے یہ دعائیہ کلمات نکلے: الٰہی! میرے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا حکم نازل فرما! الٰہی! میرے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا حکم نازل فرما! الٰہی! میرے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا حکم نازل فرما! اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل سے نکلی ہوئی دعا کو فوراً قبول کر لیا۔ کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غنودگی کی کیفیت طاری ہو گئی اور اسی اثناء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تھوڑے ہی عرصے میں غنودگی کی یہ کیفیت جاتی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: زید لکھو میں نے عرض کی کیا لکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت لکھو۔ ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ

الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ ﴾ ”مومنوں میں سے بیٹھ رہنے والے اور اپنے مال وجان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔“ سیدنا عبداللہ بن اُم مکتوم نے عرض کی جو لوگ معذور ہیں کیا ان کے لیے کیا حکم ہے؟ ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ ﷺ پر پھر غنودگی طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت جاتی رہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: زید جو پہلے لکھا ہے اسے پڑھو۔ میں نے پڑھا: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ آپ نے فرمایا: اس کے آگے یہ الفاظ لکھ دو: ﴿ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ ﴾ ”بغیر کسی تکلیف کے۔“ یہ سن کر سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا وہ حکم نازل ہو گیا جس کی دل میں تمنا لیے ہوئے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے معذور لوگوں کو جہاد سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے دل میں اس خیال نے انگڑائی لی کہ کیا ہوا اگر میں معذور ہوں کیوں نہ جہاد میں شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لوں! حقیقت یہ ہے کہ جن دلوں کے اندر تڑپ ہوتی ہے، لگن ہوتی ہے وہ آگے بڑھ کر سنہری تاریخ رقم کر جاتے ہیں۔ اپنے لیے بے شمار اجر حاصل کر لیتے ہیں۔

﴿ وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۖ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ ؕ ﴾

”اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے کہ جب بھی وہ آپ کے پاس آئے تاکہ آپ انہیں سواری دیں تو آپ نے کہا کہ میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کر دوں تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں، اس غم سے کہ وہ نہیں پاتے جو وہ خرچ کریں۔“(92)

سوال 1: ﴿ وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ﴾ ”اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے کہ جب بھی وہ آپ کے پاس آئے تاکہ آپ انہیں سواری دیں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ان لوگوں پر بھی کوئی حرج نہیں جنہوں نے آپ سے سواریاں مانگیں۔ (1) مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ آیت بنو مقرن جو مزینہ میں سے تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی۔ (2) انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جہاں بھی تم چلے اور جس وادی کو بھی تم نے قطع کیا وہ (اپنے دل سے) تمہارے ساتھ ساتھ تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ ان کا قیام اس وقت بھی مدینہ ہی میں رہا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ مدینہ میں رہتے ہوئے بھی (اپنے دل سے تمہارے ساتھ تھے) وہ کسی عذر کی وجہ سے رک گئے تھے۔ (صحیح بخاری: 4423)

سوال 2: ﴿ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۖ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ ؕ ﴾

”تو آپ نے کہا کہ میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کر دوں تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں، اس غم سے کہ وہ نہیں پاتے جو وہ خرچ کریں۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب: جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جواب دیا کہ میرے پاس سواریاں نہیں تو وہ روتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس سے گئے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ سے ان کے لیے سواری کے جانوروں کی درخواست کروں۔ وہ لوگ آپ کے ساتھ جیش وعسرت یعنی غزوہ تبوک میں شریک ہونا چاہتے

تھے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے میرے ساتھیوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ ﷺ ان کے لیے سواری کے جانوروں کا انتظام کرادیں، آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تم کو سواری کے جانور نہیں دے سکتا۔ میں جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ ﷺ غصہ میں تھے اور میں اسے معلوم نہ کر سکا تھا، آپ ﷺ کے انکار سے میں بہت غمگین واپس ہوا، یہ خوف بھی تھا کہیں آپ سواری مانگنے کی وجہ سے خفانہ ہو گئے ہوں میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں نبی ﷺ کے ارشاد کی خبر دی، لیکن ابھی کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ میں نے بلال کی آواز سنی، وہ پکار رہے تھے اے عبداللہ بن قیس! میں نے جواب دیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دو جوڑے اور یہ دو جوڑے اور یہ دو جوڑے، اونٹ کے لے جائو۔ آپ ﷺ نے چھے اونٹ عنایت فرمائے۔ ان اونٹوں کو آپ ﷺ نے اسی وقت سعد سے خریدا تھا اور فرمایا کہ انہیں اپنے ساتھیوں کو دے دو اور انہیں بتائو کہ اللہ اللہ تعالیٰ یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ہماری سواری کے لیے انہیں دیا ہے، ان پر سوار ہو جائو، میں ان اونٹوں کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا اور ان سے میں نے کہا آپ ﷺ نے تمہاری سواری کے لیے یہ عنائیت فرمائے ہیں لیکن خدا کی قسم! کہ تمہیں اب ان صحابہ کے پاس چلنا پڑے گا جنہوں نے رسول کا انکار فرمانا سنا تھا، کہیں تم یہ خیال نہ کر بیٹھو کہ میں نے تم سے نبی ﷺ کے ارشاد کے متعلق کوئی غلط بات کہہ دی تھی انہوں نے کہا کہ تمہاری سچائی میں ہمیں کوئی شبہ نہیں لیکن اگر آپ کا اصرار ہے تو ہم ایسا بھی کر لیں گے ابو موسیٰ ان میں سے چند لوگوں کو لے کر ان صحابہ کے پاس آئے جنہوں نے آپ ﷺ کا وہ ارشاد سنا تھا کہ آپ ﷺ نے پہلے تو دینے سے انکار کیا لیکن پھر عنایت فرمایا، ان صحابہ نے بھی اس طرح حدیث بیان کی جس طرح ابو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے بیان کی تھی۔ (صحیح بخاری:4415)

کیونکہ وہ عاجز اور بے بس ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے لیے کوئی حرج نہیں جب وہ استطاعت نہیں رکھتے تو ان کی جانب سے یہ پورا فعل شمار کیا جائے گا۔

﴿ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَ هُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۹۳ ﴾

"یقیناً اعتراض کا راستہ ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں، وہ اس پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی سو وہ نہیں جانتے۔" (93)

سوال 1: ﴿ اِنَّمَا السَّبِيْلُ ﴾ "یقیناً اعتراض کا راستہ ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّمَا السَّبِيْلُ ﴾ یقیناً اعتراض کا راستہ ان لوگوں پر ہے جو جہاد کے لیے نکلنے پر قادر ہیں۔ (2) گناہ اور ملامت ان کے لیے ہے جن کے پاس کوئی عذر نہیں۔ (3) ﴿ وَ هُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ ﴾ وہ جہاد کے لیے نکل سکتے ہیں اور دولت مند بھی ہیں یعنی گھر بیٹھنے پر راضی ہیں۔

سوال 2: ﴿ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ ﴾ "وہ اس پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی وہ اس بات پر خوش اور مطمئن ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتیں اور بچوں کے ساتھ ہو جائیں۔
سوال3: ﴿وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۹۳﴾ ”اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی سو وہ نہیں جانتے۔“ کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ اب ان کے دلوں میں کوئی بھلائی داخل نہیں ہو سکتی ان پر مہر لگ گئی ہے اسی وجہ سے دینی اور دنیاوہ مصالح کو نہیں سمجھتے۔(2) ﴿فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۹۳﴾ اب وہ نہیں جانتے کہ اس گناہ کی کیا سزا ہے جس میں وہ مبتلا رہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آجاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتی کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔(جامع الترمذی:3334)
سوال4:اللہ تعالیٰ نے قدرت کے باوجود جہاد نہ کرنے والوں کو کیا سزا دی ہے؟
جواب:اللہ تعالیٰ نے عذر کرنے والوں،گھر بیٹھنے والوں کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

یعتذرون 11



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

﴿يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(94)﴾

''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے، آپ کہہ دیں کہ عذر نہ کرو! ہم تم پر ہرگز یقین نہیں کریں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتادی ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارا عمل دیکھیں گے پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔''(94)

سوال1: ﴿يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ﴾ ''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے ان منافقوں کے بارے میں آگاہ کیا ہے جو دولت مند تھے اور جن کے پاس کوئی عذر نہ تھا کہ جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ تمہارے پاس معذرت پیش کریں گے۔(2) بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت جد بن قیس، معتب بن قشیر اور ان کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی مجموعی تعداد اسی (80) تھی اور سب کے سب منافق تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کردو اور ان سے بات چیت بھی نہ کرو۔ مقاتل نے کہا: اس آیت کا نزول عبداللہ بن ابی بن خلف کے بارے میں ہوا جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا: اب آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں (کسی جہاد میں) آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔(تفسیر مظہری:256/5)

سوال2: ﴿قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ عذر نہ کرو! ہم تم پر ہرگز یقین نہیں کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''آپ کہہ دیں کہ عذر نہ کرو! ہم تم پر ہرگز یقین نہیں کریں گے'' ہم آپ کی جھوٹی معذرتوں پر یقین نہیں کریں گے۔(2) اس غزوے میں سارے کے سارے مومنین صادقین نے شرکت کی اور اس سے غیر حاضری نفاق کی علامت قرار پائی۔ چنانچہ کیفیت یہ تھی کہ اگر کوئی پیچھے رہ گیا تھا اور اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اسے چھوڑو۔ اگر اس میں خیر ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی تمہارے پاس پہنچادے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے راحت دے دی ہے۔ غرض اس غزوے سے یا تو وہ لوگ پیچھے رہے جو معذور تھے یا وہ لوگ جو منافق تھے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور اب ایمان کا جھوٹا عذر پیش کر کے غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت لے لی تھی اور پیچھے بیٹھ رہے تھے یا سرے سے اجازت لیے بغیر ہی بیٹھے رہ گئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھے۔واپسی پر رسول اللہ ﷺ مدینہ داخل ہوئے تو حسب معمول سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے گئے۔وہاں دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں کی خاطر بیٹھ گئے۔ادھر منافقین نے جن کی تعداد اسی سے کچھ زیادہ تھی آ کر عذر پیش کرنے شروع کر دیے اور قسمیں کھانے لگے ۔(الرحیق المختوم:588،589)

سوال 3: ﴿قَدْ نَبَّأَنَا اللّٰهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتادی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جو اپنے قول میں سچا ہے، ہمیں تمہارے بارے میں آگاہ کر دیا ہے اس لیے اس معذرت پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔(2) غزوۂ تبوک اپنے مخصوص حالات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سخت آزمائش تھا جس سے اہل ایمان اور دوسرے لوگوں میں تمیز ہوگئی۔اور اس قسم کے موقع پر اللہ تعالیٰ کا دستور بھی یہی ہے۔ارشاد ہے: ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت میں نہ چھوڑے گا جس پر تم اب ہو جب تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے۔'' (سورۃ آل عمران:179) (3) اب ہم تمہاری تصدیق نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارے اعمال کے پیچھے جو دلوں کی گندگی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے واضح کر دیا ہے۔

سوال 4: ﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''اور عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارا عمل دیکھیں گے پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارا عمل دیکھیں گے'' اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارے اعمال اس لیے دیکھیں گے کہ اعمال کے ذریعے سے سچ اور جھوٹ میں فرق پتہ چلتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اب دیکھیں گے کہ تم توبہ کر کے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہو یا اپنے کفر اور نفاق پر اصرار کرتے ہو۔(ایسر التفاسیر:575) (3) اللہ تعالیٰ کا دیکھنا سادہ سی بات نہیں ہے اس سے نہ نیت چھپی ہوئی ہے اور نہ اعمال۔تمہاری باتوں کو تمہاری نیتوں اور تمہارے اعمال کے حساب سے دیکھے گا۔(4) سیدنا ابو عبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون محفوظ (حرام) ہو گیا اور اس (کے باطن) کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔'' (صحیح مسلم:130) (5) سیدنا عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو کچھ لوگوں کا مواخذہ وحی کے ذریعے ہو جاتا تھا لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے (اور باطن کے احوال پر مواخذہ ممکن نہیں رہا) اس لیے اب تمہارا مواخذہ صرف تمہارے ان عملوں پر کریں گے جو ہمارے سامنے آئیں گے۔پس ہمارے لیے جو بھلائی ظاہر کرے گا ہم اس کو امن دیں گے (یا اس پر اعتبار و اعتماد کریں گے) اور اس کو اپنے قریب کریں گے اور ہمیں اس کے اندرونی حالات سے کوئی سروکار نہیں۔ان کا حساب اللہ تعالیٰ ہی ان سے کرے گا اور جو ہمارے لیے برائی ظاہر کرے گا ہم اسے امن دیں گے (یا اس پر اعتبار کریں گے) اور نہ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی تصدیق کریں گے اگر چہ وہ یہ کہے گا کہ اس کا اندرونی معاملہ (ارادہ) اچھا تھا۔ (صحیح بخاری:2641) (6) ان آیات کریمہ میں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ﴾ میں اللہ تعالیٰ کے افعال اختیاری کا اثبات بھی ہوتا ہے جو اس کی مشیت اور قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ان کے عمل کو اس کے واقع ہونے کے بعد دیکھے گا۔ ان آیات کریمہ میں نیکوکاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور فاسقین کے ساتھ ناراضی اور غصے کا اثبات ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1087) (7) ﴿ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب کا جاننے والا ہے اور حاضر کا جاننے والا ہے'' اپنی موت کے بعد قیامت کے دن تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ (8) تم اللہ تعالیٰ کی طرف جزا کے لیے لوٹائے جاؤ گے۔ (9) شہادت سے مراد وہ جہان ہے جس کے بارے میں انسان جان سکتا ہے۔ غیب سے مراد وہ چھپے ہوئے حقائق ہیں جو انسان کے ذرائع علم سے چھپے ہوئے ہوں۔

سوال 5: ﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے'' جو اچھا برا تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے آگاہ کر دے گا۔ (2) انسان جو عمل کرتا ہے بظاہر وہ اسے جانتا ہے لیکن اپنے عمل کے نہ تو سارے اسباب جانتا ہے اور نہ اس کے اثرات۔ اللہ تعالیٰ جب انسان کے سامنے اعمال کی حقیقت کھولیں گے تو حساب کتاب عمل میں آئے گا نہایت ہی سچا حساب کتاب۔ (3) اللہ تعالیٰ اپنے عدل اور فضل سے جزا دے گا اور کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (الزلزال:7,8)

﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۙ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (95)﴾

''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے عنقریب وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو سو تم ان سے اعراض ہی کر لو، یقیناً وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں۔'' (95)

سوال 1: ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ﴾ ''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے عنقریب وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو، سو تم ان سے اعراض ہی کر لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے منافقوں کے لیے حکم دیا ہے کہ انہوں نے جو گناہ کیا اس کے بدلے میں نہ ان کو ڈانٹو، نہ مارو پیٹو نہ قتل کرو بلکہ ان سے درگذر کرو۔

سوال 2: ﴿اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اس کے بدلے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں جو وہ کماتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **إِنَّهُمْ رِجْسٌ** ﴾''یقیناً وہ گندے ہیں''اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی روح گندی ہے۔ان کے جسم کو گندا کہہ کر ان کے اعمال کی طرف توجہ دلائی ہے۔یہ لوگ بظاہر خوشبوؤں میں بسے ہوئے ہیں مگر سراپا گندگی ہیں اس لحاظ سے قابل نفرت ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا شعور اور ان کے تصورات گندے ہیں اور اس گندگی نے ان کی روح کو اس طرح گھیرا ڈال رکھا ہے کہ وہ مجسم گندگی بن گئے ہیں۔(2)منافقوں سے اعراض کا حکم اس لیے دیا گیا کہ منافقوں کا شعور اور ان کی سوچ گندی ہوتی ہے اور ایک مچھلی پورے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے اور اسلام جن کو تیار کرتا ہے انہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے عملی جدوجہد کرنی ہوتی ہے۔منافق اس عملی جدوجہد کے خلاف ہے اس لئے انہیں گندگی قرار دے کر ان سے اعراض کا حکم دیا گیا تاکہ سچے مسلمان بھی اس شعور کی گندگی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔(3)رسول اللہ ﷺ نے منافقوں کو قتل نہیں کروایا۔عبداللہ ابن ابی کے بیٹے نے جب باپ کی منافقانہ حرکت دیکھی تو اس کے خلاف کارروائی کرنا چاہی لیکن رسول اللہ ﷺ نے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا'' انہیں چھوڑ دو جب تک یہ ہمارے درمیان ہیں ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے''۔(طبقات ابن سعد)**(4)منافقوں** کو نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے کے باوجود جہنم کی وعید سنائی گئی اس لیے کہ منافق اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں ظاہری طور پر عبادات بھی کرتے ہیں مگر دل ان کے گندے ہیں ان کی سوچ گندی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ پیچھے رہ کر وہ آرام اور سلامتی میں ہیں اور مالی نقصان سے بھی بچ گئے ہیں۔یہ سوچ کی گندگی ہے جس نے ان کی نمازوں اور روزوں کو گھیرا ڈال لیا ہے۔اب وہ اچھا عمل کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتے جب کہ جنت ہر کسی کو اس کے ذاتی عمل کی وجہ سے ملتی ہے،کسی گروہ میں شامل ہونے سے نہیں ملتی۔اس لئے ان کی نمازوں اور روزوں کے باوجود جہنم کی وعید سنائی گئی۔(5)﴿ **وَمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ** ﴾'' اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے''رب العزت نے فرمایا: ﴿ **إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝** ﴾ یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔(النساء:145)(6)﴿ **جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ** ﴾'' اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں''ان کو ان کے کفر،نفاق اور معاصی کی سزا دی گئی ہے۔(ایسر التفاسیر:575)(7)سیدنا عبداللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا کہ انہوں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکنے کا واقعہ سنا۔انہوں نے بتلایا: خدا کی قسم ہدایت کے بعد اللہ نے مجھ پر اتنا بڑا اور کوئی انعام نہیں کیا جتنا رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولنے کے بعد ظاہر ہوا تھا کہ اس نے مجھے جھوٹ بولنے سے بچایا'ورنہ میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح دوسرے لوگ جھوٹی معذرتیں بیان کرنے والے ہلاک ہوئے تھے اور اللہ تعالی نے ان کے بارے میں وحی نازل کی تھی کہ'' عنقریب یہ لوگ تمہارے سامنے جب تم ان کے پاس جاؤ گے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا جائیں گے۔آخر آیت ﴿ **الْفٰسِقِيْنَ** ﴾ تک۔''(بخاری:4673)

﴿ **يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ(96)** ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہوجاؤ،سوتم ان سے راضی ہوبھی جاؤ تو یقیناًاللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔‘‘(96)

سوال1:﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ﴾’’وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہوجاؤ‘‘منافق مسلمانوں کو کیوں راضی کرنا چاہتے تھے؟

جواب:(1)منافق یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی سختی سے بچ جائیں جواللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے:﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ کافروں اورمنافقوں سے جہادکرواوران سےسختی کرو۔(التوبہ:73)(2)مسلمان ان سے اعراض نہ کریں اس لیے وہ چاہتے تھے کہ ان کوراضی کرلیں تا کہ اسلامی معاشرے میں ان کو سچے مسلمان جیسا مقام ملا رہے گویا انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔(3)منافقوں کی ایک خاص شناخت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بجائے اس کے بندوں کی رضا جوئی میں لگے رہتے ہیں۔(تفسیر ماجدی:2/397)

سوال2: کیا منافقوں کے پاس اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اورمسلمانوں کوراضی کرنے کا واقعی کوئی راستہ ہوسکتا ہے؟

جواب: منافقوں کے پاس واحدراستہ ہے کہ وہ توبہ کریں اورعملی طور پر جہاد میں شرکت کریں اوراسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجائیں۔

سوال3:﴿فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾’’سوتم ان سے راضی ہوبھی جاؤ تو یقیناًاللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ﴾’’سوتم ان سے راضی ہوبھی جاؤ‘‘یعنی اے مسلمانو!تمہیں زیب نہیں دیتا کہ تم ان لوگوں سے راضی ہوجاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ تم پر واجب ہے کہ رب کی خوشی اور ناراضی میں اس کی موافقت کرو۔(2)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾’’تو یقیناًاللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا‘‘اور یہ نہیں فرمایا:فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنْهُمْ تا کہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اگر یہ یا کوئی اور جب بھی توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرلیتا ہے اوران پر راضی ہوجاتا ہے،لیکن جب تک وہ اپنے فسق پر جمے رہیں اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہوتا،کیونکہ اس کی رضا کا مانع موجود ہے۔اوروہ ہے ان کا ان امور سے باہر نکلنا جواللہ تعالیٰ کو پسند ہیں مثلاً ایمان اوراطاعت اورایسے امور میں داخل ہونا جواللہ تعالیٰ کوسخت ناپسند ہیں مثلاً شرک،نفاق اورنافرمانی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ ذکر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی عذر کے بغیر جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنے والے منافقین جب اہل ایمان کے سامنے عذر پیش کرتے ہیں اوروہ سمجھتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے میں ان کے پاس عذر تھا تو وہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے معاملے کونظرانداز کرکے ان سے راضی رہواوران کا عذر قبول کرلو۔رہا ان کا عذر قبول کرنا اوران سے راضی ہونا تو اس میں ان سے کوئی محبت نہیں اورنہ ان کی کوئی تکریم ہے۔رہا ان سے اعراض کرنا تو اہل ایمان ان سے اس طرح اعراض کیا کرتے تھے جس طرح ناپاک اورردی امور سے اعراض کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1086,1087)

سوال4: اللہ تعالیٰ نے بغیر عذر کے جہاد سے پیچھے رہنے والوں کے معاملات کو کیوں سب پر کھول دیا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ منافق مسلمانوں سے دور ہو جائیں۔(2) اللہ تعالیٰ منافقوں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔

﴿اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّ اَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ(97)﴾

''دیہاتی کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی لائق ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اس کی حدود کو وہ نہ جانیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''(97)

سوال1: ﴿اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا﴾ ''دیہاتی کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَلۡاَعۡرَابُ﴾ ''دیہاتی'' دیہاتی عرب مدینہ کے اردگرد رہائش پذیر تھے۔(2) ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اسلام کے خلاف ہر کارروائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔(3) صحرائی لوگوں میں شہریوں کی نسبت کفر اور نفاق کا زیادہ مرض پایا جاتا ہے۔(4) بدوی سخت کافر اور انتہائی درجے کا منافق ہوتا ہے۔ مشکل حالات ان کو سخت جان اور دین کے اصولوں سے ناواقف بنا دیتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ افراد جاہل اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے لاعلم ہوتے ہیں۔ دیہاتی اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے دور رہتے ہیں۔ بدوی اعلیٰ اقدار اور اخلاقی اصولوں کے مقابلے میں مادی اشیاء کو اہمیت دیتے ہیں۔ (5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دیہات میں رہائش رکھتا ہے وہ خشک ہو جاتا ہے، جو شکار کا پیچھا کرتا ہے وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو بادشاہوں کے ہاں جاتا ہے وہ فتنے میں پڑ جاتا ہے۔(مسند احمد) (6) درحقیقت دیہات کا مزاج ہی ایسا ہے کہ طبیعت میں سختی آ جاتی ہے اور علم سے دور رہتے ہیں جس کی وجہ سے عمل سے بھی محروم رہتے ہیں۔(انوار البیان: 635,636/2) (7) علماء کی مجالس سے دور ہونے کی وجہ سے قرآن وسنت کی تعلیمات سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:586) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بعض دیہاتی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لئے آئے تو انہوں نے کہا: کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ لوگوں نے کہا ''ہاں'' تو انہوں نے کہا: ''خدا کی قسم ہم اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے شفقت نکال دی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟''(بخاری:5998) (8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ اور آپ کے اوپر ایک موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی۔ راستے میں ایک دیہاتی آپ ﷺ کو ملا اور آپ ﷺ کی چادر کو سختی سے پکڑ کر کھینچا۔ پس میں نے نبی ﷺ کے کندھے کی جانب دیکھا تو چادر کے کنارے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے اس میں نشان پڑ گئے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھر اس دیہاتی نے کہا اے محمد! تیرے پاس جو مال اللہ تعالیٰ کا ہے اس میں سے میرے لیے بھی حکم دے۔ آپ ﷺ اس کی بات کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو دینے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری:5809)

سوال 2: ﴿وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ﴾ ''اور اسی لائق ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اس کی حدود کو وہ نہ جانیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور اسی لائق ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اس کی حدود کو وہ نہ جانیں'' صحرائی اسی لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام شریعت سے ناواقف ہیں مثلاً ایمان کے اصول اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ اس کے برعکس شہری اللہ تعالیٰ کی حدود سے زیادہ واقف رہتے ہیں۔ (2) اگرچہ کافر اور منافق ہر جگہ پائے جاتے ہیں مگر صحرا اور دیہاتوں میں شہر کی نسبت کفر اور نفاق زیادہ شدید ہوتا ہے۔ (3) ﴿حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جو نازل کیا ہے اس کی حدود کو'' یعنی اسلامی شریعت۔ (4) ﴿مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے'' سے مراد تمام فرائض، واجبات، سنن، مباحات، مکروہات اور ممنوعات شامل ہیں۔ (5) (i) یعنی جو احکام شریعت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں مثلاً اصول ایمان اور اوامر و نواہی وغیرہ۔ ان سے ناواقف ہوں۔ اس کے برعکس شہر میں رہنے والے لوگ اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان حدود سے واقف ہوں جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں اور اس علم کے سبب سے ان میں خوبصورت تصورات اور نیکی کے ارادے جنم لیتے ہیں جن کے بارے میں یہ شہری لوگ جانتے ہیں، ان کا علم نہیں رکھتے۔ (ii) شہریوں میں لطافت طبع پائی جاتی ہے اور ان میں داعی حق کی اطاعت کا جذبہ موجود ہوتا ہے جو بدویوں میں نہیں ہوتا۔ (iii) شہری بدویوں کی نسبت اہل ایمان کے ساتھ زیادہ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے ساتھ زیادہ اختلاط رکھتے ہیں۔ بنا بریں وہ بدویوں کی نسبت بھلائی کے زیادہ اہل ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ کفار اور منافقین شہر اور دیہات دونوں جگہ پائے جاتے ہیں مگر دیہات میں شر کی نسبت کفر و نفاق زیادہ شدید ہوتا ہے۔ (iv) بدوی مال و متاع کے زیادہ حریص ہوتے ہیں اور مال کے بارے میں ان میں زیادہ بخل پایا جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1088)

سوال 3: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ اپنے بندوں کی صفات اور مزاج کا علم رکھتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے مختلف لوگوں کو مختلف خصوصیات اور صفات سے نوازا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے انسانوں کو مختلف حصوں، خاندانوں اور قبیلوں میں بانٹ رکھا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے وہ بندوں کی نیت کو بھی جانتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اور اس کے بغیر جو اعمال صادر ہوتے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔

سوال 4: دیہات والے کفر اور نفاق میں سخت کیوں ہو جاتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: دیہات میں رہنے والے اپنی روزی کے لئے سخت محنت کرتے ہیں، یہ ذرائع معمولی ہوتے ہیں اسی وجہ سے ان کی طبیعت میں سختی اورسوچنے کا انداز سطحی ہوجاتا ہے ان میں گہرا شعور نہیں ہوتا کہ وہ دین کی حکمتوں کو سمجھیں اور قبول کریں۔

﴿ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ یَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىٕرَ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىٕرَةُ السَّوْءِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(98) ﴾

’’دیہاتیوں میں ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کو تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر زمانے کی گردشوں کا انتظار کرتے ہیں۔ بری گردش ان ہی پر ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘(98)

سوال1: ﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا﴾ ’’دیہاتیوں میں ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کو تاوان سمجھتے ہیں‘‘ دیہات والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو اپنے اوپر چٹی کیوں سمجھتے ہیں؟

جواب:(1) ’’دیہاتیوں میں ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کو تاوان سمجھتے ہیں‘‘ دیہات والے اپنے معاملات کا گہرا شعور نہیں رکھتے تھے اور اپنے ظاہری اعلان ایمان کی وجہ سے یہ لوگ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے مجبور ہوجاتے تھے کیونکہ اس کے بغیر وہ مسلمان معاشرے میں پرامن زندگی نہیں گزار سکتے تھے۔(2) دیہات والوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو زکوٰۃ اور فی سبیل اللہ خرچ کو تاوان یعنی خسارہ اور نقصان سمجھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب نہیں چاہتے بلکہ ناگواری سے زکوٰۃ اور صدقات دیتے ہیں۔

سوال2: ﴿وَّیَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىٕرَ﴾ ’’اور تم پر زمانے کی گردشوں کا انتظار کرتے ہیں‘‘ دیہات والے مسلمانوں کے حق میں گردش زمانہ کا انتظار کیوں کررہے تھے؟

جواب:(1) مدینہ میں اسلامی حکومت کی وجہ سے ان لوگوں کو مالی مدد کرنی پڑتی تھی جسے یہ اپنے اوپر چٹی سمجھتے تھے ان کا دل یہ چاہتا تھا کہ مسلمان زندہ وسلامت واپس نہ لوٹیں تاکہ یہ اپنی مجبوریوں سے نکل آئیں۔(2) یعنی اہل ایمان کے ساتھ اپنے بغض اور عداوت کی بنا پر وہ تمہارے بارے میں گردش ایام مصائب زمانہ کے منتظر ہیں مگر یہ گردش ایام الٹا انہی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔(تفسیر سعدی:2/1088)

سوال3: ﴿عَلَیْهِمْ دَآىٕرَةُ السَّوْءِ﴾ ’’بری گردش ان ہی پر ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منافقوں کو یہ کہا گیا کہ یہ بدی کے چکر میں ہیں۔ کیسے وضاحت کریں؟

جواب: منافقوں کی بدی نے انہیں گھیرے میں لے لیا ہے اب وہ بدی کے دائرے میں ہیں اس دائرے سے نکل نہیں سکتے۔ اہل ایمان کے لیے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی اور ان کا انجام اچھا ہے۔

سوال4: ﴿وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ﴾''اوراللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو قبول کرنے کے لیے سنتا ہے۔(2)﴿عَلِیْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے''وہ اپنے بندے کے حالات اور نیتوں کو جانتا ہے۔وہ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق،اس کے عمل کی پوری پوری جزا دے گا۔

﴿وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(99)﴾

''اوردیہاتیوں میں سے کچھ وہ ہیں جواللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان رکھتے ہیں اور جوبھی وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربتوں اوررسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔سن لو!یقیناً وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(99)

سوال1:﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾''اوردیہاتیوں میں سے کچھ وہ ہیں جواللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان رکھتے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سارے دیہاتی قابل مذمت نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو کفر اور نفاق سے بچے ہوئے ہیں اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔(2)ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت بنی مقرن کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جن کے بارے میں یہ آیت ﴿وَّلَا عَلَى الَّذِیْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ﴾ الخ نازل ہوئی تھی۔نیز عبدالرحمٰن بن معقل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ہم بنی مقرن کے دس لوگ تھے،ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔(لباب النقول)

سوال2:﴿وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ﴾''اور جوبھی وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں''بدویوں میں سے کچھ لوگ خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی قربت کیسے حاصل کر لیتے ہیں اور اسے رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ کیسے بنا لیتے ہیں؟

جواب:(1)﴿وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ﴾''اور جوبھی وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربتوں کا ذریعہ سمجھتے ہیں'' بدویوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے صدقے پر ثواب کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کے قرب کے قصد سے صدقہ دیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1089/2)(2)جو لوگ انسانوں کے خوف کی بجائے اللہ تعالیٰ پر یقین اور آخرت کے دن اجر پانے کی امید سے خرچ کرتے ہیں وہ اس مال سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرتے ہیں۔(3)﴿وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ﴾''اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ'' جو لوگ دنیا کا نفع ونقصان سامنے رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی خوشی کی خاطر خرچ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دعائیں کرتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کر لیتے ہیں۔(4) وہ صدقہ کو اپنے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں اور برکت کا وسیلہ بناتے ہیں۔(5) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی قوم اپنی زکوٰۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ ﷺ ان کے لیے دعا فرماتے۔اے اللہ! آل فلاں کو خیر و برکت عطا فرما، میرے والد بھی اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! آل ابی اوفیٰ کو خیر و برکت عطا فرما۔(صحیح بخاری:1497)(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ اور آپ ان کے لیے دعا کریں۔(التوبہ:103)

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دعا کس چیز کی ضمانت ہے؟

جواب: رسول ﷺ کی طرف سے دعا بندے کے ایمان، رضائے الٰہی کی طلب اور خلوص کی گارنٹی ہے۔

سوال 4: ﴿أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۖ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ﴾ ''سن لو! یقیناً وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ﴾ ''سن لو! یقیناً وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے'' یعنی یہ صدقات اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں۔ صدقات سے ان کا مال بڑھتا ہے اور اس میں برکت نازل ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1089)(2) ﴿سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ﴾ ''عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا'' ان کے لیے جنت میں داخلے کی خوش خبری ہے۔(ایسر التفاسیر:578)(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ﴾ ان کا رب انہیں اپنی جانب سے رحمت اور رضامندی اور جنتوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔(التوبہ:21)

سوال 5: ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ خرچ بھی قبول کرتا ہے اور جو غلطیاں ہو جائیں انہیں معاف کرتا ہے۔(2) جو کوئی توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔وہ اپنی رحمت کو اپنے بندوں پر عام کرتا ہے، اس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔وہ اپنے مومن بندوں کو ایسی رحمت کے لئے مخصوص کرتا ہے جس کے تحت وہ ان کو نیکیوں کی توفیق عطا کرتا ہے اور انہیں اپنے احکام کی خلاف ورزی سے محفوظ رکھتا ہے اور انہیں مختلف انواع کے ثواب عطا کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1089,1090)

سوال 2: اس آیت سے کیا اسباق ملتے ہیں؟

جواب:(1) اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ بدوی لوگ شہروں میں رہنے والے لوگوں کی مانند ہیں ان میں قابل ستائش لوگ بھی ہیں اور قابل مذمت بھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے بدویوں کی محض اس بنا پر مذمت نہیں فرمائی کہ وہ صحراؤں میں رہنے والے ہیں، بلکہ ان کی مذمت اس سبب کی بنا پر کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کر دیا اور اوامر و منہیات کی عدم تعمیل کی ان سے زیادہ توقع ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(2) کفراورنفاق کم یازیادہ اورحسب احوال سخت یانرم ہوتا رہتا ہے۔(3) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ علم کوفضیلت حاصل ہے۔علم سے محروم شخص،اس شخص کی نسبت شر کے زیادہ قریب ہے جوعلم رکھتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اعراب کی مذمت کرتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ وہ کفراورنفاق میں بہت سخت ہیں اوراللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر بھی کیا ہے جواس درشتی کا موجب ہے۔ان سے زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ان حدود سے ناواقف ہوں جواللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پرنازل کی ہیں۔(4) علم نافع، جوسب سے زیادہ نفع مندعلم ہے، دین کے اصول وفروع کی حدودکی معرفت ہے جواللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پرنازل فرمائی ہیں، مثلاً حدود ایمان ،حدود اسلام،حدوداحسان،تقویٰ،فلاح،اطاعت،نیکی،صلہ رحمی،بھلائی،کفر، نفاق،فسق وفجور، نافرمانی، زنا،شراب نوشی اورسودخوری وغیرہ کی حدود۔ان حدودکی معرفت کے بعدہی عارف ان حدود پرعمل پیراہوسکتا ہے جن پرعمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یاحرام ہونے کی صورت میں ترک کرنے پرقادرہوسکتا ہے۔(5) بندہ مومن کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ شرح صدراوراطمینان قلب کے ساتھ ان حقوق کواداکرے جواس کے ذمے عائد کیے گئے ہیں اور ہمیشہ فائدہ حاصل کرنے میں کوشاں رہےاورنقصان سے بچتا رہے۔(تفسیر سعدی:2/1089,1090)

رکوع نمبر:2

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ(100) ﴾

''اورمہاجرین اورانصارمیں سب سے پہلے سبقت کرنے والےاورجن لوگوں نے حسن وخوبی سے ان کی اتباع کی ہے،اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیااوروہ اس سے راضی ہوگئے ہیں اوراللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں،وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں،یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''(100)

سوال1: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ﴾ ''اورمہاجرین اورانصارمیں سب سے پہلے سبقت کرنے والےاورجن لوگوں نے حسن وخوبی سے ان کی اتباع کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ ''اورسب سے پہلے سبقت کرنے والے'' سابقون اولین سے مرادغزوۂ بدرتک کے مسلمان ہیں۔(تیسیر القرآن:2/249)(2) اس سے مراداس امت کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان،ہجرت، جہاداوراقامت دین میں سبقت کی۔(تفسیر سعدی:2/1090)(3) ﴿ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ جن کوان کے گھروں اور مال متاع سے بے دخل کرکے نکال دیا گیا،وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اوراس کی رضا کی تلاش میں رہتے ہیں اوراللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔یہی درحقیقت سچے لوگ ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1090)(4) جولوگ اللہ تعالیٰ کی خاطراپنی زمین،اپنامال،اپنا گھربار،اپناسب کچھ چھوڑ کراللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے دارالاسلام میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آجائیں۔(5)﴿وَالْاَنْصَارِ﴾ابومنصور بغدادی کا قول ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ سب سے افضل خلفائے اربعہ ہیں۔پھر غزوہ بدر میں شریک ہونے والے، پھر احد میں شریک ہونے والے پھر مقام حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے جسے ''بیعت الرضوان'' کہا جاتا ہے۔اور ''جولوگ ان کے بعد آئے'' سے مراد تمام متاخرین صحابہ، تابعین اور وہ تمام لوگ ہیں جو قیامت تک اقوال وافعال میں سابقین اولین کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔(تیسیر الرحمٰن:588/1)اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مہاجرین سے پہلے، ہجرت کے گھر (یعنی مدینہ منورہ)اور ایمان میں جگہ پکڑی، جو کوئی ہجرت کرکے ان کے پاس جاتا ہے، یہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو عطا کیا گیا ہے وہ اس کے متعلق دل میں کوئی خلش نہیں پاتے اور مہاجرین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی کیوں نہ ہو۔(تفسیر سعدی:1090/2)(6)جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑنے والوں کے مددگار بن جائیں انہیں انصار کہتے ہیں۔(7)﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ جنہوں نے عقائد، اقوال اور اعمال میں ان مہاجرین وانصار کی پیروی کی، یہی وہ لوگ ہیں جو مذمت سے بچے ہوئے ہیں، جنہیں مدح کا بلند ترین درجہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامت کا افضل ترین مقام حاصل ہے۔(تفسیر سعدی:1090/2)

سوال 2: مدینہ میں کون سے طبقات تھے جو دعوت اسلامی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے؟

جواب: (1)سابقون الاولون مہاجرین۔(2)سابقون الاولون انصار۔(3)وہ لوگ جو خوبی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے تھے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے لئے مہاجر کیسے بنا جاسکتا ہے؟

جواب: مومن جب ایک اللہ تعالیٰ کے لئے یک سو ہو جاتا ہے تو دنیا کے سہارے چھوٹ جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے لئے یک سوئی انسان کو ہر چیز سے بے نیاز کر دیتی ہے اس کے لئے کچھ بھی چھوڑنا مشکل نہیں رہ جاتا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے لئے مددگار (انصار) کیسے بنا جاسکتا ہے؟

جواب: جب انسان کے پاس وسائل ہوں اور وہ اپنے وسائل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے لئے محروم ہونے والوں کی محرومی کو دور کر دے۔ان کے لئے معاشی اور معاشرتی سہارا بن جائے تو اللہ تعالیٰ کے لئے مددگار بن جاتا ہے۔

سوال 5: تعمیر اسلام اور اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں مہاجرین اور انصار میں سے سابقون الاولون نے کیا کردار ادا کیا تھا؟

جواب: سابقون الاولون مضبوط کردار کے لوگ تھے۔ان کی وجہ سے مدینہ کے معاشرے کی تعلیم وتربیت ہوئی۔ان کی وجہ سے اتحاد اور اتفاق پیدا ہوا۔ان کی وجہ سے انتشار پر قابو پالیا جاتا تھا۔سابقون کی وجہ سے نئے افراد ان کے نقش قدم پر چلنا شروع ہو گئے۔

سوال 6: ﴿رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے ہیں'' کسی مومن کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیسے ملتی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾اللہ تعالیٰ ان سب کے ایمان اور اعمال صالح کی وجہ سے ان سے راضی ہوگیا۔(ایسرالتفاسیر:577)(2)اللہ تعالیٰ کی رضا جنت کی نعمتوں سے بھی بڑی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا مندی سب سے بڑی ہے۔(التوبہ:72)(3)مومن کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی یا تو مہاجر بن کر ملتی ہے یا مہاجروں کے لئے مددگار بن کر یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر کے۔(4)سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائے گا:اے جنت والو!جنتی عرض کریں گے:اے ہمارے پروردگار!ہم حاضر ہیں اور نیک بختی اور بھلائی تیرے ہی قبضے میں ہے۔پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں ان نعمتوں سے بھی بڑھ کر اور نعمت عطا نہ کروں۔جنتی عرض کریں گے:اے پروردگار!ان نعمتوں سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:میں تم سے اپنی رضا اور خوشی کا اعلان کرتا ہوں اب اس کے بعد سے میں تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' (مسلم:6549)(5)﴿وَرَضُوْا عَنْهُ﴾اللہ تعالیٰ کے انعام وتکریم کو پا کر وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔(ایسرالتفاسیر:577)

سوال7:اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو محروم کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کو محرومی سے بچاتے ہیں،کیوں اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کچھ انسانوں کو اس لئے محروم کرتے ہیں تا کہ ان کے اندر رجوع الی اللہ کا جذبہ ابھرے۔(2)اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو محرومی سے اس لئے بچاتا ہے تا کہ وہ ان لوگوں کی مدد کریں جنہیں اللہ تعالیٰ محروم کر دیتا ہے۔

سوال8:اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے راضی ہوتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے مطمئن ہو جاتے ہیں،جو اس کے فیصلوں پر راضی ہوتے ہیں،جو اس کے فیصلوں کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں،جو آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں اور نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ کی رضا کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی طرف سے اجر اور ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی بڑا انعام ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔

سوال9:مومن اللہ تعالیٰ سے کیسے راضی ہوتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ مومن کو جن حالات میں رکھے اس کو وہ سب کچھ چھوڑ کر بھی دین اختیار کرنا پڑے تو وہ ثابت قدم رہے۔(2)جب مومن سے دین کا تقاضا یہ ہو کہ وہ اپنے مال اور اثاثے میں اپنے دینی ساتھیوں کو شریک کرے تو وہ اس پر راضی ہو جائے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہیں اور جنت کے باغوں میں جگہ پاتے ہیں۔

سوال10:﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾'' اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں،وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ﴾'' اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ایمان، ہجرت، جہاد اور اقامت دین میں سبقت لے جانے والوں کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جو جنت کے باغات کو سیراب کرتی ہیں۔(2)﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴾'' وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی وہ جنت سے کسی اور مقام پر نہ جانا چاہیں گے نہ اس کو بدلنا چاہیں گے کیونکہ جنت میں جو چاہیں گے پائیں گے۔

سوال 11: ﴿ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾'' یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) جہاں انہیں ان کے نفس کی ہر محبوب چیز، روح کی لذت، دلوں کی نعمت، اور بدن کی شہوت حاصل ہوگی اور بچنے کے قابل ہر چیز کو ان سے دور رکھا جائے گا۔(تفسیر سعدی:2/1091)(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور دوسری جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح ہے اور مومنوں کو خوش خبری دے دو۔ (الصّف:10-13)(3)﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴾ چنانچہ ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کردیئے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کردوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔(آل عمران:195)

﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَي النِّفَاقِ ۡ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (101) ﴾

''اور تمہارے گردوپیش دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے نفاق پر جم گئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہم ہی انہیں جانتے ہیں، عنقریب ہم انہیں دومرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کے لئے واپس لائے جائیں گے۔''(101)

سوال 1: ﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَي النِّفَاقِ ﴾'' اور تمہارے گردوپیش دیہاتیوں میں سے کچھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے نفاق پر جم گئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اورتمہارے گردوپیش دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں یعنی مدینہ اوراس کے اردگردمنافق موجود ہیں۔(2)منافق وہ شخص ہے جواپنے اسلام کا زبان سے دعویٰ کرے مگر جب ہجرت اورمحروم ہونے والوں کی مدد کرکے دین داری کا ثبوت دینا پڑے تواس کے لئے خودکو راضی نہ کرسکے۔(3)﴿مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ﴾ جونفاق پر جم گئے ہیں اوراس میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

سوال 2: مدینہ میں رہنے اور نبی ﷺ کی مجالس میں شرکت کرنے کے باوجود وہ نفاق پر کیسے جمے رہے؟

جواب: ابن زید کہتے ہیں کہ وہ لوگ جم گئے تھے یعنی اس پر قائم تھے۔وہ نفاق کو پہچان کراس پر قائم تھے انہوں نے دوسروں کی طرح توبہ نہ کی۔

سوال 2: ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ ''آپ ان کونہیں جانتے ہم ہی انہیں جانتے ہیں عنقریب ہم انہیں دومرتبہ عذاب دیں گے'' اللہ تعالیٰ نے منافقوں کونفاق سے بچانے کے لئے کیا تنبیہہ کی؟

جواب:(1)﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾ ''آپ ان کونہیں جانتے'' آپ ﷺ ان کے نفاق کونہیں جانتے کہ آپ ﷺ انہیں سزا دے سکیں۔(2)﴿نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ ''ہم ہی انہیں جانتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کے رازوں سے واقف نہیں کیونکہ وہ نفاق میں مہارت رکھتے ہیں۔وہ اپنے باطن میں کفر چھپانے کا شدت سے اہتمام کرتے ہیں اوراخلاص کا اظہار کرتے ہیں۔(تفسیر قاسمی:304/8)(3)منافق اللہ تعالیٰ سے بچ نہیں سکتے،ان کی مکاریاں اورشاطرانہ چالیں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کارگرنہیں ہوسکیں گے۔(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ یاان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو ہرگز باہرنہیں نکالے گا؟ اوراگرہم چاہیں توضرورآپ کو وہ سب دکھادیں پھران کے چہرے کی علامات سے آپ انہیں ضرور پہچان لیتے اورآپ انہی کے انداز کلام سے ضرور انہیں پہچان جائیں گے اوراللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو جانتا ہے۔(محمد:29,30)(5)﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ ''عنقریب ہم انہیں دومرتبہ عذاب دیں گے'' دنیا میں اہل ایمان کی فتح ونصرت سے ان کو جوغم وہموم اورسخت ناگواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وہ دنیا کا عذاب ہے اور آخرت میں ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے جو بہت ہی براٹھکانا ہے اور یہ احتمال بھی موجود ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم ان کو نہایت سخت عذاب دیں گے،ان کو دوگنا عذاب دیں گے اور بار بار عذاب دیں گے۔(تفسیر سعدی:1091/2)

سوال 3: ﴿ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ ''پھروہ بڑے عذاب کے لئے واپس لائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھروہ بڑے عذاب کے لئے واپس لائے جائیں گے'' یعنی جہنم کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ بڑا ہے۔(تفسیر سمرقندی:87/2)(2)پھرانہیں آگ کے سب سے نچلے درجے میں عذاب دیا جائے گا۔(غرائب القرآن:525/3)

﴿وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ(102)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور کچھ دوسرے بھی ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا ہے اور انہوں نے کچھ اچھے اور دوسرے کچھ برے عمل ملا دیے ہیں، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہو جائے یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(102)

سوال 1: یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟

جواب: یہ آیت غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں اپنے رویے پر سخت شرمندگی ہوئی کہ وہ سکون سے رہے اور رسول اللہ ﷺ نے جہاد کی تکالیف برداشت کیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھا کہ ہم اس وقت تک خود کو نہیں کھولیں گے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ نہ کھولیں اور ہمارا عذر قبول نہ کریں یہ ابولبابہ اور ان کے ساتھی تھے۔

سوال 2: ﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا﴾ ''اور کچھ دوسرے بھی ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا ہے اور انہوں نے کچھ اچھے اور دوسرے کچھ برے عمل ملا دیے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاٰخَرُوْنَ﴾ ''اور دوسرے لوگ'' یعنی مدینہ اور اس کے اردگرد کے نہیں، دوسرے لوگ۔(2) ﴿اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ﴾ ''جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا ہے'' وہ لوگ جنہیں اپنے گناہوں پر ندامت ہوئی پھر انہوں نے توبہ کی اور گناہوں سے پاک ہونے کی کوشش کرتے رہے۔(3) ﴿خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا﴾ ''اور انہوں نے کچھ اچھے اور دوسرے کچھ برے عمل ملا دیے ہیں'' انہوں نے حرام کاموں کا ارتکاب کیا یا واجبات میں کمی کی تو نیک اعمال کے ساتھ اپنی ان برائیوں کو ملا لیا۔(4) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: رات (خواب میں) میرے پاس دو فرشتے آئے اور مجھے اٹھا کر ایک شہر میں لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ وہاں ہمیں ایسے لوگ ملے جن کا آدھا بدن نہایت خوب صورت' اتنا کہ کسی دیکھنے والے نے ایسا حسن نہ دیکھا ہوگا اور بدن کا دوسرا آدھا حصہ نہایت بدصورت تھا' اتنا کسی نے بھی ایسی بدصورتی نہیں دیکھی ہوگی' دونوں فرشتوں نے ان لوگوں سے کہا جاؤ اور اس نہر میں غوطہ لگاؤ۔ وہ گئے اور نہر میں غوطہ لگا آئے۔ جب وہ ہمارے پاس آئے تو ان کی بدصورتی جاتی رہی اور اب وہ نہایت خوب صورت نظر آتے تھے پھر فرشتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ ''جنت عدن'' ہے اور آپ کا مکان یہیں ہے۔ جن لوگوں کو ابھی آپ ﷺ نے دیکھا کہ جسم کا آدھا حصہ خوب صورت تھا اور آدھا بدصورت' تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا میں اچھے اور برے سب کام کئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تھا۔(بخاری:4674)

سوال 3: کون لوگ اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیتے ہیں؟

جواب:(1) جن کی طبیعت میں بدی نہیں ہوتی۔ وہ عام طور پر نیک اعمال کرتے رہتے ہیں لیکن جب ان کے سامنے دین کا کوئی ایسا مطالبہ آتا ہے جس میں اپنے بنے بنائے طریقہ زندگی کو چھوڑ کر دین دار بننے کی ضرورت ہو تو وہ اپنا وقت، اپنی زندگی اور اپنا مال دین کے لیے اس طرح نہیں لگا سکتے جس طرح انہیں دینا چاہیے۔(2) دنیا میں مشغولیت اور قوت فیصلہ کی کمزوری دین کے راستے میں اپنا حصہ ڈالنے کے راستے میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکاوٹ بن جاتی ہے۔(3)ایسے لوگ یاددہانی کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے ہیں اور احساس ندامت کے ساتھ دین کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

سوال4: گناہ کرنے کے بعد انسان کس پوزیشن میں آجاتا ہے؟

جواب: انسان کے پاس گناہ کے بعد دو راستے ہوتے ہیں۔(1)یا تو گناہ کا اعتراف کر لے۔(2)یا ڈھٹائی کا مظاہرہ کرے۔

سوال5: اعتراف گناہ کس چیز کا پتہ دیتا ہے؟

جواب: (1)دل کی زندگی کا۔(2)ایمان کے احساس کا۔

سوال6: انسان گناہ کے بعد ڈھٹائی کا مظاہرہ کیسے کرتا ہے؟

جواب: انسان گناہ کر کے تاویلیں ڈھونڈنے لگ جاتا ہے اور برباد ہو جاتا ہے۔

سوال7: گناہ کا اعتراف کرنے والے کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: (1)گناہ کا اعتراف کرنے والا اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔(2)گناہ کا اعتراف کر کے انسان کے اندر تواضع پیدا ہوتی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔وہ اپنی اصلاح کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔یوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معافی کے قابل بن جاتا ہے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی اصل برائی کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل برائی گناہ نہیں، گناہ پر اصرار کرنا ہے۔

سوال9: گناہ پر ڈھٹائی کا طریقہ اختیار کرنے سے انسان کو کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب: (1)گناہ پر ڈھٹائی سے انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔(2)انسان اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے جھوٹی تاویلیں گھڑتا ہے۔(3)انسان ایک گناہ کو نبھانے کے لیے بہت سے گناہ کرتا ہے۔(4)وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔(5)وہ جھوٹا بن جاتا ہے، جھوٹ پر مطمئن ہو جاتا ہے اور منافق بن جاتا ہے۔

سوال10: ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہو جائے یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1)﴿عَسَى اللّٰهُ﴾ کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کام لازماً ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ امیدوں کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔(2)﴿اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہو جائے'' اللہ تعالیٰ بندے کو توبہ کی توفیق دیتا ہے پھر توبہ قبول کرتا ہے۔(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کی وجہ سے جہان قائم ہیں۔کوئی مخلوق اس کی مغفرت اور رحمت سے باہر نہیں۔(4)سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا' رات (خواب میں) میرے پاس دوفرشتے آئے اور مجھے اٹھا کر ایک شہر میں لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔وہاں ہمیں ایسے لوگ ملے جن کا آدھابدن نہایت خوبصورت' اتنا کہ کسی دیکھنے والے نے ایسا حسن نہ دیکھا ہوگا اور بدن کا دوسرا آدھاحصہ نہایت بدصورت تھا' اتنا کسی نے بھی ایسی بدصورتی نہیں دیکھی ہوگی' دونوں فرشتوں نے ان لوگوں سے کہا جاؤ اوراس نہر میں غوطہ لگاؤ۔وہ گئے اور نہر میں غوطہ لگا آئے۔جب وہ ہمارے پاس آئے تو ان کی بدصورتی جاتی رہی اوراب وہ نہایت خوبصورت نظر آتے تھے پھر فرشتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ ''جنت عدن'' ہے اور آپ کا مکان یہیں ہے۔جن لوگوں کو ابھی آپ نے دیکھا کہ جسم کا آدھا حصہ خوبصورت تھا اور آدھا بدصورت' تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا میں اچھے اور برے سب کام کئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا تھا۔(بخاری:4674)(5)اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم پر پکڑ لے تو زمین پر کوئی جان دار نہیں بچے گا لیکن اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں اور اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا ان دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا، یقیناً وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔(فاطر:41)(6)یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جس بندے کی نیکیاں اور گناہ ملے جلے ہوں، وہ اپنے گناہوں کا معترف اوران پر نادم ہواوراس نے خالص توبہ کی ہو، وہ خوف ورجاء کے مابین ہوتا ہے وہ سلامتی کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔اور وہ بندہ جس کی نیکیاں اور گناہ خلط ملط ہوں مگر وہ اپنے گناہوں کا معترف ہو نہ ان پر نادم ہو بلکہ وہ ان گناہوں کے ارتکاب پر مصر ہو، تو اس کے بارے میں سخت خوف ہے۔(تفسیر سعدی:1093/2)

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (103)﴾

''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے اوران کو پاک کریں گے اور آپ ان کے لیے دعا کریں، یقیناً آپ کی دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(103)

سوال1: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾ ''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں۔اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے اوران کو پاک کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ ''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں'' اس سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔(تفسیر سعدی: 1093/2)(2)آیت عام ہے اور رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے کہ آپ ﷺ ان کے مال کی زکوٰۃ لے کر انہیں پاک صاف فرمائیں اوران کے لیے دعائے خیر فرمائیں۔(3)﴿تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾ ''اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے اوران کو پاک کریں گے'' ﴿تُطَهِّرُهُمْ﴾ اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے'' آپ ﷺ انہیں گناہوں سے اور برے اخلاق سے پاک کریں۔رسول اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ﷺ کو تلقین کی گئی کہ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو۔ان کے دل کا بوجھ ہلکا کرو اور ان کا نفسیاتی سہارا بن جاؤ۔(4)﴿وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ ''اور اس کے ساتھ ان کو پاک کریں گے'' یعنی ان کے نیک اعمال، اچھے اخلاق اور ثواب میں اضافہ کریں۔(5) روحانی پاکیزگی کے لیے مالی صدقہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔(6) اس آیت میں دلیل ہے کہ انسان اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیے بغیر پاک نہیں ہو سکتا کیونکہ زکوٰۃ تطہیر اور پاکیزگی ہے۔

سوال 2: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ ''اور آپ ﷺ ان کے لیے دعا کریں۔یقیناً آپ کی دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور آپ ان کے لیے دعا کریں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان کے لیے دعا کریں۔(2) جب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس زکوٰۃ لے کر آتے تو آپ ﷺ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے۔(3) ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ابواوفیٰ رضی اللہ عنہ زکوٰۃ لائے آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ابواوفیٰ کے گھر والوں پر رحمت بھیج۔(مختصر ابن کثیر: 756/1) (4) نبی ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص صدقہ (فرض زکوٰۃ یا نفلی صدقہ) لے کر حاضر ہوتا تو اس کے لئے دعا فرماتے، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ کہ اے اللہ! فلاں کے گھر والوں پر اپنی رحمت نازل فرما۔(بخاری و مسلم) (5) ﴿إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ ''یقیناً آپ کی دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہے'' آپ کی دعائیں ایمان والوں کے لیے رحمت اور برکت ہیں۔آپ ﷺ کی دعائیں ایمان والوں کے لیے باعث اطمینان ہیں۔(6) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام یا اس کے نائب کا زکوٰۃ ادا کرنے والے کے لیے برکت کی دعا کرنا مستحب ہے اور مناسب یہ ہے کہ امام باآواز بلند دعا کرے، تاکہ اس سے زکوٰۃ ادا کرنے والے کو سکون قلب حاصل ہو۔(تفسیر سعدی: 1094,1093/2)

سوال 3: ﴿وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللَّهُ سَمِيعٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعاؤں کو سننے والا ہے۔(2) ﴿عَلِيمٌ﴾ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ ﷺ کی دعاؤں کا حق دار کون ہے۔

﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ(104)﴾

''کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(104)

سوال 1: ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ ''کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات قبول کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع رحمت کے بارے میں سوال کیا ہے کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو نہیں جانتے۔(2)﴿ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔یقیناً توبہ قبول کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔(3)رب العزت کا ارشاد ہے:﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے۔(الشوریٰ:25)(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت کی کہ ایک بندہ گناہ کر بیٹھا تو کہا کہ اے اللہ! میرا گناہ بخش دے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا، پھر اس نے جان لیا کہ اس کا ایک مالک ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے۔پھر اس نے گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے مالک میرا گناہ بخش دے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے ایک گناہ کیا اور اس نے جان لیا کہ اس کا ایک رب ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے۔پھر اس نے گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے پالنے والے! میرا گناہ بخش دے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اس نے یہ جان لیا کہ اس کا ایک اللہ ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے۔اے بندے! اب تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا۔(حدیث کے راوی) عبدالاعلیٰ نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ یہ ''اب جو چاہے عمل کر'' تیسری بار فرمایا یا چوتھی بار۔(بخاری: 7507)(5)﴿ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ ﴾ ''اور وہی صدقات قبول کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے صدقات قبول کرتا ہے اور ان کو دائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور ان کے صدقات کو اس طرح بڑھاتا رہتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ صدقہ میں دیا گیا کھجور کا ایک دانہ بڑے پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے اور اس صدقہ کا کیا حال ہوگا جو کھجور کے دانے سے بہت بڑا، تعداد میں بہت زیادہ ہو۔(تفسیر سعدی:2/1094)(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''(بخاری:1410)

سوال 2:﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ ﴾ ''اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے'' یعنی وہ توبہ کرنے والوں کی بہت کثرت سے توبہ قبول کرتا ہے۔جو کوئی بھی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے خواہ وہ بار بار گناہ کا ارتکاب کیوں نہ کرتا ہو۔اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے سے اس وقت تک تنگ نہیں آتا جب تک کہ بندے توبہ کرنے سے تنگ نہ آ جائیں اور اس کے دروازے سے بھاگ کر اس کے دشمن کو دوست نہ بنالیں۔(2)﴿ الرَّحِيْمُ ﴾ جس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حقیقی بندوں کے لیے لکھ دیا ہے جو زکوٰۃ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1094)(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔(طٰہٰ:82)(4) ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۫ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۫ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ وہ ایسے لوگ ہیں جب کوئی برائی کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں پھر وہ اپنے گناہوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟ اور اس پر جو انہوں نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔(آل عمران:135)

﴿ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(105) ﴾

''اور آپ کہہ دیں تم عمل کرو پھر عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور تمام اہل ایمان تمہارا عمل دیکھیں گے اور تم جلد ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، چنانچہ وہ تمہیں بتا دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔''(105)

سوال 1: ﴿وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تم عمل کرو پھر عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور تمام اہل ایمان تمہارا عمل دیکھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقُلِ﴾ ''اور آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ منافقوں سے کہہ دو۔(2) ﴿اعْمَلُوْا﴾ ''تم عمل کرو'' جو اعمال تم کرنا چاہتے ہو کر و لیکن یہ نہ سمجھنا کہ تم اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا سکو گے۔(3) ﴿فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور تمام اہل ایمان تمہارا عمل دیکھیں گے'' اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور مومن تمہارے اعمال دیکھیں گے یعنی تمہارے اعمال ظاہر ہو کر رہیں گے۔(4) اس آیت میں وعید اور ڈراوا ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں کے سامنے لامحالہ قیامت کے دن پیش ہوں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ﴾ اس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تم سے کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہ رہ جائے گی۔(الحاقۃ:18)(تفسیر منیر:6/32)(5) آخرت کے فیصلے صرف ظاہری عمل کی بنیاد پر نہیں ہوں گے۔ انسان کی نیت اور ارادے کے ساتھ اس کے اعمال دیکھے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اعمال دیکھتا ہے اسی لیے تو وہ آزمائش میں مبتلا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟(الملک:2)(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔(مسلم)(7) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے: ''بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر کسی کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے نیت کی۔ پھر جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہوئی کہ اسے حاصل کرے، یا عورت سے نکاح کے لیے، پھر اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔'' (بخاری:1)(8) ام المومنین ام عبداللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کی غرض سے نکلے گا جب وہ بیداء (کسی چٹیل میدان) میں پہنچے گا تو اس کے اول وآخر سب دھنسا دیئے جائیں گے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ان کے اول وآخر سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں بازاری لوگ ہوں گے (یعنی حکام کے علاوہ عام افراد یا اہل سواق مراد ہیں یعنی منڈی کے لوگ اور مطلب ہے کہ وہ جنگ جو نہیں ہوں گے) اور وہ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے اول وآخر سب دھنسا دیے جائیں گے پھر وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ (یعنی قیامت والے دن ان سے معاملہ ان کی نیتوں کے مطابق کیا جائے گا) (بخاری:2118)(9) ﴿وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ﴾ ''اور تم جلد ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ غیب وہ ہے جو وہ اپنے اعمال میں سے چھپاتے ہیں اور شھادہ وہ ہے جو اپنے اعمال میں سے وہ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ (البقرہ:77)(10) اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے وعید ہے جو اپنے باطل، سرکشی اور گمراہی پر مصر ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1095)(11) ﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ تمہیں بتادے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ تمہارے اچھے، برے سارے اعمال کو جانتا ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا: ہر شخص کے دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے عمل دن سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ میں ملائکہ پہنچا دیتے ہیں۔ (مسلم:1/99) اس عمل کے بارے میں وہ اپنے رسول اور مومنوں کو بھی بتادے گا خواہ اسے کتنا ہی چھپایا گیا ہو۔

﴿وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ(106)﴾

''اور کچھ دوسرے لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے لئے انتظار میں رکھے گئے ہیں، یا وہ انہیں عذاب دے گا یا وہ ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (106)

سوال 1: ﴿وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور کچھ دوسرے لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے لئے انتظار میں رکھے گئے ہیں یا وہ انہیں عذاب دے گا یا وہ ان کی توبہ قبول کرے گا'' کن لوگوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ٹھہرا ہوا تھا؟

جواب: (1) ﴿وَاٰخَرُوْنَ﴾ اور کچھ دوسرے لوگ سے مراد، غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے لوگ ہیں جنہوں نے اس آیت کے نازل ہونے تک اپنے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد تھا۔ انہیں اپنے انجام کا خود بھی پتہ نہ تھا لوگوں کو بھی ان کے انجام کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بارے میں کچھ پتہ نہ تھا۔(2)﴿ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ ﴾'' جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے لئے انتظار میں رکھے گئے ہیں''جن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وابستہ ہے۔(3)﴿ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ﴾'' یا وہ انہیں عذاب دے گا یا وہ ان کی توبہ قبول کرے گا''اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کرنے اور اپنے عمل پر نادم ہونے کی ترغیب دی ہے۔(تفسیر سعدی)(4)رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے،جس کو وہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔(الفتح:14)

سوال 2:﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ ﴿ عَلِيْمٌ ﴾ ہے۔اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا،اپنی ساری مخلوق کا علم رکھتا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔وہ تمام اشیاء کو ان کے لائق مقام پر رکھتا ہے،اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دے اور ان کو توبہ کی توفیق نہ دے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1095)

﴿ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ(107) ﴾

''اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مومنوں کے درمیان تفرقہ پھیلانے کے لیے اور اس شخص کے لیے گھات کی جگہ بنانے کے لیے جس نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور بلاشبہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں۔''(107)

سوال 1:﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ﴾'' اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مومنوں کے درمیان تفرقہ پھیلانے کے لیے اور اس شخص کے لیے گھات کی جگہ بنانے کے لیے جس نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا ﴾'' اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے نقصان پہنچانے کے لیے''منافقوں نے مسجد قبا کے قریب ایک مسجد بنائی جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اور ان کے درمیان پھوٹ ڈالنا تھا اور ضرورت پڑنے پر رسول اللہ ﷺ کے مخالفوں کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ مہیا کرنا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ راز فاش کر دیا۔(2)تبوک سے واپسی پر جب مدینہ کی مسافت ایک دن کی رہ گئی تو سیدنا جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر تشریف لائے۔(3)آپ ﷺ نے مدینہ آنے سے پہلے مسجد کو گرانے کا حکم دے دیا۔(4)رب العزت نے اس آیت میں واضح فرمایا کہ کچھ لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اہل ایمان اور اس مسجد(قبا)کو نقصان پہنچانے کے لیے جس میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مسلمان جمع ہوکر نماز پڑھتے ہیں۔(5)﴿كُفْرًا﴾''اور کفر کرنے کے لیے''اس مسجد کی تعمیر کا مقصد کفر تھا جب کہ مسجدیں ایمان اور تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کی جاتی ہیں۔(6)﴿وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور مومنوں کے درمیان تفرقہ پھیلانے کے لیے''اس مسجد کی تعمیر کا تیسرا مقصد اہل اسلام کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنا تھا تاکہ وہ آپس میں تفرقے اور اختلاف کا شکار ہو جائیں۔(7)﴿وَاِرْصَادًا﴾''اور گھات کی جگہ بنانے کے لیے''مسجد ضرار کی تعمیر کا چوتھا مقصد گھات تیار کرنا تھا۔(8)﴿لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ﴾''اس شخص کے لیے جس نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی''یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرنے والوں کی مدد کے لیے،جن کی جنگ پہلے سے جاری تھی اور دشمنی شدید تھی۔ان ہی میں ابو عامر راہب بھی تھا جس کی سازشیں اور دشمنی بڑی سخت تھی۔(9)ابو عامر راہب نے جاہلیت کے دور میں عیسائیت قبول کر لی تھی۔یہ اہل کتاب کے علوم سے واقف تھا۔اپنے قبیلے میں اس کی بڑی عزت تھی۔جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے آئے اور لوگ آپ ﷺ کے گرد اکھٹے ہو گئے اور بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کر دیا تو ابو عامر حسد کی آگ میں جلنے لگا۔تب اس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی دشمنی کا اظہار کرنا شروع کر دیا اور مدینہ سے بھاگ کر قریش کے پاس پناہ لی اور قریش کو رسول اللہ ﷺ سے جنگ پر آمادہ کرنے لگا۔چنانچہ انہوں نے احد کے دن عرب کے دوسرے قبائل کی مدد سے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ابو عامر نے دونوں لشکروں کے درمیان خفیہ خندقیں کھدائی تھیں جن میں سے ایک میں رسول اللہ ﷺ گر پڑے تھے۔ابو عامر نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ اس کے ساتھ مل جائیں۔جب انہوں نے اسے پہچان لیا تو کہا اے فاسق!اللہ تیرا بھلا نہ کرے تم اللہ تعالیٰ کے دشمن ہو۔اس پر اس نے کہا:افسوس!میرے بعد میری قوم اس بری طرح بدل گئی ہے۔ابو عامر کو رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی قرآن پڑھ کر سنایا تھا مگر اس نے انکار کر دیا نبی ﷺ نے اس کے مدینہ بھاگ جانے پر بددعا دی کہ یہ شخص پناہ گزیں کے طور پر غربت کی موت مرے اور اسے یہ بددعا لگ گئی۔جب لوگ احد کے صدمے سے فارغ ہوئے تو یہ ہرقل کے دربار میں جا پہنچا۔اس سے مدد طلب کی اس نے مدد دینے کا وعدہ کیا تو اس نے اپنی قوم کے منافقوں سے خط و کتابت شروع کر دی۔اس نے یقین دلایا کہ وہ جلد ہی بڑا لشکر لے کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف اٹھے گا اور یقیناً اس جنگ میں غالب رہے گا۔اس نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس کے لیے ایک مرکز بنالیں تاکہ میرے نمائندے اس مرکز میں رابطہ رکھیں پیغام لائیں اور لے جائیں اور جب وہ خود آئے تو یہ مرکز اس کے لیے پناہ گاہ ہو چنانچہ ان لوگوں نے مسجد قباء کے پاس ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔جب نبی ﷺ تبوک کے لیے نکلے تو لوگ یہ مسجد تیار کر چکے تھے ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ مسجد کا افتتاح کریں۔ان کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی امامت سے اس مسجد کے لیے ایک ثبوت لے لیں۔ان کی مسجد بنانے کی دلیل یہ تھی کہ ہم میں سے مریض اور کمزور لوگوں کے لیے خصوصاً سردیوں کی راتوں میں مسجد نبوی میں جانا مشکل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مسجد میں نماز پڑھنے سے بچالیا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اب میں سفر پر جارہا ہوں واپسی پر ان شاء اللہ نماز پڑھوں گا۔جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس آئے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سفرایک دوروز کا رہ گیا تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو اس مسجد کے بارے میں بتایا کہ اس مسجد کی بنیاد کس جذبے پر رکھی گئی ہے، اس کی بنیاد کفر اور مسلمانوں میں تفرقے کے مقصد پر رکھی گئی ہے اور اس مسجد کے خلاف سازش ہے جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بھیجا کہ میرے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اس مسجد کو ڈھا دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اس میں ہرگز نہ کھڑے ہوں۔ اس مسجد کو جلا دیا گیا اور اس کی جگہ کوڑا ڈالنے کی جگہ بن گئی۔

سوال 2: کیا آج بھی اسلام کے دشمن مسجد ضرار بناتے ہیں؟

جواب: آج بھی اسلام کے دشمن جدید وسائل اور طور طریقوں کے مطابق مسجد ضرار جیسی تنظیمیں بناتے رہتے ہیں۔ بظاہر کوئی فرد خالصتاً اسلام کے لیے کام کرتا ہوا نظر آتا ہے لیکن حقیقتاً یا تو وہ اسلام کی جڑیں کاٹنے کا کام کرتا ہے یا اسلام کی شکل بدلنے اور اسے لچک دار بنانے کا کام کرتا ہے۔ ان مساجد ضرار پر دین کی خدمت کا بورڈ لگایا جاتا ہے۔ یہ مختلف NGOS، جماعتوں، تحقیقاتی اداروں، کلبوں اور ایسی تنظیموں کی شکل میں ہوتی ہے جن سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کیے جاتے ہیں۔ دین کی خدمت کی آڑ میں، دین کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ کمزور ایمان کے لوگوں کو اپنا شکار بناتے ہیں جو آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اسلام کا خاتمہ کیا جا رہا ہے لیکن انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سوال 3: ﴿وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى﴾ ''اور بلاشبہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس مسجد کی تعمیر کے برے مقاصد جن کو چھپایا گیا تھا ان کو واضح کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا ﴿وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ﴾ اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ انہوں نے ارادہ نہیں کیا یعنی مسجد ضرار تعمیر کرنے کا۔ (2) ﴿اِلَّا الْحُسْنٰى﴾ مگر بھلائی کا یعنی نابینا، بزرگ اور کمزور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا ارادہ ہے۔

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف گواہی دی ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہو سکتا ہے! اور کس کی گواہی معتبر ہو سکتی ہے؟

﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ(108)﴾

''آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا، یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ بہت پاک رہیں، اور اللہ تعالیٰ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''(108)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾ ''آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾ ''آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا'' اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھیں جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی گئی ہے۔

سوال 2: ﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ﴾ ''یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں'' قبا میں اسی مسجد سے اسلام ظاہر ہوا، اس سے مراد مسجد قبا ہے جس کی بنیاد پہلے ہی دن تقویٰ، دین میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص، اس کے ذکر کی اقامت اور اس کے شعائر پر رکھی گئی ہے۔ یہ قدیم اور معروف مسجد تھی۔ (تفسیر سعدی: 1097/2) (2) ﴿مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ﴾ ''پہلے ہی دن سے'' یعنی اس دن سے جب آپ ﷺ دارالہجرت میں تشریف لائے اور وہ مسجد قبا ہے جیسا کہ بخاری کی روایت ہے۔ (تفسیر منیر: 42/6) (3) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے اس بات میں جھگڑا کیا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی پہلے دن سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی تھی۔ ایک نے کہا وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے نے کہا وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ یہی میری مسجد ہے۔'' (ترمذی: ابواب التفسیر) (4) ﴿أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ﴾ ''وہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں'' مسجد قبا اس بات کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ آپ ﷺ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کا ذکر کریں۔ (5) اسی حکم کی رو سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرے کے برابر ہے۔ (حدیث)

سوال 3: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾ ''اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ بہت پاک رہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) فِيهِ رِجَالٌ اس میں ایسے لوگ ہیں اور وہ بنو عمرو بن عوف تھے۔ (ایسر التفاسیر: 580) (2) ﴿يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾ ''جو پسند کرتے ہیں کہ وہ بہت پاک رہیں'' اہل قبا کی ثنا ہے کہ اس میں ایسے لوگ ہیں جو حسی اور معنوی نجاست سے پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے استنجا میں پتھر اور پانی کو جمع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ثنا بیان فرمائی۔ (ایسر التفاسیر: 581) (3) یعنی گناہوں سے، میل کچیل، نجاستوں اور ناپاکی سے پاک صاف رہنا پسند کرتے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ جو کوئی کسی چیز کو پسند کرتا ہے وہ اس کے حصول کی سعی اور جدوجہد کرتا ہے، اس لئے یہ لابدی ہے کہ اہل قبا گناہ، میل کچیل اور حدث سے پاک رہنے کے بہت حریص تھے۔ اس لئے وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی، جو نماز قائم کرنے والے، رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کی حفاظت کرنے والے، اقامت دین کی کوشش کرنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت سے بچنے والے تھے۔ جب اہل قبا کی مدح میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طہارت کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ وہ استنجا کرتے وقت پتھر کے بعد پانی استعمال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل پر ان کی تعریف فرمائی۔ (تفسیر سعدی: 2/1097,1098)

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ حسی طہارت یعنی نجاست سے پاکیزگی اور معنوی طہارت یعنی برے اخلاق اور شرک سے باز رہنے کو پسند کرتا ہے۔

﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ(109)﴾

''تو کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے خوف پر اور اس کی رضا پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا تھا چنانچہ وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (109)

سوال 1: ﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ﴾ ''تو کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے خوف پر اور اس کی رضا پر رکھی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تو کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے خوف پر اور اس کی رضا پر رکھی ہو'' اللہ رب العزت نے اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی دیگر مساجد میں نماز پڑھنے والوں پر فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جو اپنے عمل میں اخلاص یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقصد اور اتباع یعنی نبی ﷺ کی پیروی کو جمع کرتا ہے۔ (2) ﴿عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے خوف پر'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے اس کی عبادت کرنا۔ (3) ﴿وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی زیادہ بہتر ہے۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا﴾ اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں، اور امید میں بھی زیادہ اچھی ہیں۔ (الکھف: 46)

سوال 2: ﴿اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ ''یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا تھا چنانچہ وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا تھا۔ الشفا کہتے ہیں شفیر کو یعنی کنارہ اور الجرف زمین کو جو ندی نالوں کے بہاؤ سے کھد جاتی ہے۔ ہار ''گرنے والی'' اسی سے ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) (2) یعنی ایسے کنارے پر انہوں نے مسجد تعمیر کی جو منہدم ہونے والا ہے۔ (3) ﴿فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ ''چنانچہ وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا'' اگرچہ بظاہر تو وہ مسجد تعمیر کی جس کے عوض اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بناتے ہیں لیکن مسجد ضرار بنانے کے مقاصد ایسے ہیں جن کے ساتھ وہ جہنم میں جا گری۔ (4) اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آیت کریمہ میں مومن اور منافق کی نیت اور عمل میں جو بنیادی فرق ہے اسے بیان کیا گیا ہے۔مومن جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول جنت ہوتی ہے،اس کے برعکس منافق کی نیت میں کھوٹ ہوتا ہے،اس لیے اس کی مثال اس آدمی کی ہوتی ہے جو مٹی کے کسی ایسے تودے پر مکان تعمیر کرے،جس کے نیچے سے وادی کا پانی گزرتا ہے،جس پر کوئی عمارت تعمیر کر لی جائے تو وہ فوراً گر پڑے گی۔ ان منافقین کا مسجد بنانے کا عمل بھی ایسا ہی ہے جو انہیں جہنم میں ساتھ لے گرے گا۔(دعوۃ القرآن:2/631)

سوال3: اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے کی بنیاد پر جو شخص اپنی زندگی کی تعمیر کرتا ہے اس کی زندگی کیسی ہو جاتی ہے؟

جواب: (1) جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا کی بنیاد پر زندگی کی تعمیر کرتا ہے اس کی ساری سرگرمیاں اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا کے تحت چلتی ہیں۔(2) ایسا شخص ہر قول اور فعل کے بارے میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ سمجھتا ہے۔(3) وہ اللہ تعالیٰ کو کھلے اور چھپے سے باخبر سمجھتا ہے اور اپنی تنہائیوں کو بھی ہر غلط کام کے سائے تک سے پاک رکھنے کی کوشش کرتا ہے ایسا شخص مضبوط چٹان پر اپنی عمارت کو تعمیر کرتا ہے۔

سوال4: جو شخص ظلم کی بنیاد پر اپنی زندگی کی تعمیر کرتا ہے اس کی زندگی کیسی ہو جاتی ہے؟

جواب: (1) جو شخص ظلم کی بنیاد پر زندگی تعمیر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کھلے اور چھپے سے باخبر نہیں سمجھتا اور اس سے نہیں ڈرتا۔(2) وہ اللہ تعالیٰ کی جزا و سزا کا خیال اپنے ذہن میں رکھ کر کام نہیں کرتا۔(3) ایسا شخص بے قید زندگی گزارتا ہے۔(4) ایسا شخص کوئی پابندی قبول نہیں کرتا جو چاہتا ہے بولتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔(5) ایسے شخص کی زندگی کی ڈور شیطان کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔اس کی مثال اس عمارت کی طرح ہے جو ایسی کھائی کے کنارے اٹھائی گئی ہو جو گرنے والی ہو اچانک کسی دن اس کی عمارت رہنے والوں سمیت کفر میں گر جاتی ہے۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر ہدایت حرام کر دی ہے اس لیے انہوں نے دنیا اور آخرت کا خسارہ پایا ہے۔(ایسر التفاسیر:581)

﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (110)﴾

''ان کی عمارت جو انہوں نے بنائی ان کے دلوں میں ہمیشہ بے چینی کا باعث بنی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے۔''(110)

سوال1: ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''ان کی عمارت جو انہوں نے بنائی ان کے دلوں میں ہمیشہ بے چینی کا باعث بنی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''ان کی عمارت جو انہوں نے بنائی ان کے دلوں میں ہمیشہ بے چینی کا باعث بنی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ہی ٹکڑے ٹکڑے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوجائیں''یعنی ان کے نفوس میں شک اور اضطراب رہے گا۔(ایسرالتفاسیر:581)(2)ریب سے مراد نفاق ہے۔(تفسیر کبیر)(3)﴿اِلَّاۤ اَنۡ تَقَطَّعَ قُلُوۡبُهُمۡ﴾''مگر یہ کہ ان کے دل ہی ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں'' سوائے اس کے کہ انتہائی ندامت کی بناپران کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں،وہ اپنے رب کی طرف توبہ کے ساتھ رجوع کریں اوراللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈریں،تب اس بناپراللہ تعالیٰ ان کومعاف کردے گا۔ورنہ یہ مسجد جوانہوں نے بنائی ہےان کے شک وریب اورنفاق میں اضافہ کرتی چلی جائے گی۔(تفسیرسعدی:2/1098)

سوال2:ظلم کی بنیاد پراٹھائی جانے والی عمارت دلوں میں بےیقینی کی جڑ کیسے بنتی رہتی ہے؟

جواب:(1)ظلم کی عمارت کی بنیادکھوکھلی اور بےثبات کگر پرہوتی ہےاگرچہ یہ دین کے نام پرہوتی ہےمگراصل میں اپنی قیادت کے لیےدعوت حق کی مخالفت پرہوتی ہے یوں ان کی اپنی کوئی بنیادنہیں ہوتی سوائے مخالفت کےاوریہی کھوکھلی بنیاد ہے۔(2)جولوگ حق کی مخالفت کرتے ہیں وہ حق کےخلاف محاذ بناتے ہیں،تخریبی کاروائیاں کرتے ہیں یہ کاروائیاں مسلمانوں کوٹکڑوں اورگروہوں میں بانٹ دیتی ہیں۔وہ بےیقینی جوایک دل سے چلتی ہے پورے معاشرے میں پھیل جاتی ہےاوردلوں کوریزہ ریزہ کردیتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ گرتی ہوئی دیواروں کے معمار ہمیشہ اضطراب اوربےیقینی کا شکار رہتے ہیں۔

سوال3:﴿وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ﴾''اوراللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌ﴾اوراللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے یعنی ان کی نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔(2)وہ تمام اشیاء کے ظاہروباطن کاعلم رکھتا ہے۔(3)وہ ان باتوں کوبھی جانتا ہے جسےلوگ ظاہرکرتے ہیں یاچھپاتے ہیں۔(4)﴿حَكِيۡمٌ﴾وہ جوکام کرتا ہے یاکسی چیزکوتخلیق کرتا ہے یاحکم دیتا ہے یاروکتا ہےتواس میں حکمت ہوتی ہے یاحکمت اس کا تقاضا کرتی ہے۔

رکوع نمبر:3

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَ اَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَ يُقۡتَلُوۡنَ ۖ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰىةِ وَ الۡاِنۡجِيۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ(111)﴾

''یقیناًاللہ تعالیٰ نےمومنوں سےان کی جانیں اوران کےاموال خرید لیے ہیں کہ یقیناًاس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں،چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اورقتل کیے بھی جاتے ہیں،یہ تورات اورانجیل اورقرآن میں اللہ تعالیٰ کےذمے پکاوعدہ ہے،اورکون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کراپناوعدہ پوراکرنے والا ہے؟تواپنے اس سودے پرخوشیاں مناؤجوتم نے اللہ تعالیٰ سےسودا کیا ہےاوریہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''(111)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ نے خرید لیے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک عظیم بیع کی بشارت دی ہے اور ایک بڑے معاوضے کا وعدہ کیا ہے۔ (2) ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ ﴾ مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال یعنی مومنوں کی جانوں اور اموال کو اللہ تعالیٰ نے خرید لیا۔ ان کی جانوں اور اموال کی قیمت لگ گئی۔ مومن اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بک گئے۔ (3) ﴿ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے یعنی جنت کے عوض ان کی جانیں اور اموال اللہ تعالیٰ نے خرید لیے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جو چیزیں بندوں کو دے رکھی ہیں جن کا وہ مالک ہے، ان ہی کے عوض جنت عطا فرمائی ہے۔ (5) جنت ایسا مقام ہے جہاں ہر وہ چیز ہوگی جس کی انسان خواہش کریں گے، جہاں کسی کی جوانی کو بڑھاپا نہیں آئے گا، کسی کی خوشیوں کو غم نہیں ڈسیں گے، کسی کی زندگی کو موت نہیں آئے گی، ہمیشہ کی خوشیاں اور لازوال بادشاہت ہوگی۔

سوال 2: جب انسان اللہ تعالیٰ کے دین کو حوالگی اور سپردگی کے درجے میں اختیار کرتا ہے تو دین کے ساتھ اس کا کیسا تعلق وجود میں آتا ہے؟

جواب: (1) جب انسان اپنے آپ کو، اپنی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے تو اس کے لیے دین کا معاملہ کوئی علیحدہ معاملہ نہیں رہتا۔ دین اس کے لیے ذاتی معاملہ بن جاتا ہے۔ (2) ایسے انسان کے لیے دین دلچسپیوں اور اندیشوں کا مرکز بن جاتا ہے۔ (3) اس تعلق میں دین اگر مال کا مطالبہ کرے تو مال نچھاور کر دیتا ہے حتیٰ کہ اگر دین کا مطالبہ ہو کہ مال دار بے مال ہو جائے تو بھی دریغ نہیں۔ (4) دین اگر وقت اور صلاحیت کا مطالبہ کرے تو وقت اور صلاحیتیں وقف کر دیتا ہے۔ (5) دین اگر مطالبہ کرے کہ اپنا وجود مٹا دو تو خون کا آخری قطرہ بہا کر بھی دین کو زندہ رکھنے سے گریز نہیں کرتا۔

سوال 3: ﴿ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ سے سودا کرنے والے اس کی راہ میں کیوں لڑتے، مارتے اور مرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارتی معاہدے کی یہ خصوصیت ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنی جانیں اور اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ سے سودا کرنے والے اس لیے اس کی راہ میں لڑتے مارتے اور مرتے ہیں تاکہ اس کا دین غالب ہو۔ (3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔ (الصّف: 10,11) (4) ﴿ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں مشرکوں سے قتال کرتے ہیں وَ يُقْتَلُوْنَ ''اور قتل کیے بھی جاتے ہیں'' یعنی قتال کے معرکے میں جان دے دیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:582)(5)سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز ان سے کہا، کیا تم ادھر نہیں آتے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ چنانچہ یہ دونوں باقی مجاہدین سے ذرا الگ ہو گئے۔سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور کہنے لگے، اے میرے رب! جب دشمن سے معرکہ آرائی ہو تو میری رزم آرائی کسی ایسے شخص سے ہو جو لڑائی میں زبردست ماہر ہو اور غضب میں شدید ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر مجھے اس پر غلبہ عطا فرما دے کہ میں اسے قتل کر ڈالوں اور اس کی لڑائی کا سامان لے لوں۔سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہا۔اب سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا کی، اے میرے اللہ! میرا سامنا بھی کسی ایسے ہی دشمن سے ہو جو لڑائی میں سخت غصے والا اور جنگ لڑنے میں شدید ہو، میں اس سے محض تیری خاطر لڑائی کروں، وہ مجھے قتل کر دے، پھر میری ناک اور کان کاٹ ڈالے۔پس جب میں کل کو آپ سے ملاقات کروں تو آپ مجھ سے پوچھیں، (عبداللہ!) یہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹ ڈالے گئے؟ تو میں جواب دوں، اے اللہ! تیری خاطر اور تیرے رسول کی خاطر۔پھر تو مجھ سے کہے، (اے عبداللہ!) تو نے سچ کہا۔سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو یہ واقعہ سناتے ہوئے بتاتے ہیں، بیٹا! عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی، معرکے کے دن میں نے آخر پر یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ناک اور کان دھاگے میں پروئے ہوئے لٹک رہے تھے۔(مستدرک حاکم:2409)(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر ان لوگوں کا خیال نہ ہوتا جو (جنگ میں) مجھ سے پیچھے رہ جانے کو (سخت) ناپسند کرتے ہیں (مگر ان کے پاس سواریاں نہیں ہیں) اور میرے پاس بھی (اتنے وسائل) نہیں ہیں کہ میں انہیں سواریاں دے سکوں، تو میں کبھی (کسی جنگ میں شریک ہونے سے) پیچھے نہ رہتا۔میری تو یہ خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔'' (بخاری:7226)(7)سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان (کافروں) سے اس دین کی خاطر ضرور لڑوں گا، حتیٰ کہ میری گردن کٹ جائے اور اللہ تعالیٰ ضرور بضرور اپنے دین کو نافذ کرے گا۔'' (بخاری:2731)(8)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میدان بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے اور مشرک بھی آ گئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔'' جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔'' (آپ کی یہ بات سن کر) سیدنا عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ایسی جنت (کی طرف) جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' تو انہوں نے جواب میں کہا: ''بہت خوب! بہت خوب!'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''انہوں نے کہا:''اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ مجھے توقع ہے میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:''تم بھی اسی جنت والوں میں سے ہو۔''اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر بولے،''اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھالوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی'' چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں انہوں نے انہیں پھینک دیا، پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔(مسلم:4915)(9)ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوئے سنا، اس حال میں کہ وہ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے، وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔'' یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ اے ابوموسیٰ! کیا یہ بات تو نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے خود سنی ہے؟ جواب دیا: ہاں! تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا اور انہیں الوداعی سلام کہا، پھر اپنی تلوار کی نیام کو توڑ کر پھینک دیا اور تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور شہید ہو گیا۔(مسلم:4916)(10)سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ ہو سکے اس لیے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں پہلی لڑائی ہی سے غائب رہا جو آپ نے مشرکین کے خلاف لڑی لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے خلاف کسی لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں پھر جب احد کی لڑائی کا موقع آیا اور مسلمان بھاگ نکلے تو سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بے زار ہوں پھر وہ آگے (مشرکین کی طرف) بڑھے تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ان سے سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ! میں تو جنت میں جانا چاہتا ہوں اور نضر (ان کے باپ) کے رب کی قسم! میں جنت کی خوشبو احد پہاڑ کے قریب پاتا ہوں۔سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! جو انہوں نے کر دکھایا اس کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد جب انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو ہم نے پایا تو تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً اسی زخم ان کے جسم پر تھے، وہ شہید ہو چکے تھے۔مشرکوں نے ان کے اعضاء کاٹ دیے تھے اور کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکا تھا صرف ان کی بہن انگلیوں سے انہیں پہچان سکی تھیں۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سمجھتے ہیں (یا آپ نے نریٰ کے بجائے نظن کہا مطلب ایک ہی ہے) کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ''مومنوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا'' آخر آیت تک۔(بخاری:2805)(11)عمرو بن دینار نے سیدنا جابر بن انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے غزوۂ احد کے موقع پر پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں قتل کر دیا گیا تو میں کہاں جاؤں گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا:''جنت میں''۔انہوں نے کھجور پھینک دی جو ان کے ہاتھ میں تھی لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔(بخاری:4046)(12)سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے جو چاہیں شرط منوالیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ شرط قبول کراتا ہوں کہ جس طرح اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو میری بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حفاظت کرنا۔سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: جب ہم یونہی کریں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت!'' یہ سنتے ہی خوشی سے کہنے لگے: واللہ! اس سودے میں تو ہم بہت ہی نفع میں رہیں گے، بس اب پختہ بات ہے نہ ہم اسے توڑیں گے نہ تڑوانے کی بات کریں گے۔پس یہ آیت نازل ہوئی یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں نہ اس کی پرواہ ہوتی ہے کہ ہم مارے جائیں گے نہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر وار کرنے میں انہیں تامل ہوتا ہے، مرتے ہیں اور مارتے ہیں، ایسوں کے لئے یقیناً جنت ہے۔(تفسیر ابن کثیر:400/2)

سوال4: ﴿وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ﴾ ''یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ذمے پکا وعدہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ساری کتابیں اس سچے وعدے پر اتفاق رکھتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں بھیجیں افضل اور کامل ہیں۔

سوال5: ﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے؟'' اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔(2) رب العزت کا فرمان ہے: وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے؟(النساء:87)(3) ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے؟(النساء:122)(4) بندے کی جانب سے اپنا نفس اور مال سپرد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب عطا کرنا ہے۔(تفسیر منیر:58/6)

سوال6: ﴿فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسْتَبْشِرُوْا﴾ ''تو خوشیاں مناؤ'' یعنی تاکہ تم راضی اور خوش ہو جاؤ۔(2) ﴿بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ﴾ ''اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہے'' اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہے ایک دوسرے کو خوش خبریاں دو کہ تم اللہ تعالیٰ کے وعدے پر قائم ہو۔(3) بشارت سے مراد خوشی کا اظہار ہے جو چہرے سے ظاہر ہوتی ہے۔(فتح القدیر:510/2)(4) اس سودے میں خریدار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس کا معاوضہ سب سے عظیم نعمت جنت ہے۔اس کی قیمت انسان کی جان اور مال ہے جو انسان کے لیے سب سے زیادہ محبوب ہے اور جن کے ہاتھوں پر یہ معاہدہ ہوا وہ سب سے زیادہ عزت اور شرف والی ہستیاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جن کتابوں میں یہ معاہدہ تحریر کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم کتابیں ہیں۔اس معاہدے کی گواہی تورات، انجیل اور قرآن مجید میں ہے۔یہ تمام کتابیں اس سچے معاہدے پر متفق ہیں۔

سوال7: مومن اللہ تعالیٰ سے سودے پر کیسے خوشیاں منا سکتا ہے؟

جواب: (1) مومن اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بک جانے پر، دین کو اپنا ذاتی معاملہ بنا کر، مال لگا کر خوشیاں منا سکتا ہے۔(2) دین کے لئے وقت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لگا کر خوشیاں حاصل کرسکتا ہے۔(3) دین کے لئے صلاحیتیں لگا کر خوشیاں منا سکتا ہے۔(4) دین کی حفاظت کے لئے اپنی جان دے کر خوشیاں منا سکتا ہے۔

سوال 8: ﴿وَذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُالْعَظِيْمُ﴾ ''اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تھوڑی سی محنت سے ہمیشہ کی خوشیاں، دائمی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے بڑی کامیابی اور کوئی نہیں ہوسکتی۔

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (112)﴾

''وہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، بھلائی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور مومنوں کو خوش خبری دے دیں۔''(112)

سوال 1: ﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ﴾ ''وہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، بھلائی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ مومن جن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنت میں داخلے کی بشارت ہے اس آیت میں ان کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جن میں سے پہلی خصوصیت ہے:(1) ﴿اَلتَّآئِبُوْنَ﴾ توبہ کرنے والے جو ہر وقت اپنے اعمال کے لیے فکرمند رہتے ہیں، گناہوں پر نادم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں پر ہمیشہ توبہ کرنے والے ہیں۔سیدنا اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ (رجوع) کرو۔ میں بارگاہ الٰہی میں روزانہ سومرتبہ توبہ کرتا ہوں۔(مسلم:6859)(2) ﴿اَلْعٰبِدُوْنَ﴾ عبادت کرنے والے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اہتمام کرتے ہیں۔وہ واجبات بھی ادا کرتے ہیں اور مستحبات بھی۔جو اللہ تعالیٰ کے لیے محبت، تعظیم، دلی جھکاؤ اور خشوع کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:582) جو اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں۔(تفسیر منیر:6/57) جو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہیں اور اس کی حرص رکھتے ہیں۔(تفسیر قاسمی:8/334)(3) ﴿اَلْحٰمِدُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے یعنی ایسے لوگ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔(الدر المنثور:3/503) یعنی غم اور خوشی میں، تنگ دستی اور خوش حالی میں۔حسن کا قول ہے جو اسلام کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم:6/1889) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے سبحان اللہ وبحمدہٖ دن میں سو مرتبہ کہا اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔(بخاری:6405)(4) ﴿اَلسَّآئِحُوْنَ﴾ روزہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھنے والے۔سیاحت کی تفسیر روزوں سے کی گئی ہے، یا طلب علم کے لئے سفر کرنے سے کی گئی ہے اور سیاحت کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت اور اس کی طرف دائمی انابت میں قلب کی سیاحت سے کی گئی ہے مگر اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ سیاحت سے مراد اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے حج، عمرہ، جہاد، طلب علم اور اقارب سے ملنے کے لئے سفر کرنا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1102,1101) سیاحت سے مراد یہ نہیں ہے کہ آدمی دنیا سے کنارہ کش ہوکر عبادت کی نیت سے پہاڑوں، غاروں اور صحراؤں میں چلا جائے۔اس لیے کہ یہ رہبانیت ہے، جس کی اللہ تعالیٰ کے رسول نے ممانعت فرمائی ہے۔(تیسیر الرحمن:1/594) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سیر وسیاحت کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' (ابوداؤد:2846) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔'' یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں، یوں کہا کہ ''اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔'' محمد بن فلیح نے اپنے والد سے وفوقه عرش الرحمن ہی کی روایت کی ہے۔(بخاری:2790)(5) ﴿الرّٰكِعُوْنَ﴾ رکوع کرنے والے یعنی نمازوں میں۔(6) ﴿السّٰجِدُوْنَ﴾ سجدے کرنے والے یعنی کثرت سے نماز قائم کرنے والے جو رکوع اور سجدوں پر مشتمل ہے۔نوافل کی کثرت کرنے والے گویا کہ وہ ہمیشہ رکوع اور سجدوں میں رہتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:582) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتا ہے، اپنی بیوی کو بھی جگاتا ہے اور وہ بھی نفل ادا کرتی ہے، اگر وہ بے دار ہونے سے انکار کرتی ہے تو وہ اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے، نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو بھی بے دار کرتی ہے اور وہ بھی تہجد ادا کرتا ہے، اگر وہ انکار کرتا ہے تو وہ اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔'' (سنن نسائی:1611) سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے لیے وضو اور قضائے حاجت کے لیے پانی مہیا کیا کرتا تھا، ایک موقع پر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: مانگو۔میں نے کہا: میں آپ ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔فرمایا: ''اس کے علاوہ کچھ اور؟'' میں نے پھر عرض کی کہ بس یہی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنے معاملے میں کثرت سجود سے میری مدد کرو۔'' (مسلم:1094)(7) ﴿الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ بھلائی کا حکم دینے والے یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی توحید اور اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دینے والے۔(ایسر التفاسیر:583) معروف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں تمام واجبات اور مستحبات شامل ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1102)(8)﴿وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ برائی سے روکنے والے یعنی ان تمام کاموں سے روکنے والے جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہے۔شرک اور معاصی سے روکنے والے۔(ایسر التفاسیر:583)سعید بن جبیر کا قول ہے شرک سے روکنے والے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:6/1891)کفر اور بدعت اور معصیت سے روکنے والے۔(تفسیر منیر:6/59)(9)﴿وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو حدود نازل فرمائی ہیں،یعنی اوامر و نواہی اور احکام میں کیا چیز داخل ہے اور کیا چیز داخل نہیں ہے،ان کا علم حاصل کر کے ان حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور ترکاً اور فعلاً ان کا التزام کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1102)تمام اعمال میں حدود کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔(انوار البیان:2/651)

سوال 2:﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کو خوش خبری دے دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یہاں اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا کہ اہل ایمان کے لیے کس چیز کی خوش خبری ہے تاکہ دین و دنیا اور آخرت کے ثواب کو شامل ہو جو ایمان پر مترتب ہوتا ہے۔یہ خوش خبری ہر مومن کے لیے ہے۔رہی اس خوش خبری کی مقدار اور اس کا وصف تو اہل ایمان کے احوال،ان کے ایمان کی قوت،ضعف اور اس کے تقاضے پر عمل کے مطابق ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1102)(2)یہ خوش خبری جنت دار السلام کی ہے۔(ایسر التفاسیر:582)

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (113)﴾

''نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں خواہ وہ رشتہ دار ہوں اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا کہ یقیناً وہ دوزخ والے ہیں۔''(113)

سوال 1:﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى﴾ ''نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں خواہ وہ رشتہ دار ہوں'' اللہ تعالیٰ نے سودا کرنے والوں پر یہ شرط کیوں عائد کی ہے کہ ان کے لیے مغفرت کی دعا نہیں کریں گے جنہوں نے سودا نہیں کیا اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں؟

جواب:(1)﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے کبھی جائز نہیں'' یعنی نبی ﷺ اور اہل ایمان کے لائق نہیں ہے۔(2)﴿اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں'' جو لوگ شرک کی حالت میں وفات پا جائیں ان کے لیے بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں اس لیے کہ ان کے لیے دعائے مغفرت مفید نہیں۔(3)جب وہ شرک کی حالت میں وفات پا گئے تو ان کے لیے عذاب اور جہنم میں ہمیشہ رہنا واجب ہو گیا۔(4)﴿وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى﴾ ''خواہ وہ رشتہ دار ہوں'' سعید بن مسیّب نے اپنے والد مسیّب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بن حزن سے روایت کیا کہ جب ابو طالب کے انتقال کا وقت ہوا تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اس وقت وہاں ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: (آپ ایک بار زبان سے کلمہ) **لا الہ الا اللہ** کہہ دیجئے۔ میں اسی کو (آپ کی نجات کے لیے وسیلہ بنا کر) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرلوں گا۔ اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ کہنے لگے: ابو طالب! کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ آپ ﷺ نے کہا کہ اب میں آپ کے لئے برابر مغفرت کی دعا مانگتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے تو یہ آیت نازل ہوئی ''نبی اور ایمان والوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ اگرچہ وہ (مشرکین) رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب ان پر یہ ظاہر ہو چکے کہ وہ (یقیناً) اہل دوزخ سے ہیں۔'' (بخاری کتاب التفسیر: 4675) (5) کسی رشتہ دار کو قرابت کام آئے گی نہ شفاعت اور نہ بخشش کے لیے دعائے مغفرت۔ (6) اس میں تصریح ہے کہ بدون ایمان کے محض برکات کام نہیں آتے دیکھو نبی ﷺ کی قرابت سے بڑھ کر کون سی برکت ہوگی پھر بھی یہ حکم دیا گیا۔ (بیان القرآن: 144/4) (7) نبی ﷺ اور اہل ایمان پر واجب ہے کہ اپنے رب کی رضا اور ناراضی کے بارے میں اس کی موافقت کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے دوست بنایا ہے اس سے موالات رکھیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دشمن قرار دیا ہے اس سے عداوت رکھیں اور جس شخص کے بارے میں یہ واضح ہو چکا ہو کہ وہ جہنمی ہے اس کے لیے استغفار کرنا اس کے منافی اور متناقض ہے۔ (تفسیر سعدی: 1103/2)

سوال 2: ﴿مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ﴾ ''اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا کہ یقیناً وہ دوزخ والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: نبی اور مومنوں کی یہ شان نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں جب کہ یہ واضح ہو جائے کہ وہ دوزخ والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا۔ (النساء: 116)

﴿وَ مَا كَانَ اسۡتِغۡفَارُ اِبۡرٰهِيۡمَ لِاَبِيۡهِ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنۡهُ ؕ اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيۡمٌ (114)﴾

''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا چنانچہ جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا، بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا۔'' (114)

سوال 1: ﴿وَمَا كَانَ اسۡتِغۡفَارُ اِبۡرٰهِيۡمَ لِاَبِيۡهِ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ﴾ ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے بخشش کی دعا کرنا ایک وعدے کے مطابق تھا جو انہوں نے اپنے والد سے ان الفاظ میں کیا تھا۔ ﴿سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ﴾ ''میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔'' (مریم:47)

سوال 2: ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ﴾ ''چنانچہ جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے مغفرت کی دعا اس وقت کی تھی جب انہیں اپنے والد کے انجام کے بارے میں خبر نہیں تھی۔ (2) جب ان پر واضح ہو گیا کہ ان کے والد کو اللہ تعالیٰ کی دشمنی میں کفر پر موت آئی ہے تو انہوں نے اس سے اظہار بے زاری کیا اور اپنے رب کی موافقت کی۔ (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آذر سے قیامت کے دن جب ملیں گے تو ان کے والد کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہو گا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کیجیے؟ وہ کہیں گے کہ میں آج آپ کی مخالفت نہیں کرتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا، آج اس رسوائی سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہو گی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام قرار دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا ہوا وہاں پڑا ہو گا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری:3350)

سوال 3: ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ ''بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ ''بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل تھا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے، کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے، اپنے رب کی طرف پلٹنے والے اور استغفار کرنے والے تھے۔ (2) ﴿حَلِيْمٌ﴾ بڑے بردبار تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر انتہائی مہربان تھے۔ لوگوں کی جہالت انہیں آپے سے باہر نہیں کرتی تھی۔ وہ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرنے والے تھے۔

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ(115)﴾

''اور کبھی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ کر دے اس کے بعد کہ وہ انہیں ہدایت دے چکا ہو یہاں تک کہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کر دے جن سے وہ بچیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (115)

سوال 1: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾ ''اور کبھی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ کر دے اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بعد کہ وہ انہیں ہدایت دے چکا ہو یہاں تک کہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کر دے جن سے وہ بچیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ ﴾'' اور کبھی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ کر دے اس کے بعد کہ وہ انہیں ہدایت دے چکا ہو'' جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دیتا ہے یعنی نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق دیتا ہے اور انہیں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیتا ہے تو ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے ہوئے ان تمام امور کو واضح فرما دیتا ہے جن کے وہ ضرورت مند ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین کے بارے میں گمراہ اور جاہل نہیں رہنے دیتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کی دلیل ہے۔(2)﴿ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ﴾'' یہاں تک کہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کر دے جن سے وہ بچیں'' اللہ تعالیٰ اپنی شریعت کے ذریعے بندوں کی وہ ضروریات پوری کر دیتے ہیں جن کے وہ اپنے دین کی کلیات اور جزویات میں اصول وفروع میں محتاج ہوتے ہیں۔(3) یہاں تک کہ شریعت کی حرام کردہ چیزوں کو ان پر واضح نہ کر دے جن سے بچنا ان کے لیے واجب ہے۔(فتح القدیر)(4) جب اللہ تعالیٰ حق واضح فرما دیتا ہے لیکن لوگ عمل پیرا نہیں ہوتے اور جن چیزوں سے بچنا واجب ہے ان سے نہیں بچتے تو انہیں گمراہی کا مستحق قرار دیتا ہے۔

سوال 2:﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔ اس نے ان تمام معاملات کی تعلیم دی ہے جنہیں لوگ نہیں جانتے اور ہر چیز کی حقیقت واضح کر دی ہے جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ(116) ﴾

'' یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''(116)

سوال 1:﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ﴾'' یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا خالق اور مالک ہے، وہ ہر چیز میں تصرف کرتا ہے، جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔(ایسر التفاسیر:584)(2)﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ ﴾'' یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بادشاہت ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر موجود چیز کا مالک ہے اور اس کے امور کا متولی ہے۔ وہ کامل غلبہ رکھتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں تمام معاملات کی تدبیر ہے۔(تفسیر منیر:65/6)(3)﴿ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ﴾'' وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے'' جس کے لیے چاہتا ہے جلدی کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے مؤخر کر دیتا ہے، ان کی اجل پر قدرت رکھنے کی وجہ سے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:1898/6)(4) ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول ﷺ اپنے اصحاب کے مجمع میں بیٹھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمانے لگے: کیا جو میں سنتا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے کانوں میں تو کوئی آواز نہیں آئی! آپ ﷺ نے فرمایا: میں آسمانوں کا چرچرانا سن رہا ہوں اور حقیقت میں ان کا چرچرانا ٹھیک ہی ہے۔ ان میں ایک بالشت بھی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں اور قیام میں نہ ہو۔ کعب احبار فرماتے ہیں: ساری زمین میں سوئی کے ناکے کے برابر کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو یہاں کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف نہ پہنچاتا ہو! (ابن کثیر: 2/405) (5) ﴿ يُحْيٖ ﴾ وہ ایمان کے ذریعے زندگی دیتا ہے اور کفر کے ذریعے موت دیتا ہے، وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور زندوں کو موت سے ہم کنار کرتا ہے اپنی کامل قدرت اور اپنی عظیم سلطنت کی وجہ سے۔ (ایسر التفاسیر: 584) ﴿ 6 ﴾ یعنی وہ زمین و آسمان کا مالک ہے وہ زندگی اور موت اور مختلف انواع کی تدابیر کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے جب اس کی تدبیر کونی وقدری میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تو تدبیر دینی میں، جو اس کی الوہیت سے متعلق ہے، کیوں کر خلل واقع ہوسکتا ہے، وہ اپنے بندوں کو کیوں کر بے کار اور مہمل یا جاہل اور گمراہ چھوڑ سکتا ہے، حالانکہ وہ اپنے بندوں کا سب سے بڑا سرپرست ہے؟ (تفسیر سعدی: 2/1104,1105)

سوال 2: ﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یعنی بندے اس کے علاوہ کسی کو اپنا سرپرست نہ بنائیں کہ ان کی سرپرستی کریں اور نہ مددگار کہ ان کی مدد کریں۔ (فتح القدیر: 2/516,517) (2) ﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی نہیں جو تمہیں ہر طرح کی منفعت پہنچائے اور تمہاری سرپرستی کرے۔ ﴿ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ ''اور نہ کوئی مددگار'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نصیر مددگار نہیں جو نقصان دور کر کے مدد فرمائے۔

﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (117) ﴾

''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی پر بھی اور مہاجرین و انصار پر بھی مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی جو تنگی کے وقت میں نبی کے ساتھ رہے، اس کے بعد بھی کہ قریب تھا ان میں سے ایک گروہ کے دل ہی ٹیڑھے ہو جائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی، یقیناً وہ ان پر بہت ہی شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (117)

سوال 1: ﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی پر بھی اور مہاجرین و انصار پر بھی مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے اپنے لطف و کرم سے اور خصوصی احسان سے نبی ﷺ پر مہربانی فرمائی اور مہاجرین اور انصار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر کہ ان کی تمام لغزشیں معاف فرمادیں اور انہیں بلند درجات عطا فرمائے کیونکہ انہوں نے مشقت اٹھائی اور مشکل امور کو سرانجام دیا۔

سوال 2: ﴿الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ ''جو تنگی کے وقت میں نبی کے ساتھ رہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یعنی وہ غزوہ تبوک میں دشمن کے ساتھ جنگ کے لیے آپ کے ساتھ نکلے، سخت گرمی کا موسم تھا، سامان سفر اور سواریوں وغیرہ کی قلت اور دشمن کی افرادی تعداد زیادہ تھی۔ یہ ایسے حالات تھے جو لوگوں کے پیچھے رہنے کا باعث بنتے ہیں۔ پس اس سورت میں وہ اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار ہوئے اور اس پر قائم رہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1106) (2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ سختی کی وہ گھڑی کیا تھی جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ ایک منزل پر اترے تو ہمیں سخت پیاس لگی۔ پیاس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہماری گردنیں بھی کٹ کر گر پڑیں گی۔ اگر کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے بھی جاتا تھا تو واپس آنے میں پیاس کی شدت کی وجہ سے یہ سمجھ لیتا تھا کہ میری گردن کٹ کر گر جانے والی ہے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے بعض اشخاص نے یہاں تک کیا کہ اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیا اور ترائی حاصل کرنے کے لیے اسے اپنے پیٹ میں رکھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دعا کرنے کا عمل عطا فرمایا ہے، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے مبارک ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ ابھی آپ ﷺ نے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ بارش ہونی شروع ہوگئی اور خوب بارش ہوئی۔ جس سے حاضرین نے اپنے سارے برتن بھر لیے۔ پھر ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ بارش کہاں تک ہے تو معلوم ہوا کہ وہ لشکر کے حدود سے آگے نہیں بڑھی۔ (ہیثمی، مجمع الزوائد: 6/194) (3) غزوہ تبوک کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نکلنے کو اللہ تعالیٰ نے تنگی کی گھڑی میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلنا قرار دیا جس میں پکی ہوئی فصلوں کو چھوڑ کر تبوک کا سفر اختیار کرنا، سخت گرمی میں طویل سفر طے کر کے دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا مقابلہ کرنا، سامان کی کمی کی وجہ سے ایک ایک اونٹ پر کئی لوگوں کا باری باری سوار ہونا، کھانے کا اتنا کم ہونا کہ بعض اوقات ایک کھجور حصے میں آتی تھی۔

سوال 2: ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ﴾ ''اس کے بعد بھی کہ قریب تھا ان میں سے ایک گروہ کے دل ہی ٹیڑھے ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اس کے بعد بھی کہ قریب تھا ان میں سے ایک گروہ کے دل ہی ٹیڑھے ہو جائیں'' یعنی اس تنگی کی گھڑی میں ان کے دل آرام اور راحت کی جانب مائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدمی عطا فرمائی، ان کو قوت سے نوازا، ان کی مدد فرمائی۔ (2) زیغ قلب دل پھر جانے سے مراد ہے دل کا سیدھے راستے سے ہٹ جانا یعنی قریب تھا کہ ان کے دل نبی ﷺ کی اتباع سے پیچھے رہ جانے کی طرف پھر جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدمی عطا فرمائی۔

سوال 3: ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی یقیناً وہ ان پر بہت ہی شفقت کرنے والا،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ﴾''پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی''یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔(2)﴿اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾''یقیناً وہ ان پر بہت ہی شفقت کرنے والا،نہایت رحم والا ہے''یہ اللہ تعالیٰ کی شفقت اور رحمت ہے کہ اس نے انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔

﴿وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ(118)﴾

''اوران تینوں پر بھی اس نے توجہ فرمائی جو پیچھے رکھے گئے یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود اس کے کہ وسیع تھی اوران پران کی جانیں تنگ ہوگئیں اورانہوں نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ سے خود اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں،پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی تاکہ وہ توبہ کریں،یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(118)

سوال 1:﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا﴾''اوران تینوں پر بھی اس نے توجہ فرمائی جو پیچھے رکھے گئے یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود اس کے کہ وسیع تھی اوران پران کی جانیں تنگ ہوگئیں اورانہوں نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ سے خود اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں،پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی تاکہ وہ توبہ کریں''ان کی توبہ کیسے قبول ہوئی؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ان تین لوگوں کی توبہ قبول فرمالی جوغزوہ تبوک میں مسلمانوں کے ساتھ نہیں جاسکے تھے۔یہ کعب بن مالک،مرارہ بن ربیع اوراور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تھے۔(2)عبدالرحمٰن بن کعب سے روایت ہے جب سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہوگئے تو ان کے لڑکوں میں وہی کعب کو راستے میں پکڑ کر چلاتے تھے،انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کعب رضی اللہ عنہ سے ان کے غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہو سکنے کا واقعہ سنا۔انہوں نے بتایا کہ غزوہ تبوک کے سوااور کسی غزوہ میں ایسا نہیں ہوا تھا کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہوا ہوں البتہ غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا۔لیکن جولوگ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے،ان کے متعلق رسول ﷺ نے کسی قسم کی خفگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا کیوں کہ آپ ﷺ اس موقع پر صرف قریش کے قافلے کی تلاش میں نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی پہلی تیاری کے بغیر آپ ﷺ کی دشمنوں سے ٹکر ہوگئی اور میں لیلہ عقبہ میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔یہ وہی رات ہے جس میں ہم نے اسلام کے لیے عہد کیا تھا اور مجھے یہ غزوہ بدر سے بھی زیادہ عزیز ہے اگر چہ بدر کا لوگوں کی زبانوں پر چرچا زیادہ ہے۔میرا واقعہ یہ ہے کہ میں کبھی اپنی زندگی میں اتنا قوی اور اتنا صاحب مال نہیں ہوا تھا جتنا اس موقع پر تھا۔جب کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ تبوک کے غزوے میں شریک نہیں ہوسکا تھا۔خدا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی قسم! اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس دو اونٹ جمع نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اس موقع پر میرے پاس دو اونٹ موجود تھے۔ رسول ﷺ جب کبھی کسی غزوے میں تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ اس کے لیے ذو معنی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے لیکن اس غزوے کا جب موقع آیا تو گرمی بڑی سخت تھی۔ سفر بھی بہت لمبا تھا۔ بیابانی راستہ اور دشمن کی فوج کی کثرت تعداد! تمام مشکلات سامنے تھیں۔ اس لیے رسول ﷺ نے مسلمانوں سے اس غزوے کے متعلق بہت تفصیل کے ساتھ بتا دیا تھا تا کہ اس کے متعلق پوری طرح سے تیاری کر لیں۔ آپ ﷺ نے اس سمت کی بھی نشان دہی کر دی جہاں سے آپ کا جانے کا ارادہ تھا۔ مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ بہت تھے۔ اتنے کہ کسی رجسٹر میں سب مسلمانوں کا نام لکھنا بہت مشکل تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کوئی بھی شخص اگر اس غزوے میں شریک نہ ہونا چاہتا تو وہ یہ خیال کر سکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ سوائے اس کے کہ اس کے متعلق وحی نازل ہو۔ رسول ﷺ جب اس غزوے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو پھل پکنے کا زمانہ تھا اور سایہ میں بیٹھ کر لوگ آرام کر رہے تھے۔ رسول ﷺ بھی تیاریوں میں مصروف تھے اور آپ کے ساتھ مسلمان بھی! لیکن روزانہ سوچا کرتا تھا کہ کل سے میں بھی تیاری کروں گا اور اس طرح ہر روز اسے ٹالتا رہا۔ مجھے اس کا یقین تھا کہ میں تیاری کر لوں گا، مجھے آسانیاں میسر ہیں۔ یوں ہی وقت گزرتا رہا اور آخر لوگوں نے اپنی تیاریاں مکمل بھی کر لیں اور رسول ﷺ مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ بھی ہو گئے۔ اس وقت تک میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ اس وقت بھی میں نے اپنے دل کو یہی کہہ کر سمجھا لیا تھا کہ کل یا پرسوں تک تیاری کر لوں گا اور پھر لشکر سے جا ملوں گا۔ کوچ کے بعد دوسرے دن میں نے تیاری کے لیے سوچا لیکن اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی۔ یوں ہی وقت گزر گیا اور اسلامی لشکر بہت آگے بڑھ گیا۔ غزوے میں شرکت میرے لیے بہت دور کی بات ہو گئی اور میں یہی ارادہ کرتا رہا کہ یہاں سے چل کر انہیں پا لوں گا۔ کاش! میں نے ایسا کر لیا ہوتا۔ لیکن یہ میرے نصیب میں نہیں تھا۔ رسول ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر نکلتا تو مجھے بڑا رنج ہوتا کیوں کہ یا تو وہ لوگ نظر آتے جن کے چہروں سے نفاق ٹپکتا تھا یا پھر وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور اور ضعیف قرار دے دیا تھا۔ رسول ﷺ نے میرے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا لیکن جب آپ تبوک پہنچ گئے تو وہیں ایک مجلس میں آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کعب نے کیا کیا؟ بنو سلمہ کے ایک صاحب نے کہا کہ یا رسول ﷺ اس کے غرور نے اسے آنے نہیں دیا۔ (وہ حسن و جمال اور لباس میں اترا کر رہ گیا) اس پر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے بری بات کہی۔ یا رسول ﷺ خدا کی قسم! ہمیں ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں! رسول ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں تو اب مجھ پر فکر سوار ہوئی اور میرا ذہن کوئی ایسا جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا جس سے میں کل رسول ﷺ کی خفگی سے بچ سکوں۔ اپنے گھر کے ہر عقل مند آدمی سے اس کے متعلق میں نے مشورہ لیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ مدینہ سے بالکل قریب آ چکے ہیں تو غلط خیالات میرے ذہن سے نکل گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ اس معاملہ میں جھوٹ بول کر میں اپنے آپ کو کسی طرح محفوظ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے پختہ بات کہنے کا ارادہ کر لیا۔ صبح کے وقت رسول ﷺ تشریف لائے جب آپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کسی سفر سے تشریف لاتے تو یہ آپ کی عادت تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے جب آپ اس عمل سے فارغ ہو چکے تو آپ کی خدمت میں لوگ آنے لگے۔ جو غزوے میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور قسم کھا کھا کر اپنے عذر بیان کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسی کے قریب تھی۔ رسول ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول فرما لیا، ان سے عہد لیا، ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اس کے بعد میں حاضر ہوا میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ مسکرائے آپ کی مسکراہٹ میں خفگی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آؤ۔ میں چند قدم چل کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا؟ تم غزوہ میں شریک کیوں نہیں ہوئے؟ کیا تم نے کوئی سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا: میرے پاس سواری موجود تھی۔ خدا کی قسم! اگر میں آپ کے سوا کسی دنیا دار شخص کے سامنے بیٹھا ہوا ہوتا تو کوئی نہ کوئی عذر گڑھ کر اس کی خفگی سے بچ سکتا تھا۔ مجھے خوب صورتی کے ساتھ گفتگو کا سلیقہ معلوم ہے لیکن خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں آپ ﷺ کے سامنے جھوٹا عذر بیان کر کے آپ ﷺ کو راضی کر لوں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اس کی بجائے اگر میں آپ ﷺ سے سچی بات بیان کر دوں تو یقیناً آپ ﷺ کو میری طرف سے خفگی ہو گی لیکن اللہ تعالیٰ سے مجھے معافی کی پوری امید ہے۔ نہیں اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ خدا کی قسم! اس وقت سے پہلے کبھی میں اتنا فارغ البال نہیں تھا اور پھر بھی میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکا۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے سچی بات فرما دی۔ اچھا اب جاؤ! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خود کوئی فیصلہ کر دے۔ میں اٹھ گیا اور میرے پیچھے بنو سلمہ کے کچھ لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ خدا کی قسم! ہمیں تمہارے متعلق یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہے؟ اور تم نے بڑی کوتاہی کی ۔ رسول ﷺ کے سامنے کوئی عذر نہیں بیان کیا جیسا دوسرے نہ شریک ہونے والوں نے بیان کر دیا تھا۔ تمہارے گناہ کے لیے رسول ﷺ کا استغفار ہی کافی ہو جاتا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں نے مجھے اس پر اتنی ملامت کی کہ مجھے خیال آیا کہ واپس جا کر رسول ﷺ سے کوئی جھوٹا عذر کر آؤں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا میرے علاوہ کسی اور نے بھی مجھ جیسا عذر بیان کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں! دو حضرات نے اسی طرح معذرت کی جس طرح تم نے کی ہے اور انہیں جواب بھی وہی ملا ہے جو تمہیں ملا ہے۔ میں نے پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مرارا بن ربیع امری اور ہلال بن امیہ واقفی۔ ان دو ایسے صحابہ کا نام انہوں نے لے دیا تھا جو صالح تھے اور بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ ان کا طرز عمل میرے لیے نمونہ بن گیا۔ چنانچہ جب انہوں نے ان بزرگوں کا نام لیا تو میں اپنے گھر چلا آیا اور رسول ﷺ نے لوگوں کو ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی۔ بہت سے لوگ جو غزوے میں شریک نہیں ہوئے تھے ان میں سے صرف ہم تین تھے۔ لوگ ہم سے الگ رہنے لگے اور سب لوگ بدل گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہم سے ساری دنیا بدل گئی ہے۔ ہمارا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ پچاس دن تک ہم اس طرح رہے۔ میرے دو ساتھیوں نے تو اپنے گھروں سے نکلنا ہی چھوڑ دیا بس روتے رہتے تھے لیکن میرے اندر ہمت تھی کہ میں باہر نکلتا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا لیکن مجھ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بولتا کوئی نہ تھا۔ میں رسول ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کو سلام کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھتے میں اس کی جستجو میں لگا رہتا تھا کہ دیکھوں سلام کے جواب میں رسول ﷺ کے مبارک ہونٹ ہلے یا نہیں؟ پھر آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور آپ کو کن انکھیوں سے دیکھتا رہتا۔ جب میں اپنی نماز میں مشغول ہو جاتا تو رسول ﷺ میری طرف دیکھتے لیکن جوں ہی میں آپ کی طرف دیکھتا آپ اپنا رخ پھیر لیتے۔ آخر جب اس طرح لوگوں کی بے رخی بڑھتی ہی گئی تو میں ایک دن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور میرا ان سے بہت گہرا تعلق تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا لیکن خدا کی قسم انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا ابوقتادہ! تمہیں اللہ کی قسم! کیا تم نہیں جانتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کتنی محبت ہے؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے دوبارہ ان سے یہی سوال کیا خدا کی قسم دے کر لیکن اب بھی وہ خاموش تھے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر ان سے یہی سوال کیا اس مرتبہ انہوں نے صرف یہی کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ اس پر میرے آنسو پھوٹ پڑے۔ میں واپس چلا آیا اور دیوار پر چڑھ کر نیچے باہر اتر آیا۔ انہوں نے بیان کیا: ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ شام کا ایک کاشت کار جو غلہ بیچنے مدینہ آیا تھا پوچھ رہا تھا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہاں رہتے ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو وہ میرے پاس آیا اور ملک غسان کا ایک خط مجھے دیا۔ اس خط میں یہ تحریر تھا۔ اما بعد! مجھے معلوم ہوا کہ تمہارے صاحب یعنی (رسول ﷺ) تمہارے ساتھ زیادتی کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کوئی ذلیل نہیں پیدا کیا کہ تمہارا حق ضائع کیا جائے۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ بہتر سلوک کریں گے۔ جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا: یہ ایک امتحان آ گیا ہے! میں نے اس خط کو تنور میں جلا دیا۔ ان پچاس دنوں میں سے جب چالیس دن گزر گئے تو رسول اللہ ﷺ کے ایلچی میرے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی کے قریب نہ جاؤ۔ میں نے پوچھا: میں اسے طلاق دے دوں! یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں صرف ان سے جدا رہو۔ ان کے قریب نہ جاؤ۔ میرے دونوں ساتھیوں کو جنہوں نے میری طرح معذرت کی تھی، انہیں بھی یہی حکم آپ ﷺ نے بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: اب اپنے میکے چلی جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملے کا کوئی فیصلہ نہ کر دے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ جن کا مقاطعہ ہوا تھا، کی بیوی رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول ﷺ ہلال بن امیہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں۔ ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے، کیا میں ان کی خدمت کر دیا کروں تو آپ نا پسند فرمائیں گے؟ رسول ﷺ نے فرمایا: صرف وہ تم سے صحبت نہ کرے! انہوں نے عرض کی: خدا کی قسم وہ تو حرکت بھی نہیں کر سکتے! جب سے یہ خفگی ان پر ہوئی ہے وہ دن ہے اور آج کا دن ہے ان کے آنسو تھمنے میں نہیں آتے۔ میرے گھر کے بعض لوگوں نے کہا: جس طرح ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرتے رہنے کی اجازت رسول ﷺ نے دے دی ہے، آپ بھی اس طرح کی اجازت رسول ﷺ سے لے لیجئے۔ میں نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں اس کی اجازت نہیں لوں گا، میں جوان ہوں پتہ نہیں جب میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رسول ﷺ سے اجازت لینے جاؤں تو رسول ﷺ کیا فرمائیں؟اس طرح دس دن اور گزر گئے ۔جب سے رسول ﷺ نے ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمائی تھے اس کے پچاس دن پورے ہو گئے ۔ پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، میرا دم گھٹا جارہا تھا اور زمین تمام وسعتوں کے باوجود میرے لیے تنگ ہوتی جارہی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی ۔جبل سلع پر چڑھ کر کوئی بلند آواز سے کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو۔انہوں نے بیان کیا: یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب فراخی ہو جائے گی ۔فجر کی نماز کے بعد رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان کر دیا۔لوگ میرے یہاں بشارت دینے کے لیے آنے لگے اور میرے دو ساتھیوں کو بھی جا کر بشارت دی۔ایک صاحب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنا گھوڑا دوڑائے آرہے تھے۔ادھر قبیلہ اسلم کے ایک صحابی نے پہاڑی پر چڑھ کر آواز دی۔ آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔جن صحابی نے سلع پہاڑی پر سے آواز دی تھی، جب وہ میرے پاس بشارت دینے آئے تو اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں میں نے انہیں دے دیے۔خدا کی قسم! اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا دینے کے لائق اور میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر میں نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جوق در جوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے تھے اور مجھے توبہ کی قبولیت پر بشارت دیتے جاتے تھے۔ کہتے تھے: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت مبارک ہو۔کعب نے کہا : آخر میں مسجد میں داخل ہوا۔ رسول ﷺ تشریف رکھتے تھے۔ چاروں طرف صحابہ کا مجمع تھا۔سیدنا طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔خدا کی قسم! وہاں موجود مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا۔طلحہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب میں نے رسول ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس مبارک دن کے لیے تمہیں بشارت ہو جو تمہاری عمر کا سب سے مبارک دن ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول! یہ بشارت آپ ﷺ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے! فرمایا: نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔رسول ﷺ جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک روشن ہو جاتا ایسا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو آپ ﷺ کی مسرت ہم چہرہ مبارک سے سمجھ جاتے تھے۔ پھر جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو عرض کیا: یا رسول ﷺ ! اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں میں اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو! یہ زیادہ بہتر ہے۔میں نے عرض کیا: پھر خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول ﷺ ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی۔اب میں اپنی توبہ کی خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا اور کوئی بات زبان پہ نہ لاؤں گا۔ پھر خدا کی قسم! جب سے میں نے رسول ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو جتنی نوازشات اس کی مجھ پر سچ بولنے کی وجہ سے ہیں۔جب سے میں نے رسول ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا پھر آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ہمارے بارے میں آیت نازل کی تھی۔ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی۔اس کے ارشاد ﴿كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ تک'' خدا کی قسم !اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کی ہدایت کے بعد میری نظر میں رسول ﷺ کے سامنے اس سچ بولنے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا مجھ پر اور کوئی انعام نہیں ہوا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاک نہیں کیا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہو گئے تھے۔نزول وحی کے زمانے میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنی شدید وعید فرمائی جتنی شدید کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی ہوگی۔فرمایا ہے:﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ﴾ارشاد ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ تک۔سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا چنانچہ ہم تین اور لوگوں کے معاملے میں جدا رہے۔جنہوں نے رسول ﷺ کے سامنے قسم کھالی تھی اور آپ ﷺ نے ان کی بات مان بھی لی تھی۔ان سے بیعت بھی لی تھی اور ان کے لیے مغفرت بھی طلب فرمائی تھی۔ہمارا معاملہ رسول ﷺ نے چھوڑ دیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا تھا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ یہی مراد ہے کہ ہمارا مقدمہ ملتوی رکھا گیا اور ہم ڈھیل میں ڈال دیے گئے۔یہ مراد نہیں ہے کہ جہاد سے پیچھے رہ گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پیچھے رہے جنہوں نے قسمیں کھا کر اپنے عذر بیان کئے اور رسول ﷺ نے ان کے عذر قبول کر لیے۔(صحیح بخاری:4418)

سوال 2: جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان کا معاشرتی بائیکاٹ کیوں کیا گیا؟

جواب: اگرچہ یہ لوگ تبوک کے لئے نہ نکلنے کو اپنی غلطی سمجھتے تھے مگر ان کے اندر توبہ کا شدید احساس پہلے مرحلے میں نہیں ابھرا تھا اس لئے ان کا معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا۔

سوال 3: کس احساس کی وجہ سے پیچھے رہنے والوں کو سکون نصیب نہیں ہوتا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دوری کے احساس نے پیچھے رہنے والوں کو اتنا پریشان کر دیا کہ نہ ان کے دل کے اندر سکون رہا نہ باہر انہیں کوئی سکون کی جگہ نظر آتی تھی۔

سوال 4: توبہ کرنے والے پچاس دن میں توبہ کے مطلوبہ معیار تک کیسے پہنچ گئے؟

جواب: (1) توبہ کرنے والوں نے گھر اور کاروبار میں مشغولیت اختیار نہیں کی۔(2) توبہ کرنے والوں نے بے وفائی کا راستہ اختیار نہیں کیا۔(3) توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دوری کے احساس نے پریشان کر دیا۔(4) توبہ کرنے والوں کے لئے سکون کی کوئی جگہ نہ رہی نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا دل پگھل گیا اور وہ توبہ کے مطلوبہ معیار کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔(5) سیدنا عبداللہ بن کعب نے خبر دی کہ (ان کے والد) سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جب نابینا ہو گئے تو ان کے بیٹوں میں یہی ان کو راستے میں ساتھ لے کر چلتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے اس واقعہ کے سلسلے میں سنا جس کے بارے میں آیت ''﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾'' نازل ہوئی تھی۔آپ نے آخر میں (نبی ﷺ سے) عرض کیا تھا کہ اپنی توبہ کے قبول ہونے کی خوشی میں اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے رسول کے راستے میں خیرات کرتا ہوں لیکن نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اپنا کچھ تھوڑا مال اپنے پاس ہی رہنے دو یہ تمہارے حق میں بھی بہتر ہے۔(بخاری:4676)

سوال 5: ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ کو کثرت سے قبول فرماتا ہے۔(2) ﴿الرَّحِيمُ﴾ یعنی وہ اپنے بندوں کے طلب کرنے پر کثرت سے رحمت کرنے والا ہے۔(فتح القدیر:2/518) اللہ تعالیٰ عظیم رحمت والے ہیں جو اپنے بندوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں جس سے ان کے تمام امور انجام پاتے ہیں۔

سوال 6: ان آیات کریمہ سے ہمیں کیا راہ نمائی ملتی ہے؟

جواب:(1)(i) ان آیات کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنا جلیل ترین مقصد اور بلند ترین منزل ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے توبہ کو اپنے خاص بندوں کا مقام ومنزل قرار دیا ہے۔جب بندے ایسے اعمال کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور جن سے وہ راضی ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی منزل سے نوازتا ہے۔(ii) اللہ تبارک وتعالیٰ کا لطف وکرم ان پر سایہ کناں رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو ہلا دینے والے مصائب کے وقت ان کے ایمان میں ثابت قدمی اور استقامت عطا کرتا ہے۔(iii) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ نفس پر شاق گزرنے والی عبادت ایسی فضیلت کی حامل ہوتی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں ہوتی۔عبادت میں مشقت جتنی زیادہ ہوگی اجر اتنا ہی بڑا ہوگا۔(iv) بندے کی اپنے گناہ پر ندامت اور تاسف کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔جو کوئی گناہ کی پروا نہیں کرتا اور گناہ کے ارتکاب پر کوئی حرج محسوس نہیں کرتا، تو اس کی توبہ عیب دار اور کھوکھلی ہے اگرچہ وہ اس زعم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے۔(v) جب قلب مخلوق سے کٹ کر کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہو جائے، تو یہ بھلائی اور شدت (تنگی) کے زوال کی علامت ہے۔(vi) ان تینوں اصحاب پر یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم تھا کہ اس نے ان کو کسی ایسے وصف سے موصوف نہیں کیا جو ان کے لیے عار کا باعث ہو، چنانچہ فرمایا: **خلفوا** اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل ایمان ان کو پیچھے چھوڑ گئے تھے یا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو ان لوگوں سے پیچھے چھوڑ دیا گیا، جن کو ان کی معذرت کے قبول یا رد کے سلسلے میں علیحدہ کر دیا گیا تھا اور یہ کہ ان کا پیچھے رہ جانا بھلائی سے روگردانی کی بنا پر نہ تھا، اسی لئے (**تخلفوا**) کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔(تفسیر سعدی:2/1107)(2) سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کے واقعہ سے بہت سے فوائد مستنبط ہوتے ہیں۔(i) مومن بندوں پر لازم ہے کہ ہمیشہ سچ بولیں۔منافقین نے غزوہ تبوک کے موقع پر جھوٹے عذر پیش کر کے دنیا میں اپنی جانیں چھڑا لیں لیکن آخرت کا عذاب اپنے سر لے لیا۔(ii) امیر المومنین اگر مناسب جانے تو بعض افراد کے بارے میں مقاطعہ کا فیصلہ کر سکتا ہے۔(iii) بعض مرتبہ ابتلاء پر ابتلاء ہو جاتا ہے۔سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی میں اور مقاطعہ کی مصیبت میں مبتلا تو تھے اوپر سے شاہ غسان کا یہ خط ملا کہ تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری قدر دانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں گے۔(iv) سیدنا کعب رضی اللہ عنہ مقاطعہ کے باوجود مسجد میں حاضر ہوتے رہے نمازیں پڑھتے رہے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام بھی پیش کرتے رہے۔(v) جب اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کا حکم آجائے تو اس کے مقابلہ میں کسی عزیز قریب کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ جو سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے اورانہیں سب سے زیادہ محبوب تھے جب انہیں سلام کیا تو جواب نہیں دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی طرف سے سلام اور کلام کی ممانعت تھی۔(vi) جب آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں تینوں حضرات کی توبہ قبول فرمانے کا ذکر تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کو جلد سے جلد بشارت دینے کی کوشش کی۔اس سے معلوم ہوا کہ دینی معاملات میں کسی کو کوئی کامیابی حاصل ہوجائے جس کا اسے علم نہ ہو تو اسے بشارت دینی چاہئے اوراس میں جلدی کرنی چاہئے۔(vii) پھر جب سیدنا کعب رضی اللہ عنہ توبہ کا اعلان سننے کے بعد اپنے گھر سے نکلے تو صحابہ حضرات نے جوق درجوق ان سے ملاقاتیں کیں اور برابر انہیں مبارکبادیاں دیتے رہے یہ مبارک بادی توبہ قبول ہونے پر تھی۔معلوم ہوا کہ دینی امور میں اگر کسی کو کامیابی ہو جائے تو اسے مبارک بادی دینا چاہئے۔(viii) جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سیدنا کعب رضی اللہ عنہ پہنچے تو سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر ان سے مصافحہ کیا اور مبارک بادی دی اس سے معلوم ہوا کہ زبانی مبارک باد کے ساتھ عملی طور پر بھی مبارک باد دینا مستحب ہے۔(ix) آئندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا اور جو کچھ گناہ کیا ہو اس پر سچے دل سے نادم ہونے سے توبہ قبول ہوجاتی ہے (اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تلافی کرنا بھی لازم ہوتا ہے) لیکن توبہ کو اقرب الی القبول بنانے کے لیے مزید کوئی عمل کرنا مستحب ہے۔سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے توبہ قبول ہوجانے کے بعد جو یہ عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بطور صدقہ اپنا پورا مال خرچ کرنے کی نیت کی ہے یہ نیت اگر پہلے سے تھی تو صلوٰۃ التوبہ کی طرح ایک عمل ہے اور اگر بعد میں نیت کی تھی تو بطور ادائے شکر تھی۔(x) سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری توبہ کا یہ بھی جزو ہے کہ میں اپنا پورا مال بطور صدقہ خرچ کردوں اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب خرچ نہ کرو کچھ مال روک لو۔اس پر انہوں نے کہا تو میں اپنا خیبر والا حصہ روک لیتا ہوں۔اس سے معلوم ہوا کہ پورا مال صدقہ کرکے پریشانی میں نہ پڑا جائے۔البتہ اگر کسی نے پورا مال صدقہ کرنے کی نیت مان لی (جو زبان سے ہوتی ہے) تو اس کو پورا مال صدقہ کرنا واجب ہے لیکن اس سے بھی یوں کہا جائے گا کہ اپنے اور اپنے بال بچوں کے لیے بقدر ضرورت کچھ روک لے اور آئندہ جب مال تیری ملکیت میں آجائے تو جو مال روک لیا تھا اسی جنس کا مال صدقہ کردینا تاکہ نذر پر پوری طرح عمل ہوجائے۔سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں چونکہ نذر نہیں تھی محض نیت تھی اس لیے جتنا مال روک لیا تھا اس کے برابر میں صدقہ کرنے کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔(xi) جو شخص جس قدر کسی گناہ سے بچنے کا اہتمام کرنے کا عہد کرلیتا ہے اسے عموماً ایسے مواقع پیش آتے رہتے ہیں جن میں اس گناہ کے کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور یہ ایک بڑا امتحان ہوتا ہے۔سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے چونکہ ہمیشہ سچ بولنے کا عہد کرلیا تھا اس لیے اس بارے میں ان کا بار بار امتحان ہوتا رہتا تھا۔(انوار البیان: 660,661/2) (3) امام احمد بن حنبل کی نسبت منقول ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت انہیں اس قدر نہیں رلاتی تھی جس قدر یہ آیت اور سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت۔اس سے معلوم ہوا کہ:(i) خدمت حق میں تساہل ایک مومن کے لیے کیسا سخت جرم ہے۔(ii) مسلمانوں کی اطاعت وامتثال کا کیا حال تھا کہ جونہی انقطاع علائق کا حکم ہوا،تمام شہر نے بہ یک دفعہ رخ پھرلیا۔چوری چھپے بھی کسی نے اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا حال خود سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کی زبان سے سن چکے ہو جب انہوں نے کہا،تم تو اس سے بے خبر نہیں ہو سکتے کہ سچا مسلمان ہوں؟ تو سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے صرف یہی کہا کہ اللہ ورسولہ اعلم۔(ترجمان القرآن:118/2)

رکوع نمبر4

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ(119) ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''(119)

سوال1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے انہیں ایمان کے تقاضے تقویٰ کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت کرنا اور اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کر کے تقویٰ اختیار کرنا۔

سوال2: ﴿ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تقویٰ کا لازمی تقاضا پورا کرنے کا حکم دیا ہے کہ ہمیشہ سچ بولو،اپنے اوپر سچ لازم کرلو،سچے بن جاؤ گے اور تباہیوں سے بچ جاؤ گے۔اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانیاں دور کر دے گا اور تمہیں الجھنوں سے نکال دے گا۔(مختصر ابن کثیر:770/1)(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بے شک سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور جھوٹ نافرمانی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی یقیناً جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔(بخاری:6094)(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تیرے اندر چار خصلتیں ہوں تو ساری دنیا بھی اگر تجھ سے جاتی رہے تو کوئی ڈر نہیں۔امانت کی حفاظت،بات کی سچائی،اخلاق کی خوبی،لقمہ کی پاکیزگی۔(مشکوٰۃ:445)(4) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ!میری ایک سوتن ہے اگر میں جھوٹ موٹ(اسے جلانے کے لیے) یوں کہہ دوں کہ شوہر نے مجھے یہ یہ کچھ دیا ہے اور حقیقت میں نہ دیا ہو تو کیا اس میں کچھ گناہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جس شخص نے جھوٹ یہ ظاہر کیا کہ مجھے یہ چیز دی گئی ہے حالانکہ اسے نہیں دی گئی اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے جھوٹ کے دو کپڑے پہن لیے(یعنی سر سے پاؤں تک وہ جھوٹا ہی جھوٹا ہے۔)(مشکوٰۃ:281)(5) اصلاح بین الناس یا بعض دیگر موقعوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے، وہ مستثنیٰ ہے۔(6) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جانوں کی طرف سے مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: جب بولو تو سچ بولو۔ وعدوں کو پورا کرو۔ جو امانتیں تمہارے پاس رکھی جائیں انہیں ادا کرو۔ اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت کرو۔ اپنی نظروں کو نیچا رکھو۔ اپنے ہاتھوں کو (ظلم اور زیادتی سے) بچائے رکھو۔ (مشکوٰۃ المصابیح:415) (7) سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میری والدہ نے کہا میں تجھے دے رہی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے کھجور دینے کا ارداہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو اسے کچھ بھی نہ دیتی تو تیرے اعمال نامہ میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ (مشکوٰۃ:416) (8) سیدنا عبداللہ بن کعب بن مالک سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر چلتے تھے (جب وہ نابینا ہو گئے تھے) عبداللہ بن کعب نے بیان کیا کہ میں نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ غزوہ تبوک میں اپنی غیر حاضری کا قصہ بیان کر رہے تھے' کہا کہ خدا کی قسم سچ بولنے کا جتنا عمدہ پھل اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا کسی کو نہ دیا ہوگا۔ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں نے اس بارے میں سچی بات کہی تھی' اس وقت سے آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی تھی کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی پر اور مہاجرین و انصار پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی۔'' آخر آیت ﴿ مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ تک۔ (بخاری:4678) (9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ ہو سکے اس لیے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں پہلی لڑائی ہی سے غائب رہا جو آپ نے مشرکین کے خلاف لڑی لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے خلاف کسی لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں پھر جب احد کی لڑائی کا موقع آیا اور مسلمان بھاگ نکلے تو انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بے زار ہوں۔ پھر وہ آگے (مشرکین کی طرف) بڑھے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ ان سے سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ! میں تو جنت میں جانا چاہتا ہوں اور نضر (ان کے باپ) کے رب کی قسم! میں جنت کی خوشبو احد پہاڑ کے قریب پاتا ہوں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! جو انہوں نے کر دکھایا اس کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد جب انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو ہم نے پایا تو تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً اسی زخم ان کے جسم پر تھے' وہ شہید ہو چکے تھے۔ مشرکوں نے ان کے اعضاء کاٹ دیے تھے اور کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکا تھا۔ صرف ان کی بہن انگلیوں سے انہیں پہچان سکی تھیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سمجھتے ہیں (یا آپ نے نریٰ کے بجائے نظن کہا) مطلب ایک ہی ہے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ ''مومنوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا'' آخر آیت تک۔ (بخاری:2805) (10) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: نیت میں سچ، عمل میں سچ، رات اور دن سچ اور کھلے چھپے سچ بولو۔ (ابن ابی حاتم:1907/6)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(11)یعنی ان لوگوں کے ساتھ رہو جو اپنے اقوال، افعال اور احوال میں سچے ہیں۔جن کے اقوال سچے ہیں، جن کے اعمال واحوال صدق پر مبنی ہیں، جو کسل مندی اور فتور سے خالی اور برے مقاصد سے محفوظ ہیں، جو اخلاص اور نیک نیتی پر مشتمل ہیں۔صدق نیکی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی۔(المائدہ:119)(تفسیر سعدی:2/1107,1108)

﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ(120)﴾

''اہل مدینہ اور اردگرد کے دیہاتیوں کو زیبا نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول سے پیچھے رہتے اور نہ یہ کہ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز رکھتے یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ کوئی پیاس اور نہ کوئی تھکاوٹ اور نہ کوئی بھوک انہیں پہنچتی ہے اور نہ وہ کوئی قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہ وہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں مگر اس کے بدلے میں ان کے لئے ایک عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''(120)

سوال 1:﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾''اہل مدینہ اور اردگرد کے دیہاتیوں کو زیبا نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول سے پیچھے رہتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ﴾''اہل مدینہ کو زیبا نہ تھا'' مدینہ کے رہنے والے مہاجرین اور انصار۔(2)﴿وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ﴾''اور اردگرد کے دیہاتیوں کو'' مدینہ کے اردگرد رہنے والے بدو جیسے مزینہ، جہینہ، غفار، اشجع اور اسلم وغیرہ۔(3)﴿اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾''کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول سے پیچھے رہتے'' جو لوگ جنگ میں شامل نہیں ہوئے۔رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہے، ان کو یہ بات زیب نہیں دیتی، نہ ان کے حالات کے مناسب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہتے۔ان پر نبی ﷺ کی اتباع اور جہاد واجب ہے۔

سوال 2:﴿وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾''اور نہ یہ کہ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾''اور نہ یہ کہ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز رکھتے''یعنی ان کے لائق نہیں تھا کہ وہ اپنے نفوس کی راحت اور آرام کو رسول اللہ ﷺ کی تھکاوٹ اور مشقت سے ترجیح دیتے۔(2)وہ اپنے نفس کی تو حفاظت کریں لیکن نبی ﷺ کے نفس زکیہ وکریم کی حفاظت سے روگردانی کریں۔(3)اس کے برعکس ان کا رویہ ہونا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ اہل ایمان کو اپنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جانوں سے زیادہ عزیز ہوں۔(4)ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنی ذات پر مقدم رکھے اور آپ پر اپنی جان قربان کردے۔(5)رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، آپ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ پر کامل ایمان کی علامت یہ ہے کہ اہل ایمان آپ کو چھوڑ کر پیچھے نہ رہیں۔(تفسیر سعدی:2/1108,1109)

سوال 3:﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ﴾ ''یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ کوئی پیاس اور نہ کوئی تھکاوٹ اور نہ کوئی بھوک انہیں پہنچتی ہے اور نہ وہ کوئی قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہ وہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں مگر اس کے بدلے میں ان کے لئے ایک عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے اس ثواب کی امید کا ذکر فرمایا جو جہاد پر نکلنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔(2)**﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ ﴾** ''یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے۔(3)**﴿ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ ﴾** ''انہیں نہ کوئی پیاس اور نہ کوئی تھکاوٹ پہنچتی ہے'' یعنی تھکاوٹ اور مشقت۔(4)**﴿ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾** ''اور نہ کوئی بھوک اللہ تعالیٰ کی راہ میں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں شدید بھوک۔(5)**﴿ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ ﴾** ''اور نہ وہ کوئی قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے'' یعنی دشمن کے گھروں میں گھس جانے اور ان کے علاقوں پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے جو کافروں کو غصہ دلائے۔(6)**﴿ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا ﴾** ''اور نہ وہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں'' یعنی دشمن سے جو چیز بھی وہ چھینتے ہیں مثلاً قیدی، منقول یا مال غنیمت یا فتح ونصرت۔(7)**﴿ اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ﴾** ''مگر اس کے بدلے میں ان کے لئے ایک عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے'' یعنی ان کے لیے ان میں سے ہر عمل کے بدلے عمل صالح لکھا جاتا۔(8)یہ وہ اعمال ہیں جن پر مجاہدوں نے اجر پایا اور رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے والے یہ کھو بیٹھے۔(9)ان کے لائق نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہتے اور یہ اجر عظیم گنوا دیتے۔بھوک کا اجر، پیاس کا اجر، تھکاوٹ کا اجر، مشقت کا اجر، دشمنوں کے گھروں میں گھسنے کا اجر، ان کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا اجر، کسی منزل پر ٹھہرنے کی وجہ سے دشمن پر جو رعب پڑتا تھا اس کا اجر، فتح ونصرت کا اجر، قیدی بنانے کا اجر، دشمن کو قتل کرنے کا اجر۔یہ سارے اجر پیچھے رہ جانے والوں نے کھو دیے۔

سوال 4:﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ اخلاص والوں کے اعمال ضائع نہیں کرتا۔(2)اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کبھی ضائع نہیں کرتے جو احسن طریقے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرتے ہیں۔(3)جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتے ہیں۔(4)سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ منورہ سے قریب ہوئے تو فرمایا کہ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو پورے سفر میں تمہاری ساتھی تھے تم جو بھی راستہ چلو اور جس میدان کو بھی تم نے قطع کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ ہی رہے۔(یعنی اجر وثواب میں وہ بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہارے برابر کے شریک ہیں) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی ہمارے ساتھی تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی تمہارے ساتھی تھے وہ عذر کی وجہ سے رک گئے تھے۔ (بخاری: 2/637)

﴿ وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(121) ﴾

''اور نہ وہ کوئی چھوٹا خرچ کرتے ہیں اور نہ کوئی بڑا، اور نہ کوئی وادی وہ طے کرتے ہیں مگر وہ ان کے لیے لکھ دیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (121)

سوال 1: ﴿ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ ﴾ ''اور نہ وہ کوئی چھوٹا خرچ کرتے ہیں اور نہ کوئی بڑا، اور نہ کوئی وادی وہ طے کرتے ہیں مگر وہ ان کے لیے لکھ دیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً ﴾ اور نہیں خرچ کرتے وہ کوئی خرچ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ (2) ﴿ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً ﴾ یعنی کم یا زیادہ مثلاً کم خرچ جیسے ایک کھجور اور زیادہ خرچ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جیسا جنہوں نے جیش عسرہ کے لیے ساز و سامان مہیا کیا تھا۔ (3) ﴿ وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا ﴾ ''اور نہ کوئی وادی وہ طے کرتے ہیں'' یعنی مجاہد دشمن کی طرف جانے کے لیے کوئی میدان طے کرتا ہے اتنا ہی اس کے لیے اجر لکھا جاتا ہے۔ جتنا مجاہد گھر سے دور ہوتا جاتا ہے اتنا اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ (4) صرف جنگ کرنا اور ہتھیار چلانا ہی جہاد نہیں ہے اس راہ میں جو تکلیفیں آنے جانے میں پیش آئیں بھوک، پیاس، دکھن، قدم اٹھانا، خرچ کرنا، وادیوں کو قطع کرنا ان سب میں ثواب ہے۔ (انوار البیان: 2/666) (5) مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں تھوڑا خرچ کریں یا زیادہ اور دشمن کی طرف بڑھنے کے لیے کوئی قدم اٹھائیں ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے۔ (6) اس آیت کی رو سے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کو بھرپور اجر نصیب ہوا جیسا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن حباب سلمی سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر نبی ﷺ نے خطبہ دیا جس میں مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چندہ دینے کی ترغیب دی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''میں ایک سو اونٹ پالان سمیت چندہ دیتا ہوں''۔ نبی ﷺ نے منبر سے ایک سیڑھی نیچے اتر کر پھر اپیل کی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''میں مزید ایک سو اونٹ پالان سمیت دیتا ہوں۔'' اس پر نبی ﷺ نے تعجب اور خوشی سے اپنا ہاتھ ہلایا۔ گویا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کو کسی گناہ کا خطرہ نہیں۔ (عبداللہ بن امام احمد) انہوں نے اس موقع پر ایک ہزار اشرفیاں بھی لا کر رسول اللہ ﷺ کی گود میں ڈال دیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ انہیں الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آج کے بعد ابن عفان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ آپ ﷺ نے یہ اشرفیاں اسی جنگ پر خرچ کیں۔ (ابن کثیر)

سوال 2: ﴿ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے جو وہ عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)''تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے جو وہ عمل کرتے تھے''اس میں یہ سارے اعمال بھی شامل ہیں جب ان میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہو۔(2)ان آیات میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب ہے اور جہاد میں پہنچنے والی تکالیف پر ثواب کی امید دلائی گئی ہے نیز یہ کہ جہاد ان کے لئے ترقی درجات کا باعث ہے۔نیز ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ بندہ مومن کے عمل پر مترتب ہونے والے آثار میں بہت بڑا اجر ہے۔(تفسیر سعدی:1109/2) (3) سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نکیل پڑی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اس کے عوض تجھے سات سو نکیل پڑی اونٹنیاں ملیں گی۔(تفسیر مظہری:291/5)(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔''یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں، یوں کہا کہ''اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔''محمد بن فلیح نے اپنے والد سے **وفوقه عرش الرحمن** ہی کی روایت کی ہے۔(بخاری:2790)(5) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب زرہ پہنے حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں پہلے جنگ میں شریک ہو جاؤں یا پہلے اسلام لاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے اسلام لاؤ پھر جنگ میں شریک ہونا۔چنانچہ وہ پہلے اسلام لائے اور اس کے بعد جنگ میں شہید ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کم کیا لیکن اجر بہت پایا۔(بخاری: 2808)(6) سیدنا شداد بن ہاد سے روایت ہے کہ ایک شخص جنگل کا رہنے والا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور ایمان لایا اور آپ کے ساتھ ہوا پھر کہنے لگا میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا نبی ﷺ نے اس کے لیے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو وصیت کی۔جب غزوۂ غنم ہوا (یعنی جس لڑائی میں مسلمانوں کو بکریاں ہاتھ آئیں) تو نبی ﷺ نے ان بکریوں کو تقسیم کیا اور اس کا بھی حصہ لگایا۔آپ ﷺ کے اصحاب نے اس کا حصہ اس کو دیا۔وہ ان کے سواری کے جانور چرایا کرتا تھا۔جب اس کا حصہ دینے کو آئے تو اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ تیرا حصہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تجھ کو دیا ہے۔اس نے لے لیا اور اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یہ کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرا حصہ میں نے دیا ہے۔اس نے کہا کہ میں اس لیے آپ ﷺ کے ساتھ نہیں ہوا تھا بلکہ میں نے آپ کی پیروی اس لیے کی ہے کہ میری اس جگہ پر اور حلق کو بتلایا تیر مارا جائے (یعنی لڑائی میں) اور پھر میں مروں اور جنت میں جاؤں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو اللہ تعالیٰ کو سچا کرے گا اللہ تعالیٰ بھی تجھے سچا کرے گا (یعنی پورا کرے گا) پھر لوگ تھوڑی دیر تک ٹھہرے۔اس کے بعد دشمن سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لڑنے کے لیے اٹھے (اور لڑائی شروع ہوئی) لوگ اس کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔ اس کو تیر لگا تھا اسی جگہ جہاں اس نے بتلایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ وہی شخص ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اس نے سچ کیا (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو صفات مجاہدین کی بیان فرمائی ہیں ان سب کو اس نے سچ کیا) تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو سچا کیا (یعنی اس کی مراد پوری ہوئی یہ شہید ہوا) پھر آپ ﷺ نے اپنے جبے کا کفن اس کو دیا اور اس کے آگے رکھا اور اس پر نماز پڑھی تو جتنا آپ ﷺ کی نماز میں سے لوگوں کو سنائی دیا تھا وہ یہ تھا آپ ﷺ فرماتے تھے: ''یا اللہ یہ تیرا بندہ ہے تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا اور شہید ہو گیا۔ میں اس بات کا گواہ ہوں۔'' (نسائی:1955)

﴿وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ(122)﴾

''اور یہ ممکن نہیں ہے کہ سارے کے سارے اہل ایمان ہی نکل جائیں، سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلے تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور تا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف واپس جائیں تا کہ وہ بچ جائیں۔'' (122)

سوال 1: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ ''اور یہ ممکن نہیں ہے کہ سارے کے سارے اہل ایمان ہی نکل جائیں، سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلے تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور تا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف واپس جائیں تا کہ وہ بچ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یہ آیت طلب علم کے واجب ہونے کی بنیاد ہے۔ (2) یہ طلب علم اور تفقہ فی الدین کے لیے نکلنے کی مشروعیت کا مستقل حکم ہے۔ (تفسیر قرطبی:2/171,172) (3) **﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾** ''اور یہ ممکن نہیں ہے کہ سارے کے سارے اہل ایمان ہی نکل جائیں'' یعنی یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سارے مومن دشمن کے خلاف جنگ کے لیے نکل جائیں اس طرح تو سارے مصالح فوت ہو جائیں گے۔ (4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو تنہا چھوڑ کر تمام مسلمانوں کو جہاد کے لیے نکل جانا لائق نہیں۔ البتہ ہر قبیلے میں سے کچھ لوگ آپ ﷺ سے اجازت لے جائیں۔ پھر جب یہ لوگ واپس آ جائیں تو ان کے بعد جو قرآن اترا ہے اسے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ گھروں میں تھے انہیں سکھا دیں اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیات اتاری ہیں جو ہم نے یاد کر لی ہیں اور آپ ﷺ سے سیکھ لی ہیں۔ پھر دوسرے چلے جائیں۔ غرض یہ کہ کچھ لوگ جائیں اور کچھ علم دین سیکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں اور جب مجاہد آئیں تو انہیں سکھا دیں۔ یہی سلسلہ قائم رہنا چاہئے تا کہ نہ جاننے والوں کو بھی دینی مسائل کا علم ہو جائے۔ (مختصر ابن کثیر:1/772) (5) **﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ﴾** ''سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلے'' یعنی شہروں، قبیلوں اور خاندانوں میں سے طَآئِفَةٌ ایک حصہ جس سے ان کا مقصد اور کفایت حاصل ہو جاتی تو بہتر تھا۔ (تفسیر سعدی:2/1110) (6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایک اور روایت بھی ہے کہ عرب کے ہر قبیلے سے ایک جماعت آتی اور دینی مسائل سیکھ کر اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا شوق دلاتی۔ انہیں نماز اور زکوٰۃ کے مسائل سکھاتی اور ان سے کہہ دیتی کہ جو مسلمان ہو جائے وہ ہمارا ہے۔ ورنہ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں اس سلسلے میں وہ کافر ماں باپ کو بھی چھوڑ بیٹھے تھے۔ یہ لوگ آپ ﷺ سے دینی مسائل سیکھتے اور اپنی قوم کو جا کر بے دار کرتے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈراتے اور مسلمانوں کو خوش خبریاں سناتے۔ (مختصر ابن کثیر:772/1)(7) مدینہ اور دیگر مسلمان بستیوں کو خالی کر کے سبھی لوگ نہ چلے جائیں، بلکہ ہر بڑی جماعت سے ایک گروہ جہاد کے لیے نکلے، جن سے جہاد کی ضرورت پوری ہو، اور کچھ لوگ اپنے شہر اور بستی میں بھی رہیں تاکہ مجاہدین کے گھر والوں کی دیکھ بھال کریں، ان کی ضرورتیں پوری کریں، اور شہر کی بھی نگرانی کرتے رہیں، اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے جائیں وہ جہاد کی کاروائیوں کے ساتھ ساتھ ان کی صحبت سے علمی فائدہ اٹھائیں، قرآن وسنت کا علم حاصل کرتے رہیں، اور جب اپنی اپنی بستیوں اور شہروں میں واپس پہنچیں تو جو کچھ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ سے سیکھا ہے، باقی ماندہ لوگوں کو سکھائیں۔ (تیسیر الرحمٰن:597,598/1)(8) پوری قوم بیک وقت علم دین حاصل کرنے کے لیے نہ نکلے، ہر جماعت اور ہر قبیلہ کے چند افراد کو علم دین حاصل کرنا ضروری ہے اور علماء کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے برے نتائج سے ڈرائیں۔ (دعوۃ القرآن:653/2)(9) سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے اس حال میں موت آ گئی کہ وہ اسلام کو زندہ کرنے کے لیے علم طلب کر رہا تھا تو اس کے اور نبیوں کے درمیان ایک ہی درجے کا فرق ہوگا۔ (سنن دارمی:85/1)(10) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ہدایت اور علم کی مثال، جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، مثل تیز بارش کے ہے جو زمین پر برسے، تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو جذب کر لیتی ہے پھر اس سے بہت سارا چارا اور گھاس اگتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی روک لیتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ (اس کو) پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور زراعت (کو سیراب) کرتے ہیں اور کچھ بارش (زمین کے) دوسرے حصہ کو پہنچی کہ جو بالکل چٹیل میدان ہے نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ سبزہ اگاتا ہے۔ پس یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ حاصل کی اور جس چیز کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، اس کو فائدہ دے اور وہ (اس کو) پڑھے اور پڑھائے اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر (تک) نہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو، جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں قبول نہ کیا۔ (بے آب بنجر زمین اور چٹیل میدان کی ہے) (بخاری: کتاب العلم:79)(11) ﴿لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾ ''تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں'' یعنی دین کے احکامات اور شریعت کے اسرار سیکھتے۔ (ایسر التفاسیر:586) اس سے مراد پیچھے بیٹھ رہنے والے ہیں۔ (12) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دعا دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کیا: **اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْن**۔ کہ اے اللہ اسے دین کی سمجھ نصیب فرما۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **تفقهوا قبل ان تسودوا**۔ یعنی اس سے پہلے کہ تمہیں سرداری سپرد کی جائے تم دین کی سمجھ حاصل کرو۔ (یعنی نوعمری ہی سے فقہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں لگنا چاہیے) (بخاری:17/1)(13) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ لوگ تمہارے تابع ہوں گے (یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب ہے)اور بہت سے لوگ تمہارے پاس زمین کے دور دراز گوشوں سے آئیں گے تاکہ وہ فقہ فی الدین حاصل کریں سو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے اچھی طرح پیش آنا میں تمہیں اس کی وصیت کرتا ہوں۔ راوی حدیث سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ جب کوئی طالب علم ان کے پاس پہنچتا تو فرماتے تھے **مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللهِ** ﷺ کہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ (ترمذی: ابواب العلم)(14) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو اس طرح پاؤ گے جیسے (سونے چاندی کی) کانیں ہوتی ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر مختلف قسم کی قوت اور استعداد رکھی ہے) جاہلیت کے زمانہ میں جو لوگ (مکارم الاخلاق اور محاسن الاعمال کے اعتبار سے) بہتر تھے اسلام میں بھی وہ بہتر ہوں گے جب کہ وہ فقیہ ہو جائیں۔ (مسلم:307)(15) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو میری بات کو سنے اور یاد رکھے اور اسے دوسروں تک پہنچائے کیونکہ بہت سے حامل فقہ ایسے ہوتے ہیں جو خود فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے حامل فقہ ایسے ہوتے ہیں جو اس شخص کو پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہو۔ (مشکوۃ المصابیح:35)(16) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ’’جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)۔‘‘ (بخاری:71)(17) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’لوگ (معدنی) کانوں کی مثل ہیں، ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں، بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔‘‘ (بخاری: 3493)(18) ﴿وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ ’’اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف واپس جائیں تاکہ وہ بچ جائیں‘‘ تاکہ وہ علم شریعت حاصل کرتے، اس کے معانی کی معرفت حاصل کرتے اور پھر دوسروں کو تعلیم دیتے اور جب واپس لوٹتے تو اپنی قوم کو ڈراتے۔ اس سے علم کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے خاص طور پر دین میں سمجھ کی فضیلت، نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تفقہ فی الدین بہت اہم معاملہ ہے، اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو کوئی کسی قسم کا علم حاصل کرتا ہے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس علم کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں پھیلائے۔ اس بارے میں ان کے ساتھ خیر خواہی کرے، کیونکہ عالم سے علم کا پھیلنا اس کی برکت اور اس کا اجر ہے جو بڑھتا رہتا ہے۔ رہا عالم کا اپنے آپ پر اقتصار کرنا، حکمت و دانائی اور بہترین نصیحت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت نہ دینا، جہال کو ان امور کی تعلیم دینا ترک کر دینا جو وہ نہیں جانتے تو اس کے علم سے مسلمانوں کو کون سا فائدہ حاصل ہوا اور اس کے علم کا کیا نتیجہ نکلا؟ بس اس کی انتہا یہ ہے کہ اس عالم کے مرجانے کے ساتھ اس کا علم بھی موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔ یہ اس شخص کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حرماں نصیبی کی انتہا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم وفہم سے نوازا۔ نیز اس آیت کریمہ میں ایک اہم فائدہ کی طرف راہ نمائی اور نہایت لطیف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مصالح عامہ میں سے ہر مصلحت کے لیے کچھ لوگوں کو تیار کریں جو ان مصالح کا انتظام کریں اور ان مصالح کے حصول کے لیے ہمہ وقت جدوجہد کریں اور وہ دیگر امور کی طرف التفات نہ کریں، تاکہ ان مصالح کا اچھی طرح انتظام ہو، تاکہ مسلمانوں کے مفادات کی تکمیل ہو اور تمام مسلمانوں کا مقصد ایک ہو اور وہ ہے ان کے دین ودنیا کے مصالح کا قیام۔ اگرچہ راستے مختلف ہوں، مشرب متعدد ہوں، کام ایک دوسرے سے جدا ہوں، مگر مقصد ایک ہو۔ تمام امور میں یہ عام حکمت نافعہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1110)

(19) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جہاد سے واپس پلٹنے والے غازیوں کو ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائیں، جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جو ناراضگی اور غصہ ہے اس سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔ منافقین جہاد سے پیچھے رہتے تھے، ان کے طرز عمل کو اختیار کرنے سے لوگوں کو بچائیں، دن رات دعوت دین میں مصروف رہیں۔ لوگوں کو جہاد کے لئے ابھاریں، جہاد کے محاذوں پر جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کا دین سیکھا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کو اپنی آنکھوں سے اترتے دیکھا ہے وہ بیان کریں تاکہ پوری قوم غلبہ دین کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور آخرت کے عذاب سے ڈر کر جہادی راہوں کو اختیار کرے۔ (دعوۃ القرآن:2/653) (20) ﴿لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ بچ جائیں'' یعنی علم اور عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ (ایسر التفاسیر:586) پھر وہ اپنے اعمال کی اصلاح کریں۔ (تفسیر قاسمی:8/359)

رکوع نمبر:5

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ(123)﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کے ساتھ لڑو کافروں میں سے جو تمہارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔'' (123)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کے ساتھ لڑو کافروں میں سے جو تمہارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ یعنی اے لوگو! جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر اور اس کے وعدوں اور اس کی وعیدوں پر ایمان لائے۔ (ایسر التفاسیر:587,588) (2) ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ﴾ ''ان لوگوں کے ساتھ لڑو کافروں میں سے جو تمہارے قریب ہیں'' قریب کے کافروں سے مراد منافق اور کافر ہمسائے ہیں۔ (3) جنگی معاملات کی تدبیر میں اہل ایمان کی راہ نمائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امر کی راہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نمائی فرمائی ہے کہ ان کفار سے ابتدا کی جائے جو سب سے قریب ہیں۔ان سے سخت رویہ رکھا جائے اور جنگ میں ان کا نہایت سختی، بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔(تفسیر سعدی:2/1111)

سوال 2: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً متقی لوگوں کے ساتھ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ اپنی نصرت سے متقیوں کے ساتھ ہے۔(2)یعنی تمہیں یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد تقویٰ کے مطابق نازل ہوتی ہے،اس لئے تقویٰ کا التزام کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے دشمن کے خلاف تمہیں نصرت سے نوازے گا۔(تفسیر سعدی:2/1111)(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا پھر داؤد کی طرح ذکر کی اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔(مسلم:6542)(4)متقی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔(التوبہ:4)﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے۔(الجاثیہ:19)(5)قبولیت اہل تقویٰ ہی کو حاصل ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے۔(المائدہ:27)

﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ(124)﴾

''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے،سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔''(124)

سوال 1: ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا﴾ ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ﴾ ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے'' منافقوں کا قرآن حکیم کے نزول پر جو حال ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے جس میں اوامر و نواہی نازل کیے گئے ہوں یا محمد ﷺ کے بارے میں خبر دی گئی ہو یا جہاد کی ترغیب دی گئی ہو۔(2)﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ﴾ ''تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں'' منافقین کہتے ہیں۔(3)﴿اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا﴾ ''کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟'' یعنی اس بات کی تصدیق کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً محمد ﷺ اپنی نبوت میں سچے ہیں۔(تفسیر منیر:6/86)(4)جب کوئی آیت اترتی ہے تو منافق آپس میں کہتے ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ اس سے کس کا ایمان بڑھا ہے؟(مختصر ابن کثیر:773/1)

سوال 2: ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ جولوگ ایمان لائے،سوان کوایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اوروہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''چنانچہ جولوگ ایمان لائے،سوان کوایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اوروہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں''اس سورت کے علم،اس کے فہم،اس پراعتقاد،اس پرعمل،بھلائی کے کام میں رغبت اور برائی کے کام سے رکنے کے ذریعے سے ان لوگوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جواہل ایمان ہیں۔(تفسیر سعدی:1112/2)(2)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے توان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اوروہ اپنے رب پراعتماد کرتے ہیں۔(الانفال:2)(3)سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایمان جب قلب میں آتا ہے تو ایک سفید نورانی نقطہ جیسا ہوتا ہے،پھر جوں جوں ایمان میں ترقی ہوتی ہے یوں یہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے،یہاں تک کہ سارا قلب نورانی ہوجاتا ہے،اسی طرح کفر ونفاق شروع میں ایک سیاہ داغ کی طرح قلب پرلگتا ہے،پھر جوں جوں معاصی کا ارتکاب اور کفر کی شدت بڑھتی جاتی ہے نقطہ بڑھتا رہتا ہے،یہاں تک کہ پورا قلب سیاہ ہوجاتا ہے۔(تفسیر مظہری)(4)اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو کہا کرتے تھے کہ کچھ دیر مل کر بیٹھو،دین اور آخرت کی باتوں کا مذاکرہ کروتا کہ ہمارا ایمان بڑھے۔(معارف القرآن:494/4)(5)﴿وَّهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾''اوروہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جواپنی آیات سے نوازا ہے اوران کا فہم حاصل کرنے اوران پرعمل کرنے کی توفیق بخشی ہے اس پر وہ ایک دوسرے کو خوش خبری دیتے ہیں۔یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کو آیات الٰہی پرانشراح صدر،اطمینان قلب اور سرعت اطاعت حاصل ہے،کیونکہ یہ آیات ان کو اس امر کی ترغیب دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:1112/2)

﴿وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ(125)﴾

''لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔''(125)

سوال 1: ﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ﴾ ''لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾''لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے''یعنی جن کے دلوں میں شک،کفر اور نفاق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے،جن کا اعتقاد کمزور ہے۔(تفسیر منیر:88/6)(2)﴿فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا﴾''تو اس نے ان کو گندگی میں زیادہ کر دیا''یعنی ان کے دلوں اور نفوس کی گندگی میں اضافہ ہوتا ہے یعنی شک اور نفاق میں اضافہ ہوتا ہے۔(3)﴿رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ﴾ان کے کفر اور نفاق پر کفر کا اضافہ ہوتا ہے۔(4)ان کے مرض کے ساتھ مرض اور ان کے شک کے ساتھ مزید شک کا اضافہ ہوتا گیا، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ان کے خلاف عناد رکھا اور ان سے روگردانی کی تھی۔ بنابریں ان کا مرض بڑھ گیا تو اس مرض نے ان کو ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیا۔(تفسیر سعدی:1112/2)(5)رب العزت نے اس کتاب کے دو گروہوں پر ہونے والے اثرات کے بارے میں واضح فرمایا:﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔(بنی اسرائیل:82)(6)﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے،اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں اندھاپن ہے،یہی لوگ ہیں جنہیں دور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔(فصلت:44)

سوال 2:﴿وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ﴾''اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ان کے لیے سزا ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا،اس کے رسول کی نافرمانی کی اس لئے اس کی پاداش میں اس دن تک کے لیے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا،جس روز وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔(تفسیر سعدی:1112/2)

﴿أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ(126)﴾

''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ یقیناً ایک بار یا دو بار وہ ہر سال آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟ پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔''(126)

سوال 1:﴿أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ﴾''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ یقیناً ایک بار یا دو بار وہ ہر سال آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یعنی کیا ان منافقوں کو معلوم نہیں کہ انہیں سال میں ایک یا دو بار آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے،ان کو امراض بھوک یا قحط لاحق ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے احکامات کے ذریعے سے انہیں آزمایا جاتا ہے۔(2)قریش پر اللہ تعالیٰ نے قحط سالی کا عذاب مسلط کیا۔سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے پہلے بھی یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جب قریش نے آپ ﷺ کی مخالفت کی تو آپ ﷺ نے انہیں بدعا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دی کہ اللہ تعالیٰ کوسات سال تک قحط میں مبتلا رکھ‘جس طرح تو نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال تک مستقل قحط کوقائم رکھا تھا چناچہ ان پرایسا قحط پڑا کہ لوگوں نے بھوک کے مارے مردار اور چمڑے کھائے‘ یہاں تک کہ جب لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو وہ ان کو دھوئیں کی طرح نظر آتا تھا‘ یہ حالت دیکھ کر ابوسفیان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہو‘ حالانکہ خود تمہاری قوم تباہ ہورہی ہے۔اس کے لیے خدا سے دعا کرو‘ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور بارش ہوئی جس نے قحط کی مصیبت کو دور کردیا‘اس کے بعد پھر قریش نے حسب دستور آپ ﷺ کی مخالفت شروع کی تو قیام مکہ ہی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبان سے یہ پیشین گوئی قریش کو سنائی کہ آئندہ اس کا انتقام ایک اور سخت گرفت سے لیا جائے گا‘ وہ گرفت بدر کی لڑائی تھی چناچہ سورۃ دخان کی ان آیتوں میں اسی واقعہ کا ذکر ہے: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ۚ إِنَّا مُنتَقِمُونَ﴾ چنانچہ آپ انتظار کریں اس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا۔وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ہے دردناک عذاب۔اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب ہٹا دے، یقیناً ہم ایمان لانے والے ہیں۔ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ بلاشبہ ان کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے۔پھر بھی انہوں نے اس سے منہ موڑا اور کہا: ”سکھایا ہوا دیوانہ ہے“ یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو۔جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں۔(الدخان:10,16)(سیرۃ النبی:352,353/3)(3)اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں دل کی حساسیت کو بڑھانے کے لیے آتی ہیں۔آزمائشیں اس لیے آتی ہیں تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی باتوں کو گہرائی کے ساتھ سمجھنے کے قابل ہوجائے۔ہر سال آنے والی آزمائشیں انسان کو اپنی بے بسی کی یاد دلاتی ہیں۔ہر سال آنے والی آزمائشیں انسان کو آخرت کے معاملے میں دنیا کی بے ثباتی اور بے وقعتی کو یاد دلاتی ہیں۔

سوال2: ﴿ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾ ”پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ﴾ ”پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں“ پھر بھی وہ ان برائیوں سے توبہ نہیں کرتے۔(2)﴿وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾ ”اور نہ ہی وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں“یعنی انہیں سمجھ نہیں آتی کہ کون سی چیز انہیں فائدہ دیتی ہے کہ اسے اختیار کریں اور کیا چیز نقصان دیتی ہے کہ اسے ترک کردیں۔(3)توبہ تذکر کے نتیجے کا نام ہے۔(i)تذکر کا مطلب ہے سبق لینا ایک چیز کو دوسری چیز سے مربوط کرکے دیکھنا۔(ii) ایک واقعے کو دوسرے واقعے سے جوڑ کر دیکھنا۔(iii)ظاہری واقعات میں پوشیدہ واقعات کو دیکھنا۔(iv)وہ واقعات جو ابھی پیش نہیں آئے ان کو پیش آنے والی چیزوں کے آئینے میں پڑھ کر دیکھنا تذکر کہلاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ(127)﴾

''اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ کیا تمہیں کوئی ایک دیکھ رہا ہے؟ پھر وہ واپس پلٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے اس لیے کہ یقیناً وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔''(127)

سوال 1: ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا﴾ ''اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ کیا تمہیں کوئی ایک دیکھ رہا ہے؟ پھر وہ واپس پلٹ جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ﴾ ''اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے'' سورت کے نازل ہونے کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایمان لائیں اور اس پر عمل کریں۔(2)﴿نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ﴾ ''تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں'' منافق ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ کہیں کوئی ہمیں دیکھتا تو نہیں۔ وہ عمل نہ کرنے کا ارادہ لے کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔(3)﴿هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ﴾ ''کہ کیا تمہیں کوئی ایک دیکھ رہا ہے؟'' ایک دوسرے سے کہتے ہیں ہمیں کوئی دیکھتا تو نہیں۔(4)﴿ثُمَّ انْصَرَفُوْا﴾ ''پھر وہ واپس پلٹ جاتے ہیں'' پھر وہ منہ موڑ لیتے ہیں یعنی حق پر جمتے نہیں۔ نہ حق قبول کرتے ہیں، نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۙ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۙ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ تو انہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟ گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہیں۔(المدثر:49,51)(5)﴿فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۙ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾ پھر کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آنے والے ہیں؟ دائیں بائیں سے گروہ در گروہ۔(المعارج:36,37)

سوال 2: ﴿صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے اس لیے کہ یقیناً وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزا عمل کی جنس سے ہی دیتے ہیں تو جیسے وہ عمل سے منہ پھیر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انہیں ہدایت اور ایمان سے روک دیتے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔(الصّف:5)(2)﴿بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''اس لیے کہ یقیناً وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں'' یعنی وہ ایسی سمجھ نہیں رکھتے جو ان کو فائدہ دے، کیونکہ اگر وہ سمجھ رکھتے ہوتے، تو جب کوئی سورت نازل ہوتی، وہ اس پر ایمان لا کر اس کے احکام کی تعمیل کرتے۔ اس کا مقصد جہاد وغیرہ شرائع ایمان سے ان کی شدت نفور کو بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کردی گئی؟ چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتار دی جاتی ہے اوراس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو، پس ان کے لئے بہت بہتر ہے ۔(محمد:20)(تفسیر سعدی:1113/2)

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(128) ﴾

''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''(128)

سوال 1: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ ''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ ﴾ ''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے'' بلاشبہ تمہارے پاس کریم اور عظیم رسول آئے ہیں۔ نبی ﷺ کی ذات امت کے لیے بہت بڑا احسان ہے۔(2) ﴿ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ ''تم ہی میں سے'' اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انسانوں میں سے رسول بھیجا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں تھے۔(الجمعہ:2) ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب ان ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔(آل عمران:164)(3) ﴿ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ ''اس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو'' یعنی نبی ﷺ پر تمہاری تکلیف اور مشقت گراں گزرتی ہے۔ تمہاری تکلیف انہیں تکلیف میں مبتلا کرتی ہے۔(4) تمہارا آگ میں جانا ان پر گراں گزرتا ہے۔(تفسیر قرطبی:178/4)(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہوگئی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔ اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ پکڑ کر آگ سے تمہیں نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گر جاتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو۔''(بخاری:6483)(6)﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ﴾''تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے''نبی ﷺ لوگوں کے لیے نیکی پسند کرتے تھے اور انہیں خیر پہنچانے کے لیے پوری کوشش کرتے تھے۔نبی ﷺ برائی کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور برائی سے نفرت دلاتے ہیں۔(7)وہ تمہاری ہدایت کے حریص ہیں اور ہر اس چیز کے جس میں تمہارے لیے خیر اور سعادت ہو۔(ایسر التفاسیر:589)(8)وہ تمہارے جنت میں داخلے کے حریص ہیں اور اس بات کے کہ تم ایمان لے آؤ اور دوزخ کی آگ سے بچ جاؤ۔(9)وہ تمہاری ہدایت،کمال اور سعادت کے حریص ہیں۔ (ایسر التفاسیر:590)(10)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب اس کے چاروں طرف روشنی ہوگئی تو پروانے اس آگ میں آکر گرنے لگے وہ شخص ان کو روکتا ہے کہ آگ میں نہ گریں لیکن وہ اس پر غالب آجاتے ہیں اور زبردستی گرتے ہیں یہی میرا حال ہے کہ میں تمہیں دوزخ سے بچانے کے لیے تمہاری کمروں کو پکڑتا ہوں اور تم زبردستی اس میں گرتے ہو یعنی جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے وہ اپنے اعمال کو دوزخ میں ڈالنے کا سبب بنتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے جو گناہوں پر وعیدیں بتائی ہیں اور عذاب کی خبریں دی ہیں ان پر دھیان نہیں دیتے۔(بخاری،مسلم)(11)آپ ﷺ نے کسی ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا جس کی منڈیر بنی ہوئی نہ ہو۔(مشکوۃ:404)(12)اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص(ہاتھ دھوئے بغیر)اس حالت میں سو گیا کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہوئی تھی پھر اس کو کوئی تکلیف پہنچ گئی(مثلاً کسی جانور نے ڈس لیا)تو وہ اپنی ہی جان کو ملامت کرے۔(مشکوۃ:366)(13)جوتے پہننے کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زیادہ تر جوتے پہنا رہا کرو کیونکہ آدمی جب تک جوتے پہنے رہتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص سوار ہو جیسے جانور پر سوار ہونے والا زمین کے کیڑوں مکوڑوں اور گندی چیزوں اور کانٹوں اور اینٹ پتھر کے ٹکڑوں سے محفوظ رہتا ہے ایسے ہی ان چیزوں سے جوتے پہننے والے کی بھی حفاظت رہتی ہے۔(مسلم) (14)نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب چلتے چلتے تمہاری چپل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک چپل میں نہ چلے جب تک کہ دوسری چپل کو درست نہ کرے پھر دونوں پہن کر چلے۔اور یہ بھی فرمایا کہ ایک موزہ پہن کر نہ چلے کیونکہ ان صورتوں میں ایک قدم اونچا اور ایک قدم نیچا ہو کر توازن صحیح نہیں رہتا۔(مسلم)

سوال2:﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾''مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا،نہایت مہربان ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا،نہایت مہربان ہے''یعنی اہل ایمان کے لیے ان کے ماں باپ سے بڑھ کر رحمت کرنے والے ہیں۔مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔اسی لیے آپ ﷺ کا حق تمام مخلوق سے زیادہ ہے۔آپ ﷺ پر ایمان لانا،آپ ﷺ کی عزت کرنا،آپ ﷺ کی تعظیم کرنا تمام امت پر فرض ہے۔(2) قریش کے سردار عتبہ نے ایک بار رسول ﷺ سے مل کر یہ عرض کیا تھا۔کیا تم مال و دولت چاہتے ہو؟میرا ذمہ ہے کہ سب سے زیادہ مال و زر تیرے پاس جمع کر دوں گا۔کیا تم ریاست کے خواہاں ہو؟ہم سب تجھے اپنا رئیس تسلیم کر لیتے ہیں۔کیا تم تخت قائم کرنا چاہتے ہو؟میں سارے عرب سے تیری فرماں روائی کی تصدیق کرا دوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا۔رسول ﷺ نے فرمایا کہ نہ تو مجھے مال وزر چاہیے نہ ریاست وحکومت کی خواہش ہے، میں تو رب العالمین کا پیغام لے کر آیا ہوں اور اس پیغام کو ہر ایک کے کانوں تک پہنچا دینا یہ میرا مقصد اعلیٰ ہے۔(3) ایک بار ابو جہل نے رسول اللہ ﷺ کو مضروب کیا۔حمزہ عم رسول ﷺ نے جب یہ واقعہ سنا تو انہوں نے ابو جہل کو جا پیٹا اور پھر رسول ﷺ کو آ کر بتایا۔محمد ﷺ تم کو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ابو جہل سے تمہارا انتقام لے لیا۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے انتقام وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بہت خوشی ہو جائے گی۔سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات جم گئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔(4) رسول ﷺ کی عادت تھی کہ سوار ہو کر کسی کو پیدل چلنے کی اجازت نہیں دیتے یا تو ساتھ سورا کر لیتے یا واپس لوٹا دیتے تھے۔جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز ہلکی فرما دیتے کہ ماں بچے کو جلدی سنبھال لے۔ساری ساری رات اپنی امت کے لیے دعا کیا کرتے۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ(129)﴾

''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔''(129)

سوال1: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اگر وہ آپ ﷺ کی بات نہ مانیں، ایمان اور عمل کو ترک کر دیں۔(2) ﴿فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ﴾ تو کہہ دیں میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔(ایسر التفاسیر:590)

سوال2: ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں''، یعنی اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔لا الہ الا اللہ توحید ہے۔(ابن ابی حاتم:6/1919)(2) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں۔

سوال3: ﴿عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''میں نے اسی پر بھروسہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی میں اعتماد کرتا ہوں اور اپنے سارے معاملے اسی کے سپرد کرتا ہوں۔(قرطبی:4/178)(2) یعنی امور نافعہ کے حصول اور ضرر رساں امور کو دور ہٹانے کے لیے، میں اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہوں۔(تفسیر سعدی:2/1114)

سوال4: ﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ ''اور وہی عرش عظیم کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور وہی عرش عظیم کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا رب ہے جو ساری مخلوقات پر سایہ کیے ہوئے ہے۔عرش اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوق ہے۔(2) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص صبح شام سات مرتبہ ﴿حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿الْعَظِيْمِ﴾ کہہ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکرمندیوں کی کفایت فرمائے گا۔(ابن کثیر:2/405)(3)سیدنا ابوالدرداءرضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صبح شام ﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ کو سات سات مرتبہ پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کو تمام پریشانیوں سے نجات دے گا۔(ابن کثیر:2/418)(4)اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(الحمدللہ)

اٰیاتھا ۱۰۹ سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ ۵۱ رکوعاتھا ۱۱

سوال 1: سورۃ یونس کہاں نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: (1) سورۃ یونس مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی 109 آیات اور گیارہ رکوع ہیں۔ (2) مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے دسویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 51 ویں سورت ہے۔

سوال 2: سورۃ یونس کا موضوع کیا ہے؟

جواب: سورۃ یونس کا موضوع اللہ تعالیٰ کے لیے توحید کا اثبات، شرک کا رد، نبوت، بعث اور معاد کا اثبات اور ایمان کی دعوت ہے۔

رکوع نمبر 6

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓرٰ ۣ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ(1)﴾

''الر۔ یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔''(1)

سوال 1: ﴿الٓرٰ﴾ ''الر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿الٓرٰ﴾ حروف مقطعات ہیں جن کے معانی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال 2: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝﴾ ''یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ﴾ یعنی یہ آیات۔(2) **﴿تِلْكَ﴾** حاضر کے لیے ہے اس سے غائب مراد ہے۔یعنی یہ قرآن کی نشانیاں ہیں۔(بخاری، کتاب التفسیر)(3) **﴿اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾** قرآن عظیم کی آیات ہیں۔(4) **﴿الْحَكِيْمِ﴾** حکمت پر مشتمل کتاب ہے۔جس کی آیات ایمانی حقائق پر مشتمل ہیں جن کو دل کی خوشی سے قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا ساری امت پر فرض ہے۔**(5)** قرآن کریم کی صفت ''حکیم'' اس اعتبار سے لائی گئی ہے کہ یہ وہ کتاب محکم ہے جس میں حلال وحرام اور حدود واحکام تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں یا یہ کہ ''حکیم'' بمعنی حاکم ہے۔ اس لیے کہ قرآن لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے یا ''حکیم'' بمعنی ''محکوم فیہ'' ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں پورے عدل وانصاف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے ساتھ تمام امور میں فیصلے صادر فرمائے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:601/1)

﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ(2) ﴾

''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو اور بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے۔کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے۔''(2)

سوال 1: ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جنہیں انسان کے رسول ہونے پر تعجب تھا۔(2)ابن جریر نے ضحاک کے ذریعہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا تو تمام عرب نے یا عرب میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے یہ خلاف ہے کہ کوئی انسان اس کا رسول ہو۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ ﴾ یعنی کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی اور یہ آیت نازل فرمائی ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا ﴾ الخ۔چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے کئی دلیلیں پیش کیں تو کہنے لگے کہ اگر انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجنا تھا تو معاذ اللہ محمد ﷺ کے علاوہ دوسرا اس کا زیادہ مستحق تھا۔ان کا خیال تھا کہ مکہ والوں میں سے ولید بن مغیرہ اور طائف والوں میں سے مسعود بن عمرو ثقفی ہوتا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ﴾ الخ۔(تفسیر ابن عباس:22/2)(3)﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ ﴾''کیا لوگوں کے لیے''یعنی اہل مکہ کے لیے۔(4)﴿ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ ﴾''ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے وحی کی''تعجب ہے کہ ہم نے وحی بھیجی۔(5)﴿ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ ﴾''ان ہی میں سے ایک آدمی کو''ان میں سے ایک آدمی پر یعنی محمد ﷺ پر۔(6)جیسا کہ فرمایا:﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾ اور انہوں نے کہا کہ یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا؟(الزخرف:31)(7)ان کی مراد مکہ سے ولید بن مغیرہ یا طائف سے مسعود بن عمرو ثقفی تھا۔(تفسیر منیر:104/6)(8)اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کا یہ قول ذکر فرمایا ہے:﴿ اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ﴾ کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟(التغابن:6)﴿ اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟(بنی اسرائیل:94)(9)سیدنا ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام نے اپنی قوموں سے فرمایا تھا:﴿ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ﴾ اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے ایک نصیحت تم میں سے ایک آدمی پر آئی ہے کہ وہ تمہیں خبردار کردے۔(الاعراف:63)(10)انسان کو اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنے کے لیے دائمی اور ابدی معیار کی ضروت ہے تا کہ انسان اس معیار سے اپنے عمل کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ لگا سکے۔انسانوں کے لیے انسانی معیار ان کے فہم کے زیادہ قریب ہے۔(11)﴿ اَنْذِرِ النَّاسَ ﴾ ''کہ آپ لوگوں کو ڈرادو''یعنی وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف دلائے اور اس کے عذاب سے ڈرائے اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے انہیں نصیحت کرے۔

سوال 2: تمام رسولوں کو اس سوال کا سامنا کیوں کرنا پڑا''اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے''؟

جواب:(1)رسولوں کو اس سوال کا سامنا اس لیے کرنا پڑا کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک انسانیت کے مقام کی کوئی قدر نہ تھی۔(2)لوگ اس لیے تعجب سے سوال کرتے رہے ہیں کہ انسان ہو کر کوئی رب سے کیسے رابطہ قائم کرسکتا ہے؟(3)لوگ اس لیے تعجب کرتے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان کے ذمے سارے انسانوں کی ہدایت کی ذمہ داری کیسے لگا سکتا ہے۔(4)انسانوں کی توجہ اس جانب نہیں گئی کہ رسالت کا مقام انسان کا اعزاز ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس اعزاز کے قابل بنایا ہے۔

سوال 3: ﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ ''اور بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ ''اور بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے''ان لوگوں کو خوش خبری دے دیں جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں۔(2)﴿ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ ''کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے''یعنی ایمان والوں کی سچائی کی وجہ سے ان کے رب کے پاس بہترین صلہ ہے یعنی وہ مرتبہ ہے جس کے ملنے میں کوئی شک نہیں۔(3)یعنی ان کے لیے اپنے رب کے پاس وافر جزا اور جمع کیا ہوا ثواب ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے صدق پر مبنی اعمال صالحہ پیش کئے تھے۔(تفسیر سعدی:1115/2)

سوال 4: ﴿ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا ﴾ ''کافروں نے کہا بے شک یہ'' کافروں نے کہا کہ یہ قرآن جسے محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔(تفسیر منیر:102/6)(2)﴿ لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''ضرور کھلا جادوگر ہے''ان کے زعم کے مطابق اس کا جادوگر ہونا کسی پر مخفی نہیں اور یہ ان کی سفاہت اور عناد کی دلیل ہے۔(3)کافروں نے قرآن کی دعوت کو ٹھکرا دیا مگر اللہ تعالیٰ اپنا نور مکمل کر کے رہتا ہے۔(تفسیر سعدی:1115/2)(4)یعنی ہم نے انہی میں سے ایک رسول بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا لیکن کافروں نے اسے جادوگر بنا دیا حالانکہ کافر بالکل جھوٹے ہیں، بھلا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا جادو سے کیا تعلق؟ وہ تو وہی سناتے ہیں جو انہیں سنایا جاتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:777/1)(5)ایک دفعہ یمن کے قبیلہ ازد کے ایک بااثر فرد ضماد ازدی مکہ تشریف لائے تو سرداران قریش نے انہیں متنبہ کیا کہ یہاں ایک شخص محمد (ﷺ) ہے جس کے کلام میں جادو ہے کہیں اس کے ہتھے نہ چڑھ جانا۔ضماد ازدی خود جھاڑ پھونک کرتے تھے اس لیے ان کا خیال تھا کہ اس شخص کی بات تو سننی چاہیے۔میں بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آخرایک اچھا بھلاعقل مند آدمی ہوں۔اگراس کی بات اچھی ہوئی تو قبول کرلوں گاورنہ چھوڑ دوں گااور یہ بھی ممکن ہے کہ اگراس کوآسیب ہواتواللہ تعالیٰ اس کومیرے ہاتھوں شفادے۔اس خیال سے میں ان کے پاس چلا گیااورآپ سے اپنا کلام سنانے کی درخواست کی۔آپ ﷺ نے اسے خطبہ مسنونہ ''**الحمدللّٰہ.....عبدہ ورسولہ**'' تک سنایا یہ خطبہ اگرچہ کوئی مستقل قرآنی آیت نہیں تاہم قرآنی کلمات کاہی مجموعہ ہے۔جب ضماد نے یہ کلمات سنے تو جھوم اٹھااور کہنے لگا: پھر دہرایئے۔آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ جب یہ دہرائے تو کہنے لگا ''میں نے کاہنوں کا کلام بھی سناہےاور جادوگروں کا بھی،شاعروں کے اشعار بھی سنے ہیں مگران کلمات جیسا پہلے کبھی کوئی کلام نہیں۔سنا بے شک یہ کلمات تو سمندر کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں'' پھراس نے اپناہاتھ بڑھا کر بیعت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:''اوراپنی قوم کی طرف سے؟'' ضماد کہنے لگے:''ہاں میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتاہوں۔''(مسلم،کتاب الجمعہ)

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ(3) ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی تمہارارب ہے جس نے آسمانوں اورزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا،وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے،کوئی سفارش کرنے والانہیں مگراس کی اجازت کے بعد،وہی اللہ تعالیٰ تمہارارب ہے سوتم اس کی عبادت کروتو کیاتم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''(3)

سوال1:﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے جس نے آسمانوں اورزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)**﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ ﴾** ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا رب،تمہارا معبودحق ہے۔(2)یعنی تمہارا حقیقی معبود جس کے بارے میں تم پر واجب ہے کہ اسی ایک کی عبادت کرو اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ (ایسرالتفاسیر:592)(3)**﴿ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴾** ''جس نے آسمانوں اورزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا''جس نے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا حالانکہ وہ پلک جھپکنے سے کم مدت میں پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔تدریجی طور پر تخلیق میں حکمت ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے افعال میں انتہائی نرم اورمہربان ہے۔اس میں مخلوق کے لیے سبق ہے کہ وہ اپنے کام تدریجی طور پر انجام دیں۔(4)دنوں کی تعداد سے اللہ تعالیٰ کی تقدیراورتدبیر سے آگہی ہوتی ہے جوانسان کومقصد تخلیق تک لے جاتی ہے۔(5)اللہ تعالیٰ کی تخلیق واجب کرتی ہے کہ لوگ صرف اسی ایک کی عبادت کریں۔(6)یہ اس کی حکمت ہے کہ اس نے کائنات کوحق کے ساتھ اورحق کے لیے پیدا کیا،تاکہ اس کے اسماءوصفات کے ذریعے سے اس کی معرفت حاصل ہونیز یہ کہ وہ اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔(تفسیرسعدی:2/1114)

سوال2:﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ﴾ ''پھر وہ عرش پر بلند ہوا،وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ثُمَّ﴾ پھر یعنی زمین اور آسمان کو تخلیق کرنے کے بعد۔(2)﴿اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ ''وہ عرش پر بلند ہوا'' اللہ تعالیٰ کا عرش پر استوا ایسا ہے جو اس کی عظمت کے لائق ہے۔اس کے بارے میں یہ سوال نہیں کرنا چاہئے کہ کیسے؟ (ایسر التفاسیر:592)(3)یعنی اس عرش پر مستوی ہوا جو تمام مخلوق سے بڑا ہے۔(4)﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ ''وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے'' یعنی وہ عالم علوی اور عالم سفلی کے تمام معاملات کی تدبیر کرتا ہے۔موت دینا،زندہ کرنا،رزق نازل کرنا،لوگوں کے درمیان گردش ایام،ضرر رسیدہ لوگوں سے تکلیف دور کرنا اور سوال کرنے والوں کی ضرورت پوری کرنا۔پس مختلف انواع کی تمام تدابیر اسی کی طرف سے نازل ہوتی ہیں اور اسی کی طرف بلند ہوتی ہیں۔تمام کائنات اس کے غلبہ کے سامنے مطیع اور اس کی عظمت اور طاقت کے سامنے سرافگندہ ہے۔(تفسیر سعدی:1116/2)(5)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:مخلوق کی تدبیر میں کوئی ایک بھی اس کا شریک نہیں۔(تفسیر قرطبی:182/4)(6)اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا منتظم ہے۔اس نے اپنی حکمت کے مطابق ساری مخلوق کے لیے تقدیر لکھی اور اپنی حکمت سے ہی وہ مخلوق کے لیے فیصلے کرتا ہے۔وہ تمام جہانوں کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے،وہ زندگی دیتا ہے،رزق دیتا ہے،لوگوں کے درمیان دنوں کو پھراتا رہتا ہے۔وہ نہ مخلوق کے سوالات سے گھبراتا ہے نہ مانگنے والوں کی فریادوں سے اکتاتا ہے،نہ بڑے کاموں میں اس کی مصروفیت چھوٹے کاموں سے اسے غافل کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کائنات کے تمام امور کی تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔(الف)وہ کاموں کے آغاز اور اختتام کو متعین کرتا ہے۔(ب)وہ اسباب اور نتائج کا تعین کرتا ہے۔(ج)وہ حالات اور ان کے تقاضوں کا تعین کرتا ہے۔(د)وہ قدرت کے قانون بناتا ہے۔(ہ)وہ کاموں کے نتائج کو کنٹرول کرتا ہے۔

سوال3:﴿مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾ ''کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا مِنْ شَفِیْعٍ﴾ یعنی قیامت کے دن کوئی ایک بھی سفارش نہیں کر سکے گا خواہ مخلوق کی افضل ترین ہستی ہی کیوں نہ ہو۔(2)﴿اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾ جب تک اللہ تعالیٰ خود شفاعت کی اجازت نہیں دے گا اس وقت تک کوئی سفارش کے لیے آگے نہیں بڑھے گا۔(3)کائنات کا نظام یہ بتاتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اتنا کامل اور اتنا عظیم ہے کہ اس کے یہاں کسی سفارشی کی سفارش نہیں چل سکے گی مگر جس کو اجازت ہوگی۔(4)جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دے گا کوئی اس کے حضور سفارش نہیں کر سکے گا۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے۔(البقرہ:255)(5)﴿یَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا﴾ اس دن سفارش فائدہ نہ دے گی مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور اس سے بات کرنا پسند فرمائے گا۔(طٰہٰ:109)(6)اللہ تعالیٰ صرف ان کے لیے سفارش کی اجازت دے گا جن کو وہ خود پسند کرے گا اور وہ اہل توحید ہی کو پسند کرے گا۔(7)﴿وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنْتَ لَهٗ﴾ اور اس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔(سبا:23)

سوال4:کسی کو سفارش کا حق ملنا کس بنیاد پر ہوگا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) سفارش کا حق دینا اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تدبیر کا مسئلہ ہے۔(2) ہم نہیں جانتے کہ مومنوں میں سے کس کو اور اعمال صالح میں سے کس کی برکت سے سفارش ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے لہٰذا وہ جس کے لیے چاہے گا اور جس سے چاہیگا شفاعت کا کام لے گا۔

سوال 5: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ذٰلِكُمُ﴾ یہی وہ ذات ہے۔(2) ﴿اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا حقیقی رب ہے اسی کی عبادت کرو۔(ایسر التفاسیر:592)(3) وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اوصاف الوہیت و ربوبیت اور صفات افعال و کمال کی جامع ہے۔(4) ﴿فَاعْبُدُوْهُ﴾ یعنی عبودیت کی وہ تمام اقسام جن کو بجالانے پر تم قادر ہو، صرف اس اکیلے کے لیے مخصوص کرو۔(تفسیر سعدی:2/1116,1117)(5) اسی کی عبادت کرو یعنی اسی کو ایک مانو اور اسی کے لیے عبادت کو خالص کرو۔(تفسیر قرطبی:4/183)(6) ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے دلائل سے یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ وہی حمد و ثناء کا اور عبادت کا مستحق ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں؟(المومنون:86,87)

﴿اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ(4)﴾

''اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے، اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے، یقیناً وہی پیدائش کا آغاز کرتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ وہ ان لوگوں کو انصاف کے ساتھ جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے میں جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔''(4)

سوال 1: ﴿اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا﴾ ''اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے، اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے'' اس سے مراد ہے سب کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ وہ ایک مقررہ وقت پر تم سب کو جمع کرے گا۔(2) قیامت کے دن تمام انسان لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں گے۔(3) ﴿وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وہ ضرور اپنے وعدے کو پورا کرے گا اس لیے نیک اعمال میں جلدی کرو جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات چیزوں سے پہلے (نیک) اعمال میں جلدی کرو: کیا تمہیں ایسے فقر کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انتظار ہے جو بھلا دینے والا ہے؟ یا ایسی تونگری کا جو تمہیں حد سے تجاوز کر دینے والا بنانے والی ہے؟ یا ایسی بیماری کا جو بگاڑ دینے والی ہے؟ یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل اور ہوش کو زائل کر دینے والا ہے؟ یا ایسی موت کا جو تیزی سے اپنا کام تمام کر دینے والی ہے؟ (یعنی اچانک آجائے) یا دجال کا جو ہر اس غائب برائی سے بدتر ہے جس کا انتظار کیا جائے؟ یا قیامت کا؟ پس قیامت تو بہت ہی ہولناک اور نہایت تلخ تر ہے۔'' (ترمذی:2306) (4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو، اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مال داری کو اپنی فقیری سے پہلے، اپنی فرصت کو اپنی مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔ (حاکم) (5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ہیں کہ ان کو بہت سے لوگ بھولے ہوئے ہیں۔ ایک تندرستی اور دوسرے فراغت۔'' (بخاری:2304)

سوال 2: ﴿ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ﴾ ''یقیناً وہی پیدائش کا آغاز کرتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ وہ ان لوگوں کو انصاف کے ساتھ جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ﴾ ''یقیناً وہی پیدائش کا آغاز کرتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا'' یعنی اس نے نطفے سے تخلیق کا آغاز کیا پھر موت کے بعد اس کا اعادہ کرے گا۔ (تفسیر قاسمی:8/9) (2) جو تخلیق کی ابتدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس کے اعادے پر بھی قادر ہے۔ لہٰذا وہ شخص جو ابتدائے تخلیق کو تسلیم کرتا ہے پھر وہ اعادہ تخلیق کا انکار کر دیتا ہے، عقل سے عاری ہے جو دو مماثل اشیاء میں سے ایک کا انکار کرتا ہے حالانکہ وہ اس تخلیق کا اقرار کر چکا ہے جو زیادہ مشکل ہے۔ یہ زندگی بعد موت کی نہایت واضح عقلی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1117) (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ﴾ اور وہ اس پر آسان ترین ہے۔ (الروم:27) (4) فرمایا: ﴿ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴾ جیسے اس نے تمہاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے۔ (الاعراف:29) (5) ﴿ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''تا کہ وہ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے'' یعنی جو لوگ دل کی سچائی کے ساتھ ان تمام چیزوں پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (6) ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اور جنہوں نے اپنے دل، زبان اور دیگر اعضاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض اور مستحبات پر عمل کیا۔ (7) ﴿ بِالْقِسْطِ ﴾ ''انصاف کے ساتھ'' یعنی عدل کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی جزا انہیں دے گا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ ﴾ اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔ (الانبیاء:47) (8) اللہ تعالیٰ کی جزا ایسی ہے جس کو کوئی نفس نہیں جانتا۔ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔ (تفسیر منیر:6/112)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانے کا وعدہ سچا ہے، اس کے لیے کیا دلائل دیے گئے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانے کا وعدہ سچا ہے اس لیے کہ وہ تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے تا کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کیے ان کو انصاف کے ساتھ بدلہ دیا جائے اور جن لوگوں نے انکار کیا وہ کھولتے ہوئے پانی اور دردناک عذاب کو برداشت کریں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کا انصاف کہاں کہاں قائم ہے؟

جواب: ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کا انصاف قائم ہے۔ ہر ایک کے ساتھ وہی ہو رہا ہے جو کچھ وہ کرتا ہے۔ اور ہر ایک سے وہ لے لیا جاتا ہے جس کے لیے وہ کچھ نہیں کرتا۔

سوال5: کیا دنیا میں انسان کو اس کی نیکی کا پھل اور سرکشی کی سزا ملتی ہے ؟

جواب: ضروری نہیں کہ دنیا میں انسان کو اس کی نیکی کی جزاء اور سرکشی کی سزا ملے۔

سوال6: انصاف کرنے والے رب کی مرضی جو ساری مخلوقات میں چل رہی ہے، انسان کے معاملے میں سامنے کیوں نہیں آتی ؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے انصاف کو آخرت تک ملتوی کر دیا ہے انسان کو پہلی زندگی عمل کرنے کے لیے دی گئی ہے اور دوسری زندگی عمل کا انجام پانے کے لیے دی جائے گی۔ انسان کو نیکی کی جزا اور بدی کی سزا آخرت میں ضرور دی جائے گی۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے کا عمل کیوں ہوگا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے لوٹانے کا ذمہ لیا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے عدل کرنا ہے۔ اس لیے اچھے کام کا اچھا بدلہ اور برے کام کا برا بدلہ ہوگا۔

سوال8: انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے پر کیسے مطمئن ہو سکتا ہے؟

جواب: انسان اس دنیا میں کمال تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہاں خوشیوں کے ساتھ غم ہیں یہاں سہولتوں کے ساتھ مشکلات ہیں۔ اس دنیا میں اگر کوئی کمال حاصل کر بھی لیا جائے تو یہ چھوٹنے والی ہے۔ جب کہ آخرت میں انسان کمال حاصل کر سکتا ہے۔ کمال کے حصول کے لیے، سربلندی کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف کامیاب ہو کر لوٹنا ضروری ہے۔

سوال9: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے میں جو وہ کفر کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول کی تعلیمات کا انکار کیا اور ان کو جھٹلایا۔ (2) ﴿لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ ''ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہے'' ان کے پینے کے لیے سخت گرم پانی ہوگا جو چہروں کو جھلسا دے گا اور انتڑیاں کاٹ دے گا۔ (3) ﴿وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور دردناک عذاب ہے'' انہیں اس عذاب کی تمام قسموں میں مبتلا کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائے گا۔(4)﴿بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾''اس کے بدلے میں جو وہ کفر کیا کرتے تھے''اللہ تعالیٰ نے عذاب کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ ان کے کفر اور ظلم کی وجہ سے انہیں عذاب دیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں، بندے اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔کفر کرنے والوں نے کمال تک پہنچانے والے راستے کو چھوڑا،اس لیے ان کا انجام انتہائی برا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ(5)﴾

''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔''(5)

سوال1:﴿هُوَالَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا﴾''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج کو بنایا تا کہ وہ زمین کو چمکائے۔(ایسر التفاسیر:592)(2)اللہ تعالیٰ نے سورج کو ہماری زمین سے درست فاصلے پر قائم رکھا ہے۔اس طرح وہ ہمارے لیے روشنی اور حرارت کا انمول خزانہ ہے اور اگر یہ فاصلہ کم ہو جائے تو سورج آگ کا جہنم بن جائے۔(3)﴿وَّالْقَمَرَ نُوْرًا﴾''اور چاند کو نور''اللہ تعالیٰ نے چاند کو زمین سے درست فاصلے پر ایسے مدار میں رکھا ہے کہ وہ ریاضیاتی حساب کے مطابق ٹھیک گردش کرتا ہے اس طرح سے بے نور چاند کو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ٹھنڈی روشنی فراہم کرنے کا ذریعہ بناتا ہے۔(4)سورج کی روشنی میں حرارت ہے اس لیے وہ ضیاء ہے۔اور چاند کی روشنی میں ٹھنڈک ہے اس لیے وہ نور ہے۔(5)علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ ضیاء بڑی اور قوی روشنی کو کہتے ہیں اور نور قوی اور ضعیف ہر روشنی کے لیے استعمال ہوتا ہے لہٰذا آفتاب کے لیے ضیاء استعمال میں لایا گیا۔(انوار البیان:681/2)

سوال2:﴿وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾''اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ﴾''اور اس کی منزلیں مقرر کیں''یعنی سورج اور چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔چاند مسلسل گردش میں ہے۔ایک دن چاند جس مدار میں ہوتا ہے اگلے دن اس میں نہیں ہوتا اس طرح وہ گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے اور یوں ماہ وسال کا حساب ممکن ہو پاتا ہے۔(2)﴿لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾''تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو''یعنی آپ سالوں، مہینوں، دنوں اور لمحات کے بارے میں جان لو کیونکہ تمہاری زندگی اس کی ضرورت مند ہے۔(ایسر التفاسیر:592)(3)رب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

العزت نے فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ ﴾ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں۔(البقرۃ:189)(4)﴿ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴾ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔(بنی اسرائیل:12)(5) سورج اور چاند کی گردش کے بہت سے فوائد ہیں جن سے انسان اپنی زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے۔(تیسیر القرآن:2/280,281)

سوال 3: ﴿ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ'' فلکیاتی نشانیاں ثابت کرتی ہیں کہ اس کائنات میں گہری مقصدیت ہے اس کا آخری انجام بھی ہے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں ہوسکتا۔(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنی حکمت بالغہ سے بنایا ہے۔(تفسیر قاسمی:9/9)(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ﴾ اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔(ص:27)(4) ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟(المومنون:115)(5) یعنی وہ رب قدرت والا ہے جو تخلیق اور تدبیر پر قدرت رکھتا ہے، وہی حقیقی معبود ہے جس کے بارے میں واجب ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا تاکیدی بیان ہے۔(ایسر التفاسیر:592,593)(6) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو حق بنیاد پر پیدا کیا ہے (الف) ہر چیز کا مقصد حق ہے۔ (ب) حق مضبوط ہے۔(ج) حق مستقل ہے۔

سوال 4: ﴿ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ ''وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ﴾ ''وہ نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کو وضاحت سے بیان کرتا ہے۔(2) ﴿ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں'' جب کہ وہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں جب کہ جاہل اس تفصیل اور بیان سے نفع نہیں اٹھاتے۔(ایسر التفاسیر:592,593)(3) یعنی علم والے ہی تدبر کرتے ہیں اور وہ اس پر غور وفکر کر کے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔(تفسیر منیر: 6/117)(4) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ربوبیت کو متحقق کرنے کے بعد اپنے اسماء وصفات کے کمال پر عقلی اور آفاقی دلائل بیان کرتا ہے جو تمام آفاق، یعنی سورج، چاند، زمین وآسمان اور کائنات میں پھیلی ہوئی تمام مخلوقات پر محیط ہیں اور آگاہ فرماتا ہے کہ یہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے ہیں۔ ﴿ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ ''جو علم رکھتے ہیں'' وران کے لیے ہیں جو تقویٰ کا التزام کرتے ہیں، کیونکہ علم دلالت کی معرفت اور انتہائی مناسب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طریقے سے دلائل کے استنباط کی کیفیت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔تقویٰ قلب میں بھلائی کی طرف رغبت اور برائی سے خوف کو جنم دیتا ہے۔یہ دونوں دلائل وبراہین اورعلم ویقین سے پیدا ہوتے ہیں۔اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ ان مخلوقات کی،اس وصف کے ساتھ مجرد تخلیق اس کی کامل قدرت،اس کے علم،اس کی حیات اوراس کی قیومیت پر دلالت کرتی ہے۔اس کائنات میں جاری احکام،اس کا اتقان اوراس کا حسن وابداع اللہ تعالیٰ کی حکمت،اس کے حسن تخلیق اوروسعت علم پر دلالت کرتے ہیں۔اس کائنات میں پھیلے ہوئے منافع و مصالح۔مثلاً سورج کی روشنی اور چاند کے نور سے جوضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت،اپنے بندوں پراس کی عنایت،اس کی لامحدود نوازش اوراس کے احسان پر دلالت کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1118)(3)اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پرغوروفکر کرنے کے لیے علم کواس لیے ضروری قرار دیا گیا تا کہ انسان نشانیوں کی غرض وغایت اوران کی تخلیق کا مقصد جان سکیں۔

﴿ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ(6) ﴾

''یقیناً رات اوردن کے اختلاف میں اورآسمانوں اورزمین میں اللہ تعالیٰ نے جوکچھ پیدا کیا ہے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔''(6)

سوال 1: ﴿ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ ''یقیناً رات اوردن کے اختلاف میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً رات اوردن کے اختلاف میں'' رات اوردن کے اختلاف سے مراد ان کا آگے پیچھے آنا اوران کے درمیان بڑے اور چھوٹے ہونے کا اختلاف ہے۔(2)اس سے مراد رات اوردن کی لمبائی،چھوٹائی اورروشنی اوراندھیرا ہے۔(ایسرالتفاسیر:593)(3)یعنی ان دونوں کا تعاقب کرنا اوران کا ایک دوسرے کا پیچھا کرنا ہے۔(تفسیر قاسمی:9/9)(4)یعنی ان کا آنا اور جانا اورکم اورزیادہ ہونا۔(تفسیر منیر:6/115)(5)اللہ تعالیٰ کے اس نظام میں بڑی گہرائی ہے۔اس نے رات کولباس اورسکون اوردن کومعاش کا ذریعہ بنایا۔

سوال 2: رات اوردن کے اختلاف سے انسان کوکیا سبق ملتا ہے؟

جواب: رات اوردن کے اختلاف سے یہ سبق ملتا ہے کہ گھپ اندھیرے کے بعد صبح کی روشنی آتی ہے اور یہ کہ ظلم کے بعد اللہ تعالیٰ کے انصاف کا وقت آنا طے شدہ ہے۔

سوال 3: ﴿ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴾ ''اورآسمانوں اورزمین میں اللہ تعالیٰ نے جوکچھ پیدا کیا ہے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جوڈرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''اورآسمانوں اورزمین میں اللہ تعالیٰ نے جوکچھ پیدا کیا ہے''یعنی آسمانوں،ہواؤں، پرندوں اور جوکچھ اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کیا انسان،جانور،خشکی،تری،نہریں،درخت، پہاڑ وغیرہ۔(ایسرالتفاسیر:593)(2)یعنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرشتے،سورج، چاند اور تارے وغیرہ۔(تفسیر منیر:115/6)(3)﴿لَاٰیٰتٍ﴾''نشانیاں''زمین وآسمان کی نشانیاں ہمیں بتاتی ہیں کہ کائنات زبردست توازن میں جکڑی ہوئی ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کائنات کا مالک انسان کو پکڑنے کی قوت رکھتا ہے۔یہ نشانیاں بتاتی ہیں کہ جیسے یہ زندگی ممکن ہے دوسری زندگی بھی ممکن ہے۔(4)یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت،اس کے وجود،اس کی وحدت اور اس کے علم اور اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتی ہیں۔(تفسیر منیر:115/6)(5)یعنی یہ واضح علامات ہیں جو پیدا کرنے والے معبود کے حق پر دلالت کرتی ہیں اور اس کے جلال،کمال اور اس کی عظیم قدرت اور اس کی بادشاہت کی قوت پر،لہٰذا وہ اس کی انتہائی محبت اور انتہائی تعظیم اور خوف وخشیت سے اس کی عبادت کرتے ہیں،اسے یاد کرتے ہیں،بھولتے نہیں اور فرماں برداری کرتے ہیں،نافرمانی نہیں کرتے۔(ایسر التفاسیر:593)(6)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کہہ دو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔(یونس:101)(7)﴿لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ﴾''ان لوگوں کے لیے جو ڈرتے ہیں''یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان سنجیدہ ہو جاتا ہے اور وہ معاملہ کے ہر پہلو پر دھیان دیتا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے دلوں میں یقین اور ایمان پھوٹتا ہے جس کی بدولت دل حساس ہو جاتے ہیں جو اثر قبول کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور وفکر کر کے حق کو قبول کرتے ہیں۔

سوال5: کائنات کی نشانیاں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ نافذہ پر دلالت کرتی ہیں۔ان نشانیوں کے ذریعے کس حقیقت کی طرف اشارہ ہے؟

جواب:(1)زمین وآسمان کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عزت اور عظمت پر گواہ ہے اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں جو بتاتی ہیں کہ اس کائنات کا خالق ایک ہے اور ہر چیز نے اپنے انجام تک پہنچنا ہے تو انسان کو بھی اپنے انجام تک پہنچنا چاہیے۔(2)یہ کہ ہر چیز اپنے عروج تک پہنچتی ہے انسان کو بھی اپنے عروج تک پہنچنا چاہیے اور جو عروج انسانیت حاصل نہیں کر سکی اس کو حاصل کرنے کے لیے آخرت کا برپا ہونا ضروری ہے۔(3)اس کائنات کی خصوصیات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادۂ نافذہ پر دلالت کرتی ہیں۔یہ سب کچھ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود،محبوب محمود،جلال واکرام اور عظیم اوصاف کا مالک ہے،رغبت ورہبت کے ساتھ اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔تمام امور میں مخلوقات ومربوبات،جو بذات خود اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں،کی بجائے اپنی دعا میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے۔ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور وفکر کرنے اور ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے کی ترغیب ہے۔اس لئے کہ اس سے بصیرت بڑھتی ہے،ایمان وعقل میں اضافہ ہوتا ہے اور ملکہ راسخ ہوتا ہے اور ان میں غور وفکر نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایمان میں زیادتی کا راستہ بنداور قلب وذہن میں جمود طاری ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1118)

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِہَا وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ(7) ﴾

''یقیناً جولوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اوروہ دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے اوراس پر ہی مطمئن ہوگئے اوروہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔''(7)

سوال1: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِہَا ﴾''یقیناً جولوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اوروہ دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے اوراس پر ہی مطمئن ہوگئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ﴾''یقیناً جولوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے''یعنی جولوگ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے۔وہ نہ اس سے خوف رکھتے ہیں،نہ طمع رکھتے ہیں۔(فتح القدیر:2/533)(2)یعنی جولوگ نہ انتظار کرتے ہیں نہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:593)(3)یعنی وہ لوگ جواللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش نہیں رکھتے ہیں جوسب سے بڑی خواہش اورسب سے بڑی آرزو ہے،بلکہ وہ اس سے اعراض اورروگردانی کرتے ہیں اور بسااوقات اس کی تکذیب کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1119)(4)﴿ وَ رَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ﴾''اوروہ دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے''یعنی آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر مطمئن ہوگئے اوروہ آخرت کے گھر کے بارے میں غوروفکر نہیں کرتے۔(ایسرالتفاسیر:593)(5)یہ وہ لوگ ہیں جوآخرت کے بجائے دنیا کے لیے کام کرتے ہیں۔(6)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتَہَا نُوَفِّ اِلَیۡہِمۡ اَعۡمَالَہُمۡ فِیۡہَا ﴾جوکوئی دنیا کی زندگی اوراس کی زینت کاارادہ رکھتاہے،ہم ان کے اعمال کااسی دنیامیں ہی انہیں پوراپورابدلہ دے دیں گے۔(ہود:15)(7)﴿ وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِہَا ﴾''اوراس پر ہی مطمئن ہوگئے''یعنی دنیا پر خوش ہوگئے اور اس میں سکون پانے لگے۔(8)یعنی دنیا کی طرف مائل ہوگئے اوراسی کواپنی منزل اوراسی کواپنامقصدزندگی بنالیا۔دنیاکےحصول کے لیےکوشاں رہے،اس کی لذات وشہوات پرٹوٹ پڑے۔دنیاانہیں جس طریقے سے بھی حاصل ہوئی،انہوں نے اسے حاصل کرلیا۔دنیا کی چمک انہیں جہاں کہیں بھی دکھائی دی یہ اس کی طرف لپکے۔انہوں نے اپنے ارادوں اور نیتوں کودنیاہی میں مصروف رکھا،ان کے افکاروا عمال دنیاہی کےمحورپرگھومتے رہے۔گویا کہ وہ دنیامیں ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا کئے گئے ہیں اورگویا کہ دنیاایک گزرگاہ نہیں جہاں سے مسافرزادراہ اکٹھا کرکے ہمیشہ رہنے والی منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔اولین وآخرین اس منزل کی نعمتوں اورلذتوں کی طرف کوچ کرتے ہیں اور لپکنے والے انہی کی طرف لپکتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1119)**(9)**جولوگ یہ نہیں سمجھتے کہ حقیر دنیاان کی منزل نہیں ہوسکتی ان کی ساری سرگرمیاں دنیا تک محدود ہوجاتی ہیں تووہ انسانیت کے اعلیٰ مقام کے لیےنہیں اٹھتیں اوروہ دنیا کی گندگیوں کی طرف جھک کرجم جاتی ہیں۔(10)جولوگ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے غافل ہوجاتے ہیں ان کے دل نہیں جا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گئے ان کا شعور بے دار نہیں ہوتا، وہ دنیا کی پستیوں اور حقارت پر راضی ہو جاتے ہیں۔(11) جو لوگ آخرت کی ملاقات کو بھول جاتے ہیں وہ دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہو جاتے ہیں۔

سوال 2: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل کی طرف نظر نہیں کرتے، نہ اس پر غور وفکر کرتے ہیں کیونکہ وہ اس کے متضاد میں منہمک ہیں۔(تفسیر منیر:120/6)(2) وہ قرآنی آیات سے اور کائناتی نشانیوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

سوال 3: کن لوگوں کو آخرت کی ملاقات کا یقین نہیں آتا؟

جواب: (1) ان لوگوں کو آخرت کی ملاقات کا یقین نہیں آتا جو دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن رہتے ہیں۔(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔

﴿اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ(8)﴾

''یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ آگ ہے اس کے بدلے میں جو وہ کمایا کرتے تھے۔''(8)

سوال 1: ﴿اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ آگ ہے اس کے بدلے میں جو وہ کمایا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''یہی لوگ ہیں'' یعنی جن کے یہ اوصاف ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے، جو دنیا کی زندگی پر مطمئن ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے غافل ہیں۔(2) ﴿مَاْوٰىهُمُ النَّارُ﴾ ''جن کا ٹھکانہ آگ ہے'' یعنی ان کا ٹھکانہ اور مقام آگ ہے جہاں سے وہ کبھی نکل نہیں پائیں گے۔(3) ﴿بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے میں جو وہ کمایا کرتے تھے'' یعنی جہنم کا عذاب ان کے گناہوں، کفر، ظلم، شر، فساد اور شرک کی پاداش میں ہے۔

سوال 2: جہنم کس کے لیے ہے؟

جواب: جو جہنم جانے کی تیاری کرتا ہے۔

سوال 3: جہنم جانے کی تیاری کیسے کی جاتی ہے؟

جواب: جہنم جانے کی تیاری کے لیے چار کام کیے جاتے ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کو بھلانا۔(2) دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہونا۔(3) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے غفلت برتنا۔(4) اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید نہ رکھنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهۡدِیۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِیۡمَانِهِمۡ ۚ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ(9) ﴾

’’یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں ان کا رب انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت دے گا،نعمت کے باغوں میں ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔‘‘(9)

سوال1: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهۡدِیۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِیۡمَانِهِمۡ ﴾ ’’یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں ان کا رب انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت دے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ’’یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں‘‘یعنی جن لوگوں نے ایمان لاکر اللہ تعالیٰ کی رضا اور نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کے ساتھ نیک اعمال انجام دیے۔(2)اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے ایمان کا ذکر فرمایا ہے جس کا اس نے آیات پر تفکر کی وجہ سے ان سے مطالبہ کیا ہے۔(فتح القدیر:2/534)(3)اعمال صالح دل،زبان اور جوارح کے اعمال پر مشتمل ہیں۔(4) ﴿ یَهۡدِیۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِیۡمَانِهِمۡ ﴾ ’’ان کا رب انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت دے گا‘‘اللہ تعالیٰ نے ایمان لاکر نیک عمل کرنے والوں کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ وہ ان کے ایمان کی وجہ سے انہیں سب سے بڑا بدلہ یعنی ہدایت عطا فرماتا ہے۔(5)ہدایت سے مراد نفع مند علم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہے۔اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک کام کرنے والوں کو ایسے اعمال کی توفیق دیتا ہے جو ہدایت کی وجہ سے ممکن ہوتے ہیں۔اس کے لیے اللہ تعالیٰ انہیں علم عطا فرماتا ہے،آیات پر تفکر کے لیے ان کی راہ نمائی کرتا ہے اور دنیا میں سیدھے راستے پر چلاتا ہے اور انہیں اس راستے پر چلاتا ہے جو آخرت میں جنت لے کر جاتا ہے۔(6)ایمان اور عمل صالح انسان کو جنت تک لے جانے والا راستہ ہے۔(تفسیر منیر:6/124)(7)ایمان انسان کی راہ نمائی کرتا ہے۔اس سے انسان کو علم کا سرا ہاتھ آجاتا ہے اور انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنی فکر کے بھٹکنے سے پہلے بچ جائے۔وہ انسان کو صاحب بصیرت بناتا ہے اور غلط راستوں سے بچاتا ہے۔وہ انسان کو صحیح راستے پر چلاتا ہے۔وہ انسان کو جنت تک پہنچا دیتا ہے۔وہ انسان کو اپنے انجام کے بارے میں فکر مند کر دیتا ہے۔وہ انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو صحیح اور غلط کی روشنی میں دیکھے،صحیح پر چلے اور غلط کو چھوڑ دے،اس طرح ایمان انسان کو قوت تمیز دیتا ہے۔(8)ایمان بندے اور رب کے درمیان رابطہ ہے۔یہ بندے اور رب کے درمیان ایک معاہدہ ہے۔(9)رب العزت نے فرمایا: ﴿ یَوۡمَ تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ یَسۡعٰی نُوۡرُهُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَبِاَیۡمَانِهِمۡ بُشۡرٰىكُمُ الۡیَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴾ جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔آج ایسے باغات کی تمہیں خوش خبری ہو جن کے نیچے نہریں جاری ہیں،اس میں ہمیشہ کے رہائشی ہو،یہی بڑی کامیابی ہے۔(الحدید:12)(10)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس بندے کی عقبیٰ کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دنیا اور خواہشات دنیا سے ایسے بچاتا ہے جس طرح کوئی آدمی اپنے بیمار کو بدپرہیزی کی چیزوں سے بچاتا ہے۔ (طبرانی، مستدرک حاکم)

سوال 2: ﴿ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴾ ''نعمت کے باغوں میں ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ﴾ ''ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' یعنی ہمیشہ بہنے والی نہریں۔ (تفسیر سعدی: 1120/2) (2) ﴿ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴾ ''نعمت کے باغوں میں'' جنت ہر طرح سے کامل نعمتوں پر مشتمل ہوگی۔ قلب کو فرحت وسرور، تروتازگی، اللہ رحمٰن کا دیدار، اس کے کلام کا سماع، اس کی رضا اور قرب کے حصول کی خوشی، دوستوں اور بھائیوں سے ملاقاتوں، ان کے ساتھ اکٹھے ہونے، طرب انگیز آوازوں، مسحور کن نغمات اور خوش کن مناظر کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ بدن کو مختلف انواع کے ماکولات ومشروبات اور بیویاں وغیرہ عطا ہوں گی جو انسان کے علم سے باہر ہیں جن کے بارے میں انسان تصور تک نہیں کرسکتا اور نہ کوئی اس کا وصف بیان کرسکتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1120/2) (3) رب العزت نے جنت کے بارے میں فرمایا: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔ (السجدہ: 17) (4) جنت کی راحت وسرور کی حقیقت کا ہم اس دنیا میں تصور بھی نہیں کرسکتے۔ ایک حدیث میں پیغمبر اسلام ﷺ نے جنت کی حقیقت یہ بتلائی ہے: نہ تو کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی، نہ کسی فرد بشر کے خیال میں گزری! (مسلم) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کی نعمتیں دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتیں۔ بجز اس کے نام میں مشارکت ہے۔ (ابن کثیر) (ترجمان القرآن: 177/2)

﴿ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (10)]

ان کی دعا اس میں یہ ہوگی ''پاک ہے تو اے اللہ'' اور ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا اختتام یہ ہوگا کہ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' (10)

سوال 1: ﴿ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴾ ''ان کی دعا اس میں یہ ہوگی ''پاک ہے تو اے اللہ'' اور ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ﴾ ''ان کی دعا اس میں یہ ہوگی ''پاک ہے تو اے اللہ!'' خوش نصیب جنتیوں کی عبادت میں سے پہلی چیز کا بیان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کریں گے۔ (2) ﴿ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴾ ''اور ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی'' اہل جنت کی دعائے ملاقات سلام ہوگی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ﴾ اہل جنت جس دن اللہ تعالیٰ سے ملیں گے ان کی دعائے ملاقات سلام ہوگی۔ (3) اہل جنت ایک دوسرے کی زیارت کے وقت سلام کریں گے یعنی ان کی گفتگو لغو باتوں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پاک ہوگی۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝﴾ نہ اس میں وہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات۔مگر یہ کہنا کہ سلام ہے،سلام ہے۔(الواقعہ:25,26)

سوال2:﴿وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ اوران کی دعا کا اختتام یہ ہوگا کہ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اہل جنت آخر میں اس کے لیے حمد وثناء بیان کریں گے۔کیونکہ ان کی ساری تکلیفیں دور ہوچکی ہوں گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۝ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ ۖ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ﴾ اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کردیا،بلاشبہ ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا،نہایت قدر دان ہے۔جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ پر اتار دیا،اس میں نہ ہمیں کوئی مشقت پہنچتی ہے اور نہ ہی اس میں ہمیں کبھی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔(فاطر:34,35)(2)ان کے لیے سب سے بڑی لذت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی حیثیت ان کے لیے ایسے ہی ہو گی جیسے کسی جان دار کے لیے سانس کی۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۚ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾ اور وہ کہیں گے:''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنادیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں''سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔(الزمر:74)(3)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''جنتی جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے،لیکن تھوکیں گے،نہ پیشاب کریں گے،نہ پاخانہ کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے۔''صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ جو کھانا وہ کھائیں گے وہ کہاں جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:''بس ڈکار آئے گا اور پسینا آئے گا،جس سے خوشبو مشک کی طرح آئے گی(اوران کا کھانا تحلیل ہوجائے گا)،انہیں تسبیح اور تحمید اس طرح سکھائی جائے گی،جس طرح تمہیں سانس لینا سکھایا جاتا ہے۔''(صحیح مسلم:7152)

سوال3: دنیا کی دل چسپیوں کا دنیا اور آخرت میں حال واضح کریں؟

جواب:

دنیا کی دلچسپیاں دنیا میں	دنیا کی دل چسپیاں آخرت میں
(1)دنیا کا مال،	انسان مال کی فکر اور حصول سے آزاد ہوگا اور بے پناہ مال ملے گا۔
(2)دنیا کی عزت،	انسان عزت کی فکر سے آزاد ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت کا اعلیٰ مقام ملے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(3) دنیا کے نقصان سے بچنا،	انسان کو اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نقصان سے بچالیں گے۔
(4) دنیا کے فائدوں کو حاصل کرنا،	انسان کو ہر طرح کے فائدے حاصل ہوں گے۔

سوال 4: آخرت میں انسان کی دل چسپیاں کیا ہوں گی؟

جواب: (1) خوشی سے ایک دوسرے کو پکاریں گے۔(2) ایک دوسرے پر سلامتی بھیجیں گے۔(3) یہ پکاریں گے کہ اے اللہ تو پاک ہے ساری تعریفوں کا مستحق رب العالمین ہے۔

سوال 5: آخرت کی جنت کن لوگوں کو ملے گی؟

جواب: (1) آخرت کی جنت ان لوگوں کو ملے گی جو لوگ دنیا میں دوسروں کے لیے خیر خواہی کے جذبات رکھیں گے۔(2) جو لوگ دوسروں کی سلامتی چاہیں گے اور دوسروں کو اپنے شر سے بھی سلامت رکھیں گے۔

رکوع نمبر: 7

﴿وَ لَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ(11)﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح ان کو برائی جلدی دے تو یقیناً ان کی مدت ان کی طرف پوری کردی جائے تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ان لوگوں کو ہم ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ حیران پھرتے ہیں۔''(11)

سوال 1: ﴿وَلَوْیُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح ان کو برائی جلدی دے تو یقیناً ان کی مدت ان کی طرف پوری کردی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْیُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ﴾ کے متعلق مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس سے مراد اپنی اولاد اور اپنے مال کے متعلق یہ کہنا کہ اے اللہ! اس میں برکت نہ فرما اور اس کو اپنی رحمت سے دور کردے تو (بعض اوقات ان کی یہ بددعا نہیں لگتی) کیوں کہ ان کی تقدیر کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہوتا ہے اور (بعض اوقات) جس پر بددعا کی جاتی ہے' وہ ہلاک و برباد ہو جاتے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر) (2) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے آپ کو بددعا نہ دو، اپنی اولاد کو بددعا نہ دو، اپنے خادموں کو بددعا نہ دو اور اپنے مالوں کو بددعا نہ دو، ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا و قبولیت کی گھڑی ہو (ادھر تم کوئی بددعا کرو اللہ تعالیٰ اسے) تمہارے لیے قبول کرلے۔''(سنن ابوداؤد: 1532)(3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ تھڑ دلا اور جلد باز ہو کر یہ نہ کہے کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگیں لیکن قبول نہیں ہوتیں۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جلد بازی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دعا مانگنے والا کہے میں نے دعا مانگی، پھر مانگی لیکن مجھے دعا قبول ہوتی نظر نہیں آتی اور اس پر دعا مانگنا چھوڑ دے۔''(مسلم:6936)(4)لوگ عذاب کا مطالبہ کرنے میں جلدی کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو ان پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ ان پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔(العنکبوت:53)(5)﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴾اور انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے۔''(ص:16)(6)﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ﴾ اور وہ بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی مانگتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرت ناک سزائیں گزر چکیں۔(الرعد:6)(7)ابوجہل نے کعبۃ اللہ کے پردے پکڑ کر اپنے لیے عذاب کا مطالبہ کیا تھا جس کا تذکرہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی آیت نمبر 32 میں کیا:﴿ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾اور جب انہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔''(8)﴿ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ﴾'' تو یقیناً ان کی مدت ان کی طرف پوری کر دی جائے''لوگ دعائیں کرتے ہیں کہ عذاب انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے مگر ارحم الراحمین انہیں مہلت دیتا ہے اور ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے۔(9)اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم پر ان کا مواخذہ کرے تو زمین پر کوئی جان دار زندہ نہ بچے۔(10)بعض اوقات انسان اپنے گھر والوں اور حال پر ناراض ہو کر بددعا کر بیٹھتا ہے اگر وہ قبول ہو جائے تو سب کچھ برباد ہو جائے مگر حکمت والا اور حلم والا رب سب بددعاؤں کو قبول نہ کر کے رحم فرماتا ہے۔الحمدللہ۔(11)کسی کے مال اور اولاد پر بددعا کرنا اچھا نہیں ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے لیے اپنے مال کے لیے اور اولاد کے لیے بددعا نہ کرو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ بددعا کسی قبولیت والی گھڑی میں زبان سے نکل جائے اور قبول ہو جائے۔(مسند بزار)

سوال 2: انسان عذاب کا مطالبہ کرنے میں اس طرح جلدی کیوں کرتا ہے، جس طرح بھلائی کا مطالبہ کرنے میں جلدی کرتا ہے؟

جواب: جو لوگ آخرت کی ملاقات کا یقین اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے اندیشے نہیں رکھتے انہیں عذاب کا یقین نہیں آتا اس لیے وہ عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ عذاب آنے کا انہیں یقین نہیں ہوتا۔

سوال 3:﴿ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾'' تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ان لوگوں کو ہم ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ حیران پھرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا ﴾'' تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے''یعنی جو لوگ آخرت کی امید نہیں رکھتے وہ اس کے لیے تیاری نہیں کرتے اور رب العزت انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔(2)جو لوگ آخرت کی امید نہیں رکھتے وہ یہ علم بھی نہیں رکھتے اور نہ وہ رکھنا چاہتے ہیں کہ کون سی چیز انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلا دے گی۔(3)﴿ فِيْ طُغْيَانِهِمْ ﴾'' ان کی سرکشی میں''اللہ تعالیٰ انہیں کیسے چھوڑ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیتا ہے،اس کی وضاحت ہے کہ وہ انہیں ان کے حال پر،ان کی سرکشی میں،ان کے باطل پر چھوڑ دیتا ہے۔سرکشی کی وجہ سے ہی وہ حق سے نکل جاتے ہیں۔(4)﴿یَعۡمَهُوۡنَ﴾''کہ وہ حیران پھرتے ہیں''سرکشی کی حالت کی مزید وضاحت ہے کہ کس طرح وہ حیران اور سرگرداں پھرتے ہیں کہ انہیں کوئی مضبوط دلیل نہیں ملتی،وہ کوئی راستہ نہیں پاتے۔(5)گمراہی سے نکلنے کے لیے دلیل ہی وہ روشنی ہے جس سے شعور کی تاریکیا ں دور ہوتی ہیں اور حق صاف صاف دکھائی دیتا ہے۔دلیل اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے کتاب وسنت کے علم سے ملتی ہے۔جب علم نہیں ہوتا،نہ اس علم کی تلاش میں نکلتے ہیں،نہ اس کو اپنی ضرورت خیال کرتے ہیں تو ان کے ظلم اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے بے رخی اور اس سے انکار کے جرم میں اللہ تعالیٰ انہیں ان کی سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ برے کام کرنے والے کو ڈھیل کیوں دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ برے کام کرنے والوں کو ڈھیل اس لیے دیتے ہیں کہ وہ کسی مقام پر اپنی اصلاح کریں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی ڈھیل کا قانون انسانوں کے لیے کیا کردار ادا کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا قانون مہلت انسان کے لیے رحمت ہے۔

سوال6: انسان سرکش کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: (1)جو لوگ دنیا میں جیتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنا ہے،وہ سرکش ہو جاتے ہیں۔(2)جو لوگ آخرت کی جواب دہی اور پکڑ کا یقین نہیں رکھتے وہ سرکش ہو جاتے ہیں۔(3)جو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ آزاد ہیں جو چاہیں کر گزریں کوئی پکڑنے والا نہیں وہ سرکش ہو جاتے ہیں اور فساد پھیلاتے ہیں۔

سوال7: سرکشی سے بچنے کا کیا راستہ ہے؟

جواب: سرکشی سے بچنے کا ایک ہی حقیقی محرک ہے،وہ یہ کہ انسان یہ سمجھ لے کہ ہر طاقت ور سے اوپر ایک اور طاقت ور ہے جس کے آگے ہر انسا ن بے بس ہے اور یہ کہ وہ انسان کو پکڑ لے گا اور یہ کہ انسان مجبور ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کر لے۔

﴿وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِهٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنۡ لَّمۡ يَدۡعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡمُسۡرِفِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ(12)﴾

''اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو۔ایسے ہی حد سے گزر جانے والوں کے لیے خوش نما بنا دیا گیا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔''(12)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا﴾ ''اورانسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ﴾ ''اورانسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ مصیبت، بیماری، بے قراری اور پریشانی میں اسے رب یاد آتا ہے۔(2)﴿دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا﴾ ''تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے'' جب انسان پر مصیبت آتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے کہ مصیبت ٹل جائے۔وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے رو رو کر فریادیں کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کر دے۔(3)مصیبت میں انسان اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتا ہے۔انسان اپنی عاجزی کا اللہ تعالیٰ کے آگے اعتراف کر لیتا ہے اور بے اختیار اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔انسان مصیبت میں تنگ دل ہو جاتا ہے اس لیے جلد آسانیاں چاہتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے۔مصیبت میں انسان کی امیدیں رب سے وابستہ ہو جاتی ہیں اس لیے وہ راتوں کو بھی اٹھ کر رب کو پکارتا ہے۔

سوال 2: مصیبت میں کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے پکارنے سے کیا احساس دلانا مطلوب ہے؟

جواب: انسان کی نفسیاتی حالت کو بیان کیا گیا ہے کہ مصیبت کی گھڑیاں اس پر کتنی طویل ہو جاتی ہیں۔

سوال 3: ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ﴾ ''پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)شوکانی لکھتے ہیں کہ یہ حالت کافروں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے، بہت سے مسلمانوں کا حال بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو خوب دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں، اور جب وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو دعا اور گریہ زاری سے غافل ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے احسان کا شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:605/1)(2)﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے جس کی طرف وہ رجوع کرنے والا ہوتا ہے، پھر جب وہ اسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کر دے۔آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اٹھالو، یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو۔(الزمر:8)(3)اس سے بڑھ کر انسان کا ظلم کیا ہوگا کہ وہ مصیبت میں رب کو پکارے اور جب عافیت ملے تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ کرے۔(4)سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ تعالیٰ کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔ (مسلم:7500)

سوال 4: اللہ تعالیٰ جب انسان کی مصیبت دور کرتے ہیں تو اس کے رویے میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) مصیبت دور ہونے پر انسان دوبارہ اپنی پچھلی روش کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ (2) وہ پیچھے کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتا۔ (3) وہ غور و فکر نہیں کرتا۔ (4) وہ نصیحت قبول نہیں کرتا۔ (5) وہ برائی کی طرف بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ (6) وہ غافل اور سرکش بن جاتا ہے۔

سوال 5: ﴿ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''ایسے ہی حد سے گزر جانے والوں کے لیے خوش نما بنا دیا گیا جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ كَذٰلِكَ زُيِّنَ ﴾ ''ایسے ہی خوش نما بنا دیا گیا'' یہ شیطان کی تزئین ہے۔ وہ ایسی چیزوں کو خوب صورت بنا کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے جن کو انسان کی عقل بھی برا جانتی ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور جو انسان اس کے وسوسوں کے مطابق سوچنے لگ جاتا ہے وہ شیطان کے راستے پر چل نکلتا ہے۔ (2) ﴿ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴾ ''حد سے گزر جانے والوں کے لیے'' اسراف حد سے گزرنے کو کہتے ہیں۔ (3) یہ دعا سے اعراض، شکر سے غفلت اور خواہشات میں مشغول ہونا ہے۔ (فتح القدیر:537/2) (4) ﴿ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' یعنی ذکر سے اعراض، خواہشات کی اتباع اور مصیبت میں غیروں سے وہ التجائیں کرنا جو اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہیں۔ (تفسیر قاسمی:13/9) (5) اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے ہر عمل کا جواز تلاش کر لیتا ہے۔ جب انسان سرکشی کو پسند کرتا ہے تو اس کا ذہن سرکشی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے جواز تلاش کر لیتا ہے اور اپنے آپ کو مطمئن کر لیتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ انسان کے اعمال کو اس کی نظروں میں خوش نما بنا دیتے ہیں۔

سوال 6: مسرفین کیسے لوگ ہوتے ہیں؟

جواب: (1) مسرفین مصیبت کے وقت جزع فزع میں عاجزی میں اسراف کرتے ہیں۔ (2) جو مصیبت ٹل جانے پر اکڑنے میں اسراف کرتے ہیں۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ مسرفین کی مصیبت میں عاجزی کی روش کو کیوں نہیں قبول کرتے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو انسان کی طرف سے وہ اچھے رویے مطلوب ہیں جو آزادانہ حالات میں اختیار کیے جائیں۔ مجبوری کے رویئے اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ مجبوری ختم ہوتے ہی یہ رویے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

﴿ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ(13)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے زمانوں کے لوگوں کو تم سے پہلے بھی ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پیغمبران کے پاس واضح دلائل لائے تھے اور وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے، ایسے ہی ہم مجرم لوگوں کو سزا دیتے ہیں۔''(13)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے زمانوں کے لوگوں کو تم سے پہلے بھی ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے زمانوں کے لوگوں کو تم سے پہلے بھی ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا'' اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ اور ان جیسوں پر واضح فرمایا ہے کہ اس سے پہلے گذشتہ قوموں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر، شرک اور ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔(2) جب کسی شخص یا گروہ کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام یعنی حق کی دعوت پہنچے اور وہ صرف اس وجہ سے اس کا انکار کر دے کہ اس کے معیار پر وہ دعوت پوری نہیں اترتی تو ایسے لوگ ظالم بن کر اللہ تعالیٰ کے قانون کی گرفت میں آجاتے ہیں۔

سوال 2: ﴿وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا﴾ ''اور ان کے پیغمبران کے پاس واضح دلائل لائے تھے اور وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور ان کے پیغمبران کے پاس واضح دلائل لائے تھے اور وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے'' انبیاء معجزات اور واضح اور روشن دلائل ان کے پاس لے کر آئے۔(2) ﴿وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا﴾ ''اور وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے'' انہوں نے حق کو تسلیم نہیں کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات اور معجزات پر ایمان نہ لائے۔(3) معجزات کا مطالبہ بھی لوگوں کی جانب سے ہی کیا جاتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا؟(الرعد:7)(4) لوگ معجزات کو کیوں قبول نہیں کرتے؟ یہ انسان کی فطرت کی خاصیت ہے کہ جب کسی کی طرف اس کے جذبات مخالفانہ ہوتے ہیں تو وہ اس کے کسی معاملے میں حسن ظن نہیں رکھتا۔ اس لیے واضح دلائل بھی اس کے دل کے شک کو دور نہیں کر سکتے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں جن لوگوں نے کفر کیا، پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا یہ کچھ نہیں ہے۔(الانعام:25)

سوال 3: ﴿كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ﴾ ''ایسے ہی ہم مجرم لوگوں کو سزا دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''ایسے ہی ہم مجرم لوگوں کو سزا دیتے ہیں'' یعنی جب حق ان کے سامنے آیا اور وہ ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں تہہ و بالا کر دیا۔(2) اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی مجرم قوم سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ مجرموں کو ایسے ہی سزا دیا کرتا ہے۔ یہ اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سنت ہے۔

﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ(14) ﴾

''پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں جانشین بنادیا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟''(14)

سوال1: ﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ''پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں جانشین بنادیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے جن کی طرف محمد ﷺ کو بھیجا گیا تھا یہ کہہ کر ﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ''پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں جانشین بنادیا''یعنی ان پچھلی قوموں کی ہلاکت کے بعد ہم نے تمہیں ان کا جا نشین بنایا،تمہارے پاس رسول بھیجا تا کہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھے۔

سوال2: ﴿ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟''یعنی رسول تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے تا کہ یہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ (2)اگر تم نے گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کی اور نصیحت پکڑی،اللہ تعالیٰ کی آیات کی اتباع اور اس کے انبیاء ورسل کی تصدیق کی،تو تم دنیاوآخرت میں نجات پاؤ گے۔اور اگر تم نے بھی وہی کام کئے جو تم سے پہلے ظالم قوموں نے کئے تھے،تو تم پر بھی وہی عذاب بھیج دیا جائے گا جو ان پر بھیجا گیا تھا۔اور جس نے تنبیہ کردی اس نے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا۔(تفسیر سعدی:2/1123،1122)(3)یہ تصور انسان کے ذہن میں اس شعور کو اجاگر کرتا ہے کہ زمین میں پہلے کچھ اور لوگ اختیارات رکھتے تھے انہیں زوال نصیب ہوا اور اس طرح یہ اقتدار ہم تک پہنچا ہے جو ہاتھ سے جانے والا ہے۔یہ آزمائش ہے جس کا حساب ہونے والا ہے یوں انسان کے دل ودماغ پر اس کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کے خوف کا احساس ہے۔اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے معاشرے کو امن،خوش حالی،اور انصاف نصیب ہوتا ہے۔(4)رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:دنیا ہری بھری اور میٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں جانشین بنا کر دیکھنے والا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔اس دنیا سے اور عورتوں کے فتنے سے بچتے رہو،اسرائیلیوں میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے ہی پیدا ہوا تھا۔(مسلم)

سوال3: ماضی میں جن قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا انہیں کس جرم میں ہلاک کیا گیا؟

جواب:(1)ماضی میں جن قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا ان کے پاس پیغمبر آئے تھے اور انہوں نے انہیں ماننے سے انکار کردیا تھا اس لیے انہیں نبی کے منکر قرار دے کر ہلاک کردیا گیا۔(2)ماضی کی قوموں نے ظلم اور شرک شروع کردیا تھا اس لیے انہیں ظالم قرار دے کر ہلاک کردیا گیا۔

سوال4: ﴿ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو'' کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: انسان رب کے دیکھنے پر چوکنا ہو جاتا ہے، بھلائی کی طرف شدت سے مائل ہو جاتا ہے اور آخرت کی جواب دہی کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ(15) ﴾

''اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو، آپ کہہ دیں میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنی جانب سے اسے بدل دوں، میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے، بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''(15)

سوال 1: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ﴾ ''اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ﴾ ''اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں'' یعنی جب ان پر اللہ عزوجل کی آیات پڑھی جاتی ہیں۔(ایسر التفاسیر:596)(2) یعنی قرآن مجید کی ایسی واضح آیات جس میں کوئی شبہ نہیں۔ وہ آیات جو توحید کو ثابت اور شرک کو باطل کرنے والی ہیں، وہ جو بینات ہیں یعنی واضح دلائل پر مشتمل ہیں۔(فتح القدیر:2/537)(3) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ﴾ ''تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں'' وہ لوگ جو بعث اور آخرت کے گھر پر ایمان نہیں رکھتے، حساب کا خوف اور ثواب کی امید نہیں رکھتے۔ (قرطبی:4/189)(4) جس چیز نے ان کو اس تعنت (کٹ حجتی) پر آمادہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے پر عدم ایمان اور اس کے ساتھ ملاقات ہونے پر عدم یقین ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر ایمان رکھتا ہے وہ لازمی طور پر اس کتاب کی اتباع کرتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے، کیونکہ وہ صحیح نیت والا ہے۔(تفسیر سعدی)(5) ﴿ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ﴾ ''اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو'' رب العزت نے نبی ﷺ کو جھٹلانے والوں کے تعصب کو واضح فرمایا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ان سے ان کے رویے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں اس قرآن کے علاوہ کوئی اور لا کر دو یا اسے بدل دو۔ ابن جریر فرماتے ہیں ان میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ قرآن مجید حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے۔(طبری)

سوال 2: قرآن کی آیات بینات ہیں، ان میں کیسی تعلیم ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: (1) قرآن حکیم انسانی زندگی کی راہ نمائی کی کتاب ہے جس میں انسان کی انفرادی زندگی سے لے کر بین الاقوامی زندگی تک کے لیے راہ نمائی موجود ہے۔ (2) قرآن حکیم جامع کتاب ہے جو اس دنیا کی زندگی کو ترقی دینے اور آخرت کی کامیابی کا پروگرام لیے ہوئے ہے۔ (3) قرآن حکیم زندگی کے تمام مسائل کو حل کرتا ہے اس طرح سے ہر چیز روشن اور واضح ہو جاتی ہے۔

سوال 3: ﴿ قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآئِ نَفْسِىٓ ﴾ ''آپ کہہ دیں میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنی جانب سے اسے بدل دوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں نہ تو یہ مجھے زیب دیتا ہے نہ میرے لائق ہے کہ میں قرآن کو اپنی طرف سے بدل دوں کیونکہ میں تو رسول ہوں اور رسول اپنی طرف سے کلام اللہ کو بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ کلام اللہ مکمل ہے۔ رب العالمین نے انسان کی ضروریات اور مصلحتوں کے مطابق انسانوں کی ہدایت کے لیے اسے بھیجا ہے۔ رسول کا مقام یہ ہے کہ وہ وحی کی پیروی کرے اور اسے پہنچا دے اس لیے وہ اسے بدل نہیں سکتا۔ رسول اس بات سے ڈرتا ہے کہ نافرمانی کریں گے تو بڑے عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔

سوال 4: ﴿ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ﴾ ''میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قرآن حکیم کو نہ بدل سکنے کے حوالے سے پہلی دلیل یہ دی ہے کہ میں تو اسی حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ میرا کوئی اختیار نہیں۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴾ آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔ (الاسراء:88)

سوال 5: ﴿ إِنِّىٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴾ ''بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قرآن مجید کو بدل نہ سکنے کی دوسری دلیل ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ میں اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (2) یہ مخلوق میں بہترین ہستی کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر اور وحی کے بارے میں یہ ادب ہے، تب یہ بے وقوف اور گمراہ لوگ، جنہوں نے جہالت اور گمراہی، ظلم اور عناد اور اللہ رب العالمین پر اعتراضات اور عجز کی طرف اس کی نسبت کو جمع کر رکھا ہے، کیوں کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے گریز کر سکتے ہیں، کیا وہ ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟ (تفسیر سعدی: 2/1124)

سوال 6: قریش مکہ نے یہ کیوں کہا تھا کہ دوسرا قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کر دو تب ہم اسے مانیں گے؟

جواب: (1) قریش مکہ نے دوسرا قرآن لانے کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ قرآن حکیم میں خالص دین کا اعلان تھا اور انہوں نے خود ساختہ دین اختیار کر رکھا تھا۔ (2) قرآن حکیم جو عقیدہ پیش کر رہا تھا اس سے ان کے عقائد پر زد پڑتی تھی۔ (3) قرآن حکیم کے عبادت کے تصور سے ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی عبادتیں کھیل تماشے سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی تھیں۔(4) قرآن حکیم کے پیغمبر کے تصور سے ان کا تصور ٹکراتا تھا۔ وہ پیغمبر کے ساتھ تعلق کو اپنے لیے باعث فخر محسوس کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو راہ نما ماننے کا مطالبہ کیا تھا۔(5) قرآن حکیم کے دین کے تصور سے ان کا نظریہ دین ٹکراتا تھا۔ وہ کعبہ کی خدمت کو دین داری سمجھتے تھے۔ جب کہ قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کے خوف اور آخرت کی جواب دہی کے شعور کے ساتھ کیے جانے والے ان اعمال کو دین داری قرار دیا جن کا مطالبہ رب نے کیا اور جن کا طریقہ محمد ﷺ نے سکھایا۔

﴿ قُل لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(16) ﴾

''آپ کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ میں تمہارے سامنے اس کو پڑھتا اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی خبر دیتا، سو یقیناً اس سے پہلے میں تمہارے درمیان ایک عمر بسر کر چکا ہوں تو کیا تم نہیں سمجھتے؟''(16)

سوال 1: ﴿ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ میں تمہارے سامنے اس کو پڑھتا اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی خبر دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قُلْ ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔(2) ﴿ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ میں تمہارے سامنے اس کو پڑھتا'' اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی ہے اس کے نازل کرنے، پڑھوانے، پہنچانے کے تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر قرآن حکیم پڑھا جا رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اگر قرآن حکیم کی تبلیغ کی جا رہی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔(3) اگر قرآن پڑھ کر سنایا جا رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کا ارادہ لے کر اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ میں آپ پر اسے نہ پڑھوں اور اسے نہ پہنچاؤں تو میں اس کی تلاوت نہ کرتا۔ حکم سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کا ہے۔(فتح القدیر:538/2)(4) ﴿ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ﴾ ''اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی خبر دیتا'' یعنی میں تمہیں اس کی تعلیم نہ دیتا۔(ایسر التفاسیر:596)

سوال 2: ﴿ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''سو یقیناً اس سے پہلے میں تمہارے درمیان ایک عمر بسر کر چکا ہوں تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) میں نے تمہارے اندر ایک طویل عمر یعنی 40 سال اس سے پہلے گزارے ہیں۔(2) ﴿ مِّنْ قَبْلِهٖ ﴾ اس سے پہلے یعنی قرآن مجید کی تلاوت اور تمہارے اس کو جان لینے سے قبل اور میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی نہ تھا اور یہ چیز کبھی میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔(تفسیر سعدی:1124/2)(3) رب العزت نے اس طویل عمر کے بارے میں واضح فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے۔(العنکبوت:48)(4) ﴿ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ﴾ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایمان کیا ہے؟ (الشوریٰ:52) (5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے ان سے بیان کیا کہ ہرقل نے اس کو قریش کی ایک جماعت سمیت بلوایا۔ یہ جماعت صلح حدیبیہ کے تحت رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان طے شدہ عرصۂ امن میں ملک شام تجارت کے لئے گئی ہوئی تھی۔ یہ لوگ ایلیاء (بیت المقدس) میں اس کے پاس حاضر ہوئے۔ ہرقل نے انہیں اپنے دربار میں بلایا۔ اس وقت اس کے اردگرد روم کے بڑے بڑے لوگ تھے۔ پھر اس نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلا کر کہا کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے اس سے تمہارا کون سا آدمی سب سے زیادہ قریبی نسبی تعلق رکھتا ہے؟ ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں نے کہا: میں اس کا سب سے زیادہ قریب النسب ہوں۔ ہرقل نے کہا: اسے میرے قریب کردو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کر کے اس کی پشت کے پاس بٹھادو۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ میں اس شخص سے اس آدمی (نبی ﷺ) کے متعلق سوالات کروں گا، اگر یہ جھوٹ بولے تو تم لوگ اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر جھوٹ بولنے کی بدنامی کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے متعلق یقیناً جھوٹ بولتا۔ ابوسفیان کہتے ہیں اس کے بعد پہلا سوال جو ہرقل نے مجھ سے آپ ﷺ کے بارے میں کیا وہ یہ تھا کہ تم لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا: وہ اونچے نسب والا ہے۔ ہرقل نے کہا: تو کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟ میں نے کہا: نہیں۔ ہرقل نے کہا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ ہرقل نے کہا: اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟ میں نے کہا: بلکہ کمزوروں نے۔ ہرقل نے کہا: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ میں نے کہا: بلکہ بڑھ رہے ہیں۔ ہرقل نے کہا: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ ہرقل نے کہا: اس نے جو بات کہی ہے، کیا اسے کہنے سے پہلے تم لوگ اس کو جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں۔ ہرقل نے کہا: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں۔ معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس فقرے کے سوا مجھے کہیں کچھ اور (جھوٹ) کہنے کا موقع نہ ملا۔ ہرقل نے کہا: کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ ہرقل نے کہا: تو تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟ میں نے کہا: جنگ ہم دونوں کے درمیان برابر کی چوٹ ہے۔ وہ ہمیں زک پہنچا لیتا ہے اور ہم اسے زک پہنچا لیتے ہیں۔ ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: تم اس شخص (ابوسفیان) سے کہو کہ میں نے تم سے اس شخص (نبی ﷺ) کا نسب پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب کا ہے، اور دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب میں بھیجے جاتے ہیں اور میں نے دریافت کیا کہ کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی اور نے کہی ہوتی تو میں یہ کہتا کہ یہ شخص ایک ایسی بات کی نقالی کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے اور میں نے دریافت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا کہ کیااس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگراس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گذرا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کی بادشاہت کا طالب ہے اور میں نے یہ دریافت کیا کہ کیا جو بات اس نے کہی ہے، اسے کہنے سے پہلے تم لوگ اسے جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں، اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے۔ میں نے دریافت کیا کہ بڑے لوگ اس کی پیروی کررہے ہیں یا کمزور؟ تو تم نے بتایا کہ کمزوروں نے اس کی پیروی کی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص مرتد بھی ہوتا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی بشاشت جب دلوں میں گھس جاتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے اور میں نے دریافت کیا کہ کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ تو تم نے بتلایا کہ نہیں، اور پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں، وہ بدعہدی نہیں کرتے۔ میں نے یہ بھی پوچھا کہ وہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ تو تم نے بتلایا کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے، بت پرستی سے منع کرتا ہے، اور نماز، سچائی اور پرہیزگاری و پاک دامنی کا حکم دیتا ہے تو جو کچھ تم نے بتایا، اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں دھوتا۔'' اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا خط منگوا کر پڑھا۔ جب خط پڑھ کر فارغ ہوا تو وہاں آوازیں بلند ہوئیں اور بڑا شور مچا۔ ہرقل نے ہمارے بارے میں حکم دیا اور ہم باہر کر دیے گئے۔ جب ہم لوگ باہر لائے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے کا معاملہ بڑا زور پکڑ گیا۔ اس سے تو بنو اصفر (رومیوں) کا بادشاہ ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے برابر یقین رہا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آکر رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اندر اسلام کو جاگزیں کر دیا۔ یہ قیصر پر نبی ﷺ کے نامۂ مبارک کا اثر تھا جس کا مشاہدہ ابوسفیان نے کیا۔ اس نامۂ مبارک کا اثر یہ بھی ہوا کہ قیصر نے رسول ﷺ کے اس نامۂ مبارک کو پہنچانے والے یعنی دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مال اور پارچہ جات سے نوازا۔ (بخاری:7)(6)﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' یعنی میں نے عمر بھر تمہارے سامنے اس کو تلاوت نہیں کیا اور مجھ سے کبھی کوئی ایسی چیز صادر نہیں ہوئی جو اس پر دلالت کرتی ہو، پھر اس کے بعد میں کیوں کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔ میں نے تمہارے اندر ایک لمبی عمر گزاری ہے، تم میری حقیقت حال سے خوب واقف ہو، میرے ماں باپ کو جانتے ہو، تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں پڑھ سکتا ہوں نہ لکھ سکتا ہوں اور میں کسی سے درس لیتا ہوں نہ کسی سے تعلیم حاصل کرتا ہوں؟ (تفسیر سعدی:2/1124)(7) یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے میں نے اپنی طرف سے نہیں تراشا جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ تم ایسا کلام بنا کر نہیں لا سکتے جب کہ اُمی ہو کر میں یہ کلام پیش کر رہا ہوں۔ تم خود نبوت سے پہلے میری صداقت اور امانت کے معترف تھے میں نے تم میں چالیس سال کی طویل عمر گزاری ہے اس عرصے میں تم نے مجھ میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی اور مجھے صادق اور امین کے لقب سے یاد کیا۔ اب میں اس کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فیصلہ تمہاری عقلوں پر چھوڑتا ہوں کیا تمہارے پاس عقل نہیں ہے کہ تم حق اور باطل میں تمیز کرسکو۔(مختصر ابن کثیر:783/1)

﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ(17) ﴾

''پھر اس سے زیادہ ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟ یقیناً مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے۔''(17)

سوال1: ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ﴾ ''پھر اس سے زیادہ ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ ''پھر اس سے زیادہ ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا'' یعنی اس سے بڑھ کر کسی کا ظلم نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔(2) ﴿ اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ﴾ ''یا اس کی آیات کو جھٹلایا'' یعنی آیات آنے کے بعد اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دے۔(3) رسالت کا جھوٹا دعویٰ انتہائی سنگین جرم ہے یعنی اس سے بڑھ کر ظالم، سرکش اور مجرم نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹا کلام منسوب کرے اور اپنی تراشیدہ باتوں کو اللہ تعالیٰ کی باتیں بتائے اور زبردستی رسول بن بیٹھے، یہ تو بڑا سنگین جرم ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور جرم نہیں ہوسکتا۔

سوال2: انسان حق کو کیوں جھٹلاتے ہیں؟

جواب: انسان کے دل میں جب یہ دھڑکا نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اقوال اور افعال کے لیے اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہے تو وہ سرسری طور پر حق کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

سوال3: ﴿ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ''یقیناً مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یقیناً مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے''(1) مجرم وہ ہیں جو شرک اور نافرمانی کے کام کرتے ہیں۔(2) مجرم وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کی آیات کو جھٹلائے۔(3) مجرم کبھی فلاح نہیں پائیں گے اور دیکھ لو کہ مجرم کون ہے؟(4) میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات لے کر آیا ہوں تم نے ان کو جھٹلایا، جس سے یہ بات متعین ہوگئی ہے کہ تم ظالم ہو تمہارا معاملہ عنقریب مضمحل ہو جائے گا اور جب تک تم اپنی اس ڈگر پر چلتے رہو گے ہرگز فلاح نہیں پاسکو گے۔(تفسیر سعدی:1125/2)

﴿ وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ(18) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (18)

سوال 1: ﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَيَعْبُدُوْنَ ﴾ ''اور وہ عبادت کرتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے مشرک پر ستش کرتے ہیں۔ (2) جب انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری چیزوں میں اٹکتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو اپنی امیدوں کا مرکز بنا لیتا ہے۔ پھر وہ یقین رکھتا ہے کہ کچھ ہستیاں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بلند مقام رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی سفارش پر دنیا اور آخرت کے فیصلے کرتا ہے۔ یہ شفاعت کا غلط عقیدہ ہے۔ اس یقین کی بنیاد پر انسان ایسی ہستیوں کی عبادت کرنے لگتا ہے۔ (3) ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ماسوا جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی بھی نفع پہنچانے کا یا ضرر دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نفع ونقصان کا مالک نہ سمجھنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) جو انسان اللہ تعالیٰ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتا ہے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔ (2) ایسا انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ (3) ایسا انسان اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھتا ہے۔ (4) ایسا انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ (5) ایسا انسان اللہ تعالیٰ کو سب کچھ بنا لیتا ہے۔

سوال 3: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' اور وہ ایسی بات کہتے ہیں جس کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ (2) ﴿ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ ان کی سفارش کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔ یہ ان کا غلط تصور ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ (3) یہ بات جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں جب کہ وہ مال میں ان کی شفاعت کا انتظار کرتے ہیں جو نہ نفع کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ نقصان کا اور وہ کہتے ہیں ﴿ شُفَعَآؤُنَا ﴾ یعنی دنیا میں معاش کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کریں گے۔ (قرطبی: 4/191) (4) عربوں کی اکثریت خالق کا اعتراف کرتی تھی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴾ اور اگر یقیناً آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا۔ (الزخرف: 9) اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بعث کا یعنی جی اٹھنے کا انکار کرتے تھے۔وہ بتوں کی بندگی کرتے تھے جو انہیں نہ نفع پہنچا سکتے تھے نہ نقصان کیونکہ وہ پتھر یا مصنوعی اجسام ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے اور غیراللہ کی بھی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾اوران میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں۔(یوسف:106)وہ بتوں کی نفع و ضرر پر قدرت پر یقین رکھتے تھے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کریں گے اور کہتے تھے ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں،اچھی طرح قریب کرنا۔(الزمر:3)یہ ان کی بتوں کی پرستش کے دو اسباب تھے۔اسی وجہ سے نضر بن حارث کہتا تھا جب قیامت کا دن آئے گا تو لات اور عزیٰ سفارش کریں گے۔اسی کا جواب رب العزت نے دیا:﴿قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ﴾(تفسیر منیر:141/6)

سوال 4:﴿قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو خبر دیتے ہو؟''یعنی جس چیز کا وقوع ناممکن ہے کیا تم اس کے وقوع کی اللہ تعالیٰ کو خبر دے رہے ہو۔(ابن جریر)(2)﴿أَتُنَبِّئُونَ﴾ ''کیا تم خبر دے رہے ہو؟''یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کو علم اور خبر دے رہے ہو۔(نعوذ باللہ)(ایسر التفاسیر:596)(3)﴿بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ ''اس بات کی جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے عقیدے کو باطل قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے جس نے اپنے علم کے ذریعے سے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اس نے تمہیں آگاہ کیا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے ساتھ کوئی معبود نہیں۔پس اے مشرکو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسے معاملے کی خبر دے رہے ہو جو اللہ تعالیٰ سے مخفی ہے اور تم اسے جانتے ہو؟ کیا تم اللہ تعالیٰ سے زیادہ جانتے ہو؟ کیا اس عقیدے سے زیادہ باطل عقیدہ پایا جاسکتا ہے جو اس امر کا متضمن ہے کہ یہ گمراہ، جہال اور بے وقوف لوگ، اللہ رب العالمین سے زیادہ علم رکھتے ہیں؟ عقل مند شخص کے لیے اس عقیدے کا مجرد تصور ہی یہ جاننے کے لیے کافی ہے کہ یہ قطعی طور پر فاسد اور باطل عقیدہ ہے۔(تفسیر سعدی:1125,1126/2)

سوال 5:﴿سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ''پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں''(1)یعنی اللہ تعالیٰ کی عزت والی ذات ان کے شرک وکفر سے پاک وصاف ہے۔(مختصر ابن کثیر:785/1)(2)یعنی اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ کوئی اس کا شریک یا نظیر ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ واحد، فرد اور بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس عالم علوی اور سفلی میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر معبود عقل، شرع اور فطرت کے اعتبار سے باطل ہے۔﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ یہ اس لیے کہ یقیناً

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بلند، بہت بڑا ہے۔(الحج:62) (تفسیر سعدی:2/1126)

﴿وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ(19)﴾

''اور تمام لوگ ایک ہی امت تھے، پھر وہ الگ الگ ہو گئے اور اگر آپ کے رب کے پاس ایک بات پہلے ہی سے طے نہ ہوتی تو اس بارے میں ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔''(19)

سوال1: ﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا﴾ ''اور تمام لوگ ایک ہی امت تھے، پھر وہ الگ الگ ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور تمام لوگ ایک ہی امت تھے، پھر وہ الگ الگ ہو گئے''(1) اللہ تعالیٰ نے انسانی تاریخ کی اپنے علم کی شان کے مطابق خبر دی ہے کہ لوگ ایک ہی دین پر تھے جو دین حق ہے اور وہ اسلام ہے۔(2) انسانیت کا آغاز دین فطرت پر ہوا تھا جو ایک ہی تھا۔(3) یعنی تمام لوگ یک سو تھے ایک ہی ملت پر متفق تھے اور وہ فطرت ہے یعنی اسلام اور توحید جس پر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو پیدا کیا۔(تفسیر قاسمی:9/119)(4) ﴿فَاخْتَلَفُوْا﴾ ''پھر وہ الگ الگ ہو گئے'' انسانوں کے اختلاف کی وجہ سے دین مختلف ہو گئے اور انسانوں نے آزادی کا غلط استعمال کیا جس کی وجہ سے بہت سے دین بن گئے۔(5) لوگوں نے خواہشات کی پیروی کی، بتوں کی بندگی کی، شرک اور اس کی فروعات اور جہالت کی وجہ سے لوگ توحید سے پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اور دل لگتے دلائل کے ساتھ رسول بھیجے تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔(تفسیر قاسمی:9/19)(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن تھے۔ وہ سب کے سب اسلام پر تھے پھر لوگوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ انہوں نے بتوں کی بندگی کی تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اپنی آیات، واضح دلائل اور معجزات کے ساتھ بھیجا۔ ﴿لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ﴾ تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔(الانفال:42)(تفسیر منیر:6/143) (7) اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے ساتھ اپنی آیات، اپنی کتاب اس لیے نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

سوال 2: ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور اگر آپ کے رب کے پاس ایک بات پہلے ہی سے طے نہ ہوتی تو اس بارے میں ان رَّبِّكَ﴾ ''اور اگر آپ کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور اگر آپ کے رب کے پاس ایک بات پہلے ہی سے طے نہ ہوتی'' ایک بات یہ ہے کہ نافرمانوں کو مہلت دینی ہے اور ان کے گناہوں پر ان کا فوری مؤاخذہ نہیں کرتا۔ (2) یعنی اللہ تعالیٰ کسی ایک کو بھی نہیں پکڑے گا جب تک ان پر حجت قائم نہ ہو جائے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔ (بنی اسرائیل:15) (3) کلمہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر حاوی رہے گی۔ (فتح القدیر:2/541)

سوال 3: ﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''تو اس بارے میں ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ''تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا'' اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بچا لیتے اور کفار کو ہلاک کر دیتے تو یہ چیز ان کے درمیان فیصلہ کن علامت بن جاتی۔ (2) دنیا میں حق اور باطل کے درمیان تفریق کی علامت کفار کی ہلاکت اور اہل ایمان کی نجات ہے۔ (3) ﴿فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اس بارے میں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں'' (الف) لوگوں کا اختلاف حق سے ہے اسی وجہ سے اہل حق اور اہل باطل کے درمیان اختلاف رہتا ہے۔ (ب) یعنی حق اور باطل کے درمیان جو جھگڑا ہے وہ حق کے باقی رہنے اور باطل کے ہلاک ہونے کی صورت میں ہی دور ہو سکتا ہے۔ (4) مگر اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ وہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے سے آزمائے اور آزمائش میں مبتلا کرے، تاکہ سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔ (تفسیر سعدی:2/1126,1127) (5) اصل اختلاف تو قیامت کے دن ہی دور ہوگا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ تو انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا، یقیناً آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ (یونس:93)

سوال 4: اختلافات قیامت سے پہلے کیوں نہیں ختم ہو سکتے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان کے لیے بنایا ہے اس لیے حقیقت کو چھپا کر رکھا ہے کہ انسان اپنی عقل کو استعمال کر کے حقیقت تک پہنچیں اگر قیامت سے پہلے اختلافات ختم ہو جائیں تو امتحانی صورت حال ختم ہو جائے گی۔ اس لیے قیامت کے دن ہی اختلافات ختم ہوں گے۔

سوال 5: انسانوں کے درمیان اختلاف کی جگہ اتحاد کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

جواب: شدت خوف کی وجہ سے اختلاف ختم ہو سکتا ہے۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (20)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اوروہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ سوآپ کہہ دیں کہ غیب کی خبر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، چنانچہ تم لوگ انتظار کرو بلاشبہ میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔''(20)

سوال 1: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''اوروہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَيَقُوْلُوْنَ ﴾ یعنی جھٹلانے والے اور سرکش کافر کہتے ہیں۔(2)﴿ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟'' یہ کہ محمد ﷺ پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اترا یعنی اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو اونٹنی دی تھی اسی طرح انہیں بھی کوئی معجزہ دے دیتا اور یہ کہ محمد ﷺ کو چاہیے تھا کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیتے، مکہ کے پہاڑ دور ہٹا دیتے اور پہاڑوں کی جگہ سرسبز وشاداب میدان بنا دیتے جس میں نہریں جاری ہوتیں۔(3) مثلاً وہ کہا کرتے تھے: ﴿ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴾ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟ (الفرقان:7) ﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴾ اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کر دیں۔(بنی اسرائیل:90)(4) اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اندر سب کچھ ہے اور وہ کسی کام سے عاجز نہیں مگر اپنے افعال اور اقوال کی حکمتوں کو وہ خوب جانتا ہے۔فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴾ بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر ایسے باغات عطا کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کے لیے محلات بنا دے۔(الفرقان:10)(مختصر ابن کثیر:785,786/1)(5) ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴾ اور ہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ان کو جھٹلا دیا تھا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی کا واضح معجزہ دیا۔چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیا اور ہم خوف دلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں۔(بنی اسرائیل:59)

سوال 2: رسول سے لوگ نشانی کیوں مانگتے ہیں؟

جواب: رسول کی دعوت سے بچنے کے لیے لوگ نشانی مانگتے ہیں اور اسے مختلف قسم کے مطالبات میں الجھاتے ہیں تاکہ وہ دعوت کے ذریعے زندگی میں تبدیلی لانے کا مطالبہ نہ کرے۔

سوال 3: نشانی کا اصل مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب: جو نشانی یا معجزے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ سبق لیں۔

سوال 4: لوگ نشانی سے سبق کیوں نہیں لیتے؟

جواب:(1) لوگ نشانی سے اس لیے سبق نہیں لیتے کہ نشانی دیکھنے کے لیے ہوتی ہے مجبور کرنے کے لیے نہیں۔(2) نشانی آجانے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بعد بھی لوگوں کے پاس اختیار ہوتا ہے کہ وہ کوئی جھوٹا جواز تلاش کر کے نشانی کو رد کر دیں۔

سوال 5: ﴿ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴾ ''سو آپ کہہ دیں کہ غیب کی خبر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے چنانچہ تم لوگ انتظار کرو بلاشبہ میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَقُلْ ﴾ ''سو آپ کہہ دیں'' یعنی جب وہ کسی معجزے کا مطالبہ کریں تو آپ کہہ دیں۔ (2) ﴿ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ ﴾ ''غیب کی خبر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے علم کے ذریعے سے اپنے بندوں کے احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ اپنے علم اور انوکھی حکمت کے تقاضے کے مطابق ان کی تدبیر کرتا ہے۔ کسی حکم، کسی دلیل، کسی غایت وانتہا اور کسی تعلیل کی تدبیر میں کسی کا کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1127) (3) یعنی معجزات کا علم غیب سے آتا ہے اور غیب صرف اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کے لیے، میں اور آپ نہیں جانتے۔ (ایسر التفاسیر: 598,597) (4) ﴿ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴾ ''چنانچہ تم لوگ انتظار کرو بلاشبہ میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' یعنی ہر ایک دوسرے کے بارے میں انتظار کرے اور دیکھے کس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ (5) یعنی اگر تم ایمان نہیں لاتے تو اپنے منہ مانگے معجزے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔

سوال 6: ''انتظار کرو'' کے جواب میں کیا ہے؟

جواب: (1) ''انتظار کرو'' کے جواب میں مہلت بھی ہے اور دھمکی بھی۔ (2) اس میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک بندے کو کیسے آداب اختیار کرنے چاہیں۔

سوال 7: غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہہ کر کیا ثابت کیا گیا؟

جواب: (1) غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہہ کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ لوگوں کے معاملات کا کوئی اختیار نبی کو نہیں دیا گیا۔ (2) تمام معاملات کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (3) اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور بندے کے مقام کو واضح کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر: 8

﴿ وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْۤ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (21) ﴾

''اور جب ہم لوگوں کو کسی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی ہو، تب اچانک ان کے لیے ہماری آیات میں کوئی بری چال ہوتی ہے۔ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تدبیر میں سب سے زیادہ تیز ہے، بلاشبہ ہمارے فرشتے وہ سب لکھ رہے ہیں جو تم بری چالیں چلتے ہو۔'' (21)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا﴾ ''اور جب ہم لوگوں کو کسی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی ہو، تب اچانک ان کے لیے ہماری آیات میں کوئی بری چال ہوتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً﴾ ''اور جب ہم لوگوں کو کسی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کا کسی کو رحمت چکھانے سے مراد انہیں رزق میں وسعت دینا، انہیں بارش جیسی نعمت عطا کر کے پھلوں میں بہتری لانا ہے۔ (فتح القدیر: 542/2) (2) ﴿مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ﴾ ''کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی ہو'' یعنی جب لوگوں کو بیماری کے بعد صحت، دکھ کے بعد سکھ، تنگ دستی کے بعد فراخی، پریشانی کے بعد اطمینان، خوف کے بعد امن، گرانی کے بعد ارزانی اور قحط سالی کے بعد بارش نصیب ہوتی ہے تو وہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ (3) ﴿اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا﴾ ''تب اچانک ان کے لیے ہماری آیات میں کوئی بری چال ہوتی ہے'' یعنی وہ نعمتیں پا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت پر شکر کرنے کی بجائے اکڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ (4) مجاہد کہتے ہیں کہ وہ آیات کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 1938/6) (4) وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہتے ہیں اور سازشیں کرنے لگتے ہیں۔

سوال 2: قریش پر کیا مصیبت آئی تھی؟

جواب: قریش پر ان کے مسلسل انکار کی وجہ سے نبی ﷺ کی بددعا پر سات سالہ قحط آیا تھا۔

سوال 3: ﴿قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تدبیر میں سب سے زیادہ تیز ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تدبیر میں سب سے زیادہ تیز ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ مجرموں کو ڈھیل دیتا ہے تو وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم پر عذاب نہیں آنا پھر اللہ تعالیٰ انہیں بے خبری میں پکڑ لیتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ عذاب دینے میں جلدی کرنے والا ہے۔ وہ اپنی تدبیروں میں تیز ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر میں ان سے زیادہ تیز ہے۔ (فتح القدیر: 542/2) (3) بری چالوں کا وبال چال چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ ان کے برے مقاصد انہی پر پلٹ جاتے ہیں اور وہ برے انجام سے محفوظ نہیں رہتے، بلکہ فرشتے ان کے اعمال لکھتے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو محفوظ کر لیتا ہے پھر وہ ان کو ان اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ (تفسیر سعدی: 1127,1128/2)

سوال 4: ﴿اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ﴾ ''بلاشبہ ہمارے فرشتے وہ سب لکھ رہے ہیں جو تم بری چالیں چلتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ رُسُلَنَا﴾ ''بلاشبہ ہمارے فرشتے'' یعنی فرشتوں میں سے حفاظت کرنے والے۔ (ایسر التفاسیر: 598) (2) یعنی وہ جو تمہارے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 21/9) (3) اللہ تعالیٰ کے لکھنے والے فرشتے انسان کے اچھے اور برے ہر طرح کے عمل لکھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہے ہیں اور کوئی عمل بھی لکھے بغیر نہیں رہتے پھر ان عملوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں جو ہر چھپی، کھلی چیز سے خبردار ہے پھر اللہ تعالیٰ انہیں ہر چھوٹے بڑے عمل کا بدلہ دے گا۔(مختصر ابن کثیر:787/1)

سوال5: اللہ تعالیٰ سرکش انسان کو ڈھیل کیوں دیتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ سرکش کو اس لیے ڈھیل دیتے ہیں تا کہ وہ بے فکر ہو کر اور زیادہ ڈھیٹ بن جائے۔(2) اللہ تعالیٰ سرکش انسان کو پکڑنا چاہتے ہیں اس لیے فرشتے لکھتے رہتے ہیں اور جب انسان کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو موت کا فرشتہ پکڑ لیتا ہے تا کہ اعمال کے حساب کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کر دے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کے فرشتے کیسے لکھتے رہتے ہیں؟

جواب: فرشتوں کے لکھنا کا معاملہ ہم سے چھپا ہوا ہے۔اس کی حقیقت ہم نہیں جانتے لہٰذا اتنا یقین رکھنا کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انسان کے اعمال لکھتے ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ(22)﴾

”وہی ہے جو خشکی اور سمندر میں تمہیں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انہیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ اچانک سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جانب سے موج آجاتی ہیں اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک انہیں گھیر لیا گیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں کہ اگر آپ ہمیں اس سے نجات دے دیں تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔“(22)

سوال1: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ”وہی ہے جو خشکی اور سمندر میں تمہیں چلاتا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانی نفسیات کو واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں پر انسان کا کیا حال ہوتا ہے تو اس آیت میں سمندری سفر کی صورت حال بیان کی ہے جس میں انہیں انجام کا خوف ہوتا ہے۔یہ صورت حال انسانی نفسیات کی مزید وضاحت لیے ہوئے ہے۔(2) ”وہی ہے جو خشکی اور سمندر میں تمہیں چلاتا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ سمندری، فضائی اور خشکی کے سفر اپنی نگرانی میں کرواتا ہے۔(3) یعنی اللہ تعالیٰ ان اسباب کے ذریعے تمہاری راہ نمائی فرماتا ہے جو اس نے تمہیں عطا کیے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: ﴿حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہواوروہ انہیں لے کرعمدہ ہوا کے ساتھ چلتی ہیں اوروہ اس پرخوش ہورہے ہوتے ہیں کہ اچانک سخت تیز ہوا آجاتی ہے اوران پر ہرجانب سے موج آجاتی ہیں اوروہ یقین کرلیتے ہیں کہ بے شک انہیں گھیرلیا گیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں کہ اگرآپ ہمیں اس سے نجات دے دیں تو ہم ضرورشکرکرنے والوں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ﴾ ''یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو''یعنی جب تم بحری جہازوں میں ہوتے ہواور کشتی مسافروں کو لے کر پانی کو چیرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔(2)﴿وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ﴾ ''اوروہ انہیں لے کرعمدہ ہوا کے ساتھ چلتی ہیں''یعنی وہ ہوا چلتی ہے جو جہازوں اورکشتیوں کو چلاتی ہے۔(3)﴿وَّفَرِحُوْا بِهَا﴾ ''اور وہ اس پرخوش ہورہے ہوتے ہیں''یعنی مسافر ہنستے،کھیلتے اورخوش ہورہے ہوتے ہیں۔(4)﴿جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ﴾ ''اچانک سخت تیز ہوا آجاتی ہے''یعنی اچانک سخت مخالف ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔(5)﴿وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ﴾ ''اوران پر ہرجانب سے موج آجاتی ہیں اوروہ یقین کرلیتے ہیں کہ بے شک انہیں گھیرلیا گیا ہے''یعنی جب کشتی کو چاروں طرف سے موجیں گھیرلیتی ہیں تو انہیں یقین ہوجاتا ہے کہ اب ہلاک ہوجائیں گے۔(6)﴿دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کوخالص کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں''اس وقت وہ مخلوق سے کٹ کرخالص اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کیونکہ انہیں یقین آجاتا ہے کہ اس مصیبت سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔(7)﴿لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ''اگرآپ ہمیں اس سے نجات دے دیں تو ہم ضرورشکرکرنے والوں میں سے ہوں گے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرتے ہیں کہ اگران مصیبتوں اورسختیوں سے نجات دلادے تو وہ آپ کی اطاعت کرنے والے ہوں گے اورکبھی ناشکری نہیں کریں گے۔(8)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ اورجب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہوجاتے ہیں،پھرجب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہواورانسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔(الاسراء:67)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سمندری پرسکون سفراورسمندری طوفان میں گھری ہوئی کشتی کی مثال سے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کائنات میں حرکت اورسکون دونوں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ خشکی اورتری پراسی کا کنٹرول ہے۔

سوال 4: سکون انسان پر کیسے اثرات مرتب کرتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سکون انسان کے اندر جھوٹا اعتماد پیدا کرتا ہے کہ سب ٹھیک ہے اور انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ کوئی ان حالات کو بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ جیسے سمندر میں کشتی پر سکون ہو تو مسافر سمجھتے ہیں سب ٹھیک ہے۔

سوال 5: اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے سے مراد (1) اپنے عقیدے کو خالص کرنا۔ (2) اپنی دعاؤں کو خالص کرنا۔ (3) اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق گزارنا۔

سوال 6: سمندری طوفان کا تجزیہ کیا بتاتا ہے؟

جواب: سمندری طوفان میں سمندری ہوائیں پہاڑ جیسی موجوں کو اٹھاتی ہیں اور مسافروں کو ہر طرف سے گھیر لیتی ہیں اس وقت انسان سنجیدہ ہو جاتا ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو مانے بغیر اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ جاتا۔ یہ تجربہ بتاتا ہے کہ انسان اگر سنجیدہ ہو جائے تو وہ رب کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

﴿فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(23)﴾

''پھر اس نے جب انہیں نجات دے دی تب فوراً وہ زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ اے لوگو! یقیناً تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف ہے دنیا کی زندگی کا فائدہ اٹھالو پھر ہماری طرف ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے تو ہم تمہیں بتادیں گے جو تم عمل کیا کرتے تھے۔''(23)

سوال 1: ﴿فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''پھر اس نے جب انہیں نجات دے دی تب فوراً وہ زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں'' کی وضاحت کرتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ﴾ ''پھر اس نے جب انہیں نجات دے دی'' جب اللہ تعالیٰ انہیں سختی اور مصیبت کے بھنور سے نکال لیتا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے۔ (2) ﴿اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''تب فوراً وہ زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں'' مصیبتوں سے نجات ملنے پر وہ وعدے بھول جاتے ہیں جو انہوں نے کیے تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کوئی مصیبتوں اور تنگیوں سے نجات نہیں دے سکتا۔ پھر وہ ناحق فساد پھیلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔ (3) نبی ﷺ نے فرمایا: جس گناہ پر بھی دنیا میں یقیناً پکڑ ہے اور آخرت میں بھی وہ بغاوت اور قطع رحمی ہے۔ اس پر دنیا اور آخرت میں پکڑ ضرور ہوتی ہے۔ خواہ کسی اور گناہ پر دونوں جہانوں میں پکڑ ہو یا نہ ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 787/1) (4) حق تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آسانیوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورنعمتوں میں بھی اپنے آپ کوخالص کرتے جیسے انہوں نے سختیوں میں اپنی عبادت کواللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا تھا۔جوکوئی اخلاص کے بعد بغاوت کا رویہ اختیار کرتا ہے اس کی سرکشی اور بغاوت کا وبال اسی پر پڑتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ سے بغاوت کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ سے بغاوت سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اختیار کو تسلیم نہ کرنا۔(2) اللہ تعالیٰ کے احکامات نہ ماننا۔(3) اللہ تعالیٰ کی شریعت اور قانون کو نہ ماننا۔

سوال3: انسان اللہ تعالیٰ کا باغی کیسے ہوجاتا ہے؟

جواب: انسان جب اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے اور یہ کہ کوئی میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور یہ کہ میرا معاملہ بالکل درست ہے تو اسے کسی کی مدد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔پھر انسان من مانی کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی کا رویہ اختیار کرنے پر بھی اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے انسان کی بغاوت اور سرکشی پر کیسے ضرب لگائی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تمہاری بغاوت اور سرکشی تمہارے اپنے خلاف پڑے گی۔(2) تمہاری بغاوت تمہیں برے انجام تک پہنچا کر رہے گی۔(3) وہ وقت آئے گا جب تم رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کر کے آئے ہو۔

سوال5: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ''اے لوگو! یقیناً تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف ہے دنیا کی زندگی کا فائدہ اٹھالو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ ''اے لوگو!'' اللہ تعالیٰ نے کسی بھی دور اور مقام کے انسانوں کو مخاطب کیا ہے جنہوں نے سرکشی اختیار کی۔(2) ﴿إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم﴾ ''یقیناً تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف ہے'' نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سرکشی کی سزا کو مؤخر نہیں کرتا اسی لیے فرمایا تمہاری سرکشی کی سزا تم پر ہی پڑے گی۔(تفسیر ابن ابی حاتم:6/1940) (3) ﴿مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی کا فائدہ اٹھالو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے سرکشی و بغاوت اور اس کے لیے اخلاص سے دور بھاگنے میں ان کی غرض وغایت یہ ہے کہ وہ دنیا کے چند ٹکڑے اور اس کا مال وجاہ اور معمولی سے فوائد حاصل ہوں جو بہت جلد ختم ہوجائیں گے، سب کچھ ہاتھوں سے نکل جائے گا اور تم اسے چھوڑ کر یہاں سے کوچ کر جاؤ گے۔(تفسیر سعدی:2/1129)

سوال6: ﴿ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''پھر ہماری طرف ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے تو ہم تمہیں بتادیں گے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ﴾ پھر قیامت کے دن تم ہمارے ہی پاس آؤ گے۔(2) ﴿فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''تو ہم تمہیں بتادیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گے جوتم عمل کیا کرتے تھے''یعنی جوتم نے اچھے یا برے عمل کیے اس کی پوری پوری جزا دار الجزا میں ملے گی۔(ایسر التفاسیر:599,600)(3)اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو ان کے اپنے ان اعمال پر جمے رہنے سے ڈرایا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1129)(4)پھر تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے کے الفاظ انسان کو اندر سے جھنجھوڑ کر بے دار کرتے ہیں اور انسان کانپ جاتا ہے۔اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی باتوں کا اقرار کرنے پر مجبور پاتا ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں گم ہوجانے والوں پر دنیا کی حقیقت کیسے واضح کی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے دنیا میں گم ہوجانے والوں پر دنیا کی حقیقت واضح فرمائی ہے کہ دنیا کی زندگی کا سامان بہت کم ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو فیصلہ کرلو کہ مختصر زندگی کے لیے ہمیشہ کی زندگی کو قربان کرنا کیسا ہے۔

﴿ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ(24) ﴾

''دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس سے زمین کی اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں اس میں سے جو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ زمین نے اپنی رونق لے لی اور خوب مزین ہوگئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کرلیا کہ بے شک اب وہ اس پر قادر ہیں تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر دیا گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی،ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔''(24)

سوال 1: ﴿ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ﴾ ''دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس سے زمین کی اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں اس میں سے جو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''دنیا کی زندگی کی مثال'' دنیا کی زندگی کی مثال دنیا کی حالت سے مطابقت رکھتی ہے۔اس کی بہار چند دنوں کی،اس کی رونقیں چند گھڑیوں کی،اس کی چمک دمک تھوڑے وقت کی ہے۔دنیا کی لذتیں اور اس کا مال وجاہ انسان کے لیے بڑا پرکشش ہے مگر جلد ہی ختم ہوجانے والا ہے۔دنیا اپنے چاہنے والے سے نکل جاتی ہے اور چاہنے والا دنیا سے چلا جاتا ہے۔خالی ہاتھ دنیا سے جانے والے کا دل غم اور حسرت سے بھر جاتا ہے۔(2)﴿ كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ ﴾ ''اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا'' تو اس سے زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں۔دنیا کے فنا اور زوال کی مثال ایسی ہے کہ آسمان پر بادل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چھا جائیں تو خوب بارشیں ہوں زمین پانی جذب کرلے اور ہر قسم کی نباتات، طرح طرح کے چارے، قسم قسم کے اناج، رنگ رنگ کے پھول اور پھل اور انسانوں کے کھانے پینے کے لیے طرح طرح کی چیزیں اگ آئیں۔(3)﴿ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ ﴾''اس میں سے جو انسان کھاتے ہیں''یعنی غلے، پھل، سبزیاں اور اناج وغیرہ۔(4)﴿ وَالْأَنْعَامُ ﴾''اور چوپائے''اور وہ چیزیں جو جانور کھاتے ہیں مثلاً مختلف قسم کے چارے وغیرہ۔

سوال 2: ﴿ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ ﴾''یہاں تک کہ زمین نے اپنی رونق لے لی اور خوب مزین ہوگئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''یہاں تک کہ زمین نے اپنی رونق لے لی اور خوب مزین ہوگئی''اس کا منظر خوب صورت ہو جاتا ہے اور زمین خوب صورت لباس پہن لیتی ہے، تو دیکھنے والوں کے لئے خوش منظر، غم ہلکا کرنے والوں کے لیے ذریعہ تفریح اور بصیرت حاصل کرنے والوں کے لیے ایک نشانی بن جاتی ہے۔تب تو عجیب نظارہ دیکھے گا جس میں سبز، زرد اور سفید رنگ دکھائی دیں گے۔(تفسیر سعدی:2/1130)

سوال 3: ﴿ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا ﴾''اور اس کے رہنے والوں نے یقین کرلیا کہ بے شک اب وہ اس پر قادر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی زمین کے مالک سمجھنے لگتے ہیں کہ اب کے خوب پیداوار ہوگی جس سے وہ نفع اٹھائیں گے۔یعنی وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ دنیا ہمیشہ ان کے پاس رہے گی۔وہ اس لیے سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا ارادہ دنیا ہی کا ہے اور ان کی طلب بھی دنیا ہی کی ہے۔

سوال 4: ﴿ أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ﴾''تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر دیا گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا ﴾یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آجاتی ہے تو کبھی تیز آندھیاں چلتی ہیں کبھی آسمان سے اولے برستے ہیں، کبھی شدت کی برف باری ہوتی ہے۔پھل اور غلے تو دور کی بات ہے درختوں پر پتے بھی نہیں رہتے۔کبھی درخت زمین پر آ گرتے ہیں۔(2)﴿ فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا ﴾''تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر دیا''یعنی سب کچھ درخت، باغات، پھل، اناج کٹے ہوئے ڈھیر کی طرح ہو جاتا ہے۔(3)﴿ كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ﴾''گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی''گویا کہ وہاں کبھی خوب صورتیاں، رونقیں، آبادیاں تھیں ہی نہیں۔ہر چیز پر بے رونقی چھا جاتی ہے گویا وہاں کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔ایسی ناپائیدار شے جو کل تھی آج نہیں اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔(4)رب العزت نے تباہ ہونے والی قوموں کے بارے میں فرمایا:﴿ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ ﴾اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی، اور ان کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا تو انہوں نے اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے سن لو! ہلاکت ہے مدین کے لیے جس طرح ہلاک ہوئے ثمود۔(ہود:94,95)

سوال5: ﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ ''ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں''یعنی ہم آیات کو مثالیں بیان کر کے واضح کرتے ہیں۔(2)﴿لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں''یعنی جو ان کاموں میں غور وفکر کرتے ہیں جو انہیں فائدہ دیتے ہیں۔جو اپنی فکر کو درست استعمال کرتے ہیں وہی مثالوں سے سبق حاصل کرتے ہیں۔(3)غافل انسان تو اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیر لیتا ہے۔ایسے شخص کو آیات کوئی فائدہ نہیں دیتیں نہ اس کا شک دور کرتی ہیں۔(4)اللہ تعالیٰ نے کھول کر مثال بیان کی ہے تاکہ لوگ دنیا کی ناپائیداری اور اس کے جلد زائل ہونے کا اندازہ کر کے عبرت حاصل کریں۔یہ چند روزہ دنیا ایسی ہے جو اس کے پیچھے بھاگتا ہے یہ دور بھاگتی ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے یہ اس کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔دنیا ٹھکرانے والوں سے لپٹتی ہے،نفرت کرنے والوں سے چمٹتی ہے اور طلب کرنے والوں سے بھاگتی ہے۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ اور آپ انہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر دیں،جیسا کہ پانی،جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا پھر اس سے زمین کی نباتات خوب گھنی ہوگئیں پھر وہ چورا ہوگئیں،جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔(الکھف:45)

سوال6: دنیا کی زندگی کے لیے انسان کوششیں کتنی کرتا ہے؟

جواب:(1)دنیا کی زندگی کے لیے انسان اتنی کوششیں کرتا ہے کہ اس میں مگن ہو جاتا ہے اور بڑے مقاصد کے لئے کوششیں کرنے کا اس کے پاس وقت نہیں رہتا۔(2)مختصر زندگی کے لیے انسان سب کچھ لگا دیتا ہے اور ہمیشہ کی زندگی کے لیے انسان کی کوششوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کی حقیقت کی مثال سے کیسے سمجھائی ہے؟

جواب:

دنیا کی زندگی کی مثال	دنیا کی زندگی
(1)دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی سی ہے،	(1)اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ جیسے بارش کو ثبات اور قرار نہیں ایسے ہی زندگی کو ثبات اور قرار نہیں وقتی چیز کو مستقل نہ سمجھو یہ دھوکہ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(2)بارش سے زمین کی پیداوار گھنی ہوگئی جس سے انسان اور جانور فائدہ اٹھاتے ہیں،	(2)جیسے بارش سے زمین کی پیداوار گھنی ہوجاتی ہے ایسے ہی انسان کو اللہ تعالیٰ عمدہ جسم اور دنیا کے اسباب دیتے ہیں تو وہ دنیا میں کامیاب زندگی گزارتا ہے۔
(3)جب زمین پر پوری رونق آگئی اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ سب کچھ ہمارے قابو میں ہے تو اچانک اللہ تعالیٰ کا حکم دن یا رات کو آگیا،	(3)جیسے زمین پر کوئی رونق آتی ہے ایسے ہی انسان جب زندگی میں بڑی کامیابیاں حاصل کر لیتا ہے۔تو انسان کو یہ اعتماد ہو جاتا ہے کہ اس کا معاملہ اس کے اپنے اختیار میں ہے پھر اچانک موت آجاتی ہے۔
(4)اللہ تعالیٰ نے اسے کاٹ کر ڈھیر کر دیا گویا کہ یہاں کچھ تھا ہی نہیں،	(4)جیسے فصل کٹ کر ڈھیر ہوجاتی ہے ایسے ہی انسان موت کے بعد اپنے آپ کو بے اختیار اور مجبور سمجھتا ہے۔

انسان اگر دنیا کی زندگی میں اپنی اس بے اختیاری کو سمجھ جائے تو کبھی ظلم اور بے انصافی کا رویہ اختیار نہ کرے۔

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(25)﴾

''اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''(25)

سوال1: ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)دارالسلام سے مراد جنت ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو توحید سے جنت کی طرف دعوت دی ہے۔(تفسیر قاسمی:25/9)(3)دارالسلام کی دعوت ایمان،عمل صالح،شرک اور نافرمانیوں کو چھوڑنے کی دعوت ہے۔(ایسرالتفاسیر:600)(4)اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامتی کے گھر کی طرف عام دعوت اور اس کو حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔وہ جس کو اپنے لئے خالص کر کے چن لینا چاہتا ہے اس کے لیے ہدایت کو مخصوص کر دیتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اس کے لیے اپنی رحمت کو مختص کر دیتا ہے،یہ اس کا عدل وحکمت ہے اور حق و باطل کو بیان کر دینے اور رسولوں کو مبعوث کرنے کے بعد کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہیں۔اللہ تعالیٰ نے جنت کو''دارالسلام'' کے نام سے اس لئے موسوم کیا ہے کہ یہ تمام آفات اور نقائص سے محفوظ اور سلامت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نعمتیں کامل،ہمیشہ باقی رہنے والی اور ہر طرح سے خوب صورت ہیں۔(تفسیر سعدی:1131/2)(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ خوش حال رہے گا،کبھی بدحال نہیں ہوگا۔اس کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی ماند نہیں پڑے گی۔(بخاری:1098,2126)سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جنت کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چیزوں میں سے ایک ناخن کے برابر اگر ظاہر ہوں تو جو کچھ آسمان وزمین کے کناروں میں ہے اس کو چمکا دے اور اگر ایک مرد اہل جنت سے جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہوں تو آفتاب کی روشنی مٹا دیں جیسے آفتاب تاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے۔(ترمذی:2538)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا طائفہ جو جنت میں داخل ہوگا، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتے) ہوں گے۔ پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کے چہرے، آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے، وہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ، وہ تھوکیں گے نہ ناک سنکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی، ان کا پسینہ کستوری (کی طرح خوش بودار) ہوگا اور ان کی انگیٹھیوں میں (جلانے کے لیے) خوشبودار لکڑی ہوگی، ان کی بیویاں موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی سب (جنتی لوگ) ایک ہی آدمی کی ساخت پر اپنے باپ آدم علیہ السلام کی شکل وصورت پر ہوں گے، بلندی (قد) میں وہ ستّھ (ساٹھ) ہاتھ ہوں گے (جیسے سیدنا آدم علیہ السلام تھے)۔(بخاری:3327) ابوبکر بن ابوموسیٰ بن قیس اپنے دوست سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے لیے جنت میں ایک جوف دار موتی کا خیمہ ہوگا، جس کی لمبائی بلندی میں ساٹھ میل ہوگی، اس میں مومن کے کئی گھر والے ہوں گے، وہ ان (سب) کے پاس جائے گا (وہ گھر ایک دوسرے سے اتنی مسافت پر ہوں گے کہ) ایک میں بسنے والے دوسرے کے مکینوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔(بخاری:3248)سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہوگا، لوگ ہر جمعہ کو وہاں آیا کریں گے، اس میں ڈھیروں کستوری ہوگی، پس شمال سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں میں کستوری کی خوشبو بکھیر دے گی جس سے ان کے حسن و جمال میں مزید اضافہ ہو جائے گا، پس جب وہ اپنے گھروں کی طرف واپس آئیں گے، جب کہ ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا تو ان سے ان کے گھر والے کہیں گے: اللہ کی قسم! تم تو پہلے سے زیادہ حسین وجمیل لگ رہے ہو اور وہ کہیں گے اللہ کی قسم! ہمارے بعد تمہارے حسن و جمال میں بھی اضافہ ہوا ہے۔(مسلم:145/8)

سوال 2: ﴿وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ انہیں شبہات، فتنوں اور گمراہیوں سے نکالتا ہے۔(2) ﴿إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''سیدھے راستے کی طرف'' صراط مستقیم سے مراد دین قیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور وہ اسلام ہے۔(تفسیر قاسمی:25/9)(3) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صراط مستقیم کتاب اللہ ہے۔(قرطبی:196/4)(4) اللہ تعالیٰ نے دارالسلام تک پہنچانے کے لیے واضح فرمایا کہ وہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم یعنی کتاب اللہ کا، قرآن مجید کے علم، اس کے عمل اور اس کے پیغام کو پہنچانے کا راستہ دکھاتا ہے۔(5) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کے راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

سوال 3: دنیا کی زندگی کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ دارالسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کو واضح کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:

دنیا کی زندگی	سلامتی کی زندگی
(1) دنیا میں انسان اپنے آپ کو سب کچھ حاصل کر کے بھی دکھ اور غم سے نہیں بچا سکتا،	(1) سلامتی کے گھر میں کوئی دکھ اور غم نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے دکھوں سے بچالے گا۔
(2) دنیا میں ہر خوشی کے ساتھ اندیشہ لگا رہتا ہے،	(2) سلامتی کے گھر میں خوشیوں کے ساتھ کوئی اندیشہ نہیں ہوگا۔
(3) دنیا کی زندگی میں کامیابی دکھ کی نذر ہو جاتی ہے،	(3) سلامتی کے گھر میں کامیابی ہمیشہ کی کامیابی ہوگی۔ کبھی دکھ نہیں آئے گا۔
(4) دنیا کی زندگی میں صحت کے پیچھے بیماری لگ جاتی ہے،	(4) سلامتی کے گھر میں کبھی بیماری نہیں آئے گی۔
(5) دنیا کی زندگی میں بڑھاپا انسان کی خوشیوں کو گھن کی طرح چاٹ جاتا ہے،	(5) سلامتی کے گھر میں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔
(6) دنیا کی زندگی ختم ہو جائے گی،	(6) سلامتی کے گھر کی زندگی کبھی ختم نہ ہوگی۔
(7) دنیا کی زندگی میں حسرتیں اور پچھتاوے رہ جاتے ہیں،	(7) سلامتی کے گھر کی زندگی میں حسرتیں اور پچھتاوے نہیں ہوں گے۔
(8) دنیا کی زندگی میں انسان جو چاہے سب کچھ نہیں پا سکتا،	(8) سلامتی کے گھر میں جو چاہیں گے پائیں گے۔

سوال 4: صراط مستقیم کیا ہے؟

جواب: یہ جنت کا راستہ ہے۔ یہ قرآن کا راستہ ہے۔ جو لوگ قرآن حکیم کو اپنی زندگی کی کتاب سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ وہ صراط مستقیم پر چل کر جنت تک پہنچ جائیں گے۔

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَ لَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(26)﴾

''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(26)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے'' جس نے دنیا میں ایمان لا کر اخلاص سے نیک اعمال کیے اس کا نیک بدلہ ہے یعنی جنت۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔ (الرحمٰن:60) (3) ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو برائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا۔ (الانعام:160) (4) اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامتی کے گھر کی طرف بلایا تو گویا ان نفوس کو ان اعمال کا اشتیاق پیدا ہوا جو ان کو اس گھر میں پہنچانے کے موجب ہیں۔ جن لوگوں نے خالق کی عبادت میں احسان سے کام لیا یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں مراقبہ اور خیر خواہی کے ساتھ اس کی عبادت کی اور مقدور بھر اس عبودیت کو قائم رکھا اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے بندوں سے احسان قولی اور احسان فعلی کے ساتھ پیش آئے اور ان کے ساتھ مالی اور بدنی احسانات سے کام لیا، نیکی کا حکم دیا، برائی سے روکا، جہلا کو تعلیم دی، روگردانی کرنے والوں کی خیر خواہی کی، نیکی اور احسان کے دیگر تمام پہلوؤں پر عمل کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو احسان کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور انہی کے لیے (الحسنٰی) ہے یعنی ایسی جنت جو اپنے حسن و جمال میں کامل ہے۔ (تفسیر سعدی: 1131/2) (5) سیدنا جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے سوال کیا تھا: ماالاحسان؟ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس خشوع و خضوع اور خلوص سے) کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ حالت نصیب نہ ہو کہ تم اس کو دیکھتے ہو تو یہ خیال رہے کہ وہ تو ضرور تمہیں دیکھتا ہے۔ (بخاری:50) (4) ﴿وَ زِيَادَةٌ﴾ ''اور کچھ مزید ہے'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: زیادۃ سے مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی مراد ہے۔ دوسرے لوگوں نے کہا: وزیادۃ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار مراد ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر) (5) زیادہ سے مراد دارالسلام میں اللہ تعالیٰ کے کریم چہرے پر نظر ڈالنا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 25/9) (6) ﴿وَ زِيَادَةٌ﴾ ''مزید'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ انور کا دیدار، اس کے کلام مبارک کا سماع، اس کی رضا کا فیضان اور اس کے قرب کا سرور ہے۔ اس ذریعے سے انہیں وہ بلند مقامات حاصل ہوں گے کہ تمنا کرنے والے ان کی تمنا کرتے ہیں اور سوال کرنے والے اللہ تعالیٰ سے انہی مقامات کا سوال کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1131/2) (7) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ کیا تم مزید کچھ چاہتے ہو؟ وہ جنتی عرض کریں گے (اے اللہ) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنے درمیان سے پردے اٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو ان کو اس دیدار سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوگی۔'' (مسلم:449) (4) ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔ (القیامۃ:22,23) (5) ﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿نَضْرَةَ النَّعِيْمِ﴾ ان کے چہروں پر تم نعمت کی تازگی کو پہچان لو گے۔(المطففین:24)(6) جو شخص دارالسلام میں ہو، اپنے رب کا دیدار کرتا ہو، اس کا چہرہ کیوں حسین وجمیل اور پر رونق نہ ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ساری امتوں کے درمیان سے میں اپنی امت کو اس طرح پہچان لوں گا کہ ان کے چہرے روشن ہوں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں وضو کے اثر سے سفید ہوں گے۔(مشکوۃ المصابیح:40)

سوال 2: ﴿وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ﴾ ''اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ﴾ ''اور ان کے چہروں کو نہ ڈھانپے گی'' ان کے چہروں پر نہیں چھائے گی، نہیں چڑھے گی۔(2) ﴿قَتَرٌ﴾ ''کوئی سیاہی'' یعنی میدان حشر کی سیاہی جو کافروں کے چہروں پر چھا جائے گی۔ دھویں کی کالک سے ان کے چہرے سیاہ فام ہوں گے۔(3) حب دنیا اور شہوات کے سیاہ غبار کا اثر ان پر نہیں چھائے گا۔(تفسیر قاسمی:26/9)(4) ﴿وَّلَا ذِلَّةٌ﴾ ''اور نہ کوئی ذلت'' یعنی ظاہری اور باطنی توہین نہیں ہوگی۔ میدان حشر میں عزت سے رہیں گے۔(5) یعنی انہیں کسی لحاظ سے بھی کسی ناگوار صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، کیونکہ جب کوئی ناگوار امر واقع ہوتا ہے تو یہ ناگوار امر اس کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے اور چہرہ تغیر اور تکدر کا شکار ہو جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:1132/2)(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کی مصیبت سے انہیں بچایا اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے۔(الدھر:11) یا ارحم الراحمین اپنی رحمت اور فضل وکرم سے ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما لیجیے۔

سوال 3: ﴿أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ ''یہی لوگ جنت والے ہیں'' یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اس پر عمل کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنا دین بھیجا ہے ان کے لیے جنت ہے۔(2) ﴿هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی وہ جنت سے منتقل ہوں گے نہ اس سے دور ہوں گے اور نہ وہ تبدیل ہوں گے۔(تفسیر سعدی:1132/2)

سوال 4: بھلائی کس کے لئے ہے؟

جواب: (1) بھلائی اس کے لیے ہے جو لوگ احسان کریں، عقیدہ درست رکھ کر نیک عمل کریں۔(2) جو لوگ صراط مستقیم کو جاننے کی کوشش کریں۔(3) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پا کر اس کی رضا کے مطابق زندگی گزاریں۔(4) جو بھلائی کا راستہ اختیار کر لیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(27)﴾

''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور ان کو رسوائی ڈھانپے ہوگی، کوئی انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگا، گویا ان کے چہرے سیاہ رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیے گئے ہیں۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(27)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور ان کو رسوائی ڈھانپے ہوگی کوئی انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور ان کو رسوائی ڈھانپے ہوگی'' اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے تذکرے کے بعد جہنم والوں یعنی دعوت سے منہ موڑنے والوں اور کفر، شرک اور نافرمانیوں پر اصرار کرنے والوں کی جزا کے بارے میں وضاحت کی ہے۔(ایسر التفاسیر:602)(2) ﴿السَّيِّاٰتِ﴾ سیئہ کی جمع ہے یعنی جو گناہوں، شرک اور نافرمانیوں سے نفس کو برائی پہنچتی ہے۔(ایسر التفاسیر:601)(3) جن لوگوں نے برے کام کیے ان کی کل کمائی برے اعمال ہیں یعنی وہ کام جن سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے مثلاً کفر، گناہ، انبیاء کو جھٹلانا وغیرہ۔(4) ﴿جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا﴾ ''برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا'' برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان سے پورا انصاف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جزا دے گا جو ان کے برے عمل کے مطابق ہوگی۔(5) ﴿وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ ''اور ان کو رسوائی ڈھانپے ہوگی'' ان کے دلوں میں گناہوں کی وجہ سے خوف اور ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ہوگا۔(6) حشر کے میدان میں ابدی محرومی کے احساس سے درماندگی، خوف، ذلت، پریشانی اور تنگی کی وجہ سے چہروں پر سیاہی ہوگی۔ شدید مایوسی اور ابدی محرومی کی وجہ سے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ ایسی ناکامی کا احساس جو کبھی دوبارہ کامیابی میں نہیں بدل سکتی۔(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ اور قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟(الزمر:60)(8) ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ اور اس دن کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی۔ ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی لوگ کافر، بدکردار ہیں۔(عبس:42-40)(9) ﴿مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ﴾ ''کوئی انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوگا'' کوئی ان سے عذاب کے خوف کو دور نہیں کر سکے گا اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا۔(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔(الانعام:94)(11) اور فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿٤٢﴾ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿٤٣﴾ اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔(ابراھیم:42,43)(12) ﴿يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ﴾ اس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔اس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(القیامۃ:10-12)

سوال2: ﴿كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا﴾ ''گویا ان کے چہرے سیاہ رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیے گئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''گویا ان کے چہرے سیاہ رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیے گئے ہیں'' ان کے اندر کا خوف اور ذلت ان کے چہرے کی سیاہی بن جائے گی اور سیاہی بھی کیسی جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے ہوں۔

سوال3: ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یہ لوگ آگ کے لیے لازم ہوں گے اور وہ اس سے کبھی نکل نہ پائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں رہیں گے۔(2) دو گروہوں کے حالات میں کتنا فرق ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾ بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔اور کچھ چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔گمان کررہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا۔(القیامۃ:22-25)(3) ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٩﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٤٠﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤١﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤٢﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٣﴾﴾ کچھ چہرے اس دن چمکنے والے ہوں گے۔مسکراتے ہوئے، ہشاش بشاش۔اور اس دن کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی۔ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔یہی لوگ کافر، بدکردار ہیں۔(عبس:38-42)

سوال4: برائیاں کمانے والے کے ساتھ انصاف کیسے ہوگا؟

جواب:(1) برائیاں کمانے والوں کے ساتھ حشر میں انصاف ہوگا ان کی جزا وسزا میں اضافہ نہیں ہوگا۔(2) برائیاں کمانے والوں کی کمائی سے زیادہ بدسلوکی ان کے ساتھ نہ ہوگی۔(3) برائیاں کمانے والوں کو برابر کی سزا دی جائے گی۔

سوال5: برائیاں کمانے والوں کو سزا کیوں ملے گی؟

جواب: برائیاں کمانے والوں کی سزا اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے طریقہ زندگی کو چھوڑ کر، اللہ تعالیٰ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قانون کوتوڑ کرزندگی گزارنے کی وجہ سے ہوگی۔

﴿وَ یَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَ شُرَكَآؤُكُمۡ ۚ فَزَیَّلۡنَا بَیۡنَهُمۡ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ اِیَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ(28)﴾

''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شریک بنائے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ رہو پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔''(28)

سوال1:﴿وَیَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا﴾ ''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے''یعنی قیامت کے دن تمام انسانوں،جنوں،مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں جمع کریں گے۔اس دن مشرکوں اور ان کے باطل معبودوں کو بھی اکٹھا کیا جائے گا۔(2)رب العزت نے فرمایا:**﴿وَیَوۡمَ نُسَیِّرُ الۡجِبَالَ وَتَرَی الۡاَرۡضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرۡنٰهُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡهُمۡ اَحَدًا﴾** اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے،چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔(الکھف:47)

سوال2:﴿ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَشُرَكَآؤُكُمۡ﴾ ''پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شریک بنائے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائیں گے کہ تم اپنے معبودوں کے ساتھ اپنے مقام پر کھڑے رہو تا کہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔

سوال3:﴿فَزَیَّلۡنَا بَیۡنَهُمۡ﴾ ''پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یعنی اللہ تعالیٰ ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے۔(2)یعنی ہم بعد بدنی اور بعد قلبی کے ذریعے سے ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے،دنیا میں وہ ایک دوسرے کے لیے خالص محبت ومودت رکھتے تھے،اب ان کے درمیان سخت عداوت ہوگی۔یہ محبت اور دوستی سخت عداوت اور بغض میں بدل جائے گی۔(تفسیر سعدی:2/1133)

سوال4:﴿وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ اِیَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ﴾ ''اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)**﴿وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمۡ﴾** ''اور ان کے شریک کہیں گے''ان کے ٹھہرائے ہوئے شریک ان سے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے۔(2)**﴿مَّا كُنۡتُمۡ اِیَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ﴾** ''تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے'' کیونکہ ہم نہ تمہاری سنتے تھے اور نہ تمہیں دیکھتے تھے،نہ ہم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے تمہیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا اور یہ ان تمام لوگوں کا قول ہوگا جن کی کسی بھی جنس میں سے اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔(ایسر التفاسیر:602)(3)ان کے شرکاء تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو شرک سے پاک مانتے ہیں۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ اور وہ ان کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔(الاحقاف:6)

سوال5: انسان شرک کیسے کرتا ہے؟

جواب: انسان اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں سے جھوٹی امیدیں باندھ کر ان ہستیوں کو اپنی عقیدت کا مرکز بنالیتا ہے پھر ان پر اتنا اعتماد کرتا ہے کہ وہ آخرت میں بھی ضرور اس کے مددگار بنیں گے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچالیں گے۔

سوال6: دنیا کی زندگی میں مشرکوں کا جھوٹ ظاہر کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: دنیا کی زندگی امتحان ہے یہاں انسان کے پاس ایسے مواقع موجود ہوتے ہیں کہ وہ جھوٹے معبودوں کی طرف ہونے والے واقعات کو منسوب کر کے مطمئن ہو جائے۔

سوال7: حشر کے میدان میں شرک کی حقیقت کیسے کھل جائے گی؟

جواب: حشر کے میدان میں شرک کی حقیقت ایسے کھل جائے گی کہ غیب کا پردہ پھٹ جائے گا اور فرضی سہارے ایسے غائب ہو جائیں گے گویا کہ تھے ہی نہیں۔

سوال8: حشر کے میدان میں مفروضہ شریک کیسے کھڑے ہوں گے؟

جواب: حشر کے میدان میں مفروضہ شریک ایسے کھڑے ہوں گے کہ نہ کسی کو چھڑا سکیں گے نہ بچا سکیں گے۔

سوال9: حشر کے میدان میں مفروضہ شریک کب اپنے پیروی کرنے والوں کی عبادت کا انکار کریں گے؟

جواب: حشر کے میدان میں مفروضہ شریک اور ان کی عبادت کرنے والوں کو جب روک لیا جائے گا تو ان کے درمیان ایک پردہ اٹھا دیا جائے گا تب وہ نہ آپس میں بات جیت کر سکیں گے نہ ان کے پاس کوئی بات رہ جائے گی سوائے اس کے کہ وہ عبادت کرنے والوں کے جرم میں شریک نہیں تھے ہمیں نہ اس کا علم ہے نہ شعور۔

﴿فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ(29)﴾

''سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے، بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے۔''(29)

سوال: ﴿فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾ ''سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے، بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ ''سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے'' میدان حشر میں جب بت پرست اپنے بتوں کی پرستش کا اقرار کریں گے اور بت انکار کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نے تمہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ تم نے شیطان کی عبادت کی جس نے تمہیں شرک کی طرف بلایا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔(یٰس:60)(2)﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴾ اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثران ہی پر ایمان لانے والے تھے۔''(سبا:40,41)(3)﴿ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴾ ''بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے'' یہاں غفلت سے مراد عدم رضا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ معبود شیطان کے علاوہ ہوں گے۔(فتح القدیر:550/2)(4) غافل ہونے سے مراد یہ ہے کہ نہ ہم سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ سمجھتے تھے کیونکہ ہم جمادات تھے اور ہم میں روح نہ تھی۔(قرطبی:199/4)

﴿ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ(30) ﴾

''وہاں ہر نفس جانچ لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے (جو) ان کا حقیقی مالک ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے۔''(30)

سوال 1: ﴿ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ ﴾ ''وہاں ہر نفس جانچ لے گا جو اس نے آگے بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ هُنَالِكَ ﴾ ''وہاں'' یعنی میدان حشر میں حساب کے وقت، قیامت کے دن۔(2)﴿ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ ﴾ ''ہر نفس جانچ لے گا'' ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کتنے اچھے اور برے عمل اس دن کے لیے کیے۔ یعنی ان کے اعمال کو جانچا جائے گا اور اس کے مطابق جزا سزا دی جائے گی۔(3)﴿ مَّآ اَسْلَفَتْ ﴾ ''جو اس نے آگے بھیجا'' جو کچھ کھلے، چھپے، چھوٹے، بڑے عمل اعمال اس نے آگے بھیجے سب کو پتہ لگ جائے گا۔(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴾ جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔(الطارق:9)(5)﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴾ اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا ہے۔(القیامۃ:13) (6)﴿ وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ اور ہر انسان کا نصیب ہم نے اس کی گردن میں لازم کر دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو۔(بنی اسرائیل:13,14)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: ﴿وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے (جو) ان کا حقیقی مالک ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے'' یعنی اس طرح وہ اپنے آپ کو اپنے مالک اپنے مولا کے سامنے پائیں گے جو ان کا حقیقی معبود ہے۔ (2) ﴿مَوْلٰىهُمُ﴾ یعنی ان کا رب اور الحق اس کی صفت ہے یعنی جو سچی ربوبیت والا ہے۔ (فتح القدیر:2/550) (3) ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور ان سے گم ہو جائے گا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے'' اور ان سے گم ہو جائیں گے جو انہوں نے جھوٹے معبود گھڑ رکھے تھے۔ (ایسر التفاسیر:602,603) (4) یعنی ان کے شرک کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

رکوع نمبر:9

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ(31)﴾

''آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'' (31)

سوال1: ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان مشرکوں سے پوچھیں جو مانتے ہیں کہ دنیا کا تنہا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (2) ﴿مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے'' کون ہے جو آسمان سے بارش برسا کر، زمین کو اپنے ارادے سے پھاڑتا ہے؟ کون ہے جو اناج، پھل اور گھاس پھونس پیدا کرتا ہے؟ وہ کون ہے جو آسمان سے رزق نازل کر کے زمین سے رزق نکالنے کے اسباب پیدا کرتا ہے؟ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ﴾ یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ (الملک:21)

سوال2: انسان کو رزق کیسے ملتا ہے؟

جواب: انسان کو کائنات کے اجتماعی عمل سے رزق ملتا ہے۔ ساری کائنات ہم آہنگی کے ساتھ ایک رخ پر عمل کرتی ہے تب رزق کا ملنا ممکن ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی اور کیوں نہیں رزق فراہم کرسکتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی اور رزق فراہم نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کل کائنات پر کسی کا اختیار نہیں اور کوئی جھوٹا معبود ایسے کسی واقعہ کو کیسے ظہور میں لاسکتا ہے جو اجزا کی باہمی ہم آہنگی سے وجود میں آتا ہو۔

سوال 4: ﴿اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ ''یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟'' یعنی وہ کون ہے جس نے کانوں اور آنکھوں کو پیدا کیا، جو ان پر اختیار رکھتا ہے۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ کہہ دو وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں بنائے۔ (الملک:23) (3) یہ اس دنیا میں علم، معرفت اور ادراک کے وسائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سماعت اور بصارت کا خاص طور پر ذکر اس لیے کیا کہ دونوں اہم حواس ہیں۔ (تفسیر منیر:174/6)

سوال 5: سماعتیں اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟

جواب: (1) سماعت اور بینائی کی قوتیں اس کے اختیار میں ہیں جو کان اور آنکھ کو ان کے فرائض انجام دینے کی قدرت دیتا ہے۔ (2) جو ان اعضاء کو کام میں لگاتا ہے اور جب چاہے ان اعضاء کو معطل کردیتا ہے۔ (3) جو ان عضاء کو صحت دیتا ہے اور جب چاہے بیمار کردیتا ہے۔ (4) جو ان کو دکھاتا اور سناتا ہے خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں۔

سوال 6: ﴿وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ﴾ ''اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ﴾ ''اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے'' آپ ﷺ ان سے پوچھیں وہ کون ہے جو اپنی عظیم قدرت سے مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔ مثلاً دانے اور گٹھلی سے نباتات کو، انڈے سے پرندے کو اور کافر سے مومن بناتا ہے۔

سوال 7: ﴿وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ﴾ ''اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ﴾ ''اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟'' یعنی کون ہے جو مرغی سے انڈے کو، کھجور سے گٹھلی کو، انسان سے نطفے کو نکالتا ہے؟

سوال 8: کون ہے جو جان دار میں سے بے جان کو اور بے جان میں سے جان دار کو نکالتا ہے؟

جواب: (1) جان دار میں سے بے جان کو اور بے جان میں سے جان دار کو وہ نکالتا ہے جو زندگی کی استعداد دے سکتا ہے۔ (2) جو وراثتی صفات، علامات اور خصوصیات دے سکتا ہے۔ (3) جو ذائقے، خوب صورتیاں، رنگ اور خوشبوئیں دے سکتا ہے۔ (4) جو سماعت، بصارت، اور دیگر خصوصیات عطا کرسکتا ہے۔

سوال 9: ﴿وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ ''اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)اورکون ہے جواوپروالے جہان اور نیچے والے کی تدبیر کرتا ہے؟(2)وہ کون ہے جوساری مخلوقات کی زندگی اورموت،صحت اور بیماری کی تدبیر کرتا ہے؟(3)کون ہے جوتقدیر کے فیصلے کرتا ہے؟(فتح القدیر:554/2)(4)کون مختارکل ہے،کس کے ہاتھ میں دنیا کا انتظام ہے،کون ایسا حاکم ہے جس کا حکم ٹالانہیں جاسکتا؟(مختصرابن کثیر:793/1)

سوال10: کون نظم عالم کی تدبیر کرسکتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نظم عالم کی تدبیر کرتا ہے جس کا قانون کائنات میں چلتا ہے۔(2)وہ جواپنے قانون کی پابندی کروالیتا ہے۔(3)جو انسانی زندگی کے لیے اصول اورقاعدے بناتا ہے وہی نظم عالم کی تدبیر کرتا ہے۔

سوال11: ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''تو جلدہی وہ کہیں گے''اللہ تعالیٰ''کہو:''تو کیاتم ڈرتے نہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ﴾ ''تو جلدہی وہ کہے گے''اللہ تعالیٰ''ان سارے سوالوں کے جواب میں وہ کہیں گے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان امور میں کوئی اس کا شریک نہیں۔(2)اس سے پتہ چلتا ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر تھے نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے تھے۔وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوادوسروں کوان قدرتوں میں شریک کرتے تھے۔(3)﴿فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کہو:''تو کیاتم ڈرتے نہیں؟''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کوحکم دیا ہے کہ انہیں کہہ دیں کیاتم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟(4)کیاتم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ خالص اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے اورجھوٹے معبودوں اور بتوں کی بندگی کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکتے۔(تفسیر سعدی:1135/2)

سوال12: ''کیاتم ڈرتے نہیں ہو'' کے الفاظ سے انسانی شعور کو کیسے جھنجھوڑا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیاتم ڈرتے نہیں ہو'' کے الفاظ سے قبل سوال کیا ہے کہ وہ کون ہے جوتمہیں رزق دیتا ہے،وہ کون ہے جوتمہاری آنکھوں اورکانوں کا مالک ہے؟وہ کون ہے جوزندہ کرتا ہے اور مارتا ہے؟ان سوالات کواس لیے سامنے رکھا گیا کہ اس کے شعور کو جھنجھوڑ کر پوچھا جائے کہ جب تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے،زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس کا قانون اس کائنات میں چلتا ہے تو تمہیں اس کے قانون کی گرفت میں آنے سے ڈرنہیں لگتا۔

﴿فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ(32)﴾

''سووہ اللہ تعالیٰ تمہارا حقیقی رب ہے پھرحق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھرتم کدھر پھیرے جارہے ہو؟''(32)

سوال1: ﴿فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ﴾ ''سووہ اللہ تعالیٰ تمہارا حقیقی رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ﴾ ''سووہ اللہ تعالیٰ''یعنی اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنی صفات بیان کی ہیں۔(2)﴿رَبُّكُمُ الْحَقُّ﴾ تمہارا حقیقی معبود ہے جوساری مخلوقات کا رب ہے۔(3)جس کی وحدانیت ثابت ہے جس میں کوئی شک نہیں۔(تفسیر قاسمی:29/9)(4)وہی حق، اس کی ربوبیت ثابت ہے کیونکہ اس نے تمہیں پیدا کیا،تمہیں زندگی دی،تمہیں رزق دیا،تمہارے سارے امور کی تدبیر کی۔(تفسیر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

منیر:173/6)(5)اللہ تعالیٰ حقیقی رب ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی نہیں جو کائنات کے مجموعی عمل سے رزق فراہم کرسکتا ہو،اس کے سوا کوئی سننے اور دیکھنے کی صلاحتیں عطا نہیں کرسکتا،اس کے سوا کوئی جان دار کو بے جان سے اور بے جان کو جان دار سے نہیں نکال سکتا،اس کے سوا کوئی کائنا تی اور انسانی معاملات کی تدبیر نہیں کرسکتا،وہی حق ہے اس کے سوا کوئی حق نہیں۔(6)تمہارا حقیقی رب وہ ہے جس کی الوہیت ثابت ہے اور جس کی عبادت واجب ہے،اس کے غیر کو اس کا شریک ٹھہرانا گمراہی اور باطل ہے۔(تفسیر قرطبی:200/4)

سوال2:﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾ ''پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر تم کدھر پھیرے جارہے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)حق کے بعد گمراہی ہے،اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے عبادت کا حق نہیں،وہ تنہا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں،اس کے سوا ہر معبود جھوٹا ہے۔(2)اللہ تبارک وتعالیٰ اکیلا ہی تمام کائنات کا خالق اور اس کی تدبیر کرتا ہے،بندوں کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے عطا کی ہوئی ہے۔تمام بھلائیاں وہی لاتا ہے اور تمام برائیوں کو وہی دور کرتا ہے،وہ اسمائے حسنیٰ سے موسوم،صفات کاملہ سے موصوف اور جلال واکرام کا مالک ہے۔(تفسیر سعدی:1135,1136/2)(3)حق اور گمراہی کے درمیان کوئی واسطہ نہیں جو حق کو چھوڑتا ہے وہ گمراہی میں جا پڑتا ہے۔(تفسیر قاسمی:29/9)(4)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ جب نماز تہجد کے لیے اٹھتے تو کہتے''**اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْد**''اور حدیث میں''**اَنْتَ الْحَق وَوَعْدُكَ الْحَق**''تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے''تو یہ قول انت الحق یعنی جو وجود واجب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا حقیقی وصف ہے۔جب کہ اس کا ذاتی وجود ہے۔اس کا وجود کبھی معدوم ہونے والا نہیں جیسا کہ فرمایا:**﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ﴾** ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے۔(القصص:88)حق کے مقابلے میں گمراہی کی بات رب العزت کے قول میں ہے:**﴿ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ ﴾** یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔(الحج:62)گمراہی کی حقیقت،حق سے نکل جانا ہے۔(تفسیر منیر:178/6)(5)**﴿ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾**''پھر تم کدھر پھیرے جارہے ہو؟''یعنی حق سے جو توحید ہے گمراہی کی طرف جو کہ شرک ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے۔(تفسیر قاسمی:129/9)(6)یعنی جس ہستی کے یہ اوصاف ہیں اسے چھوڑ کر ان ہستیوں کی عبادت کی طرف کیوں کر پھیرے جارہے ہو جن کا وجود عدم کے سوا کچھ بھی نہیں۔جو خود اپنی ذات کے لیے کسی نفع ونقصان،موت وحیات اور زندہ کرنے پر قادر نہیں۔جن کا اقتدار میں کسی بھی لحاظ سے ذرہ بھر بھی حصہ اور شراکت نہیں۔وہ اس کے پاس،اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتیں۔پس ہلاکت ہے اس کے لیے جو ایسوں کو شریک ٹھہراتا ہے اور برائی ہے اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے۔یقیناً اپنے دین سے محروم ہونے کے بعد وہ اپنی عقلوں سے بھی محروم ہوگئے،بلکہ وہ اپنی دنیا وآخرت بھی کھو بیٹھے۔(تفسیر سعدی:1136/2)

﴿ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(33) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’ایسے ہی تیرے رب کی بات ان لوگوں پر سچی ہوگئی جنہوں نے نافرمانی کی کہ یقیناً وہ ایمان نہیں لائیں گے۔‘‘(33)

سوال 1: ﴿كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’ایسے ہی تیرے رب کی بات ان لوگوں پر سچی ہوگئی جنہوں نے نافرمانی کی کہ یقیناً وہ ایمان نہیں لائیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ حَقَّتْ﴾ ’’ایسے ہی سچی ہوگئی‘‘ اس کے بعد ثابت ہوگئی یعنی واجب ہوگئی۔(2)﴿كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ ’’تیرے رب کی بات‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم، اس کی قضاء وقدر اور اس کا سابقہ علم۔(تفسیر قرطبی)(3)رب کی بات سے مراد کلمہ عذاب ہے جیسا کہ اس نے فرمایا:﴿لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾۔(ایسر التفاسیر:603,604)(4)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔(یونس:96,97)(5)﴿عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا﴾ ’’ان لوگوں پر جنہوں نے نافرمانی کی‘‘ یعنی وہ لوگ جو اطاعت سے نکل گئے اور انہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا۔(تفسیر قرطبی)(6)﴿اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’کہ یقیناً وہ ایمان نہیں لائیں گے‘‘ یہ کہ وہ تصدیق نہیں کریں گے۔اس لیے عذاب اور وعید ان پر ثابت ہوگئی۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے: ’’کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے کچھ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟‘‘ وہ کہیں گے: ’’کیوں نہیں! لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔(الزمر:71)(7)اللہ تعالیٰ نے روشن دلائل دیے جس میں عقل والوں کے لیے عبرت اور اہل تقویٰ کے لیے نصیحت اور ہدایت ہے لیکن کافروں کی عقلیں ماری گئیں وہ توحید کو نہیں مانتے اور اپنی بد نصیبی کی وجہ سے جہنم جانے والے اعمال کر رہے ہیں۔ایسے فاسقوں پر اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے بارے میں سنت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں سنت یہ ہے کہ وہ گمراہی اختیار کرتے ہیں۔فطرت کی پکار نہیں سنتے تو کبھی ایمان کے راستے پر نہیں چل سکتے۔

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ(34)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’ آپ کہہ دیں کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے؟ پھر اس کو دوبارہ بناتا ہو؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ بناتا ہے تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟‘‘(34)

سوال 1: ﴿ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ ’’ آپ کہہ دیں کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے؟ پھر اس کو دوبارہ بناتا ہو؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ بناتا ہے تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ﴾ ’’ آپ کہہ دیں کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے؟‘‘ اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیجیے کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرے۔(2)﴿ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ﴾ ’’ پھر اس کو دوبارہ بناتا ہو؟‘‘ پھر وہ کون ہے جو مخلوق کو ایجاد کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے یعنی مخلوق میں ایسا کوئی نہیں جو تخلیق کی ابتدا کر کے اس کا اعادہ کرے۔(3)﴿ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ﴾ ’’ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ بناتا ہے‘‘ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بغیر کسی کی مدد کے پہلی بار تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کو ختم کر کے دوبارہ زمین و آسمان بنائے گا۔(4)﴿ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ ’’ تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟‘‘ پھر تم حق کی معرفت اور اقرار کے بعد کہاں پھرائے جا رہے ہو؟(5)یعنی ایسی ہستیوں کی عبادت کیوں کر رہے ہو جو تخلیق نہیں کر سکتیں۔(6)جب بات یہ ہے تو سیدھی راہ سے ہٹ کر غلط راہ کی طرف کیوں جا رہے ہو؟ اور کیوں اس کی عبادت نہیں کرتے؟(مختصر ابن کثیر:794/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے تخلیق کا عمل کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟

جواب:(1)اس کے سوا کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ غیر موجود کو موجود کر سکے۔(2)مخلوقات موجود ہیں جو کسی خالق کا پتہ دیتی ہیں۔(3)اللہ تعالیٰ ہی یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ مردہ سے زندہ کو نکال سکے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کا اعادہ کرتا ہے، یہ کس عمل سے ثابت ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے پہلی بار کی تخلیق کے عمل کے ثبوت کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس کا اعادہ کر سکتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق سے اس کو کیسے ثابت کیا جا سکتا؟

جواب:(1)پہلی بار پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اسی کا اختیار ہے اور دوسری بار پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔اس پر بھی اس کا اختیار ہے۔دوسرے شریکوں کا اس میں کوئی کردار نہیں۔(2)اللہ تعالیٰ کے ساتھ جن کو شریک ٹھہرایا جاتا ہے انسان ان سے نہ پہلی زندگی میں کچھ پانے والا ہے نہ دوسری زندگی میں، اس لیے ان کی طرف توجہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ(35)﴾

''آپ کہہ دیں کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہو؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی حق کے لیے راہ نمائی کرتا ہے تو کیا جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راستہ نہ پاتا ہو سوائے اس کے کہ اسے راستہ بتایا جائے؟ تو کیا ہے تمہیں، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟''(35)

سوال1: ﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ﴾ ''آپ کہہ دیں کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''آپ کہہ دیں کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہو''یعنی یہ بتاؤ حق کی طرف، سچے دین کی طرف راہ نمائی کون کرتا ہے؟(2)یعنی یہ بتاؤ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو اپنے الہام سے، بیان سے حق کی طرف راہ نمائی کرسکتا ہو؟

سوال2: ﴿قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی حق کے لیے راہ نمائی کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلِ﴾''آپ کہہ دیں''اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجیے۔(2)﴿اللّٰهُ﴾اکیلا اللہ تعالیٰ۔(3)﴿يَهْدِيْ لِلْحَقِّ﴾''حق کے لیے راہ نمائی کرتا ہے''حق کی طرف راہ نمائی کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات کی اصل حقیقت کی طرف راہ نمائی کرنا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے جو ساری کائنات کا نظام چلاتا ہے۔اس نے اپنے ہونے کے ثبوت کے طور پر انسان کے نفس اور کائنات میں نشانیاں رکھی ہیں جن سے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتا ہے۔حق کی طرف راہ نمائی کرنے سے مراد ہے رسولوں کو بھیجنا، کتابیں نازل کرنا، شرعی قانون بتانا، برے انجام سے ڈرانا وغیرہ۔(4)وہ اپنے دلائل سے، الہام اور توفیق سے حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور سیدھے راستے پر چلنے کے لیے مدد دیتا ہے۔(5) گمراہوں اور ٹیڑھے دل والوں کو سیدھا راستہ دکھانا سچے معبود کا کام ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔(6)اللہ تعالیٰ کی ہدایت مکمل ہے جیسے خلق اور تکوین اس کی قدرت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ موسیٰ نے کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اسے راستہ دکھایا۔(طٰہٰ:50)(7)﴿الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى﴾ وہ ذات جس نے پیدا کیا پھر درست بنایا۔اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی تو راہ دکھائی۔(الاعلیٰ:2,3)

سوال3: اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتا ہے اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کا ثبوت پیغمبروں کی ہدایت سے ملتا ہے۔(2)تمام پیغمبروں نے جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کہہ کر پیش کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ ایک ہی ہدایت ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہدایت کیوں نہیں دے سکتا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا اس قابل نہیں کہ حق اور ناحق کے بارے میں کوئی علم دے جیسے بت اس قابل نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک میں کمی ہے اور ہر ایک میں محدودیت ہے اس وجہ سے وہ خود راہ نمائی کے محتاج ہیں۔

سوال 5: ﴿ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ﴾ ''تو کیا جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راستہ نہ پاتا ہو سوائے اس کے کہ اسے راستہ بتایا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ﴾ ''تو کیا جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے'' اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ (2) ﴿ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ ﴾ ''وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے'' اللہ تعالیٰ ہی زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی بات مانی جائے۔ (3) یعنی اس کی عبادت اور اطاعت کی جائے۔ (تفسیر قاسمی: 31/9) (4) ﴿ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ﴾ ''یا وہ جو خود ہی راستہ نہ پاتا ہو سوائے اس کے کہ اسے راستہ بتایا جائے'' یعنی عبادت اور اطاعت کا حق کیا وہ رکھتا ہے جو خود بھی راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کو راستہ بتایا جائے۔ (5) جو راہبری فرمائے اور گمراہوں کو راستہ دکھائے اس کی تابعداری صحیح ہے یا جو خود ہی اندھا اور گونگا ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 794/1) (6) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اس لیے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

سوال 6: ﴿ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴾ ''تو کیا ہے تمہیں، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تو کیا ہے تمہیں، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' یعنی حیرت ہے تم کیسے باطل کے ساتھ فیصلے کرتے ہو جب کہ تم گمان رکھتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں؟ (تفسیر قاسمی: 32/9) (2) یعنی کس چیز نے تمہیں اس پر آمادہ کیا ہے کہ تم یہ باطل فیصلہ کرتے ہو اور اس حقیقت پر دلیل و برہان کے ظاہر ہونے کے بعد کہ اللہ واحد کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کی صحت کا حکم لگاتے ہو۔ (تفسیر سعدی: 1137/2)

﴿ وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (36) ﴾

''ان میں سے اکثر لوگ نہیں پیروی کرتے مگر ایک گمان کی، یقیناً گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں دیتا، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو بھی وہ کرتے ہیں۔'' (36)

سوال 1: ﴿ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ﴾ ''ان میں سے اکثر لوگ نہیں پیروی کرتے مگر ایک گمان کی'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿وَمَا يَتَّبِعُ﴾''اورنہیں پیروی کرتے''یعنی بتوں کی بندگی پر۔(2)﴿أَكْثَرُهُمْ﴾''ان میں سے اکثر''سے مرادسب ہیں یعنی جواللہ تعالیٰ کی بجائے خودساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں۔(3)﴿إِلَّا ظَنًّا﴾''مگرایک گمان کی''وہ آباء کی تقلید ہے جیسا کہ غائب کوحاضر پر قیاس کرنا اور خالق کومخلوق پر،کسی موہوم مشارکت کی وجہ سے۔(4)یعنی وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے شریکوں کونہیں پکارتے،کیونکہ اصل میں عقلاً و نقلاً اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں،یہ لوگ محض اپنے ظن اورگمان کی پیروی کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1138/2)(5)شرک کسی علم پرنہیں بلکہ مفروضات اور قیاسات پر پھیلتا ہے۔شرک کرنے والے یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک ہیں جوخدا کی صفات رکھتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے ایک شخص کی طرف وحی کیسے بھیج سکتا ہے۔وہ اپنے گمان کوعقل کی کسوٹی پرنہیں رکھتے نہ اس کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر ہمارے معبودوں میں کمال نہ ہوتا تو ہمارے آباؤاجداداان کی پوجا کبھی نہ کرتے۔

سوال2:﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾''یقیناً گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں دیتا''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿إِنَّ الظَّنَّ﴾''یقیناً گمان''یقیناً گمان علم کو کفایت نہیں کرتا۔عقیدے کے لیے علم مطلوب ہے نہ کہ ظن۔(ایسرالتفاسیر:605)(2)﴿لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ﴾''حق کے مقابلے میں کام نہیں دیتا''یعنی علم اور حقیقی اعتقاد کے لیے کافی نہیں ہے۔(تفسیر قاسمی:32/9)(3)یہ آیت دلیل ہے کہ عقیدے میں ظن کفایت نہیں کرتا۔(تفسیر قرطبی:206/4)(4)انہوں نے ان کومعبود کے نام سے موسوم کردیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بےحقیقت چیزوں کی عبادت کرنے لگے۔رب العزت نے فرمایا:﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ﴾یہ(بت)کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جوتم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں،ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی،نہیں وہ پیچھے چلتے مگروہم وگمان کے اور جوان کے دل چاہتے ہیں۔حالانکہ بلاشبہ یقیناًان کے رب کی جناب سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔(النجم:23)

سوال3:انسان گمان کی پیروی کیوں کرتے ہیں؟

جواب:انسان کے لیے کسی گمان کوخوش نما بنادینا شیطان کا کام ہے۔وہ گمراہی کودل پسند عقیدہ بنادیتا ہے تو لوگ اسی کوحق سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہوتی۔

سوال4:﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾''یقیناًاللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جوبھی وہ کرتے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناًاللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جوبھی وہ کرتے ہیں''بےشک اللہ تعالیٰ ان کے قبیح افعال کو جانتا ہے جن کی کوئی دلیل نہیں۔(فتح القدیر:556/2)(2)یہ ان کے گمان کی پیروی کرنے پر اور حق کے دلائل سے اعراض کرنے پر وعید ہے۔(تفسیر قاسمی:32/9)(3)اللہ تعالیٰ ان کے افعال کوخوب جانتا ہے اور وہ ان افعال پر انہیں سخت سزا دے گا۔(تفسیر سعدی:1138/2)

سوال5:اللہ تعالیٰ کی صفت علیم کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: (1) اللہ تعالیٰ یقینی علم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ لوگوں کے اعمال کیسے ہیں۔ (2) مشرک اپنے کاموں کی حقیقت نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ان کے معاملات کی حقیقت کو جانتا ہے لہٰذا اگر مشرک نہ سمجھیں تو ان کا معاملہ رب علیم کے حوالے ہے۔

﴿وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ(37)﴾

''اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔''(37)

سوال 1: **﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾** ''اور یہ قرآن ایسا نہیں ہو کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) **﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ﴾** ''اور یہ قرآن ایسا نہیں'' یعنی یہ قرآن عظیم کتاب ہے۔ (2) **﴿اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾** ''کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو'' یعنی یہ قرآن افترا نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر:605) (3) قرآن حکیم کے اعجاز کا بیان ہے کہ انسان ایک چھوٹی سورت تو درکنار ایک آیت بھی نہیں بنا سکتا۔ رب العزت نے فرمایا: **﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾** آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔ (بنی اسرائیل:88) (4) قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق کے مشابہ نہیں۔ (5) اس قرآن کو کوئی اللہ تعالیٰ پر گھڑ نہیں سکتا۔ رب العزت نے فرمایا: **﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾** باطل اس کے پاس نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔ (حم السجدہ:42) (6) قرآن ایسی کتاب ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کلام کیا ہے پھر مخلوق میں سے کوئی اس جیسے کلام پر کیسے قادر ہو سکتا ہے، نہ مخلوق میں سے کوئی خالق جیسی صفات رکھتا ہے نہ ایسی کتاب لانے کی قدرت رکھتا ہے۔ (7) قرآن کا موضوع کامل ہے اس کے مضامین ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ اس کا انداز بیان کامل ہے۔ اس میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے مضامین ہیں۔ یہ ایسے عقائد پیش کرتا ہے جو کامل ہیں۔ یہ ایسا نظام زندگی پیش کرتا ہے جو کامل ہے، کامیاب ہے، حق پر مبنی ہے۔ یہ ایک کامل الٰہ کا تصور پیش کرتا ہے جس میں کوئی نقص نہیں۔ یہ انسان کی زندگی کے وہ حقائق سامنے رکھتا ہے جیسے انسان کی حقیقت اور مقصد زندگی کے بارے میں نظریات جن میں کوئی نقص نہیں۔ اس کا کوئی نظریہ کبھی غلط ثابت نہیں ہوا لہٰذا یہ کلام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی تصنیف نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اوّل و آخر سے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ وہ نقص سے پاک ہے، وہ جہالت سے مبرّا ہے اس لیے اس کے سوا کوئی یہ کتاب تصنیف نہیں کر سکتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: ﴿وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے'' یہ کتاب پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ قرآن پہلی کتابوں کی موافقت کرتا ہے۔ (2) پہلی کتابوں میں قرآن حکیم اور نبی ﷺ کی شہادت موجود ہے۔ (3) ان کتابوں نے اس کے نازل ہونے کی خوش خبری سنائی پھر قرآن اسی طرح نازل ہوا جس طرح ان کتابوں نے خوش خبری دی تھی۔ (4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے یہ قرآن تورات اور انجیل کا گواہ ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1592/6) (5) قرآن حکیم پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ پہلی کتابوں کے اصل عقیدے کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ پہلے رسولوں اور پہلی کتابوں نے بھلائی کی طرف دعوت دی تھی۔ (6) ﴿وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ﴾ ''اور کتاب کی تفصیل ہے'' یعنی قرآن مجید احکامات کو واضح کرتا ہے جو کچھ فرض کیا گیا۔ (تفسیر قاسمی: 34/9) (7) الکتاب سے مراد اصل کتاب ہے جس میں سے مختلف رسولوں کو ہدایت دی گئیں۔ الکتاب کے اصول تمام رسولوں کے یہاں ایک ہیں تفصیلات مختلف ہیں۔ الکتاب کی دعوت بھلائی اور سچائی کی طرف تھی۔ (8) یعنی اس میں حلال وحرام، احکام دینیہ، احکام قدریہ اور اخبار صادقہ کی تفصیل ہے۔ (تفسیر سعدی: 1139/2) (9) ﴿لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ''اس میں کوئی شک نہیں'' اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا کلام ہے۔ (10) ﴿مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے'' رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ (11) یعنی کسی بھی پہلو سے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، بلکہ یہ یقینی حق ہے اور جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ جس نے اپنی نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوق کی پرورش اور اس کی تربیت کی۔ سب سے بڑی تربیت کی قسم یہ ہے کہ اس نے ان پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کے دینی اور دنیاوی مصالح پر مبنی اور مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق پر مشتمل ہے۔ (تفسیر سعدی: 1139/2) (12) قرآن مجید کے رب العالمین کی طرف سے ہونے پر دلیل ہے۔ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ (النساء: 82)

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (38)﴾

''یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (38)

سوال 1: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ''یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ **اَمْ یَقُوْلُوْنَ** ﴾ ''یا وہ لوگ کہتے ہیں'' یعنی کتاب کو جھٹلانے والے ضد اور دشمنی کی بنا پر کہتے ہیں۔(2)﴿ **افْتَرٰىهُ** ﴾ محمد ﷺ نے اسے خود گھڑ لیا ہے یعنی اپنی طرف سے اسے بنا لیا ہے۔(3) یعنی اگر قرآن میں تمہیں شبہ ہے اور تمہارا یہ الزام ہے کہ محمد ﷺ نے اسے خود بنا لیا ہے۔(مختصر ابن کثیر:795/1)

سوال 2:﴿ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ '' آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **قُلْ** ﴾ '' آپ کہہ دیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیجیے۔(2)﴿ **فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ** ﴾ '' اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ'' قتادہ کا قول ہے یعنی اس قرآن کی طرح حق اور سچائی لیے ہوئے، اس میں کوئی جھوٹ اور باطل نہ ہو۔(تفسیر ابن ابی حاتم:1953/6)(3) یعنی قرآن جیسی فصاحت و بلاغت اور حسن نظم اور معانی کی قوت رکھنے والی کتاب لے آؤ۔ یہ چیلنج اس لیے دیا گیا کہ عرب فصحاء تھے اور اپنی فصاحت، عربیت، نظم اور عبارت میں بے مثال تھے۔(تفسیر منیر:186/6)(4) اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا ہے کہ محمد ﷺ تم جیسے انسان اور امی ہیں ان کے مقابلے میں تم ایک سورت لے آؤ تو تمہاری بات درست ہے ورنہ باطل ہے۔(5)﴿ **وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ** ﴾ '' اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ'' یعنی قرآن جیسی سورت بنانے کے لیے انسانوں یا جنوں میں سے جس سے بھی مدد لینا چاہو، بلا لو اگر تم سچے ہو۔ یہ چیلنج قرآن حکیم میں اور مقامات پر بھی کیا گیا۔﴿ **قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا** ﴾ آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار رہوں۔(بنی اسرائیل:88)﴿ **اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** ﴾ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو؟(ہود:13) اور دیکھو اگر ایسا کرنا ممکن ہوتا تو تم ایسی کتاب بنا کر دکھا دیتے۔ اب چونکہ تم بے بس ہو گئے ہو تو تمہارا قول باطل ہو گیا ہے۔(6)﴿ **اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** ﴾ '' اگر تم سچے ہو'' یعنی اپنے اس دعوے میں کہ قرآن گھڑا گیا ہے۔(فتح القدیر:557/2)(7) رب العزت نے فرمایا:﴿ **وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** ﴾ اور اگر تم اس بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔(البقرۃ:23)(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:'' ہر نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کئے گئے کہ (انہیں دیکھ کر) لوگ ان پر ایمان لائے (بعد کے زمانے میں ان کا کوئی اثر نہیں رہا) اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے (اس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا) اس لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے تابع فرمان لوگ دوسرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیغمبروں کے تابع فرمانوں سے زیادہ ہوں گے۔'' (بخاری:4981)

﴿ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ(39) ﴾

'' بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا ہے جس کے علم کا انہوں نے احاطہ نہیں کیا حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی اصل حقیقت نہیں آئی تھی۔ ایسے ہی ان لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، تو آپ دیکھ لو ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔'' (39)

سوال 1: ﴿ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ﴾ '' بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا ہے جس کے علم کا انہوں نے احاطہ نہیں کیا حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی اصل حقیقت نہیں آئی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) '' بلکہ انہوں نے جھٹلا دیا ہے'' یعنی ان لوگوں نے بے سوچے سمجھے قرآن کو جھٹلا دیا ہے۔ (2) ﴿ بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ ﴾ '' جس کے علم کا انہوں نے احاطہ نہیں کیا'' یعنی اپنی نادانی سے اس کتاب کے علم اور اس کی حقیقت تک نہ پہنچ پائے۔ (3) وہ چیز جس نے ان کو قرآن، جو حق پر مشتمل ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی حق نہیں، کی تکذیب پر آمادہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اس کا علم نہیں رکھتے۔ اگر وہ اس کا علم رکھتے ہوتے۔ اور اگر انہوں نے اس کو سمجھ لیا ہوتا جیسا کہ سمجھنے کا حق ہے، تو وہ ضرور اس کی حقانیت کی تصدیق کرتے۔ (تفسیر سعدی:2/1140) (4) ﴿ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ﴾ '' حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی اصل حقیقت نہیں آئی تھی'' یعنی ان کے پاس وہ عذاب نہیں آیا، انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کی حقیقت نہیں پہنچی کہ وہ ان پر عذاب نازل کرے گا۔

سوال 2: قرآن کو جھٹلانے والے کیوں جھٹلاتے ہیں؟

جواب: (1) قرآن کو جھٹلانے والے، جھٹلانے کے نتائج سے بے خوف ہیں۔ (2) قرآن کو جھٹلانے والے اس بات سے نہیں ڈرتے کہ وہ کسی عذاب کی پکڑ میں آجائیں گے۔

سوال 3: قرآن کو جھٹلانے والوں کی مخالفانہ روش کا سبب کیا ہے؟

جواب: قرآن کو جھٹلانے والوں کی مخالفانہ روش کا سبب بے خوفی ہے۔ بے خوف انسان کسی عقلی دلیل کی بناء پر بے خوف نہیں ہوتا اسی وجہ سے اس کے اندر غیر سنجیدگی پیدا ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے مخالفت ابھرتی ہے۔

سوال 4: ﴿ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ '' ایسے ہی ان لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، تو آپ دیکھ لو ظالموں کا انجام کیسا ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ '' ایسے ہی ان لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے'' یعنی ان جھٹلانے والوں کی طرح اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو جھٹلانے والے پہلے بھی جھٹلاتے رہے اور اپنے انجام کو پہنچے۔(2)﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو آپ دیکھ لو ظالموں کا انجام کیسا ہوا'' یہاں ظالموں کے انجام سے مراد عذاب ہے جس نے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح علیہ السلام کو ظلم کی وجہ سے غرق کر دیا، قوم ہود کو تیز ہواؤں سے، قوم صالح علیہ السلام کو چنگھاڑ سے، قوم شعیب علیہ السلام کو زلزلے سے اور بعد کی قوموں کو عذاب کی دوسری قسموں سے۔ پھر اگر یہ لوگ توبہ نہیں کریں گے تو ان پر بھی عذاب آئے گا جیسا کہ پہلے لوگوں پر آیا تھا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں۔(ابراہیم:42)(3) یہ آیت کریمہ تمام امور میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس سے یہ راہ نمائی بھی حاصل ہوتی ہے کہ انسان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں پوری حقیقت حال معلوم کئے بغیر اسے قبول یا رد کر دے۔(تفسیر سعدی:1140/2)

﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ(40)﴾

''اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''(40)

سوال 1:﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ﴾ ''اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ﴾ ''اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں'' یعنی قرآن پر، نبی ﷺ پر۔ ایک پر ایمان دوسرے پر ایمان لانے کا تقاضا کرتا ہے۔(ایسر التفاسیر:606,607)(2) جن لوگوں نے قرآن کو جھٹلایا ان میں سے کچھ اس پر دل سے ایمان لاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حق اور سچ ہے لیکن وہ اپنے تکبر اور عناد کی وجہ سے جھٹلاتے ہیں۔(فتح القدیر:558/2)(3) یعنی کچھ لوگ قرآن حکیم اور اس کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں۔(4)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ﴾ ''اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے'' جو لوگ دل سے اس کی تصدیق نہیں کرتے، بلکہ نادان اسے جھٹلاتے ہیں۔(5) جو لوگ تدبر نہیں کرتے وہ قرآن مجید پر دل سے یقین نہیں رکھتے۔(6) یعنی کچھ لوگ تو قرآن پر ایمان لا کر اطاعت گزار بن جائیں گے اور کچھ کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔

سوال 2:﴿وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ شریر لوگوں کو خوب جانتا ہے، اسے معلوم ہے کہ کون ہدایت کا حق رکھتا ہے اور کون نہیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق ہدایت دیتا ہے یا گمراہ کرتا ہے۔ وہ عادل ہے کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ پاک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔(2) مفسدین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے ظلم، عناد اور فساد کی بنا پر قرآن پر ایمان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں لاتے۔اللہ تعالیٰ ان کے فساد کی پاداش میں انہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔(تفسیر سعدی:2/1140)(3)مسلمانوں میں اگرچہ بے شمار اختلاف اور فرقے ہیں تاہم یہ سب کے سب گمراہ نہیں بلکہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق ان میں تا قیامت ایک فرقہ ایسا موجود ہے اور موجود رہے گا جو حق پر قائم رہے گا اور یہ فرقہ وہ ہے جو صرف کتاب وسنت پر انحصار کرتا ہے۔(تیسیر القرآن:2/301)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی نظر میں مفسد کون ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایمان نہ لانے والا مفسد ہے کیونکہ وہ حق قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اپنی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو استعمال نہیں کرتا۔ایمان نہ لانے والا کھلے دلائل کو نظر انداز کرتا ہے سُنی ان سنی کرتا ہے حق کو سمجھ کر نہیں سمجھتا۔ایمان نہ لانے والا اپنے تعصّبات اور مفادات کو ترجیح دیتا ہے۔

رکوع نمبر:10

﴿ وَ اِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَ لَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ‌ ۚ اَنۡتُمۡ بَرِيۡٓـئُوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَ اَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ(41) ﴾

''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔''(41)

سوال 1: ﴿ وَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَلَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ ﴾ ''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ ﴾ ''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں''یعنی وہ اگر آپ ﷺ کو جھٹلانے پر ڈٹے رہیں تو آپ ﷺ بھی انہیں حق کی دعوت پہنچاتے رہیں۔(2)﴿ فَقُلۡ لِّىۡ عَمَلِىۡ ﴾ ''تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے''یعنی میرا عمل تو تبلیغ ہے، رسالت ہے، خوش خبریاں دینا، ڈراوے دینا، اطاعت اور ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے اس پر جزا دے گا۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ‌ ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ﴾ جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے۔(حم السجدہ:46)(3)﴿ وَ لَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ ﴾ ''اور تمہارے لیے تمہارا عمل'' اور وہ ظلم، شرک اور فساد ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر تمہیں بدلہ دے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ﴾ تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا جو تم کماتے تھے۔(یونس:52)

سوال 2: حق کا داعی کس موڑ پر یہ بات کہتا ہے ﴿ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَلَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ ﴾ ''میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل''؟

جواب: یہ بات کہ ''میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے''اس موڑ پر کہی جاتی ہے جہاں جھٹلانے والے کسی صورت میں ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 3: یہ بات کہنا کیوں مشکل ہے ﴿ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ﴾ ''میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل''؟

جواب: یہ جملہ کہنا ان لوگوں کو اپنی شکست دکھائی دیتا ہے جو آخری وقت تک بحث جاری رکھنا چاہتے ہیں اور شکست تسلیم کرنا آسان نہیں ہوتا۔

سوال 4: ﴿ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ مشرک آپ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں مگر آپ ان سے اور ان کے اعمال سے بری ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہہ دیں یقیناً میں ان کاموں سے بے زار ہوں جو تم کرتے ہو۔ (الشعراء:216) (2) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے برأت کا اظہار کرنے کے لیے کہا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾ آپ کہہ دیں کہ اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔ (الکافرون:6-1) (3) یہ بات ایسے موڑ پر کہی جاتی ہے جہاں جھٹلانے والے کسی صورت میں ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ حق کا داعی فتح اور شکست کی نفسیات سے اوپر ہو کر دعوت حق کا کام کرتا ہے اس لیے جب وہ دیکھتا ہے کہ مدعو ضد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا ہو گیا تو وہ یہ کہہ کر الگ ہو جاتا ہے کہ اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا جو شخص جیسا ہوگا ویسے ہی انجام کو پہنچ جائے گا۔

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ (42) ﴾

''اور ان میں سے کچھ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے، اگرچہ وہ نہ سمجھتے ہوں؟'' (42)

سوال 1: ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ﴾ ''اور ان میں سے کچھ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ﴾ ''اور ان میں سے کچھ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں'' اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے بارے میں خبر دی جو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں کہ ان میں سے بعض لوگ بڑی توجہ سے کان لگا کر نبی ﷺ سے قرآن حکیم کو سنتے ہیں لیکن ان کا مقصد ہدایت حاصل کرنا نہیں بلکہ جھٹلانا اور کمزوریاں تلاش کرنا ہوتا ہے۔ اس نیت اور ارادے کے ساتھ سننا سننے والے کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ وہ سننے کے فائدے سے محروم ہو گئے کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ (2) قرآن حکیم کو سننے سے دینی اور دنیاوی اصلاح ہو سکتی ہے لیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اختیار میں ہے۔وہ جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

سوال 2: کچھ لوگ دعوت حق کو اس طرح کیوں سنتے ہیں گویا کہ وہ کچھ نہیں سنتے ؟

جواب: دعوت حق کو سننے والے کچھ لوگ بظاہر اسے سنتے ہیں گویا کہ وہ سمجھنا چاہتے ہیں حالانکہ انہوں نے دل میں طے کر رکھا ہوتا ہے کہ انہوں نے دعوت کو نہیں سمجھنا۔اس طے شدہ پروگرام کی وجہ سے وہ سن کر بھی کچھ نہیں سنتے۔

سوال 3: ﴿ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ ''تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے،اگر چہ وہ نہ سمجھتے ہوں؟' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے،اگر چہ وہ نہ سمجھتے ہوں؟''جیسے بہرے کو کلام سنانے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اسی طرح جھٹلانے والوں،عقل سے محروم لوگوں کو بھی کلام اللہ نہیں سنایا جا سکتا جس سے وہ نفع اٹھا سکیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۙ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۣ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۡ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴾ ان کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر ان کے پاس نہیں آتا مگر وہ اس کو مشقت سے سنتے ہیں،اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔اس حالت میں (کہ) دل ان کے غافل ہیں۔اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے؟ تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو؟(الانبیاء:2,3)ہاں اتنا ضرور ہے کہ سننے والوں پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔(2)سماعت علم حاصل کرنے کے راستوں میں سے ایک بڑا راستہ ہے جو جھٹلانے والوں پر بند ہو جاتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔(الانفال:21)

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سن کر نہ سننے والوں کا کیا مقام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو کانوں کی صلاحیت رکھنے کے باوجود نہیں سنتے بہرہ قرار دیتے ہیں اور ایسا فرد جس کے پاس کوئی عقل نہیں ہوتی۔

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ (43) ﴾

''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں تو کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھائیں گے اگر چہ وہ نہ دیکھتے ہوں؟''(43)

سوال 1: ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ﴾ ''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے دوسرے راستے کے بند ہونے کا ذکر فرمایا ہے یعنی نظر کا راستہ''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں''یعنی تلاوت قرآن کے وقت وہ تعجب کی نظر سے آپ ﷺ کو دیکھتے ہیں لیکن نور ایمان سے نہیں دیکھتے۔(2)وہ آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں اور آپ ﷺ کی صداقت کی علامات کو دیکھتے ہیں لیکن یہ نہیں پہچانتے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر دیا ہے۔(2)ان کا آپ کی طرف دیکھنا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا اور نہ آپ کو کوئی راحت دے سکتا ہے۔پس جس طرح آپ اندھوں کو راہ نہیں دکھا سکتے جو بصارت سے محروم ہیں اسی طرح آپ بہروں کی بھی راہ نمائی نہیں کر سکتے۔جب ان کی عقل،سماعت اور بصارت،جو حصول علم اور معرفت حقائق کا ذریعہ ہیں،خرابی کا شکار ہو جائیں،تب ان کے لیے حق تک پہنچنے کا کون سا راستہ ہے؟اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد:﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ﴾ دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے احوال،آپ کے طریقوں،آپ کے اخلاق اور آپ کے اعمال کو دیکھنا آپ اور آپ کی دعوت کی صداقت پر دلائل مہیا کرتا ہے اور یہ نظر،صاحب بصیرت کو دیگر دلائل سے مستغنی کر دیتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1141,1142)

سوال 2: دعوت حق کے دلائل اور داعی کی صداقت کی نشانیوں کو کچھ لوگ دیکھ کر بھی کیوں نہیں دیکھتے؟

جواب: جو لوگ دعوت اور داعی کے بارے میں پہلے سے یہ طے کر لیتے ہیں کہ اس کو ماننا نہیں ہے۔وہ اگرچہ بظاہر یوں محسوس کرواتے ہیں۔جیسے وہ کھلے دل سے مشاہدہ کرنا چاہتے ہوں مگر وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

سوال 3: داعی کی صداقت کو دیکھنے کے باوجود نہ ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ کیا مقام دیتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے نزدیک آنکھیں رکھنے کے باوجود وہ اندھے ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کو حق قبول کرنے کی توفیق نہیں دی جاتی۔

سوال 4: ایک داعی دل کے اندھے کو کیوں راستہ دکھانا چاہتا ہے؟

جواب: داعی کے دل میں دعوت پہنچانے کی حرص ہوتی ہے اس وجہ سے وہ لوگوں کے ظاہری رویے سے خوش گمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ شاید وہ واقعی ایک داعی کے سچے طرز عمل کو دیکھنا چاہتے ہیں حالانکہ مدعو آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

سوال 5: ﴿ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴾ ''تو کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھائیں گے اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یعنی آپ ﷺ ان کو راستہ نہیں دکھا سکتے جو بصارت سے محروم ہوں کیونکہ وہ درحقیقت دل سے نہیں دیکھتے اور آپ ﷺ ان کی ہدایت پر قدرت نہیں رکھتے کیونکہ وہ بصیرت سے محروم ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(الحج:46)(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:﴿ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴾ سے مراد ہے کہ وہ حق کو نہیں دیکھتے۔(ابن ابی حاتم:6/1954)(3)اہل سنت نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے کیونکہ کفار کے دلوں کی نسبت ایمان کی طرف بہرے کی طرح جو کلام سنتا ہے اور اندھے کی طرح جو چیزوں کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہدایت پر قدرت رکھتا ہے۔(تفسیر منیر:6/198)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ(44) ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنے آپ پر خود ہی ظلم کرتے ہیں۔''(44)

سوال 1: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنے آپ پر خود ہی ظلم کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْـًٔا ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی برائیوں کو بڑھا گھٹا کر، کسی کی نیکیوں میں کمی بیشی کر کے کسی پر ظلم نہیں کرتا۔(2) اللہ تعالیٰ قرآن حکیم سے کسی کو ہدایت دیتا ہے، اندھوں کو بینائی عطا کرتا ہے، بہروں کو سنواتا ہے یا دلوں کے پردے ہٹاتا ہے یا کچھ لوگوں کو گمراہ اور بے ایمان بناتا ہے تو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ جو کام کرتا ہے اپنے علم اور حکمت اور کمال عدل سے کرتا ہے۔ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔(3) ﴿ وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴾ ''لیکن لوگ اپنے آپ پر خود ہی ظلم کرتے ہیں'' ان کے پاس جب حق آتا ہے تو اسے قبول نہیں کرتے پھر اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دیتا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ نے انسان کو سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی صلاحتیں عطا کی ہیں۔ تاکہ انسان غور و فکر کر کے گمراہی کا راستہ اختیار نہ کرے۔ مگر انسان اپنے آپ کو آزاد محسوس کر کے سرکشی کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو صلاحتیں اسے آزمائش کے لیے دی ہیں۔ انسان انہیں اپنا حق سمجھ کر ظلم کرتا ہے۔(5) ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے لہٰذا کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ اسی کے اختتام پر ہے: اے میرے بندو! یہ تمہارے عمل ہی ہیں جن کو میں گن گن کر رکھتا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ لہٰذا جو بھلائی پائے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور جو برائی پائے اسے اپنے آپ ہی کو ملامت کرنی چاہئے۔(مسلم)

﴿ وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ(45) ﴾

''اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کرے گا، گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن میں بس ایک گھڑی، اس میں وہ ایک دوسرے کو پہچانتے رہے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا یقیناً وہ خسارے میں پڑے رہے اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے۔''(45)

سوال 1: ﴿ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ ﴾ ''اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کرے گا، گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن میں بس ایک گھڑی، اس میں وہ ایک دوسرے کو پہچانتے رہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ ﴾ ''اور جس دن انہیں جمع کرے گا'' یعنی وہ دن جس میں کوئی شک نہیں انہیں ان کی قبروں سے اٹھایا جائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا۔(2)﴿ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ ﴾ ''گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن میں بس ایک گھڑی'' اللہ تعالیٰ نے قیامت کی گھڑی کو یاد دلایا ہے کہ کیسے سب اپنی قبروں میں میدان حشر میں جمع ہوں گے تو انہیں یوں لگے گا کہ گویا وہ دن کی ایک گھڑی ٹھہرے ہیں۔دنیا کی زندگی انہیں بہت کم لگے گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴾ جس دن وہ اسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اس کی ایک صبح۔(النازعات:46)(3)﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴾ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔(الروم:55)(4)﴿ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴾ ''وہ ایک دوسرے کو پہچانتے رہے'' یعنی لوگ ایک دوسرے کو اسی طرح پہچانیں گے جیسے دنیا میں پہچانتے تھے لیکن کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴾ اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔(المعارج:10)(5) آخرت کے مقابلے میں دنیا کی عمر کی، دنیا کی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں۔

سوال 2:﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا یقیناً وہ خسارے میں پڑے رہے اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس دن وہ لوگ خسارے میں رہیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا اور متقی لوگ کامیاب ہوں گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ بڑی ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔(المطففین:10,11)(2) جیسا کہ ارشاد ہے:﴿ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴾ آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔(الزمر:51)(3)﴿ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ ''اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے'' یعنی وہ دین قیم پر نہ چلے۔(4) یعنی کفر اور گمراہی سے نہ نکلے۔(تفسیر قاسمی:38/9) یعنی اپنی زندگی میں انہوں نے ہدایت نہ پائی اسے خسارے اور عذاب الیم کے لیے ختم کیا۔(ایسر التفاسیر:607,608)

سوال 3: آخرت کا معاملہ کس کو دور کا معاملہ محسوس ہوتا ہے؟

جواب: جو شخص آخرت کے معاملہ میں سنجیدہ نہیں ہوتا اسے آخرت کا معاملہ دور کا معاملہ محسوس ہوتا ہے۔

سوال 4: انسان کو دنیا کی زندگی کب چھوٹی محسوس ہوتی ہے؟

جواب: جب آخرت سب سے بڑی حقیقت کی صورت میں واقع ہو جائے گی۔اس وقت انسان کو دنیا میں رہنا ایک گھڑی کی طرح محسوس ہوگا۔جس گھڑی وہ غفلت میں مبتلا تھا۔اور آخرت کے لیے سوچنے کو بھی تیار نہ تھا۔

سوال 5: دنیا کی زندگی کی تشبیہ سے اللہ تعالیٰ نے کیا سمجھایا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ انسان کو سمجھاتے ہیں کہ دنیا کی زندگی اتنی ہی ہے گویا کہ لوگ دنیا میں آئے اور گئے یہاں صرف تعارف ہوا اور لوگوں نے کچھ کیا ہی نہیں بلکہ تعارف بھی مکمل نہیں ہوتا اور لوگ چلے جاتے ہیں پھر اس دنیا کی زندگی سے جو فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں وہ گھاٹے میں رہتے ہیں ہدایت نہیں پاتے۔

سوال 6: نقصان اٹھانے والے کس وجہ سے نقصان اٹھاتے ہیں؟

جواب: نقصان اٹھانے والے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلاتے ہیں اس لیے ہدایت نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ گم کر کے نقصان اٹھاتے ہیں۔

﴿وَ اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا یَفْعَلُوْنَ(46)﴾

''اور اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو اٹھا لیں تو ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔''(46)

سوال 1: ﴿وَ اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا یَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو اٹھا لیں تو ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ﴾ ''اور اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ان سے وعدہ کرتے ہیں'' مجاہد نے کہا کہ اگر ہم آپ ﷺ کی زندگی میں انہیں عذاب دکھا دیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:1955/6)(2) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں دکھایا۔ (تفسیر منیر:203/6)(3) ﴿اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ﴾ ''یا ہم آپ کو اٹھا لیں'' یا ان کو عذاب دینے سے پہلے آپ ﷺ کو وفات دے دیں۔(4) ﴿فَاِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ ''تو ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے'' ہر حال میں انہیں اپنی موت کے بعد ہماری طرف لوٹنا ہے۔ (ایسر التفاسیر:608) (5) یعنی ہم آپ ﷺ کو آخرت میں ان کا انجام دکھائیں گے۔ (تفسیر منیر:203/6)(6) ﴿ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا یَفْعَلُوْنَ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں'' یعنی دنیا کی زندگی میں جو کچھ یہ کر رہے ہیں آپ ﷺ ان کے بارے میں غم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے جب کہ وہ بھول گئے ہیں۔(7) اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر بدلتی نہیں۔ تمام لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے چاہے سزا رسول کی زندگی میں ملے یا وفات کے بعد۔ رسول کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے پیغام پہنچانا ہے اس کے بعد فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا جو برحق ہے۔(8) اس آیت کریمہ میں کافروں کے لیے سخت وعید اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی ہے جن کو ان کی قوم نے جھٹلا دیا اور ان سے عناد رکھا۔ (تفسیر سعدی: 2/1143)

﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ(47) ﴾

''اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے تو جب کسی امت کا رسول آ جاتا ہے تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔'' (47)

سوال 1: ﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾ ''اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے تو جب کسی امت کا رسول آ جاتا ہے تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ ﴾ ''اور ہر امت کے لیے'' یعنی پچھلی امتوں میں سے ہر امت کے لیے۔ (2) ﴿ رَّسُولٌ ﴾ ایک رسول بھیجا گیا جو انہیں دین کی، خیر اور بھلائی کی، سیدھے راستے کی دعوت دیتا رہا۔ (3) ﴿ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ ﴾ ''تو جب کسی امت کا رسول آ جاتا ہے'' یعنی جب رسول ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات کو لے کر آتے۔ (4) ﴿ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ﴾ ''تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے'' یعنی رسول کے پیغام پہنچانے کے بعد کچھ لوگ تصدیق کرتے اور دوسرے لوگ جھٹلا دیتے پھر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان انصاف کرتا رسول اور ایمان لانے والوں کو نجات دیتا اور کافروں کو ہلاک کر دیتا۔ (5) ﴿ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾ ''اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا'' یعنی بغیر گناہ کے انہیں عذاب نہیں دیا گیا اور بغیر حجت کے انہیں پکڑا نہیں گیا۔ (قرطبی: 4/209) (6) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴾ اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔ (بنی اسرائیل: 15) (7) رسول آنے کے بعد قیامت کے دن لوگوں کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔ ﴿ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (الزمر: 69) (8) اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کی مشابہت سے روکا ہے کہ کہیں یہ نہ سمجھیں کہ عذاب دیر سے آئے گا اور ان کے دیکھتے دیکھتے عذاب نازل ہو جائے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ رسول کو بھیج کر کیسے حجت تمام کرتے ہیں؟

جواب: (1) رسول آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو جاتا ہے کہ جب تک رسول پیغام نہیں پہنچا دیتا اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آتا۔ (2) ہر قوم کو صرف اس وقت تک مہلت ملتی ہے جب تک رسول نہیں آ جاتا۔ (3) جب رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ انصاف کے ساتھ قوم کا معاملہ چکا دیتا ہے اور ظلم نہیں کرتا۔

سوال 3: رسول بھیج کر اللہ تعالیٰ انسان کا امتحان کیسے لیتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: رسول بھیج کر اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے پہلے کون اللہ تعالیٰ کے نمائندے کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔ جو لوگ اپنے آپ کو بن دیکھے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے ہیں وہ اس امتحان میں کامیاب ہو کر جنت میں پہنچتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتا وہ جہنم میں پہنچتا ہے۔

﴿ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ(48) ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟''(48)

سوال 1: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' یعنی مشرک رسول اللہ اور ان کے اصحاب سے کہتے ہیں۔ (2) ﴿ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ ﴾ ''یہ وعدہ کب پورا ہوگا'' یعنی قیامت کے دن کے عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ یہ سوال جھٹلانے کے لیے کرتے تھے کیونکہ اسے بعید خیال کرتے تھے اور جھٹلاتے تھے۔ (3) ﴿ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اگر تم سچے ہو؟'' یہ ان کی طرف سے ظلم کا رویہ ہے کہ وہ نبی ﷺ سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ نبی کے اختیار میں تو صرف پہنچا دینا ہے۔ جہاں تک حساب کتاب اور عذاب کا معاملہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب مدت پوری ہو جائے گی تو گھڑی بھر کی تاخیر بھی نہیں ہوگی اس لیے جھٹلانے سے بچیں۔

سوال 2: لوگ عذاب کا وعدہ پورا کرنے کے لیے چیلنج کیوں دیتے ہیں؟

جواب: لوگ دنیا میں اپنے آپ کو خود مختار پاتے ہیں انہیں یوں لگتا ہے کوئی دیکھنے والا، کوئی پکڑنے اور سزا دینے والا نہیں یہ صورت حال انسانو ں کو سرکش بنا دیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا جب برے انجام سے ڈراتا ہے تو مذاق اڑا کر یہ کہا جاتا ہے کہ اس عذاب کی دھمکی کب پوری ہوگی۔

﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ(49) ﴾

''کہہ دو میں اپنی جان کے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، ہر امت کے لیے ایک وقت ہے جب ان کا وقت آجاتا ہے تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔''(49)

سوال 1: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾ ''کہہ دو میں اپنی جان کے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴾'' کہہ دو میں اپنی جان کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں''اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں بتادیں۔(2)﴿ لَاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا ﴾'' کہہ دو میں اپنی جان کے لیے نقصان کا مالک نہیں''یعنی میں اپنے سے نقصان کو دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔(3)﴿ وَّ لَا نَفْعًا ﴾'' اور نہ نفع کا''یعنی میں اپنی ذات کو بھی نفع پہنچانے پر قادر نہیں۔(4)﴿ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾'' مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے''یعنی اللہ تعالیٰ ہی نفع ونقصان پر قادر ہے۔(5)امام شوکانی نے لکھا ہے کہ یہ آیت صریح دلیل ہے کہ کسی مصیبت کے وقت رسول اللہ ﷺ کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا شرک اکبر ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسری ذات اس پر قادر نہیں ہے، چاہے وہ کوئی نبی ہو یا ولی ہو یا کوئی نیک بندہ۔(تیسیر الرحمٰن:616/1)

سوال 2:﴿ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾'' ہر امت کے لیے ایک وقت ہے جب ان کا وقت آجاتا ہے تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ﴾'' ہر امت کے لیے ایک وقت ہے''ہر امت کے لیے ہلاکت کا وقت معین ہے۔(ایسر التفاسیر:608)(2)یعنی ماضی کی امتوں کی ہلاکت کا وقت مقرر تھا۔(3)﴿ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ ﴾'' جب ان کا وقت آجاتا ہے''یعنی جب ان کی مدت پوری ہوگئی۔(4)﴿ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً ﴾'' تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں''تو وہ اپنی اجل سے ایک گھڑی پیچھے نہ ہو پائے۔(5)﴿ وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾'' اور نہ آگے بڑھتے ہیں''اور نہ اس سے ایک گھڑی آگے بڑھ پائے تو کیا اس عذاب کے لیے آپ جلدی مچاتے ہو؟(6)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱ ﴾اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کی مقررہ مدت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔(المومنون:43)(7)ہر قوم کے لیے ایک مدت مقرر ہے۔قوموں کا اٹھنا اور بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہوتا ہے۔جب کسی قوم کا وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی کی تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی۔قوموں کا عروج وزوال نہ اتفاقی ہے نہ بے مقصد نہ ظلم کے طور پر۔

سوال 3: یہ بات کیا ثابت کرنے کے لیے کہی گئی ہے کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں؟

جواب:(1)یہ بات اس کو ثابت کرنے کے لیے کہی گئی ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔(2)یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے جب چاہے عذاب لے آئے نبی ﷺ کا بھی اختیار نہیں ہے۔

﴿ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ(50) ﴾

آپ کہہ دو کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر رات کو یا دن کو آجائے؟اس میں سے کون سی چیز مجرم جلدی مانگیں گے؟(50)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ''آپ کہہ دو کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر رات کو یا دن کو آجائے؟ اس میں سے کون سی چیز مجرم جلدی مانگیں گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ ﴾ ''آپ کہہ دو کیا تم نے دیکھا'' یعنی آپ انہیں کہہ دیں مجھے بتائیں۔ (2) ﴿ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر رات کو آجائے؟'' یعنی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب رات کو سوتے میں آجائے۔ (3) ﴿ اَوْ نَهَارًا ﴾ ''یا دن کو'' یعنی تمہارے غافل ہونے کے وقت۔ (4) ﴿ مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ''اس میں سے کون سی چیز مجرم جلدی مانگیں گے؟'' یعنی مشرک کس چیز کی جلدی مچا رہے ہیں؟ کس چیز کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں؟ (5) عذاب کے لیے جلدی مچانے یا اس کی تاریخ معلوم کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

سوال 2: عذاب کے جلدی مطالبہ کے جوابات میں اللہ تعالیٰ نے کیسے شعوری طور پر جھنجھوڑا ہے؟

جواب: عذاب تو بس آ ہی چکا ہے وقت معلوم نہیں ہوسکتا ہے دن کو آجائے جب تم کام کر رہے ہو، یا رات کو جب تم غافل سو رہے ہو۔ نہ تم جاگتے ہوئے اس کو رد کرسکو اور سوتے ہوئے تو تم کر ہی نہیں سکتے۔ عذاب تو گویا آ ہی چکا ہے دیکھ لو کہ عذاب کے موقع پر تمہاری حالت کیا ہوگی۔

﴿ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (51) ﴾

کیا پھر جونہی عذاب واقع ہوگا، اس پر تم ایمان لاؤ گے؟ کیا اب! حالانکہ اس کو تم خود جلدی طلب کرتے تھے؟ (51)

سوال 1: ﴿ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ ''کیا پھر جونہی عذاب واقع ہوگا، اس پر تم ایمان لاؤ گے؟ کیا اب! حالانکہ اس کو تم خود جلدی طلب کرتے تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ﴾ ''کیا پھر جونہی عذاب واقع ہوگا'' یعنی کیا تم جھٹلانے کا سلسلہ جاری رکھو گے پھر جب تم پر عذاب نازل ہوگا تو تم ایمان لاؤ گے؟ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا کہ کافر عذاب دیکھ کر کہیں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔ (السجدہ:12) کیا اس دن ایمان لانا تمہیں نفع دے گا؟ اس وقت ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴾ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جسے ہم اس کے ساتھ شریک بناتے تھے۔ (غافر:84) (2) ﴿ آٰلْـٰٔنَ ﴾ اب یعنی اس وقت زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا یعنی اب، اس عذاب کے وقت، اس شدت کی سختی کے وقت۔ (3) ﴿ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ ''حالانکہ اس کو تم خود جلدی طلب کرتے تھے؟'' یعنی اس عذاب کے لیے تم جلدی مچاتے تھے۔ (4) اپنے بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وقوع عذاب سے قبل اگر وہ اسے منانے کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوشش کرتے ہیں تو وہ ان سے اپنی ناراضگی کو دور کر دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا عذاب واقع ہو جاتا ہے، تو کسی نفس کو اس کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیتا، جیسا کہ فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ ڈوبنے لگا، تو اس نے کہا: ﴿اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ میں ایمان لایا اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔(یونس:90) اس کو جواب دیا گیا: ﴿آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ کیا اب؟ حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔ (یونس:91) (تفسیر سعدی: 2/1144,1145)

سوال 2: ﴿آٰلْـٰٔنَ﴾ کہہ کر کس چیز کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: ''کیا اب بچنا چاہتے ہو'' یہ کہہ کر انسان کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو تم عذاب کے لیے جلدی مچا رہے تھے وہ تو آ گیا اور اب تم ایمان لا چکے مگر ایمان لانے کا کیا فائدہ۔

﴿ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ(52)﴾

''پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھو، تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا جو تم کماتے تھے۔''(52)

سوال 1: ﴿ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ ''پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھو، تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا جو تم کماتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا'' یعنی جب قیامت کے دن ان مجرموں کو آگ میں داخل کیا جائے گا جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا یعنی شرک اور نافرمانی کے کام کیے۔(2) جہنم کے داروغے ان سے کہیں گے۔(3) ﴿ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ﴾ ''ہمیشگی کا عذاب چکھو'' ظالموں سے قیامت کے دن انہیں شرمسار کرنے کے لیے ڈانٹ کر کہا جائے گا اب عذاب کا مزہ چکھو۔ وہ عذاب جس میں تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہو گے یعنی دردناک دائمی عذاب۔(4) ﴿هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ ''تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا جو تم کماتے تھے'' یعنی یہ تمہارے کفر کی، نافرمانیوں کی اور رسول کو جھٹلانے کی جزا ہے۔ وہی آگ ہے جسے تم نہیں مانتے تھے۔ اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟(5) یہ اسی کی جزا ہے جو دنیا میں تم کہتے اور کرتے تھے۔(تفسیر قاسمی: 9/43)

سوال 2: ''ہمیشگی کا عذاب چکھو'' کہہ کر انسان کے شعور کو اللہ تعالیٰ کہاں پہنچا دیتے ہیں؟

جواب: ''ہمیشگی کا عذاب چکھو'' کہہ کر اس انسان کو جو ابھی ابھی دنیا کے عذاب میں گرفتار ہوا تھا میدان حشر میں پہنچا دیا گیا۔ یوں انسان کو سرکشی کے انجام تک پہنچا کر شعوری طور پر اسے جھنجوڑا ہے کہ دیکھو سرکشی سے کہاں پہنچ جاؤ گے عقل سے فیصلہ کرو۔ کیا ہمیشگی کا عذاب قابل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برداشت ہے؟ یہ سرکشی کی کتنی بھاری قیمت ہے۔

﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ(53)﴾

''اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ واقعی حق ہے؟ آپ فرمادیں کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناً وہ حق ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں۔''(53)

سوال 1: ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ واقعی حق ہے؟ آپ فرمادیں کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناً وہ حق ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ﴾ ''اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں''یعنی وہ ہدایت کے لیے، وضاحت اور تحقیق کے لیے نہیں بلکہ دشمنی اور تنقید کرتے ہوئے پوچھتے ہیں۔(2)﴿اَحَقٌّ هُوَ﴾ ''کیا وہ واقعی حق ہے''یعنی کیا یہ سچ ہے یعنی ہمیشہ کا عذاب یا نبوت یا قرآن۔(تفسیر قاسمی:43/9) (3) یعنی کیا یہ سچ ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ملے گی جب سب کو دوبارہ زندہ کر کے جمع کیا جائے گا پھر ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔(4)﴿قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ﴾ ''آپ فرمادیں کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناً وہ حق ہے''اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ موت کے بعد کی زندگی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کی صداقت پر قسم اٹھاتے ہوئے کہہ دیں کہ میرے رب کی قسم اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔(سبا:3)(5)﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے۔(التغابن:7)(6)﴿وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں''یعنی تم اللہ تعالیٰ کو موت کے بعد دوبارہ زندگی دینے سے عاجز نہیں کر سکتے جس طرح اس نے پہلی بار پیدا کیا ایسے ہی دوبارہ تمہیں پیدا کرے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔(تفسیر سعدی:1145,1146/2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ﴾ اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ ہی آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔(العنکبوت:22)(7) جب دنیا میں انسان دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کا قانون حرکت میں نہیں آرہا تو وہ غافل ہو جاتا ہے مگر جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوگا تو انسان خود کو بے بس پا کر سب کچھ مان لے گا۔ جب سچائی سامنے آئے گی تو انسان سزا سے نہیں بچ سکے گا۔

سوال 2: منکرین کے سوال پر کہ ''کیا یہ حق ہے'' رب کی قسم کھا کر کیوں یقین دلانے کی کوشش کی ہے جب کہ وہ رب کو نہیں مانتے؟

جواب: (1) جس رب کی طرف رسول بلاتا ہے وہ اس کے نام کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا یہ بات منکرین بھی جانتے تھے۔ (2) یہ بات ہی اتنی سچی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔

رکوع نمبر:11

﴿ وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (54) ﴾

''اور اگر ہر نفس کے لیے جس نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے وہ اس کو ضرور فدیہ میں دے دے گا اور وہ شرمندگی کو چھپائیں گے، جب وہ عذاب دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (54)

سوال 1: ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ﴾ ''اور اگر ہر نفس کے لیے جس نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے وہ اس کو ضرور فدیہ میں دے دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ ﴾ ''اور اگر ہر نفس کے لیے جس نے ظلم کیا ہو'' یعنی اگر ہر گناہ گار کے پاس جس نے ظلم کیا یعنی کفر، شرک، نافرمانی کے کام۔ (2) ﴿ مَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''وہ سب کچھ جو زمین میں ہے'' یعنی زمین کا سونا، چاندی، ہیرے جواہرات۔ (3) ﴿ لَافْتَدَتْ بِهٖ ﴾ ''وہ اس کو ضرور فدیہ میں دے دے گا'' اپنی جان چھڑانے کے لیے، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے سب کچھ فدیے میں دے دے گا۔ (4) مگر یہ فدیہ دینا اس کے کسی کام نہ آئے گا، کیونکہ نفع ونقصان اور ثواب وعذاب تو نیک اور برے اعمال پر منحصر ہے۔ (تفسیر سعدی: 1146/2) (5) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافروں کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اگر آپ کے پاس زمین بھر سونا ہو تو کیا اسے فدیے میں دے دو گے؟ فرمایا: تو وہ کہے گا: ہاں۔ فرمایا: تو وہ کہے گا: میں نے تمہیں جس چیز کا مکلّف بنایا تھا وہ اس سے بہت آسان تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ان کے لیے جہنم ہے جہاں یہ داخل ہوں گے اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 1956/6)

سوال 2: ﴿ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ﴾ ''اور وہ شرمندگی کو چھپائیں گے، جب وہ عذاب دیکھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) حشر کے میدان میں ظلم کرنے والے عذاب دیکھ کر دل ہی دل میں پچھتائیں گے کیونکہ ان کا فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ (2) وہ اپنے دلوں میں ایمان اور نیک اعمال چھوڑ دینے پر پچھتائیں گے۔(ایسر التفاسیر:609,610)

سوال 3: ﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾ ''اوران کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ﴾ ''اوران کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا'' ان کے درمیان مکمل انصاف کیا جائے گا۔(2) ﴿ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾ ''اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' یعنی ان کے اعمال کے بارے میں ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔سعید بن جبیر کا قول ہے ان کے حساب میں کمی نہیں کی جائے گی، نہ ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔(تفسیر ابن ابی حاتم:1956/6)(3) یعنی جوانہوں نے نہیں کیا اس پر انہیں پکڑا نہیں جائے گا۔(ایسر التفاسیر:610)

سوال 4: کیا فدیے قبول نہ ہونا انسانوں کے ساتھ انصاف ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کریں گے۔جس انسان نے زندگی بھر سرکشی کی ہوگی اور مال بچایا ہوگا۔حشر کے دن زمین میں جو کچھ موجود ہوگا قبول نہ ہوگا کیونکہ عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔انسان کے بعد کچھ قبول نہ ہوگا۔فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (55) ﴾

''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے، سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(55)

سوال 1: ﴿ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾ ''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) آسمان وزمین کا مالک، بادشاہ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔(2) یعنی وہ ان کے درمیان حکم دینی اور حکم قدری کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور قیامت کے روز وہ حکم جزائی کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کیسا مالک ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کی ہر چیز کا مالک ہے۔(2) اللہ تعالیٰ ایسا مالک ہے جو اپنے وعدے کو شمار کر سکتا ہے لہٰذا حشر برپا ہوگا۔

سوال 3: ﴿ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ ''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا وہ حق ہے اور پورا ہو کر رہنے والا ہے۔(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء سے ثواب کا اور اپنے دشمنوں سے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے۔(تفسیر وسیط:550/1)(3)﴿ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾''لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے''یعنی لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اس کے وعدوں اور وعیدوں کو قبول نہیں کرتے۔اسی لیے اس کے سامنے حاضری کی تیاری نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔(4)لوگوں کی اکثریت اس علم سے محروم رہتی ہے۔

﴿ هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(56) ﴾

''وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''(56)

سوال1:﴿ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾''وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ﴾''وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے''یعنی وہ زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے اور وہ ہر قسم کی تدبیر کرتا ہے اور تدبیر کائنات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔(تفسیر سعدی:1146/2)(2)یعنی موت اور زندگی اس کے اختیار میں ہے۔وہ ہر چیز پر قادر ہے اسے معلوم ہے کہ جسم کے بکھرے ہوئے اجزاء کہاں ہیں اور کس کس روپ میں ہیں لہٰذا جب وہ چاہے انہیں جمع کرنے پر قادر ہے۔تم سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔وہی تم کو تمہارے عملوں کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔(مختصر ابن کثیر:801/1)(3)﴿ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے''اور قیامت کے دن جب تم اس کے سامنے حاضر ہو گے وہ تمہیں تمہارے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ(57) ﴾

''اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آ گئی ہے اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''(57)

سوال 1:﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾''اے لوگو! بلاشبہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آ گئی ہے اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿**يَاأَيُّهَاالنَّاسُ**﴾''اے لوگو!''اللہ رب العزت نے ساری انسانیت کو مخاطب کر کے قرآن مجید کی وہ صفات بیان کی ہیں جو بندوں کی ضرورت ہیں۔ان اوصاف کو بیان کر کے قرآن کریم کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دلائی ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے قبل توحید،نبوت،بعث اور جزا کے دلائل دینے کے بعد عرب وعجم کو ندا دی ہے۔(ایسرالتفاسیر:610)(3)﴿**قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ**﴾''بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آ گئی ہے''یعنی تمہارے رب نے تمہیں نصیحت کی ہے اور تمہیں ان اعمال سے بچانے کے لیے ڈرایا ہے جو اس کی ناراضگی کا باعث بننے والے ہیں اور اس کے عذاب کا باعث بنتے ہیں۔اس نے اعمال کی خرابیوں اور ان کے اثرات اور نتائج سے آگاہ کر کے تمہیں بچایا ہے۔(3)﴿**وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ**﴾''اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے''(الف)کتاب دل کی بیماریوں کو دور کرتی ہے(ب)کتاب ذہن کے شکوک کو دور کرتی ہے۔(ج)کتاب دل وماغ کے غلط تصورات کو نکالتی ہے۔(د)کتاب یقین کی دولت سے دلوں کو بھرتی ہے۔(4)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے سینے میں تکلیف ہے،آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھا کرو کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿**وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ**﴾یعنی قرآن شفاء ہے ان تمام بیماریوں کی جو سینوں میں ہوتی ہیں۔(روح المعانی از ابن مردویہ)(5)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:دو تندرستی پیدا کرنے والی چیزوں کو اپنے اوپر لازم کرلو۔شہد اور قرآن۔(ابن ماجہ:3452)(6)عبداللہ سے روایت ہے کہ قرآن میں دو شفاؤں کا ذکر ہے۔ایک قرآن اور دوسرے شہد۔قرآن اس کے لیے شفا ہے جو سینوں میں ہے اور شہد ہر بیماری کا علاج ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:1957/6)(7)اور وہ یہی قرآن ہے جو امراض قلب،مثلاً امراض شہوات،جو شریعت کی اطاعت سے روکتے ہیں اور امراض شبہات،جو علم یقینی میں قادح ہیں۔۔۔کے لیے شفا ہے۔اس کتاب کریم کے اندر مواعظ،ترغیب وترہیب اور وعدہ وعید کے جو مضامین ہیں وہ بندے کے لیے رغبت ورہبت کے موجب ہیں۔جب آپ اس کتاب کریم میں بھلائی کی طرف رغبت،برائی سے ڈر اور قرآن کے معانی میں بتکرار ایسا اسلوب پاتے ہیں،تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مراد کو نفس کی مراد پر مقدم رکھنے کی موجب بنتی ہے اور بندہ مومن کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضا شہوت نفس سے زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔اسی طرح اس کے اندر جو دلائل وبراہین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے ذکر کیا ہے اور انہیں بہترین اسلوب میں بیان کیا ہے جو ایسے شبہات کو زائل کر دیتا ہے جو حق میں قادح ہیں اور اس کے ذریعے سے قلب یقین کے بلند ترین مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور جب قلب اپنی بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے اور وہ لباس عافیت کو زیب تن کر لیتا ہے،تو جوارح اس کی پیروی کرتے ہیں اس لئے کہ جوارح،دل کی درستی سے درست رہتے ہیں اگر دل فاسد ہو جاتا ہے تو جوارح بھی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1147/2)(8)﴿**وَهُدًى**﴾یعنی حق اور خیر کے راستے کو باطل اور شر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے راستے سے واضح کرنا۔(ایسر التفاسیر:610)(9)﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے''پس ہدایت حق کے علم اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔اور''رحمت''سے مراد وہ بھلائی،احسان اور دنیاوی واخروی ثواب ہے جو ہدایت یافتہ انسان کو حاصل ہوتا ہے۔تب معلوم ہوا کہ ہدایت جلیل ترین وسیلہ اور رحمت کامل ترین مقصود ومطلوب ہے۔اس کی طرف صرف اہل ایمان ہی کو راہ نمائی عطا ہوتی ہے اور اہل ایمان ہی رحمت سے نوازے جاتے ہیں۔جب بندہ مومن کو ہدایت حاصل ہوتی ہے اور اسے ہدایت سے جنم لینے والی رحمت سے نوازدیا جاتا ہے تو وہ سعادت،فلاح،نفع،کامیابی،فرحت اور سرور کے حصول میں کامیاب ہوجاتا ہے۔(تفسیر سعدی: 2/1147,1148)(10)سیدنا عمر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔''(مسلم:1897)(11)سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہدایت ہے اور روشنی ہے جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑ رکھا وہ ہدایت پر قائم ہوگیا اور جس نے غفلت برتی وہ گمراہ ہوگیا اور زید بن ارقم کی دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ''اللہ تعالیٰ کی کتاب جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر ہوگا اور جو اسے چھوڑے گا گمراہ ہوجائے گا۔''(مسلم:6228)(12)قرآن مجید دلوں کے شکوک وشبہات کو دور کر کے انہیں اطمینان دیتا ہے۔قرآن مجید ہدایت اور رحمت کا ذریعہ ہے مگر یہ انہیں کو نصیب ہوتی ہے جن کا اس قرآن پر اور اس کے احکامات پر یقین ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔(بنی اسرائیل:82)(13)﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ(قرآن)ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے،اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں اندھاپن ہے،یہی لوگ ہیں جنہیں دور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔(فصلت: 44)

سوال2:قرآن مجید موعظہ''نصیحت''ہے۔وضاحت کریں؟

جواب:(1)قرآن مجید دلوں کو زندہ کرنے والی کتاب ہے۔اس میں واقعات ہیں،گزشتہ قوموں کے حالات ہیں جو ہر دور کے لوگوں کے لیے نصیحت بنتے ہیں۔(2)قرآن مجید سلامتی کا راستہ دکھاتا ہے۔گزشتہ اقوام میں سے جو لوگ سلامتی کے راستے پر چلے،ان انعام یافتہ لوگوں کی کامیابیوں اور اجر عظیم کے تذکرے سے بعد میں آنے والوں کے لیے سلامتی کے راستے پر چلنے کے لیے ان واقعات کو نصیحت کا سبب بناتا ہے۔اس اعتبار سے قرآن مجید موعظہ ہے۔(3)قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے غضب اور گمراہی سے بچانے والی راہ نما کتاب ہے۔اس میں مغضوب اور گمراہ لوگوں کے واقعات ہیں۔ان کے انجام کے تذکرے سے یہ بعد میں آنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: قرآن مجید انسان کے لیے کب نصیحت بنتا ہے؟

جواب: (1) قرآن مجید انسان کے لیے تب نصیحت بنتا ہے جب وہ اس کو اپنے لیے نصیحت بنانے کا ارادہ کر لے۔ (2) جب انسان کی فکر درست ہو تو قرآن مجید نصیحت بنتا ہے۔

سوال4: قرآن مجید کس کے لیے نصیحت نہیں بنتا؟

جواب: جو انسان اپنے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بگاڑ لیتا ہے قرآن مجید اس کے لیے نصیحت نہیں بنتا۔

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ(58)﴾

''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔''(58)

سوال1: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے'' فضل سے مراد قرآن ہے جو سب سے بڑی نعمت، احسان اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ وَبِرَحْمَتِهٖ یعنی دین، ایمان، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی محبت اور اس کی معرفت۔ (تفسیر سعدی:2/1148) (2) یعنی جو انہیں ایمان اور عمل صالح کی ہدایت ملی اور شرک اور نافرمانیوں سے اجتناب کی توفیق ملی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے۔ (ایسر التفاسیر:610) (3) صاحب مدارک التنزیل لکھتے ہیں کہ فضل اور رحمت سے کتاب اللہ اور دین اسلام مراد ہیں۔ (انوار البیان:2/707) (4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں اہل القرآن میں سے بنایا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:6/1959) (5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فضل قرآن اور اس کی رحمت قرآن ہے۔ (ابن ابی حاتم:6/1959) (6) ﴿فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ ''سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں'' یعنی علم اور تقویٰ کے بعد ایمان اور عمل صالح پر خوش ہوں اور خوشیاں منائیں۔ (ایسر التفاسیر:610) (7) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت پر خوش ہونے کا صرف اس لئے حکم دیا ہے کہ یہ نفس کے انبساط، نشاط، اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے شکر، اس کی قوت، علم و ایمان میں شدید رغبت کا موجب اور علم و ایمان میں ازدیاد کا داعی ہے۔ یہ فرحت اور خوشی محمود ہے۔ اس کے برعکس دنیا کی شہوات و لذات اور باطل پر خوش ہونا مذموم ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون کے بارے میں اس کی قوم کا قول نقل فرمایا ہے: ﴿لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ خوشی میں اترا ؤ مت! اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (القصص:76) اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو اپنے اس باطل پر اتراتے تھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوانبیاء ورسل کی لائی ہوئی وحی کے متناقض تھا۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اپنے علم پر خوش ہو رہے جو ان کے پاس تھا۔ (مومن:83) (تفسیر سعدی:2/1148) (8) ﴿هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں''یعنی یہ قرآن مجید اس فانی دنیا اور اس کے برے اثرات سے جن کی انسان طاقت نہیں رکھتا ان سب سے بہتر ہے۔(ایسر التفاسیر:611,610) (9) عقبہ بن ولید صفوان بن عمرو سے روایت کرتے ہیں۔میں نے ابن عبداللہ الکلاعی کو یہ کہتے سنا جب عراق کا خراج سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے آزاد کردہ غلام نکلے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹ گننا شروع کر دیے جب وہ گنے تو وہ زیادہ تھے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:الحمدللہ۔ان کے مولیٰ نے کہا:اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:تم نے جھوٹ بولا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت وہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو وہ تو:قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ ۔۔۔ہے۔ابن ابی حاتم اور طبرانی میں ہے کہ جب عراق فتح ہو گیا اور وہاں سے خراج دربار فاروق میں پہنچا تو آپ نے اونٹوں کی گنتی کرانا چاہی لیکن وہ بے شمار تھے،سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے اسی آیت کی تلاوت کی۔(ابن کثیر:2/58) (10) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔''(مسلم:1897) (11) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''سنو!میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں،ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔جو اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر ہوگا اور جو اسے چھوڑے گا گمراہ ہو جائے گا۔''(مسلم:6228)

سوال2: قرآن مجید کے نزول پر انسان کو کیوں خوشیاں منانی چاہیں؟

جواب: (1) قرآن مجید کا نزول اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہے اس پر انسان کو خوشیاں منانی چاہئیں۔(2) قرآن مجید انسان کو دنیا کی آلودگیوں اور زوال پذیر چیزوں کی محبت سے نکالتا ہے اس پر خوشیاں منانی چاہئیں۔(3) قرآن مجید انسان کو دنیا کی پرستش اور غلامی سے آزاد کرواتا ہے اس پر خوشیاں منانی چاہئیں۔(4) قرآن مجید انسان کا ذہنی افق وسیع کر دیتا ہے اس پر خوشیاں منانی چاہئیں۔(5) قرآن مجید انسانی معاشرے کو اعلیٰ اقدار دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے جو دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ (59)﴾

''آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟''(59)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنالیا ہے؟''

جواب: (1) مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے اور حرام کو حلال کرنے کے لیے جو قانون بنائے تھے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا ہے'' یعنی جانوروں، نباتات، کھانوں اور کھیتوں کی مختلف قسموں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے رزق اور رحمت بنایا ہے۔ (2) رزق سے عموماً کھانے پینے کی چیزیں ہی مراد لیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ وسیع مفہوم تک استعمال ہوتا ہے مثلاً آپ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے۔ ''اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عِلْمًا نَافِعًا'' (یا اللہ مجھے نفع دینے والا علم عطا فرما) اسی طرح ایک مشہور دعا ہے۔ ''اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ'' اس پہلی دعا میں رزق کا لفظ عطا کرنے یا عطیہ کے معنوں میں آتا ہے۔ اور دوسری دعا میں توفیق عطا کرنے کے معنوں میں اور اصل یہ ہے کہ ہر چیز جو انسان کی جسمانی یا روحانی تربیت میں کوئی ضرورت پوری کرتی ہو وہ رزق ہے چنانچہ ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ یہاں بھی رزق سے مراد صرف مال و دولت نہیں جس سے صدقہ فرضی یا نفلی ادا کیا جائے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہے تو وہ بھی رزق ہے اور اسے بھی خرچ کیا جائے یعنی دوسروں کو سکھایا جائے اور اگر صحت عطا کی ہے تو کمزوروں کی مدد کر کے صحت سے صدقہ ادا کیا جائے گا۔ (تیسیر القرآن: 308,309/2) (3) ﴿ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ﴾ ''تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنالیا ہے'' یعنی تم بغیر کسی دلیل کے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہو۔ محض اپنی خواہشات اور اپنی رائے سے حلال و حرام بدلتے ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے، پس انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے، چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے، برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں! (الانعام: 136) (4) مسند احمد میں ہے سیدنا عوف بن مالک بن فضیلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میلا کچیلا جسم بکھرے ہوئے بال، اونٹ، غلام گھوڑے بکریاں وغیرہ، غرض ہر قسم کا مال ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تجھے سب کچھ دے رکھا ہے تو اس کا اثر بھی تیرے جسم پر ہونا چاہئے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ تیرے ہاں اونٹنیاں بچے دیتی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا: وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں پھر تو اپنے ہاتھ میں چھری لے کر کسی کا کان کاٹ کے اس کا نام بحیرہ رکھ لیتا ہے کسی کی کھال کاٹ کر حرام نام رکھ لیتا ہے پھر اسے اپنے اوپر اور اپنے والوں پر حرام سمجھ لیتا ہے؟ میں نے کہا ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سن اللہ تعالیٰ نے تجھے جو مال دیا ہے وہ حلال ہے۔ (ابن کثیر: 441/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: ﴿قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟'' یعنی تم یہ جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ، حام کا حکم نہیں دیا۔ (2) ﴿اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ ''یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟'' یعنی غور کرو حلال وحرام کو اپنی رائے سے بدل کر تم اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہو۔

﴿وَ مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ(60)﴾

''اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں قیامت کے دن کے بارے میں؟ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔'' (60)

سوال 1: ﴿وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں قیامت کے دن کے بارے میں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں قیامت کے دن کے بارے میں؟'' یعنی جب قیامت کے دن وہ لوٹ کر رب العزت کے پاس جائیں گے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ﴾ اور قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (الزمر:60)

سوال 2: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے فضل وکرم والا ہے اس لیے دنیا میں مہلت دیتا ہے اور یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس نے مفید اشیاء کو حلال اور نقصان دہ چیزوں کو حرام کیا ہے۔ (2) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ٹھکرا کر اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو تنگی میں ڈالتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال کرتے ہیں۔ (3) اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف نہیں کرتے۔ (4) قلیل لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی فرماں برداری کے کاموں میں استعمال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں۔(5)اس آیت کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کھانے والی تمام اشیاء میں اصل حلت ہے جب تک کہ اس کی حرمت پر شرعی حکم وارد نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر نکیر فرمائی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس رزق کو حرام قرار دے دیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے نازل کیا۔(تفسیر سعدی:2/1149)(6) نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کا ہر موقع پر شکر ادا کرتے تھے۔آپ ﷺ کی امت کا نام حمادون اسی لیے ہے کہ وہ بھی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے والے ہیں اور قیامت کے دن لواء الحمد اللہ تعالیٰ کی حمد کا جھنڈا بھی نبی ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔یا اللہ ہمیں ان قلیل لوگوں میں شامل فرمالینا جو آپ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

سوال3: ''ان کا کیا گمان ہے کہ قیامت کے دن ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا'' یہ سوال انسان کے شعور پر کیسا اثر ڈالتا ہے؟

جواب: یہ سوال اتنا خوف ناک ہے کہ سخت سے سخت دل انسان کا دل بھی پگھلا دیتا ہے۔

سوال4: انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر کا جذبہ کب ابھرتا ہے؟

جواب: انسان جب اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھے۔اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق استعمال کرے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ابھرتا ہے۔شیطان کوشش کرتا ہے کہ رزق کو استعمال کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی یاد نہ آئے تاکہ انسان ناشکرا بن جائے۔

رکوع نمبر:12

﴿ وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ(61) ﴾

''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔''(61)

سوال1: ﴿وَمَاتَكُوْنُ فِيْشَاْنٍوَّمَاتَتْلُوْامِنْهُمِنْقُرْاٰنٍوَّلَاتَعْمَلُوْنَمِنْعَمَلٍاِلَّاكُنَّاعَلَيْكُمْشُهُوْدًااِذْتُفِيْضُوْنَفِيْهِ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے عام مشاہدے کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی امت کی ہر حالت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے آگاہ ہے۔(2)﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ﴾''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے''یعنی آپ ﷺ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر وقت آپ ﷺ کے حالات سے خبردار رہتا ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کے علم سے اس کائنات کی چھوٹی بڑی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔(4)اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا اندراج روشن کتاب میں ہوتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں،اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا،اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔(الانعام:59)(5)اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کی ہر حرکت اور ہر حالت سے باخبر ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی،سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔(ہود:6)(6)اس ضمن میں اللہ تعالیٰ انہیں دائمی مراقبے کی دعوت دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1150)(7)﴿وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِن قُرْآنٍ﴾''اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں''یعنی آپ ﷺ کی طرف جو وحی کی گئی اس قرآن میں سے آپ جو کچھ تلاوت کرتے ہیں۔(8)﴿وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ﴾''اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں''یعنی کوئی بھی عمل خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔(9)﴿إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ﴾''مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو''یعنی تمہارے کام شروع کرنے اور اس کام میں تمہارے استمرار کے وقت،لہذا اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کو مدنظر رکھو اور تمام اعمال کو خیر خواہی اور خوب کوشش سے بجالاؤ۔جو امور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان سے بچو،کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام باطنی اور ظاہری امور سے آگاہ ہے۔(تفسیر سعدی:2/1150)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس انسان پر کیسے اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب:(1)یہ شعور امید افزا بھی ہے اور خوف ناک بھی۔امید افزا ایسے ہے کہ اللہ تعالیٰ چھوٹے ذرے کو بھی تنہا نہیں چھوڑتا اس کی تدبیر کرتا ہے تو انسان کو کیسے تنہا چھوڑ سکتا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس خوف ناک اس لحاظ سے ہے کہ انسان کے دل کے احساسات،زبان پر آنے والی بات،دوسروں سے معلومات کچھ بھی اس سے چھپا نہیں۔اس کی نگاہوں کا احساس انسان کو الرٹ رکھتا ہے۔(3)انسان ڈرتے ڈرتے اللہ تعالیٰ سے امید باندھ لیتا ہے۔

سوال3: ایک داعی پر اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس کس طرح سے اثر کرتا ہے؟

جواب:(1)داعی یہ محسوس کرتا ہے کہ نہ تلاوت کرنا اس سے چھپ سکتا ہے،نہ دعوت دینا،نہ عمل کرنا،ہر عمل اس کے سامنے حاضر ہے یہ احساس داعی کی دعوت کو مؤثر بنا دیتا ہے۔(2)انسان کا شعور اس کائنات کے ذروں کے بارے میں محسوس کرتا ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علم میں ہے، ہر چیز کی نگہبانی ہو رہی ہے یہ سوچتے ہی اس کے دل پر خوف بھی چھا جاتا ہے لیکن وہ یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں پھر امید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے لیے دعائیں کرتا ہے اس کے شعور میں انس بھی ہے اطمینان بھی یہ اللہ تعالیٰ اور دعوت الی اللہ دینے والے کا تعلق ہے۔

سوال 4: ﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور آپ کے رب سے نہ غائب ہوتی ہے'' یعنی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ ہر چیز اس کے علم، اس کی سماعت، اس کی بصارت اور اس کے مشاہدے کے اندر ہے۔ (2) ﴿مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ذرہ برابر اور اس سے بڑی چھوٹی چیزوں کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔ اس نے ہر چیز کو قلم سے تحریر کروا رکھا ہے۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے باہر نہیں۔ (3) اس کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کرنے والا ہے اور اس کی تقدیر تمام وقوع پذیر ہونے والے امور کا احاطہ کرنے والی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟ یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے۔ (الحج:70)

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ(62)﴾

''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔'' (62)

سوال 1: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پسندیدہ افراد، ان کی صفات اور اعمال اور ان کے ثواب کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ ''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہے'' یعنی حشر کے میدان میں جو خوف ناک حالات ہوں گے وہاں اولیاء اللہ کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔ (2) ولی کے لغوی معنی قریبی ہیں اور اولیاء اللہ سے مراد خالص مومن ہیں گویا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنی اطاعت اور نافرمانی سے اجتناب کی وجہ سے قریب ہیں۔ (فتح القدیر: 571/2) (3) اولیاء اللہ کے لیے ایمان اور تقویٰ کی شرط ہے۔ تقویٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والا مومن ہی اللہ تعالیٰ کا ولی ہوسکتا ہے اور بے ایمان وغیر پارسا ولی نہیں ہوسکتا اگر چہ ولایت کا دعویٰ کرتا ہو۔(مختصر ابن کثیر:803/1)(4)سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کا چہرہ دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔(مسند بزار)(5)علماء نے لکھا ہے کہ ولایت کی ایک نشانی یہ ہے کہ ولی مستجاب الدعوت ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:619/1)(6)ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جن پر انبیا اور شہداء بھی رشک کریں گے تو لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ ہمیں بتایئے تا کہ ہم بھی ان سے الفت ومحبت رکھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں، مالی فائدے کی وجہ سے نہ رشتہ داری اور نسب کی بناء پر۔صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی وجہ۔ سے ان کے چہرے نورانی ہوں گے، سب کو ڈر خوف ہوگا لیکن یہ بالکل بے خوف اور محض نڈر ہوں گے، جب لوگ غمزدہ ہوں گے یہ بے غم ہوں گے پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔(ابن کثیر:444/2)(7)﴿ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' اولیاء اللہ کو اپنے گذشتہ اعمال پر کوئی خوف نہیں ہوگا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔(الانبیاء:103)(8)صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ارشاد خداوندی ہے جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔اور بندہ میرا سب سے زیادہ قرب فرائض کی ادائیگی کے ذریعے حاصل کرتا ہے نیز بندہ نفلی عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو پھر اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (یعنی میری توفیق سے اس کے اعضاء وجوارح میری مرضی کے مطابق کام کرنے لگ جاتے ہیں)''(انوار البیان:711/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لیے ڈرنے کا مقام کیوں نہیں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو خوف لاحق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ان کے لیے دنیا وآخرت میں خوش خبریاں ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی حمایت ہے اس لیے ان کو خوف کیسے لاحق ہوسکتا ہے۔

﴿ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ(63) ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔''(63)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾ ''جولوگ ایمان لائے اوروہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یعنی جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے۔ (2) ﴿وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾ ''اوروہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی فرماں برداری کی اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کیا اور اپنے ایمان کے دعوے کو سچ ثابت کیا۔ (3) نبی ﷺ نے فرمایا: اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اعبد الناس کہ تو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ، ایسا کرنے سے تو دوسروں سے بڑھ کر عبادت گزار ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح: 440) (4) تقویٰ دراصل سنت کی اتباع کے ساتھ آتا ہے اور اتباع کرنے والا ہی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کردی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ہی یہی باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔'' (بخاری: 5063) (5) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو نبی ہوں گے نہ شہید، مگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں (بلند) مراتب ومنازل کی وجہ سے انبیاء وشہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں بتائیں، وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب (یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت) کی بنا پر محبت کرتے تھے۔ حالانکہ ان کا آپس میں کوئی رشتہ ناتا یا مالی لین دین نہ تھا۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ لوگ نور پر ہوں گے۔ جب لوگ خوف زدہ ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ جب لوگ غمگین وپریشان ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی غم اور پریشانی نہ ہوگی۔'' آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ''الا ان اولیاء اللہ لاخوف'' آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو کوئی خوف ہوگا، نہ وہ غم کھائیں گے۔'' (سنن ابی داؤد: 3527) (مسند ابی یعلیٰ: 6110) (نسائی: 11236)

سوال 2: ایمان لانے کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: ایمان دل کا یقین ہے جس کی تصدیق انسان کا عمل کرتا ہے۔ اور عمل سے مراد ان باتوں سے رکنا جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور وہ کام کرنا جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اپنے اعمال میں محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ(64) ﴾

''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''(64)

سوال 1: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى﴾ ان کے لیے قرآن کریم میں جنت کی بشارت ہے اور موت کے وقت اور سچے خوابوں سے جو وہ دیکھتا ہے یا آپ ان کے لیے خواب دیکھو۔(ایسر التفاسیر:612)(2)﴿فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی میں بھی'' دنیا میں بشارت سے مراد اچھا تذکرہ، ایمان والوں کے دلوں میں محبت، سچے خواب، اعمال صالح اور اخلاق کے راستوں کا آسان ہونا اور بندے کو اخلاقی خرابیوں سے پاک کرنا۔(3)﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں بھی'' آخرت کی بشارتوں میں سے پہلی بشارت موت کے وقت دی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔(حم السجدۃ:30) دوسری قبر میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں کی نعمتوں کو اور تیسری قیامت کے دن عذاب سے نجات اور جنت میں داخلے کی۔(4) اولیاء کے لیے دنیا والی زندگی میں اور آخرت میں بشارت ہے، اس بشارت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس بشارت سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے ایسی بات کا سوال کیا ہے جو اس سے پہلے مجھ سے کسی نے بھی دریافت نہیں کی۔ پھر فرمایا کہ اس سے اچھی خوابیں مراد ہیں جنہیں آدمی خود دیکھ لے یا اس کے لیے دیکھ لی جائے۔ (مسند احمد:315/5) (تفسیر انوار البیان:713/2)(5) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ارشاد فرمائیے ایک شخص کوئی خیر کا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں (اس کی وجہ سے اس کا ثواب ختم تو نہیں ہو جاتا جب کہ اس نے وہ عمل اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے) آپ نے فرمایا کہ یہ تو مومن کے لیے ایک بشارت ہے جو اسی دنیا میں اسے مل گئی۔(مسلم:332/2)(6) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جو ایک طویل حدیث اور مابعد الموت کے احوال کے بارے میں مروی ہے اس میں موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی بشارت کا ذکر ہے نیز قبر میں بشارت دیے جانے کا ذکر بھی ہے۔(مشکوۃ المصابیح:142)(تفسیر انوار البیان:713/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لیے دنیا و آخرت میں کیا خوش خبریاں ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لیے دنیا میں خوش خبریاں یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، اس کی نگاہوں میں ہیں، اس کی نگرانی میں ہیں۔ وہ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ ہے اور آخری فتح حق کو حاصل ہونے والی ہے۔

سوال 3: حق کی دعوت دینے والا کس ماحول میں اللہ تعالیٰ کی خوش خبریوں پر، آخرت کی کامیابی پر یقین کرتا ہے؟

جواب: (1) دعوت دینے والا مخالف ماحول میں اپنے آپ کو پوری طرح سے دعوتی عمل میں شامل کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اسے یقین آتا ہے۔ (2) حق کی دعوت دینے والا جب حق کے دلائل دیتا ہے۔ اس کے اپنے عزیز تک اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ معاشرے میں اس کے خلاف پروپیگنڈا ہوتا ہے مخالفانہ کاروائیاں ہوتی ہیں۔ جب مخالفین خود کو کامیاب سمجھتے ہیں تو مخالفین کے بے دلیل ہو جانے۔ داعی کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یقین آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے اور دنیا میں امتحان ہے جلد ہی یہ صورت حال بدل جائے گی اور آخرت میں بے فکری سے زندگی گزارنے کا موقع ملے گا نہ وہاں غم ہوگا نہ پچھتاوے اور حسرتیں۔ سچی عزت ہوگی پاکیزہ زندگی اور رب کی رضا جو سب سے بڑی کامیابی ہے۔

سوال 4: ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں'' اللہ کی باتوں یعنی اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں جو وعدے فرمائے ہیں وہ سب پورے ہوں گے جو بشارتیں دی ہیں وہ سچی ہیں ان کے مطابق انعام دیا جائے گا۔ (انوار البیان:713) (2) اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ حق ہے جس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں، کیونکہ وہ اپنے قول میں سچا ہے اور اس کی مقرر کی ہوئی قضاوقدر میں کوئی شخص اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ (تفسیر سعدی:1152/2) ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے اور میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم ڈھانے والا نہیں ہوں'' (ق:29) (3) اسی میں مومنوں کو جنت کی بشارت بھی شامل ہے۔ (4) ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' کیونکہ یہ تمام محذورات سے نجات اور ہر محبوب چیز کے حصول میں ظفریابی پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''فوز'' کو حصر کے ساتھ بیان کیا ہے، کیونکہ فوز و فلاح اہل ایمان اور اہل تقویٰ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ بشارت ہر خیر و ثواب کو شامل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ایمان اور تقویٰ پر مرتب فرمایا ہے۔ (تفسیر سعدی:1152/2) (5) الفوز دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ ہے۔ (ایسر التفاسیر:612)

﴿وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (65)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اوران کی بات آپ کوغم زدہ نہ کرے، یقیناً ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔''(65)

سوال 1: ﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ ''اوران کی بات آپ کوغم زدہ نہ کرے، یقیناً ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ﴾ ''اوران کی بات آپ کوغم زدہ نہ کرے'' رب العزت نے اپنے پیغمبر کوتسلی دی ہے کہ جھٹلانے والوں کی باتیں آپ کوغم زدہ نہ کریں۔(2)افترا پردازی کرنے والے مشرکوں کی باتیں آپ کوغمگین نہ کریں کہ لَستَ مُرسَلاً آپ ﷺ رسول نہیں ہو اورآپ ﷺ شاعر ہو،ان کی باتیں ان کے برے انجام اوران کی شکست کے لیے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:613)(3)﴿إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ ''یقیناً ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' آپ ﷺ کا رب قادر،قوت والاعنقریب انہیں شکست دے گااوران کے خلاف آپ ﷺ کی مدد کرے گا۔اس لیے اب اس پرصبر کرو جو وہ کہتے ہیں اور نہ افسوس کرو نہ غم۔(ایسرالتفاسیر:613)(4)جھٹلانے والوں کی باتیں آپ ﷺ کی عزت کم اوران کی زیادہ نہیں کرسکتیں۔عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسا کہ فرمایا:﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا﴾ جوعزت کا ارادہ رکھتا ہوتو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔(فاطر:10)(5)اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔(6)جسے عزت چاہئے اسے جان لینا چاہئے کہ عزت تو اللہ تعالیٰ،اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اوراس کے رسول کے لیے اورایمان والوں کے لیے ہےلیکن منافق جانتے نہیں ہیں۔(المنافقون:8)(7)جوعزت کا طلب گار ہے وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کے ذریعے عزت حاصل کرے۔رب العزت نے فرمایا:﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ اسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے۔(فاطر:10)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کولوگوں کی باتوں سے کیوں غمزدہ نہیں ہونا چاہیے؟

جواب:(1)اس دنیا میں داعی اکیلا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا جوعلیم بھی ہے سمیع بھی۔اللہ تعالیٰ حق کے دشمنوں کی باتیں، سازشیں سنتا ہے ان سے باخبر ہے۔(2)اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بچانے کی تدابیر کرتا ہے۔

سوال 3: ﴿هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ السَّمِيعُ﴾ ''وہ سب کچھ سننے والا ہے'' وہ اپنے بندوں کے تمام اقوال اوران کی آوازوں کوسنتا ہے۔(2)﴿الْعَلِيمُ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' وہ اپنے بندوں کے اعمال اوراحوال کو جانتا ہے۔اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔(ایسرالتفاسیر:613)(3)یعنی اس کی سماعت نے تمام آوازوں کا احاطہ کررکھا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اوراس کا علم تمام ظاہری اور باطنی چیزوں پر محیط

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔آسمانوں اورزمین میں،کوئی چھوٹی یابڑی ذرہ بھربھی چیزاس سے اوجھل نہیں۔وہ آپ کی بات سنتاہےاورآپ کے بارے میں آپ کے دشمنوں کی باتیں بھی سنتاہے اور پوری تفصیل کاعلم رکھتاہے۔پس آپ اللہ تعالیٰ کےعلم اورکفایت کوکافی سمجھئے۔اس لئے کہ جواللہ تعالیٰ سے ڈرتاہےاللہ تعالیٰ اس کے لیےکافی ہے۔(تفسیرسعدی:2/1152,1153)

﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ(66)﴾

''سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہےاور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہےاور جولوگ اللہ تعالیٰ کےسوادوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کےشریکوں کی پیروی نہیں کررہے،وہ گمان کےسواکسی کی پیروی نہیں کرتےاوروہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔''(66)

سوال1: ﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾''سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہےاور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے فرمایا کہ آسمانوں اورزمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے کی ہے۔وہی ساری کائنات کا خالق ہے،ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔وہ جیسے چاہتاہےاس میں تصرف کرتاہے۔ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی غلام ہے،اس کی تقدیراورتدبیر کےتحت ہے۔کوئی مخلوق اس کی شریک نہیں ہوسکتی۔اللہ تعالیٰ کےسواعبادت کسی کا حق نہیں۔

سوال2: اس دنیامیں انسان کے لیےکون سا سوال پریشان کن رہاہے؟

جواب: اس دنیامیں انسان کے لیے یہ سوال پریشان کن رہاہے کہ زمین وآسمان کے پیچھےکون ہے جواس کوسنبھالے ہوئے ہے،جوخالق ہے،مالک ہے۔رازق ہے،مدبر ہے،وارث ہے۔

سوال3: زمین وآسمان کی اصل سچائی تک کیسے پہنچاجاسکتاہے؟

جواب: (1) زمین وآسمان کی اصل سچائی تک محض قیاس اورگمان کی بنیاد پرنہیں پہنچاجاسکتاجب کہ عام طور پرانسان گمان کے پیچھے بھاگتا ہے۔(2) زمین وآسمان کی اصل سچائی تک حقیقی علم یعنی وحی کے ذریعے پہنچاجاسکتاہے جواللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہمارے لیےمحفوظ کردی ہےاس دنیامیں پیغمبر کادیاہواعلم ایساہے،جس پرواقعی بھروسہ کیاجاسکتاہے۔

سوال4: وحی کے ذریعے سے جوعلم پیغمبروں تک پہنچااس سےاس کائنات کی سب سے بڑی سچائی کے بارے میں کیاپتہ چلتاہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کے انتظامات کرتا ہے۔

سوال 5: ﴿ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے'' اللہ تعالیٰ کے سوا لوگ جن بتوں کو پکارتے ہیں، ان کی پرستش کرتے ہیں وہ بالکل بے بس ہیں۔ اپنے ذاتی نفع اور نقصان پر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ (2) شرکاء سے مراد جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک سمجھتے ہیں کہ وہ انہیں نفع پہنچاتے ہیں اور نقصان دے سکتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:613) (3) ﴿ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ﴾ ''وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے'' یعنی وہ گمان جو حق کے مقابلے میں کام نہیں آتا یہ سب اس کی پیروی کرنے والے ہیں۔ (4) ظن کمزور شک کو کہتے ہیں۔

سوال 6: ﴿ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴾ ''اور وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ بتوں کی عبادت میں افترا پردازی کرتے ہیں۔ اگر سچے ہیں تو ایسے اوصاف سامنے لائیں جس کی وجہ سے ان کے عبادت کے حق کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ وہ ایسے اوصاف سامنے نہیں لا سکتے کیونکہ بت نہ تخلیق کر سکتے ہیں، نہ رزق دے سکتے ہیں، نہ مخلوقات میں کسی چیز کے مالک ہو سکتے ہیں۔

﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ (67) ﴾

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے واقعتاً نشانیاں ہیں جو سنتے ہوں۔'' (67)

سوال 1: ﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو'' یعنی رات کی تاریکی کی وجہ سے تم نیند اور سکون حاصل کرو۔ (2) رات سکون کی علامت ہے رات آتی ہے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ سرگرمیاں سست پڑ جاتی ہے ہر چیز سکون چاہتی ہے اور سکون کی چابی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے انسان پرسکون رہیں اس لیے اس نے را

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ت بنائی ہے۔(3) اگر سورج کی روشنی ہمیشہ رہتی تو کبھی سکون نہ ملتا۔(4) ﴿وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا﴾ ''اور دن کو روشن بنایا'' اللہ تعالیٰ نے دن کو روشن بنایا، تاکہ دن کی روشنی میں مخلوق دیکھ سکے، لوگ اپنی معاش اور اپنے دینی اور دنیاوی مصالح کے لیے چل پھر سکیں۔(5) دن سرگرمی کی حرکت کی علامت ہے۔دن آتا ہے تو روشنی ہو جاتی ہے۔روشنی سے ہر چیز میں حرکت آجاتی ہے۔انسان حرکت چاہتا ہے اور حرکت کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے کہ انسان حرکت کریں مختلف سرگرمیوں میں مصروف رہیں اس لیے اس نے دن بنایا ہے تاکہ انسانی زندگی کی سرگرمیاں جاری رہیں۔(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تاکہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔(بنی اسرائیل:12)(7) ﴿وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ اور ہم نے تمہاری نیند کو باعث آرام بنایا۔اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا۔اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔(النبا:11-9)

سوال 2: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ ''اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے واقعتاً نشانیاں ہیں جو سنتے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ﴾ ''اس میں یقیناً واقعتاً نشانیاں ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون اور دن کو روشن بنایا اس میں نشانیاں ہیں۔(2) ﴿لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہوں'' جو سمجھنے، قبول کرنے اور رشد و ہدایت طلب کرنے کے لیے سنتے ہیں۔عناد اور نکتہ چینی کے لئے نہیں سنتے۔اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں اور ان نشانیوں سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود اور برحق ہے اور اس کے سوا ہر ایک ہستی کی الوہیت باطل ہے اور یہ کہ وہی رؤف و رحیم اور علم و حکمت والا ہے۔(تفسیر سعدی:1154/2)

﴿ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(68) ﴾

''وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، وہ بے پروا ہے، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ کہتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں ہو؟''(68)

سوال 1: ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنا رکھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ''وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنارکھی ہے''مشرکوں نے کہا ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور یہود ونصاریٰ نے بھی اللہ تعالیٰ کی اولاد بنائی۔

سوال2: ﴿سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ﴾ ''وہ پاک ہے،وہ بے پرواہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ ''وہ پاک ہے''یعنی جولوگ اللہ تعالیٰ کی اولاد بناتے ہیں یانقص منسوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔(2)رب العزت نے فرمایا: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اورزمین شق ہوجائے اور پہاڑٹکڑے ٹکڑے ہوکرگر پڑیں۔کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کادعویٰ کیاہے۔حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔(مریم:92-90)(3)اللہ تعالیٰ ارشادفرماتاہے:ابن آدم نے مجھے جھٹلایاحالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتاہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پرقادرنہیں ہوں اوراس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لیے اولاد بتاتاہے،میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لیے بیوی یااولاد بناؤں''(بخاری:4482)(4)﴿هُوَ الْغَنِیُّ﴾ ''وہ بے پرواہے''اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے کی پہلی دلیل ہے یعنی غنا(بے نیازی)اسی میں منحصرہے اورغنا کی تمام اقسام کاوہی مالک ہے۔وہ غنی ہے جو ہر پہلو، ہراعتباراورلحاظ سے غنائے کامل کامالک ہے۔جب وہ ہرلحاظ سے غنی ہے تب وہ کس لئے بیٹابنائے گا؟کیااس وجہ سے کہ وہ بیٹے کامحتاج ہے؟یہ تواس کے غنااوربے نیازی کے منافی ہے۔کوئی شخص صرف اپنے غنامیں نقص کی بناپربیٹابناتاہے۔(تفسیرسعدی:1154/2)(5)غنی وہ ہے جوکسی کامحتاج نہیں ہوتا۔

سوال3: یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے کن معاشروں میں پھیلا ہے؟

جواب:(1) یہ عقیدہ ان معاشروں میں پھیلا ہے جن میں سوچنے سمجھنے کی کوئی صلاحیت نہ تھی۔(2)یہ عقیدہ ان لوگوں میں پھیلا ہے جو باقی رہنے والے اللہ تعالیٰ اورفانی مخلوق کی فطرت کونہیں سمجھتے۔(3)یہ عقیدہ ان لوگوں میں پھیلا ہے جواللہ تعالیٰ کی سنت کونہیں سمجھتے۔(4)یہ عقیدہ ان لوگوں میں پھیلا ہے جواللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ نقص وابستہ کرنے کی حقیقت کونہیں سمجھتے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے اولاد کیوں نہیں ہوسکتی؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے اس میں کوئی نقص نہیں جبکہ اولاد کا سلسلہ مختصرزندگی کی کمیوں کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے۔(2)اللہ تعالیٰ زندہ وجاوید ہے اس کوکوئی کمزوری لاحق نہیں ہوتی اسے جانشین کی ضرورت نہیں ہے جب کہ اولاد ان کی ضرورت ہوتی ہے جنہیں اپنے مرنے کے بعد جانشینوں کی ضرورت ہوتی ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کوکسی سہارے کی ضرورت نہیں جب کہ اولاد ان کی ضرورت ہوتی ہے جو جہدوجہد کرتے ہیں مقابلہ کرتے اوراولاد ان کے لیے سہارا بنتی ہے۔(4)اللہ تعالیٰ غنی ہے وہ ضرورت مندنہیں ہے۔ضرورت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مندوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ جب کہ مال کی ضرورت اولاد کا تقاضا کرتی ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا عقیدہ رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔

سوال 5: انسان اللہ تعالیٰ کی اولاد کیوں بناتا ہے؟

جواب: انسان اپنے آپ کو اولاد کا محتاج سمجھتا ہے اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر ایک اولاد کا محتاج ہے اس لیے انسان اللہ تعالیٰ کی اولاد بناتا ہے۔

سوال 6: ﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یہ دوسری دلیل ہے یعنی زمین و آسمان کی ساری مخلوقات اس کی ملکیت ہیں۔ ساری مخلوق اس کے بندے اور غلام ہیں۔ بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی مخلوق اور اس کے مملوک اس کی اولاد نہیں ہوسکتی۔ آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے اس لیے اس کی اولاد نہیں ہوسکتی۔

سوال 7: ﴿ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ﴾ ''تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ﴿ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ﴾ یعنی تمہارے پاس تمہارے اس دعوی پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے۔ اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہوتی تو وہ اسے ضرور پیش کرتے۔ جب انہیں دلیل پیش کرنے کے لیے کہا گیا اور وہ دلیل قائم کرنے سے عاجز آ گئے تو ان کے دعوے کا بطلان ثابت ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان کا قول بلاعلم ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1155) (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴾ یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم و گمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً ان کے رب کی جناب سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔ (النجم: 23)

سوال 8: ﴿ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ کہتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ کہتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں ہو؟'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کر کے جو کچھ تم کہتے ہو تم اس کا علم نہیں رکھتے اور علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا سب سے بڑا جرم ہے۔

﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (69) ﴾

''آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔'' (69)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ کافروں کی رسوائی اور خسارے کے لیے کہہ دیں۔(2)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ ''یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے''یعنی وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکیں گے۔اللہ تعالیٰ ان کے کفر کی سزا میں انہیں سخت عذاب دے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں۔(آل عمران:117)(3)اللہ رب العزت نے بہتان باندھنے والوں کو ڈرایا ہے کہ انہیں نہ دنیا میں کامیابی نصیب ہوگی نہ آخرت میں۔

سوال 2: ''اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے والے نہ دنیا میں کامیاب ہوسکتے ہیں نہ آخرت میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے اللہ تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہیں۔جواب دہی کے وقت انسان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی ناکامی ہوگی اس لیے آخرت میں ناکام ہیں۔اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے اللہ تعالیٰ کا مرتبہ گراتے ہیں۔انسان کو اس مقام سے گرا کر حیوان بناتے ہیں۔اخلاقی اور روحانی اقدار کو پامال کرتے ہیں جس کے نتیجے میں نہ انسانیت کو بلندی ملتی ہے نہ انسانی معاشروں کو اس راستے سے انسان دنیا میں بھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔

﴿مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ(70)﴾

''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔''(70)

سوال 1: ﴿مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ﴾ ''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا﴾ ''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے'' دنیا کا تھوڑا سا فائدہ ہے وہ اپنی پہنچ تک فائدہ اٹھالیں۔(2)اللہ تعالیٰ جب کسی کو دنیا میں ناکام کرتے ہیں تو انہیں ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ آرام کی زندگی گزاریں اور کثرت سے گناہ کریں۔(3)﴿ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ ''پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے''یعنی دنیا کی زندگی گزار کر لوٹ کر تو ہمارے ہی پاس آنا ہے۔(4)﴿ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ﴾ ''پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے''یعنی دنیا کے گناہوں کی پاداش میں آخرت کے عذابوں کے سب سے زیادہ حق دار ہوں گے۔(5)﴿بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ﴾ ''اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے''اللہ تعالیٰ نے شدید عذاب کی وجہ بتائی ہے کہ وہ دنیا میں کفر کرتے تھے،اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کے کمال اور اس کے غنا کا انکار کرتے تھے اور اس کی طرف اولاد اور شرکاء کو منسوب کرتے تھے۔(ایسرالتفاسیر:615) (6) اللہ تعالیٰ کافروں کو کفر، شرک اور افترا پردازی کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔

سوال 2: جولوگ اللہ تعالیٰ کی اولاد بناتے ہیں ان کے لیے کیا وعید ہے؟

جواب: (1) جولوگ اللہ تعالیٰ کی اولاد بناتے ہیں ان کے لیے وعید ہے کہ دنیا کی زندگی کے مزے تھوڑے ہیں۔(2) یہاں کی کامیابی ہمیشہ کی نہیں۔(3) پھر ہماری طرف پلٹنا ہے جہاں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

رکوع نمبر:13

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ(71)﴾

''اور آپ ان پر نوح کی خبر پڑھ دیں جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اگر اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا تم پر بھاری گزرا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے، سو تم اپنے معاملے کا اپنے شریکوں سمیت کوئی متفقہ فیصلہ کرو پھر تمہارا معاملہ تم پر چھپا نہ رہے پھر مجھ پر کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔''(71)

سوال 1: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ﴾ ''اور آپ ان پر نوح کی خبر پڑھ دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے۔ ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور آپ پڑھ دیں ان پر'' یعنی آپ ﷺ مکہ کے مشرکوں کو اور جو لوگ آپ ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں انھیں نوح علیہ السلام کا واقعہ سنا دیجئے۔(2) ﴿نَبَاَ نُوْحٍ ۘ﴾ ''نوح کی خبر'' یعنی نوح علیہ السلام کی دعوت کا معاملہ، انھوں نے اپنی قوم کو طویل مدت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔950 برس تک ان کے درمیان رہے مگر ان کی دعوت نے قوم کی سرکشی میں اضافہ کیا۔

سوال 2: ﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ''جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اگر اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا تم پر بھاری گزرا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے، سو تم اپنے معاملے کا اپنے شریکوں سمیت کوئی متفقہ فیصلہ کرو پھر تمہارا معاملہ تم پر چھپا نہ رہے پھر مجھ پر کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ﴾ ''جب اس نے اپنی قوم سے کہا'' نوح علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے رہے۔(2) ﴿اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ﴾ ''اگر میرا کھڑا ہونا تم پر بھاری گزرا ہے'' یعنی اگر میرا رہنا سہنا تمہیں ناگوار گزرتا ہے۔(3) ﴿وَتَذْكِيْرِيْ﴾ ''اور میرا نصیحت کرنا'' اور اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کی آیات سے نصیحت کرنا تمہیں بھاری محسوس ہوتا ہے۔(4)﴿بِاٰیٰتِ اللّٰہِ﴾''اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ''یعنی واضح دلائل کے ذریعے نصیحت کرنا تم پر گراں گزرتا ہے اور تم مجھے اور میری دعوت کو جھٹلانا چاہتے ہو۔(5)﴿فَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ﴾''تو میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے''یعنی ہر اس شر کو دور کرنے کے لیے جو تم مجھے اور میری دعوت کو پہنچانا چاہتے ہو، میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے۔یہی توکل میرا کل اثاثہ ہے۔(6)سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس ایمان کی قوت تھی۔ان کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی قوت تھی اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ایمان کی قوت اتنی عظیم ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا کے سارے منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور بھروسہ کرنے سے مومن کا رابطہ اس قوت سے ہو جاتا ہے جس کے اختیار میں زمین و آسمان ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو تنہا نہیں چھوڑتا۔یہ یقین انسان کو عظیم قوت عطا کرتا ہے۔(7)﴿فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ﴾''سو تم اپنے معاملے کا کوئی متفقہ فیصلہ کرو''تم اپنے دیوتاؤں کو اور سب لوگوں کو جمع کر لو اور میرے خلاف اکٹھے ہو جاؤ، جو کرنا چاہو، کرو۔(8)﴿وَشُرَکَآءَکُمْ﴾''اپنے شریکوں سمیت''یعنی اللہ رب العالمین کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو ان تمام شریکوں کو بلا لو۔(9)﴿ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّۃً﴾''پھر تمہارا معاملہ تم پر چھپا نہ رہے''یعنی میری مخالفت چھپی ہوئی نہ ہو تمہارا معاملہ ظاہر ہو۔(10)﴿ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ﴾''پھر مجھ پر کر گزرو''یعنی میرے بارے میں جو تمہارے اختیار میں ہے سزا کا فیصلہ سنا دو۔(11)﴿وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾''اور مجھے مہلت نہ دو''اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔مجھ پر اچانک ٹوٹ پڑو۔(12)نوح علیہ السلام نے ان کے گھڑے ہوئے معبودوں کو جب ساتھ ملانے اور کاروائی کرنے کا حکم دیا مگر وہ کچھ نہ کر سکے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام سچے اور قوم کے لوگ اپنی دھمکیوں میں جھوٹے تھے۔

سوال 3: سیدنا نوح علیہ السلام کے چیلنج میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

جواب:(1)سیدنا نوح علیہ السلام کا چیلنج اس دور کا ہے جب قوم کے لیے ان کا وجود اور ان کا کام ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔(2)دعوت جب کبھی اس دور میں داخل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے اسی طرح سے مخالفین کا مقابلہ کرنا ہوگا۔(3)ایک داعی کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اگر وہ سچائی کی سرزمین پر کھڑے ہو کر دعوت دے رہا ہے تو یہ دعوت ناکام نہیں ہوگی۔

سوال 4: اس مقام پر قصہ نوح کو لانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اس مقام پر قصہ نوح کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ کہ دعوت دے کر اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا جائے۔انجام کو سامنے لایا جائے کہ اہل ایمان کامیاب ہوں گے اور جھٹلانے والے ہلاک و برباد ہوں گے، اگرچہ قوت رکھتے ہوں، اگرچہ تعداد میں کثیر ہوں۔

سوال 5: سیدنا نوح علیہ السلام قوم کی نظروں میں کب ناپسندیدہ شخصیت بن گئے؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم اس وقت تک ان کی عزت کرتی رہی جب تک وہ خاموش رہے۔جب وہ قوم کو حق کی دعوت دینے کے لیے اٹھے اور انہیں بھلائی کا حکم دینے لگے اور برائی سے روکنے لگے تو قوم کی نظروں میں ناپسندیدہ شخصیت بن گئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنا فیصلہ بتا دیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ اگر تم اپنی نصیحت سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے۔

سوال 6: ایک سچے داعی کی سچائی کو جانچنے کا معیار کیا ہے؟

جواب: (1) ایک سچے داعی کی سچائی کو جانچنے کا معیار یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے نہ وہ کسی سے ڈرتا ہے۔ نہ کام ادھورا چھوڑتا ہے۔ نہ دباؤ میں آ کر سمجھوتا کرتا ہے۔ (2) سچے داعی کو زیر کرنے میں کبھی کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔

سوال 7: اپنے خلاف ساری مخالف قوتوں کو اٹھنے، اتحاد کرنے منصوبہ بندی کرنے اور پوری قوت کے ساتھ منصوبے پر عمل پیرا ہونے کا چیلنج کون دے سکتا ہے؟

جواب: (1) یہ چیلنج ایسا شخص دے سکتا ہے جو اپنی قوت کے بارے میں پر اعتماد ہو۔ (2) جس نے اپنی تیاریاں مکمل کر لی ہوں۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ وہ قوت ہے جس کے مقابلے پر کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ (2) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ طاغوت اہل ایمان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا چھوٹی موٹی آزمائش آتی رہتی ہے تو وہ بھی اصلاح کے لیے اور دل و دماغ کی صفائی اور اخلاص کے لیے ہوتی ہے۔ (3) آخری فتح بہر حال اہل ایمان کی ہوتی ہے۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ(72)﴾

''پھر اگر تم نے منہ موڑا تو میں نے تم سے کوئی اجرت نہیں مانگی، میری اجرت اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔'' (72)

سوال 1: ﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ ''پھر اگر تم نے منہ موڑا تو میں نے تم سے کوئی اجرت نہیں مانگی، میری اجرت اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ ''پھر اگر تم نے منہ موڑا'' یعنی اگر تم نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا تو حق تم پر واضح ہو چکا اور تم جانتے ہو کہ تم حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جا رہے ہو جس کے فاسد ہونے کی دلیلیں ثابت ہو چکی ہیں۔ (2) یعنی اگر تم نے اس سے منہ موڑا جو میں تمہیں توحید کی دعوت دے رہا ہوں۔ (ایسر التفاسیر:615) (3) ﴿فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ﴾ ''تو میں نے تم سے کوئی اجرت نہیں مانگی'' یعنی میں نے اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگا کہ تم یہ کہو کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہمارا مال نہ لے لیا جائے، اس لیے ہم اس کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ (4) ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ ''میری اجرت اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے'' یعنی میں تو اللہ تعالیٰ ہی سے اجر کا، صلے کا، معاوضے کا طلب گار ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے۔ (5) ایک سچا داعی رب کی طرف بلاتا ہے۔ مدعو سے اس کا یہی تعلق مطلوب ہے۔ جب معاشی اور مادی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مطالبات کیے جاتے ہیں یا توقعات رکھی جاتی ہیں یا مفادات حاصل کیے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ مدعو کا ذہن دعوت سے ہٹ کر مادی رقابت کی طرف لگ جاتا ہے اور دعوت کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایک سچے داعی کو معاشی مفادات سے دست برداری سے خواہ کتنا ہی نقصان ہو، دعوت کے عمل کو جاری رکھنے کے لیے بے غرض ہونا ضروری ہے۔ انبیاء بے خوف اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کی روزی لوگوں سے وابستہ نہیں ہوتی، وہ تبلیغ کے گراں قدر فرائض بھی ادا کرتے ہیں اور اپنا آزوقتہ حیات بھی بہم پہنچاتے ہیں۔ جو لوگ قوم کے صدقات پر پلتے ہیں ان سے حق گوئی کی توقع نہیں کی جاسکتی، انبیاء کا اسوہ یہ ہے، کہ اس قسم کی مشخیت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ (تفسیر سراج البیان)

سوال 2: ﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) میں تمہیں کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتا جس کی مخالفت کر کے اس کی متضاد بات پر عمل کروں، بلکہ ﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ پس جن امور کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں سب سے پہلے میں خود ان میں داخل ہوتا ہوں اور سب سے پہلے میں خود اس پر عمل کرتا ہوں۔ (تفسیر سعدی: 1157/2) (2) ﴿مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہونے والے ہیں۔ میں اس کی مخالفت نہیں کرتا اور نہ میں غیر اللہ سے امید رکھتا ہوں۔ (تفسیر منیر: 241/6)

سوال 3: حق کی دعوت سے منہ پھیرنے والوں کے لیے داعی کو کیا پیغام دینا چاہیے؟

جواب: (1) اگر تم منہ پھیرتے ہو تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔ (2) میں اگر تمہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہوں تو اس سے میری کوئی غرض وابستہ نہیں ہے میرا اجر تو میرے رب کے ذمہ ہے۔ (3) مجھے سیدھے راستے پر چلنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ میں اپنے اوپر ضرور اسلام نافذ کروں گا۔ (4) میں اس بات کا پابند ہوں کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا نمونہ بنا کر آپ کے سامنے رکھوں۔

﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ(73) ﴾

''پس انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو نجات دی جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، اور ہم نے انہیں جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا، سو آپ دیکھو ان کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا!'' (73)

سوال 1: ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''پس انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو نجات دی جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، اور ہم نے انہیں جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیات کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جھٹلایا ان لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَكَذَّبُوْهُ ﴾ ''پس انہوں نے اسے جھٹلایا'' یعنی انہوں نے اس کو جھٹلا دیا جو نوح علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں دن، رات، کھلے، چھپے دعوت دی لیکن ان کی دعوت نے انہیں مزید سرکش کر دیا۔ (2) ﴿ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ ﴾ ''تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو نجات دی جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بچا لیا جو کشتی میں نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا تھا اور انہیں وحی کی تھی کہ تمام حیوانات میں سے ایک ایک جوڑا لے لیں۔ اور اپنے گھر والوں اور اپنے ساتھی ایمان والوں کو کشتی میں سوار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کشتی کے ذریعے نجات دی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا، ہم نے کہا اس کشتی میں ہر چیز کا جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق پہلے بات ہو چکی اور انہیں بھی (سوار کر لو) جو ایمان لائے ہیں اور اس پر تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔ (ہود:40) (3) رب العزت نے کشتی بنانے کے لیے حکم دیا پھر جب کشتی بن گئی تو تنور سے پانی ابل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴾ اور نوح کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔ (القمر:13) (4) ﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ ﴾ ''اور ہم نے انہیں جانشین بنایا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت کے بعد دوسرے لوگوں کو ان کا جانشین بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی نسل کو زمین کے گوشے گوشے تک پھیلا دیا۔ (5) ﴿ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ﴾ ''اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے دلائل واضح ہونے کے بعد بھی اس کی آیات کو جھٹلایا۔

سوال 2: قوم نوح علیہ السلام کے جھٹلانے کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: (1) قوم نوح نے سرکشی اختیار کی تو زمین ان سے خالی کروالی گئی۔ جو لوگ سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو بچا لیا گیا اور باقیوں کو غرق کر دیا گیا۔ (2) باقی بچنے والے مومنین نوح کو زمین کے وارث بننے کا موقع دیا گیا۔ (3) اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کر دیا۔

سوال 3: ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ ''سو آپ دیکھو ان کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ غور فرمائیں کہ جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا ان کا کتنا برا انجام ہوا۔ (2) ان کا انجام ہلاکت تھی، ہر زمانے میں ان پر لعنت کی گئی۔ ہر دور کے لوگوں نے ان کی مذمت کی۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کو اس عذاب سے ڈرنا چاہیے جو انبیاء کو جھٹلانے والی قوموں پر نازل ہوئے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بچا لیا اور جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا۔ (4) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو(اپنے اوپر)ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

سوال4: سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعات میں حق کی دعوت دینے والوں کے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعات میں دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے بہت سے اسباق ہیں۔(1)دعوت کے راستے کی مشکلات اور طوالت سے نہ گھبرائیں۔(2)دعوت دینے والوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے پر مستقل چلتے رہنا چاہئے۔(3)دعوت دینے والوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ آخری انجام ایمان والوں کا ہے۔ان کو فتح نصیب ہوتی ہے۔(4)دعوت دینے والوں کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے ساتھ دھوکہ نہیں کرتے، نہ مدد کرنے سے عاجز ہیں، نہ انہیں اکیلا چھوڑتے ہیں لیکن آزماتے ضرور ہیں اور اس طرح ان کی تربیت کرتے ہیں۔

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ(74)﴾

''پھر نوح کے بعد ہم نے کئی رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے سو وہ ایسے نہیں تھے کہ اس پر ایمان لاتے اس وجہ سے جو وہ پہلے اسے جھٹلا چکے تھے۔حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر ہم ایسے ہی مہر لگا دیتے ہیں۔''(74)

سوال1: ﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ﴾ ''پھر نوح کے بعد ہم نے کئی رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے سو وہ ایسے نہیں تھے کہ اس پر ایمان لاتے اس وجہ سے جو وہ پہلے اسے جھٹلا چکے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''پھر نوح کے بعد ہم نے بھیجے''یعنی اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بعد کثرت کے ساتھ رسول بھیجے۔(2)﴿رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ﴾ ''کئی رسول ان کی قوم کی طرف''یعنی ہر رسول اپنی اپنی قوم کے پاس بھیجا گیا جو انہیں ہدایت کی طرف بلاتے تھے جو انہیں نیک اعمال کرنے پر جنت کی خوش خبریاں دیتے اور برے اعمال کرنے پر جہنم کی وعیدیں سناتے تھے اور دنیا میں انہیں ہلاکت کے اسباب سے ڈراتے تھے۔(3)﴿فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے''تمام رسول اپنی رسالت کے ثبوت میں ایسے دلائل پیش کرتے رہے جو ان کی رسالت کے گواہ تھے۔اس کے علاوہ رسول معجزات بھی لاتے رہے۔(4)﴿فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ﴾ ''سو وہ ایسے نہیں تھے کہ اس پر ایمان لاتے اس وجہ سے جو وہ پہلے اسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جھٹلا چکے تھے'' جن لوگوں کو رسولوں کی طرف سے حق کی دعوت دی جاتی رہی اور وہ جھٹلاتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں پکڑا تو اللہ تعالیٰ کا مہر لگانے کا فیصلہ ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان رکاوٹ بن گیا جب کہ وہ اس وقت ایمان لانے پر قدرت رکھتے تھے جب رسولوں نے انہیں دعوت دی۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴾ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔ (الانعام:110)

سوال 2: تمام رسول اپنی قوم کے پاس معجزات اور نشانیاں لے کر آئے اس پر ان کی قوموں کا رویہ کیسا تھا؟

جواب: (1) ہر قوم نے معجزات سے پہلے بھی جھٹلایا اور بعد میں بھی جھٹلایا۔ (2) معجزات کی وجہ سے ان کی دشمنی میں کوئی فرق نہ آیا۔

سوال 3: ہر قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ ساری قوموں کی روش ایک جیسی کیوں تھی؟

جواب: (1) جھٹلانے والوں کا مزاج، سوچ اور موقف ایک ہے۔ (2) وہ سب کلام اللہ کے دلائل کے لیے اپنے دل نہیں کھولتے تھے۔ (3) وہ عقل سے غور و فکر نہیں کرتے تھے۔ (4) ان کے دلوں تک حق پہنچنے کے تمام راستے بند ہو گئے تھے اس طرح ان سب نے ایک مزاج ہونے کی وجہ سے ایک جیسی روش اختیار کی۔

سوال 4: ﴿ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ﴾ '' حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر ہم ایسے ہی مہر لگا دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی سنت کا بیان ہے۔ ان کے دلوں پر اسی طرح مہر لگ گئی جیسے ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگتی ہے جنہیں عذاب چکھنے سے پہلے ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ (2) جب کسی کے دل پر مہر لگ جاتی ہے تو اس میں کوئی خیر اور بھلائی داخل نہیں ہوتی۔ (3) مہر لگا کر اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا کر خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ جھٹلانے والی قوموں کو ہلاک کر دیتا ہے اور ایمان والوں کو بچا لیتا ہے۔ (5) اس آیت میں عرب کے مشرکوں کے لیے جنہوں نے رحمت اللعالمین کو جھٹلایا سخت دھمکی ہے۔ جب نبیوں کو جھٹلانے کی وجہ سے پہلی قوموں کا عبرت ناک انجام ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پکڑے گئے تو ان کا کیا حشر ہوگا جو سب سے بڑے پیغمبر کو جھٹلا رہے ہیں۔

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِم مُّوسَىٰ وَهَارُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ (75) ﴾

'' پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مجرم لوگ تھے۔''(75)

سوال 1: ﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''پھران کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اوراس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ ''پھران کے بعد ہم نے بھیجا'' یعنی ان رسولوں اوران امتوں کے بعد۔(2) یعنی پہلی قوموں کی ہلاکت کے بعد۔(3) یعنی ان رسولوں کے بعد جن کو ان کی قوموں نے جھٹلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔(4) ﴿مُّوْسٰى﴾ اللہ رب العزت کے اولو العزم رسول جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ان پر شریعت کے بڑے بڑے احکامات نازل کیے گئے۔(5) ﴿وَهٰرُوْنَ﴾ اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کا وزیر بنایا۔(6) ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ﴾ ''فرعون اوراس کے سرداروں کی طرف'' یعنی فرعون اوراس کے بڑے بڑے سرداروں کی طرف۔اگرچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام تو اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے یہاں سرداروں کی طرف بھیجنے کی بات اس لئے کی گئی کہ عوام سرداروں کے پیچھے ہوتی ہے،انہیں follow کرتی ہے۔(7) ﴿بِاٰيٰتِنَا﴾ ''اپنی نشانیاں دے کر'' یعنی نو نشانیوں کے ساتھ۔(تفسیر منیر:251/6)(8) ان کو ایسی آیات کے ساتھ مبعوث کیا جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں جنہیں یہ دونوں رسول لے کر آئے تھے،یعنی توحید الٰہی اور غیر اللہ کی عبادت سے ممانعت۔(تفسیر سعدی:1161/2)(9) ﴿فَاسْتَكْبَرُوْا﴾ ''تو انہوں نے تکبر کیا'' یعنی فرعون اوراس کے سرداروں نے تکبر کیا۔انہوں نے دل سے آیات کو مان لیا تھا مگر ظلم کی وجہ سے انہوں نے آیات کو قبول نہیں کیا اور تکبر کیا۔(10) انہوں نے حق کی اتباع کرنے اوراس پر عمل پیرا ہونے سے تکبر کیا۔(تفسیر منیر:252/6)(11) ﴿وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''اور وہ مجرم لوگ تھے'' جب ان کے دل اور عقلیں بگڑ گئیں انہوں نے خون بہائے اور کمزوروں کو عذاب دیے تو مجرم بن گئے۔(ایسر التفاسیر:617)(12) ان کا جرم شرک تھا۔

سوال 2: فرعون اوراس کے سرداروں نے حق کو کیوں نہ قبول کیا؟

جواب:(1) فرعون اوراس کی قوم کے سرداروں نے اپنی مجرمانہ ذہنیت کی وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی وہ دعوت کو دلیل سے دیکھنے،پرکھنے کی بجائے جاہ واقتدار کے معیار سے دیکھتے تھے۔انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے مقابلے میں خود کو بڑا سمجھا۔یہ تکبر قبول حق میں رکاوٹ بن گیا۔(2) شوکانی لکھتے ہیں کہ اسی دنیاوی بڑائی اور کرسی کی محبت نے ہر دور میں کتنوں کو قبول حق سے روک دیا،اوراپنے آپ کو باطل پر سمجھتے ہوئے،اس پر اصرار کیا۔اسی بیماری کی وجہ سے کتنے کفر پر،اور کتنے صحیح حدیث ہونے کے باوجود اپنی فاسد رائے پر جمے رہے!!(تیسیر الرحمٰن:623/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ(76) ﴾

’’چنانچہ جب ہمارے پاس سے حق ان کے پاس آ گیا تو انہوں نے کہا یقیناً یہ ضرور کھلا جادو ہے۔‘‘(76)

سوال 1: ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ’’چنانچہ جب ہمارے پاس سے حق ان کے پاس آ گیا تو انہوں نے کہا یقیناً یہ ضرور کھلا جادو ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا ﴾ ’’چنانچہ جب ہمارے پاس سے حق ان کے پاس آ گیا‘‘ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام حق لے کر آئے تو ان کی قوم نے اسے ٹھکرا دیا اور قبول نہ کیا۔(2) سب سے بڑا حق توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کا مربی ہے۔(3) اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام جو نو معجزات لے کر آئے تھے ان کی قوم نے انہیں جھٹلا دیا۔(4) ﴿ قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ’’انہوں نے کہا یقیناً یہ ضرور کھلا جادو ہے‘‘ قوم موسیٰ علیہ السلام نے جھوٹی قسمیں کھا کر صاف کہہ دیا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے طرز عمل کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ﴾ اور انہوں نے ان کا ظلم اور تکبر سے انکار کیا حالانکہ ان کے دل اس کا یقین کر چکے تھے(النمل:14)(5) ان کے دلوں میں یقین تھا مگر انہوں نے حق کو رد کر دیا اور اس حق کو سب سے بڑا باطل یعنی جادو قرار دیا۔

سوال 2: فرعون اور اس کے ساتھیوں نے معجزات کو جادو کیوں کہا؟

جواب: معجزات کا کوئی توڑ فرعون اور قوم فرعون کے پاس نہ تھا اس لیے انہوں نے کہا یہ جادو ہے۔

سوال 3: جادو قرار دے کر فرعون نے دعوت حق کے بارے میں کیا تاثر دیا؟

جواب: فرعون نے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ معاملہ حق کا نہیں جادو کا ہے۔

سوال 4: فرعون نے دعوت حق کو جادو قرار دے کر کیا کوشش کی تھی؟

جواب: فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اپنی شکست کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔

سوال 5: معجزات کو جادو کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

جواب: معجزے اور جادو میں کچھ ظاہری مشابہت ہوتی ہے مگر بہت جلد پتہ چل جاتا ہے کہ جادو محض شعبدہ ہے۔

سوال 6: حد سے گزرنے والے کیسے زیادتی کرتے ہیں؟

جواب:(1) ایک بار حق کا انکار کرنا حق کی حد سے گزر جانا ہے۔(2) بار بار انکار کرنا زیادتی کرنا ہے۔

﴿ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ(77) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’موسیٰ نے کہا کہ کیا تم حق کو یہ کہتے ہو جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکا ہے؟ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے۔‘‘(77)

سوال 1: ﴿قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ﴾ ’’موسیٰ نے کہا کہ کیا تم حق کو یہ کہتے ہو جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکا ہے؟ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ﴾ ’’موسیٰ نے کہا کہ کیا تم حق کو یہ کہتے ہو جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکا ہے؟‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ جب سچا دین تمہارے پاس آ گیا تو تم اسے جادو کہتے ہو۔(2) ﴿اَسِحْرٌ هٰذَا﴾ ’’کیا یہ جادو ہے؟‘‘ یعنی غور تو کرو کیا جادو ایسا ہوتا ہے؟ سوچو تو سہی جو کچھ میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں وہ کس چیز پر مشتمل ہے؟(3) ﴿وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ﴾ ’’حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے‘‘ یعنی جادوگر بھی کبھی کامیاب ہوئے ہیں؟ جادو سے کبھی حقیقت نہیں بدلتی۔(4) یعنی جادوگر دنیا میں فلاح پاتے ہیں نہ آخرت میں۔ پس غور کرو کہ انجام کس کا اچھا ہے، کس کے لیے فلاح ہے اور کس کے ہاتھ پر کامیابی ہے۔ اس کے بعد انہیں معلوم ہو گیا اور ہر ایک پر عیاں ہو گیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے فلاح پائی اور دنیا و آخرت میں ظفریاب ہوئے۔ (تفسیر سعدی:2/1162)

سوال 2: جادوگر کیوں کامیاب نہیں ہوتے؟

جواب:(1) جادوگروں کے دین کی بنیاد بے معنی کلام ہوتا ہے۔(2) جادوگر زندگی کی بنیادی حقیقتوں کا نہ فہم رکھتے ہیں نہ اس کا شعور دیتے ہیں۔(3) جادوگروں کے پاس انسانی زندگی کے مسائل کا حل نہیں ہوتا۔ اور نہ جادوگروں کا مقصد ہدایت دینا ہوتا ہے۔(4) جادوگر انسانی زندگیوں کو مصیبتوں میں مبتلا کرتے ہیں۔(5) جادوگر انسانی زندگی کے لیے کوئی پروگرام نہیں رکھتے اس لیے جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

﴿قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ(78)﴾

’’انہوں نے کہا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں اس راستے سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ اور زمین میں تم دونوں کی بڑائی قائم ہو؟ اور ہم تم دونوں کے لیے ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔‘‘(78)

سوال 1: ﴿قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ﴾ ’’انہوں نے کہا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں اس راستے سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ اور زمین میں تم دونوں کی بڑائی قائم ہو؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ’’انہوں نے کہا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں اس راستے سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا کیا تم ہمارے آباؤ اجداد کے دین سے پھیرنے کے لیے آئے ہو۔(2) یعنی کیا تم ہمیں شرک اور غیر اللہ کی عبادت سے روک کر ہمارے بزرگوں کے دین سے ہمیں پھیرنا چاہتے ہو؟ اور ہمیں حکم دیتے ہو کہ ہم سارے معبودوں کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔(3) موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اپنے آباؤ اجداد کے طور طریقوں کو اپنے لیے حجت بنالیا اور حق کو ٹھکرا دیا۔(4) ﴿وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ﴾ ''اور زمین میں تم دونوں کی بڑائی قائم ہو؟'' یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ تم سرزمین مصر پر اپنی بڑائی، اپنی سیادت، اپنی بادشاہت قائم کرلو۔ اس طرح انہوں نے الزام تراشی کا سیاسی مسلک اپنالیا۔(5) اس بات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ عوام الناس کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر ابھارا جائے۔(6) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مقصد زمین پر غلبہ حاصل کرنا نہیں تھا۔ ان کا مقصد تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ہدایت اور ان کی ایسے معاملات کی طرف راہ نمائی کرنا تھا جو ان کے لیے نفع مند تھے۔

سوال 2: فرعون نے حق کی دعوت کو آبائی اور غیر آبائی معیار سے کیوں پرکھا؟

جواب: (1) فرعون نے حق کی دعوت کو آبائی اور غیر آبائی معیار سے اس لیے پرکھا کہ اس تقسیم میں اپنے دین پر قائم رہنے کا جواز مل رہا تھا۔(2) دعوت کو حق اور ناحق کے معیار پر پرکھنے سے خود کو غلط ماننا پڑتا اس لیے اس نے آبائی اور غیر آبائی تقسیم کر کے انسانی ذہنوں کو الجھا دیا۔

سوال 3: فرعون نے یہ کیوں کہا تھا کہ موسیٰ اور ہارون اس ملک میں اپنی بڑائی قائم کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے توجہ ہٹانے کے لیے اور عوام کو ان کے خلاف بھڑکانے کے لیے یہ بات کہی تھی تاکہ لوگ حق قبول نہ کرسکیں۔

سوال 4: ﴿وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ﴾ ''اور ہم تم دونوں کے لیے ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ہم تم دونوں کے لیے ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں'' یعنی ہم تمہاری تصدیق کرنے والے، تمہاری پیروی کرنے والے نہیں ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 617) (2) انہوں نے تکبر اور عناد کی وجہ سے یہ کہا تھا ''ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے''۔ اور اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ جناب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے جو دعوت پیش کی تھی وہ باطل تھی اور اس کی وجہ یہ بھی نہ تھی کہ اس میں یا اس کے معانی وغیرہ میں کوئی اشتباہ تھا۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ ظلم و تعدی اور ارادہ تغلب کے سوا کچھ نہ تھا جس کا الزام وہ موسیٰ علیہ السلام پر لگا رہے تھے۔ (تفسیر سعدی: 2/1162)

سوال 5: حق اور باطل کی کشمکش کے پیچھے اصل سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب: حق اور باطل کی کشمکش کے پیچھے اپنی بڑائی اور اقتدار چھن جانے کا ڈر چھپا ہوا ہوتا ہے۔

سوال 6: رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو ٹھکرانے کا سبب کیا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اہل قریش کو یہ خطرہ تھا کہ ان کا موروثی مقام ومرتبہ ان سے چلا جائے گا۔

سوال 7: فرعون کے طرز عمل سے حق کی طرف دعوت دینے والوں کو کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: جب بھی کوئی رب العالمین کی طرف بلائے تو یہ کشمکش شروع ہوسکتی ہے اس لیے ایسے طرز عمل سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

﴿ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ(79) ﴾

''اور فرعون نے کہا کہ ہر ماہر جادوگر کو میرے پاس لاؤ۔''(79)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴾ ''اور فرعون نے کہا کہ ہر ماہر جادوگر کو میرے پاس لاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ﴾ ''اور فرعون نے کہا'' فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو رد کرتے ہوئے اپنے سرداروں اور اپنی قوم کو کنٹرول کرنے کے لیے کہا۔(2) ﴿ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴾ ''ہر ماہر جادوگر کو میرے پاس لاؤ'' فرعون نے مصر میں ہرکارے دوڑائے تاکہ وہ ماہر جادوگروں کو اس کے پاس لے آئیں۔(3) فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کے مقابلے میں جادوگروں سے مقابلہ کروانے کی ٹھان لی تاکہ اپنی قوم کی سوچ کا رخ بدل دے۔(4) فرعون نے حق کو جادو بنا کر پیش کرنے کے لیے جادوگروں کو بلوا کر مقابلہ کروایا۔(5) فرعون کو یہ یقین تھا کہ جادو کے زور سے وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو شکست دے دے گا اس لیے اس نے جادوگروں کو بلانے کا فیصلہ کیا۔

سوال 2: منصوبے کی ناکامی کے شعور کے باوجود فرعون نے جادوگروں کو کیوں بلوایا؟

جواب: جب انسان کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرنا چاہتا تو بعض اوقات احمقانہ چالوں سے مقابلہ کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ خود بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس تدبیر کی کوئی حقیقت نہیں۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ(80) ﴾

''تو جب تمام جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو تم پھینکنے والے ہو پھینکو۔''(80)

سوال 1: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴾ ''تو جب تمام جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو تم پھینکنے والے ہو پھینکو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ ﴾ ''تو جب تمام جادوگر آ گئے'' یعنی جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے پہنچ گئے۔(2) ﴿ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴾ ''موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو تم پھینکنے والے ہو پھینکو'' یعنی تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کروں گا۔(3) موسیٰ علیہ السلام کو یہ یقین تھا کہ ان کے کسی کرتب کی کوئی حیثیت نہیں اور حق ہی غالب آئے گا اس لیے انہوں نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہاڈالو جوتم ڈالتے ہو۔

﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ(81)﴾

''پھر جب انہوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا کہ تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے باطل کردے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کے کام درست نہیں کرتا۔''(81)

سوال 1: ﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ﴾ ''پھر جب انہوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا کہ تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا﴾ ''پھر جب انہوں نے پھینکا'' یعنی جب جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو پورا میدان دوڑتے ہوئے سانپوں سے بھر گیا۔(2) ﴿قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ﴾ ''موسیٰ نے کہا کہ تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے'' موسیٰ علیہ السلام نے اس موقع پر سنبھل کر فرمایا جو تم نے کمالات دکھائے ہیں وہ نظر بندی ہے، بہت بڑا جادو ہے۔اس بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰی ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ۝ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰی ۝﴾ چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا۔ہم نے کہا: ''ڈرو مت! یقیناً تم ہی غالب ہو۔اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقیناً جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔''(طٰہٰ:69-67)

سوال 2: ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے باطل کردے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کے کام درست نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے باطل کردے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے جادو کو تہ و بالا کردے گا۔(2) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کے کام درست نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ باطل کو نہ ثبات دیتا ہے نہ قوت۔جادو فساد ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔(3) جادوگر جادو کے ذریعے سے حق کے خلاف باطل کی مدد کرنا چاہتے تھے اور اس سے بڑا اور کون سا فساد ہوسکتا ہے؟ اسی طرح ہر مفسد جب کوئی کام کرتا ہے یا کوئی چال چلتا ہے یا حق کے خلاف کوئی سازش کرتا ہے، تو اس کا عمل باطل ہو کر زائل ہو جاتا ہے ہر چند کہ کسی وقت مفسد کا عمل رائج ہو جاتا ہے مگر مآل کار اسے مٹنا اور زائل ہونا ہے۔رہے اصلاح کار، تو ان کے اعمال میں ان کا مقصد، اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔یہ اعمال و وسائل فائدہ مند ہیں اور ان اعمال کا ان کو حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی اصلاح کرتا ہے اور ان میں ترقی عطا کرتا ہے اور ان کو ہمیشہ نشو ونما دیتا رہتا ہے۔(تفسیر سعدی:1163/2)(4) اس میں ایک دعوت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دینے والے کے لیے سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کے عمل کو کبھی سدھرنے نہیں دیتا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ مفسدوں کے عمل کو کیوں سدھرنے نہیں دیتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ مفسدوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اس لیے ان کے عمل کو سدھرنے نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ مفسدوں کی گمراہی کو واضح کر کے لوگوں کو گمراہی سے بچانا چاہتے ہیں اس لیے مفسدوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

﴿ وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ(82) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دیتا ہے خواہ مجرم برا سمجھیں۔''(82)

سوال 1: ﴿ وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دیتا ہے خواہ مجرم برا سمجھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ حق کو حق کر دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر کرتا ہے اور اسے ثابت دیتا ہے۔(2) ﴿ بِكَلِمٰتِهٖ ﴾ ''اپنی باتوں سے'' یعنی اپنے احکامات اور اپنی قضا وقدر سے۔(تفسیر منیر:256/6)(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ سو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے باطل ہو گیا۔(الاعراف:118) ﴿ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ﴾ اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقیناً جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔(طٰہٰ:69)(4) موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ ان کے جادو کو نگلتا چلا گیا۔ پس ان کا جادو باطل اور ان کا باطل زائل ہو کر رہ گیا۔ جب جادوگروں کے سامنے حق واضح ہو گیا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔ فرعون نے ان کو سولی پر لٹکانے اور ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کی دھمکی دی مگر انہوں نے اس کی کوئی پروانہ کی اور وہ اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔(تفسیر سعدی:1163/2)(5) ﴿ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ''خواہ مجرم برا سمجھیں'' یعنی آل فرعون اسے کتنا ہی برا جانیں اللہ تعالیٰ نے حق کو حق ثابت کر دیا۔(6) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی دلیلوں سے سچی بات ثابت کر دے گا اگرچہ مجرم اس بات کو ناپسند کریں۔(7) جادو دفع کرنے کا عمل۔ یہ آیات اللہ تعالیٰ کے حکم سے جادو کے لیے شفا ہیں۔ پانی پر انہیں پڑھ کر دم کیا جائے پھر اس پانی کو جادو کیے ہوئے شخص کے سر پر بہا دیا جائے۔ ﴿ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ پھر جب انہوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا کہ تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے باطل کر دے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کے کام درست نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دیتا ہے خواہ مجرم برا سمجھیں۔(یونس:81,82) ﴿ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ﴾ حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے باطل ہو گیا۔ تو اس موقع پر جادوگر مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس لوٹے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے۔ انہوں نے کہا: ''ہم جہانوں کے بادشاہ پر ایمان لاتے ہیں۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔'' (الاعراف:122-118) ﴿وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی﴾ اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقیناً جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔'' (طٰہٰ:69) (مختصر ابن کثیر:810/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اپنے کون سے کلمات سے حق کو حق کر دکھاتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اپنے تکوینی کلمات سے جو اس کائنات میں جاری ہیں، حق کو حق کر دکھاتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے معجزات اور دلائل کا تعلق اس کے خصوصی کلمات سے ہے یعنی کن فیکون سے جس سے اللہ تعالیٰ حق کو حق کر دکھاتا ہے۔

سوال 3: ایک سچے داعی کے لیے اس میں کیا سبق ہے؟

جواب: باطل بالآخر باطل ہو کر رہے گا۔ اور حق کو اللہ تعالیٰ حق کر دکھائے گا لہٰذا دعوت کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں آنی چاہئے۔

رکوع نمبر:14

﴿ فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤی اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۸۳﴾ ﴾

موسیٰ پر اس کی قوم کے چند لڑکوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا، فرعون کے اور اس کے سرداروں کے ڈر سے کہ وہ انہیں کسی فتنے میں ڈال دے گا، اور بلاشبہ فرعون زمین میں سرکش تھا اور یقیناً وہ بلاشبہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا۔'' (83)

سوال 1: ﴿فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤی اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ﴾ ''موسیٰ پر اس کی قوم کے چند لڑکوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا فرعون کے اور اس کے سرداروں کے ڈر سے کہ وہ انہیں کسی فتنے میں ڈال دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤی﴾ ''موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا'' موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو واضح معجزات دکھائے مگر قوم فرعون کے چند لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔ (2) ﴿اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ﴾ ''اس کی قوم کے چند لڑکوں کے سوا'' بنی اسرائیل کی اولاد میں سے قلیل لوگ ایمان لائے۔ (3) ﴿عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ﴾ ''فرعون کے اور اس کے سرداروں کے ڈر سے کہ وہ انہیں کسی فتنے میں ڈال دے گا'' یعنی فرعون اور اس کے حکام کے ڈر سے کہ کہیں انہیں ایذا نہ پہنچائیں۔ (4) ان میں سے چند

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نوجوان تھے جوحق کے آگے جھک گئے۔انہوں نے فرعون کی سخت گیری کی پرواہ نہ کی۔

سوال2: موسیٰ علیہ السلام کے دور کے حالات اور آپ ﷺ کے حالات کی مماثلت کی وضاحت کریں؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے بھی چندنوجوان تھے۔ایسی ہی صورتحال رسول اللہ ﷺ کو بھی پیش آئی۔آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں میں اکثر نوجوان تھے۔مثلاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ،سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ،سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ،سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ، سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ،سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ان سب کی عمریں قبول اسلام کے وقت بیس سال سے کم تھیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ،سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ،سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وغیرہ کی عمریں بیس سے تیس سال کے درمیان تھیں۔دوصحابہ ہی بڑے تھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جوآپ ﷺ سے دوبرس چھوٹے تھے اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جوآپ ﷺ کے ہم عمر تھے۔

سوال3: ﴿وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ﴾ ''اور بلاشبہ فرعون زمین میں سرکش تھا اور یقیناً وہ بلاشبہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ﴾ ''اور بلاشبہ فرعون سرکش تھا'' فرعون متکبر اور قوی تھا۔(2)﴿فِي الْأَرْضِ﴾ ''زمین میں'' سرزمین مصر میں۔(3)فرعون ظالم اور سخت گیر تھا۔اس کا رعایا پر اتنا رعب تھا کہ اس سے دور رہنے کے باوجود اس سے ڈرتے تھے۔(4)فرعون کو غلبہ اور اقتدار حاصل تھا اس لیے لوگ اس کی پکڑ سے ڈرتے تھے۔(5)﴿وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ﴾ ''اور یقیناً وہ بلاشبہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا'' یعنی فرعون ظلم میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔وہ لوگوں کو قتل کرواتا،سولی چڑھاتا اور طرح طرح کی اذیتیں دے کر خوف زدہ کرتا تھا۔

سوال4: انبیاء پر نوجوانوں کے ایمان لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: انبیاء پر نوجوانوں کے ایمان لانے میں حکمت یہ ہے۔واللہ اعلم۔کہ حق کو نوجوان زیادہ قبول کرتے ہیں اور اس کی اطاعت میں زیادہ سرعت سے آگے بڑھتے ہیں اس کے برعکس بوڑھے جنہوں نے کفر میں پرورش پائی ہوتی ہے،ان کے دلوں میں چونکہ عقائد فاسدہ راسخ ہوتے ہیں،اس وجہ سے وہ دوسروں کی نسبت حق سے زیادہ دور ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1164/2)نوجوان لوگ عام طور پر مصلحتوں کو قبول نہیں کرتے۔نوجوان لوگ عام طور معاشرے سے زیادہ خوف نہیں کھاتے۔بڑی عمر کے لوگ مصلحت پسند ہوتے ہیں کیونکہ ان کے اپنے مفادات ہوتے ہیں۔بڑی عمر کے لوگ محتاط ہوتے ہیں۔بڑی عمر کے لوگ معاشرے کے بڑوں سے زیادہ خوف کھاتے ہیں۔بڑی عمر کے لوگ اگر نئی فکر قبول بھی کرلیں تو ساتھ نہیں دے پاتے۔

سوال5: نئی فکر قبول کرنے کے لیے کیا قیمت چکانی پڑتی ہے؟

جواب: نئی فکر قبول کرنے کے لیے انسان کو نئے نئے مسائل سے دوچار ہونے کی قیمت چکانی پڑتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ(84)﴾

''اور موسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو، اگر تم فرماں بردار ہو۔''(84)

سوال 1: ﴿وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو، اگر تم فرماں بردار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقَالَ مُوْسٰى﴾ 'اور موسیٰ نے کہا'' جب بنی اسرائیل کا خوف ظاہر ہو گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وہ اعمال اختیار کرنے کی نصیحت کی جو صبر کرنے میں معاونت کرتے ہیں۔(2) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کا خوف دور کرنے اور ان کے دلوں کے اطمینان کے لیے کہا۔(3) ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ﴾ '' اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو'' یعنی اگر تم مسلمان ہو اور تمہارا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔(4) اس آیت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ تمام اسرائیلی مسلمان تھے۔(5) ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ '' تو اسی پر بھروسہ رکھو، اگر تم فرماں بردار ہو'' تو ایمان کے تقاضے کو پورا کرو، اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، اسی پر اعتماد کرو وہ تمہارے لیے کافی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔(الطلاق:3)(6) اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو۔ فرمایا: ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ کیا اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور یہ لوگ اس کے سوا آپ کو دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔(الزمر:36)(7) ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ '' اگر تم فرماں بردار ہو'' اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار مسلمان ہو، اس کے احکامات کو تسلیم کرتے ہو، اس کے روکے ہوئے سے رکتے ہو۔(ایسر التفاسیر:619) ایک اور مقام پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت ملتی ہے۔ ﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۠ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو، یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام متقیوں ہی کے لیے ہے''(الاعراف:128)(8) یعنی تم اس کے لیے خالص ہو۔(تفسیر قاسمی:9/70)(9) قاشانی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے توکل کو اسلام کے لوازم میں سے بنایا ہے اور اسلام اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے یعنی تم اپنے ایمان اور یقین کو مکمل کرو یہی تمہارے نفسوں پر اثر انداز ہوگا اور اس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے خالص کر دے گا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا لازم ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔(ہود:123) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی نماز میں اس کی تکرار کا حکم دیا ہے۔ ہر نماز کی ہر رکعت میں اس کے حکم سے ہم یہ الفاظ ادا کرتے ہیں۔ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔(الفاتحہ:5)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: اللہ تعالیٰ پر توکل کون کرتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ پر وہ توکل کرتا ہے ج واس کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتا ہے، جو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے کہ وہ ایمان والوں کی مدد کرتا ہے ، جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے مطمئن ہوسکتا ہے ۔ (2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے گزشتہ امتیں پیش کی گئیں اور انبیاء گزرنے لگے ۔ کسی کے ساتھ ایک آدمی، کسی کے ساتھ دو آدمی، کسی کے ساتھ ان کی امت کے کچھ لوگ تھے اور ایک نبی کے ساتھ کوئی بھی (امتی) نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک بہت بڑی جماعت میرے سامنے کی گئی۔ میں نے پوچھا یہ کس کی امت ہے؟ کیا یہ میری امت ہے؟ تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ (پھر) کہا گیا کہ تم آسمان کو دیکھو (تو کیا دیکھتا ہوں) کہ ایک بڑی جماعت نے آسمان کے کناروں کو گھیر رکھا ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر ادھر آسمان کے دوسرے کنارے بھی دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ واقعی بہت بڑی جماعت افق کو گھیرے ہوئے تھی۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہیاوران میں سے ستر ہزار (صاحب توکل) بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس قدر فرما کر رسول اللہ ﷺ (حجرہ میں) تشریف لے گئے اور ہم لوگوں سے یہ ظاہر نہ فرمایا: وہ کون لوگ ہوں گے۔ (اس پر) لوگوں نے جھگڑنا شروع کیا۔ کہنے لگے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کی، اس لیے وہ لوگ ہم ہیں یا ہماری اولاد ہوگی جو کہ (اب دور) اسلام میں پیدا ہوئے ہیں کیونکہ ہم دور جاہلیت کی پیدائش ہیں۔ یہ خبر نبی ﷺ کو بھی پہنچ گئی۔ رسول اللہ ﷺ (یہ سن کر باہر) تشریف لائے اور فرمایا: وہ تو وہ لوگ ہیں جو نہ دم کریں (کروائیں) اور نہ کسی شے میں بدفالی سمجھیں اور نہ (علاج کے لیے آگ سے) داغیں بلکہ اپنے اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔ سیدنا عکاشہ بن محصن نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ فرمایا: ہاں (تو ان میں سے ہے)۔ پھر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ کیا میں بھی انہی میں سے ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بس عکاشہ تم پر سبقت لے چکا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

سوال 3: ایمان کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: (1) ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے دین کو سچا مان لینا ہے۔ (2) ایمان ظالموں اور جابروں کے مقابلے میں مومن کا ہتھیار ہے۔ (3) ایمان کا تقاضا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

﴿ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (85) ﴾

''تو انہوں نے کہا: ''ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔'' (85)

سوال 1: ﴿ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''تو انہوں نے کہا: ''ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)اسرائیلیوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کہا﴿فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾''تو انہوں نے کہا:''ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا''(2)یعنی ہم نے اپنے امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیے اور ہم اس کی قضاوقدر پر راضی ہوگئے اور ہم اس کے حکم کو پہنچ گئے۔(تفسیر قرطبی:222/4)(3)توکل کو دعا سے پہلے لانے میں تنبیہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ پر توکل کریں تاکہ تمہاری دعا قبول ہو۔(تفسیر منیر:261/6)(4)﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾''اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا''یعنی ہمیں ظالموں کے لیے نشانہ ستم نہ بنانا،انہیں ہم پر غلبہ نہ دینا۔اے اللہ! ہمیں فرعونیوں کے عذاب سے بچا۔انہیں ہم پر مسلط نہ فرمانا کہ وہ ہمیں فتنے میں ڈال کر حق سے بہکا دیں۔

﴿وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ(86)﴾

''اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر لوگوں سے نجات دے۔''(86)

سوال1:﴿وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾''اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر لوگوں سے نجات دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ﴾''اور اپنی رحمت سے ہمیں نجات دے''یعنی اے اللہ ہمیں اپنی رحمت سے،اپنے احسان سے بچا لے۔(2)﴿مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾''کافر لوگوں سے''ان لوگوں سے جو حق کا علم نہیں رکھتے،جو حق کو چھپاتے ہیں تاکہ ہم ان کے شر سے بچ سکیں۔یا اللہ ہمارا تجھ پر ایمان ہے،ہم تجھ پر توکل کرتے ہیں ہماری حفاظت فرما تاکہ ہم اپنے دین پر عمل کریں اور شریعت کے احکامات کو قائم کر سکیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا کہ''ہمیں کافروں سے نجات دے دے''اللہ تعالیٰ پر توکل کے خلاف تو نہیں؟

جواب:(1)یہ دعا عین توکل اور بھروسے کا اظہار ہے۔(2)مومن آزمائش کا مطالبہ نہیں کرتا لیکن اگر آزمائش آجائے تو ثابت قدم رہتا ہے۔

﴿وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ(87)﴾

''اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں چند گھروں کو ٹھکانا مقرر کر لو اور اپنے انہی گھروں کو مسجد بناؤ اور نماز قائم کرو اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دو۔''(87)

سوال1:﴿وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں چند گھروں کو ٹھکانا مقرر کر لو اور اپنے انہی گھروں کو مسجد بناؤ اور نماز قائم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرواورایمان والوں کوخوش خبری دے دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ﴾'' اورہم نے موسیٰ اوراس کے بھائی کووحی کی''اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی دعا پر کیسے فرعون اور اس کے مظالم سے نجات دلائی۔(2)اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کوحکم دیا۔(3)﴿اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا﴾'' کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں چند گھروں کوٹھکانا مقرر کرلو'' کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اورانہیں وہاں ٹھہراؤ یعنی وہ کچھ گھروں میں چھپ سکیں۔(4) ﴿وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً﴾'' اوراپنے انہی گھروں کومسجد بناؤ''یعنی جب موسیٰ اوران کی قوم کے ساتھ معاملہ زیادہ سخت ہوگیا اور قوم نے انہیں آزمائش میں ڈالنا چاہااورکنیسوں اورعام عبادت گاہوں میں عبادت ممکن نہ رہی توحکم دیا کہ گھروں کونماز کی جگہ بنالو۔کچھ گھروں کوقبلہ بنانا بنی اسرائیل کی تربیت کے لیے تھا۔یہ روحانی اورانتظامی تیاری کے لیے ناگزیر تھا۔عملی اقدام سے پہلے افراداور جماعت کی تیاری کی ضرورت تھی۔(5)﴿قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾'' اورنماز قائم کرو''یعنی اس طرح نماز قائم کرو جیسے تمہیں سکھائی گئی ہے۔(6)نماز قائم کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ نماز تمام معاملات میں بندے کی مددگار ہوتی ہے۔اسی لیے فرمایا:﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾اورصبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو۔(البقرۃ:45)(7)﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾'' اورایمان والوں کوخوش خبری دے دو''یعنی ایمان والوں کو دنیا میں نصرت اورآخرت میں جنت کی بشارت دے دو۔(8)انہیں دین کے غالب آنے کی خوش خبری دے دو۔(9)ایمان لانے والوں کے لیے نظام صلوٰۃ کے توسط سے خوش خبری دی گئی کہ اس پروگرام کی تکمیل میں ان کی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔

سوال 2: اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا تجربہ کیوں بیان کیا ہے؟

جواب:(1)سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تجربے کونمونہ بنانے کے لیے۔(2)یہ ایک خالص ایمانی تجربہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ہر دور میں داعیوں کو ایسے طاغوت کا مقابلہ کرنا پڑسکتا ہے فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر پابندیاں لگادی تھیں اس وقت ٹکراؤ کی بجائے چھوٹے دعوتی مراکز میں خاموشی کے ساتھ کام کروایا گیا۔(3)نبی ﷺ کوبھی ایسے حالات درپیش آئے تھے اورآج کل بھی طاغوت کا دوردورہ ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تجربے میں ہمارا لیے نمونہ ہے۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تجربے کی خاص باتیں کیا ہیں؟

جواب:(1)پاکیزہ اورسچے مومنوں کوشراورفساد سے الگ کیا جائے۔(2)جولوگ پاک معاشرے کے قیام کے لیے تیار ہوں ان کومنظم کرکے ان کی تربیت کی جائے۔

سوال 4: زمین پر ہونے والی تبدیلیاں کیسے اثرانداز ہوئیں؟

جواب: سیدنا موسیٰ کی کوشش اوررب کا فیصلہ تھا اس لئے کوششیں اثرانداز ہوئیں۔

﴿وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ(88)﴾

''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال دیے ہیں اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں؟ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، سو وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔''(88)

سوال1: ﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال دیے ہیں۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال دیے ہیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں کے حق کو ٹھکرانے، کفر اور شرک پر جمے رہنے اور ظلم اور غرور و تکبر سے حق کا مقابلہ کرنے پر ان کے لیے جب بددعا کی تو کہا کہ اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کا سارا ساز و سامان دیا، بے شمار دولت، سجے، سجائے گھر، اعلیٰ سواریاں، زیورات، طرح طرح کے لباس، غلام اور دنیاوی آرائشیں۔(2)﴿رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ﴾ ''اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں؟'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان کے بے شمار مال سے لوگوں کو یہ خیال گزرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ورنہ یہ مال و دولت انہیں کیسے ملتا؟(3) اے ہمارے رب! تو جانتا ہے کہ یہ تجھ پر، تیرے رسولوں پر ایمان لانے والے نہیں تو نے استدراج کے طور پر انہیں سب کچھ دے رکھا ہے مگر لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔(4) اس مال سے وہ خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

سوال2: جو لوگ آخرت کی فکر کرتے ہیں وہ کس میدان میں دوسروں سے پیچھے رہ جاتے ہیں؟

جواب: جو لوگ آخرت کی فکر کرتے ہیں وہ عام طور پر دنیا کے مال و اسباب کے حصول میں ان لوگوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں جو آخرت کو بھول کر دنیا کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔

سوال3: جن لوگوں کے پاس مادی وسائل ہوتے ہیں وہ ان کو حق کو دبانے میں کیوں استعمال کرتے ہیں؟

جواب: جن لوگوں کے پاس مادی وسائل ہوتے ہیں وہ اپنی بڑائی کے احساس میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ حق کو پہچاننے کی صلاحیت کو کھو دیتے ہیں اور اپنے وسائل کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھنے کے بجائے اپنا ذاتی کمال سمجھتے ہیں اس لیے وہ مال کو حق کو دبا کر اپنی برتری قائم کرنے میں لگا دیتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 4: مادی وسائل رکھنے والوں کے دباؤ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب: (1) دباؤ کے نتیجے میں لوگوں کا ایمان متزلزل ہوتا ہے۔ (2) دباؤ کے نتیجے میں لوگ مادی وسائل، حیثیت اور مرتبے سے متاثر ہوجاتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جو یہ وسائل والے کرتے ہیں۔

سوال 5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے کیا جھلک رہا ہے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کی قوم کی ذہنیت اور قوم کے حالات جھلک رہے ہیں۔

سوال 6: ﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹادے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگادے، سو وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ﴾ ''اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹادے'' یعنی ان کے مال و دولت کو پتھر بنادے جس سے یہ فائدہ نہ اٹھا پائیں۔ (2) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کی کھجوریں، پھل اور کھانے بھی پتھر کے کردیے۔ یہ نو میں سے ایک نشانی تھی۔ (زادالمسیر: 4/49) (3) نبی کی بددعا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے سونے چاندی کے سکے پتھر کے بنادیے اور ان پر نقوش بدستور باقی رہے اور اناج کی بالیوں میں بجائے دانوں کے سنگریزے پیدا ہو گئے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/812) (4) ﴿وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ''اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگادے'' یعنی ان کے دلوں پر مہر لگادیں۔ (5) ﴿فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''سو وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قانون کی توہین اور دین کی بے حرمتی کی وجہ سے ان پر بددعا کی تھی۔ (6) انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیا تھا۔ نیز موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب کی کامل معرفت حاصل تھی کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایمان کا دروازہ بند کرکے ان کو ان کی بداعمالیوں کی سزا دے گا۔ (تفسیر سعدی: 2/1165)

سوال 7: ایک داعی کن حالات میں ان لوگوں کو چھوڑ سکتا ہے جن کی وہ دعوت دیتا ہے؟

جواب: ایک داعی تب تک لوگوں کو چھوڑ سکتا ہے جب اسے ان لوگوں سے ایمان لانے کی اور توبہ کرنے کی کوئی امید نہ رہے جن کو وہ دعوت دیتا ہے۔

﴿قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ(89)﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی چنانچہ تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان کے راستے کی ہرگز اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے۔'' (89)

سوال 1: ﴿قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چنانچہ تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان کے راستے کی ہرگز اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی'' اس آیت میں دونوں کی دعا قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے جاتے تھے اور سیدنا ہارون علیہ السلام اس پر آمین کہتے جاتے تھے۔ جو شخص دعا کرنے والی کی دعا پر آمین کہتا ہے وہ دعا میں شریک ہوتا ہے۔ (2) ان دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، فیصلہ ہو گیا کہ اب فرعون اور اس کی قوم کو تباہ کر دیا جائے گا۔ (3) ﴿فَاسْتَقِيْمَا﴾ ''چنانچہ تم دونوں ثابت قدم رہو'' یعنی تم اپنے دین پر جمے رہو اور توحید کی دعوت پھیلاتے رہو۔ (4) ﴿وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ان کے راستے کی ہرگز اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے'' یعنی جاہلوں کے راستے پر نہ چلنا جنہوں نے جہنم کا راستہ اختیار کر لیا۔ اس دعا کے بعد فرعون چالیس دن تک زندہ رہا۔ (مختصر ابن کثیر: 812/1)

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (90)﴾

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو پا لیا تو اس نے کہا کہ میں ایمان لایا اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' (90)

سوال 1: ﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار گزار دیا'' یعنی انہوں نے جب سمندر پار کیا اور یہ اس طرح ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر پر اپنا عصا مارا تو سمندر پھٹ گیا اور بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل پار چلے گئے۔ (2) ﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا﴾ ''تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا'' فرعون نے ظلم اور زیادتی کے ساتھ لشکر جمع کیے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سمندر کے درمیان میں پہنچے تو فرعون اور اس کے لشکر ان کا پیچھا کرتے ہوئے داخل ہو گئے۔

سوال 2: ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو پا لیا تو اس نے کہا کہ میں ایمان لایا اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ﴾ ''یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو پالیا'' جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سمندر سے باہر نکل گئے اور فرعون اور اس کے ساتھی سمندر کے بیچوں بیچ پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا اور فرعون اور اس کے لشکر سمندر کی گرفت میں آئے یوں وہ غرق ہو گئے۔(2) جب فرعون غرق ہونے لگا اور اسے علم ہو گیا کہ اس کی ہلاکت یقینی ہے تو وہ پکار اٹھا: ﴿ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ ﴾ ''تو اس نے کہا کہ میں ایمان لایا اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی حقیقی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(3) ﴿ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ ''اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کو، اس کے رسولوں اور اس دین کو مانتا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے۔(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اسی دن موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتح ملی تھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہم ان سے بھی زیادہ مستحق ہیں، اس لئے تم بھی روزہ رکھو۔(بخاری:4680)(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴾ ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ ﴿ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴾ ﴿ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴾ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر ان کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا۔ اور ہم نے انہیں ایسے راہ نما بنا دیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے، اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔(القصص:42-40)(6) ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو آ پکڑا، پھر ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا۔(الذاریات:40)(7) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا: میں اس اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! کاش آپ اس وقت مجھے دیکھتے کہ میں اس کے منہ میں کیسے کیچڑ ٹھونس رہا تھا، اس خیال سے کہ کہیں اس کی بات پوری ہونے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی دست گیری نہ کرے۔''(ترمذی:3107)

سوال 3: سمندر کے دو حصوں میں بٹنے میں فرعون کے لیے کیا پیغام تھا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا ہے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔(3) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

سوال 4: فرعون نے اس واقعے سے سبق کیوں نہیں لیا؟

جواب: فرعون نے ظاہر میں سمندر کو دیکھا مگر رب العالمین کو نہ پہنچانا اس وجہ سے اس واقعے نے اس کی سرکشی میں اضافہ کر دیا۔

﴿ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (91) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''کیااب؟ حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔''(91)

سوال 1: ﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''کیااب؟ حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿آٰلْـٰٔنَ﴾ ''کیااب؟'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ واضح فرماتے ہوئے کہ موت کے وقت ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا یہ فرمایا کہ اب تم ایمان لاؤ گے اور اب موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا یقین کرو گے؟(2)﴿وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی'' یعنی اس سے پہلے تو تم نے جی بھر کے نافرمانیاں کیں، ظلم کیے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔(3)﴿وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور تو فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا'' یعنی شہروں میں، انسانوں پر ظلم کرتا رہا اور شر اور فساد پھیلاتا رہا۔(4) اب ایمان لانا کیسے نفع مند ہوسکتا ہے جب کہ تو نے موت کا مشاہدہ ہی کرلیا۔ ایمان تو وہی مفید ہے جو غیب پر ہو۔

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ(92)﴾

''سو آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو ان کے لئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی بن جائے اور بلاشبہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے یقیناً غافل ہیں۔''(92)

سوال 1: ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ ''سو آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو ان کے لئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی بن جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ﴾ ''سو آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے'' یعنی ہم تیری لاش کو نجوۃ (اونچی جگہ) پر ڈال دیں گے جس کو سب دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔(بخاری کتاب التفسیر)(2) یعنی تیرے بدن کو بچائیں گے، روح کو نہیں۔(3)﴿لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ ''تاکہ تو ان کے لئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی بن جائے'' یعنی تم بعد والی کافر قوموں کے لیے عبرت بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مقابلے میں سرکشی اختیار کرتے ہیں۔(تفسیر قاسمی:75/9)(4) مفسرین کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے دلوں پر فرعون کا رعب اور دہشت چھائی ہوئی تھی۔ گویا انہیں فرعون کے ڈوبنے کا یقین نہیں آرہا تھا اور اس بارے میں انہیں شک تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ فرعون کی لاش کو کسی بلند جگہ پر ڈال دے، تاکہ وہ لوگوں کے لیے نشان عبرت بن جائے۔(تفسیر سعدی:2/1167،1166)(5) آج تک جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر اس مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے جہاں فرعون کی لاش سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس زمانے میں اس مقام کو جبل فرعون یا حمام فرعون کہا جاتا ہے اس کی جائے وقوع ابوزنیمہ (جہاں تانبے وغیرہ کی کانیں ہیں) سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے آج قاہرہ کے عجائب گھر میں جن فراعنہ کی لاشیں موجود ہیں۔ ان میں لاش کو اسی فرعون کی لاش بتایا جاتا ہے۔ 1907ء میں جب فراعنہ کی یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لاشیں دریافت ہوئی تھیں تو اس فرعون کی لاش پر نمک کی ایک تہ جمی ہوئی پائی گئی تھی جو سمندر کے کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی کھلی علامت تھی۔(اشرف الحواشی:263/1)

سوال 2: ﴿ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴾ ''اور بلاشبہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے یقیناً غافل ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ کی نشانیاں لوگوں کے سامنے آتی ہیں لیکن وہ بے پرواہ رہتے ہیں ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔(2)فرعون اپنی قوم کے ساتھ محرم کی دسویں تاریخ کو ہلاک ہوا۔(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔پوچھا: اس تاریخ کو روزہ کیوں رکھتے ہو؟ بولے اس تاریخ کو موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آ گئے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم بہ نسبت یہودیوں کے موسیٰ علیہ السلام کی سنت کو زندہ رکھنے کے زیادہ حق دار ہو لہٰذا تم بھی اس تاریخ کا روزہ رکھا کرو۔(مختصر ابن کثیر:831/1)

سوال 3: بدن کو بچانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1)اس سے مراد یہ ہے کہ اس بدن کو مچھلیاں نہیں کھائیں گی۔(2)اس کی پہچان ختم نہیں ہوگی سب لوگوں کے لے باعث عبرت رہے گی۔

سوال 4: غافل لوگ کیا کرتے ہیں؟

جواب: (1)غافل لوگ اپنی قوت پر نازاں ہوتے اور تکبر مبتلا ہوتے ہیں۔(2)غافل اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں کی طرف توجہ نہیں کرتے، غور و فکر نہیں کرتے ہیں۔

رکوع نمبر:15

﴿ وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ(93) ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا تھا، باعزت ٹھکانا اور انہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا تھا تو انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا، یقیناً آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔''(93)

سوال 1: ﴿ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا تھا باعزت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ٹھکانا اور انہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا تھا باعزت ٹھکانا'' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر جو انعامات کیے ان کو بیان فرمایا ہے کہ ہم نے انہیں شہروں میں اور بیت المقدس کے اردگرد جگہ دی۔ (2) اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو آل فرعون کے مسکنوں میں آباد کیا اور ان کو آل فرعون کی اراضی اور ان کے گھروں کا مالک بنا دیا۔ (تفسیر سعدی: 1167/2) (3) بنی اسرائیل فرعون کی ساری سلطنت پر قابض ہو گئے۔ ﴿وَأَوْرَثْنَا ٱلْقَوْمَ ٱلَّذِينَ كَانُوا۟ يُسْتَضْعَفُونَ مَشَٰرِقَ ٱلْأَرْضِ وَمَغَٰرِبَهَا ٱلَّتِى بَٰرَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ ٱلْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ �bۢ بِمَا صَبَرُوا۟ ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُۥ وَمَا كَانُوا۟ يَعْرِشُونَ﴾ اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے انہیں ہم نے اس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔ (الاعراف: 137) (مختصر ابن کثیر: 814/1) (4) ﴿وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ﴾ ''اور انہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا تھا'' یعنی پاکیزہ، دل پسند اور لذیذ چیزیں کھانے کو دیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کثیر پھل، جانور، خشکی اور تری کا شکار دیا۔ (5) اللہ تعالیٰ نے انہیں حلال روزی دی جو طبیعت کو بھی بھائے اور جسے شریعت بھی سراہے۔

سوال 2: ﴿فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ﴾ ''تو انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟﴾ ''تو انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا'' یعنی انہوں نے حق کے بارے میں اختلافات کیے۔ (2) انہوں نے اپنے دینی امور کے بارے میں اختلافات کیے اور مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئے حالانکہ پہلے وہ ایک ہی طریقے پر تھے جس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ (فتح القدیر: 519/2) (3) بنی اسرائیل اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے جو حق کے مخالف تھیں۔ انہوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا تو ان کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہو گیا۔ (4) علم بنی اسرائیل کو متحد رکھے ہوئے تھا مگر جب انہوں نے علم پر خواہشات کو ترجیح دی تو ان میں اختلافات پیدا ہو گئے۔

سوال 3: بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کب پرامن اور مضبوط اصولوں پر چلنے والے معاشرے میں خوش حال زندگی گزارنے کا موقع دیا؟

جواب: مصر میں فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد صحرائے سینا میں خصوصی تربیت کے ذریعے ایک طاقت ور نسل تیار کی گئی اس نسل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام وفات کے بعد عظیم فتوحات حاصل کیں پھر شام، اردن اور فلسطین میں بنی اسرائیل کی سلطنت قائم کی جس کو امن بھی ملا۔ سچائی کے اصولوں پر معاشرہ قائم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین معاشی سہولتیں عطا کیں۔ کئی سو سال تک یہ سلطنت قائم رہی۔

سوال 4: اس احسان کا نتیجہ کیا ہونا چاہیے تھا؟

جواب: اس احسان کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ بنی اسرائیل شکر گزار ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کو اپنا مقصد زندگی بناتے مگر علم ہونے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے باوجود وہ صراط مستقیم سے ہٹ گئے۔

سوال5: اختلافات کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: (1) لاعلمی کی بنیاد جس کا علاج علم ہے۔ (2) جو علم آنے کے بعد اختلاف آتا ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

سوال6: کسی قوم میں اتحاد اور اتفاق کب تک رہتا ہے؟

جواب: جب تک کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ''العلم'' دین پر قائم رہتی ہے۔ اتحاد قائم رہتا ہے۔

سوال7: اتحاد کے بعد اختلاف کیسے شروع ہوتا ہے؟

جواب: اختلاف ''العلم'' کی تشریح سے شروع ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایک رائے کو لے لیتے ہیں اور باقی لوگ دوسری رائے لے لیتے ہیں۔ پھر اپنی رائے کو درست ثابت کرنے کے لیے بحث مباحثہ ہوتے ہیں۔ مناظرے ہوتے ہیں حتیٰ کہ ''العلم'' کو ایک طرف کر دیا جاتا ہے۔ یوں لوگ بنیادی تعلیمات سے الگ ہو کر جزوی اختلافات کی تعلیم میں لگ جاتے ہیں اور اختلاف شدید ہو جاتا ہے۔

سوال8: ﴿ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴾ ''یقیناً آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴾ ''یقیناً آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے'' آپ کا رب ان کے درمیان ان کے اختلافات کا فیصلہ کرے گا تو حق باطل سے جدا ہو جائے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ فیصلے کے دن اہل حق کو نجات دے کر اور اہل باطل کو ہلاک کر کے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ (3) یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی حکمت عدل سے جو علم کامل اور قدرت شاملہ سے جنم لیتی ہے، قیامت کے روز ان کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا۔ یہی وہ بیماری ہے، جس سے دین صحیح کے پیروکاروں کو سابقہ پڑتا ہے۔ شیطان جب کلی طور پر بندوں کو اپنی اطاعت کروانے اور دین ترک کروانے سے عاجز آ جاتا ہے، تب وہ ان کے درمیان اختلافات ابھارتا ہے اور ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیتا ہے اس طرح وہ ان میں اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو شیطان کا مقصد پورا کرنے کا موجب بنتے ہیں، پھر ایک دوسرے پر گمراہی کے فتوے لگانے سے ایک دوسرے کے خلاف عداوت پیدا ہوتی ہے اور یہ چیز اس لعین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ورنہ جب ان کا رب ایک ہے، ان کا رسول ایک ہے، ان کا دین ایک ہے اور ان کے مصالح عامہ بھی متفق علیہ ہیں، پھر کس لئے وہ ایسے اختلافات میں مبتلا ہوتے ہیں جو ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرتے ہیں، ان کے اتحاد کو پراگندہ کرتے ہیں، ان کے ظلم اور ربط کی رسی کو کھول دیتے ہیں اور یوں ان کے دینی اور دنیاوی مصالح فوت ہو جاتے ہیں اور اختلافات کے سبب سے دین کے بہت سے امور معدوم ہو جاتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیرے مومن بندوں کے لیے تیرے لطف وکرم کا سوال کرتے ہیں، جو ان کے بکھرے ہوئے امور کا مجتمع کر دے، جو ان کے درمیان حائل خلیج کو پر کر دے، جو ان کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوراورنزدیک کےلوگوں کواکٹھا کردے۔یاذالجلال و الاکرام۔(تفسیرسعدی:2/1167،1168)

سوال 9: کیادنیامیں اختلافات ختم نہیں ہوسکتے؟

جواب: دنیامیں اللہ تعالیٰ کےڈرسےلوگ ایک رائے تک پہنچ سکتے ہیں مگراللہ تعالیٰ سے بےخوف رہنے کی وجہ سےاختلافات ختم نہیں ہوتے۔

﴿ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ(94) ﴾

’’پھراگرآپ اس بارے میں کسی شک میں ہوجوہم نے آپ کی طرف نازل کیاہےتو آپ ان لوگوں سے پوچھیں جوآپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کےرب کی طرف سےحق ہی آیاہےسوآپ ہرگزشک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔‘‘(94)

سوال 1: ﴿ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾’’پھراگرآپ اس بارے میں کسی شک میں ہوجوہم نے آپ کی طرف نازل کیاہےتو آپ ان لوگوں سے پوچھیں جوآپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ ﴾’’پھراگرآپ اس بارے میں کسی شک میں ہوجوہم نے آپ کی طرف نازل کیاہے‘‘یعنی اگرآپ کوشک ہے جوکچھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل کیاہے وہ درست ہے یانہیں۔(2)﴿ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾’’تو آپ ان لوگوں سے پوچھیں جوآپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں‘‘یعنی آپ ﷺ اہل کتاب اورانصاف کرنے والےلوگوں اور پختہ علم والوں سےاللہ تعالیٰ کی وحی کے بارے میں پوچھیں جومحمد ﷺ پر نازل کی گئی تو وہ کتاب کے نازل ہونے کی گواہی دیں گےکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہردور میں آنے والی ہدایت کےسلسلے کی کڑی ہےاوراسی ہدایت کےمطابق ہے جو پہلے اہل کتاب کے پاس موجود ہے۔(3)جب یہ آیت اتری تو محمد ﷺ نے فرمایا: نہ مجھے شک ہے نہ میں کسی سے پوچھوں گا،آیت سےغرض یہ ہےکہ امت کے ایمان مضبوط ہوجائیں اورانہیں بتادیاجائے کہ ان کے پیارے نبی کی صفتیں آسمانی کتابوں میں جواہل کتاب کے ہاتھوں میں موجود ہیں جیسےاس آیت میں فرمایا:﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جوامی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اورانجیل میں لکھاہوا پاتے ہیں، وہ ان کونیکی کاحکم دیتاہےاورانہیں برائی سےروکتاہےاوران کے لیے پاک چیزیں حلال کرتاہےاورناپاک چیزیں ان پرحرام کرتاہےاوراُن پر سےان کے وہ بوجھ اورطوق اتارتاہے جوان پر پڑے ہوئے تھے۔سوجولوگ اس پرایمان لائے اورانہوں نے اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوقوت دی اوراس کی مدد کی اوراس نور کی اتباع کی جواس کے ساتھ نازل کیا گیاوہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔(الاعراف:157)

سوال 2: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل کتاب،یعنی یہودونصاریٰ میں سے بہت سے لوگوں نے، بلکہ ان میں سے اکثرلوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی،آپ سے عنادرکھااورآپ کی دعوت کوٹھکرادیاحالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے کہ وہ اہل کتاب سے اپنی صداقت پرگواہی لیں اوران کی گواہی کواپنی دعوت پرحجت اوراپنی صداقت پردلیل بنائیں،تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: اس کا جواب متعدد پہلوؤں سے دیاجاتا ہے۔(1)جب شہادت کی اضافت کسی گروہ،کسی مذہب کے ماننے والوں یاکسی شہر کے لوگوں کی طرف کی جاتی ہےتواس کااطلاق صرف ان لوگوں پرہوتاہے جوان میں عادل اورسچے ہوتے ہیں اوران کے علاوہ دیگرلوگ خواہ اکثریت ہی میں کیوں نہ ہوں،ان کی شہادت معتبرنہیں،کیونکہ شہادت،عدالت اورصدق پرمبنی ہوتی ہےاوریہ مقصد بہت سے ربانی احبار کے ایمان سے حاصل ہوگیا تھا،مثلاً عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اوران کے اصحاب اوربہت سے دیگراہل کتاب جونبی اکرم ﷺ اورآپ کے خلفاء کے عہدمیں اوربعدکے زمانوں میں ایمان لاتے رہے۔(2)رسول اللہ ﷺ کی صداقت پراہل کتاب کی شہادت دراصل ان کی کتاب تورات،جس کی طرف یہ اپنے آپ کومنسوب کرتے ہیں،کے بیان پرمبنی ہے جب تورات میں ایسا موادموجودہوجوقرآن کی موافقت اوراس کی تصدیق کرتاہواوراس کی صحت کی شہادت دیتاہو،تب اگراولین وآخرین تمام اہل کتاب اس کے انکارپرمتفق ہوجائیں،توان کا یہ انکاررسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن میں قادح نہیں۔(3)اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کوحکم دیا کہ اپنے لائے ہوئے قرآن کی صداقت پراہل کتاب سے استشہادکریں اورظاہرہے کہ یہ حکم علی الاعلان دیا گیاتھااورہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اہل کتاب میں بہت سےلوگ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے ابطال کے بڑے حریص تھے۔اگران کے پاس کوئی ایسا موادموجودہوتا جواللہ تعالیٰ کے اس حکم کوردکرسکتا،تووہ ضروراسے پیش کرتے،چونکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیزموجودنہ تھی اس لئے دشمنوں کاعدم جواب اورمستجیب کااقراراس قرآن اورصداقت پرسب سے بڑی دلیل ہے۔(4)اکثراہل کتاب ایسے نہ تھےجنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کوردکردیا،بلکہ ان میں سے اکثرایسےلوگ تھےجنہوں نے آپ کی دعوت کوقبول کرلیاتھااورانہوں نے اپنے اختیارسے آپ کی اطاعت کی،کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے توروئے زمین پراکثرلوگ اہل کتاب تھے۔اسلام پرزیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ شام،مصر،عراق اوران کے آس پاس کے علاقوں کے اکثرلوگ مسلمان ہوگئے،یہ ممالک اہل کتاب کے مذہب کاگڑھ تھے۔اسلام قبول کرنے سےصرف وہی لوگ باقی رہ گئے تھےجن کے پاس سرداریاں تھیں اورجنہوں نے اپنی سرداریوں کوحق پرترجیح دی تھی،نیزوہ لوگ باقی رہ گئے جنہوں نے ان سرداروں کی پیروی کی جوحقیقی طورپرنہیں،بلکہ برائے نام اس دین کی طرف منسوب تھے،مثلاً فرنگی،جن کے دین کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دہریے ہیں اورتمام انبیاءومرسلین کے مذاہب کے دائرے سے خارج ہیں وہ صرف ملکی رواج کےطورپراوراپنے باطل پرملمع کی خاطردین مسیح کی طرف منسوب ہیں۔جیسا کہ ان کے حالات کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں۔(تفسیرسعدی:2/1168,1169)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات کیوں کہی گئی اگر تمہیں شک ہے اس چیز کے بارے میں جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے؟

جواب: واقعہ معراج کے بعد کفار نے پروپیگنڈے کا طوفان کھڑا کر دیا تھا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب انتقال کر چکے تھے اور اہل ایمان پر سختیاں شدید ہو چکی تھی اور اسلام کی دعوت سخت دشمنی کی وجہ سے ٹھٹھر کر رہ گئی تھی ان حالات کا رسول اللہ ﷺ پر اثر تھا اس لیے آپ کو تسلی دی گئی کہ آپ ﷺ کے پاس حق ہی آیا ہے۔

سوال 4: کیا حق کی طرف دعوت دینے والوں پر یہ شبہ گزرتا ہے کہ کہیں وہ غلطی پر تو نہیں؟

جواب: دعوت دینے والا جب حق کی بے وقعتی دیکھتا ہے تو کبھی کبھی اس پر یہ شبہ گزرتا ہے کہ میں غلطی پر تو نہیں۔ ایک سچے داعی کو اس نفسیاتی کمزوری سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سوال 5: ﴿ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ ''بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ''بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے'' رب العزت نے فرمایا: آپ ﷺ کے پاس حق آیا ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔ (الاعراف:2) (2) قرآن حق ہے، نبی ﷺ کی نبوت حق ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل یہ ثابت کرتے ہیں۔ (3) ﴿ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ ''سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں'' لہٰذا آپ اسلام کی صحت پر شک نہ کریں۔ وہ دین حق جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان کر رکھا ہے: ﴿ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔ (ایسر التفاسیر:623) (4) ''ممترین میں سے نہ ہو جاؤ'' سے مراد ہے کہ مسلسل حالت شک میں نہ رہو شک دور کرنے کی کوشش کرو۔ جو کوشش کرتا ہے وہ ممترین میں سے نہیں رہتا۔

﴿ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (95) ﴾

''اور آپ ہرگز ان لوگوں میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دیا ورنہ آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (95)

سوال 1: ﴿ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ''اور آپ ہرگز ان لوگوں میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دیا ورنہ آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: (1)﴿ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا ﴾ ''اور آپ ہرگز ان لوگوں میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دیا'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو روکا ہے کہ اے نبی! آپ ﷺ ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا جو اس کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ اس نے انسانیت کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے۔ اگر آپ ﷺ ان لوگوں میں سے ہوئے تو ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے دنیا اور آخرت کا خسارہ پایا۔ (تفسیر منیر: 283/6) (2)﴿ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی آیات کو'' اللہ تعالیٰ کی آیات واضح ہیں جن کو کسی بھی اعتبار سے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ (3)﴿ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ''ورنہ آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' یعنی قیامت کے دن آپ ﷺ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (4) اور تکذیب کا نتیجہ خسارہ ہے اور وہ ہے منافع کا بالکل معدوم ہونا اور یہ خسارہ دنیا و آخرت کے ثواب کے فوت ہونے اور دنیا و آخرت کے عذاب سے لاحق ہوتا ہے۔ کسی چیز سے روکنا دراصل اس کی ضد کا حکم دینا ہے۔ تب قرآن کی تکذیب سے منع کرنا درحقیقت قرآن کی تصدیق کامل، اس پر طمانیت قلب اور علم و عمل کے اعتبار سے اس کی طرف توجہ دینے کا نام ہے اور یوں بندہ مومن نفع کمانے والوں میں شامل ہو جاتا ہے جو جلیل ترین مقاصد، بہترین خواہشات اور کامل ترین مناقب کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس خسارے کی نفی ہو جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1170/2)

سوال 2: اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے بارے میں کن چیزوں سے منع کیا ہے؟

جواب: ان دونوں آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن کریم کے بارے میں) دو چیزوں سے منع کیا ہے: (1) قرآن مجید میں شک کرنا اور اس کے بارے میں جھگڑنا۔ (2) اور اس سے بھی شدید تر چیز اس کی تکذیب کرنا ہے، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات ہیں جن کو کسی لحاظ سے بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ (تفسیر سعدی: 1170/2)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: انسان کی عقل اگر اللہ تعالیٰ کی آیات کی سچائی پر گواہی دے مگر لوگوں کی بے توجہی اور مخالفت کی وجہ سے انسان آیات کو چھوڑ دے تو یہی آیات کو جھٹلانا ہے۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ پر جو کلام اترا برحق ہے اس میں کوئی شک نہیں پھر لوگ اس کو کیوں جھٹلاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ جو ہدایت حاصل کرنا چاہے اور اس کے لیے کوشش کرے اسے ہدایت دی جائے گی۔ جو شخص ہدایت کو حاصل کرنے کے لیے کوئی ذریعہ اختیار نہیں کرے گا اسے ہدایت نہیں دی جائے گی۔ ایسے لوگ سن کر نہیں سنتے، دیکھ کر نہیں دیکھتے اگرچہ ان کے سامنے بے شمار دلائل پیش کیے جائیں وہ ایمان نہیں لاتے۔

سوال 5: کون سا شخص خسارے میں جا پڑتا ہے؟

جواب: جو انسان سچائی کی دلیل کا حق ادا نہ کرے اسے جھٹلا دے تو وہ نقصان میں پڑ جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: سچائی کی دلیل کا حق کیا ہے؟

جواب: سچائی کی دلیل کا حق یہ ہے کہ اسے مانا جائے۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (96) ﴾

''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''(96)

سوال1: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ ﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی''یعنی جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ واجب ہوگئی۔یہی بات لوح محفوظ میں ہے۔(ایسرالتفاسیر:623)(2) ﴿ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''وہ ایمان نہیں لائیں گے''مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ان پر ثابت ہوگئی۔(فتح القدیر:2/594)(3) یعنی وہ لوگ جن پر یہ بات صادق آئی کہ وہ گمراہ، بھٹکے ہوئے اور جہنمی ہیں،تو یہ لابدی ہے کہ وہ وہی کچھ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر میں مقدر ہو چکا ہے اگر ان کے پاس ہر قسم کی نشانی اور معجزہ بھی آجائے،تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔یہ آیات ومعجزات ان کی سرکشی اور گمراہی میں اضافہ ہی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلا کر، جب حق ان کے پاس پہلی مرتبہ آیا خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر، کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی۔(تفسیر سعدی:2/1170)

سوال2: ایک انسان سچائی کے دلائل مل جانے پر بھی اس پر یقین کیوں نہیں کرتا؟

جواب: انسانی نفسیات ہے ایک بار انسان کا ذہن جس رخ پر چل پڑے اس سے کم ہی ہٹتا ہے اسی وجہ سے ایسا نہیں ہوتا کہ انسان دوبارہ حق کی طرف لوٹے کیونکہ جوں جوں وقت گزرتا ہے اس کی سوچ آگے کا سفر طے کرتی ہے حتیٰ کہ وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ حق کی طرف لوٹ جائے۔

﴿ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (97) ﴾

''اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔''(97)

سوال1: ﴿ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴾ ''اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿وَلَوْجَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ﴾''اگر چہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے''پچھلے حکم کی تاکید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ میں داخلے کا حکم دے رکھا ہے اس لیے وہ ایمان نہیں لائیں گے اور وہ کفر کی حالت میں ہی مریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو قضاوقدر میں فیصلہ کیا اور جو حکم جو وعدے کیے وہ پورے ہوجائیں۔(ایسرالتفاسیر:623,624)(2) ﴿حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾''یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں''یعنی وہ آپ ﷺ کے اور جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں،اس کے انکار پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کا مشاہدہ کرلیں۔اس وقت وہ ایمان لائیں گے جیسے فرعون غرق ہوتے ہوئے ایمان لایا تھا لیکن اس وقت انہیں ان کا ایمان نفع نہیں دے گا۔(ایسرالتفاسیر)اس روز ظالموں کی معذرت انہیں فائدہ نہیں دے گی۔(3)کل انہیں یقین کے ساتھ معلوم ہوجائے گا کہ وہ گمراہی کے راستے پر چلتے رہے اور رسول جو کچھ لے کر آیا وہ حق ہے مگر اس دن معذرت قبول نہیں ہوگی۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات ان ہی کو نفع دیتی ہیں جو قلب سلیم رکھتے ہیں اور وہ توجہ سے سنتے ہیں۔

سوال2: ہولناک عذاب آنے سے ہی سرکش انسان کیوں ایمان لاتا ہے؟

جواب:(1)ہولناک عذاب دیکھ کر انسان کو اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ملتا۔(2)ہولناک عذاب انسان کو خوف میں مبتلا کر دیتا ہے۔اور انسان کی فطرت کے اوپر پڑے ہوئے پردے ہٹ جاتے ہیں اور انسان سچائی کا اعتراف کرلیتا۔

﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ(98)﴾

''سو کیوں نہ کوئی بستی ایسی ہوئی کہ ایمان لائی ہو،پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو یونس کی قوم کے سوا کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور انہیں ایک وقت تک کے لیے سامان زندگی دے دیا۔''(98)

سوال1: ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ﴾''سو کیوں نہ کوئی بستی ایسی ہوئی کہ ایمان لائی ہو،پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ﴾''سو کیوں نہ کوئی بستی ایسی ہوئی''یعنی جتنی بستیوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں،اس کی کتابوں اور آخرت کو جھٹلایا۔(2)﴿اٰمَنَتْ﴾''کہ ایمان لائی ہو''یعنی عذاب دیکھ کر وہ ایمان لائے۔(3)﴿فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ﴾''پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو''یعنی کسی بستی کو عذاب دیکھ کر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ(84) فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ(85)﴾ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جسے ہم اس کے ساتھ شریک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بناتے تھے۔ پھر ان کا ایمان نہ تھا کہ انہیں کوئی فائدہ دیتا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا،اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے ،اور اس وقت کافرلوگ خسارے میں رہے۔(المومن:84,85)(4)﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ۝ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔ تاکہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگزنہیں ، بس ایک بات ہے جووہ کہنے والا ہے اور اس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اٹھائے جائیں گے۔(المومنون:99,100)(5)اللہ تعالیٰ مجبوری میں ایمان قبول کرنے والوں کے ایمان کوقبول نہیں کرتے کیونکہ ایسے لوگوں سے عذاب دور کردیا جائے تووہ دوبارہ کفرکی طرف لوٹ جائیں گے۔

سوال2:﴿اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ ’’یونس کی قوم کے سوا کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اورانہیں ایک وقت تک کے لیے سامان زندگی دے دیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)**﴿اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ﴾** ’’یونس کی قوم کے سوا‘‘ وہ یونس بن متی اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے رسول تھے۔(ایسرالتفاسیر:624)

(2)یعنی یونس علیہ السلام کی قوم نے جب عذاب دیکھا اور وہ ایمان لے آئی تو یہ عذاب دیکھ کرایمان لانا نفع نہیں دیتا۔ یہ عمومی اصول سے مستثنیٰ ہے۔یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جہاں تک ہماری عقل اورفہم کی رسائی نہیں۔(3) ﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ؕ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۙ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۚ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۙ۝ لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۚ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۚ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۚ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ اور یقیناً یونس پیغمبروں میں سے تھا۔ جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا۔ پھرانہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا۔ چنانچہ اس کو مچھلی نے نگل لیا اوراس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا۔ یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا۔ یقیناً وہ اس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے ایک چٹیل زمین میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ بیمار تھا۔اورہم نے اسے ایک بیل دار پودا اس پر اگا دیا۔ اور ہم نے اسے ایک لاکھ لوگوں کی طرف بھیجا یا اس سے زائد ہوں گے۔سو وہ ایمان لائے تو ہم نے انہیں ایک خاص مدت تک فائدہ دیا۔(الصافات:148-139)(4)**﴿لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾** ’’کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اورانہیں ایک وقت تک کے لیے سامان زندگی دے دیا‘‘ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد قوم یونس کوعذاب سے ہلاک نہیں کیا۔ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عذاب ہٹالیا اور انہیں دنیا وآخرت کی رسوائی سے بچالیا اور ایک مدت تک انہیں دنیا سے نفع اٹھانے کا موقع دیا۔(5)یونس علیہ السلام کی قوم عذاب کے بعد جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایمان لائی تو اپنے ایمان پر قائم رہی جب کہ عمومی طور پر عذاب کے بعد ایمان لانے والے حالات درست ہونے پر ایمان پر قائم نہیں رہتے۔یقیناً قوم یونس کے معاملے کی حقیقت کو رب خوب جانتا ہے۔

سوال3: لوگ حق کو قبول نہ کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں؟

جواب: (1) بعض اوقات صاف انکار کر دیتے ہیں۔(2) بعض لوگ اپنی خدا پرستی کے لیے اپنے طرز عمل سے دلیلیں دیتے ہیں تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ خدا پرستوں کی مجبوریاں ہیں حالانکہ ایسے لوگ تعصب میں مبتلا ہوتے ہیں اور دنیا کی مصلحتوں کی خاطر خدا گریز رویہ اختیار کرتے ہیں۔

سوال4: سیدنا یونس علیہ السلام کس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام عراق کے قدیم شہر نینویٰ کی طرف بھیجے گئے تھے۔

سوال5: سیدنا یونس علیہ السلام کی دعوت پر قوم کا ردعمل کیا تھا؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام کی دعوت پر قوم ایمان نہ لائی۔

سوال6: سیدنا یونس علیہ السلام نے قوم کے ایمان نہ لانے پر کیا کہا؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام نے ہجرت کی اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ اب اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔

سوال7: سیدنا یونس علیہ السلام کے جانے کے بعد کیا ہوا؟

جواب: عذاب کی ابتدائی علامات شروع ہوگئیں۔

سوال8: عذاب کی علامتیں دیکھ کر قوم یونس علیہ السلام نے کیا کہا؟

جواب: عذاب کی علامتیں دیکھ کر قوم یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے آگے جھکی وہ اپنے مویشوں، عورتوں اور بچوں کو لے کر میدان میں جمع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی اختیار کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے عذاب ان پر سے اٹھا دیا۔

سوال9: قوم یونس علیہ السلام کے واقعے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: جس طرح عذاب ظاہر ہونے سے پہلے کا ایمان قابل قبول ہے۔اسی طرح عذاب واقع ہونے کے قریب کا ایمان بھی قابل قبول ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ایمان کامل ہو۔

سوال10: اس قصے کو اس مقام پر لانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: (1) اس قصے کو اس مقام پر لانے کا مقصد انکار کرنے والوں کو ڈرانا اور متوجہ کرنا ہے کہ اگر اب بھی مان جاؤ تو قوم یونس علیہ السلام کی طرح عذاب سے بچ سکتے ہو۔(2) لوگوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر لوگ اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کر لیں تو اللہ تعالیٰ بھی اسی کے مطابق تبدیلی کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیتے ہیں۔

﴿ وَ لَوْشَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ(99) ﴾

''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے، تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔''(99)

سوال 1: ﴿ وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے اپنے نبی محمد ﷺ فرمایا:'' اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے''یعنی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ایمان الہام کر دیتا اور ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے درست کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے بعض لوگ ایمان لائیں اور بعض لوگ کافر رہیں۔(تفسیر سعدی:1172/2)

سوال 2: ﴿ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی اے محمد ﷺ! کیا آپ ﷺ لوگوں پر لازم کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔ ایمان کے لیے تو مجبور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایمان اختیاری معاملہ ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ﴾ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔(البقرۃ:256) (2) فرمایا: ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں لوگ جو باتیں بناتے ہیں اور آپ ان پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو آپ اس قرآن سے اس شخص کو نصیحت کر دو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔(ق:45)(3) فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۙ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ ان پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔(الغاشیہ:21,22)(4) ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔(القصص:56)(5) نبی کا کام تو خوش خبریاں دینا اور ڈراوے دینا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ﴾ آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔(الشوریٰ:48)(6) نبی ہدایت دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں۔(7) کسی نبی کی یہ ذمہ داری بھی نہیں کہ وہ لوگوں کو ہدایت دے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔(البقرۃ:272)(8) رب العزت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے نبی ﷺ کی لوگوں کے ایمان پر حرص پر انہیں تسلی دی۔ ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟(الشعراء:3)(9) ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان ان پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔(فاطر:8)

سوال 3: ''تیرا رب چاہتا تو سارے مومن بن جاتے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن تھا کہ انسان کو بھی دوسری مخلوقات کی طرح مجبور پیدا کر دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا مجبوراً پابند ہوتا اس طرح سب لوگ مومن بن جاتے یعنی وہ ایمان کے سوا کسی اور عقیدے کو اپنا ہی نہ سکتے جیسے فرشتے یعنی کفر کا ارادہ کرنے کی قوت ہی انسان کو نہ ملتی یوں سب ایمان والے ہوتے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ تھی۔

سوال 4: انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سکیم کیا ہے؟

جواب: انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سکیم ہے کہ اس نے انسان کے اندر ہدایت اور گمراہی کی استعداد رکھ دی اسے آزادانہ ماحول میں رکھ کر یہ اختیار دیا کہ وہ ہدایت یا گمراہی کا راستہ اختیار کرنے کا خود فیصلہ کر لے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی۔ اچھائی برائی کی تمیز دی یہ دونوں اندورنی مددگار کے طور پر کام کرتے ہیں اور دوسری طرح پیغمبر بھیجے، کتابیں بھیجیں تا کہ پیغمبروں کی دعوت سے نیکی کا شعور ابھرے اس طرح انسان کے لیے ہدایت کا راستہ آسان ہو جاتا ہے اور دوسری طرف شیطان کی call سے ایک انسان کے اندر گمراہی کی استعداد ابھر کر سامنے آتی ہے اور انسان گمراہی کے راستے پر چل پڑتا ہے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ انسان اپنی freewill سے اپنے راستہ منتخب کرے یہی انسان کا امتحان ہے۔

﴿ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ(100) ﴾

''اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے جو لوگ نہیں سمجھتے۔''(100)

سوال 1: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ ﴾ ''اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے الہام کے بغیر کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔(2) ﴿ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قضاوقدر کے مطابق ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوئی ایمان لاسکتا ہے۔(ایسر التفاسیر:624)(3)یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیت اوراس کے قدری وشرعی حکم سے۔پس مخلوق میں سے جواس کے قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے،توایمان اس کے پاس پھلتا پھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توفیق سے نوازتا اوراس کی راہ نمائی کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1172)(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ﴿۱۱۸﴾ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَ لِذٰلِكَ ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ﴿۱۱۸﴾ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ﴾ اوراگرآپ کارب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی امت بنادیتا اوروہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔مگرجن پرآپ کارب رحم کرے اوراسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا اورتیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کوجنوں اورانسانوں سبھی سے ضرور بھردوں گا۔(ہود:118,119)

سوال2: کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیرایمان نہیں لاسکتا اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:(1)اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کواس دنیا میں ایمان کی نعمت اس وقت نصیب ہوسکتی ہے جب وہ اس طریقے پر چلے گا جواللہ تعالیٰ نے مقرر کیا اورجس پراللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ چلے۔(2)اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان کی چاہت ہووہ اس راستے پر چلنا بھی چاہتا ہومگراللہ تعالیٰ اس کے اورایمان کے درمیان رکاوٹ بن جائے۔(3)اس کا مطلب یہ ہے کہ جوشخص ایمان لانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایمان کا راستہ استوار کردیتا ہے یہی اللہ تعالیٰ کا اذن ہے۔

سوال3: ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اوروہ ان پرگندگی ڈال دیتا ہے جولوگ نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ﴾ ''اورگندگی ڈال دیتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ جس پر چاہیں گمراہی اورشر ڈال دیں۔(2)﴿عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''ان پر جولوگ نہیں سمجھتے''اللہ تعالیٰ انہی پرگمراہی ڈالتا ہے جواس کے دلائل پرغورنہیں کرتے،جوعقل سے کام نہیں لیتے۔جواللہ تعالیٰ کی نصیحتوں پرکان نہیں دھرتے۔

﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ(101)﴾

''کہہ دوکہ دیکھوآسمانوں اورزمین میں کیا کچھ ہے؟اورنشانیاں اورڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جولوگ ایمان نہیں لاتے۔''(101)

سوال1: ﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کہہ دوکہ دیکھوآسمانوں اورزمین میں کیا کچھ ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلِ﴾ ''کہہ دو''اے محمد ﷺ آپ کفارمکہ سے کہہ دیں۔(2)﴿انْظُرُوْا﴾ ''کہ دیکھو''یعنی غوروفکر کرو۔(3)﴿مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اورزمین میں کیا کچھ ہے؟''یعنی زمین وآسمان میں کیسی عجیب مخلوقات ہیں ان پرغورکرو۔(4)اللہ تبارک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وتعالیٰ اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں غور کریں اور اس سے مراد یہ ہے کہ تفکر اور عبرت کی نظر سے آسمان کو دیکھیں، ان میں جو کچھ موجود ہے اس میں تدبر کریں اور بصیرت حاصل کریں۔ان میں اہل ایمان کے لئے نشانیاں اور اہل ایقان کے لیے عبرت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود محمود ہے، وہی صاحب جلال واکرام اور عظیم اسماء وصفات کا مالک ہے۔ (تفسیر سعدی: 1173/2)(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾ اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ (الذاریات:20,21)(6) ﴿قُلِ انظُرُوا﴾ یعنی تفکر کرو۔اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے کمال قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں۔سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا یہ آیت دلیل ہے کہ تفکر اور اجتہاد واجب ہے اور عقیدے میں تقلید کو ترک کرنا ہے۔(تفسیر قاسمی:85/9)(7) خالق کی معرفت کے لیے زمین وآسمان کے دلائل پر غور کرنا واجب ہے۔اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دلائل میں تدبر کے سوا کوئی راستہ نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مخلوق میں غور وفکر کرو اور خالق میں غور وفکر نہ کرو۔تو لوگوں پر اعتبار اور ایسی چیزوں پر غور وفکر کرنا لازم ہے جو صانع اور قادر کے کمال پر دلیل ہوں۔(تفسیر منیر:298/6)

سوال 2: ﴿وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ﴾ ''اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات ان لوگوں کو فائدہ نہیں دیتیں جو حق سے دشمنی رکھتے ہیں اور اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔(2) ایمان نہ لانے والوں کو نہ آسمان کی نشانیاں کام دے سکتی ہیں، نہ زمین کی اور نہ ہی وہ رسولوں کے معجزات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔یقینی بات ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔(یونس:96)(3) اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کے مطابق ایمان نہ لانے والے اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

سوال 3: انسان کے تصورات کی تشکیل کے لیے قرآن حکیم کیا طریقہ اختیار کرتا ہے؟

جواب: انسان کے تصورات کی تشکیل کے لیے قرآن حکیم انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ زندگی کی بنیادی حقیقتوں پر غور وفکر کرے اس کے لیے قرآن حکیم انسان کی نظر، اس کی عقل اور اس کے دل کو کائنات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

سوال 4: جب انسان زمین وآسمان پر تدبر وتفکر کرتا ہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: (1) انسان کے دل پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔(2) انسان کو بنیادی سوالات کا جواب ملتا ہے۔(3) انسان کے غور وفکر کی وجہ سے اس کے شعور کو وسعت ملتی ہے۔(4) انسان کو کائنات پر غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا، اس کی قدرتوں کا، اس کی بڑائی کا احساس ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ(102)﴾

''تو نہیں وہ انتظار کرتے سوائے ان لوگوں جیسے دنوں کا جوان لوگوں سے پہلے گزر چکے ہیں آپ کہہ دیں پس تم انتظار کرو بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔''(102)

سوال 1: ﴿فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''تو نہیں وہ انتظار کرتے سوائے ان لوگوں جیسے دنوں کا جوان لوگوں سے پہلے گزر چکے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ﴾ ''تو نہیں وہ انتظار کرتے''یعنی اے نبی ﷺ جولوگ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں وہ اسی عذاب کے انتظار میں ہیں؟(2) ﴿اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''سوائے ان لوگوں جیسے دنوں کا جوان لوگوں سے پہلے گزر چکے ہیں''یعنی جیسا پہلی جھٹلانے والی قوموں میں عذاب آیا تھا۔(3) یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کے واضح ہوجانے کے بعد بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو کیا یہ انتظار کررہے ہیں کہ ان کو بھی پہلے لوگوں کی طرح عذاب بھیج کر ہلاک کردیا جائے۔ان لوگوں کے اعمال بھی پہلے لوگوں والے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی سنت پہلے لوگوں قوم نوح،قوم عاد اور قوم ثمود وغیرہ اور بعد میں آنے والوں میں جاری ہے۔

سوال 2: ﴿قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں پس تم انتظار کرو بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا﴾ ''آپ کہہ دیں پس تم انتظار کرو''یعنی آپ کہہ دو کہ عذاب کا انتظار کرو۔اس مین اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید وعید ہے۔(2) ﴿اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾ ''بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''یعنی تمہارے ساتھ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔عنقریب تمہیں بھی علم ہوجائے گا کہ دنیا وآخرت میں نجات کس کے لیے اور عذاب کس کے لیے؟ کس کا انجام اچھا ہے اور کس کا برا؟ یقیناً نجات انبیاء اور ان کی پیروی کرنے والوں کے لیے ہے۔

﴿ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ(103)﴾

''پھر ہم اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے،نجات دیتے ہیں اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات دیں۔''(103)

سوال 1: ﴿ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''پھر ہم اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جب عذاب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو بچا لیتے ہیں اور جھٹلانے والوں کو تباہ و

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برباد کردیتے ہیں۔

سوال 2: ﴿ كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اسی طرح ہم پرحق ہے کہ ہم مومنوں کونجات دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا ﴾ ''اسی طرح ہم پرحق ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے۔ (2) ﴿ نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''ہم مؤمنوں کونجات دیں'' کیونکہ اللہ تعالیٰ، مومن بندوں میں جذبہء ایمان کی مقدار کے مطابق، ان کا دفاع کرتا ہے اس سے انہیں تکلیف دہ امور سے نجات ملتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1173,1174) (3) یہ وہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے۔ (الانعام: 12) (4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب میں یہ لکھ دیا ہے اور اسے عرش پر رکھا ہے۔ **ان رحمتی سبقت غضبی** بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ (مسلم، بخاری)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو اپنے اوپر فرض کرلیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بیج کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کرلیا ہے کہ اسے تمام خطرات، سختیوں کے باوجود کامیابی نصیب ہوگی۔

رکوع نمبر: 16

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (104) ﴾

''کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو لیکن میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں۔'' (104)

سوال 1: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ ﴾ ''کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ﴾ ''کہہ دو کہ اے لوگو!'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ سے یہ فرمایا ہے کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد عرب کے مشرکوں کو کہہ دیں۔ (ایسر التفاسیر: 626) (2) ﴿ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ ﴾ ''اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو'' یعنی جس دین کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں اگر تم اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہو۔ (قرطبی: 4/234) (3) یعنی اس شک میں کہ یہ درست دین ہے یا نہیں۔ (4) یعنی اگر تم شک میں مبتلا ہو تو میں نہیں۔ میں تو یقین رکھتا ہوں کہ دین اسلام ہی حق ہے۔

سوال 2: ﴿ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ﴾ ''تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عبادت کرتے ہولیکن میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جوتمہیں موت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ﴾''تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان باطل معبودوں کی عبادت نہیں کرتا۔(2)تمہارے معبود نہ کسی چیز کو تخلیق کر سکتے ہیں، نہ رزق دے سکتے ہیں، نہ کائنات کے معاملات چلانے میں ان کا کوئی اختیار ہے۔(3)تمہارے معبود تو خود مخلوق ہیں، بے بس ہیں، ان میں ایسی صفات نہیں ہیں جو ان کو عبادت کا مستحق بنائیں۔(4)﴿وَ لٰکِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰہَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰىکُمۡ﴾''لیکن میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے''یعنی جو تمہیں موت دے گا، تمہاری روحیں قبض کرے گا، تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، تمہیں تمہارے اعمال کی جزا سزا دے گا، وہی حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔(5)میں تو اسی کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری موت پر اختیار رکھتا ہے۔

سوال3: موت کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اس یقین سے مومن کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:(1)''موت'' کا نام انسان پر خوف طاری کرتا ہے۔یہ خوف اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا میں بے اختیار ہے۔(2)موت کی وجہ سے انسان سے وہ سہارے چھوٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان سرکشی اختیار کرتا ہے۔(3) موت ایک طرف انسان کو بے بسی کا یقین دلاتی ہے تو دوسری طرف یہ یقین بھی دلاتی ہے کہ موت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔(4)موت کا تصور انسان کو سب سے کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔(5)موت کا تصور انسان کو اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرنے والا بنا دیتا ہے۔ (6)موت کے تصور کے ساتھ ہی سارے معبود گم ہونے لگتے ہیں انسان کو یقین آجاتا ہے کہ نہ کوئی زندگی عطا کر سکتا ہے نہ موت۔(7)موت کا تصور یہ بتاتا ہے کہ انسان بے اختیار ہے کوئی اور ہے جو اس پر حکمرانی کر رہا ہے۔(8)انسان اگر نصیحت حاصل کرنا چاہے تو موت کا تصور اس کی اصلاح کے لیے کافی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ موت کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

سوال4:﴿وَ اُمِرۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں''یعنی میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں ایمان والوں میں سے ہو جاؤں لہٰذا میں ایمان لے آیا اور اب میں مومنوں میں سے ہوں۔(ایسر التفاسیر:626)(2)میں اپنے رب کی آیات کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

سوال5: جب لوگوں کو رب کی طرف بلایا جاتا ہے اور وہ دلیل سے بھی شک میں پڑے رہتے ہیں تو ایک داعی کو کس طرح اپنا پیغام پہنچانا چاہیے؟

جواب: جب لوگ دلیل نہ سنیں، شک میں پڑے رہیں تو داعی کو اپنے پیغام کی سچائی کا پورے عزم کے ساتھ اظہار کرنا چاہیے۔

سوال6: دعوت دینے والے کا یہ بات کہنا کہ''میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی عبادت تم کرتے ہو'' کس سوچ کو ابھارتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: داعی کی جانب سے یہ بات کہہ کر: (1) ''میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو'' سے یہ سوچ ابھاری جاتی ہے کہ میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں میرے پاس بھی ویسی ہی عقل ہے پھر جو بات مجھے سمجھ آ رہی ہے وہ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتی۔ (2) سچ اگر ایک کو سمجھ میں آ رہا ہے اور دوسرے کو نہیں تو یہ نہ سمجھنے والے کا نقص ہے، نہ کہ دعوت کا۔

﴿ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (105) ﴾

''اور یہ کہ اپنے چہرے کو یک سو ہو کر اسی دین کے لیے سیدھا رکھو اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا۔'' (105)

سوال 1: ﴿ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ ''اور یہ کہ اپنے چہرے کو یک سو ہو کر اسی دین کے لیے سیدھا رکھو اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ﴾ ''اور یہ کہ اپنے چہرے کو یک سو ہو کر اسی دین کے لیے سیدھا رکھو'' یعنی میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یک سو ہو کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کروں۔ (2) یعنی میں فرائض کی ادائیگی سے اور قبیح کاموں سے اجتناب کر کے دین پر قائم رہوں۔ (تفسیر منیر: 304/6) (3) یعنی اپنے ظاہری اور باطنی اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کیجئے اور یک سو ہو کر تمام شرائع کو قائم کیجئے، یعنی ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کو مبذول رکھیے۔ (تفسیر سعدی: 1174,1175/2) (4) ﴿ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ ''اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا'' یعنی میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں شرک کرنے سے بچتا رہوں یعنی کہ ان کا ساتھ دوں نہ ان جیسا حال اختیار کروں۔ (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ ''یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یک سو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' (الانعام: 79)

سوال 2: یک سو ہو کر ٹھیک ٹھیک اپنے دین پر قائم رہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ اپنے دین میں ملاوٹ نہ کرو، مصلحتیں اختیار نہ کرو۔ (2) یک سو رہو یعنی اپنی سوچ یا عمل کا رخ کسی اور کی طرف نہ کرو کسی اور سے راہ نمائی مت لو۔ (3) دین وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے بھیجا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے جس کی طرف بلا یا اس لیے اپنی یا غیروں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔

﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (106) ﴾

''اور آپ اللہ تعالیٰ کے ماسوا نہ کسی کو پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ آپ کو نقصان دے سکتے ہیں، پھر اگر آپ نے ایسا کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو یقیناً آپ تب ظالموں میں سے ہوں گے۔''(106)

سوال 1: ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کے ماسوا نہ کسی کو پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ آپ کو نقصان دے سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کے ماسوا نہ کسی کو پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے سکتے ہیں'' یعنی نہ دنیا میں کوئی ایسا ہے جو نفع پہنچا سکے اور نہ آخرت میں کوئی ایسا ہے کہ میں اس کی عبادت کروں۔(2) ﴿ وَلَا يَضُرُّكَ ﴾ ''اور نہ آپ کو نقصان دے سکتے ہیں'' یعنی باطل معبود کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔(3) نفع اور نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جب کہ باطل معبود تو اپنے ذاتی نفع ونقصان پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نفع ونقصان کا مالک ہے پھر انسان دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیوں ٹھہراتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو پکارنے کی وجہ انسان کے شعور کی خرابی ہے۔ ایسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دوسری ہستیاں بھی نفع پہنچا سکتی ہیں یا نقصان سے بچا سکتی ہیں۔

سوال 2: ﴿ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''پھر اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً آپ تب ظالموں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَاِنْ فَعَلْتَ ﴾ ''پھر اگر آپ نے ایسا کیا'' اگر آپ نے غیر اللہ کو نفع یا نقصان کے لیے پکارا جب کہ وہ کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ (2) ﴿ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''یقیناً آپ تب ظالموں میں سے ہوں گے'' اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بہترین مخلوق سے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو پکارو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اگر بہترین کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ ہے تو باقیوں کا کیا حال ہوگا؟(3) ظالم وہ ہے جو ظلم کرتا ہے اور یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ (لقمان:13)

﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ(107) ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(107)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَاِنۡ یَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: ﴿وَاِنۡ یَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے'' اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کسی بیماری یا تنگ دستی میں مبتلا کردے۔ (2) ﴿فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ﴾ ''تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں'' تو اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق بھی اکٹھی ہو جائے تو تکلیف دور نہیں کر سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کیونکہ نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ وہی عطا کرتا ہے اور وہی محروم کرتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، کسی کی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔

سوال2: ﴿وَاِنۡ یُّرِدۡكَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ﴾ ''اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنۡ یُّرِدۡكَ بِخَیۡرٍ﴾ ''اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے'' یعنی اگر وہ آپ کے ساتھ خیر کا یعنی عافیت، صحت، خوش حالی اور مدد کا ارادہ کرلے۔ (2) ﴿فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ﴾ ''تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' تو کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کے فضل اور احسان کو روک سکے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا یَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمۡسِكۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ﴾ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (فاطر:2)

سوال3: اس کائنات میں نفع ونقصان کا سلسلہ کیسے جاری ہے؟

جواب: (1) اس کائنات میں نفع ونقصان کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق جاری ہے۔ (2) انسان اگر خیر اور نفع کے اسباب اختیار کرے تو اسے نفع مل سکتا ہے۔ (3) انسان اگر شر اور نقصان کے اسباب اختیار کرے تو اسے نقصان ملے گا۔ (4) اگر اللہ تعالیٰ نقصان پہنچانا چاہے تو انسان بچ نہیں سکتا۔ (5) اگر اللہ تعالیٰ نفع پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

سوال4: ﴿یُصِیۡبُ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ﴾ ''وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے'' یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے انعامات فضل اور رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔ (2) وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارداہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:627)

سوال5: انسان نقصان سے کیسے بچ سکتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: (1) انسان سنت الٰہی کے مطابق چل کر نقصان سے بچ سکتا ہے۔ (2) انسان نقصان کے اسباب سے بچ کر نقصان سے بچ سکتا ہے لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان کو نقصان کے اسباب کا علم ہو۔ (3) اگر انسان کو نقصان کے اسباب کا علم نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا اور آہ وفریاد کے ذریعے بچا جا سکتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں اس راستے پر چلا کہ ہم نقصان سے بچ سکیں۔

سوال 6: انسان کو اللہ تعالیٰ کا فضل کیسے ملتا ہے؟

جواب: (1) انسان کو اللہ تعالیٰ کا فضل تب ملتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق خیر اور نفع کے اسباب اختیار کرے۔ (2) اگر انسان کو خیر اور نفع کے اسباب کا علم نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے کلام سے ان کا علم حاصل کرے۔ (3) انسان خیر اور نفع مند علم کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرے تو انسان اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کر سکتا ہے۔

سوال 7: ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ﴾ ''اور وہ بے حد بخشنے والا ہے'' سعید بن جبیر کا قول ہے غفور کہ وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ (2) ﴿الرَّحِيْمُ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' یعنی مومنوں پر رحم کرنے والا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 6/1992) (3) ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ﴾ اللہ تعالیٰ تمام لغزشوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو مغفرت کے اسباب کی توفیق سے نوازتا ہے۔ بندہ جب ان اسباب پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1175,1176) (4) انسان غلطیاں کرتا ہے پھر جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ تب معاف فرماتا ہے جب بندے اپنے رویے کو بدل لیں اور سیدھے راستے پر چل پڑیں۔ (6) سیدنا عامر رضی اللہ عنہ بن قیس کہتے ہیں کہ قرآن کی تین آیتوں نے مجھے سارے جہان سے بے نیاز کر دیا۔ ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں۔ (یونس: 107) ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والا نہیں۔ (فاطر: 2) ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ (ہود: 6) (تفسیر سمرقندی: 2/139)

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (108)﴾

''آپ کہہ دیں اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے تو جس نے ہدایت کو اپنایا وہ بلاشبہ اپنے ہی لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہدایت کواپنا تا ہےاور جو گمراہ ہوا تو یقیناً وہ اپنے ہی نفس کے خلاف گمراہ ہوتا ہےاور میں تمہارے اوپر کوئی نگران نہیں ہوں۔'' (108)

سوال 1: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ﴾ '' آپ کہہ دیں اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ '' آپ کہہ دیں اے لوگو!'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔ (2) یہ ساری انسانیت کے لیے ندا ہے جس کی ابتدا مکہ سے ہوئی۔ (ایسر التفاسیر: 627,628) (3) ﴿قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ﴾ '' بلاشبہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے'' یعنی تمہارے پاس سچا دین آ گیا ہے جو قطعی حق ہے۔ جس کی تائید دلائل سے ہوتی ہے۔ جس کی سچائی میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ رب العالمین کی جانب سے آپ ﷺ کے پاس آیا ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے یہ قرآن نازل کیا ہے جس میں تمہاری تربیت کے لیے ہدایات ہیں۔ اس قرآن کی وجہ سے ہدایت اور گمراہی کا فرق واضح ہو گیا ہے۔

سوال 2: ﴿فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ﴾ '' تو جس نے ہدایت کو اپنایا وہ بلاشبہ اپنے ہی لیے ہدایت کو اپناتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنِ اهْتَدَىٰ﴾ '' تو جس نے ہدایت کو اپنایا'' جس نے ایمان اور اتباع کے ذریعے ہدایت پالی تو اس کی ہدایت کا ثواب اس کی اپنی ذات کے لیے ہے۔ جب وہ اس کے ذریعے پاکیزگی حاصل کرے گا تو دونوں جہانوں کی سعادت ملے گی۔ (ایسر التفاسیر) (2) جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ذریعے سیدھا راستہ پالیا یعنی اس نے حق کو جان کر، سمجھ کر اسے ہر چیز پر ترجیح دی۔ (3) ﴿فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ﴾ '' وہ بلاشبہ اپنے ہی لیے ہدایت کو اپناتا ہے'' یعنی جس نے ہدایت کو اپنا لیا اس پر عمل کیا اس کا فائدہ اس کی اپنی ذات کو ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ اگر تم نے بھلائی کی، تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے۔ (بنی اسرائیل: 7) (4) بندوں کے اعمال کا ثواب ان ہی کو ملتا ہے، اللہ تعالیٰ بندوں سے بے نیاز ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ﴾ اور جو کوئی شکر کرے تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے۔ (النمل: 40)

سوال 3: ﴿وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ '' اور جو گمراہ ہوا تو یقیناً وہ اپنے ہی نفس کے خلاف گمراہ ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَن ضَلَّ﴾ '' اور جو گمراہ ہوا'' جس نے قرآن اور رسول کے ساتھ کفر کیا۔ (تفسیر منیر: 305/6) (2) جس نے شرک، کفر اور تکذیب پر اصرار کیا تو اس کی گمراہی کا بدلہ اسی کی طرف لوٹے گا۔ (3) ﴿فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ '' اور جو گمراہ ہوا تو یقیناً وہ اپنے ہی نفس کے خلاف گمراہ ہوتا ہے'' یعنی جو حق کے علم یا اس پر عمل سے روگردانی کر کے ہدایت کی راہ سے بھٹک جائے۔ وہ اپنے لئے گمراہی اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، وہ صرف اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1177,1176)

سوال 4: ﴿وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ﴾ '' اور میں تمہارے اوپر کوئی نگران نہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) '' اور میں تمہارے اوپر کوئی نگران نہیں ہوں'' یعنی میں تم پر کوئی حاکم نہیں کہ تمہارے اعمال کی نگرانی کروں اور ان کا حساب کتاب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھوں۔(2)میں تم کو جبری مومن نہیں بنا سکتا۔اللہ تعالیٰ تمہارا نگران ہے،وہ تمہارا وکیل ہے۔(3)میں تو محض تمہیں جگانے والا ہوں۔ہدایت اورایمان تواللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔(4)تمہیں جب تک مہلت ملی ہوئی ہے اپنے اعمال کا خودمحاسبہ کرو۔

سوال5: دعوت اسلامی کا اصل کام کیا ہے؟

جواب:(1)دعوت اسلامی کا اصل کام اعلان حق کا کام ہے۔(2)حق کو زوردار اور دوٹوک انداز میں پیش کرنا ہے۔

سوال6: کسی گروہ پر دعوت حق کا پیغام پہنچانے کا حق کب ادا ہوجاتا ہے؟

جواب:(1)کسی گروہ پر دعوت حق کا پیغام پہنچانے کا کام تب ادا ہوجاتا ہے جب داعی حق کو دلیل کے ذریعے واضح کردے۔(2)جب داعی اس بات کا ثبوت دے دے۔جب وہ حق پہنچانے کے معاملے میں پوری طرح سنجیدہ ہو۔

سوال7: دعوت کے مخاطبین پر کب حجت تمام ہوجاتی ہے؟

جواب:(1)دعوت کے مخاطبین پر تب حجت تمام ہوجاتی ہے جب داعی نفع ونقصان سے بالاتر ہوکر حق کی مکمل شہادت دے۔(2)جب داعی ہر تکلیف،مصیبت اور ناگوار حالات میں اپنے دعوتی کام کو جاری رکھے۔(3)جب داعی حق کو دلائل کے ساتھ پوری طرح واضح کردے تو مخاطبین پر حجت تمام ہوجاتی ہے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے معاملے میں لوگوں کو کیا اختیار دیا ہوا ہے؟

جواب:(1)جو ہدایت اختیار کرنا چاہے اختیار کرسکتا ہے اس کے لیے مفید ہے۔(2)جو گمراہ ہونا چاہے اس کا بھی اختیار ہے اگرچہ اس کے لیے گمراہی تباہ کن ہے۔

﴿ وَ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ(109) ﴾

''اورآپ اس کی پیروی کریں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور آپ صبر کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادے اور وہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔''(109)

سوال1: ﴿وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ﴾ ''اورآپ اس کی پیروی کریں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور آپ صبر کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادے اور وہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ﴾ ''اورآپ اس کی پیروی کریں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے''یعنی اے رسول! آپ ﷺ اس حق کی اتباع کرتے رہیں جو آپ ﷺ کی طرف وحی کیا گیا ہے۔(2)یعنی اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا اس کی اتباع کریں،جو عمل کرنے کے لیے کہا اس کی پابندی کریں۔جس چیز کی دعوت دینے کا حکم دیا ہے اس کی دعوت دیں۔(3)﴿وَاصْبِرْ﴾ ''اورآپ صبر کریں''یعنی اپنی دعوت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورلوگوں کی اذیتوں پرصبر کریں۔(تفسیر منیر:305/6)(4)دعوت میں لوگوں کی ایذا کو برداشت کریں۔(قاسمی:90/9)(5)یہ صبر کی بلندترین نوع ہے اوراس کاانجام بھی قابل ستائش ہے۔سستی اورکسل مندی کاشکارہوں نہ تنگ دل ہوں، بلکہ اس پرقائم ودائم اورثابت قدم رہیں۔(تفسیر سعدی:1177/2)(6)﴿ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ﴾''حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادے''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اورآپ ﷺ کے مخالفوں کے درمیان فیصلہ کردے۔(7)﴿ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴾''اوروہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے''یقیناً وہ حکمت اورعدل کے ساتھ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔(8)نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اورصراط مستقیم پرقائم رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کوتمام ادیان پرغالب کردیا۔آپ کوآپ کے دشمنوں کے مقابلے میں دلائل وبراہین کے ذریعے سے نصرت عطاکرنے کے بعدشمشیروسناں کے ذریعے سے فتح ونصرت سے نوازا۔پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہرقسم کی حمدوستائش اورثنائے حسن جیسا کہ اس کی عظمت وجلال،اس کے کمال اوراس کے بے پایاں احسان کے لائق ہے۔(تفسیر سعدی:1177/2)

سوال2:داعی کااصل کام کیاہے؟

جواب:داعی کااصل کام وحی کی پیروی کرنا ہے۔

سوال3:وحی کی پیروی کرنے سے کیامراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ اپنی ذات پراپنے رب کی مرضی کوقائم کرنااوردوسروں کورب کی رضا کی طرف بلاتے رہنا۔

سوال4:وحی کی پیروی کے لیے کن خصوصیات کاہوناضروری ہے؟

جواب:وحی کی پیروی کے لیےصبر،خیرخواہی اورحکمت کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال5:داعی کب تک اپنے موجوہ حالات پرصبر کرے گا؟

جواب:یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کردیاجائے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کیسے ظاہرہوتاہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی نظر میں جب دعوتی کام اپنے مطلوبہ مقام تک پہنچ جاتاہےتواللہ تعالیٰ ایسی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں کہ دعوت کا کام اگلے مرحلے میں داخل ہوجاتاہے یہی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتاہے۔

اٰیاتها ۱۲۳ | ۱۱ سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ ۵۲ | رکوعاتها ۱۰

سوال1:سورہ ہودکب اورکہاں نازل ہوئی؟

جواب:سورہ ہودمکہ میں نازل ہوئی۔یہ سورت ایک ہی بارسورۃ یونس کے بعدنازل ہوئی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں 10 رکوع اور 123 آیات ہیں۔

سوال 3: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ سورت کس نمبر پر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ سورت گیارہویں نمبر پر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 52 ہے۔

سوال 4: سورہ ہود کا نام ''ہود'' کیوں ہے؟

جواب: اس سورت میں دوسرے انبیاء کے واقعات کے ساتھ ہود علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا اسی مناسبت سے اس کا نام ''ہود'' رکھا گیا۔

سوال 5: یہ سورت کن حالات میں نازل ہوئی؟

جواب: یہ سورت جب نازل ہوئی حالات انتہائی پریشان کن اور ہمت توڑنے والے تھے۔ مکہ کے دور دعوت میں اتنی مشکلات کبھی پیش نہیں آئی تھیں جتنی اس سورۃ کے نزول سے فوراً پہلے پیش آئیں۔ خصوصاً معراج کے واقعے کے بعد جب کہ کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے اور باقی لوگوں نے طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا تھا۔ قریش نے آپ ﷺ کی دعوت کے مقابلے میں زیادتیوں کی انتہا کر دی تھی۔ اس وجہ سے دعوت پر جمود کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ابن سحاق کہتے ہیں ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے سر پر مٹی ڈالی گئی آپ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہوئے آپ ﷺ کی بیٹیوں میں سے ایک اٹھی، وہ مٹی دھوتی جاتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کہتے جاتے تھے: بیٹی مت رو! اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے ساتھ قریش اس قسم کا مکروہ سلوک تب ہی کر سکے جب ابو طالب فوت ہو گئے۔'' مقریزی امتاع الاسماع میں کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی موت کی وجہ سے مشکلات بڑھ گئیں۔ آپ ﷺ نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا۔ ابو طالب کی وفات کی وجہ سے آپ ایک مضبوط اور طاقت ور حامی سے محروم رہ گئے۔ ان حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اس دور کے حالات سورت کے ماحول سے اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں۔

سوال 6: اس سورت کا موضوع کیا ہے؟

جواب: (1) یہ سورت اصول اسلام کے بارے میں ہے اور وہ توحید، نبوت، بعث، حساب اور جزا ہیں۔ (تفسیر مراغی) (2) اس سورت میں گذشتہ قوموں کے واقعات، ان کی سرکشی اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید ہے۔ مکہ کے مشرکوں کو اس سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

سوال 7: سورہ ہود کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ جب اس سورت کی تلاوت فرماتے تھے تو آپ ﷺ کے دل و دماغ پر اس کا گہرا اثر ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کو مکہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والوں کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی وجہ سے خوف آتا تھا کہ کہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ نازل ہوجائے۔(2)سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو کس چیز نے بوڑھا کردیا؟ فرمایا: ہود، واقعہ، النبا، تکویر نے۔(ابو یعلیٰ)(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بوڑھے ہوگئے ہیں۔فرمایا: مجھے ہود، واقعہ، مرسلات، نبا اور تکویر نے بوڑھا کردیا۔(ترمذی)

آخری آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ(1)﴾

"الر۔ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔"(1)

سوال1: ﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ﴾ "الر۔ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الٓرٰ﴾ ان حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کی بہترین رائے یہی ہے کہ ان کا مقصود حقیقی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:631)(2)﴿كِتٰبٌ﴾ یہ عظیم کتاب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔(3)﴿اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ﴾ "جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں" (الف)حسن نے کہا کہ یہ کتاب اوامر ونواہی میں پختہ ہے۔(ب)قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے اسے باطل کے مقابلے میں مضبوط کیا ہے۔(جامع البیان)(ج)یعنی اس کی آیات کو محکم طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔اس کے الفاظ اور معنی محکم ہیں اور اس کی خبریں سچی ہیں۔(4)﴿ثُمَّ فُصِّلَتْ﴾ "پھر تفصیل سے بیان کی گئی ہیں" یعنی اس کے معانی کو بہترین طریقے سے کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔(5)یعنی اس کے احکامات، قصص، نصیحتیں اور قسم قسم کی ہدایات۔(ایسر التفاسیر:628)(6)﴿مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ﴾ "کمال حکمت والے کی طرف سے" یعنی یہ اس حکیم کا کلام ہے جس کا ہر کام حکمت کا سرچشمہ ہے۔(7)سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔"(مسلم:1897)(8)وہ تمام اشیاء کو ان کے مناسب مقام پر رکھتا ہے اور ان کے لائق جگہ پر ان کو نازل کرتا ہے۔صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے اور اسی چیز سے روکتا ہے جس کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1178)(9)﴿خَبِيْرٍ﴾ "پوری خبر رکھنے والے" جو ظاہر وباطن کی خبر رکھتا ہے۔(10)کتاب کو اس ہستی نے نازل کیا ہے جو ہر چیز کی حکمت کو جاننے والا ہے اس کے مناسب وقت پر، انسان کی ضروریات کے عین مطابق کتاب نازل کی ہے۔کتاب کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس ہستی نے نازل کیا ہے جو خبیر ہے یعنی ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے اس خبردار نے انسانوں کو ان کے انجام سے خبردار کرنے کے لیے کتاب بھیجی ہے۔(11) قرآن کریم کی ہر آیت اور ہر سورت اپنے اندر بنی نوع انسان کے لیے کوئی نہ کوئی خیر لیے ہوئے ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو، یہ کتاب اس ذات واحد کی نازل کردہ ہے جس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور جو ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:631,632)

سوال 2: کتاب کی آیات محکم کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اس سے مراد ہے کہ کتاب کی آیات مضبوط کی گئی ہیں اگرچہ وہ ایسے الفاظ سے بنی ہیں جو لوگوں کی دسترس میں ہیں لیکن لوگ ایسی آیات بنانے سے عاجز ہیں۔(2) کتاب کی آیات مربوط ہیں۔(3) کتاب کا ہر حکم با مقصد ہے۔(4) کتاب کی ہر ہدایت انسانوں کی ضرورت ہے۔

﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ(2) ﴾

''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بلاشبہ میں اس کی طرف سے ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔''(2)

سوال 1: ﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ﴾ ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی اور پختہ احکامات نازل کیے۔احکامات کو تفصیل سے بیان کیا تا کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو۔اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت نفع نہیں دے سکتی۔(ایسر التفاسیر:629)(2) ہر رسول کی وہی دعوت تھی جو نبی ﷺ نے دی۔رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔(الانبیاء:25)

سوال 2: ﴿ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ ﴾ ''بلاشبہ میں اس کی طرف سے ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد! لوگوں سے کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر ہوں جو تمہیں نافرمانیوں اور بتوں کی بندگی سے ڈراتا ہوں۔(جامع البیان)(2) میں دین کی مخالفت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرانے والا ہوں۔(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب آیت ''اور آپ اپنے خاندانی قرابت داروں کو ڈراتے رہیے۔'' نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ ''صفا'' پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارنے لگے: اے بنی فہر! اور اے بنی عدی! اور قریش کے دوسرے خاندان والو! اس آواز پر سب جمع ہو گئے اگر کوئی کسی وجہ سے نہ آسکا تو اس نے اپنا کوئی چودھری بھیج دیا تا کہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے۔ابولہب قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجمع میں تھا رسول ﷺ نے انہیں خطاب کر کے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تم سے کہوں کہ وادی میں (پہاڑی کے پیچھے) ایک لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں ہم آپ کی تصدیق کریں گے۔ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پایاہے۔رسول ﷺ نے فرمایا کہ پھرسنوکہ میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل سامنے ہے۔ اس پرابولہب بولا: تجھ پرسارے دن تباہی نازل ہو،کیا تو نے ہمیں اسی لیے اکٹھا کیا تھا؟اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہوگیا نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی ہی اس کے آڑے آئی۔''(بخاری:4770)(4)﴿وَّبَشِیۡرٌ﴾''اور خوش خبری دینے والا ہوں''میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں اور عبادت اور اس پر یقین رکھنے والوں کو کہ وہی الہ ہے ثواب کی خوش خبری دیتا ہوں۔

سوال3: قرآن کی دعوت کیا ہے؟

جواب:(1)قرآن کی دعوت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔(2)انسان اللہ تعالیٰ کی غلامی کرے اسی سے امید رکھے ،اسی سے ڈرے۔(3)انسان کے ذہن اور دل اور معاملات میں اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہو۔(4)انسان اپنی زندگی کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پیش نظر رکھے۔

﴿ وَّ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ ؕ وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ(3)﴾

''اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تمہیں ایک مقرر وقت تک بہترین سامان زندگی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا زیادہ ثواب دے گا اور اگر تم پھر گئے تو یقیناً میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''(3)

سوال1: ﴿وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ﴾''اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ﴾''اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ''یعنی اپنے پچھلے گناہوں کو ترک کردو،رب سے ان کی بخشش مانگو اور سچے دل سے توبہ کرلو۔(2)توبہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ عمل کی طرف رجوع کرنا ہے اور استغفار شرک سے جس پر وہ قائم تھے۔کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہوسکتا جب تک شرک کو ترک نہ کیا جائے۔ایسا ہر عمل شیطان کے لیے ہوتا ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شرک سے استغفار کے بعد توبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔اہل شرک کثیر اعمال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنے شرک پر قائم رہتے ہیں۔(جامع البیان)(3)سیدنا اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:''میرے دل پر(کبھی کبھی) کچھ غفلت آجاتی ہے،اسی وجہ سے میں دن میں سومرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔''(مسلم:6858)

سوال2: ﴿یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾''وہ تمہیں ایک مقرر وقت تک بہترین سامان زندگی دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا﴾''وہ تمہیں بہترین سامان زندگی دے گا''یعنی جب تم اپنے رب سے استغفار کر کے توبہ کرو گے تو وہ تمہارے دنیا کے رزق میں وسعت دے گا۔(جامع البیان)(2)وہ تمہیں ایسا رزق دے گا جس سے تم فائدہ اٹھاؤ گے۔(3)﴿اِلٰۤی اَجَلٍ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿مُّسَمًّى﴾ ''ایک مقرر وقت تک''یعنی وفات تک۔(4)اللہ رب العزت نے اس وعدے کو یوں ذکر فرمایا ہے:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو اسے ہم ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور بدلے میں ان کا اجر زیادہ اچھا دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔(النحل: 97)(5) رب العزت کی جانب سے شریعت پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت میں انعامات عطا کیے جاتے ہیں۔

سوال 3:﴿وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾ ''اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا زیادہ ثواب دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا زیادہ ثواب دے گا'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس سے مراد آخرت کا اجر ہے۔(جامع البیان) (2)یعنی وہ نیکی کرنے والوں کو اپنے فضل وکرم سے نوازے گا۔انہیں ان کی پسندیدہ چیزیں عطا کی جائیں گی اور ناپسندیدہ کو ان سے دور کر دیا جائے گا۔(3)اللہ تعالیٰ ان کے حسن اعمال کی وجہ سے بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے۔

سوال 4:﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ﴾ ''اور اگر تم پھر گئے تو یقیناً میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''اور اگر تم پھر گئے'' رب العزت نے توبہ واستغفار اور عبادت میں اخلاص سے منہ موڑنے والوں کو دھمکی دی ہے۔(2)اگر تم نے دعوت سے منہ موڑا۔(3)﴿فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ﴾ ''تو یقیناً میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں''اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے منہ موڑنے والوں کے لیے شدید وعید ہے جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں انہیں قیامت کے دن لامحالہ عذاب پہنچے گا۔(الاساس فی التفسیر)

سوال 5:اپنے رب سے معافی چاہنے اور پلٹ آنے کی دعوت کیوں دی گئی ہے؟

جواب:انسان خطا کار ہے اور خطاؤں کے چکر میں پھنس جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے برائی کے چکر سے نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آؤ۔

سوال 6:انسان کہاں سے اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ سکتا ہے؟

جواب:انسان شرک، کفر، ظلم اور نافرمانی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ سکتا ہے۔

سوال 7:اللہ تعالیٰ صالح زندگی بسر کرنے والوں کو متاع حسن کا وعدہ دیتے ہیں انسان کو یہ متاع حسن کیسے نصیب ہوتا ہے؟

جواب:جب کسی معاشرے میں صالح نظام زندگی نافذ کیا جائے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے تعلق پر ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری ہو جس میں اللہ تعالیٰ کا قانون چلتا ہو جس میں انسان اچھے کردار کے مالک ہوں ایسا معاشرہ ترقی یافتہ ہو جاتا ہے ایسے معاشرے میں ہر فرد کو اس کی محنت کی مطابق اجرت ملتی ہے۔ایسے معاشرے کو معاشی خوش حالی نصیب ہوتی ہے۔زندگی کی وافر سہولیات ملتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا متاع حسن کا وعدہ ان کے حق میں پورا ہو جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: کسی معاشرے میں نیک، توبہ واستغفار کرنے والے افراد اگر تنگی ترشی سے زندگی بسر کررہے ہوں تب انہیں متاع حسن کیسے نصیب ہوتا ہے؟

جواب: جس معاشرے میں نیک اور توبہ واستغفار کرنے والے لوگ تنگی ترشی سے زندگی بس رکررہے ہیں تو لازمی طور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس معاشرے کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے ایمان پر تعمیر نہ ہوئی ہوگی اور اس کا نظام غیر عادلانہ ہوگا۔ ایسے معاشرے میں اگر نیک لوگوں پر ظلم ڈھایا جارہا ہو، ناانصافیاں کی جارہی ہوں تب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اچھی زندگی بسر کررہے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق، دل کا اطمینان، اللہ تعالیٰ کے فضل کرم کی امید بہترین ساز وسامان ہے یہ روحانی دولت زیادہ بڑا متاع حسن ہے۔

سوال9: لوگ دعوت سے کیوں منہ موڑتے ہیں؟

جواب: (1) جو انسان اپنی ذات کی بڑائی میں جیتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی یادوں کو دل میں بساتے ہیں۔ (3) سرکشی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ (4) حسد، مصلحت پرستی، گروہ پرستی اور تکبر میں جیتے ہیں۔

سوال10: دعوت قبول نہ کرنے والا خود پر کیا ظلم کرتا ہے؟

جواب: دعوت قبول نہ کرنے والا اپنی روح کو وحی الٰہی کی تربیت سے محروم کردیتا ہے اس طرح اس کی روح بیمار ہوجاتی ہے اور آخرت میں اس بیمار روح کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

سوال11: دعوت قبول کرنے والے اور قبول نہ کرنے والوں کا موازنہ کریں؟

جواب:

دعوت قبول کرنے والے	دعوت قبول نہ کرنے والے
(1) دعوت قبول کرنے والا اپنی روح کے لیے اللہ تعالیٰ کے رزق وحی کو قبول کرتا ہے،	(1) اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کے رزق وحی سے محروم کردیتا ہے۔
(2) وحی الٰہی قبول کرنے والے کی روح کی تربیت کرتی ہے،	(2) وحی الٰہی کی تربیت سے خود کو محروم کردیتا ہے۔
(3) دعوت قبول کرنے والے کے اندر تواضع ہوتی ہے،	(3) دعوت قبول نہ کرنے والا تکبر میں جیتا ہے۔
(4) اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی یادوں میں بسر ہوتی ہے،	(4) اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کی یادوں میں بسر ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(5)زندگی کے ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتا ہے،	(5)ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی کرتا ہے۔
(6)دعوت قبول کرنے والے کی روح صحت منداور صالح ہوتی ہے ،	(6)دعوت قبول نہ کرنے والے کی روح بیمار اور شکست خوردہ ہوتی ہے۔
(7)دعوت قبول کرنے والے کی ترقی یافتہ روح کو جنت کے باغوں میں بسادیا جائے گا،	(7)دعوت قبول نہ کرنے والے کی بیمار روح کو جہنم میں پھینک میں دیا جائے گا۔

سوال 12: انسان دعوت پا کر کیسا رویہ اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے؟

جواب: (1)انسان اپنے آپ تکبر، حسد، مصلحت پرستی اور گروہ پرستی سے بچائے۔(2)دعوت ملنے پر سیدھی طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئے۔(3)اپنی غلطیوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔(4)سچے راستے پر مستقل مزاجی سے چلنے کے لیے اللہ سے مدد کی درخواست کرے۔

﴿ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (4) ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(4)

سوال 1: ﴿ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے''یعنی ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے اور اسے اپنی زندگی کے اعمال کا حساب دینا ہے۔(2)وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔نیک اعمال پر اچھا بدلہ اور برے اعمال پر برا بدلہ۔(3)﴿ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''یعنی وہ اپنے اولیاء پر احسان کرنے کی اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی اور قیامت کے دن مخلوقات کو لوٹانے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور یہ سخت ڈراوے کا مقام ہے جیسے ہر ذی فضل کو اس کا فضل دے گا ترغیب کا مقام ہے۔(الاساس فی التفسیر)(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿ زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴾ جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے۔ (التغابن:7)

(5)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ عاص بن وائل نبی ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا۔اسے ریزہ ریزہ کر کے کہنے لگا: اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو اس کے ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں!

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔وہ تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تمہیں جہنم کی آگ میں ڈالے گا۔(مستدرک حاکم:3606)

(6)اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس امر کی دلیل ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(5) ﴾

''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''(5)

سوال 1: ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپ جائیں'' اللہ رب العزت نے مشرکوں کی گمراہی کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ جب ہم اپنے دروازے بند کرلیں گے، اور کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانک لیں گے، اور اپنے سینوں میں محمد کی عداوت کو چھپائے رکھیں گے تو کسے خبر ہوگی؟ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ کفار مکہ حقیقی معنوں میں ایسا کرتے تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرتے تو اپنا منہ پھیر لیتے اور آپ ﷺ کی طرف پیٹھ کر لیتے اور کپڑے سے اپنا منہ ڈھانک لیتے تا کہ آپ کی کوئی بات ان کے کان میں نہ پڑ جائے۔(تیسیر الرحمٰن:633)(2)یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ سے چھپائیں۔پس ان کے سینے اللہ تعالیٰ کے علم کے لئے رکاوٹ بن جائیں، تا کہ وہ ان کے احوال کو جان نہ سکے اور اس کی نگاہ کے لئے بھی، تا کہ وہ ان کے حالات کو دیکھ نہ سکے۔(تفسیر سعدی:2/1179,1180)(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آپ آیت کی قرأت اس طرح کرتے تھے۔﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ ﴾ میں نے ان سے آیت کے متعلق پوچھا۔انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ اس میں حیا کرتے تھے کہ کھلی ہوئی جگہ میں حاجت کے لئے بیٹھنے میں' آسمان کی طرف ستر کھولنے میں' اس طرح صحبت کرتے وقت آسمان کی طرف کھولنے میں پروردگار سے شرماتے۔(صحیح بخاری:4681)

سوال 2: ﴿ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴾ ''سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ﴾ ''سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں'' اللہ رب العزت نے وضاحت فرمائی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ رات کو جب آپ کپڑوں میں اپنے آپ کو لپیٹ لیتے ہو اسے بھی اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔(2)﴿یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ﴾ ''جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر کھلے قول اور فعل چھپے کا علم رکھتا ہے۔

سوال3: ﴿اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ دلوں کے وسوسوں، خیالوں اور سوچوں کو بھی جانتا ہے پھر سینے کو موڑ کر اس سے کیسے کچھ چھپا سکتے ہو؟(2)اس آیت کا مقصد اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کو بیان کرنا ہے۔(دعوۃ القرآن:10/3)(3)ذات الصدور سے مراد دل کے بھید، راز جو دل کے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے ہو جیسے دوست دوست کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔(4)انتہائی راز داری کی وجہ سے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کہا گیا۔انسان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخفی رازوں تک سے واقف ہے پھر اس سے اور کیا چھپا رہ سکتا ہے۔انسان کی کوئی حرکت اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ انسان کے شعور کو جھنجھوڑتا ہے کہ ایک آنکھ ہر وقت اسے دیکھتی ہے۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ آپ کہہ دو جو تمہارے سینوں میں ہے، تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔(آل عمران:29)(6)﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔(البقرہ:284)

سوال4: رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے اپنے سینوں کو کیوں موڑتے تھے؟

جواب: رسول اللہ کو جھٹلانے والے شدت اعراض کی وجہ سے اپنے سینوں کو موڑتے تھے تاکہ نہ آپ ان کی طرف دیکھیں نہ اپنی دعوت سنائیں نہ ہی نصیحت کر پائیں۔

سوال5: رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر بعض سرداروں کا ردعمل اس آیت میں بیان کیا گیا وضاحت کریں؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کا کلام سنانا چاہا تو لوگوں نے اس سے منہ موڑنے کے لیے چھپنا چاہا اپنے اوپر چادر ڈال لی کوشش کی کہ چھپ جائیں اور سمجھ لیا کہ چھپ گئے۔(2)انسان جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کمزور ہے دعوت قبول نہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے چھپنا چاہتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کو گھیرے ہوئے ہے وہ کہاں چھپ سکتے ہیں۔

سوال6: انسان دعوت کو اس طرح کب نظر انداز کرتا ہے؟

جواب: جب وہ اپنی ذات کو بڑا اور دعوت دینے والا کو چھوٹا خیال کرتا ہے۔

سوال7: دعوت کو نظر انداز کرنا کیسا عمل ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: دعوت کونظر انداز کرنا دراصل داعی کونظر انداز کرنا نہیں اللہ تعالیٰ کونظر انداز کرنا ہے جو کھلے اور چھپے سب کو جانتا ہے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے دعوت کونظر انداز کرنے والوں کو کیسے ان کی بری حرکت کا شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نظر انداز کرنے والوں کی حرکت کو سامنے لاکر غلطی کو واضح کرتا ہے کہ جب وہ رات کو اپنے گھروں میں بستر پر لیٹے ہوتے ہیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے تب بھی وہ چھپ نہیں سکتے وہ تو ہر کھلی اور چھپی بات کو جانتا ہے۔(3) ان کے پردے اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے کیا رکاوٹ بنیں گے۔

○○○○○○○○○○

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

وما من دآبة 12



سوال وجواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر:1

﴿ وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (6) ﴾

’’زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔‘‘(6)

سوال 1: ﴿ وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ ’’زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ ﴾ ’’زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں‘‘ یعنی سارے جانور اور ان میں انسان بھی ہیں۔(جامع البیان)(2) ﴿ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ ’’مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی روزی کی ذمہ داری لے لی ہے۔خواہ انسان ہوں یا حیوان، سمندر کے جانور ہوں یا خشکی کے یا فضاؤں میں پرواز کرنے والے پرندے، چھوٹے ہوں یا بڑے۔ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(العنکبوت:60)(4) اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے لیے رزق کے ذرائع پیدا کیے۔اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے اندر یہ قوت پیدا کی ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے مطابق رزق حاصل کریں۔(5) رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے: (الف) ہر شخص اپنے مقدر کے لئے کوشش کرے گا۔(ب) ہر مخلوق کے لیے رزق مقرر ہے، متعین ہے۔(6) حدیث میں ہے: ’’اعقل وتوکل‘‘ کہ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھ دیجئے اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے۔ایک دوسری حدیث میں ہے: کوئی متنفس اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنی عمر اور رزق جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے پورا نہ کرے۔لہٰذا تم کو چاہئے کہ کسب معاش کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جائز طریقوں سے روزی حاصل کرو۔(اشرف الحواشی :267/1)(7) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی:2344)(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میرے دل میں جبرئیل امین نے یہ بات ڈال دی ہے کہ اس وقت تک کسی شخص کو موت نہ آئے گی جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے سو تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق طلب کرنے میں خوبی کا خیال رکھو اور رزق ملنے میں دیر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے ذریعہ طلب نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس کی فرماں برداری کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔(رواہ الحاکم کما فی الترغیب:535/2)(9) سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ بلاشبہ رزق بندے کواسی طرح طلب کرلیتا ہے جس طرح اسے موت طلب کرلیتی ہے۔(ابن حبان البزار :535/2)(10)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ تم میں سے اگرکوئی شخص اپنے رزق سے بھاگے تووہ اسے پکڑلے گا جیسا کہ اسے موت پکڑلے گی۔(طبرانی الترغیب:536/2)(11)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھی آپ نے اسے لے لیا۔وہیں پرایک سائل موجودتھا۔وہ کھجورآپ ﷺ نے اسے عطافرمادی اورفرمایا کہ خبردارا گرتواس کے پاس نہ آتا تو یہ تیرے پاس آجاتی۔(طبرانی الترغیب:536/2)

سوال2: اگررزق کی فراہمی اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے تو قحط سے یابعض دوسری وجوہ سے انسان ہزاروں کی تعداد میں مرکیوں جاتے ہیں؟

جواب: قحط تو اللہ تعالیٰ کاعذاب ہے جولوگوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے انسانوں پرمسلط کیاجاتاہے اور دوسری وجوہ بعض انسانوں کی دوسروں پرظلم وزیادتی اورمعاشی وسائل کی ناہموارتقسیم کی بناپرایسے حادثات وجودمیں آتے ہیں اوریہ سب کچھ انسانوں کے کسب اعمال کاہی نتیجہ ہوتاہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان داروں کے رزق میں کمی یاکوتاہی کاتصوربھی ممکن نہیں۔(تیسیر القرآن:332،333/2)

سوال3: ﴿**وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا**﴾ ''اوروہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کوبھی جانتاہے اوراس کے سونپے جانے کی جگہ کوبھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿**وَيَعْلَمُ**﴾ ''اور وہ جانتاہے''یعنی اللہ تعالیٰ جانتاہے اس کے علم میں ہے کچھ بھی اس سے چھپا ہوانہیں،وہ ہر چیز کی خبررکھتاہے۔(2)﴿**مُسْتَقَرَّهَا**﴾ ''اس کے ٹھہرنے کی جگہ کوبھی''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق مستقر وہ جگہ ہے جہاں کسی نے اس دنیامیں زندگی (کااکثرحصہ)بسرکیاہو۔(تیسیر القرآن:332،333/2)(3)﴿**مُسْتَقَرَّ**﴾ سے مرادوہ جگہ ہے جہاں جانورر ہتے ہیں،جسے ٹھکانہ بنالیتے ہیں اور جہاں پناہ لیتے ہیں۔(تفسیرسعدی:1181/2)(4)﴿**وَمُسْتَوْدَعَهَا**﴾ ''اوراس کے سونپے جانے کی جگہ کوبھی''مستودع سے مرادوہ جگہ ہے جہاں وہ دفن ہوااور ہرجان دار کے ان دونوں مقامات کااللہ تعالیٰ کوپوری طرح علم ہے۔(تیسیر القرآن:332،333/2)(5)مستودع سے مرادوہ جگہ ہے جہاں وہ اپنی آمدورفت اورمختلف احوال میں منتقل ہوتے ہیں۔(6)اللہ تعالیٰ ہرجان دار کے رہنے سہنے کی جگہوں کو،زمین پرچلنے پھرنے کے مقامات کو،ان کے قبروں کے گڑھوں کواوران کی زندگی کے گھروں کوخوب جانتاہے،اسے معلوم ہے کہ وہ زندگی میں کہاں کہاں رہیں گے،انہیں کہاں اورکس سرزمین پرموت آئے گی،اسے ان کاوہ گھربھی معلوم ہے جہاں وہ ابتدائی پیدائشی منزلوں سے گزرے تھےاوروہ گھربھی جہاں سے وہ چندقطروں کی صورت میں رحم میں ڈال دیے گئے تھے۔(ابن ابی حاتم)

سوال4: ﴿**كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ**﴾ ''سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿**كُلٌّ**﴾ ''سب کچھ''یعنی ساری مخلوقات کارزق،رہنے کی جگہیں اورسونپے جانے کی جگہیں،ان تمام کی تفصیل۔(2)﴿**فِي**

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''ایک واضح کتاب میں ہے'' یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔(3) یعنی ہر چیز لوح محفوظ میں مرقوم ہے، جو ان تمام حوادث وواقعات پر مشتمل ہے جو اس کائنات میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔تمام حوادث کا اللہ تعالیٰ کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے۔اس نے ہر چیز کی تقدیر لکھ دی ہے۔ ہر چیز پر اس کی مشیت نافذ ہے اور ہر ایک کے لیے اس کا رزق وسیع ہے۔دل، اس ہستی کی کفایت پر مطمئن ہو جانے چاہئیں، جو ان کے رزق کی کفالت کرتی ہے اور جس کے علم نے مخلوق کی ذات وصفات کا احاطہ کر رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1181)(4) رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنائے اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔(فاطر:11) (5) سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چالیس یا پینتالیس رات تک نطفہ جب رحم میں ٹھہر جاتا ہے تو فرشتہ اس پر داخل ہو کر کہتا ہے: اے رب! یہ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ پھر انہیں لکھ دیا جاتا ہے۔پھر کہتا ہے: اے رب یہ مذکر ہوگا یا مونث؟ پھر ان دونوں باتوں کو لکھا جاتا ہے اور اس کے اعمال وافعال' موت اور اس کا رزق لکھا جاتا ہے۔پھر صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے۔اس میں زیادتی کی جاتی ہے نہ کمی۔'' (صحیح مسلم:6725) (6) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی اور اس (اللہ تعالیٰ) کا عرش پانی پر تھا۔(مسلم:6748)(7) جب وہ ایک ایک جان دار کو روزی پہنچاتا ہے، دنیا میں ان کی جگہوں کو اور موت کے بعد ان کے ٹھکانوں کو جانتا ہے، تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے اقوال وافعال اور ان کے دیگر تمام احوال وکوائف سے بے خبر رہے؟(تیسیر الرحمٰن:1/634)

﴿وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے اور یقیناً اگر آپ کہیں کہ بلاشبہ تم موت کے بعد اٹھائے جانے والے ہو تو جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔''(7)

سوال 1:﴿ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ﴾ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(1)﴿وَهُوَالَّذِیْ﴾’’اوروہی ہے جس نے‘‘وہ عظیم ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔(2)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾’’آسمانوں اورزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا‘‘جس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو اپنی قدرت سے تخلیق کیا۔وہ قدیر ہے،وہ عظیم ہے،وہی خبیر،وہی علیم ہے۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۫ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کواور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا اورہمیں تھکاوٹ نے چھواتک نہیں۔(ق:38)(4)پہلا دن اتوار اور چھٹا دن جمعہ تھا۔(تفسیر سعدی:2/1182)(5)اللہ تعالیٰ کے ایک دن کی مقدار کتنی ہے،فرمایا:﴿وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾اور یقیناً تیرے ربّ کے ہاں کا ایک دن اس ایک ہزار سال کی مانند ہوتا ہے جسے تم شمار کرتے ہو۔(سورۃ الحج:47)(6)جس نے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا حالانکہ وہ پلک جھپکنے سے کم مدت میں پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔تدریجی طور پر تخلیق میں حکمت ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے افعال میں انتہائی نرم اور مہربان ہے۔اس میں مخلوق کے لیے سبق ہے کہ وہ اپنے کام تدریجی طور پر انجام دیں۔

سوال2:﴿وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾’’اوراس کا عرش پانی پر تھا‘‘کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)’’اوراس کا عرش پانی پر تھا‘‘جس وقت اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس کا عرش پانی پر تھا۔(2)عرش ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔(3)سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوااور اپنے اونٹ کو میں نے دروازے پر ہی باندھ دیا۔اس کے بعد بنی تمیم کے کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:اے بنوتمیم!خوش خبری قبول کرو۔انہوں نے دوبارہ کہا کہ جب آپ ﷺ نے ہمیں خوش خبری دی ہے تواب مال بھی دیجیے۔پھر یمن کے چندلوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ان سے بھی یہی فرمایا کہ خوش خبری قبول کرلواے یمن والو!بنوتمیم والوں نے تونہیں قبول کی۔وہ بولے یارسول اللہ ﷺ!ہم نے خوش خبری قبول کی۔پھر وہ کہنے لگے:ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ ﷺ سے اس (عالم کی پیدائش) کا حال پوچھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ ازل سے موجود تھااوراس کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی اوراس کا عرش پانی پر تھا۔لوح محفوظ میں اس نے ہر چیز کولکھ لیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان اورزمین کو پیدا کیا(ابھی یہ باتیں ہورہی تھیں کہ)ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ ابن الحصین!تمہاری اونٹنی بھاگ گئی۔میں اس کے پیچھے دوڑا۔دیکھا تو وہ سراب کی آڑ میں ہے(میرے اوراس کے بیچ میں سراب حائل ہے یعنی وہ ریتی جودھوپ میں پانی کی طرح چمکتی ہے)اللہ تعالیٰ کی قسم میرا دل بہت پچھتایا کہ کاش میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا (اور نبی ﷺ کی حدیث سنی ہوتی۔)(صحیح بخاری:3191)(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندو!(میری راہ میں)خرچ کروتو میں بھی تم پر خرچ کروں گا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔(اس کا خزانہ بے انتہا ہے)کتنا ہی خرچ ہووہ کم نہیں ہوتا،رات اوردن اس کا فیض جاری ہے اورفرمایا تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیدا کیا ہے' مسلسل خرچ کئے جارہا ہے' لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی' اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔(بخاری:4684)(5)عرش بادشاہ کائنات کا تخت ہے۔وہیں سے وہ تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔(6)اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔

سوال3:﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِيَبْلُوَكُمْ﴾ ''تاکہ وہ تمہیں آزمائے''یعنی آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کا مقصد جنوں اور انسانوں کی آزمائش ہے۔ گویا کائنات کا نظام بے مقصد نہیں ہے بلکہ اچھے اور برے لوگوں کی جانچ کے لیے قائم کیا گیا ہے۔(دعوۃ القرآن:14/3)(2)**﴿اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾** ''کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے''یعنی وہ اپنے اوامر ونواہی کے ذریعے سے تمہارا امتحان لے اور دیکھے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1182/2)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝﴾ وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔(الملک:2)(4)اللہ تعالیٰ نے زندگی اسی لیے عطا کی کہ ہمارا امتحان ہو اور موت اس لیے دے گا تاکہ امتحان کے بعد وقت ختم ہوجائے پھر دوبارہ زندگی ملے اور پہلی زندگی کے اعمال کے مطابق جزا، سزا دی جائے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝﴾ تاکہ جنہوں نے برائیاں کیں انہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔(النجم:31)(5)سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سب سے اچھا عمل وہ ہے جو سب سے خالص اور سب سے صحیح ہو۔پوچھا گیا کہ سب سے خالص اور سب سے صحیح سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اگر عمل خالص ہو اور صحیح نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا اور اگر عمل صحیح ہو مگر خالص نہ ہو تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور قابل قبول نہیں ہوتا۔صرف وہی عمل قابل قبول ہوتا ہے جو خالص بھی ہو اور صحیح بھی۔خالص وہ عمل ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور صحیح وہ عمل ہے جس میں شریعت اور سنت کی پیروی کی گئی ہو۔(تفسیر سعدی:1182/2)(6)اچھے عمل میں خلوص کے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کی مطابقت بھی پائی جاتی ہے۔اگر عمل میں خلوص نہ ہو لیکن مطابقت ہو تو شرک ہے اور اگر خلوص ہو مگر مطابقت نہ ہو تو بدعت ہے اور شرک و بدعت دونوں خطرناک چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان گندگیوں سے تمام انسانوں کو محفوظ فرمائے۔(آمین)(مختصر ابن کثیر:822/1)(7)سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی ﷺ نے یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے دین میں اخلاص رکھ تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔(الترغیب والترھیب:54/1)(8)آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے ''احسن عملا'' کہا ہے ''اکثر عملا'' نہیں کہا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسن عمل کا اعتبار ہے، کثرت عمل کا نہیں۔(تیسیر الرحمٰن:635,634/1)(9)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

احسن عمل کا تعین انسان کے مقصد زندگی سے ہوتا ہے۔ جو انسان اپنی زندگی کا مقصد جس قدر احسن انداز میں پورا کر رہا ہو اس کے اعمال اتنے ہی احسن ہوں گے۔ انسان کے مقصد زندگی کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات:56) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان ہی کی مثل۔ ان کے درمیان حکم اترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (الطلاق:12) **(10)** اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات کو اپنی عبادت اور اپنے اسماء وصفات کی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اور اسی چیز کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور اس ذمہ داری کو ادا کر دیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا وہ فلاح پانے والوں میں سے ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعراض کیا تو یہی گھاٹے میں پڑنے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک جگہ جمع کرے گا پھر ان کو اپنے اوامر ونواہی کے مطابق جزا دے گا۔ (تفسیر سعدی:2/1182)

سوال 4: ﴿ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ کہیں کہ بلاشبہ تم موت کے بعد اٹھائے جانے والے ہو تو جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَلَئِنْ قُلْتَ ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ کہیں'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ اگر آپ ان کافروں کے سامنے موت کے بعد آنے والی زندگی کا عقیدہ رکھیں۔ **(2)** ﴿ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ ﴾ ''بلاشبہ تم موت کے بعد اٹھائے جانے والے ہو'' یعنی تم لوگوں کو موت کے بعد نئے سرے سے زندگی دی جائے گی اور تمہیں تمہاری قبروں سے اٹھایا جائے گا تا کہ تمہارا حساب کتاب ہو اور تمہیں اس دنیا کے اعمال کے مطابق جزا دی جائے۔ **(3)** ﴿ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴾ ''تو جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے'' رب العزت نے خبر دی ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندگی کے بارے میں آپ انہیں آگاہ کریں گے تو یہ آپ کی تصدیق نہیں کریں گے۔ پوری شدت سے جھٹلائیں گے اور کہیں گے یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ **(4)** جادو کا تعلق عقل وفہم کو برباد کر دینے سے ہوتا ہے۔ جو لوگ اٹھائے جانے کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ اپنی ناسمجھی کو دوسروں کی ناسمجھی ثابت کرنے کے لئے موت کے بعد اٹھائے جانے کو جادو قرار دیتے ہیں۔ **(5)** کافروں سے جب یہ سوال کیا گیا کہ زمین وآسمان کس نے پیدا کیے تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴾ اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بہکائے جاتے ہیں؟(الزخرف:87)(6)تو جو بغیر نمونے کے آسمان وزمین کو پیدا کرسکتا ہے وہ دوبارہ اسے کیوں نہیں بنا سکتا؟(7)رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝۲۷ ﴾ اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا اور وہ اس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(الروم:27)(8)﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ۝۲۸ ﴾ تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(لقمان:28)

سوال2: کافر موت کے بعد کی زندگی کے عقیدے کو جادو کیوں کہتے تھے؟

جواب:(1) کافر موت کے بعد کی زندگی کو نہیں مانتے، وہ اس عقیدے کو جادو قرار دے کر اس سے گریز کرتے ہیں۔**(2)** کافر ان لوگوں کو جو موت کے بعد ی زندگی کا عقیدہ رکھتے ہیں اپنے کفر اور رسم ورواج کی وجہ سے ''مسحور'' قرار دیتے ہیں۔

﴿ وَلَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْهِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ(8) ﴾

''اور یقیناً اگر ہم ایک گنی ہوئی مدت تک ان سے عذاب کو مؤخر کردیں تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ کیا چیز اسے روک رہی ہے؟ سن لو! جس دن وہ ان پر آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا جانے والا نہیں اور ان کو وہی گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔''(8)

سوال1:﴿ وَلَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُهٗ ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم ایک گنی ہوئی مدت تک ان سے عذاب کو مؤخر کردیں تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ کیا چیز اسے روک رہی ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم ایک گنی ہوئی مدت تک ان سے عذاب کو مؤخر کردیں'' یعنی اگر کافروں پر کچھ عرصے کے لیے عذاب موقوف کردیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بے بنیاد دھمکی ہے اور وہ جلد عذاب لانے کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔**(2)** امۃ کا لفظ قرآن وحدیث میں کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں اس سے مدت مراد ہے جیسا کہ ﴿ واذکر بعدامة ﴾(اس کو ایک مدت بعد یاد آیا) میں یہی معنی مراد ہے۔**(3)**﴿ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُهٗ ﴾ ''تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ کیا چیز اسے روک رہی ہے؟'' کافروں کے دلوں میں کفر جڑیں پکڑ جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ عذاب کو کس چیز نے روک رکھا ہے۔ یوں وہ فوری عذاب نہ آنے کو رسول کے جھوٹا ہونے پر دلیل بناتے ہیں کیونکہ رسول ہی عذاب آنے کی وعید سناتا ہے۔**(4)** سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہ کلام تیری طرف سے واقعی حق ہے تو ہم پر آسمانوں سے پتھر برسادے یا پھر کوئی اور ہی عذاب دے۔ اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقت یہ آیت نازل ہوئی:﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں اور کیا ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے؟ حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں۔'' آخر آیت تک۔(بخاری:4648)

سوال 2:﴿ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ''سن لو! جس دن وہ ان پر آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا جانے والا نہیں اور ان کو وہی گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ ﴾ ''سن لو! جس دن وہ ان پر آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا جانے والا نہیں''یعنی جس دن عذاب آئے گا تو ان کو موقع نہیں ملے گا کہ وہ اپنے معاملہ پر غور وفکر کر سکیں۔**(2)﴿ وَحَاقَ بِهِمْ ﴾** ''اور ان کو وہی گھیر لے گا''یعنی عذاب ان پر نازل ہوگا، ان کو گھیر لے گا اور وہ بچ نہیں پائیں گے۔**(3)** عکرمہ کے سوا اور لوگوں نے کہا کہ'' **حَاقَ** '' کا معنی اتر پڑا ہے۔اسی سے ہے تحیق یعنی اترتا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)**(4)** یعنی وہ عذاب جو اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر ہے جیسے جنگ بدر کا عذاب۔(تفسیر مظہری:14/6)

(5)﴿ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ''جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے'' وہ عذاب کا مذاق اس لیے اڑاتے تھے کہ عذاب کی وعید سنانے والے کو چھوٹا اور حقیر سمجھتے تھے۔(6) مشرکین مکہ بڑے بڑے سردار تھے جن کا دین ودنیا کا جو کچھ انجام ہوا وہ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی روایت میں ہے کہ بدر کی لڑائی میں یہ لوگ مارے گئے اور تین دن تک بے گور وکفن ان کی لاشیں پڑی رہیں اور پھر ان لاشوں کو کھینچ کر ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔(بخاری:2/566،احسن التفاسیر)

رکوع نمبر:2

﴿ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ (9) ﴾

''اور یقیناً اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں پھر ہم وہ اس سے چھین لیں تو بلاشبہ وہ یقیناً انتہائی ناامید، بے حد ناشکرا ہوتا ہے۔''(9)

سوال 1:﴿ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں پھر ہم وہ اس سے چھین لیں تو بلاشبہ وہ یقیناً انتہائی ناامید، بے حد ناشکرا ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں پھر ہم وہ اس سے چھین لیں''اللہ رب العزت نے انسان کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ ظالم اور جاہل ہے جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مزہ چکھاتا ہے یعنی رزق کی کشادگی، خوش حالی اور دنیا اس کے لیے کھول دیتا ہے۔(2)اس مقام پر دنیا میں رزق کے دروازوں کے کھل جانے جیسی نعمتوں کو رحمت قرار دیا گیا۔(جامع البیان)(3)﴿ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ﴾ ''پھر ہم وہ اس سے چھین لیں'' پھر اللہ تعالیٰ اس سے رزق، اولاد یا صحت چھین لیتا ہے۔انسان پر مصائب آزمائش کے لیے آتے ہیں۔مصائب یہ جانچنے کے لیے آتے ہیں کہ انسان مصیبت میں کیسا طرز عمل اختیار کرتا ہے۔(4)﴿اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ﴾ ''بلاشبہ وہ یقیناً انتہائی ناامید، بے حد ناشکرا ہوتا ہے'' تو ایسا انسان نعمتوں کے بعد آنے والی تکلیف پر ناامید ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو جاتا ہے۔اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے گویا اسے کبھی کوئی نعمت ملی ہی نہ تھی۔اسے اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید نہیں رہتی۔اس سے یہ یقین چھن جاتا ہے کہ جس رب نے پہلی بار نعمتیں دی تھیں وہ دوبارہ بھی دے سکتا ہے اور پہلے سے بڑھ کر عطا کر سکتا ہے۔

سوال2: انسان مایوس کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب:(1) انسان فطرتاً جلد باز ہے جب حالات خراب ہوتے ہیں تو اسے اچھے حالات کی امید نہیں رہ جاتی۔(2)انسان اپنے اوپر وہی حالات طاری کر لیتا ہے جو اس کے ماحول پر چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔نعمتیں چھن جاتی ہیں تو اسے لگتا ہے کہ اب کبھی بھلائی نہیں ملے گی۔(3)انسان ماضی پر غور و فکر نہیں کرتا اور مستقبل کی فکر نہیں کرتا اس لیے مایوس ہو جاتا ہے۔(4)انسان اپنے پاس موجود چیزوں کو بھول جاتا ہے اور کھوئی ہوئی چیز کے غم میں مبتلا ہو تو مایوس ہو جاتا ہے۔(5)انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس کا سب کچھ لٹ گیا ہے، یہ سوچ اسے مایوس کر دیتی ہے۔

سوال3: مایوسی سے کیسے بچیں؟

جواب:(1) جب انسان کھوئی ہوئی چیز کا غم کرنے کی بجائے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو محسوس کرے تو مایوسی سے بچ سکتا ہے۔(2)جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ انعامات پر میرا حق نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی، تو مایوسی سے بچ سکتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ(10)﴾

''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی اسے نعمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ ساری تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں، بے شک وہ یقیناً بڑا پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔''(10)

سوال1: ﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی اسے نعمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ ساری تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں، بے شک وہ یقیناً بڑا پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی اسے نعمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ ساری تکلیفیں مجھ سے دور ہوگئیں''یعنی اگر شر اور مصیبت کے بعد اسے آرام میسر آتا ہے مثلاً بیماری کے بعد شفا نصیب ہوجائے ،تنگی کے بعد آسانی مل جائے اور خوف سے نجات مل جائے تو وہ خیال کرتا ہے کہ مصیبت کا وقت ٹل گیا اور اب دوبارہ کبھی نہیں آئے گا۔وہ اتراتا ہے اور اپنے آپ کو عزت والا اور دوسروں کو ذلیل سمجھنے لگتا ہے۔اسے خوش حالی کے نشے میں یوں لگتا ہے کہ یہ بھلائی ہمیشہ اس کے پاس رہے گی۔(2)﴿اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ﴾''بے شک وہ یقیناً بڑا پھولنے والا،بہت فخر کرنے والا ہے''وہ اپنے نفس کی خواہشات کے مطابق ملنے پر خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں پر فخر اور تکبر کرتا ہے۔یہی خود پسندی اسے دوسروں کو کم تر سمجھنے پر مجبور کرتی ہے۔

سوال2:انسان کب اتراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے؟

جواب:(1)انسان جب یہ نہیں سمجھتا کہ یہ انعامات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں تو وہ اتراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔**(2)**انسان دوسروں کو اپنے سے کم دیکھتا ہے تو اکڑنے لگتا ہے اور فخر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

سوال3:اتراہٹ اور فخر سے کیسے بچیں؟

جواب:(1)انسان جب یہ سمجھتا ہے کہ انعامات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں،اگر وہ دے سکتا ہے تو واپس بھی لے سکتا ہے۔**(2)**انسان جب یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرا کوئی حق نہیں تھا،اللہ تعالیٰ نے رحمت کی ہے تو اس شعور کے ساتھ انسان فخر میں مبتلا ہونے سے بچ سکتا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے۔﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ جو بھی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔(النساء:79)

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ(11)﴾

''مگر جن لوگوں نے صبر کیا اور نیکیاں کیں،یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔''(11)

سوال1:﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''مگر جن لوگوں نے صبر کیا اور نیکیاں کیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا﴾''مگر جن لوگوں نے صبر کیا''ابن جریج نے کہا کہ آزمائش میں صبر کرتے ہیں۔(جامع البیان)**(2)** انسان اتراہٹ میں مبتلا ہوجاتے ہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ برے اخلاق سے نکال کر اخلاق حسنہ کی توفیق سے نواز دے۔**(3)**کامل ایمان والے نہ مایوس ہوتے ہیں نہ اتراتے ہیں بلکہ راضی برضا رہتے ہیں۔مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور نعمتوں اور آسانیوں پر شکر ادا کرتے ہیں۔**(4)**﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ابن جریج نے کہا:نعمت پر شکر ادا کرنے کے نیک کام کرتے ہیں۔(جامع البیان)یعنی واجبات اور مستحبات پر عمل کرتے ہیں۔**(5)**سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:مومن کی مثال پودے کی پہلی نکلی ہوئی ہری شاخ جیسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ جب بھی ہوا چلتی ہے اسے جھکا دیتی ہے پھر وہ سیدھا ہوکر مصیبت برداشت کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور بدکار کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے کہ سخت ہوتا ہے اور سیدھا کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اسے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔(صحیح بخاری:5644)(6)سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن کا بھی عجب حال ہے،اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ بات سوائے مومن کے کسی کو حاصل نہیں۔اگر اس کو خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر ادا کیا،تو اس میں بھی ثواب ہے اور جو اس کو نقصان پہنچا اور اس پر صبر کیا،تو اس میں بھی ثواب ہے۔(مسلم:7500)

سوال2:﴿أُولَٰئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿أُولَٰئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ﴾''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش ہے''ابن جریج نے کہا ان کے لیے گناہوں پر مغفرت ہے۔**(ابن جریج)(2)﴿وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾**''اور بہت بڑا اجر ہے''یعنی جنت۔جنت میں جو چاہیں گے ملے گا،یہی اجر کبیر ہے۔**(3)**سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مسلمان کو اگر کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے،یا کانٹے سے بڑھ کر(یا اس سے بھی کم)کوئی تکلیف اسے پہنچتی ہے تو اس کے عوض اس کے لیے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔(مسلم:6561)

﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَن يَقُولُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ أَوْ جَآءَ مَعَهُ مَلَكٌ ۚ إِنَّمَا أَنتَ نَذِيرٌ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ(12)﴾

''پھر شاید آپ اس کا کوئی حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کیا جاتا ہے یا اس پر آپ کا سینہ تنگ ہونے والا ہے کہ وہ کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا؟یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟یقیناً آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے۔''(12)

سوال1:﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَن يَقُولُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ أَوْ جَآءَ مَعَهُ مَلَكٌ﴾''پھر شاید آپ اس کا کوئی حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کیا جاتا ہے یا اس پر آپ کا سینہ تنگ ہونے والا ہے کہ وہ کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا؟یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ﴾''پھر شاید آپ اس کا کوئی حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کیا جاتا ہے''نبی ﷺ کے مخالفین آپ ﷺ پر اعتراضات کرتے کہ اگر رسول ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں؟بازار کیوں جاتے ہیں؟کبھی کہتے کہ مسلمانو!ایسے شخص کے پیچھے لگ گئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ان کی باتوں سے آپ پریشان ہوکر اپنے فرائض میں کمی نہ آنے دیں۔﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ۝﴾اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یقیناً تمہارادل اس سے تنگ ہوتا ہے جووہ کہتے ہیں۔(الحجر:97)شاید کہ آپ ان کی باتوں سے دل برداشتہ ہوکر وحی کا بعض حصہ چھوڑنا چاہتے ہیں ان کی نکتہ چینی سے آپ پریشان نہ ہوں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ایک کتاب ہے جوآپ کی طرف اتاری گئی ہے چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو،تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مومنوں کے لئے نصیحت ہے۔(الاعراف:2)(2)﴿ وَضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ﴾’’یا اس پر آپ کا سینہ تنگ ہونے والا ہے کہ وہ کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟‘‘ان کی باتوں سے آپ کا دل دکھ رہا ہے کہ آپ کے پاس خزانہ کیوں نہیں یا آپ کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں رہتا۔(3)مشکوں کے قول کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ۝ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ ﴾اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟ یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا تم تو ایک سحرزدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو۔(الفرقان:8,7)

سوال2:﴿ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾’’یقیناً آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ﴾’’یقیناً آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں‘‘ آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف خبردار اور چوکنا کرنے والا ہوں۔(2)**﴿ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾**’’اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے‘‘ جھٹلانے والوں کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہے اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔وہ ہر ایک کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔(3)اس آیت میں اس امر کی طرف راہ نمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کے لیے مناسب نہیں کہ دعوت پر اعتراض کرنے والے معترضین کے اعتراضات اور ردوقدح کی بنا پر دعوت دین سے رک جائے۔خاص طور پر جب کہ اس ردوقدح پر کوئی دلیل نہ ہو اور دعوت میں کوئی خامی بھی نہ ہو۔نیز یہ کہ داعی کو تنگ دل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے اپنی دعوت پر مطمئن ہونا چاہیے، وہ اپنے راستے پر گامزن رہے اور اپنی منزل کو سامنے رکھے، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ داعی نئے نئے مطالبات پیش کرنے والوں کو اہمیت نہ دے،صرف دلائل ہی ان کے سامنے رکھے۔تمام مسائل پر ایسے دلائل کا قائم کر دینا جن کا توڑ نہ کیا جاسکے یہی کافی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1285,1286)

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ(13) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’یاوہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو!‘‘(13)

سوال1: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ’’یاوہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ’’یاوہ کہتے ہیں‘‘ کیا نبی کے مخالف یہ کہتے ہیں۔**(2)** ﴿افْتَرٰىهُ﴾ ’’اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟‘‘یعنی اس قرآن کو محمد ﷺ نے خود اپنی طرف سے بنالیا ہے۔

سوال2: ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو!‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) قرآن مجید ایک معجزانہ کتاب ہے۔کوئی اس جیسی ایک آیت، ایک سورت بنا لاؤ اگر تم سچے ہو۔**(2)** سورۃ یونس آیت 39 کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو قرآن کریم جیسا کلام لانے کا چیلنج کئی مراحل میں کیا تھا۔ پہلے کہا کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ قرآن محمد کا کلام ہے تو اس جیسا تم بھی پیش کرو، جب عاجز و ساکت رہے تو اس آیت میں کہا کہ اگر پورا قرآن نہیں تو اس جیسی کم از کم دس سورتیں ہی پیش کر دو۔ جب اس سے بھی عاجز رہے تو سورۃ یونس والی آیت میں کہا کہ کم از کم ایک ہی سورت اس جیسی لے آؤ۔اور سورۂ طور آیت 34 میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوۂ زبان دانی کی تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی۔ جب کہا کہ اگر تم سچے ہو تو قرآن جیسی ایک بات بھی لا دو۔ اور عربوں کے تمام فصحاء و بلغاء اور ادباء و شعراء پر گنگ طاری رہی، اور آج تک کوئی اس چیلنج کا جواب نہ دے سکا۔(تیسیر الرحمٰن :637)

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس کے جیسا نہ لا سکیں گے اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔(بنی اسرائیل:88) **(4)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جس کو کچھ نشانی (یعنی معجزات) نہ دیے گئے ہوں جن کے مطابق ان پر ایمان لایا گیا یا (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) انسان ایمان لائے اور مجھے جو بڑا معجزہ دیا گیا وہ قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن شمار میں تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ پیروی کرنے والے میرے ہوں گے۔‘‘(صحیح بخاری:7274)

﴿فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ(14)﴾

’’چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟‘‘(14)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ﴾ ''چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں''یعنی اگر وہ تمہاری مدد کو نہیں پہنچتے یعنی دس سورتیں گھڑ کر لانے میں تمہاری مدد نہیں کرتے یا مدد کر نہیں سکتے۔(2)﴿فَاعْلَمُوْۤا﴾ ''تو جان لو''یعنی اہل مکہ! آپ جان لو۔(3)﴿اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ﴾ ''بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے''جب تم قرآن جیسا کلام نہیں لا سکے تو یقین کر لو یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں لہٰذا اس کتاب پر ایمان لے آؤ۔(4)یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے علم سے نازل ہوئی ہے جو کائنات کے حالات کو، انسانوں کے ماضی، مستقبل اور حال کو جانتا ہے وہی قدرت رکھتا ہے کہ ایسا کلام نازل کرے۔اس نے اپنے بے مثال علم سے کتاب نازل کی ہے۔(5)﴿وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں''اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ،کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔(6)﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟''یعنی کیا تم اسلام میں داخل ہوتے ہو؟اس کے احکامات کی پیروی کرتے ہو؟اس کی شریعت کی اقتداء کرتے ہو؟اسلام پر ثابت قدم رہتے ہو؟اس کے لیے خالص ہوتے ہو؟(فتح القدیر)(6)یہ سوال کہ کیا تم سر تسلیم خم کرتے ہو شعور دلاتا ہے کہ چیلنج کا مقابلہ پوری دنیا نہیں کر سکی تو اب اس دعوت کو قبول کرنے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔

﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ(15)﴾

''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے، ہم ان کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے اور اسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی۔''(15)

سوال1:﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ﴾ ''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے، ہم ان کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے اور اسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ﴾ ''جو کوئی ارادہ رکھتا ہے''یعنی جو اپنے عمل سے ارادہ کرتا ہے۔(جامع البیان)(2)﴿الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا﴾ ''دنیا کی زندگی کا''یعنی صرف دنیا کی زندگی کا۔(جامع البیان)(3)﴿وَ زِیْنَتَهَا﴾ ''اور اس کی زینت کا''یعنی دنیا کے حسن، صحت اور امن ،رزق کی وسعت، اور لذتوں کا ارادہ رکھتا ہے۔(فتح القدیر)(4)یعنی جو اس کی زینت کو طلب کرتا ہے۔(جامع البیان)(5)اس آیت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بارے میں مجاہد کا قول ہے۔ وہ ریا کار ہیں۔ (ترمذی:2386) (6) یعنی جس شخص کا بھی ارادہ، دنیاوی زندگی اور اس کی زیب وزینت ہی کے گرد گھومتا ہے، مثلاً عورتوں اور بیٹوں کے حصول کی خواہش، سونے اور چاندی کے خزانوں کی حرص، نشان زدہ گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتیوں کی چاہت، اس نے اپنی رغبت، عمل اور کوشش کو صرف انہی چیزوں پر مرکوز کر رکھا ہے اور وہ آخرت کے گھر کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ ایسا شخص کافر کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگر وہ مومن ہوتا تو اس کا ایمان اسے اس بات سے روک دیتا کہ اس کا تمام ارادہ صرف دنیا ہی پر مرکوز رہے، بلکہ اس کا ایمان اور اس کے نیک اعمال، اس کے ارادہ آخرت ہی کے آثار ہیں۔ مگر یہ کافر بدبخت تو گویا صرف دنیا ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1186) (7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن جس کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا۔ اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔ وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور تحقیق وہ کہا جا چکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ دوسرا شخص وہ ہوگا جس نے علم حاصل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا۔ اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔ وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے علم حاصل کیا، پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا، تو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ کہا جا چکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تیسرا وہ شخص ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی تھی اور اسے ہر قسم کا مال عطا کیا تھا۔ اسے بھی لایا جائے گا اور اسے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔ وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے تیرے ہر راستے میں جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہو، تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے سو وہ کہا جا چکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم:4923) (8) ﴿نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا﴾ ''ہم ان کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے'' اللہ تعالیٰ دنیا کا ارادہ رکھنے والوں کو وہ سب کچھ دنیا میں ہی عطا کر دیتا ہے جو ان کے لیے لوح محفوظ میں لکھا ہوتا ہے۔ (9) ﴿وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ﴾ ''اور اسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی'' یعنی ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ مقرر کر چکے ہیں اس میں کمی نہیں کی جاتی۔ (10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ریا کاروں کو دنیا ہی میں نیکیوں کا صلہ مل جاتا ہے اور ان کے عملوں میں ذرہ بھر کمی نہیں کی جاتی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(مختصر ابن کثیر:821/1)(11)رب العزت کا فرمان ہے:﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝ ﴾ ''جوکوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جوکوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔''(الشوریٰ:20) (12) رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ ﴾ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابل قدر ہے۔ان کو بھی اور ان کو بھی ہم آپ کے رب کی عطا سے مدد دیتے ہیں اور آپ کے رب کی عطا کو کبھی روکا نہیں گیا۔(بنی اسرائیل:19,20)(13)سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی نیت اپنے اعمال میں طلب آخرت کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کے دل کو غنی کر دیتے ہیں اور اس کی ضروریات کو پورا فرما دیتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جس شخص کی نیت طلب دنیا کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ محتاجی اس کے سامنے کر دیتے ہیں کہ اس کی حاجت کبھی پوری ہی نہیں ہوتی کیونکہ ہوس دنیا اس کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ایک حاجت پوری ہونے سے پہلے دوسری حاجت سامنے آجاتی ہے اور بے شمار فکریں اس کو لگ جاتی ہیں اور ملتا صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے۔(معارف القرآن) (مسند احمد)(14)سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی مومن کی ایک نیکی کے عوض میں بھی کمی نہ فرمائے گا۔اس کی وجہ سے دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا لیکن کافر نے جو نیکیاں کیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا دھیان رکھا ان نیکیوں کے عوض اسے دنیا ہی میں دے دیتا ہے یہاں تک کہ وہ جب آخرت میں پہنچے گا اس کے پاس ایک نیکی بھی نہ ہوگی جس پر اسے ثواب دیا جائے۔(مسلم)(انوار البیان)(15)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دینار و درہم اور ریشمی چادر اور اونی کپڑوں کا بندہ ہلاک ہوگیا کہ اگر اسے یہ چیزیں ملیں تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر نہیں ملتیں تو ناراض ہو جاتا ہے۔(بخاری:6435)(16)ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے کوئی بچھونا نہیں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر چٹائی کی بناوٹ کے نشان پڑ گئے تھے اور تکیہ بھی چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دعا کیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو مالی وسعت عطا فرما دے کیونکہ فارس روم کے لوگوں کو مالی وسعت دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے تم ابھی تک ان ہی خیالات میں مبتلا ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی مرغوب چیزیں انہیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو کہ مرغوب چیزیں ان کے لیے دنیا میں ہوں اور ہمارے لیے آخرت میں ہوں۔(بخاری،مشکوٰۃ)(17)یہ آیت کریمہ مسلمانوں کے لیے خطرہ کی گھنٹی بھی ہے کہ آدمی نیک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عمل کرتا ہے،لیکن اگراس میں اخلاص اوراللہیت نہیں ہےتووہ قیامت کے دن اس کے لیے وبال جان بن جائے گا،اورجہنم اس کا ٹھکانا ہوگا۔(تیسیر الرحمٰن:638/1)

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ(16)﴾

''یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اورانہوں نے جوکچھ دنیا میں بنایاوہ سب برباد ہوگیااور باطل ہیں جووہ عمل کرتے رہے تھے۔''(16)

سوال 1:﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ﴾''یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں''انسان کواس کے کئے کا بدلہ وہیں ملتا ہے جہاں کے لئے اس نے کوشش کی ہو۔جودنیا کواپنا مقصد بناتا ہے وہ آخرت کواہمیت نہیں دیتااس لئے اس کےعمل کی جزادنیا میں ملے گی لیکن آخرت میں اس کا کوئی اجرنہ ملے گا۔(2)یعنی انہیں ثواب سے محروم کردیا جائے گا،عذاب میں وقفہ نہیں ہوگا،وہ اس آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

سوال 2:﴿وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾''اورانہوں نے جوکچھ دنیا میں بنایاوہ سب برباد ہوگیااور باطل ہیں جووہ عمل کرتے رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اورانہوں نے جوکچھ دنیا میں بنایاوہ سب برباد ہوگیااور باطل ہیں جووہ عمل کرتے رہے تھے''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا عمل جو اس نے دنیا کے لیے کیا تھا وہ وہیں رہ گیا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔(ابن ابی حاتم :2013/6)(2)﴿وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾''اور باطل ہیں جووہ عمل کرتے رہے تھے''یعنی وہ سب اعمال باطل اورمضمحل ہوجائیں گے جووہ حق اوراہل حق کے خلاف سازشوں کے لئے کرتے رہے ہیں اورنیکی کے اعمال بھی باطل ہوجائیں گےجن کی کوئی اساس ہی نہیں اور ان کی قبولیت کی شرط بھی مفقود ہے اوروہ ہے ایمان۔(تفسیرسعدی:1187/2)(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ﴿١٨﴾﴾''جوشخص جلدی والی دنیا کاارادہ کرتا ہےتواسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جوہم چاہیں گے،جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے،پھراس کے لیے ہم نے جہنم بنارکھی ہے،وہ مذمت کیا ہوا،دھتکارا ہوااس میں داخل ہوگا۔''(بنی اسرائیل:18)(4)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:دنیا آخرت کے سامنے اتنی ہی ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈالے اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے۔(جامع ترمذی:2323)(5)سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا: پھر تمہیں خوش خبری ہو تم اس کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے گی' اللہ کی قسم' فقر ومحتاجی وہ چیز نہیں ہے جس سے میں تمہارے متعلق ڈرتا ہوں بلکہ میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی' جس طرح ان لوگوں پر کر دی گئی تھی جو تم سے پہلے تھے اور تم بھی اس کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی اسی طرح کوشش کرو گے جس طرح وہ کرتے تھے اور تمہیں بھی اسی طرح غافل کر دے گی جس طرح ان کو غافل کیا تھا۔ (بخاری:6425)

﴿ اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ وَ يَتۡلُوۡهُ شَاهِدٌ مِّنۡهُ وَ مِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحۡمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ؕ وَ مَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡهُ ۫ اِنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ(17) ﴾

''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور ایک گواہ اس کی طرف سے اس کی تائید کر رہا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی جو راہ نما اور رحمت تھی، یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے گا تو اس کے وعدے کی جگہ آگ ہے۔ چنانچہ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں، آپ کے رب کی طرف سے یقیناً یہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے''۔(17)

سوال1: ﴿ اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ وَيَتۡلُوۡهُ شَاهِدٌ مِّنۡهُ ﴾ ''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور ایک گواہ اس کی طرف سے اس کی تائید کر رہا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ﴾ ''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول اور اپنے دین کو قائم کرنے والے اہل یقین کے حالات بیان فرمائے ہیں۔**(2)** قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ محمد ﷺ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہیں۔ (جامع البیان)**(3)** ﴿ وَيَتۡلُوۡهُ ﴾ ''اور اس کی تائید کر رہا ہو'' اور اس کے پیچھے ہے یعنی اس دلیل کے پیچھے ایک اور دلیل ہے۔**(4)** ﴿ شَاهِدٌ مِّنۡهُ ﴾ ''ایک گواہ اس کی طرف سے'' شاہد سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں اور اگر شخص سے مراد عام آدمی لیا جائے تو شاہد سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (تیسیر القرآن:2/339)**(5)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے کہ جانور کے پورے اعضاء والا جانور پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں ان میں کوئی کٹے ہوئے عضو والا جانور معلوم ہوتا ہے پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم چاہو تو آیت ﴿ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ﴾ پڑھ لو یعنی: ''(اے لوگو!) اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت (دین اسلام) کو لازم کر لو۔ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔'' (مسلم:6755)**(6)** ﴿ شَاهِدٌ مِّنۡهُ ﴾ اور وہ ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فطرت مستقیم، عقل سلیم اس شریعت کی حقانیت کی گواہی دیتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے نازل اور مشروع فرمایا اور بندہ اپنی عقل کے ذریعے سے اس کے حسن کو معلوم کر لیتا ہے پس اس کے ایمان میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1187)

سوال 3:﴿ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی جو راہ نما اور رحمت تھی، یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى ﴾ ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی''یعنی تورات۔**(2)﴿ اِمَامًا ﴾** ''راہ نما''یعنی اس سے پہلے موسیٰ پر تو رات تلاوت کی گئی جیسا کہ محمد ﷺ پر قرآن تلاوت کیا جا رہا ہے۔(ابن ابی حاتم :2015/6)**(3)﴿ وَّ رَحْمَةً ﴾** ''اور رحمت''یعنی عظیم نعمت ہے۔**(4)﴿ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾** ''یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں''یعنی جن لوگوں کو دلائل قائم کرنے کی توفیق عطا کی گئی ہے۔**﴿ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾** یعنی قرآن پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں ان کے ایمان کے نتیجے میں انہیں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی عطا ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1187،1188)

سوال 4:﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ﴾ ''اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے گا تو اس کے وعدے کی جگہ آگ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ ﴾ ''اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے گا''یعنی جو اس قرآن کا اور نبی ﷺ کا اور ان کے دین کا انکار کرتا ہے۔**(2)** یعنی زمین کے سارے گروہ اور قبائل جو دین کا انکار کرتے ہیں آگ ان کا ٹھکانہ ہے اور وہ بہت ہی برا مقام ہے۔(ایسر التفاسیر:635)**(3)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے،(شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔''(مسلم:386)

سوال 5:﴿ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۫ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''چنانچہ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں، آپ کے رب کی طرف سے یقیناً یہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ﴾ ''چنانچہ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں'' آپ اس بارے میں ادنیٰ سے شک میں بھی مبتلا نہ ہونا۔**(2)** یہاں **﴿ مِرْيَةٍ ﴾** سے مراد تنگ دلی ہے، گھٹن ہے جو دعوت سے منہ موڑنے والوں اور ان کی اذیتوں کی وجہ سے داعی کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت کی ہے کہ آپ اس شک اور گھٹن میں مبتلا نہ ہو جانا۔(3)**﴿ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ﴾** ''آپ کے رب کی طرف سے یقیناً یہ حق ہے''یعنی اے محمد ﷺ! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو قرآن نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اس میں کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شک نہیں۔(4)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے'' اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں یا تو وہ جہالت کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے یا ظلم اور بغاوت کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔(یوسف:103)(5)﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ یقیناً آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی خوب جاننے والا ہے۔(الانعام:117)(6)﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا، تو اہل ایمان کے ایک گروہ کے سوا ان سب نے اس کا پیچھا کیا۔(سبا:20)

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ(18)﴾

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹ گھڑے؟ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ کہا تھا، سن لو! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''(18)

سوال1:﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹ گھڑے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے یا نبوت کا دعویٰ کرے۔
(2) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے سے مراد اللہ تعالیٰ کے پیغام پر جھوٹ گھڑنا ہے۔

سوال2:﴿اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ کہا تھا، سن لو! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ﴾ ''یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے'' یعنی قیامت کے دن وہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے تو وہ ان سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا تاکہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے۔**(2)﴿وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ﴾** ''اور گواہ کہیں گے'' یعنی فرشتے اور انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔(جامع البیان)**(3)﴿هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ﴾** ''اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ کہا تھا'' صفوان بن محرز نے بیان کیا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص (نام نامعلوم) آپ کے سامنے آیا اور پوچھا اے عبدالرحمٰن! یا یہ کہا کہ اے ابن عمر! کیا آپ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کے متعلق کچھ سنا ہے (جو اللہ تعالیٰ مومنین سے قیامت کے دن کرے گا۔) انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ مومن اپنے رب کے قریب لایا جائے گا اور ہشام نے یوں کہا کہ مومن اپنے پروردگار سے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا ایک جانب اس پر رکھے گا اور اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا کہ فلاں گناہ تجھے یاد ہے؟ بندہ عرض کرے گا: یاد ہے میرے رب! مجھے یاد ہے دومرتبہ اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تمہارے گناہوں کو چھپائے رکھا اور آج بھی تمہاری مغفرت کروں گا پھر اس کی نیکیوں کا دفتر لپیٹ دیا جائے گا لیکن دوسرے لوگ یا (یہ کہا کہ) کفار تو ان کے متعلق محشر میں اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تھا۔ (صحیح بخاری:4685) (6) ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''سن لو! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے'' یعنی وہ لعنت جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا، کیونکہ ظلم ان کا وصف لازم بن چکا ہے، جو تخفیف کے قابل نہیں۔ (تفسیر سعدی:1189/2)

﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (19)﴾

''جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے بھی ہیں۔'' (19)

سوال 1: ﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے بھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں'' یعنی جو لوگ ایمان، عبودیت کے اقرار اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سے روکتے ہیں اور وہ مشرکین قریش ہیں۔ (جامع البیان) (2) جو لوگوں کو دین اسلام سے روکتے ہیں۔ (سمرقندی :148/2) (3) وہ لوگ جو خود بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلانے والے راہ نما بن گئے۔ (4) ﴿وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ ''اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے راستے کو حقیر قرار دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور باطل کی خوبیاں اور حق کی برائیاں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چل نہ پائیں۔ (5) ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے بھی ہیں۔ وہ موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچا دینے والے راستے سے روکتے ہیں، جنت سے دور کرتے ہیں، علم کے راستے سے دور کرتے ہیں، اپنے لیے ٹیڑھا راستہ تلاش کرتے ہیں اور قیامت اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ (20)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’وہ زمین میں بے بس کر دینے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار ہیں، ان کے لیے دوگنا عذاب کیا جائے گا، وہ نہ سننے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ دیکھتے تھے۔‘‘(20)

سوال 1: ﴿ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ﴾ ’’وہ زمین میں بے بس کر دینے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ﴾ ’’وہ زمین میں بے بس کر دینے والے نہ تھے‘‘ یعنی تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اور اللہ رب العزت کو ہی کائنات میں پورا اختیار حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لینے پر قادر ہے۔ وہ دنیا میں بھی انہیں عذاب دے سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کہیں بھاگ نہیں سکتے۔(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴾ ’’اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔(ابراہیم:42،43)(3) نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب اسے پکڑتا ہے پھر نہیں چھوڑتا۔(بخاری ،مسلم)(4) ﴿ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ﴾ ’’اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار ہیں‘‘ یعنی انہیں اللہ تعالیٰ سے چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔

سوال 2: ﴿ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴾ ’’ان کے لیے دوگنا عذاب کیا جائے گا، وہ نہ سننے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ دیکھتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ﴾ ’’ان کے لیے دوگنا عذاب کیا جائے گا‘‘ یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝ ﴾ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔(النحل:88)(2) ﴿ قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ ۝ ﴾ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ’’آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔‘‘ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اس میں آملیں گی تو ان کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ’’اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ انہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں‘‘ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ’’ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔‘‘(الاعراف:38)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(3)﴿مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''وہ نہ سننے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ دیکھتے تھے'' انہیں حق سنایا جاتا تھا مگر وہ سنتے نہیں تھے، وہ حق کہنے سے گونگے، حق دیکھنے سے اندھے بنے رہے، اب نہ وہ دیکھتے ہیں، نہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں، وہ حق سے نفرت کی وجہ سے حق کو سن نہیں سکتے تھے۔(4) اللہ تعالیٰ نے انہیں کان، آنکھیں اور دل دیے تھے لیکن انہوں نے ان قوتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جب انہیں جہنم میں دھکیلا جائے گا تو وہ کہیں گے۔﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝﴾ اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔(الملک:10)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ(21)﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اور وہ سب کچھ ان سے کھو گیا جو وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے۔''(21)

سوال 1: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اور وہ سب کچھ ان سے کھو گیا جو وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا'' یعنی انہوں نے اپنے نفس کا غبن کیا ہے۔(الدر منثور)(2) وہ سب سے بڑے ثواب سے محروم ہو گئے اور شدید ترین عذاب کے مستحق قرار پائے۔(تفسیر سعدی:2/1190) (3) انسان اپنی دنیا ضائع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معزز بنایا، اس کو عزت اور وقار اللہ تعالیٰ کے نظام ''اسلام'' کی وجہ سے مل سکتا ہے۔ انسان نے جب اللہ تعالیٰ کے نظام کو سمجھنے کی کوشش نہ کی، اسے نہ اپنایا تو خود کو جان بوجھ کر خسارے میں ڈال دیا۔(4) انسان اندھا بہرا بن کر اپنی آخرت گنوا دیتا ہے، آخرت میں عذاب ہی اس کا انتظار کرتا ہے اور یہی بڑا خسارہ ہے۔(5) ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور وہ سب کچھ ان سے کھو گیا جو وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو کچھ دنیا میں وہ جھٹلاتے رہے وہ ان سے گم ہو جائے گا۔(ابن ابی حاتم:6/2019) (6) یعنی ان کا وہ دین، جس کی طرف یہ لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے اور جس کی یہ تحسین کیا کرتے تھے، مٹ گیا اور جب آپ کے رب کا حکم آ گیا، تو ان کے وہ جھوٹے خدا ان کے کسی کام نہ آئے جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے۔(تفسیر سعدی:2/1190)(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان چیزوں میں بھی انہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے اور انہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔(الاحقاف:26)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ(22)﴾

''کوئی شک نہیں یہی لوگ آخرت میں بلاشبہ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہوں گے۔''(22)

سوال: ﴿لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ﴾ ''کوئی شک نہیں یہی لوگ آخرت میں بلاشبہ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿لَا جَرَمَ﴾ ''کوئی شک نہیں''یعنی یہی حق سچ ہے۔**(2)** ﴿أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ﴾ ''یہی لوگ آخرت میں بلاشبہ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہوں گے''اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت کے دن وہ سب سے زیادہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔ان کے لیے جنت کے بدلے جہنم کی آگ ہوگی، جنت کی بہاروں کے بدلے میں کھولتا ہوا پانی، جنت کی نعمتوں کے بدلے میں کچ لہو، اور پیپ ہوگی۔ جنت کے محلات کے بدلے میں جہنم کے تنگ وتاریک مقامات ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بدلے میں سزا کے حق دار ہوں گے۔اس سے بڑھ کر خسارے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ(23)﴾

''یقیناً جولوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں اور اپنے رب کی طرف عاجزی اختیار کی ہے یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(23)

سوال: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں اور اپنے رب کی طرف عاجزی اختیار کی ہے یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے ہیں''یعنی جولوگ دل کے یقین کے ساتھ ایمان لائے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے دین کے اصول اور احکامات بتائے تو انہوں نے اعتراف کیا۔**(2)** ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں''اور نیک عمل کیے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر کیے۔**(3)** ﴿وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ﴾ ''اور اپنے رب کی طرف عاجزی اختیار کی ہے''اخبات خضوع اور تواضع کو کہتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:2020/6)**(4)** یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی اور عظیم قدرت کے سامنے عاجزی اختیار کی۔**(5)** جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو خشوع وخضوع سے اس کی اطاعت کرتے ہیں، جو اسی سے امید باندھتے ہیں، اسی سے محبت کرتے ہیں اور اسی کو امیدوں کا مرکز بناتے ہیں۔**(6)** ﴿أُولَٰئِكَ﴾ ''یہی لوگ''یعنی جن کی یہ صفات ہیں۔ **(7)** ﴿أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''یہی لوگ جنت کے وارث ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(8) کیونکہ بھلائی کا کوئی ایسا مقصد نہیں جوانہوں نے حاصل نہ کیا اور کوئی ایسی منزل نہیں جس کی طرف انہوں نے سبقت نہ کی ہو۔ (تفسیر سعدی: 2/1190، 1191) (9) وہ ایسی جنتوں کے وارث ہوں گے جہاں اونچے محلات، سجے ہوئے تخت، پھلوں سے جھکے ہوئے درخت، حسین وجمیل بیویاں، قسم قسم کے کھانے اور مشروبات ہوں گے اور سب سے بڑھ کر رب کا دیدار ہوگا۔ (10) ﴿هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے، نہ انہیں موت آئے گی، نہ بڑھاپا، نہ بیماری، نہ نیند، وہ خوشبوؤں میں بسائے جائیں گے۔ (الاساس فی التفسیر)

﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (24)﴾

''ان دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا دونوں مثال میں یکساں ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (24)

سوال: ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ ''ان دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا دونوں مثال میں یکساں ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ﴾ ''ان دونوں گروہوں کی مثال'' خوش نصیبوں اور بدنصیبوں کی مثال۔ (2) ﴿كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ﴾ ''اندھے اور بہرے کی طرح'' یعنی وہ بدنصیب ہیں۔ کافر کی مثال اندھے اور گونگے کی ہے۔ (3) ﴿وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ﴾ ''اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے'' یعنی خوش نصیبوں کی مثال دیکھنے اور سننے والے کی ہے، یہ مومن کی مثال ہے۔ (4) کافر دنیا میں حق دیکھنے کے لیے اندھے تھے، آخرت میں بھی اندھے ہی اٹھیں گے، کافر دنیا میں حق کو سننے سے بہرا ہو جاتا ہے، آخرت میں بھی سن نہیں سکیں گے۔ (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔ (الانفال: 23)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: 22-19) (7) ﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔ (الحشر: 20) (8) ﴿هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا﴾ ''کیا دونوں مثال میں یکساں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو سکتے ہیں''یعنی دونوں مثال میں برابر نہیں۔(9)﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾''تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''کیا تم غور وفکر نہیں کرتے کہہ کر توجہ دلائی ہے کہ تم اپنی زندگی کے حالات پر غور کر کے اپنے لیے اچھی راہ کا انتخاب کیوں نہیں کرتے۔(10)یعنی ایسے اعمال جو آپ کو فائدہ دیں انہیں انجام دو اور ایسے اعمال جو آپ کے لیے نقصان دہ ہیں انہیں چھوڑ دو۔

رکوع نمبر:3

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ(25)﴾

''اور ہم نے نوح کو اس کی قوم میں بھیجا''یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔''(25)

سوال 1:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾''اور ہم نے نوح کو اس کی قوم میں بھیجا''یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یہ قصہ نوح کا آغاز ہے اور یہ سورت ہود میں آنے والے پانچ قصوں میں سے ایک ہے۔(ایسر التفاسیر:638)**(2)**قریش نے رسول اللہ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے کی حد کر دی تو انسانی تاریخ میں انبیاء کی دعوت،قوم کی تکذیب پھر مؤمن کی نجات اور کافروں کی ہلاکت سے واضح کیا گیا ہے کہ آج کی تکذیب اور آج کا تشدد نیا نہیں ہے نوح علیہ السلام کے دور سے یہی حالات چلے آرہے ہیں۔**(3)**﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ﴾''اور ہم نے نوح کو اس کی قوم میں بھیجا''نوح علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں جو دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔نوح علیہ السلام عبد شکور تھے۔کہا جاتا ہے کہ ان کی قوم کے کفر وشرک اور شر وفساد سے زمین بھر گئی تھی۔(تیسیر الرحمٰن:640)**(4)**﴿اِلٰى قَوْمِهٖۤ﴾''اس کی قوم میں''جن لوگوں کی طرف نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا وہ انہیں رب کی طرف بلاتے تھے اور انہیں شرک سے روکتے تھے۔**(5)**﴿اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾''یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں''سیدنا نوح علیہ السلام عمر بھر بت پرستوں کو سمجھاتے رہے۔انہوں نے یہی کہا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تباہ کن عذاب سے ڈراتا ہوں۔اگر تم شرک نہیں چھوڑو گے تو ایسا عذاب آئے گا جو تمہاری نسلوں کو برباد کر دے گا۔**(6)**یعنی میں نذیر ہوں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرتا ہوں۔**(7)**میں تمہیں تمہارے کفر پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں لہٰذا ایمان لاؤ اور اس کے احکامات کی اطاعت کرو۔(جامع البیان)

﴿اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ(26)﴾

''کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو،بلاشبہ میں تم پر ایک دردناک عذاب کے دن سے ڈرتا ہوں۔''(26)

سوال:﴿اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ﴾''کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو،بلاشبہ میں تم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر ایک دردناک عذاب کے دن سے ڈرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' یعنی تم اپنی عبادت کو ایک اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرو، دوسرے معبودوں کی عبادت کو چھوڑ دو۔(2)﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''بلاشبہ میں تم پر ایک دردناک عذاب کے دن سے ڈرتا ہوں'' یعنی اگر تم اس کی عبادت نہیں کرو گے جس نے تمہیں پیدا کیا جو تمہیں کھلاتا اور پلاتا ہے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔اس دن عذاب تمہیں گھیرے میں لے کر برباد کر دے گا۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' (الاعراف:59)

﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ (27) ﴾

''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔'' (27)

سوال 1:﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا۔(2)﴿ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ﴾ ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت سن کر کافر سرداروں نے کہا: آپ تو ہم جیسے ہیں فرشتہ نہیں۔ہمیں چھوڑ کر آپ کے پاس وحی آئے۔اس کے بارے میں ہماری سمجھ کام نہیں کرتی۔(3)بشر کے علاوہ رسول کا کچھ اور ہونا مناسب ہی نہیں، کیونکہ انسان ہی سے انسان علم حاصل کر سکتا ہے اور اپنے ہر معاملے میں وہ صرف انسان کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اس کے برعکس وہ فرشتوں سے سیکھ سکتا ہے نہ ان کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1194)

سوال 2:﴿ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ﴾ ''اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا﴾ ’’اور ہم نہیں دیکھتے کہ ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو‘‘یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں صرف ان لوگوں نے آپ کی پیروی کی ہے جو ذلیل اور گھٹیا ہیں۔**(2)** نبی پر سب سے پہلے وہ لوگ ایمان لانے والے ہوتے ہیں جو معاشرہ کے ہاتھوں ستم رسیدہ ہوں،غریب ہوں،نوجوان اور باہمت ہوں اور جو ایسے ظالم معاشرے کے سامنے ڈٹ جانے کی جرأت رکھتے ہوں ایسے ہی لوگ ہر نبی کا ابتدائی سرمایہ ہوتے ہیں۔(تیسیر القرآن:2/343)**(3)** حالانکہ وہ درحقیت،اشراف اور عقل مند لوگ تھے یہ وہ لوگ تھے جو حق کے سامنے سرافگندہ ہو گئے تھے،یہ وہ رذیل لوگ نہ تھے جن کو اشرافیہ کہا جاتا تھا جو ہر سرکش شیطان کے پیچھے لگ جاتے تھے جنہوں نے پتھروں اور درختوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔جن کا یہ لوگ تقرب حاصل کرتے تھے اور جن کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔کیا آپ ان سے زیادہ رذیل اور ان سے بڑھ کر خسیس کہیں اور دیکھ سکتے ہیں؟(تفسیر سعدی:2/1194)**(4)** رب العزت نے اسی رویے کی وضاحت ایک اور مقام پر فرمائی۔﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰي رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾ انہوں نے کہا:’’کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں‘‘نوح نے کہا:’’اور مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں؟ان کا حساب میرے رب ہی کے ذمہ ہے،کاش تم سمجھتے!اور میں ایمان والوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔میں تو صرف کھلا ڈرانے والا ہوں‘‘انہوں نے کہا:’’اے نوح!یقیناً اگر تم باز نہیں آؤ گے تو یقیناً ضرور تم سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔‘‘(الشعراء:111۔115)**(5)** حافظ ابن کثیر نے ان شبہات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ باتیں قوم نوح کی جہالت اور کم عقلی کی دلیل تھیں۔اس لیے کہ حق،حق ہوتا ہے،چاہے اس کی اتباع شرفائے قوم کریں یا غریب لوگ کریں۔(ابن کثیر:2/474)**(6)**﴿بَادِيَ الرَّاْيِ﴾ ’’سطحی رائے رکھنے والے‘‘یعنی آپ کے ماننے والے موٹی عقل کے لوگ ہیں،سوچ سمجھ کر فیصلے نہیں کرتے،بے سوچے سمجھے تیری دعوت پر تیری پیروی کرتے ہیں۔یعنی وہ لوگ آپ پر ایمان لاتے ہیں جو بصیرت سے محروم ہیں۔حق کی دعوت پر لبیک کہنے والے برباد ہوتے ہیں،دولت مند تو اس سے بھاگتے ہیں،پھر اس کی مخالفت میں اپنی پوری قوتیں صرف کر ڈالتے ہیں۔**(7)** ہرقل نے نبی ﷺ کے بارے میں ابوسفیان سے کچھ سوالات پوچھے تھے جن میں یہ سوال بھی تھا کہ ان کے جاننے والے غرباء یا اونچے طبقے کے لوگ ہیں؟ابوسفیان نے جواب دیا تھا کمزور لوگ،تو ہرقل نے کہا:کمزور لوگ ہی انبیاء کے پیروکار ہوتے ہیں۔(بخاری:3)

سوال 3:﴿وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ ’’اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ﴾ ’’اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری‘‘ہمارے خیال میں تمہیں ہمارے مقابلے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں کوئی فضیلت نہیں کہ ہم آپ کی فرماں برداری کریں۔(2)﴿بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ ''بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں'' ہم تو تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔(3)انہوں نے اس بارے میں جھوٹ بولا تھا، کیونکہ وہ ایسی نشانیاں اور معجزات دیکھ چکے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی تائید کے لیے نازل فرمایا تھا، جو آپ کی صداقت پر انہیں قطعی یقین فراہم کرتی تھیں۔(تفسیر سعدی:2/1195)(4)اگر حق واضح ہو، اور دل کا آئینہ روشن ہو، تو آدمی ایک لمحہ کے لیے بھی شک میں نہیں پڑتا اور حق کو فوراً قبول کر لیتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی رسالت کا اعلان کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی توقف کے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔(تیسیر الرحمٰن:641)

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ(28)﴾

''اس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا کر دی پھر تم پر وہ اوجھل رکھی گئی تو کیا ہم اسے زبردستی تم پر لازم کر دیں گے؟ جب کہ تم اسے ناپسند کرنے والے ہو؟''(28)

سوال:﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ﴾

''اس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا کر دی پھر تم پر وہ اوجھل رکھی گئی تو کیا ہم اسے زبردستی تم پر لازم کر دیں گے؟ جب کہ تم سے ناپسند کرنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں'' سیدنا نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ واضح دلیل، سچی نبوت اور یقین تو میرے رب کی رحمت کے طور پر میرے پاس آ چکی۔(2)﴿وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ﴾ ''اور اس نے اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا کر دی'' یعنی اس نے اپنی رحمت سے میری جانب وحی بھیجی اور مجھے اپنا رسول منتخب کیا اور مجھے ہدایت دی۔(3)﴿فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ﴾ ''پھر تم پر وہ اوجھل رکھی گئی'' یعنی تم سے حقیقت کو چھپا لیا گیا اس لیے تم نے اسے نہیں پہچانا اور بے سوچے سمجھے مخالفت پر اتر آئے۔(4)﴿اَنُلْزِمُكُمُوْهَا﴾ ''تو کیا ہم اسے زبردستی تم پر لازم کر دیں گے؟'' کیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو زبردستی تمہارے سر چڑھا دوں۔(5)﴿وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ﴾ ''جب کہ تم سے ناپسند کرنے والے ہو؟'' یعنی جب تم حق سے بے زار ہو، اسے جھٹلانے کی حرص رکھتے ہو تو میں زبردستی تمہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حصے دار نہیں بنا سکتا۔ہاں تمہارے ٹھکرانے سے نہ ہمارے یقین میں کمی آئے گی نہ آپ لوگوں کے الزامات ہمیں حق کے راستے سے ہٹا سکتے ہیں۔

﴿وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ(29)﴾

''اور اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی مال بھی نہیں مانگتا ہوں میرا اجر تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور میں ان کو قطعاً دور کرنے والا نہیں ہوں جو ایمان لائے، بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو۔''

(29)

سوال 1: ﴿وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی مال بھی نہیں مانگتا ہوں میرا اجر تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا﴾ ''اور اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی مال بھی نہیں مانگتا ہوں'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ میں تمہاری نجات کے لیے جو دکھ اٹھا رہا ہوں اور مصائب برداشت کر رہا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہوں اس پر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگ رہا۔ میں تم سے خیر خواہی کرنے پر مال نہیں مانگ رہا۔ **(2)** ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ ''میرا اجر تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے'' میری دعوت کا صلہ، میری پریشانیوں اور خیر خواہیوں کا صلہ تو میرے رب کے ذمہ ہے۔ میرا تو ایک ہی مطالبہ ہے کہ تم حق قبول کر لو۔

سوال 2: ﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾ ''اور میں ان کو قطعاً دور کرنے والا نہیں ہوں جو ایمان لائے، بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور میں ان کو قطعاً دور کرنے والا نہیں ہوں'' تمہارا یہ مطالبہ ظلم پر مبنی ہے کہ میں غریب مسلمانوں کو ہٹا دوں۔ میرے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ میں انہیں دھتکار دوں۔ **(2)** سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ آدمی نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو مشرک لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا: آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تو یہ ہم پر جرأت نہیں کر سکیں گے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان لوگوں میں) میں اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ہذیل کا ایک آدمی اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور دو آدمی جن کا نام میں نہیں جانتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے دل میں جو اللہ تعالیٰ نے چاہا واقع ہوا اور آپ ﷺ نے اپنے دل میں ہی باتیں کیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝﴾ ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں ان سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (مسلم :6241) (3) ﴿اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ﴾ ''بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں'' یعنی وہ تو ایسے لوگ ہیں جنہیں ان کے ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے نعمت بھری جنتیں عطا ہونے والی ہیں، جہاں وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ (4) ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقام بلند ہو گیا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو مجھ سے جھگڑیں گے کہ اے رب! انہوں نے ہمیں اپنی مجلس سے نکال دیا تھا۔ (تیسیر الرحمٰن :642) (5) ﴿وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾ ''لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' میری رائے میں تم نادان ہو اس لیے کہ تم نے حق کو جھٹلایا ہے اور اولیاء اللہ نے حق کی اتباع کی ہے جنہیں تم مجھ سے دور کرنا چاہتے ہو۔ (6) حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ نہایت ہی نادان ہو، جبھی تو سوچتے ہو کہ اگر ایمان لے آؤ گے تو ہمارے کمزور وضعیف پیروکاروں کے برابر ہو جاؤ گے۔ (تیسیر الرحمٰن :642)

﴿وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (30)﴾

''اور اے میری قوم! اگر میں ان کو دور ہٹا دوں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (30)

سوال: ﴿وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اے میری قوم! اگر میں ان کو دور ہٹا دوں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ﴾ ''اور اے میری قوم! اگر میں ان کو دور ہٹا دوں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا'' یعنی اگر میں ان کمزور لوگوں کو جنہیں تم مجھ سے دور کرنا چاہتے ہو ان کو دھتکاروں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ یقیناً ان کا دھتکارنا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا باعث بننے والا ہے۔ (2) جو لوگ ایمان لے آتے ہیں وہ ربّ کی حفاظت میں چلے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کمزوروں کا بھی والی ہے وہ کمزوروں کا بھی ربّ ہے وہ اپنے ولیوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کے خلاف اٹھنے والے ہاتھوں کو برداشت نہیں کرتا۔ (3) اللہ رب العزت نے نابینا صحابی کلثوم ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے آنے پر رسول ﷺ کے طرز عمل پر آپ ﷺ پر عتاب فرمایا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ ربّ العزت نے فرمایا: ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝﴾ اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ کہ اس کے پاس ایک اندھا آیا۔ اور آپ کو کیا چیز معلوم کرواتی شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔ (عبس :1۔3) (3) ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' تم ایسی نصیحت سے نفع کیوں نہیں حاصل کرتے جو تمہارے لئے نفع مند ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ(31)﴾

''اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور میں غیب بھی نہیں جانتا اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں فرشتہ ہوں اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں قطعاً کوئی بھلائی عطا نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ ہی اس کو زیادہ جاننے والا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ بلاشبہ اس وقت تو میں یقیناً ظالموں میں سے ہوں گا۔''(31)

سوال 1: ﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا﴾ ''اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور میں غیب بھی نہیں جانتا اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں فرشتہ ہوں اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں قطعاً کوئی بھلائی عطا نہیں کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ﴾ ''اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں'' یعنی میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتا ہوں، اس کا رسول ہوں، اس کی طرف بلاتا ہوں۔ میں تمہیں توحید کی دعوت دیتا ہوں، میں تمہیں بشارتیں دیتا ہوں اور برے انجام سے ڈراتا ہوں۔ میرا کام اخلاص سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے، میرا مقصد تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے مال جمع کرنا نہیں۔ **(2)** میرے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں، نہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہوں عطا کروں اور جس کو چاہوں محروم کردوں۔ **(3)** ﴿وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ ''اور میں غیب بھی نہیں جانتا'' نہ میں غیب جانتا ہوں کہ تمہارے دل کے راز تم پر کھول دوں۔ **(4)** رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ آپ کہہ دیں: ''میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی، نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔''(الاعراف:188) **(5)** ﴿وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ﴾ ''اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں فرشتہ ہوں'' یعنی میں ایک انسان ہوں اپنے مقام سے بڑھ کر دعویٰ نہیں کرتا۔ **(6)** جب میں خود ایسے دعوے نہیں کرتا تو پھر میرے اندر ان صفات کے مفقود ہونے پر میری نبوت کا کیوں انکار کرتے ہو؟(تیسیر الرحمٰن:642) **(7)** ﴿وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا﴾ ''اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انہیں قطعاً کوئی بھلائی عطانہیں کرے گا'' اور غریب اہل ایمان جن کوتم نیچ سمجھتے ہو میں ان کے بارے میں ہرگز یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ انھیں ان کی قربانیوں کا صلہ نہیں دے گا۔

سوال 2: ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۖ اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی اس کو زیادہ جاننے والا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ بلاشبہ اس وقت تو میں یقیناً ظالموں میں سے ہوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی اس کو زیادہ جاننے والا ہے جو ان کے دلوں میں ہے'' مجھے تو ان کے ظاہری حالات کا علم ہے، اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو خوب جاننے والا ہے۔ اگر وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں ضرور ثواب عطا فرمائے گا اور اگر وہ اپنے ایمان کے دعوے میں سچے نہیں تو ان کا معاملہ رب کے ذمہ ہے۔ **(2)** ﴿ اِنِّيْۤ اِذًا ﴾ ''بلاشبہ اس وقت تو میں یقیناً'' یعنی اگر میں نے ان کے بارے میں کچھ کہا۔ **(3)** ﴿ لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''ظالموں میں سے ہوں گا'' اگر میں ایسا کہوں گا تو میں ان کے حق میں ظالم ہوں گا اس لیے کہ میں نے ان کی قدر و منزلت نہیں پہچانی اور ان کی شان کے خلاف بات کی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ آیت کے آخری حصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کافروں نے غریب مسلمانوں کی تحقیر کر کے ظلم و تعدی کا ارتکاب کیا تھا۔ (تیسیر الرحمٰن: 643) **(4)** اس طرح سیدنا نوح علیہ السلام نے غریب لوگوں کو دور کر دینے کا مطالبہ کرنے والوں کو مایوس کر دیا کہ ان کو اپنے سے دور کر دیں۔ **(5)** سیدنا نوح علیہ السلام عادل تھے، انہوں نے اپنی قوم کو ایسے طریقے سے سمجھایا جو کسی بھی غیر متعصب انسان کو حق سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے۔

﴿ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (32) ﴾

''انہوں نے کہا: ''اے نوح! یقیناً تم نے ہم سے جھگڑا کیا ہے پھر تم نے ہم سے بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے چنانچہ وہ لے ہی آؤ جس کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچوں میں سے ہو۔'' (32)

سوال: ﴿ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے نوح! یقیناً تم نے ہم سے جھگڑا کیا ہے پھر تم نے ہم سے بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے چنانچہ وہ لے ہی آؤ جس کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قَالُوْا ﴾ ''انہوں نے کہا:'' قوم نوح کے پاس جب اپنے کفر پر قائم رہنے کے لیے کوئی دلیل نہ رہی تو انہوں نے کہا۔ **(2)** ﴿ يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا ﴾ ''اے نوح! یقیناً تم نے ہم سے جھگڑا کیا ہے پھر تم نے ہم سے بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے'' قوم نوح نے ان سے کہا کہ ہم نے آپ کے دلائل بہت سن لیے آپ جھگڑالو ہیں۔ (نعوذ باللہ) **(3)** نوح علیہ السلام کی قوم کتنی ظالم تھی جنہوں نے ان کی خیر خواہی کو جھگڑا قرار دیا۔ وہ اپنی بات میں جھوٹے تھے۔ ایک نبی کی توہین کرنے والے تھے۔ انہوں نے بغیر کسی دلیل کے سیدنا نوح علیہ السلام کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دعوت کو رد کر دیا۔ ﴿فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝۳۲﴾ ''چنانچہ وہ لے ہی آؤ جس کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچوں میں سے ہو'' قوم نوح علیہ السلام نے کہا: ہمارا مشترکہ فیصلہ یہی ہے کہ آپ سچے ہیں تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتے تھے وہ ہم پر نازل کر دیں۔

﴿قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ(33)﴾

''نوح نے کہا: ''درحقیقت اسے تو تم پر اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو۔''(33)

سوال: ﴿قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''نوح نے کہا: ''درحقیقت اسے تو تم پر اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ﴾ ''نوح نے کہا: ''درحقیقت اسے تو تم پر اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے وضاحت فرمائی کہ عذاب لانا تو اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے میرے ہاتھ میں اس کا کوئی اختیار نہیں، اس کی مشیت کا تقاضا ہوا تو وہ صبح وشام تم پر عذاب بھیجے گا۔ (2) ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو'' اور اللہ تعالیٰ کو اپنے ارادے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(34)﴾

''اور اگر میں ارادہ کروں کہ میں تمہیں نصیحت کروں تو بھی میری نصیحت تمہیں فائدہ نہیں دے گی اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، وہی تمہارا رب ہے اور اس کی طرف تم واپس لوٹائے جاؤ گے۔''(34)

سوال 1: ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ﴾ ''اور اگر میں ارادہ کروں کہ میں تمہیں نصیحت کروں تو بھی میری نصیحت تمہیں فائدہ نہیں دے گی اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ﴾ ''اور اگر میں ارادہ کروں کہ میں تمہیں نصیحت کروں تو بھی میری نصیحت تمہیں فائدہ نہیں دے گی'' میری نصیحت تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ میں جو نصیحت بھی کروں گا تمہیں سمجھ نہیں آئے گی، میری خیر خواہی سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا میں چاہوں بھی تو میری نصیحت تم پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ (2) ﴿اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو'' اللہ تعالیٰ کا ارادہ غالب ہے اگر وہ تمہیں گمراہ کر کے برباد کرنا چاہے تو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ مالک ومختار ہے اسی کے ہاتھ میں ہدایت ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ (3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝۵۶﴾ یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ (القصص:56) (4) ﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۝۱۸۶﴾ جس کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔(الاعراف:186)

سوال2: ﴿هُوَ رَبُّكُمْ ۖ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ''وہی تمہارا رب ہے اور اس کی طرف تم واپس لوٹائے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿هُوَ رَبُّكُمْ﴾ ''وہی تمہارا رب ہے'' وہ تمہارے معاملات پر غالب ہے جو چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے۔(الاساس:2556/5)(2) ﴿وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ''اور اس کی طرف تم واپس لوٹائے جاؤ گے'' ہر شخص کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔وہ سب کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے گھڑ لیا ہے اسے؟ آپ کہہ دیں اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرا جرم مجھ ہی پر ہے اور جو جرم تم کرتے ہو اُس سے میں بے تعلق ہوں۔''(35)

سوال1: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ﴾ ''یا کہ وہ کہتے ہیں کہ اس نے گھڑ لیا ہے اسے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے گھڑ لیا ہے اسے؟'' یعنی کیا وہ لوگ کہتے ہیں نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کی ہے یعنی یہ کہا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔(2) اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر کا مرجع نبی اکرم ﷺ ہوں اس صورت میں یہ آیت کریمہ، سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ کے اثنا میں، جملہ معترضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔اس کا تعلق ایسے امور سے ہے جنہیں انبیاء کے سوا کوئی نہیں جانتا۔جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے سامنے سیدنا نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع کیا اور یہ قصہ ان نشانیوں میں سے تھا جو آپ ﷺ کی صداقت اور رسالت پر دلالت کرتی ہیں۔یعنی قرآن کو محمد ﷺ نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔(تفسیر سعدی:1198/2، 1199)

سوال2: ﴿قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾﴾ ''آپ کہہ دیں اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرا جرم مجھ ہی پر ہے اور جو جرم تم کرتے ہو اس سے میں بے تعلق ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي﴾ ''آپ کہہ دیں اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرا جرم مجھ ہی پر ہے'' یعنی میرا جرم، میرا گناہ میرے ذمے ہے تم اس سے بری ہو۔(2) یعنی ہر شخص کا بوجھ اسی پر ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٣﴾﴾ آپ کہہ دیں: ''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟'' اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی، پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمہیں اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔(الانعام:164)(3)﴿وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ۝۳۵﴾''اور جو جرم تم کرتے ہو اس سے میں بے تعلق ہوں''یعنی میں تمہارے جرائم سے بری الذمہ ہوں۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ۝۱۲۴﴾اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اس جیسا دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے، جن لوگوں نے جرم کیے جلد ہی انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکروفریب کرتے تھے۔(الانعام:124)(5)پھر یہ بتاؤ کہ تم مجھے کیوں جھٹلاتے ہو۔اگر تم توبہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔(6)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا(قیامت کے دن سیدنا نوح علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے)اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ کیا(میرا پیغام)تم نے پہنچا دیا؟نوح علیہ السلام عرض کریں گے میں نے پیغام پہنچا دیا تھا'اے رب العزت!اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت فرمائے گا' کیا(نوح علیہ السلام نے)میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟وہ جواب دیں گے نہیں'ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا،اس کے لئے آپ کی طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟وہ عرض کریں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت(کے لوگ میرے گواہ ہیں)چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام خداوندی اپنی قوم تک پہنچایا اور یہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ہے''اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہی دو''اور وسط کے معنی درمیانی کے ہیں۔(صحیح بخاری:3339)

رکوع نمبر:4

﴿وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ(36)﴾

''اور نوح کو وحی کی گئی کہ یقیناً تمہاری قوم میں سے اب کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر یقیناً جو ایمان لا چکا،چنانچہ آپ ان کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں۔''(36)

سوال1:﴿وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾''اور نوح کو وحی کی گئی کہ یقیناً تمہاری قوم میں سے اب کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر یقیناً جو ایمان لا چکا،چنانچہ آپ ان کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ﴾''اور نوح کو وحی کی گئی''سیدنا نوح علیہ السلام نے 950 سال تبلیغ کی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے جھٹلانے پر ان کی طرف وحی کی۔(2)﴿اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ﴾''کہ یقیناً تمہاری قوم میں سے اب کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یقیناً جوایمان لا چکا'' رب العزت نے واضح فرمادیا کہ آپ کی قوم سے کوئی ایمان لانے والانہیں کیونکہ اب تک جولوگ ایمان نہیں لائے وہ پتھر دل ہیں۔(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم والے آپ کو اتنا مارتے تھے کہ آپ گر پڑتے تھے اور مردہ سمجھ کر لبادہ میں لپیٹ کر گھر ڈال جاتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ نوح مر گئے لیکن آپ علیہ السلام پھر دوسرے دن آ کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے۔ایک روایت میں ہے کہ ایک بوڑھا آدمی لاٹھی کے سہارے اپنے بیٹے کے ساتھ جا رہا تھا۔اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اس دیوانے بوڑھے کے دھوکے میں نہ آنا۔اس کے بچے نے کہا: ابا جی ذرا مجھے لاٹھی دیجیے پھر اس نے سیدنا نوح علیہ السلام کے سر پر اتنا مارا کہ زخمی کر دیا۔اس کے بعد سیدنا نوح علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔(تفسیر مظہری:27)(4)﴿فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ ان کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں'' رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو تسلی دی کہ آپ غم نہ کریں۔ان کے برے اعمال کی پرواہ نہ کریں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے عذاب کو مقدر کر دیا ہے جو ان سے ٹلنے والا نہیں۔(5) سیدنا نوح علیہ السلام کو یہ اطلاع اس لیے دی گئی کہ اب دعوتی کام جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔(6) حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بذریعۂ وحی خبر دے دی تو وہ ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے اور ان کے حق میں بددعا کر دی کہ اے اللہ! اب کسی کافر کو زمین پر نہ رہنے دے۔(تیسیر الرحمٰن:643,644)

﴿وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (37)﴾

''اور ہماری وحی کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کشتی بنائیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے بات نہ کریں، بے شک وہ سب غرق کیے جانے والے ہیں۔''(37)

سوال 1: ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ ''اور ہماری وحی کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کشتی بنائیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے بات نہ کریں، بے شک وہ سب غرق کیے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾ ''اور ہماری وحی کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کشتی بنائیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کو تبلیغ کے کام سے فارغ ہونے کے بعد کشتی بنانے کا حکم دیا گیا۔(2) رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہماری ہدایات کے مطابق، ہماری حفاظت میں، ہماری مرضی کے مطابق کشتی بناؤ۔(3) صاحب ''فتح البیان'' کہتے ہیں کہ ''اعین'' عین کی جمع تعظیم اور مبالغہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے، نہ کہ کثرت کے لیے اور عین یعنی آنکھ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے جس کی کیفیت ہم نہیں جانتے ہیں، لیکن اس پر ایمان لانا واجب ہے۔(4) تورات کی تصریح کے مطابق اس کشتی کی لمبائی تین ہاتھ، چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اور اس کے تین درجے یا منزلیں تھیں اور اس میں روشن دان اور دروازے اور کھڑکیاں اور کوٹھڑیاں تھیں اور باہر رال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لگائی گئی تھی گویا یہ موجودہ دور کے لحاظ سے ایک درمیانہ درجہ کا بحری جہاز تھا جسے بنی نوع انسان کی پہلی تاریخ میں سیدنا نوح علیہ السلام نے غالباً پہلی بار بنایا تھا اور اس کے بنانے کا طریقہ خود بذریعہ وحی سکھایا تھا۔(تیسیر القرآن:346/2)(5)﴿وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾''اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے بات نہ کریں''دیکھو ظالموں کے بارے میں یعنی ان کی ہلاکت کے متعلق مجھ سے بات نہ کرنا۔(6)﴿إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ﴾''وہ سب غرق کیے جانے والے ہیں''یعنی ان کے بارے میں تقدیر کا فیصلہ ہو چکا کہ سب پانی میں غرق کر کے ہلاک کر دیے جائیں گے۔

﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ(38)﴾

''اور نوح کشتی بناتا رہا،اور جب بھی اس کی قوم کے سردار اس کے پاس سے گزرتے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے،اس نے کہا کہ اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو یقیناً ہم بھی تم سے مذاق کریں گے،جیسا کہ تم مذاق کر رہے ہو۔''(38)

سوال1:﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ﴾''اور نوح کشتی بناتا رہا،اور جب بھی اس کی قوم کے سردار اس کے پاس سے گزرتے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے،اس نے کہا کہ اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو یقیناً ہم بھی تم سے مذاق کریں گے،جیسا کہ تم مذاق کر رہے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ﴾''اور نوح کشتی بناتا رہا'' حافظ شمس الدین ذہبی کی الطب النبوی میں بعض سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ انسان کے لئے جتنی صنعتوں کی ضرورت ہے ان سب کی ابتداء بذریعہ وحی الٰہی کسی پیغمبر کے ذریعہ عمل میں آئی ہے پھر حسب ضرورت اس میں اضافے اور سہولتیں مختلف زمانوں میں ہوتی رہیں،سب سے پہلے پیغمبر سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف جو وحی آئی ہے اس کا بیشتر حصہ زمین کی آبادکاری اور مختلف صنعتوں سے متعلق ہے،بوجھ اٹھانے کے لئے پہیوں کے ذریعہ چلنے والی گاڑی کی ایجاد بھی اسی سلسلہ کی ایجادات میں سے ہے۔(معارف القرآن:621,620/4)(2)﴿وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ﴾''اور جب بھی اس کی قوم کے سردار اس کے پاس سے گزرتے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے''سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس سے جب قوم کے سردار گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ نبوت کے بعد اب وہ انجینئر بن گیا ہے اور یہ کہ خشکی میں کشتی چلائیں گے۔(جامع البیان)(3)﴿قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ﴾''اس نے کہا کہ اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو یقیناً ہم بھی تم سے مذاق کریں گے،جیسا کہ تم مذاق کر رہے ہو''سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر آج تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم آخرت میں تمہارا مذاق اڑائیں گے۔(4)سیدنا نوح علیہ السلام اس پر ہنستے کہ یہ لوگ بجائے اس کے کہ ایمان واطاعت کے ذریعہ عذاب الٰہی سے بچاؤ حاصل کریں،الٹے کفر ومعاصی پر اصرار کر کے اور خدائی نشانات کا مذاق اڑا کر عذاب کو دعوت دے رہے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نوح علیہ السلام کے جواب کو بر سبیل مشاکلت''سخریہ''کہہ دیا ہو۔جیسا کہ''جزاء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سیئةٍ سیئةٌ مثلها''میں مذکور ہے۔(روح المعانی)(اشرف الحواشی:271/1)

﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ(39)﴾

''سوجلد ہی تم جان لوگے کہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور دائمی عذاب کس پر اترتا ہے؟''(39)

سوال1: ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾ ''سوجلد ہی تم جان لوگے کہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور دائمی عذاب کس پر اترتا ہے''؟ کی وضاحت کریں؟

جواب(1): ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''سوجلد ہی تم جان لوگے''یعنی جلد ہی تمہیں معلوم ہوجائے گا۔**(2)** ﴿مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾ ''کہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور دائمی عذاب کس پر اترتا ہے؟''یعنی کس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور ذلت والا عذاب نازل ہوگا ہم پر یا تم پر۔ جب عذاب نازل ہوا تو انہیں پتہ چل گیا۔**(3)** یہ بھی معلوم ہوجائے گا آخرت کا عذاب کس کو اپنی لپیٹ لے لے گا پھر کبھی ہٹایا نہیں جائے گا۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ(40)﴾

''حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور ابل پڑا، ہم نے کہا اس کشتی میں ہر چیز کا جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق پہلے بات ہوچکی اور انہیں بھی (سوار کرلو) جو ایمان لائے ہیں اور اس پر تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔''(40)

سوال1: ﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ ''حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور ابل پڑا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ''حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آگیا''یعنی جب مشرکوں کو ہلاک کرنے کا حکم آگیا۔(ایسر التفاسیر:643)**(2)** یعنی عذاب کے نزول کا مقررہ وقت آگیا۔**(3)** ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ ''اور تنور ابل پڑا''یعنی طوفان کے آغاز کی علامت ظاہر ہوگئی۔**(4)** اللہ تعالیٰ نے طوفانی بارشوں کا سلسلہ شروع کردیا۔آسمان سے بارشیں برسنے کا آغاز ہوگیا اور ساری زمین پر جگہ جگہ چشمے جاری کردیے گئے حتیٰ کہ تنوروں سے بھی پانی ابلنے لگا جو کہ آگ کا مقام ہیں اور پانی اس کام کے لیے جمع ہوگیا جس کو مقدر کردیا گیا۔

سوال2: ﴿قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ ''ہم نے کہا اس کشتی میں ہر چیز کا جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق پہلے بات ہوچکی اور انہیں بھی (سوار کرلو)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوایمان لائے ہیں اوراس پرتھوڑے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ** ﴾''ہم نے کہا اس کشتی میں ہر چیز کا جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو سوار کرلو'' اللہ رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ جب آسمان سے پانی برسے اور زمین پانی اُبلنے لگے تو ہر قسم کی مخلوق میں سے ہر صنف کا جوڑا یعنی نر اور مادہ کشتی پر سوار کرلیں تا کہ مخلوقات باقی رہیں۔**(2)**﴿ **وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ** ﴾''اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق پہلے بات ہوچکی اور انہیں بھی (سوار کرلو) جو ایمان لائے ہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھر والوں کو بھی کشتی میں سوار کرلیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴾ چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا۔اور ہم نے زمین کو چشموں سے پھاڑ دیا تو اس کام پر جو طے ہو چکا تھا سارا پانی مل گیا۔اور نوح کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کردیا۔جو ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی، یہ تھا بدلہ اس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا۔(القمر:11-14)**(3)**﴿ **اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ** ﴾''مگر جن کے متعلق پہلے بات ہوچکی''یعنی جس کی ہلاکت کا پہلے سے طے کرلیا گیا ہو جیسے نوح علیہ السلام کی بیوی واعلہ اور ان کا بیٹا کنعان۔(ایسرالتفاسیر:643)**(4)**﴿ **وَمَنْ اٰمَنَ** ﴾''اور انہیں بھی (سوار کرلو) جو ایمان لائے ہیں''اور ان لوگوں کو سوار کرلو جو آپ کی قوم میں سے آپ پر ایمان لائے۔جنہوں نے تصدیق کی اور آپ کی پیروی کی۔(ایسرالتفسیر:643)**(5)**﴿ **وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ** ﴾''اور اس پر تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا''سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ بہت کم ایمان لانے والے تھے۔**(6)**سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ اسی لوگ تھے جن میں مرد، عورت سب شامل تھے۔(مختصرابن کثیر:835/1)

﴿ وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(41) ﴾

''اور نوح نے کہا کہ سوار ہوجاؤ اس میں، اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا بھی ہے اور اس کا ٹھہرنا بھی، یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا ہے، نہایت رحم والا ہے۔''(41)

سوال:1﴿ **وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** ﴾''اور نوح نے کہا کہ سوار ہوجاؤ اس میں، اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا بھی ہے اور اس کا ٹھہرنا بھی، یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا ہے، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَقَالَ** ﴾سیدنا نوح علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا جن کو کشتی میں سوار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔**(2)**﴿ **ارْكَبُوْا فِيْهَا** ﴾''کہ سوار ہوجاؤ اس میں''جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴾اور نوح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوہم نے کیلوں اورتختوں والی (کشتی) پرسوار کردیا۔جوہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی، یہ تھابدلہ اس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا۔ (القمر:13،14)(3)﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ کے نام سے''اللہ تعالیٰ کے نام سے۔یہ ایک مومن کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات ہی کے ذریعے سے کاموں میں برکت ہوتی ہے،یہی اسلامی طریقہ زندگی ہے۔(4)﴿مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا﴾''اس کا چلنا بھی ہے اوراس کا ٹھہرنا بھی''اس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ کشتی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے حوالے ہے۔کشتی کا چلنا بھی،کشتی کا ٹھہرنا بھی۔(5)﴿اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''یقیناً میرارب بے حدبخشنے والا ہے،نہایت رحم والا ہے''یقیناً میرارب توبہ کرنے والوں اوررجوع کرنے والوں کے گناہ ڈھانپ دیتا ہے۔(6)یقیناً میرارب وسیع مغفرت والا ہے اور وہ اپنے بندوں کوان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کرتا بلکہ وہ ان میں سے کافروں اورظالموں کوہلاک کرتا ہے۔(تفسیر مراغی:317/4)(7)﴿رَّحِيْمٌ﴾وہ بندوں کے ساتھ رحیم ہے۔گناہوں پرتوبہ کے بعدان کوبخش دیتا ہے۔(جامع البیان:48/7)(8)علماء نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کشتی یا جانور پرسوار ہوتے وقت بسم اللہ کہنے کومستحب کہا ہے۔نبی ﷺ کی سنت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:645)(9)ضمناً اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ایک یہ کہ مومن کوصرف اسباب پربھروسہ نہ کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل وکرم کی دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اسباب کی باگ ڈور بھی اسی کے ہاتھ میں ہے اور دوسری یہ کہ کشتی یا جہاز پرسوار ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾(تیسیر القرآن:348/2)

﴿ وَ هِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَ كَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ(42)﴾

''اوروہ کشتی پہاڑجیسی موج میں انہیں لے کر چلنے لگی اورنوح نے اپنے بیٹے کو پکارااوروہ الگ تھلگ جگہ میں تھا:''اے میرے چھوٹے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہوجاؤاور کافروں کے ساتھ نہ ہوجاؤ۔''(42)

سوال1:﴿وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ﴾''اوروہ کشتی پہاڑجیسی موج میں انہیں لے کر چلنے لگی''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ﴾''اوروہ کشتی انہیں لے کر چلنے لگی''کشتی بیٹھنے والوں کے لیے بظاہر محفوظ پناہ گاہ تھی لیکن حفاظت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی۔اللہ تعالیٰ کا حکم کشتی والوں کے ساتھ تھا اس لیے وہ محفوظ رہے اوراللہ تعالیٰ کا حکم پہاڑ پر چڑھنے والوں کے ساتھ نہ تھا اس لیے وہ غرق ہوگئے۔(2)﴿فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ﴾''پہاڑجیسی موج میں''سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی ایمان والے مسافروں کو لے کر جارہی تھی اور کیفیت کچھ یوں تھی کہ موجیں پہاڑوں کی طرح ٹھاٹھیں ماررہی تھیں۔

سوال2:﴿وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَ كَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ﴾''اورنوح نے اپنے بیٹے کو پکارااوروہ الگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھلگ جگہ میں تھا:''اے میرے چھوٹے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَادٰى نُوْحُ ِّ ابْنَهٗ وَ كَانَ فِيْ مَعْزِلٍ﴾''اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ الگ تھلگ جگہ میں تھا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا تا کہ وہ ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہو جائے۔ بیٹا فاصلے پر تھا سیدنا نوح علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ قریب آئے اور کشتی میں بیٹھ جائے۔(2)﴿يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ﴾''اے میرے چھوٹے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ ہو جاؤ'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ وہی نجات پائے گا جو ایمان لائے گا۔آپ انکار کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔

﴿قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ(43)﴾

''اس نے کہا:''میں جلد ہی کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا، وہ مجھے اس پانی سے بچالے گا''نوح نے کہا:''آج اللہ تعالیٰ کے فیصلہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا''اور ان دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی پھر وہ غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہوگیا۔''(43)

سوال1:﴿قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ﴾''اس نے کہا:''میں جلد ہی کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا وہ مجھے اس پانی سے بچا لے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے نے باپ کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ میں کشتی پر سوار ہو کر کیا کروں گا۔ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتا ہوں تا کہ سیلاب سے بچ جاؤں۔اس نے نادانی سے یہ سمجھا کہ پانی پہاڑ کی چوٹی تک نہیں پہنچے گا اس لیے میں چوٹی پر چڑھ کر بچ جاؤں گا۔

سوال2:﴿قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾''نوح نے کہا:''آج اللہ تعالیٰ کے فیصلہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''نوح نے کہا:''آج اللہ تعالیٰ کے فیصلہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا''سیدنا نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ سیلاب نہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جس سے وہی بچے گا جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔بچنے کے لیے کوئی کیسا ہی سبب اختیار کر لے ،اللہ تعالیٰ نہ بچائے تو کوئی بچ نہیں سکتا۔(2)سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:''اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے فاطمہ!(رضی اللہ عنہا) محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی۔اے صفیہ! عبدالمطلب کی بیٹی (آپ کی پھوپھی) اے عبدالمطلب کی اولاد! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھتا البتہ (یہاں) میرے مال میں سے جو چاہو لے لو۔ (صحیح مسلم:503)

سوال 3: ﴿وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ﴾ ''اوران دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی پھر وہ غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہوگیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ﴾ ''اوران دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی پھر وہ غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہوگیا'' رحیم باپ اور نافرمان بیٹے کے درمیان موج حائل ہوگئی جس نے بیٹے کو ہمیشہ کے لیے باپ سے جدا کر دیا اور بیٹا باپ کی آنکھوں کے سامنے غرق ہوگیا۔

﴿وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (44)﴾

''اور کہا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا اور پانی نیچے اتار دیا گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور وہ جودی پر جا ٹھہری اور کہا گیا کہ دوری ہے ظالم لوگوں کے لیے!'' (44)

سوال 1: ﴿وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ''اور کہا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا اور پانی نیچے اتار دیا گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور وہ جودی پر جا ٹھہری اور کہا گیا کہ دوری ہے ظالم لوگوں کے لیے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقِيلَ﴾ ''اور کہا گیا'' جب سیلاب نے نافرمان لوگوں کو برباد کر دیا اور فرماں برداروں کو بچا لیا گیا تو رب العزت نے فرمایا۔ **(2)** ﴿يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ﴾ ''اے زمین! اپنا پانی نگل جا'' رب العزت نے زمین کو حکم دیا کہ سارا پانی پی جاؤ۔ ﴿وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي﴾ ''اے آسمان! تھم جا'' اور آسمان کو حکم دیا اب ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرے۔ اس طرح آسمانوں اور زمین نے رب کی اطاعت کی۔ **(3)** ﴿وَغِيضَ الْمَاءُ﴾ ''اور پانی نیچے اتار دیا گیا'' یعنی زمین کا پانی سکھا دیا گیا۔ **(4)** ﴿وَقُضِيَ الْأَمْرُ﴾ ''اور کام تمام کر دیا گیا'' یعنی اہل ایمان اور جھٹلانے والوں کا فیصلہ ہوگیا۔ **(4)** اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پورا ہوگیا، جس کو بچانا چاہا بچا دیا، اور جسے ہلاک کرنا چاہا ہلاک کر دیا۔ (تیسیر الرحمٰن:646) **(5)** ﴿وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ﴾ ''اور وہ جودی پر جا ٹھہری'' مجاہد نے کہا جودی ایک پہاڑ ہے اس جزیرے میں جو دجلہ اور فرات کے بیچ میں موصل کے قریب ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) **(7)** ﴿وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ''اور کہا گیا کہ دوری ہے ظالم لوگوں کے لیے!'' ہلاک ہونے والوں کے پیچھے ایسی لعنت لگا دی گئی جو ہمیشہ ان کا ساتھ دے گی۔ **(8)** عبدالرحمٰن بن خلدون نے لکھا ہے، اہل علم کا اتفاق ہے کہ طوفان کی وجہ سے زمین پر رہنے والے سبھی لوگ ہلاک ہوگئے تھے، اور جو مسلمان نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوئے تھے،ان کی بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔صرف نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے تینوں بیٹوں سے نسل چلی اسی لیے نوح عَلَیْہِ السَّلَام آدمِ ثانی کہلائے۔مقریزی نے اپنی کتاب ''الخُطط''میں بھی تمام اہل ادیان کا اسی پر اتفاق نقل کیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:646)

﴿وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ(45)﴾

''اورنوح نے اپنے رب کو پکارا تو کہا:''اے میرے رب!یقیناً میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔''(45)

سوال 1:﴿وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴾''اورنوح نے اپنے رب کو پکارا تو کہا:''اے میرے رب! یقیناً میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ﴾''اورنوح نے اپنے رب کو پکارا تو کہا:''اے میرے رب! یقیناً میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے''سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب سے کہا کہ میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے۔**(2)**﴿وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ﴾''اور بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے''یقیناً تو وعدے کا سچا ہے۔تو نے کہا تھا،وعدہ فرمایا تھا کہ ہر قسم کے جانوروں کا جوڑا اپنے ساتھ سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی اور آپ نے جو وعدہ کیا تھا یقیناً آپ اس کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔**(3)**سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ بات اس لیے کہی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ میرے اہل خاندان کو بچایا جائے اور بیٹا خاندان والوں میں سے ہے۔**(4)**﴿وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴾''اور آپ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں''سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ بات اس لیے کہی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ میرے اہل خاندان کو بچایا جائے اور بیٹا خاندان والوں میں سے ہے۔

﴿قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ(46)﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے نوح!یقیناً وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں،بے شک وہ تو ایسا عمل ہے جو اچھا نہیں لہٰذا مجھ سے ایسا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے،بلاشبہ میں تمہیں اس سے نصیحت کرتا ہوں یہ کہ تم جاہلوں میں سے ہو(نہ)جاؤ۔''(46)

سوال 1:﴿قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے نوح!یقیناً وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں،بے شک وہ تو ایسا عمل ہے جو اچھا نہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا۔**(2)**﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ﴾''اے نوح!یقیناً وہ تیرے گھر والوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں سے نہیں''، یعنی وہ آپ کے ان گھر والوں میں سے نہیں ہے جو ایمان لائے۔(3) اے نوح! وہ ایمان نہیں لائے گا، اس لیے کہ وہ آپ کے گھر والوں میں سے نہیں ہے، آپ کے گھر والے تو دین وشریعت کے پابند اور اہل صلاح ہیں اور وہ صالح نہیں ہے، اس لیے وہ طوفان سے نہیں بچے گا۔(تیسیر الرحمٰن :646/1)(4)﴿ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ﴾'' بے شک وہ تو ایسا عمل ہے جو اچھا نہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام پر یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ آپ کے بیٹے کے عمل صحیح نہیں ہیں۔آپ تو اس شخص کے لیے دعا کر رہے ہیں جو کافر ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا۔(5) سیدنا نوح علیہ السلام سے یہ بات اس لیے کہی گئی کہ آپ کا بیٹا آپ سے کٹ چکا تھا اور آپ اس سے کٹ چکے تھے اگر چہ وہ آپ کا بیٹا ہے اور خون کا رشتہ موجود ہے مگر خون کے رشتے کے تعلقات اللہ تعالیٰ کے یہاں نجات کی بنیاد نہیں بن سکتے۔اس کا آپ کی ذات سے تعلق تھا۔آپ جس نجات کی طرف بلا رہے تھے اس سے اس نے خود تعلق کاٹ لیا تھا اس لیے آپ ذہن میں رکھیں کہ آپ کا رشتہ کٹ چکا۔

سوال 2:﴿ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ ﴾ ''لہٰذا مجھ سے ایسا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے، بلاشبہ میں تمہیں اس سے نصیحت کرتا ہوں یہ کہ تم جاہلوں میں سے ہو(نہ) جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ ''لہٰذا مجھ سے ایسا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے''، یعنی ایسا سوال نہ کرو جس کے انجام کے بارے میں آپ نہیں جانتے، اچھا ہے یا برا۔اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا ان کافروں میں سے ہے جو ڈوبنے والے ہیں جب کہ سیدنا نوح علیہ السلام کو ڈوبنے سے پہلے تک امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے بچالے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا سوال کرنے سے روکا ہے جس کا علم نہ ہو اور اپنا معاملہ اس کے حوالے کرنے کے لیے کہا ہے جو علم رکھتا ہے۔(2) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو اپنا وعدہ یاد دلایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ احساس دلایا کہ آپ جو سوال کر رہے ہیں وہ لاعلمی کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔(3)﴿ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴾'' یہ کہ تم جاہلوں میں سے ہو(نہ) جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو نصیحت کی ہے کہ نادانی نہ کریں۔(4) یہاں جہالت سے مراد رابطوں کی حقیقت کو اور اسلامی اخوت کو سمجھنے کی جہالت ہے۔(5) یعنی میں تم کو ایسی نصیحت کرتا ہوں جس پر عمل کر کے تو کاملین میں شمار ہوگا اور جاہلین کی صفات سے نجات حاصل کرے گا۔(تفسیر سعدی:1201/2)

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (47) ﴾

''نوح نے کہا:'' اے میرے رب! بلاشبہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ آپ سے اس بات کا سوال کروں جس کا مجھے کچھ علم نہیں اور اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔''(47)

سوال 1:﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ ''نوح نے کہا:'' اے میرے رب! بلاشبہ میں آپ کی پناہ میں آتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں کہ آپ سے اس بات کا سوال کروں جس کا مجھے کچھ علم نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! بلاشبہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ آپ سے اس بات کا سوال کروں جس کا مجھے کچھ علم نہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام نے جب یہ جان لیا کہ بیٹے کی مغفرت کے بارے میں سوال کرنا رب العزت کی منشاء کے خلاف تھا تو انہوں نے اپنے رب سے معافی کی درخواست کی۔(2) اللہ تعالیٰ کی رحمت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو ڈھانپ لیا اور وہ بیٹے کی ہلاکت اور ساتھیوں کی نجات پر مطمئن ہو گئے۔(3) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نوح علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے کافر بیٹے کی نجات کے لیے دعا کرنا حرام ہے اور ان کا بیٹا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہے ﴿وَ لَا تُخَاطِبۡنِیۡ فِی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ۚ اِنَّہُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ﴾ ''ظالموں کے بارے میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا کہ وہ سب غرق ہوں گے'' بلکہ نوح علیہ السلام کے نزدیک دونوں امور متعارض ہو گئے اور وہ سمجھے کہ ان کا بیٹا ''اھلک'' کے حکم میں داخل ہے اور بعد میں ان پر واضح ہوا کہ ان کا بیٹا ان لوگوں میں شامل ہے جن کے لیے بخشش کی دعا اور گفتگو کرنے سے روکا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:1202/2)

سوال 2: ﴿وَ اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَ تَرۡحَمۡنِیۡۤ اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ﴾ ''اور اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی غلطی پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رب سے گڑگڑا کر کہا: ﴿وَ اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَ تَرۡحَمۡنِیۡۤ﴾ ''اور اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا'' یعنی اگر آپ نے میری غلطی کو معاف نہ کیا اور میری توبہ قبول نہ کی تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جاؤں گا۔(2) مغفرت اور رحمت بندے کو خسارے والے لوگوں میں شامل ہونے سے بچاتی ہے۔(تفسیر سعدی :1202/2)(3) ﴿اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ﴾ ''تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا'' یعنی میں اپنے اعمال میں خسارہ اٹھاؤں گا۔اس میں مجھے کوئی نفع نہیں ہوگا۔(فتح القدیر)(4) سیدنا آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو انہوں نے بھی رب العالمین سے مغفرت اور رحمت کی درخواست کی تھی۔﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ٭ وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ﴾ ان دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''(الاعراف:23)

﴿قِیۡلَ یٰنُوۡحُ اہۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ وَ عَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَکَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُہُمۡ ثُمَّ یَمَسُّہُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (48)﴾

''کہا گیا: ''اے نوح! ہماری جانب سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جاؤ تم پر اور ان گروہوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں اور کچھ گروہ ایسے ہیں کہ جلد ہی ان کو ہم ساز و سامان دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔''(48)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1:﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ﴾ ''کہا گیا: ''اے نوح! ہماری جانب سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جاؤ تم پر اور ان گروہوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ﴾ ''کہا گیا: ''اے نوح! اتر جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول کر لی۔ کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی تو فرمایا اے نوح! اور آپ کے ساتھ جو مومن ہیں کشتی سے اتر جائیں۔(ایسر التفسیر:645)(2)﴿بِسَلٰمٍ مِّنَّا﴾ ''ہماری جانب سے سلامتی کے ساتھ'' یعنی آپ کو ہماری طرف سے غرق ہونے سے سلامتی کی بشارت ہے۔(الاساس:2558/5)(3)﴿وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ﴾ ''اور تم پر برکتوں کے ساتھ'' یعنی رب العزت نے برکتوں کی بشارت دی ہے، یہ نوح علیہ السلام کی اولاد اور پیروکاروں کے حق میں خوش خبری تھی۔(4) یہ برکت ان کے معاش اور رزق میں تھی۔(تفسیر مراغی:321/4)(5)﴿وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ﴾ ''ان گروہوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں'' یہاں امم سے مراد وہ لوگ ہیں جو کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہوئے جن میں انسانوں کے علاوہ حیوانات کے جوڑے بھی تھے۔(6) اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی برکت عطا فرمائی کہ کشتی والوں کی اولادوں نے روئے دنیا کو کناروں تک بھر دیا۔

سوال 2:﴿وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور کچھ گروہ ایسے ہیں کہ جلد ہی ان کو ہم ساز و سامان دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ﴾ ''اور کچھ گروہ ایسے ہیں کہ جلد ہی ان کو ہم ساز و سامان دیں گے'' یعنی دنیا میں ان کے علاوہ بھی گروہ ہوں گے جنہیں دنیا میں رزق اور برکتیں ملیں گی یعنی انہیں دنیا سے فائدہ اٹھانے دیا جائے گا۔(2)﴿ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا'' یعنی ایک بار نجات دینا اس سے نہیں روکے گا کہ ان کے کفر پر انہیں پکڑا نہ جائے۔ جو کفر کرے گا اس کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے گا اور بعد میں ان کی پکڑ بھی ہو گی۔(3) ان میں سے کچھ کی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو آگے چل کر کفر کی راہ اختیار کر لیں گے اور ان کا منتہائے مقصود دنیا کا عیش و آرام ہو جائے گا، تو ہم انہیں اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں گے، لیکن انجام کار انہیں دردناک عذاب سے دوچار کر دیں گے۔(تیسیر الرحمٰن:647)

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ(49)﴾

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ انہیں جانتے تھے نہ ہی آپ کی قوم، چنانچہ آپ صبر کریں، بلاشبہ اچھا انجام متقیوں کے لیے ہے۔''(49)

سوال 1:﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جن کو ہم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ کی طرف وحی کررہے ہیں،اس سے پہلے نہ آپ انہیں جانتے تھے نہ ہی آپ کی قوم'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ﴾'' یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں'' نبی ﷺ سے خطاب ہے کہ یہ واقعہ اور دیگر واقعات ہیں جن کی خبر آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے دی جارہی ہے۔**(2)**﴿نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ﴾'' جن کو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں''یعنی ان واقعات کی آپ ﷺ کو خبر تک نہ تھی۔**(3)**اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق ہوتی ہے۔یہ ساری تفصیلات آپ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہیں اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول تھے۔(تیسیر الرحمٰن:647)**(4)**﴿مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾'' اس سے پہلے نہ آپ انہیں جانتے تھے نہ ہی آپ کی قوم''وحی سے پہلے ان واقعات سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی قوم ناواقف تھے۔اب آپ ﷺ لوگوں کو ایسے سنا رہے ہیں جیسے آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو لہٰذا کوئی یہ خیال نہیں کرسکتا کہ ان واقعات کو سن کر بیان کیا گیا ہے۔پچھلے انبیاء کی کتابیں بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

سوال2:﴿فَاصْبِرْ ۭ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾'' چنانچہ آپ صبر کریں،بلاشبہ اچھا انجام متقیوں کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاصْبِرْ﴾'' چنانچہ آپ صبر کریں''اگر آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو جھٹلائے تو اس پر صبر کریں۔**(2)**دعوت دین پر ثابت قدم رہیں اور سیدنا نوح علیہ السلام کی طرح صبر کریں۔**(3)**﴿اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾'' بلاشبہ اچھا انجام متقیوں کے لیے ہے''انجام ان ہی کا اچھا ہے جو شرک سے بچتے ہیں۔**(4)** آپ ﷺ کی قوم کے مقابلے میں آپ کا انجام اسی طرح اچھا ہے جس طرح نوح علیہ السلام کی قوم کے مقابلے میں نوح علیہ السلام کا انجام اچھا تھا۔(تفسیر سعدی:2/1202)**(5)** آپ ﷺ اس یقین کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کیے جائیے کہ دنیا میں فتح و کامرانی اور آخرت میں نعمت ابدی ہم اپنے انہی بندوں کو دیں گے جو تقویٰ کی راہ اختیار کریں گے۔(تیسیر الرحمٰن:647)**(6)** آپ ﷺ کا مستقبل شاندار ہے۔ہم آپ ﷺ کی پشت پر ہیں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے عقیدت مندوں کو دنیا میں اقتدار اور غلبہ عطا کرنے والے ہیں۔آخر میں آپ ﷺ کا غلبہ ہوگا اور مسلمانوں کو قابل رشک کامیابی نصیب ہوگی۔(مختصر ابن کثیر:1/839)

رکوع نمبر:5

﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ(50)﴾

''اور(ہم نے بھیجا)عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھی،اس نے کہا:''اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں،تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو۔''(50)

سوال1:﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا﴾'' اور(ہم نے بھیجا)عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھی'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿وَاِلٰى عَادٍ﴾ ''اور(ہم نے بھیجا)عاد کی طرف'' 'عاد' ایک معروف قبیلہ تھا جو سرزمین یمن میں وادی احقاف میں آباد تھا۔ (تفسیر سعدی:2/1204)**(2)** یہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ان کا واقعہ سورۃ الاعراف کی آیات 65 سے 75 تک تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔(تیسیر الرحمٰن)**(3)**﴿اَخَاهُمْ﴾ ''ان کے بھائی'' یہ بات اس لیے کہی گئی کہ اخوت اور نبوت کے ہوتے ہوئے بھی عاد والوں کا رویہ سیدنا ہود علیہ السلام کے ساتھ بہت خراب تھا۔**(4)**﴿هُوْدًا﴾ ''ہود کو بھی'' سیدنا ہود علیہ السلام ان چار نبیوں میں سے تھے جن کا تعلق عرب سے تھا جنہوں نے عربی زبان میں بات کی اور وہ ہود علیہ السلام،صالح علیہ السلام،شعیب علیہ السلام اور محمد ﷺ ہیں۔(ایسر التفاسیر:646)**(5)** سیدنا ہود علیہ السلام اس دور میں آئے جب ان کی قوم گمراہ تھی برے طریقے سے شرک میں مبتلا تھی۔

سوال 2:﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾ ''اس نے کہا:''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں،تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔**(2)**﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دی اور کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔**(3)** یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچانو،اس کو ایک مانو اور اس کی اطاعت کرو۔(الاساس فی التفسیر)**(4)**﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' سیدنا ہود علیہ السلام نے شرک اور بت پرستی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی معبود تمہاری عبادت کا مستحق نہیں،اس لیے اس کے لیے عبادت کو خالص کرو اور الوہیت میں ایک مانو۔(جامع البیان:12/61)**(5)** سیدنا ہود علیہ السلام نے غیر اللہ کی عبادت سے روکا اور ان بتوں کی مذمت کی جنہیں قوم عاد نے خود تراش کر ان کی عبادت شروع کر دی تھی۔**(6)**﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾ ''تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو'' تم جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہو تو یہ بہت بڑی افتراء پردازی ہے،اس لیے کہ اس نے تمہیں کبھی نہیں کہا کہ اس کی بجائے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرو۔(تیسیر الرحمٰن)

﴿يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(51)﴾

''اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا،میری اجرت اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''

(51)

سوال:﴿يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا،میری اجرت اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ ''اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا'' سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو یقین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دلانا چاہا کہ یہ دعوت خیر خواہی اور نیک نیتی کی بنیاد پر ہے۔اس کے پیچھے کوئی ذاتی مقصد نہیں ہے۔انہوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ عام طور پر پیغمبروں پر الزام بھی لگتا رہا ہے کہ وہ دولت جمع کرنا چاہتے ہیں یا کوئی اور فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔(2)یعنی میں تمہاری خیر خواہی پر تم سے اپنا حق محنت بھی نہیں مانگتا میں تو اللہ تعالیٰ کی رضا ڈھونڈتا ہوں۔(مختصر ابن کثیر 840/1)(3)﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ﴾ ''میری اجرت اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے''یعنی میرا رب مجھ سے راضی ہو گیا تو مجھے اجر عطا فرمائے گا۔اسی نے مجھے فطرت سلیم پر پیدا کیا اور مجھے پروان چڑھایا۔(4)﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں''تم اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جس نے تمہیں پیدا کیا وہی غیروں کی نسبت تمہاری عبادت کا زیادہ حق رکھتا ہے۔(تفسیر سمرقندی)(5)کیا تمہیں اتنی بات بھی سمجھ نہیں آتی کہ میری بے لوث دعوت، میری صداقت کی دلیل ہے۔(تیسیر الرحمٰن)(6)﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کے ذریعے یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ رسول تو تمہیں یہ دعوت دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق مالک اور رازق نہیں کیسے ممکن ہے کہ وہ تم سے رزق کا مطالبہ کرے جب کہ وہ دوسروں کو بھی یہی بات سمجھاتا ہے کہ ہر ایک تک رزق رازق کے دینے سے پہنچتا ہے۔

﴿وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ(52)﴾

''اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس سے توبہ کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت کے ساتھ تمہیں اور زیادہ قوت دے گا اور تم مجرم بن کر منہ نہ موڑو۔''(52)

سوال 1: ﴿وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ﴾ ''اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس سے توبہ کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت کے ساتھ تمہیں اور زیادہ قوت دے گا اور تم مجرم بن کر منہ نہ موڑو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو''سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور کہا تم لوگ اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو، گڑگڑا کر توبہ کرو اور کثرت سے استغفار کرو۔(2)﴿ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ﴾ ''پھر اس سے توبہ کرو''مستقبل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے توبہ کرلو اور اس کی طرف رجوع کرو۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔(النور 31)(4)﴿یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ ''وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا''اگر آپ شرک سے معافی مانگ لو اور آئندہ کے لیے توبہ کرلو تو ان دو خوبیوں کے ساتھ تمہارا رب بکثرت بارشیں برسائے گا جس سے زمین کی پیداوار اور رزق میں اضافہ ہوگا۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَ لَوْ اَنَّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَهۡلَ الۡقُرٰۤی اٰمَنُوۡا وَ اتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَیۡهِمۡ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لٰکِنۡ کَذَّبُوۡا فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۹۶﴾ اور اگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اس کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔(الاعراف:96)(6)قوم ہود کھیتیوں اور باغات والی تھی ۔ (تیسیر الرحمٰن) (7)﴿وَّیَزِدۡکُمۡ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِکُمۡ﴾ ''اور تمہاری قوت کے ساتھ تمہیں اور زیادہ قوت دے گا'' قوم ہود طاقت ور تھی، اسی لیے انہوں نے کہا تھا:﴿مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیۡ خَلَقَهُمۡ هُوَ اَشَدُّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً ؕ﴾ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا وہ قوت میں ان سے زیادہ ہے؟(السجدہ:15) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قوت میں اور اضافہ کرے گا۔(8)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے استغفار کا التزام کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ اور ہر غم سے راحت کا سامان پیدا فرما دے گا۔اور ایسے ایسے مقامات سے رزق مہیا فرمائے گا جس کا اسے وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔(سنن ابوداؤد:1518)(9)﴿وَ لَا تَتَوَلَّوۡا﴾ ''اور تم منہ نہ موڑو'' یعنی اپنے خالق و مالک سے اپنے رب سے منہ نہ موڑو۔(10)﴿مُجۡرِمِیۡنَ﴾ ''مجرم بن کر'' یعنی تکبر کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ نہ موڑو اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت نہ کرو۔(تفسیر سعدی:1205/2)

﴿قَالُوۡا یٰهُوۡدُ مَا جِئۡتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحۡنُ بِتَارِکِیۡۤ اٰلِهَتِنَا عَنۡ قَوۡلِکَ وَ مَا نَحۡنُ لَکَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ (53)﴾

''انہوں نے کہا: ''اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم اپنے معبودوں کو تمہاری بات کی وجہ سے چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں۔''(53)

سوال:﴿قَالُوۡا یٰهُوۡدُ مَا جِئۡتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحۡنُ بِتَارِکِیۡۤ اٰلِهَتِنَا عَنۡ قَوۡلِکَ وَ مَا نَحۡنُ لَکَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم اپنے معبودوں کو تمہاری بات کی وجہ سے چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوۡا﴾ ''انہوں نے کہا'' سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم نے تمام دلائل کا انکار کرتے، جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔(2)﴿یٰهُوۡدُ مَا جِئۡتَنَا بِبَیِّنَةٍ﴾ ''اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے'' قوم عاد نے سیدنا ہود کی نصیحت سن کر کہا آپ نے ہمارے سامنے توحید کی کوئی دلیل تو رکھی نہیں بس اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور بت پرستی چھوڑ دو جب تک کہ توحید کی خوبیوں اور شرک کی خرابیوں کو بیان کر کے ہمیں قائل نہ کر لو۔(3)﴿بِبَیِّنَةٍ﴾ سے مراد اس چیز کی صحت پر دلیل اور برھان ہے جس کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ وحدہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہو۔(ایسر التفسیر:646)(4)اگر دلیل سے مراد وہ دلیل ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے تو ایسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دلیل حق کی صداقت کے لیے لازم نہیں، بلکہ لازم صرف یہ ہے کہ نبی ان کو ایسی دلیل اور ایسا ثبوت پیش کرے جو اس کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتا ہو اور اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ سیدنا ہود علیہ السلام ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں لائے جو ان کی دعوت کی صداقت کی گواہی دیتی ہو تو اس بارے میں وہ جھوٹ کہتے ہیں، کیونکہ جب بھی کسی قوم میں کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر ایسے ایسے معجزات ظاہر کرتا ہے جو انسان کے بس میں نہیں ہوتے۔ اگر ان کے ہاتھ پر کوئی معجزہ نہ بھی ظاہر ہوا ہوتا سوائے دعوت کے جس میں دین کو اللہ وحدہ لاشریک کے لئے خالص کرنے کی تاکید ہو، نیک عمل اور اخلاق جمیلہ کا حکم دیا گیا ہو اور اخلاق مذمومہ، یعنی شرک، فواحش، ظلم اور دیگر مختلف قسم کی برائیوں سے روکا گیا ہو نیز اس کی تائید میں سیدنا ہود علیہ السلام کی وہ صفات بھی ہوں جو مخلوق میں سب سے اچھے اور سب سے سچے شخص کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتیں، تو ان کی صداقت پر دلیل کے لئے یہی چیز کافی تھی۔ بلکہ عقل مند لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز مجرد خرق عادت معجزات سے زیادہ بڑی نشانی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1206) (5) ﴿وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم اپنے معبودوں کو تمہاری بات کی وجہ سے چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں'' قوم ہود نے کہا کہ نعوذ باللہ ہم آپ کی بے دلیل باتوں پر اپنے معبودوں کی عبادت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ انہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟ تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔'' (الاعراف: 70) (6) قوم ہود سیدنا ہود علیہ السلام کی باتوں پر اعتنا نہیں کرتی تھی وہ اس دعوت کو دیوانگی سمجھتے تھے اس لئے ماننے سے انکار کرتے تھے۔ (7) سیدنا ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل دیے تھے۔ (8) سیدنا ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل دیے تھے: ﴿اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ﴿قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (54) مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ اس نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔ اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔ (9) ﴿وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں'' یعنی ہم آپ کی تصدیق نہیں کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (تفسیر سمرقندی: 2/160) یہ ان کی جانب سے سیدنا ہود علیہ السلام کو جواب تھا۔ اس طرح وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔

﴿اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (54)﴾

ہم نہیں کہتے مگر یہ کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کسی آفت میں مبتلا کر دیا ہے،'' اس نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کو گواہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بناتا ہوں اورتم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سواتم جوشریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔''(54)

سوال 1: ﴿اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ﴾ ''ہم نہیں کہتے مگر یہ کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کسی آفت میں مبتلا کردیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنْ نَّقُوْلُ﴾ ''ہم نہیں کہتے'' یعنی ہمارا تو تمہارے بارے میں یہی خیال ہے۔**(2)** ﴿اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ﴾ ''مگر یہ کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کسی آفت میں مبتلا کردیا ہے'' یعنی آپ ہمیں ہمارے معبودوں کی عبادت سے روک رہے ہواور ان کی برائیاں بیان کررہے ہواس لیے تمہیں ہمارے معبودوں کی مار پڑگئی ہے ہمارے کسی معبود نے تمہاری عقل سے بے گانہ کردیا ہے۔ **(3)** یعنی ہمارے کسی معبود نے تیری عقل سلب کرکے تجھے جنون لاحق کردیا ہے اورتو نے ہذیان بولنا شروع کردیا ہے جوسمجھ میں نہیں آتا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے ظالموں کے دلوں پر مہر ثبت کردی۔انہوں نے کس طرح سب سے سچے انسان کو، جوسب سے بڑا حق لے کرآیا، ایسے گھٹیا مقام پر کھڑا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خود بیان نہ کیا ہوتا، توایک عقل مند شخص کوان سے اس بات کوروایت کرتے ہوئے بھی شرم آتی۔اسی لئے سیدنا ہود علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ انہیں پوراوثوق ہے کہ ان کی طرف سے یاان کے معبودوں کی طرف سے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔(تفسیر سعدی:2/1206)

سوال 2: ﴿قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''اس نے کہا: یقیناً میں اللہ تعالیٰ کوگواہ بناتا ہوں اورتم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سواتم جوشریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا ہود علیہ السلام نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا۔**(2)** ﴿اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کوگواہ بناتا ہوں اورتم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سواتم جوشریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں'' سیدنا ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کوگواہ بنا کرصاف کہتا ہوں کہ میں بتوں سے بے زار ہوں۔**(3)** سیدنا ہود علیہ السلام نے انہیں ایسا جواب دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کافروں کی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔(تیسیر الرحمٰن)**(4)** سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے بری الذمہ ہونے پر، گمراہوں سے مکمل علیحدگی اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ اور باقی سب لوگوں کوبھی گواہ ٹھہرایا تا کہ دلوں سے اس غلط فہمی کودور کردیا جائے کہ وہ ایک ملت کے افراد ہیں۔انہوں نے شرک سے برأت کا اظہار کیا۔**(5)** سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم نے جب مکمل ہلاکت کا راستہ اختیار کرلیا تو انہیں قوم کے ساتھ رہنا خطرناک محسوس ہوااس لیے انہوں نے اعلان برأت کردیا۔

﴿مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ(55)﴾

''اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کرمیرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔''(55)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال: ﴿مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ''اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''اس کے سوا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا، تم اور تمہارے جھوٹے معبود۔(2) ﴿فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا﴾ ''چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو'' ہر تدبیر سے، ہر ممکن طریقے سے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرلیں۔(3) ﴿ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ''پھر مجھے مہلت بھی نہ دو'' یعنی جو کرنا ہے کر گزریں، مجھ پر رحم نہ کھائیں اور جو کچھ بس میں ہو عمل میں لے آئیں۔

﴿اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(56)﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقیناً میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔''(56)

سوال1: ﴿اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے'' میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے، میرا اسی پر بھروسہ پر ہے۔(2) ﴿رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ﴾ ''جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے'' جو میرا بھی خالق ہے اور تمہارا بھی، جو میرا بھی رازق ہے اور تمہارا بھی، جو ہمارا اور کائنات کا مالک اور بادشاہ ہے، جس نے ہماری تربیت کی وہی ہمارے لیے تدابیر کرتا ہے۔

سوال 2: ﴿مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا﴾ ''کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے، قوت رکھتا ہے یہ حقیقت ہے۔ سیدنا ھود علیہ السلام نے اس کو غلبے اور قدرت کی مخصوص شکل یعنی سر کے بالوں سے پکڑ کر قابو کرنے سے پیش کیا۔(2) کوئی جاندار ایسا نہیں جس کے پیشانی کے بال اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں نہ ہوں کوئی بھی اس کی قضاء وقدر سے باہر نہیں۔ وہ عادل ہے، ظالم نہیں۔ اگر تم سب مل کر مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کرنا چاہو اور وہ مجھے بچانا چاہے تو تم اپنی تدبیروں میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور اگر وہ چاہے کہ تمہیں مجھ پر غالب کر دے تو کوئی مجھے بچا نہیں سکتا۔

سوال3: ﴿اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''یقیناً میرا رب سیدھی راہ پر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) بے شک میرا رب حق کے راستے پر ہے، وہ احسان کرنے والے کو احسان کی جزا دیتا ہے اور برا کرنے والے کو برائی کی سزا دیتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔(2)یعنی میرا رب عدل وانصاف اور حکمت پر ہے وہ اپنی قضاوقدر،شرع وامر، جزااوراپنے ثواب وعقاب میں قابل ستائش ہے اس کے افعال صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے نہیں جس کی وجہ سے اس کی حمدوثنا کی جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1206)(3)زمین پر پائے جانے والے ہرذی روح کا وہی مالک ہے۔وہ ہرایک پرقدرت رکھتا ہے،جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے،اورمیرا رب اپنے ملک و سلطنت میں بڑے عدل وانصاف کے ساتھ تصرف کرتا ہے،اورمیں نے اسی کی جناب میں پناہ لے لی ہے،اوروہ ظلم کوگوارہ نہیں کرتا ہے، اورتم ظالم ہو،اسی لیے وہ تمہیں مجھ پرغالب نہیں ہونے دے گا۔(تیسیر الرحمٰن)

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ (57)﴾

''پھراگرتم منہ موڑ دوتو یقیناً میں نے تمہیں وہ پیغام پہنچادیا ہے جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھااورمیرا رب تمہاری جگہ کسی اورکوجانشین بنائے گا اوراسے تم کچھ بھی نقصان نہ پہنچاسکوگے،یقیناً میرا رب ہرچیز پراچھی طرح نگہبان ہے۔''(57)

سوال1:﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ﴾ ''پھراگرتم منہ موڑ دوتو یقیناً میں نے تمہیں وہ پیغام پہنچادیا ہے جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ﴾ ''پھراگرتم منہ موڑ دوتو یقیناً میں نے تمہیں وہ پیغام پہنچادیا ہے جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا''سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو جونصیحت کی اس کا اختتامی حصہ ہے۔(2)انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو پیغام پہنچادیا اب اگرتم جھٹلاؤ گے اوراللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف سے منہ موڑو گے جس کی طرف سے میں تمہیں بلاتا ہوں،تو اس کا وبال تمہارے اوپر ہوگا،میرے ذمے کوئی چیز نہیں،میں نے تمہیں پیغام پہنچادیا۔

سوال2:﴿وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا﴾ ''اورمیرا رب تمہاری جگہ کسی اورکوجانشین بنائے گا اوراسے تم کچھ بھی نقصان نہ پہنچاسکوگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ ''اورمیرا رب تمہاری جگہ کسی اورکوجانشین بنائے گا''یعنی میرا رب تمہیں ہلاک کردے گا اور تمہاری جگہ ان لوگوں کولائے گا جواس کوایک مانتے ہوں گے اوراس کی عبادت میں مخلص ہوں گے۔(2)یعنی کسی کواس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔(جامع البیان:12/65)(3)اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کردے گا اورکسی دوسری قوم کولائے گا جوتمہاری اراضی اوراموال کی مالک بن جائے گی اورتمہارے کفروعناد یاتمہاری ہلاکت سے اللہ تعالیٰ کی سلطنت وحکومت میں کوئی کمی نہیں آجائے گی،جوکچھ نقصان ہوگا تمہارا ہوگا۔(تیسیر الرحمٰن)(4)﴿وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا﴾ ''اوراسے تم کچھ بھی نقصان نہ پہنچاسکوگے''تمہارا شرک اورنافرمانی اسے کوئی نقصان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں پہنچا سکتی۔(5) کیونکہ تمہارا ضرر تمہاری طرف ہی لوٹے گا۔اہل معاصی کی معصیت اسے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے نہ اہل اطاعت کی اطاعت اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ﴾ جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے۔(سورہ حم السجدہ:46)(تفسیر سعدی:2/1206,1207)(6) سیدنا ابوادریس خولانی ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔''(صحیح مسلم:6572)

سوال 3:﴿ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴾ ''یقیناً میرا رب ہر چیز پر اچھی طرح نگہبان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔(2) اللہ تعالیٰ تمہاری ہر حرکت کے بارے میں خبر رکھنے والا ہے، اسے ہر ذرے کی خبر ہے۔

﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ (58) ﴾

''اور جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے ہود کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ہم نے انہیں ایک بہت سخت عذاب سے بچایا۔''(58)

سوال:﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ ''اور جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے ہود کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ہم نے انہیں ایک بہت سخت عذاب سے بچایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ ''اور جب ہمارا حکم آ گیا'' جب وہ دردناک وقت آن پہنچا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔(2) جب خیر و برکت سے خالی، عذاب کی آندھی چل پڑی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ ﴾ عاد نے جھٹلایا تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟ اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تند و تیز ہوا بھیج دی۔ وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے ہوں۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟(القمر:18-21)(3)﴿ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ ''اور ہم نے انہیں ایک بہت سخت عذاب سے بچایا'' یعنی اس بڑے عذاب سے جو قوم ہود پر آیا۔اس عذاب نے ان کی ایسی حالت بنا دی کہ ہر چیز

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بوسیدہ ہڈی کی مانند ہوگئی۔﴿ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴾ کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی۔(الذاریات:42)

﴿ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ(59) ﴾

''اور یہ تھے عاد! جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر زبردست جابر سخت عناد رکھنے والے کے حکم کی پیروی کی۔''(59)

سوال: ﴿ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴾ ''اور یہ تھے عاد! جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر زبردست جابر سخت عناد رکھنے والے کے حکم کی پیروی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَتِلْكَ عَادٌ ﴾ ''اور یہ تھے عاد!'' یعنی یہ تھے عاد جن پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا۔**(2)** ﴿ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ ﴾ ''جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو، اس کے رسولوں کو جھٹلایا۔**(3)** انہوں نے کفر باللہ کا ارتکاب کیا تھا اور آفاق وانفس میں موجود ان نشانیوں کا انکار کر دیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل تھیں۔(تیسیر الرحمٰن)**(4)** قوم عاد کو سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کی سچائی کے بارے میں یقین تھا انہوں نے تعصب اور ضد کی وجہ سے انکار کیا تھا۔**(5)** ﴿ وَعَصَوْا رُسُلَهُ ﴾ ''اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی'' قوم عاد نے رسولوں کی نافرمانی کی تھی۔ جو کسی ایک رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ سبھی کی نافرمانی کرتا ہے کیونکہ رسولوں کی دعوت ایک ہے۔**(6)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔(صحیح مسلم:4747)**(7)** ﴿ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴾ ''اور ہر زبردست جابر سخت عناد رکھنے والے کے حکم کی پیروی کی'' انہوں نے سرکش لوگوں کی باتیں مانیں۔ ہر جبار کی جو جبر سے بندوں پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور ہر عنید کی جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات سے دشمنی رکھتا ہے۔**(8)** عنید اور عنود اور عاند سب کے معنی ایک ہی ہیں یعنی سرکش مخالف اور یہ جبار کی تاکید ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)**(9)** جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ عناد رکھتا ہے۔ انہوں نے ہر خیر خواہ اور مشفق کی نافرمانی کی اور ہر دھوکے باز کی پیروی کی جو ان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔(تفسیر سعدی:1207/2)

﴿ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِعَادٍ قَوْمِ هُودٍ(60) ﴾

''اور ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، سن لو! یقیناً عاد نے اپنے رب کا کفر کیا، سن لو! ہلاکت ہے عاد

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے، جو ہود کی قوم تھی۔''(60)

سوال: ﴿وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ﴾ ''اور ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، سن لو! یقیناً عاد نے اپنے رب کا کفر کیا، سن لو! ہلاکت ہے عاد کے لیے، جو ہود کی قوم تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی گئی'' ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اہل ایمان کی طرف سے ہر دور میں لعنت ٹوٹ پڑی۔ ان پر لوگ لعنت کرتے ہیں جو کبھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ **(2)** سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو لعنتیں ان کا پیچھا کریں گی ایک دنیا میں اور دوسری آخرت میں۔ **(3)** ﴿اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ﴾ ''سن لو! یقیناً عاد نے اپنے رب کا کفر کیا'' دیکھو عاد نے اپنے رب کا، رازق کا انکار کر دیا۔ **(4)** ﴿اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ﴾ ''سن لو! ہلاکت ہے عاد کے لیے، جو ہود کی قوم تھی'' اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر برائی کے قریب اور ہر بھلائی سے دور کر دیا تھا۔ **(5)** مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم عاد سے غایت درجہ غضب ناک تھا اور ان سے اس کی نفرت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ (تیسیر الرحمٰن:650/1)

رکوع نمبر:6

﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ(61)﴾

''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں آباد کیا، چنانچہ تم اس سے بخشش مانگو پھر اسی کی جانب رجوع کرو، یقیناً میرا رب بہت قریب ہے، قبول کرنے والا ہے۔''(61)

سوال1: ﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ ''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ﴾ ''اور ثمود کی طرف'' قوم ثمود کا زمانہ قوم عاد کے بعد کا ہے۔ ثمود عاد ثانیہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان کی آبادیاں شام اور حجاز کے درمیان وادی القریٰ اور اس کے نواح میں تھیں۔ **(2)** جب نبی ﷺ 9ھ میں تبوک تشریف لے جا رہے تھے تو ان کی آبادیوں اور مکانوں کے کھنڈرات سے گزرے تھے۔ (مختصر ابن کثیر:600) **(3)** ﴿اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ ''ان کے بھائی صالح کو بھیجا'' یعنی ثمود کی طرف ان کی قوم کے ایک شخص صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو ان کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ **(4)** صالح علیہ السلام ہود علیہ السلام کے سو سال کے بعد مبعوث ہوئے تھے اور دو سو اسی (280) سال زندگی پائی تھی۔ (تیسیر الرحمٰن)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''اس نے کہا: اے میری قوم: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' سیدنا صالح علیہ السلام نے بھی سیدنا ہود علیہ السلام کی طرح اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی کہ اسی کو ایک مانو، اسی کے لئے دین کو خالص کرو۔**(2)** شیخ صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ عقیدہ واسطیہ کی شرح میں لکھتے ہیں ''ہم سب اللہ تعالیٰ کے لئے پیدا کئے گئے، ہماری زندگی کا مقصد عبادت ہے، تاکہ ہمارے دل محبت اور تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔''**(3)** سیدنا صالح علیہ السلام نے لوگوں کو زندگی کا مقصد پورا کرنے کی دعوت دی اور حق کی طرف بلایا۔**(4)** ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' یعنی اس نے تمہیں پیدا کیا، اسی نے زمین پر بسایا اس لئے اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو۔

سوال3:﴿هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا﴾ ''اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں آباد کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ ''اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا'' یعنی اس نے تمہاری تخلیق کا آغاز زمین سے کیا یہ اس لئے کہا کیونکہ آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا گیا۔ (جامع البیان: 66/12)**(2)** سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور جو قطرۂ منی انسان کی پیدائش کا ذریعہ ہے، اس کے اجزائے ترکیبی میں مٹی ہی بنیادی عنصر ہے۔ (تیسیر الرحمن)**(3)**﴿وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا﴾ ''اور اس میں تمہیں آباد کیا'' یعنی تمہیں زمین میں آباد کیا، اور اسے آباد رکھنے کی تمہارے اندر صلاحیت ودیعت کی۔ (تیسیر الرحمن)**(4)** یعنی تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا، تمہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا، تمہیں زمین میں تمکن واقتدار عطا کیا، تم عمارتیں بناتے ہو، باغات لگاتے ہو اور کھیتیاں اگاتے ہو، جو چاہتے ہو کاشت کرتے ہو، اس سے منفعت حاصل کرتے ہو اور اسے اپنے مصالح اور مفاد میں استعمال کرتے ہو۔ جس طرح ان تمام امور میں اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی عبادت میں بھی کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (تفسیر سعدی: 1208،1209/2)

سوال4:﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ ''چنانچہ تم اس سے بخشش مانگو پھر اسی کی جانب رجوع کرو، یقیناً میرا رب بہت قریب ہے، قبول کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ﴾ ''چنانچہ تم اس سے بخشش مانگو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور ان کی برائیوں سے معافی مانگو اور آئندہ عزم کرو کہ برائی نہ کرو گے۔ (مختصر ابن کثیر: 843/1)**(2)** سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو بخشتا ہوں تو تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔ (مسلم: 2572)**(3)** یعنی تم سے کفر، شرک اور دیگر جو گناہ صادر ہوئے ان کی بخشش طلب کرو اور ان گناہوں کو چھوڑ دو۔**(4)**﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

إِلَيْهِ﴾ ''پھراسی کی جانب رجوع کرو'' یعنی خالص توبہ اورانابت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔(تفسیر سعدی:2/1209)(5)﴿إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ﴾ ''یقیناً میرا رب بہت قریب ہے، قبول کرنے والا ہے'' یعنی میرا رب اس کے قریب ہے جو عبادت کو اس لئے خالص کرے اور توبہ میں رغبت رکھے۔(جامع البیان:12/66)(6)اللہ تعالیٰ قریب ہے وہی امیدوں کو پورا کرنے والا ہے۔ جو اس سے سوال کرے یا عبادت کے لئے پکارے وہ اس کے قریب ہے۔(تفسیر سعدی:2/1209،1208)

﴿قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ(62)﴾

''انہوں نے کہا: ''اے صالح! اس سے پہلے تم پر امیدیں رکھی گئی تھیں، کیا تم ہمیں اس سے روکتے ہو کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ اور بلاشبہ یقیناً ہم اس کے بارے میں ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔''(62)

سوال1: ﴿قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے صالح! اس سے پہلے تم پر امیدیں رکھی گئی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوا﴾ قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام سے کہا۔(2)﴿يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا﴾ ''اے صالح! اس سے پہلے تم پر امیدیں رکھی گئی تھیں''، ثمودیوں نے صالح علیہ السلام کی اخلاص کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور کہنے لگے ہم تو تم سے بہت امیدیں لگا بیٹھے تھے کہ تم ہمارے سردار ہوگے۔(3)سیدنا صالح علیہ السلام اپنے علم، عقل مندی، ذہانت، سچائی، اور حسن تدبیر کے اعتبار سے ایک ایسی شخصیت تھے۔جن سے قوم نے امیدیں وابستہ کر لی تھیں کہ ان کی صلاحیتیں قوم کے کام آئیں گی اور وہ قوم کے حق میں کارآمد ثابت ہوں گے۔اور مروجہ دین کے مضبوط ستون ثابت ہوں گے۔(4)یہ ان کی طرف سے ان کے نبی سیدنا صالح علیہ السلام کے حق میں ایک گواہی ہے کہ وہ مکارم اخلاق اور محاسن عادات میں معروف تھے اور وہ اپنی قوم میں بہترین شخص گردانے جاتے تھے۔مگر جب وہ یہ دعوت توحید لے کر آئے جو ان کی فاسد خواہشات کے موافق نہ تھی تب انہوں نے یہ بات کہی۔(تفسیر سعدی:2/1210)(5)انہوں نے دراصل یہ اعلان کیا تھا کہ اب تم سے کسی بھلائی کی امید نہیں رکھی جاسکتی۔

سوال2: ﴿أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا﴾ ''کیا تم ہمیں اس سے روکتے ہو کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿أَتَنْهَانَا﴾ ''کیا تم ہمیں اس سے روکتے ہو'' کیا تم ہمیں ہمارے قدیم دین سے روکنا چاہتے ہو؟(2)﴿أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اٰبَآؤُنَا﴾ ''کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟'' تم ہمیں اس بات سے روکنا چاہتے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کے دین پر چلیں۔تم ہمارے بڑوں سے بڑھ کر نہیں ہو سکتے کہ ہمیں نیا دین سکھاؤ اور ہم مان لیں۔(3)وہ سیدنا صالح علیہ السلام کی عقل پر حیران تھے کہ ان کے آباؤ اجداد کو بے عقل کہتے ہیں انہیں یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ صالح علیہ السلام کیسے انہیں ان ہستیوں کی عبادت سے روک سکتے ہیں جو نہ نفع دے سکتی ہیں، نہ نقصان۔وہ کیسے یہ کہتے ہیں کہ مٹی، پتھر، لکڑی کے بت کام نہیں آسکتے ؟

سوال 3: ﴿وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم اس کے بارے میں ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم اس کے بارے میں ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں'' قوم ثمود نے کہا کہ ہمارے دلوں کا اطمینان اٹھ گیا ہے ہم قلق میں ہیں جو تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔(2)﴿مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ﴾ ''جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو'' صالح علیہ السلام انہیں دعوت دیتے تھے کہ عبادت کو اپنے رب کے لئے خالص کرو، وہ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے، تمہیں انعامات سے نوازتا ہے، تم اسی کا دیا کھاتے ہو، اسی کی زمین پر رہتے ہو پھر اسی کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔تمہیں جو بھی نعمت ملتی ہے اسی کی جانب سے اور جو تکلیف دور ہوتی ہے اسی کی جانب سے۔(3)اس دعوت نے ان کے دلوں میں ایمان کی بجائے شبہات کو جنم دیا وہ کہتے تھے اگر ہم تمہاری دعوت کو صحیح سمجھتے تو فوراً ایمان لے آتے۔وہ دعوت قبول کرنے کے بارے میں جھوٹ بولتے تھے۔

﴿قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ ؕ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ (63)﴾

''اس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا کی ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو سوائے خسارہ پہنچانے کے تم مجھے کیا زیادہ دو گے؟'' (63)

سوال: ﴿قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ ؕ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا کی ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو سوائے خسارہ پہنچانے کے تم مجھے کیا زیادہ دو گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ سیدنا صالح علیہ السلام نے فرمایا۔(2)﴿یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ﴾ ''اے میری قوم! کیا تم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیکھابلاشبہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں'' سیدنا صالح علیہ السلام نے اپنی دعوت کی دلیل پیش کی کہ میرے پاس میرے رب کی نشانی ہے مجھے اپنی رسالت پر مکمل یقین ہے اور میں رب کی طرف سے برہان اور دلیل پر ہوں۔(3)﴿وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً﴾ ''اوراس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا کی ہے'' اس نے مجھے اپنی رحمت سے یعنی رسالت سے نوازا ہے۔اگر میں نے تمہیں پیغام نہ پہنچایا تو میں اپنے رب کی نافرمانی کروں گا۔(4)﴿فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ﴾ '' تو مجھے اللہ تعالیٰ سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں'' یہ بتاؤ کہ میں رب کی نہ مانوں اور تمہاری مان لوں تمہاری پیروی کروں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا ؟ کون میری مدد کرے گا؟ کون میرے کام آئے گا؟(5)﴿فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ﴾ ''تو سوائے خسارہ پہنچانے کے تم مجھے کیا زیادہ دو گے؟'' تم خسارے اور ہلاکت کے سوا میرے لئے کسی چیز میں اضافہ نہیں کرو گے۔(6)تم جو میری ہمت پست بنا رہے ہو اور چاہتے ہو کہ دعوت کا کام چھوڑ دوں،تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ میں خائب وخاسر ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کے عقاب کا مستحق ہو جاؤں گا۔(تیسیر الرحمٰن:651)

﴿ وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ(64)﴾

''اوراے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے چنانچہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اوراسے برے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں قریب کا عذاب پکڑ لے گا۔''(64)

سوال1:﴿وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴾ ''اوراے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے چنانچہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اوراسے برے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں قریب کا عذاب پکڑ لے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً﴾ ''اوراے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے'' سیدنا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝﴾ اور ہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ان کو جھٹلا دیا تھا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی کا واضح معجزہ دیا چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیا اور ہم خوف دلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں۔(بنی اسرائیل:59)(2)یہ اونٹنی انہیں بصیرت کے لئے دی گئی تھی۔(3)﴿فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے'' اس اونٹنی کو چارہ کھلانے کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔آپ اسے کھلا چھوڑ دو۔کنویں سے ایک دن صرف اونٹنی پانی پیئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گی پھر سب لوگ اس کے تھنوں سے دودھ پیئیں گے اور ایک دن باقی لوگوں کے پینے کا ہوگا۔(4)﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ﴾ ''اور اسے برے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا'' یعنی تم اونٹنی کو قتل کی نیت سے ہاتھ نہ لگانا۔(5)﴿فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴾ ''ورنہ تمہیں قریب کا عذاب پکڑ لے گا'' سیدنا صالح علیہ السلام نے اونٹنی کو تکلیف دینے یا قتل کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید سنائی کہ وہ دور نہیں قریب سے آ پکڑے گا۔اس لئے اونٹنی کو قتل نہ کرو۔

﴿فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ(65)﴾

''تو انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو صالح نے کہا: ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔''(65)

سوال: ﴿فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ ''تو انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو صالح نے کہا: ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَعَقَرُوْهَا﴾ ''تو انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں'' وہ سب اونٹنی کو مار ڈالنے کے لئے متفق ہو گئے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ اس شہر میں نو جتھے دار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے۔(النمل:48)**(2)** شہر کے نو بڑے لوگوں نے قوم کو اپنا ہم نوا بنالیا پھر سب سے بڑے بد بخت نے اونٹنی کو تیر مارا جو اس کی ٹانگ میں پیوست ہو گیا اس طرح وہ اونٹنی قتل کر دی گئی۔**(3)** نبی ﷺ نے خطبے کے دوران اس قوم کا ذکر کیا جنہوں نے اونٹنی کو ذبح کر دیا تھا۔آپ نے فرمایا خدا کی قسم! بھیجی ہوئی اس اونٹنی کو ذبح کرنے والا قوم کا ایک بہت ہی باعزت آدمی (قیدار نامی) تھا جیسے ہمارے زمانے میں ابوزمعہ (اسود بن مطلب) ہے۔(صحیح بخاری:3377)**(4)** سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ بد بخت کون ہے؟'' انہوں نے کہا: ''جی ہاں! فرمایئے'' نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''دو شخص ہیں۔ایک تو ثمود کا سرخ فام آدمی جس نے اونٹنی کو قتل کیا تھا، اور ایک وہ جو تجھے، اے علی! اس جگہ (یعنی سر پر) ضرب لگائے گا جس سے یہ (یعنی داڑھی) تر ہو جائے گی۔''(سلسلہ احادیث صحیحہ:1888)**(5)**﴿فَقَالَ﴾ ''تو صالح نے کہا'' جب اونٹنی کے قتل کی اطلاع سیدنا صالح علیہ السلام کو ملی تو وہ دوڑتے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئے جو ایک جگہ جمع تھے وہ اونٹنی کو دیکھ کر رو دیے اور انہوں نے فرمایا۔**(6)**﴿تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا'' وہ بدھ کا دن تھا جس روز یہ ہولناک واقعہ پیش آیا۔سیدنا صالح علیہ السلام نے اس کے بارے میں یقین دلایا کہ یہ ایسا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَ مِنۡ خِزۡيِ يَوۡمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡقَوِيُّ الۡعَزِيۡزُ(66) ﴾

''چنانچہ جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے صالح کو نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اور اس دن کی رسوائی سے بھی، یقیناً آپ کا رب بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔''(66)

سوال1: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَمِنۡ خِزۡيِ يَوۡمِئِذٍ ؕ ﴾ ''چنانچہ جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے صالح کو نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اور اس دن کی رسوائی سے بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا ﴾ ''چنانچہ جب ہمارا حکم آ گیا''یعنی جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کے واقع ہونے کا وقت آ گیا۔**(2)** ﴿ نَجَّيۡنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ﴾ ''تو ہم نے اپنی رحمت سے صالح کو نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے'' یعنی جب قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور فضل سے اہل ایمان کو بچا لیا۔**(3)** ﴿ وَمِنۡ خِزۡيِ يَوۡمِئِذٍ ﴾ ''اور اس دن کی رسوائی سے بھی''یعنی اس دن کے عذاب اور رسوائی سے بچالیا۔

سوال2: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡقَوِيُّ الۡعَزِيۡزُ ﴾ ''یقیناً آپ کا رب بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡقَوِيُّ ﴾ ''یقیناً آپ کا رب بے حد قوت والا ہے'' بے شک تیرے رب کی پکڑ ایسی ہے جب وہ کسی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو ایسے ہلاک کر دیتا ہے جیسے ثمود کو ہلاک کیا۔ یہ اس کی قوت کی دلیل ہے کہ وہ سرکش قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ **(2)** ﴿ الۡعَزِيۡزُ ﴾ ''سب پر غالب ہے''اس کے غلبے کی دلیل ہے کہ وہ انبیاء اور مرسلین کو بچا کر سرکشوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

﴿ وَ اَخَذَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ(67) ﴾

''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔''(67)

سوال1: ﴿ وَ اَخَذَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے رہ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ اَخَذَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ ﴾ ''ور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا''یعنی جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرایا اور اس کی آیات کو جھٹلایا انہیں چنگھاڑ نے آ پکڑا جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گئے۔(ایسر التفاسیر:650)**(2)** ﴿ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴾ ''تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔''ابن زید نے کہا کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ اپنے گھروں میں مردہ پڑے تھے۔(ابن ابی حاتم)(3)یعنی وہ اپنے چہروں اور گھٹنوں کے بل ساقط پڑے تھے۔(4)اگرچہ ان میں سے صرف ایک شخص نے اونٹنی کو زخمی کیا تھا لیکن اسے چونکہ سب کی رضامندی اور تائید حاصل تھی اس لئے سبھی کو اس جرم کا مرتکب قرار دیا گیا۔ (اشرف الحواشی:275/1)

﴿ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ(68) ﴾

''گویا ان میں وہ بسے ہی نہ تھے۔سن لو! بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا تھا،سن لو! دوری ہے ثمود کے لیے۔''(68)

سوال1: ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴾ ''گویا ان میں وہ بسے ہی نہ تھے۔سن لو! بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا تھا،سن لو! دوری ہے ثمود کے لیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ ﴾ ''گویا ان میں وہ بسے ہی نہ تھے'' گویا کہ وہ اپنی بستیوں میں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے گویا کہ انہوں نے کسی دن بھی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔(2)اور ان کی بستیاں ایسی ویران وسنسان ہوگئیں کہ جیسے پہلے سے وہاں کوئی رہتا ہی نہ تھا۔ (تیسیر الرحمٰن)(3)یہ منظر زندگی اور موت کے درمیان کا منظر ہے جو تیزی کے ساتھ گزر جاتا ہے انسان محسوس کرتا ہے گویا زندگی خواب وخیال ہے انسان کو اپنی زندگی مختصر لگنے لگتی ہے۔(4) ﴿ اَلَا اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ﴾ ''سن لو! بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا تھا'' ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا تو عذاب کے مستحق ہوگئے۔(الاساس فی التفسیر)(5)ثمودیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے واضح نشانیاں آئیں مگر انہوں نے انکار کر دیا تو ان پر ایسا عذاب آیا جو کبھی منقطع نہیں ہوگا ہمیشہ رہے گا۔(6) ﴿ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴾ ''سن لو! دوری ہے ثمود کے لیے'' یعنی ہلاکت ہے ثمودیوں کے لئے۔(7)یہ آیت خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم عاد کی طرح قوم ثمود سے بھی غایت درجہ غضب ناک تھا،اور ان سے اس کی نفرت انتہاء کو پہنچ گئی تھی۔اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے ان پر لعنت وبربادی مسلط کر دی۔(تیسیر الرحمٰن)(8)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہیں ان لوگوں کی بستی سے گزرنا پڑے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو روتے ہوئے گزرو کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ آ پکڑے جس میں یہ ظالم لوگ گرفتار کیے گئے تھے۔(صحیح بخاری:3381)(9)رسول ﷺ نے جب ثمود کی بستی میں غزوۂ تبوک کے لیے جاتے ہوئے پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ یہاں کے کنوؤں کا پانی نہ پینا اور نہ اپنے برتنوں میں ساتھ لینا صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے تو اس سے اپنا آٹا بھی گوندلیا ہے اور پانی بھی اپنے برتنوں میں رکھ لیا ہے رسول ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ گوندھا ہوا آٹا پھینک دیا جائے۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جس نے آٹا اس پانی سے گوندلیا ہو وہ اسے پھینک دے۔(صحیح بخاری:3378)(10) کتنے بدبخت تھے ثمود! یا اللہ ہم تیرے عذاب سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

رکوع نمبر:7

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ (69) ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ابراہیم کے پاس ہمارے فرشتے خوش خبری کے ساتھ آئے، انہوں نے کہا سلام ہے، اس نے کہا سلام ہے، پھر اس نے دیر نہیں کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔''(69)

سوال1: ﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ابراہیم کے پاس ہمارے فرشتے خوش خبری کے ساتھ آئے، انہوں نے کہا سلام ہے، اس نے کہا سلام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آئے ہمارے فرشتے'' یعنی جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے انسانی شکل میں آئے۔**(2)** سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب وہ فلسطین میں قیام پذیر تھے۔**(3)** ﴿ بِالْبُشْرٰى ﴾ ''خوش خبری کے ساتھ'' یعنی بیٹے کی خوش خبری کے ساتھ۔**(4)** فرشتے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی خوش خبری دینے کے لیے آئے۔**(5)** یہ خوش خبری سیدنا اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد سیدنا یعقوب علیہ السلام کی تھی۔(ایسر التفاسیر:651) **(6)** ﴿ قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ﴾ ''انہوں نے کہا سلام ہے، اس نے کہا سلام ہے'' یعنی فرشتوں نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔اس آیت مقدسہ میں سلام کرنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملت ابراہیمی میں کلام کرنے سے پہلے سلام کا طریقہ ہمیشہ سے رہا ہے اور مناسب یہ ہے کہ سلام کا جواب سلام کرنے سے زیادہ بلیغ ہو، کیونکہ ان کا سلام جملہ فعلیہ کے ذریعے سے تجدد پر دلالت کرتا ہے اور جملہ اسمیہ کے ذریعے سے ان کے سلام کا جواب ثبات اور استمرار پر دلالت کرتا ہے، دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ عربی زبان کے علم میں معروف ہے۔(تفسیر سعدی :1213/2) **(7)** اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔(النور:61) **(7)** فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴾ اور جب تمہیں سلامتی کی کوئی دعا دی جائے تو تم اس سے بہتر سلامتی کی دعا دو یا اتنا ہی لوٹا کر دو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے۔(النساء:86)

سوال2: ﴿ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴾ ''پھر اس نے دیر نہیں کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴾ ''پھر اس نے دیر نہیں کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا'' جب فرشتے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انھوں نے ان کی مہمان نوازی میں تاخیر نہیں کی۔**(2)** ﴿ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴾ ''ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے اس لیے انھوں نے فوراً موٹا تازہ اور گرم پتھر پر بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طرزِعمل سے مہمان نوازی کے بارے میں کیا راہ نمائی ملتی ہے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طرزِعمل سے ہمیں یہ راہ نمائی ملتی ہے: (1) مہمان نوازی کے آداب میں سے یہ ہے کہ مہمان کے آتے ہی جو کچھ کھانے پینے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہیا ہو سکے وہ لا رکھے، پھر اگر صاحب وسعت ہے تو مزید مہمانی کا انتظام بعد میں کرے۔ (قرطبی) (2) مہمان کے لئے بہت زیادہ تکلفات کی فکر میں نہ پڑے۔ (3) آنے والوں کی مہمانی کرنا آداب اسلام اور مکارم اخلاق میں سے ہے۔ انبیاء وصلحاء کی عادت ہے۔ (معارف القرآن: 4/648,649)

﴿ فَلَمَّا رَآ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (70) ﴾

''تو جب دیکھا ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں پہنچ رہے تو انہیں اجنبی جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس کیا، انہوں نے کہا: ''ڈرو نہیں بلاشبہ ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' (70)

سوال1: ﴿ فَلَمَّا رَآ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ﴾ ''تو جب دیکھا ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں پہنچ رہے تو انہیں اجنبی جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَلَمَّا رَآ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ ﴾ ''تو جب دیکھا ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں پہنچ رہے'' جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ مہمان کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھا رہے ہیں۔ (2) ﴿ نَكِرَهُمْ ﴾ ''انہیں اجنبی جانا'' نکرھم اور انکرھم اور استنکرھم سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی ان کو پردیسی سمجھا۔ (بخاری کتاب التفسیر) (3) ﴿ اَوْجَسَ ﴾ ''محسوس کیا'' یعنی انھیں ان سے خوف محسوس ہونے لگا۔ (4) ﴿ مِنْهُمْ خِیْفَةً ﴾ ''ان سے ایک قسم کا خوف'' ابراہیم علیہ السلام دل میں ان سے ڈرے اور خیال کیا کہ کہیں برے ارادے سے تو نہیں آئے۔ (5) دیہاتی لوگ کھانا کھانے کے بعد گھر والوں سے برائی کرنے سے باز رہتے تھے۔ جب مہمانوں نے کھانا نہ کھایا تو سیدنا ابراہیم کو علیہ السلام خوف لاحق ہوا کہ شاید دشمنی کا ارادہ ہے۔ (6) فرشتے چونکہ قوم لوط کو تباہ کرنے کی غرض سے آئے تھے اس لیے ان کے چہروں پر غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ (تیسیر القرآن: 2/359) (7) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خوف فرشتوں کی اصلیت کے بارے میں جاننے سے پہلے کا تھا۔

سوال2: ﴿ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ڈرو نہیں بلاشبہ ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قَالُوْا ﴾ ''انہوں نے کہا'' فرشتوں نے کہا۔ (2) ﴿ لَا تَخَفْ ﴾ ''ڈرو نہیں'' یعنی آپ ہم سے خوف نہ کھائیں ہم تو فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ (3) ﴿ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قوم لوط کے جرائم کی وجہ سے ان کی ہلاکت کے لیے بھیجا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 651) (4) سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔ (ایسر التفاسیر: 651)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ(71)﴾

''اوراس کی بیوی کھڑی تھی،سووہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی۔''(71)

سوال1:﴿وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾''اوراس کی بیوی کھڑی تھی،سووہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَامْرَاَتُهٗ﴾''اوراس کی بیوی''یعنی سیدہ سارہ بنت ہارون جو کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی تھیں۔(جامع البیان)**(2)**﴿قَآىِٕمَةٌ﴾''کھڑی تھی''وہ پردے کے پیچھے کھڑی تھیں اور فرشتوں اور ابراہیم علیہ السلام کی بات چیت سن رہی تھیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ فرشتوں کی خدمت کے لیے کھڑی تھیں جب کہ ابراہیم علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے تھے۔(جامع البیان)**(3)**سیدنا ابراہیم علیہ السلام اوران کی بیوی ،دونوں ہی مہمانوں کی خدمت میں لگے ہوئے تھے،ابراہیم بیٹھے تھے اور سارہ کھڑی تھی۔کھانے کی چیزیں مہمانوں کے آگے لاکر رکھ رہی تھیں۔(تیسیر الرحمٰن:653/1)**(4)**﴿فَضَحِكَتْ﴾''وہ ہنس پڑی''وہ خوشی اور حیرت سے ہنس پڑیں کہ جنہیں انسان سمجھا وہ فرشتے نکلے۔**(5)** سیدہ سارہ اس بات سے خوش ہوئیں کہ فرشتے کسی سزا کی نیت سے ان کے پاس نہیں آئے۔**(6)**﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾''تو ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی''یہ خوش خبری سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بجائے سیدہ سارہ کو اس لئے دی گئی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں تو ان کی دوسری بیوی سیدہ ہاجرہ سے سیدنا اسمٰعیل پیدا ہو چکے تھے لیکن سیدہ سارہ ابھی تک بے اولاد تھیں۔(اشرف الحواشی:276/1)**(7)**اس سال سیدہ سارہ کی عمر نوے 90 تھی اور ایک قول کے مطابق ننانوے 99 سال تھی اور ابراہیم علیہ السلام ایک سو100 یا ایک سو بیس 120 سال کے تھے۔(تیسیر الرحمٰن)

﴿قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ(72)﴾

''اس نے کہا:''ہائے میری بربادی! کیا میں جنم دوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب چیز ہے۔''(72)

سوال:﴿قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾''اس نے کہا:''ہائے میری بربادی! کیا میں جنم دوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب چیز ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَتْ﴾''اس نے کہا''سیدہ سارہ نے کہا۔**(2)**﴿يٰوَيْلَتٰٓى﴾''ہائے میری بربادی''اولاد کی بشارت سن کر سیدہ سارہ نے تعجب کا اظہار کیا۔**(3)**﴿ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ﴾''یا میں جنم دوں گی اور میں بڑھیا ہوں''یعنی میرے ہاں اولاد کیسے ہوگی جب کہ میں بڑھیا ہوں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝﴾تو اس کی بیوی حیرت میں آگے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بڑھی پس اس نے اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا: ''بانجھ بڑھیا ہوں۔'' (الذاریات:29) (4)﴿وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا﴾ ''یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں'' وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کہنے لگیں کہ یہ دوسرا امر ہے جو بظاہر اولاد کے لیے رکاوٹ ہے کہ میرا شوہر بوڑھا ہے۔ (ایسر التفاسیر:65) (5)﴿اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾ ''بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب چیز ہے'' یعنی بوڑھے میاں بیوی کے ہاں اولاد کا ہونا بڑی عجیب بات ہے۔

﴿قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ(73)﴾

''انہوں نے کہا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟'' اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! یقیناً وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔'' (73)

سوال 1: ﴿قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' فرشتوں نے جواب دیا۔ (2)﴿اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ''کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟'' فرشتوں نے سارہ کی حیرت واستعجاب دیکھ کر کہا کہ تم تو نبی کی بیوی ہو، تم سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو پھر یہ تعجب کیسا؟ اللہ تعالیٰ کا یہی فیصلہ اور یہی حکم ہے۔ تم لوگ نبی کے گھرانے والے ہو، تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن) (3) عام طور پر پیش آنے والے واقعات ایک عادت کے حکم کے مطابق چل رہے ہوتے ہیں جس پر کوئی تعجب نہیں کرتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ روٹین کے معاملات اور اللہ تعالیٰ کے حکم میں تبدیلی نہیں آسکتی اللہ تعالیٰ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق حکم بدل سکتا ہے اس لئے تعجب کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝﴾ یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے۔ (یٰس:82) (5) اللہ تعالیٰ اسباب کا نظام بنانے والا، طریقوں کا خالق وہ جو چاہے، جب چاہے، جیسے چاہے کر سکتا ہے وہ عظیم ہے، وہ کریم ہے، وہ رب رحیم ہے۔

سوال 2: ﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! یقیناً وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) فرشتوں نے کہا اے نبی کے گھر والو تم پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں تمہیں تو اس کے حکم پر تعجب نہیں کرنا چاہیے اگرچہ اولاد ہونے کے دور میں اولاد نہیں ہوئی مگر اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے اور تم لوگوں پر اس کی رحمتیں اور برکتیں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے وہ تمہیں اس عمر میں بیٹا دے گا۔ (2) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی خیر اور بھلائی میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے گا۔ (3) ﴿اِنَّهٗ حَمِيْدٌ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿مَّجِيْدٌ﴾ ''یقیناًوہ بے حدتعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ صفات حمیدہ کا مالک ہے،اس کی تمام صفات،صفات کمال ہیں۔اس کے تمام افعال قابل تعریف ہیں،کیونکہ اس کے تمام افعال احسان،جود،بھلائی،حکمت اورعدل وانصاف پرمبنی ہیں۔(مجید)اور(مجد)سے مراداس کی صفات کی عظمت اوروسعت ہے وہ صفات کمال کا مالک ہے،اس کی ہرصفت کامل،تام اورعام ہے۔(تفسیرسعدی:2/1214)(4)﴿حَمِيْدٌ﴾ حمید فعیل کے وزن پر ہے بہ معنی محمود میں سراہا گیا اورمجید ماجد کے معنی میں ہے۔(یعنی کرم کرنے والا)(بخاری کتاب التفسیر)(5)اللہ تعالیٰ حمید ہے جوافعال میں تعریف کا حق دار ہے وہ مجید ہے اپنی ذات وصفات میں بزرگ ہے۔

﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ (74)﴾

''پھرجب ابراہیم سے گھبراہٹ دورہوگئی اوراس کے پاس خوش خبری آگئی تووہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔''(74)

سوال: ﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ﴾ ''پھرجب ابراہیم سے گھبراہٹ دورہوگئی اوراس کے پاس خوش خبری آگئی تووہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ﴾ ''پھرجب ابراہیم سے گھبراہٹ دورہوگئی''جب فرشتوں کے بارے میں پتا چلا اور بیٹے کی بشارت ملی توسیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خوف جاتا رہا جوفرشتوں کی آمد کے حوالے سے انھیں لاحق ہوا۔﴿وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى﴾ ''اوراس کے پاس خوش خبری آگئی''فرشتے بیٹے کی ولادت کی خوش خبری کے ساتھ قوم لوط کی ہلاکت کی خوش خبری بھی لے کر آئے تھے۔(ایسرالتفاسیر:65)(2)﴿يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ﴾ ''تووہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا''قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام جھگڑنے لگے کیونکہ ان کے دل میں مومنوں کے بارے میں دھڑکا تھا۔(3)اس کا تذکرہ ایک اورمقام پرملتا ہے۔﴿قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝﴾ ابراہیم نے کہا:''اس میں لوط بھی ہے۔''انہوں نے کہا:''ہم زیادہ جاننے والے ہیں کہ اس میں کون ہے؟ ہم یقیناً ضرور اسے اوراس کے گھر والوں کو بچالیں گے مگراس کی بیوی جو پیچھے رہنے والوں میں سے ہے۔(العنکبوت:32)

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (75)﴾

''یقیناًابراہیم نہایت بردبار،بہت آہ وزاری کرنے والا،رجوع کرنے والاتھا۔''(75)

سوال: ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ﴾ ''یقیناًابراہیم نہایت بردبار،بہت آہ وزاری کرنے والا،رجوع کرنے والاتھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ﴾ ''یقیناًابراہیم نہایت بردبار''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بڑی خوبیاں اس آیت میں بیان کی گئیں۔(2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سیدنا ابرہیم علیہ السلام بردبار، کشادہ دل اور نرم دل تھے اس لیے انہوں نے قوم لوط پر عذاب کے بارے میں جھگڑا کیا تھا۔(تفسیر مراغی:333/4) (3)حلیم وہ ہوتا ہے جو برائی کرنے والے سے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا۔(4)سیدنا ابراہیم علیہ السلام جہالت برتنے والوں پر غصے کا شکار نہیں ہوتے تھے۔(5)﴿ اَوَّاهٌ ﴾''بہت آہ وزاری کرنے والا''سیدنا ابراہیم علیہ السلام برائی کرنے والوں اور دکھ دینے والوں پر آہیں بھرنے والے تھے۔(تفسیر مراغی:333/4)(6)جب ابراہیم علیہ السلام برائی دیکھتے یا سنتے تو کثرت سے آہ وزاری کرتے تھے۔(ایسر التفاسیر:652,653) (7)سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہر وقت آہ وزاری کرتے تھے۔(8)﴿ مُّنِيْبٌ ﴾''رجوع کرنے والا تھا''وہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔(تفسیر مراغی:333/4)(9)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: منیب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بڑھنے والا ہو۔(ابن ابی حاتم:20596)(10)یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس کی طرف توجہ کے ساتھ اور ہر ماسوا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔اسی لیے وہ ان لوگوں کی طرف سے جھگڑ رہے تھے جن کی ہلاکت کا اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر فیصلہ کر دیا تھا۔(تفسیر سعدی:1215/2)

﴿ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ (76) ﴾

''اے ابراہیم! اس سے منہ موڑ لو، حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ تمہارے رب کا حکم آ گیا ہے اور یقیناً ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں ہے۔''(76)

سوال:﴿ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴾''اے ابراہیم! اس سے منہ موڑ لو، حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ تمہارے رب کا حکم آ گیا ہے اور یقیناً ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ﴾''اے ابراہیم! اس سے منہ موڑ لو''فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا اس جھگڑے کو چھوڑ دیں۔(2)جب کوئی شخص اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے تو اس کے اندر معافی مانگنے کا جذبہ ابھرتا ہے پھر وہ دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔قوم لوط کے اندر یہ جذبہ نہیں ابھرا تھا اس لیے سیدنا نوح علیہ السلام کی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بھی یہ دعا قبول نہ کی گئی۔کسی کی دعا دوسرے کے حق میں تب قبول ہوتی ہے جب وہ خود بھی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کو پکار رہا ہو۔(3)﴿ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ﴾''حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ تمہارے رب کا حکم آ گیا ہے''یعنی قوم کی ہلاکت کا، عذاب کا فیصلہ ہو چکا۔(4)﴿ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴾''اور یقیناً ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں ہے''یعنی تمہارے جھگڑنے کا فائدہ نہیں، عذاب کو بھیجنا لازم ہو چکا، وہ گناہ گاروں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ (77) ﴾

''اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی آمد سے گھبرایا اور ان کے آنے سے تنگ دل ہوا اور اس نے کہا کہ یہ بڑی مصیبت کا دن ہے۔'' (77)

سوال: ﴿ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی آمد سے گھبرایا اور ان کے آنے سے تنگ دل ہوا اور اس نے کہا کہ یہ بڑی مصیبت کا دن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا ﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے آئے'' اور وہ ابراہیم علیہ السلام کے مہمان تھے۔(ایسر التفاسیر:653) **(2)** فرشتے خوب صورت لڑکوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کے گھر آئے تا کہ قوم لوط کا امتحان یا جائے۔ **(3)** ﴿ لُوْطًا ﴾ ''لوط کے پاس'' سیدنا لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔قوم لوط علیہ السلام اردن کے شہروں عموریہ اور سدوم میں مقیم تھی۔ **(4)** ﴿ سِيْٓءَ بِهِمْ ﴾ یعنی اپنی قوم سے وہ بدگمان ہوا۔(بخاری کتاب التفسیر) **(5)** ﴿ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا ﴾ ''اور ان کے آنے سے تنگ دل ہوا'' سیدنا لوط علیہ السلام مہمان کو دیکھ کر گھبرائے اور دل میں کڑھنے لگے۔ **(6)** فرشتے نوجوان لڑکوں کی صورت میں آئے تھے اور ان کی قوم فطری بگاڑ کا شکار تھی وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوانی تعلقات قائم کرتے تھے۔سیدنا لوط علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ ان کی قوم خوب صورت مہمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔ **(7)** سیدنا لوط علیہ السلام سوچنے لگے کہ اگر پاس رکھوں تو قوم بداخلاقی سے نہیں رک سکتی اور اگر نہ رکھوں تو یہ ان کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ **(8)** ﴿ وَّقَالَ ﴾ سیدنا لوط علیہ السلام نے کہا۔ **(9)** ﴿ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴾ ''یہ بڑی مصیبت کا دن ہے'' سیدنا لوط علیہ السلام جانتے تھے کہ قوم کی فطری گندگی انہیں جس سطح پر لے آئی ہے اس سے مہمان بچ نہیں پائیں گے اس طرح بے حد شرمندہ ہونا پڑے گا اس لیے انہوں نے کہا یہ بڑی مصیبت کا دن ہے۔ **(10)** سیدنا لوط علیہ السلام جانتے تھے کہ قوم قوی ہے، ان سے ٹکر لینے کی ہمت نہیں لیکن انہوں نے سوچا کچھ بھی کر لیں اپنی بات سے باز نہیں آؤں گا۔

﴿ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ (78) ﴾

''اور اس کی قوم کے لوگ بے اختیار اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے اور وہ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے لوط نے کہا: ''اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں چنانچہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی عقل مند آدمی نہیں ہے؟'' (78)

سوال1: ﴿ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾ ''اور اس کی قوم کے لوگ بے اختیار اس کی طرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوڑتے ہوئے آئے اور وہ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ﴾ ''اور اس کی قوم کے لوگ بے اختیار اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے'' قوم کے لوگ بھاگ کر بے تحاشا دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تاکہ ان سے برا کام کریں۔(2)''ھرع'' کہتے ہیں بخار کی حالت میں کانپنا۔قوم کے لوگوں کی لڑکوں کو دیکھ کر کیسی کیفیت ہوئی اس کے اظہار کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوئے کہ وہ ایسے دوڑے جیسے بخار میں مبتلا کانپتا ہوا شخص بھاگتا ہے۔(3)﴿ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾'' اور وہ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے'' سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم ایسی بدکاری کرتی تھی جو ان سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کی تھی۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ﴾''یقیناً کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو؟'' تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا:''اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔'' (العنکبوت:29)

سوال2:﴿ قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ ﴾'' لوط نے کہا: ''اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں چنانچہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی عقل مند آدمی نہیں ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ ﴾ سیدنا لوط علیہ السلام نے فرمایا۔(2)﴿ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ ﴾'' اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں''یعنی میری یہ بیٹیاں تمہارے لئے میرے مہمانوں سے زیادہ پاک ہیں۔جناب لوط علیہ السلام کا یہ قول اسی طرح ہے جس طرح سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تحقیق حق کی خاطر ان دونوں عورتوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ متنازع فیہ بچے کو دو ٹکڑوں میں برابر کاٹ کر دونوں میں تقسیم کر دیا جائے، کیونکہ انہیں علم تھا کہ ان کی بیٹیاں ان کا مقصد نہ تھیں اور ان میں ان کا کوئی حق تھا۔اس سے جناب لوط علیہ السلام کا سب سے بڑا مقصد اس بڑی بدکاری کو روکنا تھا۔(تفسیر سعدی:2/1216)(3)سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عورتیں پیدا کی ہیں۔قوم کی بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں۔تم اپنی اپنی بیویوں سے اپنی حاجت روائی کرو اس سے تمہیں دنیا و آخرت میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/848)(4)﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾'' چنانچہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ''یعنی تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے بچ جاؤ۔(5)﴿ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ﴾'' اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو''یعنی میرے مہمانوں کے بارے میں میرا لحاظ رکھو اور مجھے ان کے سامنے رسوا نہ کرو۔(تفسیر سعدی:2/1216)(6)﴿ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ ﴾'' کیا تم میں کوئی عقل مند آدمی نہیں ہے؟''یعنی ایسا شخص جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔(ایسر التفاسیر:653)(7)اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قوم لوط

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہدایت سے بالکل خالی تھی۔

﴿قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ (79)﴾

''انہوں نے کہا:'' بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ تمہاری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور بے شک تم جانتے ہو کہ ہم کیا ارادہ رکھتے ہیں؟''(79)

سوال:﴿قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ﴾''انہوں نے کہا:'' بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ تمہاری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور بے شک تم جانتے ہو کہ ہم کیا ارادہ رکھتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ قوم لوط علیہ السلام نے کہا۔**(2)**﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ﴾''بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ تمہاری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں'' یہ قوم کی طرف اس امر کا اظہار تھا کہ ہم عورتیں نہیں چاہتے ان الفاظ سے انہوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔**(3)**ان کے اس جواب سے ان کی خباثت کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ کیوں ان کو اس عذاب کا مستحق سمجھا گیا جو ان کے علاوہ اور کسی قوم پر نازل نہیں کیا گیا۔(اشرف الحواشی:277/1)**(4)**﴿وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ﴾''اور بے شک تم جانتے ہو کہ ہم کیا ارادہ رکھتے ہیں؟'' قوم لوط علیہ السلام نے ان الفاظ سے بے حیائی کے ساتھ مطالبہ شروع کیا کہ لڑکے ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔ **(5)**یعنی ہم صرف مردوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے ہیں اور عورتوں میں ہمیں کوئی رغبت نہیں۔پس لوط علیہ السلام کو شدید قلق ہوا۔ (تفسیر سعدی:1216/2)

﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ (80)﴾

''لوط نے کہا:'' کاش واقعتاً تمہارے مقابلے کی میرے پاس قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا!''(80)

سوال1:﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾''لوط نے کہا:'' کاش واقعتاً تمہارے مقابلے کی میرے پاس قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ سیدنا لوط علیہ السلام نے فرمایا۔**(2)**﴿لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾''کاش واقعتاً تمہارے مقابلے کی میرے پاس قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا!'' کاش میرے پاس تمہارے مقابلے کے لیے مددگار ہوتے، میں طاقت ور ہوتا تو تمہیں سبق سکھا کر رہتا۔**(3)**﴿اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾''یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا!''یعنی میرا قبیلہ مضبوط ہوتا یا با اثر ہوتا تو میں تمہیں مزہ چکھائے بغیر نہ رہتا۔**(4)**سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''لوط علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ وہ مضبوط سہارے کو پکڑنا چاہتے تھے(یعنی اللہ تعالیٰ کا سہارا اختیار کیے ہوئے تھے)، جب انہوں نے کہا:﴿لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴾(ھود:80) تو ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اپنی قوم کے صاحب حیثیت لوگوں میں سے معبوث فرمایا۔(بخاری:3372) (5) حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوط علیہ السلام کے بارے میں خبر دی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے گئے فرشتوں کا سہارا حاصل تھا، جس کی انہیں ابتداء میں خبر نہیں تھی۔(تیسیر الرحمٰن) (6) حقیقت یہ ہے کہ لوط علیہ السلام سب سے محفوظ سہارا لیے ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ، جس کی قوت کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

﴿ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ(81) ﴾

''انہوں نے کہا کہ اے لوط! ہم آپ کے رب کے فرشتے ہیں وہ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ پائیں گے، چنانچہ اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لے کر نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی ایک پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ بلاشبہ اس تک وہی کچھ پہنچنے والا ہے جو ان تک پہنچے گا ان کے وعدے کا یقینی وقت صبح کا ہے، کیا صبح قریب نہیں ہے؟''(81)

سوال 1: ﴿ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ﴾ ''انہوں نے کہا کہ اے لوط! ہم آپ کے رب کے فرشتے ہیں وہ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ پائیں گے، چنانچہ اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لے کر نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی ایک پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ بلاشبہ اس تک وہی کچھ پہنچنے والا ہے جو ان تک پہنچے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قَالُوْا ﴾ فرشتوں نے کہا۔(2) ﴿ يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ ﴾ ''اے لوط! ہم آپ کے رب کے فرشتے ہیں'' فرشتوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کو آگاہ کردیا کہ ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔آپ فکر نہ کریں ہم آسمان سے عذاب لے کر آئے ہیں۔(3) ﴿ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ ﴾ ''وہ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ پائیں گے'' یعنی وہ آپ کی طرف پہنچنے نہیں پائیں گے۔(4) پھر سیدنا جبریل علیہ السلام نے اپنا پر ہلایا اور ان کو اندھا کردیا اور وہ لوط علیہ السلام کو صبح آنے کی دھمکی دیتے ہوئے چلے گئے۔(تفسیر سعدی:2/1216) (5) ﴿ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ ﴾ ''چنانچہ اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لے کر نکل جاؤ'' اسریٰ عربی زبان میں رات کے سفر کو کہتے ہیں۔بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ کا مطلب ہے رات کے کسی حصے میں۔اس سے مراد یہ ہے کہ صبح ہونے سے قبل رات کو نکلنا پڑے گا۔(6) ﴿ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ ﴾ ''اور تم میں سے کوئی ایک پیچھے مڑ کر نہ دیکھے'' یعنی اگر دل خراش چیخیں سنائی دیں تب بھی کوئی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھے گا۔(7) ﴿ اِلَّا امْرَاَتَكَ ﴾ ''مگر تمہاری بیوی'' یعنی آپ کی بیوی عذاب میں شریک ہوگی۔(8) کیونکہ یہ عورت بھی اپنی قوم کے گناہ میں برابر کی شریک تھی۔جب سیدنا لوط علیہ السلام کے پاس مہمان آتے تو یہ ان کی آمد کے بارے میں کفار کو اطلاع دیا کرتی تھی۔(تفسیر سعدی:2/1216) (9) سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی وہ بھی ہلاک کردی گئی بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ سیدنا لوط علیہ السلام کے ساتھ نکلی ہی نہ تھی جب پوری قوم پر عذاب آیا تو وہ بھی انہی میں ہلاک ہوگئی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ ساتھ تو نکلی تھی لیکن جب اس نے عذاب آنے کی آہٹ سنی تو پیچھے مڑکر دیکھنے لگی اور اپنی قوم کی ہلاکت کا یقین کرتے ہوئے یوں کہا: ''ہائے میری قوم! اس وقت اسے ایک پتھر آ کر لگا جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔'' (انوار البیان: 52,53/3) **(10)** اس ہلاکت میں یہ سبق ہے کہ اگر کوئی دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا وفادار نہیں اور وہ قافلہ حق کے ساتھ کسی اور وجہ سے شامل ہو جائے تو وہ نجات نہیں پا سکتا کہیں نہ کہیں اس کی کمزوری ظاہر ہوگی اور وہ وہیں بیٹھ جائے گا اس لیے نیت کے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا وفادار رہنا ہے۔

سوال 2: ﴿ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴾ ''ان کے وعدے کا یقینی وقت صبح کا ہے، کیا صبح قریب نہیں ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ﴾ ''ان کے وعدے کا یقینی وقت صبح کا ہے'' یعنی ان پر عذاب کا جو وقت مقرر کیا گیا ہے وہ صبح صبح کا ہے۔ **(2)** ﴿ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴾ ''کیا صبح قریب نہیں ہے؟'' یعنی صبح تو بہت ہی قریب ہے۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ (82) ﴾

''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس کے اوپر کے حصے کو اس کا نچلا کر دیا اور ہم نے اس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔'' (82)

سوال: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴾ ''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس کے اوپر کے حصے کو اس کا نچلا کر دیا اور ہم نے اس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ ''پھر جب ہمارا حکم آ گیا'' یعنی جب قوم پر عذاب کا وقت آن پہنچا۔ (ایسر التفاسیر: 654) **(2)** ﴿ جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا ﴾ ''ہم نے اس کے اوپر کے حصے کو اس کا نچلا کر دیا'' سیدنا مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سیدنا جبریل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھا لیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے پھر انہیں زمین پر الٹ دیا ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ (ابن کثیر: 493/2) **(3)** ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴾ ''اور ہم نے اس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے'' یعنی ان پر ایسے پکے ہوئے پتھر برسائے گئے جو سخت حرارت والی آگ میں پکے ہوئے تھے۔ **(4)** ﴿ مَّنْضُوْدٍ ﴾ ''جو تہ بہ تہ تھے'' یعنی ان پر تابڑ توڑ پتھر برسائے گئے جو بستی سے بھاگنے والوں کا پیچھا کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی: 1216,1217/2) **(5)** مفسر مہایمی لکھتے ہیں کہ چونکہ ان کا عمل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زانیوں کے عمل سے مشابہ تھا، اسی لیے ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ (تیسیر الرحمٰن) (6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم کسی کو پاؤ کہ وہ قوم لوط کا سا عمل کرتے ہیں تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' (سنن ابی داؤد: 4462)

﴿ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ (83) ﴾

''آپ کے رب کی جانب سے نشان زدہ تھے اور ان ظالموں سے وہ کچھ دور نہیں۔'' (83)

سوال: ﴿ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴾ ''آپ کے رب کی جانب سے نشان زدہ تھے اور ان ظالموں سے وہ کچھ دور نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ ''آپ کے رب کی جانب سے نشان زدہ تھے'' یعنی ان پتھروں پر ہلاک ہونے والوں کے نام کنندہ تھے۔ یہ پتھر صدوم کے باشندوں پر گرے تھے۔ ان میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکا۔ (2) ان پتھروں پر عذاب کی علامت تھی۔ (3) ﴿ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴾ ''اور ان ظالموں سے وہ کچھ دور نہیں'' وہ بستیاں مکہ کے مشرکین سے کچھ زیادہ دور نہیں ہیں۔ جب وہ شام کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں تو ان بستیوں کے بھولے بسرے آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ انہیں دیکھ کے عبرت حاصل کریں کہ کہیں انہیں بھی قوم لوط کی طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ پکڑ لے۔ ان بستیوں کی جگہ اب کھارے پانی کا سمندر پایا جاتا ہے جسے 'بحر میت' کہتے ہے، اس لیے کہ اس کا پانی کوئی جاندار نہیں پی سکتا ہے، اسے 'بحیرۂ لوط' بھی کہتے ہیں۔ اور اس کے آس پاس کی زمین بنجر ہے جو کچھ بھی نہیں اگاتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن) (4) پورے واقعے کے بعد یہ الفاظ یقین دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سزا قریب ہے بالکل تیار ہے اللہ تعالیٰ کسی بھی وقت نازل کر دے گا۔ (5) یعنی جو لوگ قوم لوط کے فعل کی مشابہت کرتے ہیں، یہ بستی ان سے کچھ دور نہیں۔ پس بندوں کو ان جیسے کام کرنے سے بچنا چاہئے تاکہ ان پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔ (تفسیر سعدی: 1217/2)

رکوع نمبر 8

﴿ وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ (84) ﴾

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اور ماپ اور تول میں کمی نہ کرو، بلاشبہ میں تمہیں اچھے حال میں دیکھتا ہوں اور یقیناً میں تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' (84)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ **وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا** ﴾''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَاِلٰى مَدْيَنَ** ﴾''اور مدین کی طرف بھیجا''یعنی مدین کا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان ہے۔**(2)**﴿ **اَخَاهُمْ** ﴾''ان کے بھائی کو''یعنی ان کے نسبی بھائی۔**(3)**﴿ **شُعَيْبًا** ﴾شعیب علیہ السلام کو جنہیں اللہ رب العزت نے نبی بنا کر ان کی طرف بھیجا تھا۔وہ اونچے نسب والے تھے، چونکہ اسی قوم سے تھے اس لیے فرمایا **اَخَاهُمْ**۔**(4)**سیدنا شعیب علیہ السلام کو،قوم کے ساتھ ان کے حسن گفتگو کی بناپر''خطیب الانبیاء''کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

سوال2: ﴿ **قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ** ﴾''اس نے کہا:''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **قَالَ** ﴾سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی رغبت دلائی اور کہا۔**(2)**﴿ **يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ** ﴾''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''یعنی اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔اور جو حکم وہ تمہیں دے جس سے روکے اس کے آگے اطاعت کے ساتھ بچھ جاؤ کیونکہ اس کے سوا کوئی تمہاری عبادت کا مستحق نہیں۔(جامع البیان)

سوال3:﴿ **وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ** ﴾''اور ماپ اور تول میں کمی نہ کرو، بلاشبہ میں تمہیں اچھے حال میں دیکھتا ہوں اور یقیناً میں تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ** ﴾''اور ماپ اور تول میں کمی نہ کرو''سیدنا شعیب علیہ السلام نے ناپ تول میں کمی کرنے کی مذمت کی۔**(2)**اہل مدین حجاز سے شام جانے والے تجارتی راستے پر تھے۔وہ ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کا حق مارتے تھے اور لوگوں کو ان کی چیزوں کی قیمت کم دیتے تھے۔**(3)**یہ کفر کے ساتھ ان کی دوسری بری صفت تھی۔جب کسی سے کوئی چیز خریدتے تو بڑا پیمانہ اور بڑا سیر استعمال کرتے اور جب کوئی چیز بیچتے تو چھوٹا پیمانہ اور چھوٹا سیر استعمال کرتے۔(تیسیر الرحمٰن)**(4)**﴿ **اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ** ﴾''بلاشبہ میں تمہیں اچھے حال میں دیکھتا ہوں''میں تمہیں خوش حال دیکھتا ہوں۔تمہاری معاشی حالت اچھی ہے۔**(5)**یعنی میں دیکھتا ہوں کہ تم بے شمار نعمتوں، صحت اور کثرت مال واولاد سے بہرہ مند ہو۔پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ عطا کر رکھا ہے اس پر اس کا شکر کرو اور کفران نعمت نہ کرو۔ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے یہ نعمتیں واپس لے لے۔(تفسیر سعدی:2/1218)**(6)**﴿ **وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ** ﴾''اور یقیناً میں تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں''مجھے تمہارے بارے میں ڈر ہے کہیں تمہاری خوش حالی پر بدحالی کو مسلط نہ کر دیا جائے اور آخرت میں تمہیں دردناک عذاب اپنے گھیرے میں نہ لے لے۔**(7)**اس سے مراد دنیا کا عذاب بھی ہوسکتا ہے اور آخرت کا بھی۔**(8)**رب العزت نے فرمایا:﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۭ ﴾ناپ تول میں کمی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے والوں کے لیے تباہی ہے۔جولوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو انہیں کم دیتے ہیں۔(المطففین:3-1)(9)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:جب کوئی قوم تول اور ماپ میں چوری کرتی ہے تو ان پر قحط اترتا ہے اور سخت مصیبت پڑتی ہے اور بادشاہ وقت ان پر ظلم کرتا ہے۔(ابن ماجہ:4019)

﴿وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ(85)﴾

''اور اے میری قوم!انصاف کے ساتھ ماپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فسادی بن کر دنگا نہ کرو۔''(85)

سوال1:﴿وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾''اور اے میری قوم!انصاف کے ساتھ ماپ اور تول کو پورا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾''اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ماپ اور تول کو پورا کرو''سیدنا شعیب علیہ السلام نے پہلی اپنی قوم کو ماپ اور تول میں کمی کرنے سے روکا پھر لین دین میں انصاف سے پورا ناپنے اور تولنے کا حکم دیا ہے۔(2)یہاں تین صورتیں ممکن ہیں۔ایک تو یہ کہ عدل سے کام لیں پورا ناپیں اور پورا تولیں۔دوسرے اصل ناپ اور تول سے زیادہ دیں۔تیسرے ناپ اور تول کے معاملے میں انصاف سے کام لیں۔جیسے اپنے لیے چاہتے ہوں ویسا ہی دوسروں کو بھی دیں۔

سوال2:﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾''اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فسادی بن کر دنگا نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ﴾''اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو''یعنی ناپ میں کمی کر کے لوگوں کی چیزیں نہ چراؤ۔(2)لوگوں کی چیزیں گھٹا کر دی جائیں تو معاشرے کے افراد کے اندر بداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔لوگ ایک دوسرے سے بد گمان ہوتے ہیں،ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔(3)لوگوں کی چیزوں میں کمی کر کے نہ دیا کرو۔(4)﴿وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾''اور زمین میں فسادی بن کر دنگا نہ کرو''سیدنا شعیب علیہ السلام لوگوں کو فتنہ وفساد اور بدامنی سے روکتے تھے کیونکہ وہ لوگ ڈکیتیاں کرنے کے عادی تھے اس لیے انہیں گناہوں پر،نافرمانیوں اور حرام کاموں پر جمے رہنے سے روکا۔گناہوں کے برے اثرات کی وجہ سے کھیت اور نسلیں برباد ہو جاتی ہیں۔دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔(3)''فساد''میں ہر وہ عمل داخل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے (جیسے شرک باللہ کا ارتکاب کرنا، اور اس کی طرف غیروں کو بلانا، اور اللہ تعالیٰ کے دین سے لوگوں کو روکنا) یا بندوں کے حقوق پامال ہو رہے ہوں جیسے چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا اور ناپ تول میں کمی کرنا وغیرہ۔ (تیسیر الرحمٰن)

﴿ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (86) ﴾

''اللہ تعالیٰ کی بچت ہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں۔'' (86)

سوال 1: ﴿ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی بچت ہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ بَقِيَّتُ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی بچت'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بچت یعنی جائز ذرائع سے حاصل ہونے والی کمائی ہے۔ جائز ذریعے سے حاصل ہونے والا مال قیمتی اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ **(2)** سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: تمہارے رب کی طرف سے تمہارا حصہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (ابن ابی حاتم) **(3)** سیدنا حسن کا قول ہے: اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق تمہارے لیے بہتر ہے اس سے جو تم لوگوں کے رزق سے کمی کرتے ہو۔ (ابن ابی حاتم: 2072/6) **(4)** ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اگر تم ایمان والے ہو'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں اور اس کے حلال و حرام کی تصدیق کرتے ہو۔ (جامع البیان: 109/11) **(5)** بندے پر واجب ہے کہ وہ اس رزق پر قناعت کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے، چنانچہ وہ حرام کو چھوڑ کر حلال پر اور حرام ذرائع اکتساب کو چھوڑ کر حلال ذرائع پر قناعت کرے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ حلال ذرائع اکتساب میں جو برکت اور اضافہ رزق ہے، وہ دنیا کی حرص کی خاطر حرام اسباب کسب اختیار کرنے میں نہیں۔ اس میں سراسر مال کا زوال اور برکت کی ضد ہے۔ (تفسیر سعدی: 1223/2) **(6)** ناحق لوگوں کا مال ہڑپ کرنے سے وہ نفع ہزار درجے بہتر ہے جو حق تعالیٰ تمہیں تجارت میں عطا فرمائے۔ اسی نفع میں خیر و برکت ہوتی ہے اور یہی حلال و طیب ہے۔ جس طرح عذاب سے بربادی اور تباہی آتی ہے، ٹھیک اسی طرح رحمت سے جان و مال کا بقاء و تحفظ ہوتا ہے۔ پورا پورا ناپ تول کر جو کچھ بچ جائے گا وہی باعث خیر و برکت ہے۔ بھلا کہیں برے اور بھلے میں بھی برابری ہو سکتی ہے۔ ﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ﴾ آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں اور اگر چہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے۔ (المائدہ: 100) (مختصر ابن کثیر: 851/1)

سوال 2: ﴿ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴾ ''اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) میں تم پر نگران نہیں ہوں سے مراد یہ ہے کہ دین کو پہنچا دینا میری ذمہ داری ہے، ہدایت میری ذمہ داری نہیں۔ **(2)** یعنی میں تمہارے اعمال کا محافظ نہیں ہوں۔ تمہارے اعمال کا نگران تو اللہ تعالیٰ ہے۔ میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا دیتا ہوں جو میری طرف بھیجا جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ(87) ﴾

''انہوں نے کہا:''اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم اپنے اموال میں جو چاہیں کریں؟ بلاشبہ تو ہی نہایت بردبار، بڑا دانش مند ہے؟''(87)

سوال1: ﴿ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ ﴾ ''انہوں نے کہا:''اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْا ﴾ شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا۔**(2)** ﴿ يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ ﴾ ''اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟'' سیدنا شعیب علیہ السلام کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اسی لیے کافروں نے ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے یہ بات کہی۔(تیسیر الرحمٰن)**(3)** سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم دین دار ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔مگر انہوں نے دین داری کے ساتھ شرک اور معاشی معاملات میں خرابیوں کو جمع کر دیا تھا۔سیدنا شعیب علیہ السلام نے جب سچی دین داری کی دعوت دی تو انہوں نے یہ طعنہ دیا کہ کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے اور یہ کہ اپنے مال میں ہم اپنی مرضی نہ کر سکیں۔**(4)** یہ سوال گستاخی اور خودسری کا اظہار ہے۔ہم اپنے عقل مند آباء واجداد کے طریقوں کو چھوڑ کر تیری بات کیسے مان لیں؟**(5)** یہ بات انہوں نے اپنے نبی کا مذاق اڑاتے ہوئے اور ان کی دعوت کو رد کرتے ہوئے کہی کہ تو نماز پڑھ کر، اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکتا ہے جن کی پرستش ہمارے باپ دادا نے کی؟**(6)** اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیائے سابقین کی شریعت میں نماز مشروع تھی، نیز یہ کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔حتیٰ کہ کفار کے نزدیک بھی نماز کی افضلیت اور نماز کا تمام اعمال پر مقدم ہونا متحقق ہے۔نیز ان کے ہاں یہ بات بھی متحقق ہے کہ نماز فواحش اور منکرات سے روکتی ہے اور نماز ایمان اور شرائع کی میزان ہے، نماز کو مسنون طریقے سے ادا کرنے سے بندہ مومن کے احوال کی تکمیل ہوتی ہے اور نماز کی عدم ادائیگی سے اس کے دینی احوال میں خلل واقع ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1222)

سوال2: ﴿ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴾ ''یا یہ کہ ہم اپنے اموال میں جو چاہیں کریں؟ بلاشبہ تو ہی نہایت بردبار، بڑا دانش مند ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ﴾ ''یا یہ کہ ہم اپنے اموال میں جو چاہیں کریں؟''یعنی ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی چھوڑ دیں، ہم اپنی مرضی سے تصرف نہ کریں بلکہ ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں۔اسی کے حکم سے ناپ تول پورا کریں، اسی کے حکم سے واجب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حقوق ادا کریں۔ہم تو اپنے مالوں کے بارے میں وہ کچھ کریں گے جو ہم چاہیں گے۔مال ہمارے اور تصرف کسی اور کا؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ (2) وہ مال جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کر رکھا ہے اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کا مالک بنا رکھا ہے تاہم انسان یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرے، کیونکہ یہ مال اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے،لہٰذا اس پر فرض ہے کہ وہ اس میں سے لوگوں کے حقوق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے حق کو قائم کرے اور ان ذرائع اکتساب کو اختیار کرنے سے باز رہے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اس کے برعکس کفار اور ان سے مشابہت رکھنے والے دیگر لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مال کے خود مالک ہیں اور وہ جیسے چاہیں اس میں تصرف کریں خواہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو یا مخالف۔(تفسیر سعدی:2/1222)(3)﴿ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴾ ''بلاشبہ تو ہی نہایت بردبار، بڑا دانش مند ہے؟''یعنی یہ تو تمہارا خیال ہے کہ تم رشد و ہدایت کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتے اور گمراہی کے سوا تم کسی چیز سے نہیں روکتے۔اگر ایسا ہے تو ہمارے آباؤ اجداد تو پھر احمق ٹھہرے۔(4) یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم تو حلیم و رشید ہو اور ہمارے آباء و اجداد احمق اور گمراہ؟(تفسیر سعدی:2/1220،1219)

﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ(88) ﴾

''اس نے کہا:''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی جناب سے اچھا رزق عطا کیا ہے اور میں ارادہ نہیں رکھتا کہ میں تمہارے برخلاف وہ کام کروں جن سے میں تمہیں روکتا ہوں جہاں تک میں کرسکوں میں تو اصلاح کا ارادہ ہی رکھتا ہوں اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے،اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔''(88)

سوال1:﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ﴾ ''اس نے کہا:''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی جناب سے اچھا رزق عطا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ ﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔(2)**﴿ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ ﴾** ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا''یعنی مجھے خبر دو۔(3)**﴿ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ ﴾** ''اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں''یعنی اگر میں برہان اور اس کی الوہیت پر یقین رکھتا ہوں۔اس سے محبت کرتا ہوں۔اور اس کے اولیاء کے ساتھ وعدوں اور دشمنوں کے ساتھ وعیدوں پر یقین رکھتا ہوں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(ایسر التفاسیر:656،657)(4)سیدنا شعیب علیہ السلام نے ان کے کفر وعناد اور استہزا کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے علم ونبوت کی نعمت سے نوازا ہے اور میری حلال روزی میں خوب وسعت عطا فرمائی ہے، تو کیا میرے لیے یہ مناسب ہے کہ صرف تمہیں خوش رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحی میں خیانت کروں، لوگوں کو شرک وظلم سے روکنا اور اصلاح نفس کی دعوت دینا چھوڑ دوں؟ (تیسیر الرحمٰن:658/1) (5)یعنی مجھے اس وحی کی صحت پر یقین اور اطمینان ہو۔(تفسیر سعدی:1220/2)(6)﴿وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ''اور اس نے مجھے اپنی جناب سے اچھا رزق عطا کیا ہے'' یعنی حلال اور طیب روزی۔(جامع البیان:110/11)(7)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رزق حسن سے مراد حلال ہے اور شعیب کثیر المال تھے۔(البحر المحیط)

سوال2:﴿وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ﴾ ''اور میں ارادہ نہیں رکھتا کہ میں تمہارے برخلاف وہ کام کروں جن سے میں تمہیں روکتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اُرِيْدُ﴾ ''اور میں ارادہ نہیں رکھتا'' اور میں یہ نہیں چاہتا۔(2)﴿اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ﴾ ''کہ میں تمہارے برخلاف وہ کام کروں جن سے میں تمہیں روکتا ہوں'' کہ میں تمہیں تو ناپ تول میں کمی سے روکوں اور خود اس برائی میں مبتلا ہو جاؤں میں تو خود پہلے رکتا ہوں، تمہیں بعد میں روکتا ہوں۔(3)قول وفعل کا تضاد رسمی ایمان کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اور قول وفعل میں مطابقت شعوری ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔(4)ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ داعی کی دعوت کی تکمیل یہ ہے کہ وہ خود اس کام پر عمل کرنے میں سبقت کرے جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور جس کام سے وہ لوگوں کو روکتا ہے سب سے پہلے وہ خود اس کام سے رک جائے۔(تفسیر سعدی:1224/2)(5)رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔(الصّف:2,3)(6)﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟(البقرہ:44)(7)قیامت کے دن ایک آدمی کو آگ میں ڈالا جائے گا۔ اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی، وہ انہیں لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی میں گھومتا ہے۔ اس کے گرد جہنمی جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تجھے کیا ہوا ہے؟ کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا: ہاں یقیناً لیکن میں لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔(بخاری:3267)

سوال3:﴿اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾ ''جہاں تک میں کر سکوں میں تو اصلاح کا ارادہ ہی رکھتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾ ''جہاں تک میں کر سکوں میں تو اصلاح کا ارادہ ہی رکھتا ہوں'' یعنی میرا اس کے سوا کوئی ارادہ، کوئی مقصد نہیں کہ تمہارے حالات کی اصلاح ہو، میں اپنی ذات کے لیے کچھ حاصل نہیں کرنا چاہتا، میں تو تمہارا نفع چاہتا ہوں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(2) تمام انبیاء مرسلین کا وظیفہ اوران کی سنت وملت یہ ہے کہ حسب امکان اور مقدور بھر مصالح کے حصول اوران کی تکمیل کے ذریعے سے لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور استطاعت کے مطابق مفاسد کو دور یا کم کرتے ہیں اور مصالح خاصہ کی رعایت رکھتے ہیں۔ اور حقیقی مصلحت وہ ہے جس سے بندوں کے احوال کی اصلاح ہوتی ہے اور جس سے ان کے دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1224)

سوال 4: ﴿وَمَا تَوْفِيقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾ ''اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا تَوْفِيقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے'' یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے میرے دل میں نیکی کا خیال وہی ڈالتا ہے اور کرنے کی توفیق بھی وہی دیتا ہے اور میرے دل میں شر سے بچنے کی تڑپ وہ بے دار کرتا ہے اور اس سے رکنے کی توفیق بھی وہی دیتا ہے۔ اس میں میری قوت اور قدرت کے اختیار کا کوئی دخل نہیں۔ میں تو استطاعت کے مطابق کام کرتا ہوں۔ **(2) ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾** ''اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے'' یعنی میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اسی پر میرا اعتماد ہے اور میں تمام امور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ (جامع البیان: 11//110) **(3) ﴿وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾** ''اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں'' میں اپنے تمام معاملات میں، دکھ سکھ اور ہر حال میں اسی کی طرف لوٹتا اور لوٹاتا ہوں۔ (الاساس فی التفسیر) **(4)** اس نے مختلف اقسام کی عبادات کا جو مجھے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کے لیے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں اور ان دو امور کے ذریعے سے بندہ مومن کے احوال درست ہوتے ہیں: (الف) اپنے رب سے مدد طلب کرنا۔ (ب) اور اس کی طرف رجوع کرنا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسا کرو۔ (ھود: 123) اور فرمایا: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ (فاتحہ: 5)

﴿وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ (89)﴾

''اور اے میری قوم! میری مخالفت تمہیں ہرگز مستحق نہ بنا دے کہ تمہیں بھی اس جیسی مصیبت پہنچے جیسی مصیبت قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو پہنچی تھی اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔'' (89)

سوال: ﴿وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾ ''اور اے میری قوم! میری مخالفت تمہیں ہرگز مستحق نہ بنا دے کہ تمہیں بھی اس جیسی مصیبت پہنچے جیسی مصیبت قوم نوح یا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قوم ہود یا قوم صالح کو پہنچی تھی اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَ يٰقَوْمِ** ﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو پکارا۔(2) ﴿ **لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ** ﴾ ''میری مخالفت تمہیں ہرگز مستحق نہ بنا دے''یعنی میری عداوت اور بغض تمہیں اس دین کو چھوڑنے پر نہ لے آئے جس پر انہوں نے چلایا۔(3)﴿ **اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ** ﴾ ''کہ تمہیں بھی اس جیسی مصیبت پہنچے جیسی مصیبت قوم نوح کو پہنچی''یعنی تمہیں وہ عذاب نہ پہنچے جو قوم نوح کو پہنچا۔یعنی غرق ہونے والا۔(4)﴿ **اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ** ﴾ اور قوم ہود جیسا عذاب۔(5)﴿ **اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ** ﴾ یا قوم صالح جیسا زلزلے کا عذاب۔(جامع البیان)(6)﴿ **وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ** ﴾ ''اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں''یعنی قوم لوط تو وقت اور مقام کے لحاظ سے تم سے قریب ہے۔

﴿ **وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ(90)** ﴾

''اور اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس سے توبہ کرو یقیناً میرا رب نہایت رحم والا، بہت محبت والا ہے۔''(90)

سوال:﴿ **وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ** ﴾ ''اور اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس سے توبہ کرو یقیناً میرا رب نہایت رحم والا، بہت محبت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ** ﴾ ''اور اپنے رب سے بخشش مانگو''یعنی کفر اور شرک جیسے گناہوں پر تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو۔(2)﴿ **ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ** ﴾ ''پھر اس سے توبہ کرو''یعنی اپنے گناہوں پر سچی اور خالص توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اور اس کی مخالفت کو چھوڑ کر اس کی طرف رجوع کرو۔(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں (دنیا) سے لے جاتا اور ایسی قوم لے آتا جو گناہ کرتے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دیتا۔(مسلم:6965)(4)﴿ **اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ** ﴾ ''یقیناً میرا رب نہایت رحم والا ہے''اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے ہی گناہ گار مومنوں کی بخشش ہے۔(5)وہ توبہ کر کے رجوع کرنے والوں کے لیے رحیم ہے۔(6)﴿ **وَدُوْدٌ** ﴾ ''بہت محبت والا ہے''لوٹنے والوں،توبہ کرنے والوں اور محبت کرنے والوں کے لیے وہ محبت کرنے والا ہے۔(جامع البیان)(7)اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے(الودود) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ودود ''فعول'' کے وزن پر ''فاعل'' اور ''مفعول'' دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1221)

﴿ **قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَ لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ(91)** ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''انہوں نے کہا:''اے شعیب! جوتم کہتے ہواس میں سے اکثر باتیں ہم نہیں سمجھتے،اور ہم تمہیں اپنے درمیان ایک کمزور آدمی دیکھتے ہیں اور اگر تمہاری برادری نہ ہوتی تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیتے اور تم ہم پر کسی طرح غالب نہیں ہو۔''(91)

سوال1:﴿قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا﴾''انہوں نے کہا:''اے شعیب! جوتم کہتے ہواس میں سے اکثر باتیں ہم نہیں سمجھتے،اور ہم تمہیں اپنے درمیان ایک کمزور آدمی دیکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ قوم شعیب علیہ السلام نے زچ ہو کر کہا۔**(2)**﴿یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ﴾''اے شعیب! جوتم کہتے ہواس میں سے اکثر باتیں ہم نہیں سمجھتے''یعنی اے شعیب! تمہاری باتیں تو ہمیں سمجھ میں نہیں آتیں،تم غیبی امور کی باتیں کرتے ہو،موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے،توحید باری تعالیٰ اور مال میں حلال وحرام کی باتیں کرتے ہو،یہ سب باتیں قابل قبول نہیں ہیں،اور تم اپنی انہی باتوں کی وجہ سے سب سے کٹ کر تنہا رہ گئے ہو تمہاری کوئی حیثیت نہیں رہ گئی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:659/1)**(3)**قوم شعیب ان کی دعوت سے بغض اور نفرت رکھتی تھی۔اسی تکلیف میں انہوں نے کہا۔**(4)**﴿وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا﴾''اور ہم تمہیں اپنے درمیان ایک کمزور آدمی دیکھتے ہیں'' آپ کو تو ہم بہت کمزور حیثیت کا آدمی سمجھتے ہیں کیونکہ آپ کا شمار رئیس لوگوں میں نہیں ہوتا۔

سوال2:﴿وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ﴾''اور اگر تمہاری برادری نہ ہوتی تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیتے اور تم ہم پر کسی طرح غالب نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ﴾''اور اگر تمہاری برادری نہ ہوتی''اگر تمہارے قبیلے کا خیال نہ ہوتا۔**(2)**﴿لَرَجَمْنٰكَ﴾''تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیتے''یعنی ہم تمہیں قتل کر دیتے یعنی آپ کا ہونا یا نہ ہونا ہمارے لیے معنی نہیں رکھتا۔**(3)**جملہ ظاہر کرتا ہے کہ قوم شعیب کے نزدیک خاندان کی قوت زیادہ اہم ہے۔**(4)**﴿وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ﴾''اور تم ہم پر کسی طرح غالب نہیں ہو''یعنی ہمارے نزدیک تمہاری کوئی قدر ومنزلت نہیں۔ہم تو صرف تمہارے قبیلے کی وجہ سے تمہیں چھوڑ رہے ہیں۔

﴿قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ(92)﴾

''شعیب نے کہا:''اے میری قوم! کیا میری برادری تم پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ غالب ہے کہ تم نے اسے اپنی پیٹھ پیچھے پھینکا ہوا بنا رکھا ہے؟یقیناً میرا رب اس کا احاطہ کرنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔''(92)

سوال1:﴿قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾''شعیب نے کہا:''اے میری قوم! کیا میری برادری تم پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ غالب ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام نے کہا۔(2)﴿يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾''اے میری قوم! کیا میری برادری تم پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ غالب ہے'' کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلے کی اہمیت ہے،تم میرے خاندان کو تو عزت دے رہے اور اپنے رب کو ہلکا کر رہے ہو!(3)تم اللہ تعالیٰ سے زیادہ قبیلے کو عزیز سمجھ رہے ہو۔

سوال 2:﴿وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾''تم نے اسے اپنی پیٹھ پیچھے پھینکا ہوا بنا رکھا ہے؟ یقیناً میرا رب اس کا احاطہ کرنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتَّخَذْتُمُوْهُ﴾''تم نے اسے بنا رکھا ہے''یعنی تم نے ڈال دیا ہے۔(2)﴿وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا﴾''اپنی پیٹھ پیچھے پھینکا ہوا'' وراءکم ظھر یا یعنی پس پشت ڈال دیا اس کی طرف التفات نہ کیا۔جب کوئی کسی کا مقصد پورا نہ کرے تو عرب لوگ کہتے ہیں ظھرت بحاجتی اور جعلتنی ظھریا یا اس جگہ ظھری کا معنی وہ جانور یا برتن ہے جس کو تو اپنے کام کے لیے ساتھ رکھے۔(بخاری:کتاب التفسیر)(3)یعنی تم اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتے،اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے اور نہ تم اس کی عظمت کا حق ادا کرتے ہو۔(جامع البیان)(4)﴿اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾''یقیناً میرا رب اس کا احاطہ کرنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو''اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارا عمل اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل ہے۔(5)بے شک میرے رب کا علم تمہارے عمل پر محیط ہے۔اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔(جامع البیان:114/11)

﴿وَ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ(93)﴾

''اور اے میری قوم!تم اپنی جگہ پر عمل کرتے جاؤ یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں،جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل کر دے اور کون ہے وہ جو جھوٹا ہے؟ اور تم بھی انتظار کرو،یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔''(93)

سوال1:﴿وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ﴾''اور اے میری قوم!تم اپنی جگہ پر عمل کرتے جاؤ یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ﴾''اور اے میری قوم!تم اپنی جگہ پر عمل کرتے جاؤ''یعنی اے میری قوم تم اپنے کفر اور تکذیب پر اڑے رہو عنقریب اپنے کاموں کا انجام دیکھ لو گے۔(2)﴿اِنِّىْ عَامِلٌ﴾''یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں''میں بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنے طریقے پر یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، عبادت میں اخلاص اور رشد و ہدایت پر چل رہا ہوں۔

سوال 2: ﴿سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ﴾ ''جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل کر دے اور کون ہے وہ جو جھوٹا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ﴾ ''جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل کر دے'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم سے مایوس ہونے کے بعد دھمکی دی کہ تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون رسوا کن عذاب کا مستحق ہے۔ (2) ﴿وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ﴾ ''اور کون ہے وہ جو جھوٹا ہے؟'' یعنی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ جھوٹا کون ہے؟ میں یا تم! جب ان پر عذاب آیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ کون جھوٹا تھا؟

سوال 3: ﴿وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ﴾ ''اور تم بھی انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَارْتَقِبُوْٓا﴾ ''اور تم بھی انتظار کرو'' انتظار کرو کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کو پورا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے والا ہے۔ (2) یعنی تم عذاب اور ناراضگی کا انتظار کرو۔ میں بھی فتح و نصرت اور رحمت کا انتظار کر رہا ہوں۔ (قرطبی)

﴿وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (94)﴾

''اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی، اور ان کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔'' (94)

سوال 1: ﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا﴾ ''اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ''اور جب ہمارا حکم آیا'' جب قوم شعیب کی ہلاکت کا وقت آ گیا۔ (2) اس امر سے مراد عذاب ہے۔ (ایسر التفاسیر: 658) (3) ﴿نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا﴾ ''ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی'' یعنی ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے انہیں نجات دی یا ان کے ایمان کی جانب ہدایت پانے سے انہیں نجات دی۔ (فتح القدیر) (4) اللہ تعالیٰ نے عذاب آنے پر اپنے نبی اور اہل ایمان کو اپنی رحمت سے نجات دی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ﴾ ''اور ان کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا﴾ ''اور ان کو پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا''یعنی جنہوں نے شرک کیا اور نافرمانیاں کیں۔(ایسر التفاسیر:658)(2)﴿الصَّیْحَةُ﴾ ''ایک ہولناک چیخ نے''یہاں قوم شعیب کو چنگھاڑ (فرشتے کی چیخ) سے ہلاک کرنا مذکور ہے اور سورۃ الاعراف میں زلزلہ کا ذکر ہوا ہے اور سورۃ الشعراء میں عذاب یوم الظلۃ کا ذکر ہے یعنی عذاب کے بادل سائبان کی طرح ان پر محیط ہو گئے تھے گویا اس قوم پر تینوں قسم کا عذاب آیا ہے اور قرآن نے ہر مقام پر اس عذاب کا ذکر فرمایا جیسا کہ مضمون چل رہا تھا مثلاً اس سورۃ میں قوم کا لہجہ اور باتیں گستاخانہ تھیں جو سنگسار کرنے کی دھمکی دے رہے تھے تو یہاں سخت قسم کے جگر خراش عذاب یعنی چنگھاڑ کا ذکر تھا کہ قوم نے دھمکی دی تھی کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اس سرزمین سے نکال دیں گے تو وہ خود اسی سرزمین کے زلزلے سے ہلاک ہوئے تھے اور سورۃ الشعراء میں یہ مضمون ہے کہ قوم شعیب علیہ السلام نے کہا:''اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو''اسی مناسبت سے وہاں عذاب کے بادلوں کا ذکر فرمایا اور یہ ممکن ہے کہ ہر مقام پر عذاب کی مختلف اوقات لہ کیفیت مذکور ہو۔(تیسیر القرآن:368/2)(3)﴿فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ﴾ ''تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے''اللہ تعالیٰ نے کافروں اور ظالموں کو بے حس وحرکت پڑے رہنے دیا۔(4) آج بھی مدین کے علاقے میں سینکڑوں میل تک جو پہاڑ پائے جاتے ہیں ان پر زلزلے کے آثار ہیں۔تمام پہاڑ اس طرح پھٹے ہوئے ہیں جیسے کسی زبردست زلزلے نے انہیں کھیل کھیل کر دیا ہو۔(اشرف الحواشی:279/1)

﴿كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ(95)﴾

''گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے۔سن لو! ہلاکت ہے مدین کے لیے جس طرح ہلاک ہوئے ثمود۔''(95)

سوال:﴿كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴾ ''گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے۔سن لو! ہلاکت ہے مدین کے لیے جس طرح ہلاک ہوئے ثمود'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا﴾ ''گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے''گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی رہے، بسے نہیں تھے۔(2)ان کی کوئی آواز سنائی دیتی تھی نہ ان میں کوئی حرکت دکھائی دیتی تھی۔یعنی گویا وہ اپنی بستیوں میں کبھی آباد ہی نہ تھے اور جب ان پر عذاب نازل ہوا تو ایسے لگتا تھا کہ گویا انہوں نے کبھی نعمتوں سے فائدہ ہی نہیں اٹھایا تھا۔(تفسیر سعدی:1222/2)(3)﴿اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴾ ''سن لو! ہلاکت ہے مدین کے لیے جس طرح ہلاک ہوئے ثمود''یعنی مدین والوں کو رحمت سے دور اور ہلاکت کے قریب کر دیا۔جیسا کہ اس سے پہلے کی قوموں کو ہلاک کیا تھا۔(ایسر التفاسیر)(4)اللہ تعالیٰ نے دونوں قبیلوں کو رحمت سے دور کر کے ہلاکت میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھینک دیا۔(5)اس لیے کہ ان کے علاقے ایک دوسرے کے قریب تھے،کفروسرکشی اورڈاکہ زنی میں بھی ایک جیسے تھے،اوردونوں ہی قومیں دیہات میں رہتی تھیں۔(تیسیر الرحمٰن)(6)امم سابقہ پرجوتباہی نازل ہوئی اورعذاب کے ذریعے سے ان کوجوپکڑا گیااس میں بندوں کے لیے ترہیب ہے اور یہ نہایت مناسب بات ہے کہ وعظ ونصیحت کے دوران گزشتہ قوموں کے ان واقعات کا ذکر کیا جائے جن میں مجرموں پرعذاب نازل کیا گیا۔اوراسی طرح یہ بھی مناسب ہے کہ تقویٰ کی ترغیب کے لیے اہل تقویٰ کے ان واقعات کا ذکر کیا جائے جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کواکرام سے نوازا۔(تفسیر سعدی:2/1225)(7)قوم شعیب کے واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ کامیابی ایمان والوں کے لیے ہےاورناکامی اور ہلاکت کافروں کے لیے ہے۔

رکوع نمبر9

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ(96) ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کواپنی نشانیوں اورواضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔''(96)

سوال:﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اورواضح دلیل کے ساتھ بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا موسیٰ بن عمران کلیم اللہ،بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔(2)﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو بھیجا''سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ ہم نے موسیٰ بن عمران کو بھیجا۔(3)﴿ بِاٰيٰتِنَا ﴾''اپنی نشانیوں کے ساتھ''یعنی ایسی نشانیوں کے ساتھ بھیجا جو ان کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں،مثلاً ید بیضاء اور وہ سارے معجزات جورب العزت نے ان کوعطا فرمائے۔(4)آیات سے مرادنونشانیاں تھیں جن میں سے اکثر کا ذکرسورۃ الاعراف میں آیا ہے۔(5)﴿ وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾''اورواضح دلیل''سلطان مبین سے مرادعصائے موسوی ہے،جواگرچہ نونشانیوں میں شامل ہے،لیکن چونکہ اس کی ایک خاص حیثیت تھی،اسی لیے اس کا ذکر مستقل طور پر کیا گیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:1/660)

﴿ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ(97) ﴾

''فرعون اوراس کے سرداروں کی جانب،توانہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم کسی طرح سے درست نہ تھا۔''(97)

سوال:﴿ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴾''فرعون اوراس کے سرداروں کی جانب،توانہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم کسی طرح سے درست نہ تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِلٰى فِرْعَوْنَ ﴾''فرعون کی جانب''فرعون قبطیوں کا بادشاہ تھا۔(2)﴿ وَمَلَا۟ئِهٖ ﴾''اوراس کے سرداروں کی جانب''یعنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرعون کے اشرافیہ کی طرف۔ یہ لوگ قوم کو اپنے پیچھے چلاتے ہیں۔(3)﴿فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ﴾ ''تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی'' انہوں نے فرعون کے طریقے کو پسند کیا اور اسی کے پیچھے چلے۔اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو جھٹلایا۔(4)﴿وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ﴾ ''حالانکہ فرعون کا حکم نہ تھا'' یعنی فرعون کا منہج، اس کا مسلک، اس کا طریقہ گمراہی کا تھا۔(5)﴿بِرَشِيْدٍ﴾ ''کسی طرح سے درست'' اس میں رشد و ہدایت نہیں تھی۔ وہ جہالت، گمراہی اور کفر و عناد کا طریقہ تھا۔(الاساس فی التفسیر)

﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ(98)﴾

''قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، چنانچہ انہیں وہ آگ پر پینے کے لیے لائے گا اور وہ بہت بری پینے کی جگہ ہے جس پر پینے کے لیے آیا جائے۔''(98)

سوال: ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ﴾ ''قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، چنانچہ انہیں وہ آگ پر پینے کے لیے لائے گا اور وہ بہت بری پینے کی جگہ ہے جس پر پینے کے لیے آیا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا'' جیسے دنیا میں وہ ان کے آگے تھا، ان کا سردار تھا، اسی طرح قیامت کے دن وہ ان کے آگے ہوگا۔(الاساس فی التفسیر)(2) جو لوگ دنیا میں کسی کو اپنا لیڈر اور راہ نما بنائیں گے قیامت کے دن بھی اس ہی کے ساتھ کر دیئے جائیں گے۔اس اعتبار سے فرعون آخرت میں بھی اپنی قوم کی قیادت کرے گا۔(3)﴿فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ﴾ ''چنانچہ انہیں وہ آگ پر پینے کے لیے لائے گا'' آیت میں فرعون کو اس پہلے جانور سے تشبیہ دی گئی ہے جو تالاب سے پانی پینے کے لیے جاتے وقت سب جانوروں سے آگے ہوتا ہے اور اس کے پیروکاروں کو پیچھے پیچھے آنے والے باقی جانوروں سے۔(تیسیر الرحمٰن)(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝﴾ اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔آگ ہے، جس پر وہ صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔'' (غافر:45,46)(5) مسند میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امراؤالقیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں جہنم کی طرف لے جائے گا۔اس آگ کے عذاب پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت مل کر ان پر دو دو لعنتیں پڑ گئیں۔ یہ اور لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے۔اس لیے ان پر دوہری لعنت پڑی۔(تفسیر ابن کثیر:498)(6)﴿وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ﴾ ''اور وہ بہت بری پینے کی جگہ ہے جس پر پینے کے لیے آیا جائے'' ورد پانی کے گھاٹ کو کہتے ہیں جہاں پیاسے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہاں مراد جہنم ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جہاں نہ پیاس بجھے گی اور نہ ٹھنڈا سایہ ہوگا اور دوسری طرف جانے والے بھی برے جن کے پاس نیکیوں کا وزن نہیں ہوگا۔

﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ(99)﴾

''اور اس دنیا میں ان کے پیچھے لگا دی گئی لعنت اور قیامت کے دن بھی، بہت برا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے۔''(99)

سوال: ﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾ ''اور اس دنیا میں ان کے پیچھے لگا دی گئی لعنت اور قیامت کے دن بھی، بہت برا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً﴾ ''اور اس دنیا میں ان کے پیچھے لگا دی گئی لعنت'' یعنی اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور وہ اس میں غرق ہو گئے۔(ایسر التفاسیر:659)**(2)** لعنت سے مراد ہے رحمت سے محرومی۔**(3)** رب العزت نے فرمایا: ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ سو آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو ان کے لئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی بن جائے۔(یونس:92)**(4)** ﴿بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾ ''بہت برا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے'' الرفد المرفود مدد جو دی جائے (انعام جو مرحمت ہو) عرب لوگ کہتے ہیں رفدتہ یعنی میں نے اس کی مدد کی۔(بخاری کتاب التفسیر)**(5)** رِفد سے مراد صلہ، عطیہ اور انعام ہے۔ یہاں رفد سے مراد لعنت ہے یعنی براصلہ، برا انعام۔**(6)** یہاں لعنت کو بخشش سے تعبیر کر کے فرعونیوں کی غایت درجہ کی اہانت اور ہتک عزتی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:661/1)**(7)** یعنی ایک تو انہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب ملے گا، دوسرے دنیا اور آخرت میں لعنت ان کا پیچھا کرے گی۔

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِيْدٌ(100)﴾

''یہ بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں، ان میں سے بعض کھڑی ہیں اور کچھ کاٹی جا چکی ہیں۔''(100)

سوال: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ﴾ ''یہ بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں، ان میں سے بعض کھڑی ہیں اور کچھ کاٹی جا چکی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ﴾ ''یہ بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ بستیوں کی یہ خبریں رسول اللہ ﷺ پہلے جانتے نہ تھے، یہ وحی کے ذریعے آنے والی معلومات ہیں۔(2) یہ خبریں آپ کی رسالت کے لیے دلیل ہیں اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہیں۔**(3)** ﴿مِنْهَا قَآئِمٌ﴾ ''ان میں سے بعض کھڑی ہیں'' ان میں سے بعض بستیاں باقی ہیں، ابھی ختم نہیں ہوئیں جو ان کی داستان زبان حال سے سناتی ہیں۔**(4)** ﴿وَّ حَصِيْدٌ﴾ ''اور کچھ کاٹی جا چکی ہیں'' اور بعض بستیاں ایسی ہیں جن کے آثار بھی باقی نہیں ہیں۔ جن کے گھر ختم ہو گئے اور ان کے نشانات باقی نہ رہے۔**(5)** ﴿قَآئِمٌ﴾ سے مراد وہ بستیاں جن کے آثار موجود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہیں،جنہیں لوگ دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ یہ کتنی ترقی یافتہ اقوام تھیں۔مثلاً احقاف کے علاقے میں عاد کے آثار،حجر کے علاقے میں ثمود کے آثار موجود ہیں۔﴿حَصِيدٌ﴾ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو کٹی ہوئی فصلوں کی طرح ختم ہوگئیں مثلاً قوم نوح،قوم لوط وغیرہ کے آثار غائب ہوگئے۔(6) یہ بھی ایک بڑا حکیمانہ نکتہ ہے کہ کچھ کو عبرت کا سبق بنانے کے لیے کھنڈروں کی صورت میں باقی رکھا۔کچھ کو یوں عبرت کا سامان بنایا کہ ان کی دھول بھی،ان کے جسموں کی خاک بھی باقی نہ رکھی۔(تعارف القرآن:46/3)

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ(101)﴾

''اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا تھا،چنانچہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے ان کے معبود جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور ان کے لیے بربادی کے سوا انہوں نے کسی چیز کا اضافہ نہ کیا۔''(101)

سوال1: ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ﴾ ''اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا''اللہ تعالیٰ نے بستیوں کو عذاب دے کر ان پر ظلم نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے منہ موڑ لیا تھا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تھا اور ان آیات کا مذاق اڑایا تھا لہٰذا وہ مظلوم نہیں خود ظالم ہیں۔(2) ﴿وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''بلکہ انہوں نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا تھا''یعنی انہوں نے اپنے شرک اور فساد فی الارض پر اصرار کی وجہ سے اپنے اوپر ظلم کیا یہاں تک کہ ان میں حق قبول کرنے کی کوئی استعداد باقی نہیں رہی۔

سوال2: ﴿فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ ''چنانچہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے ان کے معبود جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے جب تیرے رب کا حکم آ گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمْ﴾ ''چنانچہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے ان کے معبود''پتھر یا انسان ان کے کام نہ آسکے۔(الاساس) **(2)** ﴿الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ ''جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے جب تیرے رب کا حکم آ گیا'' قابل غور بات یہ ہے کہ انہی معبودوں کی وجہ سے تو پیروکاروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے جب کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ انہیں نقصان سے بچائیں گے اور فائدہ پہنچائیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو واضح ہوگیا کہ ان کا یہ عقیدہ فاسد تھا اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کو نفع ونقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔(تیسیر الرحمٰن) **(3)** جو شخص بھی مصیبت میں غیر اللہ کی پناہ لیتا ہے اسے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔

سوال3: ﴿وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ﴾ ''اور ان کے لیے بربادی کے سوا انہوں نے کسی چیز کا اضافہ نہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) ﴿تَتْبِيبٍ﴾ کے لغوی اور اصطلاحی معنی سخت بربادی کے ہیں۔(2)ان کے لیے خسارے کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں ہوا۔(3)جب مہلت کی مدت ختم ہوجائے گی۔جب غیب کا پردہ پھٹ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ ظاہر کردے گا تو انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو سمجھا تھا وہ جھوٹ تھا، جسے حقیقت جانا وہ مفروضے تھے اور جسے سہارا سمجھا وہ سراب تھا۔

﴿ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ(102)﴾

''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے، بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے۔''(102)

سوال: ﴿ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے، بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کو عذاب میں پکڑتا ہے تو اسے برباد کردیتا ہے۔**(2)** ﴿ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ﴾ ''جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے'' یعنی جب وہ ایسی بستیوں کو پکڑتا ہے جو شرک اور نافرمانیاں کرتی ہیں۔(ایسر التفاسیر:660)**(3)** سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم آدمی کو مہلت دے دیتا ہے، پھر جب اسے پکڑتا ہے تو پھر وہ اسے نہیں چھوڑتا۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی'' اور اس طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ ظالم لوگوں کی بستیوں کو پکڑتا ہے۔بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہے۔''(مسلم: 6581)**(4)** ﴿ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی الم ناک ہوتی ہے۔(ایسر التفاسیر:660)

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ(103)﴾

''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔''(103)

سوال1: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ﴾ ''بلاشبہ اس میں'' یعنی عذاب کی مختلف قسموں کے ذریعے سے جب اللہ تعالیٰ ظالموں کو پکڑتے ہیں تو اس کے پکڑنے میں۔**(2)** ﴿ لَاٰيَةً ﴾ ''یقیناً ایک نشانی ہے'' یعنی عبرت ہے۔**(3)** دنیا کی پکڑ عذاب آخرت کی یاددہانی کرنے والی، خوف دلانے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والی ہوتی ہے۔

سوال2:﴿ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ﴾ ''وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ﴾ ''وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے'' جس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر جمع کرے گا۔ یہ اٹھانا جزا، ثواب اور عذاب کے لیے ہوگا۔(جامع البیان:120/7)**(2)**﴿وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ﴾ ''اور وہ حاضری کا دن ہوگا'' وہ دن جب مخلوق مشاہدہ کرے گی اور کوئی ایک بھی ان میں سے پیچھے رہنے والا نہیں ہوگا۔**(3)** یعنی اس روز تمام لوگوں کو جزا وسزا کے لیے جمع کیا جائے گا، تاکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا عدل عظیم ظاہر ہو اور اس کے ذریعے سے وہ اس کو اچھی طرح پہچان لیں۔(تفسیر سعدی:1228/2)**(4)** سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ تو اس دن کچھ آدمی آدھے کانوں تک پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔(صحیح مسلم:7203) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر اس طرح ہوگا کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے ہوں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا عورتیں اور مرد اکٹھے ہوں گے؟ اور ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ معاملہ اس بات سے بہت سخت ہوگا کہ کوئی کسی کی طرف نہ دیکھے گا۔(صحیح مسلم:7198)

﴿وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ(104)﴾

''اور ہم اسے ایک گنی ہوئی مدت کے لئے ہی مؤخر کر رہے ہیں۔''(104)

سوال:﴿وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ﴾ ''اور ہم اسے ایک گنی ہوئی مدت کے لئے ہی مؤخر کر رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا نُؤَخِّرُهُ﴾ ''اور نہیں ہم مؤخر کر رہے ہیں اسے'' یعنی قیامت کے آنے میں تاخیر کی وجہ یہ ہے۔**(2)**﴿إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ﴾ ''مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لئے'' اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جب مقررہ وقت آئے گا تو ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں ہوگی۔**(3)** یعنی جب دنیا کی مدت اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر مقرر کیا ہے پورا ہو جائے گا، اس وقت وہ ان کو ایک اور جہان میں منتقل کرے گا اور وہاں ان پر اپنے احکام جزائی اس طرح جاری کرے گا جس طرح اس دنیا میں ان پر احکام شریعہ نافذ تھے۔(تفسیر سعدی:1228/2)

﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ(105)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔‘‘(105)

سوال: ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾ ’’جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿يَوْمَ يَأْتِ﴾ ’’جس دن وہ آئے گا‘‘ ’’جس دن تمام مخلوق اکٹھی کی جائے گی۔(2) ﴿لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ’’کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا‘‘ قیامت کے دن کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک کلمہ نہ اپنے دفاع کے لیے اپنی زبان سے نکالے گا اور نہ ہی کسی کی سفارش میں بولے گا۔(تیسیر الرحمٰن)(3) قیامت کے دن انبیاء اور فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکیں گے۔(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۚ﴾ جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔ وسیع رحمت والا ہے، کسی کو اس سے بات کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔ (النباء:38)(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کو گفتگو کی ہمت نہیں ہوگی اور انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بھی اس دن صرف یہی ہوگا کہ یا اللہ ہمیں بچالے! ہمیں بچالے!(بخاری:7437)(6) ﴿فَمِنْهُمْ﴾ ’’چنانچہ ان میں‘‘ یعنی ساری مخلوقات میں سے۔(7) ﴿شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾ ’’کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہیں‘‘ ﴿شقی﴾ بد بخت وہ بدنصیب ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور رسولوں کو جھٹلایا، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کی اور ﴿سعید﴾ خوش نصیب وہ لوگ ہوں گے جو مومن اور متقی ہوں گے۔(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝﴾ ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔(الشوریٰ:7)(9) جب یہ آیت اتری تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کس پر عمل کرتے ہیں؟ آیا اس فیصلے پر جو پہلے سے طے ہو چکا یا نئی چیز پر؟ فرمایا: نہیں بلکہ اسی پر جو طے ہو چکا ہے اور جس پر قلم بھی چل چکا ہے۔ ہر ایک کے لیے وہی عمل آسان ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا۔(مسند ابو یعلیٰ)

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ (106)﴾

’’پھر جو بد بخت ہیں وہ آگ میں ہوں گے اس میں ان کو آواز بھینچنا اور آواز نکالنا ہوگا۔‘‘(106)

سوال: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ ’’پھر جو بد بخت ہیں وہ آگ میں ہوں گے اس میں ان کو آواز بھینچنا اور آواز نکالنا ہوگا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا﴾ ’’پھر جو بد بخت ہیں‘‘ یعنی وہ لوگ جو بد بختی، رسوائی اور فضیحت میں مبتلا ہوں گے تو وہ جہنم کے عذاب میں غوطے کھائیں گے اور آگ کا نہایت سخت عذاب ان کو جکڑ لے گا۔(تفسیر سعدی:2/1229)(2) ﴿فَفِي النَّارِ﴾ ’’وہ آگ میں ہوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گئے‘ وہ جہنم کے سخت عذاب میں جکڑے جائیں گے۔(3)﴿لَهُمْ فِيهَا﴾ ’’اس میں ان کو‘‘یعنی اس سختی کی وجہ سے جس میں وہ رکھے جائیں گے۔(4)﴿زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ﴾ ’’آواز بھینچنا اور آواز نکالنا ہوگا‘‘سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا زفیر زور کی آواز کو اور شہیق پست آواز کو کہتے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)(5)سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جہنمی اس قدر روئیں گے اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو چلنے لگیں۔آنسو ختم ہو جائیں گے تو جہنمی خون کے آنسو بہائیں گے یعنی پانی کے آنسو کی جگہ!(حاکم)

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ(107)﴾

’’جب تک آسمان وزمین قائم ہیں وہ اس میں رہیں گے مگر جو آپ کا رب چاہے،یقیناً آپ کا رب جو ارادہ کرتا ہے وہ کر گزرنے والا ہے۔‘‘(107)

سوال:﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ’’جب تک آسمان وزمین قائم ہیں وہ اس میں رہیں گے مگر جو آپ کا رب چاہے،یقیناً آپ کا رب جو ارادہ کرتا ہے وہ کر گزرنے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ’’وہ اس میں رہیں گے‘‘یعنی وہ اس جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔(2)﴿مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ﴾ ’’جب تک آسمان وزمین قائم ہی مگر جو آپ کا رب چاہے‘‘یعنی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے سوائے اس مدت کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس مدت کے دوران جہنم میں نہ رہیں اور یہ مدت جہنم میں داخل ہونے سے قبل کی ہے۔یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔پس اس صورت میں استثناء جہنم میں دخول سے قبل کی مدت کی طرف راجع ہے،یعنی وہ تمام زمانوں تک جہنم میں رہیں گے سوائے اس زمانے کے جو جہنم میں داخل ہونے سے پہلے تھا۔(تفسیر سعدی:2/1229)(3)یعنی وہ اہل توحید کو جہنم میں داخل نہیں کرے گا۔(ایسر التفاسیر:661)(4)یہ استثناء بھی گناہ گار اہل ایمان کے لیے ہے یعنی دیگر جنتیوں کی طرح یہ گناہ گار مومن ہمیشہ سے جنت میں نہیں رہے ہوں گے بلکہ ابتداء میں ان کا کچھ عرصہ جہنم میں گزرے گا اور پھر انبیاء علیہم السلام اور اہل ایمان کی سفارش سے ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔(دعوۃ القرآن)(5)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو بھی دوزخ سے نکال لو۔تب ایسے لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔پھر زندگی کی نہر میں یا بارش کے پانی میں ڈالے جائیں گے۔یہاں راوی کو شک ہو گیا ہے کہ اوپر کے راوی نے کون سا لفظ استعمال کیا۔اس وقت وہ دانے کی طرح اگ آئیں گے جس طرح ندی کے کنارے دانے اگ آتے ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ دانہ زردی مائل پیچ در پیچ نکلتا ہے۔(بخاری:22)

سوال2:﴿اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ’’یقیناً آپ کا رب جو ارادہ کرتا ہے وہ کر گزرنے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ **اِنَّ رَبَّكَ** ﴾یعنی اے انسان تمہارا رب!**(2)**﴿ **فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ** ﴾''جوارادہ کرتا ہے وہ کرگزرنے والا ہے''یعنی وہ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اسے کرلیتا ہے۔اس کے ارادے سے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔**(3)**یقیناً تیرارب جوارادہ کرلے وہ کرتا ہے اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کا پابندنہیں وہ جب چاہے اپنی سنت کو بدل سکتا ہے۔

﴿ **وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ(108)** ﴾

''اورجن کونیک بخت قراردیا جائے گا وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان وزمین قائم ہیں مگر جوآپ کا رب چاہے ایسا عطیہ جوکبھی قطع کیا جانے والانہیں۔''(108)

سوال1:﴿ **وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ** ﴾''اورجن کونیک بخت قراردیا جائے گا وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تکآسمناوزمین قائم ہیں مگر جوآپ کا رب چاہے ایسا عطیہ جوکبھی قطع کیا جانے والانہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ** ﴾''اورجن کونیک بخت قراردیا جائے گا وہ جنت میں ہوں گے''جواللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوش بخت ٹھہرائے جائیں گے۔(جامع البیان:125/7)**(2)**یعنی جولوگ سعادت اورفوز وفلاح سے نوازے جائیں گے۔**(3)**﴿ **خٰلِدِیْنَ فِیْهَا** ﴾''ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں''وہ اس میں سے نکالے نہیں جائیں گے،اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔**(4)**﴿ **مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ** ﴾''جب تک آسمان وزمین قائم ہیں''عربی محاورے میں جب کسی چیز کی ابدی ہمیشگی بیان کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ جب تک زمین وآسمان یارات دن قائم ہیں۔(مختصرابن کثیر:857/1)**(5)**﴿ **اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ** ﴾''مگر جوآپ کا رب چاہے''یعنی جب تک تیرے رب کوان کا جہنم میں رہنا منظور ہوگا۔**(6)**﴿ **عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ** ﴾''ایسا عطیہ جوکبھی قطع کیا جانے والانہیں''ایسی عطا ہوگی جوکبھی ختم نہ ہوگی۔(جامع البیان:125/7)**(7)**جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ **فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝** ﴾ توان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔(التین:6)**(8)** سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:جب قیامت ہوگی تو موت کو چتکبری بھیڑ کی مانند لایا جائے گا۔ جنت اوردوزخ کھڑی کی جائیں گی۔اوران کے درمیان اس کوذبح کیا جائے گا۔سواگرخوشی سے مرنا ممکن ہوتا تو جنتی خوشی سے مرجاتے اوراگرغم سے مرنا ممکن ہوتا تو دوزخ والےغم سے مرجاتے۔(جامع ترمذی:2558)**(9)**سیدناصہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گےتواس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ کیاتم مزید کچھ چاہتے ہو؟وہ جنتی عرض کریں گے (اے اللہ) کیاتونے ہمارے چہروں کوروشن نہیں کیا؟ کیاتونے ہم کودوزخ سے نجات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں دی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنے درمیان سے پردے اٹھادے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو ان کو اس دیدار سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم:449)

﴿ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ (109) ﴾

''پس آپ کسی شک میں نہ رہیں جو وہ عبادت کرتے ہیں وہ نہیں عبادت کرتے مگر جیسے اس سے قبل ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور یقیناً ہم ضرور انہیں ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کمی نہیں کی جائے گی۔''(109)

سوال1: ﴿ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ﴾ ''پس آپ کسی شک میں نہ رہیں جو وہ عبادت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ ﴾ ''پس آپ کسی شک میں نہ رہیں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کو مشرکوں کی عبادت کی وجہ سے شک نہ ہو۔ ان کی عبادت کی درستگی کی کوئی دلیل نہیں۔ **(2)** آیت میں خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن مقصود دوسرے لوگ ہیں جن کے دل و دماغ میں بتوں اور دیگر معبودان باطل کے جھوٹے معبود ہونے میں کسی قسم کا شک ہو اس لیے کہ آپ ﷺ اس قسم کے شک سے قطعی طور پر پاک تھے۔ (تیسیر الرحمٰن) **(3)** ﴿ مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ﴾ ''جو وہ عبادت کرتے ہیں'' جن کی مشرک عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہیں۔ ان کے پاس اپنی عبادت کی کوئی دلیل نہیں۔

سوال2: ﴿ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ﴾ ''وہ نہیں عبادت کرتے مگر جیسے اس سے قبل ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''وہ نہیں عبادت کرتے مگر جیسے اس سے قبل ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے'' ان کے آباؤ اجداد کا اپنے بتوں کی عبادت کرنا دلیل نہیں کہ وہ حق پر ہیں۔

سوال3: ﴿ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ﴾ ''اور یقیناً ہم ضرور انہیں ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کمی نہیں کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے فرمایا ہم ان کا صلہ انہیں پورا پورا دیتے ہیں۔ **(2)** یعنی وہ لازمی طور پر دنیا کے حصے سے بہرہ ور ہوں گے جو ان کے لیے لکھ دیا گیا ہے خواہ یہ دنیاوی نصیب آپ کی نظر میں کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو مگر یہ ان کے احوال کے درست ہونے پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے بھی دنیا عطا کرتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی عطا کرتا جس سے محبت نہیں کرتا مگر ایمان اور دین سے صرف اسی شخص کو نوازتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ گمراہ لوگوں کے اپنے گمراہ آباء واجداد کے نظریات پر اتفاق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر لینے سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اور نہ اس بات سے دھوکہ کھانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیاوی مال ومتاع سے نواز رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی:1230/2)

رکوع نمبر:10

﴿وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ(110)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سواس میں اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے وہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً اس قرآن سے بے چین رکھنے والے شک میں ہیں۔''(110)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سواس میں اختلاف کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات عطا کی جیسا کہ ہم نے آپ ﷺ کو الفرقان عطا کی۔(جامع البیان:1129/7)**(2)﴿فَاخْتُلِفَ فِيْهِ﴾** ''سواس میں اختلاف کیا گیا'' تورات کو ماننے والوں نے اس میں اختلاف پیدا کیا۔**(3)** کچھ لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور کچھ لوگوں نے اسے جھٹلایا جیسا کہ آپ ﷺ کی قوم نے قرآن کے ساتھ کیا۔ کچھ لوگوں نے اسے مانا اور کچھ نے جھٹلا دیا۔(جامع البیان:129/7)**(4)** جس کے احکامات کی وجہ سے ان میں اتفاق تھا، اختلاف کی وجہ سے ان کے عقائد اور دینی جمیعت کو نقصان پہنچا۔

سوال2:﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ ''اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے وہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً اس قرآن سے بے چین رکھنے والے شک میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ﴾ ''اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے وہ بات نہ ہوتی'' یعنی اگر تقدیر کا قلم ان کے حساب میں تاخیر اور قیامت کے دن جزا پر نہ چل چکا ہوتا۔(ایسر التفاسیر:662)**(2)﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾** ''تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا'' یعنی جھٹلانے والوں اور تصدیق کرنے والوں میں فیصلہ کر دیا جاتا، جھٹلانے والوں کی ہلاکت اور تصدیق کرنے والوں کی نجات سے۔(جامع البیان:129/7)**(3)** ظالموں پر عذاب نہ بھیجنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے۔اس نے اپنے فیصلے کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔اس لیے آپ ﷺ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے غم میں مبتلا نہ ہوں۔آپ ﷺ صبر کریں اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہیں۔(4)﴿وَاِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ﴾ ''اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً اس قرآن سے بے چین رکھنے والے شک میں ہیں''یعنی جھٹلانے والے ہمیشہ سے انبیاء کی سیدھی اور سچی باتوں کو غلط سمجھتے رہے ہیں۔وہ شبہات میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ان کے شک اتنے سخت نوعیت کے ہوتے ہیں جس پر مضبوط دلیلیں بھی اثر نہیں کرتیں۔(5) جھٹلانے والے اس بارے میں شک میں ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔(جامع البیان:1219/7)(6)وہ عذاب کے بارے میں یا تورات کے بارے میں شک میں ہیں۔(الاساس فی التفسیر)

﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ(111)﴾

''اور یقیناً آپ کا رب ان سب کو جب (وقت آئے گا) ان کے اعمال کا یقیناً پورا پورا بدلہ دے گا، یقیناً وہ پوری طرح باخبر ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں۔''(111)

سوال:﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب ان سب کو جب (وقت آئے گا) ان کے اعمال کا یقیناً پورا پورا بدلہ دے گا، یقیناً وہ پوری طرح باخبر ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب ان سب کو جب (وقت آئے گا) ان کے اعمال کا یقیناً پورا پورا بدلہ دے گا'' اے محمد ﷺ یہ سارے لوگ جن کے واقعات اس سورت میں بیان کیے گئے ہیں تیرا رب ان میں سے صالحین کو کثیر ثواب عطا کرے گا اور مجرموں کو شدید عذاب دے گا۔(جامع البیان)(2)﴿اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ اس سے جو وہ کرتے ہیں'' جو اعمال بھی وہ کرتے ہیں خواہ خیر کے اعمال ہوں یا شر کے۔﴿خَبِیْرٌ﴾ ''پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ سب سے باخبر ہے اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔(3)اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عدل وانصاف کریں گے۔وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی ٹھیک ٹھیک جزا دیں گے کیونکہ وہ سب کے اعمال سے خوب باخبر ہیں۔اس لیے کافروں کو کفر اور شرک پر فخر نہیں کرنا چاہئے۔کفر اور شرک کی سزا دنیا میں ملے یا نہ ملے آخرت میں ضرور ملے گی۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔(یٰس:32)(4)اللہ تعالیٰ کے تاکیدی انداز کا مطالبہ یہ ہے کہ دین کی دعوت دینے والے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی سنت کے مطابق دعوت دیتے رہیں اس میں کمی نہ کریں اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا دوسرے دین کو قبول نہ کریں،مشکلات برداشت کریں اور صبر کریں۔

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ(112)﴾

''چنانچہ آپ ثابت قدم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی ہے،اور حد سے نہ بڑھو، جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اسے وہ خوب دیکھنے والا ہے۔''(112)

سوال1:﴿فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ ثابت قدم رہیں جیسا کہ آپ کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی ہے، اور حد سے نہ بڑھو، جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اسے وہ خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسْتَقِمْ﴾ ''چنانچہ آپ ثابت قدم رہیں'' استقامت کا مطلب ہے سیدھے چلنا، راستے سے نہ ہٹنا۔اعتدال سے چلنا۔ **(2)** استقامت ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ دین کے تمام اجزاء وارکان اوران پر صحیح عمل اس کی تفسیر ہے۔عثمان بن حاضر ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم تقویٰ اور خوف خدا کو لازم پکڑو اور استقامت کو بھی، جس کا طریقہ یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں شریعت کا اتباع کرو، اپنی طرف سے کوئی بدعت ایجاد نہ کرو۔'' (مسند دارمی، معارف القرآن) **(3)** اے نبی! اپنے رب کے احکامات اور دین جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا اور جس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہو، اس پر قائم رہو۔ **(4)** سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں سفیان کا قول نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرآن مجید پر قائم رہو۔(جامع البیان) **(5)** یہود اپنے دین پر قائم نہیں رہے تھے تو ان میں اختلاف ہو گیا۔اللہ رب العزت نے اپنے نبی اور اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ استقامت اختیار کریں، صحیح عقائد اپنائیں، سیدھے راستے کو چھوڑ کر ادھر ادھر نہ چلیں۔دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کی شریعت پر چلیں۔ **(6)** استقامت کا راستہ مشقت کا راستہ ہے۔اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔(فتح القدیر) **(7)** قرآن مجید کی کوئی آیت اس آیت سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سخت اور مشقت والی نہیں تھی۔اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ہود، واقعہ اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔(الکشاف :408) **(8)﴿وَمَنْ تَابَ مَعَكَ﴾** ''اور وہ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی ہے'' جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو اپنے کفر کے بعد اس پر عمل کرتے ہیں جو ان کے رب نے ان کو حکم دیا۔(جامع البیان) **(9)** اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو استقامت کا حکم دیا ہے کیونکہ دشمنوں پر فتح پانے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے۔(مختصر ابن کثیر:859,860/1) **(10)** سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام میں ایک ایسی بات بتا دیجئے پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کہہ میں ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جا۔(مسلم:159) **(11)﴿وَلَا تَطْغَوْا﴾** ''اور حد سے نہ بڑھو'' یعنی استقامت کی ان حدود سے آگے نہ بڑھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمائی ہیں۔ **(12)** یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اعتقاد، قول اور عمل کی حدود مقرر فرمائی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:663) **(13)** بغاوت اور سرکشی سے باز رہنے کی تاکید ہے، کیونکہ یہ دونوں تباہ کن ہیں، گو کسی غیر مسلم پر ہی زیادتی کیوں نہ ہو۔درحقیقت زیادتی بالذات بری اور تباہ کن ہے۔(مختصر ابن کثیر:860/1) **(14)﴿إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾** ''جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اسے وہ خوب دیکھنے والا ہے'' بے شک تمہاری اطاعت اور نافرمانی کے تمام اعمال کو جانتا ہے۔اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں، اس لیے اس سے ڈر جاؤ۔وہ تمہارے لیے گھات لگائے ہوئے ہے۔ **(15)** ان آیات کریمہ میں استقامت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کومسلک بنانے کی ترغیب اوراس کے برعکس راستہ اختیار کرنے پر ترہیب دی گئی ہے۔(16)حسن بصری کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیار ہو جاؤ!اس کے بعد آپ ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔(تیسیر الرحمٰن:664)

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ(113)﴾

''اوران کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا ہے ورنہ تمہیں آگ لگ جائے گی اوراللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔''(113)

سوال1:﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾''اوران کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا ہے ورنہ تمہیں آگ لگ جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا﴾''اور نہ جھکو''ترکنوا کا معنی جھکو مائل ہو۔(بخاری کتاب التفسیر)**(2)**﴿اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾''ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ہے''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے شرک کی طرف مائل نہ ہو۔ابوالعالیہ نے کہا کہ تم اپنے اعمال پر راضی نہ ہو جاؤ۔ابن زید نے کہا:الرکون الادھان ہے یعنی سست پڑنا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔(جامع البیان)**(3)**تم ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا کیونکہ اگر تم جھکے تو ان کے ظلم پر موافقت کرو گے اور ظلم پر راضی ہو جاؤ گے۔**(4)**یعنی دین کی باتوں میں سستی اور اغماض سے کام نہ لو،شرک کی طرف نہ جھکو اور شرکیہ عملوں سے مطمئن اور خوش نہ ہو نیز ظالموں کی طرف مت جھکو اور نہ ان کے عملوں سے مدد لو اور نہ ان سے راضی ہو جاؤ۔دراصل ظالموں کی حمایت ظلم کی حمایت ہے،ایسا ہرگز نہ کرو۔(مختصر ابن کثیر:860/1)**(5)**﴿فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾''ورنہ تمہیں آگ لگ جائے گی'ورنہ تم بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پھنس جاؤ گے پھر کون تمہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچائے گا۔

سوال2:﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾''اوراللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی''یعنی کوئی تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہیں۔اس آیت میں ظالم کی طرف میلان رکھنے سے روکا گیا ہے۔اس پر وعید ہے تو ظالم کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم سے اپنی عافیت میں رکھے۔(تفسیر سعدی:1231,1232/2)**(2)**مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ظلم سے ممانعت اوراس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دھمکی کی بڑی دلیل ہے،اس لیے کہ جب ظلم کرنے والوں کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھنے والوں کی سزا جہنم بتائی گئی ہے،تو ان کا حال کیا ہوگا جن کی زندگی مشرکانہ اعمال اور ظلم و بربریت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں ڈوبی ہوئی ہو۔(تیسیر الرحمٰن:664/1)(3) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ظلم وجور کی ممانعت اور حرمت کے لئے اس آیت میں وہ انتہائی شدت ہے جو زیادہ سے زیادہ تصور میں لائی جاسکتی ہے کیونکہ ظالموں کے ساتھ دوستی اور گہرے تعلق ہی کو نہیں بلکہ ان کی طرف ادنی درجہ کے میلان اور جھکاؤ اور ان کے پاس بیٹھنے کو بھی اس میں ممنوع قرار دیا ہے۔امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شخص اس عالم سے زیادہ مبغوض نہیں جو اسے اپنی دنیوی مفاد کی خاطر کسی ظالم سے ملنے کے لئے جائے۔(تفسیر مظہری)

﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ (114) ﴾

''اور آپ نماز قائم کریں دن کے دونوں اطراف میں اور رات کی چند گھڑیوں میں، بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔''(114)

سوال1: ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ﴾ ''اور آپ نماز قائم کریں دن کے دونوں اطراف میں اور رات کی چند گھڑیوں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ﴾ ''اور آپ نماز قائم کریں'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب استقامت کا ذکر کیا تو اس خاص قسم کا ذکر کیا۔اقامت صلوٰۃ رأس الایمان ہے۔(فتح القدیر)(2) چونکہ نماز ایمان کی جڑ اور استقامت کا اہم ترین مظہر ہے، اسی لیے اس کا ذکر خصوصی طور پر آیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:665/1)(3) ﴿ طَرَفَيِ النَّهَارِ ﴾ ''دن کے دونوں اطراف میں'' دن کے دوسروں سے مراد صبح اور مغرب ہے۔(4) دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں۔اس میں فجر، ظہر اور عصر کی نماز شامل ہے۔(تفسیر سعدی:1232/2)(5) ﴿ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ﴾ ''اور رات کی چند گھڑیوں میں'' ''زلفا'' یعنی گھڑی اسی سے مزدلفہ ہے کیونکہ لوگ وہاں وقفہ وقفہ سے آتے رہتے ہیں اور زلف منزلوں کو بھی کہتے ہیں۔زلفٰی کا لفظ سورہ ص میں ہے جیسے قربٰی یعنی نزدیکی ازلفوا کا معنی جمع ہوگئے۔ازلفنا معتدی ہے یعنی ہم نے جمع کیا۔(بخاری کتاب التفسیر)(6) اس میں مغرب اور عشاء کی نماز داخل ہے۔تہجد کی نماز بھی اسی میں شامل ہے، کیونکہ بندہ مومن تہجد کی نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1232/2)(7) اللہ تبارک وتعالیٰ نے کامل طور پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔

سوال2: ﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾ ''بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ ﴾ ''بلاشبہ نیکیاں'' اس سے مراد تمام نیکیاں ہیں۔(2) یعنی یہ نماز پنج گانہ اور اس سے ملحق نوافل سب سے بڑی نیکی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ کہ نماز سب سے بڑی نیکی اور ثواب کی موجب ہے اور برائیوں کو مٹاتی بھی ہے۔اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں اس اطلاق کو مقید کیا گیا ہے۔بلکہ اس آیت کے اطلاق کو سورۃ النساء کی اس آیت نے بھی مقید کر دیا ہے فرمایا: ﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴾ اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچتے رہے جن سے تمہیں منع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا گیا ہے تو ہم تم سے تمہاری برائیاں دور کردیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔(سورہ النساء:31) (تفسیر سعدی:1232/2) (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے کے سامنے نہر ہو، جس میں وہ ہر روز پانچ دفعہ نہائے تو کیا اس کی میل باقی رہ جائے گی''صحابہ نے عرض کیا: اس کے جسم پر ذرہ بھی میل باقی نہیں رہے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔''(بخاری:528)(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک اپنے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں جب تک کبیرہ (گناہوں) کا ارتکاب نہ کرے۔(مسلم:552)(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان یا مومن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے کے وہ تمام گناہ ختم ہو جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کیے ہیں اور جب اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جن کا اس نے اپنے ہاتھوں سے ارتکاب کیا ہے اس طرح جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جن کی طرف وہ چل کر گیا ہو۔بالآخر وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔(مسلم:577)(6) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر نکلے۔درختوں کے پتے گر رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی ٹہنی کو پکڑا تو اس کے پتے گرنا شروع ہو گئے اور فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں۔آپ نے فرمایا کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے جب نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ گئے۔(مسند احمد:179/5)(7) معدان بن ابی طلحہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ثوبان سے ملا۔میں نے کہا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتائیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کردے یا کہا مجھے ایسا کام بتائیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہو۔وہ خاموش ہو گیا۔میں نے اس سے پھر پوچھا اور وہ خاموش رہا۔پھر میں نے تیسری مرتبہ پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: زیادہ سے زیادہ سجدے کرو کیونکہ تمہارے ایک سجدے کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک درجہ بلند کردے گا اور ایک گناہ ختم کردے گا۔(مسلم:1093)(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔(بخاری:1091)(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔(بخاری:1521)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کسی غیر عورت کو بوسہ دے دیا اور پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اپنا گناہ بیان کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ''اور تم نماز کی پابندی کرو دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بے شک نیکیاں مٹا دیتی ہیں بدیوں کو، یہ ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے'' ان صاحب نے عرض کیا: یہ آیت صرف میرے ہی لیے ہے (کہ نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں)؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ہر انسان کے لیے ہے جو اس پر عمل کرے۔ (بخاری:4687)

سوال3: ﴿ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' شاید یہ گزشتہ باتوں کی طرف اشارہ ہے جیسے صراط مستقیم پر استقامت کا التزام، حدود الٰہی سے عدم تجاوز، اہل ظلم کی طرف عدم میلان، اقامت صلوٰۃ کا حکم اور یہ بیان کہ نیکیاں تمام برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ سب ﴿ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے'' وہ اس چیز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو سمجھتے ہیں اور ان تمام اوامر کی تعمیل کرتے ہیں جن کا ثمرہ نیکیاں ہیں جو شر اور برائی کو مٹاتی ہیں۔ مگر ان امور میں مجاہدہ نفس اور صبر کی سخت ضرورت ہے۔ (تفسیر سعدی:1232/2) **(2)** یعنی قرآن نصیحت ہے اور توبہ اس کے لیے ہے جو نصیحت قبول کرے اور ذکر ذاکرین کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہ ذکر سے نفع اٹھاتے ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن:78,79) **(3)** حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کو خوشی اور غم میں، سختیوں اور خوش حالی میں اور عافیت اور آزمائش میں یاد کرتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم:2093/6)

﴿ وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (115) ﴾

''اور آپ صبر کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' (115)

سوال1: ﴿وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور آپ صبر کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاصْبِرْ﴾ ''اور آپ صبر کریں'' یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم اور اس کی نافرمانی سے باز رکھیں اور اس کا ہمیشہ التزام کریں اور تنگ دل نہ ہوں۔ (تفسیر سعدی:1232,1233/1) **(2)** اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی مشرک قوم سے جو ایذائیں پہنچتی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔ **(3)** اللہ رب العزت نے جب حکم دیا: فاستقم کما امرت سے اقم الصلوۃ تک تو ان احکامات کو واصبر پر ختم کیا کیونکہ صبر کے بغیر یہ احکامات تکمیل کو نہیں پہنچتے، نہ استقامت، نہ حدود سے عدم تجاوز، نہ ظالموں کی طرف جھکنے سے بچنا، نہ اقامت صلوٰۃ، سارے ہی امور صبر کے ساتھ متعلق ہیں۔ (الاساس فی التفسیر) **(4)** ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ محسنین کے تمام نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے اور انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزا دیتا ہے۔ جب کمزور نفس اکساہٹ کا شکار ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں تو صبر کی ترغیب اور ثواب کا شوق دلایا گیا ہے۔(5)''المحسنین'' جو اپنی نیت، اپنے اقوال اور اپنے اعمال اخلاص کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے لیے احسن طریقے سے ادا کرتے ہیں یعنی جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے طریقے بتائے ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:663)(6)محسن وہ ہیں جو اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہیں اور کامل طور پر ادا کرتے ہیں پھر ان کی نیکیاں برائیوں کو دور کرنے کا سبب بن جاتی ہیں۔(7)علماء وسلف میں تین کلمے ایسے معروف تھے جو باہم ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے، وہ یاد رکھنے کے قابل ہیں: مَنْ عَمِلَ لآخِرَتِهِ كَفَاهُ اللهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ اول: یہ کہ جو شخص آخرت کے لئے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کاموں کو خود بخود درست فرما دیتے ہیں اور ان کی ذمہ داری خود لے لیتے ہیں۔ وَمَنْ اَصْلَحَ سَرِيْرَتَهُ اَصْلَحَ اللهُ عَلَانِيَتَهُ ۔دوسرے یہ کہ جو شخص اپنی باطنی حالت کو درست کر لے کہ قلب کا رخ سب سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی ظاہری حالت کو خود بخود درست فرما دیتے ہیں۔ وَمَنْ اَصْلَحَ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهَ اَصْلَحَ اللهُ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ۔تیسرے یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ کو صحیح و درست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور تمام لوگوں کے درمیان کے معاملات کو خود درست فرما دیتے ہیں۔(تفسیر روح البیان:131/2)

﴿فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ(116)﴾

''تم سے پہلے کی قوموں میں سے پھر کچھ بچی کھچی بھلائی والے لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد سے منع کرتے سوائے تھوڑے سے لوگوں کے ان میں سے جن کو ہم نے ان میں سے نجات دی اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا وہ ان چیزوں کے پیچھے پڑے رہے جن میں انہیں عیش و آرام دیا گیا تھا اور وہ جرائم پیشہ تھے۔''(116)

سوال1:﴿فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ﴾ ''تم سے پہلے کی قوموں میں سے پھر کچھ بچی کھچی بھلائی والے لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد سے منع کرتے سوائے تھوڑے سے لوگوں کے ان میں سے جن کو ہم نے ان میں سے نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ﴾ ''تم سے پہلے کی قوموں میں سے پھر کچھ لوگ کیوں نہ ہوئے'' جب رب العزت نے گزشتہ اقوام کی ہلاکت کے بارے میں خبر دی کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ان میں سے اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے سے انکار کیا تو اب فرمایا کہ ان میں سے کچھ اہل خیر ایسے کیوں نہ ہوئے جو انہیں ہدایت کی طرف بلاتے رہتے، انہیں فساد اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہلاکت سے روکتے تو ان سے یہ فائدہ ہوتا کہ دین بچے رہتے مگر ایسے لوگ بہت کم تھے۔(2)﴿أُولُوا بَقِيَّةٍ﴾ سے مراد اہل خیر ہیں جو لوگوں کو آخرت کی یاد دلائیں اپنے ماحول کی اصلاح کریں۔جو زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام قائم کرنا چاہیں یہ لوگ جس قوم میں کام کرتے ہیں ان کی وجہ سے قومیں عذاب سے بچ جاتی ہیں۔(3)﴿أُولُوا بَقِيَّةٍ﴾ سے مراد فہم اور عقل والے جو اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور اس کے دلائل پر تدبر کرتے ہیں اور اہل ایمان اور اہل کفر کو پہچانتے ہیں۔(جامع البیان)(4)﴿يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ﴾ ''جو زمین میں فساد سے منع کرتے'' جو نافرمانوں کو ان کی نافرمانیوں سے اور کافروں کو ان کے کفر سے روکتے۔(جامع البیان)(5)جو شرک سے روکتے اور زمین میں ہر اس کام سے جس کی وجہ سے فساد پھیلتا ہے۔(6)﴿إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ﴾ ''سوائے تھوڑے سے لوگوں کے ان میں سے جن کو ہم نے ان میں سے نجات دی'' یعنی گزشتہ امتوں میں سے کم ہی تھے جنہوں نے نجات پائی۔جن لوگوں نے نجات پائی وہ انبیاء کی پیروی کرنے والے تھے،انہوں نے اقامت دین کی وجہ سے نجات پائی۔(7)اسی مقصد کے لیے رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ سارے کے سارے اہل ایمان ہی نکل جائیں،سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف واپس جائیں تاکہ وہ بچ جائیں۔(التوبۃ:122)(8)﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔(آل عمران:104)(9)حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ نیکی کا حکم دینے،برائی سے روکنے اور اقامت دین کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حجت بن جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ہاتھوں پر اپنی سنت جاری کر دیتا ہے تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کی بنا پر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔

سوال2:﴿وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا وہ ان چیزوں کے پیچھے پڑے رہے جن میں انہیں عیش وآرام دیا گیا تھا اور وہ جرائم پیشہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا وہ ان چیزوں کے پیچھے پڑے رہے جن میں انہیں عیش وآرام دیا گیا تھا'' وہ عیش وعشرت اور راحتوں کے پیچھے پڑے رہے جن میں عہدوں سے محبت اور دولت اور عیش وعشرت کے اسباب کو حاصل کرنا اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے رکنا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈالنا ہے۔(الاساس فی التفسیر)(2)﴿وَكَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ ''اور وہ جرائم پیشہ تھے'' ان نعمتوں اور آسائشوں کے پیچھے پڑ کر انہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا اور عتاب کے مستحق ٹھہرے اور عذاب نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔(تفسیر سعدی:2/1233)(3)اس آیت کریمہ میں ترغیب دی گئی ہے کہ امت میں ایسے افراد ہونے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چاہئیں جولوگوں کے معاملات کی اصلاح کریں،اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کریں،گمراہوں کو ہدایت کی طرف بلائیں اور اس راستے کی مشکلات پر صبر کریں۔(4)اس حال کو اختیار کرنے والا مرتبہ امامت پر فائز ہوتا ہے کیونکہ اس کا عمل خالص رب العالمین کے لیے ہے۔(تفسیر سعدی:2/1234)

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ(117) ﴾

''اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کردے جب کہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔''(117)

سوال: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴾ ''اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے جب کہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ ﴾ ''اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کردے''یعنی جب لوگ اصلاح کا رویہ اختیار کریں،دین پر قائم ہوں تو ان کا رب انہیں ہلاک نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ تو ظلم کرنے والوں کو ہلاک کرتا ہے جب ان پر حجت قائم ہوجائے۔(2) ﴿ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴾ ''جب کہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں''یعنی جب لوگ ایمان میں مخلص ہوجائیں،اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں تو اللہ تعالیٰ گزشتہ مظالم کی پاداش میں انہیں ہلاک نہیں کرے گا،انہیں معاف کردے گا اور ان کے گزشتہ ظلم کو مٹادے گا۔(3)اس آیت کریمہ کی تفسیر دو طرح سے بیان کی گئی ہے:ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک قوم آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتی ہے اور آپس میں ظلم وزیادتی نہیں کرتی،قوی کمزور کا حق غصب نہیں کرتا تو محض شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک نہیں کرتا۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا قول ہے:حکومت کفر کے ساتھ تو باقی رہتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہتی۔جب کوئی قوم یا کوئی حکومت ظالم بن جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ختم کردیتا ہے۔دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ جب تک کوئی قوم بھلائی کا حکم دیتی اور برائی سے روکتی ہے اللہ تعالیٰ محض شرک کی وجہ سے اسے ہلاک نہیں کرتا ہے،اس لیے کہ کسی قوم میں تمام برائیوں کی جڑ یہ ہے کہ اس کے اصحاب عقل وخرد لوگوں کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بند کردیں۔(تیسیر الرحمٰن)

﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ(118) ﴾

''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی امت بنادیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔''(118)

سوال1: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی امت بنادیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی امت بنادیتا''یعنی اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ قادر ہے وہ چاہتا تو ساری دنیا کو مسلمان بنا دیتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۹۹ ﴾ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے، تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔(یونس:99)(2)﴿ وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴾ ''اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے'' اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ لوگ اختلاف کریں۔اپنی رائے کو حق اور دوسروں کو گمراہ سمجھیں اور صراط مستقیم کی مخالفت کر کے جہنم کے راستے پر چلتے رہیں۔(3)﴿ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ سے مراد دین واحد ہے اور وہ اسلام ہے۔(4)لوگوں کے درمیان اختلافات اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہوتے ہیں تا کہ لوگ اپنے راستے کے انتخاب کے مطابق کوششیں کریں اور اپنی کوشش کے مطابق اپنے انجام کو پہنچیں۔(5)سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود کے اکہتر فرقے ہوئے اور ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر دوزخ میں جائیں گے اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے ان میں سے اکہتر دوزخی ہیں اور ایک جنتی۔قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ان میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور بہتر جہنم میں۔عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ''جماعت۔''(ابن ماجہ:3992)

﴿ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَــَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (119) ﴾

''مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سبھی سے ضرور بھر دوں گا۔''(119)

سوال1: ﴿ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ﴾ ''مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ﴾ ''مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے''یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اتباع رسول کا شوق اور احکام دین پر عمل کرنے کا ذوق عطا فرمایا ہوگا وہ ایک ہی راہ پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلتے رہیں گے۔(مختصر ابن کثیر:862/1)(2)اللہ تعالیٰ نے ان کی علم حق کی طرف راہ نمائی کی، انہیں اس پر عمل اور اس پر اتفاق کی توفیق بخشی۔پس یہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے سعادت کو لکھ دیا گیا تھا اور عنایت اور توفیق الٰہی نے ان کو جالیا تھا۔رہے ان کے علاوہ دیگر لوگ تو ان کو ان کے نفسوں کے حوالے کر دیا گیا۔(تفسیر سعدی:1235/2)(3)﴿ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ﴾ ''اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا''یعنی اللہ تعالیٰ نے بدبختوں اور خوش بختوں کے اختلاف کے لیے انہیں پیدا کیا۔(4)یعنی اہل اختلاف کو اختلاف کے لیے اور اہل رحمت کو رحمت کے لیے پیدا کیا۔(ایسر التفاسیر:664)(5)یعنی ان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا، تا کہ ان میں سے کچھ لوگ خوش بخت اور کچھ لوگ بدبخت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں،ان میں کچھ لوگ اتفاق کرنے والے اور کچھ لوگ اختلاف کرنے والے ہوں۔ان میں سے ایک گروہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نواز دیااورایک گروہ وہ ہے جوگمراہی کا حق دارقرار پایا،تاکہ بندوں پراس کا عدل اوراس کی حکمت عیاں ہوجائے، نیز طبائع بشری میں جو کچھ بھی اچھائی اور برائی پنہاں ہے وہ ظاہر ہوجائے اورتاکہ جہاداورعبادات کا بازارگرم ہوجوامتحان اورآزمائش کے بغیر درست اورمکمل نہیں ہوتیں۔(تفسیرسعدی:1235/2)

سوال 2:﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴾''اورتیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کوجنوں اورانسانوں سبھی سے ضرور بھردوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا: دوزخ لگاتار یہی کہتی رہے گی'' کیا کچھ اور بھی ہے؟'' یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا تو پھر دوزخ کہے گی: تیری عزت کی قسم! بس بس اوراس کا ایک حصہ سمٹ کر دوسرے حصے سے مل جائے گا۔(صحیح مسلم:7177)**(2)** سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جہنم والوں میں سے اس آدمی کولایا جائے گا جواہل دنیا میں سے بہت سی نعمتوں والا تھا پھراس سے کہا جائے گا اے ابن آدم کیا تونے کبھی کوئی بھلائی بھی دیکھی تھی؟ کیا تجھے کبھی کوئی نعمت ملی تھی؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! اے میرے پروردگار،نہیں ملی اور پھراہل جنت میں سے اس آدمی کوپیش کیا جائے گا جسے دنیا میں لوگوں میں سب سے زیادہ تکلیفیں آئی ہوں گی پھراسے جنت میں ایک دفعہ غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تونے کبھی کوئی تکلیف بھی دیکھی ہے؟ کیا تجھ پرکوئی سختی بھی گزری؟ وہ عرض کرے گا: اللہ کی قسم! اے میرے پروردگار نہیں کبھی کوئی تکلیف میرے پاس سے نہ گزری اورنہ ہی میں نے کبھی کوئی شدت وسختی دیکھی۔(صحیح مسلم:7088)**(3)** سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جنت اوردوزخ میں جھگڑا ہوا تو دوزخ نے کہا کہ مجھے متکبراورظالم لوگوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی اورپھر جنت نے کہا کہ پھراس کی کیا وجہ ہے کہ میرے اندرسوائے حقیر کمزوراورعاجز لوگوں کے اورکوئی داخل نہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تومیری رحمت ہے میں تیرے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس پرچاہوں گا رحمت کروں گااوراللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا: تومیراعذاب ہے میں تیرے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس کوچاہوں گا عذاب دوں گا لیکن تم میں سے ہرایک کو میں نے ضرور بھرنا ہے پھر جب دوزخ نہیں بھرے گی تواللہ تعالیٰ اپنی شایان شان اپنا قدم دوزخ میں رکھیں گے تو دوزخ کہے گی بس بس پھردوزخ اسی وقت بھرجائے گی اوراس کا ایک حصہ دوسرے کی طرف سمٹ جائے گا۔''(صحیح مسلم:7173)

﴿ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (120) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور ہم رسولوں کے واقعات میں سے ہر چیز آپ کو سنا رہے ہیں جس کے ساتھ ہم آپ کا دل مضبوط کرتے ہیں اور آپ کے پاس اس معاملے میں حق آ گیا اور ایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔''(120)

سوال1: ﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ﴾ ''اور ہم رسولوں کے واقعات میں سے ہر چیز آپ کو سنا رہے ہیں جس کے ساتھ ہم آپ کا دل مضبوط کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ﴾ ''اور ہم رسولوں کے واقعات میں سے ہر چیز آپ کو سنا رہے ہیں'' اللہ رب العزت نے اس سورت میں انبیاء کے حالات بیان فرمائے تو اس کی حکمت بیان فرمائی۔**(2)** ﴿مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ﴾ ''جس کے ساتھ ہم آپ کا دل مضبوط کرتے ہیں'' یعنی رسالت کے فریضے کی ادائیگی کے لیے آپ ﷺ کو مضبوط، مطمئن رکھنے کے لیے تاکہ آپ کو اطمینان حاصل ہو اور ثبات ملے اور آپ صبر کرے جیسے انبیاء نے اذیتوں پر صبر کیا تھا۔**(3)** نفوس انسانی اقتدا سے مانوس ہوتے ہیں اور اعمال پر ان کو نشاط حاصل ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، حق کے شواہد اور اس کے لیے کام کرنے والوں کی کثرت کا ذکر کرنے سے حق کی تائید ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1235)**(4)** یعنی قصص سے ہم آپ ﷺ کے یقین کو بڑھائیں گے اور ثابت قدم رکھیں گے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ آپ ﷺ کے دل کو مضبوط کریں گے اور ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کے دل کو اس سے باندھ دیں گے یہاں تک کہ وہ جزع فزع نہیں کرے گا۔ (الجامع الاحکام القرآن:81)

سوال2: قصص یعنی گزشتہ قوموں کے واقعات دل کو اسلام پر جمانے کے لیے کیسے مددگار ہوتے ہیں؟

جواب:(1) قصص یعنی گزشتہ قوموں کے واقعات میں اسلام کی دعوت کے بارے میں سچی باتیں ہیں، جو دل کو اسلام پر جمانے والی ہیں۔ **(2)** قصص میں انبیاء کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ یوں انسان کے لیے دعوت دینا اور مستقل مزاجی کے ساتھ اس پر جمے رہنا ممکن ہو جاتا ہے۔**(3)** قصص میں ڈراوے اور خوش خبریاں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے انسان انجام کے بارے میں پر اعتماد ہو جاتا ہے کہ اس دعوت کو قبول کرنے والے اچھے انجام کو پہنچیں گے اور انکار کرنے والے بچ نہیں پائیں گے۔**(4)** قصص میں نصیحت آموز واقعات ہوتے ہیں۔ چلتی پھرتی حقیقی زندگی سے انسان کی ڈھارس بندھتی ہے کہ یہ ساری ذمہ داریاں پوری کرنا ممکن ہو جائے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی گئی ہیں کیونکہ پہلے لوگوں نے بھی یہ سب کچھ اپنایا تھا۔**(5)** ان قصص سے ایک داعی کو ثابت قدم رہنے میں مدد ملتی ہے کہ حق کے راستے میں مشکلات تو پہلے بھی پیش آتی رہی ہیں اس لیے مایوسی اور گھبراہٹ نہیں، اللہ تعالیٰ پر توکل ضروری ہے۔**(6)** داعی کو یہ اعتماد حاصل ہوتا ہے کہ جس طرح پہلے سچ کے راستے پر چلنے والوں کو کامیابی نصیب ہوتی تھی ایسے ہی اسے بھی نصیب ہوگی۔

سوال3: ﴿وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ ''اور آپ کے پاس اس معاملے میں حق آ گیا اور ایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ﴾ ''اورآپ کے پاس اس معاملے میں حق آ گیا'' اس سورت میں ہم حق لے کرآئے ہیں۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اورحسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس دنیا میں حق لے کرآئے ہیں یعنی نبوت۔(جامع البیان)**(2)**﴿الْحَقُّ﴾ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یقین آ گیا اور اس میں کسی لحاظ سے بھی کوئی شک نہیں۔اس کا علم حق کا علم ہے جونفس کے لیے بڑی فضیلت ہے۔**(3)**﴿وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اورایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاددہانی ہے''یعنی سابق امتوں کا نبیوں کو نہ ماننا،نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا اور وعظ ونصیحت میں لگے رہنا،اللہ تعالیٰ کا عذاب آنا،نافرمانوں کا برباد ہونا اور فرماں برداروں کا بچ جانا نصیحت ہے۔(مختصر ابن کثیر:861/3)**(4)**یعنی مومن اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں،برے کاموں سے رک جاتے ہیں اور اچھے کاموں پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور جو ایمان نہیں رکھتے انہیں نصیحت فائدہ نہیں دیتی۔

﴿وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ(121)﴾

''اورآپ ان لوگوں سے کہہ دیں جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو بلاشبہ ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔''(121)

سوال:﴿وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ﴾ ''اورآپ ان لوگوں سے کہہ دیں جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو بلاشبہ ہم بھی عمل کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اورآپ ان لوگوں سے کہہ دیں جو ایمان نہیں لاتے'' اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ ایمان نہ لانے والوں کو تنبیہ کردیں۔**(2)**﴿اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ﴾ ''تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو''یعنی جس حالت میں تم ہو،جو کررہے ہو کرتے چلے جاؤ۔**(3)**﴿اِنَّا عٰمِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم بھی عمل کرنے والے ہیں''ہم بھی توحید کے طریقوں پر عمل کرتے رہیں گے۔(4)یہ برأت کا اظہار ہے جیسا کہ رب العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۝۲ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ۝۳ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ۝۴ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ۝۵ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ۝۶﴾ آپ کہہ دیں کہ اے کافرو!میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔(الکافرون)

﴿وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ(122)﴾

''اورتم انتظار کرو بے شک ہم بھی منتظر ہیں۔''(122)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال: ﴿وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ ''اورتم انتظار کرو بے شک ہم بھی منتظر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَانْتَظِرُوْا﴾ ''اورتم انتظار کرو''یعنی اپنے انجام کا انتظار کرو۔**(2)** یعنی ہم پر جو کچھ نازل ہوگا تم اس کا انتظار کرو۔(تفسیر سعدی:2/1236)**(3)** ﴿اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ ''بے شک ہم بھی منتظر ہیں''یعنی ہم پر جو کچھ نازل ہوگا تم اس کا انتظار کرو۔ (تفسیر سعدی: 2/1236)**(4)** دعوت دینے والا آخری موڑ پر اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا، اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرتا ہے کیونکہ وہی عذاب فیصلہ کن ہوسکتا ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ(123)﴾

''آسمانوں اورزمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اورتمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سوآپ اسی کی عبادت کریں اوراسی پربھروسہ رکھیں اورآپ کارب اس سے بےخبرنہیں جوتم عمل کرتے ہو۔''(123)

سوال1: ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ﴾ ''آسمانوں اورزمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اورتمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے''اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے ذکر کیا ہے کہ اے محمد ﷺ! آسمانوں اورزمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے،اس کا علم رکھنے والا وہی ہے۔ ہر چیز اس کے ہاتھ میں ہے،اس سے کچھ بھی چھپا ہوانہیں۔وہ جانتا ہے جوآپ ﷺ کی مشرک قوم آپ ﷺ کے ساتھ کررہی ہے اور جوان کا انجام ہونے والا ہے۔(جامع البیان)**(2)** ﴿وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ﴾ ''اورتمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ''تمام کام،تمام اعمال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جانے ہیں۔وہ پاک اورناپاک کوالگ الگ کرے گا اور ہرایک کواس کے اعمال اور نیتوں کے مطابق جزادے گا۔وہی خالق ہےاوروہی حاکم ہے۔

سوال2: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''سوآپ اسی کی عبادت کریں اوراسی پربھروسہ رکھیں اورآپ کارب اس سے بےخبرنہیں جوتم عمل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاعْبُدْهُ﴾ ''سوآپ اسی کی عبادت کریں''یعنی اس کی عبادت کریں،اس کے ساتھ کسی کوشریک نہ کریں۔**(2)** یعنی اللہ تعالیٰ کی عبودیت کوقائم کیجیے۔اس سے مراداللہ تعالیٰ کے وہ تمام احکام ہیں جن کی تعمیل پرآپ ﷺ قادر ہیں۔**(3)** ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''اوراسی پربھروسہ رکھیں''اللہ تعالیٰ پرتوکل کرنا چاہئے،جواس پرتوکل کرتا ہے اس کے لیے وہ کافی ہوجاتا ہے جیسا کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا:﴿ وَ مَنْ یَّتَوَ كَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔(الطلاق:3)(4)﴿ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾''اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو''اللہ تعالیٰ اسلام کے دشمنوں کی حالتوں سے بے خبر نہیں ہے۔(5)اللہ تعالیٰ کا علم ان سارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے جن پر اس کا قلم جاری ہو چکا۔خواہ وہ خیر ہو یا شر اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ان سارے اعمال پر اب اس کا حکم اور اس کی جانب سے جزا کا فیصلہ نافذ ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہی ہے جو دنیا اور آخرت میں پورا پورا بدلہ دے گا اور آپ ﷺ دونوں جہانوں میں کامیاب رہیں گے۔الٰہی ہمیں عبادت کا حق ادا کرنے اور توکل کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔آمین۔

ایاتها ۱۱۱ ۱۲ سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ ۵۳ رکوعاتها ۱۲

سوال1:اس سورت کا نام یوسف کیوں ہے؟

جواب:اس سورت میں یوسف علیہ السلام کے قصے کو بیان کیا گیا ہے۔جو احسن القصص ہے،اس لیے اس کا نام سورہ یوسف ہے۔

سوال2:یہ سورت کب نازل ہوئی؟اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب:یہ مکی سورت ہے اس کی 111 آیات اور 12 رکوع ہیں۔مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ بارھویں سورت ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 53 ہے۔

سوال3:اس سورت کے کیا مضامین ہیں؟

جواب:(1)اس سورت کے مضامین مکی سورتوں والے ہیں یعنی اصول دین میں سے اللہ تعالیٰ کی توحید،وحی اور رسالت اور بعث و جزا۔**(2)**اس سورت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بھی شدید آزمائشوں سے گزرنے کے بعد مصر کی حکومت کا مالک بنایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بھی قریش پر غلبہ دے گا اور تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا۔

سوال4:اس سورت کی فضیلت کیا ہے؟

جواب:سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دفعہ نبی ﷺ یہ سورت پڑھ رہے تھے۔یہودیوں نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ سورت سنی تو مسلمان ہو گئے کیونکہ ان کے دین میں بھی یوسف علیہ السلام کا واقعہ اسی طرح مذکور ہے۔(مختصر ابن کثیر:864)

رکوع نمبر:11

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿الٓرٰ ۟ تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ(1)﴾

''الٓرٰ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔''(1)

سوال1: ﴿الٓرٰ ۟ تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ﴾ ''الٓرٰ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿الٓرٰ﴾ حروف مقطعات ہیں جس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔(i)ان حروف میں سے ہیں جنہیں انسان لکھتے پڑھتے ہیں۔(ii)ان حروف کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(2) ﴿تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ﴾ ''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں''یعنی یہ اس کتاب مقدس کی آیات ہیں جسے قرآن کہا جاتا ہے جو نہایت واضح، روشن اور صاف ہے اور جو نامعلوم چیزوں کی حقیقتوں کا انکشاف کرتا ہے اور ان کی وضاحت کرتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:864/1)(3) کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو حلال وحرام، شریعت کی حدود، اور ان تمام امور کو بیان کرتی ہے جو بنی نوع انسان کو زندگی میں پیش آتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:669/1)(4) یعنی جس کے الفاظ اور معنی واضح ہیں۔ اس کے واضح اور بین ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عربی زبان میں نازل کیا جو سب سے زیادہ فضیلت کی حامل اور سب سے زیادہ واضح زبان ہے۔ المبین سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب مقدس ان تمام حقائق نافعہ کو بیان کرتی ہے جن کے لوگ حاجت مند ہیں اور یہ سب ایضاح وتبیین ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ(2)﴾

''یقیناً ہم نے عربی قرآن بنا کر اسے نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو۔''(2)

سوال: ﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴾ ''یقیناً ہم نے عربی قرآن بنا کر اسے نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا﴾ ''یقیناً ہم نے قرآن بنا کر اسے نازل کیا ہے'' اللہ رب العزت نے اس کتاب یعنی قرآن مجید کو سب سے زیادہ معزز رسول پر، بلد امین، عزت والے مہینے میں معزز فرشتے کے واسطے سے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ۔(2) ﴿عَرَبِیًّا﴾ ''عربی بنا کر'' عربی زبان میں جو رسول اللہ ﷺ کی، اہل جنت کی اور قرآن کی زبان ہے۔(3) چونکہ عربی زبان بڑی فصیح وبلیغ ہے، اپنے دامن میں بڑی وسعت رکھتی ہے۔ مقاصد کو پوری طرح سے، وضاحت سے بیان کرتی ہے اس لیے یہ جلیل الشان، قدر ومنزلت والی پاکیزہ ترین کتاب اس بہترین زبان میں دنیا کے کامل ترین انسان یعنی خاتم الانبیاء پر نازل ہوئی۔(مختصر ابن کثیر:864/1)(4) ﴿لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’تاکہ تم سمجھو‘‘یعنی تم عقل سے کام لے کرغور وفکر کرو، اسے سمجھو اور اس پر عمل کرو۔(5)یعنی تاکہ اس کی حدود، اس کے اصول وفروع اور اس کے اوامر ونواہی کو سمجھ سکو۔ جب تم اس کو ایقان کے ساتھ سمجھ لو گے اور تمہارے دل اس کی معرفت سے لبریز ہو جائیں گے تو اس کے ثمرات، جوارح کے عمل اور اطاعت کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔(تفسیر سعدی:2/1237)

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ(3)﴾

’’ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں اس قرآن (کی بدولت) جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور اس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے۔‘‘(3)

سوال 1: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ﴾ ’’ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں اس قرآن (کی بدولت) جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾ ’’ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں‘‘یعنی ہم آپ کو جو قصہ سنا رہے ہیں وہ اپنی سچائی اور خوب صورتی کی وجہ سے سب سے زیادہ اچھا قصہ ہے۔(2)بہترین کتاب کا ہر واقعہ ہر پہلو سے خوب صورت ہے اس لیے فرمایا کہ ہم وحی کے ذریعے آپ کو ایک بہترین قصہ سناتے ہیں۔صحابہ نے آپ ﷺ سے اس قصے کے سننے کی تمنا کی تھی اس پر یہ آیت اتری تھی۔(تفسیر طبری)(3)﴿بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ﴾ ’’اس قرآن (کی بدولت) جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے‘‘یعنی وہ سارے امور جن کو ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کیا۔ان کے ذریعے ہم نے آپ ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت عطا کی ہے۔(4)قرآن حکیم کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں تھے یہ خبر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے دی۔اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں کیونکہ آپ ﷺ پر وحی کے ذریعے یہ سچا واقعہ نازل کیا گیا آپ نہ تاریخ جانتے تھے نہ کسی سے آپ ﷺ نے سیکھا تھا یقیناً یہ وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو بتایا گیا۔

سوال 2: ﴿وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ﴾ ’’اور اس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ’’اور اس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے‘‘یعنی آپ ﷺ اس سے پہلے بے خبر تھے یعنی نہ آپ ﷺ کسی کے شاگرد تھے نہ کسی اور ذریعے سے خبر رکھتے تھے۔(2)یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے اس قصہ کے بارے میں اہل مکہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور نہ نبی کریم ﷺ کو ہی اس کی کوئی خبر تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دینے کے لیے قرآن میں یہ سورت نازل فرمائی۔(تیسیر الرحمٰن:670)(3)آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟(4)یعنی آپ ﷺ احکام، رسولوں کے واقعات، اجتماعی معاملات، اصول معاشرت اور آداب سیاست کو نہیں جانتے تھے۔(5)یعنی اس سے پہلے آپ ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔(جامع البیان:159,160)(6)اس آیت میں قرآن حکیم کی خوبی بیان کی گئی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں چنانچہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کتاب لے کر حاضر ہوئے جو آپ رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے مل گئی تھی اور اسے پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے لگے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت برہم ہو کر فرمایا،خطاب کے بیٹے تم اس میں مصروف ہو کر گمراہ ہونا چاہتے ہو،اللہ کی قسم یاد رکھو میں تمہارے پاس نہایت چمک دار اور روشن قرآن لے کر آیا ہوں،خبردار اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو،ہوسکتا ہے کہ وہ صحیح بات بتائیں اور تم اسے نہ مانو اور یہ بھی احتمال ہے کہ غلط بتا دیں اور تم اسے مان لو۔اللہ کی قسم!اگر آج سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ تھا۔(مسند احمد)(7)قرآن حکیم جن قصوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے اور یہ قصہ بہترین ہے۔اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام،ان کے والد یعقوب علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ انتہائی خوب صورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔

سوال 3: قصہ یوسف کو احسن القصص کیوں کہا گیا؟

جواب:(1) اس قصے میں،ایک پیغمبر کے قصے کی صورت میں یہ بتایا گیا ہے:(i) کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ حق کے لیے اٹھنے والوں کی مدد کرتا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ مخالفین کی سازشوں کے باوجود ان کو کامیاب کرتا ہے۔(iv) اللہ تعالیٰ نے کامیابی کی شرائط بتائی ہیں:تقوی اور صبر یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنا اور ہر حال میں حق کے راستے پر جمے رہنا۔(2) اس قصے میں حسد اور دشمنی کا انجام اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا بیان ہے۔(3) اس قصے میں نفس امارہ کی سرکشیوں کا نتیجہ اور انسانی مسائل اور حادثات کے دلچسپ اور عبرت انگیز پہلو ہیں اس لیے اسے قرآن حکیم میں احسن القصص کہا گیا۔

﴿ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (4) ﴾

''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا:''اے میرے ابا جان!بلاشبہ میں نے گیارہ ستاروں کو اور ایک سورج کو اور ایک چاند کو دیکھا ہے،میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں۔''(4)

سوال 1: ﴿ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ﴾''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا:''اے میرے ابا جان!بلاشبہ میں نے گیارہ ستاروں کو اور ایک سورج کو اور ایک چاند کو دیکھا ہے،میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ ﴾''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔سیدنا یوسف علیہ السلام کا زمانہ انیسویں صدی قبل مسیح کا ہے۔آپ علیہ السلام کا گھرانہ فلسطین میں رہائش پذیر تھا۔(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

روایت ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ شریف آدمی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کا خوف سب سے زیادہ رکھتا ہو'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد یہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہ پھر سب سے زیادہ شریف اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا یوسف بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا کہ ہمارے سوال کا یہ مقصد بھی نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا تم لوگ عرب کے خانوادوں کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔ دیکھو! لوگوں کی مثال کانوں کی سی ہے (کسی کان میں سے اچھا مال نکلتا ہے کسی میں سے برا) جو لوگ تم سے زمانہ جاہلیت میں شریف اور بہتر اخلاق کے تھے وہی اسلام کے بعد بھی اچھے اور شریف ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔'' (صحیح بخاری:3383) (3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تھے۔ (بخاری: 4688) (4) ﴿يَا أَبَتِ﴾ ''اے میرے ابا جان'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس وقت بچے تھے۔ (5) ﴿إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا﴾ ''بلاشبہ میں نے گیارہ ستاروں کو دیکھا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے خواب میں گیارہ ستاروں کو دیکھا ہے۔ (6) ﴿وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اور ایک سورج کو اور ایک چاند کو'' یعنی ان کے والدین۔ (جامع البیان:159,160) (7) ﴿رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ﴾ ''میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں'' یہ خواب سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا مقدمہ ہے جس کی بناء پر وہ دنیا و آخرت میں بلند مقام پر فائز ہوئے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اصولی امور کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے پہلے تقدیم پیش کرتا ہے جو اس عمل کے لیے تمہید اور تسہیل کا کام دیتی ہے اور بندے کو ان مشقوں کے لیے تیار کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کے طور پر بندے پر وارد ہوتی ہیں۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی یہ تاویل کی، کہ سورج سے مراد یوسف علیہ السلام کی والدہ، چاند سے مراد والد اور ستاروں سے مراد اس کے بھائی ہیں۔ نیز یہ کہ یہ حالات ایسے حالات میں بدل جائیں گے کہ مذکورہ تمام لوگ یوسف علیہ السلام کے مطیع ہوں گے اور ان کی تعظیم و تکریم کے لیے ان کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ یہ سب کچھ ان اسباب کی بناء پر ہوگا جو یوسف علیہ السلام کو پیش آئیں گے، اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو اپنے فضل و کرم کے لیے چن لے گا اور علم و عمل کی نعمت سے ان کو مالا مال فرمائے گا اور زمین میں اقتدار عطا کر کے آپ پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرے گا اور اقتدار کی یہ نعمت تبعاً تمام آل یعقوب کو شامل ہوگی جو سیدنا یوسف علیہ السلام کے سامنے سرافگندہ ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1239,1238) (9) اس خواب کی تعبیر چالیس سال کے بعد اور ایک قول کی رو سے 80 سال کے بعد ظاہر ہوئی۔ جب آپ علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو شاہی تخت پر بٹھایا اور گیارہ بھائیوں نے آپ علیہ السلام کو سجدہ کیا اس وقت آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا آج میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرا خواب ہو بہو سچ کر دیا۔ (مختصر ابن کثیر:1/861)

سوال 2: خواب کی حقیقت کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: انسان نیند کی حالت میں جو کچھ دیکھتا ہے، جن حالات سے گزرتا ہے وہ خواب کہلاتے ہیں۔(1) ماہرین نفسیات کے نزدیک خواب انسان کی چھپی ہوئی خواہشات کا عکس ہوتے ہیں۔(2) بعض خواب شیطانی وسوسے ہوتے ہیں۔(3) بعض خواب برے ہوتے ہیں جس سے مستقبل کے خطرے کو بھانپ سکتے ہیں۔(4) بعض خواب پیش گوئی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں۔ سیدنا قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا: خواب یہ ہے کہ نفس انسانی جس وقت نیند یا بے ہوشی کے سبب ظاہری بدن کی تدبیر سے فارغ ہوجاتا ہے تو اس کو اس کی قوت خیالیہ کی راہ سے کچھ صورتیں دکھائی دیتی ہیں اسی کا نام خواب ہے۔ پھر اس کی تین قسمیں ہیں جن میں سے دو بالکل باطل اور ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اور ایک اپنی ذات کے اعتبار سے صحیح وصادق ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ بے داری کی حالت میں جو صورتیں انسان دیکھتا ہے وہی خواب میں متشکل ہوکر نظر آتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شیطان کچھ صورتیں اور واقعات انسان کے ذہن میں ڈالتا ہے، کبھی خوش کرنے والے اور کبھی ڈرانے والے یہ دونوں قسمیں باطل ہیں جن میں نہ کوئی حقیقت ہے نہ اصلیت نہ اس کی واقعی کوئی تعبیر ہوسکتی ہے ان میں پہلی قسم کو حدیث النفس اور دوسری کو تسویل شیطانی کہتے ہیں۔ تیسری قسم جو صحیح اور برحق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص الہام ہے جو اپنے بندہ کو خوش کرنے یا متنبہ کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے کچھ چیزیں اس کے ذہن میں ڈالتے ہیں۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کا خواب ایک کلام ہے جس میں وہ اپنے رب سے شرف گفتگو حاصل کرتا ہے۔ (طبرانی) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور ان سے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا خواب نبوت کے چھیالس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری:6987) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبوت میں سے صرف اب مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اچھے خواب۔'' (صحیح بخاری:6990) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری:6984)

﴿ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (5) ﴾

''اس نے کہا: ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے، بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔'' (5)

سوال 1: ﴿ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اس نے کہا: ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے'' جب یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا خواب سنا تو انہیں تاکید کی کہ اپنا خواب بھائیوں کو نہ سنانا۔(2) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹے کو خواب بیان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ انہیں اندیشہ تھا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو نقصان نہ پہنچائیں۔(3)﴿فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا﴾ ''وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے''یعنی ایسا نہ ہو کہ شیطان کی چال میں آ کر تمہارے بھائی تم سے حسد کرنے لگیں اور تمہارے خلاف کوئی چال چلیں کہ کہیں تم سردار نہ بن جاؤ۔(4)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اس کو اچھا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس پر اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کو (اپنے دوستوں سے) بیان بھی کرے اور جو اس کے سوا ایسا خواب دیکھے جو برا معلوم ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے کیونکہ پھر وہ اس کو نقصان نہ دے گا۔''(بخاری:6985)(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہیے کہ دو رکعتیں ادا کرے اور کسی کو خواب کے متعلق نہ بتائے تو یہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔''(مسند الحمیدی:1145، 2/484)(6)سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کے حکم کی تعمیل کی اور خواب بھائیوں کو نہیں بتایا۔

سوال 2:﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾''بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے''قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ شیطان سے دشمنی رکھو اور ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ شیطان سے دشمنی رکھے، یہ دشمنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم)(2)شیطان سے بچیں کیونکہ اسی نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو حسد میں مبتلا کیا تھا اسی وجہ سے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اپنے بھائیوں کو اپنا خواب نہ سنانا۔(3)جرجانی نے کہا: حسد محسود میں نعمتوں کے زوال کی تمنا ہے۔(التعریفات:87)(4)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''حسد سے بچو اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے یا فرمایا: خشک گھاس کو (کھا جاتی ہے)۔''(ابوداود:4903)(5)جس شخص کے دل میں دوسروں کے لیے جلن پیدا ہو جائے اسے جان لینا چاہیے کہ یہ شیطان کی لگائی ہوئی آگ ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہیں ہے، وہ شیطان کی راہ نمائی کے مطابق چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر نہیں۔اسے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ حسد کی آگ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا چاہیے۔(6)شیطان دن رات اور کھلے چھپے اس پر وار کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔اس لیے ان اسباب سے دور رہنا بہتر ہے جن کے ذریعے وہ بندے پر تسلط حاصل کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1239)

سوال 3: شیطان دل میں داخل ہو جائے تو انسان کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟

جواب:(1)انسان کے معاملات اس کے کنٹرول میں نہیں رہتے۔(2)اس حالات و واقعات کا صحیح اندازہ نہیں کر پاتا۔(3)اس کو چھوٹی باتیں بہت بڑی لگتی ہیں۔(4)اس کو بڑے جرائم چھوٹے نظر آتے ہیں۔(5)وہ بڑے جرائم پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔

﴿وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(6)﴾

''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا اور آپ کو باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا اور آپ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا جیسا کہ اس سے پہلے اس نے آپ کے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر اسے پورا کیا تھا، یقیناً آپ کا رب سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''(6)

سوال1: ﴿وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ﴾ ''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا اور آپ کو باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ﴾ ''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ملنے والے بلند مرتبہ کی خبر دی ہے کہ جیسے تمہارے رب نے خواب میں تمہاری عزت اور سیادت دکھائی ہے اسی طرح وہ تمہیں نبوت کا بلند رتبہ بھی عطا فرمائے گا۔(2) یعنی اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو بہترین اوصاف عطا فرمائے گا۔(3) ﴿وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ﴾ ''اور آپ کو باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو آسمانی کتابوں میں آنے والے سچے واقعات کی تاویل اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔(4) تاویل کا مطلب ہے کسی چیز کا انجام معلوم ہو جائے۔ احادیث سے یہاں مراد خواب ہیں۔ تاویل الاحادیث کے معنی خوابوں کی تہہ تک پہنچنا ہیں۔ یہاں اس سے مراد خوابوں کی تعبیر ہے۔(5) اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو خوابوں کی تعبیر کا علم دیا اس پر دلیل یہ آیت ہے۔ ﴿قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ یوسف نے کہا: ''تم دونوں کا کھانا جو تمہیں یہاں ملتا ہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگر اس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتا دوں گا یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں۔''(یوسف:37)

سوال2: ﴿وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ﴾ ''اور آپ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا'' سے مراد کون سی نعمت کی تکمیل ہے؟

جواب:(1) ''اور آپ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا'' بڑی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت نبوت ہے۔ اس نعمت کی تکمیل سے مراد نبوت کا مل جانا ہے۔(2) نعمت سے مراد وہ انعامات بھی ہیں جو سیدنا یوسف علیہ السلام کو مصر لے جا کر عطا کیے گئے۔(3) یعنی وہ دنیا میں تجھے بھلائی عطا کرے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا۔

سوال3: ﴿كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ﴾ ''جیسا کہ اس سے پہلے اس نے آپ کے دونوں باپ دادا ابراہیم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور اسحٰق پر اسے پورا کیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسحٰق علیہ السلام کو بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا۔اسی لیے فرمایا کہ جیسے ان کے لیے انعامات کی تکمیل کی تھی آپ پر بھی کریں گے۔(2) نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی ہدایت کی توفیق ہے۔(3) نبوت انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی تکمیل ہے اسی لیے نبوت کو اتمام نعمت قرار دیا گیا۔

سوال 4: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''یقیناً آپ کا رب سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''یقیناً آپ کا رب سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''یعنی آپ کا رب فضیلت کے مواقع کو جانتا ہے اور (یہ کہ) کون نعمتوں کے انتخاب کے لائق ہے۔(جامع البیان:161)(2) یعنی اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء اور بندوں کے سینوں میں چھپے ہوئے اچھے برے خیالات کو محیط ہے۔(3) ﴿ حَكِيْمٌ ﴾ ''کمال حکمت والا''یعنی وہ سب کو اپنی حمد اور حکمت کے مطابق عطا کرتا ہے۔وہ حکمت والا ہے اور تمام اشیاء کو اپنے مقام پر رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1240)

رکوع نمبر:12

﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ(7) ﴾

''حقیقت یہ ہے کہ یوسف اور اس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''(7)

سوال: ﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ یوسف اور اس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تبارک تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے ﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ یوسف اور اس کے بھائیوں میں نشانیاں ہیں''یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بہت سے اسباق ہیں۔اس قصے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کے دلائل ہیں۔یہ واقعہ تو نصیحتوں کا خزینہ ہے۔(2) ﴿ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ﴾ ''پوچھنے والوں کے لیے''یعنی جو بھی اس واقعہ کے بارے میں سوال کرتا ہے اس کے لیے آیات الٰہی اور اسباق سے فائدہ اٹھانے کا سامان ہے۔(3) سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے بارے میں اہل مکہ نے سوال کیا تھا جن کا تذکرہ انہوں نے اپنے سفروں کے دوران یہودیوں سے سن رکھا تھا۔اس قصے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نبی ﷺ کی نبوت کی صداقت کی نشانیاں ہیں۔اہل مکہ کو بتا دیا گیا کہ تم وہ لوگ ہو جو برادران یوسف کا کردار ادا کر رہے ہو۔یہ بتایا گیا کہ نبی ﷺ کا انجام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہی ہونے والا ہے، جو سیدنا یوسف علیہ السلام کا مصر میں ہوا۔

﴿ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ(8) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''جب انہوں نے کہا:''یقیناً یوسف اوراس کا بھائی دونوں ہمارے والدکوہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں،یقیناً ہمارے والدایک واضح غلطی پر ہیں۔''(8)

سوال1: ﴿اِذْقَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾''جب انہوں نے کہا:''یقیناً یوسف اوراس کا بھائی دونوں ہمارے والدکوہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِذْقَالُوْا﴾''جب انہوں نے کہا''یعنی جب انہوں نے ایک دوسرے کوکہا۔**(2)** ﴿لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ﴾''یقیناً یوسف اوراس کا بھائی''یوں تو سب ہی یوسف کے بھائی تھےلیکن بنیامین ان کی والدہ راحیل کی طرف سے ان کا بھائی تھا۔**(3)** ﴿اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾''ہمارے والدکوہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں''سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کووہم ہوگیا تھا کہ باپ کی نظرشفقت جس قدر یوسف اور بنیامین پر ہے اتنی اوروں پرنہیں اس لیے انہوں نے آپس میں قسمیں کھا کھا کرکہا کہ ہمارے باپ کو جس قدر یوسف اوراس کے بھائی سے محبت ہے اتنی ہم سے نہیں حالانکہ وہ صرف دو ہیں اور ہیں بھی کمزور(چھوٹے)اور ہماری ایک جماعت ہے جوطاقت ور بھی ہے۔(مختصرابن کثیر:867/1)

سوال 2: ﴿اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾''یقیناً ہمارے والدایک واضح غلطی پر ہیں''یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد کے بارے میں کیوں سوچا کہ وہ غلطی پر ہیں؟

جواب:(1) یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یہ خیال تھا کہ کمزوراورتعداد میں کم لوگوں کے مقابلے میں قوت والوں اورکثیرلوگوں سے زیادہ محبت کرنی چاہئے اوران کے والدیعقوب علیہ السلام چونکہ ایسانہیں کررہے تھےاس لیے انہوں نے یہ سمجھا کہ ہمارے والدکھلی غلطی پر ہیں۔**(2)** یہاں ضلال سے مرادوہ سمجھ کی غلطی ہے جوسیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے مطابق باپ سے بچوں کے درمیان ترجیح کے معاملے میں ہوئی۔ **(3)** سعدی نے کہا کہ ضلال سے مرادان کے معاملے میں گمراہی تھا۔(جامع البیان:163)**(4)** سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے والد سے بدگمان ہوگئے تھے۔جس نے انہیں غصہ دلایا تھااور جب کینے نے غصے کوزیادہ جوش دلایا تو شیطان ان کے دلوں میں داخل ہوگیا اورانہیں حقیقت کوسمجھنے میں مشکل پیش آئی۔**(5)** سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والدنے مجھےایک چیزدی تو عمرہ بنت رواحہ(میری والدہ نے)میرے والدبشیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اس پراس وقت تک رضامندنہیں ہوں جب تک کہ تم اس ہبہ پررسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوگواہ نہ بنالو۔چنانچہ سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوئے اورعرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!میں نے اپنے بیٹےنعمان کوجوعمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہےایک چیزدی ہےاورعمرہ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس ہبہ پرآپ کوگواہ بنالوں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کرفرمایا:جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کوایک غلام دیا ہے کیااسی طرح اپنے سب بیٹوں کوایک ایک غلام دیا ہے؟انہوں نے کہا کہ نہیں!آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ سے ڈرواوراپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔''سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والدواپس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آئے اور مجھے جو چیز دی تھی وہ واپس لے لی۔ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔''(مشکوٰۃ:261/1)

﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ(9)﴾

''یوسف کو قتل کر دو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو،تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی اور اس کے بعد تم نیک بن جانا۔''(9)

سوال1: ﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ﴾ ''یوسف کو قتل کر دو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو،تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی'' یوسف کے بھائیوں کے لیے ان کا قتل کیسے آسان ہو گیا تھا؟

جواب:(1) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دلوں میں شیطان داخل ہو گیا تھا۔جنہوں نے باپ کی توجہ بٹ جانا اتنا برا جانا کہ قتل جیسا بڑا جرم ان کے لیے آسان ہو گیا۔ان کے نزدیک باپ کی زیادہ محبت ایسا بڑا جرم بن گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے چھوٹے بھائی کی جان لینے کے لیے تیار ہو گئے جو نبی کا بیٹا تھا اور اپنا دفاع نہیں کر سکتا تھا۔**(2)** سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنے اور اپنے والد کے درمیان سے ہٹانے کے لیے تدبیر کی،ان کے خیال میں جدا کرنے کی یہی تراکیب تھیں یا تو قتل کر دو یا اس زمین سے لے جا کر کہیں دور پھینک آؤ۔**(3)** ﴿اَوِ اطْرَحُوْهُ﴾ ''اسے کسی زمین میں پھینک دو'' یعنی دور کی زمین میں پھینک دو جہاں وہ اپنے باپ کو نظر نہ آ سکے۔**(4)** ﴿يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ﴾ ''تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی'' اگر آپ نے یوسف کو راستے سے ہٹا دیا تو تمہارے والد کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی۔**(5)** اس وقت تو اسے تمہاری محبت کے لیے وقت نہیں یوسف علیہ السلام میں مشغول ہے۔یوسف علیہ السلام کے درمیان سے نکل جانے کے بعد تمہارے باپ کی محبت خالص تمہارے لیے ہو جائے گی۔

سوال2: ﴿وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ﴾ ''اور اس کے بعد تم نیک بن جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اور اس کے بعد تم بن جانا'' اور اس قتل کے بعد یا جلا وطنی کے بعد۔**(2)** ﴿قَوْمًا صٰلِحِيْنَ﴾ ''نیک'' یعنی اس قتل کے گناہ کے بعد توبہ کر لینا،اپنی اصلاح کر لینا۔اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔**(3)** تم اپنے دینی امور اور اپنے باپ کی اطاعت میں نیک بن جانا یا اپنے دنیاوی امور میں اصلاح کر لینا جنہوں نے تمہیں مشغول رکھا اور وہ یوسف علیہ السلام سے حسد ہے جس نے تمہارے خیالات کو پراگندہ رکھا۔اپنے ان گناہوں سے توبہ کر لینا۔(فتح القدیر)**(4)** یہ گناہ سے پہلے توبہ کا عزم ہے۔ایسے عزم سے گناہ آسان ہو جاتے ہیں،ایسے ارادے گناہ پر آمادہ کرنے کے لیے ایک دوسرے میں حوصلہ پیدا کرتے ہیں۔**(5)** ''یہ کام کرنے کے بعد نیک بن جانا'' یہ مشورہ شیطان نے دیا تھا۔شیطان نے یہ مشورہ اس وقت دیا تھا جب کینے کی آگ بھڑک اٹھی تھی عین اس موقعے پر اس نے کہا قتل کر دو اس کے بعد توبہ کر کے نیک بن جانا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَ اَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَةِ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ (10) ﴾

''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''یوسف کوقتل نہ کرواور اگرتم کرنے ہی والے ہوتو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو۔کوئی قافلہ اسے اٹھالے جائے گا۔''(10)

سوال1: ﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَ اَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَةِ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ﴾ ''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''یوسف کوقتل نہ کرواور اگرتم کرنے ہی والے ہوتو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو۔کوئی قافلہ اسے اٹھالے جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ ﴾ ''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ روبیل تھا جوسب سے بڑا تھااور سیدنا یوسف علیہ السلام کی خالہ کا بیٹا تھا۔(جامع البیان:164,165)**(2)** سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے کسی نے کہا جنہوں نے قتل یا جلاوطنی کا ارادہ کیا تھا۔**(3)** ﴿ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ ﴾ ''یوسف کوقتل نہ کرو'' کیونکہ قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے یعنی محض حسد کی وجہ سے جو دشمنی ہوگئی اس کی وجہ سے ناحق قتل کرنا کتنا بڑا گناہ ہےاور خاص طور پر اپنے بھائی کوقتل کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔جہاں تک یوسف علیہ السلام کو باپ کی نظروں سے دور کرنے کا تعلق ہے وہ قتل کے بغیر بھی حاصل ہوجائے گا۔اس نے مشورہ دیا۔**(4)** ﴿ وَ اَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ ﴾ ''تو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو''اور بالآخر یہ بات طے بھی ہوگئی کہ یوسف علیہ السلام کوکسی بے آباد کنوئیں میں ڈال دیا جائے اور یوسف علیہ السلام کودھمکایا جائے کہ اس واقعہ سے کسی کوآگاہ نہ کرے۔**(5)** ﴿ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَةِ ﴾ ''کوئی قافلہ اسے اٹھالے جائے گا'' تاکہ اگرکوئی قافلہ وہاں سے گزرے تو وہ یوسف علیہ السلام کوساتھ لے جائے۔اس سے قتل جیسے جرم سے بھی بچ جائیں گےاور مقصد بھی پورا ہوجائے گا۔**(6)** اس پورے معاملے میں سب سے اچھی رائے یہی تھی۔حقیقت تو یہ ہے کہ اگروہ قتل پر اتفاق بھی کرلیتے تو سیدنا یوسف علیہ السلام کوقتل کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کونبوت کے ساتھ مصر کی حکومت بھی عطا کی جائےاور انہیں علم تعبیر بھی دیا جائے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بڑے بھائی نے یوسف علیہ السلام کوقتل نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔**(7)** اس قول کا قائل جناب یوسف علیہ السلام کے بارے میں سب سے اچھی رائے رکھنے والا اس پورے قصے میں سب سے زیادہ نیک اورتقویٰ پر مبنی رویے کا حامل تھا کیونکہ کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے کم تر ہوتی ہیں اور کم نقصان سے بڑے نقصان کودور کیا جاسکتا ہے۔

﴿ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مَا لَکَ لَا تَاۡمَنَّا عَلٰی یُوۡسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوۡنَ (11) ﴾

''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! آپ کوکیا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟ حالانکہ بلاشبہ ہم یقیناً اس کے خیرخواہ ہیں۔''(11)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال: ﴿قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟ حالانکہ بلاشبہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوْا﴾ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا۔**(2)** ﴿یٰۤاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ﴾ ''اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟'' یعنی آپ یوسف کے معاملے میں ہمیں امین کیوں نہیں سمجھتے کہ اسے ہمارے ساتھ صحرا میں جانے کے لیے چھوڑ دیں؟ کیا بھائیوں سے بڑھ کر بھی کوئی خیر خواہ ہوسکتا ہے؟ **(3)** کون سی چیز ہے جو یوسف کے معاملے میں آپ کو ہم سے خوف زدہ کر رہی ہے؟ **(4)** ﴿وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں'' یعنی ہم اس کے لیے بھی وہی کچھ چاہتے ہیں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ **(5)** سیدنا یعقوب علیہ السلام سیدنا یوسف علیہ السلام کو جنگل میں جانے نہیں دیتے تھے اس بات پر ان کے بھائیوں کا قول دلیل ہے۔

﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(12)﴾

''کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم ضرور ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''(12)

سوال 1: ﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم ضرور ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا﴾ ''کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے'' کل یوسف کو ہمارے ساتھ سیر و تفریح کے لیے بھیج دیجئے۔ **(2)** ﴿یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ﴾ ''وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے'' یعنی ہمارے ساتھ خوب کھائے پیئے اور کھیلے کودے تاکہ اس کی وحشت دور ہو جائے۔ **(3)** ﴿وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''ہم ضرور ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' یعنی ہر مصیبت سے جو اسے پہنچے گی ہم حفاظت کرنے والے ہیں۔ (تفسیر مراغی) **(4)** یعنی ہم اس کا دھیان رکھیں گے اور اسے جو چیزیں تکلیف پہنچا سکتی ہیں ان سے بچائیں گے۔

سوال 2: کھیل کود کے بارے میں اسلام کا کیا مؤقف ہے؟

جواب: کھیل اور تفریح انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ جائز کھیل اور تفریح پر کوئی پابندی نہیں۔ ایسے کھیل اور تفریح جائز ہیں جس میں کسی قسم کی قباحت نہ ہو اور جو حرام تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بنیں۔

﴿قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ(13)﴾

''اس نے کہا: ''یقیناً مجھے غم زدہ کرتی ہے یہ بات کہ تم اس کو لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو۔''(13)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال: ﴿قَالَ اِنِّیۡ لَیَحۡزُنُنِیۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنۡ یَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَ اَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ﴾ ''اس نے کہا: ''یقیناً مجھے غم زدہ کرتی ہے یہ بات کہ تم اس کو لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ یعقوب علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے کہا۔(2)﴿اِنِّیۡ لَیَحۡزُنُنِیۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ﴾ ''یقیناً مجھے غم زدہ کرتی ہے یہ بات کہ تم اس کو لے جاؤ'' یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی کیونکہ وہ ان میں مستقبل میں ملنے والی نبوت کے آثار دیکھ رہے تھے اور یوسف علیہ السلام کی صورت اور سیرت کا حسن محبت کا موجب تھا۔اس لیے انہوں نے بھائیوں کے اصرار پر کہا: تم جانتے ہو مجھے یوسف سے کیسی محبت ہے؟ میں اس کی جدائی کیسے برداشت کروں گا؟ اس کی جدائی کا احساس مجھے غم میں مبتلا کرتا ہے، یوسف کو کیسے تمہارے ساتھ بھیج دوں ؟ مجھے اس کی جدائی کا غم تمہارے ساتھ بھیجنے سے روکتا ہے اور دوسرے ۔(3)﴿وَ اَخَافُ اَنۡ یَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَ اَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ﴾ ''اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو'' یعنی تمہاری غفلت کی وجہ سے مجھے خوف آتا ہے کیونکہ یوسف چھوٹا ہے ابھی اپنی حفاظت نہیں کرسکتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم یوسف کو سامان کے پاس چھوڑ کر شکار کرنے چلے جاؤ اور کوئی بھیڑیا میرے بیٹے کو کھا جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

﴿قَالُوۡا لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ(14)﴾

''انہوں نے کہا: ''اگر واقعی اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں تب تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔''(14)

سوال: ﴿قَالُوۡا لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اگر واقعی اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں تب تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوۡا لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اگر واقعی اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد کو جواب دیا کہ ہم بھائیوں کا تو پورا جتھہ ہیں اور ہم یوسف علیہ السلام کی حفاظت بھی کرنا چاہتے ہیں پھر آپ کیوں خوف زدہ ہیں؟ یوں انہوں نے دوسرے اندیشے کا علاج کیا جو بیٹے کو بھیجنے کے راستے کی رکاوٹ تھا۔(2)﴿اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ﴾ ''ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے'' یعنی اگر ہماری موجودگی میں بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو چھین کر لے جائے پھر تو ہم میں کوئی چیز نہیں جس سے کوئی امید رکھی جاسکے، ہم تو بالکل گئے گزرے لوگ ہیں۔

﴿فَلَمَّا ذَهَبُوۡا بِهٖ وَ اَجۡمَعُوۡۤا اَنۡ یَّجۡعَلُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ ۚ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمۡ بِاَمۡرِهِمۡ هٰذَا وَ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ(15)﴾

''پھر جب وہ اسے لے گئے اور انہوں نے طے کرلیا کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ تم ان کو ضرور ان کے اس کام کی خبر دو گے اس حال میں کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے۔''(15)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ ''پھر جب وہ اسے لے گئے اورانہوں نے طے کرلیا کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے پوری تفصیل کے ساتھ ان اسباب کا ذکر کیا جو سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے لیے سیدنا یعقوب علیہ السلام کے دل میں جگہ بنا سکتے تھے پھر ساتھ ہی ان کے اندیشوں کو دور کرنے کے لیے دلائل دیے تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان کی باتوں میں آ کر سیدنا یوسف علیہ السلام کو تفریح کے لیے بھیج دیا۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو دعائیں دے کر رخصت کیا ۔**(2)** بھائی یوسف علیہ السلام کو لے کر جنگل کی طرف چلے گئے ۔ان کے دل باپ کی نگاہوں سے دور ہوتے ہی پتھر ہو گئے ۔انہوں نے جنگل میں جا کر اندھے کنوئیں میں پھینکنے کا ارادہ کرلیا۔اب ان کی پوزیشن واضح تھی وہ عمل کرنے پر قدرت رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے فیصلے پر عمل کیا اور یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں کنوئیں میں پھینک دیا اور جب وہ کنوئیں میں پہنچ گئے تو رسی کاٹ دی، وہ پانی میں گرے ۔انہوں نے غوطہ کھایا اور چٹان پر کھڑے ہو گئے ۔**(3)** یہ بھائی بھول گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس جہان میں کسی کو اختیار حاصل نہیں ۔وہ الفاظ سے اپنے آپ کو خیر خواہ ثابت کر رہے تھے، حالانکہ خیر خواہی عمل سے ہوتی ہے ۔ان کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے خالی تھے ۔وہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کو جو ان کا بھائی تھا، ان کے باپ کا جگر گوشہ تھا اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باپ سے جدا کرنے کے لیے ہر تدبیر عمل میں لا رہے تھے ۔ان کے دلوں میں کینے کی آگ دہک رہی تھی ۔

سوال 2: ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ تم ان کو ضرور ان کے اس کام کی خبر دو گے اس حال میں کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ﴾ ''اور ہم نے اس کی طرف وحی کی'' اللہ رب العزت نے یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی جب کہ وہ انتہائی خوف کی حالت میں تھے کہ غم نہ کرو یہ وقت گزر جائے گا ۔**(2)** ﴿لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''کہ تم ان کو ضرور ان کے اس کام کی خبر دو گے اس حال میں کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے'' یعنی وہ وقت آنے والا ہے جب آپ اپنے بھائیوں کو اس معاملے کے بارے میں آگاہ کریں گے جب کہ وہ بے خبر ہوں گے ۔**(3)** اس میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے خوش خبری تھی کہ وہ مصیبت سے نجات پا جائیں گے اور اللہ رب العزت انہیں اور ان کے گھر والوں کو اکٹھا کرے گا جب کہ آپ عزت اور اقتدار کے مقام پر ہوں گے ۔

﴿وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ(16)﴾

''اور وہ رات کو اپنے باپ کے پاس آئے کہ وہ رو رہے تھے ۔''(16)

سوال: ﴿وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ﴾ ''اور وہ رات کو اپنے باپ کے پاس آئے کہ وہ رو رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: برادران یوسف معمول کے وقت سے تاخیر کرکے، روتے دھوتے آئے تاکہ انہیں سچا سمجھا جائے۔اپنے بھائی پر ظلم کرکے، باپ کے دل کو چھلنی کرنے کے لیے رو رو کر اپنی داستان سنانے لگے۔

﴿قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ(17)﴾

انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! بے شک ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سو اس کو بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہرگز ہمارا یقین کرنے والے نہیں خواہ ہم سچے ہوں۔''(17)

سوال1: ﴿قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! بے شک ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سو اس کو بھیڑیا کھا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوْا﴾ انہوں نے جھوٹا عذر بیان کرتے ہوئے کہا۔**(2)** ﴿یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ﴾ ہم مقابلہ کرنے لگ گئے تھے، بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔**(3)** ﴿وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ﴾ ''اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سو اس کو بھیڑیا کھا گیا'' اور ہم نے یوسف علیہ السلام کے آرام اور سامان کی حفاظت کے لیے یوسف علیہ السلام کو سامان کے پاس چھوڑ دیا۔**(4)** ﴿فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ﴾ ''سو اس کو بھیڑیا کھا گیا'' اللہ تعالیٰ کی تقدیر کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا، جس کا ہمیں بہت دکھ ہے۔

سوال2: ﴿وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ﴾ ''اور آپ ہرگز ہمارا یقین کرنے والے نہیں خواہ ہم سچے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا﴾ ''اور آپ ہرگز ہمارا یقین کرنے والے نہیں خواہ ہم سچے ہوں'' یعنی تو ہماری بات کو سچ ماننے والا نہیں۔ (بخاری: کتاب التفسیر)**(2)** بیٹوں نے باپ سے کہا: آپ کا دل غم گین ہے اس لیے آپ ہماری بات نہیں مانیں گے۔**(3)** یعنی معاملے کی نزاکت ایسی ہے کہ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔آپ نے ہمارے جاتے وقت جو اندیشہ ظاہر فرمایا تھا سوء اتفاق سے وہی بات سامنے آئی۔ اب ہم لاکھ قسمیں کھائیں، لاکھ سر پٹخیں مگر آپ ہمیں جھوٹا ہی مانیں گے۔دراصل واقعہ کا انوکھا پن بھی ہمیں حیران کیے ہوئے ہے کہ آخر یہ کیا ہو گیا، ہمیں تو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا، یہ تو تھیں زبانی لن ترانیاں۔ (مختصر ابن کثیر:870/1)**(4)** آپ ہماری باتوں کا یقین نہیں کریں گے کہ آپ کی نظروں میں ہم مشکوک ہیں۔

﴿وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ(18)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور وہ یوسف کے قمیض پر جھوٹا خون لگا لائے، باپ نے کہا: '' بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک کام مزین کر دیا ہے، سو (میرا کام) اچھا صبر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس پر مدد مانگی جا سکتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''(18)

سوال 1: ﴿وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ﴾ ''اور وہ یوسف کے قمیض پر جھوٹا خون لگا لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) برادران یوسف نے اپنے عذر کو ثابت کرنے کے لیے ایک بکری کے بچے کے خون سے یوسف علیہ السلام کا قمیص بھر دیا تھا کہ یقین آجائے کہ اسے واقعی بھیڑیا کھا گیا ہے۔**(2)** سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اگر بھیڑیا کھاتا تو قمیص پھٹی ہوتی۔ (جامع البیان:175) برادران یوسف قمیص پھاڑنا بھول گئے تھے۔ عجیب معاملہ تھا کہ قمیص خون سے بھری ہوئی صحیح سلامت تھی۔ گویا بھیڑیے نے اسے آرام سے اتارا اور پھر پھاڑ کھایا۔

سوال 2: ﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ ''باپ نے کہا: '' بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک کام مزین کر دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب :(1) ﴿سَوَّلَتْ﴾ کا معنی تمہارے دلوں نے ایک من گھڑت بات کو اپنے لیے اچھا سمجھ لیا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) **(2)** یعنی تمہارے دلوں نے ایک بڑے کام کو تمہارے لیے مزین اور آسان کر دیا کہ تم نے اس کا ارتکاب کر لیا۔ (الاساس فی التفسیر :2638/1) **(3)** سیدنا یعقوب علیہ السلام پر حقیقت کھل چکی تھی اس لیے انہوں نے کہا: تمہارے نفس نے میرے اور یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے ایک برے کام کو تمہارے سامنے مزین کر دیا کیونکہ قرائن و احوال اور یوسف علیہ السلام کا خواب یعقوب علیہ السلام کے اس قول پر دلالت کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی:1244/2)

سوال 3: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ﴾ ''اچھا صبر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس پر مدد مانگی جا سکتی ہے جو تم بیان کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ﴾ ''اچھا صبر ہے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اس آزمائش میں صبر جمیل پر قائم رہوں گا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکوہ لوگوں کے سامنے نہیں کروں گا۔ **(2)** مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: جمیل صبر وہی ہوتا ہے جس میں کسی طرح کی شکایت نہ ہو۔ **(3)** عبدالرزاق نے امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ تین باتیں صبر میں سے ہیں یعنی صبر جمیل میں تین باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ **(ا)** کسی سے شکوہ نہ کیا جائے۔ **(ب)** مصیبت کسی پر ظاہر نہ کی جائے۔ **(ج)** خود کو بے گناہ نہ سمجھا جائے۔ (جامع البیان:175) **(4)** اس کی تفسیر میں امام بخاری افک والی حدیث لائے ہیں جس میں ہے کہ اللہ کی قسم میری اور تمہاری مثال یوسف علیہ السلام کے والد کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا کہ اب تو صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان لن ترانیوں پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کی درخواست ہے۔ (مختصر ابن کثیر:871،870/1) **(5)** ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس پر مدد مانگی جا سکتی ہے جو تم بیان کرتے ہو''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یعنی جو جھوٹ تم بولتے ہو اس پر میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا اور اس سے مدد چاہی جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے اس یقین کے ساتھ انہوں نے اپنی قوت اور اختیار پر بھروسہ نہیں کیا اور اپنے رب کے سامنے اپنے صدمے کی شکایت رکھی۔ ﴿قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''یعقوب نے کہا: میں اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں۔'' (یوسف:86) اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہے۔ (6) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن لوگوں سے مل کر رہتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے (انتقام نہیں لیتا نہ ان کی شکایت میں زبان کھولتا ہے) اس کو زیادہ ثواب ہے اس مومن سے جو لوگوں سے نہیں ملتا نہ ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ:4032) (7) سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے۔) (صحیح مسلم :7500)

﴿وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ(19)﴾

''اور ایک راہ چلتا قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا، چنانچہ اس نے اپنا ڈول لٹکایا تو کہا: ''مبارک ہو! یہ ایک لڑکا ہے'' اور انہوں نے تجارت کا مال بنا کر اسے چھپا رکھا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس کو جو وہ کر رہے تھے۔'' (19)

سوال: ﴿وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ایک راہ چلتا قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا، چنانچہ اس نے اپنا ڈول لٹکایا تو کہا: ''مبارک ہو! یہ ایک لڑکا ہے'' اور انہوں نے تجارت کا مال بنا کر اسے چھپا رکھا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس کو جو وہ کر رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ﴾ ''اور ایک راہ چلتا قافلہ آیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کی کنعان سے روانگی کے لیے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق خفیہ تدبیر عمل میں آئی۔ بھائیوں نے کنوئیں کی تاریکی میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تو تین دن بعد ایک قافلہ ادھر سے گزرا۔ (2) ایک تجارتی قافلہ جو مدین سے مصر جا رہا تھا اس کا گزر کنوئیں کے پاس سے ہوا۔ (3) ﴿فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ﴾ ''تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا'' قافلے والوں کو پانی کی ضرورت پڑی تو پانی کی تلاش کے لیے ہراول سقے کو بھیجا۔ (4) ﴿فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ﴾ ''اس نے اپنا ڈول لٹکایا'' یعنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پانی تلاش کرنے والے سقے نے ڈول لٹکایا تو یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈول کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور ڈول کے ساتھ باہر آجاتے ہیں۔(5)﴿قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ﴾ ''تو کہا: ''مبارک ہو! یہ ایک لڑکا ہے'' سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مارے خوشی کے ہر اول سقہ چیخ پڑا کہ یہ تو قیمتی غلام ہے۔(6)﴿وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً﴾ ''اور انہوں نے تجارت کا مال بنا کر اسے چھپا رکھا'' پھر یوسف علیہ السلام کو قیمتی مال تجارت کی طرح چھپا دیا اور دوسرے لوگوں پر بھی ظاہر نہ کیا۔انہیں یہی کہا کہ قریب رہنے والوں سے خریدا ہے۔(7)یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی قریب ہی تھے انہوں نے ظاہر کیا کہ یوسف علیہ السلام ان کا بھاگا ہوا غلام ہے۔اس طرح قافلے والوں نے غلام یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے معمولی قیمت پر خرید لیا۔(8)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس کو جو وہ کر رہے تھے'' اللہ تعالیٰ نے اس میں شدید دھمکی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے جو کچھ انہوں نے کیا۔

﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ(20)﴾

''اور انہوں نے تھوڑی سی قیمت پر چند گنے ہوئے درہموں میں اسے بیچ دیا اور وہ اس سے رغبت نہ رکھنے والوں میں سے تھے۔''(20)

سوال: ﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے تھوڑی سی قیمت پر چند گنے ہوئے درہموں میں اسے بیچ دیا اور وہ اس سے رغبت نہ رکھنے والوں میں سے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ﴾ ''اور انہوں نے تھوڑی سی قیمت پر اسے بیچ دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام بک گئے اور بہت ہی معمولی قیمت میں۔(2)﴿دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ﴾ ''چند گنے ہوئے درہموں میں، اور وہ اس سے رغبت نہ رکھنے والوں میں سے تھے'' چند درہموں کے عوض کیونکہ ان کا مقصد یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کرنا تھا۔اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اسے غائب کر دیں۔ دراصل ان کا مقصد یوسف علیہ السلام کی قیمت حاصل کرنا نہیں تھا۔اس لیے وہ اس لین دین سے بھی بے زار ہو رہے تھے۔

رکوع نمبر:13

﴿ وَ قَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۪ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ(21) ﴾

''اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''اس کی رہائش باعزت رکھو، امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔'' اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ دی، اور تاکہ ہم اسے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھائیں اور اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''(21)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ ''اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''اس کی رہائش باعزت رکھو، امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ﴾ ''اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا'' قافلہ جب مصر پہنچا تو انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا۔عزیز مصر نے انہیں خرید لیا۔(2) اللہ تعالیٰ کے الطاف بے پایاں کا ذکر ہے کہ اس نے خریدار یوسف علیہ السلام کے دل میں آپ علیہ السلام کی محبت پیدا کر دی۔اس نے آپ علیہ السلام کی درخشاں پیشانی سے انوار سعادت جھلکتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ کوئی بڑا آدمی بننے والا ہے اور ہمارے حق میں یہ انتہائی بابرکت ثابت ہوگا۔خریدار یوسف علیہ السلام عزیز مصر وزیر خزانہ تھا۔(مختصر ابن کثیر :872/1)(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین شخص نہایت دور اندیش گزرے ہیں۔**(الف)** عزیز مصر جو سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ غلام برکت والا ثابت ہوگا۔**(ب)** سیدنا شعیب علیہ السلام کی صاحب زادی جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی تأثر لیا تھا کہ آپ علیہ السلام طاقت ور اور امانت دار ہیں اور باپ سے سفارش کی کہ آپ انہیں ملازم رکھ لیجیے۔آپ کو ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے۔**(ج)** صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو مرض الموت میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر گئے۔(4) عزیز مصر نے اپنی بیوی سے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے کہا۔(5) ﴿اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ ''اس کی رہائش باعزت رکھو، امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں'' ﴿اَكْرِمِیْ﴾ اکرام کرو ﴿مَثْوٰىهُ﴾ ٹھہرنے کی جگہ ﴿اَكْرِمِیْ﴾ سے مراد ان کی ذات کا اکرام ہے۔اور ﴿اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ﴾ سے مراد اس کے قیام کا اکرام کرو۔(6) ﴿عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ ''امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں''یعنی یا تو ہم غلام جیسا فائدہ اٹھائیں گے کہ خدمت لیں گے یا بیٹا بنالیں گے اور نفع اٹھائیں گے۔اس نے یہ بات اس لیے کہی کہ شاید اس کے یہاں اولاد نہ تھی۔

سوال 2: ﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ﴾ ''اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ دی'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے قدم مصر کی سرزمین میں کیسے جمائے گئے؟

جواب:(1) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی سازش کی وجہ سے وہ اندھے کنوئیں میں ڈالے گئے۔پھر انہیں مصر لا کر فروخت کیا گیا اور وہ عزیز مصر کے یہاں پہنچے۔(2) سیدنا یوسف علیہ السلام کے خریدار کے دل اور ان کے خاندان میں ان کے لیے جگہ بنائی گئی۔(3) سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے معاملہ فہمی کے مواقع فراہم کیے گئے۔(4) یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے کنویں میں ڈلوا کر اور عزیز مصر کے دل میں ان کی جگہ بنا کر اللہ تعالیٰ نے مصر کے اقتدار کا راستہ آسان کر دیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: ﴿وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ ''اورتا کہ ہم اسے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اورتا کہ ہم اسے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھائیں'' سے مراد ہے ہر معاملے میں صحیح فیصلہ کرنے کی تعلیم۔(2) واقعات سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی تعلیم۔(3) خوابوں کی تعبیر کی تعلیم۔(4) زندگی کے معاملات کو سکھانے کی تعلیم۔(5) یعنی انہیں کوئی شغل اور کوئی ہم وغم لاحق نہ رہا سوائے حصول علم کے اور یہ چیز ان کے لیے علم الاحکام اور علم التعبیر وغیرہ کے حصول کا باعث بن گئی۔(تفسیر سعدی:2/1246)

سوال4: ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اوراللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ کوئی نہیں ٹال سکتا۔اس کا حکم سب پر نافذ ہے۔کوئی اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آسکتا۔وہ سب پر غالب ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ﴾ یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے۔(یٰس:82)

سوال5: ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' اکثر لوگ کس حقیقت سے ناواقف ہیں؟

جواب:(1) اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا کام کرکے رہتا ہے۔(2) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس کائنات کے سارے کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔(3) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ لوگوں کے چاہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔(4) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو سارے معاملات پر کنٹرول حاصل ہے اور اس کے منصوبے کامیاب ہوکر رہتے ہیں۔(5) اکثر لوگ اس کی تخلیق کی حکمت، اس کے لطف اور اس بات کو نہیں جانتے کہ جو وہ ارادہ کرتا ہے وہ کرلیتا ہے۔(الاساس فی التفسیر)(6) ابن عطیہ نے کہا: اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے کہ جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ارادہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا اور وہ نہ ہوتا اگر اللہ تعالیٰ کا اردہ اور اس کی تدبیر نہ ہوتی۔زمخشری نے کہا: وہ لوگ نہیں جانتے کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔(البحر المحیط)(7) اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غیب کے بارے میں نہیں جانتے کہ اس میں کیسے عظیم راز اور نفع مند حکم پوشیدہ ہیں۔(فتح القدیر)(8) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ اسی وجہ سے ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام قدریہ کے مقابلے میں افعال سرزد ہوتے ہیں حالانکہ وہ انتہائی عاجز اور انتہائی کمزور ہیں، کوئی مقابلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آسکتا۔(9) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علم کی مدح اور جہالت کی مذمت کی ہے۔جہاں تک پہلے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے احسان کے مقام پر علم کا ذکر کیا جیسا کہ اس نے فرمایا:﴿وَلِنُعَلِّمَهٗ﴾ ''اورتا کہ ہم اسے سکھائیں'' اور جہاں تک دوسرے کا تعلق ہے تو فرمایا:﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' اور علم اسی کی طرف سے ہے جس کو وہ نہیں جانتے (یہ مذمت ہے) اور علم دو طرح کا ہے: علم شریعت اور علم حقیقت اور ہر ایک کی اپنے مقام پر فضیلت ہے۔رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسول کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: العلم باللہ: اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرنا۔آپ ﷺ سے پوچھا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گیا: کون سے اعمال مرتبے کو بڑھاتے ہیں؟ فرمایا: العلم باللّٰہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرنا۔ کہا گیا ہم آپ ﷺ سے عمل کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور آپ ﷺ علم کے بارے میں جواب دیتے ہیں تو فرمایا: 'ان قلیل العمل ینفع مع العلم وان کثیر العمل لا ینفع مع الجهل ' بے شک تھوڑا عمل علم کے ساتھ نفع دیتا ہے اور کثیر عمل جہالت کے ساتھ نفع نہیں دیتا۔ (روح البیان)

﴿ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًاؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ(22) ﴾

''اور جب وہ پختہ عمری کو پہنچا، ہم نے اسے بڑی قوت فیصلہ اور بڑا علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔''(22)

سوال1: ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا﴾ ''اور جب وہ پختہ عمری کو پہنچا، ہم نے اسے بڑی قوت فیصلہ اور بڑا علم عطا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ﴾ ''اور جب وہ پختہ عمری کو پہنچا'' یعنی جب آپ کی عقل مکمل ہوئی اور آپ کی نشو ونما تکمیل تک پہنچ گئی تو ہم نے آپ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔ (مختصر ابن کثیر:870/1) **(2)** تکمیل عقل کی مدت سے یہاں 40 سال مراد ہیں۔ **(3)** یعنی جب جناب یوسف علیہ السلام کے قوائے حسیہ اور قوائے احمویہ اپنے درجہ کمال کو پہنچ گئے اور ان میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی کہ وہ نبوت اور رسالت کا بھاری بوجھ اٹھا سکیں۔ **(4)** ﴿اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا﴾ ''ہم نے اسے بڑی قوت فیصلہ اور بڑا علم عطا کیا'' حکم اور علم عطا کرنے سے مراد **(الف)** نبوت یا اس سے پہلے کی دانش مندی ہے۔ **(ب)** ہر معاملہ میں صحیح فیصلے کرنے کی قوت ہے۔ **(ج)** واقعات کے نتائج کو معلوم کرنا ہے۔ **(د)** زندگی کے معاملات کو اچھی طرح سلجھانا ہے۔ **(5)** یعنی انہیں فہم اور علم عطا فرمایا اور علم سے مراد دین کا علم ہے۔ یعنی ہم نے ان کو نبی، رسول اور عالم ربانی بنایا۔ (تفسیر سعدی:1246/2) **(6)** علم سے مراد دین کی سمجھ ہے۔ (البحر المحیط) **(7)** علم سے مراد عمل کرنے کی حکمت ہے۔

سوال2: ﴿وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی جو پوری کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اخلاص کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں، اس احسان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نفع مند علم عطا فرماتے ہیں۔ **(2)** سیدنا یوسف علیہ السلام اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ اس آیت سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ یوسف علیہ السلام احسان کے مرتبے پر فائز تھے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت، علم کثیر اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ الحمدللہ

سوال3: کیا احسان یعنی حسن عمل کی جزا دنیا میں بھی ملا کرتی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) اللہ تعالیٰ حسن عمل یعنی پوری کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اخلاص سے عبادت کرنے اور مخلوق کو نفع پہنچانے والوں کو علم نافع عطا کرتے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ حسن عمل کی جزا دنیا میں بھی دیتے ہیں۔**(الف)** جیسے رشتہ داروں کے معاملے میں حسن عمل یعنی صلہ رحمی کرنے والے کی عمر اور رزق میں برکت دی جاتی ہے۔**(ب)** حسن عمل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کسی کے فہم میں اضافہ فرماتے ہیں۔**(ج)** حسن عمل کے نتیجے میں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اقتدار عطا فرماتے ہیں۔(4) رب العزت نے فرمایا:﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ ''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔''(الرحمٰن:60)

﴿ وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ(23) ﴾

''اور جس عورت کے گھر میں وہ تھا اس نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکایا اور اس نے تمام دروازے خوب بند کر دیے اور بولی: ''جلدی آؤ!'' یوسف نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ! بلاشبہ میرے مالک نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا، یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے۔''(23)

سوال 1:﴿ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ﴾ ''اور جس عورت کے گھر میں وہ تھا اس نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکایا اور اس نے تمام دروازے خوب بند کر دیے اور بولی: ''جلدی آؤ!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ﴾ ''اور جس عورت کے گھر میں وہ تھا اس نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکایا'' یعنی یوسف علیہ السلام جس عورت کے غلام تھے وہ ان پر فریفتہ ہوگئی۔اس کے شوہر نے اسے تاکید کی تھی کہ یوسف علیہ السلام کو عزت واحترام سے رکھے۔وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر لٹو ہوگئی۔(2) سیدنا یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر میں رہتے تھے جہاں اس مکروہ فعل کے غیر محسوس مواقع میسر تھے۔(3)**﴿ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ ﴾** ''اور اس نے تمام دروازے خوب بند کر دیے'' یعنی جب گھر میں اس کا شوہر نہیں تھا تو اس نے دروازے بند کر دیے تاکہ کسی کی آمد کا خطرہ ہی نہ رہے۔(4)**﴿ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ﴾** ''اور بولی: ''جلدی آؤ!'' اب اس نے یوسف علیہ السلام کو بدکاری کی دعوت دی کہ میرے پاس آؤ اور یہ برا کام انجام دو۔(5) سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے یہ آزمائش بھائیوں کی طرف سے پیش آنے والی آزمائش سے بڑی تھی۔سیدنا یوسف علیہ السلام پردیسی اور غلام تھے اور ایسا فرد غصے کا اظہار نہیں کرسکتا جیسا اپنے وطن میں اپنے لوگوں کے درمیان ایک آدمی اظہار کرتا ہے۔وہ عورت حسین تھی اور سیدنا یوسف علیہ السلام جوان اور غیر شادی شدہ تھے۔پھر وہ عورت دھمکیاں دے رہی تھی کہ اگر میری خواہش پوری نہ کی تو قید خانے میں بھجوا دے گی۔(6) سیدنا یوسف علیہ السلام اس فعل پر ہر طرح سے قدرت رکھنے کے باوجود اس سے رکے رہے۔انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو ان سارے اسباب پر ترجیح دی۔جب بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تھا تو وہ صبر ایسی حالت میں تھا جب کہ وہ مجبور تھے اور یہ صبر اختیاری تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اس فعل کو چھوڑ دیا۔انہوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے نفس کے ارادے کو جو کہ برائی کا حکم دیتا ہے چھوڑ دیا تو انہیں اپنے رب کی برہان نظر آئی۔(7) سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو علم، فہم اور ایمان عطا کیا تھا اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حرام ٹھہرائے ہوئے سے بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم، ایمان اور خشیت الٰہی ہی حق کی برہان تھی جس نے انہیں گناہ سے دور رکھا۔

سوال 2: ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۝۲۳﴾ ''یوسف نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ! بلاشبہ میرے مالک نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا، یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ﴾ ''یوسف نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ!'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس مکروہ فعل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لے لی۔ (2) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس فعل سے اس لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا ارتکاب کرنے والے سے ناراض ہو جاتا ہے اور اپنے سے دور کر دیتا ہے۔(3) ﴿اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ﴾ ''بلاشبہ میرے مالک نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس عورت کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہارا شوہر میرا سردار ہے۔ اس نے مجھے اچھا مقام دیا اور میں یہ کام کروں؟ یعنی یہ فعل تو میرے آقا کے حق میں خیانت ہے۔ جس نے مجھے عزت دی میں اس کی بیوی کے ساتھ یہ کام کر کے اس کے احسانات کا ایسا برا بدلہ دوں تو یہ بہت بڑا ظلم ہے۔(4) ﴿اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۝۲۳﴾ ''یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے'' یعنی خیانت کرنے والے ظالم ہیں اور ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔(5) سیدنا یوسف علیہ السلام نیتقویٰ کا راستہ اختیار کر کے اپنے آقا کے حق کی رعایت کی اور ظلم سے بچے۔

﴿وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ(24)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اس عورت نے اس کا ارادہ کیا اور یوسف بھی اس عورت کا ارادہ کر لیتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی، ایسا ہی ہوا تا کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹا دیں، یقیناً وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا۔''(24)

سوال 1: ﴿وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اس عورت نے اس کا ارادہ کیا اور یوسف بھی اس عورت کا ارادہ کر لیتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اس عورت نے اس کا ارادہ کیا'' اس عورت نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بدی کی سخت ترغیب دی۔(2) ﴿وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾ ''اور یوسف بھی اس عورت کا ارادہ کر لیتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی'' یہاں اس آیت میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کے لیے نیکی کے ارادے پر ہی ایک نیکی اور نیکی کرنے پر دس نیکیاں لکھ لی جائیں اور اگر برائی کا ارادہ کرنے کے بعد برائی ترک کر دے تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس پر بھی ایک نیکی لکھ لی جائے کیونکہ اس نے میری وجہ سے برائی چھوڑ دی ہے اور اگر برائی کر لے تو ایک ہی برائی لکھی جائے۔آپ اس کا ارادہ کر لیتے اگر رب کی نشانی نہ دیکھتے مگر چونکہ آپ نے رب کی نشانی دیکھ لی تھی اس لیے آپ نے ارادہ نہیں فرمایا۔(مختصر ابن کثیر:873/1)

(3)''اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے''برہان سے مراد دین کا علم،ایمان اور خشیت الٰہی ہے۔ایمان ہی وہ حق کی برہان تھا جو یوسف علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب کرواتا تھا۔(4)جیسا کہ ایک اور مقام پر رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝ ﴾اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے۔(بنی اسرائیل:74)(5)نبی ﷺ نے حدیث احسان میں فرمایا:اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس خشوع وخضوع اور خلوص کے ساتھ) کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نہ نصیب ہو کہ تم اسے دیکھتے ہو تو یہ خیال رہے کہ وہ تو ضرور تمہیں دیکھتا ہے۔(بخاری:50)اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور انسان کو احسان کے مقام پر فائز کرتا ہے۔مشاہدہ اور مراقبہ ہی حسن عبادت اور حسن عمل کا باعث بنتے ہیں۔

سوال 2:﴿ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ﴾''ایسا ہی ہوا تا کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹا دیں، یقیناً وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ﴾''ایسا ہی ہوا تا کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹا دیں''یعنی جس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس گناہ سے بچایا اسی طرح دیگر برائیوں سے بچانے میں بھی مدد کرتے رہے اور انہیں ہر طرح کی برائیوں سے روکتے رہے کیونکہ آپ ہمارے مخلص ومختار بندے تھے۔(مختصر ابن کثیر:873/1)(2)اللہ تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کو ایمان کی برہان سے نوازا جو ان کے قلب میں جاگزیں تھا، جو ان سے اوامر الٰہی کی اطاعت اور نواہی سے اجتناب کا تقاضا کرتا تھا۔اس پورے معاملے میں جامع بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیا تھا کیونکہ وہ ان بندوں میں سے تھے جو اپنی عبادت میں اخلاص سے کام لیتے ہیں،جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور اپنے لیے خالص کر لیا اور ان پر اپنی نعمتوں کی بارش کر دی اور تمام ناپسندیدہ امور کو ان سے دور کر دیا۔بنابریں وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق میں سے تھے۔(3)نبی ﷺ نے فرمایا:''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا،جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا:انصاف کرنے والا حکمران،تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اشک بار ہو جانے والا انسان،وہ آدمی جو مسجد سے نکلتا ہے تو واپسی تک اس کا دل وہیں اٹکا رہتا ہے،اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھنے والے دو دوست جو اسی بنیاد پر ملتے ہیں اور اسی حالت میں ایک دوسرے سے رخصت ہوتے ہیں،وہ آدمی جو صدقہ دیتا ہے تو اس قدر پوشیدہ رکھتا ہے کہ دائیں کے دیئے کا بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا،وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوانی گزارتا ہے اور وہ مرد جسے کسی صاحب حیثیت اور صاحب جمال عورت نے دعوت گناہ دی تو اس نے کہہ دیا:میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔''(بخاری:660،مسلم:1031)(4)نبی ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی دعا ہے:اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ ’’اے اللہ! تو ہم کو اپنا ایسا خوف عطا فرما جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔(ترمذی:528/5)(5)﴿اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ﴾ ’’یقیناً وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا‘‘ وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنے آپ کو خالص کرلیا۔(تفسیر کشاف)(6)رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ﴾ اس نے کہا:’’تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔سوائے تیرے ان بندوں کے جو خالص کر دیے گئے۔‘‘(ص:82,83)(7)﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ ذِکْرَی الدَّارِ وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ﴾ یقیناً ہم نے انہیں ایک خاص صفت کے ساتھ منتخب کیا تھا جو اصل گھر کی یاد ہے۔اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقیناً بہترین برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔(ص:46,47)

سوال3: عزیز مصر کی بیوی برائی اور بے حیائی سے کیوں نہ بچ پائی؟

جواب:(1) عزیز مصر کی بیوی نے اپنی فطرت کو مسخ کر ڈالا تھا۔**(2)** اللہ تعالیٰ سے بے خوفی کی وجہ سے اس کے اندر کا Alarming System کام نہیں کر رہا تھا۔**(3)** عزیز مصر کی بیوی کا اپنے رب سے تعلق نہیں تھا۔رب کی مدد سے وہ محروم ہوگئی اور برائی اور بے حیائی میں مبتلا ہوگئی۔

سوال4: کیا یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کا قصد کیا تھا؟

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام نے رب کی برہان دیکھ لی اس لیے ارادہ نہیں کیا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ انسان کو برائی اور بے حیائی سے کیسے دور رکھتے ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر فطری طور پر برائی اور بے حیائی کی شناخت رکھی ہے۔جسے یہاں ’’برھان‘‘ کہا گیا۔اسی کو فطری الہام کہتے ہیں۔**(2)** اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے توسط سے علم دین عطا فرمایا،ایمان کی حقیقت سمجھائی اور مسلسل تربیت سے تقویٰ کے ایسے مقام پر پہنچایا جس کی وجہ سے برائی اور بے حیائی سے بچنا ممکن ہو جاتا ہے۔**(3)** برائی اور بھلائی کی پہچان اور برائی کے موقع پر انسان کے اندر سے ایک کھٹک کا ابھرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان کے اندر بڑا مضبوط Alarming System ہے۔**(4)** جو لوگ برائی کی کھٹک پر چونک جاتے ہیں فطرت کی پکار یعنی اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں وہ اپنی فطرت کو زندہ رکھتے ہیں ان کے اندر یہ صلاحیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔**(5)** جو لوگ برائی کی کھٹک پر برائی چھوڑنا چاہتے ہیں،اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتے ہیں اور یوں برائی اور بے حیائی سے بچنا ممکن ہو جاتا ہے۔

﴿وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِیْصَہٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَھْلِکَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(25) ﴾

''اوردونوں دروازے کی طرف دوڑے اوراس نے یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑ دیا اوردونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کوموجود پایا،وہ بولی:'' کیا سزا ہے اس کی جس نے آپ کی گھر والی سے برائی کا ارادہ کیا؟ سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک سزا ہو۔''(25)

سوال1: ﴿ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ﴾ ''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اوراس نے یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑ دیا اوردونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کوموجود پایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ ﴾ ''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس عورت کے چنگل سے خود کو بچانے کے لیے دروازے کی طرف تیزی سے بھاگے تاکہ اس سے بچ کر نکل جائیں۔(2) ﴿ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ ﴾ ''اوراس نے یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑ دیا'' عزیز مصر کی بیوی سیدنا یوسف علیہ السلام کے پیچھے بھاگی اور پیچھے سے ان کی قمیص کو پکڑ لیا۔اس کے کھینچنے کی وجہ سے قمیص پھٹ گئی کیونکہ وہ ان کو واپس لے جانا چاہتی تھی۔(3) ﴿ وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ﴾ ''اوردونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کوموجود پایا'' سیدنا یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی بھاگتے ہوئے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے دروازے پر عزیز مصر کو پالیا۔اس کو یہ معاملہ سخت گراں گزرا۔

سوال2: ﴿ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''وہ بولی:'' کیا سزا ہے اس کی جس نے آپ کی گھر والی سے برائی کا ارادہ کیا؟ سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک سزا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا ﴾ ''وہ بولی:'' کیا سزا ہے اس کی جس نے آپ کی گھر والی سے برائی کا ارادہ کیا؟'' عزیز مصر کی بیوی نے ساری ذمہ داری سیدنا یوسف علیہ السلام پر ڈال دی اور جھوٹ گھڑ کر کہا کہ آپ کا غلام آپ کی بیوی کے ساتھ خیانت کرنا چاہتا تھا۔اس شخص کی کیا سزا ہے جس نے آپ کی بیوی سے برائی کی؟ وہ اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنا چاہتی تھی۔(2) ﴿ اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک سزا ہو'' یا تو اس کو یہ سزا دیں کہ جیل خانے میں بھیج دیں یا پھر قرار واقعی سزا دی جائے۔

سوال3: عزیز مصر کی بیوی نے خود ہی سزا بھی کیوں تجویز کر دی؟

جواب: اس عورت کو یہ ڈر تھا کہ کہیں قتل ہی نہ کر دیا جائے اس لیے ہلکی سزا تجویز کر دی۔

﴿ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الْكٰذِبِيْنَ(26)﴾

''اس (یوسف) نے کہا: ''اسی نے میرے نفس کے بارے میں مجھے بہکایا'' اور عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر یوسف کا قمیض آگے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے۔''(26)

سوال1: ﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ﴾ ''اس (یوسف) نے کہا: ''اسی نے میرے نفس کے بارے میں مجھے بہکایا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنی صفائی کے لیے کیا کہا؟

جواب:(1) سیدنا یوسف علیہ السلام نے عورت کے الزام سے خود کو بری ثابت کرنے کے لیے کہا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے یہی مجھے بہکانے کی کوشش کر رہی تھی۔**(2)** اس صورت حال میں دونوں کی صداقت کا احتمال تھا مگر یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ دونوں میں سے کون سچا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق اور صداقت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر فرمائی ہیں جو حق کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں جنہیں بسا اوقات بندے جانتے ہیں اور بسا اوقات نہیں جانتے۔ چنانچہ اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے سچے کی پہچان سے نوازا تا کہ اس کے نبی اور چنیدہ بندے جناب یوسف علیہ السلام کی برأت کا اظہار ہو۔(تفسیر سعدی:2/1249)

سوال2: سیدنا یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا فیصلہ کیسے ہوا؟

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام نے مجبوراً واقعہ بیان کیا تو عورت کے گھر والوں میں سے ایک شخص جو خاندان کا سمجھ دار شخص تھا اس نے فیصلہ کیا۔

سوال3: ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَآ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر یوسف کا قمیض آگے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا﴾ ''اور عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی'' اللہ تعالیٰ نے عورت کے گھر والوں میں سے ایک شاہد کو کھڑا کر دیا اور اس نے قرینے کی گواہی دی کہ جس کے پاس یہ قرینہ موجود ہوگا وہی سچا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1249)**(2)** یہ گواہ ایک شیر خوار بچہ تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حالت رضاعت میں چار بچوں نے باتیں کیں جن میں: **(الف)** شاہد یوسف بھی ہے۔**(ب)** مشاطہ بنت فرعون کا بیٹا۔**(ج)** وہ بچہ جس کو ابن جریج کہا گیا۔**(د)** سیدنا عیسیٰ ابن مریم۔(ابن جریر)**(3)** ﴿اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اگر یوسف کا قمیض آگے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے'' گواہ نے کہا کہ اگر قمیص آگے سے پھٹی ہو تو اس کا مطلب ہے مرد قصوروار ہے اور عورت دفاع کرنے والی ہے لہٰذا وہ سچی اور مرد جھوٹا ہے۔ اس نے اپنی مدافعت کی حالت میں آگے سے اس کا کرتہ پھاڑ ڈالا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَاِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ فَكَذَبَتۡ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ(27)﴾

''اور اگر اس کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے جھوٹ کہا اور وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔''(27)

سوال: ﴿وَاِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ فَكَذَبَتۡ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ﴾ ''اور اگر اس کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے جھوٹ کہا اور وہ سچے لوگوں میں سے ہے'' گواہ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی سچائی کے لیے کیا گواہی دی؟

جواب: گواہ نے کہا: اگر قمیض پیچھے سے پھٹی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام بھاگ رہے تھے اور یہ عورت پکڑ کر کھینچ رہی تھی لہٰذا عورت جھوٹی ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام سچے ہیں۔

﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيۡصَهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيۡدَكُنَّ عَظِيۡمٌ(27)﴾

''پھر جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو اس نے کہا: ''یقیناً یہ تم عورتوں کے فریب میں سے ہے، بلاشبہ تم عورتوں کا فریب بہت بڑا ہے۔''(28)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيۡصَهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيۡدَكُنَّ عَظِيۡمٌ﴾ ''پھر جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو اس نے کہا: ''یقیناً یہ تم عورتوں کے فریب میں سے ہے، بلاشبہ تم عورتوں کا فریب بہت بڑا ہے'' جب سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیض دیکھی گئی تو عزیز مصر فقط یہ کہہ کر کیوں رہ گیا کہ ان عورتوں کی چالیں بہت بڑی ہوتی ہیں؟

جواب:(1) قمیض کو دیکھ کر ثابت ہو گیا کہ عورت نے ورغلانے کی کوشش کی ہے لیکن عزیز مصر نے اس کو عورتوں کی چال قرار دے کر نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔**(2)** نظر انداز کرنے کا سبب ترقی یافتہ سوسائٹی کی خصوصیت ہے۔ اس میں جنسی سکینڈل نظر انداز کر دیے جاتے ہیں بلکہ ان کو چھپایا جاتا ہے۔**(3)** صدیوں پرانی سوسائٹی اور آج کی سوسائٹی میں یہ جہالت قدر مشترک ہے۔**(4)** یوسف علیہ السلام کی قمیض دیکھ کر عزیز مصر کو یقین ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام پاک دامن ہیں اور گناہ سراسر اس کی بیوی کا ہے تو آخر کار اس نے کہہ دیا: ﴿اِنَّ كَيۡدَكُنَّ عَظِيۡمٌ﴾ ''بلاشبہ تم عورتوں کا فریب بہت بڑا ہے'' اس سے بڑھ کر کیا دھوکہ دہی ہو سکتی ہے کہ بدی کا ارادہ کر کے، اس کا ارتکاب کرنے والی نے اپنے آپ کو سچا ثابت کر کے اپنا برا عمل اللہ تعالیٰ کے نبی یوسف علیہ السلام کے ذمے لگا دیا۔**(5)** عزیز مصر نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ یہ محض ایک فریب ہے اور یقیناً عورتوں کا فریب بہت بڑا ہوتا ہے۔

سوال 2: کیا تمام عورتیں مکر و فریب کا پتلا ہوتی ہیں؟

جواب:(1) یہ قول کہ عورتوں کی چالیں بہت بڑی ہوتی ہیں عزیز مصر کا ہے۔**(2)** اسے ہر عورت پر چپکانا قرآن حکیم کا مقصد نہیں ہے۔ **(3)** عزیز مصر نے یہ بات اپنی بیوی کی بری حرکت دیکھ کر کہی تھی ایسی عورتوں کی چالوں کے بارے میں یہ بات درست ہے۔**(4)**

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔ (بخاری:5096) (5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر میں عیدگاہ تشریف لے گئے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تمھیں ہی دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقل منداور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنادینے والا نہیں دیکھا۔ (بخاری:304)

﴿ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ (29) ﴾

''یوسف! اس سے درگزر کرو اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ تو ہی بلاشبہ خطا کاروں میں سے ہے۔'' (29)

سوال 1: ﴿ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ﴾ ''یوسف! اس سے درگزر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ اس واقعے کو درگزر کرو، کسی سے تذکرہ نہ کرو اور بھول جاؤ۔ (2) وہ اپنی بیوی کے برے عمل کی پردہ داری کرنا چاہتا تھا۔

سوال 2: ﴿ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴾ ''اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ تو ہی بلاشبہ خطا کاروں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عزیز مصر نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ اس شرم ناک فعل سے توبہ کرو اور آئندہ کبھی نہ کرنا۔

رکوع نمبر:14

﴿ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (30) ﴾

''اور شہر میں عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے نفس سے بہکا رہی ہے، یقیناً (یوسف کی) محبت اس کے دل میں بس گئی ہے، یقیناً ہم ضرور اس کو صریح گمراہی میں دیکھتی ہیں۔'' (30)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ﴾ ''اور شہر میں عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے نفس سے بہکا رہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ ﴾ ''اور شہر میں عورتیں کہنے لگیں'' شہر کی عورتوں نے اس واقعے کو شہر کے گھر گھر تک پھیلا دیا اور عزیز مصر کی بیوی کو ملامت کرنے لگیں۔ (2) ﴿ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ﴾ ''عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے نفس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے بہکا رہی ہے''یعنی عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کے آگے بچھی جا رہی ہے۔ یہ بہت ہی برا کام ہے۔

سوال 2: شہر کی عورتوں میں عزیز مصر کی بیوی کے معاملات کیوں زیر بحث آئے؟

جواب:(1) عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے بات چھپانے کی تلقین کی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے یقیناً اس کا تذکرہ نہیں کیا ہوگا مگر بات پھیل گئی۔(2) اس طرح کی خبریں جنگل کی آگ کی طرح پھیلا کرتی ہیں۔(3) اس سوسائٹی میں لوگ ایسے ہی Scandlise ہوا کرتے ہیں۔

سوال 3: ﴿قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۖ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ''یقیناً (یوسف کی) محبت اس کے دل میں بس گئی ہے، یقیناً ہم ضرور اس کو صریح گمراہی میں دیکھتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا﴾ ''یقیناً (یوسف کی) محبت اس کے دل میں بس گئی ہے'' اس غلام کی محبت اس کے دل میں بس گئی ہے۔ یعنی وہ اس محبت کے انتہائی درجے تک پہنچ گئی ہے۔(2) ﴿إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ''یقیناً ہم ضرور اس کو صریح گمراہی میں دیکھتی ہیں'' یعنی عزیز کی بیوی ایسی حالت کو پہنچ گئی ہے جو اس کے لیے مناسب نہیں۔ وہ عورتیں جو کچھ کہہ رہی تھیں وہ محض ایک چال تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ عزیز کی بیوی ہماری باتوں سے غصے میں آ کے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے سیدنا یوسف علیہ السلام کا دیدار کروا دے یہی ان کا مکر تھا۔

﴿فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا ۚ إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (31)﴾

''تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو انہیں پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیہ دار مجلس منعقد کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے نکل آؤ، پھر جب عورتوں نے اسے دیکھا تو اسے بڑا پایا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔ اور کہا: ''اللہ کی پناہ! یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔''(31)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ﴾ ''تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو انہیں پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیہ دار مجلس منعقد کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے نکل آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ﴾ ''تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو انہیں پیغام بھیجا'' عزیز مصر کی بیوی زمانہ شناس تھی جب اس کو خبر ہوئی کہ یوسف علیہ السلام سے محبت کا فسانہ ہر زبان پر ہے اور سب مجھے برا کہہ رہی ہیں تو اس نے اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گھر دعوت پر بلایا۔(2)﴿وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَـًٔا﴾ ''اوران کے لیے تکیہ دار مجلس منعقد کی'' عزیز کی بیوی نے ایک ایسی تکیہ دار مجلس آراستہ کی جس میں کھانے سجے ہوئے تھے۔ان کھانوں میں ایسے بھی تھے جن میں چھری کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔(3)﴿وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا﴾ ''اوران میں سے ہرایک کوایک ایک چھری دی'' جب تمام خواتین دسترخوان پر بیٹھ گئیں تو ہرعورت کوایک چاقو پیش کیا گیا تا کہ کھانے کے لیے وہ استعمال کرسکیں۔(4)﴿وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ﴾ ''اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے نکل آؤ'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس حکم کی تعمیل میں باہر چلے گئے۔جس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام باہر جارہے تھے تو ان عورتوں نے حسن یوسف کا نظارہ کیا تو ان کی زبان سے نکلا۔اللہ کی قسم یہ انسان نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

سوال2:﴿فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝﴾ ''پھر جب عورتوں نے اسے دیکھا تو اسے بڑا پایا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔اور کہا:'' اللہ کی پناہ! یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ﴾ ''پھر جب عورتوں نے اسے دیکھا تو اسے بڑا پایا'' یعنی انہوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے دل میں بڑا سمجھا اور انہوں نے ایسا حسن دیکھا کہ ہوش وحواس کھو بیٹھیں۔(2)﴿وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ﴾ ''اور وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں'' انہوں نے حیرانی میں پھل کاٹنے کی بجائے اپنے ہاتھ اور انگلیاں کاٹ ڈالیں اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔(3)﴿وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ﴾ ''اور کہا:'' اللہ کی پناہ!'' بے ساختگی میں ان کی زبان سے نکلا اللہ تعالیٰ پاک ہے۔(4)﴿مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝﴾ ''یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے'' اللہ کی قسم یہ انسان نہیں بھلا انسانوں میں ایسا حسن کہاں؟ یہ حسن تو فرشتوں کو ہی نصیب ہے۔یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے جو زمین پر اتر آیا ہے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حسن اور مردانہ وجاہت عطا فرمائی تھی۔معراج والی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن عطا کیا گیا۔(الصحیحہ :1481)

﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ(32)﴾

''عزیز کی بیوی نے کہا:'' یہی تو ہے وہ جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی اور میں نے اسے اس کے نفس سے بہکایا تو وہ بچ نکلا اور واقعی اگر اس نے نہ کیا جو میں اسے حکم دیتی ہوں، تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور وہ ضرور ذلیل ہونے والوں میں سے ہو جائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا۔''(32)

سوال 1: ﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ﴾ ''عزیز کی بیوی نے کہا: ''یہی تو ہے وہ جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عزیز مصر کی بیوی نے جب یہ دیکھا کہ عورتیں حسن یوسف سے مدہوش ہوگئیں، ان کو سیدنا یوسف بہت ہی اچھے لگے تو اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے باطنی حسن اور ان کی مکمل پاک دامنی کا نظارہ بھی کروانا چاہا۔ اس نے عورتوں کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر اپنی شدید محبت کا اعلان کیا۔ ﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ﴾ ''عزیز کی بیوی نے کہا: ''یہی تو ہے وہ جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی''

سوال 2: ﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ﴾ ''اور میں نے اسے اس کے نفس سے بہکایا تو وہ بچ نکلا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عزیز مصر کی بیوی نے کہا کہ تم نے مجھے طعنہ دیا تھا کہ میں نے اسے پھسلایا اور اس نے اپنے آپ کو بچالیا تو ہاں ایسا ہی ہے۔ اس نے اپنی محبت اور شوق کا اظہار کیا۔

سوال 3: ﴿وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾ ''تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور وہ ضرور ذلیل ہونے والوں میں سے ہو جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عزیز مصر کی بیوی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عشق میں پختہ ہوگئی تھی اور شوق وصال میں اتنا آگے بڑھ گئی کہ دھمکیوں پر اتر آئی اس نے کہا: ﴿وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝﴾ ''تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور وہ ضرور ذلیل ہونے والوں میں سے ہو جائے گا'' وہ چاہتی تھی کہ ہر صورت میں یوسف علیہ السلام سے اپنا مقصد حاصل کرلے اس لیے اس نے دھمکی دی کہ اگر میرا کہا نہ مانا تو تمہیں ذلت کے ساتھ قید کی زندگی گذارنی پڑے گی۔

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ (33)﴾

''اس نے کہا: ''اے میرے رب! قید خانہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو وہ مجھے دعوت دے رہی ہیں اور اگر تو نے ان کا فریب مجھ سے نہ ہٹایا تو میں ان کی جانب مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔''(33)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے رب! قید خانہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو وہ مجھے دعوت دے رہی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقعے پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جب مصر کے اونچے طبقے کی خواتین اور عزیز مصر کی بیوی ان کے آگے بچھی ہوئی تھیں۔ ﴿**قَالَ**﴾ انہوں نے اپنے رب سے پناہ مانگتے ہوئے کہا۔ ﴿**رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ**﴾ ''اے میرے رب! قید خانہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو وہ مجھے دعوت دے رہی ہیں'' یوسف علیہ السلام عورتوں کے گھیرے سے گھبرائے اور اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلا دیے کہ اے میرے رب بے حیائی کی زندگی سے جیل بہتر ہے۔ ان عورتوں کی دعوت کے مقابلے میں مجھے قید خانہ منظور ہے۔

سوال 2: جو انسان کسی کی دعوت گناہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اس کا کیا اجر ہے؟

جواب: (1) سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا ان میں سے ایک وہ شخص ہے جسے ایسی عورت دعوت گناہ دے جو حسن و جمال اور جاہ و منصب والی ہو اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات طرح کے لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں پناہ دے گا۔ (ان میں) ایک وہ شخص جسے کسی صاحب حیثیت اور صاحب جمال عورت نے دعوت گناہ دی تو اس نے کہہ دیا: میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔'' (صحیح بخاری:660، صحیح مسلم:1031) **(2)** سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان چیز (زبان) کی اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان چیز (شرم گاہ) کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (صحیح بخاری:6474) **(3)** لقمان حکیم نے کہا: ورع کی حقیقت پاک دامنی ہے۔ (نضرۃ النعیم:2886) **(4)** نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: **اَللّٰهُمَّ قِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ وَاعْزِمْ لِیْ عَلٰٓی اَرْشَدِ اَمْرِیْ** ''اے اللہ! مجھے میرے نفس کے شر سے بچا لے اور درست کام پر مجھے مضبوطی عطا فرما۔ (حاکم:510/1) **(5)** **اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ** ''اے اللہ! اپنے حلال کے ساتھ میری کفایت فرما اور مجھے اپنے فضل سے اپنے حرام سے بچا کر اپنے سوا ہر کسی سے بے نیاز کر دے۔'' (ترمذی) **(6)** **اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ** ''اے اللہ! میرے دل میں میری ہدایت ڈال دیجیے اور میرے نفس کی برائی سے بچا لیجیے۔'' (احمد:3/444)

سوال 3: ﴿**وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ**﴾ ''اور اگر تو نے ان کا فریب مجھ سے نہ ہٹایا تو میں ان کی جانب مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿**وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ**﴾ ''اور اگر تو نے ان کا فریب مجھ سے نہ ہٹایا تو میں ان کی جانب مائل ہو جاؤں گا'' یوسف علیہ السلام نے اپنی دعا میں کہا کہ اے میرے رب! اگر ان عورتوں کے شرم ناک ارادوں اور مکر و فریب سے مجھے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو کر ان کے جال میں پھنس جاؤں گا کیونکہ میں کمزور بندہ ہوں۔ **(2)** ﴿**وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ**﴾ ''اور جاہلوں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے ہوجاؤں گا'' کیونکہ یہ سب جہالت کا کام ہے، کیونکہ جاہل ختم ہوجانے والی قلیل لذت کو جنت میں حاصل ہونے والی دائمی لذت اور انواع واقسام کی شہوات پر ترجیح دیتا ہے اور جو دنیا کی اس لذت کو جنت کی لذتوں پر ترجیح دیتا ہے اس سے بڑھ کر کون جاہل ہے؟ علم وعقل ہمیشہ بڑی مصلحت اور دائمی لذت کو مقدم رکھنے اور ان امور کو ترجیح دینے کی دعوت دیتے ہیں جن کا انجام قابل ستائش ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1253/2)

﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (34) ﴾

''چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول فرمائی سو ان کا فریب اس سے دور کر دیا یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (34)

سوال 1: ﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ﴾ ''چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول فرمائی سو ان کا فریب اس سے دور کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ ﴾ ''چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول فرمائی'' اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرما لی۔ **(2)** ﴿ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ﴾ ''سو ان کا فریب اس سے دور کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو عورتوں کے جال اور گناہوں سے بچالیا۔ انہیں کمال درجے کی پاکیزگی عطا کی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام پاک دامنی اور روحانیت کے کمال پر تھے جیسے وہ حسن وجمال میں کمال پر تھے۔

سوال 2: ﴿ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ ''یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ ﴾ ''یقیناً وہ سب کچھ سننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والے کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا سن لی اور قبول کر لی اور انہیں عورتوں کے شر سے بچالیا۔ **(2)** ﴿ الْعَلِيمُ ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نیتوں کے اخلاص کو جانتا ہے۔ نیک نیتی اور فطری کمزوریوں کو جاننے والا رب مدد کے لیے پکارنے والے کی، دعا کرنے والے کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ **(3)** اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے انہیں آزمائش سے نجات دلائی۔

﴿ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ (35) ﴾

''پھر اس کے بعد کہ انہوں نے کئی نشانیاں دیکھ لیں یہی ظاہر ہوا کہ ایک عرصے تک وہ اسے لازماً قید کر دیں۔'' (35)

سوال 1: ﴿ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴾ ''پھر اس کے بعد کہ انہوں نے کئی نشانیاں دیکھ لیں یہی ظاہر ہوا کہ ایک عرصے تک وہ اسے لازماً قید کر دیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) ﴿ثُمَّ بَدَا لَهُمْ﴾ ''پھر یہی ظاہر ہوا'' لوگوں پر اور عزیز مصر پر سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی ظاہر ہوگئی۔**(2)** ﴿مِّنۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ﴾ ''اس کے بعد کہ انہوں نے کئی نشانیاں دیکھ لیں'' یعنی یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی واضح نشانیاں دیکھنے کے بعد اور وہ قمیص تھی جس کا دامن پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔(ایسر التفاسیر:677)**(2)** ﴿لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ''ایک عرصے تک وہ اسے لازماً قید کردیں'' تاکہ اس طرح خبر منقطع ہوجائے اور لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں، کیونکہ جب کوئی خبر شائع ہوجاتی ہے تو اس کا ذکر عام ہونے لگتا ہے اور خود اسباب کے باعث یہ خبر پھیلتی چلی جاتی ہے۔جب اسباب معدوم ہوجاتے ہیں اس واقعہ کو بھلا دیا جاتا ہے۔چنانچہ انہوں نے اس میں یہی مصلحت دیکھی تو یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں ڈال دیا۔(تفسیر سعدی:1253/2)**(3)** اس واقعہ سے جہاں مردوں کی اپنی بیگمات کے سامنے بے بسی پر روشنی پڑتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی انصاف کرنے والی عدالتیں بھی ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے اصول پر اپنے فیصلے کیا کرتی تھیں اور نامعلوم مدت اس لیے تھی کہ نہ تو کوئی فرد جرم لگ سکتی تھی اور نہ ہی یہ فیصلہ کیا جاسکتا تھا کہ اس بے گناہی کی سزا کتنی مدت ہوسکتی ہے، اور غالباً اس میں یہ مصلحت سمجھی گئی کہ جب تک لوگ اور بالخصوص عورتیں یہ بھول نہ جائیں یوسف کو قید میں رکھا دیا جائے۔(تیسیر القرآن:392)

سوال2: سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی واضح ہوجانے کے باوجود ان کو قید کیوں کیا گیا؟

جواب:(1) اونچے طبقے کے گھرانوں کی عزت کا تحفظ اس طرح ہوتا ہے کہ بے گناہوں کو قید کردیا جائے۔**(2)** عزیز مصر اپنی بیوی کو سیدنا یوسف علیہ السلام سے دور رکھنا چاہتا تھا بیوی پر تو بس نہیں چلتا تھا غلام پر بس چلا تو اسے قید کروادیا۔

رکوع نمبر:15

﴿وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ(36) ﴾

''اور اس کے ساتھ قید خانے میں دو غلام بھی داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: ''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں کچھ شراب کشید رہا ہوں۔'' اور دوسرے نے کہا: ''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جن سے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتایئے، بلاشبہ ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں۔''(36)

سوال1: ﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ﴾ ''اور اس کے ساتھ قید خانے میں دو غلام بھی داخل ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام جس دن قید خانے میں داخل ہوئے اسی دن دو اور افراد بھی جیل میں آئے۔ان میں سے ایک تو شاہی باورچی تھا اور دوسرا شاہی ساقی۔ان پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۚ وَ قَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِیۡ خُبۡزًا تَاۡکُلُ الطَّیۡرُ مِنۡهُ﴾''ان میں سے ایک نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں کچھ شراب کشید رہا ہوں''اور دوسرے نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جن سے پرندے کھا رہے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا﴾''ان میں سے ایک نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں کچھ شراب کشید رہا ہوں''ان دونوں میں سے ایک نے خواب دیکھا کہ میں انگوروں کا شیرہ نچوڑ رہا ہوں۔اہل عمان انگور کو خمر ہی کے نام سے پکارتے تھے۔پورا خواب یہ تھا کہ میں نے انگور کا درخت لگایا ہے،اس میں خوشے لگے ہوئے ہیں۔میں درخت سے انگور کے خوشے توڑ کر اس سے رس نچوڑ رہا ہوں تا کہ بادشاہ کو پلاؤں۔(مختصر ابن کثیر:878/1)(2)﴿وَ قَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَحۡمِلُ فَوۡقَ رَاۡسِیۡ خُبۡزًا﴾''اور دوسرے نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں''دوسرے نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں۔(3)﴿تَاۡکُلُ الطَّیۡرُ مِنۡهُ﴾''جن سے پرندے کھا رہے ہیں''یعنی روٹیوں کو کھانے کے لیے پرندے آرہے ہیں اور اس میں سے کھا رہے ہیں۔

سوال3:﴿نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِیۡلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾''ہمیں اس کی تعبیر بتایئے،بلاشبہ ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِیۡلِهٖ﴾''ہمیں اس کی تعبیر بتایئے''دونوں قیدی سیدنا یوسف علیہ السلام کے اخلاق سے بہت متاثر ہوئے۔قید خانے میں ان کی عبادت،سچائی اور امانت کی بڑی شہرت تھی۔دونوں قیدی بھی سیدنا یوسف علیہ السلام سے بے حد محبت کرتے تھے،انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھی کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟(2)﴿اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝﴾''بلاشبہ ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں''دونوں قیدیوں نے اعتراف کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتے ہیں ہم پر بھی احسان کریں۔

﴿قَالَ لَا یَاۡتِیۡکُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُکُمَا بِتَاۡوِیۡلِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمَا ؕ ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیۡ رَبِّیۡ ؕ اِنِّیۡ تَرَکۡتُ مِلَّةَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ هُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ کٰفِرُوۡنَ(37)﴾

''یوسف نے کہا:''تم دونوں کا کھانا جو تمہیں یہاں ملتا ہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگر اس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتادوں گا یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے،یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں۔''(37)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال: ﴿قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا﴾ ''یوسف نے کہا: ''تم دونوں کا کھانا جو تمہیں یہاں ملتا ہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگر اس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتادوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ یوسف علیہ السلام نے ان کے مطالبے کا جواب دیتے ہوئے کہا۔(2)﴿لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا﴾ ''تم دونوں کا کھانا جو تمہیں یہاں ملتا ہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگر اس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتادوں گا'' یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے دوستوں سے کہا کہ میں تمہارے خوابوں کی تعبیر تمہیں ضرور بتاؤں گا مجھے اس کا علم ہے۔تمہارا کھانا آنے سے پہلے تمہیں تمہارے خواب کی تعبیر بتادوں گا۔(3)یوسف علیہ السلام اس موقع پر انہیں ایمان کی دعوت دینا چاہتے تھے اور اس کے لیے کھانے کا وقت جو انتظار کا وقت تھا زیادہ مفید تھا اس لیے کہ وہ ان دونوں قیدیوں کے لیے بھی زیادہ قابل قبول تھا۔

سوال 2:﴿ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكُمَا﴾ یعنی میں تم دونوں کو جو تعبیر بتاؤں گا۔(2)﴿مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ﴾ ''اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے'' یہ علم تعبیر مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے۔(3)﴿اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں'' میرا راستہ ان لوگوں سے الگ ہے جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، نہ آخرت پر یقین، نہ آخرت کے ثواب کی امید رکھتے ہیں نہ عذاب کا خوف انہیں برائی سے روکتا ہے۔

﴿وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ(38)﴾

''اور میں نے اپنے آباؤ اجداد یعنی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے، ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔''(38)

سوال 1:﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ ''اور میں نے اپنے آباؤ اجداد یعنی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) ﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ﴾ ''اورمیں نے دین کی پیروی کی ہے''یعنی میں دین کی پیروی کرتا ہوں۔(ایسرالتفاسیر:677)**(2)** ﴿اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ﴾ '' اپنے آباؤاجدادیعنی ابراہیم اوراسحٰق اوریعقوب''یعنی میں اپنے باپ دادا جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے،ان کے راستے پرچل رہاہوں۔**(3)** میں کفراورشرک کے راستے سے الگ ہوں۔**(4)** میں نے کافروں کے دین کوچھوڑ دیا جواللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق نہیں کرتے ،نہ یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ زمین وآسمان کا خالق ہےاور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم،اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کی پیروی کی ہے جوتوحید خالص کی طرف دعوت دیتے تھے۔(تفسیرمنیر:6/599)اللہ تعالیٰ کی جانب سے سچے نبیوں پر ہمیشہ رحمت کی بارش رہے۔(آمین)

سوال2: ﴿مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ﴾ ''ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک ٹھہرائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مَا كَانَ لَنَآ﴾ ''ہمارا یہ کام نہیں''ہمارے لیے درست نہیں،ہمارے لائق نہیں۔**(2)** ﴿اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ﴾ ''کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک ٹھہرائیں''کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قلیل اورحقیر یاعظیم چیز کوشریک ٹھہرائیں۔**(3)** یعنی ہم اللہ تعالیٰ کوایک مانتے ہیں اوراسی کے لیے دین اورعبودیت کوخالص کرتے ہیں۔(تفسیرسعدی:2/1255)**(4)** ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اپنے معبود کے ساتھ کسی کوشریک کریں۔جس نے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہااس پراللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

سوال3: ﴿ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ﴾ ''یہ ہم پراورتمام لوگوں پراللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے''یہ بندوں پراللہ تعالیٰ کا فضل اوراس کا احسان ہے۔**(2)** ﴿عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ﴾ ''ہم پراورتمام لوگوں پر''یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمارے سینوں میں توحید اتاری اورہمارے دل اس کے انوار سے جگمگائے،اسی کی ہم پروحی بھیجی گئی اوراسی دولت کولوٹنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہےاورہم اس نعمت عظمیٰ کودے کرلوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔(مختصرابن کثیر:1/879)**(3)** اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ان لوگوں پربھی ہوتا ہے جوانبیاء کے راستے پر چلتے ہیں اورگمراہوں سے بے زاررہتے ہیں۔رب العزت انہیں ہدایت کے راستے پر چلاتا ہے اورانہیں ایسی باتیں سکھاتا ہے جن کو وہ پہلے نہیں جانتے۔**(4)** سیدنا یوسف علیہ السلام نے نوجوانوں میں یہ بات محسوس کرلی تھی کہ وہ ان کی عزت کرتے ہیں اورسمجھتے ہیں کہ وہ جوبات بتائیں گے وہ حق ہے اس لیے یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ مجھ پراللہ تعالیٰ کا فضل ہے اگرمیں شرک سے بچ گیااورمیں اس مقام پرپہنچ گیا آپ بھی اسی راستے پرچلو۔

سوال4: ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ﴾ ''لیکن اکثرلوگ شکراداانہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی اکثرلوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات کاشکراداانہیں کرتے۔**(2)** اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اس کی جانب سے آنے والی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

راہ نمائی، اس کی ہدایت ہے لیکن اکثر لوگ نبیوں کو، دین حق کو پہچاننے سے محروم رہتے ہیں۔(3) اکثر لوگ رب العزت کی دی ہوئی تعلیم کو ٹھکرا کر شیطان کی تعلیم کو اپنا لیتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ۙ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۲۹﴾ ﴾ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا؟ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قرار گاہ ہے۔(ابراہیم:28,29)

﴿ يٰصَاحِبَىِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ ﴾

''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہی ہے، نہایت زبردست ہے؟''(39)

سوال:﴿ يٰصَاحِبَىِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ﴾ ''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہی ہے، نہایت زبردست ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ يٰصَاحِبَىِ السِّجۡنِ ﴾ ''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!'' اور وہ دونوں نوجوان تھے جن میں سے ایک شاہی باورچی اور دوسرا شاہی ساقی تھا۔(ایسر التفاسیر:678)**(2)﴿ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ ﴾** ''کیا جدا جدا رب بہتر ہیں'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے قید خانے کے ساتھیوں کو توحید کی دعوت دی کہ بہت سارے معبود لکڑی اور پتھر کے بت، فرشتے اور مردہ ہستیاں اور مختلف قسم کے معبود جو کمزور ہیں، نفع نہیں دے سکتے، نقصان سے نہیں بچا سکتے، نہ کسی کو عزت عطا کر سکتے ہیں نہ ذلت سے بچا سکتے ہیں، نہ عطا کر سکتے ہیں، نہ محرومی سے بچا سکتے ہیں، کیا یہ معبود بہتر ہیں۔**(3)﴿ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ﴾** ''یا اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہی ہے، نہایت زبردست ہے؟'' یا اللہ تعالیٰ جو ساری صفات کمال کا مالک ہے۔ جو اپنی ذات، صفات اور افعال میں ایک ہے۔**(4)﴿ الۡوَاحِدُ ﴾** جس کا کوئی شریک نہیں۔**(5)﴿ الۡقَهَّارُ ﴾** ''نہایت زبردست ہے'' جس کے غلبے، جس کے تسلط، قہر، اقتدار کے آگے سب عاجز ہیں۔ جو وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے، جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود نہ چاہے جیسا کہ فرمایا:﴿ اِنِّىۡ تَوَكَّلۡتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىۡ وَرَبِّكُمۡ ؕ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقیناً میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔(ھود:56)**(6)** عبادت تو اس اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہئے جو اکیلا ہے، سچا معبود ہے، جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، جس کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا، جس کے سوا کسی کے پاس کوئی کمال نہیں۔

﴿ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّا اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۰﴾ ﴾

''تم اللہ تعالیٰ کے سوا محض چند ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دلیل نازل نہیں کی۔حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں،اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو،یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔''(40)

سوال 1: ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''تم اللہ تعالیٰ کے سوا محض چند ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں،اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ﴾ ''تم اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں عبادت کرتے''یعنی اللہ واحد وقہار کے سوا تمہاری قوم جن جن کی پرستش کررہی ہے۔**(2)** ﴿اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾ ''مگر چند ناموں کی جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں''یعنی تم نے انہیں الٰہ کا،معبود کا نام دے دیا ہے ورنہ حقیقت میں وہ الٰہ نہیں بت ہیں،نہ ان میں الوہیت کی کوئی صفت ہے،نہ ان کی کوئی حقیقت ہے۔**(3)** ﴿مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی'' بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کی ممانعت نازل کرکے ان کا باطل ہونا واضح کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان معبودان باطل کے حق میں کوئی دلیل نازل نہیں کی اس لئے کوئی طریقہ،کوئی وسیلہ اور کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے ان کا استحقاق عبودیت میں ثابت ہوتا ہو۔(تفسیر سعدی:1256/2)**(4)** اللہ تعالیٰ نے مخلوق پرستی کی کوئی دلیل نہیں نازل فرمائی،یہ صرف ناموں کی عبادت کرتے ہیں۔

سوال 2: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ ''حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم پوری کائنات میں جاری ہے۔تصرف کا اختیار اسی کے پاس ہے۔اس کی حکومت سب پر قائم ہے۔وہ اکیلا حکم دیتا اور روکتا ہے۔اس کے ارادے کے ساتھ ہر حرکت وجود میں آتی ہے اور اس کے ارادے کے ساتھ ہر حرکت رک جاتی ہے۔وہی ہے جس نے شریعتیں بھیجیں اور احکام مقرر فرمائے۔

سوال 3: ﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ ''اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے صرف اسی کی عبادت کرو۔**(2)** یعنی اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے کہ اس کی توحید میں کسی کو شریک نہ کرو۔(سمرقندی:200/2)**(3)** ﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''یہی سیدھا دین ہے'' توحید ہی سچا اور سیدھا دین ہے۔توحید ہی مضبوط دین ہے۔دین کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص پر ہے جو وحدہ لاشریک لہ ہے۔**(4)** اللہ تعالیٰ نے توحید ہی کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔

سوال 4: ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اکثر لوگ نہیں جانتے کہ اطاعت کرنے والوں کا کیا ثواب ہے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نافرمانوں کے لیے کیا عذاب ہے۔(طبری:94/12)(2)اکثر لوگ سیدھے راستے کو نہیں جانتے جس کی وجہ سے شرک میں پھنس جاتے ہیں۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔(یوسف:103)(4)سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی کے علاوہ کوئی اور چیز حائل نہ تھی۔اتنے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:اے معاذ بن جبل!میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!میں حاضر ہوں۔پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل!میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!میں حاضر ہوں۔پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا:اے معاذ بن جبل!میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں۔رسول ﷺ نے فرمایا:کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟میں نے عرض کیا:اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔(اس کے بعد)پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے پھر فرمایا:اے معاذ بن جبل!کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟بشرطیکہ وہ ایسا کریں(یعنی شریک نہ کریں)میں نے عرض کیا:اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔''(مسلم:143)

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ (41) ﴾

''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!تم دونوں میں سے جو پہلا ہے تو وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور جو دوسرا ہے سو وہ سولی دیا جائے گا،پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے،جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہو گیا۔''(41)

سوال1:﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ﴾''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!تم دونوں میں سے جو پہلا ہے تو وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے جیل کے ساتھیوں کو توحید اور اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہونے کی دعوت دی پھر خوابوں کی تعبیر بتانی شروع کی۔(2)''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!تم دونوں میں سے جو پہلا ہے تو وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا'' کہ جس نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں وہ قید سے آزاد ہو جائے گا اور اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔

سوال2:﴿ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ﴾''اور جو دوسرا ہے سو وہ سولی دیا جائے گا،پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) سیدنا یوسف علیہ السلام نے دوسرے کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا۔(2)''اور جو دوسرا ہے سو وہ سولی دیا جائے گا، پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے''جس نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے اور پرندے روٹیاں کھا رہے ہیں۔اس کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا جائے گا اور پرندے اسے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

سوال 3: ﴿قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ﴾''جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہوگیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:''جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہوگیا''یعنی اب جو تعبیر بتائی ہے وہ پوری ہو کر رہے گی اس کا فیصلہ ہو چکا۔(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب معلق رہتا ہے جب تک اس کی تعبیر نہ بیان کی جائے پھر جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ ہو کر رہتی ہے۔(مسند احمد)

﴿وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ(42)﴾

''یوسف نے اس شخص سے کہا جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ان دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے:''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا''تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تو وہ کئی سال قید خانے میں رہا''(42)

سوال 1: ﴿وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ﴾''یوسف نے اس شخص سے کہا جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ان دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے:''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقَالَ﴾''یوسف نے کہا''سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔(2) ﴿لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا﴾''اس شخص سے جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ان دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے''یعنی جس کے متعلق یوسف علیہ السلام کا یہ گمان تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا یعنی وہ شخص جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اپنے آقا کو شراب پلا رہا ہے۔(3) ﴿اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ﴾''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا''سیدنا یوسف علیہ السلام نے دوسرے شخص سے الگ ہو کر کہا کہ بادشاہ سے میرا واقعہ بیان کرنا ہو سکتا ہے کہ اس کا دل نرم پڑ جائے اور مجھے قید خانے سے نکال دے۔

سوال 2: ﴿فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ﴾''تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تو وہ کئی سال قید خانے میں رہا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ﴾''تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا''یعنی قید سے نجات پانے والے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس شخص کوشیطان نے اللہ تعالیٰ کا ذکر فراموش کرادیا اور نیز ہر اس چیز کو فراموش کرادیا جو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا باعث تھی اور انہی چیزوں میں یوسف علیہ السلام کا تذکرہ بھی تھا جو اس چیز کے مستحق تھے کہ بہترین اور کامل ترین بھلائی کے ساتھ ان کو بدلہ دیا جاتا۔ یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا حکم پورا ہو۔(تفسیر سعدی:1258/2)(2)﴿ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴾ ''تو وہ کئی سال قید خانے میں رہا''یعنی بھلائے گئے مظلوم۔(تفسیر مراغی:411/9)(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یوسف علیہ السلام یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانے میں اتنی مدت نہ رہتے یعنی انہوں نے غیر اللہ سے اپنی پریشانی کا ازالہ چاہا۔(جامع البیان:236/12)(4)سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' مجھے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام، اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، کے صبر اور کشادہ دلی پر بڑا تعجب ہے، جب ان کی طرف خواب کی تعبیر بیان کرنے کا پیغام بھیجا گیا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو تعبیر بیان کرنے سے پہلے (جیل سے) باہر نکل آتا۔ پس ان کے صبر اور فیاضی پر بڑا تعجب ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، ان کے پاس آدمی آیا تا کہ وہ باہر نکل آئیں لیکن وہ اس وقت تک نہ نکلے، جب تک ان پر اپنے عذر کی وضاحت نہیں کر دی۔ اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف لپک پڑتا۔ اگر (اپنے آقا کے پاس میرا تذکرہ کرنا)(سورۂ یوسف:42) والی بات نہ ہوتی تو وہ جیل میں نہ ٹھہرتے، جب کہ وہ غیر اللہ سے پریشانی کا ازالہ چاہ رہے تھے۔'' (صحیحہ:1945)

رکوع نمبر:16

﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ (43) ﴾

''اور بادشاہ نے کہا:'' بلاشبہ میں (خواب) دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں، اے سردارو! مجھے تم میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو۔''(43)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا:'' بلاشبہ میں (خواب) دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا'' یعنی مصر کے بادشاہ نے کہا۔**(2)**﴿ إِنِّي أَرَىٰ ﴾ ''بلاشبہ میں (خواب) دیکھتا ہوں'' یعنی میں خواب میں دیکھتا ہوں۔**(3)**﴿ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ ﴾ ''کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی کھا رہی ہیں'' یعنی عجیب بات ہے کہ جن کی قوت ختم ہو رہی ہے، جو لاغر اور کمزور ہیں وہ ان کو کھا رہی ہیں جو مضبوط اور طاقت ور ہیں۔**(4)**﴿ وَسَبْعَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿سُنۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ﴾ ''اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں''یعنی عجیب معاملہ ہے کہ سات سوکھی بالیاں ہیں جو کمزور ہیں،جن کی قوت ختم ہوچکی ہے وہ سات ہری بالیوں کو جو مضبوط ہیں،جن میں قوت ہے ان کو کھارہی ہیں۔

سوال 2: ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ﴾ ''اے سردارو! مجھے تم میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ﴾ ''اے سردارو!'' بادشاہ نے بڑے بڑے سرداروں اور درباریوں کو جو اس کی سلطنت کے اہم افراد تھے،ان کو مخاطب کر کے کہا۔**(2)** ﴿اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ﴾ ''مجھے تم میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ''یعنی مجھے اس عجیب وغریب خواب کی تعبیر بتاؤ اس کی کیا تاویل ہوسکتی ہے؟**(3)** ﴿اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ﴾ ''اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو''اگر تم یہ بتاسکتے ہو کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے؟ **(4)** جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے نکالنا چاہا تو بادشاہ کو ایک عجیب وغریب خواب دکھایا۔جس کی تعبیر تمام قوم کو متاثر کرتی تھی تاکہ سیدنا یوسف علیہ السلام اس خواب کی تعبیر بتائیں اور یوں ان کا علم وفضل ظاہر ہو اور دین ودنیا میں ان کو رفعت حاصل ہو۔اس میں تقدیر کی مناسبت یہ ہے کہ بادشاہ نے جو رعایا کے تمام امور کا ذمہ دار ہوتا ہے،یہ خواب دیکھا،کیونکہ قوم کے مصالح کا تعلق بادشاہ سے ہوتا ہے۔اس بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جس نے بادشاہ کو خوف زدہ کردیا۔اس نے اپنی قوم کے اہل علم اور اصحاب الرائے کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ کیا۔(تفسیر سعدی:2/1259)**(5)** بادشاہ کا خواب سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے رحمت اور خوش خبری بن گیا۔(تفسیر منیر:6/615)**(6)** اللہ تعالیٰ نے اس مختصر خواب کو عزت کے ساتھ اپنے نبی کی رہائی کا سبب بنادیا۔(مختصر ابن کثیر:1/882)

﴿قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَ مَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ(44)﴾

''انہوں نے کہا:''پریشان باتیں ہیں خوابوں کی اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں۔''(44)

سوال 1: ﴿قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ﴾ ''انہوں نے کہا:''پریشان باتیں ہیں خوابوں کی اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ ''انہوں نے کہا:''پریشان باتیں ہیں خوابوں کی'' ﴿اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ پریشان خواب جس کی کچھ تعبیر نہ دی جاسکے اصل میں اضغاث ضغث کی جمع ہے یعنی ایک مٹھی بھر گھاس تنکے وغیرہ اس سے ہے(سورہ ص میں) ﴿خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا﴾ یعنی اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھالے اور ﴿اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ میں ضغث کے یہ معنی مراد نہیں ہیں بلکہ پریشان خواب مراد ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)**(2)** ابوعبیدہ نے کہا:اضغاث سے مراد جس خواب کی کوئی تعبیر نہ ہو۔(قرطبی:5/139)**(3)** شاہ مصر نے اپنی سلطنت کے کاہنوں،نجومیوں اور بڑے بڑے لوگوں سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ پریشان خواب ہیں جس کی کوئی تعبیر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ۔ یہ ان کی اس خواب کے بارے میں آخری رائے تھی ۔(4)﴿وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ﴾ ''اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں''، یعنی ہم تو صرف خوابوں کی تعبیر بتاتے ہیں ۔ رہے پریشان خواب جو شیطانی وسوسوں اور نفس کی خواہشات پر مبنی ہوتے ہیں تو ہم ان کی تفسیر نہیں جانتے ۔ پس انہوں نے جہالت، حتمی رائے کہ یہ پریشان خواب ہیں اور خود پسندی کو ایک جگہ جمع کر دیا، کیونکہ انہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم اس خواب کی تعبیر نہیں جانتے اور یہ ایسا رویہ ہے جو اہل دین اور عقل مندوں کو زیب نہیں دیتا، نیز یہ سیدنا یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بھی ہے، کیونکہ اگر شروع ہی سے، بادشاہ کے اعیان سلطنت اور ان کے علماء کے سامنے یہ خواب پیش ہونے اور ان کے اس کی تعبیر بتانے سے عاجز ہوئے بغیر، جناب یوسف علیہ السلام نے اس خواب بتائی ہوتی تو ان کی تعبیر اتنی وقعت نہ ہوتی ۔ مگر جب بادشاہ نے یہ خواب علماء اور اعیان سلطنت کے سامنے پیش کیا اور وہ اس کی تعبیر بتانے سے عاجز آ گئے اور بادشاہ کو خواب نے بہت زیادہ فکر میں ڈال دیا تھا، پس جب سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتا دی تو ان کے ہاں سیدنا یوسف علیہ السلام کی قدر اور وقعت بہت بڑھ گئی ۔ یہ اس واقعہ کی نظیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر علم کے ذریعے سے جناب آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر کی ۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سوال کیا، وہ جواب نہ دے سکے، پھر سیدنا آدم علیہ السلام سے سوال کیا ۔ انہوں نے فرشتوں کو ہر چیز کا نام بتا دیا اور اس طرح فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوگئی ۔ اسی طرح قیامت کے روز، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین ہستی، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت ظاہر ہوگی، اللہ تعالیٰ مخلوق کو الہام کرے گا اور تمام مخلوق جناب آدم علیہ السلام، پھر جناب نوح علیہ السلام، پھر جناب ابراہیم علیہ السلام، پھر جناب موسیٰ علیہ السلام اور پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام سے شفاعت کی درخواست کرے گی مگر وہ معذرت کر دیں گے، پھر تمام مخلوق نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی استدعا کرے گی جسے قبول کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے ''ہاں میں شفاعت کروں گا، میں ہی اس کا مستحق ہوں'' اور یوں آپ تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے اور اس طرح وہ اس مقام محمود پر فائز ہوں گے جس پر اولین وآخرین رشک کریں گے ۔ پاک ہے وہ ذات جس کا لطف وکرم مخفی ہے، اور وہ اپنے اولیاء واصفیاء اور اپنے خاص بندوں کو نہایت دقیق طریقے سے اپنے فضل واحسان سے نوازتی ہے ۔ (تفسیر سعدی:1260)

﴿وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ(45)﴾

''اور ان دو میں سے جس نے رہائی پائی تھی اور اسے ایک مدت بعد یاد آیا، اس نے کہا: ''میں تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا سو مجھے بھیج دو۔''(45)

سوال: ﴿وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ﴾ ''اور ان دو میں سے جس نے رہائی پائی تھی اور اسے ایک مدت بعد یاد آیا، اس نے کہا: ''میں تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا سو مجھے بھیج دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا﴾ ''اور ان دو میں سے جس نے رہائی پائی تھی'' شاہ مصر نے جب درباریوں سے خواب کی تعبیر پوچھی تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان میں سے ایک قید خانے کا قیدی بھی تھا جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ شراب نچوڑ رہا ہے۔(2)﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ﴾ ''اور اسے ایک مدت بعد یاد آیا'' اس شخص کو خواب یاد آ گیا اور یہ بھی کہ انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے تعبیر پوچھی تھی اور انہوں نے جو تعبیر بتائی تھی عملاً وہ وقوع پذیر ہو چکی تھی۔(3) اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ آقا کے پاس ان کا تذکرہ کرے۔(4) یہ مدت کئی سال کی تھی اور یہ تقریباً سات سال کا عرصہ تھا۔(ایسر التفاسیر:681,680)(5)﴿أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ﴾ ''میں تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا سو مجھے بھیج دو'' اس شخص نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجنے کا تقاضا کیا تا کہ وہ تعبیر پوچھ سکے اور انہوں نے اسے بھیج دیا۔

﴿يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ(46)﴾

''یوسف! اے نہایت سچے! ہمیں خواب کی تعبیر بتائیں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی (گائیں) کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں تا کہ میں ان کی طرف واپس جاؤں تا کہ وہ جان لیں۔''(46)

سوال: ﴿يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ''یوسف! اے نہایت سچے! ہمیں خواب کی تعبیر بتائیں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی (گائیں) کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں تا کہ میں ان کی طرف واپس جاؤں تا کہ وہ جان لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اب قید خانے کا ساتھی یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا۔(2)﴿يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ﴾ ''یوسف! اے نہایت سچے!'' یعنی اے یوسف اے علم میں بہت سچے! اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو صدیق ان کی صداقت کے اعلیٰ مرتبہ کی وجہ سے کہا تھا اور یہ صدق کا انتہائی مقام ہے جیسے سیدنا ابوبکر کو نبی ﷺ نے صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب دیا۔ اور اسی وجہ سے رب العزت نے مومنوں کا نام بھی صدیق رکھا۔﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی لوگ بہت سچے ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں۔(الحدید:19)(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو سچا لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو جھوٹا لکھا جاتا ہے۔(مسلم:2607، بخاری:6094)(4) یعنی اپنے اقوال و افعال میں بہت ہی سچے شخص۔(تفسیر سعدی:2/1260، 1261)(5)﴿أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہمیں خواب کی تعبیر بتائیں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی (گائیں) کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں تاکہ میں ان کی طرف واپس جاؤں تاکہ وہ جان لیں'' وہ شخص بادشاہ کا خواب بتاتا ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام تعبیر دیتے ہیں وہ اس کی بھول پر اسے کچھ نہیں کہتے، نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ رہائی کے بعد تعبیر بتادوں گا۔(6) کیونکہ اس خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ جناب یوسف علیہ السلام نے اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔شادابی کے سالوں کے دوران قحط سالی کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں کیسے تیاری کرنی چاہیے اور کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، چنانچہ فرمایا:﴿ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ﴾ کیونکہ اس سے غلہ زیادہ عرصہ تک باقی رہ سکتا ہے اور تلف ہونے کا امکان بعید تر ہوتا ہے۔﴿اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴾ شادابی کے ان دنوں میں اپنی خوراک کا اس طرح انتظام کرو کہ کم سے کم خوراک استعمال کرو، تاکہ زیادہ سے زیادہ خوراک کا ذخیرہ کرسکو، جس کا فائدہ اور وقعت زیادہ ہوگی۔ (تفسیر سعدی:2/1261)(7) خواب کی تعبیر یہ تھی کہ سات موٹی تازی گایوں اور سات ہری بالیوں سے سات آئندہ سالوں کی سرسبزی وشادابی کی طرف اشارہ ہے اور سات لاغر اور کمزور گایوں اور سات سوکھی بالیوں سے شادابی کے بعد آنے والی خشک سالی اور قحط کے سات سالوں کی طرف اشارہ ہے۔اس تعبیر کا پہلو غالباً یہ ہے۔۔اللہ اعلم۔۔ چونکہ کھیتی کا دارومدار شادابی اور خشک سالی پر ہے، جب شادابی آتی ہے تو کھیتوں اور فصلوں کو طاقت ملتی ہے، وہ خوش نما نظر آتی ہیں، غلے کی بہتات ہوتی ہے، قحط سالی میں کھیتوں کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔گیہوں کی بالیاں سب سے اچھی اور سب سے بڑی خوراک لئے ہوئے ہوتی ہیں، وجود مناسبت کی بنا پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے تعبیر بیان کی۔ (تفسیر سعدی:2/1261)

﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ(47)﴾

''اس نے کہا: ''تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کرو گے تو جو فصل تم کاٹو تو اسے بالیوں میں ہی رہنے دو مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے۔''

(47)

سوال: ﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''اس نے کہا: ''تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کرو گے تو جو فصل تم کاٹو تو اسے بالیوں میں ہی رہنے دو مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا﴾ ''اس نے کہا: ''تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کرو گے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ قحط دور کرنے کی تدبیر بھی بتادی جس پر عمل پیرا ہونے سے وہ لوگ قحط سے بچ سکتے تھے۔(2) سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ان سالوں میں جتنا غلہ اگاؤ گے۔(3)﴿فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ﴾ ''تو جو فصل تم کاٹو تو اسے بالیوں میں ہی رہنے دو'' اپنی ضرورت کے مطابق بالیوں سے الگ کرکے باقی غلے کو بالیوں میں ہی محفوظ کرلینا تاکہ ضرورت سے زیادہ اناج کو ضائع ہونے سے بچایا جاسکے۔(4) بالیوں میں رکھنے کی وجہ سے غلہ زیادہ عرصے تک باقی رکھا جاسکتا ہے اور اس کے ضائع ہونے کا امکان کم ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(5)﴿اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے نصیحت کی کہ استعمال کے لیے بھی کم سے کم نکالو تا کہ زیادہ غلے سے قحط کے دنوں میں فائدہ اٹھا سکو جو کہ لگا تار سات سال ہیں۔ یہی سات سال دبلی گائے ہیں جو موٹی گایوں کو کھا جائیں گی کیونکہ جو کچھ آپ لوگ ان سالوں میں جمع کرو گے وہ ختم ہو جائے گا۔

﴿ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ(48)﴾

''پھر اس کے بعد سات سخت سال آئیں گے جو سب کچھ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کیا تھا، اس تھوڑی سی مقدار کے سوا جسے تم محفوظ رکھو گے۔''(48)

سوال: ﴿ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴾ ''پھر اس کے بعد سات سخت سال آئیں گے جو سب کچھ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کیا تھا، اس تھوڑی سی مقدار کے سوا جسے تم محفوظ رکھو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد سات سخت سال آئیں گے'' یعنی ان سرسبز و شاداب سات سالوں کے بعد۔ (2)﴿سَبْعٌ شِدَادٌ﴾ ''سات سخت سال'' خشک سالی کے سات سال آئیں گے۔(3)﴿یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ﴾ ''جو سب کچھ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کیا تھا'' ان سالوں میں کچھ بھی نہیں پیدا ہوگا بلکہ وہ سال وہ سب کچھ کھا جائیں گے جو آپ نے ذخیرہ کیا ہوگا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔(4)﴿اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴾ ''اس تھوڑی سی مقدار کے سوا جسے تم محفوظ رکھو گے'' یعنی وہ قلیل مقدار رہ جائے گی جو تم اگلی فصل کے لیے بیج کے طور پر رکھو گے۔(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں تاخیر کی تو آپ نے ان کے حق میں بددعا کی کہ اے اللہ! ان پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا سا قحط نازل فرما۔ چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ کوئی چیز نہیں ملتی تھی اور وہ ہڈیوں کے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ لوگوں کی اس وقت یہ کیفیت تھی کہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھتے تھے تو بھوک و پیاس کی شدت سے دھواں سا نظر آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''تو آپ انتظار کیجئے اس روز کا جب آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو'' اور فرمایا ''بے شک ہم اس عذاب کو ہٹا لیں گے اور تم بھی (اپنی پہلی حالت پر) لوٹ آؤ گے۔'' (صحیح بخاری:4693)(6) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عذاب سے یہی قحط کا عذاب مراد ہے کیونکہ آخرت کا عذاب کافروں سے ٹلنے والا نہیں ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

﴿ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ(49)﴾

''پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے۔''(49)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال: ﴿ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ﴾ ''پھراس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اوراس میں وہ رس نچوڑیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ﴾ ''پھراس کے بعدایک ایسا سال آئے گا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ قحط کے سات سالوں کے بعدایک سال ایسا آئے گا جس میں خوب بارشیں ہوں گی۔(2)﴿فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ﴾ ''جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اوراس میں وہ رس نچوڑیں گے'' اس سال بہت کثرت سے بارشیں ہوں گی، بہت غلہ، زیتون اورانگور پیداہوں گے جوان کی ضروریات سے زیادہ ہوں گے حتیٰ کے وہ زیتون اورانگوروں سے تیل اوررس نچوڑیں گے۔اس سال میں جانور بھی خوب دودھ دیں گے۔

آخری آیات

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ(50)﴾

''اور بادشاہ نے کہا:''اسے میرے پاس لاؤ!'' پھر جب قاصداس کے پاس آیا تواس نے کہا:''تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ سواس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے؟ یقیناً میرا رب ان کے فریب کا خوب جاننے والا ہے۔''(50)

سوال: ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا:''اسے میرے پاس لاؤ!'' پھر جب قاصداس کے پاس آیا تواس نے کہا:''تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ سواس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے؟ یقیناً میرا رب ان کے فریب کا خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور بادشاہ نے کہا:''اسے میرے پاس لاؤ!''عزیز مصر نے عجیب خواب کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا یوسف علیہ السلام کی زبانی سنی تو ان کی فضیلت اورعلم تعبیر میں ان کی معلومات اورمہارت، ان کا رعایا کی خیر خواہی کا جذبہ اسے متاثر کر گیا۔بے ساختہ بادشاہ نے کہا:اسے قید خانے سے نکال کر میرے پاس لاؤ۔ایسے شخص کی تو بادشاہ کوضرورت ہے جوایسے سخت حالات میں مخلصانہ مشورے دے۔(2)﴿فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ﴾ ''پھر جب قاصداس کے پاس آیا'' پھر جب شاہ مصر کا قاصد سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس آیا۔(3)﴿قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ﴾ ''تواس نے کہا:''تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ'' بادشاہ کے بلاوے پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے قاصد سے کہا کہ آپ واپس جاؤ اور میرا پیغام پہنچاؤ۔(4)﴿فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ﴾ ''سواس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے؟'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنا مطالبہ سامنے رکھا کہ پہلے اس الزام کی تحقیق کریں جس کی پاداش میں جیل بھیجا گیا جب تک اس سے بری نہ ہو جاؤں، جب تک لوگوں پر یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مجھے جرم کی وجہ سے نہیں ظلم سے قید کیا گیا اس وقت تک قید خانے سے باہر نہیں آؤں گا۔ان عورتوں کو بلوا کر تحقیق کریں جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ان سے پوچھا جائے کہ آخر سچ کیا تھا؟اور یوسف علیہ السلام کا قصور کیا تھا؟(5)یوسف علیہ السلام نے قاصد کو تحقیق کروانے کا پیغام دے کر بھیجا یہ ان کی عقل،صبر اور دلائل کی پختگی کا ثبوت ہے۔(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اگر میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا عرصہ جیل میں ٹھہرتا جتنا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے اور میرے پاس بلانے کے لیے داعی آتا تو میں (فوراً) اس کی بات قبول کرتا اور جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: ﴿ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ﴾ ''سو اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے تھے؟'' یقیناً میرا رب ان کے مکر سے واقف ہے۔(یوسف:50)اور اللہ تعالیٰ سیدنا لوط علیہ السلام پر رحمت کرے،وہ تو کسی مضبوط آسرے کا سہارا لینا چاہتے تھے۔جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴾ ''کاش تمہارے مقابلے کی میرے پاس قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا!''(ہود:80)سو ان کے بعد جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھیجا تو اسے اس کی قوم کے لوگوں کے انبوہ کثیر میں بھیجا۔''(الصحیحہ:1867) (7)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مجھے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام، اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، کے صبر اور کشادہ دلی پر بڑا تعجب ہے، جب ان کی طرف خواب کی تعبیر بیان کرنے کا پیغام بھیجا گیا۔اگر میں وہاں ہوتا تو تعبیر بیان کرنے سے پہلے (جیل سے) باہر نکل آتا۔پس ان کے صبر اور فیاضی پر بڑا تعجب ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے،ان کے پاس آدمی آیا تاکہ وہ باہر نکل آئیں لیکن وہ اس وقت تک نہ نکلے، جب تک ان پر اپنے عذر کی وضاحت نہیں کر دی۔اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف لپک پڑتا۔اگر ''اپنے آقا کے پاس میرا تذکرہ کرنا''(سورۂ یوسف:42)والی بات نہ ہوتی تو وہ جیل میں نہ ٹھہرتے،جبکہ وہ غیر اللہ سے پریشانی کا ازالہ چاہ رہے تھے۔''(صحیحہ:1945)(8)﴿ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ﴾ ''یقیناً میرا رب ان کے فریب کا خوب جاننے والا ہے''یعنی میرا رب تو ان کے فریب سے واقف ہے۔وہ ضرور مجھے اس حالت سے نکال دے گا۔

﴿ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ (51) ﴾

''بادشاہ نے کہا:''تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکانے کی کوشش کی تھی''انہوں نے کہا:''اللہ کی پناہ!اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی۔''عزیز کی بیوی نے کہا:''اب حق کھل گیا ہے، میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی تھی۔اور بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے۔''(51)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ﴾ ''بادشاہ نے کہا:''تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکانے کی کوشش کی تھی''انہوں نے کہا:''اللہ کی پناہ!اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''بادشاہ نے کہا''شاہ مصر نے عزیز کی بیوی اور ان تمام عورتوں کو بلوایا اور ان سے پوچھا۔(2)﴿مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ﴾''تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکانے کی کوشش کی تھی''یعنی اس معاملے کی کیا حقیقت ہے جب نے تم یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی تھی کیا تم لوگوں نے اس میں کوئی برائی دیکھی تھی؟(3)﴿قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ﴾''انہوں نے کہا:''اللہ کی پناہ!اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی''عورتوں نے یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا اقرار کیا اور کہا حاش للہ۔(4)حاش حاشا(الف کے ساتھ)اس کا معنی پاکی بیان کرنا اور استثناء کرنا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)(5)﴿مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ﴾''اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی''انہوں نے کہا ہم نے اس میں کوئی برائی،کوئی عیب نہیں دیکھا۔وہ الزام سے بری اور بے گناہ ہیں۔

سوال2:﴿قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٥١﴾﴾''عزیز کی بیوی نے کہا:''اب حق کھل گیا ہے،میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی تھی اور بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ﴾''عزیز کی بیوی نے کہا:''اب حق کھل گیا ہے،میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی تھی''سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں جب عورتوں نے گواہی دی تو عزیز مصر کی بیوی کے الزام کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔(2)عزیز کی بیوی نے عورتوں کی گواہی سن کر کہا۔اب صحیح بات ظاہر ہوگئی ہے۔(3)﴿أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٥١﴾﴾''میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی تھی اور بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے''ہم ہی نے انہیں ان کی مرضی کے خلاف بہکانا چاہا اور وہ تہمت لگائی جو ان کی قید کا سبب بنی اور یوسف علیہ السلام نے جو کچھ بتایا تھا وہ سچ تھا۔(4)یعنی یوسف علیہ السلام اپنے اقوال اور اپنی براءت کے دعوے میں سچے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1263)

﴿ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ (52)﴾

''یہ اس لیے ہے کہ عزیز جان لے کہ یقیناً میں نے عدم موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی اور یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب چلنے نہیں دیتا۔''(52)

سوال1:﴿ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ﴾''یہ اس لیے ہے کہ عزیز جان لے کہ یقیناً میں نے عدم موجودگی میں اس سے خیانت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' عزیز مصر کی بیوی نے اس موقعے پر کہا کہ حق یہ ہے کہ میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی تھی۔**(2)** ﴿لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ﴾ ''اس لیے ہے کہ عزیز جان لے کہ یقیناً میں نے عدم موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی'' یعنی میں نے یہ اقرار اس لیے کیا ہے تاکہ میرا شوہر جان لے کہ میں نے یوسف علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش ضرور کی مگر اس کے پیچھے اس کی عدم موجودگی میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔ میں نے عزیز مصر کے بستر کو خراب نہیں کیا۔**(3)** اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یوسف علیہ السلام ہوں، یعنی تاکہ یوسف علیہ السلام جان لے کہ وہ سچا ہے اور میں نے ہی اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ جب وہ میرے پاس موجود نہیں تھا تو میں نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔ (تفسیر سعدی:2/1263)

سوال 2: ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب چلنے نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب چلنے نہیں دیتا'' یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کار کی چال کو چلنے نہیں دیتے اور نہ اس کی کوشش کے لیے راہ نمائی کرتے ہیں۔ (المحرر الوجیز:3/253)**(2)** یہ لازمی امر ہے کہ خائن کی خیانت اور اس کی سازش کا وبال آخر کار اسی کی طرف پلٹے گا اور حقیقت حال ضرور واضح ہوگی۔ (تفسیر سعدی:2/1263)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

وما ابرئُ 13



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ(53)﴾

''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، بلاشبہ نفس تو یقیناً برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے، یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(53)

سوال1: ﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ﴾ ''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، بلاشبہ نفس تو یقیناً برائی کا حکم دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ﴾ ''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی'' عزیز مصر کی بیوی نے اعتراف کیا کہ میں اپنے نفس کو بری الذمہ قرار نہیں دیتی۔ میں نے برائی کا ارادہ کیا، میں نے یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کی۔ میں نے ان کے ساتھ برائی کی شدید خواہش رکھی، میں نے ہی سازشیں کیں اور انہیں قید خانے بھجوایا۔ ہاں وہ میں تھی جس نے یوسف علیہ السلام کی پاک زندگی کو داغ دار کرنے کی کوشش کی، جس نے ان کی متاع گراں بہا، عمر عزیز کے قیمتی سال قید خانے کی نذر کر دیے۔ میں اپنے آپ کو بری نہیں کہتی۔**(2)** اس کلام کا عزیز کی بیوی کا کلام ہونا ہی زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے اس لئے کہ اوپر سے انہی کا کلام چلا آ رہا ہے۔(ابن کثیر:4/3)**(3)** ﴿اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ﴾ ''بلاشبہ نفس تو یقیناً برائی کا حکم دینے والا ہے'' یعنی انسانی نفس برائی پر آمادہ کرتا ہے۔(ایسر التفاسیر:683)**(4)** نفس امارہ سے مراد وہ نفس ہے جو شہوات کی طرف مائل رہتا ہے۔(سمرقندی:205/2)**(5)** یعنی نفس انسان کو بہت کثرت سے برائی، یعنی بے حیائی اور دیگر تمام گناہوں کا حکم دیتا ہے۔ نفس شیطان کی سواری ہے اور شیطان نفس کے راستے سے انسان میں داخل ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1264/2)**(6)** رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک سوال فرمایا کہ ایسے رفیق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کا حال یہ ہو کہ اگر تم اس کا اعزاز و اکرام کرو، کھانا کھلاؤ، کپڑے پہناؤ تو وہ تمہیں بلاء اور مصیبت میں ڈال دے، اور اگر تم اس کی توہین کرو، بھوکا ننگا رکھو تو تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس سے زیادہ برا تو دنیا میں کوئی ساتھی ہو ہی نہیں سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمہارا نفس جو تمہارے پہلو میں ہے وہ ایسا ہی ساتھی ہے۔ (قرطبی)**(7)** نفس بنیادی طور پر انسان کے اندر دو قوتوں کو لیے ہوئے ہوتا ہے ایک غضب یعنی غصہ اور دوسری شہوت یعنی خواہشات۔ یہ دو چیزیں نفس کے اندر ہوتی ہیں۔ اگر عموماً دیکھیں تو نفس منفی انداز میں استعمال ہوتا ہے جیسے نفس امّارہ۔ اگر عام طور پر نفس کے لفظ کو استعمال کریں کہ میرا نفس مجھے یہ کہتا ہے تو یہ نفس مثبت انداز میں استعمال نہیں ہوتا حالانکہ اس کا مثبت استعمال بھی ہے جیسے نفس مطمئنہ۔ اطمینان والی جان کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ بھی نفس ہی کا ہے لیکن دو قوتیں جو کام کرتی ہیں غضب اور شہوت کی، وہ نفس کی علامتیں ہیں۔ ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چیزوں کا استعمال نفس کو یا تو امّارہ بنائے گا یا لوّامہ یا مطمئنّہ۔ وہ دو قوتیں کون سی ہیں؟ قوت غضب اور قوت شہوت۔ نفس بنیادی طور پر ان دو خصوصیات کی وجہ سے اپنے کمال کو بھی پہنچتا ہے اور اس کو زوال بھی آتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک انسان کے دل پر شیطان کا قبضہ ہو جاتا ہے اور وہ ایسے غصے میں آتا ہے جس کو وہ کنٹرول نہیں کر سکتا۔ اس غصے پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے اس سے برائیاں سرزد ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے اپنے نفس کو ابلیس کے ہاتھ میں دے دیا، سونپ دیا۔ اب برائی کا حکم ہے جو اس کی جانب سے آ رہا ہے کیونکہ انسان یا تو اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر سکتا ہے یا شیطان کے۔ جب انسان کے اندر غضب کی آگ بھڑکتی ہے تو اس کی وجہ سے وہ شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتا ہے جس سے وہ کھیلتا ہے اور ایسے ہی خواہشات کی محبت کا معاملہ ہے۔ انسان کی خواہشات سے شیطان کھیلتا ہے اور خواہشات کی وجہ سے اسے رب کے راستے سے دور لے جاتا ہے۔ نفس کی تین اقسام ہیں: نفس امّارہ، نفس لوّامہ اور نفس مطمئنّہ۔ نفس امّارہ سرکش نفس ہے جو اپنے غضب کو، شہوت کو کنٹرول نہیں کرتا اور لوّامہ وہ ہے جو غضب اور شہوت کی قوتوں کو کبھی صحیح استعمال کر لیتا ہے، کبھی غلط اور جب غلط استعمال ہوتا ہے تو اس پر پچھتاوا ہوتا ہے۔ جب صحیح جگہ پر استعمال نہیں ہوتا تب بھی اسے پچھتاوا ہوتا ہے۔ (نفس، روح، قلب، عقل)

سوال 2: نفس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: نفس انسانی کی تین قسمیں ہیں: (1) نفس مطمئنہ: اطمینان والی جان، جو نفس اپنی اصل پر لوٹ آئے، مطمئن ہو جائے۔ (2) نفس لوّامہ: غلطی کرنے والا نفس، جو نیکی کرنا چاہتا ہے لیکن غلطی کر بیٹھتا ہے اور پھر پچھتاتا ہے۔ حسرت، ندامت اور افسوس اس نفس کا خاصہ ہے۔ یہ ملامت کرنے والا نفس ہے۔ (3) نفس امّارہ: سرکشی کا حکم دینے والا نفس، فطرت کے بالکل خلاف، انسانیت سے بالکل متضاد دوسرے کنارے پر جا کے کھڑا ہونے والا، اپنے ربّ کے حکم سے سرتابی کرنے والا۔ اگر لفظ سرکش کو دیکھیں تو ''کش'' کا مطلب ہے ''اٹھانا'' اور سرکش وہ ہے جو اپنے ربّ کے سامنے سر اٹھا لیتا ہے۔ اگر ہم اسے نفس امّارہ کہیں تو یہ وہ نفس ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے، جہاں سے ہر وقت وسوسے اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ انسان ہر وقت ایک مسئلے، ایک آزمائش کا شکار رہتا ہے اور اس کا دل رب کی بات پر نہیں ٹھہرتا۔ نفس کی تین اقسام ہیں۔ یہ بنیادی طور پر ایک سفر ہے۔ یہ سفر کیسے جاری رہتا ہے؟ ایک **cyclical process** ہے۔ ایک طرف تو انسان نفس امّارہ سے نفس لوّامہ اور نفس مطمئنّہ تک کا سفر کر سکتا ہے اور دوسری طرف نفس مطمئنّہ سے نفس لوّامہ اور نفس امّارہ کا سفر کر لیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ انسان کے اندر کی قوت ہے۔ اگر تقویٰ کی قوت بڑھتی جائے تو یہ سفر نفس مطمئنّہ کی جانب ہے اور اگر فجور کی قوت بڑھتی جائے تو اس کا مطلب ہے تقویٰ کی قوت کمزور پڑ گئی۔ فجور کی قوت بنیادی طور پر انسان کے اندر سرکشی کا جذبہ ابھارتی ہے اور انسان سے نفس امّارہ کی طرف کا سفر کرواتی ہے۔ (ملامت سے اطمینان تک)

سوال 3: نفس امّارہ، نفس لوّامہ اور نفس مطمئنّہ کے کیا کام ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)نفس امّارہ:نفس امّارہ سرکشی اوراللہ تعالیٰ کی نافرمانی کاحکم دیتاہے۔اس کابنیادی کام فسوق ہے۔نفس امّارہ کی خصوصیات میں سے دوسری چیزشرک ہے۔(الاساس:5/2665,2666)**(2)**نفس لوّامہ:اس شخص کانفس نفس لوّامہ ہوسکتاہے اورملامت کرسکتاہے جواپنے معاملات کوکم ازکم اللہ تعالیٰ کے سپردضرورکردے۔اس نے اسلام ضرورقبول کیاہواہو،اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا سیکھ لے،اس کے اندرکی دنیا،اندرکے معاملات اوراندرکے احساسات یہ ہوں کہ میراکوئی معاملہ میری وجہ سےنہیں بلکہ میرے ربّ کی وجہ سے سدھرے گااس لئے میرامعاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝﴾میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!اورمیں قسم کھاتاہوں بہت ملامت کرنے والےنفس کی!(القیمۃ:1،2)(3)نفس مطمئنّہ:نفس مطمئنّہ کامعاملہ انسان کے اندرکب شروع ہوتاہے؟اطمینان والی جان کیاکام کرتی ہے کہ اس کے اندراطمینان اترتاہے؟احسان۔ جوانسان ربّ کی طرف نظریں لگاناسیکھ لےاورربّ کی نظروں کومحسوس کرناشروع کرلےیعنی امیداورخوف کے بین بین رہےتواس کانفس مطمئن ہوناشروع ہوجاتاہے۔پھروہ ربّ کی رضاپہ راضی رہناشروع ہوجاتاہے۔ربّ کےخوف سےاس کےناپسندیدہ کام چھوڑنےشروع کردیتاہے۔یہ سفرہے وصول الی اللہ کا،اطمینان کا،فطرت کا۔﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝﴾اےاطمینان والی جان!اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ،راضی ہونے والی،پسندکی ہوئی ہو۔چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہوجاؤ۔اورمیری جنت میں داخل ہوجاؤ۔(سورۃالفجر:27.30)آپ نے اپنی ذات کے لیے جوکام شروع کرناہےاس میں پہلی بات یہ ہے کہ تشخیص کریں۔آپ اس وقت کہاں ہیں؟اوردوسری بات یہ کہ ٹارگٹ بنائیں جانا کہاں ہے؟سفرکس طرف کوکرناہے؟(ملامت سے اطمینان تک)

سوال4:کیاکام ہوتاہےجس کی وجہ سےکوئی نفس نفس امّارہ بنتاہے؟

جواب:نفس پرکون کام کرتاہے؟مثال کےطورپراگرنفس امّارہ کودیکھیں تواس پرکس کاقبضہ ہوتاہے؟شیطان کا۔شیطان انسان سے کیاکام کرواتاہے؟جادو،فسق،نافرمانی کےکام اورانسان شیطانی اغواکاشکارہوجاتاہے۔شیطان انسان کی سوچ handle کرلیتاہےاوراس کے اندرکبراورغرورپھرجاتاہےجس کی وجہ سےدوخصوصیات پیداہوتی ہیں ظلم اور جہالت۔(ملامت سےاطمینان تک)

سوال5:نفس انسان کوکیسے بدی پراکساتاہے؟

جواب:(1)انسان کادشمن شیطان جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:’’شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتاہے،وہ انسان کووسوسے ڈال کراکساتاہے۔‘‘(بخاری)گویاوسوسہ ڈالنےکاعمل شرکاآغازہے۔(ملامت سےاطمینان تک)**(2)**دل ایک قلعہ کی طرح ہے۔اس قلعے کی بیرونی دیواریں ہیں اوراس میں دروازے لگےہوئے ہیں۔مزیداس میں شگاف اوررخنے بھی بنے ہوئے ہیں۔اس قلعے میں عقل رہائش پذیرہےاورفرشتےاس قلعے میں بکثرت آتے جاتے رہتے ہیں۔اس قلعے کے باہرایک طرف ایک اورپناہ گاہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی موجود ہے جس میں خواہش رہتی ہے۔اس پناہ گاہ میں شیاطین بلا روک ٹوک آتے جاتے رہتے ہیں۔اہل قلعہ اور اہل پناہ گاہ کے مابین لڑائی ہوتی رہتی ہے اور شیاطین مسلسل قلعے کے گردہ گرد قلعے کے محافظوں کی غفلت اور کسی شگاف کے ذریعے اندر داخل ہونے کی تلاش و فکر میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔لہٰذا قلعے کے محافظوں کو چاہیے کہ قلعے کے ان تمام دروازوں کی اور تمام شگافوں کی پوری پوری نگہبانی اور حفاظت رکھیں جن کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی ہے اور ایک لحظہ اور لمحہ کے لیے بھی پہرے داروں کو پہرے داری اور نگہبانی سے سستی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ دشمن کسی وقت بھی سستی اور غفلت نہیں دکھا رہا۔(3)ایک آدمی نے حسن بصری سے دریافت کیا: کیا ابلیس بھی سوتا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ''اگر وہ سو جائے تو ہمیں راحت نہ مل جائے؟''(4)یہ قلعہ ذکر سے منور اور ایمان سے روشن رہتا ہے۔اس میں ایک ایسا پالش شدہ آئینہ نصب ہے جس میں ہر گزرنے والے کی تصویر یا آسانی دیکھی جاسکتی ہے۔(5)شیطان قلعے پر حملہ آور ہونے سے قبل بیرونی پناہ گاہ میں بیٹھ کر دھواں ہی دھواں بنا دیتا ہے جس سے قلعے کی دیواریں کالی سیاہ ہو جاتی ہیں،اور آئینہ دھندلا جاتا ہے۔ کثرت غور وفکر سے وہ دھواں ختم ہو جاتا ہے اور ذکر الٰہی کی پالش سے آئینہ روشن اور صاف ہوتا ہے۔(6)دشمن کے حملہ آور ہونے کے مختلف انداز ہیں:بعض اوقات تو وہ حملہ کرتے ہی قلعے میں داخل ہو جاتا ہے لیکن دروازے کے نگہبان اور محافظ اس پر بھرپور جوابی کاروائی کر کے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں،اور کبھی وہ قلعے میں داخل ہو کر حیران وسرگرداں ہی کر ڈالتا ہے،اور نگہبان کی غفلت کی بنا پر وہ اندر قیام بھی کر لیتا ہے،اور بعض اوقات دھوئیں کو چلانے والی اور دھکیلنے والی ہوا ہی تھم جاتی ہے،قلعے کی دیواریں کالی بھجنگ ہو جاتی ہیں۔آئینہ دھوئیں سے اٹ جاتا ہے۔تو ایسی صورت حال میں شیطان اس طرح قلعے میں گھس جاتا ہے کہ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔اور بعض اوقات محافظ اپنی غفلت اور سستی کی بنا پر زخم خوردہ بھی ہو جاتے ہیں۔اور قیدی بن کر ان کے آلہ کار بھی بن جاتے ہیں۔اور شیطان ادھر قیام کر کے خواہش نفسانی کی موافقت میں کئی نئے حیلے بھی دریافت کرنے لگتا ہے یا اس کی مدد اور اعانت ہی کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔اور بعض اوقات شر اور شرارت کا فقیہ ہی بن جاتا ہے۔سلف میں سے کسی نے فرمایا ہے:میں نے شیطان کو دیکھا،اس نے مجھے یوں کہا:پہلے میں لوگوں کو ملتا تھا اور ان کو تعلیم دیا کرتا تھا۔اب صورت حال اس کے برعکس ہو گئی ہے،کہ میں لوگوں کو ملتا ہوں لیکن میں خود ان سے سیکھتا ہوں۔ (7) بعض دفعہ شیطان کسی ہوشیار،باخبر،سمجھ دار آدمی پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کے پاس خواہشات کی دلہن ہوتی ہے،جسے اس نے بناؤ سنگھار اور میک اپ کیا ہوتا ہے۔وہ سمجھ دار اور ذہین وفطین آدمی اس کو دیکھنے میں مشغول ہو جاتا ہے،تو اسی اثناء میں شیطان اسے اپنا قیدی بنا لیتا ہے۔(8)شیطان کا سب سے مضبوط پھندا جس سے وہ اسیروں اور قیدیوں کو مضبوطی سے باندھتا ہے وہ جہالت ہے۔ درمیانے درجے کا پھندا خواہش نفسانی اور اس کا کمزور ترین حربہ غفلت ہے۔جب تک ایمان والے پر ایمان کی زرہ رہتی ہے دشمن کا کوئی تیر بھی کارگر نہیں ہوتا بلکہ نشانے پر لگتا ہی نہیں ہے۔(9)حسن بن صالح نے فرمایا ہے:'' شیطان بندے کے لیے نیکی کے ننانوے دروازے کھولتا ہے ان تمام سے شیطان برائی کا ایک دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔''(10)اعمش بیان کرتے ہیں ہم سے اس آدمی نے بیان کیا جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جنوں سے باتیں کیا کرتا تھا، ان جنوں کا کہنا تھا: ہمارے لیے سنت کے پیروکار سے بڑھ کر کوئی آدمی زیر کرنا مشکل نہیں ہے۔ رہے یہ خواہش و ہوا کے صاحبان ہم تو ان سے جیسے چاہتے ہیں کھیلتے رہتے ہیں۔ (تلبیس ابلیس: ابن جوزی) (11) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے، مجھے اس پر غیرت آئی۔ پس آپ ﷺ تشریف لائے اور میرا حال دیکھا تو فرمایا: ''اے عائشہ! تجھے کیا ہوا؟ کیا تجھے غیرت آئی؟'' میں نے عرض کیا: ''مجھے کیا ہے کہ مجھ جیسی عورت کو آپ ﷺ جیسے مرد پر غیرت نہ آئے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرے پاس تیرا شیطان آیا؟'' میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے کہا: ''کیا ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں لیکن میرے ربّ نے اس کے خلاف میری مدد کی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا۔'' (صحیح مسلم: 7110) (12) سیدنا سمرہ بن فاکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے راستوں پر بیٹھتا ہے پھر اس کو اسلام کے راستے سے روکتا ہے اور اس کو کہتا ہے کیا تو مسلمان ہوتا ہے اور اپنے اور اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑتا ہے؟ پھر آدمی اس کی بات نہیں سنتا اور مسلمان ہو جاتا ہے اور اس کو ہجرت کے راستے سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ تو ہجرت کرتا ہے اور اپنی زمین اور آسمان کو چھوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ مہاجر کی مثال ایسی ہے جیسے گھوڑا اپنے لم ڈور میں، پھر انسان اس کی بات کا انکار کرتا ہے اور ہجرت کرتا ہے۔ پھر اس کو جہاد سے روکتا ہے اور کہتا ہے تو جہاد کرتا ہے اور وہ جان اور مال کے لیے ایک آفت ہے۔ اب تو لڑے گا اور مارا جائے گا پھر لوگ تیری بیوی کا نکاح کر دیں گے اور تیرا مال بانٹ لیں گے، پھر انسان اس کی بات نہیں سنتا اور جہاد کرتا ہے۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کام کیے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے اگر وہ مارا جائے یا اس کو سواری گرائے یا ڈوب کر مر جائے تو بھی اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں لے جائے۔ (سنن نسائی: 3139) (13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ رسول ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ ہمارے دلوں میں وہ وہ خیال گزرتے ہیں کہ جن کا بیان کرنا ہم میں سے ہر ایک کو بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے (یعنی اس خیال کو کہہ نہیں سکتے کیونکہ معاذ اللہ! وہ خیال کفر یا فسق کا خیال ہوتا ہے جس کا منہ سے نکالنا مشکل معلوم ہوتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم کو ایسے وسوسے ہوتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو عین ایمان ہے۔ (مسلم)

سوال 6: اگر کوئی نفس امارہ سے نفس لوامہ تک کا سفر کرنا چاہے تو وہ کیا کرے؟

جواب: (1) ایسے انسان کو بہت شدید اور بہت سخت قسم کا مجاہدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان غلطیوں کو معاف کیا ہے جن کا صرف دل میں وسوسہ گزرے یا دل میں اس کے کرنے کی خواہش پیدا ہو۔ مگر ان کے مطابق عمل نہ ہو اور نہ بات کی ہو۔ (صحیح بخاری: 6664) **(2)** نبی ﷺ سے وسوسے کے بارے میں پوچھا گیا تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ یہ تو محض ایمان ہے۔(خالص ایمان)(صحیح مسلم:342)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا﴾ پھراس کی بدی اوراس کا تقویٰ اس کے دل میں ڈال دیا۔(الشّمس:8)(4)نبی ﷺ سے کسی نے پوچھا تھا گناہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ ''جو تیرے سینے میں کھٹک پیدا کردے جسے تم لوگوں کے سامنے کرنے سے کتراؤاورا کیلے میں کرلو''۔(مسلم:6516)(5)یہاں پر دو باتیں پتہ چلتی ہیں کہ:(الف)کھٹک انسان کو پہلے آگاہ کرتی ہے۔(ب)انسان اجتماعی ماحول کے اندرایسا کام کرنے سے گریز کرتا ہے۔یعنی ماحول اس کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے،دوسرے انسان اندر سے اٹھنے والے سوال کا جواب دے سکتا ہے،اس پہ کان دھرسکتا ہے لیکن جس وقت وہ اس پر کان نہیں دھرتا، دبا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس دبانے کے بارے میں فرمایا:﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾ اور یقیناً نامراد ہوا وہ جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔(الشّمس:10)(6)جس نے اندر سے اٹھنے والی نیکی کی اس پکار کو،کھٹک کو دبا دیا وہ نامراد ہوگیا،اسی طرح سے دوسرا رویہ بھی انسان اختیار کرسکتا ہے،اگر انسان عین اس موقع پر،اس کھٹک پر محتاط ہو جاتا ہے اور برائی کرنے سے رک جاتا ہے تو یہ رکنا کیا ہے؟اپنے آپ کو برائی سے پاک کرنا۔تزکیہ کرنا۔اسی کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾ یقیناً کامیاب ہوگیا وہ جس نے اسے پاک کیا۔(الشّمس:9)کھٹک پیدا ہوئی اور انسان نے اس کھٹک کی وجہ سے اپنے آپ کو برائی سے پاک کرلیا تو وہ کامیاب ہے۔آپ نے کس طرح سے اس نفس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا ہے؟بڑی بات تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے دو بڑے خاص راستے ہیں۔(7)پہلی چیز جیسے رب العزت نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا کہ اگر نفس اکسائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو۔﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اکساہٹ ابھار دے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں۔(الاعراف:200)(8)دوسری چیز:اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنا مسنون طریقے سے،جیسے رسول اللہ ﷺ نے مدد مانگی،نبی ﷺ اپنے اکثر خطبات کے آغاز میں نفس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے آپ ﷺ کے الفاظ ہیں کہ:وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ''اور ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے برے اعمال کے شر سے''اور اسی طرح سے نبی ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلَى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ ''اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پھر مجھے میرے نفس کے حوالے ایک لمحے کے لیے نہ کرنا۔میرے حالات کی اصلاح کر دینا تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''(ابوداؤد:5090)

سوال 7:﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ﴾ ''مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یعنی انسان کا نفس تو شیطان کی سواری ہے۔شیطان نفس کے راستے ہی انسان کے اندر داخل ہوتا ہے مگر جس پر رب کی رحمت ہو۔(2)یعنی جسے رب تزکیہ کی توفیق دے دے اور نفس کی تطہیر کے لیے ایمان اور اعمال صالحہ کی توفیق دے دے تاکہ نفس امارہ،نفس مطمئنہ بن جائے،وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔(ایسر التفاسیر:684,683)(3)یعنی اسے اس کے نفس امارہ سے نجات دے دے اور اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح اس کا نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جائے۔ ہلاکت کے داعی کی نافرمانی کر کے ہدایت کے داعی کی آواز پر لبیک کہے۔ اس میں نفس کا کوئی کمال نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر بے انتہا فضل وکرم اور اس کی بے پایاں رحمت ہے۔ (تفسیر سعدی: 1264/2) (4) یعنی جس پر میرا رب رحم کرے اور اس کو بچالے تو وہ نفس کی اطاعت نہیں کرتا بلکہ اس کا مقابلہ کرتا ہے اسی جہاد نفس کی وجہ سے اس کو ملائکہ پر برتری حاصل ہو جاتی ہے۔ (تفسیر مظہری: 109/6)

سوال 8: ﴿إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ﴾ ''یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا ہے'' جو بھی نادم ہو کر رب کے سامنے جھک جائے وہ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ **(2)** وہ غفور ہے توبہ کر کے لوٹ آنے والے کو بخش دیتا ہے۔ **(3)** ﴿رَّحِيمٌ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے اور اسے نیک اعمال کی توفیق عطا کر کے اس پر رحم کرتا ہے۔ ان آیات کریمہ کی تفسیر میں قرین صواب یہی ہے کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے یوسف علیہ السلام کا نہیں، کیونکہ یہ بات عورت کے کلام کے سیاق میں آئی ہے اور یوسف علیہ السلام تو اس وقت قید میں تھے۔ (تفسیر سعدی: 1264, 1265/2) **(4)** یہ انقلاب، انسان کی ذات میں، اس کے بطون میں اندھیرے کا نور سے بدل جانا صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ممکن ہے۔ یہ عورت مومن بن چکی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ وہ رب جس نے مجھے ڈوبنے سے اس وقت بچایا جب میں ڈوبنے کے بالکل قریب تھی، واقعی خطاؤں کا بخشنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (تعارف الفرقان: 88) **(5)** یہاں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ عزیز مصر کی بیوی جناب یوسف علیہ السلام کے شب وروز سے بے خبر نہ تھی وہ ہر لمحے کی خبر رکھتی ہوگی۔ اسے یہ خبر بھی مل چکی تھی کہ جناب یوسف زنداں میں اللہ تعالیٰ کے دین کی، توحید کی اور تقویٰ کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ اس دعوت پر ایمان لے آئی اور ''ہیت لک'' کہنے والی یہ کہنے لگی: ﴿إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ جب گناہ گار یہ لفظ کہتا ہے تو سارے وجود کی صداقت ان میں سمٹ آتی ہے۔ یقیناً عزیز مصر کی بیوی توبۃ النصوح کر چکی تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ یہاں یہی بتانا چاہتا ہے۔ (تعارف الفرقان: 88) **(6)** ﴿إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ سے بندے اور رب کے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے کہ بندہ کیسے خطائیں کرتا ہے، گناہوں میں آلودہ ہو جاتا ہے لیکن رب کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اپنی خطاؤں کی معافی مانگ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ (54)﴾

''اور بادشاہ نے کہا: ''اس کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خالص کر لوں۔'' پھر جب اس نے اس سے بات کی تو کہا: ''بلاشبہ آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب اقتدار، امانت دار ہیں۔'' (54)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي﴾ ''اور بادشاہ نے کہا: ''اس کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خالص کر لوں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ **وَقَالَ الْمَلِكُ** ﴾شاہ مصر نے تحقیق کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام کو بلانے کے لیے قاصد سے کہا۔**(2)**﴿ **ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي** ﴾''اس کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خالص کرلوں''جب بادشاہ پر سیدنا یوسف علیہ السلام کا علم،ان کے کردار کی بلندی اور پاک دامنی واضح ہوگئی تو اس نے انہیں بلوایا تا کہ وہ انہیں اپنا ذاتی دوست اور مشیر بنالیں۔شاہ مصر نے یوسف علیہ السلام کو عزت اور احترام کے ساتھ لانے کا حکم دیا۔

سوال 2:﴿ **فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ** ﴾'' پھر جب اس نے اس سے بات کی تو کہا:''بلاشبہ آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب اقتدار،امانت دار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **فَلَمَّا كَلَّمَهُ** ﴾'' پھر جب اس نے اس سے بات کی''شاہ مصر نے جب یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی تو اس نے یوسف علیہ السلام کی فراست،دانائی،دوراندیشی،علم،کمال اور حسن اخلاق کو پہچان لیا تھا۔اس لیے انہیں اپنا خاص مشیر بنانا چاہتا تھا۔**(2)**﴿ **قَالَ** ﴾''کہا''شاہ مصر کے نزدیک سیدنا یوسف علیہ السلام کی قدر ومنزلت اور وقعت زیادہ ہوگئی تو اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا۔**(3)**﴿ **إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ** ﴾''بلاشبہ آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب اقتدار،امانت دار ہیں'' آپ ہمارے یہاں عزت واحترام والے،بلند مرتبہ اور معتبر ہیں۔آپ ہمارے رموز مملکت کے اور رازوں کے امین ہیں۔

﴿ **قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ**(55) ﴾

''یوسف نے کہا:''مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں یقیناً میں پوری طرح حفاظت کرنے والا،خوب جاننے والا ہوں۔''(55)

سوال 1:﴿ **قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ** ﴾''یوسف نے کہا:''مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں یقیناً میں پوری طرح حفاظت کرنے والا،خوب جاننے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ** ﴾''یوسف نے کہا:''مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں''سیدنا یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے کہا:اگر آپ مجھے امین اور عزت واحترام کے قابل سمجھتے ہیں تو مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیجئے۔**(2)**میں امین ہونے کی وجہ سے اپنی اس ذمہ داری کو پوری امانت اور دیانت سے ادا کروں گا۔میں خزانوں کی نگرانی بھی کروں گا اور اپنے علم کے مطابق ایسی تدابیر اختیار کروں گا جس کی وجہ سے قحط کی تباہیوں سے مصر کو بچائیں گے۔**(3)**لفظ﴿ **خَزَائِنِ الْأَرْضِ** ﴾زمین کے خزانے سے مراد روپیہ اور غلوں کے خزانے نہیں ہیں بلکہ سلطنت کے تمام ذرائع آمدنی وپیداوار ہیں۔قرآن حکیم میں خزائن کا لفظ عموماً اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہے''وللہ خزائن السموات والارض''(ابن کثیر)(اشرف الحواشی:291/1)**(4)**سیدنا یوسف علیہ السلام نے عوام کے فائدے کے لیے بادشاہ سے مطالبہ کیا۔سیدنا یوسف علیہ السلام بادشاہ کے خواب کی تعبیر کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ عنقریب قحط سالی کے دن آنے والے ہیں اور ان دنوں کے لیے مناسب انتظامات کرنے کی ضرورت ہے سوانہوں نے خزانے اپنے ہاتھ میں لینے کی خواہش ظاہر کی۔**(5)**﴿ **إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ** ﴾''یقیناً

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں پوری طرح حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں'' یعنی جس چیز کا آپ مجھے نگران بنائیں گے میں اس کی حفاظت کروں گا، اس میں سے کچھ بھی بے محل استعمال ہو کر ضائع نہیں ہوگی، میں ان محاصل کے داخل خارج کو منضبط کر سکتا ہوں۔ میں ان کے انتظام کی کیفیت کا پورا علم رکھتا ہوں۔ میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ کسے عطا کرنا ہے کسے محروم رکھنا ہے اور ان میں تصرفات کی پوری طرح دیکھ بھال کر سکتا ہوں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف سے اس عہدے کا مطالبہ، عہدے کی حرص کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ نفع عام میں رغبت کی وجہ سے تھا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بارے میں اپنی کفایت اور حفظ وامانت کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ لوگ نہیں جانتے تھے۔ بنابریں سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کے انتظام پر مقرر کر دے۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کا والی اور منتظم مقرر کر دیا۔ (تفسیر سعدی:2/1265) **(6)** ان دو لفظوں میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان تمام اوصاف کو جمع کر دیا جو ایک وزیر خزانہ میں ہونے چاہئیں کیونکہ پہلی ضرورت تو امین خزانہ کے لئے اس کی ہے کہ وہ سرکاری اموال کو ضائع نہ ہونے دے اور دوسری ضرورت اس کی ہے کہ جہاں جس قدر خرچ کرنا ضروری ہے، اس میں نہ کوتاہی کرے۔ (معارف القرآن:5/88,89) **(7)** سیدنا یوسف علیہ السلام نے عہدے کی طلب اس لئے کی تاکہ وہ ملک میں احکام الٰہیہ کا اجراء کریں، حق کو قائم کریں، عدل کا بول بالا کریں اور ان مقاصد کی تکمیل کریں جن کے لیے انبیاء کرام مبعوث کیے جاتے ہیں۔ (انوار البیان:3/105) **(8)** سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امیر بننے کا سوال نہ کرنا کیونکہ اگر تیرے سوال کرنے پر امارت تیرے سپرد کر دی گئی تو تو اس کے سپرد کر دیا جائے گا (یعنی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو جانے اور وہ جانے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری مدد نہ ہوگی) اور اگر تجھے بغیر سوال کے امارت دے دی گئی تو اس پر تیری مدد کی جائے گی۔ (بخاری) **(9)** جب انسان کو اپنی اہلیت پر اعتماد و یقین ہو اور کوئی دوسرا شخص قومی امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکتا ہو تو اپنے آپ کو عہدہ کے لئے پیش بھی کر سکتا ہے۔ (ابن کثیر) **(10)** صحابہ کرام سیدنا علی اور معاویہ اور سیدنا حسین اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہم کے جو اختلافات پیش آئے وہ سب اسی پر مبنی تھے کہ ان میں ہر ایک یہ خیال کرتا تھا کہ اس وقت فرائض خلافت کو میں اپنے مقابل سے زیادہ حکمت وقوت کے ساتھ پورا کر سکوں گا، جاہ ومال کی طلب کسی کا مقصد اصلی نہ تھا۔ (معارف القرآن:5/91) **(11)** کافر یا فاسق حکمران کی حکومت کا عہدہ قبول کرنا خاص حالات میں جائز ہے لیکن امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ ''فلن اکون ظھیرا۔۔'' کے تحت لکھا ہے کہ اس آیت کی رو سے ظالموں، کافروں کی اعانت کرنا جائز نہیں۔ (معارف القرآن:5/91)

﴿ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (56) ﴾

''اور اس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسف کو اقتدار دیا وہ اس میں جگہ بناتا تھا جہاں چاہتا تھا۔ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور نیکی کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے۔'' (56)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ﴾ ''اوراس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسف کو اقتدار دیا وہ اس میں جگہ بناتا تھا جہاں چاہتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ كَذٰلِكَ﴾ ''اوراس طرح'' یعنی ان اسباب اور تدابیر کی وجہ سے۔**(2)** ﴿مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''ہم نے اس سرزمین میں یوسف کو اقتدار دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے اقتدار کا راستہ ہموار کیا گیا: **(الف)** سیدنا یوسف علیہ السلام کو الزام سے بری کر دیا گیا۔**(ب)** بادشاہ کے دل میں ان کی قدر ومنزلت پیدا کی گئی۔**(ج)** سیدنا یوسف علیہ السلام کے طلب کردہ عہدے پر انہیں فائز کر دیا گیا۔**(3)** اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کے ذریعے سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے مصر کی سرزمین میں قدم جمانے ممکن کر دیے۔**(4)** ﴿يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ﴾ ''وہ اس میں جگہ بناتا تھا جہاں چاہتا تھا'' اب انہیں اختیار تھا کہ وہ ملک میں جو چاہیں کریں، جہاں چاہیں رہیں۔ ایک وہ دور تھا کہ قید خانے میں زندگی محبوس تھی اور یہ دوسرا دور تھا جس میں سارا ملک، سارے خزانے ان کے قبضے میں تھے یوں وہ نعمتوں اور جاہ وجلال میں رہنے لگے۔**(5)** اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر میں ہر قسم کے اختیارات حاصل تھے اور وہ ایک کافر بادشاہ کے وزیر اور ملازم نہ تھے۔ ہوسکتا ہے کہ بادشاہ (ریان بن ولید) نے ازخود ہی زمام حکومت ان کے سپرد کر دی ہو۔ (روح المعانی) (اشرف الحواشی:291/1)

سوال 2: ﴿نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور نیکی کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1): ﴿نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ﴾ ''ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں'' یعنی ہمارے احسان، رحمت اور نعمت کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کو یہ مقام ملا۔**(2)** اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے، اپنی رحمت اور احسان سے جس پر چاہتے ہیں رحمتیں فرماتے ہیں۔**(3)** یعنی ہم نے یوسف علیہ السلام کو نعمت نبوت، اسلام اور نجات عطا فرمائی۔ (ثمر قندی:206/2) **(4)** ''ہم اپنی رحمت سے جسے چاہتے ہیں نوازتے ہیں'' اس سے اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ زمین پر ہونے والی تبدیلیوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا ارادہ کام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکال کر آسانیوں میں لاتے ہیں، خوف کے بدلے امن عطا کرتے ہیں، قید سے نکال کر آزادی دیتے ہیں، لوگوں کے دلوں میں جگہ بناتے ہیں، پریشانیوں کے بدلے خوشیاں عطا کرتے ہیں۔**(5)** ﴿وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور نیکی کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے'' اللہ تعالیٰ نیک انسانوں کا صلہ برباد نہیں کرتے۔ چونکہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ظلم کی وجہ سے جلاوطنی اور عزیز مصر کی بیوی کی وجہ سے قید کی زندگی پر صبر سے کام لیا تھا، اس لیے صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر پر حکمران بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ مخلص بندوں کا اجر ضائع نہیں کرتے اور سیدنا یوسف علیہ السلام کا شمار تو محسنین کے سرداروں میں ہوتا ہے۔**(6)** سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل کتاب میں سے ایک شخص سے، جو مسلمان ہو گیا تھا، سنا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی ''اے داؤد مصیبت پر صبر کر تجھے میری طرف سے مدد پہنچے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گی۔''میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہرانسان نے صبر کے ذریعے ہی خیر سے حصہ پایا ہے۔چاہے وہ نبی ہو یا کوئی اور ہو۔منتصر بن بلال انصاری کے اشعار ہیں:''کوئی بھی سخت دن ایسا نہیں (اگر چہ اس میں آنے والی مصیبت شدید ہو) جس کے بعد آسانی نہ آجاتی ہو اگر آدمی پر کسی دن ضرورت کا پورا کرنا مشکل ہو اور ضرورت اسے جکڑ لے تو وہ صبر کی چابی سے اسے کھولے۔''

﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ(57)﴾

''اور یقیناً آخرت کا اجران لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے ہیں۔''(57)

سوال:﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾''اور یقیناً آخرت کا اجران لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ﴾''اور یقیناً آخرت کا اجر بہت ہی بہتر ہے''یعنی آخرت کا اجر دنیا کی عطا سے بہتر ہے۔**(2)**یعنی ایسے ایمان اور تقویٰ والے آخرت میں بڑا ہی انعام واکرام پائیں گے،دنیا میں اقتدار وتصرف ملا اور آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ بیان سے باہر ہے۔سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝﴾یہ ہماری عطا ہے سو احسان کرو یا روک رکھو،کوئی حساب نہیں ہے۔اور بلاشبہ اس کا ہمارے یہاں یقیناً بڑا قرب ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے۔(ص:39,40)**(3)**﴿لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾''ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے''یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق کی۔**(4)**﴿وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے ہیں''یعنی وہ شرک سے بچتے رہے۔**(5)**یعنی جن لوگوں میں تقویٰ اور ایمان جمع ہے۔پس تقویٰ کے ذریعے سے حرام امور،یعنی کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو ترک کیا جاتا ہے اور ایمان کامل کے ذریعے سے ان امور میں تصدیق قلب حاصل ہوتی ہے جن امور کی تصدیق کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور فرض ومستحب،اعمال قلوب اور اعمال جوارح،تصدیق قلب کی پیروی کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1266/2)**(6)**مطلب یہ ہے کہ آدمی کو آخرت کی کامیابی کے لیے اصل کوشش کرنی چاہیے،کیونکہ دنیا کا جاہ جلال اور عزت وشہرت سب عارضی ہے اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:687/1)

رکوع نمبر2

﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ(58)﴾

''اور یوسف کے بھائی آئے،پھر اس کے پاس داخل ہوئے تو اس نے انہیں پہچان لیا اور وہ اس کو پہچاننے والے نہ تھے۔''(58)

سوال1:﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ﴾''اور یوسف کے بھائی آئے''مصر میں برادران یوسف کی آمد کا کیا سبب تھا؟

جواب:(1)سیدنا یوسف علیہ السلام کے دور میں جب قحط کے دور کا آغاز ہوا تو فلسطین بھی اس کی لپیٹ میں آگیا۔قحط کا اثر کنعان کے شہروں پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی پڑا جہاں یعقوب علیہ السلام رہتے تھے۔(2) سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب مصر کی وزارت سنبھالی تو اپنے حسن تدبیر سے پہلے سات سالوں میں اناج کو محفوظ رکھا۔ پھر سات سالہ قحط کے دور میں انہوں نے غریبوں اور قحط زدہ لوگوں میں غلہ بانٹنا شروع کر دیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس اناج کے لیے دور دراز سے لوگ آتے تھے اور وہ انہیں قیمت لے کر غلہ دیتے تھے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی بیٹوں کو اناج کے لیے مصر بھیجا۔ یوں برادران یوسف علیہ السلام بھی قیمت لے کر دس اونٹوں پر سوار ہو کر مصر کی طرف چل پڑے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا۔

سوال 2: ﴿ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴾ ''پھر اس کے پاس داخل ہوئے تو اس نے انہیں پہچان لیا اور وہ اس کو پہچاننے والے نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ ﴾ ''پھر اس کے پاس داخل ہوئے تو اس نے انہیں پہچان لیا'' جب دس بھائی سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے بھائیوں کو پہچان لیا۔(2) ﴿ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴾ ''اور وہ اس کو پہچاننے والے نہ تھے'' برادران یوسف علیہ السلام انہیں پہچان نہ پائے کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا اس کے بعد ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ (3) اس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام کی عمر بھی چھوٹی تھی اور اب وہ مصر کے تخت سلطنت کے مالک بن جائیں گے، یہ بات تو بھائیوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

﴿ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (59) ﴾

''اور جب اس نے ان کے سامان کے ساتھ انہیں تیار کر دیا تو کہا: ''اپنے اس بھائی کو میرے پاس لانا جو تمہارے باپ سے ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو یقیناً میں پورا ماپ دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔''(59)

سوال 1: ﴿ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴾ ''اور جب اس نے ان کے سامان کے ساتھ انہیں تیار کر دیا تو کہا: ''اپنے اس بھائی کو میرے پاس لانا جو تمہارے باپ سے ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو یقیناً میں پورا ماپ دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ ﴾ ''اور جب اس نے ان کے سامان کے ساتھ انہیں تیار کر دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کروا دیا جیسے وہ اناج ناپ کر دیتے تھے۔ انہوں نے ہر بھائی کو ایک اونٹ غلہ دیا اور ان سے ان کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا ایک بھائی جنگل میں ہلاک ہو گیا تھا اور اس کا حقیقی بھائی ہے جو والد کے پاس ہے۔(2) ﴿ قَالَ ﴾ ''کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ (3) ﴿ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ﴾ ''اپنے اس بھائی کو میرے پاس لانا جو تمہارے باپ سے ہے'' یعنی تم نے اپنے جس بھائی کا ذکر کیا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے ساتھ لے آنا۔(4)﴿اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو یقیناً میں پورا ماپ دیتا ہوں'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو رغبت دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم نے دیکھا نہیں میں پورا پورا غلہ دیتا ہوں۔(5)﴿وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ ''اور میں بہترین مہمان نواز ہوں'' میں نے تمہاری عزت واکرام سے مہمان نوازی کی ہے، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی تو اپنے بھائی کو ساتھ لے آنا اگر اس کے حصے کا غلہ چاہیے۔(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' (صحیح بخاری:6018)(7) سیدنا ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے مہمان کی عزت کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا حق کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دن اور ایک رات (یعنی اس میں اپنی طاقت کے مطابق بہتر کھانا تیار کرے) اور مہمان نوازی تین دن ہے۔ پس جو اس کے علاوہ ہو، وہ صدقہ ہے۔'' (صحیح بخاری:6135)

سوال 2: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا وعید ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝﴾ ''ہلاکت ہے کمی کرنے والوں کے لیے۔'' (المطففین:1)

﴿فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ(60)﴾

''پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی ماپ نہیں اور نہ ہی تم میرے قریب آنا۔'' (60)

سوال: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ﴾ ''پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی ماپ نہیں اور نہ ہی تم میرے قریب آنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ﴾ ''پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ بات اپنا بھائی ساتھ نہ لانے کی صورت میں ڈراتے ہوئے ان سے کہی۔(2)﴿فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ﴾ ''تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی ماپ نہیں اور نہ ہی تم میرے قریب آنا'' یعنی بھائی کو نہیں لاؤ گے تو غلہ بھی نہیں ملے گا بلکہ تمہیں میرے پاس آنا ہی نہیں چاہیے۔(3) یہ بات سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس لئے کہی، کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ مصران کے پاس ضرور آئیں گے اور اپنے بھائی کو ساتھ لانے پر مجبور ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1268)

﴿قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ(61)﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم اس کے بارے میں اس کے باپ کو ضرور آمادہ کریں گے اور بلاشبہ ہم ضرور کرنے والے ہیں۔'' (61)

سوال: ﴿قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم اس کے بارے میں اس کے باپ کو ضرور آمادہ کریں گے اور بلاشبہ ہم ضرور کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ﴾ ''انہوں نے کہا:'' ہم اس کے بارے میں اس کے باپ کوضرور آمادہ کریں گے'' برادران یوسف علیہ السلام بولے: ہم پوری طرح سے کوشش کریں گے کہ ہمارے والد بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔(2)اس آیت میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بنیامین سے محبت کی دلیل ہے اسی لیے برادران یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہم بنیامین کو لانے کی تدبیر کریں گے۔(3)﴿وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم ضرور کرنے والے ہیں''یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے بھائی کو لانے کا وعدہ کرلیا۔

﴿وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ(62)﴾

''اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا کہ ان کی رقم ان کے کجاووں میں رکھ دوتا کہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں تو اس کو پہچان لیں،شاید وہ لوٹ آئیں۔''(62)

سوال 1:﴿وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا کہ ان کی رقم ان کے کجاووں میں رکھ دوتا کہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں تو اس کو پہچان لیں،شاید وہ لوٹ آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ﴾ ''اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے واپس آنے کی ایک اور تدبیر کی،انہوں نے اپنے غلاموں اور خادموں سے کہا۔(2)﴿اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ﴾ ''ان کی رقم ان کے کجاووں میں رکھ دو'' ان کی رقم چپکے سے ان کے کجاووں میں رکھ دو،جس کے بدلے میں انہوں نے غلہ خریدا تھا۔(3)﴿لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ﴾ ''تاکہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں تو اس کو پہچان لیں''یعنی گھر جا کر جب وہ سامان میں اپنی قیمت دیکھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ اس احسان کو پہچان لیں۔(4)سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے غلے کے پورے تول کے ذریعے بھلائی کی،پھر قیمت واپس لوٹادی یہ احسان بھی ان پر واجب ٹھہراتا تھا کہ احسان کرنے والے یوسف علیہ السلام سے وفاداری کریں اور بھائی کو لے کر دوبارہ مصر پہنچیں۔(5)﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''شاید وہ لوٹ آئیں''یعنی شاید وہ احسان دیکھ کر لوٹ آئیں یا وہ اپنے مال کی واپسی کو گناہ سمجھ کر واپس کرنے کے لیے مصر آئیں۔(6)کیونکہ جب ان کے پاس غلہ خریدنے کے لئے پونجی ہوگی تو آنے کی راہ میں رکاوٹ دور ہوجائے گی۔(روح اشرف:292/1)

﴿فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(63)﴾

''چنانچہ جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ آئے تو انہوں نے کہا:'' اے ہمارے ابا جان! ہم سے ماپ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ ہم (غلے کا) ماپ لائیں اور بلاشبہ ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''(63)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال: ﴿فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ آئے تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہم سے ماپ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم (غلے کا) ماپ لائیں اور بلاشبہ ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ آئے تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہم سے ماپ روک دیا گیا ہے'' جب برادران یوسف علیہ السلام مصر سے واپس کنعان اپنے والد یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو بولے کہ مصر سے مزید غلے کو اس وقت تک کے لیے روک دیا گیا ہے جب تک ہم بنیامین کو ساتھ نہیں لے جاتے۔(2)﴿فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ﴾ ''لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم (غلے کا) ماپ لائیں'' برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا: ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ایک اونٹ مزید غلہ ہمیں مل جائے۔اس کی وجہ سے ہمیں مزید اناج حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔(3)﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں'' برادران یوسف علیہ السلام نے بھائی کی حفاظت کی ذمہ داری لی اور کہا کہ ان شاء اللہ ہم خیر و عافیت سے اسے واپس لائیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے۔

﴿قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ(64)﴾

''یعقوب نے کہا: ''نہیں میں اس کے بارے میں تم پر اعتبار کرتا مگر جیسا اعتبار میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تم پر کیا تھا؟ سو اللہ تعالیٰ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''(64)

سوال:﴿قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''یعقوب نے کہا: ''نہیں میں اس کے بارے میں تم پر اعتبار کرتا مگر جیسا اعتبار میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تم پر کیا تھا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا۔(2)﴿هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''نہیں میں اس کے بارے میں تم پر اعتبار کرتا مگر جیسا اعتبار میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تم پر کیا تھا؟'' یعنی جس طرح آپ لوگوں نے اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کی حفاظت کی ذمہ داری کا وعدہ کیا تھا اور اسے پورا نہیں کیا تھا اسی طرح اب تم اس کی بھی حفاظت کرو گے؟(3)یعنی تم نے پہلی حفاظت کے وعدے کو نہیں نبھایا اب مجھے تمہارے عہد پر اعتماد نہیں۔(4)بغرض اصلاح خطا کار کو جتلا دینا بھی مناسب ہے کہ تمہارے معاملہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمہاری بات نہ مانی جاتی، مگر ہم اس سے درگزر کرتے ہیں تا کہ وہ آئندہ شرمندہ ہو کر اس سے تائب ہو جائے۔(معارف القرآن:105/5)(5)﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے'' یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرتا ہوں۔وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بہترین حفاظت کرنے والا ہے۔ مجھے اس کی حفاظت چاہئے۔اسے میرے حالات کا علم ہے وہ ضرور مجھ پر رحم کرے گا۔یقیناً وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور وہ ضرور اس کی حفاظت فرمائے گا اور اسے میرے پاس لے آئے گا اور میری مدد فرمائے گا۔(6) حفاظت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔اللہ تعالیٰ ہی اس کی قدرت رکھتا ہے۔اس کے سوا کسی اور کو طاقت حاصل نہیں ہے۔اس کے چاہنے سے حفاظت ہوتی ہے اور نہ چاہنے سے نہیں ہوتی۔

﴿ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ (65) ﴾

''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ انہیں ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے۔انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ یہ ہے ہمارا مال، ہماری طرف لوٹا دیا گیا ہے اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ہم ایک اونٹ کا (غلہ) ماپ زیادہ لائیں گے اور یہ تو آسان ماپ ہے۔''(65)

سوال 1: ﴿ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ﴾ ''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ انہیں ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ انہیں ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے'' جب برادران یوسف علیہ السلام نے گھر واپس پہنچ کر سامان کھولا تو اس میں سے وہ رقم نکلی جو چلتے ہوئے یوسف علیہ السلام نے اپنے خادموں سے رکھوائی تھی۔(2) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام نے یہ مال قصداً واپس کیا تھا اور وہ اس مال کا واپس بھائیوں کو مالک بنانا چاہتے تھے۔(تفسیر سعدی:2/1269)

سوال 2: ﴿ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ یہ ہے ہمارا مال، ہماری طرف لوٹا دیا گیا ہے اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ہم ایک اونٹ کا (غلہ) ماپ زیادہ لائیں گے اور یہ تو آسان ماپ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ یہ ہے ہمارا مال، ہماری طرف لوٹا دیا گیا ہے'' انہوں نے اپنی رقم دیکھ کر خوشی کے مارے کہا کہ ہمیں اتنے عزت واحترام کے ساتھ رقم بھی واپس کر دی گئی ہے اور ہمیں کیا چاہئے۔(2) انہوں نے اپنے والد کو ترغیب دلائی کہ ہمیں اناج بھی مل گیا، رقم بھی مل گئی۔یہ دینے والے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اخلاص اورحسن اخلاق پر دلیل ہے۔(3)﴿وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا﴾''اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے''اب آپ ہمارے ساتھ بھائی کو بھیج دیں تو ہم غلہ بھی لے آئیں گے کیونکہ گھر والے خوراک کے سخت محتاج ہیں۔(4)﴿وَنَحْفَظُ اَخَانَا﴾''اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے''اوراپنے بھائی کی نگرانی بھی کریں گے۔(5)﴿وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ﴾''اور ہم ایک اونٹ کا(غلہ)ماپ زیادہ لائیں گے''یعنی جب ہمارا بھائی ہمارے ساتھ ہوگا تو ہمیں زیادہ غلہ ملے گا کیونکہ یوسف علیہ السلام ہر شخص کو ایک اونٹ یا ایک گدھا غلہ دیا کرتے تھے۔دقینطی زبان میں گدھے کو بھی بعیر کہا جاتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:890/1)(6)﴿ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ﴾''اور یہ تو آسان ماپ ہے''یعنی یہ غلہ حاصل کرنے کا بڑا آسان طریقہ ہے جس سے نقصان نہیں ہوگا۔اسی میں فائدہ ہے اور زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔

﴿قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ(66)﴾

''یعقوب نے کہا:''میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے نام کا پختہ عہد نہ دے دو کہ تم ضرور اس کو میرے پاس لاؤ گے،مگر یہ اور بات ہے کہ تم سب ہی گھیر لیے جاؤ۔''پھر جب انہوں نے اس کو اپنا پختہ عہد دے دیا تو اس نے کہا:''جو ہم سب کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ ضامن ہے۔''(66)

سوال 1:﴿قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ﴾''یعقوب نے کہا:''میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے نام کا پختہ عہد نہ دے دو کہ تم ضرور اس کو میرے پاس لاؤ گے،مگر یہ اور بات ہے کہ تم سب ہی گھیر لیے جاؤ''کی وضاحت کریں؟

جواب:''یعقوب نے کہا:''میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے نام کا پختہ عہد نہ دے دو کہ تم ضرور اس کو میرے پاس لاؤ گے،مگر یہ اور بات ہے کہ تم سب ہی گھیر لیے جاؤ''سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ جب تک تم بنیامین کو واپس لانے کی قسم نہیں کھاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کے لیے ہرگز راضی نہیں ہوں گا۔ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کہیں تم سب گھیر لیے جاؤ اور چھٹکارا نہ پاؤ تو اور بات ہے یعنی ایسی صورت حال جس پر تمہارا بس نہ چلتا ہو اور تم اسے ہٹانے کی قدرت نہ رکھتے ہو۔

سوال 2:﴿فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾''پھر جب انہوں نے اس کو اپنا پختہ عہد دے دیا تو اس نے کہا:''جو ہم سب کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ ضامن ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ﴾''پھر جب انہوں نے اس کو اپنا پختہ عہد دے دیا''جب برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی خواہش کے مطابق قسمیں کھا کر پختہ عہد و پیمان دے دیا۔(2)﴿قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾''اس نے کہا:''جو ہم سب کہہ رہے ہیں اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر اللہ تعالیٰ ضامن ہے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے قسموں کے بعد اس قول وقرار کی مضبوطی کے لیے فرمایا کہ ہماری باتوں پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔اس کی حفاظت کے ہم محتاج اور اس کی رحمت کے تمنائی ہیں۔یوں سیدنا یعقوب علیہ السلام کو مجبوراً بنیامین کو بھیجنا پڑا کیونکہ غلے کے بغیر گزارا نہ تھا اور بیٹے کے جائے بغیر اناج کا ملنا ممکن نہیں تھا۔

﴿ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (67) ﴾

''اور یعقوب نے کہا:'' اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آنے والی) کسی چیز کو نہیں ہٹا سکتا، حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور لازم ہے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں۔''(67)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ﴾ ''اور یعقوب نے کہا:'' اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے چلتے وقت بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مصر میں داخل ہوں تو ایک ہی دروازے سے نہ جائیں بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہوں۔ان کے دل میں یہ اندیشہ غالب تھا کہ اگر ایک دروازے سے جائیں گے تو شاید کسی آفت میں گرفتار ہو جائیں جب کہ الگ الگ جانے میں نسبتاً عافیت ہے۔(2) یعنی وہ بھائیوں کی کثرت کی وجہ سے نظر لگنے سے ڈرتے تھے۔(3) صحیح احادیث سے بھی یہ ثابت ہے: العین حق یعنی نظر بد کا لگ جانا ایک حقیقت ہے۔عہد نبوی میں بہت سے لوگوں کو نظر بد سے نقصان کا پہنچنا ثابت ہے۔ایک حدیث میں نظر بد کی شدت تاثیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:'' اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر سکتی تو نظر بد سبقت لے جاتی۔''(فتح القدیر، روح اشرف)

سوال 2: نظر لگنے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:(1) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ''العَينُ حَقٌّ'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' نظر لگنا برحق ہے۔''(صحیح بخاری :5740)(2) سیدنا ابو مامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ'' میرے باپ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے خزار جگہ میں بہتے ہوئے پانی میں غسل کے ارادے سے اپنا کپڑا اتارا تو عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ رہے تھے، میرے والد محترم بہت زیادہ خوب صورت اور گورے چٹے تھے۔عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا:'' اس کی خوب صورتی ایک ماہ پارہ دوشیزہ کی طرح ہے، اتنا خوب صورت جسم میں نے آج تک نہیں دیکھا۔''بس یہ کہنا تھا کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ وہیں گر پڑے اور انھیں سخت بخار ہو گیا، ان کی بیماری کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خبر رسول اکرم ﷺ کو دی گئی اور بتایا گیا کہ وہ سر نہیں اٹھا رہے (یعنی بہت زیادہ بیمار ہیں)۔آپ ﷺ نے پوچھا ''کیا تم لوگوں کو کسی آدمی پر شک ہے کہ اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے؟''لوگوں نے کہا:''ہاں! عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔''آپ ﷺ نے انھیں بلایا اور غصے سے فرمایا:''آخر تم میں سے کوئی اپنے ہی بھائی کو کیوں ہلاک کرتا ہے؟اس کے لیے تم نے برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟اس کے لیے غسل کرو۔''تب جناب عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ،دونوں کہنیاں،دونوں گھٹنے،دونوں پاؤں اور اپنی تہ بند کا اندرونی حصہ ایک برتن میں دھویا۔پھر وہی پانی جناب سہل رضی اللہ عنہ پر پیچھے سے انڈیل دیا گیا اور وہ اسی وقت شفایاب ہو گئے۔''(موطا امام مالک،کتاب العین،باب الوضوء من العین:1،سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب العین:3509)

سوال3:نظر بد کا علاج کیا ہے؟

جواب:(1)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لیے پناہ طلب کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارے بزرگ دادا(ابراہیم علیہ السلام)بھی ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لیے مانگا کرتے تھے:اَعُـوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّآمَّةٍ ۔میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ ہر ایک شیطان سے اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔(صحیح بخاری:3371)**(2)**سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ایسے دموں میں کوئی حرج نہیں جن میں شرک نہ ہو۔(مسلم:5732)**(3)(i)**اگر یہ پتہ چل جائے کہ کس کی نظر لگی ہے تو اسے غسل کرنے کے لئے کہا جائے۔پھر غسل والے پانی سے نظر بد کے متاثرہ شخص پر پانی بہا دیا جائے۔اس طرح شفا نصیب ہوتی ہے۔(ابن ماجہ:3509)**(ii)**سورۃ الاخلاص،سورۃ الفلق،سورۃ الناس (بخاری:5017)اور یہ دعائیں پڑھ کر مریض پر دم کیا جائے:بِاسْمِ اللهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَّشْفِيْكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ۔''اللہ تعالیٰ کے نام سے میں مدد چاہتا ہوں۔وہ تمہیں ہر بیماری سے اچھا کرے گا۔تمہیں ہر حسد کرنے والے کی برائی سے محفوظ رکھے گا اور ہر بری نظر ڈالنے والے کی نظر سے تمہیں بچائے گا۔''(مسلم:5699)اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔''اللہ تعالیٰ کے نام سے ہر اس چیز کے شر سے جو آپ کو تکلیف دینے والی ہو اور ہر نفس یا حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے میں آپ کو دم کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا۔میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔''(بخاری:5742)

سوال4:نبی ﷺ نے نظر سے بچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے؟

جواب:(1)جب کوئی چیز اچھی لگے تو بارک اللہ کہیں۔(موطا امام مالک)**(2)**اسی طرح ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ پڑھنا قرآن حکیم سے ثابت ہے۔(الکھف 37)

سوال5:﴿وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾''اور میں تم سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آنے والی) کسی چیز کو نہیں ہٹا سکتا'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور میں تم سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آنے والی) کسی چیز کو نہیں ہٹا سکتا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی یہ وضاحت کر دی کہ میری تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتی۔ تقدیر میں جو لکھا ہے ہو کر رہے گا۔ **(2)** مفسر ابوالسعود لکھتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کا مقصد یہ نہیں تھا کہ احتیاط بے کار چیز ہے۔ (تفسیر ابی السعود) **(3)** رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (البقرہ:195) **(4)** رب العزت نے فرمایا: ﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ﴾ اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو۔ (النساء:102) **(5)** ان کا مقصد یہ بتانا تھا کہ احتیاط ہی مقصود اصلی نہیں ہے۔ بلکہ محض تدبیر ہے جسے مفید بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اور تدبیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی ہے، وہ اللہ سے مدد حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور اس سے بھاگ کر اسی کی جناب میں پناہ لینے والی بات ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:690/1)

سوال 6: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنِ الْحُكْمُ﴾ یعنی امر اور قضاء۔ **(2)** ﴿اِلَّا لِلّٰهِ﴾ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ **(3)** یعنی فیصلہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور حکم وہی ہے جو اس کا حکم ہے۔ پس جس چیز کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر دے وہ ضرور واقع ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1270/2) **(4)** جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔ **(5)** اللہ تعالیٰ کی چاہت پوری ہو کر رہتی ہے۔

سوال 7: ﴿عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ ''میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور لازم ہے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو میں نے تمہیں جن اسباب کو اختیار کرنے کی وصیت کی ہے میں ان پر اعتماد نہیں کرتا میں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں۔ (2) یعنی میں تو اپنے معاملات اسی کے سپرد کرتا ہوں۔ (ایسر التفاسیر:687) **(3)** ﴿وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ ''اور لازم ہے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں'' توکل کرنے والوں کو اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی کفایت کرنے والا نہیں۔

سوال 8: توکل کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ایمان کے بڑے واجبات میں سے ہے جس کے زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ توکل ربّ رحمٰن کے قریب کرنے والے افضل اعمال اور دل کی عبادات میں سے ہے۔ توکل توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس سے استعانت طلب کئے بغیر بندہ سارے کاموں کو انجام دینے کے قابل نہیں ہوتا۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: توکل آدھا دین ہے اور آدھا دین انابت ہے۔ یقیناً دین استعانت (اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا) اور عبادت ہے۔ توکل استعانت ہے اور انابت عبادت ہے۔ (ابن قیم،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مدارج السالکین :2/113)سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا جماع الایمان ہے۔(ابن ابی شیبہ:7/202)(2)توکل کا تعلق واجبات، مستحبات اور مباحات سبھی سے ہے۔مسلمان اپنے تمام کاموں میں توکل کرنا مستحب ہی نہیں بلکہ دینی فریضہ سمجھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:(i)﴿ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۲۳ ﴾ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا ''ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ پھر جب تم اس سے داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب ہونے والے ہو اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو، اگر تم مومن ہو۔'' (المائدۃ:23)(ii)﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۳ ﴾اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔(التغابن:13)(3)توکل کے لغوی معنی: اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا، اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا، توکل اپنی عاجزی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا نام ہے۔(4)توکل کے اصطلاحی معنی: سیدنا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بندے کا اپنے رب پر توکل کرنے سے مراد یہ ہے کہ بندہ جانتا ہے کہ وہ قابل اعتماد ہے۔ابن رجب کہتے ہیں کہ توکل دنیا اور آخرت کے تمام امور میں نفع کے حصول اور نقصان سے دور رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر دل کا سچا اعتماد ہے۔(جامع العلوم والحکم:437)ابوبکر الجزائری لکھتے ہیں: اسباب کو کام میں لاتے ہوئے نتیجہ کو رب تعالیٰ کے حوالے کر دینا اور ساتھ ہی یہ ایمان اور یقین رکھنا کہ کامیابی کا مدار اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی رحمت پر ہے توکل کہلاتا ہے۔(عقیدۃ المؤمن:153)(5)توکل دل کی عبادت ہے۔دل کا یہ اعتماد کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔توکل کرنے والا دل میں اس یقین کو جما کر کوشش کرتا ہے لیکن کوشش پر بھروسہ کرنے کی بجائے ربّ پر اعتماد کرتا ہے کہ میں جو کچھ بھی کر لوں، ہوگا وہی جو ربّ چاہے گا یا جس پر وہ راضی ہوگا اور جو وہ نہیں چاہے گا نہیں ہوگا۔وہ کامل قدرت رکھنے والا، رازِق، خالق، زندگی دینے والا، موت سے ہم کنار کرنے والا، کامل علم والا، کامل حکمت والا اپنے بندوں کے لئے کافی ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے سوا کوئی ربّ نہیں۔توکل میں استعانت شامل ہے۔استعانت عبادت کے لئے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں:﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ ﴾میں اپنی عبادت اور استعانت اور اپنے اوپر توکل کو جمع کر دیا۔توکل میں دو باتیں اکٹھی ہوتی ہیں: اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین اور اعتماد اور تدبیر کرنا۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: توکل کا راز اور اس کی حقیقت دل کا اللہ وحدہٗ پر اعتماد کرنا ہے جس کو تدبیروں کا جمع کرنا نقصان نہیں دیتا لیکن اس کے ساتھ دل کا صرف ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور اس کی طرف جھکنا ہے۔(الفوائد:87)اسی وجہ سے اگر اسباب ختم بھی ہو جائیں تو توکل کرنے والے پر اثر انداز نہیں ہوتے کیونکہ وہ دل کی گہرائیوں سے یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی اور موجود ہے۔(6)رسول اللہ ﷺ کا تدبیر اختیار کرنا: رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے تھے۔(i)آپ ﷺ نے احد کے دن دو زرہیں پہنیں۔(ii)فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے سر پر خود پہنی۔(iii)ہجرت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے عام راستے سے ہٹ کر راستہ اختیار فرمایا۔نبی ﷺ نے اپنی امت کو بھی یہی تعلیم دی۔(7)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی:2344) (8) سیدہ مریم علیہا السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا تھا جب کہ وہ حاملہ تھیں اور کمزور بھی جب کہ کھجور کا درخت مضبوط تھا۔ ربّ العزت کا فرمان ہے: ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝﴾ اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمہارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا۔ (مریم:25) (9) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: توکل اللہ تعالیٰ کے واجبات میں سے بڑا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توکل کرنے کا حکم دیا ہے جیسے جنابت سے وضو اور غسل کرنے کا حکم دیا ہے اور غیر اللہ پر توکل کرنے سے منع کیا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ:16) (10) نبی ﷺ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کلمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ابرہیم علیہ السلام نے کہا تھا، اس وقت جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور یہی کلمہ محمد ﷺ نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے کہا تھا کہ لوگوں (یعنی قریش) نے تمہارے خلاف بڑا سامان جنگ اکٹھا کر رکھا ہے، ان سے ڈرو لیکن اس بات نے ان مسلمانوں کا (جوش) ایمان اور بڑھا دیا اور یہ مسلمان بولے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔ (بخاری:4563)

﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (68)﴾

''اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو ہدایت کی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی چیز ان سے ہٹا نہیں سکتا تھا مگر یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جس کو اس نے پورا کیا اور بلاشبہ وہ یقیناً صاحب علم تھا اس لئے کہ ہم نے اسے سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔'' (68)

سوال 1: ﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا﴾ ''اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو ہدایت کی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی چیز ان سے ہٹا نہیں سکتا تھا مگر یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جس کو اس نے پورا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا﴾ ''اور جب'' یعنی جب برادران یوسف وہاں سے روانہ ہو گئے۔ **(2) ﴿دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ﴾** ''وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو ہدایت کی تھی'' تو سب بھائی اپنے والد یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے مطابق کئی دروازوں سے داخل ہونے کے لیے الگ ہو گئے۔ **(3) ﴿مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾** ''وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی چیز ان سے ہٹا نہیں سکتا تھا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کی تدبیر سے تقدیر ٹل نہیں سکی۔ وہ تدبیر جو آفت سے بچنے کے لیے انہوں نے اپنے بیٹوں کے لیے اختیار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی تھی۔(4)﴿ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ﴾ ''مگر یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جس کو اس نے پورا کیا''یعنی وہ خواہش تو اولاد کی محبت کے باعث تھی جس کی وجہ سے انہیں اطمینان ہوگیا۔بس ان کے دل میں ایک خیال تھا جسے انہوں نے پورا کرلیا۔

سوال 2: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور بلاشبہ وہ یقیناً صاحب علم تھا اس لئے کہ ہم نے اسے سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے یعقوب علیہ السلام کے علم کی تعریف فرمائی ہے ﴿ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ ﴾ ''اور بلاشبہ وہ یقیناً صاحب علم تھا'' وہ عظیم علم کے مالک تھے۔(2)﴿ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ ﴾ ''اس لئے کہ ہم نے اسے سکھایا تھا''یعنی انہوں نے اپنی قوت واختیار سے اس کا ادراک نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا عطا کردہ علم کارفرما تھا۔(تفسیر سعدی:1271/2)(3)﴿ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں''یعنی وہ چیز نہیں جانتے جو یعقوب علیہ السلام اپنے دینی معاملات کے بارے میں جانتے تھے۔ (قرطبی:161,160/5)(4) یعنی اکثر لوگ نہیں جانتے کہ کیسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی ایسے علوم کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے جو دنیا اور آخرت میں ان کے لیے نفع مند ہوتے ہیں اور ان علوم میں سے ہے ظاہری اسباب کو اختیار کر کے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔(تفسیر منیر:28/7)(5) اکثر لوگ معاملات کے انجام اور اشیاء کی باریکیوں کو نہیں جانتے۔اسی طرح اہل علم پر بھی علم، احکام اور اس کے لوازم میں سے بہت کچھ مخفی رہ جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:1271/2)

رکوع نمبر3

﴿ وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(69) ﴾

''اور جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ہی جگہ دی، اس نے کہا: ''بلاشبہ میں ہی تمہارا بھائی ہوں، سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں۔''(69)

سوال 1: ﴿ وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ہی جگہ دی، اس نے کہا: ''بلاشبہ میں ہی تمہارا بھائی ہوں، سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ ﴾ ''اور جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے'' جب برادران یوسف علیہ السلام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ سیدنا یوسف علیہ السلام کا حقیقی بھائی بنیامین بھی تھا۔(2)﴿ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ ﴾ ''تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ہی جگہ دی'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو پاس بلا کر بٹھایا۔انہیں شاہی مہمان خانے میں رکھا۔ان کی خوب مہمان نوازی کی اور انتہائی محبت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے پیش آئے۔(3)یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بھائیوں سے الگ کرلیا اور کھانے اور رات کے اوقات میں انہیں اپنے پاس رکھا۔(4)سیدنا یوسف علیہ السلام نے ہر کمرے میں سونے کے لیے دو دو افراد کو رکھا اور وہ گیارہ بھائی تھے۔بنیامین بچ گیا تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ میرے ساتھ سوئے گا۔(ایسر التفاسیر:687)(5)﴿قَالَ اِنِّیۡۤ اَنَاۤ اَخُوۡکَ﴾''اس نے کہا:''بلاشبہ میں ہی تمہارا بھائی ہوں''سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی تو اسے بتا دیا کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔(6)﴿فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾''سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں''بھائیوں نے آپ کے ساتھ جو کچھ بھی کیا اس پر غم نہ کرنا،ان کی باتوں سے دل برا نہ کرنا۔(7)یعنی غم زدہ نہ ہو کیونکہ ہماری عاقبت اچھی ہے،پھر انہوں نے بنیامین کو اپنے اس منصوبے اور حیلے سے آگاہ کیا جس کے مطابق یوسف علیہ السلام،بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے جب تک کہ معاملہ اپنے انجام کو نہیں پہنچ جاتا۔(تفسیر سعدی:1272/2)

سوال2:سیدنا یوسف علیہ السلام کا کردار ایک مثالی بھائی کا کردار ہے،وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا یوسف علیہ السلام کی شخصیت کے نمایاں اوصاف ان کا علم،حلم،حیا،مکارم اخلاق اور اس کے دین کی طرف دعوت ہے۔(2)بطور بھائی کے سیدنا یوسف علیہ السلام کا کردار مثالی ہے۔وہ جن بھائیوں کے درمیان رہتے تھے وہ ایک نبی کے بیٹے تھے مگر جھوٹ بولتے تھے اور حسد میں مبتلا تھے۔سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے والد کو جدا کرنے کے لیے انہوں نے بار بار جھوٹ بولا اور یوسف علیہ السلام کی قمیص اور خون کے سلسلے میں والد کے سامنے جھوٹا فسانہ گھڑا۔اس افسانے کو گھڑنے کے لیے ان کے درمیان بحث ہوئی ہوگی اور بحث میں افترا پردازی اور جھوٹی خبریں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔یہ گناہوں کی نحوستیں ہیں۔(3)سیدنا یوسف علیہ السلام کا یہ قول﴿فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾''سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں''دلیل ہے کہ ان کے اندر عفو اور تسامح،بھائی کے لیے محبت کا اظہار،ماضی کو بھلا دینے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرنے کی صفات پائی جاتی تھیں۔ان صفات کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ آئندہ وقت گزارنا چاہتے تھے۔(تفسیر منیر:36,37/7)(4)سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے ماں باپ کے ساتھ عظیم حسن سلوک کرنے والے اور اپنے بھائیوں اور ساری مخلوقات کے ساتھ بھلائیاں کرنے والے تھے۔(5)سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے گناہ گار بھائیوں کو معاف کر دیا اور اس معافی کو یہ کہہ کر مکمل کر دیا کہ وہ ان سے مواخذہ نہیں کریں گے اور انہیں ان کے جرم کی عار نہیں دلائیں گے۔حقیقت یہ ہے کہ مثالی بھائی وہ ہے جو مکارم اخلاق کا حامل ہو،معاف کر سکتا ہو۔علم اور حلم کے بغیر ایسے کردار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔اللہ تعالیٰ سیدنا یوسف علیہ السلام پر اپنی ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔ان کی زندگی ہر بھائی کے لیے مثال ہے۔وہ علم میں بھی بے مثال تھے،عفو و درگزر اور حیا میں بھی۔اللہ تعالیٰ ہر بھائی کو علم،حلم،حیا اور عفو و درگزر کے لیے کوششیں کرنے والا بنائے۔(آمین)

﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیۡ رَحۡلِ اَخِیۡهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الۡعِیۡرُ اِنَّکُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ(70)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''پھر جب یوسف نے انہیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا تو اپنے پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا۔ پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: ''اے قافلے والو! بلاشبہ یقیناً تم لوگ چور ہو۔''(70)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ﴾ ''پھر جب یوسف نے انہیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا تو اپنے پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ﴾ ''پھر جب یوسف نے انہیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں کو رخصت کرنے کا ارادہ کیا تو ہر ایک کے اونٹ پر غلہ لدوا دیا، ان میں بنیامین بھی تھا۔**(2)** ﴿جَعَلَ السِّقَايَةَ﴾ ''تو اپنے پینے کا برتن یعنی وہ پیالہ جس سے اناج کو بھی ناپا جاتا ہے اور اس میں پانی بھی پیا جاتا ہے۔**(3)** ﴿فِي رَحْلِ أَخِيهِ﴾ ''اپنے بھائی کے کجاوے میں''، یعنی بنیامین کے سامان میں۔**(4)** سیدنا یوسف علیہ السلام نے ایک غلام کو حکم دیا کہ شاہی کٹورا جو چاندی یا سونے کا تھا بنیامین کے سامان میں چھپا دیا جائے۔(مختصر ابن کثیر:89/1)**(5)** سیدنا یوسف علیہ السلام کے غلام نے انتہائی ہوشیاری سے وہ پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا۔

سوال 2: ﴿ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ﴾ ''پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: ''اے قافلے والو! بلاشبہ یقیناً تم لوگ چور ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: پھر جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنا سامان سمیٹ لیا اور قافلہ چل پڑا تو ایک اعلان کرنے والے نے کہا: اے قافلے والو! تم چور ہو۔ ان لوگوں نے جب وہ پیالہ نہ پایا تو قافلے والوں پر چوری کا الزام لگا دیا۔

﴿قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ(71)﴾

''انہوں نے کہا، اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے: ''تم کیا چیز گم پاتے ہو؟''(71)

سوال 1: ﴿قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ﴾ ''انہوں نے کہا، اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے: ''تم کیا چیز گم پاتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوا﴾ ''انہوں نے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا۔**(2)** ﴿وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ﴾ ''اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے'' اعلان کرنے والے کی آواز سن کر بھائیوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ ان کے پاس واپس آ گئے۔**(3)** ﴿مَاذَا تَفْقِدُونَ﴾ ''تم کیا چیز گم پاتے ہو؟'' انہوں نے اعلان کرنے والوں سے پوچھا کیا بات ہے؟ تمہاری کیا چیز کھو گئی ہے؟ **(4)** یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے تہمت کو دور کرنے کے لیے اعلان کرنے والوں کی طرف رخ کیا۔**(5)** چور ہمیشہ اس شخص سے دور ہونے کی کوشش کرتا ہے جس کی اس نے چوری کی ہو تا کہ اس کی چوری پکڑی نہ جائے اور یہ لوگ ان کے پاس آ گئے۔ تہمت کے ازالے کے سوا ان کا کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ارادہ نہ تھا۔(تفسیر سعدی:2/1273)

﴿قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ(72)﴾

''انہوں نے کہا:''ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) ہوگا اور میں اس کا ضامن ہوں۔''(72)

سوال:﴿قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ﴾''انہوں نے کہا:''ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) ہوگا اور میں اس کا ضامن ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ﴾''انہوں نے کہا:''ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں''انہوں نے شاہی پیمانے کے گم ہوجانے کی اطلاع دی۔(2)﴿وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ﴾''اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) ہوگا''یعنی جو بادشاہ کا پیمانہ ڈھونڈ کر لائے گا اس کو ایک اونٹ کے وزن کے مطابق اناج ملے گا اور یہ اس کا انعام ہوگا۔(3)﴿وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ﴾''اور میں اس کا ضامن ہوں'' تلاش کرنے والے نے کہا کہ میں اس اناج کو دلوانے کا ذمہ لیتا ہوں۔

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ(73)﴾

''انہوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں اس لیے نہیں آئے کہ فساد کریں اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں۔''(73)

سوال:﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ﴾''انہوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں اس لیے نہیں آئے کہ فساد کریں اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''انہوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں اس لیے نہیں آئے کہ فساد کریں اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں''برادران یوسف نے تلاشی لینے والوں سے کہا کہ ہم ملک میں بدامنی پھیلانے، چوری اور گناہ کے کام کرنے نہیں آئے۔(2)﴿وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ﴾''اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں''یعنی ہم فساد فی الارض کا برا کام چوری کرنے نہیں آئے۔(3) انہوں نے قسم اس لئے اٹھائی تھی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ فساد پھیلانے والے ہیں نہ چور۔وہ جانتے تھے کہ ان کے احوال کی خوب جانچ پڑتال ہوئی ہے جو ان کی پاکیزگی اور پرہیزگاری پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ یہ کام ان کے علم سے نہیں ہوسکتا جن پر وہ چوری کی تہمت لگا رہے ہیں۔یہ پیرایہ چوری کی تہمت کی نفی میں اس فقرے سے زیادہ بلیغ ہے۔**تـاللہ لـم نـفسد فی الارض ولم نسرق** اللہ کی قسم ہم نے زمین میں فساد کیا ہے نہ ہم نے چوری کی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1273)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ (74) ﴾

انہوں نے کہا: ''اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی جزا کیا ہے؟''(74)

سوال: ﴿ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی جزا کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تلاشی لینے والوں نے جواب دیا: اگر بادشاہ کا پیمانہ تم لوگوں میں سے کسی کے پاس نکلا تو اسے کیا سزا ملنی چاہیے؟

﴿ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (75) ﴾

انہوں نے کہا: ''اس کی جزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے سو وہی اس کی جزا ہے، ہم ظالموں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔'' (75)

سوال: ﴿ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اس کی جزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے سو وہی اس کی جزا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اس کی جزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے سو وہی اس کی جزا ہے'' برادران یوسف علیہ السلام نے جواب دیا جس کے سامان میں پیالہ دیا جائے اس کی جزا یہ ہے کہ جس کی چوری کی گئی ہے اس کے حوالے کر دیا جائے۔**(2)** ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ ''ہم ظالموں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں'' شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا یہ تھی کہ چور مال مسروقہ کے مالک کی ملکیت بن جاتا تھا جب اس پر چوری کا الزام ثابت ہو جاتا تھا۔**(3)** مفسرین کہتے ہیں کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے خاندان میں چور کی یہی سزا مقرر تھی کہ وہ ایک برس تک اس شخص کی غلامی میں دے دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہو۔(فتح القدیر)(اشرف)**(4)** یوسف علیہ السلام کی غرض بھی یہ تھی کہ بنیامین ان کے پاس رہیں۔

﴿ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (76) ﴾

''چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا، اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی وہ بادشاہ کے قانون کی رو سے اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے، ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں، اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے۔''(76)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ﴾ ''چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ﴾ ''چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا'' تلاشی لینے والوں نے بنیامین کے سامان سے پہلے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے سامان کی یکے بعد دیگرے تلاشی لی تا کہ شک نہ رہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔(2) ﴿ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ﴾ ''پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا'' پھر جب برادران یوسف علیہ السلام کے سامان سے کچھ نہ ملا تو شاہی پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد کرلیا۔(3) یعنی حقیقت واقعہ کی رعایت رکھتے ہوئے (وجدھا) یا (سرقھا) نہیں کہا۔اس طرح یوسف علیہ السلام کے اس منصوبے کی تکمیل ہو گئی جس کے مطابق وہ اپنے بھائی کو اس طرح اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے کہ ان کے بھائیوں کو اصل صورت حال کا علم نہ ہو۔(تفسیر سعدی: 1274,1273/2)

سوال2: ﴿كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ﴾ ''اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی وہ بادشاہ کے قانون کی رو سے اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ﴾ ''اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی خاطر تدبیر کی جس کی وجہ سے وہ ایسے طریقے سے اپنے بھائی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، کیونکہ اس میں مصلحت تھی کیونکہ مصری قانون کے مطابق سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو نہیں روک سکتے تھے۔(2) ﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ﴾ ''وہ بادشاہ کے قانون کی رو سے اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے'' یعنی مصر کے قانون کے مطابق چوری کے بدلے میں بندے کو نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ بندے کو مارا جاتا تھا اور اس سے تاوان لیا جاتا تھا۔(3) مصر کا شاہی قانون یہ تھا کہ چور کو پیٹا جائے اور اس سے چوری کے مال کے علاوہ اتنا ہی مال اور لے کر اس شخص کو دے دیا جائے جس کا مال چوری ہوا ہے۔اس قانون کی رو سے چور کو غلام نہیں بنایا جا سکتا تھا۔(ابن کثیر)(شوکانی)(4) یعنی بادشاہ کے قانون کے مطابق مال مسروقہ کے مالک کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ چور کا مالک بن سکے۔ان کے ہاں چوری کی کوئی اور سزا تھی۔اگر فیصلہ بادشاہ کے قانون کے مطابق ہوتا تو یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو اپنے پاس نہ رکھ سکتے۔اس لئے سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فیصلہ کروایا، تا کہ ان کے منصوبے کی تکمیل ہو۔(تفسیر سعدی: 1274/2)(5) ﴿اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ﴾ ''سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے'' یعنی جو وہ حکم دیتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔(6) اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے چور کی سزا دریافت کرتے، نہ بھائی بتاتے اور نہ سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو اپنے ہاں رکھ سکتے۔(اشرف:294/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: ﴿نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴾ ''ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کردیتے ہیں،اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کردیتے ہیں،اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے''یعنی علم میں درجات بلند کردیتے ہیں جیسا کہ یوسف علیہ السلام کا درجہ بلند کیا۔(ایسر التفاسیر:689)**(2)** سیدنا یوسف علیہ السلام کو شریعت براہیمی کا علم تھا۔ شریعت کا علم ہی درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔**(3)** سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی علماء تھے اور اپنے بھائیوں کے مقابلے میں وہ شریعت کا زیادہ علم رکھتے تھے اسی وجہ سے رب العزت نے ان کا مقام اور مرتبہ بلند کردیا۔**(4)** رب العزت کا فرمان ہے:﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔(المجادلہ:11)

سوال4: ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴾ ''اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے''یعنی ہر صاحب علم کے اوپر ایک شخص ہوتا ہے جو اس سے زیادہ علم رکھتا ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ غائب اور موجودہ کا علم رکھنے والی ہستی تک جا پہنچتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1274)**(2)** اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے اس سے بڑھ کر کوئی نہیں اس کا علم ذاتی ہے اور دوسروں کا علم وھبی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/893)**(3)** اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح ہم نے علم کے ذریعہ یوسف کو بلند مقام دیا،اسی طرح ہم جسے چاہتے ہیں علوم ومعارف دے کر اس کے ہم عصروں میں اسے عالی مقام بنادیتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑا علم والا ہوتا ہے،اسی لیے حسن بصری کہا کرتے تھے کہ ہر علم والے سے بڑا علم والا ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پر ختم ہوجاتا ہے۔اس سے بڑا کوئی عالم نہیں،اور اس کا علم بحر بے کنار ہے۔(تیسیر الرحمٰن: 1/692)**(4)** کسی عالم کا علم کلی نہیں لہٰذا کوئی علم والا دھوکے میں مبتلا نہ ہو کہ میرا علم زیادہ ہے کہ ہر ذی علم سے اوپر علم والا موجود ہے۔

﴿قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ(77)﴾

''انہوں نے کہا:''اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی''تو یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور اسے ان پر ظاہر نہیں کیا،اس نے کہا:''تم برے درجے کے لوگ ہو اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے۔''(77)

سوال1: ﴿قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''انہوں نے کہا:''اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے بھی چوری کی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ ﴾ ''انہوں نے کہا:'' اگر اس نے چوری کی ہے'' جب بنیامین کے سامان سے شاہی پیمانہ مل گیا تو بھائیوں نے کہا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ **(2)** ﴿ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ﴾ '' تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی'' اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ یہ ان کی جانب سے یوسف علیہ السلام پر بہتان تھا۔ انہوں نے الزام لگا کر یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کی۔ **(3)** اپنی پاک بازی ظاہر کرنے کے لئے فوراً اپنے آپ کو بنیامین سے الگ کرلیا اور اس کے جرم کو بہانہ بنا کر اس کے بھائی پر بھی چوری کی جھوٹی تہمت لگا دی۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے گم ہو جانے کے بعد بنیامین کے ساتھ یہ بھائی کیا سلوک کرتے رہے ہوں گے۔ (اشرف الحواشی:294/1)

سوال 2: ﴿ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ﴾ '' تو یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور اسے ان پر ظاہر نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ ﴾ '' تو یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا'' یوسف علیہ السلام نے چوری کا الزام سنا تو ایک بات دل میں رکھی۔ **(2)** ﴿ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ﴾ '' اور اسے ان پر ظاہر نہیں کیا'' انہوں نے اپنے بھائیوں کے سامنے ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے معاملے کو اپنے دل میں رکھ لیا اور غصے کو پی گئے۔

سوال 3: ﴿ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴾ '' اس نے کہا:'' تم برے درجے کے لوگ ہو اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ﴾ '' اس نے کہا:'' تم برے درجے کے لوگ ہو'' یوسف علیہ السلام نے جو بات اپنے دل میں چھپائی وہ یہ تھی کہ تم کم درجے کے لوگ ہو جو مجھ پر الزام عائد کر رہے ہو۔ **(2)** ﴿ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴾ '' اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تمہارا الزام جھوٹا ہے اور ہم اس بہتان سے بری ہیں۔

﴿ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ (78) ﴾

''انہوں نے کہا:'' اے عزیز! بلاشبہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے، سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے، بلاشبہ ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں۔'' (78)

سوال: ﴿ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ '' انہوں نے کہا:'' اے عزیز! بلاشبہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے، سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے، بلاشبہ ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' برادران یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر کہا جب بنیامین کے بارے میں فیصلہ ہوگیا کہ بادشاہ انہیں نہیں چھوڑے گا۔**(2)﴿يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ﴾** ''اے عزیز!'' انہوں نے خوشامد کرتے ہوئے بادشاہ سے کہا۔**(3)﴿اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا﴾** ''بلاشبہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے'' یعنی یعقوب علیہ السلام بہت بوڑھے ہیں، بیٹے کی جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کرسکیں گے۔**(4)﴿فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ﴾** ''سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے'' ہم میں سے جس کو چاہیں اس کے بدلے روک لیں۔**(5)﴿اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾** ''بلاشبہ ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں'' ہم آپ کو نیک اور انصاف کرنے والا دیکھتے ہیں امید ہے کہ آپ ہم پر اور ہمارے والد پر احسان کریں گے۔

﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ (79)﴾

''یوسف نے کہا: اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا ہے اس کے ماسوا کسی اور کو رکھیں تب تو ہم یقیناً ظالم ہوں گے۔'' (79)

سوال:﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ﴾ ''یوسف نے کہا: اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا ہے اس کے ماسوا کسی اور کو رکھیں تب تو ہم یقیناً ظالم ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا۔**(2)﴿مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ﴾** ''اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا ہے اس کے ماسوا کسی اور کو رکھیں'' یعنی ہماری طرف سے یہ بہت بڑا ظلم ہوگا اگر ہم ایک بے گناہ انسان کو اس کے بدلے میں پکڑ لیں جس کے پاس سے ہمارا مال نکلا ہے۔**(3)** سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقعے پر یہ نہیں کہا کہ اس کے بدلے میں جس نے چوری کی ہے، ایسا کہنا جھوٹ ہوتا کیونکہ بنیامین چور نہیں تھے۔**(4)﴿اِنَّآ اِذًا﴾** ''تب تو ہم ہوں گے'' یعنی جس کے پاس سے ہمارا مال نکلا ہے اس کی جگہ کسی اور کو پکڑ لیں تو۔**(5)﴿لَّظٰلِمُوْنَ﴾** ''یقیناً ظالم'' تو ہم بہت بڑا ظلم کرنے والے ہوں گے کیونکہ ہم ایسی صورت میں ایسے شخص کو سزا دیں گے جو مجرم نہیں، جو سزا کا مستحق نہیں۔

رکوع نمبر 4

﴿فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (80)﴾

''چنانچہ جب وہ اس سے ناامید ہوگئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے، ان کے بڑے نے کہا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ تمہارے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کا پختہ عہد لے رکھا ہے؟ اور اس سے پہلے یوسف کے سلسلے میں بھی تم زیادتی کر چکے ہو، چنانچہ میں یہ زمین ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں یا اللہ تعالیٰ میرا کوئی فیصلہ فرمائیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔''(80)

سوال: ﴿فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ ''چنانچہ جب وہ اس سے نا امید ہوگئے تو الگ ہوکر مشورہ کرنے لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ﴾ ''چنانچہ جب وہ اس سے نا امید ہوگئے'' جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے چھڑانے سے مایوس ہوگئے۔(2) ﴿خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ ''تو الگ ہوکر مشورہ کرنے لگے'' انہوں نے آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ اب کیا کریں کہ بنیامین تو گرفتار ہوگئے اور کسی صورت چھوٹ نہیں سکتے جب کہ ہم اپنے والد سے ان کے واپس لانے کا پختہ عہد کر کے ان کی ذمہ داری لے کر آئے ہیں۔

سوال 2: ﴿قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ ''ان کے بڑے نے کہا: '' کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کا پختہ عہد لے رکھا ہے؟ اور اس سے پہلے یوسف کے سلسلے میں بھی تم زیادتی کر چکے ہو، چنانچہ میں یہ زمین ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں یا اللہ تعالیٰ میرا کوئی فیصلہ فرمائیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''ان کے بڑے نے کہا: '' کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کا پختہ عہد لے رکھا ہے؟'' بڑے بھائی روبیل یا یہودا (یہ وہی تھے جنہوں نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں مشورہ دیا تھا کہ انہیں قتل نہ کرو بلکہ کسی کنویں میں ڈال آؤ) نے کہا بھائیو! تمہیں یہ تو معلوم ہی ہے کہ ہم نے اپنے والد سے بنیامین کے واپس لانے کے سلسلے میں کیا عہد کیا ہے۔ افسوس اب ہم نہ انہیں منہ دکھا سکتے ہیں اور نہ بھائی کو شاہی گرفتاری سے چھڑا سکتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1/895)(2) ﴿وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ﴾ ''اور اس سے پہلے یوسف کے سلسلے میں بھی تم زیادتی کر چکے ہو'' بڑے بھائی نے یاد دلایا کہ اس سے پہلے تم یوسف علیہ السلام کے بارے میں کیسی کوتاہی کے مرتکب ہو چکے ہو۔ کیسے آنکھوں دیکھتے ہم نے یوسف علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں کھو دیا تھا۔(3) بڑے بھائی نے دو امور کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا۔(i) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں ماضی میں کی جانے والی کوتاہی۔(ii) چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر نہ جانا۔(4) ﴿فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ﴾ ''چنانچہ میں یہ زمین ہرگز نہیں چھوڑوں گا'' بڑے بھائی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے کہا میں تو یہاں سے یعنی سرزمین مصر سے نہیں جاؤں گا یعنی اس کی طرف نہیں لوٹوں گا۔(ایسر التفاسیر:690,691)(5)﴿حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ﴾''یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں''یعنی میں تو اس وقت تک یہاں سے نہ جاؤں گا جب تک کہ والد مجھے اجازت نہ دیں۔(6)﴿اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ﴾''یا اللہ تعالیٰ میرا کوئی فیصلہ فرمائیں''یعنی اللہ تعالیٰ میرے لئے اکیلے یا بھائی کے ساتھ آنا مقدر کر دے۔ (تفسیر سعدی:2/1276)(7)﴿وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾''اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے''یعنی اللہ تعالیٰ بہترین حاکم ہے۔شاید کسی تدبیر کو سجھا دے کہ میں اپنے بھائی کو چھڑانے میں کامیاب ہو جاؤں۔

﴿ارْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ(81)﴾

''تم اپنے والد کے پاس جاؤ۔سو اس سے کہو:''اے ہمارے ابا جان!یقیناً آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم نے تو صرف اسی بات کی گواہی دی ہے جو ہمیں معلوم ہے اور غیب کی حفاظت کرنے والے تو ہم نہیں ہیں۔''(81)

سوال1:﴿ارْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ﴾''تم اپنے والد کے پاس جاؤ۔سو اس سے کہو:''اے ہمارے ابا جان! یقیناً آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ارْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ﴾''تم اپنے والد کے پاس جاؤ''بڑے بھائی نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا کہ اپنے والد کے پاس جا کر سارا واقعہ کہہ سناؤ۔(2)﴿فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ﴾''اے ہمارے ابا جان!یقیناً آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے''یعنی یہ بتاؤ کہ وہ چوری کے الزام میں دھر لیا گیا ہے،اس لیے ہم کوشش کے باوجود اسے اپنے ساتھ نہیں لا پائے۔

سوال2:﴿وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ﴾''اور ہم نے تو صرف اسی بات کی گواہی دی ہے جو ہمیں معلوم ہے اور غیب کی حفاظت کرنے والے تو ہم نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا﴾''اور ہم نے تو صرف اسی بات کی گواہی دی ہے جو ہمیں معلوم ہے''یعنی ہم غیب کے بارے میں تو نہیں جانتے اور ایسی چیز کے بارے میں ہم گواہی نہیں دیتے جو ہمارے سامنے نہیں تھی۔(2)﴿وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ﴾''اور غیب کی حفاظت کرنے والے تو ہم نہیں ہیں''یعنی ہم غیب کا علم رکھنے والے نہیں تھے۔ہم سے تو چور کی سزا پوچھی گئی تو ہم نے اپنے دین کے مطابق بتا دی۔ہم نے تو دیکھا کہ بادشاہ کا پیالہ بنیامین کی خرجی سے نکلا ہے۔(3)اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم اسے اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش کرتے نہ اس کو ساتھ لے جانے کے لیے اتنی کوشش کرتے اور نہ آپ کو کوئی عہد دیتے۔ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔(تفسیر سعدی:2/1276)

﴿وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ(82)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور آپ اس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیں جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لیں جس میں ہم آئے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم سچے ہیں۔''(82)

سوال: ﴿ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ ''اور آپ اس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیں جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لیں جس میں ہم آئے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم سچے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَسْـَٔلِ ﴾ ''اور آپ پوچھ لیں'' یعنی آپ ہماری بات پر یقین نہیں رکھتے تو۔**(2)** ﴿ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا ﴾ ''اس بستی کے لوگوں سے جس میں ہم تھے'' اہل مصر سے پوچھ لیں اور اس قافلے سے دریافت کرلیں، جس کے ساتھ ہم آئے ہیں جو کنعانیوں میں سے ہیں، وہ لوگ اس بارے میں پوری معلومات رکھتے ہیں۔**(3)** ﴿ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم سچے ہیں'' ہم نے واقعات بھی درست بتائے ہیں، جھوٹ نہیں بولا اور بنیامین کی حفاظت کرنے میں بھی ہم سچے ہیں۔ قافلے والے ہماری صداقت، امانت اور حفاظت کے گواہ ہیں۔ واقعات یہی پیش آئے ہیں۔ بنیامین چوری کے الزام میں پکڑ لیے گئے ہیں۔

﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (83) ﴾

''اس نے کہا: ''بلکہ تمہارے دل نے ایک کام کو مزین بنا دیا ہے، سو (میرا کام) اچھا صبر ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لائے گا، بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''(83)

سوال 1: ﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ﴾ ''اس نے کہا: ''بلکہ تمہارے دل نے ایک کام کو مزین بنا دیا ہے، سو (میرا کام) اچھا صبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سارے واقعات سن کر وہی جواب دیا جو مدتوں پہلے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے گم جانے کے موقع پر کہے تھے۔ جب ان کے بیٹوں نے ان سے یوسف علیہ السلام کی خون سے بھری ہوئی قمیص دیتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں بھیڑیا کھا گیا۔ اس موقع پر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا۔**(2)** ﴿ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ﴾ ''بلکہ تمہارے دل نے ایک کام کو مزین بنا دیا ہے'' یعنی تمہارے نفسوں نے ایک بات بنالی ہے۔ نہ تو یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے کھایا ہے، نہ بنیامین نے چوری کی ہے۔**(3)** ﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ﴾ ''سو (میرا کام) اچھا صبر ہے'' یعنی میں اس معاملے میں صبر جمیل کی پناہ لیتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناراضی ہے نہ بے صبری کا مظاہرہ اور نہ مخلوق کے پاس شکوہ۔ (تفسیر سعدی: 1277/2)**(4)** رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کردے، تو بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ (الشوریٰ: 43)**(5)** ابو مالک، حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر روشنی ہے۔ (مسلم: 534)**(6)** سیدنا ابوسعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ﷺ نے فرمایا:''اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے،اللہ تعالیٰ اسے بچالیتا ہے ،جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے،اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا، جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔'' (بخاری:1469)(7) سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوش حالی نصیب ہو،(اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے،تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے،تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے) (مسلم:7500)(8) نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:الصبر والسماحۃ صبر اور سیر چشمی۔(بخاری: کتاب الادب)(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:رات میرے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی۔میں نے اس لڑکے کا نام اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا۔پھر آپ ﷺ نے وہ لڑکا ام سیف کو دے دیا جو کہ ایک لوہار کی بیوی تھی اور اس لوہار کو ابوسیف کہا جاتا تھا (ایک دن) آپ ﷺ ابوسیف کی طرف چلے اور میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا۔جب ہم ابوسیف کے ہاں پہنچے تو وہ اپنی لوہے کی بھٹی دھونک رہے تھے اور ان کا گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا تو میں نے جلدی جلدی رسول اللہ ﷺ سے پہلے جا کر اس سے کہا:اے ابو سیف!ٹھہر جاؤ!رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو وہ ٹھہر گئے۔نبی ﷺ نے بچے کو بلایا اور اسے آپ ﷺ نے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور آپ ﷺ نے وہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بچے کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دم توڑ رہا ہے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:آنکھیں اشک آلود ہیں اور دل غم زدہ ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے کہ جس سے ہمارا رب راضی نہ ہو۔اللہ کی قسم!اے ابراہیم !ہم تیری وجہ سے غم زدہ ہیں۔ (مسلم:6025)(10) سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام،آپ ﷺ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹی نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کا آخری وقت ہے،آپ ﷺ تشریف لائیں۔آپ ﷺ نے پیغام بھیجا کہ وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ لے وہ بھی اسی کا ہے اور جو دے وہ بھی اسی کا ہے۔اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے اس لیے انہیں چاہیے کہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔'' صاحب زادی نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دیتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔چنانچہ آپ ﷺ سعد بن عبادہ ،معاذ بن جبل،ابی بن کعب،زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور کچھ اور آدمیوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا جب کہ اس کی جان بے چین اور مضطرب تھی۔(اس کی یہ حالت دیکھ کر) آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا:یارسول اللہ ﷺ !یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ جذبہ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں رکھا ہے'' اور ایک روایت میں ہے جن بندوں کے دلوں میں چاہا اور اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو (دوسروں پر) مہربان ہوتے ہیں۔ (بخاری:1284) (11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں، لیکن وہ اس پر ثواب کی نیت سے (صبر و رضا کا مظاہرہ کرے) اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔'' (بخاری:6424) (12) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کے ذریعے سے (یعنی آنکھوں سے محروم کر کے) آزماؤں پس وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے بدلے اسے جنت دوں گا۔ (بخاری:5653) (13) عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں، (ضرور دکھلایئے!) انہوں نے فرمایا: یہ کالی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں (کہ اس بیماری سے نجات مل جائے)۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو اس تکلیف پر صبر کر، اس کے بدلے تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تجھے اس بیماری سے عافیت دے دے۔ اس نے کہا: میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم (دورے کے وقت) میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لئے یہ دعا فرمائی۔ (بخاری:5652) (14) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے اور جب بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے گناہ کی سزا سے روکے رکھتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اسے پوری سزا دے گا۔ اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''بڑا ثواب بڑی آزمائش کے ساتھ ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے تو ان کو کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جو اس آزمائش پر راضی ہوا تو اس کے لیے رضا ہے۔ جو اس آزمائش پر ناراض ہوا تو اس کے لیے ناراضگی ہے۔'' (ترمذی:2396) (15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار مرد اور عورت اپنے نفس، اولاد اور مال کی آزمائش میں ہمیشہ رہتے ہیں حتیٰ کہ اس کی ملاقات اپنے رب سے ایسے حال میں ہوتی ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ (ترمذی:2399) (16) ابو ابراہیم سیدنا عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ان ایام میں، جن میں آپ کا مقابلہ دشمن سے ہوا یا انتظار فرمایا یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے لوگو! دشمن سے ملاقات (لڑائی) کی آرزو مت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت (سلامتی) مانگو۔ لیکن جب ایسا موقع آ جائے کہ تمہاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدمی سے لڑو اور یہ بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سایے تلے ہے۔ پھر نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ اے اللہ! کتاب (قرآن مجید) کے اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے، (دشمن کے) لشکروں کو شکست دینے والے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

!ان کوشکست فاش سے دوچارفرمااوران کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔(مسلم:4427)(17)اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار کرنا بے صبری نہیں ہے۔﴿ اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾ میں اپنی ظاہر ہوجانے والی بے قراری اورغم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں۔(یوسف:86)سیدنا ایوب علیہ السلام نے صبر میں بے مثال اسوہ چھوڑا ہے،انہوں نے ارحم الراحمین سے فریاد کی۔﴿ وَاَيُّوۡبَ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىۡ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ۚ﴾ اورایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اورتو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(الانبیاء:83)(18)نبی ﷺ کی سیرت پڑھنے والے جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احکام الٰہی کی تبلیغ، اہل ایمان کی تعلیم ،اہل خسران کے انذار،اہل عالم کی تدبیر،اوراعلائے کلمۃ الحق کی تدبیر میں کس قدر مصائب ونوائب اور ہموام وغموم کی برداشت فرمائی تھی۔کبھی رسول اللہ ﷺ کے آستانہ فیض پرغلاظت گرائی جاتی جس سے تشتت طبع اور پریشانی دماغ پیدا ہو کبھی رسول اللہ ﷺ کی راہ میں گڑھا کھودکراسے باریک باریک لکڑیوں سے پاٹ دیا جاتا تھا،گڑھے میں کانٹے بھردیئے جاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز تہجد کے لیے نکلیں تو زمین سمجھ کراس پر پاؤں رکھیں اورگڑھے میں جا گریں۔کبھی رسول اللہ ﷺ کوسجدہ میں محو تام دیکھ کررسول اللہ ﷺ کی گردن میں چادرڈال کر پھانسی کا رسہ بنایا جاتا گردن کوافشار سے بھینچا جاتا۔کبھی رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر(بحالت سجود)اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی اوراسے کفار کی تفریح وطبع کا سامان سمجھا جاتا،کبھی رسول اللہ ﷺ پر پتھر برسائے جاتے اورقرأت قرآن پاک سے آپ ﷺ کوروکا جاتا۔کئی سال کا زمانہ رسول اللہ ﷺ پرایسا بھی گزرا ہے جب رسول اللہ ﷺ کو ایک گھاٹی میں محصوررکھا گیااوردانہ وخورش کا داخلہ بندکیا گیا۔یہ رسول اللہ ﷺ کا ہی حوصلہ تھا۔رسول اللہ ﷺ کا ہی دل تھا کہ صبر کیا اوروہ صبر کیا کہ مالک نے بھی﴿ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾''اورتمہاراصبر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔''(سورۃ النحل:127)کے تمغہ سے رسول اللہ ﷺ کومشرف فرمایا۔(رحمۃ للعالمین)

سوال2:﴿ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِيَنِىۡ بِهِمۡ جَمِيۡعًا ﴾''امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کومیرے پاس لائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ عَسَى اللّٰهُ ﴾''امید ہے کہ اللہ تعالیٰ''سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے رب سے اس وقت امید باندھی جب کہ حالات نا امیدی کے تھے۔یہی زندگی ربانی زندگی ہے جہاں دل کہیں مصائب پرصبر کرکے عبادت کرتا ہے،کہیں رب کی رضا پرراضی ہوکرعبادت کرتا ہے،کہیں رب سے امید باندھ کرعبادت کرتا ہے۔یہ ساری عبادات ہیں جوغم کے سیاہ بادلوں میں،اداسی کی دلدل میں،کرب کی شدت میں کی جاتی ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان عبادات کی سعادت کس کونصیب ہوتی ہے؟ یہ عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے آپ کو خالص کرنے والوں،اللہ تعالیٰ پرتوکل کرکے اپنے معاملات اس کے سپرد کرنے والوں،اس سے محبت کرنے والوں،اس سے خوف رکھنے والوں کونصیب ہوتی ہیں۔یاارحم الراحمین ہمیں دل کی عبادات نصیب فرمادے۔(آمین)(2)﴿ اَنۡ يَّاۡتِيَنِىۡ بِهِمۡ جَمِيۡعًا ﴾''کہ ان سب کومیرے پاس لائے گا''مجھے امید ہے کہ میرارب میرے تینوں بچھڑے ہوئے بیٹوں کوملادے گا یعنی یوسف علیہ السلام ،بنیامین اورسب سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بڑے بیٹے کو جو مصر میں رہ گیا تھا۔

سوال 3: ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴾ ''بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ ﴾ ''بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے'' بے شک میرا رب میرے حالات کو جانتا ہے۔**(2)** اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس کی طرف سے کشادگی اور نوازش کا محتاج اور اس کے احسان کا ضرورت مند ہوں۔(تفسیر سعدی:2/1277)**(3)** اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے، زمین و آسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے حالات سے واقف ہیں، ان حالات و واقعات سے بھی جو کائنات میں جاری ہیں اور ان حالات سے بھی جو کسی انسان کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر طرح کے حالات میں انسانوں کے دلوں کی کیفیات کو بھی جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے العلیم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔**(4)** ﴿ الْحَكِیْمُ ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے احکامات اور فیصلوں میں کمال حکمت والا ہے۔**(5)** اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات میں اصل حکمت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اس کے سارے کام سارے فیصلے حکیمانہ ہوتے ہیں اور حالات و واقعات اس کی حکمت کے مطابق وقوع پذیر ہوتے ہیں اور اس کی حکمت کے مطابق لوگوں کے سامنے کھلتے ہیں۔**(6)** جس نے اپنی حکمت ربانی کے تقاضے کے مطابق ہر چیز کا اندازہ اور اس کا منتہا مقرر کیا ہے۔(تفسیر سعدی:1277)**(7)** اللہ تعالیٰ کے الحکیم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی پر یقین رکھے۔

﴿ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ (84) ﴾

''اور اس نے ان سے منہ موڑا اور کہنے لگا: ''ہائے افسوس یوسف پر!'' اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں، چنانچہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔''(84)

سوال 1: ﴿ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ ﴾ ''اور اس نے ان سے منہ موڑا اور کہنے لگا: ''ہائے افسوس یوسف پر!'' اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں، چنانچہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ ﴾ ''اور اس نے ان سے منہ موڑا'' بیٹوں سے بنیامین کی خبر سن کر سیدنا یوسف علیہ السلام کا پرانا زخم تازہ ہو گیا۔ انہوں نے بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔**(2)** ﴿ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ ﴾ ''اور کہنے لگا: ''ہائے افسوس یوسف پر!'' انہوں نے سرد آہ بھر کر کہا ہائے یوسف پر افسوس ہے۔**(3)** یعنی پرانا حزن و غم اور نہ ختم ہونے والا اشتیاق جو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا، ظاہر ہو گیا اور اس نئی اور پہلی مصیبت کی نسبت قدرے ہلکی مصیبت نے پہلی مصیبت کی یاد تازہ کر دی۔(تفسیر سعدی:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(1277,1278/2)(4)﴿وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ﴾''اورغم سے اس کی آنکھیں سفید ہوگئیں''غم اور کرب کی وجہ سے ان کی آنکھیں رورو کر سفید ہوگئی تھیں۔یوسف علیہ السلام کے فراق میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی چلی گئی تھی،کسی سے شکوہ نہیں کرتے تھے،دل میں صدمے سے گھلے جارہے تھے۔(5)﴿فَهُوَ كَظِيْمٌ﴾''چنانچہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا''سیدنا یعقوب علیہ السلام کا دل غم سے بھر چکا تھا،ان کے دل کا پیمانہ غم اور حزن سے لبریز ہوگیا تھا۔(6)آیت کے آخری حصے ﴿فَهُوَ كَظِيْمٌ﴾ میں اشارہ ہے کہ ان کا دل غم سے متاثر تھا،لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔(تیسیر الرحمٰن:1694/1)

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ(85)﴾

''بیٹوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ تو یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے،یہاں تک کہ آپ گھل کر مرنے کے قریب ہوجائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے۔''(85)

سوال:﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ﴾''بیٹوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ تو یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے،یہاں تک کہ آپ گھل کر مرنے کے قریب ہوجائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان کے حالات پر تعجب کرتے ہوئے کہا۔(2)﴿تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ﴾''اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ تو یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے''باپ کی حالت دیکھ کر بیٹے بھی صدمے میں تھے۔انہوں نے اپنے والد کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ یوسف علیہ السلام کی جدائی میں گھل گھل کر ختم ہوجائیں گے۔(3)﴿حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا﴾''یہاں تک کہ آپ گھل کر مرنے کے قریب ہوجائیں''یعنی آپ حرکت تک نہیں کرسکیں گے اور آپ میں بولنے کی طاقت نہیں رہے گی۔(تفسیر سعدی:1278/2)(4)﴿اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ﴾''یا ہلاک ہونے والوں میں سے''یعنی یوسف علیہ السلام کی جدائی کے صدمے میں گھل گھل کر ختم ہوجائیں گے یعنی آپ یوسف علیہ السلام کو یاد کرنا نہیں چھوڑ سکتے۔

﴿قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(86)﴾

''یعقوب نے کہا:''میں اپنی ظاہر ہوجانے والی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''(86)

سوال 1:﴿قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾''یعقوب نے کہا:''میں اپنی ظاہر ہوجانے والی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں''کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿قَالَ﴾سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا۔(2)﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ﴾'' میں اپنی ظاہر ہوجانے والی بے قراری''میں اپنے اضطراب کو کھولتا ہوں یعنی میں اپنی پریشانیوں اور غموں کا شکوہ۔(3)﴿وَحُزْنِيْٓ﴾'' اور غم کا شکوہ''اور وہ غم جو میرے دل میں رچا بسا ہے جو پوشیدہ ہے۔(4)﴿اِلَى اللّٰهِ﴾'' صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں''اللہ تعالیٰ کے سامنے یعنی اس کے پاس کرتا ہوں۔(5)یہ بات سیدنا یعقوب علیہ السلام کے گہرے تعلق باللہ کا پتہ دیتی ہے۔اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بظاہر مایوس کن حالات ان کی امید کو متاثر نہ کر سکے کیونکہ ان کا رب سے گہرا رابطہ تھا،پیغمبر کے دل میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اللہ تعالیٰ کے اختیارات کا کتنا گہرا شعور ہوتا ہے۔

سوال 2:﴿وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾'' اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)'' اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اس علم کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا کہ مجھے گیارہ ستارے،چاند اور سورج سجدہ کر رہے ہیں اس کی تعبیر اب تک پوری نہیں ہوئی تھی وہ جانتے تھے کہ ایسا ہونا ضرور ہے کہ یوسف موجود ہو اور گیارہ ستارے یعنی سارے بھائی (جن میں بنیامین بھی تھے اور وہ بڑا بھائی بھی تھا جو مصر میں رہ گیا تھا) اور ماں باپ سجدہ کریں گے لہٰذا یوسف کو نہ موت آئی ہے نہ اس کی ملاقات سے پہلے مجھے دنیا سے جانا ہے سب کو ایک دن جمع ہونا ہی ہے۔اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں الہام ہو گیا ہو یا بذریعہ وحی اطلاع دے دی گئی۔(انوار البیان:3/117,118)**(2)**یعنی میں اللہ تعالیٰ کے لطف،احسان اور مصیبت پر ثواب کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔**(3)**اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر اور بھلائی کا جو معاملہ میرے علم میں ہے وہ آپ کے علم میں نہیں ہے۔**(4)**یعنی میں جانتا ہوں کہ میرا رب سب کو میرے پاس لوٹا لائے گا۔

﴿يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ(87)﴾

''اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا،بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا۔''(87)

سوال 1:﴿يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ﴾'' اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1):﴿يٰبَنِيَّ﴾سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا اے میرے بیٹو۔**(2)**﴿اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ﴾'' جاؤ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یوسف اوراس کے بھائی کوتلاش کرو‘ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو پوری کوشش کے ساتھ تلاش کرنے کا حکم دیا۔ (3)تحسس بھلائی کے لیے استعمال ہوتا ہے تجسس برائی کے لیے۔سیدنا یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو بھائیوں کے ڈھونڈنے کی رغبت دلا رہے ہیں۔

سوال 2:﴿ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ’’اوراللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ﴾ ’’اوراللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا‘‘ سیدنا یعقوب علیہ السلام بیٹوں کو اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی ترغیب دلا رہے ہیں۔(2)امید بندے کو اپنے مقصد کے لیے کوشش اور جدوجہد کے لیے آمادہ کرتی ہے اور مایوسی اسے سست اور کاہل بنادیتی ہے اور سب سے بہترین چیز جس کی بندے کو امید رکھنی چاہیے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اوراس کی رحمت ومہربانی۔(تفسیر سعدی: 1278/2)(3)اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھنا دل کی عبادت ہے۔یہ امید کا رشتہ مومن کو ٹوٹنے سے، مایوسی کی اتھاہ دلدل سے بچالیتا ہے۔(4)﴿ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا‘‘ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ کافر اللہ تعالیٰ سے ناامید ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اوراس کی عظمت کو نہیں جانتا۔(5) کیونکہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سمجھتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے دور ہے،اس لئے کفار کی مشابہت اختیار نہ کرو۔یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنے ایمان کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی کی امید رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی: 1278،1279/2)(6) صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیے۔ (الترغیب:احسن التفاسیر)(7)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اگر مومن کو اس سزا اور عذاب کا (کما حقہ) علم ہوجائے جو اللہ کے ہاں (نافرمانوں کے لئے) ہے تو اس کی جنت کی کوئی امید نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا صحیح علم ہوجائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہو۔(مسلم:6979)

﴿ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ (88) ﴾

’’چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے کہا:’’اے عزیز!ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور ہم معمولی رقم لے کر آئے ہیں سو آپ ہمارا ماپ پورا کردیں اور ہم پر صدقہ بھی کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔‘‘(88)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال: ﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝۸۸﴾ ''چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: ''اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور ہم معمولی رقم لے کر آئے ہیں سو آپ ہمارا ماپ پورا کر دیں اور ہم پر صدقہ بھی کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو بھائیوں کی تلاش کے لیے رغبت دلائی تو وہ مصر کے لیے روانہ ہوگئے اور یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔(2)﴿قَالُوْا﴾ انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا۔(3)﴿يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ﴾ ''اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے'' انہوں نے عزیز مصر کو توجہ دلائی کہ ہمارے اہل خاندان کو قحط کی وجہ سے سخت مسائل کا سامنا ہے، ہم محتاج ہوگئے ہیں۔(4)﴿وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ﴾ ''اور ہم معمولی رقم لے کر آئے ہیں'' ہم تھوڑی سی رقم لے کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں، اتنی رقم سے غلہ تو نہیں ملتا مگر آپ سے امید رکھتے ہیں۔(5)﴿فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ﴾ ''سو آپ ہمارا ماپ پورا کر دیں'' یعنی قلیل مال کے باوجود آپ ہمیں پورا پورا غلہ عنایت فرما دیں۔(6)﴿وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا﴾ ''اور ہم پر صدقہ بھی کریں'' یعنی کہ قیمت میں زیادہ غلہ آپ کی طرف سے ہم پر صدقہ ہوگا۔(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝۸۸﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں بہترین اجر عطا فرماتا ہے۔

﴿قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ(89)﴾

''یوسف نے کہا: ''کیا تمہیں علم ہے جب تم نادان تھے، تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟''(89)

سوال: ﴿قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ﴾ ''یوسف نے کہا: ''کیا تمہیں علم ہے جب تم نادان تھے، تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر جب بوڑھے باپ کا ذکر سنا تو ان کا دل بے قرار ہوگیا اور وہ نرم پڑ گئے، فرمایا۔(2)﴿هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ﴾ ''کیا تمہیں علم ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟'' یعنی تمہیں معلوم ہے کہ یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جہالت میں کیا کیا تھا؟(3)﴿اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ﴾ ''جب تم نادان تھے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو ان کی حرکت تو یاد دلائی مگر اس خیال سے کہ وہ شرمندہ نہ ہوں خود ہی ان کے لئے معذرت کا پہلو نکال دیا۔ یہ انتہائی مروت کا مقام ہے جس کی توقع ایک نبی سے ہی ہوسکتی ہے۔(روح المعانی، اشرف الحواشی:295/1)(4)اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں یقیناً جہالت کا نتیجہ ہی ہوتی ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ(90)﴾

''انہوں نے کہا:'' کیا یقیناً تم واقعتاً یوسف ہی ہو؟''اس نے کہا:''میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی نیکی کرنے والوں کا اجر بلاشبہ ضائع نہیں کرتا۔''(90)

سوال1: ﴿قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''انہوں نے کہا:'' کیا یقیناً تم واقعتاً یوسف ہی ہو؟''اس نے کہا:''میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' برادران یوسف نے انہیں پہچان لیا تو تعجب سے پوچھا۔**(2)** ﴿ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ﴾ ''کیا یقیناً تم واقعتاً یوسف ہی ہو؟'' برادران یوسف نے دو اڑھائی سال کی آمد و رفت کے دوران اپنے بھائی کو نہیں پہچانا تھا اور سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی اپنا حال چھپائے رکھا۔اس لیے انہوں نے تعجب سے کہا کہ کیا آپ یوسف ہیں؟**(3)** ﴿قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''اس نے کہا:''میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا چھوٹا بھائی بنیامین ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ ہمیں طویل مدت کی جدائی کے بعد ملا دیا۔**(4)** اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ ہمیں ایمان، تقویٰ اور صبر جیسی عظیم صفات سے نوازا اور ہمیں اقتدار عطا کیا۔

سوال2: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی نیکی کرنے والوں کا اجر بلاشبہ ضائع نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے'' جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے، وہ اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی فرماں برداری کرتا ہے اور اس کے عذاب کا خوف رکھ کر اس کی نافرمانی سے بچتا ہے۔**(2)** جو شخص حرام کاموں سے بچتا ہے۔**(3)** ﴿وَيَصْبِرْ﴾ ''اور صبر کرتا ہے'' یعنی مصائب پر صبر کرتا ہے۔**(4)** ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ بھی نیکی کرنے والوں کا اجر بلاشبہ ضائع نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر، نیک لوگوں کا انعام ضائع نہیں کرتا ہے۔**(5)** جو واقعتاً اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے، وہ نیک ہے۔**(6)** تقویٰ اور صبر دونوں احسان کے کام ہیں۔**(7)** سیدنا یعقوب علیہ السلام نے زندگی بھر اللہ تعالیٰ سے امید باندھے رکھی، بیٹے کی جدائی پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کیا، اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔**(8)**

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے ان ہی اعمال کی فضیلت رکھی کہ تقویٰ اور صبر کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔(9)رب العزت نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی مثال دی ہے کہ جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے، وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔(10)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبر کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اسے صبر دے دیتا ہے اور کسی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع کسی چیز کی بخشش نہیں کی گئی۔(بخاری مشکوۃ)

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ(91)﴾

''انہوں نے کہا:'' اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فوقیت دی ہے اور بیشک ہم ہی یقیناً خطا کار تھے۔''(91)

سوال: ﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ۝۹۱﴾ ''انہوں نے کہا:'' اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فوقیت دی ہے اور بے شک ہم ہی یقیناً خطا کار تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوْا﴾ برادران یوسف علیہ السلام نے کہا۔(2)﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فوقیت دی ہے'' اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی ہے۔آپ محاسن اخلاق کی وجہ سے، اپنی کریم عادات کی وجہ سے قابل ترجیح ٹھہرے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا فرمائی۔انہوں نے اپنے قصوروں اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی عظمت کا اقرار کرلیا۔(3)﴿وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ۝۹۱﴾ ''اور بیشک ہم ہی یقیناً خطا کار تھے'' ہم نے ہی آپ کو تکلیف پہنچائی، آپ کو اپنے پیاروں سے، اپنے باپ دادا سے دور کیا، یقیناً ہم قصوروار ہیں۔

﴿قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ(92)﴾

''یوسف نے کہا:'' آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''(92)

سوال1: ﴿قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ ''یوسف نے کہا:'' آج تم پر کوئی ملامت نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔(2)﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں'' آج تم پر ملامت نہیں جو ہونا تھا وہ ہوگیا، مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔آج کے بعد میں تمہارا قصور تمہیں یاد نہیں دلاؤں گا۔

سوال2: ﴿يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝۹۲﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سیدنا یوسف علیہ السلام کے احسان کا کمال ہے۔انہوں نے نرمی اور فراخ دلی کا جو نمونہ پیش کیا وہ اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ہی کر سکتے ہیں۔(2) ﴿وَهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ﴾ ''اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جانب توجہ مبذول کروائی کہ اسی کی رحمت کی ضرورت ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔(3) فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ کا سر جھکا ہوا تھا اور آپ ﷺ یہی الفاظ دہرا رہے تھے: ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔جاؤ تم سب آزاد ہو۔(الرحیق المختوم)

﴿اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا ۚ وَاۡتُوۡنِىۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ(93)﴾

''تم میرا یہ قمیض لے جاؤ پھر اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائے گا اور تم اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔''(93)

سوال1: ﴿اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا ۚ وَاۡتُوۡنِىۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ﴾ ''تم میرا یہ قمیض لے جاؤ پھر اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائے گا اور تم اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا﴾ ''تم میرا یہ قمیض لے جاؤ پھر اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائے گا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا: میری قمیض لے جاؤ اور میرے والد کے چہرے پر ڈال دو۔ان کی بینائی واپس آجائے گی۔(2) کیونکہ ہر بیماری کا علاج اس کی ضد کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔اس قمیص میں چونکہ یوسف علیہ السلام کی خوشبو کا اثر تھا جس کی جدائی نے اپنے باپ کے دل کو اس قدر حزن وغم سے لبریز کر دیا تھا۔جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔سیدنا یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ یہ قمیص ان کے باپ کو سونگھائی جائے تو ان کی روح، ان کا نفس اور ان کی بصارت لوٹ آئے گی۔اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور اسرار پنہاں ہیں جن کو بندے نہیں جانتے مگر اس معاملے پر یوسف علیہ السلام کو مطلع کیا گیا۔(تفسیر سعدی:1281/2)(3) ہر مرض کی اللہ تعالیٰ کے ہاں دوا ہے اور شدت فرح سے بینائی میں قوت پیدا ہو جانا طبی طور پر بھی ثابت ہے۔(رازی، اشرف)(4) ﴿وَاۡتُوۡنِىۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ﴾ ''اور تم اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ اپنے تمام اہل خانہ کو میرے پاس لے کر آؤ تا کہ حالات بدل جائیں۔

رکوع نمبر5

﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الۡعِيۡرُ قَالَ اَبُوۡهُمۡ اِنِّىۡ لَاَجِدُ رِيۡحَ يُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ(94)﴾

''اور جب قافلہ جدا ہوا تو ان کے باپ نے کہا: ''یقیناً میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو۔''(94)

سوال1: ﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الۡعِيۡرُ قَالَ اَبُوۡهُمۡ اِنِّىۡ لَاَجِدُ رِيۡحَ يُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ﴾ ''اور جب قافلہ جدا ہوا تو ان کے باپ نے کہا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''یقیناً میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ﴾ ''اور جب قافلہ جدا ہوا'' جب برادران یوسف کا قافلہ مصر سے فلسطین کی طرف روانہ ہوا۔**(2)﴿قَالَ اَبُوْهُمْ﴾** ''تو ان کے باپ نے کہا'' یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے جو ان کے پاس تھے فرمایا:**(3)﴿اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴾** ''یقیناً میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو'' اگر میرا مذاق نہ اڑاؤ، میری بات کا یقین کر لو تو مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔**(4)** یعنی یہ نہ سمجھو کہ بات مجھ سے غیر شعوری طور پر صادر ہوئی ہے، کیونکہ یعقوب علیہ السلام نے اس حال میں ان کی طرف سے تعجب کا مظاہرہ ہی دیکھا جو اس قول کا موجب بنا۔(تفسیر سعدی:1281/2)**(5)** سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو زور کی ہوا چلی اور یہی ہوا یعقوب علیہ السلام کے پاس یوسف علیہ السلام کی خوش خبری لائی اور انہیں یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو محسوس ہونے لگی۔ (عبدالرزاق)**(6)** اتنے فاصلے سے خوشبو کو محسوس کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزہ تھا۔ یہ اس حقیقت کا اعلان تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو بھی جب تک اللہ تعالیٰ خبر نہ دے وہ بے خبر رہتا ہے۔ چاہے بیٹا قریب کے کسی کنوئیں میں کیوں نہ ہو اور جب اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرما دے تو مصر جیسے دور کے علاقے میں بھی بیٹے کی خوشبو آ سکتی ہے۔**(7)** شہر مصر سے کنعان تک ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آٹھ دن کی مسافت کا راستہ تھا اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی (80) فرسخ یعنی تقریباً ڈھائی سو میل کا فاصلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی دور سے قمیص یوسف علیہ السلام کے ذریعہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی خوشبو یعقوب علیہ السلام کے دماغ تک پہنچا دی اور یہ عجائب میں سے ہے کہ جب یوسف علیہ السلام اپنے وطن کنعان ہی کے ایک کنوئیں میں تین روز تک پڑے رہے تو اس وقت یہ خوشبو محسوس نہیں ہوئی، یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا۔(معارف القرآن:143/5)

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ(95)﴾

''انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو یقیناً اپنے پرانے خبط میں ہیں۔''(95)

سوال:﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو یقیناً اپنے پرانے خبط میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ﴾ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا۔**(2)﴿تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ﴾** ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو یقیناً اپنے پرانے خبط میں ہیں'' آپ تو اپنی پرانی غلطی پر ہیں۔ آپ تو یوسف کی محبت میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ آپ کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔**(3)** بیٹوں نے باپ سے سخت بات کی۔ یہ بات کسی بیٹے کے لائق نہیں کہ وہ اپنے باپ سے اتنی توہین آمیز بات کرے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (96) ﴾

''سو جب خوش خبری لانے والا آیا اس نے یوسف کا قمیص اس کے چہرے پر ڈال دیا چنانچہ وہ بینا ہو گیا اس نے کہا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''(96)

سوال 1: ﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''سو جب خوش خبری لانے والا آیا اس نے یوسف کا قمیص اس کے چہرے پر ڈال دیا چنانچہ وہ بینا ہو گیا اس نے کہا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ ﴾ ''سو جب خوش خبری لانے والا آیا'' بشیر سے مراد قاصد یہودا تھے، آپ یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحب زادے ہیں۔ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے نبی کے پاس یوسف علیہ السلام کی خون سے لت پت قمیض لائے تھے۔ آپ ہی گناہ کی تلافی کے لیے بشیر بن کر یوسف علیہ السلام کی قمیض لائے اور باپ کے منہ پر لا کر ڈال دی، قمیض کے پڑتے ہی آپ کی بینائی بحال ہو گئی۔ (مختصر ابن کثیر:1/899) **(2)** جب خوش خبری دینے والا ان کے بھائیوں اور والد کی ملاقات کی خوش خبری لے کر آیا۔ **(3)** ﴿ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ﴾ ''اس نے یوسف کا قمیص اس کے چہرے پر ڈال دیا چنانچہ وہ بینا ہو گیا'' جب قمیض یوسف علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی گئی تو وہ پہلے جیسی بصارت کی حالت میں آ گئے۔

سوال 2: ﴿ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اس نے کہا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالَ ﴾ ''اس نے کہا:'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا۔ جو وہاں ان کی رائے کو جھٹلا رہے تھے اور ان پر اظہار تعجب کر رہے تھے۔ **(2)** ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خوش ہو کر اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں تو تمہیں شروع سے یہی کہتا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جنہیں تم نہیں جانتے۔ یہ اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' (یوسف:86) میں تو یوسف علیہ السلام کے ملنے کی امید رکھتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لائے گا اور غم کا یہ دور ختم ہو جائے گا۔

﴿ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ (97) ﴾

''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں، یقیناً ہم ہی خطا کار تھے۔''(97)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال: ﴿قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں، یقیناً ہم ہی خطا کار تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوْا﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا۔**(2)** ﴿یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ﴾ ''اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں، یقیناً ہم ہی خطا کار تھے۔'' بیٹوں نے باپ کے سامنے اعتراف جرم کیا اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے واقعی بہت بڑی خطا ہوئی ہے۔ ہم نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی وجہ سے ہم خطا کار ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے گناہوں کی معافی مانگیں۔

﴿قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (98)﴾

''یعقوب نے کہا: ''میں تمہارے لئے جلد ہی اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا، یقیناً وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(98)

سوال 1: ﴿قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ ''یعقوب نے کہا: ''میں تمہارے لئے جلد ہی اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا، یقیناً وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی ندامت محسوس کر کے کہا۔**(2)** ﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ﴾ ''میں تمہارے لئے جلد ہی اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا'' دعا قبول ہونے کا وقت آنے دو، میں اپنے رب سے تمہارے گناہوں کے لیے استغفار کروں گا۔**(3)** ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ ''یقیناً وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' وہ خطاؤں کو بے حد بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔ جو بھی سچے دل سے توبہ کرتا ہے وہ اس پر رحم فرماتا ہے، اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ تمہیں معاف کر دے گا اور تمہیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا۔**(4)** سیدنا یعقوب علیہ السلام نے استغفار کو فضیلت والے مبارک وقت تک کے لیے مؤخر کر دیا تا کہ استغفار قبول ہو جائے۔**(5)** سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آتے ہوئے ایک شخص سے دعا سنتے ہیں۔ اے اللہ! تو نے مجھے بلایا میں آ گیا تو نے مجھے حکم فرمایا میں نے اس کی تعمیل کی۔ یہ سحر کا وقت ہے اپنے فضل سے مجھے بخش دے۔ آواز پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے آ رہی ہے۔ آپ اس بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے دعائے مغفرت کے لیے سحر ہی کا وعدہ فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ یہ جمعہ کی رات تھی۔ (مختصر ابن کثیر:900/1)

﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ (99)﴾

''پھر جب وہ سب یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس ہی جگہ دی اور کہا: ''مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ نے چاہا تو امن والے ہوں گے۔''(99)

سوال: ﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾ ''پھر جب وہ سب یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس ہی جگہ دی اور کہا: ''مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَمَّا﴾ ''پھر جب'' جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بلاوے پر ان کے بھائی، والد اور تمام گھر والے مصر جانے کے لیے تیار ہو گئے وہ فلسطین چھوڑ کر مصر کی طرف چل پڑے، ان کا مقصد مصر میں آباد ہونا تھا۔**(2)** جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو خبر ملی کہ آپ کے گھر والے قریب آ گئے ہیں تو آپ ان کے استقبال کے لیے روانہ ہو گئے، امراء، رؤساء، حکام اور شہر کے معززین بھی آپ کے ساتھ تھے تا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا شاندار خیر مقدم کیا جائے۔ خود شاہ مصر بھی مجلس استقبالیہ میں شامل تھے۔**(3)** ﴿اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ﴾ ''تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس ہی جگہ دی'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو عزت و احترام سے اپنے پاس بٹھایا۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔**(4)** ﴿وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾ اور کہا: ''مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن والے ہوں گے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا: اب آپ لوگ مصر میں امن اور سلامتی سے رہیں۔ اب آپ لوگ قحط کی سختیوں، معاشی بدحالیوں سے محفوظ رہ کر امن اور اطمینان کی زندگی گزارو۔

﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ(100)﴾

''اور اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں جھک گئے اور یوسف نے کہا: ''اے میرے ابا جان! یہ میرے اس سے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے، یقیناً میرے رب نے اسے سچا کر دیا ہے اور بے شک اس نے میرے ساتھ احسان کیا جب مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا، اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا تھا۔ یقیناً میرا رب جو چاہتا ہے اس کی باریک تدبیر کرنے والا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

(100)

سوال 1: ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ ''اور اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں جھک گئے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''اوراس نے اپنے والدین کواٹھا کرتخت پر بٹھایا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کوشاہی تخت پرعزت سے بٹھالیا۔(2) ﴿وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ ''اورسب اس کے لیے سجدے میں جھک گئے'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائی ان کی عزت کے سامنے سجدے میں گر گئے۔(3)وہ گیارہ بھائی تھے جنہوں نے سجدہ کیا۔(4)شریعت ابراہیمی میں تعظیمی سجدہ جائز تھا جوآدم علیہ السلام سے لے کرعیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک جائز رہا پھرشریعت محمدیہ میں حرام کردیا گیااورسجدہ رب ہی کے لیے مخصوص ہوگیا۔ حدیث میں ہے کہ معاذ نے شام سے واپس آکر رسول اللہ ﷺ کوسجدہ کیا۔آپ ﷺ نے پوچھا'' معاذ رضی اللہ عنہ! یہ کیا کررہے ہو؟ کہنے لگے میں نے شام میں دیکھا کہ لوگ اپنے پادریوں کوسجدہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ ﷺ کوسجدہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرمیں کسی کوکسی کے لئے سجدہ کرنے کاحکم دیتا توعورت کوحکم دیتا کہ اپنے شوہرکوسجدہ کرے، کیونکہ شوہرکااس پر بڑا حق ہے۔(مگر یہ بھی حکم نہیں کیونکہ سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے) بہرحال پہلی شریعتوں میں غیراللہ کوسجدہ جائز تھا،اسی وجہ سے بھائیوں نے اورماں باپ نے یوسف علیہ السلام کوسجدہ کیا۔(مختصرابن کثیر:901/1)

سوال2: شیطان انسان کوکیسے حسد میں مبتلا کردیتا ہے؟

جواب:(1) شیطان انسان کے دل میں کسی کے بارے میں براخیال ڈالتا ہے۔(2)اگرانسان اس خیال کوجھٹک دے توشیطان اپنا کام نہیں کرپاتا۔(3)اگرانسان شیطان کے ڈالے ہوئے خیال پرغوروفکرشروع کردے توانسان بدگمان ہوجاتا ہے۔(4)بدگمانی جب دل میں جگہ بنالیتی ہےتوانسان کے اندرہی اندراگلاprocess جاری ہوجاتا ہے۔(5)انسان اپنی بدگمانی کےتحت ان کے ہرکام کاجائزہ لینا شروع کردیتاہےجن کے بارے میں بدگمانی ہوتی ہےاورہر بارغوروفکر کے نتیجے میں کوئی نہ کوئی ایسی بات انسان کومل جاتی ہے جو بدگمانی میں اضافہ کرسکےحتیٰ کہ انسان کادل بغض سے بھرجاتا ہے۔(6)جب انسان کادل کینے اوربغض سے بھرجاتا ہےتووہی شخص جس کے بارے میں ابتداء میں براخیال آیا تھااس سے حسد کرنے لگتا ہے۔(7)انسان جب حسد کی آگ میں جلنے لگتا ہےتوکسی نہ کسی طرح اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے لگتا ہےجس سے حسدرکھتا ہے۔(8)انسان کی انتقامی کاروائیاں اس حدکوجاپہنچتی ہیں جہاں انسان محسودکو،اس کے وجودکوبرداشت ہی نہیں کرسکتا۔اگرحاسدکوموقع مل جائےتووہ محسودکوقتل کرنے تک سے گریزنہیں کرتا۔

سوال3: حسد کے کیامراتب ہیں؟

جواب: حسد کے تین مراتب ہیں:(1)دوسرے کی نعمت چھن جانے کی تمنا کرنا، یہ انتہائی خطرناک اورسخت حرام ہے۔(2)کسی کے لیے یہ تمنا کرنا کہ وہ ہمیشہ نعمت سے محروم رہےیعنی انسان یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی کوکسی نعمت سے نہ نوازے بلکہ جوجس پریشانی میں ہے وہ اس میں مبتلا رہے، یہ بھی حرام ہے۔(3) تیسرامرتبہ یہ ہے کہ آدمی یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی ان نعمتوں سے نوازدے جن نعمتوں سے اس نے دوسروں کونوازا ہے۔اس طرح کی تمنا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہےاورایسا آدمی قابل ملامت نہیں ہے بلکہ اس کامعنی'' منافسۃ''(

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رغبت رکھنا) کے قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴾ ''اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں۔'' (المطففین:26)

سوال 4: حسد کے کیا اسباب ہیں؟

جواب: حسد کے چند اسباب ہیں جو اس کے معاونین اور طبیعت وفطرت کو غذا اور قوت فراہم کرتے ہیں، جس سے حاسد کا دل، جس سے وہ حسد کرتا ہے اس کے خلاف غیظ وغضب سے بھر کر سیاہ ہو جاتا ہے اور مخالف کے قتل پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔ انہی اسباب میں سے چند اہم اسباب کا ذکر کیا جا رہا ہے: (1) دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ کی تقسیم وتقدیر پر راضی وقانع نہ ہونا، ایسا شخص ہمیشہ غم وغصے میں رہتا ہے اور سوچتا رہتا ہے کہ فلاں کے پاس مال ودولت ہے، میرے پاس کیوں نہیں ہے؟ اور فلاں قابل قدر ومنزلت ہے میں کیوں نہیں ہوں؟ تمام باتیں وہ اسی طرح سوچتا رہتا ہے۔ (2) کینہ وبغض اور عداوت رکھنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت مخالف کے پاس دیکھنا قطعی پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کی خواہش اس کے برعکس ہوتی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ﴾ اور اگر تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ (آل عمران:120) اور یہ سبب اسے مخالف کو قتل کرنے، اس کی جائیداد ہڑپ کرنے اور تذلیل وتوہین کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ (3) حسد کا ایک سبب خود پسندی ہے، یہ ایک ایسا مہلک مرض ہے جو خود پسند شخص کو حسد بلکہ حق کا انکار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی: ﴿ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ﴾ کیا بھلا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا ہے کہ تمہارے ربّ کی طرف سے ایک نصیحت تمہارے پاس تم میں سے ایک آدمی پر آئی ہے۔ (الاعراف:63) اسی طرح خود پسند اور مغرور شخص کسی دوسرے کو اپنے سے آگے بڑھتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ (4) ہم پیشہ وہم منصب ہونا بھی حسد کا باعث بن جاتا ہے۔ جیسے ایک ہی جماعت اومعاشرہ میں اہل علم کا ایک دوسرے سے حسد کرنا اور ایک تاجر کا دوسرے تاجر سے حسد کرنا وغیرہ۔ یہ آپس میں حسد کرتے ہیں، کسی دوسرے معاشرے اور دوسرے پیشے سے تعلق رکھنے والے سے حسد نہیں کرتے۔

سوال 5: جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حسد ایک خطرناک مرض ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: (1) حاسد کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ اس نے مومنین سے حسد کر کے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی مشارکت اختیار کی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن مومنین پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر دیکھنا ناپسند کرتے ہیں اور وہ بھی ان کا شریک کار ٹھہرا ہے۔ (2) حاسد یہ بھی جان لے کہ اس کا حسد مخالف کو کوئی ضرر ونقصان نہیں پہنچا سکے گا، بلکہ حسد کی وجہ سے اس کا تمام تر حزن وملال اور غم وغصہ اور قلق اسی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ تمام حاسدین کی خواہش کے مطابق کام کر دے تو مخالفین پر کوئی بھی نعمت باقی نہ رہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر مکمل طور پر راضی ہونا اور دنیا کی کسی چیز کے فوت ہونے یا نہ ملنے پر قطعی افسوس نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ اس کا انجام کار آخر فنا وزوال ایک لازمی امر ہے، ساتھ ہی حاسد اس بات کو بھی ذہن میں رکھے کہ اس کا حسد اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضاوقدر کے خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے:﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ کیا یہ لوگ تیرے ربّ کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی روزی کو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیا ہے۔اور ہم نے ایک دوسرے پر ان کے درجے بلند کیے ہیں تا کہ وہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔اور تیرے ربّ کی رحمت اس سے بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔(الزخرف:32)

سوال 6:﴿ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ﴾ ''اور یوسف نے کہا:'' اے میرے ابا جان! یہ میرے اس سے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے، یقیناً میرے رب نے اسے سچا کر دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَقَالَ ﴾ سیدنا یوسف علیہ السلام نے انہیں سجدے میں پڑے دیکھ کر کہا۔**(2)﴿ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ﴾** ''اے میرے ابا جان! یہ میرے اس سے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے'' ابا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بہت پہلے دیکھا تھا۔ **(3)** یعنی اس سے پہلے جو میں نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔یہ ہے اس خواب کی تعبیر۔ **(4)﴿ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ﴾** ''یقیناً میرے رب نے اسے سچا کر دیا ہے'' میرے رب نے اس خواب کو حقیقت بنا کر دکھایا اور اسے خواب پریشان نہ بنایا۔(تفسیر سعدی:2/1283)

سوال 7:﴿ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ﴾ '' اور بے شک اس نے میرے ساتھ احسان کیا جب مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا، اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْ ﴾ '' اور بے شک اس نے میرے ساتھ احسان کیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات یاد دلائے۔**(2)﴿ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ ﴾** '' اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا'' انہوں نے اسی ضمن میں قید خانے سے رہائی پانے کا ذکر کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا۔**(3)﴿ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ ﴾** '' اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا'' اس نے احسان کا ذکر کیا کہ آپ لوگوں کو جنگل اور دیہات سے لا کر بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا۔**(4)** سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اونٹ اور بکریاں پال رکھی تھیں اس لیے ان کا زیادہ وقت جنگلات میں گزرتا تھا وہ فلسطین کے کسی دیہات میں رہتے تھے۔**(5)** یہ یوسف علیہ السلام کی مہربانی اور حسن تخاطب ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے لیے اتمام عفو کی خاطر اپنی حالت قید کا ذکر کیا مگر اندھے کنوئیں میں ان پر جو کچھ گزری اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے قصوروں کا ذکر کیا۔(تفسیر سعدی:2/1283)**(6)﴿ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ﴾** '' اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا تھا'' پھر سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان نے تو ہمیں جدا کر دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے شیطان کو رسوا کر دیا، ہمیں تکلیف دہ جدائی کے بعد ملا دیا سیدنا یوسف علیہ السلام نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس انداز سے بات کی کہ گناہ اور جہالت کو شیطان کی طرف منسوب کیا۔(7)اَللّٰھُمَّ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَمَلِیْکَہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِی وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہ اے اللہ! اے غیب اور حاضر کو جاننے والے! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے۔(ابوداؤد:3392)(8) یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھوک اور معاشی بدحالی سے نکال کر یہاں لے آیا اور نہ یہ کہا کہ اس نے تم پر احسان کیا بلکہ یہ کہا کہ اس نے مجھ پر احسان کیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احسان کو اپنی جانب لوٹایا یہ ان کی شخصیت کا عظیم پہلو ہے۔

سوال 8: ﴿اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ﴾ ''یقیناً میرا رب جو چاہتا ہے اس کی باریک تدبیر کرنے والا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟.

جواب:(1) ﴿اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ﴾ ''یقیناً میرا رب جو چاہتا ہے اس کی باریک تدبیر کرنے والا ہے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر سب کو رب کے احسانات یاد دلانے کے بعد اس کی عظمت کا یہ پہلو بھی یاد دلایا کہ وہ ''لطیف'' ہے۔ اپنے بندے پر احسانات کرنے کے لیے وہ تدبیر اختیار کرتا ہے اور ایسے کرم کرتا ہے کہ بندوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ غیب سے اس کے لیے ظاہری اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اپنی حکمت سے ناپسندیدہ امور کے ذریعے بلند ترین مقام تک پہنچا دیتا ہے جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام کو کنوئیں کے ذریعے مصر اور قید خانے کے ذریعے مصر کے اقتدار تک پہنچا دیا۔ بڑا ہی برکت والا ہے وہ جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتا ہے۔(2) ﴿اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ﴾ ''یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں کے رازوں اور ان کے معاملات کے ظاہری و باطنی سب پہلوؤں کو جانتا ہے۔ ﴿الْحَکِیْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے، اس کا ہر کام حکمت سے بھرپور ہے۔ وہ ہر اس چیز کو اس کے جائز مقام پر رکھتا ہے اور تمام امور کو ان کے مقررہ وقت پر وقوع پذیر کرتا ہے۔

﴿رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ(101)﴾

''اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھے حکومت میں سے حصہ دیا اور تو نے مجھے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا۔''(101)

سوال 1: ﴿رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۚ تَوَفَّنِیْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴾ ''اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھے حکومت میں سے حصہ دیا اور تو نے مجھے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اقتدار عطا کیا اور گھر والوں سے طویل جدائی کے بعد ملا دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کیا، اس کا شکر ادا کیا اور اسلام پر ثابت قدمی کی دعا کی۔ **(2)** ﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ ﴾ ''اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھے حکومت میں سے حصہ دیا'' اے میرے رب تو نے مجھے بادشاہت میں سے حصہ دیا۔ **(3)** یہ انہوں نے اس لئے کہا تھا کہ وہ زمین کے خزانوں کے منتظم اور بادشاہ کے بہت بڑے وزیر تھے۔ (تفسیر سعدی: 2/1284) **(4)** ﴿ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ﴾ ''اور تو نے مجھے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا'' یعنی مجھے آسمانی کتاب کی تفسیر اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا۔ (تفسیر سعدی: 2/1284) **(5)** ﴿ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا ﴾ ''اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا'' اے عزت وجلال والے رب! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے جس طرح آپ نے دنیا میں اپنی نعمتوں کی تکمیل کی ہے اسی طرح آخرت میں بھی مکمل فرما دے۔ **(6)** ﴿ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ ''تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے'' حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کا ولی ہے۔ **(7)** ﴿ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔'' (البقرہ: 257) **(8)** سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے نہ کہ آہستہ آواز سے فرما رہے تھے آگاہ رہو کہ میرے باپ کی اولاد یعنی فلاں خاندان والے میرے دوست نہیں بلکہ میرا دوست (مددگار) تو اللہ تعالیٰ ہے اور نیک مومن ہیں۔ (صحیح مسلم: 519) **(9)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چل کر جاتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے مومن بندے کی جان نکالتے ہوئے ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ جسمانی تکلیف کے پسند نہیں کرتا اور مجھے بھی اسے تکلیف دینا برا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لگتا ہے۔(صحیح بخاری:6502)(10)سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا:اے اللہ! مجھے اسلام پر ثابت قدمی عطا فرما اور اسلام پر ہی وفات دینا۔ (11)﴿وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾''اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا''یعنی مجھے انبیاء اور صالحین کے ساتھ شامل فرما۔جو تیرے چنے ہوئے نیک بندے ہیں مجھے ان کی رفاقت نصیب فرما۔(12)اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں جلد موت کی تمنا کی،ہوسکتا ہے یہ ان کی شریعت میں جائز ہو جیسا کہ رسول ﷺ نے قرب موت کے وقت اس قسم کے اشتیاق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:''اے اللہ مجھے رفیق اعلی سے ملا دے۔''(ابن کثیر)(اشرف)(13)حدیث میں ہے کہ کوئی مصیبت یا تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے۔البتہ جب دین میں فتنہ کا خوف ہو تو تمنا کرسکتا ہے جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے اسلام لانے کے بعد دعا کی۔رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ اور سیدہ مریم علیہا السلام نے کہا﴿یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا﴾ایک دعا میں ہے :وإذا أردت بقوم فتنة فاقبضني اليک غیر مفتون اے اللہ جب تو کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہے تو فتنہ سے بچا کر مجھے اٹھالے۔(مسند احمد،ترمذی)(14)امام بخاری کو جب امیر خراسان سے جھگڑا پیش آیا تو انہیں یہ دعا کرنی پڑی اللّٰهم توفني إليک''اے اللہ مجھے اپنی طرف بلا لے۔''(مختصر ابن کثیر)

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ(102)﴾

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں،ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا اور جب وہ خفیہ تدبیریں کررہے تھے۔''(102)

سوال:﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ﴾''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں،ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا اور جب وہ خفیہ تدبیریں کررہے تھے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾یعنی یہ واقعات جس سے ہم نے آپ کو آگاہ کیا ہے۔(2)﴿مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ﴾''جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں''یہ خبریں ہم نے وحی کے ذریعے آپ تک پہنچائی ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ وحی نہ کرتے تو یہ خبریں نہ پہنچتیں،تاکہ ایمان لانے والے واقعات سے عبرت حاصل کریں۔(3)﴿وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ﴾''ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا''اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے تاکہ وحی کا انکار کرنے والے بھی یہ ضرور سوچیں کہ آپ تو برادران یوسف کے ساتھ نہیں تھے جب وہ انہیں کنوئیں میں ڈالنے کی تدبیر کررہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ان حالات سے آگاہ کیا۔یہ آپ کی رسالت کی کھلی دلیل ہے۔(4)﴿وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ﴾''اور جب وہ خفیہ تدبیریں کررہے تھے''یعنی جب برادران یوسف باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے تدابیر کررہے تھے اس وقت کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا حتیٰ کے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھی نہیں پتہ چل سکا تھا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

۔رب العزت نے وحی کے ذریعے اس کی خبر دی ہے۔(5)جیسے سیدنا موسیٰ کے بارے میں فرمایا۔﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّٰهِدِينَ﴾اورآپ مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کوحکم عطا کیااور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔(القصص:44)

﴿وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ(103)﴾

''اورآپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثرلوگ ہرگزمومن نہیں ہوتے۔''(103)

سوال: ﴿وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾''اورآپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثرلوگ ہرگزمومن نہیں ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾''اورآپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثرلوگ ہرگزمومن نہیں ہوتے۔''آپ لوگوں کے ایمان کی شدید خواہش رکھیں تب بھی اکثرلوگ ایمان لانے والے نہیں۔(2)لوگوں کی اکثریت دلائل کوتسلیم نہیں کرتی۔وہ آیات پر غوروفکرنہیں کرتے،کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں پرغوروفکرنہیں کرتے اورواقعات کوعبرت پذیری کے لیےنہیں سنتے لہٰذاایمان سےمحروم رہتے ہیں۔(3)﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ اوراگرآپ اکثریت کی اطاعت کریں جوزمین میں بستے ہیں تووہ آپ کواللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکادیں گے،وہ توصرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔(الانعام:116)(4)﴿بِمُؤْمِنِينَ﴾''ہرگزمومن نہیں ہوتے'' کیونکہ ان کے مدارک ومقاصدفاسدہوچکے ہیں اس لئے خیرخواہوں کی خیرخواہی انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی اگرچہ موانع معدوم ہی کیوں نہ ہوں،یعنی اگرچہ یہ خیرخواہ انہیں تعلیم دیتے رہیں انہیں ان امورکی طرف بلاتے رہیں جن میں ان کے لیے بھلائی اوران سے شرکادفعیہ ہے،خواہ یہ خیرخواہ اپنی صداقت پرشواہد،آیات اوردلائل ہی کیوں نہ پیش کریں۔(تفسیرسعدی:2/1286)

﴿وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَٰلَمِينَ(104)﴾

''حالانکہ آپ اس پران سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے۔یہ توجہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔''(104)

سوال: ﴿وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَٰلَمِينَ﴾''حالانکہ آپ اس پران سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے۔یہ توجہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ﴾''حالانکہ آپ اس پران سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے''اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے یہ فرمایا کہ آپ ﷺ توتصیحت کرنے پر،بھلائی کی طرف بلانے پرلوگوں سے اجرت نہیں مانگتے۔آپ ﷺ تواللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دنیا کے لوگوں سے خیر خواہی کا معاملہ کر رہے ہیں۔(2)﴿ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ ''یہ تو جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے'' یہ قرآن تو جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ یہ ساری انسانیت کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔ اس قرآن کے ذریعے سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ کیا چیز نفع مند ہے اور کیا نقصان دہ ہے؟ یہ قرآن تو عمل کے لیے ہے تا کہ دنیا و آخرت کی سعادت حاصل ہو۔

رکوع نمبر 6

﴿ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ (105) ﴾

''آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔'' (105)

سوال: ﴿ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴾ ''آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ﴾ ''آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں'' زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرنے والی کتنی ہی نشانیاں ہیں جیسے سورج، چاند، ستارے، بارش، زمین، پہاڑ، دریا، درخت وغیرہ۔(2) ﴿ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا ﴾ ''جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں'' لوگ دن رات ان پر غور و فکر کیے بغیر گزر جاتے ہیں۔(3) آسمان کی وسعتیں، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، گردش کرنے والے اور ٹھہرے ہوئے تارے، سرسبز و شاداب کھیت، پہاڑوں کے وسیع سلسلے، موجیں مارتے سمندر، بنجر صحرا، قسم قسم کی نباتات، مختلف طرح کے جان دار، طرح طرح کے پھل جن کے رنگ اور ذائقے جدا ہیں۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں۔ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کو پکار رہا ہے۔(4) ﴿ وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴾ ''اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' اور وہ اپنے خالق، اپنے رازق، اپنے مالک سے بے پرواہ ہیں۔

﴿ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ (106) ﴾

''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں۔'' (106)

سوال: ﴿ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ﴾ ''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ ﴾ ''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے'' اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے جو رب ہے، خالق ہے، رازق ہے۔ (ایسر التفاسیر:6891)(2) ﴿ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ﴾ ''مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں'' یعنی وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اگر چہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے مگر وہ توحید الوہیت میں شرک کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ اب اس حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ ان پر نزول عذاب کے سوا کوئی بات نہیں رہی اور یہ کہ ان کے پاس اچانک عذاب آجائے اور وہ اپنے آپ کو محفوظ اور مامون سمجھتے ہوں۔ (تفسیر سعدی:2/1286) (3) اللہ تعالیٰ پر یقین لانے کی علامت یہ ہے کہ جب لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ نیلا آسمان، یہ سبز زمین اور یہ کالے پہاڑ کس نے پیدا کیے تو اللہ تعالیٰ کو بتاتے ہیں مگر پھر بھی اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ (4) مشرک بھی حالت احرام میں لبیک کہتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ اے اللہ ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں ہاں جو شریک ہیں ان کا اور ان چیزوں کا تو ہی مالک ہے۔ (مسلم، بخاری) (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ (لقمان:13) (6) نیک کام دکھاوے کے لیے کیا جائے تو وہ بھی شرک ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَلّٰى يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ مَنْ صَامَ يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ جو دکھاوے کے لیے نماز پڑھتا ہے وہ شرک کرتا ہے، جو دکھاوے کے لیے روزہ رکھتا ہے، وہ شرک کرتا ہے اور جو دکھاوے کے لیے صدقہ کرتا ہے، وہ شرک کرتا ہے۔ (مسند احمد:17270)

﴿ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (107) ﴾

”تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ لینے والی آفت آجائے یا اچانک ان پر قیامت ہی آجائے اور وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں۔“ (107)

سوال 1: ﴿ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ”تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ لینے والی آفت آجائے یا اچانک ان پر قیامت ہی آجائے اور وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اَفَاَمِنُوْٓا ﴾ ”تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں“ کیا شرک کرنے والے بے خوف ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کرنے والے بے خوف ہیں؟ (2) ﴿ اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ ﴾ ”کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ لینے والی آفت آجائے“ یعنی ان پر ایسا عذاب آئے جو ان کو گھیر لے اور ان کی جڑ کاٹ دے۔ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۙ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ تو کیا وہ لوگ جنہوں نے بری تدبیریں کیں بالکل ہی بے خوف ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ یا ان پر عذاب وہاں سے آجائے جہاں سے وہ سوچتے ہی نہ ہوں۔ یا وہ ان کے چلنے پھرنے میں ہی ان کو پکڑ لے، چنانچہ وہ کسی طرح بھی عاجز کرنے والے نہیں۔ یا وہ انہیں خوف زدہ ہونے پر پکڑ لے، پس یقیناً تمہارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔(النحل:47-45)(4)﴿ یَوْمَ یَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ یَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۠ ﴾ جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اوران کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے۔ (العنکبوت:55)(5)﴿ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ﴾'' یا اچانک ان پر قیامت ہی آجائے'سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم ہوگی اورآدمی اونٹنی کا دودھ نکال رہاہوگااور برتن اس کے منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی اوردوآدمی کپڑے کی خرید وفروخت کررہے ہوں گے اوران کی خرید وفروخت مکمل ہونے سے پہلے قیامت قائم ہوجائے گی اورکوئی آدمی اپنے حوض کودرست کررہاہوگااوروہ اس سے دورنہ ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔(مسلم:7413)(6)﴿ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴾'' اوروہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں'' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔پس وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کریں اوران اسباب کوترک کردیں جوان کے لئے عذاب کا باعث ہیں۔(تفسیر سعدی:1286/2)(7)﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ هُمْ نَآىِٕمُوْنَ۠ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ یَلْعَبُوْنَ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ تو کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پررات کے وقت آجائے اوروہ سوئے ہوئے ہوں؟ اورکیا بستیوں والے بے خوف ہوگئے کہ ان پردن چڑھے ہمارا عذاب آجائے اوروہ کھیل رہے ہوں؟ کیا پھروہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہوگئے ہیں؟ تواللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگروہی لوگ جوخسارہ اٹھانے والے ہیں۔(الاعراف:99-97)

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (108) ﴾

'' آپ کہہ دیں:'' یہی میرا راستہ ہے، میں دلیل وبرہان کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں اوروہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے۔اوراللہ تعالیٰ پاک ہے اورمیں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''(108)

سوال1:﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ ﴾'' آپ کہہ دیں:'' یہی میرا راستہ ہے، میں دلیل وبرہان کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں اوروہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قُلْ ﴾'' آپ کہہ دیں''اللہ رب العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو۔(2)﴿ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ ﴾'' یہی میرا راستہ ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں۔یہ راستہ اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔(3)یہ راستہ علم کا راستہ ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص علم کے راستہ پر چلتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔(ابوداؤد،ابن ماجہ)(4)یہ راستہ دین پرعمل کرنے کا راستہ ہے۔(5)یہ اللہ تعالیٰ،اس کے رسول اوراس کے دین کوترجیح دینے کا راستہ ہے۔(6)یہ راستہ اخلاص کا راستہ ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ ﴾ اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یک سو ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔ (البینۃ:5) (7) ﴿ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں'' میں ساری مخلوقات کو اپنے رب کے پاس پہنچنے کے لیے ترغیب دیتا ہوں۔ میں انہیں ہر اس چیز سے بچاتا ہوں جو انہیں اپنے رب سے دور کردے۔ (8) یہ میرا طریقہ ہے، میری سنت ہے، میں ساری دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام دیتا ہوں۔ (9) نبی کریم ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجئے کہ ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانا میرا طریقہ، میرا مسلک اور میری سنت ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:702/1) (10) ﴿ عَلٰى بَصِيْرَةٍ ﴾ ''دلیل و برہان کی روشنی میں'' یعنی یقینی علم کے ساتھ، کسی شک اور شبہ کے بغیر۔ میں اپنے دین کے بارے میں پورے علم اور یقین پر ہوں۔ (11) ﴿ وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ ﴾ ''اور وہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے'' میری پیروی کرنے والے بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلاتے ہیں جیسے میں پورے یقین اور بصیرت کے ساتھ بلاتا ہوں۔ (12) اسلام کی دعوت دلیل و حجت کی بنیاد پر ہے قرآن کریم نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام اسی منہج پر قائم رہے۔ انہوں نے لوگوں کو دلائل کے ذریعہ قائل کرنے کی کوشش کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے ماننے والے ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کی توحید و عبادت کی دعوت دیتے رہیں گے اور دعوت میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ گفتگو مخاطب کی عقل و سمجھ کے مطابق ایسی صاف ستھری ہو کہ وہ آسانی کے ساتھ قرآن و سنت کی دعوت کو سمجھ لے اور داعی الی اللہ کا فرض ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے بھلائی کا حکم دیتا رہے اور برائی سے روکتا رہے۔ اس لیے کہ اس کی خاموشی دنیا میں فساد کو پھیلنے کا موقع دے گی، بھلائی دب جائے گی اور برائی سر اٹھا کر دندناتی پھرے گی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (تیسیر الرحمٰن:702/1) (13) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں مقام خیف پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے، جس نے میری بات سنی اور اسے آگے پہنچا دیا، کیونکہ کئی لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے اور خود فقیہ نہیں ہوتے اور کئی لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ سمجھ دار فقیہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا، وہ یہ کہ عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص کے ساتھ ادا کرنا، مسلمانوں کے سربراہوں سے خیر خواہی کرنا اور ان کی جماعت میں بہر حال شامل رہنا، کیونکہ ان کی دعوت ان سب کو محیط ہوتی ہے۔ (جیسے ایک دیوار ان کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح ان کی دعوت، جو دعوت اسلام ہے، وہ بھی ان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور انہیں فرقہ بندی سے محفوظ رکھتی ہے، اس لیے ان کی جماعت کے ساتھ مل کر رہنا اشد ضروری ہے۔) (ابن ماجہ:3056)

سوال 2: ﴿ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پاک ہے'' اللہ تعالیٰ ان تمام امور سے پاک ہے جو اس کے کمال کے منافی ہیں اور اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جلال کے لائق نہیں۔(تفسیر سعدی:1287/2)(2)﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝﴾ ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔(بنی اسرائیل:44)(3)﴿وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں'' میں تو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوں اور دین کو اس کے لیے خالص کر کے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (109)﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے، تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟ کہ وہ دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور یقیناً آخرت کا گھر ان کے لیے ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟''(109)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا۔ مقام رسالت نہ تو فرشتوں کو ملا، نہ جنوں کو، نہ عورتوں کو۔(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(الفرقان:20)(3) جب پہلے نبی انسان تھے تو اب محمد ﷺ کی رسالت پر قوم کو اعتراض کیوں ہے؟(4)﴿نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ ''ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے'' یعنی انبیاء شہروں کے رہنے والے تھے، صحراؤں کے رہنے والے نہ تھے۔ بدوؤں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا﴾ دیہاتی کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں۔(التوبہ:97)(5) انبیاء سب سے زیادہ صحیح رائے رکھنے والے، کمال درجے کی عقل رکھنے والے تھے۔

سوال 2: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟ کہ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ﴾ '' تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی قوم کے بارے میں فرمایا کہ کیا نبی ﷺ کو نہ ماننے والوں نے دنیا نہیں دیکھی یعنی جب وہ آپ ﷺ کی بات نہیں مانتے تو ذرا دنیا کو گھوم پھر کر ہی دیکھ لیتے۔(2) ﴿ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ '' کہ وہ دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟'' یعنی وہ دیکھتے کہ رسولوں کو جھٹلانے والی قوموں کا کس قدر خوف ناک انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں کیسے کیسے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔(3) دوسروں کے انجام سے سبق حاصل کرنے کے لیے اس وجہ سے کہا کہ اگر تم بھی ان جیسے رویے پر قائم رہے تو تم پر بھی عذاب نازل ہو جائے گا۔(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴾ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (الحج:46) **(5)** اگر لوگ پچھلی قوموں کی ہلاکت سے آگاہ ہو جاتے تو انہیں یقین آ جاتا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بچا لیتا ہے اور کافروں کو عذاب سے ہلاک کر دیتا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۙ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بدترین گھر ہوگا۔ (المومن:51,52)

سوال 3: ﴿ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ '' اور یقیناً آخرت کا گھر ان کے لیے ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ ﴾ '' اور یقیناً آخرت کا گھر'' یعنی جنت اور اس کی سدا بہار دائمی نعمتیں۔(2) ﴿ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ﴾ '' ان کے لیے ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کی امید میں اس کے احکامات کی فرماں برداری کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں۔(3) آخرت کا گھر اس لیے بہتر ہے کہ وہ کبھی فنا ہونے والی نہیں اور دنیا فانی ہے اور آخرت کی نعمتیں کامل ہیں اور دنیا کی نعمتیں ناقص ہیں۔(4) ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ '' کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟'' یعنی کیا وہ اتنی عقل بھی نہیں رکھتے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ کے فرق کو سمجھ سکیں۔

﴿ حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿الْمُجْرِمِيْنَ(110)﴾

''حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہوگئے اورلوگوں نے سمجھا کہ یقیناًان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا توان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا۔''(110)

سوال1: ﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ﴾ ''حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہوگئے اورلوگوں نے سمجھا کہ یقیناًان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا توان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ﴾ ''حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہوگئے'' جب انبیاء کوان کی قوم کے مجرم جھٹلا دیتے ہیں اوراللہ تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے تو نوبت یہاں تک آتی ہے کہ وہ چاروں طرف سے گھر کر مایوس ہوجاتے ہیں۔**(2)** ﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ ''اورلوگوں نے سمجھا کہ یقیناًان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا'' اوران کی پیروی کرنے والے سمجھنے لگے کہ ان سے جو دشمن کی ہلاکت اور فتح و نصرت کے وعدے کیے گئے، ان کے خلاف کیا گیا۔(ایسر التفاسیر:700)**(3)** ﴿جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ﴾ ''توان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا'' تو عین وقت پر اللہ تعالیٰ کی مدد آجاتی ہے۔**(4)** عروہ بن زبیر نے خبر دی اوران سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔عروہ نے ان سے آیت ''حتی اذا استیأس الرسل'' کے متعلق پوچھا۔عروہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا تھا(آیت میں) کذبوا (تخفیف کے ساتھ) یا کذبوا (تشدید کے ساتھ) اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کذبوا (تشدید کے ساتھ) اس پر میں نے ان سے کہا کہ انبیاء تو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ ان کی قوم انہیں جھٹلا رہی ہے پھر ظنوا سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا اپنی زندگی کی قسم بے شک پیغمبروں کو اس کا یقین تھا۔میں نے کہا کذبوا تخفیف زال کے ساتھ پڑھیں تو کیا قباحت ہے۔انہوں نے کہا معاذ اللہ کہیں پیغمبر اپنے پروردگار کی نسبت ایسا گمان کر سکتے ہیں میں نے کہا اچھا اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کو جن لوگوں نے مانا ان کی تصدیق کی جب ان پر ایک مدت دراز تک آفت اور مصیبت آتی رہی اور اللہ تعالیٰ کی مدد آنے میں دیر ہوئی اور پیغمبران کے ایمان لانے سے ناامید ہوگئے جنہوں نے ان کو جھٹلایا تھا اور یہ گمان کرنے لگے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اب وہ بھی ہم کو جھوٹا سمجھنے لگیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد آن پہنچی۔(بخاری:4695)**(5)** انبیاء ومرسلین کے یقین کامل اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ ووعید کی تصدیق کے باوجود کبھی کبھی ان کے دل میں مایوسی کا کوئی خیال گزر جاتا ہے اوران کے علم اور یقین میں ایک قسم کا ضعف سا آجاتا ہے۔جب معاملہ اس حال کو پہنچ جاتا ہے توان کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی۔(تفسیر سعدی:2/1288,1289)

سوال2: ﴿وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) ''اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو مجرموں سے دور نہیں کیا جاسکتا جو شرک اور نافرمانیاں کرتے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کی نہیں چل سکتی۔(3) ﴿اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝﴾ کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو ایسا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔(التوبہ:70)

﴿لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ(111)﴾

''بلاشبہ یقیناً ان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔''(111)

سوال1: ﴿لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے'' یعنی قوموں کے واقعات میں، انبیاء کے حالات میں، ایمان والوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں عقل والوں کے لیے بڑی نصیحت ہے۔ یعنی وہ اہل خیر اور اہل شر کے بارے میں عبرت لیتے ہیں۔ جو کوئی ان جیسے افعال کا ارتکاب کرے گا تو اپنے فعل کے مطابق کرامت یا اہانت کا مستحق ٹھہرے گا۔ وہ ان قصوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور اس کی عظیم حکمت کا استنباط کرتے ہیں۔ نیز وہ ان قصوں سے اس حقیقت کو اخذ کرتے ہیں کہ اللہ واحد کے سوا عبادت کسی کے لیے مناسب نہیں۔(تفسیر سعدی:2/1289)

سوال2: ﴿مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی﴾ ''یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو'' یعنی قرآن مجید ایسی کتاب نہیں جسے کوئی گھڑ سکے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ غیب سے آگاہ کرتے ہیں، وہ گھڑی ہوئی کہانیوں پر مشتمل نہیں ہے۔(2) قرآن مجید کی یہ شان نہیں کہ اسے کوئی گھڑ سکے۔(3) **﴿وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ﴾** ''لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے'' قرآن مجید پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنے والا ہے۔(4) یہ کتاب پچھلی کتابوں کے صحیح کو غلط سے، حلال کو حرام سے اور سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کرتی ہے، تحریف کو چھانٹ دیتی ہے، منسوخ احکام بیان کرتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:906/1)(5)﴿وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہر چیز کی تفصیل ہے'' قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے جس کی بندوں کو ضرورت ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بے مثال ہونے کی تفصیل ہے۔اس میں دین کے اصول وفروع ہیں، اس میں دلائل ہیں جس سے دلوں کو نور ہدایت ملتا ہے اور عقل والوں کو صحت اور استقامت نصیب ہوتی ہے۔(6)﴿وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ''اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں'' ایمان لانے والوں کے لیے یہ کتاب ہدایت ہے جو گمراہی سے نکالتی ہے اور خیر کا سرچشمہ اور رحمت ہے۔(7) یعنی اس سبب سے کہ اس قرآن کے ذریعے سے انہیں جو حق کا علم حاصل ہوتا ہے اور وہ حق کو ترجیح دیتے ہیں انہیں ہدایت حاصل ہوتی ہے اور انہیں جو دنیاوی یا اخروی ثواب حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے سے رحمت سے نوازے جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1289/2) ہم اپنے عظیم رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں کہ ہمیں سعادت مند لوگوں میں شامل فرمالے۔آمین۔

سوال3: سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصے میں جو عبرتیں ہیں ان کو بیان کریں؟

جواب:(1) یہ قصہ سب سے اچھا سب سے واضح اور سب سے صریح قصہ ہے، کیونکہ یہ مختلف انواع کے انتقالات پر مشتمل ہے، مثلاً ایک حال سے دوسرے حال میں، ایک امتحان سے دوسرے امتحان میں، امتحان سے اللہ تعالیٰ کی نوازشات میں، ذلت سے عزت میں، غلامی سے بادشاہی میں، تفرقہ وتشتت سے اجتماع واتحاد میں، حزن وغم سے مسرت وسرور میں، فراغی سے قحط میں، قحط سے شادابی میں، تنگی سے وسعت میں اور انکار سے اقرار میں انتقال۔پس نہایت بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے یہ قصہ نہایت خوب صورت اور واضح اسلوب میں بیان کیا۔(2) اس سورہ مبارکہ میں خواب کی تعبیر کی اصل بیان کی گئی ہے کیونکہ علم تعبیر اہم علوم میں شمار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے یہ عطا کرتا ہے۔غالب طور پر علم تعبیر نام اور صفات میں مناسبت اور مشابہت پر مبنی ہے، کیونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ سورج، چاند اور ستارے ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ روشنی کے تینوں ذرائع آسمان کی زینت اور اس کا حسن وجمال ہیں اور ان ہی پر اس کے فوائد کا دارومدار ہے، اسی طرح انبیاء اور علماء زمین کی زینت اور اس کا حسن وجمال ہیں۔جیسے اندھیروں میں ستاروں سے راہ نمائی لی جاتی ہے، اسی طرح گمراہی کی تاریکیوں میں انبیاء اور علماء راہ دکھاتے ہیں۔نیز سیدنا یوسف کے ماں اور باپ اصل ہیں اور ان کے بھائی فرع ہیں پس مناسبت کا تقاضا یہ ہے کہ اصل، روشنی میں بھی اپنی فرع سے سب سے زیادہ بڑا ہو اور حجم کے اعتبار سے بھی عظیم ت۔اس لیے سورج سے یوسف کی ماں، چاند سے ان کے باپ، اور ستاروں سے ان کے بھائی مراد ہیں اور ان میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ الشّمس ایک مونث لفظ ہے لہٰذا اس کی مناسبت ماں سے ہے، القمر اور الکواکب مذکر ہیں اس لیے ان کی مناسبت باپ اور بھائیوں سے ہے۔نیز اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ بھی ہے کہ سجدہ کرنے والا مسجود لہٗ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے معظم ومحترم اور مسجود لہٗ معظم ومحترم ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سیدنا یوسف اپنے ماں باپ اور بھائیوں کے نزدیک نہایت معظم ومحترم ہوں گے اور اس کا لازم یہ ہے کہ وہ علم اور دیگر فضائل کے اعتبار سے صاحب فضیلت اور چنے ہوئے شخص ہوں گے اس لیے ان کے والد نے کہا تھا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ﴾ (یوسف:12/6) اور اسی طرح تیرا رب تجھے چن لے گا اور تجھے باتوں کی تعبیر کا علم سکھا دے گا۔ اور دونوں نوجوان قیدیوں کے خواب میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے نوجوان نے خواب دیکھا کہ وہ شراب کشید کر رہا ہے اور وہ شخص جو شراب کشید کرتا ہو وہ عادتاً دوسروں کا خادم ہوتا ہے شراب دوسروں کے لیے کشید کی جاتی ہے اس لیے یوسف علیہ السلام نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور یہ چیز قید سے اس کی رہائی کو متضمن ہے۔ یوسف نے دوسرے نوجوان کے خواب کی تعبیر، جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جنہیں پرندے کھا رہے ہیں، یہ کی کہ اس کے سر کی کھال، گوشت اور مغز وغیرہ جنہیں وہ اٹھائے ہوئے ہے، کھول کر ایسی جگہ پھینک دیا جائے گا جہاں گوشت خور پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ یوسف علیہ السلام نے اس کے احوال کو دیکھ کر اس کے خواب کی یہ تعبیر کی کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور قتل کرنے کے بعد صلیب پر لٹکایا جائے گا۔ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہے جب قتل کے بعد اسے صلیب پر چڑھایا گیا ہو۔ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب، جس میں اس نے گائیں اور اناج کی بالیاں دیکھی تھیں، کی تعبیر شادابی اور قحط سالی سے کی۔ اس میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ رعایا کے احوال اور اس کے مصالح کا دارومدار بادشاہ پر ہوتا ہے اگر بادشاہ ٹھیک ہے، تو رعایا بھی درست رہے گی۔ اگر بادشاہ خراب ہے تو رعایا میں خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اسی طرح سال بہ سال حالات کے ساتھ رعایا کے احوال مربوط ہیں، رعایا کی درستی، ان کے معاشی استحکام اور عدم استحکام کا دارومدار سال بہ سال (موسمی) حالات پر ہے۔ رہی گائیں تو ان کے ذریعے زمین میں ہل چلایا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے آب پاشی کی جاتی ہے اگر شادابی کا سال ہو تو گائیں موٹی تازی ہو جاتی ہیں اور اگر قحط سالی ہو تو گائیں دبلی اور لاغر ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح شادابی کے سالوں میں اناج کے خوشے سرسبز اور بکثرت ہوتے ہیں جب کہ خشک سالی میں یہ خوشے بہت کم پیدا ہوتے ہیں اور سوکھ جاتے ہیں اور زمین کا بہترین اناج خوشوں ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ (3) یہ قصہ نبوت محمدی ﷺ کی صحت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی قوم کے سامنے یہ طویل قصہ بیان کیا درآں حالیکہ آپ نے گزشتہ انبیاء کی کتابیں پڑھی تھیں نہ کسی سے درس لیا تھا۔ آپ کی قوم نے آپ کا خوب اچھی طرح مشاہدہ کیا ہے۔ آپ کے شب وروز آپ کی قوم کے سامنے تھے وہ خوب جانتے تھے کہ آپ امی ہیں، آپ لکھ سکتے ہیں، نہ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ قصہ کتب سابقہ میں مذکور قصہ سے مطابقت رکھتا ہے حالانکہ آپ وہاں موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائی ان کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے اور سازش کر رہے تھے۔ (4) شر کے اسباب سے دور رہنا مناسب ہے اسی طرح ایسے امور کو چھپانا مناسب ہے جن سے ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے فرمایا تھا: ﴿ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ﴾ اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تجھے آزار پہنچانے کے لیے سازشیں کریں گے۔ (5) کسی کے سامنے خیر خواہی کے طور پر ناپسندیدہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امور کا ذکر کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے: ﴿فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا﴾ وہ تجھے آزار پہنچانے کے لیے سازشیں کریں گے۔(6) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت اس کے تمام متعلقین مثلاً اس کے گھر والوں، عزیز و اقارب اور دوست احباب سب کے لیے نعمت ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ اس نعمت میں سب کو شامل کر لیتا ہے اور ان کو بھی اس کے باعث وہ چیز حاصل ہو جاتی ہے جو اسے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ﴾ اسی طرح تیرا رب تجھے چن لے گا اور باتوں کی تعبیر کا علم دے گا اور تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کا اتمام کرے گا۔ جب یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہوا تو آل یعقوب کو بھی عزت و وقار اور ملک میں اقتدار حاصل ہوا اور یوسف علیہ السلام کے سبب سے انہیں بھی مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔(7) سورۂ مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ عدل و انصاف تمام امور میں مطلوب و مقصود ہے۔ بادشاہ کا اپنی رعیت وغیرہ کے ساتھ ہی انصاف کا معاملہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ محبت اور ترجیح دینے کے معاملے میں والد اور اولاد کے مابین بھی عدل و انصاف مطلوب ہے اگر والد کے انصاف میں خلل واقع ہو جائے تو اس کے تمام معاملے میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور حالات خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ جب محبت کے معاملے میں یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں پر ترجیح دی تو بھائیوں کی طرف سے خود ان پر، ان کے باپ پر اور ان کے بھائی پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔(8) گناہوں کی نحوست سے بچنا چاہیے کیونکہ ایک گناہ اپنے ساتھ متعدد گناہ لاتا ہے اور بہت سے جرائم کے بعد اس گناہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کے مابین جدائی ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے بہت سے حیلے استعمال کیے۔ متعدد بار جھوٹ بولا۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کی قمیض اور خون کے سلسلے میں باپ کے سامنے افسانہ گھڑا۔ ان کے اس افسانے اور عشاء کے وقت روتے ہوئے آنے میں نرا جھوٹ تھا اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ اس مدت کے دوران اس بارے میں بہت بحث و تمحیص ہوئی ہو بلکہ شاید یہ بحث اس وقت تک ہوتی رہی ہو جب تک کہ وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ اکٹھے نہ ہوئے اور جب کبھی بحث ہوتی ہے تو جھوٹی خبریں اور افترا پردازی ضرور ہوتی ہے۔ یہ گناہ کی نحوست اور اس کے آثار ہیں۔(9) بندے کے احوال میں ابتدائی نقص میں عبرت نہیں ہوتی، بلکہ کمال انتہا میں عبرت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں سے ابتدائی طور پر جو صادر ہوا وہ نقص کا سب سے برا سبب اور ملامت کا موجب تھا مگر اس کی انتہا خالص توبہ اور یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کی طرف سے کامل معافی، مغفرت اور رحمت کی دعا پر ہوئی اور جب بندہ اپنے حق کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اس لیے صحیح ترین قول یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور اس کی دلیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ﴾ اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب علیہ السلام کی طرف۔ یہاں ﴿الْاَسْبَاطِ﴾ سے مراد سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے اور ان کی اولاد ہے۔ نیز ان کی نبوت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب میں ان کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

روشن ستاروں کے طور پر دیکھا اور ستاروں میں روشنی اور راہ نمائی ہوتی ہے اور یہ انبیاء کے اوصاف ہیں اور اگر وہ نبی نہیں تھے تو وہ راہ نمائی کرنے والے علماء تھے۔(10) اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو علم، حلم، مکارم اخلاق اور اللہ اور اس کے دین کی طرف دعوت سے نوازا۔ نیز یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی نوازش اور عنایت ہی تھی کہ انہوں نے اپنے خطا کار بھائیوں کو فوراً معاف کر دیا اور اس معافی کی تکمیل یہ کہہ کر کر دی کہ اب وہ ان کا کوئی مواخذہ کریں گے نہ اس پر انہیں کوئی عار دلائیں گے پھر سیدنا یوسف علیہ السلام کا اپنے ماں باپ کے ساتھ عظیم نیکی کرنا اور اپنے بھائیوں بلکہ تمام مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔(11) کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے خفیف تر اور چھوٹی ہوتی ہیں۔ (اگر دو برائیوں میں سے ایک کا ارتکاب ناگزیر ہو تو) اس برائی کا ارتکاب کرنا جس کا ضرر کم تر ہو، اس برائی کے ارتکاب سے اولیٰ وافضل ہے جس کا ضرر بڑا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے قتل اور ان کو کہیں دور زمین میں پھینکنے پر اتفاق ہو گیا، تو ان میں سے ایک نے کہا: ﴿لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ ''یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دو'' گویا اس کی تجویز سب سے بہتر اور نرم تجویز تھی۔ جس کے سبب سے ان کے بھائیوں سے ایک بہت بڑا گناہ ٹل گیا، اور یہ بڑا گناہ ایک خفیف تر گناہ میں منتقل ہو گیا۔(12) جب کوئی چیز کاروبار میں دست بدست متداول ہو جائے اور وہ مال شمار ہونے لگے اور کاروبار کرنے والے کو اس کے غیر شرعی ہونے کا علم نہ ہو تو اس کی خرید وفروخت کا کاروبار کرنے والے، اس میں خدمت کرنے والے، اس سے مفاد اٹھانے والے اور اس کو استعمال میں لانے والے کے لیے کوئی گناہ نہیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں بیع حرام کی صورت میں فروخت کیا، یہ بیع قطعاً جائز نہ تھی۔ پھر سیدنا یوسف علیہ السلام کو خریدنے والا قافلہ انہیں لے کر مصر چلا گیا اور وہاں لے جا کر فروخت کر دیا اور وہ اپنے آقا کے پاس غلام کے طور پر رہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو ''آقا'' کے نام سے موسوم کیا ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام اس کے پاس ایک مکرم غلام کے طور پر رہتے رہے۔(13) ان عورتوں سے خلوت سے بچنا چاہیے جن کے ساتھ فتنے کا خوف ہو۔ اسی طرح ایسی محبت سے بھی بچنا چاہیے جس سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے جو کچھ ہوا وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت اور ان کے ساتھ اس کی شدید محبت کے سبب سے ہوا، محبت نے اس عورت کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کے لیے ڈورے نہیں ڈالے، پھر ان پر بہتان لگایا اور یوسف علیہ السلام اس بہتان کے سبب سے طویل مدت تک قید میں رہے۔(14) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے ساتھ ارادہ کیا پھر اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کر دیا۔ اس ترک ارادہ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے اور قریب کر دیا۔ کیونکہ اس قسم کا ارادہ نفس امارہ کے اسباب میں شمار ہوتا ہے جو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے اور اکثر لوگوں کی یہی فطرت ہے۔ پس جب انہوں نے اس ارادے کا اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت کے ساتھ تقابل کیا تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت نفس امارہ کے داعیے، اس کی خواہش پر غالب آ گئی۔ گویا آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾ (النازعات:40) جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا رہا۔ اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق، ان سات قسم کے لوگوں میں سے ہیں جنہیں قیامت کے روز عرش کے سائے میں جگہ ملے گی، جس روز اس کے سائے کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا اور ان سات قسم کے لوگوں میں سے ایک وہ شخص ہوگا جسے حسن و جمال رکھنے والی اور منصب وحیثیت کی حامل کوئی عورت بدکاری کی دعوت دیتی ہے اور وہ جواب میں کہتا ہے ''میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔'' (صحیح بخاری:660) اور وہ ارادہ جس پر بندہ قابل ملامت ہے، وہ ارادہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو کر عزم بن جائے جس کے ساتھ بسا اوقات فعل مل جاتا ہے۔(15) جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جاتا ہے اور وہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان، صدق اور اخلاص کی برہان کے ذریعے سے مختلف اقسام کی برائیوں، بے حیائی اور گناہوں کے اسباب سے مدافعت کرتا ہے۔ یہ مدافعت اس کے ایمان اور اخلاص کی جزا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝﴾ (لنصرف) کے یہ معنی لام کے کسرے کے ساتھ ہیں، (جیسا کہ متداول قراءت میں ہے) اور اگر اسے لام کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ کا اسے اپنے لیے چن لینا اور یہ خود اس کے اخلاص کو متضمن ہے، یعنی جب بندہ اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے برائی اور بے حیائی سے پاک کر کے اپنے لیے چن لیتا ہے۔(16) بندہ مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب وہ کوئی ایسا مقام دیکھے جہاں فتنہ اور معصیت کے اسباب موجود ہوں تو مقدور بھر وہاں سے نکلنے اور بھاگنے کی کوشش کرے تاکہ وہ گناہ سے بچ سکے، کیونکہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام پر اس عورت نے، جس کے گھر میں وہ رہ رہے تھے، ڈورے ڈالنے شروع کیے تو وہ اس جگہ سے فرار ہو کر دروازے کی طرف بھاگے، تاکہ وہ اس عورت کے شر سے بچ جائیں۔(17) اشتباہ کے موقع پر قرائن سے کام لیا جا سکتا ہے، چنانچہ اگر خاوند اور بیوی گھر کے ساز و سامان کی ملکیت کے بارے میں جھگڑ پڑیں اور دونوں کے پاس اپنی ملکیت کا واضح ثبوت نہ ہو تو جو چیز مرد کے حال کے مطابق ہے وہ مرد کی ملکیت ہے اور جو عورت کے حال کے مطابق ہے وہ اس کی مالک ہے۔ اسی طرح اگر بڑھئی اور لوہار کسی اوزار کی ملکیت پر جھگڑ پڑیں اور دونوں میں سے کسی کے پاس بھی کوئی ثبوت نہ ہو تو قرائن پر عمل کیا جائے گا۔ ملتی جلتی چیزوں اور نشان قدم میں قیافہ پر عمل کرنا بھی اسی باب میں شامل ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے گواہ نے قرینے کی گواہی دی تھی۔ اس نے قمیص کی پھٹن کو دیکھ کر قرینے کی گواہی دی اور قمیص کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھ کر سیدنا یوسف علیہ السلام کی صداقت اور اس عورت کے جھوٹے ہونے پر استدلال کیا۔ اس قاعدے کی صحت پر ایک دلیل یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی کی خرجی میں سے گیہوں ناپنے والے پیالے کے پائے جانے سے استدلال کرتے ہوئے بغیر کسی ثبوت اور اقرار کے اس پر چوری کا حکم لگایا گیا۔ پس اگر مال مسروقہ چور کے قبضے میں پایا جائے، خاص طور پر جب کہ وہ چوری کرنے میں مصروف ہو تو اس پر چوری کا حکم لگایا جائے گا اور یہ (عینی) شہادت سے زیادہ بلیغ شہادت ہے اسی طرح اگر کوئی شخص شراب کی قے کرتا ہے یا کوئی ایسی عورت جس کا شوہر یا آقا نہیں، حاملہ پائی جاتی ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے قرینے کے اس فیصلے کو شاہد سے موسوم کیا ہے۔ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَهۡلِهَا ﴾(18) سیدنا یوسف علیہ السلام ظاہری اور باطنی حسن و جمال کے حامل تھے ان کا ظاہری حسن و جمال اس عورت کے لیے، جس کے گھر میں سیدنا یوسف علیہ السلام تھے اس امر کا موجب بنا جس کی تفصیل گزری اسی طرح ان کا حسن و جمال ان عورتوں کے لیے بھی، جن کو عزیز مصر کی بیوی نے ان کے ملامت کرنے پر اکٹھا کیا تھا، اس امر کا موجب بنا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور وہ بے ساختہ پکار اٹھیں کہ ﴿ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ ﴾ ''یہ شخص انسان نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔'' رہا ان کا باطنی حسن و جمال تو وہ ان کی عظیم عفت تھی۔ گناہ میں پڑنے کے بہت سے اسباب کے باوجود گناہ سے بچے رہے۔ اس کے بعد خود عزیز مصر کی بیوی اور ان عورتوں نے آپ کی عفت اور پاک دامنی کی شہادت دی۔ اس لیے عزیز مصر کی بیوی نے کہا: ﴿ وَلَقَدۡ رَاوَدۡتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ فَاسۡتَعۡصَمَ ﴾ ''میں نے اسے پھسلانے کی بھر پور کوشش کی تھی مگر وہ بچ نکلا۔'' اس کے بعد اس نے کہا: ﴿ اَلۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَـقُّ ۫ اَنَا رَاوَدۡتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴾ ''اب حق واضح ہو گیا ہے، میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی تھی اور بے شک وہ سچا ہے۔'' عورتوں نے کہا: ﴿ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمۡنَا عَلَيۡهِ مِنۡ سُوۡٓءٍ ﴾ ''حاشاللہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابلے میں قید کو ترجیح دی۔ بندہ مومن کے یہی شایان شان ہے کہ اگر وہ دو امور کے بارے میں کسی آزمائش میں مبتلا ہو جائے۔ ایک طرف کسی معصیت کا ارتکاب ہو اور دوسری طرف دنیاوی عقوبت تو وہ گناہ کی بجائے، جو دنیا و آخرت میں سخت عقوبت کا موجب ہے، دنیاوی عقوبت کو ترجیح دے۔ ایمان کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بندہ کفر کی طرف لوٹنے کو، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچا لیا ہے، اسی طرح ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔(20) بندہ مومن کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اسباب گناہ کے موجود ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ کر اسی کی پناہ میں رہے اور اپنی قوت و اختیار سے دست بردار ہو جائے جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ اِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّىۡ كَيۡدَهُنَّ اَصۡبُ اِلَيۡهِنَّ وَاَكُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴾ ''اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دور نہ ہٹایا تو میں ان کی چالوں میں آ کر جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔''(21) جس طرح فراخی میں بندے پر اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا التزام واجب ہے، اسی طرح تنگی میں بھی اس پر یہ التزام واجب ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے۔ جب وہ قید میں ڈال دیے گئے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت پر قائم رہے اور ان دونوں جوان قیدیوں کو (جو ان کے ساتھ قید میں ڈالے گئے تھے) توحید کی دعوت دی اور ان کو شرک سے روکا۔ یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی ذہانت تھی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ان نوجوان قیدیوں میں ان کی دعوت قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔۔۔۔ کیونکہ وہ دونوں سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے چنانچہ ان کا قول تھا: ﴿ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴾ اور وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے آئے اور سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی دیکھا کہ وہ ان کے پاس اپنے خواب کی تعبیر جاننے کا اشتیاق رکھتے ہیں، تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان کو ان کے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے توحید کی دعوت دی تا کہ وہ اپنا مطلوب و مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ سب سے پہلے آپ نے ان کے سامنے واضح کیا کہ جس نے آپ کو علم و کمال کے اس مقام پر پہنچایا، جسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ دیکھ رہے ہیں، وہ ہے ایمان، توحید اور ان لوگوں کی ملت کو چھوڑ دینا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ زبان حال سے ان کو توحید کی دعوت دینا ہے۔ پھر آنجناب نے ان کو زبان قال سے توحید کی دعوت دی۔ آپ نے ان کے سامنے شرک کی خرابی بیان کی اور اس کی دلیل اور برہان پیش کی اور دلیل و برہان ہی کے ساتھ ان کے سامنے حقیقت توحید کو بیان کیا۔(22) معاملات میں، اہم ترین معاملے سے ابتدا کرنی چاہیے۔ جب مفتی سے کوئی سوال کیا جائے اور سائل اس سوال سے زیادہ کسی اور چیز کا ضرورت مند ہو تو مفتی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ سب سے پہلے اسے اس چیز کی تعلیم دے جس کا وہ زیادہ حاجت مند ہے۔ یہ معلم کی خیر خواہی، اس کی فطانت اور اس کے حسن تعلیم وارشاد کی علامت ہے۔ جب نوجوان قیدیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے ان کو خواب کی تعبیر بتانے سے قبل اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی۔(23) اگر کوئی شخص کسی ناخوشگوار صورتحال اور کسی سختی میں گرفتار ہو جائے تو کسی ایسے شخص سے مدد لینا جو اس صورتحال سے نجات میں مددگار ثابت ہو سکتا ہو، یا اسے اپنے حال سے آگاہ کرے تو یہ مخلوق کے پاس شکوے کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ اس کا تعلق امور عادیہ سے ہے۔ جو عرف عام میں لوگوں کی ایک دوسرے کی مدد کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں۔ بنابریں سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان نوجوان قیدیوں میں سے جس کے رہا ہونے کی امید تھی، اس سے کہا: ﴿اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا۔(24) معلم کے لیے تاکید ہے کہ وہ تعلیم دینے میں کامل اخلاص سے کام لے اور اپنی تعلیم کو کسی سے معاوضہ میں مال وجاہ یا کوئی منفعت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ تعلیم دینے میں خیر خواہی سے کام لے جب تک سائل کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے معلم کو تکلیف پہنچے، تعلیم دینے سے یا اس کی خیر خواہی کرنے سے انکار نہ کرے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان دونوں جوان قیدیوں میں سے جس کو تاکید کی تھی کہ وہ اپنے آقا کے پاس ان کا ذکر کرے مگر اسے اپنے آقا کے سامنے سیدنا یوسف کا ذکر کرنا یاد نہ رہا۔ جب انہیں سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اسی نوجوان کو بھیجا وہ اس خواب کی تعبیر کے بارے میں پوچھنے کے لیے سیدنا یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے محض اس بنا پر کہ اس نے ان کا ذکر اپنے آقا کے پاس نہیں کیا، اس پر ناراضی کا اظہار کیا نہ اس پر زجر وتوبیخ کی، بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اسے ہر لحاظ سے اس کے سوال کا مکمل جواب دیا۔(25) مسئول کو چاہئے کہ وہ سوال کا جواب دیتے وقت سائل کی ایسے معاملے کی طرف راہ نمائی کرے جو اس کے سوال سے متعلق اور اس کے لئے فائدہ مند ہو۔ اسے وہ راستہ دکھائے جس پر گامزن ہو کر وہ دین ودنیا میں فائدہ اٹھائے۔ یہ اس کی طرف سے کامل خیر خواہی، اس کی فطانت اور اس کا حسن ارشاد ہے۔ کیونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کو صرف اس کے خواب کی تعبیر بتانے پر اکتفا نہیں کیا تھا، بلکہ آپ نے خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ ان کی راہ نمائی فرمائی کہ وہ شادابی کے سالوں میں بکثرت پیدا ہونے والے اناج اور محاصل کو ذخیرہ کرنے کے لیے کیا انتظامات کریں۔(26) اگر کوئی شخص اپنے ذمے کسی تہمت کو دور کرنے اور اپنی براءت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو ملامت نہیں کی جا سکتی، بلکہ اس کا یہ فعل قابل ستائش ہے۔ جیسے جناب یوسف علیہ السلام نے اس وقت تک قید سے رہا ہونے سے انکار کر دیا تھا جب تک کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان عورتوں کے احوال کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے آپ کی براءت نہ ہوجائے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔(27)ان آیات کریمہ سے علم یعنی علم شریعت واحکام،علم تعبیر،علم تدبیر اور علم تربیت کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔نیز علم ظاہری شکل وصورت سے افضل ہے خواہ یہ ظاہری شکل وصورت حسن یوسف ہی کو کیوں نہ پہنچ جائے،کیونکہ یوسف علیہ السلام کو اپنے حسن وجمال کی وجہ سے ابتلا ومحن اور قید وبند کا سامنا کرنا پڑا اور اپنے علم کے سبب انہیں عزت،سربلندی،زمین میں اقتدار حاصل ہوا۔دنیا وآخرت کی ہر بھلائی علم کے آثار اور اس کے موجبات ہیں۔(28)علم تعبیر،علوم شریعہ میں شمار ہوتا ہے،اس کی تعلیم وتعلم میں مشغول ہونے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے اور خواب کی تعبیر فتویٰ میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ ﴾''اس بات کا فیصلہ کردیا گیا جس کے بارے میں تم فیصلہ طلب کررہے تھے۔''اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کا قول نقل فرمایا:﴿ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ ﴾ مجھے میرے خواب کے بارے میں فتویٰ دو۔نجات پانے والے نوجوان نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا:﴿ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ ﴾''ہمیں سات گایوں کے بارے میں فتویٰ دو۔''ان تمام آیات میں تعبیر کے لیے فتویٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اس لیے علم کے بغیر خواب کی تعبیر نہیں بتانی چاہیے۔(29)اگر انسان اپنی صفت کمال مثلاً علم یا عمل وغیرہ کے بارے میں کسی حقیقی مصلحت کے تحت لوگوں کو آگاہ کرتا ہے،نیز اس سے ریاکاری مقصود نہ ہو اور جھوٹ سے محفوظ ہو۔۔تو اس میں کوئی حرج نہیں۔جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا:﴿ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴾''مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردیجئے۔میں حفاظت کرنے والا ہوں اور ان کے انتظام کا علم بھی رکھتا ہوں۔''اسی طرح عہدہ قابل مذمت نہیں جب کہ اس عہدے پر متعین شخص مقدور بھر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کرتا ہو اور اسی طرح اس عہدے کی طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جب کہ وہ کسی دوسرے سے زیادہ اس عہدے کا اہل ہو،عہدہ طلب کرنا اس وقت قابل مذمت ہے جب وہ اس عہدے کا اہل نہ ہو اور اس عہدے کی قابلیت رکھنے والا اس جیسا یا اس سے زیادہ قابل کوئی اور شخص موجود ہو۔یا وہ اس عہدے کے ذریعے سے ان امور کو قائم کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو جن کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ان وجوہات کی بنا پر اسے عہدہ حاصل کرنے سے روکا جائے گا۔(30)اللہ تبارک وتعالیٰ کا جود وکرم بحر بے کراں کی مانند ہے۔وہ اپنے بندے کو دنیا وآخرت کی بھلائی سے نوازتا ہے۔آخرت کی بھلائی کے دو اسباب ہیں:ایمان اور تقویٰ۔۔آخرت کی بھلائی،دنیاوی ثواب اور دنیاوی اقتدار سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے لیے دعا کرتا رہے اور اسے اخروی ثواب کا شوق دلاتا رہے اور وہ نفس کو یوں ہی نہ چھوڑ دے کہ دنیاداروں کی زیب وزینت اور لذات کو دیکھ کر غم زدہ ہوتا رہے۔درآں حالیکہ وہ ان کے حصول پر قادر نہ ہو،بلکہ اس کے برعکس وہ اخروی ثواب اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ذریعے سے اسے تسلی دیتا رہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴾''اور آخرت کا اجر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقویٰ سے انہوں نے کام لیا۔''(31)غلے اور اناج کو جمع اور ذخیرہ کرکے رکھنا،جب کہ اس سے لوگوں کی فلاح وبہبود اور ان کے لیے وسعت مقصود ہو،اور اس سے لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو،کوئی حرج نہیں۔یوسف علیہ السلام نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شادابی اورفراوانی کے ایام میں غلے اوراناج کوجمع کر کے رکھنے کا حکم دیا تا کہ خشک سالی کے ایام کا مقابلہ کرنے کی تیاری کی جا سکے اوراس طرح غلہ جمع کرنا توکل کے منافی نہیں، بلکہ بندہ مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور وہ تمام اسباب کام میں لائے جو اس کے لیے دین ودنیا میں فائدہ مند ہوں۔(32) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو زمین کے خزانوں کا منتظم مقرر کیا گیا تو انہوں نے حسن انتظام سے کام لیا یہاں تک کہ ان کے ہاں بکثرت اناج جمع ہو گیا اور دوسرے ملکوں سے لوگ غلہ اور خوراک حاصل کرنے کے لیے مصر کا قصد کرنے لگے، کیونکہ انہیں علم تھا کہ مصر میں غلہ بکثرت موجود ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام ہر آنے والے کو بقدر حاجت غلہ دیتے ہیں، وہ غلہ زیادہ دیتے تھے نہ کم، چنانچہ ہر آنے والے کو ایک بار شتر سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے۔(33) مہمان نوازی مشروع ہے اور یہ انبیاء مرسلین کی سنت ہے مہمان کی عزت وتکریم یوسف علیہ السلام کے اس قول سے مستفاد ہے: ﴿اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں اناج پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمانی کرتا ہوں۔''(34) قرینے کی دلیل موجود ہوتے ہوئے بدظنی ممنوع ہے نہ حرام۔ کیونکہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا اور ان کے بیٹوں نے سخت اصرار کیا اور جب انہوں نے جھوٹا بہانہ بنایا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ ''بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک کام کو مزین کر کے آسان بنا دیا۔'' پھر یعقوب علیہ السلام نے دوسرے بھائی (بنیامین) کے بارے میں فرمایا: ﴿هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَا اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''کیا میں اس کے بارے میں بھی اسی طرح اعتماد کرلوں جس طرح میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں اعتماد کیا تھا'' اور جب سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روک لیا اور اس کے بھائی اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان سے پھر یہی کہا: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ حالانکہ دوسری مرتبہ انہوں نے کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ البتہ ان سے ایک ایسا کام سرزد ہوا جس پر ان کے باپ کو یہ کہنا پڑا، جس میں کوئی گناہ اور حرج نہیں۔ (35) نظر بد کے اثرات کے سد باب یا اس کے اثر انداز ہونے کے بعد اس اثر کو ختم کرنے کے لیے اسباب کو استعمال کرنا ممنوع نہیں، بلکہ جائز ہے، اگرچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر ہی ہے، چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسباب اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ان سے فرمایا: ﴿یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ﴾ ''اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازے میں سے شہر میں مت داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔''(36) اس سورۂ مقدسہ سے، حقوق کے حصول کے لیے، حیلہ سازی کو جواز مستفاد ہوتا ہے اور خفیہ طریقوں کو استعمال کر کے ایسی معلومات حاصل کرنا، جن کے ذریعے سے ان کے مقاصد تک پہنچنا آسان ہو، ایسے امور میں سے ہے، جس پر بندہ قابل ستائش ہے۔ صرف ایسی حیلہ سازی حرام اور ممنوع ہے جس سے کسی واجب کا اسقاط اور کسی حرام کا ارتکاب لازم آتا ہو۔ (37) اس شخص کے لیے جو کسی کو کسی ایسے معاملے میں وہم میں ڈالنا چاہتا ہے جس کے بارے میں اسے مطلع کرنا اسے پسند نہ ہو، مناسب ہے کہ وہ ایسی قولی اور فعلی تعاریضات استعمال کرے، جو جھوٹ سے مانع ہوں۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کیا تھا، چنانچہ انہوں نے گیہوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ناپنے والا پیمانہ اپنے بھائی کی خرجی میں ڈالودیا۔ پھراس میں سے نکال دکھایا اور ظاہر کیا کہ وہ چور ہے اور اس میں اس کے بھائیوں کے لیے اس کے چور ہونے کا بس ایک قرینہ تھا۔ اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿مَعَاذَاللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ﴾ ''اللہ کی پناہ! ہم اس شخص کو چھوڑ کر جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے دوسرے کو کیسے پکڑ سکتے ہیں۔'' نیز سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا: ﴿مَنْ سَرَقَ مَتَاعَنَا﴾ ''جس نے ہمارا سامان چوری کیا'' اور نہ یہ فرمایا: ﴿اِنَّا وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ﴾ ''بیشک ہم نے اپنا سامان ان کے پاس پایا ہے۔'' بلکہ انہوں نے ایک ایسے اسلوب میں بات کی جس کا اطلاق ان کے بھائی کے علاوہ کسی اور پر بھی ہوسکتا تھا اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بچا جانا چاہیے، اس میں صرف یہ ایہام ہے کہ وہ چور ہے تاکہ وہ مقصد حاصل ہو سکے جو ان کے پیش نظر تھا اور ان کا بھائی ان کے پاس رہ سکے اور جب صورت حال واضح ہوگئی تو ان کے بھائی سے یہ ایہام بھی زائل ہو گیا۔ (38) انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے علم، تحقیق، مشاہدہ اور قابل اعتماد خبر جس پر اطمینان نفس ہو.... کے علاوہ کسی اور چیز کے مطابق گواہی دے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا: ﴿وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا﴾ ''ہم تو صرف اس کے مطابق گواہی دے سکتے ہیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں۔'' (39) یہ ایک عظیم آزمائش تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے چنے ہوئے بندے، یعقوب علیہ السلام کو آزمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈال دی جن سے ایک گھڑی کے لیے جدا ہونا بھی ان کے بس میں نہ تھا، اتنی سی جدائی بھی انہیں سخت غم زدہ کر دیتی تھی۔ پس طویل عرصے تک وہ ایک دوسرے سے جدا رہے جو تیس سال سے کم نہ تھا اس عرصہ کے دوران حزن وغم یعقوب علیہ السلام کے دل سے کبھی جدا نہ ہوا: ﴿وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ﴾ ''غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ غم سے گھل رہا تھا۔'' اور معاملہ اس وقت اور بھی زیادہ سخت ہو گیا جب ان کا دوسرا بیٹا، یوسف کا حقیقی بھائی بھی، ان سے جدا ہو گیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر کی امید میں اس کے حکم کے مطابق صبر کر رہے تھے انہوں نے اپنے آپ سے صبر کا عہد کر لیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے عہد پر پورے اترے۔ ان کا یہ قول صبر کے منافی نہیں ﴿قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہوتا۔ صرف وہ شکوہ صبر کے منافی ہے جو مخلوق کے پاس کیا جائے۔ (40) دکھ کے بعد سکھ اور تنگی کے بعد فراخی ضرور آتی ہے۔ یعقوب علیہ السلام پر رنج وغم کی مدت بہت طویل ہوگئی۔ شدت غم اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور آل یعقوب کو بدحالی نے لاچار کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر خوش حالی بھیج دی۔ انتہائی سخت حالات میں ان کی ملاقات ہوئی اور یوں اجر کی تکمیل ہوگئی اور انہیں راحت وسرور حاصل ہوا۔ اس سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو سختی اور نرمی، تنگ دستی اور فراخ دستی کے ذریعے سے آزماتا ہے، تاکہ ان کے صبر و شکر کا امتحان لے اور اس طرح ان کے ایمان، یقین اور عرفان میں اضافہ ہو۔ (41) اگر انسان اپنے موجودہ احوال یعنی کسی مرض اور فقر وغیرہ کے بارے میں ناراضی کا اظہار کیے بغیر کسی کو آگاہ کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ یوسف کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ﴾ ''اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت اور بدحالی نے آگھیرا ہے'' اور ان کے اس قول پر سیدنا یوسف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام نے نکیر نہیں فرمائی۔(42)اس پورے قصے میں تقویٰ کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔دنیا وآخرت کی ہر بھلائی تقویٰ اور صبر کے آثار کی وجہ سے ہے۔اہل تقویٰ اور اہل صبر کا انجام بہترین انجام ہے۔چنانچہ فرمایا:﴿قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا بے شک اگر کوئی تقویٰ اور صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''(43)جس کسی کو شدید محتاجی اور بدحالی کے بعد اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا ہو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرے اور اپنی پہلی بدحالی اور محتاجی کو یاد رکھے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:﴿وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور تم لوگوں کو صحرا سے یہاں لایا۔''(44)یوسف علیہ السلام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عظیم لطف وکرم تھا کہ اس نے آپ کو ان احوال سے منتقل کر کے سختیوں اور مصائب میں مبتلا کیا،تاکہ اس کے ذریعے سے وہ آپ کو اعلیٰ ترین منازل اور بلند ترین درجات پر فائز کرے۔(45)بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان پر ثابت قدمی کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتا رہے اور ایسے اسباب روبہ عمل لاتا رہے جو ایمان پر ثابت قدمی کے موجب ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اتمام نعمت اور خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا رہے۔جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے عرض کیا:﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اے میرے رب!تو نے مجھے اقتدار عطا کیا اور تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا،اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیا وآخرت میں تو ہی میرا سرپرست ہے۔اسلام پر مجھے موت دے اور مآل کار مجھے نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر۔''اس بابرکت قصے میں یہ چند نکات اور تعبیرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آسان فرمایا اور ضرروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قصے میں غور وفکر کرنے والے پر تعبیرات کے کچھ اور دریچے وا کر دے۔ہم اللہ تعالیٰ سے علم نافع اور عمل مقبول کا سوال کرتے ہیں۔بلاشبہ وہ جود وکرم کا مالک ہے۔(تفسیر سعدی:1290۔1303)

﴿ اٰیاتها ۴۳ ﴾ ﴿ ۱۳ سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ ۹۶ ﴾ ﴿ رکوعاتها ۶ ﴾

سوال1: سورۃ الرعد کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورۃ الرعد مدینہ میں نازل ہوئی۔

سوال2: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں 6 رکوع اور 43 آیات ہیں۔

سوال3: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے 96 نمبر کی سورت ہے اور مصحف کے اعتبار سے 13 نمبر پر ہے۔

سوال 4: اس سورت کا نام الرعد کیوں ہے؟

جواب: اس سورت میں الرعد، البرق، الصواعق اور بادلوں سے بارش برسنے کا ذکر ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴾ اور بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے انہیں گرا دیتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔ (الرعد:13)

سوال 5: سورت الرعد کا موضوع کیا ہے؟

جواب: اس سورت میں توحید، رسالت اور نبوت، بعث اور جزا کا اثبات ہے اور مشرکین کے شبہات کا رد ہے۔

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۗ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (1) ﴾

''المر۔ یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں اور جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (1)

سوال 1: ﴿ الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ﴾ ''المر۔ یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ الٓمّٓرٰ ﴾ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی جس سورت کی بھی ابتدا حروف مقطعات سے ہوئی ہے، اس سے اس کا اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی برحق کتاب ہے، جس کی حقانیت وصداقت میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہے، اسی لیے تو اس جیسا کلام کوئی انسان نہیں لاسکتا ہے۔ (ابن کثیر:30/3) **(2)** ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ﴾ ''یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن، کتاب اللہ کی آیات ہیں جو دین کے اصول وفروع میں ہر اس چیز کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں جس کے بندے محتاج ہیں۔ (تفسیر سعدی:1303/2)

سوال 2: ﴿ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''اور جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ وَالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ''اور جو کچھ آپ کے ربّ کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے'' اور وہ قرآن عظیم ہے۔ (جامع البیان:94/13)**(2)**﴿ الْحَقُّ ﴾ ''حق ہے'' یعنی وہ ثابت شدہ حق ہے۔(فتح القدیر:83/3)**(3)**اور یہ قرآن جو رسول اللہ ﷺ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا وہ واضح حق ہے، کیونکہ اس کی خبریں صدق پر مبنی اور اس کے اوامر ونواہی سراسر عدل ہیں اور قطعی دلائل وبراہین ان کی تائید کرتے ہیں۔ جو کوئی اس کے علم کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہی حقیقی اہل علم میں شمار ہوتا ہے اور اس کا علم اس کے لیے عمل کا موجب بنتا ہے۔(تفسیر سعدی:1303/2)**(4)**﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ'' یعنی اہل مکہ۔**(5)**﴿ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ یعنی وہ تصدیق نہیں کرتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔(تفسیر سمرقندی:224/2)**(6)**یعنی اکثر لوگ یا تو (قرآن) سے جہالت، اس سے روگردانی اور اس کی طرف عدم توجہ کی بنا پر یا محض عناد اور ظلم کی وجہ سے، اس قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ بنابریں اکثر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے، اس کی وجہ اس سبب کا معدوم ہونا ہے جو فائدہ اٹھانے کا موجب ہے۔(تفسیر سعدی:1304/2)**(7)**رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ ﴾ اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔(یوسف:103)**(8)**یہ آیت دلیل ہے کہ ایمان لانے والے کم لوگ ہوتے ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ﴾ پس جو لوگ ایمان لائے تو وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ (البقرہ:26)

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ(2) ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے بلند کیا ہے، تم انہیں دیکھتے ہو، پھر وہ اپنے عرش پر بلند ہوا اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا، ہر ایک مقررہ مدت کے لیے چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہی سارے کام کی تدبیر کرتا ہے، وہ نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔''(2)

سوال 1:﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے بلند کیا ہے، تم انہیں دیکھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال اور اس کے غلبہ اقتدار کی وسعت وعظمت کا بیان ہے کہ اس نے اپنے حکم سے ستونوں کے بغیر تمہارے سروں پر بہت سے آسمان بنا دیے۔(مختصر ابن کثیر: 907/1، 908)**(2)**جب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ قرآن حق ہے تو یہ بھی بیان فرمایا کہ جس نے اسے نازل کیا وہ کمال پر قادر ہے لہٰذا اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی مصنوعات دیکھو تا کہ تم اس کی قدرت کے کمال کو پہچان لو۔(قرطبی:196/5)(3) آسمان وسعت والے ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے بلند کر رکھا ہے۔(4)﴿بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾''بغیر کسی ستون کے،تم انہیں دیکھتے ہو''یعنی آسمانوں کو سہارا دینے کے لیے ان کے نیچے کوئی ستون نہیں اور ان کو ستون نے سہارا دیا ہوتا تو وہ تمہیں ضرور دکھائی دیتے۔(تفسیر سعدی:1304/2)(5)اس بات کا امکان ہے کہ آسمان ستونوں یا سہاروں پر قائم ہوں لیکن وہ ستون یا سہارے غیر مرئی ہوں،انہیں ہم دیکھ نہیں سکتے۔چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد،حسن بصری،قتادہ رحمہم اللہ اور بعض دوسروں سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے۔ان غیر مرئی سہاروں کو ہم آج کل کی زبان میں کشش ثقل کہہ سکتے ہیں۔(تیسیر القرآن:423,424/2)

سوال2:﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾''پھر وہ اپنے عرش پر بلند ہوا''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر وہ اپنے عرش پر بلند ہوا''یعنی اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا جو اس کی ذات اور اس کے جلال کے لائق ہے۔(ایسر التفاسیر:701)(2)ہمارا اللہ تعالیٰ کی تمام صفتوں پر ایمان ہے۔اس کی ذات وصفات کیف وتشبیہ سے،تعطیل وتمثیل سے پاک اور بری ہیں۔(مختصر ابن کثیر 908/1)(3)سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے لیے استواء علی العرش کو ثابت کیا ہے،تو اس پر ایمان رکھا جائے،اس کی کوئی کیفیت بیان کی جائے،نہ دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دی جائے اور نہ اس کی تاویل کر کے قرآن میں ثابت لفظ کو بے کار بنا دیا جائے۔(تیسیر الرحمٰن:705/1)

سوال3:﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى﴾''اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا،ہر ایک مقررہ مدت کے لیے چل رہا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾''اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا''یعنی دن میں سورج کی روشنی اور رات میں بنی آدم کے لیے چاند کی روشنی۔(تفسیر سمرقندی:225/2)(2)بندوں کے مصالح نیز ان کے مویشیوں،باغات اور کھیتوں کے مصالح کی خاطر۔(تفسیر سعدی:1305/2)(3)﴿كُلٌّ﴾''ہر ایک''یعنی چاند اور سورج۔(4)﴿يَجْرِي﴾''چل رہا ہے''یعنی مقررہ اندازے پر چل رہا ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٣٨﴾﴾اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے،یہ سب پر غالب،سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔(یٰس:38)(5)﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٤٠﴾﴾اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔(یٰس:39۔40)(6)﴿لِأَجَلٍ مُسَمًّى﴾''ایک مقررہ مدّت کے لیے''یعنی معلوم وقت جو کہ دنیا کی فنا کا ہے اور قیامت قائم ہونے کا ہے۔(7)دونوں ایک منظّم رفتار سے چل رہے ہیں،جس میں کوئی فرق آتا ہے نہ ان کی رفتار میں کوئی سستی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت مقرر آجائے گا اور اللہ تعالیٰ اس جہان آب وگل کی بساط لپیٹ دے گا اور بندوں کو دار آخرت میں منتقل کردے گا جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ تب اس وقت اللہ تعالیٰ ان آسمانوں کو لپیٹ دے گا اور ان کو اور ہی آسمانوں سے بدل دے گا اور اسی طرح اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دے گا۔ سورج اور چاند بے نور کردیئے جائیں گے اور ان کو اکٹھا کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تاکہ ان کی عبادت کرنے والے دیکھ لیں کہ وہ عبادت کے مستحق نہ تھے، تاکہ وہ سخت حسرت زدہ ہوں اور کفار کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے۔ (تفسیر سعدی: 2/1304،1306) **(8)** سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب سورج غروب ہوا تو رسول ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے پھر دوبارہ آنے کی اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا وہ سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا! چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٣٨﴾﴾ (سورہ یٰس: 38) میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ (صحیح بخاری: 3199) **(9)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سورج اور چاند دونوں بے نور ہو جائیں گے۔ (صحیح بخاری: 3200) **(10)** ﴿**کل یجری لاجل مسمی**﴾ حالانکہ ''کل'' کا لفظ دو کے لیے نہیں آتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند کی طرح کے سب سیارے اپنی اپنی ڈگر پر چل رہے ہیں اور قیامت تک یہ چلتے ہی رہیں گے۔ ضمناً اس سے دو باتیں اور معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ جو لوگ سورج کو ساکن سمجھتے ہیں یا سمجھتے رہے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ لفظ جریان کا اطلاق گردش محوری پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ضروری ہے اور ہماری زمین بھی چونکہ ایک سیارہ ہے اس لیے اس کی گردش بھی ثابت ہوتی ہے۔ سیاروں کی گردش کے جو قاعدے اور قوانین مقرر کر رکھے ہیں، وہ ان کے پابند ہیں کیونکہ جو چیز حرکت میں ہے، وہ خراب بھی ہوسکتی ہے حتیٰ کہ کسی وقت تباہ بھی ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی تمام باتوں کی تدبیر بھی کر رہا ہے ان سیاروں کو صرف ان کی قوت جاذبہ اور دافعہ کے سپرد ہی نہیں کر رکھا بلکہ اس کی پوری پوری نگہداشت اور ان کی تدبیر یا واقع ہونے والی خامیوں کا علاج بھی کر رہا ہے۔ (تیسیر القرآن: 2/423،424)

سوال 4: ﴿**يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ**﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی سارے کام کی تدبیر کرتا ہے۔ وہ نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے ربّ کی ملاقات کا یقین کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿**يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُم بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ**﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی سارے کام کی تدبیر کرتا ہے۔ وہ نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے ربّ کی ملاقات کا یقین کرو'' یعنی وہ اپنے ملک میں تمام حالات میں مکمل تصرف کرتا ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، وہ ایجاد کرتا ہے اور معدوم کرتا ہے۔ وہ غنی کرتا ہے اور فقیر کرتا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل کرتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور یہ اس کی قدرت اور رحمت پر دلیل ہے۔(تفسیر مراغی:53/5)(2)﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے ۔یہاں خلق وامر کو اکٹھا کیا گیا ہے یعنی اللہ عظمت والا تخت اقتدار پر مستوی ہے اور وہ عالم علوی اور عالم سفلی کی تدبیر کر رہا ہے، پس وہی پیدا کرتا ہے اور رزق عطا کرتا ہے، وہی غنی کرتا اور محتاج کرتا ہے، وہ کچھ قوموں کو سربلند کرتا ہے اور کچھ قوموں کو قعر مذلت میں گرا دیتا ہے، وہی عزت عطا کرتا ہے، وہی ذلت سے ہمکنار کرتا ہے، وہی گراتا ہے اور وہی رفعتیں عطا کرتا ہے، وہی لغزشوں پر عذر قبول کرتا ہے، وہی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرتا ہے، وہی تقدیر کو اس کے وقت مقرر پر نافذ کرتا ہے، جو اس کے احاطہ علم میں ہے اور جس پر اس کا علم جاری ہو چکا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان فرشتوں کو تدبیر کائنات کے لئے بھیجتا ہے جن کو اس تدبیر کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔وہ کتب الٰہی کو اپنے رسولوں پر نازل فرماتا ہے، احکام شریعت اور اوامر ونواہی کو جن کے بندے سخت محتاج ہیں، کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ توضیح، تبیین، اور تمییز کے ذریعے سے ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1305/2)(3)﴿ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ﴾ ''وہ نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے'' یعنی قرآنی آیات جس میں وہ قصص، ضرب المثال، حلال وحرام کو بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت کرو، اور اس کو عبادت میں ایک سمجھو تاکہ تمہاری روحیں اور تمہارے اخلاق کمال کو پہنچیں اور تم دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کرو۔(ایسر التفاسیر:701)(4)﴿ لَعَلَّكُمْ ﴾ ''تاکہ تم'' یعنی اس نے تمہیں نشانیاں دکھائیں اور آیات نازل فرمائیں تاکہ تم رب کی ملاقات پر یقین کرلو۔(5)﴿ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴾ ''تاکہ تم اپنے ربّ کی ملاقات کا یقین کرو'' کیونکہ دلائل کی کثرت اور ان کی توضیح وتبین تمام امور الٰہیہ میں خاص طور پر بڑے بڑے عقائد مثلاً زندگی بعد موت اور قبروں سے نکلنے میں یقین کے حصول کا سبب بنتی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ حکیم ہے وہ مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کرتا، نہ اس کو عبث چھوڑے گا۔پس جیسے اس نے انبیاء ومرسلین مبعوث کیے اور بندوں کے لیے اوامر ونواہی کی خاطر کتابیں نازل فرمائیں تب یہ ضروری ٹھہرا کہ وہ بندوں کو ایسے جہان میں منتقل کرے جہاں انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے، نیکوکاروں کو بہترین بدلہ اور بدکاروں کو ان کی بدی کا بدلہ۔(تفسیر سعدی:1305/2،1306)

سوال 5: رب کی ملاقات کا یقین انسان کے اندر کیا تبدیلی لے کر آتا ہے؟

جواب: (1) رب کی ملاقات کے یقین سے حساب کتاب کا یقین آتا ہے۔(2) رب کی ملاقات کے یقین سے جزا سزا کا یقین آتا ہے۔(3) رب کی ملاقات کے یقین سے انسان رب کی رضا کے لیے کام کرتا ہے۔(4) رب کی ملاقات کے یقین سے ہی انسان ربانی بنتا ہے۔

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (3) ﴾

''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا ہے اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے ہیں اور اس میں ہر طرح کے پھل سے ایک ایک جوڑا دو دو قسم کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بنایا، وہی رات کودن پراوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ ان لوگوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں جوغور وفکر کرتے ہیں۔''(3)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا ہے اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا ہے'' وہ قدرت والا رب ہے جس نے زمین کو زندگی کے لیے بچھا دیا۔(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنے بندوں کے لئے تخلیق کیا، اس کو وسعت بخشی، اس میں برکت عطا کی، اپنے بندوں کے لیے اس کو پھیلایا اور اس کے اندران کے لیے فوائد ومصالح ودیعت کئے۔(تفسیر سعدی:1306/2)(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۖ۝ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ۝﴾ کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔(النباء:6-8)(4) آیت شریفہ میں جو یہ فرمایا ہے کہ زمین کو پھیلا دیا یہ پھیلانا زمین کے کرہ ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اگر زمین کروی ہو جیسا کہ اہل سائنس کہتے ہیں تو یہ زمین کے پھیلاؤ کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ پھیلاؤ کے لیے کسی چیز کا اول سے اخیر تک سطح واحد ہونا ضروری نہیں ہے۔ زمین چونکہ بہت بڑی ہے اس لیے انسانوں کا اس پر رہنا، چلنا پھرنا اور سفر کرنا ایسا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ سطح واحد پر ہی جارہے ہیں۔ چیونٹی کے طول وعرض کو جو ایک بہت بڑی گیند سے نسبت ہے انسانوں کی آبادیوں کو زمین کے پھیلاؤ سے وہ نسبت بھی نہیں ہے۔(انوارالبیان:143/3)(5) ﴿وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا﴾ ''اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے ہیں'' یعنی زمین پر پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں اور اس میں نہریں، دریا، چشمے، ندی، نالے بہادیے۔(6) یعنی زمین پر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین مخلوق کے ساتھ ڈھلک نہ جائے۔ اس لیے اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین اپنے رہنے والوں کے ساتھ ایک طرف جھک جاتی، کیونکہ زمین پانی کی سطح پر تیر رہی ہے جس کو ثبات واستقرار نہیں۔ مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے پہاڑوں کے ذریعے سے اس میں توازن پیدا کیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے میخیں بنایا ہے۔ ﴿وَاَنْهٰرًا﴾ یعنی زمین کے اندر دریا بنائے جو انسانوں، ان کے مویشیوں اور ان کے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ پس ان دریاؤں کے ذریعے سے درخت، کھیتیاں اور باغات اگائے اور ان کے ذریعے سے خیر کثیر برآمد کیا۔(تفسیر سعدی:1306/2)

سوال 2: ﴿وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ﴾ ''اور اس میں ہر طرح کے پھل سے ایک ایک جوڑا دو دو قسم کا بنایا، وہی رات کودن پراوڑھا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1): ﴿وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ﴾ ''اور اس میں ہر طرح کے پھل سے ایک ایک جوڑا دو دو قسم کا بنایا'' یعنی دو قسمیں، دو اصناف پیدا کیں جیسے میٹھے اور کڑوے اور زرد اور سیاہ۔(ایسر التفاسیر:701)(2) نباتاتی حیات میں نر اور مادہ کے راز سے قرآن حکیم نے پردہ اٹھایا۔ اس سے پہلے اور اس سے بہت بعد تک بھی یہ راز کھلا نہیں تھا۔(3) یہ علم الٰہی ہے کہ آج سے چودہ سو برس پہلے حیاتیات کا یہ مخفی راز برملا بیان کردیا گیا۔ بتادیا کہ درختوں کو پھل لانے کے لیے بھی اسی عملیے کی ضرورت ہے جو حیوانوں کی افزائش نسل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا سبب ہے۔ یہ راز جدید علم نباتات نے بتایا کہ تتلیاں اور دوسرے پرند درختوں کی باروری کا وسیلہ ہیں کہ تتلیاں نر کا تخم مادہ درختوں تک پہنچا دیتی ہیں اور یوں درخت پھل لاتے ہیں۔(تعارف الفرقان:118/3)(4)﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ﴾''وہی رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے'' یعنی وہ رات کو دن پر اس طرح سے ڈھانپ دیتا ہے کہ روشنی کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا۔(ایسر التفاسیر:701)(5)وہ دن پر رات کو طاری کر دیتا ہے جس سے تمام آفاق پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور ہر جاندار اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر دن بھر کی مشقت اور تھکن کو دور کرنے کے لیے آرام کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1306/2)(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝﴾ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تا کہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو دکھلانے والا بنایا؟ واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔(النمل:86)(7)﴿وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝﴾ اور ہم نے تمہاری نیند کو باعث آرام بنایا۔اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا۔اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔(النبا9,11)

سوال 3:﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾''بلاشبہ ان لوگوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ﴾''بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں''یعنی ان بکھری ہوئی نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔(2)**﴿لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾** جو غور وفکر کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔(3)یعنی ان لوگوں کے لئے جو ان آیات ودلائل میں غور وفکر کرتے ہیں،انہیں عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اس ہستی کی طرف راہنمائی کرتی ہیں جس نے ان کو تخلیق کیا،ان کی تدبیر کی اور ان میں تصرف کیا۔وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی الٰہ اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔وہ غائب اور موجود ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔وہ مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے،وہ اپنے ہر کام میں حکمت رکھتا ہے،اپنے خلق وامر میں قابل تعریف،نہایت بابرکت اور بہت بلند ہستی ہے۔(تفسیر سعدی:1306)

﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ(4)﴾

''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، بعض کئی تنوں والے ہیں اور بعض ایک تنے والے ہیں،سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو مزے میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔''(4)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾ ''اورزمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اوراس کی نشانیوں میں سے زمین میں الگ الگ مگرایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں ساری زمین ایک ہے مگر ہر جگہ کی الگ خصوصیات ہے۔**(2)** متجاورات ایک دوسرے سے ملے ہوئے قریب قریب اورمجاہدنے کہامتجاورات کامعنی یہ ہے کہ بعض قطعے عمدہ قابل زراعت ہیں بعض خراب شورکھارے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)

سوال2: ﴿وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ﴾ ''اورانگوروں کے باغات ہیں اورکھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں،بعض کئی تنوں والے ہیں اوربعض ایک تنے والے ہیں،سب کوایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے '' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ﴾ ''اورانگوروں کے باغات ہیں اورکھیتیاں ہیں اورکھجوروں کے درخت ہیں'' زمین کے اندر باغات ہیں۔انگوروں اور کھجوروں کے اورکھیتیاں ہیں جن میں انواع و اقسام کے درخت اور پودے ہیں۔**(2)** ﴿صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ﴾ صنوان وہ کھجور کے درخت جن کی جڑ ملی ہوئی ہو(ایک ہی جڑ پرکھڑے ہوں) غیرصنوان الگ الگ جڑ پرسب ایک ہی پانی سے اگتے ہیں(ایک ہی ہواسے ایک ہی زمین میں) آدمیوں کی بھی یہی مثال ہے کوئی اچھا کوئی براحالانکہ سب ایک باپ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)**(3)** ﴿يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ﴾ ''سب کوایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے'' سب ایک ہی پانی سے پروان چڑھتے ہیں لیکن ہرایک دوسرے سے الگ رہتا ہے۔**(4)** سردارانبیاء نے اس آیت کی تفسیر بیان فرمائی کہ کوئی ترش ہوتا ہے،کوئی کسیلا کوئی میٹھا ہوتا ہے اورکوئی کھٹا۔(ترمذی)**(5)** ایک ہی پانی اورایک ہی مٹی کے باوجود ذائقوں کا اختلاف خالق کا پتہ دیتا ہے کہ وہ عظیم قوت رکھنے والا،بہترین منصوبہ بندی کرنے والا ہے۔

سوال3: ﴿وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ﴾ ''اورہم ان میں سے بعض کومزے میں بعض پرفضیلت دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی رنگ،ذائقہ،فوائداورلذت میں بعض کوبعض پرفضیلت دی۔پس یہ اچھی اورزرخیز زمین ہے جس میں بکثرت سرسبزگھاس، بیل بوٹے،درخت اورکھیتیاں اگتی ہیں۔اس کے ساتھ ہی ملی ہوئی زمین کی ایک قسم وہ ہے جس میں گھاس اگتی ہے،نہ وہ پانی کوروک کراس کا ذخیرہ کرسکتی ہے۔زمین کی ایک قسم وہ ہے جو پانی کوروک کرذخیرہ کرتی ہے مگراس میں ہریالی نہیں اگتی،ایک زمین وہ ہے جس میں درخت اورکھیتیاں اگتی ہیں مگرگھاس نہیں ہوتی۔کوئی پھل شیریں ہے،کوئی تلخ اورکسی کا ذائقہ ان کے بین بین ہے۔(تفسیرسعدی:2/1307)**(2)** حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لیے مثال بیان کی ہے کہ ان کی اصل ایک ہے اوروہ خیر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورشر،ایمان اورکفر میں میں مختلف ہیں جیسا کہ پھلوں میں اختلاف ہے جوایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں۔

سوال 4: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جوعقل سے کام لیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ ﴾ ''یقیناً اس میں''یعنی زمین کے مختلف خطوں میں ،پھلوں کے ذائقوں ،رنگوں اور خوشبوؤں کے اختلاف میں۔**(2)** ﴿ لَاٰیٰتٍ ﴾ ''یقیناً نشانیاں ہیں''یعنی اس کی توحید اوراس کی ملاقات کے دلائل جو اس پر ایمان کوواجب کرتے ہیں۔**(3)** ﴿ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جوعقل سے کام لیتے ہیں''نشانیاں ان ہی کے لیے ہیں جوغوروفکر کریں،سوچیں،سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا خالق ہے۔جس نے ان کوجداگانہ بنایااور ہرایک کواپنی منشا کے مطابق پیدا کیا۔(مختصرابن کثیر:910/1)**(4)** کیا یہ تنوع ان کا ذاتی اورطبعی ہے یاغالب اوررحم کرنے والی ہستی کی مقرر کردہ تقدیر ہے؟ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾ یعنی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جوایسی عقل سے بہرہ ور ہیں جوان کی ان امور کی طرف راہ نمائی کرتی ہے جوان کے لئے مفید ہیں۔یہ عقل ان امور کی طرف لے چلتی ہے جن کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اوراس کے اوامرونواہی کوسمجھتے ہیں۔رہے روگرداں اور بلیدالذہن لوگ،وہ اپنے نظریات کے اندھیروں میں حیران اورسرگرداں اوراپنی گمراہی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔اپنے رب کی طرف انہیں کوئی راہ سجھائی دیتی ہے نہ اس کی بات کو یادرکھتے ہیں۔(تفسیرسعدی:1307/2)

﴿ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

''اوراگرتم تعجب کروتو تعجب کے قابل ان کی یہ بات ہے کہ کیاجب ہم مرکرمٹی ہوجائیں گےتو کیاواقعتاً ہم یقیناً نئی تخلیق میں ہوں گے؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا کفر کیااوریہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گےاوریہی آگ والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(5)

سوال 1: ﴿ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴾ ''اوراگرتم تعجب کروتو تعجب کے قابل ان کی یہ بات ہے کہ کیاجب ہم مرکرمٹی ہوجائیں گےتو کیاواقعتاً ہم یقیناً نئی تخلیق میں ہوں گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَاِنْ تَعْجَبْ ﴾ ''اوراگرتم تعجب کرو''اے نبی!اگرآپ ﷺ کوان کے آپ کی رسالت پرایمان نہ لانے اوررب کی توحید کونہ ماننے پرتعجب ہے۔(ایسرالتفاسیر:703)**(2)** ﴿ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ﴾ یقیناً مشرکوں کی باتیں تو قابل تعجب ہی ہیں۔**(3)** ﴿ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴾ ''کہ کیاجب ہم مرکرمٹی ہوجائیں گےتو کیاواقعتاً ہم نئی تخلیق میں ہوں گے؟''یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت،اس کی توحید کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نشانیوں کو دیکھ کر کافر اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ایجاد کرنے والا ہے مگر پھر بھی زندگی بعد موت کو نہیں مانتے اور اللہ تعالیٰ کی خبر پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ جسے یہ جھٹلا رہے ہیں اس سے زیادہ حیرت انگیز مشاہدہ یہ کر چکے ہیں۔ایک موٹی عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش کے مقابلے میں انسان کی پیدائش کچھ بھی نہیں۔پھر ابتدائی پیدائش کے مقابلے میں دوسری پیدائش کچھ نہیں۔(4) رب العزت نے فرمایا:﴿ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ۝ ﴾ اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو واقعی جلد ہی میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟(مریم:66،67)(5)﴿ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝ ﴾ اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا،تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔(بنی اسرائیل:49-51)(6)﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا۔کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ (النحل:38)(7)﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ اور کیا بھلا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو ان کی تخلیق سے تھکا نہیں،اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔(الاحقاف:33)

سوال 2:﴿ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ’’یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کا کفر کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی آگ والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ﴾ ’’یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کا کفر کیا‘‘ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو جھٹلایا، رب کا انکار کیا،رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۡ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے،ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے وہ دیکھتے نہیں، اوران کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔(الاعراف:179)(2)﴿وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ﴾''اور یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے'' یہ طوق ہیں جو ان کو ہدایت سے روکتے ہیں۔ان کی گردنوں میں کل آگ کے طوق ہوں گے جن سے انہیں گھسیٹ کر جہنم میں دھکا دے دیا جائے گا۔ (3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۙ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝﴾جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جارہے ہوں گے۔کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔ (غافر:71۔72)(4)کیونکہ انہیں ایمان کی طرف بلایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے،ان کے سامنے ہدایت پیش کی گئی مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا،لہٰذا سزا کے طور پر ان کے دل پلٹ دیئے گئے کیونکہ یہ لوگ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے۔(تفسیر سعدی:2/1308)(5)﴿وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾''اور یہی آگ والے ہیں'' یہ لوگ ازلی جہنمی ہیں۔(6)﴿هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ نہ وہاں سے منتقل ہوسکیں گے،نہ وہاں سے کبھی نکل سکیں گے۔

﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾

''اوروہ بھلائی سے پہلے برائی کوجلدی مانگتے ہیں،حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرتناک سزائیں گزر چکیں یقیناً آپ کا رب لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے،اور یقیناً آپ کا رب بلاشبہ بہت سخت سزا والا بھی ہے۔''(6)

سوال1:﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ﴾''اوروہ بھلائی سے پہلے برائی کوجلدی مانگتے ہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرت ناک سزائیں گزر چکی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾''اوروہ بھلائی سے پہلے برائی کوجلدی مانگتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو آگاہ فرمایا ہے کہ وہ رحمت سے پہلے عذاب مانگتے ہیں۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿سَاَلَ سَاۗىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝﴾سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے۔(المعارج:1)(3)﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا﴾اسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے۔(الشوریٰ:18)(4)﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝﴾اورانہوں نے کہا:''اے ہمارے ربّ! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے۔''(ص:16)(5)مشرکوں نے گناہوں پر فوری طور پر گرفت نہ ہونے کی وجہ سے سمجھا کہ وہ حق پر ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ عذاب لے آئیں جیسا کہ ابوجہل نے بدر کی جنگ میں جانے سے پہلے کعبے کے پردے پکڑ کر دعا کی۔﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾اور جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انہوں نے کہا:''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔''(الانفال:32)(6)﴿وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ﴾''حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں''المثلات مثلۃ کی جمع ہے یعنی جوڑا اور مشابہ اور دوسری آیت میں ہے اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مگر مشابہ ان لوگوں کے دنوں کے جو پہلے گزر گئے۔ (بخاری کتاب التفسیر)(7)یعنی پچھلی قوموں کے حالات اور عذاب کی مثالیں گزر چکی ہیں۔جیسے قوم ثمود نے مطالبہ کیا:﴿يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔(الاعراف:77)(8)﴿قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾انہوں نے کہا:''اے نوح! یقیناً تم نے ہم سے جھگڑا کیا ہے پھر تم نے ہم سے بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے چنانچہ وہ لے ہی آؤ جس کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچوں میں سے ہو۔'' (ھود:32)(9)کیا وہ اپنے حالات پر غور وفکر کر کے اپنی اس روش سے باز نہیں آسکتے؟

سوال 2:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ﴾''اور یقیناً آپ کا ربّ لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور یقیناً آپ کا ربّ لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے''اللہ تعالیٰ کا حلم ہے،اس کا عفو ودرگزر ہے جس کی وجہ سے بندوں پر فوراً عذاب نازل نہیں ہوتا۔بندے شرک کریں،نافرمانی کریں،جرائم کریں تب بھی وہ انہیں اپنے فضل سے محروم نہیں کرتا۔اگر وہ توبہ کرلیں تو وہ ان کا ولی ہے جو انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو وہ ان کا طبیب ہے،انہیں مصائب میں مبتلا کر کے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی،اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ،یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔یقیناً وہی بڑا بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(الزمر:53)(3)﴿وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے،پھر سیدھی راہ پر چلا،تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔(طٰہٰ:82)

سوال 3:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾''اور یقیناً آپ کا ربّ بلاشبہ بہت سخت سزا والا بھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)جو لوگ اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں اور توبہ کرنے سے انکار کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۡ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(الانعام:165)

سوال 4:مغفرت اور عذاب کا تذکرہ اکٹھے کیوں کیا گیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) امید اور خوف دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھنے کے لیے کیونکہ انسان امید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے پر تل جاتا ہے اور خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے۔ جب کہ ایمان خوف اور امید کے بین بین ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ ﴾ آپ میرے بندوں کو بتا دیں بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے۔ (الحجر:49,50) **(2)** ﴿ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ﴾ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا دینے والا، بڑے فضل والا ہے۔ (المؤمن:3)

﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ بلاشبہ آپ تو محض خبردار کر دینے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک راہ نما ہے۔'' (7)

سوال 1: ﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے ربّ کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں'' وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید، بعث اور نبوت کا انکار کیا وہ کہتے ہیں۔ **(2)** یعنی کافر اپنی خواہشات کے مطابق معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ **(3)** ﴿ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ ﴾ ''کیوں نہیں اتارا گیا اس پر'' کیوں نہیں اتاری گئی، اس کو موخر کیوں کیا گیا؟ ﴿ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ'' یعنی معجزہ جیسے عصائے موسیٰ علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی وغیرہ۔ **(4)** وہ یہ بات اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں حالانکہ رسول کا معجزات پر کوئی اختیار نہیں اللہ تعالیٰ ہی معجزات نازل فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات نازل کی ہیں جس میں اس کی توحید اور نبی ﷺ کی رسالت کے دلائل ہیں۔ جو کوئی حق کا طلب گار ہو وہ ان سے ہدایت پا سکتا ہے اور جہاں تک حق کا انکار کرنے والوں کا تعلق ہے وہ بے سوچے سمجھے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ اور ہمیں نہیں روکا اس بات سے کہ ہم نشانیاں بھیجیں مگر ان سے پہلے لوگوں نے ان کو جھٹلایا ہے۔ (بنی اسرائیل:59) **(5)** ایمان نہ لانے کی اصل وجہ خواہشات کی پیروی ہے۔

سوال 2: ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ ''بلاشبہ آپ تو محض خبردار کر دینے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک راہ نما ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ ﴾ ''بلاشبہ آپ تو محض خبردار کر دینے والے ہیں'' یعنی آپ ﷺ تو صرف لوگوں کو بے دار کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیں۔ ان کو ہدایت دینا آپ ﷺ کی ذمہ داری نہیں ہے جیسا کہ فرمایا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ان کو ہدایت دینا تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔(البقرۃ:272)(2)﴿مُنْذِرٌ﴾ سے مراد معلم ہے۔(قرطبی:201/5)(3)﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝﴾ پھر یقیناً تمہارے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے۔(الرعد:40)(4)﴿وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ ''اور ہر قوم کے لیے ایک راہ نما ہے''یعنی ہر قوم میں ایک داعی ہوتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف، اس کے دین کی طرف دعوت دیتا ہے۔نبی کے پاس دلائل ہوتے ہیں جو اس کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ﴾ اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔(یونس:47)(5)﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝﴾ اور کوئی امت نہیں مگر جس میں ایک خبردار کرنے والا نہ گزرا ہو۔(فاطر:24)(6)اگر دنیا کے کسی خطے میں کسی نبی کے تشریف لانے کا تحقیقی ثبوت نہ ملے تو اس سے آیت کے مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔نبی نہ آئے تو ان کے نائب ہادی ضرور آئے گو ہمیں ان سب کی تفصیل معلوم نہ ہو۔نیز یہ بھی سمجھ لینا چاہئے جس کسی کی نبوت کا ثبوت نہ ہو اسے خواہ مخواہ اس لیے نبیوں کی فہرست میں شمار کر لینا گمراہی ہے۔بعض لوگ ہندوؤں، بدھسٹوں اور زرتشتوں کے بڑوں کو نبی ماننے کو تیار ہیں۔یہ ضلالت اور جہالت کی بات ہے۔یہ لوگ آیت کریمہ ﴿وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ سے استدلال کرتے ہیں۔اول تو آیت میں لفظ ھاد ہے لفظ نبی نہیں ہے۔دوسرے لفظ نبی بھی ہوتا تب بھی کسی کو بلا دلیل شرعی محض اٹکل سے نبی ماننا غلط ہے۔(انوار البیان:146/3)

رکوع نمبر 8

﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝﴾

''اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اٹھاتی ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اس کے یہاں ایک اندازے سے ہے۔''(8)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اٹھاتی ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے علم کے بارے میں خبر دی ہے کہ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے، وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔(لقمان:34)(2)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ عورتوں کے رحموں میں کیا کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب برسے گی، کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی موت کہاں ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔(بخاری:4697)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(3)﴿مَاتَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ ''جو کچھ ہر مادہ اٹھاتی ہے'' یعنی انسانوں اور جانوروں میں سے ہر مادہ جو بچہ اٹھاتی ہے وہ نر ہے یا مادہ، پورا ہے یا ناقص، خوب صورت ہے یا بدصورت، لمبا ہے یا چھوٹا، خوش نصیب ہے یا بدنصیب، دوست ہے یا دشمن، سخی ہے یا بخیل، عالم ہے یا جاہل، عقل مند ہے یا بے وقوف، حسن اخلاق والا ہے یا بداخلاق، وہ ہر ایک کے بارے میں خوب جاننے والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ ﴾ اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس جان سے اس کا ایک جوڑا بنایا اور اس نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ قسمیں (نر اور مادہ) اتاریں، وہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تاریکیوں میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، بادشاہی اسی کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟ (الزمر: 6) (4) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صادق و مصدوق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمار ہتا ہے۔ پھر اسی میں جما ہوا خون اتنی مدت رہتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کا رزق، عمر، عمل اور شقی یا سعید ہونا۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کر لیتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی اہل جہنم جیسے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جنّت والا عمل کر لیتا ہے اور جنّت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (بخاری: 6594) (5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے اور وہ کہتا رہتا ہے کہ اے رب! یہ نطفہ قرار پایا ہے۔ اے رب! اب علقہ یعنی جما ہوا خون بن گیا ہے۔ اے رب! اب مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) بن گیا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی پیدائش پوری کرے تو وہ پوچھتا ہے اے رب! لڑکا ہے یا لڑکی؟ نیک ہے یا برا؟ اس کی روزی کیا ہوگی؟ اس کی موت کب ہوگی؟ اسی طرح یہ سب باتیں ماں کے پیٹ ہی میں لکھ دی جاتی ہیں۔ دنیا میں اسی کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔ (بخاری: 6595) (6)﴿وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ﴾ ''اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں'' جو رحم کے اندر حمل میں کمی ہوتی ہے، یا جو سکڑ جاتے ہیں یا ہلاک ہو جاتے ہیں۔ (7)﴿وَمَا تَزْدَادُ﴾ ''اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں'' جو کچھ رحم میں بڑھ جاتا ہے یعنی بچے۔

سوال 2: ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ ﴾ ''اور ہر چیز اس کے یہاں ایک اندازے سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) کوئی چیز اس مقدار سے نہ بڑھ سکتی ہے نہ کم ہو سکتی ہے جس کا تقاضا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کا علم کرتا ہے۔ (2)﴿بِمِقْدَارٍ﴾ یعنی اندازے سے، جوڑ سے۔ (بخاری، کتاب التفسیر) (3) اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق اور ان کی اجل محفوظ کر رکھی ہے۔ (جامع البیان) (4) رب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

العزت نے فرمایا:﴿ وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ ﴾ اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے۔(فاطر:11)(5)﴿ اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ﴾ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور نہ کسی قسم کا پھل اپنے شگوفوں سے نکلتا ہے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے ہوتا ہے۔(حم السجدہ:47)

﴿ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ ۝ ﴾

''وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، بہت بڑا ہے، نہایت بلند ہے۔''(9)

سوال1:﴿ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ ۝ ﴾'' وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے ، بہت بڑا ہے، نہایت بلند ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ ﴾'' وہ پوشیدہ کو جاننے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو مخلوق سے غائب ہوتی ہے۔(2)اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چھپی ہوئی چیز مخفی نہیں ہے جیسا کہ سیدنا لقمان نے یہ کہا تھا'' اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں اللہ تعالیٰ اسے ضرور لائے گا۔''(3)اللہ تعالیٰ سے کسی کے دل کا حال چھپا ہوا نہیں۔(4)وہ دل کے حال اور اعمال دونوں کو جانتا ہے۔(5)وہ تنہائیوں اور مجلسوں کے معاملات کو جانتا ہے۔(6)وہ ان سارے جہانوں کو بھی جانتا ہے جو انسان کے علم میں نہیں ہیں۔(7)﴿ وَالشَّهَادَةِ ﴾''اور ظاہر کو''اس آیت میں زمانہ حال سے متعلق دو مثالیں پیش کی گئی ہیں اور ان مثالوں میں غیب اور شہادت دونوں آجاتے ہیں۔مثلاً ایک آدمی اپنے دل میں کوئی بات کرتا ہے یا سوچتا ہے یہ ہم لوگوں کے لیے غیب ہے اور دوسرا بلند آواز سے پکار کر بات کرتا ہے یہ ہم لوگوں کے لیے شہادت ہے۔مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔وہ غیب کو ویسے ہی جانتا ہے جیسے شہادت کو۔(تیسیر القرآن:2/427)(8)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفَى ۝ ﴾ اگر چہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے۔(طٰہٰ:7)(9)﴿ وَيَعۡلَمُ مَا تُخۡفُوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ۝ ﴾ اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ جانتا ہے۔(النمل:25)(10)﴿ الۡكَبِيۡرُ ﴾''بہت بڑا ہے''وہ اپنی ذات اور اپنے اسماء وصفات میں سب سے بڑا ہے۔(11)اللہ تعالیٰ عظیم الشان ہے، ہر چیز سے بڑا ہے۔اس کے مقابلے میں ہر چیز صغیر ہے۔اس کے مقابلے میں ہر چیز نقص والی ہے اس وجہ سے صغیر ہے۔جب کہ وہ نقص سے پاک ہے اس لیے کبیر ہے۔(12)﴿ الۡمُتَعَالِ ﴾''نہایت بلند ہے''یعنی وہ اپنی ذات، قدرت اور غلبہ کے اعتبار سے تمام مخلوق پر بلند ہے۔(تفسیر سعدی:2/1311)(13)اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بلند ہے اور وہ بلند ہی ہو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کررہنے والا ہے۔

سوال 2: ﴿الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾ کا انسانی ذہن پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا، بڑا ہوکر رہنے والا ہے'' یہ شعور انسان کو ساری مخلوقات کی اصل تک لے جاتا ہے۔ ہر مخلوق میں نقص ہے۔ ہر مخلوق حقیر ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس میں کوئی نقص نہیں، وہی سب سے اعلیٰ، برتر اور بڑا ہے۔ ہر چیز اس تصور کے بعد اپنی اصل حقیقت کھو بیٹھتی ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کی ذات اصل حقیقت کی صورت میں سامنے رہ جاتی ہے۔ ﴿الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾ سے انسان اسی نتیجے تک پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے۔

﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰﴾

''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے۔'' (10)

سوال: ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰﴾ ''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے'' یعنی اس کے علم اور سمع و بصر میں۔ (تفسیر سعدی: 2/1311) **(2)** اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر چیز شامل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝﴾ اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ جانتا ہے۔ (النمل: 25) **(3)** ﴿مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ﴾ ''جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے'' اللہ تعالیٰ کے لیے برابر ہے کوئی اونچی آواز میں بات کرے یا چھپا کر کرے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى ۝﴾ اگرچہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے۔ (طٰہٰ: 7) **(4)** ﴿وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ﴾ ''اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے'' یعنی جو رات کے وقت کسی خفیہ مقام پر ٹھہرا ہوا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1311) **(5)** ﴿وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اور دن میں چلنے والا ہے'' یعنی دن کے وقت اپنی پناہ گاہ کے اندر ہے۔ اور (السرب) اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان چھپتا ہے، خواہ یہ جگہ گھر کے اندر ہو، کوئی غار ہو یا کوئی کھوہ وغیرہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 2/1311) **(6)** رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔(یونس:61)(7)﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ ان کو بتادے گا جو انہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔(المجادلہ:7)

﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝ ﴾

''اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیے کوئی مددگار ہے۔''(11)

سوال 1: ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ ''اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ ﴾ ''اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں'' یعنی انسان کے لیے پہرے دار فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔**(2)** معقبات نگہبان فرشتے جو ایک دوسرے کے بعد باری باری آتے رہتے ہیں۔ اسی سے عقیب کا لفظ نکلا ہے۔ عرب لوگ کہتے ہیں عقبت فی اثرہ یعنی میں اس کے نشان قدم پر پیچھے پیچھے گیا۔ لفظ معقبات سے مراد یہ ہے کہ رات کے فرشتے الگ اور دن کے الگ ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)**(3)** یعنی جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے فرشتے ہیں۔ دن کے فرشتے جاتے ہیں تو رات کے آجاتے ہیں، رات والوں کے بعد دن والے آجاتے ہیں۔**(4)**﴿ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ ﴾ جب کہ دو ضبط کرنے والے اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔ کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اس کے پاس ہوتا ہے۔(ق:16,17)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کئی فرشتے تمہارے پاس رات کو آتے جاتے ہیں اور کئی دن کو۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں، جو رات تمہارے ہاں ٹھہرتے ہیں اور ان سے ان کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پروردگار پوچھتا ہے حالانکہ وہ تم کو خوب جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں جب ہم ان کے پاس سے روانہ ہوئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس پہنچے تو بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ابن خزیمہ نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ''انہیں قیامت کے دن بخش دینا۔'' (بخاری:7486)(6)﴿يَحْفَظُونَهُۥ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں'' یعنی یہ فرشتے اس کے جسم وروح کی ہر اس چیز سے حفاظت کرتے ہیں جو اس کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے، وہ اس کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔پس جیسے اللہ تعالیٰ کے علم نے انسان کا احاطہ کر رکھا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حفاظت کے لئے یہ فرشتے بھیج رکھے ہیں جب کہ انسان کے اعمال اور احوال اللہ تعالیٰ سے اوجھل ہیں نہ وہ ان میں سے کچھ بھولتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1311)

سوال 2: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ عافیت اور نعمت کو آزمائشوں اور عذاب سے نہیں بدلتا۔(2) ﴿حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ ''یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے'' یعنی طہارت، ایمان میں اخلاص اور اطاعت کو گناہوں اور برائیوں سے۔(ایسر التفاسیر:704)(3)یعنی نعمت، احسان اور اسباب زیست کی فراوانی۔(تفسیر سعدی: 2/1311)(4) ﴿حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ ''یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے'' یعنی جب تک وہ ایمان سے کفر، اطاعت سے نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر سے ناشکری کی طرف منتقل نہیں ہوتے، تب اس صورت میں اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں سلب کر لیتا ہے اور اسی طرح جب بندے اپنی حالت کو بدل لیتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اطاعت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں تو پھر ان کی بدبختی کی حالت کو بھلائی، مسرت، خوشی اور رحمت کی حالت میں بدل دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1311)(5)اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمتوں کو اس وقت تک زائل نہیں کرتا جب تک وہ اپنی حالت بدل نہیں لیتی، یعنی خیر وصلاح کی راہ سے منحرف ہو جاتی ہے اور معاصی اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:1/709)

سوال 3: ﴿وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُۥ ۚ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَالٍ ﴿١١﴾﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیے کوئی مددگار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوٓءًا﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی فرد یا قوم کے لیے آزمائش یا عذاب کا ارادہ کرتا ہے۔(2) ﴿فَلَا مَرَدَّ لَهُۥ﴾ تو کوئی اس کے ارادے کو ٹال نہیں سکتا۔(3) ﴿وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَالٍ﴾ ''اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیے کوئی مددگار ہے'' یعنی کوئی ایسا نہیں جو ان سے عذاب کو دور کر سکے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مدد نہ کرے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے تو وہ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے استغفار کرتے ہیں اور اس سے توبہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان سے برائی کو دور کر دیتے ہیں اور عذاب کو ہٹا دیتے ہیں۔(4) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں جو انسان کی سرپرستی کر سکتا ہو۔ وہی ہے جو وہ چیزیں عطا کرتا ہے جن میں انسان رغبت رکھتے ہیں اور جو انہیں محبوب ہوتی ہیں۔ اس لیے لوگوں پر لازم ہے کہ ان کاموں سے اپنے آپ کو بچائیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا باعث بنتے ہیں اور وہ کام انجام دیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں جن کی وجہ سے اس کی جانب سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں مثلاً استغفار، توبہ، شکر وغیرہ۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۲ ﴾

''وہی ہے جو تمہیں خوف اور امید کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور وہ بوجھل بادل پیدا کرتا ہے۔''(12)

سوال: ﴿ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۲ ﴾ ''وہی ہے جو تمہیں خوف اور امید کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور وہ بوجھل بادل پیدا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ﴾ ''وہی ہے جو تمہیں خوف اور امید کے لئے بجلی دکھاتا ہے'' یعنی بجلی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے، اس کے اشاروں پر چلتی ہے۔(2) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: یہ بجلی کیا ہے؟ فرمایا پانی ہے۔(مختصر ابن کثیر:914/1)(3) ﴿ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ﴾ ''خوف اور امید کے لئے'' بجلی خوف ناک تباہی مچاتی ہے، چیزوں کو جلا ڈالتی ہے اس وجہ سے لوگ ڈرتے ہیں، عام طور پر مسافر ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بجلی کے ذریعے خوش گوار موسم کا پیغام دیتے ہیں۔ گرج چمک کے بعد موسلا دھار بارش ہوتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اس سے گھروں میں رہنے والے اور کسان فائدے کی امید رکھتے ہیں۔(4) پس انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے اور اس کے عذاب سے بھی ڈرتا رہے۔(اشرف الحواشی:301/1)(5) اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے محفوظ نہ سمجھے۔(6) ﴿ وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴾ ''اور وہ بوجھل بادل پیدا کرتا ہے'' وہ بادل جن میں پانی بھرا ہوا ہو اور وہ پانی کے بوجھ سے بھاری بھرکم ہوں۔(بخاری کتاب التفسیر)(7) بادلوں سے جو بارش برستی ہے وہ انسانوں اور ساری مخلوقات کے لیے نفع بخش ہوتی ہے۔

﴿ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ۝۱۳ ﴾

''اور بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے انہیں گرا دیتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔''(13)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ﴾ ''اور بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ﴾ ''اور بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے'' یعنی وہ ذات ہے جس کے لیے کڑک بھی حمد بیان کرتی ہے۔(2)(الرعد) سے مراد بجلی کی کڑک کی آواز ہے جو بادلوں سے سنائی دیتی ہے اور بندوں کو ڈرا دیتی ہے۔ یہ کڑک اپنے رب کے سامنے جھکی ہوئی، اس کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1312)(3)اسلامی عقیدہ کی رو سے یہ رعد اور برق وغیرہ طبیعی قوانین کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ کائنات کے انتظام پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے۔ وہی مدبرات امر ہیں۔ بادل اور بارش پر میکائیل فرشتہ مقرر ہے۔ وہی بادلوں کو ہانکتا اور چلاتا ہے اور اس طرف ہانکتا ہے جدھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ پھر بارش اسی مقام پر برستی ہے، جدھر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو۔ اسی فرشتہ کے کوڑا مارنے سے رعد اور برق پیدا ہوتی ہے اور گرنے والی بجلی بھی صرف وہاں گرتی ہے جہاں اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کا تباہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ گرج کی آواز سنتے تو فرماتے: اَللّٰهُمَّ لَاتَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَاتُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ ''اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے مار نہ ڈالنا اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کرنا اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے دینا۔''(جامع ترمذی:3450)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک یہودی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم ہمیں یہ بتائیے کہ رعد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رعد فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر کیا ہوا ہے۔ اس کے پاس پھاڑنے والی چیزیں ہیں جو آگ کی بنی ہوئی ہیں۔ وہ ان کے ذریعے بادلوں کو ہانکتا ہے اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے وہاں لے جاتا ہے۔ یہودیوں نے عرض کیا کہ یہ آواز کیا ہے جو سننے میں آئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بادل کو جھڑکنے کی آواز ہے۔ رعد انہیں جھڑکتا ہے یہاں تک کہ بادلوں کو وہاں لے جاتا ہے جہاں لے جانے کا حکم ہوتا ہے۔(ترمذی)(5)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔(بنی اسرائیل:44)(6)سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب بادل کی گرج سنتے تو باتیں کرنا چھوڑ دیتے اور یہ دعا پڑھتے: سُبْحَانَ الَّذِي يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ پاک ہے وہ ذات کہ گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے (اس کی تسبیح پڑھتے ہیں) آپ رضی اللہ عنہ فرماتے یہ گرج اور کڑک درحقیقت اہل زمین کے لیے ایک شدید وعید ہے۔(مؤطا امام مالک:26)(7) ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ﴾ ''اور فرشتے اس کے خوف سے'' یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور وہ اپنے رب کے سامنے عاجزی سے خوف رکھتے ہوئے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

سوال2: ﴿وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝﴾ ''اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے انہیں گرا دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ** ﴾'' اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے'' وہ جس پر چاہے جتنی چاہے بجلیاں گرادیتا ہے۔**(2)**اس سے مراد وہ آگ ہے، جو بادلوں سے نکلتی ہے۔(تفسیر سعدی:1313/2)**(3)**﴿ **فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ** ﴾'' پھر جس پر چاہتا ہے انہیں گرادیتا ہے'' پھر وہ کڑکتی ہوئی بجلیاں جس پر چاہتا ہے، جس کے لیے ارادہ کرتا ہے اس پر گرادیتا ہے۔**(4)**رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے قریب لوگوں پر کثرت سے بجلیاں گریں گی۔ حال یہ ہوگا ایک شخص لوگوں سے جا کر پوچھے گا کہ کل کس کس پر بجلی گری تو وہ جواب دیں گے کہ فلاں فلاں پر۔(مسند احمد)**(5)**﴿ **وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ** ﴾'' اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود میں اور اس کی صفات میں اور اس کی توحید میں اور اس کی اطاعت میں جھگڑتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:706)**(6)**﴿ **وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ** ﴾'' اور وہ بہت سخت قوت والا ہے'' محال کے معنی مؤاخذہ، تدبیر اور قوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شدید المحال ہے یعنی زبردست تدبیر کرنے والا ہے، سخت مؤاخذہ کرنے واالا ہے اور بڑی قوت والا ہے۔**(7)**سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: شدید المحال سے مراد شدید قوت والا ہے۔(جامع البیان:131/13)**(8)**وہ بہت زیادہ قوت واختیار کا مالک ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، کوئی اس کے سامنے دم مار سکتا ہے نہ بھاگ کر بچ سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اکیلا ہی بندوں کے لئے بادل اور بارش لاتا ہے جس کے اندر ان کے رزق کا مادہ ہے، وہی ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، بڑی سے بڑی مخلوق اس کے خوف سے نہایت عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے سرافگندہ ہے، بندے اس کے خوف سے لرزاں ہیں اور وہ بہت بڑی قوت کا مالک ہے۔ تب وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔(تفسیر سعدی:1313/2)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے ﴿ **شَدِيْدُ الْمِحَالِ** ﴾ ہونے کے یقین کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی قوت، تدبیر اور مؤاخذے کے سامنے انسان اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتا ہے۔**(2)**انسان سرکشی چھوڑ دیتا ہے۔**(3)**انسان پر فرشتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا خوف طاری ہونے لگتا ہے۔

﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾

''اسی کو پکارنا برحق ہے اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں، اور کافروں کا پکارنا تو گمراہی میں ہے۔''(14)

سوال 1: ﴿ **لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ** ﴾'' اسی کو پکارنا برحق ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) ﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ﴾ ''اسی کو پکارنا برحق ہے''یعنی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے دعوت حق ہے۔وہی حقیقی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر الٰہ کا اطلاق باطل ہے۔ان معبودوں کی طرف دعوت باطل ہے۔دعوت حق بے شک صرف اللہ وحدہ کے لیے ہے۔(ایسر التفاسیر:706)**(2)** اس سے مراد ہے کہ خوف اور امید میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنا حق ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا جس کے لیے بھی پکار ہے بے فائدہ،گمراہانہ اور باطل ہے۔اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت حق ہے۔**(3)** دعوت حق سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ کو صرف اسی کے لئے خالص کرنا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو پکارا جائے،اس سے ڈرا جائے،اس پر امیدیں باندھی جائیں،اس سے محبت کی جائے،اس کی طرف رغبت رکھی جائے،اس سے خوف کھایا جائے اور اسی کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ اسی کی الوہیت حق ہے اور غیر اللہ کی الوہیت باطل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1313)**(4)** سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دعوت حق سے مراد توحید ہے۔(ابن جریر)

سوال 2: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ ﴾ ''اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ ''اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا جن کو بھی لوگ پکارتے ہیں،اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔**(2)** ﴿ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ ﴾ ''وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے''یعنی یہ جھوٹے معبود جن کو یہ پکارتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں،ان کو جواب نہیں دے سکتے۔

سوال 3: ﴿ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ﴾ ''مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ ﴾ ''مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا **كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ** یہ مشرک کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پوجا کرتا ہے جیسے پیاسا آدمی پانی کا تصور کر کے دور سے پانی کی طرف ہاتھ بڑھائے اور اس کو نہ لے سکے۔﴿ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ ﴾ جو دونوں ہاتھ بڑھا کر پانی لینا چاہے۔﴿ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ ﴾ یعنی اس شخص کی طرح جو دور سے ہاتھ پھیلا کر پانی کو زبان سے بلائے،ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرے،اس صورت میں پانی کبھی اس کی طرف نہیں آئے گا۔(بخاری کتاب التفسیر)**(2)** ﴿ لِيَبْلُغَ فَاهُ ﴾ ''تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے'' کیونکہ وہ پیاسا ہے اور شدت پیاس کی وجہ سے اپنا ہاتھ پانی کی طرف بڑھاتا ہے مگر وہ پانی اس تک پہنچ نہیں پاتا۔اسی طرح کفار جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود ساختہ معبودوں کو پکارتے ہیں،یہ معبود ان کو کوئی جواب دے سکتے ہیں نہ ان کی حاجت کے شدید ترین اوقات میں ان کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔کیونکہ وہ خود اسی طرح محتاج ہیں جس طرح ان کو پکارنے والے محتاج ہیں۔وہ زمین و آسمان میں ذرہ بھر کسی چیز کے مالک نہیں،نہ وہ ان میں شریک ہیں اور نہ ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔(تفسیر سعدی:2/1313,1314)(3)اسی طرح وہ شخص جو زبان سے پانی پانی کہہ رہا ہو اور اسے اٹھا کر پیتا نہیں تو وہ اس سے سیراب نہیں ہوسکتا اسی طرح غیر اللہ سے دعائیں مانگنے سے ان کی مرادیں پوری نہیں ہوسکتیں جب وہ راستہ ہی چھوڑ دیا جس پر منزل مل جاتی تو بھلا منزل کہاں بلکہ منزل تو لحہ لحہ دور ہی ہوتی جارہی ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/916)

سوال 4:﴿وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝١٤﴾ ''اور کافروں کا پکارنا تو گمراہی میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو لوگ پکارتے ہیں ان کو پکارنا، ان کی عبادت کرنا باطل ہے۔اس لیے کافروں کی پکار سراسر گمراہی ہے۔**(2)** کیونکہ جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں، باطل ہیں۔پس ان کی عبادت کرنا اور ان کو پکارنا سب باطل ٹھہرا، مقاصد کے بطلان کے ساتھ وسائل بھی باطل ہوجاتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہی واضح حقیقی بادشاہ ہے، اس لئے اس کی عبادت حق ہے اور عبادت گزار کو دنیا وآخرت میں نفع پہنچاتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1314)

﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝١٥﴾

''اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے اور صبح وشام ان کے سائے بھی۔''(15)

سوال 1:﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝١٥﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے اور صبح وشام ان کے سائے بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ''اور آسمانوں کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے'' یعنی ملائکہ۔ **(2)﴿وَالْاَرْضِ﴾** ''اور زمین کی تمام مخلوق'' یعنی مومن۔**(3)﴿طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾** ''خوشی سے یا ناخوشی سے'' مومن خوشی سے سجدہ کرتا ہے اور منافق جو کراہت سے سجدہ کرتا ہے۔(ایسر التفاسیر:707)**(4)**(طوعاً) اس شخص کے لئے جو اختیاری طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا اور اسے سجدہ کرتا ہے جیسے اہل ایمان اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں۔(کرھاً) اس شخص کے لئے استعمال ہوا ہے جو تکبر کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا مگر خود اس کی فطرت اور اس کا حال اس کی تکذیب کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1314)**(5)﴿وَّظِلٰلُهُمْ﴾** ''اور ان کے سائے بھی'' یعنی سجدہ کرتے ہیں۔**(6)﴿بِالْغُدُوِّ﴾** ''صبح'' دن کے پہلے حصے میں۔**(7)﴿وَالْاٰصَالِ﴾** ''اور شام'' دن کے آخری حصے میں۔(ایسر التفاسیر:707)**(8)** رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝٤٨﴾ اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کے سائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں اس حال میں وہ سب عاجزی کرنے والے ہیں۔(النحل:48)**(9)** یعنی سایوں کے لیے جو قانون مقررہ ہے وہ اس کے پابند ہیں اور وہ یہ ہے کہ روشنی ہمیشہ صراط مستقیم میں سفر کرتی ہے اور صبح وشام کا ذکر اس لیے فرمایا کہ ان اوقات میں سائے زیادہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لمبےاور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور سایوں کے گھٹنے بڑھنے میں تدریج اسی نسبت سے ہوتی ہے جس نسبت سے سورج کسی جانب سفر کرتا ہے۔ (تیسیر القرآن:2/431)(10)اس سے مراد ہے ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ماتحت ہے اور اس کے سامنے سربسجود ہے۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت میں جکڑی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق چل رہی ہے۔ (11)جب صورت حال یہ ہے کہ تمام کائنات طوعاً وکرہاً اپنے رب کے سامنے سرافگندہ ہے تو معلوم ہوا کہ وہی الٰہ حقیقی اور وہی معبود حقیقی ہے اور غیر اللہ کی الوہیت باطل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1315)(12)یہ علم دے کر انسان سے یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ انسان بھی اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائے۔

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾﴾

''آپ پوچھیں آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی ہے، آپ کہہ دیں کیا پھر بھی تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے؟ کہہ دو کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مانند پیدا کیا ہے؟ چنانچہ تخلیق ان پر مشتبہ ہوگئی ہے، آپ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔''(16)

سوال1:﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا﴾ ''آپ پوچھیں آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی ہے، آپ کہہ دیں کیا پھر بھی تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آپ پوچھیں آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟'' یعنی آپ ﷺ ان سے پوچھیں کہ زمین وآسمان کا خالق، مالک، ان کے کاموں کی تدبیر کرنے والا کون ہے؟(ایسر التفاسیر:707,708)(2)**﴿قُلِ اللّٰهُ﴾** ''کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ انہیں بتادیں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے جب کہ ان کے پاس بھی اس کے سوا کوئی جواب نہیں۔(3)**﴿قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ﴾** ''آپ کہہ دیں کیا پھر بھی تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں'' آپ ﷺ ان سے پوچھیں جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا اولیاء بناتے ہیں، جو ان سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئے، جو ان کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کے مستحق نہیں۔(4)**﴿لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا﴾** ''جو اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا بھی اختیار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں رکھتے ؟'' جو اپنے ذاتی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے وہ مخلوق کے ولی ،سرپرست کیسے ہوسکتے ہیں؟(4)تم نے غیر اللہ کو اپنا سرپرست بنایا اور اس کو چھوڑ دیا جو زندوں اور مردوں کا مالک ہے، جو ساری کائنات کے نفع ونقصان کا اختیار رکھتا ہے، جو تخلیق پر قدرت رکھتا ہے، جو پوری کائنات کی تدبیر کرتا ہے وہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔وہی یہ حق رکھتا ہے کہ اس کی بات مانی جائے ،اس کی اطاعت کی جائے۔(5)جس کو اپنے نفع ونقصان پر اختیار نہیں بلکہ حقیقتاً اپنے نفع ونقصان کی بھی پوری سمجھ نہیں، وہ دوسروں کی راہ نمائی کیسے کرسکتا ہے؟

سوال 3: ﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۙ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ﴾ ''کہہ دو کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴾ ''کہہ دو کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ ایک خالق کو ماننے والا ،اس کی عبادت کرنے والا اور مخلوق کی اطاعت کرنے والا ،اس کی ماننے والا ،اس کی عبادت کرنے والا برابر نہیں ہوسکتے۔خالق کی ماننے والے بینا ہیں اور مخلوق کی ماننے والے، ان کی عبادت کرنے والے نابینا ہیں۔کیا اندھا اور آنکھوں والے برابر ہوسکتے ہیں، خود ہی فیصلہ کرو۔(2) ﴿ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ﴾ ''یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟'' آپ خود ہی بتاؤ کیا روشنی اور اندھیرے کا ایک ہی مزاج ہے؟ خالق کی اطاعت کرنے والے روشنی میں ہیں اور مخلوق کی اطاعت کرنے والے اندھیرے میں ہیں۔(3) کیا کفر اور اللہ تعالیٰ کا دین اور اس کی شریعت اور اس کی ہدایت برابر ہوسکتے ہیں؟(الاساس فی التفسیر:2/2735,2736)(4)جب اندھا اور بینا، روشنی اور اندھیرے برابر نہیں ہوسکتے تو مومن اور کافر کیسے برابر ہوسکتے ہیں، ہدایت اور گمراہی کیسے برابر ہوسکتی ہے؟ مومن تو بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس کا خالق اور رازق ہے، جو اس کے کھلے، چھپے کو جانتا ہے اور جب اسے پکارے وہ اسے جواب دیتا ہے، جس نے اپنے رسول بھیجے، ان پر کتابیں نازل کیں اور کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی کی عبادت کرتا ہے جو اپنے لیے بھی کسی فضیلت کا مالک نہیں، جو اپنے عبادت گزاروں کے نفع ونقصان کے مالک نہیں، نہ ان کی پکار سنتے ہیں، نہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں۔مومن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ عبادات کے مطابق عبادت کرتا ہے اور اس سے اطاعت اور قربت کے جن کاموں کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ ان کو پورا کرتا ہے اور کافر اور مشرک اپنی خواہش کے مطابق باطل عبادت کرتا ہے اور زندگی میں گمراہی کے راستے پر چلتا ہے۔(ایسر التفاسیر:707,708)

سوال 4: ﴿ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ﴾ ''یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مانند پیدا کیا ہے؟ چنانچہ تخلیق ان پر مشتبہ ہوگئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ﴾ ''یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہیں'' کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک گھڑ لیے ہیں جن کے بارے میں ان کا یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، جن کی یہ مانتے ہیں، جن کی یہ اطاعت کرتے ہیں۔(2) ﴿ خَلَقُوا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿خَلْقِهٖ﴾ ''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مانند پیدا کیا ہے؟'' یعنی ان شریکوں نے مخلوق کو پیدا کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔(3)﴿فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ﴾ ''چنانچہ تخلیق ان پر مشتبہ ہوگئی ہے'' پھر کیا مشرکوں پر تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہوگیا جس کی وجہ سے وہ ان کی عبادت کرتے ہیں تو اس کا جواب نہیں ہے کیونکہ نہ انہوں نے پیدا کیا ہے نہ مکھی یا اس سے بڑی یا چھوٹی چیز پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں پھر ان کی عبادت کیسے درست ہوسکتی ہے جس نے کچھ بھی پیدا نہ کیا ہو؟(4)غلبہ اور توحید لازم وملزوم اور اللہ واحد کے لیے متحقق اور متعین ہیں۔تب ناقابل تردید عقلی دلیل کے ذریعے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن ہستیوں کو پکارا جاتا ہے انہوں نے ان مخلوقات میں سے کسی چیز کو بھی تخلیق نہیں کیا اور اس طرح یہ بات متحقق ہوگئی کہ ان ہستیوں کی عبادت باطل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1316)

سوال 5:﴿قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''آپ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے اور وہی ایک ہے،نہایت زبردست ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلِ﴾ اے رسول ﷺ آپ کہہ دیجیے۔(2)﴿اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہ اپنے آپ کو پیدا کرسکتا ہے نہ کوئی چیز بغیر خالق کے وجود میں آسکتی ہے۔تب پھر یہ بات ثابت ہوگئی کہ کوئی ایسی ذات ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا۔وہی اس کا الٰہ ہے اور کائنات کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں کیونکہ وہ واحد اور قہار ہے۔وحدانیت اور غلبہ لازم وملزوم ہیں۔(3)﴿وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''اور وہی ایک ہے،نہایت زبردست ہے'' اللہ تعالیٰ واحد ہے،اس کا کوئی ثانی نہیں،وہ ہر چیز پر غالب ہے پھر کیسے تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں؟

﴿اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ﴾

''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا،چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے،پھر سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا اور اسی طرح کا جھاگ ان چیزوں پر بھی آتا ہے جن کو زیور یا برتن بنانے کے لیے آگ پر تپاتے ہیں،اس طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے،چنانچہ جو جھاگ ہے سو وہ بے کار چلا جاتا ہے لیکن جو انسانوں کو فائدہ دیتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے،اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔''(17)

سوال 1:﴿اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا،چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے،پھر سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا'' رب العزت نے بارش کے پانی سے ہدایت کوتشبیہ دی ہے۔ بارش میں انسانوں کے لیے کثیر منافع ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں کثیر نفع ہے اورانسان اس ہدایت کے ضرورت مند ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ نے جس طرح پانی کو بدن کی زندگی کے لیے نازل فرمایا ہے اسی طرح قلب اورروح کی زندگی کے لیے ہدایت کو اپنے رسول پر نازل فرمایا۔(3)﴿ فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا ﴾ ''چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے'' رب العزت نے ہدایت پانے والوں کواوران کے درمیان فرق کوان وادیوں سے تشبیہہ دی ہے جن کے اندر سیلاب بہتے ہیں۔(4)سالت اودیة بقدرھا یعنی نالے اپنے انداز سے بہتے ہیں یعنی پانی بھرکر۔(بخاری کتاب التفسیر)(5)ہر وادی اس کے مطابق بہتی ہے جتنا پانی اس میں موجود ہوتا ہے۔(ایسرالتفاسیر:708)(6)بڑی وادی بڑے دل کی طرح ہے جوعلم سے لبریز ہوتا ہے اورچھوٹی وادی چھوٹے دل کی طرح ہوتی ہے جس میں تھوڑا علم ہوتا ہے۔(7)﴿ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ﴾ ''پھر سیلاب نے ابھراہوا جھاگ اٹھالیا'' ﴿ زَبَدًا رَّابِيًا ﴾ سے مراد بہتے پانی کا پھین جھاگ ﴿ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ﴾ سے لوہے، زیورات وغیرہ کا پھین جھاگ مراد ہے۔رابیا ربا یربوا سے نکلا ہے یعنی بڑھنے والا یا اوپر تیرنے والا۔(بخاری کتاب التفسیر)(8)وصول حق کے وقت دلوں کے اندر جوشہوات وشبہات ہوتے ہیں ان کو اس جھاگ سے تشبیہہ دی ہے جو سیلاب کے پانی کی سطح پرآجاتا ہے۔(تفسیرسعدی:2/1316)

سوال2:﴿ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ﴾ ''اوراسی طرح کا جھاگ ان چیزوں پربھی آتا ہے جن کو زیور یا برتن بنانے کے لیے آگ پر تپاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ﴾ ''اوراسی طرح کا جھاگ ان چیزوں پربھی آتا ہے جن کو آگ پر تپاتے ہیں''یعنی جیسے سونا، چاندی، تانباوغیرہ پگھلائے جاتے ہیں۔(2)﴿ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ ﴾ ''زیور بنانے کے لیے''یعنی سونے، چاندی سے زیورات بنانا چاہتے ہو۔﴿ اَوْ مَتَاعٍ ﴾ ''یا برتن'' المتاع جس چیز سے تو فائدہ اٹھائے اس کو کام میں لائے۔(بخاری کتاب التفسیر)(4)یہ جھاگ اس وقت بھی اوپر آجاتا ہے جب زیور کو کھوٹ سے خالص کرنے کے لیے آگ میں تپایا جاتا ہے اورجھاگ برابر پانی کے اوپر رہتا ہے اور پانی کو مکدر کرنے والا میل کچیل پانی کی سطح پر تیرتا رہتا ہے۔(تفسیرسعدی:2/1316)

سوال3:﴿ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ﴾ ''اس طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ كَذٰلِكَ ﴾ اسی طرح یعنی ان چاروں امور میں دو پانی اور جوہر کی مثالیں ہیں جوحق کی ہیں اوردو باطل کی ہیں وہ پانی کے جھاگ اور دھاتوں کے جھاگ کی ہیں۔(ایسرالتفاسیر:709)

سوال4:﴿ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴾ ''چنانچہ جو جھاگ ہے سووہ بے کار چلا جاتا ہے لیکن جو انسانوں کوفائدہ دیتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے،اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَمَّاالزَّبَدُ﴾ ''چنانچہ جو جھاگ ہے'' جہاں تک جھاگ کا تعلق ہے خواہ پانی پر ہو یا دھاتوں پر جو آگ پر تپائی جاتی ہیں۔ **(2)﴿فَيَذْهَبُ جُفَآءً﴾** ''سو وہ بے کار چلا جاتا ہے'' جفاء اجفات القدر سے نکلا ہے یعنی ہانڈی نے جوش مارا جھاگ اوپر آ گیا پھر جب ہانڈی ٹھنڈی ہوتی ہے تو پھین جھاگ بے کار سوکھ کر فنا ہو جاتا ہے۔حق باطل سے اسی طرح جدا ہوتا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)**(3)﴿وَاَمَّامَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ﴾** ''لیکن جو انسانوں کو فائدہ دیتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے'' یہاں تک کہ وہ (جھاگ) مضمحل ہو کر ختم ہو جاتا ہے اور صاف پانی اور خالص زیور باقی رہ جاتا ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1316)**(4)** یہی حال شبہات و شہوات کا ہے۔قلب ان شبہات وشہوات کو ناپسند کرتا ہے، وہ دلائل و براہین اور پختہ ارادے کے ذریعے سے ان کے خلاف جدوجہد کرتا ہے حتیٰ کہ یہ شبہات وشہوات مضمحل ہو کر ختم ہو جاتے ہیں اور قلب پاک صاف اور خالص ہو جاتا ہے اور حق کے علم، اس کو ترجیح دینے اور اس کی رغبت کے سوا اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔باطل زائل ہو جاتا ہے اور حق اس کو مٹا دیتا ہے۔ان الباطل کان زھوقا بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔(بنی اسرائیل:81)(تفسیر سعدی:2/1316)**(5)﴿كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ﴾** ''اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اس لیے مثالیں بیان کرتے ہیں تا کہ حق کی پائیداری اور باطل کی ناپائیداری واضح ہو جائے۔**(6)** یعنی اگر کبھی حق اور باطل جمع ہو جائیں تو حق باقی رہتا ہے اور باطل جلد فنا ہو جاتا ہے۔اسی طرح واضح فرمایا کہ جھاگ کارآمد نہیں ہوتے جلد ختم ہو جاتے ہیں۔**(7)** یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جنہیں علم والے ہی زیادہ سمجھتے ہیں۔**(8)** سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اللہ تعالیٰ نے یہ دلوں کی مثالیں دی ہیں ان کے یقین اور شک کی مقدار کے مطابق۔شک کے ساتھ عمل فائدہ نہیں دیتا اور یقین والوں کو اللہ تعالیٰ نفع دیتا ہے، جھاگ سے مراد شک ہے اور یقین خالص چیز ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ یقین کو قبول کرتا ہے اور شک کو چھوڑ دیتا ہے۔(جامع البیان:13/138)**(9)** اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعہ موحد مسلمان اور کافر کے درمیان فرق واضح کیا، کہ کافر اپنے دین کے معاملہ میں اندھے کے مانند ہے اور موحد مسلمان آنکھ کے مانند، کافر اپنے کفر کی تاریکی میں بھٹکتا رہتا ہے اور موحد ایمان وتوحید کا مشعل لیے منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:1/711)**(10)** سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جو علم وہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال بے آباد زمین میں ہونے والی بارش کی ہے جس کا کچھ حصہ قابل کاشت تھا۔اس نے پانی قبول کیا اور گھاس ونباتات اگائے اور کچھ حصہ نشیبی تھا، جہاں پانی رک گیا اور لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے فائدہ مند بنا دیا کہ اس سے خود بھی پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں۔زمین کے ایک اور حصے پر بھی بارش ہوئی جو صرف چٹیل میدان کی صورت میں تھا نہ اس نے پانی کو جمع کیا اور نہ اس نے نباتات کو اگایا تو یہ مثال ہے ایسے شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور تعلیم اور تعلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے مفید بنا دیا اور ایسے شخص کی جس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوقبول نہ کیا۔'' (بخاری:5953)(11) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''اس مومن کی مثال جوقرآن پڑھتاہے اس پرعمل بھی کرتاہے میٹھے لیموں کی سی ہے جس کا مزا بھی لذت دار اور خوشبو بھی اچھی اور وہ مومن جوقرآن تو پڑھتا ہی نہیں لیکن اس پرعمل کرتاہے اس کی مثال کھجور کی ہے جس کا مزا تو عمدہ ہے لیکن خوشبو کے بغیر۔اس منافق کی مثال جوقرآن پڑھتاہے ریحان کی سی ہے جس کی خوشبوتو اچھی ہوتی ہے لیکن مزا کڑوا ہوتا ہے اوراس منافق کی مثال جوقرآن بھی نہیں پڑھتا اندرائن کے پھل کی سی ہے جس کا مزا بھی کڑوا ہوتاہے (راوی کوشک ہے) کہ لفظ مرہے یا خبیث اوراس کی بوبھی خراب ہوتی ہے۔'' (بخاری:5059)(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: رشک تو بس دوہی آدمیوں پر ہونا چاہیے ایک اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اور وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے کہ اس کا پڑوسی سن کر کہہ اٹھے کاش مجھے بھی اس جیسا علم قرآن ہوتا اور میں بھی اس کی طرح عمل کرتا اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے حق کے لئے لٹا رہا ہے (اس کو دیکھ کر) دوسرا شخص کہہ اٹھتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی اس کے جتنا مال ہوتا اور میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا۔'' (صحیح بخاری:5026)

﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝﴾

''جن لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کرلی ان کے لیے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے قبول نہیں کی اگر ان کے پاس واقعتاً وہ سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اس کو ضرور فدیے میں دے دیں۔یہی لوگ ہیں جن کا برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔''(18)

سوال1: ﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى﴾ ''جن لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کرلی ان کے لیے بھلائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) جب اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کو واضح کر دیا تو لوگوں کی دو قسموں کا ذکر کیا جن میں سے پہلی کے بارے میں فرمایا کہ وہ حق کی دعوت پر لبیک کہنے والے ہیں،ان کے ثواب کا ذکر فرمایا۔(2) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے جنت ہے۔(ایسرالتفاسیر:708)(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے۔(یونس:26)(4)﴿وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاۗءَۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا﴾ اور رہا وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو اس کے لیے اچھی جزا ہے اور ہم جلد ہی اس کے لئے اپنے کام میں آسانی کا حکم دیں گے۔(الکھف:88)(5) یعنی جن کے دل علم و ایمان کے سامنے سرافگندہ ہیں اور ان کے جوارح امر و نہی پر عمل پیرا ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے جو کچھ چاہتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے وہ اس کی مراد کی موافقت کرتے ہیں۔ الحسنیٰ یعنی اچھی حالت اور اچھا ثواب ان کی صفات جلیل ترین، ان کے مناقب بہترین اور ان کے لئے دنیاوی اور اخروی ثواب ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا گزر ہوا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1317)

سوال 2: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ﴾ ''اور جن لوگوں نے قبول نہیں کی اگر ان کے پاس واقعتاً وہ سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اس کو ضرور فدیے میں دے دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ ﴾ ''اور جن لوگوں نے قبول نہیں کی'' یعنی جن لوگوں نے حق واضح ہونے کے بعد بھی اپنے رب کی پکار پر لبیک نہ کہا ان کے لیے عذاب ہے۔ **(2)** ﴿ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ﴾ ''اگر ان کے پاس واقعتاً وہ سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اس کو ضرور فدیے میں دے دیں'' جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے بچتے رہے وہ اگر ساری دنیا کی دولت جمع کر لیں اور قیامت کے دن فدیے میں دے کر عذاب سے اپنی جان چھڑانا چاہیں گے تو ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور زمین بھر مال انہیں ملے گا کہاں سے؟ **(3)** رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝۱۰ ﴾ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے اور وہی لوگ آگ کا ایندھن ہیں۔ (آل عمران:10) **(4)** ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۹۱ ﴾ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (آل عمران:91)

سوال 3: ﴿ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا برا حساب ہوگا'' اس سے مراد ہے کہ ہر گناہ پر مؤاخذہ ہوگا اس میں کچھ بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ (ایسر التفاسیر:708) **(2)** ﴿ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا برا حساب ہوگا'' یعنی ہر برے کام کا حساب مثلاً انسانوں کے حقوق میں کمی اور دیگر برے کام وغیرہ۔ **(3)** رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝۴۹ ﴾ اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہماری کم بختی ! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔(الکھف:49)(4)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کے حساب میں کھوج کرید کی گئی اس کو ضرور عذاب ہوگا۔وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے کہ پھر عنقریب ان سے ہلکا حساب لیا جائے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد صرف پیشی ہے۔(بخاری:6536)(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بعض نمازوں میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا،(اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَاباً یَسِیْرًا)(یعنی یا اللہ مجھ سے آسان حساب لینا) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ ! آسان حساب سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آسان حساب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے نامہ اعمال کو دیکھے اور اسے نظر انداز کر دے اور جس کے نامہ اعمال پر اس روز بحث شروع ہوگئی اے عائشہ وہ تو ہلاک ہوگیا۔(مشکوۃ المصابیح:5563/3)(6)جن لوگوں کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ یا پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا ان کا حساب مشکل ہوگا۔(7) ﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۚ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۚ ﴾ لیکن جس کو اس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا:''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا! اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی! میرا مال میرے کام نہ آیا۔میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔(الحاقۃ: 25۔29)(8)﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۛؕ بَلٰۤی ۛۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ۛؕ ﴾ مگر جس کو اس کا نامۂ اعمال اس کے پیٹھ پیچھے سے دیا گیا۔تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔اور اس نے سمجھا تھا کہ وہ ہرگز واپس نہیں لوٹے گا۔کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اسے خوب دیکھنے والا تھا۔(الانشقاق:10۔15)(9)﴿ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ﴾''اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا''اس سے مراد ہے ان کی قرارگاہ جہنم ہوگی ﴿ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾''اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے''یعنی جہنم کا فرش ان کے لیے بچھونا ہونا۔(ایسر التفاسیر:709)(10)﴿ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ﴾ جس میں ہر قسم کا عذاب جمع ہے۔مثلاً شدید بھوک، دردناک پیاس، بھڑکتی ہوئی آگ، کھانے کو تھوہر، ٹھٹھرا دینے والی سردی، خاردار جھاڑ اور عذاب کی وہ تمام اقسام جن کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، ﴿ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ یعنی ان کا مسکن اور ٹھکانا بدترین ہوگا۔(تفسیر سعدی:1318/2)

رکوع نمبر:9

﴿ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (19) ﴾

''پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً آپ پر جو آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا وہی حق ہے، اس شخص جیسا ہے جو اندھا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بلاشبہ نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔''(19)

سوال1: ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ﴾ ''پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً آپ پر جو آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا وہی حق ہے، اس شخص جیسا ہے جو اندھا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ ﴾ ''پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً آپ پر جو آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا وہی حق ہے'' رب العزت نے حق کا علم رکھنے والوں اور نہ رکھنے والوں کے درمیان فرق کو واضح فرمایا ہے کہ جو حق کو اچھے طریقے سے سمجھتا ہو اور اس پر عمل کرتا ہو۔**(2)** ﴿ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ﴾ ''اس شخص جیسا ہے جو اندھا ہے؟'' وہ اس شخص کی طرح کیسے ہوسکتا ہے جو نہ حق کا علم رکھتا ہے، نہ اس پر عمل کرتا ہے۔ دونوں برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ ﴾ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہوسکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔(الحشر:20)**(3)** وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ محمد ﷺ کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا وہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں، وہ پورے کا پورا حق ہے، اس کی خبریں حق، اس کے اوامر و نہی عدل پر مبنی ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴾ اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے۔(الانعام:115) یعنی رب کی بات خبروں میں سچی اور طلب میں کامل ہے، اس لیے وہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے جس نے اس کی تصدیق کی جو محمد ﷺ لے کر آئے اور جس نے اس کی تصدیق نہ کی۔ جو دیکھتا نہیں، خیر کی طرف راہ نمائی نہیں پاتا، اس کو سمجھتا نہیں اور اگر سمجھے تو اس پر عمل نہیں کرتا، وہ نہ تو تصدیق کرتا ہے اور نہ اتباع کرتا ہے، وہ اندھا ہے۔(تفسیر منیر: 162/7)

(4) پس بندے پر لازم ہے کہ وہ غور کرے کہ فریقین میں سے کس کا حال اچھا اور کس کا انجام بہتر ہے۔ پھر اسے چاہیے کہ اسی راستے کو ترجیح دے اور اسی گروہ کی پیروی میں رواں دواں رہے۔ مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص غور و فکر نہیں کرتا کہ اس کے لئے کیا چیز فائدہ مند اور کیا چیز نقصان دہ ہے۔(تفسیر سعدی:1319/2)

سوال2: ﴿ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ ''بلاشبہ نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) عبرت تو وہی حاصل کرتے ہیں جن کے پاس صحیح سمجھ بوجھ ہو جو پختہ عقل رکھتے ہوں، جن کی رائے کامل ہو، ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے چنا ہے۔**(2)** ﴿ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ سے مراد عقل والے لوگ ہیں، جو اپنی عقل کو استعمال کرتے ہیں، جن کے پاس عقل سلیم ہو، جن کے دل گناہوں سے آلودہ نہ ہوں اور جنہوں نے اپنی عقلوں کو خراب نہ کیا ہو۔**(3)** جو اپنے نفس میں اہل حق کی صفات پائے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو اہل باطل کی صفات پائے وہی ظالم ہے۔(الاساس فی التفسیر:2740/5) یا ارحم الراحمین ہمیں سمجھ بوجھ والوں میں شامل فرمالے۔ آمین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ (20) ﴾

''جواللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور وہ پختہ عہد نہیں توڑتے۔''(20)

سوال 1: ﴿ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴾ ''جواللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور وہ پختہ عہد نہیں توڑتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ﴾ ''جواللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے ہیں'' اہل حق کے اوصاف میں سے پہلا وصف ہے جو جنت تک پہنچانے والا ہے کہ وہ اپنے عہدوں پر جمے رہتے ہیں، قول وقرار نہیں توڑتے۔ **(2)** جو ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کی ہیں اور وہ عہد جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا یعنی اس کے حقوق کا کامل طور پر قائم کرنا، ان کو پوری طرح ادا کرنا یعنی ان حقوق کی نشوونما اور ان میں خیر خواہی کرنا۔ (تفسیر سعدی: 2/1319) **(3)** سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عہد کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال جاننا، اس کے حرام کو حرام جاننا، اس کے فرائض کی پابندی کرنا، اس کی حد بندی کی نگہداشت کرنا بھی ہے، کسی بات کے خلاف نہ کرو، حد کو نہ توڑو، کسی حرام کام کو نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر: 1/702) **(4)** ﴿ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴾ ''اور وہ پختہ عہد نہیں توڑتے'' یعنی اس معاہدے کو نہیں توڑتے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے باندھا ہے اس میں ہر قسم کا عہد شامل ہے مثلاً قسم، نذر اور عام معاہدے جنہیں لوگ اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدوں کو پورا کرو۔ (المائدہ: 1) کوئی شخص بھی معاہدے کی پابندی کے بغیر عقل والوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴾ اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بنی اسرائیل: 34) **(5)** رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں جو عہد کی پابندی کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ ﴾ اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔ (المومنون: 8) **(6)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وہ وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ (بخاری: 33) **(7)** سیدنا علاء بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں، خواہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلم ہے۔ (مسلم: 213)

سوال 2: عہد کی پاسداری کون کر سکتا ہے؟

جواب: جو شخص ایمانی عہد کی پاسداری کرتا ہے تو وہ سارے انسانی اور ربانی عہدوں کی پاسداری کرتا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ (21) ﴾

''اور جو ان رشتوں کو ملاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔''(21)

سوال 1: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾ ''اور جو ان رشتوں کو ملاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ ﴾ ''اور جو ان رشتوں کو ملاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے'' یہ ان تمام امور کے لیے عام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت، اللہ تعالیٰ وحدہ کی عبادت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لئے سر تسلیم خم کرنا سب اس میں داخل ہے۔ یہ لوگ اپنے ماں باپ کے ساتھ قولی اور فعلی حسن سلوک کے ذریعے سے صلہ رحمی کرتے ہیں اور ان کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اسی طرح اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اپنے قول و فعل میں حسن سلوک کے ذریعے سے صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اپنی بیویوں، اپنے دوستوں، ساتھیوں اور اپنے غلاموں کے دینی اور دنیاوی حقوق کی کامل ادائیگی کے ذریعے سے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ (تفسیر سعدی :1319,1320/2) **(2)** سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ (صحیح بخاری:5984) **(3)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جسے پسند ہے اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔ (صحیح بخاری:5985) **(4)** سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لفظ رحم (بمعنی رشتہ داری) رحمٰن سے ملی ہوئی شاخ ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے (رحم سے) فرمایا: جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔ (صحیح بخاری:5987) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً بیان کیا، فرمایا کہ کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کیا جا رہا ہو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح بخاری :5991) **(5)** ﴿ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾ ''اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں'' اور وہ محرک جس کی وجہ سے انسان ان رابطوں کو جوڑتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور حساب کتاب کا خوف ہے۔ **(6)** وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور حشر کے میدان میں اس کے سامنے پیش ہونے کا خوف انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات میں کوتاہی اور نافرمانی سے روکتا ہے۔ **(7)** خشیت اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور علم کی وجہ سے پیدا ہونے والا خوف ہے جس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ (فاطر:8) **(8)** ﴿ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾ ''اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں'' وہ آخرت میں برے حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں، اس لیے وہ یوم حساب سے پہلے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں محسوس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں۔اس کی وجہ سے ان کے تمام کام،ان کی حرکات وسکنات اور حالات درست رہتے ہیں اور وہ استقامت کی راہ پر رہتے ہیں۔

﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ(22) ﴾

''اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور جو بھلائی سے برائی کو ہٹاتے ہیں ان ہی کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔''(22)

سوال 1: ﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے صبر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ﴾ ''اور جن لوگوں نے صبر کیا'' وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے،معاہدوں کو توڑنے سے بچنے اور صلہ رحمی کے لیے صبر کرتے ہیں۔(جامع البیان:143/13)**(2)** یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور ان کاموں سے دور رہنے کے لیے جن سے اس نے روکا ہے اس کی قضا وقدر پر ناراضگی کے بغیر صبر کرتے ہیں۔**(3)** ﴿ ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ ﴾ ''اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے''یعنی ان کا صبر کسی اور غرض کے لیے نہیں ہوتا وہ تو صرف اس سے اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں۔**(4)** وہی صبر ایمان والوں کی خصوصیت ہے جس میں مومن اپنے رب کی رضا اور اس کا قرب چاہتا ہے،جس میں وہ اپنے رب سے ثواب کی امید باندھتا ہے۔﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا،سو کتنا ہی اچھا ہے اس گھر کا انجام!(الرعد:24)جس صبر میں فخر ہو وہ رب کی رضا کے لیے نہیں ہوتا نہ اس صبر کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔

سوال 2: ﴿ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ ''اور نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب : (1) ﴿ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ﴾ ''اور نماز قائم کی'' یعنی وہ فرض نماز کو اس کے اوقات میں ادا کرتے ہیں۔(جامع البیان :144/13)**(2)** یعنی وہ نماز کو اس کے تمام ارکان،شرائط اور ظاہری وباطنی تکمیل کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1320/2)**(3)** یعنی وہ نبی ﷺ جیسی نماز پڑھتے ہیں۔صَلُّوْا كَمَارَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔**(4)** ﴿ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ ''اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا'' اس میں تمام قسم کا انفاق آجاتا ہے مثلاً زکوٰۃ،صدقات،کفارے وغیرہ۔**(5)** وہ کھلے چھپے،اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان تمام مقامات پر خرچ کرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کیا ہے۔وہ خوش دلی سے خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے مثلاً بیوی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بچوں پرخرچ، رشتہ داروں پر، دوستوں پر، فقیروں اور محتاجوں پر، ناداروں اور اپاہجوں پر اپنا پاک مال خرچ کرتے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾ ''اور جو بھلائی سے برائی کو ہٹاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾ ''اور جو بھلائی سے برائی کو ہٹاتے ہیں'' یعنی وہ جہالت کو حلم سے اور اذیت کو صبر سے دور کرتے ہیں۔(2) یعنی جو کوئی قول وفعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے، وہ اس کے ساتھ برے طریقے سے پیش نہیں آتے بلکہ اس کے برعکس حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ پس جو کوئی انہیں محروم کرتا ہے یہ اسے عطا کرتے ہیں، جو کوئی ان پر ظلم کرتا ہے یہ اسے معاف کر دیتے ہیں، جو کوئی ان سے قطع تعلق کرتا ہے یہ اس سے جڑتے ہیں اور جو کوئی ان سے برا سلوک کرتا ہے یہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ جب برا سلوک کرنے والوں کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی یہ کیفیت ہے تو اس شخص کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی کیا کیفیت ہوگی جس نے ان کے ساتھ کبھی برا سلوک نہیں کیا۔(تفسیر سعدی:2/1320)(3) سیدنا ابن عباس اور ابن زید نے کہا کہ وہ شر کو خیر سے، سعید بن جبیر نے کہا منکر کو معروف سے، ضحاک نے کہا فحش کو سلام سے، جویبر نے کہا ظلم کو عفو سے، ابن شجر نے کہا گناہوں کو توبہ سے دور کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔(ہود:114) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہر برائی کو بھلائی کے ساتھ مٹا دو اور لوگوں سے نیک خلقی کے ساتھ پیش آؤ۔(جامع ترمذی:1987)(4) ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ برائی کو تم اس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے۔(حم السجدہ:34)(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ اور برائی کا بدلہ اس جیسی ایک برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔(الشوریٰ:40)(6) ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝﴾ اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کر دے، تو بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔(الشوریٰ:43)(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کے بندوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو قدرت ہوتے ہوئے معاف کر دے۔(مشکوۃ المصابیح:434)(8) ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝﴾ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو۔(الفرقان:63)

سوال 4: برائی کا جواب بھلائی سے دینے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: برائی کا جواب بھلائی سے دینا اعلیٰ خصوصیات میں سے ہے۔(1) برائی کا جواب بھلائی سے دینے کی وجہ سے شر کی آگ بجھ جاتی ہے۔(2) اس کی وجہ سے شیطان کے وسوسے ختم ہو جاتے ہیں اور پوری برائی ختم ہو جاتی ہے۔(3) اس کی وجہ سے دوسرے انسان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سرکشی میں کمی آجاتی ہے۔(4)اس کی وجہ سے دوسرا انسان بھلائی پر مائل ہوجاتا ہے۔

سوال 5: ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''ان ہی کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿أُولَٰئِكَ﴾ یہی لوگ ہیں جو جلیل القدر صفات رکھتے ہیں۔(2) ﴿لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''ان ہی کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے''ان کے لیے آخرت کے گھر میں اچھا انجام ہے۔(3)یعنی آگ کے بدلے میں جنت ہے۔کل دو گھر ہوں گے فرماں برداروں کے لیے جنت اور نافرمانوں کے لیے دوزخ۔(الجامع لاحکام القرآن:219/5)

سوال 6: برائی کا جواب بھلائی سے کب دیا جاتا ہے؟

جواب:(1) برائی کا جواب بھلائی سے اس وقت دیا جاتا ہے جب دو افراد کے درمیان معاملہ ہو اور دونوں کی حیثیت ایک جیسی ہو۔ (2)ان معاملات میں یہ رویہ اختیار کرنا درست نہیں جن کا تعلق دین سے ہے کیونکہ دین کے معاملے میں کوئی خرابی پیدا کرنے کوشش کرے اور زمین میں فساد پھیلائے آپس کے تعلقات کو بگاڑے تو ایسے حالات میں برائی کو جڑ سے ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔جہاں بھی ضروت پڑے شر سے ماحول کو بچایا جائے تاکہ شر کی قوتیں مزید قوت نہ حاصل کر جائیں اور انہیں مزید سرکشی کی جرأت نہ ہو۔

﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ(23)﴾

''ابدی باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بھی جو ان کے آباء واجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے۔''(23)

سوال 1: ﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ﴾ ''ابدی باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بھی جو ان کے آباء واجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے نیک ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ﴾ یعنی ہمیشہ کی رہائش کے لیے جنتیں۔(ایسر التفاسیر:709)(2)یعنی وہ ان جنتوں میں قیام کریں گے وہ کبھی ان سے دور نہ ہوں گے اور نہ وہ ان جنتوں سے منتقل ہونا چاہیں گے۔وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے اوپر کوئی منزل نہیں۔کیونکہ یہ جنتیں ایسی نعمت اور مسرت پر مشتمل ہیں جو مطلوب ومقصود ہے۔(تفسیر سعدی:1320/2)(3) ﴿وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ﴾ ''اور وہ بھی جو ان کے آباء واجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے نیک ہوئے''یہاں صلح سے مراد ایمان اور عمل صالح ہے۔(ایسر التفاسیر:710)(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:جس شخص کو اس کے اعمال نے پیچھے کر دیا تو اسے اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔(صحیح مسلم:6853)(5)رب العزت کا وعدہ ہے:﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی،ہم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان کی اولاد کوان کے ساتھ ملادیں گے اوران کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے۔ ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔(الطّور:21)

سوال 2: ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ﴾ ''اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جنت کے ہر دروازے سے فرشتے ان کی طرف لپکیں گے، انہیں مبارک دیں گے، سلام کریں گے۔

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ(24)﴾

''تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا، سو کتنا ہی اچھا ہے اس گھر کا انجام!''(24)

سوال 1: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا، سو کتنا ہی اچھا ہے اس گھر کا انجام!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ﴾ ''تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا'' یعنی فرشتے مسلمانوں کو کہتے جائیں گے تم سلامت رہو۔(بخاری کتاب التفسیر)**(2)** رسول اللہ ﷺ شروع میں ہر سال شہیدوں کی قبروں کی زیارت کیا کرتے تھے اور یہ پڑھا کرتے تھے۔ **(3)** ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا، سو کتنا ہی اچھا ہے اس گھر کا انجام!'' سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی دستور تھا۔(مختصر ابن کثیر:922/1)**(4)** فرشتے کہیں گے کہ یہ تمہارا صبر ہے جس نے تمہیں بلند مقام اور عالی شان جنت میں پہنچایا ہے۔**(5)** سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ فقراء مہاجرین کا ہوگا، وہ جو فقر وفاقہ کے باوجود نافرمانیوں سے بچتے رہے۔ جب ان کو حکم دیا جاتا تو وہ سنتے اور اطاعت کیا کرتے تھے، اگر ان میں سے کسی کو امیر کے ساتھ کوئی حاجت وضرورت ہوتی تو اس کی حاجت پوری نہ ہوتی، حتیٰ کہ اسے موت آجاتی اور وہ حاجت وخواہش اس کے سینے ہی میں دفن ہو جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو بلائے گا، تو وہ اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ چلی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور وہ میرے راستے میں قتل کر دیے گئے۔ میرے راستے میں ان کو تکالیف پہنچیں اور انہوں نے میرے راستے میں جہاد کیا۔ جاؤ! تم لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔(یہ صورت حال دیکھ کر) فرشتے (دربار الٰہی میں) حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم دن رات تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تو یہ کون لوگ ہیں جن کو تو نے ہم پر ترجیح دے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے میں لڑتے رہے اور میرے راستے میں تکلیفیں برداشت کرتے رہے، اس پر فرشتے جنت کے دروازے سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے:: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الدَّارِ﴾ سلام ہوتم پراس کے بدلے جوتم نے صبر کیا۔سواچھاہے اس گھر کاانجام۔(الرعد:24)(مستدرک حاکم:2393.901/3)(7)﴿فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾''سواچھاہے اس گھر کاانجام''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اورسیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:ایک آوازدینے والاآوازدے گا کہ(اے جنت والو)تمہارے لیے(یہ بات مقررہوچکی ہے کہ)تم صحت مندرہوگے کبھی بیمارنہیں ہوگے اورتم زندہ رہوگے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اورتم جوان رہوگے تم کبھی بوڑھے نہیں ہوگے۔تم آرام میں رہوگے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔تواللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ:آوازآئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے(نیک)اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔(صحیح مسلم:7157)(8)رب العزت نے فرمایا:﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا ۖ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۚ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾﴾اورہم ان کے سینوں سے ہرقسم کا کینہ نکال دیں گے،ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اوروہ کہیں گے:''(الحمدللہ)سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے،ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اوراگراللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا توہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے،بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے''اوروہ پکارے جائیں گے:''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو،اس کا بدلہ ہے جوتم عمل کرتے تھے۔''(الاعراف:43)(9)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:دوزخ اورجنت کا(آپس میں)جھگڑا ہوا۔ دوزخ نے کہا:میرے اندر بڑے بڑے ظالم اورمتکبرلوگ داخل ہوں گے اورجنت نے کہا:میرے اندرکمزوراورمسکین لوگ داخل ہوں گے۔اللہ عزوجل نے دوزخ سے فرمایاتومیراعذاب ہے میں تیرے ذریعے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اوراللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تومیری رحمت ہے میں تیرے ذریعے جس پرچاہوں گا رحمت کروں گا لیکن تم میں سے ہرایک کا بھرناضروری ہے۔(صحیح مسلم:7172)(10) پس جوکوئی اپنے نفس کا خیرخواہ ہے اوراس کے نزدیک اس کی قدروقیمت ہے تواس پرلازم ہے کہ وہ اس کے تزکیہ کے لئے پوری جدوجہد کرے شایدوہ عقل مندوں کے اوصاف سے بہرہ ورہوسکے اورشایداسے آخرت کے گھرسے کوئی حصہ مل سکے،جودلوں کی آرزواورروح کا سرورہے،جوہرقسم کی لذتوں اورفرحتوں کا جامع ہے۔پس اس قسم کی منزل کے لئے عمل کرنے والوں کوعمل کرنا چاہیے اوراس قسم کے مقام کے لئے سبقت کرنی چاہیے۔(تفسیرسعدی:1321/2)

﴿وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ(25)﴾

''اورجولوگ اللہ تعالیٰ کے عہدکواس کی پختگی کے بعدتوڑدیتے ہیں اوروہ اس کوکاٹ ڈالتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے کہ انہیں ملایاجائے اورزمین میں فسادکرتے ہیں،یہی لوگ ہیں ان کے لیےلعنت ہےاوران کے لیےگھرکی خرابی ہے۔''(25)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کواس کی پختگی کے بعدتوڑ دیتے ہیں اوروہ اس کوکاٹ ڈالتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے اور زمین میں فسادکرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کواس کی پختگی کے بعدتوڑ دیتے ہیں اوروہ اس کوکاٹ ڈالتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے اور زمین میں فسادکرتے ہیں'' رب العزت نے جنت والوں کے حالات بیان کرنے کے بعد جہنم والوں کے حالات بیان کیے ہیں۔(2) ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ﴾ ''اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کواس کی پختگی کے بعدتوڑ دیتے ہیں'' یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے جواطاعت کرنے کا عہد کیا اس کو پورا نہیں کیا بلکہ اسے توڑ ڈالا اور نافرمانی کے کام کیے۔(3) ﴿وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ﴾ ''اوروہ اس کوکاٹ ڈالتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے'' یعنی انہوں نے ایمان وعمل کے ذریعے سے اپنے اوراپنے رب کے مابین تعلق کوقائم کیا، نہ انہوں نے صلہ رحمی کی اور نہ انہوں نے حقوق ادا کئے۔(تفسیر سعدی:1321/2) (4) انہوں نے کفر کیا، نافرمانیاں کیں، لوگوں کواللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا، اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا مشکل بنادیا اوردوسری طرف رشتہ داریوں کوکاٹا۔(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہواوراس کی عمردرازکی جائے تووہ صلہ رحمی کیا کرے۔(صحیح بخاری:5985) (6) سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گاؤں والا اعرابی نبی ﷺ کے مکان پرحاضر ہوا، اورسوال کیا کہ مجھے یہ بتلادیجئے کہ وہ کون سا عمل ہے جو مجھے جنت سے قریب کردے اورجہنم سے دورکردے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہراؤاورنماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرواورصلہ رحمی کرو۔(بغوی)(معارف القرآن:198/5) (7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صلہ رحمی اتنی بات کا نام نہیں کہ تم دوسرے عزیز کے احسان کا بدلہ ادا کردواوراس نے تمہارے ساتھ کوئی احسان کیا ہے تو تم اس پراحسان کردو، بلکہ اصل صلہ رحمی یہ ہے کہ تمہارا رشتہ دارعزیز تمہارے حقوق میں کوتاہی کرے، تم سے نہ رکھے تم پھربھی محض اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے تعلق قائم رکھواوراس پراحسان کرو۔(معارف القرآن:198/5) (8) آپ ﷺ نے فرمایا: صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دے بلکہ وہ ہے کہ اگردوسرااس سے برے سلوک سے قطع کرنے کی کوشش کرے تووہ اچھا سلوک کرکے اسے جوڑے رکھنے کی کوشش کرے۔(بخاری، کتاب الادب) (9) ﴿وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اورزمین میں فسادکرتے ہیں'' یعنی نمازترک کرکے، زکوٰۃ روک کر، برائیوں کاارتکاب کرکے اور بھلائیاں چھوڑ کرانہوں نے زمین میں فساد پھیلایا۔(ایسر التفاسیر:711) (10) بلکہ اس کے برعکس انہوں نے کفرومعاصی کاارتکاب کرکے، لوگوں کواللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کراوراس کے راستے کوٹیڑھا کرنے کی کوششوں کے ذریعے سے زمین میں فساد پھیلایا۔(تفسیر سعدی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(1321،1322/2:

سوال2: ﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴾ ''یہی لوگ ہیں ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے گھر کی خرابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ ﴾ ''یہی لوگ ہیں ان کے لیے لعنت ہے''لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کو کہتے ہیں۔**(2)**ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور اس کے فرشتوں اور اس کے مومن بندوں کی طرف سے مذمت ہے۔(تفسیر سعدی:1322/2)**(3)** ﴿ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴾ ''اور ان کے لیے گھر کی خرابی ہے''یعنی ان کے لیے جہنم ہے جو برا ٹھکانہ ہے۔**(4)**رب العزت نے فرمایا:﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴾ آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں؟ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھوگئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کررہے ہیں۔(الکہف:103،104)

﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ (26) ﴾

''اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر ہی خوش ہوگئے، حالانکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''(26)

سوال1: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کردیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے۔کافروں کا رزق فراخ ہو تو وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی فراخی ہی سب کچھ ہے وہ آخرت سے غافل ہوکر اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ ﴾ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔(المومنون:55،56)**(2)**دنیا کی فراخی ایک مہلت ہے جسے استدراج کہتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانتے۔(الاعراف:182)اللہ تعالیٰ کافر کے رزق میں وسعت دے کر اسے ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ کفر اور نافرمانیوں میں آگے بڑھ جائے۔بعض اوقات مومن کی زندگی کو تنگ کردیتے ہیں تا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ دنیا میں اس کے گناہ ختم ہو جائیں۔(4)رزق میں وسعت کافروں کا اغرار اور تنگی مومن کے لیے تذلیل نہیں۔

سوال 2: رزق کی کمی بیشی میں صحیح طرز عمل کیا ہے؟

جواب:(1) رزق زیادہ ملے تو انسان شکر گزار ہو۔(2)رزق کم ملے تو انسان صبر اور قناعت کا طریقہ اختیار کرے۔

سوال 3: رزق کی کمی بیشی میں غلط طرز عمل کیا ہے؟

جواب:(1) رزق کی کمی کی وجہ سے انسان احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(2)رزق کی زیادتی کی وجہ سے انسان احساس برتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سوال 4: ﴿وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾ ''اور وہ دنیا کی زندگی پر ہی خوش ہو گئے، حالانکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور وہ دنیا کی زندگی پر ہی خوش ہو گئے'' یعنی کافر دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو کر آخرت سے غافل ہو گئے۔(2)﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾ ''حالانکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں'' دنیا تو آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(النساء:77)(3)سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بنی فہر کے بھائی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے کہ جس طرح تم میں سے کوئی آدمی اپنی انگلی اس (دریا) میں ڈال دے۔یحییٰ نے شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور پھر اس انگلی کو نکال کر دیکھے کہ اس میں کیا لگتا ہے۔(صحیح مسلم:7197)(4)سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے ہوئے بے دار ہوئے تو آپ ﷺ کے پہلو مبارک پہ نشان پڑے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کے لیے بستر نہ بنا دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں (جو دوران سفر) کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرتا ہے اور آرام کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر (اپنی منزل کی طرف روانہ) ہو جاتا ہے۔(ترمذی:2377)(5)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے دونوں طرف تھے۔آپ ﷺ نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا مرا ہوا دیکھا۔آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے (کیونکہ یہ تو مردار ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو، یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کی قسم! اگر یہ (بھیڑ کا بچہ) زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے (اسے کون لے گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔ (مسلم: 7418) (6) ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝﴾ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ (الاعلیٰ: 16,17) (7) دنیا کی زندگی سے تھوڑا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ دنیا جدا ہو جائے گی اور انسان کو تباہی اور ہلاکت کے گھر میں بھجوانے کا سبب بن جائے گی۔

رکوع نمبر 10

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (27)﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ اس پر کیوں نہیں اتارا گیا؟ آپ فرما دیں بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو رجوع کرے وہ اسے ہی اپنی طرف راہ دکھاتا ہے۔'' (27)

سوال 1: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ اس پر کیوں نہیں اتارا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں'' کافروں اور مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا۔ **(2)** ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ اس پر کیوں نہیں اتارا گیا'' پچھلے انبیاء کی طرح آپ ﷺ معجزات کیوں نہیں دکھاتے یعنی ان کا خیال تھا کہ معجزہ آتا تو وہ ایمان لاتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ کہہ دو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (یونس: 101) **(3)** ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَاۗءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝﴾ یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو گئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔ (یونس: 96,97) **(4)** ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝﴾ اور اگر واقعتاً ہم ان پر فرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ان کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں۔ (الانعام: 111)

سوال 2: ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ﴾ ''آپ فرما دیں بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ﴾ ''آپ فرما دیں بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے'' رب العزت نے اپنے نبی کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیں ہدایت اور گمراہی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ (2) ہدایت اور گمراہی معجزات پر موقوف نہیں ہے۔

سوال 3: ﴿ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴾ ''اور جو رجوع کرے وہ اسے ہی اپنی طرف راہ دکھاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ ﴾ ''اور وہ اپنی طرف راہ دکھاتا ہے'' وہ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے یا اسلام کی طرف یا اپنی جناب کی طرف۔ **(2)** ﴿ مَنْ اَنَابَ ﴾ ''اسے ہی جو رجوع کرے'' جو توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ انابت کی اصل خیر اور بھلائی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ (فتح القدیر:3/102) **(3)** ہدایت معجزات سے نہیں رجوع الی اللہ سے ملتی ہے۔ اگر کسی نے ایک معجزہ، ایک نشانی بھی نہ دیکھی ہو لیکن وہ رب کی طرف رجوع کرے تو وہ اس کو ہدایت دیتا ہے یعنی نیکی کا الہام بھی کرتا ہے اور نیکیاں کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (28) ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔'' (28)

سوال 1: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے'' جو لوگ اپنے رب کو مان لیتے ہیں، جن کے دل اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ **(2)** ﴿ وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ ﴾ ''اور ان کے دل اطمینان پاتے ہیں'' ان کے دل سے اضطراب دور ہو جاتا ہے، قلق ختم ہو جاتا ہے۔ **(3)** ﴿ بِذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی یاد سے'' ان کے دلوں کے اطمینان کا سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر بنتا ہے۔ **(4)** اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ایمان والوں کے دلوں کو تسکین پہنچتی ہے۔ ان کی خوشی اور فرحت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو کر کھل جاتے ہیں۔ **(5)** انسان کے لیے وہی چیز اطمینان اور خوشی کا باعث بنتی ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے، جس پر وہ یقین رکھتا ہے، جس سے اس کا دل جڑا ہوا ہوتا ہے۔ ذکر بھی ان ہی کو تسکین دیتا ہے جو رب پر یقین رکھتے ہیں اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ **(6)** دنیا میں خوشی کے اور ذرائع بھی ہیں۔ تسکین اور اطمینان کے بہت سے اسباب ہیں مگر ان سے جو سکون اور خوشی ملتی ہے وہ عارضی ہوتی ہے دیرپا نہیں ہوتی۔ انسان عارضی سکون کے لیے وقتی خوشیوں کے لیے کتنی محنت کرتے ہیں اور حقیقی خوشی اور اطمینان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ایسے انسان دھوکے میں ہیں۔ **(7)** ذکر اللہ سے مراد تسبیح (سبحان اللہ) تہلیل (لا الہ الا اللہ) استغفار (استغفار اللہ) یا قرآن کی تلاوت ہے۔ **(8)** ایمان والوں کے دل اللہ تعالیٰ کی جانب مائل ہو کر خوش ہوتے ہیں اور اس کے ذکر میں تسکین پاتے ہیں اور اس کے مولیٰ اور مددگار ہونے پر راضی رہتے ہیں۔ (الاساس فی التفسیر:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

275/5)(9) جولوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے، اس کے ذکر سے کڑھنے لگتے ہیں، جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ (الزمر:45)

سوال 2: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ﴾ ''سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے'' اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے، جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے۔ (العنکبوت:41) یہ ذکر مومنوں کے دلوں کو مطمئن کرتا ہے اور جہاں تک کافروں کا تعلق ہے تو ان کے دل دنیا کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں اور مشرکوں کے دل اپنے بتوں کے تذکرے سے مطمئن ہوتے ہیں۔ **(2)** ﴿تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ﴾ ''دل اطمینان پاتے ہیں'' دلوں کا اطمینان اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔ دلوں کے لائق اور سزاوار بھی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کسی چیز سے مطمئن نہ ہوں کیونکہ دلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے انس اور اس کی معرفت سے بڑھ کر کوئی چیز لذیذ اور شیریں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کی مقدار کے مطابق دل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس قول کے مطابق یہاں ذکر سے مراد بندے کا اپنے رب کا ذکر کرنا ہے مثلاً تسبیح اور تکبیر وتہلیل وغیرہ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یاددہانی کے لئے نازل فرمائی ہے۔ تب ذکر الٰہی کے ذریعے سے اطمینان قلب کے معنی یہ ہوں گے کہ دل جب قرآن کے معنی اور اس کے احکام کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں تو اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کے معانی حق مبین پر دلالت کرتے ہیں اور دلائل وبراہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس پر دل مطمئن ہوتے ہیں کیونکہ علم اور یقین کے بغیر دلوں کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور کتاب اللہ کامل ترین وجوہ کے ساتھ علم اور یقین کو متضمن ہے۔ کتاب اللہ کے سوا دیگر کتب علم ویقین کی طرف راجع نہیں ہوتیں، اس لئے دل ان پر مطمئن نہیں ہوتے، بلکہ اس کے برعکس وہ دلائل کے تعارض اور احکام کے تضاد کی بنا پر ہمیشہ قلق کا شکار رہتے ہیں۔ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝﴾ اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں وہ بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ (سورہ النساء:82) اور یہ چیز کتاب اللہ کی دی ہوئی خبر، کتاب اللہ میں تدبیر اور دیگر مختلف علوم میں غور وفکر سے واضح ہو جاتی ہے۔ پس (طالب حق) ان کتب علوم اور کتاب اللہ کے درمیان بہت بڑا فرق پائے گا۔ (تفسیر سعدی:2/1323،1324) **(3)** دلوں کا اطمینان اللہ تعالیٰ کی توحید میں ہے اور کہا گیا ذکر سے مراد اطاعت ہے اور اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے وعدوں سے دل اطمینان پاتے ہیں اور اللہ کی قسم کھانے سے دلوں کو سکون ملتا ہے اور کہا گیا اس کی رحمت کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں۔ (فتح القدیر:3/102) **(4)** طمانیت قلب سے مراد اللہ تعالیٰ کی یاد میں خوشی اور سکون ملنا ہے جو اس کے کمال کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جو اس کے ثواب پر راضی رہنے اور یقین سے ملتا ہے۔ (تفسیر الثعالبی: 368/3) **(5)** رب العزت نے سکون پانے کی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۳۳﴾ پھران کی کھالیں اوران کے دل اللہ تعالیٰ کی یادکی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔(الزمر:23)(6) ﴿ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَ اِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ۚ ﴿۲﴾ بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔(الانفال:2)(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی کے دل کے دو خانے ہوتے ہیں، ایک خانہ میں فرشتہ کا ظہور ہوتا ہے اور دوسرے خانہ میں شیطان کا ظہور۔ جب آدمی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے کو سمٹ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تو شیطان اپنی چونچ آدمی کے دل کے اندر رکھ دیتا ہے اسی طرح وسوسہ پیدا ہو جاتا ہے۔(ابن ابی شیبۃ فی المصنف)(8) شیطان نے اپنا منہ ابن آدم کے دل پر رکھا ہوا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو وہ کھسک جاتا ہے اور اگر وہ بھول جائے تو وہ اس کے دل کو لقمہ بنا لیتا ہے اور یہی وسوسہ ڈالنے والا خناس ہے ۔(مسند ابو یعلیٰ)(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے ہونٹ ہلاتا ہے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔(ابن ماجہ، ابن حبان)(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذکر الٰہی کے لیے کوئی قوم جب اور جہاں بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان پر گھیرا ڈال لیتے ہیں، رحمت الٰہی کا ان پر سایہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں ان کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔(صحیح مسلم 6855)(11) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے رب کو یاد کرنے والے اور نہ یاد کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔(بخاری)(12) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کو صرف اس گھڑی کی حسرت ہوگی جس میں انہوں نے (دنیا میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔(طبرانی، بیہقی)(13) جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ زندہ انسانوں کا گھر ہے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا وہ مردہ شخص کا گھر ہے۔(صحیح مسلم:1823)(14) ابوداؤد کا قول ہے کہ: ہر شے کے لیے کوئی نہ کوئی چمکانے والی چیز موجود ہے اور دلوں کو چمکانے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ بیہقی نے مرفوعاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث ذکر فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ہر شے کے لیے صیقل ہے۔ دلوں کی صیقل ذکر الٰہی ہے، عذاب الٰہی سے بچانے کے واسطے انسان کے لیے ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی چیز موجب نجات نہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا: جہاد فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا: خواہ تلوار مارتے مارتے خود ہی شہید اور پرزہ پرزہ کیوں نہ ہو جائے۔(15) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ الَّذِيۡنَ يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰى جُنُوۡبِهِمۡ وَ يَتَفَكَّرُوۡنَ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیں۔ (آل عمران:191)(16) سیدہ عائشہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اللہ (عزوجل) کا ذکر ہر حال میں کرتے تھے۔(مسلم:826)

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ(29)﴾

''جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک عمل کیے،ان کے لیے راحت وفرحت ہےاوراچھاٹھکانہ ہے۔''(29)

سوال1: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾ ''جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک عمل کیے،ان کے لیے راحت وفرحت ہےاوراچھاٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''جولوگ ایمان لائے''یعنی جواللہ تعالیٰ،محمد ﷺ اورقرآن مجید پرایمان لائے۔(تفسیرسمرقندی:236/2)(2)یعنی جواپنے دل سے اللہ تعالیٰ،اس کےفرشتوں،اس کی کتابوں اورآخرت کے دن پرایمان لائے۔(3)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''اور انہوں نے نیک عمل کیے''ہروہ عمل جواللہ تعالیٰ کےحکم کےمطابق خالصتاً اس کی رضا کے لیےاور نبی ﷺ کی سنت کےمطابق ہووہ عمل صالح ہے۔اعمال صالحہ کاتعلق دل،زبان اوراعضاء سے ہے۔دل کے نیک اعمال جودل کی عبادات ہیں ان میں اخلاص،اللہ تعالیٰ سے محبت،توکل،اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا،اس سے امید باندھنا،تقویٰ،صبر،شکر،تفکر،محاسبہ وغیرہ ہیں۔زبان کے اعمال میں ذکر الٰہی ،دعا،تلاوت،قرآن مجید کی تعلیم،نیکی کاحکم دینا،برائی سے روکناوغیرہ آجاتا ہےاوراعضاء کےاعمال میں نماز،خدمت خلق کےکام،حلال رزق کمانا،دعوت الی اللہ کےکام اورجہادفی سبیل اللہ وغیرہ ہیں جن کے ذریعے ایمان کی تصدیق ہوتی ہے۔(4)﴿طُوْبٰى لَهُمْ﴾''ان کے لیے راحت وفرحت ہے''یعنی ایمان لاکراچھے اعمال کرنے والوں کا حال اچھا ہے۔(5)طوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کی ٹہنیاں ساری جنت میں پھیلی ہوئی ہیں اور ہرگھر میں اس کی ایک شاخ ہے۔(ابن جریر)(6)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جنت میں ایک ایسادرخت ہے کہ اگرعمدہ گھوڑے یا تیز رفتاری کے لیے تیارگھوڑے کا سواراس کے سائے میں سوسال تک بھی چلتارہےتواس کا سایہ ختم نہیں ہوگا۔(بخاری:6553)(7)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنت کی پیدائش ہوچکی اس وقت جناب باری نے یہی فرمایا تھا۔کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں ہرگھر میں اس کی شاخ موجود ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھوں سے بویاہوگا۔لولو کے دانے سے پیدا کیا ہے اوربحکم الٰہی یہ بڑھااورپھیلا ہے۔اس کی جڑوں سے جنتی شہد،شراب،پانی اوردودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔(ابن کثیر)(8)﴿وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾''اور اچھاٹھکانہ ہے''یعنی جنت جودارالسلام ہے،جس کی نعمتیں قائم رہنے والی ہیں۔(9)یعنی ان کا حال پاک صاف اوران کاانجام اچھا ہے اوریہ اس بناپرہے کہ انہیں دنیاوآخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضااوراس کی طرف سے اکرام وتکریم حاصل ہے اورانہیں کامل راحت اورپوراطمینان قلب عطا کیا گیا ہے۔(تفسیرسعدی:1324/2)(10)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگوں نے پوچھا:یارسول اللہ! کیا ہم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ نبی ﷺ نے پوچھا، کیا چودھویں رات کو چاند دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! پھر آپ نے پوچھا کہ جب بادل نہ ہوں تو تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں یارسول اللہ! نبی ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ تم میں جو کوئی جس چیز کی پوجا پاٹ کیا کرتا تھا وہ اس کے پیچھے لگ جائے۔ چنانچہ جو سورج کی پوجا پاٹ کیا کرتا تھا، وہ سورج کے پیچھے ہو جائے گا، جو چاند کی پوجا کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کیا کرتا تھا وہ بتوں کے پیچھے لگ جائے گا (اسی طرح قبروں تعزیوں کے پجاری قبروں تعزیوں کے پیچھے لگ جائیں گے) پھر یہ امت باقی رہ جائے گی اس میں بڑے درجہ کے شفاعت کرنے والے بھی ہوں گے یا منافق بھی ہوں گے۔ ابراہیم کو ان لفظوں میں شک تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم یہیں رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارا رب آجائے۔ جب ہمارا رب آجائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جسے وہ پہچانتے ہوں گے اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، وہ اقرار کریں گے کہ تو ہمارا رب ہے چنانچہ وہ اس کے پیچھے ہو جائیں گے اور دوزخ کی پیٹھ پر پل صراط نصب کر دیا جائے گا اور میں اور میری امت سب سے پہلے اس کو پار کرنے والے ہوں گے اور اس دن صرف انبیاء بات کر سکیں گے اور ان انبیاء کی زبان پر یہ ہوگا: اے اللہ مجھ کو محفوظ رکھ مجھ کو محفوظ رکھ۔ (بخاری: 7437)

﴿ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ (30) ﴾

''اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے یقیناً اس سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ لوگوں کو وہ پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور وہ رحمٰن کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں وہی میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔'' (30)

سوال 1: ﴿ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ ﴾ ''اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے یقیناً اس سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ ﴾ ''اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے یقیناً اس سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں''، یعنی جیسے ہم نے پہلے رسولوں کو بھیجا اسی طرح آپ ﷺ کو مبعوث کیا تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور اس کا پیغام پہنچائیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2:﴿لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ﴾ ''تاکہ آپ لوگوں کووہ پڑھ کرسنائیں جوہم نے آپ کی طرف وحی کی ہےاوروہ رحمٰن کے ساتھ کفرکرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ ''تاکہ آپ لوگوں کووہ پڑھ کرسنائیں جوہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے''یعنی آپ ﷺ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کوتلاوت کریں جورحمت،ہدایت اورشفا ہے۔(2) آپ ﷺ ان پر قرآن پڑھیں جس میں تذکیر،تعلیم،خوش خبریاں اورڈراوے ہیں۔(3)قرآن حکیم کی آیات دلوں کے لیے شفا ہیں،وہ انسان کے نفس کا تزکیہ کرتی ہیں۔یہ آیات ہدایت ہیں،ان کی وجہ سے بندوں کوزندگی گزارنے کے لیے راہ نمائی ملتی ہے۔(4)﴿وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ﴾ ''اوروہ رحمٰن کے ساتھ کفرکرتے ہیں'' مکہ والوں کواللہ تعالیٰ کے اسماءالرحمٰن اورالرحیم سے شرم آتی ہے۔صلح حدیبیہ کے موقع پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے انہیں آرآتی تھی۔اس لیے کہتے تھے کہ ہم رحمٰن کونہیں جانتے،اس لیےفرمایا:﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یارحمٰن کہہ کرپکارو،جس سے بھی تم پکاروسب بہترین نام اسی کے ہیں۔(بنی اسرائیل:110)(5)الرحمٰن وہ ہے جس نے آپ ﷺ کواوران کی طرف ہدایت اوردین حق دے کربھیجا ہے تاکہ ان کوسعادت اورکمال حاصل ہواوروہ اس کا انکارکرتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:712,713)(6)وہ الرحمٰن کا انکارکرتے ہیں جس نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں جن کا وہ شمارنہیں کرسکتے۔اس کی رحمت نے ہرچیز کا احاطہ کررکھا ہےاوروہ اس کی رحمت اوراس کے فضل کا شکرادانہیں کرتے۔اس کا احسان ہے کہ اس نے قرآن نازل فرمایا جودنیاوآخرت کے مصالح کی کفالت کرنے والا ہے۔

سوال 3:﴿قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾ ''آپ کہہ دیں وہی میرارب ہے،اس کے سوا کوئی معبودنہیں، اسی پرمیں نے بھروسہ کیااوراسی کی طرف میرالوٹنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''آپ کہہ دیں وہی میرارب ہے، اس کے سوا کوئی معبودنہیں'' یہ آیت کریمہ دوقسم کی توحید کومتضمن ہے،توحیدالوہیت اورتوحیدربوبیت۔پس وہ میرارب ہےاورجب سے وہ مجھے وجود میں لایا ہےاس وقت سے میری پرورش کررہا ہےاوروہی میرامعبود ہے۔(تفسیرسعدی:2/1325)(2)میرا ایمان ہے،وہی میرارب ہے اور وہی سچا معبود ہے،اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔(3)﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''اسی پرمیں نے بھروسہ کیا'' وہی اعتماد کے لائق ہے۔میں اپنے ہرکام میں اسی پراعتمادکرتا ہوں،ہرمومن کواللہ تعالیٰ پرتوکل کرنا چاہئے کیونکہ اس کارشتہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔اللہ تعالیٰ پراعتمادکیا جاسکتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ کوئی اپنے وعدوں کو پورانہیں کرسکتا۔مومن اپنے سارے معاملات اس کے حوالے کرسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھروسے کے لائق نہیں۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ اورجواللہ تعالیٰ پرتوکل کرتا ہےتووہی اس کوکافی ہے۔ (الطلاق:3)(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:جنت میں کچھ ایسی قومیں داخل ہوں گی کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جن کے دل نرم مزاجی اور توکل علی اللہ میں پرندوں کی طرح ہوں گے۔(صحیح مسلم:7162)(6)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔(جامع ترمذی:2344)(7)سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعا،بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا باللهِ اللہ تعالیٰ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں،طاقت اور قوت اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہے،پڑھ لیتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے تو کفایت کیا گیا ہے اور شر سے محفوظ کیا گیا ہے اور شیطان اس سے دور رہتا ہے۔(جامع ترمذی:3426)(8)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ ،وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَآاِلٰهَ اِلَّااَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِیْ أَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ”اے اللہ!میں تیرا فرماں بردار ہوا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ ہی پر میں نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیرے ہی لیے میں نے جھگڑا کیا۔اے اللہ!میں تیری عزت کی پناہ میں آتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں یہ کہ تو مجھے گمراہ کرے۔تو ہی زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آنی اور جن اور انسان تو مر جائیں گے۔(مسلم:2717)(9)سیدنا ابو عمار براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اے فلاں! جب تو اپنے بستر کی طرف جگہ پکڑے یعنی لیٹ جائے تو یہ پڑھ لیا کر:اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَيْكَ وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْٓ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْٓ اَرْسَلْتَ”اے اللہ!میں نے اپنا نفس تیرے سپرد کر دیا اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کر لیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا ہے اور اپنی پیٹھ تیری طرف لگالی ہے تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے،تیری گرفت کے مقابلے میں تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور مقام نجات نہیں۔میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس پیغمبر کو مانا جسے تو نے بھیجا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:پھر اگر تجھے تیری اس رات میں موت آ گئی تو تجھے فطرت اسلام پر موت آئے گی اور اگر تو نے صبح کی یعنی موت نہ آئی تو تو بھلائی کو پہنچ گیا۔(بخاری:کتاب الدعوات)(10)﴿وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾”اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے“میں اسی کی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔(بخاری کتاب التفسیر)(11)یعنی میں اپنی تمام عبادات اور حاجات میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔(تفسیر سعدی:2/1325)

سوال 4:توکل کی صفت اپنے اندر کیسے پیدا کریں؟

جواب:(1) توکل کے لئے ضروری ہے کہ انسان یہ یقین رکھے،اپنے دل میں چند باتیں بٹھالے کہ(i)اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں۔(ii)اللہ تعالیٰ پورے علم والا ہے وہ نیتوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔(iii)اللہ تعالیٰ تمام اختیارات کا مالک ہے۔(iv)اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بڑھ کر کسی کی رحمت نہیں۔(v)اللہ تعالیٰ کی قوت سے زیادہ کسی کی قوت نہیں۔(vi)اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے بڑھ کر کسی کی راہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نمائی نہیں۔(2)توکل کے لئے دل کی قوت چاہیے،یقین کی طاقت چاہیے۔دل کی قوت ایمان کی قوت سے ہے اور ایمان کو دل میں بٹھانا پڑتا ہے اور دل میں بٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔اس کا کلام یہ یقین دل میں بٹھاتا ہے،کوشش انسان کے پارٹ پر ہے۔انسان اللہ تعالیٰ کے کلام کو دن رات تلاوت کرے،ذاتی رشتہ قائم کرنا ضروری ہے۔دعا لازم ہے کہ اے اللہ تعالیٰ!اس قرآن حکیم کو میرے دل کی بہار،میری آنکھوں کا نور،میرے غم کا مداوا بنادے۔(3)اللہ تعالیٰ کی ذات پر اتنا اعتماد رکھے جتنا انصاف کے حصول کے لئے وکیل پر اعتماد کیا جاتا ہے۔یہ پہلا درجہ ہے۔(4)اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایسا اعتماد رکھے جیسا ننھا بچہ اپنی ماں پر یقین رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شیدائی ہے۔اپنے سارے کام اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے یہ سچا توکل ہے۔(5)اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں انسان ایسا ہوجائے جیسے میت کو نہلانے والے کے ہاتھ میں میت ہوتی ہے،نہ اپنی مرضی،نہ resistance،پوری حوالگی۔(6)یہ توکل انسان کے اندر مسلسل توجہ سے اور کوشش سے پیدا ہوگا۔مسلسل کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع سے مراد ہے اپنے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے فیصلہ لینا۔(2)اپنی غلطیوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا۔(3)اپنے سارے کاموں میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔(4)اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا۔(5)اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔(6)اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے رہنا۔

﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ(31)﴾

''اور اگر واقعتاً قرآن ایسا ہوتا جس کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا جس کے ساتھ زمین ٹکڑے کردی جاتی یا اس کے ساتھ مردوں سے کلام کیا جاتا۔بلکہ سارے کا سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں مایوس نہیں ہوگئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب انسانوں کو ہدایت دے دیتا اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا ہمیشہ یہی حال رہے گا کہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر کوئی نہ کوئی آفت آتی رہے گی یا ان کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے،بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''(31)

سوال1: ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا﴾ ''اور اگر واقعتاً قرآن ایسا ہوتا جس کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا جس کے ساتھ زمین ٹکڑے کردی جاتی یا اس کے ساتھ مردوں سے کلام کیا جاتا۔بلکہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سارے کا سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے قرآن مجید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا﴾ ''اور اگر واقعتاً قرآن ایسا ہوتا'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں سے کوئی ایسا قرآن ہوتا۔**(2)** ﴿سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ﴾ ''جس کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے'' جس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جاتے ﴿اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ﴾ ''یا جس کے ساتھ زمین ٹکڑے کردی جاتی'' یا اس کے ذریعے زمین ٹکڑے ٹکڑے کردی جاتی یعنی اسے پھاڑ کر دریاؤں اور باغوں میں تبدیل کردیا جاتا ﴿اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى﴾ ''یا اس کے ساتھ مردوں سے کلام کیا جاتا'' یا اس کے ذریعے، اس کی برکت سے مردے زندہ ہوکر بولنے لگتے تو وہ قرآن ہی ہوتا جس میں یہ صفات پائی جاتیں۔**(3)** اس قرآن میں وہ اعجاز ہے کہ تمام انسان اور جن مل کر بھی اس کی آیت نہیں بنا سکتے۔**(4)** رب العزت نے فرمایا: ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کردیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے۔(الحشر:21)**(5)** نبی ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کو کوئی نہ کوئی ایسا معجزہ ملا جسے دیکھ کر لوگ ایمان لائے، مجھے ایسا معجزہ ملا جو قرآن ہے اور مجھے امید ہے کہ میری امت کی تعداد تمام امتوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔(ابن کثیر)**(6)** ﴿بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا﴾ ''بلکہ سارے کا سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے'' وہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے۔**(7)** اس لئے اللہ تعالیٰ صرف وہی معجزے دکھاتا ہے جن کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے۔تب ان جھٹلانے والوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اپنی خواہش سے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں؟ پس کیا ان کو یا کسی اور کو آیات ومعجزات پر کوئی اختیار ہے؟ پس انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہدایت دینے پر قادر ہے مگر اللہ تعالیٰ ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1325،1326)**(8)** افسوس تو یہ ہے کہ وہ قرآن جیسی مقدس کتاب کو ٹھکرا رہے ہیں۔ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔وہی پیدا کرنے والا ہے، قدرت رکھنے والا، ہر چیز کا مالک ہے، جو وہ چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے۔ جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔

سوال 2: ﴿اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ ''تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں مایوس نہیں ہوگئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب انسانوں کو ہدایت دے دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں مایوس نہیں ہوگئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب انسانوں کو ہدایت دے دیتا'' ایمان والے کیوں ناامید ہوگئے؟ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے پر قدرت رکھتا ہے۔وہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا اور ساری دنیا میں لوگ صرف اسلام پر چلتے مگر اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرنا چاہتا۔وہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔

سوال 3: ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا ہمیشہ یہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حال رہے گا کہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر کوئی نہ کوئی آفت آتی رہے گی یا ان کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی رہے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا** ﴾'' اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا ہمیشہ یہی حال رہے گا''یعنی کافر کبھی نصیحت حاصل نہیں کرتے اسی وجہ سے کافروں پر ہمیشہ مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔**(2)** ﴿ **تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا** ﴾'' ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر آتی رہے گی''یعنی ان کے کفر وشرک کی وجہ سے۔**(3)**﴿ **قَارِعَةٌ** ﴾'' کوئی نہ کوئی آفت''یعنی ایسا اندوہ ناک عذاب جس سے ان کے دل ڈر جائیں اور وہ خوف اور غم میں مبتلا ہوں مثلاً بیماری، قتل اور قید وغیرہ۔(ایسر التفاسیر:713)**(4)** قارعۃ: آفت، مصیبت۔(بخاری کتاب التفسیر)**(5)**﴿ **اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ** ﴾'' یا ان کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی رہے گی'' یا ان کے آس پاس کی بستیاں مصائب کا شکار رہتی ہیں تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں۔**(5)**رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کردیں اور ہم نے پھیر پھیر کر اپنی آیات بیان کیں، شاید کہ وہ لوٹ آئیں۔(الاحقاف:27)**(6)**﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاْىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴾اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، سو کیا اگر آپ وفات پاجائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟(الانبیاء:34)

سوال 4:﴿ **حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ** ﴾'' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ** ﴾'' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے''حسن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے سے مراد قیامت ہے۔**(2)**اللہ تعالیٰ کے وعدے سے مراد فتح مکہ، ناگہانی آفت یا قیامت کا دن ہے۔(مختصر ابن کثیر:926/1)**(3)**﴿ **اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ** ﴾'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا''یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اور رسول اللہ ﷺ سے جو فتح ونصرت کا وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا کیونکہ وہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔**(4)**رب العزت نے فرمایا:﴿ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھیں کہ وہ اپنے رسولوں سے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، انتقام لینے والا ہے۔(ابراہیم:47)**(5)** یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول عذاب کے بارے میں تہدید وتخویف ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر، عناد اور ظلم کی بنا پر وعدہ کر رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:1326،1325/2)

رکوع نمبر 11

﴿ **وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ** (32) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ہے تو میں نے ان کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا پھر میں نے انہیں آ پکڑا تو کیسا تھا میرا عذاب!''(32)

سوال1: ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ہے'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ لوگوں کے جھٹلانے کا غم نہ کریں، آپ ﷺ سے پہلے بھی لوگ جھٹلائے جاتے رہے ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے بھی کوئی رسول ایسا نہیں گزرا جس کا مذاق نہ اڑایا گیا ہو جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ ﴿وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴾ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔(الحجر:11) **(2)** آپ ﷺ کی مشرک قوم آپ ﷺ کو جھٹلاتی ہے تو دراصل اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتی ہے۔ ان کی اذیتوں پر صبر کریں ورا پنے رب کے حکم پر ثابت قدمی سے عمل کریں اور انہیں برے انجام سے ڈراتے رہیں۔

سوال2: ﴿فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ '' تو میں نے ان کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا پھر میں نے انہیں آ پکڑا تو کیسا تھا میرا عذاب!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَأَمْلَيْتُ﴾ میں نے ڈھیلا چھوڑا مہلت دی، یہ لفظ ملی اور ملاوۃ سے نکلا ہے اسی سے نکلا ہے جو جبرائیل کی حدیث میں ہے۔ فلبثت ملیا (یا قرآن میں ہے) واھجرنی ملیا اور کشادہ لمبی زمین کو ملا کہتے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر) **(2)** ﴿فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا﴾ پھر ایک مدت تک میں نے ان کو مہلت دی جنہوں نے رسولوں کا انکار کیا حتیٰ کہ انہیں یقین ہو گیا کہ انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ **(3)** ﴿ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ﴾ ''پھر میں نے انہیں آ پکڑا'' یعنی انہیں مختلف طرح کے عذابوں میں پکڑ لیا۔ **(4)** ان کی نافرمانیوں اور تکذیب کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا۔(تفسیر سمرقندی:238/2) **(5)** رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔(الحج:48) **(6)** ﴿فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ ''تو کیسا تھا میرا عذاب!'' یعنی غور تو کرو میں نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ انہیں مہلت دی پھر پکڑ لیا اور تباہ کر دیا۔ **(7)** اللہ تعالیٰ کی سزا بڑی سخت اور اس کا عذاب بڑا دردناک ہے۔ وہ لوگ جو آپ کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کا تمسخر اڑاتے ہیں، ہماری دی ہوئی مہلت سے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں، ان کے سامنے ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا نمونہ موجود ہے، لہٰذا انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان کے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کیا جائے جو گزشتہ نافرمان قوموں کے ساتھ کیا گیا۔ (تفسیر سعدی: 1326/2) **(8)** سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (بخاری: کتاب التفسیر)

﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۭ اَمْ تُنَبِّـــُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۭ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (33) ﴾

''تو کیا وہ جونگران ہے ہر جان پر جو اس نے کمایا (کوئی دوسرا اس کا شریک ہوسکتا ہے؟) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں۔ آپ کہہ دیں تم ان کا نام پکارو، یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟ یا یہ ظاہری باتوں میں سے ہیں بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مکاریاں ان کے لیے خوش نما بنا دی گئی ہیں اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے پھر اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔'' (33)

سوال 1: ﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ﴾ ''تو کیا وہ جونگران ہے ہر جان پر جو اس نے کمایا (کوئی دوسرا اس کا شریک ہوسکتا ہے؟) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ﴾ ''تو کیا وہ جونگران ہے ہر جان پر جو اس نے کمایا (کوئی دوسرا اس کا شریک ہوسکتا ہے؟)'' یعنی کیا وہ جو ہر ایک کے اعمال کا محافظ اور نگران ہے، جو انہیں رزق دیتا ہے، جو ان کے اچھے، برے اعمال کو جانتا ہے، جو انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ ہے، اس کی طرح ہوسکتا ہے جو نہ حفاظت کرتا ہو، نہ رزق دیتا ہو، نہ علم رکھتا ہو، نہ جزا دیتا ہو۔ **(2)** ﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے پاس کوئی اختیار نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کو کسی کی ضرورت نہیں، سب اسی کے محتاج ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کا کوئی ہمسر اور نظیر ہے۔ **(3)** یہ بتاؤ کہ کیا خالق اور مخلوق، رازق اور مرزوق برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا مالک اور غلام برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا قادر اور بے اختیار برابر ہوسکتے ہیں؟ مان لو حق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

سوال 2: ﴿ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۭ اَمْ تُنَبِّـــُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ﴾ ''آپ کہہ دیں تم ان کا نام پکارو، یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟ یا یہ ظاہری باتوں میں سے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قُلْ ﴾ یعنی اے ہمارے رسول! آپ ان سے کہہ دیں۔ **(2)** ﴿ سَمُّوْهُمْ ﴾ ''تم ان کا نام پکارو'' یعنی ہمیں ان کے بارے میں ان کے ناموں سے کچھ پتہ چلے، ہم بھی کچھ حالات جان لیں۔ **(3)** ہمیں اپنے معبودوں کے بارے میں بتاؤ اور ان کے حالات ہم پر کھولو تا کہ ہم انہیں پہچانیں کیونکہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (الاساس: 2757/5) **(4)** ﴿ اَمْ تُنَبِّـــُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟'' جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ غائب اور حاضر ہر چیز کو جانتا ہے اور اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے علم میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس کی شریک ہو تو ان کے اس دعویٰ کا بطلان واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے اور تم اس شخص کی مانند ہو جو اللہ تعالیٰ کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس کا کوئی شریک ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہیں ہے اور یہ باطل ترین قول ہے۔ (تفسیر سعدی: 1327/2) (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا ﴾ اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے۔ (الانعام:59) (6) ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔ (ہود:6) (7) ﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔ (یونس:61) (8) ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ﴾ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ (الحدید:4) (9) ﴿ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ﴾ ''یا یہ ظاہری باتوں میں سے ہیں'' تمہارے دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہے، کی انتہا یہ ہے کہ یہ تمہاری خالی خولی باتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام کائنات میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو کچھ بھی عبادت کی مستحق ہو۔ (تفسیر سعدی: 1327.1328/2) (10) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝ ﴾ یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم و گمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً ان کے رب کی جناب سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔ (النجم:23) (11) حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگوں نے کچھ نام گھڑ لیے پھر خود ہی انہیں نفع اور نقصان پر قادر سمجھ لیا پھر انہیں پوجنے لگے۔ تمہارے پاس نہ اس کی کوئی عقلی دلیل ہے، نہ نقلی، محض وہم ہے۔

سوال 2: ﴿ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مکاریاں ان کے لیے خوش نما بنا دی گئی ہیں اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مکاریاں ان کے لیے خوش نما بنادی گئی ہیں اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے''یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر،شرک اور تکذیب کو ان کے لیے مزین کروادیا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾اور ہم نے ان پر برے دوست مسلط کر دیے ہیں تو انہوں نے ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے ہر چیز کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا،اور ان پر وہی بات ثابت ہوگئی جو جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں پر ہو چکی جو ان سے پہلے گزر چکے تھے،یقیناً وہ خسارہ اٹھانے والے تھے۔(فصلت:25)

(2)﴿ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ﴾''اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے''یعنی وہ خود صراط مستقیم سے نہیں رکے انہیں روک دیا گیا ہے اس راستے سے جو جنت تک پہنچاتا ہے۔**(3)**انہیں حق کے راستے سے روک دیا گیا ہے اس لیے وہ اس سے دور ہو گئے،اس لیے انہوں نے ہدایت نہیں پائی۔(ایسر التفاسیر:714)

سوال 3:﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾'' اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے پھر اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ ﴾'' اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے''یعنی جس کو اللہ تعالیٰ دین اسلام سے بھٹکا دے اور وہ اس کی موافقت نہ کرے۔**(2)﴿ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾**'' پھر اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں'' جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کون ہدایت پر لا سکتا ہے؟ کیونکہ کسی کے اختیار میں کچھ نہیں۔**(3)**رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔(الزمر:22)**(4)**﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ جس کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ہرگز کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے۔(المائدہ:41)**(5)**﴿ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾اگر آپ ان کی ہدایت کے خواہش مند ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی مددگار ہیں۔(النحل:37)**(6)**رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا:﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔(القصص:56)

﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (34) ﴾

''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں۔''(34)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ﴾ ''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے''یعنی دنیا کی زندگی میں ان کے لیے سخت عذاب ہیں۔قید اور دیگر ساری مصیبتیں۔(تفسیر مراغی:90/5)**(2)** ﴿ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ﴾ ''اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے''یعنی آخرت کا عذاب اپنی شدت کی وجہ سے بھی دنیا کے عذاب سے سخت ہے اور دوسرا وہ دائمی عذاب ہے۔**(3)** نبی ﷺ نے لعان کرنے والوں سے یہ کہا تھا:ان عذاب الدنیا اھون من عذاب الآخرۃ بےشک دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے۔(مسلم:3746)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴾ چنانچہ اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہ دے گا۔(الفجر:25)

سوال2: ﴿ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾ ''اور انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا کہ ان سے عذاب کو ہٹا دے یا اس کو دور کر دے۔**(2)** جب وہ عذاب میں مبتلا کر دیے جائیں گے تو اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔

﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۡ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (35) ﴾

''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے،اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اس کا پھل اور اس کا سایہ دائمی ہیں۔یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔''(35)

سوال1: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے،اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اس کا پھل اور اس کا سایہ دائمی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے''جنت جس کا وعدہ کیا گیا ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر نیک اعمال کیے اور اس کے عذاب کے خوف سے برے اعمال سے بچتے رہے۔یہ وعدہ خالق و مالک کی جانب سے متقیوں سے کیا گیا۔**(2)** یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نواہی کو ترک کر دیا اور اس کے اوامر کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کی،ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔(تفسیر سعدی:1328/2)**(3)** ﴿ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں''جنت کیسی ہے؟اس کا ماحول کیا ہے؟اس میں کیسی کیسی نعمتیں رکھی گئیں؟وہاں نہریں بہہ رہی ہوں گی،شراب کی نہریں جو پینے والوں کی عقل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مختل کرے گی نہ اس سے سر درد ہوگا، دودھ کی نہریں جو کبھی خراب نہیں ہوگا۔ پانی کی نہریں جو شفاف ہوگا۔ شہد کی نہریں جس میں مری ہوئی مکھیوں کی ٹانگیں نہیں ہوں گی، ایسی نہریں جو جنت کے باغوں کو سیراب کریں گی اور باغات میں طرح طرح کے پھل ہوں گے۔ ایسی نہریں جس میں گڑھے نہیں ہوں گے۔(5)﴿اُكُلُهَا دَآىِٕمٌ وَّظِلُّهَا﴾ ''اس کا پھل اور اس کا سایہ دائمی ہیں'' اس کے پھل ہمیشہ رہیں گے نہ موسم ختم ہوگا، نہ درختوں پر پھل ختم ہوں گے۔ وہ درخت کبھی فنا نہیں ہوں گے۔(6) جنت کے پھل اور اس کی چھاؤں دائمی ہے۔(7) رب العزت نے فرمایا:﴿ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴾ نہ اس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی۔(الانسان:13)(8) ایک دن ظہر کی نماز میں ہم رسول ﷺ اللہ کے ساتھ تھے کہ آپ آگے بڑھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا پھر آپ پیچھے ہٹ آئے نماز کے خاتمے کے بعد سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرے سامنے جنت پیش کی گئی جو تر و تازہ تازگی سے مہک رہی تھی میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگور کا توڑ لاؤں لیکن میرے اور ان کے درمیان آڑ آ گئی اگر میں اسے توڑ لاتا تو تمام دنیا ساری زندگی تک کھاتی رہتی اور ذرا بھی کمی نہ آتی۔ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اتنے بڑے ہوں گے کہ کالا کوا اگر اس پہ مہینے بھر بھاگتا رہے تو بھی اگلے خوشے تک نہ پہنچ سکے!!!(ابویعلیٰ)(9) حدیث میں ہے کہ جنتی جب پھل توڑیں گے تو فوراً اس کی جگہ نیا پھل لگ جائے گا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: جنتی لوگ بہت کھائیں پئیں گے پھر انہیں نہ تھوک آئے گی نہ ناک نہ پیشاب اور بس مشک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا۔ اور اس سے کھانا ہضم ہو جائے گا۔ جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے اور اس طرح تسبیح اور تقدیس الہام کی جائے گی۔(ابن کثیر:55)(10) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی جنت میں خوب کھائیں پئیں گے، لیکن وہ نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ اور نہ ناک جھاڑیں گے۔ لوگوں نے عرض کی کہ پھر کھانا، کہاں جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں ڈکار اور پسینہ آئے گا، اس میں مشک کی خوشبو ہوگی۔ (بس اسی سے ان کا کھانا وغیرہ ہضم ہو جائے گا) اور (جنت میں) ان کی زبانوں پر تسبیح و تحمید اس طرح جاری ہوگی جس طرح سانس چلتا ہے۔(مسلم:7152)(11) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سائے میں چلنے والا عمدہ تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال تک چل کے بھی اسے طے نہیں کر سکتا۔(صحیح مسلم: 7139)(12) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سائے میں چلنے والا سوار اسے سو سال تک بھی طے نہیں کر سکتا۔(صحیح مسلم:7138)(13) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت والے اپنے اوپر کے بالا خانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے کہ جس طرح تم مشرقی یا مغربی کناروں میں چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ اس وجہ سے کہ جنت والوں کے درجات میں آپس میں تفاوت ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ﷺ ! کیا وہ انبیاء علیہم السلام کے درجات ہوں گے کہ جن تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ان لوگوں کو بھی وہ درجات عطا کیے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں۔ (صحیح مسلم:7144) (14) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائے گا: اے جنت والو! جنتی عرض کریں گے' اے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں اور نیک بختی اور بھلائی تیرے ہی قبضے میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں ان نعمتوں سے بھی بڑھ کر اور نعمت عطا نہ کروں۔ جنتی عرض کریں گے: اے پروردگار! ان نعمتوں سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی۔؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم سے اپنی رضا اور خوشی کا اعلان کرتا ہوں' اب اس کے بعد سے میں تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح مسلم:7140)

سوال 2: ﴿ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِينَ النَّارُ ﴾ ''یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے اور کافروں کا انجام آگ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ﴾ ''یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے'' یعنی ان کا انجام جو رب پر ایمان لائے، اس کی عبادت کی، اس کو ایک جانا، اس کے اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت کی۔ (ایسر التفاسیر:715) (2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت تکلیفوں سے گھری ہوئی ہے جب کہ دوزخ نفسانی خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔ (صحیح مسلم:7130) (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ﴾ بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔ (الانفال:2) (4) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو ہر برائی کو بھلائی کے ساتھ مٹا دو اور لوگوں کے ساتھ نیک خلقی کے ساتھ پیش آؤ۔ (جامع ترمذی:1987) (5) رسول اللہ ﷺ تقویٰ کے لیے دعا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ''اے اللہ میں تجھ سے ہدایت تقویٰ پاک دامنی اور غنا مانگتا ہوں۔ (صحیح مسلم:6904) (6) **﴿ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِينَ النَّارُ ﴾** ''اور کافروں کا انجام آگ ہے'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، گناہ کیے اور اپنے نفسوں کو گناہوں میں آلودہ کیا ان کا انجام آگ ہے۔ دیکھو دونوں گروہوں کے انجام میں کتنا فرق ہے۔ (7) رب العزت نے فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ ﴾ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔ (الحشر:20)

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ أُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ (36) ﴾

''اور جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتارا گیا ہے اور ان گروہوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ بناؤں۔ میں اس کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔''(36)

سوال 1: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ﴾ ''اور جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتارا گیا ہے اور ان گروہوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ﴾ ''اور جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی'' رب العزت نے فرمایا جن لوگوں کو ہم نے کتاب اللہ یعنی قرآن مجید دی ہے۔ وہ اس کی تلاوت کا حق بھی ادا کرتے ہیں۔ اس کا علم بھی حاصل کرتے ہیں، اس کو سمجھتے ہیں، اس پر غور وفکر کرتے ہیں، اس کی معرفت رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔(البقرہ:121) **(2) وہ رب ہے** جس نے قرآن مجید نازل کیا وہی جس کو چاہتا ہے اس کا فہم دیتا ہے، اس کی معرفت عطا کرتا ہے۔ **(3)** عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔(بخاری:5027) **(4)** سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کا ماہر نیک بزرگ اور کاتب فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن مجید پڑھتے ہوئے اٹکتا ہے، پڑھتے ہوئے اسے مشکل پیش آتی ہے، اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔(بخاری، مسلم) **(5)** اسید بن حضیر نے بیان کیا کہ وہ رات کو سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے، ان کا گھوڑا پاس بندھا ہوا تھا، اتنے میں گھوڑا بھڑکنے لگا (چمکا)۔ اسید خاموش ہوگئے۔ (قرأت چھوڑ دی) تو گھوڑا بھی تھم گیا، پھر انہوں نے پڑھنا شروع کیا تو پھر گھوڑا چمکا، پھر چپ ہوگئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ پھر پڑھنا شروع کیا تو پھر گھوڑا بگڑا۔ جب تو انہوں نے اپنے لڑکے یحییٰ کو سنبھالا۔ وہ گھوڑے کے قریب تھے، ڈرے کہ کہیں اس کو صدمہ نہ پہنچے۔ اپنے پاس گھسیٹ لیا اور آسمان کی طرف نگاہ کی۔ (ایک چیز سائبان کی طرح دکھلائی دی) اسی کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ غائب ہوگئی۔ (اوپر چڑھ گئی) صبح کو اسید نے یہ قصہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسید قرآن پڑھتا رہ، قرآن پڑھتا رہ (یہ جو تجھ پر گزرا بڑا عمدہ واقعہ ہے) اسید نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ڈر گیا کہیں گھوڑا یحییٰ کو کچل نہ ڈالے، وہ بالکل گھوڑے کے قریب پڑا تھا اور سر اٹھا کر ادھر خیال کیا۔ پھر میں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو سائبان کی طرح کچھ معلوم ہوا۔ اس میں جیسے چراغ روشن ہیں۔ پھر میں باہر آ گیا یہاں تک کہ وہ نظر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے غائب ہوگیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسید تو جانتا ہے یہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز سن کر قریب آ گئے تھے اور اگر تو قرآن پڑھتا رہتا تو صبح کو ان فرشتوں کو دوسرے لوگ بھی دیکھ لیتے، وہ ان کی نظر سے غائب نہ ہوتے۔ (بخاری:5018) (6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے کچھ افراد اللہ تعالیٰ کے خویش واقارب ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل قرآن اللہ والے اور اس کے خاص افراد ہیں۔ (سنن نسائی، سنن ابن ماجہ) (7) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ ﴾ قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے زینت بخشو۔ (سنن ابوداود:1468) (8) ﴿ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ ﴾ ''وہ اس پر خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتارا گیا ہے'' وہ اس لیے خوش ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں۔ (9) دوسری آسمانی کتابوں سے موافقت اور تصدیق پر وہ لوگ خوش ہوتے ہیں جو پہلے ایمان لائے، جو اہل کتاب میں سے ہیں، جیسے نبی ﷺ کے دور میں عبداللہ ابن سلام وغیرہ تھے۔ رب العزت نے اس کتاب کے ملنے پر خوشی منانے کا حکم بھی دیا ہے۔ ﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴾ آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔ (یونس:58) (10) ﴿ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ ﴾ ''اور ان گروہوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں'' جیسے اہل کتاب میں سے یہودی قرآن حکیم کے احکامات کے غالب حصے کا انکار کرتے تھے اور وہ قصص کے ماسوا کسی چیز کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔ مشرکوں نے ''الرحمٰن'' کا انکار کیا اور کہا کوئی رحمٰن نہیں سوائے یمامہ کے رحمٰن کے یعنی مسیلمہ کذاب۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (ایسر التفاسیر:715)

سوال 2: ﴿ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ﴾ ''آپ کہہ دیں مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ بناؤں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ ﴾ ''آپ کہہ دیں مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں بتا دیں کہ مجھے حکم دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی حکم کا پابند ہوتا ہے۔ **(2)** ﴿ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ بناؤں'' یعنی مجھے تو دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے میں حکم عدولی نہیں کر سکتا۔

سوال 3: ﴿ إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ ﴾ ''میں اس کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ إِلَيْهِ ﴾ ''اس کی طرف'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف۔ **(2)** ﴿ أَدْعُو ﴾ ''میں دعوت دیتا ہوں'' میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی توحید کے اقرار، اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

’’ آپ کہہ دیں اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اورتمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو بھی رب نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ ہو جاؤ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں۔ (آل عمران:64) (3) ﴿وَاِلَيْهِ مَاٰبِ﴾ ’’اوراسی کی طرف میرا لوٹنا ہے‘‘ اوراس کی طرف میرا رجوع، میرا اٹھکانہ ہے۔ وہ مجھے جزا دے گا، دین کو اس کے لیے خالص کرنے کی، اس کے دین کی طرف دعوت دینے کی۔ مجھے تو جو حکم دیا گیا ہے میں اس کی تعمیل کروں گا اوراس کی جزا کی امید اپنے رب سے باندھوں گا۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَمَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ (37)﴾

’’اوراسی طرح ہم نے اس کو ایک عربی فرمان بنا کر آپ پر نازل کیا ہے۔ اور یقیناً اگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد بھی آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔‘‘ (37)

سوال 1: ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا﴾ ’’اوراسی طرح ہم نے اس کو ایک عربی فرمان بنا کر نازل کیا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ﴾ ’’اوراسی طرح ہم نے اس کو نازل کیا ہے‘‘ یعنی ہم نے جیسے پہلے نبی اور پہلی کتابیں بھیجیں اسی طرح آپ کو نبی بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ پر قرآن اتارا ہے۔ (2) ﴿حُكْمًا عَرَبِيًّا﴾ ’’عربی فرمان بنا کر‘‘ یعنی اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے عربی فرمان بنا کر بھیجا ہے۔ (3) یہ قرآن عربی زبان میں ہے جو فصاحت و بلاغت اور وضاحت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ (4) اس قرآن کو محکم بنا کر اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہ رہے اور لوگ اس کی اتباع کریں اور اس کے خلاف نہ چلیں۔ (5) قرآن مجید کو پختہ بنا کر اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ بے علم لوگوں کی خواہشات سے اس کے متضاد کاموں کی پیروی نہ کی جائے۔ (6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان ہی میں بھیجا تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کر دے، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (ابراہیم:4)

سوال 2: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَمَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ﴾ ’’اور یقیناً اگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد بھی آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَمَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ ’’اور یقیناً اگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد بھی آپ نے ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خواہشات کی پیروی کی'' رب العزت نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ !اگر آپ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے علم آچکا،اس کے باوجود آپ ﷺ نے لوگوں کی خواہشات کو مان لیا تو آپ ﷺ کو کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہوگا۔(2)اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا علم وحی خواہشات نفس کی پیروی سے روکتا ہے۔(3)﴿مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا'' اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی آپ ﷺ کا ولی نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کی نصرت اور حفاظت کرے۔(4)﴿وَّلَا وَاقٍ﴾ ''اور نہ کوئی بچانے والا'' جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اہل باطل کی پیروی اور حق اور اہل حق کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آپ ﷺ کا ارادہ کرلے۔ (ایسر التفاسیر:715,716)(6)اس آیت میں عالموں کو بڑا بھاری ڈراوا ہے کہ علم کے باوجود نبی کی سنت چھوڑ کر گمراہوں کی راہ اختیار کررہے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:930/1)

رکوع نمبر 12

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ(38)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولادیں بنائی تھیں اور کسی رسول کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا، ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے۔''(38)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولادیں بنائی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے'' یعنی اے پیارے نبی ﷺ !جس طرح ہم نے آپ ﷺ کو بشر اور رسول بنا کر بھیجا اسی طرح آپ سے پہلے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔(مختصر ابن کثیر:930/1)(2)رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں ہے،آپ ﷺ سے پہلے بھی نبی آتے رہے۔(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝﴾ اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟(بنی اسرائیل:94)(4)﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾ ''اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولادیں بنائی تھیں'' تمام انبیاء بیوی ،بچوں والے تھے،کھاتے پیتے تھے،اسی لیے آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو:﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ ''آپ فرمادیں کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔(الکھف:110)اس لئے آپ ﷺ کے دشمن اس وجہ سے آپ کی عیب چینی نہ کریں کہ آپ کے بیوی بچے ہیں۔آپ کے بھائی دیگر انبیاء ومرسلین کے بھی بیوی بچے تھے۔تب وہ آپ میں کس بات پر جرح وقدح کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ سے قبل انبیاء ورسل بھی اسی طرح تھے۔ان کی یہ عیب چینی اپنی اغراض فاسدہ اور خواہشات نفس کی خاطر ہے۔اگر وہ آپ سے کوئی معجزہ طلب کرتے ہیں تو اپنی خواہش کے مطابق مطالبہ کرتے ہیں۔آپ کو کسی چیز کا بھی اختیار نہیں۔(تفسیر سعدی:2/1330)**(5)** رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝ ﴾اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(الفرقان:20)**(6)**﴿ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ﴾اور ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔(الانبیاء:8)**(7)** سیدنا سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے ایک سوال کروں، وہ یہ کہ کنوارا رہنا اور کبھی نکاح نہ کرنا، آپ اسے (شریعت کی رو سے) کیسا خیال کرتی ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہرگز ایسا کام نہ کرنا، تو نے نہیں سنا جو اللہ عزوجل نے قرآن میں فرمایا:﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ﴾اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کے لیے بیویاں اور اولاد بنائی۔ آیت پڑھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (اے سعد!) تو ہرگز تبتل اختیار نہ کرنا۔(سنن نسائی:3218)**(8)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں انبیاء کی سنت میں سے ہیں: خوشبو، نکاح، مسواک اور مہندی۔(ترمذی)**(9)** سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین اصحاب رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے گھر آئے (سیدنا علی اور عبداللہ ابن عمر اور عثمان بن مظعون) اور آپ کی عبادت کا حال پوچھا، جب ان کو بتلایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا، کہنے لگے: ہم کہاں، نبی ﷺ کہاں، ہم کو آپ ﷺ سے کیا نسبت ! آپ ﷺ کے تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے سب قصور بخش دیے ہیں، ہم لوگ گناہ گار ہیں ہمیں بہت عبادت کرنی چاہئے۔ان میں سے ایک کہنے لگا: میں تو ساری عمر رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا اور دوسرا کہنے لگا: میں تو ہمیشہ روزہ دار رہوں گا کبھی دن کو افطار نہیں کروں گا۔تیسرا کہنے لگا: میں تو عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا، نکاح نہیں کروں گا۔پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ہی یہی باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔(بخاری:5063)

سوال 2:﴿ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ”اور کسی رسول کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معجزہ لے آتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ** ﴾ ''اور کسی رسول کے لیے ممکن نہیں تھا'' یعنی کسی رسول کے بس کی بات نہیں۔**(2)**﴿ **اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ** ﴾ ''کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا'' کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر معجزے ظاہر کرسکیں۔اللہ تعالیٰ ہی معجزے دکھاتا ہے جس میں رسول کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔**(3)**اللہ تعالیٰ معجزے دکھانے کی تب اجازت دیتا ہے جب اس کی قضاوقدر کے مطابق مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے۔(تفسیر سعدی:1330/2)

سوال 3:﴿ **لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ** ﴾ ''ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **لِكُلِّ اَجَلٍ** ﴾ ''ہر وقت کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت نہ آگے بڑھ سکتا ہے، نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔**(2)**نشانیاں دکھانے کے مطالبات سے مقررہ وقت آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا۔**(3)**﴿ **كِتَابٌ** ﴾ ''ایک کتاب'' اس سے مراد ام الکتاب ہے۔**(4)**جیسے موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آپہنچتی ہے اور حق اس کے ساتھ آتا ہے اسی طرح ہر ایک وعدے کے لیے کتاب ہے اور کتاب کے لیے اجل ہے۔(جامع البیان:168/13)

﴿ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (39) ﴾

''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اس کے پاس ہے۔''(39)

سوال 1:﴿ **يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ** ﴾ ''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اس کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ** ﴾ ''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے'' یعنی وہ اپنی تقدیر میں سے جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔**(2)**﴿ **وَيُثْبِتُ** ﴾ ''اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے'' اور جو چاہتا ہے وہ قائم رکھتا ہے اور یہ تغیر اور محو کرنا ان امور کے علاوہ ہے جن کو اس کا قلم تقدیر لکھ چکا ہے۔پس ان امور میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ محال ہے کہ اس کے علم میں کوئی نقص یا خلل ہو۔(تفسیر سعدی :1330،1331/2)**(3)**سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ جو چاہے بدل دے اور جسے چاہے بحال رکھے۔یہ تمام باتیں ام الکتاب میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ناسخ ہے اور ہر بدلی جانے والی اور برقرار رہنے والی بات دوسری کتاب میں ہے۔(مختصر ابن کثیر:931/1)**(4)**عکرمہ نے کہا: وہ توبہ سے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور نیکیاں قائم رکھتا ہے۔جیسا کہ فرمایا:﴿ **اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا** ﴾ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(الفرقان:70)**(5)**سیدنا ابن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: خَلق اور خُلق، اجل، رزق، سعادت اور بدبختی نہیں بدلتیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 519/2) (6) جو چیزیں بدلی نہیں جاسکتیں ان کے اصول ہیں: خَلق، خُلق، اجل، رزق، سعادت، بدبختی اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، ثابت ہے، بدلتا نہیں مثلاً قیامت کا قائم ہونا، اجل، قبر میں لوگوں کا رہنا اور لوگوں کی اجل کا لکھا ہونا۔ (تفسیر منیر: 204/7) (7) شقیق کہا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے ہمیں بدبخت لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور ہمیں خوش بخت لکھ دے اور اگر تو نے ہمیں خوش بخت لکھا ہے تو اسے برقرار رکھنا پھر یقیناً آپ جسے چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں برقرار رکھتے ہیں۔ لوح محفوظ تو آپ ہی کے پاس ہے۔ (جامع البیان: 170/13) (8) سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دوران طواف روتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ اگر تو نے مجھے بدبخت یا گناہ گار لکھا ہے تو اسے مٹا دے۔ بے شک تو جو چاہے مٹا سکتا ہے اور جو چاہے قائم رکھ سکتا ہے اور تیرے پاس ام الکتاب ہے۔ تو اس میں سعادت اور مغفرت کو لکھ دے۔ (جامع البیان: 170/13) (9) ہر انسان کے بارے میں لوح محفوظ میں نوشتہ ہے کہ وہ نیک ہوگا یا بد، اس کی روزی، عمر، اور اس سے متعلق خیر و شر کی ہر بات لکھی ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی مرضی اور ارادہ و مشیت کے مطابق اس میں تبدیلی کرتا ہے، اس کی مشیت میں کسی کا دخل نہیں ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 719/1) (10) سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو محض دعا ہی ٹالتی ہے اور صرف نیکی ہی عمر میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔ (ترمذی: 2139) (11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے پسند ہے اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔ (بخاری: 5985) (12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نوجوان ہوں اور مجھے اپنے پر زنا کا خوف رہتا ہے۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر میں کسی عورت سے شادی کرلوں۔ آپ میری یہ بات سن کر خاموش رہے۔ دوبارہ میں نے اپنی یہی بات دہرائی لیکن آپ اس مرتبہ بھی خاموش رہے۔ دوبارہ میں نے عرض کیا آپ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے یہ چوتھی مرتبہ عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! جو کچھ تم کروگے اسے (لوح محفوظ میں) لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے۔ خواہ اب تم خصی ہو جاؤ یا باز رہو۔ یعنی خصی ہونا بے کار محض ہے۔ (صحیح بخاری: 5076) (13) ﴿وَعِندَهُۥٓ أُمُّ ٱلْكِتَٰبِ﴾ ''اور اصل کتاب اس کے پاس ہے'' یعنی اس کے پاس لوح محفوظ ہے۔ جس کی طرف تمام اشیاء لوٹتی ہیں۔ یہ اصل ہے اور باقی تمام اشیاء اس کی فروع ہیں۔ پس تغیر و تبدل فروع میں واقع ہوتا ہے مثلاً روز و شب کے اعمال جن کو فرشتے لکھ لیتے ہیں اور ان اعمال کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اسباب فراہم کرتا ہے اور ان کو محو کرنے کے لئے بھی اسباب مہیا کرتا ہے اور یہ اسباب اس نوشتہ تقدیر سے تجاوز نہیں کرتے، جو لوح محفوظ میں مرقوم ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے نیکی، صلہ رحمی اور احسان کو لمبی عمر اور کشائش رزق کے لئے اسباب بنایا ہے، جیسے گناہوں کو رزق اور عمر میں بے برکتی کا سبب بنایا ہے اور جیسے ہلاکت سے نجات کے اسباب کو سلامتی کا سبب بنایا اور جیسے ہلاکت کے مواقع میں پڑنے کو ہلاکت کا سبب بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور ارادے کے مطابق تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، اس کی تدبیر اس کے مخالف نہیں ہوتی جسے اس نے اپنے علم کے مطابق لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1330,1331/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (40) ﴾

''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھا لیں تو بلاشبہ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔''(40)

سوال 1: ﴿ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ ﴾ ''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھا لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ ﴾ ''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ کافروں کو جس عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اسے آپ ﷺ کی زندگی میں لے آئیں اور آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔**(2)** ﴿ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ ﴾ ''یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھا لیں'' یا آپ ﷺ کے بعد یہ طے شدہ ہے، آپ ﷺ جلدی نہ کریں۔

سوال 2: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴾ ''تو بلاشبہ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ﴾ ''تو بلاشبہ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے'' آپ ﷺ کا فرض پیغام پہنچانا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۙ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ ﴾ پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ ان پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔(الغاشیہ:21,22)**(2)** ﴿ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴾ ''اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے'' لوگوں کے اعمال کا حساب لینا اور ان کا بدلہ دینا ہمارا فرض ہے۔ ہم مخلوق سے ان کی ذمہ داریوں کا حساب لیں گے کہ انہوں نے فرائض ادا کیے ہیں یا انہیں ضائع کر دیا ہے؟ اسی کے مطابق جزا سزا ہوگی۔ ﴿ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۙ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾ ﴾ مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا، بہت بڑا عذاب۔ یقیناً انہیں ہماری جانب ہی لوٹ کر آنا ہے۔ پھر یقیناً ان کا حساب بھی ہمارے ہی ذمے ہے۔(الغاشیہ:26-23)

﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (41) ﴾

''اور کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے کم کرتے چلے آتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ فیصلے کرتا ہے اور اس کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہیں اور وہی بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''(41)

سوال 1: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ﴾ ''اور کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے کناروں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے کم کرتے چلے آتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا ﴾ ''اور کیا انہوں نے دیکھا نہیں'' رب العزت نے جھٹلانے والوں کو وعید سنائی ہے۔(2) ﴿ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ﴾ ''بلاشبہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے کم کرتے چلے آتے ہیں؟'' یعنی کیا وہ زمین کا دائرہ تنگ ہوتے نہیں دیکھ رہے کہ کیسے ہم ظالموں اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کر رہے ہیں؟(3) مسلمانوں کی فتح سے کافروں کی سرزمین تنگ نہیں ہو رہی اور دارالاسلام میں اضافہ نہیں ہو رہا؟(4) یہ غلبے اور نصرت کی آیات میں سے ہے۔(الاساس:2761/5)(5) اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مشرکین کے شہروں کی فتح، ان کے مال اور بدن میں کمی کے ذریعے سے چاروں طرف سے ان پر حلقہ تنگ ہوتا جا رہا ہے۔اس کی تفسیر میں بعض دیگر اقوال بھی ہیں۔اس کے ظاہر معنی یہ ہیں واللہ تعالیٰ اعلم' کہ اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں کی اراضی کی حالت یہ بنادی کہ وہ فتح ہو رہی ہیں اور چھینی جا رہی ہیں، ان پر چاروں طرف سے مصائب ٹوٹ رہے ہیں، ان کی جان و مال میں کمی سے پہلے یہ ان کے لئے تنبیہ ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسے عذاب نازل کر رہا ہے جسے کوئی رد کرنے پر قادر نہیں۔(تفسیر سعدی:1331،1332/2)

سوال 2: ﴿ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ فیصلے کرتا ہے اور اس کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہیں اور وہی بہت جلد حساب لینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ فیصلے کرتا ہے اور اس کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہیں'' اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم شرعی، حکم کونی وقدری اور حکم جزائی داخل ہے۔یہ تمام احکام، جن کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے، حکمت اور پختگی کے بلند ترین درجے پر پائے جاتے ہیں، جن میں کوئی نقص اور کوئی خلل نہیں۔بلکہ یہ تمام احکام عدل وانصاف اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا پر مبنی ہیں۔کوئی ان فیصلوں میں خامی اور نقص تلاش نہیں کر سکتا اور نہ ان میں جرح وقدح کی کوئی گنجائش ہے۔اس کے برعکس دیگر ہستیوں کے فیصلے کبھی حق وصواب کے موافق ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔(تفسیر سعدی:1331،1332/2)(2) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے، کسی کو بلند کرتا ہے، کسی کو پست، کسی کو زندگی دیتا ہے تو کسی کو موت، کسی کو غنی کرتا ہے تو کسی کو فقیر اور اس نے اسلام کی عزت اور دوسرے ادیان پر اس کی برتری کا حکم دیا ہے۔(فتح القدیر:113/3)(3) ﴿ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ ''اور وہی بہت جلد حساب لینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے، اس سے کچھ بھی چھپا نہیں ہوا اور وہ انہیں جزا دے گا۔(جامع البیان:179/13)

﴿ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ (42) ﴾

''اور بلاشبہ وہ لوگ بھی تدبیریں کر چکے جو ان سے پہلے تھے سو اصل تدبیر ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے، وہ جانتا ہے جو بھی ہر شخص کماتا ہے اور جلد ہی کافر جان لیں گے کہ کس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے؟'' (42)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا﴾ ''اور بلاشبہ وہ لوگ بھی تدبیریں کر چکے جوان سے پہلے تھے سواصل تدبیر ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور بلاشبہ وہ لوگ بھی تدبیریں کر چکے جوان سے پہلے تھے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی انہوں نے رسولوں کے خلاف سازشیں کی ہیں اور وہ ان کے کسی کام نہ آئیں کیونکہ وہ رب العزت کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔**(2)** ﴿فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا﴾ ''سواصل تدبیر ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے'' یعنی ہر چال اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کے تحت آتی ہے۔کوئی ایسا نہیں جو اس کے حکم کے بغیر کوئی چال چلنے کا اختیار رکھتا ہو۔**(3)** کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف سازشیں کرتے ہیں،ان کی سازشیں ضرور انہیں شرمندگی تک پہچائیں گی۔**(4)** رب العزت نے فرمایا:﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝﴾ یقیناً ان لوگوں نے خفیہ تدبیریں کیں جوان سے پہلے تھے،تو اللہ تعالیٰ بنیادوں سے ان کی عمارت کو آیا،پس ان کے اوپر سے چھتیں ان پر گر پڑیں اور ایسے رخ سے ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہیں تھے۔(النحل:26)**(5)** ﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝﴾ اور جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں،یا قتل کر دیں،یا جلاوطن کر دیں اور وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔(الانفال:30)**(6)** سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے:رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْكُرْ لِیْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَیَّ وَاهْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْهُدٰی اِلَیَّ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ م بَغٰی عَلَیَّ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ شَکَّارًا لَّکَ ذَکَّارًا لَّکَ رَهَّابًا لَّکَ مِطْوَاعًا اِلَیْکَ مُخْبِتًا اَوَّاهًا مُّنِیْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَاهْدِ قَلْبِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ قَلْبِیْ پروردگار! میری مدد فرما اور میرے خلاف (دشمنوں کی) مدد نہ کرنا اور مجھے غلبہ دے اور (میرے دشمنوں کو) مجھ پر غلبہ نہ دینا اور میرے لیے تدبیر فرما اور (میرے نقصان پر) ان کے لیے تدبیر نہ کرنا اور مجھے ہدایت دے اور ہدایت کو میرے لیے آسان فرما دے اور میری مدد فرما اس کے خلاف جو مجھ پر ظلم کرے۔اے میرے رب! بنا دے مجھ کو کہ میں ہوں تیرا بہت شکر کرنے والا،تیرا بہت ذکر کرنے والا،تجھ سے بہت ڈرنے والا، تیری بہت اطاعت کرنے والا،عاجزی کرنے والا،گڑگڑانے والا اور رجوع کرنے والا۔اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو دے اور میری دعا قبول فرما اور میری دلیل ثابت رکھ اور میرے دل کو ہدایت دے اور میری زبان سیدھی رکھ اور میرے دل سے کینہ نکال دے۔(سنن ابوداؤد:1510)

سوال2: ﴿يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ﴾ ''وہ جانتا ہے جو بھی ہر شخص کماتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1) ''وہ جانتا ہے جو بھی ہر شخص کماتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر نفس کے بارے میں جانتا ہے کہ اس نے آنے والے کل کے لیے کیا کمایا ہے۔ وہ ہر ایک کے ارادوں، ظاہری، باطنی اعمال کو جانتا ہے۔(2) مکر بھی انسان کی کمائی ہے۔ مکر بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں۔ اس لیے ان کی کوئی چال حق اور اہل حق کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

سوال 3: ﴿وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''اور جلد ہی کافر جان لیں گے کہ کس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ﴾ ''اور جلد ہی کافر جان لیں گے'' اس میں کافروں کے لیے شدید وعید ہے اور نبی ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اچھا انجام کافروں کا ہے یا رسولوں کا اور یہ بھی کہ اہل کفر کا انجام اچھا نہیں۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (43)﴾

''اور کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہی دینے والا کافی ہے اور وہ بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔''(43)

سوال 1: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ ''اور کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ ''اور کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہو'' یعنی کافر اس بات کو نہیں مانتے کہ آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یوں وہ حق کو جھٹلاتے ہیں۔ آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں۔

سوال 2: ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾ ''کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہی دینے والا کافی ہے اور وہ بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو'' نبی ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔(2) ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ ''میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہی دینے والا کافی ہے'' یہ گواہی قول، فعل اور اقرار کے ذریعے ہوتی ہے۔ قول کے ذریعے سے اس کی شہادت یہ ہے کہ اس نے یہ قرآن مخلوق میں سب سے سچی ہستی پر نازل فرمایا جو آپ ﷺ کی رسالت کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنی تائید سے نوازا اور آپ کو ایسی فتح و نصرت عطا کی جو آپ کی، آپ کے اصحاب اور آپ کے متبعین کی قدرت و اختیار سے باہر تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فعل و تائید کے ذریعے سے شہادت ہے۔ اقرار کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خبر دی کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں۔ پس جو کوئی آپ کی اطاعت کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی کرامت ہے اور جو کوئی آپ کی اطاعت نہیں کرتا تو اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم ہے اور اس کا خون اور مال حلال ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دعوے پر برقرار رکھتا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹ باندھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں آپ کو عذاب دے دیتا۔ (تفسیر سعدی: 2/1334،1333) **(3)** رب العزت نے فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے اور اس پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے۔ (الفتح: 28) **(4)** رب العزت نے فرمایا: ﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے اور فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (آل عمران: 18) **(5)** ﴿ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔـلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَاۗءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ پھر اگر آپ اس بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ (یونس: 94) **(6)** ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے (رسول) مگر مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، سو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ (النحل: 43) **(7)** ﴿ **وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ** ﴾ ''اور وہ بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے'' کہا گیا کہ اس سے مراد عبداللہ ابن سلام، سلمان فارسی اور تمیم داری ہیں۔ (جامع البیان: 13/180) **(8)** یہ آیت کریمہ اہل کتاب کے تمام علماء کو شامل ہے کیونکہ ان میں سے جو کوئی ایمان لا کر حق کی اتباع کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی گواہی دیتا ہے اور نہایت صراحت سے آپ کے حق میں شہادت دیتا ہے اور ان میں سے جو کوئی گواہی کو چھپاتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خبر کہ اس کے پاس شہادت ہے، اس کی خبر سے زیادہ بلیغ ہے۔ اگر اس کے پاس شہادت نہ ہوتی، تو دلیل کے ساتھ اپنے طلب شہادت کو رد کر دیتا۔ پس اس کا سکوت دلالت کرتا ہے کہ اس کے پاس رسول کے حق میں شہادت موجود ہے جو اس نے چھپا رکھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل کتاب سے گواہی لینے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ وہ گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ہر معاملے میں صرف اسی شخص سے گواہی لی جانی چاہیے جو اس کا اہل ہو اور دوسروں کی نسبت اس بارے میں زیادہ علم رکھتا ہو۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو اس معاملے میں بالکل اجنبی ہوں، مثلاً ان پڑھ مشرکین عرب وغیرہ، تو ان سے شہادت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ انہیں اس معاملے کی کوئی خبر ہے نہ انہیں اس کی معرفت ہی حاصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تفسیر سعدی: 2/1334،1333)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آیاتھا ۵۲ ۱۴ سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ ۷۲ رکوعاتھا ۷

سوال1: سورۃ ابراہیم کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورۃ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی۔

سوال2: اس سورۃ میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورۃ میں سات رکوع اور باون آیات ہیں۔

سوال3: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ سورۃ کس نمبر پر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 14 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 72 ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔

﴿الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝﴾

''ال ر۔ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں، اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بے حد تعریف والا ہے۔''(1)

سوال1: ﴿الٓرٰ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿الٓرٰ﴾ ''ا۔ل۔ر'' حروف مقطعات میں ہے۔ ان کی مراد کو اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر جاننے والے ہیں۔

سوال2: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں، اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بے حد تعریف والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ﴾ ''یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے'' یعنی یہ عظیم کتاب ہے جو اے ہمارے رسول! ہم نے آپ ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔(2) ﴿لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ '' تا کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر روشنی کی طرف لائیں''، ظلمات سے مراد کفر، جہالت اور شرک کے اندھیرے ہیں، ان سے نکال کر نور یعنی ایمان اور شریعت کے علم کی طرف لاتی ہے۔(3) اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے مخلوق کے فائدے کے لیے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کو کفر و جہالت، اخلاق بد اور مختلف اقسام کے گناہوں کی تاریکی سے نکال کر علم و ایمان اور اخلاق حسنہ کی روشنی میں لے جائے۔(تفسیر سعدی: 1334/2)(4) رب العزت نے فرمایا:﴿ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔(البقرۃ:257)(5)﴿ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾ وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(الحدید:9)(6)﴿ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ﴾ ''ان کے رب کے حکم سے''، یعنی ان کے رب کی توفیق سے۔(7) یعنی اللہ تعالیٰ کی محبوب مراد صرف اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی مدد ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں بندوں کے لئے ترغیب ہے کہ وہ اپنے رب سے مدد طلب کریں۔(تفسیر سعدی: 1334/2)(8) رب العزت نے فرمایا:﴿ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ یَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴾ اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے جو لوگ نہیں سمجھتے۔(یونس:100)(9)﴿ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴾ ''اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بے حد تعریف والا ہے''، یعنی اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے کی طرف اور وہ اس کا دین ہے جس پر وہ راضی ہے۔(10) اللہ تعالیٰ کے عزت و تکریم کے گھر تک۔(تفسیر سعدی: 1334,1335/2)(11) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صراط، راستہ نور ہے اور اس کی طرف نکلنا رسول اور قرآن کے ذریعے ممکن ہے اور قرآن موجود ہے، سنت موجود ہے اور رسول اللہ ﷺ کے وارث بھی موجود ہیں جو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالنے کے لیے رسول اللہ کا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ بیان سے حجت قائم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو گمراہ کرنا یا ہدایت دینا اس کے عدل اور اس کے فضل میں سے ہے۔ تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکلنا اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے طریقہ کار اور اسباب مقرر کر دیے ہیں۔ ان آیات میں اللہ عزوجل نے ان طریقوں اور اسباب کو عام شکل میں بیان کیا ہے۔(الاساس فی التفسیر: 2778,2779/5)

﴿ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ وَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب کی وجہ سے تباہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔''(2)

سوال1: ﴿ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اسی کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اللّٰهِ الَّذِیْ ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے جس کی ملکیت ہے، جو بادشاہ ہے۔**(2)** ﴿ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ﴾ ''جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اسی کا ہے'' یعنی وہ تخلیق، ملکیت، تدبیر اور تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے، وہی سعادت اور کمال کے راستے پر چلاتا ہے۔(ایسر التفاسیر:718)

سوال2: ﴿ وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ۝۲ ﴾ ''اور کافروں کے لیے سخت عذاب کی وجہ سے تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴾ ''اور کافروں کے لیے تباہی ہے'' رب العزت نے کافروں کو جہنم کی وادی کی وعید سنائی ہے جس میں اہل جہنم کی پیپ اور کچ لہو بہتا ہے۔**(2)** ﴿ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ۝۲ ﴾ ''سخت عذاب کی وجہ سے'' ایسے عذاب کی وعید ہے جس کی شدت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔(3) وعید اس کے لیے ہے جس نے کتاب کا انکار کیا اور اندھیروں سے روشنی کی طرف نہ آیا۔(تفسیر بیضاوی:336/3)

﴿ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍۢ بَعِیْدٍ ۝۳ ﴾

''جو لوگ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں، وہی دور کی گمراہی میں ہیں۔''(3)

سوال1: ﴿ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ﴾ ''جو لوگ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے ان لوگوں کا وصف بیان فرمایا ہے جو روشنی کی طرف آنے سے انکار کرتے ہیں کہ وہ دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں اس لیے وہ دنیا کے کام کرتے ہیں اور آخرت کا انکار کرنے کی وجہ سے اس کے لیے عمل کرنا چھوڑ چکے ہیں۔**(2)** انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۖۗ۝۱۶ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰى ۝۱۷ ﴾ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔(الاعلیٰ:16,17)**(3)** وہ آخرت کی زندگی کو فراموش کر دیتے ہیں، اور دنیا کی زندگی کو کامیاب بنانے میں منہمک ہو جاتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:722/1)**(4)** دنیا کی محبت اور آخرت کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ دنیا کی محبت ایمان کے تقاضوں سے ٹکراتی ہے اور دنیا کی محبت صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلنے کے خلاف ہے۔**(5)** رسول ﷺ نے فرمایا کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے!(مسلم:7417)**(6)** سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی دنیا کو محبوب رکھتا ہے اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو محبوب رکھتا ہے اور اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے اس چیز کو اختیار کرو جو باقی ہے اس چیز کو اختیار نہ کرو جو فانی ہے۔(مشکوٰۃ:4950)

سوال 2: ﴿وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں، وہی دور کی گمراہی میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَيَصُدُّوْنَ﴾ ''اور روک دیتے ہیں'' وہ اپنے آپ کو روکتے ہیں۔**(2)** ﴿عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے راستے سے'' یعنی اسلام سے۔(ایسر التفاسیر:718) **(3)** وہ راستہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اسے اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبان پر خوب بیان کر دیا ہے، مگر یہ لوگ اپنے آقا و مولا کے مقابلے میں عداوت و محاربت کا اظہار کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی :1335/2) **(4)** اور وہ ان لوگوں کو روکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور جو اس کے رسول اس کی جانب سے کے کر آئے اس کی اتباع کا ارادہ رکھتے ہیں یعنی اس پر ایمان لانے اور اس کی اتباع کا۔(جامع البیان:185/13) **(5)** وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے اور دین کی طرف بلانے والوں سے روکتے ہیں۔(الاساس:2777/5) **(6)** ﴿وَيَبْغُوْنَهَا﴾ ''اور تلاش کرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿عِوَجًا﴾ یعنی وہ اس راستے کو خراب کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ (تفسیر سعدی:1335/2) **(7)** توحید کی راہ نہ تو ٹیڑھی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ مخالفوں کی کوششیں اس میں خلل نہیں ڈال سکتیں۔ دراصل اس راہ کو ترچھا کرنے کی محض کوشش ہے۔ جو سیدھی راہ ہے وہ کیسے ٹیڑھی ہو سکتی ہے اور جو ٹیڑھے ہیں وہ کیسے سیدھے ہو سکتے ہیں؟ (مختصر ابن کثیر:934/1) **(8)** ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''وہی'' جن میں تین اوصاف پائے جاتے ہیں۔(i) وہ دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔(ii) وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔(iii) وہ اس کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں۔ سارے کافروں کی یہ تین مشترکہ صفات ہیں۔**(9)** ﴿فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''دور کی گمراہی میں ہیں'' کیونکہ انہوں نے خود اللہ تعالیٰ کا راستہ گم کر دیا، انہوں نے دوسروں کو گمراہ کیا، رسول اللہ کی مخالفت کی، ان کے خلاف جنگیں تک کیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا گمراہی ہوگی؟ **(10)** اہل ایمان کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں، دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس راستے کو خوب صورت بنانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے لیے اس راستے پر چلنا آسان ہو جائے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾

''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان ہی میں بھیجا تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کر دے، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہےاور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہےاور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(4)

سوال1: ﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ﴾ ''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان ہی میں بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان ہی میں بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کر دے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ انسانوں کے پاس ان ہی کی قوم کی زبان میں رسول بھیجے۔**(2)** ﴿ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ﴾ ''تا کہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کر دے'' تا کہ وہ پوری وضاحت کے ساتھ ان کو وہ امور سمجھا دیں جن کے وہ ضرورت مند ہیں۔**(3)** عربی زبان دنیا کی سب سے گہری اور وسیع زبان ہے، اسی لئے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا، اور دوسری قوموں تک قرآن کا پیغام بذریعہ ترجمہ پہنچا۔ان قوموں نے اسلام لانے کے بعد حفظ قرآن اور فہم قرآن کے لئے خوب محنت کی، تراجم تیار کئے، تفسیریں لکھیں، عربی زبان میں دسترس حاصل کیا اور قرآن وسنت کو ان کی اصل زبان میں سمجھا اور اسلام کی دعوت کو اسی طرح سمجھا جس طرح عرب مسلمانوں نے سمجھا۔(تیسیر الرحمٰن:723/1)

(4) اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ علوم عربیہ، جن کے ذریعے سے کلام اللہ اور کلام رسول کی توضیح وتبیین ہوتی ہے، امور مطلوبہ میں شمار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں کیونکہ ان کے بغیر کتاب اللہ کی معرفت کی تکمیل نہیں ہوتی۔البتہ اگر لوگوں کی حالت یہ ہو کہ وہ ان علوم عربیہ کے محتاج نہ ہوں، اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ انہیں عربی زبان پر عبور حاصل ہو اور ان کے چھوٹے بچوں نے عربی زبان میں تعلیم وتربیت حاصل کی اور عربی زبان ان کی طبیعت بن گئی ہو، تو اس صورت میں اس مشقت میں پڑنے کی ان کو ضرورت نہیں، اور ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دین اس طرح اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (بغیر علوم آلیہ اور عربیہ کے) دین اخذ کیا تھا۔(تفسیر سعدی:1336/2)

سوال2: ﴿ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے'' یعنی جب رسول سارے امور کو واضح کر دیتا ہے تو لوگوں پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نہیں مانتے اللہ تعالیٰ انہیں گمراہ کر دیتا ہے کیونکہ وہ گمراہ کیے جانے کے حق دار ہیں۔**(2)** ﴿ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾ ''اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اس کو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس راستے پر چلنے کا حق رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی رحمت کے لیے چن لیتا ہے اور انہیں ہدایت عطا فرماتا ہے۔

سوال3: ﴿ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴾ ''اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿**وَهُوَالْعَزِيْزُ**﴾''اور وہی سب پر غالب ہے''جس کے ارادے پر کوئی چیز غالب نہیں آسکتی۔(2)اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔وہ لوگوں کی زندگیوں کو جیسے چاہے پھیر دیتا ہے۔سارے معاملات اسی کے کنٹرول میں ہیں،جو وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔(3)جس کا غلبہ یہ ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی کو اسی مقام پر واقع کرتا ہے جو ان کے لائق ہے۔(تفسیر سعدی :1336/2)(4)**الْحَكِيْمُ**''کمال حکمت والا ہے''اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں بڑی حکمت والا ہے۔اس کائنات میں کوئی واقعہ کسی سبب اور بغیر تدبیر کے رونما نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ ہر کام اپنی حکمت اور تقدیر سے کرتا ہے۔(5)اور اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی کو اسی مقام پر واقع کرتا ہے جو ان کے لائق ہے۔(تفسیر سعدی:1336/2)

﴿**وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝**﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دنوں کی یاد دلاؤ،یقیناً اس میں ہر اس شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا،بہت شکر کرنے والا ہے۔''(5)

سوال 1:﴿**وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ**﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دنوں کی یاد دلاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿**وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى**﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو بھیجا''رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ جیسے ہم نے آپ ﷺ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں اسی طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔(2)﴿**بِاٰيٰتِنَآ**﴾''اپنی نشانیاں دے کر''یعنی ایسی نشانیوں کے ساتھ جو ان کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں۔(3)یہ نو نشانیاں تھیں:طوفان،ٹڈی دل،مینڈک،جوئیں سرسریاں، لہو،عصا،ید بیضا،پھلوں کے نقصانات اور قحط۔(ابن ابی حاتم:2235/7)(4)﴿**اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ**﴾''کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاؤ''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات کے ساتھ بنی اسرائیل کے پاس بھیجا تاکہ وہ انہیں جہالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور ہدیت کی روشنی کی طرف لے آئیں اور انہیں خیر و برکت کی دعوت دیں۔(5)یعنی اپنی قوم کو شرک کی تاریکیوں سے توحید کے نور کی طرف لے آئیں۔(ایسر التفاسیر:7/9)(6)اللہ تعالیٰ نے یہ حکم جیسے محمد ﷺ کو دیا اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اور سارے انبیاء کو بھی دیا۔(7)﴿**وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ**﴾''اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دنوں کی یاد دلاؤ''ایام اللہ سے مراد تاریخ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے وہ اہم واقعات ہیں جب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ظاہر ہوا، جب اللہ تعالیٰ کی مدد سے حق نے باطل پر فتح پائی۔ایام اللہ دراصل تاریخی دلائل ہیں۔اس کے ذریعے سے ہر قوم اپنے معاملے کا جائزہ لے سکتی ہے۔جب کوئی قوم پچھلے لوگوں کے انجام کو سامنے رکھتی ہے تو وہ غلطیاں کرنے سے گریز کر سکتی ہے جو پہلے لوگوں نے کیں اور اس طرح قوم کے افراد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں۔(8)ایام اللہ کے لفظی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے دن اور ایسے دن مراد ہوتے ہیں جو تاریخ انسانی میں یادگار بن جاتے ہیں خواہ یہ خوشی کے ہوں یا مصیبت کے بلکہ ایک ہی دن ایک فریق کے لیے خوشی کا دن ہوتا ہے اور دوسرے فریق کے لیے مصیبت کا۔جیسے 10 محرم کو فرعونیوں اور اس کے لشکری دریا میں غرق ہوئے۔اب یہی دن بنی اسرائیل کے لیے تو انتہائی خوشی کا دن تھا کہ انہیں فرعونیوں کے مظالم سے نجات ملی اور وہ اسی سال 10 محرم کا روزہ بھی رکھا کرتے تھے اور یہی دن فرعونیوں کے لیے مصیبت کا دن تھا۔یہی صورت 17 رمضان 2ھ کی ہے۔غزوہ بدر میں مشرکین کو شکست فاش ہوئی۔یہ دن مسلمانوں کے لیے انتہائی خوشی کا دن تھا۔اسی طرح پہلی قوموں پر جو عذاب الٰہی نازل ہوتا رہا تو انہیں ایام اللہ کہا جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:2/447)(9)یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسانات اور جھٹلانے والی قوموں (کفار) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک اور وقائع یاد دلایئے تاکہ یہ اس کی نعمت کا شکر ادا کریں اور اس کے عذاب سے ڈریں۔(تفسیر سعدی:2/1337)

سوال 2: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ ''یقیناً اس میں ہر اس شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ ﴾ ''یقیناً اس میں'' یعنی ان اللہ تعالیٰ کے دنوں میں۔(2) ﴿ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ ''ہر اس شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے'' یعنی ہر صبر اور شکر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کے انعامات پر شکر ادا کرنے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔(3)یعنی بنی اسرائیل پر احسانات ہیں کہ انہیں فرعون کے ظلم سے چھڑایا اور انہیں ذلت والے عذاب سے بچالیا، ان میں مصائب پر صبر اور خوشی میں شکر ادا کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مصیبت میں اپنے اوپر کنٹرول کر کے صبر کرنے والا خود پر فتح حاصل کرتا ہے، اور خوشی میں اپنے اوپر قابو پانے والا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے مدد لیتا ہے اور خود پر فتح حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کامیاب ہو جاتا ہے۔(4)سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوش حالی نصیب ہو (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے) تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔(مسلم :7500)(5)سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام میں ایک ایسی بات بتا دیجئے پھر میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔آپ ﷺ نے فرمایا تو کہہ میں ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جا۔(صحیح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مسلم:159)(6)﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ کہہ دو اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ۔ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک عمل کیے، ان کے لیے بھلائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے۔ یقیناً صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔ (الزمر:10)

سوال 3:﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ! یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا تھا۔ (ایسر التفاسیر:720) **(2)﴿اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾** ''کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ نے اپنی قوم کو جو نصیحت کی تھی کہ اپنے دل اور زبان سے ان انعامات کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیے۔ **(3)** سفیان بن عیینہ نے کہا **﴿اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾** کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں ان کو یاد کرو اور جو جو اگلے واقعات اس کی قدرت کے ہوئے ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

سوال 4:﴿اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ﴾ ''جب اس نے تمہیں آل فرعون سے نجات دلائی جو تمہیں برا عذاب پہنچاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ ''جب اس نے تمہیں آل فرعون سے نجات دلائی'' یعنی یاد کرو تمہیں اللہ تعالیٰ نے کتنے بڑے دشمن سے بچالیا۔ **(2)﴿يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ﴾** ''جو تمہیں برا عذاب پہنچاتے تھے'' یعنی وہ تمہیں ذلت والے عذاب میں مبتلا رکھتے تھے یعنی سخت ترین عذاب میں۔

سوال 5:﴿وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾ ''اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ﴾ ''اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے'' یعنی وہ تمہارے نومولود بیٹوں کو مار ڈالتے تھے کیونکہ کاہنوں اور اس دور کے سیاسی افراد نے فرعون کو بتا رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کا کوئی فرد تمہارا تخت الٹ دے گا۔ اس وجہ سے فرعون نے ان کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنے کا حکم دے دیا تھا۔ (ایسر التفاسیر:720) **(2)﴿وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ﴾** ''اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے'' وہ عورتوں سے بے خوف تھے اس لیے انہیں اپنی خدمت کے لیے زندہ رکھتے تھے۔ **(3)﴿وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾** ''اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی'' یعنی اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے بڑی آزمائش تھی، آزمائش خیر میں بھی ہوتی ہے شر میں بھی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۳۵﴾ اور ہم تمہیں اچھی اور بری حالت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں آزماتے ہیں اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔(الانبیاء:35)(4)﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝۱۶۸﴾اور ہم نے انہیں اچھے اور برے حالات سے آزمایا تا کہ وہ پلٹ آئیں۔(الاعراف:168)

رکوع نمبر 14

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۝۷﴾

''اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے۔''(7)

سوال1:﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾''اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ﴾''اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا'' یہ موسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو نصیحت ہے کہ یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے، وعدہ فرمایا ہے۔**(2)**﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ﴾''یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے''یعنی اگر تم اپنے رب کے احکامات کی اطاعت کرو گے اور جس چیز سے اس نے روکا ہے اس سے رکو گے۔(جامع البیان:190/13)سفیان رحمۃ اللہ علیہ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تم میری اطاعت سے میرا شکر ادا کرو گے۔(جامع البیان:190/13)**(3)**﴿لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾'' تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا''یعنی میں تمہارا ثواب ضرور بڑھا دوں گا۔(البحر المحیط:411/6)**(4)**شکر سے مراد دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا، نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق انہیں استعمال کرنا ہے۔**(5)**جو شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں وسعت دیتے ہیں، اور جو جتنی اطاعت پر قدرت رکھتا ہے، اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس اطاعت میں بھی اضافہ فرما دیتے ہیں اور جو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعام اس کی دی ہوئی صحت پر شکر ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی صحت میں اضافہ فرماتے ہیں، یہی معاملہ ساری نعمتوں کا ہے۔(تفسیر مراغی:129/5)**(6)**شکر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔(الزمر:7)**(7)**رب العزت نے فرمایا:﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لاؤ؟ اور اللہ تعالیٰ قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔(النساء:147)

سوال2:انسان کی زندگی پر شکر گزاری کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)شکر کرنے والے کا یقین کہ نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسے سرکشی سے باز رکھتا ہے۔**(2)**شکر گزار انسان لوگوں کے مقابلے میں خود کو بڑا نہیں سمجھتا۔**(3)**شکر گزار انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو معاشرے میں فساد پھیلانے، انسانوں کو تکلیف دینے شر پھیلانے اور بے حیائی پھیلانے میں استعمال نہیں کرتا۔**(4)**شکر گزاری کی وجہ سے انسان کا نفس پاک ہو جاتا ہے۔**(5)**شکر گزاری کی وجہ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انسان نیک کاموں میں آگے بڑھتا ہے۔(6)شکرگزار انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کا اچھا استعمال کرتا ہے۔(7)شکرگزار انسان جب دولت کا اچھا استعمال کرتا ہے تو اس میں ترقی ہوتی ہے اور برکت ملتی ہے۔(8)شکرگزار انسان اپنی دولت کو انسانوں کی بھلائی کے لیے خرچ کرتا ہے تو وہ بھی خوش ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔(9)شکرگزاری باہمی تعاون کا ماحول پیدا کرتی ہے۔اس کی وجہ سے امن قائم ہوتا ہے۔

سوال3: ﴿وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ ''اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ﴾ ''اور اگر تم ناشکری کروگے''یعنی اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا نہ کرو،میری اور میرے رسول کی نافرمانی کرو تو میں تم سے نعمتیں چھین لوں گا،اور تمہیں ضرور عذاب دوں گا۔(2)﴿إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ '' تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے''لہٰذا اس سے ڈرو اور میری نافرمانیوں سے بچو۔

سوال4: کفران نعمت کیا ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب:(1) کفران نعمت سے مراد ہے دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف نہ کرنا،نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء نہ کرنا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق استعمال نہ کرنا۔(2) کفران نعمت کرنے والے سے نعمتیں واپس لے لی جاتی ہیں۔(3)نعمت کا اثر انسان کے دل سے مٹ جاتا ہے۔(4)بعض اوقات نعمت کسی کے لیے مصیبت بنا دی جاتی ہے اور نعمت والے پر نعمت ہی کی وجہ سے مصیبتیں آجاتی ہیں۔(5) کفران نعمت کے نتیجے میں لوگ اس سے حسد کرنے لگ جاتے ہیں۔(6) کفران نعمت کی وجہ سے دنیا میں عذاب آجاتا ہے۔(7) کفران نعمت کی وجہ سے آخرت میں عذاب ملتا ہے۔(8) کفران نعمت زوال نعمت کا سبب ہے۔

سوال5: کفران نعمت کی وجہ سے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1) کفران نعمت کی وجہ سے انسان تکبر کرتا ہے۔(2) کفران نعمت کی وجہ سے انسان سرکشی کرتا ہے۔(3) کفران نعمت کی وجہ سے انسان فساد پھیلاتا ہے۔(4) کفران نعمت کی وجہ سے انسان عیش وعشرت کرتا ہے۔(5) کفران نعمت کی وجہ سے انسان رشتہ داروں اور محروم طبقات کے پورے حقوق ادا نہیں کرتا۔(6) کفران نعمت کی وجہ سے دوسروں کی نفرت کا نشانہ بنتا ہے۔(7) کفران نعمت کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کا اچھا استعمال نہیں کرتا۔(8) کفران نعمت کی وجہ سے باہمی تعاون کا ماحول پیدا نہیں ہوتا۔(9) کفران نعمت کی وجہ سے انسانوں کے اندر بخل،حرص جیسے رویے پیدا ہوتے ہیں۔(10) کفران نعمت کی وجہ سے انسان کا مال بے حیائی اور برائی کے کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا،آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے،ایک کوڑھی،دوسرا اندھا،اور تیسرا گنجا،اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے،چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھیجا۔فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: اچھا رنگ اور اچھی جلد کیونکہ مجھ سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہوگیا اور جلد بھی اچھی ہوگئی۔فرشتے نے کہا کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کروگے؟ اس نے کہا: اونٹ یا اس نے گائے کہی۔اسحاق بن عبداللہ کو اس سلسلے میں شک تھا کہ کوڑھی اور گنجے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور موجودہ عیب میرا ختم ہوجائے کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔بیان کیا کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے بجائے عمدہ بال آ گئے۔فرشتے نے کہا: کس طرح کا مال پسند کروگے؟ اس نے کہا: گائے۔بیان کیا کہ فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔پھر اندھے کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔بیان کیا کہ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کروگے؟ اس نے کہا کہ بکریاں۔فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھرگئی، گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھرگئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھرگئی۔پھر دوبارہ فرشتہ اپنی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین فقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہوچکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کو پورا کرسکوں۔اس نے فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ اور بہت سے حقوق ہیں۔فرشتے نے کہا: غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں۔کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے؟ تم ایک فقیر اور قلاش تھے، پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آرہی ہے۔فرشتے نے کہا: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پہلی حالت میں لوٹا دے۔پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی کوڑھی والا جواب دیا۔فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت میں لوٹا دے۔اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہوچکے ہیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہاری بینائی واپس دے دی ہے، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کرسکوں۔اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر ومحتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دار بنایا۔تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو۔اللہ تعالیٰ کی قسم! جب تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے جاؤ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو۔یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔(بخاری:3464)

﴿ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ ﴾

''اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم بھی کفر کرو گے اور زمین کی تمام مخلوق بھی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ، بے حد تعریف والا ہے۔''(8)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم بھی کفر کرو گے اور زمین کی تمام مخلوق بھی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ، بے حد تعریف والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَقَالَ مُوْسٰٓى ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا'' یعنی موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا۔(2) ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ ﴾ ''کہ اگر تم بھی کفر کرو گے'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پا کر ان پر دل سے اس کا شکر ادا نہیں کرو گے۔(3) ﴿ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾ ''اور زمین کی تمام مخلوق بھی'' اور زمین کے سارے لوگ اس کا انکار کریں گے یعنی ساری زمین کے لوگ ناشکرے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔(4) ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ'' یعنی وہ اپنی ساری مخلوق سے بے نیاز ہے، وہ کسی کا حاجت مند نہیں، کسی کی نیکی اس کی بادشاہت میں اضافہ نہیں کر سکتی اور کسی کا گناہ اس کی بادشاہت میں کمی نہیں کر سکتا، وہ غنا میں کمال رکھتا ہے۔(5) اللہ تعالیٰ کو کسی کے شکر کی ضرورت نہیں ہے، اسے اس کی پرواہ بھی نہیں ہے، اس پر کسی کی ناشکری کا کوئی اثر بھی نہیں ہوتا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ﴾ اگر تم کفر کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے۔(الزمر:7)(6) ﴿ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ پھر انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ ان سے بے پرواہ ہو گیا۔اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، قابل تعریف ہے۔(التغابن:6)(7) سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے ان کے جن کو میں ہدایت سے نواز دوں، پس تم مجھ سے ہی ہدایت طلب کرو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے ان کے جن کو میں کھانا عطا کر دوں، پس تم مجھ سے ہی کھانا مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو سوائے ان کے جن کو میں پوشاک پہنا دوں، پس تم مجھ سے ہی پوشاک (لباس) مانگو، میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پس تم مجھ سے ہی مغفرت (بخشش) طلب کرو، میں تمہیں بخش دوں گا۔اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو (یعنی تم مجھے نقصان یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں)۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورآخر،تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہوجائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتی۔اے میرے بندو!اگرتمہارے اول اورآخر،تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہوجائیں جوتم میں سے سب سے زیادہ فاجروفاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کرسکتی۔اے میرے بندو!اگرتمہارے پہلے اور پچھلے،انس وجن سب ایک کھلے میدان میں جمع ہوکر مجھ سے سوال کریں اور میں ہرایک کواس کے سوال کے مطابق عطا کردوں تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی ہی کمی ہوگی جتنی کمی سوئی کوسمندر میں ڈال کرنکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔اے میرے بندو!یقیناً تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے گن کررکھتا ہوں،پھرتمہیں ان کا پورا بدلہ دیتا ہوں،پس جو بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جواس کے علاوہ پائے،پس وہ اپنے ہی نفس کوملامت کرے۔''سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔(مسلم:6572)(8)﴿حَمِيْدٌ﴾''بے حدتعریف والا ہے''یعنی وہ اپنی ذات ،اپنے اسماءوصفات اوراپنے افعال میں قابل حمدوستائش ہے۔اس کی ہرصفت،صفت حمدوکمال ہے،اس کا ہرنام اچھانام ہےاوراس کا ہرفعل فعل جمیل ہے۔(تفسیرسعدی:2/1338)

﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ ﴾

''کیاتمہیں ان کی خبرنہیں پہنچی،جوتم سے پہلے ہوگزرے ہیں؟قوم نوح اور عاداورثموداور جوان کے بعد ہوئے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا،ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے تھےتوانہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں لوٹا دیئے اورانہوں نے کہا کہ تمہیں جودے کربھیجا گیا ہے واقعتاً ہم اس کونہیں مانتے اور بلاشبہ ہم یقیناًاس کے متعلق بے چین کرنے والے شک میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔''(9)

سوال1:﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ ﴾''کیاتمہیں ان کی خبر نہیں پہنچی،جوتم سے پہلے ہوگزرے ہیں؟قوم نوح اور عاداورثموداور جوان کے بعد ہوئے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ﴾''کیاتمہیں نہیں پہنچی''یہ موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جب وہ انہیں نصیحت کر رہے تھے اوریاددلا رہے تھے۔(ایسرالتفاسیر:721)(2)اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ پچھلی قوموں کے حالات بیان فرمائے ہیں جن کے پاس اس کے رسول آئے اورانہوں نے جھٹلا دیاتوان قوموں پراللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا۔اب اپنے بندوں کواس سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہارے پاس پہلے لوگوں کی خبر نہیں آئی؟(3)﴿نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ﴾''ان کی خبر جو تم سے پہلے ہوگزرے ہیں؟ قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے ہیں''یعنی قوم نوح،قوم عاد،اور قوم ثمود کی خبر جن کے واقعات کتاب اللہ میں تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں اور وہ لوگ بھی جو ان کے بعد آئے۔(4)﴿لَا يَعْلَمُهُمْ﴾''انہیں کوئی نہیں جانتا''یعنی ان کی تعداد،ان کی کثرت کو کوئی نہیں جانتا کیونکہ تاریخ مٹ گئی۔(5)﴿اِلَّا اللّٰهُ﴾''اللہ تعالیٰ کے سوا''یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال2:﴿جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾''ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ﴾''ان کے رسول ان کے پاس لائے تھے''ہر قوم کے پاس ان کے رسول آئے۔(2)﴿بِالْبَيِّنٰتِ﴾''روشن نشانیاں''یعنی ایسے دلائل لے کر جو ان کی نبوت اور تعلیمات کی سچائی کو ثابت کرتے تھے۔ہر رسول کو ایسی آیات دی گئیں جو کسی انسان کے بس میں نہیں۔(3)رسول دین حق لے کر آئے تا کہ لوگ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں،اسی کی اطاعت کریں،اس کے رسولوں کی اطاعت کریں تو جنہوں نے مکمل اطاعت کی وہ سعادت مند ٹھہرے۔

سوال3:﴿فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾''تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں لوٹا دیئے اور انہوں نے کہا کہ تمہیں جو دے کر بھیجا گیا ہے واقعتاً ہم اس کو نہیں مانتے اور بلاشبہ ہم یقیناً اس کے متعلق بے چین کرنے والے شک میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ﴾''تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں لوٹا دیئے''اس سے مراد ہے کہ انہوں نے جھٹلایا،مذاق اڑایا اور وہ ایمان نہ لائے۔(تفسیر منیر:234/14)(2)یعنی وہ اس وحی پر ایمان نہ لائے جو رسول لے کر آئے تھے۔انہوں نے کوئی ایسی بات نہ کہی جو ان کے ایمان پر دلالت کرتی ہو۔یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے:﴿يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾وہ موت کے ڈر سے کڑکنے والی بجلیوں سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔(البقرہ:19)(تفسیر سعدی:1339/2)(3)انہوں نے کتاب اللہ کو سن کر تعجب کیا اس لیے انگلیاں تعجب سے منہ میں ڈال لیں۔(4)انہوں نے غصے سے اپنی انگلیاں دانتوں تلے دبالیں۔رب العزت نے منافقین کے بارے میں فرمایا:﴿وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیاں چباتے ہیں۔(آل عمران:119)(5)﴿وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ﴾''اور انہوں نے کہا کہ تمہیں جو دے کر بھیجا گیا ہے واقعتاً ہم اس کو نہیں مانتے''یعنی جو بھی دین اسلام میں سے تم لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔(6)﴿وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾''اور بلاشبہ ہم یقیناً اس کے متعلق بے چین کرنے والے شک میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو''یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں ہمیں شک ہے۔اس طرح انہوں نے قوی شک کا اعتراف کیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یَّعۡبُدُوۡنَ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔تمہارا رب اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب۔ بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔(الدخان:8,9)(7) سارے انبیاء کی قوموں نے اسی الزام کے ساتھ دین اور نبی کو جھٹلا دیا۔جیسا کہ فرمایا:﴿ قَالُوۡا یٰصٰلِحُ قَدۡ کُنۡتَ فِیۡنَا مَرۡجُوًّا قَبۡلَ ہٰذَاۤ اَتَنۡہٰىنَاۤ اَنۡ نَّعۡبُدَ مَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیۡ شَکٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ مُرِیۡبٍ﴾ انہوں نے کہا اے صالح :یقیناً اس سے پہلے تم ہم میں سے ایسے تھے جس سے امیدیں تھیں کیا تم ہمیں ان کی عبادت سے روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کے بارے میں ہم تردد آمیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (ھود:62)(8)﴿ وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِیۡہِ ؕ وَ لَوۡ لَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّکَ لَقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ ؕ وَ اِنَّہُمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے وہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً اس قرآن سے بے چین رکھنے والے شک میں ہیں۔(ھود:110)(9)﴿ وَ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡرِثُوا الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ ﴾ اور انہوں نے آپس میں تفرقہ نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مدت مقرر تک طے نہ ہوتی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور یقیناً جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا وہ اس کے بارے میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں۔(الشوری:14)(10)﴿ فَاِنۡ کُنۡتَ فِیۡ شَکٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ فَسۡـَٔلِ الَّذِیۡنَ یَقۡرَءُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ لَقَدۡ جَآءَکَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴾ پھر اگر آپ اس بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔(یونس:94)(11)﴿ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ شَکٍّ مِّنۡ دِیۡنِیۡ فَلَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰہَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰىکُمۡ ۖ وَ اُمِرۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴾ کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو لیکن میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں۔(یونس:104)

﴿ قَالَتۡ رُسُلُہُمۡ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ یَدۡعُوۡکُمۡ لِیَغۡفِرَ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَ یُؤَخِّرَکُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ؕ تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴾

’’ان کے رسولوں نے کہا کہ کیا اس اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور تمہیں ایک مدت مقررہ تک مہلت دے۔انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہی ہو، تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو، جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔‘‘(10)

سوال1:﴿ قَالَتۡ رُسُلُہُمۡ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ﴾’’ان کے رسولوں نے کہا کہ کیا اس اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شک ہے جوآسمانوں اورزمین کو پیدا کرنے والا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَتْ رُسُلُهُمْ ﴾'' ان کے رسولوں نے کہا''یعنی رسولوں نے اپنی کافرقوموں سے کہا۔**(2)**﴿ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ ﴾'' کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے''یعنی کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید میں شک ہے اوراس میں کہ وہ زمین وآسمان کو بنانے والا ہے۔**(3)**اللہ تعالیٰ کے وجود اوراس کی توحید میں تو کوئی شک نہیں ،اللہ تعالیٰ کا وجود تو سب سے واضح ہے۔تمہارے ضمیر اسی کو پکار رہے ہیں۔**(4)**﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾'' جوآسمانوں اورزمین کو پیدا کرنے والا ہے''یعنی جس کے وجود پرتمام اشیاء کے وجود کا دارومدار ہے۔تواس کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں جومعلوم ہو،حتیٰ کہ امورمحسوسہ بھی اس کی تائیدنہیں کرتے۔اس لئے انبیاء ومرسلین نے ان کواس طرح خطاب فرمایاہے کہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔(تفسیرسعدی:2/1339,1340)

سوال2:﴿ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾'' وہ تمہیں بلاتا ہے تا کہ تمہارے گناہوں کومعاف کردے اورتمہیں ایک مدت مقررہ تک مہلت دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ يَدْعُوْكُمْ ﴾'' وہ تمہیں بلاتا ہے''وہ تمہیں ایمان اورعمل صالح کی دعوت دیتا ہے۔**(2)**﴿ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ﴾'' تا کہ تمہارے گناہوں کومعاف کردے''یعنی تمہارے اورتمہارے رب کے درمیان جوبھی چھوٹے بڑے گناہ ہیں ان کووہ بخش دے گا۔جہاں تک لوگوں پر کیے جانے والے مظالم کا تعلق ہے تو وہ ان کی طرف لوٹادیئے جائیں گے تا کہ تم ان سے معاف کروالو۔(ایسرالتفاسیر:722,721)**(3)**رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ﴾ اوراس سے ڈرکر رہواورمیری اطاعت کرو، وہ تمہارے گناہوں میں سے معاف کردے گا۔(نوح:3,4)**(4)**﴿ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ﴾ اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرلواوراس پرایمان لے آؤوہ تمہارے گناہوں سے تمہیں معاف فرمائے گا۔(الاحقاف:31)**(5)**﴿ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾'' اورتمہیں ایک مدت مقررہ تک مہلت دے گا''یعنی موت کے وقت تک تمہیں مہلت دے گا۔**(6)** یعنی تمہیں رسول کی دعوت پرلبیک کہنے کے اجرمیں دنیاوی اوراخروی ثواب عطا کرے۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس لئے دعوت نہیں دی کہ تمہاری عبادت سے مستفید ہو بلکہ تمہاری عبادت کا فائدہ تمہاری ہی طرف لوٹے گا۔انہوں نے اپنے رسولوں کی دعوت کواس طرح ٹھکرادیا جیسے جاہل اوربے وقوف لوگ ٹھکراتے ہیں۔(تفسیرسعدی:2/1340)

سوال3:﴿ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾'' انہوں نے کہا کہ تم اورکچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالُوْٓا ﴾انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا۔**(2)**﴿ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾'' کہ تم اورکچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہی ہو'' جب صورت اورہیئت میں ہمارے جیسے انسان ہوفرشتے نہیں ہوتو تمہیں نبوت کی وجہ سے ہم پر کیسے فضیلت حاصل ہوسکتی ہے؟تمہارے کہنے سے ہم تمہیں رسول کیسے مان سکتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 4: ﴿ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو، جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا ﴾ ''تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو'' تم چاہتے ہو کہ ہمیں روک دو ہمیں بتوں کی عبادت سے پھیر دو۔(2) ﴿ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴾ ''جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے'' یعنی ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کی عبادت کو کیسے ترک کر سکتے ہیں؟ آپ کی رائے پر ہم آپ کی اطاعت کیسے کر سکتے ہیں؟(3) ﴿ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ'' یعنی ایسی واضح دلیل، ایسا معجزہ، ایسی حجت پیش کرو کہ ہم پر حقیقت کھل جائے۔

﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾

''ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم کچھ نہیں مگر تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے پاس اذن الٰہی کے بغیر کوئی دلیل لائیں اور اللہ تعالیٰ ہی پر تو لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں۔''(11)

سوال 1: ﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم کچھ نہیں مگر تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ ﴾ ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا'' ان کے رسولوں نے ان کے اعتراضات اور مطالبات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔(2) ﴿ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ ''ہم کچھ نہیں مگر تمہارے ہی جیسے انسان ہیں'' یعنی واقعی ہم تمہاری طرح ایک انسان ہیں۔(3) ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے'' مگر تمہارا اعتراض اس کو غلط ثابت نہیں کر سکتا جو ہم لے کر آئے ہیں۔(4) جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی وحی اور رسالت سے نواز دیا، تو یہ اس کا فضل واحسان ہے اور کسی کے بس میں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کو روک سکے اور اس کو اس کی نوازشوں سے منع کر سکے۔ تم اس چیز میں غور کرو جو ہم تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اگر وہ حق ہے تو اسے قبول کر لو اور اگر وہ حق نہیں ہے تو بے شک اسے ٹھکرا دو۔ مگر ہم جو کچھ لے کر آئے اسے ٹھکرانے کے لئے ہمارے حال کو اپنے لئے دلیل نہ بناؤ۔(تفسیر سعدی:2/1340)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿وَمَا كَانَ لَنَآ اَنۡ نَّاۡتِيَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ ''اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے پاس اذن الٰہی کے بغیر کوئی دلیل لائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ لَنَآ اَنۡ نَّاۡتِيَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ﴾ ''اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے پاس کوئی دلیل لائیں'' یہ ہمارے بس میں نہیں کہ ہم کوئی دلیل، کوئی حجت، کوئی برہان لے آئیں جس کے ذریعے تمہیں دعوت دیں۔(جامع البیان:195/13)(2)﴿اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ ''اذن الٰہی کے بغیر'' وہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اگر وہ چاہے تو تمہارے پاس معجزہ نہ لائے، اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اپنی حکمت اور رحمت کے تقاضے کے مطابق کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1341/2)(3)یعنی سوائے اس کے کہ اس پر ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔(جامع البیان:195/13)

سوال3:﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی پر تو لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی پر'' یعنی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔(2)یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نہیں۔(3)﴿فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں'' یعنی ایمان والا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اس پر اعتماد کرتا ہے، اسی پر توکل کرتا ہے۔(4) وہ اپنے مصالح کے حصول اور ضرر کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کفایت تامہ، قدرت کاملہ اور بے پایاں احسان کا مالک ہے۔ جلب مصالح اور دفع ضرر میں آسانی پیدا کرنے میں اہل ایمان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور ان کا توکل ان کے ایمان کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے توکل کا وجوب مستفاد ہوتا ہے۔ نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ توکل لوازمات ایمان اور بڑی بڑی عبادات میں شمار ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے کیونکہ تمام عبادات توکل پر موقوف ہیں۔(تفسیر سعدی:1341/2)(5)مفسرین لکھتے ہیں کہ داعی الی اللہ کو ہر حال میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر قوت وعزیمت کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔(تیسیر الرحمن:726/1)(6)سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ رات میں یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے تو آسمان وزمین کا مالک ہے۔ حمد تیرے لیے ہے تو آسمان وزمین کا قائم کرنے والا ہے اور ان سب کا جو اس میں ہیں تیرے ہی لیے حمد ہے تو آسمان وزمین کا نور ہے۔ تیرا قول حق ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تیری ملاقات سچ ہے اور تیری جنت سچ ہے اور دوزخ سچ ہے۔ اے اللہ! میں نے تیرے ہی سامنے سر جھکا دیا میں تجھ پر ایمان لایا، میں نے تیرے ہی اوپر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا۔ میں نے تیری ہی مدد کے ساتھ مقابلہ کیا اور میں تجھ سے ہی انصاف کا طلب گار ہوں۔ پس تو میری مغفرت کر، ان تمام گناہوں میں جو میں پہلے کر چکا ہوں اور جو بعد میں مجھ سے صادر ہوئے ہوں جو میں نے چھپا رکھے ہیں اور جن کا میں نے اظہار کیا ہے، تو ہی میرا معبود ہے اور تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور تو حق ہے اور تیرا کلام حق ہے۔(صحیح بخاری:7385)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿وَ مَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۱۲﴾

''اورہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے ہمیں ہمارے راستے دکھائے ہیں؟اور جو بھی تکلیف تم ہمیں دو گے اس پر یقیناً ہم ضرور صبر کریں گے پس بھروسہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں۔''(12)

سوال1: ﴿وَمَالَنَآ اَلَّانَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا﴾ ''اورہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے ہمیں ہمارے راستے دکھائے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَالَنَآ اَلَّانَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اورہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں''یعنی ہمارا راستہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عظمت کی پہچان اور اس کی بادشاہی کی عزت کی طرف لے جاتا ہے تو کون سی چیز ہمیں مجبور کر سکتی ہے کہ ہم اس پر توکل نہ کریں جو قوت والا اور غلبے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:722)**(2)** ﴿وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا﴾ ''حالانکہ اس نے ہمیں ہمارے راستے دکھائے ہیں''یعنی کون سی چیز ہمیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے سے روک سکتی ہے حالانکہ ہم واضح حق اور ہدایت پر ہیں اور جو کوئی حق اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو یہ ہدایت اس کے لئے توکل کی تکمیل کی موجب بنتی ہے۔اسی طرح یہ معلوم ہونا کہ،اللہ تعالیٰ راہ ہدایت پر چلنے والے کے بوجھ کی کفالت کرتا اور اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے،توکل کی دعوت دیتا ہے۔اس کے برعکس جو کوئی حق اور ہدایت کی راہ اختیار نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی کفالت وکفایت کا ضامن نہیں ہوتا،پس اس کا حال متوکل کے حال کے برعکس ہوتا ہے۔اس آیت کریمہ میں،انبیاء ومرسلین کی طرف سے گویا اپنی قوم کے لئے ایک عظیم معجزے کی طرف اشارہ ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کی قوم غالب حالات میں،اقتدار اور غلبہ کی مالک ہوتی ہے۔اس کے رسول ان کو مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ ان کی چالوں اور سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی کفایت کا پورا یقین ہے اور کفار کی انبیاء ومرسلین کی بیخ کنی کی خواہش اور نور حق کو بجھانے کی حرص کے باوجود،اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کی کفایت کی اور انہیں کفار کے مکر وکید سے بچایا۔﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾ اور آپ ان پر نوح کی خبر پڑھ دیں جب اس نے اپنی قوم سے کہا:اے میری قوم!اگر اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا تم پر بھاری گزرا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے،سو تم اپنے معاملے کا اپنے شریکوں سمیت کوئی متفقہ فیصلہ کرو پھر تمہارا معاملہ تم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر چھپا نہ رہے پھر مجھ پر کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔(یونس:71)اسی طرح ھود نے اپنی قوم سے کہا:﴿ اِنِّیۡۤ اُشۡہِدُ اللّٰہَ وَ اشۡہَدُوۡۤا اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ ۙ﴿۵۴﴾ مِنۡ دُوۡنِہٖ فَکِیۡدُوۡنِیۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ لَا تُنۡظِرُوۡنِ ﴾ یقیناً میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔(ھود:54,55)(تفسیر سعدی:2/1342)

سوال2:﴿ وَ لَنَصۡبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیۡتُمُوۡنَا ﴾ ''اور جو بھی تکلیف تم ہمیں دو گے اس پر یقیناً ہم ضرور صبر کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جو بھی تکلیف تم ہمیں دو گے اس پر یقیناً ہم ضرور صبر کریں گے''یعنی تمہاری زبانوں اور ہمارے ہاتھوں سے جو تکالیف پہنچتی ہیں اس بارے میں ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کریں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم سے ہمارا انتقام لے لے۔(ایسر التفاسیر:722)

سوال3: ایذاؤں پر صبر کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب:(1) ایذاؤں پر صبر کے نتیجے میں مومن کمزوری نہیں دکھاتا۔**(2)** جدوجہد میں کمی نہیں ہوتی۔**(3)** انسان شک میں گرفتار نہیں ہوتا۔**(4)** مخالف قوتیں مباحثہ اور مجادلہ چھوڑ دیتی ہیں۔

سوال4:﴿ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ﴾ ''پس بھروسہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''پس بھروسہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں''یعنی جب وہ ہر اعتماد کرنے والے کا کفیل ہے اور اس پر توکل کرنے والے اپنے معاملات اس کے سپرد کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:722)**(2)** اللہ تعالیٰ پر توکل ہر بھلائی کی کنجی ہے۔آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاء ومرسلین توکل کے بہترین مطالب اور بلندترین مراتب پر فائز ہیں اور وہ ہے اقامت دین میں،اللہ تعالیٰ کی مدد میں،اس کے بندوں کی راہ نمائی اور ان سے گمراہی کے ازالے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اور یہ کامل ترین توکل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1342)**(3)** سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جیسے میں (اس وقت) رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ ایک پیغمبر (سیدنا نوح علیہ السلام) کی حکائیت بیان کررہے تھے ان کی قوم والوں نے ان کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا وہ اپنے منہ سے خون پونچھتے تھے اور یوں دعا کرتے جاتے پروردگار میری قوم کو بخش دے وہ نادان ہیں۔(بخاری:6929)**(4)** ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ پر احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن کوئی گزرا ہے؟ فرمایا: تیری قوم کی طرف سے اور تو جو تکلیفیں پہنچیں مگر سب سے بڑھ کر سخت دن وہ تھا جب میں نے طائف میں عبد یالیل کے بیٹے کے سامنے دعوت رکھی اور اس نے اسے رد کر دیا اور اس درجہ صدمہ ہوا کہ قرن الثعالب کے مقام تک جا کر بمشکل طبیعت سنبھلی۔زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے آپ کے نڈھال اور بے ہوش ہو جانے پر طائف سے کندھوں پر آپ کو اٹھا کر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شہر کے باہر پہنچایا، دل اندوہ گیں کے ساتھ عرض کرنے لگے آپ ان لوگوں کے لیے خدا سے بددعا کریں۔فرمایا: میں ان کے لیے کیوں بددعا کروں۔اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ ان کی نسلیں ضرور خدائے واحد کی پرستار ہوں گی۔اسی سفر میں جبرائیل آتے ہیں اور اطلاع دیتے ہیں کہ پہاڑوں کا انچارج فرشتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔اگر آپ اشارہ کریں تو وہ ان پہاڑوں کو آپس میں ملا دے جن کے درمیان مکہ اور طائف واقع ہے اور دونوں شہروں کو پیس کر رکھ دے۔(محسن انسانیت:212)

رکوع نمبر:15

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ(13) ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یقیناً ہم تمہیں ضرور اپنی زمین سے نکال دیں گے یا لازماً تم ضرور ہماری ملت میں واپس آؤ گے، تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی یقیناً ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔''(13)

سوال1: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یقیناً ہم تمہیں ضرور اپنی زمین سے نکال دیں گے یا لازماً تم ضرور ہماری ملت میں واپس آؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافر قوموں کی جانب سے رسولوں کو دی جانے والی دھمکی کے بارے میں خبر دی گئی ہے۔**(2)** ﴿ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ ﴾ ''یقیناً ہم تمہیں ضرور اپنی زمین سے نکال دیں گے'' یعنی ہم تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیں گے جیسا کہ شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان سے اور ایمان والوں سے کہا ﴿ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ ﴾ اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ضرور بہ ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے۔(الاعراف:88)**(3)** اور لوط علیہ السلام کی قوم نے کہا ﴿ اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ﴾ اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔(النمل:56)**(4)** مشرکین قریش کے بارے میں رب العزت نے خبر دی ﴿ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ اور بلاشبہ قریب تھا کہ وہ ضرور اس زمین سے آپ کے قدم اکھاڑ دیں تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور تب آپ کے پیچھے وہ بہت کم ٹھہر پائیں گے۔(بنی اسرائیل:76)**(5)** ﴿ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ﴾ ''یا لازماً تم ضرور ہماری ملت میں واپس آؤ گے'' یہ انبیاء کی دعوت کو ٹھکرانے کا سب سے زیادہ بلیغ طریقہ ہے اور اس کے بعد ان پر کوئی امید باقی نہیں رہتی۔کیونکہ انہوں نے ہدایت ہی سے روگردانی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے رسولوں کو ان کے وطن سے نکال دینے کی بھی دھمکی دی اور وطن کو صرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنی طرف منسوب کیا، ان کا زعم تھا کہ وطن پر رسولوں کا کوئی حق نہیں اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روئے زمین پر پھیلایا اور ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا اور زمین اور زمین کی ہر چیز کو ان کے لئے مسخر کر دیا، اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ان چیزوں سے مدد لیتے ہیں۔ پس جو کوئی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں استعمال کرتا ہے یہ اس کے لئے جائز ہیں اور اس پر کوئی گرفت نہیں اور جو کوئی ان کو کفر اور مختلف قسم کے گناہ اور معاصی میں استعمال کرتا ہے تو یہ اشیاء اس کے لئے خالص ہیں نہ اس کے لئے حلال ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دشمنان انبیاء، درحقیقت زمین کی کسی شے کے مالک نہیں، وہ زمین سے جس سے وہ انبیاء کرام کو جلاوطن کرنے کی دھمکی دیتے ہیں اس کی کسی چیز کے بھی مالک نہیں۔ (تفسیر سعدی: 1343/2) (6) پیغمبر کی قوم نے دعوت دین سے اپنے بڑوں اور ان کے دین پر زد پڑتے دیکھی تو وہ ان سے بگڑ گئے۔ قوم کے افراد دلائل سے دعوت کو رد نہیں کر سکتے تھے لیکن ان کے پاس اختیارات تھے، اس لئے انہوں نے یہ فیصلہ کیا جس دعوت کا جواب دلیل سے نہیں دے سکے، طاقت کے زور سے اس کو روک دیں۔ لہٰذا انہوں نے جلاوطن کرنے کی دھمکی دے دی۔ (7) ہر پیغمبر کی قوم اسلام کے مقابلے میں جاہلیت کی علمبردار رہی ہے اور کوئی غیر اسلامی جاہلانہ نظام اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ اسلام کے پاس کوئی مستقل اقتدار اور اپنی قیادت ہو۔ اسی لئے پیغمبروں کی قوم نے ان سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ دعوت دینا بند کر دیں بلکہ یہ کہا کہ ہماری ملت میں واپس آجاؤ تاکہ اسلام کا کوئی مستقل وجود باقی نہ رہے۔

سوال 2: ﴿فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡہِمۡ رَبُّہُمۡ لَنُہۡلِکَنَّ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ ''تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی یقیناً ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡہِمۡ رَبُّہُمۡ﴾ ''تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی'' جب رسولوں کے خلاف ان کی قوموں کی سازشیں ایسے مقام پر پہنچ گئیں تو اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مدد کرے اور اپنا حکم نافذ کر دے۔ (2) ﴿لَنُہۡلِکَنَّ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ ''یقیناً ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے'' یعنی ظالموں کو جو شرک اور فساد کرتے ہیں، انہیں عذاب کی مختلف قسموں سے ہلاک کر دے گا۔ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ سَبَقَتۡ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝ اِنَّہُمۡ لَہُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ ۝ وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ۝﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی صادر ہو چکا۔ یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے۔ (الصّٰفّٰت: 171,173) (4) ﴿کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ ؕ﴾ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔ (المجادلۃ: 21) (5) امام رازی لکھتے ہیں کہ اہل حق ہر زمانے میں کم ہوا کرتے ہیں، اور اہل باطل کی کثرت رہی ہے، اور حق کا چراغ بجھانے کے لیے ہمیشہ آپس میں تعاون کرتے رہے ہیں، اسی لئے انہوں نے کبر و غرور میں انبیاء کو ایسی دھمکی دی، تو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو اطمینان دلایا اور کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں، ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے، اور زمین کا مالک آپ ہی کو بنائیں گے۔ (تیسیر الرحمٰن: 726,727/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ(14) ﴾

''اور یقیناً ہم ان کے بعد تمہیں ضرور زمین میں بسائیں گے، یہ اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔''(14)

سوال1: ﴿ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ''اور یقیناً ہم ان کے بعد تمہیں ضرور زمین میں بسائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور یقیناً ہم ان کے بعد تمہیں ضرور زمین میں بسائیں گے'' یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء سے وعدہ ہے کہ کافر قوم کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائے گا۔(2) یہ وعدہ محمد ﷺ سے بھی ہے کہ مشرکوں کے معاملے میں اسی طرح صبر کریں جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا تھا کیونکہ کافروں کا انجام ہلاکت ہے۔رب العزت نے فرمایا﴿ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴾ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔(الاحزاب:62)(جامع البیان:197/14)(3)﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾ اور بلاشبہ یقیناً زبور میں ہم نے اس نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔(الانبیاء:105)(4)﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ﴾ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔(المجادلہ:21)

سوال2: ﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ ﴾ ''یہ اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ ذٰلِكَ ﴾ یہ انجام یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت۔(2)﴿ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ ﴾ ''اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے'' یعنی جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔(3)﴿ وَخَافَ وَعِیْدِ ﴾ ''اور میری وعید سے ڈرے'' اور رسولوں کا انکار کرنے والوں اور میری عبادت میں شرک کرنے والوں کے لیے میرے عذاب دینے سے ڈر گیا۔(ایسر التفاسیر:722)(3) یعنی قرآن میں جو وعیدیں ہیں ان سے ڈر گیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر گیا۔(فتح القدیر:125/3)(4) یعنی یہ اچھا انجام جس سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل اور ان کے پیروکاروں کو بہرہ ور کیا، اس شخص کی جزا ہے۔لمن خاف مقامی یعنی جو دنیا میں، میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اس شخص کی مانند خوف کھاتا ہو جسے علم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔وخاف وعید یعنی میری وعید سے ڈرتا ہو جو میں نے اپنے نافرمانوں کو سنائی ہے، پس یہ ڈر اس بات کا موجب ہے کہ وہ ان امور سے رک جائے جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور ان کی طرف سبقت کرے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1343/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہی کا خوف اور اللہ تعالیٰ کی وعید کا خوف انسان کی زندگی میں کیا تبدیلی پیدا کرتا ہے؟

جواب:(1) جواب دہی اور وعید کے خوف کی وجہ سے ایک انسان کے اندر کی سرکشی ختم ہوتی ہے۔**(2)** اس کی وجہ سے انسان ظلم کرنے سے رکتا ہے۔**(3)** اس کی وجہ سے انسان خود فساد سے بچتا ہے اور زمین میں فساد کے پھیلاؤ کو روکتا ہے۔**(4)** اس کی وجہ سے انسان خود ظلم کرنے سے رکتا ہے اور دوسروں کو ظلم کرنے سے روکتا ہے۔

﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۱۵﴾

''اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش، عناد رکھنے والا نامراد ہو گیا۔''(15)

سوال1: ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۱۵﴾ ''اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش، عناد رکھنے والا نامراد ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا﴾ ''اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا'' یعنی انبیاء نے فتح کی دعا مانگی یا خود انبیاء کی قوموں نے اپنے اوپر بددعا کی جیسا کہ ابوجہل نے بدر کی جنگ پر جانے سے پہلے کعبے کے پردے پکڑ کر یہ دعا کی تھی۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۲﴾ اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔(الانفال:32) **(2)** یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور دشمنوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے جلدی فیصلہ طلب کیا تھا تو وہ ان کے پاس آ گیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔**(3)** ﴿وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ ''اور ہر سرکش، عناد رکھنے والا نامراد ہو گیا'' یعنی ظالم، سرکش، حق کی مخالفت کرنے والے نے خسارہ پایا جو اللہ تعالیٰ، اس کے بندوں اور حق کے مقابلے میں سرکشی دکھاتا ہے اور زمین میں فساد کرتا ہے۔ جو انبیاء سے بغض رکھتا ہے، ان کی مخالفت کرتا ہے اور تکبر کرنے کی وجہ سے دنیا و آخرت میں ناکام ہو جاتا ہے۔**(4)** سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک گردن قیامت کے دن دوزخ سے نکلے گی، اس کی دو آنکھیں ہوں گی کہ دیکھتی ہوں گی اور دو کان ہوں گے کہ سنتے ہوں گے اور ایک زبان کہ بولتی ہوگی، وہ کہے گی کہ میں تین قسم کے لوگوں کے لیے مقرر ہوئی ہوں، ایک جبار و سرکش، دوسرے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا اور تیسرے مصور لوگ۔(ترمذی:2574)

﴿مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝۱۶﴾

''اس کے پیچھے جہنم ہے اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے۔''(16)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿مِّنۡ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسۡقٰى مِنۡ مَّآءٍ صَدِيۡدٍ ۙ﴾ ''اس کے پیچھے جہنم ہے اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مِّنۡ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ﴾ ''اس کے پیچھے جہنم ہے''یعنی ہر جبار کے آگے جہنم منتظر ہے۔وہ اپنی ہلاکت کے بعد ضرور اس میں داخل ہوں گے۔(2)جہنم ہر حق کے دشمن کی گھات میں ہے۔(3)﴿وَيُسۡقٰى مِنۡ مَّآءٍ صَدِيۡدٍ ۙ﴾ ''اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے''مجاہد نے کہا:صدید کا معنی پیپ اور لہو ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)(4)سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿وَيُسۡقٰى مِنۡ مَّآءٍ صَدِيۡدٍ ۙ يَّتَجَرَّعُهٗ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ ماءصدید(پیپ کا پانی)جب دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا تو وہ اس سے نفرت کرے گا پھر اور قریب کیا جائے گا تو چہرہ کو بھون ڈالے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی پھر جب اسے پیئے گا تو انتڑیاں کاٹ ڈالے گا اور پائخانے کے مقام سے باہر نکل جائے گا۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ذیل کی آیات تلاوت فرمائیں اول سورۃ محمد کی آیت15﴿وَسُقُوۡا مَآءً حَمِيۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ﴾ دوسری سورۃ کہف کی آیت29﴿وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا﴾(مشکوۃ المصابیح:503)

﴿يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيۡغُهٗ وَيَاۡتِيۡهِ الۡمَوۡتُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيۡظٌ ؕ﴾

''وہ اس کا گھونٹ گھونٹ پیے گا لیکن قریب بھی نہ ہوگا کہ حلق سے اتارے اور موت اس پر ہر طرف سے آئے گی حالانکہ وہ مرنے والا نہیں ہوگا اور اس کے پیچھے ایک سخت عذاب ہے۔''(17)

سوال1:﴿يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيۡغُهٗ﴾ ''وہ اس کا گھونٹ گھونٹ پیے گا لیکن قریب بھی نہ ہوگا کہ حلق سے اتارے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَّتَجَرَّعُهٗ﴾ ''وہ اس کا گھونٹ گھونٹ پیے گا''یعنی پیاس کی شدت کی وجہ سے گھونٹ گھونٹ پیئے گا۔(2)﴿وَلَا يَكَادُ يُسِيۡغُهٗ﴾ ''لیکن قریب بھی نہ ہوگا کہ حلق سے اتارے'' کیونکہ جب وہ منہ کے قریب لے کر جائے گا تو وہ منہ کو جلا دے گا اور پیٹ میں جانے کے لیے جہاں سے گزرے گا انتڑیاں کاٹ دے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَسُقُوۡا مَآءً حَمِيۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ﴾ اور ان کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔(محمد:15)(3)﴿وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ﴾ اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔(الکھف:29)(4)﴿هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيۡنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۙ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ۚ فَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۙ هٰذَا ۙ فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ وَّغَسَّاقٌ ۙ وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ ۙ﴾ یہ ہے بدلہ، اور بلاشبہ سرکشوں کا یقیناً بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔جہنم جس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی یہ برا بچھونا ہے۔بدلہ،سو اسے وہ چکھیں،کھولتا ہوا پانی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیپ۔اوراس شکل کی دوسری اورکئی قسمیں ہیں۔(ص:55۔58)

سوال2: ﴿ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴾ ''اورموت اس پر ہرطرف سے آئے گی حالانکہ وہ مرنے والانہیں ہوگا اوراس کے پیچھے ایک سخت عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ﴾ ''اورموت اس پر ہرطرف سے آئے گی حالانکہ وہ مرنے والانہیں ہوگا''یعنی ہر عذاب اتنا سخت عذاب ہوگا کہ انہیں لگے گا کہ اب موت آگئی مگر اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق موت نہیں آئے گی۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٣٧﴾ ﴾ نہ ان پر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مرجائیں اور نہ ہی جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہرناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔اور وہ اس میں چیخ رہے ہوں گے،اے ہمارے رب! ہمیں نکال اس کے برعکس ہم نیک عمل کریں گے، جو ہم کیا کرتے تھے۔اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کرسکتا تھا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آچکا تھا، چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔(فاطر:36,37)**(2)** سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی یعنی'' اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا کے گھر میں ٹپکا دیا جائے تو اہل دنیا پر ان کی معیشت بگڑ جائے پھر اس کا کیا حال ہوگا جس کی وہ غذا ہوگی؟؟؟(ترمذی:2585)**(3)** سیدنا نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عذاب کے اعتبار سے سب سے کم وہ شخص ہوگا جس کے دونوں قدموں کے نیچے آگ کا انگارہ رکھا جائے گا اور اس کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔(صحیح بخاری:6561,6562)**(4)** سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ دوزخیوں میں سے کچھ کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور ان میں سے کچھ کو ان کے گھٹنوں تک اور ان میں سے کچھ کو ان کی کمروں تک اور ان میں سے کچھ کو ان کی گردن تک آگ پکڑے گی۔(صحیح مسلم:7169)**(5)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) ستر واں حصہ ہے ،کسی نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! (کفار اور گنہگاروں کے عذاب کے لئے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ بہت تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی آگ کے مقابلے میں جہنم کی آگ انہتر گنا بڑھ کر ہے۔''(صحیح بخاری:3265)**(6)** ﴿ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴾ ''اوراس کے پیچھے ایک سخت عذاب ہے''یعنی ہر حق کے دشمن کے پیچھے سخت عذاب ہوگا جس کی شدت کو رب العزت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿ مَّثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۸﴾

''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔''(18)

سوال 1: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا مثال ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے اعمال کی مثال دی ہے جو اپنے رب کو جھٹلاتے ہیں، اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔**(2)** ﴿اَعْمَالُهُمْ﴾ ''ان کے اعمال کی'' ان اعمال سے مراد یا تو وہ اعمال ہیں جو بظاہر اچھے ہیں یا وہ جو اپنے رب کی خاطر کیے مثلاً صلہ رحمی، والدین سے حسن سلوک، قیدیوں کو چھڑانا، قربانیاں وغیرہ۔**(3)** ﴿كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ﴾ ''اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے'' ان کے عملوں کی عمارت کی بنیاد راکھ ہے یعنی ان اعمال سے نفع نہیں اٹھایا جا سکتا جیسے راکھ سب سے گھٹیا اور ہلکی چیز ہے۔ جیسے آندھی والے دن سخت ہوا سے راکھ میں سے کچھ باقی نہیں رہتا، ایسے ہی کافروں کے اعمال کا بھی انہیں کوئی ثواب ملنے والا نہیں۔

سوال 2: ﴿لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۸﴾ ''جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ﴾ ''جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے'' یعنی وہ اپنے اعمال کا ثواب نہیں پا سکیں گے کیونکہ وہ شرک پر مبنی باطل اعمال ہیں۔(ایسر التفاسیر:723)**(2)** سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کسی مؤمن سے ایک نیکی کا بھی ظلم نہیں کرے گا۔ دنیا میں اسے اس کا بدلہ عطا کیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسے اس کا بدلہ عطا کیا جائے گا اور کافر کو دنیا میں ہی بدلہ عطا کر دیا جاتا ہے جو وہ نیکیاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آخرت میں فیصلہ ہوگا تو اس کے لیے کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔(مسلم:7089)**(3)** ﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۸﴾ ''یہی دور کی گمراہی ہے'' یعنی یہ کوشش اور عمل جس کی نہ کوئی بنیاد ہے اور نہ استقامت، یہاں تک کہ وہ اپنے ثواب کو مفقود پائیں گے۔ یہ حق سے دور کی گمراہی ہے۔(تفسیر مراغی:119/5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝۲۳﴾ اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اسے اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔(الفرقان:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

23)(4)﴿ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾اس کی مثال جووہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں،اس ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں شدید سردی ہو،جوایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچی جنہوں نے اپنی جانوں پرظلم کیا،تواس نے اسے تباہ وبرباد کردیا،اللہ تعالیٰ نے ان پرظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پرخودظلم کرتے ہیں۔(آل عمران:117)

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ ﴾

’’کیا آپ نے دیکھانہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اورزمین کو بلاشبہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟اگروہ چاہےتوتم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔‘‘(19)

سوال1:﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ﴾’’کیا آپ نے دیکھانہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اورزمین کو بلاشبہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾’’کیا آپ نے دیکھانہیں؟‘‘اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کومتنبہ فرمایا ہے۔**(2)﴿ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ﴾**’’اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اورزمین کو بلاشبہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے‘‘اگرمخلوق غورکرے کہ وہ ہستی کتنی عظیم ہے جس نے وسعتوں والے آسمان اورزمین کو پیدا کیا ہےتووہ یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پرقدرت رکھتا ہے تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے۔**(3)**وہ جس نے عظیم آسمان بنائے،جس نے متضادحرکتیں رکھیں،بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں،وہ جوسب کچھ پیدا کرکے تھکانہیں،یقیناًوہ مردوں کوزندہ کرنے پرقدرت رکھتا ہے۔

سوال2:﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ ﴾’’اگروہ چاہےتوتم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ ﴾’’اگروہ چاہےتوتم لوگوں کو لے جائے‘‘یعنی وہ تمہیں معدوم کردے اورتمہارے آثارمٹادے۔(المحرر الوجیز:332/3)**(2)﴿ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ ﴾**’’اور ایک نئی مخلوق لے آئے‘‘یعنی ایسے لوگوں کو لے آئے جواس کی توحید کو ماننے والے،اس کے اطاعت گزارہوں۔**(3)**رب العزت نے فرمایا:﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾اورکیا بھلاانہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا اور جوان کی تخلیق سے تھکانہیں،اس پرقادر ہے کہ وہ مردوں کوزندہ کرے؟ہاں!یقیناًوہ ہرچیز پرپوری قدرت رکھنے والا ہے۔(الاحقاف:33)

﴿ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے۔''(20)

سوال1: ﴿وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَّمَا ذٰلِكَ﴾ یعنی موت کے بعد زندگی دینا، ایک قوم کے بعد دوسری کو اٹھانا۔(2) ﴿عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ پر'' یعنی وہ رب جو آسمانوں اور زمین کو تخلیق کرسکتا ہے۔جس کے لئے طوفانوں سے ہر چیز کا اڑا دینا ممکن ہے۔اس کے لیے کسی قوم کو اٹھانا یا گرانا مشکل نہیں۔ (3) ﴿بِعَزِيْزٍ﴾ ''بالکل بھی دشوار'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بہت آسان ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝﴾ تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(لقمان:28)(4) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا اور وہ اس پر آسان ترین ہے۔(الروم:27)

﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝﴾

''اور یہ سب لوگ جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ یقیناً ہم تمہارے پیروکار تھے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ہمارے کچھ بھی کام آنے والے ہو؟ وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمہاری راہ نمائی کرتے ہم بے قرار ہوں یا صبر کریں ہم پر یکساں ہے، ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔''(21)

سوال1: ﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''اور یہ سب لوگ جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور یہ سب لوگ جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے'' یعنی قیامت کے دن سب اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔(2) قیامت کے دن تمام انسان، مومن، کافر، نیک اور برے لوگ سب اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کے سامنے پیش ہوں گے۔(3) سب ایک ہموار زمین پر کھڑے ہوں گے جس میں کوئی نہ خود چھپ سکے گا، نہ اس کے معاملات۔

سوال2: ﴿فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ یقیناً ہم تمہارے پیروکار تھے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ہمارے کچھ بھی کام آنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا﴾ ''تو کمزور لوگ کہیں گے'' یعنی پیروی کرنے والے کہیں گے۔(2) ﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا﴾ ''ان سے جو بڑے بنے ہوئے تھے'' یعنی ان لوگوں کو جن کی دنیا میں پیروی کی جاتی تھی، جو گمراہی میں لوگوں کی راہ نمائی کرتے تھے۔(3) ﴿اِنَّا كُنَّا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿لَكُمْ تَبَعًا﴾ ''کہ یقیناً ہم تمہارے پیروکار تھے''یعنی ہم تو تمہارا ہر حکم خوشی سے مانتے تھے۔یعنی تمہارے کہنے سے ہم بتوں کی عبادت کرتے تھے،تمہارے حکم سے ہی ہم رسولوں کی بات نہیں مانتے تھے۔(4)﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ہمارے کچھ بھی کام آنے والے ہو؟''یعنی کیا اب تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہمیں بچا سکتے ہو،خواہ تھوڑا سا ہی بچالو۔

سوال 3: ﴿قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ﴾ ''وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمہاری راہ نمائی کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے''یعنی ان کے سردار کہیں گے جیسے ہم سیدھے راستے سے بھٹک گئے تھے،تمہیں بھی بھٹکا دیا۔(2)﴿لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمہاری راہ نمائی کرتے''یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں ایمان کی،نجات کے راستے کی،عذاب سے بچنے کی توفیق دی ہوتی تو ہم تمہیں بھی ہدایت دے دیتے۔

سوال 4: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۲۱﴾ ''ہم بے قرار ہوں یا صبر کریں ہم پر یکساں ہے،ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ﴾ ''ہم پر یکساں ہے''یعنی ہم پر تو ہمارے رب کی بات واجب ہو چکی،ہم پر تقدیر غالب آ گئی ہے۔(2)یعنی کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی،اب کچھ نہیں ہو سکتا۔(3)﴿اَجَزِعْنَا﴾ ''آیا ہم بے قرار ہوں''ہم عذاب کی وجہ سے جزع فزع کریں۔(4)﴿اَمْ صَبَرْنَا﴾ یا اس عذاب پر صبر کر جائیں۔(5)﴿مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۲۱﴾ ''ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' کوئی جائے پناہ نہیں جہاں ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر جا سکیں۔(6)سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:دوزخی پہلے رونے پیٹنے کی صلاح کریں گے،چنانچہ وہ پانچ سو برس تک خوب روئیں پیٹیں گے لیکن جب دیکھیں گے کہ کوئی فائدہ نہیں ہوا تو صبر کرنے کی صلاح کریں گے،چنانچہ پانچ سو برس تک صبر کئے رہیں گے۔پھر جب دیکھیں گے کہ اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا تو کہیں گے:﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۲۱﴾ (قرطبی)(اشرف)(7)﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝۴۷ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝۴۸﴾ رب العزت نے فرمایا:اور جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑے کریں گے تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے:''یقیناً ہم تمہارے پیچھے چلنے والے تھے،تو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹانے والے ہو؟''جو لوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے:''یقیناً ہم سب اس میں پڑے ہیں،یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان بلاشبہ فیصلہ کر چکا ہے۔''(غافر:47,48)(8)﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝۶۷ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝۶۸﴾ اور کہیں گے:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں دوہرا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔'' (الاحزاب:67,68)

رکوع نمبر:16

﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (22) ﴾

''اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔'' (22)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ﴾ ''اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ ﴾ ''اور شیطان کہے گا'' یعنی بنی آدم کا دشمن جو دنیا میں ہونے والی ہر برائی کا سبب ہے، وہ اہل جہنم سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں افسوس دلانے کے لیے کہے گا۔ **(2)** ﴿ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ ﴾ ''جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا'' یعنی جب جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے۔ **(3)** ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا'' یعنی جو ایمان لا کر نیک عمل کرے گا، شرک اور نافرمانیوں سے بچے گا میں اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو کفر، شرک اور نافرمانیاں کرے گا میں اسے بربادی کے گھر میں، توہین آمیز عذاب دوں گا۔ اگر تم نے اطاعت کی ہوتی اور رسولوں کی جانب سے کیے گئے سچے وعدوں پر یقین کیا ہوتا تو تم بھی اس عظیم نعمت کو، عزت والے گھر کو حاصل کر لیتے۔ **(4)** ﴿ وَوَعَدْتُّكُمْ ﴾ ''اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا'' یعنی میں نے تم سے بھلائی کا جو وعدہ کیا، تمہیں جھوٹی امیدیں دلائیں۔ **(5)** ﴿ فَاَخْلَفْتُكُمْ ﴾ ''سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی'' تمہارے ساتھ میرے وعدے کبھی پورے نہیں ہوں گے، میں نے جو امیدیں دلائیں جھوٹی تھیں، جو وعدے کیے فریب تھے، وہ سب کچھ لاحاصل ہے کیونکہ میں نے تم سے وعدہ خلافی کی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي﴾ ''اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّن سُلْطَانٍ﴾ ''اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا'' یعنی میرے پاس اپنے وعدوں کے لیے کوئی دلیل نہیں تھی۔یعنی میں کوئی قدرت،کوئی اختیار نہیں رکھتا تھا۔(2)﴿إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي﴾ ''سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا'' یعنی میرا زیادہ سے زیادہ یہ اختیار تھا کہ میں نے تمہیں سیدھے راستے سے ہٹانے کے لیے سبز باغ دکھائے،میں نے تمہیں بے دلیل اپنے مقصد کی طرف بلایا تو تم نے میری باتیں مان لیں۔اس لیے کہ میں نے تمہارے سامنے تمہاری خواہشات کو مزین کیا تو تم نے میری دعوت پر لبیک کہا اور انبیاء کی جانب سے کیے گئے سچے وعدوں کی پرواہ نہیں کی۔

سوال3:﴿فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم﴾ ''چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا تَلُومُونِي﴾ ''چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو'' سارا قصور تو تمہارا اپنا ہے اس لیے مجھے ملامت نہ کرو،اپنی غلطی کو میرے اوپر مت چپکاؤ۔(2)﴿وَلُومُوا أَنفُسَكُم﴾ ''اور خود ہی کو ملامت کرو'' تم نے دلیل والا راستہ چھوڑا اور میری آواز پر میرا راستہ اختیار کیا جس کے لیے کوئی دلیل نہیں تھی،اس پر اپنے آپ کو ملامت کرو۔

سوال4:﴿مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ﴾ ''میں تمہاری فریادرسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریادرسی کرنے والے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ﴾ ''میں تمہاری فریادرسی کرنے والا نہیں ہوں'' آج نہ میں تمہیں عذاب سے بچا سکتا ہوں نہ تمہاری مدد کو پہنچ سکتا ہوں۔جس کرب میں تم مبتلا ہو،میں تمہاری فریادرسی نہیں کرسکتا۔(2)﴿وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ﴾ ''اور تم میری فریادرسی کرنے والے نہیں ہو'' تم بھی مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتے۔ہر ایک کے لیے عذاب کا اپنا اپنا حصہ ہے۔

سوال5:﴿إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ﴾ ''یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا'' یعنی میں تمہارے شرک کی وجہ سے تم سے نفرت کرتا ہوں۔(2)تم نے اس سے پہلے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں تھی۔اس لیے میں تمہاری بات کو نہیں مانتا۔میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہوں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:﴿ إِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)وہ اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا کر ظلم کیا ہے۔(2)اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو شیطان کی بندگی سے ڈرایا ہے۔اس نے شیطان کے طریقہ واردات کی وضاحت کی ہے کہ کیسے وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے۔اس کا مقصد تو نسل انسانی کو جہنم تک پہنچانا ہے۔(3) آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان کے پاس کوئی اختیار نہیں اور ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا:﴿ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ یقیناً اس کا زور تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسے اپنا سرپرست بناتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے ہیں۔(سورہ النحل:100)پس وہ ''زور'' اور ''تسلط'' جس کی اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے اس سے مراد حجت اور دلیل ہے،شیطان جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے،اس پر درحقیقت اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتا ہے کہ ان کو شبہات میں مبتلا کرے، گناہوں کو ان کے سامنے مزین اور آراستہ کرے،جن سے متاثر ہو کر وہ گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کرلیں۔رہا وہ ''زور''جس کا اللہ تعالیٰ نے اثبات کیا ہے تو اس سے مراد وہ تسلط ہے جس کے بل پر وہ اپنے دوستوں کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور ان کو نافرمانیوں پر ابھارتا ہے۔بندے شیطان سے موالات پیدا کر کے اور اس کے گروہ میں شامل ہو کر اس کو اپنے آپ پر مسلط کر لیتے ہیں۔اس لئے شیطان کا ان لوگوں پر کوئی زور نہیں چلتا جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ان الظلمین بے شک شیطان کی اطاعت کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے،لھم عذاب الیم وہ اس عذاب میں ابدالآباد تک رہیں گے۔اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف وکرم ہے کہ اس نے انہیں شیطان کی اطاعت سے ڈرایا ہے،اس نے شیطان کے مقاصد اور ان راستوں کی نشاندہی کر دی ہے جہاں سے وہ داخل ہو کر انسان کو گمراہ کرتا ہے،اس کا مقصد صرف انسان کو جہنم کی آگ میں جھونکنا ہے۔ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر واضح کر دیا ہے کہ جب شیطان اپنے لشکر سمیت جہنم میں داخل ہوگا تو وہ اپنے متبعین سے بری الذمہ ہو جائے گا اور ان کے شرک سے صاف انکار کر دے گا۔﴿ ولا ینبئک مثل خبیر ﴾ اور اللہ تعالیٰ باخبر کی مانند تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔(سورہ فاطر:14)(تفسیر سعدی:2/1348)

﴿ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ(23) ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،وہ اپنے رب کے حکم سے ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی۔''(23)

سوال1:﴿ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سَلٰمٌ﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اپنے رب کے حکم سے ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے ظالموں کے عذاب کی وعید کے بعد ایمان والوں کو ثواب کی بشارت دی ہے۔**(2)**﴿وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے انہیں داخل کیا جائے گا'' یعنی جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے اس پر دل سے یقین کیا اور اپنے قول سے اور اپنے عمل سے دین کو قائم کیا۔**(3)**﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اور وہ عبادات اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن سے روکا ہے۔(جامع البیان:207/13)**(4)**﴿جَنّٰتٍ﴾ باغات میں۔**(5)**﴿تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' جن میں دودھ، شہد، شراب اور پانی کی نہریں بہتی ہوں گی۔ایسی نعمتیں جو نہ کسی انسان کے احاطہ خیال میں آئیں، نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں۔**(6)**﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ ''ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ اس سے نکالے نہیں جائیں گے نہ کہیں اور جانا چاہیں گے۔**(7)**﴿بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ ''اپنے رب کے حکم سے'' یعنی ان کا رب ان کو جنتوں میں داخل کرے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔**(8)** یعنی وہ اپنی قوت واختیار سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قوت واختیار سے جنت میں داخل ہوں گے۔(تفسیر سعدی:1349/2)**(9)**﴿تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ﴾ ''ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی'' وہ سلام اور اچھے کلام کے ساتھ ایک دوسرے کا استقبال کریں گے۔انہیں فرشتے بھی سلام کریں گے اور رب العزت کی جانب سے انہیں سلام کیا جائے گا۔**(10)** رب العزت نے فرمایا:﴿حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ﴾ یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیئے ہوں گے اور اس کے محافظ ان سے کہیں گے: سلام ہو تم پر۔(الزمر:73)**(11)**﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ۝ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ﴾ اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے تم لوگوں پر سلامتی ہو۔(الرعد:23,24)**(12)**﴿وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا﴾ اور اس میں ان کا استقبال دعا اور سلام کے ساتھ ہوگا۔(الفرقان:75)**(13)** رب العزت بھی سلام کریں گے۔فرمایا:﴿سَلٰمٌ ۫ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ﴾ رحم کرنے والے رب کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔(یٰس:58)**(14)**﴿دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ان میں ان کی پکار یہ ہوگی کہ پاک ہے تو اے اللہ اور ان میں ان کی دعا ہوگی سلامتی ہو اور ان کی ہر بات کا اختتام اس پر ہوگا کہ تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔(یونس:10)

﴿اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ (24)﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان کی ہے؟ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ مضبوط ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔''(24)

سوال1:﴿ اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِى السَّمَآءِ ﴾'' کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان کی ہے؟ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے،جس کی جڑ مضبوط ہے اوراس کی شاخیں آسمان میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَلَمۡ تَرَ ﴾'' کیا آپ نے نہیں دیکھا''رب العزت نے فرمایا: اے رسول کیا آپ نہیں جانتے۔**(2)**﴿ كَيۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً ﴾'' اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان کی ہے؟'' وہ کلمہ ایمان ہے جوایک مومن کہتا ہے۔(جامع البیان:202/13) **(3)**کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔(ایسر التفاسیر:726)**(4)**یہاں کلمہ طیبہ(ستھری بات) سے مراد ہے اس امر کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔(تفسیر سعدی:1349/2)**(5)**﴿ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ ﴾''ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے''اس سے مراد کھجور کا درخت ہے۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے،آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:اچھا مجھے بتاؤ تو وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کی مانند ہے،جس کے پتے نہیں گرتے، ہر وقت میوہ دیے جاتا ہے۔ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میرے دل میں آیا وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے ہیں،انہوں نے جواب نہیں دیا تو مجھے ان بزرگوں کے سامنے کلام کرنا اچھا معلوم نہیں ہوا۔جب ان لوگوں نے کچھ جواب نہیں دیا تو نبی ﷺ نے خود ہی فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔جب ہم اس مجلس سے کھڑے ہوئے تو میں نے اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ابا!اللہ کی قسم میرے دل میں آیا تھا کہ میں کہہ دوں وہ کھجور کا درخت ہے۔انہوں نے کہا: پھر تم نے کہہ کیوں نہ دیا؟ میں نے کہا: آپ لوگوں نے کوئی بات نہیں کی میں نے آگے بڑھ کر بات کرنا مناسب نہ جانا۔ انہوں نے کہا: واہ اگر تم اس وقت کہہ دیتے تو مجھ کو اتنے اتنے (لال اونٹ کا) مال ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔(بخاری:4698)**(6)** عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک گابھا لایا گیا۔ (اسے دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت ایسا ہے اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے۔(ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ سن کر) میں نے ارادہ کیا کہ عرض کروں کہ وہ (درخت) کھجور کا ہے مگر چونکہ میں سب میں چھوٹا تھا اس لئے خاموش رہا۔(پھر) رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔(بخاری:72)**(7)**﴿ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ ﴾''جس کی جڑ مضبوط ہے''دل سے تصدیق یعنی دل کے اندر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حقیقت مضبوطی سے گڑی ہوئی ہے۔لا الہ الا اللہ کی شرائط کا علم بھی ہے اوران پر عمل کرنے کے راستوں کا فہم بھی ہے۔**(8)**﴿ وَّفَرۡعُهَا ﴾اوراس کی شاخیں یعنی زبان سے اقرار بھی اور دیگر تمام اعمال بھی آسمان کی بلندیوں کو پہنچے ہوئے ہیں۔یعنی ان اعمال کی کوالٹی عمدہ ہے۔تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشی اور محمد ﷺ کے طریقے کے مطابق ہیں۔**(9)** کھجور کا درخت بہت سے فوائد رکھتا ہے۔لوگ اس سے بہت نفع حاصل کرتے ہیں۔کھجور کے پھل میں غذائیت بھی ہے اور قوت بھی اور دیکھنے والوں کو بہت پسند آتا ہے۔اسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طرح سچا مومن نفع مند ہوتا ہے۔ اس کا نفع ساری انسانیت کو پہنچتا ہے۔ مومن قوی اور خوش اخلاق ہوتا ہے۔ اس کا ظاہری حلیہ بھی اپنی نفاست اور نظافت کے اعتبار سے لوگوں کو بہت پسند آتا ہے۔(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ﴾ اسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے۔ (فاطر:10)

﴿ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (25) ﴾

''وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''(25)

سوال 1: ﴿ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ﴾ ''وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا ﴾ ''وہ اپنا پھل دیتا ہے'' یعنی ہر وقت خشک اور تر پھل صبح وشام دیتا ہے۔(2) ﴿ كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ﴾ ''ہر وقت اپنے رب کے حکم سے'' یعنی یہی حال شجر ایمان کا ہے، اس کی جڑیں علم واعتقاد کے اعتبار سے بندہ مومن کے قلب کی گہرائیوں میں نہایت مضبوطی سے جمی ہوئی ہیں، اس کی شاخیں یعنی کلمات طیبات، عمل صالح، اخلاق جمیلہ، آداب حسنہ ہمیشہ آسمان کی طرف بلند رہتی ہیں۔ بندہ مومن کی طرف سے ایسے اعمال واقوال بلند ہوتے ہیں، جو شجر ایمان سے نکلتے ہیں، جن سے بندہ مومن اور دیگر لوگ منتفع ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1349)

سوال 2: ﴿ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے'' جیسے اللہ تعالیٰ نے یہاں مومن اور کافر کی مثال دی ہے جو سب انسانوں کے لیے ہے۔(2) ﴿ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' ان سے جن کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے اور ان سے جن سے ان کو روکا ہے، کیونکہ ضرب الامثال میں، معانی معقولہ کو امثال محسوسہ کے ذریعے سے قریب لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے معنی مراد کی غایت حد تک تبیین اور توضیح ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا حسن تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے پوری، کامل اور بے پایاں حمد وثنا ہے۔ پس یہ بندہ مومن کے قلب میں کلمہ توحید کا وصف اور اس کے ثبات کا بیان ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1349,1350)

﴿ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (26) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور گندی بات کی مثال گندے پودے کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ لیا گیا، اس کے لیے کوئی استحکام نہیں۔''(26)

سوال 1: ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ ''اور گندی بات کی مثال گندے پودے کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ لیا گیا، اس کے لیے کوئی استحکام نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ رب العزت نے کلمہ طیبہ کے مخالف کلمہ کفر اور اس کی شاخوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ﴾ ''اور گندی بات کی مثال'' یہ کلمہ کفر ہے جو کافر کے دل میں ہے۔(ایسر التفاسیر:727)**(2)** یعنی شرک کلمہ خبیثہ ہے جو شجر خبیثہ کی طرح ہے۔(جامع البیان:215/14)**(3)** ﴿كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ﴾ ''گندے پودے کی طرح ہے'' اس سے مراد اندرائن کا درخت ہے جو کھانے میں کڑوا ہے جس میں کوئی خیر نہیں نہ اس کی جڑ گہری ہے اور نہ شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔**(4)** ﴿اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ﴾ ''جو زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ لیا گیا'' اجْتُثَّتْ جڑ سے اکھاڑ لیا گیا۔(بخاری کتاب التفسیر) یعنی اس کا پودا اکھاڑ لیا گیا ہو۔شرک کی کوئی بنیاد ہوتی ہے نہ دلیل اور نہ اللہ تعالیٰ نے شرک کے ساتھ کوئی عمل قبول کرنا ہے۔**(5)** کفر اور گناہ کی باتیں دل میں کوئی مضبوطی نہیں لاتیں، نہ ان میں ثبات ہوتا ہے، نہ کوئی نفع۔**(6)** ﴿مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ ''اس کے لیے کوئی استحکام نہیں'' خبیث بات سے خبیث عمل وجود میں آتا ہے۔جس کا نہ عمل کرنے والے کو کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو اس کا کوئی نفع نصیب ہوتا ہے۔

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ(27)﴾

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔''(27)

سوال 1: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدمی عطا فرماتا ہے۔**(2)** ﴿بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ ''ایک پختہ بات سے'' وہ لا الہ الا اللہ ہے۔**(3)** ﴿فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی میں بھی'' اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے جو کامل طور پر قلبی ایمان کو قائم کرتے ہیں، جو اعمال جوارح کو مستلزم ہے۔یہ اعمال اس ایمان کا ثمرہ ہیں۔پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا کے اندر شبہات کے وارد ہونے کے وقت ہدایت اور یقین کے ذریعے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے ثبات اور استقامت عطا کرتا ہے اور جب شہوات پیش آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں قطعی اور پختہ ارادہ عطا کرتا ہے تب وہ خواہش نفس اور اس کی مراد پر اس امر کو مقدم رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔(تفسیر سعدی:2/1350)(4)﴿وَفِي الْآخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں بھی'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ اور آدمیوں میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔اتنے میں رسول اللہ ﷺ اٹھے (اور باہر تشریف لے گئے) پھر آپ ﷺ نے ہمارے پاس آنے میں دیر لگائی تو ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو اکیلا پا کر مار نہ ڈالیں۔ہم گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔سب سے پہلے میں گھبرایا تو میں آپ کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا اور بنی نجار کے باغ کے پاس پہنچا۔(بنی نجار انصار کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ تھا) اس کے چاروں طرف دروازہ کو دیکھتا ہوا پھرا کہ دروازہ پاؤں تو اندر جاؤں (کیونکہ گمان ہوا کہ شاید رسول اللہ ﷺ اس کے اندر تشریف لے گئے ہوں) دروازہ ملا ہی نہیں۔(شاید اس باغ میں دروازہ ہی نہ ہوگا یا اگر ہوگا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ میں نظر نہ آیا ہوگا) دیکھا کہ باہر کنوئیں میں سے ایک نالی باغ کے اندر جاتی ہے، میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اس نالی کے اندر گھسا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ابو ہریرہ ہے؟ میں نے عرض کیا جی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ہم لوگوں میں تشریف رکھتے تھے۔پھر آپ ﷺ باہر چلے آئے اور واپس آنے میں دیر لگائی تو ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو ہم سے جدا دیکھ کر نہ ستائیں، ہم گھبرا گئے اور سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور اس باغ کے پاس آیا (دروازہ نہ ملا) تو اس طرح سمٹ کر گھس آیا جیسے لومڑی اپنے بدن کو سمیٹ کر گھس جاتی ہے اور سب لوگ میرے پیچھے آئے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! اور مجھے اپنے جوتے (نشانی کے لیے) دیئے (تاکہ لوگ میری بات کو سچ سمجھیں) اور فرمایا کہ میری یہ دونوں جوتیاں لے جا اور جو کوئی تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور وہ اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس بات پر دل سے یقین رکھتا ہو تو اس کو یہ سنا کر خوش کر دے کہ اس کے لیے جنت ہے۔(سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جوتیاں لے کر چلا) تو سب سے پہلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔انہوں نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی جوتیاں ہیں۔آپ ﷺ نے یہ دے کر مجھے بھیجا ہے کہ میں جس سے ملوں اور وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو، دل سے یقین کر کے، تو اس کو جنت کی خوش خبری دوں۔یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ میری چھاتی کے بیچ میں مارا تو میں سرین کے بل گرا۔پھر کہا کہ اے ابو ہریرہ! لوٹ جا۔میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ کر چلا گیا اور رونے والا ہی تھا کہ میرے ساتھ پیچھے سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور جو پیغام آپ ﷺ نے مجھے دے کر بھیجا تھا پہنچایا تو انہوں نے میری چھاتی کے بیچ میں ایسا مارا کہ میں سرین کے بل گر پڑا اور کہا کہ لوٹ جا۔رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، ابو ہریرہ کو آپ نے اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص ملے اور وہ دل سے یقین رکھ کر لا الٰہ الا اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی گواہی دیتا ہوتو اسے جنت کی خوش خبری دو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں) ایسا نہ کیجئے کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ لوگ اس پر تکیہ کر بیٹھیں گے، ان کو عمل کرنے دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا ان کو عمل کرنے دو۔ (مسلم:147) (5) سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی بندہ اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دے گا۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میں اس بات کی اطلاع لوگوں کو نہ کر دوں کہ وہ خوش ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر وہ اسی چیز پر بھروسا کر لیں گے۔ (مسلم:148) (6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے اور اس کے دل میں ایک جو برابر نیکی (یعنی ایمان) ہو تو وہ بھی دوزخ سے نکل آئے گا۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر نیکی (یعنی ایمان) ہو تو وہ بھی دوزخ سے نکل آئے گا۔ اور جو شخص لا الہٰ الا اللہ کہے اور اس کے دل میں ذرے کے برابر نیکی (یعنی ایمان) ہو تو وہ بھی دوزخ سے نکل آئے گا۔ (بخاری:44) (7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میت کو قبر میں اتارا جاتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیل گوں ہوتی ہیں ایک منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا تھا؟ اگر وہ ایمان دار ہے تو وہ کہتا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو اس طرح کہے گا، پھر اس کے لیے قبر ستر گز تک فراخ کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے لیے اس میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو سو جا، وہ کہتا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہوں تا کہ ان کو خبر دوں۔ وہ کہتے ہیں: سو جا جس طرح دلہن سو جاتی ہے جس کو نہیں جگاتا مگر اس کی طرف لوگوں میں زیادہ پیارا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے سونے کی جگہ سے جگائے گا۔ اگر منافق ہوتا ہے، وہ (فرشتوں کے جواب میں) کہتا ہے: میں نہیں جانتا۔ میں تو وہی کہہ دیتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو اس طرح کہے گا۔ زمین کے لیے کہا جاتا ہے اس پر مل جا وہ اس پر مل جاتی ہے۔ اس کی پسلیاں دوسری پسلیوں میں دھنس جاتی ہیں۔ یہ عذاب اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے اٹھائے گا۔ (ترمذی۔ مشکوۃ) (8) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں فتنہ دجال کی طرح یا اس کے قریب قریب آزمائے جاؤ گے، میں (یعنی سیدنا انس رضی اللہ عنہ) نہیں جانتا کہ سیدہ اسماء نے کون سا لفظ استعمال کیا (یعنی فتنہ دجال کی طرح یا فتنہ دجال کے قریب)۔ (بخاری: ابواب الکسوف) (9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ عذاب قبر اور فتنہ مسیح دجال سے پناہ مانگا کرتے تھے اور فرماتے ''تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔'' (نسائی کتاب الجنائز) (10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک جنازے میں ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے جب ہم اس کی تدفین سے فارغ ہوئے اور لوگ واپس جانے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یہ (تمہارے واپس پلٹنے پر) تمہارے جوتوں کی آواز سنے گا۔اس کے پاس منکر اور نکیر آئے ہیں جن کی آنکھیں تانبے کے دیگچے کے برابر ہیں، دانت گائے کے سینگ کی طرح ہیں اور ان کی آواز بجلی کی طرح گرج دار ہے۔ وہ دونوں اس کو بٹھائیں گے اور پوچھیں گے تم کس کی عبادت کرتے تھے اور تمہارا نبی کون تھا؟ (الترغیب والترھیب:5223)(11) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قبر میں آزمائے جانے اور منکر اور نکیر کے سوال وجواب کے بارے میں آگاہ فرمایا تو انہوں نے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ! کیا اس وقت مجھے میری عقل لوٹا دی جائے گی؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ہاں!'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا'' پھر میں دونوں فرشتوں (منکر نکیر) کے لیے کافی ہوں گا، واللہ! اگر ان فرشتوں نے مجھ سے پوچھا (تمہارا رب کون ہے؟) میں جواب دوں گا، میرا رب تو اللہ ہے تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟'' (التذکرہ)(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میت جب قبر میں دفن کی جاتی ہے تو وہ پسماندگان کے (واپس لوٹتے وقت) جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اگر میت مومن ہو تو اسے (قبر میں) کہا جاتا ہے'' بیٹھ جاؤ'' وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے سورج غروب ہوتا دکھایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے ہاں مبعوث ہوئے، ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور تم ان کے بارے میں کیا گواہی دیتے ہو؟'' مومن آدمی کہتا ہے'' ذرا بیٹھو مجھے نماز عصر ادا کرنے دو۔ (سورج غروب ہونے والا ہے)'' فرشتے کہتے ہیں'' بے شک تو (دنیا میں) نماز پڑھتا رہا ہے ہم جو بات پوچھ رہے ہیں اس کا ہمیں جواب دو، بتاؤ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے درمیان مبعوث کیے گئے ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور کیا گواہی دیتے تھے؟'' مومن آدمی کہتا ہے'' وہ (محمد ﷺ) ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں'' تب اسے کہا جاتا ہے اسی عقیدہ پر تو زندہ رہا، اسی پر مرا اور انشاء اللہ اسی عقیدے پر اٹھے گا۔ پھر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے'' جنت میں یہ تمہارا محل ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے (وہ بھی دیکھ لو یہ سب کچھ دیکھ کر) اس کے شوق اور لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ (یعنی 105 فٹ یا 35 میٹر) کھلی کر دی جاتی ہے اور اسے منور کر دیا جاتا ہے۔ اس کے جسم کو پہلے والی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی اسے سلا دیا جاتا ہے) اور اس کی روح کو پاکیزہ اور خوشبودار بنا دیا جاتا ہے اور یہ پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں پر اڑتی پھرتی ہے۔ (قبر میں مومن کا نیک انجام) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر ہے'' اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو کلمہ طیبہ کی برکت سے دنیا اور آخرت کی زندگی (یعنی قبر) میں ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں۔'' (الترغیب والترھیب:4/5225)(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کی نبی ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ۔'' اے اللہ! میں عذاب قبر سے اور عذاب دوزخ سے اور زندگی اور موت کی خرابی سے اور مسیح دجال کے فساد سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (بخاری:1377)

سوال 2: ﴿وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: مومنوں کی ہدایت کے مقابلے میں ظالموں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے گا اور انہیں قول ثابت کی توفیق نہیں دے گا۔اس طرح وہ کفر پر وفات پائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور خسارہ پائیں گے۔یہ ان کے شرک پر اصرار اور اس کی دعوت اور مومنوں پر ان کے ایمان کی وجہ سے ظلم کرنے اور اذیتیں دینے کی وجہ سے ہوگا۔(ایسر التفاسیر:727)

سوال 3: ﴿ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ثابت قدم رکھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اس کی رحمت اور عدل ہے۔(ایسر التفاسیر:727)(2) یہ آیت کریمہ،قبر کے امتحان،قبر کے عذاب اور اس کی نعمت اور آرام پر دلالت کرتی ہے۔جیسا کہ قبر کے امتحان،اس کی صفت و کیفیت،قبر کے عذاب اور اس کے آرام کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے نہایت تواتر کے ساتھ نصوص وارد ہوئی ہیں۔(تفسیر سعدی:1350/2)

رکوع نمبر 17

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (28) ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا؟''(28)

سوال 1: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا؟'' الم تعلم کے معنی میں ہے یعنی آپ ﷺ کو معلوم نہیں۔(2) ﴿ اِلَى الَّذِيْنَ ﴾ ''ان لوگوں کی طرف'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیت ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا'' میں کفار سے اہل مکہ مراد ہیں۔(بخاری:4700)(3) ﴿ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا ﴾ ''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا''یعنی انہوں نے توحید اور اسلام کا انکار کیا اور اسے شرک سے بدل دیا۔(ایسر التفاسیر:726)(4) یہاں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت ہے۔آپ انہیں دنیا و آخرت میں نیکیوں کے ادراک کی طرف دعوت دیتے تھے،مگر انہوں نے اس نعمت کو ٹھکرا کر،اس کا انکار کر کے اور اپنے آپ کو اس نعمت کو قبول کرنے سے باز رکھ کر اس نعمت کو بدل ڈالا۔(تفسیر سعدی:1351/2)

سوال 2: ﴿ وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴾ ''اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا'' بوار کا معنی ہلاکت ہے۔قوما بورا کے معنی ہلاک ہونے والی قوم کے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(بخاری کتاب التفسیر)(2)دارالبوار سے مراد جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے یعنی اس کی گرمی اور شعلوں سے جلیں گے۔(ایسرالتفاسیر: 727)(3)اس سے مراد جہنم ہے، کیونکہ وہ ان کی گمراہی کا سبب بنے اور اپنی قوم کے لئے وبال بن گئے جب کہ ان سے نفع کی امید تھی۔منجملہ اس کے یہ بھی ہے کہ غزوہ بدر کے لئے ان کو نکلنے پر آمادہ کرنے کے لئے جنگ پر نکلنے کے بڑے فوائد بیان کئے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کریں۔پس ان کے ساتھ عبرت ناک سلوک ہوا اور جنگ بدر میں ان کے بہت بڑے بڑے سردار اور بہادر مارے گئے۔(تفسیر سعدی:1351/2)

﴿ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ (29) ﴾

''جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قرارگاہ ہے۔''(29)

سوال: ﴿ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴾ ''جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قرارگاہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ﴾ ''جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے'' یعنی ناشکری کرنے والے کافر ہلاکت کے گھر جہنم میں جائیں گے۔**(2)** ﴿ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴾ ''اور وہ بہت بری قرارگاہ ہے'' بہت ہی برا مقام ہے جہاں وہ اپنی قوم کو لے جائیں گے۔

﴿ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ (30) ﴾

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں۔آپ کہہ دیں مزے کرو! بلاشبہ آگ ہی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔''(30)

سوال1: ﴿ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابل اور شریک بنا ڈالے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔**(2)** ﴿ لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ﴾ ''کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں'' اور لوگوں کو بھی شرک کی دعوت دیتے ہیں۔اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کے راستے سے بھٹکا دیتے ہیں۔**(3)** وہ لوگوں کو دین اسلام سے بھٹکا دیتے ہیں۔

سوال2: ﴿ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴾ ''آپ کہہ دیں مزے کرو! بلاشبہ آگ ہی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب:(1)﴿ **قُلْ** ﴾'' آپ کہہ دیں'' آپ انہیں وعید سنا دیں۔**(2)**﴿ **تَمَتَّعُوْا** ﴾'' مزے کرو'' جب تک زندہ ہو اپنی گمراہی سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لو اور جو چاہے کرلو، دنیا کا سامان ہے اس کا بہت فائدہ بھی تھوڑا ہے۔**(3)**﴿ **فَاِنَّ مَصِیْرَکُمْ** ﴾'' بلاشبہ تمہیں پلٹنا ہے''یعنی تمہارے معاملے کی انتہا۔**(4)**﴿ **اِلَی النَّارِ** ﴾'' آگ ہی کی طرف ہے''یعنی جو چاہو کرلو مر کر تو تمہیں ایک دن جہنم میں جانا ہی پڑے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔(لقمان:24)**(5)**﴿ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔(یونس:70)

سوال2: رب العزت نے ان آیات میں جہنم جانے کے کیا اسباب ذکر کیے ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکر کو کفران نعمت اور انکار سے بدل ڈالنا۔**(2)** اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا۔**(3)** لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین قیم سے گمراہ کرنا۔

﴿ **قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ(31)** ﴾

''میرے بندوں سے کہہ دیں جو ان لوگوں میں سے ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔''(31)

سوال1:﴿ **قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ** ﴾'' میرے بندوں سے کہہ دیں جو ان لوگوں میں سے ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** ﴾'' میرے بندوں سے کہہ دیں جو ان لوگوں میں سے ایمان لائے ہیں'' رب العزت نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ان امور کا حکم دے دیجیے جن میں ان کے لیے خیر، بھلائی اور اصلاح ہے۔**(2)**﴿ **يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** ﴾'' وہ نماز قائم کریں''یعنی وہ نماز کو شریعت کے مطابق ادا کریں، اس کے رکوع اور سجدوں کو پورا کریں اور اس کو معین اوقات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں کامل طہارت اور قبلہ رو ہو کر باجماعت ادا کریں یہاں تک کہ اس کا پھل روح کی طہارت اور تزکیہ نفس کی صورت میں ملے۔(ایسر التفاسیر :728)(3)یعنی وہ ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ نماز قائم کریں۔(تفسیر سعدی:2/1352)(4)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نماز کے وقت اللہ تعالیٰ کا مقرر فرشتہ پکارتا ہے: لوگو! اٹھو اس آگ کو بجھانے کے لیے جسے تم نے (اپنے گناہوں سے) جلایا ہے۔(طبرانی)(5)سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لئے نماز قیامت کے روز نور برہان، اور نجات کا باعث ہوگی۔جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نہ نور ہوگا نہ برہان اور نجات، نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔(ابن حبان)(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے۔اگر نماز سنت کے مطابق درست ہوئی تو بندہ کامیاب و کامران ہوگا اور اگر نماز خراب ہوئی یعنی سنت کے مطابق نہ پائی گئی تو ناکام و نامراد ہوگا۔اگر بندے کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو رب العزت فرمائیں گے: میرے بندے کے نامہ اعمال میں دیکھو کوئی نفل عبادت ہے؟ اگر ہوئی تو نوافل کے ساتھ فرائض کی کمی پوری کر دی جائے گی۔پھر اس کے تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا۔(ترمذی:413)(7)﴿وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ﴾ ''اور اس میں سے خرچ کریں جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے'' یعنی وہ ہر وقت کھلے، چھپے صدقہ کریں، کم ہو یا زیادہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے نعمتیں دی ہیں اس میں سے خرچ کریں۔(8)﴿سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾ ''کھلے اور چھپے'' یہ حکم نفقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ اور نفقات کفالت اور نفقات مستحبہ مثلاً عام صدقات وغیرہ کو شامل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1352)(9)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كُلُّ امْرِئٍ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیا جائے گا ہر شخص اپنے صدقے کے سائے تلے رہے گا۔(مستدرک حاکم)(10)سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقے) کے ساتھ ہی۔''(بخاری:6023)(11)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رات کو نکلا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تنہا چاندنی میں ٹہل رہے ہیں۔میں سمجھا کہ شاید آپ ﷺ اس وقت تنہائی چاہتے ہیں اور کسی اور کا یہاں ہونا پسند نہ فرمائیں گے چنانچہ اسی خیال سے میں سائے میں ہو گیا لیکن آپ ﷺ کی نگاہ پڑ گئی، پوچھا: کون ہے؟ عرض کیا: آپ ﷺ پر قربان ابوذر ہوں۔آپ ﷺ نے مجھے ساتھ لے لیا اور تھوڑی دیر تک ٹہلتے رہے۔پھر فرمایا: ''جو آج دولت مند ہیں وہی کل قیامت میں غریب ہوں گے لیکن وہ شخص کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی اور وہ اس کو دائیں بائیں آگے پیچھے پھینک دے اور اس میں نیکی کے کام کرے۔''(سیرت النبی ﷺ)(12)﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ﴾ ''اس سے پہلے کہ وہ دن آئے'' وہ قیامت کا دن ہے جب کوئی چیز فائدہ نہ دے گی۔(13)﴿لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ﴾ ''جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی'' اس دن نہ کسی خرید و فروخت کا فائدہ ہوگا، نہ کوئی دوست کام آئے گا۔ہر شخص کا معاملہ ایسا ہوگا کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہوگا۔اس لیے ہر شخص کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لازم ہے کہ وہ اس دن کے لیے آج کمائی کرلے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ یقیناً اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔(الحشر:18)**(14)**﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ ﴾ اور ڈرو اس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔(البقرہ:48)**(15)**﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے، وہی تمہارا دوست ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔(الحدید:15)**(16)**﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر ہی ظالم ہیں۔(البقرہ:254)**(17)**﴿ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔(الزخرف:67) آج اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور اس دن سے پہلے اپنا محاسبہ کرنے کی اور آج ہر شخص کو اپنے لیے کچھ آگے بھیجنے کی ضرورت ہے۔

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ (32) ﴾

”اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے کچھ پانی نازل کیا پھر اس سے تمہارے لیے پھلوں میں سے کچھ رزق نکالا اور اس نے کشتیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں اور تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کر دیا۔“(32)

سوال1:﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ﴾ ”اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے کچھ پانی نازل کیا پھر اس سے تمہارے لیے پھلوں میں سے کچھ رزق نکالا“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ ﴾ ”اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے“ وہ جو تمہاری عبادت اور اطاعت میں اخلاص کا حق رکھتا ہے۔اس کے سوا کوئی نہیں جو اپنی ذات کے لیے یا کسی اور کے لیے نفع یا نقصان کا اختیار رکھتا ہو۔(جامع البیان:1230/13)**(2)﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾** ”جس نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا''جس نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیااوران دونوں کی تخلیق کی ابتدا کی۔(ایسرالتفاسیر:728)(3)اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو یاددلایا ہے اورنوع انسانی پر اپنی قدرت کو حجت بنایا ہے۔(المحر رالوجیز:3/339)(4)وہی ہے جس نے آسمانوں کومحفوظ چھت بنایااوران کووسعتوں کے ساتھ پیدا کیااورزمین کوفرش کی طرح بچھادیا۔(5)﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ﴾''اورآسمان سے کچھ پانی نازل کیا پھراس سے پھلوں میں سے نکالا''اللہ تعالیٰ بارش کے پانی کے ذریعے سے زمین سے مختلف قسم کے اناج اورپھل اگاتا ہے جن کے رنگ،ذائقے،خوشبوئیں اور فائدے جدا جدا ہیں۔(6)﴿رِزْقًا لَّكُمْ﴾''تمہارے لیے کچھ رزق''یعنی تمہارے اورتمہارے جانوروں کے لیے اس کورزق بنایا۔تم ان کے ساتھ زندگی گزارتے ہواوراسی کے ساتھ تمہاری زندگی کی تکمیل ہوتی ہے۔

سوال2:﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ﴾''اوراس نے کشتیوں کوتمہارے لیے مسخر کردیا کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں اورتمہارے لیے دریاؤں کومسخر کردیا''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ﴾''اوراس نے کشتیوں کوتمہارے لیے مسخر کردیا''یعنی جہازاورکشتیوں کی صنعت پرتمہیں قدرت عطا کی۔(2)﴿لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ﴾''کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں''اللہ تعالیٰ نے کشتیاں اور جہازتمہارے اختیار میں دے دیےاور پانی کی موجوں پران کی حفاظت کی تاکہ وہ تمہیں اورتمہارے تجارتی مال کواللہ تعالیٰ کے حکم سے موجوں کو چیرتی پھاڑتی تمہاری منزل تک لے جائیں۔(3)﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ﴾''اورتمہارے لیے دریاؤں کومسخر کردیا''اللہ تعالیٰ نے دریااورنہریں بھی تمہارے قبضے میں کردیے تاکہ تم خودبھی میٹھا پانی پیو،تمہارے جانوروں کوبھی پانی ملےاورتمہارے کھیت بھی سیراب ہوں۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے کائنات سے اپنے وجود کی گواہی کے لیے دلائل دیے ہیں،ان کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)آسمان اورزمین کی پیدائش یہ گواہی دیتی ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔(2)پانی کے ذریعے زمین پرزندگی اوررزق کی فراہمی یہ گواہی دیتی ہے کہ کوئی فراہم کرنے والا ہے۔(3)دریاؤں اور پہاڑوں کے ذریعے زمین کاانسان کے لئے موافق ہوجانا یہ گواہی دیتاہے کہ کوئی موافق کرنے والا ہے۔(4)خشکی،پانیوں اورفضاپرانسان کی قدرت ہونا یہ گواہی دیتاہے کہ کوئی یہ قدرت دینے والا ہے۔(5)سیاروں کی گردش یہ گواہی دیتی ہے کہ کوئی ان کوتباہی سے بچانے والا ہے۔(6)سورج اورچاند کے ذریعے موسموں اوررات دن کا انتظام یہ گواہی دیتاہے کہ کوئی انتظام کرنے والا ہے۔(7)انسان کی ہرضرورت کاانتظام یہ گواہی دیتاہے کہ کوئی انتظام کرنے والا ہے۔ کائنات کی گواہیاں انسان کے اندرعبودیت کے جذبے کوبے دارکرسکتی ہیں۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ(33)﴾

''اوراس نے سورج اورچاندکوتمہارے لیے مسخر کردیا کہ پے درپے چلنے والے ہیں اورتمہارے لیے اس نے رات اوردن کومسخر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا۔''(33)

سوال1: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اوراس نے سورج اور چاند کوتمہارے لیے مسخر کر دیا کہ پے در پے چلنے والے ہیں اورتمہارے لیےاس نے رات اوردن کومسخر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اوراس نے سورج اور چاند کوتمہارے لیے مسخر کر دیا'' وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سورج اور چاند کوتمہارا مطیع بنا دیا۔**(2)** ﴿دَآئِبَيْنِ﴾ ''پے در پے چلنے والے ہیں'' جودن رات لگا تار چلتے چلے جاتے ہیں۔**(3)**ان کی رفتار میں نرمی آتی ہے نہ وہ سست پڑتے ہیں بلکہ تمہارے مصالح یعنی زمان واوقات کے حساب،تمہارے ابدان،تمہارے مویشی وحیوانات،کھیتوں اور باغات کے فائدے کے لئے رواں دواں رہتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1353)رب العزت نے فرمایا:﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝﴾ نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اورسب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔(یٰس:40)**(4)**﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۟ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اورزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا،وہ رات کودن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اورسورج، چاند اورستارے سب اس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں،سن لو! پیدا کرنا اورحکم دینا اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جوسارے جہانوں کا رب ہے۔(الاعراف:54)**(5)**﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اورتمہارے لیےاس نے رات اوردن کومسخر کیا'' سورج اور چاند کے یکے بعد دیگرے آنے کی طرح دن رات بھی آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں،اگر دن آتا ہےتو رات چلی جاتی ہے اوررات آتی ہےتو دن چلا جاتا ہے،کبھی دن بڑا ہوتا ہے اوررات چھوٹی اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝﴾ اس نے آسمانوں اورزمین کوحق کے ساتھ پیدا کیا،وہی رات کودن پر لپیٹتا ہے اوردن کورات پر لپیٹتا ہےاوراسی نے سورج اور چاند کومسخر کررکھا ہے،ہرایک اپنی مدّت مقررہ تک چلتا ہے،سن لو! وہ سب پر غالب،نہایت بخشنے والا ہے۔(الزمر:5)(مختصرابن کثیر:1/950)**(6)**﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۙ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝﴾ کیا آپ نے دیکھانہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کودن میں داخل کرتا ہے اوردن کورات میں داخل کرتا ہےاوراس نے سورج اور چاند کوکام میں لگا دیاسب ایک مدّت مقررہ تک چلتے جارہے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جوتم عمل کرتے ہو۔(لقمان:29)**(7)**﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ اوراس نے اپنی رحمت سےتمہارے لیے رات اوردن بنائے ہیں تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرواور تا کہ تم اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فضل میں سے تلاش کرواور تا کہ تم شکر کرو۔(القصص:73)

﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ(34)﴾

''اوراس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا اوراگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔''(34)

سوال1: ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ﴾ ''اوراس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ﴾ ''اوراس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا من کل ما سالتموہ کا معنی یہ ہے کہ جن جن چیزوں کی تم نے رغبت کی۔(بخاری کتاب التفسیر)(2) یعنی اس نے تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں پیدا کیں اور وہ کچھ تمہیں عطا کیا جو تم نے مانگا اور جس کی تم نے آرزو کی۔

سوال2: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ ''اوراگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں، ان کا شکر ادا کرنا تو درکنار ان کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔**(2)** طلق بن حبیب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا حق بہت بڑا ہے کیونکہ اس کی نعمتیں بے شمار ہیں، جنہیں انسان گن بھی نہیں سکتے لہٰذا صبح و شام اس کے آگے جھکتے رہو۔(مختصر ابن کثیر:1/951)**(3)** نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْداً كَثِيراً طَيِّباً مُّبَارَكاً فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، تعریف بہت پاکیزہ، بابرکت، ناکافی اور نہ چھوڑی ہوئی اور نہ ہی بے پرواہی برتی گئی، اے ہمارے رب!(بخاری:4584)

سوال3: ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ ''بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ﴾ ''بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم ہے'' یعنی انسان بہت ظلم کرنے والا ہے، اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی۔**(2)** ﴿كَفَّارٌ﴾ ''بہت ناشکرا ہے'' یہ اس کی صفت ہے جو نہ ایمان لائے، نہ ہدایت پائے۔ پھر اگر وہ ایمان لائے اور ہدایت پائے تو یہ صفت ختم ہو جاتی ہے۔(ایسر التفاسیر:728)**(3)** یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے، کیونکہ وہ نہایت ظالم، معاصی کے ارتکاب کی جسارت کرنے والا، اپنے رب کے حقوق کے بارے میں کوتاہی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اس کا شکر وہی ادا کر سکتا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے، اپنے رب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے حق کو پہچانتا ہے اور اسے قائم کرتا ہے۔پس ان آیات کریمہ میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بہت سی اصناف مجمل اور مفصل طور پر بیان ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کا ذکر اور اس کا شکر ادا کریں اور وہ ان کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ دن رات اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے اور اس سے دعا مانگتے رہیں جیسے ہر وقت بتکرار ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا فیضان رہتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1353)

رکوع نمبر 18

﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (35) ﴾

''اور جب ابراہیم نے کہا:''اے میرے رب!اس شہر کو امن والا بنا دیجیے اور مجھے اور میری اولاد کو بچا لیجیے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں!''(35)

سوال: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴾''اور جب ابراہیم نے کہا:''اے میرے رب!اس شہر کو امن والا بنا دیجیے اور مجھے اور میری اولاد کو بچا لیجیے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَاِذْ ﴾''اور جب''یعنی یاد کرو اور اپنی قوم کو یاد دلاؤ،اللہ تعالیٰ کے دنوں ایام اللہ میں سے ابراہیم علیہ السلام کی خبر کو۔**(2)** ﴿ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ ﴾''ابراہیم نے کہا:''یعنی یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔نبی ﷺ وحی کے بغیر کیسے جان سکتے تھے اور کیسے تذکرہ کر سکتے تھے؟ **(3)** ﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾''اے میرے رب!اس شہر کو امن والا بنا دیجیے''یعنی جس نے مکہ کو بلد امین بنایا ہر اس شخص کے لیے جو اس میں داخل ہو۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے امن کے لیے دعا کی تھی۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾اور جب ابراہیم نے کہا:''اے میرے رب!اس شہر کو امن والا بنا دے۔''(البقرہ:126)**(4)** رہنے والوں کے لیے بھی مکہ بلد امین ہے اور باہر سے آنے والوں کے لیے بھی امن والا شہر ہے۔**(5)** اللہ تعالیٰ نے شرعاً اور قدراً آپ کی دعا قبول فرمائی اور اس کی حرمت کے اسباب میسر فرمائے جو کہ ہمیں معلوم ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی ظالم حرم میں برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا قلع قمع کر دیتا ہے جیسے اصحاب فیل کے ساتھ کیا تھا۔ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے،اپنے بیٹوں کے لئے اور اس ارض محترم کے لئے امن کی دعا کی۔(تفسیر سعدی:2/1354) **(6)** رب العزت نے فرمایا:﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا ﴾اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پرامن بنایا ہے؟ (العنکبوت:67)**(7)** ﴿ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴾ اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہو گیا۔(آل عمران:97)**(8)** ﴿ وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ ﴾ ''اور مجھے اور میری اولاد کو بچا لیجیے''یعنی مجھے اور میرے بچوں کو دور رکھ۔**(9)** ﴿ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴾''کہ ہم بتوں کی عبادت کریں!''یعنی بتوں کے قریب جانے اور ان کی عبادت کے فتنے سے بچا لے۔**(10)** اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ دعا کرنے والے کو اپنی اولاد کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (36) ﴾

''اے میرے رب! بلاشبہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا پھر جس نے میری پیروی کی یقیناً وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ آپ تو بے حد بخشنے والے، نہایت رحم والے ہیں۔''(36)

سوال1: ﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ﴾ ''اے میرے رب! بلاشبہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ ﴾ قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ان بتوں نے تو لوگوں میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا۔ (الدرالمنثور:4/162) **(2)** ﴿ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ﴾ ''ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا'' یعنی ان بتوں کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہوئے۔ انہوں نے ان بتوں کی عبادت کی۔

سوال2: ﴿ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ﴾ ''پھر جس نے میری پیروی کی یقیناً وہ میرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَمَنْ تَبِعَنِيْ ﴾ ''پھر جس نے میری پیروی کی'' یعنی جس نے ایمان اور تیرے لیے عبادت میں اخلاص میں اور بتوں کو چھوڑنے میں میری پیروی کی۔ **(2)** ﴿ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ﴾ ''یقیناً وہ میرا ہے'' یعنی اس نے میرے جیسا عمل کیا وہ مجھ سے ہے، میرے دین سے ہے۔ **(3)** یعنی توحید الٰہی اور اخلاص للہ میں جس نے میری پیروی کی، یعنی کامل موافقت کی وجہ سے وہ مجھ سے ہے۔ جو کوئی جس قوم سے محبت کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے، وہ اسی قوم سے ملحق شمار ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1355)

سوال3: ﴿ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اور جس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ آپ تو بے حد بخشنے والے، نہایت رحم والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَمَنْ عَصَانِيْ ﴾ ''اور جس نے میری نافرمانی کی'' معصیت سے مراد شرک کے علاوہ دوسرے گناہ ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:1/734) **(2)** یعنی جس نے شرک پر اصرار کیا۔ (جامع الاحکام القرآن 5/259) **(3)** ﴿ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ بلاشبہ آپ تو بے حد بخشنے والے، نہایت رحم والے ہیں'' جس نے موت سے پہلے توبہ کر لی اس کے لیے وہ غفور و رحیم ہے۔ (تفسیر جامع الاحکام القرآن 5/259) **(4)** رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے لیکن اس کے علاوہ جس کو چاہے وہ بخش دے گا۔ (النساء:116) **(5)** اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی مغفرت شرک سے توبہ کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی اگر وہ شرک سے توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ بڑا مغفرت کرنے والا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:15/734) **(6)** سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور جس دعوت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جوکسی قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں عیاں کر کے تم کو ڈرانے والا ہوں، پس بچاؤ کی صورت کرو۔ تو اس قوم کے ایک گروہ نے بات مان لی اور رات کے شروع ہی میں نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ چلے گئے، اس لیے نجات پا گئے لیکن ان کی دوسری جماعت نے جھٹلایا اور اپنی جگہ ہی پر موجود رہے۔ پھر صبح سویرے ہی دشمن کے لشکر نے انہیں آلیا اور انہیں مارا اور ان کو برباد کر دیا، تو یہ مثال ہے اس کی جو میری اطاعت کریں اور جو دعوت میں لایا ہوں اس کی پیروی کریں اور اس کی مثال ہے جو میری نافرمانی کریں اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلائیں۔'' (صحیح بخاری:7283)(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔'' (صحیح بخاری: 7280)(7) یہ سیدنا خلیل علیہ السلام کی شفقت ہے کہ انہوں نے گناہ گاروں کے لئے بخشش اور رحمت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف اسے عذاب دے گا جو سرکشی اختیار کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1355)

﴿ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ (37) ﴾

''اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس اس وادی میں آباد کیا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں اور آپ انہیں پھلوں کا رزق دیں تاکہ وہ شکر ادا کریں۔'' (37)

سوال 1: ﴿ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ ''اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس اس وادی میں آباد کیا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ ﴾ ''اے ہمارے رب! یقیناً میں نے آباد کیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دوسری دعا اس وقت کی جب انہوں نے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی سرزمین میں لا کر آباد کیا تھا۔ اس وقت وہ دودھ پیتے بچے تھے۔(3) ﴿ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ﴾ ''اپنی کچھ اولاد کو'' یعنی ساری اولاد کو نہیں کچھ کو لا کر بسایا ہے کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باقی بچے شام میں تھے۔(4) ﴿ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ ﴾ ''اس وادی میں جو کھیتی والی نہیں ہے'' وہ مکہ ہے جو اس دور میں سنسان جنگل تھا۔ تب وہاں نہ زراعت تھی، نہ پانی کا نام ونشان تھا۔(4) ﴿ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ ''تیرے حرمت والے گھر کے پاس'' اس گھر کو اللہ تعالیٰ نے برائی سے پاک کیا، اسے قبلہ بنایا، اسے حرم بنایا، جس کو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے کے لیے چنا۔ (جامع البیان:13/237)(5) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیت اللہ کے پاس زمزم سے اوپر کی طرف موجودہ مسجد کے بالائی حصے میں ایک بڑے درخت کے پاس ٹھہرا دیا۔اس وقت مکہ میں کوئی انسان نہیں رہتا تھا اور وہاں پانی بھی نہیں تھا۔آپ نے انہیں وہاں اتارا اور ان کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ رکھ دیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام واپس چل پڑے۔اسماعیل کی والدہ بھی ان کے پیچھے چلیں اور کہا:''ابراہیم! آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ یہاں کوئی ساتھی (یا ہمسایہ) ہے نہ (ضرورت کی) کوئی چیز؟''انہوں نے کئی بار یہ بات کہی،لیکن آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ (آخر) انہوں نے کہا:''کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے؟''انہوں نے فرمایا:''ہاں!''وہ بولیں:''تب وہ ہمیں ضائع نہیں ہونے دے گا۔''اور پلٹ گئیں۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام چلتے چلتے جب ثنیہ (گھاٹی) پر پہنچے، جہاں سے وہ لوگ نظر نہیں آ رہے تھے،تو انہوں نے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا دیئے اور یہ دعا مانگی:﴿ رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ﴾اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس اس وادی میں آباد کیا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے،اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز قائم کریں،سو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں اور آپ انہیں پھلوں کا رزق دیں تا کہ وہ شکر ادا کریں۔(ابراہیم:37)

سوال 2: بیت اللہ کی تعمیر کیسے ہوئی؟

جواب: پھر کچھ مدت کے بعد جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام آئے تو اسمٰعیل علیہ السلام زمزم کے پاس ایک درخت کے تلے بیٹھے اپنے تیر درست کر رہے تھے۔والد کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور باپ بیٹا بڑے پتاک سے ملے۔اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے کہا''اسمٰعیل (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے کیا اس کام میں تو میری مدد کرے گا؟''انہوں نے کہا:''ضرور کروں گا۔''ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے:''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس مقام پر ایک گھر بناؤں اور ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔چنانچہ باپ بیٹے دونوں نے اس گھر کی بنیاد اٹھائی۔اسمٰعیل علیہ السلام پتھر لاتے جاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے۔جب دیواریں اونچی ہو گئیں تو اسمٰعیل علیہ السلام یہ پتھر (مقام ابراہیم) لے آئے اور اسے وہاں رکھ دیا۔اب ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر چنائی کرتے اور اسمٰعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں یہ دعا پڑھتے﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۷﴾﴾غرض وہ چاروں طرف سے بیت اللہ کی تعمیر کرتے جاتے اور یہی دعا پڑھتے جاتے۔(بخاری،کتاب الانبیاء)(تیسیر القرآن:2/466)

سوال 3:﴿ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ﴾''اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز قائم کریں،سو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں اور آپ انہیں پھلوں کا رزق دیں تا کہ وہ شکر ادا کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ﴾''اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز قائم کریں''یعنی ان کو موحد اور نماز قائم کرنے والے بنا کیونکہ نماز سب سے زیادہ خصوصیت کی حامل اور سب سے افضل عبادت ہے اور جس نے نماز کو قائم کر لیا،وہ دین کو قائم کرنے والا ہو گیا۔(تفسیر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سعدی:2/1355)(2)﴿فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ﴾ ''سو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں''یعنی لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے کہ لوگ ان سے محبت کریں اور اس علاقے اور اس گھر سے محبت کریں جہاں میں نے انہیں لا کر آباد کر دیا ہے۔رب العزت نے دعائے خلیل کو قبول فرمایا اور ان کی اولاد میں سے محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا فرمایا۔آپ ﷺ کی دعوت کی وجہ سے اولاد ابراہیمی نے دین اسلام قبول کر لیا اور نماز قائم کرنے والے بن گئے۔(3)اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی زیارت کو فرض قرار دیا جس کے پاس ابراہیم علیہ السلام کی اولاد آباد تھی اور اس میں ایک ایسا بھید پنہاں رکھا جو دلوں کے لئے کشش رکھتا ہے،دل اس گھر کی زیارت کا قصد کرتے ہیں اور اس کی زیارت سے کبھی سیر نہیں ہوتے بلکہ بندہ مومن جس قدر زیادہ اس گھر کی زیارت کرتا ہے اس کی آتش شوق اسی قدر زیادہ بھڑکتی ہے اور اس کا سر نہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف مضاف کیا ہے۔(تفسیر سعدی :2/1356)(4)﴿وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ﴾ ''اور آپ انہیں پھلوں کا رزق دیں''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد کو اس علاقے میں کھانے کے لیے پھل دیں جہاں پیداوار نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾اور کیا ہم نے انہیں ایک پر امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔(القصص:57)(5)﴿لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ شکر ادا کریں''ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں رب العزت نے ان کی اولاد کو شکر گزاری کی توفیق دی۔سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے سے جب کھانا اٹھایا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے:تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں،بہت زیادہ پاکیزہ اور برکت والی ہم اس کھانے کا حق پورے طریقے سے ادا نہ کر سکے اور یہ ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا گیا ہے اور یہ اس لئے کہا تا کہ اس سے ہم کو بے پرواہی کا خیال نہ ہوا ے ہمارے رب! (بخاری:5458)(6)مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نماز میں رات بھر کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج گئے۔آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں۔رسول ﷺ نے فرمایا:کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟(صحیح بخاری:4836)

﴿رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ(38)﴾

''اے ہمارے رب!یقیناً آپ جانتے ہیں جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں۔''(38)

سوال1:﴿رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ﴾ ''اے ہمارے رب!یقیناً آپ جانتے ہیں جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ ﴾''اے ہمارے رب! یقیناً آپ جانتے ہیں''یعنی اے ہمارے رب تو جانتا ہے، ہمارے بارے میں ہم سے زیادہ جانتا ہے۔آپ اس دعا میں میرے ارادے کو بھی جانتے ہیں اور وہ آپ کی رضا اور آپ کے لیے اخلاص ہے۔یقیناً آپ ہمارے مصالح اور ہمارے حالات سے واقف ہیں۔﴿ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے۔(الملک:14)**(2)**﴿ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ﴾''جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں''یعنی جن کو ہم جانتے ہیں اور جن کو ہم نہیں جانتے اپنی تدبیر سے ان کو ہمارے لیے آسان فرما دے۔

سوال 2:﴿ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾''اور نہیں کوئی چیز پوشیدہ اللہ تعالیٰ سے''اللہ تعالیٰ کا علم وسیع ہے اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔**(2)**﴿ فِي الْاَرْضِ ﴾ زمین میں۔**(3)**﴿ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴾''اور نہ آسمان میں''یعنی جہان میں کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں۔اسی طرح کوئی شخص نہ اپنا ظاہر اس سے چھپا سکتا ہے نہ باطن۔ہر چیز اس پر عیاں ہے۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ(39) ﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے بڑھاپے کے باوجود مجھے اسماعیل اور اسحاق دیے۔بلاشبہ میرا رب تو یقیناً بہت دعا سننے والا ہے۔''(39)

سوال:﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴾''سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے بڑھاپے کے باوجود مجھے اسماعیل اور اسحاق دیے۔بلاشبہ میرا رب تو یقیناً بہت دعا سننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾''سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اس کا شکر ادا کیا۔**(2)**﴿ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ﴾''جس نے بڑھاپے کے باوجود مجھے اسماعیل اور اسحاق دیے''جس نے بڑھاپے میں سعادت مند بیٹے عطا کیے۔یہ سب سے بڑی نعمت ہے اور بڑھاپے میں، مایوسی کی حالت میں اولاد کا عطا ہونا ایک دوسری نعمت ہے۔پھر ان سب کا صالح انسان اور نبی ہونا جلیل ترین اور افضل ترین مرتبہ ہے۔(تفسیر سعدی:2/1356)**(3)**﴿ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴾''بلاشبہ میرا رب تو یقیناً بہت دعا سننے والا ہے''جو کوئی اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔**(4)**اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا۔**(5)**ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لیے یہ دعا مانگی تھی﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما۔(الصّٰفّٰت:100)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (40)﴾

''اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرما۔''(40)

سوال 1: ﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ﴾ ''اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرما'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ﴾ ''اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ مجھے نماز کا پابند بنا دے۔**(2)** بندہ جب نماز کو شرائط اور ارکان کے ساتھ قائم کرتا ہے تو وہ ذکر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے اور جب نماز چھوڑ دیتا ہے تو وہ غافلوں اور کافروں میں سے ہو جاتا ہے۔(ایسر التفاسیر:730)**(3)** ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ﴾ ''اور میری اولاد میں سے بھی'' یعنی میری اولاد کو بھی نماز کا شوق عطا فرمائیے کہ وہ باقاعدہ وقت پر نماز ادا کرتے رہیں۔**(4)** ﴿رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ﴾ ''اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرما'' یعنی اے میرے رب اعمال کو قبول فرمالے جو صرف آپ کی خوشی کے لیے ہیں اور میری عبادت کو بھی قبول کر لے۔ اے میرے رب میں نے جو کچھ مانگا میری دعا قبول فرمالے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اَلدُّعَآءُ هِيَ الْعِبَادَه دعا ہی تو عبادت ہے۔(ابو داؤد:1479)**(5)** رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔(غافر:60)

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (41)﴾

''اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو بخش دینا جس دن حساب قائم ہوگا۔''(41)

سوال 1: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ ''اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو بخش دینا جس دن حساب قائم ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ﴾ ''اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو بخش دینا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ میری اور میرے ماں باپ کی بخشش فرما دیجیے۔**(2)** سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرما میری خطاؤں میں، میری نادانی میں اور میرے کسی معاملے کی زیادتی میں، ان باتوں کو جو تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اے اللہ! میری مغفرت کر، میری ہنسی مزاح اور سنجیدگی میں اور میرے ارادے میں اور یہ سب کچھ میری ہی طرف سے ہیں۔(صحیح بخاری:6399)**(3)** سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ساری دعائیں قبول ہوئیں سوائے والد کی مغفرت کی دعا کے وہ بھی جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے برات کا اظہار کر دیا۔(4)﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرٰهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَآ إِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥٓ أَنَّهُۥ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَأَوَّٰهٌ حَلِيمٌ ﴾ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا چنانچہ جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا، بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا۔(التوبہ:114)(5)﴿ وَلِلْمُؤْمِنِينَ ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امت محمد میں سے اور کہا گیا وہ سب مراد ہیں۔(جامع الاحکام القرآن:265/5)(6)﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴾ اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔(نوح:28)(7)﴿ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴾ ”جس دن حساب قائم ہو گا“ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی دعا مانگی کہ حساب کے دن تمام ایمان والوں کو بخش دینا۔(8)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ننگے پاؤں، ننگے جسم، بلاختنہ کئے اٹھائے جاؤ گے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! تو کیا ہم مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ رسول ﷺ نے فرمایا: اس وقت معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہو گا۔اس کا خیال بھی کوئی نہیں کر سکے گا۔(بخاری:6527)(9)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا کہ اے آدم! پس وہ کہیں گے کہ میں حاضر ہوں اور مستعد ہوں سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا کہ دوزخ کا لشکر نکال (دوزخی لوگوں کو نکال) وہ پوچھیں گے کہ کتنے لوگوں کو نکالوں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔پس اس وقت (مارے خوف کے) بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ جیسے وہ مست بے ہوش ہیں حالانکہ ان کو نشہ نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے۔“ صحابہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! ہزار میں سے ایک (جنتی) ہم میں سے کون ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”خوش ہو جاؤ! تم میں سے ایک آدمی کے مقابلے میں یاجوج ماجوج (دوسرے کافروں) میں سے ہزار آدمی ہوں گے“ پھر فرمایا: ”قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تم جنتی لوگوں کا ایک چوتھائی ہو گے۔“ ہم نے (مارے خوشی کے) اللہ اکبر کہا۔پھر فرمایا: ”مجھے امید ہے کہ تم تمام جنتی لوگوں کا تہائی حصہ ہو گے۔“ ہم نے پھر اللہ اکبر کہا۔آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”مجھے امید ہے کہ تم تمام جنتی لوگوں کے نصف برابر ہو گے۔“ ہم نے پھر اللہ اکبر کہا۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم (دنیا کے) لوگوں میں ایسے ہو جیسے سفید بیل کی کھال میں ایک کالا بال یا کالے بیل کی کھال میں ایک سفید بال۔“ (بخاری:6530)

رکوع نمبر 19

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ (42) ﴾

”اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔''(42)

سوال1:﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾''اورآپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جوظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾''اورآپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جوظالم کرتے ہیں''اللہ رب العزت نے ظالموں کو وعید سنائی ہے اور نبی کریم ﷺ اوران کی امت کوتسلی دلائی ہے کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کوظالموں سے غافل نہ سمجھیں،اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کوگن رکھا ہے۔(2)ظالموں سے مراد مکہ کے مشرک ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کومہلت دی،انہیں رزق میں وسعت دی تا کہ وہ اطمینان کی زندگی گزاریں اوران کے گناہوں میں اضافہ ہوجائے پھروہ انہیں پکڑ لے۔(3)﴿اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی''اللہ تعالیٰ نے اس دن تک کے لیے ظالموں کومہلت دی ہے جس کے ہول اور دہشت کی وجہ سے آنکھیں چڑھی رہ جائیں گی اور کلیجے منہ کوآجائیں گے۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾اورآپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے،بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک ،بڑی سخت ہوتی ہے۔(ہود:102)(5)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،تم ننگے پاؤں،ننگے جسم،بلاختنہ کئے اٹھائے جاؤ گے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا،یارسول اللہ ﷺ !تو کیا مردعورتیں ایک دوسرے کودیکھتے ہوں گے؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اس وقت معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔اس کا خیال بھی کوئی نہیں کرسکے گا۔(صحیح بخاری:6527)(6)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جب سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تب سے اس پر موت سے زیادہ سخت وقت کوئی نہیں آیا اور پھر موت کے بعد کے مراحل موت سے بھی زیادہ سخت ہیں ۔بے شک لوگ حشر کے دن کی سختی سے دوچار ہونے والے ہیں جس سے پسینہ کی لگام آئی ہوگی (پسینہ اس قدر بہہ رہا ہوگا کہ)اگراس پسینہ میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ چلنے لگیں۔(طبرانی)

﴿مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ(43)﴾

''اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے،اپنے سروں کواوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اوران کے دل خالی ہوں گے۔''(43)

سوال1:﴿مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾''اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے ، اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ مُهْطِعِيْنَ ﴾ ''اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے ہوں گے'' وہ پکارنے والے کی پکار پر لبیک کہیں گے اور بچ نہیں پائیں گے۔**(2)** اس دن مردے قبروں سے اٹھ کر میدان حشر کی طرف بھاگیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ گردن اٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:8)**(3)**﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴾ جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔(المعارج:43)**(4)**﴿ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ ﴾ ''اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے'' حسن نے کہا: قیامت کے دن کوئی کسی کو دیکھ نہیں پائے گا۔(جامع البیان:224/14)**(5)** ان کے ہاتھ ٹھوڑیوں سے بندھے ہوئے ہوں گے، جس کی وجہ سے ان کے سر اوپر کو اٹھ جائیں گے۔

سوال 2:﴿ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ ''ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ ﴾ ''ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی'' یعنی خوف اور دہشت کے مارے پلکیں نہیں جھپک پائیں گے۔**(2)**﴿ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ ''اور ان کے دل خالی ہوں گے'' ان کے دل گھبراہٹ کی وجہ سے حلق کو آئیں گے۔ وہ غموں سے بھرے ہوئے گے۔**(3)** رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴾ اور آپ انہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔(المومن:18)

﴿ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (44) ﴾

''اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب ان پر عذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑا قریب کے وقت تک مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔'' اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟(44)

سوال 1:﴿ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ﴾ ''اور آپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگوں کواس دن سے ڈرائیں جب ان پرعذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑا قریب کے وقت تک مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ ﴾ ''اورآپ لوگوں کواس دن سے ڈرائیں جب ان پرعذاب آجائے گا''یعنی دنیا میں ان کے سامنے عذاب کا حال بیان کیجیے اور برے اعمال سے ڈرایئے تا کہ وہ اپنے عقائد، اقوال اور افعال کی اصلاح کرلیں۔**(2)**﴿ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ﴾ ''تو ظالم لوگ کہیں گے''یعنی جن لوگوں نے اپنے رب سے شرک کر کے ظلم کیا اور ایمان والوں کو ایذائیں دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس کے دین کو جھٹلایا اور نافرنیاں کیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مشاہدہ کر کے آرزو کریں گے۔ کاش تھوڑی سی مہلت مل جائے۔**(3)**﴿ رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ ﴾ ''اے ہمارے رب! مہلت دے ہمیں''مجرم اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگیں گے۔**(4)**﴿ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ﴾ تھوڑا قریب کے وقت تک''یعنی ہم دنیا میں لوٹ جائیں۔ جیسا کہ رب العزت نے ان کی دعاؤں کو ایک اور مقام پر واضح فرمایا:﴿ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴾ اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے:'' اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔''(المنافقون:100) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کے سب سے کم عذاب پانے والے سے پوچھے گا: اگر تمہیں روئے زمین کی ساری چیزیں میسر ہوں تو کیا تم ان کو فدیہ میں اس عذاب سے نجات پانے کے لیے دے دو گے؟ وہ کہے گا: ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تم سے اس سے بھی سہل چیز کا اس وقت مطالبہ کیا تھا جب تم آدم کی پیٹھ میں تھے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا لیکن تم نے توحید کا انکار کیا اور نہ مانا آخر شرک ہی کیا!!!(صحیح بخاری:6557)**(5)**﴿ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴾ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔ تا کہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور اس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اٹھائے جائیں گے۔(المومنون:99,100)**(6)**﴿ نُجِبْ دَعْوَتَكَ ﴾ ''ہم تیری دعوت قبول کریں گے''یعنی تیرے رسول کی زبان سے ہمیں جو دعوت دی گئی ہے ہم اسے قبول کرلیں پھر ہم تجھے ایک مان لیں اور تیری عبادت کریں۔(ایسر التفاسیر:731)**(7)**یعنی حق کی دعوت پر ہم ایمان لے آئیں اور تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔(جامع البیان:247/14)**(8)**﴿ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ﴾ ''اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے''یعنی ہم تیرے نبیوں کی تعلیمات اور ان کے دین کی پیروی کرلیں۔﴿ وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿۲۷﴾ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾ اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا! ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ یقیناً اس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔(الفرقان:27,29) ان کی آہ و پکار اور وعدے صرف عذاب سے بچنے کے لیے ہوں گے۔ وہ اپنے وعدوں میں سچے نہیں ہوں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا۔(الانعام:28) (9) رب العزت نے ان کی آہ وزاریوں کو دوسرے مقام پر بھی واضح فرمایا ہے: ﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تو نے ہمیں دو دفعہ زندگی دی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟''(غافر:11) (10) ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، ''اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔''(السجدہ:12)

سوال 2: ﴿اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ﴾ ''اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ اسی طرح کا قول ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى﴾ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا، کیوں نہیں! (النحل:38) (2) تمہارا خیال تو یہ تھا کہ تم اس دنیا میں رہو گے اور آخرت میں کبھی نہیں جاؤ گے۔ اب تمہیں پتہ چل گیا تمہارے دعوے اور تمہاری قسمیں جھوٹی تھیں۔

﴿وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ (45)﴾

''اور تم ان کی بستیوں میں آباد رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر خوب واضح ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا؟ اور ہم نے تمہارے لیے کئی مثالیں بیان کیں۔''(45)

سوال 1: ﴿وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور تم ان کی بستیوں میں آباد رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور تم ان کی بستیوں میں آباد رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا'' یعنی تمہاری بد اعمالیوں کا سبب یہ نہیں تھا کہ تمہارے پاس نصیحت اور واضح دلائل نہیں آئے تھے بلکہ تم ان بستیوں میں آباد تھے جنہوں نے شرک اور نافرمانیاں کیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: ﴿وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ﴾ ''اورتم پرخوب واضح ہوگیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا؟اورہم نے تمہارے لیے کئی مثالیں بیان کیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَتَبَيَّنَ لَكُمْ﴾ ''اورتم پرخوب واضح ہوگیا''یعنی تم پر یہ حقیقت کھل گئی۔**(2)** ﴿كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ﴾ ''کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا؟''یعنی ہم نے انہیں کیسے ہلاک کیا۔**(3)** یعنی ان کومختلف انواع کی سزائیں دے کر،اورجب انہوں نے واضح دلائل کی تکذیب کی تو کیسے ہم نے ان پرعذاب نازل کیا؟(سعدی:2/1359)**(4)** ﴿وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ﴾ ''اورہم نے تمہارے لیے کئی مثالیں بیان کیں''ہم نے تمہارے سامنے واضح مثالیں بیان کردی ہیں جودل میں شک کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں رہنے دیتیں۔پس ان آیات بینات نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ اس کے برعکس تم نے روگردانی کی اوراپنے باطل پر جمے رہے،حتیٰ کہ تم پر یہ روز بد آ گیا جس میں تمہاری جھوٹی معذرت خواہی کوئی فائدہ نہ دے گی۔(تفسیرسعدی:2/1359)

﴿وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ(46)﴾

''اور بلاشبہ انہوں نے تدبیر کی اوراللہ تعالیٰ کے پاس اپنی تدبیر ہے اوران کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ پہاڑ اس سے ٹل جائیں۔''(46)

سوال 1: ﴿وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ﴾ ''اور بلاشبہ انہوں نے تدبیر کی اوراللہ تعالیٰ کے پاس اپنی تدبیر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقَدْ مَكَرُوا﴾ ''اور بلاشبہ انہوں نے تدبیر کی''یعنی کفار قریش نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف چال چلی جب دارالندوہ میں انہوں نے اس پرمشورہ کیا کہ انہیں قتل کردیا جائے،جلاوطن کیا جائے یا قیدی کیا جائے اوروہ کرنہ پائے۔(ایسرالتفاسیر:732)**(2)** انبیاء کوجھٹلانے والوں نے چالیں چلیں۔**(3)** ﴿مَكْرُهُمْ﴾ ''اپنی تدبیر ہے''یعنی انہوں نے ایسی چالیں چلنے کا ارادہ کیا جو وہ چل سکتے تھے۔**(4)** ﴿وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ کے پاس اپنی تدبیر ہے''یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں کو جانتے تھے اوران کے بدلے کو بھی۔**(5)** یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم اوراپنی قدرت کے ذریعے سے ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اوران کی چالیں لوٹ کرانہی کے خلاف گئیں اوربری چال نہیں گھیرتی مگراپنے چلنے والوں کو۔(تفسیرسعدی:2/1359)

سوال 2: ﴿وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾ ''اوران کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ پہاڑ اس سے ٹل جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾ ''اوران کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ پہاڑ اس سے ٹل جائیں''یعنی انبیاء ورسل اوروحی کوجھٹلانے والوں کی چالیں اورسازشیں اتنی بڑی ہیں کہ ان کے سبب سے بڑے بڑے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔یعنی ﴿ومکروا مکرا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کبارا﴾ انہوں نے بڑی بڑی چالیں چلیں۔(نوح:22) ان کی سازشیں اتنی بڑی تھیں کہ ان کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشیں انہی پر الٹ دیں۔اس آیت کریمہ کی وعید میں ہر وہ شخص شامل ہے جو باطل کی نصرت اور حق کے ابطال کے لئے انبیاء ورسل کے خلاف سازشیں کرتا ہے۔مقصد یہ ہے کہ ان کی چالیں ان کے کسی کام نہ آئیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان پہنچا سکے، بلکہ انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔(تفسیر سعدی 2/1359) (2) ایک بار ابوجہل نے کہا: برادران قریش! آپ دیکھتے ہیں کہ محمد ﷺ ہمارے دین کی عیب چینی ہمارے آباؤ اجداد کی بدگوئی، ہماری عقلوں کی تخفیف اور ہمارے معبودوں کی تذلیل سے باز نہیں آتا، اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے عہد کر رہا ہوں ایک بہت بھاری اور بمشکل اٹھنے والا پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب وہ سجدہ کرے گا تو اس پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔اب اس کے بعد تم لوگ مجھے بے یار ومددگار چھوڑ دو، چاہے میری حفاظت کرو اور بنوعبد ومناف بھی اس کے بعد جو جی چاہے کریں۔لوگوں نے کہا: نہیں واللہ! ہم تمہیں کبھی کسی معاملے میں بے یار ومددگار نہیں چھوڑ سکتے، تم جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔صبح ہوئی تو ابوجہل ویسا ہی ایک پتھر لے کر رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔رسول اللہ ﷺ حسب دستور تشریف لائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، قریش بھی اپنی اپنی مجلسوں میں آچکے تھے اور ابوجہل کی کاروائی دیکھنے کے منتظر تھے۔جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا پھر آپ کی جانب بڑھا لیکن جب قریب پہنچا تو شکست خوردہ حالت میں واپس بھاگا۔اس کا رنگ فق تھا اور وہ اس قدر مرعوب تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پتھر پر چپک کر رہ گئے تھے۔وہ بمشکل ہاتھ سے پتھر پھینک سکا۔ادھر قریش کے کچھ لوگ اٹھ کر اس کے پاس آئے اور کہنے لگے ابوالحکم تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے رات جو بات کہی تھی وہی کرنے جا رہا تھا لیکن جب اس کے قریب پہنچا تو ایک اونٹ آڑے آ گیا بخدا میں نے کبھی کسی اونٹ کی ویسی کھوپڑی اور ویسی گردن اور ویسے دانت دیکھے ہی نہیں وہ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔اگر ابوجہل قریب آتا تو اسے دھر پکڑتے۔(الرحیق المختوم:142) (3) انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں غار ثور میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔میں نے کافروں کے پاؤں دیکھے (جو ہمارے سروں پر کھڑے ہوئے تھے) صدیق رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور بولے کہ یارسول ﷺ! اگر ان میں سے کسی نے ذرا بھی قدم اٹھائے تو وہ ہم کو دیکھ لے گا۔آپ ﷺ نے فرمایا: تو کیا سمجھتا ہے ان دو آدمیوں کو (کوئی نقصان پہنچا سکے گا) جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔(بخاری:4663)

﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (47)﴾

''پھر تم اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھو کہ وہ اپنے رسولوں سے کیے گئے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔یقیناً اللہ تعالیٰ غالب ہے، اور انتقام لینے والا ہے۔''(47)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ ''پھر تم اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھو کہ وہ اپنے رسولوں سے کیے گئے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غالب ہے، اور انتقام لینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ﴾ ''پھر تم اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھو کہ وہ اپنے رسولوں سے کیے گئے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے'' رب العزت نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (آل عمران:9) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ (الرعد:31) اس نے دنیا میں اپنے رسولوں کی مدد اور ان کی پیروی کرنے والوں کی نجات اور ان کے دشمنوں کی دنیا و آخرت میں ہلاکت کا جو وعدہ کر رکھا ہے وہ اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ یہ وعدہ اس ذات کا ہے جو سب سے سچی ہے۔ **(2)** ﴿اِنَّ اللّٰهَ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا، قدرت والا ہے۔ **(3)** ﴿عَزِیْزٌ﴾ ''سب پر غالب ہے'' سب پر غالب ہے اسے کوئی بے بس نہیں کر سکتا۔ **(4)** ﴿ذُو انْتِقَامٍ﴾ ''انتقام لینے والا ہے'' جب وہ کسی سے انتقام لینے کا یا سزا دینے کا ارادہ کر لے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ **(5)** جو رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور انہیں جھٹلاتے ہیں اور شرک کرتے ہیں وہ ان سے انتقام لینے والا ہے۔

﴿یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (48)﴾

''جس دن یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے، جو اکیلا ہے، بڑا زبردست ہے۔'' (48)

سوال1: ﴿یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''جس دن یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے، جو اکیلا ہے، بڑا زبردست ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ﴾ ''جس دن یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی'' آپ انہیں یاد دلائیں کہ جس دن آسمان و زمین کو فنا کر کے نئے سرے سے بنایا جائے گا۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن لوگ سفید زمین پر جو سرخی مائل ہوگی، جمع کیے جائیں گے۔ وہ زمین ایسی ہوگی جیسے میدے کی روٹی، اس زمین پر کسی کا کوئی نشان باقی نہیں رہے گا۔ (یعنی چٹیل میدان ہوگی)۔ (بخاری:6521) **(2)** سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ رب العزت کے قول: اس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان (بھی بدل دیئے جائیں گے) کے متعلق پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (پل) صراط پر۔ (مسلم: 7056) **(3)** سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا ﴿وَ الْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(الزمر:67) کے بارے میں پوچھا کہ اس دن لوگ کہاں ہوں گے فرمایا: جہنم کی پشت پر (مسند احمد) (4) اس دن زمین ہموار کر دی جائے گی اور آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ (5) ﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں۔ (الانبیاء:104) (6) ﴿يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ﴾ اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ (المعارج:8,9) (7) ﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ﴾ ''اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے'' وہ اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا حساب لے اور انہیں جزا دے۔ (8) اس دن کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکے گا۔ (9) ﴿الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''جو اکیلا ہے، بڑا زبردست ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنے اسماء وصفات کی عظمت اور اپنے افعال کی عظمت میں منفرد ہے۔ وہ تمام کائنات پر غالب ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے دست تصرف اور تدبیر کے تحت ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز حرکت کر سکتی ہے نہ ساکن ہو سکتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1360) (10) جیسا کہ رب العزت کا یہ قول ہے ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ (المومن:16)

﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ (49)﴾

''اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔'' (49)

سوال: ﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾ ''اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ﴾ ''اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے'' اس دن آپ ﷺ انہیں دیکھو گے جنہوں نے جرم کیے۔ (2) ﴿مُّقَرَّنِيْنَ﴾ ''جکڑے ہوں گے'' کہ ان کے ہاتھ پاؤں گردن تک بندھے ہوئے ہوں گے۔ (3) ﴿فِي الْاَصْفَادِ﴾ ''زنجیروں میں'' آگ کی زنجیروں میں اور یہ عذاب کی قبیح ترین صورت ہے۔

﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (50)﴾

''ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔'' (50)

سوال 1: ﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ''ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:(1)﴿سَرَابِيْلُهُمْ﴾ ''ان کے لباس'' یعنی ان کی قمیضیں، ان کے کپڑے۔(2)﴿مِّنْ قَطِرَانٍ﴾ ''تارکول میں سے ہوں گے'' یعنی وہ جلتے ہوئے سیاہ مادے کے اندر ہوں گے جو جسموں کو جلائے گا۔(3)قطران عرب میں ایک درخت ہوتا تھا جس کا سیال مادہ نکال کر اور پکا کر کھجلی والے اونٹوں کے جسم پر ملتے تھے جس کی تیزی کی وجہ سے کھجلی جل جاتی تھی جیسا کہ بعض علاقوں میں کھجلی سے چھٹکارا پانے کے لیے گندھک کو سیال کر کے ملا جاتا ہے۔ یہ قطران جو عرب میں ہوتا تھا آگ کو جلد پکڑتا تھا اور خوب زیادہ تیز ہوتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ مجرمین کے جسموں پر قطران ملا جائے گا جو ان کے جسموں پر کرتے کی طرح ہوگا۔ اسے دوزخ کی آگ بہت جلدی پکڑے گی جیسا کہ دنیا کی آگ دنیا والی قطران کو پکڑتی ہے۔ مفسر ابن کثیر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قطران پگھلے ہوئے تانبے کو کہتے ہیں۔ دوزخیوں کے لباس تانبے کے ہوں گے۔(تفسیر انوار البیان:201/3)(4)سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں، جنہیں وہ نہیں چھوڑیں گے:(1)حسب پر فخر (2)نسب میں طعنہ زنی۔(3)ستاروں سے بارش کی طلبی (4) اور میت پر نوحہ۔ پھر فرمایا:'' (سنو!) نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا قمیص اور کھجلی کا دوپٹا پہنایا جائے گا۔''(مسلم:2160)(5)﴿وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ''اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی'' یعنی آگ ان کے چہروں کو جلا ڈالے گی۔ وہ آگ ان لوگوں کے لیے ہوگی جنہوں نے دنیا میں شرک اور نافرمانی کے کام کیے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ ان کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔(المومنون:104)(6)﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ کاش! جن لوگوں نے کفر کیا وہ جان پائیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔(الانبیاء:39)(7)﴿اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ تو کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کے ساتھ قیامت کے دن برے عذاب سے بچے گا (وہ جنت والے کی طرح ہوسکتا ہے؟) اور ظالموں کے لیے کہہ دیا جائے گا کہ چکھو جو تم کمایا کرتے تھے۔(الزمر:24)(8)﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ﴾ جس دن انہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا۔(القمر:48)

﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(51)﴾

''تاکہ اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''(51)

سوال 1:﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے'' یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اچھے برے اعمال کا بدلہ عدل کے ساتھ دے۔(2) برے کا برا بدلہ ظلم نہیں ہے ہاتھوں کی کمائی ہے۔(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کو جانتا ہے اس لیے وہ اعمال کے شمار کا محتاج نہیں۔اس لیے حساب بہت تیزی سے ہو گا۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(لقمان:28) جیسے اللہ تعالیٰ ایک ہی وقت میں رزق بھی دیتا ہے اور دوسرے کاموں کی تدبیر بھی کرتا ہے۔اس کا ایک کام میں مشغول ہونا دوسرے سے غافل نہیں کرتا۔(5)جب اللہ تعالیٰ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی تو لوگوں کو اس دن سے خوف کھانا چاہئے مگر حالات مخالف ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔(الانبیاء:1)(6)اللہ تعالیٰ جزا دینے کے لیے سرعت سے حساب کریں گے جیسا کہ فرمایا:﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ جنہوں نے برائیاں کیں اُنہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔(النجم:31)

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ(52)﴾

''یہ انسانوں کے لئے ایک پیغام ہے اور تاکہ وہ اس کے ساتھ ڈرائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقل مند نصیحت حاصل کریں۔''(52)

سوال:﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''یہ انسانوں کے لئے ایک پیغام ہے اور تاکہ وہ اس کے ساتھ ڈرائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقل مند نصیحت حاصل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ﴾ ''یہ انسانوں کے لئے ایک پیغام ہے'' یعنی یہ قرآن ساری انسانیت کے لیے پیغام ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور اُنہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔''(الانعام:19)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(2) قرآن مجید کا علم حاصل کر کے، اسے زادراہ بنا کر فضیلت والے مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔(3) قرآن مجید میں وہ علوم ہیں جن کے بندے محتاج ہیں۔(4)﴿وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ﴾ ''اور تا کہ وہ اس کے ساتھ ڈرائے جائیں'' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے برے اعمال کے برے انجام سے ڈرایا ہے تا کہ لوگ برائی چھوڑ دیں۔(5) رب العزت نے فرمایا:﴿الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ۝﴾ الـــر۔ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بلاشبہ میں اس کی طرف سے ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔(ہود:24)(6)﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور وفکر کریں اور تا کہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔(ص:29)(7) تا کہ قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے ڈرایا جائے۔(8)﴿وَلِيَعْلَمُوْٓا﴾ ''اور تا کہ وہ جان لیں'' تا کہ وہ دلائل سے جان لیں۔(9)﴿اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''کہ بے شک وہ ایک ہی معبود ہے'' یعنی وہ ایک ہی معبود ہے۔(10) کیونکہ اس میں برے اعمال اور اس عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بداعمال لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:1361/2)(11)﴿وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''اور تا کہ عقل مند نصیحت حاصل کریں'' یعنی عقل کامل کے حامل لوگ اس سے نصیحت پکڑیں، وہ کام کریں جو ان کے لئے فائدہ مند ہے اور وہ کام چھوڑ دیں جو ان کے لئے نقصان دہ ہے۔ایسا کرنے سے وہ عقل مند اور اصحاب بصیرت بن جائیں گے۔اس لئے کہ قرآن کے ذریعے سے ان کے معارف اور آراء صائبہ میں اضافہ اور ان کے افکار روشن ہوتے ہیں۔کیونکہ انہوں نے قرآن کے تازہ افکار حاصل کئے ہیں، قرآن انہیں بلند ترین اخلاق واعمال کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ ان پر قوی ترین، واضح ترین دلائل سے استدلال کرتا ہے۔ایک ذہین بندہ مومن جب اس قاعدہ کلیہ کو اپنا لائحہ عمل بنالیتا ہے تو وہ دائمی طور پر ہر قابل ستائش خصلت میں ترقی کی راہوں پر گامزن رہتا ہے۔(تفسیر سعدی:1361,1362)

سوال2: یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے انسان سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟

جواب:(1) یہ عقیدہ صرف ذہنوں تک محدود نہیں۔(2) یہ عقیدہ انسان کی پوری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔(3) یہ عقیدہ انسان سے اسلامی اخلاق کا تقاضا کرتا ہے۔(4) یہ عقیدہ انسان سے اسلامی اقدار کو اپنانے کا تقاضا کرتا ہے۔(5) یہ عقیدہ انسان سے پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور غلامی کا تقاضا کرتا ہے۔

اٰیاتها ۹۹ ۱۵ سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّة ۵۴ رکوعاتها ۶

سوال1: سورۃ الحجر کہاں نازل ہوئی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سورۃ الحجر مکہ میں نازل ہوئی۔

سوال 2: اس سورت کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: اس سورت کی 99 آیات اور چھ رکوع ہیں۔

سوال 3: نزولی ترتیب اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے (52) باونویں سورت ہے اور مصحف میں اس کا نمبر 15 ہے۔

سوال 4: سورۃ الحجر کا موضوع کیا ہے؟

جواب: سورۃ الحجر میں عقیدہ توحید، نبوت اور بعث کا ذکر ہے۔

آخری آیت

﴿الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾

''الر۔ یہ کتاب الٰہی اور واضح قرآن کی آیات ہیں۔''(1)

سوال 1: ﴿الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ ''الر۔ یہ کتاب الٰہی اور واضح قرآن کی آیات ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الٓرٰ﴾ اللہ تعالیٰ ہی اس کی مراد کو خوب جانتے ہیں۔ (2) ﴿اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾ ''یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں'' رب العزت نے اپنی عظیم کتاب کے بارے میں خبر دی ہے کہ یہ اس کتاب کی آیات ہیں جسے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ (3) ﴿وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ ''اور واضح قرآن کی'' اور یہ روشن قرآن ہے۔ (4) جو بہترین الفاظ اور اپنے مقصد پر قوی ترین دلائل کے ذریعے سے حقائق کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ مخلوق اس کی اطاعت کرے، اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور فرحت وسرور کے ساتھ اس کو قبول کرے۔ (تفسیر سعدی: 1362/2) (5) صاحب معالم التنزیل اس کا معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی قرآن نے حلال وحرام کی تفصیلات خوب واضح کر کے بیان فرمائیں اور حق کو باطل سے جدا کر کے واضح طور پر بیان فرمایا۔ (انوار البیان: 203/3) (7) قرآن مجید ہر شخص کو با آسانی سمجھ آ جاتا ہے۔ اس میں کوئی الجھن نہیں، یہ زندگی کی کتاب ہے، جنت کا نصاب ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ (القمر: 17)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فہم القرآن سیریز نمبر 1

ربما 14



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (2)﴾

''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے!''(2)

سوال1:﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے'' ایک وقت ایسا آئے گا جب کافر بھی اپنے کفر پر پچھتائیں گے اور تمنا کریں گے کاش وہ مسلمان ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کرتے اور ان پر عمل کرتے۔(2) جو بھی قرآن جیسی عظیم نعمت کو ٹھکراتا ہے، گمراہ ہو جاتا ہے۔ آج کے انکار کرنے والوں کی تمنائیں کل بدل جائیں گی۔(3)﴿لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ ''کاش وہ بھی مسلمان ہوتے!'' یہ اللہ رب العزت نے کفار کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ آخرت میں اپنے کفر پر نادم ہوں گے اور وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے۔(تفسیر مراغی :145/5) (4) جب انسان کی کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی تو وہ کہے گا کہ کاش میں انکار کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے اسلام کا راستہ اختیار کرتا۔ انکار کرنے والوں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ دعوت قبول کرنے کی مدت محدود ہے جلد ہی صورت حال بدلنے والی ہے جب تم خود تمنا کرو گے کہ کاش مسلمان ہوتے لیکن تب چاہتیں فائدہ نہ دیں گی۔(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں''۔(الانعام:27)(6) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دوزخی دوزخ میں جمع ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ان کے ساتھ کچھ اہل قبلہ بھی ہوں گے تو کافر مسلمانوں سے کہیں گے' کیا تم مسلمان نہ تھے؟ مسلمان کہیں گے'' ہمارے کچھ گناہ تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پکڑ لیا'' یہ گفتگو اللہ تعالیٰ سنے گا تو حکم دے گا' اہل قبلہ میں سے جو بھی دوزخ کے اندر ہو اس کو نکال لیا جائے۔ چنانچہ سب کے سب مسلمان نکال لیے جائیں گے۔ دوزخی کافر جب یہ بات دیکھیں گے تو کہیں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ہم کو بھی ان (مسلمانوں) کی طرح نکال لیا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے آیت:﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ تلاوت فرمائی۔(طبرانی، بیہقی)(7) یہ اس وقت ہوگا جب آنکھوں سے پردہ ہٹ جائے گا اور آخرت کی علامات اور موت کے آثار شروع ہو جائیں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو (اعلان کرنے کا) حکم دیا، انھوں نے لوگوں میں اعلان کیا:'' سوائے مسلمان شخص کے کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''(بخاری، کتاب الجهاد:3026)(8) اس

آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کے لئے بشارت ہے کہ آپ کا دین غالب ہوکر رہے گا، ایک دن ایسا آئے گا کہ کفار تمنا کریں گے کہ کاش وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے ہوتے تو انہیں بھی آج وہ مقام حاصل ہوتا جوان کبارِ صحابہ کو حاصل ہے جنہوں نے ابتداء میں ہی اسلام کی دعوت پر لبیک کہا۔(تیسیر الرحمٰن:740/1)

﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (3)﴾

''آپ چھوڑ وانہیں وہ کھائیں اور فائدے اٹھائیں اور امیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے۔''(3)

سوال1:﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾''آپ چھوڑ وانہیں وہ کھائیں اور فائدے اٹھائیں اور امیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذَرْهُمْ﴾''آپ چھوڑ وانہیں'' رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اے رسول انہیں ان کی غفلت میں چھوڑ دو۔(2)﴿يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا﴾''وہ کھائیں اور فائدے اٹھائیں'' وہ کھائیں، پئیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور دنیا کی لذتوں اور شہوات سے فائدہ اٹھائیں۔(تفسیر مراغی:146/5)(3) کھانا پینا، عیش کرنا اور کچھ غور وفکر نہ کرنا حیوانی سطح ہے۔اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ جو لوگ حیوانیت سے آگے نہیں جانا چاہتے انہیں چھوڑ دو کہ حیوان بنے رہیں۔(4) رب العزت نے شدید وعید دی ہے جیسے فرمایا:﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ط قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ﴾''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں۔آپ کہہ دیں مزے کرو! بلاشبہ آگ ہی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے''۔(ابراہیم:30)(5)﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾''سو تم تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اٹھالو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو''(المرسلات:46)(6)﴿وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ﴾''اور امیدیں انہیں غفلت میں رکھیں'' وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کی امید رکھتے ہیں یعنی لمبی عمر، دنیا کی رغبتوں کے حصول کی امید۔(7) سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو شخص لمبی امیدیں باندھتا ہے اس کا عمل ضرور خراب ہو جاتا ہے۔(قرطبی)(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے چوکھٹا خط کھینچا پھر اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو چوکھٹے خط سے نکلا ہوا تھا۔اس کے بعد درمیان والے خط کے اس حصے میں جو چوکھٹے کے درمیان میں تھا چھوٹے چھوٹے بہت خطوط کھینچے اور پھر فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور جو (بیچ کا) خط باہر نکلا ہوا ہے وہ اس کی امید ہے اور چھوٹے چھوٹے خطوط اس کی دنیاوی مشکلات ہیں۔پس انسان جب ایک (مشکل) سے بچ کر نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں پھنس جاتا ہے۔(صحیح بخاری:6417)(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بوڑھے انسان کا دل دو چیزوں کے معاملہ میں ہمیشہ جوان رہتا ہے، دنیا کی محبت اور زندگی کی لمبی امید۔(صحیح بخاری:6420)(10) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے۔پھر گدی پر ہاتھ رکھا اور

اسے کھول کر پھیلایا اور دراز کیا اور فرمایا: یہ اس کی امید ہے یہ اس کی امید ہے۔(ترمذی:2334)(11) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دو کنکریاں پھینکیں اور فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ان کی کیا مثال ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تیری امید ہے اور یہ تیری اجل ہے۔(ترمذی:2870)(12) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چھڑی اپنے سامنے گاڑی، دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری (اس سے) ذرا دور، پھر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی، اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے اور یہ اس کی آرزو ہے، اب وہ آرزو کے پانے کی کوشش میں ہے، لیکن آرزو (کے حصول) سے پہلے ہی موت اس کو آپہنچتی ہے۔(مسند احمد:11138) (13) جھوٹی امید توبہ اور رجوع الی اللہ سے غافل کر دیتی ہے۔(14) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند نہ ہو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اے ام المومنین میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اگر واقعتاً ایسا ہے تو ہم ہلاک ہو گئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا جو رسول اللہ ﷺ کے قول سے ہلاک ہو گیا وہ واقعتاً ہلاک ہونے والا ہے وہ حدیث کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور ہم میں سے ہر ایک موت کو ناپسند کرتا ہے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا تھا لیکن اس کا مطلب وہ نہیں جس کی طرف تم چلے گئے ہو بلکہ (اس کا مطلب یہ ہے کہ) جب آنکھیں پھٹ جائیں اور سینہ میں دم گھٹنے لگے اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور انگلیاں اکڑ جائیں اس وقت جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔''(مسلم:6826)(15) ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر جلد ہی وہ جان لیں گے'' یعنی اپنے انجام کو عنقریب جان لیں گے۔ وہ جان لیں گے کہ ان کا مؤقف باطل تھا اور ان کے اعمال ان کے لیے خسارے کا باعث تھے۔(16) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات چیزوں سے پہلے (نیک) اعمال میں جلدی کرو: کیا تمہیں ایسے فقر کا انتظار ہے جو بھلا دینے والا ہے؟ یا ایسی تونگری کا جو تمہیں حد سے تجاوز کر دینے والا بنانے والی ہے؟ یا ایسی بیماری کا جو بگاڑ دینے والی ہے؟ یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل اور ہوش کو زائل کر دینے والا ہے؟ یا ایسی موت کا جو تیزی سے اپنا کام تمام کر دینے والی ہے؟ (یعنی اچانک آجائے) یا دجال کا جو ہر اس غائب برائی سے بدتر ہے جس کا انتظار کیا جائے؟ یا قیامت کا؟ پس قیامت تو بہت ہی ہولناک اور نہایت تلخ تر ہے۔''(ترمذی:2306)(17) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لذتوں کو ختم کر دینے والی یعنی موت کا ذکر بڑی کثرت سے کیا کرو۔''(ترمذی:2307)

سوال2: جھوٹی اُمید انسان کو کس کس چیز سے غافل کر دیتی ہے؟

جواب:(1)انسان اپنے رب سے غافل ہو جاتا ہے۔(2)انسان اپنی موت کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چھڑی اپنے سامنے گاڑی، دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری (اس سے) ذرا دور، پھر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی، اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا: ''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے اور یہ اس کی آرزو ہے، اب وہ آرزو کے پانے کی کوشش میں ہے، لیکن آرزو (کے حصول) سے پہلے ہی موت اس کو آپہنچتی ہے۔(مسند احمد: 11138)(3)انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلوں سے غافل ہو جاتا ہے۔(4)انسان اپنے فرائض سے غافل ہو جاتا ہے۔(5)انسان زندگی کے مقصد سے غافل ہو جاتا ہے۔(6)انسان حلال، حرام کی پابندیوں سے غافل ہو جاتا ہے۔سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کی جو شخص لمبی امیدیں باندھتا ہے اس کا عمل ضرور خراب ہو جاتا ہے۔(قرطبی)

﴿ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَـهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ (4) ﴾

''اور ہم نے کسی بھی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس کی ایک مقرر مدت لکھی ہوئی تھی۔''(4)

سوال1: ﴿ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَـهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴾ ''اور ہم نے کسی بھی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس کی ایک مقرر مدت لکھی ہوئی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ﴾ ''اور ہم نے کسی بھی بستی کو ہلاک نہیں کیا'' اللہ رب العزت نے قوموں کے بارے میں سنت الٰہی کو واضح فرمایا کہ کوئی قوم جو عذاب کی مستحق تھی اس کو ہم نے اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک کہ اس کا مقررہ وقت نہیں آن پہنچا۔(2) ﴿ اِلَّا وَلَـهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴾ ''مگر اس کی ایک مقرر مدت لکھی ہوئی تھی'' یعنی ان کی ہلاکت کا وقت مقرر تھا۔(3)دوسرے لوگوں نے کہا کتاب معلوم کا معنی معین میعاد ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)(4)مہلت دینا اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔مہلت یا عذاب کا تعین لوگوں کے طرز عمل کے مطابق ہوتا ہے۔جو قوم ایمان لے آئے اور نیکی کا راستہ اختیار کرے۔دنیا میں نیکی اور انصاف کا نظام جاری کر دے تو مہلت دراز ہو جاتی ہے۔جو قوم برے راستے اختیار کرے، جس میں بھلائی کم ہو جائے، جس سے خیر کی توقع نہ رہے ایسی قوم انجام کو پہنچ جاتی ہے یا تو اس کا وجود ختم کر دیا جاتا ہے یا اس کو کمزور کر دیا جاتا ہے۔جن اقوام کو زمین میں عروج نصیب ہوتا ہے ان میں خیر کے کچھ پہلو ضرور ہوتے ہیں۔یا تو وہ دنیا کی آبادی اور تعمیر کے اچھے کام کرتی ہیں یا عدل کرتی ہیں خواہ وہ محدود نقطہ نظر کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔جب بھی خیر ختم ہو جاتا ہے قوم ختم ہو جاتی ہے۔(5)﴿ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَـهَا مُنْذِرُوْنَ ﴾ ''اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس کے لیے کئی ڈرانے والے تھے''۔(الشعراء:208)

﴿ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (5) ﴾

''کوئی امت اپنی مقررہ مدت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔''(5)

سوال:﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ﴾ ''کوئی امت اپنی مقررہ مدت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴾ ''کوئی امت اپنی مقررہ مدت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں'' کوئی قوم نہ اپنے وقت سے پہلے ہلاک ہوسکتی ہے نہ اس کے بعد چھوٹ سکتی ہے۔اس لئے وقت کا انتظار کریں۔اللہ تعالیٰ کا طریقہ بدلنے والا نہیں ہے۔(2)جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک لمحہ کی تاخیر بھی نہیں ہوتی، کیونکہ حجت پوری ہوچکی ہوتی ہے اور اسے معذور سمجھے جانے کا کوئی سبب باقی نہیں رہ جاتا۔(تیسیر الرحمٰن:740/1)(3)خواہ کتنی ہی تاخیر ہو گناہوں کی تاثیر کا واقع ہونا لابدی ہے۔(تفسیر سعدی1363/2)

﴿ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (6) ﴾

''اورانہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔''(6)

سوال1:﴿وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴾ ''اورانہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْا﴾ ''اورانہوں نے کہا'' وحی اور نبوت کے منکروں نے کہا۔یہ قول عبداللہ ابن امیہ،نضر بن حارث،نوفل بن خویلد اور ولید بن مغیرہ جیسے سرداران قریش کا تھا۔(تفسیر مراغی)(2)﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ ﴾ ''اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے'' رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے کافروں نے تمسخر اور استہزاء کے طور پر یہ کہا کہ اے وہ شخص جس کا خیال ہے کہ اس پر قرآن اترا ہے۔(3)﴿اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴾ ''بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے''یعنی تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم تمہارے کہنے پر تمہاری پیروی کرنے لگ جائیں گے اور اس مذہب کو چھوڑ دیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔(تفسیر سعدی:1364/2)

﴿لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (7) ﴾

''کیوں نہیں تو ہمارے پاس فرشتوں کو لے آتا اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے۔''(7)

سوال1:﴿لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''کیوں نہیں تو ہمارے پاس فرشتوں کو لے آتا اگر تو سچے

لوگوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوۡمَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ ﴾ ''کیوں نہیں تو ہمارے پاس فرشتوں کو لے آتا'' کہ وہ گواہی دیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہو اور یہ کہ جو آپ لے کر آئے ہو وہ درست ہے اور سچ ہے۔(2)﴿اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴾ ''اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے'' یعنی فرشتے تمہاری تائید کریں تو آپ سچے ہو۔اب جب کہ وہ آپ کی تائید کے لیے نہیں آئے تو آپ سچے نہیں ہو۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوۡ اَنۡزَلۡنَا مَلَكًا لَّقُضِىَ الۡاَمۡرُ ثُمَّ لَا يُنۡظَرُوۡنَ ﴾''اور انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور کام ہی ختم ہو جاتا، پھر وہ مہلت نہ دیے جاتے''۔(الانعام:8)(4)﴿فَلَوۡلَاۤ اُلۡقِىَ عَلَيۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِيۡنَ ﴾ تو کیوں نہیں اس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے؟ یا فرشتے اس کے ساتھ جمع ہو کر کیوں نہ آئے؟(الزخرف:53)(5)﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡمَلٰٓئِكَةُ اَوۡ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسۡتَكۡبَرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوًّا كَبِيۡرًا ﴾''اور جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔'' (الفرقان:21)(6)ان کا یہ مطالبہ ظلم اور جہالت پر مبنی تھا۔ظلم اس اعتبار سے کہ فرشتوں کے نازل ہونے کو دیکھنے کے علاوہ بھی دلائل سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے یعنی جو کچھ رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اس کی صداقت اور صحت کی تصدیق۔ جہاں تک جہالت کا تعلق ہے تو وہ اپنے نفع ونقصان کو نہیں جانتے اس لیے فرشتوں کے نازل ہونے میں کوئی بھلائی نہیں۔اللہ تعالیٰ جب فرشتے نازل کرتا ہے تو اس کے بعد کوئی مہلت نہیں دی جاتی۔

﴿مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ (8) ﴾

''ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں اور اس وقت وہ مہلت دیے گئے نہیں ہوتے۔''(8)

سوال1:﴿مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ﴾''ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں اور اس وقت وہ مہلت دیے گئے نہیں ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ﴾ ''ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم فرشتوں کو بے مقصد نہیں اتارتے یا تو رسالت دے کر اتارتے ہیں یا عذاب بھیج کر۔(2)فرشتے تو مجرموں پر قہر الٰہی بن کر آتے ہیں۔جیسے غزوۂ بدر میں آئے تھے یا تمہاری جانیں نکالنے کے لیے آتے ہیں یا پھر کسی قوم کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کرنے کے لیے آتے ہیں۔(تیسیر القرآن:473/2)(3)فرشتے تبلیغ ودعوت کے لئے تو نہیں آتے، البتہ گناہ گار قوموں پر اللہ تعالیٰ

کا عذاب نازل کرنے کے لئے آتے ہیں، اوراس وقت انہیں مہلت نہیں دی جاتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:741/1)(4)اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ فرشتے دعوت کی تکمیل کے بعد آتے ہیں اوران کے آنے کے بعد فیصلے کا وقت ہوتا ہے۔ وہ وقت ایمان کی طرف بلانے کا نہیں ہوتا ۔(5)فرشتوں کے نازل ہونے کا مطالبہ ایمان کی غرض سے نہیں اور ایمان کسی کے اختیار میں بھی نہیں۔ یہ مطالبہ ان کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بن جائے گا۔

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (9)﴾

''بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''(9)

سوال:﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾''بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ﴾''بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے''اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ ہم نے یہ قرآن نازل کیا ہے جس میں تمہاری زندگی کے لیے راہ نمائی ہے، جو تمہاری ضرورت ہے۔اس میں واضح دلائل ہیں، نصیحتیں ہیں، اسباق ہیں، جو اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہے اس کے لیے آسان ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''(القمر:17)(2)﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾''اور بلاشبہ ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ ہی شیطان کے چرانے اور انسانوں کی تحریف سے اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَّا یَاۡتِیۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ﴾''باطل اس کے پاس نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔''(فصلت:42)(3)اس آیت سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کلام کو پہنچانے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔(4)وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اسی نے اسے اپنے رسول ﷺ پر اتارا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرتا رہے گا۔اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے تسلی کا سامان بھی ہے، اور تمام مسلمانوں کے لئے بہت بڑی خوش خبری ہے، اس مشعل ہدایت کو کوئی بجھا نہ سکے گا، اس کا نور عالم تاب قیامت تک انسانوں کو راہ دکھاتا رہے گا۔آندھیاں چلیں گی، طوفان اٹھیں گے، بڑی بڑی سازشیں ہوں گی، لیکن جب تک قیامت نہیں آجاتی، یہ قرآن بغیر کسی ادنیٰ تغیر وتحریف کے باقی رہے گا۔(تیسیر الرحمٰن:741/1)

سوال2: کتاب اللہ کا محفوظ ہونا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب:(1) کتاب اللہ کا محفوظ ہونا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔(2) کتاب کا محفوظ ہونا ثابت کرتا ہے کہ یہی

قطعی میعارحق ہے اس لیے اب اس کتاب سے ہی زندگی کے لیے نصیحت حاصل کی جائے گی۔

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ (10) ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً تم سے پہلے ہم نے پہلی قوموں میں کئی رسول بھیجے ہیں۔''(10)

سوال:﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ﴾''اور بلاشبہ یقیناً تم سے پہلے ہم نے پہلی قوموں میں کئی رسول بھیجے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ﴾''اور بلاشبہ یقیناً تم سے پہلے ہم نے پہلی قوموں میں کئی رسول بھیجے ہیں''﴿ شِیَعِ ﴾امتیں اور کبھی دوستوں کو بھی﴿ شِیَعِ ﴾ کہتے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)(2)یعنی آپ ﷺ لوگوں کے جھٹلانے سے دل برداشتہ نہ ہوں۔گذشتہ قوموں کا بھی انبیاء کے ساتھ ایسا ہی رویہ رہا ہے۔(3)ہم ان کے درمیان بھی رسول بھیجتے رہے ہیں۔

﴿ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (11) ﴾

''اوران کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔''(11)

سوال1:﴿ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾''اوران کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ ﴾''اوران کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا''جو رسول بھی انہیں حق کی طرف بلاتا وہ اس کو جھٹلاتے۔(2)﴿ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾''مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے''وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ہر نبی کو ستایا گیا، ہر نبی کا دل دکھایا گیا۔اس لیے آپ ﷺ دل میلا نہ کریں۔(3)رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محاذ آرائی کا ایک اور انداز استہزاء تھا۔جب قریش نے دیکھا کہ محمد ﷺ کو تبلیغ دین سے روکنے کی حکمت کارگر نہیں ہو رہی تو ایک بار پھر انھوں نے غور وخوض کیا اور آپ کی دعوت کا قلع قمع کرنے کے لئے ہنسی ،ٹھٹھا،تحقیر،استہزاء اور تکذیب کا طریقۂ کار اختیار کیا۔اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو بددل کر کے ان کے حوصلے توڑ دئے جائیں۔اس کے لئے مشرکین نے نبی ﷺ کو ناروا تہمتوں اور بے ہودہ گالیوں کا نشانہ بنایا۔چناچہ وہ کبھی آپ ﷺ کو پاگل کہتے جیسا کہ ارشاد ہے:﴿ وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ ﴾''اورانہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔''(الحجر:6)اور کبھی آپ ﷺ پر جادوگر اور جھوٹے کا الزام لگاتے۔ارشاد ہے:﴿ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ز وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ﴾''اوران لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان کے پاس ایک خبردار کرنے والا ان ہی میں سے آیا

ہے اور کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے۔'' (ص:4) یہ کفار آپ کے آگے پیچھے پرغضب منتقمانہ نگاہوں اور بھڑکتے ہوئے جذبات کے ساتھ چلتے تھے۔ارشاد ہے:﴿وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ''اورقریب ہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کو اپنی نگاہوں سے ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر سنتے ہیں اور کہتے ہیں: ''یقیناً یہ تو بالکل دیوانہ ہے۔'' (القلم:51) اور جب آپ کسی جگہ تشریف فرما ہوتے اور آپ کے اردگرد کمزور اور مظلوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین موجود ہوتے تو انہیں دیکھ کر مشرکین استہزاء کرتے ہوئے کہتے:﴿اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا﴾ ''کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟'' (الانعام:53) جواباً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ اپنے شکرگزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟'' (الانعام:53) عام طور پر مشرکین کی کیفیت وہی تھی جس کا نقشہ ذیل کی آیات میں کھینچا گیا ہے۔﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ (۲۹) وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ (۳۰) وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ (۳۱) وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ (۳۲) وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے۔اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے: ''یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔'' حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔'' (المطففین:33-29)﴿یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ صلے مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے ہیں۔'' (یٰسین:30) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:﴿اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ﴾ ''یقیناً ہم تمہاری طرف سے مذاق اُڑانے والوں کے لیے کافی ہیں''۔ (الحجر:95) اور فرمایا، نبی ﷺ کا مذاق اڑانے والے یہ لوگ تھے: ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، ابوزمعہ اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی، عاص بن وائل۔سیدنا جبریل علیہ السلام رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو اللہ کے نبی ﷺ نے مذاق اڑانے والوں کی شکایت جبریل علیہ السلام سے کی۔جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ولید کو کردیا اور اس کی بغل میں ایک رگ کی طرف اشارہ کیا۔اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: آپ نے (ولید کے ساتھ) کیا کیا؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: ''میں نے اسے سزا دے دی۔'' اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے اسود کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے سامنے کردیا اور اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے بارے میں بھی جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ''آپ نے (اس اسود کا) کیا کیا؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: ''میں نے اس سے انتقام لے لیا۔'' پھر جبریل علیہ السلام نے ابوزمعہ کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کیا اور اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے کہا: ''آپ نے اس کا کیا بندوبست کیا؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: ''میں نے اس سے بھی بدلہ لے لیا۔'' اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حارث کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کیا اور اس کے سر یا پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ''میں نے اس سے بھی

انتقام لے لیا۔'' اسی طرح عاص کا گزر ہوا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے تلوے کی جانب اشارہ کیا اور کہا: ''میں نے اس کو بھی دبوچ لیا۔'' ولید کو سزا اس طرح ملی کہ خزاعہ قبیلے کا ایک شخص جو اپنے تیروں کو ترتیب دے رہا تھا، اس کے پاس سے ولید کا گزر ہوا تو ایک تیر اس کی بغل کے نیچے رگ پر جا لگا اور اس نے رگ کو کاٹ دیا۔ اسود بن مطلب اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبد یغوث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اس کے سر میں زخم ہو گئے جن کی وجہ سے وہ مر گیا۔ حارث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ زرد پانی نے حارث کو گھیر لیا، وہ اس کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور صورت حال یہ ہو گئی کہ اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکلنے لگا، پھر وہ اس بیماری سے مر گیا۔ عاص کو سزا اس طرح ملی کہ اس کے سر میں اس طرح کا پھوڑا نکلا جس طرح کا ایک کانٹے دار پودا حجاز کے ریگستان میں اگتا ہے، وہ پھوڑا اس کے سارے سر میں پھیل گیا اور وہ اس سے مر گیا۔ عاص کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کی طرف نکلا، گدھا کودا، اس نے اس کو کانٹوں پر گرا دیا، کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں پیوست ہو گیا اور وہ اسی سے مر گیا۔ (السنن الکبریٰ:17731، دلائل النبوۃ::318 تا 316/2)

﴿ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (12) ﴾

''اسی طرح ہم اس کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔'' (12)

سوال: ﴿ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ ''اسی طرح ہم اس کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ ''اسی طرح ہم اس کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں'' یعنی ہم نے جھٹلانے کو ان کے دلوں میں داخل کر دیا ہے۔ اس لیے وہ آپ ﷺ پر اور اس ذکر پر ایمان نہیں لائیں گے جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا۔ (2) ہم نے ان کو یہ سزا دی، جب ان کے دل کفر و تکذیب میں پچھلے لوگوں کے مشابہ ہو گئے اور اپنے رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ استہزاء و تمسخر اور عدم ایمان کے بارے میں بھی ان کا معاملہ مشابہ ہو گیا۔ یعنی وہ لوگ جن کا وصف بخل اور بہتان طرازی تھا ہم نے ان کو اس بنا پر سزا دی کہ ان کے دلوں نے کفر اور تکذیب کی مشابہت اختیار کی، اپنے انبیاء کے معاملے میں تشابہ کا شکار ہو گئے۔ اپنے رسولوں کے ساتھ ان کا یہ رویہ استہزاء، تمسخر اور عدم ایمان کا تھا۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور بلاشبہ پہلے لوگوں کا یہی طریقہ گزر چکا ہے'' (تفسیر سعدی:1365/2)

﴿ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (13) ﴾

''وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور بلاشبہ پہلے لوگوں کا یہی طریقہ گزر چکا ہے۔'' (13)

سوال1:﴿ لاَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور بلاشبہ پہلے لوگوں کا یہی طریقہ گزر چکا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لاَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ ''وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے'' ایمان نہ لانے کا اصل سبب حد درجہ بغض اور حسد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی دعوت چیز ہی ایسی ہے کہ نافرمانیوں میں ڈوبے ہوئے مجرمین اس کو ٹھنڈے پیٹوں نہیں برداشت کرتے۔ یہ چیز ان کو تیر و نشتر کی طرح چبھتی ہے اور وہ اس کو اگلنے کے لیے زور لگاتے ہیں۔(2)﴿ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''اور بلاشبہ پہلے لوگوں کا یہی طریقہ گزر چکا ہے'' ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار یہی رہا ہے، ایسے لوگوں کو ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ ان کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور ایمان والوں کو بچا لیا جاتا ہے۔

﴿ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ(14) ﴾

''اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پس وہ اس میں چڑھنے والے ہو جائیں۔''(14)

سوال:﴿ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴾ ''اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پس وہ اس میں چڑھنے والے ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ ''اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں'' یعنی اگر انکار کرنے والوں کے پاس بڑے سے بڑا معجزہ بھی آ جائے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے اور وہ آنکھوں سے دیکھ لیں تب بھی نہیں مانیں گے۔(2)﴿ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴾ ''پس وہ اس میں چڑھنے والے ہو جائیں'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ یہ ایسے ہٹ دھرم لوگ ہیں کہ اگر یہ دن دیہاڑے آسمان پر چڑھتا دیکھ لیں بلکہ خود بھی چڑھ جائیں، آسمان کے کھلے دروازے بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اتنی بلندی پر پہنچ کر بھی سوچ بلند نہیں ہوگی یہی کہیں گے ہم پر جادو کر دیا گیا۔ قرآن مجید نے یہ ثابت کیا ہے کہ فرشتوں کے نزول کی بات تو ایک طرف خود بھی آسمان پر چڑھیں گے تو نہیں مانیں گے لہٰذا ایسے لوگوں کے ساتھ مجادلہ کرنا فضول ہے۔ ان کے پاس ایمان کی دلیلوں کی کمی نہیں مگر ان کا بغض اور حسد حقیقت پر پردے ڈال دیتا ہے۔

﴿ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (15) ﴾

''تو بھی وہ کہیں گے بلاشبہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہے۔''(15)

سوال:﴿ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴾ ''تو بھی وہ کہیں گے بلاشبہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی

ہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا ﴾ ''تو بھی وہ کہیں گے بلاشبہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں'' ﴿سُكِّرَتْ﴾ ''ڈھانکی گئیں''۔(بخاری کتاب التفسیر)(2)یعنی ہماری نظروں پر نشے کا پردہ آ گیا ہے۔ہماری نظر بندی کر دی گئی۔(3)﴿ بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴾ ''بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہے''یعنی ہمیں دھوکہ دیا گیا،ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ہمیں اندھا کر دیا گیا۔(4)جب حق انسان کے لیے غیر اہم ہوتا ہے تو وہ اسے جادو قرار دے دیتا ہے۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے کہ جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھوتے تب بھی کفر کرنے والے ضرور یہی کہتے کہ کھلے جادو کے سوا یہ کچھ نہیں۔(الانعام:7)(6)﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (۱) وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴾ بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں:''یہ ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔''(القمر:1,2)

رکوع نمبر2

﴿ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ (16) ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔''(16)

سوال1:﴿ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں''بُرُوْجًا برج یعنی سورج چاند کی منزلیں۔(بخاری کتاب التفسیر)(2)''بروج'' سے مراد آفتاب و ماہتاب اور سات متحرک سیاروں کی وہ منازل ہیں جن کی تعداد تجربہ کے مطابق بارہ ہے۔(تیسیر الرحمٰن:742/1)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔''(الفرقان:61)(4) اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل اقتدار اور اپنی مخلوق پر اپنی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں یعنی ہم نے ستاروں کو برجوں کی مانند بنایا اور انہیں بڑی علامتیں بنایا جن کے ذریعے بحر و بر کی تاریکیوں میں راستے تلاش کیے جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1366/2)(5)﴿ وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴾ ''اور ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے'' زینت سے مراد آسمان کا حیران کن منظر ہے۔اللہ تعالیٰ نے آسمان پر بے مثال نظام قائم کئے ہیں لیکن ان نظاموں کو دیکھنے والی آنکھوں کے لئے واضح کر دیا ہے۔رات کو آسمان کے

ستارے، سیارے بے شمار چراغوں کی صورت میں روشن ہو کر انسان کے شعور کو بیدار کرتے ہیں۔انسان اوپر دیکھتا ہے تو دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔آسمان کے ستارے کبھی آسمان کی بے شمار آنکھوں کی طرح نظر آتے ہیں جس سے انسان کے دل پر خاص اثر ہوتا ہے۔آسمان پر نظر آنے والا چاند اگر چودھویں کا ہو تو یوں لگتا ہے ٹھنڈی میٹھی چاندنی نے پورے ماحول پر جادو کر دیا ہو۔(6)رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ﴾ ''تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اسے بنایا؟ اور ہم نے اسے زینت دی اور اس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے۔'' (ق:6)(7)اگر آسمان کا منظر اس قدر سحر انگیز نہ ہوتا تو دیکھنے والوں کو تدبر اور غور و فکر کا موقع نہ ملتا۔

﴿وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ(17)﴾

''اور ہم نے ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی ہے۔'' (17)

سوال:﴿وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ﴾ ''اور ہم نے ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ﴾ ''اور ہم نے ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی ہے'' یعنی آسمان کو سرکش شیطانوں سے محفوظ کر دیا ہے۔اس کے ظاہر کو دیکھو تو تاروں سے سجا ہوا اور اس کے اندرونی حصے کو شیطان کی دست برد سے محفوظ کر دیا ہے۔(2) آسمان کو کوئی شیطانی قوت خراب نہیں کر سکتی، کوئی شیطانی قوت اس میں داخل ہو کر اس کا نظام خراب نہیں کر سکتی، آسمانوں کے لئے دفاع کا نظام ہے جس کو کوئی وائرس خراب نہیں کر سکتا اور آسمانوں کی شیطان رجیم سے حفاظت کی جا رہی ہے۔(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ ۖ وَحِفۡظًا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴾ ''اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور محفوظ کر دیا، یہ اندازہ ہے سب پر غالب سب کچھ جاننے والے کا۔'' (حم السجدہ:12)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدۡ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَجَعَلۡنٰهَا رُجُوۡمًا لِّلشَّیٰطِیۡنِ وَاَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابَ السَّعِیۡرِ ﴾ ''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (الملک:5)

﴿اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیۡنٌ (18)﴾

''مگر جو کوئی سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔'' (18)

سوال1:﴿اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیۡنٌ ﴾ ''مگر جو کوئی سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ﴾''مگر جوکوئی سنی ہوئی بات چرالے''یعنی جب کبھی کوئی شیطان سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے اور چوری چھپے باتیں سننے کے لیے بڑھتا ہے۔(2)﴿فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ﴾''تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے''یعنی اگر کوئی شیطان چوری چھپے باتیں سننے کی کوشش کرے تو اسے ایک روشن انگارہ پیچھا کر کے سن گن لیتے ہوئے کو ڈھیر کر دیتا ہے۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب کے پہنچنے سے پہلے وہ آسمانی خبر اپنے دوست کو بتا دیتا ہے اور وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے۔(3)رب العزت نے فرمایا: وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ط فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا' 'اور یقیناً ہم اس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمک دار شعلہ گھات میں پاتا ہے۔''(الجن:9)(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو سن کر جھکتے ہوئے، عاجزی کرتے ہوئے اپنے بازو پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان انہیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ بہت اونچا، سب سے بڑا ہے۔پھر ان کی یہی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن کر بھاگتے ہیں۔شیطان آسمان کے نیچے یوں نیچے اوپر ہوتے ہیں، سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کو موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح سے شیاطین ایک کے اوپر ایک رہتے ہیں۔پھر وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتاتے ہیں، اس طرح وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ کلمہ اپنے سے نیچے والے کو بتائیں، آگ کا گولہ انہیں آدبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ بتا لیتے ہیں تو آگ کا انگارہ ان پر پڑتا ہے۔اس کے بعد کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے۔(ایک بات جب اس کاہن کی صحیح ہو جاتی ہے تو ان کے ماننے والوں کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ کیا اسی طرح ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، اسی ایک کلمہ کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنا تھا، کاہنوں اور ساحروں کی بات کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔'' (بخاری:4800)(5)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کاہن ہمیں بعض چیزیں بیان کرتے تھے جنہیں ہم ویسا ہی پاتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک سچی بات ہوتی ہے جس کو کوئی جن فرشتوں سے اچک لیتا ہے پھر اسے اپنے کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے اور وہ کاہن اس سچ میں سو جھوٹ کی زیادتی کر دیتا ہے۔(مسلم:5816)(6)شہاب مبین کے لغوی معنی شعلۂ روشن کے ہیں۔دوسری جگہ قرآنِ مجید میں اس کی جگہ شہاب ثاقب کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی تاریکی کو چھیدنے والا شعلہ۔اس سے مراد ضروری نہیں ہے کہ وہ ٹوٹنے والا تارا ہی ہو جسے ہماری زبان میں اصطلاحاً شہابِ ثاقب کہا جاتا ہے۔ممکن ہے کہ یہ شاید کسی اور نوعیت کی شعائیں ہوں مثلاً کائناتی شعائیں یا ان سے بھی زیادہ شدید کوئی اور قسم جو ابھی ہمارے علم میں نہ آئی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شہابِ ثاقب مراد ہے جنہیں کبھی کبھی ہماری آنکھیں زمین کی طرف گرتے ہوئے دیکھتی ہیں۔(7)زمانۂ حال کے مشاہدات سے یہ معلوم ہوا کہ دوربین

سے دِکھائی دینے والے شہاب ثاقب جوفضائے بسیط سے زمین کی طرف آتے نظر آتے ہیں ان کی تعداد اوسط ایک کھرب روزانہ ہے۔جن میں سے دو کروڑ روزانہ کے قریب ہر روز زمین کے بالائی خطے میں داخل ہوتے ہیں اور بمشکل صرف ایک زمین کی سطح تک پہنچتا ہے۔ان کی رفتار بالائی فضاء میں کم وبیش 26 میل فی سیکنڈ ہوتی ہے اور بسا اوقات 50 میل فی سیکنڈ پر دکھائی گئی ہے۔بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ برہنہ آنکھوں نے بھی ٹوٹنے والے تاروں کی غیر معمولی بارش دیکھی ہے۔چنانچہ یہ چیز ریکارڈ پر موجود ہے کہ 13 نومبر 1833 کو شمالی امریکہ کے مشرقی علاقے میں صرف ایک مقام پر نصف شب سے لے کر صبح تک 2 لاکھ شہاب ثاقب گرتے ہوئے دیکھے گئے۔(انسائیکلوپیڈیا برٹینکا:337/15)

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ(19)﴾

''اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے اور اس میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں اور اس میں ہر چیز مناسب مقدار سے اگائی ہے۔''(19)

سوال1:﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ﴾ ''اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے اور اس میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں اور اس میں ہر چیز مناسب مقدار سے اگائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا﴾ ''اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے''یعنی ہم نے زمین کو وسیع اور فراخ بنا کر پھیلا دیا تا کہ زمین میں رہنا بسنا اور رزق کا حصول آسان ہو۔(2)﴿وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ﴾ ''اور اس میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں''یعنی زمین میں بڑے بڑے پہاڑوں کی میخیں گاڑ دی ہیں تا کہ زمین جمی رہے،اس کی حفاظت ہو،وہ کہیں ڈھلک نہ جائے۔(3)﴿وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ﴾ ''اور اس میں ہر چیز مناسب مقدار سے اگائی ہے''یعنی زمین کے اندر اناج،پھل،پھول اور طرح طرح کی نفع مند اور ضروریات کی چیزیں پیدا کیں اور اس میں ہر معلوم اور وزن والی چیز پیدا کی۔(4)زمین کی نباتات کے اندر بڑھنے کی لامحدود صلاحیت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا اندازہ مقرر کر دیا ہے۔زمین کی ہر چیز بڑھتے ہوئے ایک خاص حد تک پہنچ کر رک جاتی ہے۔اس سے آگے نہیں جا پاتی۔پودوں اور درختوں کو اگر بلا روک ٹوک بڑھنے دیا جائے تو چند برس کے اندر زمین ہر ایک ہی پودا نظر آئے کسی اور کی گنجائش نہ رہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمین اور کائنات کو کوئی کنٹرول کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو حسب ضرورت اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔(5)ان چیزوں میں کوئی شخص نہ کمی لاسکتا ہے اور نہ زیادتی،اور جس ہیئت وکیفیت میں انہیں پیدا کیا ہے اس سے عمدہ کوئی کیفیت نہیں ہوسکتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:743)(6)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے،یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر خوب دیکھنے والا ہے۔''(الشوریٰ:27)

﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ(20)﴾

''اور ہم نے اس میں تمہاری معیشت کے اسباب بنائے ہیں اور ان کے بھی جنہیں تم ہرگز روزی دینے والے نہیں ہو۔''(20)

سوال1:﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرٰزِقِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اس میں تمہاری معیشت کے اسباب بنائے ہیں اور ان کے بھی جنہیں تم ہرگز روزی دینے والے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ﴾ ''اور ہم نے اس میں تمہاری معیشت کے اسباب بنائے ہیں'' سے مراد معیشت کے لئے اسباب ووسائل ہیں۔یعنی تمہارے لیے زمین میں زندگی اور روزی کے اسباب رکھ دیئے ہیں،ایک طرف زندگی کی ضروریات ہیں غذا، لباس، دوااور پانی وغیرہ اور دوسری طرف ایسے جانور پیدا کیے جن کا تم دودھ پیتے ہو،گوشت کھاتے ہو اور ان پر سوار ہوتے ہو۔اسی طرح زمین میں تم پھل،اجناس،سبزیاں وغیرہ حاصل کرتے ہو،کہیں کھیتی باڑی سے تم روزی حاصل کرتے ہو اور کہیں پیشوں اور دست کاریوں سے اور کہیں تم غلاموں اور لونڈیوں سے خدمت لیتے ہو۔(2)﴿وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرٰزِقِيْنَ﴾ ''اور ان کے بھی جنہیں تم ہرگز روزی دینے والے نہیں ہو''یعنی تمہارے فائدے کے لیے جو جانور اور غلام اور ملازم تمہیں عطا کیے ہیں ان کے رزق کے تم ذمہ دار نہیں ہو، بلکہ رب العزت نے وہ تمہیں عطا فرمائے ہیں اور ان کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ﴾ ''ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی''(بنی اسرائیل:31)تم فائدہ اٹھاؤ اور تمہارا رب انہیں کھلائے پلائے۔اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ان کا رزق ہے۔وھوخیرالرازقین۔

﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ(21)﴾

''اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اسے ایک معلوم اندازے کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں۔''(21)

سوال1:﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اسے ایک معلوم اندازے کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ﴾ ''اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے،ہر چیز کے خزانے اس کے پاس ہیں۔(2)خزانوں سے مراد بارش ہے جو کہ پیداوار کا ذریعہ ہے۔اس سے مراد کائنات کے خزانے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ وجود میں لاتا ہے۔(3)یعنی ہر قسم کا رزق اور ہر قسم کی تقدیر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے قبضہ اختیار میں نہیں،رزق کے خزانے اسی کے ہاتھ میں ہیں۔وہ اپنی حکمت اور بے کراں رحمت کے مطابق جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔ (سعدی:2/1368)(4)''اور ہم اسے ایک معلوم اندازے کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی فراہمی کے لئے حد بندی کا اصول مقرر کیا ہے۔ہر چیز کے لئے ایک معلوم اور متعین مقدار مقرر ہے۔مثال کے طور پر ہوا ایک حد کے اندر چلتی ہے ورنہ وہ طوفان بن

جائے۔سورج ایک خاص فاصلے پر ہے اگر تھوڑا اوپر چلا جائے تو زمین برف کی طرح جم جائے اور اگر نیچے آئے تو ہر چیز جل جائے۔زمین کی کشش ایک حد کے اندر ہے۔اگر زمین کی جسامت نصف ہوتی تو کشش اتنی کم ہوجاتی کہ ہر چیز ہلکی ہوجاتی اور ہلکے پن کی وجہ سے زمین پر چیزوں کا ٹھہرنا ممکن نہ ہوتا۔اگر زمین کی جسامت دوگنا ہوجاتی تو کشش اتنی زیادہ ہوجاتی کہ بوجھ کی وجہ سے چلنا دوبھر ہوجاتا۔اللہ تعالیٰ کے اندازے سے نہ کوئی چیز گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے۔(5)اس کے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے، وہ جب چاہے اور جتنا چاہے ظاہر کردے،لیکن وہ آسمان سے زمین پر اپنے بندوں کے لئے اتنا ہی اتارتا ہے جس کا اس کی مشیت تقاضا کرتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:743/1)(6)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ﴾''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے رزق کشادہ کردیتا تو وہ زمین میں سرکش ہوجاتے مگر وہ ایک اندازے سے جو چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔''(الشوریٰ:27)

﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخَازِنِيْنَ(22)﴾

''اور ہم نے ہواؤں کو بارآور بنا کر بھیجا، پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا، پس ہم نے وہ تمہیں پلایا اور تم اس کو ہرگز ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔''(22)

سوال1:﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخَازِنِيْنَ ﴾''اور ہم نے ہواؤں کو بارآور بنا کر بھیجا، پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا، پس ہم نے وہ تمہیں پلایا اور تم اس کو ہرگز ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ ﴾''اور ہم نے ہواؤں کو بارآور بنا کر بھیجا''لواقح ملاقح کے معنی میں ہے جو ملحقۃ کی جمع ہے یعنی حاملہ کرنے والی۔(بخاری کتاب التفسیر)(2)ہم نے ہواؤں یعنی رحمت کی ہواؤں کو مسخر کیا ہے جو بادلوں کو بارآور کرتی ہیں جیسے نر مادہ کو بارآور کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1368/2)(3)بوجھل ہواؤں سے مراد پانی سے بھرپور بادل ہیں جنہیں ہوائیں آسمان میں پھیلا دیتی ہیں یعنی جب ہوائیں بادلوں پر قلم چڑھاتی ہیں تو ان سے پانی برستا ہے اور درختوں پر قلم چڑھاتی ہیں تو ان پر پتے اور کلیاں پھوٹ آتی ہیں یہ سب قدرت کی نشانیاں ہیں۔(مختصر ابن کثیر:962/1)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا''(الانبیاء:30)(5)﴿فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ﴾''پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا، پس ہم نے وہ تمہیں پلایا''یعنی آسمان سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی بارش نازل ہوتی ہے،اس کے پانی سے اللہ تعالیٰ انسانوں، جانوروں اور کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ (٦٨) ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (٦٩) لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (٧٠)﴾''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا اسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اس کے

نازل کرنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنادیں پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟'' (الواقعہ:68۔70)(7)﴿وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ﴾ ''اور تم اس کو ہرگز ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو'' بارش کے پانی کے بارے میں رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ تم اس کا خزانہ جمع کر کے نہیں رکھ سکتے۔ تمہاری یہ قدرت نہیں، وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہارے لیے اس پانی کو خزانہ کر کے رکھ دیتا ہے پھر وہ اسی پانی کو چشموں کی صورت میں بہا دیتا ہے، یہ اس کی رحمت ہے۔

﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ(23)﴾

''اور بلاشبہ ہم ہی یقیناً زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہم وارث ہیں۔''(23)

سوال:﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم ہی یقیناً زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہم وارث ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ﴾ ''اور بلاشبہ ہم ہی یقیناً زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی نے زندگی کو ایجاد کیا اور وہی اعادہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ ہی ساری مخلوقات کو عدم سے وجود میں لاتا ہے، انہیں زندگی عطا کرتا ہے حالانکہ اپنی زندگی سے قبل وہ کچھ بھی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی زندگی کے بعد موت دیتا ہے اور ایک مقررہ وقت پر دوبارہ اٹھائے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے''(القصص:88)(3) ﴿وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ ''اور ہم وارث ہیں'' اللہ تعالیٰ زمین اور اس کی تمام چیزوں کا وارث ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور جو اس پر ہے وہ سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے۔''(مریم:40)(4) اللہ تعالیٰ ہی وارث ہے کیونکہ مخلوق فنا ہونے والی اور اللہ تعالیٰ ہی باقی رہنے والا ہے۔ وہ زندہ ہے اس کو کبھی موت نہیں آئے گی جو اس کے وجود کو الگ کر دے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔''(آل عمران:180)(فتح القدیر:160/3)

﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ(24)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا ہے جو تم میں سے بہت آگے جانے والے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا جو بہت پیچھے آنے والے ہیں۔''(24)

سوال:﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا ہے جو تم میں سے

بہت آگے جانے والے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا جو بہت پیچھے آنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُم﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا ہے جو تم میں سے بہت آگے جانے والے ہیں''اللہ تعالیٰ پہلے لوگوں کو بھی جانتا ہے۔(2)﴿ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا جو بہت پیچھے آنے والے ہیں''اور بعد میں آنے والے لوگوں کا بھی اس کو علم ہے ۔(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: ﴿الْمُسْتَقْدِمِيْن﴾ سے مراد آدم اور ان کی اولاد میں سے جو گزر چکے اور ﴿الْمُسْتَاْخِرِيْنَ﴾ سے مراد جو ابھی مردوں کی پشت میں ہیں۔(ابن ابی حاتم:2262/7)(3)اللہ تعالیٰ ہر ایک کے بارے میں انفرادی طور پر علم رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے انفرادی علم کا اندازہ انسان اپنے finger prints سے لگا سکتا ہے۔ہر ایک کے نشانات مختلف ہوتے ہیں دوہرائے نہیں جاتے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ط اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ(25)﴾

''اور یقیناً آپ کا ربّ ان سب کو اکٹھا کرے گا بلاشبہ وہ کمال حکمت والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔''(25)

سوال1:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ط اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾''اور یقیناً آپ کا رب ان سب کو اکٹھا کرے گا بلاشبہ وہ کمال حکمت والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ﴾''اور یقیناً آپ کا ربّ''اے رسول آپ ﷺ کا رب۔(2)﴿هُوَ يَحْشُرُهُمْ﴾''ان سب کو اکٹھا کرے گا''وہ سب کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا تاکہ ان کا حساب کرے اور انہیں جزا دے۔(3)اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خاک کے ذرے ذرے کا علم رکھتا ہے۔وہ اپنے بندوں کی خاک کو جمع کرنے اور انہیں نئے سرے سے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔وہ ضرور اپنی حکمت سے سب کو محشر میں جمع فرمائے گا۔(4)﴿اِنَّهٗ حَكِيْمٌ﴾''بلاشبہ وہ کمال حکمت والا''اللہ تعالیٰ کمال حکمت کی وجہ سے ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔وہی حساب کتاب کے بعد ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔(5)﴿عَلِيْمٌ﴾''سب کچھ جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔وہ جانتا ہے زمین مردوں میں جو کچھ کمی کر رہی ہے۔وہ علم رکھتا ہے کون کیا اعمال کر رہے ہیں اور کس نیت سے کر رہے ہیں۔وہ دل کے بھیدوں کے جاننے والا ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا پورے عدل سے دے گا۔(6)یہ حقیقت جس طرح اس کے کمال قدرت کی دلیل ہے،اسی طرح اس کے کمال علم کی بھی دلیل ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اول و آخر تمام انسانوں کو ان کی کثرت کے باوجود میدانِ محشر میں جمع کرے گا اور اپنے علم و حکمت کے مطابق ان سے معاملہ کرے گا۔(تیسیر الرحمٰن:744/1)

سوال2:''اللہ تعالیٰ حساب لے گا''یہ یقین انسان کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ حساب لے گا اس کا یقین اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لانے سے آتا ہے۔(2)اس کا یقین اپنی ذات پر غور و فکر کرنے

سے آتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دوسرے سے مختلف بنایا ہے۔انسان کے انگوٹھے کا نشان بتاتا ہے کہ اس کے خالق نے اُن جیسا نشان کسی اور کا نہیں بنایا۔وہ انفرادی طور پر ہر ایک کے بارے میں جانتا ہے ہر ایک سے حساب بھی الگ الگ لے گا۔(3)اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھ کر یقین آتا ہے کہ قدرت والے رب کے لئے حساب لینے میں کوئی مشکل نہیں۔

رکوع نمبر3

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (26)﴾

''اور ہم نے انسان کو بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا''۔(26)

سوال:﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ ''اور ہم نے انسان کو بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے انسان پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا ہے﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ﴾''اور ہم نے انسان کو پیدا کیا''یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔(2)﴿مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ ''بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے''﴿صَلْصَال﴾ یعنی خشک اور بجنے والی﴿ حَمَاٍ ﴾یعنی کیچڑ﴿مَّسْنُوْنٍ﴾یعنی چکنی مٹی یعنی وہ مٹی جو کیچڑ سے بنی تھی اور خشک ہوگئی یعنی صاف اور شفاف تھی۔(3)﴿ حَمَاٍ﴾ حماۃ کی جمع ہے بدبودار کیچڑ۔﴿مَسْنُوْن﴾ قالب میں ڈھالی گئی۔(بخاری کتاب التفسیر)(3)﴿حَمَاٍ مَّسْنُوْن﴾یعنی اس گارے سے پیدا کیا جس میں خشک ہونے کے بعد کھنکھناہٹ کی آواز پیدا ہو جاتی ہے۔جیسے پکی ہوئی ٹھیکری کی آواز۔(تفسیر سعدی:2/1370)

﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ(27) ﴾

اور اس سے پہلے جنوں کو ہم نے آگ کی لپٹ سے پیدا کیا۔(27)

سوال:﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴾'اور اس سے پہلے جنوں کو ہم نے آگ کی لپٹ سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ﴾''اور اس سے پہلے جنوں کو ہم نے پیدا کیا''﴿الْجَآنَّ﴾ سے مراد جنوں کا باپ یعنی ابلیس۔ انسان سے پہلے جن آگ سے پیدا کے گئے۔(2)جن پوشیدہ ہیں،آنکھ سے نظر نہیں آتے اس لئے انہیں جن کہتے ہیں۔(3)﴿مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ﴾''آگ کی لپٹ سے''''سموم'' کا معنی ایسی شدید گرم ہوا ہے جو شدت حرارت کی وجہ سے رگ و پے میں گھسی جاتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:1/744)(4)جنوں کو ایسی آگ سے پیدا کیا گیا جس میں ہوا ملی ہوئی تھی۔سموم بمعنی سخت گرم ہوا۔یعنی اتنی گرم ہوا سے جو آگ جیسی

گرم ہواور ہر چیز کو جھلس کر رکھ دے۔جس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی پیدائش میں غالب عنصر آگ تھا۔ابلیس اصل میں جنوں کی جنس سے تعلق رکھتا تھا مگر اپنی ہمہ وقت عبادت گزاری کی وجہ سے وہ فرشتوں کی صفوں میں شامل ہوگیا تھا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں،جن آگ کے شعلے سے پیدا کیے گئے اور آدم علیہ السلام اس چیز (مٹی) سے پیدا کیے گئے جس کا ذکر (قرآن مجید میں) کیا گیا ہے۔(صحیح مسلم:7495)

﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ(28) ﴾

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً میں بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں''۔(28)

سوال:﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً میں بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ﴾ ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا'' اے ہمارے رسول یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا'' یہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کا ذکر ہے۔(2)﴿اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ ''یقیناً میں بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں''مفسرین لکھتے ہیں کہ لفظ''صلصال'' کو بار بار دہرانے سے مقصود حضرت انسان کو اس کی اصل کی یاددہانی کراتے رہنا ہے،تاکہ کبر ونخوت میں پڑ کر تمرد وسرکشی کی زندگی نہ اختیار کرے۔(تیسیر الرحمٰن:745/1)

﴿ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ(29)﴾

پھر جب میں اسے پورا بنادوں اور اپنی روح سے اس میں پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔(29)

سوال:﴿ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴾ ''پھر جب میں اسے پورا بنادوں اور اپنی روح سے اس میں پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ﴾ ''پھر جب میں اسے پورا بنادوں''یعنی جب میں اس کے جسم کو پورا بنا چکوں یعنی اس کی تخلیق کو پورا کر چکوں۔(2)﴿وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ﴾ ''اور اپنی روح سے اس میں پھونک دوں''روح پھونکنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ہلکا سا پرتو انسان میں پیدا ہوجائے اور انسان کو دوسرے جان داروں سے زیادہ عقل وتمیز،قوت ارادہ واختیار،مختلف اشیاء کے خواص معلوم کرنے کا علم نیز غور وفکر کے ذریعہ استنباط یا نتائج حاصل کرنے کا علم دیا گیا ہے۔یہ سب کچھ اسی نفخہ کا نتیجہ ہے اور اسی بنا پر انسان زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنایا گیا۔(تیسیر القرآن:2/481.482)(3)﴿فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ﴾ '' تو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا''یعنی آدم کو سجدہ کرو یعنی اللہ

تعالیٰ کی عزت اور آدم علیہ السلام کی عزت وتکریم کے لئے نہیں۔

﴿ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ(30) ﴾

''تو ان سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا''۔(30)

سوال:﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴾ ''تو ان سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''تو ان سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا'' فرشتے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ان سب نے سجدہ کیا۔

﴿ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ(31) ﴾

''مگر ابلیس نے انکار کر دیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو''۔(31)

سوال:﴿ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴾ ''مگر ابلیس نے انکار کر دیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)ابلیس نے سیدنا آدم علیہ السلام کی دشمنی کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کیا،کفر، غرور اور تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا حکم ٹھکرا دیا۔(2)ابلیس نے اپنے نفس کی تعظیم کی،اپنے آپ کو بڑا جانا اور حسد کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی بات ثبت ہوگئی۔(2)یہ نسل انسانی کے ساتھ ابلیس کی دشمنی کا آغاز تھا۔

﴿ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ(32) ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا؟''(32)

سوال:﴿ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا؟''اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے یہ سوال کیا تھا کہ کس چیز نے تجھے فرشتوں کے سجدے کے ساتھ شامل ہونے سے روکا؟(2)ابلیس کو حسد نے سجدہ کرنے سے روکا۔

﴿ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ(33) ﴾

اس نے کہا:''میں ایسا نہیں ہوں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جس کو تو نے بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔''(33)

سوال1:﴿ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ '' اس نے کہا:''میں ایسا نہیں ہوں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جس کو تو نے بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ﴾''اس نے کہا:''میں ایسا نہیں ہوں کہ اس انسان کو سجدہ کروں''ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں تکبر،سرکشی اور خود پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں آدم کو سجدہ نہیں کروں گا اور اس کی وجہ یہ بتائی۔(2)﴿ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾''جس کو تو نے بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے''ابلیس نے اپنی شان بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں اس لئے سجدہ نہیں کروں گا کہ آگ کو مٹی پر شرف حاصل ہے یعنی انسان تو مٹی سے بنا ہے اور آگ مٹی کو کھا جاتی ہے۔(جامع البیان:34/14)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾''میں اس سے بہتر ہوں،تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔'' (ص:76)(4)ابلیس نے حسد،کفر،عناد اور تکبر کی وجہ سے سارے فرشتوں کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔(تفسیر منیر:337/7)(5)یہ شیطان کا فلسفہ ہے جس کا شکار خود انسان ہو گئے اور اسی وجہ سے رسولوں کی بشریت کے منکر ہو گئے۔

سوال2:حسد اور تکبر کا انجام کیا ہے؟

جواب:(1)حسد اور تکبر اجتماعی خرابیوں کی جڑ ہے۔(2)انسان جب ان بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے تو شیطان کا پیروکار بنتا ہے۔

سوال3:انسان کی زندگی میں حسد اور تکبر کے مواقع آئیں تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:انسان کی زندگی میں حسد اور تکبر کے مواقع آئیں تو(1)انسان کو ایسے موقعوں پر جلن کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔(2)انسان کو فرشتوں کی پیروی کرنی چاہئے۔

﴿ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (34)﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''پھر یہاں سے نکل جا بلاشبہ تو مردود ہے''۔(34)

سوال:﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''پھر یہاں سے نکل جا بلاشبہ تو مردود ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ اللہ رب العزت نے شیطان کو کہا۔(2)﴿ فَاخْرُجْ مِنْهَا ﴾''پھر یہاں سے نکل جا''منھا'' کی ضمیر سے مراد''معزز و مکرم فرشتوں کی جماعت'' ہے۔(تیسیر الرحمٰن:745/1)(3)یعنی تم جنت سے نکل جاؤ۔(ایسر التفاسیر:740)(4)﴿فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ تو مردود ہے''''رجیم'' سے مراد ہر خیر اور ہر عزت و تکریم سے محروم کیا گیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:745/1)یعنی تم رد کر کے ہر بھلائی سے دور کر

دیے گئے۔

﴿ وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ(35) ﴾

''اور بے شک جزا کے دن تک تجھ پر خاص لعنت ہے۔''(35)

سوال: ﴿ وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴾ ''اور بے شک جزا کے دن تک تجھ پر خاص لعنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةِ ﴾ ''اور بے شک تجھ پر خاص لعنت ہے''لعن کے لفظی معنی دور کر دینا اور دھتکار دینا ہیں۔لعنت کا لفظ عذاب کے معنوں میں بھی آتا ہے۔(2)ابلیس کے اوپر آسمان والے فرشتے اور زمین کے اہل ایمان لعنت کرتے رہیں گے۔(3)﴿اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ﴾'' جزا کے دن تک'' قیامت تک سے محاورے میں مراد دوام ہوتی ہے یہ امر مراد نہیں کہ قیام قیامت کے بعد ابلیس کی ملعونیت جاتی رہے گی۔(تفسیر ماجدی:2/739)(4)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(قیامت کے روز)سب سے پہلے ابلیس کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا۔وہ اسے پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا پھرے گا۔اس کی اولاد(یعنی اس کے پیروکار)اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے،ابلیس اپنی موت اور ہلاکت کو پکارتا پھر رہا ہوگا۔اس کے پیروکار بھی موت اور ہلاکت کو پکاریں گے حتیٰ کہ جب وہ آگ کے اوپر کھڑے ہوں گے تو ابلیس کہے گا ہائے موت(اس کے ساتھ)اس کے پیروکار بھی کہیں گے ہائے موت!اس پر ان سے کہا جائے گا آج ایک موت کو نہیں بہت سی موتوں کو پکارو۔(مسند احمد)

﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ(36)﴾

اس نے کہا:''اے میرے رب!پھر مجھے تو اس دن تک مہلت دے جب وہ اٹھائے جائیں گے۔''(36)

سوال:﴿ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴾ اُس نے کہا:''اے میرے رب!پھر مجھے تو اس دن تک مہلت دے جب وہ اٹھائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِی﴾ اس نے کہا:''اے میرے رب!پھر مجھے تو مہلت دے''ابلیس نے آدم علیہ السلام سے حسد کی وجہ سے مہلت مانگ لی۔(2)﴿اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ ''اس دن تک مہلت دے جب وہ اٹھائے جائیں گے۔''یہ مہلت قیامت کے دن تک کے لیے مانگی۔

﴿قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (37)﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے۔''(37)

سوال:﴿قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے''ابلیس کی دعا استدراج کے طور پر قبول کر لی گئی۔(مختصرابن کثیر:964/1)(2)اللہ تعالیٰ کا شیطان کی دعا کو قبول کر لینا اس کے حق میں اکرام وتکریم نہیں، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان اور بندوں کے لئے ابتلاء اور امتحان ہے،تا کہ دشمن میں سے اس کا وہ سچا بندہ الگ ہو جائے جو اس کی اطاعت کرتا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطان مردود سے بہت ڈرایا ہے اور کھول کھول کر بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔(تفسیر سعدی:1371/2)

﴿اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (38)﴾

''ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔''(38)

سوال:﴿اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾''ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾''ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے''ابن عباس نے کہا:اس سے مراد نفخہ اولیٰ ہے(یعنی جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا)یا وہ وقت جب ساری مخلوق کی موت واقع ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد وہ وقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے،ابلیس نہیں جانتا جب ابلیس کو موت آ جائے گی اور اسے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔(قرطبی:20/5)

﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ (39)﴾

''اس نے کہا:''اے میرے رب!اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بہکایا ہے، میں زمین میں ضرور ان کے لیے(گناہ)مزین کروں گا اور میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا۔''(39)

سوال:﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾''اس نے کہا:''اے میرے رب!اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بہکایا ہے، میں زمین میں ضرور ان کے لیے(گناہ)مزین کروں گا اور میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ﴾''اس نے کہا:''اے میرے رب!اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بہکایا ہے، میں زمین میں ضرور ان کے لیے(گناہ)مزین کروں گا''ابلیس نے دل میں چھپے حسد کو کھولتے ہوئے کہا کہ جیسے آپ نے مجھے گمراہ

کیا ہے میں بھی آدم کے بچوں کے دلوں میں گناہوں کی محبت کو بوؤں گا، ان کے اندر نافرمانیوں کی رغبت پیدا کروں گا۔(2) میں انہیں ایسی بہاریں دکھاؤں گا کہ انہیں لمحہ لمحہ گناہوں میں مزا آئے گا۔(3) میں ان کے سامنے دنیا کو ایسے مزین کروں گا اور انہیں اس طرح سے آمادہ کروں گا کہ انہیں گناہوں کے بغیر چین ہی نہیں آئے گا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (١٦) ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (١٧) ﴾ ابلیس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں ان کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔پھر میں لازماً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر آؤں گا اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔(الاعراف:16,17)(4) میں ان کے کردار کو داغ دار بنائے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ ''اس نے کہا کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔''(بنی اسرائیل:62)(5) ﴿ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ''اور میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا'' یعنی میں سب کے سب انسانوں کو بہکاؤں گا اور انہیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دوں گا۔(6) اغوا سے مراد حق سے، اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور اس کی سنتوں سے اغوا ہونا ہے۔(الاساس فی التفسیر:2882/6)(7) سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔''(بخاری:3281)

سوال2: تزئین سے کیا مراد ہے؟

جواب: تزئین شیطان کا ہتھیار ہے اور اغوا اس کا طریقہ کار ہے۔

سوال3: ابلیس باطل کی تزئین کیسے کرتا ہے؟

جواب:(1) لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ابلیس حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے اور انسان کو باطل خوب صورت اور حق بدنما ہو کر نظر آتا ہے۔(2) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شیطان کی ایک فریب کاری یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو مکر و فریب میں مبتلا کرنے کے لیے ہمیشہ اس کی عقل پر اپنا جادو جگاتا ہے۔اس کی جادوگری سے وہی شخص بچ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے رکھے۔انسان کے لیے جو چیز ضرر رساں ہو شیطان اسے اتنی خوش نما بنا کر پیش کرتا ہے کہ وہ اسے سب سے زیادہ مفید معلوم ہوتی ہے۔اللہ اکبر شیطان نے اس فسوں کاری سے کتنے انسانوں کو بہکایا۔دل و ایمان کے درمیان اس سے کتنی دیواریں کھڑیں کیں باطل کو رنگ و روغن کر کے کتنی حسین شکل میں نمایاں کیا اور حق کو مسخ کر کے اس کی کتنی بھدی صورت دکھائی۔سکے پرکھنے والوں کی نگاہوں میں کتنے کتنے کھوٹے سکے کھرے بتائے۔اہل بصیرت کو کتنے مکر و فریب دیئے۔وہی تو ہے جس نے لوگوں کے دل و دماغ پر جادو کر کے انہیں مختلف مذاہب اور بے شمار راہوں پر ڈال

دیا۔انہیں گمراہی کا ہر راستہ دکھایا۔تباہی کے ہر کھڈ میں گرایا۔بتوں کی پرستش،رشتہ داروں سے قطع تعلق،ماں بہنوں سے شادی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو اچھا بتایا۔کفر وفسق اور عصیان ونافرمانی کے باوجود اس نے لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا اور ان کے لیے تعظیم کی عظیم شکل میں شرک کا چور دروازہ کھول دیا۔اللہ تعالیٰ کی صفات علو وتکلم کو تنزیہہ کا نام دیا۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑنے کو لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور یاری بتایا اور اللہ تعالیٰ کے اس قول:﴿عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾تم اپنی فکر کرو پر عمل درآمد اور رسول کی سنت سے اعراض کو تقلید کے سانچے میں پیش کیا۔(اغاثۃ اللہفان:130/1) (3) سیدنا آدم علیہ السلام کو بہکانے کے لیے ابلیس نے اسی ہتھکنڈے کو استعمال کیا تھا۔جس درخت کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حرام کر دیا تھا شیطان نے اس کا پھل کھانے کو اچھا بتایا اور آدم سے بااصرار کہنے لگا کہ یہ شجرۃ خلد ہے اس کا پھل کھالو تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے یا فرشتہ بن جاؤ گے۔آدم علیہ السلام نے اس کی بات مان لی۔انجام کار انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔آج شیطان نوازوں کو دیکھئے وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کس طرح اس ہتھکنڈے کو استعمال کر رہے ہیں۔کمیونزم اور سوشلزم کو دیکھئے۔لوگ کہتے ہیں کہ ان ہی نظریات کے ذریعہ سے انسانیت کو حیرانی وپریشانی تباہی وبھکمری سے نجات مل سکتی ہے۔پھر ان تحریکوں کو دیکھو جو عورت کی آزادی کے نام پر خاتون خانہ کی بجائے ''سبھا کی پری'' بنانے پر تلی ہوئی ہیں اور آرٹ کے نام پر ان بے ہودہ ڈراموں کو اسٹیج کرنے کی روادار علمبردار ہیں جن میں عزت وناموس کو پیروں تلے روندا جاتا اور اخلاقی اقدار کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ان افکار پر بھی نظر ڈالو جو افزائش اور وافر نفع کے نام پر زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کے لیے سودی بینکوں میں روپے جمع کروانے کے پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔ان نظریات پر بھی غور کرو جن کے یہاں مذہب پر عمل درآمد قدامت پسندی،دقیانوسیت اور ملائیت ہے اور مبلغین اسلام مشرقی ومغربی ملکوں کے ایجنٹ۔یہ سب شیطان کے اسی ہتھکنڈے کا تسلسل ہے جس کے ذریعہ سے اس نے بہت پہلے آدم کو بہکایا تھا یعنی باطل کو دیدہ زیب ودل فریب بنانا اور حق کے چہرے پر کالک لگا کر لوگوں کو اس سے متنفر کرنا۔رب العزت نے فرمایا:﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾''اللہ تعالیٰ کی قسم!بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی بہت سی امتوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے۔پھر شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا۔''(النحل:63) واللہ یہ بڑا خطرناک حربہ ہے اس لیے کہ انسان کے سامنے کوئی غلط چیز مزین کر کے پیش کر دی جائے اور وہ اسے صحیح سمجھ بیٹھے تو جس چیز کو اس نے صحیح سمجھا ہے اس کے حصول کے لیے وہ پوری قوت سے کھڑا ہو جاتا ہے خواہ اسے اس کی اپنی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (103) اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾''آپ کہہ دو کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں؟وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھو گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔''(الکھف:103,104) یہی وجہ ہے کہ اہل کفر دنیا کو ترجیح دیتے اور آخرت سے تغافل برتتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾''اور ہم

نے ان پر برے دوست مسلط کر دیئے ہیں توانہوں نے ان کے آگے اوران کے پیچھے سے ہر چیزکوان کے لیے خوش نمابنا دیا''(حم السجدہ:25)علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شیطان ہی سے اس کے گرگوں کو یہ ہنروراثت میں ملا ہے کہ وہ حرام چیزوں کا ایسا نام رکھتے ہیں جس نام کی چیزکوانسان کا دل پسند کرتا ہے جیسے شراب کواصل مزہ، جوئے کوآرام کی روٹی، سودکولین دین اورظالمانہ ٹیکس کوشاہی حقوق کا نام دے دیا گیا ہے۔آج سودکوانٹرسٹ اوررقص وسرود، گانوں ڈراموں اورتصویروں ومجسموں کوآرٹ بتایا جارہا ہے، جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔(4)افراط وتفریط:اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم صادر کرتا ہے تواس کے بارے میں شیطان کی دوخواہشیں ہوتی ہیں یا تواس میں کمی وکوتاہی کی جائے یا زیادتی وغلو۔اس کی بلا سے بندہ دونوں میں سے کوئی بھی غلطی کرے۔شیطان انسان کے دل کے پاس آتا ہے اوراسے سونگھتا ہے۔اگراس میں پست ہمتی، تن آسانی اورسہل پسندی کی صفت ہوتی ہے تووہ اس کے دروازہ سے انسان پرحملہ کرتا ہے چنانچہ اس کی حوصلہ شکنی کرکے فرائض کی انجام دہی سے روک دیتا ہے۔اس پرتن آسانی اورآرام طلبی مسلط کردیتا ہے اوراس کے لیے تاویل وتوجیہہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔پھروہ وقت بھی آتا ہے جب انسان تمام احکام سے کلی طور پرآزاد ہوجاتا ہے۔اگرانسان کے دل میں حقیقت پسندی، احتیاط اورجوش وولولہ ہوتا ہے اورشیطان کواس پراس دروزاہ سے حملہ کرنے کی توقع نہیں رہتی ہے تووہ اسے ضرورت سے زیادہ اجتہادکرنے کی ترغیب دیتا ہے۔اس سے کہتا ہے کہ تمہارے لیے اتنا کافی نہیں تم تواس سے زیادہ کرسکتے ہو۔تمہیں ان سے زیادہ عمل کرنا چاہیے۔اگروہ سوتے ہیں توتمہیں سونا نہیں چاہیے۔وہ افطارکرتے ہیں توتمہیں افطارنہیں کرنا چاہیے۔ان کوسستی لاحق ہوتی ہے توتمہیں سستی لاحق نہیں ہونی چاہیے۔اگرکوئی اپنا چہرہ تین تین مرتبہ دھوئے توتمہیں سات سات مرتبہ دھونا چاہیے۔وہ نماز کے لیے وضوکرتے ہیں توتمہیں غسل کرنا چاہیے اوراسی طرح دوسرے کاموں میں افراط اورناجائز زیادتی کی ترغیب دیتا ہے۔غرض یہ کہ اسے غلو، انتہاپسندی اورصراط مستقیم کی راہ سے آگے بڑھادیتا ہے جیسا کہ پہلے شخص کو صراط مستقیم تک پہنچنے نہیں دیتا اوردوسری صورت میں آگے نکل جاتا ہے۔اکثرلوگ اس فتنہ کا شکارہوئے۔اس سے نجات کی صورت صرف اورصرف گہرے علم، مضبوط ایمان، شیطان کی مخالفت کی طاقت اوراعتدال کی راہ اپنانے میں ہے۔واللہ المستعان۔(الوابل الصیب:19)

﴿اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ (40)﴾

''مگران میں تیرے وہ بندے جوخالص کیے ہوئے ہیں۔''(40)

سوال1:﴿اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ﴾''مگران میں تیرے وہ بندے جوخالص کیے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''مگران میں تیرے وہ بندے جوخالص کیے ہوئے ہیں''یعنی جوتیرے مخلص بندے ہوں گے اوراپنے دین واعمال کواللہ تعالیٰ کے لئے خالص کریں گے ان پرمیرا داؤنہیں چلے گا۔(تیسیر الرحمٰن:746/1)(2)وہ بندے جن کوآپ نے اخلاص، ایمان اورتوکل کی وجہ سے

چن کر خالص کرلیاان پر میرا بس نہیں۔(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اورتمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اوراعمال کی طرف دیکھتا ہے۔(مسلم:6543)

سوال2:مخلص بندوں پرشیطان کا زور کیوں نہیں چلتا؟

جواب:(1)مخلص بندوں کی نظریں رب پر لگی ہوتی ہیں۔مخلص بندوں پر شیطان کا داخلہ بند ہوتا ہے۔مخلص بندے شیطان کے وسوسوں پر نہیں چلتے۔(2) سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے شیطان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معصیتوں کوسجا سنوار کر پیش کیا تو انہوں نے استغفار کے ذریعے میری کمر توڑ دی،اس کے بعد میں نے ایسے گناہ آراستہ کیے جن سے وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار نہیں کرتے، یہ گناہ خواہشات نفسانی ہیں۔شیطان نے سچ کہا ہے لوگوں کوان امور میں یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ گناہ کی طرف جارہے ہیں اس لئے استغفار ہی کیا کریں گے؟(احیاءعلوم)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اورابلیس نے ان پراپنا گمان سچ کردکھایا پھرایمان والوں کے ایک گروہ کے سواسب نے اس کی پیروی کی۔(سبا:20)

﴿قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ (41)﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''یہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے۔''(41)

سوال:﴿قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''یہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔(2)﴿هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ﴾ ''یہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے''یعنی یہ اعتدال والا راستہ مجھ تک اور میرے معزز گھر تک پہنچاتا ہے۔(2) مجاہد نے کہا:﴿صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ﴾ کا معنی سچا راستہ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے،اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (42)﴾

''بے شک میرے بندوں پر تیرے لیے کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلیں گے۔''(42)

سوال1:﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ ''بے شک میرے بندوں پر تیرے لیے کوئی غلبہ نہیں ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ عِبَادِيْ﴾ ''بے شک میرے بندوں پر''یعنی جو اہل ایمان اور اہل تقویٰ ہوں گے۔(تفسیر الثعالبی:401/3)(2)﴿لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ ''تیرے لیے کوئی غلبہ نہیں ہوگا''یعنی میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا کہ تم انہیں گمراہ کرسکو جن کے لیے میں نے ہدایت لکھ دی ہے تم ان تک نہیں پہنچ سکو گے۔(3) میرے بندوں کے گمراہ نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں

اس کے احکامات کی فرماں برداری کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں شیطان کے طریقہ واردات سے بچا لیتے ہیں۔

سوال2:﴿ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ﴾ ''مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلیں گے''الضال بھی گمراہ کو کہتے ہیں مگر اس گمراہ کو جو حق کو جانے بغیر اس کو چھوڑ دے۔الغاوی اس گمراہ کو کہتے ہیں جو حق کو پہچان کر اسے چھوڑ دے۔(2)جو جان بوجھ کر میری اطاعت کی بجائے تمہاری اور کافروں کی اطاعت پر راضی ہو گیا۔(3)یعنی تمہاری دعوت اور وسوسے ان پر اثر انداز ہوں گے جنہوں نے شرک کیا۔(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا کَانَ لَہٗ عَلَیْھِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَۃِ مِمَّنْ ھُوَ مِنْھَا فِیْ شَکٍّ ط وَرَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ﴾ اور ابلیس کا ان پر کوئی اقتدار نہ تھا مگر یہ اس لیے ہوا تا کہ ہم یہ معلوم کر لیں کہ کون ان میں سے آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون ہے جو اس کی طرف سے شک میں مبتلا ہے۔(سبا:21)(5)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (۹۹) اِنَّمَا سُلْطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ﴾ یقیناً ان لوگوں پر اس کا کچھ غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں یقیناً اس کا زور تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسے اپنا سرپرست بناتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے ہیں۔(النحل:99,100)

سوال2:شیطان کی پیروی سے کیسے بچیں؟

جواب:(1) سیدنا عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ''جابیہ'' مقام پر ایک خطبہ دیا اور یوں فرمایا:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان اس طرح کھڑے ہوئے جس طرح میں کھڑا ہوں اور فرمایا:تم میں سے جو وسط جنت کا ارادہ رکھتا ہے اسے جماعت کو لازم پکڑنا چاہیے، کیونکہ شیطان ایک آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو آدمیوں سے دور رہتا ہے۔(تلبیس ابلیس)(2)سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک خط کھینچا پھر اسی طرح گویا ہوئے:''یہ اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے'' پھر آپ نے اس کے دائیں اور بائیں خط کھینچے اور یوں فرمایا:''ان راستوں میں سے کوئی بھی راستہ ایسا نہیں ہے مگر اس پر شیطان موجود ہے جو اپنی دعوت دے رہا ہے''۔اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ﴾ اور یقیناً یہی میرا سیدھا راستہ ہے اسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔(الانعام:153)(تلبیس ابلیس)(3)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے وہ خطبہ سنا جو انہوں نے وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے دن پڑھا تھا جس دن مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے خطبہ پڑھا، پھر کہا:امابعد!اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے وہ چیز (آخرت) پسند کی جو اس کے پاس تھی اس کے بجائے جو تمہارے پاس تھی یعنی دنیا، اور یہ کتاب اللہ موجود ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہارے رسول کو دین وسیدھا راستہ بتایا۔پس اسے تم تھامے رہو تو ہدایت یاب

رہو گے یعنی اس راستے پر رہو گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بتلایا تھا۔(صحیح بخاری:7269)(4)عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:سب سے اچھی بات کتاب اللہ ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور سب سے بری نئی بات (بدعت) پیدا کرنا ہے(دین میں)اور بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آ کر رہے گی اور تم پروردگار سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔(صحیح بخاری:7277)

﴿ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (43)﴾

''اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔''(43)

سوال1:﴿ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یعنی شیاطین کے تمام پجاریوں کے لیے،ابلیس اور اس کے لشکروں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ط اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ج فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ق اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾'' کیا پھر وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے ایک گواہ بھی آ گیا اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب راہ نما اور رحمت تھی۔ایسے ہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور گروہوں میں سے جو اس سے کفر کرے گا تو اس کے وعدے کی جگہ آگ ہے،پھر تم اس کے بارے میں کسی شک میں نہ ہو یقیناً یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔(ہود:17)(3)جو جماعت قرآن کو نہ مانے اس کے وعدے کی جگہ آگ ہے۔

﴿لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ط لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (44)﴾

''اس کے سات دروازے ہیں،ہر دروازے کا ان میں سے تقسیم شدہ حصہ ہے۔''(44)

سوال:﴿لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ط لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ﴾''اس کے سات دروازے ہیں،ہر دروازے کا ان میں سے تقسیم شدہ حصہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ﴾''اس کے سات دروازے ہیں''یعنی جہنم کے سات دروازے ہیں اور لوگ ہر دروازے کے لیے بٹے ہوئے ہیں اسی سے وہ جہنم میں جائیں گے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہنم سے بچائے۔آمین۔(مختصر ابن کثیر:965/1)جہنم کے سات درجے ہیں۔پہلا جہنم،دوسرا لظیٰ،تیسرا حطمہ،چوتھا سعیر،پانچواں سقر،چھٹا جحیم،ساتواں ھاویہ۔ہر دروازہ دوسرے دروازے سے نیچے ہوگا۔(2)﴿لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ﴾''ہر دروازے کا ان میں سے تقسیم شدہ حصہ ہے''یعنی ابلیس کے پیروکاروں میں سے۔

(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جہنم کے سات دروازے ہیں۔ان میں سے ایک دروازہ ان لوگوں کے لئے ہے جو میری امت پر تلوار اٹھائیں۔(ترمذی) (4) ﴿ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ ''تقسیم شدہ حصہ ہے''یعنی ان کے اعمال کے مطابق۔رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ (۹۴) وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴾ ''پھر وہ اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے وہ اور بہکے ہوئے لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب''۔(الشعراء:94,95) (6) جہنم میں توحید پرست جنہیں کچھ عرصہ بعد سفارش پر نکال لیا جائے گا۔دوسرے درجے میں یہودی، تیسرے درجے میں عیسائی، چوتھے درجے میں صابی، پانچویں درجے میں مجوسی، چھٹے درجے میں مشرکین ،ساتویں درجے میں منافقین۔(فتح القدیر) (7) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾ '' یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور ان کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔''(النساء:145) (8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا: یا رسول ﷺ! ابو طالب آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ ﷺ کے لئے (دوسرے لوگوں سے) ناراض ہوتے تھے، کیا یہ چیز ان کے کسی کام آئے گی؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا''ہاں! اب وہ جہنم کے اوپر کے درجہ میں ہیں اگر میں ان کے لئے سفارش نہ کرتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں ہوتے۔(مسلم، کتاب الایمان) (9) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن دوزخ والوں میں سب سے ہلکا عذاب اس آدمی کو ہوگا جس کے پاؤں کے نیچے آگ کے دو انگارے ہوں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔(صحیح مسلم:516) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جہنم سے بھاگنے والے کسی شخص کو (آرام کی نیند) سوتے نہیں دیکھا نہ ہی جنت کے کسی خواہش مند کو (آرام کی نیند) سوتے دیکھا ہے۔(ترمذی)

رکوع نمبر 4

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (45) ﴾

''بلاشبہ متقی باغوں اور چشموں میں ہوں گے''۔(45)

سوال: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ 'بلاشبہ متقی باغوں اور چشموں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ بلاشبہ متقی یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذابوں کا خوف رکھتے ہوئے شیطان کی فرماں برداری، اس کے وسوسوں، گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔سیدنا عرباض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا:''رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں انتہائی مؤثر وعظ فرمایا، کہ اس کی بنا پر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل ڈر گئے۔''ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ایسے معلوم ہوتا ہے کہ) جیسے

یہ الوداع کرنے والے کی نصیحت ہے۔آپ ہمیں کس بات کی ذمہ داری سونپتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:''میں تمہیں تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور سمع واطاعت کی اگر چہ (امیر) حبشی غلام ہو۔(احمد،ترمذی)(2) جمہور صحابہ اور تابعین کے نزدیک یہاں ''متقین'' سے مراد شرک باللہ سے بچنے والے ہیں،اور ایک قول کے مطابق ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام گناہوں سے بچتے ہیں۔(تفسیر تیسیر الرحمٰن:746)

(3) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا،کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''تم اپنے رب تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو،اپنی پانچ نمازیں پڑھو،اپنے مہینے کے روزے رکھو،اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (سنن ابی داؤد:4607،3851) (4) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:''رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:''تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو،برائی کے پیچھے نیکی لگا کر اس کو مٹا دو اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔'' (ترمذی:2053)(4) آپ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:''میں تمہیں خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔'' (مسند احمد:21573)(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:''تم اس وقت کیسے ہو گے جب تم گھٹیا لوگوں میں رہ جاؤ گے؟'' میں نے عرض کیا''یارسول اللہ ﷺ! وہ کیسے ہوگا'' آپ ﷺ نے فرمایا:جب وہ ان کے وعدوں کی پاسداری اور امانتوں کی حفاظت نہ ہوگی اور وہ اس طرح ہوں گے۔یونس نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرتے ہوئے اس کو بیان کیا انہوں نے عرض کی اس وقت میں کیا کروں؟'' نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرنا،معروف کو تھام لینا اور منکر کو چھوڑ دینا۔(مسند احمد:6508)(6) امام بخاری نے سیدنا سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،کہ انہوں نے بیان کیا:''میں نبی کریم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:''یارسول اللہ ﷺ! مجھے وصیت فرمائیے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو،کسی بھی بھلائی کو حقیر نہ سمجھو اگر چہ (صرف) پانی طلب کرنے والے کے لئے اپنے ڈول سے اس کے برتن میں پانی ڈال دو یا اپنے بھائی کی ساتھ فرحت وانبساط کے ساتھ گفتگو کرو۔(صحیح الأدب المفرد ص:331)(المسند:6508)(7) امام احمد نے سیدنا حرملہ عنبری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ کہ انہوں نے بیان کیا:''میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا''یارسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو جب تم کسی مجلس میں ہو اور اس سے اٹھ کر چلے جاؤ،پھر انہیں وہ بات کہتے ہوئے سنو،جو تمہیں ناپسند ہو اس (مجلس) سے اعراض کرلو۔)(مجمع الزوائد:4/216)(8) تقویٰ کی دعا:﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡـَٔلُکَ الۡهُدٰی وَالتُّقٰی وَالۡعَفَافَ وَالۡغِنٰی﴾ ''اے اللہ بلاشبہ میں آپ سے،ہدایت،تقوی،پاک دامنی اور تونگری کا سوال کرتا ہوں''۔(9)﴿تِلۡکَ الۡجَنَّةُ الَّتِیۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ کَانَ تَقِیًّا﴾ ''یہ وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔'' (مریم:63)(10)﴿وَسَارِعُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ ۙ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ﴾ '' اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی

ہے''۔(آل عمران:133)(11)﴿ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ﴾''باغوں اور چشموں میں ہوں گے''یعنی اہل جنت سدا بہار باغوں میں امن وسلامتی سے داخل ہوں گے جس میں ہر قسم کے پکے ہوئے درختوں کے اور گھنی چھاؤں والے ہر قسم کے درخت ہوں گے جنت میں داخلے کے وقت ان سے کہا جائے گا﴿مَثَلُ الۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ فِیۡہَاۤ اَنۡہٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ غَیۡرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنۡہٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ یَتَغَیَّرۡ طَعۡمُہٗ ۚ وَاَنۡہٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیۡنَ ۚ وَاَنۡہٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَلَہُمۡ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغۡفِرَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ ؕ کَمَنۡ ہُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَسُقُوۡا مَآءً حَمِیۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَہُمۡ ﴾''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں ور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا''۔(محمد:15)(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا: کون سی چیز لوگوں کو جنت میں بہت داخل کرتی ہے؟ فرمایا: اللہ عزوجل سے ڈرنا اور حسن خلق اور اس چیز کے بارے میں پوچھا جو بہت زیادہ دوزخ میں داخل کرتی ہے، فرمایا: منہ اور شرم گاہ (فرج)''(جامع ترمذی:2004)

﴿اُدۡخُلُوۡہَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیۡنَ(46) ﴾

''سلامتی اور امن کے ساتھ ان میں داخل ہو جاؤ''۔(46)

سوال:﴿اُدۡخُلُوۡہَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیۡنَ﴾''سلامتی اور امن کے ساتھ ان میں داخل ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اُدۡخُلُوۡہَا ﴾''ان میں داخل ہو جاؤ''جنت میں داخل ہوتے وقت کہا جائے گا کہ داخل ہو جاؤ اس میں۔(2)﴿بِسَلٰمٍ اٰمِنِیۡنَ﴾ ''سلامتی اور امن کے ساتھ''یعنی ہر تکلیف اور آفت سے صحیح سالم رہتے ہوئے یعنی بیماری، غم، نعمتوں میں کمی یا نعمتیں چھن جانے سے، نیند اور تھکن سے اور سب سے بڑھ کر موت سے سلامتی پا کر مامون ومحفوظ ہو جاؤ۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَہُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَہُوَ وَلِیُّہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾ اُن کے رب کے پاس اُن کے لیے سلامتی کا گھر ہے اور وہ اس کی وجہ سے اُن کا مددگار ہے جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔(الانعام:127)(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡہَا حِوَلًا﴾''وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے''۔(الکھف:108)

﴿وَنَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ (47)﴾

''اوران کے سینوں میں سے کینہ ہم کھینچ نکالیں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی ہوں گے۔''(47)

سوال1:﴿ وَنَـزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ﴾ ''اوران کے سینوں میں سے کینہ ہم کھینچ نکالیں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَـزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ ﴾ ''اوران کے سینوں میں سے کینہ ہم کھینچ نکالیں گے'' اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کے سینوں میں کوئی ایسا جذبہ نہیں رہنے دے گا جوان کی خوشبو کو پامال کرے اوران کے دل ودماغ میں تکدر پیدا کرے، اس لئے ان کے سینوں سے بغض و عداوت اورحسد وکینہ کو یکسر نکال دے گا۔ (تیسیر الرحمٰن:747)(2)اہل جنت کے دل حسد اورکینہ سے پاک صاف ہوں گے۔(3)ابن عیینہ نے کہا:غل سے مراد عداوت ہے۔(جامع البیان:39/14)(4) کفوی نے کہا:غل سے مراددل کا مخلوق کے بارے میں خیانت کرنا ہے۔(تفسیر قرطبی:133/7)(5)عز بن عبدالسلام نے کہا:غل سے مراد ان باطنی خرابیوں میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے جس کے لئے یہ آیت دلیل ہے:﴿ وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ﴾''اور جولوگ اُن کے بعد آئے وہ کہتے ہیں:''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے جوایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھنا اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(الحشر:10)(نضرۃ النعیم)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ سے کہا گیا: کون سا آدمی افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صاف دل (جوحسد اور کبر اور بغض اور خیانت سے خالی ہو) زبان کا سچا۔لوگوں نے کہا کہ زبان کے سچے کو تو ہم پہچانتے ہیں لیکن صاف دل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پرہیز گار پاک صاف جس کے دل میں نہ گناہ ہو نہ بغاوت نہ بغض نہ حسد۔(ابن ماجہ: 4216)(6)سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب فارس اور روم کو فتح کرلیا جائے گا تو اس وقت تم کس حال میں ہو گے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: ہمیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے: (یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں؟ تم ایک دوسرے پر رشک کرو گے۔ پھر آپس میں ایک دوسرے سے حسد کرو گے پھر آپس میں ایک دوسرے سے بگاڑ پیدا کرو گے پھر آپس میں ایک دوسرے سے بغض رکھو گے یا آپ ﷺ نے اسی طرح کچھ فرمایا: پھر تم مسکین مہاجروں کی طرف جاؤ گے اور پھر ایک دوسرے کی گردنوں پر سوار کرو گے۔''(مسلم:7427)(7)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کے دن جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور ہر اس بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو سوائے اس آدمی کے جو اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو یہاں تک کہ وہ دونوں صلح کرلیں۔ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں۔ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں''(مسلم: 6544)(9)سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: تمہاری طرف (بھی) پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے اور وہ حسد ہے اور بغض ایسی خصلت ہے جو مونڈ دینے والی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے''۔ (جامع ترمذی:2510) (10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ نبی ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے: ﴿رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ،وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ،وَامْكُرْلِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ،وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الْهُدَى لِي،وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ،رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا،لَكَ ذَكَّارًا،لَكَ رَهَّابًا،لَكَ مِطْوَاعًا،لَكَ مُخْبِتًا ،اِلَيْكَ أَوَّهًا مُنِيبًا،رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي،وَاغْسِلْ حَوْبَتِي،وَأَجِبْ دَعْوَتِي،وَثَبِّتْ حُجَّتِي،وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاهْدِ قَلْبِي،وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي﴾ یعنی یا اللہ میری مدد کر اور میرے اوپر کسی کی مدد نہ کر اور میری تائید کر اور میرے اوپر کسی کی تائید نہ کر اور میرے لیے تدبیر کر اور میرے نقصان اور ضرر کے لیے کسی کے لیے تدبیر نہ کر اور مجھ کو ہدایت کر اور میرے لیے ہدایت آسان کر اور اس شخص کے اوپر میری مدد کر جو مجھ پر زیادتی کرے اور اے میرے رب تو مجھے اپنا ہی شکر کرنے والا، اور تجھ سے ڈرنے والا، اور تیری ہی اطاعت کرنے والا اور تجھی سے ڈرنے والا تیری ہی اطاعت کرنے اور تیرے ہی سے اپنا درد واندوہ بیان کرنے والا اور تیری ہی طرف رجوع کرنے والا بنا دے۔ اے رب میری توبہ قبول کر اور میرا گناہ دھو دے اور میری دعا قبول کر اور میری حجت ثابت کر دے اور میری زبان کو سیدھا کر دے اور میرے دل کو ہدایت دے اور میرے سینہ کا حسد نکال دے۔'' (ترمذي:3551) (11) آپ ﷺ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر پورا پورا حرام ہے، اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو۔'' (مسلم:6541) (12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنتیوں کے دل ایک آدمی کے دل جیسے ہوں گے کہ نہ ان میں اختلاف ہوگا اور نہ بغض۔'' (صحیح بخاری:3246) (13) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''مومنین جہنم سے چھٹکارا پا جائیں گے لیکن دوزخ اور جہنم کے درمیان ایک پل پر انھیں روک لیا جائے گا اور پھر ایک دوسرے پر ان مظالم کا بدلہ لیا جائے گا جو دنیا میں ان کے درمیان آپس میں ہوئے تھے اور جب کانٹ چھانٹ کر لی جائے گی اور صفائی ہو جائے گی تب انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! جنتیوں میں سے ہر کوئی جنت میں اپنے گھر کو دنیا کے اپنے گھر کے مقابلے میں زیادہ بہتر طریقے پر پہچان لے گا۔'' (صحیح بخاری:6535)

سوال2: کدورتیں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟

جواب: (1) آپس کی غلط فہمیوں کی وجہ سے۔ (2) آپس کی رنجشوں کی وجہ سے۔ (3) حسد کی وجہ سے۔ (4) ہتک عزت کی وجہ سے۔ (5) کسی کا حق مارنے کی وجہ سے۔ (6) سرکشی کی وجہ سے۔

سوال3: ﴿ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ ''وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی کی طرح ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یہ آیت کریمہ ان کے آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کرنے، ان کو اکٹھے ہونے اور ان کے آپس میں حسن ادب پر دلالت کرتی ہے نیز یہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ جنت میں ایک دوسرے سے پیٹھ پھیر کر نہیں بلکہ سجے تختوں پر تکیے لگا کر، موتی اور مختلف قسم کے جواہرات جڑے ہوئے بچھونوں پر، ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے۔(تفسیر سعدی:2/1373)(2)﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْ مِنْ م بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رُءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور جو لوگ اُن کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھنا۔ اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے''۔(الحشر:10)

﴿ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (48) ﴾

''نہ ہی وہاں انہیں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی اور نہ ہی وہ اس سے کبھی نکالے جانے والے ہیں''۔(48)

سوال:﴿ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴾ ''نہ ہی وہاں انہیں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی اور نہ ہی وہ اس سے کبھی نکالے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ﴾ ''نہ ہی وہاں انہیں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی'' جنت میں انہیں تکلیف، دکھ اور غم نہیں آئے گا، نہ انہیں ظاہری تھکاوٹ ہوگی، نہ باطنی۔(2) اللہ تعالیٰ جنت میں کامل حیات عطا فرمائیں گے جو آفتوں کا اثر قبول نہیں کرے گی۔(تفسیر سعدی: 2/1373)(3) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دے دوں جو موتیوں سے بنا ہو، اس میں نہ کوئی شور وغوغا ہوگا اور نہ کوئی تکان۔''(بخاری:1792)(4)﴿ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴾ ''اور نہ ہی وہ اس سے کبھی نکالے جانے والے ہیں'' یعنی وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنت والے جنت کی طرف چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ کی طرف چلے جائیں گے تو پھر موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان لایا جائے گا پھر اسے ذبح کیا جائے گا۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا: اے جنت والو! اب موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں ہے تو پھر جنت والوں کی خوشی بڑھ جائے گی اور دوزخ والوں کی پریشانی میں اور زیادتی ہو جائے گی۔(صحیح مسلم:7184)

﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (49)﴾

''آپ میرے بندوں کو بتادیں بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔''(49)

سوال1:﴿نَبِّیءۡ عِبَادِیۡۤ اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ﴾''آپ میرے بندوں کو بتادیں بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿نَبِّیءۡ عِبَادِیۡۤ﴾''آپ میرے بندوں کو بتادیں''اللہ رب العزت نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ میرے مومن توحید پرست بندوں کو دلائل کی تائید کے ساتھ خبر دے دیں۔(2)﴿اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ﴾'' بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں''یعنی اگر میرے بندے نافرمانی کریں اور اس سے توبہ کرلیں تو میں ان کے لئے غفور ہوں اور میں ان پر رحیم ہوں انہیں عذاب نہیں دوں گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ (۵۳) وَ اَنِیۡبُوۡۤا اِلٰی رَبِّکُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَہٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ﴾(۵۴)آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اُس کے مطیع بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔(سورہ الزمر:53,54)(3) کیونکہ جب بندے اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ اور اس کی مغفرت کی معرفت حاصل کرلیں گے تو ان اسباب کے حصول میں کوشاں ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ تک پہنچاتے ہیں، گناہوں کے ارتکاب سے رک کر ان سے توبہ کریں گے، تاکہ وہ اس کی مغفرت کے مستحق قرار پائیں اور وہ امید کے اس حال تک نہ پہنچ جائیں کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے مامون سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے بارے میں جرأت کا رویہ رکھیں۔(تفسیر سعدی:2/1373)

سوال2:اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا ذکر عذاب سے پہلے کیا گیا، اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا ذکر عذاب سے پہلے کیا گیا کہ(1)اللہ تعالیٰ نے رحمت ومغفرت کو اپنے اوپر فرض کرلیا ہے اور(2)اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے کہ لوگوں کو مغفرت اور رحمت نصیب ہو۔

﴿وَ اَنَّ عَذَابِیۡ ہُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ (50)﴾

''اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے''۔(50)

سوال: ﴿وَ اَنَّ عَذَابِیۡ ہُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ﴾''اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے''اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا' نہ اس کی حقیقت کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ میرے بندوں کو خبر دے دیں کہ میرا عذاب دردناک ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے

بچالے۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ (۲۵) وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ (۲۶)﴾"چنانچہ اُس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہ دے گا۔اور نہ ہی اُس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔"(الفجر:25,26)(4)بندے کا دل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف کھاتا ہے تو وہ ہر اس چیز سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے جو عذاب کا سبب بنے۔پھر اس کے دل میں گناہوں سے خوف پیدا ہو جاتا ہے۔اس کے مقابلے میں بندہ جب رب کی رحمت اور مغفرت کی طرف نظر کرتا ہے تو اس کا دل امید اور رغبت سے بھر جاتا ہے۔(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اگر ایمان والا اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذابوں سے پوری طرح واقف ہوتا تو اس کے دل سے جنت کی طمع ہٹ جاتی یعنی وہ صرف عذابوں اور اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب سے بچنے کے لیے کوشاں رہتا۔اگر کافر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کو جان لیتا تو کبھی بھی ناامید نہ ہوتا"۔(بخاری:6469)(6)سیدنا ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ عزوجل فرماتا ہے،جس نے ایک نیکی کی،اس کے لیے دس گناہ اجر ہے یا اس سے بھی زیادہ میں دوں گا۔جو مجھ سے ایک بالشت کے برابر(نیکیوں کے ذریعے سے)قریب ہوگا میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوگا میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا،جو میرے پاس چل کر آئے گا میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا،اور جو مجھ سے زمین بھر برائی لے کر ملے گا(لیکن)وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو،تو میں اس سے اسی قدر بخشش لے کر ملوں گا۔(مسلم:6833)(7)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے(ایک مرتبہ)سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے،آپ ﷺ نے فرمایا:اے معاذ!میں نے عرض کیا،حاضر ہوں یارسول اللہ ﷺ!آپ ﷺ نے(دوبارہ)فرمایا:معاذ!میں نے عرض کیا حاضر ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ،تین بار ایسا ہوا(اس کے بعد)آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ﷺ نہیں،محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں،اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتا ہے"میں نے کہا:یارسول اللہ ﷺ!کیا اس بات سے لوگوں کو باخبر نہ کر دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟آپ ﷺ نے فرمایا:(اگر تم یہ خبر سناؤ گے)تو لوگ اس پر ﷺ کر بیٹھیں گے عمل چھوڑ دیں گے)سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت یہ حدیث اس خیال سے بیان فرمادی کہ کہیں حدیث رسول چھپانے کے گناہ پر ان سے آخرت میں مواخذہ نہ ہو۔(بخاری:128)(8)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی حاضر کیے گئے ان میں ایک عورت بھی تھی جس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔جب قیدیوں میں ایک بچے پر اس کی نظر پڑی تو دوڑ کر عورت نے بچہ کو پکڑ کر علیہ السلام سے چمٹا لیا اور اس کو دودھ پلایا۔نبی ﷺ نے فرمایا"دیکھو کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟"ہم نے عرض کیا"نہیں وہ ایسا کر ہی نہیں سکتی"فرمایا:"جس قدر یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔"(صحیح بخاری:5999)(9)سیدنا سلمان فارسی علیہ السلام روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کے لیے سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتی ہے اور ننانویں رحمتیں قیامت کے دن کے لیے

ہیں۔'' (مسلم:6975) (10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک بندے نے بہت گناہ کیے اور کہا: اے میرے رب میں تیرا ہی گناہ گار بندہ ہوں مجھ بخش دے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر بندہ رکا رہا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس نے گناہ کیا اور عرض کیا: میرے رب! میں نے گناہ کرلیا اسے بھی بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ کہتا ہے کہ اس کا رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے بدلے میں سزا بھی دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا بندہ گناہ سے رکا رہا اور اس نے گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا: اے میرے رب! میں نے گناہ پھر کرلیا ہے تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے ورنہ اس کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا تین مرتبہ۔ پس اب جو چاہے عمل کرے۔'' (صحیح بخاری:7507) (11) سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی موت کے وقت کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ایک حدیث تم سے چھپائے رکھی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا فرماتا جو گناہ کرتی اور (اللہ تعالیٰ) انہیں معاف فرماتا۔ (مسلم:6963) (12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں (دنیا) سے لے جاتا اور ایسی قوم لے آتا جو گناہ کرتے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تو اللہ انہیں معاف فرما دیتا۔ (مسلم:6965) (13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کی ایک جماعت میں موجود تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور ہمارے پاس واپس آنے میں دیر لگا دی۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہماری غیر حاضری میں (دشمن نے) آپ کو نقصان نہ پہنچایا ہو، چنانچہ ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ گھبرانے والوں میں میں سب سے پہلا شخص تھا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلا، یہاں تک کہ میں ایک انصار کے ایک باغ میں آ گیا۔ پھر انہوں نے ایک لمبی حدیث ذکر فرمائی جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا آپ ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ! اس باغ کے باہر جو بھی تمہیں ملے جو دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دے تو اسے جنت کی خوش خبری سنا دو۔ (مسلم:147) (14) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان، جو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے، کی تلاوت فرمائی: ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ ''اے پروردگار (ان معبودانِ باطلہ) نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے تو جس نے میری تابع داری کی تو وہ مجھ سے ہوا (میرا ہے) اور جس نے نافرمانی کی تو تُو اس کو بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور یہ آیت جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے: '' اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تغالب، کمال حکمت والا ہے۔'' پھر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے دست مبارک اٹھائے اور فرمایا اے اللہ میری امت، میری امت

اورآپ ﷺ پرگریہ طاری ہوگیا تواللہ تعالیٰ نے فرمایا:اے جبریل! جاؤمحمد ﷺ کے پاس حالانکہ تیرارب خوب جانتاہے۔ان سے پوچھ کہ آپ ﷺ کیوں رورہے ہیں؟جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایااللہ تعالیٰ کوخبردی حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ (اورسب کچھ) جاننے والا ہے۔تواللہ تعالیٰ نے فرمایا:اے جبریل! جاؤمحمد ﷺ کی طرف اوران سے کہہ دوکہ ہم آپ ﷺ کوآپ ﷺ کی امت کے بارے میں راضی کردیں گےاورہم آپ ﷺ کونہیں بھولیں گے۔(صحیح مسلم:499)

﴿ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ (51)﴾

''اورآپ ان کوابراہیم کےمہمانوں کے بارے میں خبردیں''۔(51)

سوال:﴿ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴾''اورآپ ان کوابراہیم کےمہمانوں کے بارے میں خبردیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اورآپ ان کوابراہیم کےمہمانوں کے بارے میں خبردیں''اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کوحکم دیاہے کہ آپ انہیں ابراہیم کےمہمانوں کاواقعہ سنادیں۔مہمانوں سے مرادفرشتے ہیں۔رب العزت نےفرمایا:﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ (٦٩) فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ط قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (٧٠)﴾اور بلاشبہ یقیناً ابراہیم کے پاس ہمارے فرشتے خوش خبری کے ساتھ آئے،اُنہوں نے کہاسلام ہے،اُس نے کہاسلام ہے،پھراس نے دیرنہیں کی کہ ایک بھناہوا بچھڑالے آیا۔توجب دیکھاان کے ہاتھ اُس کی طرف نہیں پہنچ رہےتوانہیں اجنبی جانااوران سے ایک قسم کاخوف محسوس کیا،انہوں نے کہا:''ڈرونہیں بلاشبہ ہمیں قومِ لوط کی طرف بھیجا گیاہے۔''(ہود:69,70)

﴿ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ (52)﴾

''جب وہ اس کے ہاں داخل ہوئےتوانہوں نے سلام کیا،''ابراہیم نے کہا:''یقیناً ہم تم سے ڈرنے والے ہیں۔''(52)

سوال:﴿ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴾''جب وہ اس کے ہاں داخل ہوئےتوانہوں نے سلام کیا ''ابراہیم نے کہا:''یقیناً ہم تم سے ڈرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ﴾ ''جب وہ اس کے ہاں داخل ہوئے''یعنی جب فرشتے آئےتو انہوں نے ابراہیم کوسلام کیااورابراہیم نے انہیں جواب دیا۔(2)﴿قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ﴾''ابراہیم نے کہا:''یقیناً ہم تم سے ڈرنے والے ہیں''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دے کرفرمایا کہ ہمیں تم سے ڈرلگتاہے جیسا کہ رب العزت نےفرمایا:﴿ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ

لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ﴾" تو جب دیکھا ان کے ہاتھ اُس کی طرف نہیں پہنچ رہے تو انہیں اجنبی جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس کیا۔" (ہود:70) (3) خوف زدہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے ان کو مہمان سمجھا اور آپ جلدی سے گھر گئے اور ان کی مہمان نوازی کے لئے بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے ان کو چور وغیرہ سمجھا اور خوف زدہ ہو گئے۔ (تفسیر سعدی:2/1375،1374)

﴿ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ(53)﴾

"انہوں نے کہا: "ڈرو نہیں! بلاشبہ ہم آپ کو صاحبِ علم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔" (53)

سوال: ﴿قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴾ انہوں نے کہا: "ڈرو نہیں! بلاشبہ ہم آپ کو صاحبِ علم لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ (2) ﴿ لَا تَوْجَلْ﴾ "ڈرو نہیں" یعنی آپ ہم سے خوف نہ کھائیں۔ (3) ﴿اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾ "بلاشبہ ہم آپ کو صاحبِ علم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں" علم والے لڑکے سے مراد سیدنا اسحاق علیہ السلام ہیں۔ علیم سے مراد بہت علم والا، دین کا بہت فہم رکھنے والا۔ ایک اور مقام پر سیدنا اسحاق کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ اور ہم نے اُسے اسحٰق کی خوشخبری دی، صالحین میں سے ایک نبی ہوگا۔ (الصافات:112)

﴿قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ (54)﴾

"ابراہیم نے کہا: "کیا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو جب کہ مجھے بڑھاپا آ پہنچا ہے، تو تم کس چیز کی خوشخبری دیتے ہو؟" (54)

سوال: ﴿ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴾ "ابراہیم نے کہا: "کیا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو جب کہ مجھے بڑھاپا آ پہنچا ہے، تو تم کس چیز کی خوشخبری دیتے ہو؟" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی خوش خبری پر تعجب کرتے ہوئے کہا۔ (2) ﴿اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ ﴾ "کیا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو جب کہ مجھے بڑھاپا آ پہنچا ہے۔" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین کرتے ہوئے تعجب سے پوچھا کہ تم مجھے بشارت دیتے ہو جب کہ اولاد ہونے کے اسباب تو ختم ہو چکے۔ (3) ﴿ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ﴾ "تو تم کس چیز کی خوشخبری دیتے ہو؟" یعنی تم مجھے کس بنا پر بشارت دیتے ہو؟ (4) سورہ ہود میں اور اس مقام میں قدرے اختلاف ہے۔ سورہ ہود کے مطابق فرشتوں نے یہ خوشخبری سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کو دی تھی جو پاس ہی کھڑی فرشتوں اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ سن رہی تھیں۔ اس نے بھی اس

بڑھاپے کی عمر میں بچہ پیدا ہونے کی بشارت پر تعجب کا اظہار کیا تھا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی از راہ تعجب فرشتوں سے یہی بات پوچھی کہ یہ کیا خوشخبری دے رہے ہو؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ تعجب اس لیے نہ تھا کہ وہ اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو چکے تھے بلکہ اس لیے تھا کہ وہ اس تکرار سے تاکید مزید اور اسی نسبت سے اپنی مسرت میں مزید اضافہ کے خواہش مند تھے۔ (تیسیر القرآن 494,495/2:)

﴿قَالُوْا بَشَّرْنٰکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقَانِطِیْنَ (55)﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دیتے ہیں، سو آپ مایوس ہو جانے والوں میں سے نہ ہوں۔'' (55)

سوال: ﴿قَالُوْا بَشَّرْنٰکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقَانِطِیْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دیتے ہیں، سو آپ مایوس ہو جانے والوں میں سے نہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''فرشتوں نے کہا۔'' (2) ﴿بَشَّرْنٰکَ بِالْحَقِّ﴾ ''ہم آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دیتے ہیں'' ہم تو آپ کو سچی خوش خبری دے رہے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ آپ لوگوں پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھو۔ اس کے فضل کو ناممکن نہ سمجھو۔ (3) ﴿فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقَانِطِیْنَ﴾ ''سو آپ مایوس ہو جانے والوں میں سے نہ ہوں'' یعنی آپ ناامیدوں میں سے نہ ہو جائیں جو بھلائی کو ناممکن اور دور کا معاملہ سمجھتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہیں۔

﴿قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (56)﴾

''ابراہیم نے کہا: ''اور گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون مایوس ہوتا ہے؟'' (56)

سوال 1: ﴿قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''اور گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون مایوس ہوتا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ابراہیم نے فرشتوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ (2) ﴿وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾ ''اور گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون مایوس ہوتا ہے؟'' ''قنوط'' خیر اور رحمت سے مایوسی کو کہتے ہیں۔ (3) یعنی رب کی رحمت سے نا امید ہونے والے تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کی قدرت کا کامل علم نہیں رکھتے۔ (4) جو اپنے رب اور اس کی قدرت کاملہ سے لاعلم ہیں، لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور علم عظیم سے نواز رکھا ہو، مایوسی اس تک راہ نہیں پا سکتی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کے لئے اسباب ووسائل اور طریقوں کی کثرت کو خوب جانتا ہے۔ پھر جب فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی بشارت دی تو انہوں نے جان لیا کہ ان کو نہایت اہم کام پر بھیجا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1375/2) یعقوب نے بھی یہی بات ارشاد فرمائی تھی: ﴿اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

الْكٰفِرُوْنَ ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا۔(یوسف:87)(6)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ،اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔یقیناً وہی بڑا بخشنے والا ،نہایت رحم والا ہے''۔(الزمر:53)

سوال2: گمراہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کیوں مایوس ہو جاتے ہیں؟

جواب:(1) گمراہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا صراط مستقیم گم کر دیتے ہیں۔(2) گمراہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹ جاتے ہیں اس لیے ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نہیں ہوتیں۔(3) گمراہ لوگوں کو یہ شعور نہیں رہتا کہ ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں۔ (4) گمراہ لوگوں کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم پر ہیں۔(5) گمراہ لوگوں کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ ہی حفاظت کرتا ہے۔

سوال3: کون لوگ مایوسی کا شکار نہیں ہوتے ؟

جواب:(1) جو لوگ اللہ تعالیٰ سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں وہ مایوسی کا شکار نہیں ہوتے۔(2) جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی سنت ،اللہ تعالیٰ کے طریقے کا شعور ہو وہ مایوسی کا شکار نہیں ہوتے۔(3) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا یقین رکھتے ہیں چاہے وہ کتنے مصائب میں گھرے ہوئے ہوں مایوسی کا شکار نہیں ہوتے۔(4) مایوسی ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے کاٹ دیتی ہے۔مایوسی فہم اور عقل کی کمی کی دلیل ہے جس کو شیطان پسند کرتا ہے تا کہ انسانوں کی نسل کو گمراہ کر دے۔مایوسی انسان کو ان کاموں سے عاجز کر کے بٹھا دیتی ہے جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔جب مایوسی انسان پر غالب آجاتی ہے تو بدعات اور باطل کاموں اور سستی کو اس کے لئے آسان کر دیتی ہے۔(نضرۃ النعیم)

﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ(57)﴾

''اس نے کہا:''اے فرشتو پھر تمہارا کیا معاملہ ہے؟''(57)

سوال:﴿ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ اس نے کہا:''اے فرشتو پھر تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1):﴿ قَالَ ﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا۔(2)﴿ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ ''اے فرشتو پھر تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ڈر چلا گیا تو انہوں نے فرشتوں کی آمد کا مقصد پوچھتے ہوئے کہا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟(3) قرآن نے یہاں ''خطب'' کا لفظ استعمال فرمایا اور یہ لفظ کسی ناگوار صورت حال کے لیے آتا ہے گویا آپ ان فرشتوں کی آمد سے فی الواقع ڈر رہے تھے ۔پھر جب فرشتوں نے بتایا کہ وہ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں تو آپ علیہ السلام کا ڈر جاتا رہا۔(تیسیر القرآن:2/494,495)

﴿ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (58)﴾

''انہوں نے کہا: ''بلاشبہ ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔''(58)

سوال: ﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ﴾ انہوں نے کہا: ''بلاشبہ ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قَالُوْا ﴾ فرشتوں نے کہا۔ (2) ﴿اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''بلاشبہ ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے'' یعنی ہم ایسی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں جن میں شر اور فساد بہت زیادہ ہو گیا ہے اور وہ قوم لوط تھی۔ (3) فرشتوں کو قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

﴿اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ط اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (59)﴾

''لوط کے گھر والوں کے سوا، بیشک ہم اُن سب کو ضرور بچانے والے ہیں''۔(59)

سوال: ﴿اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ط اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''لوط کے گھر والوں کے سوا، بے شک ہم اُن سب کو ضرور بچانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ﴾ ''لوط کے گھر والوں کے سوا'' یعنی جنہوں نے لوط علیہ السلام کی پیروی کی۔ (جامع البیان: 44/14) (2) یعنی سوائے لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کے۔ (3) ﴿ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''بے شک ہم ان سب کو ضرور بچانے والے ہیں۔'' یعنی انہیں ہم ہلاک نہیں کریں گے بلکہ ہم انہیں عذاب سے بچالیں گے۔ (4) ان کے ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے۔ (ایسر التفاسیر: 743)

﴿ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ لا اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ (60)﴾

''اس کی بیوی کے ماسوا، ہم نے مقدر کر دیا ہے کہ بے شک وہ یقیناً پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی''۔''(60)

سوال: ﴿ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ لا اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴾ اس کی بیوی کے ماسوا، ہم نے مقدر کر دیا ہے کہ بے شک وہ یقیناً پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا امْرَاَتَهٗ ﴾ ''اس کی بیوی کے ماسوا'' یعنی لوط علیہ السلام کی بیوی کے۔ (2) ﴿ قَدَّرْنَا ﴾ ''ہم نے مقدر کر دیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے (3) ﴿اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''یقیناً پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی'' یعنی وہ عذاب میں مبتلا

ہونے والوں میں رہ جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ہلاکت کا فیصلہ کر رکھا ہے۔(4) لوط علیہ السلام کی بیوی کافر تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے ان سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان سے کہہ دیا گیا: ''داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔'' (التحریم:10) (5) سیدنا ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کے عذاب کے بارے میں فرشتوں سے جھگڑا کرنے لگے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ﴾ ''اے ابراہیم! اس سے منہ موڑ لو، حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ تمہارے رب کا حکم آ گیا ہے اور یقیناً اُن پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں ہے۔'' (ہود:76)

رکوع نمبر 5

﴿فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ (61)﴾

''پھر جب فرشتے آلِ لوط کے پاس پہنچے۔'' (61)

سوال: ﴿فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''پھر جب فرشتے آلِ لوط کے پاس پہنچے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَمَّا جَآءَ﴾ ''پھر جب پہنچے'' یعنی فرشتے جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے نکلے تو خوب صورت نوجوانوں کی صورت میں آئے۔(2) ﴿اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''فرشتے آل لوط کے پاس'' فرشتے لوط علیہ السلام کی بستی میں آئے تو ان کے گھروں میں داخل ہو گئے۔

﴿قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (62)﴾

''لوط نے کہا: ''یقیناً تم لوگ اجنبی ہو۔'' (62)

سوال: ﴿قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ ''لوط نے کہا: ''یقیناً تم لوگ اجنبی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1): ﴿قَالَ﴾ لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا۔(2) ﴿اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ ''یقیناً تم لوگ اجنبی ہو'' یعنی تم لوگ جان پہچان کے نہیں ناشناسا لگتے ہو۔ میں تمہیں اجنبی محسوس کرتا ہوں۔

﴿قَالُوْا بَلْ جِئْنٰکَ بِمَا کَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (63)﴾

''انہوں نے کہا: ''بلکہ ہم تمہارے پاس اُس چیز کو لے کر آئے ہیں جس میں وہ شک کیا کرتے تھے۔''(63)

سوال: ﴿قَالُوْا بَلْ جِئْنٰکَ بِمَا کَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''بلکہ ہم تمہارے پاس اُس چیز کو لے کر آئے ہیں جس میں وہ شک کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ فرشتوں نے کہا (2) ﴿بَلْ جِئْنٰکَ بِمَا کَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم تمہارے پاس اُس چیز کو لے کر آئے ہیں جس میں وہ شک کیا کرتے تھے'' یعنی ہم آپ کے پاس ان لوگوں کے لئے عذاب لے کر آئے ہیں جس کے بارے میں وہ شک کرتے تھے اور آپ سے عذاب کی وعید سن کر کہتے تھے کہ ہم پر کبھی عذاب نہیں آئے گا۔

﴿وَاَتَیْنٰکَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (64)﴾

''اور ہم تمہارے پاس حق لائے ہیں اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔''(64)

سوال: ﴿وَاَتَیْنٰکَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور ہم تمہارے پاس حق لائے ہیں اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَتَیْنٰکَ بِالْحَقِّ﴾ ''اور ہم تمہارے پاس حق لائے ہیں'' یعنی ہم آپ کے پاس ثابت شدہ حق لے کر آئے ہیں جس میں کوئی شک نہیں۔ (ایسر التفاسیر:743) (2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ﴾ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں اور اس وقت وہ مہلت دیے گئے نہیں ہوتے۔ (الحجر:8) (2) ﴿وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں'' ہم آپ کو جو عذاب کی خبر دے رہے ہیں اس میں ہم سچے ہیں۔

﴿فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ(65)﴾

''پس تم رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلو اور تم ان کے پیچھے پیچھے چلو اور تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے اور وہاں چلے جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔''(65)

سوال: ﴿فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ﴾ ''پس تم

رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے چلو اور تم ان کے پیچھے پیچھے چلو اور تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے اور وہاں چلے جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَسْرِ﴾ ''پس لے چلو'' سیدنا لوط علیہ السلام کو اپنے اہل خاندان سمیت راتوں رات نکل جانے کا حکم ملا۔(2)﴿بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ﴾ ''ایک حصہ میں رات کے'' یعنی رات کا کچھ حصہ گزر جانے پر سب نکل جائیں۔(3)﴿وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ﴾ ''اور پیچھے چلو ان کی پشتوں کے'' یعنی آپ ان کے پیچھے چلیں اور باقی لوگ آگے چلیں تاکہ ان کی حفاظت ہو سکے۔(4) پیغمبر اسلام بھی جنگی لشکر کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے تاکہ کمزوروں کو آگے بڑھائیں اور گری پڑی چیزیں اٹھالیں۔(مختصر ابن کثیر:968/1)(4)﴿وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ﴾ ''اور تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے'' یعنی کوئی بھی پیچھے مڑ کر مجرموں پر عذاب نازل ہوتا نہ دیکھے۔(5) یعنی چیخیں سن کر پیچھے نہ دیکھنا' لوگوں کو چھوڑ کر آگے بڑھ جانا۔(6)﴿وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ﴾ ''اور وہاں چلے جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے'' گویا ان کے ساتھ کوئی رہبر تھا جو ان کی راہنمائی کرتا تھا کہ انہیں کہاں جانا ہے۔(تفسیر سعدی:1377/2)(7) یعنی جیسے تمہارے رب نے تمہیں حکم دیا ہے اور انہیں شام کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا۔(ایسر التفاسیر:743)

﴿وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ (66)﴾

''اور اُسے ہم نے یہ فیصلہ پہنچا دیا کہ یقیناً صبح ہوتے ہی ان کی جڑ کاٹ دی جانے والی ہے۔''(66)

سوال:﴿وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ﴾ ''اور اُسے ہم نے یہ فیصلہ پہنچا دیا کہ یقیناً صبح ہوتے ہی ان کی جڑ کاٹ دی جانے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ﴾ ''اور اُسے ہم نے یہ فیصلہ پہنچا دیا'' یعنی ہم نے ایسی خبر کے بارے میں بتا دیا ہے جس کے بارے میں فیصلہ ہو چکا، جس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں۔(2)﴿اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ﴾ ''یقیناً صبح ہوتے ہی ان کی جڑ کاٹی دی جانے والی ہے'' یعنی صبح کے وقت ان پر عذاب آجائے گا اور ان کی جڑ کاٹ دے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ﴾ ''یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح ہے۔''(ہود:18)(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت خیبر پہنچے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی قوم پر حملہ کرنے کے لیے رات کے وقت پہنچتے تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے تھے، بلکہ جب صبح ہو جاتی تو پھر حملہ کرتے۔چنانچہ صبح کے وقت یہودی اپنے کلہاڑے اور ٹوکرے لے کر باہر نکلے، لیکن جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور کرنے لگے کہ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم لشکر لے کر آ گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خیبر برباد ہوا، ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔''(بخاری:4197)

﴿ وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ (67)﴾

''اورشہر کے لوگ خوش ہوتے ہوئے آ گئے۔''(67)

سوال: ﴿وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ﴾ ''اورشہر کے لوگ خوش ہوتے ہوئے آ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ﴾ ''اورشہر کے لوگ آ گئے'' سدوم کے باشندے نوجوان لڑکوں کے بارے میں سن کر بھاگتے ہوئے آ گئے۔(2)﴿يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ﴾ ''خوش ہوتے ہوئے''یعنی لوط علیہ السلام کے خوب صورت مہمانوں کی آمداوران پرانہیں قدرت حاصل ہونے کی بناپروہ ایک دوسرے کوخوش خبری دیتے تھے۔ان کا مقصدان کے ساتھ بدفعلی کرنے کا تھا۔پس وہ آئے اورسیدنا لوط علیہ السلام کے گھر پہنچ گئے اوران کے مہمانوں کے بارے میں ان کے ساتھ جھگڑنے لگےاورلوط علیہ السلام نے ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ﴿قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ﴾''لوط نے کہا:''یقیناًیہ لوگ میرے مہمان ہیں سوتم مجھے ذلیل نہ کرو۔'' (تفسیرسعدی:2/1377)

﴿ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ﴾ (68)

''لوط نے کہا:''یقیناًیہ لوگ میرے مہمان ہیں سوتم مجھے ذلیل نہ کرو''۔''(68)

سوال: ﴿قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ﴾ ''لوط نے کہا:''یقیناًیہ لوگ میرے مہمان ہیں سوتم مجھے ذلیل نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ﴾ ''یقیناًیہ لوگ میرے مہمان ہیں''یعنی یہ خبرلانے والے فرشتے میرے مہمان ہیں۔(2)''سوتم مجھے ذلیل نہ کرو''یعنی بے حیائی کا مطالبہ کرکے مجھے رسوانہ کرواللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ (69)﴾

''اوراللہ تعالیٰ سے ڈرواور مجھے رسوانہ کرو۔''(69)

سوال: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ سے ڈرواور مجھے رسوانہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ سے ڈرو''یعنی میرےاوراپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ کہ کہیں تم پراس کا عذاب نہ آجائے۔(جامع البیان:14/47)(2)﴿وَلَا تُخۡزُوۡنِ﴾ ''اور مجھے رسوانہ کرو''میرے مہمانوں کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرو۔ان مقدس مہمانوں

کی بے حرمتی نہ کرو۔

﴿قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (70)﴾

''انہوں نے کہا: ''کیا ہم نے سارے جہانوں سے تمہیں منع نہیں کیا؟'' (70)

سوال: ﴿قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کیا ہم نے سارے جہانوں سے تمہیں منع نہیں کیا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' لوط علیہ السلام کی قوم نے انہیں جواب دیا۔(2) ﴿اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''کیا ہم نے سارے جہانوں سے تمہیں منع نہیں کیا؟ یعنی ہم نے تو ان کی مہمان نوازی کرنے سے تمہیں پہلے ہی روک دیا ہے اور ہم نے پہلے ہی تمہیں ان باتوں سے ڈرایا ہے اس لئے ہم بری الذمہ ہیں۔

﴿قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (71)﴾

''لوط نے کہا: ''یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم کرنے ہی والے ہو۔'' (71)

سوال: ﴿قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ﴾ '' لوط نے کہا: ''یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم کرنے ہی والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ لوط نے معاملے کو اپنے ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر فرمایا۔(2) ﴿هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْ﴾ ''یہ میری بیٹیاں ہیں'' لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے عورتیں بنائی ہیں، ان سے نکاح کر کے اپنا مقصد حاصل کرلو۔(3) بیٹیوں سے مراد بیویاں ہیں۔پیغمبر قوم کے لئے باپ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ ''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں'' (الاحزاب:6) (4) ﴿اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ﴾ ''اگر تم کرنے ہی والے ہو'' یعنی اگر تم اپنی خواہش پوری کرنا چاہتے ہو تو قوم کی عورتوں ہیں جو تمہاری بیویاں ہیں۔

﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (72)﴾

''آپ کی عمر کی قسم! بلاشبہ وہ اپنے نشے میں بہک رہے تھے۔'' (72)

سوال: ﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾ ''آپ کی عمر کی قسم! بلاشبہ وہ اپنے نشے میں بہک رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَعَمْرُكَ﴾ ''آپ کی عمر کی قسم'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ کی زندگی کی قسم۔(2)﴿اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾ ''بلاشبہ وہ اپنے نشے میں بہک رہے تھے۔'' لوگ اپنے نشے اور بے ہوشی میں چور تھے۔ یہ نشہ فحش کام کا تھا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۵) وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ (۱۶۶)﴾ ''کیا تم جہانوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو؟ اور تم چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔'' (الشعرا:165,166)

﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ (73) ﴾

''پس دن نکلتے ہی اُنہیں ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا۔'' (73)

سوال: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ﴾ ''پس دن نکلتے ہی اُنہیں ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''پس دن نکلتے ہی اُنہیں ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا'' صبح سویرے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی دلدوز اور ہیبت ناک چیخ نے ان کے دل پھاڑ ڈالے۔

﴿ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ (74)﴾

''تو ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کے نیچے کر دیا اور ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش برسائی۔'' (74)

سوال: ﴿فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴾ ''تو ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کے نیچے کر دیا اور ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش برسائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا﴾ ''تو ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کے نیچے کر دیا'' یعنی ان کی بستیاں آسمان تک اٹھا کر پٹخ کر پلٹ دی گئیں۔(2)﴿وَاَمْطَرْنَا﴾ ''اور بارش برسائی ہم نے'' ان کے اوپر سے یعنی آسمان سے پتھر برسائے گئے۔(3)﴿ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ﴾ ''پکی ہوئی مٹی کے پتھر'' وہ پتھر جو آگ میں پکی ہوئی مٹی کے تھے۔(4) یہ پتھر ان لوگوں کا پیچھا کرتے تھے جو بستی سے نکلنے کی کوشش کرتے تھے۔(4) یہ کل چار بستیاں تھیں جن میں چار لاکھ لڑنے والے مرد موجود تھے اور یہ سب بدکار اور مجرم تھے، جبرئیل علیہ السلام نے اس پورے خطہ زمین کو اپنے پروں پر اٹھایا پھر فضا میں بلندی پر لے کر انہیں اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک زبردست

دھماکے کی آواز پیدا ہوئی۔اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب فرونہ ہوا تو پھر اسی خطہ زمین پر اوپر سے پتھروں کی بارش کی گئی۔ چنانچہ یہ خطہ زمین سطح سمندر سے 400 میٹر نیچے چلا گیا اور اوپر پانی آ گیا۔یہی پانی بحرمیت یا غرقاب لوطی ہے۔(تیسیر القرآن:2/497.498)

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ (75)﴾

''یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں''۔(75)

سوال:﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ﴾ ''یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ﴾ ''یقیناً اس میں''یعنی ان شہروں کے کھنڈرات میں۔(2)﴿لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ﴾ ''یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں'' وسم کے معنی فہم وفراست کے ہیں۔(راغب)(3)اور متوسمین وہ لوگ ہیں جو نصیحت قبول کریں اور اہل عبرت وعرفان میں سے ہوں۔(تفسیر ماجدی:2/754)(4)یعنی اہل بصیرت کے لئے ان کھنڈرات میں بڑا سبق ہے اور سوچنے سمجھنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔(5)یعنی غور وفکر کرنے والوں کے لیے۔وہ لوگ جو فکر ورائے اور فراست کے مالک ہیں،وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے،انہیں معلوم ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت کرتا ہے،خاص طور پر اس انتہائی فحش کام کا ارتکاب،تو اللہ تعالیٰ اسے اسی طرح بدترین سزا دے گا جس طرح انہوں نے بدترین جرم کے ارتکاب کی جسارت کی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1378)

﴿وَاِنَّهَا لَبِسَبِیۡلٍ مُّقِیۡمٍ (76)﴾

''اور بے شک وہ (بستی) یقیناً مستقل (آباد) راستے پر ہے۔''(76)

سوال:﴿ وَاِنَّهَا لَبِسَبِیۡلٍ مُّقِیۡمٍ﴾ ''اور بے شک وہ (بستی) یقیناً مستقل (آباد) راستے پر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهَا﴾ ''اور بے شک وہ (بستی)''یعنی لوط علیہ السلام کا شہر۔(2)﴿ لَبِسَبِیۡلٍ مُّقِیۡمٍ ﴾''یقیناً مستقل (آباد) راستے پر ہے''یعنی سدوم ایک آباد گزرگاہ پر واقع ہے۔اس علاقے میں جانے والے اس جگہ کو پہچانتے ہیں۔(3)یعنی عرب وشام کے درمیان خوب چلتے ہوئے راستے پر۔سدوم وعمورہ کے برباد شدہ شہر،بحرلوط یا بحرمردہ کے کنارے عین اسی راستہ پر واقع تھے جس پر حجاز وشام کے درمیان قافلے برابر آتے جاتے رہتے تھے اور جس سے قرآن مجید کے مخاطبین اول،اہل عرب خوب واقف ومانوس تھے۔(تفسیر ماجدی:2/755)(4)﴿وَاِنَّكُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مُّصۡبِحِيۡنَ (۱۳۷)وَبِالَّيۡلِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (۱۳۸)﴾''اور یقیناً تم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو۔اور رات کو بھی،تو کیا تم سمجھتے نہیں۔''(الصافات 137,138)(5)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ

تبوک کے لیے جاتے ہوئے مقام حجر میں اترے تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہاں کے کنویں کا پانی نہ پئیں اور نہ (مشکوں وغیرہ میں) بھر کر رکھیں۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہم نے تو اس پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے اور اسے بھر کر بھی رکھ لیا ہے۔ تو آپ نے انہیں آٹا پھینک دینے اور پانی بہا دینے کا حکم دیا۔ (بخاری:3345)

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ (77)﴾

''بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً نشانی ہے۔'' (77)

سوال: ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً نشانی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ﴾ ''بے شک اس میں'' یعنی قوم لوط کی تباہی اور ایمان والوں کی سلامتی میں نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو برباد کر دیتا ہے اور مومنوں کو بچا لیتا ہے۔ (2) ﴿لَاٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''ایمان والوں کے لیے یقیناً نشانی ہے'' اس قصے میں ایمان والوں کے لیے نشانی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے تو ٹل نہیں سکتا۔ اس میں تاخیر بھی ممکن نہیں ہوتی۔ (2) اس قصے میں ایمان والوں کے لیے نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بچا لیتے ہیں اور مجرموں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ (3) اس قصے میں بہت سی عبرتیں ہیں۔ (الف) اللہ تعالیٰ کی اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام پر بے حد عنایات تھیں۔ لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے اہل ایمان ابراہیم علیہ السلام کے متبعین میں شمار ہوتے ہیں۔ گویا سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے شاگرد تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے ہلاکت کے مستحق ہونے پر ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر جائیں، تاکہ وہ ان کو بیٹے کی خوشخبری دے سکیں اور ان کو آگاہ بھی کریں کہ ان کو کس کام کے لئے بھیجا گیا ہے۔ یہاں تک کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کے بارے میں فرشتوں سے بحث کرنے لگے۔ حتیٰ کہ فرشتوں نے ان کو مطمئن کر دیا اور وہ مطمئن ہو گئے۔ (ب) اسی طرح سیدنا لوط علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عنایات تھیں۔ کیونکہ ان کی قوم کے لوگ، ان کے اہل وطن تھے، اس لئے بسا اوقات ان کو ان پر رحم آ جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب مقرر فرمائے جن کی بنا پر ان کو اپنی قوم پر سخت غصہ آیا حتیٰ کہ وہ سمجھنے لگے کہ ان کی قوم پر عذاب نازل ہونے میں دیر ہو رہی ہے۔ ان سے کہا گیا: ﴿اِنَّ مَوۡعِدَهُمُ الصُّبۡحُ ؕ اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ﴾ ''ان کے وعدے کا یقینی وقت صبح کا ہے، کیا صبح قریب نہیں ہے؟'' (ھود:81) (ج) جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو ان کا شر اور ان کی سرکشی بڑھ جاتی ہے اور جب شر اور سرکشی کی انتہا ہو جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ ان پر وہ عذاب واقع کر دیتا ہے جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1379)

﴿وَاِنۡ کَانَ اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَۃِ لَظٰلِمِیۡنَ (78)﴾

''اور بے شک ایکہ والے یقیناً ظالم تھے۔''(78)

سوال: ﴿وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ﴾ ''اور بے شک ایکہ والے یقیناً ظالم تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور بے شک ایکہ والے یقیناً ظالم تھے'' اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب ہے۔یعنی یہ قوم شرک میں مبتلا تھی' ڈکیتی ان کا پیشہ تھا اور ناپ تول میں کمی بیشی کرنا ان کی عادت تھی۔اللہ تعالیٰ نے ایک خوف ناک چیخ' زلزلہ اور سائے والے دن کا عذاب بھیج کر ان سے انتقام لیا۔یہ قوم قوم لوط کے بعد کی ہے اور جگہ کے اعتبار سے یہ دونوں قومیں ایک ہیں یعنی دونوں مشہور راہ پر آباد تھیں۔(مختصر ابن کثیر 971,970/1)(2) یہ سیدنا شعیب عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی (الایکة) کی طرف اضافت کی ہے اور (الایکة) سے مراد وہ باغ ہے جس میں بکثرت درخت ہوں، تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی نعمت کا ذکر فرمائے، مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا نہ کیا، بلکہ اس کے برعکس، جب ان کے نبی شعیب عَلَیْہِ السَّلَام ان کے پاس آئے اور ان کو توحید کی دعوت دی، ناپ تول میں ان کو لوگوں پر ظلم کرنے سے باز آنے کی تلقین کی اور اس ظلم سے ان کو سختی سے منع کیا مگر وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں اپنے ظلم پر جمے رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہاں ظالمین کے لفظ سے ذکر فرمایا۔(تفسیر سعدی:1379/2)(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ (١٧٦) اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (١٧٧) اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (١٧٨) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (١٧٩)﴾ ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔جب اُن سے شعیب نے کہا: ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔پھر اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو۔(الشعراء:179-176)

﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ (79)﴾

''تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور بے شک وہ دونوں (بستیاں) یقیناً کھلے راستے پر ہیں۔''(79)

سوال: ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا اور بے شک وہ دونوں (بستیاں) یقیناً کھلے راستے پر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ ''تو ہم نے ان سے انتقام لیا'' یعنی چھتری والے دن کا عذاب ان پر اترا۔رب العزت نے فرمایا ﴿فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (١٨٩)﴾ تو ان کو سائبان کے دن والے عذاب نے پکڑ لیا، یقیناً وہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا۔(الشعراء:189)(2) اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور نافرمانیوں پر انہیں عذاب دیا۔(3)﴿وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور بے شک وہ دونوں (بستیاں) یقیناً کھلے راستے پر ہیں'' یعنی یہ دونوں بستیاں واضح راستے پر واقع ہیں جہاں ہر وقت مسافروں کے

قافلے گزرتے رہتے ہیں۔ان کے وہ آثار نمایاں ہیں جن کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور عقل مند لوگ اس سے عبرت حاصل کرسکتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1379،1380)

رکوع نمبر6

﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ (80)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً حجر والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔''(80)

سوال:﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً حجر والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً جھٹلایا''جس نے ایک نبی کو جھٹلایا اس نے تمام انبیاء کو جھٹلایا۔(2)﴿اَصْحٰبُ الْحِجْرِ﴾ ''حجر والوں نے''یعنی ثمود نے جو کہ مدینہ اور شام کے درمیان رہتے تھے۔(3)﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾''رسولوں کو''انہوں نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا جو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔جس نے ایک رسول کو جھٹلایا اس نے گویا کہ سب ہی کو جھٹلا دیا کیونکہ سب رسولوں کی دعوت ایک ہی تھی۔انہوں نے رسول کی ذات کو نہیں اس حق کو جھٹلایا تھا جو سارے رسول لے کر آئے تھے۔

﴿ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (81)﴾

''اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں مگر وہ سب ان سے منہ موڑنے والے تھے۔''(81)

سوال:﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾''اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں مگر وہ سب ان سے منہ موڑنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا﴾''اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں''اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی نشانیاں عطا کی تھیں جن سے صالح علیہ السلام کی تصدیق ہوتی تھی مثلاً صالح علیہ السلام کی دعا سے اونٹنی کا چٹان سے نکلنا، پھر اونٹنی کا ان کے درمیان چلنا پھرنا، پھر اس کے لیے پانی کے دن کا مقرر ہونا۔(2)﴿فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾''مگر وہ سب ان سے منہ موڑنے والے تھے''یعنی وہ ان نشانیوں پر اعتبار کرنے والے نہ تھے۔(فتح القدیر:3/176)(3)انہوں نے سرکشی سے نشانیوں سے روگردانی کی اور اونٹنی کو مار ڈالا تو سیدنا صالح علیہ السلام نے ان سے کہا:﴿تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ط ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں فائدہ اٹھالو یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا''(ہود:65)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ ''رہے ثمود تو ہم نے ان کو ہدایت کا راستہ دکھادیا، پھر انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھے پن کو پسند کیا تو ان کو ذلت کے ٹوٹ پڑنے والے عذاب نے پکڑ لیا ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے''۔(فصلت:17)

﴿ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ (82)﴾

''اور وہ پہاڑوں سے بے خوف ہوکر گھر تراشتے تھے۔''(82)

سوال:﴿ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴾ ''اور وہ پہاڑوں سے بے خوف ہوکر گھر تراشتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَكَانُوْا ﴾ ''اور وہ تھے''یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پا کر وہ تھے۔(2)﴿ يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴾ ''پہاڑوں سے بے خوف ہوکر گھر تراشتے تھے''اصحاب حجر پہاڑ تراش کر گھر بناتے تھے۔اصحاب حجر سمجھتے تھے کہ ہم نے شان دار گھر بنا کر اپنی حفاظت کے سارے انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔(3)یعنی اپنے گھروں میں ہر خوف سے مطمئن ہوکر۔پس اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کیا ہوتا اور اپنے نبی صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی تصدیق کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو بے پناہ رزق عطا کرتا اور مختلف انواع کے دنیاوی اور اخروی ثواب کے ذریعے ان کی عزت افزائی کرتا مگر انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے کہنے لگے:﴿ يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾'' اے صالح اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔''(الاعراف:77)(تفسیر سعدی:2/1380)

﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ (83)﴾

''چنانچہ صبح ہوتے ہی انہیں ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا۔''(83)

سوال: ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ﴾''چنانچہ صبح ہوتے ہی انہیں ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ ﴾''چنانچہ انہیں ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا''سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے آسمان سے چیخ ماری تو ان کے دل ان کے سینوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔(2)﴿ مُصْبِحِيْنَ ﴾''صبح ہوتے ہی''سیدنا صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے تین دن کی مہلت کا اعلان کیا تھا اور یہ چوتھے دن کی صبح تھی جب وہ اپنے گھروں میں اوندھے گرے ہوئے تھے اور ہمیشہ کی ذلت، رسوائی اور لعنت ان پر مسلط ہوگئی۔

﴿فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (84)﴾

''پھر وہ ان کے کسی کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے۔''(84)

سوال: ﴿فَمَآ اَغۡنٰی عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ﴾ ''پھر وہ ان کے کسی کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اصحاب الحجر نے مضبوط عمارات تعمیر کیں تھیں مگر ان کے کام نہ آئیں۔ پہاڑوں اور چٹانوں کے گھروں سے بڑھ کر محفوظ پناہ گاہیں نہیں ہوسکتیں۔انسان پر محفوظ پناہ گاہوں کی تباہی اس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کچھ کام آنے والا نہیں۔(2) سورۃ کے آغاز میں رب العزت نے فرمایا: ﴿ذَرۡهُمۡ يَاۡكُلُوۡا وَيَتَمَتَّعُوۡا وَيُلۡهِهِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ﴾ '' آپ چھوڑ دو انہیں وہ کھائیں اور فائدے اٹھائیں اور امیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے''۔(الحجر:3) دنیا کی زندگی میں انسان کھانے پینے، رہنے سہنے اور دنیا برتنے کو سب کچھ سمجھتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آجاتا ہے تو مال و دولت کی کثرت اور مددگاروں کی قوت کسی کام نہیں آتی، کاش سب لوگ یہ سمجھ جائیں کہ زندگی محض کھا پی کر جینے اور من کی ماننے کے لیے نہیں ہوتی۔ہمیں تو ہمارے رب نے اپنے لیے پیدا کیا ہے تاکہ ہمارے دل محبت اور تعظیم کے ساتھ اس سے جڑ جائیں۔یاارحم الرحمین! سب انسانوں کو اس کا فہم نصیب فرمادے اور سب کو زندگی کا مقصد پورا کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔(آمین)

﴿وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَآ اِلَّا بِالۡحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِيۡلَ (85)﴾

''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو بھی ان دونوں کے درمیان ہے اسے حق کے ساتھ بنایا ہے اور یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے، سو آپ اچھے انداز میں درگزر کریں۔''(85)

سوال: ﴿وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَآ اِلَّا بِالۡحَقِّ﴾ ''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو بھی ان دونوں کے درمیان ہے اسے حق کے ساتھ بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بے مقصد نہیں بنایا۔(2)حق سے مراد وہ فوائد اور مصلحتیں ہیں جو اس کی پیدائش سے مقصود ہیں۔(3)اس سے مراد ہے کہ کائنات کی گہرائیوں میں سچائی ہے، کائنات کی تخلیق میں سچائی ہے، کائنات کے وجود میں سچائی ہے، کائنات کی منصوبہ بندی میں سچائی ہے، کائنات کے ضابطوں میں سچائی ہے، اس کائنات کے انجام میں سچائی ہے۔اس کائنات کو حق کے ساتھ حد درجہ حکمت کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ہر چیز کو جیسا ہونا چاہئے ویسی ہے۔(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۚ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنَ النَّارِ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ ان لوگوں کو گمان ہے جنہوں نے کفر کیا سو جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کی ہلاکت ہے۔(ص:27)(5)

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (۳۸) مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔ ہم نے تو ان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (الدخان:38,39) (6) نبی ﷺ جب رات کو اٹھتے تو دعا کرتے اور یہ آیت بھی تلاوت کرتے ﴿ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّار ﴾ ''اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔ (آل عمران:191) (7) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (۱۱۵) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ ہم نے تمہیں بلا مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے''۔ (المومنون:115,116)

سوال 2: ﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾ ''اور یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے، سو آپ اچھے انداز میں درگزر کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ﴾ ''اور یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے'' یعنی قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں کیونکہ زمین و آسمان کو پہلی بار پیدا کرنا اس کے اعادہ کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا﴾ ''یقیناً قیامت آنے والی ہے قریب ہے کہ میں اسے چھپاؤں۔'' (طٰہٰ:15) (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا لا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ انہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔ (الحج:7) (4) ﴿وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ لا اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ﴾ ''اور جب کہا جاتا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے۔ ہم تو ایک معمولی گمان رکھتے ہیں اور ہم پورا یقین کرنے والے نہیں ہیں۔'' (الجاثیہ:32) (5) ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم سخت مایوس ہوں گے۔'' (الروم:12) (6) ﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾ ''سو آپ اچھے انداز میں درگزر کریں'' اچھے انداز میں درگزر کرنے کی تلقین اس لیے کی گئی کہ سچائی سچ ہو کر رہنے والی ہے لہٰذا آپ عداوت رکھنے کے بجائے درگزر کریں۔ (7) سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾ کے بارے میں فرمایا: بغیر عتاب کے راضی ہونا ہے۔ (اضواء البیان:2/312)

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ (86)﴾

''یقیناً آپ کا رب ہی کمال درجے کا پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(86)

سوال: ﴿اِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ﴾ ''یقیناً آپ کا رب ہی کمال درجے کا پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْخَلّٰقُ﴾ ''یقیناً آپ کا رب ہی کمال درجے کا پیدا کرنے والا'' وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ آپ کا رب تو وہ ہے جس نے انہیں بھی پیدا کیا اور ہر چیز کو پیدا کیا جس نے مومن بھی پیدا کیے ہیں اور کافر بھی۔(2)﴿الْعَلِیْمُ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' جو آپ کے حال کو بھی جانتا ہے اور ان کے حالات سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی جو آپ کے اور ان کے درمیان جاری ہے وہ بھی چھپا نہیں ہے، وہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلے کرے گا۔(3) جو رب پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے وہ قیامت کے لانے پر قدرت رکھتا ہے، اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (87)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ کو سات بار بار دہرائی جانے والی آیات اور قرآن عظیم عطا کیا ہے۔''(87)

سوال: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ کو سات بار بار دہرائی جانے والی آیات اور قرآن عظیم عطا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ کو سات بار بار دہرائی جانے والی آیات عطا کی ہیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ پر اپنے انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے جن میں سبع مثانی بھی ہے۔(2) سبع مثانی سورۃ الفاتحہ کی سات آیات ہیں۔(ایسر التفاسیر:745)(3) اس سے مراد سات آیتیں ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں یعنی سورۃ الفاتحہ۔ حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الحمد للہ رب العالمین یہ سبع مثانی قرآن عظیم ہے جو میں دیا گیا ہوں۔(بخاری)(4) ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ میرے پاس سے گزرے میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول ﷺ نے مجھے بلایا میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ فوراً ہی کیوں نہ آئے؟ عرض کیا کہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو حکم نہیں دیا؟ کہ اے ایمان والو! جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ تمہیں بلائیں تو لبیک کہو! پھر آپ نے فرمایا: کیوں نہ آج میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے عظیم سورت بتاؤں! پھر آپ مسجد سے تشریف لے جانے کے لیے اٹھے تو میں نے بات یاد دلائی آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ ''الحمد للہ رب العالمین'' یہی سبع مثانی ہے اور یہی قرآنِ عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔(بخاری:4703)(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ام القرآن (یعنی سورۃ فاتحہ) ہی

سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔(بخاری کتاب التفسیر:4704)(6)﴿وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ﴾ ''اور قرآن عظیم''یعنی سورۃ الفاتحہ کے ساتھ قرآن عظیم عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو بہترین کلمے سے نواز دیا۔اسی لیے رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں''۔(یونس:58)(7)قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔قرآن مجید انسان کے لیے ہدایت کی کتاب ہے۔قرآن مجید ایمان لانے والوں کے لیے آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کی آخری کتاب ہے۔قرآن مجید کا آخری کتاب ہونے کی حیثیت سے یہ لازمی امر ہے کہ اسے اپنے مخالفین پر غلبہ حاصل ہو کیونکہ غلبے کے بغیر یہ آخری کتاب کی حیثیت سے باقی نہیں رہ سکتی۔

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (88)﴾

''آپ اپنی آنکھیں ہرگز نہ اٹھائیں اس متاع دنیا کی طرف جس کے ساتھ ہم نے مختلف لوگوں کو فائدہ دیا اور ان پر غم نہ کھائیں اور مؤمنوں کے لیے اپنے بازو جھکا دیں۔''(88)

سوال1:﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''آپ اپنی آنکھیں ہرگز نہ اٹھائیں اس متاعِ دنیا کی طرف جس کے ساتھ ہم نے مختلف لوگوں کو فائدہ دیا اور اُن پر غم نہ کھائیں اور مؤمنوں کے لیے اپنے بازو جھکا دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ﴾ ''آپ اپنی آنکھیں ہرگز نہ اٹھائیں اس متاع دنیا کی طرف جس کے ساتھ ہم نے مختلف لوگوں کو فائدہ دیا''یعنی دنیا کی چیزیں آپ کو اتنی اچھی نہ لگیں کہ آپ کو دنیا کی شہوات میں مشغول کر دیں۔آپ ﷺ دنیا،اس کی بہاروں اور اس کی چند روز رونقوں کو نہ دیکھیں،ہم نے دنیا پرستوں کو یہ دولت فتنے میں مبتلا ہونے کے لیے دی ہے اللہ رب العزت نے جو سات بار بار دہرائی جانے والی آیات اور قرآن عظیم عطا کیا اس کے ذریعے خوش ہو جائیں۔(2)﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور ان پر غم نہ کھائیں''ان کے جھٹلانے اور ان کی مخالفت سے آپ کا دل غمگین نہ ہو کیونکہ ان سے کسی بھلائی کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔اللہ تعالیٰ نے ان کا بہترین نعم البدل ایمان والوں کی صورت میں آپ ﷺ کو عطا کیا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ'' اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور آپ ان پر غم نہ کریں

اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ خفیہ تدبیریں کرتے ہیں۔'' (النحل:127)(3) ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ﴾ ''چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے۔'' (فاطر:8)(4) ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟ (الکھف:6) (5) ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مؤمنوں کے لیے اپنے بازو جھکا دیں'' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ایمان والوں سے نرمی، محبت اور حسن اخلاق سے پیش آئیں، ان کی تکریم کریں۔(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ مومنوں میں سے جو آپ کے پیچھے چلیں ان کے لیے اپنے بازو جھکائے رکھیں''۔ (الشعراء:215)(7) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ آدمی نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو مشرک لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا: آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تو یہ ہم پر جرأت نہیں کر سکیں گے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان لوگوں میں) میں اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ہذیل کا ایک آدمی اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور دو آدمی جن کا نام میں نہیں جانتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے دل میں جو اللہ نے چاہا واقع ہوا اور آپ ﷺ نے اپنے دل میں ہی باتیں کیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''ان لوگوں کو دور نہ کرو جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔'' (مسلم فضائل صحابہ:6241)

﴿وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ (89)﴾

''اور آپ کہہ دیں بلاشبہ میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' (89)

سوال: ﴿وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور آپ کہہ دیں بلاشبہ میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو بتا دیں کہ آپ پر دوست اور دشمن سب کے لیے تبلیغ کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے اور یہ کہ میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے جو پہلی قوموں پر آیا تمہیں ڈرا رہا ہوں کہ کہیں اپنے نبی کو جھٹلانے پر تم پر بھی وہی عذاب نہ آ جائے۔(2) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے ''اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' تو رسول ﷺ کے متعلق یہی اللہ تعالیٰ نے تورات میں بھی فرمایا تھا: اے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ان عربوں کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے ہیں اور میرے رسول ﷺ ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا۔ آپ نہ بدخو ہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے اور نہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم عربی کو سیدھا نہ کر لیں یعنی جب تک کہ وہ ان سے لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں۔ پھر اس کلمہ توحید کے ذریعے

وہ اندھی آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔(بخاری:4838)(3) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''میری اور جس دعوت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایسے شخص جیسی ہے جو کسی قوم کے پاس آئے اور کہے: اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں ننگ دھڑنگ تم کو ڈرانے والا ہوں، پس بچاؤ کی صورت کرو تو اس قوم کے ایک گروہ نے بات مان لی اور رات کے شروع ہی میں نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ چلے گئے اس لیے نجات پا گئے لیکن ان کی دوسری جماعت نے جھٹلایا اور اپنی جگہ ہی پر موجود رہے، پھر صبح سویرے دشمن کے لشکر نے انہیں آلیا اور انہیں مارا اور ان کو برباد کر دیا۔ یہ مثال ہے اس کی جو میری اطاعت کریں جو دعوت میں لایا ہوں اس کی پیروی کریں اور اس کی مثال ہے جو میری نافرمانی کرے اور جو میں حق لے کر آیا ہوں۔(بخاری:7283)

﴿كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ (90)﴾

''جیسا کہ (عذاب) ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اُتارا تھا۔''(90)

سوال: ﴿كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ﴾ ''جیسا کہ (عذاب) ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اتارا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب(1) ﴿ الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴾ سے مراد وہ کافر ہیں جنہوں نے رات کو جا کر قسم کھائی تھی کہ صالح پیغمبر کی اونٹنی کو مار ڈالیں گے۔(بخاری کتاب التفسیر)(2) الْمُقْتَسِمِيْنَ سے مراد (i) کتاب الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے ہیں۔(ii) کچھ لوگوں کا خیال ہے اس سے مراد قریش کی قوم ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تقسیم کر دیا۔ کچھ کو شعر کچھ کو جادو کچھ کو کہانت اور کچھ کو پہلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا۔(iii) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں جنہوں نے آسمانی کتابوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔(iv) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد صالح کی قوم ہے جنہوں نے قسم کھائی تھی کہ صالح اور ان کے گھر والوں کو رات کے اندھیرے میں قتل کر دیں گے۔(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا آیت ﴿ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴾ میں یہود و نصاریٰ مراد ہیں کچھ قرآن انہوں نے مانا کچھ نہ مانا۔(بخاری:4706)(4) یعنی آپ ﷺ ان کو اسی طرح عذاب سے ڈرا رہے ہیں جیسے پہلے انبیاء نے ڈرایا جن کی قوموں پر عذاب نازل ہوا۔(5) ﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا تم لوگ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ، ہم اس پر اور اس کے گھر والوں پر ضرور شب خون ماریں گے، پھر ہم ضرور اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے اور ہم بلاشبہ سچے ہیں''۔(النمل:49)

﴿الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ (91)﴾

''جن لوگوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔''(91)

سوال1: ﴿الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ﴾ ''جن لوگوں نے قرآن کوٹکڑے ٹکڑے کردیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا آیت ﴿الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ﴾ ''جن لوگوں نے قرآن کے ٹکڑے کررکھے ہیں'' کے متعلق کہا کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں کہ انہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔(صحیح بخاری:4705)(2) یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے۔(3) جنہوں نے قرآن کومختلف اصناف، اعضاء اوراجزاء میں تقسیم کررکھا ہے اوراپنی خواہشات نفس کے مطابق اس میں تصرف کرتے ہیں۔ان میں سے بعض (قرآن کے متعلق) کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے، بعض کہتے ہیں کہانت ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ افتراء پردازی ہے اوراس قسم کے دیگراقوال جوان جھٹلانے والوں نے پھیلا رکھے ہیں جومحض اس مقصد کے لیے قرآن میں جرح وقدح کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو ہدایت کے راستے سے روک سکیں۔(تفسیر سعدی:2/1383)

﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (92)﴾

''سوقسم ہے آپ کے رب کی! یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔''(92)

سوال1: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''سوقسم ہے آپ کے رب کی! یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَوَرَبِّكَ﴾ ''سوقسم ہے آپ کے رب کی'' رب العزت نے محمد ﷺ کے رب کی قسم کھا کر فرمایا ہے۔(2) ﴿لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے'' کہ ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جو قرآن مجید میں عیب نکالتے ہیں اوراس میں تحریف کرتے ہیں۔(3) اللہ تعالیٰ کے پوچھنے کا مقصد سزا ہے۔(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: ﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾ یقیناً ہم تمہاری طرف سے مذاق اُڑانے والوں کے لیے کافی ہیں۔(الحجر:95) اور فرمایا، نبی ﷺ کا مذاق اڑانے والے یہ لوگ تھے: ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، ابوزمعہ اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی، عاص بن وائل۔سیدنا جبریل علیہ السلام رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو اللہ کے نبی ﷺ نے مذاق اڑانے والوں کی شکایت جبریل علیہ السلام سے کی۔جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ولید کو کردیا اوراس کی بغل میں ایک رگ کی طرف اشارہ کیا۔اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل علیہ السلام س پوچھا: آپ نے (ولید کے ساتھ) کیا کیا؟ ''جبریل علیہ السلام نے کہا: ''میں نے اسے سزادے دی۔''اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے اسود کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کردیا اوراس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے بارے میں بھی جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ''آپ نے (اس اسود کا) کیا کیا؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: ''میں نے اس سے انتقام لے لیا۔'' پھر جبریل علیہ السلام نے ابوزمعہ کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کیا اوراس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل سے کہا: ''آپ نے اس

کا کیا بندوبست کیا؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: ''میں نے اس سے بھی بدلہ لے لیا۔اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حارث کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کیا اور اس کے سر یا پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ''میں نے اس سے بھی انتقام لے لیا۔اسی طرح عاص کا گزر ہوا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے تلوے کی جانب اشارہ کیا اور کہا: میں نے اس کو بھی دبوچ لیا۔'' ولید کو سزا اس طرح ملی کی خزاعہ قبیلے کا ایک شخص جو اپنے تیروں کو ترتیب دے رہا تھا، اس کے پاس سے ولید کا گزر ہوا تو ایک تیر اس کی بغل کے نیچے رگ پہ جا لگا اور اس نے رگ کو کاٹ دیا۔اسود بن مطلب اندھا ہو گیا۔اسود بن عبد یغوث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اس کے سر میں زخم ہو گئے جن کی وجہ سے وہ مر گیا۔حارث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ زرد پانی حارث کو گھیر لیا، وہ اس کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور صورت حال یہ ہو گئی کہ اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکلنے لگا، پھر وہ اس بیماری سے مر گیا۔عاص کو سزا اس طرح ملی کہ اس کے سر میں اس طرح کا پھوڑا نکلا جس طرح کا ایک کانٹے دار پودا حجاز کے ریگستان میں اگتا ہے، وہ پھوڑا اس کے سارے سر میں پھیل گیا اور وہ اس سے مر گیا۔عاص کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کی طرف نکلا، گدھا کودا، اس نے اس کو کانٹوں پر گرا دیا، کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں پیوست ہو گیا اور وہ اسی سے مر گیا۔(دلائل النبوۃ بیہقی:2/318-316)

﴿عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (93)﴾

''اس کے متعلق جو وہ عمل کرتے تھے۔''(93)

سوال: ﴿عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اس کے متعلق جو وہ عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ابو العالیہ فرماتے ہیں دو چیزوں کا سوال ہر ایک سے ہو گا۔معبود کسے بنا رکھا تھا رسولوں کی مانی یا نہ مانی؟ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے رسول ﷺ نے فرمایا: اے معاذ انسان سے قیامت کے دن ہر ایک عمل کا سوال ہو گا۔یہاں تک کہ اس کے آنکھ کے سرمے اور اس کے ہاتھ کی گندھی ہوئی مٹی کے بارے میں بھی اس سے سوال ہو گا۔دیکھ معاذ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں تو کمی والا رہ جائے۔(مسلم،:64)(تفسیر المراغی:5/180) (2) ابن عینیہ فرماتے ہیں عمل اور مال کا سوال ہو گا۔(ابن کثیر)

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (94)﴾

''چنانچہ جس کا آپ کو حکم دیا گیا اس کا صاف اعلان کر دیں اور مشرکوں سے منہ موڑ لیں۔''(94)

سوال 1: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''چنانچہ جس کا آپ کو حکم دیا گیا اس کا صاف اعلان کر دیں اور مشرکوں سے منہ موڑ لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ﴾ ''چنانچہ جس کا آپ کو حکم دیا گیا اس کا صاف اعلان کر دیں'' اللہ رب العزت نے رحمت عالم کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے رب کا پیغام کھلم کھلا بیان کریں، ہر کان میں اپنے رب کے پیغام کی آواز دیں، تمام لوگوں کے سامنے توحید کا اعلان کریں ،نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کریں۔اس آیت کے نزول سے قبل مسلمان چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔اس اعلان کے بعد سب کے سامنے نمازیں پڑھنے لگے۔(2)اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل میں لوگوں کی باتیں راستے کی رکاوٹ نہ بنیں۔(3)﴿وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ ''اور مشرکوں سے منہ موڑ لیں''یعنی جو مشرک آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا چاہتے ہیں ان کی پرواہ نہ کریں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ﴾''وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں''۔(القلم:9)

﴿ اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ (95) ﴾

''بلاشبہ آپ کی جانب سے ہم مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں۔''(95)

سوال1: ﴿اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ﴾''بلاشبہ آپ کی جانب سے ہم مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے وعدہ کیا ہے کہ مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے کافی ہے۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔جس نے بھی آپ کا مذاق اڑایا اللہ تعالیٰ نے اسے بدترین طریقے سے ہلاک کر دیا۔(2)طبرانی ابونعیم اور بیہقی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول ﷺ کی ہنسی بنانے والے پانچ قریشی سردار تھے ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عدی بن قیس، اسود بن مطلب۔ یہ لوگ رسول ﷺ کو دکھ پہنچانے اور آپ کا مذاق اڑانے میں بہت آگے بڑھ چکے تھے۔سیدنا جبرائیل نے رسول ﷺ سے کہا، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کی طرف سے ان کا کام تمام کر دوں چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی شخص تیر درست کر رہا تھا ولید ادھر سے گزرا اس کا کپڑا تیر سے الجھ گیا اس نے غرور کی وجہ سے جھک کر تیر نہیں نکالا۔آخر تیر کی بوری کسی رگ میں لگ گئی۔اس کے زخم سے وہ مر گیا۔سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے عاص کے تلوے کی طرف اشارہ کیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے تلوے میں کوئی کانٹا چبھ گیا۔ٹانگ سوجھ کر چکی کی طرح ہو گئی اور وہ مر گیا۔عدی بن قیس کی ناک کی طرف اشارہ کیا ناک سے پیپ بہنے لگی اس سے اس کا انتقال ہو گیا۔اسود بن عبد یغوث کے سر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ایک روز یہ شخص کسی درخت کی جڑ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سر کو درخت سے ٹکرانے اور منہ کو کانٹوں سے پیٹنے لگا آخر مر گیا۔اسود بن مطلب کی آنکھوں کی جانب اشارہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ اندھا ہو گیا تھا۔بزار اور طبرانی نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول ﷺ کچھ لوگوں کی طرف سے گزرے ان لوگوں نے رسول ﷺ کی پشت کی طرف طعن آمیز اشارہ کر کے کہا یہی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔اس وقت جبریل علیہ السلام

رسول ﷺ کے ساتھ تھے۔ جبریل علیہ السلام نے ان کی طرف اشارہ کیا جس کی وجہ سے ناخن کے نشان کی طرح ان کے جسموں پر نشان ہو گیا۔ آخر وہ نشان پھوڑا بن گیا اور سڑ گیا اور ایسا سڑ گیا کہ کوئی پاس بھی نہیں جاتا تھا۔ ان ہی لوگوں کے متعلق آیت ﴿اِنَّـــا كَـــفَيْـــنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ نازل فرمائی۔ (تفسیر مظہری:244)

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (96)﴾

''جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بناتے ہیں سو جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' (96)

سوال: ﴿اَلَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بناتے ہیں سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بناتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ جو ان کا رب، ان کا خالق، ان کا مالک، ان کا رازق ہے اسے چھوڑ کر دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔ (2) ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول ﷺ کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ حالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے بچے کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ پوچھا پھر کون سا! فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فرقان میں اس کی تصدیق میں قرآن نازل فرمایا ''اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی معبودِ باطل کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے کی جان نہیں لیتے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے سوائے حق کے اور جو زنا نہیں کرتے اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ گناہ سے بھڑ جائے گا۔'' (بخاری:7532) (3) ﴿فَسَـوْفَ يَـعْـلَـمُـوْنَ﴾ ''سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' جب وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تو انہیں اپنے اعمال کا انجام پتہ چل جائے گا۔

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (97)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔'' (97)

سوال: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں'' یعنی ہمیں معلوم ہے کہ وہ آپ ﷺ کو جھٹلانے کے لیے کیا کیا باتیں کرتے ہیں، کیسے آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (2) ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے

آپ کا دل تنگ ہوتا ہے اورآپ غم زدہ ہوتے ہیں ،آپ ﷺ کسی صدمے سے،کسی کے خوف سے اللہ تعالیٰ کا کام نہ چھوڑیں۔ (3) آپ ﷺ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں وہ آپ ﷺ کا محافظ اور مددگار ہے۔(4) اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے مگر وہ ان کو ڈھیل دے رہا ہے،اللہ تعالیٰ ان کو یوں ہی نہیں چھوڑے گا۔

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ کُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ (98) ﴾

''چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔''(98)

سوال: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ کُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں'' آپ ﷺ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں،اس کی حمد اور تسبیح بیان کریں۔(2) اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر بھی لوگوں کی ایذاؤں کے مقابلے میں صبر،تسبیح اور استغفار کا طریقہ اختیار کرنے کی نصیحت کی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ج وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی﴾ ''چنانچہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے۔(طٰہٰ:130)(3) ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا ﴾ ''تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے بخشش مانگیے یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔(النصر:3)(4) ﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیں اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں'' (المومن:55)(5) ﴿وَ کُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ﴾ ''اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجائیں'' سجدے سے یہاں مراد نماز ہے۔(i) سجدوں کی وجہ سے انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔(ii) انسان کو تسکین ملتی ہے۔(iii) انسان کے دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔(iv) اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرگوشیاں کرنے سے انسان کو وہ سب کچھ مل جاتا ہے جو وہ پانا چاہتا ہے۔(v) سجدے تو انسان اکیلے بھی کرسکتا ہے لیکن ایسے لوگوں کی صحبت انسان کو دلی سکون دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے آگے بچھنے والے ہیں۔(vi) اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ شامل ہوکر ہی انسان صحیح معنوں میں اپنا مشن پورا کرسکتا ہے۔(6) رب العزت نے ذکر الٰہی اور تسبیح کے ساتھ دوسرے کام کا حکم دیا ہے کہ آپ نماز پڑھیں کیونکہ اس سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔(7) ذکر اور نماز مومن کے لیے دعوت وتبلیغ کے میدان میں بہت بڑا سہارا بنتے ہیں،ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ ''سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے

۔(الرعد:28)(8)﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّاعَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ ''اورصبراورنماز کے ذریعے سے مدد مانگو بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔(البقرہ:45)(9)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے دوست سے دشمنی کی تو اس کو میری طرف سے اعلان جنگ ہے، اور اگر میرا بندہ فرض کی ادائیگی کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے۔تو مجھے اس سے زیادہ محبوب اور کوئی ذریعہ نہیں۔اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے ،اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے (کچھ) مانگتا ہے تو اسے ضرور دیتا ہوں، اور اگر وہ کسی سے پناہ چاہے تو اسے پناہ بھی ضرور دیتا ہوں۔(بخاری)(10)دعوت دین کی راہ میں آنے والی مشکلات اور پیچیدگیوں میں گھرے ہوئے ایک انسان کے لئے اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شنوائی بن جائے اور اس کی بینائی بن جائے اور اس کا ہاتھ بن جائے اور جو کچھ وہ مانگے اسے عطا کرے اور جب وہ اس کی پناہ چاہے تو وہ اسے اپنی پناہ میں لے لے۔(11)سیدنا خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا: ''امیر المومنین! اگر آپ کا توکل اللہ تعالیٰ پر ہو تو کسی کا خوف نہ کھائیے اور اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق کمزور ہو تو سمجھ جائیے پھر کوئی سہارا نہیں۔'' (داعی کے اوصاف:175۔180)

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (99)﴾

''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔'' (99)

سوال: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ ''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ﴾ ''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں'' عبادت کی اصل اطاعت ہے اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ اپنے رب کے قرب کے لیے عبادت کرو جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں''۔ (ہود:123)(2)﴿فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ اس کی عبادت کرو اور اسی کی عبادت پر پوری طرح جمے رہو۔'' (مریم:65)(3) ﴿حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ ''یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے'' یعنی آپ ﷺ کو موت آجائے یعنی مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔(4)یعنی اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے دائمی طور پر مختلف عبادات میں مصروف رہیے۔نبی ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی حتیٰ کہ آپ کو آپ ﷺ کے رب کی طرف سے واپسی کا حکم آپہنچا۔صلی اللہ علیہ وسلم

تسلیما کثیراً۔(تفسیر سعدی:2/1384)(5)یقین سے مراداس آیت میں موت ہےاس کی دلیل سورہ مدثر کی وہ آیتیں ہیں جن میں بیان ہے کہ جہنمی اپنی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے باتیں بنایا کرتے تھےاور قیامت کوجھٹلاتے تھے یہاں تک کہ موت آ گئی یہاں بھی موت کی جگہ لفظ یقین ہے۔(ابن کثیر:3/113)(6)اس سے ملحدین کی اس رائے کی بھی تردید ہوتی ہے کہ''یقین'' سے مرادمعرفت ہےاور جب کوئی آدمی مقام معرفت تک پہنچ جائے گا تو تمام عبادات واعمال اس سے ساقط ہو جائیں گے یہ کفر ضلالت اور جہالت اس لیے کہ انبیائے کرام اوران کے صحابہ اللہ تعالیٰ کا مقام تمام انسانوں سے زیادہ پہچانتے تھےاوراس کے حقوق وصفات کی معرفت تمام لوگوں کی بنسبت انہیں زیادہ حاصل تھی،اس کے باوجود وہ تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے ،اوراپنی زندگی کے آخری لمحہ تک نیک کاموں کی پابندی کرتے تھے۔(تیسیر الرحمٰن:1/754,755)

سورۃ النحل

سوال:سورۃ النحل کہاں نازل ہوئی؟اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب:(1)سورۃ النحل مکی سورت ہے۔(2)اس کی 128 آیات اور 16 رکوع ہیں۔(3)مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 16ویں سورت ہےاورنزولی ترتیب کے اعتبار سے سترھویں سورت ہے۔

رکوع نمبر 7

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ(1)﴾

''اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا سواس کوتم جلدی طلب نہ کرو،وہ پاک ہے،اور بے حد بلند ہےاس سے جن کووہ شریک بناتے ہیں۔(1)''

سوال1:﴿اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ﴾''اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا سواس کوتم جلدی طلب نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ﴾''اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا''یعنی تمہارے عذاب کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم قریب آ پہنچا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾''لوگوں کے لیےان کا حساب قریب آ گیااوروہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔''(الانبیاء:1)(2)اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ قیامت کے قریب آنے کی خبر ہے۔(الاساس فی التفسیر:6/2915)(3)﴿فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ﴾''سواس کوتم جلدی طلب نہ کرو'' آنے والی چیزیعنی قیامت قریب آ لگی ہے لہٰذااس کے آنے کی جلدی نہ مچاؤ۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔اورجس چیز نے آنا ہووہ قریب ہی ہوتی ہے۔(4)رب العزت نے فرمایا:آپ کہہ دیں کہ میرے اورتمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے جوکچھ آسمانوں اورزمین میں ہے اور جولوگ باطل پر ایمان لائے اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ

کفر کیا، وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ (52) اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔ (53) وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ (العنکبوت:54,52) (5) سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور قیامت اتنے نزدیک نزدیک بھیجے گئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کے اشارہ سے (اس نزدیکی کو) بتایا پھر ان دونوں کو پھیلایا۔ (صحیح بخاری:6503) (6) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم ہونے سے پہلے مغرب کی جانب سے ڈھال کی طرح سیاہ ابر نمودار ہوگا اور وہ بہت جلد پورے آسمان پر پھیل جائے گا، پھر وہ پکارے گا: ''اے لوگو!'' لوگ تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے اور کہیں گے کیا تم نے کچھ سنا؟ تو ان میں سے کچھ لوگ ہاں میں جواب دیں گے اور بعض شک کریں گے۔ وہ پھر دوسری دفعہ پکارے گا: ''اے لوگو!'' تو لوگ (ایک دوسرے سے) کہیں گے، کیا تم نے کچھ سنا؟ تو وہ سب کہیں گے، ہاں۔ پھر وہ تیسری مرتبہ منادی کرے گا اور کہے گا، اے لوگو! امر الٰہی آپہنچا، جلدی کرو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! (اس کے بعد قیامت اتنی جلدی آجائے گی کہ) وہ شخص جو کسی کپڑے کو پھیلائے ہوئے ہوں گے، سمیٹنے بھی نہ پائیں گے (کہ قیامت قائم ہوجائے گی) اور کوئی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہوگا اور ابھی پانی پلا نہ پایا ہوگا۔ (کہ قیامت آجائے گی) اور دودھ دوہنے والے پی بھی نہ سکیں گے (کہ قیامت آجائے گی)، ہر ایک نفسا نفسی میں لگ جائے گا۔ (مستدرک حاکم:8622) (7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کہتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ آفتاب مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا، پھر جب وہ طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے اور وہ وقت ہوگا جب کہ کسی شخص کو جو پہلے ایمان نہ رکھتا تھا یا جس نے اپنے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہیں کی تھی، ایمان لانا نفع نہیں دے گا اور البتہ قیامت (اتنی جلدی) قائم ہوجائے گی کہ دو آدمیوں نے اپنے آگے خرید و فروخت کے لیے کپڑا پھیلایا ہوگا لیکن نہ تو اس کی خرید و فروخت کر سکیں گے اور نہ لپیٹ سکیں گے (کہ قیامت قائم ہوجائے گی) اور البتہ قیامت (اتنی جلدی) قائم ہوگی کہ کوئی شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر چلا ہوگا اس کو پی بھی نہ پائے گا (کہ قیامت قائم ہوجائے گی) اور کوئی شخص اپنے (جانوروں کے کھانے کے) حوض کی مرمت کر رہا ہوگا اور وہ (اپنے جانوروں کو) کھلا پلا نہ سکے گا (کہ قیامت قائم ہوجائے گی) اور البتہ قیامت (اتنی جلدی) قائم ہوجائے گی کہ کسی شخص نے نوالہ اٹھایا ہوگا لیکن وہ اس کو کھا نہ سکے گا (کہ قیامت قائم ہوجائے گی)۔ (بخاری:6506)

سوال 3: ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''وہ پاک ہے، اور بے حد بلند ہے اس سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ ''وہ پاک ہے'' اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ (2) ﴿وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور بے حد بلند ہے اس سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے کہ اس کی عبادت کے ساتھ غیروں کی عبادت کی جائے۔ (3)

اللہ تبارک وتعالیٰ شریک، بیٹے، بیوی اور ہمسر وغیرہ کی نسبت سے بالکل پاک ہے جن کو یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ نسبت اللہ تعالیٰ کے جلال کے لائق نہیں اور اس کے کمال کے منافی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ان سے منزہ قرار دیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کو اس کے دشمنوں نے متصف کیا ہے۔ اس لئے اس وحی کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے انبیاء ومرسلین پر نازل فرمائی جس کی اتباع کو وہ پسند فرماتا ہے۔ اس وحی میں ان صفات کمال کا ذکر فرمایا جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جانا چاہیے۔ (تفسیر سعدی:2/1385)

﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ(2) ﴾

''وہ فرشتوں کو اپنے حکم سے وحی کے ساتھ اتارتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو مجھ ہی سے ڈرو۔'' (2)

سوال: ﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴾ ''وہ فرشتوں کو اپنے حکم سے وحی کے ساتھ اتارتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو مجھ ہی سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ ﴾ ''وہ فرشتوں کو اپنے حکم سے وحی کے ساتھ اتارتا ہے'' یعنی وحی کے ساتھ وہ فرشتے نازل کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وحی ہی زندہ لوگوں کی روح ہے اور ملائکۃ سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ ﴿2﴾ روح بمعنی وہ لطیف جوہر جو جان دار میں موجود ہے اور جس کی وجہ سے اس جان دار کے اعضاء وجوارح حرکت کرتے ہیں اور جب یہ روح نکل جاتی ہے تو جان دار بے جان ہو جاتا ہے یا مر جاتا ہے۔ جس طرح اس روح کی حقیقت کا علم انسان کو بہت کم دیا گیا ہے اسی طرح روح کے معانی پر احاطہ کرنا بھی انسان کی دسترس سے باہر ہے (85:17) (ii) روح بمعنی فرشتے جیسے فرمایا: (17:19) ﴿ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾ یعنی ہم نے مریم کی طرف اپنی روح یا فرشتہ بھیجا جو ایک تندرست انسان کی شکل بن گیا۔ روح سے مراد عام فرشتہ بھی ہوسکتا ہے اور جبرئیل علیہ السلام بھی۔ مگر جب روح قدوس یا روح امین کا لفظ آئے تو اس سے مراد صرف سیدنا جبریل علیہ السلام ہوں گے۔ (iii) روح بمعنی وہ پیغام جو فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اور اس سے مراد وحی بھی ہوسکتا ہے اور سارا قرآن بھی۔ روح کے ساتھ جب بھی من الامر یا من امر کے الفاظ آئیں تو اس سے مراد وحی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اس مقام پر ہے۔ ﴿ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ ﴾ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ﴾ (52:42) (iv) اس مقام پر روح سے مراد پورا قرآن ہے نیز ایک دوسرے مقام پر وحی یا رسالت کے معنوں میں اس طرح آیا ہے۔ ﴿ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ (15:40) اس مقام پر وحی کے لیے روح کا لفظ استعمال فرمایا جس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جسمانی زندگی کے لیے روح کی ضرورت ہوتی ہے کہ اگر روح نہ ہو تو زندگی ختم

ہوجاتی ہے۔اسی طرح صالح طرز زندگی یانظام حیات کے لیے وحی الٰہی کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر صالح نظام قائم ہونہیں سکتا اوراگر وحی الٰہی کے مطابق عمل نہ کیا جائے تو اس نظام کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اوراس کی جگہ کوئی اور فاسد نظام رائج ہوجاتا ہے۔(تیسیر القرآن:504/2)
(3)روح کہہ کر یہ شعور دلایا گیا کہ جیسے انسان کوروح کی وجہ سے زندگی ملتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وحی سے انسان کی عقل اورشعور کوزندگی ملتی ہے۔(4)﴿مِنۡ اَمۡرِہٖ﴾اپنے حکم سے۔اس سے مراد ہے کہ وحی اورفرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّکَ ۚ لَہٗ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَیۡنَ ذٰلِکَ ۚ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا﴾''اورہم آپ کے رب کے حکم کے بغیرنہیں اترا کرتے اسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہےاور جو ہمارے پیچھے ہےاور جواس کے درمیان ہےاورآپ کا رب کبھی بھولنے والانہیں ہے۔(مریم:64)(5)﴿لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَہُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ﴾'' وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے اوروہ اس کے حکم پرعمل کرتے ہیں۔''(الانبیاء:27)(6)﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَاَہۡلِیۡکُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُہَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَۃُ عَلَیۡہَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ﴾''اےلوگوجوایمان لائے ہو!اپنے آپ کواوراپنے گھروالوں کوآگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پرتندمزاج سخت گیرفرشتے مقرر ہیں،جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے،اورانہیں جوحکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔''(التحریم:6)(7)﴿عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖۤ﴾''اپنے بندوں میں سے جس پرچاہتا ہے''یعنی وہ اپنے بندوں میں سے رسولوں کو چنتا ہے جن کے بارے میں وہ علم رکھتا ہے کہ وہ رسالت کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ ۚ یُلۡقِی الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِہٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ لِیُنۡذِرَ یَوۡمَ التَّلَاقِ﴾''بلند درجوں والا،عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پرچاہتا ہےاپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔''(المؤمن:15)(8)﴿وَکَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ وَلٰکِنۡ جَعَلۡنٰہُ نُوۡرًا نَّہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّکَ لَتَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾'' اوراسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی،آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟اورنہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟لیکن ہم نے اسے ایک روشنی بنادیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اوریقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔''(الشوریٰ:52)(9)﴿وَکَذٰلِکَ نُوَلِّیۡ بَعۡضَ الظّٰلِمِیۡنَ بَعۡضًۢا بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ﴾''اوراسی طرح ہم بعض ظالموں کوبعض کا ساتھی بنادیتے ہیں اس وجہ سے جووہ کماتے تھے۔''(الانعام:129)(10)﴿اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا﴾''کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی معبودنہیں''تمام انبیاء ومرسلین کی دعوت کا لب لباب اوراس کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر ہے یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اورصفات عظمت میں اس کی وحدانیت کے بارے میں ڈراؤ،جوکہ درحقیقت صفات الوہیت ہیں اورانہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاؤ،جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں نازل فرمائیں اوراپنے رسول مبعوث کئے۔تمام شرائع اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتی

ہیں۔اللہ تعالیٰ کی عبادت پر زور دیتی ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مخالفت کرتا اور اس کے متضاد کام کرتا ہے یہ شرائع اس کے خلاف جہاد کرتی ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1385,1386)(11)﴿فَاتَّقُوْنِ﴾''سو مجھ ہی سے ڈرو''یعنی میری مخالفت پر میرے عذاب سے ڈر جاؤ۔شرک اور بت پرستی چھوڑ دو اور رسولوں کی مخالفت نہ کرو۔(مختصر ابن کثیر:1/978)

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (3)﴾

''اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، وہ بے حد بلند ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''(3)

سوال:﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾''اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، وہ بے حد بلند ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾''اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔''اس سے مراد ہے کہ زمین و آسمان کو بے مقصد کھیل تماشے کے طور پر نہیں حق کے ساتھ یعنی مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔(2)اس سورہ مبارکہ کو''سورۃ النعم'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے اصول اور اس کے قواعد بیان کئے ہیں اور اس کے آخر میں وہ امور بیان کئے ہیں جو ان کی تکمیل کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے زمین اور آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا تاکہ بندے اس کے ذریعے سے ان کے خالق کی عظمت اور اس کی صفات کمال پر استدلال کریں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو اپنے ان بندوں کے رہنے کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کی عبادت اس طرح کرتے ہیں جس طرح اس نے اپنی شرائع میں ان کو حکم دیا ہے جن کو اس نے اپنے رسولوں کی زبان پر نازل فرمایا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مشرکین کے شرک سے منزہ قرار دیا۔(تفسیر سعدی:2/1386)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ ط وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ (10) هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ط بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (11)﴾''اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم ان کو دیکھتے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اگائی۔یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔(لقمان:31,10,11)(4)﴿تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے پاک اور بہت بلند ہے''۔وہی حقیقی معبود ہے۔اس کے سوا کسی اور کی عبادت، کسی اور سے محبت اور کسی اور کے سامنے عاجزی اختیار کرنا حق نہیں ہے۔(5) جب اللہ تعالیٰ جہانوں کی تخلیق میں یکتا ہے تو عبادت میں بھی یکتا ہے۔

﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (4)﴾

''اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ اچانک صریح جھگڑالو ہے۔''(4)

سوال:﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴾''اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ اچانک صریح جھگڑالو ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ ﴾''اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق کا ذکر فرمایا تو اس کے بعد سب سے افضل مخلوق سے ابتدا کی اور فرمایا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے حقیر نطفے سے پیدا کیا۔اس کی نشوونما کی حتیٰ کہ اسے مکمل انسان بنا دیا پھر اس میں اپنی روح پھونکی۔(2)﴿ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴾''پھر وہ اچانک صریح جھگڑالو ہے۔'' جب رب العزت نے انسانوں پر اپنی نعمتوں کو مکمل کر دیا تو وہ خود پسند بن گیا اور اپنے رب کی مخالفت کر کے اس کا انکار کرنے لگا،اس کی آیات کو اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے لگا۔اس نے اپنی تخلیق کے ابتدائی مراحل کو ہی بھلا دیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۷۷) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ط قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸)قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ (۷۹) نِ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ (۸۰) اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ط بَلٰى ق وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ(۸۱)﴾''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا،اس نے کہا کہ ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔''(یٰس:79.77)(3)انسان کو جب شعور آتا ہے تو بے خدا بن کر رہنا چاہتا ہے۔انسان اپنی مرضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا مدمقابل بن کر رہنا چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب اپنی مرضی کو چھوڑ کر رب کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ جھگڑے کرتا ہے۔(4)انسان جب عقل منداور صاحب رائے بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے جھگڑے کرنے والا بن جاتا ہے۔(5)سیدنا بسر بن جحاش القرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے، حالانکہ میں نے تو تجھے تھوک جیسی چیز سے پیدا کیا ہے،حتیٰ کہ جب میں نے تجھے برابر کیا اور تجھے مضبوط کیا، پھر تو اکڑ کر چلنے لگا اور (مال ودولت) جمع کرنے لگا اور اسے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے رکا رہا۔پھر جب تیری جان حلق میں پہنچی تو تو کہنے لگا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں، اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔اب صدقہ کا وقت کہاں ہے؟۔(مستدرک حاکم:3855)

﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ(5)﴾

''اوراس نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فوائد بھی اوران ہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔''(5)

سوال:﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴾''اوراس نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فوائد بھی اوران ہی میں سے تم کھاتے بھی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ﴾''اوراس نے چوپائے پیدا کیے جن میں''اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدوں کی خاطر جانوروں کو تخلیق کیا جیسے اونٹ، گائے، بکری وغیرہ۔اونٹ، گائے اور بکری سے دودھ اور گوشت میں، بھیڑ کی اون میں ہمارے لیے بہت سے فائدے ہیں۔(2)﴿لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ﴾''تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:﴿دِفْءٌ﴾ سے مراد لباس ہے۔یعنی ان جانوروں کی اون سے اور بالوں سے تم اپنے لباس اور بچھونے اور خیمے بناتے ہو۔﴿3﴾﴿وَّمَنَافِعُ ﴾''اور بہت سے فوائد بھی ''ان کے علاوہ بھی جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں۔(4)﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۷۹) وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (۸۰) وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ق صلے فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ (۸۱)﴾''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے ہیں تاکہ تم ان میں سے کسی پر سواری کرو اور ان میں سے کسی کو تم کھاتے ہو۔اور تمہارے لیے ان میں کئی فائدے ہیں۔اور تاکہ تم ان کے ذریعے سے اپنی ضرورت تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے اوران پر بھی اور کشتیوں پر بھی تمہیں سوار کیا جاتا ہے۔اوراللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دِکھاتا ہے،تو اللہ تعالیٰ کی کن کن نشانیوں کا تم انکار کرو گے؟(المومن:81.79)(5)﴿مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴾''اوران ہی میں سے تم کھاتے بھی ہو''رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ط نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۲۱)وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (۲۲)﴾''اور بلاشبہ تمہارے لیے مویشیوں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، جو ان کے پیٹ میں ہے ہم اس میں سے تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں اور انہی میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو۔اوران پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔(المومنون:22.21)

﴿وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (6)﴾

''اوران میں تمہارے لیے جمال ہے جب شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہو اور جب صبح کے وقت تم انہیں چرانے لے جاتے ہو۔''(6)

سوال:﴿وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ﴾''اوران میں تمہارے لیے جمال ہے جب شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہواور جب صبح کے وقت تم انہیں چرانے لے جاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)جب جانور شام کو چراگاہ سے واپس آتے ہیں توان کی کوکھیں بھری ہوئی ہوتی ہیں،تھن دودھ سے لبریز ہوتے ہیں اور کوہان بلند ہوتے ہیں جس سے وہ خوب صورت لگتے ہیں اور جب صبح چراگاہ میں جاتے ہیں جب بھی خوب صورت معلوم ہوتے ہیں۔(مختصراابن کثیر:979/1)(2) جانوروں کی خوب صورتی کا خود انہیں فائدہ نہیں ہے۔ان سے جمال کا انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔جب جانور اچھے لگتے ہیں۔ان کے بالوں،کھالوں اوراون سے لباس اور فرش اور خیمے بنتے ہیں۔

﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(7)﴾

''اوروہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(7)

سوال:﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾''اوروہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ﴾''اوروہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اٹھالے جاتے ہیں''یعنی جانور تمہارے سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔﴿لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ﴾''جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے''ایسے ہی مقامات میں جہاں جانور انسانوں کے بوجھ کو بھی اٹھاتے ہیں اوران کی مدد کے بغیر انسان کے لیے انتہائی مشقت ہوتی۔(2)﴿اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ﴾''جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے''اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے بغیر مشقت بھری زندگی کی آزمائشوں کو دور کرنے کے لیے جانور پیدا کیے۔یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی ہے۔(3)اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو انسان کا مطیع بنادیا،ان کی سواری،ان پر بوجھ لادنے کو انسان کے لیے نفع مند بنادیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُوْنَ(۷۱) وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ(۷۲)﴾''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا،پھر وہ ان کے مالک ہیں۔اورہم نے انہیں ان کا تابع بنادیا سوان میں کچھ ان کی سواریاں ہیں اوران میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں''۔(یٰس:72,71)(4)﴿اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾''یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنے والا،نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ نے ہماری ضروریات کو پورا کرنے

کے لیے جانوروں کو مسخر کر دیا اس کے لیے وہ مستحق ہے کہ اس کی حمد وثنا کی جائے اور سواری پر سوار ہوتے ہوئے دعا کی جائے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے اس (سواری) کو مسخر کر دیا ورنہ ہم انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور ایک روز ہمیں اپنے ربّ کی طرف پلٹنا ہے۔'' (الزخرف:13)

﴿وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ؕ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(8)﴾

''اور گھوڑے، خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت کے لئے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے ہو۔'' (8)

سوال: ﴿ وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ؕ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور گھوڑے، خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت کے لئے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ﴾ ''اور گھوڑے، خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت کے لئے'' اللہ تعالیٰ نے جانور سواری اور زینت کے لیے پیدا کئے ہیں۔ (2) یعنی کبھی تو تم انہیں سواری کی ضرورت کے لئے استعمال کرتے ہو اور کبھی خوب صورتی اور زینت کی خاطر تم انہیں پالتے ہو۔ یہاں ان کو کھانے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ خچر اور گدھے کا گوشت حرام ہے۔ گھوڑوں کو بھی غالب طور پر کھانے کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے برعکس اس کو کھانے کی غرض سے ذبح کرنے سے منع کیا گیا ہے اس ڈر سے کہ کہیں ان کی نسل منقطع نہ ہو جائے۔ ورنہ صحیحین میں حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1388) (3) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انسانی زندگی کی ضروریات صرف کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور سواریوں تک محدود نہیں بلکہ حسن و جمال اور تفریح اعلیٰ انسانی ضروریات میں سے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ نے جہاں سواری اور زینت کا ذکر فرمایا تو گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کا نام لیا اور جہاں بار برداری اور جمال کا ذکر فرمایا اور انعام نعم کی جمع ہے گو اس کا اطلاق درندوں کے علاوہ باقی سب جانوروں پر ہوتا ہے تاہم اس کا زیادہ تر استعمال اونٹ پر ہوتا ہے کیونکہ عربوں کے لیے اونٹ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ تھی جس کی کئی وجوہ ہیں۔ مثلاً اونٹ دوسرے جانوروں سے زیادہ وزن اٹھا سکتا ہے۔ عام اندازے کے مطابق گدھا 5 من یا 2 بوریاں غلہ اٹھا سکتا ہے۔ گھوڑے اور خچر 3 بوریاں جب کہ اونٹ 4 بوریاں با آسانی اٹھا سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ باقی سب جانوروں پر انہیں کھڑا کر کے بوجھ لادا جاتا ہے صرف اونٹ ایک ایسا جانور ہے جسے بٹھا کر اس پر بوجھ لادا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی لمبوتری گردن میں اتنی قوت رکھی ہے کہ وہ اس کے سہارے بھرے ہوئے بوجھ سمیت اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اونٹ میں بار برداری کے لحاظ سے تیسری خوبی یہ ہے کہ وہ عرب کے لق ودق صحراؤں کے ریگستان میں بآسانی سفر کر سکتا ہے اور چوتھی یہ کہ پانی کے بغیر یہ جانور کئی دنوں تک اپنا سفر جاری رکھ سکتا ہے۔ اونٹ کی

ان ہی خوبیوں کی بناپر اسے ''صحراء کا جہاز'' کا نام دیا گیا ہے۔آج کے مشینی دور میں بھی جہاں پٹرول کی گاڑیاں کام نہیں دیتیں یہی صحرائی جہاز کام دیتا ہے۔(تیسیر القرآن:2/506)(5)﴿وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے ہو''نزول قرآن کے بعد بہت سی ایسی چیزیں وجود میں آئیں جن پر انسان بحر و بر اور فضا میں سواری کرتے ہیں اور جنہیں وہ اپنے فوائد اور مصالح کے لیے اپنے کام میں لاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اعیان کے ساتھ ان کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صرف ایسی ہی چیزوں کا ذکر فرماتا ہے جن کو اس کے بندے جانتے ہوں یا جن کی نظیر کو وہ جانتے ہوں اور جس کی نظیر ان کے زمانے میں دنیا میں موجود نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ کرتا تو لوگ اس چیز کو نہ پہچان سکتے اور یہ نہ سمجھ سکتے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ صرف جامع اصول ذکر فرماتا ہے جس میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جنہیں لوگ جانتے ہیں اور جنہیں لوگ نہیں جانتے۔جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کے بارے میں ان چیزوں کا نام لیا ہے جن کو ہم جانتے ہیں اور جن کی نظیر کا مشاہدہ کرتے ہیں،مثلاً کھجور،انگور اور انار وغیرہ اور جس کی کوئی نظیر ہم نہیں جانتے،اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا ذکر مجمل طور پر اپنے اس ارشاد میں کیا ہے۔﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾''ان میں سب میوے دو دو قسم کے ہوں گے۔''(الرحمٰن:52)اسی طرح یہاں بھی صرف ان ہی سواریوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے ہم متعارف ہیں،مثلاً گھوڑے،خچر،گدھے،اونٹ اور بحری جہاز وغیرہ اور باقی کو اس نے اس قول،﴿وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾میں مجمل رکھا۔(تفسیر سعدی:2/1388)

﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ(9)﴾

''اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور ان میں سے کچھ راستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر وہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا۔''(9)

سوال1:﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ﴾''اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور ان میں سے کچھ راستے ٹیرھے بھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾''اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے''اللہ تعالیٰ نے جہاں ظاہری راستوں کو بیان کیا جن کو عبور کرنے کے لیے جانور اور دیگر ذرائع کام آتے ہیں وہیں اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کا بھی ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔(2)یعنی صراط مستقیم جو قریب ترین اور مختصر ترین راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔رہا عقائد و اعمال میں ظلم کا راستہ تو اس سے مراد ہر وہ راستہ ہے جو صراط مستقیم کی مخالفت کرتا ہے۔یہ راستہ اللہ تعالیٰ سے منقطع کر کے شقاوت کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔پس ہدایت یافتہ لوگ اپنے رب کے حکم سے صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہیں اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ ظلم و جور کے راستوں کو اختیار کرتے ہیں۔

(تفسیر سعدی:2/1389)(3) نبی ﷺ نے فرمایا: جوشخص علم کے راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔(4) ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن اور اسلام کو صراط مستقیم قرار دیا ہے۔(تفسیر طبری)(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۰) مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۳۱) ﴾ ''چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(30) رجوع کرنے والے بنو اور اسی سے ڈر جاؤ اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''(الروم:30,31)﴿ 6 ﴾﴿ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ﴾ ''اور ان میں سے کچھ راستے ٹیڑھے بھی ہیں'' رہا عقائد و اعمال میں ظلم کا راستہ تو اس سے مراد ہر وہ راستہ ہے جو صراط مستقیم کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ راستہ اللہ تعالیٰ سے منقطع کر کے شقاوت کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔ پس ہدایت یافتہ لوگ اپنے رب کے حکم سے صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہیں اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ ظلم و جور کے راستوں کو اختیار کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1389,1388)﴿ 7 ﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے (سمجھانے کے) لیے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ''یہ اللہ کا راستہ ہے۔'' پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا: ''یہ (شیطان کے) راستے ہیں، ان میں سے ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ ''اور یقیناً یہی میرا سیدھا راستہ ہے پھر اسی کی پیروی کرو۔ اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو پھر وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ اس بات کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت کی ہے تاکہ تم بچ جاؤ۔''(الانعام:153)(مسند احمد:4436)﴿ 8 ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ٹیڑھی راہیں مختلف طریقے، مختلف راہیں، مختلف خواہشات ہیں مثلاً یہودیت عیسائیت اور آتش پرستی وغیرہ غرض یہ کہ اسلام کے علاوہ تمام دین غلط اور غیر صحیح ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1/980)

سوال 2: ﴿ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ''اور اگر وہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین کے تمام باشندے ہدایت پا جاتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (۱۱۸) اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۱۹) ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔ مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سبھی سے ضرور بھر دوں گا۔''(ھود:118,119)(2) ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے، تو کیا آپ لوگوں کو

مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔'' (یونس:99) (3) ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے۔'' (السجدہ:13) ﴿4﴾ مگر اللہ تعالیٰ بعض کو اپنے فضل وکرم سے ہدایت عطا کرتا ہے اور بعض کو اپنے عدل وحکمت کی بنا پر گمراہ کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1389)

رکوع نمبر:8

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ (۱۰)﴾

''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اس میں سے تمہارے لیے پینا ہے اور اسی سے پودے ہوتے ہیں جن میں تم (جانور) چراتے ہو۔'' (10)

سوال: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ﴾ ''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اس میں سے تمہارے لیے پینا ہے اور اسی سے پودے ہوتے ہیں جن میں تم (جانور) چراتے ہو'' کی وضاحت کریں

جواب:(1) ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا'' اللہ رب العزت نے بارش اور اس سے متعلق نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ بارش اللہ تعالیٰ کی قدرت، ارادے اور رتدبیر سے ہوتی ہے۔ وہی ہے جو آسمانوں سے بارش کو برسانے کے لیے کائناتی عمل کو جاری کرتا ہے۔ سورج کی حرارت سے سمندروں کا پانی بھاپ بنا کر وہی اڑتا ہے۔ وہ عظیم ہے جو اس بھاپ کو اوپر لے جا کر ٹھنڈا کرتا ہے اور ہواؤں کو حکم دیتا ہے کہ ٹھنڈی بھاپ سے بننے والے بادلوں کو اڑا کر اس علاقے تک لے جائیں جہاں اسے بارش برسانے کا حکم ہو۔ (2) ﴿مِّنْهُ شَرَابٌ﴾ ''اس میں سے تمہارے لیے پینا ہے'' بارش کا میٹھا اور صاف شفاف پانی پینے کے قابل بنانے والا رب ہے۔ وہی ہے جو میٹھا پانی پلاتا ہے وگرنہ وہ اسے کھاری کر دیتا ہے تو زندگی ممکن نہ رہتی۔ (3) بارش کے پانی سے نباتات، گھاس اور درخت پیدا ہوتے ہیں جو انسانوں اور جانوروں کے لیے روزی بنتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بُری مثال ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ مثال ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النمل:60)

﴿يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۱۱)﴾

''وہ اس کے ساتھ تمہارے لیے کھیتیاں اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بھی، یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے ان

لوگوں کیلئے جوغوروفکر کرتے ہیں۔''(11)

سوال: ﴿یُنۢبِتُ لَکُمۡ بِہِ الزَّرۡعَ وَالزَّیۡتُوۡنَ وَالنَّخِیۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ﴾ '' وہ اس کے ساتھ تمہارے لیے کھیتیاں اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بھی، یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جوغوروفکر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ بِہِ الزَّرۡعَ وَالزَّیۡتُوۡنَ وَالنَّخِیۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾''وہ اس کے ساتھ تمہارے لیے کھیتیاں اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بھی'' وہ رب عظیم ہے جس نے ایک ہی پانی سے مختلف ذائقوں، مختلف رنگوں ،شکلوں اور خوشبوؤں والے پھل پیدا کیے۔(2)﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ﴾''یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جوغوروفکر کرتے ہیں'' اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ پر غوروفکر کرنے کی دعوت دی ہے۔(3)غوروفکر کرنے والے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ(i) آسمان سے اترنے والی بارش اللہ تعالیٰ کے ارادے سے اور تدبیر کے مطابق ہوتی ہے۔(ii) غوروفکر کرنے والے بارش میں اللہ تعالیٰ کے ارادے کو پالیتے ہیں۔(iii) غوروفکر کرنے والے اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ اس کائنات میں ہونے والا ہر کام اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔(4)ابن عاشور کہتے ہیں تفکر عقل کا وہ دائرہ کار ہے جو صحیح علم تک پہنچنے کا راستہ اور طریق ہے۔(التحریر والتنویر:244/3)(5)مومنوں پر تفکر کرنا واجب ہے۔ نبی ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو ابتداء تفکر سے کرتے یعنی وہ آیات تلاوت کرتے جن میں غوروفکر کو حکم دیا گیا ہے اور وہ سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات ہیں جن میں سے خاص یہ ہیں۔﴿ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ (۱۹۰) الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱) رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَہٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ (۱۹۲)﴾''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غوروفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔ اے ہمارے رب! بے شک جس کو تو نے آگ میں ڈالا تو اُس کو تو نے واقعی رُسوا کر دیا، اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں''۔(آل عمران:190,192) یہ وہ طریقہ ہے جس پر چلنا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے۔عبادت اور غوروفکر لازم وملزوم ہیں۔(6)ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک گھڑی کا غوروفکر کرنا ایک رات کے قیام سے بہتر ہے۔(العظمۃ لابی الشیخ:302/1) اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمالے جوغوروفکر کرتے ہیں۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ(12)﴾

''اوراس نے تمہارے لیے رات اوردن اورسورج اور چاند کومسخر کیا ہےاور تارے بھی اس کے حکم سے مسخر ہیں بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جوسمجھتے ہیں۔''(12)

سوال1:﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ﴾''اوراس نے تمہارے لیے رات اوردن اورسورج اور چاند کو مسخر کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے دن،رات اورسورج اور چاند کا نظام ہمارے لیے بنایا ہے کیونکہ ہم ان سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔دن رات برابر آتے جاتے ہیں۔سورج اور چاند ہماری خدمت پر مامور ہیں۔(2)رات کے وقت ہم سوتے ہیں اورسکون حاصل کرتے ہیں۔دن میں اپنے کاموں اورمعاش کے لیے پھیل جاتے ہیں۔(3)سورج اور چاند سے روشنی حاصل ہوتی ہے جس سے درختوں کے پھلوں اورنباتات کا اگنا ممکن ہوتا ہے۔(4)سورج اور چاند اپنی منزلوں کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔ان کی گردش سے انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس گردش میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ربوبیت دکھائی دیتی ہے۔(5)رات اوردن کا آنا جانا ایسا عمل ہے جوانسان کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔کبھی راتیں لمبی،کبھی دن لمبے،انسان اتنے وسیع پیمانے پرآنے والی تبدیلی پرغور کرکے اس عظیم واقعے میں چھپی ہوئی غیبی قدرت اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

سوال2:﴿وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ ''اورتارے بھی اس کے حکم سے مسخر ہیں بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جوسمجھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب؛(1)اللہ رب العزت نے ستاروں کو ہمارے لیے مسخر کیا ہے۔ستاروں کے ذریعے سمندر اور خشکی کی تاریکیوں میں راستے تلاش کیے جاتے ہیں۔(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے ستاروں کا علم سیکھا گویا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھ لیا،پھر وہ ستاروں کے علم میں جتنا آگے جائے گا،اتنا اس کے جادو کے علم میں اضافہ ہوگا۔''(ابوداؤد:3905)(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی قسم کا علمِ نجوم سیکھا تو اس شخص نے جادو کا ایک راستہ لیا پھر اس نے جس قدر(علمِ نجوم میں)اضافہ کیا اسی قدر(جادو میں)اضافہ کیا۔(ابوداؤد:3906)(4)﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جوسمجھتے ہیں''ستارے مسافروں کے لیے راستے کی دلیل بھی ہیں اورآسمان کی زینت بھی۔انسان اس پرغور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو پالیتا ہے۔(5)ستاروں میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور کامل غلبے کی نشانیاں ہیں جن کو غور وفکر کرنے والے

صاحب عقل ہی سمجھ سکتے ہیں۔

﴿ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (13)﴾

''اورزمین میں جو کچھ اس نے تمہارے لیے پھیلا دیا ہے جس کے مختلف رنگ ہیں، بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے ان کے لیے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔'' (13)

سوال: ﴿وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴾''اورزمین میں جو کچھ اس نے تمہارے لیے پھیلا دیا ہے جس کے مختلف رنگ ہیں۔، بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے ان کے لیے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ﴾ ''اورزمین میں جو کچھ اس نے تمہارے لیے پھیلا دیا ہے جس کے مختلف رنگ ہیں'' اللہ رب العزت نے آسمانوں کی نشانیوں کے بعد زمین کی نشانیوں کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے کہ اس نے زمین میں حیوانات، نباتات، معدنیات اور جمادات پیدا کیے ہیں جن کے رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔مختلف رنگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔(2) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے'' رنگ کی تشکیل کے لیے پہلی شرط روشنی کی موجودگی ہے۔اس ضمن میں سورج سے آتی روشنی کی خصوصیات کے جائزے سے آغاز کرنا مفید ہوگا۔رنگوں کی تشکیل کے لیے سورج سے زمین کی طرف آتی روشنی کے لیے ایک خاص طول موج کی شکل میں ہونا لازمی ہے تاکہ وہ رنگ پیدا کر سکے۔یہ روشنی جو''بصری روشنی'' کہلاتی ہے سورج سے خارج ہونے والی شعاعوں کا 10/25 حصہ ہوتی ہے۔روشنی کی شعاعوں کی یہ ناقابل یقین حد تک تھوڑی مقدار جو کہ رنگ کی تشکیل کے لیے ضروری ہے سورج سے زمین تک پہنچتی ہے۔انسان کی زندگی میں رنگوں کی اہمیت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کیونکہ کسی بھی شے کو اس کے رنگ کی بدولت معنی حاصل ہوتے ہیں۔رنگ کی اس تشکیل کے دوران ایک اور ضروری مرحلہ روشنی کی لہروں کو وصول کرنے کا ہے۔اور یہ کام آنکھ سرانجام دیتی ہے۔اس کے لیے روشنی کی لہروں کا اعضائے بصارت کے ساتھ ہم آہنگ ہونا بھی ضروری ہے۔(رنگ بھری دنیا:21-18) رنگ اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کی نشانیاں ہیں جو اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، عبادت اسی کا حق ہے۔(3) ﴿لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴾ ''ان کے لیے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں''یعنی وہ لوگ جو اپنے حافظے میں علم نافع کو محفوظ رکھتے ہیں، پھر ان امور پر غور وفکر کرتے ہیں جن پر غور وفکر کرنے کی اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے یہاں تک کہ وہ اس حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں جس پر یہ علم دلالت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1390/2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' (البقرہ:221) (5) ﴿اَفَمَنْ يَّخْلُقُ

كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (النحل:17)

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (14)﴾

''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تر و تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔'' (14)

سوال1: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا﴾ ''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تر و تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا'' وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنی مہربانی سے کثیر فوائد کے لیے سمندر پیدا کیے اور انہیں انسان کے تابع کر دیا۔ کہ وہ جیسے چاہیں فائدہ اٹھائیں۔ انسان آسانی سے دور دراز کے سمندری سفر طے کر لیتے ہیں۔(2) ﴿لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا﴾ ''تا کہ تم اس میں سے تر و تازہ گوشت کھاؤ'' اللہ تعالیٰ نے سمندروں میں ہماری غذا کے لیے مچھلیاں پیدا کر دیں وہ زندہ ہوں یا مردہ ہر طرح سے انہیں ہمارے کھانے کے لیے حلال کر دیا۔(3) ﴿وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا﴾ ''اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے سمندروں میں قیمتی موتی اور خوب صورت جواہرات پیدا کر دیے اور سمندر کی تہہ سے انہیں نکالنا آسان کر دیا تا کہ لوگ اپنے حسن و جمال میں اضافے کے لیے انہیں سمندروں سے نکالیں اور انہیں زیورات کے طور پر استعمال کریں۔

سوال2: ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾'' وراس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ ﴾ ''اور آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں'' یعنی جہاز اور کشتیاں۔(2) ﴿مَوَاخِرَ فِیْهِ ﴾ ''اس میں پانی کو چیرنے والی ہیں'' یعنی موجیں مارتے ہوئے ہولناک سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی۔ (تفسیر سعدی:2/1391)(3) سمندروں اور دریاؤں میں کشتیاں اور جہاز پانی کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔(4) جہازوں اور کشتیوں کی صنعت اللہ تعالیٰ نے ہی سکھائی۔ سب سے پہلے نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی تھی پھر یہ صنعت سینہ بہ سینہ منتقل ہوئی۔(5) ﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو'' جہاز کے ذریعے لوگ اور اشیاء دور دراز علاقوں تک منتقل ہوتے ہیں اور یوں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ص وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔(البقرہ:164)(6)﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾''اور تا کہ تم شکر ادا کرو''یعنی اس ہستی کا شکر ادا کرو جس نے تمہارے لئے یہ تمام چیزیں تیار کر کے تمہیں میسر کیں اور تم اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرو جس نے تمہیں ان چیزوں سے نوازا ہے۔پس اللہ تعالیٰ ہی شکر کا مستحق ہے اور اس کے لئے حمد وثنا ہے کیونکہ اس نے اپنے بندوں کو ان کی طلب سے زیادہ اور ان کی آرزوؤں سے بڑھ کر مصالح اور فوائد عطا کئے۔اس کی حمد وثنا کا شمار نہیں جا سکتا بلکہ وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے اپنی حمد وثنا خود بیان کی۔(تفسیر سعدی:2/1391)

﴿ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَبِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (15)﴾

''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ تمہیں لے کر ڈگمگانے نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''(15)

سوال:﴿وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَبِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ ''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ تمہیں لے کر ڈگمگانے نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَلْقٰی﴾''اور اس نے گاڑ دیئے''اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے رکھ دیے۔(2)﴿فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَبِكُمْ﴾ ''زمین میں پہاڑ کہ تمہیں لے کر ڈگمگانے نہ لگے''اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ اس نے سر بفلک پہاڑ یعنی بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیے تا کہ پہاڑوں کی میخوں سے زمین میں سکون پیدا ہو جائے اور زمین والے اس پر کھیتی باڑی کر سکیں اور عمارتیں بنا سکیں اور دیگر امور کو جاری رکھ سکیں۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾ ''اور پہاڑ، اس نے انہیں گاڑ دیا''۔(النازیات:32)(4)رواسی ایسے سلسلہ ہائے کوہ کو کہا جاتا ہے جو سینکڑوں میلوں تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ زمین ہچکولے نہ کھائے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو پیدا کیا گیا تو وہ ڈگمگاتی اور ہچکولے کھاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ رکھ دیئے۔(ترمذی ابواب التفسیر سورہ الناس)(5)جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کا وجود زلزلوں کو روکنے میں بڑا مد ثابت ہوا ہے۔زمین کی سورج کے گرد گردش ایک اختلافی مسئلہ ہے جو آج تک چار دفعہ بدل چکا ہے۔بہر حال موجود تحقیق یہی ہے کہ زمین سورج کے گرد گردش کر رہی

ہے۔(تیسیر القرآن:510/2)(6)رب العزت نے پہاڑوں کے بارے میں فرمایا:﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ ﴾''اس نے آسمانوں کوستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا،تم ان کو دیکھتے ہواوراس نے زمین میں پہاڑ جمادیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے۔''(لقمان:10)(7)﴿وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلاً ﴾''اوراس میں دریااوررا ستے بنادیئے''یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے زمین پر دریاؤں کو جاری کر دیا،وہ ان دریاؤں کو دور دراز زمین سے بہا کر اس زمین تک لاتا ہے جوان کے پانی کی ضرورت مند ہے تا کہ وہ خود،ان کے مویشی اور کھیت سیراب ہوں۔اللہ تعالیٰ نے کچھ دریا سطح زمین پراور کچھ دریا سطح زمین کے نیچے جاری کئے،لوگ کنوئیں کھودتے ہیں یہاں تک کہ وہ زیرزمین بہنے والے دریاؤں تک پہنچ جاتے ہیں تب وہ رہٹ اوردیگرآلات کے ذریعے سے،جن کواللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مسخر کر دیا ہے،ان زمینی دریاؤں(کے پانی)کو باہر نکالتے ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی بے کراں رحمت ہی ہے کہ اس نے زمین میں تمہارے لئے راستے بنادیئے جو دور دراز شہروں تک لے جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1391/2)(8)﴿لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾''تا کہ تم ہدایت پاؤ''شاید کہ تم ان راستوں کے ذریعے سے اپنی منزل مقصود کو پالو،حتیٰ کہ تم ایسا علاقہ بھی پاؤ گے جو پہاڑوں کے سلسلے سے گھرا ہوا ہے،مگراللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں میں لوگوں کے لئے درے اورراستے بنادیئے ہیں۔(تفسیر سعدی:1391/2)(9)رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَعَلْنَا فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے اوراس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے تا کہ وہ راہ نمائی پائیں۔''(الانبیاء:31)

﴿ وَعَلٰمٰتٍ ط وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (16)﴾

''اور بہت سی علامتیں ہیں اورتاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں۔''(16)

سوال:﴿وَعَلٰمٰتٍ ط وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾''اور بہت سی علامتیں ہیں اورتاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جوب:(1)﴿وَعَلٰمٰتٍ﴾''اور بہت سی علامتیں ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے راستوں کی علامات بنادیں جیسے وادیاں،درخت اور ہر وہ چیز جوراستے کی طرف راہ نمائی کرتی ہو۔(2)زمینی راستے ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتے ہیں۔پہاڑوں کے درمیان کے درّے بھی راستے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَعَلْنَا فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ '' اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے اوراس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے تا کہ وہ راہ نمائی پائیں۔''(انبیاء:31)(3)﴿وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾''اورتاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں''رات کے اندھیروں میں تاروں سے بھی راستے تلاش کرنے کے لئے مدد لی جاتی ہے۔(4)آج کل سفر میں عموماً قطب نما سے مدد لی جاتی ہے جبکہ حقیقتاً یہ بھی ستاروں سے بالواسطہ رہنمائی

ہے۔آپ دنیا کے کسی بھی حصہ میں ہوں قطب نما کی سوئی ہمیشہ عین شمال یا قطبی ستارہ کی طرف ہو جاتی ہے جس سے دوسری سمتوں کے نشان اس قطب نما پر لگا دیئے جاتے ہیں۔(تیسیر القرآن:2/511)

﴿ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (17)﴾

''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''(17)

سوال:﴿اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب(1) ﴿اَفَمَنْ يَّخْلُقُ﴾ ''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنی تخلیق اور اپنے انعامات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خالق ہے، رازق ہے۔(2)﴿كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ﴾ ''اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟'' اور اس کے مقابلے میں بت اور دوسری ہستیاں جن کی اللہ تعالیٰ کے ماسوا پوجا کی جاتی ہے، جنہیں پیدا کیا گیا ہے، جو پیدا نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی کو نقصان سے بچانے اور نفع پہنچانے میں مددگار ہو سکتے ہیں کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟(3)﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' کہ تم پہچان سکو کہ وہ ہستی جو تخلیق میں یکتا ہے، وہی ہر قسم کی عبودیت کی مستحق ہے۔اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی تخلیق و تدبیر میں یکتا ہے اسی طرح وہ اپنی الوہیت، وحدانیت اور عبادت میں بھی یکتا ہے اور جس طرح اس وقت اس کا کوئی شریک نہ تھا جب اللہ نے تمہیں اور دیگر چیزوں کو پیدا کیا۔پس اس کی عبادت میں اس کے ہم سر نہ بناؤ بلکہ دین کو اس کے لئے خالص رکھو۔(تفسیر سعدی:2/1392)(4)﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلِ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ط قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ ''آپ پوچھیں آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی ہے، آپ کہہ دیں کیا پھر بھی تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے؟ کہہ دو کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مانند پیدا کیا ہے؟ چنانچہ تخلیق ان پر مشتبہ ہو گئی ہے، آپ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے''۔(الرعد:16)

﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (18)﴾

''اوراگرتم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہوتوانہیں شمار نہیں کرسکتے، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(18)

سوال: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اوراگرتم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہوتوانہیں شمار نہیں کرسکتے، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ ''اگرتم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہوتوانہیں شمار نہیں کرسکتے''یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا تو دور کی بات ہے تم اس کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کرسکتے کیونکہ اس کی کثیر نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں انسان جانتے تک نہیں اور کتنی ہی تکالیف ہیں جن کو وہ رب دور فرماتا رہتا ہے جس کو کوئی شمار نہیں کرسکتا۔(2) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''اگر وہ اپنی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے پر ان نعمتوں کو واپس لے لے یا ناشکری پر سزا دینا چاہے تو دے سکتا ہے لیکن وہ بہت درگزر کرنے والا ہے۔معمولی شکر کو بھی قبول کرلیتا ہے اگرچہ اس کے انعامات اور اس کی رحمت اور اس کا کرم لامحدود ہے۔(3)انسان حق ادا نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ تھوڑے کو قبول کرتا ہے یہ اس کی رحمت ہے، اور کمی پر معاف کرتا ہے یہ اس کی مغفرت ہے۔(4)اللہ تعالیٰ کی مغفرت تمام بندوں کو شامل ہے اور اس کا علم ان سب کو محیط ہے۔(تفسیر سعدی:2/1393)

﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (19)﴾

''اوراللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ بھی تم چھپاتے ہواور جو بھی تم ظاہر کرتے ہو۔''(19)

سوال: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ بھی تم چھپاتے ہواور جو بھی تم ظاہر کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاللّٰهُ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ'' اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہارا معبود ہے۔(2) ﴿يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ﴾ ''جانتا ہے جو کچھ بھی تم چھپاتے ہو''یعنی وہ جانتا ہے جو تم اپنے دلوں میں چھپاتے ہواور جو تم دوسروں سے چھپاتے ہو۔(3) ﴿وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾ ''اور جو بھی تم ظاہر کرتے ہو''اور جو تم اپنی زبانوں اور اپنے اعضاء اور اپنے افعال سے ظاہر کرتے ہو۔اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو گن رکھا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن ان کی جزا دے گا، محسن کو اس کی نیکیوں کی اور گناہ گار کو اس کی برائیوں کی۔(جامع البیان:100/140) یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت علم، حکمت اور نعمتوں کے سلسلے میں واضح کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے ظاہری اور باطنی حالات کو جانتا ہے، اسے معلوم ہے کہ انہیں اپنی زندگی کی ضروریات کے لیے کیا چاہیے اور جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جاتی ہے وہ کچھ نہیں جانتے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (20)﴾

''اور وہ لوگ جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔''(20)

سوال: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ لوگ جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں'' اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی پوجا کی جاتی ہے۔(2)﴿لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ ''وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں'' وہ جھوٹے معبود کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے جب کہ انہیں خود تخلیق کیا گیا ہے پھر وہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں جنہیں بنایا جائے، جو اپنے نفع ونقصان کے بھی مالک نہ ہوں؟(جامع البیان:100/14)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (۹۵) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (۹۶)﴾ ''اس نے کہا: ''کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جن کو تم ہاتھ سے تراشتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو۔''(الصافات:96,95)(4)وہ ہستیاں جو خود اپنے وجود کے لئے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہوں وہ کیسے کوئی چیز پیدا کر سکتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام اوصاف کمال اور علم وغیرہ سے محروم ہیں۔(تفسیر سعدی:1393/2)

﴿ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ج ط وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (21)﴾

''وہ مُردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اُٹھائے جائیں گے۔''(21)

سوال:﴿اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ج ط وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ﴾ ''وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں'' یعنی جن میں روح نہیں وہ مردہ ہیں کیونکہ ان میں زندگی نہیں۔وہ کیسے سن سکتے ہیں؟ کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ کیسے وہ دیکھ سکتے ہیں؟۔(2)جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ وہ عقل رکھتے ہیں۔کیا تم اللہ رب العالمین کو چھوڑ کر ان کو معبود بناتے ہو؟ پس مشرکین کی مت ماری گئی ہے، ان کی عقل کتنی گمراہ اور کتنی فاسد ہے کہ وہ ان اشیاء میں بھی بہک گئی جن کا فساد بالکل واضح اور اظہر ہے۔انہوں نے ان لوگوں کو جو ہر لحاظ سے ناقص، اوصاف کمال سے عاری اور افعال سے محروم ہیں۔اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دے دیا ہے جو ہر لحاظ سے کامل ہے۔وہ ہر صفت کمال کا مالک ہے اور یہ صفت اس میں سب سے کامل اور سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔اس کا علم کامل تمام اشیاء پر محیط، اس کی قدرت سب کو شامل اور اس کی رحمت بے حد وحساب ہے جو تمام کائنات پر سایہ کناں ہے۔وہ حمد وثنا، مجد وکبریاء اور عظمت کا مالک ہے، اس کی مخلوق میں کوئی بھی اس کی صفت کا احاطہ نہیں کر سکتا۔(تفسیر سعدی:1393/2)(3)﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے'' وہ نہیں جانتے کہ موت کے بعد

دوبارہ کب اٹھایا جائے گا؟ جیسے عبادت کرنے والے نہیں جانتے کہ ان کے جھوٹے معبود کب اٹھائے جائیں گے۔ پھر ان کی عبادت کیسے صحیح ہوسکتی ہے جو اس زندگی کے کاموں پر جزا نہیں دے سکتے، نہ جزا کے بارے میں علم رکھتے ہیں نہ کوئی قدرت، نہ اختیار۔

رکوع نمبر 9

﴿ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (22)﴾

''تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، چنانچہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ہی انکار کرنے والے ہیں اور وہ بہت تکبر کرنے والے ہیں۔''(22)

سوال: ﴿اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴾''تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، چنانچہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ہی انکار کرنے والے ہیں اور وہ بہت تکبر کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلٰهُكُمْ ﴾''تمہارا معبود'' جو تم پر عبادت کا حق رکھتا ہے۔ وہی ہے جو تمام مخلوقات کے مقابلے میں اکیلا یہ حق رکھتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ان سے جزا سزا کی توقع نہیں رکھی جاسکتی اور اس امید کے بغیر کوئی نیک عمل کیسے جاری رکھا جاسکتا ہے اور کوئی برا عمل کیسے چھوڑا جاسکتا ہے؟(2)﴿اِلٰـهٌ وَّاحِـدٌ﴾''ایک ہی معبود ہے'' یہ عقلی نتیجہ ہے جس کا عقل مند انکار نہیں کر سکتے کہ معبود ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اللہ جل جلالہ ہے۔ جب وہ خالق ہے، رازق ہے، مدبر ہے، زندہ کرنے والا، موت دینے والا، اعلیٰ صفات اور اسماء حسنیٰ والا ہے، اس کے سوا نہ کوئی پیدا کر سکتا ہے، نہ رزق دے سکتا ہے، نہ تدبیر کر سکتا ہے، نہ زندہ کر سکتا ہے، نہ موت دے سکتا ہے پھر ایسے کو معبود بنانا گمراہی اور حماقت ہے۔(ایسر التفاسیر:754/755)(3)﴿اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾اور وہ ہے اللہ جو ایک اور یکتا ہے اور بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو جنم دیا ہے نہ اس کو کسی نے جنم دیا ہے اور اس کا کوئی بھی ہمسر نہیں۔ پس عقل مند اور اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ اور اس کی عظمت کو اپنے دلوں میں بسا لیا ہے، ان کے دل اس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، بدنی اور مالی عبادات، اعمال قلوب اور اعمال جوارح میں سے جو کچھ بھی ان کی استطاعت میں ہے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کرتے ہیں اور اس کے اسمائے حسنیٰ، صفات علیا اور افعال مقدسہ کے ذکر کے ذریعے سے اس کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1393,1394)(4)﴿فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ ﴾''چنانچہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ہی انکار کرنے والے ہیں'' اللہ رب العزت نے کافروں کے کفر اور فسادیوں کے فساد کی علت کا ذکر کیا ہے اور وہ ان کا بعث یعنی جی اٹھنے کو

جھٹلانا ہے۔اس کی وجہ سے بندہ حق اور خیر کے طریقے پر قائم نہیں رہتا اور وہ آخرت پر اور دنیا اور آخرت کی زندگی میں اعمال کی جزا پر ایمان نہیں رکھتا۔(ایسر التفاسیر:754/755)(5)یعنی ان کے دل اس امر عظیم کے منکر ہیں اور اس کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جن میں جہالت اور عناد بہت زیادہ ہو اور یہ امر عظیم اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔(تفسیر سعدی:1393,1394/2)(6)یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی توحید، نبوت، بعثت اور جزا کا انکار کرتے ہیں۔(7)﴿ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴾''اور وہ بہت تکبر کرنے والے ہیں''استکبار کا مطلب ہے خود کو بڑا سمجھتے ہوئے حق کا انکار کر دینا۔تکبر کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انکار کرتے ہیں۔(8)وہ اپنے دلوں کے اندھیرے میں ڈوبنے کی وجہ سے کفر کرتے ہیں۔ (9)آباء واجداد کی اندھی پیروی کرنے والے جب عقل سے کام نہیں لیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے دیتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴾''یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔''(الزخرف23)(11)﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴾''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟یقیناً یہ بڑی عجیب بات ہے۔''(ص:5)(12)﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن لوگوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش وخرم ہو جاتے ہیں۔''(الزمر:45)

﴿لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (23)﴾

''کوئی شک نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو بھی وہ ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''(23)

سوال1:﴿لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴾''کوئی شک نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو بھی وہ ظاہر کرتے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لَا جَرَمَ ﴾''کوئی شک نہیں''یعنی یہ حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔(2)﴿اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴾''کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو بھی وہ ظاہر کرتے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ ان کے کھلے چھپے سب اعمال کو جانتا ہے، ان کے حالات سے واقف ہے اور وہ ان کے اعمال کا حساب رکھے ہوئے ہے۔وہ انہیں ان کے برے اعمال کی اس دن جزا دے گا جس کو وہ جھٹلاتے ہیں۔

سوال نمبر2:﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴾''بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّـهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ﴾''بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''اوران سے بغض کی وجہ سے انہیں آگ کا عذاب دے کر ذلیل رسوا کرے گا۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ﴾''یقیناً جولوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے۔''(غافر:60)(3)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔اس پرایک آدمی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اوراس کی جوتی بھی اچھی ہو۔آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال (خوب صورتی) ہی کو پسند فرماتا ہے۔تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔''(مسلم:265)

﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ(24)﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا کچھ نازل کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ اگلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔''(24)

سوال:﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴾''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا کچھ نازل کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ اگلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ﴾'' اور جب ان سے کہا جاتا ہے''یعنی جب قریش کے کافروں سے کہا جاتا ہے۔(2)یعنی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنہوں نے حق کو جھٹلایا۔(3)﴿مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ﴾'' تمہارے رب نے کیا کچھ نازل کیا ہے؟''یعنی جب ان سے قرآن اور وحی، جو اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے کہ تمہارا اس کی بابت کیا جواب ہے؟ کیا تم اس نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے شکر ادا کرتے ہو یا اس کی ناشکری کرتے ہوئے عناد رکھتے ہو؟(تفسیر سعدی:2/1395)(4)﴿قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴾''تو کہتے ہیں کہ اگلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں''یعنی ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ نہیں اتارا۔جو کچھ ہمیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے وہ پہلے لوگوں کی کتابیں ہیں۔(5)یعنی یہ جھوٹ ہے جسے محمد ﷺ نے گھڑ لیا ہے۔یہ گزرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جنہیں لوگ نسل در نسل نقل کرتے چلے آرہے ہیں،ان میں کچھ قصے سچے ہیں اور بعض محض جھوٹے ہیں۔یہ ان کا نظریہ تھا اور انہوں نے اپنے پیروکاروں کو اس نظریہ کے قبول کرنے کی دعوت دی اور اس طرح انہوں نے ان کا بوجھ اٹھایا اور قیامت تک کے لئے ان لوگوں کا بوجھ بھی اٹھالیا جو ان کی پیروی کریں گے۔(تفسیر سعدی 2/1395)(6)اسی طرح رب العزت نے سورۃ الفرقان میں ان کی متضاد بیانیوں کو نقل کیا ہے:﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا﴾''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے۔پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں''۔(الفرقان:5)(7)کفار مکہ رسول اللہ ﷺ کے

بارے میں مختلف باتیں کرتے رہتے تھے مثلاً کہتے تھے جادوگر ہے، کبھی کہتے تھے شاعر ہے، کبھی کہتے کاہن ہے، کبھی کہتے مجنون ہے۔ ولید بن مغیرہ اسی سلسلے میں نبی ﷺ کے پاس گیا، اسی کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّـهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ (۱۸) فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (۱۹) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (۲۰) ثُمَّ نَظَرَ (۲۱) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (۲۲) ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (۲۳) فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (۲۴)﴾ ''یقیناً اس نے سوچا اور بات بنائی۔ پھر وہ ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی؟ پھر وہ ہلاک ہو! اس نے کیسی بات بنائی؟ پھر اس نے دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بسورا۔ پھر پلٹا اور تکبر کیا۔ پھر کہا: ''کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔'' (مدثر:18,24)(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ ''آپ دیکھیں انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں؟ چنانچہ وہ بھٹک گئے، سو اب وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔'' (بنی اسرائیل:48)(9) انسان جب حقیقت سے دور ہوتا ہے تو وہ کسی بات پر نہیں ٹھہرتا کیونکہ جو دشمنی کرنا چاہتا ہے وہ مخالفت برائے مخالفت کرتا ہے۔

﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (25)﴾

''تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اُٹھائیں اور اُن کے بوجھوں میں سے بھی جنہیں وہ علم کے بغیر ہی گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! بہت ہی بُرا ہے وہ بوجھ جو وہ اُٹھا رہے ہیں۔'' (25)

سوال: ﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اُٹھائیں اور اُن کے بوجھوں میں سے بھی جنہیں وہ علم کے بغیر ہی گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! بہت ہی بُرا ہے وہ بوجھ جو وہ اُٹھا رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اُٹھائیں'' یعنی ان کی تقدیر میں یہی ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے اور ان لوگوں کے جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے سب کے بوجھ اٹھائیں گے۔ ان کی ذاتی غلطیاں اور غیروں کو گمراہ کرنے کی غلطیاں سب قیامت کے دن انہیں کے گلے منڈھ دی جائیں گی۔ (مختصر ابن کثیر:985/1) (2) ﴿وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''اور اُن کے بوجھوں میں سے بھی جنہیں وہ علم کے بغیر ہی گمراہ کرتے ہیں'' یعنی اپنے مقلدین کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جن کے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس کے جس کی طرف یہ قائدین بلاتے ہیں۔ پس یہ قائدین ان کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ رہے وہ لوگ جو ان کے باطل ہونے کا علم رکھتے ہیں تو ان میں ہر ایک مستقل مجرم ہے کیونکہ وہ ان کے باطل نظریات کو جانتے ہیں جس طرح وہ خود جانتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1395/2) (3) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس

نے اسلام میں آ کر نیک بات (یعنی کتاب وسنت کی بات) جاری کی اس کے لئے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں (اس کی دیکھا دیکھی) ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب گھٹے اور جس نے اسلام میں آ کر بری چال ڈالی (یعنی جس سے کتاب وسنت نے روکا ہے) اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بار ہے اور ان لوگوں کا بھی بار جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹے۔'' (صحیح مسلم:2351) (4) ﴿اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ﴾ ''سن لو! بہت ہی بُرا ہے وہ بوجھ جو وہ اُٹھا رہے ہیں'' یعنی کتنا برا ہے وہ بھاری بوجھ جو انہوں نے اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا ہے۔ خود ان کے اپنے گناہوں کا اور ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ جن کو انہوں نے گمراہ کیا۔ (تفسیر سعدی:1393/2) (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾﴾ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آ ملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔'' (الاعراف:38,39) (6) سیدنا عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص دنیا میں ناحق (ظلم سے) مارا جاتا ہے تو اس کے خون کے وبال کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) پر پڑتا ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے ناحق خون کی بنیاد قائم کی تھی۔'' (بخاری:7321) (7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی کو ہدایت (نیکی) کی دعوت دی اس کے لیے اس کی آواز پر لبیک کہنے والے تمام لوگوں کا ثواب ہوگا اور یہ چیز ان کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں کرے گی اور (ایسے ہی) جس شخص نے برائی کی طرف دعوت دی، اسے ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس کے پیچھے لگیں گے اور اس سے ان کے گناہ کم نہیں ہوں گے۔'' (مسلم:6804)

رکوع نمبر:10

﴿ قَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْیَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ(26)﴾

''یقیناً ان لوگوں نے خفیہ تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے، تو اللہ تعالیٰ بنیادوں سے ان کی عمارت کو آیا، پس ان کے اوپر سے چھتیں ان پر گر پڑیں اور ایسے رخ سے ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہیں تھے۔''(26)

سوال1: ﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''یقیناً ان لوگوں نے خفیہ تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''یقیناً ان لوگوں نے خفیہ تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے'' یعنی کفار قریش سے پہلے نمرود اور فرعون جیسے جابر بادشاہوں نے بھی ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے خلاف چالیں چلیں۔ نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی۔(2) یعنی پہلے لوگوں نے بھی تکبر سے رسولوں کی پیروی سے اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے چالیں چلیں۔(3) یعنی جنہوں نے اپنے رسولوں کے خلاف سازشیں کیں اور ان کی دعوت کو ٹھکرانے کے لئے مختلف قسم کے حیلے ایجاد کئے اور اپنے مکروفریب کی اساس اور بنیاد پر خوف ناک عمارت اور محل تعمیر کیے۔(تفسیر سعدی:2/1395،1396)(4) یعنی ہر دور میں لوگوں نے شرک کو قائم رکھنے اور گمراہ کرنے کی کوششیں کیں۔(5) سورہ نوح میں فرمایا: ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا﴾ ''اور اُنہوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر۔''(نوح:22)

سوال2: ﴿فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ بنیادوں سے ان کی عمارت کو آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ بنیادوں سے اُن کی عمارت کو آیا'' قرآنِ حکیم نے کفار کے پروپیگنڈے کو ایسی عمارت سے تشبیہ دی ہے جس کی بنیادیں بھی ہیں، چھت اور ستون بھی۔(2) وہ پروپیگنڈا اگرچہ بڑا مضبوط اور پختہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکا۔(3) اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کے مکروفریب (کی عمارتوں) کو بنیادوں اور جڑوں سے اکھاڑ پھینکا۔(تفسیر سعدی:2/1395)

سوال3: ﴿فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾ ''پس ان کے اوپر سے چھتیں ان پر گر پڑیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾ ''پس ان کے اوپر سے چھتیں ان پر گر پڑیں'' اُوپر سے چھت گرنے سے مراد مکمل تباہی ہے۔ یہ چھت پروپیگنڈے کی تھی اور اُن کا پروپیگنڈا مکمل طور پر بے اثر ثابت ہوا۔(2) سازشوں کا تانا بانا بن کر انہوں نے مکروفریب کی جو عمارت کھڑی کی تھی، ان کے لئے عذاب بن گئی جس کے ذریعے سے ان کو عذاب دیا گیا۔(تفسیر سعدی:2/1395)

سوال4: ﴿وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور ایسے رخ سے ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہیں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور ایسے رخ سے ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہیں تھے'' یعنی مشرکین عرب سے پہلے چالیں چلنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔(جامع البیان:14/105)(2) ﴿مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''جہاں سے وہ

سوچتے نہیں تھے''، یعنی انہیں گمان نہ تھا۔اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں تو اپنے پروپیگنڈے پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ اس کے ذریعے پناہ لے لیں گے لیکن وہی ان کے لئے مقبرہ بن گیا۔اس تباہی کا انہیں گمان تک نہ تھا۔(3) اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ یہ عمارت ان کو فائدہ دے گی اوران کو عذاب سے بچالے گی مگر اس کے برعکس انہوں نے جو بنیاد رکھی تھی وہ ان کے لئے عذاب بن گئی۔(تفسیر سعدی: 1396,1395/2) (4) اللہ رب العزت نے اپنے دشمنوں کے مکروفریب کو باطل کرنے کی بہترین مثال دی ہے۔رسولوں کو جھٹلانے والوں نے خوب سوچ سمجھ کر جھٹلایا۔انہوں نے حق کے مقابلے میں باطل کے اصول ضابطے بنائے تھے۔ان اصولوں کے مطابق وہ رسولوں کی دعوت کو جھٹلاتے تھے اورانبیاء کو تکلیف دینے کے لیے چالیں چلتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی چالیں ان ہی پر الٹ دیں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ ''اور بری تدبیر اس کے کرنے والوں کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی نہیں''۔(فاطر:43)

﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ (27)﴾

''پھر قیامت کے دن وہ اُن کو رسوا کرے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے؟ جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ یقیناً آج کے دن رسوائی اور بُرائی کافروں پر ہے۔(27)''

سوال1: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ﴾ ''پھر قیامت کے دن وہ اُن کو رسوا کرے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ ﴾ ''پھر قیامت کے دن وہ اُن کو رسوا کرے گا''، یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے شرمناک افعال اوران کی بے حیائیاں ظاہر کردے گا جس سے وہ سخت ذلیل ورسوا ہوں گے۔(2) ﴿وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ﴾ ''اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے؟'' جب اللہ تعالیٰ سازشیوں کو ساری مخلوق کے سامنے رسوا کرے گا تو ان سے سوال کرے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کی خاطر تم نے مومنوں سے جھگڑے کیے، ان سے جنگیں کیں؟(3) یعنی جن کی خاطر تم اللہ تعالیٰ اور حزب اللہ سے عداوت اوران سے جنگ کرتے اوران کے بارے میں یہ زعم باطل رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں؟ جب اللہ تعالیٰ ان سے یہ سوال کرے گا تو ان کے پاس اپنی گمراہی کے اقرار اور اپنے عناد کے اعتراف کے سوا کوئی جواب نہ ہوگا۔پس وہ کہیں گے: ﴿ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾ '' وہ سب غائب ہوگئے اور وہ اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ یقیناً وہ انکار کرنے والے تھے''۔(الاعراف:37)(سعدی:1396/2)

سوال2: ﴿قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ﴾ ''جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ یقیناً آج کے دن رسوائی اور برائی کافروں پر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب؛(1) ﴿قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے'' یعنی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا۔اس سے مراد انبیاء اور ربانی علماء ہیں۔(2) ﴿اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ﴾ '' کہ یقیناً آج کے دن رسوائی'' یعنی قیامت کے دن کی ذلت اور رسوائی۔(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ سب اگلے اور پچھلے لوگوں کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور اُس سے کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے''۔(بخاری:3188)(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، جو جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے پاس چلا جائے۔لہٰذا ان میں سے بعض سورج کے پاس چلے جائیں گے، بعض چاند کے پاس چلے جائیں گے اور بعض اپنے باطل معبودوں کے پاس چلے جائیں گے۔'' (بخاری:806)(5) ﴿وَالسُّوْٓءَ﴾ ''اور برائی'' یعنی برا عذاب۔(6) یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کی وحدانیت کا انکار کیا۔(جامع البیان:106/14) ﴿وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ج وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو''۔(الانفال:5)(7) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ط وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ ج اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ط اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا، اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ ''نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:93)(8) سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں نکلے۔ہم قبر کے قریب پہنچے تو ابھی تک لحد تیار نہیں ہوئی تھی اس لئے نبی ﷺ بیٹھ گئے۔ہم بھی آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔نبی ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ ﷺ زمین کو کرید رہے تھے، پھر سر اٹھا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے بچنے کے لئے پناہ مانگو، دو تین مرتبہ فرمایا۔پھر فرمایا کہ بندۂ مومن جب دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے ''جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں'' آتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن

اور جنت کی حنوط ہوتی ہے ،تاحدنگاہ وہ بیٹھ جاتے ہیں، پھرملک الموت آ کراس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں:اے نفس مطمئنہ !اللہ کی تعالیٰ مغفرت اورخوشنودی کی طرف نکل چل، چنانچہ اس کی روح اس طرح بہہ کرنکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے، ملک الموت اسے پکڑ لیتے ہیں اور دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کی روح کوملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ ان سے لے کر اسے اس کفن میں لپیٹ کراس پر اپنی لائی ہوئی حنوط مل دیتے ہیں، اوراس کے جسم سے ایسی خوشبو آتی ہے جیسے مشک کا ایک خوشگوار جھونکا جو زمین پر محسوس ہو سکے۔ پھر فرشتے اس روح کو لے کر اوپر چڑھ جاتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ پر بھی ان کا گزر ہوتا ہے، وہ گروہ پوچھتا ہے کہ یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ وہ جواب میں اس کا وہ بہترین نام بتاتے ہیں جس سے دنیا میں لوگ اسے پکارتے تھے حتیٰ کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں ،اوردروازے کھلواتے ہیں ،لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔'' (مسند احمد: 18561)اس آیت کریمہ میں اہل علم کی فضیلت کا بیان ہے کہ وہ اس دنیا میں حق بولتے ہیں اوراس روز بھی حق بات کہیں گے جس روز گواہ کھڑے ہوں گے اوران کی بات اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک قابل اعتبار ہوگی۔ (تفسیر سعدی:2/1396)

﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(28)﴾

''جن کوفرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں کہ ہم تو کوئی برا کام نہیں کرتے تھے، کیوں نہیں !یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے۔(28)''

سوال1:﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''جن کوفرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾''جن کوفرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں''اللہ رب العزت نے مشرکوں کے بارے میں ذکر فرمایا کہ جب ان پر موت کا وقت آئے گا اوران کی گندی روحوں کو نکالنے کے لیے فرشتے آئیں گے۔(2)﴿ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں''یعنی فرشتے اس حال میں ان کی جان قبض کررہے ہوں گے کہ ان کا ظلم اوران کی گمراہی اپنے عروج پر ہوگی اور ظالم لوگ جس طرح وہاں ،مختلف قسم کے عذاب ،رسوائی اوراہانت سے دوچار ہوں گے، معلوم ہوجائے گا۔(تفسیر سعدی:2/1396)(3)یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور شرک کر کے اور نافرمانیاں کر کے اپنی جانوں پر ظلم کررہے ہوں گے۔

سوال2:﴿ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ﴾''تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں کہ ہم تو کوئی برا کام نہیں کرتے تھے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ ﴾''تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں''یعنی موت کے وقت مشرک اپنی فرماں برداری کا اظہار کریں گے اور ان معبودوں کا انکار کریں گے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔(2)﴿ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ﴾''کہ ہم تو کوئی برا کام نہیں کرتے تھے''وہ کہیں گے کہ ہم دنیا میں برے کام نہیں کیا کرتے تھے۔

سوال3:﴿ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾''کیوں نہیں!یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾''کیوں نہیں!یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے''فرشتے انہیں جواب دیں گے:کیوں نہیں؟تم برائی کرتے تھے۔(2)﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے''یہاں اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے سے مراد ظالموں کے اعمال سے باخبر ہونا ہے۔(3)یعنی تمہارے انکار کرنے کا اب تمہیں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔(4)پس تمہارا انکار تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔ان کے یہ احوال قیامت کے بعض مقامات پر ہوں گے۔وہ یہ گمان کرتے ہوئے،دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا انکار کردیں گے کہ ان کا یہ انکار ان کو کچھ فائدہ دے گا۔مگر جب ان کے ہاتھ پاؤں اور دیگر جوارح ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے اعمال لوگوں کے سامنے آشکار ہو جائیں گے تو اپنے کرتوتوں کا اقرار اور اعتراف کرلیں گے،اس لئے وہ اس وقت تک جہنم میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف نہ کرلیں گے۔جب وہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہوں گے تو تمام گناہ گار اپنے گناہ کے مطابق اور اپنے حسب حال دروازوں میں سے داخل ہوں گے۔(تفسیر سعدی:2/1397)

﴿فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ(29)﴾

''پھر تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہو چنانچہ تکبر کرنے والوں کا بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔''(29)

سوال1:﴿فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾''پھر تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہو''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ ﴾''پھر تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ''حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اُن کی موت کے وقت اُن کی روحیں جہنم میں چلی جاتی ہیں اور اُن کے جسم قبر میں چلے جاتے ہیں۔پھر ان کے جسموں سے اُن کی روحوں کو جوڑ کر انہیں عذاب دیا جاتا ہے۔صبح وشام اُن پر آگ پیش کی جاتی ہے پھر قیامت کے دن انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔(2)﴿خٰلِدِيْنَ

فِيْهَا ﴾ ''اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہو''یعنی موت کے بعد وہ دائمی عذاب میں ہوں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴾ ''پھر اُس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا''۔(الاعلیٰ:13)

سوال2: ﴿ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ ''چنانچہ تکبر کرنے والوں کا بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَلَبِئْسَ مَثْوَىَ ﴾ ''چنانچہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے''یعنی جہنم کی آگ جو بہت برا ٹھکانا ہے۔(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ اور بے شک جہنم ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔(سورہ الحجر:43) ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ (۵) نَارُاللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (۶) الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ (۷) اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ (۸) فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ ''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ توڑ پھوڑ کر رکھ دینے والی؟(5) اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔(6) جو دِلوں تک پہنچ جائے گی۔(7) یقیناً وہ اُن پر بند کر دی جائے گی۔(8) اونچے اونچے ستونوں میں۔(9)''(سورۃ الھمزہ:9-5) (4) یعنی جہنم کی آگ، کیونکہ یہ حسرت وندامت کا ٹھکانا، الم وشقاوت کی منزل، رنج وغم کا مقام اور اللہ حیی وقیوم کی سخت ناراضی کا موقع ہوگا۔ جہنم کا عذاب ان سے دور نہ کیا جائے گا، جہنم کے عذاب کی الم ناکی کو ان سے ایک دن کے لئے بھی رفع نہ کیا جائے گا۔رب رحیم ان سے منہ پھیر لے گا اور ان کو عذاب عظیم کا مزا چکھائے گا۔(تفسیر سعدی: 2 / 1397) (5) ﴿الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ ''تکبر کرنے والوں کا'' یہاں تکبر سے مراد ایمان اور عبادت کے معاملے میں تکبر ہے۔جیسا کہ فرمایا ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''یقیناً یہ وہ لوگ تھے کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔''(الصافات:35) (6) تکبر کرنے والوں کو اپنی غلطی کا احساس موت کے وقت ہوگا کہ ہم جن کے مقابلے میں بڑے بن رہے تھے ہمارا اُن سے مقابلہ نہ تھا بلکہ رب سے تھا۔اُس وقت انہیں سمجھ آئے گی کہ دعوتِ حق کا معاملہ بندے اور خدا کا معاملہ ہے۔

﴿وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ط قَالُوْا خَيْرًاط لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌط وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ(30)﴾

''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں خیر ہی خیر، جن لوگوں نے نیک رویہ رکھا ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر بہترین ہے اور یقیناً کیا ہی خوب گھر ہے متقیوں کا!۔''(30)

سوال1: ﴿وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ط قَالُوْا خَيْرًا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں خیر ہی خیر'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) مشرکوں اور وحی کو جھٹلانے والوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں سے کہا گیا'' اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کے قول کا ذکر فرمایا یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب سے شرک نہیں کیا، نہ اس کے حکم کی نافرمانی

کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسولوں کی فرماں برداری کی اور جنہوں نے شیطان کی پیروی کرنے سے اپنے آپ کو بچایا۔(2)﴿مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ﴾''کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا اتارا ہے۔(3)﴿قَالُوْا خَيْرًا﴾''وہ کہتے ہیں خیر ہی خیر''وہ جواب دیں گے بہترین چیز، بڑی خیر و برکت، بڑی عظیم نعمت۔(4)﴿خَيْرًا﴾ سے مراد ہے کہ قرآن خود بھی خیر ہے اور خیر کے ساتھ نازل ہوا ہے۔دین اسلام کا بنیادی عنصر خیر ہے۔اس میں انسان کے لئے بھلائی ہے۔اسی وجہ سے جب اُن سے پوچھا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں خیر یعنی بھلائی ہی بھلائی۔(5)حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم بہت بڑی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم نعمت کو بندوں پر احسان کرتے ہوئے نازل فرمایا ہے۔(6)اہل تقویٰ قرآن جیسی عظیم الشان نعمت کو قبول کرتے ہیں، اس کا علم حاصل کرتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

سوال2:﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ﴾''جن لوگوں نے نیک رویہ رکھا ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا﴾''جن لوگوں نے نیک رویہ رکھا''یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مقام احسان پر فائز ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کی۔(تفسیر سعدی:2/1398)(2)یعنی جو لوگ ایمان لائے، جنہوں نے نیک عمل کیے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بلایا اور انہیں اس کی رغبت دلائی۔وہ اپنی ذات کے لیے اور دوسروں کے لیے احسن کام کرنے والے ہیں۔(3)﴿فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ﴾''اس دنیا میں بھی بھلائی ہے''یعنی جن لوگوں نے خلوص سے نیک عمل کیے، ان کے لیے دنیا میں پاک زندگی، عزت اور برکت ہے۔(4)یعنی اس دنیا میں ان کے لئے وسیع رزق، بہترین زندگی، اطمینان قلب اور امن و سرور ہے۔(تفسیر سعدی:2/1398)

سوال3:﴿وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ﴾''اور آخرت کا گھر بہترین ہے اور یقیناً کیا ہی خوب گھر ہے متقیوں کا!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ﴾''اور آخرت کا گھر بہترین ہے''یعنی ان کا آخرت کا گھر دنیا کے گھر سے بہتر ہے۔(2)یعنی آخرت کا گھر دنیا کے گھر اور اس میں موجود لذات و شہوات سے بہتر ہے کیونکہ دنیا کی نعمتیں بہت کم، مختلف قسم کی آفات سے گھری ہوئی اور آخر کار ختم ہو جانے والی ہیں۔اس کے برعکس آخرت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1398)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾''جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو اسے ہم ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور بدلے میں اُن کا اجر زیادہ اچھا دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔''(النحل:97)(4)﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾''اور تمہارے لیے آخرت

دنیا سے بہتر ہے۔'' (الضحیٰ:4)(5)﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نیک لوگوں کے لیے وہی بہتر ہے۔'' (آل عمران:198)(6)﴿وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ﴾''اور یقیناً کیا ہی خوب گھر ہے متقیوں کا!''﴿وَلَنِعْمَ﴾''اور یقیناً کیا ہی خوب'' اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی مدح کی ہے جس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہوں گی۔﴿دَارُ الْمُتَّقِيْنَ﴾''گھر ہے متقیوں کا''یعنی جنت، دار السلام ہے۔(7)یعنی متقیوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے ان کاموں سے رک جاتے ہیں جن سے رب العزت نے روکا ہے۔

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِى اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ(31)﴾

''ہمیشگی کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اُن کے لیے وہ سب کچھ ان میں ہوگا جو وہ چاہیں گے، اسی طرح اللہ تعالیٰ متقیوں کو جزا دیتا ہے''۔(31)

سوال1:﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ﴾''ہمیشگی کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اُن کے لیے وہ سب کچھ ان میں ہوگا جو وہ چاہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا﴾''ہمیشگی کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے''یعنی سدا بہار باغات جن میں وہ داخل ہوں گے۔(2)﴿تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾''ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی''یعنی اس کے درختوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔(جامع البیان:108/14)(3)﴿لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ﴾''وہاں وہ جو کچھ چاہیں گے موجود پائیں گے'' جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِىْ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور جس سے آنکھوں کو لذت ہوگی۔اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔'' (الزخرف:71)﴿وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ (٣٢) لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (٣٣)﴾''اور کثیر پھلوں میں۔نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے۔'' (سورہ الواقعہ:32،33)(4)یعنی جب بھی ان کے دل کسی چیز کی آرزو اور اس کا ارادہ کریں گے تو وہ چیز انہیں اپنی کامل ترین شکل میں حاصل ہو جائے گی، یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ کوئی ایسی نعمت طلب کریں جس میں ان کے دلوں کی لذتوں اور روح کا سرور ہو اور وہ حاضر نہ ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ اہل جنت کو ہر وہ چیز عطا کرے گا جس کی وہ تمنا کریں گے حتیٰ کہ وہ ان کو ایسی ایسی نعمتیں یاد دلائے گا جو کبھی ان کے خواب وخیال میں بھی نہ آئی ہوں گی۔نہایت بابرکت ہے وہ ذات جس کے کرم کی کوئی انتہا اور اس کی سخاوت کی کوئی حد نہیں۔اس کی صفات ذات، صفات افعال، ان صفات کے آثار اور اس کے اقتدار اور بادشاہی کی عظمت وجلالت میں، کوئی چیز اس جیسی نہیں ہے۔(تفسیر سعدی:1398/2)

سوال2: ﴿كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ متقیوں کو جزا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ متقیوں کو جزا دیتا ہے''یعنی دنیا اور آخرت کا بدلہ ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے فرائض ادا کیے اور نافرمانیوں سے اجتناب کیا۔(2) جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ان فرائض کو ادا کرتے ہیں جو ان کے ذمے عائد ہیں،یعنی وہ فرائض وواجبات جو قلب، بدن، زبان اور حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں اور ان تمام امور کو ترک کر دینا جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1398)(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۱۵) اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہیں جو کچھ اُن کا رب اُنہیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے۔'' (سورہ الذریات:16,15)(4)﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (۵۴) فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔'' (القمر 55,54)

﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۲)﴾

''جن کو فرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو،ان اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم کیا کرتے تھے''۔(32)

سوال1:﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ﴾ ''جن کو فرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ﴾ '' جن کو فرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں''یعنی وہ لوگ جو ہمیشہ تقویٰ والی زندگی گزارتے رہے جب موت کے وقت فرشتے ان کے پاس آتے ہیں۔(2)﴿ طَيِّبِيْنَ﴾ '' کہ وہ پاک ہوتے ہیں''یعنی وہ ہر نقص اور گندگی سے پاک صاف رہتے ہیں جو ایمان میں خلل انداز ہوتی ہے۔ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت سے،ان کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر وثنا سے اور ان کے جوارح اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے شادکام ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1398)

سوال2:﴿ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ '' وہ کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو ان اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ يَقُوْلُوْنَ ﴾یعنی فرشتے۔(2)﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ﴾ '' تم پر سلامتی ہو''تمہارے لئے خاص طور پر کامل سلام اور ہر آفت سے سلامتی اور تم ہر ناپسندیدہ چیز سے محفوظ ہو۔(تفسیر سعدی:2/1398,)(3)﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''ان اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم کیا کرتے تھے''رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا

تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۳۰) نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۳۱) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ (۳۲)﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (فصلت:30۔32)

(4) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو دوست رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ''مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ملنے سے موت مراد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ایمان دار آدمی کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے) ہوتی ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے''۔ (بخاری:6507) (5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جب کسی مؤمن کی روح نکلتی ہے تو وہ دو فرشتے اسے لے کر اور اوپر چڑھتے ہیں تو آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر اور اس جسم پر کہ جسے تو آباد رکھتی تھی، رحمت نازل فرمائے۔ پھر اس روح کو اللہ عزوجل کی طرف لے جایا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اسے مقرر شدہ آخری وقت کے لیے (عالی شان ٹھکانے پر) لے جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں کہ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسے مقرر شدہ آخری وقت کے لیے (برے ٹھکانے پر) لے جاؤ۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ بیان کرتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اپنی ناک مبارک پر اس طرح لگالی تھی (کافر کی روح کی بدبو ظاہر کرنے کے لیے آپ نے اس طرح فرمایا)۔ (مسلم:7221) (6) ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''ان اعمال کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے حکم کی تعمیل کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ عمل ہی دراصل جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کا سبب ہے اور اس عمل کی توفیق اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عنایت سے حاصل ہوتی ہے، نہ کہ انسانوں کی قوت واختیار سے۔ (تفسیر سعدی:2/1398) (7) یعنی جنت تمہیں تمہارے اعمال کی وجہ سے دی جارہی ہے۔

﴿هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ یَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ(33)﴾

''نہیں وہ انتظار کررہے سوائے اس کے کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تیرے رب کا حکم آجائے۔ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا،اوراللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے''۔(33)

سوال1:﴿هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَوۡ يَاۡتِىَ اَمۡرُ رَبِّكَ﴾ ''نہیں وہ انتظار کررہے سوائے اس کے کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تیرے رب کا حکم آجائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ﴾''نہیں وہ انتظار کررہے سوائے اس کے کہ ان کے پاس فرشتے آئیں''رب العزت نے تنبیہہ کرتے ہوئے ارشادفرمایاہے کہ وہ لوگ جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات آئیں اور وہ ایمان نہیں لاتے انہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور صالحین نے نصیحتیں کیں مگر وہ نہ مانے۔کیااب انہیں اس بات کا انتظار ہے کہ فرشتے آئیں اورانہیں موت دے دیں؟(2)﴿اَوۡ يَاۡتِىَ اَمۡرُ رَبِّكَ﴾ ''یا تیرے رب کا حکم آجائے''یااللہ تعالیٰ کے عذاب کا،قیامت اورحشر قائم ہونے کا انتظار ہے کیونکہ انہوں نے ایسے اعمال کیے ہیں جوانہیں عذاب کا مستحق بنانے والے ہیں۔

سوال2:﴿كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ﴾ ''ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا،اوراللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ﴾ ''ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا''یعنی ان سے پہلے پچھلی قوموں کے کفار نے بھی یہی رویہ اختیار کیا تھا۔(2)انہوں نے انبیاء کی تکذیب کی اوران کا انکار کیا،پھروہ اس وقت تک ایمان نہ لائے جب تک ان پراللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہ ہوا۔(تفسیرسعدی:2/1399)(3)﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ﴾''اوراللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا''یعنی اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کرکے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تورسول بھیج کر،کتابیں بھیج کرانہیں تنبیہہ کردی تھی۔(2)﴿وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ﴾''بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے''انہوں نے رسولوں کی بات پر کان نہ دھرے،انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنے لیے ضروری خیال نہ کیا،حال مست اور مال مست رہے اوران کاموں کو چھوڑ دیا جن کے لیے انہیں پیدا کیا گیا تھا اورانہوں نے اپنے لیے ہمیشہ کی رسوائی اور بدبختی کا راستہ پسند کیا۔اس طرح انہوں نے اپنے اوپر خود ظلم کیا۔

﴿فَاَصَابَهُمۡ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوۡا وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ(34)﴾

''چنانچہ اُنہیں اُن کے بُرے اعمال کی خرابیاں پہنچیں اوراُن کو گھیر لیا اس چیز نے جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔''(34)

سوال1:﴿فَاَصَابَهُمۡ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوۡا﴾''چنانچہ اُنہیں اُن کے بُرے اعمال کی خرابیاں پہنچیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰت ﴾''چنانچہ اُنہیں اُن کے بُرے اعمال کی خرابیاں پہنچیں''یعنی انہیں جو سزا ملی۔انہیں جو برائی پہنچی۔(2)﴿ مَا عَمِلُوْا ﴾''اعمال کیا ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ تھی''یعنی ان کے کفر اور ظلم کا۔

سوال2:﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾''اور اُن کو گھیر لیا اس چیز نے جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَحَاقَ بِهِم ﴾''اور اُن کو گھیر لیا''یعنی ان پر نازل ہوا،انہیں گھیر لیا۔(2)یعنی ان پر وہ عذاب الٹ پڑا۔(3)﴿مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اس چیز نے جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے''یعنی رسولوں نے جب انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے ان کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں آگھیرا۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴾''یہ ہے وہ آگ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔''(الطّور:14)

سوال3:برے اعمال کے برے بدلے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:برے اعمال کے برے بدلے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ:(1)لوگوں کے لئے ان کے اعمال کے علاوہ سزا نہیں ہوگی۔(2)سزا انسان کے اعمال کا قدرتی نتیجہ ہے۔

رکوع نمبر11

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ(35)﴾

''اور جن لوگوں نے شرک کیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم کسی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تو رسولوں پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔''(35)

سوال1:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ﴾''اور جن لوگوں نے شرک کیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم کسی چیز کی عبادت کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾''اور جن لوگوں نے شرک کیا ہے انہوں نے کہا''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کی بندگی کی۔(جامع البیان:110/14)(2)ان سے مراد کفار قریش اور ان کے مشرک ہیں۔(ایسر التفاسیر:758)(3)یہاں اس سے مراد مکہ کے مشرک ہیں۔(تفسیر فتح القدیر:203/3)(4)﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا ﴾''کہ

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی چیز کی عبادت کرتے''یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا۔(ایسر التفاسیر:758,759)(5)﴿ وَلَاحَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ﴾''اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے''یعنی جو ہم نے بحیرہ،صائبہ،وصیلہ،حام وغیرہ مویشیوں کو حرام ٹھہرایا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ہم حرام نہ ٹھہراتے۔(6)مشرک اپنے شرک اور بت پرستی پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے دلیل لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ کام ناگوار ہوتے تو وہ ہمیں توفیق ہی نہ دیتا۔(7)مشرکین اپنے شرک پر مشیت الٰہی کو دلیل بناتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ کبھی شرک نہ کرتے اور نہ وہ ان مویشیوں کو حرام ٹھہراتے جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے،مثلاً بحیرہ،وصیلہ اور حام وغیرہ۔مگر ان کی یہ دلیل باطل ہے۔اگر ان کی یہ دلیل صحیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان سے پہلے لوگوں کو ان کے شرک کی پاداش میں کبھی عذاب نہ دیتا۔اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کو سخت عذاب کا مزا چکھایا۔اگر اللہ تعالیٰ ان کے شرک کو پسند کرتا تو ان کو کبھی عذاب نہ دیتا۔دراصل حق کو،جسے رسول لے کر آئے،رد کرنے کے سوا ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہے ورنہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف ان کے پاس کوئی دلیل نہیں،کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو امر و نہی کا پابند بنایا ہے،ان کو اسی چیز کا مکلّف ٹھہرایا ہے جس پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے اور دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی ان کو قوت عطا کی ہے جس سے ان کے افعال صادر ہوتے ہیں۔اس لئے ان کا قضاء وقدر کو دلیل بنانا سب سے بڑا باطل ہے اور ہر شخص حسی طور پر جانتا ہے کہ انسان جس فعل کا ارادہ کرتا ہے،اسے اس کو کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے،اس میں کوئی نزاع نہیں ہے،پس انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی تکذیب اور عقلی اور حسی امور کی تکذیب کا ارتکاب کیا۔(تفسیر سعدی:2/1400)

سوال2:﴿ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾''ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ جیسے یہ مشرک اپنے کفر اور تکذیب پر اصرار کر رہے ہیں ان سے پہلے گزرنے والی قوموں کی بھی ایسی ہی حالت تھی حتیٰ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔

سوال3:﴿ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾''تو رسولوں پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾''تو رسولوں پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے''یعنی رسولوں کا کام ایسا ابلاغ کرنا ہے جو قلب وذہن تک پہنچ جائے۔(2)رسولوں کا کام مشرکوں کو شرک چھوڑنے پر مجبور کرنا نہیں ہے اور نہ ان پر شریعت کو لازم کرنا ہے۔ان کا کام تو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو پہنچا دینا ہے۔(3)اس مقام پر رسول اللہ کے لیے تسلی بھی ہے اور صبر سے کام لینے کی تلقین بھی یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے رب کا پیغام پہنچا دیں اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کی نصرت کی جائے۔(ایسر التفاسیر:758,759)(4)انبیاء جب اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیتے ہیں تو ان کے اختیار میں کچھ نہیں رہتا،لوگوں کا حساب تو اللہ تعالیٰ

کے ذمہ ہے۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (36)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟''(36)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا'' اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں، ہر زمانے میں رسول بھیجا ہے۔ اس طرح ساری قوموں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوچکی ہے۔(2) ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو'' سارے انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو''۔(سورہ الانبیاء:25)(4) ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ پھر اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''۔(سورہ الاعراف:59)(5) ﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا، اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''(سورہ الاعراف:65)(6) ﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اور ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو (بھیجا)، اُس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''۔(سورہ الاعراف:73)(7) ﴿وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)، اُس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''۔(الاعراف:85)(8) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی کے علاوہ کوئی اور چیز حائل نہ تھی۔ اتنے

میں آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: اے معاذ بن جبل ! میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل ! میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل ! میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (اس کے بعد) پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل ! کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے بشرطیکہ وہ ایسا کریں (یعنی شریک نہ کریں)؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔'' (مسلم:143) (9) ﴿وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ''اور طاغوت سے اجتناب کرو'' یعنی غیر اللہ کی عبادت سے بچو۔ (10) شیطان سے بچو اور ڈرو اس سے کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا نہ دے۔ (11) یعنی بتوں کی عبادت سے بچو۔ (ایسر التفاسیر:758) (جامع البیان:110/14) (12) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ''چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا نہیں''۔ (سورہ البقرہ:256)

سوال 2: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ﴾ ''چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ﴾ ''چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی'' انبیاء کی دعوت کو جن لوگوں نے قبول کیا وہ ہدایت پا گئے۔ انہوں نے حق کو پہچان لیا، اس پر یقین رکھا، اس پر عمل کیا اور نجات پا گئے۔ (ایسر التفاسیر:759) (2) یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین، اس کی توحید، اس کی عبادت کی طرف راہ نمائی پائی اور طاغوت سے اجتناب کیا۔ (فتح القدیر:203/3) (3) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ﴾ ''اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی'' یعنی جن پر اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں گمراہی ثابت ہوگئی۔ (4) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ بتایا ہے کہ مشرکوں کو ہدایت دینے کی تمنا رکھنا مفید نہیں جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں گمراہ قرار پا چکے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:990/1) (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ط وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے دیتا ہے''۔ (یونس:25) (6) ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ ''وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں کوئی مومن ہے۔ (التغابن:2) (7) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''جن لوگوں پر آپ کے ربّ کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ قطعاً ایمان نہیں لائیں گے'' (یونس:96) ﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ دوزخ

میں''۔(الشوریٰ:7)(7)حق کی پہچان اللہ تعالیٰ کے ہدایت کے ارادے سے ملتی ہے۔

سوال3:﴿فَسِيرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾'' سوتم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسِيرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''سوتم زمین میں سیر کرو''یعنی اللہ تعالیٰ کے غضب کے آثار دیکھو جوان پر نازل ہوا۔(2)﴿فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾'' پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا''تم زمین میں دیکھو تمہیں ایک بھی ایسا شخص نہیں ملے گا جس نے اللہ تعالیٰ کو جھٹلایا ہو اور ہلاکت کے انجام تک نہ پہنچا ہو۔(3)جنوب میں قوم عاد کو،شمال میں ثمود،مدین اور لوط کو اور مغرب میں فرعون کو دیکھو۔(ایسر التفاسیر:759)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ط فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾'' پھر وہ اُن کے اندر پچاس کم ایک ہزار سال رہا۔پھر اُن کو طوفان نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے''۔(سورہ العنکبوت:14)(5)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے''۔(الاعراف:78)(6)قوم شعیب کے بارے میں فرمایا:﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''سو انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو اُن کو سائبان کے دن والے عذاب نے پکڑ لیا،یقیناً وہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا۔''(سورہ الشعراء:189)

﴿اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (37)﴾

''اگر آپ ان کی ہدایت کے خواہش مند ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی مددگار ہیں۔''(37)

سوال1:﴿اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾'' اگر آپ ان کی ہدایت کے خواہش مند ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی مددگار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ﴾''اگر آپ ان کی ہدایت کے خواہش مند ہیں''رب العزت نے نبی ﷺ پر واضح فرمایا ہے کہ آپ مشرکوں کی ہدایت کے لیے حریص ہیں جب کہ ان کو ہدایت پر لانے کی تمنا مفید نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں گمراہ قرار پا چکے۔(2)انسانوں کو ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ملتی ہے۔(3)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ﴾'' تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے''اگر چہ وہ ہدایت کا ہر سبب ہی کیوں نہ استعمال کر لے،اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے نہ نوازے گا۔(تفسیر سعدی 2/140)(4)جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے پھر کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔نبی ﷺ سے اسی لیے رب العزت نے

فرمایا: ﴿ اِنَّکَ لاَ تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے''۔(القصص:56)(5)﴿ وَلَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ اِنْ کَانَ اللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ ط ھُوَ رَبُّکُمْ قف وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ ''اور اگر میں ارادہ کروں کہ تمہاری خیر خواہی کروں تو بھی میری نصیحت تمہیں فائدہ نہیں دے سکتی اگر اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہو کہ تمہیں گمراہ کردے۔ وہی تمہارا ربّ ہے اور اس کی طرف تم واپس لائے جاؤ گے۔''(ھود:34)(6)﴿ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ط وَیَذَرُھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ﴾ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اُس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔(سورہ الاعراف:186)(7)﴿ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴾ ''اور نہ ہی ان کے لیے کوئی مددگار ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ان کے مددگار ہوں اور انہیں عذاب سے بچائیں۔

﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لا لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ ط بَلٰی وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ(38) ﴾

''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا۔ کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔''(38)

سوال1: ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لا لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ ﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ ﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو جھٹلانے والے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے کے لیے پکی قسمیں کھاتے ہیں اور اس بات پر بھی کہ(2) ﴿ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ ﴾ ''جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا'' کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا اور یہ کہ وہ ان کو دوبارہ زندہ رکھنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ انہوں نے موت کے بعد زندگی کو ناممکن سمجھا۔

سوال2: ﴿ بَلٰی وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ ''کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوے کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلٰی ﴾ ''کیوں نہیں'' اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا پھر انہیں اس دن اکٹھا کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔(2) ﴿ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا ﴾ ''یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے'' اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ سچا ہے اس کے خلاف کچھ ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ وعدہ خلافی کرتا ہے، نہ اسے بدلتا ہے۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ زَعَمَ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ط قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے ربّ کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے۔(التغابن:7)(4)﴿ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ط وَعْدًا عَلَيْنَا ط اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ ''جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتداء کی تھی، اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، یقیناً ہم ہی کرنے والے ہیں۔''(الانبیاء:104)(5)﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ط قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا۔ اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔''(یٰسٓ:78,79)(6)﴿ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ط قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ''تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔''(بنی اسرائیل:51) (7)﴿ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' اکثر لوگوں سے مراد وہ کافر ہیں جو جی اٹھنے کو جھٹلاتے ہیں۔(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس نے گالی دی حالانکہ اس کے لئے یہ بھی مناسب نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ نہیں پیدا کروں گا حالانکہ میرے لئے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میرے کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔(بخاری :4974)(9) موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کو نہ ماننا بہت بڑی جہالت ہے۔

﴿ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ(39) ﴾

''تا کہ وہ ان کے لئے واضح کر دے جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے اور تا کہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ جان لیں کہ بلاشبہ وہی جھوٹے تھے۔''(39)

سوال1: ﴿ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ﴾ ''تا کہ وہ ان کے لئے واضح کر دے جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) پھر اللہ تعالیٰ زندگی بعد موت اور سزا کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ مسائل بڑے ہوں یا چھوٹے پس وہ ان کے حقائق کو بیان کرے گا۔(تفسیر سعدی:2/1402)(2) رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی کی حکمت کو واضح فرمایا ہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں کے اختلافات ظاہر کر دیئے جائیں گے اور جن لوگوں نے برے عمل کیے ان کو برے اعمال کا بدلہ مل جائے گا اور جنہوں نے نیک عمل کیے

انہیں ان کی جزا مل جائے گا۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ ''تا کہ جنہوں نے برائیاں کیں اُنہیں اس کا بدلہ دے جوانہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔'' (النجم:31)

سوال2: ﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ﴾ ''اور تا کہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ جان لیں کہ بلاشبہ وہی جھوٹے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) موت کے بعد کی زندگی کی دوسری حکمت بیان فرمائی ہے: ''اور تا کہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ جان لیں کہ بلاشبہ وہی جھوٹے تھے''۔(2) حتیٰ کہ وہ دیکھ لیں گے کہ ان کے اعمال ان کے لئے حسرت کا باعث ہیں اور جب آپ کے رب کا حکم آ گیا تو ان کے خود ساختہ معبودان کی کوئی مدد نہ کر سکے جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پکارا کرتے تھے اور اس وقت وہ دیکھ لیں گے کہ ان کے معبودان باطل جہنم کا ایندھن ہیں اور سورج اور چاند بے نور کر دیئے جائیں گے، ستارے جھڑ کر بکھر جائیں گے۔ جو لوگ سورج، چاند اور ستاروں کی عبادت کیا کرتے تھے ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غلام اور اس کے سامنے مسخر ہیں اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ صرف اتنا کہتا ہے ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتی ہے بغیر اس کے کہ کوئی جھگڑا ہو یا کوئی رکاوٹ بلکہ وہ چیز اس کے ارادے اور مشیت کے مطابق ہی ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1402)(3) ﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۱۴) اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (۱۵) اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۶)﴾ ''یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اُس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔'' (الطور:14.16)

﴿ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (40)﴾

''یقیناً جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو ہم اسے کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' (40)

سوال: ﴿اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو ہم اسے کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو ہم اسے کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے'' اس دنیا میں تبدیلیاں اور امکانات اللہ تعالیٰ کے ارادے سے پیدا ہوتے ہیں۔(2) ﴿فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے صرف یہی کہتا ہے: ''ہو جا'' پس وہ ہو جاتا ہے۔'' (المومن:68) (3) اللہ

کا ارادہ کر لینا اللہ تعالیٰ کا حکم دینا ہے۔اسے اپنی زبان سے ''کن'' کا لفظ کہنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ اس کا ارادہ ہی حکم کا درجہ رکھتا ہے اور جب وہ ارادہ کرتا ہے تو اس کی تکمیل کے لیے اسباب ووسائل ازخود ہی مہیا ہونا شروع ہوجاتے ہیں اور وہ کام ہوکر رہتا ہے۔کوئی چیز اس میں مزاحم نہیں ہوسکتی۔(تیسیر القرآن:519/2)(4)﴿وَمَآ اَمۡرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍ م بِالۡبَصَرِ ﴾''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے۔''(القمر:50)(5)﴿ مَا خَلۡقُكُمۡ وَلَا بَعۡثُكُمۡ اِلَّا كَنَفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے۔''(لقمان:28)(6)﴿اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے،اللہ تعالیٰ نے اُس (آدم) کو مٹی سے بنایا۔پھر اس سے کہا کہ ہوجا تو وہ ہوگیا۔''(آل عمران:59)(7)اللہ تعالیٰ کی قدرت ہمہ گیر ہے۔وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔اس کا حکم کوئی نہیں ٹال سکتا۔کوئی اس کی مخالفت نہیں کرسکتا کیونکہ وہ ایک ہے سب پر غالب ہے،وہ سب سے بڑا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

رکوع نمبر12

﴿ وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ(41)﴾

''اور جن لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی یقیناً ہم دنیا میں ضرور انہیں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور بلاشبہ آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے۔''(41)

سوال1:﴿ وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ﴾''اور جن لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی یقیناً ہم دنیا میں ضرور انہیں اچھا ٹھکانہ دیں گے'' کی ضاحت کریں؟

جواب:(1)یہ آیت 100 سے زائد صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔(2)﴿ وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا ﴾''جن لوگوں نے ہجرت کی''یعنی جو لوگ اپنی قوم،اپنے گھروں اور اپنے وطن کو اس لیے چھوڑ گئے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان سے دشمنی کی گئی۔(جامع البیان:113/14) وہ لوگ اس لیے نکلے تاکہ اطمینان سے رب کی عبادت کریں۔(3)اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مکہ سے نکلے اس کے دین کی نصرت اور لوگوں میں اسے قائم کرنے کے لیے۔(ایسر التفاسیر:761)(4)﴿فِى اللّٰهِ ﴾''اللہ تعالیٰ کی راہ میں''اس سے مراد اس کے دین کے راستے ہیں۔(فتح القدیر:206/3)(5)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض ہو۔پس اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہوگی جن

کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔'' (بخاری:1)(6)﴿مِنۢ م بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا ﴾''اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا''یعنی جنہیں مشرکین کی طرف سے ظلم سہنے پڑے ۔(6)اللہ تبارک وتعالیٰ ان اہل ایمان کی فضیلت سے آگاہ کرتا ہے جن کو امتحان میں ڈالا گیا تھا۔ چنانچہ فرمایا:﴿مِنۢ م بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا ﴾''اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا''یعنی ان کی قوم کی طرف سے اذیت اور تعذیب کے ذریعے سے ان پر ظلم کیا گیا، کفر اور شرک کی طرف واپس لانے کے لئے ان کو آزمائش اور ابتلاء میں ڈالا گیا۔ پس انہوں نے اپنے وطن اور دوست احباب کو اللہ رحمٰن کی اطاعت کی خاطر چھوڑ دیا۔ (تفسیر سعدی:1403/2)(7)﴿لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ﴾''یقیناً ہم دنیا میں ضرور انہیں اچھا ٹھکانہ دیں گے''ان ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے ثواب کا وعدہ کیا ہے: دنیا اور آخرت کا ثواب۔(8)دنیا کے ثواب سے مراد پاکیزہ اور وسیع رزق، بہترین گھر، دشمنوں کے مقابلے میں فتح، مال غنیمت، دنیا کی حکمرانی اور تقویٰ۔(9)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنۡ يُّهَاجِرۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ يَجِدۡ فِى الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا كَثِيۡرًا وَّسَعَةً‌ؕ وَمَنۡ يَّخۡرُجۡ مِنۡۢ م بَيۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ يُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (النساء:100)

سوال2:﴿ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ م لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴾''اور بلاشبہ آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ ﴾''اور بلاشبہ آخرت کا اجر''یعنی آخرت کا ثواب، آخرت کی نعمتیں شاندار اور پائیدار ہیں۔(2)یعنی وہ ثواب جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر کیا۔(3)﴿اَكۡبَرُ﴾''بہت ہی بڑا'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ‌ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ (٢٠) يُبَشِّرُهُمۡ رَبُّهُمۡ بِرَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَرِضۡوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمۡ فِيۡهَا نَعِيۡمٌ مُّقِيۡمٌ (٢١) خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَآ اَبَدًا‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ (٢٢)﴾''جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اُن کا رب اُنہیں اپنی جانب سے رحمت اور رضامندی اور جنتوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ (التوبہ:20-22) (تفسیر سعدی:1403/2)(4)﴿ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴾''کاش وہ جانتے ہوتے''یعنی کاش انہیں اس اجر کا علم اور اس پر یقین ہوتا تو وہ ہجرت کرنے سے پیچھے نہ رہتے۔(5)بغوی نے لکھا ہے: روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی مہاجر کو کچھ عطا فرماتے تھے تو کہتے تھے یہ لے لو اللہ تم کو مبارک کرے۔ یہ چیز تو وہ ہے جس کے دینے کا اللہ تعالیٰ نے تم سے دنیا میں وعدہ کیا تھا اور جو آخرت میں

تمہارے لئے رکھ چھوڑا ہے وہ بہت بہتر ہے۔آپ یہی آیت تلاوت فرماتے تھے۔(تفسیر مظہری:261/6)(6)ہجرت کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ وہی لوگ ہجرت کرسکتے ہیں جو اپنے دین میں بہت پختہ ہوں۔

﴿ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ(42)﴾

''جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر وہ بھروسہ کرتے ہیں۔''(42)

سوال:﴿ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾''جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر وہ بھروسہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ﴾''جن لوگوں نے صبر کیا''یعنی جنہوں نے مشرکوں کی ایذا پر صبر کیا۔(ایسر التفاسیر:761)(2)یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی،اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضاوقدر اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اذیتوں پر صبر کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1403/2)(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اے ایمان والو!صبر اور نماز سے مدد مانگو۔یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔(البقرۃ:153)(4)﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو!اپنے رب سے ڈر جاؤ،ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی،بڑی بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے،یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا۔''(الزمر:10)(5)سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوش حالی نصیب ہو،(اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے)تو(یہ شکر کرنا بھی)اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے)اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے،تو یہ(صبر کرنا بھی)اس کے لئے بہتر ہے(کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔''(مسلم:7500)(6)﴿وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾''اور اپنے رب ہی پر وہ بھروسہ کرتے ہیں''یعنی انہوں نے دار ہجرت کی طرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے ہجرت کی۔(ایسر التفاسیر:761)(7)یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب امور کے نفاذ میں اپنے آپ پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں۔اسی طرح ان کے تمام معاملات سرانجام پاتے ہیں اور ان کے احوال درست رہتے ہیں کیونکہ صبر اور توکل تمام امور کا سرمایہ ہے۔جب بھی کوئی شخص کسی بھلائی سے محروم ہوتا ہے تو عدم صبر اور اپنے مقصود میں عدم جہد کی وجہ سے ناکام ہوتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل نہیں کرتا۔(تفسیر سعدی:1403/2,1404)(8)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا:''اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق

دیا جاتا ہے۔صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں''۔(ترمذی:2344)

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالاً نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(43)﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے (رسول) مگر مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، سو اہلِ علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔''(43)

سوال1:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالاً نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ﴾''اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے (رسول) مگر مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالاً﴾''اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے (رسول) مگر مرد'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ پہلے رسول نہیں ہیں۔آپ ﷺ سے پہلے بھی ہم نے انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں، جنات اور انسانوں میں سے کسی عورت کو رسول بنا کر نہیں بھیجا۔(2) رب العزت نے فرمایا:﴿اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ ط قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ﴾''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرا دو اور بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً اُن کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے۔کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے۔''(یونس:2)(3)﴿وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَکٌ﴾''اور انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟''(الانعام:8)(4)﴿وَقَالُوْا مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ط لَوْ لَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَلَکٌ فَیَکُوْنَ مَعَہٗ نَذِیْرًا﴾''اور اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ کیوں نہیں اس کی طرف کوئی فرشتہ بھیجا گیا؟ پھر وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈرانے والا ہوتا۔''(الفرقان:7)(5)﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُہٗٓ لا اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾ پس انہوں نے کہا:''کیا ہم ہی میں سے ایک انسان ہو ہم اس کے پیچھے چلیں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔(القمر:24)(6)﴿نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ﴾''جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے'' ہم ان رسولوں کی طرف شریعت اور احکام وحی کرتے تھے جو بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور یہ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔(تفسیر سعدی:2/1404)(7)﴿فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ﴾''سو اہلِ علم سے پوچھ لو'' یعنی اہل کتاب سے پوچھ لو۔(8)﴿اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''اگر تم نہیں جانتے'' یعنی اگر تمہیں گزشتہ امتوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں اور تمہیں شک ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رسول بنایا ہے یا نہیں تو تم ان لوگوں سے پوچھ لو جو اس کا علم رکھتے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور معجزات نازل ہوئے، جنہوں نے ان کتابوں کو پڑھا اور سمجھا اور ان سب کے ہاں یہ بات متفق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بستیوں میں سے صرف انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1404)

﴿بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ(44)﴾

''واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ اور ہم نے آپ پر ذکر اُتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت کر دیں جو ان کی جانب نازل کیا گیا ہے اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔''(44)

سوال1:﴿بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ﴾''واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بِالْبَيِّنٰت﴾''واضح دلائل'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس سے مراد آیات ہیں۔(الدرالمنثور:4/222)(2)اس سے مراد دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ان کی نبوت پر عطا فرمائے جو اس بات پر گواہ تھے کہ رسول اپنے رب کی جانب سے آئے ہیں۔(جامع البیان14/117)(3)﴿وَالزُّبُرِ﴾''اور کتابوں'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس سے مراد کتابیں ہیں۔(الدرالمنثور:4/223)

سوال2:﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾''اور ہم نے آپ پر ذکر اُتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت کر دیں جو ان کی جانب نازل کیا گیا ہے اور تا کہ وہ غور وفکر کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ﴾''اور ہم نے آپ پر ذکر اُتارا ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل فرمایا جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا:﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾''یقیناً ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔(الحجر:9)(2)قرآن میں ہر اس چیز کی راہ نمائی کا ذکر ہے جس کی انسانوں کو دنیا کی زندگی گزارنے کے لیے ضرورت ہے۔(3)﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾''تا کہ آپ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت کر دیں جو ان کی جانب نازل کیا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کی وجہ بیان فرمائی ہے اور وہ رسولوں کا کام ہے یعنی بیان کرنا۔(ایسر التفاسیر:761)(4)﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾''اور ہم نے یہ کتاب آپ پر صرف اس لیے نازل کی ہے تا کہ آپ ان کے لیے اس کی وضاحت کر دیں جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا''۔(النحل:64)(5)اور یہ تبیین، الفاظ اور معانی دونوں کو شامل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1405)(6)﴿وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾''اور تا کہ وہ غور وفکر کریں'' نزول قرآن کی دوسری حکمت بیان فرمائی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر کریں۔(7)رب العزت نے فرمایا:﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اُس کی آیات پر غور وفکر کریں اور تا کہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں''۔(ص:29)(8)﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾'' تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''(النساء:82)(9)﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے

ہیں؟'' (محمد:24)(10)وہ اس میں غور وفکر کر کے اپنی استعداد اور اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ کے مطابق، اس کے علوم میں سے معانی کے خزانوں کا استخراج کریں۔ (تفسیر سعدی:1405/2)

﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ(45)﴾

''تو کیا وہ لوگ جنہوں نے بُری تدبیریں کیں بالکل ہی بے خوف ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ یا ان پر عذاب وہاں سے آجائے جہاں سے وہ سوچتے ہی نہ ہوں۔'' (45)

سوال1:﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ لوگ جنہوں نے بُری تدبیریں کیں بالکل ہی بے خوف ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ یا ان پر عذاب وہاں سے آجائے جہاں سے وہ سوچتے ہی نہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ﴾'' تو کیا وہ لوگ جنہوں نے بُری تدبیریں کیں'' اس سے مراد رسولوں کو جھٹلانا، نافرمانی کے کام کرنا اور شرک وغیرہ ہیں۔(2)مشرکوں نے نبی ﷺ کو قتل کرنے کی تدبیر کی تھی، انہوں نے شرک کیا، نبوت، اور بعث کو جھٹلایا، مومنوں پر ظلم کیے اور ان میں سے بعض کو سخت ایذائیں دیں تو کیا ان تمام کاموں کے بعد وہ مطمئن ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آئے گا۔(3)﴿اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ﴾'' کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے'' یعنی ان کے شرک اور کفر پر اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے۔ (جامع البیان:118/14)(4)﴿اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾'' یا ان پر عذاب وہاں سے آجائے جہاں سے وہ سوچتے ہی نہ ہوں'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھٹلانے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر غفلت میں نہ آجائے کہ انہیں اس کا شعور تک نہ ہو۔(5)﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا﴾''تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے؟ پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ گے؟'' (بنی اسرائیل:68)(6)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا کہ کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''شرک، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا، اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے امن میں ہونا اور یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر:485/1)(7)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾'' کیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' (سورہ الاعراف:99)

﴿ اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ فِیۡ تَقَلُّبِهِمۡ فَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ(46)﴾

''یاوہ ان کے چلنے پھرنے میں ہی ان کو پکڑ لے، چنانچہ وہ کسی طرح بھی عاجز کرنے والے نہیں۔''(46)

سوال: ﴿اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ فِیۡ تَقَلُّبِهِمۡ فَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ﴾ ''یاوہ ان کے چلنے پھرنے میں ہی ان کو پکڑ لے، چنانچہ وہ کسی طرح بھی عاجز کرنے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ فِیۡ تَقَلُّبِهِمۡ﴾ ''یاوہ ان کے چلنے پھرنے میں ہی ان کو پکڑ لے'' یاوہ لوگ اپنے شہروں میں کاموں میں مصروف ہوں یا اپنے سفروں میں ہوں۔(2) یعنی رات یا دن کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ انہیں پکڑ لے۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰۤی اَنۡ یَّاۡتِیَهُمۡ بَاۡسُنَا بَیَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَ (۹۷) اَوَ اَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰۤی اَنۡ یَّاۡتِیَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًی وَّهُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ (۹۸)﴾ ''تو کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر رات کے وقت آجائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں؟ اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ اُن پر دن چڑھے ہمارا عذاب آجائے اور وہ کھیل رہے ہوں؟''(سورہ الاعراف:98,97)(4) ﴿فَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ﴾ ''چنانچہ وہ کسی طرح بھی عاجز کرنے والے نہیں'' لوگ کسی حال میں بھی اپنے رب کو ہرا نہیں سکتے۔(5) انسان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ تمہارا پکڑے جانا کسی حال میں بھی ناممکن نہیں۔

﴿اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ(47)﴾

''یاوہ انہیں خوف زدہ ہونے پر پکڑ لے، پس یقیناً تمہارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(47)

سوال1: ﴿اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ﴾ ''یاوہ انہیں خوف زدہ ہونے پر پکڑ لے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ﴾ ''یاوہ انہیں خوف زدہ ہونے پر پکڑ لے'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں اس حال میں پکڑ لے کہ وہ کسی کی پکڑ کے واقعات سن کر ڈر رہے ہوں۔ایسی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے کیونکہ ڈر کے ساتھ جس چیز کے آنے کی توقع ہو وہ بڑی سخت ہوتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:993/1)(2) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکار کرنے والوں، جھٹلانے والوں اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے تخویف ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب انہیں غفلت میں نہ آپکڑے اور انہیں شعور تک نہ ہو۔یہ عذاب ان پر یا تو اوپر سے نازل ہو، یا نیچے سے پھوٹ پڑے۔جیسے زمین میں دھنس جانے یا کسی اور صورت میں ظاہر ہو یا یہ عذاب ان پر اس وقت نازل ہو، جب وہ زمین پر چل پھر رہے ہوں اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوں اور عذاب کا نازل ہونا ان کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو یا اس حال میں ان پر عذاب نازل ہو کہ وہ عذاب سے خائف ہوں۔پس وہ کسی بھی حالت میں اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہء قدرت میں ہیں اور ان کی پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ نہایت مہربان اور بہت رحیم ہے، وہ گناہ گاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ وہ ان

کوڈھیل دیتا ہے اوران کومعاف کردیتا ہے، وہ ان کورزق سے نوازتا ہے اوران کا حال یہ ہے کہ وہ اسے اوراس کے اولیاء کوایذا پہنچاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1405/2)

سوال2:﴿فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾''پس یقیناً تمہارارب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)تمہارارب بڑارحم والا ہے وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔(2)اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے توبہ کے دروازے کھول رکھے ہیں، وہ انہیں گناہوں کوختم کرنے کی دعوت دیتا ہے، جوان کے لئے سخت ضرر رساں ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں اس کے بدلے میں بہترین اکرام وتکریم اوران کے گناہوں کوبخش دینے کا وعدہ کرتا ہے۔پس مجرم کواپنے رب سے شرمانا چاہیے کہ اس کی نعمتیں ہرحال میں اس پرنازل ہوتی رہتی اوراس کے بدلے میں اس کی طرف سے ہروقت نافرمانیاں اپنے رب کی طرف بلند ہوتی ہیں۔(تفسیر سعدی:1405/2)(3)انسان کومعلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے، مہمل نہیں چھوڑتا اور جب وہ گناہ گارنافرمان کوپکڑتا ہے تواس کی پکڑایک غالب اورمقتدرہستی کی پکڑ ہے۔پس اسے توبہ کرنی چاہیے اور ہرمعاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔بس اس کی بے پایاں رحمت اوراس کے لامحدود احسان کے سائے کے نیچے آجاؤاورجلدی سے اس راستے پرگامزن ہوجاؤجورب رحیم کے فضل وکرم کی منزل تک پہنچاتا ہے اور یہ راستہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اوراس کے محبوب اور پسندیدہ امور پرعمل کرنے سے عبارت ہے۔(تفسیر سعدی:1405/2)(4)انسان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں پرفوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔(5)اللہ تعالیٰ انسانوں کوتوبہ واستغفار کی توفیق دیتا ہے۔(6)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی حاضر کیے گئے۔ان میں ایک عورت بھی تھی جس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔جب قیدیوں میں ایک بچہ پراس کی نظر پڑی تو دوڑ کرعورت نے بچہ کوپکڑ کر سینے سے چمٹالیااوراس کودودھ پلایا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''دیکھوکیا یہ عورت اپنے بچہ کوآگ میں پھینک سکتی ہے؟''ہم نے عرض کیا''نہیں وہ ایسا کرہی نہیں سکتی'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس قدر یہ عورت اپنے بچہ پرمہربان ہے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پرمہربان ہے۔''(صحیح بخاری:5999)

﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ(48)﴾

''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کے سائے اللہ تعالیٰ کوسجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں اس حال میں کہ وہ سب عاجزی کرنے والے ہیں۔''(48)

سوال:﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ﴾

''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کے سائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں اس حال میں کہ وہ سب عاجزی کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا ﴾'' اور کیا وہ دیکھتے نہیں''یعنی کیا لوگوں نے رب کی عظمت اور اس کے جلال کے آگے جھکی ہوئی مخلوقات کو نہیں دیکھا۔(2)﴿مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَ الشَّمَآئِلِ﴾ ''جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کے سائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں''اللہ تعالیٰ کی مخلوقات درخت، پہاڑ، انسان، حیوان اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ان کے سائے صبح وشام دائیں بائیں ڈھلتے ہیں۔(3)قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر شے کا سایہ اس کا سجدہ ہے۔(4)انسانی دنیا میں اس کے استعمال کی اشیاء، اردگرد کی چیزیں مادی ہیں جو کھڑی ہوتی ہیں۔ان کا سایہ سجدے کی طرح ہے۔ ہر چیز کا سایہ انسان کو سبق دیتا ہے کہ دنیا میں انسان کو اپنے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک کر رہنا چاہیے۔(5)یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے سامنے ہر شے سجدہ ریز ہے۔(6) ﴿وَهُمۡ دَاخِرُوۡنَ﴾'' اس حال میں کہ وہ سب عاجزی کرنے والے ہیں''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل، مسخر اور اس کے دست تدبیر کے تحت مقہور ہیں۔ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں اور اس کی تدبیر اس کے پاس نہ ہو۔(تفسیر سعدی:2/1406)

﴿وَلِلّٰهِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّةٍ وَّالۡمَلٰٓئِكَةُ وَهُمۡ لَا یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ(49)﴾

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی چلنے والا جانور ہو یا فرشتے، اور وہ تکبر نہیں کرتے۔''(49)

سوال:﴿وَلِلّٰهِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّةٍ وَّالۡمَلٰٓئِكَةُ﴾'' اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی چلنے والا جانور ہو یا فرشتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلّٰهِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّةٍ وَّالۡمَلٰٓئِكَةُ﴾''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی چلنے والا جانور ہو یا فرشتے''یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوقات جو آسمانوں میں ہیں یعنی فرشتے اور جو زمین میں ہیں یعنی حیوان اور انسان۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلِلّٰهِ یَسۡجُدُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ﴾''اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے اور صبح وشام اُن کے سائے بھی۔''(سورہ الرعد:15)(2)﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیۡرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِیۡرٌ حَقَّ عَلَیۡهِ الۡعَذَابُ ؕ وَمَنۡ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّكۡرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ ﴾'' کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور

چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی، اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتا ہے پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے''۔(الحج:18)(3)﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے بھی جو پَر پھیلائے ہیں؟ ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں''۔(النور:41)(4)فرشتوں کا خاص طور پر الگ ذکر ان کی عبادت کی کثرت کی وجہ سے اور ان کی عزت کی بناء پر کیا ہے۔(5)﴿ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾''اور وہ تکبر نہیں کرتے''یعنی فرشتے کثرت عبادت، اخلاقی برتری اور قوت کے باوجود تکبر نہیں کرتے۔ وہ خوشی خوشی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ عاجزی کے ساتھ رب کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔(6)﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾''مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے''۔(النساء :172)(7)اس کے مقابلے میں کافر تکبر کرتے ہیں۔ رب العزت کا فرمان ہے:﴿ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''پھر جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ہی انکار کرنے والے ہیں اور وہ بہت تکبر کرنے والے ہیں۔''(النحل:22)

﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ(50)﴾

''وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو اُن کے اوپر ہے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔''(50)

سوال:﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾''وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو اُن کے اوپر ہے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾'' وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو اُن کے اوپر ہے''یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کو سجدہ کرتے ہیں۔(2)اللہ رب العزت نے ان کی کثرت اطاعت اور ان کے خشوع وخضوع پر ان کی مدح کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ سے ان کے خوف پر ان کی مدح فرمائی ہے، جو بالذات ان کے اوپر، ان پر غالب اور کامل اوصاف کا مالک ہے اور وہ اس کے دست قدرت کے تحت ذلیل اور مقہور ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1407)(3)﴿وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾''اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں''فرشتے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کی فرماں برداری میں لگے رہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔(4)یعنی اللہ تعالیٰ جو بھی انہیں حکم دیتا ہے وہ خوشی اور پسندیدگی سے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے مخلوق کے سجدے کی دو اقسام ہیں۔(i)سجدہ اضطراری: یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال پر دلالت کرتا ہے۔ اس سجدہ میں مومن اور کافر، نیک اور بد، انسان اور حیوان سب شامل ہیں۔

(ii) سجدہ اختیاری: جواس کے اولیاء،اس کے مومن بندوں،فرشتوں اور دیگر مخلوقات سے مختص ہے۔(تفسیر سعدی: 2/1407)(5) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے ۔آسمان چرچراتا ہے اور اس کو حق ہے کہ وہ چرچرائے ۔قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آسمان میں کہیں بھی چار انگل کی جگہ ایسی نہیں کہ اس میں کوئی فرشتہ سجدہ میں پیشانی رکھے ہوئے نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کی قسم جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور بستروں پر عورتوں سے لذت اندوز نہ ہوتے' اور میدانوں میں نکل کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے فریاد کرتے (یہ سن کر) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کاش میں ایک درخت ہوتا کہ لوگ اسے کاٹ ڈالتے ۔''(جامع ترمذی:2312)(6) ربیعہ نے وہ حال بیان کیا جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انہوں نے دیکھا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر سورۂ نحل پڑھی۔جب سجدہ کی آیت (وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ) آخر تک پہنچے تو منبر پر سے اترے اور سجدہ کیا تو لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔دوسرے جمعہ کو پھر یہی سورت پڑھی ۔جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو کہنے لگے لوگو! ہم سجدہ کی آیت پڑھتے چلے جاتے ہیں پھر جو کوئی سجدہ کرے اس نے اچھا کیا اور جو کوئی نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت فرض نہیں کیا ہماری خوشی پر رکھا۔''(صحیح بخاری:1077)

رکوع نمبر 13

﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (51)﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو معبود نہ بناؤ، یقیناً وہ ایک ہی معبود ہے، سو مجھ ہی سے ڈرو''۔(51)

سوال: ﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو معبود نہ بناؤ، یقیناً وہ ایک ہی معبود ہے، سو مجھ ہی سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو معبود نہ بناؤ''یعنی تم اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔(2) عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایران میں مجوسی مذہب رائج تھا۔یہ لوگ سورج پرست اور آتش پرست تھے۔اپنے آپ کو سیدنا نوح علیہ السلام کا پیروکار بتاتے اور باقی سب نبیوں کے دشمن تھے۔ان کے عقیدے کے مطابق خدا ایک نہیں بلکہ دو ہیں۔ایک خیر اور نور کا خدا جسے وہ یزدان کہتے تھے، دوسرا بدی اور تاریکی کا خدا جسے وہ اہرمن کہتے تھے۔یہ لوگ اپنی الہامی کتاب کا نام زند اور اوستا بتاتے تھے اور اہل عرب اس سے متعارف تھے۔انہیں لوگوں کے عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو الٰہ بنانا چھوڑ دو۔(تیسیر القرآن:2/525) (3) اللہ تعالیٰ چونکہ ساری نعمتیں دیتا ہے اس لیے وہ ایک ہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔(4) ﴿اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾''یقیناً وہ ایک ہی

معبود ہے'' وہ اپنی ذات، اپنے اسماء وصفات اور اپنے افعال میں متفرد ہے۔ پس جس طرح وہ اپنی ذات، اپنے اسماء وصفات اور افعال میں ایک ہے، اسی طرح ان کو چاہیے کہ وہ عبادت میں بھی اس کو ایک مانیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1407,1408) (5) اگر دو خدا ہوتے ہیں تو (i) کائنات کا نظام قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ (ii) اس کائنات کا نظام بگڑ جاتا۔ (6) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ '' اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں''۔ (الانبیاء:22) (6) ﴿فَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ﴾ ''سو مجھ ہی سے ڈرو'' میرے حکم کی تعمیل اور میرے نواہی سے اجتناب کرو اور میرے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، کیونکہ تمام مخلوق تو اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1408) (7) ﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور جو اُس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔'' (المائدہ:44) (8) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور حساب لینے والا اللہ تعالیٰ کافی ہے''۔ (الاحزاب:39) ﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا تو اُمید ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے''۔ (التوبہ:18) ﴿اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاۗءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً یہ (تو) شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو''۔ (آل عمران:175)

﴿وَلَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ(52)﴾

''اور اُسی کا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے عبادت ہمیشہ اسی کے لیے ہے، کیا پھر غیر اللہ سے تم ڈرتے ہو؟'' (52)

سوال: ﴿وَلَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ﴾ ''اور اُسی کا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے عبادت ہمیشہ اسی کے لیے ہے، کیا پھر غیر اللہ سے تم ڈرتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور اُسی کا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے پھر اس کے سوا کون ہے جو عبادت کا حق رکھتا ہو! (2) اس یقین پر انسان کی ساری زندگی کا دارومدار ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان اور ساری

کائنات کا خالق و مالک ہے۔اس کے نتیجے میں انسان کے اندر تقویٰ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔(3)﴿وَلَـهُ الـدِّيـنُ وَاصِبًا﴾''عبادت ہمیشہ اسی کے لیے ہے''یعنی اطاعت،عبادت اور تذلل ہمیشہ کے لیے مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کے لیے فرض ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کر کے اسی کے رنگ میں رنگ جائیں۔(تفسیر سعدی 1408/2)(4)یعنی خالص،ہمیشہ رہنے والا واجب دین اسی کے لیے قائم ہے۔(ایسر التفاسیر:763)(5)دین سے مراد اطاعت ہے﴿وَاصِبًا﴾یعنی واجب،قائم،دائم،خالص اور جب معاملہ یہ ہے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر اس کی اطاعت واجب ہے تو اس کے علاوہ کسی اور کا ڈر کیسے ہوسکتا ہے۔(الاساس:2945/6)(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الـدِّيـنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے''۔(آل عمران:19)(7)اور فرمایا:﴿وَرَضِيتُ لَـكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾''اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے''۔(المائدہ:3)(8)﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِ سْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے''۔(آل عمران:85)(9)﴿اَفَغَيْرَ دِينِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾'' کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور کو تلاش کرتے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے''۔(آل عمران:83)(10)﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾''سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔(11)﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾''اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے،یکسو ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔''(البینہ:12)(12)﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ﴾''کیا پھر غیر اللہ سے تم ڈرتے ہو''زمین والوں میں سے یا آسمان والوں میں سے؟ وہ تمہارے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ اپنی نوازشات اور احسانات میں یکتا ہے۔(تفسیر سعدی:1408/2)(13)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۚ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُـذِلُّ مَـنْ تَشَـآءُ﴾'' آپ کہہ دو کہ اے اللہ! بادشاہت کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے''۔(آل عمران:26)

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ(53)﴾

''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو''۔(53)

سوال1:﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ﴾''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے''یعنی تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے ظاہری یا باطنی۔(2)﴿فَمِنَ اللّٰهِ﴾''وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو نعمتیں عطا کرنے میں اس کا شریک ہو۔(3)﴿وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾''اور اُس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اُس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے''۔(ابراہیم:34)

سوال2:﴿ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ﴾''پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ﴾''پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے''یعنی جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے، تم مالی تنگی کا شکار یا جسمانی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہو یا تم لوگوں کی دی ہوئی اذیتوں کی آگ میں جلتے ہو۔(2)﴿فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ﴾''تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو''مصیبت میں تم اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے گڑگڑا کر آہ وزاریاں کرتے ہو، اسی سے سجدوں میں سر رکھ کر دعائیں کرتے ہو۔ تم ضرورتوں میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مصیبت کو دور نہیں کر سکتا۔

﴿ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ(54)﴾

''پھر جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے تب تم میں سے ایک گروہ یکا یک اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔''(54)

سوال:﴿ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾'' پھر جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے تب تم میں سے ایک گروہ یکا یک اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ﴾''پھر جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے''یعنی جب تمہارا رب تمہاری مصیبت دور کر کے عافیت میں لے آتا ہے یعنی تم صحت مند ہو جاتے ہو یا تمہاری مالی تنگی دور ہو جاتی ہے یا تم سے دوسری مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔(2)﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾''تب تم میں سے ایک گروہ یکا یک اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے''یعنی عافیت میں اپنے رب کو بھول جاتے ہو اور اس کے ساتھ دوسروں کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔(3)اللہ تعالیٰ مشرکین کی جہالت، ان کے ظلم اور اللہ تبارک وتعالیٰ پر ان کی افترا پردازی کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، نیز وہ خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے ان بتوں کو جو نہ کوئی علم رکھتے ہیں، نہ کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اس رزق میں حصہ دار بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا اور جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے اس کا شریک بنانے میں مدد حاصل کی اور خود ساختہ اور گھڑے ہوئے بتوں کے تقرب کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس رزق کو پیش کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1409) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ ۖ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۖ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے، پس انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے، چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے، بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں!''۔(الانعام:136) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اُتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟''۔(یونس:59)

(4) ﴿وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع کر کے پکارتے ہیں پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ اُنہیں چکھاتا ہے تو اچانک اُن میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے''۔(الروم:33) (5) ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے''۔(بنی اسرائیل:67) (6) ﴿فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر اس نے جب انہیں نجات دے دی تب فوراً وہ زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔اے لوگو! یقیناً تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف ہے۔دنیا کی زندگی کا فائدہ اٹھا لو پھر ہماری طرف ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے تو ہم تمہیں بتا دیں گے جو تم عمل کیا کرتے تھے''۔(یونس:23)

﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ(55)﴾

''تاکہ وہ اس نعمت کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں عطا کی ہے، سو تم فائدہ اُٹھاؤ، پس جلد ہی تم جان لو گے''۔(55)

سوال 1: ﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ﴾ ''تاکہ وہ اس نعمت کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں عطا کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ﴾ ''تاکہ وہ اس نعمت کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں عطا کی ہے'' یعنی جو کچھ ہم نے انہیں عطا فرمایا وہ اس کا

انکار کرتے ہیں۔(2) شرک کا انجام یہی ہوتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔(3) لوگ شرک اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ٹھکراتے رہیں اور اس کے احسانات فراموش کر دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی ان سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔

سوال 2: ﴿ فَتَمَتَّعُوْا ۭ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''سوتم فائدہ اُٹھاؤ، پس جلد ہی تم جان لوگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَمَتَّعُوْا﴾ ''سوتم فائدہ اُٹھاؤ'' اللہ تعالیٰ نے ناشکری، کفر، اور شرک کرنے والوں کو ڈرایا ہے کہ اچھا چند روز کے فائدے اٹھا لو اور اپنی مرضی کر لو۔(2) ﴿ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''پس جلد ہی تم جان لوگے'' تمہیں عنقریب اپنی ناشکریوں اور اپنی مرضی کے کام کرنے کا انجام معلوم ہو جائے گا۔(3) ﴿ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۡ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾ ''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے، پھر جب وہ اُسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے تا کہ اُس کے راستے سے گمراہ کر دے۔ آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اُٹھالو، یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو''۔(الزمر:8)(4) ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں۔ آپ کہہ دیں مزے کرو! بلاشبہ آگ ہی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے''۔(ابراہیم:30)(5) ﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ چھوڑ دانہیں وہ کھائیں اور فائدے اُٹھائیں اور اُمیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے''۔(الحجر:3)(6) ﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴾ چنانچہ اُنہیں چھوڑ دو کہ وہ باتیں بناتے رہیں اور کھیلتے رہیں حتیٰ کہ یہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔(المعارج:42)(7) ﴿ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴾ ''سوتم تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اُٹھالو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو''۔(المرسلات:46)(8) ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا''۔(النساء:77)(9) سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بنی فہر کے بھائی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے کہ جس طرح تم میں سے کوئی آدمی اپنی انگلی اس (دریا) میں ڈال دے''۔ یحییٰ نے شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا ''اور پھر اس انگلی کو نکال کر دیکھے کہ اس میں کیا لگتا ہے۔''(مسلم: 7197)

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ (56) ﴾

''اور وہ ان کے لیے جن کو وہ نہیں جانتے ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تم سے

ضروراس بارے میں پوچھا جائے گا جو جھوٹ تم گھڑا کرتے تھے۔''(56)

سوال1:﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لاَ يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُم﴾'' اور وہ ان کے لیے جن کو وہ نہیں جانتے ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور وہ ان کے لیے جن کو وہ نہیں جانتے ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے۔''رب العزت نے مشرکوں کے ظلم اور جہالت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔(2)مشرک اپنے بتوں کو اس رزق میں حصہ دار بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے حالانکہ نہ وہ علم رکھتے ہیں اور نہ وہ نفع پہنچا سکتے ہیں۔(3)مشرک اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے رزق کو پیش کرتے ہیں۔اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ج فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ ط فَلاَ يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ج وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ط سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے، پس انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے، چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے، بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں!''۔(الانعام:136)

سوال2:﴿تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم سے ضرور اس بارے میں پوچھا جائے گا جو جھوٹ تم گھڑا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم سے ضرور اس بارے میں پوچھا جائے گا جو جھوٹ تم گھڑا کرتے تھے''اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تم سے ان افترا پردازیوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔(2)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلاً ط قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ (٥٩) وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لاَ يَشْكُرُوْنَ (٦٠)﴾'' آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اُتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟ اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں قیامت کے دن کے بارے میں؟ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔''(یونس:59,60)﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''سو قسم ہے آپ کے رب کی! یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے''۔(الحجر: 92)

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ (57)﴾

''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں، پاک ہے اس کی ذات! اور ان کے لیے وہی ہیں جو وہ چاہتے ہیں''(57)

سوال: ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں، پاک ہے اس کی ذات! اور ان کے لیے وہی ہیں جو وہ چاہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحٰنَهٗ﴾ مشرکوں نے فرشتوں کو عورتیں قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں۔ (2) ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے فرشتوں کو، جو رحمٰن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟ کیا اُن کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی اُن کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا''۔ (الزخرف:19) (3) ہندی، یونانی اور مصری تہذیبوں کی طرح مشرکین عرب کے بھی دیوتا کم اور دیویاں زیادہ تھیں اور ان دیویوں کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ان کی تین مشہور دیویاں لات، عزیٰ اور منات تھیں۔ لات الٰہ کی مونث ہے۔ عزیٰ عزیر کی اور منات، منان کی۔ لات کا استھان یا آستانہ طائف میں تھا اور بنوثقیف اس کے پرستار تھے۔ عزیٰ قریش مکہ کی خاص دیوی تھی اور اس کا استھان یا آستانہ مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں مقام حراص پر واقع تھا چنانچہ ابوسفیان سپہ سالار قریش نے احد کے میدان میں جنگ میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے اس دیوی کا نعرہ لگایا تھا اور کہا تھا ''لنا عزیٰ و لا عزیٰ لکم''۔ اور منات کا استھان مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے قدید کے مقام پر واقع تھا۔ بنوخزاعہ، اوس اور خزرج اس دیوی کے پرستار تھے۔ نیز اس کا باقاعدہ حج اور طواف کیا جاتا تھا۔ زمانہ حج میں جب حجاج طواف بیت اللہ اور عرفات اور منیٰ سے فارغ ہو جاتے تو وہیں سے منات کی زیارت کے لیے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہونے لگتیں اور جو لوگ اس دوسرے حج کی نیت کر لیتے وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرتے تھے۔ گویا مشرکین عرب دوہرا ظلم ڈھاتے تھے۔ ایک تو ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے کا، دوسرے شریک بھی ایسے جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ (تیسیر القرآن:526/2) (4) ﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ ''وہ پاک ہے'' اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ اس کی شان بڑی اعلیٰ ہے۔ (مختصر ابن کثیر:996/1) (5) ﴿وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''اور ان کے لیے وہی ہیں جو وہ چاہتے ہیں'' یعنی وہ خود اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں اور بیٹیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ (6) رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ جس کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے انہیں رب کی طرف منسوب کرتے ہو۔ (2) ﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى (٢١) تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (٢٢)﴾ ''کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اُس کے لیے لڑکیاں؟ تب تو یہ بڑی ناانصافی کی تقسیم ہے۔ (النجم:21,22) (3) ﴿اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (١٥٣) مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (١٥٤)﴾ کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر

بیٹیاں پسند کی ہیں؟تمہیں کیا ہوگیا ہے؟تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟(الصافات:153,154)

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ(58)﴾

''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔''(58)

سوال:﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾'' اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى﴾''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے''یعنی جب کسی مشرک کو بیٹی کی خوشخبری ملتی ہے۔(2)﴿ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا﴾''تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے''بیٹی پیدا ہونے کے کرب اور غم سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے۔(3)﴿وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾''اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے''یعنی وہ غم کے مارے گھٹ کر رہ جاتا ہے اور بے حس وحرکت بت کی طرح بن جاتا ہے۔(مختصر ابن کثیر 996/1)(4)جب اسے بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی تو وہ حزن وغم کے مارے خاموش ہو جاتا حتیٰ کہ وہ اس خبر سے اپنے ابنائے جنس میں اپنی فضیحت محسوس کرتا اور اس خبر پر وہ عار کی وجہ سے منہ چھپاتا پھرتا، پھر وہ اپنی اس بیٹی کے بارے میں جس کی اس کو خوش خبری ملتی، اپنی فکر اور فاسد رائے کی وجہ سے تذبذب کا شکار ہو جاتا کہ وہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے؟(تفسیر سعدی:1409/2)(5)اسلام نے عورت ذات پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔(محسن نسواں)محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ اس پر صبر کرے، انہیں اچھا کھلائے، اچھا پلائے اور اچھا پہنائے وہ اس کے لیے قیامت کے دن جہنم کی آگ سے ڈھال ثابت ہوں گی''۔(ابن ماجہ:3669' مسند احمد:17413)(6)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کے رہنے کا انتظام کرے، ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرے اور ان کے معاملہ میں تکالیف برداشت کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔''ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر دو لڑکیاں ہوں تو تب؟ آپ نے فرمایا:''اگر دو ہوں تب بھی۔''(مسند احمد:14257)

﴿يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ(59)﴾

''اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔کیا ذلت کے باوجود ہی اُسے رکھ چھوڑے یا اُسے مٹی میں دبا دے؟سن لو! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں''۔(59)

سوال1:﴿يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ﴾'' اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے وہ لوگوں سے چھپتا

پھرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ﴾'' وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے''مشرک لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ کہیں کوئی اسے دیکھ نہ لے اور غیرت دلائے۔(مختصر ابن کثیر:996/1)(2)﴿مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ﴾'' اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے''یعنی بیٹی کی پیدائش کو اپنے لیے برا سمجھتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ اگر زندہ رہنے دیا تو رسوائی ہے۔نہ تو وہ وارث بن سکتی ہے،نہ اس کو توجہ دی جاسکتی ہے۔بیٹوں کو اس پر ترجیح دی جائے گی،اس کا کیا کروں؟

سوال2:﴿اَیُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ﴾''کیا ذلت کے باوجود ہی اُسے رکھ چھوڑے یا اُسے مٹی میں دبا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَیُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ﴾''کیا ذلت کے باوجود ہی اُسے رکھ چھوڑے''وہ سوچتا ہے کہ بیٹی کا باپ ہونے کی ذلت برداشت کرلوں اور اسے قتل نہ کرلوں۔(2)﴿اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ﴾''یا اُسے مٹی میں دبا دے''یا جاہلیت کے دستور کے مطابق زندہ گاڑ دوں؟جس پر رب العزت نے مشرکوں کی سخت مذمت کی ہے۔(3)یہ رسم جس شقاوت اور سنگ دلی کے ساتھ انجام دی جاتی تھی اس کا حسرت ناک نقشہ ایک صاحب نے خود اپنی آپ بیتی سنا کر اس طرح پیش کیا کہ نبی ﷺ بے چین ہوگئے۔دارمی میں وضین تبع تابعی سے ایک روایت موقوف ہے کہ ایک شخص نے آکر خدمت اقدس میں عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ جاہلیت والے تھے،بتوں کو پوجتے تھے اور اولاد کو مار ڈالتے تھے۔میری ایک لڑکی تھی جب میں اس کو بلاتا تو وہ دوڑ کر میرے پاس آتی۔ایک دن وہ میرے بلانے پر خوشی خوشی دوڑی آئی،میں آگے بڑھا اور وہ میرے پیچھے چلی آئی،میں آگے بڑھتا چلا گیا،جب ایک کنوئیں کے پاس پہنچا جو میرے گھر سے کچھ دور نہ تھا اور لڑکی اس کے قریب پہنچی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا،وہ ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی اور یہی اس کی زندگی کی آخری پکار تھی،رحمت کونین ﷺ اس پُردرد افسانہ کو سن کر ضبط نہ کر سکے۔ایک صحابی نے ان صاحب کی ملامت کی کہ تم نے نبی ﷺ کو غمگین کر دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:اس کو چھوڑ دو۔جو مصیبت اس پر پڑی ہے وہ اس کا علاج پوچھنے آیا ہے،پھر ان صاحب سے کہا:ہاں اپنا قصہ پھر سناؤ''انہوں نے دوبارہ پھر بیان کیا آپ ﷺ کی یہ حالت ہوئی کہ روتے روتے ریش مبارک تر ہوگئی،پھر فرمایا''جاؤ جاہلیت کے گناہ اسلام کے بعد معاف ہوگئے اب نئے سرے سے اپنے عمل کا آغاز کرو''۔(سنن دارمی)(4)قبیلہ بنی تمیم کے رئیس قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں،نبی ﷺ نے فرمایا:اے قیس ہر لڑکی کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرو،عرض کی:یا رسول ﷺ میرے پاس اونٹ ہیں۔فرمایا:ہر لڑکی کے کفارے میں ایک اونٹ کی قربانی کرو۔(تفسیر ابن جریر)(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ (۸) بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾'' اور جب زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے سوال کیا جائے گا''کہ کس گناہ کے بدلے میں وہ قتل کی گئی؟(التکویر:9,8)

سوال3: ﴿ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ ''سن لو! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ ''سن لو! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں'' کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے متصف کیا جو اس کے جلال کے لائق نہ تھیں، یعنی اس کی طرف اولاد کو منسوب کرنا، پھر انہوں نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دونوں قسموں میں سے اس بدتر قسم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جس کو خود اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے اسے منسوب کر دیتے تھے؟ پس بہت ہی برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے۔ (تفسیر سعدی:2/1410)(2) ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ ''کیا پھر تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا؟ اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا؟ بلاشبہ تم یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو''۔ (بنی اسرائیل:40)(3) اسلام سے پہلے اس رسم کی انسداد کے لئے صرف اس قدر ہوا کہ ایک دو نیک آدمیوں نے ایسی لڑکیوں کو قیمت دے کر ان کے والدین سے خرید لیا اور ان کی پرورش کی، چنانچہ مشہور شاعر فرزدق کے دادا صعصعہ نے اس میں بڑا نام پیدا کیا تھا، اسلام کے بعد جب وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا تو عرض کی: یا رسول ﷺ میں نے اسلام سے پہلے 360 لڑکیوں کو خرید کر موت کے منہ سے بچایا ہے کیا مجھ کو اس کا ثواب ملے گا؟ فرمایا: ہاں تم کو اس کا ثواب ملے گا، کہ تم کو مسلمان بنا کر تم پر احسان کیا ہے۔ (موطا امام مالک)(4) اسی طرح زید بن عمرو بن نفیل جو بعثت نبوی سے پہلے دین ابراہیم کے پیرو تھے، وہ بھی اس قسم کی لڑکیوں کو اپنی آغوش میں لیتے تھے اور ان کی پرورش کرتے تھے، جب وہ بڑی ہو جاتی تو ان کے باپ کو کہتے: کہو تو میں تم کو واپس کروں اور چاہے ان کو میرے پاس ہی رہنے دو۔ (الدر المنثور)(5) یہ شخصی کوششیں تھیں۔(6) بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے پیش نظر عرب کی جو ابتدائی اصلاحیں تھیں ان میں ایک چیز یہ بھی تھی، چنانچہ بیعت عقبہ میں سب سے پہلے انصار سے جن باتوں پر عہد لیا گیا تھا ان میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)(7) سیدنا عبادہ ﷺ بن صامت کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ دربار رسالت میں حاضر تھے آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم سے اس پر بیعت کرو کہ تم کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ گے، چوری نہ کرو گے، بدکاری نہ کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، جو اس عہد کو پورا کرلے گا تو اس کا معاوضہ خدا پر ہے اور اگر کسی نے ان میں سے اس فعل کا ارتکاب کیا اور اس کو قانونی سزا دی گئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا اور اگر اس کا یہ گناہ دنیا میں مخفی رہا تو خدا کو اختیار ہے چاہے بخش دے چاہے عذاب دے''۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان) ان تمام تدبیروں کے علاوہ قرآن پاک کی ایک مختصر سی آیت نے عرب کی ان تمام قساوتوں، ان تمام سنگ دلیوں اور ان تمام سفاکیوں کو مٹانے کے لیے وہ کام کیا جو دنیا کی بڑی بڑی تصنیفات نہیں کر سکتی تھیں، قیامت کی عدالت گاہ قائم ہے، مجرم اپنی اپنی جگہ کھڑے ہیں، غضب الٰہی کا سورج اپنی پوری تمازت پر ہے، دانائے غیب قاضی اپنی معدلت کی کرسی پر ہے، اعمال نامے شہادت میں پیش ہیں کہ ایک طرف سے ننھی ننھی معصوم بے زبان ہستیاں خون سے رنگین کپڑوں میں آ کر کھڑی ہو جاتی ہیں، شہنشاہ قہار کی طرف سے سوال ہوتا ہے، اے ننھی معصوم جانو! تم کس جرم میں ماری گئیں؟ (سیرت النبی شبلی نعمانی ص۔135)

﴿لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ج وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ(60)﴾

''ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بُری مثال ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ مثال ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(60)

سوال1: ﴿لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بُری مثال ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے بُری مثال ہے'' آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی مثال ناقص ہے اور انتہائی بیہودہ ہے۔

سوال2: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ مثال ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ مثال ہے'' اس سے مراد ہر وصف کمال ہے اور تمام کائنات میں جو بھی صفت کمال پائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے اور کسی بھی پہلو سے کسی نقص کو مستلزم نہیں ہے اور اس کے اولیاء کے دلوں میں بھی مثل اعلیٰ یعنی اس کی تعظیم، اجلال، محبت، اس کی طرف انابت اور اس کی معرفت جاگزیں ہے۔ (تفسیر سعدی: 1410/2) (2) اللہ تعالیٰ کی طرف کمال ہی منسوب ہوتا ہے۔ وہ افضل ہے، احسن ہے، اجمل ہے یہی توحید ہے۔ (جامع البیان 130/14)

سوال3: ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ (2) ساری کائنات اس کی فرماں بردار ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ عزیز ہے یعنی (i) اللہ تعالیٰ زبردست اور طاقت والا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ غالب ہے۔ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (3) ﴿الْحَكِيْمُ﴾ اللہ تعالیٰ کمال درجے کی حکمت رکھتا ہے۔ (4) جو تمام اشیاء کو ان کے لائق محل ومقام پر رکھتا ہے۔ وہ جو بھی حکم دیتا ہے اور جو بھی فعل سرانجام دیتا ہے، اس پر اس کی ستائش کی جاتی ہے اور اس کے کمال پر اس کی ثنا بیان کی جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1410/2) (4) اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے تاکہ اس کائنات کا ہر پرزہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق صحیح انداز میں کام کرسکے۔

رکوع نمبر 14

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ(61)﴾

''اوراگراللہ تعالیٰ لوگوں کاان کے ظلم کی بنیاد پر مؤاخذہ کرتا تواس (زمین) پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیتا ہے، چنانچہ جب ان کی مدت آجاتی ہے تو وہ اس سے ایک گھڑی بھی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں''۔(61)

سوال1: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ''اوراگراللہ تعالیٰ لوگوں کاان کے ظلم کی بنیاد پر مؤاخذہ کرتا تواس (زمین) پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے ظالموں کے معاملے میں اپنے کمال درجے کے تحمل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ﴾ ''اوراگراللہ تعالیٰ لوگوں کاان کے ظلم کی بنیاد پر مؤاخذہ کرتا''یعنی اگراللہ تعالیٰ بنی آدم کوان کے گناہوں اور نافرمانیوں پر پکڑ لیتا اوران کے ساتھ کمی یا زیادتی نہ کرتا۔(2) ﴿مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ''تواس (زمین) پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا''تو زمین پر کوئی انسان،کوئی جانور،کوئی چلنے پھرنے والا نظر نہ آتا۔(3)ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کی نحوست اتنی زیادہ ہے کہ کھیت اور نسلیں ہلاک ہو جاتیں۔انسان کی وجہ سے جانور بھی برباد ہو جاتے۔(مختصرابن کثیر:997/1)(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اوراگراللہ تعالیٰ لوگوں کواس کی وجہ سے پکڑتا جوانہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ اُنہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آجائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے''۔(فاطر:45)

(5)﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ط لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ط بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا﴾ ''اورآپ کا رب بے حد بخشنے والا،نہایت رحم کرنے والا ہے اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑتا جوانہوں نے کمایا تو یقیناً ان پر جلدی عذاب بھیج دیتا، بلکہ اُن کے وعدے کا ایک وقت ہے جس کے سوا وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے''۔(الکھف:58)

سوال2: ﴿وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ﴾ ''لیکن وہ انہیں مہلت دیتا ہے''اللہ تعالیٰ گناہوں پر فوری سزا نہیں دیتا۔(2)﴿اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾'' ایک مقررہ وقت تک'' وہ مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے یعنی قیامت تک۔(3)یہ ان لوگوں کا مواخذہ نہ کرنے کی علت ہے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ط وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ط وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اوروہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اوراگرایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے''۔(العنکبوت:53)﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ ط اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ ''اورآپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جوظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی''۔(ابراہیم:42)

سوال3: اللہ تعالیٰ نافرمانیوں، کفر اور شرک کے باوجود لوگوں کو کیوں نہیں پکڑتے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کمال درجے کا حلم رکھتا ہے کہ وہ ظلم پر فوری مواخذہ نہیں کرتا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کا تقاضا ہے کہ وہ مہلت دیتا ہے تاکہ لوگوں کے لیے کوئی عذر نہ رہے اور اُن کی اولادوں میں سے ایمان دار لوگ نکل آئیں۔ (3) اللہ تعالیٰ کی صفت حلم اور رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ انسانوں کو مہلت دیں۔ (4) اللہ تعالیٰ توبہ کے لیے مہلت دیتے ہیں تاکہ انسان رب کی طرف لوٹ کر آئیں۔

سوال4: مہلت ملنے پر انسان کے حالات کیسے ہو جاتے ہیں؟

جواب: (1) مہلت پر انسان غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (2) مہلت ملنے پر لوگ اللہ تعالیٰ کی صفت حلم، رحمت، حکمت اور عدل کو نہیں سمجھتے۔

سوال5: ﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''چنانچہ جب ان کی مدت آجاتی ہے تو وہ اس سے ایک گھڑی بھی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''چنانچہ جب ان کی مدت آجاتی ہے تو وہ اس سے ایک گھڑی بھی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں'' جب ان کا وقت آجائے گا تو انہیں ان کے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ (2) اس لئے جب تک انہیں مہلت کا وقت حاصل ہے، اس سے پہلے کہ وہ وقت آن پہنچے جب کوئی مہلت نہ ہوگی، انہیں ڈر جانا چاہیے۔ (تفسیر سعدی: 1411/2)

﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ (62)﴾

''اور جو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کرتے ہیں اُسے خود ہی ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ بے شک ان کے لیے بھلائی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یقیناً ان کے لئے آگ ہی ہے اور یقیناً وہ اس میں سب سے آگے بھیجے جانے والے ہیں'' (62)

سوال1: ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى﴾ ''اور جو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کرتے ہیں اُسے خود ہی ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ بے شک ان کے لیے بھلائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ﴾ ''اور جو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کرتے ہیں اُسے خود ہی ناپسند کرتے ہیں'' یعنی وہ اپنی ناپسندیدہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ (2) یعنی وہ خود یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کا غلام ان کے مال میں حصہ دار ہو لیکن اللہ کے بندوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ (3) وہ خود بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہیں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ (4)

﴿وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى﴾ ''اوران کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ بے شک ان کے لیے بھلائی ہے'' مشرکوں کا یہ خیال ہے کہ جب وہ دنیا میں عیش وآرام سے رہتے ہیں تو قیامت آئی بھی تو وہ آخرت میں بھی عیش وآرام سے رہیں گے۔(5)رب العزت نے واضح فرمایا کہ ان کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں۔

سوال2:﴿ لَاجَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَ نَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ﴾ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ یقیناً ان کے لئے آگ ہی ہے اور یقیناً وہ اس میں سب سے آگے بھیجے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں مجرموں کے عقیدے کی تردید ہے کہ انہیں آخرت میں بھی عیش وآرام ملے گا۔آخرت میں تو ان کے لیے آگ ہی آگ ہے۔اس دن یہ لوگ بھلا دیئے جائیں۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے''۔(الاعراف:51)

سوال3:زبان کی کیا اہمیت ہے اور انسانی جسم میں اس کا کیا کردار ہے؟

جواب:(1)زبان تمام اعضاء پر حاکم ہے۔اگر ٹھیک چلے اور صحیح بات کہے تو تمام اعضاء عافیت میں رہیں گے،لیکن یہ ٹیڑھا پن اختیار کرلے اور لوگوں کو گالیاں دے یا بدشد کہے تو لوگ جوتے ماریں گے یا پٹائی کریں گے تو یہ تو بتیسی میں محفوظ اور بند رہے گی اور دوسرے اعضاء کی پٹائی ہوگی۔(2)زبان کے کردار پر گہرائی سے غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ اکثر عبادتیں،نیکیاں،بھلائی کی باتیں اور اکثر حقوق العباد اس زبان کے ذریعے ادا ہوتے ہیں۔مبالغہ نہیں ہوگا اگر یہ کہہ دیا جائے کہ پچھتر فیصد نیکیاں زبان سے ادا ہوتی ہیں اور اتنے ہی فیصد برائیاں زبان کے ذریعے ہوتی ہیں۔جیسے کلمہ طیبہ،کلمہ شھادت،نماز،ذکر،دعا،استغفار،حج کے احکامات اور دعائیں،سلام کا تبادلہ،سچ بولنا، بات کہنا،وعظ ونصیحت،تلاوت قرآن،انصاف کی بات کرنا اور فیصلہ دینا،اقامت و اذان کہنا،نماز پڑھانا،علم پڑھنا اور پڑھانا،شکر کرنا،لوگوں میں صلح کرانا،بیمار کی عیادت اور دعا،اور بہت سے اخلاق وآداب زبان کے وسیلے سے ادا ہوتے ہیں،اسی طرح بہت سی برائیوں کا تعلق بھی زبان سے ہے۔جیسے کفر کے بول،جھوٹ،جھوٹی گواہی،گالیاں اور بدشد بولنا،لعنت کرنا،غیبت،چغلی،گندے مذاق اور ٹھٹھے،کسی کی بے عزتی کرنا،خوشامد،فحش اور بے حیائی کی باتیں،گناہ کے کاموں کے مشورے،بے ہودہ راگ،طعنہ زنی،عیب جوئی اور کتنے ہی برے اخلاق اور بے حیائی کے کام ہیں جن کا بڑا حصہ زبان ادا کرتی ہے۔(3)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب انسان صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے جسم کے تمام (ظاہری)اعضاء زبان کے مطیع فرمان بن کر اسے کہتے ہیں'' تو ہمارے (حقوق کے)بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر،پس ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی (درست) رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو

ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے''۔(ترمذی)(4)انسانی زندگی کی تعمیر میں زبان کا کردار بہت اہم ہے۔لہٰذا اصلاح اور تربیت میں اسے سب سے زیادہ اہمیت دینی چاہیے اور وقتاً فوقتاً اس کی نگرانی بھی خوب کرنی چاہیے،ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیٹھے ہوئے اچانک اپنی زبان کو پکڑ کر جھٹکے دیئے۔اس وقت سیدنا عمر کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے اچانک سیدنا ابوبکر کو اپنی زبان پکڑ کر جھٹکے دیتے دیکھا تو کہا:مہ مہ (اسے چھوڑ دو،اسے چھوڑ دو)اس پر انہوں نے کہا کہ اس نے تو مجھے ہلاکت کی جگہ پر پہنچایا ہے،یہ واقعہ سیدنا ابوبکر کی زبان پر نگرانی،جائزہ اور ہلکی پھلکی سزا کو ظاہر کرتا ہے۔ہمیں بھی اپنی زبان پر اسی طرح کنٹرول کرنا اور اسے اپنے قابو میں رکھنا چاہیے۔(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی بات کرتا ہے،اس کی طرف اس کی توجہ بھی نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے کئی درجے بلند فرما دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی والی بات کرتا ہے جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔''(صحیح بخاری:6478)

﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(63)﴾

''اللہ تعالیٰ کی قسم!بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی بہت سی اُمتوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے پھر شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا،چنانچہ وہی آج ان کا سرپرست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔(63)

سوال:﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾''اللہ تعالیٰ کی قسم!بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی بہت سی اُمتوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾''اللہ تعالیٰ کی قسم!بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی بہت سی اُمتوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے''اللہ رب العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ ہم نے پہلی قوموں کی طرف بھی رسول بھیجے تھے۔انہوں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی مخالفت پر دل میں میل نہ لائیں۔

سوال:﴿فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾''پھر شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا''یعنی رسولوں کی مخالفت پر مشرکوں کو شیطان نے ابھارا۔(2)پس انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور انہوں نے یہ باطل گمان کیا کہ وہ جس راستے پر چل رہے ہیں وہی حق اور ہر دکھ سے نجات دینے والا ہے اور جس راستے کی طرف انبیاء ورسل بلاتے ہیں وہ اس کے برعکس ہے۔(تفسیر سعدی:2/1412)(3)﴿فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ﴾چنانچہ وہی آج ان کا سرپرست ہے۔اس آیت میں''الیوم''سے مراد قیامت کا دن بھی لیا جا سکتا ہے۔(تیسیر القرآن:2/528)(4)شیطان دنیا میں بھی ان کا

دوست ہےاور قیامت کے دن بھی ہوگا۔(5)انہوں نے جب شیطان کی اطاعت کی تو اسے اپنا دوست بنالیا۔(6)رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ تو کیا تم میری بجائے اسے اوراس کی اولاد کو دوست بناتے ہو،حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ظالموں کے لیے بہت بُرا بدلہ ہے۔(الکھف:57)

سوال3: ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ وران کے لیے دردناک عذاب ہے'' کافروں کے لیے دردناک عذاب کیوں ہے؟

جواب: کیونکہ وہ اللہ رحمان کی دوستی سے منہ موڑ کر شیطان کی دوستی پر راضی ہوگئے۔بنابریں وہ رسوا کن عذاب کے مستحق ٹھہرے۔(تفسیر سعدی: 1412/2)

﴿ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(64)﴾

''اورہم نے یہ کتاب آپ پرصرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ آپ ان کے لیے اس کی وضاحت کردیں جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا ہےاوروہ اُن کے لئے ہدایت اوررحمت ہے جوایمان لاتے ہیں''۔(64)

سوال1: ﴿ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ﴾''اورہم نے یہ کتاب آپ پرصرف اس لیے نازل کی ہے تاکہ آپ ان کے لیے اس کی وضاحت کردیں جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ ﴾''اورنہیں نازل کی ہم نے آپ پر کتاب (قرآن)''اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے نازل کرنے کی حکمت بیان کی ہے۔(2)﴿اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ﴾''مگرتاکہ آپ ان کے لیے اس کی وضاحت کردیں جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا ہے'' تاکہ آپ توحید،تقدیر،احکام وافعال اوراحوال معاد کے بارے میں ان کے اختلافات کے موقع پران کے سامنے واضح کردیں۔(تفسیر سعدی:1412/2)(3)یعنی قرآن آپ پراس لیے نازل کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلے کردیں۔

سوال2: ﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾''اوروہ اُن کے لئے ہدایت اوررحمت ہے جوایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُدًى﴾''اوروہ ہدایت ہے'' قرآن مجیدلوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔یہ لوگوں کوسعادت اورنجات کے راستے پر لے جاتا ہے۔(2)﴿وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾''اوررحمت ہےان کے لیے جوایمان لاتے ہیں'' قرآن مجیدرحمت ہے جوحاصل کی جا سکتی ہے جب اس قرآن پرعمل کیا جائے اس کے پیش کردہ عقیدے،عبادات،اخلاق،اوراحکامات پر(ایسر التفاسیر:767)(3)تاکہ اللہ تعالیٰ اوراس کی نازل کردہ کتاب پرایمان رکھنے والوں کے لئے کامل ہدایت اور بے پایاں رحمت ہو۔(تفسیر سعدی:1412/2)(4)سیدنا انس بن

مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے وہ خطبہ سنا جوانہوں نے وفاتِ نبوی ﷺ کے دوسرے دن پڑھا تھا۔جس دن مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر چڑھے اورابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے خطبہ پڑھا، پھر کہا: امابعد! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے وہ چیز (آخرت) پسند کی جو اس کے پاس تھی اس کے بجائے جو تمہارے پاس تھی یعنی دنیا اور یہ کتاب اللہ موجود ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہارے رسول کو دین وسیدھا راستہ بتایا پس اسے تم تھامے رہو تو ہدایت یافتہ رہو گے یعنی اس راستے پر رہو گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بتلایا تھا۔(بخاری:7269)(5) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تک میں تم سے یکسور ہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (اورسوالات وغیرہ نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیرضروری) سوال اورانبیاء کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہوگئیں۔پس جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرواور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجالاؤ جس حدتک تم میں طاقت ہو۔(بخاری:7288)(6) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ فرشتے نبی ﷺ کے پاس آئے (جبرائیل ومیکائیل) اورآپ سوئے ہوئے تھے ایک نے کہا یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سورہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔انھوں نے کہا کہ تمھارے ان صاحب (آنحضرت ﷺ) کی ایک مثال ہے پس ان کی مثال بیان کرو۔تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سورہے ہیں دوسرے نے کہا کہ آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔انہوں نے کہا ان کی مثال ایسی ہے گویا ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور وہاں کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دسترخوان سے کھایا' اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دسترخوان سے نہیں کھایا' پھر اس نے کہا اس کی ان کے لیے تفسیر کر دو تا کہ یہ سمجھ جائیں۔بعض نے کہا یہ تو سورہے ہیں لیکن بعض نے کہا کہ آنکھیں گو سورہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔پھر اس نے کہا گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں، پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور محمد ﷺ اچھے اور برے لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔(صحیح بخاری:7281)(7) رب العزت نے فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آ گئی ہے اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔(یونس:57)

﴿وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ(65)﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا، بلاشبہ اس میں یقیناً ان کے لیے

نشانی ہے جو سُنتے ہیں۔''(65)

سوال1: ﴿وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے زمین کو مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) الماء یعنی پانی سے مراد بارش کا پانی ہے جو زمین کی زندگی ہے۔ زمین پر بارش برسنے کے بعد نباتات اگتی ہے، زراعت ہوتی ہے۔ اگر زمین پر پانی نہ ہو تو نباتات بھی نہ ہو۔(ایسر التفاسیر:767)(2) جیسے پانی برسا کر اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح مردہ دلوں کو جو کفر، شرک اور نافرمانیوں سے مر چکے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قرآن کے ذریعے زندہ کر دیتا ہے۔

سوال2: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ان کے لیے نشانی ہے جو سُنتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً'' یعنی آسمان سے بارش کا پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت علم اور رحمت پر واضح دلیل ہے۔(2) ﴿لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ﴾ ''یقیناً ان کے لیے نشانی ہے جو سُنتے ہیں'' دل ان ہی کے زندہ ہوتے ہیں جو قرآن سنتے ہیں، اس کے معنی میں غور وفکر کرتے ہیں اور زمینوں آسمان کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں۔(3) یعنی جو دل سے سنتے ہیں نہ کہ محض کانوں سے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ﴾ ''سلامتی اور امن کے ساتھ ان میں داخل ہوجاؤ''۔(الحجر:46)

سوال3: بارش کے نظام میں انسان کے لیے کیا سبق ہے؟

جواب:(1) بارش ایک اجتماعی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس کوشش میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سورج، سمندر، ہوائیں وغیرہ شامل ہوتی ہیں اس میں یہ سبق ہے کہ اس کائنات میں ایک اللہ تعالیٰ کا حکم چلتا ہے، اگر کئی الٰہ ہوتے تو کائنات کی مختلف طاقتیں ایک مشترکہ کام نہیں کر سکتی ہیں۔ اس سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور فرماں روا ایک ہے۔(2) بارش میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت نظر آتی ہے جیسے زمین کے مردہ جسم میں بارش ہریالی، رنگ، خوشبو، اور ذائقے پیدا کر دیتی ہے ایسے ہی انسانوں کے لئے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی بھی بارش ہے جو مردہ اور سوکھی ہوئی روح کو نئی زندگی دینے کے خواہش مند ہوں انہیں چاہئے کہ وہ وحی کی بارش سے فائدہ اُٹھائیں۔

رکوع نمبر 15

﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ(66)﴾

''اور بلاشبہ چوپایوں میں تمہارے لیے یقیناً ایک سبق ہے ہم تمہیں ان کے پیٹوں کے اندر سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص

دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اترنے والا ہے۔''(66)

سوال:1﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ط نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ م بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾''اور بلاشبہ چوپایوں میں تمہارے لیے یقیناً ایک سبق ہے ہم تمہیں ان کے پیٹوں کے اندر سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اترنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ﴾''اور بلاشبہ چوپایوں میں تمہارے لیے''یعنی جن کو رب العزت نے آپ کے فائدوں کے لیے مسخر کیا ہے۔(2)﴿لَعِبْرَةً﴾''یقیناً ایک سبق ہے''یعنی سوچنے کا مقام ہے۔(3)ان جانوروں میں تم اللہ تعالیٰ کی قدرت،اس کی واحدانیت اور اس کی عظمت کے دلائل پا سکتے ہو۔(4)یعنی جانوروں میں قوی دلائل ہیں جو تمہیں جہالت سے علم کی طرف لا سکتے ہیں۔(5)﴿نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ م بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾'' ہم تمہیں ان کے پیٹوں کے اندر سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اترنے والا ہے''چوپایوں سے ملنے والے دودھ میں سبق ہے۔گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ نکلتا ہے جو انسان کے لیے قیمتی غذا ہے۔اس میں سبق یہ ہے کہ جو رب گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ جیسی چیز نکالتا ہے وہ میرے ناموافق حالات میں سے میرے لیے موافق نتائج ظاہر کر دے گا۔(6) جانوروں سے تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور وسعت احسان پر استدلال کر سکتے ہو۔(تفسیر سعدی:2/1413)(7) کیونکہ اس نے تمہیں ان مویشیوں کے پیٹ سے(دودھ)پلایا جن کا مادہ گوبر اور خون پر مشتمل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے گوبر اور خون سے ایسا دودھ نکالا جو ہر قسم کی آلائش سے پاک اور اپنی لذت کی بنا پر پینے والوں کے لئے انتہائی خوش ذائقہ ہے،نیز یہ کہ اس کو پیا جاتا ہے اور اس سے غذا حاصل کی جاتی ہے۔کیا یہ سب کچھ طبیعی امور کی بجائے قدرت الٰہیہ نہیں ہے؟اس عالم طبیعیات میں کون سی چیز ہے جو اس چارے کو جسے چوپائے کھاتے ہیں اور اس میٹھے یا کھارے پانی کو جسے یہ چوپائے پیتے ہیں،پینے والوں کے لیے خالص اور لذیذ دودھ میں بدل دیتی ہے۔(تفسیر سعدی: 2/1413)(8)دودھ پلانے والی مادہ کے جسم میں دودھ تیار کرنے کے اعضاء تو اس کی بلوغت کے وقت نمودار ہو جاتے ہیں جنہیں عرف عام میں پستان کہا جاتا ہے۔اور دودھ کے بننے میں سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مادہ کے پستان یا دودھ بنانے والی یہ مشینری صرف اس وقت اپنا کام کرتی ہے جس مادہ کو حمل قرار پا جاتا ہے۔اس سے پہلے اگرچہ پستان موجود ہوتے ہیں مگر وہ کوئی کام نہیں کرتے اور جب حمل قرار پاتا ہے تو یہ مشینری اپنے فطری کام کا آغاز کر دیتی ہے۔حتیٰ کہ بچہ کی پیدائش تک مادہ کا خون دودھ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور نوزائیدہ بچہ کو بروقت اللہ تعالیٰ اس کی خوراک مہیا کر دیتا ہے اور بچہ کو دودھ پینے کا سلیقہ بھی سکھا دیتا ہے۔اور یہ کام کچھ اس انداز سے سرانجام پاتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بے پناہ قدرتوں،حکمتوں اور مصلحتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:2/530)(9) گوبر اور خون کے درمیان سے صاف دودھ کے متعلق سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جانور جو گھاس کھاتا ہے جب وہ اس کے معدے میں جمع

ہوجاتی ہے تو معدہ اس کو پکاتا ہے۔ معدہ کے اس عمل سے غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے اور دودھ الگ ہوجاتا ہے اور اس کے اوپر خون ، پھر قدرت نے یہ کام جگر کے سپرد کیا ہے کہ ان تینوں قسموں کو الگ الگ ان کے مقامات میں تقسیم کردیتا ہے، خون کو الگ کرکے رگوں میں منتقل کردیتا ہے اور دودھ کو الگ کرکے جانور کے تھنوں میں پہنچادیتا ہے اور اب معدہ میں صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے جو گوبر کی صورت نکلتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کوئی کھانا کھاؤ تو یہ کہو ﴿اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ﴾ ''یعنی یا اللہ اس میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور آئندہ اس سے اچھا کھانا نصیب فرما'' اور جب دودھ پیو تو یہ کہو ﴿اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ﴾ یعنی یا اللہ ہمارے لئے اس میں برکت دیجئے اور زیادہ عطا فرمایئے'' اس سے بہتر کا سوال اس لئے نہیں کیا کہ انسانی غذا میں دودھ سے بہتر کوئی دوسری غذا نہیں ہے، اسی لئے قدرت نے ہر انسان وحیوان کی پہلی غذا دودھ ہی بنائی ہے جو ماں کی چھاتیوں سے اسے ملتی ہے۔ (قرطبی)

(10) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا تو وہاں میں نے چار نہریں دیکھیں دو ظاہری نہریں اور دو باطنی۔ ظاہری نہریں تو نیل اور فرات ہیں اور باطنی نہریں جنت کی دو نہریں ہیں پھر میرے پاس دو تین پیالے لائے گئے ایک پیالے میں دودھ تھا، دوسرے میں شہد تھا اور تیسرے میں شراب تھی میں نے وہ پیالہ لیا جس میں دودھ تھا اور پیا اس پر مجھ سے کہا گیا کہ تم نے اور تمہاری امت نے اصل فطرت کو پالیا۔ (صحیح بخاری:5610) (11) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں سو رہا تھا۔ اسی حالت میں مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا۔ میں نے خوب اچھی طرح پی لیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ تازگی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: آپ ﷺ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: علم۔ (صحیح بخاری:82) (12) سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شبہ تھا۔ اس لیے میں نے آپ کے لیے ایک برتن میں دودھ بھیجا اور نبی ﷺ نے اسے پی لیا۔ حمیدی کہتے ہیں کہ کبھی سفیان اس حدیث کو یوں بیان کرتے تھے کہ عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزہ کے بارے میں لوگوں کو شبہ تھا اس لیے ام الفضل نے رسول ﷺ کے لیے دودھ بھیجا۔ (صحیح بخاری:5604)

﴿ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (67)﴾

''اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے بھی جس سے تم نشہ آور چیز بناتے ہو اور اچھا رزق بھی، بلاشبہ اس میں یقیناً ان کے لیے نشانی ہے جو عقل رکھتے ہیں۔'' (67)

سوال 1: ﴿ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا﴾ ''اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے بھی جس سے تم

نشہ آور چیز بناتے ہواوراچھارزق بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ﴾''اور کھجوراورانگور کے پھلوں سے بھی''اللہ رب العزت نے بندوں کے لیے جورزق پیدا کیااس میں سے خصوصی طور پر یہاں کھجوراورانگور کا ذکر فرمایا ہے جن کوتروتازہ بھی استعمال کیا جاتا ہے اور ذخیرہ کر کے بھی۔(2)﴿تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا﴾''جس سے تم نشہ آور چیز بناتے ہواوراچھارزق بھی''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''﴿سَكَرًا﴾ سے مراد جس کا پینا حرام ہےاوررزق حسن سے مراداس کے پھل میں سے جوحلال ہیں۔(جامع البیان:138/14)(3)یہ آیت شراب کی حرمت سے پہلے کی ہے، مکہ میں نازل ہوئی۔(4)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:شراب بناتے ہوجوحرام ہے،اوراورطرح جوکھاتے پیتے ہووہ حلال ہے۔مثلاً کھجوریں، کشمش وغیرہ اورنبیذ شربت بنا کر،سرکہ بنا کراورکئی طریقوں سے۔(تفسیرابن کثیر:787)(5)سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:ہرنشہ آور چیز شراب ہےاور ہرنشہ آور چیز حرام ہے۔(صحیح مسلم:5218)(6)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے شراب کوحرام کردیا ہے تو جس شخص کو یہ آیات پہنچ جائیں اوراس کے پاس شراب میں سے کچھ موجود ہوتو نہ پیئے اورنہ فروخت کرے۔''(مسلم:4043)(7)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پرخطبہ میں فرمایا،(اے لوگو!)جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہواتواس وقت یہ پانچ چیزوں انگور، کھجور، گندم، جواورشہد سے تیارکی جاتی تھی،(یادرکھوکہ)شراب ہروہ چیز ہے جوعقل پر پردہ ڈال دے۔(بخاری:5588)(8)ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشادفرمایا:''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے شراب اوراس کے پینے والے شخص پر،اورشراب کے پلانے والے پر،اوراس کے فروخت کرنے والے پر،اوراس کے نچڑوانے والے پر،اورنچوڑنے والے پر،اوراس کے اٹھانے والے پر،اورجس شخص کے لیے اٹھائی جائے(غرض سب پراللہ تعالیٰ کی لعنت ہے)۔''(مسند احمد:4786)(9)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے دنیامیں شراب پی لی پھرتوبہ نہ کی تواس کوآخرت میں شراب(طہور،یعنی جنت کی پاکیزہ شراب)سے محروم کردیا جائے گا۔''(بخاری:5575)

سوال2:﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناًان کے لیے نشانی ہے جوعقل رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جواس کی قدرت کاملہ کوخوب سمجھتے ہیں کیونکہ اس نے درختوں پرایندھن سے مشابہت رکھنے والی چیزیں پیدا کیں جوایک لذیذ پھل اورخوش ذائقہ میوہ بن جاتی ہیں۔اس کی رحمت عام اوربے پایاں ہے جواس کے تمام بندوں پر سایہ کناں ہے،اللہ تعالیٰ نے اس رحمت کوسب کے لئے آسان کردیا۔نیز وہ اکیلا ہی معبود برحق ہے کیونکہ ان نعمتوں کوعطا کرنے میں وہ یکتا ہے۔(تفسیرسعدی:1413,1414/2)

سوال3:پھلوں کی پیداوار سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: پھلوں کی پیداوار سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جو رب مٹی اور پانی کو پھل میں بدل سکتا ہے وہ میرے جسم کو مٹی، میری روح، میری بے قیمت زندگی کو قدر و قیمت والا بنا سکتا ہے۔

﴿وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ (68)﴾

''اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ کچھ پہاڑوں اور کچھ درختوں میں سے گھر بنا اور اس میں سے بھی جنہیں وہ چڑھاتے ہیں''۔(68)

سوال: ﴿وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ﴾ ''اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ کچھ پہاڑوں اور کچھ درختوں میں سے گھر بنا اور اس میں سے بھی جنہیں وہ چڑھاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ﴾ ''اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی'' یہاں وحی سے حکم، الہام، ہدایت، ارشاد اور توفیق مراد ہے۔اس کے دل میں یہ بات پیدا کر دی گئی کہ پہاڑوں، درختوں اور بیلوں میں اپنے چھتے بنائے، ان میں رہے سہے اور درختوں اور بیلوں میں بھی۔(مختصر ابن کثیر:999/1)(2)اس چھوٹی سی شہد کی مکھی میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔یہ چھوٹا سا جانور اپنے اندر تخلیق کے بہت سے راز رکھتا ہے۔(3)اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز طریقے سے شہد کی مکھی کی راہ نمائی فرمائی ہے۔(4)﴿اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ﴾ ''کہ کچھ پہاڑوں اور کچھ درختوں میں سے گھر بنا اور اس میں سے بھی جنہیں وہ چڑھاتے ہیں'' اللہ رب العزت نے شہد کی مکھی کو چھتے بنانے کا حکم دیا ہے۔یہ گھر درختوں، بیلوں اور پہاڑوں میں بنائے جاتے ہیں۔(5)شہد کی مکھیوں کے چھتے میں زندگی اور ان کا شہد بنانا عمل کے اعتبار سے بے حد دل پسند ہے۔(6)شہد کی مکھیاں جو چھتہ تعمیر کرتی ہیں اس میں تیس ہزار مکھیاں رہ سکتی ہیں۔وہ مل جل کر کام کرتی ہیں اور اپنے لعاب سے چھتے میں چھوٹے چھوٹے ایک برابر کے خانے بنا لیتی ہیں۔

﴿ثُمَّ کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ؕ یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِہَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُہٗ فِیۡہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ (69)﴾

''پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھاؤ۔پھر اپنے رب کے مسخر کیے ہوئے راستوں پر چلو، ایک شربت اس کے پیٹ سے نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے، بلاشبہ اس میں یقیناً ان کے لئے ایک نشانی ہے جو غور وفکر کرتے ہیں''۔(69)

سوال1: ﴿ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً﴾ ''پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھاؤ۔ پھر اپنے رب کے مسخر کیے ہوئے راستوں پر چلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ ''پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھاؤ'' اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کی راہ نمائی کی ہے۔ اس نے پھولوں کا رس چوسنے کے لیے پھلواریوں کے انتظامات کئے۔(2) ﴿فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً﴾ ''پھر اپنے رب کے مسخر کیے ہوئے راستوں پر چلو'' رب العزت نے مکھی کو پھلواریوں کی طرف جانے اور واپس لوٹنے کے لیے وحی کی۔ جب مکھی دن میں سورج کی طرف اڑتی ہے تو وہ اپنی صحیح پوزیشن سمجھ جاتی ہے۔

سوال2: ﴿يَخْرُجُ مِنْ م بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ ''ایک شربت اس کے پیٹ سے نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿يَخْرُجُ مِنْ م بُطُوْنِهَا﴾ ''ایک شربت اس کے پیٹ سے نکلتا ہے'' یعنی شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے نکلتا ہے(2) ﴿شَرَابٌ﴾ شربت یعنی شہد۔(3) ﴿مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ﴾ ''جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں'' اس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، سرخ، سنہری، سیاہ۔ یہ رنگ زمین اور پھلواریوں کے مطابق ہوتے ہیں۔(4) ﴿فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ ''اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے'' شہد میں لوگوں کے بہت سے امراض کے لیے شفا رکھی گئی ہے۔(5) شہد اس شکر سے مل کر بنتا ہے جو گلوکوز یا اس قدرتی شکر سے حاصل ہوتی ہے جو معدنیات مثلاً میگنیشیم، پوٹاشیم، کیلشیم، سوڈیم، سلفر، لوہے اور فاسفیٹ سے حاصل ہوتی ہے۔(6) شہد میں حراروں کی سطح کم ہوتی ہے اس لیے وزن میں اضافہ نہیں کرتا۔(7) یہ خون کے اندر تیزی سے حل ہو جاتا ہے۔(8) یہ خون بنانے میں مدد دیتا ہے۔(9) یہ خون کو صاف کرتا ہے۔(10) یہ بیکٹیریا کو جگہ نہیں دیتا۔(11) شہد معدے کا دوست ہے۔(12) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں بھلائی ہے تو پچھنا لگوانے یا شہد پینے اور آگ سے داغنے میں ہے اگر وہ مرض کے مطابق ہوں اور میں آگ سے داغنے کو پسند نہیں کروں گا۔(صحیح بخاری:5683)(13) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ انہیں شہد پلا۔ پھر دوسری مرتبہ وہی صحابی حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ بھی شہد پلانے کے لیے کہا، وہ پھر تیسری مرتبہ آیا اور عرض کیا کہ (حکم کے مطابق) میں نے عمل کیا (لیکن شفا نہیں ہوئی) نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، انہیں پھر شہد پلا۔ چنانچہ انھوں نے شہد پھر پلایا اور اسی سے وہ تندرست ہو گیا۔(مسلم:5684)(14) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ ان کے گھر والوں میں سے جب کسی کا انتقال ہو جاتا تو اس کی تعزیت کے لیے عورتیں جمع ہو کر چلی جاتیں اور ان کے گھر والے اور خواص ہی باقی رہ جاتے تو سیدہ ہانڈی میں شہد اور دودھ ملا کر حریرہ پکانے کا حکم دیتیں۔ جب وہ پک جاتا تو ثرید بنایا جاتا۔ پھر ثرید پر یہ دودھ اور شہد کا حریرہ ڈال دیا

جاتا، پھر فرماتیں اس میں سے کھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: دودھ اور شہد ملا حریرہ مریض کے دل کو خوش کرتا ہے اور رنج اور غم کو دور کرتا ہے۔(مسلم:5769)(15) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو شیرینی اور شہد بہت پسند تھا۔(صحیح بخاری:5682)

سوال3: ﴿ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ان کے لئے ایک نشانی ہے جو غور وفکر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ ﴾ ''بلاشبہ اس میں'' یقیناً اس شہد کی مکھی میں۔(2) ﴿ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴾ '' یقیناً ان کے لئے ایک نشانی ہے جو غور وفکر کرتے ہیں'' اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔غور وفکر کرنے والوں کے لیے خالق کی عظمت وقدرت کی تسخیر کی بڑی نشانیاں ہیں۔(3) شہد کی مکھی کے گھر بنانے میں بہت سی نشانیاں ہیں۔اس کے پھولوں کا رس چوسنے جانے کے لیے میلوں کا سفر کرنے میں اور واپس گھر کی طرف لوٹنے کی تعلیم میں، خود شہد میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں اور اس میں بہت سے امراض کی شفا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کمال درجے کی رحمت کی نشانی ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کون ان چیزوں کو بنا سکتا ہے اور ان کی جبلت میں فطری تعلیم رکھ سکتا ہے۔

﴿وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ یَتَوَفّٰىکُمۡ وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِکَیۡ لَا یَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَیۡئًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ(70) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے اور تم میں سے کوئی نکمی عمر کو لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے''۔(70)

سوال1: ﴿وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ یَتَوَفّٰىکُمۡ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یہ آیت اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت، اس کی رحمت کی دلیل ہے جو اس کی عبادت کو لازم کرتی ہے۔(2) اللہ تبارک وتعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہی ہے جس نے بندوں کو پیدا کیا اور ان کو تخلیق کے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل کیا اور جب وہ اپنی مدت مقررہ پوری کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو وفات دے دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1414)

سوال2: ﴿وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِکَیۡ لَا یَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَیۡئًا ﴾ ''اور تم میں سے کوئی نکمی عمر کو لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ ﴾ ''اور تم میں سے کوئی نکمی عمر کو لوٹا دیا جاتا ہے'' اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جلدی وفات

دے دیتا ہے اور کچھ کو بڑھاپے تک پہنچاتا ہے۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے ہوش وحواس قائم نہیں رہتے۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ م بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ م بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ط یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ج وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:54) (3) اس عمر میں انسان ظاہری اور باطنی قویٰ کی کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ عقل بھی، جو کہ انسان کا جوہر ہے، اس سے متاثر ہوتی ہے، اس کی عقل کی کمزوری میں اضافہ ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ ان تمام چیزوں کو بھول جاتا ہے جو اسے معلوم تھیں، اس کی عقل بچے کی عقل کی مانند ہو جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1414,1415) (4) ﴿لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا﴾ ''تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے'' رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ط اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اسے ساخت میں الٹ دیتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے؟'' (یٰس:68) (5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةَ الدَّجَّالِ،وَفِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ﴾ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے، سستی سے، ارذل عمر سے (نکمی اور خراب عمر 80 یا 90 سال کے بعد) عذاب قبر سے، دجال کے فتنے سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے۔ (بخاری:4707) (6) نکمی عمر سے محفوظ رہنے کی دعا: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا یَعْنِی فِتْنَةَ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ ''اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاؤں اور میں دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' (بخاری:6365)

سوال 3: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے۔ یہ چیز بھی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت کے تحت ہی ہے کہ آدمی تخلیق کے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1414,1415) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ م بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ م بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ط یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ج وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:54)

رکوع نمبر 16

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ(71)﴾

''اوراللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک دوسرے پر رزق میں فضیلت دی ہے،تو جن لوگوں کوفضیلت دی گئی وہ اپنا رزق ان پر لوٹا دینے والے نہیں ہیں جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں کہ پھر وہ اس میں برابر ہوجائیں تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟''(71)

سوال1:﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ﴾''اوراللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک دوسرے پر رزق میں فضیلت دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ﴾''اوراللہ تعالیٰ''یعنی تم مخلوق ہواور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے۔(2)یہ اللہ تعالیٰ کی توحیداور شرک کی قباحت پر دلیل ہے۔(3)﴿فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ﴾''تمہیں ایک دوسرے پر رزق میں فضیلت دی ہے''اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق کے معاملے میں مختلف رکھا ہے۔کسی کو اس نے مال ودولت سے نوازا ہے اور کسی کو مال سے محروم رکھا ہے،کوئی آزاد اور کوئی غلام ہے۔دنیا میں کوئی کسی چیز کا مالک نہیں۔اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے۔وہی رزق کے اور سارے فیصلے کرتا ہے۔کسی سے روکتا اور کسی کو عطا کرتا ہے۔

سوال2 :﴿فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ﴾''تو جن لوگوں کوفضیلت دی گئی وہ اپنا رزق ان پر لوٹا دینے والے نہیں ہیں جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں کہ پھر وہ اس میں برابر ہوجائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''تو جن لوگوں کوفضیلت دی گئی وہ اپنا رزق ان پر لوٹا دینے والے نہیں ہیں جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں کہ پھر وہ اس میں برابر ہوجائیں''رب العزت نے فرمایا ہے کہ دیکھو تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تمہارے غلام روزی میں تمہارے برابر ہوجائیں پھر اللہ تعالیٰ اپنی عبادت اور تعظیم میں اپنے غلاموں کی برابری کو کیسے برداشت کرسکتا ہے؟(2)رب العزت نے فرمایا:﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے،کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس رزق میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کہ تم اُس میں برابر ہو؟تم ایک دوسرے سے ڈرنے کی طرح اُن سے بھی ڈرتے ہو؟اسی طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں''۔(الروم:28)

سوال3:﴿اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾''تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں'' کیا یہ سب سے بڑا ظلم اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار نہیں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔(2)اگر انہوں نے ان نعمتوں کا اقرار کیا ہوتا اور ان کو اس ہستی کی طرف منسوب کیا ہوتا جو اس کی مستحق ہے تو یہ کبھی شرک نہ کرتے۔(3)اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے مال میں سے دوسروں کے لیے نذریں اور نیازیں نکالتے ہیں اور یوں نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق میں کمی یا برتری کیوں رکھی جاتی ہے؟

جواب:(1)رزق میں برتری یا رزق میں کمی اتفاقی طور پر نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہے۔(2)رزق میں فرق اللہ تعالیٰ کی گہری حکمت کے مطابق ہے۔(3)بعض اوقات رزق میں فراوانی آزمائش ہوتی ہے۔(4)بعض اوقات رزق کی کمی میں حکمت ہوتی ہے۔(5)﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔''(الشوریٰ:27)(6)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک رسالہ لکھا کہ اپنی روزی پر قناعت اختیار کرو اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک سے زیادہ امیر رکھا ہے یہ بھی اس کی طرف سے آزمائش ہے کہ وہ دیکھے کہ امیر کس طرح شکر الٰہی ادا کرتے ہیں اور جو حقوق دوسروں کے ان پر جناب باری نے مقرر کئے ہیں کہاں تک انہیں ادا کرتے ہیں۔(ابن کثیر:139/3)

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ط اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ(72)﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور اس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا تو کیا پھر بھی باطل پر وہ ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں؟''(72)

سوال1:﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور اس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾''اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو عظیم احسان فرمایا اس کا ذکر ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں عطا کیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو۔رب العزت نے فرمایا﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴾ ''اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرسکواوراس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جوغور وفکر کرتے ہیں۔'' (الروم:21)(2)﴿ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِیَسۡکُنَ اِلَیۡهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتۡ حَمۡلًا خَفِیۡفًا فَمَرَّتۡ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثۡقَلَتۡ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنۡ اٰتَیۡتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیۡنَ ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اوراسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس کی طرف سکون پائے، پھر جب اس نے اس (بیوی) کوڈھانپ لیا تو اس نے ایک ہلکا سا حمل اٹھالیا، پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ اپنے رب سے دعا کی: ''اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔'' (الاعراف:189)(3)اگر انسانوں کی بیویاں کسی اور جنس میں ہوتیں تو وہ محبت اور رغبت کیسے ہوسکتی تھی؟(4)﴿وَّجَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ بَنِیۡنَ وَحَفَدَةً ﴾ ''اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے'' اللہ تعالیٰ نے دوسرے احسان کا ذکر فرمایا کہ تمہیں بیویوں سے اولاد عطا کی اور ان سے پوتے دیئے تا کہ تمہیں آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہو اور یہ اولاد تمہاری خدمت کرے اور ہر طرح کی خیر خواہی کرے۔ اس جملے میں بیٹوں کے ساتھ پوتوں کا ذکر فرمانے میں اس طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس جوڑے بنانے کا اصل مقصد نسل انسانی کی بقاء ہے کہ اولاد پھر اولاد کی اولاد ہوتی ہے تو یہ انسان کی بقاءنوعی کا سامان ہوا۔ (تفسیر معارف القرآن:377/5)(5)﴿وَّرَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ﴾ ''اوراس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا'' یعنی تمہیں مشروب اور نفیس حلال غذائیں کھانے کو دیں۔ تمہیں کتنی نعمتیں دیں جن کا شمار کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔

سوال2:﴿اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ وَبِنِعۡمَتِ اللّٰهِ هُمۡ یَکۡفُرُوۡنَ ﴾ ''تو کیا پھر بھی باطل پر وہ ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴾ ''تو کیا پھر بھی باطل پر وہ ایمان رکھتے ہیں'' باطل سے مراد وہ چیز ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ (الاساس:2959/6)(2)قتادہ نے فرمایا: کیا وہ شرک کرتے ہیں۔ (الدرالمنثور:234/4)(3)باطل معبود تخلیق، رزق اور تدبیر کسی چیز پر بھی قادر نہیں اور یہ بات ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے کیونکہ وہ باطل ہے۔ تب مشرکین اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو کیسے معبود بنالیتے ہیں؟ (تفسیر سعدی:1416/2)(4)﴿وَبِنِعۡمَتِ اللّٰهِ هُمۡ یَکۡفُرُوۡنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں'' یعنی انسان بڑا ہی ناشکرا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیوی دیوتاؤں کے نام کرتا ہے۔ کیا یہ سب سے بڑا جرم، سب سے بڑا گناہ، سب سے بڑا ظلم نہیں ہے؟ (5)ابن جریج نے کہا: اللہ تعالیٰ کی نعمت محمد ﷺ پر ہے جس کا مشرک انکار کرتے ہیں۔

سوال3: انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کیسے کرتے ہیں؟

جواب:(1)انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو غیر اللہ سے منسوب کرتا ہے۔(2)مشرک اسے بتوں اور دوسری ہستیوں کے نام منسوب کرتے ہیں۔(3)ملحد اسے فطرت کا نظام قرار دیتے ہیں۔(4)نعمتوں کی ناشکری خود ساختہ خیالات کی وجہ سے ہوتی ہے۔

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ(73)﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لیے نہ آسمانوں سے کسی رزق کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین سے اور نہ وہ کر ہی سکتے ہیں۔''(73)

سوال:﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لیے نہ آسمانوں سے کسی رزق کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین سے اور نہ وہ کر ہی سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾''اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ ان کی عبادت کرتے ہیں''مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری مخلوق کی عبادت کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ عطا کرنے والا ہے۔(2)﴿مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا﴾''جو ان کے لیے نہ آسمانوں سے کسی رزق کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین سے''مشرکوں کے بت اور دوسری ہستیاں جن کو وہ پوجتے ہیں ان کو زمین اور آسمان سے ذرا سا رزق بھی نہیں دلا سکتے۔نہ وہ زندگی اور موت پر اختیار رکھتے ہیں نہ وہ نفع نقصان پہنچانے پر۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ﴾''یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور گریز پر اڑے ہوئے ہیں۔''(الملک:21)(4)﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾''آپ کہہ دیں: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دوست بناؤں؟ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا، آپ کہہ دیں: یقیناً مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا ہوں جو اسلام لائے اور آپ ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنیں''۔(الانعام:14)(5)﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔(الذاریات: 58)(6)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾'' اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو؟''(فاطر:3)(7)﴿وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾''اور نہ وہ کر ہی سکتے

ہیں‘‘(i)اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رزق نہیں دے سکتا۔(ii)اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھ سکتا۔(iii)اس لیے کسی اور کی عبادت نہیں کی جاسکتی۔(8)﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾’’اللہ تعالیٰ کی بجائے تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اور تم جھوٹ گھڑتے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو اللہ تعالیٰ کے پاس سے رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو اسی کی طرف تم واپس لائے جاؤ گے۔‘‘(العنکبوت:17)

﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (74)﴾

’’پس تم اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو‘‘۔(74)

سوال1:﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ﴾’’پس تم اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ﴾’’پس تم اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو‘‘ بے شک اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا اور اس کے ہم سر جیسا بھی کوئی نہیں۔(فتح القدیر:227/3)(2)انسان اللہ تعالیٰ کی اولاد بناتا ہے کہ جیسے ہماری اولاد ہے ایسے اللہ تعالیٰ کی بھی اولاد ہے۔(3)انسان اللہ تعالیٰ کے سفارشی بناتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ جیسے ہمارے یہاں بڑے لوگوں تک پہنچنے کے لیے کچھ سفارشی ہوتے ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے بھی سفارشی ہوتے ہیں۔

سوال2:انسان مثالیں کیوں گھڑتا ہے؟

جواب:انسان عقیدے میں خرابی کی وجہ سے مثالیں گھڑتا ہے۔

سوال3:﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾’’یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ﴾’’ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے‘‘یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کی نحوست کو جانتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا لیکن آپ لوگ جہالت کی وجہ سے غیروں کو شریک کر رہے ہو۔(2)﴿وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾’’ اور تم نہیں جانتے ہو‘‘تم شرک اور اس کی نحوست کے انجام کو نہیں جانتے۔(3)پس ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بلاعلم کوئی بات نہ کہیں اور ان مثالوں کو غور سے سنیں جن کو اللہ علیم وخبیر نے بیان کیا ہے۔(تفسیر سعدی:1417/2)

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (75) ﴾

'' اللہ تعالیٰ نے ایک غلام کی مثال بیان کی ہے وہ کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص وہ ہے جسے ہم نے اپنی جناب سے اچھا رزق دیا ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے کیا وہ دونوں برابر ہیں؟ سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(75)

سوال1: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ط هَلْ يَسْتَوٗنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ایک غلام کی مثال بیان کی ہے وہ کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص وہ ہے جسے ہم نے اپنی جناب سے اچھا رزق دیا ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے کیا وہ دونوں برابر ہیں''؟ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً﴾ اللہ تعالیٰ نے کافر کی مثال بیان کی ہے۔(2) ﴿عَبْدًا مَّمْلُوْكاً﴾ جو کسی دوسرے کا غلام ہے۔ (3) ﴿لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ ''وہ کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا'' جو مال کا مالک ہے نہ دنیا میں کسی چیز کا۔ وہ نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے کام کرتا ہے اور نہ کوئی بھلائی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ کچھ بھی خرچ نہیں کرتا۔(4) ﴿وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا﴾ ''اور ایک شخص وہ ہے جسے ہم نے اپنی جناب سے اچھا رزق دیا ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے'' دوسرا شخص آزاد، دولت مند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین رزق عطا کیا ہے۔ وہ سخی ہے، بھلائی کے کاموں کو پسند کرتا ہے، کھلے اور چھپے مال خرچ کرتا ہے۔(5) ﴿هَلْ يَسْتَوٗنَ﴾ '' کیا وہ دونوں برابر ہیں'' کیا یہ دونوں غلامی اور آزادی میں برابر ہو سکتے ہیں؟(6) یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان میں مساوات ممکن ہے۔ جب یہ دونوں مخلوق ہوتے ہوئے برابر نہیں تو ایک مخلوق اور غلام جو نہ قدرت اور اختیار رکھتا ہے اور ہر اعتبار سے محتاج ہے وہ اس رب کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو سارے جہان کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے؟

سوال2: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کامل اور خالص حمد ہے۔(2) ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ '' بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے'' اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے کہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اگر لوگوں کو اس کا علم ہوتا تو وہ شرک کا ارتکاب کبھی نہ کرتے۔

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ لا اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ط هَلْ يَسْتَوِىْ هُوَ لا وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ لا وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(76)﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کی مثال بیان کی، ان میں سے ایک گونگا ہے جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے وہ

جہاں بھی اسے بھیجتا ہے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا، کیا برابر ہے وہ اور جو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر ہے؟'' (76)

سوال1: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لاَ يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لاَ يَاْتِ بِخَيْرٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کی مثال بیان کی، ان میں سے ایک گونگا ہے جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے وہ جہاں بھی اسے بھیجتا ہے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلَيْنِ﴾ '' اور اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کی مثال بیان کی ہے'' جن کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ کافر اور مومن کی مثال ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1003/1)(2) ﴿اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ﴾ ''ان میں سے ایک گونگا ہے'' گونگا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہیں سن سکتا۔(3) ﴿لاَ يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ ''جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا'' جو کسی کام پر اختیار نہیں رکھتا۔ وہ نہ کسی کی بات سن سکتا ہے کہ جواب دے سکے، نہ کسی سے کچھ کہہ سکتا ہے کہ کچھ کروالے۔ وہ کچھ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔(4) ﴿وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ﴾ ''اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے'' وہ اپنے کام کرنے کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ اپنے مالک کی خدمت کرنے سے بھی قاصر ہے۔ اس طرح وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے۔(5) ﴿اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لاَ يَاْتِ بِخَيْرٍ﴾ ''وہ جہاں بھی اسے بھیجتا ہے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا'' کیونکہ اسے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ سمجھ نہیں سکتا اور اپنا مافی الضمیر بیان نہیں کرسکتا۔ نہ وہ بات سمجھا سکتا ہے اور نہ اس کی بات سمجھی جاسکتی ہے اس لیے وہ کوئی بھلائی کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ ﴿هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ﴾ ''کیا برابر ہے وہ'' یقیناً دو لوگ برابر نہیں ہوسکتے۔

سوال2: ﴿وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور وہ جو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ایک وہ جو انصاف کے ساتھ حکم کرتا ہے اور اس کے کام درست ہیں اور دوسرا وہ جو مالک پر بھی بوجھ ہے تو کیا بے نفع اور کامل نفع مند برابر ہوسکتے ہیں؟(2) اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے نہ وہ سن سکتے ہیں، نہ مصالح پر اختیار رکھتے ہیں۔(3) اگر اللہ تعالیٰ ان کے لیے انتظام نہ کرے۔(4) اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے شرکاء کے بے حقیقت ہونے کو ثابت کیا ہے۔ گونگے غلام کے ذریعے یہ سمجھایا گیا ہے کہ جو کچھ کہنے کی قدرت نہیں رکھتا اور مالک پر بوجھ ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے برابر کیسے ہوسکتا ہے جو کہ قادر ہے اور علیم ہے، جو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے؟

رکوع نمبر 17

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (77)﴾

''اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور قیامت کا معاملہ پلک جھپکنے جیسا ہے یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''۔(77)

سوال1:﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے''یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم رکھنے میں منفرد اور یکتا ہے، پس چھپی ہوئی باطن کی باتیں اور اسرار نہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(تفسیر سعدی:2/1418)(2)غیب اللہ تعالیٰ کا وہ نظام ہے جو ظاہر نظر آنے والی دنیا کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔غیبی نظام کی حقیقت یہ ہے کہ:(i)غیبی نظام موجود ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔(iii)انسان غیبی نظام کو نہیں دیکھ سکتا۔(iv)اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی غیب نہیں ہے۔(v)آسمان وزمین میں غیبی چیزیں بے شمار ہیں۔ان ہی میں قیامت کا علم بھی ہے۔

سوال2:﴿وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ﴾'' اور قیامت کا معاملہ پلک جھپکنے جیسا ہے یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ﴾''اور قیامت کا معاملہ''یعنی قیامت بھی اللہ تعالیٰ کے غیب میں سے ہے۔اس گھڑی کا علم بھی اس کے سوا کسی کو نہیں۔کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی۔(2)﴿اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ﴾'' پلک جھپکنے جیسا ہے یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے''یعنی قیامت واقع ہونے میں آنکھ جھپکنے جتنا بھی وقت نہیں لگے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحِ الْبَصَرِ﴾ ''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے''۔(القمر:50)(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:''دو آدمی کپڑا بچھائے سودا بازی کر رہے ہوں گے اور ابھی وہ اس سودا بازی اور کپڑا لپیٹنے سے فارغ نہ ہوں گے کہ قیامت آجائے گی اور ایک آدمی اونٹنی کا دودھ لے کر جا رہا ہوگا اور ابھی یہ اسے پینے نہ پائے گا کہ قیامت آجائے گی اور ایک آدمی اپنا حوض لیپ پوت رہا ہوگا لیکن ابھی نہ اس میں پانی بھرا جائے گا اور نہ پیا جائے گا کہ قیامت آجائے گی۔اور ایک آدمی کھانے کا نوالہ اپنے منہ کی طرف اٹھائے گا اور ابھی اس نے وہ منہ میں نہ ڈالا ہوگا کہ قیامت آجائے گی۔''(بخاری)(4)جب قیامت آئے گی تو مہلت کا وقت ختم ہو جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر حشر کے میدان کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے۔

سوال3:﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾''اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے، جو ہر چیز کو شامل ہے، مردوں کو زندہ کرنا کوئی انوکھی بات نہیں۔(تفسیر سعدی:2/1418)

﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (78) ﴾

''اوراللہ تعالیٰ نے تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تمہیں نکالا کہ تم کچھ بھی جانتے نہ تھے اوراس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم شکر ادا کرو''۔(78)

سوال1: ﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ نے تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تمہیں نکالا کہ تم کچھ بھی جانتے نہ تھے اوراس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم شکر ادا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ نے تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تمہیں نکالا'' اللہ تعالیٰ نے یہاں احسان عظیم یاد دلایا ہے کہ اس نے تمہیں ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا۔(2) ﴿ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴾ ''کہ تم کچھ بھی جانتے نہ تھے'' کہ تم کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے تھے اور نہ کچھ جانتے تھے۔(3) ﴿وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ ''اوراس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے'' اللہ تعالیٰ نے ان تینوں اعضاء کا ان کے فضل وشرف کی بنا پر خاص طور پر ذکر کیا ہے، نیز اس خصوصیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ تینوں اعضاء ہر علم کی کلید ہیں۔صرف یہی تین دروازے ہیں جن کے ذریعے سے علم انسان تک پہنچتا ہے ورنہ تمام اعضاء اور تمام ظاہری اور باطنی قویٰ اللہ تعالیٰ ہی نے عطا کئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو نشو ونما دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اس حالت کو پہنچ جاتے ہیں جو انسان کے لائق ہوتی ہے۔یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اس لیے عطا کیا ہے کہ وہ ان جوارح کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔پس جو کوئی ان جوارح کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے علاوہ کہیں اور استعمال کرتا ہے تو یہ جوارح اس کے خلاف حجت ہوں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا بدترین رویے سے مقابلہ کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1419)(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ﴾ '' تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''(الحج:46)(5) ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''تا کہ تم شکر ادا کرو'' اللہ تعالیٰ نے آنکھیں، کان اور دِل، پردہ غیب میں چھپے ہوئے حقائق کے لیے کھڑکیاں بنا دی ہیں تا کہ انسان چھپے ہوئے حقائق کا پتہ پالے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس کرے اور احسان مندی کے جذبے سے دِل جھک جائے اور وہ رب کا شکر گزار بن جائے۔(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''کہہ دو وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر ادا کرتے

ہو''۔(الملک:23)(7)اللہ تعالیٰ نے آنکھیں،کان،اور دل اسی لیے دیئے ہیں کہ انسان ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تمام عمر شکر ادا کرتا رہے۔
(8)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے(یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ)اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے،اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں،اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔''(صحیح بخاری:6502)(9)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ﴾''آپ کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ(نعمتیں)دلا دے؟ آپ دیکھیں ہم کس طرح آیات کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں پھر بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔(الانعام:46)(10)﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾''اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں۔''(سبا:13)

سوال2:غیب کے تذکرے کے ساتھ ماں کے پیٹ کا ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:ماں کا پیٹ بھی ایک غیبی جہان ہے۔اگرچہ وہ انسان کے بالکل قریب ہوتا ہے لیکن اس میں بچے کی تشکیل کیسے ہوتی ہے،زندگی کہاں سے آتی ہے اس کا انسان کو اپنے محدود علم کی وجہ سے پتہ نہیں چلتا۔

﴿اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(79)﴾

''کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں؟ انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تھامتا بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں''۔(79)

سوال1:﴿اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ﴾''کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں

دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں؟انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تھامتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیۡ جَوِّ السَّمَآءِ ﴾''کیاانہوں نے پرندوں کونہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں''پرندوں کواللہ تعالیٰ نے ایسی ہیئت میں پیدا کیا ہے جوان کے فضا میں اڑنے کے لیے درست ہے۔پھران کے لیے ہوا کومسخر کیا،پھران کواڑنے کی قوت اوروہ سب کچھ عطا کیا جس کی وجہ سے وہ اڑنے پر قدرت پاتے ہیں۔(2)﴿مَا یُمۡسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ﴾''انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تھامتا''فضا میں پرندوں کواللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے روکے ہوئے ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقۡبِضۡنَ ۛ مَا یُمۡسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ۛ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ﴾''اورکیاانہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پرپھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اورکبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا انہیں کوئی نہیں تھامتا،بلاشبہ وہ ہر چیز کوخوب دیکھنے والا ہے۔''(الملک:19)

سوال2:﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان کے لیے جوایمان رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں''پرندوں کا فضا میں اڑنا اللہ تعالیٰ کی منصوبہ بندی کی وجہ سے ممکن ہوا۔پرندے کے جسم کی بناوٹ سے ہی ہمارے ہوائی جہاز کونقل کیا گیا ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اڑنے کے لیے جوجسم درکار تھا وہی رب نے انہیں عطا کیا۔(2)پرندے کی پرواز کے لیے ہوا اسی طرح سے عطا کی گئی جیسے کشتی کے چلنے کے لیے سمندر کا پانی۔(3)پرندوں کے اڑنے کے لیے ہوا کا مسلسل زمین پر قائم رہنا ممکن بنایا گیا۔اس لیے زمین کے اندر کشش رکھی گئی۔اس کے بغیر پرندوں کا فضا میں اڑنا ممکن نہ ہوتا۔(2)﴿لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴾''ان کے لیے جوایمان رکھتے ہیں''اہل ایمان ہی اللہ تعالیٰ کی آیات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔وہ ان میں غوروفکر کرتے ہیں اور کافر اللہ تعالیٰ کی آیات کوغفلت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔(3)پرندوں کے اڑنے میں دراصل اللہ تعالیٰ کا کائنات میں عمل نظر آتا ہے۔مومن ان کی تخلیق میں پیدا کرنے والے رب کو پالیتا ہے۔پرندوں کے اڑنے سے یہ یقین ملتا ہے کہ پرندوں کواڑانے والا رب موجود ہے۔(4)قرآن مجید ایسے تمام مقامات پران محققین فاضلین کا کوئی بھی حصہ نہیں بتاتا،جوحیوانات پر کتابیں لکھتے ہیں، طیوروطیران پرعلمی تحقیقات کرتے رہتے ہیں اور پرندوں کی ساخت،ترکیب وعادت کے ماہرفن سمجھے جاتے ہیں۔ان مخلوقات کواللہ تعالیٰ کی نشانیاں سمجھنے کی سعادت توصرف اہل ایمان کے حصہ میں آئی ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ''اگرتم اللہ تعالیٰ پرایسا توکل کرتے جیسا کرنے کا حق ہے توتم کوبھی اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کودیا جاتا ہے۔وہ صبح کوخالی پیٹ جاتے ہیں اورشام کو پیٹ بھر کرواپس آتے ہیں۔''(ترمذی)(تیسیر القرآن :2/539)

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ م بُيُوْ تِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ(80)﴾

''اوراللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کوتمہارے لیے رہنے کی جگہ بنادیااوراس نے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دن اوراپنے قیام کے دن ہلکا پاتے ہواوران کی اون سے اوران کے پشم سے اوران کے بالوں سے گھر کا سامان اور ایک وقت تک فائدے کی چیزیں بنائیں۔''(80)

سوال1:﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ م بُيُوْ تِكُمْ سَكَنًا﴾'' اوراللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کوتمہارے لیے رہنے کی جگہ بنادیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ م بُيُوْ تِكُمْ سَكَنًا ﴾''اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کوتمہارے لیے رہنے کی جگہ بنادیا''یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پراپنی نعمتیں مکمل کردی ہیں۔ان کوگھر دیئے جس میں وہ زندگی بسر کرتے ہیں اور ہرطرح کے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ (2)یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھر اور بڑے بڑے محل بنائے جوتمہیں گرمی اورسردی سے بچاتے ہیں،تمہیں،تمہاری اولاداورتمہارے مال ومتاع کوٹھکانا مہیا کرتے ہیں۔تم ان گھروں میں،اپنے مختلف اقسام کے فوائداورمصالح کے لئے کمرے اور بالاخانے بناتے ہو۔ان گھروں میں تمہارے مال ومتاع اورتمہاری عزت وناموس کی حفاظت ہے اوراس قسم کے دیگرفوائدجن کا روز مشاہدہ ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی: 1421،1420/2)

سوال2: گھر بنانے کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب: گھر بنانے کا اصل مقصد قلب وذہن کا سکون ہے۔(1)اس میں حق تعالیٰ نے انسان کے''بیت''یعنی گھر کو''سکن''فرما کر گھر بنانے کا فلسفہ اورحکمت واضح فرمادی کہ اس کا اصل مقصد جسم اورقلب کا سکون ہے۔عادتاً انسان کا کسب وعمل گھر سے باہر ہوتا ہے جواس کی حرکت سے وجود میں آتا ہے۔اس کے گھر کا اصلی منشاء یہ ہے کہ جب حرکت وعمل سے تھک جائے تواس میں جا کرآرام کرے اورسکون حاصل کرے۔اگرچہ بعض اوقات انسان اپنے گھر میں بھی حرکت وعمل میں مشغول رہتا ہے مگر یہ عادتاً کم ہے۔(2)اس کے علاوہ سکون اصل میں قلب ودماغ کا سکون ہے جوانسان کواپنے گھر میں ہی حاصل ہوتا ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انسان کے مکان کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ اس میں سکون ملے۔(3)قرآن کریم ہرچیز کی روح اوراصل کو بیان کرتا ہے۔انسان کے گھر کا اصل مقصداورسب سے بڑی غرض وغایت سکون کوقرار دیا۔اسی طرح ازدواجی زندگی کا اصل مقصد بھی سکون قرار دیا ہے۔جس ازدواجی زندگی سے یہ مقصد حاصل نہ ہووہ اس کے اصلی فائدے سے محروم ہے۔آج کی دنیا میں ان چیزوں میں رسمی اورغیر رسمی تکلفات اورظاہری زیب وزینت کے سارے سامان جمع کردیئے مگرسکون قلب وجسم سے قطعاً محروم کرڈالا۔(تفسیر معارف القرآن:5/383)

سوال3:﴿ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ﴾اوراس نے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے گھر بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دن اور اپنے قیام کے دن ہلکا پاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ﴾ ''اوراس نے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لیے بنائے''یعنی یا تو جانوروں کی کھال سے یا ان پر اگنے والے بالوں سے یا اُون سے تمہارے لیے بنائے۔(2)﴿ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا ﴾''ایسے گھر جنہیں تم ہلکا پاتے ہو''ایسے گھر جن کا بوجھ سفر میں تمہارے لیے آسان ہوجاتا ہے۔(3)﴿يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ﴾ ''اپنے سفر کے دن اور اپنے قیام کے دن''یعنی وہ سفر میں تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔یہاں گھر بنانا تمہارا مقصد نہیں ہوتا اور اپنے مقام پر یہ خیمے تمہیں موسم کے سرد وگرم اور بارش سے بچاتے ہیں اور تمہارے سامان کو بھی بارشوں سے بچاتے ہیں۔

سوال4:﴿وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِ هَآ اَثَا ثًا وَّمَتَا عًا اِلٰى حِيْنٍ﴾''اوران کی اُون سے اوران کے پشم سے اوران کے بالوں سے گھر کا سامان اور ایک وقت تک فائدے کی چیزیں بنائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْ اَصْوَافِهَا ﴾''اوران کی اُون سے''اوران جانوروں کی اُون سے یعنی بھیڑوں اور اونٹوں کی اُون سے۔(2)﴿وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِ هَآ﴾''اور ان کے پشم سے اوران کے بالوں سے''یعنی بکریوں اور دوسرے جانوروں کے بالوں سے۔(3)﴿اَثَاثًا ﴾''گھر کا سامان''اثاث کا لفظ برتنوں خرچیوں،لباس اور اوپر اوڑھنے والے کپڑوں وغیرہ سب کو شامل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1421)(4)یعنی جانوروں کی کھالوں،بالوں،اوراون سے تم کپڑے اور گھریلو سامان تیار کرتے ہو۔(5)﴿وَّمَتَا عًا اِلٰى حِيْنٍ ﴾''اور ایک وقت تک فائدے کی چیزیں بنائیں''متاع سے مراد فرش،قالین اور دوسرا سامان ہے لیکن اس میں وہ ساری چیزیں شامل ہیں جو تمتع کی تعریف میں آتی ہیں یعنی خوشی دینے والی۔اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے جانوروں کا تذکرہ بھی سکون اور اطمینان دلانے والوں کے لحاظ سے کیا ہے۔(6)یعنی ان چیزوں کو دنیا میں استعمال کر کے ان سے قالین تیار کرتے ہو۔(7)یہ وہ چیزیں ہیں جن کی صنعت و حرفت سے انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے فائدے اٹھاتے ہیں۔

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلاً وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ (81)﴾

''اوراللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو پیدا کیا ہے اُن کے سائے بھی تمہارے لیے بنائے ہیں اور پہاڑوں میں تمہارے لیے چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے قمیصیں بنائیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور ایسی قمیصیں بھی جو تمہیں جنگ میں بچاتی ہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کرتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ''۔(81)

سوال1:﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلاً ﴾''اوراللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو پیدا کیا ہے ان کے سائے بھی تمہارے لیے بنائے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)ظلل سے مراد درختوں، بیلوں اور پہاڑوں کے سائے۔(2)اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سایوں کو پیدا کیا ہے۔اگر چہ ان میں کوئی صنعت نہیں مگر وہ تمہاری زندگی کی ضرورت ہیں۔تم ان درختوں کی چھاؤں اور دیگر سایوں میں آرام کرتے ہو۔

سوال2:﴿ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا ﴾''اور پہاڑوں میں تمہارے لیے چھپنے کی جگہیں بنائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور پہاڑوں میں تمہارے لیے چھپنے کی جگہیں بنائیں''یعنی تمہارے لیے غار اور کھوہ بنائے۔یہاں تم اپنے دشمنوں سے اور موسم کے سرد وگرم اور بارش میں پناہ لیتے ہو۔

سوال3:﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ﴾''اور تمہارے لیے قمیضیں بنائیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور ایسی قمیضیں بھی جو تمہیں جنگ میں بچاتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ ﴾''اور تمہارے لیے قمیضیں بنائیں''سرابیل سے''کرتے''مراد ہیں۔(بخاری؛کتاب التفسیر)(2)یعنی تمہارے لیے تمہارے رب نے لباس اور کپڑے بنائے۔(3)﴿تَقِيْكُمُ الْحَرَّ ﴾''جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں''جو تمہیں گرمی،لو اور گرم ہوا کے تھپیڑوں سے بچاتے ہیں۔(4)اللہ تعالیٰ نے سردی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ سورت کے ابتدا میں اصولی نعمتوں کا ذکر ہے اور یہاں ان نعمتوں کا ذکر ہے جو ان نعمتوں کی تکمیل ہے۔سردی سے بچاؤ ایک بنیادی نعمت اور ضرورت۔ہے اللہ تعالیٰ نے سورت کی ابتداء میں اس کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔﴿لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ ﴾''جن میں تمہارے لئے جاڑے کا سامان ہے اور فائدے ہیں''(سورہ النحل:5)(تفسیر سعدی:2/1421)

سوال4:﴿وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ﴾''اور ایسی قمیضیں بھی جو تمہیں جنگ میں بچاتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ایسی قمیضیں بھی جو تمہیں جنگ میں بچاتی ہیں''اس میں سرابیل سے''زرہیں''مراد ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)(2)یعنی وہ لباس جو تمہیں جنگ میں کام دیتے ہیں مثلاً لوہے کی زرہیں،خود اور بکتر وغیرہ۔

سوال5:﴿كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴾''اس طرح اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کرتا ہے تا کہ تم فرماں بردار بن جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ ﴾''اس طرح اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کرتا ہے''اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ضرورت کی چیزیں عطا کی ہیں اور اتنی نعمتوں سے نوازا ہے جن کا شمار ممکن نہیں۔(2)﴿لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ﴾ ''تا کہ تم فرماں بردار بن جاؤ''تا کہ تم ان نعمتوں کو دیکھو تو اپنے رب کا اس بات پر شکر ادا کرو کہ کس طرح اس نے تمہیں اپنے انعامات سے ڈھانپ رکھا ہے۔(3)

اس کے دومطلب ہوسکتے ہیں۔ایک تو یہ ہے جوترجمہ سے ظاہر ہے،دوسرا یہ کہ لباس اس لیے بنائے کہ تم گرمی کی لو سے محفوظ رہواور جنگی لباس یا زرہ بکتر وغیرہ اس لیے بنائے کہ تم دوران جنگ زخمی ہونے سے محفوظ رہ سکو۔اور اتمام نعمت سے مراد یہاں انسان کی جملہ ضروریات کی تکمیل ہے۔(تیسیر القرآن:540/2)(4)تب شاید تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کرواور اس کے حکم کی تعمیل کرواور اس نعمت کوتم اس کے والی اور عطا کرنے والے کی اطاعت میں صرف کرو۔پس نعمتوں کی کثرت بندوں کی طرف سے ایسے اسباب کی باعث بنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے شکراور اس کی حمدوثنا میں اضافے کا موجب ہیں۔مگر ظالموں نے تکبر اور عناد ہی کا مظاہرہ کیا۔(تفسیر سعدی:1421/2)(5)سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ جس گدھے پر سوار تھے میں اس پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔اس گدھے کا نام عفیر تھا آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ دے۔میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو اس کی بشارت نہ دو ورنہ وہ خالی اعتماد کر بیٹھیں گے (اور نیک اعمال سے غافل ہو جائیں گے)۔'' (صحیح بخاری:2856)

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ(82)﴾

''پھر اگر یہ منہ موڑیں تو یقیناً آپ کے ذمے واضح پہنچا دینا ہے۔''(82)

سوال: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''پھر اگر یہ منہ موڑیں تو یقیناً آپ کے ذمے واضح پہنچا دینا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''پھر اگر یہ منہ موڑیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی آیات کے ذریعے سے تذکیر کے بعد بھی اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی اطاعت سے روگردانی کریں۔(تفسیر سعدی:1421/2)(2)یعنی وہ اسلام لانے سے اعراض کریں۔(الاساس:2962/6)(3)﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''تو یقیناً آپ کے ذمے واضح پہنچا دینا ہے'' یعنی اگر ان احسانات کے باوجود وہ حق سے پھر جائیں تو آپ پر اس کا کوئی بار نہیں۔(4)ان کی ہدایت وتوفیق آپ کے ذمے نہیں ہے بلکہ آپ سے صرف وعظ،تذکیر اور انذار وتحذیر کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔جب آپ نے یہ فرض ادا کر دیا تو ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کو دیکھ رہے ہیں اور اس کی نعمت کو پہچانتے ہیں مگر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1421،1422/2)(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ''اور اپنے خاندان کے قرابت داروں کو ڈراؤ'' نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے (صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر) آواز دی کہ اے جماعت قریش! یا اسی

طرح کا اور کوئی کلمہ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ (اگر تم شرک وکفر سے باز نہ آئے تو) اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے لیے بالکل کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔ اے صفیہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ اے فاطمہ! محمد ﷺ کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے لے لو لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ (بخاری:4771)

﴿ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ(83)﴾

''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں اور پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ کافر ہیں''۔ (83)

سوال: ﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں اور پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ کافر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا﴾ ''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں اور پھر اس کا انکار کرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد محمد ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے جس کا تذکرہ ایک اور مقام پر یوں فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب ان ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ (آل عمران:164) (2) وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں۔ (3) ﴿وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور ان میں سے اکثر لوگ کافر ہیں'' لیکن اکثر لوگ آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ (جامع البیان:163/14) (3) ان میں کوئی بھلائی نہیں۔ آیات الٰہی کا بار بار آنا بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ ان کی عقل فساد کا اور ان کے مقاصد برائی کا شکار ہیں، وہ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ عناد رکھنے والے، اس کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ تکبر سے پیش آنے والے کو سزا دے گا۔ (تفسیر سعدی:1422/2) (4) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری میں بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا؟'' (ابراہیم:28)

رکوع نمبر:18

﴿يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (84)﴾

''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ اُٹھائیں گے پھر ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا نہ اجازت دی جائے گی اور نہ ہی ان سے معافی کی درخواست کی جائے گی''۔(84)

سوال:1﴿يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا﴾''اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ﴾''اور جس دن'' اللہ رب العزت نے حشر کے دن کافروں کے حال کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔(2)﴿نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا﴾''ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے'' ہر قوم میں سے اللہ تعالیٰ گواہ کھڑا کریں گے یعنی قوم کا نبی اس پر گواہی دے گا کہ اس کی قوم نے کہاں تک نبی کی دعوت قبول کی۔(3) نبی ان کے اعمال پر گواہی دے گا کہ انہوں نے دعوت پر کہاں تک عمل کیا۔(4) جو گواہ کھڑا کیا جائے گا وہ سب سے عادل اور پاک ہوگا۔(5) اس گواہی کے بعد لوگوں کے خلاف فیصلہ مکمل ہو جائے گا۔(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور اُن کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الزمر:69)(7)﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ م بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔'' (النساء:41) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:(قیامت کے دن سیدنا نوح علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے) اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ کیا (میرا پیغام) تم نے پہنچا دیا؟ نوح عرض کریں گے میں نے پیغام پہنچا دیا تھا' اے رب العزت! اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت فرمائے گا' کیا (نوح علیہ السلام نے) میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے نہیں' ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نوح سے دریافت فرمائے گا، اس کے لئے آپ کی طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت (کے لوگ میرے گواہ ہیں) چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام خداوندی اپنی قوم تک پہنچایا اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم ہے ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا' تاکہ تم لوگوں پر گواہی دو' اور وسط کے معنی درمیانی کے ہیں۔ (بخاری:3339)

سوال:2﴿ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾''پھر ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا نہ اجازت دی جائے گی اور نہ ہی ان سے معافی کی درخواست کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾''پھر ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا نہ اجازت دی جائے گی'' یعنی کفار کو معذرت پیش

کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ ان کو اپنے مؤقف کے بطلان کے معلوم ہونے کے بعد ان کا عذر، محض جھوٹا عذر ہوگا، جو ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اگر وہ دنیا میں واپس جانا چاہیں گے تاکہ وہ اپنے گناہوں کی تلافی کر سکیں تو انہیں واپس جانے کی اجازت ملے گی نہ ان سے ناراضی کو دور کیا جائے گا بلکہ جب وہ عذاب کو دیکھ لیں گے تو ان کو جلدی سے عذاب میں دھکیل دیا جائے گا، وہ عذاب جس میں کوئی تخفیف کی جائے گی نہ ان کو کوئی ڈھیل دی جائے گی اور نہ مہلت، کیونکہ ان کے دامن میں کوئی نیکی نہ ہوگی۔ (تفسیر سعدی:2/1422,1423) (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے۔'' (المرسلات:35) (3) ﴿وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ انہیں مہلت نہیں دی جائے گی، نہ ہی توبہ کا کوئی موقع ہوگا۔ ان کے اعمال کا حساب کتاب کیا جائے گا۔ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیں گے اور نادم ہوں گے۔ (4) آخرت کی گواہی اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس کی بنیاد پر لوگوں کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (85)﴾

''اور جب وہ لوگ عذاب دیکھیں گے جنہوں نے ظلم کیا تو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ کوئی مہلت دیے جائیں گے۔'' (85)

سوال: ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''اور جب وہ لوگ عذاب دیکھیں گے جنہوں نے ظلم کیا تو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ کوئی مہلت دیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَاب﴾ ''اور جب وہ لوگ عذاب دیکھیں گے جنہوں نے ظلم کیا'' یعنی جب مشرک عذاب میں پکڑے جائیں گے۔ (2) ﴿فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ﴾ ''تو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا'' ان کے عذاب میں ذرا برابر کمی نہ ہوگی۔ (3) اس کا مطلب یہ ہے کہ (i) عذاب میں کوئی وقفہ نہیں آئے گا۔ (ii) عذاب مسلسل ہوگا۔ (4) ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''اور نہ وہ کوئی مہلت دیے جائیں گے'' انہیں عذاب میں مبتلا کرنے کے بعد مہلت نہیں دی جائے گی۔ ان کے دامن میں کوئی نیکی نہیں ہوگی اس لئے وہ جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔ (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (٣٦) يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (٣٧)﴾ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اگر واقعتاً ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ ہو تاکہ وہ اس کو قیامت کے دن کے عذاب سے فدیے میں دے دیں تو ان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہوں گے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔ (المائدہ:36,37) (6) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا (٦٤) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (٦٥) يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور اُن کے لیے

بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ، نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار۔ جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی!'' (الاحزاب:66-64)

﴿ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَ هُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ج فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ (86)﴾

''اور جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہی ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے چنانچہ وہ (شریک) یہ بات ان پر ہی ڈال دیں گے کہ بلاشبہ تم جھوٹے ہو''۔ (86)

سوال1: ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَ هُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ﴾ ''اور جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہی ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَ هُمْ﴾ ''اور جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے'' یعنی قیامت کے دن جب مشرک اپنے خودساختہ شریکوں کو دیکھیں گے۔ (2) ﴿قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ﴾ ''تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہی ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے'' مشرک قیامت کے دن اپنے شریکوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ اے اللہ یہ ہیں ہمارے وہ دیوتا جن کی ہم دنیا میں عبادت کرتے تھے اور ہم نے آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ (3) مشرکوں کا باطل ہونا خود ان پر واضح ہو جائے گا۔ ان کے لئے انکار کے امکانات ہی ختم ہو جائیں گے۔

سوال2: ﴿فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ (شریک) یہ بات ان پر ہی ڈال دیں گے کہ بلاشبہ تم جھوٹے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ﴾ ''چنانچہ وہ (شریک) یہ بات ان پر ہی ڈال دیں گے'' خودساختہ معبودان کی تردید کریں گے۔ (2) ﴿اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم جھوٹے ہو'' کیونکہ تم نے ہمیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہماری بھی عبادت کیا کرتے تھے۔ پس ہم نے تمہیں عبادت کا حکم دیا تھا نہ ہم نے کبھی الوہیت کے استحقاق کا دعویٰ کیا تھا، اس لئے اپنے آپ کو تو تب اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے شرک کو تسلیم کر لیں گے اور اس کے فیصلے کے سامنے جھک جائیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ عذاب کے مستحق ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1423) (3) اس بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا

(۸۱) كَلَّاط سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (۸۲)﴾ ''اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوامعبود بنائے ہیں تا کہ وہ ان کے لئے باعث عزت ہو۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور وہ ان کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔'' (مریم:81,82)

﴿ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (87)﴾

''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اُس دن فرماں بردار ہونا پیش کریں گے اور وہ سب ان سے کھو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔'' (87)

سوال: ﴿وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اُس دن فرماں بردار ہونا پیش کریں گے اور وہ سب ان سے کھو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اُس دن فرماں بردار ہونا پیش کریں گے'' اس وقت مشرک اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں''۔ (مریم:38) (2) ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' (السجدہ:12) (3) ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور وہ سب ان سے کھو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' اس دن مشرکوں کے معبودان سے گم ہو جائیں گے، وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہوں گے۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھینچ لائیں گے پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل لاؤ۔ تو وہ جان لیں گے کہ یقیناً حق اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ بھی اُن سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔'' (القصص:75)

﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ (88)﴾

''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم اُن کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔'' (88)

سوال: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے

کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم اُن کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے اے محمد ﷺ! آپ کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کو جھٹلایا وہ اپنے رب کے ہاں کس حال میں لائے جائیں گے۔(جامع البیان:165/14)(2)﴿وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا'' انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے سے روکا۔(جامع البیان:165/14)(3)اس سے مراد ہے کہ مسجد حرام سے روکا، کتاب سے روکا۔(تفسیر فتح القدیر:235)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ ط وَاِنْ یُّھْلِکُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور وہ اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور ہی رہتے ہیں اور اپنی جانوں کے سوا وہ کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''(الانعام:26)(5)مشرک لوگوں کو حق سے روکتے ہیں، گمراہی کی دعوت دیتے ہیں، خود بھی بھٹکے ہیں اور لوگوں کو بھی بھٹکاتے ہیں۔(6)﴿زِدْنٰھُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ﴾ ''ہم اُن کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے''(i)جو لوگ خود گمراہ ہوئے لیکن اُنہوں نے دوسروں کو گمراہ نہیں کیا اُن کے لئے اُن لوگوں کے مقابلے میں ہلکا عذاب ہوگا جنہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہوگا۔(ii) گمراہوں کے قائدین کے لئے عذاب پر عذاب میں اضافہ ہوگا کیونکہ وہ گمراہی کی قیادت کرتے رہے۔(7)اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن دوہرا عذاب دے گا، ایک تو ان کے کفر کی وجہ سے اور دوسرا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کرتے رہے۔(تیسیر الرحمٰن:780/1)(8)یہ آیت دلیل ہے کہ جہنم میں کافروں کے عذاب کے درجات ہوں گے، جس طرح جنت میں مومنوں کے درجات اور مقامات ہوں گے۔(تیسیر الرحمٰن:781/1)(9)﴿بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں مجرموں کے انجام کا ذکر فرماتا ہے کہ انہوں نے کفر کیا، آیات الٰہی کی تکذیب کی، انبیاء ورسل کے خلاف جنگ کی، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور گمراہی کے داعی بن گئے، اس لئے وہ کئی گنا عذاب کے مستحق قرار پائے، جس طرح ان کا جرم کئی گنا ہے اور جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد برپا کیا۔(تفسیر سعدی:1423,1424/2)

﴿وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا عَلَیْھِمْ مِّنْ اَنْفُسِھِمْ وَجِئْنَا بِکَ شَھِیْدًا عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ ط وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ(89)﴾

''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان پر ایک گواہ ان ہی میں سے اُٹھائیں گے اور ان لوگوں پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے جو کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے''۔(89)

سوال1:﴿وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا عَلَیْھِمْ مِّنْ اَنْفُسِھِمْ وَجِئْنَا بِکَ شَھِیْدًا عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ﴾ ''اور جس دن ہم

ہر اُمت میں سے ان پر ایک گواہ ان ہی میں سے اُٹھائیں گے اور ان لوگوں پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا﴾ ''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان پر ایک گواہ ان ہی میں سے اُٹھائیں گے'' اللہ رب العزت نے حشر کے میدان میں ہر امت میں سے گواہ لانے کا ذکر کیا ہے۔(2) ﴿وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''اور ان لوگوں پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے'' نبی ﷺ کی شان کا بیان ہے کہ آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔(3) یعنی آپ ﷺ اپنی امت کی برائی اور بھلائی پر گواہ ہوں گے۔ ہر رسول اپنی امت پر گواہی دے گا کیونکہ وہ اپنی امت کے بارے میں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے۔(4) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین اُمّت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔'' (البقرہ: 143)(5) ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ م بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔'' (النساء:41)(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کو میں پڑھ کر سناؤں؟ وہ تو آپ ﷺ پر ہی نازل ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو سورہ نساء سنانی شروع کی۔ جب میں ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ م بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری:4582)

سوال2: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے جو کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾ یعنی محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا جس کی تبلیغ آپ پر فرض کر دی گئی تھی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ﴾ ''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے۔'' (القصص:85)(2) ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ''جو کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے'' جس میں ہر مفید علم موجود ہے، حلال و حرام کی تفصیلات بھی، قوموں کے واقعات بھی، دین کے اصول اور فروع بھی اور ہر چیز جس کے بندے محتاج ہیں اس کتاب میں واضح الفاظ و معانی کے ساتھ مکمل طور پر بیان کر دی گئی ہے اور ہر اس چیز کی تفصیل موجود ہے جس سے انہیں روکا گیا۔ اس لئے قرآن تمام انسانوں پر حجت ہے۔ اب جن لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا، قرآن ان کے لئے راہ نما بن گیا۔ وہ اس سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ (3) ﴿وَهُدًى﴾ ''اور ہدایت'' قرآن مجید کا نفع مند علم اور عمل صالح کی راہ نمائی ہدایت ہے کیونکہ دنیا اور آخرت کا ثواب اسی علم اور عمل

صالح کے ساتھ متعلق ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ط وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى﴾''آپ کہہ دیں کہ جولوگ ایمان لاتے ہیں یہ(قرآن)ان کے لئے ہدایت اورشفا ہے،اور جولوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اوروہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے۔''(حم السجدہ:44)(4)﴿وَرَحْمَةً﴾''اوررحمت''قرآن ان کے لئیرحمت ہے جواس کے ذریعے دنیااورآخرت کی بھلائی حاصل کرتے ہیں۔دنیااورآخرت کا بدلہ،دل کی اصلاح اوراس کے اطمینان کے ساتھ ہی متعلق ہے جورحمت ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾''اورہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جومؤمنوں کے لیے شفااوررحمت ہےاور جوظالموں کوخسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''(بنی اسرائیل:82)(5)﴿وَ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾''اورخوش خبری ہے مسلمانوں کے لئے''یہ کتاب دلوں میں نورِ ہدایت پیدا کرتی ہےاورمسلمانوں کے لئے رحمت اور بشارت ہے۔(مختصرابن کثیر:1008/16)(6)﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (۱۲۴) وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (۱۲۵)﴾''اورجب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہےتوان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کوایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جولوگ ایمان لائے،سوان کوایمان میں اس نے زیادہ کیا ہےاوروہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں(لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہےتواس نے ان کوگندگی میں اورگندگی کے ساتھ زیادہ کردیااوروہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔''(التوبہ:125،124)(7)قرآن عظیم کے معانی کے مطابق،جوکہ بلندترین معانی ہیں۔۔۔تربیت کے بغیرعقل کی تکمیل نہیں ہوتی۔اس کے معانی کے مطابق تربیت کے بغیراعمال کریمہ،اخلاق فاضلہ،رزق کشادہ،قول وفعل کے ذریعے سے دشمنوں پرفتح ونصرت،اللہ تعالیٰ کی رضااوراس کی عزت واکرام والی جنت حاصل نہیں ہوتی جس میں ہمیشہ رہنے والی ایسی ایسی نعمتیں ہیں جن کورب رحیم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(تفسیرسعدی:1425،1424/2)

رکوع نمبر19

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآيِٕ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (90)﴾

''یقیناًاللہ تعالیٰ عدل کااوراحسان کااوررشتے داروں کودینے کاحکم دیتاہےاوروہ بےحیائی اوربُرائی اورزیادتی سے روکتاہے،وہ تمہیں نصیحت کرتاہےتاکہ تم نصیحت حاصل کرو''۔(90)

سوال1:﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾''یقیناًاللہ تعالیٰ عدل کاحکم دیتاہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں عظیم آیت ﴿اللّٰہ لا الہ الا ھو الحی القیوم﴾ ہے۔(آل عمران:2)اور وہ آیت جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں خیر وشر کی جمیع ہے وہ النحل کی یہ آیت ہے۔(فتح القدیر:238/3)(2)﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جس عدل کا حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں عدل اور بندوں کے حقوق کے بارے میں عدل کو شامل ہے۔عدل یہ ہے کہ تمام حقوق کو پوری طرح ادا کیا جائے۔ بندہ مالی، بدنی اور ان دونوں پر مبنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کئے ہیں۔مخلوق کے ساتھ کامل انصاف پر مبنی معاملہ کیا جائے۔ پس ہر ولی اپنی ولایت کے تحت آنے والے ہر معاملے میں عدل وانصاف سے کام لے،خواہ یہ ولایت امامت کبریٰ (خلافت وامارت) یا ولایت قضا، یا خلیفہ کی نیابت یا قاضی کی نیابت ہو،اس معاملے میں سب برابر ہیں۔عدل وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اہل ایمان پر فرض کیا ہے اور عدل کے راستے پر گامزن رہنے کا حکم دیا ہے۔ معاملات میں عدل یہ ہے کہ خرید وفروخت اور تمام معاوضات میں آپ لوگوں کے ساتھ اس طرح معاملہ کریں کہ آپ کے ذمہ جو کچھ ہے اسے پوری طرح ادا کریں۔ آپ ان کے حق میں کمی کریں نہ دھوکہ دیں نہ ان کے ساتھ فریب کاری کریں اور نہ ان پر ظلم کریں۔عدل کرنا فرض ہے۔ (تفسیر سعدی: 1427،1425)(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عدل توحید ہے۔(تفسیر ابی السعود:88/4)(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ ''اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''(المائدہ:8)(5)﴿وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ ''اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو''۔(النساء:58)(6)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصاف کرنے والے رحمان کے دائیں جانب اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے۔(مسلم:4721)(7)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا جہاد سلطان جابر کے سامنے کلمہ عدل کہنا ہے۔(ترمذی:2174)(8)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا ہرگز رد نہیں ہوتی۔ایک روزہ دار کی جب وہ افطار کرتا ہے، دوسرے امام عادل کی، تیسرے مظلوم کی کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا کو اوپر اٹھالیتا ہے اور اس کے لیے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قسم ہے میری عزت کی میں تیری مدد کروں گا اگرچہ ایک مدت کے بعد ہو۔''(ترمذی:3598)(9)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''انسان کے بدن کے (تین سو ساٹھ جوڑوں میں سے) ہر جوڑ پر ہر اس دن کا صدقہ واجب ہے جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیان انصاف کرنا بھی ایک صدقہ ہے''۔(بخاری:2707،مسلم:1009)(10)عدل کی وجہ سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کیسا عدل چاہتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ ایسا عدل چاہتے ہیں جو امیر اور غریب کے لیے یکساں ہو۔(2)ایسا عدل جو دوست اور دشمن کے لیے یکساں ہو۔(3)ایسا عدل جو اپنے اور پرائے کے لیے یکساں ہو۔(4)ایسا عدل جو کمزور اور طاقت ور کے لیے یکساں ہو۔(5)ایسا عدل جو بغض اور محبت سے متاثر نہ ہو۔(6)ایسا عدل جو کسی خواہش سے متاثر نہ ہو۔(7)ایسا عدل جس میں سب کے لیے ایک معیار، ایک پیمانہ ہو۔

سوال3:﴿وَالْاِحْسَانِ﴾''اور احسان کا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْاِحْسَانِ﴾احسان سے پیش آنا فضیلت اور مستحب ہے، مثلاً لوگوں کو مال، بدن، علم اور دیگر مختلف قسم کی منفعتوں کے ذریعے سے فائدہ پہنچانا حتیٰ کہ اس جانور کے ساتھ احسان کرنا بھی اس میں داخل ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے یا نہیں کھایا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:1427.1425)(2)احسان کے معنی تفضّل کے ہیں۔(3)احسان عدل سے زائد ہے۔(4)احسان کے اصلی لغوی معنی اچھا کرنے کے ہیں۔(5)امام قرطبی نے فرمایا کہ جس شخص کے گھر میں اس کی بلی کو اس کی خوراک اور ضروریات نہ ملیں اور جس کے پنجرے میں بند پرندوں کی پوری خبر گیری نہ ہوئی ہو وہ کتنی ہی عبادت کرے محسنین میں شمار نہیں ہوگا۔(تفسیر معارف القرآن:5/391-390)(6)عبادات میں احسان کی وضاحت حدیث جبرائیل سے ہوتی ہے۔''ہمیں احسان کے بارے میں بتایئے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔''(صحیح مسلم:93)(7)﴿وَاَحْسِنُوْا ج اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾اور احسان کرو۔یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(البقرہ:195)(8)﴿وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ﴾''اور احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔اور زمین میں فساد کے طلب گار نہ بنو''۔(القصص:77)(9)﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔''(النحل:128)(10)﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ج صلے وَاَحْسِنُوْا ج اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔اور احسان کرو یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(البقرہ:195)(11)﴿بَلٰى ق مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ص وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾''کیوں نہیں، جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اُس کے لیے اُس کے رب کے پاس اُس کا اجر ہے اور اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔(البقرہ:112)(12)سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کے لیے دوگنا اجر ہے۔ایک وہ جو اہل کتاب سے ہو اور اپنے نبی پر اور محمد ﷺ پر ایمان لائے اور (دوسرے) وہ غلام جو اپنے آقا اور اللہ تعالیٰ (دونوں) کا حق ادا کرے اور (تیسرے) وہ آدمی جس کے پاس کوئی لونڈی ہو جس سے شب باشی کرتا ہے اور اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے، تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔(صحیح بخاری:97،صحیح مسلم5055)(13)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ایک شخص راستے میں محو سفر تھا، اس کو سخت پیاس لگ رہی

تھی۔اس نے (راستے میں) ایک کنواں دیکھا تو اس نے اس میں اتر کر پانی پیا۔جب وہ باہر نکلا تو دیکھا ایک کتا پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔اس نے اپنے دل میں سوچا، اس کتے کو بھی پیاس سے ویسی ہی تکلیف پہنچ رہی ہوگی جیسی مجھ پر گزری ہے۔چنانچہ وہ پھر سے کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر منہ میں اس کو پکڑ کر اوپر چڑھا اور یوں اس نے کتے کو پانی پلایا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے کام کی قدر کی اور اس کو بخش دیا۔'' لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! کیا ہم کو جانوروں پر رحم کرنے میں بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہر تازہ کلیجے والے (پر احسان کرنے) میں ثواب ملے گا۔'' (بخاری:6009)

سوال4: احسان کے معاشرتی زندگی پر کیا اثرات ہوتے ہیں؟

جواب: (1) احسان کی وجہ سے معاشرے میں خوش گواریت پیدا ہوتی ہے۔(2) احسان کی وجہ سے معاشرے کے افراد کے درمیان اپنائیت پیدا ہوتی ہے۔(3) احسان کی وجہ سے لوگوں میں فدا ہونے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔(4) احسان کی وجہ سے دلوں کی دشمنیاں دُور ہو جاتی ہیں۔(5) احسان کی وجہ سے انسان کے کریمانہ اخلاق کا اظہار ہوتا ہے۔(6) جس معاشرہ میں عدل قائم ہوگا اس میں ایک دوسرے کے حقوق غضب نہیں ہوتے تاہم کچھ کشمکش ضرور باقی رہتی ہے۔لیکن جس معاشرے میں احسان رواج پا جائے یا بالفاظ دیگر ہر شخص سے کچھ کم پر قانع ہو جائے تو ایسے معاشرہ میں نزاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس میں محبت، الفت اور اخوت جیسی بلند اقدار فروغ پانے لگتی ہیں۔نیز ان دونوں الفاظ کا اطلاق عقائد، اعمال، عبادت، اخلاق، معاملات اور جذبات سب باتوں پر ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن:2/545)

سوال5: ﴿وَاِیْتَآیِٕ ذِی الْقُرْبٰی﴾ ''اور رشتے داروں کو دینے کا (حکم دیتا ہے)'' رشتے دار کو دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) رشتے داروں کو دینے سے مراد یہ ہے کہ جیسے اپنی اولاد کی ضروریات پر انسان کا دل تڑپتا ہے ایسے ہی والہانہ انداز میں رشتے داروں کے لیے بھی دل تڑپے۔(2) اس سے مراد رشتے داروں پر خرچ کرنا ہے۔(3) اس سے مراد صلہ رحمی ہے۔(4) اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے مال پر صرف اپنا اور اپنے گھر والوں کا حق نہ سمجھے بلکہ رشتے داروں کے حقوق ادا کرنے کو وہ اپنی ذمہ داریوں میں شامل کر لے۔(5) اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں کو عطا کرنے کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اگرچہ وہ (احسان کرنے کے) عمومی حکم میں داخل ہیں۔کیونکہ ان کا حق موکد، ان کے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی متعین ہے اور صلہ رحمی کی ترغیب دی گئی ہے۔اس حکم میں، قریب اور دور کے تمام رشتہ دار داخل ہیں مگر جو رشتہ میں زیادہ قریب ہے وہ صلہ رحمی اور حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے۔(تفسیر سعدی:1427,142) (6) ﴿وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا﴾ ''اور رشتے دار کو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور تم بے جا خرچ نہ کرو، بے جا خرچ کرنا۔'' (بنی اسرائیل:26) (7) ﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۪ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''چنانچہ رشتے دار کو اور مسکین کو اور مسافر کو اس کا حق دے دو اُن لوگوں کے لئے یہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''۔(الروم:38) (8) ﴿وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی﴾ ''اور مال دے

اس کی محبت کے باوجود رشتے داروں کو۔'' (البقرۃ:177)(9)﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (۲۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ (۲۳) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (۲۴)﴾ ''پھر بلاشبہ تم سے توقع ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم زمین میں فساد برپا کردو گے اور اپنے رشتوں کو توڑ دو گے۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے پس اُنہیں بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں؟'' (محمد:22¾24)(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا یہاں تک کہ جب اُن سے فارغ ہوئے تو رشتہ داری نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یہ رشتہ توڑنے سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جی ہاں! کیا تُو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں تجھے ملانے والوں کے ساتھ مل جاؤں اور تجھے توڑنے والے سے میں دور ہو جاؤں۔ (رشتہ داری نے) عرض کیا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تیرے لیے (ایسا ہی فیصلہ ہے)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس آیتِ کریمہ کی تلاوت کرو: تو کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تمہیں حکومت دی جائے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنی رشتہ داری کو توڑ ڈالو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے پس ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ تو کیا وہ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟'' (مسلم:6518)(11) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رشتہ داری عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے گا اور جس نے مجھ توڑا اللہ تعالیٰ اُس سے دور ہوگا۔'' (مسلم:6519)(12) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رشتہ داری توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مسلم:6521)(13) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ اس پر اس کا رزق کشادہ کیا جائے یا اس کے مرنے کے بعد اس کو یاد رکھا جائے تو چاہیے کہ وہ اپنی رشتہ داری کو جوڑے۔'' (مسلم:6523)(14) سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے علی الاعلان فرمایا: میرا خاندان میرا دوست نہیں، میرا دوست اللہ تعالیٰ اور ایمان دار لوگ ہیں (دوسری روایت میں ہے) لیکن ان سے میری قرابت داری ہے جسے میں قائم رکھوں گا۔ (جمع الفوائد کتاب البر)

سوال 6: ﴿وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ﴾ ''اور فحاشی سے روکتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) (الفحشاء) ہر اس بڑے گناہ کو کہتے ہیں جس کو شریعت اور فطرت سلیم برا سمجھتی ہو، مثلاً شرک، قتل ناحق، زنا، چوری، خود پسندی، تکبر اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حقارت سے پیش آنا وغیرہ۔ (تفسیر سعدی:1425,1427) (2) ﴿فَحْشَآءِ﴾ سے مراد بے حیائی کے کام ہیں۔ (3) اس سے مراد کھلی ہوئی اخلاقی بُرائیاں ہیں۔ (4) اس سے مراد ہر وہ بات ہے جو انسان حد سے بڑھ کر کرے۔ (5) ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ '' اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ، ان میں سے جو ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ ہوں۔'' (الانعام:151)(6)

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کوحرام قرار دیا ہے جواس میں سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کواور ناحق ظلم کو'' (الاعراف:33) (7)﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ﴾ ''اورتم گناہ کے ظاہر کوبھی چھوڑ دواوراس کے باطن کوبھی۔ یقیناً جولوگ گناہ کمارہے ہیں یقیناً انہیں اس کا جلد بدلہ دیا جائے گا جووہ کرتے تھے۔ (الانعام:120) (8) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فحشاء سے مراد زنا ہے۔ (جامع البیان:168/14) (9)﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِیْلًا﴾ ''اورزنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے۔'' (بنی اسرائیل:32) (10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابن آدم پر اس کے زنا سے حصہ لکھ دیا گیا ہے۔ وہ لامحالہ اسے ملے گا۔ پس آنکھوں کا زنا (شہوت سے) دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل تمنا رکھتا ہے اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔ (مسلم:6754) (11) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت منداور کوئی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کوحرام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اپنی تعریف پسند کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری:5220) (12) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن نہ تو طعنہ دینے والا ہے نہ لعنت کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا اور نہ بیہودہ گو ہوتا ہے۔'' (ترمذی:1977) (13) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حیا ایمان کا ٹکڑا ہے اور ایمان کا انجام جنت ہے اور بے حیائی ظلم ہے اور ظلم کا انجام دوزخ ہے۔'' (ترمذی:2009) (14) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس چیز میں بے حیائی آتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے اور جس چیز میں حیا آتی ہے اسے زینت بخشتی ہے۔'' (ترمذی:1974)

سوال 7: ﴿وَالْمُنْكَرِ﴾ ''اور بُرائی سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) (اَلْمُنْكَر) میں ہر وہ گناہ اور معصیت داخل ہے جس کا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ہو۔ (تفسیر سعدی:1426) (2) منکر سے مراد ہر وہ کام ہے جسے شریعت اسلامی نے ناجائز قرار دیا ہو۔ (3) منکر سے مراد وہ نامعقول کام ہیں جن کو قبول کرنے سے انسان کی فطرت انکار کرتی ہے۔ (4) منکر وہ ہے جسے شریعت اور عقل قبیح قرار دے۔ (تفسیر منیر:538/7) (5) منکر سے مراد شرک ہے۔ (الدر المنثور:241/4) (6) اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ہمارے ہاں اپنے سے بڑے یا بزرگوں کو جی یا صاحب کہہ کر پکارا جاتا ہے لیکن عرب میں نہ ایسا دستور ہے اور نہ ہی اس بارے میں شریعت کا کوئی حکم ہے لہٰذا بڑوں کو ادب سے جی یا صاحب کے لقب سے یا واحد کے بجائے صیغہ جمع حاضر مخاطب میں بلانا معروف ہے اور اگر کوئی ''تو'' کہہ کر پکارے تو یہ منکر ہے۔ اس طرح قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر بیٹھنا یا لیٹنا ہمارے ہاں منکر ہے اور اسے برا اور معیوب سمجھا جاتا ہے جب کہ شریعت اس بارے میں خاموش ہے اور کئی ممالک کے لوگ اسے منکر نہیں سمجھتے نہ اسے معروف سمجھتے ہیں۔ اس آیت

میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو منکرات سے بھی منع کرتا ہے۔(تیسیر القرآن:545/2)

سوال8:﴿وَالْبَغْی﴾''اورظلم وزیادتی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)(البغی) سے مراد ہے لوگوں کے جان، مال اور ناموس پر ظلم وزیادتی کا ارتکاب کرنا۔(تفسیر سعدی:1425.1427)(2)اس سے مراد ہر وہ سرکشی ہے جس میں انسان اپنی حد سے گزر کر دوسرے پر دست درازی کرے۔(3)اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی قوت کو ناجائز فائدے اُٹھانے میں استعمال کرنے لگے۔(4)اس سے مراد کسی کی جان، مال اور آبرو کے خلاف ناحق کاروائیاں کرنا ہے۔(5)(البغی) سے مراد ظلم ہے۔(6)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: البغی سے مراد تکبر اور ظلم ہے۔(جامع البیان:168/14)(8)ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس سے آخرت کے عذاب کے ساتھ، جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تیار کر رکھا ہے دنیا میں بھی عذاب دینا لائق ہو سوائے بغاوت اور نا تا توڑنے کے (یعنی بغاوت اور قطع رحمی کرنے والے کو آخرت کے عذاب کے ساتھ دنیا کا عذاب بھی ہوگا۔(ابن ماجہ:1142)(9)بغی کے معنی کسی چیز کی طلب اور خواہش کے حصول میں مناسب حد سے آگے نکل جانا، اپنے حق سے کچھ زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرنا اور اسی نسبت سے دوسروں کا حق دبانا، اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا، نافرمانی کرنا، دوسروں کے جان و مال یا آبرو پر ناحق دست درازی کرنا، قانون شکنی کرنا، سرکشی کرنا وغیرہ سب کچھ شامل ہے۔معروف لفظ بغاوت بھی اسی سے مشتق ہے۔الغرض اگر ان مندرجہ بالا تین قسم کی برائیوں سے اجتناب کیا جائے تو ایسا معاشرہ ہر قسم کی قباحتوں اور برائیوں سے مہذب اور پاک صاف ہو جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:545/2)(10)سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔''(مسلم:6572)(11)سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ظلم وزیادتی اور قطع رحمی جیسا کوئی اور گناہ نہیں ہے، جو اس لائق ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے مرتکب کو اسی دنیا میں سزا دے باوجود اس کے کہ اس کی سزا اس نے آخرت میں رکھ چھوڑی ہو۔''(ابوداؤد:4902)

سوال9:﴿یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ﴾''وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَعِظُکُمْ﴾، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''یوصیکم''یعنی وہ تمہیں وصیت کرتا ہے۔(جامع البیان: 168/14)(2)وعظ ایسے کلام کو کہتے ہیں جو دل پگھلا دے۔(اضواء البیان:437/2)(3)اس طرح یہ آیت کریمہ تمام مامورات ومنہیات کی جامع ہے۔(تفسیر سعدی: 1426)

﴿ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ

كَفِيْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (91)﴾

''اورتم اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب تم آپس میں عہد کرواور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ دیا کرو جب کہ اللہ تعالیٰ کو تم اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم کرتے ہو'' (91)

سوال1: ﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ﴾ ''اورتم اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں عہد کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ﴾ ''اورتم اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں عہد کرو'' پس جب اللہ تعالیٰ نے ان امور کا حکم دیا جو اصل شریعت میں واجب ہیں، تو اس نے ان امور کو پورا کرنے کا بھی حکم دیا جن کو بندہ خود اپنے آپ پر واجب کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1426) (2) یعنی ایفائے عہد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لیے عہد پورا کرو۔ (3) یہ آیت کریمہ ان تمام عہدوں کو شامل ہے جو بندے نے اپنے رب کے ساتھ کئے ہیں، مثلاً عبادات، نذریں اور قسمیں وغیرہ جن کو بندے نے اپنے آپ پر لازم کیا ہو جب کہ وہ صحیح اور جائز ہوں اور یہ اس معاہدے کو بھی شامل ہے جو دو بندوں کے درمیان ہو، مثلاً لین دین کرنے والے دو اشخاص کے درمیان معاہدہ اور وہ وعدہ جو بندہ کسی اور کے ساتھ کرتا ہے اور اپنے آپ پر اس کو لازم قرار دے لیتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں قدرت رکھتے ہوئے معاہدوں اور وعدوں کو پورا کرنا واجب ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1427) (4) ﴿وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے''۔ (الانعام:152) (5) ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ '' اور عہد کو پورا کرو۔ یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔ (بنی اسرائیل:34) (6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔ (صحیح بخاری:34) (7) سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے جنگ بدر میں حاضر ہونے سے کسی بات نے نہیں روکا سوائے اس کے کہ میں اور میرا باپ حسیل باہر نکلے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں ہم کو کفارِ قریش نے گرفتار کرلیا۔ انہوں نے کہا تم محمد کے پاس جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا: ہم آپ ﷺ کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ ہم تو مدینہ جانا چاہتے تھے۔ تو انہوں نے ہم سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ لیا کہ ہم مدینہ واپس چلے جائیں گے اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ نہ کریں پھر ہم رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس واقعہ وعدہ کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں واپس چلے جاؤ۔ ہم ان کے معاہدہ کو پورا کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف مدد مانگیں گے۔ (صحیح مسلم:4639)

سوال2: معاشرتی زندگی میں ایفائے عہد کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:(1) کسی معاشرے میں تعلقات اسی وقت برقرار رہ سکتے ہیں جب لوگ عہد کا احترام کریں۔(2) ایفائے عہد کے بغیر اجتماعی نظام قائم نہیں ہوسکتا۔

سوال3:﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا﴾ ''اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ دیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا﴾ ''اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ دیا کرو'' اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے سے منع فرمایا ہے۔(2)﴿بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا﴾ ''انہیں پختہ کرنے کے بعد'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر پختہ قسمیں کھانے کے بعد انہیں نہ توڑو۔ (3) رب العزت نے فرمایا﴿فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔'' (الفتح:10) (4) عہد توڑنا لعنت کا سبب بنتا ہے۔﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ﴾ چنانچہ ان کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔(المائدہ:13) (5)﴿وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا﴾ ''جب کہ اللہ تعالیٰ کو تم نے یقیناً اپنے اوپر ضامن بنالیا ہے'' اے معاہدہ کرنے والو! تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بنالیا۔(6) اس لئے تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں ہے کہ تم اس کے مطابق عمل نہ کرو جس پر تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن مقرر کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کو ترک کرنا اور اس کی استہانت ہے۔ حالانکہ دوسرا فریق تم سے حلف لینے اور اس تاکید پر راضی ہوگیا جس میں تم نے اللہ تعالیٰ کو ضامن بنایا۔ جس طرح اس نے تمہیں امین بنایا اور تم پر اپنے حسن ظن کا اظہار کیا ہے اسی طرح تم بھی اپنے الفاظ اور تاکید کی پاس داری کرو۔(تفسیر سعدی:2/1427) (7) سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''واللہ! میں جس چیز پر قسم کھالوں اور پھر اس کے علاوہ دوسری چیز میں بہتری دیکھوں تو ان شاء اللہ ضرور اس نیک کام کو کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔'' (بخاری:6623) (8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی کو رات کے وقت نبی ﷺ کے پاس دیر ہوگئی، پھر اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹا تو بچوں کو سوتا ہوا پایا۔ اس کے پاس اس کی بیوی کھانا لائی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ اپنے بچوں کی وجہ سے نہیں کھائے گا۔ پھر اس کے لیے (مسئلہ) ظاہر ہوگیا تو اس نے کھالیا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی بات کی قسم کھائے اور پھر کسی دوسری بات کو اس سے بہتر پائے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے اور بہتر بات پر عمل کرے۔'' (صحیح مسلم:4271)

سوال4:﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہر عمل کرنے والے کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ دے گا۔

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا ۢ بَيْنَكُمْ اَنْ

تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (92)﴾

''اورتم اُس عورت جیسے نہ ہوجاؤ جس نے مضبوط کرنے کے بعد اپنا سوت توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا،تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کا ذریعہ بناتے ہوتا کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ بڑھ جائے،یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ تمہیں آزماتا ہے اور قیامت کے دن وہ تمہارے لیے ضرور بیان کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔''(92)

سوال1:﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ م بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا﴾''اورتم اُس عورت جیسے نہ ہوجاؤ جس نے مضبوط کرنے کے بعد اپنا سوت توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اورتم اُس عورت جیسے نہ ہوجاؤ جس نے مضبوط کرنے کے بعد اپنا سوت توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا''﴿انكاثا﴾''ٹکڑے ٹکڑے''یہ ایک عورت کا ذکر ہے اس کا نام خرقاء تھا(جو مکہ میں رہتی تھی)وہ دن بھر سوت کاتتی پھر توڑ توڑ کر پھینک دیتی۔(بخاری کتاب التفسیر)(2)ابوبکر بن حفص سے روایت ہے کہ سعید یہ اسد یہ دیوانی ایک عورت تھی،جو بالوں کو اور سوت کو جمع کرتی اور کات کر پھر توڑ دیتی تھی،اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم مکہ کی اس دیوانی عورت کی طرح مت بنو۔(تفسیر ابن عباس:165/2)(3)اس مثال میں اس طرف اشارہ ہے کہ عقل وہوش والے مرد اپنی قسمیں نہیں توڑتے ہیں،اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ احمق اور ناسمجھ عورتوں کے زمرے میں داخل ہوجاتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:782/1)(4)جو شخص عہد توڑتا ہے دراصل اپنی رائے اور اپنا ارادہ بدلتا ہے۔اس کی مثال اس کمزور عورت کی طرح ہے جو محنت کرتی ہے بار بار سوت کاتتی ہے لیکن ٹکڑے کردیتی ہے یعنی ایک ایسا کام کرتی ہے جس کا اسے کوئی فائدہ نہیں۔

سوال2:﴿تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا م بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ﴾''تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کا ذریعہ بناتے ہوتا کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ بڑھ جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا م بَيْنَكُمْ﴾''تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کا ذریعہ بناتے ہو''﴿دَخَلًام بَيْنَكُم﴾ جو ناجائز بات ہو اس کو دخل کہتے ہیں جیسے(دخل یعنی خیانت)(2)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا،والدین کی نافرمانی کرنا،کسی کی ناحق جان لینا اور یمین غموس(قصداً جھوٹی قسم کھانے کو کہتے ہیں۔)''(صحیح بخاری:6675)(3)سیدنا جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اسلام میں وہ معاہدہ نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں ہوا کرتا تھا(کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کو لوٹنے اور غارت کرنے کے لیے تیسرے قبیلے سے دوستی اور عہد کرتا)اور جو قسم جاہلیت کے زمانے میں نیک بات کے لیے کھائی ہو تو اسلام اسے اور مضبوط کرے گا۔''(مسلم:6465)(4)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ ان کے گھر میں رسول اللہ ﷺ نے انصار ومہاجرین میں باہم عہد و پیمان کروایا۔(بخاری:6463) (5) نافع بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ یزید بن معاویہ کی بیعت توڑنے لگے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام گھر والوں کو جمع کیا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کے بعد فرمایا، ہم نے یزید کی بیعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بیعت پر کی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ''ہر غدار کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا کہ یہ غدار فلاں بن فلاں کا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے بعد سب سے بڑا غدر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بیعت کسی کے ہاتھ پر کر کے توڑ دی جائے۔ یاد رکھو! تم میں سے کوئی یزید کی بیعت نہ توڑے اور اس بارے میں حد سے نہ بڑھے، کیونکہ میرے درمیان اور اس (یزید) کے درمیان رسول اللہ ﷺ (کی بیعت) ہے۔(بخاری:7111)

سوال3: ﴿ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ تمہیں آزماتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ تمہیں آزماتا ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ جب امتحان میں ڈالتا ہے تو سچا اور وفادار انسان بدعہد کے مقابلے میں نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

سوال4: ﴿وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور قیامت کے دن وہ ضرور تمہارے لیے ان چیزوں کو بیان کرے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور قیامت کے دن وہ ضرور تمہارے لیے ان چیزوں کو بیان کرے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے'' تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے اور عہد توڑنے والوں کو رسوا کرے۔

﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (93)﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یقیناً سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم سے ضرور اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے''۔(93)

سوال1: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا'' اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ (2) لیکن اس نے دنیا کو امتحان کے لیے بنایا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کا امتحانی منصوبہ اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا تھا کہ ہر شخص کو ماننے یا نہ ماننے کی پوری آزادی ہو۔ (4) اگر امتحان کی مصلحت نہ ہوتی تو انسان بھی کائنات کی طرح اللہ تعالیٰ کا حکم

ماننے کے لیے مجبور ہوتے اور باہم اختلافات نہ ہوتے۔(5)﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا ﴾''اور اگر آپ کا ربّ چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے۔''(یونس:99)(6)﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ (۱۱۸) اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ ط وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ ط وَتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّکَ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (۱۱۹)﴾''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی اُمت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے اُس نے ان کو پیدا کیا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب ہی سے ضرور بھر دوں گا۔''(ہود:118،119)

سوال2:﴿وَّلٰکِنَّ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ﴾''لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' مگر اللہ تعالیٰ ہدایت دینے اور گمراہ کرنے میں یکتا ہے اور اس کا ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اس کے ایسے افعال ہیں جو اس کے علم وحکمت کے تابع ہیں، وہ اپنے فضل وکرم سے ایسے شخص کو ہدایت سے نوازتا ہے جو اس کا مستحق ہے اور اپنے عدل کی بنا پر ایسے شخص کو ہدایت سے محروم کر دیتا ہے جو اس کا مستحق نہیں۔(تفسیر سعدی:/1428،1429)

سوال:3﴿وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾''اور تم سے ضرور اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور تم سے ضرور اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' یعنی تم سے تمہارے اچھے برے اعمال کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

﴿ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًام بَیْنَکُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ م بَعْدَ ثُبُوْتِھَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ج وَلَکُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (94)﴾

''اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ کوئی قدم اپنے جمنے کے بعد پھسل جائے اور تم برائی کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے''۔(94)

سوال:﴿وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًام بَیْنَکُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ م بَعْدَ ثُبُوْتِھَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ج وَلَکُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾''اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ کوئی قدم اپنے جمنے کے بعد پھسل جائے

اورتم برائی کا مزہ چکھو،اس کے بدلے میں جوتم نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اورتمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُم ﴾''اورتم اپنی قسموں کو نہ بناؤ'' اللہ تعالیٰ نے دھوکہ دینے کے لئے جھوٹی قسمیں کھانے سے ڈرایا ہے یعنی اپنے عہداور میثاق کو نہ بناؤ۔(2)﴿دَخَلاًۢ بَيْنَكُمْ ﴾'' آپس میں فریب کا ذریعہ''یعنی اپنی خواہشات کے تابع نہ بناؤ کہ جب چاہے عہد پورا کردو، جب چاہے توڑ دو۔(3)﴿فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا ﴾''کہ کوئی قدم اپنے جمنے کے بعد پھسل جائے'' یہ مثال اس کی ہے جو سیدھی راہ پر آجانے کے بعد اس سے ہٹ کر ایک طرف کو ہو گیا اور جھوٹی قسمیں کھا کر راہ ہدایت سے بھٹک گیا، کیونکہ جھوٹی قسمیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک دیتی ہیں۔ جب کوئی غیر مسلم دیکھتا ہے کہ فلاں مسلمان نے عہد کر کے توڑ ڈالا تو اس کے اسلام کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رہتے اوراعتبار جاتا رہتا ہے اوروہ اسلام قبول کرنے سے رک جاتا ہے اسی لئے فرمایا۔(4)﴿وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ﴾'' اورتم برائی کا مزہ چکھو''یعنی تم ایسے عذاب کا مزہ چکھو گے جو بہت برا ہوگا اورغم میں مبتلا کرنے والا ہوگا۔(5)﴿بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اس کے بدلے میں جوتم نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا'' کیونکہ تم خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیا۔ (6)﴿وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾''اورتمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' تمہارے لئے بڑا بھاری عذاب تیار ہے۔

﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (95) ﴾

''اوراللہ تعالیٰ کے عہد کو تھوڑی قیمت کے عوض مت بیچو، بلاشبہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو''۔(95)

سوال1:﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾''اوراللہ تعالیٰ کے عہد کو تھوڑی قیمت کے عوض مت بیچو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ﴾''اوراللہ تعالیٰ کے عہد کو مت بیچو'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ڈرایا ہے جو اس کے عہد کے بدلے میں دنیا کا چندروزہ سامان خرید لیتے ہیں۔(2)﴿ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾''تھوڑی قیمت کے عوض''یعنی وہ چند ٹکڑے جن کی خاطر تم معاہدے اور قسمیں توڑ ڈالتے ہو اوروہ مقام جو بدعہدی کر کے حاصل کرتے ہو وہ کتنا قلیل ہے۔

سوال2:﴿اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾''بلاشبہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا اور آخرت کا بدلہ ہے۔(2)﴿ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ''وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے'' وہ دنیا کی ختم ہو جانے والی متاع سے کہیں بہتر ہے۔(3)﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾''اگر تم جانتے ہو''اگر

تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس سے ثواب کی امید رکھنا بہتر ہے تو تم عہد کے پابند رہو گے۔(4) اس لئے انہوں نے باقی رہنے والی کو فانی پر ترجیح دی ہے۔

﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ط وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (96)﴾

''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم ضرور اُن کو زیدہ اچھا بدلہ دیں گے اس کا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔''(96)

سوال1: ﴿ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ط وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ﴾ ''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مَا عِنْدَكُمْ﴾ ''جو کچھ تمہارے پاس ہے'' خواہ وہ بے شمار ہی کیوں نہ ہو۔(2) ﴿يَنْفَدُ﴾ ''وہ ختم ہو جائے گا'' دنیا کی ہر شہ ناپائیدار ہے۔(3) ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ﴾ ''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے'' اس کو کبھی زوال نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ کا ثواب باقی رہنے والا ہے پائیدار، ہمیشہ رہنے والا ہے۔ عقل مند وہ ہے جو پائیدار نفیس چیز کو ترجیح دیتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (16) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (17) ﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔(اعلیٰ:16,17) ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ '' اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہتر ہے۔(آل عمران: 198)

سوال2: ﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے صبر کیا یقیناً اُنہیں ہم ضرور زیادہ اچھا بدلہ دیں گے اس کا جو وہ عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ﴾ ''اور جن لوگوں نے صبر کیا یقیناً اُنہیں ہم ضرور بدلہ دیں گے'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے خود کو بچا کر صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خود کو لگا کر صبر کرتے ہیں اور ان دنیاوی لذتوں سے منہ موڑتے ہیں جو ان کے دین کے لیے نقصان دہ ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں انہیں ضرور بہترین جزا دوں گا۔(2) ﴿اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''زیادہ اچھا بدلہ اس کا جو وہ عمل کرتے تھے'' یعنی ان کے نیک اعمال کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی نیک انسان کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ

بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (97)﴾

''جوشخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوتو اسے ہم ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور بدلے میں اُن کا اجر زیادہ اچھا دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے''۔(97)

سوال1: ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ ''جوشخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوتو اسے ہم ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ﴾ ''جوشخص نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور اور وہ مومن ہو'' اللہ تعالیٰ نے ایمان لا کر نیک اعمال کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کیونکہ ایمان نیک اعمال کی درستگی اور قبولیت کے لیے ضروری شرط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان کے بغیر کسی نیک عمل کو نیک کہا ہی نہیں جا سکتا۔ تو جو کوئی ایمان اور نیک اعمال کو ملا لیتا ہے اس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا کہ اسے پاک زندگی بسر کروائیں گے۔(2) ﴿فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ ''اسے ہم ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی''، یعنی ہم اسے دنیا میں بھی عزت کی زندگی دیں گے۔ یہ زندگی اطمینان قلب، سکون نفس اور ان امور کی طرف عدم التفات پر مشتمل ہے جو قلب کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح رزق حلال سے نوازتا ہے کہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:2/1430،1431)

سوال2: حیات طیبہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: حیاتِ طیبہ سے مراد دنیا کی بہتر زندگی ہے۔ بہتر زندگی سے مراد تقویٰ والی زندگی ہے۔ بہتر زندگی سے مراد عبادت اور اطاعت والی زندگی ہے۔ بہتر زندگی سے مراد اطمینان اور سکون والی زندگی ہے۔

سوال3: ﴿وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اور ہم ضرور بدلے میں اُن کا اجر زیادہ اچھا دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ﴾ ''اور ہم ضرور بدلہ میں دیں گے''، یعنی آخرت میں۔(2) ﴿اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اُن کا اجر زیادہ اچھا جو وہ عمل کرتے تھے''، یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مختلف قسم کی لذات سے نوازے گا جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں کبھی ان کا خیال گزرا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی بھلائی سے نوازے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا۔ (تفسیر سعدی:2/1430،1431)(2) ہر مسلمان (مرد وعورت) کو خوش خبری دی گئی ہے کہ ایمان لانے کے بعد کوئی بھی قرآن وسنت کے مطابق عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا میں راحت وسعادت اور وسیع رزق حلال عطا کرے گا، اور قیامت کے دن ان

کے اعمال صالحہ کا کئی گنا بہتر بدلہ دے گا۔(تیسیر الرحمٰن:784/1)(3)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کسی مؤمن سے ایک نیکی کا بھی ظلم نہیں کرے گا۔دنیا میں اسے اس کا بدلہ عطا کیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسے اس کا بدلہ عطا کیا جائے گا اور کافر کو دنیا میں ہی بدلہ عطا کر دیا جاتا ہے جو وہ نیکیاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے۔یہاں تک کہ جب آخرت میں فیصلہ ہوگا تو اس کے لیے کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔(صحیح مسلم:7089)

﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ(98)﴾

''پس جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطانِ مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں''(98)

سوال:﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾''پس جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطانِ مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ﴾''پھر جب آپ قرآن پڑھیں''یعنی جب آپ سب سے جلیل ترین کتاب کی قراءت کا ارادہ کریں تو جان لیں کہ آپ کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ شیطان ہے۔وہ بندے کو اس کے مقاصد اور معانی سے دور کر دیتا ہے۔(2)چنانچہ کتاب اللہ کی قراءت کرنے والا تعوذ پڑھے اور اس کے معنی پر غور وفکر کرے۔(3)چونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی برحق کتاب ہے،اور''حق'' کا جنوں اور انسانوں کے شیاطین میں سے ایک دشمن اور مخالف ضرور ہوتا ہے جو اس کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جب آپ قرآن کی تلاوت کریں تو اللہ تعالیٰ کے ذریعہ مردود شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگیں،شوکانی کہتے ہیں کہ جب قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے شیطان کے شر سے پناہ مانگنا ضروری ہوا،تو نیک اعمال کرنے سے پہلے اس کے شر سے پناہ مانگنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہوا۔(تیسیر الرحمٰن:784,785/1)(4)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو(نماز کے لیے کھڑے)ہوتے تو﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ﴾کہتے،پھر یہ دعا پڑھتے:﴿سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک﴾پھر کہتے:﴿لا الہ الا اللہ﴾تین بار،پھر کہتے:﴿اللہ اکبر کبیرا﴾تین بار،پھر کہتے ﴿اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ﴾''میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو سننے والا جاننے والا ہے،شیطان مردود سے،اس کے خبط سے،اس کے تکبر سے اور اس کی شعر شاعری سے''۔(ابوداؤد:775)

﴿اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ(99)﴾

''یقیناً ان لوگوں پر اس کا کچھ غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور جو اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔''(99)

سوال: ﴿اِنَّـهٗ لَيۡسَ لَـهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ﴾ ''یقیناً ان لوگوں پر یقیناً اس کا کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾''یقیناً ان لوگوں پر اس کا کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے''یعنی شیطان کا مومنوں پر کچھ زور نہیں چلتا کہ وہ انہیں ایسے گناہ میں پھنسا دے جن سے انہیں توبہ نصیب نہ ہو یعنی ان پر شیطان کے غلبے کی کوئی صورت نہیں۔خود شیطان نے اعتراف کیا ہے:﴿اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ (۴۰) قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسۡتَقِيۡمٌ (۴۱) اِنَّ عِبَادِىۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ (۴۲) وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ (۴۳)﴾'' مگر ان میں تیرے وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''یہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے۔بے شک میرے بندوں پر تیرے لیے کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلیں گے۔اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔(الحجر:40-43)یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں پر میرا داؤ نہیں۔(2)﴿وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ﴾''اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ اپنے اوپر بھروسہ کرنے والے اہل ایمان سے شیطان کو دور ہٹا دیتا ہے۔

﴿اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ (100)﴾

''اس کا زور تو صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں''(100)

سوال1:﴿اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ﴾''اس کا زور تو صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ﴾''یقیناً اس کا زور تو''یعنی شیطان کا تسلط۔(2)﴿عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ﴾'' صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں''صحابہ کا قول ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔(2)﴿عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ﴾'' ان ہی پر جو اس سے دوستی رکھتے ہیں''وہ اللہ تعالیٰ کی دوستی سے نکل کر اپنے آپ کو شیطان کی دوستی اور سرپرستی میں دے دیتے ہیں یا جو اللہ کریم کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دوستی گانٹھتے ہیں۔(3)﴿وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ﴾''اور جو اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں''یعنی جنہوں نے اپنے مال اور اولاد میں شیطان کو شریک بنالیا۔(جامع البیان:180/14)(4)ربیع کا قول ہے:یقیناً اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس نے کہا:﴿فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ (۸۲) اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ﴾ ''پھر تیری عزت کی قسم!میں اُن سب لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا۔سوائے تیرے اُن بندوں کے جو خالص کر لیے گئے۔''(ص:82,83) (5)﴿اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ﴾ ''اے آدم کی اولاد!کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''(یٰس:60) (6)مشرکوں نے

شیطان کی اطاعت کی اور مخلصوں پر اس کا وار نہیں چلتا۔

رکوع نمبر:20

﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ(101) ﴾

''اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت تبدیل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے جو بھی وہ نازل کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں تو خود ہی گھڑنے والا ہے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے''۔(101)

سوال1: ﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ ﴾ ''اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت تبدیل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے جو بھی وہ نازل کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ﴾ ''اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت تبدیل کرتے ہیں'' اللہ رب العزت نے محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ قرآن حکیم میں ایسے امور کی جستجو میں رہتے ہیں جو ان کے لیے دلیل بنیں حالانکہ رب العزت حاکم بھی ہے، کمال حکمت والا بھی ہے، جو احکامات کو مشروع کرتا ہے اور ایک حکم کو بدل کر دوسرا حکم لے آتا ہے۔اس تبدیلی کے موقع پر ان کا کیا طرز عمل ہوتا ہے۔(2) ﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ﴾ ''اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت تبدیل کرتے ہیں'' اس سے مراد ہے ایک حکم کو منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم نازل کرنا۔انسانی تربیت کی مصلحتوں کی وجہ سے ابتداء میں بعض نرم احکامات نازل کیے گئے اور آہستہ آہستہ ان احکامات میں شدت آتی گئی۔یہ اس مقصد کے لیے تھا کہ معاشرہ مکمل طور پر صحت یاب ہو جائے۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ '' جو آیت ہم منسوخ کر دیں یا جسے ہم بھلا دیں، ہم اس سے بہتر یا اس کی جگہ اس جیسی دوسری لاتے ہیں۔کیا تم نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''(البقرہ:106)(4) ﴿وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے جو بھی وہ نازل کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور رحمت کی بنا پر کسی حکم کو بدل کر اس کی جگہ دوسرے حکم کو لے آتا ہے۔(تفسیر سعدی: 1432/2)

سوال2: ﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''تو وہ کہتے ہیں تو خود ہی گھڑنے والا ہے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوْٓا ﴾ جب احکام میں تبدیلی دیکھتے ہیں تو مشرک نبی ﷺ سے کہتے ہیں۔(2) ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ﴾ ''تو خود ہی

گھڑنے والا ہے'' جب وہ احکامات میں تبدیلی دیکھتے ہیں تو رسول ﷺ اور قرآن حکیم میں عیب نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ جھوٹے ہیں۔(2) یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے کہا کہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ نے اپنے اصحاب کو مسخر کر رکھا ہے کہ ایک دن ان کو کسی امر کا حکم دیتے ہیں اور پھر اگلے دن اسی سے منع کر دیتے ہیں یا پہلے والے حکم سے زیادہ آسان حکم دے دیتے ہیں۔ یہ شخص تو اپنی طرف سے باتیں گھڑ لیتا ہے۔تو اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔(قرآنی آیات کا شان نزول، نیساپوری:300)(3)﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾'' بلکہ ان میں سے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے'' مشرک نادان ہیں۔ان میں یقین اور ثبات کی کیفیت نہیں۔ان سے ایمان کی امید نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ جاہل ہیں نہ اپنے رب کے بارے میں جانتے ہیں، نہ اس کے احکامات کے بارے میں، جاہل کی جرح وقدح کا کوئی اعتبار نہیں۔

﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ(102)﴾

'' آپ کہہ دیں روح القدس نے تمہارے رب کی جناب سے حق کے ساتھ اس کو اتارا ہے تا کہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہو۔''(102)

سوال:﴿ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾'' آپ کہہ دیں روح القدس نے تمہارے رب کی جناب سے حق کے ساتھ اس کو اتارا ہے تا کہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور خوش خبری ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ ﴾'' آپ کہہ دیں روح القدس نے حق کے ساتھ اس کو اتارا ہے'' محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔(جامع البیان:183/14)(2) رب العزت کا فرمان ہے:﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (۱۹۴)﴾'' اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔'' (الشعراء:193,194)(3)﴿ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ﴾'' تمہارے رب کی جناب سے حق کے ساتھ'' یعنی قرآن مجید کو جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں۔(4) قرآن مجید کی خبریں، اس کے احکامات، اس کے نواہی حق پر مبنی ہیں۔کسی کے لئے اس میں گنجائش نہیں کہ وہ اس کو باطل ثابت کر سکے۔کیونکہ باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔(5) رب العزت نے فرمایا:﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾'' باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے۔''(فصلت:42)(6)﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ﴾'' جلد ہی ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، دنیا کے کناروں میں بھی اور ان کی اپنی جانوں میں بھی، یہاں تک کہ ان

پر ظاہر ہوجائے گا کہ یقیناً وہ حق ہے اور کیا آپ کے رب کے بارے میں یہی بات کافی نہیں کہ یقیناً وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔(الفصلت:53) (7)﴿لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾''تا کہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے''جبرائیل اس قرآن کو لے کر آئے ہیں تا کہ ایمان والے اس کی تصدیق کریں اور ان کے دل اس قرآن کے آگے جھک جائیں۔(مختصر ابن کثیر:2/1013)(8)حق جب دلوں کے اندر جڑ پکڑتا ہے تو پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اسی قرآن کے ذریعے سے ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں۔(9)﴿وَهُدًى﴾ اور ہدایت یعنی اللہ تعالیٰ اشیاء کے حقائق کی طرف ان کی راہ نمائی کرتا ہے،ان کے سامنے باطل میں سے حق اور گمراہی میں سے ہدایت کو واضح کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1433)(9)﴿وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾''اور فرماں برداروں کے لئے خوش خبری''اور وہ انہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے،نیز اللہ تعالیٰ کا اپنے احکام کو رفتہ رفتہ نازل کرنا اہل ایمان کے لئے زیادہ ہدایت اور بشارت کا باعث بنتا ہے۔یک بارگی نازل کرنے سے فکر تفرق اور تشتت کا شکار ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ حکم اور بشارت کو زیادہ کثرت سے نازل کرتا ہے۔جب اہل ایمان ایک حکم کو سمجھ کر اس کا فہم حاصل کر لیتے ہیں،انہیں اس کی مراد کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے اور وہ اس کے مفاہیم ومعانی سے خوب سیراب ہوجاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ اس جیسا ایک اور حکم نازل کر دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اس پر عمل کر کے بہت بڑے مقام پر پہنچ گئے،ان کی عادات اور طبائع بدل گئیں اور انہوں نے ایسے اخلاق،عادتیں اور اعمال اختیار کر لئے جن کی بناء پر وہ تمام اولین وآخرین سے بڑھ گئے۔ان کے بعد آنے والوں کے لئے زیادہ مناسب یہی ہے کہ وہ کتاب اللہ کے علوم کے ذریعے سے اپنی تربیت کریں،اس کے اخلاق کو اپنائیں،گمراہی اور جہالتوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اس کے نور سے روشنی حاصل کریں اور تمام حالات میں اپنا راہ نما بنائیں پس اس طرح ہی ان کے دینی اور دنیاوی معاملات درست رہیں گے۔(تفسیر سعدی:2/1433) (10)اس طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآن مسلمانوں کے برعکس دشمنان اسلام کے کفر کو اور بڑھا دیتا ہے اور ان کے غم میں اضافہ کر دیتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:1/785)

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ (103)﴾

''اور ہم جانتے ہیں یقیناً وہ کہتے ہیں کہ بے شک اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے،جس آدمی کی طرف وہ غلط منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے''۔(103)

سوال1:﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ﴾ ''اور ہم جانتے ہیں یقیناً وہ کہتے ہیں کہ بے شک اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ ﴾''اور ہم جانتے ہیں''اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو جھٹلانے والے مشرکین قریش کے قول کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔(2)﴿اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ ﴾''یقیناً وہ کہتے ہیں''یعنی مشرک کہتے ہیں۔(3)﴿اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ﴾''بے شک اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے''یعنی یہ قرآن محمد ﷺ کو ایک آدمی سکھاتا ہے۔

سوال2: ﴿ لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ﴾''جس آدمی کی طرف وہ غلط منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ﴾''جس آدمی کی طرف وہ غلط منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے''مشرک الزام لگاتے تھے کہ محمد ﷺ ہمیں جو قرآن سناتے ہیں وہ ایک عجمی شخص سکھا جاتا ہے جو کسی قریشی قبیلے کا غلام اور تاجر ہے اور صفا پر مال بیچا کرتا ہے۔آپ ﷺ کبھی کبھی اس سے بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔اس کے بارے میں مشرکوں کا یہ خیال تھا کہ یہی محمد ﷺ کو سکھاتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1013)

سوال3:﴿وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ﴾''اور یہ واضح عربی زبان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّهٰذَا﴾''اور یہ''یعنی یہ قرآن۔(2)﴿ لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ﴾'' واضح عربی زبان ہے''اللہ تعالیٰ نے اس کا انتہائی سادہ اور لاجواب کر دینے والا جواب دیا کہ جس شخص کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو باتیں سکھاتا ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن عربی مبین ہے۔

سوال4:قرآن حکیم کو رب العزت نے مبین کہا۔اس کی وضاحت کریں؟

جواب:قرآن حکیم کو مبین اس لیے کہا گیا کہ یہ ایک فصیح و بلیغ کتاب ہے۔اس کے بیان میں اعجاز ہے۔قرآن حکیم میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (104)﴾

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے،اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''(104)

سوال:﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے''یعنی جو اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں ہیں حالانکہ یہ آیات واضح حق کی دلیل ہیں۔(2)یہ لوگ ان آیات کو جھٹلاتے ہیں اور انہیں قبول نہیں کرتے۔(2)﴿لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ ﴾''اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا''اللہ تعالیٰ انہیں حق تک پہنچنے کی توفیق نہیں دیتا۔(جامع البیان:14/186)(3)کیونکہ ان کے پاس ہدایت آئی مگر انہوں نے اس کو ٹھکرا دیا اس لئے ان کو یہ سزا دی گئی کہ ان کو ہدایت سے محروم کر دیا گیا

اوراللہ تعالیٰ نے ان کوان کے حال پر چھوڑ دیا۔(تفسیر سعدی:1434/2)(4)﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾''اوران کے لیے دردناک عذاب ہے''اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ ماننے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ زندگی میں بڑی حقیقت کو مان کر بڑے کاموں میں مصروف ہونے کی بجائے چھوٹی باتوں میں مشغول رہتے ہیں، پروپیگنڈا کرتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کی پکڑ کے مستحق بن جاتے ہیں۔

﴿ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (105)﴾

''جھوٹ تو وہی گھڑتے ہیں جواللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں''۔(105)

سوال:﴿اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾''جھوٹ تو وہی گھڑتے ہیں جواللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ ﴾''جھوٹ تو وہی گھڑتے ہیں''یعنی جھوٹ اور افترا پردازی تو وہ لوگ کرتے ہیں۔(2)﴿الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾''جواللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے''جو واضح دلائل آنے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے۔(3) کفار مکہ کے جھوٹ گھڑنے کا سبب اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہ لانا تھا۔ بڑی حقیقت کو مان لینے کے بعد انسان کا ذہن حق کی طرف مڑ جاتا ہے لیکن حق کو چھوڑ دینے کے بعد اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے جھوٹ گھڑنے کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔(4)﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے وہ جھوٹے ہیں نہ کہ اہل ایمان۔(جامع البیان 186/14)(5) اللہ کے رسول ﷺ نہ مفتری ہیں نہ ہی جھوٹے وہ تو سب سے زیادہ سچے اور امانت دار ہیں۔(6) ابوسفیان نے شاہ روم سے کہا تھا کہ ہم نے بعثت سے پہلے کبھی آپ ﷺ کو جھوٹا نہیں پایا۔اس پر ہرقل نے جواب دیا کہ جس نے لوگوں پر جھوٹ نہیں بولا وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟(بخاری:7)

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (106)﴾

''جس نے اپنے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے کفر کیا ماسوا اس کے جسے مجبور کیا گیا ہو مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، لیکن جس نے اپنے سینے کو کفر کے لیے کھول دیا تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔(106)

سوال:1﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾''جس نے اپنے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے کفر کیا ماسوا اس کے جسے مجبور کیا گیا مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے کافروں کے برے حالات کے بارے میں خبر دی ہے۔(2)﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ ﴾''جس نے اپنے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے کفر کیا''یعنی جس نے حقیقت پالینے کے بعد بھی اندھا رہنا گوارہ کیا۔جو ہدایت پانے کے بعد گمراہی کی طرف لوٹ گیا۔(3)یعنی جو مرتد ہوگیا۔(4)﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ " ماسوااس کے جسے مجبور کیا گیا ہومگراس کا دل ایمان پر مطمئن ہو''جس شخص کا دل ایمان پر مطمئن ہواوراسے کفر پر مجبور کیا جائے اور جان بچانے کے لیے وہ قولاً یا فعلاً کفر کا ارتکاب کرلے ایسا شخص کافر نہیں ہوگا نہ اس پر کفر کے احکامات لاگو ہوں گے۔(5)مشرک عمار بن یاسر کو پکڑ کر لے گئے انہیں ایذائیں دیں حتیٰ کہ انہوں نے کلمہ کفر کہلوا کر دم لیا تو انہوں نے نبی ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:تم اپنے دل کو کس حال میں پاتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا ایمان پر مطمئن پاتا ہوں۔نبی ﷺ نے فرمایا:اگر وہ دوبارہ یہ معاملہ کریں تو تم دوبارہ بھی وہی کرنا۔(جامع البیان:188/14)

سوال2:﴿وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ " لیکن جس نے اپنے سینے کو کفر کے لیے کھول دیا تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اوران کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا ﴾''لیکن جس نے اپنے سینے کو کفر کے لیے کھول دیا''یعنی جس نے دل کی رغبت اور شرح صدر اور دل کے اطمینان کے ساتھ کفر اختیار کرلیا۔(2)﴿ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾''تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے''مرتد کی دنیاوی سزا قتل ہے۔(3)سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو(جو عبداللہ بن سبا کی متبع تھی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خدا کہتی تھی)جلا دیا تھا۔جب یہ خبر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو کبھی انہیں نہ جلاتا کیونکہ نبی ﷺ فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب کی سزا کسی کو نہ دو،البتہ میں انہیں قتل ضرور کرتا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین تبدیل کر دے اسے قتل کر دو۔(صحیح بخاری: 3017) (4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا،نسیان اور وہ گناہ معاف کر دیے ہیں جن پر انھیں زبردستی مجبور کیا گیا ہو۔''(ابن ماجہ،:2045) (5)معاذ یمن میں ابوموسیٰ کے پاس پہنچے تو ابوموسیٰ نے ان کے بیٹھنے کے لیے گدا بچھوایا اور کہنے لگے:سواری سے اترو اور گدے پر بیٹھو۔اس وقت ان کے پاس ایک شخص تھا(نام نامعلوم)جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔معاذ نے ابوموسیٰ سے پوچھا:یہ کون شخص ہے؟انہوں نے کہا:یہ یہودی تھا،پھر مسلمان ہوااور پھر یہودی بن گیا ہے اورابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا:تم سواری سے اتر کر بیٹھو تو انہوں نے کہا:میں نہیں بیٹھتا جب تک اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کے حکم کے موافق یہ قتل نہیں کیا جائے گا۔تین بار یہی کہا آخر ابوموسیٰ نے حکم دیا وہ قتل کیا گیا،پھر معاذ رضی اللہ عنہ بیٹھے۔(بخاری:6923)(6)سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:کسی مسلمان کا خون جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ماننے والا ہو حلال نہیں ہے البتہ تین صورتوں میں جائز ہے:جان کے بدلہ جان لینے والا،شادی شدہ ہوکر زنا کرنے والا اوراسلام سے نکل جانے والا(مرتد)جماعت کو چھوڑ دینے والا۔(صحیح بخاری :6878)(7)مرتد پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور وہ عذاب عظیم کا مستحق ہوگا۔﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ

فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾اورتم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ مر جائے اس حال میں کہ وہ کافر ہو تو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔(البقرہ:217)

﴿ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ (107)﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے آخرت کے بدلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''(107)

سوال: ﴿ذٰلِکَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ ﴾'' اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے آخرت کے بدلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ذٰلِکَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ ﴾''اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے آخرت کے بدلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا'' انہوں نے دنیا کے چند ٹکڑوں کی خاطر آخرت کی بھلائی سے منہ موڑا۔(2)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' جب انہوں نے ایمان کے مقابلے کفر کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت سے محروم کر دیا۔

﴿ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ج وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (108)﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔''(108)

سوال: ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ اب ان کے دلوں میں کوئی بھلائی نہیں جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب ان کے دلوں میں کوئی ایسی چیز اثر انداز نہیں ہو سکتی جو ان کے لئے نفع مند ہو۔(2)﴿وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ غافل ہیں'' دل، آنکھیں اور کان زندہ ہونے کے باوجود آخرت کے لیے بند ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان غافل ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گئے۔(3) دنیا کی محبت میں مبتلا ہونے والوں کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ جب انسان کے لیے دنیا محبوب ہو جاتی ہے تو انسان آخرت کے نقطہ نظر سے سوچ نہیں پاتا۔ ایسا انسان دیکھتا ہے مگر اس

کے ذہن سے اخروی پہلو اوجھل ہو جاتا ہے اسے صرف دنیوی مصلحتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ایسا انسان سنتا ہے لیکن آخرت کا نقطہء نگاہ غائب ہونے کی وجہ سے فقط دنیاوی مصلحتوں کے تحت سنناباقی رہ جاتا ہے۔(4)﴿وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ ۚ وَجَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوۡكَ يُجَادِلُوۡنَكَ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''اوران میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ (نہ) اس کو سمجھیں اوران کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اوراگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں۔جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں، پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا یہ کچھ نہیں ہے''۔(الانعام:25)(5)﴿وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا وَنَسِىَ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى فَلَنۡ يَّهۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا﴾''اوراُس شخص سے بڑا ظالم اورکون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیا اوروہ بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا۔ یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اوراُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اوراگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے''۔(الکھف:57)

﴿لَا جَرَمَ اَنَّهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ (109)﴾

''لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں''۔(109)

سوال: ﴿لَا جَرَمَ اَنَّهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾ ''لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں''اورمعلوم ہے کہ دنیا میں مومن کی حیثیت تاجر کی ہے جو اپنی نیکیوں کے ذریعہ آخرت کی سعادت خریدتا ہے،لیکن جب کسی انسان میں محرومی کے مذکورہ بالاتمام اسباب جمع ہو جائیں گے،تو اسے خسارے کے سوا کچھ نہیں ملے گا،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آیت 109میں فرمایا کہ آخرت میں درحقیقت یہی لوگ خسارہ پانے والے ہوں گے۔(تیسیر الرحمٰن:787/1)(2)یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے روز اپنی جان،مال اوراہل وعیال کے بارے میں گھاٹے میں پڑ گئے،ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے محروم ہوگئے اوران کو دردناک عذاب میں ڈال دیا گیا۔اس کے برعکس جس شخص کو جبر کے ساتھ کفر پر مجبور کیا گیا مگراس کا دل ایمان پر مطمئن ہے اورایمان میں پوری رغبت رکھتا ہے تو اس پر کوئی حرج ہے نہ گناہ۔ایسے شخص کے لئے جبرواکراہ کے تحت کلمہء کفر کہنا جائز ہے۔یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جبرواکراہ کے تحت دی گئی طلاق،غلام کی آزادی،خرید وفروخت اورتمام معاہدوں کا کوئی

اعتبار نہیں اور نہ ان امور پر کوئی شرعی حکم مترتب ہوتا ہے کیونکہ جب جبر واکراہ کی صورت میں کلمہء کفر کہنے پر اس پر کوئی گرفت نہیں تو دوسرے امور پر زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ جبر کی صورت میں ان پر گرفت نہ ہو۔ (تفسیر سعدی:2/1435، 1436)

﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْ م بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْٓا لا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ م بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (110)﴾

''پھر یقیناً آپ کا رب، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے فتنے میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی، پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر بھی کیا، بلاشبہ آپ کا رب اس کے بعد یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''۔(110)

سوال:﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْ م بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا لا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ م بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''پھر یقیناً آپ کا رب، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے فتنے میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی، پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر بھی کیا، بلاشبہ آپ کا رب اس کے بعد یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا﴾ ''پھر یقیناً آپ کا رب، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ہجرت کی'' اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کے لئے جو اس کے راستے میں ہجرت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا گھر بار اور مال اسباب چھوڑ دیتے ہیں۔(2)﴿مِنْ م بَعْدِ مَا فُتِنُوْا﴾ ''فتنے میں ڈالے جانے کے بعد'' اس کے بعد کہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دین کی وجہ سے ستایا جاتا ہے تاکہ وہ کفر کی طرف لوٹ آئے مگر وہ ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے۔(اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے لئے ہی غفور ورحیم ہے۔)(3)﴿ثُمَّ جَاهَدُوْا﴾ ''پھر انہوں نے جہاد کیا'' وہ اپنے ہاتھ، زبان اور مال سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلے میں جہاد کرتا ہے تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور دین میں داخل کرے۔(4)﴿وَصَبَرُوْا﴾ ''اور صبر بھی کیا'' وہ اپنے جہاد اور مشکلات پر صبر کرتا ہے۔(5) وہ ان عبادات پر بھی صبر کرتا ہے جو اکثر لوگوں پر مشقت کا باعث بنتی ہیں۔(6)﴿اِنَّ رَبَّکَ مِنْ م بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''بلاشبہ آپ کا رب اس کے بعد یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یہ وہ بڑے بڑے کام ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔(7) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپ دیتا ہے۔(8) ان ہی کاموں کی وجہ سے ان کے دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت ہے۔

رکوع نمبر 21

﴿یَوْمَ تَاْتِیْ کُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ(111)﴾

''جس دن ہر نفس اپنے بارے میں جھگڑا کرتا ہوا آئے گا اور ہر نفس کو جو اُس نے کیا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا''۔(111)

سوال:1﴿یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ﴾''جس دن ہر نفس اپنے بارے میں جھگڑا کرتا ہوا آئے گا اور ہر نفس کو جو اس نے کیا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا﴾''جس دن ہر نفس اپنے بارے میں جھگڑا کرتا ہوا آئے گا''جس دن ہر شخص نفسی نفسی پکارے گا۔﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ (۳۷)﴾''اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے گی''۔(عبس:37)(2)اُس دن ہر ایک کو اپنے سوا کسی اور کا کوئی ہوش نہیں ہوگا۔اُس دن ہر شخص چھوٹی سی نیکی کا محتاج ہوگا۔(3)﴿وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ﴾''اور ہر نفس کو جو اُس نے کیا پورا بدلہ دیا جائے گا''یعنی کسی نے جو بھی اچھا برا عمل کیا ہوگا اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔(4)آخرت میں برائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور نیکی کا اجر کئی گنا بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا۔(5)﴿وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ﴾''اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا''اس سے مراد ہے کہ کسی کی نیکیوں میں کمی اور گناہ میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (112)﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو پُر امن اور مطمئن تھی،اُس کا رزق وافر مقدار میں اُس کے پاس ہر جگہ سے آرہا تھا پھر اُس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا اس کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے''۔(112)

سوال:1﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو پُر امن اور مطمئن تھی،اُس کا رزق وافر مقدار میں اُس کے پاس ہر جگہ سے آرہا تھا پھر اُس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً﴾''اور اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی''اس بستی سے اکثر مفسرین نے مکہ اور اس کے رہنے والے مراد لیے ہیں۔(تفسیر منیر:573/7)(2)﴿اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً﴾''پُر امن اور مطمئن''جو امن،عافیت،اطمینان اور سکون کی جگہ تھی۔اس بستی میں کسی کو پریشانیوں میں مبتلا نہیں کیا جاتا تھا۔(3)جاہل لوگ بھی اس کا احترام کرتے تھے۔(4)اس بستی میں باپ بھائی کے قاتل

کو دیکھ کر بھی انتقام نہیں لیتا تھا حالانکہ ان میں حمیت اور قبائلی عصبیت بہت تھی۔(5) مکہ جیسا امن دنیا کے کسی گوشے میں نہ تھا۔(6) ﴿يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ ''اُس کا رزق وافر مقدار میں اُس کے پاس ہر جگہ سے آ رہا تھا'' اس بستی کو کشادہ رزق بھی عطا کیا گیا تھا۔ اگرچہ مکہ میں کھیتی باڑی اور باغات کا کام نہیں ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہر قسم کے رزق کی فراہمی آسان کر دی تھی۔(7) ﴿فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ﴾ ''پھر اُس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے جن انعامات کا انکار کیا ان میں سب سے بڑی نعمت نبی ﷺ کی بعثت تھی۔ وہ لوگ نبی ﷺ کی امانت، دیانت کو اچھی طرح جانتے تھے مگر انہوں نے نہ مانا۔ اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی۔(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (٢٨) جَهَنَّمَ ج يَصْلَوْنَهَا ط وَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ '' کیا آپ نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا؟ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بُری قرارگاہ ہے''۔ (ابراہیم:28،29)

سوال2: ﴿فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا اس کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے ان کو امن واطمینان کے برعکس بدامنی کا مزہ چکھایا، انہیں بھوک کا لباس پہنا دیا جو خوش حالی کی ضد ہے اور ان پر خوف طاری کر دیا جو امن کی ضد ہے۔ (تفسیر سعدی:1437/2)(2) ﴿بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے'' بھوک اور خوف کے مسلط ہونے کی وجہ ان کی ناشکری، ان کا کفر اور ان کی بداعمالیاں تھیں۔(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ط كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (٣٣)﴾ ''نہیں وہ انتظار کر رہے سوائے اس کے کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تیرے رب کا حکم آ جائے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔'' (النحل:33)(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے جب (قبول دعوت اسلام سے) لوگوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو (اللہ سے) دُعا کی: ''اے اللہ! (ان پر) سات برس (قحط ڈال دے) جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے (عہد میں) سات برس تک (مسلسل قحط رہا تھا)۔'' پس قحط نے انھیں آلیا جس نے ہر قسم کی روئیدگی کو نیست و نابود کر دیا حتیٰ کہ لوگوں نے کھالیں اور مردار اور سڑے جانور کھانا شروع کر دیئے اور بھوک کی وجہ سے (ضعف اس قدر ہو گیا کہ) جب کوئی ان میں سے آسمان کی طرف دیکھتا تو اس کو دھواں (سا) دکھائی دیتا۔ پس ابوسفیان (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے محمد! آپ تو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور بے شک یہ آپ ﷺ کی قوم کے لوگ

(ہیں جو مارے بھوکے) مرے جاتے ہیں۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعا کیجیے۔(بخاری:1007)(6)اس مثال سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو بھی کفران نعمت کرے گا اُس کا حال اہل مکہ جیسا ہوگا۔جن کے لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ ہر قسم کے پھلوں کا رزق دینا۔لیکن اہل مکہ نے رزق پا کر خدا فراموشی اور بت پرستی کا راستہ اختیار کیا اور رسول اللہ ﷺ کو جھٹلایا تو رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی تو جو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پا کر ناشکری کرے گا اس کے ساتھ بھی ایسے ہی حالات پیش آئیں گے۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ (113)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس اُن ہی میں سے ایک رسول آ گیا تو انہوں نے اُس کو جھٹلا دیا تو عذاب نے اُنہیں اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ ظالم تھے''۔(113)

سوال:﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس اُن ہی میں سے ایک رسول آ گیا تو انہوں نے اُس کو جھٹلا دیا تو عذاب نے اُنہیں اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ ظالم تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس آ گیا''یعنی مکہ والوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔(2)﴿رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ﴾''اُن ہی میں سے ایک رسول''ان میں اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے اپنا رسول بھیجا ہے۔وہ انہیں پہچانتے ہیں،ان کے نسب کو جانتے ہیں،ان کی صداقت کی تصدیق کرتے ہیں۔وہ انہیں حق اور سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں۔(جامع البیان:193/14)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (١٦٤)﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو اُنہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے''۔(آل عمران:164)(4)﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾''جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے''۔(البقرہ:151)(5)﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾''تو انہوں نے اُس کو جھٹلا دیا''انہوں نے ان سے وہ چیز قبول نہیں کی جو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آئے۔(جامع البیان:193/14)(6)انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی۔(7)﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ﴾''تو عذاب نے اُنہیں پکڑ لیا''اور وہ بھوک اور خوف کا لباس تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو امن اور اطمینان کی بجائے بدامنی کا مزہ چکھایا۔انہیں رزق کی فراوانی اور وسعت کی بجائے بھوک کا لباس پہنا دیا۔(8)یہ ان کے برے اعمال،ان کے کفر اور ناشکری کی وجہ سے

تھا۔(9)﴿وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾''اس حال میں کہ وہ ظالم تھے''یعنی وہ شرک کرنے والے تھے۔اسی وجہ سے عظماء کو بدر کے دن قتل کر دیا گیا۔(10)رب العزت نے فرمایا:﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ط كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾''نہیں وہ انتظار کر رہے سوائے اس کے کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تیرے رب کا حکم آجائے۔ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کیا تھا،اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے''۔(النحل:33)

﴿ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (114)﴾

''سو کھاؤ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں حلال اور پاک رزق دیا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہو''۔(114)

سوال:﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾''سو کھاؤ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں حلال اور پاک رزق دیا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾'' سو کھاؤ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ حلال اور طیب رزق کھائیں۔(2)﴿حَلٰلًا طَيِّبًا﴾''حلال اور پاک''وہ رزق کھائیں جو حلال ہو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام نہ ٹھہرایا ہو۔دوسرے وہ رزق طیب ہو کسی پر زیادتی کے نتیجے میں،غضب کے نتیجے میں حاصل نہ کیا گیا ہو۔(3)﴿وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ﴾''اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو''یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دل سے اعتراف کر کے اس کا شکر ادا کرو۔(4)﴿اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اگر تم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہو''اللہ تعالیٰ ہی نے تم پر انعامات کیے ہیں یہ اسی کا فضل و کرم ہے اسی لئے وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے۔(5)اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مخلص ہو تو صرف اسی کا شکر ادا کرو اور نعمتیں عطا کرنے والے کو فراموش نہ کرو۔(تفسیر سعدی:2/1438)

﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (115)﴾

''اس نے تم پر حرام کیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے پس جو شخص مجبور کر دیا جائے گا بشرطیکہ نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(115)

سوال1: ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ ''اس نے تم پر حرام کیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حرام چیزوں کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔ (2) حرام اشیاء دینی اور دنیاوی اعتبار سے نقصان دہ ہوتی ہیں۔ (3) ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ﴾ ''اس نے تم پر حرام کیا مردار'' اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی کی خاطر ضرر رساں چیزوں کو تم پر حرام ٹھہرا دیا ہے۔ ﴿الْمَيْتَةَ﴾ یعنی ان چیزوں میں ایک مردار ہے۔ اس میں ہر وہ جانور داخل ہے جس کی موت مشروع طریقے سے ذبح کئے بغیر واقع ہوئی ہو۔ ٹڈی اور مچھلی کا مردار اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ (تفسیر سعدی: 1438/2) (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ ''تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے اور گلا گھٹنے سے مرنے والا (جانور) اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور) اور بلندی سے گر کر مرنے والا اور سینگ لگنے سے مرنے والا اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو اور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو'' (المائدہ:3) (5) ﴿وَالدَّمُ﴾ یعنی ''بہایا ہوا'' (جو ذبح کے وقت بہتا ہے) اور وہ خون جو ذبح کرنے کے بعد رگوں اور گوشت میں باقی رہ جائے اس میں کوئی حرج نہیں۔ (تفسیر سعدی: 1439/2) (6) ﴿وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ﴾ ''اور سؤر کا گوشت'' یہ گوشت سؤر کی گندگی اور ناپاکی کی وجہ سے حرام کیا گیا ہے۔ (7) سؤر کے گوشت کے حکم میں اس کے تمام اجزا شامل ہیں اس کی چربی اور دیگر اجزاء بھی۔ (8) ﴿وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ ''اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے'' یعنی غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ اس میں وہ تمام جانور شامل ہیں جن کو قبروں اور بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے کیونکہ اس میں غیر اللہ کی تعظیم پائی جاتی ہے اس لیے اس شرک کو حرام قرار دیا گیا۔ (9) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ''پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔'' (الکوثر:2) (10) سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بوانہ نامی جگہ پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی وہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے بوانہ نامی جگہ پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے (اپنی نذر پوری کروں یا نہ کروں؟) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ''کیا وہاں زمانہ جاہلیت میں کوئی بت تھا جس کی پوجا کی جاتی رہی ہو؟'' صحابہ کرام نے عرض کیا کہ نہیں۔ تب آپ ﷺ نے پوچھا ''کیا وہاں مشرکین کا کوئی میلہ لگتا تھا'' صحابہ کرام نے عرض کیا ''نہیں'' تب آپ نے فرمایا ''اپنی نذر پوری کرو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی نذر پوری کرنا جائز نہیں نہ ہی وہ نذر جو انسان کے بس میں نہ ہو۔'' (ابوداؤد: 3313) (11) سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمیں اس چیز کی خبر دیں کہ جو رسول ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خفیہ طور پر بتائی ہے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے مجھے کوئی ایسی بات نہیں بتائی کہ جو دوسرے لوگوں سے چھپائی ہو لیکن میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جو غیر اللہ کی تعظیم کے لیے جانور ذبح کرے۔ (صحیح مسلم:5125)

سوال2: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''پس جو شخص مجبور کر دیا جائے گا بشرطیکہ نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1): ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ﴾ ''پس جو شخص مجبور کر دیا جائے گا بشرطیکہ نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو'' اضطرار یعنی مجبوری کی صورت میں حرام چیزوں کے استعمال پر رخصت ہے یعنی اگر اس کی ضرورت اسے حرام چیزوں کے استعمال پر مجبور کر دے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ اسے ڈر ہو کہ وہ یہ حرام نہیں کھائے گا تو مر جائے گا، ایسی صورت میں حرام کھا لینے میں کوئی گناہ نہیں۔(2) ﴿وَّلَا عَادٍ﴾ ''اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو'' ایک تو یہ کہ حرام کے کھانے میں ضرورت کی حد سے آگے نہ بڑھے یعنی جس سے جان بچ جائے، دوسرے یہ کہ مجبوری کی حالت نہ ہو تو وہ حرام چیز کھانے کا ارادہ نہ رکھے اور حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف نہ جائے۔(3) اضطراری حالت میں رب العزت نے حرام کو حلال قرار دیا ہے۔(4) ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ ضرورت کی حالت میں حرام استعمال کرنے کو معاف کر دے گا۔ وہ رحیم ہے مجبوری میں حرام استعمال کرنے پر مؤاخذہ نہیں کرے گا۔

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (116)﴾

''اور جن کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں، اُن کے بارے میں مت کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔'' (116)

سوال1: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾ ''اور جن کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں، اُن کے بارے میں مت کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور جن کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں' اُن کے بارے میں مت کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکوں کا راستہ اختیار کرنے سے روکا ہے کہ اپنی طرف سے گھڑ کر کسی چیز کو حلال اور کسی کو حرام نہ ٹھہرایا کرو۔ جیسے مشرکوں نے چند نام گھڑ لیے جیسے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام۔ وہ جاہلی دور کی خود ساختہ شریعت تھی جس میں انہوں نے ان جانوروں کو حرام ٹھہرا دیا تھا۔(2) اللہ رب العزت نے خود ساختہ حلال و حرام کے ضابطے بنانے سے روکا ہے۔(3) اس حکم میں ہر بدعت آ گئی جس کا شریعت میں کوئی اتہ پتہ نہ ہو اور اس میں محض رائے سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنا بھی شامل ہے یہی مطلب ہے کہ جن

چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں۔(مختصرابن کثیر:1079/1)

سوال2:﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یعنی وہ لوگ جواللہ تعالیٰ پرقیاس آرائیاں کرتے ہیں اورجھوٹ گھڑتے ہیں۔(2)رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلۡ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ (۶۹) مَتَاعٌ فِی الدُّنۡیَا ثُمَّ اِلَیۡنَا مَرۡجِعُہُمۡ ثُمَّ نُذِیۡقُہُمُ الۡعَذَابَ الشَّدِیۡدَ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ (۷۰)﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً جواللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔دنیامیں تھوڑاسافائدہ ہے پھرہماری ہی جانب انہیں لوٹناہے پھرہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گےاس وجہ سے جووہ کفرکرتے تھے''۔(یونس:69,70)(3)﴿مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنۡ م بَحِیۡرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیۡلَۃٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰکِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ ؕ وَاَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی)اورنہ ہی سائبہ(سانڈ چھٹی ہوئی)اورنہ ہی وصیلہ (اوپرتلے بچے دینے والی)اورنہ ہی حام (بچوں کاباپ اونٹ)مقررکیاہے، بلکہ جن لوگوں نے کفرکیاوہ اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھتے ہیں،اوران میں سے اکثرعقل نہیں رکھتے۔(المائدہ:103)(4)﴿وَقَالُوۡا مَا فِیۡ بُطُوۡنِ ہٰذِہِ الۡاَنۡعَامِ خَالِصَۃٌ لِّذُکُوۡرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤی اَزۡوَاجِنَا ۚ وَاِنۡ یَّکُنۡ مَّیۡتَۃً فَہُمۡ فِیۡہِ شُرَکَآءُ ؕ سَیَجۡزِیۡہِمۡ وَصۡفَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ (۱۳۹) قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَہُمۡ سَفَہًا م بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّحَرَّمُوۡا مَا رَزَقَہُمُ اللّٰہُ افۡتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ ؕ قَدۡ ضَلُّوۡا وَمَا کَانُوۡا مُہۡتَدِیۡنَ (۱۴۰) وَہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّغَیۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ وَّالنَّخۡلَ وَالزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُکُلُہٗ وَالزَّیۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِہًا وَّغَیۡرَ مُتَشَابِہٍ ؕ کُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِہٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَاٰتُوۡا حَقَّہٗ یَوۡمَ حَصَادِہٖ ۪ وَلَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ (۱۴۱)﴾''اورانہوں نے کہا:''جوبھی ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ خالصتاً ہمارے مردوں کے لیے ہےاوروہ ہماری بیویوں پرحرام ہےاوراگروہ مُردہ ہوتواس میں سب شریک ہیں۔'' اللہ تعالیٰ انہیں جلدہی ان کی بات بنانے کی سزادے گا،یقیناًوہ کمال حکمت والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔یقیناًوہ لوگ گھاٹے میں پڑگئے جنہوں نے اپنی اولادکوحماقت میں بغیرعلم کےقتل کیااورانہوں نے اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھتے ہوئے اس کوحرام کرلیاجواللہ تعالیٰ نے ان کورزق دیاتھایقیناًوہ گمراہ ہوگئے ہیں اور ہدایت پانے والےنہیں ہوئے۔اوروہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کوپیدا کیاچھجوں پرچڑھائے ہوئے اورنہ چڑھائے ہوئے اور کھجوروں کواورکھیتوں کوکہ اس کے پھل مختلف ہوتے ہیں اورزیتون اوراناروکوباہم ملتے جلتے بھی ہیں اورنہ ملتے جلتے بھی۔اُس کے پھلوں میں سے کھاؤجب وہ پھل لائیں اُس کی کٹائی کے دن اللہ تعالیٰ کاحق ادا کرواورحد سے نہ گزرو یقیناًاللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کوپسندنہیں کرتا''۔(انعام139۔141)

﴿ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ص وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (117)﴾

''تھوڑا سا فائدہ ہے اور اُن کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے''۔(117)

سوال: ﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ص وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''تھوڑا سا فائدہ ہے اور اُن کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ﴾ '' تھوڑا سا فائدہ ہے'' رب العزت نے ان لوگوں کو کہا جنہوں نے خود ساختہ شریعت بنائی ہے وہ دنیا میں چند روزہ زندگی کا فائدہ اٹھالیں۔(2) ﴿وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور اُن کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے'' آخرت میں ایسے لوگوں کے لئے درد ناک عذاب ہے۔رب العزت کا فرمان ہے: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سا مان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے''۔(لقمان:24)

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ج وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ(118)﴾

''اور جو لوگ یہودی بن گئے اُن پر ہم نے وہ تمام چیزیں حرام کر دی تھیں جو ہم اس سے پہلے آپ کو بتا چکے ہیں اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے''۔(118)

سوال:1 ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور جو لوگ یہودی بن گئے اُن پر ہم نے وہ تمام چیزیں حرام کر دی تھیں جو ہم اس سے پہلے آپ کو بتا چکے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے اس آیت میں واضح فرمایا ہے کہ یہودیوں پر ان کی شریعت منسوخ کرنے سے پہلے کچھ چیزیں حرام کر دی تھیں اور ان کے دین میں دشواریاں باقی تھیں۔(2) ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور جو لوگ یہودی بن گئے اُن پر ہم نے وہ تمام چیزیں حرام کر دی تھیں جو ہم اس سے پہلے آپ کو بتا چکے ہیں'' اللہ رب العزت نے اپنے احسان کے طور پر ہمیں گندگی سے بچانے کے لئے ناپاک چیزوں کو حرام کیا ہے لیکن یہودیوں کے ظلم کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان طیب چیزوں کو بھی ان پر حرام ٹھہرا دیا تھا جو ان کے لیے حلال تھیں۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ج وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ط ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ز وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان

پران دونوں کی چربیاں حرام کردیں سوائے اس کے جواُن دونوں کی پیٹھوں یاانتڑیوں نے اُٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ ہم نے اُنہیں اُن کی سرکشی کی وجہ سے سزادی تھی اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں''۔(الانعام:146)

سوال:2 ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ یہودیوں کے دین میں جو تنگیاں اور دشواریاں آئیں وہ ان کے ظلم کی وجہ سے آئیں۔(2) ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے ان پر جن حلال چیزوں کو حرام کیا ہے وہ ان پر رب کی جانب سے ظلم نہیں تھا۔(3)﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے، حدود سے تجاوز کرکے، اس کی حرمتوں کو توڑ کر اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ ''تو ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوئے اور ان کے بہت سوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر پاک چیزیں بھی حرام کردیں جو اُن کے لئے حلال کی گئی تھیں''۔(النساء:160)

﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (119)﴾

''پھر یقیناً آپ کا رب اُن کے لیے جنہوں نے جہالت کی وجہ سے بُرائی کا ارتکاب کیا، پھر اُس کے بعد اُنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''۔(119)

سوال:1﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا﴾ ''پھر یقیناً آپ کا رب اُن کے لیے جنہوں نے جہالت کی وجہ سے بُرائی کا ارتکاب کیا، پھر اُس کے بعد اُنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی'' کی وضاحت کریں؟

(1)اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کو توبہ کی دعوت دی گئی ہے۔(2)﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ﴾ ''پھر یقیناً آپ کا رب ان کے لیے جنہوں نے جہالت کی وجہ سے بُرائی کا ارتکاب کیا'' رب العزت نے مسلمانوں پر احسان کرتے ہوئے توبہ اور اصلاح کا موقع دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو بھی جہالت سے کوئی برائی کر بیٹھا۔(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر برائی جو بندہ کرتا ہے اس میں وہ جاہل ہے۔(تفسیر سمرقندی:311/2)(4)﴿ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا﴾ ''پھر اُس کے بعد اُنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی'' پھر جس نے گناہ کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح کرلی یعنی وہ گناہوں سے رک گیا اور نیکیوں میں لگ

گیا تو اللہ تعالیٰ اسے اس لغزش کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

سوال 2: ﴿ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡ م بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ ''تو یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تو یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو توبہ کی ترغیب اور انابت کی طرف دعوت ہے۔ اس لئے آگاہ فرمایا کہ اگر کوئی شخص گناہ کے انجام سے لاعلمی کی بنا پر گناہ کر بیٹھتا ہے، خواہ یہ گناہ عمداً ہی کیوں نہ کیا ہو تو گناہ کے ارتکاب کے وقت اس کے قلب میں لازمی طور پر علم کم ہو جاتا ہے۔ جب وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے یعنی ترک گناہ کے بعد گناہ پر نادم ہوتا ہے اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے، اس پر رحم کرتا ہے، اس کی توبہ قبول کر کے اس کو اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیتا ہے یا پہلے سے بھی بلند تر مقام عطا کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1439,1440/2) (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا التَّوۡبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِيۡبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوۡبُ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا (۱۷) وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ج حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ وَلَا الَّذِيۡنَ يَمُوۡتُوۡنَ وَهُمۡ كُفَّارٌ ط اُولٰٓئِكَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف اُنہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور توبہ ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ جب اُن میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے وہ کہتا ہے کہ بلاشبہ اب میں نے توبہ کی اور نہ ہی ان کی توبہ ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے بہت دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (النساء: 18,17) (3) ﴿ وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً اَوۡ ظَلَمُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِهِمۡ قف وَمَنۡ يَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ص قف وَلَمۡ يُصِرُّوۡا عَلٰى مَا فَعَلُوۡا وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ (۱۳۵) اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ط وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ (۱۳۶)﴾ ''وہ ایسے لوگ ہیں جب کوئی برائی کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں پھر وہ اپنے گناہوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟ اور اس پر جو انہوں نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔ یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، اُن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور کیسا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا!' (آل عمران: 135، 136) (4) سیدنا ابو ذر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو، گناہ کر لینے کے بعد فوراً نیکی کرو، وہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آؤ۔ (سنن ترمذی: 363/1) (5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سفر کا ارادہ کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا :اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔انھوں نے عرض کیا: یا رسول ﷺ مجھے اور وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کوئی گناہ کر بیٹھو تو نیکی کرو اور تمھارا اخلاق اچھا ہونا چاہیئے۔(ابن حبان:371/1)(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں (دنیا) سے لے جاتا اور ایسی قوم لے آتا جو گناہ کرتے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دیتا۔''(صحیح مسلم :6965)(7) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: موت کی خواہش نہ کرو آخرت کی پہلی ہولناکی بہت سخت ہے یقیناً یہ امر باعث سعادت ہے کہ آدمی کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اسے انابت (توبہ اور رجوع الی اللہ) نصیب فرمائے۔(مسند احمد:163/3)(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔(ابن ماجہ)

رکوع نمبر 22

﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (120)﴾

''یقیناً ابراہیم ایک اُمت تھے۔اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار اور ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے''۔(120)

سوال1: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾'' یقیناً ابراہیم ایک اُمت تھے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار اور ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ رب العزت نے ان آیات میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں واضح فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کے خلیل تھے کہ کیسے انہیں فضیلت عطا فرمائی اور انہیں کامل اوصاف عطا فرمائے۔(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً ﴾''یقیناً ابراہیم ایک اُمت تھے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر ہے کہ آپ مشرکوں سے' یہودیوں سے اور عیسائیوں سے الگ تھلگ رہے (امت یعنی پیشوا) یا امام جس کی لوگ اقتدا کریں۔(مختصر ابن کثیر:1020/1)(3) یعنی بھلائی کے امام، خصائل کے جامع، ہدایت یافتہ اور راہ نما تھے۔(تفسیر سعدی:1440/2)

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کیسے ایک امت کے برابر ہو گئے؟

جواب:(1) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهِمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴾''اور جب ابراہیم کو اُس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اُس نے اُن سب کو پورا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''یقیناً میں تمہیں سب لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں''، ابراہیم نے کہا:''اور میری اولاد میں سے بھی''؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا''۔(البقرہ:124)(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام تنہا ایمان پر قائم رہنے والے انسان تھے۔(3) سیدنا

ابراہیم علیہ السلام جب ربّ کے لئے کھڑے ہوئے تو کوئی اُن کا ساتھ دینے والا نہ تھا۔(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پوری طرح خودکو رب کی پابندیوں میں دے دیا تھا۔(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے لئے یک سو تھے جب کہ پوری دنیا میں شرک کا دور دورہ تھا۔(5) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔(6) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے جو دنیا والوں کو رب کی طرف بلاتے تھے۔ وہ امام ہدایت تھے اور چونکہ وہ اکیلے رب کے لئے کھڑے ہوئے تھے اس لئے اُنہیں ایک اُمت قرار دیا گیا۔ابراہیم معلم خیر، خلیل اللہ تھے، ہدایت پانے والوں کے امام تھے۔(جامع البیان:197/14)(6)﴿قَانِتًا لِّلّٰهِ﴾ اپنے رب کے دائمی مطیع اور اس کے لئے دین کو خالص کرنے والے۔(تفسیر سعدی:1440/2)(7) قانت یعنی مطیع اور منقاد تھے۔(مختصر ابن کثیر: 1020/1)(8)﴿حَنِيْفًا﴾ اور ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے یعنی محبت، انابت اور عبودیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے والے اور ماسوا سے منہ موڑنے والے۔(تفسیر سعدی:1440/2)(9) یعنی جو شرک سے ہٹ کر توحید کی راہ پر گامزن ہوئے۔(مختصر ابن کثیر: 1020/1)(10) حنیف وہ ہے جو دین اسلام پر استقامت سے چل رہا ہو۔(جامع البیان:197/14)(11)﴿وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ "اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے" اپنے قول وعمل اور اپنے تمام احوال میں مشرکین میں سے نہ تھے کیونکہ وہ یک سو موحدین کے امام تھے۔(تفسیر سعدی:1440/2)(12)﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۬ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ "آپ کہہ دیں: "میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔"(الانعام:161)(12) انہوں نے بچپن اور بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو خالص کر لیا تھا۔(طبرانی:191/14)(13) یہ بات اس لئے کہی گئی ہے کہ مشرک اُن سے اپنا تعلق قائم نہ کریں۔

﴿شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (121)﴾

"اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنے والے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اُسے منتخب کیا اور سیدھے راستے کی طرف اسے ہدایت دی"۔(121)

سوال:﴿شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ "اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُسے منتخب کیا اور سیدھے راستے کی طرف اسے ہدایت دی" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ﴾ "اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنے والے تھے" سیدنا ابراہیم علیہ السلام قولی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے اور عملی طور پر بھی۔(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھلائی عطا کی، ان کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا اور انہوں نے ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔(تفسیر سعدی:1440/2)(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى﴾ "اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے وفا کا حق ادا کر دیا"؟(النجم:37)(3)﴿اِجْتَبٰىهُ﴾ "اللہ تعالیٰ نے اُسے منتخب کیا" اس سے مراد یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا انتخاب تھے۔(4) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے خلیل کے طور پر منتخب کر لیا۔(جامع البیان:197/14)(5) ان تمام اچھی

خصلتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ، ﴿ اِجۡتَبٰىهُ ﴾ انہیں اپنا خلیل بنایا اور انہیں اپنی مخلوق میں سے چنے ہوئے مقرب بندوں میں شامل کیا۔ (تفسیر سعدی:2/1440)(6) ﴿ وَهَدٰىهُ ﴾ ''اور اسے ہدایت دی''، یعنی انہیں دین اسلام اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی۔ (جامع البیان:14/197)(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ رُشۡدَهٗ مِنۡ قَبۡلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيۡنَ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اُس کی سمجھ بوجھ عطا کی تھی اور ہم ہی اسے جاننے والے تھے''۔ (الانبیاء:51)(8) صراط مستقیم سے مراد سچی توحید کا راستہ ہے۔(9) رب العزت نے فرمایا ﴿قُلۡ اِنَّنِىۡ هَدٰٮنِىۡ رَبِّىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۖ دِيۡنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' (الانعام:161)

﴿ وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ (122)﴾

''اور ہم نے اُسے دنیا میں بھلائی دی اور بلاشبہ آخرت میں وہ یقیناً نیک لوگوں میں سے ہوگا''۔(122)

سوال: ﴿وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴾ ''اور ہم نے اُسے دنیا میں بھلائی دی اور بلاشبہ آخرت میں وہ یقیناً نیک لوگوں میں سے ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ﴾ ''اور ہم نے اُسے دنیا میں بھلائی دی''، یعنی ہم نے انہیں دنیا میں کشادہ رزق، خوب صورت و نیک سیرت بیوی، نیک اولاد اور اچھے اخلاق و عادات سے نوازا۔ (تفسیر سعدی:2/1440،1441)(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اگرچہ نہ دنیا میں بہت زیادہ پیروکار ملے نہ اقتدار ملا لیکن قرآن کی گواہی ہے۔ دنیا کے حسنہ سے مراد وہی خصوصیات ہیں جو رب نے بتائی ہیں۔(i) اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری۔(ii) یک سوئی۔(iii) شرک نہ کرنا۔(iv) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔(v) اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہونا۔(vi) اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہ راست پر ہونا۔(3) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں وہ ساری بھلائیاں جمع کر دی تھیں جن کی حیات طیبہ کی تکمیل میں ضرورت ہوسکتی ہے: نبوت، مال، اولاد، ذکر حسن، اہل توحید کی زبان پر ذکر دوام، سب لوگوں کے دلوں میں قبولیت۔ (تفسیر الاساس: 6/3007)(4) ﴿ وَاجۡعَلۡ لِّىۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴾ ''اور میری سچی ناموری پچھلوں میں باقی رکھنا''!(الشعراء:84)

سوال 2: ﴿وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴾ ''اور بلاشبہ آخرت میں وہ یقیناً نیک لوگوں میں سے ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور بلاشبہ آخرت میں وہ یقیناً نیک لوگوں میں سے ہوگا''، یعنی وہ لوگ جنہیں عالی قدر و منزلت اور اللہ تعالیٰ کا قرب عظیم حاصل ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید الوریٰ اور کامل ترین ہستی، نبی مصطفیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کریں، آپ اور آپ کی امت ان کی پیروی کریں۔ (تفسیر سعدی:2/1441)(2) اللہ تعالیٰ نے

ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کی: ﴿ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (۸۳)﴾ ''اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے!'' (الشعراء:83) (3) ابراہیم صالحین کے اعلیٰ مقام میں ہوں گے یعنی جنت میں۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴾ ''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اُس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں، بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے''۔ (الانعام:83)

﴿ ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (123)﴾

''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے''۔ (123)

سوال ﴿ :ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾ ''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ﴾ ''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے کمال کی، عظمت کی، محبت توحید اور صحیح طریقے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی ابراہیم کے دین کی پیروی کریں جو موحد تھے، مشرک نہ تھے۔ (مختصر ابن کثیر:1/1021) (2) ﴿اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ ﴾ ''کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں'' ملت سے مراد ایسا دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے ذریعے لوگوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۬ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾ آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' (الانعام:161) (4) ﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾ ''اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے'' ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ توحید اور شرک کی نفی کا تھا۔ رب العزت نے گواہی دی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام توموحد تھے مشرک نہ تھے۔

﴿ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَی الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَیَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (124)﴾

''یقیناً ہفتے کا دن مقرر کیا گیا اُن لوگوں پر جنہوں نے اس میں اختلاف کیا اور یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن اُن سب باتوں میں اُن کے درمیان فیصلے فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے''۔(124)

سوال:1﴿اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾''یقیناً ہفتے کا دن مقرر کیا گیا اُن لوگوں پر جنہوں نے اس میں اختلاف کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ﴾''یقیناً ہفتے کا دن مقرر کیا گیا''یعنی جن لوگوں پر سبت کو فرض کیا گیا تھا یعنی ہفتے کے دن کی پابندی کو۔ (2)﴿عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾'' اُن لوگوں پر جنہوں نے اس میں اختلاف کیا''یعنی جب انہوں نے جمعہ کے دن کے بارے میں اختلاف کیا جس دن دنیا کی پیدائش مکمل ہوئی تھی۔(3)ان کا اختلاف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہفتے کے دن کی تعظیم اور احترام ان پر واجب کردے۔(4)اللہ تعالیٰ نے تورات کی شریعت میں ان پر جمعہ کا دن ہی واجب کیا تھا۔حقیقی فضیلت جمعہ ہی کے دن کو حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسی دن کی طرف امت مسلمہ کی راہ نمائی فرمائی۔(5)ہفتے کے دن کے واجب کرنے کا مطالبہ یہودیوں نے خود کیا اور اس کی پابندی نہیں کر پائے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِى السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ ج كَذٰلِكَ ج نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾''اور آپ ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے کنارے تھی،جب وہ سَبْت (ہفتے کے دن) کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے،جب کہ ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں سر اُٹھائے ان کے پاس آجاتی تھیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں،ہم نے ایسے ہی اُن کی آزمائش کی اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے''۔(الاعراف:163)

سوال2:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾''اور یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن اُن سب باتوں میں اُن کے درمیان فیصلے فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن اُن سب باتوں میں اُن کے درمیان فیصلے فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا دن مقرر کیا پھر ان کے مطالبے پر ہفتے کا دن مقرر کیا گیا۔یہ ہفتے کے دن پر جمے رہے یہاں تک کہ سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو مبعوث کیا گیا۔وہ ہفتے کے دن پر ہی جمے رہے۔پھر سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اٹھا لیے گئے۔سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے جانے کے بعد عیسائیوں نے قسطنطین کے دور میں یہودیوں کی مخالفت میں اتوار کا دن مقرر کیا۔(2)سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:''ہم باعتبار ترتیب امم،سب امتوں کے بعد آئے ہیں لیکن قیامت کے دن حساب و کتاب اور جنت میں جانے کے لحاظ سے سب سے آگے ہوں گے۔ہاں یہود و نصاریٰ کو ہم سے پہلے کتاب ضرور دی گئی تھی پس جمعہ کے دن عبادت کرنا ان پر فرض کیا گیا تھا مگر انھوں نے اختلاف کیا۔پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت کر دی۔پس سب لوگ اس بات میں ہم سے پیچھے ہیں۔یہود کا دن کل (ہفتہ)

اورنصاریٰ کا دن پرسوں (یعنی اتوار) ہے۔'' (بخاری:876)(3) سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جولوگ ہم سے پہلے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو جمعہ کے دن سے محروم کر دیا تو یہود کا دن ہفتہ اور نصاریٰ کا دن اتوار مقرر ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھیجا اور جمعہ کے لیے ہم کو ہدایت دی، غرض یہ کہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دن مقرر ہوئے اور اسی ترتیب کے لحاظ سے وہ (یہود و نصاریٰ) قیامت کے روز ہمارے پیچھے رہیں گے۔ دنیا میں ہم سب سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا۔'' (مسلم:1982)

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (125)﴾

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور اُن سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو یقیناً آپ کا رب اُن کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے''۔(125)

سوال:1﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور اُن سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُدْعُ﴾''دعوت دیں''یعنی اے محمد ﷺ اپنے رب کے راستے کی طرف' اس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔(2)﴿اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ﴾''اپنے رب کے راستے کی طرف''اپنے رب کے دین کی طرف اور اس کی اطاعت کی طرف بلاؤ۔(تفسیر سمرقندی:313/2)(3)یعنی تمام مخلوق کو، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر، آپ کی اپنے رب کے سیدھے راستے کی طرف دعوت، علم نافع اور عمل صالح پر مشتمل ہونی چاہیے۔(تفسیر سعدی:1441/2)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾'' اور بات میں اُس شخص سے زیادہ اچھا کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور کہا کہ یقیناً میں فرماں برداروں میں سے ہوں''۔(حم السجدہ:33)(5)﴿بِالْحِکْمَةِ﴾''حکمت کے ساتھ''اللہ تعالیٰ کی وحی سے جو اس نے آپ ﷺ کی طرف کی ہے اور اس کی کتاب سے جو اس نے آپ ﷺ پر نازل کی ہے۔(جامع البیان:200/14)(6)یعنی ہر ایک کو اس کے حال، اس کے فہم اور اس کے اندر قبولیت اور اطاعت کے مادے کے مطابق دعوت دیجئے۔ حکمت یہ ہے کہ جہل کی بجائے علم کے ذریعے سے دعوت دی جائے اور اس چیز سے ابتدا کی جائے جو سب سے زیادہ اہم، عقل اور فہم کے سب سے زیادہ قریب ہو اور ایسے نرم طریقے سے دعوت دی جائے کہ اسے کامل طور پر قبول کر لیا جائے۔(تفسیر سعدی:1441،1442/2)(7)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا﴾''اور جس

کوحکمت عطا کی گئی تو یقیناً اُس کو بڑی دولت دے دی گئی''(البقرہ:269) (8) حکمت سے مراد نبوت اور قرآن ہے۔(تفسیر سمرقندی:2/313)(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، رشک بس دو آدمیوں پر ہی کیا جانا چاہیے۔ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور پھر اس نے وہ حق کے راستے میں بے دریغ خرچ کیا اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دین کا علم (قرآن وحدیث کا) دیا ہے وہ اس کے موافق فیصلے کرتا ہے۔(صحیح بخاری:7141)(10) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''آسانی کرواور سختی نہ کرو،خوش کرواور نفرت نہ دلاؤ۔''(بخاری:69)(11) نبی ﷺ کی حکمت کی مثال: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) اگر تمہاری قوم کا دور، جاہلیت سے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کر دینے کا حکم دیتا اور جو حصہ اس میں سے خارج کر دیا گیا ہے اس کو دوبارہ اسی میں شامل کر دیتا اور اس کو زمین سے ملا دیتا اور اس میں دو دروازے بناتا، ایک شرقی دروازہ ایک غربی دروازہ اور میں اس کو ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے موافق کر دیتا۔''(بخاری:1586)(12) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا احد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ ﷺ پر آیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:''میں نے تمہاری قوم (قریش) سے جو جو تکالیف اٹھائی ہیں وہ میرا ہی دل جانتا ہے اور سب سے زیادہ سخت دن مجھ پر مقام عقبہ (جو طائف کی طرف ہے) کا دن گزرا ہے جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال (جو طائف کا رئیس تھا) کے سامنے پیش کیا اور اس نے میری خواہش پوری نہ کی پس میں نہایت رنج میں چلا، میں اپنے ہوش میں نہ آیا تھا کہ قرن الثعالب (مقام) میں پہنچا۔اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ابر کے ٹکڑے نے مجھ پر سایہ کر لیا ہے پھر میں نے دیکھا تو اس میں جبریل (علیہ السلام) تھے۔ انھوں نے مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی گفتگو سن لی اور وہ جواب جو انھوں نے آپ کو دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے، آپ اس کو کافروں کی نسبت جو چاہیں حکم دیں۔پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، مجھے سلام کیا، اس کے بعد کہا کہ اے محمد! جو تم چاہو موجود ہے، اگر تم چاہو تو میں اخشبین (نامی دونوں پہاڑ) ان پر رکھ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''نہیں! میں یہ نہیں چاہتا بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔''(بخاری:3231)(13) مثال کے طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ایک موقع پر دریافت کیا''یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:﴿سُنَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ﴾''یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔''(14) سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی۔''تم دونوں دین کو لوگوں کے لیے آسان بنانا، مشکل نہ بنانا، لوگوں کو دین کے قریب لانا، ایسا نہ کرنا کہ لوگ دین سے بدک جائیں اور دور بھاگیں۔''(15) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ربانی بن جاؤ یعنی دانا اور وفادار۔(فتح الباری:1/192)(16) دعوت وتبلیغ کے لئے حکمت اور سلیقے کی بڑی اہمیت ہے۔(17)﴿وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾''اور عمدہ نصیحت کے ساتھ''موعظہ حسنہ سے مراد وہ واقعات اور قصے ہیں جو قرآن حکیم میں اللہ

تعالیٰ کے نافرمانوں اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے والی قوموں سے متعلق ہیں تا کہ انہیں سن کر لوگ عبرت حاصل کریں۔(18) اچھی نصیحت وہ ہے جس میں لوگوں کے ڈرانے والی باتیں اور لوگوں کے عبرت والے واقعات ہوں۔آپ ان سے لوگوں کو نصیحت کریں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جائیں۔آپ ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کریں یعنی مناظرے کے وقت اچھا لب ولہجہ، اچھے الفاظ اور میٹھے جملے استعمال کریں۔(مختصر ابن کثیر 1022/1)(19) اگر حکمت کے ساتھ دی گئی دعوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دے تو ٹھیک ورنہ اچھی نصیحت کے ذریعے سے دعوت کی طرف منتقل ہو جائے اور اس سے مراد امر و نہی ہے جو ترغیب و ترہیب سے مقرون ہو۔یا تو ان متعدد مصالح کا ذکر کرے جن پر اوامر مشتمل ہیں اور ان متعدد مضرتوں کو بیان کرے جو نواہی میں پنہاں ہیں، یا ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں تکریم کو بیان کرے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کیا اور ان لوگوں کی اہانت کا تذکرہ کرے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم نہیں کیا، یا اس دنیاوی اور اخروی ثواب کا ذکر کرے جو اس نے اپنے اطاعت کیش بندوں کے لئے تیار رکھا ہے اور اس دنیاوی اور اخروی عذاب کا ذکر کرے جو اس نے نافرمانوں کے لئے تیار کیا ہوا ہے۔(تفسیر سعدی:1442/2)(20) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بد بخت وہی ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہی بد بخت (لکھا گیا) ہو اور نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔(صحیح مسلم: 6726)

(20) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴾ ''جنہیں جب اُن کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اُن پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے۔''(الفرقان:73)(21) ﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴾ ''وہ شخص جلد ہی نصیحت قبول کرے گا جو ڈرتا ہے''۔(الاعلیٰ:10)(22) ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴾ ''یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں۔''(النّمس:23)(23) ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ ''آپ اس قرآن سے اُس شخص کو نصیحت کر دو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے''۔(ق:45)(24) ابووائل سے روایت ہے کہ عبداللہ (ابن مسعود) ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ایک آدمی نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں ہر روز وعظ سنایا کرو۔انہوں نے فرمایا، تو سن لو کہ مجھے اس امر سے کوئی چیز مانع ہے تو یہ کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کہیں تم تنگ نہ ہو جاؤ اور میں وعظ میں تمہاری فرصت کا وقت تلاش کیا کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اس خیال سے کہ ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں، وعظ کے لیے ہمارے اوقات فرصت کا خیال رکھتے تھے۔(بخاری،:70)(25) ﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ ''اور اُن سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو'' مجادلہ حسنہ سے مراد ہے:(i) بحث اور مناظرے کی ضرورت کے موقع پر نرمی اور محبت اختیار کرنا۔(ii) بحث کے موقع پر طعن و تشنیع اور سختی سے گریز کیا جائے۔(iii) لہجے میں تلخی اور تندی نہ رکھی جائے۔(iv) بدتمیزی اور ناشائستگی نہ برتی جائے۔(26) اگر وہ شخص جس کو دعوت دی گئی ہے، یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مؤقف برحق ہے یا داعی باطل کی طرف دعوت دینے والا ہے تو اس کے ساتھ احسن طریقے سے بحث کی جائے۔یہ ایسا طریقہ ہے جو عقلاً اور نقلاً دعوت کی قبولیت کا زیادہ موجب ہے، مثلاً اس شخص سے ایسے دلائل کے ساتھ بحث کی جائے جن کو وہ تسلیم

کرتا ہو۔ یہ حصول مقصد کا قریب ترین ذریعہ ہے۔ یہ بحث جھگڑیت اور گالی گلوچ تک نہ پہنچے ورنہ مقصد فوت ہو جائے گا اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ بحث کا مقصد تو لوگوں کی حق کی طرف راہ نمائی کرنا ہے نہ کہ بحث میں جیتنا وغیرہ۔ (تفسیر سعدی:2/1442) (27) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا﴾ ''چنانچہ آپ ان کے بارے میں کسی سے سرسری بحث کے علاوہ جھگڑا نہ کریں''۔ (الکھف:22) (28) ﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ ''اور تم اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز میں سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا۔'' (العنکبوت:46) (29) جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو دونوں کو یہ حکم فرمایا: ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ '' پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے''۔ (طٰہٰ:44)

سوال:2 ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ کا رب اُن کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ کا رب اُن کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے'' آپ کا رب ہدایت اور گمراہی کے معاملے کو خوب جانتا ہے۔ (2) ﴿بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں'' وہ جانتا ہے کہ جس نے اسے گمراہی میں مبتلا کیا۔ وہ جانتا ہے کہ اس نے کیا اعمال کیے تھے جو اسے گمراہی تک لے گئے۔ وہ اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ (3) ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے''۔ (القصص:56) (4) ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اُن کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے''۔ (البقرہ:272)

﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (126)﴾

''اور اگر تم بدلہ لو تو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اسی قدر بدلہ لو اور اگر آپ صبر کریں تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے''۔ (126)

سوال:1 ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ ''اور اگر تم بدلہ لو تو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اسی قدر بدلہ لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے عدل کو مباح کیا ہے اور احسان کی ترغیب دی ہے۔ (2) ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ ''اور

اگرتم بدلہ لوتو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اسی قدر بدلہ لو' قصاص میں برابری کا حکم ہے اور بدلہ لینے میں مساوات کی تعلیم ہے۔ شروع میں مسلمانوں کو مشرکوں سے درگزر کرنے کا حکم تھا۔ پھر چند معزز شخص مسلمان ہو گئے اور انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر اللہ تعالیٰ اجازت دے دے تو ہم ان سے بدلہ لے لیں اس پر یہ آیت اتری جسے آیت جہاد نے منسوخ کر دیا۔ (مختصر ابن کثیر 1/1022,1023)(3) اگر تم اس شخص کا مواخذہ کرنا چاہو جس نے تمہیں قول وفعل کے ذریعے سے برے سلوک کا نشانہ بنایا۔ (تفسیر سعدی:2/1443)(4) ﴿فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ ''تو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اسی قدر بدلہ لو' یعنی تمہارے ساتھ جو زیاتی کی گئی بدلہ لیتے وقت تمہاری طرف سے اس میں اضافہ نہ ہو۔

سوال:2 ﴿ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''اور اگر آپ صبر کریں تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ ﴾ ''اور اگر آپ صبر کریں'' یعنی اگر تم بدلہ نہ لو اور صبر کر جاؤ۔(2) ﴿لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے'' صبر بدلہ لینے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اجر وثواب انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''اور برائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے، پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا''۔(الشوریٰ:40)(3) ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ ''اور ہم نے اس کتاب میں ان پر لکھ دیا تھا کہ بلاشبہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ہے اور زخموں کا بھی برابر کا بدلہ ہے، پھر جس نے اس (قصاص) کو صدقہ کر دیا تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''(المائدہ:45)(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کریں تو گناہ ابتداء کرنے والے پر ہی ہوگا جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے۔ (یعنی زیادتی نہ کرے) (مسلم:6591)(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اُس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔ (مسلم 6592)

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (127)﴾

''اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، اور آپ ان پر غم نہ کریں اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ خفیہ تدبیریں کرتے ہیں''۔(127)

سوال:1﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰه﴾''اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاصْبِرْ﴾''اور آپ صبر کریں''رب العزت نے صبر کی تاکید کی ہے۔(2)﴿وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰه﴾''اور آپ کا صبر نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے''صبر وہی کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے۔(3)اللہ تعالیٰ صبر پر مدد کرتا ہے اور ثابت قدم رکھتا ہے۔

سوال2:﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾''اور آپ ان پر غم نہ کریں اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ خفیہ تدبیریں کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾''اور آپ ان پر غم نہ کریں''اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو مشرکوں پر غم کھانے اور دل تنگ ہونے سے بچنے کی نصیحت کی ہے۔یعنی جب آپ ﷺ دیکھیں کہ یہ لوگ دین کی دعوت قبول نہیں کر رہے ہیں تو غم نہ کرو کیونکہ غم نفع مند نہیں ہے۔(2)﴿وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾''اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ خفیہ تدبیریں کرتے ہیں''یعنی آپ کسی سختی یا تنگی میں مبتلا نہ ہوں ان کی چالیں اور ان کے فریب انہی پر لوٹیں گے۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾''ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اُتاری گئی ہے چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔''(الاعراف:2)(4)﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ط اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾''پھر شاید آپ اس کا کوئی حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کیا جاتا ہے یا اس پر آپ کا سینہ تنگ ہونے والا ہے کہ وہ کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ یقیناً آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے''۔(ہود:12)

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (128)﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں''۔(128)

سوال1:﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے''اللہ تعالیٰ کے متقیوں کے ساتھ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے متقیوں کے ساتھ ہونے سے مراد یہ ہے کہ(i)اہل دنیا کے شر کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔(ii)اس سے یہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔(iii)اس سے یہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کامیابی سے ہمکنار کرنے والا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ اپنی معاونت' توفیق اور تسدید کے ذریعے پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جو کفر اور معاصی سے اجتناب کرتے ہیں اور مقام احسان پر فائز ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1143)(3)زجاج نے کہا:اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے یعنی ان کا مددگار ہے۔(معانی القرآن:3/224)(4)اللہ تعالیٰ متقیوں کی مدد کرتا ہے یعنی ان کو تقویت دیتا ہے اور ان کو کامیاب کرتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ﴾ ''جب تمہارا ربّ فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں''۔(الانفال:12)(5)سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون سے فرمایا:﴿قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی﴾ ''یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔میں سُن رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں''۔(طٰہٰ:46)(6)غار ثور میں محمد ﷺ نے سیدنا ابوبکر سے فرمایا:﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ''غم نہ کرو!یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''(التوبہ:40)(7)سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:﴿وَ قَالَ کَلَّا ج اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ ''ہرگز نہیں!یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے۔وہ ضرور میری راہنمائی کرے گا۔''(الشعراء:62)(8)اس آیت میں تقویٰ رکھنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے حرام چیزیں چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال:2 ﴿وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ ''اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں''محسنین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے قرآن وسنت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔(2)محسنین سے اطاعت گزار اور وفا شعار مراد ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے اور ان ہی کی تائید فرماتا ہے اور ان ہی کو دشمنوں اور مخالفوں پر فتح وکامرانی عطا فرماتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/1023)(3)محسن مقام احسان پر فائز ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرتے ہیں گویا کہ اسے دیکھ رہے ہوں۔اگر ان کی یہ کیفیت نہ ہو تو وہ کم از کم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے۔(4)اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر وہ لوگ احسان کرتے ہیں جو انہیں نفع پہنچاتے ہیں۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 15

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

سورہ بنی اسرائیل

سوال: سورت بنی اسرائیل کہاں نازل ہوئی؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔

سوال: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں 12 رکوع اور 111 آیات ہیں۔

سوال: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے سترھویں سورت ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ پچاسویں سورت ہے۔

سوال: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: صحیح بخاری شریف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورہ بنی اسرائیل، سورہ کہف، اور سورہ مریم سب سے پہلے، سب سے بہتر اور سب سے بڑی فضیلت والی ہیں۔ مسند احمد میں ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نفلی روزے کبھی تو اس طرح پے در پے لگا تار رکھتے چلے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے کہ رسول اللہ ﷺ پورا مہینہ روزوں میں ہی گزار دیں گے اور کبھی کبھی بالکل ہی نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ اس مہینے روزے رکھیں گے ہی نہیں، اور آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر رات سورہ بنی اسرائیل اور سورہ الزمر پڑھا کرتے تھے۔ (ابن کثیر: 166/3)

سوال: اس سورت کے اور کون سے نام ہیں؟

جواب: اس سورت کا نام سورۃ الاسراء بھی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 1

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ(1)﴾

''پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو ایک رات مسجدِ حرام سے دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(1)''

سوال1:﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا﴾ ''پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو ایک رات مسجدِ حرام سے دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ﴾''پاک ہے وہ (اللہ)''اللہ رب العزت نے اپنی مقدس ذات کی شان اور بزرگی بیان فرمائی ہے۔اس نے اپنی ہمہ گیر فطرت کو بیان فرمایا ہے۔یقیناً اس کے افعال عظیم ہیں۔اس کے سوا کوئی بھی جلال اور کمال کے لائق نہیں۔اس کے احسانات عظیم میں سے ایک یہ ہے کہ وہ(2)﴿اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلاً﴾''اپنے بندے کو ایک رات لے گیا''یعنی وہ اپنے بندے محمد ﷺ کو ایک رات مختصر وقفے میں مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔(3)اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں،قرآن مجید کو نازل کرنے کے ذکر کے مقام پر(سورہ فرقان میں)اور جہاں قرآن کی بابت چیلنج کیا گیا،(سورہ بقرہ میں)ان تینوں مقامات میں نبی ﷺ کی صفت عبودیت (آپ کے بندے ہونے کی خوبی) کو بیان فرمایا،اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ مقامات بلند اپنے رب کی عبودیت کی تکمیل کی وجہ ہی سے حاصل کئے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1445)(4)آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ''اسراء'' کا یہ واقعہ رات کے ابتدائی حصے میں پیش آیا اور سفر مسجد حرام سے شروع ہوا مگر صحیح حدیث میں آتا ہے کہ آپ کو سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے رات کے اس سفر پر لے جایا گیا۔ (تفسیر طبری:9/5) (تفسیر سعدی:2/1444)(5)﴿مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا﴾''مسجدِ حرام سے دور کی اس مسجد تک''مسجد حرام سے جو تمام مساجد سے افضل ہے۔مسجد اقصیٰ تک جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے عہد تک تمام پیغمبروں کا مرکز رہی ہے۔(6)مسجد اقصیٰ بیت المقدس فلسطین میں ہے جو القدس یا ایلیاء میں ہے۔چونکہ مکّہ سے بیت المقدس کی مسافت چالیس دن کی ہے۔اس اعتبار سے مسجد حرام کے مقابلے میں مسجد اقصیٰ کو دور کی مسجد کہا گیا۔محمد ﷺ سے ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تمام انبیاء اس پاک سرزمین پر جمع ہوئے۔(7)بیت المقدس پچھلے انبیاء کی اکثریت کی دعوت کا مرکز رہا ہے۔اس اعتبار سے یہ موزوں ترین مقام تھا جہاں انبیاء کی ملاقات اور امامت کی تقریب منعقد کی جاتی۔(8)آپ ﷺ نے اسی مقام پر انبیاء کی امامت کے فرائض سرانجام دیے۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تمام امور کے امام ہیں۔اللہ تعالیٰ محمد ﷺ پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے اور تمام انبیاء پر رحمتیں،برکتیں اور سلامتیاں نازل فرمائے۔اللھم صلی علی محمد وبارک وسلم علیہ۔(9)﴿الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ﴾''جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے''بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کے آس پاس اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت رکھی ہے۔اردگرد پھلوں سے لدے باغات،ہرے بھرے کھیت،غلے اور پھلوں کی کثرت ہے۔(10)یہ بھی اللہ تعالیٰ کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کو دیگر مساجد پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔(11)مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کے لئے دور سے سفر کر کے جانے کا مطالبہ ہے۔(12)اللہ تعالیٰ نے اس پاک سرزمین کو انبیاء اور اس کے چنے ہوئے بندوں کے رہنے کے لئے منتخب فرمایا۔(13)مسجد اقصیٰ کی برکات دینی بھی ہیں اور دنیاوی بھی دینی

برکات تو یہ ہیں کہ وہ تمام انبیاء سابقین کا قبلہ اور تمام انبیاء کا مسکن و مدفن ہے اور دنیوی برکات اس کی زمین کا سرسبز ہونا اور اس میں عمدہ چشمے نہریں باغات وغیرہ کا ہونا ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ملک شام تو تمام شہروں میں سے میرا منتخب خطہ ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو پہنچاؤں گا۔ (قرطبی) (14) دنیا میں چار مواضع وہ ہیں جن میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ یعنی حرمین، اقصیٰ اور طور و شرفاً و برکۃً۔ (اشرف الحواشی:339/1) (15) ﴿لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا﴾ ''تا کہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں'' اسراء کی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر قاسمی:187/10) (16) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو یہ سیر اس لئے کروائی تا کہ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (۱۸)﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے اپنے رب کی کچھ بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' (النجم:18) (17) معراج کے واقعہ میں نبی اکرم ﷺ سے بہت سی صحیح احادیث منقول ہیں ان میں ان تمام امور کی تفاصیل مذکور ہیں جن کا آپ نے مشاہدہ کیا۔ آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا وہاں سے آسمانوں پر لے جایا گیا حتیٰ کہ آپ تمام آسمانوں کے اوپر چلے گئے۔ وہاں آپ نے جنت، جہنم اور تمام انبیاء کرام کو ان کے مراتب کے مطابق دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کیں، پھر آپ موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے بار بار اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے رہے حتیٰ کہ وہ بالفعل پانچ ہوگئیں مگر ان کا ثواب، پچاس نمازوں کا ہے۔ اس رات آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو بہت سے مفاخر عطا کئے گئے جن کی مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر سعدی:1445/2) (18) اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نشانیاں دکھائیں جن سے ہدایت، بصیرت، ثبات اور قوت تفریق و امتیاز میں اضافہ ہوا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی آپ پر عنایت اور لطف و کرم ہے کہ اس نے تمام امور میں آپ کے لئے بھلائی کو آسان فرما دیا اور آپ کو ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا جن کی بنا پر آپ نے تمام اولین و آخرین پر فوقیت حاصل کی۔ (تفسیر سعدی:1444/2)

سوال2: ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ''بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ﴾ ''بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں خوب سن رہا ہے، ان کی بھی جو یقین رکھتے ہیں، ان کی بھی جو شک میں مبتلا ہیں۔ ان کی بھی جو مسلمان ہیں، ان کی بھی جو کافر ہیں۔ (2) ﴿الْبَصِيْرُ﴾ ''سب کچھ دیکھنے والا ہے'' وہ سب کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ (3) کسی بھی واقعے کو پوری صحت کے ساتھ وہی بیان کر سکتا ہے جو عینی شاہد ہو اور جس نے واقعے کی جزویات حتیٰ کہ بہت دھیمی اور خفیہ باتوں کو بھی سُنا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو صفات کے توسط سے یقین دہانی کروائی ہے کہ اس واقعے کا گواہ وہ ہے جس نے سب کچھ دیکھا اور سنا ہے لہٰذا اس کی صداقت میں شبہ نہیں ہو سکتا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی صفت عبدیت سے کیا ثابت فرمایا ہے؟

جواب:(1) صفت عبدیت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تمام تر عروج کے باوجود رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے ہی ہیں۔ (2) صفت

عبدیت کا تذکرہ اس اعتبار سے بھی کیا گیا کہ بندے کے مقام اور رب کے مقام میں فرق واضح رہے کیونکہ اسی وجہ سے پہلے لوگوں نے ٹھوکریں کھائیں جیسے سیدنا عیسیٰ کی معجزانہ پیدائش کی وجہ سے لوگوں نے آپ علیہ السلام کی ذات میں الوہیت کو جمع کر دیا۔

سوال4: واقعہ اسراء اور معراج کو احادیث کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) سیدنا مالک بن صعصہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک دفعہ بیت اللہ کے قریب نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ایک تیسرے آدمی کا ذکر فرمایا اس کے بعد میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا، جو حکمت اور ایمان سے بھرپور تھا۔ میرے سینے کو پیٹ کے آخری حصے تک چاک کیا گیا۔ پھر میرا پیٹ زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس ایک سواری لائی گئی۔ سفید، خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی یعنی براق۔ میں اس میں سوار ہو کر جبریل علیہ السلام کے ساتھ چلا۔'' (بخاری:3207) (2) ''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے براق لایا گیا۔ براق ایک سفید لمبا گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا جانور ہے۔ منتہائے نگاہ تک اپنے پاؤں رکھتا ہے۔ میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور اسے اس حلقہ سے باندھا جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے جانور باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔ میں نے اس میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر میں نکلا تو سیدنا جبریل علیہ السلام دو برتن لائے ایک برتن میں شراب اور دوسرے برتن میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پسند کیا۔ سیدنا جبریل کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت کو پسند کیا۔ پھر سیدنا جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ آسمان کی طرف چڑھے۔ فرشتوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو فرشتوں نے پوچھا: آپ کون؟ کہا جبریل۔ کہا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرشتوں نے پوچھا کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو ہم نے سیدنا آدم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ آدم علیہ السلام نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا گیا تو فرشتوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پھر پوچھا آپ کون؟ کہا جبریل۔ اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہوں پوچھا کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے دونوں خالہ زاد بھائیوں سیدنا عیسیٰ ابن مریم اور سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو دیکھا۔ دونوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ تیسرے آسمان پر گئے تو دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا: جبریل۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرشتوں نے پوچھا کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا جبریل۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرشتوں نے پوچھا گیا کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھلا تو میں نے سیدنا ادریس علیہ السلام کو

دیکھا۔انہوں نے مجھے خوش آمدید کہااور میرے لیے دعائے خیر کی۔سیدنا ادریس علیہ السلام کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾''ہم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے۔'' پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔جب جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا جبریل۔پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔پوچھا گیا کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا ہاں بلائے گئے ہیں۔پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا تو میں نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف چڑھایا گیا جب جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا کون ؟ کہا جبریل۔پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔پھر پوچھا کیا ان کو بلایا گیا ہیں؟ کہا ہاں بلائے گئے ہیں۔ہمارے لیے دروازہ کھولا تو میں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔جب جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کا کہا تو فرشتوں نے پوچھا کون؟ کہا جبریل۔پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔پوچھا گیا کہ کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں ان کو بلانے کا حکم ہوا ہے پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کی طرف پشت کیے اور ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا اور بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور انہیں دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملتا (فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے) پھر سیدنا جبریل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گئے اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح بڑے بڑے تھے اور اس کے پھل بیر جیسے اور بڑے گھڑے کے برابر تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس درخت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھانکا گیا تو اس کا حال ایسا پوشیدہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس کے حسن (خوب صورتی) کو بیان کر سکے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔پھر وہاں سے واپس موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں دن رات میں۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رب کے پاس واپس جا کر ان سے کم کا سوال کریں۔اس لیے کہ آپ ﷺ کی امت میں اتنی طاقت نہ ہوگی کیونکہ میں بنی اسرائیل میں اس کا تجربہ کر چکا اور آزما چکا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے پھر واپس جا کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری امت پر تخفیف فرما دیں تو اللہ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔میں پھر واپس آ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ کی امت میں اس کی بھی طاقت نہیں۔اپنے رب کے پاس جا کر ان میں تخفیف کا سوال کریں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس سے موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور موسیٰ کے پاس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آتا جاتا رہا اور پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد! ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور ہر نماز کا ثواب اب دس نمازوں کے برابر ہے۔اس طرح (ثواب کے اعتبار سے) پچاس نمازیں ہوگئی اور جو آدمی کسی نیک کام کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کر سکے تو میں اسے ایک نیکی کا ثواب عطا کروں گا اور جو آدمی برائی کا ارادہ کرے لیکن اس کا ارتکاب نہ کرے

تواس کے نامہء اعمال میں یہ برائی نہیں لکھی جاتی اوراگر برائی اس سے سرزد ہوجائے تو میں اس کے نامہء اعمال میں ایک ہی برائی لکھوں گا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پھر واپس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اوران کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کا سوال کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے پروردگار کے پاس (اس سلسلہ میں) بار بار آجا چکا ہوں۔ یہاں تک کہ اب مجھے اس کے متعلق اپنے اللہ (عزوجل) کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔(صحیح مسلم:411)(3)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے لیے براق آیا لایا گیا۔ براق لگام لگایا ہوا تھا اوراس پر کاٹھی کسی ہوئی تھی، آپ نے اس پر سوار ہوتے وقت دقت محسوس کی تو جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہہ کر جھڑکا: تو محمد ﷺ کے ساتھ ایسا کر رہا ہے، تجھ پر اب تک ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی معزز شخص سوار نہیں ہوا ہے، یہ سن کر براق پسینے پسینے ہوگیا۔'' (ترمذی:3131)

سوال5:منکرین احادیث کی تاویلات اوران کا رد بیان یں؟

جواب:منکرین حدیث آیت کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اسراء سے مراد آپ ﷺ کا واقعہ ہجرت ہے جس کا آغاز رات کو ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ سے مراد دور کی مسجد یعنی ''مسجد نبوی'' ہے۔ یہ تاویل کئی لحاظ سے غلط ہے مثلاً (1) بخاری کی صحیح حدیث کے مطابق ہجرت کے سفر کا آغاز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے ہوا تھا جب کہ اس واقعہ کا آغاز مسجد حرام سے ہوا۔(2) واقعہ ہجرت بخاری کی اس روایت کے مطابق دوپہر کی کڑکڑاتی دھوپ کے وقت ہوا تھا جب کہ لوگ آرام کر رہے تھے مگر معراج کا آغاز رات کو ہوا۔(3) واقعہ ہجرت ایک رات یا راتوں رات نہیں ہوا تھا بلکہ اس سفر میں پندرہ دن اور پندرہ راتیں لگ گئے تھے جب کہ معراج کا واقعہ ایک ہی رات میں ہوا تھا۔(4) مسجد اقصیٰ کے عرفی مفہوم کو چھوڑ کر اس کے لغوی معنی ''دور کی مسجد'' مراد لینا خلاف دستور فلہٰذا باطل ہے۔(5) مسجد نبوی کی تو تعمیر ہی بعد میں ہوئی پھر یہ آپ ﷺ کے سفر کی آخری منزل کیسے بن سکتی ہے۔اور واقعہ معراج سے اس بنا پر انکار کیا جاتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے سمت مقرر ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ یہ بحث دراصل استواء علی العرش کی بحث ہے اور یہ طویل ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔(تیسیر القرآن:2/563)

سوال6: کیا معراج بیداری میں ہوئی یا خواب میں؟

جواب:اسراء (معراج) کا واقعہ بیک وقت جسم اور روح کے ساتھ پیش آیا تھا۔اگر آپ کو معراج جسم اور روح کے ساتھ نہ ہوئی ہوتی تو اس میں آیت کبریٰ کا کوئی مفہوم ہے نہ کسی بڑی منقبت کا کوئی پہلو ہے۔(تفسیر سعدی:2/1444)

سوال7:اس سورۃ کا آغاز تسبیح سے کیا گیا ہے۔اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1) اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کے بندے محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنے رب سے ملاقات کا تذکرہ ہے۔ایسی فضا میں تسبیح سے زیادہ کوئی چیز مناسب نہیں۔(2) تسبیح یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر نقص سے پاک ٹھہرانا ایسے موقعوں پر ہوتا ہے جب کسی بہت بڑے واقعے کا ذکر ہو۔

(3)تسبیح کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ظاہری اعتبار سے یہ واقعہ خواہ کتنا ہی محال ہو اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں۔وہ اسباب کا پابند نہیں۔اسباب انسانوں کے لئے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ تمام کوتاہیوں اور کمیوں سے پاک ہے۔

﴿ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا (2) ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اُسے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا۔''(2)

سوال:1﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴾''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اُسے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ﴾''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی''یعنی تورات۔پہلی آیت میں معراج کا بیان تھا اور اس آیت میں کلیم اللہ کا بیان ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر نبوت محمدی اور نبوت موسوی،قرآن اور تورات اور دونوں کی شریعتوں کو مقرون (ساتھ ساتھ) بیان کیا ہے کیونکہ دونوں کی کتابیں سب سے افضل،دونوں کی شریعتیں سب سے کامل،دونوں کی نبوتیں سب سے اعلیٰ اور دونوں کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1446)(3)﴿وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾''اور اُسے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا''سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اس مقصد کے لیے دی گئی کہ بنی اسرائیل پر حجت تمام کردی جائے۔اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک اُس کو رسولوں کے ذریعے ہدایت نہ دے دی جائے۔(4)بنی اسرائیل علم حق تک پہنچنے کے لئے تورات سے فائدہ اٹھاتے تھے۔(5)کتاب کو ہدایت اس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا تاکہ منصب امامت کے لیے جو بنیادی اہلیت درکار ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے تمام معاملات اُس کے حوالے کیے جائیں،بنی اسرائیل وہ اہلیت اپنے اندر پیدا کرلیں یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنالیں۔(6)﴿اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴾''کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا''اور ہم نے اس مقصد کے لیے ان کی طرف کتاب نازل کی تاکہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں،صرف اسی کی طرف رجوع کریں،اپنے دینی اور دنیاوی امور میں اکیلے اسی کو اپنا کارساز اور مدبر بنائیں۔اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کے ساتھ الوہیت کا کوئی تعلق نہ رکھیں جو کسی چیز کی مالک نہیں اور نہ وہ انہیں کوئی نفع دے سکتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1446)

سوال2:انسان کب اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بناتا ہے؟

جواب:(1)انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل تب بناتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور عظمتوں کو پہچان لیتا ہے۔(2)جو شخص غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کو پانا شروع کر دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنالیتا ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنانے سے انسان کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کواپناوکیل بنا کر ہی انسان ایمان والی زندگی گزار سکتا ہے۔(2)مومن دعوت حق دینے کے قابل ہی تب ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کواپناوکیل بنالیتا ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کواپناوکیل بنانے سے انسان اپنی تمام اُمیدیں اللہ تعالیٰ سے باندھ لیتا ہے۔(4)اللہ تعالیٰ کواپناوکیل بنانے سے انسان اپنے تمام تر اندیشے اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرلیتا ہے۔(5)اللہ تعالیٰ کواپناوکیل بنالینے سے انسان کے اندر کامل بے غرضی پیدا ہوتی ہے۔(6)اللہ تعالیٰ کواپناوکیل بنالینے سے انسان کے اندر کامل یک سوئی پیدا ہوتی ہے۔(7)اللہ تعالیٰ کواپناوکیل بنانے سے ہی کامل سپردگی پیدا ہوتی ہے۔

سوال3:واقعہ معراج کے فوراًبعد بنی اسرائیل کا تذکرہ کس اعتبار سے کیا گیا؟

جواب:(1)واقعہ معراج کے بعد بنی اسرائیل کے تذکرے میں حکمت ہے۔مسجد اقصیٰ اس علاقے کا دل ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بسایا پھر وہاں سے نکالا۔اس لیے مسجد اقصیٰ کے ساتھ اُس کے باشندوں کا بھی ذکر کیا گیا۔(2)یہاں ایک طرف محمد رسول اللہ ﷺ کے عروج کا ذکر ہے اور دوسری طرف بنی اسرائیل کے زوال کا ذکر ہے۔(3)ہجرت کے فوراًبعد چونکہ بنی اسرائیل نے آپ ﷺ کا مخاطب بننا تھا اس لیے بنی اسرائیل کے عروج وزوال اور اُن کے انجام پر تاریخی تبصرہ کر کے سمجھایا گیا کہ عروج وزوال میں اصلاح اور فساد کا کتنا دخل ہوتا ہے۔(4)بنی اسرائیل کے توسط سے اہل مکہ کو سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کرلیتا ہے تو اس کے مال دار طبقے میں بگاڑ پیدا کر دیا جاتا ہے اور اس طرح سے اُن کے توسط سے سب ہی ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔(5)یہاں بنی اسرائیل کا تذکرہ اس اعتبار سے بھی کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حامل کتاب کے مقام سے معزول کر دیا تھا کیونکہ اُن کے اندر اس منصب کی اہلیت ختم ہوگئی تھی۔آئندہ آنے والی اُمت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے۔اس میں کوئی استثناء نہیں۔

﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ط اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (3)﴾

''اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا!یقیناً وہ بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا۔''(3)

سوال1:﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ط اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾''اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا!یقیناً وہی بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا!یقیناً وہی بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا''یعنی ان لوگوں کی اولاد ہو جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا،جنہیں عالم گیر طوفانوں سے بچایا۔(2)طوفان نوح کے بعد وہی لوگ بچے تھے جو سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اور ساری انسانیت ان ہی کی اولاد ہے۔(3)سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار ہونے والے مومن بندے تھے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ بتایا ہے کہ ایمان والے کا اصلی شجرہ نسب ایمانی ہوتا ہے۔(4)﴿اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾''یقیناً وہ بڑا

ہی شکرگزار بندہ تھا'' اس میں نوح علیہ السلام کی، ان کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور شکرگزاری کی صفت سے موصوف ہونے کی بنا پر مدح وثناء ہے اور ان کی ذریت کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ شکر کے بارے میں نوح علیہ السلام کی پیروی کریں اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کریں جس سے اس نے انہیں نوازا، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا کر باقی رکھا اور ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو غرق کر دیا۔ (تفسیر سعدی: 1446/2)(5)(i) صفت عبدیت ہی انسانیت کی اصل غرض وغایت ہے۔(ii) اس سورت کے آغاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عبدیت کا ذکر کیا گیا۔ اسی نسبت سے سیدنا نوح علیہ السلام کی بھی صفت عبدیت کا ذکر کیا گیا۔(6) سیدنا سعد بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نوح علیہ السلام کو شکرگزار بندہ اس لئے فرمایا گیا کہ جب آپ کھاتے پیتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد فرماتے تھے۔(طبرانی)(7) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ پھر لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ دنیا کے سب پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا شکرگزار بندہ بنایا ہے لہٰذا آپ اپنے رب سے ہماری سفارش فرما دیجئے۔(بخاری)

سوال 2: اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کے شکور ہونے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تمہارا باپ نوح علیہ السلام ایک شکرگزار انسان تھا لہٰذا تم بھی اپنے باپ کی طرح شکر گزاری کا راستہ اختیار کرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس نعمت کی ناشکری نہ کرو۔

﴿ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا(4)﴾

''اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے فیصلہ کر دیا تھا کہ یقیناً تم دو بار زمین میں ضرور فساد کرو گے اور تم یقیناً ضرور سرکشی کرو گے، بڑی سرکشی۔''(4)

سوال 1: ﴿وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے فیصلہ کر دیا تھا کہ یقیناً تم دو بار زمین میں ضرور فساد کرو گے اور تم یقیناً ضرور سرکشی کرو گے، بڑی سرکشی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے فیصلہ کر دیا تھا کہ یقیناً تم دو بار زمین میں ضرور فساد کرو گے اور تم یقیناً ضرور سرکشی کرو گے، بڑی سرکشی'' تورات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ بتا دیا تھا کہ یہودی دو بار سرکشی کریں گے۔(2) یعنی ہم نے ان کے بارے میں فیصلہ کیا اور انہیں ان کی کتاب میں آگاہ کیا کہ وہ نافرمانیوں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اور زمین میں تکبر اور اقتدار کی بنا پر زمین میں دو بار فساد پھیلانے کا باعث بنیں گے۔ جب ان کی طرف سے ایک فساد واقع ہوا تو ہم نے ان پر دشمنوں کو مسلط کر دیا جو ان سے انتقام لیتے تھے یہ ان کے لئے

تحذیر وانذار تھا شاید کہ وہ لوٹ آئیں اور نصیحت پکڑیں۔(تفسیر سعدی:2/1446)(3) پیشگی اطلاع تو پیشگی علم کی وجہ سے دی گئی۔اس میں بنی اسرائیل پر جبر نہیں کیا گیا۔اللہ تعالیٰ کسی کو فساد کے لیے مجبور نہیں کرتا۔(4) ﴿وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا﴾ ''اور تم یقیناً ضرور سرکشی کرو گے، بڑی سرکشی''، یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے تکبر کرو گے۔سرزمین شام میں لوگوں پر مظالم توڑو گے اور سرکشی کی انتہا کرو گے۔

سوال2: یہاں فساد سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں فساد سے مراد دینی بگاڑ ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہوا جس کے دو ادوار ہیں جن کا تذکرہ حزقی ایل یسیحیاہ، ہرمیاہ اور زبور میں ملتا ہے۔سیدنا عیسیٰ کی زبان سے یہ تذکرہ متی اور لوقا کی انجیلوں میں موجود ہے۔

سوال3: بنی اسرائیل میں یہ فساد کب پیدا ہوا؟

جواب: بنی اسرائیل میں یہ فساد تب پیدا ہوا (1) جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی شعباء کو قتل اور حضرت ارمیاہ کو قید کیا۔(2) جب بنی اسرائیل نے تورات کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی کی۔(3) جب بنی اسرائیل نے کھلے عام اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی سرکشی کی اُنہیں سزا دی۔

سوال4: بنی اسرائیل کو اُن کی سرکشی کی کیا سزا دی گئی؟

جواب: (1) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چھ سو سال پہلے بابل کے فرماں روا بخت نصر نے یہودیوں کو بے دریغ قتل کیا اور اُن کی بڑی تعداد کو غلام بنالیا۔(2) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے فساد فی الارض کے جرم کے بعد جالوت کو سزا کے طور پر اُن پر مسلط کیا جس نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا۔

﴿فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا (5)﴾

''پھر جب اُن دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آ گیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت جنگ جو بندوں کو بھیجا پس وہ گھروں میں گھس گئے اور وہ ایک وعدہ تھا جو پورا کیا ہوا تھا۔''(5)

سوال: ﴿فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا﴾ ''پھر جب اُن دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آ گیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت جنگ جو بندوں کو بھیجا پس وہ گھروں میں گھس گئے اور وہ ایک وعدہ تھا جو پورا کیا ہوا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰهُمَا ﴾''پھر جب اُن دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آ گیا''یہود نے جب بیت المقدس میں سر بلندی حاصل کی،اُن کے پاس حکومت اور قوت جمع ہوگئی اس پر اُنہوں نے فساد بر پا کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایک دوسری قوت والی قوم کو مسلط کر دیا جو اُن پر حملہ آور ہوتے رہے اور ہر چیز کو تباہ و برباد کرتے رہے۔(2)﴿بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ﴾''تو ہم نے تم پر بھیجا''یعنی ہم نے تکوین،تقدیر اور جزا کے طور پر تم پر مسلط کر دیئے۔(تفسیر سعدی:1446/2)(3)﴿عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ﴾''اپنے سخت جنگ جو بندوں کو''بہت کثیر تعداد میں بہادر بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فتح و نصرت عطا کی،انہوں نے تمہیں قتل کیا،تمہاری اولاد کو غلام بنایا اور تمہارے مال و متاع کو لوٹا۔(تفسیر سعدی:1447/2)(4)﴿فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّيَارِ﴾''پس وہ گھروں میں گھس گئے''یعنی وہ تمہارے گھروں کے اندر گھس گئے اور انہیں برباد کر دیا۔ان لوگوں نے مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر اسے بھی برباد کر دیا۔(5)﴿وَكَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ﴾''اور وہ ایک وعدہ تھا جو پورا کیا ہوا تھا''چونکہ انہوں نے اس وعدے کے پورے ہونے کے تمام اسباب مہیا کر دیئے تھے،لہٰذا اس وعدے کا پورا ہونا ضروری تھا۔اصحاب تفسیر کا مسلط ہونے والی قوم کے تعین کے بارے میں اختلاف ہے البتہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ وہ کافر تھی۔اس قوم کا تعلق یا تو عراق سے تھا یا وہ جزیرۃ العرب سے تھی یا ان کے علاوہ کوئی اور قوم تھی۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل پر مسلط کر دیا کیونکہ ان کی نافرمانیاں بڑھ گئی تھیں،انہوں نے شریعت کے اکثر احکام کو پس پشت ڈال دیا اور انہوں نے زمین میں سرکشی اختیار کر لی تھی۔(تفسیر سعدی :1447/2)

﴿ثُمَّ رَدَدۡنَا لَـكُمُ الۡكَرَّةَ عَلَيۡهِمۡ وَاَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَجَعَلۡنٰكُمۡ اَكۡثَرَ نَفِيۡرًا (6)﴾

''پھر ہم نے ان پر دوبارہ تمہیں غلبہ دے دیا اور ہم نے مالوں اور بیٹوں سے تمہیں مدد دی اور ہم نے تمہیں تعداد میں زیادہ کر دیا۔''(6)

سوال:﴿ثُمَّ رَدَدۡنَا لَـكُمُ الۡكَرَّةَ عَلَيۡهِمۡ وَاَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَجَعَلۡنٰكُمۡ اَكۡثَرَ نَفِيۡرًا ﴾ ''پھر ہم نے ان پر دوبارہ تمہیں غلبہ دے دیا اور ہم نے مالوں اور بیٹوں سے تمہیں مدد دی اور ہم نے تمہیں تعداد میں زیادہ کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ رَدَدۡنَا لَـكُمُ الۡكَرَّةَ عَلَيۡهِمۡ﴾'' پھر ہم نے ان پر دوبارہ تمہیں غلبہ دے دیا''یعنی ہم نے تمہیں تمہارے دشمنوں پر غلبہ عطا کیا جو تم پر غالب تھے۔پھر تم نے انہیں اپنے شہروں سے نکال دیا۔(2)(i)بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اپنے حالات کو درست کیا۔(ii)بنی اسرائیل پر ظلم کرنے والے فاتحین کو اپنی قوت پر گھمنڈ ہو گیا تو اُنہوں نے زمین میں فساد بر پا کرنا شروع کر دیا۔(iii)بنی اسرائیل دوبارہ منظّم ہوئے اور حملہ آور ہو کر غالب ہو گئے۔(iv)بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے مال اور بیٹوں سے نوازا۔اس طرح اُن کی ذلت دُور ہو گئی۔(3)﴿وَاَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ﴾'' ہم نے مالوں اور بیٹوں سے تمہیں مدد دی''یعنی ہم نے تمہیں کثیر رزق عطا کیا،اور تمہاری تعداد میں اضافہ کیا اور تمہیں تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں طاقت ور بنا دیا.(4)﴿وَجَعَلۡنٰكُمۡ اَكۡثَرَ نَفِيۡرًا﴾''اور ہم

نے تمہیں تعداد میں زیادہ کر دیا'' اور اس کا سبب تمہارے نیک کام اور اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارا خشوع وخضوع تھا۔(تفسیر سعدی:1447/2)

﴿اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ ۫ وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِيَسُوۡٓءٗا وُجُوۡهَكُمۡ وَلِيَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ كَمَا دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا تَتۡبِيۡرًا (7)﴾

''اگر تم نے بھلائی کی، تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے، چنانچہ جب دوسرا وعدہ آ گیا (تو ہم نے اور لوگ تم پر مسلط کر دیے) تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور تا کہ جس چیز پر بھی وہ غلبہ پائیں اُسے برباد کر دیں بری طرح تباہ و برباد کرنا۔''(7)

سوال1: ﴿اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ﴾ ''اگر تم نے بھلائی کی، تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ﴾ ''اگر تم نے بھلائی کی'' یعنی تم اگر اسلام میں داخل ہو گے اور محمد ﷺ کی پیروی کرو گے۔(الاساس:3040/2) (2)﴿اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ﴾ ''تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی'' یعنی تمہاری نیکی کا فائدہ تمہاری ہی طرف لوٹے گا حتیٰ کہ دنیا میں بھی تمہیں ہی فائدہ ہوگا، جیسا کہ تم نے مشاہدہ کر لیا ہے کہ دشمن کے مقابلے میں تم فتح یاب ہوئے۔(تفسیر سعدی:1447/2)(3) دنیا میں تمہاری نیکی کی جزا کے طور پر اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں کی ایذاؤں، چالوں اور تکلیفوں بچا لے گا اور تمہارے مالوں میں وسعت دے گا اور تمہاری قوت پر قوت کا اضافہ کرے گا اور جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو وہ تمہیں ایسی جنتوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور تم سے راضی ہو جائے گا ﴿وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكۡبَرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضامندی جو سب سے بڑھ کر ہے۔'' (التوبۃ:72)(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا﴾ ''جو نیک عمل کرے تو اُس کے اپنے لیے ہے۔ اور جو بدی کرے تو اُس کا وبال اُسی پر ہوگا۔''(فصلت:46)(5) یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے ﴿جَزَآءً وِّفَاقًا﴾ ''جو پورا پورا بدلہ ہے''۔ (النبا:26)(6)﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا﴾ ''جو نیک عمل کرے تو اُس کے اپنے لیے ہے۔ اور جو بدی کرے تو اُس کا وبال اُسی پر ہوگا۔''(الجاثیہ:15)(7)﴿مَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ (۷) وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (۸)﴾ تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔(الزلزال:7,8)(8)﴿وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا﴾ ''اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے'' یعنی تمہاری برائی کا نقصان اور وبال تمہاری طرف ہی لوٹے گا جیسا کہ اس نے پہلے بھی تمہاری برائیوں کی وجہ سے تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا تھا۔(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثۡلُهَا﴾ اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی بُرائی ہے۔(الشوریٰ:40)(10)﴿مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ۚ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَ﴾ ''جس نے

کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے اور جس نے نیک عمل کیا تو وہ اپنے لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔'' (الروم:44)

سوال2: ﴿ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴾ ''چنانچہ جب دوسرا وعدہ آ گیا (تو ہم نے اور لوگ تم پر مسلط کر دیے) تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور تا کہ جس چیز پر بھی وہ غلبہ پائیں اُسے برباد کر دیں بری طرح تباہ و برباد کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ﴾ ''چنانچہ جب دوسرا وعدہ آ گیا'' یعنی جب تم دوسری دفعہ فساد برپا کرو گے تو تم پر دشمن مسلط ہو جائیں گے، وہ تمہیں ذلیل کریں گے۔ وہ بیت المقدس پر قبضہ کر لیں گے، اسے ویران اور تباہ کر دیں گے اور جہاں سے بھی گزریں گے تباہی پھیلاتے جائیں گے۔ (2) ﴿ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ ﴾ ''تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں'' یعنی وہ فتح یاب ہو کر تمہیں غلام بنائیں اور چہروں کو بگاڑ دیں۔ (تفسیر سعدی:2/1447) (3) اس سے مراد شخصیات کا بگاڑ ہے۔ ذلت اُن کی شخصیت کی علامت بن گئی تھی۔ (4) ﴿وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے'' یہاں مسجد سے مراد بیت المقدس ہے۔ (5) ﴿ وَّلِيُتَبِّرُوْا ﴾ ''اور تا کہ اُسے برباد کر دیں'' یعنی اجاڑ کر پیوند زمین کر دیں۔ (6) ﴿مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴾ ''جس چیز پر بھی وہ غلبہ پائیں بری طرح تباہ و برباد کرنا'' پس وہ تمہارے گھروں، تمہاری عبادت گاہوں اور تمہارے کھیتیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1447.1448) (5) بنی اسرائیل کے فسادات کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ قوموں کے عروج و زوال میں اللہ تعالیٰ کی سنت کی وضاحت کر دی جائے۔

سوال3: مکافات عمل کا بنیادی قاعدہ کیا ہے؟

جواب1۔ مکافات عمل کا بنیادی قاعدہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔ اس کے عمل کے نتائج اس کے لیے ہیں۔ (2) عمل اور عمل کا بدلہ لازم و ملزوم ہیں۔ (3) نتیجہ عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ (4) انسان اچھا کرے گا تو اسے اچھا بدلہ ملے گا اور بُرا کرے گا تو بُرا بدلہ پائے گا۔

سوال4: بنی اسرائیل کا دوسرا فساد کیا تھا؟

جواب: بنی اسرائیل نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو قتل کر دیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالنے کے درپے ہو گئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا۔

سوال5: دوسرے فساد کا کیا انجام ہوا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رومی بادشاہ ٹیٹس کو اُن پر مسلط کر دیا جس نے یروشلم پر حملہ کر کے قتل و غارت گری کی انتہا کر دی۔ اس نے لوگوں کو قیدی بنا لیا، اُن کے مال لوٹے، مذہبی صحیفے روند ڈالے، بیت المقدس اور ہیکل سلیمانی کو تباہ کیا اور ہمیشہ کے لیے انہیں جلاوطن کر دیا۔ یہ تباہی 70 عیسوی میں ہوئی۔

﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸﴾

''قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم بھی دوبارہ کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔''(8)

سوال1: ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا﴾ ''قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم بھی دوبارہ کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ﴾ ''قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد دُنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ (2) یعنی یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہی بھگا دے اور تمہیں فتح عطا کر دے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور انہیں دوبارہ حکومت عطا فرمائی۔ (4) ﴿وَاِنْ عُدْتُّمْ﴾ ''اور اگر تم دوبارہ کرو گے'' انہیں نافرمانیوں پر وعید سناتے ہوئے فرمایا کہ اگر توبہ اور رجوع الی اللہ کے بعد دوبارہ تم نے فساد مچایا تو یاد رکھنا۔ (5) ﴿عُدْنَا﴾ ''ہم بھی دوبارہ کریں گے'' یعنی ہم بھی دوبارہ عذاب بھیج دیں گے۔ (6) ہم بھی تمہیں دوبارہ سزا دیں گے۔ پس انہوں نے زمین میں دوبارہ فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو مسلط کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے ان سے انتقام لیا۔ یہ تو ہے دنیا کی سزا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو آخرت کی سزا ہے وہ اس سے زیادہ بڑی اور رسوا کن ہے۔ (تفسیر سعدی: 1448/2)

سوال2: ﴿وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا﴾ ''اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے'' یعنی آخرت کا عذاب تو ہے ہی تمہارے لیے۔ ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنا رکھا ہے اس سے وہ چھوٹنے والے نہیں۔ آگ میں محبوس رہیں گے۔ آگ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ (مختصر ابن کثیر: 1035/1) (2) جس میں وہ جھونکے جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے کبھی نہ نکلیں گے۔ ان آیات کریمہ میں اس امت کے لئے تحذیر و تخویف ہے کہ وہ معاصی سے بچیں ایسا نہ ہو کہ ان کو بھی سزا دی جائے جو بنی اسرائیل کو دی گئی تھی۔ سنت الٰہی ایک ہی ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا۔ جو کوئی اس بارے میں غور و فکر کرے کہ کس طرح کفار مسلمانوں پر مسلط ہوئے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ ان کے گناہوں کی سزا ہے۔ کیونکہ (اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ) جب مسلمان قرآن اور سنت کو نافذ کریں گے تو وہ انہیں زمین کا اقتدار عطا کرے گا اور ان کے

دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔(تفسیر سعدی:2/1448)(3)جہنم کے گھیراؤ سے جہنم کی وسعت کا شعور دلایا گیا ہے۔اتنی وسیع جہنم کہ سب اس میں سما جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ کی ہے کہ اگر اصلاح کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو جاؤ گے اور اگر فساد فی الارض کا ارتکاب کیا تو دوبارہ ذلت ورسوائی سے دوچار کر دیے جاؤ گے۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہوگا اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہوگا۔''(سورۃ الاعراف:41)

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا(9)﴾

''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور وہ ان مؤمنوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''(9)

سوال1:﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ﴾''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ﴾''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے''رب العزت نے اس قرآن کی تعریف فرمائی ہے جو انتہائی سیدھی راہ نمائی فرماتا ہے۔(2)اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم کے شرف اور اس کی جلالت شان کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے اور یہ کہ وہ﴿يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ﴾یعنی عقائد،اعمال اور اخلاق کے بارے میں زیادہ معتدل اور بلند مؤقف کا حامل ہے،لہٰذا جو کوئی ان امور سے راہ نمائی حاصل کرتا ہے جن کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے تو وہ تمام امور میں تمام لوگوں سے زیادہ کامل،سب سے زیادہ درست اور سب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔(تفسیر سعدی:2/1448)(3)اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾''جن میں مضبوط احکام کی تحریریں ہوں''(البینۃ:3)(4)﴿وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾''اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی''۔(الکھف:1)

سوال2:قرآن کیسے بہترین کلام ہے؟

جواب:(1)سیدنا حارث اعور کہتے ہیں کہ میں مسجد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملا اور کیا دیکھا کہ یہ کیسی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''سن لو عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا''میں نے پوچھا:''یارسول اللہ ﷺ اس فتنہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟''آپ ﷺ نے فرمایا:''اس سے بچاؤ کی صورت اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں تم سے پہلے لوگوں کے حالات ہیں اور بعد کے بھی اور تمہارے باہمی معاملات کے متعلق حکم بھی ہے۔وہ دوٹوک بات کہتا ہے،ہنسی مذاق کی بات نہیں کہتا،جس نے اسے حقیر سمجھ

کرچھوڑ دیااللہ تعالیٰ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے گااور جس نے قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں سے راہ ڈھونڈی اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کردے گا۔وہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور حکمتوں سے لبریز نصیحت ہے۔وہی صراط مستقیم ہے جس سے خواہشات کج رو نہیں ہوتیں اور لوگوں کی زبانیں اسے مشکوک نہیں بناتیں۔اس سے عالم لوگ سیر نہیں ہوتے ،اسے بار بار پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا نہ وہ پرانا معلوم ہوتا ہے۔اس کے عجائبات ختم ہونے میں نہیں آتے۔قرآن ایسی کتاب ہے کہ جب اسے جنوں نے سنا تو فوراً بول اٹھے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے سو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔جس نے قرآن کے مطابق کلام کیا اس نے سچ کہا اور جس نے اس کے مطابق عمل کیا اسے اجر دیا جائے گا اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل کیا اور جس نے لوگوں کو قرآن کی طرف بلایا اسے سیدھی راہ دکھادی گئی۔اعور یہ باتیں خوب یادرکھو۔''(ترمذی)(2) قرآن مجید توحید کا راستہ دکھاتا ہے یعنی ایک اللہ تعالیٰ کو مان کر اپنے آپ کو اس کے حوالے کردینا۔(3) قرآن مجید انسان کو زندگی کی واضح شاہراہ پر چلاتا ہے۔(4) قرآن مجید ظاہر اور باطن کو ایک دوسرے سے متعلق کردیتا ہے۔(5) قرآن مجید انسانی سوچ اور عمل کو مربوط کردیتا ہے۔(6) قرآن مجید زمین پر انسان کے اعمال کو رب سے، عالم بالا سے جوڑ کر اس کے ہر عمل کو عبادت بنادیتا ہے۔(7) قرآن مجید انسانوں کو مضبوط باہمی روابط سکھاتا ہے۔یہ روابط انسان کی حقیقی ضروریات کے مطابق ہیں۔(8) قرآن مجید قانونی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی ضروریات کے لیے ہدایات دیتا ہے۔(9) قرآن مجید امن عالم اور انصاف کی راہ دِکھاتا ہے۔

سوال3:﴿وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا﴾''اور وہ ان مؤمنوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ ﴾''اور وہ ان مؤمنوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل کرتے ہیں'' قرآن مجید ایمان والوں کو جو نیک اعمال میں مصروف رہتے ہیں قیامت کے دن بڑے بھاری ثواب کی بشارت دیتا ہے۔(2)﴿اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴾''کہ یقیناً اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے'' ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے عزت والے گھر میں بڑا اجر ہے۔ابن جریر کہتے ہیں: اجر کبیر سے مراد جنت ہے۔(الدارالمنثور:4/301)

﴿ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا(10)﴾

''اور یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے''(10)

سوال:﴿وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾''اور یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب۔(1)﴿وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ﴾''اور یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب

تیار کر رکھا ہے'' وہ لوگ جو معاد کی تصدیق نہیں کرتے اور دنیا کی جزا سزا پر یقین نہیں رکھتے۔(2)﴿اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْماً ﴾''اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' ان کے استقبال کے لیے ان کے رب نے قیامت کے دن دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾''تو اُن کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔''(التوبہ:34)(4)قرآن کریم تبشیر وانذار پر مشتمل ہے۔اللہ تعالیٰ نے وہ اسباب ذکر فرما دیئے ہیں جن کی بنا پر بشارت ملتی ہے اور وہ ہیں ایمان اور عمل صالح اور ان اسباب کا بھی ذکر فرمایا ہے جو انذار کا مستحق ٹھہراتے ہیں اور وہ ہیں ایمان اور عمل صالح کے متضاد امور۔(تفسیر سعدی:1449/2)

رکوع نمبر2

﴿ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ط وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً(11)﴾

''اور انسان شر کے لیے بھی ویسے ہی دُعا کرتا ہے جیسے اس کی بھلائی کی دُعا ہوتی ہے اور انسان ہمیشہ سے بڑا ہی جلد باز ہے۔''(11)

سوال1:﴿وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ط وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾''اور انسان شر کے لیے بھی ویسے ہی دُعا کرتا ہے جیسے اس کی بھلائی کی دُعا ہوتی ہے اور انسان ہمیشہ سے بڑا ہی جلد باز ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ﴾''اور انسان شر کے لیے بھی ویسے ہی دُعا کرتا ہے جیسے اس کی بھلائی کی دُعا ہوتی ہے''انسان کی جلد بازی اور جہالت کا تذکرہ ہے۔(i)انسان کے اندر حوصلے کی کمی ہے۔اس وجہ سے وہ اپنی ہلاکت کے لئے بد دعائیں کرتا ہے۔(ii)انسان اپنے معاملات کے انجام سے بے خبر ہوتا ہے۔بعض اوقات وہ کسی کام کو اچھا سمجھ کر کرتا ہے اور اس کا نتیجہ خراب نکلتا ہے۔انسان اس کو کر گزرنے میں جلدی کرتا ہے۔بعض اوقات وہ کسی کام کو شر سمجھتا ہے اور وہ اس کے حق میں خیر ہوتا ہے۔(iii) انسان جلد باز ہے اس لئے وہ خیر کی طرح شر مانگنے میں بھی جلدی کرتا ہے۔(2)انسان غصے کی حالت میں اپنے مال اور اولاد کے لیے بھی بد دعائیں کر بیٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بد عائیں قبول نہیں فرماتا۔(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّا سْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ط فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح ان کو برائی جلدی دے تو یقیناً ان کی مدت ان کی طرف پوری کر دی جائے تو جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے ان لوگوں کو ہم ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ حیران پھرتے ہیں۔''(یونس:11)(4)﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾ ''اور انسان ہمیشہ سے بڑا ہی جلد باز ہے''عُجلت پسندی جلد بازی کو کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے منصوبے پر راضی نہ ہونا۔(5)انسان کی فطرت میں عُجلت پسندی ہے۔وہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میں مصیبت کبھی نہ آئے،سکھ فوراً آ جائے جب کہ کائنات کا نظام بتاتا ہے کہ پہلے اندھیرا آتا ہے پھر روشنی آتی ہے۔(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک

کہ وہ جلدی نہ کرے کہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔(بخاری:6340)(7) مسند احمد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''بندے کی ہمیشہ اس وقت تک خیر و بھلائی ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلد بازی نہیں کرتا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:''یارسول اللہ! بندہ جلد بازی کس طرح کرتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''وہ یوں کہتا ہے: میں نے رب سے بہت دعا مانگی لیکن میری دعا اس نے قبول نہیں کی۔''(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''دعا کرو توبے تابی نہ آنے دو کیونکہ دعا کرنے کے بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہوسکتا۔''(تفسیر منیر:32/8)

سوال2:عجلت پسندی کا نقصان کیا ہے؟

جواب:(1)عُجلت پسندی انسان کی بربادیوں کا سبب بن جاتی ہے۔(2)عُجلت کی وجہ سے انسان دنیا کی نعمتوں کی طرف لپکتا ہے اور آخرت کو چھوڑ دیتا ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ط وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلاً (12)﴾

''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔''(12)

سوال1:﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ﴾''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا''یعنی یہ دن رات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور بے پایاں رحمت پر دلالت کرتے ہیں، نیز یہ کہ صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔(تفسیر سعدی:1449/2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا ہر اُس شخص کے لیے جو ارادہ کرے کہ سبق لے یا ارادہ کرے کہ شکر گزار ہو۔''(الفرقان:62)(2)مخلوق کے لئے دن رات دنیا کی مصلحتوں کے لیے دو دلیلیں ہیں۔(تفسیر مراغی:292/5)(3)﴿فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ﴾''پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا''یعنی ہم نے رات کی نشانی کو

تاریک کردیا تاکہ لوگ اس میں سکون حاصل کریں۔(4) ﴿وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً﴾ ''اوردن کی نشانی کوروشن بنایاہے''یعنی دن کو روشن بنایا۔(5)﴿لِّتَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''تاکہ تم اپنے رب کافضل تلاش کرسکو''اللہ رب العزت انسانوں کواپنے احسانات یاد دلاتے ہیں کہ دیکھودو بڑی نشانیوں کو،دن کوگھر سے باہر رزق تلاش کرو۔صنعتوں میں،تجارتوں میں،مزدوریوں میں،اوراپنے سفر میں اللہ تعالیٰ کافضل تلاش کرو۔(6)﴿وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ﴾ ''اورتاکہ تم برسوں کی تعداداورحساب معلوم کرسکو''اورتم رات اوردن کے آنے جانے میں دنوں،مہینوں،ہفتوں،سالوں کی تعدادمعلوم کرو۔وقت کے حساب کتاب پراپنے مصالح کی بنیادرکھو۔(7)اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ط مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ج یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ﴾ ''وہی ذات ہے جس نے سورج کوروشن اورچاندکونور بنایاہےاوراس کی منزلیں مقررکردی ہیں تاکہ تم برسوں کاشماراورحساب معلوم کرو۔اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ بے مقصدنہیں بنایا۔وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتاہے جوعلم رکھتے ہیں۔''(القصص:5)اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ط اَفَلاَ تَسْمَعُوْنَ (۷۱) قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ط اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ (۷۲) وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۷۳)﴾''کہہ دوکہ کیاتم نے غورکیا کہ اگراللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک تم پرہمیشہ کے لیے رات طاری کردےتواللہ تعالیٰ کے سواکون معبود ہے جوتمہیں روشنی لادے گا؟ کیا پھرتم سنتے نہیں ہو؟ کہہ دوکہ کیاتم نے غورکیا کہ اگراللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک تم پرہمیشہ کے لیے دن کردےتواللہ تعالیٰ کے سواکون معبود ہے جوتمہیں رات لادے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ کیا پھرتم دیکھتے نہیں ہو؟ اوراُس نے اپنی رحمت سےتمہارے لیے رات اوردن بنائے تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرواورتاکہ تم اُس کےفضل میں سےتلاش کرواورتاکہ تم شکرکرو۔''(القصص:71۔73)

سوال2:رات اوردن کانظام اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رات کواللہ تعالیٰ نے بےنورکردیا تاکہ اس میں سکون حاصل کرسکیں اوردن کی تھکاوٹ دورکی جاسکے۔(2)دن کواللہ تعالیٰ نے روشن کردیا تاکہ انسان اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرسکے۔(3)رات اوردن سےہفتوں،مہینوں اورسالوں کا حساب کتاب ممکن ہوتا ہے۔(4)رات اوردن کانظام یہ بتاتا ہے کہ پہلےتاریکی ہوتی ہےہواوربعدمیں روشنی آئے۔(5)رات اوردن کانظام یہ بتاتا ہے کہ آرام اورکام کےاعتبارسےاوقات کی تقسیم ضروری ہے۔

سوال3:﴿وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلاً﴾ ''اورہرچیزکوہم نےخوب کھول کر بیان کیاہے،خوب کھول کر بیان کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب :(۱)یعنی ہم نے آیات کوواضح کرکے ان کومختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تا کہ چیزیں ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور باطل میں سے حق نمایاں اور واضح ہوجائے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴾ ''ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی''(الانعام:38)(تفسیر سعدی:2/1450)(2)اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ﴾''اور ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ ہر چیز کی وضاحت کرنے والی ہے۔''(النحل:89)(3)اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے دین اور دنیا کی ضروری باتیں کھول کر بیان کردی ہیں تا کہ انسان اپنی دنیا کی بہتری کے لئے بھی کوشش کریں اور آخرت کو بھی سنواریں۔

﴿ وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ط وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا (13)﴾

''اور ہر انسان کا نصیب ہم نے اس کی گردن میں لازم کردیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔''(13)

سوال1:﴿وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ﴾''اور ہر انسان کا نصیب ہم نے اس کی گردن میں لازم کردیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے اپنے کمال درجے کے عدل کی خبر دی ہے اور یہ کہ انسان کے اعمال خواہ اچھے ہوں یا برے اس سے چپک جاتے ہیں۔ان کا بدلہ ضرور مل کر رہے گا۔(2)طائر سے مراد اگر اعمال ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ انسان کے اعمال اس کے گلے کا ہار بن جائیں گے۔یعنی انسان کے ہر عمل کی اچھی یا بُری جزا دی جائے گی اور قیامت کے دن اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔(3)طائر سے مراد اگر انسان کی قسمت ہو تو اس کے گردن میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسمت پہلے ہی لکھ دی ہے جو انسان کی گردن میں ہار کی طرح چمٹی ہوئی ہے۔اسی کے مطابق انسان کے عمل ہوتے ہیں،اسی کے مطابق فیصلے ہوں گے۔(4)طائر عمل کو کہتے ہیں جو پرندے کی طرح اڑ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہیں آتا۔﴿مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ(۷) وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴾''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔''(الزلزال:7,8)(مختصر ابن کثیر:1/1037)(5)﴿اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ(17) مَایَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّالَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴾''جب کہ دو لینے والے اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے۔''(ق:17،18)(6)ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا ہوا ہے یعنی انسان جو اچھا اور برا کام سرانجام دیتا ہے وہ اس کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔(7)مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:البتہ ہر انسان کی شامت عمل اس کی گردن میں ہے۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:اے ابن آدم تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں۔صحیفے کھلے رکھے ہیں داہنی جانب والا نیکیاں اور بائیں جانب والا بدیاں لکھ رہا ہے۔اب تجھے اختیار ہے نیکی کر یا بدی کر،

کم کر یا زیادہ۔ تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دیے جائیں گے اور تیری قبر میں، تیری گردن میں لٹکا دیے جائیں گے۔ قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائے گا: اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے۔ اللہ کی قسم وہ بڑا ہی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے ہی سپرد کر رہا ہے۔ (ابن کثیر: 194/3) کسی دوسرے کے عمل کا حساب اس سے لیا جائے گا نہ اس کا حساب کسی اور سے لیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 1450/2) (8) موجودہ تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو کام بھی کرتا ہے یا زبان سے الفاظ نکالتا ہے تو اس کے اثرات اس کے بدن پر مرتب ہوتے ہیں اور فضا میں بھی محفوظ ہوتے جاتے ہیں اور مدت مدید تک قائم رہتے ہیں۔ پھر جب قیامت کی صبح نمودار ہوگی تو انسان کی نگاہ اس قدر تیز ہوگی کہ انسان یہ سب کچھ دیکھ اور پڑھ سکے گا۔ یہ خارجی شہادات اس کے اعمال نامہ کے علاوہ ہوں گی جس کا ذکر قرآن اور حدیث میں جا بجا موجود ہے۔ (تیسیر القرآن: 572/2)

سوال 2: ﴿وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا﴾ ''اور ہم قیامت کے دن اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ہم قیامت کے دن اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اعمال نامے کی کتاب ظاہر کر دیں گے جس میں ہر اچھا اور برا، چھوٹا اور بڑا عمل درج ہوگا۔ (2) نیک لوگوں کو ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور بروں کو بائیں ہاتھ میں جو کھلا ہوا ہوگا۔ وہ خود بھی پڑھ لے گا اور سب لوگ بھی اس کی عمر بھر کی کمائی کے بارے میں جان لیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ م بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (۱۳) بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ (۱۴) وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (۱۵)﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔ بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اگرچہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے۔'' (القیامہ: 13۔15) (3) ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جو چیز بھی ایک دفعہ پیدا ہو جاتی ہے، پھر وہ بے حکم خدا فنا نہیں ہوتی، اسی طرح افعال و اعمال بھی جو انسان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ فنا نہیں ہوتے۔ موجودہ سائنس (جس نے یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ دنیا میں کوئی حرکت بھی پیدا ہو کر فنا نہیں ہوتی، یہاں تک کہ فضا میں ہر آواز اور ہر صدا بھی جو کبھی بلند ہوئی ہے' آج موجود ہے، اور ہمیشہ رہے گی اور ہم اس کو پکڑ پائیں تو سن سکتے ہیں) اعمال و افعال کے دوام وجود سے اسلامی عقیدہ کو قبول کرنے میں پس و پیش نہیں ہو سکتا، دنیا کے ریکارڈ میں انسان کا ہر قول و فعل ہمیشہ کے لیے گویا بھرا ہے۔ (4) وہاں ہر شخص اپنے کیے کو بھگت لے گا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے اور وہ سب جھوٹ اُن سے کھو جائیں گے جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ (5) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط كُلُّ امْرِئٍ م بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے۔ ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔'' (الطور: 21) (6) ﴿كُلُّ نَفْسٍ م بِمَا

كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا۔'' (المدثر:38)(7)﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ج صلے وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی اور جو اس نے برائی کی۔'' (آل عمران: 30)

سوال3: قیامت کے دن اعمال نامے کے کھلے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: قیامت کے دن اعمال نامے کے کُھلے ہونے سے مراد اعمال کا کھلا ہونا ہے یعنی نہ کوئی عمل چھپا رہے گا نہ حساب کتاب سے بچ سکے گا۔

﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ط كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (14)﴾

''پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو۔'' (14)

سوال: ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ط كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ ''پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ﴾ ''پڑھ اپنا نامۂ اعمال'' یہ سب سے بڑا عدل وانصاف ہے کہ بندے سے کہا جائے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ذمہ کون کون سے حقوق ہیں جو سزا کے موجب ہیں۔ (تفسیر سعدی:1450/2)(2)﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ ''آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے۔'' (یس:65)(3)﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ط قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (٢١) وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (٢٢) وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (٢٣)﴾ ''اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: ''تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟'' وہ کہیں گی: ''ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دے دی۔'' اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔ اور تم اس لیے نہیں چھپا کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی بلکہ تم نے تو سمجھا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بھی بہت سے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے۔ اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا، اُسی نے تمہیں برباد کر دیا، چنانچہ تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔'' (حٰمٓ السجدہ:21۔23)(4)﴿كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ ''آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو'' انسان کا اعمال نامہ کھلا ہے۔ کل کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں ہوگا۔ اس لئے کسی محاسب کی ضرورت نہیں ہوگی انسان خود حساب لگانے کے لئے کافی ہوگا۔(2)﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ

(۱۴) وَّلَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَهٗ (۱۵)﴾ ''بلکہ انسان اپنے آپ کوخوب دیکھنے والا ہے۔اگر چہ وہ اپنی (کتنی ہی) معذرتیں پیش کرے۔'' (القیامہ 14,15:)

﴿مَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا (15)﴾

''جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے۔اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے۔اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (15)

سوال1: ﴿مَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا ؕ﴾ ''جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ﴾ ''جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے'' جو پسندیدہ راستے پر چلا، جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی اس کا انجام اس کے اپنے حق میں مفید ہوگا۔(2) ﴿وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا﴾ ''اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے'' جو گمراہ ہوا، سیدھے راستے سے بچ کر چلتا رہا، جس نے محمد ﷺ کا انکار کیا اور اس چیز کا جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے تو وہ اپنی گمراہی کا نقصان کسی اور کو نہیں پہنچائے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

سوال2: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی'' اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کے اعمال کی ذمہ داری انفرادی ہے۔کوئی کسی دوسرے کے اعمال کا ذمہ دار نہ ہوگا۔کوئی کسی دوسرے کے اعمال کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰی حِمۡلِهَا لَا یُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَیۡءٌ وَّلَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی ؕ اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَیۡبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنۡ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفۡسِهٖ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ الۡمَصِیۡرُ﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لئے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگر چہ وہ قریبی رشتے دار ہو، آپ درحقیقت صرف ان ہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے ہی لئے پاکیزگی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (فاطر:18) (3) ﴿لِیَحۡمِلُوۡۤا اَوۡزَارَهُمۡ کَامِلَةً یَّوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ۙ وَمِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِیۡنَ یُضِلُّوۡنَهُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا

یَزِرُوْن ﴾ ''تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اُٹھائیں اور اُن لوگوں کے بوجھوں میں سے بھی جن کو وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔ یاد رکھو! بہت بُرا ہے وہ بوجھ جو یہ اُٹھاتے ہیں۔'' (النحل:25) (4) ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً وہ ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے دن اُن سے یقیناً ضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔'' (العنکبوت:13) یعنی ہر نفس کی گمراہی اور ہدایت خود اسی کے لیے ہے۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

سوال:3 ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں'' اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی کو عذاب میں نہیں پکڑتے جب تک کسی پر حجت پوری نہ کر دیں۔ (2) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى﴾ ''اور اگر یقیناً ہم اس سے پہلے ان کو کسی عذاب میں ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے ربّ! تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا؟ پھر ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ورسوا ہوتے۔'' (طٰہٰ:134) (3) اللہ تبارک وتعالیٰ بڑا عادل ہے وہ اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دے گا جب تک رسالت کی حجت قائم نہ ہو جائے۔ اور یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے اس حجت کے ساتھ عناد کا مظاہرہ کیا۔ رہا وہ شخص جس نے رسالت کی اس حجت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، یا اس کے پاس حجت پہنچی ہی نہیں، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو عذاب نہیں دے گا۔ اس آیت کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل فترات (یعنی اس زمانے یا علاقے کے لوگ جن تک نبوت نہیں پہنچی) اور مشرکین کے بچوں کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ ان کی طرف رسول نہ بھیج لے کیونکہ وہ ظلم سے پاک اور منزہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1451)

﴿ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (16)﴾

''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو اُس کے خوشحال لوگوں کو ہم حکم دیتے ہیں، چنانچہ وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں تو بات ان پر ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اُسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، بری طرح تباہ و برباد کرنا۔'' (16)

سوال: ﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا﴾ ''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو اُس کے خوشحال لوگوں کو ہم حکم دیتے ہیں، چنانچہ وہ اس میں نافرمانی کرتے

ہیں تو بات ان پر ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اُسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، بری طرح تباہ و برباد کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً ﴾''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی بستی کو ہلاک کر دیں'' اللہ رب العزت نے فرمایا جب وہ کسی ظالم بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔(2)﴿اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا ﴾''تو اُس کے خوشحال لوگوں کو ہم حکم دیتے ہیں، چنانچہ وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں'' امر سے تقریری یا تکوینی امر مراد ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ط كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾''تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا تو ہم نے اُسے کٹی ہوئی کر دیا گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی، ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (سورۃ یونس :24)(مختصر ابن کثیر:1038/1)(3)اللہ تعالیٰ کبھی بھی برائیوں کا حکم نہیں دیتا۔(4)اللہ تعالیٰ اس کے خوش حال لوگوں کو تقریری یا تکوینی حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرتے ہیں اور اس میں ان کی سرکشی بڑھ جاتی ہے۔(5)مترفین سے مراد مال دار طبقہ ہے جو خوش حال ہوتے ہیں اور جن کو معاشرے میں عزت اور قیادت حاصل ہوتی ہے۔(i)مترفین آرام طلب ہوتے ہیں۔کوئی ان کا ہاتھ روکنے والا نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔(ii)مترفین سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں اور وسائل کی وجہ سے دوسروں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں پر قائد بننے کی قیمت ادا کر سکتے ہیں۔(6)﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ط وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾''اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑوں کو مجرم بنا دیا ہے کہ وہ اس میں مکر و فریب کریں حالانکہ مکر و فریب وہ اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے۔'' (الانعام:123)(7)﴿فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ ﴾''تو بات ان پر ثابت ہو جاتی ہے'' ان پر عذاب کی بات ثابت ہو جاتی ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔(8)﴿فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴾ ''پھر ہم اُسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، بری طرح تباہ و برباد کرنا''(i)قوموں کی ہلاکت کا فیصلہ خوش حال طبقے کے بگاڑ کے ساتھ منسلک ہوتا ہے۔جب خوش حال طبقہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی شروع کر دیتا ہے تو معاشرے کے افراد ان کی تقلید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور یوں جب بگاڑ عام ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہلاکت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔(ii)نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعے سے ہلاک کیا، مثلاً عاد، ثمود اور قوم لوط وغیرہ۔یہ وہ قومیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سزا دی کیونکہ جب ان کی بغاوت بہت زیادہ ہو گئی اور ان کا کفر بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا بڑا عذاب نازل کر دیا۔(تفسیر سعدی:1451/2)

﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ط وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا(17)﴾

''اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا؟ اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔''(17)

سوال1: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ م بَعْدِ نُوْحٍ﴾ ''اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قریش مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے جو کہ نبی کو نہیں مانتے تھے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد کتنی قومیں ہلاک کر دیں۔ (2) قوم نوح کے بعد کی قوموں کی ہلاکت اسی اصول کے تحت ہوئی کہ اُن قوموں نے ایسے راہ نما بنا لئے تھے جو ان کی غلط راہ نمائی کرتے تھے۔ (3) قوموں کی ہلاکت کا سبب یہ بات بنی کہ ان کے لیڈر انہیں حقیقت پسندی کی بجائے جذباتیت کا درس دیتے رہے۔

سوال2: ﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا م بَصِيْرًا﴾ ''اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے'' اے محمد تیرا رب بندوں کے گناہوں سے باخبر رہنے کے لیے، ان کا علم رکھنے کے لیے، ان پر نظر رکھنے کے لیے کافی ہے۔ اس سے تیری قوم کے مشرکوں کا حال چھپا ہوا نہیں ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ سے زمین میں یا آسمان میں، چھوٹا یا بڑا کوئی ذرہ چھپ نہیں سکتا۔ اس لئے بندوں کو اس سے ظلم کا کوئی خوف نہیں ہونا چاہئے۔ (3) اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیتا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ کے خبیر و بصیر ہونے سے انسان کو یہ شعور دلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی خبر رکھتا ہے، اُن کو دیکھتا ہے لہٰذا حساب و کتاب ضرور لے گا۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ج يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا (18)﴾

''جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے، پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا'' (18)

سوال1: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ج يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ ''جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے، پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ﴾ ''جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے'' جو دنیا کا طلب گار ہے اس کی بھی وہی خواہش پوری ہوتی ہے جو رب

چاہتا ہے۔اس کی خواہش کو بھی اللہ تعالیٰ جس قدر چاہتا ہے پوری کرتا ہے۔زائل ہونے والی دنیا کے لیے وہ جو عمل اور کوشش کرتا ہے اسے آخرت سے محروم کر دیتی ہے۔(2)﴿ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾''پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا۔'' آخرت میں جہنم میں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں گے کیونکہ انہوں نے فانی کو باقی پر ترجیح دی۔(مختصر ابن کثیر:1039/1)(3)﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ﴾''جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتے ہیں، ہم اُن کے اعمال کا اس دنیا میں پورا بدلہ دیتے ہیں۔اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔''(ھود:15)رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: جس کا آخرت میں (اچھا) گھر نہیں دنیا اسی کا گھر ہے اور جس کا آخرت میں مال نہیں دنیا اسی کا مال ہے اور دنیا کا وہی جمع کرتا ہے جو عمل سے کورا ہوتا ہے۔(ابن کثیر:302/3)(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھے انسان کا دل دو چیزوں کے بارے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے، دنیا کی محبت اور زندگی کی لمبی امید۔(بخاری:6420)

سوال2: دنیا چاہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: دنیا چاہنے سے مراد دنیا کی زندگی کے فوائد ہیں جو انسان کو نقد ملتے ہیں۔

سوال3: دنیا چاہنے سے انسان کو کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب: دنیا چاہنے سے انسان آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔دنیا طلبی کا نتیجہ دائمی طور پر جہنم کا عذاب اور اُس کی رسوائی ہے۔

﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا(19)﴾

''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مؤمن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے۔''(19)

سوال1:﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مؤمن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ﴾''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا'' جو آخرت کا گھر اور وہاں کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل کرنا چاہتا ہے۔(2) جو آخرت پر راضی ہے اور اسے دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔(3)﴿وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾''اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی'' جس کوشش کی طرف تمام آسمانی کتابوں نے دعوت دی ہے اور جس پر وہ آخرت میں ثواب کے لیے امید رکھتا ہے۔اللہ رب العزت نے فرما

یا:﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾''اور یہ کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اُس نے کوشش کی''(النجم:39)(4)﴿وَھُوَ مُؤْمِنٌ﴾''جب کہ وہ مؤمن ہو''وہ اللہ تعالیٰ،اس کے فرشتوں،اس کی کتابوں،اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ایسا ایمان جس میں شرک کی آمیزش نہیں۔(5)﴿فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا﴾'تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے''یعنی ان کا اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مبنی عمل۔﴿مَّشْکُوْرًا﴾یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا عمل مقبول ہوگا۔اس کے ساتھ وہ دنیا کے حصے سے بھی محروم نہیں ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے۔(6)سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی اکثر یہ دعا ہوا کرتی تھی:﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾''اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ سے بچا۔''(بخاری:6389)(7)سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے اور اللہ کے راستے میں صبح کو یا شام کو تھوڑا سا چلنا بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔(بخاری6415)(8)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا:''دنیا میں اس طرح ہو جا جیسے تو مسافر یا راستہ چلنے والا ہو،سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو۔اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے۔(بخاری:6416)(9)نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی انتظار نہیں کرتا مگر ایسی مال داری کا جو سرکش بنا دے یا ایسی مفلسی کا جو اطاعت فراموش کرا دے یا ایسے مرض کا جو آدمی کو ناکارہ بنا دے یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل کو خبط کر دے یا ایسی موت کا جو جلدی آنے والی ہو،یا دجال کا،اور دجال بدترین غائب ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے یا قیامت کا،اور قیامت نہایت سخت اور کڑوی ہے۔(ترمذی)(10)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو یہ نصیحت فرمائی:''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ،اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے،اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے ،اپنی مال داری کو اپنے فقر سے پہلے،اپنی فرصت کو اپنی مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔''(مستدرک حاکم:7846)(11)نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں اکثر لوگ خسارے میں ہیں۔صحت اور فرصت۔''(بخاری)اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کو دو نعمتیں عطا کی جاتی ہیں لیکن وہ ان سے فائدہ نہیں اُٹھاپاتا اور جب سلب ہو جاتی ہیں تب ان کی قدر پہچانتا ہے۔(12)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جو(منزل تک نہ پہنچنے سے)ڈرتا ہے وہ ابتدائی شب میں (سفر کے لئے)چل دیتا ہے اور جو ابتدائے شب میں چل دیتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے۔سن لو کہ متاع خداوندی نہایت گراں قیمت ہے۔جان لو متاع خداوندی جنت ہے۔''(ترمذی)(13)﴿جَاءَتِ الرَّادِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ وَجَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ﴾آئی ہلانے والی،اس کے پیچھے آئی پیچھے آنے والی اور موت ان چیزوں کے ساتھ آئی جو اس میں ہیں۔نبی ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب اپنے اصحاب میں سستی یا غفلت ملاحظہ فرماتے تو بلند آواز سے اعلان فرماتے۔''(ترمذی)(14)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے

ارشادفرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور موت حملہ کرنے والی ہے اور قیامت وعدے کی جگہ ہے۔(ابن ابی الدنیا)(15) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ اس وقت باہر تشریف لائے جب سورج کی شعاعیں کھجور کی ٹہنیوں تک پہنچ چکی تھیں اور فرمایا دنیا صرف اسی قدر باقی رہ گئی ہے جتنا یہ دن اس مقدار کے مقابلے میں باقی رہ گیا ہے جو گزر چکا ہے۔(ابن ابی الدنیا)(16) ایک حدیث میں ارشادفرمایا کہ دنیا ایک ایسے کپڑے کی طرح ہے جو شروع سے آخر تک پھٹ گیا ہو اور صرف ایک دھاگہ باقی رہ گیا ہو۔عجب نہیں کہ یہ دھاگہ بھی ٹوٹ جائے۔(ابن ابی الدنیا) (17) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب خطبہ کے دوران قیامت کا ذکر فرماتے تو آپ کی آواز بلند ہوجاتی۔ رخسار مبارک سرخ ہوجاتے، گویا آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں۔فرماتے کہ صبح بھی گزری اور شام میں بھی گزریں، میں اور قیامت دونوں اس طرح بھیجے گئے ہیں جیسے یہ۔ یہ ارشادفرما کر آپ دو انگلیاں ایک دوسرے سے ملا لیتے۔(مسلم،ابن ابی الدنیا)

سوال2: آخرت کو چاہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: آخرت کو چاہنے سے مراد اس دنیا کے بعد آنے والی دنیا کے فائدے کو اختیار کرنا ہے۔

سوال3: کن لوگوں کی کوششیں قابلِ قدر ہوں گی؟

جواب: ان لوگوں کی کوششیں قابل قدر ہوں گی (1) جو غیب کے حقائق کو اہمیت دیتے ہیں۔(2) جو حق پرستی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔(3) جو صبر کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔

﴿كُلًّا نُّمِدُّ هَـٰؤُلَاءِ وَهَـٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا(20)﴾

''اُن کو بھی اور ان کو بھی ہم آپ کے رب کی عطا سے مدد دیتے ہیں اور آپ کے رب کی عطا کو کبھی روکا نہیں گیا۔''(20)

سوال1: ﴿كُلًّا نُّمِدُّ هَـٰؤُلَاءِ وَهَـٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا﴾ ''اُن کو بھی اور ان کو بھی ہم آپ کے رب کی عطا سے مدد دیتے ہیں اور آپ کے رب کی عطا کو کبھی روکا نہیں گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب۔(1)﴿ كُلًّا نُّمِدُّ هَـٰؤُلَاءِ وَهَـٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ﴾ اللہ تعالیٰ تو دنیا کے طلب گار کو بھی دیتے ہیں اور آخرت کے طلب گار کو بھی۔ وہ ہر ایک کی مدد فرماتے ہیں۔ وہ ہر ایک کی صلاحیت کے مطابق یا سعادت وشقاوت کے مطابق اور نیت کے مطابق دین اور دنیا عطا کرتا ہے۔(2)﴿وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴾''اور آپ کے رب کی عطا کو کبھی روکا نہیں گیا''اس کے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔اس کا حکم کوئی ٹال نہیں سکتا۔اس کا انعام کوئی روک نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ کی عطا کسی کے لیے بھی ممنوع نہیں۔

سوال2: دنیا یا آخرت میں کامیابی کیسے نصیب ہوتی ہے؟

جواب: دنیا یا آخرت میں کامیابی اللہ تعالیٰ کے فراہم کردہ مواقع اور انتظامات کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے۔

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا(21)﴾

''دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے؟ اور یقیناً آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔''(21)

سوال1: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ ''دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''یعنی کیسے ہم نے کسی کو علم دیا اور کسی سے روک لیا، کسی کو عقل دی کسی کو جاہل چھوڑ دیا، کسی کو آسانی دی کسی کو تنگ کر دیا، کسی کو رزق کی کشادگی دی کسی کا رزق کم کر دیا، فضیلت تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ (2)﴿وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ ﴾''اور ایک دوسرے پر تمہارے درجات بلند کیے تا کہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔''(آل عمران:165)(3)﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾''دنیا کی زندگی میں اُن کی معیشت کو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کیا ہے۔اور ہم نے ایک دوسرے پر اُن کے درجے بلند کیے ہیں تا کہ ان کا بعض بعض کو تابع بنا لے۔''(الزخرف:32)(4)﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴾''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے جو چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔''(الشوریٰ:27)

سوال2: ﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴾''یقیناً آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ ﴾''اور یقیناً آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے'' آخرت میں درجات کی تقسیم انسان کے اعمال کے اعتبار سے ہوگی، جو جتنے اچھے عمل کا ثبوت دے گا وہ اتنا زیادہ بڑا درجہ اور ثمرات پائے گا۔(2)دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف درجات میں رکھا ہے کوئی مال دار ہے کوئی فقیر، کوئی اچھا ہے کوئی برا۔(3)جب دنیا میں لوگوں کے درجے ہیں تو آخرت کے کیا ہی کہنے؟ کچھ لوگ جہنم میں طوق وسلاسل میں جکڑے ہوں گے اور کچھ جنت میں لطف اٹھا رہے ہوں گے۔(4)﴿ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾ ''اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے'' پھر جنت والوں میں درجات کا فرق ہوگا۔سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جنت والے (اپنے اوپر کے درجوں کے) بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم

آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہو۔(بخاری:6555)

سوال3: دنیا کسی کو کم ملتی ہے کسی کو زیادہ، ایسا کیوں ہے؟

جواب: دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت سے رزق کو تقسیم کرتا ہے۔

﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا (22)﴾

''آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بنائیں ورنہ آپ مذمت شدہ، بے یار و مددگار رہ کر بیٹھ رہیں گے۔''(22)

سوال1: ﴿وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا﴾ ''آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بنائیں ورنہ آپ مذمت شدہ، بے یار و مددگار رہ کر بیٹھ رہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بنائیں''، یعنی اے محمد ﷺ اپنے رب کی الوہیت اور عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(جامع البیان:63/15)(2) یعنی یہ اعتقاد نہ رکھ کہ مخلوق میں سے کوئی ہستی کسی قسم کی عبادت کی مستحق ہے۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ شرک مذمت اور خذلان کو دعوت دیتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں نے شرک سے روکا ہے اور مشرک کی سخت مذمت کی ہے اور اسے اس شرک کی بنا پر انتہائی مذموم ناموں سے موسوم اور قبیح اوصاف سے موصوف کیا ہے۔جو اس شرک کا مرتکب ہے، وہ بدترین اوصاف اور قبیح ترین صفات سے متصف ہے۔وہ جتنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو ترک کرتا ہے، اس کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کے دینی اور دنیاوی معاملات میں اسے اپنے حال پر چھوڑ کر اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔پس جو کوئی اس کے سوا کسی اور سے تعلق قائم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اس کو اسی کے سپرد کر دیتا ہے جس کے ساتھ وہ تعلق جوڑتا ہے اور مخلوق میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور ہستی کو معبود بنا لیتا ہے وہ مذمت وخذلان کا مستحق ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کو ایک گردانتا ہے، اس کے لئے اپنے دین کو خالص کرتا ہے اور دوسروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑتا ہے وہ قابل ستائش ہے اور اس کے تمام احوال میں اس کی دست گیری کی جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:1453/2)(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا۔اس نے مجھے گالی دی، حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا۔اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لیے اولاد بتاتا ہے، میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لیے بیوی یا اولاد بناؤں۔(بخاری:4482)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود کیوں نہیں بنایا جا سکتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ انسان کا خالق، مالک اور رازق ہے۔ اُس کو چھوڑ کر کسی اور کو بڑا نہیں بنایا جا سکتا۔

سوال3: ﴿فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا﴾ ''ورنہ آپ مذمت شدہ، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا﴾ ''ورنہ آپ مذمت شدہ، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہیں گے'' شرک کرنے والا قابلِ مذمت فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس کی مدد کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔ (2) مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جسے فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اسے بند کروانا چاہے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں دعا کرے اللہ تعالیٰ اس کے پاس تونگری بھیج دے گا یا تو جلدی یا دیر سے۔ (تفسیر الاساس:3069)

سوال4: شرک کرنے والا بے یار و مددگار کیوں رہ جائے گا؟

جواب: شرک کرنے والا قابلِ مذمت فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس کی مدد کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔

رکوع نمبر 3

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا(23)﴾

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔'' (23)

سوال1: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے'' اور تیرے رب نے شرعی حکم دیا ہے۔ (2) (i) فیصلہ ایک حتمی امر ہوتا ہے اور اس پر عمل درآمد ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اس حکم پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اس طرح انسان کو احساس دلایا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت چاہیے، اس کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ (iii) اللہ تعالیٰ انسان سے عقیدے اور عبادت میں توحید چاہتے ہیں اسی لیے ''قضٰی'' کے لفظ سے مزید تاکید کر دی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ (3) ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا﴾ '' کہ تم عبادت نہ کرو'' یعنی زمین اور آسمان کے رہنے والوں، زندوں یا مردوں میں سے کسی کی عبادت نہ کرو۔ (تفسیر سعدی:2/1453) (4) ﴿اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ '' اس کے سوا کسی اور کی'' کیونکہ وہ واحد اور یکتا، فرد اور بے نیاز ہے۔ جو ہر صفت کمال کا مالک ہے۔ اس کی ہر صفت کامل ترین ہے اور مخلوق میں کوئی ہستی اس کی کسی صفت

میں کسی بھی پہلو سے مشابہت نہیں کرسکتی وہ منعم ہے، ظاہری اور باطنی نعمتوں سے وہی نوازتا ہے، وہی تمام تکالیف کو دور کرتا ہے، وہ خالق، رازق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔ وہ ان تمام اوصاف میں منفرد اور یکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری ہستی اوصاف میں سے کسی چیز کی بھی مالک نہیں۔ (5) (i) ایک اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنا وہ بنیاد ہے جس پر انسانوں کے تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ (ii) ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے سے ہی انسان آپس میں جڑتے ہیں۔ (iii) ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے سے ہی انسان فکری اور عملی انتشار سے بچ سکتا ہے۔ (6) ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو'' پھر والدین جیسی نعمت کا شکر ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ ''کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی'' (لقمان:14) (7) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد والدین کے حقوق کو قائم کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ یعنی قول وفعل، ہر لحاظ سے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ کیونکہ والدین ہی بندے کے وجود میں آنے کا سبب ہیں، یہ امور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے حق کی تاکید اور ان کے ساتھ بھلائی کے وجوب کا تقاضا کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1454/2) (8) والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک رائیگاں نہیں جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں''۔ (النحل:128)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین سے حسن سلوک کو اتنی توجہ کیوں دی ہے؟

جواب: (1) انسان کے لیے پہلا یونٹ خاندان ہے اور خاندان والدین سے تشکیل پاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حکم کے بعد والدین سے حسن سلوک کو اتنی توجہ دی گئی ہے۔ (2) والدین سے حسن سلوک کے حکم سے والدین کی اطاعت، اُن کے ادب واحترام اور خدمت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ (3) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ والدین کی اطاعت ضروری ہے۔ (4) بوڑھے ماں باپ کا اولاد پر کوئی مادی زور نہیں ہوتا۔ وہ اپنے آزاد فیصلے کے تحت والدین سے حسن سلوک کر سکتے ہیں۔ اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا وہیں والدین سے حسن سلوک کرنے کا بھی حکم دیا۔

سوال 3: انسان کے لیے والدین سے حسن سلوک مشکل کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) انسان کی نظریں آگے کی طرف دیکھتی ہیں اور والدین کی طرف توجہ کرنا پیچھے مڑ کر دیکھنا ہے۔ (2) انسان کی نظر جہاں توجہ کرتی ہے اس کے جذبات اور اس کی طرف سے اہتمام بھی اسی کے لیے ہوتا ہے۔ (3) اکثر انسان پیچھے اپنے والدین کی طرف توجہ کرنے کی بجائے اولاد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کم لوگ پیچھے کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے والدین کے متعلق انسان کے شعور کو بیدار کیا ہے۔ (4) بڑھاپے میں انسان مجبور ہوتا ہے جب کہ اولاد روزی کے وسائل پر قابض ہوتی ہے۔ انسان جب اپنے آپ کو خود مختار دیکھتا ہے تو باندھ کر رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ (5) جوانی اور بڑھاپے میں فرق ہے۔ جوانی میں انسان کے جذبات میں جوش ہوتا ہے۔

بوڑھوں نے زمانے کے سرد وگرم کو چکھا ہوتا ہے۔ جوانوں اور بوڑھوں کے درمیان یوں کوئی قدر مشترک نہیں ہوتی۔ اس لیے بھی یہ حسن سلوک مشکل ہو جاتا ہے۔ (6) انسان فطری طور پر اپنی اولاد کا درد دل میں رکھتا ہے۔ بچوں کی خاطر انسان جان قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ بچے والدین سے ساری قوتیں اور طاقتیں نچوڑ کر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے بھولے ہوئے انسان کے لیے والدین کے ساتھ حسن سلوک مشکل ہو جاتا ہے۔

سوال4: ﴿اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا﴾ ''اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا﴾ ''اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں'' یعنی والدین جب ایسی عمر کو پہنچ جائیں جہاں اعضاء کمزور پڑ جاتے ہیں تو وہ حسن سلوک کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ (2) ﴿فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ﴾ ''تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو۔'' پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ والدین کے حق میں الفاظ کے استعمال میں احتیاط برتی جائے۔ (2) والدین کے لیے کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کیا جائے جس میں ان کی توہین ہو یا ان کے جذبات مجروح ہوں۔ (3) یعنی والدین کو اپنی زبان سے اذیت نہ پہنچاؤ۔ (4) ﴿وَّلَا تَنْھَرْھُمَا﴾ ''اور نہ ہی ان کو جھڑکو'' یعنی والدین پر تنقید نہ کی جائے، اُن کو ڈانٹا نہ جائے، اُن کو جھڑکا نہ جائے۔

سوال5: ﴿وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا﴾ ''اور ان سے عزت والی بات کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ان سے عزت والی بات کرو'' یعنی والدین کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو۔ (2) ان کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرو جن کو وہ پسند کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ نہایت ادب اور مہربانی سے پیش آؤ۔ انتہائی نرمی اور اچھے پیرائے میں بات کرو جس سے ان کے دل لذت محسوس کریں اور ان کو اطمینان حاصل ہو۔ یہ حسن سلوک احوال وعادات اور زمانے کے اختلاف کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ والدین سے حسن سلوک کرنے کے لیے کیسے تیار کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں والدین کی عزت بٹھاتے ہیں۔ (2) اُن کے سامنے اُف تک کہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ (3) اُن کو ڈانٹنے ڈپٹنے سے روکتے ہیں۔ (4) انسان کے دل میں نرمی کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔

سوال7: والدین سے حسن سلوک کی طرف مذاہب عالم میں کیسے توجہ دلائی گئی؟

جواب: (1) ''تو اپنے ماں باپ کو عزت دے، تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو'' (خروج:12,20) (2) پھر دوسری جگہ ہے: ''تم میں سے ہر ایک اپنی ماں اور اپنے باپ سے ڈرتا رہے۔'' (احبار:3,19) (3) انتہا یہ ہے کہ تورات نے قانوناً یہ حکم نافذ کیا کہ ''اور جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے مار ڈالا جائے گا۔ اس نے اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کی ہے اس کا خون اسی پر

ہے۔'' (احبار9,20) (4) ''اور جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے مار ڈالا جائے گا۔'' (خروج:7,21) (5) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں انہی احکام کو دہرایا اور اس بات پر زور دیا کہ ان احکام کی صرف لفظی تعمیل نہ کی جائے بلکہ ان کے روح و معنی کا خیال کیا جائے۔ فرمایا: ''کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنے ماں باپ کی عزت کر اور جو ماں یا باپ پر لعنت کرے، جان سے مارا جائے۔ پر تم کہتے ہو کہ جو کوئی اپنے باپ یا ماں کو کہے کہ جو کچھ مجھے تجھ کو دینا واجب ہے سو خدا کی نذر ہوا اور اپنے ماں باپ کی عزت نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں پس تم نے اپنی روایت سے خدا کے حکم کو باطل کیا۔'' (متی:4-10) (6) نبوت محمدی جس کی بعثت ہی اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی ہے اس نے تورات وانجیل کی طرح نہ صرف والدین کی عزت اور ان سے ڈرتے رہنے کی تاکید کی بلکہ اس مسئلہ کے ہر گوشہ کی تفصیل کی اور ہر ممکن سوال کا تشفی بخش جواب دیا۔ ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ط حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً لا قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ج اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، اُس کی ماں نے ناگواری کی حالت میں اُس کو پیٹ میں رکھا اور ناگواری کی حالت میں ہی اُس کو جنم دیا اور اُس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا، اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر دے، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی اور یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (الاحقاف:15) ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ج حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ط اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (۱۴) وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ز وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ط ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۵)﴾ ''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اُس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔ (لقمان:14,15) (7) سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''منبر لاؤ۔'' ہم منبر لے آئے جب نبی کریم ﷺ پہلی سیڑھی چڑھے تو فرمایا ''آمین۔'' پھر جب دوسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا ''آمین۔'' اسی طرح آپ ﷺ جب تیسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا ''آمین۔'' جب رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! آج ہم نے آپ سے ایسی

بات سنی، جواس سے پہلے کبھی نہیں سنی۔'' آپ ﷺ نے فرمایا''جناب جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا''اس آدمی کے لیے ہلاکت ہے جس آدمی نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی حاصل نہ کر سکا۔''اس کے جواب میں، میں نے آمین کہی۔ پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جناب جبریل علیہ السلام نے کہا''ہلاکت ہے اس آدمی کے لیے جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔''میں نے اس کے جواب میں آمین کہی۔ پھر جب تیسری سیڑھی چڑھا تو جناب جبریل علیہ السلام نے کہا''جس شخص نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی اس کے لیے بھی ہلاکت ہو۔''میں نے اس کے جواب میں کہا آمین۔''(صحیح الترغیب والترھیب:985)(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا پھر تمہارا باپ ہے۔(بخاری:5971)(9) ابوبکرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو بڑے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ ہم بولے ہاں! یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا اور والدین کو ناراض کرنا۔''(ترمذی:2301)(10) میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبائر کا ذکر کیا یا (انہوں نے کہا کہ) نبی ﷺ سے کبائر کے متعلق پوچھا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی کی (ناحق) جان لینا، والدین کی نافرمانی کرنا پھر فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں؟ فرمایا کہ جھوٹی بات یا فرمایا کہ جھوٹی شہادت (سب سے بڑا گناہ ہے) شعبہ نے بیان کیا کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جھوٹی گواہی فرمایا تھا۔(صحیح بخاری 5977)(11) عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا میں بھی جہاد میں شریک ہو جاؤں۔ن؟ ی ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارے ماں باپ موجود ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں موجود ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پھر انہیں میں جہاد کرو۔(بخاری:5972)

﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (24) ﴾

''اوران کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا''۔(24)

سوال1: ﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ﴾''اوران کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ ﴾''اوران کے لیے تواضع کا بازورحم دلی سے جھکائے رکھو''یعنی ماں باپ کے ساتھ انکساری سے پیش آؤاوران کے ساتھ تمہارے ہر فعل سے تواضع کا اظہار ہو۔(مختصرابن کثیر:104/1)(2)جیسے پرندہ اڑنے کے لیے تیار ہو اورخاص طور پر جب وہ خوشی سے اپنے پر پھڑ پھڑاتا ہے۔رب العزت نے پرواز کے لیے تیارانسان سے کہا کہ تم کدھر نئے جہانوں کی طرف اڑنا چاہتے ہو۔اپنے پر بچھادو یہ تمہارے لیے عزت کا مقام ہے۔یہ تمہیں دنیا میں لانے والے والدین ہیں ان کے تم پر احسانات ہیں۔انہوں نے اپنی جوانیاں گلا کر تمہیں جوان کیا ہے۔اب ان کے لیے نرمی اوررحمت سے تواضع کے بازو بچھادو۔(3)اپنے والدین کے سامنے ہمیشہ تواضع اورشفقت کا اظہار کرتے ہوئے جھک رہو۔(4)والدین کے ساتھ حسن سلوک اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید پر کرو،ان کے ڈر کی بنا پر نہیں،نہ مال کے لالچ کی وجہ سے،ایسی کوئی وجہ نہ ہو جس کی وجہ سے اجر نہیں ملتا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے ساتھ نرمی اوررحمت کے لیے کیسے آمادہ کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک پرندے کا تصور دلایا ہے جو پرواز کرنے کے لیے بازو پھیلا لیتا ہے اور جب نیچے اترتا ہے تو بازو جھکا دیتا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے پرندے کی مثال دے کر انسان کو نرمی اوررحمت کے لیے آمادہ کیا ہے کہ اس طرح بچھ جاؤ جیسے پرندہ اپنے بازو بچھالیتا ہے۔(3)اللہ تعالیٰ نے والدین کے لیے اولاد کی وفا شعاری کو مجسم کر دیا ہے گویا وفا شعاری ایک پرندہ ہے جس نے اپنے پَر والدین کے آگے بچھادیے ہیں۔

سوال3:﴿وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا ﴾''اورکہو کہ اے میرے رب!ان دونوں پر رحم فرما جیسے اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یعنی والدین کے لیے دعائے خیر مانگو۔(2)یعنی ان کی زندگی میں اوران کے وفات پاجانے کے بعدان کے لئے رحمت کی دعا کرو۔انہوں نے بچپن میں تمہاری جو تربیت کی ہے یہ اس کا بدلہ ہے۔اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ تربیت جتنی زیادہ ہوگی والدین کا حق بھی اتنا ہی زیادہ ہوجائے گا۔اسی طرح والدین کے سوا کوئی شخص دینی اوردنیاوی امور میں کسی کی نیک تربیت کرتا ہے تو تربیت کرنے والے شخص کا اس شخص پر حق ہے جس کی اس نے تربیت کی ہے۔(تفسیرسعدی:1454/2)(3)(i)انسان کے اندر جو رحمت اورشفقت کے جذبات ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حصہ ہیں۔اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت کا دائرہ وسیع ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہی سے رحمت کی دعا کرنی چاہیے۔(ii)والدین اپنی اولاد کے ساتھ جو رحمت کا معاملہ کرتے ہیں اس کا اجر اولاد نہیں دے سکتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے دُعا سکھائی کہ آپ کہہ دو کہ''اے میرے رب اُن پر اسی طرح رحمت کرنا جس طرح اُنہوں نے رحمت کے ساتھ پالا تھا۔''

سوال4:اللہ تعالیٰ نے والدین کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہوئے بچپن کی یاد کو دُعا میں رکھ دیا۔اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:ماضی کی یادیں انسان کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے خوش گوار،محبت بھری بچپن کی یادوں سے ماں باپ کی

محبت اور شفقت یاد دلائی ہے اور یہ شعور دلایا ہے کہ محبت اور شفقت کرنے والے اب کس طرح سے تمہاری محبت کے محتاج ہیں۔

﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا(25)﴾

''تمہارا رب زیادہ جاننے والا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہوئے تو یقیناً وہ ہمیشہ سے بار بار رجوع کرنے والوں کے لیے بے حد بخشنے والا ہے۔''(25)

سوال1: ﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ﴾ ''تمہارا رب زیادہ جاننے والا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)'' تمہارا رب زیادہ جاننے والا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے'' انسان کے خیالات اور اس کے اعمال اس کے عقیدے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے احکامات کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جو نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے تاکہ انسان خبردار ہو جائے کہ اس کی ہر بات اور ہر کام سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ یوں انسان اپنے اعمال کے بارے میں محتاط ہو جاتا ہے۔(2) یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اچھے اور برے رازوں کو جانتا ہے۔ وہ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں بلکہ وہ دلوں کے اندر چھپی ہوئی نیکی اور بدی پر نظر رکھتا ہے۔

سوال2: ﴿اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا﴾ ''اگر تم نیک ہوئے تو یقیناً وہ ہمیشہ سے بار بار رجوع کرنے والوں کے لیے بے حد بخشنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ﴾ ''اگر تم نیک ہوئے یعنی اگر تمہاری نیت صحیح ہو۔(فتح القدیر:3/281)(2) اگر تم اپنی نیت میں نیک ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے تم اس کی اطاعت کرتے ہو اور والدین کے جو حقوق تم پر ہیں تم انہیں قائم کرتے ہو۔ (جامع البیان:15/69)(3) یعنی اگر تمہارے ارادے اور مقاصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے دائرے میں اور تمہاری رغبت صرف انہی امور پر مرتکز ہے جو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں اور تمہارے دلوں میں غیر اللہ کے ارادے براجمان نہ ہوں۔(تفسیر سعدی:2/1455)(4) ﴿فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ﴾ ''تو یقیناً وہ ہمیشہ سے بار بار رجوع کرنے والوں کے لیے'' یعنی جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف امید اور خوف سے رجوع کرتا ہے اور والدین کا فرماں بردار ہے۔(5) ﴿غَفُوْرًا﴾ ''بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔(6) پس اللہ تعالیٰ جس کے دل میں جھانکتا ہے، وہ جان لیتا ہے کہ اس دل میں، اللہ تعالیٰ کی طرف انابت، اس کی محبت اور ان امور کی محبت جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں کے سوا کچھ بھی نہیں، تب اگر اس بندے سے طبائع بشری کے تقاضے کے مطابق کوئی گناہ سرزد بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان عارضی گناہوں کو بخش دیتا ہے، جو مستقل طور پر جڑ نہیں پکڑتے۔(تفسیر سعدی:2/1455)(7) اللہ تعالیٰ نے نیکی کے راستے کی رکاوٹ کو دور کیا ہے، نیکی کے راستے کی رکاوٹ گناہ گاری کا احساس ہے۔ اُس نے واضح کر دیا کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ انسان کسی بھی وقت توبہ کر کے پلٹ سکتا ہے۔ اگر اصلاح کا جذبہ موجود ہے تو توبہ کر کے واپسی ہو سکتی ہے اور نیکی کا راستہ اختیار کیا جا سکتا

ہے۔

سوال3:﴿اَوَّآ بٌ﴾ کسے کہتے ہے؟

جواب:﴿ اَوَّآ بٌ ﴾ایسے شخص کو کہتے جس سے کوئی قصور ہوجائے تو وہ جلدی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئے اور توبہ واستغفار کرے۔

﴿ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا.(26)﴾

''اور رشتے دار کو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور تم بے جا خرچ نہ کرو، بے جا خرچ کرنا۔''(26)

سوال1:﴿ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ ﴾''اور رشتے دار کو اُس کا حق دو'' رشتہ داروں کے حقوق کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ ﴾''اور رشتے دار کو اُس کا حق دو''یعنی صلہ رحمی کرو۔(2)رشتے داری کے جو حقوق تم پر ہیں ان کو ادا کرو یعنی واجب اور مسنون حسن سلوک کرو، ان کی عزت کرو، ان کا حق ادا کرو۔(3)رشتے داروں کے حقوق میں رشتے کی نوعیت حالات اور ضرورت کے مطابق فرق آجاتا ہے۔(4)قریبی رشتے داروں سے بہترین سلوک کرنا بہت بڑی نیکی ہے اور ان تعلقات کو بگاڑنا یا توڑنا کبیرہ گناہ ہے۔(5)نبی ﷺ نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔(بخاری، کتاب الادب)(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کی کمر پکڑ کر کھڑی ہوگئی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رک جا۔صلہ رحمی کے کہا: قطع رحمی سے پناہ طلب کرنے والے کا یہ مقام ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں۔کیا تو اس پر راضی نہیں ہوگی کہ جس نے تجھے ملایا میں اسے ملاؤں گا۔اور جس نے تجھے کاٹا میں بھی کاٹ دوں گا ؟اس نے کہا کیوں نہیں، اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو یہ ہی تیرا مقام ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو یہی مقام تیرا ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو:''پھر بلاشبہ تم سے توقع ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم زمین میں فساد برپا کردو گے اور اپنے رشتوں کو توڑ دو گے۔یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے پس انہیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا۔تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں۔''(الصحیحہ:2741)(7)جو شخص چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور عمر لمبی ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔(بخاری، کتاب الادب)(8)آپ ﷺ نے فرمایا: بدلے کے طور پر رشتہ ملانے والا، رشتہ ملانے والا نہیں بلکہ رشتہ ملانے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے ملائے۔(بخاری، کتاب الادب)(9)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، (صورت حال یہ ہے کہ) میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں جب کہ وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے

ہیں۔اور میں (ان کے بارے میں) حکمت ودانائی سے کام لیتا ہوں، جب کہ وہ جہالت سی پیش آتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر بات ایسے ہی ہے جیسے تو کہہ رہا ہے تو تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے جب تک تیری یہ کیفیت رہے گی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ تیرے ساتھ ایک مددگار رہے گا۔(الصحیحہ:2597) (10) آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی گناہ بغاوت، اور قطع رحمی سے زیادہ اس بات کا اہل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی فوراً سزا دے اور ساتھ ہی ساتھ آخرت میں بھی اس کے عذاب بطور ذخیرہ رکھے۔(ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ) (11) نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿ بُلّوا اَرْحَامَكُمْ ﴾ ''صلہ رحمی کو تر وتازہ رکھو اگر چہ سلام کے ذریعے ہو۔'' (الصحیحہ)

سوال2: مال کو خرچ کرنے کے اسلامی اُصول کیا ہیں؟

جواب: (1) انسان مال کو واقعی ضرورت پر خرچ کرے۔(2) انسان اپنے مال پر ضرورت مندوں کا حق سمجھے۔

سوال3: انسان جو کچھ اپنی محنت سے کماتا ہے، جس میں سے خرچ کرنے کو اپنا حق سمجھتا ہے اس پر ضرورت مندوں کا حق کیسے تسلیم کر لیتا ہے؟

جواب: اسلام نے ضرورت مند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق مال داروں کے مال میں رکھا ہے۔یہ حق چونکہ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس لیے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس حق کو تسلیم کر لیتا ہے۔

سوال4: انسان مال خرچ کر کے احسان جتلانے سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب (1) انسان جب اپنے مال پر ضرورت مندوں کا حق تسلیم کر لیتا ہے تو احسان جتلانے سے بچ جاتا ہے۔(2) انسان جب مال خرچ کرنے کو عبادت سمجھتا ہے تو احسان جتلانے سے بچ جاتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے ضرورت مندوں میں رشتہ داروں کو پہلے درجہ دیا ہے اس سے انسان کو کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کا پہلے ذکر کر کے یہ شعور دلایا ہے کہ رشتہ داروں کا حق زیادہ ہے۔

سوال6: ﴿وَالْمِسْكِيْنَ﴾ ''اور مسکین'' مساکین کے حقوق کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مساکین اور فقراء کا ہر مال والے پر حق ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی تقسیم کی آٹھ مدات میں سے دوسرے نمبر پر مساکین کا ذکر فرمایا ہے۔(2) مال والوں پر ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے خاندان کے مساکین پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی خرچ کریں۔(3) مساکین کو اتنا ضرور دیں کہ ان کی مسکینی دور ہو جائے۔(4) نبی ﷺ نے مسکین کے بارے میں فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو در در مانگتا پھرتا ہو اور ایک نوالا یا ایک، دو کھجوریں لے کر واپس جاتا ہو۔صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ پھر مسکین کون ہے؟ فرمایا: جس کی کمائی اتنی نہیں جو اسے سوال

سے بے پروا کردے نہ لوگ اسے نادار سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ دیں اور نہ وہ لوگوں سے مانگتا ہی ہے۔(بخاری،مسلم)

سوال7:﴿ وَابْنَ السَّبِيْلِ ﴾''اور مسافر کو بھی'' مسافروں کے حقوق کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)مسافر سے مراد غریب الوطن شخص ہے جو اپنے علاقے سے دور کہیں پھنس گیا ہو۔(2)مسافر خواہ فقیر ہو یا غنی اس کی مدد زکوٰۃ کے مال سے کی جاسکتی ہے اگر وہ اپنے علاقے سے کٹ کر کہیں مصیبت میں پھنس گیا ہو۔(3)نبی ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں اور نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا ایک وہ جس کے پاس راستے میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافر کو پانی نہ دے۔(بخاری)(4)سیدنا عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ہمیں روانہ کرتے ہیں پھر ہم راستے میں ایسے لوگوں کے پاس اترتے ہیں جو ہماری مہمانی تک نہیں کرتے تو آپ ﷺ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ لوگ دستور کے مطابق تمہاری مہمانی کریں تو فبھا اور اگر نہ کریں تو دستور کے مطابق مہمانی کا حق ان سے وصول کرلو۔(بخاری،کتاب الادب)(5)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں جارہے تھے۔اثنائے سفر میں آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا جس کے پاس فاضل سواری ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس کھانا نہیں۔غرضیکہ آپ ﷺ نے مال کی ایک ایک قسم کا جدا جدا ذکر کیا۔حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ اپنے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔(مسلم)(6)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو جو سفر پر روانہ ہورہا تھا،کہا کہ میرے پاس آؤ۔میں تمہیں ایسے ہی رخصت کروں جیسے رسول اللہ ﷺ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے پھر انہوں نے کہا:﴿اَسْتَوْدِعُکَ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکَ﴾'' میں تمہارا دین،تمہاری امانت اور تمہارے آخری اعمال اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔''(ترمذی،ابواب الدعوات)

(7)ان احادیث سے مسافروں کے حقوق کے بارے میں نتائج اخذ ہوتے ہیں:(i)ہم سفر لوگوں کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے۔ جس کے پاس کھانے پینے یا دیگر ضروریات کی چیزیں زائد ہوں تو اسے دوسرے مسافروں کو وہ چیزیں دینی چاہئیں جن کے پاس اپنی ضرورت کی وہ چیزیں نہ ہوں۔مثال کے طور پر پانی جو زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ضرورت سے زائد پانی نہ دینا کبیرہ گناہ ہے۔ (ii)جن علاقوں میں پانی کثرت سے موجود ہو اور کھانے پینے کے لیے ہوٹل وغیرہ موجود ہوں تو کسی ناجائز طریقے سے مہمانی کے حق کو وصول نہیں کیا جاسکتا۔(3)جب کسی مسافر کے پاس زادراہ ختم ہوجائے تو ایسے مسافر کو صدقہ یا زکوٰۃ سے مدد دی جاسکتی ہے۔

سوال8:﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴾''اور تم بے جا خرچ نہ کرو،بے جا خرچ کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور تم بے جا خرچ نہ کرو،بے جا خرچ کرنا'' رب العزت نے خرچ میں اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔(2)اندھا دھند اور بے جا خرچ کرنے کی ممانعت ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور اُن کا خرچ اس کے درمیان

اعتدال پر ہوتا ہے۔ (الفرقان:67) (3) مال اس طریقے سے عطا کیا جائے کہ عطا کرنے والے کو نقصان پہنچے نہ اس مقدار سے زائد ہو جو دی جانی چاہیے ورنہ یہ اسراف وتبذیر کے زمرے میں آئے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/.1456)

سوال9: جو مال دار آدمی ضرورت مندوں کے حقوق ادا نہ کرے اسلام اس کو کیا درجہ دیتا ہے؟

جواب: اسلامی نقطہ نظر سے جو ضرورت مندوں کے حقوق ادا نہ کرے اُن پر مال خرچ نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کا مجرم ہے۔

سوال10: ﴿تَبْذِيرًا﴾ کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایسی مد میں خرچ کرنے کو تبذیر قرار دیتے تھے جس میں خرچ کرنے کا حق نہ ہو یعنی ناجائز اُمور میں خرچ کرنا تبذیر ہے۔ (2) خرچ کرنے میں شرعی حد سے تجاوز کرنا تبذیر ہے۔ (3) مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سچائی کے راستے میں پورا مال خرچ کرنا بھی تبذیر نہیں ہے اور بغیر حق کے تھوڑا سا خرچ کرنا بھی تبذیر ہے۔

سوال11: فضول خرچی کیسا عمل ہے؟

جواب: فضول خرچی شیطان کا حربہ ہے جس کے ذریعے وہ مال والوں کو اس قابل نہیں رہنے دیتا کہ وہ ضرورت مندوں پر خرچ کر سکیں۔

﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا(27)﴾

''یقیناً بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے''۔ (27)

سوال1: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾ ''یقیناً بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیاطین کے بھائی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے بے جا خرچ کرنے سے نفرت دلائی ہے۔ بے جا اور ناحق خرچ کرنا اسراف ہے۔ اگر انسان اپنا سارا مال حق کے ساتھ خرچ کرے تو وہ اسراف نہیں لیکن ناحق پر قلیل بھی خرچ کرے تو اسراف ہے۔ (2) ناحق خرچ کرنے میں نافرمانیوں پر خرچ کرنا اور تخریب کے لیے خرچ کرنا شامل ہے۔ (3) ایک دفعہ تمیمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''میرے پاس کثرت سے مال ہے اور میرا کنبہ بھی بڑا ہے، آپ مجھے مال خرچ کرنے کا طریقہ بتائیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مال پر زکوٰۃ ہو تو پہلے اسے نکال دو کیونکہ زکوٰۃ مال کو پاک کر دیتی ہے اور دل میں طہارت پیدا ہوتی ہے پھر رشتے داروں سے صلہ رحمی کرو اور مانگنے والوں، پڑوسیوں اور محتاجوں کا حق پہچانو۔'' بولا مجھے تو چند الفاظ میں ساری باتیں بتا دیجیے۔ آخر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنا دی، بولا اور مجھے یہ آیت کافی ہے۔ اگر میں آپ کے قاصد کو زکوٰۃ دے دوں تو کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بری الذمہ سمجھا جاؤں گا۔ فرمایا۔ ''ہاں تمہیں اس کا ثواب مل جائے گا پھر اسے جو بدل ڈالے گا اس کا وبال اس پر ہوگا۔'' (مسند احمد) (4) فضول خرچ لوگوں کو شیطان کا بھائی اس لیے قرار دیا

ہے کہ شیطان ہمیشہ برائی کی دعوت دیتا ہے۔ وہ انسان کو مال روک کر رکھنے اور بخل کی دعوت دیتا ہے اور اگر انسان اس کی بات نہ مانے تو وہ اسراف اور تبذیر کی طرف لے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ (5) شیطان انسان کا دوست کیسے بنتا ہے؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔'' (الزخرف:36) اسی طرح فرمایا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴾ جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ (الصّٰفّٰت:22) یعنی ان کے شیاطین ساتھیوں کو۔ (6) شیطان اور انسان کا بھائی چارہ، اسراف میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑنے اور نافرمانی کے کام کرنے میں مشابہت کی بنا پر ہوتا ہے۔ (الاساس:3060/6)

سوال2: ﴿ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴾ ''اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان رب کی نافرمانی کرتا ہے اس لیے رب العزت نے فرمایا کہ شیطان رب کا بڑا ناشکرا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو تسلیم نہیں کرتا، اس کی اطاعت کی بجائے مخالفت اور نافرمانی پر اتر آتا ہے۔

سوال3: ﴿ مُبَذِّرِيْنَ ﴾ یعنی فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کیوں کہا گیا؟

جواب: (1) تبذیر یعنی فضول خرچی اتنا بُرا عمل ہے کہ اس کام کو انجام دینے والا شیطان کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے اسی وجہ سے اُسے شیطان کا بھائی قرار دیا گیا۔ (2) فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی اس لیے بھی قرار دیا گیا کہ وہ باطل، شر اور نافرمانی میں خرچ کرتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ کے مال کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کرنا شکر ادا کرنا ہے اور فضول خرچی کرنے والے چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس لیے وہ ناشکری کرتے ہیں اور شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں۔

﴿ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا (28) ﴾

''اور اگر تم نے اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش میں جس کی تم اُمید رکھتے ہو ان سے ضرور منہ موڑنا ہو تو بھی اُن سے وہ بات کہو جس میں آسانی ہو''۔ (28)

سوال1: ﴿ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴾ ''اور اگر تم نے اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش میں جس کی تم اُمید رکھتے ہو ان سے ضرور منہ موڑنا ہو تو بھی اُن سے وہ بات کہو جس میں آسانی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ﴾ ''اور اگر تم نے ان سے ضرور منہ موڑنا ہو'' یعنی اگر تم انہیں عطا نہیں کرتے اور جب تمہارے رشتے

دار، مسکین یا مسافر تم سے سوال کرتے ہیں تم انہیں نہیں دیتے۔(2)﴿ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا ﴾''اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش میں جس کی تم اُمید رکھتے ہو''یعنی تم ایسے وقت کا انتظار کرتے ہو جب اللہ تعالیٰ تمہیں آسانی دے دے۔(3)﴿فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا﴾''تو بھی اُن سے وہ بات کہو جس میں آسانی ہو''یعنی نرم زبان میں بات سمجھا دو، سختی نہ کرو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ بداخلاقی سے جواب دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم سے نعمت ہی چھین لے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴾''اور سائل کو مت جھڑکو۔'' (الضحیٰ:10)(4)سوال کرنے والوں سے نرم لہجے میں بات کریں اور ممکن ہو تو کوئی اچھا وعدہ کرلیں کہ فلاں وقت تک مدد کروں گا اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو معذرت کرلیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾ ''اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بے پروا، بے حد بردبار ہے۔'' (البقرہ:263)(5)رب العزت نے رحمت اور رزق کے انتظار کا حکم دیا ہے۔یہ انتظار عبادت ہے۔اسی طرح ضرورت مندوں سے عطا کرنے کا وعدہ کرنا بھی عبادت ہے۔نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے۔جس نیک کام پر قدرت نہ ہو اس کی بھی نیت رکھنی چاہیے ہوسکتا ہے اس امید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آسانی کردے۔

سوال2:اگر کسی کے پاس رشتے داروں کو دینے کے لیے وافر مال نہیں تو اُسے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:اگر کسی کے پاس رشتے داروں کو دینے کے لیے وافر مال نہیں تو اُسے چاہیے کہ(1)وہ اللہ تعالیٰ سے وسیع رزق کا سوال کرے کہ تاکہ اللہ تعالیٰ رزق میں وسعت دیں تو وہ رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے قابل ہو جائے۔(2)حق داروں کے ساتھ وعدہ کرلے کہ جب اللہ تعالیٰ وسعت دے گا تو ضرور کچھ کرے گا۔(3)حق داروں کے ساتھ نرم بات کرے۔(4)حق داروں کے ساتھ تنگ دلی کا معاملہ نہ کرے۔

﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (29)﴾

''اور اپنا ہاتھ نہ تو اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھو اور نہ اُسے کھول دو، پورا کھولنا کہ ملامت زدہ، تھکے ماندے ہو کر بیٹھ رہو۔'' (29)

سوال1:﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴾''اور اپنا ہاتھ نہ تو اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھو اور نہ اُسے کھول دو، پورا کھولنا کہ ملامت زدہ، تھکے ماندے ہو کر بیٹھ رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ ﴾''اور اپنا ہاتھ نہ تو اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھو'' گردن سے ہاتھ باندھنا بخل کے لیے کنایا ہے یعنی ایسے نہ بنو کہ کسی کو کچھ نہ دو۔جیسے یہودیوں نے کہا تھا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔نعوذ باللہ سخی پروردگار سے یہودیوں نے بخیلی منسوب کردی تھی۔(2)اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ بخیل نے اپنے ہاتھ گردن سے باندھ رکھے ہیں۔اس کی گردن اپنے

ہی ہاتھوں کی قید میں ہے۔یوں وہ خود اپنی ہلاکت کا باعث بن رہا ہے۔(3)﴿وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾''اور نہ اُسے کھول دو، پورا کھولنا''یعنی ایسا نہ ہو کہ تم ایسے معاملات میں خرچ کرنے لگو جہاں خرچ کرنا مناسب نہیں یعنی ناحق خرچ نہ کرو یا جتنا خرچ کرنا چاہئے، اترا کر طاقت سے زائد خرچ کرنے لگو اور اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے لگ جاؤ کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہ بچے۔(4)﴿فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾''کہ ملامت زدہ، تھکے ماندے ہو کر بیٹھ رہو''حسیر ایسے جانور کو کہتے ہیں جو تھک کر بیٹھ جائے۔اگر آپ بھی ناحق خرچ کرو گے یا زائد خرچ کرو گے تو تھک کر بیٹھ جاؤ گے۔اپنے کیے پر ملامت کرو گے، خالی ہاتھ رہ جاؤ گے۔رشتہ داروں کو دینے کا حکم مال داری میں ہے۔(5)رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: افضل صدقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''وہ صدقہ جس کے بعد آدمی خود محتاج یا صدقہ لینے کے قابل نہ ہو جائے۔''(بخاری)(6)نبی ﷺ نے فرمایا:﴿ما عال من اقتصد﴾''جو میانہ روی اختیار کرتا ہے محتاج نہیں ہوتا۔''(مسند احمد:447/1)(7)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ''بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی سی ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کُرتے ہوں چھاتیوں سے ہنسلی تک۔جب خرچ کرنے کا عادی (سخی) خرچ کرتا ہے تو اس کے تمام جسم کو (وہ کرتہ) چھپا لیتا ہے یا (راوی نے یہ کہا کہ) تمام جسم پر وہ پھیل جاتا ہے اور اس کی انگلیاں اس میں چھپ جاتی ہیں اور چلنے میں اس کے پاؤں کا نشان مٹتا جاتا ہے لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کرتے کا ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے۔بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتا''۔(صحیح بخاری:1443)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا کیا طریقہ کار بتایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے میانہ روی کی تلقین کی ہے۔(2)اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان نہ تو بخل کرے کہ اپنے گھر والوں کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے۔(3)اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی سے بچنے کی تلقین کی ہے کہ اپنی گنجائش دیکھے بغیر بے دریغ خرچ کرتا رہے اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان اعتدال کا طریقہ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے بخیل شخص کی کیسی تصویر کشی کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ بخیل نے اپنے ہاتھ گردن سے باندھ رکھے ہیں اس کی گردن اپنے ہی ہاتھوں کی قید میں ہے۔یوں وہ خود اپنی ہلاکت کا باعث بن رہا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے فضول خرچ انسان کی تصویر کشی کیسے کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ایک شخص ہے جس کے ہاتھ اور بازو کھلے ہوئے ہیں وہ کسی چیز کو اپنے قابو میں نہیں کرتا۔یوں خود ہی اپنی ہلاکت کا سامان کرتا ہے۔

سوال5:بخل کا نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے؟

جواب: بخل کے انجام کے طور پر انسان قابل ملامت اور قابل مذمت قرار پاتا ہے۔

﴿ اِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا(30) ﴾

''یقیناً تمہارا رب جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے، وہ ہمیشہ سے ہی اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے''۔(30)

سوال: ﴿اِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ﴾ ''یقیناً تمہارا رب جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ﴾ ''یقیناً تمہارا رب جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے'' یعنی روزی رساں اور تنگی فراخی عطا کرنے والا تو رب ہے۔ جس طرح چاہتا ہے حالات بدلتا رہتا ہے۔ جسے چاہے مال میں وسعت عطا فرما دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ اس میں بھی اس کی حکمت کارفرما ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون مال داری کا حق دار ہے اور کون تنگ دستی کا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بعض بندوں کو فقیری ہی مناسب ہے، اگر میں انہیں مال دار بنا دوں تو ان کا دین غارت ہو جائے اور میرے بعض بندوں کو مال داری ہی مناسب ہے، اگر انہیں مفلس بنا دوں تو ان کا دین تباہ ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کے حق میں مال داری بطور استدراج اور فقیری بطور عذاب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذابوں سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔ آمین

سوال: ﴿ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا ﴾ ''وہ ہمیشہ سے ہی اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''خبیر'' وہ ہے جو مخفی امور کا بھی علم رکھتا ہے اور ''بصیر'' وہ ہے جو اپنے بندوں کی مصلحتوں کو دیکھتا ہے کہ کب لوگوں کو وسعت دی جائے اور کب تنگی دی جائے۔(البحر المحیط:42/7) (2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندو! (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا اور فرمایا' اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی اس میں کم نہیں ہوتا اور فرمایا تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے' مسلسل خرچ کئے جا رہا ہے' لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی' اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔''(صحیح بخاری:4684) (3) جو اس کے علم اور اس کی خبر کے مطابق بندوں کے لیے درست ہے وہ ان کے لیے اس کی تدبیر کرے گا اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

رکوع نمبر4

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ط اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا(31)﴾

''اوراپنی اولاد کومُفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، یقیناً اُن کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے''۔(31)

سوال1: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ﴾ ''اوراپنی اولاد کومُفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ﴾ ''اوراپنی اولاد کوقتل نہ کرو'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ رحمت اور شفقت کرنے والا ہے اسی لئے اس نے اولاد کوقتل کرنے سے ماں باپ کوحکماً روک دیا ہے۔(2) قتل اولاد کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے۔(3) اولاد جس سے انسان بے حد محبت کرتا ہے اس کوقتل کرنے کا سبب دل کا شفقت سے خالی ہونا ہے کیونکہ بچوں سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ (4) ﴿خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ﴾ ''مُفلسی کے ڈر سے'' یعنی فاقے کے ڈر سے۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ بیٹیوں کوقتل کرتے تھے۔(جامع البیان:80/15) (5) فقر کے خوف سے اولاد کوقتل کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوءظن رکھنا ہے اور اگر اس کا سبب بیٹیوں پر غیرت ہوتو وہ جہان کو خراب کر دینے کی کوشش ہے۔ پہلا معاملہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حرمت کو پامال کرنے کا ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت نہ ہونا ہے اور دونوں ہی قابل مذمت ہیں۔(تفسیر مراغی:311/5) (6) قتل اولاد کونسل کوختم کرنے سے بچانے کے لیے روکا گیا۔(تفسیر قاسمی:225/10)

سوال2: اسلام نے قتل اولاد کوکس درجے کا گناہ گار قرار دیا ہے؟

جواب: اسلام نے قتل اولاد کوشرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد سے باز رکھنے کے لیے انسان کی مائنڈ سیٹنگ کیسے کی ہے؟

جواب1۔اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور اُن کو بھی۔2۔اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اولاد کا قتل بڑا گناہ ہے۔

سوال4: ﴿نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ﴾ ''ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی'' اللہ رب العزت نے والدین کو بھوک کے ڈر سے قتل کرنے سے منع کیا اور سب کی کفالت کی ذمہ داری لی ہے۔(2) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں بچپن میں بھی اور بڑھاپے میں بھی۔(3) مفلسی کے ڈر سے اولاد کوقتل کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت رزاقیت پر عدم توکل یا براہ راست حملہ کی دلیل ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ہم تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں اور جیسے تمہیں دے رہے ہیں ویسے ہی تمہاری اولاد کو بھی دیں گے۔(تیسیر القرآن:580/2)

سوال5: ﴿اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾ ''یقیناً اُن کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) آج کل قتل اولاد خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر اس لیے جاری ہے کہ بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت اور صحت اور حسن کی حفاظت کے لیے اولاد کا کم ہونا ہی ضروری ہے۔(2) قتل اولاد عقیدے کی خرابی کی وجہ سے رواج پاتا ہے۔ جولوگ اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے پر یقین نہیں رکھتے وہ رزق کے وسائل کی تنگی سے خوف کھا کر بھی اولاد کو قتل کر دیتے ہیں۔(3) جولوگ اولاد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی دین سمجھتے ہیں وہ ان کے نام پر اولاد کو بھیٹ چڑھا دیتے ہیں۔(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا:''اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟''فرمایا:''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو پیدا کیا ہے۔''میں نے عرض کیا کہ یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے۔ پھر اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟''فرمایا:''یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے۔''میں نے پوچھا:''اور اس کے بعد''؟فرمایا:''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرو۔''(صحیح بخاری:4477)(4)﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا م بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ط قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾''یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کو حرام کرلیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا یقیناً وہ گمراہ ہوگئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے۔''(الانعام:140)

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًا(32)﴾

''اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے''۔(32)

سوال1:﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾''اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى﴾''اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ''زنا کے قریب جانے کی ممانعت، زنا کے مجرد فعل کی ممانعت سے زیادہ بلیغ ہے، اس لیے زنا کے قریب جانے کی ممانعت، زنا کے تمام مقدمات اور اس کے اسباب کو شامل ہے کیونکہ اگر کوئی بادشاہ کی مخصوص چراگاہ کے آس پاس پھرتا ہے تو ہوسکتا ہے وہ چراگاہ میں جا داخل ہو۔ خاص طور پر جب کہ بات یہ ہے کہ اکثر نفوس کے اندر زنا کا قوی ترین داعیہ ہے۔(تفسیر سعدی:2/1457)(2) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! ﷺ مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے ڈانٹنے لگے اور اسے پیچھے ہٹانے لگے، لیکن نبی ﷺ نے اسے فرمایا: میرے قریب آجاؤ، وہ نبی ﷺ کے قریب جا کر بیٹھ گیا، نبی ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم اپنی والدہ کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی ماں کے لیے پسند

نہیں کرتے، پھر پوچھا کیا تم اپنی بیٹی کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا کیا تم اپنی بہن کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بہن کے لیے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا کیا تم اپنی پھوپھی کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا کیا تم اپنی خالہ کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی خالہ کے لیے پسند نہیں کرتے، پھر نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کے جسم پر رکھا اور دعاء کی کہ اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما، اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان نے کبھی کسی کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ (مسند احمد:2259) ابن ابی الدنیا میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: شرک کے بعد کوئی گناہ زنا کاری سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں۔ (ابن کثیر:208) (3) ﴿اِنَّـهٗ كَـانَ فَاحِشَةً﴾ ''یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے'' رب العزت نے زنا کی قباحت بیان فرمائی ہے کہ زنا بے حیائی ہے۔ وہ فطرت انسانی کے نزدیک بڑی برائی ہے اور عقل اور شریعت میں بڑی بے حیائی ہے۔ (4) زنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاشرے کو پاک رکھنا چاہتے ہیں اور زنا پاکیزگی کے راستے کی رکاوٹ ہے۔ زنا عورت اور اس کے گھر والوں کے حق میں بہت بڑی برائی ہے۔ عورت کا زنا شوہر کے لیے بہت بڑی ہتک ہے۔ عورت کے زنا سے شوہر کا بستر خراب ہوتا ہے اور نسب مشکوک ہو جاتا ہے۔ (5) ﴿وَسَـآءَ سَبِيْلًا﴾ ''اور بُرا راستہ ہے'' زنا کا راستہ بہت ہی برا راستہ ہے۔ (6) واقعۂ معراج کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''ہم آگے چلے پھر ایک تنور جیسی چیز پر آئے، راوی نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ کہا کرتے تھے کہ اس میں شور کی آواز تھی۔ کہا کہ پھر ہم نے اس میں جھانکا تو اس کے اندر کچھ ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے آگ کی لپٹ آتی تھی۔ جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی تو وہ چلانے لگتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ وہ ننگے مرد اور عورتیں جو آپ ﷺ نے تنور میں دیکھے وہ زنا کار مرد اور عورتیں تھیں۔ (بخاری:7047) (7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بات نہیں کرے گا: ایک بوڑھا بدکار (زنا کرنے والا) دوسرے بال بچے والا مغرور کہ باوجود محتاجی کے اپنے گھمنڈ کی وجہ سے نوکری اور محنت نہ کرے، تیسرے جھوٹا بادشاہ''۔ (نسائی:2576) (8) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے تو اللہ اس سے ایمان کو اس طرح کھینچ لیتا ہے جس طرح انسان اپنے سر سے قمیض اتار لیتا ہے'' (مستدرک حاکم:22/1) (9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین قسم کے لوگ ہیں، اللہ جن سے روز قیامت نہ کلام کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی انہیں پاک صاف کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر'' (مسلم:107) (10) ابن ابی رباح یا عطا

بن یسار اللہ عزوجل کے فرمان: ''لھا سبعة ابواب '' ''اس کے سات دروازے ہیں'' کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: ان دروازوں میں سے غم، حرارت، کرب وتکلیف اور سب سے بری بو کے لحاظ سے، سب سے برا اور شدید دروازہ وہ ہوگا جو ایسے زانیوں کے لیے ہوگا۔ جنہوں نے اس کی حرمت کا علم ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کیا۔ (11) مکحول دمشقی بیان کرتے ہیں: جہنمی انتہائی تعفن والی بدبو محسوس کریں گے تو وہ کہیں گے: ہم نے اس سے زیادہ تعفن والی بدبو پہلے کبھی محسوس نہیں کی تو انہیں بتایا جائے گا کہ یہ زانیوں کی شرم گاہوں کی بدبو ہے۔ (12) ابن زید (عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم) تفسیر کے امام بیان کرتے ہیں: جہنمی، زانیوں کی شرم گاہوں سے اٹھنے والی بدبو سے تکلیف محسوس کریں گے اور دس آیات میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے لکھا: چوری نہ کرنا، نہ زنا کرنا ورنہ میں اپنا چہرہ تجھ سے چھپالوں گا۔ (دیدار الٰہی سے محرومی)۔ جب یہ خطاب اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے تو اس کے علاوہ جو ہے اس کے لیے کیسے ہوگا؟ (13) نبی ﷺ سے مروی ہے: ابلیس اپنے لشکر زمین میں پھیلا دیتا ہے تو انہیں کہتا ہے: تم میں سے جو کسی مسلمان کو گمراہ کرے گا تو میں اس کے سر پر تاج سجاؤں گا۔ پس ان میں سے جو فتنے میں زیادہ ہوتا ہے وہ منزلت کے لحاظ سے اتنا ہی اس کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس ان میں سے ایک اس کے پاس آتا ہے تو وہ اسے کہتا ہے: میں فلاں کے ساتھ لگا رہا حتی کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی۔ تو وہ (شیطان) اسے کہتا ہے: تو نے کچھ بھی نہیں کیا: وہ عنقریب اس کے علاوہ کسی دوسری سے شادی کرلے گا پھر دوسرا آتا ہے، تو کہتا ہے: میں فلاں کے ساتھ لگا رہا حتیٰ کہ میں نے اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت پیدا کردی۔ وہ جواب میں کہتا ہے: تو نے بھی کچھ نہیں کیا، وہ عنقریب اس سے صلح کرلے گا۔ پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے: میں فلاں شخص کے ساتھ لگا رہا، حتیٰ کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا، تو شیطان کہتا ہے: ہاں تو نے کام کیا پس وہ اسے اپنے قریب کرلیتا ہے اور تاج اس کے سر پر رکھ دیتا ہے۔ (14) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے یہ لباس پہنا دیتا ہے، پس جب بندہ زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا لباس ایمان چھین لیتا ہے، اگر وہ شخص توبہ کرلے تو وہ اسے واپس کردیتا ہے۔ (بیہقی) (15) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص شراب نوشی پر مصر رہتے ہوئے وفات پاجائے تو اللہ تعالیٰ اسے نہرِ غوطہ سے پلائے گا، اور وہ ایک نہر ہے جو جہنم میں زانیہ عورتوں کی شرم گاہوں سے بہتی ہوگی۔'' (مسند احمد) (16) ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں کہ کوئی آدمی ایسی شرم گاہ میں نطفہ ٹپکائے (زنا کرے) جو اس کے لئے حلال نہیں۔'' (احمد) (17) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں ایک وادی ہے، اس میں سانپ ہیں، ہر سانپ اونٹ کی گردن سے زیادہ موٹا ہے۔ وہ تارک نماز کو ڈسے گا تو اس کی زہر، اس شخص کے جسم میں ستر سال جوش مارتی (ابلتی) رہے گی۔ پھر اس کا گوشت گل جائے گا۔ اور جہنم میں ایک وادی ہے، اس کا نام ''جب الحزن '' ہے اس میں سانپ اور بچھو ہیں اور ہر بچھو خچر کے برابر ہے۔ اس کے ستر ڈنک ہیں اور ہر ڈنک زہر سے پُر ہے۔ پھر وہ زانی کو ڈنک مارے گا اور اپنا زہر اس کے جسم میں انڈیل دے گا جس کی تکلیف وہ ہزار برس محسوس کرتا رہے گا۔ پھر اس کا گوشت گل جائے گا، اور اس کی شرم گاہ سے پیپ اور لہو بہتا ہوگا۔'' (18) جس شخص نے کسی شادی شدہ

عورت سے زنا کیا تو اس زانیہ اور اس زانی پر قبر میں اس امت کا نصف عذاب ہوگا۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس آدمی (زانی) کی تمام نیکیوں کا فیصلہ اس عورت کے خاوند کے حق میں فرمادے گا بشرطیکہ اسے اس کا علم نہ ہو (کہ اس کی بیوی زانیہ ہے) لیکن اگر اس نے علم ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے دروازے پر لکھ دیا ہے: تو دیوث پر حرام ہے'' (19) دیوث اس شخص کو کہتے ہیں، جسے اپنی اہلیہ کے فاحشہ ہونے کا علم ہو اور وہ خاموشی ختیار کرلے اور اسے غیرت نہ آئے۔ (20) جس نے کسی ایسی عورت پر اپنا ہاتھ رکھا، جو شہوت کے حوالے سے اس کے لیے حلال نہیں، تو وہ روز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن کی طرف بندھا ہوا ہوگا۔ اگر اس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہوگا تو اس کی ران بولے گی اور روز قیامت اس کے خلاف گواہی دے گی اور کہے گی، میں حرام پر سوار ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نگاہ غضب سے اس کی طرف دیکھے گا، اس کے چہرے کا گوشت گر جائے گا اور بڑا ہو جائے گا، اور وہ کہے گا: میں نے نہیں کیا، تو اس کی زبان اس کے خلاف گواہی دے گی، تو وہ کہے گی،: میں نے ایسی گفتگو کی تھی جو حلال نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ کہیں گے میں نے حرام چیز کو پکڑا تھا۔ اس کی آنکھیں کہیں گی: میں نے حرام چیز کو دیکھا تھا۔ اس کے پاؤں کہیں گے: میں ایسی چیز کی طرف چل کر گیا جو حلال نہیں تھی۔ اس کی شرم گاہ کہے گی: میں نے کیا اور محافظ فرشتہ کہے گا: میں نے سنا اور دوسرا کہے گا: میں نے لکھا، اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دیکھ لیا اور میں نے پردہ پوشی کی، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فرشتو اسے پکڑ لو اور میرا عذاب اسے چکھاؤ جو تجھ سے حیا کرنے میں کمی کرتا ہے تو اس پر میرا عذاب سخت ہو جاتا ہے۔ (21) ﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ اس دن جب ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں، ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے''۔ (النور:24) (22) گناہ کے اعتبار سے سب سے بڑا زنا، ماں، بہن، سوتیلی ماں، اور محارم کے ساتھ زنا کرنا ہے۔ ایک روایت میں ہے، امام حاکم نے جسے صحیح قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی محرم سے زنا کرے تو اس کو قتل کردو'' (23) براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ماموں کو ایک آدمی کی طرف بھیجا، جس نے اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) سے شادی کرلی تھی کہ اس کو قتل کردو اور اس سے مال میں سے پانچواں حصہ لے لو۔ (کبیرہ:78)

سوال 2: قتل اولاد اور زنا کے درمیان کیا تعلق ہے؟

جواب: قتل اولاد جان کا قتل ہے۔ زِنا بھی دراصل قتل نفس ہے مثلاً (1) اگر زِنا کے نتیجے میں اولاد پیدا ہو جائے تو حمل کو ضائع کروادیا جاتا ہے۔ (2) ولد زِنا اگر پیدا ہو جائے تو بھی عموماً قتل کردیا جاتا ہے۔ (3) اگر ولد زِنا بچ جائے تو وہ معاشرے میں ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے۔ (4) زِنا پورے معاشرے کے لیے قتل کا سبب ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نسب مل جاتا ہے۔ (5) زِنا کی وجہ سے خاندانی زندگی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ جس معاشرے میں زِنا کا رواج ہو جاتا ہے وہاں خاندانی زندگی کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ (6) زِنا کی وجہ سے خاندان اپنی اصل حیثیت میں باقی نہیں رہتے۔ اپنا کردار ادا نہیں کرسکتے۔ بچوں کی صحیح تربیت نہیں ہوتی، اس میں کمی رہ جاتی ہے۔

سوال3: زنا کو روکنے کے لیے اسلام کیا ضروری اقدامات کرتا ہے؟

جواب: (1) اسلام اس کے لیے کوڑوں کی سزا دیتا ہے۔ (2) ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین میں نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کی سزا کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے''۔ (النور:2) (3) اسلام شادی شدہ زانی کو رجم کی سزا دیتا ہے۔ (4) اسلام عورتوں اور مردوں کی مخلوط مجالس پر پابندی عائد کرتا ہے۔ (5) اسلام غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنے، اُن سے ملنے اور کلام کرنے پر پابندی عائد کرتا ہے۔ (6) اسلام مردوں اور عورتوں کے تنہائی میں ایک جگہ رہنے کی ممانعت کرتا ہے۔ (7) اسلام عورتوں کے گھر سے باہر بن سنور کر نکلنے پر پابندی عائد کرتا ہے۔ (8) اسلام ایسی چیزوں پر پابندی عائد کرتا ہے جس کے نتیجے میں نکاح میں مشکلات ہو جائیں مثلاً جہیز اور زیادہ مہر۔ (9) اسلام عورتوں کو حجاب کا حکم دیتا ہے۔ (10) اسلام نوجوان لوگوں کی شادی کی تلقین کرتا ہے۔ (11) اسلام شادی کی وجہ سے تنگدست ہو جانے کے خوف کو دُور کرتا ہے۔ (12) اسلام زنا کی سخت سزا مقرر کرتا ہے۔ اسلام میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے ہے لیکن شادی شدہ زانی کو پتھروں سے رجم کرنے کا حکم ہے۔ (13) اسلام ہیجان انگیز اسباب کی ممانعت کرتا ہے۔ (14) خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت کرتا ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت بھی خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے کہ لوگ اس کی خوشبو پائیں تو وہ عورت زانیہ ہے۔ (نسائی:5126) (15) غیر محرم کے ساتھ ملنے کی ممانعت کرتا ہے۔ (i) ارشاد نبوی ﷺ ہے ''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ ملے اِلّا یہ کہ اس کا محرم ساتھ ہو نہ ہی عورت محرم کے بغیر سفر کرے۔ (مسلم) (iii) ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''شوہروں کی غیر موجودگی میں عورتوں کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان تم میں سے ہر کسی کے اندر اس طرح گردش کر رہا ہے جس طرح خون کرتا ہے۔'' (ترمذی) (16) غیر محرم کو چھونے کی ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے ''غیر محرم عورت کو چھونے سے بہتر ہے کہ وہ مرد اپنے سر میں لوہے کی سیخ چبھو لے'' (طبرانی) (17) ایک دوسرے کا ستر دیکھنے کی ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''کوئی مرد دوسرے مرد کا، کوئی عورت کسی دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے'' (مسلم) (18) اکٹھا سونے کی ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ یا کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک چادر میں لیٹے، نہ سوئے۔'' (مسلم) (19) غیر محرموں کے سامنے اظہار زینت کی ممانعت کرتا ہے۔ ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ط وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ

يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور:31) (20) غیر مردوں کو بلا ضرورت آواز سنانے کی ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''دوران نماز کسی ضرورت کے لئے (مثلاً امام کی بھول وغیرہ) مرد سبحان اللہ کہیں لیکن عورتیں تالی بجائیں'' (بخاری و مسلم) (21) اسلام گانے بجانے کی ممانعت کرتا ہے ''اس امت کے لوگوں پر زمین میں دھنسنے، شکلیں مسخ ہونے اور (آسمان سے) پتھروں کی بارش برسنے کا عذاب آئے گا۔'' کسی صحابی نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ کب ہوگا؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب گانے بجانے والی عورتیں ظاہر ہوں گی، آلات موسیقی عام استعمال ہوں گے اور شرابیں پی جائیں گی۔'' (ترمذی) (22) اسلام اخلاق خراب کرنے والے لٹریچر سے روکتا ہے۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ لا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔ (النور:19) (کتاب النکاح:47۔49)

سوال: جس سوسائٹی میں زِنا عام ہو جاتا ہے وہ بربادی کی طرف کیسے سفر شروع کر دیتی ہے؟

جواب: (1) جس معاشرے میں زِنا عام ہوتا ہے۔ وہ زوال پذیر ہو جاتا ہے جیسے امریکہ اور یورپ مادی ترقی کے باوجود زوال کی طرف جا رہے ہیں۔ (2) فرانس کے زوال کے آثار واضح ہیں۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ط اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (33)﴾

''اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ اور جو کوئی مظلومانہ قتل کیا گیا تو یقیناً ہم نے اُس کے ولی کو پورا غلبہ دیا ہے چنانچہ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا''۔ (33)

سوال1: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ﴾ ''اور کسی جان کو قتل نہ کرو'' اللہ رب العزت نے ناحق قتل کو حرام ٹھہرایا ہے۔(2)﴿الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ﴾ ''جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے'' یہ حکم ہر نفس کے لیے ہے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ ''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا اور اس نے لعنت کی ہے اُس پر اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔'' (النساء:93)(3)﴿اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''مگر حق کے ساتھ'' مثلاً مقتول کے قصاص میں قاتل کو قتل کرنا، شادی شدہ زانی کو قتل کرنا، مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے والے مرتد کو قتل کرنا اور باغی کو بغاوت کی حالت میں قتل کرنا جب کہ اس کو قتل کئے بغیر بغاوت پر قابو نہ پایا جاسکتا ہو۔ (تفسیر سعدی:2/1458)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُسے قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔'' (الفرقان:68)(5)﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ﴾ ''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ یقیناً جس شخص نے کسی جان کو بغیر کسی جان کے (بدلے) قتل کیا یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا اور بلاشبہ یقیناً اُن کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لائے تھے، پھر بے شک اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں''۔ (المائدہ:32)(6) نبی ﷺ نے فرمایا: ''سات مہلکات سے بچو'' آپ نے ان میں کسی جان کو، جس کا اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام قرار دیا ہے، ناحق قتل کرنے کا بھی ذکر فرمایا۔ اور ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی شریک مقرر کرے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے'' پھر اس نے کہا: اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس اندیشے سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔'' اس نے عرض کیا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔'' (بخاری:4477)(7) آپ ﷺ نے فرمایا:: ''جب دو مسلمان اپنی تلواریں سونت کر مدمقابل آجاتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔'' عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! یہ تو قاتل ہے، تو مقتول کا کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس لئے کہ وہ بھی

اپنے ساتھی کوقتل کرنا چاہتا تھا۔'' (بخاری:31)(8)اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میرے بعد ایک دوسرے کوقتل کرکے کافر نہ بن جانا''۔ (بخاری:121)(8)اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بندہ اپنے دین کے بارے میں وسعت وکشادگی میں رہتا ہے، جب تک وہ کسی حرام خون (قتل) کا ارتکاب نہ کرلے۔'' (مسند احمد:4/148۔152)(9)اور آپ ﷺ نے فرمایا:''روز قیامت لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خونوں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔'' (بخاری:6864)(10)رسول ﷺ نے فرمایا:''کسی مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے ہاں زوال دنیا سے بھی بڑھ کر ہے۔'' (نسائی:7/83)(11)اور آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جان کوقتل کرنا اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہیں۔'' (بخاری:6675)(12) آپ ﷺ نے فرمایا:''جو بھی ناحق جان قتل کی جاتی ہے تو اس کا گناہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر ہوتا ہے اور وہ اس کے خون کا ذمہ دار ہے، کیونکہ وہی پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔'' (بخاری:3335)(13) آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی ذمی شخص کوقتل کیا، جسے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ حاصل تھی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ دیا، لہذا وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آئے گی۔ (ترمذی:1403) اگر ذمی کے قتل کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر کسی مسلمان کو کیسے قتل کیا جا سکتا ہے ؟ ذمی، یہود ونصاریٰ میں سے وہ شخص ہے جو اسلامی مملکت میں رہنے کا عہد وپیماں کرے۔ تو اس کی جان کی حفاظت کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔(14)اور آپ ﷺ نے فرمایا:''جس نے کسی مسلمان کے قتل میں، بات کی حد تک بھی معاونت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس لکھا ہوگا۔'' (ابن ماجہ:2620)(15) بحیثیت انسان کے مرد اور عورت دونوں کی جان کی حرمت مساوی ہے۔ جو شخص مومن (مرد ہو یا عورت) کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے۔'' خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے تم سب (مردوں اور عورتوں) کے خون اور مال ایک دوسرے پر حرام کردیئے ہیں۔'' (مسند احمد)(16) عہد نبوی میں ایک یہودی نے ایک لڑکی کوقتل کردیا۔ رسول اکرم ﷺ نے لڑکی کے بدلے میں یہودی کوقتل کروادیا۔ (بخاری، کتاب الدیات)

سوال2: ﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴾''اور جو کوئی مظلومانہ قتل کیا گیا تو یقیناً ہم نے اُس کے ولی کو پورا غلبہ دیا ہے چنانچہ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد یا ہوا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا﴾''اور جو کوئی مظلومانہ قتل کیا گیا''جس کو ناحق قتل کیا گیا ہو۔(2)﴿فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا﴾ ''تو یقیناً ہم نے اُس کے ولی کو پورا غلبہ دیا ہے'' یہاں''ولی'' سے مراد وہ شخص ہے جو مقتول کے ورثاء اور عصبہ میں سے اس کے سب سے زیادہ قریب ہو۔ یعنی ہم نے مقتول کے ولی کے لئے قاتل سے قصاص لینے کی ظاہری دلیل فراہم کردی، نیز اسے قدری طور پر بھی قاتل پر اختیار عطا کردیا ہے مگر یہ اس وقت ہے جب قصاص کی موجب تمام شرائط یکجا ہوں، مثلاً ارادہ اور تعدی کے ساتھ قتل کرنا اور مقتول

اورقاتل میں برابری وغیرہ۔(تفسیر سعدی:2/1458)(3)رب العزت نے فرمایا﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾''تم پرمقتولوں کا بدلہ لینا فرض کردیا گیا ہے''۔(البقرہ:178)(4)﴿فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ﴾''چنانچہ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے''یعنی قتل میں زیادتی نہ کریں۔(الدرالمنثور:4/327)(5)یعنی ولی قاتل کے قتل میں اسراف سے کام نہ لے۔یہاں''اسراف''سے مراد یہ ہے کہ مقتول کا ولی قاتل کوقتل کرنے میں حد سے تجاوز کرے۔(اس اسراف کی تین صورتیں ہیں۔)(i)ولی قاتل کا مثلہ کرے۔(یعنی اسے ایذا دے دے کر مارے،ناک کاٹے،کان کاٹے،وغیرہ وغیرہ۔)(ii)ولی قاتل کوکسی ایسی چیز کے ذریعے سے قتل کرے جس کے ذریعے سے مقتول کوقتل نہ کیا گیا ہو۔(ii)قاتل کو چھوڑ کر کسی اورکوقتل کردیا جائے۔اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ صرف ولی کوقصاص لینے کا حق ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر قصاص نہیں لیا جاسکتا۔اگر ولی قاتل کومعاف کردے تو قصاص ساقط ہوجاتا ہے،نیز اس میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قاتل اوراس کے مددگاروں کے مقابلے میں مقتول کے ولی کی مدد کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1458)(6)﴿اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾''یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا''بے شک مقتول کی مدد کی جائے گی۔(جامع البیان:15/85)

سوال3:قتل نفس کی اجازت کن صورتوں میں ہے؟

جواب:صحیحین میں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:کوئی مسلمان کلمہ شہادت ادا کرتا ہےاور گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اُس کا قتل جائز نہیں مگر صرف تین صورتوں میں کہ اُس نے ناحق قتل کیا ہو،وہ شادی شدہ ہواور زِنا کا ارتکاب کرے۔وہ دین کوترک کردےاور مسلمانوں کی جماعت کواُس نے چھوڑ دیا ہو۔

سوال4:مقتول کے ورثاء کا کیا اختیار ہے؟

جواب:مقتول کے ورثاء کا یہ حق ہے چاہیں تو بدلہ لے لیں چاہے تو دیت لے لیں چاہے تو معاف کردیں۔

سوال5:مقتول کے ورثاء پر کیا پابندی عائید کی گئی ہے؟

جواب:(1)مقتول کے ورثاء پر یہ پابندی عائید کی گئی ہے کہ وہ قتل میں اسراف نہ کریں یعنی مقتول کے علاوہ اوروں کوقتل نہ کریں۔(2)قتل میں اسراف مثلہ کرنا بھی ہےاور قتل کے لیے ناجائز آلات استعمال کرنا بھی۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ص وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (34)﴾

''اوریتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہو،یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔(34)

سوال1: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ﴾ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ'' اللہ رب العزت نے یتیم کے سرپرستوں کو حکم دیا ہے کہ وہ یتیم اور اس کے مال کی حفاظت کریں۔ اس کے مال کے قریب نہ جائیں۔ (2) ﴿اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ ''مگر اس طریقے سے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہو'' یتیم اپنے مال کے بارے کم سنی میں کچھ نہیں جانتا۔ نہ وہ تجارتی معاملات کی معرفت رکھتا ہے، نہ کوئی اور انتظام کر سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یتیم کے سرپرستوں کو حکم دیا ہے کہ مال کو تجارت میں لگاؤ اور اسے برباد ہونے سے بچاؤ۔ یتیم کے مال کو برے ارادے سے فضول خرچ نہ کرو۔ اس مال میں اضافے کی خواہش رکھو۔ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اگر تم انہیں ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''۔ (البقرہ:220) (4) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں کے ساتھ کھانے پر یتیم بیٹھ جائے شیطان ان کے کھانے کے نزدیک نہیں آتا۔ (طبرانی) (5) سیدنا (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ گھر اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے جس میں یتیم باعزت (زندگی گزار رہا) ہو۔ (معجم کبیر طبرانی:388/12) (6) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے'' اور آپ ﷺ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔ (بخاری:6005) (7) ﴿حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾ ''یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے'' جب یتیم عاقل و بالغ ہو جائے تو وہ خود اپنے معاملات کا سرپرست بن جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ج فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ج وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ط وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ج وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ط فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ ''اور یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان میں سمجھ بوجھ محسوس کرو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اُن کا مال فضول خرچی سے جلدی کرتے ہوئے نہ کھا جاؤ، اور جو مال دار ہے تو لازم ہے کہ وہ بچے اور جو محتاج ہے تو لازم ہے کہ وہ معروف طریقے سے کھائے۔ چنانچہ جب تم اُن کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اُن پر گواہ بناؤ، اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے۔ (النساء:6) عاقل و بالغ سے سرپرستی زائل ہو جاتی ہے۔ (9) نسفی رحمہ اللہ نے کہا: جب وہ اٹھارہ برس کو پہنچ جائے۔ (الاساس:3062/6)

سوال2: یتیم کے مال کے قریب جانے کے لیے احسن کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب: یتیم کمزور ہوتا ہے اپنے مال کی نہ حفاظت کرسکتا ہے نہ مدافعت اس وجہ سے اسلام یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ مال یتیم کے قریب احسن طریقے سے جائیں۔

سوال3: مال کے قریب احسن طریقے سے جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) وہ طریقہ احسن ہے جس میں یتیم کی خیر خواہی مطلوب ہو۔ (2) وہ طریقہ احسن ہے جس میں یتیم کے مال کی ترقی مطلوب ہو۔

سوال4: مال یتیم کی حفاظت اور تدبیر کب تک جاری رہے گی؟

جواب: مال یتیم کی حفاظت اور تدبیر اُس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ سن رشد کو نہیں پہنچ جاتا۔

سوال5: سن رشد سے کیا مراد ہے؟

جواب: سن رشد سے مراد وہ عمر ہے جس میں انسان اپنے نفع ونقصان کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

سوال6: ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ ''اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا'' عہد عام لفظ ہے جو انسان اور رب کے درمیان یا اس کے اور مخلوق کے درمیان ہوتا ہے۔ (البحر الوجیز: 455/3) (2) یعنی لوگوں سے جو عہد و پیمان کیا ہے اسے پورا کرو۔ (3) اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے عام طور پر عہد لیا اور دیا جاتا ہے اسی وجہ سے یہاں ایفائے عہد کا حکم دے دیا گیا۔ واللہ اعلم (4) ﴿اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ ''یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ عہد توڑنے والے سے اس کی بدعہدی کے بارے میں سوال کریں گے۔ (الدر المنثور: 328/4) (5) عہد کو پورا کرنے کا بہت بڑا ثواب اور بدعہدی کا بہت بڑا گناہ ہے۔

سوال7: عہد کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسا معاملہ ہے؟

جواب: (1) عہد کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل باز پرس ہے۔ (2) جب دو لوگ عہد کرتے ہیں تو یہ محض اُن کے درمیان کا معاملہ نہیں ہوتا اس میں اللہ تعالیٰ بھی تیسرے فریق کی حیثیت سے شامل ہوتا ہے۔

سوال8: عہد کی کون کون سی اقسام ہیں؟

جواب: (1) عہد سے یوم الست کا میثاق بھی مراد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے۔ (2) عہد سے مراد انسانوں کے آپس کے معاہدے بھی ہیں۔ (3) اس سے مراد ہے اجتماعی معاہدے بھی ہیں جو کسی جماعت یا معاشرے یا رعایا یا حکومت کی طرف سے ہو سکتے ہیں۔ (4) عہد سے مراد بین الاقوامی معاہدے بھی ہیں۔

سوال9: اسلام نے عہد کی پابندی کی اتنی شدید تاکید کیوں کی ہے؟

جواب: وفائے عہد اصل معیار ہے جس سے کسی فرد یا جماعت کے ٹھوس کردار اور ثابت قدمی کا پتہ چلتا ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کون اپنے خمیر کے اعتبار سے پاکیزہ ہے۔

سوال10: جو انسان عہد کی پابندی نہ کرے وہ کیسا انسان ہے؟

جواب: عہد کی پابندی نہ کرنے والا بے قدر و قیمت انسان ہے نہ بندوں کے نزدیک بدعہد کی کوئی قدر ہوتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔

سوال11: انسان بدعہدی سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: عہد توڑنے سے انسان تب بچ سکتا ہے جب وہ دوسرے فریق کو کمزور انسان کی حیثیت سے نہ دیکھے۔جب وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے جس کی پکڑ سے بچنا کسی صورت ممکن نہیں۔

﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (35)﴾

''اور جب ماپ کرو تو پورا پورا ماپ کرو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے''۔(35)

سوال1: ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ''اور جب ماپ کرو تو پورا پورا ماپ کرو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ﴾ ''اور جب ماپ کرو تو پورا پورا ماپ کرو''یعنی پیمانے پورے بھر کر دو،کم نہ دو۔(2)﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾''اور سیدھی ترازو سے تولا کرو'' قتادہ نے فرمایا: عدل کرو۔(الدرالمنثور:4/329)(3)قسطاس یعنی ترازو اور اردو زبان میں بمعنی عدل ہے۔قسطاس مستقیم وہ ترازو ہے جس میں پاسنگ بھی نہ ہو اسی سے پورا پورا تول کر دو۔دنیا میں بھی اس میں بہتری ہے کہ تمہارا کاروبار چمک اٹھے گا اور آخرت میں بھی اس کی وجہ سے تم کو جہنم سے نجات ملے گی۔اس کا ثواب بہت ہے اور انجام بھی خوش کن ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بیوپاریو! تمہیں دو چیزیں مل گئی ہیں جس کی وجہ سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں یعنی ناپ اور تول۔رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص باوجود قدرت کے صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے حرام چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی دنیا میں آخرت سے پہلے یقیناً اس سے بہتر چیز عطا فرماتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/1045)(4)اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عدل اور ناپ تول کو بغیر کسی کمی کے انصاف کے ساتھ پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔آیت کے عمومی معنی سے دھوکہ دہی،اندازے سے قیمت لگانے،کسی چیز کی قیمت طے ہونے کے بعد کسی دوسرے شخص کی طرف سے قیمت لگانے کی ممانعت اور معاملات میں خیر خواہی اور صداقت مستنبط ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1459)(5)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (۱) الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (۲) وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ

(۳)﴾’’ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔اور جب اُنہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو اُنہیں کم دیتے ہیں‘‘۔(المطففین:1۔3)(6)زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اس کا معنی ہے جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو ان سے پورا پورا لیتے ہیں،اسی طرح جب وزن کر کے لیتے ہیں۔اگر چہ،جب وزن کر کے لیتے ہیں کا ذکر نہیں کیا،کیونکہ ناپ اور وزن انہی دو کے ذریعے خرید وفروخت ہوتی ہے،ناپا جاتا ہے اور وزن کیا جاتا ہے۔پس ان میں سے ایک دوسرے پر دلالت کرتا ہے۔(7)سدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں ابوجہینہ نامی ایک شخص تھا۔،اس کے پاس دو پیمانے تھے۔ایک لینے کے لئے اور دوسرا دینے کے لئے،تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:(8)ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’پانچ،پانچ کے بدلے ہیں۔‘‘صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا،اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’جب کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے۔جب وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں فقر ومحتاجی عام کر دیتا ہے۔جب ان میں محتاجی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان میں طاعون (یعنی کثرت موت) نازل کر دیتا ہے۔جب وہ ناپ میں کمی کرتے ہیں تو نباتات اور کھیتیاں نہیں اگتیں اور وہاں قحط سالی آجاتی ہے اور جب وہ زکوٰۃ نہیں دیتے تو وہاں بارش نہیں ہوتی۔‘‘﴿اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ﴾’’کیا یہ لوگ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ انہیں (قبروں سے) اٹھایا جائے گا‘‘(المطففین:4)(9)زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ان کو یقین ہوتا کہ وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو پھر وہ ناپ تول میں کمی نہ کرتے۔مالک بن دینار سے روایت ہے انہوں نے کہا:میرا پڑوسی میرے پاس آیا جب کہ اس کی موت قریب آچکی تھی اور وہ کہہ رہا تھا،آگ کے دو پہاڑ آگ کے دو پہاڑ۔وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا کہہ رہے ہو؟اس نے کہا:ابو یحییٰ میرے پاس دو پیمانے تھے میں ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیا کرتا تھا۔مالک بن دینار نے کہا:میں کھڑا ہو کر ایک پیمانے کو دوسرے پر مارنے لگا،تو اس نے کہا:ابو یحییٰ! جب ایک کو دوسرے پر مارا جاتا ہے تو معاملے کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے پس وہ اسی حالت میں فوت ہو گیا۔کسی نے کہا:میں ایک مریض کے پاس گیا جس پر موت کا عالم طاری تھا میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا،لیکن اس کی زبان نہیں چل رہی تھی۔جب اسے افاقہ ہوا تو میں نے اس سے پوچھا:میرے بھائی! کیا ماجرا ہے کہ میں تمہیں کلمہ شہادت کی تلقین کر رہا تھا،جبکہ تمہاری زبان اسے ادا نہیں کرتی تھی؟ اس نے کہا:میرے بھائی!ترازو کا کانٹا میری زبان پر ہے جو مجھے اسے پڑھنے نہیں دیتا۔میں نے اسے کہا:اللہ کی قسم! کیا تم وزن کم دیتے تھے؟ اس نے کہا:نہیں،اللہ کی قسم!لیکن میں نے کچھ مدت تک اپنے ترازو کی کارکردگی کے درست ہونے کو چیک نہیں کیا تھا۔پس یہ اس شخص کا حال ہے جسے اپنے ترازو کی کارکردگی کے درست ہونے کا اعتبار اور یقین نہیں،تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو وزن میں کمی کرتا ہے؟ نافع بیان کرتے ہیں،ابن عمر رضی اللہ عنہ بائع کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:اللہ تعالیٰ سے ڈرو ناپ تول پورا کرو،کیونکہ کم دینے والوں کو کھڑا کیا جائے گا حتیٰ کہ پسینہ ان کے نصف کانوں تک پہنچا ہوگا،اسی طرح تاجر جب بیچتا ہے تو گز کھینچ کر رکھتا ہے،اور جب خریدتا ہے تو اسے ڈھیلا رکھتا ہے۔(کبیرہ گناہ۔351،353)

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والے ماپ میں سب سے برے تھے۔(یعنی کم تولتے تھے اور کم ماپتے تھے) جیسے دغاباز بنئے اس زمانے میں کرتے تھے پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری ''خرابی ہے کم ماپنے والوں کے لئے'' اخیر تک۔اس کے بعد اچھا ماپنے لگے۔(سنن ابن ماجہ 2223.) (11) ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک کچھ لوگ صبح کے وقت خرید وفروخت کرتے نظر آئے، آپ نے ان کو پکارا: اے تاجروں کی جماعت! جب ان لوگوں نے اپنی نگاہیں اونچی اور گردنیں لمبی کرلیں تو آپ نے فرمایا: تاجر قیامت کے دن اس حال میں اٹھائیں جائیں گے کہ وہ فاسق وفاجر ہوں گے، سوائے ان کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور نیکوکار اور سچے ہوں۔(سنن ابن ماجہ:2146) (12) ﴿ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلاً﴾ ''یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔'' ﴿ذلک خیر﴾ اس کے نہ ہونے سے (بہتر ہے)، ﴿واحسن تاویلا﴾ یعنی یہ عدل انجام کے اعتبار سے بہتر ہے، بندہ تاوان اور نقصان سے محفوظ رہتا ہے اور عدل وانصاف اور ناپ تول پورا کرنے سے برکت نازل ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1459) (13) (i) جو شخص عقیدے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ناپ تول پورا کرتا ہے اس کی ذہنی سطح بلند ہوتی ہے۔(ii) ایسے شخص کا دل پاک ہوتا ہے اور دیانت داری سے اور پاک ہوجاتا ہے۔(iii) ایسے شخص کو زیادہ سکون نصیب ہوتا ہے۔(14) ایسے شخص کو مادی فوائد تو حاصل ہوتے ہیں روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں جب کہ محض تجارتی مقاصد کی خاطر دیانت داری سے کام لینے والے کو دُنیا کے مادی فوائد یعنی کاروباری فوائد تو حاصل ہوتے ہیں روحانی فوائد نصیب نہیں ہوتے۔اسلام انسانوں کے مادی اور روحانی فوائد کے لیے راہ نمائی کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی سچا دین ہے جو انسانوں کے لیے نفع مند ہے۔

سوال 2: ناپ تول پورا کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: (1) ناپ تول پورا کرنے کا سب سے بڑا فائدہ دل کی پاکیزگی ہے۔(2) ناپ تول پورا کرنے سے اجر وثواب ملتا ہے۔(3) ناپ تول پورا کرنے سے لوگوں کے اندر اعتماد پیدا ہوتا ہے۔(4) ناپ تول پورا کرنے سے معاشرے کی نشو ونما صحت مند بنیادوں پر ہوتی ہے۔ (5) ناپ تول پورا کرنے سے کاروبار کو ترقی ملتی ہے۔(6) ناپ تول پورا کرنے سے برکت ملتی ہے۔

سوال 3: ناپ تول میں کمی کرنا کس بات کی علامت ہے؟

جواب: (1) ناپ تول میں کمی کرنا کردار کی پستی کی دلیل ہے۔(2) ناپ تول میں کمی نفسیاتی گراوٹ ہے۔(3) ناپ تول میں کمی دھوکہ اور خیانت ہے۔

سوال 4: ناپ تول میں کمی کے نقصانات بیان کریں؟

جواب: (1) ناپ تول میں کمی کرنے سے انسان کا اعتماد ختم ہوجاتا ہے۔(2) ناپ تول کی کمی کرنے سے مارکیٹ میں کاروباری اعتماد ختم ہوجاتا ہے۔(3) ناپ تول کی کمی کرنے سے کساد بازاری پیدا ہوتی ہے۔(4) ناپ تول میں کمی کرنے سے برکت ختم ہوجاتی ہے۔(5) ناپ

تول کی کمی کا نقصان پورے معاشرے کو ہوتا ہے۔

سوال5: جو شخص تجارتی مقاصد کے لیے ناپ تول کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ڈر کی وجہ سے دیانت داری سے کام لیتا ہے دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) جو شخص عقیدے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ناپ تول پورا کرتا ہے اس کی ذہنی سطح بلند ہوتی ہے۔ (2) ایسے شخص کا دل پاک ہوتا ہے اور دیانت داری سے اور پاک ہو جاتا ہے۔ (3) ایسے شخص کو زیادہ سکون نصیب ہوتا ہے۔ (4) ایسے شخص کو مادی فوائد تو حاصل ہوتے ہیں روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں جب کہ محض تجارتی مقاصد کی خاطر دیانت داری سے کام لینے والے کو دُنیا کے مادی فوائد یعنی کاروباری فوائد تو حاصل ہوتے ہیں روحانی فوائد نصیب نہیں ہوتے۔ اسلام انسانوں کے مادی اور روحانی فوائد کے لیے راہ نمائی کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی سچا دین ہے جو انسانوں کے لیے نفع مند ہے۔

سوال6: ناپ تول پورا کرنے کی اتنی تاکید کیوں کی گئی؟

جواب: (1) ناپ تول پر دُنیا کے کاروبار کی بنیاد ہے۔ (2) ناپ اور تول پورا کرنا معاملات میں دیانت اور امانت کا حصہ ہے۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (36)﴾

''اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں یقیناً کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا''۔ (36)

سوال1: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ''اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں'' (1) اس سے مراد تجسس کرنا، بدگمانی کرنا، کسی کو ٹوہ میں لگنا ہے۔ (2) اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی بات میں نہ پڑو جس کا تمہیں یقینی علم نہ ہو۔ جب تک اس کی صحت کے بارے میں پختہ یقین نہ ہو چاہے وہ کوئی بات ہو، روایت ہو، کسی واقعے کا بیان ہو، کوئی شرعی یا قانونی مسئلہ ہو۔ (3) یعنی اس چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہیں بلکہ تم جو کچھ کہتے ہو یا کرتے ہو، اس کے بارے میں پوری تحقیق کر لیا کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ تمہارا قول و فعل یوں ہی ختم ہو جائے گا، تمہیں اس کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہوگا۔ پس جو بندہ یہ جانتا ہے کہ اس سے اس قول و فعل کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اس بارے میں اسے جواب دہی کرنی ہوگی کہ اس نے اپنے ان اعضاء کو کہاں کہاں استعمال کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اس سوال کا جواب تیار کر لے۔ ان امور کا جواب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس نے ان اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں استعمال نہ کیا ہو، دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہ کیا ہو اور ان باتوں سے باز نہ رہا ہو جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1460/2) (4) رب العزت نے

بغیر علم کے محض گمان سے بات کرنے سے روکا ہے یعنی جو بات تم نہیں جانتے اسے زبان پر نہ لاؤ، نہ اس کا قصد کرو، نہ جھوٹی گواہی دو، بے دیکھے، بے سنے اور بے چاہتے نہ کہہ دیا کرو کہ میں نے دیکھا، سنا اور جانا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کے متعلق باز پرس کرے گا۔ (مختصر ابن کثیر:1046/1) ﴿اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ ''بہت گمان کرنے سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں''۔ (الحجرات:12)(5) ﴿اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ﴾ ''بدگمانی سے بچتے رہو کیونکہ بدگمانی کی باتیں اکثر جھوٹی ہوتی ہیں'' (بخاری:8) رب العزت نے مشرکوں پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ج وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ ''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آچکی ہے''۔ (النجم:23)

سوال2: جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پیچھے پڑنے سے کیوں روکا ہے؟

جواب: (1) علم انسان کو اپنے حواس سے ہوتا ہے اور انسان کے تمام حواس، عقل اور اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ اس امانت کے بارے میں اُس نے سوال کرنا ہے جس نے یہ قوتیں عطا کی ہیں۔ (2) اسلام انسان کے دل کی درستگی چاہتا ہے تاکہ انسان کا عمل بھی پاک ہو اور بے فائدہ چیزوں میں پڑ کر انسان کی زندگی درست نہیں رہ سکتی اس وجہ سے جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پیچھے پڑنے سے روکا ہے۔ (3) بے فائدہ چیزوں کے پیچھے پڑنے سے رُکنا بہترین عمل اور اچھا طریقہ کار ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن سے روکا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے بغیر علم کے کسی چیز کے پیچھے پڑنے سے کیسے روکا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے آخرت کی جواب دہی کے احساس سے انسان کو ایسی چیزوں کے پیچھے پڑنے سے روک دیا ہے جس کا علم نہ ہو اور اُس پر عمل کیسے ہوسکتا ہے جس کا علم نہ ہو۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آخرت کی جواب دہی کا شعور دلایا ہے۔ جو انسان جواب دہی کا یہ شعور رکھتا ہے وہ بغیر تحقیق کے بات نہیں کرتا۔ وہ کان، آنکھ اور دل ودماغ سے وہی کام لیتا ہے جس کے لیے وہ بنائے گئے ہیں۔ وہ زبان سے وہی بات کرتا ہے جو عمل میں لائے یا جس کی تحقیق ہو چکی ہو۔

سوال3: ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ ''یقیناً کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) یقیناً کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا'' (1) علم انسان کو اپنے حواس سے ہوتا ہے اور انسان کے تمام حواس عقل اور اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ اس امانت کے بارے میں اُس نے سوال کرنا ہے جس نے یہ قوتیں عطا کی

ہیں۔(2)اسلام انسان کے دل کی درستگی چاہتا ہے تاکہ انسان کا عمل بھی پاک ہواور بے فائدہ چیزوں میں پڑ کر انسان کی زندگی درست نہیں رہ سکتی اس وجہ سے جس چیز کا علم نہ ہواس کے پیچھے پڑنے سے روکا ہے۔(3)بے فائدہ چیزوں کے پیچھے پڑنے سے رُکنا بہترین عمل اور اچھا طریقہ کار ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن سے روکا ہے۔(4)اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کے بارے میں سوال کرنا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾''اس دن جب ان کی زبانیں اوران کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے''۔(النور:24)(5)﴿وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اورتم سے ضرور اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے''۔(النحل:93)(6)﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۹۲) عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۳)﴾''سوقسم ہے آپ کے رب کی!یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے(93)اس کے متعلق جو وہ عمل کرتے تھے۔ (الحجر:93,92)(7)﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (٦٥)﴾''آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے۔''(یسین:65) (8)﴿حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾''یہاں تک کہ جونہی وہ آ جائیں گے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں اُن کے خلاف گواہی دیں گی اُس کی جو وہ عمل کیا کرتے تھے''۔(حم السجدہ:20)(9)آنکھ اور کان کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ ہمیں بیشتر معلومات انہیں ذرائع سے حاصل ہوتی ہیں اور دل کا کام ان میں غور وفکر کر کے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا ہے۔گویا ایسے بدظنی رکھنے والوں، بے بنیاد افواہیں پھیلانے والوں اور تحقیق کیے بغیر ہی کسی بات کو قبول کر لینے والوں کے اعضاء سے بھی باز پرس ہوگی۔(تیسیر القرآن :583/2)

سوال4:ہر معاملے میں پوری تحقیق کرنے کے فوائد کو آج سائنس دانوں نے بھی پالیا ہے۔اسلامی طریقے اور سائنسی طریقے میں کیا فرق ہے؟

جواب:(1)سائنسی طریقہ خشک ہے جب کہ اسلامی طریقہ کار میں دل کی درستگی اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت ہے۔انسان کو پوری حکمت سمجھا دی گئی ہے۔اس اعتبار سے اسلامی طریقہ کار حکیمانہ ہے۔(2)سائنسی طریقہ کار کے مقابلے میں اسلامی طریقہ کار بامعنی اور مقدس ہے۔ (3)انسان کو اسلامی طریقہ کار سے وہ فوائد تو نصیب ہوتے ہی ہیں۔:جو سائنسی طریقہ کار سے نصیب ہوتے ہیں لیکن اس طرح اُس کے دل کی دنیا کی اصلاح ہوتی ہے۔اسے سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔وہ قلبی اور عملی اعتبار سے پاکیزہ انسان بن جاتا ہے۔

﴿وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (37)﴾

''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو،یقیناً تم زمین کو کبھی نہیں پھاڑ سکو گے اور نہ کبھی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ پاؤ گے۔''(37)

سوال1: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ ''اورزمین میں اکڑ کرنہ چلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ ''اورزمین میں اکڑ کرنہ چلو'' ابن جریج نے کہا :فخر نہ کرو۔(جامع البیان:84/15)(2)اللہ تعالیٰ غرور کی چال سے منع فرمارہا ہے کیونکہ یہ چال مغروروں کی ہے۔(مختصرابن کثیر:1046/1)(3)جوشخص تواضع کرے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تو اللہ تعالیٰ اسے اُٹھائے گا۔وہ اپنے خیال میں حقیر ہوگا لیکن لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوگا۔جوتکبر کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے گرادیتا ہے۔وہ اپنے خیال میں بڑا ہوگا مگر لوگوں کے نزدیک حقیر ہوگا۔یہاں تک کہ لوگ اس قدر نفرت کرتے ہیں جس طرح کتے اور خنزیر سے۔ (الاساس:3073/6)(4)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی چلتے ہوئے جارہا تھا،اُسے اپنے سر کے بالوں اور دونوں چادروں سے اتراہٹ پیدا ہوئی تو اس آدمی کو فوراً زمین میں دھنسادیا گیا اور قیامت قائم ہونے تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری:5465)(5)ابن ابی الدنیا کی حدیث میں ہے کہ جب میری امت غرور اور تکبر کی چال چلنے لگے اور فارسیوں اور رومیوں کو اپنی خدمت میں لگائے گی تو اللہ تعالیٰ ایک کو ایک پر مسلط کردے گا۔(ابن کثیر:211/3)

سوال2: انسان کب اکڑ کر چلتا ہے؟

جواب: (1)انسان کے پاس جب کوئی خوبی ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ تکبر میں مبتلا ہوتا ہے تو یہی بڑائی کا احساس چال میں بھی اُتر آتا ہے۔ (2)انسان کے دل اور دماغ سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا شعور نکلتا ہے تو انسان ذات کی بڑائی کے احساس میں مبتلا ہوجاتا ہے پھر انسان اکڑتا ہے۔

سوال3: ﴿إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ﴾ ''یقیناً تم زمین کو کبھی نہیں پھاڑسکو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یقیناً تم زمین کو کبھی نہیں پھاڑسکو گے'' یعنی تم اپنے تکبر اور فخر سے زمین کو نہیں پھاڑ سکتے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے انسان کے فخر اور تکبر کا علاج کیسے کیا ہے؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑائی کے احساس میں مبتلا انسان کے سامنے اس کی کمزوریاں رکھی ہیں کہ تم ایسی زمین پر ہو جس کو پھاڑ نہیں سکتے۔جہاں کے پہاڑ تمہاری بلندی کی نفی کرتے ہیں۔جہاں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار کررہی ہے لہٰذا اکڑو مت۔(2)اللہ تعالیٰ انسان کو یہ شعور دلاتے ہیں جو تمہارے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔تمہاری قوت کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں لہٰذا اکڑو مت۔

سوال5: ﴿وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا﴾ ''اورنہ کبھی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ پاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)تم اپنے تکبر اور فخر سے پہاڑوں کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتے۔(جامع البیان:89/15)(2)اللہ تعالیٰ کو اکڑنا پسند نہیں۔اس کے مقابلے میں تواضع پسند ہے۔﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ ''اور رحمٰن

کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو''۔(الفرقان:63)
(3)﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ط اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بُری یقیناً گدھوں کی آواز ہے''۔(لقمان:19)

سوال6: اللہ تعالیٰ کو اکڑ ناپسند نہیں اس کے مقابلے میں کیسا رویہ پسند ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو تواضع پسند ہے۔﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں''(الفرقان:62)

سوال7: اگر کفار کے سامنے جنگی مظاہرہ ہو تو کیا اس میں کوئی استثناء ہے؟

جواب: اس کلیہ میں بھی ایک استثناء کا مقام ہے اگر کفار کے سامنے مظاہرہ مقصود ہو تو اس وقت اکڑ کر چلنا ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جنگ احد میں سب صحابہ کے مقابلہ میں آپ نے اپنی تلوار ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی وہ کافروں کے سامنے اکڑ اکڑ کر چلنے لگے۔ یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو یہ چال پسند نہیں مگر اس وقت پسند ہے۔عمرۂ قضاء کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو رمل کا حکم دیا۔اس سے بھی یہی مقصود تھا۔ فتح مکہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سب صحابہ رضی اللہ عنہ نے کافروں کے سامنے ایسا ہی پرشکوہ مظاہرہ فرمایا۔(تیسیر القرآن 584/2:)

﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا(38)﴾

''یہ سب کام، ان کی بُرائی آپ کے رب کے نزدیک ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔''(38)

سوال1: ﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا﴾''یہ سب کام، ان کی بُرائی آپ کے رب کے نزدیک ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُّ ذٰلِكَ﴾یعنی یہ سارے کام جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ **ولا تجعل مع الله الها** آخر سے لے کر یہاں تک۔ (2)﴿كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا﴾''ان کی بُرائی آپ کے رب کے نزدیک ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے''اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن کاموں سے روکا ہے وہ بہت ہی برے کام ہیں۔ان سب کی باز پرس کی جائے گی۔(3)یعنی ان میں سے ہر برائی کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ یہ برائی برا سلوک کرے گی اور ان کو نقصان پہنچائے گی اور اللہ تعالیٰ اس برائی کو ناپسند کرتا اور اس کا انکار کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1461/2)

سوال2: اسلام مکروہ امور سے کیوں روکتا ہے؟

جواب:(1) اسلام جن اُمور سے روکتا ہے اس کی وجہ بُرا پہلو ہے۔اُن کاموں میں اچھے پہلو بھی ہو سکتے ہیں مگر بُرائی کے پہلو کے غالب ہونے کی وجہ سے اسلام اُن کاموں سے روکتا ہے۔(2) اسلام جن کاموں سے روکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں اس لیے اُن سے روکتا ہے۔

﴿ ذٰلِکَ مِمَّآ اَوۡحٰۤی اِلَیۡکَ رَبُّکَ مِنَ الۡحِکۡمَۃِ ؕ وَ لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰی فِیۡ جَہَنَّمَ مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا (39) ﴾

''یہ اس میں سے حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو وحی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ ورنہ تجھے ملامت زدہ، دھتکارا ہوا جہنم میں ڈال دیا جائے گا''۔(39)

سوال1: ﴿ذٰلِکَ مِمَّآ اَوۡحٰۤی اِلَیۡکَ رَبُّکَ مِنَ الۡحِکۡمَۃِ﴾ ''یہ اس میں سے حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو وحی کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''یہ اس میں سے حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو وحی کی ہے''یعنی یہ تمام حکمت کی باتیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی کے ذریعے بھیجی ہیں۔(2) حکمت کا مطلب ہے ٹھوس حقیقت، دانائی کی بات (i) اللہ تعالیٰ نے جو باتیں بیان کی ہیں وہ زندگی کے پختہ حقائق ہیں ان کی بنیاد پر انسانی زندگی درست ہوتی ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے جو باتیں بیان کی ہیں اگر معاشرہ اُن سے خالی ہو تو دنیا میں ہلاکت کے سوا اور کوئی چیز نہیں رہ جاتی۔(3) حکمت محاسن اعمال، مکارم اخلاق کے حکم اور اخلاق رذیلہ اور اعمال قبیحہ سے ممانعت کا نام ہے اور یہ اعمال جو ان آیات کریمہ میں مذکور ہیں، حکمت عالیہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کو رب کائنات نے، افضل ترین کتاب، قرآن کریم میں سید المرسلین ﷺ کی طرف وحی کیا تا کہ آپ بہترین امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیں اور جسے یہ حکمت عطا کر دی گئی اسے خیر کثیر عطا کر دی گئی۔ پھر آیت کریمہ کو غیر اللہ کی عبادت کی ممانعت پر ختم کیا جیسا کہ غیر اللہ کی عبادت کی ممانعت سے اس کی ابتدا کی تھی۔(تفسیر سعدی:2/1461)

سوال2: ﴿وَ لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ'' اللہ تعالیٰ نے جیسے غیر اللہ کی عبادت سے روکنے سے ابتدا کی تھی ویسے ہی اختتام پر بھی غیر اللہ کی عبادت سے روکا ہے۔(2) ﴿فَتُلۡقٰی فِیۡ جَہَنَّمَ﴾ ''ورنہ تجھے جہنم میں ڈال دیا جائے گا''یعنی تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہو گے کیونکہ مشرک پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو حرام کر دیا ہے۔اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔(3) ﴿مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا﴾ ''ملامت زدہ، دھتکارا ہوا''یعنی تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف

سے لعنت ہوگی اور تم ہر طرح کی بھلائی سے محروم رہو گے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے نصیحتوں کا آغاز بھی توحید سے کیا اختتام بھی توحید سے، حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی توحید ہی دین کی بنیاد ہے یہی تمام بھلائیوں کی بنیاد ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ سے درست تعلق زندگی کی درستگی کا راز ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق درست نہ ہو تو کوئی چیز زندگی کے نظام کو درست نہیں کر سکتی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کا انجام کیا ہے؟

جواب: جہنم میں ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم کر کے ڈال دیا۔

﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا (40)﴾

''کیا پھر تمہارے ربّ نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا اور اپنے لیے فرشتوں میں سے بیٹیاں بنالیں؟ بلاشبہ تم یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو۔'' (40)

سوال1: ﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ ''کیا پھر تمہارے ربّ نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا اور اپنے لیے فرشتوں میں سے بیٹیاں بنالیں بلاشبہ تم یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ﴾ ''کیا پھر تمہارے ربّ نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا اور اپنے لیے فرشتوں میں سے بیٹیاں بنالیں'' رب العزت نے مشرکوں کی تردید کی ہے جن کا خیال تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (2)(i) سوالیہ انداز اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب یہ بتانا مقصود ہو کہ آپ کی بات بہت بُری ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھی سوال کیا ہے کہ تم بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے ہو اس کے باوجود فرشتوں کو بیٹیاں قرار دیتے ہو۔ (iii) یہ سوال اس لیے بھی کیا گیا کہ جو لڑکے اور لڑکیاں دیتا ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ دوسروں کو لڑکے دے اور اپنے لیے لڑکیاں رکھے؟ (3) ﴿اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ ''بلاشبہ تم یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو'' تمہاری یہ بات اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اولاد بناتے ہو۔ (4) تمہارے اس قول میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں تمہاری سوچ کا نقص ظاہر ہے کیونکہ اولاد اس کی ہوتی ہے جو محتاج ہو اور اس کی کچھ مخلوق اس سے بے نیاز ہو۔ (5) ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (۸۸) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (۸۹) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۰) اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (۹۱) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (۹۲) اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (۹۳) لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا (۹۴) وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ ''اور

اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں۔ کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے۔ اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے''۔(مریم:88-95)(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ میں اس کو دوبارہ پیدا نہیں کروں گا حالانکہ میرے لیے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں ایک ہوں۔ بے نیاز ہوں نہ میرے لیے کوئی اولاد ہے۔ اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر ہے۔(بخاری:4974)(7) اللہ تعالیٰ کی اولاد بنانے والوں نے اس کے بارے میں ایسی اولاد کا فیصلہ کیا ہے کہ اگر تمہارے پیدا ہو جائیں تو تم ایسے زمین میں دفن کر دیتے ہو۔(8) حق یہ ہے کہ اس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں اولاد دی۔ وہ بہت بلند ہے اس سے جو لوگ اس کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ پاک ہے وہ جو نہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔ جو کسی کا محتاج نہیں، وہ بے نیاز ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے شرک کو جھوٹی بات قرار دیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اس کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہے۔ یہ ایک مکمل حقیقت ہے۔ اس کے بارے میں جو بھی خلاف واقعہ بات کہی جائے گی وہ بے جوڑ ہوگی۔ اس لیے کہ شرک خلاف واقعہ ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے جھوٹی بات قرار دیا۔

رکوع نمبر:5

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (41)﴾

''اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور انہیں وہ نفرت کے سوا زیادہ نہیں کرتا''۔(41)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا﴾ ''اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا﴾ ''اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں'' رب العزت نے اس قرآن میں اپنے بندوں کو بشارتیں دے کر، ڈراوے بیان کر کے، مختلف احکام واضح کیے ہیں اور طرح طرح کے دلائل دیے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دعوت حق ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نصیحت کی ہے تا کہ وہ اپنی زندگی کے لیے

لائحہ عمل بنائیں۔وہ ان چیزوں کو اپنائیں جو انھیں نفع دیتی ہیں اور ان کو چھوڑ دیں جو ان کے لیے نقصان دہ ہیں۔

سوال2:﴿وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾''اور انہیں وہ نفرت کے سوا زیادہ نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

(1) اللہ تعالیٰ کی وعظ ونصیحت اور دلائل دینے کے باوجود اکثر لوگ حق سے بغض اور باطل سے محبت رکھنے کی وجہ سے اس قرآن سے دور بھاگتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ سنتے ہیں اور نہ اپنے لیے ضروری خیال کرتے ہیں، نہ ان کی پرواہ کرتے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ کی جانب سے کی گئی نصیحتیں لوگوں کی نفرت میں اضافہ کرتی ہیں اور وہ حق سے دور ہو جاتے ہیں۔(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (۸۲)﴾''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔(بنی اسرائیل:82)(3) قرآن سے نفرت میں اضافے کا سبب یہ تھا کہ انکار کرنے والوں کو ڈر تھا کہ اگر انہوں نے قرآن کو سُن لیا تو وہ اپنے غلط عقیدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔وہ چاہتے تھے کہ وہ شرکیہ عقائد کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔اُن کی نفرت میں اضافہ اس لیے ہوتا تھا کہ انہیں لگتا تھا قرآن کے مقابلے میں اُن کے عقائد ٹھہر نہیں سکیں گے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مختلف طریقوں سے کیا حقیقت بیان کی؟

جواب:قرآن حکیم نے عقیدہ توحید کو مختلف طرح سے بیان کیا ہے اس کے لیے بے شمار دلائل دیئے ہیں۔

سوال4:قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے کس کس طریقے سے توحید کو بیان کیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے دلائل سے، مثالوں سے، ترغیب وترہیب سے، وعظ ونصیحت سے توحید کو سمجھانے کی کوشش کی تاکہ شرک میں مبتلا لوگوں کو حقیقت سمجھ آجائے۔

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا (42)﴾

''آپ کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تب وہ عرش والے کی طرف ضرور کوئی راستہ تلاش کرتے۔''(42)

سوال:﴿قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا﴾''آپ کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تب وہ عرش والے کی طرف ضرور کوئی راستہ تلاش کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) قرآن حکیم میں سب سے زیادہ جس موضوع پر دلائل دیے گئے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی بنیاد ہے۔اللہ تعالیٰ نے توحید کا حکم دیا اور شرک سے روکا ہے۔(2) ان دلائل میں سے ایک دلیل یہاں بیان فرمائی ہے۔(3)﴿قُلْ﴾''آپ

کہہ دیں''یعنی اے نبی ﷺ آپ مشرکوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کوئی اور اس کا شریک ہے۔جن شریکوں کی وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے عبادت کرتے ہیں۔(4)﴿لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ﴾''اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں''یعنی اگر وہ یہ سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور بھی معبود ہیں جو ہمیں اس کے قریب کر دیں گے اور ہماری سفارش کریں گے۔(5)﴿اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا﴾''تب وہ عرش والے کی طرف ضرور کوئی راستہ تلاش کرتے''یعنی جن کو تم شریک سمجھتے ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے،اس کی طرف رجوع کرتے،اس کے قرب کے لیے کوئی راستہ تلاش کرتے۔وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔تو جو شخص اپنے آپ کو رب کی عبادت کا محتاج سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو کیسے معبود قرار دے سکتا ہے؟؟ کیا یہ سب سے بڑی حماقت،سب سے بڑا ظلم نہیں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناؤ پھر یہ سمجھو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے؟ اور تمہارے حق میں سفارش کریں گے؟ (6)رب العزت نے فرمایا:﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ط اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (۵۷)﴾''یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ(قُربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں،کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے۔(بنی اسرائیل:57)(7)رب العزت نے فرمایا:﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِىْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ج وَكَانُوْا قَوْمًا م بُوْرًا﴾''وہ کہیں گے:''پاک ہے آپ کی ذات،ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے۔(الفرقان:18)(8)اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر غالب آنے کے لئے کوشش کرتے اور کوئی راستہ تلاش کرتے۔پس یا تو وہ اس پر غالب آجاتے اور جو غالب آجاتا وہی رب اور الٰہ ہوتا لیکن جیسا کہ انہیں علم ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کے خود ساختہ معبود جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں،مقہور و مجبور اور مغلوب ہیں انہیں کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں،ان کا یہ حال ہوتے ہوئے پھر ان کو انہوں نے معبود کیوں بنایا ہے؟ تب اس معنی کے مطابق یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مشابہ ہے۔﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ م بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۹۱)﴾''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا،پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔(المومنون:91)(سعدی:1463/2)(9)رب العزت نے فرمایا:﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۲۲)﴾''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود

ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہوجاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (الانبیاء:22)

﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا(43)﴾

''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بے حد بلند ہے اُن باتوں سے جو وہ کہتے ہیں بہت زیادہ بلند ہونا۔'' (43)

سوال: ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بے حد بلند ہے اُن باتوں سے جو وہ کہتے ہیں بہت زیادہ بلند ہونا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بے حد بلند ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہر پہلو سے مقدس ہے، وہ پاک ہے۔ اس کے اوصاف عالی شان ہیں۔ (2) ﴿عَمَّا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''اُن باتوں سے جو وہ کہتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے الزامات سے، ان کے شرک سے اور ہم سر بنالینے سے پاک ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک اور بلند ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے شریک ہیں۔ (4) ﴿عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''بہت زیادہ بلند ہونا'' پس وہ عالی قدر اور عظیم الشان ہے اور اس کی کبریائی ظاہر ہے۔ اس کی کبریائی برداشت نہیں کرسکتی کہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہو۔ جو کوئی اس بات کا قائل ہے وہ صاف گمراہ اور بہت بڑا ظالم ہے۔ اس کی عظمت کے سامنے بڑی بڑی مخلوقات نہایت عاجز اور اس کی کبریائی کے سامنے بہت حقیر ہیں۔ ساتوں آسمانوں اور جو کچھ ان کے اندر موجود ہے اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان کے اوپر ہے، سب اللہ تعالیٰ کے قبضہء قدرت میں ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ق صلے وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ط سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (٦٧)﴾ ''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کرنے کا حق ہے حالانکہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن اُس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (الزمر:67) (تفسیر سعدی:2/1463,1464)

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا(44)﴾

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (44)

سوال 1: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی

تسبیح کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ تُسَبِّحُ لَـهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ﴾''ساتوں آسمان اورزمین اور جوان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں'' آسمانوں اورزمینوں کی مخلوق اس بات کی ضرورت مند ہے کہ ان کا کوئی معبود ہو جس سے وہ محبت کریں، جس کا وہ قرب حاصل کریں، جس کی وہ پناہ لیں۔(2)اس اعتبار سے سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اوران کی احتیاج کسی وقت بھی ختم نہیں ہوتی۔

سوال2:﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾''اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ ﴾درخت، نباتات، جمادات، زندہ اور مردہ مخلوقات سب اس کے محتاج ہیں۔(2)﴿اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ﴾''مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے'' وہ زبان حال اور زبان قال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔(3)رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ (۱۸)﴾''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے۔''(ص:18)(4)بعض صحابہ نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو اُنہوں نے کھانے کی تسبیح سُنی۔(بخاری:3385)(5)ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ چیونٹیاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں۔(مسلم)سیدنا ابو بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ ایک چیونٹی نے ایک نبی (عزیر یا موسیٰ کو کاٹ لیا تھا) تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیئے گئے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا تو تم نے ایک ایسی خلقت کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔(صحیح بخاری:3019)(6)مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوئے جس میں ریشمی کف اور ریشمی کھنڈیاں تھیں، نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اس شخص کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ چرواہوں کے لڑکوں کو اونچا کرے اور سرداروں کے لڑکوں کو ذلیل کرے، آپ کو غصہ آ گیا اور اس کا دامن گھسیٹتے ہوئے فرمایا کہ تجھے میں جانوروں کا لباس پہنے ہوئے تو نہیں دیکھتا؟ پھر نبی ﷺ واپس چلے آئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں بطور وصیت کے دو حکم دیتا ہوں اور دو ممانعت ایک تو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے سے منع کرتا ہوں اور دوسرے تکبر سے روکتا ہوں اور پہلا حکم تو میں تمہیں یہ کرتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کہتے رہو اس لئے کہ اگر آسمان وزمین اور ان کی تمام چیزیں ترازو کے پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی یہی کلمہ وزنی رہے گا سوا گر تمام آسمان اور زمین ایک حلقہ بنا دیئے جائیں اور ان پر اس کو رکھ دیا جائے اور وہ انہیں پاش پاش کر دے۔دوسرا حکم میرا سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کا ہے کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے، ابن جریر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو کیا حکم دیا کہ پیارے بچے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سبحان اللہ کہا کرو۔یہ کل مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی سے مخلوق کو رزق

دیا جاتا ہے۔(ابن کثیر:214/3)(7)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ ایک لکڑی کا سہارا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے پھر جب منبر بن گیا تو آپ خطبہ کے لئے اس پر تشریف گئے۔اس پر اس لکڑی نے باریک آواز سے رونا شروع کر دیا آخر آپ اس کے قریب تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اس پر پھیرا۔(بخاری:3583)(8)طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبریل اور میکائیل مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے، جبریل علیہ السلام آپ کے دائیں تھے اور میکائیل علیہ السلام آپ کے بائیں، آپ کو ساتویں آسمان تک اڑا لے گئے۔وہاں سے آپ ﷺ لوٹے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے بلند آسمانوں میں تسبیح کی آوازیں سنیں پھر فرمایا: دنیا کی ہر چیز تسبیح خواں ہے مگر اس کی تسبیح انسان کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ انسان ان کی زبانوں سے نا آشنا ہے، حیوانات، نباتات اور جمادات سب ہی تسبیح خواں ہیں۔(ابن کثیر:213/3)(9)ایک مرتبہ سیدنا حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید قاشی نے کہا کہ اے ابو سعید کیا یہ خوان بھی تسبیح گو ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! مطلب یہ ہے کہ جب تک لکڑی کی صورت میں تھا تسبیح گو تھا۔جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی۔(ابن کثیر:214/3)(10)انسان جب غور و فکر کرتا ہے کہ زمین کی ہر چیز ہر درخت، پتہ، دریا، سمندر، پھل، پھول، جانور، ہوائیں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے، اُس کے آگے جھکی ہوئی ہے تو اُس کے شعور کے اندر ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔اُسے محسوس ہوتا ہے کہ ہر چیز حرکت میں ہے وہ جس چیز کو دیکھے، چھوئے، روندے ہر چیز تسبیح خواں ہے۔یہ احساس انسان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ڈبو دیتا ہے۔انسان کو ہر چیز باشعور نظر آنے لگتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو محسوس کر کے شعوری طور پر جھک جاتا ہے اور کائنات کے ساتھ شریک عمل ہو جاتا ہے۔(11)﴿وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾''لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے''یعنی تم مخلوقات کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ تم ان کی زبان سے ناواقف ہو مگر اللہ تعالیٰ جو ساری مخلوقات کا خالق ہے جو **عالم الغیوب** ہے، سب کی تسبیح کو جانتا ہے۔

سوال3:انسان کائنات کی تسبیح کو کیوں نہیں سمجھتا؟

جواب:انسان کائنات کی ہر چیز کی تسبیح کو نہیں سمجھتا کیونکہ(1)انسان کائنات کے اسرار و رموز پر غور و فکر نہیں کرتا۔(2)انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کے قوانین پر غور و فکر نہیں کرتا۔(3)انسان کی روح کو مادّیت نے چھپا رکھا ہے اس لیے وہ کائنات کی تسبیح کی لطافت کو محسوس نہیں کرتا۔

سوال4:﴿اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾''یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾''یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے''اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔جو اس کے بارے میں ایسی بات کہتے ہیں جس سے آسمان پھٹ جائیں، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں، ان کو بھی وہ حلیم مہلت دیتا ہے، انھیں بھی رزق دیتا ہے، ان سے درگزر کرتا ہے، انھیں توبہ کے لیے بلاتا ہے۔(2)﴿غَفُوْرًا﴾''نہایت بخشنے والا ہے''اللہ تعالیٰ کی مغفرت بہت وسیع ہے وہ گناہ گاروں کو اپنے در پر بلاتا ہے تاکہ وہ شرک سے توبہ کریں اور وہ ان کے گناہ بخش دے۔(3)اگر اللہ تعالیٰ کا حلم

اور مغفرت نہ ہوتی تو زمین وآسمان گر پڑتے اور زمین پر کوئی جاندار زندہ نہ بچتا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی صفت حلیم اور غفور کو اس مقام پر لانے کی کیا حکمت ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی صفت حلیم اور غفور کو یہاں اس لیے لایا گیا ہے کہ انسان خطار کار ہے اُس کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی اتنی بھی پہچان نہیں جتنی کائنات کی دوسری مخلوقات کو اسی لیے وہ شرک کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مہلت نہ دے، مغفرت نہ کرے تو سب برباد ہو جائیں۔ (2) اللہ تعالیٰ حلیم ہے، بار بار نصیحت کرتا ہے، ڈراتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ انسان کی غلطیوں اور جہالتوں سے درگزر کرتا ہے۔

سوال: انسان کیسے کائنات کی ہر چیز کی تسبیح کو کیسے سمجھنے لگ جاتا ہے؟

جواب6: انسان جب اپنے دل کو بُرائیوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کی روح شفاف ہو جاتی ہے پھر وہ ہر چیز کی تسبیح سننے لگ جاتا ہے۔ اُس کا رابطہ رب سے ہو جاتا ہے تو وہ کائنات کی ہر مخلوق کے رب سے تعلق کو محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔

سوال7: انسان کے شعور پر یہ بات کس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے؟

جواب: انسان جب غور وفکر کرتا ہے کہ زمین کی ہر چیز، ہر درخت، پتہ، دریا، سمندر، پھل پھول، جانور، ہوائیں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے، اُس کے آگے جھکی ہوئی ہے تو اُس کے شعور کے اندر ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ اُسے محسوس ہوتا ہے کہ ہر چیز حرکت میں ہے وہ جس چیز کو دیکھے، چھوئے، روندے ہر چیز تسبیح خواں ہے۔ یہ احساس انسان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ڈبو دیتا ہے۔ انسان کو ہر چیز باشعور نظر آنے لگتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو محسوس کر کے شعوری طور پر جھک جاتا ہے اور کائنات کے ساتھ شریک عمل ہو جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا(45)﴾

''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں''۔(45)

سوال: ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا﴾ ''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے حق کو جھٹلانے والوں کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ (2) ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''جب تم قرآن پڑھتے ہو'' جو بھلائی کی دعوت دیتا ہے، جس میں ہدایت ہے، جس میں ان کی زندگی کا علم ہے۔ (3) ﴿جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا﴾ ''تو ہم آپ کے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں'' جس کی وجہ سے وہ قرآن کے فہم اور اس کے حقائق کو سمجھنے اور اس کی

اطاعت کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ان کے دلوں اوران کے درمیان ایک آڑ حائل کر دیتے ہیں۔اس بات کا اعتراف مشرکین قریش بھی کرتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ م بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴾''اوراُنہوں نے کہا کہ ہمارے دل اس سے پردے میں ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہواور ہمارے کانوں میں بوجھ ہےاور ہمارےاورتمہارے درمیان ایک حجاب ہے، پھرتم عمل کرو، یقیناً ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔''(فصلت:5)(4)ابن منذر نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مشرکین قریش کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اوران کو کتاب اللہ کی طرف بلاتے تو وہ کہتے کہ یہ ہمیں مائل کرنا چاہتے ہیں۔جس کی طرف یہ ہمیں بلا رہے ہیں اس سے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہےاور ہمارےاورتمہارے درمیان پردہ حائل ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ان ہی کے اقوال روایت کر دیے ہیں،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ. الخ﴾یعنی جب آپ قرآن کریم پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جولوگ آخرت پرایمان نہیں رکھتے، ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں۔(تفسیرابن عباس:187/2)(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ط اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ یَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴾''اوراُس شخص سے بڑاظالم اورکون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیااوروہ بھول گیا جواس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا۔یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اوراُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہےاوراگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔''(الکہف:57)(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ج وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (۱۰۸)﴾''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پراور کانوں پراورآنکھوں پراللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہےاور یہی لوگ غافل ہیں''۔(النحل:108)(7)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (۲۳)﴾''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟''(جاثیہ:23)

﴿وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (46)﴾

''اورہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنادیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اوران کے کانوں میں بوجھ ہے۔اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا،اُسی ایک کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں۔''(46)

سوال1:﴿وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ﴾''اورہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنادیے

ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنادیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے'' اللہ رب العزت نے مشرکوں کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں تا کہ وہ قرآن کو نہ سمجھیں۔(2) مشرک اس طرح ضرور سنتے ہیں تا کہ ان پر حجت قائم ہوجائے۔(3) جولوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ اپنے ذہن میں سچائی کی حقیقت کا خودساختہ معیار بنالیتے ہیں۔ایسے لوگوں کو جب قرآن سنایا جاتا ہے جس میں اُن کے خیالات کی تردید ہورہی ہوتو قرآن کی باتیں ایسے سننے والوں کے لیے ناقابل فہم بن جاتی ہیں۔یہ نفسیاتی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے انہیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ جس چیز کو وہ سچا مانتے ہیں، جو چیز اُسے غلط قرار دے دے وہ سچی کیسے ہوسکتی ہے؟ (4)﴿وَفِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ﴾''اوران کے کانوں میں بوجھ ہے''''وقر'' سے مراد ایسا بوجھ ہے،ایسا ڈاٹ ہے جو قرآن سننے کے راستے میں رکاوٹ ہو۔(5) ان کے کان قرآن نہیں سن سکتے یعنی سن لیں تو فائدہ نہ اٹھائیں،سیدھے راستے پر نہ آسکیں۔(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡهِ وَفِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّمِنۡ م بَیۡنِنَا وَبَیۡنِکَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ﴾ ''اوراُنہوں نے کہا کہ ہمارے دل اس سے پردے میں ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہواور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے، پھر تم عمل کرو، یقیناً ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔'' (فصلت:5)

سوال2:﴿وَاِذَا ذَکَرۡتَ رَبَّکَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَهٗ وَلَّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِهِمۡ نُفُوۡرًا ﴾''اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا،اُسی ایک کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاِذَا ذَکَرۡتَ رَبَّکَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَهٗ ﴾''اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا،اُسی ایک کا ذکر کرتے ہیں''یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی توحید کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور انہیں شرک سے روکتے ہیں اور توحید کی طرف بلاتے ہیں۔(2)﴿وَلَّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِهِمۡ نُفُوۡرًا ﴾''تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں''مشرکوں پر آیات توحید کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن سے بغض رکھنے کی وجہ سے اور شرک سے محبت کی وجہ سے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَحۡدَهُ اشۡمَاَزَّتۡ قُلُوۡبُ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِذَا هُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ (۴۵)﴾''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش وخرم ہوجاتے ہیں۔'' (الزمر:45)

سوال3:مشرکوں کا اللہ تعالیٰ کی توحید سے نفرت کا کیا سبب تھا؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی واحدانیت سے نفرت کا سبب اجتماعی نظام تھا جو جاہلی رسوم ورواج اور بُت پرستی پر قائم تھا اور جس میں قریش کو اقتدار حاصل تھا۔انہیں یہ ڈر لگتا تھا کہ قرآن کے پختہ نظریات کے مقابلے میں اُن کا نظام بچ نہیں سکے گا اور نظام نہ بچا تو اُن کی قیادت وسیادت

نہیں بچ سکے گی۔

سوال4: ﴿اَکِنَّۃٌ﴾ کسے کہتے ہیں؟

جواب:اَکِنَّۃٌ کِنَانٌ کی جمع ہے۔ایسے پردے کو کہتے ہیں جو دِلوں پر پڑ جائے۔

سوال5:''وقر'' سے کون سا بوجھ مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ایسا بوجھ ہے ایسا ڈاٹ ہے جو قرآن سننے کے راستے میں رکاوٹ ہو۔

سوال6:قرآن سن کر قبول نہ کرنے والوں کی کیسی تصویر کشی کی گئی ہے؟

جواب: جو لوگ قرآن سن کر نہیں سمجھتے ان کے دلوں کو دِکھایا گیا ہے کہ گویا دبیز پردے پڑے ہیں۔ یہ ایسا شخص ہے جس کے دل پر پردہ پڑا ہے، کانوں میں بوجھ ہے اور اچانک وہ نفرت سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ یہ دراصل اپنے رب سے بھاگنے والے کی تصویر ہے۔

﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا(47)﴾

''ہم خوب جاننے والے ہیں اس نیت کو جس کے ساتھ وہ اسے غور سے سنتے ہیں، جب وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں، جب ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیچھے چلتے مگر ایک آدمی کے جس پر جادو کیا گیا ہے۔''(47)

سوال1: ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴾''ہم خوب جاننے والے ہیں اس نیت کو جس کے ساتھ وہ اسے غور سے سنتے ہیں، جب وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں، جب ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیچھے چلتے مگر ایک آدمی کے جس پر جادو کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ ﴾''ہم خوب جاننے والے ہیں اس نیت کو جس کے ساتھ وہ اسے غور سے سنتے ہیں''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عتبہ اور شیبہ جو ربیعہ کے دو بیٹے تھے اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل تھے۔(الدرالمنثور:4/338)(2) نبی ﷺ جب قرآن پڑھتے تھے تو رب العزت مشرکوں کو سنتے وقت فائدہ اٹھانے سے روک دیتے تھے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان کے ارادے برے ہیں۔وہ اس لئے قرآن سنتے تھے کہ کوئی چھوٹی سی بات ہاتھ آئے تو اس شوشے کی وجہ سے وہ سب میں عیب جوئی کر سکیں۔(3)﴿ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓی ﴾''جب وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں'' جب نبی ﷺ قرآن

کی تلاوت کرتے تھے تو اس سے فائدے اٹھانے سے مشرک کیسے محروم رکھے گئے۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے کہ تم ایسے شخص کی پیروی کرنا چاہتے ہو جو مسحور ہے۔(4) یعنی ہم نے ان کو قرآن کے استماع کے وقت اس سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا ہے کیونکہ ہم ان کے برے ارادوں کا علم رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی چھوٹی سی بات ہی ہاتھ آئے تا کہ اس کے ذریعے سے اس میں عیب جوئی کریں۔ (تفسیر سعدی:2/1465)(5) ﴿ اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴾ ''جب ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیچھے چلتے مگر ایک آدمی کے جس پر جادو کیا گیا ہے'' مسحور سے مشرکوں کی مراد یہ ہے کہ یہ شخص آسیب زدہ ہے اور جو کلام یہ پیش کرتا ہے اسے کوئی جن پڑھا جاتا ہے۔ کوئی آپ کو شاعر، کوئی آپ کو کاہن، کوئی دیوانہ، کوئی آسیب زدہ کہا کرتا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بد بخت آپ کے لئے لقب تجویز کر رہے ہیں اور گمراہ ہو رہے ہیں۔ (ابن کثیر)(6) کفار مکہ قرآن حکیم سُنتے تھے، متاثر ہوتے تھے پھر خفیہ مشورے اور سازشیں کرتے تھے پھر پختہ عہد کرتے تھے، نہیں سُنیں گے پھر جب اُن کی فطرت اُنہیں سُننے اور ماننے کے لیے مجبور کرتی تھی تو قرآن سنتے تھے لیکن ہٹ دھرمی اور مکاری سے اپنے تاثرات چھپاتے تھے اور آپ ﷺ کو جادوگر قرار دیتے تھے۔

سوال 2: اہل مکہ رسول اللہ ﷺ پر جادوگری کا الزام کیسے عائد کرتے تھے کوئی مثال دیں؟

جواب: سیرت محمد بنِ اسحاق میں ہے کہ ابوسفیان بن حرب، ابوجہل بن ہشام، اخنس بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ نبی کریم ﷺ کی زبانی سننے کے لئے نکلے۔ آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ لوگ چپ چاپ چھپ کر ارد گرد آ کر بیٹھ گئے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ رات کو سنتے رہے۔ فجر ہوتے وقت یہاں سے چلے۔ اتفاقاً سب کی آپس میں ملاقات ہوگئی۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ اور لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے لیکن رات کو پھر یہ تینوں آ گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر قرآن سننے میں رات گزاری۔ صبح واپس چلے، راستے میں مل گئے، پھر سے کل کی باتیں دہرائیں اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام ہرگز کوئی نہ کرے گا۔ تیسری رات پھر یہی ہوا اب کے انہوں نے کہا آؤ اب عہد کر لیں کہ اب نہیں آئیں گے چنانچہ قول وقرار کر کے جدا ہوئے۔ صبح کو اخنس اپنی لاٹھی سنبھالے ابوسفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگا: ابوحنظلہ مجھے بتاؤ تمہاری اپنی رائے محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا ہے؟ اس نے کہا: ابوثعلبہ قرآن کی جو آیتیں میں نے سنی ہیں اس میں سے بہت سی آیتوں کا مطلب تو میں جان گیا لیکن بہت سے آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں۔ اخنس نے کہا واللہ میرا بھی یہی حال ہے۔ یہاں سے ہو کر اخنس ابوجہل کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا، اس نے کہا: سنئے شرافت وسرداری کے بارے میں ہمارا بنو عبد مناف سے مدت سے جھگڑا چلا آتا ہے۔ انہوں نے کھلایا تو ہم نے بھی کھلانا شروع کر دیا۔ انہوں نے سواریاں دیں تو ہم نے بھی سواریوں کے جانور دینا شروع کر دیے۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کئے اور ان انعامات میں ہم نے بھی ان کے پیچھے رہنا پسند کیا۔ اب جب کہ تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر رہے، اس دوڑ میں جب وہ بازی لے جانہ سکے تو جھٹ سے انہوں نے کہ دیا کہ ہم میں نبوت ہے، ہم میں ایک شخص ہے جس کے پاس آسمانی وحی آتی ہے۔ اب بتاؤ اس

کوہم کیسے مان لیں واللہ نہ اس پرہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا کہیں گے۔اسی وقت اخنس اسے چھوڑ کر چل دیا۔

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا(48)﴾

''آپ دیکھیں انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں؟ چنانچہ وہ بھٹک گئے،سواب وہ کوئی راستہ نہیں پاسکتے''(48)

سوال:﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾''آپ دیکھیں انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں؟ چنانچہ وہ بھٹک گئے،سواب وہ کوئی راستہ نہیں پاسکتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُنْظُر﴾''آپ دیکھیں''اے محمد ﷺ اپنی دل کی آنکھ سے دیکھو۔(2)﴿كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَال﴾''انہوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں؟''وہ آپ کے لئے کیسے مثال بیان کرتے ہیں۔کبھی ساحر،کبھی شاعر،کبھی مجنون قرار دیتے ہیں۔(جامع البیان:97/15)(3)یہ حق سے ہٹی ہوئی مثالیں ہیں۔(4)﴿فَضَلُّوْا﴾''چنانچہ وہ بھٹک گئے''یعنی اس بارے میں وہ گمراہ ہوگئے یا یہ ضرب الامثال ان کی گمراہی کا سبب بن گئیں کیونکہ انہوں نے اپنے معاملات کی بنیاد ان مثالوں پر رکھی اور کسی فاسد چیز پر رکھی ہوئی بنیاد اس سے زیادہ فاسد ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:1466/2)(5)﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾''سواب وہ کوئی راستہ نہیں پاسکتے''یعنی انہیں کسی طور پر بھی راستہ نہیں مل سکتا،اس لئے ان کے نصیب میں محض گمراہی اور صرف ظلم ہے۔یعنی انہیں کبھی سیدھا راستہ نہیں مل سکتا۔ان کے مقدر میں ہی گمراہی ہے۔(6)اس آیت میں وعید بھی ہے اور نبی ﷺ کے لئے تسلی بھی۔(تفسیر مراغی:322/5)

﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا(49)﴾

''اورانہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟''(49)

سوال1:﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾''اورانہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْٓا﴾''اورانہوں نے کہا''رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہ رکھنے والوں،اس کو بعید سمجھنے والوں کی تردید کی ہے۔وہ نبی ﷺ سے سوال کرتے تھے۔(2)﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا﴾''کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے''یعنی جب ہم مٹی ہوجائیں گے۔(3)﴿ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾''تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟''یعنی ایسا نہیں ہوسکتا۔ان کے زعم کے مطابق یہ بہت محال ہے۔پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی تکذیب کر کے اور اس کی آیات کو جھٹلا کر سخت جہالت کا ثبوت دیا ہے،خالق کائنات کی قدرت کو اپنی کمزور اور عاجز قدرت پر قیاس کیا ہے۔جب انہوں

نے دیکھا کہ ایسا کرنا ان کے بس میں نہیں اور وہ اس پر قدرت نہیں رکھتے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بھی اس پر قیاس کرلیا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو جہالت کی مثال بنایا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت عقلمند ہیں، حالانکہ ان کی جہالت سب سے واضح، سب سے نمایاں، دلائل و براہین کے اعتبار سے سب سے روشن اور سب سے بلند ہے تاکہ وہ اپنے بندوں کو دکھائے کہ یہاں سوائے اس کی توفیق اور اعانت یا ہلاکت اور ضلالت کے کچھ بھی نہیں۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّاب﴾ ''اے ہمارے ربّ! آپ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمانا۔ یقیناً آپ سب سے بڑھ کر عطا کرنے والے ہیں۔'' (سورہ آل عمران: 8) (تفسیر سعدی: 2/ 1467.1466)

(4) ﴿يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ (١٠) ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (١١) قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ (١٢)﴾ ''وہ کہتے ہیں: ''کیا بلاشبہ ہم واقعی پہلی حالت میں واپس لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟'' انہوں نے کہا: ''تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے۔'' (النازعات: 10۔12) (5) ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْىِ الْعِظَامَ وَهِىَ رَمِيْمٌ (٧٨) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِىْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ (٧٩)﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔'' (یٰسٓ: 79,78)

سوال 2: منکرین رسالت یہ باتیں کیوں کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں تو کیا نئے سرے سے اُٹھائے جائیں گے؟

جواب: (1) منکرین رسالت اس لیے یہ باتیں کرتے تھے کہ اصل حقیقت کو نہیں سوچتے تھے کہ ایک وقت تھا جب وہ نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا۔ پہلی تخلیق دوسری تخلیق کے مقابلے میں مشکل ہوتی ہے۔ (2) منکرین رسالت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین نہیں رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تو صرف ارادہ کرنے کی بات ہے۔

﴿قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا (50)﴾

''آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ'' (50)

سوال: ﴿قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا﴾ ''آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ موت کے بعد کی زندگی کو جھٹلانے والوں سے کہہ دیں۔ (2) ﴿كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا﴾ ''تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اس لیے دی کہ (i) مٹی اور ہڈیوں سے لوہا زیادہ سخت ہے اور اس میں زندگی کے آثار پیدا کرنے مشکل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے وہ اس میں زندگی کے آثار پیدا کر سکتا ہے۔

(ii) پتھروں اور لوہے میں کوئی احساس نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے اُن کی بے لچک سوچ کی طرف اشارہ کیا ہے اور یقین دلایا ہے کہ دوبارہ زندگی ممکن ہے۔ یعنی تم پتھر بن جاؤ یا زمین یا آسمان، اللہ تعالیٰ کے لئے تمہیں زندہ کرنا مشکل کام نہیں۔ جب وہ کسی معدوم چیز کو وجود میں لانے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے وجود میں لے آتا ہے۔ جو چاہو بن جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور زندہ کرے گا۔ (ابن کثیر:1051/1)

﴿اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا(51) ﴾

''یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔'' (51)

سوال1: ﴿اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ''یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ﴾ ''یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو'' یعنی موت۔ اگر تم موت ہو جاؤ تو بھی وہ تمہیں زندگی دے گا۔ (جامع البیان:98/15) (2) یعنی اپنے زعم کے مطابق اس بات سے محفوظ ہو جاؤ کہ تم قدرت الٰہی کی گرفت میں آؤ یا اس کی مشیت تمہارے بارے میں نافذ ہو۔ پس تم کسی بھی حالت میں اور کسی بھی وصف میں منتقل ہو کر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے اور اس زندگی میں اور موت کے بعد تم اپنے بارے میں کسی تدبیر کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس لئے تدبیر اور تصرف اس ہستی کے لئے چھوڑ دو ہر چیز پر قادر اور ہر چیز پر محیط ہے۔ (تفسیر سعدی:1467/2) (3) ﴿ فَسَيَقُوْلُوْنَ ﴾ ''تو جلد ہی وہ کہیں گے'' یعنی آپ موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں دلائل دیں تو وہ جلد ہی کہیں گے۔ (4) ﴿ مَنْ يُّعِيْدُنَا ﴾ ''کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟'' یعنی جب ہم پتھر یا لوہا یا اس سے بھی کوئی سخت چیز بن جائیں گے تو ہمیں کون زندہ کرے گا۔ (5) ﴿قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ''آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا'' یعنی جس نے تمہیں پیدا کیا جب تم کوئی قابل ذکر چیز نہ تھے، وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ ''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کا اِعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں۔'' (الانبیاء:104) (6) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ

يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ط وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

سوال2: ﴿ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ط قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ ''تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ ﴾ ''تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے'' وہ آپ کی بات پر تعجب اور انکار کرتے ہوئے سر ہلائیں گے۔(2) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ﴾ ''اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟'' یعنی ایسا کب ہوگا؟ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھانے کا وقت کب ہوگا؟ یہ ان کا اقرار نہیں بلکہ اپنے خیال میں دلیل کے میدان میں بے بس کرنے کے لئے ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' (یٰس:48)(3) ﴿ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ ''آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو'' اس لئے اس کے وقت کے تعین کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کا فائدہ اور اس کا دارو مدار تو اس کے اقرار، اس کی تحقیق اور اس کے اثبات میں ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اسے ضرور آنا ہے اس اعتبار سے وہ قریب ہی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1467) ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ج وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ط اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىْ ضَلٰلٍ م بَعِيْدٍ ﴾ ''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔ سن لو! یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دُور کی گمراہی میں ہیں۔'' (الشوریٰ:18)(4) ﴿وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴾ ''اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں'' (المعارج:6)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے بعثت کے وقت کے بارے کیا بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ وقت قریب ہے، وقت کے تعین کے بارے میں نہیں بتایا۔

﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا (52)﴾

''جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے۔'' (52)

سوال1: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ ''جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ ﴾''جس دن وہ تمہیں پکارے گا''یعنی موت کے بعد جب تمہارا رب تمہیں آواز دے کر بلائے گا۔جب صور پھونکا جائے گا تو رب کی آواز سنتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوں گے۔(2)﴿ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ ﴾''تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے''تم آواز سنتے ہی قبروں سے نکل آؤ گے۔اپنے رب کی مخالفت نہ کرسکو گے۔اس کے حکم کو ٹال نہ سکو گے۔(3)بِحَمْدِهِ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل پر قابل ستائش ہے۔جب وہ اپنے بندوں کو قیامت کے روز اکٹھا کرے تو ان کو جزا دے گا۔(تفسیر سعدی:2/1468)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ط ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ق صلے مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴾''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں،پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی بار پکارے گا تب تم اچانک نکل آؤ گے''۔(الروم:25)(5)حدیث میں ہے کہ''لا الہ الا اللہ''کہنے والوں پر ان کی قبر میں کوئی وحشت نہیں ہوگی، گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے اٹھ رہے ہیں۔سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں،کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے،کوئی کسی کو بے عزت نہ کرے۔(مسند احمد)

سوال2:﴿وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾''اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾''اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے۔''یعنی قیامت کے نہایت سرعت کے ساتھ واقع ہونے کی بنا پر اور جو نعمتیں تمہیں حاصل رہی ہیں۔گویا کہ یہ سب کچھ واقع ہوا ہی نہیں۔پس وہ لوگ جو قیامت کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے:﴿متىٰ هُوَ ﴾وہ قیامت کے ورود کے وقت بہت نادم ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا:﴿ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾''یہ وہی دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''(تفسیر سعدی:2/1468)(المطففین:17)(2)رب العزت نے فرمایا:﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴾''جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو(سمجھیں گے)گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح۔''(النازعات:46)(3)﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ط كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴾''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔''(الروم:55)(4)﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (۱۱۲) قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ (۱۱۳) قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟''وہ کہیں گے:''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں،پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں۔''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو،کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!''(المؤمنون:114۔112) (5)﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴾''ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے جب ان سب میں سے بہترین رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک دن ہی ٹھہرے ہو۔''(طٰہٰ:104)

رکوع نمبر6

﴿وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ط اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا (53)﴾

''اور میرے بندوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہترین ہو، یقیناً شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔ یقیناً شیطان ہمیشہ سے ہی انسان کا کھلا دشمن ہے۔''(53)

سوال1: ﴿ وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ ''اور میرے بندوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہترین ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ ''اور میرے بندوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہترین ہو'' اللہ رب العزت نے محسن انسانیت کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے اچھے الفاظ، نرم لہجے، نہایت ادب اور شائستگی اور تہذیب کا خیال رکھیں ورنہ شیطان درشت لہجے، کڑوے الفاظ اور کھردرے انداز کی وجہ سے لڑائی کروادے گا۔ (2) اللہ رب العزت کا بندوں پر احسان ہے کہ اس نے بہترین اخلاق کا حکم دیا ہے جو دنیا اور آخرت کی سعادت کا باعث بنتے ہیں۔(3) یہ حکم اس کلام کے بارے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا ذریعہ ہے مثلاً تلاوت اور قراءت قرآن، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، ذکر الٰہی، حصول علم اور لوگوں کے ساتھ ان کے مقام اور مرتبے کے مطابق بات کرنا۔(4) یہ حکم ان دو امور کے بارے میں بھی ہے جو عمدہ ہوں اور ان کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو بہتر کو ترجیح دینا۔(5) احسن کلام اور اچھی بات ہمیشہ اچھے اخلاق اور نیک اعمال کی طرف لے جاتی ہے۔(6) جسے زبان پر اختیار ہوتا ہے اسے تمام معاملات پر اختیار ہوتا ہے۔(7) ابن سیرین نے کہا: لا الہ الا اللہ کہیں۔(تفسیر الدر المنثور :340/4)(8) ابن جریج نے کہا: برائی سے درگزر کریں۔(تفسیر الدر المنثور:340/4)(9) برائی سے بات کرنے کی بجائے کہیں: یرحمک اللہ، یغفر اللہ لک ۔(تفسیر الدر المنثور:340/4)(10)﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ ''اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو۔''(النحل:125)(11) ''وقولہ: ﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ ''اور تم اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز سے۔''(العنکبوت:46)

سوال2: آپس کی گفتگو میں محتاط رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیسے نصیحت کی ہے؟

جواب: (1) آپس کی گفتگو میں زبان کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہیے۔(2) اچھے کلمات بولنے چاہیں۔(3) قول احسن کا پابند رہنا

چاہیے۔(4)دعوت دینے والوں کو کتنی ہی غصہ دِلانے والی بات کہی جائے، داعی کو ضد میں نہیں آنا چاہیے۔(5)شیطان انسانوں کا کھلا دشمن ہے۔

سوال3:﴿اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴾''یقیناً شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔یقیناً شیطان ہمیشہ سے ہی انسان کا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَهُمۡ ﴾''یقیناً شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے'' شیطان انسان کا دشمن ہے۔وہ بندوں کے دنیا اور آخرت کے معاملات میں فساد ڈالنا چاہتا ہے۔(2)ہمام نے فرمایا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،کوئی شخص اپنے کسی دینی بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ وہ نہیں جانتا ممکن ہے شیطان اسے اس کے ہاتھ سے چھڑوادے اور پھر وہ کسی مسلمان کو مار کر اس کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گر پڑے۔(بخاری:7072)(3)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے (کسی ظالم کے) سپرد کرے۔اور جو شخص اپنے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت اور حاجت پوری کرے گا۔(صحیح بخاری:6951)(4)﴿اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴾''یقیناً شیطان ہمیشہ سے ہی انسان کا کھلا دشمن ہے'' اس سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بری باتوں میں شیطان کی دعوت قبول نہ کریں۔آپس کے معاملات میں محبت،نرمی اور فیاضی اختیار کریں۔(5)﴿کَمَثَلِ الشَّیۡطٰنِ اِذۡ قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اکۡفُرۡ ۚ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡکَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ (۱۶)﴾''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا:''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا:''میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''(الحشر:16)(6)﴿ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَیۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ؕ وَلَا تَجِدُ اَکۡثَرَهُمۡ شٰکِرِیۡنَ﴾''پھر میں لازماً اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اُن پر آؤں گا اور آپ اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔''(الاعراف:17)

سوال4:دعوت دینے والے محتاط نہ رہیں تو کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب:دعوت دینے والے گفتگو میں محتاط نہ رہیں تو ضد اور نفرت کی فضا پیدا ہو جاتی ہے جو شیطان کے لیے بڑی سازگار ہوتی ہے۔

﴿رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یَرۡحَمۡکُمۡ اَوۡ اِنۡ یَّشَاۡ یُعَذِّبۡکُمۡ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡهِمۡ وَکِیۡلًا(54)﴾

''تمہارا رب ہی تمہیں زیادہ جاننے والا ہے،اگر وہ چاہے تم پر رحم کرے،یا اگر وہ چاہے تمہیں عذاب دے اور ہم نے آپ کو اُن پر کوئی ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔''(54)

سوال1: ﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ط اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ﴾''تمہارا رب ہی تمہیں زیادہ جاننے والا ہے، اگر وہ چاہے تم پر رحم کرے اگر وہ چاہے تمہیں عذاب دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ﴾''تمہارا رب ہی تمہیں زیادہ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم بے قید ہے۔(2)اللہ تعالیٰ کا علم جامع ہے جس کے ساتھ وہ لوگوں سے رحمت بھرا برتاؤ کرتا ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات کو کوئی نہیں جانتا۔اللہ تعالیٰ ہی اُن کے بارے میں ہر طرح کا علم رکھتا ہے۔(4)اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق کے بارے میں کامل ہے۔(4)﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۱۴)﴾''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے۔''(الملک:14)(5)یعنی وہ جانتا ہے کون مومن ہے اور کون ایمان نہیں رکھتا۔(زادالمسیر:35/5)(6)اس لئے وہ تمہارے لئے وہی چاہتا ہے جس میں تمہاری بھلائی ہے اور تمہیں صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں تمہاری کوئی مصلحت ہے بسا اوقات تم ایک چیز کا ارادہ کرتے ہو مگر بھلائی اس کے برعکس کسی اور چیز میں ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:1469/2)(7)﴿اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ ﴾''اگر وہ چاہے تم پر رحم کرے'' یعنی وہ اپنی رحمت سے تمہاری طرف توجہ کرے یہاں تک کہ تم اس کی ذات کا اور آخرت کا کفر کرنے سے لوٹ آؤ۔(جامع البیان:102/15)(8)﴿اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ﴾''اگر وہ چاہے تمہیں عذاب دے'' یعنی تم ایمان سے پھر جاؤ، پھر اپنے شرک پر وفات پاؤ پھر وہ قیامت کے دن تمہارے کفر پر تمہیں عذاب دے گا۔(جامع البیان:102/15)(9)پس وہ جسے چاہتا ہے اسباب رحمت کی توفیق عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہو جاتا ہے۔پس وہ اسباب رحمت سے محروم ہو کر عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:1469/2)

سوال2: یہاں تم پر رحم کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)یہاں مومنوں پر رحم کرنا مراد ہو تو رحم کے معنی یہ ہیں کہ وہ کافروں پر تمہیں قوت عطا فرمائے گا۔(2)یہاں مشرکین پر رحم کرنا مراد ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق دے گا۔

سوال3: تمہیں عذاب دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب1۔یہاں عذاب سے مراد شرک پر موت ہے جس کی وجہ سے عذاب ملے گا۔2۔یہاں عذاب سے مراد کافروں پر مسلمانوں کا غلبہ بھی ہے۔

سوال4: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا﴾''اور ہم نے آپ کو اُن پر کوئی ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ہم نے آپ کو اُن پر کوئی ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا'' اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ ہم نے آپ کو لوگوں پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ ان کے معاملات کی تدبیر کریں اور ان کو جزا دیں۔وکیل اور کارساز تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور آپ تو صرف صراط

مستقیم کی طرف راہ نمائی کرنے والے ہیں۔(تفسیر سعدی:1469/2)(2)اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کافر اپنے کفر پر قائم رہتے ہیں تو آپ نگران نہیں ہیں کہ آپ سے باز پرس ہو۔(3)اس سے یہ بھی مراد ہے کہ یہ آپ کا فرض نہیں ہے کہ لازماً کافروں کو کفر کی دلدل سے نکالیں۔ (4)ہم نے تو آپ کو جھنجھوڑ کر جگا دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔اب جو آپ کی اطاعت کرے گا وہ جنتی ہے، ورنہ جہنمی۔(مختصر ابن کثیر1053/1)

﴿ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا(55) ﴾

''اور آپ کا رب زیادہ جاننے والا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔''(55)

سوال1:﴿وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آپ کا رب زیادہ جاننے والا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور آپ کا رب زیادہ جاننے والا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں''یعنی اے محمد ﷺ آپ کا رب آسمانوں اور زمین والوں کو خوب جانتا ہے۔وہ آسمان اور زمین والوں کی فرماں برداری اور نافرمانی میں مرتبوں کو خوب جانتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر: 1053/1)(2)''اور آپ کا رب زیادہ جاننے والا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں''اس سے مراد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہی اُن کی تعداد، اُن کی ضروریات اور اُن کے حالات سے بہتر واقفیت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوقات کے بارے میں کامل ہے۔(3)یعنی وہ تمام مخلوق کو جانتا ہے۔پس ان میں سے جو کوئی جس چیز کا مستحق ہے اور اس کی حکمت جس کا تقاضا کرتی ہے اسے وہی عطا کرتا ہے اور وہ تمام حسی اور معنی خصائل میں ان کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1469/2)

سوال2:﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے''اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت عطا کی۔رب العزت نے فرمایا: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ﴾''یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کو اُس نے درجات میں بلند کیا۔'' (البقرہ:253) یہ آیت مسلم اور بخاری کی حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو''اس سے محض عصبیت کی بنا پر فضیلت دینا مراد ہے۔اس سے مراد وہ فضیلت نہیں جو دلیل سے ثابت ہو۔اگر کوئی مضبوط دلیل کسی چیز کے ثبوت پر

موجود ہوتو پھر اس کی پیروی کرنا ضروری ہے۔(2) نبی ﷺ اوالوالعزم پیغمبروں میں افضل ہیں پھر آپ ﷺ کے بعد ابراہیم علیہ السلام پھر موسیٰ علیہ السلام پھر عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

سوال3: انبیاء کی فضیلت کے کیا اسباب ہوتے ہیں؟

جواب: انبیاء علیہ السلام کی فضیلت کی حقیقت اور اس کے اسباب کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔(1) بعض رسولوں کو دوسروں کے مقابلے میں وسیع دائرۂ کار دیا گیا مثلاً کبھی کوئی ایک قبیلے، ایک قوم، ایک نسل کا رسول ہوتا اور کبھی اپنے وقت کی تمام اقوام کا رسول ہوتا تھا۔(2) رسولوں کے درمیان مرتبے کا فرق رسول یا اس کی قوم کو عطا کی جانے والی خصوصیات کی بناء پر ہوتا۔(3) رسول کو دیئے جانے والے پیغام، اس کی ہمہ گیری اور جامعیت کی وجہ سے بھی رسولوں کا مرتبہ فرق رہا۔

سوال4: انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے (دوسرے انبیاء علیہم السلام پر) فضیلت نہ دو۔'' (فضل القرآن، احسن البیان) (2) اختلاف کے وقت ایک نبی کو فضیلت دینا دراصل دوسرے نبی کی شان کو گھٹانا ہے۔(3) فضیلت دینا انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور انسان کا کام مان لینا ہے۔(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مسلمانوں کی جماعت کے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے ایک شخص کا جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو ساری دنیا میں برگزیدہ بنایا! قسم کھاتے ہوئے انھوں نے یہ کہا۔ اس پر یہودی نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو ساری دنیا میں برگزیدہ کیا۔ اس پر مسلمان نے یہودی پر ہاتھ اٹھا کر تھپڑ مار دیا۔ وہ یہودی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنے اور مسلمان کے جھگڑے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے اسی موقع پر فرمایا کہ ''مجھے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش کر دیے جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا، پھر دیکھوں گا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں، اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں تھے اور مجھ سے پہلے ہی ہوش میں آ گئے یا انھیں اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے والوں میں ہی نہیں رکھا تھا۔'' (صحیح بخاری:3408)

سوال5: ﴿وَّ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا﴾ ''اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی'' زبور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ کسی کو کتاب فضیلت کی بناء پر عطا کی جاتی ہے اس لیے یہاں زبور کا تذکرہ کیا گیا۔(2) صحیح بخاری میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں: سیدنا داؤد علیہ السلام پر قرآن اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ جانور پر زین کسی جائے اتنی سی دیر میں آپ قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔ (ابن کثیر:219/3)

﴿قُلِ ادۡعُوا الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ فَلَا یَمۡلِکُوۡنَ کَشۡفَ الضُّرِّ عَنۡکُمۡ وَ لَا تَحۡوِیۡلًا (56)﴾

''آپ کہہ دیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سمجھتے ہواُنہیں پکار دیکھو چنانچہ نہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی بدلنے کا۔''(56)

سوال1: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سمجھتے ہواُنہیں پکار دیکھو چنانچہ نہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی بدلنے کا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلِ﴾''آپ کہہ دیں''یعنی مشرکوں سے ان کے عقیدے کی صحت کے بارے میں دلیل کا مطالبہ کرتے ہوئے کہہ دیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں جن کی وہ اللہ تعالیٰ کی طرح عبادت کرتے ہیں۔اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا عقیدہ درست ہے تو(2)﴿ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾''جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سمجھتے ہواُنہیں پکار دیکھو''یعنی جن کے بارے میں تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ معبود ہیں۔(3)یعنی تم ان کی طرف توجہ کر کے دیکھو وہ تمہارے کام آسکتے ہیں،تمہیں کوئی نفع دے سکتے ہیں یا تمہیں نقصان سے بچاسکتے ہیں۔(4)﴿فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ﴾''چنانچہ نہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں''یعنی یہ خود ساختہ معبود،فقر اور سختی وغیرہ کو بالکل دور نہیں کر سکتے۔(5)﴿وَلَا تَحْوِيْلًا﴾''اور نہ ہی بدلنے کا''اور نہ یہ باطل معبود کسی سختی کو کسی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہی کر سکتے ہیں۔پس جب ان باطل معبودوں کے یہ اوصاف ہیں تو تم اللہ کے سوا انہیں کس لئے پکارتے ہو؟ یہ کسی کمال کے مالک ہیں نہ افعال نافعہ کے۔تب ان بے بس اور بے اختیار ہستیوں کو معبود بنانا عقل و دین کی کمی اور رائے کی سفاہت ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جب انسان سفاہت میں پڑے رہنے کی وجہ سے اس کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کو اپنے گمراہ آباء واجداد سے اخذ کرتا ہے تو اسی سفاہت کو انتہائی درست رائے اور عقل مندی سمجھنے لگتا ہے اور اس کے برعکس اللہ واحد کے لئے جو تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے اخلاص کو سفاہت خیال کرتا ہے۔یہ کتنا تعجب خیز معاملہ ہے،جیسا کہ مشرکین کا قول ہے:﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (۵)﴾''کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا ہے اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔(ص:5)(تفسیر سعدی:2/1470)(6)ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو قادر مطلق ہے،جو مخلوق پر پورا اختیار رکھتا ہے اور کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔(7)فرشتے،مسیح علیہ السلام اور عزیر خود اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرتے ہیں۔

سوال2:انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کن معبودوں کو پکارتا ہے؟

جواب:انسان اللہ تعالیٰ کے ماسوا فرشتوں،بزرگوں،بتوں،مجسموں،نبیوں اور جنوں کو معبود بناتا ہے۔

سوال:اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد کے لیے کیا دلیل دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رب کے سوا کوئی نہیں جو مصیبت کو ٹال سکے یا مصیبت کا رُخ موڑ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو مصیبت دُور کر سکتا ہے کیونکہ وہ بندے کا، اس کی قسمت کا مالک ہے۔

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ط اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا (57)﴾

''یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قُربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں، کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے۔'' (57)

سوال 1: ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ﴾ ''یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قُربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں، کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں'' سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت عرب کے اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو جنات کی عبادت کرتے تھے۔ پھر وہ جن مسلمان ہو گئے اور اُن کے پُجاری اس بات سے بے خبر رہے۔ (صحیح مسلم: 3030) (2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ﴿اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَةَ﴾ کا شان نزول یہ ہے کہ کچھ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے لیکن وہ جن بعد میں مسلمان ہو گئے اور یہ مشرکان ہی کی پرستش کرتے ہوئے جاہلی شریعت پر قائم رہے۔ (صحیح بخاری: 4714) (3) ﴿یَدْعُوْنَ﴾ ''وہ پکارتے ہیں'' یعنی انبیا، صالحین اور فرشتوں کو۔ (4) ﴿یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ﴾ ''او وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قُربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں'' یعنی مشرک جن کی عبادت کرتے ہیں وہ تو ان کی عبادت کے بارے میں نہیں جانتے۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اس کے قرب کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔ (5) وسیلہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ ''و۔س۔ل'' ہے جس کے معنی عربی زبان میں رضا اور رغبت سے کسی کا قرب حاصل کرنا مذکور ہے۔ (6) اصطلاحی طور پر وسیلہ سے مراد وہ نیک اعمال ہیں جن کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں دو جگہ لفظ وسیلہ استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' (المائدہ: 35) اور دوسرا اس مقام پر۔ (7) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم مؤذن کی آواز سنو تو ان ہی الفاظ کو دہراؤ پھر میرے اوپر درود بھیجو کیونکہ جو میرے اوپر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لیے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔وسیلہ ایک بلند مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے صرف ایک ہی بندے کے لیے مناسب ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔تو جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگی۔'' (مسلم:849)(8)﴿وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ﴾ ''اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں'' یعنی وہ رحمت کے امیدوار ہیں اور عذاب کے خوف کی وجہ سے ہر اس کام سے رکتے ہیں جو عذاب کا موجب بن جائے۔(9)عبادت کی تکمیل امید اور خوف سے ہی ہوتی ہے۔خوف کی وجہ سے انسان گناہوں سے باز رہتا ہے اور امید سے نیکیاں کرتا ہے۔(10)سیدنا سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ رجاء اور خوف یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بھی رہنا اور ڈرتے بھی رہنا یہ انسان کے دو مختلف حال ہیں۔جب یہ دونوں برابر درجے میں رہیں تو انسان صحیح راستے پر چلتا رہتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک مغلوب ہو جائے تو اسی مقدار سے انسان کے احوال میں خرابی آجاتی ہے۔(قرطبی)(11) خوف، امید اور محبت، یہ تین امور جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقربین کا وصف قرار دیا ہے، ہر بھلائی کی اساس ہیں۔جس نے ان تینوں امور کی تکمیل کر لی، اس کے تمام امور مکمل ہو گئے اور اگر قلب ان امور سے خالی ہے تو وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہو جائے گا اور برائیاں اس کو گھیر لیں گی اور اللہ تعالیٰ نے محبت الٰہی کی علامت یہ بتائی ہے کہ بندہ ہر اس کام میں جدوجہد کرتا ہے جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص، خیر خواہی اور حتی المقدور ان کو بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے اس کے قرب کے حصول کے لئے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ان تمام امور کے بغیر اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1471)

سوال2: ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾ ''یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے'' آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے ڈرنا چاہیے۔اس لیے ان اسباب سے بچنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بننے والے ہیں۔

﴿وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (58)﴾

''اور کوئی بستی ایسی نہیں مگر ہم قیامت کے دن سے پہلے اسے ہلاک کرنے والے ہیں یا اُسے سخت عذاب دینے والے ہیں، بہت سخت عذاب یہ ہمیشہ سے کتاب اللہ میں لکھا ہوا ہے۔'' (58)

سوال1:﴿وَاِنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اِلَّا نَحۡنُ مُهۡلِكُوۡهَا قَبۡلَ یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡهَا عَذَابًا شَدِیۡدًا﴾''اور کوئی بستی ایسی نہیں مگر ہم قیامت کے دن سے پہلے اسے ہلاک کرنے والے ہیں یا اُسے سخت عذاب دینے والے ہیں، بہت سخت عذاب'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''کوئی بستی ایسی نہیں مگر ہم قیامت کے دن سے پہلے اسے ہلاک کرنے والے ہیں یا اُسے سخت عذاب دینے والے ہیں، بہت سخت عذاب''، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والی کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے قیامت کے دن سے پہلے ہلاکت یا عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

سوال2:قوموں اور بستیوں کے لیے فنا کا کیا قانون ہے؟

جواب:قوموں اور بستیوں کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کا طے شدہ قانون ہے خواہ کوئی قوم کتنی طاقت ور اور مضبوط ہو بہر حال ایک دن ختم ہو جائے گی۔

سوال3:﴿كَانَ ذٰلِكَ فِی الۡكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا﴾''یہ ہمیشہ سے کتاب اللہ میں لکھا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿كَانَ ذٰلِكَ فِی الۡكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا﴾''یہ ہمیشہ سے کتاب اللہ میں لکھا ہوا ہے''لوح محفوظ کا بیان اس آیت میں ہے کہ کافروں کی ہر بستی پر تباہی آنے والی ہے کہ اس کے تمام باشندے عذاب سے تباہ کر دیے جائیں گے، قتل کا عذاب بھیجا جائے گا یا جس عذاب کو اللہ تعالیٰ چاہے بھیج دے۔(2)﴿وَكَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ عَتَتۡ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبۡنٰهَا حِسَابًا شَدِیۡدًا وَّعَذَّبۡنٰهَا عَذَابًا نُّكۡرًا (۸)﴾''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اُس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے اُنہیں سزا دی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔''(الطلاق:8)(3)عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ قلم ہے۔ پھر اس کو فرمایا:لکھو۔اس نے عرض کیا: کیا لکھوں؟ فرمایا:لکھو اندازہ ہر چیز کا جو ہوئی اور ہونے والی ہے ابد تک یعنی قیامت تک۔''(ترمذی:2155)

سوال4:تباہی اور عذاب کن وجوہات کی بنا پر آتے ہیں؟

جواب:(1)تباہی اور عذاب نافرمانیوں اور گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰكِنۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَمَاۤ اَغۡنَتۡ عَنۡهُمۡ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیۡ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوۡهُمۡ غَیۡرَ تَتۡبِیۡبٍ﴾''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا تھا، چنانچہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے ان کے معبود جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور اُن کے لیے بربادی کے سوا اُنہوں نے کسی چیز کا اضافہ نہ کیا۔''(ہود:101)(3)﴿فَذَاقَتۡ وَبَالَ

اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴾''توانہوں نے اپنے کام کا وبال چکھااوران کے کام کاانجام خسارہ ہی ہوا۔''(الطلاق:9)(4)اللہ تعالیٰ کی تقدیراوراس کا فیصلہ ہے جس نے لازماً واقع ہونا ہے لہٰذااس سے پہلے کہ عذاب آئے جھٹلانے والوں کواللہ رب العزت کی طرف رجوع کرنا چاہیےاور رسولوں کی تصدیق کرنی چاہیے۔

﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ط وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَاط وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا(59)﴾

''اورہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اُن کو جھٹلا دیا تھااور ہم نے ثمود کواونٹنی کا واضح معجزہ دیا چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیااور ہم خوف دِلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں۔''(59)

سوال1:﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾''اورہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اُن کو جھٹلا دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اورہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اُن کو جھٹلا دیا تھا''مشرکوں نے نبی ﷺ سے معجزات کا مطالبہ کیااور کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئیں اور آپ ﷺ کی تصدیق کریں تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ صفا پہاڑ کوسونے کا بنادیں۔(2)یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین مکہ نے مطالبہ کیا تھا کہ صفا کوسونے کا بنادیا جائے یا مکہ کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جائیں تا کہ وہاں کاشت کاری ممکن ہو سکے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ ہم مطالبات پورے کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن اگر اس کے بعد ایمان نہ لائے تو ہلاکت یقینی ہے پھر انہیں مہلت نہیں دی جائے گی۔ نبی ﷺ نے اس بات کو پسند کیا کہ اُن کے مطالبے کو پورا نہ کیا جائے تا کہ وہ یقینی ہلاکت سے بچ جائیں۔(مسند احمد:258/1)(3)یہاں اللہ رب العزت نے واضح فرمایا کہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے ان کے مطالبات پر معجزات نازل نہیں فرمائے کیونکہ اگر وہ اس کے بعد ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر فوراً عذاب نازل ہو جائے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ج اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾''ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا وہ لوگ ایمان لائیں گے؟''(الانبیاء:6)

سوال2:معجزات نازل کرنے کا کیا مقصد ہوتا ہے؟

جواب:(1)معجزات رسولوں کی سچائی کے ثبوت کے لیے دیئے جاتے ہیں۔(2)معجزات کے ذریعے لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

سوال3:﴿ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ﴾''اور ہم نے ثمود کواونٹنی کا واضح معجزہ دیا چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم

کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ثمود کی طرف جو معجزہ بھیجا وہ ایک معین چٹان سے عظیم اونٹنی کا پیدا ہونا ہے۔اس کے لئے پانی کا ایک دن مقرر تھا۔جس دن وہ پانی پیتی تھی اس دن کسی اور کو پانی نہیں ملتا تھا۔ثمودیوں نے اس پر ظلم کیا،اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور اونٹنی کو قتل کر دیا۔اس کی پاداش میں ان پر وہ عذاب آیا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ملتا ہے۔﴿ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ ﴾''تو انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو صالح نے کہا:''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اُٹھالو،یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔''(ہود:65) (2)اسی طرح اگر ان پر بھی معجزات آتے تو وہ اس پر بھی ایمان نہ لاتے۔

سوال4:﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴾''اور ہم خوف دِلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ہم خوف دِلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں''اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آیات کا مقصد ڈرانا ہی تھا تا کہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آجائیں۔(2)سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفے میں زلزلہ آیا تو آپ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس کی جانب جھکو تمہیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔(جامع البیان:109/15)(تفسیر منیر:119/8)(3)سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ میں کئی بار جھٹکے محسوس ہوئے آپ نے فرمایا:تم نے ضرور کوئی نئی بات کی ہے،دیکھو اگر اب ایسا ہوا تو میں تمہیں سخت سزائیں دوں گا۔(4)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ان میں گرہن کسی کی موت وحیات کی وجہ سے نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔(بخاری:1048)

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا(60)﴾

''اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ آپ کے رب نے بلاشبہ لوگوں کو گھیر رکھا ہے اور ہم نے کوئی خواب جو آپ کو دکھایا اسے نہیں بنایا مگر لوگوں کے لئے آزمائش اور قرآن میں لعنت زدہ درخت بھی۔ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کو بہت بڑی سرکشی کے سوا زیادہ نہیں کرتا۔''(60)

سوال1:﴿ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ﴾''اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ آپ کے رب نے بلاشبہ لوگوں کو گھیر رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ آپ کے رب نے بلاشبہ لوگوں کو گھیر رکھا ہے''نبی ﷺ کو تبلیغ کی ترغیب دی گئی ہے اور آپ

ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری کی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔(2) لوگوں کو گھیرنے کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کو ان سے محفوظ کر دیا جائے۔(3) ﴿وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ﴾ ''اور جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں، یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں اور وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔'' (الانفال:30) (4) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وقدرت سے لوگوں کو گھیر رکھا ہے۔ پس ان کے لئے کوئی ٹھکانا نہیں جہاں یہ چھپ سکیں اور کوئی پناہ گاہ نہیں جہاں اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر پناہ لے سکیں اور یہ چیز عقل مند کے لئے ان امور سے باز رہنے کے لئے کافی ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں جس نے تمام لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1472)

سوال2: ''اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو گھیر لیا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اس سے مراد اہل مکہ یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہیں۔ آپ ﷺ بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں وہ آپ ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔(2) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہے جو وہ چاہیں گے وہ نہیں ہوگا۔ ہوگا وہی جو رب چاہے گا۔(3) اس سے مراد آئندہ بدر کے میدان میں حاصل ہونے والی فتح بھی ہو سکتی ہے اور فتح مکہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے لوگوں کو گھیر رکھا ہے اور سب قابو میں آنے والے ہیں۔

سوال3: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ﴾ ''اور ہم نے کوئی خواب جو آپ کو دکھایا اسے نہیں بنایا مگر لوگوں کے لئے آزمائش اور قرآن میں لعنت زدہ درخت بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ﴾ ''اور ہم نے کوئی خواب جو آپ کو دکھایا اسے نہیں بنایا مگر لوگوں کے لئے آزمائش'' اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک شب معراج ہے۔(2) یعنی آپ ﷺ کو معراج میں جو منظر دکھایا گیا تھا وہ لوگوں کے لئے آزمائش تھی۔(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ رؤیا آنکھوں دیکھا واقعہ تھا جو رحمت عالم ﷺ کو پیش آیا، یعنی خواب نہ تھا۔(4) ابویعلی نے سیدہ ام ہانی کی روایت سے اور ابن المنذر نے حسن کے حوالہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو جس رات کو معراج ہوئی تو اس کی صبح کو قریش کے چند آدمیوں کے سامنے معراج کا واقعہ بیان فرمایا، قریش آپ ﷺ کی ہنسی اڑانے لگے اور نبی ﷺ سے سیر معراج کی کوئی نشانی دریافت کی (بیت المقدس کا نقشہ اور اپنے قافلہ کی خبر دریافت کی) آپ ﷺ نے بیت المقدس کی حالت اور نقشہ بیان کر دیا اور قافلہ کی کیفیت بھی ظاہر کر دی۔ اس پر ولید بن مغیرہ بولا یہ شخص جادوگر ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل نازل کی۔ (مظہری: 57/7) (5) ﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ﴾ ''اور قرآن میں لعنت زدہ درخت بھی'' قرآن مجید میں جس درخت کی برائی کی گئی وہ زقوم ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ الْاَثِیْمِ (۴۴) ﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا

ہے۔'' (الدخان:43,44)

سوال4: ﴿ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴾ ''ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کو بہت بڑی سرکشی کے سوا زیادہ نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''ہم انہیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان کو بہت بڑی سرکشی کے سوا زیادہ نہیں کرتا'' تخویف ان کی سرکشی کو اور زیادہ بڑھا دیتی ہے اور شر کی محبت اور خیر سے بغض رکھنے اور خیر کی عدم پیروی کے بارے میں یہ بلیغ ترین پیرایہ ہے۔ (تفسیر سعدی:1473/2) (2) معجزات کی وجہ سے دل کے اندر کی حالت نہیں بدلتی۔ چونکہ ان کے دِلوں کے اندر دشمنی اور انکار ہے اس وجہ سے ان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے۔

رکوع نمبر 7

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا(61)﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، اس نے کہا کہ میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟'' (61)

سوال1: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ﴾ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے سامنے ابلیس کی آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے دشمنی کا ذکر کرو۔ یہ قدیم دشمنی ہے اور اس وقت سے ہے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ (تفسیر مراغی:5/334) (2) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے سے حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا اور ابلیس نے غرور کر کے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اس نے خود کو بڑا اور آدم علیہ السلام کو حقیر جانا۔

سوال2: آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے واقعے سے ہمیں اطاعت اور نافرمانی کی حقیقت کے بارے میں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: (1) آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا واقعہ یہ بتاتا ہے کہ ماننے والے کیسے ہوتے ہیں اور نہ ماننے والے کیسے ہوتے ہیں؟ (2) فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھا اور اس کی اطاعت کر لی۔ (3) ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانا۔ آدم علیہ السلام کو دیکھا تو اُسے محسوس ہوا کہ سجدہ کرنے سے میں چھوٹا ہو جاؤں گا اور آدم علیہ السلام بڑا۔ اس لیے وہ سجدہ کرنے میں ناکام ہو گیا۔ (4) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اپنی ذات کے حوالے سے دیکھتے ہیں اُن کے لیے تب حق کو ماننا مشکل ہو جاتا ہے جب اپنی ذات چھوٹی ہوتی محسوس ہوتی ہے۔

سوال3:﴿ قَالَ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾''اس نے کہا کہ میں اس کوسجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿ قَالَ ﴾''اس نے کہا''ابلیس نے اپنی بڑائی کو مادہ پیدائش میں دیکھا تو کہا۔(2)﴿ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾''کہ میں اس کوسجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟''اس نے اپنے تئیں یہ گمان کیا کہ وہ آدم علیہ السلام سے بہتر ہے کیونکہ اسے آگ سے اور آدم کومٹی سے پیدا کیا گیا۔(3)﴿ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ط قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾''اللہ تعالیٰ نے پوچھا:''تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟''اُس نے کہا:''میں اس سے بہتر ہوں،آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''(الاعراف:12)(4)قتادہ نے ان آیات کے بارے میں کہا:ابلیس کا آدم علیہ السلام سے اس چیز پر حسد ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت دی اور اس نے کہا کہ میں آگ سے اور یہ مٹی سے بنا ہے اس طرح تکبر جیسے گناہ کا آغاز ہوا۔(ابن ابی حاتم:7/2336)

سوال4:کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کا ماننا کس طرح ممکن ہوتا ہے؟

جواب:جس وقت کوئی حکم کو حق کے اعتبار سے دیکھتا ہے تو وہ حق کو سمجھ کر مان لیتا ہے۔

سوال5:کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننا کیسے مشکل ہوجاتا ہے؟

جواب:جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اپنی ذات کے حوالے سے دیکھتے ہیں اُن کے لیے تب حق کو ماننا مشکل ہوجاتا ہے جب اپنی ذات چھوٹی ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔

﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا (62)﴾

''اُس نے کہا:کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اُکھاڑ پھینکوں گا۔''(62)

سوال1:﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾''اُس نے کہا:کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اُکھاڑ پھینکوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب۔(1)﴿قَالَ ﴾''اُس نے کہا''ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوکر ڈھٹائی سے کہا۔(2)﴿اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ

عَلَیَّ ﴾ ''کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟'' ابلیس نے حسد سے کہا۔(3) ﴿لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَهٗٓ ﴾ ''یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اُکھاڑ پھینکوں گا'' اگر آپ نے مجھے قیامت تک ڈھیل دے دی تو میں اس کی نسل کو گمراہ کر کے تباہ کر دوں گا۔ میں انہیں سیدھے راستے سے بھٹکا دوں گا۔(4) احتنک الفرس بمعنی گھوڑے کے منہ میں رسی یا لگام دینا اور المحنک اس آدمی کو کہتے ہیں جسے زمانے نے تجربہ کار بنا دیا ہو۔(منجد) گویا احتنک کے معنی کسی پر عقل اور تجربہ سے قابو پانا ہے اور شیطان کا دعویٰ یہ تھا کہ آدم اچھی طرح میرا دیکھا بھالا ہے اور میں اس پر اور اس کی اولاد پر قابو پا سکتا ہوں۔(تیسیر القرآن 2/594)(5) ﴿ اِلَّا قَلِیْلًا ﴾ ''بہت تھوڑے لوگوں کے سوا'' یعنی اولاد آدم علیہ السلام میں سے تھوڑے سے لوگ ہوں گے جو شیطان سے دشمنی رکھیں گے اور اس کی بات نہیں مانیں گے۔

سوال 2: احتناک کسے کہتے ہیں؟

جواب: احتناک گھٹی کو کہتے ہیں۔ عربوں کے یہاں گھٹی دینے کے لیے کھجوروں کو دانتوں کے نیچے پیس کر ملیدہ بنا کر بچے کے تالو پر لگا دیا جاتا تھا۔ یہاں شیطان کے احتناک سے مراد انسانی نسل کی جڑ کاٹنا ہے۔ اُن کی شخصیات کو، اُن کی فطرت کو کچل ڈالنا ہے۔

سوال 3: شیطان کے اغراض و مقاصد اور اس کے طریقہ واردات کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) شیطان کی انسانی دشمنی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کو جہنم میں دھکیل کر جنت سے محروم کر دے۔ رب العزت نے اسی بارے میں آگاہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴾ ''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اُسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔'' (فاطر:6) (2) اس بنیادی مقصد کے ساتھ اس کے ذیلی مقاصد بھی ہیں جو اصل مقصد کی تکمیل کے لیے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ☆ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کفر اور شرک میں مبتلا کرنا یعنی انسانوں کو غیر اللہ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت سے انکار کی دعوت دینا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: (i) ﴿ کَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ ۚ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ ''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: ''میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' (الحشر:16) (ii) عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا۔ نبی ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: لوگو! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ بات بتاؤں جس سے تم آگاہ نہیں ہو اور وہ بات اللہ تعالیٰ نے مجھے آج ہی بتائی کہ میں نے جو کچھ اپنے بندے کو عطا کیا وہ اس کے لیے حلال ہے اور میں نے تمام بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا تھا، لیکن شیطانوں نے آکر انہیں اپنے دین سے پھیر دیا اور میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک کرنے کا حکم دیا کہ جن کے لیے میں نے کوئی سند نازل نہیں کی۔'' (مسلم) ☆ گناہوں میں مبتلا کرنا: اگر وہ لوگوں کو کافر نہ بنا سکے تو ناامید نہیں ہوتا۔ ان سے چھوٹے گناہ کروا کے ان

کے دلوں میں دشمنی کی کاشت جاری رکھتا ہے۔(i) نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگو سنو شیطان اس بات سے قطعی ناامید ہے کہ اس شہر میں اس کی عبادت ہوگی مگر کچھ اعمال جن کو تم معمولی اور حقیر سمجھتے ہو، ان میں اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اسی سے خوش ہوگا۔'' (ترمذی، ابن ماجہ) (ii) ''شیطان اس بات سے ناامید ہے کہ جزیرہ عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں گے۔ لیکن ان کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنے کے سلسلے میں وہ ناامید نہیں۔'' (بخاری) (iii) شیطان لوگوں کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑکائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ ''بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' (المائدہ:91) (iv) شیطان برائی کا حکم دیتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے۔'' (البقرۃ:169) ☆ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکنا: شیطان جہاں برائی کا حکم دیتا ہے وہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ہر کام سے روکنے کی کوشش کرتا ہے (i) نبی ﷺ نے فرمایا: ''شیطان ابن آدم کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہے۔ چنانچہ اس کے اسلام کی راہ میں بیٹھتا اور کہتا ہے: ''کیا تم اسلام کی خاطر اپنا اور اپنے باپ داداؤں کا دین چھوڑو گے؟'' بندہ اس کی بات ٹھکرا کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر وہ اس کی ہجرت کی راہ میں بیٹھتا اور کہتا ہے: ''کیا تم ہجرت کی خاطر اپنا وطن، اپنا ماحول چھوڑ دو گے؟'' مہاجر کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو لمبی رسی میں کھونٹے سے بندھا ہوا ہو۔'' بندہ اس کی بات ٹھکرا کر ہجرت کے لئے چل پڑتا ہے۔ پھر وہ اس کے جہاد کے راستہ میں بیٹھتا اور کہتا ہے: ''جہاد کرو گے تو اس میں نفس اور مال کی پریشانی تو ہے ہی، اگر لڑائی ہوئی اور تم مار دیئے گئے تو تمہاری بیوی (کسی) دوسرے سے شادی کر لے گی اور تمہاری دھن دولت بھی ٹھکانے لگ جائے گی!'' بندہ اس کی بات ٹھکرا کر جہاد کے لیے نکل جاتا ہے۔ جو شخص ایسا کرے گا اس کو جنت میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اگر اس کا قتل ہو تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اگر وہ ڈوب جائے تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے۔ (صحیح الجامع :72/2) (ii) ابلیس کے اس عزم کا اظہار ان آیات سے بھی ہوتا ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (١٦) ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (١٧)﴾ ''ابلیس نے کہا: ''پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں اُن کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔ پھر میں لازماً اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اُن پر آؤں گا اور آپ اُن میں سے کثر کو شکر گزار نہ پائیں گے''۔ (الاعراف:17,16) ☆ عبادت اور اطاعت میں خرابی پیدا کرنا: اگر ابلیس لوگوں کو اطاعت سے نہ روک سکے تو وہ عبادت اور اطاعت کے کاموں کو خراب کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اجر و ثواب سے محروم کر دے۔ (i) ایک صحابی رضی اللہ عنہ

نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ نماز خراب کرنے کے لیے شیطان میرے اور نماز کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور میری قراءت کو مجھ پر خلط ملط کر دیتا ہے'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ شیطان ہے جس کو ''خنزب'' کہا جاتا ہے۔ اگر تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور بائیں جانب تین بار تھوکو، تو صحابی کہتے ہیں کہ ''میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز ختم کر دی۔'' (مسلم:2203) (ii) جب بندہ نماز شروع کرتا ہے تو شیطان اس کے دل و دماغ پر سوار ہو کر اس کے دل میں ہزاروں خیالات ڈالتا اور اسے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر کے دنیا کے مسائل میں الجھا دیتا ہے۔ (iii) جب شیطان کو اذان کی آواز آتی ہے تو وہ گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے تا کہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔ اذان ہونے پر وہ واپس آ جاتا ہے اور پھر سے وسوسہ پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ پھر اقامت کی آواز سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے تا کہ اس کی آواز نہ سن سکے، اقامت ختم ہونے پر وہ واپس ہو جاتا ہے اور پھر سے وسوسہ پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔'' (مسلم) (iv) ایک رایت میں ے کہ ''جب اقامت ختم ہوتی ہے تو آتا ہے اور انسان اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے: ''فلاں بات یاد کرو ،فلاں چیز یاد کرو۔'' اس کو ایسی باتیں یاد دلاتا ہے جو پہلے یاد نہیں تھیں ،اس میں الجھ کر آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں۔'' (مسلم و بخاری) ☆ رحمٰن کی ہر مخالفت شیطان کی اطاعت ہے: رب العزت نے فرمایا: (i) ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا (۱۱۷) لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (۱۱۸) ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے اور اس (شیطان) نے کہا کہ یقیناً میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا۔'' (النساء:118,117) (ii) شیطان بے حیائی کے کام کروانے کے لیے مفلسی کا وعدہ دیتا ہے: ﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:268) ☆ جسمانی اور ذہنی ایذا رسائی: جس طرح شیطان انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اسی طرح وہ مسلمان کو جسمانی اور ذہنی طور پر پریشان کرنا چاہتا ہے۔ (الف) نبی ﷺ پر حملہ: (i) شیطان نے نبی ﷺ پر حملہ کیا تھا اور آپ ﷺ کے چہرے پر پھینکنے کے لیے آگ کا شعلہ لے کر آیا تھا۔ (ii) شیطانی خواب: شیطان پریشان کرنے کے لیے خواب دکھاتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''انسان نیند کی حالت میں جو خواب دیکھتا ہے وہ تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک رحمانی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، دوسرا شیطانی جو انسان کو رنجیدہ کرنے کے لیے شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، تیسرا نفسانی جس میں انسان اپنے آپ سے گفتگو کرتا ہے۔'' (صحیح الجامع:3/184, 185) (iii) ''اگر کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسے چاہئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور خواب لوگوں سے بیان کرے۔ اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور خواب کسی سے بیان نہ کرے کیونکہ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔'' (بخاری) ☆ گھروں میں آتش زدگی: شیطان

یہ کام حیوانات کے ذریعے کرواتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم لوگ سونے چلوتو چراغ بجھادو کیونکہ شیطان اس طرح کے حیوانوں (چوہوں) کوایسی چیزوں (چراغ) کی طرف لاتا اورتمہارے مکانوں میں آگ لگادیتا ہے۔'' (ابوداود، صحیح ابن حبان) ☆ موت کے وقت شیطان کا انسان کو جھنجھوڑنا۔ نبی ﷺ موت کے وقت شیطان کے وسوسہ سے پناہ مانگنے کے لیے دعا کرتے تھے۔ ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ التَّرَدِیْ وَالْھَدْمِ ،وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَوْتِ لَدِیْغًا﴾ ''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں گر کر ہلاک ہونے، عمارت میں دبنے، ڈوبنے اور جلنے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں موت کے وقت شیطان کے جھنجھوڑنے سے اور اس بات سے کہ میں تیری راہ میں پشت دکھا کر مروں، اور پناہ چاہتا ہوں کہ کسی جانور کے ڈسنے سے میری موت واقع ہو۔'' (صحیح الجامع:405/1) ☆ پیدائش کے وقت شیطان کا بچے کو تکلیف دینا ''شیطان ہر بنی آدم کو اس کی پیدائش کے وقت تکلیف دیتا ہے جس سے بچہ چیخ اٹھتا ہے، مگر مریم اور اس کا بیٹا اس سے محفوظ رہے۔'' (بخاری) ☆ طاعون کی بیماری جنون سے ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا خاتمہ میدان جہاد کے نیزوں اور طاعون کی بیماری سے ہوگا وہ جنّوں کے کچوکے کا نتیجہ ہے۔ دونوں حالتوں میں شہادت نصیب ہوگی۔'' (صحیح الجامع:90/4) ☆ استحاضہ شیطان کی رگڑ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے استحاضہ (وہ خون جو حیض کی مقررہ مدت کے بعد کسی بیماری کی وجہ سے جاری رہے) والی عورت سے فرمایا تھا: یہ شیطان کی رگڑ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (صحیح الجامع:196/3) ☆ انسان کے کھانے، پانی اور گھر میں شیطان کا حصہ۔ (i) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''جب ہم نبی ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شرکت کرتے تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ بڑھاتے جب تک کہ نبی ﷺ خود شروع کرنے کے لیے اپنا دست مبارک نہ بڑھادیتے۔ ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک کھانے میں شریک ہوئے، تب ہی ایک لونڈی تیزی سے آئی جیسے کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہو اور کھانے میں ہاتھ بڑھانے لگی۔ نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر ایک دیہاتی اسی کیفیت کے ساتھ آیا۔ نبی ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کھانے کے وقت ﴿بِسْمِ اللّٰہ﴾ نہ کہا جائے تو شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے۔ شیطان کھانا حلال کرنے کے لیے اس لونڈی کو ساتھ لایا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس دیہاتی کو لے آیا تاکہ اس کے ذریعہ سے (کھانے کو) حلال کرے۔ میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس شیطان کا ہاتھ لونڈی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔'' (مسلم) (ii) ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دروازہ بند کرو۔ شیطان بند دروازے نہیں کھول سکتا، مشکیزے کا منہ بند کرو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لو، برتن ڈھانپ دو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو اور چراغ بجھادو'' (iii) ''جو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے اس کے ساتھ شیطان کھاتا ہے، جو بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اس کے ساتھ شیطان پیتا ہے'' (مسند احمد) ☆ آسیب زدگی: علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ: ''انسان کے جسم میں جن کا داخل ہونا باتفاق ائمہ اہل سنت و جماعت ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ '' جو لوگ

سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو‘‘(البقرۃ:275)(مجموعہ فتاویٰ،جلد24،صفحہ 276)(3)شیطان کے پھندے میں وہ پھنستا ہے جو حق کو نظر انداز کرتا ہے اور حق کو تسلیم کرنے کی صورت میں اپنی ذات کو چھوٹا محسوس کرتا ہے۔

سوال4:انسان شیطان کے پھندوں سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب:(1)انسان اگر شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ لے لے تو انسان کے لیے بچاؤ کا راستہ بن جاتا ہے۔(2) انسان اپنی غلطیوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر آئندہ کبھی وہ غلطی نہ کرنے کا ارادہ کر کے شیطان کے پھندوں سے بچ سکتا ہے۔

﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا(63)﴾

’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا! پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تم سب کا پورا پورا بدلہ یقیناً جہنم ہی ہے۔‘‘(63)

سوال1:﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا﴾’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا! پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تم سب کا پورا پورا بدلہ یقیناً جہنم ہی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ اذْهَبْ﴾’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا!‘‘ابلیس نے رب العزت سے مہلت مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (۳۷) اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۳۸)﴾’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے۔ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔‘‘(الحجر:38,37)(2)﴿فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ﴾’’پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا‘‘یعنی جس نے بھی اپنے رب کو چھوڑ کر تجھے اپنا سرپرست بنالیا۔پھر جو تیری پیروی کرے گا، کے الفاظ بتاتے ہیں کہ انسان کو اس دُنیا میں آزادی حاصل ہے چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اور چاہے تو شیطان کی سجھائی ہوئی راہ پر۔(3)یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ شیطان کو دُنیا میں آزادی حاصل ہے کہ انسان کے اُوپر محنت کر کے اُسے اپنا ساتھی بنالے۔(4)﴿فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا﴾’’تم سب کا پورا پورا بدلہ یقیناً جہنم ہی ہے‘‘تمہارے لیے اور تمہارے پیروکاروں کے لیے جہنم کا ایندھن بننا مقدر ہے۔وہ تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا ہے۔تمہاری نافرمانیوں کا پورا پورا بدلہ ہے۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿فَالْحَقُّ ۚ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ (۸۴) لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۸۵)﴾’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’تو حق یہ ہے اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں۔کہ میں تجھ سے اور اُن تمام لوگوں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا جنہوں نے اُن میں سے تیری پیروی کی ہے۔‘‘(ص:85,84)

سوال2:انسان شیطان کی پیروی کیسے کرتا ہے؟

جواب۔(1) شیطان انسان کے اندر وسوسوں کے توسط سے داخل ہو جاتا ہے۔اس طرح انسان کے اندر سیدھا راستہ گم کرنے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔(2) شیطانی خیالات کی وجہ سے انسان کے اندر ہدایت حاصل کرنے کی استعداد کم ہو جاتی ہے۔(3) شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک نہیں کہتا۔(4) شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی آیات سے اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے منہ موڑ لیتا ہے۔(5) شیطان بے حقیقت چیزوں کو خوش نما بنا کر انسان کے سامنے بڑی حقیقت کے طور پیش کرتا ہے۔(6) شیطان اپنی آواز سے اور خوب صورت الفاظ سے لوگوں کو پکارتا ہے۔(7) شیطان مال اور اولاد میں انسان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔

﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا(64)﴾

''اور بہکا دے ان میں سے جن کو تو اپنی آواز سے بہکا سکے اور ان پر اپنے سوار اور اپنے پیادے چڑھا لا اور اُن کے مال اور اُن کی اولاد میں اُن کے ساتھ شریک ہو جا اور اُن سے وعدے کر اور شیطان اُنہیں دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا۔''(64)

سوال1: ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ﴾ ''اور بہکا دے ان میں سے جن کو تو اپنی آواز سے بہکا سکے اور ان پر اپنے سوار اور اپنے پیادے چڑھا لا اور اُن کے مال اور اُن کی اولاد میں اُن کے ساتھ شریک ہو جا اور اُن سے وعدے کر'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾ ''اور بہکا دے ان میں سے جن کو تو اپنی آواز سے بہکا سکے'' شیطان کی آواز سے مراد لہو ولعب کی چیزیں، گانے کی آواز اور باجے ہیں۔(2) مجاہد نے فرمایا کہ لہو اور گانا۔(3) یعنی اپنی رنگ برنگ آوازوں سے جیسے چاہے بہکا لے۔اس سے گانے باجے اور دیگر لہو ولعب کی چیزیں مراد ہیں۔جو آواز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بلائے وہی شیطانی آواز ہے۔(مختصر ابن کثیر:1057/1)(4) شیطان کی آواز سے مراد ہر وہ پکار ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اکساتی ہو اور یہ آواز عموماً شیطان کے چیلوں چانٹوں سے ہی آتی ہے۔پھر اس شیطانی آواز میں ہر قسم کا گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا، گانا بجانا، موسیقی، راگ رنگ اور مزامیر طرب ونشاط کی محفلیں سب کچھ آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے انسان کو غافل بنا کر رکھتی ہیں اور اس کی اصل فطرت پر پردہ ڈالے رکھتی ہیں۔(تیسیر القرآن:594/2)(5) اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو معصیت کی طرف دعوت دیتا ہے۔(6) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن شیطان پر اس طرح قابو پا لیتا ہے جیسے وہ شخص جو کسی جانور کو لگام چڑھائے ہوئے ہو۔(ابن کثیر:223/3)(7) ﴿وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ﴾ ''اور ان پر اپنے سوار اور اپنے پیادے چڑھا لا''(i) اس سے تکوینی امر مراد ہے۔جیسے رب العزت نے

فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا (۸۳)﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے کافروں پر شیاطین بھیج دیے ہیں جو انہیں اُبھار رہے ہیں، خوب اُبھارنا۔'' (مریم:83) (ii) جو گناہوں کے لیے پیدل چل کر یا سواری پر جائے وہ شیطانی لشکر ہے۔ کچھ جن اور کچھ انسان شیطان کے سوار اور پیادے ہیں جو اسے مانتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1057/1) (iii) ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں سوار ہو کر یا پیدل بھاگ دوڑ کرتا ہے، شیطان کے سواروں اور پیادوں میں داخل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس کھلے دشمن کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا ہے جو اپنے قول وفعل کے ذریعے سے ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1474،1475) (4) شیطان کے سوار اور پیادوں سے مراد شیطان کے لشکر ہیں۔ یہ انسانوں اور جنوں میں سے شیطان کے پیروکار ہیں۔ جو اُس کے حکم سے نکلتے ہیں اور انسانوں کو بہکاتے ہیں۔ اُنہیں رب کے سیدھے راستے پر آنے نہیں دیتے۔ (5) نسل انسانی سے جنگ کرنے کے لیے ابلیس ہی نقشہ مرتب کرتا اور قیادت کا کردار انجام دیتا ہے۔ مرکز سے مختلف علاقوں میں فوجی دستے اور ٹکڑیاں روانہ کی جاتی ہیں۔ مشاورتی اجلاس منعقد ہوتے ہیں جن میں شیطان اپنی فوجوں سے ان کی کارگزاری کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا ہے۔ جن لوگوں نے انسانوں کو خوب گمراہ کیا، ان کو خوب سراہتا ہے۔ (6) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر وہاں سے لوگوں کے پاس فوجی دستے روانہ کرتا ہے۔ اس کے نزدیک سب سے معزز فوجی وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ گر ہو، ایک فوجی آ کر کہتا ہے: ''میں فلاں کے پیچھے پڑا تھا اور اس سے ایسا ایسا کہلوا کر چھوڑا۔'' ابلیس کہتا ہے: ''میاں تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔'' پھر دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے: ''میں نے فلاں کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کے اہل وعیال کے درمیان پھوٹ نہ ڈال دی۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''تب شیطان اسے اپنے قریب کر لیتا اور کہتا ہے: ''شاباش! تم کام کے ہو۔'' (مسلم) (7) نبی ﷺ نے ابن صائد سے کہا: ''تمہیں کیا نظر آتا ہے؟'' اس نے کہا: ''سمندر کی سطح پر ایک تخت نظر آتا ہے جس کے اردگرد بہت سارے سانپ ہیں۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابن صائد نے صحیح کہا۔ وہ ابلیس کا تخت ہے۔'' (مسند احمد) (8) لوگوں کو گمراہ کرنے کے میدان میں شیطان کو طویل تجربہ حاصل ہے۔ اسی لیے وہ بڑی فنکاری کے ساتھ منصوبہ سازی کرتا اور ڈورے ڈالتا ہے۔ جس دن انسانیت کا آغاز ہوا اسی دن سے شیطان زندہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ ﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۳۶) قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (۳۷) اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۳۸)﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! پھر مجھے تو اُس دن تک مہلت دے جب وہ اُٹھائے جائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے۔ ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔'' (الحجر:36-38) (9) جس شر انگیزی کے لیے اس نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے اس میں وہ تندہی اور جانفشانی سے کام کر رہا ہے، اسے نہ تھکن محسوس ہوتی ہے نہ سستی۔ حدیث میں ہے: ''شیطان نے کہا: ''تیری عزت وجلال کی قسم! جب تک تیرے بندوں کے جسم میں روح رہے گی میں انہیں گمراہ کرتا رہوں گا۔'' رب نے فرمایا: ''میری عزت وجلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے بخشش طلب کریں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔'' (صحیح

الجامع:72/2)(10) ﴿وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ﴾ ''اُن کے مال اوراُن کی اولاد میں اُن کے ساتھ شریک ہوجا'' مال میں شیطان کی شراکت سے مراد ہے حرام ذریعے سے مال کمانا اورخرچ کرنا، جانوروں کو بتوں کے نام وقف کرنا مثلاً عربوں کے یہاں بحیرہ، سائبہ اوروصیلہ وغیرہ جانور بتوں کے نام پرآزاد کیے جاتے تھے۔ مال میں شیطان کی شراکت سے مراد حرام طریقے سے دولت کمانا، حرام راستے پر دولت لٹانا، گناہ اورزیادتی کے کاموں میں دولت لٹانا بھی ہے۔(11)(i)اولاد میں شرکت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اولاد کو بتوں کے نام پر وقف کردیا جائے۔(ii)اولاد کے غیراسلامی نام رکھنا مثلاً پیراں دتہ، غلام نبی وغیرہ۔(iii)اولاد کی غیراسلامی طریقے سے تربیت کرنا۔ (iv)اولاد کے بُرے اخلاق وکردار پر مطمئن رہنا۔(v)اولاد کو غربت کے خوف سے ہلاک کرنا۔(vi)اولاد کو غیراسلامی تہذیب کا نمائندہ بنانا۔(12)اس میں ہروہ معصیت شامل ہے جوان کے مال اوراولاد سے متعلق ہے، مثلاً زکوٰۃ، کفارات، حقوق واجبہ ادانہ کرنا، اولاد کی بھلائی اختیار کرنے اورشرکوترک کرنے کی تربیت نہ کرنا، ناحق مال لینا یا مال کو ناحق خرچ کرنا اورروزگار میں حرام ذریعے اختیار کرنا وغیرہ بلکہ بہت سے مفسرین ذکر کرتے ہیں کہ کھانا کھاتے، پانی پیتے اور جماع کرتے وقت بسم اللہ سے ابتدانہ کرنا، مال اوراولاد میں شیطان کوشریک کرنے میں داخل ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ان مذکورہ کاموں میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو اس میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔(صحیح بخاری،:5376)(تفسیرسعدی:1474/2،1475)(13)یعنی تم ان کے ساتھ سجا سجا کر جھوٹے وعدے کرو جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

سوال2:﴿وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾''اورشیطان انہیں دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اورشیطان انہیں دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا'' شیطان ان کے ساتھ جو وعدہ کرتا ہے وہ جھوٹا ہوتا ہے۔یعنی وہ ان کے سامنے نافرمانیوں اورعقائد کی خرابیوں کوسجا کرپیش کرتا ہے اوراجر کا وعدہ کرتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲۶۸)﴾''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے اوراللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اورفضل کا وعدہ دیتا ہے اوراللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(البقرۃ:268)(2)﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۲)﴾''اورشیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کردیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو۔ میں تمہاری فریادرسی کرنے والا نہیں ہوں اورتم میری فریادرسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔''(ابراھیم:22)

سوال3:غروراورفریب سے کیامراد ہے؟

جواب:اس سے مرادغلط کام کواتنا خوب بصورت بنا کر دِکھانا ہے کہ وہ اچھا لگےاور بالکل ٹھیک لگے۔

سوال:اللہ تعالیٰ نے شیطان کےطریقہ واردات کوکس طرح پیش کیا ہے؟

جواب4:اللہ تعالیٰ نے شیطان کےطریقہ واردات کومجسم انداز میں پیش کیا ہے۔یہ ایک کھلی جنگ کا نقشہ ہے جس میں گھوڑے ہیں، پیدل لشکر ہیں،آوازیں ہیں جس میں روایتی جنگوں کی طرح ہرقسم کے ہتھیار ہیں،جنگی چالیں ہیں۔گھیرے میں لینااور وار کرنا ہے۔یوں ابلیس اورآدم کے درمیان جاری جنگ کے لیےانسانی شعورکوجھنجھوڑا گیا ہے۔

﴿اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ ؕ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیۡلاً(65)﴾

''میرے بندوں پر بلاشبہ تجھے کوئی غلبہ نہیں اورآپ کارب ہی کارساز کافی ہے۔''(65)

سوال1:﴿اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ﴾''میرے بندوں پر بلاشبہ تجھے کوئی غلبہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿اِنَّ عِبَادِیۡ﴾''میرے بندوں پر بلاشبہ''اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کرکےاُن بندوں کواعزازبخشا ہےجن پرشیطان کا داؤ نہیں چلتا ہے۔(2)﴿لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ﴾''تجھے کوئی غلبہ نہیں''اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ شیطان انسان کے مقابلے میں زیادہ تر ہے۔اس کےلشکر،سواراور پیادے کثیر ہیں اوروہ انسان کو ہرطرح سے گھیر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ایسے قلعوں میں محفوظ ہوتے ہیں جہاں شیطان اپنی طاقتوں کے باوجود عاجز آجاتا ہے۔

سوال2:شیطان کا داؤ کن لوگوں پر چلتا ہے؟

جواب:شیطان کا داؤ صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جوضعیف الاعتقاداور پہلے ہی شیطانی عمل پر لبیک کہنے کے لیے تیار بیٹھے ہوتے ہیں اورجن کے لیے حاجت رواؤں اورمشکل کشاؤں کے کئی دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ایک دروازے سے مقصد حل نہ ہوتو دوسرے دروازے پر چلے جاتے ہیں اوران میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جومحض ظاہری اسباب پرتکیہ کرلیتے ہیں۔ایسےلوگ فوراً شیطان کی چالوں میں پھنس جاتے ہیں۔

سوال3:شیطان سے بچاؤ کے قلعےکون سے ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا﴿اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ﴾پڑھنا۔(2)﴿لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾پڑھنا۔(3)اللہ تعالیٰ کےاُن بندوں کے ساتھ جڑ کر رہنا جواپنی اوراپنے معاشرے کی اصلاح کا کام کررہے ہوں۔(4)اللہ تعالیٰ کےکلام کے ساتھ خصوصی تعلق قائم کرنا۔اُسے سیکھنے،سکھانے،اس پرغوروفکر کرنے کا سلسلہ جاری رکھنا۔(5)سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:''ایک آدمی کی مثال ہے کہ اس کے پیچھے بڑی تیزی سے دشمن لگا ہوا ہے، تو جب وہ کسی مضبوط قلعے میں داخل ہو جاتا ہے تو اس نے دشمن سے اپنے آپ کو بچالیا، اب اسی طرح بندہ اپنے آپ کو شیطان سے صرف ذکر الٰہی کے ذریعے سے بچا پاتا ہے۔''(ترمذی2863)

سوال4:﴿ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴾''اور آپ کا رب ہی کارساز کافی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب۔(1)''اور آپ کا رب ہی کارساز کافی ہے'':جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔(2)جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا کارساز بن جاتا ہے۔(3) جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا دوست بن جاتا ہے۔(4) نبی ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو مومن اپنے شیطان کو اس طرح لاغر کر دیتا ہے جس طرح کوئی شخص سفر میں اپنا اونٹ دبلا کر دیتا ہے یا اونٹ کی طرح اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔(مسند احمد)

﴿ رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا(66)﴾

''تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو، یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے۔''(66)

سوال1:﴿رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴾''تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو، یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ ﴾''تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے''اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو گہرے تاریک سمندروں میں چلتی کشتی یا جہاز میں پہنچا دیا ہے جو سمندر میں ایک نکتے کی طرح ہوتا ہے۔سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کے رحم و کرم پر لوگ خوف کے مارے کشتی سے چمٹے ہوئے ہیں۔رُکی ہوئی سانسیں، اُڑے ہوئے چہرے، بیٹھے ہوئے دل۔ایسے جیسے سخت طوفان میں اُڑتا ہوا ایک پتہ۔اس طلاطم میں انسان کے اندر سے super Power کا شعور پیدا ہوتا ہے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ اپنی ذات کا تعارف کرواتا ہے کہ تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں تمہاری کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تمہارا رب رحم کرنے والا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی مہربانی کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اس نے بندوں کے لیے کشتیوں کو مسخر کر دیا۔(3) کشتی سازی کی صنعت اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے عطا فرمائی۔(4)اسی نے ٹھاٹھیں مارتا سمندر انسانوں کے لیے مسخر کر دیا جس کی پشت پر کشتیاں اور جہاز تیرتے ہیں تاکہ لوگ ان پر سوار ہوں اور مال کے نقل و حمل کا فائدہ اٹھا سکیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر بے پناہ رحمت ہے کہ وہ انہیں ایسی نعمتیں عطا فرماتا ہے جن سے ان کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔(5)﴿ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾''تاکہ تم اس کے فضل

میں سے تلاش کرو' اللہ تعالیٰ نے دریاؤں اور سمندروں میں کشتیاں اور جہاز انسان کے قبضے میں کر دیئے تا کہ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کر کے تجارتی فائدہ حاصل کر سکیں۔(6)﴿اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾''یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے' اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بندوں پر نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت ہے کہ اُس نے سمندروں کو انسان کے لیے مطیع کر دیا۔(2) اللہ تعالیٰ نے سمندروں کے ذریعے بحری تجارت کے اسباب پیدا کر دیے۔(3) اللہ تعالیٰ نے سمندروں میں انسانوں کے لیے نفع مند چیزیں رکھ دیں۔

﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا (67)﴾

''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔''(67)

سوال1: ﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب۔(1)﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ﴾''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے''یعنی جب سمندر میں تمہیں تکلیف پیش آتی ہے۔(2) یعنی جب کشتی دوران سفر مشکلات کا شکار ہوتی ہے۔ کشتی کے ہچکولوں سے انسان کو اپنی موت یقینی نظر آتی ہے۔ (3)﴿ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ﴾''تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں' جب سمندر میں موجوں کی وجہ سے وہ ہلاکت سے ڈرتے ہیں تو دوسرے معبودوں کو بھول جاتے ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں۔(4) کشتی کے ہچکولے تمام باطل معبودوں کو بھلا دیتے ہیں۔(5) ہمہ گیر خطرہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور انسان صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس سے دُعائیں کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔

سوال2: ﴿ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴾''پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ﴾''پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو' جب اللہ تعالیٰ مصیبت دور کر کے انہیں سمندر کی ہلاکت میں سے بچا لیتا ہے تو وہ بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا تھا۔(2)(i) انسان خوف

کے لمحات کو بھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھی بھول جاتا ہے۔(ii) سمندر کے خطرات میں انسان کی فطرت سے جو پردے ہٹ جاتے ہیں وہ دوبارہ دل پر آجاتے ہیں پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں۔اس طرح اپنے رب سے منہ موڑ لیتے ہیں۔(3) انسان عافیت کی حالت میں اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔(4)﴿ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴾''اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے'' بے شک انسان ایک اللہ کو پکارنے سے اعراض کرتے ہیں۔وہ رب کی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں بلکہ ان کو مانتے بھی نہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ شکر کی توفیق بخشے۔(مختصر ابن کثیر 1059/1)(5) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سخت ناسپاس ہے۔(6) انسان کی طبیعت میں ہی ناشکری داخل ہے۔

﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا (68)﴾

''تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے؟ پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ گے؟''(68)

سوال:﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴾''تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے؟ پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ ﴾''تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب دھنسا دے'' یعنی کیا تم سمندر سے خشکی پر آکر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ گئے ہو؟ کیا وہ تمہیں خشکی کے کسی حصے میں دھنسا نہیں سکتا؟(2)﴿ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ﴾''یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے؟''(i) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ خشکی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جب چاہے تمہیں دھنسا سکتا ہے۔پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج سکتا ہے۔(ii) سمندر اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں وہ چاہے تو سمندری طوفان تم پر چڑھا سکتا ہے پھر تم کیسے امن میں آسکتے ہو؟(iii) کوئی آتش فشاں پھٹ پڑے، لاوے اور پتھروں کی بارش برسا دے اور سب ہلاک ہو جائیں پھر تم کوئی مددگار اور کارساز نہ پاؤ گے جو تمہیں بچا سکے۔(iv) جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو یا فرد کو تباہ کرلے تو پھر کون اُسے بچا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی قدرت رکھتا ہے اور انسان بے اختیار ہے۔(6) رب العزت نے فرمایا:﴿ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ(۵)﴾''کامل دانائی کی بات ہے، پھر بھی تنبیہات انہیں فائدہ نہیں دیتیں۔''(القمر:5)(7)﴿ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ (۱۶) اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ط فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ (۱۷)﴾''کیا تم اُس سے بے خوف ہو گئے کہ جو آسمان میں ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ تو اچانک وہ ہچکولے کھانے لگے۔کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو

آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے؟ پھر جلد ہی تم جان لوگے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا؟'' (الملک:17,16)(8)﴿ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴾ ''' پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ گے'' تم اپنے لیے کوئی مددگار نہ پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کو تم پر سے ہٹا دے اور تمہیں اس آفت سے بچالے۔

﴿ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا(69)﴾

''یا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوسری بار اس میں لے جائے؟ پھر تم پر توڑ دینے والی آندھی بھیج دے پھر وہ تمہیں غرق کر دے اس کی وجہ سے جو تم نے کفر کیا، پھر تم اپنے لیے اس پر ہمارے خلاف پیچھا کرنے والا کوئی نہ پاؤ گے۔'' (69)

سوال: ﴿ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴾ ''یا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوسری بار اس میں لے جائے؟ پھر تم پر توڑ دینے والی آندھی بھیج دے پھر وہ تمہیں غرق کر دے اس کی وجہ سے جو تم نے کفر کیا، پھر تم اپنے لیے اس پر ہمارے خلاف پیچھا کرنے والا کوئی نہ پاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَمْ اَمِنْتُمْ ﴾ ''یا تم بے خوف ہو گئے'' یعنی کیا تم اس سے محفوظ ہو؟(2)﴿ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوسری بار اس میں لے جائے؟'' اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ تم کیسے بے خوف ہو گئے ہو کہ دوبارہ سمندری سفر پر نہ جاؤ گے۔(3) ﴿ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ ﴾ ''پھر تم پر توڑ دینے والی آندھی بھیج دے'' اور تمہیں ایسی سخت ہوا سے ہلاک نہ کیا جائے گا جو جہاں سے گزرے ہر چیز کو توڑ کر رکھ دے؟(4)﴿ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ﴾ ''پھر وہ تمہیں غرق کر دے اس کی وجہ سے جو تم نے کفر کیا'' یعنی کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ سمندری سفر پر لے جائے اور تم پر ایسا طوفان بھیجے جو تمہاری کشتی کو تمہاری ناشکری کی وجہ سے غرق کر دے؟ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴾ ''اور وہ اس (تباہی) کے انجام سے نہیں ڈرتا۔'' (الشمس:15)(5)﴿ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴾ ''پھر تم اپنے لیے اس پر ہمارے خلاف پیچھا کرنے والا کوئی نہ پاؤ گے'' یہ بتاؤ ایسی صورت حال میں وہ کون سا معبود، کون سا حمایتی ہے جو تمہاری طرف داری کرتے ہوئے ہم سے باز پرس کر سکے؟ یعنی اس سلسلے میں تمہیں کوئی ایسا مددگار نہ ملے گا جو تمہارے جانے کے بعد تمہارا انتقام لے۔ اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ کا تعاقب کر سکے؟ کون ہے جو تاوان کا مطالبہ کر سکے؟ اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (70)﴾

''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً اولادِ آدم کو عزت دی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا اور ہم نے جن کو پیدا کیا ان میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا''۔(70)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً اولادِ آدم کو عزت دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً اولادِ آدم کو عزت دی ہے'' اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو عزت وتکریم دی۔انہیں اچھی صورت عطا کی۔معتدل قدوقامت اور عقل عطا کی۔پھر انہیں زبانوں اور صنعتوں کی معرفت دی اور وسائل معاش میں عمدہ غوروفکر کی صلاحیت دی اور زمین پر غلبہ دیا اور اوپر اور نیچے والے جہانوں کو ان کے لیے مسخر کیا۔(تفسیر مراغی:5/340،339)(2) رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۴)﴾ ''پھر ہم نے اُس کو لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔''(التین:4)(3) اللہ تعالیٰ کا بے پناہ احسان ہے کہ انسان دونوں پاؤں پر سیدھا کھڑا ہو کر چلتا ہے، ہاتھوں سے اٹھا کر کھاتا ہے، کان، آنکھ اور دل سے فائدہ اٹھاتا ہے۔اچھی بری چیزوں میں تمیز کر سکتا ہے۔چیزوں کے خواص سے واقف اور ان کے نقصانات پہچانتا ہے۔دینی اور دنیاوی امور کے نفع ونقصان کو سمجھتا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے انبیاء بھیج کر، کتابیں نازل کر کے عزت عطا کیا ورانسانوں میں سے ایسے افراد پیدا کیے جن کو اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرمائیں۔(5)(i) اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ شکل وصورت عطا کی جو کسی مخلوق کو عطا نہیں کی۔(ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور اور ارادہ عطا کیا۔(iii) ساری مخلوقات پر دوسرے کسی نہ کسی اعتبار سے اختیار رکھتے ہیں اور انسان دوسروں پر اپنے اختیارات استعمال کرتا ہے۔دریا بے اختیار ہیں نشیب کی طرف بہتے ہیں انسان اپنے اختیار سے بلندیوں کا سفر کرتا ہے اور پہاڑ کے اُلٹے رُخ چل سکتا ہے۔(iv) انسان کے لیے دُنیا میں سب سے اچھا رزق رکھا گیا۔درخت انسان کے لیے غذا تیار کرتے ہیں۔جانور اپنی غذا کو دُودھ اور گوشت کی شکل میں انسان کے لیے تیار کرتے ہیں۔انسان اپنی عقل سے اپنے آرام کے لیے چیزیں تیار کرتا ہے۔انسان اسی عقل سے دوسری مخلوقات کو تابع کر لیتا ہے۔

سوال2: ﴿وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ''اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ﴾ ''اور ہم نے انہیں خشکی میں سوار کیا'' یعنی ہم نے انہیں زمینی سواریاں دیں جیسے جانور اور گاڑیاں اور فضائی طیارے۔(2) ﴿وَالْبَحْرِ﴾ ''اور سمندر میں'' سمندر میں کشتیاں اور بحری جہازوں پر سوار کیا۔(3)(i) اللہ تعالیٰ کے انتظامات کی وجہ سے خشکی اور تری میں سواریوں کا ملنا ممکن ہوا۔(ii) اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو انسان کے لیے معاون بنا دیا۔اسی وجہ سے سرکش قوتیں

انسان کے تابع ہو جاتی ہیں۔اسی وجہ سے خشکی اور تری میں انسان کی حکومت قائم ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ نے خشکی میں گھوڑے، گدھے، خچر، اُونٹ اور دیگر گاڑیاں، ریلیں، بسیں، ہوائی جہاز وغیرہ سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا اور سمندر میں کشتیاں، جہاز وغیرہ عطا کیے۔

سوال3: ﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا'' یعنی انہیں نباتات اور حیوانات میں سے پاک غذائیں مہیا کیں۔(2) یعنی ہم نے انہیں ماکولات، مشروبات، ملبوسات اور بیویاں عطا کیں، چنانچہ ہر وہ پاک چیز جس کے ساتھ ان کی ضروریات وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ان کو مشرف فرمایا اور اس کا حصول ان کے لئے نہایت آسان کر دیا۔(تفسیر سعدی:2/1477)(3) یعنی انسان کو نفیس پھل اور غلے، گوشت اور دودھ عطا کیے۔ذائقے اور نعمتیں دیں، رنگ رنگ کے کھانے اور طرح طرح کے لباس دیے۔

سوال4: ﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ ''اور ہم نے جن کو پیدا کیا ان میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا'' کی وضاحت کریں؟

جواب۔(1) ''اور ہم نے جن کو پیدا کیا ان میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا'' یعنی ہم نے انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت عطا کی۔(2) یعنی ہم نے انہیں بہت سے مناقب کے ذریعے سے خصوصی اعزاز بخشا اور انہیں بہت سے فضائل عطا کئے جو مختلف اقسام کی دیگر مخلوقات کو عطا نہیں کئے۔پھر وہ اس ہستی کا شکر نہیں کرتے جس نے نعمتیں عطا کیں، تکالیف دور کیں؟ یہ نعمتیں انہیں اللہ تعالیٰ سے محجوب نہ کریں کہ وہ ان نعمتوں میں مشغول ہو کر اپنے رب کی عبادت سے غافل ہو جائیں بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان نعمتوں کو اپنے رب کی نافرمانی میں استعمال کیا۔(سعدی:2/1478)

رکوع نمبر:8

﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ م بِاِمَامِهِمْ ج فَمَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا(71)﴾

''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بُلائیں گے پھر جس کو اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔(71)

سوال1: ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ م بِاِمَامِهِمْ﴾ ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بُلائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ م بِاِمَامِهِمْ﴾ ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بُلائیں گے''(1) امام سے مراد پیشوا

اورلیڈر ہیں۔ یہاں اس سے مراد پیغمبر بھی ہے۔(2)اس سے مراد آسمانی کتاب ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔(3)امام سے مراد نامہ اعمال ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ جب ہر شخص آئے گا تو اس کا نامہ اعمال اُس کے ساتھ ہوگا۔اس رائے کو امام ابن کثیر اور امام شوکانی نے ترجیح دی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ج فَإِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُوْنَ (۴۷) وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾''اور ہر اُمت کے لیے ایک رسول ہے تو جب کسی اُمت کا رسول آجاتا ہے تو اُن کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جاتا۔''(یونس:47)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَتَرٰى كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ط قف كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا ط اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾''اور آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے۔ہر اُمت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی آج تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے''(الجاثیہ:47)(5)قیامت کے روز مخلوق کا جو حال ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ وہ تمام لوگوں کو(اپنی عدالت میں)بلائے گا ان کے ساتھ ان کے امام اور رشد و ہدایت کی طرف راہ نمائی کرنے والے راہ نما یعنی انبیاء و مرسلین اور ان کے نائبین بھی ہوں گے۔پس ہر امت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگی اور اس امت کو وہی رسول،اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے گا جس نے دنیا میں اسے دعوت توحید پیش کی تھی۔ان کے اعمال اس کتاب کے سامنے پیش کئے جائیں گے،جسے لے کر رسول اس امت میں مبعوث ہوا تھا کہ آیا ان کے اعمال اس کتاب کے موافق ہیں یا نہیں۔تب یہ لوگ دو قسم کے گروہوں میں منقسم ہو جائیں گے۔(تفسیر سعدی:2/1478)(6)﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾''اور ہم نے اُنہیں ایسے راہ نما بنا دیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے،اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی''(القصص:41)(7)﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ م بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے''(النساء:41)

سوال2:﴿فَمَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾''پھر جس کو اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ﴾''پھر جس کو اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی''حسن نے فرمایا:کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جس میں ان کے اعمال ہیں۔(جامع البیان:15/126)(2)جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا:﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ (۱۹) اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ (۲۰) فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (۲۱) فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (۲۳) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًام بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (۲۴)﴾''سو جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا:''لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو۔یقیناً میں یقین رکھتا تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔''

پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ عالی مقام جنت میں۔ جس کے پھل قریب ہوں گے۔ مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے۔'' (الحاقة:24۔19) (3) اس شخص کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنا ہادی اور راہ نما بنایا کیونکہ اس قرآن پر عمل کرنے والوں کی نیکیاں بڑھتی ہیں۔ (4) ﴿فَاُولٰٓئِکَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَھُم﴾ ''تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے'' جس کے دائیں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا وہ خوشی اور شوق سے اپنی نیکیوں کو پڑھے گا۔ (5) ﴿وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا﴾ ''اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کریں گے۔ جو لوگ نیک اعمال کریں گے ان کے اعمال دس گنا بڑھا دیے جائیں گے کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ملنے والا ہے الحمدللہ اور ایک برائی کا بدلہ ایک گناہ ہی ہے۔ (6) فتیل اُس جھلی کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی میں ہوتی ہے۔ (7) اللہ تعالیٰ نے کھجور کی گٹھلی کے اندر تک انسان کے ذہن کو پہنچایا ہے۔ پھر اُس کے دھاگے کی طرف توجہ دلا کر کہا ہے کہ دیکھو اس کی وجہ سے کسی کا نقصان ہونے والا نہیں لیکن اتنا بھی کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا(72)﴾

''اور جو اس دنیا میں اندھا ہے وہی آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا''۔ (72)

سوال 1: ﴿وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا﴾ ''اور جو اس دنیا میں اندھا ہے وہی آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ﴾ ''اور جو اس دنیا میں ہے'' جو اس دنیا میں اندھا رہا۔ (2) ﴿اَعْمٰی﴾ ''اندھا'' یہاں اندھے سے مراد ایسا شخص ہے جو دُنیا میں حق دیکھنے اور قبول کرنے سے محروم رہے۔ (3) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام سے اور کائنات کی نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانیں وہ اندھے ہیں۔ (4) ﴿فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ﴾ ''وہی آخرت میں بھی اندھا ہوگا'' آخرت میں اندھا ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے محرومی ہے یعنی اسے جنت کا راستہ نظر ہی نہیں آئے گا۔ دنیا میں اندھے پن کا علاج ممکن تھا کیونکہ اختیاری تھا لیکن آخرت میں اضطراری ہوگا۔ وہ دنیا کے اندھے پن کے نتیجے میں ہوگا۔ ایسا شخص جنت سے دور ہی کہیں بھٹکتا پھرے گا۔ اسے صرف دوزخ کے عذاب ہی نظر آئیں گے۔ (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی (۱۲۴) قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا (۱۲۵)﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔'' وہ کہے گا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں یقیناً دیکھنے والا تھا۔'' (طٰہٰ:124،125) (6) ﴿وَاَضَلُّ سَبِیْلًا﴾ ''اور وہ راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا'' کیونکہ عمل کی جزا بھی

اس کی جنس سے ہوتی ہے، یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر امت کو اس کے دین اور کتاب کی طرف بلایا جائے گا کہ آیا اس نے اس کتاب کے مطابق عمل کیا یا نہیں؟ ان کا کسی ایسے نبی کی شریعت کے مطابق مواخذہ نہیں کیا جائے گا جس کی اتباع کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو صرف اسی وقت عذاب دیتا ہے جب اس پر حجت قائم کر دی گئی ہو اور اس نے اس کی مخالفت کی ہو اور نیک لوگوں کو ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے اور انہیں بہت زیادہ فرحت وسرور حاصل ہوگا اور اس کے برعکس برے لوگوں کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ غم زدہ ہوں گے اور وہ شدت حزن وغم اور ہلاکت کی وجہ سے اپنے اعمال ناموں کو پڑھنے پر قادر نہ ہوں گے۔(تفسیر سعدی:2/1479)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اندھے کی مثال دے کر کیا سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اندھے کی مثال دے کر یہ سمجھایا ہے کہ جس شخص کو نظر نہ آئے وہ اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے۔کوئی ہاتھ پکڑ کر چلا دے تو چل پڑتا ہے۔ورنہ اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھانے کے لیے رہ جاتا ہے۔یہی حال اُس شخص کا ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم نہیں کہ وہ اپنی زندگی کے طریقوں کے بارے میں لاعلم ہے کوئی جیسے چلا دے چل پڑتا ہے۔ورنہ زندگی میں ٹھوکریں کھاتا کھاتا جب رب کے پاس پہنچتا ہے تو وہاں بھی اندھا ہی اُٹھایا جاتا ہے تو کیا زندگی اس انجام کے لیے ملی تھی؟

﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ق صلے وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا (73)﴾

''اور بلاشبہ قریب تھا وہ آپ کو ضرور بہکا دیں اس سے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تاکہ آپ ہمارے اوپر اس کے علاوہ کوئی بات گھڑ لائیں اور تب وہ آپ کو ضرور دلی دوست بنا لیتے''۔(73)

سوال: ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ق صلے وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا﴾ ''اور بلاشبہ قریب تھا وہ آپ کو ضرور بہکا دیں اس سے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تاکہ آپ ہمارے اوپر اس کے علاوہ کوئی بات گھڑ لائیں اور تب وہ آپ کو ضرور دلی دوست بنا لیتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ﴾ ''اور بلاشبہ قریب تھا وہ آپ کو ضرور بہکا دیں اس سے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تاکہ آپ ہمارے اوپر اس کے علاوہ کوئی بات گھڑ لائیں'' اللہ رب العزت نے محمد ﷺ پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دشمنوں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرماتا ہے۔وہ آپ ﷺ کے خلاف سازش کرتے تھے مگر کامیاب نہیں ہو سکے۔(2) انہوں نے آپ ﷺ کے خلاف یہ چال چلی تھی کہ آپ ﷺ قرآن کے علاوہ اللہ تعالیٰ

پر کوئی اور بہتان گھڑیں اور قرآن کو چھوڑ دیں۔(3) مشرکین مکہ کی یہ کوشش تھی کہ رسول اللہ ﷺ قرآن حکیم کے احکامات میں تبدیلیاں پیدا کر دیں۔(i) اُن کی یہ کوشش تھی کہ رسول اللہ ﷺ کچھ سخت احکامات کو بدل دیں۔مثال کے طور پر اُن کے الٰہوں پر تنقید چھوڑ دیں۔(ii) وہ چاہتے تھے کہ جو کچھ بھی ہمارے باپ دادا کرتے رہے اُن کو بُرا بھلا نہ کہا جائے۔(iii) وہ چاہتے تھے کہ امیر لوگوں کے لیے الگ مجلسیں مقرر کر دیں اور غرباء کے لیے الگ۔(iv) وہ چاہتے تھے کہ اُن کے علاقے کو بھی اسی طرح حرام قرار دیا جائے جیسے بیت اللہ کو حرام قرار دیا گیا۔(4) ﴿وَاِذًا﴾ ''اور تب'' یعنی اگر آپ وہ کام کرتے جو مشرک چاہتے ہیں۔(5) ﴿اتَّخَذُوْکَ خَلِیْلاً﴾ ''وہ آپ کو ضرور دلی دوست بنا لیتے'' یعنی خاص دوست، جو ان کو ان کے دوستوں سے زیادہ عزیز ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکارم اخلاق اور محاسن آداب سے نوازا ہے جو قریب اور بعید، دوست اور دشمن سب کو پسند ہیں۔مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ آپ کے ساتھ صرف اس حق کی وجہ سے عداوت رکھتے ہیں جسے آپ لے کر مبعوث ہوئے ہیں، ان کو آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ کوئی عداوت نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُکَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَکَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے ہیں، تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں''۔(الانعام:33) (تفسیر سعدی:2/1480) (6) مشرکین رسول اللہ ﷺ کو اپنے مؤقف سے ہٹا کر اُنہیں اپنی طرف مائل کرنا چاہتے تھے، اُنہیں اپنا دوست اور محبوب بنانا چاہتے تھے۔(7) دعوت کا اصل مقصد حقیقت کا اعلان، حقیقت کا پیغام ہے۔اگر اس میں کمی کی جائے تو حقیقت چھپ جاتی ہے یا بدل جاتی ہے۔اس لیے اس میں رعایت یا کمی کی اجازت نہیں۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا (74)﴾

''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے''۔(74)

سوال: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا﴾ ''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ﴾ ''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے'' یعنی گمراہی کی طرف بلانے والوں کی دعوت رد کروا کر اور حق پر ثابت قدم رکھ کر آپ پر احسان نہ کیا ہوتا۔(2) رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤقف پر قائم رکھا۔اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بچایا جس کی وجہ سے وہ ذرا سا بھی اُن کی طرف نہیں جھکے۔یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام عصمت ہے۔پیغمبروں کے علاوہ یہ مقام کسی کو حاصل نہیں۔(3) ﴿لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا﴾ ''تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے'' یعنی آپ ﷺ کافروں کو ہدایت دینے کی حرص رکھتے ہوئے ان کی طرف جھک جاتے۔(4) جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت کا کام اعلانیہ شروع

کر دیا جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم ارشاد فرمایا تو اس سے مشرکین کی نیندیں حرام ہوگئیں اور مسلمانوں کے اعلانیہ قبول اسلام اور ان کی روز افزوں تعداد نے ان پر خوف طاری کر دیا کہ وہ کسی طور بھی مشرکین کی عداوت کی پرواہ نہیں کر رہے تھے۔ یہ بڑا اہم مسئلہ تھا۔ اس مشکل کا جو حل مشرکین نے نکالا تھا اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کرنے کے لیے انہوں نے ابو ولید عتبہ بن ربیعہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا: بھتیجے! ہماری قوم میں تمہارا جو نام و مرتبہ تھا اور جو بلند پایہ نسب ہے وہ تمہیں معلوم ہی ہے اور اب تم اپنی قوم میں ایک بڑا معاملہ لے کر آئے ہو جس کی وجہ سے تم نے ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا، ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار کر دیا، ان کے معبودوں میں، ان کے دین میں عیب نکالا اور ان کے گزشتہ آباء واجداد کو کافر ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا میری بات سنو! میں تم پر چند باتیں پیش کرتا ہوں ان پر غور کرو۔ ہوسکتا ہے کوئی بات ہی قبول ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوالولید کہو میں سنتا ہوں۔ اس نے کہا: بھتیجے! جو معاملہ تم لے کر آئے ہو اگر اس سے تم یہ چاہتے ہو کہ مال حاصل کرو تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ ہم میں سب سے زیادہ مال دار تم ہو جاؤ گے۔ تم اگر چاہتے ہو کہ اعزاز و مقام حاصل کرو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا دیتے ہیں حتیٰ کہ تمہارے سوا ہم کسی معاملے کا فیصلہ نہ کریں گے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ بادشاہ بن جاؤ تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا دیتے ہیں اور اگر تمہارے پاس آنے والا کوئی جن بھوت ہے جسے تم دیکھتے ہو مگر اپنے سے دفع نہیں کر سکتے تو ہم اس کے لیے تمہارا علاج تلاش کر دیتے ہیں۔ اس پر ہم اپنا مال خرچ کرنے کو تیار ہیں حتیٰ کہ تم شفایاب ہو جاؤ کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جن بھوت انسان پر غالب آ جاتا ہے جس کا علاج بہر حال کروانا ہی پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ یہ باتیں سنتے رہے اور جب وہ فارغ ہو چکا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوالولید! تم فارغ ہو گئے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا اچھا اب میری بات سنو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے سنتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿حٰمٓ (۱) تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۲)﴾ ''حم۔ وسیع رحمت والے، نہایت رحم والے کی جانب سے اتارا ہوا ہے'' رسول اللہ ﷺ پڑھتے جا رہے تھے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے چپ چاپ سنتا جا رہا تھا۔ سجدے کی آیت پر پہنچ کر آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا: ابوالولید! تمہیں جو کچھ سننا تھا وہ سن چکے ہو اور اب تم جا سکتے ہو۔ عتبہ اٹھ کر سیدھا اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ اسے آتا دیکھ کر مشرکین نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: خدا کی قسم! ابوالولید تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آ رہا جو چہرہ لے کر وہ گیا تھا۔ جب وہ آ کر بیٹھ گیا تو انہوں نے پوچھا: ابوالولید! پیچھے کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: پیچھے کی خبر یہ ہے کہ میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے واللہ! ویسا کلام میں نے کبھی نہیں سنا۔ خدا کی قسم! وہ نہ شعر ہے، نہ جادو اور نہ ہی کہانت ہے۔ اہل قریش! میری بات مانو اور اس معاملے کو مجھ ہی پر چھوڑ دو اور میری رائے یہ ہے کہ اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ کر الگ تھلگ بیٹھ رہو۔ خدا کی قسم! میں نے اس سے جو کلام سنا ہے اس سے کوئی بڑا واقعہ رونما ہو کر رہے گا۔ لہٰذا اس شخص کو اگر عرب نے مار ڈالا تو تمہارا کام دوسروں کے ذریعے انجام پائے گا اور یہ شخص اگر عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہت تمہاری بادشاہت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور اس کا وجود سب سے زیادہ تمہاری سعادت کا باعث ہوگا۔ قریش نے یہی جواب دیا: خدا کی قسم! اس کی زبان کا جادو تم پر بھی

چل گیا ہے۔عتبہ نے کہا: اس آدمی کے بارے میں میری رائے بہرحال یہی ہے لہٰذا تم وہی کرو جو تمہیں ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔(الرحیق المختوم:153,154)

﴿اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا (75)﴾

''تب ہم آپ کو زندگی اور موت کے دوگنے عذاب کا مزہ چکھاتے، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار بھی نہ پاتے''۔(75)

سوال: ﴿اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا﴾ ''تب ہم آپ کو زندگی اور موت کے دوگنے عذاب کا مزہ چکھاتے، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار بھی نہ پاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِذًا﴾ ''تب''، یعنی جب آپ ﷺ ان کی خواہشات کی طرف مائل ہو جاتے۔(2) ﴿لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ﴾ ''ہم آپ کو زندگی اور موت کے دوگنے عذاب کا مزہ چکھاتے''، یعنی ہم آپ کو دنیا و آخرت میں کئی گنا عذاب دیتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامل ترین نعمتوں سے نوازا ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل ہے۔(تفسیر سعدی:1480/2)(3) ﴿ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا﴾ ''پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار بھی نہ پاتے''، یعنی کوئی ایسا مددگار نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لے۔اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آپ کو شر اور تمام اسباب شر سے محفوظ رکھا، آپ کو ثابت قدمی عطا کی اور صراط مستقیم کی طرف آپ کی راہ نمائی فرمائی اور آپ کسی طرح بھی مشرکین کی طرف مائل نہ ہوئے۔پس آپ کو اللہ تعالیٰ نے کامل نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:1480/2)(4) سزا کسی کے مقام اور مرتبے کے مطابق ہوتی ہے اس لیے آپ ﷺ کو اتنی سخت تنبیہ کی گئی۔

﴿وَاِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْکَ مِنْھَا وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیْلًا (76)﴾

''اور بلاشبہ قریب تھا کہ وہ ضرور اس زمین سے آپ کے قدم اُکھاڑ دیں تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور تب آپ کے پیچھے وہ بہت کم ٹھہر پائیں گے''۔(76)

سوال: ﴿وَاِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْکَ مِنْھَا وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ''اور بلاشبہ قریب تھا کہ وہ ضرور اس زمین سے آپ کے قدم اُکھاڑ دیں تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور تب آپ کے پیچھے وہ بہت کم ٹھہر پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جوقوم یہ کام کرتی تھی وہ قریش تھے۔جس سرزمین پر یہ کام ہوا وہ مکہ کی سرزمین تھی۔(جامع البیان:132/15)(2) یعنی آپ کے ساتھ ان کے درمیان رہنے پر بغض کے سبب سے آپ کو سرزمین مکہ سے نکالنے اور آپ کو جلاوطن کرنے کے لئے سازشیں کرتے رہے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو آپ کے بعد بہت تھوڑا عرصہ یہاں ٹھہر سکیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر عذاب نازل ہو جائے جیسا کہ سنت الٰہی ہے اور تمام قوموں کے بارے میں سنت الٰہی میں کبھی تغیر وتبدل واقع نہیں ہوتا۔جس قوم نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اس کو نکال دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا ہی میں اس پر عذاب نازل کر دیا۔جب کفار مکہ نے آپ کے خلاف سازشیں کیں اور آپ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تو وہ کچھ زیادہ عرصہ مکہ میں نہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر میدان بدر میں عذاب نازل کر دیا، ان کے تمام بڑے بڑے اور سرکردہ سردار قتل کر دیئے گئے اور ان کی کمر توڑ دی گئی۔**فلـه الحمد**۔(تفسیر سعدی:1480,1481/2)(3) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ بندہ اس بات کا شدید محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی سے نوازے رکھے اور یہ کہ بندہ گڑگڑا کر اپنے رب سے دعا کرتا رہے کہ وہ اسے ایمان پر ثابت قدمی عطا کرے اور اس مقصد کے حصول کے لئے تمام اسباب اختیار کرنے میں کوشاں رہے۔نبی ﷺ مخلوق میں سب سے کامل ہستی تھے بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا﴾ اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے تو دوسروں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔(تفسیر سعدی:1480,1481/2)(4) جب بھی کوئی حق کی دعوت لے کر اُٹھتا ہے تو اپنے ماحول میں اجنبی ہوتا ہے۔ایسے موقع پر ایک طرف رواجی دین اور اُس کے علمبردار ہوتے ہیں جو بڑی حیثیت کے مالک ہوتے ہیں اور دوسری طرف حق کی دعوت دینے والا ہوتا ہے جو اپنے ماحول میں تنہا اور بے زور نظر آتا ہے یہ فرق غلط فہمی میں ڈال دیتا ہے اور لوگ دعوت دینے والے کو بے قدر و قیمت سمجھ لیتے ہیں حتیٰ کہ اپنے علاقے سے نکال دینا چاہتے ہیں اسی لیے مشرکین سرزمین مکہ سے رسول اللہ ﷺ کے قدم اُکھاڑنا چاہتے تھے۔(5) ﴿وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ "اور تب آپ کے پیچھے وہ بہت کم ٹھہر پائیں گے" اگر قریش محمد ﷺ کو نکالتے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دیتے۔(جامع البیان:132/15)(6) انسان جب دوسرے کو نکالتا ہے تو دراصل اپنے آپ کو نکالتا ہے اس لیے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے یہاں کوئی کسی کے خلاف تخریبی کارروائی کرتا ہے تو دراصل اللہ تعالیٰ کی نظروں میں خود کو مجرم بناتا ہے۔(7) اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو چھوٹا کرنا دراصل اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں چھوٹا کرنا ہے اس لیے اگر مکہ والے سازشیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آجائیں گے۔

﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا(77)﴾

"اُن کا طریقہ تھا جو آپ سے پہلے ہم اپنے رسولوں میں سے بھیج چکے ہیں اور آپ ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔"(77)

سوال: ﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا﴾ "ان کا طریقہ تھا جو آپ سے پہلے ہم اپنے

رسولوں میں سے بھیج چکے ہیں اور آپ ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَاقَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ ''اُن کا طریقہ تھا جو آپ سے پہلے ہم اپنے رسولوں میں سے بھیج چکے ہیں'' ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی یاددہانی ہے کہ اس نے اپنے رسول پر احسان فرمایا اور اس کو شر سے محفوظ رکھا۔ پس یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف سے یہ امر پسند کرتا ہے کہ وہ اسباب شر کے وجود کے وقت اس کی نعمتوں کا ادراک کریں کہ اس نے ان کو شر سے بچایا اور ایمان پر ثبات عطا کیا۔ ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بندے کے بلند مرتبے کے مطابق اس کو پے در پے نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ اسی طرح جب وہ قابل ملامت فعل سرانجام دیتا ہے تو اس کا گناہ بھی بڑا ہوتا ہے اور اس کا جرم کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس ارشاد کے ذریعے سے نصیحت فرمائی حالانکہ آپ ہر گناہ سے پاک اور معصوم ہیں۔﴿اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا﴾ ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے جرائم بڑھ کر کئی گنا ہو جاتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ حق ثابت ہو جاتا ہے، تب اللہ تعالیٰ ان پر عذاب واقع کر دیتا ہے جیسا کہ قوموں کے بارے میں سنت الٰہی ہے جب وہ اپنے رسول کو اس کے وطن سے نکال دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1481)(2)﴿وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا﴾ ''اور آپ ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے'' اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو قوم رسولوں کو اُن کے وطن سے نکال دیتی ہے پھر وہ قوم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ نہیں رہتی۔(3) رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے ڈیڑھ برس کے بعد مشرکین مکہ میدان بدر میں عبرت ناک شکست سے دوچار ہوئے۔ اور اس کے چھ برس کے بعد مکہ فتح ہو گیا اور مشرک سرزمین عرب میں سر اُٹھانے کے قابل نہ رہے۔(4) ﴿وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ ط وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں''۔(الانفال:33)

رکوع نمبر 9

﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا(78) ﴾

''آپ نماز قائم کریں سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور فجر کا قرآن پڑھیں۔ یقیناً فجر کا قرآن پڑھنا ہمیشہ سے حاضری کا وقت ہے''۔(78)

سوال:﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا ﴾''آپ

نماز قائم کریں سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور فجر کا قرآن پڑھیں۔ یقیناً فجر کا قرآن پڑھنا ہمیشہ سے حاضری کا وقت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ﴾'' آپ نماز قائم کریں''اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا اور ان کے واسطے سے امت کو کہ وہ وقت پر نماز پڑھیں۔(2)﴿لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ﴾''سورج ڈھلنے سے''یعنی زوال کے بعد۔اس کی تائید سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی اور آپ کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی جنہیں آپ نے چاہا دعوت کی۔کھانا کھا کر سورج ڈھل جانے کے بعد آپ میرے ہاں چلے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، چلو یہی وقت دلوک شمس کا ہے۔(ابن کثیر:229/3) (3) ﴿لِدُلُوْکِ﴾ دلوک سے زوال مراد ہے۔اس اعتبار سے اس آیت میں نماز پنجگانہ کے اوقات آ گئے۔(4)﴿اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ﴾''رات کے اندھیرے تک''زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک ظہر، عصر، مغرب اور عشاء آ گئی۔(5)﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾''اور فجر کا قرآن پڑھیں''اس میں صبح کی نماز آ گئی۔(6) رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال سے تواتر کے ساتھ پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہیں جن کے مطابق مسلمان آج تک بحمد للہ نمازیں ادا کرتے ہیں اور نسل در نسل بزرگ اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1063/1) (7) انسان پر سورج کے ڈھلنے، رات کے چھا جانے اور فجر کے اوقات گہرے اثر چھوڑتے ہیں۔اس طرح انسان کائنات پر غور وفکر کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔انسان کائنات میں کام کرنے والے قانون کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے بارے میں سوچتا ہے، اللہ تعالیٰ کے احسانات کو محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے آگے جھک جاتا ہے۔(8)﴿ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ﴾''یقیناً فجر کا قرآن پڑھنا ہمیشہ سے حاضری کا وقت ہے''یہاں حاضری سے مراد فرشتوں کی حاضری ہے جب دن اور رات کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے۔(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''رات اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔''(بخاری:648)

﴿وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ق صلے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (79)﴾

''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کر دے''۔(79)

سوال1:﴿وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ﴾''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے'یعنی وہ نماز ادا کیجیے جو رات کو

سونے کو بعد فجر طلوع ہونے سے پہلے رات کے کسی حصے میں نصف شب کے بعد ادا کی جائے۔(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد افضل نماز کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''صبح کی نماز'' (مسند احمد:394/5)(3) تہجد کی نماز کی اصل روح اپنی مخصوص تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔رات کے وقت جب انسان اپنی نیند سے بیدار ہوتا ہے تو سکون ہوتا ہے۔یہ سکون انسان کے اپنے اندر بھی ہوتا ہے اور ماحول میں بھی۔ایسے وقت میں جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے اور نماز میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھتا ہے تو اپنی ''عبدیت'' کی اصل حالت میں ہوتا ہے۔ایسے وقت میں اُس کا دل اگر اُس کا ساتھ دے تو اُس کی ذات جو اللہ تعالیٰ کے آگے بچھی ہوئی ہوتی ہے بے قرار ہو کر آنکھوں سے آنسو بن کر بہہ نکلتی ہے۔یوں تہجد انسان کو اُس کے اصل مقام پر رہنے میں مدد دیتی ہے۔(4) نماز تہجد ہی کا دوسرا نام قیام اللیل ہے اور ماہ رمضان میں قیام اللیل کو نماز تراویح کا نام دیا گیا ہے جو ماہ رمضان میں عموماً نماز عشاء کے بعد متصل ہی باجماعت نماز ادا کر لی جاتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان میں یہ نماز تہجد (یا قیام اللیل یا تراویح) صرف دو دن باجماعت پڑھائی تھی۔پھر تیسرے یا چوتھے دن پھر لوگ نماز کے لیے جمع ہوئے تو آپ ﷺ جماعت کے لیے نکلے ہی نہیں اور صبح کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے جماعت کے لیے نہ آنے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ میں اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا۔(بخاری، کتاب التہجد)(4) ﴿نَافِلَةً لَّكَ﴾ یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، یعنی تاکہ رات کی یہ نماز آپ کے لئے زیادہ ثواب، بلند مراتب اور بلند درجات کی باعث ہو، بخلاف دیگر اہل ایمان کے، کہ ان کے لئے یہ نماز ان کی برائیوں کا کفارہ ہے۔اس میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ پانچ نمازیں آپ پر اور تمام اہل ایمان پر فرض ہیں اور تہجد کی نماز خصوصی طور پر آپ پر فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تکریم بخشی کہ آپ کا وظیفہ عبادت دوسرے مومنوں سے زیادہ مقرر فرمایا تاکہ وہ آپ کی عظمت اور شان کو سمجھیں اور آپ اس کے ذریعے سے مقام محمود پر فائز ہوں۔یہ وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین آپ کی ستائش کریں گے۔یہ شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے جب تمام خلائق سیدنا آدم علیہ السلام، سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور آخر میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس شفاعت کروانے کے لئے جائیں گے تو یہ تمام رسول شفاعت کرنے سے معذرت کریں گے اور پیچھے ہٹ جائیں گے تب لوگ بنی آدم کے سردار نبی ﷺ سے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتے ہوئے اس مقام کی ہولناکیوں سے ان کو نجات دے۔نبی ﷺ اپنے رب کے پاس شفاعت کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا اور آپ کو ایسے مقام پر فائز کرے گا کہ اولین و آخرین آپ پر رشک کریں گے اور یوں تمام مخلوق آپ کی احسان مند ہوگی۔(تفسیر سعدی:1482,1483/2)(5) نماز تہجد نبی ﷺ پر ساری زندگی فرض رہی۔واقعہ معراج اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے نماز تہجد تمام مسلمانوں پر فرض تھی۔سورۃ مزمل کے پہلے رکوع میں اس کی وضاحت ہے۔پھر جب پانچ نمازیں فرض ہو گئیں تو تمام مسلمانوں پر نماز تہجد فرض نہ رہی۔(6) امت کے لیے اگرچہ یہ نماز فرض نہیں تاہم اس کی بہت ترغیب دلائی گئی ہے۔

سوال2:﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾''قریب ہے آپ کا رب آپ کومقامِ محمود پر فائز کردے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کردے''یعنی یقین ہے کہ آپ کا رب ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا (2)''مقام محمود'' سے مراد مقام شفاعت ہے۔اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کو یہ مقام قیامت کے دن عطا کریں گے۔اس کے بعد لوگوں کا حساب کتاب ہوگا۔(3)یعنی آپ یہ نماز ادا کرتے ہیں ہم آپ کو قیامت کے دن اس جگہ کھڑا کریں گے کہ سب لوگ آپ کی تعریف کرنے لگیں گے۔اور خود خالق بھی آپ کی تعریف فرمائے گا۔(4)جس نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ ،وَالصَّلاةِ القَآئِمَةِ ،آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ ،وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِىْ وَعَدْتَّه ﴾اس کے لیے قیامت کے دن میری سفارش حلال ہوجائے گی۔(بخاری:کتاب الاذان)(5)نبی ﷺ نے فرمایا:قیامت کے دن میں تمام نبیوں کا امام،سب کا خطیب اور سب کا شفیع ہوں گا۔میں ازراہ فخر یہ بات نہیں بتارہا۔(ابن ماجہ)

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا(80)﴾

''اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب!مجھے سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور مجھے سچائی کے ساتھ نکالنا اور اپنے پاس سے ایک غلبے کو میرا مددگار بنا۔''(80)

سوال1:﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴾''اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب!مجھے سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور مجھے سچائی کے ساتھ نکالنا اور اپنے پاس سے ایک غلبے کو میرا مددگار بنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)مسند احمد میں سیدنا ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مکہ میں تھے۔پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری۔(ابن کثیر:235/3)(2)﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ ﴾''اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب!مجھے سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور مجھے سچائی کے ساتھ نکالنا''یعنی میرا داخل ہونا اور میرا باہر نکلنا تیری اطاعت میں اور تیری رضا کے مطابق ہوتا کہ داخل ہونا اور باہر نکلنا اخلاص کو متضمن اور امر کے موافق ہو۔(تفسیر سعدی:1483/2)(3)(i)اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اول وآخر سچائی پر قائم رکھے یعنی ثابت قدم رکھے۔اخلاص اور اطمینان عطا کرے۔(ii)اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ سچائی کے ساتھ موت دینا اور سچائی کے ساتھ قیامت کے دن اُٹھانا۔(iii)اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ سچائی کے ساتھ قبر میں داخل کرنا اور سچائی کے ساتھ نکالنا۔(4)﴿وَّاجْعَلْ

لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ﴾ ''اور اپنے پاس سے ایک غلبے کو میرا مددگار بنا'' یعنی مجھے اپنی طرف سے ان تمام امور پر حجت ظاہرہ اور برہان قاطع عطا کر، جن کو میں اختیار کروں اور جن کو میں ترک کروں۔ یہ بندے کا بلند ترین حال ہے جس پر اللہ تعالیٰ اسے فائز کرتا ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ بندے کے تمام احوال بہترین احوال ہوں جو اسے اپنے رب کے قریب کریں اور بندے کے پاس اس کے ہر حال پر ایک ظاہری دلیل ہو اور یہ چیز علم نافع، عمل صالح اور مسائل و دلائل کے علم کو متضمن ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1483) (5) ''اپنے پاس سے'' کے الفاظ میں گہری قُربت کا رنگ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہتے ہیں۔ (6) غلبہ عظیم کی دعا۔ نبی ﷺ سے پروردگار عالم نے وعدہ فرمایا تھا کہ پارسیوں کا تخت وتاج اور عزت ووقار آپ ﷺ کو دے دیا جائے گا۔ اسی طرح رومیوں کا تخت وتاج اور عزت وعظمت آپ ﷺ کے قدم چومے گی۔ (مختصر ابن کثیر:1/1065)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا کیوں کروائی گئی؟

جواب: (1) مکہ میں حالات رسول اللہ ﷺ کے موافق نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ مدینہ میں موافق حالات پیدا کر کے آپ کو مکہ سے نکال لیا جائے اس لیے یہ دُعا کروائی گئی۔ (2) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں اقتدار قائم کریں اور مسلمانوں کی تعداد اور قوت بڑھے حتیٰ کہ پورا عرب مسخر ہو جائے اور یہ دعوت دُنیا کے مختلف گوشوں تک پھیل جائے۔ اس مقصد کے لیے رسول اللہ ﷺ کا مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخلہ ضروری تھا اس لیے یہ دُعا کروائی۔ (3) آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ اسلام کو پروان چڑھانا غلبہ واقتدار کے بغیر ممکن نہیں اس لیے آپ ﷺ نے زبردست غلبہ کا سوال کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی، اس کے عہدوں کی، اس کے فرائض کی اور اس کے دین کی حفاظت وحمایت ہو سکے کیونکہ غلبہ واقتدار اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے جو اس نے اپنے بندوں کو بطور امانت دی ہے۔ ورنہ ایک دوسرے کو کھا جاتا اور طاقتور کمزور کو ہڑپ کر جاتا۔ (مختصر ابن کثیر 1/1065) (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیۡکَ وَنَجۡعَلُ لَکُمَا سُلۡطٰنًا فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡکُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚ اَنۡتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَکُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم جلد ہی تیرے بھائی کے ذریعے تیرا بازو مضبوط کریں گے۔ اور ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے، سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ، تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے، غالب ہونے والے ہیں۔'' (القصص:35)

﴿ وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا ﴿81﴾ ﴾

''اور آپ کہہ دیں حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل مٹنے ہی والا تھا''۔ (81)

سوال: ﴿ وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا ﴾ ''اور آپ کہہ دیں حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل مٹنے ہی والا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾''اورآپ کہہ دیں حق آ گیااور باطل مٹ گیا،یقیناً باطل مٹنے ہی والا تھا'' قتادہ نے فرمایا:حق سے مرادقرآن ہےاور زھــق البـــاطـــل سے مراد باطل ہلاک ہوگیااور وہ شیطان ہے۔(جامع البیان:152/15)(2)حق وہ ہے جس کواللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کی طرف نازل فرمایااورآپ کوحکم دیا کہ وہ اپنے قول سے اس کا اعلان کردیں کہ حق آ گیاہے۔اس کے مقابلے میں کوئی چیز کھڑی نہیں رہ سکتی اور باطل چلا گیا،یعنی مضمحل ہوکرمعدوم ہوگیا۔(تفسیر سعدی :1483/2)(3)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں (فتح کے بعد) داخل ہوئے تو کعبہ کے چاروں طرف تین سوساٹھ بت تھے۔نبی ﷺ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ہرایک کوٹکراتے جاتے اور پڑھتے جاتے۔﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾(بخاری:4720)(3)(i)حق یعنی سچائی کا مزاج ہے کہ وہ پھلے پھولے،زندہ رہےاور قائم رہے جب کہ باطل کا مزاج ہے کہ وہ مٹ جائے اوراس کا نام ونشان نہ رہے۔(ii)حق قوت رکھتاہےاور باطل کے مزاج میں فنااور کمزوری ہےاس لیے حق آنے پر باطل مٹ جاتا ہے۔(iii)باطل کے اندر باقی رہنے والے عناصر نہیں ہوتے۔کچھ بیرونی عوامل ایسے ہوتے ہیں جن سے باطل کو فائدہ پہنچتاہے۔جب وہ ختم ہوتے ہیں تو باطل ختم ہوجاتا ہے۔(4)سچائی کے اندر ہمیشہ رہنے کا سامان ہوتا ہے۔بیرونی عوامل بعض اوقات سچائی کے خلاف ہوتے ہیں مثلاً اہل اقتدار لوگوں کی خواہشات لیکن آخر کار حق فتح سے ہمکنار ہوتا ہے کیونکہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ،لازوال ہے،باقی رہنے والا ہے۔

سوال2:﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾''یقیناً باطل مٹنے ہی والا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً باطل مٹنے ہی والا تھا''یعنی یہ باطل کا وصف ہے مگر کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر باطل کے مقابلے میں حق موجود نہ ہوتو باطل عروج پاکر مروج ہوجاتا ہے تاہم جب حق آجاتا ہے تو باطل مضمحل ہوجاتا ہےاوراس میں کوئی حرکت باقی نہیں رہتی،اسی لئے باطل صرف انہی زمانوں اورانہی علاقوں میں رواج پاتا ہے جواللہ تعالیٰ کی آیات اوراس کی بینات کے علم سے خالی ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی :1483/2)(2)﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ط وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے،چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہےاور جوتم بیان کرتے ہواس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔(الانبیاء:18)(3)سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوااورآپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت کعبہ کے گرد تین سوساٹھ بت نصب تھےآپ ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ ﷺ اس سے ان بتوں کوٹھونکا دیتے جاتے اورفرماتے جاتے:﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾(بخاری،کتاب التفسیر)

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (82)﴾

''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا''۔(82)

سوال1:﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے''یعنی یہ قرآن باعث رحمت اور شفا ہے جس میں باطل کا شائبہ تک بھی نہیں ہوسکتا، جو حکمت والے اور خوبیوں والے اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے۔(مختصر ابن کثیر: 1066,1065)(2)یہ قرآن نسخہ کیمیا اور شفا بخش ضرور ہے مگر ان کے لیے جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے مُنَزَّل من اللّٰہ سمجھتے ہیں۔(تیسیر القرآن:2/605)(3)یعنی قرآن کریم شفا اور رحمت پر مشتمل ہے اور یہ شفا اور رحمت ہر ایک کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اہل ایمان کے لئے ہے جو اس کی آیات کی تصدیق کر کے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔رہے ظالم جو اس کی تصدیق نہیں کرتے یا اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے تو اس کی آیات ان کے خسارے ہی میں اضافہ کرتی ہیں کیونکہ ان پر حجت قائم ہوجاتی ہے۔پس وہ شفا جس کو قرآن متضمن ہے وہ قلوب کے لئے شفائے عام ہے اور قلوب سے شبہات، جہالت، آراء فاسدہ، انحراف، مذموم اور گھٹیا مقاصد جیسے امراض کو دور کرتی ہے کیونکہ قرآن علم یقینی پر مشتمل ہے جو ہر قسم کی جہالت اور تمام شبہات کو زائل کر دیتا ہے۔قرآن وعظ وتذکیر پر مشتمل ہے جو ہر شہوت کو ختم کر دیتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہو۔قرآن ابدان کے آلام وامراض سے شفا کو بھی متضمن ہے۔رہی رحمت، تو قرآن کے اندر ایسے اسباب اور وسائل ذکر کئے گئے ہیں جن کو اختیار کرنے کی قرآن ترغیب دیتا ہے۔جب بندہ ان کو اختیار کر لیتا ہے تو بے پایاں رحمت، ابدی سعادت، دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ ور ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1484)(4)قرآن میں شفا ہے، خواہشات اور طمع، حسد اور گندے افکار اور شیطان کے جھگڑوں سے نجات ہے۔(الاساس:6/3111)

سوال2:قرآن کن بیماریوں کے لیے شفا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)قرآن مجید روحانی بیماریوں کی شفا ہے۔انسان کو جو وسوسے اور بے چینیاں لاحق ہوجاتی ہیں قرآن اس کے لیے شفا ہے۔(2)قرآن مجید میں شعور کی بیماریوں کی شفا ہے۔(i)قرآن مجید انسان کو بے فائدہ کاموں میں اپنی عقل کو اور جسم کو ضائع ہونے سے روکتا ہے اور مفید کاموں میں قوتیں لگانے کے لیے ترغیب دلاتا ہے۔(ii)قرآن مجید لغزشوں اور بے راہ رویوں سے بچاتا ہے۔(iii)قرآن مجید صحت مند انسانی سرگرمیوں کو تجویز کر کے زندگی کو مفید بناتا ہے۔(3)قرآن مجید اجتماعی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔قرآن مجید اسلام کے اجتماعی عدل، اجتماعی سلامتی اور امن کے زیر سایہ زندگی بسر کرواتا ہے جس کی وجہ سے معاشرے کے افراد کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔(4)قرآن مجید انسان کا رشتہ رب سے جوڑ دیتا ہے جس کی وجہ سے انسان کو یہ شعور نصیب ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔انسان اللہ تعالیٰ پر

اعتماد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پر توکل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے یعنی انسان ہر طرح کے حالات میں راضی رہتا ہے پھر انسان کی بے چینیاں، حیرانیاں اور وسوسے ختم ہو جاتے ہیں یوں انسان کو سکون مل جاتا ہے۔

سوال3: قرآن مجید کس اعتبار سے رحمت ہے؟ اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قرآن مجید میں رحمت الٰہی کے خزانے ہیں۔ اس کی تعلیمات انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے رحمت ہیں۔ (2) قرآن مجید انسان کو روح کی بیماریوں سے بچاتا ہے اس اعتبار سے قرآن مجید رحمت ہے۔ (3) قرآن مجید ایک صحت مند اور مضبوط طریقہ زندگی تجویز کرتا ہے جس کی وجہ سے انسانی سرگرمیاں فائدہ مند ہو جاتی ہیں یوں قرآن مجید رحمت بنتا ہے۔ (4) قرآن مجید انسان کو جسمانی اور روحانی میدان میں اعتدال کا راستہ دکھاتا ہے۔ وہ قوتوں کو صحت مند میدانوں میں لگانے کا حکم دیتا ہے۔ یہ ایک قسم کی رحمت ہے۔ (5) قرآن مجید اجتماعی بیماریوں کو دور کرتا ہے اور پھر انسانیت کو امن، عدل اور سلامتی ملتی ہے یوں قرآن مجید رحمت بنتا ہے۔ (6) جو لوگ قرآن مجید کی سچائی کو قبول کر لیتے ہیں، خود کو اس کے مطابق ڈھال لیتے ہیں قرآن مجید اُن کے لیے رحمت بن جاتا ہے۔

سوال4: ﴿وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا'' کافروں کے لیے، ظالموں کے لیے یہ قرآن خسارے اور ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔ (فصلت:44) (3) ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (۱۲۴) وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (125)﴾ ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔'' (التوبہ:124,125)

سوال5: قرآن مجید کن لوگوں کے لیے خسارہ بنتا ہے؟

جواب:(1) ظالم قرآن مجید سے خود فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگر قرآن مجید کی سچائی کو اختیار کرلیا تو چھوٹے ہو جائیں گے۔ وہ اپنی بڑائی کو بچانے کے لیے جو رہنے والی نہیں، بڑی چیز کو جو رہنے والی ہے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس طرح قرآن مجید اُن کے لیے خسارے کا سبب بنتا ہے۔(2) قرآن مجید اُن لوگوں کے لیے خسارہ بنتا ہے جو قرآن مجید کے ذریعے سر بلند ہونے والوں پر کڑھتے ہیں اور جہاں بس چلے اُن پر ظلم کرتے ہیں اور دُنیا میں وہ بالآخر مسلمانوں کے مقابلے میں مغلوب ہو جاتے ہیں۔(3) قرآن مجید ظالموں کے لیے اس اعتبار سے بھی خسارہ بنتا ہے کہ ظالموں کو کفر اور سرکشیوں کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ اس لیے ظالموں کے لیے خسارے کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں ہوگا۔

﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا(83)﴾

''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑتا ہے اور اپنا پہلو بچاتا ہے اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بہت نا اُمید ہو جاتا ہے''۔(83)

سوال1: ﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ﴾ ''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑتا ہے اور اپنا پہلو بچاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ﴾ ''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑتا ہے اور اپنا پہلو بچاتا ہے'' یعنی وہ لوگ جن کے لئے قرآن خسارہ بنتا ہے ان کی صفات میں سے اعراض ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات میں تدبر سے اعراض اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ناشکری۔(قرطبی:233/5)(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ﴾ ''پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اِس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو۔''(یونس:12)(3) ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔''(بنی اسرائیل:67)

سوال2: ﴿وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا﴾ ''اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بہت نا اُمید ہو جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بہت نا اُمید ہو جاتا ہے'' یعنی جب اسے کوئی بیماری، کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بھلائی سے مایوس ہو جاتا ہے، اپنے رب سے اُمید کاٹ لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جس حال میں ہے وہ اسی حال میں رہے گا۔

سوال3:انسان سرکش کیسے ہوجاتا ہے؟

جواب:(1)عام طور پر دولت مندی انسان کوسرکش اور مغرور بنادیتی ہے۔(2)انسان کو جب اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو وہ خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتا ہے۔وہ کوئی بات تسلیم نہیں کرتا اور کسی معاملے میں نہیں جھکتا۔

سوال4:انسان سرکشی سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب:(1)انسان اگر یہ یقین رکھے کہ دولت اور نعمتیں عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو وہ سرکشی سے بچ جاتا ہے۔(2)انسان جب یہ سوچے کہ وہ حق کے مقابلے میں سرکشی دکھا رہا ہے اُس کا کیا حال ہوگا جب قیامت کے دن اُس کے اختیارات چھین لیے جائیں گے؟ تو محرومی کا احساس انسان کو سرکشی سے بچالیتا ہے۔

سوال5:انسان مایوسی سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب:انسان کا اگر اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق ہو تو اُسے اُمید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشکلات دور کردے گا۔ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔اُسے اللہ تعالیٰ کے فضل کی اُمید لگ جاتی ہے اور وہ خوش اور مطمئن رہتا ہے،شکر گزار رہتا ہے اس طرح مایوسی دور جاتی ہے۔

﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا (84)﴾

''آپ کہہ دیں ہر کوئی اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے۔سو تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون سیدھے راستے کی زیادہ ہدایت پانے والا ہے۔''(84)

سوال1:﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾''آپ کہہ دیں ہر کوئی اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''آپ کہہ دیں ہر کوئی اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے''یعنی ہر شخص اپنی اپنی عادات پر،اپنی اپنی ذہنیت پر اور اپنے اپنے دین پر عمل کرتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1066/1)(2)یعنی اپنے مذہب،اپنے خراج،استحداد کے مطابق کام کرتا ہے۔(تفسیر قاسمی:281/10)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ط اِنَّا عٰمِلُوْنَ (121) وَانْتَظِرُوْا ج اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (122)﴾''اور آپ اُن لوگوں سے کہہ دیں جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو بلاشبہ ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔اور تم انتظار کرو بے شک ہم بھی منتظر ہیں۔(ہود:121،122)(4)کہ ہر ایک اپنے رجحان،میلان،ماحول اور ذہنی خول کے مطابق عمل کر رہا ہے۔(5)یعنی اس طریقے پر جو اس کے احوال کے لائق ہوتا ہے۔اگر وہ نیک بندوں میں سے ہیں تو ان کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ان کا عمل رب کائنات کی رضا کی خاطر ہوتا ہے اور اگر وہ نیک اور ابرار لوگوں کی بجائے ان لوگوں میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ ان کے حال پر چھوڑ کر ان سے الگ ہوگیا ہو تو ان کے لئے صرف وہی عمل مناسب ہوتا ہے جو اس نے مخلوق کو خوش کرنے کے لئے کیا ہو اور ان کے موافق صرف وہی عمل ہوتا ہے جو ان کی اغراض

کے موافق ہو۔(تفسیر سعدی:2/1485)

سوال2: شاکلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) شاکلہ سے مراد ذہنی سانچہ ہے۔ ہر انسان جس دُنیا میں رہتا ہے اُس کے کچھ رجحانات بن جاتے ہیں اور جس ماحول میں رہتا ہے وہ اس کے حالات بن جاتے ہیں۔ یہ رجحانات اور حالات ایک خاص ذہنی سانچہ بنا دیتے ہیں۔ انسان اس کے تحت سوچنے لگ جاتا ہے۔ اسی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ یہی شاکلہ ہے۔(2) شاکلہ کے معنی طور طریقہ، ڈھب، ڈھنگ ہیں۔ یعنی ہر انسان اپنی افتادِ طبع کے مطابق کام کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص صدقہ اعلانیہ دیتا ہے اور اس سے اس کو مقصود یہ ہے کہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو اور دوسرا صدقہ پوشیدہ طور پر دیتا ہے اور اس کو مقصود یہ ہے کہ نمائش نہ ہو۔ اب دیکھئے نیت دونوں کی بخیر ہے لیکن طریقہ اور انداز فکر الگ الگ ہے۔ یا مثلاً رسول اللہ ﷺ رات کو نکلے اور دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں آہستہ آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ پوچھا اتنا آہستہ کیوں پڑھتے ہو؟ عرض کیا، اس لیے کہ میرا رب بہرا نہیں ہے کہ چلا کر پڑھوں۔ آگے گئے تو دیکھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ پوچھا کہ اتنا بلند آواز سے کیوں پڑھ رہے ہو؟ عرض کیا کہ سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں'' تو آپ ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ اس واقعہ میں عمل ایک ہی ہے نیت بھی دونوں کی بخیر ہے لیکن سوچ کا انداز الگ الگ ہے۔ یہی شاکلۃ کا مفہوم ہے۔ اسی لحاظ سے بعض علماء نے اس لفظ سے مراد ہی ''نیت'' لی ہے۔(تیسیر القرآن:2/606)

سوال3: ﴿ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴾ ''سو تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون سیدھے راستے کی زیادہ ہدایت پانے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''سو تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون سیدھے راستے کی زیادہ ہدایت پانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے شاکلہ (ذہنی خول) کو توڑنے کی سبیل بتائی ہے:(1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رب بہتر جانتا ہے کون سیدھے راستے پر ہے۔ انسان جب یہ سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم صحیح ہے اس لیے جو طرز عمل اس کے مطابق ہے وہ صحیح ہے اور جو اس کے مطابق نہیں وہ غلط ہے تو انسان حقیقت کو اس کے اصل میں رنگ میں دیکھ لیتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے حقیقت کو اپنی ذات کے ساتھ متعلق کر کے سمجھایا ہے۔ جو رب کے علم سے سوچے تو شاکلہ ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال4: انسان ہدایت کیسے پاتا ہے؟

(1) انسان جب اپنے ذہنی خول کو توڑ کر حقیقت کو اس کے اصلی رنگ میں دیکھے تو وہ ہدایت پا جاتا ہے۔(2) جو لوگ غور و فکر کریں اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی نظر سے دیکھنے لگیں وہ شاکلہ سے آزاد ہو کر ہدایت کے راستے پر آ سکتے ہیں۔(3) وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہے جو ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے پس اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور کون ہے جو صلاحیت نہیں رکھتا تو وہ اسے اپنے حال پر چھوڑ کر ہدایت سے

محروم کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1485)

رکوع نمبر 10

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً (85)﴾

''اور وہ آپ سے رُوح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں رُوح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں علم میں سے بہت ہی کم دیا گیا ہے''۔(85)

سوال1: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ﴾ ''اور وہ آپ سے رُوح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں رُوح میرے رب کے حکم سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جوب:(1) ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ ''اور وہ آپ سے رُوح کے بارے میں پوچھتے ہیں'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک کھیت میں حاضر تھا۔ نبی ﷺ اس وقت کھجور کے ایک تنے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ کچھ یہودی اس طرف سے گزرے۔ کسی یہودی نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ ان میں سے کسی نے اس پر کہا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ دوسرا یہودی بولا کہیں وہ کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جو تم کو ناپسند ہو۔ رائے اس پر ٹھہری کہ روح کے بارے میں پوچھنا ہی چاہئے چنانچہ انہوں نے آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا۔ نبی ﷺ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے اور ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس وقت آپ پر وحی اتر رہی ہے اس لیے میں وہیں کھڑا رہا۔ جب وحی ختم ہوئی تو آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور یہ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ روح میرے پروردگار کے حکم ہی سے ہے اور تمہیں علم تو تھوڑا ہی دیا گیا ہے۔'' (بخاری:4721)(2) روح کا تعلق مخفی امور سے ہے۔ کوئی شخص بھی روح کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔ اس لیے رب العزت نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا۔(3) ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ﴾ ''آپ کہہ دیں رُوح میرے رب کے حکم سے ہے'' یعنی روح کے بارے میں میرے رب نے حکم دیا کہ ''ہو جاؤ'' اور وہ وجود میں آ گئی۔

سوال2: ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً﴾ ''اور تمہیں علم میں سے بہت ہی کم دیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور تمہیں علم میں سے بہت ہی کم دیا گیا ہے'' انسان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے قلیل ہے۔(2) انسان کو احساس دلایا گیا ہے کہ نہ تو اس کے پاس کثیر علم ہے، نہ وہ رکھ سکتا ہے اس لئے وہ ایسے سوالات میں نہ اُلجھے جن کو وہ کم علمی کی وجہ سے نہیں جان سکتا۔ (3) انسان کی صلاحیتیں محدود ہیں اور جہاں لامحدود ہے۔ انسان کی محدودیت کا تقاضا ہے کہ وہ بالواسطہ علم پر قناعت کرے۔ اس آیت مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب مسئول سے کسی معاملے میں سوال کیا جائے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ (لایعنی) سوال کا جواب دینے

سے گریز کرے جو سائل نے پوچھا ہے اور اس امر میں اس کی راہ نمائی کرے جس کا وہ محتاج اور جو اس کے لیے فائدہ مند ہے۔(تفسیر سعدی 1485/2:)

سوال3: روح کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:(1) روح کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(2) اللہ تعالیٰ کے غیبوں میں سے ایک غیب ہے۔(3) روح ایک راز ہے۔ کیسے آتی آتی ہے؟ کیسے جاتی ہے؟ کہاں سے آتی ہے؟ نکل کر کہاں جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔

﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا (86)﴾

اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور بہ ضرور لے جائیں اُس کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے پھر آپ اس پر ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پائیں گے۔(86)

سوال1: ﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا﴾ ”اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور بہ ضرور لے جائیں اُس کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے پھر آپ اس پر ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پائیں گے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ﴾ ”اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور بہ ضرور لے جائیں اُس کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے“ قرآن اور وحی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت، فضل، احسان اور رحمت ہے۔(2) اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا جو ان کے لیے بہت بڑا انعام ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس وحی کے قریب باطل نہیں آ سکتا۔(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخری زمانے میں شام کی طرف سے ایک سرخ ہوا چلے گی جس سے قرآن میں اور دلوں میں قرآن کی ایک آیت بھی نہ رہے گی اور مصاحف وقلوب سے قرآن اٹھا لیا جائے گا پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی کہ ہم وحی سلب کرنے پر بھی قادر ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1068/1)

(4) ﴿ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا﴾ ”پھر آپ اس پر ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پائیں گے“ یعنی جس ہستی نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے اگر وہ اسے واپس لے لے تو آپ کوئی ہستی نہیں پائیں گے جو اسے واپس لا دے اور آپ کو کوئی وکیل ایسا نہیں ملے گا جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم یعنی قرآن کو واپس لا سکے۔

سوال2: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وحی ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے کیا دلیل دی گئی ہے؟

جواب:1۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو وحی کے ذریعے جو کچھ عطا کیا ہے سب کچھ چھین لیں۔2۔ اگر ہم تم سے یہ علم چھین لیں تو تم ہمارے مقابلے کے لئے کوئی حمایتی نہ پاؤ گے۔

﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ ط اِنَّ فَضْلَهٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًا (87)﴾

''مگر یہ صرف آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے، یقیناً آپ پر اُس کا فضل ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔''(87)

سوال1: ﴿اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ کَانَ عَلَیۡکَ کَبِیۡرًا ﴾ ''مگر یہ صرف آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے، یقیناً آپ پر اُس کا فضل ہمیشہ سے بہت بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّکَ﴾ ''مگر یہ صرف آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے'' قرآن مجید کا نزول اور اس کی حفاظت اگر چہ پوری انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے لیکن صاحب قرآن محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے۔(2)﴿ اِنَّ فَضۡلَهٗ کَانَ عَلَیۡکَ کَبِیۡرًا ﴾ ''یقیناً آپ پر اُس کا فضل ہمیشہ سے بہت بڑا ہے'' آپ پر اللہ تعالیٰ کا اتنا فضل وکرم ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ رب العزت نے فرمایا﴿ قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔''(یونس:58)

سوال2: قرآن مجید اللہ کی رحمت سے نازل ہو، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:1۔ اللہ تعالیٰ چاہتے تو وحی نہ کرتے۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ اُس نے انسانیت کو سچے علم سے محروم نہیں رکھا۔2۔ اللہ تعالیٰ چاہتے تو وحی کو سلب کر لیتے۔3۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بڑے فضل سے اپنی رحمت سے محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے۔

﴿ قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ کَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا(88)﴾

''آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں''۔(88)

سوال:﴿ قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ کَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جنوں اور انسانوں کو معارضے کی دعوت دی ہے کہ وہ اس جیسا قرآن بنا لائیں اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ بھی فرما دیا کہ وہ اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کر لیں۔ یہ سب کچھ اسی طرح واقع ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ جھٹلانے والوں کی بہت زیادہ خواہش تھی کہ وہ کسی طریقے سے اس دعوت کو جھوٹا ثابت کریں جسے رسول ﷺ لے کر آئے اور وہ لغت عرب کے ماہر اور فصاحت وبلاغت کے مالک تھے۔ اگر ان میں اس

دعوت کا مقابلہ کرنے کی ذراسی بھی اہلیت ہوتی تو وہ ضرور اس کا مقابلہ کرتے۔اس سے یہ واضح ہوگیا کہ انہوں نے طوعاً وکرھاً اس بارے میں اپنی بے بسی کو تسلیم کرلیا اور قرآن کے معارضے سے عاجز آ گئے۔اور وہ مخلوق جو مٹی سے پیدا کی گئی، جو ہر پہلو سے ناقص ہے، جو علم، قدرت، ارادہ اور مشیت سے محروم ہے، اس کا کلام اور کمال اس کے رب کا عطا کردہ ہے، رب کائنات کے کلام کا کس طرح مقابلہ کرسکتی ہے، جو تمام بھید کو جاننے والا ہے، جو کمال مطلق، حمد مطلق اور مجد عظیم کا مالک ہے، وہ ایسی ہستی ہے کہ اگر سات سمندروں کو روشنائی اور تمام درختوں کے قلم بنا دیئے جائیں، تو تمام روشنائی ختم ہوجائے گی اور قلم فنا ہوجائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کبھی ختم نہ ہوں گے۔پس جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات میں، اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کے مماثل نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام بھی۔ جو کہ اس کی صفت ہے۔ بے مثل ہے۔اس کی ذات، اس کے اسماء، اس کی صفات اور اس کے افعال میں کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔تب ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو مخلوق کے کلام کو خالق کے کلام کے مشابہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے اسے اپنے دل سے گھڑ کر اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1487،1486)(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۳۷) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتٰرٰهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۳۸)﴾ ”اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔(یونس:37،38)(3) ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ لا قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ط قُلْ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِىْ ج اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ ج اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۱۵)﴾ ”اور جب اُن پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو، آپ کہہ دیں میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنی جانب سے اُسے بدل دوں، میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے، بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“(یونس:15)(4) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۳) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بُلا سکتے ہو بُلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو؟ چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اُتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟(ہود:13،14)(5) قرآن کی فضیلت کا تذکرہ ہے کہ اگر کائنات کے تمام انسان اور جن قرآن جیسی عظیم

کتاب لانے پر اتفاق کرلیں تو یہ کتاب نہیں لاسکیں گے اگر چہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہی کیوں نہ کرلیں کیونکہ یہ کام ساری مخلوقات کی طاقت سے باہر ہے۔(6) خالق کا کام مخلوق کے کلام سے مشابہ نہیں ہوسکتا۔

﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ز فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا(89) ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کی ہیں مگر اکثر لوگوں نے کفر کے سوا ہر بات کا انکار کیا ہے''۔(89)

سوال: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ز فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کی ہیں مگر اکثر لوگوں نے کفر کے سوا ہر بات کا انکار کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کی ہیں'' یعنی ہم نے اس قرآن میں مختلف طرح کی مثالیں اور مواعظ بیان کیے ہیں۔ان کے مضامین کو بار بار دہرایا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور تقویٰ اختیار کریں۔(2) ﴿فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾ ''مگر اکثر لوگوں نے کفر کے سوا ہر بات کا انکار کیا ہے'' مگر کم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی اس سب سے بڑی نعمت کی ناقدری کرتے ہیں یعنی وہ معجزات اور آیات کا مطالبہ کرتے ہیں۔(3) اکثر لوگ حق نہیں مانتے سیدھی بات کو ٹھکرا دیتے ہیں۔(4) وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے باطل پر جمے رہتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا(90)﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کردیں''۔(90)

سوال: ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کردیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' اور اُنہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کردیں'' مشرکین مکہ نے ایمان لانے کے لیے خرق عادت معجزات کو طلب کیا، مثلاً اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک زمین پھاڑ

کر چشمے نہیں نکال لاتے۔

﴿اَوۡ تَکُوۡنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡہٰرَ خِلٰلَہَا تَفۡجِیۡرًا (91)﴾

''یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، چنانچہ آپ اس کے درمیان میں نہریں جاری کر دیں، خوب جاری کرنا''۔(91)

سوال: ﴿اَوۡ تَکُوۡنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡہٰرَ خِلٰلَہَا تَفۡجِیۡرًا﴾ ''یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، چنانچہ آپ اس کے درمیان میں نہریں جاری کر دیں، خوب جاری کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو'' چنانچہ آپ اس کے درمیان میں نہریں جاری کر دیں، خوب جاری کرنا''، یعنی تمہارے پاس باغات، کھجوریں، انگور اور چشمے ہوں گے تو تم بازاروں میں آنے جانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرو گے۔

(2) یہ مطالبہ اس لئے کیا گیا تا کہ ایمان لانے کا مطالبہ کرنے کا کوئی موقع باقی نہ رہے۔ نہ اُنگوروں اور کھجوروں کے باغ پیدا ہوں نہ نہریں جاری ہوں اور یوں ایمان سے بچنے کے اسباب پیدا ہو جائیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡہِمۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ (96) وَلَوۡ جَآءَتۡہُمۡ کُلُّ اٰیَۃٍ حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ(97)﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگر چہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' (یونس:96-97) ﴿وَلَوۡ اَنَّنَا نَزَّلۡنَاۤ اِلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ وَکَلَّمَہُمُ الۡمَوۡتٰی وَحَشَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ کُلَّ شَیۡءٍ قُبُلًا مَّا کَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ یَجۡہَلُوۡنَ﴾ ''اور اگر واقعتاً ہم اُن پر فرشتے اُتار دیتے اور مردے اُن سے باتیں کرتے اور ہم اُن کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں۔'' (الانعام:111)

﴿اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمۡتَ عَلَیۡنَا کِسَفًا اَوۡ تَاۡتِیَ بِاللّٰہِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیۡلًا (92)﴾

''یا جیسے آپ نے دعویٰ کیا ہے، ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں''۔(92)

سوال: ﴿اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمۡتَ عَلَیۡنَا کِسَفًا اَوۡ تَاۡتِیَ بِاللّٰہِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیۡلًا﴾ ''یا جیسے آپ نے دعویٰ کیا ہے، ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمۡتَ عَلَیۡنَا کِسَفًا﴾ ''یا جیسے آپ نے دعویٰ کیا ہے، ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں''، یعنی آپ ہمیں ایسا معجزہ دکھاؤ کہ عذاب کی وجہ سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَسۡقِطۡ عَلَیۡنَا

كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''سوہم پرآسمان سے کوئی ٹکڑا گرادو، اگرتم سچے لوگوں میں سے ہو'' (الشعراء:187)(3) مشرکین یہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن پرآسمان کے ٹکڑے گریں۔ یہ بات تو وہ بے یقینی کی وجہ سے کہتے تھے تا کہ ان سے ایمان کا مطالبہ نہ ہوسکے۔(4)﴿ اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴾ ''یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں'' فرشتوں کے سامنے آنے سے مراد یہ ہے کہ ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ سکیں۔(5) یعنی فرشتے روبرو آکر آپ ﷺ کی گواہی دیں۔(6) رب العزت نے ان کے ایسے ہی مطالبات کا ایک اور مقام پر ذکر فرمایا ہے ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴾ ''اور جولوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی''۔ (الفرقان:21)

﴿اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (93)﴾

''یا آپ کا کوئی سونے کا گھر ہو یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں اور آپ کے چڑھنے کو ہم نہ مانیں گے یہاں تک کہ آپ ہم پر ایسی کتاب اُتار دیں جسے ہم پڑھیں، آپ کہہ دیں کہ پاک ہے میرا رب میں ایک انسان کے سوا کچھ نہیں، جو رسول ہے''۔(93)

سوال1: ﴿اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ﴾ ''یا آپ کا کوئی سونے کا گھر ہو یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ ﴾ ''یا آپ کا کوئی سونے کا گھر ہو'' یعنی تمہارے لیے سونے سے منقش اور آراستہ گھر ہو۔(2)﴿اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ﴾ ''یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں'' یعنی تم جسمانی طور پر آسمان پر چڑھ جاؤ۔(3) مشرکین کے مطالبات سے اُن کی قوت ادراک کی ناپختگی کا اظہار ہورہا ہے۔(4) ان مطالبات سے اُن کی ہٹ دھرمی کا پتہ چل رہا ہے۔ وہ کسی طور ایمان کی بات سننا بھی نہیں چاہتے۔(5) مسند احمد میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں بطحاء کے بارے میں مجھ سے فرمایا گیا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اسے سونے کا بنادوں۔ میں نے گزارش کی کہ نہیں اے اللہ! میری چاہت تو یہ ہے کہ ایک روز پیٹ بھرا رہوں اور دوسرے روز بھوکا رہوں۔ بھوک میں تیری طرف جھکوں، تضرع اور زاری کروں اور بکثرت تیری یاد کروں، بھرے پیٹ سو جاؤں تو تیری حمد کروں، تیرا شکر بجا لاؤں۔ (ابن کثیر:244/3)

سوال2: ﴿ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ﴾ ''اور آپ کے چڑھنے کو ہم نہ مانیں گے یہاں تک کہ آپ

ہم پرایسی کتاب اُتاردیں جسے ہم پڑھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اورآپ کے چڑھنے کوہم نہ مانیں گے یہاں تک کہ آپ ہم پرایسی کتاب اُتاردیں جسے ہم پڑھیں'' چونکہ یہ کلام محض تعنت اوررسول کوبے بس کرنے کی خواہش اورداعیہ ہے، یہ احمق ترین اورظالم ترین لوگوں کا کلام ہے جوحق کوٹھکرادینے کومتضمن ہے، نیز یہ اللہ تعالیٰ کے حضوربے ادبی اوررسول اللہ ﷺ کے بارے میں بے بنیادد عویٰ ہے کہ آپ یہ آیات خودتصنیف کرتے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بیان کریں۔(تفسیرسعدی:2/1488)

سوال3:﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾''آپ کہہ دیں کہ پاک ہے میرارب میں ایک انسان کے سوا کچھ نہیں جورسول ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ﴾''آپ کہہ دیں کہ پاک ہے میرارب''یعنی جوکچھ تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہواللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ اس کے احکامات ان کی خواہشات کے تابع ہوں۔وہ بہت بلنداور بالاتر ہے کہ اس کی آیات ان کے گمراہ نظریات کے تابع ہوں۔(2)﴿هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾''میں ایک انسان کے سوا کچھ نہیں جورسول ہے''یعنی میرا کوئی اختیار نہیں(3)(i)اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی ہے کہ معجزات اگر چہ پیغمبروں کے ہاتھوں ظاہر کیے جاتے ہیں لیکن اس میں پیغمبر کا کوئی ہاتھ نہیں ہوتا۔(ii)رسول اپنے مقررہ فرائض کے مطابق کام کرتے ہیں۔وہ اپنے فرائض اورحدود سے بڑھ کر کام نہیں کرتے۔

رکوع نمبر11

﴿ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا(94) ﴾

''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی توانہیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کورسول بنا کر بھیجا ہے؟''(94)

سوال:﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی توانہیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کورسول بنا کر بھیجا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی ﴾''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی توانہیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں''یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی وحی پرایمان لانے اوراس کے انبیاء کی نبوت کا انکار کرنے سے نہیں روکا مگراس شبہے نے جس نے ان کے دل میں گرہ ڈال دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کورسول بنا کر کیوں بھیجا۔(الاساس:6/3122)(2)﴿اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ

بَشَـرًا رَّسُـوْلًا ﴾اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے' اکثر لوگ رسولوں کے انسان ہونے کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔(3)(i)لوگوں نے انسانیت اور بشریت کی قدر نہیں جانی۔(ii)لوگوں نے فرشتوں کے مزاج اور اُن کے کام کو سمجھنے میں غلطی کی۔(iii)لوگوں نے اس بات کو نہیں سمجھا کہ انسان کے رسول بنانے میں کیا حکمت ہے۔(iv)لوگوں کو اس بات پر تعجب تھا کہ ہمارے جیسا چلتا پھرتا، کھاتا پیتا، بیوی بچے رکھتا شخص آخر رسول کیسے ہوسکتا ہے۔یہ تعجب اُن کے ایمان کے راستے کی رکاوٹ بن گیا۔(v)لوگوں نے رسالت کی حقیقت کو نہیں سمجھا اس لیے بشر کو رسول تسلیم کرنے سے انکار کیا۔(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو اور بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً اُن کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے۔کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے''۔(یٰس:2)(5)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ز فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾'' یہ اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے تو اُنہوں نے کہا: ''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' چنانچہ اُنہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی اُن سے بے پرواہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ بے پرواہے، تمام خوبیوں والا ہے''۔(التغابن:6)(6)﴿فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴾ ''چنانچہ اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے۔'' (المومنون:47)(7)﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾''اُن کے رسولوں نے کہا کہ کیا اُس اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے اور تمہیں ایک مدتِ مقررہ تک مہلت دے۔انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہی ہو، تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو، جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ''۔(ابراہیم:10)

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (95)﴾

''آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے اُن پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے''۔(95)

سوال: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴾''آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے اُن پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)''آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے اُن پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے''فرشتوں کا رسول ہونا اسی صورت ممکن تھا کہ زمین میں فرشتے بستے ہوتے۔پھر فرشتے رسول بن کر آتے۔اور جب زمین میں انسان بستے ہیں تو انسانوں کے لیے فرشتے کیسے رسول ہو سکتے ہیں؟(2)یعنی اگر وہ فرشتوں کو دیکھنے کی طاقت رکھتے اور ان سے احکام اخذ کر سکتے تو فرشتوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا جاتا۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ﴾اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں۔(الانعام:9)(4)انسانوں کو رسول بنا کر بھیجنا اللہ تعالیٰ کی حکمت،اس کا احسان اور اس کی نعمت عظمیٰ ہے۔(5)﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو اُنہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے''۔(آل عمران:164)(6)﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾'' بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اُس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو،تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے،مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا،نہایت مہربان ہے''۔(التوبہ:128)(7)﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۱۵۱)﴾''جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے''۔(البقرہ:151)

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًام بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمط اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا م بَصِيْرًا(96)﴾

آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے،یقیناً وہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(96)

سوال1:﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًام بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے''اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول کے لیے گواہی ہے کہ اس نے

معجزات کے ذریعے سے اپنے نبی کی تائید کی اوران لوگوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کو فتح ونصرت عطا کی جنہوں نے آپ ﷺ سے دشمنی کی۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (۴۴) لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (۴۵) ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (۴۶)﴾''اوراگر وہ ہم پرکوئی بات گھڑ کر لاتا۔تو یقیناً ہم اُس کواس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے پھر یقیناً ہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے''۔(الحاقۃ:46)(2)اللہ تعالیٰ کی گواہی کی بات سے انسان کواس کا انجام یاد دلایا گیاہیکہ اگرتم نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے بچ نہیں سکوگے۔(3)اس سے مراد یہ ہے کہ میں نے جو پیغام پہنچانا تھا پہنچادیا اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔وہی بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔

سوال2:﴿اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا م بَصِيْرًا﴾''یقیناًوہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اورسب کچھ دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ﴾''یقیناًوہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی''یقیناًاللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کی،ان کے امورکی،ان کے افعال کی،ان کے حق اور باطل پر ہونے کی اوران کی ہدایت اورگمراہی کی۔(2)﴿خَبِيْرًا﴾''پوری خبر رکھنے والا ہے''یعنی اسے معلوم ہے کہ کون ہدایت کا حق دار ہے یانہیں اورکون انعام کا حق دار ہے یانہیں۔(3)﴿بَصِيْرًا﴾''اورسب کچھ دیکھنے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے بندوں کے امور اوران کے معاملات چھپے نہیں رہتے۔

﴿ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا (97)﴾

اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے،تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست ہرگز نہیں پائیں گے،اور ہم قیامت کے دن اُنہیں اُن کے چہروں کے بل اندھا،گونگا اور بہرہ اُٹھائیں گے،اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے،جب کبھی وہ بجھنے لگے گی تو ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کردیں گے۔(97)

سوال1:﴿ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾''اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے،تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست ہرگز نہیں پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ﴾''اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے''اے محمد ﷺ جس کو اللہ تعالیٰ ایمان کے لیے ہدایت دے اور جو آپ اپنے رب کی جانب سے لائے ہو وہ اس کی تصدیق کرے۔(2)﴿فَهُوَ الْمُهْتَدِ﴾''تو وہی ہدایت پانے والا ہے''وہی حق تک پہنچنے والا ہے۔اس کے علاوہ کوئی ہدایت نہیں پاسکتا کیونکہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔(جامع البیان:167/15)(3)﴿وَمَنْ يُّضْلِلْ﴾''اور جسے وہ

گمراہ کرتا ہے'' جس کو اللہ تعالیٰ حق سے گمراہ کر دے اور پھر اسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے کی توفیق نہ ملے۔(4)﴿فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾''تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست ہرگز نہیں پائیں گے'' اے محمد! آپ ﷺ ان کے لیے کوئی مددگار نہ پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی مدد کر سکے جب کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے سزا کا فیصلہ کر دے۔ جب وہ چہروں کے بل اندھے اور گونگے بنا کر اکٹھا کرے گا وہ نہ دیکھ سکیں گے اور نہ بول سکیں گے۔(5) اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہدایت اور گمراہی صرف اسی کے قبضہء قدرت میں ہے۔ وہ جسے ہدایت سے نوازنا چاہتا ہے تو اسے آسان راہیں میسر کر دیتا ہے اور اس کو تنگی سے بچالیتا ہے اور وہی درحقیقت ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرتا ہے اسے اس کے نفس کے حوالے کر کے اس سے الگ ہو جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ (تفسیر سعدی:2/1489،1490) (6)(i) انسان کو ہدایت اور گمراہی دونوں کی استعداد بخشی گئی ہے۔ (ii) انسان اپنے آزادانہ اختیار سے ہدایت یا گمراہی کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔(iii) جو ہدایت کے اُصولوں اور طریقوں کو اپناتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا مستحق ہو جاتا ہے۔(iv) جو گمراہی کے اُصولوں اور طریقوں کو اپناتا ہے وہ گمراہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔

سوال2:﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا﴾''اور ہم قیامت کے دن اُنہیں اُن کے چہروں کے بل اندھا، گونگا اور بہرہ اُٹھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾''اور ہم قیامت کے دن اُنہیں اُن کے چہروں کے بل اُٹھائیں گے'' مشرک جب قیامت کے دن اپنی قبروں سے منہ کے بل اٹھائے جائیں گے۔﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾''جس دن وہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے''۔(القمر:48) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس نے اسے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے اس پر قادر ہے کہ قیامت کے دن اس کو اس کے چہرے کے بل چلا دے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا، ہمارے رب کی عزت کی قسم! یوں ہی ہوگا۔ (بخاری:407)(2)﴿عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا﴾''اندھا، گونگا اور بہرہ'' جس طرح لوگ دُنیا میں حق کے معاملے میں گونگے، بہرے اور اندھے بنتے ہیں بدلے کے طور پر قیامت کے دن بھی ایسے ہی اُٹھایا جائے گا۔(3) مسند احمد میں ہے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اے بنی غفار قبیلے کے لوگو! سچ کہو اور قسمیں نہ کھاؤ۔ صادق ومصدوق پیغمبر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائیں گے ایک فوج تو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے والی ہوگی اور ایک چلنے اور دوڑنے والی، ایک وہ جنہیں فرشتے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کریں گے۔ لوگوں نے کہا دو قسمیں تو سمجھ آ گئیں لیکن یہ چلنے اور دوڑنے والے سمجھ نہیں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سواریوں پر آفت آئے گی۔ یہاں تک کہ ایک انسان ہرا بھرا باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدنا چاہے لیکن مل نہ سکے گی، یہ اس وقت نابینا ہوں گے، بے زبان ہوں گے کچھ بھی نہ کہہ سکیں گے غرض مختلف حال ہوں گے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کئے جائیں گے،

دنیا میں حق سے اندھے، بہرے اور گونگے بنے رہے آج سخت احتیاج والے دن، سچ مچ اندھے بہرے اور گونگے بنائیے گے۔(ابن کثیر:244/3)

سوال3:﴿مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾''اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب کبھی وہ بجھنے لگے گی تو ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کردیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ﴾''اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے''یعنی ان کا گھر،ان کی جائے قرار۔(2)جہنم جہاں ہر قسم کا عذاب ہے۔(3)﴿كُلَّمَا خَبَتْ﴾یعنی عذاب ان پر سے کبھی ختم نہیں ہوگا، نہ اس میں کمی آئے گی۔﴿زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾''ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کردیں گے''جب کبھی جہنم کے شعلے مدہم پڑیں گے انہیں اور بھڑکا دیا جائے گا۔اب سزا بھگتو تمہارے لیے عذاب کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا(98)﴾

یہ اُن کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے یقیناً ہماری آیات کا انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعتاً ہم ضرور نئی پیدائش میں اُٹھائے جانے والے ہیں؟(98)

سوال1:﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾''یہ اُن کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے یقیناً ہماری آیات کا انکار کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾'' یہ اُن کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے یقیناً ہماری آیات کا انکار کیا''اوندھے منہ حشر کی سزا اس وجہ سے ہوگی:(i)اُنہوں نے بعث بعد الموت کا انکار کیا اور کہا کہ جب ہم مر جائیں گے، ہڈیاں اور ریزہ ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ اُٹھا کھڑا کیا جائے گا؟(ii)اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات کی تصدیق نہیں کی۔(iii)کائنات کی نشانیوں پر غور وفکر نہیں کیا۔

سوال2:﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾''اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے؟ تو کیا واقعتاً ہم ضرور نئی پیدائش میں اُٹھائے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:ان کے اس عبرت ناک عذاب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ موت کے بعد کی زندگی کے دلائل نہیں مانتے تھے۔وہ کہا کرتے تھے کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندگی ملے گی؟

سوال3:اس اعتراض کا اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ کون زندہ کرے

گا؟

جواب: وہ ذات جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا وہی ذات دوبارہ پیدا فرمائے گی۔﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ط قُلِ الَّذِىْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ج فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ط قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾''تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔''(بنی اسرائیل:51)

سوال4: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیسے کیا جائے گا، اس بات کا رب العزت نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: عدم وجود سے انسان کو وجود میں لانے والی ذات اسے دوبارہ پیدا کرے گی۔﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴾''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا''۔(مریم:67)

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّارَيْبَ فِيْهِ ط فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا(99)﴾

''اور کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کرے؟ اور اُس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں، پھر بھی ظالموں نے سوائے کفر کے ہر بات کا انکار کیا ہے۔''(99)

سوال: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّارَيْبَ فِيْهِ ط فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾''اور کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کرے؟ اور اُس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں، پھر بھی ظالموں نے سوائے کفر کے ہر بات کا انکار کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾''اور کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے''یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی پیدائش سے زیادہ مشکل کام ہے۔﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں''۔(غافر:57)(2)﴿قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ﴾''وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کرے''(i)اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ ان جیسوں کی پیدائش پر پوری قدرت رکھتا ہے۔(ii)اللہ

تعالیٰ نے یہ دلیل دی ہے کہ آسمان اورزمین کے مقابلے میں انسان کی تخلیق آسان ہے۔(3)﴿وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّارَيْبَ فِيْهِ﴾''اوراُس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں''اگراللہ تعالیٰ چاہے تواس گھڑی کواچانک لے آئے۔(تفسیر سعدی:2/1490)(4)﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾''اورہم اسے ایک گنی ہوئی مدت کے لئے ہی مؤخر کررہے ہیں''۔(ہود:104)(5)﴿فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا﴾''پھربھی ظالموں نے سوائے کفر کے ہر بات کاانکارکیاہے''اوراس بات کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی بعدموت پردلائل وبراہین قائم کردیئے ہیں﴿فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ظلم کرتے اورافترا کرتے ہوئے۔(i)لوگ بعث بعدالموت کاانکاراس لیے کرتے ہیں کہ وہ ظالم ہیں،حقیقت کونہیں مانتے۔وہ انکارکرکے ظلم کرتے ہیں۔(ii)انسان ہٹ دھرمی کی وجہ سے دلائل کونہیں مانتا۔

﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا(100)﴾

''آپ کہہ دیں اگرتم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے،تب خرچ ہوجانے کے ڈرسے تم اُنہیں ضرورروکے رکھتے اور انسان بڑاہی بخیل ہے''۔(100)

سوال:﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾''آپ کہہ دیں اگرتم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے،تب خرچ ہوجانے کے ڈرسے تم اُنہیں ضرورروکے رکھتے اور انسان بڑاہی بخیل ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ﴾''آپ کہہ دیں اگرتم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے''یعنی وہ خزانے جوکبھی ختم نہ ہوتے ہیں نہ خالی ہوتے ہیں۔(2)﴿اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ﴾''تب خرچ ہوجانے کے ڈرسے تم اُنہیں ضرورروکے رکھتے''یعنی اگراللہ تعالیٰ کے خزانے آپ کے قبضے میں آجائیں تو آپ خرچ ہونے کے ڈرسے انہیں روک لو گے حالانکہ وہ ختم نہیں ہوسکتے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان تنگ دل ہے،بخل اورکنجوسی اس کی جبلت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا﴾''یاان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے؟تب وہ لوگوں کوکھجورکی گٹھلی کے شگاف برابربھی نہ دیں گے''۔(النساء:53)(4)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کاہاتھ بھراہواہے۔اسے کوئی خرچ کم نہیں کرتا جودن ورات وہ کرتارہتاہے۔کیاتمہیں معلوم ہے کہ جب سے زمین وآسمان کواس نے پیدا کیاہے کتنا خرچ کردیاہے۔اس سارے خرچ نے اس میں کوئی کمی نہیں کی جواس کے ہاتھ میں ہے اوراس کاعرش پانی پرتھااوراس کے

دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے جسے وہ اٹھاتا اور جھکاتا ہے۔(صحیح بخاری:7419)(5)﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا﴾ ''اور انسان بڑا ہی بخیل ہے''یعنی انسان تنگ دل ہوتا ہے۔(i)انسان تنگ دل ہے اس لیے خوف زدہ ہوتا ہے۔(ii)انسان بخیل ہے اس لیے ختم ہو جانے کے خوف سے تنگ دل ہو جاتا ہے۔(iii)انسان کو بخل اور کنجوسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں کمی نظر آتی ہے۔

رکوع نمبر12

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا (۱۰۱)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں، جب موسیٰ اُن کے پاس آیا تو فرعون نے اُس سے کہا:''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں۔''(101)

سوال:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں، جب موسیٰ اُن کے پاس آیا تو فرعون نے اُس سے کہا:''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے''یعنی اے رسولکہ جس کی آیات ومعجزات کے ذریعے سے تائید کی گئی ہے۔آپ پہلے رسول نہیں ہیں جس کی لوگوں نے تکذیب کی۔ہم نے آپ ﷺ سے پہلے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کو رسول بنا کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا، ہم نے انہیں عطا کیے،﴿تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾جو شخص حق کا قصد رکھتا ہے اس کے لئے ان میں ایک ہی معجزہ کافی ہے۔جیسے اژدہا، عصا، طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک، خون، ید بیضا اور سمندر کا پھٹ جانا۔(تفسیر سعدی:1491/2)(2)اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نو بڑے بڑے معجزات دے کر مبعوث فرمایا جن سے ان کی نبوت اور آپ ﷺ کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ فرعون اور فرعونیوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں: یہ نو معجزے ہیں عصا، ید بیضاء، قحط، دریا، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈکیں اور خون۔(مختصر ابن کثیر:1074/2)(3)﴿فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾''چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں۔جب موسیٰ اُن کے پاس آیا تو فرعون نے اُس سے کہا:''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں''فرعون حق کا مخالف تھا اور حق کے مخالفوں کی صفات میں سے ہے کہ جب وہ دلائل کو الفاظ سے رد کرنے اور دبانے میں کامیاب نہیں ہوتے تو پروپیگنڈے کے ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں۔یہ ایک نبی کے خلاف پروپیگنڈا ہے کہ جو نشانیاں تم لائے ہو وہ جادو ہیں۔

﴿ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ج وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (102) ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہوان کونازل نہیں فرمایامگرآسمانوں وزمین کے پروردگارہی نے،بصیرت(کاسامان ہیں)،اورائے فرعون!واقعی میں سمجھتاہوں کہ تویقیناً ہلاک کیاہواہے۔''(102)

سوال:﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ج وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہوان کونازل نہیں فرمایامگرآسمانوں وزمین کے پروردگارہی نے،بصیرت(کاسامان ہیں)،اورائے فرعون!واقعی میں سمجھتاہوں کہ تویقیناً ہلاک کیاہواہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا۔(2)﴿لَقَدْ عَلِمْتَ﴾یعنی تجھے خوب معلوم ہے۔(3)﴿مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ﴾یعنی ان نومعجزات کواللہ تعالیٰ نے نازل کیاہے۔(4)﴿اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ﴾''مگرآسمانوں وزمین کے پروردگارہی نے،بصیرت(کاسامان ہیں)''اللہ تعالیٰ نے جوآسمانوں اورزمین کارب ہےاس نےتم پرحجت قائم کرنے کے لیے دلائل اتارے ہیں جومیری رسالت کی نشانیاں ہیں۔﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (۱۳) وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ط فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ (۱۴)﴾''توجب آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں اُن کے سامنے آئیں توانہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔اوراُنہوں نے اُن کاظلم اورتکبر سے انکارکیاحالانکہ اُن کے دل اس کا یقین کر چکے تھے پس آپ دیکھیں فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا!''((النمل:13،14)(5)﴿وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾''اورائے فرعون!واقعی میں سمجھتاہوں کہ تویقیناً ہلاک کیاہواہے''یعنی اے فرعون!میں جانتاہوں کہ تو ضرور دھتکار کراللہ تعالیٰ کے عذاب میں پھینکا جانے والا ہے۔

﴿فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا (103)﴾

''پھرفرعون نے ارادہ کیا کہ انہیں زمین سے اُکھاڑ پھینکے،توہم نے اس کواورجواس کے ساتھ تھےسب کوغرق کردیا۔''(103)

سوال:﴿فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا﴾ ''پھرفرعون نے ارادہ کیا کہ انہیں زمین سے اُکھاڑ پھینکے،توہم نے اس کواورجواس کے ساتھ تھےسب کوغرق کردیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَرَادَ﴾''پھرفرعون نے ارادہ کیا''فرعون نے ارادہ کیا۔(2)﴿اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ ''کہ انہیں زمین سے

اُکھاڑ پھینکے''یعنی آپ بنی اسرائیل کومصر کی سرزمین سے جلاوطن کر کے مصر خالی کرانا چاہتے ہو۔سرکش لوگ اور ڈکٹیٹر سچی دعوت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں اس لیے اُس نے بھی یہی ردعمل ظاہر کیا اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھان لی۔(3) ﴿فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا﴾ ''تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے اپنی سُنت کے مطابق ظالموں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں غرق کر دیا۔

﴿ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا(104)﴾

''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس زمین میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے۔''(104)

سوال1: ﴿ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ ﴾''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس زمین میں رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فلسطین کا وارث بنا دیا۔(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی سُنت کے مطابق جب ظالموں کو ہلاک کر دیا تو سُنت کے تحت پسے ہوئے کمزور لوگوں کو زمین کا وارث بنا دیا۔(3) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فتح مکہ کی بشارت دی ہے۔

سوال2: ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا﴾''پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب قیامت آئے گی تو ہم تم سب کو لے کر آئیں گے یعنی تمہیں اور تمہارے دشمنوں کو بھی۔پھر عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کی جزا دیں گے۔(2) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ تم کس وجہ سے رو رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے دوزخ کی یاد آئی تو میں نے رونا شروع کر دیا۔کیا آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کو قیامت کے روز یاد کریں گے؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین مقامات پر کوئی شخص کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ایک تو میزان یعنی نامہ اعمال کا وزن کئے جانے والی ترازو کے پاس جب تک کہ یہ علم نہ ہو جائے کہ اس کے نامہ اعمال کی ترازو ہلکی ہوئی ہے یا وزن دار۔دوسرے جب کہا جائے گا کہ اے لوگو آؤ اپنی اپنی کتاب (نامہ اعمال) کو پڑھو جب تک یہ علم نہ ہو جائے کہ اس کا نامہ اعمال کس طرف سے ملتا ہے دائیں ہاتھ سے یا بائیں ہاتھ سے یا پشت کے پیچھے سے۔اور تیسرے پل صراط پر جب وہ دوزخ پر رکھا جائے گا جب تک اس سے یعنی پل صراط سے گزر نہ جائیں۔(سنن ابوداؤد:4755)(3) سیدنا قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے کہ اچانک رونے لگے،ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی رونے لگیں،سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''تم کیوں رو رہی ہو؟'' بیوی نے عرض کیا'' آپ کو روتے دیکھا تو میں بھی

رونے لگی'' سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ ''تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا جہنم سے گزر نہ ہو'' (مریم:71) اور مجھے معلوم نہیں کہ جہنم کے اوپر رکھے ہوئے پل صراط سے گزرتے ہوئے ہم بچیں گے یا نہیں؟'' (حاکم: کتاب الاھوال:73) (4) سیدنا ابومیسرہ رضی اللہ عنہ جب اپنے بستر پر جاتے تو کہتے ''اے کاش میری ماں مجھے نہ جنتی'' اور رونے لگتے، ان سے کہا گیا ''اے ابومیسرہ کیوں روتے ہو؟'' سیدنا ابومیسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ہم نے جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے لیکن یہ علم نہیں کہ نجات ہوگی یا نہیں؟'' (ابن کثیر:179/3) (5) سیدہ فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی تھیں، فرماتی ہیں کہ لوگوں میں سیدنا عمر رحمۃ اللہ علیہ سے نماز روزہ زیادہ کرنے والے تو بہت تھے لیکن اپنے رب کے ڈر سے رونے والا میں نے سیدنا عمر رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب نماز عشاء سے فارغ ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ بلند کر لیتے اور مسلسل روتے رہتے حتیٰ کہ نیند غالب آ جاتی، جگایا جاتا تو پھر اپنے ہاتھ بلند کر کے رونا شروع کر دیتے حتیٰ کہ آنکھوں میں نیند غالب آ جاتی۔ (تذکرۃ الحفاظ:120/1)

﴿ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (105) ﴾

''اور ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور حق کے ساتھ ہی وہ نازل ہوا ہے۔ اور ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' (105)

سوال 1: ﴿وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ ''اور ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور حق کے ساتھ ہی وہ نازل ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ﴾ ''اور ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے'' یعنی ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے، وہ سراپا حق ہے۔ (2) ﴿وَبِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ ''اور حق کے ساتھ ہی وہ نازل ہوا ہے'' یعنی یہ قرآن شیطان کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ سچی اور عدل پر مبنی کتاب ہے۔ (3) قرآن یقینی، قطعی اور غیر مشتبہ کتاب ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔'' (البقرۃ:2) (4) ﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۳۷)﴾ ''اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔'' (یونس:37) (5) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ (۴۱) لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (۴۲)﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اس ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا جب کہ وہ اُن کے پاس آ گیا حالانکہ یقیناً وہ ایک باعزت کتاب ہے۔ باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت

والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔'' (حم السجدہ:41,42) (6) ﴿الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ﴾ ''الر۔ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔'' (ہود:1) (6) قرآن حکیم مفصل ہے۔اس میں دین کے اصول اور کلیات بیان کئے گئے ہیں جو انسان کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔﴿اَفَغَیۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِیۡ حَکَمًا وَّهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکُمُ الۡکِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّکَ بِالۡحَقِّ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ﴾ ''تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو منصف تلاش کروں حالانکہ اُس نے تمہاری جانب یہ کتاب مفصل نازل کی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں یقیناً وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل کی گئی ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔'' (الانعام:114) (7) قرآن حق اور باطل کی امتیازی کسوٹی ہے۔﴿تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' (الفرقان:01) (8) نزول قرآن کا مقصد ایک اُمت کو تشکیل دینا اور اس کی تربیت کرنا تھا کہ یہ اُمت اس سچائی کو لے کر سارے جہان میں پھیل جائے اور نظام حیات کی تعلیم دے اور اس سچائی کے نظام کو قائم کردے۔

سوال 2: ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے'' یعنی جن لوگوں نے اطاعت کی ان کے لیے دنیا و آخرت کے ثواب کے لیے خوش خبری دینے والا بنایا۔ (2) ﴿وَّنَذِیۡرًا﴾ ''اور ڈرانے والا'' یعنی نافرمانوں کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے۔ (3) (i) اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ اطاعت گزاروں کے لیے خوش خبریاں دینے والے مبشر بنا کر بھیجے گئے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ نافرمانوں کو ڈراوے دینے کے لیے نذیر بنا کر بھیجے گئے۔ (4) ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا (۱)﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' (الفرقان:1)

﴿وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِیۡلًا (106)﴾

''اور ہم نے اس قرآن مجید کو جدا جدا کر کے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے نازل کیا، بتدریج نازل کرنا۔'' (106)

سوال: ﴿وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِیۡلًا﴾ ''اور ہم نے اس قرآن مجید کو جدا جدا کر کے نازل

کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے نازل کیا، بتدریج نازل کرنا'' کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ﴾''اور ہم نے اس قرآن مجید کو جدا جدا کر کے نازل کیا ہے''یعنی ہم نے اس قرآن کو وقفے وقفے سے نازل کیا ہے جو حق اور باطل میں تفریق کرنے والا ہے۔(2)اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (۳۲)﴾''اور اُن لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اُتارا) تا کہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا''۔(الفرقان:32)(3)﴿لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ﴾''تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں''۔قرآن مجید اُمت کی تربیت کے لیے نازل کیا گیا۔تربیت کے لیے طویل مدت درکار ہوتی ہے اس لیے قرآن حکیم بھی طویل مدت تک اور وقت اور حالات کے مطابق نازل ہوتا رہا۔(4)مسلمانوں نے اس کتاب کے مطابق عمل کرنا تھا۔اس لیے اسے تدریج کے ساتھ نازل کیا گیا۔(5)قرآن مجید کو اس لیے تدریج کے ساتھ نازل کیا گیا تا کہ لوگ اسے خوب سمجھیں اور یہ آہستہ آہستہ ان کے فکر و عمل کا حصہ بنتا جائے۔(6)تا کہ وہ اس کے معانی میں تدبر کریں اور اس میں سے اس کے مختلف علوم کا استخراج کریں۔(تفسیر سعدی:1492/2)
(7)﴿وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾''بتدریج نازل کرنا''قرآن پہلے لوح محفوظ سے بیت العزت میں رکھا گیا پھر بتدریج 23 سال میں اترا۔یعنی ہم نے یہ قرآن لوح محفوظ سے علیحدہ کر کے دنیوی آسمان کے عزت والے گھر میں بھیج دیا پھر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے واقعات کے اعتبار سے 23 سال کی مدت میں آپ پر نازل کیا۔(مختصر ابن کثیر:1075/1)(8)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (۳۳)﴾''اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں۔''(الفرقان:33)

﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (107)﴾

''آپ کہہ دیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، یقیناً اس سے پہلے جن لوگوں کو علم دیا گیا جب اُن پر یہ پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔''(107)

سوال1:﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا﴾''آپ کہہ دیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ'' کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿قُلْ﴾''آپ کہہ دو''ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے حق سے منہ موڑا۔(2)﴿اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا﴾''تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ''اللہ تعالیٰ کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں، تمہیں ہی اس کے جھٹلانے کا نقصان پہنچے گا۔اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے سعادت مند ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ یہ نفع مند علم عطا فرماتا ہے۔

سوال2: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا﴾ ''یقیناً اس سے پہلے جن لوگوں کو علم دیا گیا جب اُن پر یہ پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ﴾ ''یقیناً اس سے پہلے جن لوگوں کو علم دیا گیا'' یعنی قرآن سے پہلے جو علم رکھنے والے لوگ ہیں وہ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں، اس میں تبدیلی نہیں کرتے۔(2)﴿ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴾ ''جب اُن پر یہ پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں'' وہ قرآن کے حق ہونے کو پہچانتے ہیں تو جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ شکر ادا کرنے کے لیے ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس نے آخری رسول کا زمانہ دکھایا اور یہ مقدس کتاب عطا فرمائی۔(3) جو لوگ پہلی کتابوں کی وجہ سے وحی کی حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں انہیں جب آخری رسول پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: جب آدمی سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا جدا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے ہائے خرابی! آدمی کو سجدے کا حکم ہوا اس نے سجدہ کیا اب وہ جنت میں جائے گا اور مجھ کو سجدے کا حکم ہوا میں نے انکار کیا اب میرے لئے دوزخ ہے۔(سنن ابن ماجہ :1052)(5) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قرآن پڑھتے تھے پھر اس میں سجدہ والی سورہ پڑھتے تو سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں سے بعض کو اپنی پیشانی رکھنے کے لئے بوجہ تنگی جگہ نہیں ملتی تھی۔(صحیح مسلم:1295)(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ رات کو سجدہ تلاوت میں پڑھتے تھے ﴿سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَ شَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَ قُوَّتِهٖ﴾ ''میرا چہرہ اس کے آگے سجدہ ریز ہوا جس نے اسے اپنی قدرت وقوت سے پیدا کیا، جس نے اسے سننے کے لیے کان اور دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں۔'' (جامع ترمذی:3425)(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھوں کو آگ کبھی نہ لگے گی۔ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہے دوسری وہ جس نے پہرہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں رات کاٹی۔(ترمذی:1639)(8)﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ ق وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ز وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ ز وَمِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا ط اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا (۵۸)﴾ ''یہی لوگ ہیں جو ان پیغمبروں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد میں سے انعام فرمایا، اور ان میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور ہم نے منتخب کیا۔جب انہیں رحمان کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے تھے۔'' (مریم :58) (9) ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔جب وہ اس آیت پر پہنچے:﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ م بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ ''تب کیا ہوگا جب ہر ایک امت پر ہم ایک ایک گواہ کھڑا کریں گے اور آپ ﷺ کو ہم سب

امتوں پر شہادت کے لیے کھڑا کریں گے''۔(النساء:41)فرمایا: بس! ٹھہرو۔ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی ﷺ کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔(بخاری:4582)(10)سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول ﷺ نے ایسا خطبہ دیا کہ میں نے ویسا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں بھی معلوم ہوتا تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔بیان کیا پھر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے چہرے چھپا لئے، باوجود ضبط کے ان کے رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ایک صحابی نے اس موقع پر پوچھا، میرے والد کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فلاں۔اس پر آیت نازل ہوئی کہ ''ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔''(صحیح بخاری:4621) (11)سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے سورہ (لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) پڑھ کر سناؤں۔''سیدنا ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔''پس سیدنا ابی رضی اللہ عنہ (بے اختیار) رو پڑے۔''(صحیح بخاری:3809)(12)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص آگ میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اٹھنے والا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''(ترمذی:1633)(13)سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ کے والد سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ سینہ مبارک میں سے ایسی آواز آتی تھی جیسے کہ چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے۔''(ابوداؤد:904)

﴿ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (108)﴾

''اور وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا رب! یقیناً ہمارے رب کا وعدہ بلاشبہ ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے۔''(108)

سوال: ﴿وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴾''اور وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا رب! یقیناً ہمارے رب کا وعدہ بلاشبہ ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَّيَقُوْلُوْنَ ﴾''اور وہ کہہ اُٹھتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ادب اور احترام کرتے ہوئے کہتے ہیں۔(2)﴿سُبْحٰنَ رَبِّنَآ﴾ ''پاک ہے ہمارا رب!'' ہمارا رب ان تمام صفات سے پاک ہے جو مشرکوں نے اس کی جانب منسوب کی ہیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں۔(3)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں کثرت کے ساتھ ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا! وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ ! اغْفِرْلِيْ﴾''اے اللہ! اے ہمارے رب تو ہی پاک ہے اور تعریف تیری ہی ہے۔اے اللہ! میری مغفرت فرما۔''فرماتے تھے اور قرآن پر عمل کرتے۔(مسلم:1085)(4)﴿اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴾''یقیناً ہمارے رب کا وعدہ بلاشبہ ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے''یعنی اس نے جو سابقہ نبیوں کی زبان سے رسول اللہ کی بعثت کا وعدہ کیا تھا وہ پورا فرما دیا ہے۔(5)اس سے یہ بھی

مراد ہوسکتی ہے کہ رب العزت نے اعمال کی جزا کا جو وعدہ موت کے بعد کی زندگی کے لیے کیا ہے وہ پورا ہو کر رہنے والا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں۔

﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا سجدة (۱۰۹)﴾

''اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور قرآن انہیں خشوع میں زیادہ کر دیتا ہے۔''(۱۰۹)

سوال: ﴿ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴾''اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور قرآن انہیں خشوع میں زیادہ کر دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ ﴾''اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں''یعنی وہ منہ کے بل گرتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں،قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور نبی ﷺ کی دل سے تصدیق کرتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1076/1) (i) دوبارہ ذکر اس لیے کیا گیا کہ پہلا سجدہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم،اس کی پاکیزگی کے لیے،شکرانے کے طور پر تھا اور دوسرا سجدہ اس رقت کی وجہ سے تھا جو قرآن مجید کی تاثیر سے ان پر طاری ہوئی۔اس نے انہیں سجدہ میں گرا دیا۔(ii) جو قرآن حکیم کے لیے اپنے دلوں کو کھول دیتے ہیں وہ بے اختیار سجدے میں گر جاتے ہیں۔(2) ﴿وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴾''اور قرآن انہیں خشوع میں زیادہ کر دیتا ہے''اللہ تعالیٰ کے خوف سے وہ نماز میں بھی روتے ہیں۔(3) سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ کے والد سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ سینہ مبارک میں سے ایسی آواز آتی تھی جیسے کہ چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے۔''(ابوداؤد:904)(4) یہ قرآن ان کے خشوع میں اضافہ کرتا ہے۔(5) یہ اہل کتاب کے ان مومنین کی مانند ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور وہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اور اس کے بعد ایمان لائے۔(تفسیر سعدی:1493/2)

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا(۱۱۰) ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو،جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اُسی کے ہیں اور آپ اپنی نماز میں آواز نہ بُلند کریں اور نہ ہی اسے آہستہ رکھیں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کریں۔''(110)

سوال1: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾''آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو،جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اُسی کے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ﴾''آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو'' کافر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے قائل نہ تھے۔اس لئے اس کو رحمان نہیں کہنے دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے فرمایا: ان دونوں ناموں میں سے جس نام سے چاہو اپنے رب کو پکارو۔(2)﴿اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾''جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اُسی کے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی نام ایسا نہیں جو اچھا نہ ہو اور اس کو اس نام سے پکارنے سے روکا گیا ہو۔تم جس نام سے بھی اسے پکارو گے اس سے مقصد حاصل ہو جائے گا۔مگر مناسب یہی ہے کہ اسے ہر مطلوب کی مناسبت سے،مطلوب کے مطابق نام سے پکارا جائے۔(تفسیر سعدی:2/1494,1493)

(3)﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (۲۲) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۲۳) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۲۴)﴾''وہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،غیب اور حاضر کو جاننے والا،وہی وسیع رحمت والا،نہایت رحم والا ہے۔اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،بادشاہ ہے،نہایت پاک،سلامتی والا،امن دینے والا،نگہبان،سب پر غالب،اپنی مرضی چلانے والا،بے حد بڑائی والا ہے،اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔وہی اللہ تعالیٰ ہے،خاکہ بنانے والا،وجود میں لانے والا،صورت گری کرنے والا ہے،سارے اچھے نام اُسی کے ہیں،ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔''(الحشر:24-22)

سوال2:﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴾''اور آپ اپنی نماز میں آواز نہ بلند کریں اور نہ ہی اسے آہستہ رکھیں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾''اور آپ اپنی نماز میں آواز نہ بلند کریں اور نہ ہی اسے آہستہ رکھیں''یعنی بہت بلند آواز سے تلاوت نہ کیجئے اور نہ بہت چپکے سے پڑھیں۔مشرک جب نماز میں نبی ﷺ کی تلاوت سنتے تو قرآن کو بھی برا کہتے اور اسے نازل کرنے والے کو بھی،اس لیے رب العزت نے اپنے نبی کو ہدایت کی کہ درمیانی راہ اختیار کریں۔(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول:﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾ کی تفسیر میں روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول ﷺ مکہ میں چھپ کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھاتے تھے اور آپ ﷺ بلند آواز سے قراءت قرآن فرماتے تھے۔جب مشرکین قرآن سنتے تو قرآن اور اس کے نازل کرنے والے اور اس کو لانے والے کو برا کہتے تو اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: اس قدر بلند آواز سے نہ پڑھیں کہ مشرکین آپ ﷺ کی تلاوت سن لیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی نہ سن سکیں بلکہ ان دونوں کے درمیان راستہ نکال لیں جہراً اور پوشیدہ کے درمیان۔(صحیح مسلم:1001)(3)﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴾''ان دونوں

کے درمیان کا راستہ تلاش کریں''یعنی بہت زیادہ بلند آواز اور بہت زیادہ پست آواز کے بین بین اوران دونوں کے درمیان متوسط راہ اختیار کیجئے۔(تفسیر سعدی:1493،2/1494)(4)نماز میں اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرنے پر اس لیے زور دیا گیا کیونکہ عبادات کا انحصار نہ زور سے بولنے پر ہے نہ آہستہ بولنے پر۔عبادت کی اصل روح اپنے اندر پیدا کرو یعنی اعتدال سے کام لو۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں مسلمان چھپ کر رہتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو بلند آواز سے نماز پڑھاتے تو مشرکین قرآن سُن کر گالیاں نکالتے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اپنی آواز کو اتنا اُونچا نہ کرو کہ مشرکین قرآن کو بُرا بھلا کہیں اور نہ اتنی پست کریں کہ صحابہ بھی نہ سن سکیں۔(بخاری۔کتاب التوحید)

(5)ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت ہلکی آواز میں نماز میں قرآن پڑھتے سُنا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہت اُونچی آواز سے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے پوچھا تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:جس سے میں مناجات کر رہا تھا وہ میری آواز سن رہا تھا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا''میرا مقصد سوتوں کو جگانا اور شیطان کو بھگانا تھا۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنی آواز تھوڑی سی بلند کرو اوسیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنی آواز تھوڑی سے پست کرو۔(ابوداؤد)

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا(111)﴾

''اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں،خوب بڑائی بیان کرنا۔''(111)

سوال:﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا﴾''اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں،خوب بڑائی بیان کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰه﴾''اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے''یعنی اللہ تعالیٰ تمام تعریف کے لائق ہے۔وہی اقتدار کا مالک،وہی واحد،وہی قہار ہے۔اوپر اور نیچے کے جہان کے سب لوگ اس کے غلام ہیں۔(2)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔''(الفاتحہ:1)(3)سیدنا ابو عیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو شخص صبح کے وقت کہے﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾تو اتنا ثواب ہوگا جیسے ایک غلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آزاد کیا اور اس کے دس گناہ معاف ہو جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند

ہو جائیں گے اور شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا۔ پھر جب شام ہو وہ یہی کہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ حْدَہُ لَا شَرِیکَ لَہُ اخیر تک تو صبح تک ایسا ہی رہے گا۔ (سنن ابن ماجہ:3867) (4 سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ لا الہ الا اللہ سب اذکار سے افضل ہے اور الحمد للہ سب دعاؤں سے افضل ہے۔ (جامع ترمذی:3383) (5 سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جن کو جنت کی طرف سب سے پہلے بلایا جائے گا وہی لوگ ہوں گے جو دکھ سکھ اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرتے ہیں۔ (عبدالرزاق) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حمد شکر کی چوٹی، یعنی مدار ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتا وہ شکر نہیں کرتا۔ (رواہ البیہقی وعبدالرزاق) (6 ﴿ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ ﴾ ''جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ اس کا کوئی مددگار ہے'' بلکہ اللہ تعالیٰ تو ایک ہے، بے پرواہ ہے۔ نہ صاحب اولاد ہے نہ ماں باپ والا، نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کمزور نہیں ہے کہ اسے کسی وزیر اور مشیر کی ضرورت ہو۔ (7 سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ایک شخص سے سنا وہ کہہ رہا تھا: ﴿اَللّٰھُمَّ! اِنِّي أَسْئَلُکَ بِأَنَّکَ أَنْتَ اللّٰہُ الْأَحَدَ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا أَحَدٌ ﴾ تو آپ نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے وسیلے سے سوال کیا ہے۔ جب کوئی اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب کوئی اس وسیلہ سے دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ:3857) (8 سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا ﴿ اَللّٰھُمَّ ! اِنِّي أَسْئَلُکَ بِأَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا أَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیکَ لَکَ الْمَنَّانُ ﴾ اور ایک روایت میں یوں ہے ﴿الحنان المنان بدیع السموٰات والارض ذوالجلال والاکرام ﴾ آپ نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلے سے سوال کیا ہے۔ جب کوئی اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اس کے وسیلے سے دعا کرتا ہے تو قبول کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ 3858) (9 یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنا سرپرست نہیں بناتا کہ وہ اس کے تعاون کے ذریعے سے عزت وغلبہ حاصل کرے۔ پس وہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے، وہ زمین اور آسمانوں میں اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں۔ مگر وہ اپنے بندوں پر احسان کرتے اور ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپتے ہوئے ان کو اپنا دوست بناتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔'' (البقرۃ:125) (تفسیر سعدی:2/1494) (10 ﴿وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا ﴾ ''اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں، خوب بڑائی بیان کرنا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی بیان کرو۔ (11 یعنی اس کے عظیم اوصاف کے بارے میں خبر دے کر، اس کے اسماء حسنیٰ کے ذریعے سے حمد وثنا کے ساتھ، اس کے افعال مقدسہ کے ذریعے سے ستائش کے ساتھ، صرف اس کے لئے عبادت کے ذریعے سے اس کی عظمت وجلال بیان کرتے ہوئے اس کی تعظیم وجلال کا اعتراف کیجئے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اخلاص دین صرف اسی کے لئے

ہے۔(تفسیر سعدی:2/1494)(12)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں سے پیدا کیا گیا ہے۔جس نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور تہلیل یعنی لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰه کہا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح یعنی سبحان اللّٰه کہا اور استغفر اللّٰه کہا اور لوگوں کے راستے سے پتھر یا کانٹے یا ہڈی کو ہٹا دیا اور نیکی کا حکم کیا اور برائی سے منع کیا تین سو ساٹھ جوڑوں کی تعداد کے برابر۔تو یقیناً وہ اس دن اس حال میں چلتا ہے کہ اس نے اپنی جان کو دوزخ سے دور کر لیا ہے۔''(مسلم: 2330)(13)عاصم بن حمید سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ قیام اللیل کو کس دعا سے شروع کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ تم نے مجھ سے ایسی چیز کے متعلق پوچھا ہے کہ تم سے پہلے کسی نے بھی اس کے متعلق نہیں پوچھا۔آپ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دس بار اللہ اکبر،دس بار الحمدللہ،دس بار سبحان اللہ دس بار لا الہ الا اللہ اور دس بار استغفر اللہ کہتے اور یہ دعا کرتے ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی وَاهْدِنِی وَارْزُقْنِی وَعَافِنِی'' اللہ میری مغفرت فرما(مجھے ہدایت دے، مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت سے رکھ۔پھر قیامت کے دن(سوال کے لیے) کھڑے ہونے کی پریشانی سے پناہ مانگتے تھے۔(أبوداؤد:766)(14)سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے ایسا کلام سکھائیں جسے میں پڑھتا رہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ.اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا.سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ اللہ پڑھا کرو۔اس نے عرض کیا: یہ سارے کلمات تو میرے رب کے لیے ہیں،میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی وَارْحَمْنِی وَاهْدِنِی وَارْزُقْنِی ''اے اللہ! مجھے معاف فرما اور رحم فرما اور ہدایت عطا فرما اور رزق عطا فرما۔''(مسلم:6848)(15)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نادار لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر و رئیس لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت حاصل کر چکے حالانکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں لیکن مال و دولت کی وجہ سے انہیں ہم پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں،عمرہ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں(اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کر پاتے)اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لو میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ اگر تم اس کی پابندی کرو گے تو جو لوگ تم سے آگے بڑھ چکے ہیں انہیں تم پا لو گے اور تمہارے مرتبے تک پھر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور تم سب سے اچھے ہو جاؤ گے سوائے ان کے جو یہی عمل شروع کر دیں۔ ہر نماز کے بعد تینتیس،تینتیس مرتبہ تسبیح (سبحان اللّٰه)تکبیر(اللّٰه اکبر) تحمید(الحمد للّٰه) کہا کرو۔پھر ہم میں اختلاف ہو گیا کسی نے کہا کہ ہم تسبیح تینتیس مرتبہ، تحمید تینتیس مرتبہ اور تکبیر چونتیس مرتبہ کہیں گے۔میں نے اس پر آپ ﷺ سے دوبارہ معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللّٰه ، الحمد للّٰه ،اللّٰه اکبر کہو۔تا کہ ہر ایک ان میں سے تینتیس مرتبہ ہو جائے۔''(بخاری:843)(16)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلَه اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَر﴾ کہنا میرے نزدیک ہر اس چیز سے

محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔'' (مسلم:6847) (17) سیدنا ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حسن بن علی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے حسن کے کان میں نماز کی اذان کی طرح اذان دی'' (ترمذی:1514) (18) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لشکر کے لوگ جب چڑھائیوں پر چڑھتے تو ''اللہ اکبر'' کہتے، اور جب نیچے اترتے تو ''سبحان اللہ'' کہتے۔ (أبوداؤد:2599) (19) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کچھ وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی اونچائی و بلندی پر چڑھو اللہ تعالیٰ کی تکبیر کہو (اللہ کبر کہتے رہو)۔'' (ترمذی:3445) (20) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ کا طواف ایک اونٹنی پر سوار رہ کر کیا۔ جب بھی آپ ﷺ حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔ (بخاری:1613) (21) اس آیت کو آیت عزت کہا جاتا ہے۔ اور صدر اول میں یہ آیت چھوٹے بچوں کو یاد کرائی جاتی تھی۔ سوتے وقت اس کا پڑھنا آفتوں سے حفاظت کا موجب بنتا ہے۔ (ابن کثیر)

سورہ الکہف

سوال1: اس سورت کا نام الکہف کیوں ہے؟

جواب: ''کہف'' غار کو کہتے ہیں اور اس سورت میں چونکہ غار والوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس لیے اسے ''الکہف'' کہتے ہیں۔

سوال2: سورت الکہف کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورت الکہف مکی سورت ہے۔ اس میں بارہ رکوع اور 110 آیات ہیں۔

سوال3: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: ترتیب نزولی کے اعتبار سے 69 ویں سورت ہے، اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 18 ہے۔

سوال4: سورت الکہف کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابودراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کرلیں، وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔'' (صحیح مسلم :1883) (2) صحیح مسلم میں اوّل و آخر کی فضیلت آئی ہے۔ البانی نے پہلی دس آیات والی روایت کو محفوظ اور راجح قرار دیا ہے۔ (سلسلہ صحیحہ البانی:582) (3) جو اس کی تلاوت جمعہ کے دن کرے گا۔ آئندہ جمعے تک اس پر خاص نور اور روشنی باقی رہے گی۔ (صحیح البانی، صحیح الجامع الصغیر:6470) (4) اس کو پڑھنے سے گھر میں سکینت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے سورۂ کہف پڑھی، ان کے گھر میں گھوڑا بندھا ہوا تھا جو بدکنے لگا تو انھوں نے سلام پھیرا (کیونکہ وہ نماز میں تلاوت کر رہے

تھے) کیا دیکھتے ہیں کہ ابر ہے جو سارے گھر میں چھا گیا ہے۔اس نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فلاں! تو قرآن پڑھتا رہ۔ یہ سکینت ہے جو قرآن پڑھنے کی وجہ سے اتری۔'' (صحیح بخاری:3614)

سوال5: یہ سورت کس دور میں نازل ہوئی؟

جواب: یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں پر اہل مکہ کا ظلم وستم انتہا کو پہنچ رہا تھا، تاکہ اصحاب کہف کا واقعہ سنا کر مسلمانوں کی ہمت افزائی کی جائے اور انہیں بتایا جائے کہ ان سے پہلے مسلمانوں پر اس سے زیادہ ظلم کیا گیا، لیکن ان کے پائے استقامت میں تزلزل نہیں آیا۔ (تیسیر الرحمٰن:832/1)

رکوع نمبر 13

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا(1)﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔'' (1)

سوال1: ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی'' اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کہ اس نے یہ کتاب عزیز اپنے رسول پر نازل فرمائی جو کہ اہل زمین پر نازل ہونے والی نعمتوں میں سب سے عظیم ہے۔اس لئے کہ یہ کتاب انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتی ہے۔ (تفسیر مراغی:372/5، 373) (2) حمد وثنا ہے اس ذات کے لئے جس نے محمد ﷺ کو اپنی رسالت کے لئے خاص کیا اور انہیں نبی اور رسول ﷺ بنا کر اپنی مخلوق کی طرف مبعوث کیا اور ان پر مضبوط کتاب نازل فرمائی۔ (جامع البیان:191/15) (3) اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر حال میں حمد ہے۔ ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاُوۡلٰی وَالۡاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں اُسی کی حکومت ہے اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (القصص:70) (4) بندوں کو یہ تعلیم دینی بھی مقصود ہوتی ہے کہ ہر مہتم بالشان چیز کی ابتدا اور انتہا اللہ تعالیٰ کی ہی حمد وثنا سے ہونی چاہیے۔ (تیسیر الرحمٰن:833,832/1) (5) ﴿وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا﴾ ''اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی'' اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی عظیم صفت بیان کی ہے کہ اس میں کوئی کجی نہیں یعنی اس میں کوئی عبث بات نہیں اور اس میں کوئی جھوٹی خبر نہیں۔ (6) قرآن

مجید معتدل کتاب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں (جامع البیان:9115/1)(7) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی دوخوبیاں بیان فرمائیں جو اس بات پر مشتمل ہیں کہ یہ کتاب ہر لحاظ سے کامل ہے۔ یہ دوصفات مندرجہ ذیل ہیں۔(i) اس کتاب عظیم سے کجی کی نفی۔(ii) اس بات کا اثبات کہ یہ کتاب کجی دور کرنے والی اور راہ راست پر مشتمل ہے۔(تفسیر سعدی:1494/2)(6) یہ کتاب حق اور صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی حمد سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد بیان کر کے بندوں کی کس طرف راہ نمائی کی ہے؟

جواب: (1) حمد سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذریعے سے، جو کہ صفت کمال ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی اور دینی و دنیاوی نعمتوں کے اظہار و اعتراف کے ذریعے سے اس کی ثنا بیان کرنا اور علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کی جلیل ترین نعمت اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر قرآن نازل کرنا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد بیان کی اور اس ضمن میں بندوں کے لئے اس امر کی طرف راہ نمائی ہے کہ وہ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں کہ اس نے ان کی طرف اپنا رسول بھیجا اور کتاب نازل کی۔(تفسیر سعدی :1495/2)

﴿قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا(2)﴾

''بالکل سیدھی ہے تاکہ وہ اس کی جانب سے ایک سخت عذاب سے خبردار کردے اور مومنوں کو خوش خبری دے دے جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً ان کے لیے اچھا اجر ہے۔''(2)

سوال: ﴿قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا﴾ ''بالکل سیدھی ہے تاکہ وہ اس کی جانب سے ایک سخت عذاب سے خبردار کردے اور مؤمنوں کو خوش خبری دے دے جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً ان کے لیے اچھا اجر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَيِّمًا﴾ ''بالکل سیدھی ہے'' قرآن مجید کی یہ خوبی ہے کہ یہ ایک مستقیم اور معتدل کتاب ہے، جو بالکل سیدھی اور ٹھیک ہے۔(مختصر ابن کثیر:1079/1)(2) استقامت کا اثبات اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ کتاب جلیل ترین امور کا حکم دیتی ہے اور جلیل ترین خبروں سے آگاہ کرتی ہے اور یہ وہ خبریں ہیں جو قلوب انسانی کو معرفت الٰہی اور ایمان و عقل سے لبریز کر دیتی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کے افعال کے بارے میں خبریں، نیز گزرے ہوئے اور آئندہ آنے والے غیبی معاملات کی خبریں۔ اس کتاب کی استقامت کا اثبات اس امر کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ اس کے اوامر و نواہی نفوس انسانی کا تزکیہ، ان کی نشوونما اور ان کی تکمیل کرتے ہیں کیونکہ یہ اوامر و نواہی کامل عدل و انصاف، اخلاص اور اکیلے اللہ رب العالمین کے لئے عبودیت پر مشتمل ہیں۔ یہ کتاب، جس کے مذکورہ بالا اوصاف

بیان کئے گئے ہیں،اس بات کی مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نازل کرنے پر اپنی حمد بیان کرے اور اپنے بندے سے اپنی حمد وستائش کا مطالبہ کرے۔(تفسیر سعدی:2/1494،1495)(3) کتاب کے قیم ہونے سے مراد سیدھا ہونا ہے یعنی انسانوں کے دین ودنیا کے لیے راہ نمائی،حفاظت کرنے والی اور اسلام کے سیدھے اور سچے ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔(4) قرآن کو''قیم'' کہا،یعنی یہ قرآن نہایت ہی معتدل کتاب ہے، ہر افراط وتفریط سے پاک،اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں پر غالب ہے،جس بات کو وہ حق بتاتا ہے وہ حق ہے اور جسے باطل قرار دیتا ہے وہ باطل ہے۔(تیسیر الرحمٰن:1/833)(4)﴿لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّن لَّدُنْهُ﴾''تاکہ وہ اس کی جانب سے ایک سخت عذاب سے خبردار کردے'' قرآن کریم کا مشن یہ ہے کہ یہ اہل شرک ومعاصی کو اللہ تعالیٰ کے دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈراتا ہے اور مومنین صالحین کو جنت کی خوشخبری دیتا ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جس میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔(تیسیر الرحمٰن:1/833)(5) یعنی اس قرآن کریم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں موجود عذاب سے ڈرائے یعنی اس شخص کو اپنی اس قضاوقدر سے ڈرائے جو اس کے احکامات کی مخالفت کرنے والوں کے لئے ہے۔یہ دنیاوی عذاب اور اخروی عذاب دونوں کو شامل ہے،نیز یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو خوف دلایا ہے اور ان کو ان امور سے ڈرایا ہے جو ان کے لئے نقصان اور ہلاکت کا باعث ہیں جیسا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آگ کا وصف بیان کیا تو فرمایا:﴿ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾''یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔اے میرے بندو! پھر مجھ ہی سے ڈرو۔''(الزمر:16) پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ان لوگوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کر رکھی ہیں جو اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں،ان سزاؤں کو ان کے سامنے بیان کر دیا اور ان اسباب کو بھی واضح کر دیا جو ان سزاؤں کے موجب ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1496)(6)﴿وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ﴾''اور مومنوں کو خوش خبری دے دے جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ نے کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ اپنے رسول کے ذریعے ان لوگوں کو خوش خبری سنائے جو ایمان لا کر ان نیک اعمال کو پورا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب کیے ہیں۔(7) اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے ان لوگوں کو خوشخبری دیتے ہیں جو اس کتاب پر یقین کر کے اپنے ایمان کو مکمل کرتے ہیں۔(8) اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے مومن بندوں پر نیک اعمال واجب کیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں سرانجام دیئے جاتے ہیں۔(9)﴿اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا﴾''یقیناً ان کے لیے اچھا اجر ہے''اس سے مراد وہ اجر ہے جو ایمان لا کر عمل صالح کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔سب سے بڑا اجر جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔اجر حسن اس بات کی دلیل ہے کہ جنت میں جو کچھ ہوگا بہت خوب ہوگا جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا،نہ کسی انسان کے تصور میں اس کا گزر ہوا۔رب العزت نے فرمایا:﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ط لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی،ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی

ہیں،اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے،اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوااور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے،یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''(المائدہ:119)(8)﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾''آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی،اگر چہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے اور اُنہیں وہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں،وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔سن لو! اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقیناً فلاح پانے والے ہیں۔''(المجادلہ:22)(9)﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾''ان کی جزا اُن کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اُس سے راضی ہوگئے۔یہ اُسی شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔''(البینہ:8)

﴿مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا(3)﴾

''وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(3)

سوال:﴿مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا﴾''وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں''جنت جسے کبھی نہ فنا ہونا ہے،نہ اسے کبھی زوال آنا ہے۔اس میں وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جو نیک عمل کریں گے۔(2)یہ اجر حسن کبھی ختم نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ اس کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:جو آدمی جنت میں داخل ہوجائے گا وہ نعمتوں میں ہوجائے گا۔اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ ہی اس کی جوانی ختم ہوگی۔''(صحیح مسلم:7156)(4)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ(اے جنت والو)تمہارے لیے(یہ بات مقرر ہوچکی ہے کہ)تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔اور تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ:آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم

اپنے (نیک) اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔'' (صحیح مسلم:7157)

﴿وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (4)﴾

''اوران لوگوں کووہ ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد بنالی ہے۔''(4)

سوال: ﴿وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ ''اوران لوگوں کووہ ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد بنالی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اوران لوگوں کووہ ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد بنالی ہے''یعنی یہود ونصاریٰ اور مشرکوں کوڈرادو جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی ہے۔(2)یہ تین طرح کے گروہ تھے(i)مشرک جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔(ii)یہود جو کہتے تھے کہ عزیراللہ تعالیٰ کی بیٹے ہیں۔(iii)عیسائی جو کہتے تھے مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔(تفسیر مراغی:373/5)(3)دُنیا میں انسان کی گمراہی کا سبب یہ ہے کہ انسان ایک اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کواپنا سہارا بنالے۔اس کی ایک بُری صورت اللہ تعالیٰ کی اولاد بنانا ہے۔(4)مشرک کسی علم یا یقین کی بناپر اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں بناتے بلکہ محض گمان اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔

﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا(5)﴾

''انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی اُن کے باپ دادا کو۔بہت بڑی بات ہے جواُن کے منہ سے نکلتی ہے وہ صرف جھوٹ ہی کہتے ہیں۔''(5)

سوال: ﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ ''انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی اُن کے باپ دادا کو۔بہت بڑی بات ہے جواُن کے منہ سے نکلتی ہے وہ صرف جھوٹ ہی کہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ﴾ ''انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی اُن کے باپ دادا کو'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ان کے اقوال علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ گمان اور خواہشات نفس کی بنیاد پر ہیں۔یہ اوران کے ابا وَاجداد علم کے بغیر،دلیل کے بغیر محض جھوٹ اور اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کرتے ہیں۔(2)یہ مشرکوں کی جانب سے بہت بڑا الزام ہے اوراس سے بڑھ کر بری بات کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کرے؟ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اوراس سے بڑا ظالم اورکون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے،ظالم یقیناً کامیاب

نہیں ہوتے۔'' (الانعام:21) (2) اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کرنا دراصل اس کی ذات میں نقص اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں غیر اللہ کو شریک کرنا ہے۔ (3) ﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ﴾ ''بہت بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے'' ان کے منہ سے نکلنے والی بات سراسر جھوٹ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (۸۸) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (۸۹) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۰) اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (۹۱) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (۹۲) اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (۹۳) لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا (۹۴) وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (۹۵)﴾ اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔ کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے۔ اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔ (مریم:95-88) (4) ﴿اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾ ''وہ صرف جھوٹ ہی کہتے ہیں'' اس جھوٹ میں سچ کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ (5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے پھر اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرو۔ (بخاری:4477) (6) غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح بتدریج ان کے قول کا ابطال کیا ہے اور کم تر باطل چیز سے زیادہ باطل چیز کی طرف انتقال کیا ہے، چنانچہ پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی: ﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ﴾ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا ممنوع اور باطل ہے پھر دوسرے مرحلے میں فرمایا کہ یہ انتہائی قبیح قول ہے، فرمایا: ﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ﴾ پھر تیسرے مرتبے میں فرمایا کہ یہ محض جھوٹ ہے جو صدق کے منافی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1497)

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (6) ﴾

''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' (6)

سوال: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ ''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' نبی ﷺ کو مشرکوں کے ایمان نہ لانے کا بہت افسوس تھا۔(2)﴿بِهٰذَا الْحَدِيْثِ﴾ سے مراد قرآن کریم ہے۔رب العزت نے اپنے رسول کو تسلی دی ہے کہ آپ اپنی جان کیوں گھلا رہے ہیں؟(3)اگر یہ ایمان نہیں لاتے ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ﴾''چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے۔''(فاطر:8)(4)﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں۔اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔''(النمل:80) (5)﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟''(الشعراء:3)(6)﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾ اور آپ ان پر غم نہ کریں۔اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ بُری تدبیریں کرتے ہیں۔(النمل:70)(7)﴿بَاخِعٌ﴾''ہلاک کرنے والے ہیں''یعنی غم کے مارے اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے۔﴿بَاخِعٌ نَّفْسَكَ﴾ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اس سے مراد ہے کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے۔(جامع البیان:196/15)(8)اپنی جان نہ گھلاؤ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہو۔جو ہدایت کے راستے پر آ گیا اسے خود فائدہ ہوگا۔جو گمراہی پر قائم رہا اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔(9)آپ ﷺ کا اجر وثواب تو واجب ہو چکا۔رہی ان کی بات جو ایمان نہیں لاتے تو اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے دل میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ضرور انہیں ہدایت دے دیتا۔﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے''(القصص:56)(10)سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اعتراف کیا۔﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ﴾''اے میرے رب!میں اپنے آپ پر اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر کوئی اختیار نہیں رکھتا''۔(المائدہ:25)(11)﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾''آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔''(الغاشیہ:22)(12)سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے دور ہٹاتا رہے۔میں بھی تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جاتے (اور نارِ جہنم میں گرتے جاتے)ہو۔(مسلم:5958)(13)نبی ﷺ کو مشرکوں کے ایمان نہ لانے کا بے حد ملال ہوتا تھا۔آپ ﷺ سب لوگوں کی ہدایت کے لیے بے حد کوشش کرتے تھے،جب لوگ جھٹلاتے تو ان پر رحم کی وجہ سے غم زدہ ہوتے تھے اس لیے رب العزت نے تسلی دی کہ آپ ﷺ قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کی پیچھے اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں۔(13)نبی ﷺ کا یہ حزن قلب پاک سے الگ نہ ہوا۔بسا اوقات تہجد میں سارا سارا وقت امت کے لئے دعا کرنے میں وقف کر دیتے۔ایک رات کا واقعہ ہے کہ صرف اسی آیت کے دھرانے میں پوری فرما دی۔﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ اگر تو ان کو سزا دے تو یقیناً وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو یقیناً تو سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔''(المائدہ:118)(رحمۃ للعالمین:272۔274)

﴿ اِنَّاجَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً (7)﴾

''یقیناً ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کی زینت بنایا ہے تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ اُن میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''(7)

سوال: ﴿ اِنَّاجَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ ''یقیناً ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کی زینت بنایا ہے تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ اُن میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّاجَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا ﴾ ''یقیناً ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کی زینت بنایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے زمین پر جو کچھ ہے سب کو زینت بنایا ہے۔ مثلاً مال، اولاد، نباتات، معدنیات، زمین کے خزانے، جانور وغیرہ۔(2) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا بڑی میٹھی اور سرسبز (یعنی پرکشش) ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تم کو (زمین میں) جانشین بنائے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ پس (اس میٹھی اور پرکشش) دنیا سے بچ کر رہو اور عورتوں سے بھی محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے پیدا ہوا۔'' (صحیح مسلم:6948)(3) سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقیری کا ڈر نہیں، لیکن مجھے اس کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی تھی، پھر تم دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے جیسے اگلے لوگ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے اور وہ دنیا تمہیں ہلاک کر دے جیسے اس نے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔ (صحیح مسلم:7425)(4) ﴿ لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ ''تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ اُن میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے'' یعنی کون زیادہ خالص اعمال پیش کرتا ہے۔(5) دنیا دارالامتحان ہے، دارالقرار نہیں۔(6) اللہ تعالیٰ نے زمین پر مختلف قسم کے حیوانات پیدا کئے، اور اسے درختوں، نہروں اور پھول پتیوں سے زینت بخشی، اور انواع واقسام کی نعمتوں سے اسے بھر دیا، تا کہ دیکھے کہ کون رنگ رلیوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے، اور کون شہوتوں اور خواہشات پر غالب آ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وبندگی کو ترجیح دیتا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:833/1)

﴿ وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا (8)﴾

''اور جو بھی زمین پر ہیں بلاشبہ ہم اُسے ضرور صاف میدان بنا دینے والے ہیں۔''(8)

سوال1: ﴿ وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ﴾ ''اور جو بھی زمین پر ہیں بلاشبہ ہم اُسے ضرور صاف میدان بنا دینے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور جو بھی زمین پر ہیں بلاشبہ ہم اُسے ضرور صاف میدان بنا دینے والے ہیں'' دنیا فنا ہونے والی ہے اس کی رونق ویرانی سے بدلنے والی ہے، اس کی ہر چیز ختم ہو کر چٹیل میدان بننے والی ہے۔(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى

الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ (۲۷) وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۸)﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم بنجر زمین کی طرف پانی ہانک کر لاتے ہیں پھر ہم اُس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے اُن کے جانور بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی۔ تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟'' (السجدہ:27) (3) ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ ''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے۔'' (الرحمٰن:26) (4) ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (۱۰۵) فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا (۱۰۶) لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا﴾ ''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا۔ آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ۔ (طٰہٰ:105-107)

سوال2: زمین کی دل فریبیوں کے انجام سے کس حقیقت کا پتہ چلتا ہے؟

جواب: زمین کی دل فریبیوں کے انجام سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ (i) زمین کی دل فریبیاں عارضی ہیں۔ (ii) زمین کی دل فریبیاں مقررہ مدت تک ہیں۔ زمین کی یہ حیثیت اور اس کی رونقیں ختم ہونے والی ہیں۔

سوال3: جو اس دنیا کے باطن پر نظر ڈالتا ہے اسے دنیا اور خود اپنے مقاصد کے بارے میں کیا علم ہوتا ہے؟

جواب: جو اس دنیا کے باطن پر نظر ڈالتا ہے اسے دنیا اور خود اپنے مقاصد کا علم ہوتا ہے۔ وہ اس دنیا سے صرف اتنا استفادہ کرتا ہے جس سے وہ اپنے مقاصد کے حصول میں مدد لے سکے جن کے لئے اس کو تخلیق کیا گیا ہے اور اپنی عمر میں فرصت کو غنیمت جانتا ہے۔ وہ دنیا کو راہ گزر سمجھتا ہے، آرام کی منزل نہیں۔ وہ اسے انتہائی دشوار اور تکلیف دہ سفر سمجھتا ہے، عیش و آرام کا گھر نہیں۔ پس وہ اپنے رب کی معرفت کے حصول، اس کے احکام کے نفاذ اور اپنے اعمال کو مقام احسان پر پہنچانے کے لئے پوری جدوجہد کرتا ہے۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین منازل میں قیام کرے گا۔ وہ ہر قسم کے اکرام و تکریم، نعمتوں اور مسرتوں کا مستحق ہوگا۔ جب فریب خوردہ لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے تھے تو اس شخص کی نظر دنیا کے باطن پر تھی، جب لوگ حصول دنیا کے لئے کام کرتے تھے تو یہ اپنی آخرت کے لئے کام کرتا تھا۔ دونوں فریقوں میں بہت بڑا فرق اور دونوں گروہوں کے درمیان بہت بڑا تفاوت ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1499)

﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا (۹)﴾

''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے؟'' (9)

سوال1: ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا﴾ ''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے؟''یہاں اصحاب کہف کا واقعہ مختصراً بیان کیا گیا ہے۔(2)اصحاب کہف کے قصہ اوران کے واقعات کواللہ تعالیٰ کی آیات کے سامنے انہونی بات،اس کی حکمت میں انوکھا واقعہ نہ سمجھواور نہ یہ سمجھو کہ اس کی کوئی نظیر نہیں اوراس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار تعجب خیز معجزات ہیں جو اصحاب کہف کے معجزے کی جنس میں سے ہیں یا اس سے بھی بڑے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے بندوں کو آفاق اوران کے نفوس میں اپنی نشانیاں دکھا تا رہا ہے جن سے حق و باطل اور ہدایت وضلالت واضح ہوتے ہیں۔نفی سے مراد یہ نہیں کہ اصحاب کہف کا قصہ عجائبات میں سے نہیں بلکہ یہ قصہ تو اللہ تعالیٰ کے معجزات میں سے ہے اوراس سے صرف یہ مراد ہے کہ اس جنس سے اور بہت سے معجزات ہیں،اس لئے صرف اس ایک معجزے پر تعجب کے ساتھ ٹھہر جانا علم وعقل میں نقص ہے۔بندہ مومن کا وظیفہ تو یہ ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان تمام آیات میں غور وفکر کرے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو غور وفکر کی دعوت دی ہے۔کیونکہ غور وفکر ایمان کی کلید اور علم وایقان کا راستہ ہے۔(تفسیر سعدی:2/1500) (3) الکہف سے مراد پہاڑ کے اندر ایک غار ہے،اور رقیم سے مراد کتبہ ہے جس پر اصحاب کہف کے نام اوران کا واقعہ درج تھا کہ وہ طویل زمانے تک اس غار میں پڑے رہے ہیں۔(4)اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واقعات تو بہت بڑے ہیں۔آسمان اور زمین کی پیدائش،رات اور دن کا آنا جانا،نظام شمسی اور سورج اور چاند کا تابع ہونا سب تعجب خیز واقعات ہیں اوراس سے بھی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم کتاب وسنت ہے۔(5)اللہ تعالیٰ نے جو علم نبی ﷺ کو دیا اور اُمی ہونے کے باوجود جس طرح آپ ﷺ کے توسط سے دنیا کے امن کے لیے علم وعمل کے جو طریقے کتاب وسنت کے ذریعے سکھائے وہ غار اور کتبوں والوں سے زیادہ تعجب خیز ہیں۔

سوال2:اصحاب کہف کا واقعہ کس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے لایا گیا ہے؟

جواب:اصحاب کہف کا واقعہ یہاں یہ حقیقت واضح کرنے کے لیے لایا گیا ہے کہ جب دلوں کے اندر ایمان اُتر جاتا ہے تو دل کیسے سکون اور اطمینان سے بھر جاتے ہیں اور دُنیا کی دلکشیاں اور دل فریبیاں ایسے لوگوں کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

سوال3:اصحاب کہف کے واقعے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:(1)اصحاب کہف کا واقعہ بتاتا ہے کہ سچے اہل ایمان کی زندگی میں ایسے شدید حالات پیدا ہوتے ہیں کہ انہیں کسی غار میں پناہ لینی پڑ جاتی ہے۔(2)یہ واقعہ بتاتا ہے کہ زندہ انسانوں کے لیے بظاہر جو غار،قبر یا مشکل حالات موت کے مترادف ہوتے ہیں وہیں سے زندگی اور حرکت پھوٹ نکلتی ہے۔(3)یہ واقعہ بتاتا ہے کہ ایمان والوں کی تاریخ بدلنے کے لیے جب ماحول میں مخالفت شدید ہو جاتی ہے اور بظاہر یوں لگتا ہے کہ ایمان والے ختم ہو جائیں گے وہیں سے نئی تاریخ کا آغاز ہو جاتا ہے۔

سوال4:''رقیم''سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) کچھ لوگوں کے نزدیک رقیم سے مراد وہ بستی ہے جس سے اصحاب کہف گئے تھے۔(2) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ وہ

پہاڑ ہے جس میں غار واقع تھا۔(3) کچھ لوگوں نے رقیم کو مرقوم کے معنوں میں لیا اور کہا کہ یہ ایک تختی ہے جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے ہوئے ہیں اُسے رقیم کہتے ہیں۔(4) جدید تحقیقات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس پہاڑ میں غار واقع ہے اس کے قریب ایک آبادی ہے جیسے الرقیب کہتے ہیں جو ''رقیم'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

سوال5: اصحاب کہف کون تھے؟

جواب: کہا یہ جاتا ہے کہ مسیحی تاریخ میں جنہیں (Seven Sleepies) سات سونے والے کہا گیا وہ اصحاب کہف ہیں۔اگر وہ اصحاب کہف ہیں تو یہ واقعہ افیسس (Ephesus) کا ہے۔یہ قدیم زمانے کا شہر ہے جو ترکی کے مغربی ساحل پر واقع تھا جس کے کھنڈر آج بھی پائے جاتے ہیں۔249_251 میں اس علاقے میں رومی حکمران ڈیسس Desues کی حکومت تھی۔یہاں چاند کی پوجا کی جاتی تھی۔سیدنا عیسیٰ g کے پیروکاروں کے توسط سے جب توحید کی دعوت پھیلنے لگی تو بادشاہ برداشت نہیں کر سکا۔ اصحاب کہف افیسس کے اعلیٰ گھرانوں کے سات نوجوان تھے جنہوں نے توحید کی دعوت قبول کر کے دوسروں تک پہنچانی شروع کر دی تھی۔

﴿اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّہَیِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا(10)﴾

''جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور ہمیں ہمارے کام میں راہ نمائی عطا فرما دیجیے۔''(10)

سوال:1 ﴿اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّہَیِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا﴾ ''جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور ہمیں ہمارے کام میں راہ نمائی عطا فرما دیجیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ﴾ ''جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی'' وہ چند نوجوان تھے جو سیدھے راستے پر تھے اور حق کی طرف مائل تھے، وہ اپنی قوم کے فتنے اور عذاب سے بچنے کے لئے ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔جب وہ نوجوان غار میں داخل ہو رہے تھے تو اپنے رب سے دعا کر رہے تھے۔(2) ﴿فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً﴾ ''تو اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر'' یعنی اپنی رحمت کے ذریعے ہمیں نیکی کی توفیق دے، اور برائی سے بچالے اور ثابت قدمی عطا فرما۔ (3) رحمت سے مراد آخرت میں مغفرت، دشمنوں سے امن میں ہونا اور دنیا کا رزق ہے۔(فتح القدیر:842/3)(4) ﴿وَّہَیِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا

رَشَـــــدًا ﴾ ''اورہمیں ہمارے کام میں راہ نمائی عطا فرما دیجیے''یعنی رشد وہدایت تک پہنچانے والا ہر راستہ ہمارے لئے آسان فرما دے اور ہمارے دینی اور دنیاوی امور کی اصلاح کر۔پس وہ کوشش کے ساتھ اپنی قوم کی تعذیب اور فتنہ سے فرار ہوکر ایسے محل ومقام کی طرف بھاگے جہاں ان کے لئے چھپنا ممکن تھا۔اس کے ساتھ ساتھ وہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ اور اپنے نفس اور مخلوق پر بھروسہ کئے بغیر،اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے آسانی کا سوال کرتے رہے۔اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ان کے لئے ایک ایسا امر مقرر کر دیا جو ان کے گمان میں بھی نہ تھا۔(تفسیر سعدی:2/1500)(5) نبی ﷺ دعا کرتے تھے:اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَا قِبَتَنَا فِیْ الْاُ مُوْ رِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَامِنْ خِزْیِ الدُّنْیَاوَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ ''اے اللہ ہمارے تمام امور کے انجام کو اچھا بنا دے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے پناہ دے۔(احمد:17628)

سوال2:اصحاب کہف کے واقعے میں نوجوانوں کے لیے کیا سبق ہے؟

جواب:(1)اصحاب کہف کے واقعے میں نوجوانوں کے لیے بڑا سبق ہے۔آج کا نوجوان فضول کاموں میں وقت برباد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ نہیں کرتا جب کہ اصحاب کہف نے اپنے وقت کو بچایا اور دُنیا کے سب سے بڑے کام یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کو بچانے کی اور اُس کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔(2)اصحاب کہف نے اپنی جوانیاں رب کے نام لگا دی تھیں۔آج کے نوجوانوں کو بھی اپنی جوانیاں صالحیت اور رب کی عبادت میں گزارنے کی ضرورت ہے۔(3)اصحاب کہف نے اپنی زندگی کی حقیقت سمجھ لی تھی کہ زندگی عارضی ہے۔لوٹ کر رب کے پاس جانا ہے۔آج کے نوجوان کو بھی اس دھوکے میں نہیں رہنا چاہے کہ ابھی بہت عمر پڑی ہے آخری عمر میں نیکی کا راستہ اختیار کرلیں گے۔وقت پیری گرگ ظالم شود پرہیز گار۔یہ بات سمجھ لینی چاہے کہ ''در جوانی توبہ کر کردن شیوہ پیغمبری است''جو فضلیت جوانی میں عبادت اور تقویٰ کی ہے وہ بڑھاپے میں کہاں ہے!

سوال3:اصحاب کہف نے غار میں کیوں پناہ لی؟

جواب:اصحاب کہف نے حکومتی سختیوں کی وجہ سے شہر سے نکل کر قریبی پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔

سوال4:اصحاب کہف غار میں کیا چھپانے گئے تھے؟

جواب:اصحاب کہف غار میں اپنا ایمان چھپانے گئے تھے کیونکہ لوگوں کے درمیان آزاد رہتے ہوئے وہ اپنا ایمان نہیں چھپا سکتے تھے۔

سوال5:اصحاب کہف نے غار میں کس چیز کی دُعا کی تھی؟

جواب:اصحاب کہف نے غار میں اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کی تھی اور اپنے معاملے کی درستگی کے لیے دُعا کی تھی۔

﴿ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا(11) ﴾

''چنانچہ ہم نے گنتی کے کئی سال تک اس غار میں اُن کے کانوں پر پردہ ڈال دیا۔''(11)

سوال: ﴿ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ﴾ ''چنانچہ ہم نے گنتی کے کئی سال تک اس غار میں اُن کے کانوں پر پردہ ڈال دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ﴾ ''چنانچہ ہم نے گنتی کے کئی سال تک اس غار میں اُن کے کانوں پر پردہ ڈال دیا'' اللہ تعالیٰ نے غار میں گھستے ہی ان پر نیند ڈال دی۔(2) ﴿ سِنِیْنَ عَدَدًا ﴾ ''گنتی کے کئی سال'' یہ تین سو نو سال کا عرصہ ہے۔ وہ برسوں سوتے رہے۔(3) اصحاب کہف کی نیند میں ان کی حفاظت اور اطمینان دونوں ہی شامل تھے۔ ان کی نیند میں دل کا اضطراب اور خوف نہیں تھا۔

سوال3: پردے ڈالنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے گہری نیند سلا دیا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے کانوں پر پردے کیوں ڈال دیئے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے کانوں پر پردے اس لیے ڈالے تھے تاکہ باہر کی آوازوں سے اُن کی نیند میں خلل نہ آئے۔

﴿ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا (12) ﴾

''پھر ہم نے اُنہیں اُٹھایا کہ ہم جان پائیں کہ دونوں گروہوں میں سے کون سا گروہ مُدّت کو بہتر شمار کرنے والا ہے، جو وہ ٹھہرے؟''(12)

سوال1: ﴿ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴾ ''پھر ہم نے اُنہیں اُٹھایا کہ ہم جان پائیں کہ دونوں گروہوں میں سے کون سا گروہ مُدّت کو بہتر شمار کرنے والا ہے، جو وہ ٹھہرے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ ﴾ ''پھر ہم نے اُنہیں اُٹھایا'' یعنی ہم نے انہیں طویل نیند سے اٹھایا۔(2) ﴿ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴾ ''کہ ہم جان پائیں کہ دونوں گروہوں میں سے کون سا گروہ مُدّت کو بہتر شمار کرنے والا ہے، جو وہ ٹھہرے؟'' تاکہ ہم دیکھیں کون نیند کی مدت کو ٹھیک ٹھیک شمار کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِیَتَسَآءَلُوْا بَیْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ

لَبِثْتُمْ ط قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ط فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴾ اوراسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پُوچھ گچھ کریں ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''کتنی دیر رہے ہوتم؟'' انہوں نے کہا: ''ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں۔'' وہ بولے کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی دیر رہے ہو؟ چنانچہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنے یہ چاندی (کے سکے) دے کر شہر بھیجیں، پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ زیادہ صاف ستھرا کھانا کہاں ہے؟ پھر اسی میں سے کچھ تمہارے کھانے کو لائے اور وہ نرمی اور باریک بینی کی کوشش کرے اور تمہارے متعلق کسی کو ہرگز نہ معلوم ہونے دے۔ (الکہف:19)(3) یعنی وہ اٹھیں اور ایک دوسرے سے سونے کی مدت، اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور رحمت کے بارے میں سوال کریں۔ اگر وہ ہمیشہ سوتے رہتے تو کسی کو واقعہ کی اطلاع نہ ہوتی۔

سوال2: یہاں بعث سے کیا مراد ہے؟

جواب: بعث سے مراد طویل نیند سے اُٹھانا ہے۔

سوال3: دوگروہوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: (1) اس سے مراد اصحاب کہف کے دوگروہ ہیں۔ (2) کچھ لوگوں کا خیال ہے اختلاف کرنے والے لوگ مراد ہیں جو یا تو اسی دور کے تھے یا عہد رسالت کے۔

سوال4: اصحاب کہف میں اختلاف کس چیز پر تھا؟

جواب: اختلاف سونے کی مدت پر تھا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو اُٹھانے کا کیا مقصد بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے تا کہ پتہ چل جائے کہ اس مدت کو کس نے زیادہ یاد رکھا ہے۔

رکوع نمبر 14

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى (13) ﴾

اور ہم اُن کا برحق قصہ آپ پر بیان کرتے ہیں، بلاشبہ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے اُنہیں ہدایت میں زیادہ کیا تھا۔ (13)

سوال1: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''اور ہم اُن کا برحق قصہ آپ پر بیان کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ﴾''اورہم اُن کا برحق قصہ آپ پر بیان کرتے ہیں'' یہاں سے اصحاب کہف کے واقعے کا آغاز ہوتا ہے۔اللہ رب العزت نے سچائی کے ساتھ اپنے نبی سے اس قصے کو بیان کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

سوال:2﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى﴾''بلاشبہ وہ چندنوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے اُنہیں ہدایت میں زیادہ کیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ﴾''بلاشبہ وہ چندنوجوان تھے''اصحاب کہف کے واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ وہ چندنوجوان تھے۔(2)﴿اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ﴾''جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے''جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے مگر ان کی قوم ایمان نہ لائی تھی۔(3)یہ نوجوان اپنی مشرک قوم کے برعکس اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئے تھے،اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عقیدہ میں ایسی پختگی دی کہ انہوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کی راہ اختیار کرلی اور تمام دنیاوی آرام وآسائش سے منہ موڑ کر غار میں رہنا گوارا کی۔ (تیسیر الرحمٰن:835/1)(4)حافظ ابن کثیر نے﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ﴾سے استنباط کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بوڑھوں کے مقابلہ میں نوجوان حق کو جلد قبول کرتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:835/1)(5)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو نوجوان ہی بھیجا اور یہ آیت تلاوت کی﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ﴾''لوگوں نے کہا:''ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سُنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے(الانبیاء:60)(6)وہ سرکش بوڑھوں سے اچھے تھے جو باطل پر ڈٹے ہوئے تھے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی باتیں قبول کرنے والے تھے۔قریش کے عام معمر لوگ شرک پر ہی قائم رہے اور چند کے سوا ان میں سے کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ٹھیک اسی طرح پروردگار عالم نے اصحاب کہف کے بارے میں بتایا کہ وہ بھی نوجوان ہی تھے(مختصر ابن کثیر:1083/1)(7)﴿وَزِدْنٰهُمْ هُدًى﴾''اور ہم نے اُنہیں ہدایت میں زیادہ کیا تھا''اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی قدر کی اور ان کی ہدایت میں اضافہ فرمایا۔(8)اللہ تعالیٰ نے ان کے اپنے رب پر ایمان میں ایمان کو اور ان کی دینی بصیرت کو بڑھا دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے گھروں سے جدائی کو قبول کرلیا۔(جامع البیان:208/15)(9)ربیع بن انس نے کہا:اللہ تعالیٰ نے انہیں اخلاص میں بڑھا دیا تھا۔(الدر منثور:36/4)(10)امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح بخاری میں باب باندھا ہے الایمان یزید وینقص ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔(11)اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عمل صالح کو آسان کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف کٹ کر رہنے اور لوگوں سے دوری اور دنیا سے بے رغبتی یہ ایمان میں اضافے والے کام ہیں۔(المحرر الوجیز:501/3،قرطبی:264/5)

سوال3:ہدایت سے کیا مراد ہے؟اللہ تعالیٰ کن لوگوں کی ہدایت میں اضافہ فرماتے ہیں؟

جواب:(1)ہدایت سے مراد علم نافع اور عمل صالح ہے۔(2)اللہ تعالیٰ ایمان لاکر ہدایت کے راستے پر استقامت سے چلنے کی وجہ سے ہدایت میں اضافہ فرماتے ہیں یعنی جو ایمان لانے کے بعد مسلسل علم نافع کے حصول کے لئے کوشش کرتا رہے اور عمل صالح کے لئے مسلسل

بھاگ دوڑ کرے۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ ﴾''اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی،اس نے ان کو ہدایت میں بڑھادیا اور انہیں اُن کو تقویٰ عطا کیا''۔(محمد:17)(4)﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے،سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔(التوبہ:124)(5)﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ط وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾''وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل کی تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں۔اور اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمانوں اور زمین کے لشکر اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے۔''(الفتح:4)

﴿ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا(14) ﴾

''اور ہم نے اُن کے دلوں پر بند باندھ دیا،جب وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے،ہم اُس کے سوا ہرگز کسی کو معبود نہ پکاریں گے،بلاشبہ تب تو ہم نے بالکل ہی حد سے گزری ہوئی بات کہی۔''(14)

سوال1:﴿وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴾''اور ہم نے اُن کے دلوں پر بند باندھ دیا،جب وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے،ہم اُس کے سوا ہرگز کسی کو معبود نہ پکاریں گے،بلاشبہ تب تو ہم نے بالکل ہی حد سے گزری ہوئی بات کہی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾''اور ہم نے اُن کے دلوں پر بند باندھ دیا''یعنی ہم نے انہیں صبر الہام کیا اور ان کے دلوں کو نور ایمان سے منور کیا۔(جامع البیان:208/15)(2)یعنی ہم نے انہیں صبر و ثبات عطا کیا اور انہیں پریشانیوں میں اطمینان عطا کیا۔(3)اللہ تعالیٰ نے فرمایا:ہم نے مجاہدہ کرنے کے لیے انہیں صبر سے قوت دی اور انہیں شیطان سے جنگ کے لیے شجاعت عطا کی اور دین کے ساتھ اجنبی جگہوں پر جانے اور نفس کی مخالفت اور حسی لذات اور جسمانی عیش و آرام کی چیزیں ترک کرنے اور کلمۃ اللہ اور کلمۂ توحید کے لیے کے قیام کے لیے شجاعت عطا کی اور یہ بھی کہا گیا کہ انہیں کلمہء توحید کے قیام،اور دین پر استقامت کے اظہار اور جابر بادشاہ کے سامنے حق کی دعوت پیش کرنے کی جرأت عطا کی تھی۔(تفسیر قاسمی:12/11)(4)اللہ تعالیٰ نے فرمایا:ہم نے انہیں لوگوں کی مخالفت پر صبر عطا کیا اور ان کے عقیدے پر

ثبات اورانہیں قوت عزیمت الہام کی۔(تفسیر منیر:240/8)(5)اللہ تعالیٰ دلوں کو کمزور کرنے والی رکاوٹوں کو دور کر دیتا ہے مثلاً(i)اصحاب کہف نے ہجرت کی تھی اور اپنے گھر والوں سے جدائی اختیار کی تھی اُس جدائی کے صدمے کو برداشت کرنے کا حوصلہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔(ii) اصحاب کہف نے عیش وعشرت کی زندگی سے محرومی کا صدمہ اُٹھایا تھا اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور اُن کے دل اُن مصیبتوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہوئے۔(iii)اللہ تعالیٰ نے انہیں عقیدے میں پختہ کر دیا تھا۔جس سچائی کو اُنہوں نے جانا تھا اس کو اُنہوں نے اپنالیا۔اُس پر استقامت اختیار کر لی۔اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں یہ یقین بٹھایا تھا اس طرح اُن کے دل مضبوط ہو گئے تھے۔(6)﴿اِذْ قَامُوْا﴾''جب وہ کھڑے ہوئے''(i)یعنی جب وہ اُٹھے۔یہ اُٹھنا عام لوگوں کی طرح اپنی ضروریات،اپنے رزق،اپنی خواہشات اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے نہیں تھا۔(ii)اصحاب کہف کے قیام سے بعض مفسرین نے یہ مراد لی ہے کہ بادشاہ کے دربار میں جب انہیں طلب کیا گیا تو اُنہوں نے توحید کا وعظ بیان کیا۔(iii)اصحاب کہف کے اُٹھنے سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچانے کے لیے اس کی دعوت وتبلیغ کے لیے اُٹھنا ہے جس کے بعد اُن کی مخالفت زور پکڑ گئی۔اس کا ثبوت آیت کے اگلے حصے سے ملتا ہے کہ ہمارا رب وہی ہے جو زمین وآسمان کا رب ہے اور ہم اُسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود نہ بنائیں گے اگر ہم ایسا کریں گے تو سیدھے راستے سے ہٹ جائیں گے۔(7) ﴿فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''تو انہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے''بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ایک دوسرے کو توحید کے وہ دلائل سنائے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں ڈالے تھے۔(8)یعنی جس نے ہمیں پیدا کیا،ہماری پرورش کی،جو ہمیں رزق عطا کرتا ہے اور ہماری تدبیر کرتا ہے وہی تمام کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔وہ ان عظیم مخلوقات کو پیدا کرنے میں منفرد ہے۔یہ بت اور خود ساختہ معبود اس کائنات کے خالق نہیں ہیں جو کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں نہ رزق دے سکتے ہیں،وہ کسی نفع ونقصان کے مالک ہیں نہ موت وحیات کے اور نہ موت کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں۔پس انہوں نے توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال کیا اور کہا:﴿لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا﴾(تفسیر سعدی:1502/2)(9)﴿لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا﴾''اُس کے سوا ہرگز کسی کو معبود نہ پکاریں گے''یعنی ہم مخلوق میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کے سوا الٰہ نہیں بنائیں گے۔(10)﴿لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا﴾ ''بلاشبہ تب تو ہم نے بالکل ہی حد سے گزری ہوئی بات کہی''یعنی اگر ہم نے کسی اور کو معبود مان لیا تو انتہائی غلط بات مان لی کیونکہ شرک باطل،لغو اور بے ہودہ چیز ہے۔(11)﴿شَطَطًا﴾''بالکل ہی حد سے گزری ہوئی''حق سے دور،حد سے تجاوز کرنے والی بات کہی۔(تفسیر منیر:240/8)(12)یہ دلیل ہے کہ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت عطا کی گئی تھی اور انہیں اپنے رب کی مکمل معرفت حاصل تھی۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی ذات کے شعوری تعلق اور اس سے محبت کو دین اسلام میں کیا درجہ حاصل ہے؟

جواب:(1)یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ انسانی اعمال کے انضباط کا انحصار فکری یکجہتی و پاکیزگی پر ہے۔(2)فکری یکجہتی و پاکیزگی کے لئے کسی ایسی ہستی کے ساتھ تعلق ضروری ہے جو انسان کے مادی اور حسی ماحول سے بالاتر ہو۔(3)اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے تربیت

کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کے شعوری تعلق کو بنیاد بنایا ہے۔(4) قرآن وسنت کی نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں توحید معبودیت اور توحید ربوبیت کے ادراک سے عبودیت کا شعور پختہ ہوتا ہے، وہاں محبت الٰہی بندہ کی حیات دینی کا مقصود قرار پاتی ہے۔(5) اس امر کا اہتمام کیا گیا کہ تعلق باللہ ذات کے شعور ولاشعور کا حصہ بن جائے۔ نبی ﷺ نے بچے کے کان میں اذان کہنے کا طریقہ اختیار فرمایا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا وہ احساس تازہ ہو جائے جو عہد الست میں پیدا ہوا تھا۔(6) تعلق باللہ ہی وہ واحد اساس ہے جو انسان کو راست روی کی طرف متوجہ کرتی ہے اور پیغمبرانہ طریق تربیت کی بنیاد ہے۔(7) نبی ﷺ انسان کو ایسی تربیت مہیا کرتے ہیں کہ انسان ہر لحہ اپنے رب سے خاص تعلق رکھتا ہے اور تعامل کی الٰہی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس میں خشیت الٰہی اور محبت رب کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیے منہاج زندگی کی جانب رجوع کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ اس کی خلوتیں ہوں یا جلوتیں، عبادت ہو یا عملی جدوجہد، صنعت وتجارت کی مصروفیات ہوں یا کاروبار سیاست، صلح وآتشی کے لمحات ہوں یا نزاع وجنگ کے اوقات، اس تعلق کی معراج یہ ہے کہ حب الٰہی ہر حال میں غالب ہو۔(8) اللہ تعالیٰ کی محبت کا تمام محبتوں پر غالب آنا اس تعلق کا فطری نتیجہ ہے رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ''اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں، جو غیر اللہ کو شریک بناتے ہیں وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ شدید ہیں۔'' (البقرہ:165)(9) اس اجمال کی تفصیل ایک اور آیت میں بیان فرمادی تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبہ:24)(10) کتب حدیث میں ''﴿اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ﴾'' کے ابواب میں نبی ﷺ کے مختلف ارشادات منقول ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حب الٰہی کمالِ ایمان ودین ہے۔(11) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا: اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت رکھے، تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔'' (صحیح بخاری:16)(12) بندہ جب اپنے رب کی محبت کو اپنے قلب ودماغ میں نشوونما دیتا ہے اور اس کے فکر وعمل کے دائرے اس مرکز سے شروع ہوتے ہیں اور یہیں ختم ہوتے ہیں تو پھر اسی محبوبیت ومعیت کا مقام حاصل ہوتا ہے جو فی الواقع فرد کی زندگی میں معراج کی

حیثیت رکھتا ہے۔قرآن پاک میں اس معیت کی جانب یوں اشارے ملتے ہیں ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔'' (النحل:128) (13) مصائب ومشکلات میں یہ معیت سکون واطمینان اور اعتماد وشجاعت کا باعث ہے۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے احساس معیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا: ﴿اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ﴾ ''بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے، یقیناً وہ میری راہ نمائی کرے گا۔'' (14) نبی ﷺ نے ہجرت کے موقع پر اس ﷺ حساس معیت کا اظہار اس تبلیغی انداز سے فرمایا کہ قلب وجان، سکون وطمانیت سے معمور ہو جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ''غمگین نہ ہو نا بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے'' رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس رویہ کی وضاحت فرمائی ہے جو بندے کی محبت کے نتیجے میں ظاہر ہوتا ہے۔(15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ پھر جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے۔پھر اس بندے کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھ دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں تو بھی اسے ناپسند کر۔جبریل علیہ السلام بھی اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ناپسند کرتا ہے تم بھی اسے ناپسند کرو اور پھر اس کے لئے زمین میں بھی ناپسندیدگی رکھ دی جاتی ہے۔'' جب مقصود قرب الٰہی ہے تو اس کے حصول کا طریقہ بھی آنا چاہیے۔قرآن وسنت نے محبت خداوندی اور معیت الٰہیہ کے حصول کا طریق بھی بیان کیا تا کہ مسلمان کو کسی طرح کی دِقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔'' (آل عمران:31) (16) نبی ﷺ کا اتباع محبوبیت الٰہی کا باعث ہے یہی وہ معیار ہے جس سے راستے اور منزل کا صحیح تعین ہوتا ہے۔(17) آپ نے اس طریقے کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔حدیث قدسی ہے: ''اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں، اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں۔(صحیح بخاری:6502) (18) سورۃ المزمل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابتدائی آیات دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نبی ﷺ کو جن اعمال کا حکم ہو رہا ہے وہی فی الحقیقت قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (۱) قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (۲) نِّصْفَهٗٓ اَوِ

انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا (۳) اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (۴) اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (۵) اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا (۶) اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا (۷) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (۸) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (۹) وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (۱۰) وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا (۱۱) ﴾''اے چادراوڑھنے والے! رات کو قیام کرو مگر کم۔ آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو۔ یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔ بلاشبہ رات کا اُٹھنا نفس کو زیادہ پامال کرنے والا اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے۔ یقیناً دن میں آپ کے لمبے کام ہیں۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو۔ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ۔ اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔ اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو۔ (المزمل 1۔11) (19) گویا تعلق باللہ کو مستحکم کرنے کے لئے عبادت، ذکر الٰہی، مجاہدہ نفس، اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس اور دعا وہ عناصر ہیں جنہیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ دین کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ قرآن وسنت اور دینی ادب میں ان موضوعات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ یہاں صرف اشارات سے کام لیا گیا ہے۔ (انسان کامل ص 264 تا 268)

﴿هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ط لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ م بَيِّنٍ ط فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا(15)﴾

''ہماری اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں، وہ ان کے حق میں کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ چنانچہ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟'' (15)

سوال 1: ﴿هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ط لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ م بَيِّنٍ﴾ ''ہماری اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں، وہ ان کے حق میں کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''ہماری اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں، وہ ان کے حق میں کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟'' اصحاب کہف اپنی قوم کے شرک کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ہماری قوم تو کھلی مشرک ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ (2) ﴿لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ م بَيِّنٍ﴾ ''وہ ان کے حق میں کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟'' یہ شرک پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لے کر آتے۔ انہوں نے واضح کیا کہ شرک یقین پر نہیں جہالت اور گمراہی پر مبنی ہے۔ (3) یہ بات اسلامی عقیدے کا حصہ ہے کہ انسان جو طریقہ زندگی اختیار کرے اس کے پاس اُس کے لیے ایسی دلیل ہو جو عقل کے مطابق ہو۔ (4) ''یہ لوگ واضح دلیل

کیوں نہیں لائے'' کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد اصحاب کہف اور ان کی قوم کے بڑے لوگوں کے درمیان مدتوں ایک بحث جاری رہی۔اس دوران اُن کے بڑوں نے جو باتیں انہیں کہیں اس میں اُن کے شرک کے لیے کوئی دلیل نہیں تھی۔

سوال2:﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾''چنانچہ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ لہٰذا مشرک غیر انصاف پسند اور جھوٹے ہیں کہ توحید چھوڑ کر شرک پر اڑے ہوئے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1/1084)(2)اصحاب کہف نے واضح کیا کہ بے دلیل اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا دراصل اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے۔(3)اصحاب کہف نے اگرچہ اپنے بڑوں کی مخالفت کا سامنا کیا لیکن اُنہوں نے بڑوں کی بڑائی کو اہمیت نہ دی۔اُنہوں نے سچائی کی دلیل کو اہمیت دی جس کی وجہ سے انہیں وقت کے بڑے ظاہری طور پر سارے اسباب رکھنے کے باوجود چھوٹے نظر آئے۔انہیں ان کا ظلم نظر آنے لگا کیونکہ وہ جھوٹ کی زمین پر کھڑے حق کو چیلنج کر رہے تھے۔(4)اصحاب کہف بڑوں کی بڑائی کو اہمیت دیتے تو وہ بے یقینی اور تذبذب کا شکار ہو جاتے۔

﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (16)﴾

''اور جب تم اُن سے الگ ہو چکے اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کرتے ہیں تو کسی غار میں پناہ لے لو،تمہارا رب تم پر اپنی کچھ رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لیے آسانی مہیا کرے گا۔''(16)

سوال1:﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا﴾''اور جب تم اُن سے الگ ہو چکے اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کرتے ہیں تو کسی غار میں پناہ لے لو،تمہارا رب تم پر اپنی کچھ رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لیے آسانی مہیا کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ﴾''اور جب تم اُن سے الگ ہو چکے اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کرتے ہیں''یعنی جب تم ان سے اور ان کے معبودوں سے جدا ہو رہے ہو اور یہ جدائی دینی طور پر ہے اس لئے اب ان سے جسمانی طور پر بھی الگ ہو جاؤ۔یہ ان کے شر سے نجات پانے کے لئے ضروری ہے کیونکہ اب ان کے ساتھ رہا نہیں جا سکتا۔ان کا دین اور ان کی قوم کا دین فرق ہو گیا۔(2)﴿فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ﴾''تو کسی غار میں پناہ لے لو''یعنی اب غار میں چل کر آرام کرو۔(3)اصحاب کہف اور ان کے بڑوں کی سوچ کا انداز،اُن کی زندگیاں،اُن کے طور طریقے جدا ہو چکے تھے اس لیے اُن کے باہم ایک جیسا ہونے کا کوئی موقع باقی نہیں رہا

تھااس لیے وہ اپنے بڑوں سے کنارہ کش ہوگئے۔(4)اصحاب کہف کواللہ تعالیٰ نے رسول بنا کرنہیں بھیجا تھا کہ وہ اپنی قوم سے مقابلہ کرتے، اپنے عقائد پر جمے رہتے، وہ دعوت دیتے اوراس انجام کوپہنچتے جس کورسول پہنچتے ہیں۔وہ چندنوجوان تھے جنہیں ایمان کی روشنی مل گئی تھی۔ اگروہ اپنے عقیدے کی زیادہ تبلیغ کرتے تواُن کے لیے زندہ رہنامشکل ہوجاتا۔وہ اپنی قوم کے ساتھ نہ مقابلہ کرسکتے تھے،نہ انہیں سیدھے راستے پرلاسکتے،نہ اُن کے بتوں کی عبادت کرسکتے تھے،نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کوچھوڑ سکتے تھےاور کافران کے حالات کے بارے میں جان چکے تھےاس لیےاپنے ماحول سے ہجرت کرنے یعنی جسمانی طور پربھی علیحدگی اختیار کرنے کےسواکوئی چارہ کارنہیں تھا۔(5)(i)انسان جب حق کی خاطرانسانوں سے کنارہ کشی اختیارکرتاہےتوعین اُس وقت اللہ تعالیٰ سے جڑجاتا ہے۔(ii)انسان جب انسانوں سے کنارہ کشی اختیارکرتاہےتورب سے سرگوشیاں کرتا ہے۔رب سے کلام کرتا ہے،رب کویادکرتا ہےاوررب کےقرب ہوجاتا ہےاوررب سے جڑجاتا ہے۔(6)﴿ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ ﴾ ''تمہارارب تم پراپنی کچھ رحمت پھیلادے گا''(i)انسان کوجب ایک رب کی قربت نصیب ہوتی ہےتویہ تعلق ایک رب کےسواہرچیز کےکھوجانے کو برداشت کرنے کے لیے تیارکردیتاہے۔(ii)انسان رب کے مقابلے میں جوچیزکھودیتاہےوہ بظاہر بڑی دِکھائی دیتی ہےمگرحقیقتاًوہ بہت چھوٹی ہے۔(iii)ایک رب کی پہچان،اُس کی رضاانسان کوتیارکردیتی ہے کہ انسان ہرچیز کی محرومی کوگوارا کرلےمگرحق سےمحرومی کوگوارانہ کرے۔اصحاب کہف نے انسانوں کے ماحول میں جوگھٹن،تنگی،تعصب پایا اُنہیں غار میں اُس گھٹن کی بجائے رب کی رحمت کی چھاؤں آرام،سکون اورٹھنڈک ملی۔(7)زندگی میں انسان پراللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتو تنگ جگہ بھی کشادہ میدان نظرآتی ہے۔(8)اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سےاصحاب کہف کودُنیا کی رونقیں بےحقیقت اوررب کی رحمت میں وسعت نظرآتی ہے۔(9)﴿وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴾''اورتمہارے کام میں تمہارے لیےآسانی مہیا کرے گا''انہوں نے اپنی قوت واختیارسے براءت کااظہارکیا،اپنے معاملے کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اوراس کےحضورملتجی ہوئے اوراس پربھروسہ کیا کہ وہ ان کے معاملے کی اصلاح کرے گا۔یقیناًاللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی بے پایاں رحمت سے ڈھانپ لیااوران کے معاملے میں آسانی پیدا کردی۔ان کی زندگی اوران کے دین کی حفاظت کی اورخلائق کے لئے انہیں ایک بڑامعجزہ بنادیااوران کی ثنائے حسن کودنیامیں پھیلادیاجوان پراللہ تعالیٰ کی رحمت ہےاوران کے لئے ہرسبب آسان کردیاحتیٰ کہ وہ جگہ جہاں وہ سوتے رہےممکن حدتک محفوظ تھی۔(تفسیرسعدی:1503/2)(10)اصحاب کہف کے بارے میں بادشاہ کوخبرملی۔اس نے سراغ رسانوں سے ڈھنڈوایالیکن کوئی سراغ نہ لگاسکا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی آنکھوں سےاوجھل رکھا۔(مختصرابن کثیر:1085/1)(11)﴿ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (٢٦) وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (٢٧)﴾''پھرلُوط اس پرایمان لایااورابراہیم نے کہا:''یقیناًمیں اپنے رب کے لئے ہجرت کرنے والا ہوں یقیناً وہ سب پرغالب،کمال حکمت والا ہے۔اورہم نے اُسے اسحٰق اوریعقوب عطافرمائے اوراُس کی نسل میں نبوت اورکتاب رکھ دی اورہم نے

اُسے دنیا میں بھی اُس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔(العنکبوت:26,27)

سوال2:اصحاب کہف کے واقعے سے کیا حقیقت منکشف ہوتی ہے؟

جواب:(1)اصحاب کہف کے واقعے سے انسان پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ظاہری دُنیا کی کوئی قدرت و قیمت نہیں جس کو دنیا کی حقیقت سمجھ آجاتی ہے وہ ہر چیز رب کے قدموں میں نچھاور کر دیتا ہے۔(2)ظاہری دُنیا کے سامان میں وہ گھر، مال، اولاد اور گھر والے آتے ہیں جو انسان کو اس کے عقیدے کے مطابق جینے نہیں دیتے۔انسان کے لیے جینا تنگ اور مشکل بنا دیتے ہیں جب کہ یہ سب رونقیں ختم ہو جانے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہنے والی ہے۔(3)انسان پر اس واقعے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ایمان کی دُنیا کا مال و متاع کچھ اور ہے۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس، اللہ تعالیٰ کی رِضا، اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ تعالیٰ پر توکل یہ انسانی زندگی کو اطمینان سے بھر دینے والا ساز و سامان ہے۔ایک مؤمن اُن ہی کے سائے میں زندگی بسر کرتا ہے۔(4)یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے فرار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1508)

﴿وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (17) ﴾

''اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب چلا جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اُن کے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے۔''(17)

سوال1:﴿وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ﴾''اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب چلا جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اُن کے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب چلا جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اُن کے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج کی تمازت سے ان کی حفاظت کی۔انہیں ایک ایسا غار مہیا کیا کہ جب سورج طلوع ہوتا تو اس کے دائیں طرف سے گزر جاتا اور جب غروب ہوتا تو اس کی بائیں طرف

سے گزر جاتا اس طرح سورج کی تمازت ان تک نہ پہنچ پاتی، جوان کے ابدان کو خراب کرتی۔(تفسیر سعدی:1503/2)(2)﴿وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ﴾''اور وہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں ہیں''یعنی وہ غار کے اندر کھلی جگہ میں تھے تا کہ وہاں سے تازہ ہوا کا گزر ہو اور یوں گھٹن اور گلنے سڑنے سے بچے رہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کی نشانی ہے۔

سوال2:﴿ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾''یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)غار میں اصحاب کہف کو سورج کی شعاعوں سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔(2)غار میں سورج کی روشنی فراہم کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔(3)اُن کے کھلی جگہ ہونے کے باوجود دھوپ نہ پڑنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔(4)غار کے اندر اُن کا اس حال میں رکھنا کہ نہ وہ وفات پاتے ہیں اور نہ حرکت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔اصحاب کہف کو اپنے دلوں میں زندہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔(5)یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے اس نے انہیں توحید کی دعوت دی۔ان کے آباء اور ان کی قوم نے مخالفت کی اور بادشاہ اور ان کے درمیان جو حادثہ پیش آیا اور انہوں نے غار میں پناہ لی۔اسی طرح سورج طلوع اور غروب ہونے کے وقت بچ کر نکل جانا اور آپ کو ان کے قصے کی اطلاع ہونا سب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جو اس کے کمال قدرت پر دلیل ہے اور اس پر کہ توحید ہی دین حق ہے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے اہل (یعنی اہل اللہ) کا اکرام کرتا ہے۔(تفسیر مراغی:383/5)

سوال3:﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ﴾''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہدایت پر قدرت رکھتا ہے اس کے ماسوا کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔(2)جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے وہی حق کے راستے تک پہنچنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی آیات اور دلائل سے حق کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔(جامع البیان:214/15)(3)دین اور دنیا کے لیے اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے۔(4)﴿وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾''اور جسے وہ گمراہ کر دے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے یعنی اپنی آیات اور دلائل سے تو آپ اس کے لئے کوئی ایسا نہیں پائیں گے جو اس کی سرپرستی کرے یا اس کے معاملات کی تدبیر کرے۔(3)اور وہ ایسی کوئی ہستی نہیں پائیں گے جو نیکی کی طرف راہ نمائی کرے۔(4)جس کے لئے اللہ تعالیٰ گمراہی کا فیصلہ کر دے اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔(5)سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے غزوہ خندق کے دن رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہمارے ساتھ مٹی اٹھا رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے''واللہ اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے، نہ روزہ رکھ سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے۔پس اے اللہ! ہم پر سکینت نازل فرما اور جب آمنا سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ اور مشرکین نے ہم پر زیادتی کی ہے۔جب وہ کسی فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔''(صحیح بخاری:6620)

رکوع نمبر 15

﴿ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ق صلے وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ق صلے وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (18)﴾

''اور آپ انہیں جاگتا ہوا خیال کریں گے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم انہیں دائیں اور بائیں کروٹ دلاتے ہیں اور ان کا کُتا غار کی دہلیز پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے، آپ انہیں جھانک کر دیکھیں تو ضرور بھاگتے ہوئے الٹے پاؤں پھر جائیں اور آپ کو ضرور ان کی دہشت سے بھر دیا جائے۔''(18)

سوال1: ﴿ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ﴾ ''اور آپ انہیں جاگتا ہوا خیال کریں گے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ﴾ ''اور آپ انہیں جاگتا ہوا خیال کریں گے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں'' اصحاب کہف کو دیکھنے والے شخص کو یوں لگتا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ مفسرین نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تاکہ خراب نہ ہوں اور ان میں زندگی قائم رہے جیسے بھیڑیا سوتا ہے اس کی ایک آنکھ کھلی رہتی ہے۔ اس لیے دیکھنے والے کو لگتا تھا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ محو خواب تھے۔

سوال2: ﴿وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ﴾ ''اور ہم انہیں دائیں اور بائیں کروٹ دلاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کی حفاظت کے لئے یہ انتظام کیا تھا کہ انہیں دائیں بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے۔ (2) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر انہیں کروٹ نہ دلوائی جاتی تو زمین ان کی کروٹ گلا ڈالتی۔ (جامع البیان:212/15) (3) زمین کے ساتھ تو جو چیز پیوست رہتی ہے وہ اس کو کھا جاتی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ دلوائے بغیر یعنی ان کی حفاظت پر قدرت رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ اس نے تکوینی قوانین میں اپنی سنت کو جاری رکھا اور اسباب کو مسببات کے ساتھ مربوط رکھا۔

سوال3: ﴿وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾ ''اور ان کا کُتا غار کی دہلیز پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اصحاب کہف کا کتا بھی دروازے پر پاؤں پھیلائے پہرے داری کر رہا تھا اور غار سے باہر تھا۔ (2) اس پر بھی وہی نیند طاری ہوگئی تھی جو ان پر ہوئی۔ (3) نیک لوگوں کی صحبت کی وجہ سے کتے کا بھی قرآن حکیم میں ذکر آیا ہے۔ کیونکہ فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جہاں کتا ہو۔ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں

کتا ہو اور نہ ایسے گھر میں جس میں تصویریں ہوں۔'' (بخاری:5949) (4) حسن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رفاقت کی برکت کتے پر بھی ظاہر ہوگئی۔ (4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے پاس آنے کا وعدہ کیا، مگر بہت دیر لگ گئی اور وہ نہ آئے، نبی ﷺ کو اس سے پریشانی ہوئی اور آپ گھر سے نکلے تو ان سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے ان سے شکایت کی تو انہوں نے کہا: ''ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔'' (صحیح بخاری:5960) (5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے سوائے، بکریوں یا کھیتی کے لیے رکھے کتے یا شکاری کتے کے۔ (صحیح بخاری:2322)

سوال4: ﴿لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا﴾ ''آپ انہیں جھانک کر دیکھیں تو ضرور بھاگتے ہوئے الٹے پاؤں پھر جائیں اور آپ کو ضرور ان کی دہشت سے بھر دیا جائے'' غار کے اندر کے ماحول کو پر ہیبت کیوں بنایا گیا؟

جواب: (1) غار کے اندر کے ماحول کو پُر ہیبت اس لیے بنایا گیا تھا تا کہ جو دیکھے مرعوب ہو کر بھاگ اُٹھے۔ ماحول کی دہشت اللہ تعالیٰ کی تدبیر تھی تا کہ وہ اپنے وقت مقرر تک یوں ہی رہیں اور کوئی اُن کے قریب نہ جا سکے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے زمین سے حفاظت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لئے غار میں ہیبت میں رعب طاری کر دیا۔ (3) اللہ تعالیٰ نے ان کی ہیئت میں رعب رکھ دیا تھا کہ جو کوئی انہیں جھانک کر دیکھے اس کا دل رعب سے بھر جائے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے اس طرح طویل مدت تک سلامتی کا انتظام کیا اور شہر سے قریب ہونے کے باوجود کسی کو علم نہ ہوا۔ (5) شہر سے قریب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے بیدار ہوتے ہی اپنے میں سے کسی کو بھیجا کہ وہ شہر سے کھانا خرید کر لائے اور دوسرے لوگ انتظار کرتے رہے، یہ دلیل ہے کہ شہر ان سے قریب تھا۔

﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا (19)﴾

''اور اسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پُوچھ گچھ کریں ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''کتنی دیر رہے ہو تم؟'' انہوں نے کہا: ''ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں۔'' وہ بولے کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی دیر رہے ہو؟ چنانچہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنے یہ چاندی (کے سکے) دے کر شہر بھیجیں، پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ زیادہ صاف ستھرا کھانا کہاں ہے؟ پھر اسی میں سے کچھ تمہارے کھانے کو لائے اور وہ نرمی اور باریک بینی کی کوشش کرے اور تمہارے متعلق کسی کو ہرگز نہ معلوم ہونے دے۔'' (19)

سوال1:﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ط قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ط قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ﴾''اوراسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پُوچھ گچھ کریں۔ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا:''کتنی دیر رہے ہوتم؟''انہوں نے کہا:''ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں''وہ بولے کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی دیر رہے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ﴾''اوراسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا''یعنی جس طرح اصحاب کہف کوسلایا تھا ویسے ہی صحیح سالم اٹھا دیا۔ان کے جسموں اور بالوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔وہ 309 سال سوئے تھے۔(2)﴿لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ﴾''تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں''تا کہ وہ اپنے سونے کی حقیقت کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھیں۔(3)﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ﴾''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا:''کتنی دیر رہے ہوتم؟''طویل نیند سے جاگ کر ہر شخص اسی طرح سوال کرتا ہے۔اصحاب کہف بھی قدرتی طور پر آپس میں سوال کرنے لگے کہ وہ کتنی مدت سوئے ہوں گے۔(4)﴿قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾''انہوں نے کہا:''ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں''جواب دینے والے نے کہا ایک دن یا اس سے کچھ کم کیونکہ وہ غار میں صبح کے وقت داخل ہوکر سو گئے تھے اور جب 309 سال بعد اٹھے تو شام ہورہی تھی۔اس لیے انہیں لگا شاید ایک دن ہوا۔(5)﴿قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ﴾''وہ بولے کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی دیر رہے ہو؟''انہوں نے اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا۔(جامع البیان:216/15)(6)یقیناً اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔(7)(i)ایمان والوں کا یہی مزاج ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں اور چونکہ انہیں تردد تھا اس لیے اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی صحیح مدت کو جانتا ہے۔(ii)ایمان والے ان معاملات میں زیادہ دل چسپی نہیں لیتے جن میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔اس لیے اُنہوں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔

سوال2:﴿فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا﴾''چنانچہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنے یہ چاندی (کے سکے) دے کر شہر بھیجیں،پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ زیادہ صاف ستھرا کھانا کہاں ہے؟ پھر اسی میں سے کچھ تمہارے کھانے کو لائے اور وہ نرمی اور باریک بینی کی کوشش کرے اور تمہارے متعلق کسی کو ہرگز نہ معلوم ہونے دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ﴾''چنانچہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنے یہ چاندی (کے سکے) دے کر شہر بھیجیں،پس چاہیے کہ وہ دیکھے کہ زیادہ صاف ستھرا کھانا کہاں ہے؟ پھر اسی میں سے

کچھ تمہارے کھانے کو لائے'' غذا انسان کی اہم ضرورت ہے اور بھوک لگنا زندہ انسانوں کی پہچان ہے۔اس بھوک لگنے کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب کہف نے اگر چہ تین سو سال سے زائد نیند لی تھی مگر وہ زندہ تھے اس لیے اُنہیں کھانے کی فکر لاحق ہوئی۔(2) اصحاف کہف نے درہم دے کر کھانا خرید کر لانے کے لیے ایک شخصیت کو بھیجا۔(3) اصحاب کہف نے کھانے کے ساتھ پاکیزہ کی شرط عائد کی کہ پاکیزگی مومن کا ذوق ہے یہ۔ایمان کا تقاضا ہے۔اُس دور میں لوگ چونکہ بُت پرست تھے اور حلال وحرام کی تمیز نہ رکھتے تھے اس لیے اُنہوں نے جانے والے سے تلاش کے لیے کہا تا کہ وہ اس علاقے سے کھانا لائے جہاں عیسائی بستے ہوں کیونکہ وہ حلال وحرام کو جانتے ہوں گے وہاں پاکیزہ کھانا مل سکے گا۔(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ذبیحہ حلال ہے اور وہ طاغوت کے لئے ذبح کرتے تھے۔اور یہ قول ہے کہ پاک کھانے کی شرط اس لئے بھی لگائی کہ وہ خنزیر کو ذبح کرتے تھے۔(الدرالمنثور:4/392)(5) ﴿وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا﴾ ''اور وہ نرمی اور باریک بینی کی کوشش کرے اور تمہارے متعلق جو کسی کو ہرگز نہ معلوم ہونے دے'' اصحاب کہف نے کھانا خرید کر لانے والے کو نرم رویہ اختیار کرنے کو کہا تا کہ کسی کو خبر نہ ہو۔(6) اصحابِ کہف ڈرتے تھے کہ ان کی جائے پناہ کسی کو معلوم نہ ہو جائے کیونکہ اس طرح اندیشہ تھا کہ شہر کے حکمران پکڑ کر یا تو سنگسار کر دیں گے یا مشرک بنا دیں گے۔

﴿ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا(20)﴾

''یقیناً اگر وہ تم پر قابو پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے وہ یا تمہیں اپنے ہی دین میں واپس لے جائیں گے اور تب تم کبھی فلاح نہ پا سکو گے۔''(20)

سوال1: ﴿اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾ ''یقیناً اگر وہ تم پر قابو پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے وہ یا تمہیں اپنے ہی دین میں واپس لے جائیں گے اور تب تم کبھی فلاح نہ پا سکو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ﴾ ''یقیناً اگر وہ تم پر قابو پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے وہ یا تمہیں اپنے ہی دین میں واپس لے جائیں گے'' اصحاف کہف کو ڈر تھا کہ ہمارے بارے میں پتہ چل گیا تو کافر ہم پر ٹوٹ پڑیں گئے یا تو سنگسار کر دیں گے یا مشرک بنا دیں گے۔(2) انہیں دقیانوس کا خوف تھا کہ اگر اسے خبر ہوئی تو سخت سزائیں دے گا۔(3) ﴿وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾ ''اور تب تم کبھی فلاح نہ پا سکو گے'' یعنی اگر ہم مجبوراً شرک اختیار کر گئے تو ہمارے دین اور دنیا دونوں ہی برباد ہو جائے گی۔(4) اصحاب کہف کو اس وجہ سے بھی ڈر تھا کہ حکمرانوں کے نزدیک وہ رواجی دین سے نکل چکے تھے اس لیے وہ عقیدے کی تبدیلی پر فتنے میں ڈال سکتے تھے۔(5) اصحاب کہف کو یہ اندیشہ تھا کہ جس ایمان کو بچانے کے لیے وہ شہر چھوڑ آئے کہیں ایسا نہ

ہو کہ شہر والوں کو علم ہو جائے اور وہ دوبارہ بُت پرست بنانے کی کوشش کریں اور جب ہم اُن سے اس بات پر راضی نہ ہوں تو وہ ہمیں مار ڈالیں۔(6)اصحاب کہف کو یہ ڈر اس لیے بھی تھا کہ وہ لاعلم تھے۔وہ نہیں جانتے تھے کہ کتنا عرصہ بیت گیا اور جن حکمرانوں سے وہ ڈر رہے ہیں وہ بدل چکے۔

سوال2:ان آیات سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: یہ دو آیات کریمہ متعدد فوائد پر دلالت کرتی ہیں:(1)حصول علم اور علمی مباحثہ پر ترغیب کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی خاطر اصحاب کہف کو دوبارہ زندہ کیا۔(2)جب بندے پر علم مشتبہ ہو جائے تو اس کا ادب یہ ہے کہ وہ اس علم کو اس شخص کی طرف لوٹا دے جو اس کا عالم ہے اور خود اپنی حد پر ٹھہر جائے۔(3)خرید و فروخت میں وکالت اور اس میں شراکت صحیح ہے۔(4)اچھی چیزیں اور لذیذ کھانے کھانا جائز ہے جب کہ ان میں اسراف نہ ہو جو ممنوع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ﴾ خاص طور پر جب کہ انسان کو اس کے سوا کوئی اور کھانا موافق نہ آتا ہو۔شاید یہی آیت کریمہ ان مفسرین کے قول کی بنیاد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف بادشاہوں کی اولاد تھے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کھانا لانے والے کو اچھا اور لذیذ کھانا لانے کا حکم دیا تھا کیونکہ خوشحال اور بڑے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اچھا کھانا تناول کرتے ہیں۔(5)جب دین میں ابتلا اور فتنہ کا موقع ہو تو اس سے بچنے، چھپنے اور فتنوں کی جگہوں سے دور رہنے کی ترغیب دی گئی ہے، نیز یہ کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے دینی بھائیوں کو چھپائے۔(6)ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ان نوجوانوں کو دین میں شدید رغبت تھی وہ اپنے دین کے بارے میں ہر قسم کے فتنہ سے دور بھاگتے تھے اور انہوں نے دین کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑ دیا تھا۔(7)ان آیات کریمہ میں اس شر کا ذکر ہے جو ضرر اور ان مفاسد پر مشتمل ہے جو اس کی ناپسندیدگی کا باعث اور اس کو ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور یہ کہ یہ طریقہ تمام متقدمین اور متاخرین اہل ایمان کا طریقہ ہے کیونکہ اہل کہف نے کہا تھا:﴿اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾ ''یا وہ تمہیں اپنے ہی دین میں واپس لے جائیں گے تب تم کبھی فلاح نہ پا سکو گے''۔ (تفسیر سعدی:2/1505،1507)

﴿وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا (21)﴾

''اور اسی طرح ہم نے ان پر لوگوں کو مطلع کر دیا تا کہ لوگ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بے شک قیامت میں کوئی شک نہیں۔جب لوگ آپس میں ان کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو، ان کا رب ہی ان

کے متعلق بہتر جانتا ہے۔ جولوگ ان کے معاملے پر غالب آئے انہوں نے کہا کہ ہم ان پر ایک مسجد ضرور بنائیں گے۔''(21)

سوال1: ﴿وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا﴾ ''اوراسی طرح ہم نے ان پر لوگوں کو مطلع کر دیا تا کہ لوگ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بے شک قیامت میں کوئی شک نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا﴾'' اوراسی طرح ہم نے ان پر لوگوں کو مطلع کر دیا تا کہ لوگ جان لیں''اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کے حال سے باخبر کر دیا۔اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰنے انہیں بیدار کر دیا۔پھر انہوں نے ایک دوسرے سے سوال کئے۔اس کے بعد انہوں نے ایک شخص کو کھانا لانے کے لیے بھی اور اپنے معاملے کو چھپانے کی ہدایت دی۔(2)مگر اللہ تعالیٰ ایک ایسا معاملہ چاہتے تھے جس میں لوگوں کے لیے بھلائی تھی اور ان کے لیے زیادہ اجر تھا۔(3)﴿لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا﴾ ''تا کہ لوگ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بے شک قیامت میں کوئی شک نہیں۔''اصحاب کہف میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت کا وعدہ سچا ہے،جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔اس سے پہلے وہ اس امر میں اختلاف کیا کرتے تھے۔بعض لوگ قیامت اور جزائے اعمال کو مانتے تھے اور بعض اس کا انکار کرتے تھے۔پس اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو اہل ایمان کے لئے ان کے یقین وبصیرت میں اضافے اور منکرین کے خلاف حجت وبرہان کا باعث بنایا اور اس تمام قضیے کا اجر اصحاب کہف کو حاصل ہوا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو تشہیر بخشی،ان کی قدر ومنزلت بلند کی یہاں تک کہ ان لوگوں کی بھی عظمت بیان کی جو ان کے احوال پر مطلع ہوئے۔(تفسیر سعدی:/1507,1508)(4)موت کے بعد کی زندگی کے لیے ہر دور کے انسانوں کو تجسس رہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے قرآن حکیم میں اور مثالیں بھی دی ہیں۔(5)﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ قف وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ لا قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ(۲۵۹)﴾''یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی،اُس نے کہا:''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟''تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی،پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا:''تم کتنی دیر رہے؟'' اُس نے کہا،''میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا،''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''بلکہ تم سو سال تک رہے،سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔''پھر جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا:''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔''(البقرۃ:259)(6)﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ

تُؤْمِنْ ط قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ط قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا ط وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (۲۶۰)﴾''اور جب ابراہیمؑ نے کہا:''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟''اُس نے کہا:''کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے۔''اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(البقرہ:260)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے قیامِ قیامت اور بعث بعد الموت کو کیسے مجسم صورت میں دِکھا دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے صدیوں اصحاب کہف کے وجود کو محفوظ رکھ کر، اُن کی زندگیوں کو لوگوں کے لیے بعث بعد الموت اور قیامت کی یاد بنا دیا۔

سوال3: انسان کے لیے زندگی بعد موت کا معاملہ سمجھنا مشکل کیوں ہے؟

جواب: (1) موت کے بعد کی زندگی کا کسی نے تجربہ نہیں کیا۔ انسان حواس کے ذریعے حاصل ہونے والے علم پر یقین کر لیتا ہے لیکن جو چیز حواس سے ماوراء ہو اس پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (2) دُنیا سے جانے والے کبھی لوٹ کر نہیں آئے جبکہ دُنیا کو سبھی انسان برتتے ہیں اس لحاظ سے انسان کے لیے برتی ہوئی چیز پر یقین کرنا آسان اور اَن دیکھی دُنیا کا یقین مشکل ہو جاتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے زندگی بعد موت پر کیسے یقین دِلایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کو عقلی دلائل کے ذریعے سے سمجھایا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے حسی دلیل کے ذریعے انسانوں کو سمجھایا ہے کہ جیسے پانچویں صدی عیسوی میں اصحاب کہف کا تین سو سال کی نیند یعنی موت کے بعد دوبارہ غار سے نکلنا اسی نوعیت کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ موجودہ انسانی ڈھانچے کو بھی صدیوں تک زندہ رکھ سکتا ہے اور قیامت کا آنا اور موت کے بعد زندگی برحق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

سوال2: ﴿اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا ط رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ﴾''جب لوگ آپس میں ان کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو، ان کا رب ہی ان کے متعلق بہتر جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ﴾''جب لوگ آپس میں ان کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے''لوگوں کے درمیان اصحاب کہف کے عقائد کے بارے اختلاف ہو گیا تھا۔ (2) ﴿فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا﴾''تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو،''لوگوں کے درمیان اُن کے بارے میں یہ اختلاف ہو گیا تھا کہ اُن کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیں یا نہ بنائیں۔ (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا۔اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔'' (مسند احمد) (4) امہات المومنین روایت کرتی ہیں نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں کہنے لگے ''ہم رسول اللہ کی قبر کیسے بنائیں ' کیا ہم قبر کو عبادت گاہ بنالیں ؟'' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ''یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں پر مسجدیں بناڈالیں۔'' (ابن زنجویہ) (5) سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حیرۃ (یمن کا شہر) آیا' تو وہاں کے لوگوں کو اپنے حاکم کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔میں نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ (ان حاکموں کے مقابلے میں) سجدہ کے زیادہ حق دار ہیں۔چناچہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' تو عرض کیا ''یارسول اللہ! میں نے حیرہ کے لوگوں کو اپنے حاکم کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے حالانکہ آپ ﷺ سجدہ کے زیادہ حق دار ہیں (یعنی کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں ؟)'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اچھا بتاؤ اگر میری قبر پر تمہارا گزر ہو' تو کیا میری قبر پر سجدہ کرو گے؟'' میں نے عرض کیا ''نہیں۔'' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''پھر اب بھی مجھے سجدہ نہ کیا کرو۔'' (ابوداؤد) (6) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساری زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام۔'' (ترمذی:317) (7) ﴿رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِم﴾ ''ان کا رب ہی ان کے متعلق بہتر جانتا ہے'' یہ بات جھگڑا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کہی کہ ان کے بارے میں صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

سوال3: ﴿قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا﴾ ''جولوگ ان کے معاملے پر غالب آئے انہوں نے کہا کہ ہم ان پر ایک مسجد ضرور بنائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ﴾ ''جولوگ ان کے معاملے پر غالب آئے'' یعنی اصحاب اقتدار کہنے لگے۔(2) ﴿لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا﴾ ''انہوں نے کہا کہ ہم ان پر ایک مسجد ضرور بنائیں گے'' یعنی ہم اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس مسجد کی وجہ سے ان کے حالات وواقعات کو یاد رکھیں گے۔مگر یہ حالت ممنوع اور حرام ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔(بخاری:1330) یہاں اس کا ذکر کرنا اس کے مذموم نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ آیات کا سیاق اصحاب کہف کی شان اور ان کی مدح وثنا کے بارے میں ہے، یعنی اصحاب کہف کے بارے میں اطلاع پا کر لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وہ یہاں تک کہنے لگے کہ ان پر ایک مسجد تعمیر کردو۔کہاں تو اصحاب کہف کو اپنی قوم سے شدید خوف اور اپنے بارے میں اطلاع ہونے کا ڈر تھا اور کہاں یہ حالت تھی جو آپ کے سامنے ہے۔(تفسیر سعدی:2/1508)

سوال6: اصحاب کہف لوگوں کی عقیدت کا مرکز کیسے بن گئے؟

جواب: اصحاب کہف کے نام پر شاہی خزانے کی تختی پر محفوظ کر دیئے گئے تھے جب تصدیق ہوگئی کہ یہ بُت پرستی کے دور میں اپنے عقیدے کی

خاطر شہر کو چھوڑ جانے والے لوگ ہیں تو لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن لے حتی کہ روم کا حکمران تھیوڈیسخو دان سے ملنے اور برکت لینے کے لیے چل کر آیا اور سی نے ان کی یادگار تعمیر کروائی۔

سوال6: اختلاف کرنے والوں کون تھے؟

جواب: (1) اختلاف کرنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے۔ (2) اختلاف کرنے والے بادشاہ کے ساتھی تھے۔

سوال7: یہ بات کس کے بارے میں کہی گئی رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ط؟

جواب: یہ بات جھگڑا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کہی کہ ان کے بارے میں صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

سوال8: غلبہ حاصل کرنے والے کون تھے؟

جواب: (1) غلبہ حاصل کرنے والے اہل کفر تھے۔ (شوکانی) (2) غلبہ حاصل کرنے والے اہل مشرک تھے۔ (ابن کثیر)

سوال4: اس آیت سے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب: (1) یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے فرار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ (2) جو کوئی عافیت کی خواہش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عافیت عطا کرتا ہے۔ (3) جو اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے اور اسے دوسروں کے لئے ذریعہء ہدایت بنا دیتا ہے۔ (4) جو کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی رضا کی خاطر ذلت اٹھاتا ہے انجام کار اسے بہت زیادہ عزت نصیب ہوتی ہے اور اسے اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی: 1508/2) (5) ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ (آل عمران: 198)

﴿سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا م بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ط قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۵قف فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ص وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا (22)﴾

''جلد ہی وہ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور اُن کا چوتھا اُن کا کتا تھا اور وہ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور ان میں سے چھٹا اُن کا کتا تھا، یہ بغیر علم کے رائے زنی کرنا ہے اور وہ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور اُن میں سے آٹھواں اُن کا کتا تھا۔ آپ کہہ دیں میرا رب ہی اُن کی تعداد کو بہتر جانتا ہے۔ تھوڑے لوگوں کے سوا اُنہیں کوئی نہیں جانتا، چنانچہ آپ ان کے بارے میں کسی سے سرسری بحث کے علاوہ جھگڑا نہ کریں اور نہ ہی اُن کے بارے میں ان میں سے کسی سے فیصلہ مانگیں۔'' (22)

سوال1:﴿سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا م بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ط قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾''جلد ہی وہ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور اُن کا چوتھا کتا تھا اور وہ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور ان میں سے چھٹا اُن کا کتا تھا، یہ بغیر علم کے رائے زنی کرنا ہے اور وہ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور اُن میں سے آٹھواں اُن کا کتا تھا۔ آپ کہہ دیں میرا رب ہی اُن کی تعداد کو بہتر جانتا ہے۔ تھوڑے لوگوں کے سوا اُنہیں کوئی نہیں جانتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اختلاف کا تذکرہ ہے اہل کتاب کے ان کے بارے میں 3 اقوال تھے۔ (i)﴿سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾ان میں سے بعض کا خیال تھا کہ تین آدمی تھے اور ان کا چوتھا کتا تھا۔(ii)﴿وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾''وروہ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور ان میں سے چھٹا اُن کا کتا تھا''بعض کی رائے یہ تھی کہ وہ پانچ آدمی تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔(iii)﴿رَجْمًا م بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾''یہ بغیر علم کے رائے زنی کرنا ہے اور وہ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور اُن میں سے آٹھواں اُن کا کتا تھا''بعض کہتے تھے کہ وہ تعداد میں سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا اور یہی راجح ہے واللہ اعلم۔(2) ایسے اختلافات کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس سے کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔(3)﴿قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾''آپ کہہ دیں میرا رب ہی ان کی تعداد کو بہتر جانتا ہے''اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے میں ہی خیر ہے۔

سوال2:﴿فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا﴾''چنانچہ آپ ان کے بارے میں کسی سے سرسری بحث کے علاوہ جھگڑا نہ کریں اور نہ ہی اُن کے بارے میں ان میں سے کسی سے فیصلہ مانگیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا﴾''چنانچہ آپ ان کے بارے میں کسی سے سرسری بحث کے علاوہ جھگڑا نہ کریں''یعنی ایسی بحث جو علم و یقین پر مبنی ہو اس میں فائدہ بھی ہو۔ رہی وہ بحث اور مجادلہ جو جہالت اور اٹکل پچو دلائل پر مبنی ہو یا اس بحث میں کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو یا مدمقابل عناد رکھتا ہو یا زیر بحث مسئلہ کی کوئی اہمیت نہ ہو، اس کی معرفت سے کوئی دینی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو، مثلاً اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ تو اس قسم کے امور میں کثرت سے بحث مباحثہ کرنا تضیع اوقات ہے اور یہ بحث مباحثہ باہمی مودت و محبت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1509)(2)﴿وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ﴾''اور نہ ہی اُن کے بارے میں فیصلہ مانگیں''یعنی اصحاف کہف کے بارے میں نہ پوچھیں۔(3)﴿مِّنْهُمْ﴾''ان میں سے''یعنی اہل کتاب میں سے۔(4)﴿اَحَدًا﴾''کسی سے'' کیونکہ ان کا کلام اندازوں پر مبنی ہے۔(5)(i) غیر ضروری بحثوں کا رواج پانا دراصل کسی قوم کے مزاج کی خرابی کی علامت ہے۔(ii) جب کسی قوم میں دینی روح زندہ

ہوتی ہے تو اصل عقائد پراور حقائق پر زور دیا جاتا ہے۔ (iii) جب قوم زوال پزیر ہوتی ہے تو غیر ضروری بحثیں رواج پا جاتی ہیں۔(6)(i) سچے خداپرستوں کوغیر ضروری بحثوں سے بچنا چاہیے بلکہ اگر کوئی ان بحثوں میں اُلجھانا چاہے تو حکمت کے ساتھ الگ ہوجانا چاہیے۔(ii) سچے خداپرستوں کوعقل وفرد کی قوتوں کوایسے بے فائدہ کاموں میں نہیں کھپانا چاہیے۔

سوال3:اس آیت سے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب:اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جوفتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس سے استفتاء نہ کیا جائے،خواہ اس کی وجہ یہ ہوکہ جس امر کے بارے میں فتویٰ پوچھا جارہا ہے وہ اس میں کوتاہ علم ہے یا اس کی وجہ یہ ہوکہ وہ بولتے وقت اس بات کی پروانہیں کرتا کہ وہ کیا بول رہا ہے اوروہ ورع سے بھی خالی ہے جو اسے لایعنی کلام سے روک دے۔جب اس قسم کے امور میں استفتاء ممنوع ہے تو فتویٰ دینا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ انسان کو بسا اوقات کسی ایک امر میں استفتاء کرنے سے روکا گیا مگر کسی دوسرے معاملے میں اس استفتاء کی اجازت ہوتی ہے۔پس وہ ایسے شخص سے فتویٰ طلب کرے جوفتویٰ دینے کا اہل ہو،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فتویٰ پوچھنے سے علی الاطلاق منع نہیں کیا۔اللہ تعالیٰ نے صرف اصحاب کہف کے قصے میں اوراس قسم کے دیگر واقعات میں فتویٰ پوچھنے سے روکا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1509،1510)

رکوع نمبر16

﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا (23)﴾

''اورآپ کسی چیز کے بارے میں یہ مت کہیں یقیناً میں کل یہ کام کرنے والا ہوں۔''(23)

سوال:﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا﴾''اورآپ کسی چیز کے بارے میں یہ مت کہیں یقیناً میں کل یہ کام کرنے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یہ بات اس موقع پر کہی گئی جب قریش نے رسول ﷺ سے اصحاب کہف،ذوالقرنین اور روح کے بارے میں سوال کیا تھا۔(2)﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا﴾''اورآپ کسی چیز کے بارے میں یہ مت کہیں یقیناً میں کل یہ کام کرنے والا ہوں۔رسول اللہ ﷺ کے توسط سے امت کوادب سکھایا گیا ہے کہ جب تم مستقبل میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ کروتو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر چھوڑ دواس لئے کہ وہ علام الغیوب ہے۔(3) یہ نہی دیگر نواہی کی مانند(عام) ہے اگرچہ ایک خاص سبب کی بناپر ہے اوراس کے مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں،مگراس کا خطاب عام مکلفین کے لئے بھی ہے۔پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے روک دیا ہے کہ بندہ مومن،مستقبل کے امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کوملائے بغیر کہے''میں یہ کام کروں گا''اور یہ اس لیے کہ اس میں خطرات ہیں،اوروہ ہے مستقبل کے

غیبی معاملات کے بارے میں کلام کرنا، جن کے بارے میں بندہ نہیں جانتا کہ وہ ان پر عمل کر سکے گا یا نہیں، یا وہ ہوگا یا نہیں؟ اس طرح کہنے میں فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ مستقل طور پر بندے کی طرف لوٹانا ہے، حالانکہ یہ قابل احتراز شے اور ممنوع ہے، کیونکہ مشیت تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ فرمایا: ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے''۔ (التکویر:29) (تفسیر سعدی:2/1510)

﴿ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا (24) ﴾

''مگر ان شاء اللہ کہا کریں، اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں، اور آپ کہہ دیں کہ اُمید ہے میرا رب مجھے بھلائی کی اس سے زیادہ قریب راہ دکھا دے گا۔'' (24)

سوال 1: ﴿ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ ﴾ ''مگر ان شاء اللہ کہا کریں، اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾ ''مگر ان شاء اللہ کہا کریں'' اپنے کسی امر میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر کرنے میں اس امر میں آسانی بھی ہوتی ہے اور برکت بھی حاصل ہوتی ہے۔ (2) ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ ﴾ ''اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں''، یعنی اگر ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جس وقت یاد آ جائے تو کہہ لو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ قسم کھانے والے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ان شاء اللہ کہہ سکتا ہے گو کہ سال گزر جائے اور دلیل میں آیت کا یہی ٹکڑا پیش کرتے۔ (مختصر ابن کثیر:1/1090) (3) بندہ بھول سکتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر کرنا بھول جائے تو جب یاد آ جائے تو ان شاء اللہ کہہ لیا کرے۔ (4) اپنے رب کو یاد کرنا چاہیے کیونکہ غافل ہی رب کو بھولتے ہیں۔ ﴿ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ (17) وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (18) فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ (19) فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ (20) فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ (21) اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ (22) فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ (23) اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ (24) وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قَادِرِيْنَ (25) فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ (26) بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (27) قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (28) قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (29) فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ (30) قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ (31) ﴾ ''یقیناً ہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی، جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے۔ وہ استثناء نہیں کر رہے تھے۔ چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ تو وہ

باغ صبح کوکٹی ہوئی فصل کی مانند ہو گیا۔ پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔ یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے۔ مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ''یقیناً ہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم محروم ہیں۔'' اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ''کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔'' پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر آپس میں ملامت کرنے لگے۔ اُنہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی یقیناً ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے۔'' (القلم:17-31) (6) رب العزت نے ذکر کثیر کا حکم دیا ہے۔ ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا۔'' (الاحزاب:41) (7) تعلق باللہ کو مستحکم رکھنے کا ذریعہ ذکر و فکر ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱) رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (۱۹۲) ﴾ ''وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔ اے ہمارے رب! بے شک جس کو تو نے آگ میں ڈالا تو اُس کو تو نے واقعی رُسوا کر دیا، اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔'' (آل عمران:192-191) (8) کامیابی کا ذریعہ ذکر ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مدمقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (الانفال:45) (9) اہل ذکر کی مجالس کو لازم جانو اور تنہائی میں زبان ذکر سے متحرک رکھو۔ (مشکوٰۃ: 619/2) (10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''کوئی گروہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نہیں بیٹھتا مگر یہ کہ فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون و طمانیت نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں میں نازل کرتا ہے۔ (ترمذی) (11) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کی صفائی ہے اور دلوں کی صفائی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی ذکر اللہ سے بہتر نہیں۔ (مشکوٰۃ، کتاب الدعوات:701/1) (12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں کہ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر سے حرکت کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ:1245/2) (13) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی جو نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ (بخاری:168/7) (14) کوئی مصروفیت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے غافل نہ کرے۔ رب العزت کا فرمان ہے ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا

بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ص لا يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴾ ''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔'' (النور:37) (15) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کا سخت ہونا ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔ ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ط فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہوسکتا ہے) پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (الزمر:22) (16) کیا لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نہیں جھکیں گے؟ ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ لا وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ط وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ ''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثریت نافرمان ہے۔'' (الحدید:16) (17) جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ زندہ انسانوں کا گھر ہے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا وہ مردہ شخص کا گھر ہے۔ (صحیح مسلم:1823) (18) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندوں کے گمان کے مطابق ان سے معاملہ کرتا ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے کسی گروہ میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے ایسی ہی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہے۔ اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میری رحمت اس کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔ (مسلم:6805)

سوال 2: ان شاء اللہ کہنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ان شاء اللہ کہنے کا مطلب ہے کہ توفیق تو اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ملتی ہے۔ (1) ان شاء اللہ کہنے سے انسان کے شعور میں بار بار یہ احساس اُجاگر ہوتا ہے کہ میرا ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے منسلک ہے۔ میری سانسیں، میری دھڑکنیں، میرے ارادے، میری عبادتیں، میری قربانیاں، میرا جینا، میرا مرنا اللہ تعالیٰ کے ارادے سے منسلک ہے۔ (2) انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے، آسانی پیدا کرے تو آسانی پیدا ہوتی ہے۔ (3) انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کی وہی تدبیر کامیاب ہوسکتی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہو۔ (4) انسان ان شاء اللہ کہہ کر اپنے سارے رشتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ کر اللہ تعالیٰ کے نور کے ہالے میں آجاتا ہے۔ (5) انسان اپنے ارادے کو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تابع کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو تنہا

محسوس نہیں کرتا نہ وہ غرور میں مبتلا ہوتا ہے نہ مایوسی کا شکار ہوتا ہے۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔

سوال3: ﴿وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں کہ اُمید ہے میرا رب مجھے بھلائی کی اس سے زیادہ قریب راہ دکھادے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور آپ کہہ دیں کہ اُمید ہے میرا رب مجھے بھلائی کی اس سے زیادہ قریب راہ دکھادے گا'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو پکارے، اسی پر توکل کرے، اسی سے محبت کرے، اسی سے امید باندھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی رشد وہدایت کے لئے قریب ترین راستے کی طرف راہ نمائی کرے گا۔ (2) جو فرد ہدایت کی طلب میں کوشش کرے وہ اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کی توفیق دے۔ (3) ان شاء اللہ کہنے کے وہ اثرات جو انسانی شعور پر مرتب ہوتے ہیں یہ اس کا اظہار ہے۔ (4) یہ ایک ایسے دل کی بات ہے جو اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی ہے۔ اپنے ہر کام میں ہر منصوبے میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے۔ (5) یہ وہ مقام ہے جہاں قائم رہنا مشکل ہے لیکن یہی انسان کے لئے صحیح ترین مقام ہے۔

﴿وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (25)﴾

''اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور انہوں نے نو سال کا اضافہ کیا۔'' (25)

سوال: ﴿وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا﴾ ''اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور انہوں نے نو سال کا اضافہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور انہوں نے نو سال کا اضافہ کیا'' اللہ رب العزت نے اصحاب کہف کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کی خبر دی ہے کہ وہ اس میں سونے سے جاگنے تک 309 سال تک ٹھہرے ہیں۔ 300 سال شمسی ہوتے ہیں اور 309 قمری سال کیونکہ ہر شمسی صدی میں تین قمری سال بڑھ جاتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1090/1)

﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۚ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (26)﴾

''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ جتنا عرصہ رہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اُسی کو معلوم ہیں، کس قدر وہ دیکھنے والا ہے اور کس قدر وہ سننے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی ایک کو اپنی حکومت میں شریک کرتا ہے۔'' (26)

سوال1: ﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ جتنا عرصہ رہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اُسی کو معلوم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ جتنا عرصہ رہے''یعنی اگر تم سے پوچھا جائے کہ اصحاب کہف غار میں کتنی مدت ٹھہرے تو اپنی طرف سے مت بتاؤ بلکہ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے بارے میں اہل کتاب سے پوچھنے سے روک دیا ہے۔اس لئے اس عالم غیب نے ان کے سوئے رہنے کی مدت سے خود آگاہ کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں۔(3)﴿لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اُسی کو معلوم ہیں''اللہ تعالیٰ ہی کائنات کے سارے غیب جانتا ہے اور مخلوق کے پاس اتنا ہی علم ہے جتنا اللہ تعالیٰ دے۔غیبی امور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان امور کے بارے میں اپنے رسولوں کے توسط سے جو علم دیا ہے وہ یقینی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

سوال2: ﴿اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ﴾ ''کس قدر وہ دیکھنے والا ہے اور کس قدر وہ سننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَبْصِرْ بِهٖ﴾ ''کس قدر وہ دیکھنے والا ہے'' کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔وہ بندوں کے سارے اعمال دیکھتا ہے۔(2)﴿وَاَسْمِعْ﴾ ''اور کس قدر وہ سننے والا ہے''ہر سنی جانے والی چیز کو وہ سنتا ہے۔وہ کمال درجے کی سماعت رکھتا ہے۔(3)اللہ تبارک وتعالیٰ سے بڑھ کر نہ کوئی دیکھنے والا ہے، نہ سننے والا ہے۔

سوال3: ﴿مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۚ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی ایک کو اپنی حکومت میں شریک کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا کارساز نہیں۔اسی نے اصحاب کہف کی سرپرستی فرمائی۔اس نے مخلوق میں سے کسی پر ان کا معاملہ نہیں چھوڑا۔(2)﴿وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا﴾ ''اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی ایک کو اپنی حکومت میں شریک کرتا ہے''اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلتا ہے۔وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔(3)کوئی اللہ تعالیٰ کا حکم ٹالنے والا نہیں، کوئی اس کا وزیر مشیر نہیں، کوئی اس کا مددگار اور شریک نہیں۔(4)اور یہ حکم کونی وقدری اور حکم دینی وشرعی دونوں کو شامل ہے وہی قضاوقدر اور تخلیق وتدبیر کے ذریعے سے اور امر ونہی اور ثواب وعقاب کے ذریعے سے اپنی مخلوق میں اپنا حکم نافذ کرتا ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا کہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیبی امور کو وہ جانتا ہے تو مخلوق کے لئے ان کو جاننے کا اس طریقے کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں، جو اس نے اپنے بندوں کو بتایا ہے۔یہ قرآن کریم بہت سے غیبی امور پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کا حکم دیا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1512)

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے غار میں رہنے کی مدت کے بارے میں کیا فیصلہ کن بات بتائی ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ ان کے قیام کی مدت اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔2۔اللہ ہی آسمانوں اور زمین کے چُھپے ہوئے حالات کو جانتا ہے۔3۔اللہ تعالیٰ کیا ہی اچھا دیکھنے والا، سننے والا ہے۔4۔اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں۔5۔اللہ تعالیٰ اپنی حکومت میں کسی ایک کو بھی شریک نہیں کرتے۔

﴿ وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ط لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ج قف وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا(27)﴾

''اور آپ کے رب کی کتاب میں سے جو آپ کو وحی کی گئی ہے اُس کو آپ پڑھ کر سنا دیں، اُس کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور اس کے سوا آپ کبھی کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے۔''(27)

سوال1: ﴿ وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ط لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ﴾ ''اور آپ کے رب کی کتاب میں سے جو آپ کو وحی کی گئی ہے اُس کو آپ پڑھ کر سنا دیں، اُس کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ﴾ ''اور آپ کے رب کی کتاب میں سے جو آپ کو وحی کی گئی ہے اُس کو آپ پڑھ کر سنا دیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو قرآن مجید کی تلاوت اور تبلیغ کا حکم دیا ہے۔(2) تلاوت سے مراد اتباع کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف جو وحی بھیجی ہے اس کے معانی کی معرفت اور ان کا فہم حاصل کر کے، اس کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق اور اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کر کے اس کی اتباع کیجئے کیونکہ یہ بہت ہی جلیل القدر کتاب ہے جس کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ (تفسیر سعدی:2/1512)(3) ﴿ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''(المائدۃ:67)(4) ﴿ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ط قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْھُدٰی وَمَنْ ھُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟''(القصص:85)(5) ﴿ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ﴾ ''اُس کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں'' اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی ردوبدل کرنے والا نہیں۔(6) ان کلمات کی سچائی اور ان کے عدل اور حسن میں اپنی انتہا پر ہونے کی وجہ سے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ج وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴾ ''اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے، کوئی

اُس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الانعام:115) (8) ناقص چیزوں میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات کامل ہیں اس لئے ان میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اس میں قرآن کی عظمت کا اظہار ہے۔

سوال2: اصحاب کہف کے واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کیا ہدایت دی؟

جواب: (1) آپ ﷺ کی طرف جو وحی کی گئی ہے آپ ﷺ اس کی تلاوت کرتے رہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں۔ (2) اصحاب کہف کے واقعے کے بعد اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ لوگ مانیں یا نہ مانیں آپ اس پر یقین رکھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ اسے پڑھ کر سنا دیں۔ لوگوں کی باتوں کہ طرف توجہ نہ دیں۔

سوال3: ﴿وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ ''اور اس کے سوا آپ کبھی کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور اس کے سوا آپ کبھی کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے'' یعنی آپ کے رب کے سوا آپ کو کہیں کوئی ٹھکانا نہیں ملے گا جہاں آپ چھپ سکیں، نہ پناہ گاہ ملے گی جہاں پناہ لے سکیں۔ پس جب یہ حقیقت متعین ہوگئی کہ تمام امور میں وہی ملجا و ماویٰ ہے تو یہ بات بھی متعین ہوگئی کہ وہی الٰہ ہے، خوشحالی اور بدحالی میں اسی کی طرف رغبت کی جائے، لوگ اپنے تمام احوال میں اسی کے محتاج ہیں اور اپنے تمام مطالب میں اسی سے سوال کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:2/1512) (2) اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں، اور اس میں موجود اوامر و نواہی کو بجالائیں، اور اس میں بیان کردہ حلال و حرام کے پابند رہیں، ورنہ آپ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوجائیں گے۔ (تیسیر الرحمٰن:1/841) (3) ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اے محمد! اگر تم نے لوگوں کو قرآن نہ سنایا تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ (4) اس کا مطلب یہ بھی لیا گیا ہے کہ اگر اس قرآن کو بیان کرنے سے گریز کرو گے یا اس میں کوئی تبدیلی کرو گے تو اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں۔ یہ خطاب اُمت سے بھی ہے۔

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (28) ﴾

''اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (28)

سوال1: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ﴾ ''اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان مومنوں کے ساتھ جوڑے رکھیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ جو دن کے پہلے اور آخری حصے میں تہلیل، تسبیح اور تکبیر وثناء کرتے ہیں اور صبح وشام اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں۔(2)﴿يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ ''وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو بیان فرمایا ہے۔(3) اس آیت میں رب العزت نے حکم دیا ہے کہ صالح لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔ خواہ یہ نادار ہوں یا مال دار، کمزور ہوں یا زور آور۔(4) قریش کے سردار یہ چاہتے تھے کہ رسول ﷺ انہیں کے درمیان اٹھیں بیٹھیں اور بلال رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ، خباب رضی اللہ عنہ، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے کمزور لوگوں کے پاس نہ بیٹھیں۔(5)﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ﴾ ''اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں'' یعنی آپ ﷺ اپنی نظریں ان سے نہ ہٹائیں، صبر کے ساتھ ان میں ہی اٹھیں بیٹھیں۔(6)﴿ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں'' یعنی آپ اللہ والوں کے بدلے میں مال دار اور مغرور لوگ نہ طلب کرنے لگیں۔ فرمایا:﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (۱۳۱)﴾ ''اور آپ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو سروسامان دیا ہے، دنیا کی زندگی کی زینت ہے تاکہ ہم انہیں اس آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے رب کا رزق ہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔'' (ط:131)

(7) دنیا کی رونقیں دیکھنے میں اچھی لگتی ہیں، لیکن دلوں کو اپنا اسیر کر لیتی ہیں جس کی وجہ سے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو کر لذتوں میں مگن ہو جاتا ہے اور وقت ضائع کر کے ہمیشہ کے خسارے اٹھا لیتا ہے۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کن لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کرام کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا جن میں غلام تھے، معاشی طور پر کمزور افراد تھے جن کے ساتھ بیٹھنا قریش کو ناگوار تھا۔

سوال 3: انسان رات دن اپنے رب کو کب پکارنے لگتا ہے؟

جواب: (1) جب اُسے زندگی کی حقیقت، اپنی حقیقت، اپنا مقصد زندگی، اپنے خالق کی حقیقت اور اپنے انجام کی سمجھ آجاتی ہے۔(2) جب انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا بنا لیتا ہے۔(3) جب انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔(4) جب انسان کو اپنی ہمیشہ کی کامیابی کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔

سوال4: رات دن رب کو پکارنے اور رب کی رضا چاہنے سے انسان کیسا انسان بن جاتا ہے؟

انسان رات دن رب کو پکارنے اور اس کی رضا چاہنے سے خالص ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ دو کام ایسے ہیں جو انسان کو اللہ کے مخلص بنا دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مخلص لوگ ہی یہ کام کر سکتے ہیں۔

سوال5: اللہ کی رضا کا حصول کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: (1) جب انسان نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رب کی طرف متوجہ ہو۔ (2) جب دل کی گہرائیوں سے اللہ سے محبت رکھتا ہو۔ (3) جب ادب واحترام اور خشوع کے ساتھ اللہ کے آگے کھڑا ہوتا ہو۔ (4) جب انسان اللہ کی اطاعت اور فرمابرداری میں لگا رہتا ہو۔

سوال6: ﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾ ''اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا ﴾ ''اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے'' جو اللہ تعالیٰ سے غافل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنے ذکر سے غافل کر دیتے ہیں۔ (2) یعنی اس کے دل پر توحید کے لئے مہر لگا دیتے ہیں۔ (3) ﴿ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ ﴾ ''اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے'' اس کے نفس نے جو چاہا وہ کیا اور اس کو پالینے کی کوشش کرنے لگا خواہ اس میں اس کی ہلاکت اور اس کے لئے خسارہ ہی کیوں نہ ہو۔ پس اس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنالیا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ تعالیٰ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کر دیا؟'' (الجاثیہ:23) (تفسیر سعدی:2/1513،1514) (4) ﴿ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾ ''اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے'' یعنی اس کے اعمال، اقوال، افعال حماقت اور افراط وتفریط پر مبنی ہیں اور حق سے تجاوز کرنے کا نقصان ہے۔ ایسے شخص کے مطیع نہ بنیں، نہ ان کے راستے سے محبت رکھیں اور نہ اس سے رغبت رکھیں جس پر وہ ہیں۔ (الاساس:6/3175)

(5) یعنی ان کا معاملہ حد اعتدال سے تجاوز کر چکا ہے۔ (فتح القدیر:3/354)

سوال7: اس آیت سے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب: (1) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہی شخص اطاعت کے لائق اور لوگوں کا امام بننے کے قابل ہے جس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور اس کی زبان پر محبت الٰہی کا فیضان ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو، اپنے رب کی رضا کی پیروی کرتا ہو اور اسے اپنے نفس کی خواہشات پر مقدم رکھتا ہو۔ پس اس طرح وہ اپنے وقت کی حفاظت کرے گا، اس کے تمام احوال درست اور تمام افعال ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہ لوگوں کو اس چیز کی طرف دعوت دے گا جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان کیا ہے۔ پس یہ شخص اس بات کا مستحق ہے

کہ اس کی اتباع کی جائے اور اس کو امام بنایا جائے۔(2) آیت مقدسہ میں جس صبر کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر ہے۔ یہ صبر کی بلند ترین قسم ہے۔ اس کی تکمیل سے صبر کی باقی تمام اقسام کی تکمیل ہوتی ہے۔(3) آیت مبارکہ سے ذکر الٰہی، دعا اور دن کے دونوں حصوں میں عبادت کا استحباب مستفاد ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل پر ان کی مدح کی ہے اور جس فعل پر اللہ تعالیٰ فاعل کی مدح کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس فعل کو پسند کرتا ہے تو اس کا حکم اور اس کی ترغیب دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1514)

سوال8: رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کرام کے ساتھ رہنے پر دل مطمئن کرنے کے لئے کیوں کہا گیا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح وشام اسے پکارتے ہیں۔(2) یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے ہیں۔

سوال9: رسول اللہ ﷺ کو کن لوگوں کی صحبت سے روکا گیا؟

جواب:(1) ایسا شخص جس کا دل اللہ کی یاد سے غافل ہے۔(2) جس نے خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی۔(3) جس کا طریقہ افراط وتفریط پر مبنی ہو۔

﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ج اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا لا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا(29) ﴾

''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔''(29)

سوال1: ﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے'' اے محمد ﷺ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ حق آپ کے رب کی طرف سے ہے۔(2) قرآن حق ہے۔(ابن ابی حاتم:7/2358)(3) حق سے مراد فقراء کے ساتھ رہنے پر صبر ہے۔(فتح القدیر:3/354)(4) حق کی پہچان یہ ہے کہ(i) حق رب کی طرف سے آتا ہے۔(ii) حق آخری حد تک سچا ہوتا ہے۔(iii) حق میں لوگوں کی خاطر ترمیم نہیں کی جاسکتی۔(5) اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کو اور سعادت مندوں اور بدبختوں کی صفات کو اپنے رسولوں کی

زبان سے واضح کر دیا ہے۔(6)﴿ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾''پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے''یعنی دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کر لو۔(7)اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو خیر و شر کے انتخاب کے لئے ارادے کی آزادی دی ہے جو ایمان لاتا ہے اسے حق کی توفیق ملتی ہے اور جو کوئی کفر کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے کیونکہ دین کے معاملے میں زبردستی نہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ج قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ج فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ج لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾''دین میں کوئی زبردستی نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی، چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(البقرہ:256)

سوال2:﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ﴾''یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ ﴾''یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے تیار کر رکھی ہے''اللہ تعالیٰ نے کفر، فسق اور معصیت کے ذریعے ظلم کرنے والوں کے انجام کے بارے میں فرمایا۔(2)﴿ نَارًا لا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ﴾''ایسی آگ جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں''یعنی تم اس کتاب کو نہیں مانتے تو ہم نے تمہارے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ظالموں کو گھیرے ہوئے ہیں۔یہ قناتیں چار دیواریں ہیں، جہاں سے نجات پانے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

سوال3:﴿ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴾''اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا ﴾''اور اگر وہ پانی مانگیں گے''یعنی اگر وہ پیاس بجھانے کے لئے پانی کی فریاد کریں گے۔(2)﴿ يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ ﴾''تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا''تو انہیں زیتون کی تلچھٹ کی طرح گاڑھا پانی یا خون اور پیپ یا پگھلے ہوئے سیسے یا سخت گرم چیز دی جائے گی۔(3)﴿ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ﴾''جو چہروں کو بھون ڈالے گا''جو حرارت کی شدت کی وجہ سے چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔وہ منہ کے پاس لائیں گے تو منہ کی کھال اس میں آ گرے گی۔رب العزت نے فرمایا:﴿يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ط وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴾''وہ اس کا گھونٹ گھونٹ پیے گا لیکن قریب بھی نہ ہوگا کہ حلق سے اُتارے اور موت اس پر ہر طرف سے آئے گی حالانکہ وہ مرنے والا نہیں ہوگا اور اس کے پیچھے ایک سخت عذاب ہے۔''(ابراہیم:17)(4)﴿ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (٢٠) وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ (٢١) ﴾''جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا

جوان کے پیٹوں میں ہوگا اوران کی کھالیں بھی۔اوراُن کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔''(الحج:20،21)(5)سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بارسونا پگھلایا جب وہ پانی جیسا ہوگیا اور جوش مارنے لگا فرمایا ''مھل'' کی مشابہت اس میں ہے جہنم کا پانی سیاہ ہے وہ خود بھی سیاہ ہے اور جہنمی بھی سیاہ ہیں۔مسند احمد میں ہے کافر کے منہ کے پاس جاتے ہی اس کے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں آپڑے گی۔(ابن کثیر:266/3)(6)﴿بِئْسَ الشَّرَابُ﴾''بڑا ہی بُرا مشروب ہے''جس سے وہ پیاس بجھانا چاہیں گے۔اس سے عذاب میں اضافہ اور عقوبت میں شدت ہوگی۔(7)﴿وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾''اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے''یہ آگ کے احوال کی مذمت ہے یعنی یہ آرام کی بدترین جگہ ہوگی۔کیونکہ یہاں آرام نہیں بلکہ عذاب عظیم ہوگا جو بہت ہی تکلیف دہ ہوگا۔گھڑی بھر کے لئے بھی یہ عذاب ان سے دور نہیں ہوگا اور وہ سخت مایوسی کے عالم میں ہوں گے۔وہ ہر بھلائی سے مایوس ہوجائیں گے جس طرح انہوں نے مہربان اللہ تعالیٰ کو فراموش کردیا وہ بھی انہیں،فراموش کردے گا۔(تفسیر سعدی:1516/2)(8)اللہ تعالیٰ نے انجام کا تذکرہ کرکے یہ سمجھایا ہے کہ دیکھو احتیاط سے فیصلے کرنا کہیں ہمیشہ کا عذاب مول نہ لینا۔

سوال4:حق کا انکار کرنے والوں کی کیا سزا ہے؟

جواب:(1)انکار کرنے والوں کے لئے آگ تیار ہے جس کی لپٹیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی۔(2)وہ پانی کے لئے فریاد کریں گے تو ان کی فریادرسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا چہروں کو بھون دے گا۔بہت ہی برا پانی اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا (30)﴾

''بے شک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں،یقیناً ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں۔''(30)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾''بے شک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں،یقیناً ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''بے شک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں''اللہ تعالیٰ نے دوسرے گروہ یعنی اہل ایمان کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ،اس کے فرشتوں،اس کی کتابوں،اس کے رسولوں،آخرت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاکر نیک اعمال کیے۔(2)﴿اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾''یقیناً ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں''اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق جو کام کیے جاتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایسے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ان کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔(3)عمل میں احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی اور محمد ﷺ کی اتباع میں ہو۔

سوال2:حق پر ایمان کون لاتا ہے؟

جواب: جولوگ تکبر، مصلحت پسندی، اورظاہر پرستی سے دور ہوتے ہیں ان کے سامنے جب حق آتا ہے تو پہچان کر مان لیتے ہیں۔

سوال3:حق قبول کرنے والوں کی زندگیوں میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:(1) حق قبول کرنے والے اپنے آپ کو حق کے سامنے بچھا دیتے ہیں۔(2) وہ اپنی زندگی کو حق کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔

﴿ اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھِمُ الۡاَنۡھٰرُ یُحَلَّوۡنَ فِیۡھَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَھَبٍ وَّیَلۡبَسُوۡنَ ثِیَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَّکِـِٕیۡنَ فِیۡھَا عَلَی الۡاَرَآئِکِ ؕ نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا(31) ﴾

''یہی لوگ ہیں جن کے لیے اَبدی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، اس میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے!''(31)

سوال1: ﴿ اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھِمُ الۡاَنۡھٰرُ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے اَبدی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے اَبدی جنتیں ہیں'' ان کے لئے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں۔

(2) ﴿تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھِمُ الۡاَنۡھٰرُ ﴾ ''جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں'' جنت کے بالا خانوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔

سوال2: ﴿ یُحَلَّوۡنَ فِیۡھَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَھَبٍ وَّیَلۡبَسُوۡنَ ثِیَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَّکِـِٕیۡنَ فِیۡھَا عَلَی الۡاَرَآئِکِ ﴾ ''وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، اس میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ یُحَلَّوۡنَ فِیۡھَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَھَبٍ ﴾ ''وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے'' جنت والوں کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ یُحَلَّوۡنَ فِیۡھَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَھَبٍ وَّلُؤۡلُؤًا ؕ وَلِبَاسُھُمۡ فِیۡھَا حَرِیۡرٌ ﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُنہیں اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔''(الحج:23)(2) ﴿وَّیَلۡبَسُوۡنَ ثِیَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ ﴾ ''اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے''

جنتیوں کالباس ریشم ہوگا۔دبیز،مہین سبزاور خالص ریشم کے کپڑے پہنائے جائیں گے۔(3)﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ج وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْر﴾''ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے،ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گےاوران میں اُن کالباس ریشم ہوگا۔''(فاطر:33)(4)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ (۵۱) فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۵۲) يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (۵۳) كَذٰلِكَ قف وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (۵۴) يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ (۵۵) لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ج وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۵۶) فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۵۷)﴾''بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔باغوں اور چشموں میں۔وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے،اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔اسی طرح ہےاور ہم اُن کو بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے۔وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کےاور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے،یہی بڑی کامیابی ہے۔''(الدخان:51۔57)(5)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن کا زیور وہاں پہنچے گا جہاں اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔(مسلم:586)(6)سیدنا سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک ناخن کے برابر جنت کی کوئی چیز ظاہر ہوتو وہ زمین وآسمان کے کناروں کو چمکا دےاور اگر ایک مرد اہلِ جنت میں سے جھانکےاور اس کے کنگن ظاہر ہوں تو اس کے کنگن تمام روشنی مٹا دیں جیسے آفتاب تاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے۔(ترمذی:2538)(7)براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی کپڑا پیش کیا گیا۔اس کی خوب صورتی اور نزاکت نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر اور افضل ہے۔(بخاری)(8)اس آیت کریمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جنت میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے زیورات اور ریشم کے لباس ہوں گے۔(9)﴿مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ﴾''اس میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے''تختوں پر ٹیک لگا کر بیٹھنے کی کیفیت واضح کرتی ہے کہ انہیں کوئی غم،کوئی تھکان،کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔جنت کے خادم ان کی خدمت میں دل پسند چیزیں پیش کریں گے۔

سوال2:﴿نِعْمَ الثَّوَابُ ط وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا﴾''اچھا بدلہ ہےاور اچھی آرام گاہ ہے!''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نِعْمَ الثَّوَابُ﴾''اچھا بدلہ ہے''جنت کتنا بہترین صلہ ہے۔(2)﴿وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا﴾''اور اچھی آرام گاہ ہے!''جنت کیا ہی اچھی قیام گاہ ہے جس میں اہل جنت قیام کریں گےاور اس چیز میں لطف اندوز ہوں گے جس کی ان کے نفس خواہش کریں گے۔ان کی جوانی کو کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔ان کی خوشیوں کو کبھی غم نہیں ڈسے گا۔ان کی لذتیں کبھی نہ ختم ہونے والی ہوں گی۔ان کے گھر بہترین آرام گاہ ہوں گے،ان میں سب سے ادنیٰ درجے والا جنتی اپنی نعمتوں میں،اپنے باغوں میں اور محلوں میں دو ہزار سال چلے پھرے گا وہ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں پائے گا۔اس کی آرزوئیں پوری ہوں گی۔ان نعمتوں کا دوام ان کے حسن میں اضافے کا باعث ہوگا۔یا ارحم

الراحمین! ہم سب آپ سے سوال کرتے ہیں جنت الفردوس کا۔ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں اس احسان سے محروم نہ کرنا۔(3) ﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (۱۹) وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا (۲۰) عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (۲۱)﴾ ''اوراُن کے آس پاس کمسن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے، جب آپ اُنہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے۔ اُن پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اُن کا رب اُنہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔''(الدھر:19۔ 21)(4) ﴿اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا (۷۵) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (۷۶)﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالا خانے دیے جائیں گے اور اس میں اُن کا استقبال زندگی کی دُعا اور سلام سے کیا جائے گا۔ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بہت اچھی ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ ہے۔''(الفرقان:75,76)(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے جنت والو تمہارے لئے یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ تم صحت مند رہو اور کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے اور تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم آرام میں رہو گے اور تمہیں کبھی تکلیف نہیں ہو گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ آواز آئے گی کہ یہی تمہاری جنت ہے جس کے تم اپنے ان اعمال کی وجہ جو تم کرتے رہے وارث بنا دیئے گئے ہو۔(الاعراف)(مسلم:7157)

رکوع نمبر 17

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا (32)﴾

''اور آپ انہیں دو آدمیوں کی مثال بیان کر دیں اِن دونوں میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیے اور اُن دونوں کو ہم نے کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتیاں بنائیں۔''(32)

سوال1: ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا﴾ ''اور آپ انہیں دو آدمیوں کی مثال بیان کر دیں اِن دونوں میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیے اور اُن دونوں کو ہم نے کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتیاں بنائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ﴾ ''اور آپ انہیں دو آدمیوں کی مثال بیان کر دیں'' رب العزت نے فرمایا ہے کہ ان کے

سامنے دوآدمیوں کی مثال بیان کردو۔ان میں سے ایک کواللہ تعالیٰ نے انگور کے دو باغ دے رکھے تھے جن کے درمیان فصلیں کاشت ہوتی تھیں اور جن کے کناروں پر کھجور کے اونچے اونچے درخت تھے۔تینوں قسم کی پیداوار خوب تھی۔(2) یہ مثال دو ایسے لوگوں کی ہے جن میں سے ایک شکرگزار اور دوسرا ناشکرا ہے۔دونوں طرح کے لوگوں کے اقوال اور افعال کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کا عذاب وثواب طے کر رکھا ہے۔(3) اللہ تعالیٰ نے یہ قصّہ اس لئے سنایا ہے (i) تاکہ اسلامی اقدار اور کافرانہ اقدار کو واضح کیا جا سکے۔(ii) اس قصّے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ دُنیا کی زندگی کی آخرت کے مقابلے میں کیا حقیقت ہے۔(4) ﴿جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا﴾ ''اِن دونوں میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیے اور اُن دونوں کو ہم نے کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتیاں بنائیں'' ان میں سے جن کے دو باغ تھے اس کے باغ کے وسط میں انگور کی بیلیں اور اردگرد کھجور کے درختوں نے گھیرا ہوا تھا۔اس باغ کو سورج کی وافر روشنی حاصل تھی۔روشنی پھل پکنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔باغ کو سیراب کرنے کے لئے وافر پانی بھی موجود تھا۔

سوال2: باغ والے دو لوگ کون تھے؟

جواب: بنی اسرائیل کے دو افراد تھے یا اہل مکہ میں سے ایک مومن اور دوسرا کافر۔

﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (33)﴾

''دونوں باغ اپنا پورا پھل لائے اور اس میں کوئی کمی نہ کی اور ہم نے دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی تھی۔''(33)

سوال: ﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا﴾ ''دونوں باغ اپنا پورا پھل لائے اور اس میں کوئی کمی نہ کی اور ہم نے دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا﴾ ''دونوں باغ اپنا پورا پھل لائے'' دونوں باغوں کا پھل اور فصلیں کئی گنا ہوتی تھیں۔(2) ﴿وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا﴾ ''اور اس میں کوئی کمی نہ کی'' یہاں ظلم کا لفظ نقص اور کمی کے لئے لایا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے باغ کے حوالے سے یہ واضح کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنا حق ادا کر دیا جب کہ باغات کے مالک نے تکبر کیا، سرکشی کی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا اور ظلم کیا۔(3) ﴿وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا﴾ ''اور ہم نے دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی تھی'' ان باغوں کے ساتھ ساتھ پانی سے بھرے ہوئے دریا بہہ رہے تھے اور ان باغوں کے درمیان جگہ جگہ دریا جاری تھے۔

﴿وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا (34)﴾

''اوراس کا پھل بہت ہواتو اُس نے اپنے ساتھی سے کہااوروہ اس سے باتیں کررہا تھا''میں تجھ سے زیادہ مال دارہوں اورتعداد میں زیادہ باعزت ہوں۔''(34)

سوال:﴿ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴾''اوراس کا پھل بہت ہوا تو اُس نے اپنے ساتھی سے کہااوروہ اس سے باتیں کررہا تھا''میں تجھ سے زیادہ مال دارہوں اورتعداد میں زیادہ باعزت ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ﴾''اوراس کا پھل بہت ہوا''اس شخص کا باغ پھلوں سے پک گیا۔اس کے درخت بوجھ سے لد گئے اس وجہ سے وہ دھوکے میں مبتلا ہوگیا،اس نے تکبر کیااوراترانے لگا۔(2)﴿ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ ﴾''تو اُس نے اپنے ساتھی سے کہا اوروہ اس سے باتیں کررہا تھا''ان باغوں کے مالک نے اپنے ایمان والے دوست سے فخر سے کہا جبکہ وہ دونوں عام روزمرہ کی بات چیت کررہے تھے۔(3)﴿اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴾''میں تجھ سے زیادہ مال دارہوں اورتعداد میں زیادہ باعزت ہوں''اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ باغ میں پھرتے ہوئے دل کا پیمانہ خوشی سے بھر گیا،جوش میں آ گیا حتیٰ کہ غرور اس کے دل میں داخل ہوگیا اب وہ بھول گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرنا ہے،صرف یہ یاد ہے میں تجھ سے زیادہ مال دار اور طاقتور نفری رکھتا ہوں۔(4)اس نے اپنے مال اوراپنے مددگاروں،اپنے رشتے داروں اورغلاموں پرفخر کیا جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

﴿ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا (35)﴾

''اوروہ اپنے باغ میں داخل ہواجب کہ اپنے نفس پرظلم کرنے والا تھا،اس نے کہا:''میں نہیں سمجھتا کہ یہ کبھی بھی برباد ہوگا۔''(35)

سوال1:﴿ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴾''اوروہ اپنے باغ میں داخل ہواجب کہ اپنے نفس پرظلم کرنے والا تھا،اس نے کہا:''میں نہیں سمجھتا کہ یہ کبھی بھی برباد ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ﴾''اوروہ اپنے باغ میں داخل ہواجب کہ اپنے نفس پرظلم کرنے والا تھا''انسان جب دولت،عزت اورمال کواپنی محنت اورقابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے تو اس کے اندر اپنی ذات کی بڑائی کا احساس پیدا ہوجاتا ہے۔(2)﴿ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴾'' اس نے کہا:''میں نہیں سمجھتا کہ یہ کبھی بھی برباد ہوگا''اس شخص نے جوگمان کیا اسے لفظوں میں بیان کیا گیا۔کہ باغ کبھی ختم اور برباد نہیں ہوگا۔اس طرح وہ دنیا پر مطمئن ہوکر آخرت کا انکار کرگیا۔(3)﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴾''تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیااور کہا کہ مجھے تو مال اوراولاد لازماً دیے ہی جاتے رہیں گے؟''(مریم:77)(4)﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ

رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی ج فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ز وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اُسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی۔ پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اور یقیناً ہم ضرور اُنہیں سخت عذاب میں سے چکھائیں گے۔'' (حم سجدہ:50) (5) ﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ کَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ج اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ (۱۷) وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ (۱۸) فَطَافَ عَلَیْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّکَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ (۱۹) فَاَصْبَحَتْ کَالصَّرِیْمِ (۲۰) فَتَنَادَوْا مُصْبِحِیْنَ (۲۱) اَنِ اغْدُوْا عَلٰی حَرْثِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَارِمِیْنَ (۲۲) فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ یَتَخَافَتُوْنَ (۲۳) اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْکُمْ مِّسْکِیْنٌ (۲۴) وَّغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قَادِرِیْنَ (۲۵) فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ (۲۶) بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (۲۷) قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (۲۸) قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ (۲۹) فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ (۳۰) قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا کُنَّا طٰغِیْنَ (۳۱)﴾ ''یقیناً ہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی، جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے۔ وہ استثناء نہیں کر رہے تھے۔ چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہو گیا۔ پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔ یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے۔ مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ''یقیناً ہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم محروم ہیں۔'' اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ''کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔'' پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر آپس میں ملامت کرنے لگے۔ اُنہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی یقیناً ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے۔'' (القلم:17.31) (6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ ہی تناجش کرو (تناجش بیع کی ایک قسم ہے) اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ہی ایک دوسرے سے رُوگردانی کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔'' آپ ﷺ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر پورا پورا حرام ہے، اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو۔'' (مسلم:6541) (7) جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی

جوتی بھی اچھی ہو۔آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ﴿اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَال﴾''اللہ تعالیٰ جمیل ہےاور جمال (خوبصورتی)ہی کو پسندفرماتا ہے'' تکبرتوحق کی طرف سے منہ موڑنے اوردوسرے لوگوں کومترسمجھنے کو کہتے ہیں۔''(صحیح مسلم:265)(8)سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایاہےاورپھرمذکورہ حدیث کی طرح حدیث بیان کی اوراس حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ عاجزی اختیارکرو یہاں تک کہ کوئی کسی پرفخرنہ کرے اورنہ ہی کوئی کسی پرزیادتی کرے اوراسی روایت میں ہے کہ وہ لوگ تم میں مطیع و تابعدار ہیں کہ وہ نہ گھروالوں کوچاہتے ہیں اورنہ ہی مال کو۔''(صحیح مسلم:7210)(9)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،اشرفی کا بندہ،روپے کا بندہ،چادرکا بندہ،کمبل کا بندہ ہلاک ہوا کہ اگراسے کچھ دے دیا جائے تب تو خوش ہوجاتا ہےاوراگرانہیں نہ دیا جائے تو ناراض ہوجاتا ہے۔(صحیح بخاری2886.)

سوال2:انسان تکبر میں کب اور کیسے مبتلا ہوتا ہے؟

جواب:(1)انسان تکبر میں مبتلا ہوکر دوسروں کوکم ترسمجھنے لگتا ہے جن کو مال اورعزت میں کم حصّہ ملا ہوتا ہے۔(2)انسان کوتکبر میں مبتلا ہو کر یوں لگتا ہے کہ یہ دُنیا ختم ہونے والی نہیں۔(3)انسان کو یوں لگتا ہے کہ اگراس دُنیا کے بعدکوئی اور جہان آ بھی گیا تو جیسے یہاں حال اچھا ہےتووہاں بھی ضرورہی اچھا ہوگا۔

سوال3:انسان تکبر میں مبتلا ہونے سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب:انسان جب یہ سمجھ لے کہ دُنیا میں انسان کو جوکچھ ملتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہوتا ہےتووہ تکبر میں مبتلا ہونے سے بچ جاتا ہے۔

﴿ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا (36) ﴾

''اورمیں نہیں سمجھتا کہ قیامت بھی قائم ہونے والی ہےاور یقیناًاگرمیں اپنے رب کی طرف لوٹا بھی دیا گیا تو یقیناًمیں ضروراس سے بہترلوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔''(36)

سوال:﴿ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴾''اورمیں نہیں سمجھتا کہ قیامت بھی قائم ہونے والی ہےاور یقیناًاگرمیں اپنے رب کی طرف لوٹا بھی دیا گیا تو یقیناًمیں ضروراس سے بہترلوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ﴾''اورمیں نہیں سمجھتا کہ قیامت بھی قائم ہونے والی ہے''اس شخص کا اللہ تعالیٰ پر یقین کمزورتھا

اورآخرت پر ایمان نہ رکھتا تھا۔اس لئے اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ قیامت کبھی نہیں آنے والی یعنی قیامت کا عقیدہ ہی غلط ہے۔ (2)اگر قیامت آئی بھی تو﴿ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴾''یقیناً میں ضرور اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔''اس کی یہ بات دوامور سے خالی نہیں:(i)یا تو وہ حقیقت حال کا علم رکھتا ہے۔تب اس کا یہ کلام ٹھٹھے اور تمسخر کے طور پر ہے یہ اس کے کفر میں اضافے کا باعث ہے۔(ii)یا تو وہ حقیقت میں یہی سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا تب وہ دنیا کا جاہل ترین شخص اور عقل سے بے بہرہ ہے۔دنیا کی عطا اور آخرت کی عطا میں کون سا تلازم ہے کہ کوئی جاہل شخص اپنی جہالت کی بنا پر یہ سمجھے کہ جسے اس دنیا میں عطا کر دیا گیا ہے اسے آخرت میں بھی عطا کیا جائے گا بلکہ غالب طور پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور خاص بندوں سے دنیا کو دور ہٹا دیتا اور اپنے دشمنوں کو دنیا عطا کرتا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو حقیقت کا علم تھا مگر اس نے بات محض ٹھٹھے اور تمسخر کے طور پر کہی تھی اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ﴾پس باغ میں داخل ہوتے وقت اس سے صادر ہونے والے کلمات سے اس کے وصف ظلم کا اثبات،اس کے تَمَرُّد اور عناد پر دلالت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1519)

(3)کافر یہی کہتا ہے:﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اُسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی۔پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے۔اور یقیناً ہم ضرور اُنہیں سخت عذاب میں سے چکھائیں گے۔'' (فصلت:50)(4)متکبر انسان امتحان کی حالت کو انعام کی حالت سمجھتا ہے پھر وہ ان انعامات کو اپنا حق سمجھتا ہے تو اس کے دل میں یہی بات بس جاتی ہے کہ آج انعام ہے تو کل کیوں نہ ہوگا جب کہ میں تو وہی ہوں۔

﴿ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا(37)﴾

''اس کے ساتھی نے جب کہ وہ باتیں کر رہا تھا اس سے کہا''کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی ایک بوند سے پھر تمہیں درست آدمی بنا دیا؟''(37)

سوال1:﴿ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴾''اس کے ساتھی نے جب کہ وہ باتیں کر رہا تھا اس سے کہا''کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی ایک

بوند سے پھر تمہیں درست آدمی بنادیا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ ﴾''اس کے ساتھی نے جب کہ وہ باتیں کررہا تھا اس سے کہا''اس کے مومن ساتھی نے اپنے کافر ساتھی کو نصیحت کرتے ہوئے ابتدائی حالات یاد دلائے جس میں اللہ تعالیٰ اسے وجود میں لایا۔اس نے کہا:(2)﴿ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ﴾''یعنی تو اپنے خالق کی نافرمانی نہ کرنا۔اس نے انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی پھر اس کی نسل کی پیدائش کا آغاز حقیر پانی کی بوند سے کیا۔جس نے تجھے وجود عطا کیا،نعمتیں دیں، تجھے مکمل آدمی بنادیا،اس کے بارے میں تم یہ کہتے ہو کہ وہ تجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرے گے؟

سوال2:ایک مومن کافر کو اس کی پیدائش کیوں یاد دلاتا ہے؟

جواب:(1)اپنی پیدائش سے انسان کو اپنی اصل حقیقت یاد آجاتی ہے اور وہ رب کا شکر گزار بن جاتا ہے۔(2)اپنی پیدائش کو یاد کرنے سے انسان کا تکبر ٹوٹتا ہے۔(3)اپنی پیدائش کو یاد کر کے انسان کو رب یاد آجاتا ہے۔

﴿ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا(38)﴾

''لیکن وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو شریک نہیں کرتا۔''(38)

سوال1:﴿ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴾''لیکن وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو شریک نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ ﴾''لیکن وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے''مومن نے کافر ساتھی سے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کا اعتراف کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے۔(2)﴿وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴾''اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو شریک نہیں کرتا''میں اس کے ساتھ کسی ایک کو شریک نہیں کرتا۔میرے پاس اگرچہ مال اور اولاد کم ہے مگر حقیقی نعمت ایمان ہے،اس کے سوا ہر چیز ختم ہوجانے والی ہے۔

سوال2:بندۂ مومن نے اپنے آپ کو شرک سے بری الذمہ قرار دیتے ہوئے اپنے مشرک ساتھی کو کیا یاد دِلایا؟

جواب:بندۂ مومن نے یاد دلایا کہ تم شرک کرتے ہو کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات میں خود کو شریک ٹھہراتے ہو۔تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی بجائے اپنی بڑائی چاہتے ہو۔

﴿ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا

وَّوَلَدًا (39)﴾

''اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے ماشاءاللہ کیوں نہ کہا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت نہیں، اگر تو نے مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر دیکھا ہے۔'' (39)

سوال1: ﴿ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه ﴾ ''اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے ماشاءاللہ کیوں نہ کہا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه ﴾ ''اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے ماشاءاللہ کیوں نہ کہا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت نہیں'' مومن نے کہا کہ باغ میں داخل ہوتے وقت تکبر کرنے کی بجائے تم ماشاءاللہ کہتے یعنی جسے اللہ تعالیٰ چاہے باقی رکھے اور جسے چاہے فنا کر دے۔(2) دولت ونعمت پانے کے بعد انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ عام انسانوں سے کوئی بلند تر ہے اور جو اس کو ملا ہے وہ اس کا خاندانی حق تھا یا اس کے ذاتی علم وہنر کا نتیجہ تھا، جیسا کہ قارون نے کہا تھا، یہی غرور ہے جو ترقی کر کے بخل اور ظلم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی اور ارشاد ہے: ﴿ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ (۲۳) الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (۲۴) ﴾ ''تاکہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور جو تمہیں وہ عطا کرے اس پر پھول نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص منہ موڑ جائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بے پرواہ، بہت تعریفوں والا ہے''۔ (الحدید:24) (3) اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر جو نعمتیں اتاری ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی قدر پہچانے، اس کی مقام کو جانے، اس کے حق کو مانے اور دل وجان سے اس کا شکر ادا کرے۔ ﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک کر لے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (الانفال:26) (4) ﴿ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ (۶۰) ﴾ ''اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں قیامت کے دن کے بارے میں؟ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔'' (یونس:60) (5) اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی چیز اچھی لگے تو ﴿ مَا شَآءَ اللّٰه لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه ﴾ پڑھنا چاہیے۔(6) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنت کا خزانہ نہ بتاؤں؟ وہ خزانہ

ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اس بندے نے مان لیا اور اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا صرف لاحول نہیں بلکہ وہ جو سورہ کہف میں ہے یعنی: ﴿مَا شَآءَ اللّٰه لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه﴾ (ابن کثیر:269/3) (7) جو چار کلمات کا اہتمام کرے وہ نظر بد سے بچ سکتا ہے۔(i) جو حسبنا اللّٰه کہتا ہے اسے شیطان کی چالوں سے بچا لیا جاتا ہے۔﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ق صلے وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ ''جن سے لوگوں نے کہا کہ یقیناً دشمن لوگ تمہارے خلاف لشکر جمع کر چکے ہیں لہٰذا تم اُن سے ڈر جاؤ، چنانچہ اس نے ان کو ایمان میں اور زیادہ کر دیا، اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔'' (آل عمران:173) (ii) جو کہتا ہے میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اسے لوگوں کی چالوں سے بچا لیا جاتا ہے:﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌم بِالْعِبَادِ (۴۴) فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ (۴۵)﴾ ''چنانچہ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں جلد ہی تم یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو برے نتائج سے بچا لیا جو انہوں نے تدبیریں کیں اور آلِ فرعون کو بُرے عذاب نے گھیر لیا۔'' (مومن:45,44) (iii)﴿لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ق اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۸۷)﴾ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' (الانبیاء:87) کہتا ہے اسے غم سے بچا لیا جاتا ہے۔(قرطبی:295/5) (iv)﴿ مَا شَآءَ اللّٰه لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه﴾ پڑھنے سے نظر بد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔(8) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور جب ہم بلندی پر چڑھتے تو (زور سے چلا کر) تکبیر کہتے اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! اپنے اوپر رحم کھاؤ! اللہ بہرا نہیں ہے اور نہ وہ کہیں دور ہے تم ایک سننے اور، ایک بہت واقف کار اور قریب رہنے والی ذات کو بلاتے ہو پھر نبی ﷺ میرے پاس آئے۔میں اس وقت دل میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہہ رہا تھا۔نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا عبداللہ بن قیس! لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ کہا کرو کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔یا آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں۔(صحیح بخاری:7386) (9) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب موذن ''اَللّٰهُ أَكْبَرُ'' کہے تو تم میں سے کوئی ایک ''اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ'' کہے۔پھر موذن ''أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہے تو یہ بھی ''أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہے۔پھر موذن ''أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ'' کہے تو یہ بھی ''أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ'' کہے۔پھر وہ ''حَيَّ عَلَى الصَّلَاة'' کہے تو یہ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کہے۔پھر وہ ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ'' کہے تو یہ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کہے۔پھر وہ ''اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ'' کہے تو یہ بھی ''اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ'' کہے پھر وہ ''لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہے تو یہ بھی ''لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ'' خلوص دل سے کہے تو یہ (ضرور) جنت میں داخل ہوگا۔'' (مسلم:850) (10) عبادہ بن صامت نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا کرے:﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ،لَهُ

الْـمُـلْکُ وَلَـهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ [وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ]وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کے لیے ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت'' پھر یہ پڑھے ''اے اللہ میری مغفرت فرما'' (یا یہ کہا کہ) کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے پھر اگر اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو نماز بھی مقبول ہوگی'' (صحیح بخاری:1154)

سوال2: ﴿اِنْ تَـرَنِ اَنَـا اَقَـلَّ مِـنْکَ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ ''اگر تو نے مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر دیکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اگر تو نے مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر دیکھا ہے'' مومن نے اپنے کافر ساتھی سے کہا کہ تم مال اور اولاد پر فخر کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ میں مال اور اولاد کے لحاظ سے تم سے کم تر ہوں مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے اور جو امید اللہ تعالیٰ کی نوازش اور احسان سے رکھی جا سکتی ہے وہ اس دنیا و مافیہا سے بہتر ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے لوگ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

﴿فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا (40)﴾

''تو اُمید ہے کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرما دے گا اور اس پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے گا۔'' (40)

سوال: ﴿فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا﴾ ''تو اُمید ہے کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرما دے گا اور اس پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا﴾ ''تو اُمید ہے کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرما دے گا اور اس پر بھیج دے'' یعنی اس باغ نے تجھے دھوکے میں رکھا تھا اور تو نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا۔ امید ہے میرا رب مجھے اس سے بہتر عطا کرے گا۔ یعنی تیرے باغ سے بہتر باغ۔ (2) ﴿حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''آسمان سے کوئی آفت'' یعنی کسی قسم کا عذاب، بارشیں، زلزلے یا کچھ اور۔ (3) مومن جو کچھ موجود ہوتا ہے اس پر قناعت کرتا ہے پھر یہ اُمید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اور زیادہ

دے گا۔(4)﴿ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴾''تو وہ چٹیل میدان ہوکر رہ جائے گا۔'تم جس باغ کے متعلق یقین رکھتے ہو کہ وہ کبھی خراب نہیں ہوگا تو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر کوئی آفت بھیج دے، اتنی بارش ہو کہ سارا باغ برباد ہو جائے، لہلہاتے باغوں کی جگہ چکنی زمین پڑی رہ جائے۔(4) مومن نے اپنے ساتھی کو باغ پر آسمان سے آنے والی آفت سے اس لئے ڈرایا کہ انسان کی زندگی میں حادثات پیش آتے رہتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جس پر انسان کا ذاتی قبضہ ہو اس لئے مؤمن نے توجہ دلائی کہ یہ سب کچھ جسے تم اپنا سمجھتے ہو وہ تمہارا ہے نہیں۔

﴿اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا(41)﴾

''یا اُس کا پانی گہرا ہو جائے، پھر تم اس کی تلاش کی قطعاً استطاعت نہ رکھو گے''۔(41)

سوال: ﴿اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴾''یا اُس کا پانی گہرا ہو جائے، پھر تم اس کی تلاش کی قطعاً استطاعت نہ رکھو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا ﴾''یا اُس کا پانی گہرا ہو جائے''یعنی باغ کے پانی کا چشمہ۔(2)﴿فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴾ ''پھر تم اس کی تلاش کی قطعاً استطاعت نہ رکھو گے''یعنی پانی اتنی گہرائی میں چلا جائے کہ تم کھدائی کے آلات کے ذریعے بھی وہاں نہ جا سکو۔ (3) مومن حقیقت پسند ہوتا ہے وہ اپنے تصور سے ہر چیز سے محروم ہو کر سبق لیتا ہے کہ اس کے پاس عاجزی کے سوا کچھ نہیں اور اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے عاجز بنا کر ڈال دیتا ہے۔

﴿وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا (42)﴾

''اور اس کے پھل کو گھیر لیا گیا چنانچہ وہ اُس پر اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اُس نے اس میں خرچ کیا تھا اور وہ باغ اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا اور وہ کہنے لگا:''اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا!''(42)

سوال1:﴿وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴾ ''اور اس کے پھل کو گھیر لیا گیا چنانچہ وہ اُس پر اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اُس نے اس میں خرچ کیا تھا اور وہ باغ اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا اور وہ کہنے لگا:''اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ ﴾''اور اس کے پھل کو گھیر لیا گیا''یعنی اس کے پھل کو گھیر کر تباہ کر دیا گیا اور اس میں کچھ بھی نہ چھوڑا گیا۔(2)﴿فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ﴾''چنانچہ وہ اُس پر اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اُس

نے اس میں خرچ کیا تھا اور وہ باغ اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا'' یعنی اس نے باغ پر جو اخراجات کیے تھے وہ سب ضائع ہو گئے۔ اس نے افسوس کرتے ہوئے اپنے شرک پر پشیمان ہوتے ہوئے کہا۔

سوال2: ﴿ وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴾ ''اور وہ کہنے لگا: ''اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) کف افسوس ملتے ہوئے اس شخص نے کہا: کاش وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمجھایا ہے کہ (i) دُنیا میں جو باغ تم نے اُگایا تمہارا ذاتی نہیں لیکن تم اُس پر اپنی ملکیت سمجھ کر شرک کرتے ہو۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے ہاتھ ملتے ہوئے انسان کے منظر کو سامنے رکھ کر سمجھایا ہے کہ تمہیں بھی شرک کی نفی کرنی ہے۔ کیا اُسی دن یاد آئے گا جب کچھ بھی تمہارے ہاتھ میں نہ رہے گا۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، قادر مطلق ہے، قوتوں کا مالک ہے اس کے سوا کوئی مدد گار نہیں۔

﴿ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا(43) ﴾

''اور اس کے پاس کوئی جتھا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود بچنے والا ہوا'' (43)

سوال1: ﴿ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴾ ''اور اس کے پاس کوئی جتھا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود بچنے والا ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اس کے پاس کوئی جتھا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کی مدد کرتا'' یعنی جس باغ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو ہر چیز ہاتھوں سے نکل گئی۔ (2) اسے اپنی اولاد اور جس جتھے کا ناز تھا کہ اس کے مددگار رہوں گے وہ اس سے کچھ بھی عذاب دور نہ کر سکے۔ (3) زمین و آسمان کے رہنے والے سب مل کر بھی کوئی مدد کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے، نہ وہ خود ہی مدد کر سکا۔

سوال2: انسان کو یہ بات کب سمجھ آتی ہے کہ اس کی کوئی تدبیر اسے بچا نہیں سکتی؟

جواب: انسان کی زندگی میں آنے والے حادثات اسے یقین دہانی کرواتے ہیں کہ قابلیت اور تدبیر اللہ تعالیٰ کے آگے کام نہیں آسکتی۔

﴿ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا(44) ﴾

''وہاں ہر طرح کی مدد اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو برحق ہے۔ وہی بہترین ہے ثواب دینے والا اور بہترین انجام والا ہے۔'' (44)

سوال1: ﴿ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴾ ''وہاں ہر طرح کی مدد اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو برحق

ہے۔وہی بہترین ہے ثواب دینے والا اور بہترین انجام والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ هُنَالِکَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِ ﴾''وہاں ہر طرح کی مدد اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو برحق ہے'' وہ شخص پکار رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہی برحق ہے،اسی کا انعام بہتر اور اسی کا دیا ہوا بدلہ اچھا ہے۔(2)جو کوئی ایمان لا کر تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ولی اور دوست ہے۔وہ اسے کرامتوں کے ذریعے عزت دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دینی اور دنیوی ثواب بہترین ہے۔(3)یعنی اس حال میں جس میں اللہ تعالیٰ اس شخص کو سزا دینے کا حکم جاری کرتا ہے جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی۔اور عزت وتکریم اس شخص کے لئے جس نے ایمان لا کر نیک عمل کئے،اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا رہا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دیتا رہا۔اس بنا پر واضح ہو گیا کہ حقیقی ولایت کا مالک صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہے۔پس جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر تقویٰ اختیار کرتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کا ولی اور دوست ہے،وہ اسے مختلف اقسام کی کرامت کے ذریعے سے تکریم بخشتا ہے اور اس کو شر اور تمام آفتوں سے بچاتا ہے۔جو اپنے رب پر ایمان نہیں رکھتا اور نہ اسے اپنا ولی اور سرپرست بناتا ہے،وہ دین ودنیا میں خسارہ اٹھاتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دنیاوی اور اخروی ثواب بہترین ثواب ہے جس پر امیدوں کو مرتکز ہونا چاہیے۔(تفسیر سعدی:2/1522،1523)

سوال2:ولایت کا کیا مطلب ہے؟

جواب:ولایت کا مطلب مدد،نصرت ہے۔

سوال3:انسان کو کب یہ سمجھ آتی ہے کہ سارا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہی بہترین اجر دینے والا،اور بہترین انجام تک پہنچانے والا ہے؟

جواب:(1)انسان کو اللہ تعالیٰ دُنیا میں مختلف حادثات،مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے تا کہ وہ سبق لے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کو اہمیت دینے کی غلطی نہ کرے۔(2)انسان اگر ظالم بن جائے تو کسی چیز سے سبق نہیں لیتا جب تک وہ ہر چیز سے محروم ہو کر یہ نہ دیکھ لے کہ اس کے پاس عاجزی کے سوا کچھ نہیں۔

سوال4:اس قصے میں ہمارے لئے کیا عبرتیں ہیں؟

جواب:(1)اس عظیم قصے میں اس شخص کے حال میں جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتیں عنایت کیں،مگر ان نعمتوں نے اسے آخرت سے غافل کر کے سرکش بنا دیا اور وہ ان میں مگن ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگا لوگوں کے لئے عبرت ہے کہ ان نعمتوں کا انجام زوال اور اضمحلال ہے اگر بندہ ان نعمتوں سے تھوڑا فائدہ اٹھاتا ہے تو طویل عرصے تک محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بندہ مومن کے لئے مناسب یہی ہے کہ جب اسے اپنے مال اور اولاد میں سے کچھ اچھا لگے تو وہ اس نعمت کو نعمت عطا کرنے والے کی طرف منسوب کرے اور یہ کہے:(ما شاء اللہ لاقوۃ الا باللہ) تا کہ وہ شکر گزار بنے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بقا کے لئے سبب بننے والا بنے۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:﴿وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾(2)ان آیات کریمہ میں لذت دنیا اور اس کی شہوات کے

بدلے میں ان بہتر چیزوں کے ذریعے تسلی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔فرمایا: ﴿اِنۡ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنۡکَ مَالًا وَّ وَلَدًا(۳۹)ج فَعَسٰی رَبِّیۡۤ اَنۡ یُّؤۡتِیَنِ خَیۡرًا مِّنۡ جَنَّتِکَ﴾ اگر تو نے مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر دیکھا ہے۔تو اُمید ہے کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمادے گا۔(الکھف: 39,40)(3)ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ مال اور اولاد اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مددگار نہ بنیں تو وہ کوئی فائدہ نہیں دیتے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ بِالَّتِیۡ تُقَرِّبُکُمۡ عِنۡدَنَا زُلۡفٰۤی اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ’’تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہے جو تمہیں ہمارے کچھ بھی قریب کرتے ہوں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔‘‘(سبا:37)(4)اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جس شخص کا مال اس کی سرکشی،کفر اور اس کے لئے اخروی خسارے کا سبب ہو اس مال کے تلف ہونے کی دعا کرنا جائز ہے۔خاص طور پر جبکہ وہ اس مال کی بنا پر اپنے آپ کو اہل ایمان سے افضل سمجھتا ہو اور ان پر فخر کا اظہار کرتا ہو۔ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور عدم ولایت،اس وقت ظاہر ہوگی جب غبار چھٹ جائے گا،جزا و سزا ثابت ہوگی اور عمل کرنے والے اپنا اجر پالیں گے: ﴿هُنَالِکَ الۡوَلَایَةُ لِلّٰهِ الۡحَقِّ ؕ هُوَ خَیۡرٌ ثَوَابًا وَّخَیۡرٌ عُقۡبًا﴾(تفسیر سعدی:2/1522,1523)

رکوع نمبر18

﴿وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا کَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِیۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّیٰحُ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ مُّقۡتَدِرًا(45)﴾

’’اور آپ اُنہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردیں،جیسا کہ پانی،جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا پھر اُس سے زمین کی نباتات خوب گھنی ہوگئیں پھر وہ چورا ہوگئیں،جسے ہوائیں اُڑائے پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘(45)

سوال1: ﴿وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا﴾ ’’اور آپ اُنہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کے سامنے دنیا کی زندگی کے زوال اور اس کے فنا ہونے کی مثال بیان فرمائیں تاکہ وہ اس کی حقیقت جان کر ہمیشہ رہنے والی زندگی سے اس کا تقابل کریں اور اسے ترجیح دیں جس کا حق ہے کہ اسے ترجیح دی جائے۔(2)﴿کَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ ’’جیسا کہ پانی،جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا‘‘ اس زندگی کی مثال بارش کی سی ہے جو آسمان سے برستی ہے تو زمین اسے اپنے اندر جذب کرلیتی ہے۔(3)﴿فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ﴾ ’’پھر اُس سے زمین کی نباتات خوب گھنی ہوگئیں‘‘ اس سے طرح طرح کی چیزوں کے درخت پیدا ہوئے،پروان چڑھے،اس کی کلیاں اور پھول نکلے،اس کی خوب صورتی اور رونق دیکھنے والوں کو متاثر کرتی ہے۔لوگ اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور بے پرواہ لوگوں کو بھی یہ مناظر اپنی طرف متوجہ کرلیتے ہیں۔

(4)﴿فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ﴾ ''پھر اُس سے زمین کی نباتات خوب گھنی ہوگئیں پھر وہ چورا ہوگئیں'' پھر وہ نباتات سوکھ جاتی ہیں اور چورا چورا ہوکر زمین پر گر پڑتی ہیں۔ان کے ذرے ہوا میں اڑتے نظر آتے ہیں۔ہوائیں انہیں اڑا کر لے جاتی ہیں۔سارا منظر بدل جاتا ہے۔تازگی، روئیدگی، خوب صورتی اور حسن ختم ہو جاتا ہے۔زمین چٹیل میدان بن جاتی ہے جس سے نظریں ہٹ جاتی ہیں، ہر طرف خاک اڑتی ہے اور دل وحشت محسوس کرتے ہیں۔(5) دنیا کی زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ہر شخص کو اپنی جوانی اچھی لگتی ہے۔اس زندگی میں مگن لوگ اپنے دوستوں سے آگے نکل جاتے ہیں اور مال و دولت کے پیچھے بھاگتے ہیں، لذتوں اور شہوتوں میں گم ہو جاتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ ان خوشیوں کو زوال نہیں آئے گا کہ اچانک موت آجاتی ہے یا اس کا مال ضائع ہو جاتا ہے، اس کی لذتیں چھن جاتی ہیں، اس کی خوشیاں اس سے روٹھ جاتی ہیں۔اس کا دل دکھوں اور مصیبتوں سے وحشت کھاتا ہے۔اس کا مال، اس کی جوانی، اس کی قوت اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور وہ اپنے اچھے برے اعمال کے ساتھ اکیلا باقی رہ جاتا ہے۔یہی وہ حال ہے جب ظالم کو حقیقت کا علم ہوگا تو وہ اپنے ہاتھ چبائے گا اور تمنا کرے گا کہ اسے دنیا میں ایک بار واپس بھیجا جائے گا اور تمنا کرے گا، اس لیے نہیں کہ ناکام آرزوؤں کو پورا کر لے بلکہ اس لیے کہ غفلت میں جو غلطیاں، کمیاں، کوتاہیاں ہوئیں توبہ اور نیک اعمال کے ذریعے ان کی تلافی کر لے۔(6) عقل مند وہ ہے جو اپنے آپ کو مرنے کے بعد کی زندگی میں دیکھ لیتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کہ اسے دنیا کی زندگی سے جانوروں کی طرح فائدہ اٹھانا ہے یا جنت کے حصول کے لیے عمل کرنا ہے جس کی نعمتیں کبھی زوال پذیر نہ ہوں گی، جہاں کسی کی خوشیوں کو غم نہیں آئے گا، جہاں کسی کی جوانی کو بڑھاپا نہیں آئے گا، جہاں کسی کی زندگی کو موت نہیں آئے گی، جہاں کی لذتیں زوال پذیر نہیں ہوں گی۔(7) یہ سوچ اس شخص کی ہوتی ہے جو عقل رکھتا ہے اور پختہ ارادے کرتا ہے جسے رب العزت توفیق عطا فرماتے ہیں۔(8) یہی وہ حالت ہے جس کے ذریعے معرفت حاصل ہوتی ہے۔جس کو توفیق مل جائے وہ حقیقی دنیا کے لیے کام کرتا ہے۔جس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے وہ حال مست اور مال مست بن کر زندگی گزارتا ہے۔جسے توفیق مل جائے وہ نفع اٹھاتا ہے اور جسے نہ ملے وہ نقصان اٹھاتا ہے۔(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ط حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ط كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''دنیا کی زندگی کی مثال اُس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اُس سے زمین کی اُگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں اس میں سے جو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ زمین نے اپنی رونق لے لی اور خوب مزین ہوگئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک اب وہ اس پر قادر ہیں تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا تو ہم نے اُسے کٹی ہوئی کر دیا گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی، ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (یونس:24) (10)﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ط كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ

ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ط وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ لا وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (۲۰) ﴾ ''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20) (11) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا بڑی میٹھی اور سرسبز (یعنی پرکشش) ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تم کو (زمین میں) جانشین بنائے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ پس (اس میٹھی اور پرکشش) دنیا سے بچ کر رہو اور عورتوں سے بھی محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے پیدا ہوا۔'' (صحیح مسلم:6948) (12) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''دنیا کی مٹھاس آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی کڑواہٹ آخرت کی مٹھاس ہے۔'' (مسند احمد) (13) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔'' (صحیح مسلم:7417) (14) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دن ممبر پر تشریف فرما ہوئے ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں تمہارے متعلق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی آرائش اور زیبائش کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔'' ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا اچھائی برائی پیدا کرے گی؟ اس پر نبی ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس لیے اس شخص سے کہا جانے لگا کہ کیا بات تھی تم نے نبی ﷺ سے ایک بات پوچھی لیکن نبی ﷺ تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے محسوس کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے' بیان کیا کہ پھر نبی ﷺ نے پسینہ صاف کیا (جو وحی نازل ہوتے وقت آپ کو آنے لگتا تھا) پھر پوچھا کہ سوال کرنے والے صاحب کہاں ہیں؟ ہم نے محسوس کیا کہ آپ نے اس کے (سوال کی) تعریف کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھائی برائی نہیں پیدا کرتی (مگر بے موقع استعمال سے برائی پیدا ہوتی ہے) کیونکہ موسم بہار میں بعض ایسی گھاس بھی اگتی ہے جو جان لیوا اور تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے البتہ ہریالی چرنے والا وہ جانور بچ جاتا ہے کہ خوب چرتا ہے اور جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی ہیں تو سورج کی طرف رخ کر کے پاخانہ پیشاب کر دیتا ہے اور پھر چرتا ہے۔ اسی طرح یہ مال و دولت ایک خوشگوار سبزہ زار ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جو مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا جائے یا جس طرح نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اگر کوئی شخص زکوٰۃ حقدار ہونے کے بغیر لیتا ہے تو اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور قیامت کے دن یہ مال اس کے خلاف گواہ ہوگا'' (صحیح بخاری:1465) (15) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ (غزوہ خندق کے شروع ہونے سے کچھ پہلے جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی) میدان خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم اجمعین سردی کی سختی کے باوجود صبح ہی صبح خندق کھودنے میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس غلام بھی نہیں تھے جو ان کی اس

کھدائی میں مدد کرتے ۔آپ ﷺ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی ''اے اللہ زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما'' (صحیح بخاری:2834) (16) ''مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، پھر دو چیزیں واپس آجاتی ہیں جبکہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔مرنے والے کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں۔اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم:7424: صحیح بخاری:6514) (17) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں: جو کھایا اور ختم کرلیا، جو پہنا اور پرانا کرلیا اور جو اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیا اور (یہ اس نے آخرت کے لیے جمع کرلیا) اس کے علاوہ تو صرف جانے والا اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔'' (صحیح مسلم:7422) (18) سیدنا سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ سے خطبہ دیتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر کیا کہ لوگوں نے دنیا میں سے کیا کچھ حاصل کرلیا ہے۔پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ سارا دن بھوک کی وجہ سے بے قرار رہتے تھے۔آپ کو سوکھی ہوئی اتنی سخت کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی جس سے اپنا پیٹ بھر لیتے۔ (صحیح مسلم:7461) (19) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابنِ آدم بوڑھا ہوجاتا ہے لیکن دو چیزوں میں جوان رہتا ہے :عمر کی حرص میں اور مال کی حرص میں۔'' (جامع ترمذی:2339) (20) سیدنا کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔'' (جامع ترمذی:2336)

سوال2: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ پیدا کرنے، زندہ رکھنے اور فنا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ (قرطبی 268/5)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کی مثال سے کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی ناپائیداری کو مثال کے ذریعے سمجھایا ہے کہ جب آسمانوں سے پانی برستا ہے تو نباتات کے ساتھ مل جاتا ہے تو کھیتی لہلہا اُٹھتی ہے۔ایک نئی زندگی ملتی ہے اور وہ وقت آتا ہے کہ کھیتی پک جاتی ہے۔جب زمین سرسبز ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہ کھیتی ہمیشہ ایسی رہے گی مگر جب سبزہ سوکھ جاتا ہے تو بھوسے کو ہوائیں اُڑائے پھرتی ہیں۔اتنی ہی جلدی دُنیا ختم ہونے والی ہے۔ہوا کے جھونکے کی طرح پانی کے بلبلے کی طرح یا کھیتی کی طرح۔(2) دُنیا کی زندگی میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔(3) دُنیا کی رونقیں ختم ہونے والی ہیں مگر نیک اعمال باقی رہنے والے ہیں دُنیا کی رونقوں کو قیامت اس طرح ختم کردے گی جیسے اُن کا

کوئی وجود نہ ہومگر نیک اعمال باقی رہنے والے ہیں۔

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (46)﴾

''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں، اور اُمید میں بھی زیادہ اچھی ہیں۔'' (46)

سوال1: ﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں'' مال اور اولاد کی محبت انسان کے اندر رکھ دی گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنادی گئی، جو عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔'' (آل عمران:14) (2) مال اور اولاد تو آزمائش ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' (التغابن:15) (3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ج وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۴)﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے لیے دشمن ہیں سو اُن سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (التغابن:14) (4) مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں ہمیشہ کی زندگی کی نہیں اور یہ زندگی جلد فنا ہونے والی ہے۔ اس لیے کسی عقل مند آدمی کے لائق نہیں کہ وہ مال اور بیٹوں پر فخر جتائے اور غرور کرے۔ (5) مال اور بیٹوں میں جمال اور نفع ہے۔ بیٹے انسان کے لیے قوت اور مدافعت کا ذریعہ ہیں اس لیے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ (تفسیر منیر:284,285/8)

سوال2: مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اس کے بارے میں اسلام کا موقف کیا ہے؟

جواب: (1) اسلام دُنیا کی زندگی کی زینت کو اس کی قدر و قیمت کے اعتبار سے اہمیت دیتا ہے یعنی کوئی چیز فانی ہے تو قدر و قیمت کم ہے اور باقی چیز کی قدر و قیمت زیادہ ہے۔ (2) مال اور اولاد کو اسلام نے قدر و قیمت دی ہے اس اعتبار سے کہ وہ انسان کے آخرت کے لیے باقی رہنے والی نیکیوں کا سبب بنیں۔ (3) مال اور اولاد کو اسلام نے معیار اور میزان نہیں بنایا کہ لوگوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ان کے اعتبار سے لگایا جائے۔ (4) آخرت میں مال اور اولاد نہیں اعمال صالح کام آنے والے ہیں اس لیے اسلام ضرورت سے زیادہ مال اور اولاد کو قدر و

قیمت کا حامل نہیں سمجھنا۔(5)اسلام باقیات صالحات کو بہتر سمجھتا ہے اور اُن ہی سے اُمیدیں وابستہ کرنا درست ہے۔

سوال3:﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا﴾''اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں،اور اُمید میں بھی زیادہ اچھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں،اور اُمید میں بھی زیادہ اچھی ہیں''رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ انسان کے لیے جو چیز باقی رہ جاتی ہے، جو چیز اسے نفع دیتی ہے، جو چیز اسے ہمیشہ کی خوشیاں دینے والی ہے وہ باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔(2)باقی رہنے والی نیکیوں میں واجب اور مستحب سب نیکی کے کام شامل ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق۔(3)﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ﴾سے مراد پانچ وقت کی فرض نمازیں ہیں اور یہ کلمے بھی **سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ و لاالہ الااللّٰہ واللّٰہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم** (مسند احمد)(4)نماز،زکوۃ،حج،صدقہ،عمرہ،تسبیح،تہلیل،تحمید،تلاوت قرآن، علم حاصل کرنا،صلہ رحمی،والدین کے ساتھ حسن سلوک،نیکی کا حکم دینا برائی سے روکنا،غلاموں اور جانوروں کے حقوق کا احترام کرنا،مخلوق کے ساتھ ہر اعتبار سے اچھا سلوک کرنا،یہ سب باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جن کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے۔اور انہی اعمال کا اجر وثواب باقی رہتا ہے۔ان سے ہی اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ضرورت کے وقت ان اعمال کے اجر وثواب اور نفع کی امید کی جاسکتی ہے۔(5)باقیات صالحات ہی وہ اعمال ہیں جن میں سبقت لے جانے والوں کو سبقت لے جانی چاہیے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کے مقابلے میں باقیات صالحات کو پیش کر کے کیا سمجھایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی زندگی کی زینت کے مقابلے میں باقیات صالحات کو پیش کر کے انسان کو یہ سمجھایا ہے کہ دُنیا فانی ہے اس کی رونقیں باقی رہنے والی نہیں ہیں۔(2)ہمیشہ باقی رہنے والے انسان کے نیک اعمال ہیں۔(3)انسان کو نیکیوں کا سدا بہار باغ اگانا چاہیے۔ اُس پر کبھی خزاں نہیں آتی۔یہ باغ اللہ تعالیٰ کی یاد سے،اُس کی فرماں برادری سے اگتا ہے۔

﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا (47)﴾

''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔''(47)

سوال1:﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً﴾''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے''اللہ رب العزت نے قیامت کے دن

کے حالات بیان فرمائے ہیں اور قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں کا ذکر ہے۔(2)اس دن اللہ رب العزت پہاڑوں کو ان کے مقام سے ہٹا دے گا۔﴿ يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (۹) وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (۱۰)﴾ ''جس دن آسمان لرزے گا،سخت لرزنا۔اور پہاڑ چلیں گے،بہت چلنا۔''(الطّور:9,10)(3)پہاڑ ریت کے ٹیلے بن جائیں گے اور غبار کی مانند اڑ جائیں گے۔﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ط صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط اِنَّهٗ خَبِيْرٌ م بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور آپ پہاڑوں کو دیکھو گے،آپ انہیں جما ہوا گمان کرو گے حالانکہ وہی بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو خوب مضبوط بنایا ہے یقیناً وہ خوب باخبر ہے اُس سے جو تم کرتے ہو۔''(النمل:88)(4)جس دن پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔''(القارعہ:5)(5)﴿وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً﴾ ''اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے''زمین ایک چٹیل اور ہموار میدان کی طرح ہو گی جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہو گا۔ ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (۱۰۵) فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا (۱۰۶) لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا(۱۰۷)﴾ ''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں،چنانچہ آپ کہہ دیں میرا ربّ اُنہیں اُڑا کر بکھیر دے گا۔پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا۔آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ۔''(طٰہٰ:105،107)(6)(i)اللہ تعالیٰ نے کائنات کے بدلتے منظر کو دِکھایا ہے کہ کس طرح بڑے بڑے پہاڑ قیامت کے دن دُھواں بن جائیں گے۔پہاڑ تیزی سے چلیں گے اور زمین چٹیل میدان بن جائے گی اور انسان گھیر کر جمع کر دیئے جائیں گے۔اس منظر میں زمین کی سرسبزی اور شادابی ختم ہو چکی ہے۔پہاڑ اور خوب صورت وادیاں مٹ چکی ہیں اور دُنیا کی رونقوں پر مطمئن دل ہول کھا چکے ہیں۔اس منظر سے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ تم دُنیا میں خود کو بااختیار پاتے ہو قیامت کے دن یہ فضا ختم ہو جائے گی۔سب لوگ بے یار و مددگار رب کے پاس جمع کر دیئے جائیں گے اور اپنے بارے میں فیصلہ سُنیں گے۔(ii)اللہ تعالیٰ نے بااختیار انسان کو بے اختیاری کی فضا میں لے جا کر یہ سمجھایا ہے کہ دُنیا کی رونقیں عارضی ہیں کل قیامت کے دن یہ لگے گا کہ رونقوں کا کوئی وجود نہیں تھا۔(iii)اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ جب زمین کی رونقیں ختم ہو جائیں گی،زمین خالی ہو جائے گی تو اکڑنے اور فخر کرنے کا سامان ختم ہو جائے گا۔

سوال2:﴿ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾ ''اور ہم ان سب کو جمع کریں گے،چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَّحَشَرْنٰهُمْ ﴾ ''اور ہم ان سب کو جمع کریں گے''اللہ تعالیٰ زمین پر ساری مخلوق کو اکٹھا کریں گے۔(2)﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ (۴۹) لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۵۰)﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے۔ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں۔(الواقعہ:50-49)''(3)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ط ذٰلِكَ يَوْمٌ

مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (۱۰۳)﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے ، وہ ایسا دن ہے جس کے لیے سب لوگ جمع کیے جائیں گے۔ اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔'' (ہود:103) (4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ننگے پاؤں، ننگے جسم بلاختنہ کے اٹھائے جاؤ گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا: یارسول اللہ! تو کیا مرد عورتیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت معاملہ اس سے زیادہ سخت ہوگا۔ اس کا خیال بھی کوئی نہیں کر سکے گا۔'' (صحیح بخاری:6527) (5) ﴿فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ ''چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے'' چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے، وہ سب کو صحراؤں، سمندروں اور میدانوں سے نکال کر اکٹھا کرے گا، جن کے اعضاء بکھر چکے ہوں گے پھر ان کو نئی زندگی دے گا۔

﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ط لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ز م بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (48)﴾

''اور وہ سب آپ کے رب کے حضور صف در صف پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً ویسے ہی آ گئے جیسے ہم نے پہلی بار تمہیں پیدا کیا تھا بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم تمہارے لیے کبھی کوئی وعدے کا وقت مقرر نہیں کریں گے۔'' (48)

سوال: ﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا﴾ ''اور وہ سب آپ کے رب کے حضور صف در صف پیش کیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا﴾ ''اور وہ سب آپ کے رب کے حضور صف در صف پیش کیے جائیں گے'' اللہ رب العزت کے سامنے ساری مخلوق صفیں باندھ کر کھڑی ہوگی تا کہ وہ ان سے جواب دہی کرے اور ان کے اعمال کے مطابق عدل سے فیصلہ کرے جس میں کوئی ظلم نہ ہوگا۔ (2) رب العزت نے فرمایا ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ط ق لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (۳۸)﴾ ''جس دن جبرئیل اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بات نہیں کرے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔ (النباء:38) (3) ﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (۲۲)﴾ ''اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آ جائیں گے۔'' (الفجر:22) (4) ﴿لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً ویسے ہی آ گئے جیسے ہم نے پہلی بار تمہیں پیدا کیا تھا'' تم تمہارے پاس اسی طرح آ گئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تمہارے ساتھ نہ تمہارا مال ہے، نہ گھر والے، نہ کنبہ قبیلہ صرف اعمال ہیں۔ نیکی اور بدی تمہارے ساتھ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ج وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ط لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ

عَنۡكُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ (۹۴) ﴾اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:94)(5) اللہ تعالیٰ نے انسان کو مستقبل کے واقعات یوں دِکھائے ہیں گویا کہ وہ اب پیش آ رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ کانوں سے رب کی آواز سُنائی دے رہی ہو اور چہرے پر شرمندگی ہے، دل ندامت اور خوف سے اڑا جا رہا ہے۔(i) تم ہمارے پاس آ گئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا (ii) تم نے گمان کیا تھا تمہارے لیے وعدہ کا وقت مقرر نہیں ہے۔(6) ﴿بَلۡ زَعَمۡتُمۡ اَلَّنۡ نَّجۡعَلَ لَكُمۡ مَّوۡعِدًا﴾ ''بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم تمہارے لیے کبھی کوئی وعدے کا وقت مقرر نہیں کریں گے'' اس مقام پر اللہ تعالیٰ آخرت کا انکار کرنے والوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے کہ تمہارا یہ گمان تھا کہ قیامت نہیں آئے گی اور یہ واقعات تمہارے ساتھ پیش نہیں آئیں گے۔(7) تم جزا و سزا کا انکار کرتے تھے اور تمہارے رب نے وعدہ کر رکھا تھا۔ لو دیکھو آ گیا وعدہ رب کا اور تم نے اسے دیکھ لیا اور تم نے اسے چکھ لیا۔ (8) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعوری طور پر ایسی فضا میں پہنچا دیا ہے جہاں وہ بے یار و مددگار ہے۔ فیصلے کا منتظر ہے اور عاجز ہے۔ انسان آزادی اور بااختیاری سے غافل اور اور سرکش بن جاتا ہے۔ انسان خود کو عاجز دیکھتا ہے تو اس کے اندر رجوع الی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عاجزی کو اس لیے دِکھایا ہے کہ انسان آج اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

﴿وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰهَا ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (49)﴾

''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہو گا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (49)

سوال: ﴿وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰهَا ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہو گا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ ﴾''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی''اس وقت اعمال نامے حاضر کیے جائیں گے جو کراماً کاتبین لکھتے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (۱۰) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (۱۱) يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (۱۲)﴾''حالانکہ یقیناً تم پرنگہبان مقرر ہیں۔معزز لکھنے والے۔وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔(انفطار:10,12)(2)﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۲۹)﴾یہ ہمارا نامہ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے،یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے۔(الجاثیہ:29)(3)﴿فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ ﴾''پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا''یہ وہ موقع ہوگا جب نامہ اعمال دیکھ کر دل اڑنے لگیں گے۔ان کو دیکھ کر غم اور مشقت بڑھ جائے گی اور مجرم ڈر جائیں گے۔(4)﴿وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ﴾''اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی!یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے''جب مجرم نامہ اعمال میں ہر چھوٹی بڑی،اچھی بری بات لکھی دیکھیں گے تو وہ کہیں گے یہ عجیب کتاب ہے کوئی چھوٹا بڑا گناہ ایسا نہیں جو اس میں نہ لکھا ہو۔کوئی کھلا چھپا دن رات میں کیا گیا عمل ایسا نہیں جو لکھنے سے چھوٹ گیا ہو۔(5)﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾''اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے''وہ ان اعمال کا انکار نہیں کر سکیں گے۔﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ م بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔''(القیامہ:13)(6)﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾''اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا''یہ وہ وقت ہوگا جب اعمال کی جزا دی جائے گی۔وہ ان کا اقرار کریں گے۔اپنے اعمال کی وجہ سے رسوا ہوں گے اور عذاب ان پر واجب ہوگا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾''یہ اس وجہ سے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔''(آل عمران:182)﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾''یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''(الانفال:51)(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ج وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (۴۰)﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔''(النساء:40)(8)﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ (۴۷)﴾''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔

''(الانبیاء:47)(i)انسان کودُنیا کی زندگی میں یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کی ہر بات اور ہر کام کا ریکارڈ تیار ہورہا ہے اور اسے اس کی جزا یا سزا ملنے والی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے انتظام کے مطابق انسان کی نیتیں، قول اور عمل سب کچھ ریکارڈ ہورہا ہے لیکن یہ سب کچھ دِکھائی نہیں دیتا۔(ii)اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعوری طور پر حشر کے میدان میں پہنچا کر دکھایا ہے کہ تمہارے نامہ اعمال سے چھوٹی، بڑی کوئی بات چھوٹی ہوئی نہیں حالانکہ تم سمجھتے تھے کہ کوئی میرے عمل کو دیکھنے والا نہیں۔(3)اللہ تعالیٰ انسان کو دِکھاتے ہیں کہ دیکھو تمہیں وہی بدلہ ملا ہے جس کے تم مستحق تھے نہ کم نہ زیادہ۔یوں انسان اپنے اعمال کو حاضر دیکھتا ہے اور رب کو منصف دیکھتا ہے تو خود کو آزاد نہیں عاجز محسوس کرتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ میں مضبوط بندھا ہوا ہوں، بھاگنے کا راستہ نہیں۔کوئی بہانہ نہیں چل رہا سخت پریشانی اور خوفزدگی میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا۔(9)سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان گناہوں سے بھی بچو جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔حقیر گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ کسی وادی میں اترے ہوں پھر کوئی ایک لکڑی لائے کوئی دوسری لکڑی (اور ان حقیر لکڑیوں کو جمع کرکے) لوگ روٹی پکالیں (مقصد یہ کہ حقیر اور چھوٹے گناہوں کا مجموعہ بڑا ہوجاتا ہے) حقیر گناہ (بھی) ہلاک کرنے والے کبائر (ہوجاتے) ہیں۔(غوی)

(10)سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ حنین سے فارغ ہوگئے (اور واپس ہوئے) تو ہم ایک ویران، بے آب وگیاہ مقام پر اترے جہاں کچھ بھی نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو جو چیز بھی ملے وہ لے آئے یا جس کے پاس جو چیز بھی موجود ہو وہ لے آئے تھوڑی دیر ہی گزرنے پائی تھی کہ ہم نے (تھوڑا تھوڑا لاکر) ڈھیر کردیا۔نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس کو دیکھ رہے ہو اس طرح تم نے (تھوڑا تھوڑا) جمع کرکے یہ ڈھیر کردیا۔اسی طرح آدمی پر (چھوٹے چھوٹے) گناہوں کا اجتماع ہوجاتا ہے اس لیے تم میں سے ہر شخص پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور چھوٹا بڑا کوئی گناہ نہ کرے (اور سمجھ رکھے کہ) کہ ہر گناہ شمار کرکے اس کے ذمے قائم رکھا جاتا ہے۔(طبرانی)(11)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن گناہوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے ان سے بھی بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا مطالبہ کرنے والا بھی (قیامت کے دن) ہوگا''۔(ابن حبان)(12)سیدنا انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام اعمال نامے عرش کے نیچے جمع ہوتے ہیں۔جب میدان قیامت ہوگا اور لوگ کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیج دے گا جو اعمال ناموں کو اڑا کر لائے گی اور دائیں بائیں ہاتھوں میں پہنچا دے گی۔سب سے اول اعمال نامہ میں یہ آیت تحریر ہوگی۔﴿اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ ابن جریر نے لکھا ہے کہ قتادہ نے بیان کیا جو شخص دنیا میں پڑھا نہ ہوگا وہ بھی اس وقت نامہ اعمال پڑھ لے گا۔(تفسیر مظہری:140)(13)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ ہنسے

۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیاتم جانتے ہوکہ میں کس وجہ سے ہنساہوں؟ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اللہ اوراس کا رسول ﷺ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بندے کی اس بات سے ہنساہوں کہ جووہ اپنے رب سے کرے گا۔وہ بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار! کیا تونے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا :ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا: پھر بندہ عرض کرے گا :میں اپنے اوپراپنی ذات کے علاوہ کسی کی گواہی کوجائزنہیں سمجھتا ۔آپ ﷺ نے فرمایا: پھراللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج کے دن تیرے اوپر تیری ہی ذات کی گواہی اورکراماً کاتبین کی گواہی کفایت کرجائے گی ۔آپ ﷺ نے فرمایا: پھراس بندے کے منہ پرمہرلگادی جائے گی اوراس کے دیگراعضا کوکہا جائے گا کہ بولیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا:اس کے اعضاءاس کے سارے اعمال بیان کریں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: پھر بندہ اپنے اعضاء سے کہے گا: دورہوجاؤ' چلودورہوجاؤ' میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑا کررہا تھا۔'' (صحیح مسلم:7439) (14) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: بندہ (بعض اوقات) کوئی اسی بات کہہ دیتا ہے کہ اس کا نقصان نہیں سمجھتا جبکہ اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اتنی دورجا کرگرتا ہے جتنا مشرق ومغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔ (صحیح مسلم:7481) (15) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جومیں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اورجومیں سنتا ہوں تم نہیں سنتے۔آسمان چرچراتا ہے اوراس کوحق ہے کہ وہ چرچرائے۔قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آسمان میں کہیں بھی چارانگل کی جگہ ایسی نہیں کہ اس میں کوئی فرشتہ سجدہ میں پیشانی رکھے ہوئے نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کی قسم جومیں جانتا ہوں اگرتم جانتے توکم ہنستے اورزیادہ روتے اوربستروں پرعورتوں سے لذت اندوزنہ ہوتے' اورمیدانوں میں نکل کراللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے فریادکرتے (یہ سن کر) سیدنا ابوذر کہتے ہیں کہ کاش میں ایک درخت ہوتا کہ لوگ اسے کاٹ ڈالتے۔'' (جامع ترمذی:2312) (16) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی جب صبح کرتا ہے اس کے سب اعضاء زبان کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تواللہ تعالیٰ سے ہمارے مقدمہ میں ڈر۔اس لیے کہ ہم تیرے ساتھ ہیں اگرتو سیدھی ہوئی تو ہم سب سیدھے ہوئے اوراگرتو ٹیڑھی ہوئی تو ہم سب ٹیڑھے ہوئے۔'' (جامع ترمذی:2407) (17) سیدنا سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک ایسی بات فرمائیں کہ میں اس کومضبوط پکڑوں آپ ﷺ نے فرمایا: تو کہہ میرارب اللہ ہے پھراس بات پرقائم رہ۔میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ مجھ سے کس چیز سے ڈرتے ہیں اورخوف کی کیا چیز ہے؟ سوآپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اورفرمایا یہ۔'' (جامع ترمذی:2410) (18) سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سے کوئی شخص ایسانہیں ہے جوقیامت کے دن اپنے پروردگار سے کلام نہ کرے گا اوراس کے بیچ میں کوئی ترجمان

نہ ہوگا پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا پس اسے کوئی چیز دکھائی نہ دے گی مگر وہ جو اس نے آگے بھیجی ہو یعنی عمل اپنے بائیں طرف دیکھے گا پس وہ کوئی چیز نہ دیکھے گا مگر وہ جو اس نے آگے بھیجی ہوگی پھر اپنے منہ کے سامنے دیکھے گا اس کو آگے دوزخ نظر آئے گی ۔راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تم سے طاقت رکھے اور جس سے ہو سکے وہ اپنا منہ دوزخ سے بچائے رکھے اگر چہ ایک کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے کیوں نہ ہوں ۔'' (جامع ترمذی:2415) (19) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ابن آدم کے اس کے رب کے پاس سے دونوں قدم نہ ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزیں پوچھی جائیں: اول اس کی عمر کہ کس میں صرف کی، دوسرے اس کی جوانی کہ کس میں خرچ کی، تیسرے اس کا مال کہ کہاں سے کمایا اور چوتھے کس کام میں لگایا پانچویں اپنے علم میں سے کیا عمل کیا۔'' (جامع ترمذی:2416) (20) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھلا مجھے خبر دو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہماری اصطلاح میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس درہم و دینار اور ضروری سامان زندگی نہ ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن آدمی روزہ، نماز اور زکوٰۃ لے کر اس صورت سے آئے گا کہ کسی کو برا کہا ہوگا اور کسی کو گالی دی ہو اور کسی کا مال کھا گیا اور کسی کا خون بہایا گیا ہو اور کسی کو مارا ہوگا پس اسے سب کے سامنے بٹھایا جائے گا اور بدلے میں اس کی نیکیاں مظلوموں کو دے دی جائیں گی، پھر اگر اس کے ظلموں کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ لے کر اس پر رکھ دیے جائیں گے اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا'' (جامع ترمذی:2418) (21) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :اہل حقوق کو ان کے حق پورے دیئے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔'' (جامع ترمذی:2420) (22) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کی تین طرح کی پیشیاں ہوں گی، دو بار کی پیشی میں بحث و تکرار اور عذر بہانے ہوں گے، اور تیسری بار ان لوگوں کے اعمال نامے ان کے ہاتھوں میں اڑ رہے ہوں گے، تو کوئی اسے داہنے ہاتھ میں پکڑے گا اور کوئی بائیں ہاتھ میں'' (جامع ترمذی:2425) (23) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس سے حساب و کتاب میں سختی سے پوچھ تاچھ ہوگئی وہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا :یارسول اللہ ﷺ ! بے شک اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ جس شخص کو نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد صرف اعمال کی پیشی ہے ۔(جامع ترمذی: 2426) (24) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک بندہ کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور باری تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے کان اور آنکھ اور مال اور اولاد نہیں نوازا تھا اور چارپایوں اور کھیتی کو تیرے تابع کر دیا

اور تجھے قوم کا سردار بنا دیا تھا جن سے بھرپور خدمت لیا کرتا تھا، پھر کیا تجھے یہ خیال بھی تھا کہ تو آج کے دن مجھ سے ملاقات کرے گا ؟ اور وہ آج کا دن ہے پھر وہ عرض کرے گا نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج میں بھی تجھے بھول جاتا ہوں جیسے تو مجھے دنیا میں بھول گیا تھا'' (جامع ترمذی:2428) (25) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے اپنے غلام کو ایک کوڑا بھی ناجائز مارا تو اس سے قیامت کے روز بدلہ لیا جائے گا ۔ (طبرانی) (26) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''ہم آخری امت ہیں لیکن ہمارا حساب سب سے پہلے ہوگا ، پکارا جائے گا ''امی نبی کی امت اور خود ان کا نبی کہاں ہیں؟ پس ہم سب سے آخر میں آنے والے اور سب سے پہلے حساب کیے جانے والے ہیں ۔ (ابن ماجہ) (27) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے اگر نماز (سنت کے مطابق) درست ہوئی تو بندہ کامیاب و کامران ہوگا اور اگر نماز خراب ہوئی (یعنی سنت کے مطابق نہ پائی گئی) تو ناکام و نامراد ہوگا ۔ اگر بندہ کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو رب تعالیٰ فرمائیں گے: میرے بندے کے نامہ اعمال میں دیکھو کوئی نفل عبادت ہے؟ (اگر ہوئی) تو نوافل کے ساتھ فرائض کی کمی پوری کی جائے گی پھر اس کے تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا ۔'' (ترمذی) (28) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مار لیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جہنم واجب کر دی اور جنت حرام کر دی ۔'' ایک آدمی نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ ! خواہ وہ معمولی سی چیز ہو؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''خواہ پیلو کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو ۔'' (مسلم) (29) سیدنا صفوان بن سلیم بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیٹوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''آگاہ رہو جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اسے کوئی نقصان پہنچایا یا اس کی طاقت سے زیادہ اسے تکلیف دی یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز زبردستی لی تو قیامت کے روز میں اس ذمی کی طرف سے جھگڑا کروں گا ۔'' (ابوداؤد) (30) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں مجھے آگ یاد آئی تو میں رونے لگی ۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا ''کیوں رو رو ہی ہو؟'' میں نے عرض کیا: مجھے آگ یاد آئی تو میں رونے لگی کیا قیامت کے روز اپنے اہل و عیال کو بھی یاد رکھیں گے (یا نہیں؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تین جگہیں تو ایسی (مشکل) ہیں جہاں کوئی کسی دوسرے کو یاد نہیں رکھے گا (i) میزان کے پاس حتیٰ کہ آدمی کو پتہ چل جائے کہ اس کے اعمال کا وزن ہلکا رہا یا بوجھل ۔ (ii) نامہ اعمال وصول ہونے کی جگہ پر حتیٰ کہ آدمی کو معلوم ہو جائے کہ آدمی کو اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا بائیں میں یا پیٹھ پیچھے ۔ (iii) صراط کے پاس جب وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا حتیٰ کہ آدمی اس کو عبور کر لے ۔'' (ابوداؤد) (31) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے جس چیز کا فیصلہ لوگوں کے درمیان ہوگا وہ ناحق خون کے بدلہ کا ہوگا ۔'' (صحیح بخاری:6533)

(32) سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا تو میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی: ابومسعود! جان لے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر تیری اس قدرت سے زیادہ قادر ہے۔ میں متوجہ ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو ایسا نہ کرتا تو جہنم کی آگ تجھے جلا دیتی یا تجھے چھو لیتی۔'' (صحیح مسلم:4308)

رکوع نمبر 19

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (50) ﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت بُرا بدلہ ہے۔'' (50)

سوال1: ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو'' اللہ رب العزت نے آدم اور ان کی اولاد کے ساتھ ابلیس کی دشمنی کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ پرانی دشمنی ہے اس لیے ابلیس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو انہوں نے سجدہ کیا اور کہنے لگے ﴿ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا﴾ ''کہ میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟'' (بنی اسرائیل:61) اس نے کہا: ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ ''میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' (اعراف:12)

سوال2: ﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾ ''وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾ ''وہ جنوں میں سے تھا'' ابلیس جن ہے، خباثت اس کی گھٹی میں تھی کیونکہ جن شعلوں سے پیدا کیے گئے۔ (2) ﴿فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾ ''چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی'' وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔ (3) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا: آدم علیہ السلام کوسجدہ کرنے کے حکم میں اس نے نافرمانی کی۔(جامع البیان:261/15)

سوال3: شیطان فرشتہ نہیں تھا اس کا کیا ثبوت ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ وہ جن تھا۔(2) شیطان اگر فرشتہ ہوتا تو اللہ کہ حکم سے سرتابی نہ کرتا کیونکہ فرشتوں کی یہ صفت ہے''وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔''(التحریم:6)

سوال4: گناہ کی ابتداء کیسے ہوئی؟

جواب:(1) شیطان سے گناہ کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ابتداء ہوئی اور شیطان سب سے پہلا اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔﴿اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ﴾''مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا''۔(البقرہ:34) کفر وفسق اور حکم عدولی شیطان سے شروع ہوئی اور گناہ کرنا اور سرکشی کرنا شیطان کا طریقہ ہے۔(2) اب جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ شیطان کے تابع ہیں کیونکہ شیطان خود گناہ گار ہے۔وہ انسان کو بھی اپنے جیسا بنانے کے لئے گناہ کی تلقین کرتا رہتا ہے۔﴿اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ، وَالْفَحْشَآءِ، وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾'' وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے۔(البقرۃ:169)(3) شیطان نے کئی گناہ کیے اور توبہ نہیں کی۔اول: آدم کو حقیر جانا، دوسرا: استکبار اور عجب کیا کہ اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ سے بہتر جانا اور خود کو کامل جان کر خود پسندی کی۔تیسرا: حکم الٰہی''اسجدوا'' کی تعمیل سے انکار کیا۔﴿وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾''اور جو لوگ توبہ نہ کریں سو وہی ظالم ہیں''۔(الحجرات:11)﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾''اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''۔(النور:31)(4) گناہ کا انجام: شیطان پر ازلی لعنت ڈالی گئی۔شیطان نے جب سجدہ نہ کیا﴿قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا؟''(الحجر:32) اس نے جواب دیا﴿قَالَ لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَہٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ اس نے کہا:''میں ایسا نہیں ہوں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جس کو تو نے بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔''(الحجر:33) رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْھَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ (۳۴) وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَۃَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''پھر یہاں سے نکل جا بلاشبہ تو مردود ہے۔اور بے شک جزا کے دن تک تجھ پر خاص لعنت ہے۔''(الحجر:35)

سوال5:﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ ط بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا﴾''تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ظالموں کے لیے بہت بُرا بدلہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ﴾'' تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں''یعنی آپ کو یہ پتہ چل گیا کہ ابلیس آدم علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے بچوں کا دشمن ہے پھر یہ بتاؤ کیسے آپ اس کو اور

اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو؟(2)﴿ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا ﴾" ظالموں کے لیے بہت بُرا بدلہ ہے" اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے شیطان کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی دوستی کی بجائے شیطان کی دوستی بُرا بدل ہے جو ظالموں نے خود اختیار کیا۔(3)یعنی کتنی بری ہے شیطان کی دوستی اور سرپرستی جو انہوں نے اپنے لئے چنی ہے، جو انہیں صرف فحش اور برے کاموں کا حکم دیتا ہے اور رب رحمٰن کی دوستی اور سرپرستی چھوڑ دی جس کی دوستی میں ہر قسم کی سعادت، فلاح اور سرور ہے۔(تفسیر سعدی:2/1528)(4)یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے شیطان کی عبادت، اللہ تعالیٰ کی ولایت کی بجائے شیطان کی ولایت، یہ کتنا برا بدل ہے۔(تفسیر سمرقندی:2/369)

سوال6:ابلیس کی ذُرّیت میں کون لوگ شامل ہیں؟

جواب: جو لوگ اپنی ذات کی بڑائی کی وجہ سے حق کے سامنے جھکنے سے انکار کریں وہ سب ابلیس کی ذُرّیت ہیں چاہے وہ بظاہر عبادت گزار ہوں۔

سوال7:انسان اللہ تعالیٰ کے آگے کیسے جھک سکتا ہے؟

جواب:(1)انسان جب رب کو بڑا سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو عاجز سمجھتا ہے تو حق جہاں سے بھی ملے گا فوراً اس کے آگے جھک جاتا ہے۔(2)انسان کو اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اپنی بے اختیاری کا احساس اللہ تعالیٰ کے آگے جھکاتا ہے۔

سوال8:انا پرست انسان کبھی عبادت گزار بن جاتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جانے سے انکار کر دیتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب: انا پرست انسان ایسے موقع پر اللہ کے آگے جھک جاتا ہے جہاں اس کی انا کو ٹھیس نہ لگتی ہو اور وہاں سرکش ہو جاتا جہاں انا کو جھکانا پڑتا ہے۔

سوال9:انسان ابلیس کو اور اس کی اولاد کو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوست کیسے بناتا ہے؟

جواب: انسان ابلیس اور اس کی ذُرّیت سے ڈرتے ہوئے ان کے زیر اثر آ کر انہیں اللہ تعالیٰ کا بدل بنالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس کے آگے نہیں جھکتا۔ایسے لوگوں کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے جن پر بھروسہ کیا تھا وہ کام آنے والے نہیں ہیں۔

﴿مَاۤ اَشۡهَدۡتُّهُمۡ خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَا خَلۡقَ اَنۡفُسِهِمۡ ۪ وَمَا كُنۡتُ مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّيۡنَ عَضُدًا(51) ﴾

"میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرتے وقت حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت اور میں گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والا نہیں ہوں"۔(51)

سوال1: ﴿مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ص وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴾ ''میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرتے وقت حاضرنہیں کیا تھااور نہ خودان کے پیدا کرنے کے وقت اور میں گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والانہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ﴾''میں نے انہیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرتے وقت حاضرنہیں کیا تھااور نہ خودان کے پیدا کرنے کے وقت'' رب العزت نے فرمایا کہ میں نے زمین وآسمان کی پیدائش پر شیاطین کو نہ حاضر کیا اور نہ ان سے مشورہ لیا اور نہ ان کی اپنی پیدائش پر۔ وہ تو تم جیسے میرے غلام ہیں جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے پھر وہ کسی چیز کے خالق کیسے کہلا سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ وہی ہر چیز کے لیے تدبیر کرتا ہے اور ان میں اپنی حکمت سے تصرف کرتا ہے۔ وہ تخلیق میں بھی یکتا ہے، تدبیر میں بھی اور تقدیر میں بھی۔ پھر کیسے شیاطین کو والی اور مددگار بنایا جاتا ہے؟ کیسے ان کی اس طرح اطاعت کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے حالانکہ نہ وہ خالق ہیں اور نہ تخلیق کے موقع پر حاضر تھے، نہ معاون اور مددگار تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ج لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ (۲۲) وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ط حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا لا قَالَ رَبُّكُمْ ط قَالُوا الْحَقَّ ج وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (۲۳) ﴾''آپ کہہ دیں پکارو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کے بارے میں تم نے گمان کیا ہے، وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اُن کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اُس کا مددگار ہے۔ اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے حتیٰ کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے ''حق'' اور وہ سب سے بلند، بہت بڑا ہے۔'' (سبا:22,23)(2)﴿وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴾''اور میں گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانے والانہیں ہوں'' رب العزت نے فرمایا: میں گمراہوں کو معاون اور مددگار بنانے والانہیں ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کائنات کی تدبیر کا کچھ حصہ ان کے حوالے کردے۔ وہ تو رب سے دشمنی کرتے ہیں اور مخلوق کو دشمنی پر ابھارتے ہیں اس لیے وہ اس لائق نہیں کہ قریب آنے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی اعانت کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔(3) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ سمجھانے کے لیے کہ شیاطین کے پاس کوئی قوت اور زور نہیں اس لیے اُن کے ڈر سے ان کی عبادت، اطاعت کیوں ہو، یہ سمجھایا ہے کہ وہ مخلوق ہیں اور میں نے تخلیق میں اُن سے کوئی مدد نہیں لی، نہ آسمان وزمین کی نہ ان کی اپنی، پھر تم ان کی ذریت کی عبادت کیوں کرتے ہو؟

﴿ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

مَّوْبِقًا(52)

''جس دن وہ (اللہ) کہے گا کہ میرے اُن شریکوں کو پکارو جن کے بارے میں تم نے دعویٰ کر رکھا تھا، چنانچہ وہ انہیں پکاریں گے تو وہ انہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔''(52)

سوال: ﴿ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴾ ''جس دن وہ (اللہ) کہے گا کہ میرے اُن شریکوں کو پکارو جن کے بارے میں تم نے دعویٰ کر رکھا تھا، چنانچہ وہ انہیں پکاریں گے تو وہ انہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے ان لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جنہوں نے دنیا میں شرک کیا اور اس کا باطل ہونا اور مشرکوں کی جہالت کو واضح کیا تو قیامت کے دن کے حالات بھی واضح فرمائے۔(2) ﴿ وَيَوْمَ يَقُوْلُ ﴾ ''جس دن وہ (اللہ) کہے گا'' قیامت کے دن رب العزت مشرکوں کی تذلیل کے لیے فرمائیں گے۔(3) ﴿نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ ''کہ میرے اُن شریکوں کو پکارو جن کے بارے میں تم نے دعویٰ کر رکھا تھا'' تم نے دنیا میں جن کو معبود بنا رکھا تھا انہیں پکارو تا کہ تمہیں ان عذابوں سے نجات دلائیں۔(4) ﴿فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ ﴾ ''چنانچہ وہ انہیں پکاریں گے تو وہ انہیں کوئی جواب نہ دیں گے'' وہ انہیں پکاریں گے لیکن کوئی جواب نہیں آئے گا اس لیے کہ فیصلے کا اختیار اس دن اللہ تعالیٰ کے پاس ہوگا اور اس دنیا میں اور آخرت میں کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ وہ خود اپنے آپ کو یا کسی اور کو نفع پہنچا سکے۔﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ ''اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔''(الاحقاف:5)(5) ﴿ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴾ ''اور کہا جائے گا: ''اپنے شریکوں کو بلاؤ'' سو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ اُنہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب دیکھ لیں گے۔کاش کہ واقعتاً وہ ہدایت پا جاتے!''(القصص:64)(6) ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۹۴)﴾ ''اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے''۔(الانعام:94)(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (۹۵)﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے وہی اللہ تعالیٰ ہے، پھر تم کدھر کو بہکائے جاتے ہو؟''(الانعام:95)(8)﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا (۸۱) كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (۸۲)﴾''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تا کہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور اِن کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔''(مریم:81,82)

(9)﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا﴾''اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے''یعنی مشرکوں اور ان کے شریکوں کے درمیان ہلاکت کا گہرا گڑھا حائل کر دیں گے جو انہیں ایک دوسرے سے دور کر دے گا۔اس وقت ان کی دشمنی ظاہر ہو جائے گی۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾''اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے''۔(الاحقاف:6)

﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا(53)﴾

''اور مجرم آگ دیکھیں گے، چنانچہ وہ یقین کر جائیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے کوئی پھرنے کی جگہ نہ پائیں گے''۔(53)

سوال:﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾''اور مجرم آگ دیکھیں گے، چنانچہ وہ یقین کر جائیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے کوئی پھرنے کی جگہ نہ پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ﴾''اور مجرم آگ دیکھیں گے''جب حساب کتاب ختم ہو جائے گا اور ساری مخلوق اپنے اعمال کے اعتبار سے الگ ہو جائے گی۔(2)جہنم میں ستر ہزار لگامیں ڈالی جائیں گی، ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے لگ کر اسے گھسیٹ کر میدان حشر میں لائیں گے۔(3)﴿فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا﴾''چنانچہ وہ یقین کر جائیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں''مجرم اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لیں گے تو لامحالہ انہیں اس میں جانے کا یقین ہو جائے گا۔عذاب سے قبل رنج وغم کا پیدا ہونا بھی ایک عذاب ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/1102)(3)﴿وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾''اور وہ اس سے کوئی پھرنے کی جگہ نہ پائیں گے''جہنم سے بچنے کا وہ کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔(4)پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًام بِالنَّاصِيَةِ (۱۵) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ(۱۶)﴾''ہرگز نہیں! یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم پیشانی کے بالوں سے لازماً کھینچیں گے۔جو جھوٹی، خطا کار پیشانی ہے۔(العلق:15۔16)

(5)کافروں کو جہنم میں ڈال کر اس کے دروازے سختی سے بند کر دیے جائیں گے:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (۱۹) عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (۲۰)﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں بازو والے ہیں۔اُن پر بند کی ہوئی آگ ہوگی۔

(البلد:19,20)﴿وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْحُطَمَةُ (۵) نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (۶) الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ (۷) اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ (۸) فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۹)﴾"اور کس چیز نے تمہیں خبر دی کہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دِلوں تک جھانکتی ہے۔ یقیناً وہ اُن پر بند کر دی جائے گی۔ اونچے اونچے ستونوں میں۔ (الھمزہ:5۔9) (6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کیا تم جہنم کی آگ کو دنیا کی آگ کی طرح سمجھتے ہو؟ ہرگز نہیں جہنم کی آگ تو تارکول سے زیادہ سیاہ ہے۔ (کتاب الجامع)

(اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَامِنَ النَّار رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ)

رکوع نمبر 20

﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَاالْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ط وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا (54) ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں مگر انسان ہمیشہ سے سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے''۔ (54)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَاالْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں یقیناً لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں'' اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی عظمت سے آگاہ فرمایا ہے کہ اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں۔ ہر طرح کی باتوں کو تفصیل سے کھول دیا ہے تا کہ لوگ ہدایت پر رہیں گمراہ نہ ہوں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ہر وہ راستہ واضح فرما دیا ہے جو علم نافع اور عمل صالح اور پھر اس کے نتیجے میں ابدی سعادت تک پہنچاتا ہے۔ (3) رب العزت نے ہر راستہ واضح فرمایا ہے جو انسان کو شر اور ہلاکت سے بچاتا ہے۔ (4) اس قرآن میں سچی خبریں ہیں جو دلوں کے لئے نفع مند ہیں۔ اس میں جزائے اعمال کی مثالیں ہیں۔ اس میں حلال و حرام کو واضح فرمایا ہے تا کہ لوگ قرآن کریم کی اطاعت کریں۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کیسے طرح طرح کی مثالوں سے سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمجھانے کے لیے دلائل دیئے، نصیحت کی مثالیں بیان کیں، واقعات بیان کیے۔

سوال2: ﴿ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلاً﴾ ''مگر انسان ہمیشہ سے سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''مگر انسان ہمیشہ سے سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے'' انسان کو چونکہ اس دُنیا میں اختیار ملا ہوا ہے اس لیے انسان حق کا

انکار کرنے کے لیے الفاظ پالیتا ہے اور یوں انسان کھلی ہوئی حقیقت کا انکار کرنے کے لیے بے معنی بحثیں کرتا ہے۔(2) انسان بہت زیادہ بحثیں اور جھگڑے کرنے والا ہے۔(3) اس کے ایمان لانے کا سبب یہ نہیں ہے کہ حق اس پر واضح نہیں ہے بلکہ ظلم اور دشمنی کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتا جیسے نبی ﷺ کے بارے میں اور پہلے انبیاء کے بارے میں لوگوں نے کہا: ﴿يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ ''جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کرلے'' (المؤمنون:24) (4) ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (۱۴) لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (۱۵)﴾ ''اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پس وہ اس میں چڑھنے والے ہو جائیں۔تو بھی وہ کہیں گے بلاشبہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہے۔'' (الحجر:15,14) (5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن طالب نے انہیں خبر دی کہ رسول ﷺ ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ تہجد کی نماز نہیں پڑھو گے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہماری روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھا دے گا۔ہماری اس عرض پر رسول ﷺ واپس چلے گئے۔آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ ﷺ ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے (سورہ کہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔(صحیح بخاری:1127) (6) گویا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے قصور کا اعتراف کرنے کی بجائے مشیت الٰہی کا عذر پیش کر دیا اور اس اختیار کی طرف توجہ نہ کی جو انہیں اور ہر انسان کو عطا کیا گیا ہے۔(تیسیر القرآن:642/2)

سوال3: انسان پر نصیحت اور دلائل کیوں کارگر نہیں ہوتے؟

جواب: انسان بڑا جھگڑالو واقع ہوا ہے اس لیے نصیحت اور دلائل اس پر کارگر نہیں ہوتے۔

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا (55)﴾

''اور لوگوں کو منع نہیں کیا کہ وہ ایمان لائیں جب ہدایت ان کے پاس آچکی اور وہ اپنے رب سے بخشش مانگیں، مگر اس بات نے کہ اُن کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ آئے یا عذاب ان کے سامنے آجائے۔'' (55)

سوال1: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا﴾ ''اور لوگوں کو منع نہیں کیا کہ وہ ایمان لائیں جب ہدایت ان کے پاس آچکی اور وہ اپنے رب سے بخشش مانگیں، مگر اس بات نے کہ اُن کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ آئے یا عذاب ان کے سامنے آجائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى﴾ ''اور لوگوں کو منع نہیں کیا کہ وہ ایمان لائیں جب ہدایت ان کے پاس

آ چکی''،یعنی لوگوں کوایمان لانے سے کس چیز نے روکا ہے جبکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت پہنچ چکی ہے اوران پر حجت قائم ہو چکی ہے۔(2)وہ مضبوط دلائل کے باوجود حق کو جھٹلا رہے ہیں۔(3)ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حق ان پر واضح نہیں ہوا بلکہ ظلم اورزیادتی کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔(4)ان کا ظلم یہ تھا کہ وہ عذاب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنا چاہتے تھے انہوں نے کہا تھا ﴿فَاَسۡقِطۡ عَلَيۡنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ﴾''سوہم پرآسمان سے کوئی ٹکڑا گرادو،اگرتم سچے لوگوں میں سے ہو۔''(الشعراء:187)(5)﴿اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ ۙ وَتَاۡتُوۡنَ فِىۡ نَادِيۡكُمُ الۡمُنۡكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ (۲۹)﴾''یقیناً کیاتم واقعی مردوں کے پاس آتے ہواورتم راستے کاٹتے ہواوراپنی مجلسوں میں بُرا کام کرتے ہو؟''تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا:''اگرتم واقعی سچوں میں سے ہوتو ہم پراللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔''(العنکبوت:29)(6)﴿وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ (۶) لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ (۷)﴾''اورانہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔کیوں نہیں تو ہمارے پاس فرشتوں کو لے آتا اگرتو سچے لوگوں میں سے ہے''۔(الحجر:7,6)(7)﴿وَاِذۡ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنۡ كَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ (۳۲)﴾''اور جب اُنہوں نے کہا:''اے اللہ!اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پرآسمان سے پتھروں کی بارش برسایا کوئی دردناک عذاب ہم پرلے آ۔''(الانفال:32)(8)﴿وَيَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ﴾''اوروہ اپنے رب سے بخشش مانگیں''انہیں چاہیےتو یہ تھا کہ وہ ایمان لاتے اوراپنے رب سے بخشش مانگیں۔(9)﴿اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾''مگراس بات نے کہ اُن کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ آئے''اس کے علاوہ کیا چیز باقی رہ گئی ہے کہ سنت الٰہی کے مطابق ان پر عذاب آجائے جیسے پہلی قوموں پرآئے تھے۔(10)﴿اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا﴾''یاعذاب ان کے سامنے آجائے''اورجب وہ ایمان نہ لاتے تو ان پرعذاب بھیج دیا جاتا یاعذاب ان کے سامنے آجاتا اوروہ آنکھوں سے دیکھ کریقین کر لیتے لہٰذاانہیں توبہ کرنی چاہیےاس سے پہلے کہ ان پرعذاب ٹوٹ پڑے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آنے کے بعدانسان کی کیاذمہ داری ہے؟

جواب:ہدایت آنے کے بعدانسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پرایمان لائے اوراپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگیں۔

﴿وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ وَاتَّخَذُوۡۤا اٰيٰتِىۡ وَمَاۤ اُنۡذِرُوۡا هُزُوًا (56)﴾

''اوررسولوں کوہم خوشخبری دینے والےاورڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں اوروہ لوگ جنہوں نے کفر کیا،وہ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے

ہیں تا کہ اس کے ذریعے سے حق کو نیچا دکھا دیں، اور اُنہوں نے میری آیات کو اور جن سے انہیں تنبیہ کی گئی، اُسے مذاق بنالیا ہے۔''(56)

سوال1: ﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾ ''اور رسولوں کو ہم خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور رسولوں کو ہم بھیجتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب سے پہلے انبیاء آتے ہیں۔(2) ﴿اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ﴾ ''خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر'' رسولوں کا فرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کو بُرے انجام سے خبردار کر دیں اور اچھے انجام پر خوش خبری دیں۔ رسولوں کی ڈیوٹی میں معجزات پیش کرنا اور انسانوں کو ہلاک کرنا شامل نہیں۔(3) یعنی ہم رسولوں کو عبث اور بے فائدہ نہیں بھیجتے نہ ان کو اس لئے مبعوث کرتے ہیں کہ لوگ ان کو معبود بنالیں اور نہ اس لئے کہ وہ خود معبود ہونے کا دعویٰ کریں بلکہ ہم نے انہیں صرف اس لئے مبعوث کیا ہے تا کہ وہ لوگوں کو ہر بھلائی کی طرف بلائیں اور ہر برائی سے روکیں، اطاعت کرنے پر ان کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوشخبری سنائیں اور نافرمانی کرنے پر دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرائیں۔ پس رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر حجت قائم ہوگئی۔(تفسیر سعدی:2/1531)

سوال2: ﴿وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، وہ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے سے حق کو نیچا دکھا دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، وہ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں'' کافر باطل ہتھکنڈوں کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں۔(2) ﴿لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ﴾ ''تا کہ اس کے ذریعے سے حق کو نیچا دکھا دیں'' کافروں کا مقصد کتنا گھٹیا ہے۔ وہ حق کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ کافر ہر دور میں حق کو نیچا دکھانے کے لئے باطل کی مدد کرتے رہے ہیں۔

سوال3: ﴿وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا﴾ ''اور اُنہوں نے میری آیات کو اور جن سے انہیں تنبیہہ کی گئی، اُسے مذاق بنالیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور اُنہوں نے میری آیات کو اور جن سے انہیں تنبیہہ کی گئی، اُسے مذاق بنالیا ہے'' اس مقصد کے لئے انہوں نے رسولوں کا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا۔ ان کے پاس جو علم تھا اسی پر وہ اتراہٹ میں مبتلا رہے۔(2) یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی رحمت ہے کہ اس کا باطل ہتھکنڈوں کے ذریعے سے حق کے خلاف جھگڑنے والے باطل پسندوں کو مقرر کرنا، حق کے ظہور اور اس کے شواہد و دلائل کی توضیح، باطل اور اس کے فساد کے ظاہر ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ کیونکہ: (بضدھا تتبین الاشیاء) اشیاء اپنی ضد ہی سے واضح ہوتی ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1531)(3) زہری نے بیان کیا کہ ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق ایک رات کو نبی ﷺ کی تلاوت کلام سننے کے

لیے نکلے۔اس وقت آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔لہٰذا یہ سب لوگ باہر بیٹھ کر آیات قرآنی سننے لگے اور طلوع سحر تک سنتے رہے۔یہ واقعہ تین روز تک متواتر ہوا۔اس کے بعد ایک دن اخنس بن شریق ابوسفیان کے گھر آئے اور ان سے پوچھا کہ اب تک جو کلام انھوں نے سنا اس کے بارے میں اس کی کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا میں تو کچھ سمجھ نہیں سکا کہ اس کلام سے مراد کیا ہے؟ یہ سن کر اخنس نے کہا: اسے تو یہ کلام بے مثل لگتا ہے۔پھر یہ دونوں ابوجہل کے گھر گئے اور اس سے بھی یہی بات دریافت کی کہ اسے آپ کا کلام کیسا لگا؟ اس نے جواب دیا جو آپ نے سنا اس بارے میں تو بنی عبد مناف اور دوسرے اہل قریش کے درمیان اختلاف ہے۔اگر بنی عبد مناف اس لئے اپنی امتیازی حیثیت کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حجاج کو کھانا کھلاتے ہیں تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں اگر وہ ان کا سامان اٹھاتے ہیں اور سواریوں پر ان کا بار کرتے ہیں تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔اب وہ کہتے ہیں کہ ان میں ایک نبی پیدا ہوا ہے ہم نہ اس کی بات سنیں گے نہ ان کی تصدیق کریں گے۔'' یہ سن کر اخنس بن شریق اور ابوسفیان ابوجہل کے گھر سے چلے گئے۔(4) مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بعثت کے بعد پہلی بار دیکھا تو اس وقت آپ ﷺ مکے کے ایک راستے سے گزر رہے تھے، میرے ساتھ اس وقت ابوجہل بن ہشام بھی تھا۔آپ ﷺ نے ابوجہل کو دیکھ کر فرمایا: اے ابوالحکم! اللہ اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ، میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں'' یہ سن کر ابوجہل بولا'' اے محمد! تم وہی تو ہو جو ہمارے معبودوں کو بُرا کہتا ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ جو تم کہتے ہو وہ میں مان لوں، یہ تو مجھے معلوم ہے کہ تم ہم لوگوں سے کیا کہتے ہو لیکن جو تم کہتے ہو اسے ماننے اور اس کی تصدیق کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں'' اس کے بعد ابوجہل مذکورہ بالا راوی کے پاس آیا اور اس سے کہا'' بنی قصی اپنی جن جن صفات کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں تو میں جانتا ہوں لیکن وہ صفات ہم میں بھی ہیں لیکن اب ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان میں خدا کی طرف سے ایک نبی آ گیا ہے تو میں یہ ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں نہ ان کے اس دعوے کی تصدیق کر سکتا ہوں۔(البدایہ ونہایا، جلد3، ص،124,125)(5) بیہقی کہتے ہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ مکے میں اس طرف سے گزرے جہاں ابوجہل اور ابوسفیان بیٹھے ہوئے تھے۔آپ ﷺ کو دیکھ کر ابوجہل ابوسفیان سے بولا'' اے عبدالشمس کے قبیلے والے! کیا یہی تمہارا نبی ہے؟ ابوجہل سے یہ سن کر ابوسفیان نے پوچھا: تمہیں ہم میں سے کسی کے نبی ہونے پر تعجب کیوں ہے؟ کیا تمہارے خیال میں نبی ان لوگوں میں سے ہو سکتا تھا جو ہم سے کمتر ہیں؟ ابوجہل نے جواب دیا'' مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ آیا ہمارے بزرگوں میں سے ایک لڑکا نبی ہو سکتا ہے؟ ان دونوں کی یہ باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے قریب آ کر ابوسفیان سے فرمایا: اے ابوسفیان تم خدا اور اس کے رسول سے ڈرو یا نہ ڈرو لیکن تمہاری غیرت وحمیت کو کیا ہوا ہے؟ پھر آپ نے ابوجہل سے مخاطب ہو کر فرمایا:'' اے ابوالحکم! تمہیں مضحکہ خیزی سے زیادہ رونا پڑے گا'' آپ ﷺ سے یہ سن کر ابوجہل بولا'' اے میرے بھائی کے بیٹے! تم تو اپنی نبوت سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہو'' (البدایہ ونہایا، جلد3، ص،124,125)(5) بدترین تکذیب وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑایا جائے۔

سوال4: باطل کے ذریعے جدال کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ باطل طریقے اختیار کر کے حق کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔

سوال5: باطل کے ذریعے جدال کی کوئی مثال دیں؟

جواب: باطل کے ذریعے جدال کی صورت یہ ہے کہ کافر رسولوں کو یہ کہہ کر ان کی رسالت کا انکار کر دیتے تھے کہ تم ہمارے جیسے انسان ہو۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا(57)﴾

''اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیا اور وہ بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا۔ یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔'' (57)

سوال1: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیا اور وہ بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیا'' اس بندے سے بڑھ کر بد بخت اور ظالم کون ہوسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیات سے نصیحت کی جائے، اس کے سامنے ہدایت اور گمراہی کو واضح کر دیا جائے برے انجام سے ڈرایا جائے اور آخرت کے ثواب کی ترغیب دلائی جائے اور وہ ان سے منہ موڑ لے، ان کی طرف کان ہی نہ لگائے اور ان سے نصیحت حاصل نہ کرے؟ (2) ﴿وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ﴾ ''اور وہ بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا'' اور ماضی میں جو برے کام کر چکا اس کمائی سے وہ انجان ہی بنا رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر نگران نہ سمجھے۔

سوال2: ﴿اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ ''یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً﴾ ''ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں'' ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں پھر انہیں قرآن کا سمجھنا نصیب ہی نہیں ہوتا۔ (2) ﴿وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ ''اور اُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے'' اس کے کانوں میں ڈاٹ ڈال دی جاتی ہے۔ اب انہیں کچھ سمجھا لو وہ سن نہیں سکتے ہدایت پر لانا چاہو تو بدکتے ہی رہتے

ہیں۔(3)ایسا شخص اس سے بڑا گناہ گار ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات نہیں پہنچیں۔(4)ایسے شخص کی سزا کے اسباب یہ ہیں:(i)اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض۔(ii)اپنے گناہوں کو بھول جانا۔(iii)اور شرک کی حالت پر راضی رہنا۔(5)سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ اس پر ہدایت کا راستہ بند کر دیتے ہیں پھر وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنے تو سمجھ نہیں سکتا۔قرآن اس کے دل کی گہرائی میں نہیں اترتا۔رب العزت نے فرمایا:﴿كَلَّا بَلْ سکتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۱۴)﴾''ہرگز نہیں! بلکہ اُن کے دلوں پر اُن اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے۔(المطففین:14)﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ط وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾''اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔(البقرہ:7)

سوال3:لوگوں کے دلوں پر پردے اور کانوں پر بوجھ کیوں ڈال دیا جاتا ہے؟

جواب:دلوں کا پردہ آیات کے انکار،نصیحت سے اعراض اور بُرے انجام کو بھول جانے کی وجہ سے ڈالا جاتا ہے۔

سوال3:﴿وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾''اور اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى﴾''اور اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں'' ایسے شخص کو اگر کوئی حق کی دعوت دے تو وہ کبھی قبول نہیں کرتا کیونکہ دعوت پر وہی لبیک کہتا ہے جو علم رکھتا ہے۔(2)﴿فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾''تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے'' جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی خوب دیکھ بھال کرتے ہیں پھر پہچاننے کے بعد گمراہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں پر تالے لگا دیتا ہے۔ان لوگوں کی ہدایت کا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا۔(3)اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لئے تخویف وترہیب ہے جو حق کو پہچان لینے کے بعد اسے ترک کر دے اور یہ کہ اس کے اور حق کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے اور اس کے بعد اس کے لئے کوئی چیز ایسی نہ رہے جو اس کے حق میں اس سے بڑھ کر ڈرانے والی اور اس غلط روی سے اسے روکنے والی ہو۔(تفسیر سعدی:2/1532,1533)

سوال4:انسان بڑا ظلم کیسے کرتا ہے؟

جواب:1۔انسان رب کی آیات کا انکار کرتا ہے۔2۔انسان نصیحت سے منہ پھیر جاتا ہے۔3۔انسان بُرے انجام کو بھول جاتا ہے۔

﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ط لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ط بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (58)﴾

''اور آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو یقیناً ان پر جلدی عذاب بھیج دیتا، بلکہ اُن کے وعدے کا ایک وقت ہے جس کے سوا وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے۔'' (58)

سوال: ﴿وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ﴾ ''اور آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے'' رب العزت نے اپنی بے پایاں رحمت اور مغفرت کا ذکر فرمایا ہے کہ جو کوئی اس سے توبہ کرتا ہے وہ اسے بخش دیتا ہے اور اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (۴۸)﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا۔'' (النساء:48) (2) ﴿لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ﴾ ''اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو یقیناً ان پر جلدی عذاب بھیج دیتا'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا ورنہ دنیا عذاب سے تباہ ہو چکی ہوتی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۶۱)﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا ان کے ظلم کی بنیاد پر مؤاخذہ کرتا تو اس پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیتا ہے، چنانچہ جب ان کی مدت آجاتی ہے تو وہ اس سے ایک گھڑی بھی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں''۔ (النحل:61) (3) ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ اُنہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آجائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے''۔ (فاطر:45) (4) ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور وہ بھلائی سے پہلے بُرائی کو جلدی مانگتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرتناک سزائیں گزر چکیں اور یقیناً آپ کا رب لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے، اور یقیناً آپ کا رب بلاشبہ بہت سخت سزا والا بھی ہے''۔ (الرعد:6) (5) اللہ تعالیٰ تحمل والا ہے، وہ پردہ پوش ہے، سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، معاف کر دیتا ہے اور کبھی کسی کو گمراہی سے نجات دے کر راہ راست پر لے آتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے یوں ہی نہیں چھوڑ دیتا۔

سوال 2: ﴿بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدًا لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا﴾ ''بلکہ اُن کے وعدے کا ایک وقت ہے جس کے سوا وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدًا ﴾''بلکہ اُن کے وعدے کا ایک وقت ہے''یعنی گناہوں پر اڑے رہنے والوں کے لئے ہولناک وقت مقرر ہے۔ایک ایسا دن جس میں انہیں ان کے اعمال کی جزا ضرور دی جائے گی۔اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ فوراً گناہ پر نہیں پکڑتا،مہلت دیتا ہے۔جب وہ مدت ختم ہو جاتی ہے پھر ہلاکت کا وقت آجاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے اور اس سے فرار کا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فوراً گرفت نہ کرنا،مہلت دینا اس کے غفور ورحیم ہونے کی دلیل ہے۔(2)﴿لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلاً ﴾''جس کے سوا وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے''اس سے بچنے کے لئے وہ کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔(3)اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا جو رجوع کر لیں،انہیں بخش دیتا ہے اور جو ظلم پر جم جائیں ان پر عذاب نازل کر دیتا ہے جس سے وہ کسی صورت بچ کر نکل نہیں سکتے۔

﴿ وَتِلْكَ الْقُرٰى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا(59)﴾

''اور یہ بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ان کی ہلاکت کا ہم نے ایک وقت مقرر کر دیا۔''(59)

سوال:﴿وَتِلْكَ الْقُرٰى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴾''اور یہ بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ان کی ہلاکت کا ہم نے ایک وقت مقرر کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتِلْكَ الْقُرٰى ﴾''اور یہ بستیاں ہیں''یعنی عاد،ثمود اور اصحاب الایکہ۔(2)﴿اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ﴾''جن کو ہم نے ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا''ان کو ہم نے ہلاک کیا جب انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کا انکار کر کے ظلم کیا۔(3)﴿وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴾''اور ان کی ہلاکت کا ہم نے ایک وقت مقرر کر دیا''یعنی ان کی تباہی کے لئے جو وقت مقرر تھا اس سے وہ آگے پیچھے نہیں ہوئے۔(4)سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ ظالم آدمی کو مہلت دے دیتا ہے،پھر جب اسے پکڑتا ہے تو پھر وہ اسے نہیں چھوڑتا۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی(اور اس طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ ظالم لوگوں کی بستیوں کو پکڑتا ہے۔بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہے۔''(مسلم:6581)دیکھ لو تباہ حال بستیوں کو ان کے باشندوں نے کفر اور سرکشی کی تھی۔اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا تو افسانے ہی افسانے رہ گئے۔کہیں تم پر بھی عذاب نہ آجائے کہ تم نے بھی رسول کو جھٹلایا ہے۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جاؤ اور سیدھے راستے پر آجاؤ۔

رکوع نمبر21

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا(60)﴾

''اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا میں زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا۔''(60)

سوال: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا میں زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ ان کے اندر بھلائی اور علم کی کتنی شدید رغبت تھی۔ انہوں نے علمی سفر پر جانے کے لئے اپنے خادم سے فرمایا، جو آپ علیہ السلام کے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ وہ یوشع بن نون علیہ السلام تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں نبوت عطا فرمائی۔(2) ﴿لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ﴾ ''کہ میں باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مجمع البحرین پہنچنے تک سفر جاری رکھنے کا عندیہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی تھی کہ وہاں آپ کو اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والے بندوں میں سے ایک بندہ ملے گا جس کے پاس وہ علم ہے جو آپ کے پاس نہیں۔(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اندر علم کی طلب اتنی شدید تھی کہ انہوں نے فرمایا: میں سفر کرتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں۔(4) ﴿اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا﴾ ''یا میں زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا۔'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے علم کے شوق اور رغبت کا پتہ چلتا ہے کہ میں طویل مسافت تک چلتا ہی چلا جاؤں گا اگرچہ مجھے سالوں سال چلنا پڑے۔(5) اس قصے میں عالم اور طالب علم کے لئے تواضع ہے۔(البحر الوجیز:522/3)

﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا (61)﴾

''چنانچہ جب وہ دونوں دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، سو مچھلی نے سمندر میں سُرنگ جیسا اپنا راستہ بنالیا۔''(61)

سوال: ﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ ''چنانچہ جب وہ دونوں دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، سو مچھلی نے سمندر میں سُرنگ جیسا اپنا راستہ بنالیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَمَّا بَلَغَا﴾ ''چنانچہ جب وہ دونوں پہنچے'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم دونوں پہنچے۔(2) ﴿مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ ''دو دریاؤں کے سنگم پر تو دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، سو مچھلی نے سمندر میں سُرنگ جیسا اپنا راستہ بنالیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اپنے ساتھ نمک لگی ہوئی خشک مچھلی لے لیں۔ ہمارا بندہ آپ کو ایسی جگہ ملے گا جہاں یہ مچھلی گم ہوگی۔ دونوں رفقاء مچھلی ساتھ لے کر چلے اور چلتے چلتے دریاؤں کے سنگم پر پہنچ گئے، وہاں ایک چشمہ تھا جسے چشمہ حیات کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں رفیق وہاں ستانے کے لئے بیٹھ گئے، تھکے ہوئے تو تھے ہی نیند آ گئی۔ مچھلی پر چشمہ حیات کے پانی کی جو چھینٹیں

پڑیں تو اس میں جان بھر گئی اور حرکت پیدا ہوگئی۔مچھلی توشہ دان میں تھی جو یوشع علیہ السلام کے پاس تھا۔پھر یہ توشہ دان سے کود کر دریا میں کودی۔اس کی آہٹ سے یوشع کی آنکھ کھل گئی۔انہوں نے دیکھا مچھلی پانی میں گئی اور اندر اندر چلی گئی اور پانی میں ایک بل سا باقی رہ گیا۔یہ دیکھ کر انہیں بڑا تعجب ہوا کہ اس کے راستے والا بل پتھر کے سوراخ کی طرح بدستور باقی رہا۔یہ جوں جوں پانی میں اترتی جاتی چاروں طرف سے پتھر نما بل بنتا چلا جاتا۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شروع دنیا سے لے کر آج تک کبھی اس طرح پانی نہیں جما بجز اس مچھلی کی راہ کے، یہ جوں جوں اندر گئی پانی جمتا گیا اور پانی میں ایک بل باقی رہ گیا، جب تک موسیٰ علیہ السلام واپس آ گئے اور آپ نے یہ بل اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیا اور یہ نہ کہہ دیا کہ اسی چیز کی تلاش میں ہم گھر سے نکلے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:106/1)

﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا ۫ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (62)﴾

''پھر جب دونوں آگے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ ہمارے پاس ہمارے دن کا کھانا لاؤ، بلاشبہ ہم نے آج کے اس سفر سے بڑی تھکاوٹ پائی ہے۔''(62)

سوال: ﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا ۫ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ ''پھر جب دونوں آگے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ ہمارے پاس ہمارے دن کا کھانا لاؤ، بلاشبہ ہم نے آج کے اس سفر سے بڑی تھکاوٹ پائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا﴾ ''پھر جب دونوں آگے گزر گئے تو موسیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ ہمارے پاس ہمارے دن کا کھانا لاؤ'' جب موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام اس سنگم سے آگے بڑھ گئے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہا:(2) ﴿لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے آج کے اس سفر سے بڑی تھکاوٹ پائی ہے'' دوپہر کا کھانا لے آؤ، ہم اس سفر سے تھک گئے ہیں یعنی منزل مقصود سے بعد والے سفر سے۔(3) یہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے نشانی تھی کہ انہوں نے اپنا مقصد پالیا ہے، نیز اس منزل پر پہنچنے کے شوق نے ان کے لئے سفر کو آسان بنا دیا، جب وہ اس مقام سے آگے بڑھ گئے تو انہوں نے تھکاوٹ محسوس کی۔(تفسیر سعدی:1535/2)

﴿قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ط وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ج وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ق صلے عَجَبًا (63)﴾

''اُس نے کہا کہ کیا آپ نے دیکھا کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان نے ہی بھلوایا کہ میں اُس کا ذکر کروں اور مچھلی نے دریا میں اپنا عجیب طرح سے راستہ بنایا تھا۔''(63)

سوال: ﴿ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ط وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ج وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ق صلے عَجَبًا ﴾ ''اُس نے کہا کہ کیا آپ نے دیکھا کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان نے ہی بھلوایا کہ میں اُس کا ذکر کروں اور مچھلی نے دریا میں اپنا عجیب طرح سے راستہ بنایا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ط وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ﴾''اُس نے کہا کہ کیا آپ نے دیکھا کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان نے ہی بھلوایا کہ میں اُس کا ذکر کروں'' دوپہر کا کھانا طلب کرنے پر سیدنا یوشع علیہ السلام نے بتایا کہ جہاں ہم نے پتھر پر ٹیک لگا کر آرام کیا تھا وہیں مچھلی عجیب طریقے سے راستہ بنا کر سمندر میں چلی گئی اور میں مچھلی کو بھول گیا۔شیطان نے یہ واقعہ ہی میرے دل سے نکال دیا۔(2)﴿ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ق صلے عَجَبًا ﴾''اور مچھلی نے دریا میں اپنا عجیب طرح سے راستہ بنایا تھا''یعنی جب مچھلی دریا میں چلی گئی تو یہ چیز عجائبات میں سے تھی۔مفسرین کہتے ہیں کہ مچھلی کا پانی میں چلے جانا موسیٰ علیہ السلام اوران کے خادم کے لئے بڑا تعجب خیز تھا۔(تفسیر سعدی:2/1536)

﴿ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ق صلے فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا(64) ﴾

''موسیٰ نے کہا کہ یہی ہے جس کی ہم تلاش کررہے تھے، چنانچہ وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کا پیچھا کرتے ہوئے واپس لوٹے۔''(64)

سوال: ﴿ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ قصلے فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴾''موسیٰ نے کہا کہ یہی ہے جس کی ہم تلاش کررہے تھے، چنانچہ وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کا پیچھا کرتے ہوئے واپس لوٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ قَالَ ﴾''موسیٰ نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کے سمندر میں غائب ہونے کا سن کر کہا۔(2)﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ﴾''کہ یہی ہے جس کی ہم تلاش کررہے تھے'' ہمیں اسی جگہ کی تو تلاش تھی۔(3)﴿ فَارْتَدَّا ﴾''چنانچہ وہ دونوں واپس لوٹے''یعنی وہ دونوں واپس لوٹے۔(4)﴿ عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴾''اپنے قدموں کے نشانات کا پیچھا کرتے ہوئے'' وہ اپنے قدموں کو تلاش کرتے واپس اسی جگہ لوٹ آئے جہاں مچھلی کو بھول گئے تھے۔

﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا(65)﴾

''تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے ایک رحمت عطا کی تھی اور جسے ہم نے اپنے پاس

سے ایک علم سکھایا تھا۔''(65)

سوال: ﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾ ''تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے ایک رحمت عطا کی تھی اور جسے ہم نے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ ﴾ ''تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا'' یہاں بندے سے مراد خضر ہیں۔ صحیح بخاری میں سورۃ الکہف کی تفسیر میں خضر یعنی سرسبز وشاداب کی وجہ تسمیہ بتائی گئی ہے کہ ایک مرتبہ وہ سفید زمین پر بیٹھے تو وہ حصہ زمین کے نیچے سے سرسبز ہو کر لہلہانے لگا اسی وجہ سے اُن کا نام خضر پڑ گیا۔(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حر بن قیس فزاری رضی اللہ عنہ سے صاحب موسیٰ کے بارے میں ان کا اختلاف ہوا۔ پھر سیدنا ابی رضی اللہ عنہ بن کعب وہاں سے گزرے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلایا اور کہا کہ میرا اپنے ان ساتھی سے صاحب موسیٰ کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے جن سے ملاقات کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے راستہ پوچھا تھا ، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے ان کے بارے میں سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ موسیٰ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف رکھتے تھے کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کیا کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو اس تمام زمین پر آپ سے زیادہ علم رکھنے والا ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان تک پہنچنے کا راستہ پوچھا تو انہیں مچھلی کو اس کی نشانی کے طور پر بتایا گیا اور کہا گیا کہ جب مچھلی گم ہو جائے (تو جہاں گم ہوئی ہو وہاں) واپس آنا وہیں ان سے ملاقات ہو گی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام دریا میں (سفر کے دوران) برابر مچھلی کی نگرانی کرتے رہے پھر ان سے ان کے رفیق سفر نے کہا کہ آپ نے خیال نہیں کیا جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تو میں مچھلی کے متعلق آپ کو بتانا بھول گیا تھا اور مجھے شیطان نے اسے یاد رکھنے سے غافل کر رکھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں اسی کی تو تلاش ہے چنانچہ یہ بزرگ اسی راستے سے پیچھے کی طرف لوٹے اور سیدنا خضر سے ملاقات ہوئی ان دونوں کے ہی وہ حالات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔''(بخاری:3400)(3) ﴿ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ﴾ ''جسے ہم نے اپنے پاس سے ایک رحمت عطا کی تھی'' سیدنا خضر ایک صالح انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت سے نوازا تھا جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ علم اور حسن عمل سے بہرہ ور تھے۔(4) ﴿ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾ ''اور جسے ہم نے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا'' سیدنا خضر کو وہ علم عطا کیا گیا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا نہیں کیا گیا تھا۔ اگرچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بہت سے امور میں سے ان سے زیادہ علم رکھتے تھے خاص طور پر علوم ایمانیہ اور علوم اصولیہ، کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم رسولوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم وعمل کے ذریعے سے تمام مخلوق پر فضیلت سے نوازا تھا۔(تفسیر سعدی:2/1536)(5) اس علم سے مراد نبوت کے علاوہ تکوینی علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا خضر کو عطا کیا تھا لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ علم نہیں تھا۔ یہاں جس علم کا تذکرہ ہے

اس سے لوگوں کوعلم کے بارے میں یہ غلط فہمی ہوئی کہ جولوگ نبی نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ ان خاص لوگوں کوعلم لدنی سے نوازتا ہےاور یہ کہ یہ باطنی علم ہے جوشریعت کے ظاہری علم سے جوقرآن وحدیث کی صورت میں موجود ہےمختلف ہے۔

﴿ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (66)﴾

''موسیٰ نے اس سے کہا:''کیا میں آپ کے پیچھے آسکتا ہوں کہ آپ مجھے اُس بھلائی میں سے سکھائیں جوآپ کوسکھائی گئی ہے؟''(66)

سوال: ﴿ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴾''موسیٰ نے اس سے کہا:''کیا میں آپ کے پیچھے آسکتا ہوں کہ آپ مجھے اُس بھلائی میں سے سکھائیں جوآپ کوسکھائی گئی ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى ﴾''موسیٰ نے اس سے کہا:''جب موسیٰ علیہ السلام سیدنا خضر علیہ السلام سے ملے تو انتہائی ادب کے ساتھ اپنا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا۔(2)﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴾''کیا میں آپ کے پیچھے آسکتا ہوں کہ آپ مجھے اُس بھلائی میں سے سکھائیں جوآپ کوسکھائی گئی ہے؟'' کیا میں آپ کی پیروی کروں کہ آپ مجھے وہ علم سکھادیں جواللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کررکھا ہے،تاکہ اس کے ذریعے سے میں رشدوہدایت کی راہ پاسکوں اوراس علم کے ذریعے سے ان تمام قضیوں میں حق کو پہچان سکوں؟ سیدنا خضر علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے الہام وکرامت سے نوازا ہوا تھا جس کی وجہ سے انہیں بہت سی چیزوں کے اسرارنہاں کی،جودوسرے لوگوں پرمخفی تھےحتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام پربھی مخفی تھے،اطلاع ہوجاتی تھی۔(تفسیرسعدی:2/1536)(3)یعنی آپ مجھے نیک علم سکھادیں میں اس کے لئے آپ کومجبورنہیں کررہا۔ایک طالب علم کوعالم سے اسی طرح درخواست کرنی چاہیے۔

﴿ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (67)﴾

''اُس نے کہا:''تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے۔''(67)

سوال: ﴿ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾''اُس نے کہا:''تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ ﴾''اُس نے کہا:''سیدنا خضر علیہ السلام نے کہا۔(2)﴿ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾''تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے''یعنی آپ کومیرے ساتھ رہنے اورمیری پیروی کرنے کی قدرت حاصل نہیں کیونکہ آپ ایسے امورملاحظہ کریں گےجن کا ظاہر براہےاور باطن اس کے برعکس ہوگا۔(تفسیرسعدی:2/1536)(3)سیدنا خضر علیہ السلام نے کہا کہ تم میری مصاحبت برداشت نہیں کرسکو گے کیونکہ مجھ سے ایسے کام دیکھو گے جوتمہاری شریعت کے خلاف ہوں گے کیونکہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایسا علم ہے جس کوتم

نہیں جانتے اورتمہارے پاس والےعلم سے میں نا آشنا ہوں۔جن باتوں پرمیں مامورہوں ان پرتم نہیں،جن پرتم مقررہوان پر میں نہیں۔میرے ساتھ رہنامشکل ہے۔

﴿ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (68)﴾

''اورتم اس پر کیسے صبر کر سکتے ہوجس کاتم نے علم سے احاطہ نہیں کیا!''(68)

سوال:﴿ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴾''اورتُم اس پر کیسے صبر کر سکتے ہوجس کاتم نے علم سے احاطہ نہیں کیا!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اورتم اس پر کیسے صبر کر سکتے ہوجس کاتم نے علم سے احاطہ نہیں کیا!''یعنی آپ کسی ایسے معاملے میں کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کے مقصداورانجام کا آپ کوعلم نہیں،جس کے ظاہری اور باطنی معاملات کوآپ نہیں جانتے۔(2)یعنی جوکام تمہاری شریعت کے خلاف ہوں گے اس پراعتراض کرنے پرتم مجبورہوگے۔

﴿قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا(69)﴾

''موسیٰ نے کہا:''ان شاءاللہ آپ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گےاورمیں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔''(69)

سوال1:﴿قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴾''موسیٰ نے کہا:''ان شاءاللہ آپ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گےاورمیں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''موسیٰ نے کہا''(2)﴿سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴾''ان شاءاللہ آپ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گےاورمیں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا''جس چیز کے بارے میں امتحان تھا،اس کے سامنے آنے سے پہلے یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عزم کا اظہار تھا۔عزم ایک الگ چیز ہےاورصبر کا وجودایک دوسری چیز ہے،اس لئے جب وہ امرواقع ہوا تو موسیٰ علیہ السلام اس پرصبر نہ کر سکے۔(تفسیرسعدی:2/1537)(3)سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں تم سے خلاف شریعت جوکام دیکھوں گا اسے ان شاءاللہ صبر سے برداشت کروں گااورتمہارے کسی کام پراعتراض نہیں کروں گا۔

سوال2:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معاہدے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:(1)سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معاہدے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم کے میدان میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ کچھ لوگ ذہن کے اندر اُبھرنے والے سوالات کے جواب کے لیے وقت کا انتظار نہیں کر سکتے۔(2)سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معاہدے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اُستاد

کی فرماں برداری علم کی ضرورت ہے جب کہ اُستاد کے بارے میں عام طور پر یہ ذمہ داری محسوس نہیں کی جاتی۔

سوال3: اُستاد کی فرماں برداری سے حصول علم میں کیا مدد ملتی ہے؟

جواب: (1) اُستاد کی فرماں برداری دراصل عاجزی کا اظہار ہے۔ انسان جب کسی کے علم کو درست سمجھتا ہے تو اُس کی اطاعت کرتا ہے۔ (2) اطاعت ہی دراصل وہ پیمانہ ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم حاصل کرنے والے کے اندر قبولیت کا مادہ موجود ہے۔ اور جب قبولیت کا مادہ نہ ہو تو علم اندر ٹھہر نہیں سکتا۔

﴿ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (70) ﴾

''اُس نے کہا: ''پھر اگر تم میری پیروی کرتے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھنا جب تک میں خود تم سے اس کا ذکر شروع نہ کروں۔'' (70)

سوال1: ﴿ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴾ ''اُس نے کہا: ''پھر اگر تم میری پیروی کرتے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھنا جب تک میں خود تم سے اس کا ذکر شروع نہ کروں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ یعنی سیدنا خضر علیہ السلام نے کہا۔ (2) ﴿فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴾ ''پھر اگر تم میری پیروی کرتے ہو تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق نہ پوچھنا جب تک میں خود تم سے اس کا ذکر شروع نہ کروں'' یعنی مجھ سے کوئی سوال کرنے میں پہل کرنا نہ میرے کسی فعل پر مجھ پر کوئی نکیر کرنا جب تک کہ میں خود ہی آپ کو مناسب وقت پر اس کے حال کے بارے میں نہ بتا دوں۔ یہ گویا سیدنا خضر علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ بالآخر حقیقت حال سے انہیں آگاہ کریں گے۔ (تفسیر سعدی: 1537/2) (3) یہ متعلم کے عالم کے لئے اور پیروی کرنے والے کی طرف سے متبوع کے لئے آداب ہیں۔ (4) سیدنا خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے شرط کرالی اور فرمایا کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو کسی کام کو دیکھ کر اس کی مصلحت مجھ سے نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود تمہارے پوچھے بغیر اسے بتلا نہ دوں۔ (مختصر ابن کثیر: 1108/1)

سوال2: عالم کے آداب کیا ہیں؟

جواب: (1) اُستاد کی بات کو اپنی بات پر فوقیت دینا۔ (2) اُستاد کی طرف سے کی جانے والی وضاحت کا انتظار کرنا۔ (3) اپنی بات کو ترجیح نہ دینا۔ (4) اُستاد کی اطاعت کرنا۔ (5) اُستاد کا ادب واحترام کرنا۔ (6) استاد کے آگے تواضع کرنا۔ (7) اُستاد کی علم کی وجہ سے عزت کرنا۔ (8) اُستاد کی دل شکنی کا احساس رکھنا۔

سوال3: علم سیکھنے کے کتنے درجات ہیں؟

جواب:علم کے پانچ درجے ہیں۔پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان خاموش رہنا سیکھے۔دوسرا درجہ یہ ہے کہ توجہ سے سننا سیکھے۔تیسرا درجہ یہ ہے کہ جو سنے اسے یاد رکھے۔چوتھا درجہ ہے کہ جو کچھ معلوم ہو جائے اس پر عمل کرے۔اور پانچواں درجہ یہ ہے کہ جو علم حاصل ہوا سے پھیلائے۔

سوال4:علمی سوال کرنے کے بارے میں علماء کے موقف کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)علم کی اشاعت کے سلسلے میں سلف صالحین کے جو حالات ملتے ہیں'ان میں ایک خاص بات یہ ملتی ہے کہ ان بزرگوں نے شاگردوں کے لئے علمی سوال کرنے اور سوال کرنے کے معاملے میں شرم سے پرہیز کرنے پر زور دیا ہے۔(2)سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ''علم تلاش سے بڑھتا اور سوال سے حاصل ہوتا ہے۔''ابن شہاب کا مقولہ ہے کہ''علم خزانہ ہے اور سوال اس کی کنجی ہے۔''(3)ایک شخص عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حلقے میں حاضر ہوا۔محدث طرح طرح کے سوال کر رہے تھے'مگر وہ شرم سے چپ بیٹھا تھا۔سیدنا عبداللہ نے محسوس کیا اور ایک پرزے پر کچھ شعر لکھ کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ان اشعار کا ترجمہ یہ تھا۔''بندۂ خدا' آج سوال کرنے سے ہچکچاتے رہے تو کل جب لوٹو گے تو ہاتھ میں ڈھاک کے تین پات ہی ہوں گے۔شیخ کو سوالوں سے پریشان کرو،تم اسے نرم پاؤ گے اور وہ تمہیں ہاتھوں ہاتھ لے گا۔بیواؤں کی طرح نہ چلاؤ گے تو شیخ کے پاس سے خالی ہاتھ اٹھو گے۔''مراد یہ تھی کہ شرم کے باعث سوال کرنے سے پرہیز نہ کرو بلکہ سوال کرو تا کہ تمہیں علم حاصل ہو۔(4)امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ سب علم کیسے حاصل کیا؟انہوں نے جواب دیا''مسلسل سوال کرنے سے اور ایک ایک لفظ گرہ میں باندھنے سے۔''(5)ایک مشہور مقولہ ہے:''جو سوال کرنے میں سبکی محسوس کرتا ہے اس کا علم بھی ہلکا ہوتا ہے۔''(6)ایسے ہی سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ''جو کوئی طلب علم میں شرماتا ہے اس کا علم حقیر رہتا ہے۔''

سوال5:علمی سوال پر استاد کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب:(1)سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ''پانچ باتیں ایسی ہیں جنہیں خوب یاد رکھنا چاہئے اور ان کے لئے ہر قسم کی مشقت برداشت کرنی چاہئے۔(i)بندہ اپنے گناہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے۔ (ii)انسان اپنے پروردگار کے سوا کسی سے آس نہ لگائے۔(iii)جاہل سوال کرنے سے نہ شرمائے۔(iv)عالم اگر کوئی بات نہیں جانتا'تو نہ جاننے کا اعتراف کرنے میں شرم محسوس نہ کرے۔(v)(مصائب میں صبر کرے کیونکہ)ایمان میں صبر کا درجہ وہی ہے جو جسم میں سر کا۔جس طرح بے سر کا جسم بے کار ہے'اسی طرح جس انسان میں صبر نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔(2)سیدنا لقمان نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ اب تیری دانائی کس منزل پر ہے؟بیٹے نے جواب دیا کہ بے فائدہ باتوں سے پرہیز کرنے لگا ہوں۔سیدنا لقمان نے کہا کہ ابھی ایک کسر باقی ہے وہ یہ کہ علم رکھنے والوں کی صحبت میں بیٹھو' کیونکہ اللہ تعالیٰ دانائی کے نور سے مردہ دلوں کو اس طرح زندہ کر دیتا ہے جس طرح مینہ سے مردہ زمین کو۔

سوال6:طالب علم کے اخلاق کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) نبی ﷺ کے اخلاق کے بارے میں جو کچھ بیان کیا اس میں یہ بھی ہے کہ (2) ''نبیa نے اپنے نفس سے تین چیزیں بالکل دور کردی تھیں۔ (i) بحث ومباحثہ کرنا۔ (ii) ضرورت سے زیادہ بات کرنا۔ (iii) جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا۔ (3) دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز فرماتے تھے (i) کسی کو برا نہیں کہتے تھے۔ (ii) کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے۔ (iii) کسی کے اندرونی حالات کوٹوہ میں نہیں رکھتے تھے۔ آپ ﷺ وہی باتیں کرتے تھے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا۔'' (4) آپ ﷺ کا اپنا فرمان بھی ہے کہ: ''انسان کے اسلام کی خوبی میں یہ بات بھی ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو ترک کردے۔''

آخری آیات

﴿فَانْطَلَقَا قف حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ط قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا (71)﴾

''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوگئے تو اُس نے اُس میں شگاف ڈال دیا، موسیٰ نے کہا: ''کیا آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا کہ آپ کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ بلاشبہ یقیناً یہ آپ نے بہت بُرا کام کیا ہے۔'' (71)

سوال 1: ﴿فَانْطَلَقَا قف حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ط قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا﴾ ''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوگئے تو اُس نے اُس میں شگاف ڈال دیا، موسیٰ نے کہا: ''کیا آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا کہ آپ کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ بلاشبہ یقیناً یہ آپ نے بہت بُرا کام کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَانْطَلَقَا قف حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا﴾ ''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوگئے تو اُس نے اُس میں شگاف ڈال دیا'' سیدنا خضر علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام چلے کشتی میں سوار ہوئے تو اُنہوں نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ اس کشتی میں اُن دونوں کے علاوہ اور سوار بھی موجود تھے۔ (2) یعنی سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا اور اس کے پیچھے ایک مقصد تھا جس کو وہ عنقریب بیان کریں گے۔ (تفسیر سعدی: 2/1537)

سوال 2: ﴿قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''کیا آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا کہ آپ کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ بلاشبہ یقیناً یہ آپ نے بہت بُرا کام کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب عقل اور شریعت کے خلاف ایک کام دیکھا تو صبر نہ کرسکے۔ وعدہ ٹوٹ گیا کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بُرائی کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں ایک قبطی اور اسرائیلی کو لڑتے دیکھا تو ایسا مکا رسید کیا کہ جان لے لی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی لیکن دوسرے دن جب اسرائیلی اور مصری لڑے تو یہ پھر غصے ہوئے تو یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مزاج تھا۔ (ii) سیدنا

موسیٰ علیہ السلام کواس خاص علم کے بارے میں پتہ نہیں تھا جس کے تحت کشتی کے تختے توڑے گئے اس لیے صبر نہ کر سکے۔(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کواس علم کی خبر نہیں تھی جس کے تحت تختے توڑ ڈالنا ہی درست تھا اور علم شریعت کے اعتبار سے جو چیز کسی کی ذاتی ملکیت نہیں اُس پر اپنا اختیار استعمال کرنا اور وہ بھی غلط طریقے سے استعمال کرنا درست نہیں۔اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے علم نبوی اور عقلی اعتبار سے اس کام کو ہیبت ناک قرار دیا۔

﴿ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (72) ﴾

''اُس نے کہا:''کیا میں نے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے۔''(72)

سوال:﴿ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴾ ''اُس نے کہا:''کیا میں نے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ ﴾ سیدنا خضر علیہ السلام نے کہا۔(2)﴿اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴾''کیا میں نے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر کرنے کی قطعاً استطاعت نہیں رکھتے''سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو شرط یاد دلائی اور کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم سے صبر نہیں ہو سکے گا کیونکہ ان کاموں کے بارے میں علم نہیں رکھتے اور ان کاموں کی مصلحتوں کے بارے میں تمہارا علم تمہیں کچھ نہیں بتاتا۔

﴿ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا (73) ﴾

''موسیٰ نے کہا:''جو میں بھول گیا اُس پر آپ مجھے نہ پکڑیں اور میرے معاملے میں مجھے مشکل میں نہ پھنسائیں۔''(73)

سوال:﴿ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴾''موسیٰ نے کہا:''جو میں بھول گیا اُس پر آپ مجھے نہ پکڑیں اور میرے معاملے میں مجھے مشکل میں نہ پھنسائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ ﴾سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر علیہ السلام سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔(2)﴿لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ ﴾''جو میں بھول گیا اُس پر آپ مجھے نہ پکڑیں''یعنی بھول پر گرفت نہ کریں۔مجھے افسوس ہے کہ میں شرطوں کو بھول گیا۔(3)﴿وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴾''اور میرے معاملے میں مجھے مشکل میں نہ پھنسائیں''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرے ساتھ سختی کا نہیں آسانی کا معاملہ کریں۔(4) یعنی مجھے مشکل میں نہ ڈالیں۔(تفسیر سعدی:1537/2)

﴿ فَانْطَلَقَاقف حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ لا قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّةًم بِغَیْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا

نُكْرًا (74)﴾

''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ ایک لڑکے سے ملے۔ پھر اُس (خضر) نے اُسے قتل کر دیا موسیٰ نے کہا: ''کیا آپ نے ایک بے گناہ جان کو بغیر کسی جان کے بدلے کے قتل کر دیا؟ بلاشبہ یہ تو آپ نے یقیناً بہت بُرا کام کیا۔'' (74)

سوال: ﴿فَانْطَلَقَاقف حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ لا قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ م بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴾ ''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ ایک لڑکے سے ملے۔ پھر اُس (خضر) نے اُسے قتل کر دیا موسیٰ نے کہا: ''کیا آپ نے ایک بے گناہ جان کو بغیر کسی جان کے بدلے کے قتل کر دیا؟ بلاشبہ یہ تو آپ نے یقیناً بہت بُرا کام کیا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَانْطَلَقَاقف﴾ ''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے'' سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی معذرت قبول کر لی۔ یوں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا علمی سفر دوبارہ شروع ہوا۔ (2) ﴿حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ﴾ ''حتیٰ کہ وہ ایک لڑکے سے ملے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک لڑکے کو سیدنا خضر نے قتل کر دیا اور یہ قتل عمد تھا۔ (3) ﴿قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ م بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا﴾ ''کیا آپ نے ایک بے گناہ جان کو بغیر کسی جان کے بدلے کے قتل کر دیا؟ بلاشبہ یہ تو آپ نے یقیناً بہت بُرا کام کیا۔'' اس پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سخت ناراض ہوئے۔ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس چھوٹے سے بچے کو قتل کر دیا جس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوا، تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی حمیت دینی نے جوش مارا اور کہنے لگے: ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ م بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴾ چھوٹے سے معصوم بچے کے قتل جیسا برا کام اور کون سا ہو سکتا ہے، جس کا کوئی جرم نہیں اور نہ اس نے کسی کو قتل کیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1537,1538) (4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام دوسری بار بھولے نہیں تھے نہ غافل تھے لیکن گناہ، کبیرہ پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے اس لیے صبر کرنا مشکل تھا حالانکہ انہیں عہد یاد تھا۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 16

قَالَ اَلَمْ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْآنًا عَجَبًا"(پارہ16)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : فروری2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : ww.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

رکوع : 1		9
رکوع : 2		22
رکوع : 3		42
سورہ مریم		57
رکوع : 4		57
رکوع : 5		69
رکوع : 6		93
رکوع : 7		109
رکوع : 8		125
رکوع : 9		141
سورہ طٰہٰ		152
رکوع : 10		153
رکوع : 11		175
رکوع : 12		215
رکوع : 13		237
رکوع : 14		255
رکوع : 15		268
رکوع : 16		283
رکوع : 17		297

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کے دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبۡقِىۡ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ ۝ عَلَيۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتہ مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ ۝ يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ۝ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور اجنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیات میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قرآناً عجبًا** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیات کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

رکوع نمبر1

﴿قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا﴾

''اُس نے کہا:''کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکو گے''(75)

سوال1:﴿قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا﴾''اُس نے کہا:''کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکو گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایک بار پھر شرط یاد دلائی اور کہا کہ آپ وعدہ خلافی کررہے ہیں۔﴿قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا﴾اُس نے کہا:''کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکو گے۔''

(2) پہلی بار سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض بھول چوک کا نتیجہ تھا۔دوسری مرتبہ کا اعتراض صبر نہ کرسکنے کی وجہ سے تھا۔

(3)رب العزت نے صبر کے بارے فرمایا:﴿وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ﴾''اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کردے،تو بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''(الشوریٰ:43)

(4)انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں (مال) دیا اس کے بعد پھر انہوں نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے پھر(مال) دیا یہاں تک کہ جو مال آپ ﷺ کے پاس تھا اب وہ ختم ہوگیا۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس مال ودولت ہوتو میں اسے بچا کر نہیں رکھوں گا مگر جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے سوال کرنے سے محفوظ ہی رکھتا ہے اور جو شخص بے نیازی برتتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو شخص اپنے اوپر زور ڈال کر بھی صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے صبر واستقلال دے دیتا ہے اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی۔(صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)(بخاری:1469)

﴿قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَىۡءٍ بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡ‌ۚ قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا﴾

''موسیٰ نے کہا:''اس کے بعد اگر میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں،

یقیناً آپ میری طرف سے عُذر کو پہنچ گئے ہیں''(76)

سوال1:﴿قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَىۡءٍ بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡ‌ۚ قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا﴾''موسیٰ نے کہا:''اس کے بعد اگر میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں،یقیناً آپ میری طرف سے عُذر کو پہنچ گئے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

(2)﴿اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَیۡءٍۢ بَعۡدَهَا﴾ ''اس کے بعد اگر میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھوں'' یعنی اس بار کے بعد اگر میں نے آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا۔

(3)﴿فَلَا تُصٰحِبۡنِیۡ﴾ ''تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس بار معذرت کے ساتھ خود ہی سزا بھی تجویز کر لیتے ہیں کہ اگر اب میں نے وعدہ خلافی کی تو آپ مجھے اپنی صحبت کے شرف سے محروم کر دیجئے گا۔

(4)﴿قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّیۡ عُذۡرًا﴾ ''یقیناً آپ میری طرف سے عُذر کو پہنچ گئے ہیں'' مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا اور اب آپ کو میری جانب سے معقول عذر مل گیا ہے۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو پہلے اپنے آپ سے ابتدا فرماتے اور کہتے: اللہ کی رحمت ہو ہم پر اور موسیٰ پر۔ پھر فرمایا: ''اگر وہ صبر کر لیتے تو وہ اپنے صاحب (خضر علیہ السلام) سے بہت سے عجائب دیکھتے، لیکن انھوں نے خود ہی کہہ دیا: ''موسیٰ نے کہا: ''اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ آپ میری طرف سے عذر کی حد کو پہنچ گئے ہیں۔'' (ابوداؤد: 3984)

﴿فَانۡطَلَقَا ۫ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهۡلَ قَرۡیَةِ ۨ اسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ یُّضَیِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا فِیۡهَا جِدَارًا یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّنۡقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَیۡهِ اَجۡرًا﴾

''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے، انہوں نے اس کے باشندوں سے کھانا طلب کیا تو اُنہوں نے انکار کر دیا کہ وہ ان کی مہمان نوازی کریں، پھر ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار پائی جو چاہتی تھی کہ گر جائے تو اس نے اُسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: ''اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اُجرت لے لیتے'' (77)

سوال 1: ﴿فَانۡطَلَقَا ۫ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهۡلَ قَرۡیَةِ ۨ اسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ یُّضَیِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا فِیۡهَا جِدَارًا یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّنۡقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَیۡهِ اَجۡرًا﴾ ''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے، انہوں نے اس کے باشندوں سے کھانا طلب کیا تو اُنہوں نے انکار کر دیا کہ وہ ان کی مہمان نوازی کریں، پھر ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار پائی جو چاہتی تھی کہ گر جائے تو اس نے اُسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: ''اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اُجرت لے لیتے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَانۡطَلَقَا ۫ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهۡلَ قَرۡیَةِ ۨ اسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا﴾ ''چنانچہ وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں ایک بستی

والوں کے پاس آئے انہوں نے اس کے باشندوں سے کھانا طلب کیا'' سیدنا موسیٰ اور سیدنا خضر تیسری بار جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے ایک بستی میں پہنچے جس کے رہنے والے بخیل تھے۔ انہوں نے بستی والوں سے مہمان کے طور پر ٹھہرنے کی درخواست کی۔

(2)﴿فَأَبَوۡا أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارٗا يُرِيدُ أَن يَنقَضَّ﴾ ''تو انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ ان کی مہمان نوازی کریں پھر ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار پائی جو چاہتی تھی کہ گر جائے'' بستی والوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے بستی میں ایک دیوار کو دیکھا جو جھکی ہوئی تھی اور گرنے ہی والی تھی۔

(3)﴿فَأَقَامَهُۥ﴾ ''تو اس نے اُسے سیدھا کر دیا'' سیدنا خضر نے اس دیوار کو اپنے ہاتھوں سے سیدھا کر دیا۔ یہ ان کی ایک کرامت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا۔ (4) اور وہ بول پڑے ﴿قَالَ﴾ ''انہوں نے کہا''۔

(5)﴿لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ أَجۡرٗا﴾ ''اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اُجرت لے لیتے'' آپ کو دیوار سیدھی کرنے کی اجرت لینی چاہئے تھی۔ اگر آپ چاہتے تو ان سے اجرت طلب کر لیتے۔

(6) خضر کے طرز عمل میں سبق یہ ہے کہ سچے اہل ایمان کا دوسروں سے سلوک جوابی سلوک نہیں ہوتا بلکہ ہر حال میں حق کے مطابق ہوتا ہے۔

سوال 2: مہمان نوازی کے بارے میں شریعت کیا تلقین کرتی ہے؟

جواب: (1) مہمان نوازی کے بارے میں شریعت کا مؤقف بڑا مضبوط ہے اور اسے ایمان کا تقاضا قرار دیا گیا ہے۔

(2) سیدنا ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا، جس وقت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور اس کی خاطر تواضع کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مہمان کی خاطر تواضع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات (تو اس کی خوب خدمت کرے) اور تین دنوں تک اس کی مہمان نوازی کرے، اس کے بعد وہ اس پر صدقہ ہے اور آپ نے فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ وہ خیر کی بات کہے یا وہ خاموش رہے۔ (صحیح مسلم 4513)

(3) سیدنا ابو شریح خزاعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان نوازی تین دنوں تک ہے اور اس کی خاطر تواضع ایک دن اور ایک رات تک اور کسی مسلمان آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنی دیر قیام کرے کہ وہ اسے گناہ گار کر دے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اس کو کیسے گناہ گار کر دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی اس کے پاس ٹھہرے (اور اتنی دیر تک ٹھہرا رہے) کہ اس کے پاس اس کی مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ بچے۔'' (صحیح مسلم: 4514)

(4) سیدنا عقبہ بن عامر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک آپ ہمیں بھیجتے ہیں تو ہم ایک ایسی قوم کے پاس جا کر اترتے ہیں جو کہ ہماری مہمان نوازی نہیں کرتے تو اس بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمیں فرمایا: اگر تم کسی ایسی قوم کے پاس اترو تو اگر وہ تمہاری (اسی طرح خدمت کریں) جس طرح کہ ایک مہمان کی ضیافت کی جاتی ہے تو تم اسے قبول کرلو اور اگر وہ اس طرح نہ کریں تو پھر ان سے ضیافت کا اس قدر حق (سامان) لے لو جتنا ان پر ایک مہمان کا حق ہوتا ہے۔" (صحیح مسلم:4516)

﴿قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا﴾

"اُس نے کہا: "یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے، میں جلد ہی آپ کو ان باتوں کی اصل حقیقت بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہیں کر سکے" (78)

سوال1: ﴿قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا﴾ "اُس نے کہا: "یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے، میں جلد ہی آپ کو ان باتوں کی اصل حقیقت بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہیں کر سکے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا خضر نے کہا۔

(2) ﴿هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ﴾ "یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے" سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو توجہ دلائی کہ وہ اپنی شرط پوری نہیں کر سکے، جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ اس پر سیدنا خضر علیہ السلام نے معذرت کر لی اور کہا اب تم سے جدائی کا وقت آ گیا ہے، کیونکہ بچے کے قتل کے وقت تم نے یہ شرط خود ہی لگائی تھی کہ اگر اب سوال کروں تو ساتھ نہ رکھنا۔ اس شرط کی رو سے اب آپ میں اور مجھ میں جدائی ہے۔ میں آپ کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا، نہ عذر باقی رہا، نہ مصاحبت کی کوئی وجہ۔

﴿اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا﴾

"رہی کشتی، تو وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے، چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے عیب دار کر دوں اور ان کے آگے ایک ایسا بادشاہ تھا جو زبردستی ہر کشتی چھین لیتا تھا" (79)

سوال1: ﴿اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا﴾ "رہی کشتی، تو وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے، چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے عیب دار کر دوں اور ان کے آگے ایک ایسا بادشاہ تھا جو زبردستی ہر کشتی چھین لیتا تھا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ﴾ "رہی کشتی، تو وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے" سیدنا خضر علیہ السلام نے کشتی کا تختہ اکھاڑنے کی وجہ بتائی جس کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بظاہر برا کام سمجھا تھا اور اس پر سیدنا خضر علیہ السلام کو ٹوکا

تھا۔وہ اندرونی مصلحت جو سیدنا خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتائی، وہ انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی بتادی۔انہوں نے کہا کہ جس کشتی کے میں نے تختے اکھاڑے تھے وہ چند غریب لوگوں کی تھی، جو سمندر میں کام کرتے تھے۔

(2)﴿فَاَرَدۡتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا﴾ ''چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے عیب دار کردوں اور ان کے آگے ایک ایسا بادشاہ تھا جو زبردستی ہر کشتی چھین لیتا تھا'' اور آگے ایک ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔میں نے اسے اس لیے عیب دار کر دیا تا کہ چھوٹے سے نقصان کی وجہ سے بڑے نقصان سے محفوظ ہو جائیں۔یعنی عیب دار ہونے کی وجہ سے ظالم بادشاہ کے ہاتھوں غریبوں کی کشتی بچ جائے۔

(3) سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس طرح قرأت فرمایا کرتے تھے: ''اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح کشتی غصب کر لیتا تھا۔'' (بخاری:4725)

(4) اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ حادثات سے بددل نہیں ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جائیں تو ضرور انسان کو وہ فائدہ نظر آ جاتا ہے جو بظاہر چھپا ہوا ہوتا ہے لیکن اپنے وقت پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

﴿وَاَمَّا الۡغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا﴾

''اور رہا لڑکا، تو اس کے والدین مومن تھے، چنانچہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا'' (80)

سوال 1:﴿وَاَمَّا الۡغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا﴾ ''اور رہا لڑکا، تو اس کے والدین مومن تھے، چنانچہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّا الۡغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ﴾ ''اور رہا لڑکا، تو اس کے والدین مومن تھے'' اور جہاں تک اس لڑکے کا تعلق ہے جس کو میں نے قتل کر دیا تھا۔اس کے بارے میں انہوں نے واضح کیا کہ اس کے والدین مومن تھے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لڑکا جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا، یہ روز اول ہی سے کافر پیدا ہوا تھا۔(مسلم:2661)

(3)﴿فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا﴾ ''چنانچہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا'' سیدنا خضر علیہ السلام نے لڑکے کے بارے میں بتایا کہ بظاہر تو وہ واجب القتل نہ تھا لیکن مستقبل خطرناک تھا۔اس کے نفس کے اندر برائیوں کے ایسے بیج ڈالے جا چکے تھے کہ وہ زندہ رہتا تو والدین کی نافرمانی کرتا اس لیے ہم نے چاہا کہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایسی اولاد دے جو اخلاق میں بھی بہتر ہو اور جس سے صلہ رحمی کی بھی توقع ہو۔

(4) اس لڑکے کی تقدیر میں تھا کہ اگر وہ بالغ ہو جاتا تو اپنے والدین کو کفر اور سرکشی کے لیے مجبور کرتا۔سیدنا خضر علیہ السلام کو یہ ڈر لگا کہ یا تو

والدین فطری محبت کی وجہ سے یا ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہونے کی وجہ سے کفر یا سرکشی پر مجبور ہو جائیں گے۔اس بچے کے بارے میں مجھے علم تھا اس لیے اس کے والدین کے دین کی حفاظت کے لیے اس کو قتل کر دیا۔

(5)اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے اگر چہ بچے کو قتل کرنے میں والدین کے لیے تکلیف اور ان کی نسل کا خاتمہ ہے،لیکن اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ انہیں اس سے بہتر اولاد عطا فرمائے گا۔

﴿فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيۡرًا مِّنۡهُ زَكٰوةً وَّاَقۡرَبَ رُحۡمًا﴾

''تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب ان دونوں کو اس کا بہترین بدل عطا فرمائے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور رحمت میں زیادہ قریب ہو''(81)

سوال1:﴿فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيۡرًا مِّنۡهُ زَكٰوةً وَّاَقۡرَبَ رُحۡمًا﴾''تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب ان دونوں کو اس کا بہترین بدل عطا فرمائے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور رحمت میں زیادہ قریب ہو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيۡرًا مِّنۡهُ زَكٰوةً وَّاَقۡرَبَ رُحۡمًا﴾''تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب ان دونوں کو اس کا بہترین بدل عطا فرمائے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور رحمت میں زیادہ قریب ہو''یعنی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ایسا بیٹا عطا فرمائے،جو نیک پاک اور صلہ رحمی کرنے والا ہوگا کیونکہ وہ بچہ جس کو قتل کر دیا گیا تھا اگر بالغ ہو جاتا تو وہ والدین کا سخت نافرمان ہوتا اور وہ ان کو کفر اور سرکشی پر مجبور کر دیتا۔(تفسیر سعدی:2/1541)

(2)﴿زَكٰوةً﴾''پاکیزگی میں''یعنی دین اور اخلاق میں۔

سوال2:اس واقعے سے ہمیں کیا اسباق ملتے ہیں؟

جواب:(1)اس واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہر جگہ مدد کرتا ہے حتیٰ کہ ایسے معاملے میں بھی جس کا انسان کو علم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے رب سے دُعا ہی کر سکے۔(2)انسان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے خیر کی اُمید رکھنی چاہیے۔

(3)انسان کو اپنے رب کے علم پر اعتماد کرنا چاہیے کہ وہ کلی علم رکھتا ہے اور انسان جزوی علم کی وجہ سے جان نہیں پاتا۔انسان کو صبر اور شکر کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔قتال کی مثال دیتے ہوئے رب العزت نے اپنے علم کے بارے میں فرمایا:﴿كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـًٔا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾''تم پر قتال فرض کر دیا گیا حالانکہ وہ تمہارے لیے ناپسندیدہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کوئی چیز پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بدتر ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''(البقرہ:216)

﴿وَاَمَّا الۡجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيۡنِ يَتِيۡمَيۡنِ فِى الۡمَدِيۡنَةِ وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ يَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَا ۖ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلۡتُهٗ عَنۡ اَمۡرِىۡ ؕ ذٰلِكَ تَاۡوِيۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعۡ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا﴾

''اور رہی وہ دیوار، تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ تھا اور ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا چنانچہ تمہارے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں، تمہارے رب کی طرف سے رحمت تھی اور میں نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا۔ ان باتوں کی اصل حقیقت یہ ہے جس پر آپ صبر نہ کر سکے'' (82)

سوال 1: ﴿وَاَمَّا الۡجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيۡنِ يَتِيۡمَيۡنِ فِى الۡمَدِيۡنَةِ وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا﴾ ''اور رہی وہ دیوار، تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ تھا اور ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّا الۡجِدَارُ﴾ ''اور رہی وہ دیوار'' یعنی جس دیوار کو میں نے سیدھا کیا تھا۔

(2) ﴿فَكَانَ لِغُلٰمَيۡنِ يَتِيۡمَيۡنِ فِى الۡمَدِيۡنَةِ وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا﴾ ''تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ تھا اور ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا'' یعنی ان کا حال ان پر رافت و رحمت کا تقاضا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ دونوں بہت چھوٹے تھے اور باپ سے محروم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کی نیکی کی بنا پر ان کی حفاظت فرمائی۔

(تفسیر سعدی: 1541/2)

سوال 2: ﴿فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ يَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَا ۖ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ﴾ ''چنانچہ تمہارے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں، تمہارے رب کی طرف سے رحمت تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ يَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَا﴾ ''چنانچہ تمہارے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں'' اس میں اشارہ کہ ان یتیم بچوں کے لئے مدفون خزانے کی حفاظت کا سامان بذریعہ خضر علیہ السلام اس لئے کرایا گیا تھا کہ ان یتیم بچوں کا باپ کوئی مرد صالح اللہ کے نزدیک مقبول تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی مراد پوری کرنے اور اس کی اولاد کو فائدہ پہنچانے کا یہ انتظام فرمایا۔ محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے کی نیکی اور صلاحیت کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے خاندان کی اور آس پاس کے مکانات کی حفاظت فرماتے ہیں۔ (مظہری) (تفسیر معارف القرآن: 621.622/5)

(2) ﴿رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ﴾ ''تمہارے رب کی طرف سے رحمت تھی'' سیدنا خضر نے کہا کہ میں نے جو کام بھی کیے ہیں، یہ آپ کے رب کی رحمت ہے جس سے اس نے اپنے بندے خضر کو نواز ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی اولاد کی حفاظت فرماتا ہے۔

سوال3:﴿وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا﴾ ''اور میں نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا۔ ان باتوں کی اصل حقیقت یہ ہے جس پر آپ صبر نہ کر سکے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ﴾ ''اور میں نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا'' یعنی میں نے ان میں سے کوئی کام محض اپنے ارادے سے نہیں کیا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا حکم تھا۔

(2) سیدنا خضر علیہ السلام کی وضاحتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم نبوت اور تکوینی علم میں فرق ہے۔

(3) تکوینی علم اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام ہے۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ سیدنا خضر علیہ السلام کو یہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔

(4) میں نے سارے کام بہ الہام الٰہی سرانجام دیئے۔

(5) مطلب یہ کہ ان بظاہر خلاف شریعت افعال میں سے کوئی سا کام بھی میری ذاتی رائے یا اجتہاد کا نتیجہ نہیں، سب الہامات الٰہی ہی کے تابع ہوئے ہیں۔ (6) نتیجہ یہ نکلا کہ بڑے سے بڑا صاحب باطن بھی خلاف احکام شریعت ظاہری نہیں جا سکتا۔ (تفسیر ماجدی:148/3)

(7)﴿ذٰلِكَ﴾ ''ان باتوں کی'' یعنی یہ جو میں نے آپ کے سامنے ان باتوں کی حقیقت بیان کی ہے۔

(8)﴿تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا﴾ ''ان باتوں کی اصل حقیقت یہ ہے جس پر آپ صبر نہ کر سکے۔''

سوال4: سیدنا خضر علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب:(1) اس قصے سے علم اور طلب علم کی لیے رحلت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ طلب علم اہم ترین معاملہ ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے طلب علم کے لیے عظیم سفر کیا اور مشکلات برداشت کیں۔ بنی اسرائیل کو تعلیم دینے اور ان کی راہ نمائی کے لیے ان کے پاس بیٹھنا ترک کر کے علم میں اضافے کے لیے سفر کیا۔

(2) اس قصے سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابتداء سب سے اہم کام سے ہونی چاہیے۔ انسان کا علم اور اس کے علم میں اضافہ کرنا اس کو ترک کرنے اور علم حاصل کیے بغیر تعلیم میں مشغول رہنے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ مگر دونوں امور کا یکجا ہونا زیادہ کامل ہے۔

(3) سفر و حضر میں کام کاج اور راحت کے حصول کے لیے خادم رکھنا جائز ہے جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔

(4) اگر کوئی شخص طلب علم یا جہاد وغیرہ کے لیے سفر کرتا ہے اور مصلحت کے تقاضے کے مطابق وہ اپنے مقصد اور منزل کے بارے میں بتاتا ہے تو یہ اس کو چھپانے سے بہتر ہے کیونکہ اس کو ظاہر کرنے میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً اس کی سفر کی تیاری، سامان مہیا کرنے، اس کام کو دیکھ بھال کر احسن طریقے سے سرانجام دینے کا اہتمام اور اس جلیل القدر عبادت کے لیے شوق کا اظہار وغیرہ جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا﴾ ''میں باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ میں دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا میں زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا۔'' (الکہف:60) اور جیسے نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کو اس کے بارے میں آگاہ فرما دیا

تھا حالانکہ ایسے امور میں تو ریہ کرنا آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ یہ چیز مصلحت کے تابع ہے۔

(5) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شر اور اس کے اسباب کو اس لحاظ سے شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہ بہکاتا ہے اور شر کو مزین کرتا ہے۔ اگرچہ خیر و شر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے واقع ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خادم نے کہا۔ ﴿وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾ ''شیطان نے مجھے اس کا تذکرہ کرنا بھلا دیا۔'' (الکہف:63)

(6) انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی طبیعت کے تقاضوں مثلاً بھوک اور پیاس وغیرہ کے بارے میں اطلاع دے۔ جبکہ اس میں صداقت ہو اور اس میں (اللہ تعالیٰ اور تقدیر پر) ناراضگی کے اظہار کا کوئی پہلو نہ ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے آج کے اس سفر میں بڑی تھکاوٹ پائی ہے۔'' (الکہف:62)

(7) خادم کا ذہین و فطین اور سمجھدار ہونا پسندیدہ ہے تاکہ انسان اپنے مطلوبہ ارادوں کی بہتر طریقے سے تکمیل کر سکے۔

(8) انسان کا اپنے خادم کو اپنے کھانے سے اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا مستحب ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قول سے بس یہی ظاہر ہوتا ہے۔ فرمایا: ﴿اٰتِنَا غَدَآءَنَا﴾ ''لاؤ ہمارے پاس ہمارا کھانا۔'' (الکہف:62) یہ اضافت سب کی طرف سے ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم نے اکٹھے کھانا کھایا۔

(9) اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کے احکام کو قائم کرنے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت کرنے والے کی جو مدد کی جاتی ہے، وہ کسی اور کی نہیں کی جاتی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ ''ہمیں اپنے اس سفر میں بہت تھکاوٹ لاحق ہو گئی ہے۔'' (الکہف:62) یہ دریاؤں کے سنگم سے متجاوز سفر کی طرف اشارہ ہے دریاؤں کے سنگم سے قبل سیدنا موسیٰ نے تھکاوٹ کی شکایت نہیں کی۔ حالانکہ وہ بہت طویل سفر تھا کیونکہ یہی حقیقی سفر تھا (لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے وہ محسوس نہیں ہوا) رہا دریاؤں کے سنگم کے بعد والا سفر تو ظاہر ہے وہ سفر کا کچھ حصہ یعنی دن کا ایک حصہ تھا۔ کیونکہ جب انہوں نے چٹان پر بیٹھ کر آرام کیا تھا وہاں مچھلی غائب ہوئی تھی۔ ظاہر ہے انہوں نے وہاں چٹان کے پاس ہی رات بسر کی۔ پھر اگلی صبح سفر پر روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ جب صبح کے کھانے کا وقت ہوا۔ سیدنا موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا۔ ﴿اٰتِنَا غَدَآءَنَا﴾ ''ہمارے لیے کھانا لاؤ۔'' (الکہف:62) یہاں آ کر خادم کو یاد آیا کہ اس مقام پر مچھلی کے غائب ہونے کا ذکر کرنا بھول گیا۔ جو ان کی منزل اور مقصود سفر تھا۔ (لیکن اس تھوڑے سے سفر سے انہیں تھکاوٹ ہو گئی تھی)۔

(10) اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ جس سے انہوں نے ملاقات کی تھی نبی نہیں تھا بلکہ ایک صالح بندہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عبودیت کی صفت سے موصوف کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رحمت اور علم سے نوازا تھا۔ مگر رسالت اور نبوت کا ذکر نہیں فرمایا۔ اگر جناب خضر نبی ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی نبوت کا ضرور ذکر کرتا۔ جیسا کہ دوسرے انبیاء اور مرسلین کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ جہاں تک قصے کے

آخر میں ان کے اس قول ﴿وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ﴾ ''اور میں نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا۔'' (الکہف:82) کا تعلق ہے تو یہ ان کے نبی ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ تو الہام وتحدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ غیر انبیاء کو الہام سے نوازا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ﴾ ''ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا کہ اس کو دودھ پلا۔'' (القصص:7) اسی طرح ارشاد ہے: ﴿وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا﴾ ''آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ وہ پہاڑوں میں اپنے چھتے بنائے۔ (سورہ النحل:68)

(11) وہ علم جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے اس کی دو اقسام ہیں۔ (i) علم اکتسابی۔ جسے بندہ اپنی جدوجہد اور اجتہاد سے حاصل کرتا ہے۔ (ii) علم لدنی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر بھی کرم نوازی کرتا ہے اسے یہ علم عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ ''اور ہم نے انہیں اپنی طرف سے خاص علم نوازا ہے۔'' (سورہ الکہف:65)

(12) ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ معلم کے ساتھ ادب کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور متعلم کو چاہیے کہ وہ نہایت لطیف طریقے سے معلم سے مخاطب ہو۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر سے اس طرح عرض کی تھی۔ ﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ ''کیا میں آپ کے پیچھے آسکتا ہوں تاکہ آپ مجھے اس بھلائی میں سے سکھائیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے؟'' (الکہف:66) چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ملاطفت اور مشاورت کے اسلوب میں بات کی۔ گویا عرض کی کہ کیا آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں گے یا نہیں اور ساتھ ہی اقرار کیا کہ وہ متعلم ہیں۔ بے ادب اور متکبر لوگوں کا رویہ اس کے برعکس ہوتا ہے جو معلم پر یہ ظاہر نہیں کرتے کہ وہ اس کے علم کے محتاج ہیں بلکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حصول علم میں وہ ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں بلکہ بسا اوقات ان میں سے بعض تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے معلم کو تعلیم دے رہے ہیں۔ ایسا شخص سخت جاہل ہے۔ معلم کے سامنے تذلیل اور انکساری اور معلم کے علم کا محتاج ہونے کا اظہار متعلم کے لیے بہت فائدہ مند چیز ہے۔

(13) اس قصے سے مستفادہ ہوتا ہے کہ ایک عالم اور صاحب فضیلت شخص کو بھی علم حاصل کرتے وقت تواضع اور انکساری کا اظہار کرنا چاہیے چاہے اس کا استاد اس سے درجے میں کم تر ہی ہو۔ کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا خضر علیہ السلام سے بلاشبہ افضل تھے۔

(14) اس واقعے سے یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ عالم فاضل شخص کسی چیز میں مہارت حاصل کرنے کے لیے، جس میں وہ ماہر نہیں، اس شخص سے علم حاصل کرے جو اس علم میں مہارت رکھتا ہے اگرچہ وہ علم وفضل میں اس سے بدرجہا کم تر کیوں نہ ہو۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم رسولوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم عطا کیا جو دوسروں کو عطا نہیں کیا۔ مگر یہ خاص علم جو سیدنا خضر کے پاس تھا آپ اس سے محروم تھے اس لیے اس علم کو سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ بناء بریں ایک محدث وفقیہ کے لیے مناسب نہیں جبکہ وہ صرف ونحو وغیرہ میں کم مایہ ہو کہ وہ اس شخص سے علم سیکھنے کی کوشش نہ کرے جو اس میں ماہر ہے اگرچہ وہ محدث اور فقیہ نہ ہو۔

(15)ان آیات کریمہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ علم اور دیگر فضائل کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے۔اس کا اقرار کرنا چاہیے اور اس کا شکر بھی ادا کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾''آپ مجھے سکھائیں اس میں سے جو آپ کو سکھایا گیا۔'' (الکہف:66)یعنی اس علم سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے۔

(16)علم نافع وہ علم ہے جو خیر کی طرف راہ نمائی کرے ہر وہ علم جس میں رشد و ہدایت اور خیر کی طرف راہنمائی ہو، شر کے راستے سے ڈرایا گیا، یا ان مقاصد کے حصول کا وسیلہ ہو، وہ علم نافع ہے۔اس کے علاوہ دیگر علوم یا تو وہ نقصان دے ہوتے ہیں یا ان میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جیسے فرمایا:﴿تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾''کہ آپ مجھے اس بھلائی میں سے سکھائیں جو آپ کو سکھائی گئی۔'' (الکہف:66)

(17)اس واقعے سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس شخص میں عالم اور علم کی صحبت کے لیے قوت صبر اور حسن ثبات نہیں وہ علم حاصل کرنے کا اہل نہیں۔جو صبر سے محروم ہے وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔جو شخص صبر کو کام میں لاتا ہے اور اس کا التزام کرتا ہے وہ جس امر میں بھی کوشش کرے گا اس کو حاصل کر لے گا۔سیدنا خضر نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے معذرت کرتے ہوئے اس مانع کا ذکر کیا تھا جو ان کے لیے حصول علم میں مانع تھا اور وہ تھا جناب خضر کی معیت میں ان کا عدم صبر۔

(18)اس قصے سے ثابت ہوا کہ حصول صبر کا سب سے بڑا سبب اس امر میں اس کا علم و آگہی ہے جس میں صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔پس جو شخص اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، نہ اس کے غرض و غایت اس کے نتیجہ، اس کے فوائد و ثمرات کا اسے علم ہے وہ صبر کے اسباب سے بے بہرہ ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا﴾''جس چیز کے بارے میں آپ کو کوئی خبر نہ ہو۔ آپ اس کے بارے میں کیسے صبر کر سکتے ہیں؟'' (الکہف:68)پس جناب خضر نے اس چیز کے بارے میں عدم علم کو بے صبری کا سبب قرار دیا۔

(19)اس قصے سے مستنبط ہوتا ہے جب تک کسی چیز کے مقصد اور اس بات کی معرفت حاصل نہ ہو جائے کہ اس سے کیا مراد ہے اس وقت تک اس پر خوب غور و فکر کیا جائے اور اس پر حکم لگانے میں جلدی نہ کی جائے۔

(20)اس قصے سے مستفاد ہوتا ہے کہ مستقبل میں واقع ہونے والے بندوں کے افعال کو مشیت الٰہی سے معلق کیا جائے۔جب بندہ کسی چیز کے بارے میں کہے کہ وہ مستقبل میں یہ کام کرے گا تو اس کے ساتھ ان شاء اللہ''اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا''ضرور کہے۔

(21)کسی چیز کے فعل کا عزم، اس فعل کے قائم مقام نہیں۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔﴿سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا﴾''اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔'' (الکہف:69)پس انہوں نے اپنے نفس کو صبر پر مجبور کیا مگر صبر نہ کر سکے۔

(22)اس آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر معلم اس امر میں مصلحت سمجھتا ہو کہ متعلم بعض چیزوں کے متعلق سوال میں ابتداء نہ کرے، جب تک کہ معلم خود اسے ان چیزوں سے واقف نہ کرائے۔۔۔تو مصلحت ہی کی پیروی کی جائے۔مثلاً اگر معلم سمجھے کہ متعلم کم فہم ہے یا معلم متعلم کو زیادہ باریک سوال کرنے سے روک دے جب کہ اس کے علاوہ دیگر امور زیادہ اہم ہوں یا متعلم کا ذہن اس کا ادراک نہ کر سکتا ہو، یا

وہ کوئی ایسا سوال کرے جو زیر بحث موضوع سے متعلق نہ ہو۔

(23) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں سمندر میں سفر کرنا جائز ہے جبکہ خوف نہ ہو۔

(24) اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ بھول جانے والے شخص کا اس کے نسیان کی بناء پر حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوئی مواخذہ نہیں اور اس کی دلیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے: ﴿لَا تُؤَاخِذۡنِي بِمَا نَسِيتُ﴾ ''جو میں بھول گیا اس پر مجھے نہ پکڑیں۔'' (الکہف:73)

(25) انسان کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے اخلاق اور معاملات میں عفو سے کام لے۔ ان کے ساتھ نرم رویہ رکھے۔ ان کو ایسے امور کا مکلف نہ کرے جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے یا ان پر شاق گزرتے ہوں یا ایسا کرنا ان پر ظلم کا باعث ہو کیونکہ یہ چیز نفرت اور اکتاہٹ کا باعث بنتی ہے بلکہ وہ طریقہ اختیار کرے جو آسان ہو تاکہ اس کا کام آسان ہو جائے۔

(26) تمام امور میں ان کے ظاہر پر حکم لگایا جاتا ہے مال اور خون وغیرہ کے دنیاوی معاملات میں ان کے ظاہر کے متعلق فیصلہ کیا جاتا ہے اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خضر کے کشتی میں سوراخ کرنے اور بچے کے قتل کرنے پر نکیر فرمائی کیونکہ یہ دونوں ایسے امور ہیں جو بظاہر منکر ہیں۔ جناب خضر کی مصاحبت کے علاوہ کوئی اور صورت حال ہوتی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس پر عام معاملات کے مطابق حکم لگانے میں جلدی کی اور اس عارض کی طرف التفات نہ کیا جو آپ پر صبر اور انکار میں عدم عجلت کو واجب کرتا ہے۔

(27) اس قصے سے ایک نہایت جلیل القدر قاعدہ مستنبط ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ''چھوٹی برائی کے ارتکاب کے ذریعے سے بڑی برائی کا سد باب کیا جائے'' اور چھوٹی مصلحت کو ضائع کر کے بڑی مصلحت کی رعایت رکھی جائے۔ معصوم بچے کا قتل یقیناً بہت بڑی برائی ہے۔ مگر اس کے زندہ رہنے سے ماں باپ کا دین کے بارے میں فتنے میں مبتلا ہونا زیادہ بڑی برائی ہے، بچہ کا قتل نہ ہونا اور اس کا باقی رہنا اگرچہ بظاہر نیکی ہے مگر اس کے والدین کے دین وایمان کا باقی رہنا زیادہ بڑی نیکی ہے۔ اسی وجہ سے خضر علیہ السلام نے اس بچے کو قتل کیا تھا۔ بظاہر بچے کو قتل کیا تھا۔ اس قاعدے کے بہت فوائد اور بہت سے فروع ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ پس تمام مصالح اور مفاسد جو ایک دوسرے سے متصادم ہوتے ہیں سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔

(28) اس واقعے سے ایک اور جلیل القدر قاعدہ مستنبط ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کسی شخص کے مال میں دوسرے شخص کا ایسا عمل جو کسی مصلحت یا ازالہ مفسدہ کی خاطر ہو وہ جائز ہے، خواہ وہ بغیر اجازت ہی کیوں نہ ہو، خواہ اس سے کسی کے مال میں کچھ اتلاف ہی کیوں نہ واقع ہو۔ جیسے جناب خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کر کے اس میں عیب ڈال دیا تھا اس طرح وہ اس ظالم بادشاہ کے ہاتھوں غصب ہونے سے بچ گئی۔ اسی طرح کسی شخص کے گھر یا مال کے ڈوبنے یا آگ لگنے کی صورت میں کچھ مال کو تلف کر کے باقی مال کو بچانے کے لیے ایسا کرنا مشروع ہے۔ اسی طرح سے اگر کوئی ظالم شخص کسی دوسرے کے مال کو غصب کرنا چاہتا ہے، کوئی دوسرا شخص جو مال کا مالک نہیں، اصل مالک کی اجازت کے بغیر، مال کا کچھ حصہ ظالم اور غاصب شخص کو دے کر باقی مال کو بچا لے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

(29)اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سمندر میں کام کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح خشکی میں ۔ارشاد فرمایا: ﴿يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ﴾ ''جو سمندر میں کام کرتے تھے۔'' (سورہ الکہف:79) اور یہ فرمانے کے بعد ان کے عمل پر نکیر نہیں فرمائی۔

(30) کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مسکین کچھ مال رکھتا ہے مگر وہ اس کے لیے کافی نہیں ہوتا اس لیے وہ مسکین کے نام کے اطلاق سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ان مساکین کے پاس ایک کشتی تھی۔

(31)اس واقعے سے مستفاد ہوتا ہے کہ قتل بہت بڑا گناہ ہے۔اس بچے کے قتل کے بارے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا﴾ ''آپ نے ایک بہت برا کام کیا۔'' (الکہف:74)

(32)اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قصاص کے طور پر قتل کرنا برائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔﴿بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾ ''بغیر کسی جان کے۔'' (الکہف:74)

(33)اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی جان اور مال کی حفاظت کرتا ہے۔

(34)اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ صالحین یا ان کے متعلقین کی خدمت کرنا کسی اور کی خدمت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان یتیموں کے مدفون خزانے کو باہر نکالنے اور پھر ان کی دیوار تعمیر کر دینے میں علت بیان فرمائی کہ ان کا باپ ایک صالح شخص تھا۔

(35)اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں الفاظ استعمال کرتے وقت ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ چنانچہ جناب خضر نے کشتی کو عیب دار کرنے کے فعل کی اضافت اپنی طرف کی ﴿فَأَرَدْتُّ أَنْ أَعِيبَهَا﴾ ''میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں'' (الکہف:79) اور خیر کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی۔﴿فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَّبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾ (الکہف:82) اور جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾ کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ (الشعراء:80) اور جنات نے کہا۔﴿وَّأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾ ''اور ہم نہیں جانتے کہ زمین پر رہنے والوں کے لیے کوئی برا ارادہ کیا گیا ہے۔ یا ان کے رب نے ان کے بارے میں کوئی اچھا ارادہ کیا ہے۔'' (الجن:10) حالانکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہوتا ہے۔

(36) کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی بھی حال میں اپنے ساتھی سے علیحدہ ہو جائے۔ یا اس کی صحبت کو ترک کر دے جب تک کہ اس کی سرزنش نہ کرے اور اس کا عذر نہ سن لے ۔جیسا کہ سیدنا خضر نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا۔

(37)ان امور میں جو ناجائز نہیں ایک ساتھی کی دوسرے ساتھی سے موافقت کرنا مطلوب اور دوستی کی بقا کا سبب ہے۔اسی طرح سے عدم موافقت رشتہ دوستی کے منقطع ہونے کا سبب ہے۔ (تفسیر سعدی:1548-1541)

رکوع نمبر 2

﴿وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنۡ ذِى الۡقَرۡنَيۡنِ ؕ قُلۡ سَاَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ مِّنۡهُ ذِكۡرًا﴾

''اور وہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔آپ کہہ دیں کہ اُس کا کچھ حال جلد ہی میں تمہارے سامنے پڑھ کر سناؤں گا''(83)

سوال1:﴿وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنۡ ذِى الۡقَرۡنَيۡنِ﴾''اور وہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنۡ ذِى الۡقَرۡنَيۡنِ﴾''اور وہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں''ذوالقرنین کے لفظی معنی ہیں دوسینگوں والا یعنی وہ بادشاہ جو دوسینگوں والے کے نام سے مشہور تھا۔

(2)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تبع کے بارے میں، میں نہیں جانتا کہ آیا وہ نبی تھے یا نہیں اور (اسی طرح) ذوالقرنین کے بارے میں بھی میں نہیں جانتا کہ وہ نبی تھے یا نہیں اور (اسی طرح) میں حدود کے بارے میں بھی نہیں جانتا کہ وہ گناہ کرنے والے کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔''(مستدرک حاکم:104۔تفسیر طبری:23278)

(3)قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مقتدر اور نامور بادشاہ تھا۔اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور منصف مزاج تھا۔اس کی سلطنت خاصی وسیع تھی اور ذوالقرنین کے لغوی معنی تو''دوسینگوں والا'' ہے مگر اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ فی الواقع اس کے سر پر دوسینگ تھے بلکہ اس لحاظ سے ذوالقرنین کہا جاتا تھا کہ اس کی سلطنت کا علاقہ کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ایک مینڈھا ہو اور اس کے سر پر دوسینگ ہوں۔آیت 86 میں الفاظ﴿قلنا یذالقرنین﴾سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وہ نبی بھی تھا لیکن اکثریت اس کی نبوت کی قائل نہیں۔کیونکہ یہ الفاظ اثبات انبیاء کے لیے کافی نہیں ہیں اس کی تائید میں قرآن سے کافی شواہد مل جاتے ہیں مثلاً سیدہ مریم نبیہ نہیں تھی تاہم فرشتہ یا فرشتے ان کے پاس آئے اور ہم کلام ہوئے۔ام موسیٰ بھی نبیہ نہیں تھیں۔مولانا مودودی رحمہ اللہ نے بائبل کے مطالعہ کے بعد یہ تحقیق پیش کی کہ ذوالقرنین کا اطلاق ایرانی فرمانروا خورس پر ہی ہوسکتا ہے جس کا عروج 549 ق م کے قریب شروع ہوا اس نے چند سال کے عرصہ میں میڈیا (الجبال) اور لیڈیا (اشیاء کوچک) کی سلطنتوں کو مسخر کرنے کے بعد 539 ق م میں بابل کو فتح کرلیا تھا جس کے بعد کوئی طاقت اس کی راہ میں مزاحم نہ رہی۔اس کی فتوحات کا سلسلہ سندھ اور سغد (موجودہ ترکستان) سے لے کر ایک طرف مصر اور لیبیا تک اور دوسری طرف تھریس اور مقدونیہ تک وسیع ہوگیا تھا اور شمال میں اس کی سلطنت کوکاکیشیا (قفقاز) اور خوارزم تک پھیل گئی تھی۔عملاً اس وقت کی پوری مہذب دنیا اس کی تابع فرمان تھی۔اور صاحب تفسیر حقانی کی تحقیق یہ ہے کہ ذوالقرنین ایران کا نہیں بلکہ عرب کے کسی علاقے کا باشندہ

ہوسکتا ہے اور یمن کے حمیری خاندان کا بادشاہ تھا۔ دلیل یہ ہے کہ ذوالقرنین عربی لفظ ہے۔ فارسی یا ایرانی نہیں۔ علاوہ ازیں یمن کے بادشاہ زمانہ قدیم میں ذو کے ساتھ ملقب ہوا کرتے تھے جیسے ذونواس، ذوالنون، ذورعین، ذویزن وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی ذوالقرنین بھی ہے۔ ابوریحان البیرونی اس کا نام ابوکرب بن عیر بن افریقس حمیری بتاتے ہیں۔ اس کا اصل نام صعب تھا اور یہ تبع اول کا بیٹا تھا اور یہی وہ ذوالقرنین ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ذوالمنار البرہنہ، اس کے بعد اس کا بیٹا افریقس، اس کے بعد اس کا بھائی ذوالاذعار تھا۔ (تیسیر القرآن: 654,655/2)

(4) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ذوالقرنین نبی نہ تھے اور نہ فرشتہ بلکہ وہ ایک انسان تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو محبوب رکھا۔ (فتح الباری 295/6)

(5) یہاں ذوالقرنین سے کوئی بھی مراد ہو قرآن نے جس انداز سے اس کا ذکر کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی عظیم الشان فتوحات اور عدل وانصاف کی وجہ سے نہ صرف عہد رسالت کے یہود کے درمیان ایک معروف شخصیت تھی بلکہ مشرکین عرب بھی اس کے حال سے واقف تھے کیونکہ قدیم شعرائے عرب نے اپنے اشعار میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (کبیر) (تفسیر اشرف الحواشی: 364/1)

(6) ﴿قُلۡ سَاَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ مِّنۡهُ ذِكۡرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اُس کا کچھ حال جلد ہی میں تمہارے سامنے پڑھ کر سناؤں گا'' مکہ کے کافروں نے اہل کتاب کے پاس قاصد بھیجے تھے کہ وہ ان سے ایسی باتیں پوچھ کر آئیں جن سے محمد ﷺ کا امتحان لیا جائے۔ اس کے جواب میں رب العزت نے ذوالقرنین کے بارے میں خبر دی کہ میں تمہیں اس کے ایسے واقعات سناؤں گا جن میں نصیحت اور عبرت ہے۔

﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الۡاَرۡضِ وَاٰتَيۡنٰهُ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ سَبَبًا﴾

''یقیناً ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا تھا اور ہم نے اُسے ہر چیز سے کچھ سامان دیا تھا'' (84)

سوال 1: ﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الۡاَرۡضِ وَاٰتَيۡنٰهُ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ سَبَبًا﴾ ''یقیناً ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا تھا اور ہم نے اُسے ہر چیز سے کچھ سامان دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''یقیناً ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا تھا'' یعنی ہم نے ذوالقرنین کو بادشاہت عطا کی اور زمین کے کثیر حصے میں اس کے حکم کو نافذ کیا اور لوگوں کو اس کا پیروکار بنایا۔

(2) ﴿وَاٰتَيۡنٰهُ مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ سَبَبًا﴾ ''اور ہم نے اُسے ہر چیز سے کچھ سامان دیا تھا'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ہر قسم کے وسائل دیئے تھے جن کی وجہ سے ذوالقرنین فتوحات کے قابل ہوا۔ (i) سبب کے معانی رسی ہیں اس سے مراد ذریعہ اور وسیلہ بھی ہے۔ یہاں سبب سے مراد وہ ساز وسامان اور وسائل ہیں جن سے کام لے کر ذوالقرنین نے فتوحات حاصل کیں اور ظالم حکمرانوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ (ii) سبب کے معانی راستے کے ہیں اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے وسائل سے مزید وسائل مہیا کیے۔ اللہ تعالیٰ نے

اس کو وہ اسباب عطا کیے تھے جن کی وجہ سے وہ ہر اس مقام پر پہنچا جہاں وہ پہنچنا چاہتا تھا۔ جن کے ذریعے سے اس نے شہروں پر غلبہ حاصل کیا اور دور دراز علاقوں تک پہنچ گیا۔ (3) ہر شخص کو اسباب مہیا نہیں ہوتے اور نہ ہر شخص اسباب مہیا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

(4) داخلی اور خارجی طور پر یہ اسباب نہایت قوی تھے جن کی بنا پر اس کے پاس ایک عظیم فوج تیار ہوگئی جو اپنی عددی قوت، سامان حرب اور نظم کے اعتبار سے ایک بہت بڑی فوج تھی۔ اس فوج کی مدد سے اس نے اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کیا اور زمین کے مشرق و مغرب اور اس کے دور دراز گوشوں تک پہنچنے کی سہولت حاصل ہوئی۔ (تیسیر سعدی: 2/1549)

﴿فَأَتۡبَعَ سَبَبًا﴾

''چنانچہ ذوالقرنین کچھ سامان لے کر چلا'' (85)

سوال 1: ﴿فَأَتۡبَعَ سَبَبًا﴾ ''چنانچہ ذوالقرنین کچھ سامان لے کر چلا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَأَتۡبَعَ سَبَبًا﴾ ''چنانچہ ذوالقرنین کچھ سامان لے کر چلا'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ایسے وسائل عطا کیے جن سے اُس نے مزید وسائل مہیا کیے جیسے لوہے سے مختلف ہتھیار اور دوسرے خام مواد سے بہت سی اشیاء بنائی جاتی ہیں۔

(2) ذوالقرنین ایک راہ پر لگ گئے یعنی مشرق و مغرب کی درمیانی راہ پر ایک طرف کو چل پڑے یعنی مغرب کی سمت کو چل پڑے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1114) کیونکہ سبب کا ایک مطلب راستہ بھی ہے۔

﴿حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ ٱلشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِي عَيۡنٍ حَمِئَةٖ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوۡمٗاۗ قُلۡنَا يَٰذَا ٱلۡقَرۡنَيۡنِ إِمَّآ أَن تُعَذِّبَ وَإِمَّآ أَن تَتَّخِذَ فِيهِمۡ حُسۡنٗا﴾

''یہاں تک کہ جب وہ سورج غروب ہونے کے مقام تک جا پہنچا، اُس نے سورج کو پایا کہ وہ ایک دلدل والے چشمے میں ڈوب رہا ہے اور اُس کے پاس ایک قوم کو پایا۔ ہم نے کہا: ''اے ذوالقرنین! یا تم انہیں سزا دو یا ان کے بارے میں تم نیک سلوک اختیار کرو'' (86)

سوال 1: ﴿حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ ٱلشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِي عَيۡنٍ حَمِئَةٖ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوۡمٗا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ سورج غروب ہونے کے مقام تک جا پہنچا، اُس نے سورج کو پایا کہ وہ ایک دلدل والے چشمے میں ڈوب رہا ہے اور اُس کے پاس ایک قوم کو پایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ مَغۡرِبَ ٱلشَّمۡسِ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ سورج غروب ہونے کے مقام تک جا پہنچا'' ذوالقرنین زمین کی منزلیں اور نشانات طے کرتے ہوئے مغربی سمت چلتے رہے۔ چلتے چلتے انتہائے مغرب تک پہنچ گئے یعنی زمین کی مغربی سمت کی انتہا تک کیونکہ مغرب آسمان تک پہنچنا ناممکن ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1114)

(2)﴿وَجَدَهَا تَغۡرُبُ فِيۡ عَيۡنٍ حَمِئَةٍ﴾ ''اُس نے سورج کو پایا کہ وہ ایک دلدل والے چشمے میں ڈوب رہا ہے'' اس نے دیکھا کہ سورج بحرِ محیط میں ڈوب رہا ہے۔اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں آخری آبادی تھی۔وہاں گہرے پانی کا چشمہ یا سمندر تھا جو سیاہ محسوس ہوتا تھا اور لگتا تھا کہ سورج اس میں غروب ہو رہا ہے۔(3) ہر وہ شخص جو ساحل پر کھڑا ہو، سورج کو سمندر میں ڈوبتا دیکھے گا۔

(4)﴿عَيۡنٍ﴾ سے مراد چشمہ یا سمندر ہے۔

(5)(i) اس سے مراد ایسا ساحل ہے جہاں کوئی دریا سمندر میں آ کر گرتا تھا۔ایسے مقامات پر گھاس، کیچڑ اور سیاہ دلدل جمع ہو جاتی ہے۔ ایسے مقامات پر تالاب بھی ہوتے ہیں جو چشموں کی طرح نظر آتے ہیں۔(ii) اس سے مراد ایسا مقام ہے جہاں آخری آبادی تھی وہاں گہرے پانی کا چشمہ یا سمندر تھا جو سیاہ محسوس ہوتا تھا اور لگتا تھا کہ سورج اس میں غروب ہو رہا ہے۔(iii) کہا یہ جاتا ہے کہ ذوالقرنین مغرب کی طرف فتوحات کرتے ہوئے ایشیا مائنر تک پہنچ گیا جہاں Agean Sea ایجین سمندر کا سیاہ پانی خشکی کو الگ کر رہا ہے۔یہاں کوئی سمندر کی طرف دیکھے تو اُسے یوں ہی لگتا ہے کہ سورج سیاہ پانی میں ڈوب رہا ہے۔یہ وہ مقام تھا جہاں تک ذوالقرنین پہنچا۔

(6)﴿وَّوَجَدَ عِنۡدَهَا قَوۡمًا﴾ ''اور اُس کے پاس ایک قوم کو پایا'' مغرب کی سمت میں ذوالقرنین نے ایک قوم دیکھی یعنی آباد شہر پایا جس کے بارہ ہزار دروازے تھے۔اگر شہر کے باشندوں کا شور و غوغا نہ ہوتا تو لوگ سورج ڈوبتے وقت اس کے ڈوبنے کی آواز سن لیتے۔بنی نوع انسان کی یہ ایک عظیم قوم تھی۔ہم نے ذوالقرنین کو اس قوم پر غالب کیا۔ان کا بادشاہ بنایا۔ذوالقرنین کو فتح دی اور انہیں اختیار دیا کہ اگر چاہو تو قتل اور گرفتار کرو۔چاہو تو احسان رکھ کر یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔(مختصر ابن کثیر:2/1114)

سوال2:﴿قُلۡنَا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ اِمَّاۤ اَنۡ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنۡ تَتَّخِذَ فِيۡهِمۡ حُسۡنًا﴾ ''ہم نے کہا: ''اے ذوالقرنین! یا تم انہیں سزا دو یا ان کے بارے میں تم نیک سلوک اختیار کرو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلۡنَا﴾ سے بعض علماء نے ذوالقرنین کی نبوت پر استدلال کیا ہے۔

(2) کچھ لوگوں کا خیال کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے ذریعے ذوالقرنین سے کہا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ ﴿اِمَّاۤ اَنۡ تُعَذِّبَ﴾ ''یا تم انہیں سزا دو'' یعنی خواہ انہیں قتل کرو، قیدی بنا لو، عذاب میں مبتلا کرو۔

(4)﴿وَاِمَّاۤ اَنۡ تَتَّخِذَ فِيۡهِمۡ حُسۡنًا﴾ ''یا ان کے بارے میں تم نیک سلوک اختیار کرو'' یعنی اگر چاہو تو احسان کرو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔

سوال3: ذوالقرنین کو دو امور میں سے ایک کا انتخاب کرنے کا اختیار دینے میں کیا حکمت تھی؟

جواب:(1) ذوالقرنین کو دو امور میں سے ایک کا انتخاب کرنے کا اختیار اس لئے دیا گیا کہ وہ کفار یا فساق کی قوم تھی۔

(2) اگر وہ غیر فاسق مومن ہوتے تو ان کو عذاب دینے کی اجازت نہ دی جاتی۔

(3) ذوالقرنین کو سیاست شرعیہ کا کچھ حصہ ملا تھا جس کے ذریعے سے اس نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایسے کام کیے جن پر وہ مدح و ستائش کا

مستحق ٹھہرا چنانچہ اس نے کہا کہ میں ان کو دو قسموں میں تقسیم کروں گا۔ (تفسیر سعدی:2/1550)

(4) یعنی عدل کروں گا ہر ایک کو اس کے طرز عمل کے مطابق بدلہ دوں گا۔

﴿قَالَ اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ فَسَوۡفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكۡرًا﴾

''ذوالقرنین نے کہا: ''جس نے ظلم کیا تو ہم جلد ہی اُسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹایا جائے گا، تو وہ اُسے عذاب دے گا، برا عذاب'' (87)

سوال 1: ﴿قَالَ اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ فَسَوۡفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكۡرًا﴾ ''ذوالقرنین نے کہا: ''جس نے ظلم کیا تو ہم جلد ہی اُسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹایا جائے گا، تو وہ اُسے عذاب دے گا، برا عذاب'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''ذوالقرنین نے کہا'' ذوالقرنین نے اپنے خاص لوگوں سے کہا۔

(2) ﴿اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ﴾ ''جس نے ظلم کیا'' یعنی جس نے کفر کیا یا اپنے رب سے شرک کیا۔

(3) ﴿فَسَوۡفَ نُعَذِّبُهٗ﴾ ''تو ہم جلد ہی اُسے سزا دیں گے'' یعنی وہ قتل کر دیا جائے گا۔ (جامع البیان:20/16)

(4) ﴿ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكۡرًا﴾ ''پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹایا جائے گا تو وہ اُسے عذاب دے گا، برا عذاب'' پھر جب وہ لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں گے تو وہ انہیں عذاب عظیم دے گا اور وہ نکر ہے اور وہ جہنم کا عذاب ہے۔ (جامع البیان:20/16)

(5) ذوالقرنین نے واضح کیا کہ کافروں اور مشرکوں کو دو سزائیں ملیں گی ایک سزا دنیا میں اور دوسری آخرت میں۔

سوال 2: ذوالقرنین نے اپنی حکومت کا منشور دیا جو ایک صالح حکومت کا منشور ہے، اس کو مختصراً بیان کریں؟

جواب: (1) ذوالقرنین نے اپنی حکومت کا منشور دینے کے بعد واضح کیا کہ سب کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ نہیں ہوگا۔ صالح افراد کی حوصلہ افزائی ہوگی اور ظالموں کی پکڑ دھکڑ اور سزا کا سلسلہ جاری ہوگا۔

(2) ایک صالح حکومت کا منشور: (i) صالح افراد کی حوصلہ افزائی اُن کے لیے سہولت اور اچھی جزا۔ (ii) ظالموں اور حد سے گزرنے والوں پر سختی اُن کی پکڑ دھکڑ اور سزا کا سلسلہ جاری ہوگا۔

(3) صالح حکومت کے منشور کی وجہ سے معاشرے کے نیک افراد کی حوصلہ افزائی اور احسان کا بدلہ احسان سے ملے اور مجرموں اور ظالموں کی بے عزتی ہو اور انہیں سزا ملے تو عام افراد کا میلان اصلاح کی طرف ہو جاتا ہے۔

(4) جس حکومت میں چور، ڈاکو اور ظالم راہ پالیں اور ان کی عزت ہو اور حاکموں کے قریب ہوں تو صالح لوگوں کے خلاف حکومت اعلان جنگ کر دیتی ہے اور ان کی بیخ کنی کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ ایسی حکومت اور عوام کا میلان فساد کی طرف ہو جاتا ہے اور معاشرے میں

برائی نیکی پر غالب آجاتی ہے۔

﴿وَاَمَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الۡحُسۡنٰى ۚ وَسَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا يُسۡرًا﴾

''اور ہاں وہ جو ایمان لایا اور اُس نے نیک عمل کیے تو اس کے لیے اچھی جزا ہے اور ہم جلد ہی اس کے لئے اپنے کام میں آسانی کا حکم دیں گے'' (88)

سوال1: ﴿وَاَمَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الۡحُسۡنٰى﴾ ''اور ہاں وہ جو ایمان لایا اور اُس نے نیک عمل کیے تو اس کے لیے اچھی جزا ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّا مَنۡ اٰمَنَ﴾ ''اور ہاں وہ جو ایمان لایا'' ذوالقرنین نے کہا جس نے ہماری بات مان لی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا۔

(2) ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور اُس نے نیک عمل کیے'' یعنی اس نے توحید اختیار کر لی اور نیک اعمال کرتا رہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگا رہا۔

(3) ﴿فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الۡحُسۡنٰى﴾ ''تو اس کے لیے اچھی جزا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا اچھا بدلہ ہے اور وہ جنت ہے۔ جزا یعنی ایمان لانے اور اپنے رب کی اطاعت کرنے پر ثواب ہے۔ (جامع البیان: 20/16)

(4) ذوالقرنین نے کہا کہ ہم بھی اسے اپنے کاموں میں سہولت دیں گے۔ اس سے مراد ان کے ساتھ بہتر سلوک، ان کی عزت، اُن کی مدد اور اُن کے لیے آسانیاں ہیں۔

سوال2: ﴿وَسَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا يُسۡرًا﴾ ''اور ہم جلد ہی اس کے لئے اپنے کام میں آسانی کا حکم دیں گے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَسَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا يُسۡرًا﴾ ''اور ہم جلد ہی اس کے لئے اپنے کام میں آسانی کا حکم دیں گے'' یعنی ہم اس سے اچھا سلوک کریں گے۔ ہم اس سے نرم بات اور آسان معاملہ کریں گے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ذوالقرنین نیک بادشاہوں، اولیا کے صالحین اور عدل کرنے والوں میں سے تھا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی موافقت کرتے ہوئے ہر شخص کے ساتھ وہی معاملہ کیا جس کے وہ لائق تھا۔ (تفسیر سعدی: 1550/2)

﴿ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا﴾

''پھر وہ کچھ سامان کے ساتھ چلا'' (89)

سوال1: ﴿ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا﴾ ''پھر وہ کچھ سامان کے ساتھ چلا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا﴾ ''پھر وہ کچھ سامان کے ساتھ چلا'' یہ ذوالقرنین کی دوسری مہم تھی جو کہ مغرب سے مشرق کی طرف تھی۔
(2)راستے میں جو بھی قوم پڑی اس کو زیر کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، انہیں توحید کی دعوت بھی دیتے جاتے تھے۔ اگر کوئی دعوت توحید قبول کر لیتا تو خیر ورنہ انہیں ذلیل وخوار کرتے، ان کا مال اور تمام سامان لوٹ لیتے اور ان سے لشکر کی خدمت اور سامان رسد فراہم کرتے تاکہ آنے والی قوم کی سرکوبی کی جا سکے۔ (مختصر ابن کثیر:1115/2)

﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰى قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا﴾

''حتیٰ کہ جب وہ سورج طلوع ہونے کی جگہ تک پہنچا تو اس نے اسے ایسی قوم پر طلوع ہوتے ہوئے پایا
جس کے لیے ہم نے سورج کے آگے کوئی پردہ نہیں بنایا'' (90)

سوال1:﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰى قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ سورج طلوع ہونے کی جگہ تک پہنچا تو اس نے اسے ایسی قوم پر طلوع ہوتے ہوئے پایا جس کے لیے ہم نے سورج کے آگے کوئی پردہ نہیں بنایا تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ سورج طلوع ہونے کی جگہ تک پہنچا'' یعنی جب وہ دنیا کی انتہائی مشرقی سمت پہنچے۔
(2)﴿وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰى قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا﴾ ''تو اس نے اسے ایسی قوم پر طلوع ہوتے ہوئے پایا جس کے لیے ہم نے سورج کے آگے کوئی پردہ نہیں بنایا تھا'' مشرق کی جانب ذوالقرنین نے ایسی قوم دیکھی جو گھروں میں رہنے کی بجائے میدانوں اور صحراؤں میں رہتی تھی۔
(3)یعنی وہ وحشی اور غالباً خانہ بدوش قوم مکان ولباس وغیرہ کی صنعتوں سے نا آشنا تھی۔ دھوپ سے بچنے کو نہ مکان تھا، نہ کپڑا۔ (تفسیر ماجدی:156/3)
(4)اس سے مراد یہ ہے کہ قوم لباس سے بھی آزاد تھی اور گھروں میں بھی نہیں رہتی تھی۔ سورج اور ان کے درمیان آڑ نہیں تھی یعنی سورج ان کے ننگے جسموں پر طلوع ہوتا تھا۔
(5)ان کے قد پست، رنگ سرخ اور گھر غار تھے اور عام خوراک مچھلی تھی۔ (مختصر ابن کثیر:1115/2)

﴿كَذٰلِكَ ؕ وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا﴾

''ایسے ہی تھا اور ذوالقرنین کے پاس جو بھی تھا ہم نے اُس کا علم سے احاطہ کر رکھا تھا'' (91)

سوال1:﴿كَذٰلِكَ ؕ وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا﴾ ''ایسے ہی تھا اور ذوالقرنین کے پاس جو بھی تھا ہم نے اُس کا علم سے احاطہ

کر رکھا تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ﴾ ''ایسے ہی تھا'' یعنی واقعہ ایسا ہی ہوا۔

(2)﴿وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا﴾ ''اور ذوالقرنین کے پاس جو بھی تھا ہم نے اُس کا علم سے احاطہ کر رکھا تھا'' ہمیں ذوالقرنین کی تمام باتوں کا علم ہے، ہم اس کے اور اس کے لشکریوں کے تمام حالات سے خبردار ہیں، ہم سے ان کی کوئی بات بھی چھپی نہیں ہوئی تھی۔ خواہ کتنا ہی لشکر اور جگہ جگہ زمین پر پھیلا ہوا ہی کیوں نہ ہو، رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخۡفٰى عَلَيۡهِ شَىۡءٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا۔'' (آل عمران:5)

(3) یعنی ذوالقرنین کے پاس جو بھلائی اور عظیم اسباب تھے اور جہاں کہیں وہ جاتا تھا سب اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔

﴿ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا﴾

''پھر وہ کچھ سامان لے کر چلا'' (92)

سوال1:﴿ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا﴾ ''پھر وہ کچھ سامان لے کر چلا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر وہ کچھ سامان لے کر چلا'' اس سے مراد یہ ہے کہ اب اس کا رُخ کسی اور طرف ہو گیا۔

(2) اس سے مراد ذوالقرنین کی تیسری مہم ہے۔(3) یہ مشرق اور مغرب کے درمیان مشرق سے شمال کی طرف گیا۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيۡنَ السَّدَّيۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ قَوۡلًا﴾

''حتیٰ کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچا تو اس نے ان دونوں سے اُس طرف ایک قوم دیکھی جو قریب نہیں تھے کہ وہ کوئی بات سمجھیں'' (93)

سوال1:﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيۡنَ السَّدَّيۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ قَوۡلًا﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچا تو اس نے ان دونوں سے اُس طرف ایک قوم دیکھی جو قریب نہیں تھے کہ وہ کوئی بات سمجھیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيۡنَ السَّدَّيۡنِ﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچا'' اصحاب تفسیر کہتے ہیں کہ وہ مشرق سے شمال کی طرف روانہ ہوا اور دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا اور یہ دونوں اس زمانے میں معروف تھے۔ یہ دائیں بائیں دو بندوں کی مانند دو پہاڑی سلسلے تھے اور دونوں پہاڑ یاجوج وماجوج اور لوگوں کے درمیان رکاوٹ تھے۔ (تفسیر سعدی:155/2)

(2) اس سے مراد وہ گھاٹی تھی جو دونوں پہاڑوں کے درمیان تھی۔

(3)﴿وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمَا قَوۡمًا﴾ ''تو اس نے ان دونوں سے اُس طرف ایک قوم دیکھی''(i) تیسری مہم میں ذوالقرنین کو ایسے لوگ ملے جو وحشی قسم کے تھے۔(ii) جن کا دوسری قوموں سے میل جول نہیں تھا۔(iii) جو اپنی زبان کے ماسوا کوئی زبان سمجھ نہیں پاتے تھے۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذوالقرنین کو ایسے علمی اسباب مہیا کر رکھے تھے جن کی بنا پر وہ اجنبی قوم کی زبان سمجھ سکتا تھا، ان سے بات چیت کر سکتا تھا اور وہ اس سے بات کر سکتے تھے۔(تفسیر سعدی:1552)

﴿قَالُوۡا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ اِنَّ يَاۡجُوۡجَ وَمَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَهَلۡ نَجۡعَلُ لَكَ خَرۡجًا عَلٰٓى اَنۡ تَجۡعَلَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَهُمۡ سَدًّا﴾

''ان لوگوں نے کہا: ''اے ذوالقرنین! یقیناً یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں پھر کیا ہم آپ کے لیے کوئی آمدنی طے کریں کہ آپ اُن کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار بنا دیں؟''(94)

سوال1:﴿قَالُوۡا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ اِنَّ يَاۡجُوۡجَ وَمَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَهَلۡ نَجۡعَلُ لَكَ خَرۡجًا عَلٰٓى اَنۡ تَجۡعَلَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَهُمۡ سَدًّا﴾ ''ان لوگوں نے کہا: ''اے ذوالقرنین! یقیناً یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں پھر کیا ہم آپ کے لیے کوئی آمدنی طے کریں کہ آپ اُن کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار بنا دیں؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوۡا يٰذَا الۡقَرۡنَيۡنِ﴾ ''ان لوگوں نے کہا: ''اے ذوالقرنین!'' جو لوگ کوئی اور زبان نہیں سمجھتے تھے اُنہوں نے ذوالقرنین سے کیسے بات کی ہوگی؟(i) ہوسکتا ہے کہ اس بات چیت کے لیے کسی ترجمان کی خدمات لی گئی ہوں۔(ii) ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو جو خصوصی وسائل عطا کیے تھے ان میں مختلف زبانوں کا علم بھی ہو۔

(2) ان لوگوں نے ذوالقرنین کے پاس شکایت کرتے ہوئے کہا۔

(3)﴿اِنَّ يَاۡجُوۡجَ وَمَاۡجُوۡجَ﴾ ''یقیناً یاجوج اور ماجوج'' یاجوج ماجوج آدم علیہ السلام کی نسل کے دو بڑے گروہ تھے۔(i) یاجوج ماجوج دو قومیں ہیں۔(ii) ان کی تعداد دوسری انسانی نسلوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔(iii) یاجوج ماجوج سے جہنم کو بھرا جائے گا۔

(4)﴿مُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں۔'' یعنی وہ قتل وغارت گری اور لوٹ مار کے ذریعے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

(5)﴿فَهَلۡ نَجۡعَلُ لَكَ خَرۡجًا عَلٰٓى اَنۡ تَجۡعَلَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَهُمۡ سَدًّا﴾ ''پھر کیا ہم آپ کے لیے کوئی آمدنی طے کریں کہ آپ اُن کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار بنا دیں؟''(i) وحشی قوم نے جب یہ دیکھا کہ ذوالقرنین فاتح ہے اور قوت اور ٹیکنالوجی سے واقف ہے تو اُنہوں نے درخواست کی کہ یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچنے کے لیے بند تعمیر کر دے۔(ii) وہ خود یہ بند تعمیر نہیں کر سکتے تھے اور نہ وہ فساد کا

دفاع کرنے کی اہلیت رکھتے تھے اس لیے وہ چاہتے تھے کہ ٹیکس دے کر غارت گرانہ حملوں سے بچ سکیں۔

(6) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہ بند بنانے پر خود قدرت نہ رکھتے تھے اور انہیں علم تھا کہ ذوالقرنین یہ دیوار تعمیر کروا سکتا ہے پس انہوں نے ذوالقرنین کو اجرت دینے کی پیشکش کی تا کہ وہ ان کے لئے دیوار تعمیر کروا دے اور انہوں نے ذوالقرنین کو وہ سبب بھی بتا دیا جو دیوار تعمیر کرنے کا داعی تھا۔ اور وہ تھا یاجوج ماجوج کا ان کے علاقے میں مار دھاڑ کرنا اور فساد پھیلانا۔ (تفسیر سعدی: 1552/2)

﴿قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا﴾

''ذوالقرنین نے کہا: ''جن چیزوں میں میرے رب نے مجھے اقتدار بخشا ہے وہی بہتر ہے، چنانچہ تم اپنی قوت سے میری مدد کرو میں اُن کے اور تمہارے درمیان ایک مضبوط بند بنا دوں گا'' (95)

سوال 1: ﴿قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا﴾ ''ذوالقرنین نے کہا: ''جن چیزوں میں میرے رب نے مجھے اقتدار بخشا ہے وہی بہتر ہے، چنانچہ تم اپنی قوت سے میری مدد کرو میں اُن کے اور تمہارے درمیان ایک مضبوط بند بنا دوں گا'' اس آیت کی ضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''ذوالقرنین نے کہا'' ذوالقرنین نے جواب دیا۔

(2) ﴿مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ﴾ ''جن چیزوں میں میرے رب نے مجھے اقتدار بخشا ہے وہی بہتر ہے'' یعنی میرے رب جو بھلائی مجھے عطا کی وہ اس سے بہتر ہے جو تم مجھے دینا چاہتے ہو۔

(3) (i) ذوالقرنین نے رب کے دیئے ہوئے کو اپنے لیے کافی قرار دیا۔ (ii) ذوالقرنین نے اپنی حکومت کے مقاصد کا اعلان کیا تھا کہ زمین سے ظلم اور فساد کو ختم کر دینا چاہتے ہیں چنانچہ اسی مقصد کی خاطر اس نے بلا معاوضہ بند بنا کر دینا منظور کر لیا۔

(4) ﴿فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ﴾ ''چنانچہ تم اپنی قوت سے میری مدد کرو'' ذوالقرنین نے ماہرین، مزدوروں اور کام کرنے والوں اور تعمیراتی سامان کا مطالبہ کیا تھا جیسا کہ سلیمان علیہ السلام فرمایا:

(5) ﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِيَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾ ''سو جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو اُس نے کہا: ''کیا میری مدد تم لوگ مال سے کرنا چاہتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اُس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو۔ (النمل: 36)

(6) غنی میں چاہتا ہوں کہ تم افرادی قوت، تعمیری چیزوں اور محنت مزدوری کے ذریعے میری مدد کرو۔ ﴿اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا﴾ ''میں اُن کے اور تمہارے درمیان ایک مضبوط بند بنا دوں گا'' میں تمہارے لئے دیوار بنوا دوں گا یعنی ایسی رکاوٹ جس کو عبور کر کے وہ تم پر حملہ آور نہیں ہو سکیں گے۔

﴿اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ قَالَ انۡفُخُوۡا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَیۡهِ قِطۡرًا﴾

''میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ'' یہاں تک کہ جب اس نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیانی حصے کو برابر کر دیا تو کہا: ''دھونکو'' یہاں تک کہ جب اس نے اسے آگ بنا دیا تو کہا: ''مجھے لا کر دو کہ اس پر میں پگھلا ہوا تانبا انڈیل دوں'' (96)

سوال 1: ﴿اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ قَالَ انۡفُخُوۡا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَیۡهِ قِطۡرًا﴾ ''میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ'' یہاں تک کہ جب اس نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیانی حصے کو برابر کر دیا تو کہا: ''دھونکو'' یہاں تک کہ جب اس نے اسے آگ بنا دیا تو کہا: ''مجھے لا کر دو کہ اس پر میں پگھلا ہوا تانبا انڈیل دوں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ﴾ ''میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ'' ذوالقرنین نے کہا کہ تم میرے لئے لوہے کی چادریں لے آؤ تو وہ لوگ لوہے کے بڑے بڑے تختے لے آئے۔

(2) ﴿حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ﴾ ''یہاں تک کہ جب اس نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیانی حصے کو برابر کر دیا'' پھر جب ذوالقرنین نے لوہے کی دیوار چنوائی۔ اس سے مراد دو پہاڑوں کے درمیان کا خلا تھا جسے لوہے کی چادروں سے پُر کر دیا گیا۔ جب یہ دیوار طول وعرض میں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گئی۔

(3) ﴿قَالَ انۡفُخُوۡا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ﴾ ''تو کہا: ''دھونکو'' یہاں تک کہ جب اس نے اسے آگ بنا دیا'' یعنی بہت بڑا الاؤ جلاؤ۔ اس کے لئے بڑی بڑی دھونکنی استعمال کرو تاکہ آگ کی تپش بہت شدید ہو جائے اور تانبہ اچھی طرح پگھل جائے۔ جب تانبا پگھل گیا جس کو وہ فولاد کے تختوں کے درمیان ڈالنا چاہتا تھا۔ (تفسیر سعدی: 1552/2)

(4) ﴿قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَیۡهِ قِطۡرًا﴾ ''تو کہا: ''مجھے لا کر دو کہ اس پر میں پگھلا ہوا تانبا انڈیل دوں۔'' (i) ذوالقرنین نے بند کو مضبوط کرنے کے لیے لوہے کے اندر خاص مقدار میں تانبا ملایا۔ (ii) یہ طریقہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ذوالقرنین کو سکھایا پھر اپنی کتاب میں بتایا۔ ذوالقرنین نے پگھلا ہوا تانبہ دیوار پر ڈالا جس سے دیوار بہت مضبوط ہو گئی یوں دیوار سے ادھر والے لوگ یاجوج اور ماجوج کی تباہ کاریوں سے محفوظ ہو گئے۔ (تفسیر سعدی: 1552/2)

﴿فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ یَّظۡهَرُوۡهُ وَمَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا﴾

''پھر نہ ان میں یہ طاقت رہی کہ وہ اس پر چڑھیں اور نہ وہ اس میں سوراخ کر سکے'' (97)

سوال1:﴿فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ يَّظۡهَرُوۡهُ وَمَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا﴾ ''پھر نہ ان میں یہ طاقت رہی کہ وہ اس پر چڑھیں اور نہ وہ اس میں سوراخ کر سکے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ يَّظۡهَرُوۡهُ﴾ ''پھر نہ ان میں یہ طاقت رہی کہ وہ اس پر چڑھیں'' یا جوج ماجوج کے لیے پہاڑی درّے پر باندھے جانے والے بند کی وجہ سے انسانی آبادیوں میں آنا اور پس ماندہ قوم پر غلبہ پانا ممکن نہ رہا۔

(2) یعنی وہ اس دیوار پر چڑھنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے کیونکہ یہ بہت بلند تھی۔

(3)﴿وَمَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا﴾ ''اور نہ وہ اس میں سوراخ کر سکے'' یہ مضبوط بند کی وجہ سے ہوا جو لوہے اور پیتل کو پگھلا کر بنایا گیا تھا۔ اس میں سوراخ کرنا ممکن نہ رہا تھا۔

(4) بعض روایات کے مطابق یہ دیوار 50 میل لمبی 29 فٹ اونچی اور 10 فٹ چوڑی تھی اور اس دیوار کا فائدہ بھی اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ اس کی بلندی بھی کم از کم دونوں اطراف کی بلندی کے برابر تو ہو۔ اتنی بلندی کی وجہ سے اس کے اوپر چڑھا بھی نہ جا سکتا تھا اور لوہے کی تعمیر شدہ دیوار ہونے کی وجہ سے اس میں شگاف بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ جب یہ دیوار تعمیر ہو گئی تو ذوالقرنین نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ جس نے یہ دیوار بنانے اور لوگوں کو آئے دن کی پریشانی سے نجات دلانے کی توفیق بخشی مگر ساتھ ہی لوگوں کو یہ بھی بتا دیا کہ یہ دیوار اگرچہ بہت مضبوط اور مستحکم ہے مگر یہ لازوال نہیں جو چیز بھی بنی ہے بالآخر فنا ہونے والی ہے۔ (تیسیر القرآن:2/659)

﴿قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّىۡ‌ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّىۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ‌ۚ وَكَانَ وَعۡدُ رَبِّىۡ حَقًّا﴾

''ذوالقرنین نے کہا: ''یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے، چنانچہ جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا، اور میرے رب کا وعدہ ہمیشہ سے سچا ہے'' (98)

سوال1:﴿قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّىۡ‌ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّىۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ‌ۚ وَكَانَ وَعۡدُ رَبِّىۡ حَقًّا﴾ ''ذوالقرنین نے کہا: ''یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے، چنانچہ جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا، اور میرے رب کا وعدہ ہمیشہ سے سچا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّىۡ﴾ ''ذوالقرنین نے کہا: ''یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے'' ذوالقرنین نے دیوار بنانے کے بعد لوگوں سے کہا: یہ میرے رب کی لوگوں پر عظیم رحمت ہے کہ اس نے ان کے اور ان کے دشمنوں یعنی یاجوج ماجوج کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی۔ اب وہ فساد پھیلانے کے لئے دیوار کی اس جانب نہیں آ سکتے۔

(2) ذوالقرنین نے علم اور ٹیکنالوجی پر غرور نہیں کیا۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جس رب نے توفیق دی تھی اُس نے اس کو اسی کی طرف لوٹا دیا۔ اُس نے اپنی قوت کی بجائے رب کی قوت کی طرف رجوع کیا۔ اُس نے اپنے کام اللہ تعالیٰ کے حوالے کیے اور

قیامت کے دن کو یاد کیا جب سب ریزہ ریزہ ہو جائے گا لہٰذا اُسے اس کام میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔

(3) یہ صالح خلفاء کا حال ہے، جب اللہ تعالیٰ انہیں جلیل القدر نعمتوں سے نوازتا ہے تو ان کے شکر، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اقرار اور اعتراف میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ سیدنا سلمان علیہ السلام نے کیا تھا جب اتنی دور سے ملکہ سبا کا تخت ان کی خدمت میں حاضر کیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا ﴿هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّىۡ ۖ لِيَبۡلُوَنِىۡۤ ءَاَشۡكُرُ اَمۡ اَكۡفُرُ﴾ ''یہ میرے رب کے فضل میں سے ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟'' اس کے برعکس جابر، متکبر اور زمین پر عام غالب لوگوں کو بڑی بڑی نعمتیں اور زیادہ متکبر اور مغرور بنا دیتی ہیں جیسا کہ قارون، جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے خزانے عطا کیے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت اٹھاتی تھی، کہا تھا: ﴿اِنَّمَاۤ اُوۡتِيۡتُهٗ عَلٰى عِلۡمٍ عِنۡدِىۡ﴾ ''بلاشبہ یہ مجھے ایک علم کی بنا پر ہی دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔'' (القصص:5)

(4) ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّىۡ﴾ ''چنانچہ جب میرے رب کا وعدہ آئے گا'' رب کے وعدے سے مراد قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کا ظہور ہے۔(i) صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تھوڑے سے سوراخ کو فتنے کے قریب ہونے سے تعبیر کیا۔(بخاری:3168)(ii) یاجوج ماجوج ہر روز اس دیوار کو کھودتے ہیں اور کل کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی کہ وہ نکل آئیں تو پھر وہ ان شاء اللہ کہہ کر کھو دیں گے پھر وہ اس سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ زمین میں فساد پھیلائیں گے۔ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ آسمانوں پر تیر پھینکیں گے اور وہ خون آلود ہو جائیں گے۔ بالآخر اُن کی گدیوں پر ایسا کیڑا پیدا ہوگا۔ جس سے وہ ہلاک ہو جائیں گے۔(ترمذی:3153/ صحیحہ البانی:1735)

(5) سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یاجوج ماجوج کا ظہور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کی موجودگی میں ہوگا۔(مسلم)

(6) سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہم باہم گفتگو کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کس بات کا تذکرہ کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لو گے۔ پھر دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نازل ہونے اور یاجوج وماجوج اور تین جگہوں کے دھنسنے، ایک دھنسنا مشرق میں اور ایک دھنسنا مغرب میں اور ایک دھنسنا جزیرۃ العرب میں ہونے اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر فرمایا، جو لوگوں کو جمع ہونے کی جگہ کی طرف لے جائے گی۔(مسلم)

(7) ﴿حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ يَّنۡسِلُوۡنَ ۝ وَاقۡتَرَبَ الۡوَعۡدُ الۡحَـقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبۡصَارُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ يٰوَيۡلَنَا قَدۡ كُنَّا فِىۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا بَلۡ كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ۝﴾ حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔ اور وہ سچا وعدہ قریب آجائے گا اچانک ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا، ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔(الانبیاء:96,97)

(8) ﴿جَعَلَهٗ دَكَّآءَ﴾ ''تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا'' یعنی اس مضبوط اور مستحکم دیوار کو گرا کر منہدم کر دے گا اور وہ زمین کے ساتھ برابر

ہوجائے گی۔(تفسیر سعدی:2/1553)

(9)﴿وَكَانَ وَعۡدُ رَبِّيۡ حَقًّا﴾ ''اور میرے رب کا وعدہ ہمیشہ سے سچا ہے۔'' یعنی جب میرے رب کا سچا وعدہ آئے گا تو وہ اسے زمین دوز بنادے گا۔(مختصر ابن کثیر:2/1117)

سوال2: ذوالقرنین کے کیا خصائل ہیں؟

جواب: اس آیت پر ذوالقرنین کا ان لوگوں سے خطاب بھی ختم ہوجاتا ہے اور قصہ ذوالقرنین بھی۔اس میں محض کفار مکہ کے سوال کا جواب ہی نہیں دیا گیا بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ ذوالقرنین ایک بہت بڑا فاتح اور شان وشوکت والا بادشاہ ہونے کے باوجود توحید اور آخرت کا قائل تھا۔عدل وانصاف کے علاوہ فیاضی سے کام لیتا تھا۔نرمی کا برتاؤ کرتا تھا،تمہاری طرح کم ظرف نہ تھا کہ معمولی قسم کی سرداریاں پاکر اکڑ بیٹھے ہو اور دوسروں کو حقیر سمجھتے ہو۔(تیسیر القرآن:2/659)

سوال3: سدذوالقرنین کہاں واقع ہے؟

جواب: رہی یہ بات کہ سدذوالقرنین کہاں واقع ہے؟ تو اس میں بھی اختلاف ہے کیونکہ آج تک ایسی پانچ دیواریں واقع ہوچکی ہیں جو مختلف بادشاہوں نے مختلف ادوار میں جنگجو قوموں کے حملہ سے بچاؤ کی خاطر بنوائی تھیں۔ان میں سے زیادہ مشہور دیوار چین ہے۔یہ دیوار سب سے زیادہ لمبی ہے اور اس کی لمبائی کا اندازہ بارہ سو میل سے لے کر پندرہ سو میل تک کیا گیا ہے۔یہ دیوار عجائب روز میں شامل ہوتی ہے اور اب تک موجود ہے اور اسے چی وانگئی فغفور چین نے اندازاً 235 ق م میں تعمیر کروایا تھا اور سدذوالقرنین وہ دیوار ہے جو جبل الطائی کے کسی درہ کو کیے ہوئے ہے جس کا ابن خلدون نے بھی ذکر کیا ہے اور اکثر مورخین اسلام اس کو سد یاجوج بھی کہتے ہیں جبل الطائی منچوریا اور منگولیا میں حائل ہے اور اسی پہاڑ کے بیچ میں ایک درہ کشادہ تھا جہاں یاجوج ماجوج کی قومیں حملہ آور ہوتی تھیں۔اس درے کو ذوالقرنین حمیری بادشاہ نے بند کروایا تھا اور یہ دیوار اب تک موجود ہے۔(تیسیر القرآن:2/656)

سوال4: یاجوج ماجوج کے بارے میں نبی ﷺ نے کیا راہ نمائی فرمائی ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک یاجوج اور ماجوج ہر روز کھودتے ہیں (اس میں سوراخ کرنا چاہتے ہیں) جب قریب ہوتا کہ سورج کی روشنی ان کو دکھائی دے۔(اس قدر پتلی تہہ دیوار کی رہ جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یاجوج اور ماجوج ظلمات میں ہیں اور سورج کی روشنی سد کی وجہ سے ان تک نہیں پہنچتی) تو جو شخص ان کا سردار ہوتا ہے وہ کہتا ہے اب گھر چلو آکر کھودیں گے پھر اللہ تعالیٰ رات کو ویسا ہی مضبوط کردیتا جیسے وہ تھے جب ان کے نکلنے کا وقت آئے گا اور اللہ تعالیٰ یہ چاہے گا کہ ان کو لوگوں پر چھوڑ دے۔لوگوں پر تو وہ (عادت کے موافق) سد کو کھودیں گے جب قریب ہوگا کہ سورج کی روشنی دیکھیں اس وقت ان کا سردار کہے گا اب لوٹ چلو کل اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو کھود ڈالو گے اور ان شاء اللہ کا لفظ کہیں گے۔اس دن وہ لوٹ کر جائیں گے اور اسی حال پر رہے گی جیسے وہ

چھوڑ جائیں گے (درست نہ ہوگی) آخر وہ اس کو کھود کر نکل آئیں گے اور پانی سب پی جائیں گے اور لوگ ان سے بھاگ کر اپنے قلعوں میں چلے جائیں گے وہ اپنے تیر آسمان کی طرف ماریں گے تیر خون میں لپٹے ہوئے اوپر سے لوٹیں گے (بحکم الٰہی وہ کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو مغلوب کیا اور آسمان والوں پر بھی غالب ہوئے پھر اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا وہ ان کو مار ڈالے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک زمین کے جانور (چارپایہ) موٹے ہو جائیں گے اور چربی دار، ان کے گوشت کھا کر۔ (ابن ماجہ:4080)

(2) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گھبرائے ہوئے داخل ہوئے، آپ فرما رہے تھے کہ تباہی ہے عربوں کے لئے اس برائی سے جو قریب آچکی ہے۔ آج یاجوج وماجوج کی دیوار سے اتنا کھل گیا ہے اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے قریب والی انگلی کو ملا کو ایک حلقہ بنایا۔ اتنا سن کر زینب بنت جحش نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تو کیا ہم اس کے باوجود ہلاک ہو جائیں گے کہ ہم میں نیک، صالح لوگ بھی زندہ ہوں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جب بدکاری بہت بڑھ جائے گی۔ (بخاری:7135)

(3) سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے کبھی تحقیر کی اور کبھی بڑا کر کے بیان فرمایا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے پس جب ہم شام کو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہم سے اس بارے میں معلوم کر لیا تو فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے صبح دجال کا ذکر کیا اور اس میں آپ ﷺ نے کبھی تحقیر کی اور کبھی اس فتنہ کو بڑا کر کے بیان کیا، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے بارے میں دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں کا زیادہ خوف کرتا ہوں۔ اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہو گیا تو تمہارے بجائے میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہوگا اور اللہ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہوگا۔ بے شک (دجال) نوجوان، گھنگریالے بالوں والا اور پھولی ہوئی آنکھ والا ہوگا۔ گویا کہ میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔ پس تم میں سے جو کوئی اسے پالے تو چاہیے کہ اس پر سورۃ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے۔ بے شک اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان سے ہوگا۔ پھر وہ اپنے دائیں اور بائیں جانب فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس دن اور ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ہمارے لیے ایک دن کی نمازیں پڑھنا کافی ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی زمین

میں چلنے کی تیزی کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بارش کی طرح جسے ہوا دھکیل رہی ہو۔ پس وہ ایک قوم کے پاس آئے گا اور انہیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے۔ پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین سبزا اُگائے گی اور اسے چرنے والے جانور شام کے وقت آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بڑے اور کوکھیں تنی ہوں گی۔ پھر وہ ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انہیں دعوت دے گا۔ وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے۔ تو وہ ان سے واپس لوٹ آئے گا۔ پس وہ قحط زدہ ہو جائیں گے کہ ان کے پاس دن کے مالوں میں سے کچھ بھی نہ رہے گا۔ پھر وہ ایک بنجر زمین اور ویران زمین کے پاس سے گزرے گا اور اسے کہے گا کہ اپنے خزانے کو نکال دے زمین کے خزانے اس کے پاس آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس آتی ہیں۔ پھر وہ ایک کڑیل اور کامل الشباب آدمی کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور دونوں ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے ایک تیر کی مسافت پر رکھ دے گا۔ پھر وہ اس (مردہ) کو آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ دجال کے اسی فعل کے دوران اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جو کافر بھی اس کی خوشبو سونگھے گا وہ مرے بغیر رہ نہ سکے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی پس سیدنا مسیح علیہ السلام (دجال کو) طلب کریں گے اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جسے اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا پس عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں کو صاف کریں گے اور انہیں جنت میں ملنے والے ان کے درجات بتائیں گے۔ پس اسی دوران سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ رب العزت وحی نازل فرمائیں گے کہ تحقیق! میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں پس آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لیے طور کی طرف لے جائیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اُونچائی سے نکل پڑیں گے۔ ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبریہ پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی پی جائیں گی اور ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود تھا اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے لیے بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے لیے آج کل کے سو دینار سے افضل و بہتر ہوگی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دُعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا۔ وہ ایک جان کی موت کی طرح سب کے سب ایک لخت مر جائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اُتریں گے تو زمین میں ایک بالشت کی جگہ بھی یاجوج ماجوج کی علامات اور بدبو سے انہیں خالی نہ ملے گی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دُعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ چاہے وہ انہیں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینہ کی طرح صاف

ہوجائے گا اور زمین مثل باغ یا حوض کے ڈھل جائے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اُگا دے اور اپنی برکت کو لوٹا دے۔ پس ان دنوں ایسی برکت ہوگی کہ ایک انار کو ایک پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے میں سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت دی جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی گائے قبیلہ کے لوگوں کے لیے کافی ہوجائے گی اور ایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی بکری پورے گھرانے کے لیے کفایت کرجائے گی۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے تک پہنچ جائے گی۔ پھر ہر مسلمان اور ہر مومن کی روح قبض کرلی جائے گی اور بدلوگ باقی رہ جائیں گے۔ جو گدھوں کی طرح کھلے بندوں جماع کریں گے۔ پس انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ (مسلم:2937)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ ارشاد فرمایا: یاجوج ماجوج آدم کی اولاد سے ہیں اگر وہ آبادیوں میں بھیج دیئے جاتے تو لوگوں کے اسباب زندگی اور معیشت برباد کردیتے۔ (مجمع الزوائد:13/8 کتاب الفتن، رقم الحدیث:12571)

(5) سیدنا ابن حرملہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا لوگ کہہ رہے ہو کہ اب دشمن نہیں رہا حالانکہ تم لوگ ہمیشہ اپنے دشمنوں سے جہاد کرتے رہو گے حتی کہ یاجوج ماجوج نکل آئیں گے، چھوٹے چہرے والے، چھوٹی آنکھوں والے اور سرخی مائل سیاہ بالوں والے ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے ان کے چہرے چمڑا بھری ڈھال جیسے موٹے ہوں گے۔ (احمد، طبرانی)

(6) سیدنا ابوسعید خدری نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک قیام کے دن سیدنا آدم سے فرمائے گا اے آدم! وہ عرض کریں گے میں حاضر ہوں اے رب! تیری فرمانبرداری کے لئے، پروردگار آواز سے پکارے گا (یا فرشتہ پروردگار کی طرف سے آواز دے گا) اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا جتھا نکالو وہ عرض کریں گے اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں حکم ہوگا (راوی نے کہا میں سمجھتا ہوں) ہر ہزار آدمیوں میں سے نوسو ننانوے (گویا ہزار میں ایک جنتی ہوگا) یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ پیٹ والی کا حمل گر جائے گا اور بچہ فکر کے مارے بوڑھا ہوجائے گا (یعنی جو بچپن میں مرا ہو) تو قیامت کے دن لوگوں کو ایسا دیکھے گا جیسے وہ نشے میں متوالے ہو رہے ہیں حالانکہ ان کو نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ایسا سخت ہوگا (یہ حدیث جو صحابہ حاضر تھے ان پر سخت گزری ان کے چہرے مارے ڈر کے بدل گئے اس وقت نبی ﷺ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا (تم اتنا کیوں ڈرتے ہو۔) اگر یاجوج ماجوج کی جو کافر ہیں نسل تم سے ملائی جائے تو ان میں سے نوسو ننانوے کے مقابل تم میں سے ایک آدمی پڑے گا غرض تم حشر کے دن دوسرے لوگوں کی نسبت (جو دوزخی ہوں گے) ایسے ہوں گے جیسے سفید بیل کے جسم پر ایک بال کالا ہوتا ہے یا جیسے بیل کے جسم پر ایک دو بال سفید ہوتے ہیں اور مجھ کو اُمید ہے کہ تم سارے جنتیوں کا چوتھائی حصہ ہوگے (باقی تین حصوں میں اور سب امتیں ہوں گی) یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم ایک تہائی ہوگے پھر ہم نے نعرہ تکبیر بلند کیا پھر فرمایا نہیں بلکہ تم آدھا حصہ ہوگے (آدھے حصے میں اور امتیں ہوں گی ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ (بخاری:4741)

(7)ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے (ان کی سد ٹوٹ جائے گی)۔پھر وہ نکلیں گے جیسے اللہ نے فرمایا''اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔''وہ ساری زمین میں پھیل جائیں گے اور مسلمان ان سے علیحدہ رہیں گے یہاں تک کہ جو مسلمان باقی ہوں گے وہ اپنے شہروں اور قلعوں میں چلے جائیں گے اور اپنے چرانے کے جانور بھی ساتھ لے جائیں گے یاجوج ماجوج کا یہ حال ہوگا کہ ان کے لوگ ایک نہر پر سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی ڈالیں گے یہاں تک کہ پانی کا ایک قطرہ نہ رہے گا اور ان میں سے کوئی یہ کہے گا کہ یہاں کبھی پانی تھا اور زمین پر وہ غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ ان میں سے ایک کہے گا اب زمین والوں سے تو ہم فارغ ہوئے (کوئی ہمارا مقابل نہ رہا) اب آسمان والوں سے لڑیں گے۔آخر ان میں سے ایک اپنا حربہ آسمان کی طرف پھینکے گا وہ خون میں رنگا ہوا لوٹ کر گرے گا۔وہ کہیں گے ہم نے آسمان والوں کو بھی مار ڈالا۔خیر یہ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ عزوجل چند جانور ٹڈی کے کیڑوں کی طرح بھیجے گا (نغف کی طرح۔نغف اس کیڑے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں پڑ جاتا ہے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے) یہ کیڑے ان کی گردنوں کو کاٹیں گے یا گردن میں گھس جائیں گے وہ سب ٹڈیوں کی طرح یک بارگی مر جائیں گے۔ایک پر ایک پڑا ہوگا اور مسلمان صبح کو اپنے شہروں اور قلعوں میں ان کی آواز نہیں سنیں گے۔وہ کہیں گے ہم میں سے کون ہے جو اپنی جان پر کھیلے یعنی اپنی جان کی پرواہ نہ کرے اور جا کر دیکھے کہ یاجوج ماجوج کیا کرتے ہیں۔آخر مسلمانوں میں سے ایک شخص نکلے گا یا اترے گا (قلعہ سے) یہ سمجھ کر کہ وہ مجھ کو ضرور مار ڈالیں گے دیکھے گا تو وہ مردہ ہوں گے۔وہ دوسرے مسلمانوں کو پکارے گا: اے بھائیو خوش ہو جاؤ تمہارے دشمن مر گئے۔یہ سن کر سب مسلمان نکلیں گے اور اپنے جانوروں کو چرنے چھوڑ دیں گے (جو مدت سے بچارے بند ہوں گے) ان کے چرنے کو کچھ نہ ہوگا سوائے یاجوج ماجوج کے گوشت کے وہ ان کا گوشت کھا کر خوب موٹے ہوں گے جیسے کبھی کوئی گھاس کھا کر موٹے ہوئے تھے۔''(ابن ماجہ:4079)

﴿وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ يَوۡمَئِذٖ يَمُوجُ فِي بَعۡضٖ وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَجَمَعۡنَٰهُمۡ جَمۡعٗا﴾

''اور اس دن ہم ان میں سے بعض کو چھوڑ دیں گے کہ وہ ایک دوسرے میں گھس جائیں اور صُور میں پھونک دیا جائے گا پھر ہم ان سب کو ایک جگہ جمع کریں گے، پوری طرح جمع کرنا''(99)

سوال1:﴿وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ يَوۡمَئِذٖ يَمُوجُ فِي بَعۡضٖ وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَجَمَعۡنَٰهُمۡ جَمۡعٗا﴾''اور اس دن ہم ان میں سے بعض کو چھوڑ دیں گے کہ وہ ایک دوسرے میں گھس جائیں اور صُور میں پھونک دیا جائے گا پھر ہم ان سب کو ایک جگہ جمع کریں گے، پوری طرح جمع کرنا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ يَوۡمَئِذٖ يَمُوجُ فِي بَعۡضٖ﴾''اور اس دن ہم ان میں سے بعض کو چھوڑ دیں گے کہ وہ ایک دوسرے

میں گھس جائیں'' جب یاجوج ماجوج کا ظہور ہوگا یعنی جب وہ اپنے علاقوں سے نکل کر حملہ آور ہوں گے تو اپنی کثرت اور ساری زمین پر پھیل جانے کی وجہ سے سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں گے۔جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ يَّنۡسِلُوۡنَ﴾ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔(الانبیاء:96)

(2)اس سے مراد یہ بھی ہے کہ جب لوگ قیامت کے دن اکٹھے ہوں گے تو تعداد کی زیادتی،زلزلوں اور دہشت اور اضطراب کی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکم پیل کر رہے ہوں گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَّنُفِخَ فِى الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا﴾''اور صُور میں پھونک دیا جائے گا پھر ہم ان سب کو ایک جگہ جمع کریں گے،پوری طرح جمع کرنا''۔

سوال2:﴿وَّنُفِخَ فِى الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا﴾''اور صُور میں پھونک دیا جائے گا پھر ہم ان سب کو ایک جگہ جمع کریں گے،پوری طرح جمع کرنا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّنُفِخَ فِى الصُّوۡرِ﴾''اور صُور میں پھونک دیا جائے گا''یعنی جب سیدنا اسرافیل صور پھونکیں گے تو اللہ تعالیٰ تمام روحوں کو جسموں میں واپس لوٹا دیں گے۔پھر سب لوگوں کو میدان قیامت میں جمع کرے گا تا کہ ان کے اعمال کا حساب کتاب لیا جائے اور ان کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر بن عاص سے روایت ہے کہ ایک گنوار نبی ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا؛ ایک نرسنگا ہے۔قیامت کے دن اس میں پھونکا جائے گا۔(ترمذی:2430)

(3)سیدنا ابی سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:میں کیونکر آرام کر سکتا ہوں اور صاحب قرن یعنی اسرافیل قرن کو منہ میں لیے اور کان لگائے ہوئے ہے کہ کب پھونکنے کا حکم ہو سو پھونک دے۔یہ امر اصحاب رسول ﷺ پر سخت گزرا پس آپ ﷺ نے فرمایا: تم کہو﴿حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا﴾'یعنی ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اچھا وکیل ہے اللہ پر ہم نے توکل کیا۔''

(ترمذی:2431)(جامع البیان:38/16)

(4)﴿فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا﴾''پھر ہم ان سب کو ایک جگہ جمع کریں گے،پوری طرح جمع کرنا''پھر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو میدان حشر میں جمع کریں گے۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِيۡنَ وَالۡاٰخِرِيۡنَ ۙ﴿۴۹﴾ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۙ اِلٰى مِيۡقَاتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۙ﴿۵۰﴾﴾''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے۔ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں''۔(الواقعہ:49,50)

(5)﴿وَيَوۡمَ نُسَيِّرُ الۡجِبَالَ وَتَرَى الۡاَرۡضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرۡنٰهُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡهُمۡ اَحَدًا﴾اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے،چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔(الکہف:47)

﴿وَّعَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ عَرۡضَا﴾

''اور اُس دن جہنم کو ہم کافروں کے سامنے لائیں گے، پوری طرح سامنے لانا''(100)

سوال1:﴿وَّعَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ عَرۡضَ﴾''اور اُس دن جہنم کو ہم کافروں کے سامنے لائیں گے، پوری طرح سامنے لانا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّعَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ عَرۡضَ﴾''اور اُس دن جہنم کو ہم کافروں کے سامنے لائیں گے، پوری طرح سامنے لانا''یعنی جہنم میں جانے سے پہلے جہنم کا عذاب دیکھ لیں گے۔ان کے افعال کی جزا ہے کہ انہیں جہنم میں جانے سے پہلے انتہائی قلق ہوگا کیونکہ انہیں جہنم میں جانے سے پہلے اس کا یقین آجائے گا۔(2)رب العزت نے فرمایا﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الۡكُبۡرٰى ۝ يَوۡمَ يَتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ الۡجَحِيۡمُ لِمَنۡ يَّرٰى ۝﴾''پھر جب ہر چیز پر چھا جانے والی بہت بڑی مصیبت آجائے گی۔جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی اور ہر شخص کے لیے جو دیکھتا ہے،اس پر جہنم ظاہر کر دی جائے گی۔(النازعات:34,36)

(3)سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ دو شخص آئے ایک فقر و فاقہ کی شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی۔اس پر رسول ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ مکہ سے کسی محافظ کے بغیر نکلے گا۔(اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہ ہوگا)اور رہا فقر و فاقہ تو قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک (مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ حال نہ ہو جائے کہ)ایک شخص اپنا صدقہ لے کر تلاش کرے لیکن کوئی اسے لینے والا نہ ملے۔پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک شخص اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور نہ ترجمانی کے لیے کوئی ترجمان ہوگا۔پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے دنیا میں تجھے مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میں نے تمہارے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں بھیجا تھا۔پھر وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا پھر بائیں طرف دیکھے گا تو اور ادھر بھی آگ ہی آگ ہوگی۔پس تمہیں جہنم سے ڈرنا چاہیے خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی (کا صدقہ کر کے اس سے اپنا بچاؤ کر سکو)اگر یہ بھی میسر نہ آسکے تو اچھی بات ہی منہ سے نکالو۔'(صحیح بخاری:1413)

(4)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جہنم کو قیامت والے دن لایا جائے گا،اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔(مسلم:2842)

﴿الَّذِيۡنَ كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِىۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِىۡ وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا﴾

''وہ لوگ جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے''(101)

سوال1:﴿اَلَّذِيۡنَ كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِىۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِىۡ وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا﴾''وہ لوگ جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِيۡنَ كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِىۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِىۡ﴾''وہ لوگ جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں''یعنی یہ لوگ قرآن حکیم سے روگردانی کرتے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِىۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ وَفِىۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّمِنۡ بَيۡنِنَا وَبَيۡنِكَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ﴾''اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دل اس سے پردے میں ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے،پھر تم عمل کرو،یقیناہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔''(حٰمٓ سجدہ:5)

(2)جولوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بہرے ہوتے ہیں،اس کی نشانیاں دیکھنے سے اندھے ہوتے ہیں نہ وہ ہدایت حاصل کر سکتے ہیں نہ حق کی پیروی کر سکتے ہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ﴾اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔(الزخرف:36)

(4)ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰى سَمۡعِهِمۡ ؕ وَعَلٰۤى اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَةٌ ۖ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾''اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔(البقرہ:7)

(5)جولوگ دُنیا میں رہتے ہوئے ان آنکھوں سے اصلی حقیقت کو نہیں دیکھ پاتے وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوجاتے ہیں۔

(6)﴿وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا﴾''اور وہ سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جو ایمان تک پہنچاتی ہیں،قرآن اور رسول کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے سن نہیں سکتے کیونکہ بغض رکھنے والا شخص جس کے خلاف بغض رکھتا ہے اس کی بات کو غور سے سن نہیں سکتا ہے۔جب وہ علم اور بھلائی کے راستوں سے محجوب ہوجاتا ہے تب ان کے پاس سننے کے لئے کان ہوتے ہیں نہ دیکھنے کے لئے آنکھیں اور نہ سمجھنے کے لئے عقل نافع۔پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا،اس کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا۔اس لئے وہ جہنم کے مستحق ٹھہرے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔(تفسیر سعدی:1555/2)

رکوع نمبر3

﴿اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا عِبَادِىۡ مِنۡ دُوۡنِىۡۤ اَوۡلِيَآءَ ؕ
اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ نُزُلًا﴾

''تو کیا جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ میرے سوا میرے بندوں کو کارساز بنالیں گے۔
یقیناً ہم نے کافروں کے لیے جہنم کو بطور میزبانی تیار کر رکھا ہے''(102)

سوال1:﴿اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا عِبَادِىۡ مِنۡ دُوۡنِىۡۤ اَوۡلِيَآءَ﴾''تو کیا جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ میرے سوا میرے بندوں کو کارساز بنالیں گے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا عِبَادِىۡ مِنۡ دُوۡنِىۡۤ اَوۡلِيَآءَ﴾''کیا جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ میرے سوا میرے بندوں کو کارساز بنالیں گے'' ﴿عِبَادِىۡ﴾ سے مراد ہیں: (i) فرشتے۔(ii)۔ مسیح علیہ السلام، عزیر علیہ السلام۔(iii) نیک بندے جن کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھا جاتا ہے۔

(2) یہ مشرکین اور کافروں کے دعوے کے بطلان کی دلیل ہے جنہوں نے بعض انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا، وہ ان کی عبادت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اولیائے کرام ان کے مددگار ہوں گے جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلائیں گے اور ثواب عطا کریں گے، حالانکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے کفر کیا ہے۔ ﴿وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ يَقُوۡلُ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ (۴۰) قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ اَنۡتَ وَلِيُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ بَلۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ اَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ (۴۱)﴾ ''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے۔''(سبا:40,41)﴿قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَلَا يَمۡلِكُوۡنَ كَشۡفَ الضُّرِّ عَنۡكُمۡ وَلَا تَحۡوِيۡلًا﴾ ''آپ کہہ دیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سمجھتے ہو اُنہیں پکار دیکھو چنانچہ نہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی بدلنے کا۔'' (بنی اسرائیل:56)﴿وَلَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور اُس کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جو حق کے ساتھ گواہی دیں اور وہ علم بھی رکھتے ہوں۔'' (الزخرف:86) اور اس قسم کی دیگر آیات جن میں اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی کو ولی و مددگار بناتا ہے تاکہ وہ اس کی مدد کرے اور اس سے موالات رکھے وہ گمراہ ہے، وہ خائب و خاسر ہے اس کی امید پوری نہیں ہوگی اور نہ اپنے مقصد کو پا سکے گا۔(تفسیر سعدی:2/1555،1556)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے یہاں کس مقصد کے لیے سوال کیا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے یہ سوال زجر و توبیخ کے لیے کیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے توسط سے یہ سمجھایا ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کی عبادت کر کے اُن کی حمایت سے تم میرے عذاب

سے نہیں بچ سکتے۔(3) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ غیر اللہ پر اعتماد جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا دُنیا میں کسی کا کوئی اختیار نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ بچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کی حمایت کو اُنہوں نے گم کر دیا ہے۔

سوال 3: ﴿اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ نُزُلًا﴾ ''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے جہنم کو بطور میزبانی تیار کر رکھا ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے جہنم کو بطور میزبانی تیار کر رکھا ہے'' یعنی ہم نے کفار کی ضیافت اور مہمانی کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ پس کیا بدترین قیام گاہ ان کا مسکن ہے اور کیا بدترین جہنم ان کی مہمانی ہے! (تفسیر سعدی: 2/1556,1555)

(2) ﴿وَّاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا ۝ كَلَّا ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَيَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا ۝﴾ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور اِن کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔ (مریم: 81,82)

(3) سیدہ ام سلمہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے ایک گرجے کا ذکر کیا، جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا، اس میں تصویریں تھیں، جن کا ذکر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بھی کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) تعمیر کرتے تھے اور اس میں یہ تصویریں بناتے تھے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ مخلوقات میں سے بدترین ہوں گے۔ (بخاری: 427)

﴿قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا﴾

''آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں'' (103)

سوال 1: ﴿قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے کہا کہ لوگوں سے سوال کر کے ان کو تنبیہ کر دو ''کیا میں تمہیں بتاؤں، کون لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔

(2) مصعب بن سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے آیت ﴿قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا﴾ کے متعلق سوال کیا کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں۔ کیا ان سے خوارج مراد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں اس سے

مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود نے تو محمد ﷺ کی تکذیب کی اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا اور کہا کہ اس میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملے گی اور خوارج وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے عہد و میثاق کو توڑا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ انہیں فاسق کہا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری:4728)

﴿اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا﴾

''وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھو گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں'' (104)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا﴾ ''وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھو گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا﴾ ''وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھو گئی'' یعنی انہوں نے جو بھی عمل کیا سب باطل ہو کر رائیگاں گیا اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ تب ان اعمال کا کیا حال ہوگا جن کے بارے میں وہ خود بھی جانتے ہیں کہ یہ باطل ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت ہے؟ پس یہ کون لوگ ہیں جن کے اعمال رائیگاں گئے، جو قیامت کے روز خود ان کے اہل و عیال سب خائب و خاسر ہوئے۔ آگاہ رہو، یہ تو کھلا خسارہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1556)

(2) اس سے مراد ہے کہ انسان کی ساری ہمت، قوت اور طاقت ان ہی کاموں میں صرف ہو جاتی ہے۔ انسان کے پاس کچھ اور کرنے کے لیے کوشش باقی ہی نہیں رہتی۔ (3) انسان کا وقت اُن ہی کاموں میں گم ہو جاتا ہے۔

(4) انسان کا مال جن کاموں میں کوشش کرنے کے لیے لگتا ہے وہیں اس کی کوشش گم ہو جاتی ہے۔

(5) ایسے لوگوں کے اعمال کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَدِمۡنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰهُ هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا﴾ ''اور ہم اُن کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اُسے اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔'' (الفرقان:23)

(6) ﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُهُمۡ كَسَرَابٍۢ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے اُن کے اعمال صحرا میں سراب جیسے ہیں۔ جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' (النور:39)

(7) ﴿مَثَلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ اَعۡمَالُهُمۡ كَرَمَادِ ۨ اشۡتَدَّتۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ يَوۡمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقۡدِرُوۡنَ مِمَّا كَسَبُوۡا عَلٰى شَىۡءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِيۡدُ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اُس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔'' (ابراہیم:18)

سوال2:انسان کی کوششیں دنیا میں کیسے گم ہوجاتی ہیں؟

جواب:(1)انسان کوشش اُسی چیز کے لیے کرتا ہے جس کا اُسے فائدہ نظر آتا ہے۔

(2)دُنیا کی زندگی میں انسان کو مال کا فائدہ نظر آتا ہے اس لیے ساری کوششیں مال کمانے میں گم ہوجاتی ہے۔

(3)دُنیا میں انسان کو ہر وہ کام بہت بڑا نظر آتا ہے جس کی وجہ سے اُسے عزت مل جائے لہٰذا اُس کی کوشش عزت کے حصول میں گم ہوجاتی ہے۔

(4)انسان دولت اور عزت کے لیے تعلیم حاصل کرنے میں کوششوں کو گم کر دیتا ہے۔

(5)انسان دولت اور عزت کے لیے بزنس کرنے میں، گھر بنانے میں، تعلقات بنانے میں اپنی کوشش گم کر دیتا ہے۔

(6)کوشش کا جب کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا تو وہ کوشش گم ہوجاتی ہے۔

(7)کوشش سے انسان جب سیدھے راستے پر نہیں آتا تو کوشش سیدھے راستے پر نہیں ہوتی۔اس کا مطلب یہی ہے کہ کوشش کہیں اور لگ رہی ہے اور ایسی لگی ہے کہ گم ہی ہوگئی ہے۔اب نہ وقت ہے سیدھے راستے پر آنے کا، نہ صلاحیت رہ گئی سیدھے راستے پر آنے کی، نہ مال ہے سیدھے راستے پر لگانے کے لیے کیونکہ سب کچھ تو دُنیا کے لیے لگ گیا اور یوں کوشش دُنیا کے لیے گم ہوگئی۔

سوال3:﴿وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا﴾ ”اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)”اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں“ انسان جب غافل ہوجاتا ہے تو اُسے یہ سمجھ نہیں آتی کہ اس کی کوشش ضائع جارہی ہے۔

(2)انسان جب دیکھتا ہے کہ اس کی کوشش کا نتیجہ دولت اور عزت کی صورت میں سامنے آرہا ہے تو وہ خود کو کامیاب سمجھنے لگتا ہے۔

(3)انسان جب یہ دیکھتا ہے کہ آخرت کے لیے کوششیں چھوڑ کر دُنیا بنانے سے اُس کا کچھ نہیں بگڑا تو وہ سمجھ لیتا ہے سب اچھا ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا﴾

”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ اور اس کی ملاقات کے ساتھ کفر کیا،
تو اُن کے سارے اعمال ضائع ہوگئے، چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے“(105)

سوال1:﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا﴾

”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ اور اس کی ملاقات کے ساتھ کفر کیا، تو اُن کے سارے اعمال ضائع ہو

گئے، چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ اور اس کی ملاقات کے ساتھ کفر کیا'' یعنی جن لوگوں نے دنیا میں قرآن کی آیات اور اس کی توحید کے دلائل نہ مانے اور آخرت کی تصدیق نہ کی، نہ اس کے فرشتوں کو مانا، نہ کتابوں کو، نہ رسولوں کو تو۔

(2)﴿فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ﴾ ''تو اُن کے سارے اعمال ضائع ہو گئے'' ان کے انکار کی وجہ سے ان کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

(3)﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ ''چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے'' ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں ہوگا کیونکہ وہ خیر خواہی اور بھلائی سے خالی تھے۔

(4) وزن کا فائدہ تو نیکیوں اور برائیوں کے مقابلے کے وقت ہوتا ہے تا کہ راجح اور مرجوح کو دیکھا جا سکے اور ان لوگوں کے پاس تو نیکیاں سرے سے ہیں ہی نہیں کیونکہ ان میں نیکیوں کے معتبر ہونے کی شرط معدوم ہے اور وہ ہے ایمان۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾ ''اور جو نیک عمل کرے گا اور وہ مومن بھی ہو تو نہ وہ کسی ناانصافی سے ڈرے گا اور نہ کسی حق تلفی سے۔'' (طٰہٰ:112) لیکن ان اعمال کو شمار کیا جائے گا اور وہ اپنے اعمال کا اقرار کریں گے اور وہ گواہوں کے سامنے ذلیل و رسوا ہوں گے اور پھر ان اعمال کی پاداش میں انہیں عذاب دیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 1557/2)

(5)﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝﴾ تو جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے۔ وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ تو اُس کا ٹھکانہ گہری کھائی ہوگا۔ اور تم کیا جانو کیا ہے وہ؟ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ (القارعہ: 6,11)

(6)﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۝﴾ ''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔ (المومنون: 102,104)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جائے گا، پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہے گی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔ (مسلم: 2808)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن ایک بہت بھاری بھرکم موٹا تازہ شخص آئے گا

لیکن وہ اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی کوئی قدر نہیں رکھے گا اور فرمایا کہ پڑھو ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ ''قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہ کریں گے۔'' (بخاری:4729)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کتنے قیام کرنے والے ہیں کہ جنہیں اپنے قیام سے سوائے بیداری کے اور کچھ نہیں ملتا (یعنی اجر وثواب نہیں ملتا) اور کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ جنہیں اپنے روزوں سے سوائے بھوک (و پیاس) کے اور کچھ نہیں ملتا۔'' (ابن حبان:3481)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی آیات اور ملاقات کا انکار کرنے والوں کے اعمال کیوں ضائع ہو جاتے ہیں؟

جواب: (1) آخرت کو چھوڑ کر صرف دُنیا کی زندگی کے مسائل کو دیکھنا دراصل اللہ تعالیٰ کے نقشے کے خلاف اپنا نقشہ بنانا ہے اور انسان جب اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر آجائے تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔

(2) اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامیابی کا معیار آخرت کی کامیابی ہے ایسی حالت میں دُنیا کے مال اور عزت کو ترقی سمجھنا اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے پروگرام کے مقابلے میں اپنا پروگرام بنانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انسانی پروگرام کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(3) جب دُنیا کے لیے کوشش کی جاتی ہے تو بظاہر دولت اور عزت کی وجہ سے یوں لگتا ہے سب اچھا ہے لیکن ان سارے اعمال کا قیامت کے دن چونکہ کوئی وزن نکلنے والا نہیں اس وجہ سے یہ اعمال ضائع ہونے والے ہیں۔

سوال 3: انسان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نقشے کے مقابلے میں اپنی زندگی کا کوئی اور نقشہ کیوں بناتا ہے؟

جواب: (1) جو لوگ اپنا ذہن دُنیا کی طرف لگا لیتے ہیں انہیں آخرت کے لیے دی جانے والی کوئی دلیل اپیل نہیں کرتی۔

(2) جو لوگ عزت اور دولت کو سبھی کچھ سمجھتے ہیں انہیں آخرت کی نشانیاں متاثر نہیں کرتیں لہٰذا وہ جنت کو نہیں دُنیا کی دولت اور عزت کو اپنا معیار بنا لیتے ہیں۔

سوال 4: انسان جب زندگی کا اپنا خود ساختہ نقشہ بنا لیتا ہے تو اُس کے اُس عمل کو اللہ تعالیٰ کیا عنوان دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایسے عمل کو کفر قرار دیتے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا﴾

''یہ جہنم ان کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق بنایا'' (106)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا﴾ ''یہ جہنم ان کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق بنایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا﴾ ''یہ جہنم ان کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا'' یعنی ان کے اعمال کا بدلہ ہے کہ

ان کے اعمال ضائع کر دیئے گئے، ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔

(2) اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق بنایا'' یعنی میری طرف سے آنے والی وحی کا، میری آیات کا اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

(3) اللہ تعالیٰ کی آیات کی تعظیم کرنا فرض ہے، اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اللہ کی آیات کو قائم کرنا فرض ہے (انہوں نے یہ فرض پورا نہیں کیا بلکہ اس کا مذاق بنایا۔ اس لیے وہ اوندھے منہ جہنم میں گرائے جائیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا ۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے توہین آمیز عذاب ہے۔'' (الجاثیہ:9)

(5) ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''پھر جن لوگوں نے بُرے کام کیے تھے، اُن کا انجام بہت ہی بُرا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ اُن کا مذاق اُڑاتے تھے۔'' (الروم:10)

(6) ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ تعالیٰ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ (لقمان:6)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص پہلے عیسائی تھا' پھر وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس نے سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھ لی تھی۔ وہ نبی ﷺ کا منشی بن گیا لیکن پھر وہ شخص مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا اور کہنے لگا محمد کے لیے میں نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس کے سوا اس کو کچھ بھی نہیں معلوم۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ اور اس کے آدمیوں نے اسے دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ اس کی لاش قبر سے نکل کر زمین کے اوپر پڑی ہے۔ عیسائی لوگوں نے کہا یہ محمد اور اس کے ساتھیوں کا کام ہے اس نے اس کا دین چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ دوسری قبر انہوں نے کھودی جو بہت زیادہ گہری تھی لیکن جب صبح ہوئی تو پھر لاش باہر تھی۔ اس مرتبہ بھی انہوں نے یہی کہا کہ محمد اور اس کے ساتھیوں کا کام ہے چونکہ ان کا دین اس نے چھوڑ دیا تھا اس لیے اس کی قبر کھود کر اس نے اس کی لاش باہر پھینک دی ہے۔ پھر انہوں نے قبر کھودی۔ اور جتنی گہری ان کے بس میں تھی کر کے اسے اس کے اندر ڈال دیا لیکن صبح ہوئی تو پھر لاش باہر تھی۔ اب انہیں یقین آیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں (بلکہ یہ میت عذاب خداوندی کا شکار ہے) چنانچہ انھوں نے اسے یوں ہی (زمین پر) ڈال دیا۔ (صحیح بخاری:3617)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُن کی میزبانی کے لیے فردوس کی جنتیں ہیں'' (107)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُن کی میزبانی کے لیے فردوس کی جنتیں ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے'' یعنی جولوگ دل سے ایمان لائے۔

(2)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کیں،'' اور دل اور زبان سے نیکیاں کرنے میں مصروف رہے۔

(3)(i) ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرنا محض زبانی طور پر ممکن نہیں ہوتا۔(ii) انسان نظر آنے والی جنت (دولت اور عزت) کو چھپی ہوئی جنت کے لیے چھوڑ کر قربانی دیتا ہے۔(iii) جب انسان دلیل سے حق کو پہچانتا ہے اور اپنی زندگی اُس راستے پر ڈال دیتا ہے جب کہ ایسا کرنے کے لیے اُس پر کوئی دباؤ نہیں ہوتا اور دوسری طرف ظاہری نتائج مختلف ہوتے ہیں یعنی جولوگ دُنیا کی خاطر کوشش کرتے ہیں وہ دُنیا میں اُن کے نتائج عملی طور پر دولت اور عزت کی صورت دیکھ رہے ہوتے ہیں اور حق کے راستے پر چلنے والوں پر دباؤ بھی ڈال رہے ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں دباؤ کا مقابلہ کرنا، نظر آنے والی زینت کے مقابلے میں حق کو اختیار کرنا معرفت کا ثبوت ہے۔اس کا انعام یہی کہ ہمیشہ کے باغوں میں ایسے لوگوں کو داخل کر دیا جائے۔

(4) رب العزت نے ان لوگوں کو بشارت دی ہے:﴿كَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا﴾ ''اُن کی میزبانی کے لیے فردوس کی جنتیں ہیں'' انہیں ان کے ایمان اور نیک اعمال کے مطابق جنت الفردوس یعنی جنت کا بلند ترین، افضل اور بہترین درجہ دیا جائے گا۔اور یہ ثواب ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے اپنے ایمان کی تکمیل کی اور وہ انبیاء اور مقربین ہیں۔

(5) جنت الفردوس ان لوگوں کے لیے مہمانی اور ضیافت کی جگہ ہے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد نیک عمل کیے اس ضیافت سے بڑی، زیادہ عظیم اور زیادہ جلیل القدر کون سی ضیافت ہوسکتی ہے جو قلب وروح اور بدن کے لئے ہر نعمت پر مشتمل ہے۔اس میں ہر وہ نعمت موجود ہے جس کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی، مثلاً خوبصورت گھر، سرسبز باغات، پھل دار درخت، سحر انگیز گیت، گاتے ہوئے پرندے، لذیذ ماکولات ومشروبات، خوبصورت بیویاں، خدمت گزار لڑکے، بہتی ہوئی نہریں، دلکش مناظر، حسی اور معنوی حسن وجمال اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں۔اس سے بھی افضل اور جلیل القدر نعمت، رحمن کا تقرب، اس کی رضا کا حصول جو کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ کے دیدار اور رؤف ورحیم کے کلام سے لطف اندوز ہونا۔اللہ کی قسم! یہ ضیافت کتنی جلیل القدر کتنی خوبصورت، ہمیشہ رہنے والی اور کتنی کامل ہوگی۔یہ ضیافت اس سے بہت بڑی ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کا وصف بیان کر سکے، یا دلوں میں اس کے تصور کا گزر ہو سکے۔اگر بندوں کو ان میں سے جو کچھ نعمتوں کا حقیقی علم حاصل ہو کر ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے تو دل شوق سے اڑنے لگیں گے، جدائی کے درد سے روح لخت لخت ہو جائے گی اور بندے اکیلے اکیلے اور گروہ در گروہ اس کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔وہ اس کے مقابلے میں دنیائے فانی اور اس کی ختم ہو جانے والی لذات کو کبھی بھی ترجیح نہیں دیں گے۔وہ اپنے اوقات کو ضائع نہیں کریں گے کہ یہ اوقات خسارے اور ناکامی کا باعث بنیں کیونکہ اس جنت کا ایک لمحہ دنیا کی ہزاروں سال کی نعمتوں کے برابر ہے۔مگر حقیقت حال یہ ہے کہ غفلت نے گھیر رکھا ہے، ایمان کمزور پڑ گیا اور ارادہ اضمحلال کا شکار ہو گیا ہے، پس اس کا نتیجہ وہی نکلا جو نکلنا چاہیے تھا۔**فلا حول ولا قوۃ**

الا باالله العلی العظیم (تفسیر سعدی:2/1558)

(6) جنت کے سب سے اعلیٰ اور بلند درجے کا نام جنت الفردوس ہے جس کے باغات کے درخت گھنے، پر بہار اور خوش منظر ہیں۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

(7) ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ﴿۷﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ ۙ﴿۸﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَوَاتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيۡنَ يَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱﴾﴾ ”یقیناً مومن کامیاب ہو گئے۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“ (المومنون:1,11)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، خواہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کرے (یا نہ کرے) بلکہ جس سرزمین میں پیدا ہوا ہو وہیں بیٹھا رہے۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں میں اس بات کو مشہور نہ کر دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے۔“ مجھے خیال ہے کہ نبی ﷺ نے (یہ بھی اس کے بعد) فرمایا: ”اس کے (یعنی جنت الفردوس کے) اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور وہیں سے (یعنی جنت الفردوس سے) جنت کی نہریں جاری ہوئی ہیں۔ (بخاری:7423)

(9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کے دن شہید ہو گئے، وہ ابھی نوعمر تھے، ان کی والدہ محترمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، کہنے لگیں، اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ حارثہ سے مجھ کو کتنی محبت تھی، اب اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور ثواب کی امید رکھوں گی، لیکن اگر وہ کسی اور حال میں ہے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں (یعنی اس کے لیے کتنا روتی ہوں)؟ آپ نے فرمایا: ”تم پر افسوس! کیا وہاں کوئی ایک جنت ہے؟ وہاں تو بہت سی جنتیں ہیں اور تمھارا بیٹا تو فردوس میں ہے۔“

(بخاری:3982)

(10)﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا (٣٠) أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا (٣١)﴾ بے شک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، یقیناہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں۔یہی لوگ ہیں جن کے لیے اَبدی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، اس میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے!(الکہف:30,31)

﴿خَٰلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا﴾

''وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے''(108)

سوال1:﴿خَٰلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا﴾''وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خَٰلِدِينَ فِيهَا﴾''وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے''جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے منتقل نہ ہونا چاہیں گے۔جنت کو چھوڑ کر وہ کوئی اور جگہ پسند نہ کریں گے۔انہیں جنت ہی سے پیار ہوگا وہ ان کا مرغوب اور من بھاتا گھر ہوگا۔

(2)﴿لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا﴾''ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے''انسان ایک جگہ رہتے رہتے اکتا جاتا ہے لیکن جنت ہی ایسا راحت کدہ ہوگا کہ دائمی رہنے کے باوجود بھی دل اس سے نہ کبھی اکتائے گا اور نہ کوئی جنتی جنت سے منتقل ہونا چاہے گا۔(اللّٰھم ارزقنا الفردوس) آمین۔(مختصر ابن کثیر:2/1120)

سوال2:انسان تبدیلی کو پسند کرتا ہے پھر جنت سے جگہ تبدیل کرنا کیوں نہ چاہے گا؟

جواب:انسان تبدیلی کو پسند کرتا ہے اور ایک جگہ مسلسل رہنا اُسے غمگین کر دیتا ہے ایسے میں ہمیشہ رہنے والی جنت کا تصور انسان کو کیسے تسکین دے سکتا ہے؟(1)جنت کی خاص بات یہ ہے کہ جنت میں تبدیلی کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(2)تبدیلی کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں کسی چیز میں کوئی نقص ہو۔

(3)جنت سے اُونچا کوئی معیار نہیں جہاں تک انسان نے پہنچنا ہو اور اس معیار کے لیے تبدیلی کی ضرورت ہو۔

(4)جنت سے آگے کوئی منزل نہیں ہے۔جنت کامل ہے اور انسان کاملیت تک پہنچنا چاہتا ہے انسان کے ذوق کی تسکین جنت کے سوا کسی اور مقام پر نہیں ہوسکتی۔

(5) جنت جا کر انسان تغیر اور تبدیلی کی خواہش نہ رکھے گا۔ اس لیے جنت سے زیادہ تسکین دینے والی کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

(6) جنت میں کامل حسن ہوگا جس کی وجہ سے اُکتاہٹ نہیں ہوگی۔

(7) جنت سے زیادہ کوئی جگہ بہتر نہیں ہوگی اس لیے کہیں منتقل ہونے کی خواہش نہیں ہوگی۔

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾

''آپ کہہ دیں کہ اگر میرے رب کے کلمات کے لئے سمندر سیاہی ہو جائیں، وہ بھی میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے یقیناً ختم ہو جائیں گے چاہے ہم اسی کے برابر اور سیاہی لے آئیں'' (109)

سوال 1: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر میرے رب کے کلمات کے لئے سمندر سیاہی ہو جائیں، وہ بھی میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے یقیناً ختم ہو جائیں گے چاہے ہم اسی کے برابر اور سیاہی لے آئیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی لامحدود صفات کے بارے میں بندوں کو بتا دیجیے۔

(2) ﴿لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ﴾ ''اگر سمندر ہو جائیں'' یعنی دنیا میں موجود سارے سمندر۔

(3) ﴿مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ﴾ ''سیاہی میرے رب کے کلمات کے لئے'' یعنی سارے سمندر روشنائی بن جائیں جن سے رب کے کلمات اور اس کی حکمتیں اور دلائل لکھے جائیں۔

(4) ﴿لَنَفِدَ الْبَحْرُ﴾ یقیناً ختم ہو جائیں گے سمندر'' تو سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی۔

(5) ﴿قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ﴾ ''میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے'' یعنی رب کے کلمے باقی رہ جائیں گے۔

(6) ﴿وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ ''چاہے ہم اسی کے برابر اور سیاہی لے آئیں'' اگرچہ اس میں کئی اور سمندر شامل کر دیئے جائیں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے۔'' (لقمان:27)

(8) یہ معانی کو ذہن کے قریب تر کرنے کا ایک اسلوب ہے کیونکہ یہ تمام اشیاء مخلوق ہیں اور تمام مخلوقات ختم ہونے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ

کا کلام اس کی جملہ صفات میں شمار ہوتا ہے اور اس کی صفات غیر مخلوق ہیں جن کی کوئی حد وانتہا نہیں۔ پس جتنی بھی عظمتیں اور وسعتیں ہیں، جن کا تصور دلوں میں آ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی باقی صفات کا معاملہ ہے، مثلا: اللہ تعالیٰ کا علم، اس کی حکمت، اس کی قدرت اور اس کی رحمت اگر زمین اور آسمان کی مخلوق میں سے تمام اولین وآخرین کے علم کو اکٹھا کر لیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کے مقابلے میں اتنا ہی قلیل ہے جتنا ایک چڑیا کی چونچ میں وہ پانی جو وہ ایک سمندر سے لیتی ہے۔ اس قطرہ آب کو جو نسبت عظیم سمندر سے ہے، وہی نسبت عام انسانوں کی صفت کو اللہ کی عظیم صفات سے ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عظیم لامحدود اور کامل صفات کا مالک ہے اور وہ ہر چیز کی انتہا اللہ ہی کے پاس ہے۔ (تفسیر سعدی: 1559/2)

سوال 2: کلمات سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم کلی ہے۔

(2) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل ہیں جس کا عقلیں احاطہ نہیں کر سکتیں۔ رب کی ذات کے دلائل ختم نہیں ہو سکتے چاہے سارے سمندر ختم ہو جائیں چاہے سارے درخت ختم ہو جائیں جن کی قلمیں بنائی جائیں اور قلمیں گھس جائیں۔

(3) جب ہر چیز ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمات کو بھی باقی دکھایا ہے۔

(4) کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کے کارنامے، کمالات اور عجائبات قدرت ہیں اور یہ لامتناہی اور بے حد وحساب ہیں جن میں ہر آن مزید وسعت بھی ہوتی رہتی ہے اور سمندر یا سمندروں کا پانی خواہ کتنا ہی کثیر مقدار میں ہو بہر حال اس کی ایک حد ہے اور ایک محدود چیز سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے لہٰذا سمندروں کی سیاہی تو ختم ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے۔ (تیسیر القرآن)

﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا﴾

''آپ فرما دیں کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، چنانچہ جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے۔'' (110)

سوال 1: ﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا﴾ ''آپ فرما دیں کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، چنانچہ جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو لازم ہے کہ وہ نیک عمل

کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ﴾ ''آپ فرمادیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ رسالت کو جھٹلانے والے مشرکوں سے آپ کہہ دیجئے۔

(2) ﴿اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ﴾ ''کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں'' یعنی میں تو تمہارے جیسا انسان ہوں میرے پاس نہ علم غیب ہے، نہ خزانے، نہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار کا کوئی حصہ میرے پاس ہے۔ میں معبود نہیں ہوں رب کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا﴾ اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (بنی اسرائیل:94)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی۔ ابراہیم (ایک راوی) نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ نماز میں زیادتی ہوئی یا کمی' پھر جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آخر کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپ نے نے اپنے دونوں پاؤں پھیرے اور قبلہ کی طرف منہ کرلیا اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔ اور سلام پھیرا۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہوتا تو میں تمہیں پہلے ہی ضرور کہہ دیتا لیکن میں تو تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں' جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ اس لیے جب میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اس وقت ٹھیک بات سوچ لے اور اسی کے مطابق نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے (سہو کے) کرلے۔'' (صحیح بخاری:401)

(5) سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ کھجوروں کو قلم لگا رہے تھے یعنی کھجوروں کو گابھن کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم لوگ اسی طرح کرتے چلے آئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس طرح نہ کرو تو شاید تمہارے لیے یہ بہتر ہو انہوں نے اس طرح کرنا چھوڑ دیا تو کھجوریں کم ہوگئیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ اس بارے میں سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایک انسان ہوں جب میں تمہیں کوئی دین کی بات کا حکم دوں تو تم اس کو اپنا لو اور جب میں اپنی رائے سے کسی چیز کے بارے میں بتاؤں تو میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ (ایک راوی) کہتے ہیں یا اسی طرح کچھ اور آپ ﷺ نے فرمایا۔'' (صحیح مسلم:6127)

(6) سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ میں ایک انسان ہوں، تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے بعض اپنے مقدمہ کو پیش کرنے میں فریق ثانی کے مقابلہ میں زیادہ چرب زبان ہو اور میں تمھاری بات سن کر فیصلہ کردوں تو جس شخص کے لئے میں اس کے بھائی (فریق مخالف) کا کوئی حق دلادوں۔ چاہیے کہ وہ اسے نہ لے کیونکہ یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے

جو میں اسے دیتا ہوں''۔(صحیح بخاری:7169)

(7)﴿يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ﴾''میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے''یعنی مجھے تم پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ میری طرف وحی کرتا ہے اور جلیل ترین وحی یہ ہے کہ اس نے تمہیں آگاہ کیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے،یعنی اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی ذرہ بھر عبادت کا مستحق ہے اور میں تمہیں ان اعمال کی دعوت دیتا ہوں جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب اور اس ثواب سے بہرہ ور کرتے ہیں اور تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1560/2)

(8)جس شخص کو یہ خیال ہو کہ میں جھوٹا ہوں وہ قرآن جیسا قرآن لے آئے میں نے تم کو ماضی کی باتیں بتادیں اور اصحاب کہف کا واقعہ اور ذوالقرنین کے حالات سنائے تو میں عالم الغیب تو نہیں ہوں۔تم جیسا ایک انسان ہوں۔اگر وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے باتوں کی خبر نہ دیتا تو مجھے گزرے ہوئے واقعات کا علم کیسے ہوتا لہٰذا جس طرح میرے بتائے ہوئے ماضی کے واقعات سچے ہیں ٹھیک اسی طرح میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں جس معبود کی طرف بلا رہا ہوں وہ ایک ہی ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔(مختصر ابن کثیر:1121/2)

سوال2:﴿فَمَن كَانَ يَرۡجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلٗا صَٰلِحٗا وَلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدَۢا﴾''چنانچہ جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَن كَانَ يَرۡجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ﴾''چنانچہ جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے''یعنی جو اپنے رب کی ملاقات کا خوف رکھتا ہو اور اپنی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ کو نگران سمجھتا ہو اور اس کی اطاعت کے کاموں پر اس سے ثواب کی امید رکھتا ہو۔(جامع البیان:51/16)

(2)جو اپنے رب سے ثواب اور نیک صلہ کا امیدوار ہو تو اسے عمل صالح کرنے پڑیں گے۔(مختصر ابن کثیر:1121/2)

(3)﴿فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلٗا صَٰلِحٗا﴾''تو لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے''اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو واجب اور مستحب ہیں۔(تفسیر سعدی:1560/2)

(4)عمل صالح وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سنت کے مطابق ہو۔

(5)وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرلے،اور ربوبیت میں اس کو ایک جانے۔(جامع البیان:50/16)

(6)﴿وَلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدَۢا﴾''اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے''ایک شخص نے رحمت عالم سے پوچھا کہ میں بہت سے نیک عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بھی کرتا ہوں اور مجھے یہ بھی پسند ہے کہ لوگ میری نیکیاں بھی دیکھ لیں آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔پھر یہ آیت اتری(ابن ابی حاتم)

(7)یعنی اپنے اعمال میں ریا سے کام نہ لے بلکہ اس کے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوں۔یہی وہ چیز ہے جو اخلاص اور اتباع کی جامع ہے اور اسی سے مطلوب ثواب حاصل ہوسکتا ہے۔اس طریقے کے سوا دیگر طریقوں کو اختیار کرنے والے لوگ اپنی دنیا و آخرت

میں خائب وخاسر لوگ ہیں۔ جو اپنے آقا ومولا کے قرب اور اس کے حصول سے محروم ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1560)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' (صحیح مسلم:7475) (9) سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ یہ سب سے آخری آیت ہے جو نبی پر اتری۔ (ابن کثیر:302)

اٰیاتها ۹۸ ۱۹ سُوۡرَةُ مَرۡيَمَ مَكِّيَّةٌ ۴۴ رکوعاتها ۶

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ یہ 6 رکوع اور 98 آیات پر مشتمل ہے۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 19 ویں اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 44 ویں نمبر ہے۔

رکوع نمبر 4

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿كٓهٰيٰعٓصٓ﴾

''کھیعص'' (1)

سوال1: ﴿كٓهٰيٰعٓصٓ﴾ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معانی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا﴾

''ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا، اپنے بندے زکریا پر'' (2)

سوال1: ﴿ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا﴾ ''ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا، اپنے بندے زکریا پر'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا، اپنے بندے زکریا پر'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا بیان ہے جو اس نے اپنے بندے

زکریا پر کی۔(2)سیدنا زکریا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔اُن کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔

(3)سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے بہنوئی تھے۔(4)پیشے کے اعتبار سے بڑھئی تھے۔

(5)اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو سیدنا زکریا کی زندگی میں مجسم کر کے دکھایا ہے۔

(6)اللہ رب العزت نے سیدنا زکریا کے حالات اور ان کے صالح اعمال اور عمدہ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے تا کہ عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کریں اور پیروی کرنے والے ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کریں تا کہ پیروی کرنا ممکن ہو جائے۔

(7)اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا کے بیان کے توسط سے اپنے دوستوں پر رحمت اور اس کے حصول کے اسباب اور اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے ذکر کی کثرت، اس کی معرفت اور اس تک پہنچانے والے اسباب کی دعوت دی ہے۔

(8)اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا کو اسرائیلیوں میں سے نبی بنایا۔انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی ادا کیا۔انہوں نے رب کے بندوں کو رب کی طرف بلایا اور انہیں وحی کی تعلیم دی۔اپنی زندگی میں اور اپنی موت کے بعد تک کے لیے ان کے ساتھ خیر خواہی کی۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو ایسی ہی خیر خواہی کے جذبے کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔

﴿إِذۡ نَادَىٰ رَبَّهُۥ نِدَآءً خَفِيًّا﴾

''جب اُس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا''(3)

سوال1:﴿إِذۡ نَادَىٰ رَبَّهُۥ نِدَآءً خَفِيًّا﴾''جب اُس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿إِذۡ نَادَىٰ رَبَّهُۥ نِدَآءً خَفِيًّا﴾''جب اُس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا''نادیٰ کے معنی ہیں دعا کی اور رغبت سے پکارا۔(المفردات:4/4)

(2)سیدنا زکریا علیہ السلام نے گوشہ تنہائی میں اپنے رب سے اخلاص کے ساتھ دعا کی، دل کی بات کھول کر سامنے رکھی اور قربت کی حالت میں رب کو پکارا۔

سوال2:سیدنا زکریا نے چھپی دعا کیوں کی تھی؟

جواب:(1)رب العزت نے فرمایا:﴿ٱدۡعُواْ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَخُفۡيَةً‌ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُعۡتَدِينَ﴾''تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے سے پکارو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''(الاعراف:55)

(2)چھپی دعا اخلاص پر مبنی ہوتی ہے اور ریاکاری سے دور ہوتی ہے۔(تفسیر المراغی:6/29)

سوال3:دعا کا دین میں کیا مقام ہے؟انبیاء نے کیسے دعائیں کیں؟

جواب:(1)دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

(2)﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''یا وہ جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے؟ اور وہ تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' (النمل:62)

(3) ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ ہمیں کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، جب تم کسی مشکل میں ہوتے ہو تو تمہاری مشکل کشائی کرتا ہے، جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارتے ہو تو تمہاری راہ نمائی کرتا ہے، جب تمہاری کوئی چیز کھو جائے اور اس سے مانگو تو تمہیں لوٹا دیتا ہے، جب قحط سالی میں اس سے دعائیں مانگو تو موسلا دھار بارشیں برساتا ہے۔'' (مسند احمد)

(4) قرآن مجید نے ہمارے سامنے انبیاء کرام علیہم السلام کی بہت سی مثالیں رکھی ہیں کہ انہوں نے مصیبت پریشانی اور آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکارا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مصیبت اور تکلیف دور فرمائی۔ سیدنا یونس علیہ السلام اپنی قوم کو عذاب کی خبر دے کر چلے گئے خود ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار ہوئے۔ بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے قرعہ ڈالا گیا تو سیدنا یونس علیہ السلام کے نام نکلا' چنانچہ انہیں سمندر میں چھلانگ لگانی پڑی۔ جہاں ایک مچھلی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں نگل لیا' تب سیدنا یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کیا۔

(5) رب العزت کا سیدنا یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمان ہے :﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (٨٧) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ (٨٨)﴾ اور مچھلی والے کو جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اُس نے سمجھا کہ ہم اس پر ہرگز قابو نہ پا سکیں گے تو اُس نے اندھیروں میں پکارا: ''کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔ (الانبیاء:87,88)

(6)﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (١٤٣) لَلَبِثَ فِىْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (١٤٤)﴾ ''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا۔ یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے۔'' (الصفت:143,144)

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾

''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا ہے اور اے میرے رب! میں آپ کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا'' (4)

سوال 1:﴿قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا ہے اور اے میرے رب! میں آپ

کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) جب انہوں نے اپنے آپ کو کمزور ہوتے ہوئے دیکھا تو انہیں اس بات کا خدشہ لاحق ہوا کہ وہ اس حال میں وفات پا جائیں گے کہ بندوں کو ان کے رب کی طرف دعوت دینے اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے میں ان کی نیابت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ تو انہوں نے اپنے رب کے پاس اپنی ظاہری اور باطنی کمزوری کا شکوہ کیا اور اسے چپکے چپکے پکارا تاکہ یہ دعا اخلاص کے لحاظ سے اکمل و افضل ہو۔ (تفسیر سعدی:2/1561)

(2) ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ وَهَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں'' ہڈیاں ڈھیلی پڑ جائیں تو سارا جسم ڈھیلا پڑ جاتا ہے ہڈیوں پر ہی جسم کا ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے۔

(3) ﴿وَاشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَيۡبًا﴾ ''اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا ہے'' اس سے مراد ہے کہ جیسے لکڑی کو آگ لگتی ہے ایسے ہی سر کو سفیدی کی آگ لگی ہوئی ہے اور سرعت تیزی سے اُس کی لپیٹ میں ہے۔ عنقریب اس میں کوئی سیاہ بال نہ رہے گا۔

(4) کیونکہ بڑھاپا ضعف اور کمزوری کی دلیل، موت کا ایلچی اور اس سے ڈرانے والا ہے۔ سیدنا زکریا علیہ السلام نے اپنے ضعف اور عجز کو اللہ کی طرف وسیلہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ محبوب ترین وسیلہ ہے کیونکہ یہ بندے کے اپنی قوت و اختیار سے براءت اور دل کے اللہ تعالیٰ کی قوت و اختیار پر بھروسہ کرنے کے اظہار پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1561)

(5) ﴿وَّلَمۡ اَكُنۡۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ ''اور اے میرے رب! میں آپ کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا'' اپنے رب کے سامنے سیدنا زکریا علیہ السلام نے اپنی کمزوری کو رکھ کر یہ بتایا ہے کہ میں آپ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہوں۔

(6) یعنی اے میرے رب! تو نے کبھی بھی میری دعا کو قبولیت سے محروم کر کے مجھے خائب و خاسر نہیں کیا بلکہ تو مجھے ہمیشہ عزت و اکرام سے نوازتا اور میری دعا کو قبول کرتا رہا ہے۔ تیرا لطف و کرم ہمیشہ مجھ پر سایہ فگن رہا اور تیرے احسانات مجھ تک پہنچتے رہے۔ یہ سیدنا زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی گزشتہ دعاؤں کی قبولیت کو بارگاہ الٰہی میں بطور وسیلہ پیش کیا۔ پس سیدنا زکریا علیہ السلام نے اس ہستی سے سوال کیا جس نے ماضی میں ان کو احسانات سے نوازا کہ وہ آئندہ بھی انہیں اپنی عنایات سے نوازے۔ (تفسیر سعدی:2/1561)

(7) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سچی دُعا کیا ہے۔ (i) یہ دعا اس یقین کا اظہار ہے کہ سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی کے دینے سے ملے گا، وہ نہ دے تو کچھ نہ ملے گا۔ (ii) اس دُعا کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جو حیرت انگیز طور پر پوری ہوگئی۔

﴿وَاِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَكَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا﴾

''اور یقیناً میں اپنے پیچھے اپنے رشتے داروں سے خوف رکھتا ہوں اور شروع سے میری بیوی بانجھ ہے،

سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرمائیں'' (5)

سوال 1: ﴿وَاِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَكَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا﴾ ''اور یقیناً میں اپنے

پیچھے اپنے رشتے داروں سے خوف رکھتا ہوں اور شروع سے میری بیوی بانجھ ہے، سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرمائیں" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ﴾ "اور یقیناً میں اپنے پیچھے اپنے رشتے داروں سے خوف رکھتا ہوں" سیدنا زکریا علیہ السلام کو خوف تھا کہ اگر میرا کوئی وارث نہ ہوا جو اس مشن کو آگے پہنچائے اور میرے رشتہ داروں میں کوئی اس مشن کا اہل نہیں تو کہیں رشتے دار حق سے دُور نہ ہو جائیں۔

(2) یعنی مجھے خدشہ ہے کہ میری موت کے بعد بنی اسرائیل پر کون مقرر ہوگا؟ وہ تیرے دین کو اس طرح قائم نہیں کر سکیں گے جس طرح قائم کرنے کا حق ہے اور وہ تیرے بندوں کو تیری طرف دعوت نہیں دیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آ رہا تھا جس میں یہ لیاقت ہو کہ وہ ان کی دینی سربراہی کی ذمہ داری اٹھا سکے۔

(3) اس سے سیدنا زکریا علیہ السلام کی شفقت اور خیر خواہی کا اظہار ہوتا ہے نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، کہ آپ کو بیٹے کی طلب عام لوگوں کے مانند نہ تھی، جس میں مجرد دنیاوی مصلحتیں مقصود ہوتی ہیں۔ آپ کی طلب تو صرف دینی مصالح کی بنا پر تھی آپ کو خدشہ تھا کہ کہیں دین ضائع نہ ہو جائے اور آپ کسی دوسرے کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتے تھے سیدنا زکریا علیہ السلام کا گھرانہ مشہور دینی گھرانوں میں سے تھا اور رسالت ونبوت کا گھر شمار ہوتا تھا اور اس گھرانے سے ہمیشہ بھلائی کی امید رکھی جاتی تھی، اس لئے سیدنا زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ وہ انہیں بیٹا عطا کرے جو ان کے بعد دینی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا سکے۔ (تفسیر سعدی: 2/1562,1561)

(4) ﴿وَّكَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا﴾ "اور شروع سے میری بیوی بانجھ ہے" یعنی میری بیوی بانجھ ہے اور میں خود بوڑھا ہو گیا ہوں۔

(5) ﴿فَهَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِیًّا﴾ "سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرمائیں" یعنی میری نبوت کا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔

(6) "اپنے پاس سے" سے مراد ہے کہ ظاہری اسباب ختم ہو چکے ہیں لیکن اپنے خاص فضل سے مجھے خود عطا فرما دے۔ ایک اور مقام پر ان کی دعا کا تذکرہ ہے۔ ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ﴾ "وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، اس نے کہا: "اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دُعا کا خوب سننے والا ہے۔" (آل عمران: 38) اور سورہ الانبیا میں فرمایا: ﴿وَزَكَرِيَّاۤ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ﴾ "اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا: "اے میرے رب! آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور آپ سب وارثوں میں سے بہترین ہیں۔" (الانبیاء: 89)

﴿يَّرِثُنِیۡ وَيَرِثُ مِنۡ اٰلِ يَعۡقُوۡبَ ۖ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾

"جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنا" (6)

سوال1:﴿يَّرِثُنِيۡ وَيَرِثُ مِنۡ اٰلِ يَعۡقُوۡبَ ۗ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ ''جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَّرِثُنِيۡ وَيَرِثُ مِنۡ اٰلِ يَعۡقُوۡبَ﴾ ''جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی وارث ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے ایسا لائق بیٹا مل جائے جو میرا اور پیغمبرانہ مشن کا وارث ہو۔

(2)﴿وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ ''اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنا'' یعنی اسے نیک بندہ بنا جس سے تو راضی ہو اور تو اسے اپنے بندوں کا محبوب بنا دے۔ غرضیکہ سیدنا زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صالح بیٹے کی دعا کی جو ان کے مرنے کے بعد باقی رہے، جو ان کا ولی اور وارث بنے، اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور نبی ہو۔ یہ اولاد کی بہترین صفات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر بے پایاں رحمت ہے کہ اسے ایسا نیک بیٹا عطا کرے جو مکارم اخلاق اور قابل ستائش عادات کا جامع ہو۔ (تفسیر سعدی:2/1562)

(3) سیدنا زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے وہ جانتے تھے کہ اس کائنات کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ رب کائنات کا پسندیدہ بیٹا مل جائے گا تو میرے لیے مضبوط سہارا ہوگا، صدقہ جاریہ ہوگا۔

﴿يٰزَكَرِيَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسۡمُهٗ يَحۡيٰى لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا﴾

''اے زکریا! یقیناً ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا'' (7)

سوال1:﴿يٰزَكَرِيَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسۡمُهٗ يَحۡيٰى ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا﴾ ''اے زکریا! یقیناً ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰزَكَرِيَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسۡمُهٗ يَحۡيٰى﴾ ''اے زکریا! یقیناً ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا'' اللہ رب العزت نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو خوشخبری سنائی کہ آپ کی دعا قبول ہوئی۔

(2) سیدنا زکریا کو بتایا گیا کہ آپ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوگی جس کا نام یحییٰ ہوگا۔

(3)﴿لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا﴾ ''اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا'' یعنی اس سے پہلے کسی شخص کا نام یحییٰ نہیں رکھا گیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيۡ فِى الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوۡرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۳۹﴾﴾ ''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دُعا کا خوب سننے والا ہے۔ چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے:

''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا ہوگا اور نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا۔'' (آل عمران:38،39) (5) سیدنا یحییٰ اسم بمسمیٰ تھے۔

(6) یعنی اس سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں سیدنا یحییٰ علیہ السلام سے پہلے آپ جیسا کوئی نہیں بنایا، تب یہ ان کی کاملیت اور اوصاف حمیدہ سے ان کے متصف ہونے کی بشارت ہے، نیز یہ کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام اپنے سے پہلے تمام لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر اس احتمال کے مطابق، اس عموم میں سے سیدنا ابراہیم، سیدنا موسیٰ اور سیدنا نوح علیہم السلام اور ان جیسے دیگر انبیاء کرام کو مخصوص کرنا ہوگا جو قطعی طور پر سیدنا یحییٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1563)

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا﴾

''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا؟ جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی آخری حد تک پہنچ گیا ہوں'' (8)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا؟ جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی آخری حد تک پہنچ گیا ہوں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''زکریا نے کہا:'' جب سیدنا زکریا کی دعا قبول ہوگئی اور بیٹے کی بشارت ملی تو تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے۔

(2) ﴿رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ﴾ ''اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا؟ یعنی ان حالات میں کہ جذبہ قوی ہے، بیٹے کی شدید خواہش ہے مگر ظاہری اسباب مفقود ہیں تعجب سے انہوں نے کہا۔

(3) ﴿وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا﴾ ''جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے'' یعنی میری بیوی شروع سے ہی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں اور اب تو وہ بوڑھی ہو چکیں۔

(4) ﴿وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا﴾ ''اور میں بڑھاپے کی آخری حد تک پہنچ گیا ہوں۔'' اور ادھر صورت حال یہ ہے کہ میری ہڈیاں خشک ہو چکیں، اعضاء کمزور ہو گئے، میں صحبت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔

(5) یعنی بڑھاپے میں بانجھ جوڑے کے یہاں اولاد کا جنم لینا حیرت انگیز عمل ہے۔

﴿قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا﴾

''کہا ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا کہ مجھ پر وہ بہت آسان ہے اور یقیناً میں اس سے پہلے آپ کو پیدا کر چکا ہوں

حالانکہ آپ کچھ بھی نہ تھے" (9)

سوال 1: ﴿قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدۡ خَلَقۡتُكَ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ تَكُ شَيۡـًٔا﴾ "کہا ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا کہ مجھ پر وہ بہت آسان ہے اور یقیناً میں اس سے پہلے آپ کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ آپ کچھ بھی نہ تھے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾ "کہا ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا کہ مجھ پر وہ بہت آسان ہے" فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اب ایسے ہی ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل نہیں جو رب بانجھ عورت کو اولاد کے قابل نہیں رہنے دیتا۔ اس کے لیے اولاد کے قابل بنانا مشکل کام نہیں۔ پھر جو رب عدم سے وجود میں لا سکتا ہے وہ ظاہری اسباب کے بغیر بیٹا عطا کر سکتا ہے۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت اسباب کے بغیر وجود میں لا سکتی ہے اس لیے یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔

(3) ﴿وَّقَدۡ خَلَقۡتُكَ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ تَكُ شَيۡـًٔا﴾ "اور یقیناً میں اس سے پہلے آپ کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ آپ کچھ بھی نہ تھے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنے وجود میں دیکھو، تمہارا نام و نشان تک نہ تھا پھر اس نے پیدا کیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا﴾ "کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا؟" (الدھر:1)

﴿قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّيۡۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾

"زکریا نے کہا: "اے میرے رب! آپ میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرمائیں۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تندرست ہوتے ہوئے تین راتیں لوگوں سے بات نہ کرے گا" (10)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّيۡۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾ "زکریا نے کہا: "اے میرے رب! آپ میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرمائیں۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تندرست ہوتے ہوئے تین راتیں لوگوں سے بات نہ کرے گا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّيۡۤ اٰيَةً﴾ "زکریا نے کہا: "اے میرے رب! آپ میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرمائیں۔" سیدنا زکریا نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے اس وعدے کی کوئی نشانی بتا دیں تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو۔

(2) یہ اللہ تعالیٰ کی بشارت میں شک نہیں ہے بلکہ ویسے ہی ہے جیسے سیدنا ابراہیم نے فرمایا تھا: ﴿وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيۡ كَيۡفَ تُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِيۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ ثُمَّ اجۡعَلۡ

عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اُس نے کہا: ''کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے۔'' اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (البقرہ:260)

(3) نشانی مانگنے کی وجہ دل کا اطمینان تھا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکیں۔

(4) ﴿قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تندرست ہوتے ہوئے تین راتیں لوگوں سے بات نہ کرے گا۔'' اللہ تعالیٰ نے نشانی بتا دی کہ تم تین دن تک کسی سے بات نہیں کر پاؤ گے حالانکہ نہ تمہیں کوئی نقص لاحق ہوگا، نہ بیماری، نہ تم گونگے ہو گے بلکہ تم صحیح سلامت اور تندرست ہو گے۔ لیکن بولنے سے عاجز ہو گے۔ اور سیدنا زکریا کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل مل گئی وہ کلام سے عاجز ہو گئے۔ لوگوں سے تو کلام نہیں کر سکتے تھے مگر تسبیح اور ذکر کر سکتے تھے۔ سبحان اللہ

(5) اسی کا تذکرہ سورت آل عمران میں ملتا ہے ﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آ پہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟'' (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں،'' (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔'' (آل عمران:40,41)

﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾

''تو وہ اپنے کمرہ عبادت سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا، پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح کرو'' (11)

سوال 1: ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ ''تو وہ اپنے کمرہ عبادت سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا، پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح کرو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ﴾ ''تو وہ اپنے کمرہ عبادت سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا'' سیدنا زکریا محراب سے یعنی کمرہ عبادت سے نکل کر باہر لوگوں کے پاس آئے جہاں انہیں بیٹے کی بشارت ملی تھی۔

(2) ﴿فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ ''پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح کرو'' سیدنا زکریا نے لوگوں کو اشارے سے کہا کہ میری طرح آپ لوگ بھی صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے رہو اور اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کیونکہ سیدنا یحییٰ

کی پیدائش میں سب لوگوں کے حق میں دینی مصلحت تھی۔

﴿يٰيَحۡيٰى خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِيًّا﴾

''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو'' اور ہم نے اسے بچپن میں دین کی سمجھ عطا کی تھی'' (12)

سوال1:﴿يٰيَحۡيٰى خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِيًّا﴾''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو'' اور ہم نے اسے بچپن میں دین کی سمجھ عطا کی تھی'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی بشارت کے مطابق سیدنا یحییٰ کی ولادت ہوئی اور یہ ان کے شباب اور ان کی عمدہ تربیت پر دلیل ہے کہ رب العزت نے حکم دیا۔

(2)﴿يٰيَحۡيٰى خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ﴾''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قوت، کوشش، محنت اور شوق سے پکڑے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قوت سے پکڑنے کے لیے اس کے الفاظ اور ان کے معنی کی گہرائی کو سمجھیں، اس پر عمل کرنے کے لیے، اس کے احکامات کو سمجھیں۔ پوری محنت کوشش اور شوق سے ہر حکم پر اسی طرح عمل پیرا ہوں جیسا کہ رب العزت نے حکم دیا اور نواہی سے مکمل طور پر اجتناب کریں۔ یہ ہے کتاب اللہ کو قوت سے کامل طور پر پکڑنا۔ سیدنا یحییٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مکمل طور پر تعمیل کی۔ انہوں نے کتاب اللہ کو حفظ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی ذہانت عطا فرمائی تھی جو کسی اور کو نہ دی تھی۔ اور انہوں نے کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے کا حق ادا کر دیا۔ الٰہی ہمیں بھی کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا فرمانا۔ آمین

سوال2:﴿وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِيًّا﴾''اور ہم نے اسے بچپن میں دین کی سمجھ عطا کی تھی'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ہم نے اسے بچپن میں دین کی سمجھ عطا کی تھی'' حکم سے مراد عقل وشعور، دانائی، اللہ تعالیٰ کے احکامات کا فہم، نبوت، علم وعمل کا یکجا ہونا مراد ہے۔ امام شوکانی کی رائے میں حکم میں ساری باتیں ہی داخل ہیں۔

(2)اللہ رب العزت نے انہیں بچپن ہی سے انہیں اپنے احکامات اور ان کی حکمتوں کی سمجھ عطا فرمائی انہیں علم، فہم، عزم، نیکیوں کا شوق، رغبت اور ان کے حصول کے لیے محنت اور انتہائی کوشش کرنے کے جذبے بھی کچھ عطا کر دیا تھا۔

(4)سیدنا یحییٰ چھوٹے تھے تو بچوں نے انہیں کھیلنے کے لیے بلایا تو انہوں نے کہا ہم کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ (تفسیر مراغی:33/6)

﴿وَّحَنَانًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا﴾

''اور اپنی جناب سے اسے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا تھا'' (13)

سوال1:﴿وَّحَنَانًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا﴾''اور اپنی جناب سے اسے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ

سے ڈرنے والا تھا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّحَنَانًا مِّنۡ لَّدُنَّا﴾ ''اور اپنی جناب سے اسے نرم دلی عطا کی تھی'' حنان سے مراد رحمت، رافت، شفقت، نرم دلی اور مہربانی ہے۔

(2) سیدنا یحییٰ کو نرم دلی کے لیے تکلیف نہیں کرنی پڑی انہیں فطرت ثانیہ کے طور پر ہی نرم دلی عطا کی گئی جس کی وجہ سے ان کے حالات کی اصلاح ہوئی، ان کے اعمال اور معاملات درست اور آسان ہوئے۔ نرم دلی انبیاء کی بنیادی صفات میں سے ہے اور مبلغ کی بنیادی ضرورت ہے۔

(3) نرم دلی کی وجہ سے معاملات آسان ہو جاتے ہیں، لوگوں کے دلوں میں گہری محبت پیدا ہو جاتی ہے، لوگ داعی کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ رب العزت نے نبی ﷺ کے لیے فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بدخُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپ انہیں معاف کر دیں اور اُن کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (آل عمران:159)

(4) ﴿لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اُس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (التوبہ:128)

(5) اس اخلاقی وصف کی تعلیم نبی ﷺ نے لوگوں کو دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے الگ کر لی جاتی ہے اس کو بدنما بنا دیتی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ)

(6) ﴿وَّزَكٰوةً﴾ ''اور پاکیزگی عطا کی تھی'' زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی، طہارت، پاک دامنی، گناہوں اور آفتوں سے پاکیزگی، دل اور عقل کی پاکیزگی ہے۔ ابن عباس نے زکوٰۃ کا ترجمہ برکت سے کیا ہے (مختصر ابن کثیر: 1125/2) یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں باعث برکت بنایا، زندگی بھر نیک رہے، گناہوں سے کنارہ کشی کی اللہ تعالیٰ نے سیدنا یحییٰ کو گناہوں اور آفتوں سے پاک کیا تھا جس کی وجہ سے وہ برے اخلاق، بری صفات سے پاک ہو گئے اور اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ کے حامل ہو گئے۔

(7) ﴿وَكَانَ تَقِيًّا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا تھا'' وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنے والے اور نواہی کو ترک کرنے والے تھے۔

(8) متقی انسان اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتا ہے۔

(9) جو مومن تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی اور اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

(10) نبی ﷺ لوگوں کو تقویٰ کی وصیت کرتے تھے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرو، برائی کے بعد (جو تم سے ہو جائے) بھلائی کرو جو برائی کو مٹا دے۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔ (جامع ترمذی:1987)

(11) سیدنا عامر بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں میں (موجود) تھے کہ اسی دوران ان کا بیٹا عمر آیا تو جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو فرمایا: میں سوار کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں تو جب وہ اترا تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ کیا آپ اونٹ اور بکریوں میں رہنے لگے ہیں اور لوگوں کو چھوڑ دیا اور وہ ملک کی خاطر جھگڑ رہے ہیں تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: خاموش ہو جا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے پیار کرتا ہے جو پرہیزگار اور غنی ہے اور ایک کونے میں چھپ کر بیٹھا ہے (یعنی شہرت اور نمود و نمائش سے اجتناب کرنے والا ہو)۔ (صحیح مسلم:7432)

﴿وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيۡهِ وَلَمۡ يَكُنۡ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾

''اور اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا اور سرکش، نافرمان نہیں تھا'' (14)

سوال 1: ﴿وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيۡهِ وَلَمۡ يَكُنۡ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ ''اور اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا اور سرکش، نافرمان نہیں تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيۡهِ﴾ ''اور اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا یحییٰ کی صفات میں سے ایک اور پیدائشی صفت کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرنے والے، ان کی اطاعت اور خدمت کرنے والے تھے۔ وہ اپنے قول اور فعل سے حسن سلوک کرتے تھے۔ ان سے کبھی برائی اور ترش روئی سے پیش نہیں آتے تھے۔

(2) ﴿وَلَمۡ يَكُنۡ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ ''اور سرکش، نافرمان نہیں تھا'' سیدنا یحییٰ علیہ السلام سرکش، خودسر اور نافرمان نہیں تھے۔ یعنی نہ تو ان کے اندر تکبر تھا، نہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی کرنے والے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے مقابلے میں بڑا نہیں سمجھتے تھے۔ والدین کے سامنے عاجزی اور تواضع اختیار کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ہر طرح کے معاملات میں سلامتی عطا کی گئی تھی۔

﴿وَسَلٰمٌ عَلَيۡهِ يَوۡمَ وُلِدَ وَيَوۡمَ يَمُوۡتُ وَيَوۡمَ يُبۡعَثُ حَيًّا﴾

''اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جائے گا'' (15)

سوال 1: ﴿وَسَلٰمٌ عَلَيۡهِ يَوۡمَ وُلِدَ وَيَوۡمَ يَمُوۡتُ وَيَوۡمَ يُبۡعَثُ حَيًّا﴾ ''اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جائے گا'' اللہ تعالیٰ نے تین وحشت کے مواقع پر سلامتی کی خبر دی ہے جو شیطان اور اس کے شر اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامتی کی خبر ہے اور یہ کہ وہ دار السلام یعنی جنت میں ہیں۔

(2) انسان کی زندگی کے تین وحشت ناک مواقع ہیں ایک جب وہ پیدا ہوتا ہے دوسرے جب اسے موت آتی ہے تیسرے جب اسے قبر سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ کسی شاعر نے کہا ''تیری ماں نے تجھے جنم دیا تو تو رو رہا تھا چیخ رہا تھا اور تیرے آس پاس لوگ خوشی سے ہنس رہے تھے۔ تو اپنے لیے کوشش کر کہ جب تیرے مرنے کے دن وہ رو رہے ہوں تو خوش ہو اور ہنس رہا ہو۔''

(3) تینوں مواقع پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا یحییٰ کو پر امن سلامتی کا پیغام عطا فرما کر ان کو عزت کی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ (ابن جریر)

(4) نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر شخص جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو گناہ گار ہو گا کوئی ایسا شخص نہیں ہو گا جو گناہوں سے بچا ہو مگر یحییٰ گناہوں سے پاک اور صاف ہوں گے۔ آپ نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں اور نہ آپ کے دل میں کبھی کسی عورت کا تصور آیا۔ (عبدالرزاق)

(5) اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں سیدنا یحییٰ اور ان کے والد اور تمام انبیاء پر۔ رب العزت سے دعا ہے ہمیں انبیاء کے پیروکاروں میں شامل فرمائے یقیناً وہ کریم ہے، سخی ہے کرم کرنے والا ہے۔

رکوع نمبر 5

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا﴾

''اور اس کتاب میں مریم کا ذکر کرو، جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب چلی گئی'' (16)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ﴾ ''اور اس کتاب میں مریم کا ذکر کرو'' سیدہ مریم کا قرآن مجید میں جو ذکر خیر آیا ہے، اس کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ﴾ ''اور اس کتاب میں ذکر کرو'' یعنی قرآن مجید میں ذکر کرو۔ ﴿مَرْيَمَ﴾ مریم کا۔ یہ سیدہ مریم کی سب سے بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب میں ان کے نام اور ان کے حالات کا ذکر ہے جس کو دنیا کے گوشے گوشے کے مسلمان تلاوت کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہانوں کے بادشاہ نے ان کی مدح وثناء کی ہے یہ ان کے اعمال حسنہ اور زندگی کی کمال درجے کی جدوجہد کی جزا ہے۔

(2) سیدہ مریم داؤد کے خاندان میں عمران کی بیٹی تھیں۔ جو ایک پاکیزہ اسرائیلی گھرانہ تھا۔ ان کی پیدائش سے پہلے ان کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ اپنے پیٹ کا بچہ رب کی نذر کر دوں گی پھر جب بیٹی نے جنم لیا تو پریشان ہو گئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس بیٹی کو بھی قبول کر لیا یوں پہلی بچی ہیکل کی نذر کی گئی۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ ؕ وَلَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی ۚ وَاِنِّیۡ سَمَّیۡتُهَا مَرۡیَمَ وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۳۶﴾﴾ جب عمران کی بیوی نے کہا: ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں، یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔'' پھر جب اس نے بچے کو جنم دیا تو کہا: ''اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا ''اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا، اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔'' (آل عمران:35,36)

(4)سیدہ مریم علیہا السلام وہ خاتون ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی خدمت کے لیے منتخب کیا۔ انہیں بن باپ کے بچہ عطا کیا اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بنیں۔ سیدہ مریم قوم کے سردار کی بیٹی تھیں مگر وہ ان کی پیدائش کے وقت وفات پا چکے تھے۔ سیدہ مریم کی والدہ سیدہ حنہ نے نذر مانی تھی تو رب نے ان کی بیٹی کو قبول کر لیا اور ان کی عمدہ طریقے سے پرورش کی اور سیدنا زکریا کو ان کا سرپرست بنایا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّکَفَّلَهَا زَکَرِیَّا ؕ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیۡهَا زَکَرِیَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ یٰمَرۡیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ﴾ ''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ (آل عمران:37) ان کی کفالت کی ذمہ داری کے لیے معزز ترین قوم میں سے بہت سے افراد کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کی گئی بیٹی کی پرورش کا شرف اسے ملے لہذا قرعہ اندازی کی گئی تو یہ شرف سیدنا زکریا کے حصے میں آیا۔ رب العزت نے فرمایا﴿ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ ؕ وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَیُّهُمۡ یَکۡفُلُ مَرۡیَمَ ۪ وَمَا کُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ﴾ یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔ (آل عمران:44) قرعہ اندازی کے نتیجے میں سیدنا زکریا علیہ السلام سرپرست تسلیم کر لیے گئے۔ یہ ان کا شرعی حق بھی تھا اور قرعہ اندازی سے ثابت بھی ہو گیا۔ یوں سیدہ مریم ہیکل کے دربار میں پرورش پانے لگیں۔ سیدنا زکریا ان کی عبادت گزاریوں اور رب کی کرم نوازیوں کو دیکھتے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا﴿کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیۡهَا زَکَرِیَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ یٰمَرۡیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾﴾ زکریا جب

کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ (آل عمران:37)

(5) سیدنا زکریا نے سیدہ مریم کے لیے مسجد میں ایک جگہ مقرر کر دی تھی جہاں ان کے سوا کوئی نہیں جاتا تھا۔ وہ وہاں دن رات عبادت میں مشغول رہتی تھیں حتیٰ کہ ان کی عبادت گزاری ضرب المثل بن گئی۔ سیدہ مریم مسجد کی خدمت کے فرائض بھی انجام دیتی تھیں۔ ان کی کریمانہ عادات اور اعلیٰ صفات لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ سیدنا زکریا جب کبھی حجرہ عبادت میں تشریف لے جاتے تو انہیں بے موسم کے پھل دیکھ کر حیرت ہوتی تھی گرمیوں میں سردیوں کے پھل اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل موجود ہوتے تھے جب کہ ان دنوں میں پھلوں کو محفوظ رکھنے کے انتظامات بھی نہیں ہوتے تھے۔ سیدنا زکریا ان سے پوچھتے تھے اے مریم تیرے پاس یہ رزق کہاں سے آیا ہے؟ وہ جواب دیتیں اللہ تعالیٰ کے پاس سے۔ یقیناً وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ کرامت دیکھ کر سیدنا زکریا علیہ السلام کے دل میں بیٹے کی خواہش پیدا ہوئی حالانکہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ قرآن مجید میں یوں ہے ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دُعا کا خوب سننے والا ہے۔'' (آل عمران:38)

(6) سیدہ مریم کا تمام خواتین عالم کے مقابلے میں انتخاب: اللہ رب العزت نے سیدہ مریم کو چن لیا، انہیں پاک کیا اور دنیا بھر کی عورتوں میں سے اس شرف کے لیے انہیں منتخب کیا کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ بغیر باپ کے بچہ پیدا کرنے کی قدرت کا اظہار کرے گا اور انہیں سیدنا عیسیٰ کی خوشخبری دی کہ وہ معزز نبی ہوں گے جو مستقبل میں بنی اسرائیل کے رسول اور ان کے راہ نما بننے والے تھے اور انہیں توحید کی دعوت دینے والے تھے۔

(7) رب العزت نے سیدہ مریم علیہا السلام کو حکم دیا کہ وہ کثرت سے عبادت، رکوع اور سجدوں میں مشغول رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے معزز مقام پانے کی مستحق ہوں اور اس نعمت پر اس کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں وہ بہت طویل قیام کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے والدین پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿٤٢﴾ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾﴾ ''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو، سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔'' (آل عمران:42,43)

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار خواتین تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہیں: مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔'' (مسند احمد:368/2)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''جب آپ نے جھک کر نبی کریم ﷺ کی بات سنی تھی تو آپ کیوں رو پڑی تھیں اور پھر کیوں ہنس دی تھیں؟'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپ اسی بیماری میں وفات پا جائیں گے۔ اس پر مجھے رونا آ گیا پھر میں جھکی تو آپ نے فرمایا کہ گھر کے افراد میں سب سے پہلے میں (فوت ہو کر) آپ سے جاملوں گی اور یہ بتایا کہ میں مریم بنت عمران کے سوا تمام خواتین جنت کی سردار ہوں گی تب میں ہنس دی۔'' (بخاری: 6285,6286)

(10) اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا چار خواتین میں سے سیدہ مریم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا درجہ زیادہ ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں میں تو بہت سے افراد کامل ہوئے۔ عورتوں میں صرف فرعون کی بیوی آسیہ اور سیدہ مریم بنت عمران کامل ہوئیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری عورتوں سے اس طرح افضل ہیں جس طرح ثرید دوسرے تمام کھانوں سے افضل ہوتا ہے۔'' (بخاری: 3769)

(11) کمال سے مراد غالباً اپنے اپنے دور میں کمال کا حصول ہے کیونکہ ان دونوں خواتین نے ہونے والے نبیوں کی پرورش کی۔ سیدہ آسیہ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی۔ سیدہ مریم علیہا السلام نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس امت میں کوئی خاتون کمال کے اس درجے کو نہیں پہنچ سکتی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا باکمال ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بعثت سے پہلے پندرہ سال اور بعثت کے بعد دس سال گزارے۔ اپنی تمام دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دی اور مشکلات کے دور میں آپ کی دلجوئی فرمائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہنوں پر یہ افضلیت حاصل ہے کہ انہیں نبی ﷺ کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا جب کہ آپ کی دوسری بہنیں نبی ﷺ کی زندگی میں فوت ہو چکی تھیں۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ آپ کو نبی کریم ﷺ کی محبت میں سے وافر حصہ ملا تھا۔ آپ کے سوا کوئی ام المومنین کنواری ہونے کی حالت میں نبی ﷺ کے نکاح میں نہیں آئیں۔ جب منافقوں نے آپ ﷺ کی عزت پر انگشت نمائی کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کی برأت نازل فرمائی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد پچاس سال زندہ رہیں۔ اس دوران میں آپ قرآن وسنت کی تبلیغ میں مشغول رہیں۔ مشکل شرعی مسائل میں آپ فتووں کے ذریعے سے امت کی راہ نمائی فرماتی رہیں اور اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں صلح کرواتی رہیں۔ اس لیے بعض علمائے کرام نے ام المومنین سیدنا عائشہ کو ام المومنین سیدنا خدیجہ سمیت تمام امہات المومنین سے افضل قرار دیا ہے۔ تاہم سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ کو ایک دوسرے سے افضل قرار دینے کے مسئلہ میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ (قصص الانبیاء: 597,603)

سوال 2: ﴿اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا مَكَانًا شَرۡقِيًّا﴾ ''جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب چلی گئی۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا مَكَانًا شَرۡقِيًّا﴾ ''جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب چلی گئی'' یعنی جب وہ اپنے گھر والوں سے جدا ہو کر۔

(2)﴿مَكَانًا شَرْقِيًّا﴾ ''مشرقی جانب چلی گئی۔'' یعنی قدیم ہیکل کے مشرقی حصے میں گوشہ نشین ہوگئی تھیں۔

﴿فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾

''پھر اُس نے اُن کی طرف سے ایک پردہ بنالیا تو ہم نے اُس کے پاس اپنے خاص فرشتے کو بھیجا
تو اُس کے لیے اُس نے پورے انسان کی شکل اختیار کی'' (17)

سوال 1: ﴿فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ پھر اُس نے اُن کی طرف سے ایک پردہ بنالیا تو ہم نے اُس کے پاس اپنے خاص فرشتے کو بھیجا تو اُس کے لیے اُس نے پورے انسان کی شکل اختیار کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا﴾ ''پھر اُس نے اُن کی طرف سے ایک پردہ بنالیا'' (i) سیدہ مریم علیہا السلام یہ علیحدگی اور حجاب اس مقصد کے لیے تھا تا کہ وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہیں انہیں یکسوئی حاصل رہے۔ (ii) یہ پردہ اس مقصد کے لیے بھی تھا تا کہ وہ کسی کو نظر نہ آئیں۔ (iii) یہ پردہ حیض سے پاکیزگی کے لیے بھی تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کنواری اور کم سن ہونے کے باوجود پاکیزہ تھیں اور اپنی تنہائی سے مطمئن تھیں۔

(2) یعنی ایک پردہ ڈال لیا تھا جو لوگوں کی ملاقات سے مانع تھا۔ سیدہ مریم علیہا السلام کا گوشہ نشیں ہونا، پردہ لٹکا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے الگ تھلگ ہوجانا، اخلاص، خشوع وخضوع اور اللہ تعالیٰ کے لئے تذلل کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت دراصل اس ارشاد الٰہی کی تعمیل ہے۔ ﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو، سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ (آل عمران: 42،43)

(3)﴿فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا﴾ ''تو ہم نے اُس کے پاس اپنے خاص فرشتے کو بھیجا۔'' روح سے مراد سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

(4)﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ ''تو اُس کے لیے اُس نے پورے انسان کی شکل اختیار کی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو مکمل انسانی شکل میں بھیجا تھا۔ یعنی ایک خوبصورت اور حسین وجمیل مرد کی شکل میں ظاہر ہوئے، جس میں کوئی عیب تھا نہ نقص، کیونکہ سیدہ مریم علیہا السلام، جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کی متحمل نہ تھیں۔ جب مریم علیہا السلام نے جبریل علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا، جبکہ وہ اپنے گھر سے علیحدہ اور لوگوں سے الگ ہو کر گوشہ نشیں ہوگئی تھیں اور عزیز ترین لوگوں، یعنی اپنے گھر والوں سے بھی پردہ کر لیا تھا۔ تو ڈر گئیں کہ وہ مرد ہے کہیں وہ

ان کے بارے میں کوئی برا ارادہ نہ رکھتا ہو اور کہیں وہ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئے۔ (تفسیر سعدی: 2/1567)

﴿قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِیًّا﴾

''مریم نے کہا: ''یقیناً میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والا ہے'' (18)

سوال 1: ﴿قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِیًّا﴾ ''مریم نے کہا: ''یقیناً میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَتۡ﴾ ''مریم نے کہا'' (i) سیدہ مریم علیہا السلام نے جب بے دھڑک ایک مرد کو اندر داخل ہوتے دیکھا تو گھبرا اُٹھیں کہ کہیں یہ بُری نیت سے نہ آیا ہو۔ (ii) سیدہ مریم کا گھبرا اُٹھنا فطری امر تھا جس پاکباز عبادت گزار لڑکی کے کمرے میں اچانک نوجوان داخل ہو جائے تو وہ یقیناً گھبرا جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے گی۔ (iii) سیدہ مریم علیہا السلام سیدنا جبرائیل سے ڈر گئیں کہ کہیں وہ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئیں اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ﴾ ''یقیناً میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں'' انہوں نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں اور اس کی رحمت کے سائے تلے آتی ہوں کہ تو مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ (جامع البیان: 16/74)

(3) ﴿اِنۡ كُنۡتَ تَقِیًّا﴾ ''اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والا ہے'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہو اور عمل کرتے ہو اور تمہارے دل میں کچھ بھی خوف ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔

(4) (i) سیدہ مریم علیہا السلام نے اس مرد کے شعور کو بیدار کیا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے وہ دیکھ رہا ہے۔ یہ جگہ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں۔ (ii) سیدہ مریم علیہا السلام پاکباز دوشیزہ تھیں اُن کو جنین کی حالت میں ہیکل کی نذر کر دیا تھا اُن کی اچھی تربیت ہوئی تھی اُن کی کفالت ایک پاکباز شخص نے کی وہ پاک ماحول میں رہنے والی تھیں اُن کے لیے تقویٰ ہی سب سے اہم چیز تھی اس لیے اُنہوں نے اُسی کا واسطہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کا خوف بیدار ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جس کے سامنے ذکر کیا جائے وہ متقی ہو۔ تقویٰ کی بیداری سے انسان شیطانی وسوسوں اور شہوت کی اُکساہٹوں سے بچ جاتا ہے۔

(5) سیدہ مریم علیہا السلام کا خوف تھا اور یہ عفت کے بلند ترین درجے شر اور اس کے اسباب سے بعد کی دلیل ہے یہ عفت خاص طور پر جبکہ تمام اسباب جمع ہوں اور گناہ سے کوئی مانع بھی موجود نہ ہو۔ بہترین عمل ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی ستائش کی۔ ﴿وَمَرۡيَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِيۡنَ﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔'' (التحریم: 12) ﴿وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا

فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ ''اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا۔'' (انبیاء:91)(سعدی:2/1567)

﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾

''فرشتے نے کہا: ''یقیناً میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں'' (19)

سوال1: ﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ فرشتے نے کہا: ''یقیناً میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ﴾ ''فرشتے نے کہا'' فرشتے نے جواب دیا۔

(2) ﴿اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ﴾ ''یقیناً میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں'' کہ میرے بارے میں آپ کا گمان درست نہیں میں تو آپ کے رب کا قاصد ہوں، آپ کے رب نے مجھے بھیجا ہے۔ اور میرا کام تو آپ کے بارے میں رب کے حکم کو نافذ کرتا ہے۔

(3) ﴿لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ ''تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں'' یہ بیٹے اور اس کی پاکبازی کی بہت بڑی خوش خبری ہے کیونکہ تمام پاکیزگی تمام بری عادات سے تطہیر اور قابل تعریف اوصاف کے حامل ہونے کی دلیل ہے۔

(4) فرشتے نے کہا کہ مجھے تو آپ کے پاس بھیجا گیا ہے کہ میں آپ کو ایک پاکیزہ بیٹا دوں۔

﴿قَالَتۡ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَكُ بَغِيًّا﴾

''مریم نے کہا: ''میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ اور مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں کبھی بدکار نہ تھی'' (20)

سوال1: ﴿قَالَتۡ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَكُ بَغِيًّا﴾ مریم نے کہا: ''میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ اور مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں کبھی بدکار نہ تھی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَتۡ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَكُ بَغِيًّا﴾ ''مریم نے کہا: ''میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ اور مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں کبھی بدکار نہ تھی۔'' سیدہ مریم علیہا السلام کو فرشتے کی بات پر تعجب ہوا تو انہوں نے سوال کیا کہ میرے ہاں بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ نہ تو میرا کوئی شوہر ہے اور نہ ہی میں بے حیائی پر آمادہ ہوسکتی ہوں، نہ آج تک مجھے کسی انسان نے چھوا، نہ ہی میں فاحشہ عورت ہوں (نعوذ باللہ)

(2) یہ الفاظ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ عطا ظاہری اسباب کے بغیر ہوگی اس لیے سیدہ مریم علیہا السلام کا خوف دُور ہوگیا۔

(3) سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے یہ واضح کر دیا تھا کہ میں تیرے رب کا رسول ہوں اور رسول پیغام دینے کے لیے آتا ہے اس لیے بھی خوف دُور

ہوگیا۔اس سوال یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام مرد اور عورت کے ملاپ کے ماسوا کسی اور صورت پیدائش پر یقین نہیں رکھتی تھیں۔

﴿قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا﴾

''فرشتے نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا، تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر تو بہت آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی جانب سے ایک رحمت بنادیں اور ہمیشہ سے یہ ایک طے شدہ کام ہے۔''(21)

سوال1:﴿قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا﴾''فرشتے نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا، تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر تو بہت آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی جانب سے ایک رحمت بنادیں اور ہمیشہ سے یہ ایک طے شدہ کام ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ كَذٰلِكِ﴾''فرشتے نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا'' فرشتے نے سیدہ مریم علیہا السلام کو جواب دیا کہ ایسا ہی ہوگا یعنی تم سے بیٹا پیدا ہوگا اگرچہ تمہارا شوہر نہ ہو اور تم پاک دامن ہی رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے اور اس پر ہر کام آسان ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1127)

(2)﴿قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾''تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر تو بہت آسان ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

(3)اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج نہیں ہے اس لیے جو چیز ہمارے لیے معجزہ ہے وہ اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔

(4)﴿وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾''اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنادیں''(i)اللہ تعالیٰ نے سیدنا مریم علیہا السلام نے اس بچے کو اپنی تخلیق کی نشانی بنادیا اور یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ، قدرت اور مشیت بے قید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مرد اور عورت کے بغیر پیدا کیا یہ پہلی صورت ہے جو انسان جانتے ہیں۔(ii)اللہ تعالیٰ نے سیدہ حوا علیہا السلام کو صرف مرد سے پیدا کر کے دوسری صورت بھی واضح کردی تھی۔(iii)اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام سے ساری نسل انسانی کا سلسلہ چلادیا تیسری نشانی تھی۔

(5)اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے توسط سے یہ چوتھی نشانی دکھادی کہ بغیر مرد کے بھی اللہ تعالیٰ بچے کو تخلیق کرسکتا ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ پیدائش کی ہر قسم پر کمال درجے کی قدرت اور کمال درجے کا غلبہ رکھتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ رب۔

(7)یہ بچہ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک اور اعتبار سے بھی سارے جہان والوں کے لیے نشانی ہوں گے کہ وہ لوگوں سے بچپن (گہوارے) میں بھی باتیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اور اپنا نبی بنائیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید کی دعوت دیں گے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾''جب فرشتوں نے کہا: ''اے مریم!

یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے، اس کا نام مسیح عیسیٰ ابنِ مریم ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا اور مقرب بندوں میں سے ہوگا اور وہ گود میں بھی اور اُدھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔'' (آل عمران:46,45)

(8) یہ سیدنا جبرائیل کے کلام کا اختتام ہے انہوں نے سیدہ مریم کو یہ خبر دی کہ کام اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت اور اس کی مشیت و تقدیر میں طے پا چکا ہے اور حق تعالیٰ رحمت عالم ﷺ کو اس کی خبر دے رہے ہیں، اس سے کنایہ روح پھونک دینا ہے قرآن میں ہے: ﴿وَمَرۡيَمَ ابۡنَتَ عِمۡرَانَ الَّتِيۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِيۡنَ﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔'' (التحریم:12) ﴿وَالَّتِيۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا۔'' (الانبیاء:91) یعنی اللہ تعالیٰ اس کام کا عزم کر چکا ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (ابن کثیر:1127/1128)

(9) وہ نشانی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرے، نیز اس امر پر بھی کہ اسباب کی کوئی مستقل تاثیر نہیں، ان میں تاثیر صرف اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے۔ پس وہ اپنے بندوں کو بعض اسباب کے خلاف خارق عادت واقعات کا مشاہدہ کراتا ہے تاکہ وہ اسباب پر نہ ٹھہر جائیں اور مسبب الاسباب اور ان کو مقدر کرنے والی ہستی کے افعال میں غور و فکر ترک نہ کریں۔ (تفسیر سعدی:1567,1568/2)

(10) ﴿وَرَحۡمَةً مِّنَّا﴾ ''اور اپنی جانب سے ایک رحمت بنا دیں'' یہ واقعہ پہلے بنی اسرائیل کے لیے رحمت بنا پھر سارے انسانوں کے لیے رحمت بنا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے جس کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتے ہیں۔

(11) تاکہ ہم اس کو خود اس کے لئے، اس کی والدہ کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے رحمت بنائیں۔ ان کو خود اپنے لئے رحمت ہونا اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی وحی کے لئے مختص کیا اور آپ کو اپنی عنایات سے نوازا جس طرح اس نے اولوالعزم انبیاء و مرسلین کو نوازا۔ آپ کی والدہ کے لئے آپ کا رحمت ہونا یہ ہے کہ آپ کی وجہ سے آپ کی والدہ کو فخر، ثنائے حسن اور بڑے بڑے اخروی فوائد حاصل ہوئے۔ لوگوں کے لئے آپ کا رحمت ہونا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کے اندر اپنا رسول مبعوث کیا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ دنیا و آخرت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1567,1568/2)

(12)﴿وَكَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِيًّا﴾''اور ہمیشہ سے یہ ایک طے شدہ کام ہے'':(i)اس سے مراد یہ ہے کہ یہ معجزانہ پیدائش تو اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت کے مطابق طے شدہ ہے۔(ii)اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ بدلا نہیں جا سکتا، ہو کر رہے گا۔

(13)یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ تھا، اس کا نافذ ہونا اٹل تھا۔لہٰذا سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے سیدہ مریم کے گریبان میں پھونک ماردی اور سیدہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو گئیں۔

﴿فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا﴾

''پھر مریم نے اس بچے کا حمل اُٹھالیا تو وہ اس کے ساتھ الگ ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئی''(22)

سوال1:﴿فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا﴾''پھر مریم نے اس بچے کا حمل اُٹھالیا تو وہ اس کے ساتھ الگ ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَحَمَلَتۡهُ﴾''پھر مریم نے اس بچے کا حمل اُٹھالیا''سیدہ مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہر گیا، سیدہ مریم علیہا السلام کے حمل کے بارے میں قرآن حکیم میں تذکرہ نہیں ہے۔

(2)سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے سیدہ مریم علیہا السلام کے دامن یا گریبان میں پھونک ماری اور وہ حمل سے ہو گئیں۔

(3)حمل قرار پانے کے بعد سیدہ مریم علیہا السلام کو یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ لوگوں سے کیا کہیں کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ سچی بات بھی نہیں مانیں گے جب انہیں قوم کی طرف سے زنا کے الزام کا خطرہ محسوس ہوا تو ان سے علیحدہ ہو گئیں۔

(4)﴿فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا﴾''تو وہ اس کے ساتھ الگ ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئی''(i)سیدہ مریم علیہا السلام بیت اللحم کے مقام پر چلی گئیں تھیں۔(ii)حاملہ ہونا آزمائش ہے لیکن کنواری لڑکی کا حاملہ ہونا بہت بڑی آزمائش ہے اس لیے وہ خاموشی سے ہیکل سے نکلیں اور دُور کے مقام پر چلی گئیں۔(iii)سیدہ مریم علیہا السلام پہلی بار علیحدہ ہو کر چھپ گئیں تھیں کیونکہ انہیں اپنے اخلاق اور تربیت کی فکر تھی یہ صرف اُن کا خفیہ مسئلہ تھا اور چھپا رہ سکتا تھا۔دوسری بار کی علیحدگی کو خفیہ نہیں رکھا جا سکتا تھا انہیں جسمانی تکلیف کے ساتھ شدید نفسیاتی تکلیف لاحق تھی۔

(5)ایک روایت میں ہے کہ یہ مقام بیت المقدس سے آٹھ میل دور تھا ایک حدیث میں ہے کہ ولادت عیسیٰ کی جگہ بیت اللحم ہے۔(نسائی، بیہقی)

﴿فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ ۚ قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا﴾

''پھر دردِ زہ اسے کھجور کے ایک تنے تک لے آیا، اُس نے کہا:''اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور میں بھولی بھلائی ہوئی ہوتی''(23)

سوال1:﴿فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ ۚ قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا﴾''پھر

دردِزہ اسے کھجور کے ایک تنے تک لے آیا، اُس نے کہا: ''اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میں بھولی بھلائی ہوئی ہوتی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ﴾ ''پھر دردِزہ اسے کھجور کے ایک تنے تک لے آیا'' جب سیدہ مریم علیہا السلام کو زچگی کی تکلیف شروع ہوئی تو وہ بے قرار ہوا ٹھیں۔ بے چینی میں وہ کھجور کے درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گئیں۔ یہ درخت اسی جگہ تھا جہاں وہ اپنی قوم سے دور رہتی تھیں، ایک طرف زچگی کی تکلیف تھی اور دوسری طرف لوگوں کی باتوں اور طعنوں کا خیال کر کے تمنا کرنے لگیں۔

(2) ﴿قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا﴾ ''اُس نے کہا: ''اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میں بھولی بھلائی ہوئی ہوتی'' انہوں نے یہ تمنا کی کہ کاش وہ اس واقعہ سے پہلے ہی وفات پا جاتیں اور ان کا کہیں تذکرہ بھی نہ ہوتا۔

(3) سیدہ مریم علیہا السلام کی یہ تمنا گھبراہٹ کی بنا پر تھی جس میں ان کے لیے کوئی مصلحت، کوئی بھلائی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایک عظیم نبی کی ماں بننا ہی ان کی تقدیر میں تھا۔ ان کی بھلائی اور مصلحت تو سیدنا عیسیٰ کی پیدائش میں ہی تھی۔

سوال 2: سیدہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کا انتخاب تھیں، جہان والی عورتوں میں اللہ تعالیٰ نے انہیں برگزیدہ کیا۔ انہوں نے موت کی تمنا کیوں کی؟

جواب: (1) سیدہ مریم علیہا السلام و یہ خوف تھا کہ بچے کی ولادت پر میں کیسے کسی کو مطمئن کر سکوں گی جب کہ کوئی میرا گواہ نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے موت کی آرزو کی تھی۔

(2) سیدہ مریم علیہا السلام کی شہرت ایک پاکباز، عبادت گزار دُنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے والی لڑکی کی تھی انہیں یہ خوف تھا کہ میں لوگوں کی نظروں میں بدکار ٹھہروں گی اس لیے اُنہوں نے موت کی آرزو کی تھی۔

(3) منسیا اس کپڑے کو کہتے ہیں جو حیض کے خون کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس کے بعد پھینک دیا جاتا ہے اور بھلا دیا جاتا ہے کہ کوئی نشان بھی نہ دیکھ سکے۔ سیدہ مریم علیہا السلام دُکھ کی اس انتہا پر تھیں کہ اپنا کوئی نام ونشان کوئی یاد بھی باقی نہیں رہنے دینا چاہتی تھیں۔

سوال 3: کیا دینی فتنے کے وقت موت کی تمنا کی جاسکتی ہے؟ سیدہ مریم علیہا السلام کی تمنا کا دین میں کیا مقام ہے؟

جواب: دین میں فتنے کے وقت موت کی آرزو کرنا جائز ہے مریم کو معلوم تھا کہ اس بچے کی وجہ سے انہیں ایک زبردست امتحان سے گزرنا پڑے گا اور کوئی شخص بھی ان کی بات ماننے کو تیار نہ ہوگا۔ اب تک لوگ انہیں عبادت گزار اور نیک سمجھتے رہے مگر اب وہ بدکار اور آوارہ سمجھی جائیں گی۔ یہ خیال بار بار ان کے کلیجہ کو ستا رہا اور انگاروں پر لٹا تا رہا، جب بہت ہی بے چین ہوئیں تو بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اس بدنامی سے تو بہتر تھا کہ اس واقعہ سے پہلے ہی میں مرجاتی اور لوگ مریم کو بھول جاتے یا میں پیدا ہی نہ ہوتی۔ (مختصر ابن کثیر: 1129/2) اس سے معلوم ہوا کہ دین میں فتنے کی وجہ سے سیدہ مریم علیہا السلام نے موت کی آرزو کی تھی جو کہ جائز ہے۔

سوال 4: زندگی کے دیگر مصائب میں موت کی تمنا کا کیا مقام ہے؟ نبی ﷺ نے اس کے لیے کیا تعلیم دی ہے؟

جواب: ''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی کسی مصیبت کے آجانے کی وجہ سے موت کی تمنا اور خواہش نہ کرے اور اگر اسے ضرور ہی موت کی خواہش کرنا ہو تو کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے وفات بہتر ہو مجھے وفات دے دے۔'' (مسلم: 6814)

﴿فَنَادٰىهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ اَلَّا تَحۡزَنِىۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا﴾

''پھر مریم کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو، یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا ہے'' (24)

سوال 1: ﴿فَنَادٰىهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ اَلَّا تَحۡزَنِىۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا﴾ پھر مریم کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو، یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَنَادٰىهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ اَلَّا تَحۡزَنِىۡ﴾ ''پھر مریم کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے فرشتے کو بھیجا جس نے یقین دلایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا منصوبہ ہے اس لیے گھبراؤ نہیں۔

(2) اس وقت فرشتے نے ان کو حوصلہ اور ثابت قدمی عطا کی۔

(3) سیدہ مریم علیہا السلام کا غم کسی انسان سے دور نہیں ہو سکتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو بھیج کر سکون دیا۔

(4) ﴿قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا﴾ ''یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مریم کو یہ بات ان کے نیچے سے جبرائیل نے پکار کر کہی تھی۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1129) فرشتے نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے معجزانہ طریقے سے چشمہ جاری کر دیا ہے اور سوکھے کھجور کے درخت کے تازہ کھجوریں کا انتظام کر دیا ہے یوں یقین دہانی اور غم دور کرنے کا ایک اور انتظام بھی کر دیا گیا۔

﴿وَهُزِّىۡۤ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾

''اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمہارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا'' (25)

سوال 1: ﴿وَهُزِّىۡۤ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ ''اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمہارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُزِّىۡۤ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ﴾ ''اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ'' فرشتے نے مزید تسلی دیتے ہوئے کہا: کھجور کی ٹہنی کو ہلاؤ اور گھبراؤ نہیں۔

(2)﴿تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ تمہارے اوپر تروتازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا'' تمہارے کھانے کا انتظام تمہارے رب نے کر دیا ہے۔ کھجور ہلانے سے تمہارے اوپر تروتازہ پکی ہوئی کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔ سیدنا مجاہد کہتے ہیں وہ عجوہ کھجور تھی۔ (تفسیر ابن حاتم:2405/7)

(3) رزق کے حصول کے لیے کوشش کرنا اور سبب اختیار کرنا شریعت کا حکم ہے جو کہ اللہ جل جلالہ پر توکل کے منافی نہیں ہے۔ (اضواء البیان:398/3)

﴿فَكُلِىۡ وَاشۡرَبِىۡ وَقَرِّىۡ عَيۡنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِىۡۤ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا﴾

''پس تم کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو پھر اگر تم انسانوں میں سے کسی کو دیکھو تو اُس سے کہہ دو کہ یقیناً میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے، چنانچہ آج میں کسی انسان سے ہرگز کوئی بات نہ کروں گی'' (26)

سوال 1: ﴿فَكُلِىۡ وَاشۡرَبِىۡ وَقَرِّىۡ عَيۡنًا﴾ ''پس تم کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَكُلِىۡ﴾ ''پس تم کھاؤ'' یعنی کھجوریں کھاؤ۔ (2)﴿وَاشۡرَبِىۡ﴾ ''اور پیو'' اور اس چشمے کا پانی پیو۔

(3)﴿وَقَرِّىۡ عَيۡنًا﴾ ''اور آنکھیں ٹھنڈی کرو'' یعنی عیسیٰ کی پیدائش سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

(4) اللہ تعالیٰ کی جانب سے زچگی کی تکلیف سے دور رہنے کے لیے کھانے پینے کا خوشگوار ماحول فراہم کر دیا گیا۔

(5) کھجوریں زچگی کی مریضہ کے لیے بہترین پھل ہیں جس کی دلیل یہ آیت ہے۔

سوال 2: ﴿فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِىۡۤ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا﴾ ''پھر اگر تم انسانوں میں سے کسی کو دیکھو تو اُس سے کہہ دو کہ یقیناً میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے، چنانچہ آج میں کسی انسان سے ہرگز کوئی بات نہ کروں گی'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) لوگوں کی باتوں اور طعنوں کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام کے دل میں جو گھبراہٹ تھی اس کے لیے سیدنا جبرائیل نے حکم دیا۔

(2)﴿فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا فَقُوۡلِىۡۤ﴾ ''پھر اگر تم انسانوں میں سے کسی کو دیکھو تو اس سے کہہ دو'' جب وہ کسی انسان کو دیکھیں تو اشارے سے کہیں۔

(3)﴿اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا﴾ ''یقیناً میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے'' یعنی خاموش رہنے کی نذر مانی ہے۔

(4)﴿فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا﴾ ''چنانچہ آج میں کسی انسان سے ہرگز کوئی بات نہ کروں گی'' یعنی آج تو میں کسی سے نہ بولوں گی۔

(5) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ اگر معجزانہ طریقے سے بچہ پیدا ہوا ہے تو دفاع بھی معجزانہ ہوگا بس تم بچے کی طرف اشارہ کر دو باقی کام وہ کرے گا۔ (6) فرشتے نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ بات چیت نہ کرنا کہ تم ان کی باتوں سے بچ سکو۔

(7)ان کے ہاں خاموشی ایک مشروع عبادت تھی۔

سوال3: سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنی طرف سے اس معاملے کی نفی کے سلسلے میں لوگوں سے گفتگو نہ کرنے کا حکم کس حکمت کے تحت دیا گیا؟

جواب:(1) سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنی طرف سے اس معاملے کی نفی کے سلسلے میں لوگوں سے گفتگو نہ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ لوگ اس کو تسلیم نہیں کریں گے اور نہ اس میں کوئی فائدہ ہے۔

(2) اور یہ کہ ان کی برات کا اظہار پنگھوڑے کے اندر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے ہونا ان کی برأت کی سب سے بڑی شہادت بن جائے کیونکہ عورت کا شوہر کے بغیر بچے کو جنم دینا اور پھر اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ بچہ کسی مرد کے چھوئے بغیر ہے سب سے بڑا دعویٰ ہے۔ اگر اس دعویٰ کی تائید میں متعدد گواہ بھی موجود ہوں تب بھی اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا اس لیے اس خارق عادت واقعہ کی تائید کے لیے اسی جیسا ایک اور خارق عادت واقعہ پیش آیا اور وہ ہے سیدنا عیسیٰ کا اپنی انتہائی چھوٹی عمر میں کلام کرنا۔

﴿فَأَتَتۡ بِهِۦ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهُۥۖ قَالُواْ يَٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـٔٗا فَرِيّٗا﴾

''پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی، لوگوں نے کہا: ''اے مریم! بلاشبہ تو نے یقیناً بہت بُرا کام کیا'' (27)

سوال1: ﴿فَأَتَتۡ بِهِۦ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهُۥۖ قَالُواْ يَٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـٔٗا فَرِيّٗا﴾ ''پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی، لوگوں نے کہا: ''اے مریم! بلاشبہ تو نے یقیناً بہت بُرا کام کیا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَأَتَتۡ بِهِۦ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهُۥ﴾ ''پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی'' سیدہ مریم علیہا السلام جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اب وہ پر اعتماد تھیں۔

(2) سیدنا جبرائیل کی باتوں نے ان کے اندر اعتماد پیدا کر دیا تھا کہ جس دن لوگوں کے پاس جائیں تو چپ کا روزہ رکھ لیں، کسی سے بات نہ کریں، اس سے ان کی سچائی ثابت ہو جائے گی اور یہ بات ان کی برأت کے لیے کافی ہو جائے گی۔

(3) سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنی برأت اور پاک دامنی کا علم تھا اس لیے وہ بچے کو لے کر اہل خاندان کے پاس واپس آ گئیں۔

(4) ﴿قَالُواْ﴾ ''لوگوں نے کہا'' لوگوں نے ان کی گود میں ننھا بچہ دیکھ کر باتیں بناتے ہوئے کہا۔

(5) ﴿يَٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـٔٗا فَرِيّٗا﴾ ''اے مریم! بلاشبہ تو نے یقیناً بہت بُرا کام کیا'': اے مریم: تو نے یہ کیا کام کیا؟ تیرا خاندان تو پارسائی اور پاک دامنی میں مشہور تھا تو نے بہت نازیبا کام کیا۔ اس سے ان کی مراد زنا تھا، حالانکہ وہ اس سے پاک تھیں۔

سوال2: سیدہ مریم علیہا السلام اچھی شہرت والی پاکباز راہبہ تھیں پھر لوگوں نے ان کو برا بھلا کیوں کہا؟

جواب: یہ درست ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام اچھی شہرت والی پاکباز راہبہ تھیں لیکن ایک بچہ اُٹھا کر آئی تھیں اور بچے مرد اور عورت کے ملاپ کے بغیر پیدا نہیں ہوتے اس لیے اُن کے ذہن میں معجزے کی جگہ وسوسے نے لے لی۔

﴿يَٰٓأُخۡتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ ٱمۡرَأَ سَوۡءٖ وَمَا كَانَتۡ أُمُّكِ بَغِيّٗا﴾

"اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں کوئی بدکار تھی" (28)

سوال 1: ﴿يَٰٓأُخۡتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ ٱمۡرَأَ سَوۡءٖ وَمَا كَانَتۡ أُمُّكِ بَغِيّٗا﴾ "اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں کوئی بدکار تھی" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) "اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں کوئی بدکار تھی" قوم کے لوگوں نے سیدہ مریم کو برا بھلا کہتے ہوئے کہا۔ اے ہارون کی بہن مریم! تو تو ایسے پاکیزہ اور شریف خاندان کی بیٹی ہے جو عبادت، ریاضت صلاح وتقویٰ میں مشہور زمانہ تھا۔ افسوس تجھ سے ایسا گندا کام کیسے سرزد ہو گیا۔ (2) یعنی تمہارے والدین اس برائی سے محفوظ تھے۔

(3) سیدہ مریم علیہا السلام کا خاندان نیکی میں ضرب المثل تھا لوگ اس خاندان کی بزرگی کے قائل تھے۔ بعض خاندان نیک اور شریف ہوتے ہیں ان کی اولاد بھی نیک اور شریف ہوتی ہے۔

(4) ہارون علیہ السلام قوم میں ایک مصلح اور اثر والے شخص تھے جو فوت ہوئے تو ان کے جنازے میں چالیس ہزار ایسے افراد تھے جن میں ہر ایک کا نام ہارون تھا۔ اس سے اندازہ لگا لیجیے کہ ان کے جنازے میں کتنے افراد ہوں گے۔

سوال 2: سیدہ مریم کو قوم نے ہارون کی بہن کہہ کر کیوں پکارا ہے؟

جواب: (1) سیدہ مریم کو ہارون کی بہن اس لیے کہا کہ وہ ایک مصلح اور قوم میں اثر والے آدمی تھے۔

(2) اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام کا کوئی حقیقی بھائی تھا جس کی طرف ان کو منسوب کیا گیا۔ وہ انبیاء کے نام پر نام رکھا کرتے تھے۔ یہ ہارون، موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون بن عمران علیہ السلام نہیں ہیں کیوں کہ ان دونوں کے درمیان بہت صدیوں کا فاصلہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 1570/2)

سوال 3: سیدہ مریم کو قوم نے یہ کیوں کہا کہ تم نے اس فعل کا ارتکاب کیوں کیا جس سے تمہارے والدین محفوظ تھے؟

جواب: یہ کہنے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ غائب حالات میں نیکی اور بدی کے معاملے میں اولاد اپنے والدین سے اثر پذیر ہوتی ہے۔ چنانچہ لوگوں کو ان کے دلوں میں جو بات راسخ تھی اس کی وجہ سے تعجب ہوا کہ سیدہ مریم سے اس فعل کا ارتکاب کیسے ہو گیا۔ (سعدی: 1570/2)

﴿فَأَشَارَتۡ إِلَيۡهِۖ قَالُواْ كَيۡفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي ٱلۡمَهۡدِ صَبِيّٗا﴾

مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا: "ہم اُس سے کیسے بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے؟" (29)

سوال 1: ﴿فَأَشَارَتۡ إِلَيۡهِۖ قَالُواْ كَيۡفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي ٱلۡمَهۡدِ صَبِيّٗا﴾ "مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا: "ہم اُس سے کیسے بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے؟" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَشَارَتۡ اِلَيۡهِ﴾ ''مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا'' سیدہ مریم کی گود میں بچہ دیکھ کر لوگوں کو شک ہوا تو وہ ان پر برس پڑے اور ان پر بدکاری کا الزام لگانے لگے۔ اس دن سیدہ مریم علیہا السلام چپ کے روزے سے تھی اس لیے انہوں نے اشارے سے سمجھایا۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو جو مشورہ فرشتے نے بچے کی پیدائش کے وقت دیا تھا اُنہوں نے اسی کے مطابق بچہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ ﴿اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا﴾ ''یقیناً میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے، چنانچہ آج میں کسی انسان سے ہرگز کوئی بات نہ کروں گی۔'' (مریم:26) جس کا یقین لوگوں کو نہیں تھا سیدہ مریم علیہا السلام اُس یقین سے لمحہ لمحہ گزر کر آ رہی تھیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور قدرت کو اُنہوں نے لمحہ لمحہ چکھا تھا انہیں اس لیے کسی کی پرواہ نہیں رہ گئی تھی۔

(2)﴿قَالُوۡا كَيۡفَ نُكَلِّمُ مَنۡ كَانَ فِى الۡمَهۡدِ صَبِيًّا﴾ لوگوں نے کہا: ''ہم اُس سے کیسے بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے'' کیونکہ عام طور پر بچے اس عمر میں بات نہیں کرتے اس لیے انہوں نے غصے سے تلملا کر کہا: بھلا گود کا بچہ کیسے بول سکتا ہے؟

(3) اور ننھا گول مٹول خوب صورت سا بچہ وہ باتیں سن رہا تھا۔

﴿قَالَ اِنِّىۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِىَ الۡكِتٰبَ وَجَعَلَنِىۡ نَبِيًّا﴾

''بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے'' (30)

سوال 1:﴿قَالَ اِنِّىۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِىَ الۡكِتٰبَ وَجَعَلَنِىۡ نَبِيًّا﴾ ''بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''بچے نے کہا'' اس وقت وہ بچہ یعنی عیسیٰ اپنے پنگھوڑے میں سے بول اٹھے۔

(2)﴿اِنِّىۡ عَبۡدُ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں'' انہوں نے سب سے پہلے عبودیت کی، غلامی کی بات کی کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اولاد غلام نہیں ہوا کرتی یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کا غلام سمجھو اس کے سوا میں کچھ اور نہیں ہوں۔

(3)﴿اٰتٰنِىَ الۡكِتٰبَ﴾ ''اُس نے مجھے کتاب دی ہے'' اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں انجیل عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

(4)﴿وَجَعَلَنِىۡ نَبِيًّا﴾ اور مجھے نبی بنایا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں انبیاء کی صف میں شامل فرمایا ہے۔

(5) یوں سیدنا عیسیٰ نے اپنی والدہ کی پاک دامنی ظاہر فرمائی۔

﴿وَّجَعَلَنِىۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ مَا كُنۡتُ ۖ وَاَوۡصٰنِىۡ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمۡتُ حَيًّا﴾

''اور اُس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں'' (31)

سوال 1:﴿وَّجَعَلَنِىۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ مَا كُنۡتُ﴾ ''اور اُس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ کو

کس اعتبار سے برکت والا بنایا؟

جواب:(1)"اور اُس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں" یعنی ہر جگہ، ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا بنایا۔

(2) یعنی میں جہاں بھی ہوں خیر اور بھلائی کا معلم ہوں۔(جامع البیان:951/16)

(3) اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلائی کی تعلیم، بھلائی کی طرف دعوت، شر سے ممانعت، اپنے اقوال وافعال میں اللہ تعالیٰ کی دعوت کی توفیق عطا فرما کر بابرکت بنایا ہے، لہٰذا جو کوئی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت اختیار کرتا وہ آپ کی برکت اور سعادت سے بہرہ ور ہوتا تھا۔(تفسیر سعدی:1571/2) برکت سے مراد دین میں ثبات بھی ہے۔ ہر چیز میں کامیابی کا مقدر ہونا بھی ہے۔ لوگوں کے لیے نفع مند ہونا بھی ہے۔ لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینا اور برائی سے روکنا بھی ہے۔ کیونکہ یہی وہ کام ہیں جن سے جہان والوں کو بھی برکت ملتی ہے۔

سوال 2:﴿وَأَوۡصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمۡتُ حَيًّا﴾"اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)"اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں" یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے حقوق ادا کرنے کی وصیت کی ہے، جن میں سب سے بڑا حق نماز ہے اور بندوں کے حقوق پورا کرنے کی وصیت کی ہے جن میں سب سے زیادہ جلیل القدر حق زکوٰۃ ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں زندگی بھر یہ کام کرتا رہوں۔ پس میں اپنے رب کا حکم مانتا، اس کی وصیت پر عمل کرتا اور اس کو نافذ کرتا رہوں گا۔(تفسیر سعدی:1571/2)

(2) قرآن حکیم میں رحمت عالم کو حکم ملا ہے۔ ﴿وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ﴾"اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔"(الحجر:99)(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی وضاحت کی ہے کہ مرتے دم تک یہ دونوں کام مجھ پر فرض ہیں۔

﴿وَبَرَّۢا بِوَٰلِدَتِي وَلَمۡ يَجۡعَلۡنِي جَبَّارٗا شَقِيّٗا﴾

"اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا اور اُس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا"(32)

سوال 1:﴿وَبَرَّۢا بِوَٰلِدَتِي وَلَمۡ يَجۡعَلۡنِي جَبَّارٗا شَقِيّٗا﴾"اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا اور اُس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَبَرَّۢا بِوَٰلِدَتِي﴾"اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا" سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ وصیت بھی کی ہے کہ میں اپنی والدہ کی اطاعت کروں، ان کی خدمت کروں، احسان کا معاملہ کروں، ان کے حقوق پورے کروں کیونکہ والدہ کو یہ شرف اور فضیلت حاصل ہے جنم دینے کی بنا پر وہ مجھ پر ولادت کا حق اور دیگر حقوق رکھتی ہے۔

(2) رب العزت نے قرآن حکیم میں اپنی عبادت اور اطاعت کے بعد والدین کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ

اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔ (بنی اسرائیل:23)

(3)﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اُس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ (لقمان:14)

(4) صرف والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی۔ اگر باپ ہوتے تو سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی طرح ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے ہوتے۔

(5)﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ ''اور اُس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ماں باپ کی خدمت نہ کرنے والا، اطاعت نہ کرنے والا، بدبخت اور سرکش ہوتا ہے۔

(6) یعنی میں اللہ تعالیٰ کے حضور تکبر کرنے والا اور بندوں سے اپنے آپ کو بڑا اور بلند سمجھنے والا نہیں ہوں۔ شقیا یعنی میں دنیا و آخرت میں بدبخت نہیں ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا اطاعت شعار، اپنے سامنے جھکنے والا، عاجزی اور تذلل اختیار کرنے والا، اللہ کے بندوں کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آنے والا اور دنیا و آخرت میں سعادت سے بہرہ مند ہونے والا بنایا۔ مجھے بھی اور میرے پیروکاروں کو بھی۔ (تفسیر سعدی:2/1571،1572)

سوال 2: سیدنا عیسیٰ نے ساری گفتگو ماضی میں کی ہے حالانکہ واقعات کا تعلق مستقبل سے تھا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ساری گفتگو ماضی میں کی ہے حالانکہ واقعات کا تعلق مستقبل سے تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلے تھے جو اٹل تھے ان کا ظاہر ہونا یقینی تھا جیسے ماضی کے واقعات کے ہونے پر یقین ہوتا ہے اسی طرح سے یہ واقعات بھی یقینی معاملات تھے۔

﴿وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾

''اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا'' (33)

سوال 1: ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾ ''اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا عیسیٰ کے کمال اور ان کے اوصاف حمیدہ کے بارے میں وضاحت مکمل ہوگئی تو فرمایا: ''اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا''

(2) یعنی یوم ولادت سے لے کر یوم بعث بعد الموت تک میرے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے، اس سے بھی آپ کا بندہ اور مخلوق ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ دیگر آدمیوں کی طرح عدم سے عالم وجود میں آئے پھر آپ کو موت بھی آئے گی اور پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوں گے لیکن یہ تینوں مقامات بڑے کٹھن ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا: کہ ان کٹھن منزلوں سے بھی میں سلامتی سے گزر جاؤں گا۔ آپ پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1131)

(3) یعنی میرے رب کے فضل وکرم سے، جس روز میری ولادت ہوئی جس روز میں مروں اور جس روز مجھے اٹھایا جائے گا، مجھے ہر قسم کے شر، شیطان اور عذاب سے سلامتی حاصل ہے۔ یہ سلامتی ہر قسم کے خوف، فاجروں کے گھر سے سلامتی اور دار السلام کے مستحق ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ پس یہ ایک عظیم اور اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ درحقیقت اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1572)

﴿ذٰلِكَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِىۡ فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ﴾

''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔ حق کی بات، جس میں وہ شک کرتے ہیں'' (34)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِىۡ فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ﴾ ''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔ حق کی بات، جس میں وہ شک کرتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ذٰلِكَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ﴾ ''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم'' اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کا سچا واقعہ آپ لوگوں کو سنا دیا۔

(2) ﴿قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِىۡ فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ﴾ ''حق کی بات، جس میں وہ شک کرتے ہیں'' یعنی سیدنا عیسیٰ کی یہی صفات ہیں جس میں کوئی شک نہیں۔ یہی قول حق اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا گیا ہے وہ باطل ہے۔

(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش جس کے بارے میں عیسائی علماء نے عجیب عقیدے بنا لیے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

(i) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صفات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں وہ ان صفات کے حامل نہیں ہیں جن کے بارے میں عیسائیوں نے غلو کیا اور یہودیوں نے کمی کی۔ (ii) قول حق کے مقابلے میں لوگوں کی بات شک پر مبنی ہے۔

﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾

''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کے لیے کہتا ہے

''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے''(35)

سوال1:﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کے لیے کہتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ﴾''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے'' یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کے لائق ہی نہیں، کیونکہ یہ ایک امر محال ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور قابل ستائش ہے۔ وہ تمام مملکتوں کا مالک ہے۔ پس وہ اپنے بندوں اور غلاموں کو کیسے اولاد بنا سکتا ہے؟(تفسیر سعدی:2/1572)

(2)﴿سُبۡحٰنَهٗ﴾''وہ پاک ہے'' اللہ تعالیٰ بیٹے، شریک، شبیہہ اور نظیر سے پاک ہے۔(ایسر التفاسیر:864)

(3)اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک اور مقدس ہے۔

(4)﴿اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا﴾''جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے'' جب بھی وہ کسی معاملے کا ارادہ کرتا ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، وہ کام اس کے لیے مشکل نہیں ہوتا۔

(5)﴿فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾''تو یقیناً اس کے لیے کہتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے'' جب اس کی قدرت اور مشیت تمام عالم علوی اور سفلی پر نافذ ہے تو اس کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ اور جب وہ کسی چیز کے وجود کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے (کن) ''ہوجا'' تب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لانا کون سا مشکل کام ہے؟(تفسیر سعدی:2/1572.1573)

(6)سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کا انکار کرنے والے دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں۔

﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ﴾

''اور یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی چنانچہ تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے''(36)

سوال1:﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ﴾''اور یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی چنانچہ تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ﴾''اور یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی'' سیدنا عیسیٰ نے اپنے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ بھی دوسری مخلوق کی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

(2)ماں کی گود میں سیدنا عیسیٰ نے تعلیم دی کہ میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے، اس کی عبادت کرو۔

(3)اسی نے ہمیں پیدا کیا، ہماری صورت گری کی، ہم پر اس کی تدبیر نافذ ہوئی اور ہم میں اس کی تقدیر نے تصرف کیا۔(تفسیر سعدی:2/1573)

(4)﴿فَاعۡبُدُوۡهُ﴾''چنانچہ تم اس کی عبادت کرو''یعنی اس ایک کی اطاعت اور عبادت کرو یعنی عبادت کو صرف اسی کے لئے خالص کرو اور اس کی طرف انابت اور رجوع میں جدوجہد کرو۔اس میں توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا اقرار اور توحید ربوبیت کے ذریعے سے توحید الوہیت پر استدلال ہے۔(تفسیر سعدی:2/1573)

(5)﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ﴾''یہ سیدھا راستہ ہے''یعنی یہی اعتدال کا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے کیونکہ یہ انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین کا راستہ ہے اس کے سوا ہر راستہ گمراہی کا راستہ ہے۔(تفسیر سعدی:2/1573)

(6)جس نے سیدھا راستہ پالیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے مخالفت کی وہ بھٹک گیا اور گڑھے میں جا گرا۔

﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ ۚ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾

''پھر گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا تو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا ایک بڑے دن کی حاضری سے ہلاکت ہوگی''(37)

سوال1:﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ ۚ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾''پھر گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا تو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا ایک بڑے دن کی حاضری سے ہلاکت ہوگی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ﴾پھر گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا''الاحزاب سے مراد یہودیوں اور عیسائیوں کے فرقے ہیں جنہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا۔

(2)اختلاف یہ تھا کہ وہ ولد زنا یعنی یوسف نجار کے بیٹے ہیں یا ابن اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔پروٹسٹنٹ نے کہا اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں کیتھولک نے کہا تین میں سے ایک ہیں۔آرتھوڈوکس نے کہا وہ اللہ تعالیٰ ہیں۔(ایسر التفاسیر،فتح القدیر)

(3)جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا حال بیان فرما دیا جس میں کوئی شک اور شبہ نہیں تو آگاہ فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر فرقے اور گروہ جو گمراہی کے راستے پر گامزن ہیں،اپنے اپنے طبقات کے اختلاف کے مطابق،سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔اس بارے میں ایک گروہ افراط اور غلو میں مبتلا ہے تو دوسرا ان کی شان میں تنقیص اور تفریط کرنے والا ہے۔پس ان میں سے کچھ لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ مانتے ہیں۔بعض ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں،بعض کہتے ہیں وہ تین میں سے ایک ہیں، بعض ان کو رسول بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ بہتان طرازی کرتے ہیں کہ وہ(معاذ اللہ)ولد الزنا ہیں۔مثلاً:یہودی وغیرہ۔ان تمام گروہوں کے اقوال باطل اور ان کی آراء فاسد ہیں جو شک وعناد،بے بنیاد شبہات اور انتہائی بودے دلائل پر مبنی ہیں۔اس قبیل کے تمام لوگ انتہائی سخت وعید کے مستحق ہیں۔

(4)﴿فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا﴾''تو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا ہلاکت ہوگی''اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی کتابوں کا انکار کرنے

والوں میں یہودی اور عیسائی شامل ہیں جو سیدنا عیسیٰ کے بارے میں کافرانہ کلمات کہتے ہیں۔

(5)﴿مِنۡ مَّشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾ ''ایک بڑے دن کی حاضری سے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والوں کے لیے وہ بڑا دن ہلاکت اور تباہی والا ہوگا۔ وہ دن جب سب انسان اور جن حاضر ہوں گے۔ جس دن سارے فرشتے حاضر ہوں گے۔ جس دن سب مخلوقات اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر ہوں گی۔ اس دن شرک کرنے والے فرقوں کی بھی پیشی ہوگی۔

(6) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور پھر بھی وہ انہیں معاف کرتا ہے اور انہیں روزی دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:7378)

(7)﴿وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے، بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے۔'' (ہود:102)

(8) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا راوی نے بیان کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک ان کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (صحیح بخاری:4686)

﴿اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡيَوۡمَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾

''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' (38)

سوال 1: ﴿اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡيَوۡمَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا﴾ ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے،'' وہ دن قیامت کا ہوگا جس دن حق کے لیے گونگے، بہرے، اور اندھے بنے رہنے والے خوب سنیں گے اور خوب دیکھیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوۡ تَرٰۤى اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاكِسُوۡا رُءُوۡسِهِمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَسَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' (السجدہ:12)

(2) اس دن وہ اپنے کفر، شرک اور باطل نظریات کا انکار کریں گے۔

(3)﴿لٰكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡيَوۡمَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' آج کی گمراہیوں کے لیے کل کوئی عذر نہیں ہو گا۔ کوئی حق کو پہچاننے کے باوجود عناد کی بنا پر گمراہ ہے یا حق کو نہ پہچاننے کی وجہ سے بھٹکا ہوا ہے ہر دو صورت میں اپنی گمراہیوں اور بد

اعمالیوں پر راضی ہے اور حق پہچاننے کی کوشش سے محروم ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑی حاضری کے دن کا تصور دلا کر احساس دلایا ہے کہ جب ہر چیز سے سب محروم ہو جاؤ گے تو کان بھی اچھی طرح سن رہے ہوں گے اور آنکھیں بھی اچھی طرح دیکھ رہی ہوں گی حالانکہ وہ نہ دیکھنا چاہیں گے اور نہ سننا چاہیں گے یعنی اپنے اختیارات سے محروم ہو جائیں گے اور آج جب کہ اختیار ہے تو اپنی سماعت اور بصارت کو استعمال کر کے حق تک نہیں پہنچتے اور ایسے لگتا ہے کہ دیکھنا اور سننا نہ جانتے ہوں اور گمراہی میں مبتلا ہوں۔

﴿وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ ۘ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾

''اور آپ اُن لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے'' (39)

سوال 1: ﴿وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ ۘ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''اور آپ اُن لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنۡذِرۡهُمۡ﴾ ''اور آپ اُن لوگوں کو ڈرائیں'' کسی خوفناک معاملے میں، ترہیب کے پہلو سے اس کی صفات بیان کر کے آگاہ کرنا ''انذار'' ہے۔ (سعدی: 1574/2)

(2) ﴿يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ﴾ ''حسرت کے دن سے'' وہ معاملہ جس کے بارے میں بندوں کو سب سے زیادہ ڈرایا جانا چاہیے وہ ''حسرت کا دن'' ہے جب فیصلہ کیا جائے گا۔ پس اولین و آخرین ایک ہی جگہ اکٹھے کئے جائیں گے اور ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس جو کوئی اللہ پر ایمان لایا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرتا رہا تو وہ ابدی سعادت سے بہرہ مند ہوگا اس کے بعد کبھی اسے بدبختی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا اور اس کے رسولوں کی پیروی نہ کی تو وہ بدبختی میں پڑے گا اور اس کے بعد نیک بختی اس کے حصے میں نہیں آئے گی اور اس نے اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا۔ پس اس وقت حسرت اور ندامت سے دل پارہ پارہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت سے محرومی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کے استحقاق سے بڑھ کر کون سی حسرت ہو سکتی ہے، جہاں دوبارہ عمل کرنے کے لئے واپسی ممکن نہ ہو اور دنیا میں دوبارہ آ کر اپنے احوال کے بدلنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 1574,1575/2)

(3) اس سے مراد قیامت کا دن ہے جہاں سبھی حسرت کریں گے بدکار بھی کہ کاش اُنہوں نے بُرائیاں نہ کی ہوتیں اور نیک لوگ بھی کہ کاش اُنہوں نے زیادہ نیکیاں کمائی ہوتیں۔

(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن موت ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی۔ ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا کہ اے جنت والو! تمام جنتی گردن اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے، آواز دینے والا فرشتہ پوچھے گا تم

اس مینڈھے کو بھی پہچانتے ہو؟ وہ بولیں گے کہ ہاں، یہ موت ہے اور ان میں سے ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہوگا۔ پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا اور آواز دینے والا جنتیوں سے کہے گا کہ اب تمہارے لیے ہمیشگی ہے، موت تم پر کبھی نہ آئے گی اور اے جہنم والو! تمہیں بھی ہمیشہ اسی طرح رہنا ہے، تم پر بھی موت کبھی نہیں آئے گی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿وَأَنذِرۡهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡحَسۡرَةِ﴾ اور انہیں حسرت کے دن سے ڈراؤ۔ جب کہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (یعنی دنیادار لوگ) اور ایمان نہیں لاتے۔ (بخاری:4730)

(5) ﴿وَهُمۡ فِي غَفۡلَةٖ﴾ اور وہ غفلت میں ہیں" یہ سب کچھ انہیں پیش آئے گا مگر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ دنیا میں اس عظیم معاملے کے بارے میں غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اس کے بارے میں انہیں کبھی خیال ہی نہیں آیا اور اگر انہیں کبھی خیال آیا بھی ہے تو وہ بھی غفلت میں۔ غفلت نے ان کو گھیر رکھا ہے اور مدہوشی ان پر غالب ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1574،1575)

(6) ﴿أَن تَقُولَ نَفۡسٞ يَٰحَسۡرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُّ فِي جَنۢبِ ٱللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ ٱلسَّٰخِرِينَ﴾ یہ کہ کوئی شخص کہے: "ہائے افسوس اُس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کی اور بلاشبہ میں مذاق اُڑانے والوں میں سے تھا۔" (الزمر:56)

(7) ﴿وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ﴾ "اور وہ ایمان نہیں لاتے" پس وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں نہ اس کے رسولوں کی اتباع کرتے ہیں۔ ان کی دنیا نے ان کو غافل کر دیا، ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان ختم ہو جانے والی فانی شہوات حائل ہو گئیں۔ (تفسیر سعدی:2/1574،1575)

﴿إِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ ٱلۡأَرۡضَ وَمَنۡ عَلَيۡهَا وَإِلَيۡنَا يُرۡجَعُونَ﴾

"یقیناً ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور جو اس پر ہے اور وہ سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے" (40)

سوال 1: ﴿إِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ ٱلۡأَرۡضَ وَمَنۡ عَلَيۡهَا وَإِلَيۡنَا يُرۡجَعُونَ﴾ "یقیناً ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور جو اس پر ہے اور وہ سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ ٱلۡأَرۡضَ وَمَنۡ عَلَيۡهَا﴾ "یقیناً ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور جو اس پر ہے" یعنی زمین اور اس پر جو کچھ ہے اس کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہی اس میں تصرف فرماتا ہے۔ یہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں دنیا والوں کو چھوڑ جائیں گی اور وہ دنیا کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ زمین اور اس کی ہر چیز کا وارث تو اللہ تعالیٰ ہے۔ زمین کی ہر چیز فنا ہو جائے گی اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔ کوئی ملکیت کا دعوے دار نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی باقی رہے گا وہی حاکم ہوگا۔

(2) ﴿وَإِلَيۡنَا يُرۡجَعُونَ﴾ "اور وہ سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے" اللہ تعالیٰ سب کو اپنی طرف لوٹائے گا اور اعمال کی جزا دے گا۔ لہٰذا جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جو برے اعمال کرتا ہے اسے اپنے نفس کی ملامت کرنی چاہیے۔

(3) انسان کی خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ وہ خود کو مالک سمجھتا ہے اُس کے ملکیت کے نشے کو توڑ کر محرومی کی زمین پر کھڑا کر کے حسرت میں مبتلا کر کے غفلت کو توڑ کر اللہ تعالیٰ نے انجام کی فکر لگا دی ہے تاکہ لوگ اُس دن کی تیاری کریں جب کہ کرنے کے مواقع ختم ہو جائیں گے۔ (ا)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ تم خود کو مالک سمجھتے ہوں اپنے بھی مالک نہیں۔(ii) جن اشیاء کا تم خود کو مالک سمجھتے ہو اس کا وارث اللہ تعالیٰ ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی مالک نہیں۔(iv) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

رکوع نمبر 6

﴿وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا﴾

''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، یقیناً وہ بہت سچے نبی تھے'' (41)

سوال 1: ﴿وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، یقیناً وہ بہت سچے نبی تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ﴾ ''اور آپ اس کتاب میں ذکر کرو'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی سے یہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ اس کتاب میں ذکر کرو۔

(2) تمام کتابوں میں سب سے زیادہ جلیل القدر، سب سے افضل اور سب سے زیادہ بلند مرتبے والی کتاب، یہ کتاب مبین اور ذکر حکیم یعنی قرآن مجید ہے۔ اگر اس میں خبریں بیان کی گئی ہیں تو یہ خبریں سب سے زیادہ سچی، سب سے زیادہ حق اور سب سے زیادہ نفع مند ہیں۔ اگر اس میں اوامر و نواہی کا تذکرہ ہے تو یہ اوامر و نواہی سب سے زیادہ قدر و قیمت کے حامل اور سب سے زیادہ عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔

(3) اگر اس میں سزا و جزا اور وعدے وعید کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ سب سے زیادہ سچی خبر اور سب سے زیادہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے عدل و فضل پر سب سے زیادہ دلالت کرتی ہے۔

(4) اور اگر اس میں انبیاء و مرسلین کا ذکر ہے تو اس میں مذکور یہ مقدس ہستیاں دیگر تمام لوگوں سے کامل اور افضل ہیں۔ بناء بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیائے کرام کے واقعات بیان کئے ہیں اور ان کا بار بار اعادہ کیا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں پر فضیلت عطا کی اور انہیں قدر و منزلت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی محبت، اس کی طرف انابت، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس راستے میں اذیتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند درجات عطا کئے اور انہیں مقامات فاخرہ اور منازل عالیہ سے نوازا۔

(5) اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کا ذکر فرمایا اور اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ بھی ان کا ذکر کریں کیونکہ ان کے تذکرے میں اللہ تعالیٰ کی بھی تعریف ہے اور ان کی مدح و ستائش کا اظہار اور ان پر اس کے فضل و کرم کا بیان بھی ہے، نیز اس میں ان پر ایمان لانے، ان کے ساتھ محبت کرنے اور ان کی پیروی کرنے کی ترغیب ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1576,1577)

(6)﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، یعنی اے نبی قرآن کریم میں ذکر کرو ہمارے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا یعنی مشرکوں کو ان کے والد کا قصہ بیان کرو۔

(7)سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔عراق میں پیدا ہوئے۔ان کے والد بت پرست تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل بنالیا تھا۔

(8)نبی ﷺ کے بعد تمام انبیاء ومرسلین میں افضل ہیں۔(9)اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں کثیر انبیاء پیدا کیے۔

(10)سیدنا ابراہیم تمام اصحاب فضیلت گروہوں کے تیسرے باپ ہیں۔

سوال2: سیدنا ابراہیم کے تذکرے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:(1)سیدنا ابرہیم ﷺ کے تذکرے میں بھی رب العزت کی تعریف ہے۔اور یہ کہ وہ کیسے اللہ تعالیٰ کی مدح وستائش کا اظہار کرتے تھے۔

(2)اس تذکرے میں ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا بیان بھی ہے اور ان پر ایمان لانے اور ان سے محبت کرنے اور ان کی پیروی کرنے کی رغبت بھی دلائی گئی ہے۔

(3)اس تذکرے سے مشرکوں کو یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ جن سے تم عقیدت رکھتے ہو اور جن کی اولاد ہونے پر فخر کرتے ہو وہ تو بت شکن تھے اور تم بت پرست ہو۔یہ کیسی عقیدت ہے کہ سچے نبی کے ساتھ تعلق رکھ کر جھوٹ کی زمین پر کھڑے ہو۔

سوال3:﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ ''یقیناً وہ بہت سچے نبی تھے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا﴾ ''یقیناً وہ بہت سچے تھے'' یعنی وہ کثیر الصدق تھے اور سچائی کی اعلیٰ حد تک پہنچے ہوئے تھے۔

(ایسر التفاسیر:866)(2)صدیق ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی باتوں، اپنی خبروں اور اپنے وعدوں میں سچا ہو۔(تفسیر ابن کثیر 21/16)

(3)اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیک وقت سیدنا ابراہیم کو صدیقیت اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔صدیق بہت راست باز شخص کو کہا جاتا ہے۔پس وہ اپنے اقوال افعال اور احوال میں سچا ہونے کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز کی بھی تصدیق کرتا ہے جس کی تصدیق کا اسے حکم دیا جاتا ہے۔یہ خوبی مستلزم ہے اس عظیم علم کو جو دل کی گہرائیوں تک پہنچتا اور اس پر اثر انداز ہوتا ہے، نیز یقین اور کامل عمل صالح کا موجب ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1577/2)

(4)صدیق وہ ہوتا ہے جس کے قول اور عمل میں مطابقت ہو۔جو سچائی کے اعلیٰ مرتبے پر ہو۔نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ مقام صدیقیت کا ہے۔ہر نبی صدیق ہوتا ہے لیکن ہر صدیق نبی نہیں ہوتا۔

سوال4: اسلام صدق یا سچائی کو کیا اہمیت دیتا ہے، وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے۔وہ سب سے بڑی سچائی جس کی وجہ سے کائنات وجود میں آئی۔اسلام اس سچائی کا اقرار کرنے اور اس کی سچی باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے کیونکہ اس کی ہر بات سچی، اس کی ملاقات سچی، اس کے رسول سچے، اس کی کتابیں سچی، اس کی تقدیر سچی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم سچے ہیں'' (الانعام:146)

(2)انسان کے ہر قول اور عمل کی درستگی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لیے اس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے سے مطابق اور ہم آہنگ

ہوں، اسی کا نام صدق یا سچائی ہے۔ ﴿وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ﴾ ''اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور اُس نے اُس کی تصدیق کی، یہی لوگ متقی ہیں۔'' (الزمر:33) ﴿قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ‌ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا‌ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ ''آپ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، چنانچہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یک سو تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا۔ (آل عمران:95)

(3) جو سچا نہیں، اس کا دل ہر برائی کا گھر ہو سکتا ہے، اور جو سچا ہے اس کے لیے ہر نیکی کے حصول کا راستہ آسان ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں: ایک یہ کہ بدکار ہوں، دوسری یہ کہ چوری کرتا ہوں، تیسری یہ کہ شراب پیتا ہوں، چوتھی یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں۔ ان میں سے جس ایک کو فرمایئے، آپ کی خاطر اسے چھوڑ دوں، ارشاد ہوا کہ جھوٹ نہ بولا کرو، چنانچہ اس نے اس کا عہد کیا، اب جب رات ہوئی تو شراب پینے کو جی چاہا، اور پھر بدکاری کے لیے آمادہ ہوا تو اس کو خیال گزرا کہ صبح کو جب نبی ﷺ پوچھیں گے کہ رات تم نے شراب پی اور بدکاری کی؟ تو کیا جواب دوں گا اگر ہاں کہوں گا تو زنا اور شراب کی سزا دی جائے گی، اگر ''نہیں'' کی تو عہد کے خلاف ہوگا۔ یہ سوچ کر ان دونوں سے باز رہا۔ جب رات زیادہ گزری اور اندھیرا خوب چھا گیا تو چوری کے لیے گھر سے نکلنا چاہا تو پھر اسی خیال نے اس کا دامن تھام لیا کہ کل پوچھ گچھ ہوئی تو کیا کہوں گا، ہاں کروں گا تو ہاتھ کٹیں گے، اور نہیں کرتا تو بدعہدی ہوتی ہے، اس خیال کے آتے ہی اس جرم سے بھی باز آیا، صبح ہوئی تو وہ دوڑ کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! جھوٹ نہ بولنے سے میری چاروں بری خصلتیں مجھ سے چھوٹ گئیں، یہ سن کر نبی ﷺ مسرور ہوئے۔ یہ روایت سند کی رو سے کتنی ہی کمزور ہو، مگر نتیجہ کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔ سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے، جو سچا ہوگا وہ ہر برائی سے پاک ہونے کی کوشش ضرور کرے گا، وہ راست باز ہوگا راست گو ہوگا، وعدہ کو پورا کرے گا، عہد کو وفا کرے گا، دلیر ہوگا، دل کا صاف ہوگا، ریاکار نہ ہوگا اس کے دل میں نفاق نہ ہوگا، پیچھے کچھ اور سامنے کچھ اس کی شان نہ ہوگی۔ صدق صفات ربانی میں سے بھی سب سے بڑی صفت ہے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچا کون ہو سکتا ہے، قیامت کے وعدہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ آپ فرماتا ہے۔ ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ؕ لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ‌ؕ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے؟'' (النساء:87) ﴿وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا‌ؕ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيۡلًا﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے انہیں ہم عنقریب جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے؟'' (النساء:122)

(4) جو لوگ رب پر ایمان لاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وعدوں کو سچا ہوتے دیکھ کر پکار اٹھتے ہیں ﴿وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ

﴿وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا۔'' (الاحزاب: 22)

(5) صدق اور سچائی پیغمبروں کا سب سے پہلا وصف ہے کیونکہ ان کی ساری باتیں، دعوے، دلیلیں اور حکم اگر نعوذ باللہ سچائی سے ذرا بھی خالی ہوں تو ان کی پیغمبری اور نبوت کی ساری عمارت دھم سے زمین پر گر جائے، اللہ تعالیٰ نے کئی پیغمبروں کو اس صفت سے خاص طور سے موصوف کیا ہے، سب سے پہلے تو خود ملت حنیف کے داعی سیدنا ابراہیم کو اس سے متصف فرمایا ہے۔ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، یقیناً وہ بہت سچے نبی تھے۔'' (مریم:41) ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ اس کتاب میں اِدریس کا ذکر کرو، یقیناً وہ سچا نبی تھا۔'' (مریم:56) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیدہ مریم کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾ ''اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔'' (المائدہ:75) سیدنا اسماعیل نے اپنے والد سے صبر و شکر کا جو وعدہ پورا کیا تو صادق الوعد کہلائے۔ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔'' (مریم:54)

(6) اسلام اور ایمان کے درجے کے بعد مغفرت اور جنت کا وعدہ سچے لوگوں کے ساتھ ہے۔ ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّاۗىِٕمِيْنَ وَالصّٰۗىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے''۔ (الاحزاب:35)

(7) اسلام میں سچائی کی اہمیت اتنی بڑھائی گئی ہے کہ یہی نہیں کہ سچائی اختیار کرنے کا حکم پر حکم دیا گیا ہے بلکہ یہ بھی تاکید آئی ہے کہ ہمیشہ سچوں کا ساتھ دو، سچوں ہی کی جماعت سے تعلق اور رابطہ رکھو، اور ان ہی کی صحبت میں رہو کہ ان کی سچائی کے اثر سے تم بھی سچے ہو، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھیوں نے جو تبوک کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جا سکے تھے ہر قسم کی تکلیفیں سہہ کر جس سچائی کا ثبوت دیا تھا، اس کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے

ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" (التوبہ:119)

(8) اسلام کی نگاہ میں سچائی سے مراد صرف قول کی سچائی نہیں، نیت اور ارادے کی سچائی، عزم اور اس کو پورا کرنے میں سچائی، عمل میں میں سچائی، دین داری کے مقامات اور مراتب میں سچائی یعنی زبان، دل اور عمل کی سچائی۔

﴿إِذۡ قَالَ لِأَبِيهِ يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِي عَنكَ شَيۡـٔٗا﴾

"جب اُس نے اپنے باپ سے کہا: "اے میرے ابا جان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام آسکتا ہے؟" (42)

سوال 1: ﴿إِذۡ قَالَ لِأَبِيهِ يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِي عَنكَ شَيۡـٔٗا﴾ "جب اُس نے اپنے باپ سے کہا: "اے میرے ابا جان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام آسکتا ہے؟" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِذۡ قَالَ لِأَبِيهِ﴾ "جب اُس نے اپنے باپ سے کہا" جب ابراہیم نے بتوں کی برائی بیان کرتے ہوئے اپنے باپ آزر سے کہا۔ (2) ﴿يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِي عَنكَ شَيۡـٔٗا﴾ "اے میرے ابا جان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام آسکتا ہے؟" آپ ایسی چیز کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنے، نہ دیکھے جو دوسرے حیوانات سے بھی کم تر درجے کی ہو جو کسی نفع ونقصان کی مالک نہ ہو یعنی انسان تو اسی کے آگے سر جھکا سکتا ہے جو انسان سے اعلیٰ ہو زیادہ علم اور قوت والا ہو جو انسان کو فائدہ پہنچا سکے۔

(3) یعنی آپ ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو اپنی ذات اور افعال میں ناقص ہیں، جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں، جو اپنے عبادت گزار کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، بلکہ وہ خود اپنے آپ کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور نہ اپنی ذات سے کوئی چیز دور ہٹانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ پس یہ اس حقیقت پر ایک روشن دلیل ہے کہ ایسی ہستی کی عبادت کرنا، جو اپنی ذات اور اپنے افعال میں ناقص ہے، عقل اور شرع کے اعتبار سے قبیح ہے۔ اس کی تنبیہ اور اس کا اشارہ دلالت کرتا ہے کہ عبادت صرف اسی ہستی کی واجب اور مستحسن ہے جو کمال کی مالک ہے، جس کے سوا بندے کہیں سے نعمتیں حاصل نہیں کر سکتے، جس کے سوا کوئی اور ہستی ان سے کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتی اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ (سعدی:2/1577)

﴿يَٰٓأَبَتِ إِنِّي قَدۡ جَآءَنِي مِنَ ٱلۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَأۡتِكَ فَٱتَّبِعۡنِيٓ أَهۡدِكَ صِرَٰطٗا سَوِيّٗا﴾

"اے میرے ابا جان! بلاشبہ میرے پاس یقیناً وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا چنانچہ آپ میرے پیچھے چلیں، میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں گا" (43)

سوال1:﴿يٰۤاَبَتِ اِنِّيۡ قَدۡ جَآءَنِيۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِيۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾''اے میرے اباجان! بلاشبہ میرے پاس یقیناً وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا چنانچہ آپ میرے پیچھے چلیں، میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰۤاَبَتِ اِنِّيۡ قَدۡ جَآءَنِيۡ﴾''اے میرے اباجان! بلاشبہ میرے پاس یقیناً وہ علم آیا ہے''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی معرفت، اللہ تعالیٰ کے یقین، بعث بعد الموت اور مشرکوں کے لیے دائمی عذاب کے علم کا تذکرہ اپنے والد سے کیا۔

(2)یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم دیا جو آپ کو نہیں دیا۔

(3)﴿فَاتَّبِعۡنِيۡۤ﴾چنانچہ آپ میرے پیچھے چلیں یعنی میں جس چیز کی آپ کو دعوت دیتا ہوں اس پر میرا اعتقاد ہے اور میں اس پر عمل پیرا ہوں لہٰذا اس میں میری اطاعت کریں۔

(4)یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کریں۔(تفسیر سمرقندی:394/2)

(5)﴿اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں گا''اور وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور تنہا اس کی عبادت کرنا ہے۔

(6)سیدنا ابراہیم علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ ہمیشہ کی سعادت اور کامیابی حاصل کریں یہ ایک نبی کی پیروی کے بغیر ممکن نہ تھا اس لیے اُنہوں نے اپنی پیروی کی دعوت دی تاکہ وہ سیدھے راستے پر چلیں۔

(7)یعنی سیدھا اور معتدل راستہ اور وہ ہے اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تمام احوال میں اس کی اطاعت کرنا۔اس خطاب میں جو لطف وکرم اور جو نرمی ہے وہ مخفی نہیں۔آپ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ''اباجان میں عالم ہوں اور آپ جاہل ہیں''یا''آپ کے پاس کوئی علم نہیں''آپ علیہ السلام نے اس پیرائے میں گفتگو فرمائی''میرے پاس اور آپ کے پاس علم ہے مگر جو علم مجھ تک پہنچا ہے وہ آپ تک نہیں پہنچا، اس لئے آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ آپ دلیل کی پیروی کریں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیں۔(تفسیر سعدی:1577,1578/2)

سوال2: کیا بیٹا اپنے باپ کا احتساب کرسکتا ہے۔قریبی رشتہ داری کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہماری کیا راہنمائی کرتا ہے؟

جواب:(1) اگر یہ کہا جائے کہ جس طرح باپ اپنے بیٹے کا، شوہر اپنی بیوی کا، استاد اپنے شاگرد کا، آقا اپنے غلام کا اور بادشاہ اپنی رعایا کا بہر صورت احتساب کرسکتا ہے کیا احتساب کی یہ ولایت باپ پر بیٹے کو، شوہر پر بیوی کو، استاد پر شاگرد کو، آقا پر غلام کو اور بادشاہ پر رعایا کو بھی حاصل ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان افراد کے لیے بھی اصل ولایت ثابت کرتے ہیں لیکن تفصیلات میں قدرے اختلاف ہے۔(احیاء العلوم:508/2)

(2)رب العزت نے گھر والوں کو آگ سے بچانے کا حکم دیا ہے۔﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج، سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں''۔ (التحریم:6)

(3) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے (اہل کو آگ سے بچانے) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انہیں اطاعت الٰہی کا حکم دے، اس کی نافرمانی سے منع کرے، ان سے احکام الٰہیہ کی پابندی کروائے، اور اس سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کرے، اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو کوئی کام کریں تو انھیں اس سے روک دے، اور اس پر جھڑک دے۔ (تفسیر الطبری:107/28)

(4) علامہ ابن حبان رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اہل کو جہنم کی آگ سے بچانے کا معنی یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر لگائے رکھے، اور اپنے ذمہ فرائض کے ادا کرنے کا پابند کرے۔ (تفسیر البحر المحیط:287/8)

(5) حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تفسیر کے مطابق اپنی جانوں کو عذاب سے بچانے کی صورت یہ ہے کہ اوامر الٰہیہ کی تکمیل کرے اور اس کی ممنوعہ باتوں سے دور رہے، اور اہل کو عذاب سے بچانے کی صورت یہ ہے کہ انہیں نیک اعمال کرنے کا حکم دیا جائے اور برے کاموں سے منع کیا جائے۔ (زاد المسیر:312/8)

(6) رب العزت کے یہاں حق کے معاملے میں رشتہ داروں کا لحاظ نہیں ہوگا۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بنو، اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو، اگر کوئی مال دار ہے یا فقیر، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے، چنانچہ خواہش نفس کی اتباع نہ کرو کہ تم عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (النساء:135)

(7) غزالی رحمہ اللہ نے اس بارے میں تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے والدین اور رشتے داروں کے خلاف گواہی دینے سے مراد یہ ہے کہ انہیں نیکی کا حکم دیا جائے۔ (احیاء علوم الدین:307/2)

(8) شیخ ابن داؤد صالحی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ یہ آیت واضح طور پر (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کے وجود پر دلالت کناں ہے، اگرچہ اس کا تعلق ماں باپ اور رشتے داروں سے کیوں نہ ہو۔ (الکنز الاکبر فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر:47/1)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!

اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (المائدہ:8)

(10) علامہ محمد جمال الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض مفسرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور انصاف کے ساتھ ڈٹے رہنے کی فرضیت پر دلالت کناں ہے، اور اسی میں عدل وانصاف کے ساتھ گواہی دینا، فیصلہ کرنا اور فتوی دینا شامل ہے۔ اسی طرح حق بات کہنے کے فریضہ میں کسی دشمن یا دوست کی وجہ سے کوتاہی نہ کی جائے اور نہ ہی خواہش کی پیروی کی جائے۔ (تفسیر القاسمی:117/6)

(11) علامہ ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس شخص کی عزت اور تکریم کا حکم دیا گیا ہے، صراط مستقیم سے ہٹنے کی صورت میں اس کا بھی احتساب کیا جائے گا۔ (تفسیر البحر المحیط:169/4)

(12) اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعوت کی) ابتدا علی، خدیجہ اور زید رضی اللہ عنہم سے کی، اور یہ آپ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہائش پذیر تھے، یہ لوگ ایمان لاکر باقی لوگوں پر سبقت لے گئے، پھر آپ نے قریش کے باقی تمام لوگوں کو دعوت دی، پھر اہل عرب کو، اور پھر غلاموں کو۔ ابراہیم علیہ السلام نے (بھی) دعوت کی ابتدا اپنے باپ اور قوم سے کی۔'' (دعوۃ الرسل الی اللہ تعالیٰ:43)

(13) شیخ احمد عدوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے احتساب کے واقع سے مستفاد باتیں بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتلا رہے ہیں کہ اس کے نبی ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے باپ اور اپنی قوم کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھا تو احترامِ باپ ان کے احتساب کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ باپوں کے ادب کا معنی یہ نہیں کہ انہیں غلط کام کرتے رہنے دیا جائے۔ اگر ان کا احتساب ان کے ناراض ہونے کا سبب بنتا ہے تو (کچھ پرواہ نہیں کیونکہ) یہی طرزِ عمل رضائے الٰہی کے حصول کا باعث ہے، اور اللہ تعالیٰ کا حق باپوں کے حق سے زیادہ ہے۔ شیخ ابوبکر جزائری رحمۃ اللہ علیہ نے قلم بند کیا: ''ان آیات سے حاصل ہونے والی ہدایت کی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مشرکوں کو شرک پر ٹوکا جائے، اور ان سے موافقت نہ کی جائے اگرچہ وہ (شرک کا ارتکاب کرنے والا) انتہائی قریبی رشتے دار کیوں نہ ہو۔ (ایسر التفاسیر:625/1)

(14) باپ کے احتساب کی حکمت بیان کرتے ہوئے شیخ محمد احمد عدوی نے تحریر کیا ہے: ''یقیناً باپ اپنے بچے کی تربیت کے ذریعے اور اس کو دیگر نعمتیں مہیا کرکے اس پر کمال احسان کرتا ہے اور مناسب بات یہ ہے کہ اس کے اس احسان کا بدلہ چکایا جائے، اور باپ کے ساتھ سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس کو ایسی بات کی دعوت دی جائے جس میں اس کی سعادت ہو، اور اس کو جہنم کی آگ سے بچانا ہو۔'' (دعوت الرسل الی اللہ تعالیٰ:44)

(15) شیخ عمر سنامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے: اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ماں یا باپ (کے تقدس اور مقام

ومرتبہ) کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے کیونکہ اس بارے میں نصوص سب کے احتساب کو شامل ہے۔علاوہ ازیں احتساب تو محتسب علیہ کے فائدے کے لیے ہے اور اولاد کی نفع رسانی کے لیے سب سے زیادہ حق دار والدین ہیں۔(نصاب الاحتساب:89)

(16) سیدنا ابراہیم کے اپنے باپ کو دعوت دینے کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی قوم پر اتمام حجت ہو جائے اور ان میں سے کوئی یہ کہنے کی جسارت نہ کر سکے کہ جب وہ اپنے قرابت داروں کو گمراہی سے نکلنے کی دعوت نہیں دے رہا تو پھر ہمیں کیوں دعوت دیتا ہے؟ اگر اس کی دعوت سچی ہے تو کیا یہ مناسب نہیں کہ دعوت میں قریبی میں اور اجنبی میں فرق روا نہ رکھا جائے؟ سیدنا ابراہیم نے اپنی قوم کے اس عذر کی بیخ کنی کی خاطر اپنے باپ کو اس طرح صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا جس طرح کہ انہیں دیا۔" (دعوۃ الرسل:44)

(17) شیخ عدوی نے یہ بھی لکھا ہے: شائد اسی حکمت کی بنا پر ہمارے نبی کریم کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرانے سے پہلے اپنے قرابت داروں کو ڈرائیں۔ چنانچہ جب نبی ﷺ نے اعلان حق کیا تو اپنے اقارب کو جمع کرنا اور ڈرانا شروع کیا۔ آپ نے ان پر واضح کر دیا کہ انہوں نے آپ کی نافرمانی کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے سلسلے میں ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ آپ نے فرمایا: اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے کسی کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ بنت محمد ﷺ! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے طلب کر لو لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔" (دعوۃ الرسل:44)

(18) ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا﴾ "اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو "اُف" تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔" (بنی اسرائیل:23)

(19) ﴿وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۖ وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ "اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔" (لقمان:15)

(20) ﴿اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ﴾ "اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور اُن سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو یقیناً آپ کا رب اُن کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ

لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔'' (النحل:125)

(21) والدین سے متعلقہ برائی کا ہاتھ سے بدلنا'' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:'' تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، پس اگر (اس کی) طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے (بدل دے)، پس اگر (اس کی بھی) استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔'' (صحیح مسلم:95) یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتاب وسنت میں امر بالمعروف کا حکم مطلق وارد ہوا ہے اس میں کسی طرح کی کوئی تخصیص موجود نہیں ہے اور والدین کو ایذا رسانی سے منع کرنے کا حکم مخصوص ہے مگر اس وقت کے لیے ہے جب کہ وہ کسی منکر میں مبتلا نہ ہو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو احتساب کے تین مراتب کا حق دیا، باقی دو مراتب سے محروم رکھا یعنی اسے یہ حق نہیں ہے کہ اگر اس کا باپ کسی منکر میں مبتلا ہو تو وہ ڈانٹ ڈپٹ یا مار پیٹ کے ذریعے سے اسے اس منکر سے باز رکھ سکے۔ آخر اس عمومیت میں تخصیص اور تخصیص میں عمومیت کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض صورتوں میں شریعت نے باپ کو مستثنیٰ کیا ہے، مثال کے طور پر جلاد کے لیے حد زنا میں اپنے باپ کو قتل کرنا اور اجراء حد کی کارروائیوں میں براہ راست شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ مسلمان بیٹے کا کافر باپ کے قتل میں شریک ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ باپ کا حق یہاں تک ہے کہ اگر وہ اپنے بیٹے کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کا قصاص نہیں ہوگا۔ بیٹے کے لیے تو یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ کو کٹے ہوئے ہاتھ کے بدلے کوئی ایذا پہنچائے۔ اس سلسلے میں متعدد روایات ہیں اور بظاہر اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(22) رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم: ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ﴾ ''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔ (الشعراء:214)

(23) رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل: دعوتِ طعام پر کنبے والوں کو ڈرانا: جب یہ آیت ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ﴾ نازل ہوئی، تو نبی ﷺ نے اپنے کنبے کے لوگوں کو جمع فرمایا، ان کی تعداد تیس ہوگئی، وہ کھا پی چکے تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا:'' میرے دین اور وعدوں کی ضمانت دے کر کون جنت میں میرا ساتھی اور میرے کنبے میں میرے بعد میرا جانشین ہوگا؟'' ایک شخص نے کہا: شریک (یعنی حدیث کے راوی) نے اس کا نام ذکر نہیں کیا:'' اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ تو (جود وسخاوت کے) سمندر ہیں، اس ذمہ داری کو کون سر انجام دے سکتا ہے؟'' انہوں (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا:'' پھر ایک دوسرے شخص نے (کچھ) گفتگو کی۔'' نبی ﷺ نے اسی بات کی پیش کش اپنے گھر والوں پر فرمائی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا:'' میں (یعنی میں آپ کی پیش کش قبول کرنے کے لیے حاضر ہوں)۔'' (مسند احمد:883)

(24) کوہ صفا پر جب آیت کریمہ ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ (کوہ) صفا پر تشریف لے گئے اور پکارنے لگے: اے بنو فہر! اے بنو عدی! قریش کے مختلف قبیلوں کے نام لے کر انہیں بلانا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ جمع ہو گئے۔ جو شخص خود نہ جا سکا اس نے اپنا قاصد بھیجا تا کہ وہ صورت حال سے آگاہ ہو۔ ابولہب اور قریش (کے دیگر لوگ) پہنچ گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:'' اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس وادی میں موجود گھڑ سواروں کی ایک جماعت تم پر غارت گری کا ارادہ کر رہی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟'' انہوں نے

جواب دیا: ''ہاں، آپ کے بارے میں ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ سچ بولا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً میں تمہیں شدید عذاب کی آمد سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔'' ابولہب نے کہا: ''سارا دن تیری تباہی ہو، کیا تو نے اسی مقصد کی خاطر ہمیں جمع کیا ہے''؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿تَبَّتۡ يَدَآ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ ''ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور وہ نامراد ہوا۔'' (لہب:1) (بخاری:477)

﴿يٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّيۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِيًّا﴾

''اے میرے ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں، یقیناً شیطان ہمیشہ سے رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے'' (44)

سوال 1: ﴿يٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّيۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِيًّا﴾ ''اے میرے ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں، یقیناً شیطان ہمیشہ سے رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّيۡطٰنَ﴾ ''اے میرے ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں'' یعنی شیطان کی دعوت قبول نہ کرو۔ (2) جو کوئی شیطان کی اطاعت کرتا ہے وہ اس کی عبادت کرتا ہے۔ (سمرقندی:394/2)

(3) اس سے مراد شیطان کی بتائی ہوئی چیزوں کی عبادت ہے۔ انسان کے اندر فطری طور پر یہ جذبہ رکھ دیا گیا ہے کہ وہ کسی کو بڑا درجہ دے کر اپنی محبت و عقیدت کے جذبات اس پر نچھاور کر دے۔ انسان کی محبتوں کا اصل مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مگر شیطان طرح طرح سے انسان کے ذہن کا رُخ پھیر دیتا ہے اس طرح وہ انسان کو مشرک بنانے کی کوشش کرتا ہے اور انسان وہ جذبے اور توجہ جو رب کو دینی چاہیے غیر اللہ کو دے دیتا ہے۔

(4) ﴿اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِيًّا﴾ ''یقیناً شیطان ہمیشہ سے رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے'' شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے اپنے رب کی عبادت سے تکبر کرتا ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہے اس کو شیطان اغوا کر لیتا ہے۔ (قرطبی:111/11)

(5) پس جو کوئی شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرتا ہے وہ شیطان کا دوست، اور شیطان کی مانند اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ یہاں نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (رحمن) کی طرف مضاف کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نافرمانیاں بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیتی ہیں اور اس پر رحمت کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رحمت الٰہی کے حصول کا سب سے بڑا سبب ہے۔ (تفسیر سعدی:1578/2)

(6) ﴿اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ﴾ اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (یٰسین:60)

(7) ﴿تَاللّٰهِ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الۡيَوۡمَ وَلَهُمۡ عَذَابٌ

اَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے تم سے پہلے بہت سی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے۔ پھر شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا۔ پھر وہی آج ان کا سرپرست ہے۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (النحل:63)

﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا﴾

''اے میرے ابا جان! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو رحمن کا کوئی عذاب پکڑ لے پھر آپ شیطان کے ساتھی ہو جائے'' (45)

سوال 1: ﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا﴾ ''اے میرے ابا جان! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو رحمن کا کوئی عذاب پکڑ لے پھر آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ﴾ ''اے میرے ابا جان! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو رحمن کا کوئی عذاب پکڑ لے'' یعنی آپ کے کفر کی وجہ سے مجھے ڈر لگتا ہے اور آپ کی سرکشی کی وجہ سے مجھے خوف آتا ہے۔

(2) یہاں خوف سے مراد علم ہے جیسے خشیت علم کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا﴾ چنانچہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا۔ (الکہف:80)

(3) ﴿فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا﴾ پھر آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں۔'' یعنی دنیا اور آخرت میں شیطان کی دوستی کی وجہ سے آپ شرک اور بتوں کی عبادت کریں اور مذموم مقام پر پہنچ جائیں۔ یوں سیدنا ابراہیم نے اپنے والد کو آسان راستہ بتایا کہ آپ میری اطاعت کریں تو میں سیدھے راستہ کی طرف راہ نمائی کروں گا اور شیطان کی عبادت نہ کریں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے اور شیطان آپ کا دوست بن جائے گا۔

﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا﴾

''باپ نے کہا: ''اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والے ہو؟ یقیناً اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تمہیں سنگسار کر دوں گا اور تم مجھے چھوڑ دو کہ تم صحیح سالم حال میں ہو'' (46)

سوال 1: ﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا﴾ باپ نے کہا: ''اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والے ہو؟ یقیناً اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تمہیں سنگسار کر دوں گا اور تم مجھے چھوڑ دو کہ تم صحیح سالم حال میں ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''باپ نے کہا'' سیدنا ابراہیم کی دعوت کو رد کرتے ہوئے ان کے والد نے جواب دیا۔

(2) ﴿اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ﴾ ''اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والے ہو؟ اے ابراہیم! کیا

تم بتوں کی عبادت سے بے زار ہو؟ وہ ابراہیم کو بتوں کی عبادت نہ کرنے پر ملامت کرنے لگا۔

(3)﴿لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ﴾ ''اگر تم باز نہ آئے'' اگر تم میرے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانے سے باز نہ آئے۔(4)﴿لَاَرۡجُمَنَّكَ﴾ ''تو میں ضرور تمہیں سنگسار کردوں گا'' کہ میں تمہیں بدترین سزا دوں گا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کردوں گا۔

(5)﴿وَاهۡجُرۡنِيۡ مَلِيًّا﴾ ''اور تم مجھے چھوڑ دو کہ تم صحیح سالم حال میں ہو۔'' یعنی بہتر یہ ہے کہ گھر سے نکل جاؤ، مجھ سے لمبے عرصے بات نہ کرو۔

(6)اسلام انسان کو مہذب بنا دیتا ہے۔اسلامی تہذیب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نرمی، بھلائی، محبت اور ادب میں نظر آتی ہے۔کافرانہ رویہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔غصہ ہے، سختی ہے، سنگدلی ہے، شر ہے، بھلائی سے نفرت ہے۔دھمکی ہے، ارادہ قتل ہے، جھگڑا ہے۔یوں ہی کفر انسان کو برباد کر دیتا ہے۔

﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَيۡكَ ۚ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّيۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيۡ حَفِيًّا﴾

''اُس نے کہا: ''آپ پر سلام ہو! میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا،
یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے'' (47)

سوال1:﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَيۡكَ ۚ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّيۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيۡ حَفِيًّا﴾ اُس نے کہا: ''آپ پر سلام ہو! میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا، یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم نے اپنے والد کو رحمٰن کے بندوں کی طرح تحمل سے، انتہائی نرمی، محبت، بھلائی اور ادب سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2)﴿سَلٰمٌ عَلَيۡكَ﴾ ''آپ پر سلام ہو!'' یہ سلام تحیہ نہیں تھا جو کہ مسلمان ایک دوسرے کو کرتے ہیں بلکہ بات کو ختم کرنا تھا۔

(3)یعنی آپ میرے خطاب میں سب وشتم اور ناگوار باتوں سے محفوظ رہیں گے۔(تفسیر سعدی:2/1579)

(4)﴿وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِيۡنَ يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا﴾ ''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو۔'' (الفرقان:63)

(5)﴿سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّيۡ﴾ ''میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا'' میں اپنے رب سے آپ کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کرتا رہوں گا۔

(6)یہ دُعا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس دور میں کی تھی جب کہ دُعائے مغفرت کی ممانعت کا حکم نہیں آیا تھا جب انہیں یہ علم ہوا تو اُنہوں نے دُعا مانگنی چھوڑ دی۔

(7)﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ يَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اُولِيۡ قُرۡبٰى مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُمۡ

أَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾﴾ ''نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دُعا کریں خواہ وہ رشتہ دار ہوں اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا کہ یقیناً وہ دوزخ والے ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اُس نے اپنے باپ سے کیا تھا چنانچہ جب اُس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا، بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا'' (التوبہ:113,114)

(8) ﴿اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ ''یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے'' میرا رب مجھ پر بہت مہربان ہے اس نے مجھ پر اخلاص کے ساتھ عبادت کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ میری دعا رد نہیں کرے گا۔

(9) کیونکہ وہ میرے حال پر بہت رحیم اور مہربان ہے اور مجھے اپنے سایہ اعتناء میں رکھتا ہے۔ پس سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دے گا، اپنے باپ کے لئے استغفار کرتے رہے، پھر جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کے لئے استغفار کرنا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا تو اس لئے مغفرت کی دعا کرنا چھوڑ دی اور اس سے براءت کا اظہار کر دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا ہے اور ان کی ملت کی پیروی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں ہم آپ کی راہ پر گامزن ہوں اور علم وحکمت اور نرم رویہ اپنائیں۔ دعوت الی اللہ میں تدریج اور ترتیب کا طریقہ اختیار کریں، اس پر صبر کریں اور اس سے ہرگز نہ اکتائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کو، لوگوں کی طرف سے، جن قولی اور فعلی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان پر صبر کرے اور عفو ودرگزر، قولی اور فعلی حسن سلوک کے ساتھ ان اذیتوں کا مقابلہ کرے۔ (تفسیر سعدی:1579/2)

﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۡ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾

''اور میں تم سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں اور ان سے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم پکارتے ہو۔ اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں، اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں نامراد نہیں ہوں گا'' (48)

سوال 1: ﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۡ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾ ''اور میں تم سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں اور ان سے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم پکارتے ہو۔ اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں، اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں نامراد نہیں ہوں گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے کہا۔

(2) ﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور میں تم سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں اور ان سے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم پکارتے ہو'' یعنی میں آپ سے اور آپ کے دیوی دیوتاؤں سے اظہار بے زاری کرتا ہوں۔

(3)﴿وَأَدۡعُوا۟ رَبِّى﴾ ''اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں'' یعنی میں اپنے رب سے اخلاص سے دعا کروں گا۔

(4) یہ دعائے سوال اور دعائے عبادت دونوں کو شامل ہے۔ (سعدی:2/1579)

(5)﴿عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّى شَقِيًّا﴾ ''اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں نامراد نہیں ہوں گا'' عسیٰ یقین کے لیے ہے۔ سیدنا ابراہیم کو اپنے رب کے وعدے پر کامل یقین تھا، ان کا دل مکمل طور پر مطمئن تھا۔

(6) یعنی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا اور اعمال کو قبول فرما کر مجھے سعادت سے نواز دے۔ یہ اس داعی حق کا وظیفہ ہے جو ایسے لوگوں سے مایوس ہوگیا تھا جن کو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی مگر وہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے رہے اور وعظ و نصیحت نے ان کو کوئی فائدہ نہیں دیا اور وہ اپنی سرکشی میں اصرار کے ساتھ سرگرداں رہے۔ جو کوئی اس قسم کی صورت حال میں مبتلا ہو جائے تو اس پر فرض ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہے اور اپنے رب سے امید رکھے کہ وہ اس کی کوشش کو قبول فرمائے گا اور وہ شر اور اہل شر سے دور رہے۔

(تفسیر سعدی:2/1579)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اہل خاندان سے الگ ہو جانے کا اظہار کیا عین اُس موقعے پر رب سے جو تعلق نظر آتا ہے اُس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے باپ کی بخشش کی درخواست کرتے ہیں یعنی انہیں باپ کی نہیں رب کی ناراضگی کی فکر ہے۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام باپ کے ارادہ قتل پر دل برداشتہ نہیں ہوئے بلکہ رب کی اپنی ذات پر مہربانیوں کا اظہار کیا کہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

(3 اپنی قوم کو، اپنے گھر والوں کو چھوڑتے ہوئے یہ واضح کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پوجتے ہو۔ عین اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں دوسروں کو لانے پر ناگواری کا اظہار کیا۔

(4) اپنے رب سے دُعائیں کرنے کا اظہار کیا یعنی ایک ایسے تعلق کو جو ٹوٹنے والا نہیں جسے مصیبت میں پکارا جائے تو وہ جواب دیتا ہے جو قریب ہے، مجیب ہے۔ باپ کے مقابلے میں رب کے رشتے کو اختیار کرنے کی وجہ بتا دی کہ وہ مہربان ہے لیکن تم کتنے نامہربان ہو۔

(5) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کو پکار کر میں کبھی بھی بدبخت نہیں رہوں گا یعنی رشتوں سے علاقے سے کٹتے ہوئے بدبختی کو جو احساس گھیر لیتا ہے اور دوسروں کے ذہن میں بھی اُٹھتا ہے کہ جانے والا محروم ہوگیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس موقع پر اپنے رب کے اصل تعلق کو واضح کیا کہ اُسے پکارو تو کوئی بدبخت نہیں رہتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اُمید لگائی ہے اور اپنی رشتے داری اللہ تعالیٰ سے قائم کی ہے۔ اُس طرز عمل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان لوگوں کو اپنے نفس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے رجوع کر سکتا ہے۔

سوال 3: داعی مایوس کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: دعوت کا عمل ایک ربانی عمل ہے جب بھی شروع ہوتا ہے اس کی نفسیات مختلف ہوتی ہے اگر دعوت کے عمل میں لوگ حقیر جانیں، ظلم کریں تب بھی دل میں ایک نرم گوشہ موجود رہتا ہے اگر اپنے ماحول میں بظاہر دعوت دینے والا بے سہارا بن جائے تب بھی رب کے سہا

رے کو پکڑ لیتا ہے اُسے یقین ہوتا ہے کہ بدبختی اُسے نہیں گھیرے گی اسی وجہ سے وہ مایوس نہیں ہوتا۔

سوال 4: دعوت کے میدان میں مقامِ عمل کو تبدیل کیوں کرنا پڑتا ہے؟

جواب: دعوت کے میدان میں وہ موڑ بھی آتا ہے جب لوگ دعوت کے جواب میں ظلم پر اُتر آتے ہیں اُس وقت داعی کو مقام عمل تبدیل کرنا پڑتا ہے اسی کا نام ہجرت ہے بعض اوقات یہ تبدیلی قریب کے حلقے میں ہوتی ہے اور بعض اوقات دور کے حلقے میں۔

﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾

''تو جب وہ اُن سے جُدا ہو گیا اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا'' (49)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ ''تو جب وہ اُن سے جُدا ہو گیا اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ﴾ ''تو جب وہ اُن سے جُدا ہو گیا اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے'' جب ابراہیم اپنی قوم سے جدا ہوئے تو انہوں نے ارض مقدس کی طرف ہجرت کی اور گھر والوں کو چھوڑ دیا۔

(2) ﴿وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ﴾ ''تو ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے'' سیدنا اسحٰق علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے جو سیدنا سارہ سے تھے۔

(3) سیدنا یعقوب علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پوتے سیدنا اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے تھے جن سے بنی اسرائیل کی نسل چلی۔

(4) ﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ ''اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا'' رب نے انہیں تنہا نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد بھی دی، اعلیٰ مقام بھی عطا کیا تاکہ انہیں جدائیوں کا صدمہ بھول جائے۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾

''اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے نوازا اور ہم نے اُن کے لیے سچی ناموری کو بہت بلند کر دیا'' (50)

سوال 1: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے نوازا اور ہم نے اُن کے لیے سچی ناموری کو بہت بلند کر دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا﴾''اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے نوازا''یعنی ابراہیم کے دونوں بیٹوں اور پوتوں کو خیر کثیر عطا کیا یعنی مال، اولاد جو کہ نبوت اور علم کے بعد ہیں۔(ایسر التفاسیر: 867)

(2)اللہ تعالیٰ نے بت پرستوں کو چھوڑ دینے اور ہجرت کرنے کی عوض رحمت عطا کی تھی تا کہ وہ ان کی رفیق رہے تنہائیوں میں ساتھ دے۔

(3)﴿وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا﴾''اور ہم نے اُن کے لیے سچی ناموری کو بہت بلند کر دیا''یعنی خلیل اللہ کا خوب صورت تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر رہتا ہے۔

(4)لسان صدق سے مراد اچھا تذکرہ، ذکر جمیل ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سچی ناموری عطا کی تھی لوگوں کی زبانوں پر ان کا ذکر جمیل رہتا ہے وہ ان کا احترام اور اطاعت کرتے ہیں یہ نبوت کے بعد بڑا انعام ہے۔اللہ تعالیٰ نے سچی ناموری ہجرت کے عوض عطا کی تھی۔

(6)﴿وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا﴾''اور ہم نے اُن کے لیے سچی ناموری کو بہت بلند کر دیا''یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس سے ان کو بہرہ ور کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیک کام کرنے والے ہر شخص سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی نیکی کے مطابق اسے سچی شہرت عطا کرے گا۔ان کا شمار تو ائمہ محسنین میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں سچی، جس میں جھوٹ کا شائبہ نہیں، ظاہر و باہر اور غیر مخفی ثنائے حسن عطا کی۔ان کے ذکر خیر، ان کی ثنائے حسن اور ان کے ساتھ محبت نے مشرق و مغرب کو لبریز کر دیا ہے۔خلائق کے دلوں میں ان کی محبت سما گئی، لوگوں کی زبان پر ان کا ذکر اور ان کی مدح و ثنا جاری ہو گئی۔وہ پیروی کرنے والوں کے قائد اور راہنمائی حاصل کرنے والوں کے راہ نما بن گئے۔ہر زمانے میں ان کا ذکر خیر نئے نئے اسالیب میں لوگوں کی زبانوں پر جاری رہا۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔(تفسیر سعدی:2/1580)

(7)سیدنا ابراہیم نے ساری مخلوق کو یہ پیغام دیا تھا۔﴿فَإِنَّهُمۡ عَدُوٌّ لِّيٓ إِلَّا رَبَّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾''سو بلاشبہ وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے''(الشعراء:77)

رکوع نمبر 7

﴿وَاذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ مُوسَىٰٓ إِنَّهُۥ كَانَ مُخۡلَصٗا وَكَانَ رَسُولٗا نَّبِيّٗا﴾

''اور اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کرو، یقیناً وہ ایک خالص کیا ہوا شخص تھا اور رسول، نبی تھا''(51)

سوال1:﴿وَاذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ مُوسَىٰٓ إِنَّهُۥ كَانَ مُخۡلَصٗا وَكَانَ رَسُولٗا نَّبِيّٗا﴾اور اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کرو، یقیناً وہ ایک خالص کیا ہوا شخص تھا اور رسول، نبی تھا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاذۡكُرۡ﴾''ذکر کرو''اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم کے تذکرے کے بعد نبی محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے سنہرے سلسلے میں ذکر کریں۔

(2)﴿فِي الْكِتٰبِ﴾ ''اس کتاب میں'' قرآن عظیم میں۔

(3) موسیٰ کے مقام ومرتبے اور اخلاق عظیم کا تذکرہ کریں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے جو بنی اسرائیل میں مبعوث کئے گئے۔

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے ان کا مقام بلند ہے ان کے اخلاق عظیم ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۡ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ! یقیناً اپنے پیغامات اور کلام کے ساتھ میں نے تجھے تمام لوگوں میں سے منتخب کیا ہے، سو لے لو جو میں نے تمہیں دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔'' (الاعراف:144)

(6) سیدنا موسیٰ علیہ السلام پانچ اولوالعزم پیغمبروں میں سے تھے۔

(7)﴿اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا﴾ ''یقیناً وہ ایک خالص کیا ہوا شخص تھا'' مخلص لام کی زبر کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ چنا ہوا اس اعتبار سے یہ مصطفیٰ، مجتبیٰ اور مختار کے ہم معنی ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ سیدنا موسیٰ اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کریں اور یہ پسند نہ کریں کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا انہیں چن لیا انہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ مخلص لام کی زیر کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص تھے، اپنے ارادوں میں، ہستیوں میں، اپنے قول وقرار میں، اپنے اعمال میں یعنی اخلاص ان کا وصف تھا۔ سیدنا موسیٰ کی ذات میں دونوں ہی صفات پائی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی وجہ سے ان کو چنا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مومن کا کمال درجے کا وصف ہے۔

(8)﴿وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ ''اور رسول، نبی تھا'' (i) رسول کے معنی ہیں لوگوں کا پیغام اللہ تعالیٰ کو سنانے والا اور نبی کے معنی وحی الٰہی کی خبر دینے والا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے (ii) اللہ تعالیٰ جس بندے کو لوگوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لیے چن لیتا ہے اُسے اپنی وحی سے نوازتا ہے اُسے رسول اور نبی کہتے ہیں۔

(9) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات میں رسالت اور نبوت کو یکجا کر دیا۔ پس رسالت، بھیجنے والے کے کلام کی تبلیغ کا تقاضا کرتی ہے، نیز یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ شریعت کی جو بھی چھوٹی یا بڑی چیز آئی ہے اسے بندوں تک پہنچایا جائے۔ اور نبوت اس بات کی مقتضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر وحی آتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے وحی کی تنزیل کے لئے اسے مختص کر لیا ہو۔ پس نبوت کا تعلق بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے اور رسالت کا تعلق بندے اور مخلوق کے درمیان ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی جلیل ترین اور سب سے افضل نوع کے ساتھ خاص فرمایا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ان سے کلام کرنا اور انہیں اپنی سرگوشی کے لئے اپنے قریب کرنا۔ انبیاء میں سے اس فضیلت کے ساتھ صرف موسیٰ علیہ السلام کو خاص کیا گیا کہ وہ رحمان کے کلیم ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1581)

﴿وَنَادَيۡنٰهُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا﴾

''اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب سے اُسے پکارا اور ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے اُسے قریب کیا'' (52)

سوال 1: ﴿وَنَادَيۡنٰهُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا﴾ ''اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب سے اُسے پکارا اور ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے اُسے قریب کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادَيۡنٰهُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ﴾ ''اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب سے اُسے پکارا'' ایمن سے مراد بابرکت ہے۔ یعنی جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سفر کر رہے تھے۔ اور پہاڑ پر تشریف لے گئے تو پہاڑ کی دائیں جانب سے آگ والے درخت سے انہیں آواز آئی۔

(2) ﴿وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا﴾ ''اور ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے اُسے قریب کیا'' ندا اور مناجات میں فرق یہ ہے، کہ ندا بلند آواز میں ہوتی اور مناجات اس سے کم تر دھیمی آواز میں ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کی تمام انواع۔ مثلاً ندا اور مناجات وغیرہ، کا اثبات ہوتا ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اس کے برعکس جہمیہ، معتزلہ اور ان کے ہم مسلک گروہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1581/2) (3) اللہ نے آپ کو بلایا، قریب بلایا اور راز داری سے بات کی۔

﴿وَوَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا﴾

''اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اُس کا بھائی ہارون نبی بنا کر اُسے عطا کیا'' (53)

سوال 1: ﴿وَوَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا﴾ ''اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اُس کا بھائی ہارون نبی بنا کر اُسے عطا کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اُس کا بھائی ہارون نبی بنا کر اُسے عطا کیا'' سیدنا ہارون سیدنا موسیٰ کے بھائی تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کے لئے خیر خواہ تھے۔ ان کے حسن سلوک اور خیر خواہی کی دلیل ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ سیدنا ہارون علیہ السلام کو ان کے ساتھ ذمہ داری میں شریک کر کے رسول بنا دیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاجۡعَلۡ لِّىۡ وَزِيۡرًا مِّنۡ اَهۡلِىۡ﴾ ''اور میرے لیے میرے خاندان سے ایک معاون مقرر کر دے۔'' (طٰہٰ: 29)

(2) ﴿وَاَخِىۡ هٰرُوۡنُ هُوَ اَفۡصَحُ مِنِّىۡ لِسَانًا فَاَرۡسِلۡهُ مَعِىَ رِدۡاً يُّصَدِّقُنِىۡۤ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اَنۡ يُّكَذِّبُوۡنِ﴾ ''میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے کہ وہ میری تائید کرے، یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔'' (القصص: 34)

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ ﴿قَالَ قَدۡ اُوۡتِيۡتَ سُؤۡلَكَ يٰمُوۡسٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً جو تم نے مانگا تجھے دے دیا گیا اے موسیٰ!'' (طٰہٰ:36) اور اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو رسول بنا دیا۔

(4) سیدنا ہارون علیہ السلام کی نبوت موسیٰ کی نبوت کے تابع ہے۔ وہ نبوت کے معاملات میں سیدنا موسیٰ کی مدد کرتے تھے۔

﴿وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا﴾

''اور آپ کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا'' (54)

سوال 1: ﴿وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذۡكُرۡ﴾ ''اور ذکر کرو'' یعنی اے نبی ﷺ آپ ذکر کریں۔ (2) ﴿فِى الۡكِتٰبِ﴾ ''کتاب میں'' قرآن عظیم میں۔

(3) اسماعیل بن ابراہیم کا جو سیدہ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جن سے عرب قبیلے کی نسل چلی۔ جن سے بنی آدم کے سردار محمد ﷺ پیدا ہوئے جو آخری نبی تھے۔

(4) ﴿اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ﴾ ''یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا'' وعدے کا سچا وہ ہوتا ہے جو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا یعنی وہ جو وعدہ کرتے تو پورا کرتے۔ وہ اپنے قول کے سچے تھے انہوں نے اپنے رب کے ساتھ جو وعدہ کیا اسے پورا کر کے دکھلایا اس میں وہ وعدے بھی شامل ہیں جو انہوں نے بندوں سے کئے۔ جب ان کے والد سیدنا ابراہیم نے انہیں ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا ﴿سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ﴾ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (الصٰفٰت:102) انہوں نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے والد کو پورا اختیار دیا کہ وہ انہیں ذبح کر دیں۔

(5) ﴿وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا﴾ ''اور رسول نبی تھا'' پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول اور نبی بنایا اور انہیں مخلوقات کے سب سے بلند طبقے میں سے کر دیا۔ اس سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی سیدنا اسحٰق علیہ السلام پر فوقیت ثابت ہوئی کیونکہ وہ صرف نبی تھے دوسرے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا ہے۔'' اس سے بھی ان کی فضیلت نکلتی ہے۔

سوال 2: ایفائے عہد کی اہمیت اور فضیلت بیان کریں؟

جواب: (1) وعدہ پورا کرنا اخلاق حمیدہ میں سے ہے اور وعدہ خلافی اخلاق سیئہ میں سے ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟'' (الصف:2)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں: (i) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (ii) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ (iii) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (بخاری:33)

(4) ایک دوسری روایت میں نشانی ہے: جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔ (بخاری:34)

(5) منافقوں کی صفات ایمان والوں سے متضاد ہیں۔ اس لیے اللہ رب العزت نے اپنے نبی کی تعریف کی ہے کہ وہ وعدے کے سچے ہیں۔

﴿وَكَانَ يَأۡمُرُ أَهۡلَهُۥ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِۦ مَرۡضِيّٗا﴾

''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا'' (55)

سوال 1: ﴿وَكَانَ يَأۡمُرُ أَهۡلَهُۥ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِۦ مَرۡضِيّٗا﴾ ''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَانَ يَأۡمُرُ أَهۡلَهُۥ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ﴾ ''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتا تھا'' یعنی وہ اپنے گھر والوں اور قبیلے والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے۔

(2) یعنی وہ اپنے گھر والوں پر نماز اور زکوۃ کا حکم نافذ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا۔ ﴿وَأۡمُرۡ أَهۡلَكَ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَاۖ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقٗاۖ نَّحۡنُ نَرۡزُقُكَۗ وَٱلۡعَٰقِبَةُ لِلتَّقۡوَىٰ﴾ ''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر خوب پابند رہیں، ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے۔ اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے۔'' (طٰہٰ:132)

(3) نماز معبود کے لیے اخلاص ہے اور زکوۃ بندوں کے ساتھ احسان کرنے کے لیے مال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے۔

(4) سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے خود کو بھی کمال تک پہنچایا اور دوسروں کے کامل بننے کے لیے ان کے مدد کی۔ خاص طور پر وہ جو ان کے قریب تھے۔ جو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ حق دار تھے۔ رب العزت نے نبی علیہ السلام کو حکم دیا۔ ﴿وَأَنذِرۡ عَشِيرَتَكَ ٱلۡأَقۡرَبِينَ﴾ ''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔'' (الشعراء:214)

(5) ﴿وَكَانَ عِندَ رَبِّهِۦ مَرۡضِيّٗا﴾ ''اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا'' اس کا سبب یہ تھا انہوں نے یہ وعدہ پورا کر دکھایا اور اپنے والد کو پورا اختیار دیا کہ وہ ان کو ذبح کریں، جو کہ سب سے بڑی مصیبت ہے جو انسان کو پہنچ سکتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو رسالت اور نبوت سے متصف کیا جو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر سب سے بڑا احسان ہے۔ اور انہیں مخلوق کے بلند ترین طبقے میں سے کیا۔ (تفسیر سعدی:1582/2)

(6) اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بننے والوں کے لیے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی زندگی میں یہ سبق ہے کہ وہ وعدوں کے سچے اور گھر والوں کے حق میں مخلص بنیں۔ انہیں رب شناس بنانے کے لیے صلوۃ و زکوۃ کا حکم دیں۔

سوال2: کیا گھر والوں کی تربیت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی گئی ہے؟

جواب: (1) رب العزت نے گھر والوں کو آگ سے نجات کا حکم دیا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' (التحریم :6)

(2) نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب آدمی رات کو جاگے اور اپنی عورت کو جگا دے پھر دونوں دو رکعت پڑھیں تو اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیوں میں سے لکھے جائیں گے۔ (ابن ماجہ:1335)

(3) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ لڑکا جب سات برس کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنے کی ہدایت کرو جب دس سال کی عمر کا ہو جائے تو نماز کے لئے مارو۔ (ابوداؤد:494)

(4) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مزید اس بارے میں باز پرس کریں گے کیونکہ اخلاقی تربیت دینی فریضہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس بندے کو کچھ لوگوں کا نگران بناتا ہے چاہے وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ وہ ضرور قیامت کے روز اس سے باز پرس کرے گا کہ اس نے اپنے ماتحتوں کو دین پر چلایا یا انہیں ضائع کر دیا یہاں تک کہ خاص طور پر گھر والوں کے بارے میں محاسبہ کرے گا۔

(5) نیکی کا شوق دلانا اور بری باتوں سے روکنا مومن کا فرض ہے۔ کسی کو اس کے حال پہ چھوڑنا جائز نہیں کہ وہ آگ کا نوالہ بن جائے۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا﴾

''اور آپ اس کتاب میں اِدریس کا ذکر کرو، یقیناً وہ سچا نبی تھا'' (56)

سوال1: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ اس کتاب میں اِدریس کا ذکر کرو، یقیناً وہ سچا نبی تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ﴾ اور ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اس سنہرے سلسلے میں ذکر کرو۔

(2) ﴿فِي الْكِتَابِ﴾ اس کتاب میں۔ یعنی قرآن عظیم میں۔ (3) ﴿إِدْرِيسَ﴾ ''اِدریس کا'' ادریس جو نوح علیہ السلام کے جدامجد تھے۔

(4) سیدنا ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے بعد پہلے نبی تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے کپڑے سیے۔

(5) یعنی اس کتاب کریم میں تعظیم وجلال اور صفات کمال سے متصف ہونے کے اعتبار سے ادریس علیہ السلام کا ذکر کرو! (تفسیر سعدی:2/1583)

(6) شب معراج میں نبی ﷺ نے سیدنا ادریس کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ آپ درزی تھے، جب سوئی میں ڈورڈالتے تو سبحان اللہ فرماتے اور جب شام ہوتی تو روئے زمین پر ان سے زیادہ عمل کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1138)

(7)﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا﴾ ''یقیناً وہ سچا نبی تھا'' یعنی وہ کثرت سے سچ بولنے والے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق کرنے والے تھے۔(تفسیر منیر:8/465)

(8)اللہ تعالیٰ نے ان کو بیک وقت صدیقیت جو تصدیق تام، علم کامل، یقین ثابت اور عمل صالح کی جامع ہے۔ اور اپنی وحی اور رسالت کے لئے چن لیا۔(تفسیر سعدی:2/1583)

(9)رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچ انسان کو نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور انسان سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ انسان کو برائی کا راستہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔(مسلم:6637)

﴿وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾

''اور ہم نے اُسے بہت عالی مقام تک بلند کیا''(57)

سوال1:﴿وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ ''اور ہم نے اُسے بہت عالی مقام تک بلند کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ہم نے اُسے بہت عالی مقام تک بلند کیا'' اس سے مراد وہ بلندی ہے جو نبوت کے بعد انہیں عطا کی گئی۔

(2)یعنی اللہ تعالیٰ نے جہانوں میں ان کا ذکر اور مقربین کے درمیان ان کا درجہ بلند کیا۔ پس وہ ذکر کے لحاظ سے بھی بلند تھے اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بھی بلند۔(تفسیر سعدی:2/1583)

(3)اس سے عام طور پر آسمان کی طرف اُٹھانا مراد لیا گیا ہے لیکن قرآن حکیم یا حدیث رسول سے اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اسرائیلی روایات کافی نہیں ہیں۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ۖ وَّمِنۡ ذُرِّيَّةِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡرَآءِيۡلَ ۖ وَمِمَّنۡ هَدَيۡنَا وَاجۡتَبَيۡنَا ؕ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾

''یہی لوگ ہیں جو ان پیغمبروں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد میں سے انعام فرمایا، اور ان میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور ہم نے منتخب کیا۔ جب انہیں رحمان کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے تھے''(58)

سوال1:﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ۖ وَّمِنۡ ذُرِّيَّةِ

اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡرَآءِيۡلَ ز وَمِمَّنۡ هَدَيۡنَا وَاجۡتَبَيۡنَا﴾ ''یہی لوگ ہیں جوان پیغمبروں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد میں سے انعام فرمایا اوران میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور ہم نے منتخب کیا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ﴾ ''یہی لوگ ہیں جوان پیغمبروں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا'' اللہ رب العزت نے جب خاص انبیاء اور مرسلین کے فضائل کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ انعام یافتہ لوگ ہیں اور نبوت ورسالت ایسا انعام ہے جسے کوئی اپنی ذاتی کوشش سے حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے راستے پر چلا دے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔'' (النساء:69)

(2)﴿وَّمِنَ النَّبِيّٖنَ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ﴾ ''پیغمبروں میں سے تھے، آدم کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا''۔ یعنی ان میں سے کچھ تو آدم کی اولاد ہیں اور کچھ ان لوگوں کی اولاد ہیں جنہیں نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا یعنی نوح کی ذریت میں سے ہیں۔

(3)﴿وَّمِنۡ ذُرِّيَّةِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡرَآءِيۡلَ﴾ ''اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے'' یعنی ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو دنیا کے تمام گھرانوں میں سے بہتر گھرانے سے ہیں یعنی ابراہیم جن سے اسحٰق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسرائیل جن کی اولاد سے موسیٰ، ہارون، داوٗد، سلیمان، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ ہیں۔

(4)﴿وَمِمَّنۡ هَدَيۡنَا﴾ ''اوران میں سے جنہیں ہم نے ہدایت بخشی'' یعنی جن کو ہم نے سیدھے راستے کی ہدایت دی۔

(5)﴿وَاجۡتَبَيۡنَا﴾ ''اور ہم نے منتخب کیا'' اور انہیں ہم نے اپنی نبوت کے لیے چن لیا۔

(6) یعنی جنہیں ہم نے اسلام کی ہدایت دی اور ایمان کے لیے چن لیا۔ (فتح القدیر:425/3)

سوال 2:﴿اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾ ''جب انہیں رحمان کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُ الرَّحۡمٰنِ﴾ ''جب انہیں رحمان کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں'' یعنی جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔

(2)﴿خَرُّوا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾ ''تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں جب اس کے دلائل سنتے ہیں تو عاجزی سے رب کے آگے روتے ہوئے جھک جاتے ہیں۔

(3)وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے انعام پر شکر کے طور پر سجدے میں گر جاتے ہیں۔

(4)وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر اندھے بہرے بن جاتے ہیں۔

سوال3: آیات کی نسبت اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک رحمٰن کی طرف کی گئی، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: آیات کی، اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (رحمان) کی طرف اضافت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے بندوں پر اس کی رحمت اور احسان ہے کیونکہ اس نے آیات کے ذریعے سے ان کی حق کی طرف راہنمائی کی، ان کی کور نگاہی کو دور کر کے بصیرت سے نوازا، انہیں گمراہی سے بچایا اور جہالت کی تاریکیوں میں انہیں علم کی روشنی عطا کی۔(تفسیر سعدی:2/1583,1584)

سوال4: اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر کب اور کیسے انسان سجدوں میں آہ و بکا کے قابل ہوتا ہے؟

جواب:(1)انسان اس کیفیت تک تب پہنچتا ہے جب انسان کے شعور میں ارتعاش پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سن کر انسان کو جب اظہار کے لیے موزوں کلمات نہیں ملتے تو ان احساسات کا اظہار آنسوؤں سے ہوتا ہے۔ سجدے میں گر کر، رو کر اندرونی جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اعتراف ہے۔ جو اس درجے پر پہنچا اُس نے ایمان کی مٹھاس چکھ لی۔ یہ درجہ نبیوں اور رسولوں کے لیے خاص ہے۔

(2)انعامات کی وجہ سے ان کی مشترکہ خصوصیت تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس میں اتنے ڈوبے ہوئے تھے کہ اس کا کلام سن کر ان کا سینہ دہل جاتا تھا اور اُن پر رقت اور بکاء کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی حتی کہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔

(3)جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں، ان کے دل اللہ تعالیٰ کی آیات میں غیب کی خبروں اور رب العزت کی صفات، آخرت کی خبروں اور اللہ کے وعدوں اور وعیدوں کی وجہ سے ایمان اور رغبت و محبت سے لبریز ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل اور جسم سجدے میں گر جاتے ہیں۔

﴿فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾

''پھر اُن کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے،
تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے''(59)

سوال1:﴿فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾ ''پھر اُن کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے، تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے'' اس

آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ﴾''پھر اُن کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے'' رب العزت نے انبیا اور صالحین کا ذکر فرمایا جو کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والے، اس کے احکامات پر عمل کرنے والے اور اس کے نواہی سے اجتناب کرنے والے، اپنے رب کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے والے، اسی کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ تو ان کے بعد آنے والی ناخلف اولاد کا ذکر کیا ہے جو اپنے آباواجداد کے بالکل متضاد ہیں۔ نیک لوگوں کے گھر میں کیسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے۔

(2)﴿اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ﴾''جنہوں نے نماز کو ضائع کیا'' یعنی وہ انبیاء کی اولاد ہونے کے باوجود نماز کو ضائع کرنے لگے۔ انہوں نے دین کا ستون، اس کی روح اور بہترین عمل کو ہی کھو دیا۔

(3) یعنی انہوں نے نماز کی حفاظت نہیں کی جس کی حفاظت اور قائم کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے دین کے ستون، ایمان کی میزان اور رب العالمین کے لیے اخلاص کو کھو دیا تو جن لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا ان سے باقی دین کو قائم کرنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔﴿فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۙ﴾''پس بڑی ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں۔'' (الماعون:6،4)

(4) حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس شخص کے لئے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات ہوگی جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لئے روز قیامت نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون ہامان اور ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (ابن حبان :1467/4) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ خواب کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص قرآن یاد کر کے بھلا دیتا ہے اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا ہے اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا۔'' (بخاری:7047)

(5)﴿وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ﴾''اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے'' نماز کو چھوڑ دینے کا سبب بیان فرمایا ہے کہ وہ شہوات نفس کے پیچھے لگ گئے، ان کے ارادوں کا رخ، ان کی ہمتوں کی جہت بدل گئی۔ نہ انہوں نے شہوات کو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے زیادہ اہمیت دی تو اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کر بیٹھے اور شہوات نفس کے پیچھے پڑ گئے یوں وہ دنیا کی لذتوں میں گم ہو گئے اور اپنی دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو گئے۔

(6)﴿فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾''تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے'' یعنی وہ قیامت کے دن کئی گنا سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

(7)(i)غَيًّا کا مطلب ہلاکت، بُرا انجام اور دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔(ii)عنقریب وہ بُرے انجام کو پہنچیں گے یعنی وہ سیدھا راستہ گم کر دیں گے اور ہلاکت تک جا پہنچیں گے۔

سوال 2: نماز کو ضائع کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے نمازوں کا وقت ہے بے وقت، سستی اور کاہلی سے ادا کرنا اور مطلق چھوڑ دینا دونوں چیزیں مراد ہیں۔(سراج المنیر 1140/2)
(2)(i)اس سے مراد نماز کو چھوڑ دینا ہے جو کفر ہے۔(ii)اس کے اوقات کو ضائع کرنا ہے مثلاً وقت پر نماز ادا نہ کرنا، بلا عذر نمازیں اکٹھی کر کے پڑھ لینا، جب جی چاہے نماز پڑھ لینا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کفر اور شرک کے درمیان حد فاصل ترک نماز ہے۔(مسلم:204)

﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا﴾

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا''(60)

سوال1:﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا﴾ ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ﴾ ''مگر جس نے توبہ کی'' یعنی دوزخ کی ہلاکت سے وہ لوگ بچ جائیں گے جو نماز ضائع کرنے سے اور شہوات کے پیچھے پڑنے سے بچ جائیں گے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنۡبِ كَمَنۡ لَّا ذَنۡبَ لَهٗ'' گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔(ابن ماجہ:4250)(تفسیر المراغی:57/6)

(2)یعنی جس نے شرک، بدعات اور معاصی سے توبہ کر لی اور ان کو ترک کر کے ان پر نادم ہوا اور دوبارہ ان کا ارتکاب نہ کرنے کا پکا عزم کر لیا۔

(3)﴿وَاٰمَنَ﴾ ''اور ایمان لایا'' اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز قیامت پر ایمان لایا۔

(4)﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیے'' اور عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر مشروع فرمایا ہے جبکہ عمل کرنے والے کی نیت رضائے الٰہی کا حصول ہو۔(تفسیر سعدی:1585/2)

(5)یعنی اگر سچے دل سے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔اور اس کی توبہ قبول کر لے گا۔

(6)﴿فَاُولٰٓئِكَ﴾ ''تو وہی لوگ'' تو جن لوگوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔

(7)یعنی جنہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا۔

(8)﴿يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ﴾ ''جنت میں داخل ہوں گے'' وہ اپنے سلف صالحین کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔(8)یعنی ان کا رب ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور انہیں جنتوں میں داخل کرے گا۔

(9)﴿وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا﴾ ''اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا'' یعنی ان کی نیکیوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔
(ایسر التفاسیر:870)

(10) یعنی انہیں ان کے اعمال کا کئی گنا اجر ملے گا۔ یہ رب کریم کی عطا ہے۔ اسی لئے رب العزت نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کردے اور تمہیں داخل کردے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (التحریم:8)

﴿جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا﴾

''ابدی جنتیں ہیں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے بن دیکھے وعدہ کیا ہے، یقیناً اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے'' (61)

سوال 1: ﴿جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا﴾ ''ابدی جنتیں ہیں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے بن دیکھے وعدہ کیا ہے، یقیناً اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿جَنَّاتِ عَدْنٍ﴾ ''ابدی جنتیں ہیں'' سچی توبہ کرنے والوں کے لیے سدا بہار جنتیں ہیں جہاں سے انہیں کہیں منتقل نہیں کیا جائے گا، نہ ان کی نعمتیں زائل ہوں گی۔ ان کے لیے سدا بہار رونقیں کبھی ختم نہ ہونے والی خوشیاں ہوں گی۔

(2) ﴿الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ﴾ ''جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے بن دیکھے وعدہ کیا ہے'' ان جنتوں کا وعدہ الرحمٰن نے کیا ہے اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہنے والا ہے کیونکہ وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

(3) عباد سے مراد وہ بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ جب کہ اس اعتبار سے تو سبھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو پیدا کیا، انہیں رزق دیا، ان کی زندگی کے لیے ہر طرح کے انتظامات کیے۔

(4) ﴿وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ بِالْغَيْبِ﴾ ''جن کا رحمان نے بن دیکھے وعدہ کیا ہے'' یعنی رحمٰن نے اپنے بندوں کے ساتھ ان جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کو بندوں نے نہ دیکھا ہے، نہ ان کا مشاہدہ کیا ہے پھر بھی وہ اس پر ایمان لائے اور اس کے حصول کے لیے کوششیں کرتے رہے۔ رب رحمن نے اپنے بندوں کے ایمان بالغیب کی مدح فرمائی ہے۔

(5) اس آیت کریمہ میں جنت کے لیے ترغیب دلائی گئی ہے۔ رب العزت نے فرمایا۔ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔'' (السجدہ:17)

(6)﴿إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا﴾ ''یقیناً اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے'' یعنی جنت کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے کیونکہ رب رحمٰن نہ تو وعدے میں ردوبدل کرتا ہے نہ وعدہ خلافی کرتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا﴾ ''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے۔ (المزمل:18)

(7)﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے؟ (النساء:87)

(8)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے انہیں ہم عنقریب جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے'' (النساء:122)

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾

''اُس میں وہ سلام کے سوا کوئی لغو بات نہ سنیں گے اور اُن کے لئے اس میں صبح وشام اُن کا رزق ہوگا'' (62)

سوال 1: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ ''اُس میں وہ سلام کے سوا کوئی لغو بات نہ سنیں گے اور اُن کے لئے اس میں صبح وشام اُن کا رزق ہوگا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا﴾ ''اُس میں وہ سلام کے سوا کوئی لغو بات نہ سنیں گے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ اس میں کوئی باطل بات نہیں سنیں گے۔ (2) یعنی جنت میں فضول، فحش، بے معنی کلام نہیں سنیں گے۔

(3) یعنی وہ جنت میں بے فائدہ، لغو اور گناہ پر مبنی باتیں نہیں ہوں گی۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو۔

(4)﴿اِلَّا سَلٰمًا﴾ ''سلام کے سوا'' یعنی وہ صرف ایسی باتیں سنیں گے جو ہر قسم کے نقص سے پاک ہوں گی یعنی خیر اور بھلائی کی باتیں، ذکر الٰہی، سلام وغیرہ۔

(5) یعنی وہ صرف ایسی باتیں سنیں گے جو ہر عیب سے پاک ہوں گی۔ یعنی ذکر الٰہی، سلام، پرسرور باتیں، بشارت، دوستوں کے درمیان خوبصورت اور اچھی اچھی باتیں، رحمن کا خطاب، حوروں، فرشتوں اور غلمان کی دل ربا آوازیں، طرب انگیز نغمات، اور نرم الفاظ سنیں گے کیونکہ یہ سلامتی کا گھر ہے جہاں ہر لحاظ سے کامل سلامتی کے سوا کچھ نہیں۔ (تفسیر سعدی:1587/2)

(6)﴿وَلَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ فِيهَا بُكۡرَةً وَّعَشِيًّا﴾ ''اور اُن کے لئے اس میں صبح وشام اُن کا رزق ہوگا'' یعنی ان کے لیے وہاں لذیذ مشروبات اور کھانا ہوگا۔ وہ جو چاہیں گے طلب کریں گے۔ جب چاہیں گے جو چاہیں گے ہمیشہ موجود پائیں گے۔

(7) ان کی تکمیل، ان کی لذت اور ان کا حسن یہ ہے کہ یہ معلوم اوقات میں ہوں گی۔ ﴿بُكۡرَةً وَّعَشِيًّا﴾ تاکہ ان چیزوں کا وقوع باعظمت اور ان کا فائدہ کامل ہو۔ (تفسیر سعدی: 1587.1586/2)

﴿تِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِىۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ كَانَ تَقِيًّا﴾

''یہ وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو'' (63)

سوال 1: ﴿تِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِىۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ كَانَ تَقِيًّا﴾ ''یہ وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿تِلۡكَ الۡجَنَّةُ﴾ ''یہ وہ جنت ہے'' یعنی جنت جن کے اوصاف اور جس کی خوبیاں ہم نے بیان کی ہیں۔

(2)﴿الَّتِىۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ كَانَ تَقِيًّا﴾ ''جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو'' جنت کی وراثت توبہ کر کے ایمان لانے والے، عمل صالح کرنے والے کو ملے گی۔

(3) جنت کی وراثت نسب سے نہیں، عمل سے ملے گی۔

(4) جنت کی وراثت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو ہی ملے گی۔ یعنی یہ وراثت ان لوگوں کو ملے گی جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر فرائض ادا کرتے رہے۔ اور اس کے عذاب کے خوف سے نافرمانیوں سے اجتناب کرتے رہے۔

(5) جنت کی وراثت دائمی ہوگی، کبھی ان سے کسی اور کو منتقل نہیں ہوگی۔ وہ وہاں سے کسی اور مقام پر نہ منتقل ہونا چاہیں گے، نہ انہیں کہیں بھیجا جائے گا۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ﴿۷﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ ۚ﴿۸﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَوٰتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيۡنَ يَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱﴾﴾ ''یقیناً مؤمن کامیاب ہو گئے۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے

ہیں۔اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔یہی لوگ وارث ہیں۔جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" (المومنون:1تا11)

(7) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وجہ سے ایمان اور یقین میں پختگی آتی ہے۔اللہ تعالیٰ سے ڈر کر انسان اللہ تعالیٰ کے وعدے کے حصول کے لیے ایمان اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے انسان آزاد زندگی کو اپنے ارادے سے اللہ تعالیٰ کی پابندیوں والی زندگی بنالیتا ہے۔یوں مشکل قربانی کا ثبوت دیتا ہے جس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾

"اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے اُسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب کبھی بھولنے والا نہیں ہے" (64)

سوال 1: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ "اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے اُسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب کبھی بھولنے والا نہیں ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ﴾ "اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے" یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں اترتے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا جیسا کے اب آپ ہماری ملاقات کو آیا کرتے ہیں اس سے زیادہ آپ ہم سے ملنے کو کیوں نہیں آیا کرتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ﴾ یعنی ہم فرشتے نازل نہیں ہوتے بجز آپ کے پروردگار کے حکم سے، اسی کا ملک ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے۔ (بخاری:4731)

(3) یعنی فرشتوں کا اختیار نہیں وہ تو تبھی نازل ہوتے ہیں جب انہیں حکم دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں"۔ (التحریم:6)

(4) ﴿لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰلِكَ﴾ "اُسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے" یعنی جو دنیا اور آخرت میں ہے، ماضی حال مستقبل سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔اس کی تقدیر ہے۔جب اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے وہ اسے نافذ کرتا

ہے اور جب اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے اسے مؤخر کر دیتا ہے۔

(5)﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ ''اور آپ کا رب کبھی بھولنے والا نہیں ہے'' یعنی آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو بھولنے والا نہیں جیسا کہ فرمایا:﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى﴾ ''آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔'' (الضحیٰ:3)

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا فَاعۡبُدۡهُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾

''وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کا رب ہے اور جو بھی ان دونوں کے درمیان ہے، چنانچہ آپ اس کی عبادت کرو اور اُسی کی عبادت پر پوری طرح جمے رہو، کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں'' (65)

سوال1:﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا فَاعۡبُدۡهُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾ ''وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کا رب ہے اور جو بھی ان دونوں کے درمیان ہے، چنانچہ آپ اس کی عبادت کرو اور اُسی کی عبادت پر پوری طرح جمے رہو، کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا﴾ ''وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کا رب ہے اور جو بھی ان دونوں کے درمیان ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق، مالک، حاکم اور متصرف ہے۔

(2) زمین اور آسمان میں اس کی ربوبیت، اور ان کا بہترین اور کامل ترین نظام کے مطابق رواں دواں رہنا جس میں غفلت کا کوئی شائبہ ہے نہ کوئی چیز بے فائدہ ہے اور نہ کوئی چیز باطل ہے۔ اس حقیقت پر قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو شامل ہے، لہٰذا آپ ﷺ اپنے آپ کو اس میں مشغول نہ کریں بلکہ آپ ان امور میں اپنے آپ کو مشغول کریں جو آپ کو کوئی فائدہ دیتے ہیں اور جن کا فائدہ آپ کی طرف لوٹتا ہے اور وہ ہے اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت جس کا کوئی شریک نہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1588)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے تھے ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بہت جاننے والا بڑا بردبار ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں جو آسمانوں کا رب ہے، زمین کا رب اور عرش کریم کا رب ہے''۔ (بخاری:7426)

(4) رب وہ ہے جو بتدریج نشوونما کرتا ہے وحی کے نزول میں آنے والے وقفے کے حوالے سے رب العزت نے فرمایا کہ وہ آسمان، زمین اور جو اُن کے درمیان ہے ہر چیز کی نشوونما کرنے والا ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ کس ترتیب کے ساتھ کب کون سے احکامات لائے جائیں۔

(5)﴿فَاعۡبُدۡهُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ اس کی عبادت کرو اور اُسی کی عبادت پر پوری طرح جمے رہو'' یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کا پابند بنائیں اس کے اوامر و نواہی پر کاربند ہو جائیں۔

(6) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہیں اور اس کو کامل ترین طریقے سے قائم کریں۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعۡنَا بِهِۦٓ أَزۡوَٰجٗا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيهِۚ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٞ وَأَبۡقَىٰ ١٣١ وَأۡمُرۡ أَهۡلَكَ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَاۖ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقٗاۖ نَّحۡنُ نَرۡزُقُكَۗ وَٱلۡعَٰقِبَةُ لِلتَّقۡوَىٰ ١٣٢﴾ ''اور آپ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو سروسامان دیا ہے، دنیا کی زندگی کی زینت ہے تاکہ ہم انہیں اس آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے رب کا رزق ہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر خوب پابند رہیں، ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے۔ اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے۔'' (طٰہٰ:131,132)

(8)عبادت پر قائم رہنے کے لیے زمین والوں کو اپنی ساری سرگرمیوں میں آسمان والے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ انسان مادی ضروریات کی کشمکش میں پھنستا ہے۔ اس بھنور سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے جس کی بہترین صورت صلوٰۃ ہے۔ خواہشات نفس کے دباؤ میں انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ ان مجبوریوں سے اُوپر اُٹھنے کے لیے حوصلوں کی ضرورت ہے جو کلام اللہ کے ساتھ مستقل تعلق کے بغیر نہیں آتا جو تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر کے ساتھ آتا ہے۔

(9)﴿هَلۡ تَعۡلَمُ لَهُۥ سَمِيّٗا﴾ ''کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں'' یعنی کوئی اس کے مثل، اس جیسا نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی ہم سر نہیں۔

(10) کیا آپ تمام مخلوق میں اس کی کوئی ہم نام، کوئی مشابہت اور مماثلت رکھنے والی ہستی جانتے ہیں؟ یہ استفہام نفی کا معنی دیتا ہے جو عقلاً معلوم ہے، یعنی آپ کسی ایسی ہستی کو نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ کی برابری کرنے والی، اس کے مشابہ اور مماثل ہو۔ کیونکہ وہ رب ہے اور دوسرے مربوب، وہ خالق ہے اور دیگر تمام مخلوق، وہ ہر لحاظ سے بے نیاز ہے اور دیگر تمام ہر لحاظ سے بالذات محتاج ہیں، وہ کامل ہے جو ہر لحاظ سے کمال مطلق کا مالک ہے دیگر تمام ناقص ہیں کسی میں کوئی کمال نہیں سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کر دیا۔ پس یہ اس حقیقت پر برہان قاطع ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا عبودیت کا مستحق ہے۔ اس کی عبادت حق اور ماسوا کی عبادت باطل ہے، اس لئے اس نے صرف اپنی عبادت کرنے اور اس پر پابند رہنے کا حکم دیا اور اس کی علت یہ بتلائی کہ وہ اپنے کمال، اپنی عظمت اور اسمائے حسنیٰ میں منفرد ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1589)

رکوع نمبر 8

﴿وَيَقُولُ ٱلۡإِنسَٰنُ ءَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ أُخۡرَجُ حَيّٗا﴾

''اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو واقعی جلد ہی میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا'' (66)

سوال1:﴿وَيَقُولُ ٱلۡإِنسَٰنُ ءَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ أُخۡرَجُ حَيّٗا﴾ ''اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو واقعی

جلد ہی میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ﴾ ''اور انسان کہتا ہے'' یعنی بعث کا، آخرت کے گھر کا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا انکار کرنے والا کہتا ہے۔(2)﴿ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا﴾ کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو واقعی جلد ہی میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ انسان کے دل میں یہ سوال غفلت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ایسے انسانوں کی بات کو قابل تعجب قرار دیا ہے جو دوبارہ اٹھائے جانے پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۠ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب کے قابل اُن کی یہ بات ہے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعتا ہم یقیناً نئی تخلیق میں ہوں گے؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا کفر کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (الرعد:5)

(4) ایک اور مقام پر رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۝﴾ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔ (یٰسین:78,79)

(5) یعنی جب میں مر کر بوسیدہ ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے کیسے زندہ کرے گا؟

(6)﴿يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝﴾ وہ کہتے ہیں: ''کیا بلاشبہ ہم واقعی پہلی حالت میں واپس لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟'' انہوں نے کہا: ''تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے۔'' چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔ (النازعات:10,14)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ) ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کا حق نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا جیسا کہ میں نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔ اس کا گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے حالانکہ میں بے پرواہ ہوں، میرے ہاں نہ کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔ (بخاری:4975)

﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـــًٔا﴾

''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا'' (67)

سوال 1: ﴿اَوَلَا يَذۡكُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ يَكُ شَيۡـًٔا﴾ ''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَا يَذۡكُرُ الۡاِنۡسَانُ﴾ ''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا'' یعنی بعثت اور آخرت کا انکار کرنے والا۔ (ایسر التفاسیر:873)

(2) (i) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا انسان نے غور نہیں کیا کہ وہ موجود ہے اور اُسے پیدا کیا گیا تھا؟ (ii) انسان غور تو کرے کہ جب وہ نہیں تھا تو کہاں تھا؟ (iii) انسان غور و فکر کرے کہ وہ کچھ نہیں تھا اور اب ہے تو کیسے ہے؟ (iv) اگر وہ غور کر لے تو اُسے سمجھ آ جائے گی کہ پہلی بار پیدا کرنے کے مقابلے میں دوبارہ پیدا کرنا آسان کام ہے۔

(3) ﴿اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا'' یعنی کیا وہ اپنی اس حالت کو یاد نہیں کرتا جب کہ وہ کچھ نہیں تھا اور جس ہستی نے اسے عدم سے وجود عطا کیا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے اور ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ اکٹھا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ ؕ وَلَهُ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

(4) ﴿اَوَلَا يَذۡكُرُ الۡاِنۡسَانُ﴾ ''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا'' رب العزت نے انتہائی شفقت سے غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ کیا انسان کو یاد نہیں؟ اگر وہ یاد کرے گا تو وہ ہرگز انکار نہیں کرے گا۔

(5) ﴿اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ يَكُ شَيۡـًٔا﴾ ''کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا'' یعنی وہ بعثت کو جھٹلاتا اور اس کا انکار کرتا ہے اور وہ نہیں یاد کرتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا جب کہ وہ کچھ نہیں تھا؟

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا﴾ ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا؟'' (الدھر:1)

(7) ﴿اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ ﴿۷۸﴾ قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمُ ﴿۷۹﴾﴾ اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔ (یٰسین:77,79)

﴿فَوَرَبِّكَ لَنَحۡشُرَنَّهُمۡ وَالشَّيٰطِيۡنَ ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّهُمۡ حَوۡلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا﴾

''پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب کو شیاطین سمیت ضرور اکٹھا کریں گے پھر ہم ضرور انہیں جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے''(68)

سوال1:﴿فَوَرَبِّكَ لَنَحۡشُرَنَّهُمۡ وَالشَّيٰطِيۡنَ ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّهُمۡ حَوۡلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا﴾''پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب کو شیاطین سمیت ضرور اکٹھا کریں گے پھر ہم ضرور انہیں جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَوَرَبِّكَ﴾''پس آپ کے رب کی قسم!''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ لازماً تمام لوگوں کو اُٹھایا جائے گا۔ یہ ایک طے شدہ فیصلہ ہے۔

(2)﴿لَنَحۡشُرَنَّهُمۡ وَالشَّيٰطِيۡنَ﴾''ہم ان سب کو شیاطین سمیت ضرور اکٹھا کریں گے''اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت والی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ وہ تمام انسانوں اور جنوں کو ضرور اکٹھا کرے گا اور ایک مقررہ وقت پر جمع کرے گا۔

(3) یہاں شیاطین سے مراد بُرے لیڈر ہیں جو لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتے ہیں۔

(4)﴿ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّهُمۡ حَوۡلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا﴾''پھر ہم ضرور اُنہیں جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے''یعنی ہولناکیوں کی شدت، زلزلے کی کثرت اور احوال کی خوفناکی کی وجہ سے وہ اپنے گھٹنوں کے بل آئیں گے اور بلند و برتر اللہ کے حکم کے منتظر ہوں گے۔(تفسیر سعدی:2/1590)

(5) دُنیا کے جباروں اور قہاروں کے شعور کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیدار کیا ہے کہ حشر کے میدان میں جہاں بے حد و حساب لوگ جمع کر لیے گئے توہین آمیز انداز میں گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر لایا جائے گا۔ وہ بے بسی سے دیکھیں گے، خوفزدہ ہوں گے، گھٹنوں کے بل چلیں گے اور اوندھے گرا دیے جائیں گے جیسے چھوٹے لوگ گریں گے ویسے ہی بڑے بھی جا گریں گے۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں وہ معلوم ہوتا جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔(بخاری:6485)(7) گھٹنوں کے بل بیٹھنا حساب کے خوف اور بُرے انجام کی وجہ سے ہوگا۔

﴿ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ كُلِّ شِيۡعَةٍ اَيُّهُمۡ اَشَدُّ عَلَى الرَّحۡمٰنِ عِتِيًّا﴾

''پھر ہم ہر گروہ میں سے ضرور کھینچ نکالیں گے جو اُن میں سے رحمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش ہے''(69)

سوال1:﴿ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ كُلِّ شِيۡعَةٍ اَيُّهُمۡ اَشَدُّ عَلَى الرَّحۡمٰنِ عِتِيًّا﴾''پھر ہم ہر گروہ میں سے ضرور کھینچ نکالیں گے

جواُن میں سے رحمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ كُلِّ شِيۡعَةٍ﴾''پھر ہم ہر گروہ میں سے ضرور کھینچ نکالیں گے'' ہم ہر گروہ سے اور ہر فرقے سے ان لوگوں کو نکالیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کیا اور جنہوں نے سرکشی اور ظلم کیا۔

(2) ہر گروہ میں سے بڑے سرکشوں کو ہٹ دھرمی کی سزا دینے کے لیے الگ کرلیا جائے گا۔

(3) جو لوگ رحمن کی بات نہیں مانتے مجرم تو وہ بھی ہیں مگر بڑے سرکش وہ ہیں جو رحمن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور دوسروں کو بھی اُٹھائیں۔

(4)﴿عِتِيًّا﴾''سرکش'' عتو وہ شخص ہے جو سب سے بڑا سرکش اور ظالم ہے۔ اس کو عذاب میں سب سے آگے کیا جائے گا، پھر اس کو جو گناہ میں اس سے کم ہوگا اور وہ سب ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ ادۡخُلُوۡا فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ فِى النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتۡ اُمَّةٌ لَّعَنَتۡ اُخۡتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوۡا فِيۡهَا جَمِيۡعًا ۙ قَالَتۡ اُخۡرٰىهُمۡ لِاُوۡلٰىهُمۡ رَبَّنَا هٰۤؤُلَاۤءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِهِمۡ عَذَابًا ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعۡفٌ وَّلٰكِنۡ لَّا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتۡ اُوۡلٰىهُمۡ لِاُخۡرٰىهُمۡ فَمَا كَانَ لَكُمۡ عَلَيۡنَا مِنۡ فَضۡلٍ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ﴿۳۹﴾﴾ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی:''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔'' (الاعراف:38,39)

﴿ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِيۡنَ هُمۡ اَوۡلٰى بِهَا صِلِيًّا﴾

''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں'' (70)

سوال1:﴿ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِيۡنَ هُمۡ اَوۡلٰى بِهَا صِلِيًّا﴾''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِيۡنَ هُمۡ اَوۡلٰى بِهَا صِلِيًّا﴾''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کون جہنم میں جھونکے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ دنیا میں انہوں نے کیسے اعمال کیے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہمیشہ کی آگ میں جلتا بھنتا رہے گا اور

کون دگنے عذاب کا حق دار ہے۔

(3) مجرموں کو ان کے جرم کی سنگینی کے اعتبار سے عذاب دیا جائے گا۔ جن لوگوں نے گمراہ کیا اور جو ان کے پیچھے چلے اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کو جانتا ہے۔ اس کا فیصلہ عدل پر مبنی ہوگا۔

﴿وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا﴾

''اور تم میں سے ہر شخص اُس پر سے گزرنے والا ہے، یہ ہمیشہ سے آپ کے رب کی حتمی بات ہے جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے'' (71)

سوال 1: ﴿وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا﴾ ''اور تم میں سے ہر شخص اُس پر سے گزرنے والا ہے، یہ ہمیشہ سے آپ کے رب کی حتمی بات ہے جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے'' کیا سب لوگ جہنم میں جائیں گے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ ''اور تم میں سے ہر شخص اُس پر سے گزرنے والا ہے'' اللہ رب العزت نے یہ خطاب مومنوں اور کافروں، صالح اور بدکار سب ہی قسم کے لوگوں سے کیا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر وارد نہ ہو۔

(2) ﴿كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا﴾ ''یہ ہمیشہ سے آپ کے رب کی حتمی بات ہے جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے'' یعنی یہ رب العزت کا حتمی فیصلہ ہے۔ یہ اس کا نافذ ہونے والا فیصلہ ہے۔ لیکن وارد ہونے کے معنی میں اختلاف ہے۔

(3) قیامت کے دن تمام لوگوں کو جہنم کے اُوپر کے پل پر سے گزارا جائے گا۔ صحیح احادیث میں اس پل کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ جہنم کے اُوپر ایک پل بنایا جائے گا جس سے ہر ایک کو گزرنا ہوگا۔ مومن کافر سب ہی گزریں گے۔ مومن نیک اعمال کی وجہ سے جلد گزر جائیں گے کچھ پلک جھپکنے میں، کچھ ہوا کی طرح، کچھ پرندوں کی طرح، کچھ عمدہ گھوڑوں کی طرح، کچھ سواریوں کی طرح، کچھ صحیح سالم، کچھ زخمی لیکن پل عبور کرلیں گے، کچھ جہنم میں گر پڑیں گے جنہیں شفاعت کے ذریعے نکال لیا جائے گا۔ کافر اس پل کو عبور کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے اور سب جہنم میں گر پڑیں گے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ دوزخ میں وارد ہوں گے پھر اپنے عملوں کے موافق اس سے نکلیں گے سو پہلا گروہ ایسا جائے گا جیسے بجلی چمکتی ہے (جن کے اعمال بہت اچھے ہوں گے)، دوسرا جیسے ہوا، تیسرا جیسے گھوڑا دوڑے، چوتھا جیسے سواری لیے ہوئے اونٹ، پانچواں جیسے دوڑتا ہوا آدمی، چھٹا جیسے آدمی چلتا ہو۔ (جامع ترمذی: 3159)

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ پل کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک پھسلواں گرنے کا مقام ہے اس پر سنسنیاں ہیں، آنکڑے ہیں، چوڑے چوڑے کانٹے ہیں، ان کے سرخمدار سعدان کے کانٹوں کی طرح ہیں، جو نجد کے ملک میں ہوتے ہیں۔ مومن اس پر پلک مارنے کی طرح بجلی کی طرح، ہوا کی طرح، تیز رفتار گھوڑے اور سواری کی طرح گزر جائیں گے۔ ان میں بعض تو صحیح سلامت نجات پانے والے ہوں گے اور بعض جہنم کی آگ سے جھلس کر بچ نکلنے والے

ہوں گے۔ یہاں تک کہ آخری شخص اس پر سے گھسٹتے ہوئے گزرے گا۔ (صحیح بخاری:7439)

(6) ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ جو لوگ بدر کی لڑائی اور حدیبیہ کی صلح میں حاضر تھے ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر وارد نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد تم نے نہیں پڑھا: ''پھر ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' (یا اللہ تو ہم کو بھی اپنی رحمت سے پار کرا دے آمین یا ارحم الراحمین) (ابن ماجہ:4281)

(7) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پل صراط جہنم کے دونوں کناروں پر رکھا جائے گا (جیسے دریا کا پل دونوں کناروں پر ہوتا ہے) اس پر سعدان کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے۔ پھر لوگ اس پر سے گزرنا شروع کریں گے تو بعض لوگ صحیح سلامت گزر جائیں گے (ان میں بجلی کی طرح گزر جائیں گے، بعض ہوا کی طرح، بعض پیدل کی طرح) اور بعض کے کچھ اعضاء کٹ کر جہنم میں گریں گے پھر نجات پا جائیں گے اور بعض اسی پر اٹکے رہیں گے اور بعض اوندھے منہ جہنم میں گریں گے۔ (ابن ماجہ:4280)

﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾

''پھر ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے'' (72)

سوال 1: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾ ''پھر ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے'' پل صراط سے مومن اور متقی سلامتی سے پار ہو جائیں گے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا﴾ ''پھر ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے'' جب تمام لوگ پل صراط سے گزریں گے اور کافر کٹ کٹ کر اس میں گر رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے رہے، اس کے عائد کردہ فرائض کو ادا کرتے رہے اور اس نے جن معاصی سے روکا ان سے اجتناب کرتے رہے ایسے متقیوں کو ان کے اعمال کے مطابق سلامتی سے پل صراط پر سے گزار دیا جائے گا۔ ان کی رفتار دنیا میں کیے گئے اعمال کے مطابق ہوگی۔

(2) ﴿وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ﴾ ''اور ہم ظالموں کو چھوڑ دیں گے'' اور ظالم جنہوں نے تکبر کیا، جو کفر اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے رہے۔

(3) ﴿فِيهَا جِثِيًّا﴾ ''اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے'' ظالموں کو گھٹنوں کے بل گرا دیا جائے گا۔ یہ ان کے ظلم اور کفر کی وجہ سے ہوگا۔ ان کی نجات کے سارے اسباب ختم ہو جائیں گے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو اوندھے منہ جہنم میں گرا ہوا دکھا کر یہ احساس دلایا ہے کہ دُنیا اور دنیا کی بڑائی کیسے منہ کے بل جہنم میں گرانے والی ہے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا﴾

''اور جب انہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ ہم دونوں گروہوں میں سے کون سا مقام میں بہتر ہے اور مجلس میں زیادہ اچھا ہے'' (73)

سوال 1: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا﴾ ''اور جب انہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ ہم دونوں گروہوں میں سے کون سا مقام میں بہتر ہے اور مجلس میں زیادہ اچھا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور جب انہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' یعنی جب کفار قریش اور توحید، نبوت، بعث اور جزا کے منکرین پر قرآن کے واضح دلائل پڑھے جاتے ہیں۔

(2) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''وہ ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ کی آیات جو ایمان اور یقین میں اضافہ کرتی ہیں کافروں پر کتنی گراں گزرتی ہیں کہ وہ سن کر ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(3) ﴿اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا﴾ ''کہ ہم دونوں گروہوں میں سے کون سا مقام میں بہتر ہے اور مجلس میں زیادہ اچھا ہے'' وہ دنیا میں اپنی خوش حالی کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مومنوں اور کافروں میں سے کون سا فریق دنیا میں مال اور مقام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے؟

(4) وہ کہتے ہیں کہ ہمارا دین درست ہے تب ہی تو ہمارا مرتبہ تم سے اونچا ہے اور ہماری مجالس زیادہ شان دار ہیں، ہمارے گھر زیادہ خوب صورت ہیں، ہمارے حالات تم سے زیادہ اچھے ہیں۔ اگر ہمارا دین اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوتا تو ہماری مجالس اتنی شان دار کیسے ہوتیں؟ جب کہ مسلمان دار ارقم میں چھپے ہوئے ہیں وہ بھلا کیسے حق پر ہو سکتے ہیں؟

(5) یعنی انہوں نے دنیا میں اپنے مال اور اولاد کی کثرت، اکثر آسائشوں کے حصول اور مجلس آرائیوں سے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کے احوال اچھے ہیں اور اہل ایمان کا حال اس کے برعکس ہے، اس لئے وہ اہل ایمان سے بہتر ہیں اور یہ انتہائی فاسد دلیل ہے یہ چیز تقلیب حقائق میں شمار ہوتی ہے۔ ورنہ کثرت مال واولاد اور خوبصورت منظر میں بہت سی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو ان لوگوں کی ہلاکت، شر اور شقاوت کی باعث ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1592/2)

(6) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ﴾ ''اور کافروں نے ایمان والوں کے متعلق کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے اور جب انہوں نے

اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور وہ کہیں گے: ''یہ تو پرانا جھوٹ ہے۔'' (الاحقاف:11)

سوال2: قرآنی دعوت کا مقابلہ دُنیا کی مجلسوں اور مقام سے کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: دُنیا میں جو لوگ دُنیا کی خاطر جیتے ہیں اور دُنیا ہی کی خاطر مرجانا چاہتے ہیں اُن کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں دُنیا کمانے کے لیے لگ جاتی ہیں اور وہ دُنیا کی رونقیں اور مال اکٹھا کر لیتے ہیں جب کہ دوسری طرف جو لوگ رب کی خاطر جیتے ہیں وہ انسانوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور زمین کے بگاڑ کو ختم کرنے کے لیے ساری قوتیں اور صلاحیتیں لگا دیتے ہیں۔ ایسے لوگ دُنیا کی مصلحتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور آخرت کی مصلحتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ظاہری شان وشوکت سے محروم رہتے ہیں۔ یہی فرق لوگوں کے لیے غلط فہمی کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس دُنیا کا مال واسباب ہے، رونقیں ہیں وہی کامیاب ہے۔ اسی وجہ سے وہ قرآنی دعوت کا مقابلہ اپنی مجلسوں اور مقام سے کرتے ہیں کہ دونوں میں سے کس کا مقام اور مجلسیں زیادہ اچھی ہیں؟ یہ معیار سراسر غلط ہے کیونکہ انسانوں کا ماضی یہ بتاتا ہے کہ جتنے لوگوں نے دُنیا کا مال اسباب اکٹھا کیا، جن کے پاس اقتدار رہا، لوگوں کی زندگی کے فیصلے جن کے ہاتھ میں رہے وہ سب مٹی میں مل گئے۔ کتنے ہی محل کھنڈر بن گئے، کتنی بستیاں ویران ہوگئیں جب کہ وہ لوگ جو دُنیا کی رونقیں اکٹھی نہ کر پائے، شاندار مجلسیں اور لوگوں کی بھیڑ اکٹھی نہ کر سکے آج دُنیا کی محبتوں اور عقیدتوں کا مرکز ہیں مثال کے طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام۔

سوال3: اہل ایمان کی مجلسیں دُنیا پرستوں کو کیوں حقیر لگتی ہیں؟

جواب: بڑی بڑی مجلسوں کے مقابلے میں اہل ایمان کی مجلسوں میں نہ قیمتی لباس ہوتے ہیں، نہ مال وجمال، نہ کھانے پینے کے لذیذ سامان، نہ بہترین جائے قیام بلکہ مشقت، جدوجہد، قربانیاں اور کلمہ حق کی دعوت ہوتی ہے۔ اس لیے دونوں مجلسوں میں ظاہری چکا چوند والی مجلس لوگوں کو بھلی دِکھتی ہے۔ اسی لیے اہل مکہ کو دار الندوہ کی اجتماع گاہ، مسلمانوں کے دار الشوریٰ اور دار ارقم کے مقابلے میں شاندار لگتی تھی۔

﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا﴾

''اور کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہم نے ان سے پہلے بھی ہلاک کر دیے ہیں جو ان سے ساز وسامان اور دیکھنے میں زیادہ اچھے تھے؟'' (74)

سوال1: ﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا﴾ ''اور کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہم نے ان سے پہلے بھی ہلاک کر دیے ہیں جو ان سے ساز وسامان اور دیکھنے میں زیادہ اچھے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''اور کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہم نے ان سے پہلے بھی ہلاک کر دیے ہیں'' کافروں نے جب مال کی بنیاد پر اپنے دین کو درست سمجھا تو رب العزت نے ان کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے فرمایا کہ کتنی جھٹلانے والی قوموں کو ہم نے تباہ وبرباد کر دیا جو تم سے پہلے گزر چکیں۔

(2)﴿هُمۡ اَحۡسَنُ اَثَاثًا وَّرِءۡيًا﴾ ''جو ان سے ساز وسامان اور دیکھنے میں زیادہ اچھے تھے'' یعنی جن کے گھر آسائش وآرام کے اعتبار سے تم سے زیادہ بہتر تھے۔جن کا مال ومتاع اور جن کی لذتیں تم سے زیادہ تھیں، جو زیادہ آسودہ حال تھے، جن کے مناظر پرکشش اور چہرے خوب صورت تھے۔اگر وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکے تو تم کیسے بچ سکتے ہو جب کہ تم لذتوں اور آسودگی میں، مال ومتاع اور سہولتوں میں ان سے کم تر ہو؟

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَكُفَّارُكُمۡ خَيۡرٌ مِّنۡ اُولٰٓئِكُمۡ اَمۡ لَكُمۡ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ﴾ ''کیا تمہارے کافر اُن سے بہتر ہیں؟ یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں معافی ہے؟'' (القمر:43)

(4)اس سے یہ واضح ہو گیا کہ دنیا کے مال ومتاع سے آخرت کے انعامات پر استدلال کرنا درست نہیں۔

(5)فرعون اور اس کی قوم کے سمندر میں غرق ہونے کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:﴿كَمۡ تَرَكُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ (۲۵) وَّزُرُوۡعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيۡمٍ (۲۶) وَّنَعۡمَةٍ كَانُوۡا فِيۡهَا فٰكِهِيۡنَ (۲۷)﴾ ''وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔اور کھیتیاں اور شان دار قیام گاہیں اور وہ سامانِ عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔'' (الدخان:25,27)

(6)اللہ تعالیٰ نے ماضی کے کھنڈروں تک انسانی شعور کو پہنچا کر یہ سمجھایا ہے کہ ان تباہ حال قوموں کو دیکھو، ان کے پاس کتنے مال واسباب تھے۔وہ تم سے زیادہ سروسامان رکھتی تھیں اور ظاہری شان وشوکت میں کتنا بڑھی ہوئی تھیں مگر کیسے اُن کی فصل کٹ گئی۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈر جاؤ۔پہلے لوگوں کو بھی دُنیا کے ساز وسامان نے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچایا پھر تم کیسے بچ جاؤ گے؟

﴿قُلۡ مَنۡ كَانَ فِى الضَّلٰلَةِ فَلۡيَمۡدُدۡ لَهُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوۡا مَا يُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضۡعَفُ جُنۡدًا﴾

''آپ کہہ دیں جو شخص گمراہی میں ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اسے رحمٰن ایک مدت تک مہلت دے، یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے عذاب یا قیامت، تو وہ ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں بدتر ہے۔اور لشکر کے لحاظ سے زیادہ کمزور ہے؟'' (75)

سوال1:﴿قُلۡ مَنۡ كَانَ فِى الضَّلٰلَةِ فَلۡيَمۡدُدۡ لَهُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا﴾ ''آپ کہہ دیں جو شخص گمراہی میں ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اسے رحمٰن ایک مدت تک مہلت دے'' اللہ تعالیٰ گمراہوں کو کیسے مہلت دیتے ہیں؟

جواب:(1)﴿قُلۡ مَنۡ كَانَ فِى الضَّلٰلَةِ﴾ ''آپ کہہ دیں جو شخص گمراہی میں ہوتا ہے'' یعنی ہم میں سے یا تم میں سے جو بھی گمراہی پر ہے یعنی جو حق کے راستے سے ہٹ گیا ہے، جو ایسے راستے پر چل پڑا ہے جو ہدایت کا راستہ نہیں۔(جامع البیان:136/116)

(2)﴿فَلۡيَمۡدُدۡ لَهُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا﴾ ''تو لازم ہے کہ اسے رحمٰن ایک مدت تک مہلت دے'' رب العزت اسے خوب ڈھیل دیتا ہے اور

اسے سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے۔ آخر کار وہ بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے پھر اسی حال پر اس کا دم نکل جاتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1145/2)

(3) جو کوئی گمراہی پر راضی ہے اور اس کے لیے کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی گمراہی میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ یہ اضافہ اس طرح ممکن ہوتا ہے کہ رب العزت ان کی گمراہی کی محبت اور چاہت میں اضافہ فرما دیتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرتے ہیں۔ (4) اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے قرآن مجید میں ایک اور مقام پر رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔ (الانعام: 110)

سوال 2: اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ڈھیل کیوں دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ گمراہوں کو امتحان کی وجہ سے ڈھیل دیتے ہیں۔ یہ ڈھیل کسی حق کی بنا پر نہیں دی جاتی۔

سوال 3: ﴿حَتّٰۤى اِذَا رَاَوۡا مَا يُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضۡعَفُ جُنۡدًا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے عذاب یا قیامت تو وہ ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں بدتر ہے اور لشکر کے لحاظ سے زیادہ کمزور ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰۤى اِذَا رَاَوۡا مَا يُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے عذاب یا قیامت'' یعنی قتل، قید یا قیامت کی گھڑی جو اعمال کی جزا سزا کا آغاز ہے۔ وہ ان کو دیکھتے ہیں جن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

(2) ﴿فَسَيَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضۡعَفُ جُنۡدًا﴾ ''تو وہ ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں بدتر ہے اور لشکر کے لحاظ سے زیادہ کمزور ہے'' یعنی اس وقت ان کو اپنے دعووں کی حقیقت معلوم ہوگی کہ کس قدر کمزور دعوے تھے۔ اس وقت انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ گمراہ تھے مگر تب علم فائدہ نہیں دے گا کیونکہ دنیا میں واپسی ممکن نہ ہوگی کہ نیک اعمال کر سکیں۔

(3) انسان ڈھیل کی وجہ سے وقتی مہلت کو مستقل حالت سمجھ لیتا ہے۔ اس کا شعور اس وقت تک بیدار نہیں ہوتا جب تک عذاب نہ آ جائے یا قیامت نہ آ جائے یعنی مدت کے خاتمے کا اعلان نہ ہو جائے۔ جس انسان کا شعور دلیل سے بیدار نہیں ہوتا مدت کے خاتمے کا اعلان اس انسان کی سرکشی کو ختم کر دیتا ہے۔ پھر شعور پر پڑے ہوئے دبیز پردے ہٹ جاتے ہیں اور جس چیز کو انسان زندگی میں سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا انجام اُسے سمجھا دیتا ہے۔ پھر اُسے پتہ لگ جاتا ہے کہ کس کا حال خراب ہے اور کس کا جتھا کمزور ہے۔

﴿وَيَزِيۡدُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا هُدًى ؕ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا﴾

''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں''۔(76)

سوال1:﴿وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں کیسے اضافہ کرتے ہیں؟

جواب:(1)''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے ہدایت پر ثبات عطا فرماتے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ان کی بصیرت اور یقین میں اضافہ فرماتے ہیں۔

(3)(i) ہدایت میں یقین کے اضافے کے ساتھ اضافہ ہوتا ہے۔(ii) یہ یقین باہر سے اندر اُترتا ہے۔(iii) یہ یقین ہر صورت حال میں صحیح Reasoning سے انسان کے اندر اُترتا ہے۔(vi) یقین میں کیفیت کے اعتبار سے اضافہ ہوتا ہے۔(v) یقین میں زندہ پودے کی طرح اضافہ ہوتا ہے جتنی کھاد ملے، جتنا پانی ملے، جتنی روشنی ملے، جتنی Care ملے ایمان کے پودے میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ جتنا علم ملے، جتنا اللہ تعالیٰ کا کام ملے، جتنا اچھا ماحول ملے، جتنے اچھے ساتھی ملیں جتنے غور و فکر کے مواقع ملیں اتنا ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔(vi) یقین پتھر کی طرح نہیں ہوتا کہ اس میں اضافہ ہی نہ ہو جہاں ہوا اسی طرح پڑا رہ جائے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔''(التوبہ:124)

(5) اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ شخص کے علم اور ایمان میں اضافہ فرماتے ہیں۔ اس کے لیے ہدایت کا راستہ آسان فرماتے ہیں اور اس کو ایسے کام انجام دینے کی توفیق عطا فرماتے ہیں جن کے بارے میں وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔

(6) اللہ تعالیٰ کے ہدایت میں اضافہ کرنے سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾''اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں۔''(المدثر:31)

(7) اور فرمایا:﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔''(الانفال:2)

سوال2: ہدایت کسے کہتے ہیں اور ہدایت یافتہ کون ہوتا ہے؟

جواب:(1)ہدایت سے مراد نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق ہے۔

(2)ہدایت یافتہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والی وحی کے نفع مند علم میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اضافہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے عمل صالح کرتا رہے۔

(3)ہدایت یافتہ ایسا شخص ہے جس کا ایمانی شعور بے دار ہو جائے اور صحیح رُخ پر کام کرنے لگے۔(i)وہ شخص جس کے سامنے کوئی صورت حال پیش آئے تو وہ اس بارے میں Reasoning کر کے، خود غور و فکر کر کے اس کو اپنے لیے مفید بنالے۔(ii)وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے مطابق مستقل چل پڑے۔

سوال3:﴿وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا﴾ ''اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ﴾ ''اور باقی رہنے والی نیکیاں'' یعنی آخرت کے لیے کیے جانے والے سارے اعمال یا پانچ نمازیں یا سبحان اللہ، والحمد اللہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ (تفسیر الاساس:3301/6)

(2)یعنی باقی رہنے والے وہ اعمال جو کبھی منقطع نہیں ہوتے جبکہ دیگر اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور جو مضمحل نہیں ہوتے، یہ نیک اعمال ہیں مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عمرہ، قراءت قرآن، تسبیح و تکبیر، تحمید و تہلیل مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور دیگر تمام اعمال قلب اور اعمال بدن وغیرہ۔ پس یہ تمام اعمال، ﴿خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان اعمال کا بہتر اجر و ثواب ہے، اہل اعمال کے لئے ان اعمال کا فائدہ اور اجر بہت زیادہ ہے۔ یہ اسم تفضیل کو کسی اور جگہ استعمال کرنے کے باب میں ہے کیونکہ وہاں باقیات الصالحات کے سوا کوئی عمل صاحب عمل کو کوئی فائدہ دے گا نہ اس کا ثواب صاحب عمل کے لئے باقی رہے گا۔ یہاں باقیات صالحات کو ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے (واللہ اعلم) چونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ظالم کفار اپنے مال و اولاد اور حسن مقام وغیرہ کے دنیاوی احوال کو اپنے حسن حال کی علامت قرار دیتے ہیں، اس لئے یہاں آگاہ فرمایا کہ معاملہ اس طرح نہیں جس طرح وہ سمجھتے ہیں بلکہ عمل، جو سعادت کا عنوان اور فلاح کا منشور ہے، ان امور کی تعمیل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان پر راضی ہے۔ (تفسیر سعدی:1593,1594/2)

(3)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿خُذُوا جُنَّتَكُمْ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمِنْ عَدُوٍّ قَدْ حَضَرَ؟ قَالَ: لَا. وَلَكِنْ جُنَّتَكُمْ مِنَ النَّارِ. قَوْلُ سُبْحَانَ اللهِ. وَالْحَمْدُ للهِ. وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. وَاللهُ أَكْبَرُ. فَإِنَّهُنَّ يَأْتِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُنْجِيَاتٍ. وَمُعَقِّبَاتٍ. وَهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ﴾ اپنی جنت لے لو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کیا دشمن سے جو پہنچنے والا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ بلکہ اپنی جنت آگ سے لے لو۔ یہ کہنا: اللہ تعالیٰ پاک ہے، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ یقیناً یہ قیامت کے دن نجات دلوانے والے اور پہرہ دینے والے بن کر آئیں گے۔ اور یہی باقی رہنے والی نیکیاں

ہیں۔(مستدرک حاکم:1/541)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ اَمَلًا﴾مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں، اور اُمید میں بھی زیادہ اچھی ہیں۔(الکہف:46)

(5)مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، پھر دو چیزیں واپس آجاتی ہیں جبکہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔مرنے والے کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں۔اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔(صحیح مسلم:7424،صحیح بخاری:6514)

(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں: جو کھایا اور ختم کرلیا، جو پہنا اور پرانا کرلیا اور جو اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیا اور (یہ آخرت کے لیے جمع کرلیا) اس کے علاوہ تو صرف جانے والا اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔''(صحیح مسلم:7422)

﴿اَفَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوۡتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾

''تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے تو مال اور اولاد لازماً دیے ہی جاتے رہیں گے؟''(77)

سوال1:﴿اَفَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوۡتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾''تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے تو مال اور اولاد لازماً دیے ہی جاتے رہیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا﴾''تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا''یعنی جس نے وحی کو جھٹلایا۔اس نے توحید، بعث، شرک، جزا اور معاصی کے چھوڑنے کو جھٹلایا اور وہ عاص بن وائل سہمی تھا۔(یسر التفاسیر:876)

(2)﴿وَقَالَ لَاُوۡتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾''اور کہا کہ مجھے تو مال اور اولاد لازماً دیے ہی جاتے رہیں گے''کیا اس کافر کی حالت پر تعجب نہیں ہوتا جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار کو اپنے بہت بڑے دعوے کے ساتھ یکجا کردیا ہے کہ اس کو آخرت میں بھی مال واولاد سے نوازا جائے گا، یعنی وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔اس کا یہ دعویٰ سب سے زیادہ تعجب انگیز امور میں سے ہے۔اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا ہوتا اور پھر یہ دعویٰ کرتا تو معاملہ آسان تھا۔یہ آیت کریمہ اگرچہ کسی معین کافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے تاہم یہ ہر کافر کو شامل ہے جو اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ حق پر ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہے۔(تفسیر سعدی:2/1594,1595)

(3)امام بخاری ومسلم نے سیدنا خباب بن ارت سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں عاص بن وائل سہمی کے پاس اپنے قرض کی واپسی کے لئے آیا تو عاص کہنے لگا: جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہیں کرے گا تیرے قرض نہ ادا کروں گا۔خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو مر کر

دوبارہ زندہ ہوجائے تب بھی کفر نہ کروں گا۔اس پر عاص نے کہا میں مروں گا پھر زندہ ہوں گا؟ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔تو عاص کہنے لگا: میرے پاس تب ہی آنا۔میرے پاس اس وقت بھی مال اور اولاد سب کچھ ہوگا تیرا قرض ادا کردوں گا۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

''کیا پھر تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا'' (تفسیر ابن عباس:2/249)

سوال2: انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کو ٹھکرا کر آخرت میں انعامات پانے کی باتیں کب کرتا ہے؟

جواب: (1) انسان کے پاس جب دولت اور طاقت آجاتی ہے تو اس کے اندر سرکشی کی ہوا بھر جاتی ہے تب وہ ایسی باتیں کرنے لگتا ہے جو اُسے نہیں کرنی چاہئیں۔

(2) جس انسان کو موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو ٹھکرا کر آخرت میں انعامات پانے کی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔

﴿اَطَّلَعَ الۡغَيۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾

''کیا اُس نے غیب پر اطلاع پائی ہے یا اُس نے رحمٰن کے نزدیک کوئی عہد لے رکھا ہے''؟(78)

سوال1: ﴿اَطَّلَعَ الۡغَيۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾ ''کیا اُس نے غیب پر اطلاع پائی ہے یا اُس نے رحمٰن کے نزدیک کوئی عہد لے رکھا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَطَّلَعَ الۡغَيۡبَ﴾ ''کیا اُس نے غیب پر اطلاع پائی ہے'' یعنی کیا اس نے غیب کے پردے کے پیچھے جھانک کر دیکھ لیا ہے کہ اسے قیامت کے دن مال اور اولاد دیئے جائیں گے۔

(2) ﴿اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾ ''یا اُس نے رحمٰن کے نزدیک کوئی عہد لے رکھا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سے کوئی پکا وعدہ کر رکھا ہے کہ اسے ضرور مال اور اولاد دے گا۔وہ تو ایسی بات کہتا ہے جس کے بارے میں وہ خود بھی نہیں جانتا۔مستقبل میں پیش آنے والے حالات کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔رسولوں کو بھی اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنی رب انہیں خبر دے دے۔

﴿كَلَّا ؕ سَنَكۡتُبُ مَا يَقُوۡلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الۡعَذَابِ مَدًّا﴾

''ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ہم ضرور لکھیں گے اور ہم اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے، بہت اضافہ کرنا'' (79)

سوال1: ﴿كَلَّا ؕ سَنَكۡتُبُ مَا يَقُوۡلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الۡعَذَابِ مَدًّا﴾ ''ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ہم ضرور لکھیں گے اور ہم اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے، بہت اضافہ کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں!'' یعنی نہ تو اُسے غیب کا علم ہے نہ اُس نے رحمٰن سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔

(2)﴿سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ﴾ ''جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ہم ضرور لکھیں گے'' یعنی اس کے جھوٹ اور افتراء پردازی کو رب العزت نے محفوظ کر لیا ہے۔ اسی کی بنا پر اسے عذاب ملے گا۔

(3)﴿وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾ ''اور ہم اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے، بہت اضافہ کرنا'' یعنی جیسے وہ گمراہی میں بڑھتا گیا ہے قیامت کے دن اس کے عذاب کو بھی اسی طرح بڑھایا جائے گا۔

(4) یہ استدراج ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''ہم انہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تا کہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور اُن کے لئے رُسوا کن عذاب ہے۔ (آل عمران:178)

﴿وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا﴾

''اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے ہم اُس کے وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا'' (80)

سوال1:﴿وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا﴾ ''اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے ہم اُس کے وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ﴾ ''اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے ہم اُس کے وارث ہوں گے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم اُن سے مال اور اولاد تو ایسے لے لیں گے جیسے وارث اپنا ورثہ لیتا ہے۔ (2) وہ تو اپنے مال اور اولاد کے بغیر آخرت میں منتقل ہوگا۔

(3)﴿وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا﴾ ''اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا'' یعنی وہ اکیلا ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔ اس کے پاس نہ مال ہوگا اور نہ اولاد۔ وہ بے بس ہوگا۔ اپنے جھٹلانے، مذاق اُڑانے اور تکبر کرنے کے جرائم کے ساتھ ہوگا۔

(4) یعنی آخرت میں اس کے پاس کچھ نہیں ہوگا اور وہ بدترین عذاب کا سامنا کرے گا۔

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تا کہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں'' (81)

سوال1:﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تا کہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں'' یعنی مشرکوں نے جھوٹے معبود بنائے ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔

(2)﴿لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾ ''تا کہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں'' تا کہ ان بتوں کی وجہ سے انہیں عزت اور مدد ملے۔

(3)(i)شرک اس وجہ سے ہوتا ہے کہ لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ ہستیاں جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہوں وہ انسان کی سفارش کر دیں۔(ii)لوگ شرک اس لیے کرتے ہیں کہ شرکاء سے غلبہ اور مدد مل جائے۔

(4)ان کی یہ حسرت دل ہی میں رہ جائے گی اور ان کے خواب پورے نہ ہوں گے کیونکہ یہ معبودان کی ہی عبادت کا انکار کریں گے جیسا کہ فرمایا:﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ(۵) وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ(۶)﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے؟ حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔''(الاحقاف:5,6)

﴿كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾

''ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور اِن کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے''(82)

سوال1:﴿كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ ''ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور اِن کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی معاملہ وہ نہیں ہوگا جو انہوں نے گمان کیا ہے جس کی انہوں نے امید رکھی ہے۔

(2)﴿سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ﴾ ''جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے'' یعنی قیامت کے دن جھوٹے معبود اپنے پجاریوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔

(3)﴿وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ ''اور اِن کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے'' جھوٹے معبود قیامت کے دن اُلٹا مخالف بن جائیں گے۔وہ دنیا میں اپنی عبادت کرنے والے انسانوں کے خلاف گواہی دیں گے،اُن کو جھٹلائیں گے اور اُن کے خلاف ہو جائیں گے۔

رکوع نمبر 9

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے کافروں پر شیاطین بھیج دیے ہیں جو انہیں اُبھار رہے ہیں،خوب اُبھارنا''(83)

سوال1:﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے کافروں پر شیاطین بھیج دیے ہیں جو انہیں اُبھار رہے ہیں،خوب اُبھارنا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے کافروں پر شیاطین بھیج

دیے ہیں'' یہ کافروں کی سزا ہے۔ کافر جب اللہ تعالیٰ کی بات کا انکار کرتے ہیں تو شیطان کی آمد کا راستہ کھل جاتا ہے۔

(2) ﴿تَؤُزُّهُمۡ أَزّٗا﴾ ''جو انہیں اُبھار رہے ہیں، خوب اُبھارنا'' یعنی شیاطین شہوات اور معاصی پر خوب ابھارتے ہیں۔ اس کے بعد شیاطین انسان کو اکساتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں۔ انسان کا ذہن الٹ جاتا ہے تو اسے ہر دلیل الٹی نظر آتی ہے۔ یوں انسان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے اور شیاطین نافرمانی کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ذکر کو چھوڑنے والوں پر بھی اللہ تعالیٰ شیاطین مسلط کر دیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَن يَعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ ٱلرَّحۡمَٰنِ نُقَيِّضۡ لَهُۥ شَيۡطَٰنٗا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٞ﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔'' (الزخرف:36)

(4) یہ کفار کی سزا ہے۔ اس لیے کہ جب انہوں نے اللہ کے حکموں کو نہیں مانا اور نہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے شرک کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں یعنی شیاطین کے ساتھ موالات رکھی، تو اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ان پر مسلط کر دیا اور شیاطین نے ان کو ورغلا کر گناہوں پر آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ انہیں کفر کی ترغیب دیتے ہیں، انہیں وسوسوں میں مبتلا کرتے ہیں، ان پر القاء کرتے ہیں اور ان کے سامنے باطل کو مزین کر کے اور حق کو بدنما بنا کر پیش کرتے ہیں۔ پس باطل کی محبت ان کے دلوں میں داخل ہو کر جاگزیں ہو جاتی ہے۔ وہ باطل کی خاطر اسی طرح کوشش کرتے ہیں جس طرح حق پرست حق کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، وہ اپنی کوشش اور سعی سے باطل کی مدد کرتے ہیں اور باطل کے راستے میں حق کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں اور یہ سب کچھ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اپنے حقیقی دوست اور سرپرست سے منہ موڑ کر اپنے دشمن کو دوست بنا لیا اور اپنے آپ کو اس کے تسلط میں دے دیا۔ ورنہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے اور اس پر بھروسہ کرتے تو شیطان ان پر کبھی تسلط قائم نہ کر سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّهُۥ لَيۡسَ لَهُۥ سُلۡطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَلَىٰ رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُونَ ۝٩٩ إِنَّمَا سُلۡطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوۡنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشۡرِكُونَ ۝١٠٠﴾ ''ان لوگوں پر یقیناً اس کا کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں۔'' (النحل:99,100) (تفسیر سعدی:2/1596)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے روز سب سے پہلے ابلیس کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ وہ اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا پھرے گا۔ اس کی اولاد یعنی اس کے پیروکار اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے، ابلیس اپنی موت اور ہلاکت کو پکارتا پھر رہا ہوگا اس کے پیروکار بھی کہیں گے ہائے موت! اس وقت ان سے کہا جائے گا: ''آج ایک موت کو نہیں، بہت سی موتوں کو پکارو'' (فرقان:14) (ابن کثیر:3/415)

﴿فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَيۡهِمۡۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمۡ عَدّٗا﴾

''چنانچہ آپ ان پر جلدی نہ کریں یقیناً ہم اُن کے لیے دن شمار کر رہے ہیں، اچھی طرح شمار کرنا'' (84)

سوال 1: ﴿فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴾ ''چنانچہ آپ ان پر جلدی نہ کریں یقیناً ہم اُن کے لیے دن شمار کر رہے ہیں، اچھی طرح شمار کرنا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ﴾ ''چنانچہ آپ ان پر جلدی نہ کریں'' یعنی آپ ان کافروں کے بارے میں جلدی نہ کریں جو عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہیں۔

(2) ﴿إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴾ ''یقیناً ہم اُن کے لیے دن شمار کر رہے ہیں، اچھی طرح شمار کرنا'' یعنی اس کے لئے دن مقرر کر دیئے گئے ہیں جن میں کوئی تقدیم ہوگی نہ تاخیر۔ ہم انہیں کچھ مدت کے لئے مہلت دے کر بردباری سے کام لے رہے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ جب اس مہلت کا کوئی فائدہ نہ ہوا تو ہم اسے ایک غالب اور مقتدر ہستی کی طرح اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ (سعدی: 2/1596)

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔'' (ابراہیم: 42)

(4) اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اعمال لکھوانے کے لیے فرشتے مقرر کیے ہوئے ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ ''مگر ہر جان کے اوپر ایک محافظ ہے۔'' (الطارق: 4)

(5) اس کے مقابلے میں جب انسان کو یہ شعوری طور پر محسوس ہونے لگتا ہے کہ کوئی اُس کے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے اور اس کی غلطیاں ریکارڈ ہو رہی ہیں تو اسے ہر وقت خوف لاحق رہتا ہے۔ یوں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا﴾

''جس دن ہم متقیوں کو مہمان بنا کر رحمٰن کی طرف جمع کریں گے'' (85)

سوال 1: ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا﴾ ''جس دن ہم متقیوں کو مہمان بنا کر رحمٰن کی طرف جمع کریں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا﴾ ''جس دن ہم متقیوں کو مہمان بنا کر رحمٰن کی طرف جمع کریں گے'' متقی اہل ایمان جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں، جو اس سے محبت رکھتے ہیں، جو اس کی خشیت رکھتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے ہیں ان کی جزا کا بیان ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کے لیے نہایت مفید ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کے ذہن سے ہر ہستی کے خوف کو نکال دیتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کا

ڈر انسان کو برائیوں اور ربّ کی نافرمانیوں سے بچا لیتا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کو ربّ کا پسندیدہ بنا دیتا ہے۔(iv) ایسے ہی لوگ ربّ کے مہمان بن جاتے ہیں۔(v) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو قیامت کے روز مہمان کی صورت ہی لے جایا جائے گا۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں گروہوں، یعنی متقین و مجرمین کے درمیان تفاوت بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ متقین کو، ان کے شرک و بدعات اور دیگر گناہوں سے بچنے کے سبب سے، قیامت کے روز، اکرام و تعظیم کے ساتھ اکٹھا کرے گا اور وہ وفود کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ ان کی منزل اور ان کا مطلوب و مقصود رحمٰن و منّان ہوگا اور یہ ضروری ہے کہ آنے والے کا دل امید سے لبریز ہو اور جس کے پاس آیا ہے اس پر حسن ظن ہو۔ پس اہل تقویٰ، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بے پایاں احسان کی امید رکھتے ہوئے اور اس کی رضا کے گھر میں اس کی نوازشوں سے فیض یاب ہوتے ہوئے، اس کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اس کا سبب ان کے وہ نیک اعمال ہوں گے جو انہوں نے آگے بھیجے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی اتباع کی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے انبیاء و رسل کی زبان پر ان کے لئے اس ثواب کا عہد کر رکھا ہے۔ پس وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ (تفسیر سعدی: 1597/2)

(4) متقین کے بہترین انجام کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ مَفَازًا (31) حَدَآئِقَ وَاَعۡنَابًا (32) وَّكَوَاعِبَ اَتۡرَابًا (33) وَّكَاۡسًا دِهَاقًا (34) لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا كِذّٰبًا (35) جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا (36)﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔ اُس میں نہ وہ کوئی لغو سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ۔ تیرے رب کی جناب سے یہ بدلہ ہے جو کافی انعام ہے۔'' (النباء: 31,36)

﴿وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا﴾

''اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے'' (86)

سوال 1: ﴿وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا﴾ ''اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ﴾ ''اور ہم مجرموں کو ہانکیں گے'' یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، جنہوں نے شرک اور نافرمانی کے کام کیے۔

(2) ﴿اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا﴾ ''جہنم کی طرف پیاسا'' انہیں پیاسا جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

(3) رہے مجرم، تو ان کو پیاسا ہی جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور یہ ان کی بدترین حالت ہوگی کہ ان کو انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ سب سے بڑے قید خانے اور بدترین عذاب میں، یعنی جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ وہ تھکے ماندے، سخت پیاسے ہوں گے، وہ مدد کے لئے پکاریں گے مگر ان کی مدد کی نہ جائے گی، وہ دعائیں کریں گے مگر ان کی دعائیں قبول نہ ہوں گی اور وہ سفارش تلاش کریں گے مگر ان کی سفارش نہ کی

جائے گی۔ (تفسیر سعدی:2/1597)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمۡ اَيُّهَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُكَذِّبُوۡنَ (۵۱) لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ (۵۲) فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ (۵۳) فَشٰرِبُوۡنَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡحَمِيۡمِ (۵۴) فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِيۡمِ (۵۵) هٰذَا نُزُلُهُمۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ (۵۶)﴾ پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو۔ پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو۔ یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن۔ (الواقعہ:51۔56)

(5) ﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىۡ يُكَذِّبُ بِهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ (۴۳) يَطُوۡفُوۡنَ بَيۡنَهَا وَبَيۡنَ حَمِيۡمٍ اٰنٍ (۴۴) فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۴۵)﴾ ''یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ اُس کے اور کھولتے گرم پانی کے درمیان میں وہ چکر کھاتے رہیں گے۔ پس اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (الرحمٰن:43,45)

﴿لَا يَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾

''اُنہیں کسی سفارش کا اختیار نہیں ہوگا مگر جنہوں نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے'' (87)

سوال 1: ﴿لَا يَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾ ''اُنہیں کسی سفارش کا اختیار نہیں ہوگا مگر جنہوں نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ﴾ ''اُنہیں کسی سفارش کا اختیار نہیں ہوگا'' یعنی وہ سفارش کے مالک نہیں ہوں گے، نہ ہی انہیں سفارش کا کوئی اختیار ہوگا کیونکہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلۡ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيۡعًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ سفارش ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔'' (الزمر:44)

(2) ﴿اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾ ''مگر جنہوں نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے'' سفارش کرنے والوں کی سفارش ان ہی کے کام آئے گی جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان کے ذریعے اور اس کی اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا۔ پھر وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جن سے رحمٰن راضی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰى وَهُمۡ مِّنۡ خَشۡيَتِهٖ مُشۡفِقُوۡنَ (۲۸)﴾ ''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:28)

سوال 2: رحمٰن کے عہد سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) رحمٰن کے عہد سے مراد ایمان اور رسولوں کی اتباع ہے۔ رحمٰن کے عہد میں بندھے ہوئے لوگوں کو ہی جزا ملے گی۔

(2) عہد کا مطلب ایمان اور تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کی اجازت اہل ایمان اور اہل تقویٰ کو ہوگی۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لئے ایک دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول کی جاتی ہے تو ہر نبی نے جلدی کی کہ اپنی اس دعا کو (دنیا ہی میں) مانگ لیا ہے اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے سنبھال رکھا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میری شفاعت میری امت کے ہر اس آدمی کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرگیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (صحیح مسلم:491)

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے'' (88)

سوال 1: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے'' یعنی عیسائی کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اپنا بیٹا بنالیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ﴿الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ﴾ ''مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔'' (التوبہ:30)

(2) اور یہودی کہتے ہیں ﴿عُزَيۡرُ ابۡنُ اللّٰهِ﴾ ''عُزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔'' (التوبہ:30)

(3) اور مشرکین کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ان کی باتوں سے بہت بلند اور بڑا ہے۔

سوال 2: لوگ کیوں رحمان کے لئے بیٹا تجویز کرتے ہیں؟

جواب: (1) جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے ہمیں مددگاروں کی ضرورت ہے ایسے ہی ربّ کو بھی ضرورت ہے تو وہ ربّ کے لیے بیٹا تلاش کرتے ہیں۔ (2) جو لوگ خود بیٹوں کی تمنا رکھتے ہیں وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی بیٹوں کی تمنا ہے۔

﴿لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـًٔا اِدًّا﴾

''بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو'' (89)

سوال 1: ﴿لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـًٔا اِدًّا﴾ ''بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو'' (i) اللہ تعالیٰ نے شرک کو من گھڑت، بے بنیاد اور بے ہودہ قرار دیا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کو مخلوق جیسا سمجھنا ہی سخت بے ہودہ ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ جس نے پوری کائنات تخلیق کی ہو اُسے کوئی کمی لاحق ہو جائے اور پھر وہ اولاد کی تمنا کرنے لگے یا اولاد بنالے؟

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہ تھا۔ اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کا حق نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا حالانکہ

میں نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔اس کا گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے حالانکہ میں بے پرواہ ہوں، میرے ہاں نہ کوئی اولاد ہے نہ میں کسی کی اولاد اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔(صحیح بخاری:4975)

(3)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔میں نے کہا: یہ تو بہت بڑی بات ہے۔میں نے کہا: پھر کون سا؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنے بچے کو اس خطرہ کی وجہ سے قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔(صحیح بخاری:7520)

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾

''قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں''(90)

سوال1:﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾''قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ﴾''قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں''یعنی ان کے بے ہودہ قول سے قریب ہے کہ آسمان اتنا عظیم ہونے کے باوجود پھٹ جائے۔

(2)﴿وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ﴾''اور زمین شق ہوجائے''اور زمین پھٹ کر ریزہ ریزہ ہوجائے۔

(3)﴿وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾''اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں''اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر برابر ہوجائیں۔

(4)انسان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اس بات پر کائنات میں زلزلہ آیا ہوا ہے۔اس زلزلے سے آسمان پھٹ سکتے ہیں، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوسکتے ہیں۔کائنات کی ہر چیز کے ردّعمل سے شرک کی بنیاد ہی ہل گئی ہے۔(قرآنا عجبا)

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾''بلاشبہ یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے حالانکہ اس ایک ہی معبود کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے انہیں ضرور بہ ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔''(المائدہ:73)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''تو کیا وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کریں گے اور وہ اس سے بخشش نہیں مانگیں گے؟ اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(المائدہ:74)

﴿اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾

''کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے'' (91)

سوال 1: ﴿اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ ''کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ ''کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے'' لوگوں نے اپنے شعور کے نقص کی وجہ سے رحمٰن کے لیے انسان اور دوسری مخلوقات کی طرح اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾

''حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے'' (92)

سوال 1: ﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ ''حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے'' رحمٰن کے لائق نہیں اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

(2) اولاد بنانا نقص کی دلیل ہے جب کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ مخلوق میں اس کے مثل کوئی نہیں۔ ساری مخلوق اس کی غلام ہے۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱) اَللّٰهُ الصَّمَدُ (۲) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (۳) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۴)﴾ ''آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اُس کے برابر کا ہے۔'' (اخلاص: 1,4)

﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾

''آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے'' (93)

سوال 1: ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ ''آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ ''آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔'' زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حضور بندوں کی حیثیت میں حاضر ہونے والی ہے۔

(2) زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے اور اسی کے آگے جھکتی ہے۔

(3) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اکٹھا کر کے اپنے سامنے حاضر کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا﴾ ''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم

اس زمین میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے۔" (بنی اسرائیل:104)

﴿لَقَدۡ اَحۡصٰهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدًّا﴾

"بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے" (94)

سوال 1: ﴿لَقَدۡ اَحۡصٰهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدًّا﴾ "بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدۡ اَحۡصٰهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدًّا﴾ "بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے" اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ہر کو چیز اس نے گن رکھا ہے۔ نہ کوئی اس سے بھاگ سکتا ہے، نہ کوئی اس کے قابو سے باہر نکل سکتا ہے، نہ وہ کسی کو بھول سکتا ہے۔ اس نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ان کو اور ان کے اعمال کو شمار کر رکھا ہے، نہ وہ بھولتا ہے اور نہ اس سے کچھ بھی چھپا ہوا ہے۔

﴿وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا﴾

"اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے" (95)

سوال 1: ﴿وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا﴾ "اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا﴾ "اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے" ہر ایک قیامت کے دن فرداً فرداً اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر ہوگا اور کسی کا اس کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(2) یعنی کسی کے ساتھ نہ اس کا مال ہوگا نہ مددگار صرف اس کے عمل ہی اس کے ساتھ ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ پورا پورا بدلہ دے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقۡنٰكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكۡتُمۡ مَّا خَوَّلۡنٰكُمۡ وَرَآءَ ظُهُوۡرِكُمۡ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمۡ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ اَنَّهُمۡ فِيۡكُمۡ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدۡ تَّقَطَّعَ بَيۡنَكُمۡ وَضَلَّ عَنۡكُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ﴾ "اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آگئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔" (الانعام:94)

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا﴾

''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں جلد ہی رحمٰن اُن کے لیے محبت پیدا کردے گا'' (96)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں جلد ہی رحمٰن اُن کے لیے محبت پیدا کردے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' یعنی جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور فرائض اور نوافل ادا کیے۔

(2) ﴿سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ ''جلد ہی رحمٰن اُن کے لیے محبت پیدا کردے گا'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے ان بندوں پر انعام ہے جنہوں نے ایمان وعمل صالح کو جمع کیا کہ وہ ان کے لئے اپنے اولیاء اور زمین وآسمان کے رہنے والوں کے دلوں میں محبت اور مودت ڈال دیتا ہے۔ جب ان کے بارے میں دلوں میں محبت ہوجاتی ہے تو ان کے اکثر معاملات ان کے لیے آسان ہوجاتے ہیں اور ان کو بھلائی، دعائیں، راہنمائی اور امامت حاصل ہوجاتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1599)

(3) دُنیا میں اہل ایمان کی نیکی اور پرہیز گاری کی وجہ سے ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کردی جاتی ہے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر وہ تمام آسمان والوں میں آواز دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر تمام آسمان والے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد وہ زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا مقبول اور محبوب بن جاتا ہے۔ (صحیح بخاری: 6040)

(5) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: بندہ جو بھلائی برائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کی چادر اوڑھا دیتا ہے۔ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کروں گا کہ تمام لوگوں میں میری نیکی کی شہرت ہوجائے۔ اب وہ عبادت الٰہی کی طرف جھک پڑا۔ جب دیکھو نماز کے لیے مسجد میں سب سے اول آئے اور سب کے بعد جائے اسی طرح سات ماہ اسے گزر گئے لیکن اس نے جب بھی سنا یہی سنا کہ لوگ اسے ریاکار کہتے ہیں۔ اس نے یہ حالت دیکھ کر اب اپنے جی میں عہد کرلیا کہ میں صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے عمل کروں گا کسی عمل میں تو نہ بڑھا لیکن خلوص کے ساتھ اعمال شروع کردیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہر شخص کی زبان سے نکلنے لگا کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم فرمائے اب تو وہ واقعی اللہ والا بن گیا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر: 342)

﴿فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾

''سو یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان پر آسان کردیا ہے تاکہ آپ اس کے ساتھ پرہیز گاروں کو خوش خبری سنائیں اور ان لوگوں کو اُس کے ساتھ ڈرائیں جو سخت جھگڑالو ہیں'' (97)

سوال1:﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ ''سو یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے تا کہ آپ اس کے ساتھ پرہیزگاروں کو خوش خبری سنائیں اور ان لوگوں کو اُس کے ساتھ ڈرائیں جو سخت جھگڑالو ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ﴾ ''سو یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس پر اس قرآن کریم کو آسان کیا۔ اس کے الفاظ و معانی کو عام فہم بنایا تا کہ مقصد حاصل ہو اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ (تفسیر سعدی:1600/2)

(2) قرآن کو آسان کرنے کا مطلب قرآن حکیم کو پیغمبر کی زبان میں اُتارنا اور اس کے مضامین کو واضح کرنا ہے۔ قرآن حکیم کو خوش خبریاں دینے اور بُرے انجام سے ڈرانے کے لیے آسان کیا گیا ہے۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر:17)

(4)﴿لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''تا کہ آپ اس کے ساتھ پرہیزگاروں کو خوش خبری سنائیں'' یعنی آپ متقین کو جنت اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں اور دنیا میں عزت کی بشارت دیں۔ (الثعالبی:42/4)

(5)﴿وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ ''اور ان لوگوں کو اُس کے ساتھ ڈرائیں جو سخت جھگڑالو ہیں'' یعنی فاجروں کو ڈرائیں اور وہ کفار قریش تھے۔

(6) تا کہ آپ دنیاوی اور اخروی ثواب کی ترغیب کے ذریعے سے متقین کو بشارت دیں اور ان اسباب کا ذکر کریں جو بشارت کے موجب ہیں۔﴿وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جو اپنے باطل میں نہایت سخت اور اپنے کفر میں نہایت قوی ہیں۔ اس طرح ان پر حجت قائم ہوگی اور ان کے سامنے صراط مستقیم واضح ہو جائے گی۔ تب جو کوئی ہلاک ہوگا تو دلیل کی بنیاد پر ہلاک ہوگا اور جو کوئی زندہ رہے گا تو دلیل کی طاقت سے زندہ رہے گا۔ (تفسیر سعدی:1600/2)

(7) قرآن مجید کے نزول کا مقصد واضح کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝﴾ ''یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے۔ تا کہ آپ اس قوم کو خبردار کر دیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں۔'' (یٰسین:5,6)

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾

''اور ان سے پہلے کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا، کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو بھی محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں'' (98)

سوال1:﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ ''اوران سے پہلے کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا، کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو بھی محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''اوران سے پہلے کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا'' یعنی آپ سے پہلے جن لوگوں نے انبیاء کو جھٹلایا وہ کتنی بڑی تعداد تھی اور کتنی زیادہ قومیں تھی۔

(2) قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ نے جھٹلایا تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے تباہ کر دیا۔ اب ان کا نشان بھی باقی نہیں۔

(3)﴿هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ ''کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو بھی محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں'' یہاں ﴿رِكْزًا﴾ سے مراد خفیہ آواز ہے یعنی ان لوگوں کے آثار تک باقی نہ رہے۔ بس ان کے قصے باقی رہ گئے جو عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت ہیں اور ان کی کہانیاں باقی رہ گئیں جو نصیحت کے متلاشی لوگوں کے لئے نصیحت ہیں۔ (تفسیر سعدی:1600/2)

(4) کفر کرنے والے ہمیشہ غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ ہمارا کچھ بگڑنے والا نہیں جو ہوا وہ دوسروں کے لیے تھے ہمارے ساتھ بننے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ قانون سب کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کا اُصول یہ ہے کہ اچھوں کی اچھی جزا اور بُروں کو سزا دی جائے لہٰذا کوئی مستثنیٰ نہیں۔ (قرآناعجبا)

(5) جن لوگوں نے کفر کیا ان کے بارے میں بتایئے کیا آپ کی آنکھیں انہیں دیکھتی ہیں یا کان ان کی آواز سنتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کے نام ونشان مٹ گئے اور افسانے باقی رہ گئے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کی ہلاکت کو سامنے رکھا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کی ہلاکت کو سامنے رکھا ہے، اس میں بہت حکمت ہے۔ (i) کفر کرنے والے ہمیشہ غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ ہمارا کچھ بگڑنے والا نہیں۔ جو ہوا وہ دوسروں کے لیے تھا ایسا کچھ ہمارے ساتھ ہونے والا نہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس کا قانون سب کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اُصول یہ ہے کہ اچھوں کی اچھی جزا اور بُروں کو سزا دی جائے لہٰذا کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں۔

اٰیاتها ۱۳۵ | ۲۰ سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ ۴۵ | رکوعاتها ۸

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کے آٹھ رکوع اور 135 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ بیسویں (20) سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے پینتالیسویں (45) سورت ہے۔

رکوع نمبر 10

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿طٰهٰ﴾

''طٰہٰ''(1)

سوال 1: ﴿طٰهٰ﴾ ''طٰہٰ'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''طٰہٰ'' یہ حروف مقطعات ہیں جن کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (2) یہ نبی کا نام نہیں ہے۔

﴿مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى﴾

''ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں''(2)

سوال 1: ﴿مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى﴾ ''ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى﴾ ''ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں'' قرآن مجید کے نزول پر رسول اللہ ﷺ کو یہ پریشانی ہوتی تھی کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔

(2) قرآن مجید پر ایمان نہ لانے والوں کے لیے نبی ﷺ کی شدید پریشانی کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ ''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' (الکہف:6)

(3) ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟'' (الشعراء:3)

(4) اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو نصیحت فرمائی ہے: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۡ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔'' (فاطر:8)

(5) یہی مشقت تھی جو رسول اللہ ﷺ اُٹھا رہے تھے جس پر آپ کو سمجھایا گیا کہ لوگوں کے کفر اور اُن کے قرآن حکیم کی طرف مائل نہ

ہونے کی وجہ سے خود کو حسرت میں مبتلا نہ کرلو، ان پر غم کر کے مشقت نہ اُٹھاؤ۔

(6) یعنی آپ کی طرف وحی بھیجنے، قرآن نازل کرنے اور آپ کو شریعت عطا کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ آپ کسی سختی میں مبتلا ہوں، (ایسا نہیں ہے) شریعت میں ایسی کوئی تکلیف ہو جو مکلفین پر شاق گزرے اور عمل کرنے والوں کے قویٰ اس پر عمل کرنے سے عاجز ہو جائیں۔ وحی، قرآن اور شریعت کو تو رحیم و رحمان نے نازل کیا ہے اور اسے سعادت اور فوز و فلاح کا راستہ قرار دیا، اسے انتہائی سہل رکھا، اس کے تمام راستوں اور دروازوں کو آسان بنایا اور اسے قلب و روح کی غذا اور بدن کی راحت قرار دیا۔ فطرت سلیم اور عقل مستقیم نے اسے قبول کر کے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا کیونکہ فطرت سلیم اور عقل مستقیم کو علم ہے کہ یہ دنیا و آخرت کی بھلائی پر مشتمل ہے۔ (تفسیر سعدی: 1601/2)

(7) بعض روایت میں آیا ہے کہ ان دنوں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رات کو کھڑے ہو کر بہت زیادہ قرآن پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی محنت اور ریاضت دیکھ کر کافر کہتے تھے کہ قرآن کیا اترا بے چارے محمد (ﷺ) مصیبت میں پڑ گئے۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ (تیسیر القرآن: 58/3) (8) رب العزت نے واضح فرمایا کہ قرآن مشقت میں ڈالنے کے لیے نہیں۔

سوال 2: اس آیت میں نبی ﷺ کے احساس ذمہ داری کی شدت کا بیان ہے۔ اس کی مزید وضاحت کریں؟

جواب: (1) نبی ﷺ کو فریضہ رسالت کی ادائیگی کی ذمہ داری کا شدید ترین احساس تھا اسی وجہ سے آپ بھٹکے ہوئے انسانوں کی ہدایت کے لیے گھلے جاتے تھے۔

(2) اولین محرک جو داعی کو تبلیغ کے لئے ہر وقت تڑپاتا رہتا ہے وہ اپنے فرض کا شدید ترین احساس ہے۔ آپ کے غیر معمولی اضطراب و فکر دیکھ کر اللہ تعالیٰ بار بار آپ کو تسلی دیتا ہے اے رسول آپ پر یہ ذمے داری ہرگز نہیں کہ آپ کسی کے دل میں ہدایت ڈال دیں۔ آپ پر جو کچھ ذمہ داری ہے وہ صرف یہ ہے کہ آپ دعوت حق پہنچا دیں اور آپ نے یہ کام بحسن و خوبی انجام دیا۔ اب اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں اللہ تعالیٰ خود ان کو سمجھ لے گا کہ یہ دنیا میں کیا کرتے رہے ہیں اور وہ ہر ایک کے عمل کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دینے والا ہے۔ آپ کا فریضہ تو صرف اس قدر ہے کہ آپ ان کو انجام سے ڈرا دیں اور نیک انجام کی خوشخبری دیں۔

(3) ان تمام تسلیوں کے باوجود آپ کا یہ حال ہے کہ آپ بھٹکے ہوئے نادان انسانوں کی ہدایت کے لئے گھلے جاتے ہیں اور آپ کی فکر و اضطراب میں کمی نہیں آتی۔ گمراہی سے بچانے اور ہدایت کی طرف بلانے کا شوق، تڑپ اور ولولہ اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جب آپ اپنے چچا ابو طالب کو بستر مرگ پر دیکھتے تو احساس فرض اور شوق ہدایت سے بے تاب ہو کر سوز میں ڈوبی ہوئی دلگیر آواز میں دھیرے سے کہتے ہیں، چچا جان آپ یہ کلمہ توحید کا اقرار کر لیں تو خدا کے حضور میں بھری عدالت میں آپ کے ایمان کی گواہی دوں گا۔

(4) آخری حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں اونٹنی پر سوار تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے عظیم اجتماع کو یقین اور جوش و جذبے کی پوری قوت سے

اللہ تعالیٰ کے احکام بتاتے اور ہدایتیں دیتے رہے لیکن ذمہ داری کے احساس کا یہ حال ہے کہ لوگوں سے پوچھتے ہیں کل قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ مجمع نے ایک آواز ہو کر کہا: اللہ کے رسول ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور آپ نے رسالت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے کھرے کھوٹے کی خوب خوب نصیحت فرما دی۔ مجمع کی اس اجتماعی شہادت اور لرزا دینے والی آواز سے بھی آپ کو تسلی نہ ہوئی آپ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف کرتے ہوئے لوگوں کی طرف جھکا دی۔

(5) ایک بار آپ کو احساس فرض نے جھنجھوڑا کہ نہ معلوم امت کے کتنے افراد اب بھی موجود نہ ہوں اور ان تک بات نہ پہنچی تو آپ نے حاضرین کو نصیحت فرما دی جو لوگ یہاں موجود ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ ان تمام لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہیں میری باتیں پہنچا دیں۔

(6) اور یہ آپ کی اس شدت احساس کے طفیل ہے کہ چودہ سو سال سے برابر یہ پیغام ان کروڑوں انسانوں کو برابر پہنچ رہا ہے جو اس دن عرفات میں موجود نہ تھے۔

(7) ذمہ داری کے شدید ترین احساس کی جو مثال محمد ﷺ نے دی اس سے پہلے نہ کسی آسمان نے دیکھی اور نہ اولاد آدم نے کبھی سنی نہ آئندہ توقع ہے۔ نزع کا عالم تھا درد، تکلیف، مضطرب ہیں، چادر منہ پر ڈالتے ہیں اور کبھی اُلٹ دیتے ہیں اسی غیر معمولی اضطراب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: ”یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چند اشرفیاں تھیں اسی بے چینی کی حالت میں ایک بار فرمایا۔ عائشہ وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ کیا محمد اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو کر ملے گا؟ عائشہ! وہ اشرفیاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دو۔“ (داعی اعظم:47,48)

سوال 3: دین میں آسانی ہے، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے دین میں شدت اختیار کرنے کے مقابلے میں میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین کی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دین بہت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا تو وہ اس پر غالب آ جائے گا۔ (یعنی وہ شخص خود اپنی پیدا کردہ سختی کا متحمل نہیں ہو سکے گا) پس تم لوگ راست و میانہ روی اختیار کرو اور (ایک دوسرے سے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا آسان دین ملا ہے) اور صبح اور دوپہر کے بعد اور کچھ دیر رات میں عبادت کرنے سے قوت حاصل کرو۔ (بخاری:39)

(2) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ایک رسی کو دو ستونوں کے درمیان بندھا ہوا پایا۔ آپ نے پوچھا: ”یہ رسی کس مقصد کے لیے ہے؟“ لوگوں نے بتلایا کہ یہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے، جب وہ (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ سہارا لے لیتی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، اسے کھول دو، تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس وقت نماز پڑھے جب وہ فرحت و نشاط محسوس کرے، جب تھک جائے تو وہ بیٹھ جائے۔ (بخاری:1150، مسلم:784)

(3)ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک دفعہ) نبی ﷺ ان کے پاس آئے تو (دیکھا کہ) ان کے پاس کوئی عورت (بیٹھی) تھی۔آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ یہ فلاں عورت ہے (اور) اس کی نماز (کی کثرت) کا حال بیان کرنے لگیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھہرو (دیکھو) تم اپنے ذمہ اسی قدر (اعمال کی بجا آوری) رکھو جن کی (ہمیشہ کرنے کی) تم کو طاقت ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا تاوقتیکہ تم خود (عبادت کرنے سے) تھک جاؤ اور اللہ کے نزدیک (سب سے) زیادہ محبوب وہ دین (کا کام) ہے جس پر اس کا کرنے والا مداومت (ہمیشگی) کرے۔'' (بخاری:1151،مسلم:785)

(4)سیدنا حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: ''اے حنظلہ رضی اللہ عنہ! تم کیسے ہو؟'' میں نے کہا: ''حنظلہ تو منافق ہو گیا۔'' انہوں نے کہا: ''سبحان اللہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟'' میں نے کہا: ''ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے رہتے ہیں، گویا کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو ہم بیویوں اور اولاد اور زمینوں وغیرہ کے معاملات میں مشغول ہو جاتے ہیں۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آتا ہے۔'' میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! حنظلہ تو منافق ہو گیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا وجہ ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو آپ ﷺ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ہمارے لیے آنکھوں دیکھے ہو جاتے ہیں۔جب ہم آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ہم اپنی بیویوں اور اولاد اور زمین کے معاملات وغیرہ میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے بہت ساری چیزوں کو بھول جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم اسی کیفیت پر ہمیشہ رہو جس حالت میں میرے پاس ہوتے ہوئے ذکر میں مشغول ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کریں اور راستوں میں بھی، لیکن اے حنظلہ! ایک ساعت (یاد کی) ہوتی ہے اور دوسری (غفلت کی)۔آپ ﷺ نے تین بار فرمایا۔(بخاری:2750)

﴿اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾

''مگر یہ تو نصیحت ہے، اُس شخص کے لیے جو ڈرتا ہے'' (3)

سوال 1: ﴿اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾ ''مگر یہ تو نصیحت ہے، اُس شخص کے لیے جو ڈرتا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾ ''مگر یہ تو نصیحت ہے'' یعنی قرآن اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھنے والوں کے لیے عبرت اور نصیحت کا خزانہ ہے۔(2) یعنی اس قرآن کے ساتھ ہر اس شخص کو نصیحت کر دو جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے۔(ایسر التفاسیر:881)

(3) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو قرآن مجید کے ساتھ نصیحت کرنے کا حکم دیتے ہوئے رب العزت نے فرمایا: ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ ''ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں لوگ جو باتیں بناتے ہیں اور آپ اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو۔ آپ اس قرآن سے اُس شخص کو نصیحت کر دو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔'' (ق:45)

(4)﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ ''آپ صرف اسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سوا سے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں۔'' (یٰسین:11)

رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ قرآن مجید سے وہی نصیحت حاصل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ فرمایا:﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (۱۰) وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (۱۱) الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (۱۲)﴾ ''وہ شخص جلد ہی نصیحت قبول کرے گا جو ڈرتا ہے۔ اور بدبخت اُس سے علیحدہ رہے گا۔ وہ جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا۔'' (الاعلیٰ:10،12)

(5)﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا﴾ ''یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں۔'' (النازعات:45)

(6) یہ اس لیے نازل کیا تا کہ اس سے وہ شخص نصیحت پکڑے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ پس وہ جلیل ترین مقاصد کی خاطر اس کے اندر وہی گئی ترغیب سے نصیحت پکڑتا اور اس کی وجہ سے اس پر عمل کرتا ہے اور اس کے اندر شقاوت وخسران سے جو ڈرایا گیا ہے، اس سے ڈرتا اور شریعت کے احکام جمیلہ سے نصیحت پکڑتا ہے جس کا حسن وجمال، مجمل طور پر عقل میں جاگزیں ہے اور وہ ان تفاصیل کے مطابق ہیں جو اس کی عقل وفطرت میں موجود ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو (تذکرہ) کہا ہے۔ کسی چیز کا ''تذکرہ'' موجود ہوتا ہے البتہ انسان خود اس سے غافل ہوتا ہے یا اس کی تفاصیل مستحضر نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ''تذکرہ'' (یاددہانی) کو اس شخص کے ساتھ مختص کیا ہے۔ ﴿لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾ ''جو ڈرتا ہے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنے والا شخص اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور وہ شخص فائدہ اٹھا بھی کیسے سکتا ہے جو جنت پر ایمان رکھتا ہے نہ جہنم پر اور اس کے قلب میں ذرہ بھر بھی خوف الٰہی موجود نہیں؟ یہ ایسی بات ہے جو کبھی نہیں ہوتی۔'' (تفسیر سعدی:1601/2)

(7) قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم ہے۔ حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے معاویہ سے سنا وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا، انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)۔ (بخاری:71)

﴿تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى﴾

''اُس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا'' (4)

سوال 1:﴿تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى﴾ ''اُس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور

بلند آسمانوں کو پیدا کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيلًا﴾ ''نازل کیا گیا ہے'' رب العزت نے قرآن مجید کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس ہستی کا نازل کردہ ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا۔

(2)﴿مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى﴾ ''اُس ذات کی طرف سے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا'' یعنی قرآن اس کا نازل کردہ ہے جس نے ساری کائنات بنائی اور جو اس کی تدبیر کرتا ہے۔اس لیے اس قرآن کو محبت کے ساتھ قبول کرو، اس کی تعظیم کرو اور اس کے احکامات کی اطاعت کرو۔

(3)رب العزت نے قرآن مجید کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (۴۱) وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (۴۲) تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۴۳)﴾ ''اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو۔اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔'' (الحاقۃ:41,43)

(4)اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس کی تخلیق میں حکمت ہے۔اس نے کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں کی۔وہ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جو اس کے عدل اور احسان پر مبنی ہو اور وہ اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق ہی کسی چیز سے روکتا ہے۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾

''وسیع رحمت والا، عرش پر بلند ہوا'' (5)

سوال1:﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ ''وسیع رحمت والا، عرش پر بلند ہوا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے اپنی عظمت اور کبریائی کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ ''وسیع رحمت والا، عرش پر بلند ہوا'' یعنی اللہ تعالیٰ اس عرش پر ہے جو ساری کائنات سے بڑا وسیع اور بلند ہے۔

(2)﴿اسْتَوٰى﴾ ''بلند ہوا'' یہاں استواء سے مراد وہ استواء ہے جو اس کے جلال کے لائق اور اس کی عظمت وجمال سے مناسبت رکھتا ہے۔پس وہ عرش پر مستوی اور کائنات پر حاوی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1602)

(3)اس مقام پر صحیح مسلک سلف کا ہے کہ جو کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس پر ایمان لے آؤ اور کیفیت نہ پوچھو، الفاظ میں ردوبدل بھی نہ کرو۔اللہ کو کسی کے مشابہ اور مثل بھی نہ سمجھو اور نہ اسے ان صفتوں سے معطل کرو جو قطعی دلائل سے ثابت ہوں۔(السراج المنیر:2/1152)

(4)﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اُس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الاعراف:54)

(5) قرآن حکیم الرحمٰن کی جانب سے اُترا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے قرآن اُتارا ہے وہ وسیع رحمت والا ہے پھر قرآن باعث مشقت اور باعث مصیبت کیسے ہوسکتا ہے؟

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى﴾

''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے'' (6)

سوال 1: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى﴾ ''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے'' یعنی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں اور اس کے حکم کے ماتحت ہے۔

(2) تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کے تحت مسخر ہے۔ کسی کا اس کے اقتدار میں کوئی حصہ نہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی ملکیت کو انسانی تصور کے قریب لانے کے لیے زمین و آسمان کی ملکیت اور مٹی کے نیچے تک کی ملکیت کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ انسان سمجھ جائیں کہ وسیع کائنات پر جس کی ملکیت ہے وہ کتنا عظیم ہے۔ اسی عظمتوں والے نے قرآن مجید نازل کیا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کی عظیم ملکیت کے ذکر سے رسول اللہ ﷺ کے دل کو مطمئن کیا جا رہا ہے کہ اُن کا رب اُن کے ساتھ ہے۔ وہ اکیلا نہیں چھوڑتا۔ وہ قریب ہے اور دل کے حالات سے واقف ہے لہٰذا قرآن حکیم پڑھ کر مطمئن ہو جائیں اور مخالفوں کے درمیان خود کو تنہا محسوس نہ کریں کیونکہ مالک کائنات آپ کے ساتھ ہے۔

﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى﴾

''اگر چہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے'' (7)

سوال 1: ﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى﴾ ''اگر چہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى﴾ ''اگر چہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو

بھی جانتا ہے'' یعنی یہ قرآن اس نے نازل کیا ہے جو عالم الغیب ہے اور جو ہر بھید، خفیہ اور اعلانیہ کو جانتا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ ''آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الفرقان:6)

(3) اللہ تعالیٰ کا ذکر یا دُعا اُونچی آواز میں کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ (I) اللہ تعالیٰ خفیہ باتوں کو اور دِل کے حالات کو جانتا ہے۔ (II) اللہ تعالیٰ دل کی باتوں سے زیادہ مخفی باتوں کو بھی جانتا ہے یعنی قیامت تک واقع ہونے والے واقعات جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں لکھے ہیں لیکن اُس نے ابھی تک سب سے مخفی رکھا ہے۔

(4) یعنی خفی سے خفی تر بات، جو انسان کے دل میں ہوتی ہے اور ابھی نطق زبان پر نہیں آئی ہوتی۔ یا (السِّرَّ) سے مراد وہ خیال ہے جو انسان کے دل میں آتا ہے اور (اَخْفٰی) سے مراد وہ خیال ہے جسے ابھی دل میں آنا ہے اور ابھی تک نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کب وہ خیال اپنے وقت پر اپنی صفت کے ساتھ دل میں داخل ہوگا۔ معنی یہ ہے کہ علم الٰہی، چھوٹی بڑی اور ظاہر و باطن تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اس لئے آپ بلند آواز سے بولیں یا آہستہ آواز سے، علم الٰہی کی نسبت سے سب برابر ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1602)

(5) اس سے پہلی آیت میں اللہ کی وسعت قدرت و تصرف اور اختیار بیان کیا گیا تھا۔ اس آیت میں لامحدود وسعت علم کا بیان ہوا ہے یعنی قریش کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سب سازشوں، شرارتوں اور کارستانیوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ (تیسیر القرآن:59)

(6) اللہ رب العزت نے اپنے علم کی وسعت کو قرآن حکیم میں دیگر مقامات پر یوں واضح فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔'' (ق:16)

(7) ﴿اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی﴾ ''وہ لوگ جو کسی چھوٹے سے گناہ کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، یقیناً تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے، وہ تمہیں اُس وقت سے زیادہ جاننے والا ہے جب اُس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، سو اپنے نفس کی پاکیزگی کے دعوے نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے، اس کو جس نے تقویٰ اختیار کیا۔'' (النجم:32)

(8) ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کر دو، یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' (الملک:13)

﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے لیے بہترین نام ہیں''(8)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے لیے بہترین نام ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ جو خالق اور رازق ہے اس کے علاوہ کوئی خالق اور رازق نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ وہ ہے جو مالک ہے، خالق ہے، جس کی بادشاہت عظیم ہے، جو عرش پر بلند ہے، جو خفیہ سے خفیہ چیز کا علم رکھتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ صرف اللہ تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے اور اسی کی عبادت حق ہے اور غیر اللہ کی عبادت باطل ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی کوئی معبود برحق ہے نہ کوئی قابل عبادت جس کے سامنے محبت، خوف اور امید کا اظہار کیا جائے، جس کو پکارا جائے یا جس سے دعائیں کی جائیں۔

(3) ﴿لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ ''اس کے لیے بہترین نام ہیں'' یعنی اس کے بہت سے نام ہیں جو بہت اچھے ہیں۔ اس کے ناموں کا حسن یہ ہے کہ وہ نام تمام تر مدح پر دلالت کرتے ہیں۔ ان ناموں میں سے کوئی نام ایسا نہیں جو مدح وحمد پر دلالت نہ کرتا ہو۔ ان ناموں کا حسن یہ بھی ہے کہ وہ محض اعلام (نام) نہیں بلکہ وہ نام اور اوصاف ہیں۔ ان کا حسن یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کامل صفات پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کامل، عام اور جلیل ترین ہے اور ان کا حسن یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے ان ناموں سے پکاریں کیونکہ یہ ایک وسیلہ ہیں جو بندوں کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ناموں کو پسند کرتا ہے اور ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو ان ناموں کو پسند کرتے ہیں اور جو انہیں یاد کرتے ہیں اور ان لوگوں سے بھی محبت کرتا ہے جو ان کے معانی کی تحقیق کرتے ہیں اور ان ناموں کے ذریعے سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کا فرمان ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سو اُسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اُس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، عنقریب انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔'' (الاعراف: 180) (تفسیر سعدی: 1603)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (بخاری: 7392)

﴿وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾

''اور کیا آپ کو موسیٰ کی خبر پہنچی ہے''(9)

سوال1:﴿وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾''اور کیا آپ کو موسیٰ کی خبر پہنچی ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهَلْ اَتٰىكَ﴾''اور کیا آپ کو پہنچی ہے''رب العزت نے قصے کی تعظیم کے طور پر سوال کیا ہے کہ کیا آپ جانتے ہو؟ کیا آپ ﷺ کے پاس خبر پہنچی ہے؟

(2)﴿حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾''موسیٰ کی خبر''یعنی موسیٰ بن عمران پر وحی کا آغاز کیسے ہوا؟ کیسے رب العزت نے ان کی سعادت کی بنیاد رکھی؟ کیسے ان سے کلام کیا؟

(3)یہ واضح کرنے کے لیے کہ کیسے اللہ تعالیٰ اپنی طرف بلانے والوں کی حفاظت اور مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ لے کر آئے ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ اس قصے کو بیان کر کے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش میں ہوتے ہیں۔

(5)قرآن مجید میں رسولوں کے واقعات کو بیان کرنے کی حکمت واضح کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور ہم رسولوں کے واقعات میں سے ہر چیز آپ کو سنا رہے ہیں جس کے ساتھ ہم آپ کا دل مضبوط کرتے ہیں اور آپ کے پاس اس معاملے میں حق آ گیا اور ایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔''(ہود:120)

﴿اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى﴾

''جب اُس نے ایک آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا:''ٹھہرو، یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں اس میں سے تمہارے لیے کوئی انگارہ لے آؤں یا اُس آگ پر کوئی راہ نمائی پاؤں''(10)

سوال1:﴿اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى﴾

''جب اُس نے ایک آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا:''ٹھہرو، یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں اس میں سے تمہارے لیے کوئی انگارہ لے آؤں یا اُس آگ پر کوئی راہ نمائی پاؤں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ رَاٰ نَارًا﴾''جب اُس نے ایک آگ دیکھی''یہ اس دور کا تذکرہ ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں اپنے دس سال پورے کر لیے تو اپنی بیوی کے ہمراہ اپنی والدہ کی طرف مصر واپس جا رہے تھے۔رات اندھیری اور سرد تھی، راستے کی خبر نہ تھی اور اُنہوں نے دور سے آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھے۔(2)یہ آگ طور کی دائیں جانب تھی۔

(3)﴿فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا﴾''تو اپنے گھر والوں سے کہا:''ٹھہرو''انہوں نے اپنے گھر والوں یعنی شعیب علیہ السلام کی بیٹی، خادم اور بیٹے

سے کہا۔(ایسر التفاسیر:882)

(4)﴿اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا﴾''یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے''یعنی میں نے طور کی دائیں جانب ایک آگ دیکھی ہے۔

(5)﴿لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِقَبَسٍ﴾''شاید کہ میں اس میں سے تمہارے لیے کوئی انگارہ لے آؤں''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا: میں آگ کے پاس جاتا ہوں اور کوئی جلتا ہوا انگارہ لے آؤں گا جس سے تم آگ تاپ سکو۔

(6)﴿اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ہُدًی﴾''یا اُس آگ پر کوئی راہ نمائی پاؤں''اور ہوسکتا ہے کہ مجھے آگ کے پاس سے کوئی ایسی شے مل سکے جو راستے کی طرف میری راہ نمائی کرے۔

(7) موسیٰ علیہ السلام کا مقصود تو حسی روشنی اور حسی ہدایت تھا۔مگر انہوں نے وہاں معنوی نور یعنی نور روحی پالیا جس سے قلوب وارواح روشن ہوتے ہیں اور انہیں حقیقی ہدایت یعنی صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی حاصل ہوئی جو نعمتوں بھری جنت کو جاتی ہے۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک ایسی چیز سے بہرہ ور ہوئے جو ان کے کسی حساب اور خواب وخیال میں بھی نہ تھی۔(تفسیر سعدی:2/1603.1604)

(8) تورات میں ہے کہ انہوں نے درخت میں آگ دیکھی اور متعجب ہوکر قریب گئے۔(خروج 3:3)لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے،محض رفع تعجب کے لیے نہیں گئے تھے بلکہ آگ کی جستجو میں تھے۔

(9) سورہ النمل کی آیت سے مزید وضاحت ہوگئی ہے۔﴿اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِاَہۡلِہٖۤ اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِخَبَرٍ اَوۡ اٰتِیۡکُمۡ بِشِہَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ﴾''جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا:''یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔جلد ہی میں آپ کے پاس وہاں سے کوئی خبر لاؤں گا یا آپ کے لئے کوئی سُلگتا انگارہ لے کر آؤں گا تا کہ آپ سینکیں۔''(النمل:7)وہ مع اہل وعیال کے بیابان میں تھے۔رات ٹھنڈی تھی،اور سوچ رہے تھے،کہیں سے آگ مل جائے تو تاپنے کے لیے آلاؤ جلائیں۔اتنے میں دور پرے ایک روشنی آگ کی طرح نظر آئی۔یہ سمجھے وہ آگ ہے۔لیکن جب قریب پہنچے تو کارفرمائے قدرت نے پکارا۔''اے موسیٰ!تو اس آگ کی چنگاری لے کر کیا کرے گا؟تیرے ہاتھوں ایک دوسری ہی آگ روشن ہونے والی ہے!''﴿وَاَنَا اخۡتَرۡتُکَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰی﴾(تفسیر ترجمان القرآن:2/447)

﴿فَلَمَّاۤ اَتٰىہَا نُوۡدِیَ یٰمُوۡسٰی﴾

''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا تو آواز دی گئی:''اے موسیٰ!''(11)

سوال1:﴿فَلَمَّاۤ اَتٰىہَا نُوۡدِیَ یٰمُوۡسٰی﴾''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا تو آواز دی گئی:''اے موسیٰ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّاۤ اَتٰىہَا﴾''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا''یعنی جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے جس کو دور سے دیکھ کر انہوں نے گھر والوں سے کہا کہ میں وہاں جاتا ہوں شائد میں کوئی انگارہ لے آؤں۔وہ آگ نہیں تھی،نور تھا اور نور ایسی آگ ہے جو جلا ڈالتی ہے اور

روشنی دیتی ہے۔

(2) نبی ﷺ نے فرمایا: اس (اللہ تعالیٰ) کا حجاب نور ہے۔ ایک روایت میں ہے: اس کا حجاب آگ ہے۔ اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے چہرے کا جلال حد نگاہ تک ہر چیز کو جلا ڈالے۔ (مسلم:445)

(3) ﴿نُوْدِيَ﴾ ''تو آواز دی گئی'' آگ کے پاس انہیں آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! سورہ مریم میں اس واقعے کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا﴾ ''اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب سے اُسے پکارا اور ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے اُسے قریب کیا۔'' (مریم:52)

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کیسے پتہ چلا تھا کہ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے؟

جواب: اس آواز کی کیفیت وصفت سے متعلق بڑی بڑی بحثیں چھڑ گئی ہیں، لیکن قول محقق مفسر تھانوی کا ہے، اس نداء کی کیفیت وصفت نہ کہیں منصوص ہے نہ قیاس سے ادراک کی جاسکتی ہے، اس لئے تعیین بالتخمین رجم بالغیب ہے، البتہ یہ امر یقینی ہے کہ سیدنا موسیٰ کو یقین کے ساتھ یہ امر معلوم ہو گیا کہ یہ نداء من جانب اللہ تعالیٰ ہے۔ (تفسیر ماجدی:226/3)

﴿اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾

''یقیناً میں ہی تمہارا رب ہوں، پس اپنے جوتے اُتار دو یقیناً تم وادی مقدس طویٰ میں ہو'' (12)

سوال 1: ﴿اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ ''یقیناً میں ہی تمہارا رب ہوں، پس اپنے جوتے اُتار دو یقیناً تم وادی مقدس طویٰ میں ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ﴾ ''یقیناً میں ہی تمہارا رب ہوں'' رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ میں تیرا رب ہوں یعنی تیرا خالق، تیرا مالک، تیرے معاملات کا مدبر ہوں۔

(2) ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ ''پس اپنے جوتے اُتار دو'' رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رب سے مناجات کرنے کے لیے تیاری کا حکم دیا کہ جوتے اتار دیں۔

(3) ﴿اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ ''تم وادی مقدس طویٰ میں ہو۔'' طویٰ نام ہے اس میدان کا جو جزیرہ نمائے سینا میں کوہ سینا کے عین دامن میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل واشرف رکھے ہیں، مثلاً ماہ رمضان سال کے دوسرے مہینوں سے افضل واشرف، اور یوم جمعہ ہفتہ کے سارے دنوں میں افضل واشرف، اسی طرح اس نے بعض مقامات بھی دوسرے مقامات سے افضل واشرف بنا رکھے ہیں۔ مثلاً سرزمین مکہ، شہر مدینہ۔ وادی سینا بھی ایسے ہی مقامات مقدس میں داخل ہے، اور افضلیت کا یہ قانون مکان وزمان سب پر حاوی ہے۔ (تفسیر ماجدی:227/3)

(4)(I) اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تواضع کے اظہار کے لیے تھا۔(II) یہ حکم تعظیم کے لیے تھا۔(III) یہ حکم وادی کی پاکیزگی کے لیے تھا۔(IV) یہ حکم اس لیے تھا کہ وادی کی پاکیزگی کے اثرات ننگے پاؤں زیادہ جذب ہو سکتے تھے۔

(5) اگر وادی کی تقدیس کے لیے کوئی اور چیز نہ ہوتی تب بھی سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو مناجات کے لئے چن لینا ہی کافی تھا۔ بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا اس لئے حکم دیا تھا کیونکہ وہ گدھے کی کھال سے بنے ہوئے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تفسیر سعدی: 2/1604)

(6) وادی مقدس طویٰ کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذۡ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى﴾ ''جب اُس کے رب نے اُسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا۔'' (النازعات: 16)

﴿وَاَنَا اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا يُوۡحٰى﴾

''اور میں نے تمہیں چن لیا ہے پس جو وحی کی جا رہی ہے اُسے غور سے سنو'' (13)

سوال 1: ﴿وَاَنَا اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا يُوۡحٰى﴾ ''اور میں نے تمہیں چن لیا ہے پس جو وحی کی جا رہی ہے اُسے غور سے سنو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنَا اخۡتَرۡتُكَ﴾ ''اور میں نے تمہیں چن لیا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نبوت اور ہم کلامی کے لیے منتخب کیا ہے جو بہت بڑا اعزاز ہے۔

(2) یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر سب سے بڑا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں میں سے انہیں اپنی نبوت کے لیے چن لیا۔

(3) ﴿فَاسۡتَمِعۡ لِمَا يُوۡحٰى﴾ ''پس جو وحی کی جا رہی ہے اُسے غور سے سنو'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نبوت کے لیے چن کر جو احسان کیا ہے اس کا شکر ادا کرنے کے لیے کہ اس وحی کو غور سے سنو جو آپ کی طرف کی جا رہی ہے جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قَالَ يٰمُوۡسٰۤى اِنِّى اصۡطَفَيۡتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىۡ وَبِكَلَامِىۡ ۖ فَخُذۡ مَاۤ اٰتَيۡتُكَ وَكُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ! یقیناً اپنے پیغامات اور کلام کے ساتھ میں نے تجھے تمام لوگوں میں سے منتخب کیا ہے، سو لے لو جو میں نے تمہیں دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔'' (الاعراف: 144)

(4) اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے سبق ملتا ہے کہ: (I) وحی کان لگا کر سنی جائے تو ہی اس کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ (II) وحی کو سننے کا فائدہ تبھی ہوتا ہے جب انسان پوری توجہ سے سنے۔ غور سے سننا دین کی بنیاد اور اسلام کی دعوت کا ستون ہے۔ رب العزت نے قرآن مجید کو غور سے سننے والوں کی فضیلت کے بارے میں فرمایا: ﴿الَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدٰٮهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴾ ''وہ بات کو غور سے سنتے ہیں پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو

اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔'' (الزمر:18)

(5) توجہ سے سننے کے آداب میں سے اعضاء کا سکون، نظر جھکانا، کانوں کا اس جانب جھکاؤ، دل کی حاضری اور عمل کرنے کا عزم شامل ہیں۔ (تفسیر مراغی:83/6)

(6) رب العزت نے قرآن مجید کو توجہ سے سننے کا حکم دیا ہے ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' (الاعراف:204)

(7) سفیان بن عیینہ کا قول ہے پہلے علم کو غور سے سننا پھر فہم پھر حفظ پھر عمل اور پھر نشر کرنا ہے۔

﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾

''یقیناً میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو'' (14)

سوال 1: ﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''یقیناً میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ﴾ ''یقیناً میں ہی اللہ ہوں'' رب العزت نے وحی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ ہوں، الوہیت کا مستحق ہوں۔ (2) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا﴾ ''میرے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی میرے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی ذات کامل، اس کے اسماء وصفات کامل، اس کے افعال کامل، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے مثل کوئی نہیں، اس کا کوئی ہم سر نہیں، اس سے کوئی برابری کرنے والا نہیں۔

(4) انسان کا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ وہ دل سے یقین کرلے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔

(5) ﴿فَاعْبُدْنِيْ﴾ ''سو تم میری عبادت کرو'' یعنی میری توحید پر قائم ہو جاؤ اور میری اطاعت کرو۔

(6) عبادت کی ظاہری اور باطنی، اصولی اور فروعی تمام انواع کے ذریعے سے۔ (تفسیر سعدی:1605/2)

(7) ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو'' یعنی مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم رکھو۔

(8) عبادت میں نماز بھی داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر نماز کا ذکر فرمایا۔ اس کی ایک وجہ تو نماز کا شرف اور تمام عبادات کے مقابلے میں اس کا افضل ہونا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز ایسی عبادت ہے جو دل، زبان اور اعضاء سب کو عبادت میں شامل کرنے سے ادا ہوتی ہے۔

(9) ﴿لِذِكْرِيْ﴾ ''میری یاد کے لیے'' یعنی مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا، اس کا ذکر کرنا دل کی عبادت ہے جس پر انسان کی خوش نصیبی اور سعادت کا دار و مدار ہے۔ جو دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے وہ ہر بھلائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عبادت کو ہماری زندگی کا مقصد ٹھہرایا ہے۔ ساری عبادات کا مقصد اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنا ہے۔

(10) جب بھولی ہوئی نماز یاد آ جائے تو نبی ﷺ نے اسے پڑھنے کا حکم دیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی نماز کے وقت سو یا رہ جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کو چاہیے کہ جب یاد آ جائے تو نماز پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔'' (مسلم:684)

(11) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آئے اسے پڑھ لینی چاہئے۔ اس کی قضا کے سوا اور کوئی اس کی وجہ سے کفارہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نماز میری یاد آنے پر قائم کرو۔ (بخاری:597)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو ایک رات چلتے رہے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کو نیند کا غلبہ ہوا تو رات کے آخری حصہ میں اترے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم آج رات پہرہ دو تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھنی شروع کر دی، جتنی نماز اُن سے پڑھی جا سکی اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سو گئے۔ پھر جب فجر کا وقت قریب ہوا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے صبح طلوع ہونے والی جگہ کی طرف اپنا رخ کر کے اپنی اونٹنی سے ٹیک لگائی تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر بھی نیند کا غلبہ ہو گیا۔ پھر نہ رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور نہ ہی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بیدار ہوا یہاں تک کہ دھوپ اُن پر آ گئی تو رسول اللہ ﷺ اُن میں سے سب سے پہلے بیدار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے دھوپ دیکھی تو گھبرا گئے اور فرمایا: اے بلال! تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میرے نفس کو بھی اسی نے روک لیا جس نے آپ ﷺ کے نفس مبارک کو روک لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں سے کوچ کرو۔ پھر کچھ دور چلے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ پھر انہوں نے نماز کی اقامت کہی تو آپ ﷺ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی۔ جب نماز پوری ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی نماز پڑھنی بھول جائے تو جب اُسے یاد آ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس نماز کو پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔'' (مسلم:680)

سوال 2: نماز میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: (1) نماز میں انسان تمام سرگرمیوں سے کٹ جاتا ہے۔

(2) نماز میں انسان اللہ تعالیٰ سے رابطے میں ہوتا ہے؟ (3) نماز میں انسان رب کی نظروں کو خود پر محسوس کرے تو سچی یاد قائم ہو جاتی ہے۔

(4) نماز میں انسان رب پر نظریں لگا دے تو انسان کا رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔

(5) کامیابی اس کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے نماز قائم کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾﴾ ''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جو پاک ہو گیا۔ اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر اس نے نماز پڑھی۔'' (اعلیٰ:14,15)

سوال3: نماز انسان کو کیا دیتی ہے؟

جواب: (1) نماز رب کی یاد کا ذریعہ ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو'' (طٰہٰ:14)

(2) نماز کامیابی کا ذریعہ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۱۴) وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (۱۵)﴾ ''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جو پاک ہو گیا۔ اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر اس نے نماز پڑھی۔'' (الاعلیٰ:14,15)

(3) نماز سکون اور اطمینان کا ذریعہ ہے۔ (سیرت النبی از شبلی)

(4) انسان کو اپنی روحانی تڑپ، دلی بے چینی، قلبی اضطراب اور ذہنی شورش کے عالم میں جب دنیا اور دنیا کی ہر چیز فانی، عقل کی ہر تدبیر درماندہ، جسم کی ہر قوت عاجز اور سلامتی کا ہر راستہ بند نظر آتا ہے تو سکون و اطمینان کی ہر راحت اس کو صرف اسی ایک قادر مطلق کی پکار، دعا اور التجا سے ملتی ہے۔ وحی الٰہی نے اس نقطہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔'' (الرعد:28)

(5) مصائب میں نماز ہی ثبات کا ذریعہ بنتی ہے اسی لیے فرمایا: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ ''اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر''۔ (البقرۃ:45)

(6) اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا ہی اس کی اطاعت ہے۔ اس کے ذریعے اس کے باقی قوانین کی بے چون و چرا اطاعت ممکن ہو پاتی ہے۔ ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:44) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی، اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتا ہے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' (الحج:18)

(7) نماز کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ممکن ہوتا ہے۔ دل، زبان اور اعضاء سے شکر ادا کرنا تب ہی ممکن ہوتا ہے جب دل اور دماغ پر اس کی عظمت اور اپنی کم مائیگی کا نقش بیٹھ جائے۔ اس کی محبت اور اس کی حاضری کا ناقابل زوال یقین دل کے اندر قائم کرنے

کے لیے نبی ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ (بخاری:50)

(8) نماز انسان کو اخلاقی کمزوریوں سے بچاتی ہے، نفسیاتی برائیوں سے ہٹاتی ہے اور روحانی ترقی کے درجات بلند کرتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا (۱۹) اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (۲۰) وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (۲۱) اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (۲۲) الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (۲۳)﴾ ''بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے۔ جب اُس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جانے والا ہوتا ہے۔ اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو بہت روکنے والا ہوتا ہے۔ مگر وہ نمازی۔ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں۔'' (المعارج:19,23)

(9) نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ ''آپ تلاوت کرو اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو۔ یقیناً نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے''۔ (العنکبوت:45)

(10) نبی ﷺ نے فرمایا: اگر کسی کے گھر کے سامنے ایک صاف شفاف نہر بہتی ہو، جس میں وہ دن میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل کچیل رہ جائے گا؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! نہیں۔ فرمایا: نماز بھی اس طرح گناہوں کو دھو دیتی ہے جس طرح پانی میل کو۔ (ابن ماجہ:1397)

﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى﴾

''یقیناً قیامت آنے والی ہے، قریب ہے کہ میں اُسے چھپاؤں تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی'' (15)

سوال 1: ﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى﴾ ''یقیناً قیامت آنے والی ہے، قریب ہے کہ میں اُسے چھپاؤں تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ﴾ ''یقیناً قیامت آنے والی ہے'' یعنی قیامت ضرور آئے گی۔ اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ آسمان و زمین کے ہر شخص سے قیامت کا علم پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

(2) ﴿اَكَادُ اُخْفِيْهَا﴾ ''قریب ہے کہ میں اُسے چھپاؤں'' رب العزت نے فرمایا کہ میں قیامت کے آنے کی صحیح تاریخ کو چھپائے ہوئے ہوں اور یہ راز کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ (السراج المنیر: 2/1154)

(3) قیامت کے علم کی حقیقت کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ

اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟'' (الاحزاب:63)

(4) قیامت کے بارے میں نہ کوئی نبی جانتا ہے، نہ فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات سے چھپا کر رکھا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔ (لقمان:34)

(5) قیامت کو پوشیدہ رکھنے کا سبب یہ ہے کہ ہر شخص اُس کے آنے سے پہلے عمل کرے اور پھر کامیاب ہونے کے لیے کوشش کرے تاکہ اُسے اس کے اعمال کا صلہ دیا جائے۔

(6) ﴿لِيَجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى﴾ ''تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی'' اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ ہر شخص نے زندگی میں جو کام کیے ہیں اسے ان کی جزا دی جائے۔''

(7) قیامت کی گھڑی کا تصور انسان کو بے راہ روی سے بچاتا ہے۔ قیامت کی توقع انسان کے اندر خوف پیدا کرتی ہے۔

(8) قیامت کے دن تمام انسانوں کو ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر واضح فرمایا ہے: ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ جنہوں نے برائیاں کیں اُنہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے'' (النجم:31)

(9) ﴿اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اُس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔'' (الطور:16)

(10) ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (۷) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (۸)﴾ ''تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:7,8)

﴿فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى﴾

''سو تمہیں اس سے روک نہ دے کوئی شخص جو اس پر ایمان نہیں لایا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے، پس تم ہلاک ہو جاؤ گے'' (16)

سوال 1: ﴿فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى﴾ ''سو تمہیں اس سے روک نہ دے کوئی شخص جو اس

پر ایمان نہیں لایا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے، پس تم ہلاک ہو جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب :(1)﴿فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنۡهَا مَنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهَا﴾ ''سو تمہیں اس سے روک نہ دے کوئی شخص جو اس پر ایمان نہیں لایا'' اللہ رب العزت نے اس لیے چوکنا کیا ہے کہ ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل ہوتا ہے اس کی فطرت میں بگاڑ ہوتا ہے اور وہ خوب صورت باتوں سے فریب دے سکتا ہے لہٰذا ایسے لوگوں سے چوکنا رہو جو خواہش پرست ہوں کہیں تم بھی آخرت کے اندیشے کو گم نہ کر بیٹھو۔

(2)﴿وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرۡدٰى﴾ ''اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے، پس تم ہلاک ہو جاؤ گے'' جو شخص اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ قیامت کے بارے میں شبہات پیدا کرتا ہے کیونکہ اس کا مقصد خواہشات کے پیچھے بھاگنا ہوتا ہے یہی چیز اسے خود ایمان لانے سے روکتی ہے اور اسی کے لیے وہ دوسروں کے دلوں میں بھی وسوسے ڈالتا ہے۔

(3) ایسے لوگوں سے بچیں جو باطل کی طرف بلائیں اور دلوں میں شبہات پیدا کریں۔ ایسی کتابوں سے بھی بچیں۔

(4) ایسے لوگوں کے راستے پر آپ چلے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

(5) جو بھی کسی ایسے شخص کی پیروی کرے گا اس کا انجام بہت برا ہوگا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى﴾ ''اور اُس کا مال اُس کے کام نہ آئے گا جب وہ (جہنم میں) گرے گا۔'' (اللیل:11)

﴿وَمَا تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى﴾

''اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟'' (17)

سوال1:﴿وَمَا تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى﴾ ''اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب :(1) رب العزت نے جب ایمان کے بنیادی امور کا ذکر فرمایا تو ایسی نشانیاں دکھانے کا ارادہ کیا جن سے ان کے دل مطمئن ہو جائیں اور ان کے ایمان کو قوت ملے۔

(2) ''اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟'' یہ سوال اس لئے کیا گیا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذہن میں لاٹھی کا لاٹھی ہونا حقیقت بن کر تازہ ہو جائے تاکہ جب لاٹھی میں تبدیلی آئے تو وہ اس حقیقت کو قبول کر سکیں۔

﴿قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيۡهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىۡ وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى﴾

''موسیٰ نے کہا: ''یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی ضرورتیں ہیں'' (18)

سوال1:﴿قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيۡهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىۡ وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی

ضرورتیں ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ هِيَ عَصَايَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کے بارے میں بتایا اور رب العزت نے اسے کمال درجے کا حیرت انگیز معجزہ بنا دیا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کی دلیل ہے۔

(2)﴿أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي﴾ ''میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا کے دو فوائد بتائے ایک تو یہ کہ چلتے چلتے میں اس پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو جاتا ہوں، دوسرے جانوروں کے لیے فائدہ ہے کہ جب میں بکریاں چراتا ہوں تو میں درختوں سے پتے بھی جھاڑ لیتا ہوں۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کا ذکر ہے کہ وہ کیسے جانوروں سے اچھا سلوک کرتے تھے۔

(4) یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی عنایت کی دلیل تھی۔

(5)﴿وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ﴾ ''اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی ضرورتیں ہیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جن دوسرے فوائد کے بارے میں بتایا اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر نہیں فرمایا۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لاٹھی کا پکڑنا انبیاء کی سنت میں سے ہے اور مومن کے لیے نشانی ہے۔ (تفسیر منیر:540/8)

(7) امام حسن بصری کہتے ہیں: اس لاٹھی کی چھ خصوصیات ہیں۔(I) انبیاء کی سنت ہے۔(II) صالحین کی زینت ہے۔(III) دشمنوں کے لیے یہ اسلحہ ہے۔(iv) کمزوروں کے لیے مددگار ہے۔(v) منافقوں کے لیے غم ہے(vi) اور اطاعت میں اضافہ کرنے کا سبب ہے۔ (تفسیر منیر:540/8)

﴿قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھینک دو اس کو اے موسیٰ!'' (19)

سوال 1:﴿قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھینک دو اس کو اے موسیٰ!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عطا کرنا چاہتے تھے جو عصائے موسیٰ علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذہن اس قدر بیدار تھا اور وہ بالکل تیار تھے کہ جو حکم ملے اس کو فوراً کر ڈالیں۔ اطاعت بیداری کے ساتھ ہوتی ہے۔ غفلت کے ساتھ نہیں ہوتی اور جوں ہی اللہ تعالیٰ نے حکم دی:﴿أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ﴾ ''پھینک دو اس کو اے موسیٰ'' ﴿فَأَلْقَاهَا﴾ ''تو موسیٰ نے اس کو پھینک دیا۔''

﴿فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ﴾

''تو موسیٰ نے اس کو پھینک دیا تو اچانک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا'' (20)

سوال1:﴿فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی﴾''تو موسیٰ نے اس کو پھینک دیا تو اچانک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی﴾''تو موسیٰ نے اس کو پھینک دیا تو اچانک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا''اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ عصا ایک بہت بڑے سانپ میں تبدیل ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام خوف کھا کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔اس سانپ کا وصف یہ بیان فرمایا کہ وہ حرکت کرتا تھا یہ ایک وہم کے ازالے کے لئے تھا جو ممکن تھا کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ سب تخیل کی کارفرمائی ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں۔پس اس کے حرکت کرنے نے اس وہم کا ازالہ کر دیا۔(تفسیر سعدی:1608/2)

(2)لاٹھی کے سانپ بننے،ہتھیلی کے چمک اٹھنے اور ہارون علیہ السلام کے وزیر و شریک ہونے کا ذکر تورات میں بھی ہے(خروج4)نیز یہ کہ خدا نے فرمایا''اب تو جا میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں(خروج3:1)(تفسیر ترجمان القرآن:448/2)

(3)یہ واضح رہے کہ مصر میں جہاں موسیٰ کو تبلیغ کرنی تھی،سانپ کی حیثیت ایک دیوتا کی تھی،اور اس کی پوجا ہوا کرتی تھی۔(تفسیر ماجدی:229/3)

(4)سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی پھینکی تو وہ سانپ بن گئی۔یوں زندگی کا معجزہ ظاہر ہو گیا۔زندگی ایسے ہی آتی ہے۔اس کا راز کبھی کوئی جان نہیں پایا کہ یہ کہاں سے آتی ہے اور کس طرح سے آتی ہے؟یہ عقدہ انسان پر نہیں کھلا۔انسان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے زندہ کر دے اور جسے چاہے مار ڈالے۔

﴿قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اس کو پکڑ و اور ڈرو مت!جلد ہی ہم اسے اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے''(21)

سوال1:﴿قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اس کو پکڑ و اور ڈرو مت!جلد ہی ہم اسے اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اس کو پکڑ و اور ڈرو مت!''یعنی تجھے اس سے کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔

(2)سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے یک لخت سانپ کا روپ اختیار کیا تھا اس لیے زندگی کے اس معجزے سے دہشت کھا گئے حالانکہ یہ واقعہ ہمارے سامنے مسلسل ہوتا ہے لیکن تدریجی طور پر اس لیے محسوس نہیں ہوتا کہ مٹی پودوں اور درختوں میں بدلتی ہے لیکن آہستگی سے ہونے والا کام دہشت زدہ نہیں کرتا البتہ اچانک مٹی سے بنی لکڑی زندہ سانپ میں بدل جائے تو انسان دہشت زدہ ہو سکتا ہے۔

(3)زندگی کا معجزہ ہر کوئی ساری زندگی دیکھتا ہے۔کیا آپ نے کبھی دانے کو گندم بنتے نہیں دیکھا؟کیا بیج سے پورا درخت اگتے نہیں دیکھا؟کیا اسی طرح سے بچوں کی پیدائش کو نہیں دیکھا؟کہاں سے آغاز ہوتا ہے اور کہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکمل بچہ بنا کر بھیج دیا جاتا ہے۔سبحان اللہ!کس طرح سے انسان اپنے سامنے زندگی کو ظہور میں آتے دیکھتا ہے لیکن یہ بات انسان کا ذہن اس لیے قبول نہیں کرتا کہ بیج

کونپل بنتے ہوئے کئی مہینے لگ جاتے ہیں اور یہاں لاٹھی یکدم سانپ بن گئی۔ یعنی طریقہ کار تو وہی ہے لیکن بہت تیزی کے ساتھ ہو گیا۔

(4)﴿سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى﴾ ''جلد ہی ہم اسے اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے'' یعنی ہم اسے اس کی اصلی ہیئت اور صفت کی طرف لوٹا دیں گے جو عصا کی ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایمان اور تسلیم و رضا سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور سانپ کو پکڑ لیا اور سانپ اسی جانے پہچانے عصا میں تبدیل ہو گیا۔ یہ (پہلا) معجزہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 1608/2)

(5) اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ عصا کو دوبارہ اپنی اصلی حالت پر لے آئیں تا کہ معجزہ دوسری شکل میں ظاہر ہو جائے یہ زندگی سے موت تک کا سفر تھا جو اچانک ظاہر ہو گیا۔ یعنی سانپ اچانک لکڑی بن گیا۔ یہ آنکھوں پر جادو نہیں کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت تھی۔ یہی تو بڑا معجزہ تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پہلا معجزہ ''زندگی کا معجزہ'' عطا کیا گیا۔ انہیں خود بھی پتہ نہیں تھا لیکن معجزہ ان کے ہاتھوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔

﴿وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى﴾

''اور اپنا ہاتھ اپنی بغل سے ملا وہ سفید چمکتا ہوا بغیر عیب کے نکلے گا، یہ دوسری نشانی ہے'' (22)

سوال 1: ﴿وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى﴾ ''اور اپنا ہاتھ اپنی بغل سے ملا وہ سفید چمکتا ہوا بغیر عیب کے نکلے گا، یہ دوسری نشانی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ﴾ ''اور اپنا ہاتھ اپنی بغل سے ملاؤ'' یہ دوسرا معجزہ ہے۔ (2) اپنا ہاتھ اپنی بغل سے ملا لو۔

(3)﴿تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ﴾ ''وہ سفید چمکتا ہوا بغیر عیب کے نکلے گا'' یعنی بغیر برص کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔''

(4)﴿اٰيَةً اُخْرٰى﴾ ''یہ دوسری نشانی ہے'' اس نشانی کی وضاحت رب العزت نے سورہ القصص میں یوں کی ہے: ﴿اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنے ساتھ ملا لو سو یہ تمہارے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں فرعون اور اُس کے سرداروں کے لئے یقیناً وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔'' (القصص: 32)

﴿لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى﴾

''تا کہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ دکھائیں'' (23)

سوال 1: ﴿لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى﴾ ''تا کہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ دکھائیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى﴾ ''تا کہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ دکھائیں'' مذکور افعال یعنی عصا کا سانپ بن

جانا اور ہاتھ کا دیکھنے والوں کے لئے سفید چمکدار ہو جانا صرف اس لئے سرانجام دیے ہیں تا کہ ہم تجھ کو اپنی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کروائیں، جو تیری رسالت کی صحت اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اس کی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں اور یوں تجھ کو اطمینان قلب حاصل ہوگا، تیرے علم میں اضافہ ہوگا اور تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نصرت کے وعدے پر بھروسہ کرے گا، نیز یہ نشانیاں ان لوگوں کے سامنے حجت اور دلیل ہوں گی جن کی طرف تجھ کو مبعوث کیا جا رہا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1608)

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾

''اب تم فرعون کے پاس جاؤ، یقیناً اس نے سرکشی کی ہے'' (24)

سوال 1: ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ ''اب تم فرعون کے پاس جاؤ، یقیناً اس نے سرکشی کی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ﴾ ''اب تم فرعون کے پاس جاؤ'' اللہ رب العزت نے نبوت کے بعد مصر کے بادشاہ فرعون کی طرف مبعوث کیا۔

(2) ﴿اِنَّهٗ طَغٰى﴾ ''یقیناً اس نے سرکشی کی ہے'' یعنی وہ اپنے کفر و فساد میں، زمین میں تغلب اور کمزوروں پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھ گیا ہے حتیٰ کہ اس نے ربوبیت اور الوہیت کا دعویٰ کر دیا۔ ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى﴾ یعنی اس کی سرکشی اس کی ہلاکت کا سبب ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، اس کی حکمت اور اس کا عدل ہے کہ وہ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک کہ انبیاء و مرسلین کے ذریعے سے اس پر حجت قائم نہیں کر دیتا۔ (تفسیر سعدی:2/1609)

(3) فرعون یعنی بادشاہ مصر۔ اس پر توریت اور ساری تاریخوں کا اتفاق ہے کہ فرعون، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا معاصر تھا، وہ متکبر، جابر و فاسق تھا اور خدا کا اوتار تو بہر حال ہر فرعون مصر سمجھا ہی جاتا تھا۔ فرعون کسی بادشاہ کا شخصی نام نہ تھا، بلکہ اس نسل شاہی کے سارے ہی تاجداروں کا ایک عمومی لقب تھا، اور یہ خاص فرعون اپنے ظلم اور زیادتیوں میں اور بڑھا ہوا تھا۔ (تفسیر ماجدی:3/231)

(4) سیدنا موسیٰ پر واضح کیا گیا کہ آپ کو اس عظیم مہم کے لیے چنا گیا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہنے کا حکم دیا تھا: ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى (18) وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى (19)﴾ ''پس کہہ دو کہ کیا تیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو؟ اور میں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟'' (النازعات:18,19)

رکوع نمبر 11

﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کھول دے'' (25)

سوال1: ﴿قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کھول دے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کھول دے'' اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ انہوں نے بہت بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھالیا ہے اور انہیں ایک جابر اور سرکش انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، جس کا مصر میں مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں جب کہ موسیٰ علیہ السلام تن تنہا ہیں، علاوہ ازیں ان سے ایک قتل بھی سرزد ہو چکا تھا، لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور انشراح صدر کے ساتھ اس کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد اور اسباب کی فراہمی کا سوال کیا جن کی بنا پر دعوت کی تکمیل ہوتی ہے، چنانچہ عرض کیا: ﴿رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ﴾ یعنی اے اللہ! میرے سینے کو کھول دے اور اسے وسعت عطا کر تا کہ میں قولی اور فعلی اذیتیں برداشت کر سکوں اور میرا قلب تکدر کا شکار نہ ہو اور میرا سینہ تنگ نہ ہو کیونکہ انسان کا سینہ جب تنگ ہوتا ہے تو وہ مخلوق کی ہدایت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا اہل نہیں رہتا۔ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بدخُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپ انہیں معاف کر دیں اور اُن کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (آل عمران:159) لوگ (داعی کی) نرم خوئی، کشادہ دلی اور ان کے بارے میں اس سے انشراح صدر کی بنا پر قبول حق کے قریب آتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1609)

(2) یعنی اے میرے رب میرے دل کو وسعت دے یہاں تک کہ میں اس کا خوف نہ کھاؤں اور یہ بھی کہ میرے دل کو اسلام کے لیے نرم کر دے یہاں تک کہ میں اس پر ثابت قدم ہو جاؤں۔ (تفسیر سمرقندی:2/410)

(3) یعنی اس (دل) کو وسعت دے اور اسے ایمان اور نبوت کا نور عطا فرما۔ (صفوۃ التفاسیر:2/203)

(4) رب العزت نے نبی ﷺ کے شرح صدر کے بارے میں فرمایا: ﴿اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ﴾ کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟ (الم نشرح:1)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ایک شخص مالک بن صعصہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں بیت اللہ کے پاس نیم خوابی کے عالم میں تھا (کچھ سو رہا تھا اور کچھ جاگ رہا تھا) اچانک میں نے ایک بولنے والے کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا تین آدمیوں میں سے ایک (محمد ہیں)، پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا، اس میں زمزم کا پانی تھا، اس نے میرے سینے کو چاک کیا یہاں سے یہاں تک''، قتادہ کہتے ہیں: میں نے انس سے کہا: کہاں تک؟ انہوں نے کہا: آپ نے فرمایا: ''پیٹ کے نیچے تک''، پھر آپ

نے فرمایا: ''اس نے میرا دل نکالا، پھر اس نے میرے دل کو زمزم سے دھویا، پھر دل کو اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا اور ایمان وحکمت سے اسے بھر دیا گیا اس حدیث میں ایک لمبا قصہ ہے''۔(ترمذی:3346)

(6) قرآن مجید میں جس شرح صدر کا مذکور ہے، وہ روایات بالا کی تصدیق فرماتا ہے اور بایں ہمہ وسیع تر معانی کا اظہار کرتا ہے آیات ذیل پر غور کرو۔ ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔''(الانعام:125)

(7) ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے)؟ پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''(الزمر:22)

(8) ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اس نے اپنے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے کفر کیا ماسوا اُس کے جسے مجبور کیا گیا ہو مگر اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، لیکن جس نے اپنے سینے کو کفر کے لیے کھول دیا تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''(النحل:106)

﴿وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ﴾

''اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے''(26)

سوال 1: ﴿وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ﴾ ''اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ﴾ ''اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے۔'' اللہ تعالیٰ تنگی اور آسانی کا مالک ہے اس کے سوا کوئی آسانیاں پیدا نہیں کر سکتا۔ (2) نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا﴾ ''اے اللہ! نہیں ہے کوئی کام آسان مگر وہی جسے تو آسان کر دے اور تو مشکل کام کو آسان کر دیتا ہے جب تو چاہے۔''(صحیح ابن حبان:24217)

(3) یعنی میرے لئے میرا ہر معاملہ اور اپنے راستے میں میری ہر منزل کو آسان کر دے، میرے سامنے جو مشکلات اور سختیاں ہیں ان کو نرم کر دے۔ معاملے کو آسان کرنا یہ ہے کہ داعی نہایت آسانی کے ساتھ تمام معاملات کو ان کے اپنے اپنے دائرے میں نمٹا سکے۔ ہر شخص سے اس

کے مزاج کی مناسبت سے مخاطب ہو اور اسے اس طریقے سے دعوت دے جو قبول حق کے قریب تر ہو۔ (تفسیر سعدی:1610/2)

﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ﴾

''اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے'' (27)

سوال 1: ﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ﴾ ''اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ﴾ ''اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے'' (i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ لوگ اُن کی بات کو سمجھ جائیں۔ (ii) تاکہ پوری وضاحت سے بات کو بیان کیا جا سکے۔ (iii) تاکہ اپنا دفاع بھی کیا جا سکے۔

(2) ادائے فرائض میں سہولت ڈھونڈھنا اور آسانی تلاش کرنا ایک امر طبعی بشری ہے اور منصب نبوت کے منافی ہونا الگ رہا، عین سنت انبیاء ہے۔ (تفسیر ماجدی:232/3)

(3) اس دور میں ابلاغ کا واحد ذریعہ صرف کسی خطیب کا خطابت و زبان آوری ہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں خطیبوں کو سوسائٹی میں سب سے زیادہ عزت حاصل تھی۔ عرب میں تو یہ حال تھا کہ جو شخص قبیلہ کا خطیب ہوتا وہی اس کا زعیم اور قائد ہوتا۔ (تفسیر تدبر القرآن:38/5)

﴿يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ﴾

''تاکہ وہ میری بات سمجھیں'' (28)

سوال 1: ﴿يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ﴾ ''تاکہ وہ میری بات سمجھیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ﴾ ''تاکہ وہ میری بات سمجھیں'' موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں ثقل تھا جس کی وجہ سے ان کی بات مشکل سے سمجھ میں آتی تھی جیسا کہ مفسرین کی رائے ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا: ﴿وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا﴾ ''میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے'' (القصص:34) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کی زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ ان کی بات کو سمجھ سکیں اور خطاب اور معانی کے بیان کا مقصد پورا ہو سکے۔ (تفسیر سعدی:1610/2)

(2) اچھی طرح بات سمجھانے کی قدرت ہو تو انسان رب کا پیغام پہنچا سکتا ہے۔

(3) اپنی بات کو عمدہ انداز میں دوسرے تک پہنچانا عظیم نعمت ہے جو رب العزت نے عطا کی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلرَّحْمٰنُ (۱) عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (۲) خَلَقَ الْاِنْسَانَ (۳) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (۴)﴾ ''وسیع رحمت والے نے۔ قرآن کی تعلیم دی۔ اُس نے انسان کو پیدا کیا۔ اُسے بولنا سکھایا۔'' (الرحمٰن:1,4)

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بیان کا مقصد پورا کرنے کی دعا کی کہ میں اس طرح بیان کرنے کے قابل ہو جاؤں کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

﴿وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ﴾

''اور میرے لیے میرے خاندان سے ایک معاون مقرر کردے''(29)

سوال1:﴿وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ﴾''اور میرے لیے میرے خاندان سے ایک معاون مقرر کردے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ﴾''اور میرے لیے میرے خاندان سے ایک معاون مقرر کردے''سیدنا موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے جیسے وزیر بوجھ اُٹھانے والا ہوتا ہے، بادشاہ کا بوجھ اُٹھاتا ہے ایسے ہی میرے خاندان میں سے کوئی میرے ساتھ بوجھ اُٹھانے والا ہو جائے۔

(2)یعنی میرے گھر والوں میں سے میرا مددگار بنادے جو میری مدد کرے، جو میرا بوجھ بٹائے اور جن لوگوں کی طرف مجھے رسول بنا کر بھیجا جارہا ہے ان کے مقابلے میں مجھے تقویت دے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کی یہ مددگار ان کے گھر والوں میں سے ہو اس لیے کہ یہ صلہ رحمی کا ایک طریقہ ہے۔(تفسیر سعدی:2/1610)

(3)﴿وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ﴾''میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے کہ وہ میری تائید کرے، یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔''(القصص:34)

(4)سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:''کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے؟''(بخاری:3706)

(5)سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی طرح مدد طلب کی تھی۔﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا:''کون اللہ تعالیٰ کی طرف میرا مددگار ہے؟''حواریوں نے کہا:''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ ہو جائیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں۔''(آل عمران:52)

(6)رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کر لی۔فرمایا:﴿قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''ہم جلد ہی تیرے بھائی کے ذریعے تیرا بازو مضبوط کریں گے۔اور ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے، سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ، تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے، غالب ہونے والے ہیں۔''(القصص:35)

﴿هٰرُوْنَ اَخِيْ﴾

''ہارون کو جو میرا بھائی ہے''(30)

سوال1:﴿هٰرُوْنَ اَخِیْ﴾''ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب :(1)﴿هٰرُوْنَ اَخِیْ﴾''ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔''سیدنا ہارون علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بڑے بھائی تھے ان کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا التجا پر نبوت عطا ہوئی تھی۔(2)بائبل میں ہے کہ سیدنا ہارون علیہ السلام کے متعلق عبادت خانہ کا اہتمام تھا اور وہی امامت کرایا کرتے تھے۔

(3)قرآن مجید میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے فرمایا گیا:(القصص:34)فصاحت و بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے معنی سے بھی مناسب موقع اور اسلوب کلام سے بھی ہے۔

(4)نبی ﷺ کی فصاحت آپ ﷺ کے اقوال سے ظاہر ہوتی ہے۔(i)﴿مَا هَلَكَ امْرُءٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ﴾''جو کوئی اپنی قدر جان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔''(ii)﴿حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ﴾''کسی شے کی محبت انسان کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔''(iii)﴿اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى﴾''اوپر والا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔''(iv)﴿اَلْخَيْرُ كَثِيْرٌ وَقَلِيْلٌ فَاعِلُهٗ﴾''نیکی کی اقسام تو بہت ہیں مگر کرنے والے کم ہیں۔''

﴿اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ﴾

''اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے''(31)

سوال1:﴿اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ﴾''اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰرُوْنَ اَخِیْ﴾''اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے''سیدنا موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ ہم کو آگے بڑھائیں اس وجہ سے قوت کی درخواست کی تھی۔(تفسیر منیر:8/553)

(2)صلہ رحمی کا ایک طریقہ ہے انسان کی نیکی کا سب سے زیادہ مستحق اس کا رشتہ دار ہوتا ہے، پھر اپنی دعا میں اس مددگار کا تعین کرتے ہوئے فرمایا:یعنی مجھے میرے بھائی کے ذریعے قوت عطا کر،اور میری کمر کو مضبوط کر۔فرمایا:﴿قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''ہم جلد ہی تیرے بھائی کے ذریعے تیرا بازو مضبوط کریں گے۔اور ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے،سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے،ہماری نشانیوں کے ساتھ،تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے،غالب ہونے والے ہیں۔''(القصص:35)(تفسیر سعدی:2/1610)

﴿وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ﴾

''اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے''(32)

سوال1:﴿وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ﴾''اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَشۡرِكۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ﴾"اوراس کومیرے کام میں شریک کردے"یعنی میرے ساتھ انہیں بھی نبوت میں شریک کردیجئے یعنی انہیں بھی رسول اور نبی بنادیں۔(2)یعنی میرے ساتھ اسے بھی فرعون کے پاس بھیجئے۔(جامع البیان:179/16)

(3)سیدنا موسیٰ علیہ السلام مشورے سے کام کرنا چاہتے تھے کیونکہ اس سے کام مؤثر طور پر ہوجاتے ہیں اس لیے اُنہوں نے شرکت ضروری سمجھی۔

(4)تفسیر خازن میں﴿وَاَشۡرِكۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ﴾کے حوالے سے ہے کہ امرِ نبوت میں میرے ساتھ شریک ہوجائے اور رسالت کا کام کرنے کے لیے،اس کی تبلیغ کرنے کے لیے میرے ساتھ مددگار ہوجائے۔

(5)﴿وَاَشۡرِكۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ﴾سے مراد ہے کہ اسے میرے ساتھ رسالت کے کام میں شریک کردیں یہاں تک کہ ہم باہمی تعاون کریں۔

﴿كَیۡ نُسَبِّحَكَ كَثِیۡرًا﴾

"تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح بیان کریں"(33)

سوال1:﴿كَیۡ نُسَبِّحَكَ كَثِیۡرًا﴾"تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح بیان کریں"اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)"تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح بیان کریں"تسبیح کرنے سے ہی مہم کی کامیابی کے لیے ضروری تھا کیونکہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے مضبوط رابطہ جڑتا ہے۔

(2)نبی اور انبیاء کے طریقہ پر کام کرنے والوں کی خلوت وجلوت دونوں ذکر وتسبیح ہوتی ہے۔وہ مسجد میں جو کام کرتے ہیں وہ بھی ذکر وتسبیح ہے اور بازار میں جو کام کرتے ہیں وہ بھی ذکر وتسبیح ہے۔(تفسیر تدبر القرآن:41/5)

(3)موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ تمام عبادات اور دین کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے ساتھ ان کے بھائی کو بھی نبوت عطا کردے،وہ نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر یعنی تسبیح اور عبادات کی دیگر انواع میں اضافہ ہوگا۔(تفسیر سعدی:1610/2)

(4)تسبیح کرنا ہی مہم کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے مضبوط رابطہ جڑتا ہے۔

﴿وَّنَذۡكُرَكَ كَثِیۡرًا﴾

"اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں"(34)

سوال1:﴿وَّنَذۡكُرَكَ كَثِیۡرًا﴾"اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں"اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)"اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں"ذکر کثیر بھی تسبیح کثیر کی طرح مہم کی کامیابی کے لیے ضروری تھا۔اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان کے دل کو مطمئن رکھتا ہے۔رب سے تعلق کو جوڑے رکھتا ہے۔انسان مایوس نہیں ہوتا۔

(2)دو آدمی مل کر تبلیغ ودعوت کا کام قدرتاً زیادہ قوت کے ساتھ کرسکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی غرض اس وزارت سے محض

دینی امور میں تقویت اور مصالح دعوت وتبلیغ کی تحصیل وتکمیل تھی۔(تفسیر ماجدی:233/3)

(3) مسلسل رابطے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تسبیح اور ذکر کثیر کا حکم دیا۔

سوال 2: انسان کثرت سے ذکر کرنے والا کب ہوتا ہے؟

جواب: انسان کثرت سے ذکر کرنے والا نہیں ہوتا جب تک کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرتا رہے۔(السراج المنیر :1158/2)

﴿اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا﴾

''یقیناً تو ہی ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا ہے''(35)

سوال 1: ﴿اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا﴾ ''یقیناً تو ہی ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب :(1) ''یقیناً تو ہی ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے طویل سوال کئے تھے۔اپنی کمزوری کے ساتھ ضروریات کو سامنے رکھا اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی۔ مسلسل رابطے کے لیے تسبیح کثیر اور ذکر کثیر کا ذکر کیا اور اس طرح یہ واضح کیا کہ کمزور ہوں تو دیکھتا ہے تجھے سب معلوم ہے۔(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے توسل الی اللہ تعالیٰ ہے۔(اسرار التفاسیر:885)

(3) جو کچھ وہ اپنے رب سے طلب کر رہے تھے۔ان کے دل کو یقین تھا کہ میرا رب دیکھتا ہے۔وہ میرے حالات کو جانتا ہے۔

(4) ﴿بَصِيْرًا﴾ یعنی ہمارے حال کو ہم سے زیادہ جاننے والا ہے۔

(5) اے اللہ! تو ہمارے حال، ہماری کمزوری اور ہمارے عجز کو جانتا ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم ہر معاملے میں تیرے محتاج ہیں، تو ہمیں ہم سے زیادہ دیکھتا ہے اور ہم پر ہم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔پس ہم نے تجھ سے جو سوال کیا ہے وہ ہمیں عطا کر کے ہمیں ممنون فرما اور ہماری دعا قبول فرما۔(تفسیر سعدی:1610،1611/2)

﴿قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً جو تم نے مانگا تجھے دے دیا گیا اے موسیٰ!''(36)

سوال 1: ﴿قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً جو تم نے مانگا تجھے دے دیا گیا اے موسیٰ!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب :(1) ﴿قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً جو تم نے مانگا تجھے دے دیا گیا اے موسیٰ!'' اللہ تعالیٰ نے نام لے کر مطالبہ منظور کر لیا۔کافی دیر تک یہ تجلی کا سلسلہ قائم رہا۔ساری درخواستیں قبول ہو گئیں۔

(2) یعنی اے موسیٰ جو آپ نے مانگا یعنی شرح صدر، معاملے کی آسانی، زبان کی گرہ کا کھولنا تمھاری بات کا قابلِ فہم ہونا، ہارون کے ذریعے

تمہارے ہاتھ مضبوط کرنا۔ ہم نے آپ کو سب کچھ عطا کر دیا۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس وقت موسیٰ کو نبی بنایا گیا اسی وقت ہارون کو بھی نبی بنا دیا۔ (السراج المنیر: 158/2)

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا سوال کس امر پر دلالت کرتا ہے؟

جواب: (1) موسیٰ علیہ السلام کا سوال اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل تھی، آپ کمال درجے کے ذہین وفطین تھے اور تمام معاملات کی کامل معرفت رکھتے تھے اور کامل خیر خواہی سے بہرہ ور تھے، نیز یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا اور مخلوق کی راہ نمائی کرنے والا۔ خاص طور پر جب اس داعی کے مخاطب اہل عناد، متکبر اور سرکش لوگ ہوں۔ کشادہ دلی، اذیتوں پر بردباری اور فصاحت زبان، جس کے ذریعے سے وہ اپنے مقاصد اور ارادوں کی تعبیر پر قادر ہو، محتاج ہوتا ہے بلکہ اس مقام پر فائز شخص کے لئے فصاحت و بلاغت نہایت ضروری ملکہ ہے کیونکہ اسے کثرت سے بحث وتکرار کی ضرورت پیش آتی ہے، علاوہ ازیں یہ بھی اس کی ضرورت ہے کہ وہ حتی المقدور حق کو خوب صورت اور مزین کر کے پیش کرے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو اور باطل کی قباحت وشناعت کو اجاگر کرے تاکہ لوگ اس سے متنفر ہوں۔

(2) داعی حق اس بات کا بھی محتاج ہے کہ اس کے معاملے میں آسانی پیدا ہو اور وہ اس کے لئے درست طریق کار اختیار کرے۔ حکمت، اچھی نصیحت اور بہترین طریق گفتگو کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دے اور لوگوں کے ساتھ ان کے حسب حال معاملہ کرے اور ان سب باتوں کی تکمیل یہ ہے کہ جو شخص یہ وصف رکھتا ہو اس کے کچھ اعوان ومددگار ہوں جو اس کے مقصد کے حصول میں اس کی مدد کریں کیونکہ جب آوازیں زیادہ ہوں گی تو وہ زیادہ اثر انداز ہوں گی، اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے ان امور کا سوال کیا تھا جو انہیں عطا کر دیئے گئے۔

(3) اگر آپ انبیاء کی حالت پر غور کریں گے، جن کو مخلوق کی طرف بھیجا گیا، تو ان کے احوال کے مطابق ان کو اسی حال میں پائیں گے۔ خاص طور پر افضل الانبیاء خاتم المرسلین جناب محمد ﷺ کو، جو ہر صفت کمال میں بلند ترین درجے پر فائز تھے۔ آپ ﷺ کو جس طرح شرح صدر، تیسیر امر، فصاحت زبان، حسن تعبیر وبیان اور حق کی راہ میں اعوان وانصار یعنی صحابہ وتابعین اور ان کے بعد آنے والوں سے نوازا گیا، دوسرے انبیاء کو یہ خوبیاں اس انداز سے میسر نہیں آئیں۔ (تفسیر سعدی: 1611،1612/2)

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ایک بار اور تم پر احسان کیا'' (37)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ایک بار اور تم پر احسان کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ایک بار اور تم پر احسان کیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر انعامات وعنایات حق اس وقت مبذول ہوئیں کہ شرف ہم کلامی سے نوازا گیا، نبوت ورسالت عطا ہوئی، خاص معجزات عطا ہوئے اس کے ساتھ یہاں حق تعالیٰ

اپنی وہ نعمتیں بھی ان کو یاد دلاتے ہیں جو شروع پیدائش سے لے کر اس وقت تک، زندگی کے ہر دور میں آپ پر مبذول ہوتی رہیں اور مسلسل آزمائشوں اور جان کے خطروں کے درمیان قدرت حق نے کن حیرت انگیز طریقوں سے ان کی حفاظت فرمائی۔ (تفسیر معارف القرآن:82/6)

(2) اللہ تعالیٰ نے فرعونیت کی دستبرد سے بچا کر زندہ رکھنے کے احسان کا ذکر کیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے بچپن میں کیے جانے والے احسان کا ذکر کیا ہے۔

(4) یعنی وہ احسان جو ہم نے تیری ماں پر وحی کر کے تجھ پر کیا تھا جب کہ فرعون بچوں کے درپے تھا۔ اس وقت تیری زندگی کے لیے ہم نے کیسے تیری ماں کے دل میں ڈالا کہ آپ تابوت بناؤ، آپ اس میں موسیٰ کو رکھو، تابوت ایسا ہونا چاہیے، دریا میں بہا دو پھر اس کی بہن کو ساتھ ساتھ بھیج دو۔ (جامع البیان:180/16)

﴿اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى﴾

''جب ہم نے تمہاری ماں کی جانب وحی کی جو بھی وحی کی جاتی ہے'' (38)

سوال 1: ﴿اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى﴾ ''جب ہم نے تمہاری ماں کی جانب وحی کی جو بھی وحی کی جاتی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب (1): ﴿اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى﴾ ''جب ہم نے تمہاری ماں کی جانب وحی کی جو بھی وحی کی جاتی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اُم موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بچے کو فرعون کی دستبرد سے بچانے کے لیے بات ڈال دی تھی۔

(2) نیند کی حالت میں ان کے دل کے اندر یہ بات راسخ ہو گئی تھی۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اسی طرح کی وحی کی گئی تھی جیسے نبیوں کی طرف وحی کی جاتی ہے واللہ اعلم! (الجامع الاحکام القرآن القرطبی:95/6)

﴿اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْٓ﴾

''یہ کہ تو اسے صندوق میں ڈال، پھر اس کو دریا میں پھینک دو، پھر لازم ہے کہ دریا اس کو کنارے پر ڈال دے اور اسے ایک شخص اُٹھا لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے اور میں نے اپنی طرف سے تم پر ایک محبت ڈال دی اور تاکہ تم میرے سامنے پرورش کیے جاؤ'' (39)

سوال 1: ﴿اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ﴾ ''یہ کہ تو اسے صندوق میں ڈال، پھر اس کو دریا میں پھینک دو، پھر لازم ہے کہ دریا اس کو کنارے پر ڈال دے اور اسے ایک شخص

اُٹھالے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ﴾ "یہ کہ تو اسے صندوق میں ڈال" اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف الہام کیا تھا کہ موسیٰ کو صندوق میں ڈال دو۔ کیونکہ اس فرعون نے بچوں کو ذبح کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے انہیں چھپا کر صندوق میں رکھ دیا کیونکہ انہیں موسیٰ کے بارے میں سخت خوف لاحق تھا۔

(2)﴿فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ﴾ "پھر اس کو دریا میں پھینک دو" اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ بچے کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دو تو ام موسیٰ نے انہیں دریا میں ڈال دیا۔

(3)﴿فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ﴾ "دریا اس کو کنارے پر ڈال دے" پانی میں شعور نہیں ہے دماغ نہیں ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کرتا ہے۔ اسے کس نے بتایا کہ صندوق کو بہا کے عین فرعون کے محل کے دروازے کے سامنے لے کر جانا ہے۔ آپ پانی کے شعور کو دیکھیں۔ اس میں سوئی ڈالیں ڈوب جائے گی، پورا جہاز نہیں ڈوبے گا۔ پانی کو کس نے بتا دیا کہ سوئی کو ڈبونا ہے اور ہمیشہ ہی ڈبونا ہے اور پورے کا پورا جہاز تیرتا چلا جائے کبھی تو پانی بھول جائے۔ پانی اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے وہی کرتا ہے جو رب چاہتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا تھا کہ صندوق کو ساحل پر یعنی کنارے پر ڈال دے۔

(5)﴿يَّاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ﴾ "اور اسے ایک شخص اُٹھالے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے" اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں لکھ رکھا تھا اور ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا کہ صندوق کو اللہ تعالیٰ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا دشمن پکڑ لے۔

(7)﴿عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ﴾ "جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے" میں نے چاہا تھا کہ تجھے میں وہاں لے جاؤں جہاں پر تیرا اور میرا مشترکہ دشمن رہتا ہے پھر میں دیکھوں کہ وہ دشمن تیری طرف کیسے دیکھتا ہے وہ جو تیرے قتل کے درپے ہے میں نے اس ہی کے ہاتھوں میں تجھے پکڑا دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کیے جانے والے دوسرے احسان کا ذکر کیا ہے۔

(8) فرعون نے محل کے باہر تیرتے ہوئے تابوت کو دیکھا تو اُسے باہر نکال لیا اُس میں ایک معصوم بچہ تھا جسے اپنی بیوی کی فرمائش پر پرورش کے لیے رکھ لیا۔ (9) اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ موسیٰ کی پرورش اور تربیت فرعون کے ہاتھوں ہو۔

(10) فرعون کی زندگی کا عجیب واقعہ ہے۔ اس کی اولاد نہیں تھی بچے کو دیکھ کر دل نرم ہو گیا، اسے گھر لے آیا اور بیوی کی فرمائش پر رکھ بھی لیا۔ ایسے موقع پر خاص طور پہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہ نہیں دیکھا کہ کیوں دیا ہے۔ انسان کی سوچ یہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتی۔ اب دشمن کے ہاتھوں میں ایسا بچہ پہنچ گیا جس نے مستقبل میں نبوت کا کام کرنا تھا لیکن انتظام ایسا کیا جس کا کوئی توڑ ہی نہیں۔ دنیا میں جو بھی انتظامات کیے جاتے ہیں ان کا کوئی نہ کوئی حل نکل آتا ہے، مثلاً VIPs یا جو صدر وغیرہ کے پیچھے ایسے محافظ کھڑے ہوتے ہیں کہ جیسے ہی کوئی خطرے کی بات ہو وہ بٹن دباتے ہیں تو وہ شخص ایسے حصار میں آجاتا ہے وہاں گولی بھی اثر نہیں کرتی۔ اب خیمہ کسی پر تان دیا جائے، کسی کے آگے کوئی آڑ رکھ دی جائے تو اس کو ہٹایا جا سکتا ہے لیکن یہ جو محبت کا پردہ ہے اس کا کیا کریں!

سوال 2:﴿وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ﴾ ''اور میں نے اپنی طرف سے تم پر ایک محبت ڈال دی اور تا کہ تم میرے سامنے پرورش کیے جاؤ'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ﴾ ''اور میں نے اپنی طرف سے تم پر ایک محبت ڈال دی'' اللہ تعالیٰ نے کمزور بچے پر محبت کو ڈھال بنا دیا۔ کوئی نظر اس پر بُرائی سے پڑ ہی نہیں سکتی۔ وہ اپنا دفاع نہیں کر سکتا لیکن محبت اس کا دفاع کر رہی ہے۔ محبت کی یہ چادر ہر خطرے سے بچاتی چلی جا رہی ہے۔

(2) یہ محبت اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی محافظ تھی۔﴿فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ(۸) وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ(۹)﴾ ''اُسے فرعون کے گھر والوں نے اُٹھایا تا کہ وہ اُن کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو۔ یقیناً فرعون اور ہامان اور اُن دونوں کے لشکر خطا کار تھے۔ اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ میرے لیے اور تمہارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تم اُسے قتل نہ کرو، اُمید ہے کہ وہ ہمیں نفع دے یا ہم اُسے بیٹا ہی بنا لیں اور وہ سمجھتے نہیں تھے۔'' (القصص:8,9)

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام حصار میں ہیں کہ جو نظر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف اٹھتی ہے تو وہ محبت سے بھرپور واپس جاتی ہے۔ یہ ایسی محبت ہے کہ ہر دل محبت سے بھر جاتا ہے۔ دشمنی کہاں گئی؟ اس بچے کو ہی تو قتل کروانا تھا۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے! بھلا رب کا بھی کوئی مقابلہ کر سکتا ہے؟ کبھی آپ نے غور کیا کہ ننھا بچہ خود اپنا دفاع نہیں کر سکتا، یہ فرعون کا مقابلہ کرنے کون آیا ہے؟ بادشاہوں کے لشکر کے لشکر مقابلے کے لیے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے کے لیے جس نے کہا تھا﴿انا ربکم الاعلیٰ﴾ ''میں تمہارا بڑا رب ہوں'' ننھا بچہ، ننھا لشکر لا کر کھڑا کر دیا، جو اپنے پاؤں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ اب مقابلہ جاری ہے محبت کا اور دشمنی کا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کیسا ہتھیار دیا ہے۔ اس واقعے کو اس نظر سے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا دشمن چاہتا ہے کہ کوئی اللہ کا نام لیوا نہ ہو۔ اس نے بنی اسرائیل کی اولادیں ختم کرا دیں کہ کوئی ایسا ان میں پیدا نہ ہو جائے، جو میری بادشاہی کو چیلنج کرے اور اب بہت خوش اور مطمئن ہے کہ کوئی چیلنج کرنے والا پیدا نہیں ہونے دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار دیکھیں دو طرح کی فوجیں ہیں۔ ایسی فوجیں کبھی نہیں دیکھیں جو تابوت میں آئی ہوں اور ان کو خوشی خوشی وصول کیا گیا ہو۔ اور اکیلے ہی آئے ہیں۔ ایک یہ ننھے موسیٰ علیہ السلام اور پھر بڑے موسیٰ علیہ السلام۔ ابھی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جاؤ فرعون کے پاس تو یہ دوسری بار جانا ہے۔ پہلی بار تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی بھیج دیا۔ فوراً پھر تیار ہو گئے ہیں کہ ٹھیک ہے میں جاؤں گا ضرور لیکن آپ میرا سینہ کھول دیں۔ میری زبان کی گرہ کو کھول دیں۔ اور اب جب مشن پر جانے کے لیے تیار ہیں تو کہتے ہیں کہ میرے ساتھ کسی کو بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جب میں نے تمہیں پہلے بھیجا تھا تو اپنی محبت کی چھاؤں میں بھیجا تھا، اپنی محبت کی چادر تم پر ڈال دی اور کوئی نظر تمہیں برائی سے دیکھ ہی نہیں سکی۔ مقابلہ کتنا زبردست ہے۔ کسی کو پتہ ہی نہیں کہ میرے ساتھ کیا بن گئی ہے۔

(4)اہل تاویل نے محبت کے معنوں میں اختلاف کیا ہے: کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو بندوں کا محبوب بنا دیا تھا۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ محبت ان پر ڈال دی۔ پھر انہیں سیدہ آسیہ نے جو فرعون کی بیوی تھیں، اپنا بیٹا بنالیا۔ پھر ان کی پرورش کی، ان کی تربیت کی اور پھر فرعون کی طرف اللہ تعالیٰ نے انہیں لوٹا دیا۔ دیکھیں محبت کی چادر اوڑھا کر اللہ تعالیٰ دشمنوں کے گھر میں پالتے ہیں کہ اب کسی اور گھر میں نہیں اسی گھر میں تمہاری پرورش ہوگی۔

(5)ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے محبت کی تھی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مخلوق کے لیے محبوب بنالیا تھا۔ (تفسیر قرطبی)

(6)اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نظروں میں پالا حالانکہ دن رات فرعون کی نظریں سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر پڑتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے، فرعون اور آل فرعون کی نظروں میں بھی پالا، اللہ تعالیٰ نے دشمن کی آنکھ کا تارا بنا کر، بری نظر سے بچا کر پالا تھا۔ فرعون کی نظر بظاہر تو اپنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسی نظر کے ذریعے کیسا کام لے رہے ہیں کہ وہ جب دیکھے اللہ تعالیٰ کی نظر سے ہی دیکھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے محبت کرتے تھے ایسے ہی فرعون کے دل میں بھی محبت ڈال دی۔ اس لیے ان کی زندگی میں جو چیز تھی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔

(7)﴿وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ﴾ ''اور تا کہ تم میرے سامنے پرورش کیے جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے فرعون کی نظروں کے سامنے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پالا اس کے دونوں ہاتھوں میں، دشمن کی آنکھوں کا تارا بنا کر، اُس کی بُری نظر سے بچا کر پالا کیونکہ اس کی نظر پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے۔

(8)سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس جو کچھ بھی تھا کچھ بھی دنیا کی طرف سے نہیں تھا، دنیا تو انہیں قتل کر دینا چاہتی تھی۔ ان کی پرورش بھی، تربیت بھی، حفاظت بھی، مشن بھی، کچھ بھی دنیا کی طرف سے نہیں تھا، نہ دنیا کے لیے تھا۔

(9)تفسیر مراغی میں ہے: جیسے چرواہا بکریوں کو اپنی نظر میں رکھتا ہے اسی طرح سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نظر میں رکھا۔

(10)جیسے کوئی تخلیق کرنے والا کسی چیز کو تخلیق کرتا ہے، جیسے کوئی چیز Paint کی جا رہی ہو تو نظروں کے سامنے Paint ہوتی ہے، Cooking ہو رہی ہو تو اپنی نظروں کے سامنے ہو رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح سے جیسے کوئی چیز Factory میں بن رہی ہو تو اپنے سامنے بن رہی ہے تو اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہیں کہ دیکھو تمہیں تو ہم نے اپنی نظروں میں پالا تھا، تم پر اپنی محبت کی چادر اوڑھائی تھی۔

(11)سیدنا موسیٰ علیہ السلام جہاں بھی پل رہے تھے، جہاں کہیں جو کچھ کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کی نظروں میں تھے۔ مستقبل کا مشن تھا جو سیدہ آسیہ کے پاس، فرعون کے پاس آیا تھا، جب پل بڑھ کر جوان ہوئے تو یہی مشن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مدین پہنچا دیا۔ تب بھی اللہ تعالیٰ کی نظروں میں تھے اور اب واپس آ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نظروں میں پال کر اپنے مشن کے لیے تیار کیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کو اپنی نظروں میں کیوں پالا تھا؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نظروں میں اپنا بنانے کے لیے پالا تھا، اپنی نظروں میں دعوت دینے کے لیے پالا تھا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کو اپنی نظروں میں اس لیے پالا تھا تا کہ ان کے نفس میں ان کا کوئی حصہ نہ رہے۔ نہ اپنا حصہ رہے نہ کسی اور کا۔

جب سب کچھ رب کی طرف سے تھا تو وہ رب کے مشن کے لیے تھے۔

﴿اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى﴾

''جب تمہاری بہن چل رہی تھی، چنانچہ وہ کہنے لگی کہ کیا میں تمہاری راہ نمائی کروں جو اس کی اچھی طرح پرورش کرے گی؟ پس ہم نے تمہیں تمہاری ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کرے اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر ہم نے اس غم سے تمہیں نجات دی اور ہم نے تمہیں مختلف آزمایا، خوب آزمانا، پھر تم کئی سال مدین والوں میں رہے پھر تم اپنے مقررہ وقت پر آئے اے موسیٰ!'' (40)

سوال 1: ﴿اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ﴾ ''جب تمہاری بہن چل رہی تھی، چنانچہ وہ کہنے لگی کہ کیا میں تمہاری راہ نمائی کروں جو اس کی اچھی طرح پرورش کرے گی؟ پس ہم نے تمہیں تمہاری ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کرے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ﴾ ''جب تمہاری بہن چل رہی تھی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں ایک اور کردار ہے۔ حفاظت کا ایک خوبصورت انداز رب العزت نے اس منظر میں سیدنا موسیٰ کی بہن کو دکھایا ہے۔ جب کہ ان کی بہن چل رہی تھی۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات بھی ڈالی گئی کہ تابوت کی نگرانی بہن کرتی رہے۔ اس لیے ماں نے بیٹی سے کہا، ذرا دیکھتی رہنا یہ کہاں جا کر کنارے سے لگتا ہے۔ بہن چلتی رہی اور پتہ چلا فرعون کے محل کے کنارے۔ بہن کے دل کا کیا حال ہوا ہوگا کہ جہاں سے بچانے کے لیے تابوت میں ڈالا تھا وہیں پہنچ گیا۔ لیکن دس بارہ سال کی بہن بالکل Worried نہیں ہے پر اعتماد ہے آگے محل میں جا پہنچتی ہے۔ محل میں آمد و رفت لگی ہے۔ دودھ پلانے والی عورتیں لائی جا رہی ہیں کہ بچے کو میں دودھ پلا دوں، میں پلا دوں۔ کہاں تو جان کے لالے تھے اور کہاں بادشاہ نے بیٹے کو Adopt کر لیا ہے اور اس کے لیے ہر ایک خدمت دینے کو تیار ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بہن بھی پہنچ گئیں۔

(3) ﴿هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗ﴾ ''چنانچہ وہ کہنے لگی کہ کیا میں تمہاری راہ نمائی کروں جو اس کی اچھی طرح پرورش کرے گی؟'' فرعون کے کارندے دودھ پلانے والیوں کو ایک ایک کر کے بچے کے پاس لائے مگر اس نے کسی کی چھاتی کو قبول نہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن آئی اور فرعون اور اس کے کارندوں سے کہنے لگی۔ کیا میں تمہاری راہ نمائی کروں جو اس کی اچھی طرح پرورش کرے

گی؟(تفسیر سعدی:2/1613,1614)(4)ماحول ایسا تھا کہ ہر ایک پریشان تھا۔

(5)﴿فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ﴾''پس ہم نے تمہیں تمہاری ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کرے''موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے پاس پہنچ گئے(i)سیدنا موسیٰ خوب صورت تھے ہر عورت کا دل چاہتا تھا اسے بیٹا بنالے۔(ii) پھر جب شاہی محل میں رکھا گیا تو دائیاں تلاش کی گئیں لیکن رب العزت نے ان کا دودھ حرام کر رکھا تھا جیسا کہ فرمایا:اور ہم نے پہلے ہی اُس پر دودھ پلانے والیوں کو حرام کر رکھا تھا۔(iii)اتنے میں موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے آ کر کہا:﴿فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ﴾''تو لڑکی نے کہا کہ کیا میں ایسے گھر والوں پر تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اُس کے لیے خیر خواہ ہوں۔''(القصص:12)(iv)محل میں یہ ہنگامہ صرف اس لئے برپا تھا کہ اس فیصلے تک پہنچائے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بہن بچے کو گود میں لے کر ماں کے پاس چلی جائیں۔(v)ماحول میں سب پریشان تھے،کہ بچے نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔فرعون کے محل میں جہاں کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں تھی ننھے موسیٰ نے شور کیا ہوا تھا چیخ چیخ کے حال خراب ہے اور ہر چیخ کے ساتھ سب لوگوں کی یہ خواہش ہے کسی طرح کوئی انتظام ہو جائے۔ٹیلی فون تو اس دور میں تھا نہیں لیکن خادم بہت تھے۔پورے علاقے میں لوگ پہنچ گئے ہوں گے کہ بادشاہ کے بیٹے کو کون دودھ پلا سکتا ہے اور اسی کے نتیجے میں خواتین اکٹھی ہوئیں تھی محل میں اور موسیٰ کسی عورت کو توجہ ہی نہیں دے رہے تھے بس مٹھیاں بند کر کے چیخے ہی جا رہے تھے جیسے بچوں کی عادت ہوتی ہے جب انہوں نے کوئی بات نہیں ماننی ہوتی اب بچے کو کوئی کیا سمجھائے جتنا بھی اسکو چپ کرائیں کچھ سمجھ نہیں آتا۔بالکل حالات فرق ہو جاتے ہیں یہ مقابلہ ہے۔یعنی پہلے ننھے موسیٰ آئے،اللہ تعالیٰ نے محبت کی چادر ڈال دی اب موسیٰ علیہ السلام کی بھوک کا کوئی توڑ ہی نہیں ہے کسی کے پاس۔پھر کیا کیا جائے ایسے میں بچی کی بات دل کو لگ گئی کہ کیا میں آپ کی رہنمائی کروں؟جو اس کی پرورش اچھی طرح سے کر دے یہ سیدنا موسیٰ کی بہن نے محل میں جا کے مشورہ دیا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے بچے کو دشمن سے لے کر اس کی ماں کے حوالے کر دیا۔اب انہوں نے اس کو بیٹا بنا لیا تھا تو وہ کسی قیمت پر اس سے جدا ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی آہ و بکا نے،ان چیخوں نے ماحول پیدا کر دیا۔کتنا وقت لگا ہو گا سیدنا موسیٰ کتنا چیخے ہوں گے کیونکہ ظاہر ہے یہ خبر سارے علاقے تک پہنچی ہو گی اور پھر خواتین کا آنا جانا اور دیکھیں تو سہی مصر کی کیا صورتحال بنی ہو گی پورے مصر میں چرچا ہوا ہو گا۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ماں تک پہنچانے کی وجہ بتائی ہے۔فرمایا:﴿كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا﴾''تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔''بیٹے کی جدائی ماں برداشت نہیں کر پاتی اور ننھے بچے کی،جس کو اپنے ہاتھوں سے دریا برد کر دیا ہو اب صبر کیسے آئے؟اور اس کا غم دور ہو جائے۔اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کتنے عزیز ہیں ایک ماں کے غم کو دور کرنے کے لیے،اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے اس کو دوبارہ ماں کے پاس واپس لے آئے۔

سوال2:﴿وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ﴾''اور تم نے ایک

شخص کو قتل کر دیا پھر ہم نے اس غم سے تمہیں نجات دی اور ہم نے تمہیں مختلف آزمایا، خوب آزمانا، پھر تم کئی سال مدین والوں میں رہے پھر تم اپنے مقررہ وقت پر آئے اے موسیٰ!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَتَلْتَ نَفْسًا﴾ ''اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا'' سیدنا موسیٰ کا واقعہ ایک ایسے موڑ پر آن پہنچا ہے۔ جب وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے جب لوگ غفلت میں تھے انہوں نے دیکھا کہ دو لوگ لڑ رہے ہیں ان میں سے ایک قوم موسیٰ سے تھا اور دوسرا ان کی دشمن قوم قبطی سے تھا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ ۖ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِن شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ ۖ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ﴾ ''اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جب کہ اس کے رہنے والے غفلت میں تھے تو اس نے اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ وہ آپس میں لڑ رہے تھے، یہ اُس کی قوم میں سے اور یہ اُس کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو جو اُس کی قوم میں سے تھا اُس نے موسیٰ سے اُس شخص کے خلاف مدد طلب کی جو اُس کے دشمنوں میں سے تھا، تو موسیٰ نے اُس کو ایک گھونسا مارا پھر اُس کا کام تمام کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا: ''یہ شیطان کے کاموں میں سے ہے یقیناً وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔'' (القصص:15) مقتول قبطی تھا۔

(2)﴿فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ﴾ ''پھر ہم نے اس غم سے تمہیں نجات دی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام غم میں مبتلا تھے ایک تو قتل ہو گیا دوسرے گناہ کی سزا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور رب نے بخش دیا۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نظروں میں پل رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کی تربیت کی تھی اُس لیے اُن کے ضمیر نے ملامت کی کہ گناہ کر دیا ہے۔

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ حکومتی کارندے ان کی تلاش میں ہیں تا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ تو وہ وہاں سے فرار ہو کر مدین پہنچ گئے۔

(5)﴿وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا﴾ ''اور ہم نے تمہیں مختلف آزمایا'' یعنی ہم نے تجھ کو آزمایا اور تجھ کو اپنے تمام احوال میں راست رو پایا، یا ہم تجھ کو مختلف احوال و اطوار میں منتقل کرتے رہے یہاں تک کہ تو اپنے اس مقام کو پہنچ گیا جہاں تجھے پہنچنا تھا۔ (تفسیر سعدی: 2/1613،1614)

(6) مجاہد کہتے ہیں: پھر ہم نے تمہیں غم سے نجات دی۔ (جامع البیان: 16/183)

(7) اس سے مراد یہ ہے کہ قتل کرنے کی وجہ سے جو قلق، پریشانی بے چینی اور روح پہ ایک بوجھ آ جاتا ہے اس سے تمہیں بچا لیا۔

(8) انہیں غم لاحق ہوا تھا سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں پل رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت کی تھی اس لیے ان کے ضمیر نے ملامت کی۔ انہیں احساس ہو گیا کہ گناہ کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کو غم سے بچا لیا اور مصر سے بھی بچا لیا۔ اس ماحول سے نکال کر مدین پہنچا دیا۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو استغفار سکھا دی ہو۔ ''اور ہم نے مختلف آزمائشوں سے تمہیں جانچا'' یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے کبھی خوف ڈال دیا کہ اب موسیٰ علیہ السلام کیا کرتے ہیں۔ قتل کر دینے کا خوف بہت ہی عجیب نوعیت کا ہوتا ہے۔ اہل و عیال سے دوری برداشت کی۔ وطن سے دوری، ملازمت سے مشقت، بھیڑیں چرانے کی آزمائش جب کہ انہوں نے محل میں پرورش پائی تھی۔ تفسیر مراغی میں ہے: سیدنا موسیٰ علیہ السلام

نے ایک کے بعد ایک مشقت اٹھائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اخلاص عطا کیا تھا جس کی وجہ سے وہ کامیاب رہے۔ (تفسیر الرائی:93/6)

(9) اللہ تعالیٰ نے اس دور میں، جب بچے قتل کیے جاتے تھے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل ہونے سے بچالیا۔ ان کی والدہ نے تابوت کے ذریعے سے ان کی حفاظت کی تھی اور کس طرح سے سیدنا موسیٰ نے فرعون کی داڑھی پہ ہاتھ ڈالا تھا اور فرعون غضب ناک ہوگیا تھا اور کس طرح سے قبطی کے قتل کے بعد انہیں مدین جانا پڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر طریقے سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جانچا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کیوں آزمایا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے نبوت کا بڑا کام لینا تھا اس لیے انہیں مشقت میں ڈالنا ضروری تھا۔ اس کے بغیر نبوت کے فرائض انجام نہیں دیے جاسکتے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم نے تمہیں ابتلاء میں آزمائش میں مبتلا کیا۔

(10) ﴿فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ﴾ ''پھر تم کئی سال مدین والوں میں رہے۔'' یعنی جب تمہارے قتل کے منصوبے بنے اور تم مدین آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے خفیہ طریقے سے نکال کر مدین پہنچادیا۔ سیدنا موسیٰ مدین میں تقریباً آٹھ یا دس برس تک ٹھہرے۔

(11) اللہ رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے: ﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (٢٢) وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۙ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۭ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (٢٣) فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (٢٤) فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۡ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (٢٥) قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ (٢٦) قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (٢٧)﴾ ''اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رُخ کیا، اُس نے کہا: ''اُمید ہے کہ میرا رب سیدھی راہ کی طرف میری راہ نمائی کرے گا۔'' اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اُس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے تھے اور اُن سے الگ دو عورتوں کو پایا جو اپنے (جانوروں) روک رہی تھیں موسیٰ نے کہا: ''تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہم پانی نہیں پلاتیں یہاں تک کہ چرواہے پلا کر واپس لے جائیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔'' چنانچہ اُس نے اُن دونوں کے (جانوروں کو) پانی پلا دیا، پھر وہ پلٹ کر سائے کی طرف چلا گیا تو اُس نے کہا: ''اے میرے رب جو بھلائی بھی آپ مجھ پر نازل کر دیں، یقیناً میں محتاج ہوں۔'' تو اُن دونوں میں سے ایک انتہائی شرم وحیا کے ساتھ چل کر اُس کے پاس آئی، اُس نے کہا: ''یقیناً میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لیے جو پانی پلایا اُس کا آپ کو بدلہ دیں۔'' تو جب وہ اُس کے پاس آیا اور اُس سے سارا حال بیان کیا، اُس نے کہا: ''ڈر و نہیں تم نے ظالم قوم سے نجات پائی ہے۔'' اُن دونوں میں سے ایک نے کہا: ''اے میرے ابا جان! اسے اُجرت پر رکھ لیں۔ یقیناً بہترین آدمی جسے آپ اجرت پر رکھیں

مضبوط، امانت دار ہی ہے۔'' اُس نے کہا: ''یقیناً میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری مزدوری کرو، پھر اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری طرف سے احسان ہے اور میں تم پر مشقت کا ارادہ نہیں رکھتا، تم انشاء اللہ جلد ہی مجھے نیک لوگوں میں سے پاؤ گے۔'' (القصص:27_22)

(12) ﴿ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى﴾ ''پھر تم اپنے مقررہ وقت پر آئے اے موسیٰ!'' مقررہ وقت پر طور کی دائیں جانب آئے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ وقت اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں مقرر تھا۔ سیدنا موسیٰ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

(13) دس سالہ مدت گزر جانے کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر والوں کو لے کر مصر روانہ ہوئے، پھر انہوں نے آگ دیکھی، عصا اژدھا بنا، ہاتھ چاند کی طرح روشن ہوا۔

(14) یعنی تو اس مقام پر اتفاقاً، بغیر قصد و ارادہ اور بغیر ہماری تدبیر کے نہیں پہنچا بلکہ ہمارے لطف و کرم اور اندازے سے یہاں پہنچا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1613،1614)

﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ﴾

''اور میں نے تمہیں خاص طور پر اپنے لئے بنایا ہے'' (41)

سوال 1: ﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ﴾ ''اور میں نے تمہیں خاص طور پر اپنے لئے بنایا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ﴾ ''اور میں نے تمہیں خاص طور پر اپنے لئے بنایا ہے'' یعنی اے موسیٰ! آپ پر اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت ہے۔ آپ کو میں نے خاص توجہ دی ہے۔ خاص تربیت کی ہے تاکہ آپ میرے محبوب بندے بن جاؤ۔ بندوں میں سے بھی جب کوئی کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ چاہتا کہ وہ شخص بلند مقام تک پہنچ جائے تو وہ اسے اس مقام تک پہنچانے کے لئے انتہائی کوشش کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں رب کریم جسے اپنا بنالے جسے اپنے لئے چن لے کیا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ رب اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟

سوال 2: اللہ تعالیٰ کسے اپنے کام کا بنا لیتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اُوپر اُٹھ جانے والے کو اپنے کام کا بنا لیتے ہیں۔ جو لوگ خواہشات کی محبت میں مبتلا رہتے ہیں وہ کسی بھی کام کے نہیں ہوتے۔ جو ذات کی محبت میں ہوتے ہیں، خواہشات کی محبت میں مبتلا رہتے ہیں جنہیں اپنی مٹی سے محبت ہے۔ مٹی سے بنے انسانوں کی محبت زیادہ حاوی ہے، جن کے لیے ان کا بزنس ان کا گھر زیادہ اہم ہوتا ہے۔ وہ مٹی سے چمٹنے والے لوگ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے کام کے نہیں ہوتے۔ جو اپنی ذات سے اوپر اٹھ کر دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کام کا بنا لیتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ اُسے اپنے کام کا بنا لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حاضری کا شعور رکھتا ہو۔

(3) جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جینا اور اللہ تعالیٰ کی خوشی کی خاطر مرجانا چاہتا ہو۔ (4) جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لے۔

(5) جو اپنی زندگی، اپنی عبادت، اپنی قربانی اللہ تعالیٰ کے نام کر دے۔ (6) جو اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہنا چاہے۔

(7) جو اللہ تعالیٰ کے زمین پر اصلاحی پروگرام کو سمجھ کر اُس میں شامل ہونا چاہے۔

(8) جو اپنی ذات میں، اپنے اہل وعیال، اپنے رشتہ داروں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا حصہ لگائے۔

(9) جو جہاد کا حق ادا کریں اور وہ اللہ تعالیٰ کے مشن کو ایسے قبول کر لیں جیسے مشن کو قبول کیا جاتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کو اپنے کس کام کا بنا لیا تھا؟

جواب: (1) البحر المحیط میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دین کی تبلیغ کے لیے چن لیا تھا کہ آپ لوگوں کو ایسے دین کی دعوت دیں جس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی دعوت نہ دی جاتی ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بنا لیا تھا، اپنی ذات کے لیے مختص کر لیا تھا۔ اپنے ذکر کے کام کا بنا لیا تھا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنا پیغام پہنچانے کے مشن پر فائز کیا یوں انہیں اپنی دعوت کے کام کا بنا لیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے کام کا کس طرح سے بنا لیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ مشکل حالات میں رکھ کر اپنے کام کا بناتے ہیں۔ رکوع اور سجدوں کے مواقع دے کر، اپنی عبادت کی لذت دے کر اپنے کام کا بناتے ہیں، بھلائی کے کام کروا کر اپنے کام کا بناتے ہیں، انا پرستی نکال کر تواضع ڈال کر اپنے کام کا بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عبودیت کے آخری مرحلے میں پہنچا کر اپنے کام کا بنا لیتے ہیں۔

﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ﴾

''تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا'' (42)

سوال 1: ﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ﴾ ''تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ﴾ ''تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کو اپنے کام کے لئے چن لیا، انتخاب کر لیا، انہیں اپنے کام کا بنا لیا اب انہیں کام پر بھیجا ہے کہ مشن پر جاؤ۔

(2) ﴿بِاٰيٰتِيْ﴾ ''میری نشانیوں کے ساتھ'' یعنی میرے دلائل کے ساتھ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے میرا پیغام پہنچاؤ۔ (جامع البیان: 188/16) یہ ہے وہ مشن جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ اور سیدنا ھارون کو بھیجا تھا، بات ہے مشن پہ روانگی کی وہ مشن جو خصوصی طور پہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے سپرد کیا اور عمومی طور پہ امت مسلمہ کو خاص طور پہ اس کا حامی بنایا۔ یعنی تمام امتوں میں سے یہ امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ وہ انسانوں

تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دے۔ مشن پر روانگی سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ کیسے میں نے تمہیں اپنے کام کا بنالیا تھا۔ تین چیزیں اس وقت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں کام کا بنانے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (i) کہ تم پہ اپنی طرف سے محبت ڈال دی تھی۔ (ii) اور تاکہ تو میرے سامنے میری نگاہوں میں پلے اور میری نظروں میں پروان چڑھے۔ (iii) اور میں نے تمہیں اپنے کام کا بنالیا ہے۔

(3) یعنی تم پر اپنی محبت ڈال دی۔ میں نے تمہیں اپنی نظروں میں پالا اور اب میری نظروں میں رہتے رہتے تم اس قابل ہو گئے ہو کہ میں تمہیں مشن پر بھیج دوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي﴾ تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کے حوالے سے یہاں یہ واضح کیا کہ طور پہ جب ان کو نبوت عطاء کی گئی تب اللہ تعالیٰ نے انہیں مشن پہ بھیجنا چاہا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ آپ ھارون کو بھی میرے ساتھ مددگار کے طور پہ بھیج دیں۔ اب یہاں درخواست قبول کر لی گئی پھر فرمایا: جاؤ تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ۔

(4) ﴿وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي﴾ ''اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا'' یعنی میرا ذکر ہمیشہ کرتے رہو اور اس کو دائمی طور پر قائم رکھتے ہوئے کسی سستی کا شکار نہ ہو، میرے ذکر کو لازم بناؤ جیسا کہ تم دونوں نے ان الفاظ میں وعدہ کیا ہے۔ ﴿كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾﴾ ''تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح بیان کریں۔ اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں۔'' (سورہ طٰہٰ: 33,34) اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر تمام معاملات میں مدد معونت فراہم کر کے ان کو سہل بناتا ہے اور ان معاملات کے بوجھ میں تخفیف کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1614,1615)

(5) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی جو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ ﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔'' (آل عمران: 191)

(6) رب العزت نے دشمن سے ملاقات کے موقع پر بھی ذکر کا حکم دیا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مدمقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔'' (الانفال: 45)

(7) جب ایک مؤمن کا مشاہدہ، اس کی زندگی کا ہر واقعہ اس کے ایمانی شعور کو بیدار کرنے والا بن جائے تو یہ اس کے لیے ایسا سرمایہ بن جاتا ہے جو اُس کی یادوں کا حصہ بن جاتا ہے یہی ایمان کی غذا بن جاتا ہے۔ یہی یادیں انسان کو رب سے جوڑے رکھتی ہیں پھر انسان جس چیز پر نظر ڈالتا ہے نظر رب کی یاد لے کر آتی ہے زبان کھلتی ہے تو اُس سے یہ یاد آواز کی صورت میں باہر آتی ہے اُس کے کان سنتے ہیں تو سماعتیں اُسے رب سے جوڑ دیتی ہیں اور اُس کے یادوں بھرے دل سے سماعت، بصارت، کلام اور اعضاء کا عمل مربوط ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ سراپا یادِ

الٰہی بن جاتا ہے جیسے غالب نے کہا۔ غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست اور جیسے کسی نے کہا:

گفتگو کسی سے ہو تیرا دھیان رہتا ہے ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے سلسلہ تکلم کا

سوال 2: قرآن مجید میں ذکر کی ترغیب کے لئے کیا اسلوب اختیار کیے گئے ہیں؟

جواب: (1) قرآن مجید میں ذکر کی ترغیب وتحریص کے لئے اور بھی اسلوب اختیار کئے گئے ہیں۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کو بھول جانا ہی اللہ تعالیٰ کے نظر انداز کرنے کا باعث ہے فرمایا: ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ ''وہ بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے بھی انہیں بھلا دیا۔'' (التوبہ:67)

(2) دلوں کو طمانیت وتسکین، ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے فرمایا: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ ''سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل سکون پاتے ہیں۔'' (الرعد:28)

(3) ذکر سے غافل لوگ اطاعت کے لائق نہیں فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ ''آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکہف:28)

(4) ذکر سے غفلت سے انسان شیطان کا رفیق بن جاتا ہے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔'' (الزخرف:36)

(5) جو انسان ذکر سے اعراض کرتا ہے وہ دنیاوی زندگی پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا: ﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝﴾ ''چنانچہ اس سے منہ پھیر لو جو ہماری نصیحت سے منہ موڑتا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ یہ اُن کے علم کی حد ہے حد ہے، بلاشبہ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ راہِ راست پر کون ہے؟ (النجم:30,29)

(6) شیطان کے تسلط کے سبب، انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے، فرمایا: ﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''شیطان اُن پر غالب آچکا ہے، سو اُس نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی، یہی لوگ شیطانی گروہ ہیں سن لو! شیطان کا گروہ ہی یقیناً خسارہ پانے والا ہے۔'' (المجادلہ:19)

(7) اللہ تعالیٰ کا ذکر بصیرت افروز اور چشم کشا ہے اور استغفار پر آمادہ کرتا ہے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے جب انہیں شیطان کے اثر سے کوئی بُرا خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چونک پڑتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔ (الاعراف:201)

(8)﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۫ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ ایسے لوگ ہیں جب کوئی برائی کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں پھر وہ اپنے گناہوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟ اور اس پر جو انہوں نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔'' (آل عمران:135)

(9) قربانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے فرمایا:﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ ''اور ہم نے ہر اُمت کے لیے قربانی کو مقرر کیا ہے تا کہ وہ ان مویشی چوپایوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا کر رکھے ہیں، سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو تم اسی کے فرماں بردار بنو، اور آپ عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں۔'' (الحج:34)

(10) کسی قسم کی مصروفیت و مشغولیت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کرے فرمایا:﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾ ''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔'' (النور:37)

(11) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قسوۃ ''سختی و شدت'' ہلاکت و تباہی کا باعث ہے فرمایا:﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے) پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (الزمر:22)﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثریت نافرمان ہے۔'' (الحدید:16)

(12) اس طرح قرآن مجید میں ذکر الٰہی کی ترغیب و تاکید کے لئے مختلف گوں ناگوں اسلوب اختیار کئے گئے ہیں اور احادیث مبارکہ میں بھی اس کی ترغیب کے لئے متنوع تعبیرات اختیار کی گئی ہیں مثلاً بخاری اور مسلم میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ ﴿مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُهٗ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ﴾ ''اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، زندہ انسانوں کی طرح اور اس کو یاد نہیں کرتا وہ مردہ کے حکم میں ہے''

(13)﴿مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ وَالْبَيْتِ الَّذِيْ لَا يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ﴾ ''جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ زندہ انسانوں کا گھر ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا وہ مردہ شخص کا گھر ہے'' (مسلم)

(14) گویا ذاکر کا دل اس زندہ انسان کی طرح ہے جو زندہ لوگوں کے گھروں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل اس مردہ کی طرح ہے جو مردہ لوگوں کے گھروں میں ہے بلاشبہ غافلوں کے اجسام ان کے دلوں کی قبریں ہیں اور ان کے دل ان میں مردوں کی طرح ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (ذکر الٰہی امام ابن قیم: 27-24)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مراد انسان کے دل میں آنے والی وہ یاد ہے جس میں یقین شامل ہو۔

(2) اس سے مراد لسانی ذکر ہے بھی ہے، قلبی ذکر بھی ہے اور عملی ذکر بھی۔ یہ بات توجہ طلب ہے اللہ تعالیٰ کی وہ یاد جس میں یقین شامل ہو یقین انسان کو کیا دیتا ہے؟ اور یقین انسان کو کیسے آتا ہے؟ مثلاً ایک انسان نماز پڑھتا ہے، مومن تینتیس بار کہتا ہے سبحان اللہ۔ اتنی بار دل کے اندر یقین اترتا ہے۔ اتر تو سکتا ہے لیکن سبحان اللہ کہنا ایسے نہیں ہے جیسے بے سوچے سمجھے الفاظ ادا کیے جاتے ہیں۔ عام طور پر سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہنے میں شعور کا دخل نہیں ہوتا اگرچہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، لیکن جو ذکر انسان کو فائدہ دیتا ہے وہ ایسا نہیں ہوتا۔ سیدنا علیؓ نے ایک بار کسی کو استغفر اللہ، استغفر اللہ، کہتے دیکھ لیا تو کہنے لگے۔ توبۃ الکذبین جھوٹوں کی توبہ کہ دل میں ندامت، شرمندگی نہیں ہے۔ شرمندگی کے بغیر ہی استغفار کے الفاظ صرف زبان سے ادا کیے جا رہے ہیں۔ یہ الفاظ کی ادائیگی انسان کے اندر یقین پیدا نہیں کرتی ان الفاظ پہ اجر کتنا ملے گا یہ اللہ کا معاملہ ہے لیکن جس ذکر کی وجہ سے دعوت میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، انسان کی زندگی بدلتی ہے، زندگی پر اثر مرتب ہوتا ہے وہ شعوری ذکر ہے غور و فکر کرنے والے کو نصیب ہوتا ہے۔ ایک انسان اپنی زبان سے کہہ رہا ہے سبحان اللہ۔ اپنے آپ سے پوچھئے تو سہی سبحان اللہ کیوں کہا کس پہ کہا، کوئی اچھی، خوبصورت، بہترین چیز دیکھ کر آپ کہتے ہیں سبحان اللہ کیا بات ہے کہ اللہ ہی کے لائق ہے اللہ ہی بنا سکتا ہے لیکن عین سبحان اللہ کہتے ہوئے سارے (Switches Off) رابطے منقطع ہیں، صرف زبان چل رہی ہے عین استغفر اللہ کہتے ہوئے سارے (Switches Off) کچھ پتہ نہیں استغفار کیوں ہو رہی ہے لیکن یہ سلسلہ جاری رہے۔ یہ ذکر دراصل ذکر میں کمی ہے کہ ذکر بھی ہو اور اس میں کمی بھی ہو یعنی زبان تو ذکر کرے دل شامل ہی نہ ہو دل کا ذکر ہو ہی نہ یہ ہے اصل میں خرابی۔ ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے دل سے بھی۔ جیسے ماں کے لیے اپنا بچہ بچہ کسی مشکل میں ہے تو ماں جب بچے کو یاد کرے گی تو اس کی مشکل کے حوالے سے۔ فرض کریں کسی کو بخار ہے تھوڑی دیر کے بعد خیال آئے گا اس کو بخار ہے پھر خیال آئے گا بخار ہے پتہ نہیں میڈیسن لی ہے یا نہیں پھر خیال آئے گا کچھ کھایا ہے یا نہیں، بچہ یاد آئے، بہن بھائی، ماں باپ یا دوست احباب اپنے کاموں کی وجہ سے۔ اور اللہ تعالیٰ یاد آئے تو صرف الفاظ ہی یاد آئیں فقط الفاظ پیچھے ذہن بالکل خالی، خالی دل کے ساتھ اپنے رب کو یاد کرتے رہیں؟ یہی کمی ہے۔ پیغمبروں سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں کہیں کمی کریں۔ ہرگز نہیں لیکن تاکید اس لیے کی جاتی ہے کہ اس کا خاص طور پر اہتمام کرنا ہے یہ دعوت کی پہلی شرط ہے پہلا اصول

ہے اللہ تعالیٰ کی یاد۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں کمی نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی یاد مومن کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے یہ مومن کا سرمایہ ہے جیسے مادی زندگی کے مختلف کاموں کے لیے سرمایے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسے ہی روحانی اور شعوری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے یہ کرنسی جس کے پاس نہیں ہے اسے کوئی مال نہیں ملے گا۔ اسے اس کے بدلے میں کچھ نہیں ملے گا۔ ذکر کے بدلے میں انسان کو سکون ملتا ہے، رب العزت فرماتے ہیں: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ "یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔" (الرعد:28)

سوال 4: اللہ تعالیٰ کا ذکر ایک مؤمن کا، ایک داعی کا سرمایہ کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی یاد میں دلوں کا اطمینان ہے۔ ذکر دل کا اطمینان بنتا ہے جب ایک مؤمن کا مشاہدہ، اس کی زندگی کا ہر واقعہ اس کے ایمانی شعور کو بیدار کرنے والا بن جائے۔ مثلاً ایک انسان پھلوں کو دیکھے تو اسے محض پھلوں والی دکان، یا اس کا ذائقہ نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت یاد آئے۔ اللہ تعالیٰ کتنا مہربان ہے اسے معلوم ہے یہ رنگ یہ ذائقے، یہ خوشبوئیں یہ میری ضرورت ہے مجھے پسند ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اہتمام کیا۔ مومن کی نگاہ دنیا میں ہر چیز پر ایسے ہی پڑتی ہے موسموں کی تبدیلی پر، نیا پھل آنے پر، نئے پتے آنے پر، بادل آنے پر، بارش برسنے پر، تیز دھوپ نکلنے پر، ہواؤں کے چلنے پر ہر واقعہ مومن کے لیے سرمایہ ہے کیونکہ اس کی ہر نظر ایمان لے کر لوٹتی ہے جس جس چیز کو دیکھیں یا دوں کا سرمایہ بڑھتا جائے یہ بنک بیلنس ہے اور وہ انسان کتنا محروم ہے جس کی ہر نظر خالی لوٹ آئے۔ کبھی کوئی خالی (Message) آئے کیا کیفیت ہوتی ہے انسان کی؟ لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں کہ ہر دفعہ ہی خالی (Message)، دل خالی، سوچ نہیں شعور نہیں، ایمانی غذا ہی نہیں۔ جو انسان کائنات پر غور و فکر کرتا ہے ذات پر غور و فکر کرتا ہے اس کے لیے ہر واقعہ ایمان کی غذا بن جاتا ہے یہ اس کے لیے سرمایہ اکٹھا ہوتا ہے یہ اس کا بنک بیلنس یہ آخرت کا بنک بیلنس تو مومن کے پاس کتنی خوبصورت یادیں ہیں یہ ایمانی رزق ہے جو دنیا کے دسترخوان سے مومن حاصل کرتا ہے۔ (ایسا سمجھ لیں کہ دسترخوان بچھا ہوا ہے اب مومن نے اس دسترخوان سے اپنی پسند کی چیزیں اٹھاتے جاتا ہے یوں اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔) جو اُس کی یادوں کا حصہ بن جاتا ہے یہی ایمان کی غذا بن جاتا ہے۔ یہی یادیں انسان کو رب سے جوڑے رکھتی ہیں۔ (کسی وقت یاد کا سلسلہ ٹوٹتا نہیں، چھوٹتا نہیں) پھر انسان جس چیز پر نظر ڈالتا ہے نظر رب کی یاد لے کر آتی ہے، زبان کھلتی ہے تو اُس سے یہ یاد آواز کی صورت میں باہر آتی ہی یاد ایسی چیز ہے جس کا وجود بھی ہے وہ وجود ہمیں محسوس نہیں ہوتا لیکن جب ایک انسان صرف یہی یادیں اپنے ذہن میں رکھے تو اس کی زندگی پر وہ اثرات مرتب نہیں ہوتے جب تک کہ یاد مجسم نہ ہو جائے اور مجسم ہوتی ہے جب زبان سے نکلتی ہے آواز میں ڈھلتی ہے دوسروں کے کانوں تک پہنچتی ہے دعوت بن جاتی ہے۔ اپنی یادیں ہوں گی تو یہ باتیں دوسروں سے کریں گے۔ یہ یادوں کی Sharing ہے دعوت جو آپ نے لیا غور و فکر کرتے ہوئے۔ یہی آپ دوسروں تک پہنچا دیں۔

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے

جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

یہ ایمان ہے جو انسان کو الفاظ کے ذریعے، شعور کے میدان میں لاتا ہے لیکن اگلا کام انسان کو خود کرنا ہے کہ اب ان الفاظ کے توسط سے حقیقت سمجھ آ گئی اب غور و فکر کرے۔ تو وہ سب کچھ نصیب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ فرض کریں ایک ٹیلر نے کپڑے سینے سیکھ لیے۔ اس کے پاس کپڑا بھی موجود ہے۔ لیکن وہ کپڑے کاٹتا ہی نہیں ہے پھر سلائی کیسے کرے گا۔ یہی حال ہے اس ایمان والے کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے بہت لیتا ہے لیکن جب ایک چیز کو اپنے اندر بسانا ہے، عین اس موقع پہ وہ پیچھے ہٹ جائے۔ پھر اسے ایمان کہاں سے نصیب ہو۔ ایمان کی غذا کائنات سے نصیب ہوگی۔ انسان چاہتا ہے کہ الفاظ سے ہی ایمان مل جائے۔ وحی کے الفاظ مددگار ہیں۔ ان کے توسط سے انسان کو ہنر آ گیا کہ اس نے جہان پہ کیسے نظر ڈالنی ہے؟ مشاہدے سے کیسے غذا حاصل کرنی ہے اب اگلا کام اس نے خود کرنا ہے۔ انسان کا جیسے دل کرتا ہے Cook یا Driver رکھ لیا جاتا ہے باقی کام کسی سے کروا لیں۔ غور و فکر بھی کسی سے ہی کروا لیں جو غور و فکر کرے گا ایمان اسی کو ملے گا اور جو غور و فکر نہیں کرے گا اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

یاد تو اسی کے لیے ہے جو انہی یادوں کے لیے ارد گرد دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد فائدہ دیتی ہے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں مومن یادوں بھری زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائے۔ یہ یادیں مومن کا سرمایہ بن جاتی ہیں اور یہ سرمایہ جب دل کے اندر ہوتا ہے تو زبان پہ آتا ہے اظہار چاہتا ہے کیونکہ اندر رکھا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح سے لسانی اور عملی ذکر وجود میں آتا ہے۔ اور لسانی ذکر خواہ تنہائی میں ہو یا لوگوں کے سامنے۔ تنہائی میں انسان کی رب کے ساتھ سرگوشی ہے کہ یا اللہ تو پاک ہے تو پاک ہے اللہ تو پاک ہے۔ جب یہ الفاظ سمجھ کر ادا کرتے ہیں انسان کی کیفیت بدلتی ہے۔ لیکن جس وقت انسان سمجھ نہیں رہا ہوتا تو ایک فرض سمجھ کے ادا کرتا ہے۔ وہ ذکر جو دل کا میل دور کر دیتا ہے وہ شعوری ذکر ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کی کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کرنے والی چیز ہے اور دل کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ تو وہ ذکر دل کو صاف کرے گا جس میں آپ کی شعوری کاوش ہوگی جس وقت انسان زبان سے ذکر کرے تب رب سے جڑ جائے۔ جب رب کا ذکر سنے تو اپنی سماعتوں سے رب سے جڑ جائے۔ پہلے تو دل کی یاد تھی اب بات پہنچ گئی سماعت تک، بصارت تک، اعضاء کے عمل تک، زبان کے عمل تک۔ ہر جگہ پورا جسم ہی لگا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ انسان سراپا ہدایت الٰہی بن جاتا ہے۔ جو لوگ اپنے پیاروں کو بہت یاد کرتے ہیں روتے دھوتے ہیں ہر وقت کی Tension، پھر Depression میں چلے جاتے ہیں کوئی چیز اچھی نہیں لگتی پھر کھانا پینا کم ہو جاتا ہے، انسان کی زندگی کے معمولات ہی بدل جاتے ہیں۔ افضل سرمایہ وہ ہے جو قوت دے نہ کہ قوت ہی ختم کر دے۔ انسانوں کی یاد انسانوں کو گھلاتی ہے، برباد کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد انسان کو قوت دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي﴾ میرے ذکر میں کمی نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ اس موقع پہ کہا جب سیدنا موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ میں اس لیے یہ چاہتا ہوں تا کہ ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں کثرت سے تیری تسبیح کریں۔ یہ صرف سیدنا موسیٰ اور سیدنا ھارون کا

معاملہ نہیں تھا صحابہ کرام کا بھی یہی معاملہ تھا کہ جب آپس میں بیٹھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ مثلاً احادیث نبوی سناتے، کلام اللہ کے بارے میں کوئی نا کوئی بات ایک دوسرے سے پوچھتے اور یوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ یادوں بھرا سلسلہ جڑا رہتا۔ دعوت دینے والے کو سب سے پہلے اپنی زندگی کو درست کرنے کی ضرورت ہے جس کی طرف وہ بلانے جا رہا ہے وہ رب کی ذات ہے۔ اگر رب کی ذات کی طرف دعوت دینی ہے تو رب کی ہی طرف دعوت دینی ہے اور اگر رب کے بارے میں چند الفاظ یاد ہیں تو یہ الفاظ یاد نہیں ہیں۔ الفاظ یاد تب بنتے ہیں جب ان کے توسط سے انسان کو فائدہ حاصل ہو۔ بندہ مومن کے شعور کو ساری کائنات سے ہٹا کر ایک طرف لگا دیا۔ یہی رجوع الی اللہ ہے پہلے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے پھر اپنے عمل سے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ آپ یہاں ہیں گھر لوٹنا چاہتے ہیں، کلاس روم کی طرف سے رخ پھیریں گے پھر گھر پہنچیں گے اسی طرح جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا باقیوں کی طرف سے رخ پھیر لے گا۔ اس کی سوچیں، یادیں اس کا دل باقی لوگوں کے لیے آماجگاہ نہیں بنتا۔ اس کی یادوں کا رخ رب کی طرف رہتا ہے۔ اس کی دعوت کا رخ بھی رب ہی کی طرف رہتا ہے۔ اس کے اعمال کا رخ بھی رب ہی کی طرف رہتا ہے اس کا کلام اس کی سماعت، اس کی بصارت نظریں بھی کنٹرول میں ہیں۔ اور پھر جو وہ پڑھے جو دیکھے، جس ماحول میں رہے جس ماحول میں وہ کام انجام دے، اعضاء کا عمل ہو یا زبان کا، یا دل کا، ہر عمل کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ یہی رجوع الی اللہ ہے۔ قیامت کے دن جب ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے یہ جبراً ہوگا اس سے پہلے انسان سے یہ چاہا کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹ جائے۔ دنیا میں ہر چیز انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ میرے بندے کا دل میری یاد ہی کی طرف لگا رہے۔ یادوں کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے انسان جس رنگ کی عینک لگائے ماحول میں وہی رنگ دکھتا ہے۔ ایسے ہی جو رب کی یاد میں رہتا ہے وہ پورے ماحول میں جو کچھ بھی دیکھتا ہے ہر جگہ اسے رب کی یاد ملتی ہے۔

﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾

''تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ، یقیناً وہ سرکش ہو گیا ہے'' (43)

سوال 1: ﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ ''تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ، یقیناً وہ سرکش ہو گیا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ، یقیناً وہ سرکش ہو گیا ہے'' یعنی فرعون سرکشی، ظلم اور کفر کی ساری حدود توڑ چکا ہے۔ اس نے کہا: ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ ''میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں۔'' (النازعات:24)

(2) ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ ''میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا۔'' (القصص:38)

(3) ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ ''فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا۔'' (الشعراء:29)

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾

''پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے'' (44)

سوال 1: ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ ''پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے'' لفظی آداب کا خیال رکھتے ہوئے، نرمی کے ساتھ نہایت سہل اور لطیف بات کیجئے، فحش گوئی، ڈینگیں مارنے، سخت الفاظ اور درشت افعال سے پرہیز کیجئے۔

(2) ﴿لَّعَلَّهٗ﴾ ''شاید کہ وہ'' شاید وہ اس نرم گوئی کے سبب سے۔

(3) ﴿يَتَذَكَّرُ﴾ ''وہ نصیحت قبول کرے'' نصیحت پکڑے جو اس کو فائدہ دے اور وہ اس پر عمل کرنے لگے۔

(4) ﴿اَوْ يَخْشٰى﴾ ''یا ڈر جائے'' اور نقصان دہ چیز سے ڈرے اور اسے ترک کر دے کیونکہ نرم گوئی اس کی طرف دعوت دیتی ہے اور سخت گوئی لوگوں کو اس سے متنفر کرتی ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے ''نرم گوئی'' کی اپنے ارشاد میں تفسیر بیان کی ہے۔ ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾﴾ ''پس کہہ دو کہ کیا تیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو؟ اور میں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟'' (النازعات: 18,19)

(6) کیونکہ اس قول میں جو نرمی اور آسانی پنہاں ہے اور سختی اور درشتی سے جس طرح پاک ہے، غور کرنے والے پر مخفی نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے (هل) کا لفظ استعمال کیا ہے جو ''عرض'' اور ''مشاورت'' پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی شخص نفرت نہیں کرتا اور اسے ہر قسم کی گندگی سے تطہیر اور تزکیہ کی طرف بلایا ہے۔ جس کی اصل شرک کی گندگی سے تطہیر ہے جسے ہر عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿اُزَكِّيَكَ﴾ ''میں تجھے پاک کروں'' بلکہ فرمایا: (تَزَكّٰى) یعنی ''تو خود پاک ہو جائے۔''

(7) پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسے اس کے رب کی طرف بلایا جس نے اس کی پرورش کی اور اسے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا جن پر شکر اور ذکر کرنا چاہیے۔ اس لئے فرمایا: ﴿وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾ ''اور میں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟'' (النازعات: 19)

(8) جب فرعون نے اس کلام نرم ونازک کو قبول نہ کیا، جس کا حسن دلوں کو پکڑ لیتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو وعظ ونصیحت کا کوئی فائدہ نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اسے اسی طرح پکڑ لیا جس طرح ایک غالب اور مقتدر ہستی پکڑتی ہے۔ (سعدی: 2/1615)

(9) نرم بات سے دعوت دی جائے تو کوئی شخص ضد اور ہٹ دھرمی پر نہیں اُترتا۔ (i) نرم بات سرکش اور جھوٹی بڑائی میں جینے والوں کو بھی غصے میں نہیں آنے دیتی۔ (ii) نرم بات دلوں کو جگا دیتی ہے۔ (iv) نرم بات کی وجہ سے سرکش لوگ بھی بات سننے اور اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہو

جاتے ہیں۔(۷)نرم بات کی وجہ سے لوگ قریب آجاتے ہیں، متاثر ہوتے ہیں اور ہدایت قبول کر لیتے ہیں۔

(10)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: نرمی جس چیز میں ہوتی ہے وہ اسے خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال دی جاتی ہے تو وہ چیز بدصورت ہو جاتی ہے۔(مسلم:6602)

(11)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسانی کرو اور سختی نہ کرو، خوش کرو اور نفرت نہ دلاؤ۔'' (صحیح بخاری:69)

(12)﴿لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ ''شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے'' اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ نرمی برتنے کے لیے کہا کیونکہ نرم بات کی وجہ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ فرعون بھی ڈر جائے یا نصیحت قبول کر لے۔ اللہ تعالیٰ کو اگرچہ نتیجے کا پہلے سے علم ہوتا ہے اور اس کا علم مستقبل کے معاملات میں ایسا ہی ہے جیسا کہ حال کے واقعات یا ماضی کے واقعات کے بارے میں پھر بھی کسی شخص کے بارے میں عملاً فیصلہ تبھی ہو سکتا ہے جب کہ نیکی یا بدی اُس سے سرزد ہو جائے۔

(13)کسی سرکش کو دعوت دینا اُسی صورت ممکن ہو سکتا ہے جب دعوت دینے والے کو یہ یقین ہو کہ وہ راہ ست پر آ سکتا ہے وہ بھی نصیحت قبول کر سکتا ہے۔ اس کے دل میں بھی خدا کا خوف پیدا ہو سکتا ہے۔ سرکش کو دعوت دینا تب ناممکن ہو جاتا ہے جب دعوت دینے والا یہ سوچ کہ وہ سیدھے راستے پر آ ہی نہیں سکتا اس طرح دعوت میں وہ قوت ہی نہیں رہتی۔

(14)﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور اُن سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو یقیناً آپ کا رب اُن کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔'' (النحل:125)

سوال 2: خوئے دل نوازی کیا ہے؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ کے کلام نبی پاک کی احادیث اور سلف صالحین کے اقوال و اعمال اس ''خوئے دل نوازی'' کی تشریح کے سلسلے میں بہت کچھ مواد ملتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ راہ حق کی طرف دعوت دینے والے کا مزاج و اخلاق ایسا ہونا چاہیے کہ وہ اپنی نرم مزاجی و خوش خلقی تہذیب و شائستگی، حلم و عفو، شفقت و مہربانی اور محبت و ہمدردی سے دوسروں کے دلوں کو جیت سکے تاکہ لوگ اس کی زبان سے نکلی ہوئی باتوں کو وقعت دیں۔

(2)حق کی طرف بلانے والوں کے لئے ضروری ہے ان کی زبان شیریں، رویہ ہمدردانہ اور گفتگو شفیقانہ ہو۔ وہ لوگوں کی زیادتیوں پر صبر کر کے تیوریوں کے جواب میں مسکراہٹیں دے سکتے ہوں۔

(3)ان کا کام نفرت انگیز مضامین سے پاک ہو وہ کسی فرد یا جماعت کو نام لے کر برا نہ کہتے ہوں ان کی گفتگو میں تعریفیں اور طعن و تشنیع نہ ہو

ان کا پیرایہ گفتگو توہین آمیز نہ ہو۔

(4) ان میں اتنی دانش مندی، وسعت نگاہ اور وسعت قلبی موجود ہو کہ دوسروں کے نقطہ نگاہ کو سمجھ سکیں اور ان کی مجبوریوں کو پیش نظر رکھ سکیں وہ لوگوں کو برا بھلا کہنے یا جسمانی تکلیف پہنچانے سے بہت دور ہوں۔

(5) وہ بنی نوع انسان کے لئے عموماً اور توحید کے علمبرداروں کے لیے خصوصاً شفیق و مہربان ہوں اور اپنے اخلاق پسندیدہ کے ذریعے لوگوں سے تعلقات اور میل ملاپ قائم رکھیں تا کہ انہیں بات کہنے کا اور ان کی بات کو سننے والوں کے دلوں میں راہ پانے کا موقع ملتا رہے۔

(6) ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بدخُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپ انہیں معاف کر دیں اور اُن کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (آل عمران:159) اس آیت میں ایک تو نبی ﷺ کے نرم مزاج ہونے کو امت کے لیے خدا کی ایک رحمت قرار دیا گیا اور دوسری طرف یہ حقیقت بھی واضح کر دی گئی ہے کہ حق کی طرف دعوت دینے والا اگر سخت مزاج اور سخت دل ہوگا تو لوگ اسے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

(7) اس آیت پاک کی روشنی میں غور کریں تو پھر یہ سمجھنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے کہ بعض ''دینداروں'' نے سخت مزاجی، سخت کلامی، سخت گیری اور بحث بازی کو دین کے تقاضے کیوں بنا لیا ہے ان کا یہ رویہ بے شمار لوگوں کو دین کی طرف لانے کے بجائے انہیں اس سے دور بھگانے کا ذریعہ بن جاتا ہے کیونکہ جس چیز کی طرف سختی اور کرختگی سے بلایا جائے گا لوگ اس میں بہت کم کشش محسوس کریں گے۔

(8) جو لوگ دین کے نمائندوں کی حیثیت سے سختی اور کرختگی اختیار کرتے ہیں وہ لوگوں کو یہ سمجھنے پر مجبور کر دیتے ہیں دین شاید سختی اور کرختگی ہی سکھاتا ہے حالانکہ دین جو کچھ سکھاتا ہے وہ اوپر کی آیت پاک اور ذیل کی عبارت سے بالکل واضح ہے۔

(9) ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں اُنہیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ بھی بغیر علم کے حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے لئے اس کا عمل خوش نما بنا دیا ہے، پھر انہیں اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے تو وہ اُنہیں بتا دے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔'' (انعام:108)

(10) ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔'' (لقمان:18)

(11)﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ یقیناً عظیم اخلاق پر ہیں۔'' (القلم:4)

(12) سیدنا ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''اے مسلمانو! تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور جو تواضع اور فروتنی سے جھکے جاتے ہیں اور تم میں سب سے برے وہ لوگ ہیں جو بدزبان اور بدگو اور دریدہ دہن ہوں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

(13) سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میزان میں جو چیز سب سے زیادہ بھاری ہوگی وہ حسن اخلاق ہے'' (ترمذی:2002)

(14) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق (یعنی نرمی) کو پسند کرتا ہے اور نرمی اختیار کرنے کی بناء پر وہ اس قدر عطا فرماتا ہے کہ جو سختی یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اس قدر عطا نہیں فرماتا۔'' (صحیح مسلم:6601)

(15) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ''اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی اور ملائمت کو پسند کرتا ہے۔'' (بخاری:6024)

(16) سیدنا ابوذر اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور گناہ کے بعد نیکی کر لیا کرو، وہ اسے مٹا دیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھے خلق سے پیش آیا کرو'' (ترمذی)

(17) ایک فتح کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید کو لکھا کہ ''فارسیوں اور ان قوموں کی جو فارسی حکومت کی رعایا ہوں، تالیف قلب کرو تا کہ وہ اسلام لے آئیں اور اس کے خیر خواہ ہو جائیں۔''

(18) سیدنا اسماعیل شہید کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن وہ اپنے ایک گہرے دوست مولوی رستم علی کے ساتھ چاندنی چوک میں سے گزر رہے تھے کہ ایک پہلوان سید صاحب کو گالیاں دینی شروع کر دیں اس پر مولوی رستم علی صاحب کو غصہ آ گیا اور تلوار نکال کر اسے مارنے دوڑے۔ سید صاحب نے جھپٹ کر مولوی رستم علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ میاں رستم علی کیا کرتے ہو اور وہ گالیاں بے جا نہیں دیتا بلکہ وہ ٹھیک کہتا ہے کیونکہ وہ یہی کہتا ہے کہ یہ تو بڑا بد دین ہے جو نئی نئی باتیں نکالتا ہے، سو اس میں وہ کیا بے جا کہتا ہے میری باتیں اس کے لئے تو واقعی نئی ہیں علماء نے یہ باتیں ان بے چاروں کو کہاں سنائی ہیں پھر اس کو نئی کیوں نہ معلوم ہوں اور وہ گالیاں کیوں نہ دے''۔

(19) راہ حق کی طرف بلانے والوں کو ان آیات الٰہی، احادیث نبویہ اور سلف صالحین کے اقوال و اعمال کی روشنی میں اپنا رویہ معین کرنا چاہیے لوگوں کے دلوں میں کوئی بات نقش کرنے سے پہلے انہیں وہ بات سننے پر آمادہ کرنا پڑتا ہے اور جس شخص کو یقین ہوگا کہ آپ اس کے حقیقی خیر خواہ اور چاہنے والے ہیں وہ آپ کی بات سننے کے کے لیے زیادہ جلدی تیار ہوگا بہ نسبت اس شخص کے جس کی نگاہ میں آپ کی حیثیت ایک سخت مزاج نکتہ چیں سے زیادہ نہ ہو۔ (20) اسلام دین فطرت ہے اور فطرت انسانی نرمی ہمدردی اور محبت سے لازماً متاثر ہوتی ہے۔

(21) داعی کے لیے حق گوئی ایک بہت بڑا وصف ہے مگر حق بات کہتے ہوئے یہ تو ضروری نہیں کہ اسے کہنے کے لیے لہجہ اور الفاظ ایسے استعمال کیے جائیں جو سننے والے کے سینے سے پار ہو جائیں۔

(22) دنیا میں سب سے بڑے حق گو انبیائے کرام تھے مگر ان پاکبازوں نے تو اپنی انتہائی شریر، بدکردار اور تنگ کرنے والی قوموں کو

بھی ''اے میری قوم'' کہہ کر ہی مخاطب کیا اوران کی شرارتوں کا جواب خیر خواہی اور دعاؤں ہی سے دیا۔

(23) دعوت دین صرف زبان ہی سے نہیں دی جاتی بلکہ اپنے اعمال وافعال ،محبت وہمدردی اور حسن سلوک سے بھی دی جاتی ہے اگر ہم حسن سلوک اور مہر ومحبت ہی کی بساط تہہ کر کے رکھ دیں گے تو ہمارے خشک وعظ سے کون متاثر ہوگا۔خوئے دل نوازی اس وقت بھی بے حد ضروری ہے جب معاملہ غیر مسلموں کو دعوت دینے کا ہو۔کجا یہ کہ خود اصلاح کرتے وقت سخت گیری ،حقارت اور درشتی سے کام لیا جائے۔

(24)﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (۲۱۴) وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۱۵)﴾ ''اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔اور آپ مومنوں میں سے جو آپ کے پیچھے چلیں ان کیلئے اپنے بازو جھکائے رکھیں۔'' (الشعراء:214،215)

(25) سیدنا براء بن عازب صحابی کے پاس ایک دفعہ ابوداؤد آئے۔سیدنا براء نے خود انہیں سلام کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور خوب ہنسے اور پھر فرمایا ''جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ نبی ﷺ نے ایک دفعہ میرے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب دو مسلمان آپس میں ایسے ملیں اور کوئی ذاتی غرض درمیان میں نہ ہو تو دونوں کی مغفرت کی جاتی ہے۔(مسند)

(26) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ''جو نرمی سے محروم رہا وہ تمام بھلائی سے محروم رہا'' (مسلم:6600)

(27) مسلمانوں کے شیریں زبانی اور پختہ کرداری سے عاری ہوجانے کا افسوس کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں اے لاالہ کے وارث، باقی نہیں ہے تجھ میں گفتار دلبرانہ، کردار قاہرانہ

(28) دعوت دین دینے والوں کے لیے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ان کے لیے اصل نمونہ رسول خدا ﷺ کا کردار ہے کیا آپ لوگوں کو دین سکھاتے وقت سخت مزاجی اور سخت گیری کا ثبوت دیتے تھے؟ یا انہیں چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں پر سب کے سامنے برملا ٹوکتے تھے؟ یا ایسا رویہ اختیار کرتے تھے جس سے اپنی برتری اور دوسرے کی کمتری کا اظہار ہوتا ہو؟ آپ نرم خو، نرم مزاج، شفیق اور مہربان تھے؟

(29) سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم کچھ ہم عمر نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنے کے لیے پہنچے اور ہم آپ کی خدمت میں ''بیس رات تک رہے واقعی اللہ کے رسول ﷺ انتہائی رحیم اور نرم دل تھے جب آپ نے محسوس کیا کہ اب ہمیں گھر والوں کی یاد ستا رہی ہے ہم سے پوچھنے لگے کہ تم لوگ اپنے پیچھے گھر میں کن کن لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہو ہم نے تفصیل بتائی تو فرمایا کہ اچھا تو اب تم لوگ اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ رہو اور ''جو کچھ تم نے سیکھا ہے'' تم سکھاؤ اور انہیں نیک باتوں کی تلقین کرو اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو تمہارا امام بنے'' (مسلم)

(30) صحیح بخاری میں سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ 6ھ ذیقعدہ میں نبی ﷺ عمرہ کرنے مکہ کی طرف گئے تو کفار نے اندر نہ آنے دیا پھر مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے مسلمان آئندہ سال مکہ میں آسکتے تھے مگر صرف تین دن ہی قیام کر سکتے تھے چنانچہ آئندہ سال نبی ﷺ مکے گئے اور جب وہ معینہ مدت گزر گئی تو لوگ سیدنا علی کے پاس پہنچے کہ اب اپنے ساتھی سے کہیں کہ وہ یہاں

سے چلے جائیں کیونکہ معینہ مدت گزر گئی ہے چنانچہ نبی ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے جب نبی ﷺ وہاں سے چلے تو حمزہ کی بیٹی چچا چچا کہتی آپ کے پیچھے ہولی سیدنا علی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے سیدہ فاطمہ کو دے دیا۔ سیدہ فاطمہ نے اسے سوار کر لیا اب سیدنا علی سیدنا جعفر اور سیدنا زید کے درمیان اس لڑکی کے باعث جھگڑا ہونے لگا سیدنا علی کہتے تھے کہ میں اس لڑکی کا حق دار ہوں کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے سیدنا جعفر دعویٰ کرتے تھے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے سیدنا زید یہ کہہ کر اپنا حق ثابت کرتے تھے کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے ان لوگوں کے باہمی اختلاف کو دیکھ کر نبی ﷺ نے ان کے درمیان فیصلہ چکاتے ہوئے لڑکی کی خالہ کے حق میں فیصلہ دے دیا اور فرمایا: ''خالہ بمنزلہ ماں کے ہے'' پھر آپ ﷺ نے سیدنا علی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔ اور سیدنا جعفر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تم صورت وسیرت میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہو'' اور سیدنا زید کو تسلی دی کہ ''تو ہمارا بھائی ہے اور ہمارا مولا ہے'' اس طرح نبی ﷺ نے فیصلہ تو اسی کے حق میں دیا جسے زیادہ مستحق سمجھا مگر اپنی شیریں گفتاری کے سب کو اپنی اپنی جگہ مطمئن کر دیا۔

(31) سیدنا معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس دوران میں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، اچانک نمازیوں میں سے ایک شخص کو چھینک آ گئی۔ میں نے یرحمک اللہ (اللہ تجھ پر رحم کرے) کہہ کر اس کا جواب دیا، تو نمازی مجھ کو گھورنے لگے میں نے کہا ''کہا تم اپنی ماؤں کو گم کرو مجھ کو کیوں گھور رہے ہو وہ یہ سن کر اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے لگے جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش ہی کرانا چاہتے ہیں (تو مجھے خوب ہی غصہ آیا) لیکن میں خاموش ہو گیا جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی آپ سے زیادہ اچھی تعلیم دینے والا معلّم نہیں دیکھا، پس خدا کی قسم نہ آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا (بلکہ) فرمایا کہ نماز میں انسانی کلام میں سے کچھ (زبان پر لانا) درست نہیں ہے نماز تو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے اس کی بڑائی بیان کرنے اور قرآن پڑھنے کا نام ہے۔ (مسلم:1199)

(32) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ''نبی ﷺ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہیں تھی۔ برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ درگزر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے تھے آپ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا۔ آپ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی۔ آپ نے کبھی کسی غلام کو، کسی کنیز کو، کسی عورت کو، خادم کو، جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ آپ نے کبھی کسی کی کوئی درخواست رد نہیں فرمائی سوائے اس کے کہ وہ ناجائز ہو۔ آپ جب گھر کے اندر شریف لاتے تو نہایت خنداں، ہنستے اور مسکراتے ہوئے۔''

(33) سیدہ ہند بن ابی ہالہ نبی ﷺ کے اخلاق کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں: ''آپ نرم خو تھے، سخت مزاج نہ تھے، کسی کی توہین روا نہیں رکھتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار شکر فرماتے تھے، کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے، کھانا جس قسم کا سامنے آ جاتا تناول فرما لیتے اور اس کو برا نہ کہتے، کوئی اگر کسی امر حق کی مخالفت کرتا تو آپ کو غصہ آ جاتا اور اس کی پوری حمایت کرتے لیکن خود اپنے ذاتی معاملے پر آپ کو کبھی

غصہ نہیں آیا اور نہ کسی سے انتقام لیا۔'' (شمائل ترمذی)

(34) امام حسین نے سیدنا علی سے نبی ﷺ کے اخلاق وعادات کی نسبت سوال کیا تو سیدنا علی نے آپ کا اخلاق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے، بات بات پر شور نہیں کرتے تھے کوئی برا کلمہ کبھی منہ سے نہیں نکالتے تھے عیب جو اور سخت گیر نہ تھے کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ کو ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے تھے کوئی آپ سے کچھ امید رکھتا تو نہ اس کو مایوس کرتے تھے اور نہ منظوری ظاہر فرماتے تھے، اپنے نفس سے تین چیزیں آپ نے دور کردی تھیں بحث ومباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا، دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے کسی کو برا نہیں کہتے تھے، کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے، کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے وہی باتیں کرتے تھے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا۔ جب آپ کلام کرتے صحابہ اس طرح خاموش ہو کر اور سر جھکا کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں جب آپ چپ ہوتے ''تو وہ آپس میں بات چیت کرتے کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک وہ بات ختم نہ کر لیتا چپ سنا کرتے لوگ جن باتوں پر ہنستے آپ بھی مسکرا دیتے، جن پر لوگ تعجب کرتے آپ بھی کرتے کوئی باہر کا آدمی اگر بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپ تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن اگر کوئی آپ کے احسان وانعام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرماتے جب تک بولنے والا خود چپ نہ ہو جاتا، آپ اس کی بات درمیان سے نہیں کاٹتے تھے، نہایت فیاض، راست گو، نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔ گو کوئی دفعتاً آپ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا، لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا آپ سے محبت کرنے لگتا۔'' (شمائل ترمذی)

(35) خوش خلقی، خندہ روئی اور دوسروں کی مدارات ودل جوئی کرنے کے سلسلے میں بزرگوں کے کئی اقوال روایت کیے گئے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مبارک نے حسن اخلاق کی تعریف تین باتوں سے فرمائی ہے۔ جب آدمی کسی سے ملے تو ہنستے مسکراتے چہرے سے ملے۔ اللہ تعالیٰ کے محتاج اور ضرورت مند بندوں پر خرچ کرے۔ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔

(36) خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھے گا۔ (i) سخاوت: دریا کی فیاضی کی مانند کہ جس کا جی چاہے اس سے پانی پی لے۔ (ii) شفقت: آفتاب کی شفقت کی مانند کہ ہر جگہ یکساں روشنی دیتا ہے۔ (iii) تواضع: زمین کی تواضع کی مانند کہ اس پر اچھا برا ہر قسم کا انسان رہتا ہے۔

(37) شیخ سعدی فرماتے ہیں ''دنیا کمانا ہنر نہیں ہے اگر ہو سکے تو ایک مرتبہ ہی کسی کا دل جیت لے''۔

(38) دعوت دین کے سلسلے میں جن امور کو خصوصی طور پر پیش نظر رکھنا چاہیے ان میں ایک یہ ہے کہ بحث بازی سے بچا جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے اخلاق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اپنے نفس سے تین چیزیں آپ نے بالکل دور کردی تھیں، بحث مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا''۔

(39) حقیقت یہ ہے کہ کج بحثیاں زبانیں تو بند کر دیتی ہیں مگر دلوں کو نہیں کھول سکتیں اور لوگ قریب آنے کے بجائے اور زیادہ دور ہو جاتے

ہیں اور اس طرح انسان جیت کر بھی ہار جاتا ہے جو انسان اس بات پر خوشی محسوس کرتا ہے کہ اس نے ایسی دلیل دی کہ دوسرا جواب نہ دے سکا وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اس کا اصل مقصد لوگوں کو لاجواب کرنا نہ تھا بلکہ انہیں دین کی طرف مائل کرنا تھا اور انہیں لاجواب کر کے اس نے انہیں دین سے اور بھی زیادہ دور کر دیا ہے یہ تو اپنی کوششوں کی خود ہی نفی کرنا ہوا۔

(40) عقل مندی کا تقاضہ تو یہ ہے کہ لوگ تلخ کلامیاں کریں بھی تو داعی برداشت کر کے جواب میں شیریں کلامی ہی سے ملے اور حسن سلوک سے لوگوں کے دلوں کو قریب لانے کی کوشش کرے نہ کہ انہیں اپنی قوت استدلال کا تختۂ مشق بنا کر دور بھگائے۔

(41) شیخ سعدی کا مقولہ ہے کہ: ''شیریں کلامی اور نرم زبانی غضبناک انسان (کے غضب) کی آگ پر پانی جیسا اثر کرتی ہے''۔

(42) بشر حافی کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی اخلاق اور امر و نہی میں رسول خدا کی اتباع ہے'' واضح رہے کہ حرم کو براہ راست جانے کی تکلیف گوارا کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ زیادہ تو وہی ہوتے ہیں جنہیں حرم کی طرف لے جانے والے میر کارواں کے کردار اور سلوک سے متاثر ہونا ہوتا ہے اور اگر اسی میں خوئے دلنوازی نہ ہوگی تو پھر اہل کارواں کا کارواں سے ٹوٹ جانا یا خود حرم ہی سے بدگماں ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ اس سے زیادہ بدقسمت کون ہوگا جس کی بدخلقی سخت مزاجی اور سخت گیری کے باعث لوگ دین سے بدظن ہو جائیں۔ (داعی کے اوصاف: 60.72)

(43) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو جہنم کی آگ پر یا جہنم کی آگ ان پر حرام ہے؟ جہنم کی آگ لوگوں کے قریب رہنے والے، آسانی کرنے والے، اور نرم اخلاق والے پر حرام ہے'' (ترمذی: 2488)

(44) اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ نرمی برتنے کے لیے کہا کیونکہ نرم بات کی وجہ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ فرعون بھی ڈر جائے یا نصیحت قبول کر لے۔ اللہ تعالیٰ کو اگرچہ نتیجے کا پہلے سے علم ہوتا ہے اور اس کا علم مستقبل کے معاملات میں ایسا ہی ہے جیسا کہ حال کے واقعات یا ماضی کے واقعات کے بارے میں پھر بھی کسی شخص کے بارے میں عملاً فیصلہ تبھی ہو سکتا ہے جب کہ نیکی یا بدی اُس سے سرزد ہو جائے۔

﴿قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ يَّفۡرُطَ عَلَيۡنَآ اَوۡ اَنۡ يَّطۡغٰى﴾

''دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! یقیناً ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا وہ سرکشی کرے گا'' (45)

سوال 1: ﴿قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ يَّفۡرُطَ عَلَيۡنَآ اَوۡ اَنۡ يَّطۡغٰى﴾ ''دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! یقیناً ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا وہ سرکشی کرے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَا﴾ ''دونوں نے کہا'' سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون نے کہا۔

(2) ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ يَّفۡرُطَ عَلَيۡنَا﴾ ''اے ہمارے رب! یقیناً ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا'' یعنی اے ہمارے رب! ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ پیغام پہنچانے سے پہلے وہ ہمیں سزا نہ دے، یعنی ہمیں مار نہ دے یا عقوبت خانے میں ہی پہنچا دے۔

(3)فرعون متکبر اور ظالم بادشاہ تھا اس لیے انہیں اندیشہ ہوا کہ اس کے سوا کسی اور کا پیغام دیا جا رہا ہے تو وہ غصے میں بھڑک اُٹھے گا۔
(4)"یا وہ سرکشی کرے گا" وہ حق کے خلاف تکبر سے اقتدار و سلطنت، اپنے اعوان اور اپنی افواج کی بنا پر سرکشی نہ دکھائے۔ (سعدی:2/1615,1616)(5)یعنی سرکشی اور ظلم میں بڑھ جائے گا۔

﴿قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیۡ مَعَکُمَآ اَسۡمَعُ وَاَرٰی﴾

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ڈرو مت! یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں" (46)

سوال1:﴿قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیۡ مَعَکُمَآ اَسۡمَعُ وَاَرٰی﴾ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ڈرو مت! یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ لَا تَخَافَآ﴾ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ڈرو مت!" رب العزت نے فرمایا فرعون سے نہ ڈرو کہ وہ تم پر زیادتی کرے گا۔
(2)﴿اِنَّنِیۡ مَعَکُمَآ اَسۡمَعُ وَاَرٰی﴾ "یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں" میں تمہارے ساتھ ہوں، تم دونوں کی حفاظت کر رہا ہوں، تمہارے دشمن کی باتیں سن رہا ہوں اور سب کے حالات دیکھ رہا ہوں تم دونوں کی کوئی بات مجھ سے چھپی ہوئی نہیں۔ میری مدد اور تائید تمہارے ساتھ ہے میں تم سے غافل نہیں ہوں یوں رب کے وعدے سے سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون کا دل مطمئن ہو گیا۔

﴿فَاۡتِیٰهُ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّکَ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ؕ وَلَا تُعَذِّبۡهُمۡ ؕ
قَدۡ جِئۡنٰکَ بِاٰیَةٍ مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی﴾

"تو دونوں اُس کے پاس جاؤ اور کہو کہ یقیناً ہم دونوں تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں چنانچہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے
اور اُن کو عذاب نہ دے، یقیناً ہم تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لے کر آئے ہیں
اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کے پیچھے چلا" (47)

سوال1:﴿فَاۡتِیٰهُ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّکَ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ؕ وَلَا تُعَذِّبۡهُمۡ ؕ قَدۡ جِئۡنٰکَ بِاٰیَةٍ مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی﴾ "تو دونوں اُس کے پاس جاؤ اور کہو کہ یقیناً ہم دونوں تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں چنانچہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور اُن کو عذاب نہ دے، یقیناً ہم تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لے کر آئے ہیں اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کے پیچھے چلا۔" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاۡتِیٰهُ﴾ "تو دونوں اُس کے پاس جاؤ" رب العزت نے حکم دیا کہ دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔

(2)﴿فَقُوۡلَاۤ﴾ ''اور کہو'' فرعون کو اسلام کی دعوت دو اور کہو کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو۔

(3)﴿اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّكَ﴾ ''کہ یقیناً ہم دونوں تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں'' فرعون کے دور میں ہر قوم اور ہر قبیلے کے اپنے رب ہوتے تھے، یہ بت پرستانہ خرافات میں سے ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے توسط سے یہ پیغام دیا گیا کہ جس کی طرف سے ہم آئے ہیں وہ صرف ہمارا اور اسرائیل کا نہیں تمہارا بھی رب ہے اسی بات میں فرعون کے رب ہونے کی نفی بھی تھی۔

(4)﴿فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبۡهُمۡ﴾ ''چنانچہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور اُن کو عذاب نہ دے'' رب العزت نے حکم دیا کہ فرعون سے بنی اسرائیل جو کہ انبیاء کی اولاد میں ان کی واپسی کا مطالبہ کرو تاکہ وہ قید اور غلامی کے عذاب سے بچ جائیں اپنے معاملات کے بارے میں خود فیصلہ کریں۔ اور فرعون سے کہو کہ بنی اسرائیل کو قید میں رکھ کر انہیں عذاب نہ دو۔

(5) اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ بنی اسرائیل اصلاً توحید پرست تھے مگر مشرکانہ تہذیب سے متاثر ہو گئے تھے اور فرعون نے انہیں محنت مزدوری میں اس طرح لگا رکھا تھا کہ وہ ایک رب اور اُس کے سامنے جوابدہی کی سوچ رکھنے کے قابل نہ ہو سکیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مشرکانہ ماحول سے نکالو تاکہ شرک اور جاہلیت سے نکل کر ان کی اسلامی تربیت ممکن بنائی جا سکے۔

(6)﴿قَدۡ جِئۡنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ﴾ ''یقیناً ہم تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لے کر آئے ہیں'' ہم تمہارے پاس اپنی صداقت کی نشانی لے کر آئے ہیں۔

(7) یہ معجزہ تھا جو اس امر کی دلیل تھا کہ سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون دونوں اپنے رب کے سچے رسول ہیں۔ (ایسر التفاسیر:887)

(8)﴿فَاَلۡقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ ۚ (۱۰۷) وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيۡضَآءُ لِلنّٰظِرِيۡنَ (۱۰۸)﴾ ''تو موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدھا تھی۔ اور اُس نے اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکتا ہوا تھا۔'' (الاعراف:108,107)

(9)﴿وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى﴾ ''اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کے پیچھے چلا'' یعنی جس نے ایمان اور تقویٰ کی ہدایت پائی اس کے دونوں جہانوں کے عذاب سے نجات ہے۔

(10) یعنی جس نے صراط مستقیم کی پیروی کی اور شرع مبین سے راہ نمائی لی، اسے دنیا و آخرت کی سلامتی حاصل ہو گئی۔ (تفسیر سعدی:1616/2)

(11)(i) یہ سلام تحیہ نہیں سلامتی کی دعوت ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے بادشاہوں کے نام خطوط لکھے تو یہ پیغام دیا جیسے ہرقل شاہ روم کو رسول اللہ ﷺ نے لکھا تھا اسلام قبول کرو سلامتی میں رہو گے۔ (ii) یہاں سلام کے ساتھ شرط عائد کی گئی ہے کہ اس کے لیے سلام ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

(12) ''اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہرقل عظیم روم کی طرف اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ سالم رہو گے۔ اسلام لاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارا اجر دوبارہ دے گا اور اگر تم نے رُوگردانی کی تو تم پر اریسیوں (رعایا)

کا (بھی) گناہ ہوگا۔اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے بجائے ہمارا بعض بعض کو رب نہ بنائے۔پس اگر لوگ رُخ پھیریں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔" (بخاری:1773)

﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی﴾

"بلاشبہ یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک اُس شخص پر عذاب ہے جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا" (48)

سوال 1: ﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی﴾ "بلاشبہ یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک اُس شخص پر عذاب ہے جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ﴾ "بلاشبہ یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی ہے" یعنی ہمارے رب کی طرف سے ہمارے پاس جو وحی آئی ہے اس میں ہمیں خبر دی گئی ہے یعنی یہ بات ہماری طرف سے نہیں رب العالمین کی طرف سے ہے۔

(2) ﴿اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی﴾ "کہ بے شک اُس شخص پر عذاب ہے جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا" اللہ تعالیٰ کا عذاب خاص طور پر ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے انبیاء کو جھٹلایا اور ان کی اطاعت نہیں کی اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور اس کی اطاعت سے منہ موڑا۔ ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰی (۳۷) وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا (۳۸) فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی (۳۹)﴾ "مگر جس نے سرکشی کی، اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔تو یقیناً جہنم اُس کا ٹھکانہ ہوگی۔" (النازعات:37,39)

(3) ﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی (۱۴) لَا یَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَی (۱۵) الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی (۱۶)﴾ "پس میں نے تمہیں شعلہ مارتی آگ سے ڈرا دیا ہے۔جس میں اُس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔" (اللیل:14,16)

(4) اس میں فرعون کو اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور ان کی اطاعت کی ترغیب دی گئی اور اعراض اور تکذیب پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا ہے۔فرعون پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا اس نے ظلم اور زیادتی سے رب کے بارے جھگڑا کیا پھر انکار کر دیا ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی (۳۱) وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی (۳۲) ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی (۳۳) اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی (۳۴) ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی (۳۵)﴾ "سو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا۔تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے۔پھر تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے۔" (القیامہ:31,35)

﴿قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی﴾

فرعون نے کہا: "تو تم دونوں کا رب کون ہے؟ اے موسیٰ!" (49)

سوال 1: ﴿قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی﴾ "فرعون نے کہا: "تو تم دونوں کا رب کون ہے؟ اے موسیٰ!" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)فرعون نے کہا:''تو تم دونوں کا رب کون ہے؟اے موسیٰ!''فرعون نے سیدنا موسیٰ کو مخاطب کر کے انکار کے طور پر کہا:تمہارا رب کون ہے؟(2)فرعون نے اس لیے سیدنا موسیٰ کو مخاطب کیا کہ اس نے جان لیا تھا کہ سیدنا ہارون ان کے وزیر ہیں۔(تفسیر مراغی:98/6)

﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾

موسیٰ نے کہا:''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی،پھر اُسے راستہ دکھایا''(50)

سوال1:﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾''موسیٰ نے کہا:''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی،پھر اُسے راستہ دکھایا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''موسیٰ نے کہا''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے نہایت وضاحت سے جواب دیا تھا۔﴿رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ﴾''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی''فرمایا ہمارا رب وہ ہے جو خالق ہے۔بے مثال کاریگر ہے جس نے کائنات کی ہر چیز کو ساری مخلوقات کو پیدا کے۔جس نے ہر مخلوق کو مناسب شکل دی۔جس نے ہر ایک کو وہ سب کچھ دیا جس کے وہ لائق تھا۔

(2)یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور ہر مخلوق کو اپنی حسن تخلیق،حسن صنعت اور اس کی ضرورت کے مطابق وجود عطا کیا،مثلاً کسی کو بڑا،کسی کو چھوٹا اور کسی کو متوسط جسم عطا کیا اور یہی حال تمام صفات کا ہے۔(سعدی:1617،1618/2)

(3)﴿ثُمَّ هَدٰی﴾''اُسے راستہ دکھایا''یعنی جس مخلوق کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا اسے وہ سب کچھ عطا کیا اور اس کی راہ نمائی کی ہے۔جس نے ہر مخلوق کے لیے اس کا عمل،اس کی اجل اور اس کا رزق لکھ دیا،ساری مخلوق اسی راستے پر ہے جس پر وہ پیدا کی گئی ہے۔

(4)﴿الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ﴾''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی اور اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا تھوڑے سے گارے سے کی۔''(السجدہ:7)

(5)رب کی خصوصیت کو واضح کرنے کے لیے ہر چیز کو ہدایت دینے کی بات کی۔چونکہ ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی فکر اور ہدایات پر عمل کر رہی ہیں اس لیے ان کے خالق کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔

(6)وہ ہستی جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور انہیں ایسی بہترین تخلیق عطا کی کہ عقل انسانی اس سے زیادہ خوبصورت تخلیق پیش نہیں کر سکتی اور وہ ہستی جس نے تمام مخلوقات میں ان کے مصالح کی طرف راہنمائی ودیعت کی،وہی حقیقت میں رب کائنات ہے۔اس رب کا انکار،سب سے بڑی چیز کے وجود کا انکار کرنا ہے اور یہ حقیقت کا انکار اور صریح جھوٹ ہے۔اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ انسان نے بعض ایسے امور کا انکار کیا ہے جو یقینی طور پر معلوم ہیں تو ان کا رب کائنات کا انکار کرنا سب سے بڑا انکار ہے،اس لئے جب فرعون اس قطعی دلیل کا مقابلہ نہ کر سکا تو اصل مقصد سے ہٹ کر جھگڑنے پر اتر آیا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا(سعدی:1617،1618/2)

(7)وہی ہر چیز کا معبود اور بادشاہ ہے جس نے ہر عضو کو بنایا اسے اس کا کام سکھایا،جس نے ساری کائنات بنائی اور ہر چیز کی تقدیر مقرر کی۔

﴿قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى﴾

فرعون نے کہا: ''پھر تو پہلے زمانوں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟''(51)

سوال1:﴿قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى﴾'' فرعون نے کہا: ''پھر تو پہلے زمانوں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:''فرعون نے کہا: ''پھر تو پہلے زمانوں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دلیل دی کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں رسول بنا کر بھیجا، جس نے ہمیں پیدا کیا، اور روزی پہنچائی، جس نے اندازہ لگایا اور راہ سمجھائی، فرعون پہلے لوگوں کا حوالہ دے کر جھگڑنے لگا کہ جن پہلے لوگوں نے اللہ کی عبادت نہیں کی بلکہ غیروں کی پوجا کی ان کا کیا حشر ہوگا۔(مختصر ابن کثیر:1171/2)

﴿قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾

''موسیٰ نے کہا: ''اُس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھولتا ہے اور نہ وہ غلطی کرتا ہے''(52)

سوال1:﴿قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''اُس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھولتا ہے اور نہ وہ غلطی کرتا ہے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ﴾''موسیٰ نے کہا: ''اُس کا علم میرے رب کے پاس'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرے رب نے ان کے اچھے برے اعمال کو شمار کر کے محفوظ کر دیا ہے۔

(2)﴿فِيْ كِتٰبٍ﴾''ایک کتاب میں ہے'' اپنی کتاب یعنی لوح محفوظ میں اس کے علم سے اور اس کی خبر سے کوئی چیز نہیں چھوٹتی۔

(3)﴿لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾''میرا رب نہ بھولتا ہے اور نہ وہ غلطی کرتا ہے۔''یعنی میرا رب نہ تو غلطی کرتا ہے کہ کوئی چیز اس کے شمار کرنے اور لکھنے سے چھوٹ جائے اور نہ اسے کوئی بات بھولتی ہے۔

(4)یعنی پہلے لوگوں کے جو اعمال آگے چلے گئے قیامت کے دن انہیں اپنے اعمال کا سامنا کرنا ہوگا اور سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔(5)مخلوق کے علم میں دو عیب پائے جاتے ہیں ایک تو کسی یعنی کسی چیز کا پورا احاطہ نہ کرنا اور دوسرا بھول جانا، تو رب ان دونوں عیبوں سے پاک ہے۔وہ برکت والا اور بلند کرنے والا ہے۔﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾''موسیٰ نے کہا: ''ان کو نازل نہیں فرمایا مگر آسمانوں وزمین کے پروردگار ہی نے، بصیرت (کا سامان ہیں)، اور اے فرعون! واقعی میں سمجھتا ہوں کہ تو یقیناً ہلاک کیا ہوا ہے۔''(بنی اسرائیل:102)

(6)سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا جواب بہت ہی بلیغ ہے آپ نے فرمایا مجھے پچھلوں کے حشر کی کیا خبر؟ البتہ اتنا یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ بہر حال

ان کے ساتھ انصاف ہی ہوا ہوگا۔ اور میرے علیم وخبیر، ہمہ بین، ہمہ داں خدا نے ان کے ساتھ معاملہ وہی کیا ہوگا، جس کے مستحق وہ اپنے عمل اور نامۂ اعمال کے لحاظ سے ہوں گے۔ وہاں غلطی یا بھول چوک کا کیا سوال؟ (تفسیر ماجدی:3/242)

﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی﴾

''وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنادیے اور آسمان سے کچھ پانی اُتارا پھر اُس کے ذریعے سے مختلف نباتات کی کئی قسمیں نکالیں'' (53)

سوال 1: ﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی﴾ ''وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنادیے اور آسمان سے کچھ پانی اُتارا پھر اُس کے ذریعے سے مختلف نباتات کی کئی قسمیں نکالیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا﴾ ''وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا'' یعنی اس نے زمین کو تمہارے لیے قرارگاہ بنایا جس پر تم آرام اور سکون سے رہتے ہو اور دور دراز کے سفر بھی کرتے ہو۔ تم اس پر عمارتیں تعمیر کرتے ہو، کھیتی باڑی کرتے ہو، باغات لگاتے ہو۔ اس نے تمہارے لیے زمین کو ایسے مسخر کیا ہے کہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانے سے انکار نہیں کرتی۔

(2) ﴿وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا﴾ ''اور اس میں تمہارے لیے راستے بنادیے'' یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لیے راستے بنائے اس کی وجہ سے تم زمین پر جہاں جانا چاہو آسانی سے جاسکتے ہو اور اپنے علاقوں کی نسبت سفر میں زیادہ نفع اٹھاتے ہو۔

(3) ﴿وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ﴾ ''اور آسمان سے کچھ پانی اُتارا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی۔ ﴿فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی﴾ ''پھر اُس کے ذریعے سے مختلف نباتات کی کئی قسمیں نکالیں'' اللہ تعالیٰ نے زمین سے طرح طرح کی بوٹیوں کے جوڑے پیدا کیے قسم قسم کے اناج، پھل پھول جن کے رنگ ذائقے، وضع قطع مختلف ہیں۔

(4) یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جانوروں ساری مخلوقات کے لیے رزق فراہم کیا۔ اگر سب کے لیے رزق نہ ہوتا تو زمین پر رہنے والے سب ہلاک ہوجاتے۔

﴿كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی﴾

''کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بلاشبہ اس میں عقل مندوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' (54)

سوال 1: ﴿كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی﴾ ''کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بلاشبہ اس میں

عقل مندوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ﴾ ''کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ'' اللہ تعالیٰ نے احسان کے طور پر اس آیت کریمہ کو بیان فرمایا ہے تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ تمام نباتات مباح ہیں اور ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں سوائے ضرر رساں نباتات کے، مثلاً زہر وغیرہ۔ (تفسیر سعدی:2/1619)

(2)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى﴾ ''بلاشبہ اس میں عقل مندوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' یعنی جو پھل اور غذائیں انسان کے لیے پیدا کیں اور جو خشک اور سبز چارے جانوروں کے لیے بنائے اس میں اللہ کے رب اور یہی معبود ہونے کے پختہ دلائل ہیں۔

(3)﴿لِّاُولِي النُّهٰى﴾ ''عقل مندوں کے لئے'' قتادہ نے کہا: اس سے مراد اہل تقویٰ، اہل ورع ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

(4) یعنی اس میں پختہ عقل اور فکر راست رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، اس کے احسان، اس کی رحمت، اس کے بے پایاں جود وسخا اور اس کی عنایت کامل کی نشانیاں ہیں اور یہ اس حقیقت پر دلیل ہیں کہ وہی رب معبود اور وہی مالک محمود ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ حمد، مدح اور ثنا کا اس ہستی کے سوا کوئی مستحق نہیں جس نے یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں، نیز یہ اس امر پر بھی دلیل ہیں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس اس نے جس طرح زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا اسی طرح وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں عقل مندوں کو خاص طور پر مخاطب کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل مند لوگ ہی ان نشانیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کو عبرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگ بہائم اور چوپایوں کی مانند ہیں، وہ ان نشانیوں کو عبرت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور نہ ان کی بصیرت کو ان نشانیوں کے مقاصد تک رسائی حاصل ہے بلکہ ان کے لئے ان نشانیوں میں اتنا ہی حصہ ہے جتنا بہائم (چوپایوں) کا ہے۔ وہ کھاتے ہیں، پیتے ہیں اور ان کے دل غافل اور جسم اعراض کرنے والے ہیں۔ ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ ''آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' (سورہ یوسف:105) (تفسیر سعدی:2/1619)

(5) عقل سلیم رکھنے والے رب کی نشانیوں سے اسے پہچان جاتے ہیں۔ یا اللہ! ہمیں ایسے لوگوں میں شامل فرما دینا جو تجھے تیری نشانیوں کو پہچانتے ہیں۔ جو دلائل کو مان کر تیرے آگے جھک جاتے ہیں۔

رکوع نمبر 12

﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾

''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی میں سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے'' (55)

سوال1:﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ ''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی میں سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ﴾ ''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا'' یعنی ہم نے تمہیں زمین کی مٹی سے بنایا۔

(2) آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے جو سارے انسانوں کے باپ ہیں۔

(3)﴿وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ ''اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے'' اور تمہیں اپنی موت کے بعد اسی زمین میں جانا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اسی میں تم جیو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اُسی میں سے تم نکالے جاؤ گے۔'' (الاعراف:25)(4) انسان کو زمین میں ہی دفن کیا جاتا ہے۔

(5)﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ﴾ ''اور اسی میں سے ہم تمہیں نکالیں گے'' یعنی قیامت کے دن اسی سے پیدا کیے جاؤ گے۔

(6)﴿تَارَةً اُخْرٰى﴾ ''دوبارہ'' یعنی پہلی بار بھی مٹی سے پیدا کیے گئے اور دوسری بار بھی مٹی سے ہی نکالے جاؤ گے۔﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے۔'' (اسراء:52)

(7) اللہ تعالیٰ نے اس کو واضح کیا ہے کہ زمین جو ماں کی گود کی طرح ہے زندہ انسانوں کو بھی اپنے اندر سمیٹتی ہے اور مردہ انسانوں کو بھی اور اسی سے انسان ایسے برآمد کر لیے جائیں گے جیسے ماں کے پیٹ میں پروان چڑھنے والا بچہ برآمد کر لیا جاتا ہے۔

(8) جس طرح وہ ہمیں عدم سے وجود میں لایا اسی طرح وہ ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا اور ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا۔

(9) موت کے بعد دوبارہ زندگی پر دو واضح عقلی دلیلیں ہیں۔(i) زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس میں سے دوبارہ نباتات کو نکالنا۔ (ii) زمین میں سے نکال کر انسانوں کو دوبارہ وجود میں لانا۔

(10) انسان کی زمین سے پیدائش، زمین کے اندر رہائش اور زمین سے برآمدگی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کی زمین سے پیدائش بے مقصد نہیں ہے کہ پیدا ہو کچھ عرصہ زندہ رہے پھر ختم ہو جائے بلکہ اس کی پیدائش اور اس کا وجود با مقصد ہے اور با مقصد وجود با مقصد انجام چاہتا ہے۔جس انسان کو رب نے عقل عطا کی اور زمین پر زندگی گزارنے کے لیے ہر طرح کے مواقع دیئے، جس کو زندگی جیسی دولت عطا کی، پھر جس کو موت آلیتی ہے، پھر جس کو اسی زمین سے اٹھا لینا ہے اس کی زمین پر زندگی یوں ہی محض کھانے پینے، سونے جاگنے، رزق کمانے خرچ کرنے کے لیے کیسے ہو سکتی ہے؟ پھر اسے عقل دینے کی ضرورت سمجھ نہیں آتی، پھر اس کے پاس انبیاء کو بھیجنے کی ضرورت سمجھ نہیں آتی۔زمین پر انسان کا ہونا، پھر زمین سے واپس بلا لیا جانا یعنی زمین کی گود کے اندر قبر کے اندر رہنا پھر زمین سے برآمد کر لیا جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ زمین پر انسان کی زندگی بے مقصد نہیں ہے۔یہی اللہ تعالیٰ کی ذات کی واحدانیت کا ثبوت بھی ہے اور آخرت کا بھی۔

سوال2: فرعون کے ذکر کے ساتھ زمین کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

جواب: فرعون اپنی ذات کی بڑائی میں مبتلا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہلاتا تھا حالانکہ وہ زمین کا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر احساس دلایا کہ دیکھو اس مٹی سے پیدا ہوئے اسی میں تم مر کر جاؤ گے اسی سے تم نکالے جاؤ گے۔ یہ بتاؤ بڑائی تمہارے لیے ہے ہی کب؟ تم بڑائی کا حق رکھتے ہی کیسے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے زمین کا تذکرہ کر کے فرعون کی بڑائی کو توڑا ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اُس نے جھٹلایا اور انکار کیا'' (56)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں تو اُس نے جھٹلایا اور انکار کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس نے فرعون کو ہر طرح کی نشانیاں دکھائیں لیکن وہ کفر سے باز نہ آیا۔

(2) ﴿فَكَذَّبَ وَاَبٰى﴾ ''تو اُس نے جھٹلایا اور انکار کیا'' فرعون نے جھٹلایا اور انکار کیا اور نشانیوں کو جادوگری قرار دیا۔

(3) ایک تو زندگی کا معجزہ عصاء تھا جو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار تھا کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور دوسرے سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہما السلام کے روشن دین پر ہونے کا معجزہ یعنی ید بیضاء تھا کہ جب ہاتھ نکالتے تھے چمکتا ہوا ہوتا تھا۔

(4) یعنی اس نے تکبر اور سرکشی سے ان نشانیوں کا انکار کیا جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اپنے رب کی طرف سے لائے تھے۔ (تفسیر جامع البیان: 195/16)

﴿قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى﴾

''اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ اپنے جادو سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو؟'' (57)

سوال1: ﴿قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى﴾ ''اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ اپنے جادو سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا﴾ ''اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو'' یعنی مصر سے نکال دو جس پر فرعون بادشاہ تھا۔

(2) ﴿بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى﴾ ''اے موسیٰ! اپنے جادو سے'' اس نے عصاء اور ید بیضا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں جادو قرار دیا۔

(3) مصر میں بنی اسرائیل کی کثرت تھی۔ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کروانے اور لڑکیوں کو زندہ

رکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔اس طرح یہ پتہ چلتا ہے کہ مصر میں بنی اسرائیل کو سیاسی عمل کے لحاظ سے غلام بنایا گیا تھا۔جب غلام کے نمائندے آئے تو فرعون کو یوں ہی لگا کہ یہ قوم کو آزاد کروانے آئے ہیں اور ہمیں ہماری زمین میں بے دخل کرنا چاہتے ہیں یعنی بنی اسرائیل اگر آج مصر سے چلے جائیں گے تو کل حملہ کر کے قبضہ بھی کر لیں گے۔

(4) یہود کے مقدس دینی ادب سے پتہ چلتا ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان افراد کو نکال کر لے گئے تھے تو وہ تعداد میں چھ لاکھ تھے جو کہ ایک بہت بڑی تعداد ہوتی ہے۔اگر اتنی بڑی آبادی نکل کر چلی جائے تو یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ یہ افراد آزاد ہو گئے تو کہیں ہماری حکومت نہ چھن جائے۔جب دو افراد اور وہ بھی قوم کے نمائندے اس کے پاس گئے تو اس نے اپنے قدموں تلے کی زمین سرکتی ہوئی محسوس کی۔اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کی آئیڈیولوجی کتنی بودی اور کمزور تھی۔اس کو خود بھی یہ یقین نہیں تھا کہ میں سب سے بڑا رب ہوں۔بھلا کوئی رب بھی یہ سوال کرتا ہے کہ تم ہمیں ہماری زمین سے نکالنے آئے ہو؟ کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ اس کو اپنے رب ہونے کا خود بھی یقین نہیں تھا۔

﴿فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى﴾

''تو ہم بھی تمہارے پاس ضرور ایسا ہی جادو لائیں گے چنانچہ ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدے کا وقت مقرر کر لو، نہ ہم اُس کے خلاف کریں گے اور نہ تم، ایسی جگہ میں جو ہموار ہو'' (58)

سوال 1: ﴿فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى﴾ ''تو ہم بھی تمہارے پاس ضرور ایسا ہی جادو لائیں گے چنانچہ ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدے کا وقت مقرر کر لو، نہ ہم اُس کے خلاف کریں گے اور نہ تم، ایسی جگہ میں جو ہموار ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ﴾ ''تو ہم بھی تمہارے پاس ضرور ایسا ہی جادو لائیں گے'' فرعون سرکش حکمران تھا جن کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ وہ حق کی طرف بلانے والوں کو اقتدار کا طلب گار سمجھتے ہیں پھر ان کے دلائل کے مقابلے میں اپنے دلائل ان کے کلام کے مقابلے میں اپنا کلام اور ان کے جادو کے مقابلے میں اپنا جادو لاتے ہیں۔

(2) فرعون نے کہا تھا کہ میں سب سے بڑا رب ہوں لیکن حق کا یہ مزاج ہے کہ جہاں حق کی دعوت دی جائے باطل مٹ جاتا ہے۔جہاں حق آتا ہے تو لوگ مغلوب ہو جاتے ہیں۔اب جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے حق بات کہی تو مغلوب ہوتے ہوئے فرعون نے محض نشانیاں دیکھیں تو اس نے کہا کہ ہم بھی ایسا جادو لائیں گے۔

(3) ﴿فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ﴾ ''چنانچہ ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدے کا وقت مقرر کر لو، نہ ہم اُس کے خلاف کریں گے اور نہ تم'' یعنی ہم سے وعدہ کرو ہم میں سے کوئی وعدہ خلافی نہ کرے اور ہم سب کھلے میدان میں جمع ہو کر جادو

کا مقابلہ جادو سے کریں اور مقررہ تاریخ پر سب پہنچ جائیں۔

(4)﴿مَكَانًا سُوًى﴾ ''ایسی جگہ میں جو ہموار ہو'' یعنی اس کا ہمیں بھی علم ہو اور تمہیں بھی۔ یا کوئی ہموار میدان ہو جہاں ان کرتبوں کا مشاہدہ ممکن ہو۔ (تفسیر سعدی:1621/2)

سوال2: ایمان والوں کے پاس سرکش حکمرانوں کے مقابلے میں کون سی طاقت ہوتی ہے؟

جواب: سرکش حکمران اہل حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ کبھی اہل حق کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتے چاہے کتنے ہی مکر، کتنے ہی حیلے اور کتنی ہی تدبیریں کر لیں کیونکہ ان کے پاس مقابلے میں وہ سب کچھ نہیں ہوتا جو اہل ایمان کے پاس ہوتا ہے۔ مثلاً اہل ایمان کے پاس تو ایمان ہے لیکن ان سرکش حکمرانوں کے پاس اپنا کچھ نہیں ہے۔ اہل حق کے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے اور اہل باطل اس کے مقابلے میں مادی قوت لے کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی قوت نہیں ٹھہرتی اس لیے اہل باطل کبھی کامیاب نہیں ہوتے حتیٰ کہ اگر اہل حق اکیلے رہ جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے ثابت قدم رہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ صحابی، خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ جن کو لوگوں نے قائل کرنے کی کوشش کی تھی: کیا تم یہ بات پسند کرو گے کہ اس وقت محمد ﷺ تمہاری جگہ یہاں ہوتے اور تم اس تکلیف سے نجات پا جاتے؟ تو خبیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: (اور اس وقت ان کے جسم سے بے تحاشا خون بہہ رہا تھا) واللہ! مجھے تو اتنا بھی گوارا نہیں کہ میں امن واطمینان کے ساتھ اپنے اہل وعیال میں رہوں اور ان کے پاؤں کے تلوے میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ (سیرت ابن ہشام، مترجم:401)

﴿قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى﴾

''موسیٰ نے کہا: ''تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں'' (59)

سوال1: ﴿قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ﴾ ''سیدنا موسیٰ نے کہا: ''تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے'' موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی بات کے جواب میں کہا کہ آؤ شوق سے مقابلہ کرو۔ عید کا دن ٹھیک، چھٹی کا دن ہے جس میں سب جمع ہو سکیں گے۔

(2) یہ دن ان کی عید کا دن تھا۔ جس میں وہ اپنے کام کاج سے فارغ ہوتے تھے اور تمام مشاغل منقطع کر دیتے تھے۔ (تفسیر سعدی:1621/2)

(3)﴿وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى﴾ ''اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رات کی بجائے دن اور وہ بھی چاشت کا وقت مقرر کیا تا کہ لوگ کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کے نبی سے معجزات دیکھ لیں۔

(4) انبیاء کے کام میں دھوکہ نہیں ہوتا۔ ان کے کام روشن اور واضح ہوتے ہیں۔ جب کہ شعبدے باز رات کا وقت مقرر کرتے ہیں۔

﴿فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى﴾

''پھر فرعون واپس لوٹا تو اس نے اپنی ساری تدبیریں جمع کیں، پھر (مقابلے) پر آ گیا'' (60)

سوال 1: ﴿فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى﴾ ''پھر فرعون واپس لوٹا تو اس نے اپنی ساری تدابیر جمع کیں، پھر (مقابلے) پر آ گیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ﴾ ''پھر فرعون واپس لوٹا'' جب میدان مقابلہ اور تاریخ طے پا گئی تو فرعون سارے شہروں سے چھوٹے بڑے جادوگر جمع کرنے لگا۔ ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ﴾ ''اور فرعون نے کہا کہ ہر ماہر جادوگر کو میرے پاس لاؤ۔'' (یونس:79)

(2) اس دور میں جادو کا دور دورہ تھا۔ فرعون نے ترغیب دلا کر ایک بڑی تعداد جمع کر لی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ (٣٩) لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ (٤٠)﴾ ''اور لوگوں سے کہا گیا: ''کیا تم جمع ہونے والے ہو؟'' شاید کہ ہم جادوگروں کے پیروکار بن جائیں اگر وہ غالب رہنے والے ہوں۔'' (الشعراء:39,40)

﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى﴾

''موسیٰ نے اُن سے کہا کہ تمہارا بُرا ہو! اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھو، ورنہ وہ تمہیں ایک عذاب سے فنا کر دے گا، اور یقیناً جھوٹ جس نے بھی گھڑا وہ نامراد ہوا'' (61)

سوال 1: ﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى﴾ ''موسیٰ نے اُن سے کہا کہ تمہارا بُرا ہو! اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھو، ورنہ وہ تمہیں ایک عذاب سے فنا کر دے گا، اور یقیناً جھوٹ جس نے بھی گھڑا وہ نامراد ہوا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''موسیٰ نے اُن سے کہا کہ تمہارا بُرا ہو! اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھو'' اس موقع پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے، تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھو۔

(2) ﴿فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ﴾: یعنی وہ تمہیں اپنے عذاب سے ہلاک کر دے گا۔ (ایسر التفاسیر:891)

(3) یعنی اپنے جادو کے ذریعے سے اپنے باطل مسلک کی مدد کر کے حق پر غالب آنے کی کوشش نہ کرو اور نہ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرو ورنہ عذاب الٰہی تمہیں تباہ کر دے گا۔ تمہاری کوشش اور تمہاری بہتان درازی ناکام ہو جائے گی اور تمہیں فتح و نصرت اور فرعون اور اس کے درباریوں کے ہاں کوئی عزت و جاہ حاصل نہیں ہوگی اور تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکو گے۔ (تفسیر سعدی:2/1621)

(4)﴿وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى﴾ ''اور یقیناً جھوٹ جس نے بھی گھڑا وہ نامراد ہوا'' یعنی جھوٹ باندھنے والا ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(جھوٹ سے بچو، کیونکہ) جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور جہنم کی طرف لے جاتے ہیں اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (مسلم)

سوال 2: سیدنا موسیٰ نے مقابلے سے پہلے لوگوں کو کیا نصیحت کی؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مقابلے سے پہلے لوگوں کو اخلاص اور دل کی گہرائیوں سے نصیحت کی۔ (1) اللہ تعالیٰ پر تہمت نہ لگاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نشانی کو جادو نہ کہو۔

(2) حق کے مقابلے میں جھوٹ یعنی جادو نہ گھڑو، یہ خطرناک فعل ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ ویسی ہی چیز بنالاؤ گے تو دونوں کی حقیقت مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مقابلہ جادو سے نہ کرو۔ اس کا یقینی نتیجہ ہلاکت ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کی دُنیا میں جھوٹے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

﴿فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى﴾

''تو انہوں نے اپنے معاملے میں آپس میں جھگڑا کیا اور انہوں نے پوشیدہ سرگوشی کی'' (62)

سوال 1: ﴿فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى﴾ ''تو انہوں نے اپنے معاملے میں آپس میں جھگڑا کیا اور انہوں نے پوشیدہ سرگوشی کی۔'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا ابتدائی نتیجہ کیا نکلا؟

جواب: (1) ﴿فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ﴾ ''تو انہوں نے اپنے معاملے میں آپس میں جھگڑا کیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تقریر کے نتیجے میں ان کے درمیان اختلاف ہو گیا اور اُن میں سے ایک گروہ نے کہا یہ جادوگر کا نہیں نبی کا کلام ہے، دوسروں نے کہا ہماری طرح کا جادوگر ہے۔ (ابن کثیر)

(2) اللہ تعالیٰ کا کلام سچا ہے جو دلوں کو متاثر کرتا ہے۔ جادوگر جب کلام سے متاثر ہوئے تو ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں یا نہیں؟

(3) ساحروں کی جماعت سیدنا موسیٰ اور ان سے مقابلہ کے معاملہ میں خود مختلف الرائے ہو گئی۔ ساحروں کی جماعت میں تردد وانتشار بہت ممکن ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مؤثر تبلیغی تقریر کا نتیجہ ہو۔ (تفسیر ماجدی: 245/3)

﴿قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى﴾

''انہوں نے کہا کہ بلاشبہ یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں وہ دونوں ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہاری زمین سے نکال

دیں اور تمہارے مثالی طریقہ زندگی کا خاتمہ کر دیں۔"(63)

سوال1:﴿قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى﴾ "انہوں نے کہا کہ بلاشبہ یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں وہ دونوں ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہاری زمین سے نکال دیں اور تمہارے مثالی طریقہ زندگی کا خاتمہ کر دیں" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾" انہوں نے کہا کہ بلاشبہ یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں" انہوں نے ایک دوسرے کے حوصلے بلند کرنے کے لیے دلائل دیئے کہ ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام بہت خطرناک جادوگر ہیں جو مصر پر قبضہ کرنے چاہتے ہیں لہٰذا ان کا متحد ہو کر مقابلہ کرنا چاہیے۔

(2)﴿يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا﴾"وہ دونوں ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہاری زمین سے نکال دیں" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس جگہ طریقہ کی یہی تفسیر منقول ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تمہاری قوم کے سرداروں اور باعزت لوگوں کو ختم کر دیں اس لئے تم لوگوں کو چاہیے کہ مقابلہ کے لئے اپنی پوری تدبیر و توانائی صرف کرو اور سب جادوگر صف بستہ ہو کر یک بارگی ان کے مقابلے پر عمل کرو۔(تفسیر معارف القرآن:124/6)

(3)﴿وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى﴾"اور تمہارے مثالی طریقہ زندگی کا خاتمہ کر دیں" اس سے مراد افضل طریقہ ہے۔اُن دنوں مصر میں مشرکانہ عقائد کی بنیاد پر ہی سیاسی اور معاشرتی نظام کی بنیاد تھی۔جس سب سے بڑے دیوتا سورج کے اوتار کی حیثیت سے فرعون قوم کا بادشاہ تھا اُس نے قوم کے اندر تعصب کو اُبھارا کہ اگر اہل توحید کی حیثیت ہوگی تو ہمارا قومی نظام ختم ہو جائے گا۔

(4)یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انہوں نے پروپیگنڈا کیا کہ وہ تمہاری روزی کو ختم کرنا چاہتا ہے،تم سے حسد کرتا ہے،ریاست میں تمہارے مقام کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

﴿فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى﴾

"چنانچہ آج اپنی تدبیریں پختہ کرو، پھر صف بستہ ہو کر آؤ اور یقیناً آج جس نے غلبہ حاصل کیا وہی کامیاب ہوا"(64)

سوال1:﴿فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى﴾"چنانچہ آج اپنی تدبیریں پختہ کرو، پھر صف بستہ ہو کر آؤ اور یقیناً آج جس نے غلبہ حاصل کیا وہی کامیاب ہوا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ﴾"چنانچہ آج اپنی تدبیریں پختہ کرو" یعنی سب مل کر ایسے کرتب دکھاؤ کہ ایک ہی بار موسیٰ پر غلبہ پا جاؤ۔یعنی اپنی رائے اور بات پر متفق ہو کر،ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے یک بارگی موسیٰ پر غلبہ حاصل کر لو۔(تفسیر سعدی:1623/2)

(2)﴿ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾"پھر صف بستہ ہو کر آؤ" تاکہ تم بہتر طریقے سے اپنا کام کر سکو اور دلوں میں تمہاری ہیبت بیٹھ جائے اور تاکہ تم

میں سے کوئی اس کام کو نہ چھوڑے جس کی وہ قدرت رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1623)

(3)صف بہ صف یعنی سب مل کر۔انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو غیرت دلائی کہ آج تو ہمارے فن پر حملہ ہے،فن کی عزت کا سوال ہے،اس کا تحفظ ہم سب پر واجب ہے۔(تفسیر ماجدی:3/246)

(4)﴿وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى﴾''اور یقیناً آج جس نے غلبہ حاصل کیا وہی کامیاب ہوا''یعنی آج جو جیتا وہی سکندر ہے،وہی کامیاب ہے۔ہم جیتے تو بادشاہ کی طرف سے انعام ملے گا اور اگر وہ دونوں جیتے تو عظیم ریاست پر قبضہ کرلیں گے۔

سوال2:فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لیے کس چیز کی دعوت دی؟

جواب:(1)فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لیے اپنی تدبیریں اکٹھی کرنے اور متحد ہونے کی دعوت دی۔

(2)فرعون نے قوم کو اُبھارا کہ آج جو جیتا وہی غالب رہے گا۔لہٰذا آج کے دن کے خسارے کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔سب نکلو،سب اپنے نظام کو بچانے کے لیے اس کو غالب کرنے کی فکر کرلو۔

﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى﴾

انہوں نے کہا:''اے موسیٰ!تم پھینکتے ہو یا کہ ہم پہلے ہوں جو پھینکیں؟''(65)

سوال1:﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى﴾'' انہوں نے کہا:''اے موسیٰ!تم پھینکتے ہو یا کہ ہم پہلے ہوں جو پھینکیں''مقابلہ کے آغاز کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ﴾انہوں نے کہا:''اے موسیٰ!یا کہ تم پھینکتے ہو''جب جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوگئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ پہلے تم اپنا کمال دکھاؤ گے۔

(2)﴿وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى﴾''یا کہ ہم پہلے ہوں جو پھینکیں''جادوگروں نے کہا:موسیٰ تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں؟یہ آغاز چیلنج اور اُصول کے تحت ہے۔

(3)ساحر حضرت موسیٰ سے دریافت کررہے ہیں جیسا کہ آج بھی کھلاڑی مقابلہ کے وقت دریافت کرتے ہیں کہ کہئے پہلی بازی کس کی رہے گی؟یا دوسری اصلاح میں پہلا وار کس کا ہوگا؟یہ ساحر حضرت موسیٰ سے القاء سحر کی اجازت نہیں طلب کررہے ہیں۔اجازت دینے کے قابل وہ انہیں سمجھتے ہی کب تھے،القاء سحر پر تو وہ کمر بستہ تھے ہی،دریافت صرف اتنا کررہے ہیں کہ پہلی بازی کس کی ہوگی۔(تفسیر ماجدی:3/247)

﴿قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى﴾

موسیٰ نے کہا:''بلکہ تم ہی پھینکو۔''تو یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں،اُن کے جادو سے موسیٰ کو خیال ڈالا جاتا تھا

کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں" (66)

سوال 1: ﴿قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى﴾ "موسیٰ نے کہا: "بلکہ تم ہی پھینکو" تو یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اُن کے جادو سے موسیٰ کو خیال ڈالا جاتا تھا کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں" سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے چیلنج کو کیسے قبول کیا اور اس کے بعد کیا ہوا وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ بَلْ اَلْقُوْا﴾ "موسیٰ نے کہا: "بلکہ تم ہی پھینکو" سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو اقدام کرنے کے لیے کہا تا کہ انہیں پتہ چل جائے کہ وہ جادوگروں کی بڑی تعداد اور جادو کے کرتبوں سے خوف زدہ نہیں ہیں۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس طرح جادوگروں کو سوچنے کا موقع دے دیا کہ ہمارے جادو کی اور عصا کے کام کی کیا حیثیت ہے جسے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ تھوڑی دیر بعد عصا سارے جادو کو نگل جائے گا۔ اس طرح جادوگر سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

(4) ﴿فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى﴾ "تو یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اُن کے جادو سے موسیٰ کو خیال ڈالا جاتا تھا کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں" جادوگر کرتب دکھانے لگے، ادھر رسیاں اور لاٹھیاں ڈالی گئیں اور ادھر خیال ڈالے گئے اور رسیاں اور لاٹھیاں دوڑنے لگیں اور ہر طرف ان کے دوڑنے کی وجہ سے لگتا تھا سانپ بھاگ رہے ہیں۔ رب العزت نے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ﴾ "موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "تم ہی پھینکو" پھر جب انہوں نے پھینکا (تو) لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں دہشت زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے آئے۔ (الاعراف:116) اور جادو کیا تھا سانپوں کا سیلاب تھا جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی دہشت زدہ کر دیا۔

﴿فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى﴾

"چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا" (67)

سوال 1: ﴿فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى﴾ "چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا" سیدنا موسیٰ علیہ السلام دل میں کیوں ڈر گئے؟

جواب: (1) جب موسیٰ علیہ السلام کو رسیاں اور لاٹھیاں سانپ بن کر چلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ ﴿فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى﴾ "چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا" تو موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گئے جیسا کہ طبیعت بشری کا تقاضا ہے، ورنہ حقیقت میں انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اس کی نصرت کا پورا یقین تھا۔ (تفسیر سعدی: 1624/2)

(2) جادو خوف ناک تھا اور وہ یہ بھول گئے تھے کہ وہ ان سے زیادہ قوی ہیں اور یہ ایک طبیعی چیز ہے جو نبوت کے منافی نہیں ہے نبی کیونکہ بشر

ہوتا ہے اس لیے اس کی بشریت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی کی خود حفاظت فرماتا ہے۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا خوف اس وجہ سے بھی تھا کہ میرے عصا سے پہلے کہیں لوگ جادوگروں سے متاثر نہ ہو جائیں کیونکہ طریقہ ایک ہی تھا۔ جادوگروں نے لاٹھیاں پھینکی تھیں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھی لاٹھی ہی پھینکی تھی۔ اب یہ فیصلہ کے لیے کیسے ہوگا کہ جادو کون سا ہے اور معجزہ کون سا۔

﴿قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ﴾

''ہم نے کہا: ڈرو مت! یقیناً تم ہی غالب ہو'' (68)

سوال 1: ﴿قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ﴾ ''ہم نے کہا: ڈرو مت! یقیناً تم ہی غالب ہو'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اندیشے کو کیسے دور کیا؟

جواب: (1) ﴿قُلْنَا﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ثابت قدم رکھنے کے لیے فرمایا: ﴿لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ﴾ ''ڈرو مت! یقیناً تم ہی غالب ہو''۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کسی کے لحاظ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ ہی غالب رہو گے کیونکہ آپ کے پاس سچائی اور ایمان ہے۔ سچائی اور ایمان مغلوب نہیں ہوتے۔

﴿وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾

اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقیناً جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔'' (69)

سوال 1: ﴿وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾ ''اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقیناً جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتے جہاں سے بھی وہ آئے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ﴾ ''اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے'' رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنا عصا زمین پر پھینک دو۔ اللہ رب العزت کی جانب سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اقدام کے لیے تیار کیا جا رہا تھا کہ اس جادو کا علاج اب عصا کے ذریعے سے ہوگا۔

(2) ﴿تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا﴾ ''جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا'' یعنی یہ جو سانپوں کا سیلاب ہے اس پر عصا بند باندھے گا۔ عصا پھینک دو یہ جادوگروں کے کرتبوں کو نگل جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ ادھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا اور ادھر وہ سارے بناوٹی سانپ نگل

گیا۔میدان میں لاٹھیاں اور رسیاں باقی رہ گئیں۔

(3)بعض علما نے ﴿تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا﴾ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ عصا سے بنا ہوا اژدھا جس طرف رخ کرتا اور جہاں جہاں پہنچتا وہاں سے شعبدہ کا اثر ختم ہو جاتا تھا حتیٰ کہ آخر میں جادوگروں کی لاٹھیاں اور رسیاں ہی میدان میں رہ گئیں جو جادوگر اپنے ساتھ لائے تھے۔(تیسیر القرآن:73/3)

(4)﴿اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ﴾ ''جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے'' جادوگروں نے نظر بندی کے عمل کے سبب ان کو متاثر کیا، اُن کی رسیاں لاٹھیاں واقعتاً سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ تخیل متاثر تھا جس کی وجہ سے وہ سانپ نظر آتی تھیں۔

(5)﴿وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ ''اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔'' جادوگر جھوٹا ہوتا ہے اور جھوٹ سچ کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتا۔سچائی کی قوت باطل کو نگل جاتی ہے۔اس لیے باطل کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم جادوگر کو پکڑ لو تو اسے قتل کر ڈالو، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جادوگر جہاں بھی مل جائے اسے امان نہ دی جائے۔(ابن ابی حاتم)

(6)حقیقت یہ ہے کہ معجزے، کرامت اور جادو میں فرق ہوتا ہے۔یہ فرق کیا ہے؟ جادو میں کیا ہوتا ہے؟ جادوگر جو ارادہ کرتا ہے وہ لوگوں کو دکھائی دیتا ہے حالانکہ اس کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔مثلاً فرعون نے جب جادوگروں کو مقابلے کے لیے کہا تو انہوں نے لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں جو لوگوں کو سانپ دکھائی دے رہی تھیں۔جادو میں جادوگر کے کچھ افعال اور اقوال کی وجہ سے نظر بندی ہو جاتی ہے۔کرامت کے لیے کسی قسم کی کوئی محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔کرامت اتفاقاً ظاہر ہوتی ہے مثلاً: سیدہ مریم علیہا السلام کی کرامت کیا تھی؟ سیدنا زکریا علیہ السلام جب ان کے پاس جاتے تو بے موسم کے پھل ان کے پاس پاتے تھے۔اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ سے جو ظاہر کرنا چاہے کر سکتا ہے اس میں کسی انسان کا کمال نہیں ہے، یہ بھی رب ہی کا کمال ہے۔مختصر یہ کہ جادو تو افعال اور اقوال سے ہوتا ہے، اس میں محنت ہوتی ہے لیکن کرامت اتفاقاً ہوتی ہے اور معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کے ہاتھ پر دکھایا جاتا ہے۔معجزہ غیر نبی کے ہاتھ پر نہیں دکھایا جاتا۔

سوال2: جادوگروں کے عمل کی کیا حقیقت تھی؟

جواب: جادوگروں نے نظر بندی کے عمل کے سبب کو متاثر کیا اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں واقعتاً سانپ نہیں بنیں تھیں بلکہ تخیل متاثر تھا جس کی وجہ سے وہ سانپ نظر آتی تھیں۔یہ ہے دنیا کی زندگی کی حقیقت انسان کا خیال متاثر ہو جائے تو گھٹیا چیزیں کتنی بڑی ہو جاتی ہیں لگتا ہے کہ دنیا کی زندگی کبھی ختم نہیں ہوگی۔خیال متاثر ہو جائے تو انسان کو دنیا سب سے بڑی حقیقت دکھائی دیتی ہے اور اگر رب کی ذات کا شعور مل جائے تو انسان کو دنیا بہت حقیر دکھائی دیتی ہے۔تخیل غلام ہے، شیطان انسان کو وہ کچھ دکھاتا ہے جو اصل حقیقت نہیں ہے۔

سوال3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے کیا کام کیا؟

جواب: وہ بہت بڑا سانپ بن کر میدان میں دوڑنے لگا اور جادوگروں کے جادو کو نگل گیا۔

سوال4: جادوگروں پر اس کا کیا اثر ہوا؟

جواب: جادوگر کلام سن کر متاثر تو تھے ہی اب اُنہوں نے سچائی کو کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھ لیا اور یقین کر لیا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس انسانی جادو نہیں اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے۔

﴿فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ﴾

''تو جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے اور اُنہوں نے کہا: ''ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے ہیں'' (70)

سوال1: ﴿فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ﴾ ''تو جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے اور اُنہوں نے کہا: ''ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ﴾ ''تو جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے اور اُنہوں نے کہا: ''ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے ہیں۔'' جب جادوگروں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے کیونکہ انہیں جادو کے بارے میں تو ہر قسم کی معلومات تھیں۔ انہیں یہ یقین حاصل ہو گیا تھا کہ یہ سیدنا موسیٰ کا کمال درجے کا جادو نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نشانی ہے اور اس پر وہی قدرت رکھتا ہے جس کے حکم سے ہر چیز وجود میں آجائے۔ یہ سوچ تھی جس نے جادوگروں کو سجدے میں ڈال دیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا (٤٦) قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (٤٧) رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ (٤٨)﴾ ''پھر سارے جادوگر سجدے کی حالت میں ڈال دیے گئے۔ انہوں نے کہا: ''ہم جہانوں کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔ موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔'' (الشعراء:48,46)

(3) پس اس بھرے مجمع میں حق ظاہر اور روشن ہو گیا اور مکر و فریب اور جادو باطل ہو گیا اور یہ چیز اہل ایمان کے لئے ایک واضح دلیل اور رحمت بن گئی اور معاندین حق پر حجت قائم ہو گئی۔ (تفسیر سعدی:1624/2)

سوال2: جادوگروں کو کس چیز نے سجدے میں گرا دیا تھا؟

جواب: جادوگروں کو حق کی پہچان نے سجدہ میں گرا دیا تھا۔ انہوں نے حقیقت کو جان لیا تھا۔ جادوگروں نے یقین کے ساتھ جان لیا تھا جو کچھ سیدنا موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ جادو نہیں معجزہ ہے۔ اور اُنہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لانے کا اقرار کر لیا۔ کیونکہ وہ رب کو پہلے بھی جانتے تو تھے لیکن ایسے نہیں جانتے تھے۔ اب تو ان کی ذات کے اندر چھپے ہوئے جذبے نے سر اٹھایا تھا۔ ہر انسان کسی بالاتر ہستی کے سامنے جھکنا چاہتا ہے بچھنا چاہتا ہے، سجدے کرنا چاہتا ہے اسی وجہ سے آپ کسی کافر کو دیکھیں، کسی ملحد کو، کسی بے دین کو دیکھیں ہر ایک کے اندر یہ خواہش موجود ہے کہ کوئی بڑا ہو جس کے سامنے میں چھوٹا ہو جاؤں لیکن انسان جب حقیقت کو نہیں سمجھتا تو خود

کو بڑا بنالیتا ہے اور اپنے مقابلے میں اپنے رب کو ماننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتا۔ تو یہاں جادوگروں نے اپنے رب کو پہچان لیا تھا اس لیے سجدے میں گرا دیے گئے اور انہوں نے رب پر ایمان لانے کا اقرار کرلیا۔

سوال3: جادوگر خود سجدے میں نہیں گئے تھے انہیں ڈال دیا گیا تھا کون سی چیز تھی جس نے سجدے میں گرا دیا؟

جواب: جادوگر کلام سن کر متاثر تو تھے اب سچائی کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا یقین کرلیا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس انسانی جادو نہیں رب کا دیا ہوا معجزہ ہے جادوگروں کے اندر ایمان اترا تھا وہ یقین جو انہیں جادو اور معجزے کی حقیقت کو معلوم کرنے کے بعد حاصل ہوا تھا یہ یقین ان کے اندر رچ بس گیا تھا اسی یقین کی وجہ سے ان کے حالات مختلف ہو گئے وہ متاثر ہو گئے۔

﴿قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَكُمۡ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيۡرُكُمُ الَّذِىۡ عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمۡ فِىۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ ۫ وَلَتَعۡلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبۡقٰى﴾

''فرعون نے کہا: ''تم اس پر ایمان لے آئے ہو اس سے پہلے ہی کہ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا؟ یقیناً وہ ضرور تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا پس یقیناً میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹوں گا اور میں کھجور کے تنوں پر تمہیں ضرور پھانسی دوں گا اور تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون عذاب دینے میں زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے؟'' (71)

سوال1: ﴿قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَكُمۡ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيۡرُكُمُ الَّذِىۡ عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ﴾ ''فرعون نے کہا: ''تم اس پر ایمان لے آئے ہو اس سے پہلے ہی کہ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا؟'' جادوگروں کے ایمان کا فرعون پر کیا اثر ہوا؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَكُمۡ﴾ ''فرعون نے کہا: ''تم اس پر ایمان لے آئے ہو اس سے پہلے ہی کہ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا؟'' فرعون نے کہا: تم نے اُس کو مان لیا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا؟ وقت کے فرعون ایسے ہی کہا کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں لوگوں کے دل ہمارے قابو اور قبضے میں ہیں۔ یہ لوگ ہماری مرضی سے سوچیں، ہماری مرضی سے بولیں، ہماری مرضی کے مطابق زندگی گزاریں۔ غلاموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہوتا ہے۔ فرعون نے بھی یہ چاہا تھا۔ اس نے حیران ہو کر کہا کہ میں نے تو تمہیں اجازت نہیں دی تم نے کیسے اسلام قبول کرلیا؟

(2) یعنی مجھ سے پوچھے اور میری اجازت کے بغیر تم نے ایمان لانے کا اقدام کیسے کرلیا؟ چونکہ وہ اپنے ہر معاملے میں فرعون کے مطیع تھے اور اس کا نہایت ادب کرتے تھے، اس لئے فرعون کو ان کا ایمان لانا بڑا عجیب سا لگا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس معاملے میں بھی اس کی اطاعت کریں گے۔ اس دلیل اور برہان کو دیکھ لینے کے بعد فرعون اپنے کفر اور سرکشی میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ (تفسیر سعدی: 2/1624,1625)

(3) فرعون نے ایمان کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اس نے سچائی کو اپنا فرمان بردار بنا کر رکھنا چاہا لیکن سچائی کو زیر نہیں کر سکا۔ اس لیے سخت سزا کا حکم سنا دیا۔ حق اور سچ لے کر اٹھنے والوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ لوگ ڈرتے ہیں کہ کہیں حق کی بات بڑی نہ ہو جائے۔

(4)﴿اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ﴾ ''یقیناً وہ ضرور تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کو جانتے تک نہیں تھے لیکن جب جادوگروں نے ایمان لانے کا فیصلہ کیا تو فوراً الزام تراشی کا رویہ سامنے آ گیا۔ اندر کی خرابی کھل کے سامنے آئی، اس نے کہا یہ تو تمہارا بڑا ہے، اسی نے تو تمہیں جادو سکھایا ہے۔

(5) فرعون نے اپنی خفت مٹانے کے لیے یہ ظاہر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو جادوگروں پر جو غلبہ حاصل ہوا ہے وہ ان کے آپس کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے اور ان کی سازش کی وجہ سے جو فرعون اور اس کی قوم کے خلاف تھی کہ وہ ان کو سرزمین مصر سے باہر نکال دیں۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ فرعون نے کہا: ''تم اس سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ہو کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقیناً یہ تو ایک سازش ہے جو تم نے شہر میں کی ہے تاکہ تم اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو، سو تم بہت جلد ہی جان لو گے۔ (الاعراف:123)

(7)﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''سو اس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اس کی اطاعت کی، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔'' (الزخرف:54)

سوال 2:﴿فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ ''پس یقیناً میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹوں گا اور میں کھجور کے تنوں پر تمہیں ضرور پھانسی دوں گا'' فرعون نے طاقت کے ذریعے حق کو دبانے کی کوشش کی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا۔

(2) فرعون کو پتہ چل گیا تھا کہ میرا جادوگروں کے دل پر کوئی اختیار نہیں۔ دل تو اللہ تعالیٰ کی دو کریم انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جیسے چاہے انھیں پھیرتا ہے۔ ایمان کی بشاشت جب دلوں میں شامل ہو جائے تو انسان پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

(3)﴿وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ ''اور میں کھجور کے تنوں پر تمہیں ضرور پھانسی دوں گا'' سولی دینے کی سزا دنیا کی قدیم ترین سزاؤں میں سے ہے اور جب تک متمدن حکومتوں نے سولی گھر نہیں بنوائے تھے، قدیم ترین طریقہ یہی درختوں پر لٹکا دینے کا تھا اور کھجور کے درخت مصر میں عام تھے۔ (تفسیر ماجدی:250/3)

سوال 3:﴿وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى﴾ ''اور تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون عذاب دینے میں زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے؟'' فرعون نے جادوگروں کو اپنے دین پر قائم رکھنے کے لیے آخری کام کیا کیا؟

جواب: ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى﴾ ''اور تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون عذاب دینے میں زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے؟'' فرعون نے کہا کہ میں تمھیں ایسی سزا دوں گا کہ پھر تمھیں پتہ لگ جائے گا کہ کس کا عذاب زیادہ سخت اور

دیر پا ہے۔

﴿قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾

''جادوگروں نے کہا: ''ہم تمہیں اُن پر ہرگز ترجیح نہیں دیں گے جو واضح دلائل میں سے ہمارے پاس آ گئے ہیں اور نہ ہی اُس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا، چنانچہ فیصلہ کرو جو تم فیصلہ کرنے والے ہو یقیناً تم صرف اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کرو گے'' (72)

سوال 1: ﴿قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا﴾ جادوگروں نے کہا: ''ہم تمہیں اُن پر ہرگز ترجیح نہیں دیں گے جو واضح دلائل میں سے ہمارے پاس آ گئے ہیں اور نہ ہی اُس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا'' جادوگروں پر ایمان لانے کا کیا اثر ہوا؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ﴾ ''جادوگروں نے کہا: ''ہم تمہیں اُن پر ہرگز ترجیح نہیں دیں گے'' یعنی ہم تیری عبادت اور تیری اطاعت کو ہرگز اختیار نہیں کریں گے اور تمہارے دین کی ہرگز پیروی نہیں کریں گے۔ (تفسیر سمرقندی: 423/2)

(2) ﴿عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ﴾ ''جو واضح دلائل میں سے ہمارے پاس آ گئے ہیں'' سیدنا ابن عباس کہتے ہیں کہ جو ہمارے پاس روشن دلیلیں آ گئیں یعنی یقین اور علم آیا ہے۔

(3) یعنی جو علم اور یقین ہمیں نصیب ہوا ہے تم اب ہمیں نہیں پھیر سکتے۔ چاہے کاٹ ڈالو یا برباد کر دو پرواہ نہیں۔

(4) یعنی ہمارے پاس ایسی واضح نشانیاں آئی ہیں جو ہمارے لیے دلیل اور راہ نما ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے جو ایک ہے، قادر ہے، مالک ہے، وہ عظیم ہے اس کے سوا کسی معبود کی کوئی حقیقت نہیں۔

(5) ﴿وَالَّذِيْ فَطَرَنَا﴾ ''اور نہ ہی اُس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا'' کیا تجھے ہم اس پر ترجیح دیں جس نے ہمیں پیدا کیا؟

(6) جادوگروں نے فرعون کی دھمکی کا یہ جواب دیا کہ ہم روشن نشانیاں آنے کے بعد سچائی پر تجھے ترجیح نہیں دے سکتے۔

(7) اس طرح جادوگروں کے لیے ان کا ایمان بہت بڑی قوت بن گیا جس کے سامنے ہر طاقت چھوٹی اور کمزور نظر آتی ہے۔ جادوگروں نے فرعون کی دھمکی کا یہ جواب دیا کہ ہم روشن نشانیاں آنے کے بعد سچائی پر تجھے ترجیح نہیں دے سکتے۔

(8) جادوگروں نے فرعون کی قوت اور اقتدار کو چیلنج کرنا شروع کر دیا تھا۔ جادوگروں نے کہا تم زیادہ سے زیادہ اس زندگی کا فیصلہ کر سکتے ہو۔ ساحر اتنی ہی دیر میں ایمان کی برکتوں سے پوری طرح مشرف اور عزم واردہ کے پختہ ہو چکے تھے۔ ایمان کی حلاوت ان کے رگ و پے میں نفوذ و سرایت کر چکی تھی، اور عقیدہ آخرت ان کی ذہنیت کا جز بن چکا تھا۔

(9) جادوگروں نے فرعون کی قوت اور اقتدار کو چیلنج کرنا شروع کر دیا تھا۔ جادوگروں نے کہا تم زیادہ سے زیادہ اس زندگی کا فیصلہ کر سکتے ہو۔ جادوگروں نے رب سے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے مغفرت کی دُعائیں کیں۔

سوال 2: ﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا﴾ ''چنانچہ فیصلہ کرو جو تم فیصلہ کرنے والے ہو یقیناً تم صرف اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کرو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ﴾ ''چنانچہ فیصلہ کرو جو تم فیصلہ کرنے والے ہو'' یعنی تم زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتے ہو؟ ہاتھ پاؤں کاٹ دو گے تو کاٹ دو، سولی چڑھا سکتے ہو تو چڑھا دو، سخت سزا دے سکتے ہو تو دے لو۔

(2) ﴿اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا﴾ ''یقیناً تم صرف اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کرو گے'' اس درجہ جرات و بے خوفی بس ایمان کامل ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ جادوگروں کے اس کلام میں اس بات کی دلیل ہے کہ عقل مند کے لئے مناسب ہے کہ وہ دنیا کی لذتوں اور آخرت کی لذتوں، دنیا کے عذاب اور آخرت کے عذاب کے مابین موازنہ کرے۔ (تفسیر سعدی: 1626,1627/2)

(3) کہاں تو فرعون کے دربار میں جادوگر کہہ رہے تھے کہ اگر ہم نے مقابلہ کیا تو آپ ہمیں بدلہ تو دیں گے؟ تو فرعون نے کہا تھا میں تمہیں اپنا مصاحب بنالوں گا اور تمہیں اس کا صلہ ملے گا لیکن اب جادوگروں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو۔ زیادہ سے زیادہ کیا کھینچو گے؟ جان! ہماری جان جو پہلے ہی بکی ہوئی ہے، مال کھینچو گے؟ تو وہ رب کا ہے، ہمارے پاس ہے ہی کیا؟ اپنا تو کچھ بھی نہیں۔

(4) مومن تو بڑے سکون میں ہوتا ہے کیونکہ مومن کے پاس جو کچھ ہے وہ تو رب کی امانت ہے۔ لہٰذا مومن بے فکر ہوتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے رب ہی کا ہے۔ رب کے پاس چلا جائے گا، لہٰذا جو کسی نے کرنا ہے کر لے۔ کس قدر اعتماد ہے اپنے رب کی ذات پر کہ تمہاری حکومت دنیا سے آگے نہیں جا سکتی، تم جو فیصلہ کرو گے یہاں کے لیے کرو گے اور یہ دنیا کی زندگی مختصر ہے اور دنیا کی سزا ہمارے لیے بہت آسان ہے۔ افق کے پار اس جہان میں دیکھنے والوں کی کیسی Goal Setting ہے مقصد پر نظر جمائے ہوئے حق کے راہی کیسی عظیم زندگی بسر کرتے ہیں جس میں وقت کے فرعون کا خوف نہیں، کسی سزا کا ڈر نہیں، کوئی سودے بازی نہیں۔ واضح موقف ہے، رب کے ہیں، اسی کو ترجیح دیں گے۔ اس کے لیے جئیں گے، اس کے لیے جان دیں گے۔ اللہ اکبر

﴿اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾

''یقیناً ہم تو اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تا کہ وہ ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور اُس جادو کے کام کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا اور اللہ تعالیٰ بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے'' (73)

سوال 1: ﴿اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ ''یقیناً ہم تو اپنے

رب پر ایمان لائے ہیں تا کہ وہ ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور اُس جادو کے کام کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا اور اللہ تعالیٰ بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اٰمَنَّا بِرَبِّنَا﴾ ''یقیناً ہم تو اپنے رب پر ایمان لائے ہیں'' یعنی ہم نے توحید کا اقرار کر لیا اور ہم نے اپنے رب کے وعدوں اور وعیدوں کی تصدیق کی۔ (جامع البیان:209/16)

(2)﴿لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا﴾ ''تا کہ وہ ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے'' یعنی یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم ایمان لے آئے اور اس ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرما دے گا۔

(3)﴿وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ﴾ ''اور اُس جادو کے کام کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا'' یعنی ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ ہمیں جادو کے جرم پر معاف کر دے گا کہ جس کے ذریعے تو نے ہمیں حق کا مقابلہ کرنے کے لیے لالچ دلا کر راضی کر لیا تھا۔ تیرے کہنے سننے سے ہم اللہ تعالیٰ کے نبی کے خلاف مقابلے کے لیے ڈٹ گئے تھے۔

(4)﴿وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے'' یعنی ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ترجیح دیں گے جو بہترین ہے اور باقی رہنے والا ہے۔

(5) سبحان اللہ جادوگر کیسے ایمان پر ثابت قدم ہو گئے۔ ایمان انسانوں کے اندر ایسی ہی تبدیلی لے کر آتا ہے۔ جادوگروں نے فرعون کے مقابلے میں رب کی برتری کا اظہار کیا انہوں نے کہا﴿وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے'' ایک ہی نشست میں ایمان کس درجے پر پہنچ گیا۔

سوال 2: جادوگروں نے حق کے دلائل کو اور حق تعالیٰ کو پہچان کر کیسے متاثر ہو گئے تھے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت نے جادوگروں کو متاثر کیا اور وہ ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی، اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کے بعد ان کے درمیان اختلاف اور تنازعہ پیدا ہوا لیکن فرعون نے ان جادوگروں کو اس مکر و فریب پر عمل پیرا ہونے پر مجبور کر دیا، اسی لئے انہوں نے جادو کے کرتب دکھانے سے پہلے فرعون کی بات دہرائی،﴿قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى﴾ ''انہوں نے کہا کہ بلاشبہ یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں وہ دونوں ارادہ رکھتے ہیں کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہاری زمین سے نکال دیں اور تمہارے مثالی طریقہ زندگی کا خاتمہ کر دیں۔'' (طٰہٰ:63) یہ کہہ کر وہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئے جس پر فرعون نے ان کو مجبور کیا تھا۔ شاید یہی نکتہ تھا کہ باطل کے ذریعے سے حق کی معارضت کی ناپسندیدگی ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی تھی۔ انہوں نے جو کام سرانجام دیا وہ انہوں نے اغماض برتتے ہوئے سرانجام دیا۔ اسی نکتہ نے ان کے دلوں کو متاثر کیا، اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کو ایمان اور توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ (تفسیر سعدی:1626،1627/2)

﴿اِنَّهٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَلَا یَحۡیٰی﴾

''بلاشبہ جو شخص اپنے رب کے سامنے مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے، اس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جیے گا'' (74)

سوال 1: ﴿اِنَّهٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَلَا یَحۡیٰی﴾ ''بلاشبہ جو شخص اپنے رب کے سامنے مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے، اس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جیے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّهٗ مُجۡرِمًا﴾ ''بلاشبہ جو شخص اپنے رب کے سامنے مجرم بن کر آئے گا'' مجرم بننے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں آئیں اور وہ ان سے نصیحت حاصل نہ کرے، اُس کے سامنے حق کو عقلی دلائل کے ذریعے کھولا جائے اور وہ اس کو قبول نہ کرے، وہ مادی مصلحتوں سے اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کا اعتراف نہ کرے۔

(2) ﴿فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ﴾ ''تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے'' مرتے دم تک کفر پر جمے رہنے والوں کے لیے جہنم ہے۔

(3) ﴿لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَلَا یَحۡیٰی﴾ ''اس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جیے گا'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور مرتے دم تک کافر اس جہاں سے جائے۔ جہنم کا عذاب بہت ہی سخت، جس کی ہتھکڑیاں بہت بڑی، جس کی گہرائی بہت زیادہ اور جس کی گرمی اور سردی بہت المناک ہوگی اور جہنم میں ایسا عذاب دیا جائے گا جو دل وجگر کو پگھلا کر رکھ دے گا۔ جہنم کے عذاب کی ایسی شدت ہوگی کہ جس کو عذاب دیا جائے گا وہ اس عذاب میں مرے گا نہ جیے گا، نہ وہ مرے گا کہ اس کی جان چھوٹ جائے اور نہ وہ جیئے گا کہ وہ اس زندگی سے لذت اٹھا سکے۔ اس کی زندگی قلبی، روحانی اور جسمانی عذاب سے لبریز ہوگی، جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عذاب ایک گھڑی کے لئے بھی اس سے دور نہ ہوگا۔ وہ مدد کے لئے پکارے گا لیکن اس کی مدد نہ کی جائے گی اور وہ دعائیں کرے گا لیکن اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔ ہاں! جب وہ پانی مانگے گا تو اسے پینے کے لئے ایسا پانی دیا جائے گا جو تیل کی تلچھٹ کی مانند ہوگا جو چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔ جب وہ پکارے گا تو اس کو جواب دیا جائے گا۔ ﴿قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِیۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو''۔ (المومنون:108)

(4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاسۡتَفۡتَحُوۡا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ ۙ﴿۱۵﴾ مِّنۡ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَیُسۡقٰی مِنۡ مَّآءٍ صَدِیۡدٍ ۙ﴿۱۶﴾ یَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَكَادُ یُسِیۡغُهٗ وَیَاۡتِیۡهِ الۡمَوۡتُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِیۡظٌ ؕ﴿۱۷﴾﴾ ''اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش، عناد رکھنے والا نامراد ہوگیا۔ اس کے پیچھے جہنم ہے اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے۔ وہ اس کا گھونٹ گھونٹ پیے گا لیکن قریب بھی نہ ہوگا کہ حلق سے اُتارے اور موت اس پر ہر طرف سے آئے گی حالانکہ وہ مرنے والا نہیں ہوگا اور اس کے پیچھے ایک سخت عذاب ہے۔'' (ابراہیم:15,17)

(5) ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡهِمۡ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَهَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیۡزًا حَكِیۡمًا﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی

ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:56)

(6) ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى (١١) الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى (١٢) ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى (١٣)﴾ ''اور بد بخت اُس سے علیحدہ رہے گا۔ وہ جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر اُس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا۔ (الاعلیٰ:11,13)

(7) ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ مَّاكِثُونَ (٧٧)﴾ ''اور وہ پکاریں گے: ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔'' فرشتہ کہے گا: یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو۔'' (الزخرف:77)

(8) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ خطبہ دیتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ دوزخ والے (کافر) ہیں وہ تو نہ اس میں جئیں گے اور نہ مریں گے اور جو دوزخ والے نہیں ہیں (یعنی گناہ گار مسلمان) تو آگ انہیں یک بارگی مار دے گی پھر شفاعت کرنے والے (پیغمبر) کھڑے ہو کر ان کی شفاعت کریں گے پھر انہیں گٹھڑیوں کی صورت میں ایک دریا پر جس کا نام ''الحیاۃ'' یا ''الحیوان'' ہوگا لایا جائے گا پھر (اس میں نہا کر) وہ اس طرح بڑھیں گے جس طرح گھاس پھوس سیلاب کی لائی ہوئی مٹی میں بڑھتا ہے۔'' (ابن کثیر بحوالہ مسلم وابن ابی حاتم) (تفسیر اشرف الحواشی:1/380)

(9) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اصلی جہنمی تو جہنم ہی میں پڑے رہیں گے، انہیں وہاں نہ موت آئے گی اور (نہ آرام کی) زندگی ملے گی، ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، جہاں اللہ تعالیٰ انہیں موت دے دے گا اور وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے۔ پھر شفاعت کی اجازت کے بعد گروہ گروہ کر کے نکالے جائیں گے اور جنت کی نہروں کے کناروں پر انہیں پھیلا دیا جائے گا اور جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو تو وہ اس طرح اگیں گے جیسے دانہ اس مٹی میں اگتا ہے جسے پانی بہا کر لاتا ہے۔'' یہ سن کر ایک شخص کہنے لگا، گویا رسول اللہ ﷺ کچھ زمانہ جنگل میں گزار چکے ہیں۔ (مسلم، مسند احمد:11157)

سوال 2: مجرموں کے لیے آخرت میں کیا سزا ہے؟

جواب: مجرموں کے لیے آخرت میں سخت سزا ہے جو دُنیا کے مقابلے میں بہت بڑی ہے کیونکہ دُنیا محدود ہے مگر آخرت میں انسان کو ایسا عذاب ہوگا کہ نہ موت آئے گی نہ آرام کی زندگی ملے گی۔

﴿وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى﴾

''اور جو شخص اپنے رب کے پاس مومن ہو کر آئے گا جس نے نیک عمل کیے ہوں گے تو ان لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں'' (75)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى﴾ ''اور جو شخص اپنے رب کے پاس مومن

ہوکر آئے گا جس نے نیک عمل کیے ہوں گے تو ان لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا﴾ ''اور جو شخص اپنے رب کے پاس مومن ہوکر آئے گا'' یعنی جو طاغوت کا انکار کر کے اپنے رب پر ایمان لائے گا۔

(2) اور ان چیزوں کی تصدیق کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئیں۔ (تفسیر الوسیط: 3/215)

(3) جو رسولوں کی اور آخرت کی تصدیق کرے گا۔

(4)﴿قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیے ہوں گے'' سیدنا ابن عباس کہتے ہیں: جس نے فرائض ادا کیے۔ (تفسیر الوسیط: 3/215)

(5) جس نے شریعت پر عمل کیا، جس نے فرائض ادا کیے اور نواہی سے اجتناب کیا۔ (ایسر التفاسیر: 895)

(6) جس نے واجبات کے ساتھ مستحب اعمال بھی انجام دیئے۔

(7)﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى﴾ ''تو ان لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں'' یعنی ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔ (المحرر الوجیز: 4/54)

(8) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنتی لوگ اپنے سے بلند کمروں والوں کو اوپر اسی طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ستارے کو جو صبح کے وقت رہ گیا ہو، آسمان کے کنارے پورب یا پچھم میں دیکھتے ہیں۔ ان میں ایک دوسرے سے افضل ہوگا۔'' لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ تو انبیاء کے محل ہوں گے جنہیں ان کے سوا اور کوئی نہ پا سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انبیاء کی تصدیق کی۔'' (بخاری: 3256)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے خواب میں جنت دیکھی، میں نے اس میں ایک عورت کو دیکھا جو ایک محل کے کنارے وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا محل ہے مجھے ان کی غیرت یاد آئی اور میں وہاں سے فوراً لوٹ آیا۔'' یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور کہنے لگے، یارسول اللہ! کیا میں آپ ﷺ کے ساتھ بھی غیرت کروں گا؟'' (بخاری: 3242)

(10) سیدنا ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(جنتیوں کا) خیمہ کیا ہے، ایک موتی ہے خولدار جس کی بلندی اوپر کو تیس میل تک ہے۔ اس کے ہر کنارے پر مومن کی ایک بیوی ہوگی جسے دوسرے نہ دیکھ سکیں گے۔'' (بخاری: 3243)

(11) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجہ ہیں ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا آسمان و زمین میں اور فردوس سب سے اوپر کا درجہ ہے کہ اس میں سے جنت کی چاروں نہریں بہتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے پھر جب سوال کرو تو تم اللہ تعالیٰ سے فردوس کا سوال کرو۔'' (ترمذی: 2531)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''جب تم مجھ پر درود بھیجو تو میرے لیے اللہ تعالیٰ سے ''وسیلہ'' کی دعا کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''یارسول اللہ! وسیلہ کیا ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جنت میں اعلیٰ ترین درجہ ہے، جو صرف ایک آدمی کو حاصل ہوگا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا۔'' (مسند احمد)

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى﴾

''ہمیشہ کی جنتیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ اُس شخص کا بدلہ ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی'' (76)

سوال 1: ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى﴾ ''ہمیشہ کی جنتیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ اُس شخص کا بدلہ ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''ہمیشہ کی جنتیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' یعنی جو ایمان اور یقین کی حالت میں اپنے رب سے ملے گا اس کے لیے رب العزت نے جنتیں تیار کی ہیں جن میں نہریں جاری ہیں۔

(2) ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ ''وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی اس جنت سے وہ نکالے نہیں جائیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انہیں جنت کا وارث بنا دیا جائے گا۔

(3) ﴿وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى﴾ ''اور یہ اُس شخص کا بدلہ ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی'' یعنی پاکیزگی اختیار کرنے والوں کے لیے جنت ہے۔ (4) ابن کثیر کہتے ہیں: اپنے نفس کو گندگی، برائی اور شرک سے پاک کرے، اللہ کی عبادت کرے جو ایک ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں اور مرسلین کی اطاعت کرے یہ پاکیزگی کا راستہ ہے۔ (تفسیر الاساس: 7/3373)

(5) اس شخص کی جزا ہے جو شرک، کفر، فسق اور معصیت سے اپنے آپ کو پاک کرتا ہے۔ وہ یا تو ان مذکورہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہی نہیں یا اگر اس سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو وہ توبہ کر لیتا ہے، نیز وہ اپنے نفس کو پاک کرتا ہے، ایمان اور عمل صالح کے ذریعے اس کی نشوونما کرتا ہے۔ ''تزکیہ'' کے دو معنی ہیں۔ (i) صاف کرنا اور گندگی کو زائل کرنا۔ (ii) بھلائی کے حصول میں اضافہ کرنا۔ زکوٰۃ کو انہی دو امور کی بنا پر زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1628)

سوال 2: اپنے آپ کو پاک کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: پاک کرنے سے مراد ہے: (i) خود کو جہالت اور غفلت سے پاک کرنا۔ (ii) اپنے آپ کو خواہشات سے پاک کرنا۔ (iii) ظلم اور تکبر سے

خودکو پاک کرنا۔

رکوع نمبر 13

﴿وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے'' (77)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی'' فرعون نے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر کے ان کے سپرد کرنے کے مطالبے کو جب ٹال دیا تو رب العزت نے ان کی طرف وحی کی۔

(2) ﴿اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ﴾ ''کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو'' یعنی فرعون اور آل فرعون کی بے خبری میں رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیں۔

(3) جب صبح کے وقت وہ جاگے تو سارے شہر میں ایک بھی اسرائیلی نہ ملا۔

(4) فرعون کو جب یہ پتہ چلا تو غصے سے چکرا گیا، اس نے لشکر جمع کرنے کا حکم دے دیا اور سورج نکلتے ہی لشکر لے کر ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا اس موقع پر رب العزت نے سیدنا موسیٰ کو حکم دیا۔

(5) ﴿فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا﴾ ''پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ دریا پر عصا مارو وہ تمہیں راستہ دے دے گا۔

(6) ﴿لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى﴾ ''نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے'' سیدنا قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نہ تو فرعون تجھے پا سکے گا اور نہ تجھے اپنے آگے غرق ہو جانے کا خوف ہوگا ''تخشی'' سے مراد ہے آگے ڈوب جانے یا غرق ہو جانے کا خوف۔ (تفسیر جامع البیان: 211/16)

(7) ابن جریج کہتے ہیں کہ اصحاب موسیٰ نے یہ کہا تھا کہ یہ فرعون ہے یہ ہمیں پالے گا اور یہ سمندر ہے اس میں ہم ڈوب جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات نازل کی ﴿لَّا تَخٰفُ دَرَكًا﴾ ''تمہیں پکڑے جانے کا کوئی خوف نہ ہو'' یعنی فرعون والوں سے ﴿وَّلَا تَخْشٰى﴾ ''اور نہ تم ڈرو''

سمندر سے کہ اس میں تم ڈوب جاؤ گے۔ (تفسیر جامع البیان:211/16)

(8) بات یہ ہے کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے کمر ہمت باندھ لیتی ہے تو باوجود بے سروسامانی کے اللہ تعالیٰ اس کی اعانت فرماتا ہے اور غیب سے اس کے لیے غلبہ واقتدار کے سامان پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں، دیکھ لیجئے کہ وہ دریا جس نے موسیٰ اور اس کی قوم کو راستہ دے دیا وہ فرعون کے لیے مرگ وہلاکت کا سامان بن گیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ خدائی مدد موسیٰ علیہ السلام کے شامل حال تھی۔ دریا کا پانی رک جانا اور اس سے راستہ بن جانا، یہ بہرصورت معجزہ ہے۔ عام حالات میں ایسا نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ جس نے دریا اور سمندر پیدا کیے ہیں، وہ اگر چاہے تو چشم زدن میں تمام سمندروں کو خشکی سے بدل دے اور لوہے کو پانی کر دے۔ اس کی قدرت واستطاعت کے سامنے ہر چیز ممکن اور مطیع ہے۔ (تفسیر سراج البیان 756/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے جادوگروں سے مقابلے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کیسے سمندر سے گزروادیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو۔ پیچھے دشمن ہے، آگے سمندر ہے، دائیں بائیں پُر پیچ پہاڑی راستے ہیں۔ جائیں تو جائیں کہاں؟ راستہ تو رب بنانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔'' (الطلاق:2)

(2) سمندر میں خشک راستہ بن گیا۔ وہ رب کائنات جس کا پانیوں پر حکم چلتا ہے وہ چاہے تو پتھروں کے پہاڑوں کی جگہ پانی کے پہاڑ بنا دے۔

(3) رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں، انہوں نے عصا سمندر پر مارا تو وہ پھٹ گیا اور بارہ راستے بن گئے اور پانی راستوں کے اردگرد بلند پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب راستوں کو خشک کر دیا۔ ہاں یہ راستہ ایسے ہی بنا تھا سارا پانی درمیان سے ہٹ گیا، درمیان میں خشک راستہ ہے، نہ دائیں طرف کا پانی آتا ہے، نہ بائیں طرف کا پانی آتا ہے۔ اور اردگرد پانی اتنی بڑی مقدار میں ٹھہر گیا جب کہ بظاہر کوئی رکاوٹ نہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو روکنا چاہتا ہے تو اس کے لیے آڑ بنا دیتا ہے جو نظر نہیں آتی۔ مثلاً سورہ الرحمٰن میں پانیوں کے درمیان کے پردے کا تذکرہ ہے۔ ﴿بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ﴾ ''کہ اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے۔'' (الرحمٰن:20) پردہ نظر نہیں آتا۔

(4) اس راستے سے گزرنے والوں کی کیفیت کیا ہوگی؟ شاید ادھر کا پانی چڑھ آئے یا ادھر کا اور پیچھے دشمن بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ اور نہ (سمندر سے گزرتے ہوئے) تمہیں ڈر لگے کیونکہ جس رب نے پانیوں میں تمہارے لیے راستہ بنایا ہے وہ تمہارے لیے راستہ بنانا چاہتا ہے اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے فرعونیت سے بچنے کے لیے راستہ بنا دیا کہ ان کو پکڑے جانے کا خوف بھی نہیں سمندر میں ڈوب جانے کا خوف بھی نہیں ہے۔

﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ﴾

''پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا تو اُن کو سمندر سے ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے انہیں ڈھانپا'' (78)

سوال 1: ﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ﴾ ''پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا تو اُن کو سمندر سے ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے انہیں ڈھانپا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ﴾ ''پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تو فرعون پیچ و تاب کھانے لگا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے لشکروں کو لے کر سمندر میں بنے ہوئے راستوں میں داخل ہو گئے۔

(2) ﴿فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ﴾ ''پھر اُن کو سمندر کے پانی نے ڈھانپ لیا جیسا کہ ڈھانپ لیا'' رب العزت نے سمندر کو حکم دیا تو سمندر نے اتنا پانی فرعونیوں پر چڑھا دیا کہ لشکر موجوں کے تھپیڑے نہ سہہ سکا اور سارا لشکر ڈوب گیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہاری وجہ سے ہم نے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمہیں نجات دی اور ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔'' (البقرہ:50) بنی اسرائیل اپنے دشمنوں کو اپنے سامنے ڈوبتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ سب سمندر کی تہہ میں پہنچ گئے تو سمندر اسی روانی کے ساتھ بہنے لگا۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ مکمل طور پر سمندر سے باہر آ گئے تب فرعون کا پورا لشکر سمندر میں داخل ہو چکا تھا۔

سوال 2: فرعون اور اس کے لشکروں کا پیچھا کرنے پر کیا انجام ہوا؟

جواب: (1) فرعون پیچھے لشکر لے کر پہنچا تو سمندر اس پر چھا گیا جیسے کہ چھا جانے کا حق تھا۔

(2) سمندر میں اتنا فہم کہاں سے آ گیا کہ ان لوگوں پر چڑھائی نہیں کرنی اور ان پر چڑھائی کرنی ہے؟ یہ فہم بے جان اشیاء کو بھی وہی دیتا ہے جو اپنی زندہ مخلوقات کو اور انسان کو فہم دینے والا ہے۔ پانی بھی پہچانتا ہے کون رب کا نافرمان ہے اور کون فرماں بردار۔ اللہ تعالیٰ خود پہچان دے دیتا ہے۔ کائنات کی مخلوقات نافرمانوں کی کتنی پہچان رکھتی ہیں۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے لشکر یعنی بنی اسرائیل کو لے کر جب سمندر سے نکل گئے تو فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں داخل ہو گیا عین درمیان میں پہنچے تو دونوں طرف کی لہروں کو حکم ہو گیا اپنی پہلی حالت پر واپس آ جاؤ یوں وہ جو کہتا تھا میں سب سے بڑا رب ہوں اللہ تعالیٰ نے اس کی ربوبیت کا دعویٰ غرق کر دیا۔

(4) رب العزت بتانا چاہتے ہیں کہ دیکھو باطل کا دعویٰ کرنے والے مٹ جایا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں تاکہ لوگ باطل نظریات سے، باطل عقائد سے بچ جائیں اور نہیں پتہ لگ جائے باطل عقیدے کا انجام کیا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کیا احسانات کیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنواسرائیل پر بیک وقت تین احسان فرمائے: (i) فرعونیوں سے نجات۔ (ii) سر پر کھڑی موت کے بعد زندگی۔ (iii) دشمن کی مکمل طور پر ہلاکت۔ اور یہ واقعہ دس محرم کو پیش آیا تھا۔ (تیسیر القرآن: 76/3)

﴿وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى﴾

''اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور صحیح راہ نمائی نہ کی'' (79)

سوال1: ﴿وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى﴾ ''اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور صحیح راہ نمائی نہ کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ﴾ ''اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا'' یعنی فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور انہیں کبھی سیدھا راستہ نہ دکھایا۔ (2) فرعون نے ان کو شرک اور بت پرستی کے راستے پر لگا کر گمراہ کیا تھا۔

(3) فرعون نے اپنی قوم کو سیدھے راستے سے ہٹا دیا تھا اور انہیں ایک ایسے راستہ پر چلا دیا تھا جس کا اختتام آگ پر تھا۔ اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کے انکار اور رسول کی تکذیب پر لگا دیا تھا۔ قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے ہوگا اور انہیں جہنم میں داخل کر دے گا۔

(4) ﴿وَمَا هَدٰى﴾ ''اور اس نے ان کی صحیح راہ نمائی نہ کی'' اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں سیدھے راستے پر نہیں چلایا۔ (تفسیر جامع البیان: 212/16)

(5) فرعون سیدھے راستے کو جانتا نہیں تھا چلا کیسے سکتا تھا؟ فرعون راہ نما نہیں تھا لیکن اس کے پاس اختیار اور اقتدار تھا۔ صاحب اقتدار لوگ اگر خود سیدھے راستے پر نہیں چلا سکتے تو کم از کم جو افراد سیدھے راستے کی طرف بلانے والے ہوں ان کو جگہ تو دے سکتے ہیں۔ فرعون نے رسول کے راستے پر چلنے سے روک دیا تھا، رسول کی پیروی سے روک دیا تھا، اس کی تصدیق سے اور اس کی بات ماننے سے روک دیا تھا اس وجہ سے لوگوں نے پیغمبر کی پیروی کرنے کی بجائے فرعون کی پیروی کی۔

(6) اس کے مقابلے میں فرعون نے انہیں کیا احساس دلایا؟ ﴿وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ ''میں تو تمہاری بھلائی کے راستے کی طرف ہی راہ نمائی کرتا ہوں۔'' (غافر: 29) یہ وہ جھانسا ہے جو ہر دور کے لیڈر اپنے پیروکاروں کو دیتے رہتے ہیں کہ جس راستے پر ہم چلانا چاہتے ہیں وہی بالکل ٹھیک ہے ساری تحریکیں اسی بنیاد پر چلتی ہیں اور اسی بنیاد پر لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔

﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى﴾

''اے بنی اسرائیل! یقیناً ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دلائی اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب کا تمہیں وعدہ دیا اور ہم نے تم

پر من وسلویٰ نازل کیا'' (80)

سوال 1: ﴿یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ﴾ ''اے بنی اسرائیل! یقیناً ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دلائی'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں سے کیسے نجات دلائی؟

جواب: (1) ﴿یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ﴾ ''اے بنی اسرائیل! یقیناً ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دلائی'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے احسانات یاد دلائے ہیں کہ تمہارے دشمن کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ تخت اچھا لے جاتے ہیں، تاج گرائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیار کو دیکھئے، پسی ہوئی قوم اٹھائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دبی ہوئی، پسی ہوئی قوم کو اس طرح اٹھایا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے دشمن کو غرق کر دیا، یہ بھی دبی ہوئی غلام قوم کے جذبہ وہمت (Moral) کو بلند کرنے کے لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا مقام دیا ہے۔ جس نے انہیں صدیوں سے غلام بنا رکھا تھا اس طاقت ور بادشاہ کو اللہ تعالیٰ جب چاہے لمحوں میں سمندر میں غرق کر سکتا ہے۔ طاقت اللہ تعالیٰ کی، قوت اللہ تعالیٰ کی، زور اللہ تعالیٰ کا، فیصلے اللہ تعالیٰ کے، ہدایت بھی اللہ تعالیٰ کی ہے لہٰذا اس کی ہدایت پر چلیں۔

(2) ﴿وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ (۴۹) وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی، وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا کرتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور تمہارے لئے اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔ اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہاری وجہ سے ہم نے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمہیں نجات دی اور ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔'' (البقرۃ: 49,50)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ نبی ﷺ نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون پر غلبہ پایا تھا۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر ہم ان کے مقابلے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہیں۔ مسلمانو! تم لوگ بھی اس دن روزہ رکھو۔ پھر آپ ﷺ نے یہود کی مشابہت سے بچنے کے لیے اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملانے کا حکم صادر فرمایا جواب بھی مسنون ہے۔ (بخاری: 1130)

سوال 2: ﴿وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ﴾ ''اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب کا تمہیں وعدہ دیا'' اللہ تعالیٰ نے طور کی جانب ملاقات کا وعدہ کس مقصد کے لیے دیا تھا؟

جواب: (1) ملاقات کا وعدہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرنے کے لیے کیا، جس میں ان کی زندگی، ان کی دنیا اور ان کے دین کا نظام تھا۔

اللہ تعالیٰ نے دشمن سے نجات عطا کر کے دنیاوی نعمت کی تکمیل کی اور تورات عطا کر کے دینی نعمت کی تکمیل کر دی۔

(2) جب کبھی ملاقات ہوتی ہے تو ملاقات کے لیے مقام ضرور طے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مقام کا تعین کیا اور وعدہ دیا کہ جب تم بنی اسرائیل کو لے کر آؤ گے تو فلاں جگہ پر ہماری ملاقات ہوگی اور وہ طور کے دائیں کنارے پر (مصر سے نکلتے ہوئے جو دایاں کنارہ تھا وہاں) اب ملاقات ہوگی۔

سوال 3: یہ وعدہ کیوں دیا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تربیت کے لیے اور شریعت عطا کرنے کے لیے بلایا تھا تاکہ بنی اسرائیل عالمی کردار ادا کرنے کے لیے منظم ہو جائیں۔ یعنی بنی اسرائیل کے توسط سے پوری دنیا تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچے اور بنی اسرائیل سارے جہان والوں کے لیے نمونہ بن جائیں۔

(2) حقیقت یہ ہے کہ شریعت آتی ہی اسی وجہ سے ہے کہ لوگ اس شریعت کو قبول کریں اور اپنی زندگیوں میں نافذ کریں اور جہان والوں تک اس کا پیغام پہنچائیں پھر جہانوں پر اللہ تعالیٰ کی شریعت کو نافذ کر دیں۔

سوال 4: ﴿وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى﴾ ''اور ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل کیا'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے بڑے پیمانے پر خوراک کے لیے من سلویٰ کا انتظام کیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى﴾ ''اور ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل کیا'' بظاہر پڑھنے میں تو چھوٹی سی بات ہے کہ من اور سلویٰ آیا تھا لیکن بنیادی طور پر یہ لاکھوں کے لشکر کے لئے کھانے کا انتظام تھا۔

(2) اس لشکر میں خوراک کی ترسیل (Transportation) ختم ہو گئی تھی جو مسلسل ایک پریشانی کا عمل تھا کہ اسے کیسے منگوایا جائے، کیسے بنایا جائے، کیسے کھلایا جائے۔ جب کسی بڑی فوج کے لیے کھانے کا انتظام ہوتا ہے تو پیچھے سے رسد پہنچائی جاتی ہے اور یہاں پیچھے تو دشمن تھا وہاں سے کھانے کا انتظام کیسے ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ دیکھو تم تو شاہی مہمان بن کر گزر رہے تھے۔ تمہارے لیے شاہی انتظامات کئے گئے۔ اس کے بارے میں انسان جتنا غور وفکر کرتا ہے اور ان انتظامات کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اسے حیرت ہوتی ہے کہ وہ رب کیسا قدیر ہے وہ کیسا اختیار رکھنے والا ہے اور اس کے انتظامات کتنے بے مثال ہیں۔

(3) اس دور میں ممکن نہیں تھا کہ انسان اپنے Tins میں کھانے کو پیک کر لیتے۔ اتنی شدت کی دھوپ تھی کہ کھانا فوراً خراب ہو جائے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے تر و تازہ کھانے کا انتظام کر دیا۔ پانیوں پر پرندے آتے ہیں، خشکی پر پرندے نہیں آیا کرتے۔ وہ علاقہ جہاں پانی نہیں تھا وہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اس لشکر کے لیے آتے تھے۔

(4) ''سلویٰ'' بٹیر جتنے پرندے تھے اور پھر من جیسی سویٹ ڈش بھی عطا کی۔ رات کو یہ سوتے تھے اور پتوں پہ یہ دھنیے جیسے چھوٹے چھوٹے

دانے جمے ہوتے جن کو بنی اسرائیل وہاں سے اتارتے اور کھا لیتے۔

(5) ان کا سفر جاری تھا ایک مقام پر ٹھہرنا نہیں تھا۔ اس انتظام کا ایک خوبصورت پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں نہ برتن چاہیے تھے، نہ برتنوں کی دھلائی چاہیے تھی، نہ کھانا کھلانے کے لیے دسترخوان بچھانے کی ضرورت تھی، نہ گاڑیوں کی، کہ پیچھے سے کھانا آئے نہ پیچھے سے مال چاہیے کہ اتنے بڑے پیمانے پر گوشت مہیا کر سکیں جیسا کہ یہود کے مقدس دینی ادب سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً یہ چھ لاکھ کے قریب لوگ تھے کم ہوں یا زیادہ، آسمان پر جھنڈ کے جھنڈ آتے ہوں گے گویا بادلوں کا سایہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان احسانات کو یاد دلایا ہے چونکہ عالمی کردار ادا کرنے کے لیے بنی اسرائیل کو تیار کرنا تھا اس لیے ایک پسی ہوئی قوم کو اللہ تعالیٰ مشکل حالات سے گزار رہے ہیں تاکہ وہ بڑی ذمہ داری ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کون سے احسانات یاد دلائے ہیں؟

جواب (1) اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تربیت کے لیے بلایا تھا۔

(3) اور انہیں شریعت عطا کی تھی تاکہ بنی اسرائیل عالمی کردار کے لیے منتظم ہوں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے من وسلویٰ نازل کیا تھا۔

سوال 6: بنی اسرائیل کے سفر سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرنے دی۔ اس سے ہمیں یہ بہت بڑا پیغام ملتا ہے کہ بڑے مشن پر کام کرنے والے افراد اپنے لیے ذخیرہ کرنے لگیں تو آگے نہیں بڑھ سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں۔ اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی:2344)

﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾

"کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا اور اس میں حد سے نہ بڑھو ورنہ میرا غضب تم پر ٹوٹ پڑے گا اور جس پر میرا غضب ٹوٹا تو یقیناً وہ ہلاک ہوا" (81)

سوال 1: ﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾ "کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا اور اس میں حد سے نہ بڑھو ورنہ میرا غضب تم پر ٹوٹ پڑے گا اور جس پر

میرا غضب ٹوٹا تو یقیناوہ ہلاک ہوا۔" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ "کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا" یعنی جو طیب کھانا ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔(2) اللہ رب العزت نے انسان کو عزت دی ہے کہ وہ پاک چیزیں کھائے۔

(3) یعنی جو روزی ہم نے تمہیں دے رکھی ہے اس میں سے کھاؤ اور میرے عطا کردہ رزق میں حد سے آگے نہ بڑھو کہ بلا ضرورت پرندے پکڑ لو اور میرے حکم کی خلاف ورزی کرو ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا اور میری ناراضی شقاوت کا باعث ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1180)

(4)﴿وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ﴾ "اور اس میں حد سے نہ بڑھو" میرے رزق میں سرکشی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی حد کو پار کر جاؤ یا کفرانِ نعمت کرو یا اللہ تعالیٰ کی شریعت کے احکامات بدل دو یا تم ایک دوسرے پر ظلم کرنے لگو۔(تفسیر الاساس:7/3378)

(5) یعنی اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاؤ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد ہی نہ آئے کیونکہ پیٹ بھر کر کھانا انسان کو غافل کر دیتا ہے۔(تفسیر السلمی:1/446)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ جو بات کہی ﴿وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ﴾ تو اس کا مطلب ہے کہ تم اس معاملے میں ظلم نہ کرو اور کفرانِ نعمت نہ کرو کیونکہ کفرانِ نعمت اور ظلم کر کے تم سرکشوں میں ہو جاؤ گے۔ اور خاص بات ہے کہ حلال اور پاک چیزیں کھا کر میری دی ہوئی غذاؤں سے قوت حاصل کر کے میری نافرمانی کے کام نہ کرو یہ سرکشی ہے اور ایک اور بات بھی کہی گئی کہ تم ذخیرہ نہ کرو۔(تفسیر الخازن:3/209)

(7) یعنی جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس پر شکر ادا کرو، زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز نہ کرو جیسے اسراف ہے یا اتراہٹ یا اسی طرح سے مستحق سے روک دینا ہے۔

(8)﴿فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ﴾ "ورنہ میرا غضب تم پر ٹوٹ پڑے گا" سرکشی کرنے والوں کی سزا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غضب کے سوا کچھ نہیں۔

(9)﴿وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾ "اور جس پر میرا غضب ٹوٹا تو یقیناوہ ہلاک ہوا" یعنی جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک اور خائب و خاسر ہوا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور احسان سے محروم ہو گیا اور اس کی ناراضی اور خسارہ اس کے حصے میں آیا۔(تفسیر سعدی:2/1630)

(10) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ دیکھو فرعون سرکش تھا، اللہ تعالیٰ نے اُسے کیسے گرا دیا۔ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر میں ڈبو کر بعد میں آنے والوں کو تکبر اور سرکشی کا انجام دکھایا ہے تاکہ وہ عبرت حاصل کریں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انعامات یاد دلا کر بنی اسرائیل کو کیا نصیحت کی؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نصیحت کی کہ پاک چیزیں کھاؤ لیکن سرکشی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ جس پر میرا غضب نازل ہوگا وہ تباہ ہو جائے گا اور جو ایمان لا کر نیک عمل کرنے والا ہو اس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔

(2) پاک چیزیں کھاؤ، یہ انسان کا اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے پاک اور زیادہ کوالٹی کی چیزیں رکھی ہیں لیکن رویہ بھی کوالٹی کا

چاہیے اور وہ کیا ہے؟ سرکشی نہ کرو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے سرکشوں کے انجام کے بارے میں بتایا ہے کہ ان پر میرا غضب ٹوٹا اور وہ گر کر رہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ دیکھو فرعون سرکش تھا اللہ تعالیٰ نے اُسے کیسے گرا دیا۔ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سمندر میں ڈبو کر بعد میں آنے والوں کو تکبر اور سرکشی کا انجام دکھایا ہے تا کہ وہ عبرت حاصل کریں۔

سوال4: سرکش کون ہوتا ہے؟

جواب: سرکش وہ ہے (i) جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف لپکے۔ (ii) جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرے۔ (iii) جو کفران نعمت کرے۔

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾

''اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں'' (82)

سوال1: ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ ''اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ﴾ ''تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں'' یعنی میں کثرت سے بخشنے والا ہوں، اپنے بندوں کو عذاب سے بچانے والا ہوں جب کہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہوں اور ان کے گناہوں سے درگزر کرنے والا ہوں۔

(2) ﴿لِّمَنْ تَابَ﴾ ''اس شخص کے لیے جس نے توبہ کی'' یعنی جس نے شرک سے اجتناب کیا۔

(3) ﴿وَاٰمَنَ﴾ ''اور ایمان لایا'' یعنی کفر و شرک اور فسق و فجور سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں اور آخرت کے دن پر اور تقدیر ایمان لے آیا۔

(4) ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیے'' یعنی جس نے اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کیا اور اپنے عمل میں اخلاص پیدا کر لیا رب العزت اس کو عذاب سے بچا لیں گے، ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے اور انہیں بخش دیں گے۔

(5) ﴿ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ ''پھر سیدھی راہ پر چلا'' ربیع بن انس کہتے ہیں جس نے نبی ﷺ کی سنت کو لازم پکڑ لیا۔ (جامع البیان:213,214/16)

(6) قتادہ کہتے ہیں اس نے اسلام کو لازم پکڑ لیا پھر وہ اسی اسلام پر رہا۔ (جامع البیان:213,214/16)

سوال2: انسان اپنی غلطی سے نیکی اور ہدایت تک کا سفر کیسے کرتا ہے؟

جواب: (1) ایسا نہیں ہے کہ ایک بار انسان ہدایت کی طرف آئے تو وہ ہمیشہ ہی اسی طرف رہے گا۔ انسان اپنی زندگی میں مستقل سفر کرتا ہے اور اگر وہ ہدایت کا سفر نہیں کرتا تو گمراہی کا سفر تو ہو ہی رہا ہے۔ انسان ہدایت کے راستے پہ چلتے ہوئے خطا کر جاتا ہے۔ جب اس

سے گناہ ہوتا ہے تو پورے انسان کے عمل میں خرابی آجاتی ہے۔جس وقت انسان غلطی کرتا ہے اس وقت کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ یوں لگتا ہے پورے کا پورا انسان خالی ہوگیا۔ پھر وہ نماز پڑھے تو نماز بھی خالی ہے،ذکر کرے تو وہ بھی خالی ہے، پھر وہ دعائیں مانگے تو وہ بھی خالی ہیں۔ پھر وہ کوئی نیکی کا کام کرنا چاہے صدقہ وخیرات کرنا چاہے تو وہ بھی خالی۔جب تک وہ غلطی سے نکل نہیں جاتا اس وقت تک اس کی ذات کے اندر خلا پیدا ہوتا رہتا ہے۔شیطان کے لیے یہ خلا بہت مؤثر ہے کیونکہ وہ ذات کے خلاء کو پر کرنے کے لیے انسان کو کھینچتا ہے۔انسان بے کلی اور عجیب سا اضطراب محسوس کرتا ہے،اسے سمجھ نہیں آتی کیا کروں،کیا نہ کروں،کسی چیز میں دل نہیں لگتا۔ ہر کام بے دلی سے کرتا ہے۔اسے پتہ نہیں چلتا۔حقیقتاً وہ اندر سے اللہ تعالیٰ کے تعلق کو گم کر بیٹھتا ہے۔وہ ٹوٹ جاتا ہے اور اندھیروں میں آجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ الغفار ہے،الغفور ہے وہ بخشنے کے لیے تیار ہے لیکن اس کے لیے بندہ خود کوشش کرے اور مغفرت والے اعمال کرے۔

(2) انسان سے اپنی زندگی میں غلطیاں ہوتی ہیں۔کبھی اجتماعی معاملات میں غلطیاں ہوجاتی ہیں،کبھی کسی کے حق میں کمی ہوجاتی ہے۔ اس کو چین نہیں ملتا،سمجھ نہیں آتی کہ اب کیا کروں۔فرض کریں ایک انسان اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے لیے نیکی کا سفر طے کر رہا ہے۔ کہیں نمازیں،کہیں ذکر اذکار،کہیں صدقہ وخیرات،کہیں حقوق وفرائض کی ادائیگی کا سلسلہ ہے جو ہر جگہ پر ہی جاری رہتا ہے۔یہ نیکیوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔اس کے توسط سے انسان کے اندر قوت رہتی ہے اور وہ ہدایت کے راستے پر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔یہ ہدایت کا سفر ہے۔جتنی نیکیاں انسان کی طرف سے ہوتی رہتی ہیں ان نیکیوں کے توسط سے ہدایت کا راستہ کھلا رہتا ہے۔جب غلطی ہوتی ہے تو انسان سرکشی تک آجاتا ہے۔جیسے پانی کے آگے رکاوٹ کھڑی کریں تو وہ دوسری طرف سے حد سے نکلنا شروع ہوجاتا ہے۔اپنی حد اور دائرے سے باہر نکلنا ہی سرکشی ہے۔یوں انسان ایک غلطی سے حد سے باہر نکلنے لگتا ہے۔اب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس غلطی کو ختم کرلیں تاکہ حد کے اندر رہیں۔اب ایک انسان کو ندامت ہے کہ یہ میرے ساتھ کیا ہوگیا؟اس ندامت کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی سے جھک جاتا ہے۔جب وہ اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے،اپنے معاہدے کو دہراتا ہے پھر وہ نیک عمل کرتا رہتا ہے۔

﴿وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى﴾

''اور کیا چیز تمہیں اپنی قوم سے جلدی لے آئی اے موسیٰ؟''(83)

سوال1:﴿وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى﴾''اور کیا چیز تمہیں اپنی قوم سے جلدی لے آئی اے موسیٰ'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے طور کی جانب جانے کی جلدی کیوں کی تھی؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى﴾''اور کیا چیز تمہیں اپنی قوم سے جلدی لے آئی اے موسیٰ'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو طور پر تورات عطا کی جانی تھی جس کے لیے پوری قوم کو ساتھ لے کر جانا تھا لیکن وہ جلدی کر کے مقررہ دن سے پہلے پہنچ گئے۔اللہ تعالیٰ سے

ملاقات کے شوق میں قوم کو پیچھے چھوڑ گئے تو رب العزت نے سوال کیا۔

(2) اے موسیٰ تجھے اپنی قوم سے کیا چیز جلدی لے آئی؟ یعنی کیوں جلدی آ گئے ہو؟ ابھی تو آنے کا وقت نہیں ہوا۔ اگر دیر سے آنا جرم ہے تو وقت سے پہلے آ جانا بھی بعض اوقات جرم بن جاتا ہے کہ جب حاضری کا وقت نہیں آیا تو پہلے کیوں آن پہنچے جب کہ قوم پیچھے ہے، قوم کو لے کر آتے تو وقت پر پہنچ جاتے۔

﴿قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾

''موسیٰ نے کہا: ''وہ لوگ میرے نشانِ قدم پر ہی ہیں اور اے میرے رب! میں جلدی آپ کی طرف آ گیا تا کہ آپ راضی ہو جائیں'' (84)

سوال 1: ﴿قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''وہ لوگ میرے نشانِ قدم پر ہی ہیں اور اے میرے رب! میں جلدی آپ کی طرف آ گیا تا کہ آپ راضی ہو جائیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''وہ لوگ میرے نشانِ قدم پر ہی ہیں'' موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: قوم میرے پیچھے پیچھے ہی آ رہی ہے وہ طور کے قریب پہنچ ٹھہر جائیں گے۔

(2) ﴿وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾ ''اور اے میرے رب! میں جلدی آپ کی طرف آ گیا تا کہ آپ راضی ہو جائیں'' موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں ان سے جلدی اس لیے آ گیا ہوں کہ میں تیری خوشی، تیری رضا اور تیری ملاقات کا شوق رکھتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ مجھے تیرا قرب ملے اور تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب سے ملاقات کے اور رب کی باتیں سننے کے شوق میں عجلت کی تھی۔ وہ اپنی قوم کے ستر سرداروں کو لے کر آ رہے تھے۔ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف سے اجتہاد کیا تھا لیکن اس اجتہاد میں خطا تھی اس وجہ سے ان پر عتاب ہوا کہ عجلت دین میں پسندیدہ چیز نہیں ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (آل عمران:133)

سوال 2: دین میں شوق کا کیا مقام ہے؟

جواب: (1) شوق وہ چنگاری ہے جو دل کو گرمائے رکھتی ہے۔ وہ لپٹ ہے جو شمع قلب سے اُٹھتی ہے۔ شوق ہی اعضاء و جوارح سے اعمال

کرواتا ہے اور شوق ہی اعمال میں مداومت پیدا کرتا ہے۔ شوق ہی ہے جو آلائے اخروی کو نعیم دنیوی سے بھی قریب تر دکھلاتا ہے اور شوق ہی ہے جو ہر ایک شکستہ پر کو مائل پرواز رکھتا ہے۔ شوق ہی ہے جو غاروں کی گہرائی کو ناپتا ہے۔

(2) یہ شوق ہی ہے جو محبت صادق کی راہ میں مشعل افروزی کرتا ہے اور یہ شوق ہے جو کسی درمیانی منزل پر محبت آبلہ پا کو آرام نہیں لینے دیتا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مقدار شوق، مقدار محبت پر مبنی ہے یہ محال ہے کہ فراوانی محبت میں شوق قاصر پایا جائے یا کمی محبت کی صورت میں شوق کثیر الوجدان ہو۔ سچ ہے کہ سالک کے لئے شوق سے بڑھ کر اور کوئی سواری نہیں۔ یہ وہی مرکب ہے جو گھاٹیوں کو پھاندتا ہے اور امتحان کے خطرناک پل سے صاف گزرتا ہوا جنت اللقاء تک پہنچا دیتا ہے۔ ''فَطُوْبٰى لِلْمُشْتَاقِيْنَ وَطُوْبٰى لِلْمُحِبِّيْنَ'' (رحمۃ للعلمین:263,264)

(3) اللہ تعالیٰ نے شوق کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام میں مجسم کر کے دکھایا ہے اور نبی ﷺ نے شوق کو ایک سواری کی صورت بتایا ہے ﴿وَالشَّوْقُ مَرْكَبِيْ﴾ ''شوق میری سواری ہے'' (رحمۃ للعالمین) کہ شوق گویا ایک سواری ہے جس میں سوار ہو کر انسان یہ سفر طے کرتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اسلام کا سفر شوق کے بغیر ہو نہیں سکتا۔ ویسے تو دنیا میں کوئی سفر بھی شوق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کوئی کام بھی شوق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

(4) نبی ﷺ کی دعا: ﴿اَسْاَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ﴾ ''تیرے چہرے پر نگاہ ڈالنے کی لذت اور تیرے لقاء کے شوق کا سوال کرتا ہوں۔'' (مسند احمد)

(5) شوق آثار محبت میں سے ایک اثر کا نام ہے۔ اس کا درجہ اصل محبت سے کمتر ہے کیونکہ شوق محبت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

(6) شوق ہے جو انسان کے اعمال کو بہت زیادہ منظم کر دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ (بخاری:6508)

﴿قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر بلاشبہ ہم نے یقیناً تمہارے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے اُن کو گمراہ کر دیا ہے'' (85)

سوال 1: ﴿قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر بلاشبہ ہم نے یقیناً تمہارے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے اُن کو گمراہ کر دیا ہے'' بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کیسے فتنے میں مبتلا کیا؟

جواب: (1) ﴿قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر بلاشبہ ہم نے یقیناً تمہارے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا'' بنی اسرائیل کو سامری نامی شخص نے بچھڑا پوجنے پر لگا دیا۔ اس فتنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خبر دے دی تھی کہ میں نے تیری قوم کو فتنے میں مبتلا کر دیا۔

(2) ﴿وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾ ''اور سامری نے اُن کو گمراہ کر دیا ہے'' یعنی ہدایت کے راستے سے ہٹا دیا ہے اور غیر اللہ کی عبادت پر لگا

دیا ہے۔

سوال2: جو فتنہ تو سامری نے کھڑا کیا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کیسے منسوب کر لیا؟

جواب: اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے ہوتا ہے۔ آزمائش جب بھی آتی ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے آتی ہے۔ آزمائش اور امتحان کسی کے لیے خوشگوار نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے ایمان والوں کو آزما لیا جائے کہ کون کہاں Stand کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سامری کے توسط سے آزما لیا۔

سوال3: سامری نے لوگوں کو بچھڑا پوجنے پر لگا دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی مرضی پوری کی پھر سامری مجرم کیسے ہو گیا؟

جواب: سامری سے اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ نہیں تھا کہ وہ بچھڑا بنا کر اس کی پوجا کروائے۔ وہ مجرم بن گیا۔ اس نے اپنی Free will سے، اپنی خواہش سے، اپنی چاہت سے اس راستے کو اختیار کیا تو جب اس نے بچھڑا بنایا اور لوگوں کو اس کی پوجا پر لگا دیا تو وہ مجرم بن گیا۔ وہ چاہتا تو نہ بناتا۔ وہ مجبور نہیں تھا۔ مجبوری میں امتحان نہیں ہوتا۔ اختیار کی آزمائش ہے۔ اس اختیار میں وہ ناکام ہو گیا اور قوم کو بھی اپنے پیچھے لگا لیا۔

﴿فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ﴾

''تو موسیٰ غضبناک افسوس کرتا ہوا اپنی قوم کی طرف لوٹا۔ اُس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا تو کیا تم پر لمبا زمانہ گزر گیا تھا؟ یا تم چاہتے ہو کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے غضب ٹوٹ پڑے؟ تو تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی'' (86)

سوال1: ﴿فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ﴾ ''تو موسیٰ غضبناک افسوس کرتا ہوا اپنی قوم کی طرف لوٹا۔ اُس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا تو کیا تم پر لمبا زمانہ گزر گیا تھا؟ یا تم چاہتے ہو کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے غضب ٹوٹ پڑے؟ تو تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا﴾ ''تو موسیٰ غضبناک افسوس کرتا ہوا اپنی قوم کی طرف لوٹا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سامری کے فتنے کی اطلاع دے دی تھی۔ وہ شدید غصے میں قوم کی طرف لوٹے۔

(2) یہاں غصے کے لئے لفظ استعمال ہوا ''اسفا'' یہ قوم کے مقابلے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا رویہ ہے۔ وہ قوم پر غیظ و غضب میں لوٹے تھے۔

اس غیظ وغضب میں حزن بھی تھا۔ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹ جانے پر جو حزن اس کو لاحق ہو سکتا ہے جس نے اسلام کا راستہ دکھایا ہو اس کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں دیکھ سکتے ہیں۔ انہیں غم ہے، انہیں غصہ ہے اسی وجہ سے ''اسفا'' کا لفظ استعمال ہوا جس میں دونوں چیزیں اکٹھی آ جاتی ہیں۔

(3) ﴿قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا'' ﴿وَعۡدًا حَسَنًا﴾ اچھے وعدے سے مراد تورات عطا کرنے کا وعدہ تھا جو ان کے لیے نظام حیات اور شریعت تھی۔

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا تھا: ﴿اَفَطَالَ عَلَيۡكُمُ الۡعَهۡدُ اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ يَّحِلَّ عَلَيۡكُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ﴾ ''کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا تو کیا تم پر لمبا زمانہ گزر گیا تھا؟ یا تم چاہتے ہو کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے غضب ٹوٹ پڑے؟'' یہ بتاؤ کہ کیا تم نے یہ ارادہ کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب تم پر ٹوٹ پڑے یعنی تم نے میرا انتظار تک نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو آواز دے دی، تم نے بچھڑے کو پوجا اور اللہ تعالیٰ کا کفر کیا۔

(5) ﴿فَاَخۡلَفۡتُمۡ مَّوۡعِدِىۡ﴾ ''پھر تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی'' تم نے میرا انتظار نہ کیا اور ہارون کا احترام نہ کیا۔

(تفسیر جامع البیان: 216/16)

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا کہا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہارے رب نے تم پر اتنی مہربانیاں کی ہیں اور تم سب بھول کر گمراہی میں پڑ گئے۔ کیا تمہیں دن لگ گئے ہیں؟ کیا تم سے اچھے وعدے نہ کیے گئے تھے؟ تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کیوں کی؟ کیا تم اپنے رب کا غضب ہی لانا چاہتے تھے؟

سوال 3: بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کیا وعدے کیے تھے؟

جواب: بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے طور کی واپسی تک اطاعت کا وعدہ کیا تھا۔

سوال 4: قوم بنی اسرائیل فتنے میں کیوں مبتلا ہو گئی تھی؟

جواب: بنی اسرائیل مصر میں رہتے رہتے غلامی کے خوگر ہو گئے تھے۔ وہ مصر کے ماحول سے متاثر تھے اور ان کے اندر سے اعلیٰ خصوصیات ختم ہو گئی تھیں اس لیے وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے۔

﴿قَالُوۡا مَاۤ اَخۡلَفۡنَا مَوۡعِدَكَ بِمَلۡكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلۡنَاۤ اَوۡزَارًا مِّنۡ زِيۡنَةِ الۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلۡقَى السَّامِرِىُّ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کی بلکہ قوم کے زیورات کے بوجھ ہم پر لاد دیے گئے تو ہم

نے انہیں پھینک دیا، پھر اسی طرح سامری نے بھی کچھ ڈالا" (87)

سوال1:﴿قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ﴾ "انہوں نے کہا: "ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کی بلکہ قوم کے زیورات کے بوجھ ہم پر لاد دیے گئے تو ہم نے انہیں پھینک دیا، پھر اسی طرح سامری نے بھی کچھ ڈالا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا﴾ "انہوں نے کہا: "ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کی" سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے اختیار سے وعدہ خلافی نہیں کی۔

(2)﴿وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا﴾ "بلکہ قوم کے زیورات کے بوجھ ہم پر لاد دیے گئے تو ہم نے انہیں پھینک دیا" انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ان سے یہ کام جان بوجھ کر اور اپنے اختیار سے سرزد نہیں ہوا بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ زیورات کے گناہ سے، جو ہمارے پاس تھے، بچنا چاہتے تھے۔ اہل تفسیر ذکر کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے مصر سے نکلنے سے پہلے قبطیوں سے زیورات وغیرہ مستعار لئے تھے۔ مصر سے نکلتے وقت وہ زیورات بھی ساتھ لے آئے۔ وہاں سے نکل کر انہوں نے وہ زیورات پھینک دیئے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام چلے گئے تو انہوں نے وہ زیورات اکٹھے کر لئے تاکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی واپسی پر اس بارے میں ان سے رجوع کریں۔ (تفسیر سعدی:2/1633)

(3) عموماً مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ زیور بنی اسرائیل کی عورتوں نے کسی تقریب کے موقع پر قبطیوں کی عورتوں سے مستعار لئے تھے اور بعد میں واپس نہ کئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب فرعون اور اس کے لشکر والے سمندر میں غرق ہو گئے اور ان کی لاشیں کناروں پر تیرتی ہوئی آئیں تو بنی اسرائیل نے ان کے زیور اتار لئے۔ (فتح القدیر)

(4)﴿فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ﴾ "پھر اسی طرح سامری نے بھی کچھ ڈالا" سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سامری اس قوم سے تعلق رکھتا تھا جو لوگ گائے کی پوجا کرتے تھے۔ پھر وہ بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا۔ اس نے اپنے اسلام کو ان پر ظاہر کیا لیکن گائے کی محبت پر قائم رہا پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس کے ذریعے سے آزمائش میں مبتلا کر دیا اور ان کی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ دکھا دیا۔ (سرقندی:2/426)

سوال2: بنی اسرائیل نے وعدہ خلافی کی کیا وجہ بتائی؟

جواب: قوم نے کہا ہم نے اپنے اختیار سے وعدہ خلافی نہیں کی قوم کے زیورات کا بوجھ ہم سے اُٹھوایا گیا تھا اور ہم نے وہ پھینک دیا۔ پھر سامری نے اُسے ڈھال کر بچھڑا بنا لیا پھر اس نے کہا یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے اور موسیٰ اُسے بھول گئے۔

سوال3: بنی اسرائیل نے یہ کیوں کہا کہ قوم کے زیورات کا بوجھ تھا؟

جواب: زیورات اُن کے اپنے نہیں تھے۔اس لیے انہیں بوجھ محسوس ہوا۔

سوال4: بنی اسرائیل نے زیورات کا بوجھ کیوں پھینک دیا تھا؟

جواب: بنی اسرائیل کے لیے یہ زیورات جائز نہیں تھے اس لیے اُنہوں نے اُسے جمع کر کے گڑھے میں ڈال دیا۔

سوال5: سامری کون تھا؟

جواب: سامری قوم موسیٰ کا ایک فرد تھا جو گمراہ ہو گیا تھا۔

سوال6: بچھڑے کے اندر سے آواز کیسے آتی تھی؟

جواب: بچھڑے کا پتلا اس طرح بنایا گیا کہ ہوا کے اندر اور باہر جانے سے آواز پیدا ہوتی تھی۔

سوال7: سامری کے کہنے سے بنی اسرائیل کیسے مان گئے کہ بچھڑا ان کا معبود ہے؟

جواب: (1) بنی اسرائیل نے ایک آواز سُنی تھی جو ان کے لیے فتنہ بن گئی تھی وہ رب کو بھول کر اپنی کم عقلی اور حماقت کی وجہ سے یہ سمجھنے لگے کہ یہی ہمارا رب ہے۔

(2) بچھڑے کے اندر سے آواز آتی تھی جس کی وجہ سے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوئے۔بچھڑے کو بنایا ایسے گیا تھا کہ ہوا اس کے اندر جاتی تھی اور اس کے اندر سے باہر نکلتی تھی اور وہ خالی تھا جب اس کے اندر آواز بھری جاتی تھی تو اس کے اندر سے آواز آتی تھی۔

سوال8: کفار کا مال مسلمان کے لئے کس صورت میں حلال ہے؟

جواب: مال غنیمت کا قانون شریعت اسلام سے پہلے نہ تھا۔اس کو کافروں کے قبضہ سے نکال لینا تو جائز تھا مگر مسلمانوں کے لئے اس کا استعمال اور اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں تھا بلکہ مال غنیمت جمع کر کے کسی ٹیلہ وغیرہ پر رکھ دیا جاتا تھا اور آسمانی آگ (بجلی وغیرہ) آ کر اس کو کھا جاتی تھی۔ یہی علامت ان کے جہاد قبول ہونے کی تھی اس لئے وہ مال بھی منحوس سمجھا جاتا اور کوئی اس کے پاس نہ جاتا۔رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں جو مخصوص رعایتیں اور سہولتیں دی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مال غنیمت کو مسلمانوں کے لئے حلال کر دیا گیا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی تصریح ہے۔اس قاعدہ کے اعتبار سے بنی اسرائیل کے قبضہ میں آیا ہوا مال جو قوم فرعون سے لیا تھا مال غنیمت ہی کے حکم میں قرار دیا جائے تب بھی اس کا استعمال ان کے لئے جائز نہیں تھا۔اسی وجہ سے اس مال کو (اوزار) کے لفظ سے تعبیر کیا گیا اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے حکم سے اس کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔واقعہ ہجرت میں رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ طیبہ جانے کا قصد فرمالیا اور آپ کے پاس عرب کے کفار کی بہت سی امانتیں رکھی تھیں کیونکہ سارا عرب آپ کو امانت دار یقین کرتا اور امین کے لفظ سے خطاب کرتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی امانتوں کو واپس کرنے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کر کے اپنے پیچھے ان کو چھوڑا اور حکم دیا کہ جس جس کی امانت ہے اس کو واپس کر دی جائے آپ اس سے فارغ ہو کر ہجرت کریں۔اس مال کو رسول اللہ ﷺ

نے مال غنیمت کے تحت حلال قرار نہیں دیا ورنہ وہ مسلمانوں کا حق ہوتا کافروں کو واپس کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔(تفسیر معارف القرآن:6/136،137)

﴿فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ﴾

''پس اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا، جس کے لیے جسم تھا، جس کی بیل کی سی آواز تھی، پھر لوگوں نے کہا کہ یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود، سو وہ بھول گیا''(88)

سوال 1:﴿فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ﴾''پس اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا، جس کے لیے جسم تھا، جس کی بیل کی سی آواز تھی، پھر لوگوں نے کہا کہ یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود، سو وہ بھول گیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ﴾''پس اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا، جس کے لیے جسم تھا، جس کی بیل کی سی آواز تھی'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا ہارون علیہ السلام سامری کے پاس گئے وہ بچھڑا بنا رہا تھا۔ پوچھا کیا چیز بنا رہے ہو؟ بولا وہ چیز بنا رہا ہوں جو نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کے دل کی مراد پوری فرما دے۔ یہ دعا کر کے آپ تو تشریف لے گئے ادھر سامری نے دعا مانگی، اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ بولے بھی چنانچہ وہ ڈیں ڈیں بھی کرنے لگا۔ اب اس کی پرستش شروع ہوگئی۔ جب رینگتا تو اس کے آگے سجدے میں گر جاتے پھر جب رینگتا تو سر اٹھا لیتے۔(ابن ابی حاتم)

(2)﴿فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ﴾''پھر لوگوں نے کہا کہ یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود، سو وہ بھول گیا'' سدی کہتے ہیں کہ سامری نے مٹی اٹھائی تھی۔ یہ جبرائیل کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی تھی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام تو چلے گئے سیدنا ہارون علیہ السلام پیچھے رہ گئے اور یہ تیس سے چالیس راتوں کا وقت تھا۔ سیدنا ہارون علیہ السلام نے ان سے کہا: اے بنی اسرائیل! یقیناً مال غنیمت تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔ اور قبطیوں کے زیورات یقیناً مال غنیمت ہیں۔ تو تم ان سب کو جمع کرو، ایک گڑھا کھودو اور انہیں دفن کر دو۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو اگر وہ ان کو حلال قرار دیں تو تم انہیں لے لینا۔ پھر انہوں نے ان زیورات کو ایک گڑھے میں جمع کر دیا۔ پھر سامری آیا اور ان کو لے گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان زیورات سے بچھڑا نکالا جس میں سے گائے جیسی آواز آتی تھی۔

(3)جب زیورات جمع ہو گئے تو سامری نے ایک مٹی کی مٹھی اٹھائی۔ پھر اسے پھینکا تو یہ بچھڑا بن گیا جس سے آواز بھی آتی تھی۔(تفسیر جامع البیان:16/220)

(4)بنی اسرائیل نے کہا: موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو تلاش کرنے گیا ہے اور وہ یہاں موجود ہے، موسیٰ علیہ السلام بھول گیا۔(تفسیر سعدی:2/1633)

(5)﴿فَنَسِيَ﴾''سو وہ بھول گیا'' گمراہ لوگوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے اس معبود کو بھول کر طور پر معبود کی تلاش میں گئے ہیں حالانکہ معبود

یہیں موجود ہے۔

(6)اس کے بارے میں اہل تاویل نے بڑا اختلاف کیا ہے کہ بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دین کو چھوڑ دیا یعنی اسلام کو ترک کر دیا، اسلام ہی کو بھول گئے اور گویا انہوں نے بچھڑے کی پرستش کو اسلام بنانے کی کوشش کی کہ یہ تھا تمہارا اصل طریقہ جس کو موسیٰ علیہ السلام نے بھلا دیا۔(7) سامری اسلامی فرائض بھول گیا اور انہیں چھوڑ بیٹھا۔(السراج المنیر :1182/2)

سوال2: بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کیا تہمت لگائی؟

جواب: بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام لگا دیا کہ وہ اپنے رب سے رابطہ نہیں رکھتے۔

سوال3: بنی اسرائیل کے الزام لگانے کا نتیجہ کیا نکلا؟

جواب:(1) بنی اسرائیل راستہ بھول گئے اور وہ رب تک پہنچ نہ پائے۔

(2) چالیس برس تک ان صحراؤں میں گھومتے رہے تھے۔ وہ نسل صحرا سے نکل ہی نہیں سکی منزل تک جا ہی نہیں سکی۔

(3) صحراؤں میں ان کی نئی پود پیدا ہوئی، پل بھر کر جوان ہوئی، ان کے اندر خالص اور ایمان آیا، وہ وہاں سے نکل کر گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جہاد کیا اور یوں بنی اسرائیل کی نئی نسل کو غلامی سے نجات ملی لیکن یہ غلام کسی قابل نہ رہے۔

﴿اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾

''تو کیا وہ دیکھتے نہیں تھے کہ نہ وہ ان کی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ کسی نفع کا؟''(89)

سوال1: ﴿اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں تھے کہ نہ وہ ان کی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ کسی نفع کا؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَفَلَا یَرَوْنَ﴾ ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں تھے'' یعنی کیا وہ بچھڑے پر غور و فکر نہیں کرتے؟

(2) ﴿اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا﴾ ''کہ نہ وہ ان کی بات کا جواب دیتا ہے'' یعنی نہ وہ ان سے کلام کر سکتا ہے نہ ان کی بات کا جواب دے سکتا ہے۔ نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔

(3) ﴿وَّلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ ''اور نہ ان کے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ کسی نفع کا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی عقل کیسے اندھی ہو گئی کہ انہیں یہ بھی نظر نہیں آتا کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا، نہ اُن کے نفع و نقصان کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔ یعنی زندہ ہوتا تو ان کی بات سن کر حیوانوں کی طرح ہی جواب دے دیتا۔ لیکن یہ تو حیوانیت کے درجے سے بھی گرا ہوا ہے نہ ہل چلاتا ہے، چکی پیستا ہے نہ اور کوئی نفع دے سکتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کے شعور کو جھنجھوڑا ہے کہ جو نہ نفع پہنچائے نہ نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتا

ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ معبود تو وہی ہو سکتا ہے جو ہر ایک کی فریاد سنے اور حاجات کو پورا کرے اور نفع و نقصان پر قادر ہو۔

(4) یہ ان کی کم عقلی اور حماقت تھی کہ انہوں نے گائے کے بچھڑے کو جو ایک دھات کا بنا ہوا تھا جس میں آواز پیدا ہو گئی تھی زمین اور آسمانوں کا الٰہ سمجھ لیا تھا۔ پس صرف وہی ہستی عبادت کی مستحق ہے جو کمال کلام اور افعال کی مالک ہو اور ایسی ہستی عبادت کئے جانے کا استحقاق نہیں رکھتی جو اپنے عبادت گزاروں سے بھی ناقص ہو کیونکہ عبادت گزار تو کلام کر سکتے ہیں اور بعض معاملات میں، اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت کے مطابق نفع و نقصان کا اختیار بھی رکھتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1633/2)

(5) ﴿وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ ''اور نہ ان کے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ کسی نفع کا؟'' اللہ تعالیٰ ہی نفع و نقصان پہنچانے والا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرو۔

رکوع نمبر 14

﴿وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ﴾

''اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا: ''اے لوگو! یقیناً تم اس کی وجہ سے فتنے میں ڈالے گئے ہو اور یقیناً تمہارا رب تو رحمٰن ہے چنانچہ تم میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو'' (90)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ﴾ ''اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا: اے لوگو! یقیناً تم اس کی وجہ سے فتنے میں ڈالے گئے ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا'' سیدنا ہارون علیہ السلام کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام قوم کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپ کر گئے تھے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب قوم سامری کے پیچھے لگ کر بچھڑے کی عبادت کرنے لگ گئی تھی۔

(2) ﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ﴾ ''اے لوگو! یقیناً تم اس کی وجہ سے فتنے میں ڈالے گئے ہو'' سیدنا ہارون علیہ السلام نے انہیں بچھڑے کی پرستش سے روکا تھا اور ان سے پہلے ہی یہ بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچھڑے کی وجہ سے تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی کو معبود ماننے میں سچے ہو یا نہیں۔

(3) اس سے رب العزت نے ان پر یہ ثابت کیا ہے کہ بچھڑے کی عبادت کرنے میں اگر کوئی شبہ لاحق بھی ہوا تھا تو سیدنا ہارون علیہ السلام نے انہیں اس بارے میں آگاہ کر دیا تھا اور انہوں نے ان کی بات نہیں مانی تھی۔

(4) ﴿وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ﴾ ''اور یقیناً تمہارا رب تو رحمٰن ہے'' سیدنا ہارون علیہ السلام نے ان کو بتا دیا تھا کہ تمہارا رب تم پر مہربان ہے جس

نے تمہارے لیے ہر طرح کی نعمتیں جاری کر دی ہیں وہی تمہیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔ جب تم بیمار ہو جاؤ تمہیں شفا دیتا ہے۔ تمہاری ظاہری اور باطنی ساری تکالیف کو دور کر کے تمہیں اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے۔

(5)﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ ''چنانچہ تم میری پیروی کرو'' یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور غیر اللہ کی عبادت ترک کرنے میں میری پیروی کرو۔ (ایسر التفاسیر:899) (6) یعنی میرے دین کی پیروی کرو۔ (السمرقندی:427/2)

(7)﴿وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ﴾ ''اور میرے حکم کی اطاعت کرو'' یعنی میری بات مانیں۔

﴿قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى﴾

''اُنہوں نے کہا: ''ہم تو اسی کی پرستش پر جمے رہنے والے ہیں یہاں تک کہ موسیٰ ہماری طرف لوٹ آئے'' (91)

سوال1:﴿قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''ہم تو اسی کی پرستش پر جمے رہنے والے ہیں یہاں تک کہ موسیٰ ہماری طرف لوٹ آئے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''ہم تو اسی کی پرستش پر جمے رہنے والے ہیں'' بنی اسرائیل نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو ملامت کرتے ہوئے کہا: ہم بچھڑے کی عبادت نہیں چھوڑ سکتے۔

(2)﴿حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى﴾ ''یہاں تک کہ موسیٰ ہماری طرف لوٹ آئے۔'' جب تک کہ موسیٰ علیہ السلام واپس آ کر اس بارے میں ہماری راہ نمائی نہیں کرتے۔

(3) اس طرح سیدنا ہارون علیہ السلام کی بات کی انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل کو بچھڑا بہت اچھا لگتا تھا اس لیے اس کی عبادت چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ زندگی میں ہر ایک کے لیے کوئی نہ کوئی بچھڑا ہوتا ہے جو اسے بہت اچھا لگتا ہے، یہ بچھڑا انسان کی خواہش ہی تو ہے جس کو انسان پوجتا ہے۔ دل پسند چیزوں کو اپنانا، انسان اپنی مرضی خیال کرتا ہے۔ دل کی خوشی کے پیچھے بھاگنے والا انسان یہ نہیں دیکھتا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ رب العزت نے بنی اسرائیل کے واقعے سے یہ سمجھایا ہے کہ دیکھو کیسے انہوں نے بچھڑا پوجا تھا؟ کیسے انہوں نے ہارون کی بات کا انکار کیا تھا؟ ایسے ہی آج کی دنیا میں بھی حال ہے کہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتے ہیں لیکن ان کی خواہش انہیں حق کی طرف پلٹنے نہیں دیتی۔ لوگ اسی طرح سے اپنی خواہش پر جمے رہنا چاہتے ہیں۔ خواہش کو چھوڑنا آسان بات نہیں ہے۔ جب تک ایمان مضبوط نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق نہ ہو تو انسان خواہشات کو پیچھے نہیں ڈال سکتا۔

﴿قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْٓا﴾

''موسیٰ نے کہا: ''اے ہارون! تم نے جب اُنہیں دیکھا کہ وہ گمراہ ہوئے تو کس چیز نے تمہیں روکا؟'' (92)

سوال1:﴿قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا﴾''موسیٰ نے کہا:''اے ہارون!تم نے جب اُنہیں دیکھا کہ وہ گمراہ ہوئے تو کس چیز نے تمہیں روکا؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا﴾''موسیٰ نے کہا:''اے ہارون!تم نے جب اُنہیں دیکھا کہ وہ گمراہ ہوئے تو کس چیز نے تمہیں روکا؟''سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب واپس تشریف لائے اور قوم میں شرک اور گمراہی کو پھیلے ہوئے دیکھا تو سخت غصے میں آ گئے۔ انہوں نے سیدنا ہارون علیہ السلام سے کہا کہ تم نے جب قوم کو گمراہ دیکھا تو مجھے خبر کیوں نہ کی کہ میں جلدی ان کے پاس آ جاتا۔

سوال2:سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام کا سختی سے محاسبہ کیوں کیا؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو شرک اور گمراہی میں دیکھ کر سخت غصے میں تھے۔انہیں یہ محسوس ہوا کہ شاید سیدنا ہارون علیہ السلام نے بھی چھوٹ دے دی ہو اور سمجھانے میں کمی کی ہو۔

سوال3:سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام سے محاسبے کا آغاز کیسے کیا؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر لوگوں نے تمہاری بات نہیں مانی تھی تو تمہیں میرے پیچھے آ کر مجھے اطلاع دینی چاہیے تھی۔تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا،اس معاملے کو اپنے پاس سنبھال کر کیوں رکھا؟یہ وہ بیماری ہے جو عام طور پر لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے۔اجتماعی معاملات خراب ہوتے رہتے ہیں اور جو لوگ ذمہ دار ہوتے ہیں ان کو خراب ہونے دیتے ہیں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔اور جب کچھ پوچھ گچھ ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ شاید حالات خراب ہو گئے تھے اور ہمارے لیے کچھ کرنا ممکن نہیں تھا۔اس طرح لوگ اجتماعی خرابیوں کو برداشت کر لیتے ہیں جب کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس خرابی کو برداشت کرنے والے نہیں تھے۔ہر مومن سے یہی مطلوب ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:(مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)''جو شخص تم میں سے کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے تو وہ ہاتھ سے اس کو بدل دے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو زبان سے ایسا کرے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ہی اس کو برا جانے مگر یہ ضعیف ترین ایمان کا درجہ ہے۔''(صحیح مسلم:177)

﴿اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ﴾

''کہ تم میری پیروی نہ کرو،تو کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟''(93)

سوال1:﴿اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ﴾''کہ تم میری پیروی نہ کرو،تو کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّا تَتَّبِعَنِ﴾''کہ تم میری پیروی نہ کرو''یعنی تم نے اور تمہارے ساتھ جو مسلمان تھے ان سب نے میری پیروی کیوں نہ کی

اور مشرکوں کو چھوڑ کیوں نہیں دیا۔

(2)﴿اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ﴾ ''تو کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟'' کیا تو نے میرے اس حکم کی نافرمانی کی ہے کہا﴿اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔'' (الاعراف:142)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو امیر مسلمانوں کے کام کا والی ہو پھر وہ ان کے لیے محنت نہیں کرتا اور ان کا خیر خواہ نہیں وہ ان کے ساتھ بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (صحیح مسلم)

(4) سیدنا ہارون علیہ السلام نے ان کی خیر خواہی کی تھی مگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قوم کی گمراہی کی اطلاع نہیں دی تھی جس کی وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا کہ تم نے اصلاح کرنے کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ دوسرا یہ کہ سیدنا ہارون علیہ السلام نے خود تو فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہیں کی تھی دوسروں کو روکا بھی تھا مگر قوم کو شرک اور گمراہی سے بچانے کے لیے محض اتنا ہی کافی نہیں تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خبردار کرنا ضروری تھا۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے محاسبہ کرتے ہوئے مزید کیا کہا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم نے میرے حکم کی پیروی نہیں کی۔ میرے احکامات نافذ نہیں کیے۔ کیا تم نے میری نافرمانی کی ہے؟

﴿قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ﴾

''ہارون نے کہا: ''اے میری ماں کے بیٹے! تم میری داڑھی نہ پکڑو اور نہ ہی میرے سر کو، یقیناً میں اس سے ڈرا کہ تم کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور تم نے میری بات کا انتظار نہیں کیا۔'' (94)

سوال 1:﴿قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ﴾ ''ہارون نے کہا: ''اے میری ماں کے بیٹے! تم میری داڑھی نہ پکڑو اور نہ ہی میرے سر کو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ﴾ ''ہارون نے کہا: ''اے میری ماں کے بیٹے! تم میری داڑھی نہ پکڑو اور نہ ہی میرے سر کو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو داڑھی سے پکڑ لیا اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے۔ موسیٰ علیہ السلام قوم کی اس حرکت سے سخت طیش میں تھے، فرطِ غضب میں انہوں نے سیدنا ہارون علیہ السلام سے بھی سختی کے ساتھ باز پرس کی۔ اور کہا کہ تم نے یہ سب کچھ کیوں اپنے سامنے ہونے دیا۔ یہاں چند باتیں قابل غور ہیں: (i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت میں فطرتاً سختی تھی اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ مقابلہ فرعون سے تھا اور اس کی قوم کے جابروں سے۔ (ii) یہ غضب ذاتی طور پر نہ تھا، بلکہ دین کے مقابلے میں محض اللہ تعالیٰ کی محبت کے جوش سے تھا۔

(iii)واقعات اسی نوع کے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر کا غصہ سے بے تاب ہو جانا بالکل فطری تھا کیونکہ انہوں نے بڑی مشکلوں سے بنی اسرائیل کو فرعون کے چنگل سے نکال کر یہاں رکھا تھا تاکہ یہ گمراہی کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ یہاں بھی یہ لوگ محفوظ نہیں رہے اور ساری محنت اکارت گئی تو غصہ سے بھڑک اٹھے۔(iv)موسیٰ علیہ السلام جہاں پیغمبر تھے وہاں انسان بھی تھے اور بشری تقاضے اور داعیے ان میں موجود تھے۔ ان حقائق وحالات میں اگر انہوں نے ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لی اور بظاہر غیر اولیٰ انداز میں ہارون علیہ السلام سے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سننے کے قابل ہے، ہارون علیہ السلام نے کہا:

(2)﴿يَبْنَؤُمَّ﴾ ''اے میری ماں کے بیٹے!'' انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے رقت قلبی کی امید پر یہ فقرہ کہا تھا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ماں اور باپ دونوں طرف سے ان کے بھائی تھے۔ (تفسیر سعدی:2/1634,1635)

(3)﴿إِنِّي خَشِيتُ أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَآءِيلَ﴾ ''یقیناً میں اس سے ڈرا کہ تم کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی'' سیدنا ہارون علیہ السلام نے معقول عذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اس لیے آپ کو اس فتنے کی خبر نہیں دی کہ مجھے خیال آیا کہ اگر میں اس واقعے کی اطلاع دینے کے لیے آپ کے پاس جاتا تو آپ مجھ پر غصہ کرو گے کہ قوم کو چھوڑ کر کیوں آ گئے، تم نے ان میں پھوٹ کیوں ڈالی۔

(4)بنی اسرائیل اگر سیدنا ہارون علیہ السلام کو قتل کر دیتے تو ایک گروہ دوسرے کے خون کا پیاسا ہو جاتا۔ یوں قتل وغارت گری کا بازار گرم ہو جاتا۔

(5)﴿وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي﴾ ''اور تم نے میری بات کا انتظار نہیں کیا'' یعنی تم نے میرے حکم کا خیال کیوں نہیں کیا تھا۔

(6)اس پر موسیٰ علیہ السلام کو بھائی کے ساتھ اپنے طرز عمل پر ندامت ہوئی کہ وہ اس سلوک کے مستحق نہ تھے، اس لئے دعا کی۔﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے! اور ہمیں اپنی رحمت کے میں داخل کر لے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' (الاعراف:151)(تفسیر سعدی:2/634,1635)

﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ﴾

''موسیٰ نے کہا: تو اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟'' (95)

سوال1:﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ﴾ ''موسیٰ نے کہا: تو'' اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ﴾ ''موسیٰ نے کہا: تو اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام خود وہاں موجود نہ تھے اس لیے اصل صورت حال سے بے خبر تھے لیکن صورت حال پتہ چلنے پر اُن کا رُخ اصل مجرم کی طرف ہو گیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ایک بڑے مجرم کی حیثیت سے سامری کو مخاطب کیا۔ اور کہا کہ سامری تم بتاؤ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ تمہیں بچھڑا بنانے کے لیے کس چیز نے آمادہ

کیا؟(2) قرآن نے یہاں خطب کا لفظ استعمال کیا ہے جو کسی ناگوار صورت حال کو دریافت کرنے کے لیے آتا ہے۔(تیسیر القرآن:80/3)

﴿قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ﴾

''اس نے کہا: ''میں نے وہ چیز دیکھی جس کو انہوں نے نہیں دیکھا، تو میں نے رسول کے نقش قدم سے ایک مٹھی اٹھائی، پھر میں نے اس کو پھینک دیا اور اسی طرح میرے نفس نے میرے لیے خوش نما بنا دیا'' (96)

سوال1: ﴿قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ﴾ ''اس نے کہا: ''میں نے وہ چیز دیکھی جس کو انہوں نے نہیں دیکھا، تو میں نے رسول کے نقش قدم سے ایک مٹھی اٹھائی، پھر میں نے اس کو پھینک دیا اور اسی طرح میرے نفس نے میرے لیے خوش نما بنا دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ﴾ ''اس نے کہا: ''میں نے وہ چیز دیکھی جس کو انہوں نے نہیں دیکھا'' سامری نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا جب کہ وہ گھوڑے پر سوار تھے۔

(2) ﴿فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا﴾ ''تو میں نے رسول کے نقش قدم سے ایک مٹھی اٹھائی، پھر میں نے اس کو پھینک دیا'' تو میں نے ان کے گھوڑے کے کھر کے نشان سے ایک مٹھی مٹی اٹھالی اور بنی اسرائیل کے زیورات پر ڈال دی اور اس سے بچھڑے کا بت بنایا جس کی آواز تھی۔

(3) سامری کے بقول بچھڑے کی مٹی میں کچھ معجزانہ اثرات تھے جونہی اُسے زیورات یا بچھڑے پر ڈالا گیا تو اُس میں سے آواز آنے لگی جو سب کے لیے فتنے کا باعث بن گئی۔

(4) ﴿وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ﴾ ''اور اسی طرح میرے نفس نے میرے لیے خوش نما بنا دیا'' یعنی میرے نفس نے مجھے کچھ ایسے ہی سمجھایا تھا کہ میں مٹی کی مٹھی اٹھا کر زیورات پر ڈال دوں اس طرح سے وہ کچھ ہو گیا جو آپ کے سامنے ہے۔

سوال2: سامری نے مٹی کہاں سے اُٹھائی تھی؟

جواب: سامری نے رسول کے نقش قدم سے مٹی اُٹھائی تھی یعنی جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کو گزرتے دیکھا تو اس کے قدموں تلے کی مٹی اُٹھالی جسے اُس نے سنبھال کر رکھ لیا۔

سوال3: بچھڑے میں مٹی نے کیا اثرات ڈالے؟

جواب: سامری کے بقول سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے کچھ معجزانہ اثرات تھے جس کی وجہ سے بچھڑا وجود میں آیا۔

سوال4: سامری کے نفس نے اسے کیا بات سمجھائی؟

جواب: سامری نے یہ عذر گھڑا تا کہ اپنی حرکت کے نتائج سے بچ جائے۔ اُس نے اپنی حرکت کو تقدس کا رنگ دے کر معاملے کو رسول کے نقش قدم سے لگا دیا۔ آج بھی ایسا ہی ہے۔ لوگ آج بھی رسول کے نقش پاک سے شرک کو نتھی کر رہے ہیں۔ ہر دور میں ایسے سامری پیدا ہو جاتے ہیں جو لوگوں کو اسی طرح سے حق کے راستے سے دور لے جاتے ہیں۔

﴿قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ إِلٰى إِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۖ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا﴾

''موسیٰ نے کہا کہ پھر جاؤ! تو یقیناً دنیا کی زندگی میں تمہاری یہی سزا ہے کہ تو کہتا رہے مجھے نہ چھونا اور یقیناً تیرے لیے ایک وعدہ ہے جو تجھ سے قطعاً ٹالا نہیں جائے گا اور اپنے معبود کو دیکھ جس پر تو مجاور بن بیٹھا تھا، ہم ضرور اسے جلا ڈالیں گے، پھر ہم ضرور اسے سمندر میں اڑا دیں گے اچھی طرح اڑانا'' (97)

سوال1: ﴿قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ﴾ ''موسیٰ نے کہا کہ پھر جاؤ! تو یقیناً دنیا کی زندگی میں تمہاری یہی سزا ہے کہ تو کہتا رہے مجھے نہ چھونا اور یقیناً تیرے لیے ایک وعدہ ہے جو تجھ سے قطعاً ٹالا نہیں جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''موسیٰ نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا۔

(2) ﴿فَاذْهَبْ﴾ ''پھر جاؤ!'' یعنی یہاں سے چلے جاؤ اور ہم سے دور ہو جاؤ۔

(3) ﴿فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ﴾ ''تو یقیناً دنیا کی زندگی میں تمہاری یہی سزا ہے کہ تو کہتا رہے مجھے نہ چھونا'' یعنی جیسے تم نے مٹی لی جس کا لینا اور چھونا تمہارے لیے درست نہیں تھا اسی طرح دنیا میں تیرے لیے سزا ہے کہ کہتے رہو ﴿لَا مِسَاسَ﴾ ''مجھے نہ چھونا۔''

(4) اب تمہارے لیے ایسی سزا ہے کہ کوئی تیرے قریب نہیں آئے گا اور اگر آئے گا بھی تو خود پکار اٹھو گے میرے قریب نہ آنا۔

(5) ﴿وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ﴾ ''اور یقیناً تیرے لیے ایک وعدہ ہے جو تجھ سے قطعاً ٹالا نہیں جائے گا'' یعنی تمہارے لیے وعدے کا وقت قیامت کا دن ہے جس سے نہ تو بچ سکتا ہے اور نہ چھوٹ سکتا ہے۔

سوال2: سامری نے قوم کو فریب کیوں دیا تھا؟

جواب: سامری نے قوم کو فریب اس لیے دیا تھا تا کہ وہ قوم کا محبوب بن جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے سب کا مبغوض بنا دیا۔

سوال3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو کیا سزا سنائی؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب جاؤ! اب تم یہی کہتے رہو گے مجھ سے دُور رہو، مجھے نہ چھوؤ کیونکہ چھونے والا بھی تمہارے ساتھ بخار میں مبتلا ہو جائے گا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو دو باتیں کہی تھیں: ایک تو یہ کہ زندگی بھر کہو گے میرے قریب نہ آنا اور تمہارے لیے باز پرس کا وقت مقرر ہے جو نہیں ٹلے گا۔

سوال 4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو اچھوت بنانے کی سزا کیوں دی تھی؟

جواب: سامری نے پیغمبر کو فریب دینے کی کوشش کی تھی اس طرح سے اُس کا جرم شدید ہو گیا۔

سوال 5: سامری اچھوت کیسے بنایا گیا تھا؟

جواب: سامری کے بارے میں بائبل کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کوڑھ کا مریض بنا دیا۔ اس کا جسم ایسا ہو گیا کہ لوگ دور سے ہی اُس سے کترانے لگے۔

سوال 6: باز پرس کے مقررہ وقت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قیامت کا وقت یعنی جزا سزا ہے جس سے کوئی بچنا چاہے تو بچ نہیں سکے گا۔

سوال 7: ﴿وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِى الْيَمِّ نَسْفًا﴾ ''اور اپنے معبود کو دیکھ جس پر تو مجاور بن بیٹھا تھا، ہم ضرور اسے جلا ڈالیں گے، پھر ہم ضرور اسے سمندر میں اڑا دیں گے اچھی طرح اڑانا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا﴾ ''اور اپنے معبود کو دیکھ جس پر تو مجاور بن بیٹھا تھا'' یعنی اپنے بچھڑے کو تو دیکھو جسے تم نے معبود بنا لیا تھا، جس پر تم مجاور بن بیٹھے تھے کیا واقعی وہ عبادت کے لائق تھا۔

(2) ﴿لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِى الْيَمِّ نَسْفًا﴾ ''پھر ہم ضرور اسے سمندر میں اڑا دیں گے اچھی طرح اڑانا'' یعنی ہم اسے جلائیں گے اور وہ خود کو بچا نہیں سکے گا۔ پھر ہم اس کی راکھ کو بہائیں گے تو وہ اسے ضائع ہونے سے بچا نہیں پائے گا۔

(3) بنی اسرائیل کے ذہن میں مشرکانہ مظاہر کی جو عظمت تھی اس کو ختم کرنے کے لیے لوگوں کے سامنے بچھڑے کو جلا ڈالا گیا اور اس کی خاک کو سمندر کی موجوں میں بہا دیا گیا۔

سوال 8: بچھڑے کو جلا ڈالنے کے واقعے سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ شرک کے آثار کو مٹا ڈالنا چاہیے۔

﴿اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا﴾

''یقیناً تمہارا معبود تو بس ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز پر وسیع ہے''(98)

سوال 1: ﴿اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾ ''یقیناً تمہارا معبود تو بس ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز پر وسیع ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''یقیناً تمہارا معبود تو بس ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' رب العزت نے بچھڑے کی عبادت کے باطل ہونے کو واضح فرمایا کہ جلا ڈالا گیا تو خود کو بچا نہیں سکا دوسروں کو کیسے بچائے گا؟ یہاں واضح فرمایا کہ تمہارا معبود تو اللہ تعالیٰ ہے جو ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی یہ حق رکھتا ہے کہ اس سے محبت کی جائے، اسی سے خوف رکھا جائے، اسی سے امیدیں باندھی جائیں، اسی پر توکل کیا جائے۔ اسی کے لیے عبادت کو خالص کیا جائے۔

(2) ﴿وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾ ''اس کا علم ہر چیز پر وسیع ہے'' اس کے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (یونس:61)

(3) اس سے کائنات کا کوئی ذرہ چھپا ہوا نہیں۔ اور فرمایا: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَیْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا﴾

''اسی طرح ہم آپ کو ان کی کچھ خبریں بیان کرتے ہیں یقیناً جو پہلے گزر چکے اور یقیناً ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک ''ذکر'' عطا کیا ہے''(99)

سوال 1: ﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَیْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا﴾ ''اسی طرح ہم آپ کو ان کی کچھ خبریں بیان کرتے ہیں یقیناً جو پہلے گزر چکے اور یقیناً ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک ''ذکر'' عطا کیا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ﴾ ''اسی طرح ہم آپ کو ان کی کچھ خبریں بیان کرتے ہیں یقیناً جو پہلے گزر چکے'' رب العزت نے نبی ﷺ پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام کے وہ واقعات

صاف صاف بیان کر دیئے ہیں جو آل فرعون کے ساتھ پیش آئے تھے۔اسی طرح ہم آپ ﷺ کو گزرے ہوئے واقعات اور قوموں کے حالات کا علم دے رہے ہیں۔اس تاریخ کا علم آپ ﷺ نے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا اور یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور آپ ﷺ جو وحی لے کر آئے ہیں اس کی خبریں سچی ہیں۔

(2) یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جیسے فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے اسی طرح پہلے نبیوں کے حالات ہم بیان کر رہے ہیں تا کہ آپ ﷺ باخبر رہیں۔ان میں ذکر الٰہی ہے۔ان میں سے عبرت کے پہلوؤں کو لوگوں کے سامنے رکھیں تا کہ وہ اپنی زندگی کے لیے صحیح طرز عمل اختیار کریں۔

(3)﴿وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا﴾ ''اور یقیناً ہم نے آپ کو اپنے پاس سے عطا کیا ہے'' یعنی ہم نے آپ ﷺ کو اپنی رحمت سے قرآن مجید عطا فرمایا۔

(4)﴿ذِكْرًا﴾ ''ذکر'' اس سے مراد قرآن کریم ہے جس میں تمام گزرے ہوئے اور آنے والے واقعات کی خبر دی گئی ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کے کامل اسماء وصفات کا ذکر ہے اور اس میں احکام امر و نہی اور احکام جزا کا تذکرہ ہے۔یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم بہترین احکام پر مشتمل ہے۔عقل اور فطرت سلیم ان احکام کے حسن وکمال کی گواہی دیتی ہیں اور قرآن کریم آگاہ کرتا ہے کہ ان احکام میں کیا کیا مصالح پنہاں ہیں، اس لئے جب قرآن کریم رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کے لئے تذکرہ ہے تب اس کو قبول کرنا، اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، اس کی اطاعت کرنا، اس کی روشنی میں صراط مستقیم پر گامزن ہونا اور اس کی تعلیم وتعلم واجب ہے اور اس سے روگردانی کے ساتھ پیش آنا یا اس کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جو اس سے بھی زیادہ عمومیت کا حامل ہو، جیسے اس کی باتوں کا انکار کرنا۔تو یہ اس نعمت کی ناشکری ہے اور جو کوئی اس ناشکری کا ارتکاب کرتا ہے وہ سزا کا مستحق ہے۔(تفسیر سعدی:2/1636,1637)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ ''اور یہ بڑا بابرکت ذکر ہے، ہم نے اسے نازل کیا ہے تو کیا تم اس کے منکر ہو؟'' (الانبیاء:50)

(6)﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''اور یقیناً وہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے واقعی ایک نصیحت ہے اور جلد ہی تم سے پوچھا جائے گا۔'' (الزخرف:44)

(7)﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ ''اُن کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر اُن کے پاس نہیں آتا مگر وہ اُس کو مشقت سے سنتے ہیں، اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔'' (الانبیاء:2)

(8)﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ﴾ ''یہ ہے جو ہم پُرحکمت آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں۔'' (آل عمران:58)

(9)﴿وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔'' (الحجر:6)

(10)﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ﴾ ''ص۔ نصیحت والے قرآن کی قسم!'' (ص:1)

(11)﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (الحجر:9)

(12)﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ لوگ اُس کی آیات پر غور و فکر کریں اور عقل رکھنے والے اُس سے سبق لیں۔'' (ص:29)

﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًا﴾

''جو اس سے منہ موڑے گا تو یقیناً وہ قیامت کے دن ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا'' (100)

سوال1:﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًا﴾ ''جو اس سے منہ موڑے گا تو یقیناً وہ قیامت کے دن ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ﴾ ''جو اس سے منہ موڑے گا'' قرآن حکیم سے اعراض کرنے سے مراد اس پر ایمان نہ لانا اور جو کچھ اس میں ہدایات موجود ہیں اُن پر عمل نہ کرنا ہے۔

(2) یعنی جس نے قرآن مجید کو حقیر سمجھا یا اس کے احکامات کو ناقابل فہم اور ناقابل عمل سمجھا اور اس کا مذاق اڑایا۔

(3) یعنی اس کے حلال و حرام، اس کے اخلاق و آداب کا مذاق اڑایا۔ قرآن مجید کی جگہ کوئی اور راہ نمائی کی تلاش کرنے والا گمراہ ہو جائے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے گناہوں کا بوجھ اٹھوائے گا۔

(4)﴿فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًا﴾ ''تو یقیناً وہ قیامت کے دن ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا۔'' جس نے ہدایت سے منہ موڑا اور گمراہ ہو گیا اس نے دنیا اور آخرت کی نحوستیں سمیٹ لیں۔ یہ بوجھ کیسا بدترین بوجھ ہے! اس بوجھ کو اٹھانے والا قیامت کے دن جہنم کی آگ میں جائے گا جس سے وہ بچ نہیں پائے گا۔

سوال2: قرآن حکیم سے اعراض کا کیا بدلہ ہے؟

جواب: اعراض کا بدلہ قیامت کے دن بوجھ اُٹھانا ہے جو کسی بھی اعتبار سے مفید نہ ہوگا۔

﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حِمْلًا﴾

''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور قیامت کے دن ان کے لیے ایک بڑا بوجھ ہوگا''(101)

سوال1:﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا﴾''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور قیامت کے دن ان کے لیے ایک بڑا بوجھ ہوگا'' قرآن حکیم سے اعراض کرنے والوں کی اور سزا کیا ہے؟

جواب:(1)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهِ﴾''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''یعنی وہ آگ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

(2)﴿وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا﴾''اور قیامت کے دن ان کے لیے ایک بڑا بوجھ ہوگا'' کہ جو قرآن سے روگردانی کرے گا وہ قیامت کے دن اپنے کندھے پر اس مال کا بار اٹھائے گا۔(3) جہنم کی آگ اور گناہوں کا بوجھ بدترین بوجھ ہے الٰہی! ہمیں بچالے۔

﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا﴾

''جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور اس دن ہم اس حال میں مجرموں کو جمع کریں گے کہ وہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے''(102)

سوال1:﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا﴾''جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور اس دن ہم اس حال میں مجرموں کو جمع کریں گے کہ وہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ﴾''جس دن صور میں پھونکا جائے گا'' صور سے مراد وہ نرسنگا ہے جس میں سیدنا اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونک ماریں گے، تو قیامت برپا ہوجائے گی۔

(2)﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ﴾''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔''(المومنون:101)

(3) سیدنا عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک نرسنگا ہے اس میں پھونکا جائے گا قیامت کے دن۔(ترمذی:2430)

(4) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''میں کیونکر آرام کرسکتا ہوں جب کہ صاحب قرن یعنی اسرافیل علیہ السلام قرن کو منہ میں لئے ہوئے اور کان لگائے ہوئے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم ہو سو اس وقت پھونک دے۔ صحابہ پر یہ حکم بہت سخت گزرا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہو﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾''یعنی کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔''(ترمذی:2431)

(5)﴿وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا﴾''ہم اس حال میں مجرموں کو جمع کریں گے کہ وہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے''خوف اور بے حد غم کی وجہ سے مجرموں کے چہرے نیلے ہوجائیں گے۔

﴿يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا﴾

''وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم لوگ دنیا میں بس دس دن ہی رہے ہو'' (103)

سوال 1: ﴿يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا﴾ ''وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم لوگ دنیا میں بس دس دن ہی رہے ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا﴾ ''وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم لوگ دنیا میں بس دس دن ہی رہے ہو'' دہشت اور شدت ہول کی وجہ سے ایک دوسرے سے چپکے چپکے بات ہوگی۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔'' (الروم:55)

(3) یعنی اس دن دنیا کی زندگی بہت مختصر محسوس ہوگی۔ اس سے ان کا مقصد بہت بڑی ندامت اور پشیمانی کا اظہار ہے کہ انہوں نے اوقات کثیرہ کیسے ضائع کر دیئے اور غفلت اور لہو ولعب میں ڈوب کر فائدہ مند اعمال سے اعراض کرتے ہوئے اور نقصان دہ اعمال میں پڑ کر ان اوقات کو گزار دیا۔ اب جزا کا وقت آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوا اور اب ندامت، ہلاکت اور موت کی دعا کے سوا کچھ باقی نہیں۔

(4) جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (۱۱۲) قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ (۱۱۳) قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱۴)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' (المؤمنون:112,114)

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا﴾

''ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے جب ان سب میں سے بہترین رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک دن ہی ٹھہرے ہو'' (104)

سوال 1: ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا﴾ ''ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے جب ان سب میں سے بہترین رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک دن ہی ٹھہرے ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے'' یعنی ان کے درمیان جو چپکے چپکے باتیں ہو رہی ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں۔

(2) ﴿اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا﴾ ''جب ان سب میں سے بہترین رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک دن ہی

ٹھہرے ہو'' قیامت کے دن سب سے عقل مند آدمی یہ سمجھے گا کہ دنیا میں ایک دن ٹھہرے ہیں۔

(3)﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (۱۱۲) قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ (۱۱۳) قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱۴)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' (المؤمنون:114,112)

(4) یہ ہے انسان کی زندگی جس میں انسان کیسے کاموں میں مصروف ہے۔ کہیں سامری مصروف عمل نظر آتا ہے، کہیں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام مصروف عمل نظر آتے ہیں، کہیں قوم بہکی ہوئی نظر آ رہی ہے، کہیں بہکنے والوں کو ان کی گمراہی سے نکالنے کے لیے خیر خواہی نظر آتی ہے۔ ہاں اس زمین پر دوسروں کو بچانے والے لوگ ہی بچائے جائیں گے۔ کل وہی بچے گا جو آج بچانے کی کوششیں کرتا ہے اور جو آج نہیں بچاتا وہ کل بچ نہیں پائے گا۔

سوال 2: دُنیا میں انسان آخرت کے لیے عمل کیوں نہیں کر پاتا؟

جواب: انسان یہ سمجھتا ہے کہ آخرت دُور کی چیز ہے اور قیامت آنے کے بعد انسان کو یہ لگے گا زندگی بس چند روز کی تھی۔ کاش آج حقیقت کا سچا ادراک ہو جائے۔

رکوع نمبر 15

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾

''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا'' (105)

سوال 1: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ ''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا'' قیامت کے دن پہاڑ کہاں جائیں گے؟

جواب: (1)﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ﴾ ''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں'' لوگوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا تھا کہ جب قیامت آئے گی تو پہاڑ باقی رہیں گے یا نہیں۔

(2)﴿فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ ''چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا'' آپ فرما دیں کہ میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اڑا دے گا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ جن کو تم عظیم سمجھتے ہو ان کی عظمت تو دھواں ہو جانے والی ہے، بکھر جانے والی ہے رب کے نزدیک ان کی

کوئی حیثیت کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(4)﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾﴾ ''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا۔'' (الحاقۃ:13,14)

(5)﴿یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا﴾ ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔'' (المزمل:14)

(6)﴿یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿۵﴾﴾ ''جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے۔ اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے''۔ (القارعۃ:4,5)

(7)﴿وَسُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا﴾ ''اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب ہو جائیں گے۔'' (النباء:20)

(8) اللہ تعالیٰ انسانی شعور کو کیسے دوڑاتا ہے کہ دیکھو یہ پہاڑ ہیں اور یہ پہاڑ اڑنے لگ گئے۔ دیکھو سارے ٹوٹ کر بکھر گئے، مٹی ہو گئے۔ ریزہ ریزہ ساری ہی زمین ہموار ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو جیتے جاگتے اس منظر میں لے جاتے ہیں جہاں پہاڑ ریزہ ریزہ ہو رہے ہیں۔

﴿فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا﴾

''پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا'' (106)

سوال 1: ﴿فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا﴾ ''پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا﴾ ''پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا'' قاع چٹیل میدان کو کہتے ہیں۔ اور صَفْصَفاً ہموار زمین کو کہا جاتا ہے قَاعًا کے بعد صَفْصَفًا تاکید کے طور پر لایا گیا ہے۔

(2) زمین چٹیل میدان ہو جائے گی، اس میں کوئی ٹیلہ، غار اور نشیب و فراز نہیں ہوگا۔ وہ کامل طور پر ہموار ہو جائے گی۔

(3)﴿وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ﴾ ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔'' (الانشقاق:3)

(4)﴿وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا﴾ ''اور جو بھی زمین پر ہیں بلاشبہ ہم اُسے ضرور صاف میدان بنا دینے والے ہیں۔'' (الکہف:8)

(5) سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز لوگ چمک دار، خاکستری رنگ کی صاف ستھری ٹکیہ جیسی زمین پر اکٹھے کیے جائیں گے جس پر کسی کے لئے کوئی نشانی یا نشیب و فراز نہیں ہوگا''۔ (مسلم، کتاب الصفات المنافقین)

﴿لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا﴾

''آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ'' (107)

سوال1:﴿لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا﴾''آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا﴾''آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ''قیامت کے دن زمین ہموار اور یکساں نظر آئے گی،اس میں وادیاں اور بلند و پست مقامات نہیں ہوں گے۔

(2)سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زمین کو ایک ہموار چمڑے کی شکل میں کھینچ دیں گے اور اس پر آدمیوں میں سے ہر آدمی کو دو قدم رکھنے کی جگہ میسر آئے گی۔''(التذکرۃ القرطبی،ابواب الموت،باب این یکون الناس)

﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾

''اس دن سب لوگ بلانے والے کے پیچھے چل پڑیں گے،کسی میں کوئی کجی نہ ہوگی اور آوازیں رحمٰن کے لیے دب جائیں گی،چنانچہ آپ سرسراہٹ کے سوا کچھ نہ سنیں گے''(108)

سوال1:﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ﴾''اس دن سب لوگ بلانے والے کے پیچھے چل پڑیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ﴾''اس دن سب لوگ بلانے والے کے پیچھے چل پڑیں گے''جب لوگ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو پکارنے والا ان کو جمع ہونے کے لئے پکارے گا اور وہ اس کی آواز پر لبیک کہیں گے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ(۶) خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ(۷) مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ؕ(۸)﴾''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی،وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے،کافر کہیں گے:''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔''(القمر:6,8)

(3)سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''تم لوگ اکٹھے کئے جاؤ گے بعض پیدل،بعض سوار اور بعض منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے اس طرف اور آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے شام کی طرف اشارہ فرمایا۔''(صحیح الجامع الصغیر:2298)

(4)سیدہ میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ارض شام اکٹھے ہونے اور بکھرنے کی جگہ ہے''۔(صحیح الجامع الصغیر:3620)

(5)﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾''جس دن یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے،جو اکیلا ہے،بڑا زبردست ہے۔''(ابراہیم:48)

(6)سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ﴾''جس روز زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔''(ابراہیم:48)تو نبی کریم ﷺ سے پوچھا''یارسول اللہ ﷺ!اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''پل صراط پر۔'' (ترمذی:3121)

(7)﴿لَا عِوَجَ لَهٗ﴾ ''کسی میں کوئی کجی نہ ہوگی'' یعنی پکارنے والے کی دعوت میں کوئی کجی نہ ہوگی بلکہ اس کی دعوت تمام خلائق کے لئے حق اور صدق پر مبنی ہوگی اور وہ پکار کر تمام خلائق تک اپنی آواز پہنچائے گا۔ تمام لوگ قیامت کے میدان میں حاضر ہوں گے اور رحمٰن کے سامنے ان کی آوازیں پست ہوں گی۔ (تفسیر سعدی:2/1639)

سوال2:﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ ''اور آوازیں رحمٰن کے لیے دب جائیں گی۔ پھر تم سرسراہٹ کے سوا کچھ نہ سنو گے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ﴾ ''اور آوازیں رحمٰن کے لیے دب جائیں گی۔ پھر تم سرسراہٹ کے سوا کچھ نہ سنو گے'' حشر کے میدان میں سب لوگوں کی آوازیں اپنے رب کے سامنے پست ہوجائیں گی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (۳۵) وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (۳۶)﴾ ''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے۔ اور نہ ہی انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں۔'' (المرسلات:35,36)

(2)﴿فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ ''پھر تم سرسراہٹ کے سوا کچھ نہ سنو گے'' قیامت کے دن لوگوں کے قدموں کی آہٹ یا ہونٹوں کی حرکت سے بالکل آہستہ آنے والی آواز ہوگی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ﴾ ''جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بدبخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔'' (ہود:105)

(3) اس دن سب اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے منتظر ہوں گے۔ کوئی نہیں جانتا ہوگا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ چہرے جھکے ہوئے ہوں گے۔ اللہ ذوالجلال کا نور پورے ماحول پہ چھایا ہوا ہوگا۔ لوگ پکارنے والے کی آواز کے پیچھے چل دیں گے۔

(4) قیامت کے دن لوگوں کے قدموں کی آہٹ ہوگی۔ یعنی فقط قدموں کی چاپ یا ہونٹوں کی حرکت سے پیدا ہونے والی پست آواز سنائی دے گی اور ان پر خشوع، سکوت اور خاموشی طاری ہوگی اور رب رحمٰن کے فیصلے کے منتظر ہوں گے اور چہرے تذلل اور خضوع سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ تم اس عظیم مقام پر دیکھو گے کہ دولت مند اور فقراء، مرد اور عورتیں، آزاد اور غلام، بادشاہ اور عوام سب نظریں نیچے کیے ساکت اور خاموش گھٹنوں کے بل گرے ہوئے اور گردنوں کو جھکائے ہوئے ہوں گے۔ کسی کو معلوم نہیں ہوگا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ ہر شخص اپنے باپ، بھائی اور دوست، یار کو بھول کر صرف اپنے معاملے میں مشغول ہوگا۔ حاکم عادل اس بارے میں فیصلہ کرے گا۔ اس کی نیکی کی جزا دے گا اور بدکار کو محروم کرے گا۔ رب کریم اور رحمٰن ورحیم پر امید یہ ہے کہ تمام خلائق اس کے ایسے فضل واحسان، عفو ودرگزر اور بخشش کو دیکھے گی، زبان جس کی تعبیر سے قاصر اور فکر اس کے تصور سے بے بس ہے۔ تب تمام خلائق اس کی رحمت کی منتظر ہوگی مگر رحمت ان لوگوں کے لئے مختص ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ (تفسیر سعدی:1639,1640)

﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾

''اُس دن سفارش فائدہ نہ دے گی مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور اس سے بات کرنا پسند فرمائے گا''(109)

سوال1:﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ ''اُس دن سفارش فائدہ نہ دے گی مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور اس سے بات کرنا پسند فرمائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ﴾ ''اُس دن سفارش فائدہ نہ دے گی'' اللہ تعالیٰ کو کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ بندوں کے حالات سے باخبر ہے۔خاص حالات میں کسی کی درخواست اللہ تعالیٰ قبول کرنا چاہیں گے تو اس کے لیے موقع دیں گے۔رب العزت کا فرمان ہے: ﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا(۳۷)يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا(۳۸)﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔وسیع رحمت والا ہے، کسی کو اُس سے بات کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔جس دن جبرئیل اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بات نہیں کرے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔''(النباء:37,38)

(2)اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بارے میں آپ جو چاہیں کہیں، وہ آپ کے اندازوں اور آپ کے تصور سے کہیں زیادہ ہے۔پس پاک ہے وہ ذات، جو اپنے عدل وانصاف اور سزا دینے میں اسی طرح رحیم ہے جس طرح وہ اپنے فضل واحسان اور ثواب عطا کرنے میں رحیم ہے۔ بلند وبالا ہے وہ ہستی جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے اور جس کا فضل وکرم ہر زندہ مخلوق کو شامل ہے، وہ اپنی بے نیازی کے باعث اپنے بندوں سے بالا وبرتر اور ان پر نہایت رحم کرنے والا ہے۔بندے اپنے تمام احوال میں ہمیشہ اس کے محتاج ہیں اور لمحہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔(تفسیر سعدی:2/1640,1641)

(3)﴿اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ ''مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا'' یعنی اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کے ہاں سفارش نہیں کر سکے گا اور وہ صرف اس شخص کے لئے سفارش کی اجازت دے گا جس کے لئے وہ راضی ہوگا یعنی انبیاء ومرسلین اور مقرب بندے۔صرف ان لوگوں کے لئے سفارش کی اجازت ہوگی جن کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی اور وہ صرف مخلص مومن ہیں۔اگر ان میں سے ایک شرط بھی معدوم ہوگی تو کسی کے لئے کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی۔(تفسیر سعدی:2/1640,1641)

(4)رب العزت کا فرمان ہے:﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے۔''(البقرہ:255)

(5)اس موقعے پر لوگ دو اقسام میں منقسم ہوں گے۔اپنے کفر کی وجہ سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے، جنہیں ناکامی، حرماں نصیبی، جہنم

میں دردناک عذاب، اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ لوگ جو ان امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کے لئے ان کو حکم دیا گیا، نیک عمل کرتے رہے یعنی واجبات و مستحبات پر عمل پیرا رہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1641,1640)

(6) ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾ "جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بدبخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔" (ہود: 105)

(7) ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ﴾ "اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی مگر اُس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے۔" (النجم: 26)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر نبی کے لئے ایک دعا ہوتی ہے۔ جو ضرور قبول کی جاتی ہے تو ہر نبی نے جلدی کی کہ اپنی اس دعا کو (دنیا ہی میں) مانگ لیا ہے اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے سنبھال رکھا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میری شفاعت میری امت کے ہر اس آدمی کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرگیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔" (صحیح مسلم: 491)

(9) ﴿وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ "اور اس سے بات کرنا پسند فرمائے گا" یعنی وہ جس سے راضی ہوگا اسے سفارش کی اجازت دے گا اور وہ انبیاء، مقربین اور مخلص ایمان والے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ ۚ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ "وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔" (الانبیاء: 28)

سوال 2: قیامت کے دن کس کی شفاعت نفع دے گی؟

جواب: (1) قیامت کے دن جن کے لیے رحمٰن شفاعت کی اجازت دے گا، ان ہی کے لیے شفاعت مؤثر ہوگی اور یہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر یقین رکھنے والے ہوں گے۔

(2) قیامت کے دن اصل اہمیت اس چیز کی ہوگی کہ کون کیا لے کر آیا ہے، جنہوں نے اپنے رب کو پہچانا، اپنی زندگی کو اس کے احکامات کے مطابق ڈھالا وہی لوگ یہ حق رکھیں گے کہ اگر ان کے اعمال میں کسی قسم کی کمی ہوگی تو وہ شفاعت سے پوری کر دی جائے گی۔

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾

"وہ سب جانتا ہے جو اُن کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ سب علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے" (110)

سوال1:﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا﴾ ''وہ سب جانتا ہے جواُن کے آگے ہے اور جوان کے پیچھے ہے اور وہ سب علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''وہ سب جانتا ہے جواُن کے آگے ہے'' قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے مراد ہے کہ وہ قیامت کے معاملے کو جانتا ہے۔ (جامع البیان:235/16)

(2)﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ''اور جوان کے پیچھے ہے'' اوران کے دنیا کے معاملات کو جانتا ہے۔ (جامع البیان:235/16)

(3)﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا﴾ ''اور وہ سب علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ (تفسیر جامع البیان:235/16)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے علم کا شفاعت کے ساتھ تعلق واضح کریں؟

جواب: کسی کے علم ہی کی وجہ سے سفارش کے مستحق ہونے نہ ہونے کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم کلی ہے، اس لیے شفاعت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کریں گے کہ کون کس کے حق میں شفاعت کرے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کا علم کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سب اگلے پچھلے حالات جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا﴾

''اور تمام چہرے اُس زندہ رہنے والے اور قائم رہنے والے کے سامنے جھک جائیں گے اور یقیناً نامراد ہوا جس نے بڑے ظلم کا بوجھ اُٹھایا'' (111)

سوال1:﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا﴾ ''اور تمام چہرے اُس زندہ رہنے والے اور قائم رہنے والے کے سامنے جھک جائیں گے اور یقیناً نامراد ہوا جس نے بڑے ظلم کا بوجھ اُٹھایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ﴾ ''اور تمام چہرے اُس زندہ رہنے والے اور قائم رہنے والے کے سامنے جھک جائیں گے'' قیامت کے دن اللہ ذوالجلال کا خوف لوگوں پر چھایا ہوا ہوگا۔ کوئی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکے گا۔ ظالم اپنا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ تمام لوگ سہمے ہوئے ہوں گے اور آوازیں اُس کے آگے دب جائیں گی۔ اہل ایمان کو یہ خوف نہ ہوگا کہ اعمال میں سے کچھ کم کیا جائے گا۔ الحمدللہ

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تب سے اس پر موت سے زیادہ سخت وقت کوئی نہیں آیا اور پھر موت کے بعد کے مراحل موت سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ بے شک لوگ حشر کے دن کی سختی سے دوچار

ہونے والے ہیں جس سے پسینہ کی لگام آئی ہوگی (پسینہ اس قدر بہہ رہا ہوگا کہ) اگر اس پسینہ میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ چلنے لگیں۔" (الترغیب والترھیب:5258)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے روز ایک آدمی کو پسینہ کی (منہ تک) لگام آئی ہوگی اور وہ دعا مانگے گا اے میرے رب! اس مصیبت سے مجھے نجات دے خواہ جہنم میں ہی بھیج دے۔" (الترغیب والترھیب، لمحی الدین دیب، الجزاء الرابع، 5260)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر اکٹھے کئے جائیں گے"۔ میں نے کہا "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا سب مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھیں گے؟" نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اے عائشہ! وہ دن اس قدر سخت ہوگا کہ کسی کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کا ہوش نہ ہوگا۔" (مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ۔ باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ)

(5) ﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا﴾ "اور یقیناً نامراد ہوا جس نے بڑے ظلم کا بوجھ اُٹھایا" جس نے قیامت والے دن اپنے اوپر ظلم لیا وہ تباہ ہوگیا۔

(6) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ "بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے" (سورہ لقمان:1)

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔ (صحیح بخاری:2447)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر صاحب حق کو اس کا حق دلایا جائے گا حتیٰ کہ اگر ایک سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری پر ظلم کیا ہوگا، تو اس کا بدلہ بھی دیا جائے گا۔" (مسلم:2582)

(9) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لوگو! ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔" (مسلم:2578)

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا﴾

"اور جو نیک عمل کرے گا اور وہ مومن بھی ہو تو نہ وہ کسی ناانصافی سے ڈرے گا اور نہ کسی حق تلفی سے" (112)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا﴾ "اور جو نیک عمل کرے گا اور وہ مومن بھی ہو تو نہ وہ کسی ناانصافی سے ڈرے گا اور نہ کسی حق تلفی سے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ "اور جو نیک عمل کرے گا اور وہ مومن بھی ہو" یعنی جو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض ادا کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ نیک اعمال کو قبول کرتا ہے۔

(2)ایمان اطاعت کی صحت اور نیکیوں کی قبولیت کی شرط ہے۔(تفسیر ابی سعود:4/311)

(3)﴿فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا﴾''تو نہ وہ کسی ناانصافی سے ڈرے گا''یعنی اس کے گناہوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

(4)ظلم کا مطلب ہے کہ جو گناہ خود نہیں کیے ان کا بوجھ بھی اٹھانا پڑ جائے۔قیامت کے دن دوسروں کے گناہوں کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔

(5)﴿وَلَا هَضْمًا﴾''اور نہ کسی حق تلفی سے''یعنی نہ اس کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی بلکہ اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا،اس کے عیوب کو پاک کر دیا جائے گا اور اس کی نیکیوں میں کئی گنا اضافہ کر دیا جائے گا۔فرمایا:﴿وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾''اگر ایک نیکی ہو تو اس کو دو گنا بڑھا کر دے گا۔اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔''(سورہ النساء:40)(تفسیر سعدی:2/1640,1641)

(6)﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۖ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لیے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(آل عمران:25)

(7)سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''حکم ہوگا کہ واپس جاؤ اور جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہو،چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے اور کہیں گے،اے ہمارے رب!جن کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ہم نے ان سب کو نکال لیا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا،پھر واپس جاؤ اور جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے اور کہیں گے،اے ہمارے رب!جن کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ہم ان سب کو نکال لائے ہیں۔اللہ تعالیٰ پھر حکم دے گا کہ واپس جاؤ اور جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب!ہم ان سب کو نکال لائے ہیں جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان تھا۔(مسلم:183،بخاری:7439)

﴿وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنٰهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا﴾

''اور اسی طرح ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے ہر حکم سے طرح طرح کی کچھ وعیدیں بیان کی ہیں،شاید کہ لوگ ڈر جائیں یا وہ(قرآن)ان کے لیے کوئی نصیحت پیدا کر دے''(113)

سوال1:﴿وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنٰهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا﴾''اور اسی طرح ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے ہر حکم سے طرح طرح کی کچھ وعیدیں بیان کی ہیں،شاید کہ لوگ ڈر جائیں یا وہ(قرآن)ان کے لیے کوئی نصیحت پیدا کر دے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾"اور اسی طرح ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے"یعنی اسی طرح رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ جب جزا کا دن آنا برحق ہے وہ آ کر ہی رہے گا تو اس کے لئے ہم نے قرآن اتارا ہے جو فصیح عربی زبان میں ہے اس زبان میں کسی بات کو بیان کرنے میں مشکل پیش نہیں آتی۔

(2)یعنی ہم نے اس کتاب کو فضیلت والی عربی زبان میں نازل کیا ہے جس کو تم خوب سمجھتے ہو اور اس میں کامل تفقہ رکھتے ہو اور اس کے الفاظ ومعانی تم پر مخفی نہیں ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1641,1642)

(3)﴿وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ﴾"اور اس میں ہم نے ہر حکم سے طرح طرح کی کچھ وعیدیں بیان کی ہیں"اس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو طرح طرح سے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے تاکہ وہ گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے بچ جائیں۔

(4)یعنی اس کتاب میں ہم نے وعید کو بہت سی انواع کے ذریعے بیان کیا ہے۔کبھی تو ان اسماء کے ذریعے سے بیان کیا ہے جو عدل وانتقام پر دلالت کرتے ہیں،کبھی اس عبرت ناک عذاب کے ذکر کے ذریعے سے اس وعید کو بیان کیا جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا اور حکم دیا کہ آنے والی امتیں اس سے عبرت حاصل کریں اور کبھی گناہوں کے آثار اور ان سے پیدا ہونے والے عیوب کو بیان کر کے اس وعید کا ذکر کیا ہے۔ کبھی قیامت کی ہولناکیوں اور اس کے دل کو ہلا دینے والے مناظر کو بیان کر کے اس وعید کا ذکر کیا۔کبھی جہنم کے مناظر اور اس میں دیئے جانے والے مختلف انواع کے عذاب اور عقوبتوں کا ذکر کر کے اس وعید کو بیان کیا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1641,1642)

(5)﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾"شاید کہ لوگ ڈر جائیں"یعنی تاکہ وہ شرک سے اجتناب کریں،گناہوں،حرام کاموں اور بے حیائیوں کو چھوڑ دیں۔

(6)﴿اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا﴾"یا وہ(قرآن)ان کے لیے کوئی نصیحت پیدا کر دے"یعنی قرآن مجید ان کے اندر غور وفکر کی صلاحیت پیدا کر دے اور وہ فرماں بردار بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن حکیم کو نازل کرنے کا کیا مقصد بیان کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ لوگوں کے اندر خوف پیدا ہو۔

سوال3:قرآن حکیم میں کیسے طرح طرح سے تنبیہات بیان کی گئی ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں دلائل اُتارے ہیں جن کو عبرت آموز قصص اور مناظر کی صورت میں سامنے رکھا ہے جیسے نیک اعمال انسان کے لیے ضروری ہیں رب العزت نے اس کے لیے انسان کو اس کے انجام سے باخبر کیا مثلاً مناظر عذاب،قیامت کے حالات،جنت اور دوزخ کے مقامات وغیرہ تاکہ برے انجام سے بچنے اور اچھے انجام کے حصول کے لیے نیک اعمال کرنے کے قابل ہوں۔

سوال4:قرآن حکیم میں تنبیہات کیوں آتی ہیں؟

جواب:(1)تنبیہات کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے اندر نیکی کا جوش پیدا ہو۔اور اطاعت اور قرب کا شوق پیدا ہو۔

(2) پچھلی قوموں کے حالات سے تنبیہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جھٹلانے والے ڈر جائیں اور حالات وواقعات سے عبرت حاصل کریں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو عربی زبان میں کیوں نازل کیا؟

جواب: قرآن حکیم انسانی زبان میں ہے اور اُن لوگوں کی زبان میں ہے جو قرآن حکیم کے اول مخاطبین تھے۔ اس زبان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ زبان بنا کر اپنی ہدایت کو ہر زمانے کے انسانوں کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾

''پس اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے، بادشاہِ حقیقی ہے، اور آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں، اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر!'' (114)

سوال 1: ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ ''پس اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے، بادشاہِ حقیقی ہے، اور آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں، اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی شان بلند ہے۔ وہ ہر نقص سے پاک ہے۔ وہ برتر اور اعلیٰ ہے۔

(2) ﴿الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ ''بادشاہِ حقیقی ہے'' وہ حقیقی بادشاہ ہے، اقتدار اس کا، بادشاہی اس کی، اس کے احکامات نافذ ہیں۔ اس کی تقدیر بندوں پر نافذ ہے۔ مخلوق اس کی غلام ہے، اس کی شریعت کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی پابند ہے اور اسی کا حساب کتاب ہوگا۔

(3) اس کا وجود، اس کا اقتدار اور اس کا کمال سب حق ہے۔ پس صفات کمال کی مالک صرف ایسی ہستی ہو سکتی ہے جو ذی جلال ہو اور اس میں اقتدار بھی شامل ہے۔ بعض اوقات، اس کے سوا مخلوق بھی بعض اشیاء پر اقتدار اور اختیار رکھتی ہے مگر یہ اقتدار ناقص اور باطل ہے جو زائل ہو جانے والا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے بادشاہ حقیقی، جلال کا مالک اور قائم ودائم رہنے والا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1642,1643)

(4) ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ﴾ ''اور آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں، اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے'' یعنی جب تک وحی پوری نہ ہو جائے آپ ﷺ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں۔ جیسا کہ رب العزت نے سورۃ القیامہ میں فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾﴾ ''آپ اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں کہ اُس میں جلدی کریں یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو پھر یقیناً ہم ہی پر ہے اس کا بیان کرنا بھی۔'' (القیامہ: 16,19)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ القیامہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ﴾ کے متعلق فرمایا کہ وحی نازل ہوتی تو نبی کریم ﷺ پر اس کا بہت بار پڑتا اور آپ اپنے ہونٹ ہلاتے۔ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہیں ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح نبی کریم ﷺ ہلاتے تھے۔ سعید نے کہا جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ ہونٹ ہلا کر دکھاتے تھے، میں تمہارے سامنے اسی طرح ہلاتا ہوں چنانچہ انہوں نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اس آیت کے اترنے کے بعد جب سیدنا جبریل علیہ السلام آتے اور قرآن سناتے تو آپ کان لگا کر سنتے۔ جب جبریل علیہ السلام چلے جاتے تو آپ لوگوں کو اسی طرح پڑھ کر سنا دیتے جیسے جبریل علیہ السلام نے آپ کو پڑھ کر سنایا تھا۔" (صحیح بخاری:7524)

(6) ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ "اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر" یہاں علم سے مراد قرآن مجید اور حدیث رسول کا علم ہے۔ نبی کریم ﷺ کو وحی و رسالت کے علم میں اضافے کی دُعا کا حکم دیا گیا۔ قرآن و حدیث کے علم سے انسان کا تعلق رب سے قائم ہوتا ہے۔ اس علم سے انسان کے اخلاق و کردار کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور غضب کا پتہ چلتا ہے۔

(7) چونکہ وحی کو اخذ کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کی عجلت دلالت کرتی ہے کہ آپ علم کے ساتھ کامل محبت رکھتے تھے اور اس کے حصول کے بے حد خواہش مند تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ اپنے لئے زیادہ علم کی دعا کریں کیونکہ علم بھلائی ہے اور بھلائی کی کثرت مطلوب ہے اور یہ کثرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور اس کے حصول کا راستہ کوشش، شوق علم، اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا، اس سے مدد مانگنا اور ہر وقت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھنا ہے، اس آیت کریمہ سے حصول علم کے آداب اخذ کئے جاتے ہیں۔ علم کی سماعت کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ صبر سے کام لے یہاں تک کہ املا کرانے والا اور معلم اپنے کلام سے فارغ ہو جائیں جو لگاتار اور مسلسل ہے۔ اگر ذہن میں کوئی سوال ہے تو وہ اس وقت کیا جائے جب معلم فارغ ہو جائے۔ معلم کی قطع کلامی اور سوال کرنے میں عجلت سے باز رہے کیونکہ یہ حرماں نصیبی کا سبب ہے۔ اسی طرح مسئول کے لئے مناسب ہے کہ وہ سائل کے سوال کو لکھ لے اور جواب دینے سے قبل سائل کے مقصود کو اچھی طرح سمجھ لے، کیونکہ یہ صحیح جواب کا سبب ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1642،1643)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا مانگتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ﴾ "یا اللہ مجھے فائدہ دے اس علم سے جو تو نے مجھے سکھایا اور مجھے وہ علم سکھا دے جو مجھے فائدہ دے اور میرے علم میں اضافہ فرما اور شکر ہے اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے۔" (سنن ابن ماجہ:3833)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "آپ کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہو سکتے ہیں۔" (الزمر:9)

(10) ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ "اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم

میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔'' (المجادلۃ:11)

(11) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں۔ اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں، نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور اس کو وہ چیز نفع دے جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علمِ دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔'' (صحیح بخاری:79)

سوال 2: ''اللہ تعالیٰ ہی کی ذات حق ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اس کائنات کی اصل سچائی ہیں۔ اُسی کی بات سچی، اسی کا وعدہ سچا، اسی کی وعید سچی، اسی کی جنت حق، اسی کی دوزخ حق ہے۔

سوال 3: ''اللہ تعالیٰ بلند ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ذات بلند، اُس کی شان بلند، اُس کی صفات بلند، اُس کے اختیارات بلند، اُس کے فیصلے بلند، اُس کے سامنے مخلوق جھک جاتی ہے۔

قرآن وحدیث کے علم سے انسان کا تعلق رب سے قائم ہوتا ہے۔ اس علم سے انسان کے اخلاق و کردار کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور غضب کا پتہ چلتا ہے۔

سوال 4: وہ علوم جو انسان کسب معاش کے لیے حاصل کرتا ہے اُن کا کیا درجہ ہے؟

جواب: کسب معاش کے لیے دیگر اشیاء کا علم جو انسان حاصل کرتا ہے وہ فن ہیں، ہنر ہیں، صنعت و حرفت ہیں۔

سوال 5: قرآن حکیم پڑھنے میں جلدی کا علم میں اضافے کی دُعا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

جواب: قرآن مجید پڑھنے میں جلدی کی وجہ یہ خوف تھا کہ کہیں علم چلا نہ جائے۔ اس لیے آپ کو علم میں اضافے کی دُعا سکھائی گئی۔

سوال 6: علم میں اضافے کی دُعا سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم نفع مند ہے۔ وہی پھلنے پھولنے والا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم ہی قائم رہنے والا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم ضائع نہیں ہوگا۔

﴿وَلَقَدۡ عَهِدۡنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِىَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا﴾

''اور اس سے پہلے آدم کو ہم نے تاکید کی تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی'' (115)

سوال 1: ﴿وَلَقَدۡ عَهِدۡنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِىَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا﴾ ''اور اس سے پہلے آدم کو ہم نے تاکید کی تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدۡ عَهِدۡنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِىَ﴾ ''اور اس سے پہلے آدم کو ہم نے تاکید کی تو وہ بھول گیا'' (i) یہاں قصہ آدم علم اور نسیان علم کی مناسبت سے لایا گیا۔ (ii) رسول اللہ ﷺ اخذ وحی میں نسیان کے خوف سے جلدی کرتے تھے یہاں اس واقعے میں بتایا گیا کہ آدم علیہ السلام سے غلطی بھی بھول کی وجہ سے ہوئی۔

(2) آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا وہ کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ جنت میں سے جو جی چاہے کھائیں مگر ایک درخت کا پھل نہ کھائیں۔

(3) یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو وصیت کی، اسے حکم دیا اور اس سے عہد لیا کہ وہ اس پر قائم رہے۔ اس نے اس وصیت کا التزام کیا، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور اس کو قائم کرنے کا عزم کیا مگر اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وصیت کو بھول گیا اور اس کا مضبوط عزم ٹوٹ گیا تب اس سے ایسی لغزش صادر ہوئی جسے سب جانتے ہیں۔ پس وہ اپنی اولاد کے لئے عبرت بن گیا اور اولاد آدم کی طبیعت اور فطرت آدم علیہ السلام کی طرح ہوگئی، آدم علیہ السلام سے بھول ہوگئی، اس کی اولاد بھی نسیان کا شکار ہوگئی، آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی اور اولاد بھی غلطی کا ارتکاب کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1643/2)

(4) ﴿وَمِنۡ قَبۡلُ﴾ ''اس سے پہلے'' اس سے مراد ہے کہ جیسے اب قرآن میں طرح طرح کی وعیدوں سے سمجھا رہے ہیں اسی طرح پہلے آدم کو بھی سمجھایا تھا۔

(5) ﴿فَنَسِىَ﴾ ''تو وہ بھول گیا'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کو انسان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے عہد لیا گیا اور وہ بھول گیا۔ (سراج المنیر: 1190/2) (6) نسیان ہی ارادے کی کمزوری کا سبب بنتا ہے۔

(7) اہل عرب نسیان سے مراد چھوڑ دینا لیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتۡكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيۡتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الۡيَوۡمَ تُنۡسٰى﴾ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔'' (طٰہٰ: 126)

(8) ﴿الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَهُمۡ لَهۡوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ۚ فَالۡيَوۡمَ نَنۡسٰىهُمۡ كَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ يَوۡمِهِمۡ هٰذَا ۙ وَ

مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔'' (الاعراف:51)

(9)﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۖ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''سو اب مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اُس دن کی ملاقات کو بھلا دیا ہم نے بھی یقیناً تمہیں بھلا دیا ہے اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (السجدۃ:14)

(10)﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلا دیں، یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (الحشر:19)

(11) رب العزت نے دعا سکھائی ہے۔﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا، اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اُٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں، اور ہم سے درگزر فرما اور تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تُو ہی ہمارا مولیٰ ہے، چنانچہ کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' (البقرۃ:286)

(12)﴿وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ ''اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی'' آدم علیہ السلام اپنے عہد پر قائم نہ رہ سکا۔ اسی طرح اس کی اولاد اپنے عزم کو توڑ بیٹھتی ہے۔ آدم علیہ السلام نے اپنی خطا کا اعتراف اور اقرار کر کے فوراً توبہ کر لی اور اس کی خطا کو بخش دیا گیا، جو کوئی اپنے باپ کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر سعدی:1643/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے کیا عہد لیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ جنت میں سے جو جی چاہے کھائیں مگر ایک درخت کا پھل نہ کھائیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کا پھل کھانے سے کیوں روک دیا تھا؟

جواب: انسان کی قوت ارادی کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ اُسے کچھ چیزوں سے روک دیا جائے تاکہ اس کی شخصیت پختہ ہو۔

سوال 4: قوت ارادی کے مضبوط ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: (1) قوت ارادی سے انسان اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہ سکتا ہے۔ (2) قوت ارادی سے انسان خواہشات کو کنٹرول کر سکتا ہے۔

(3)انسان کو مادی میلانات کو کنٹرول کرنے کے لیے قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(4)انسان قوت ارادی کے بغیر اللہ تعالیٰ کے راستے پر قائم نہیں رہ سکتا۔

(5)انسان قوت ارادی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف باتوں کے مقابلے میں مزاحمت کرتا ہے اور اُن کو اپنے اُوپر اثر انداز ہونے سے بچاتا ہے۔(6)قوت ارادی نہ ہو تو انسان مرغوبات اور خواہشات کا غلام بن جائے۔

(7)قوت ارادی سے ہی مرغوبات کے استعمال میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔

(8)قوت ارادی سے ہی انسان مادی ضروریات کو کم کر کے روحانی ترقی کر سکتا ہے۔ چاہے افراد ہوں یا اقوام ترقی کے لیے یہ معیار ناگزیر ہے۔

(9)مضبوط قوت ارادی سے ہی شیطان کے وسوسوں سے بچ سکتا ہے۔ (10)مضبوط قوت ارادی سے ہی نفس پر کنٹرول ہو سکتا ہے۔

سوال5:انسان شیطان کے جال میں کیسے پھنستا ہے؟

جواب: پہلے انسان کا پہلا تجربہ یہ بتاتا ہے کہ انسان نسیان اور ارادے کی کمزوری سے شیطان سے جال میں پھنستا ہے۔

رکوع نمبر 16

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا:'' آدم کو سجدہ کرو'' تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اُس نے انکار کر دیا''(116)

سوال1:﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى﴾''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا:'' آدم کو سجدہ کرو'' تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اُس نے انکار کر دیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو'' یہاں سے انسان کی تمام مخلوقات پر فضیلت اور زندگی کے آغاز کا بیان ہوتا ہے۔اس میں آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اس حکم کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔

(2)﴿اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾'' آدم کو سجدہ کرو'' یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے آدم علیہ السلام کی تخلیق کو مکمل، انہیں اشیاء کے نام سکھائے، انہیں فضیلت اور تکریم بخشی اور ان کے اکرام و تعظیم اور ان کی جلالت شان کو تسلیم کروانے کے لئے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور فرشتے اس حکم کو مانتے ہوئے فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔(تفسیر سعدی:1644/2)

(3)﴿فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾''تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے'' فرشتوں میں ایک جن ابلیس بھی تھا جس نے تکبر اور حسد کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

(4)رب العزت نے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی:﴿قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے پوچھا:''تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟''اُس نے کہا:''میں اس سے بہتر ہوں،آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''(الاعراف:12)

(5)﴿اَبٰى﴾''اُس نے انکار کر دیا''ابلیس نے سجدے کو انسان کا معاملہ سمجھا اور انسان کو اپنے سے کم تر سمجھتے ہوئے سجدے سے انکار کر دیا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے حکم پر فرشتوں نے سجدہ کیا اور ابلیس نے نہیں کیا اس فرق کی کیا وجہ تھی؟

جواب:فرشتوں نے سجدے کو اللہ تعالیٰ کا حکم،اللہ تعالیٰ کا معاملہ سمجھا اس لیے اُنہوں نے اطاعت کی۔ابلیس نے سجدے کو انسان کا معاملہ سمجھا اور انسان کو اپنے سے کم تر سمجھتے ہوئے سجدے سے انکار کر دیا اور ابلیس نے اس حکم کی طرف نہ دیکھا اپنے سامنے انسان کو دیکھا جس کو اپنے سے کم تر جانا تو سجدے سے انکار کیا۔

﴿فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى﴾

''تو ہم نے کہا:''اے آدم!یقیناً یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو کہیں وہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے''(117)

سوال1:﴿فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى﴾''تو ہم نے کہا:''اے آدم!یقیناً یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو کہیں وہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ﴾''تو ہم نے کہا:''اے آدم!یقیناً یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے قبل از وقت یہ آگاہ کر دیا تھا کہ شیطان انسان کا دشمن ہے۔

(2)﴿فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى﴾''تو کہیں وہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔''فرمایا:کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان اپنے حسد اور دشمنی کی وجہ سے تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مشقت میں پڑ جاؤ۔

(3)رب العزت نے اولاد آدم کو تنبیہ فرمائی ہے:﴿يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾''اے اولادِ آدم!شیطان تمہیں ہرگز فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اُس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا،وہ اُن دونوں کے لباس ان سے اتروا تا تھا تا کہ وہ اُن دونوں کو ایک دوسرے کی شرم گاہیں دکھا دے یقیناً وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم اُنہیں نہیں دیکھتے،یقیناً ہم نے شیطانوں کو اُن لوگوں کے لیے دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''(الاعراف:27)

سوال2: جنت سے نکلتے ہی کون سی مصیبتیں انسان کے انتظار میں تھیں؟

جواب: مشقت، گمراہی پریشانیاں، رنج، محرومیاں اور جدوجہد وغیرہ۔

سوال3: جنت سے باہر کی مشقتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد کھانے، لباس اور رہنے سہنے کی سہولتیں حاصل کرنے کی محنت اور مشقت ہے۔

﴿اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى﴾

''یقیناً تمہارے لیے یہ ہے کہ نہ تم بھوکے رہو گے اس میں اور نہ ننگے رہو گے'' (118)

سوال1: ﴿اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى﴾ ''یقیناً تمہارے لیے یہ ہے کہ نہ تم بھوکے رہو گے اس میں اور نہ ننگے رہو گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى﴾ ''یقیناً تمہارے لیے یہ ہے کہ نہ تم بھوکے رہو گے اس میں اور نہ ننگے رہو گے'' یعنی جنت کی راحتوں میں تمہارے لئے بہترین کھانوں کا انتظام ہوگا جو تمہاری بھوک مٹانے کے لئے نہیں لطف کے لئے ہوں گے۔ جنت میں تمہیں کبھی بھوک نہ لگے گی۔ جنت میں تمہارے لئے بہترین لباس ہوں گے وہاں کبھی ننگے نہ رہو گے۔

سوال2: جنت میں انسان کو کون سی سہولتیں میسر تھیں؟

جواب: بھوک اور لباس کی فراہمی کے لیے شاہانہ انتظامات تھے۔

﴿وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى﴾

''اور یقیناً اس میں نہ تم پیاسے رہو گے اور نہ تمہیں دھوپ لگے گی'' (119)

سوال1: ﴿وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى﴾ ''اور یقیناً اس میں نہ تم پیاسے رہو گے اور نہ تمہیں دھوپ لگے گی۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى﴾ ''اور یقیناً اس میں نہ تم پیاسے رہو گے اور نہ تمہیں دھوپ لگے گی۔'' یعنی جنت کی بابرکت سرزمین میں تمہیں کبھی پیاس نہ لگے گی جو مشروبات تمہیں پلائے جائیں گے وہ تمہارے لطف اور ذائقے کے لئے ہوں گے۔

(2) جنت میں تمہارے آرام کے لئے سایوں کا اہتمام ہوگا تمہیں کبھی دھوپ نہ لگے گی۔

سوال2: جنت میں کن چیزوں کا تصور نہیں کیا جا سکتا؟

جواب: بھوک پیاس، دھوپ کی شدت کی وجہ سے ہونے والی پریشانی، تھکاوٹ وغیرہ۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے بھوک اور عریانی کو کیوں جمع کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بھوک اور عریانی کو اس لئے جمع کیا کہ ایک اندرونی ذلت ہے اور ایک بیرونی۔ اسی طرح پیاس اندرونی گرمی ہے اور دھوپ بیرونی۔ (السراج المنیر: 2/1190)

﴿فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى﴾

''پس شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا، اُس نے کہا: ''اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہت جو پرانی نہ ہو؟'' (120)

سوال1: ﴿فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى﴾ ''پس شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا، اُس نے کہا: ''اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہت جو پرانی نہ ہو؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ﴾ ''پس شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا'' شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا اور انہیں اس درخت کا پھل کھانے کے لئے آمادہ کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا تھا۔

(2) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس مقام پر شیطانی وسوسہ کی نسبت صرف سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف کی گئی اور دوسرے مقام پر دونوں کی طرف کی گئی ہے۔ اس لیے کہ اس معاملہ میں حوا کی حیثیت صرف بالتبع تھی۔ لیکن بائبل کی روایت یوں ہے کہ شیطان نے پہلے سیدہ حوا علیہا السلام کو بہکایا۔ پھر حوا نے آدم کو پھل کھانے پر آمادہ کرلیا۔ بائبل کی اس روایت کو بعض مفسرین نے بھی نقل کر دیا جبکہ یہ روایت قرآن کی اس آیت کے مطابق غلط قرار پاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 3/86)

(3) ﴿قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کا درخت نہ بتاؤں'' وہ ان سے کہتا تھا کہ جو کوئی اس درخت کا پھل کھائے گا وہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔

(4) ﴿وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى﴾ ''اور ایسی بادشاہت جو پرانی نہ ہو'' یعنی تمہیں لازوال بادشاہت ملے گی جو کبھی ختم نہ ہوگی یوں سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام اس کے دام فریب میں آگئے اور انہوں نے اس درخت کا پھل کھالیا۔ اس پھل کے کھاتے ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے پھر وہ جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانپنے لگے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ

الۡخٰلِدِيۡنَ (۲۰)﴾ ''پھر شیطان نے اُن دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا تا کہ وہ اُن دونوں کے لیے ظاہر کردے ان دونوں کی شرمگاہوں سے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا، اور اُس نے کہا: ''تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔'' (اعراف:20)

(5) تم اس درخت کا پھل کھاؤ گے۔ تم جنت سے کبھی نہیں نکالے جاؤ گے تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ (تفسیر جامع البیان:244/16)

سوال 2: شیطان نے انسان کے اندر کیا وسوسہ ڈالا؟

جواب: شیطان نے انسان کی کمزوریوں کو پکڑتے ہوئے اُسے طویل زندگی اور طویل اقتدار کا جھانسہ دیا۔ اُس نے کہا میں تمہیں ابدی اور لازوال سلطنت کا درخت بتاؤں۔

سوال 3: طول امل یعنی لمبی امیدیں باندھنے کے اسباب کیا ہیں اور اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: (1) طول امل کا سبب آخرت فراموشی اور دنیا سے محبت ہے جس کا علاج نبی ﷺ نے کیا۔ آپ ﷺ نے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر اور اگر شام کرے تو اپنے نفس سے صبح کا ذکر نہ کر اور اپنی موت کے لئے اپنی زندگی سے اور اپنے مرض کے لئے اپنی صحت سے کچھ لے اس لئے کہ اے عبداللہ! تجھے یہ معلوم نہیں آنے والے کل میں تیرا نام کیا ہوگا۔'' (ابن حبان)

(2) نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ مجھے تم پر دو خصلتوں کا خوف ہے، ایک اتباع ھوا کا اور دوسرے طول امل کا، اتباع ھوا آدمی کو راہ حق سے روک دیتی ہے اور طول امل کے معنی ہیں دنیا کے لیے محبت رکھنا۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دنیا عطا کرتا ہے خواہ اس سے محبت کرتا ہو یا نفرت کرتا ہو۔ جب وہ کسی شخص سے محبت کرتا ہے تو ایمان عطا کرتا ہے۔ آگاہ رہو کچھ لوگ دین کے بیٹے ہیں۔ اور کچھ دنیا کے بیٹے ہیں تم دین کے بیٹوں میں سے ہو جاؤ، دنیا کے بیٹوں میں سے مت رہو۔ آگاہ رہو دنیا پیٹھ پھیر کر رخصت ہو چکی ہے، آگاہ رہو آخرت سامنے چلی جا رہی ہے۔ آج عمل کے دن میں ہو تم پر آج کوئی حساب نہیں ہے عنقریب تم حساب کے دن میں ہو گے اس میں کوئی عمل نہیں ہوگا۔'' (ابن ابی الدنیا)

(3) سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں: ''اس امت کے پہلے لوگوں نے یقین اور زہد کی وجہ سے نجات پائی اور اس امت کے آخری لوگ بخل اور طول امل کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔'' (ابن ابی الدنیا)

(4) سرکار دو عالم ﷺ فرماتے تھے: ''اے اللہ! میں ایسی دنیا سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو آخرت کے خیر سے روک دے اور ایسی زندگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو موت کے خیر سے روک دے اور ایسے امل سے تیری پناہ چاہتا جو عمل کے خیر سے روک دے۔'' (ابن ابی الدنیا)

(5) روایت ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ایک بوڑھا شخص اپنی کدال سے زمین کھود رہا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس شخص سے اس کا امل دور کر دے۔ وہ شخص اسی وقت کدال پھینک کر زمین پر لیٹ گیا اور ایک گھنٹے تک لیٹا رہا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی:

اس کا اہل اسے واپس لوٹا دے۔ اس کے بعد وہ شخص کدال تھام کر کھڑا ہو گیا اور زمین کھودنے لگا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بات کرنے پر اس شخص نے بتایا کہ کام کرتے کرتے اچانک میرے دل نے کہا کب تک کام کرے گا؟ تو بوڑھا ہو چکا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے کدال پھینک دی اور آرام کرنے لیٹ گیا۔ میرے دل نے کہا جب تک تجھے زندہ رہنا ہے معیشت ضروری ہے یہ سوچ کر میں کدال لے کر کھڑا ہو گیا۔ حسن کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دریافت کیا کیا تم سب جنت میں جانا چاہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں۔ فرمایا: امل کوتاہ کرو اور اپنی موت اپنی آنکھوں کے سامنے جما لو اور اللہ تعالیٰ سے ایسی شرم کرو جیسا اس سے شرم کرنے کا حق ہے۔" (ابن ابی الدنیا)

(6) طول امل اور قصر امل کے سلسلے میں لوگوں کے مراتب: لوگ اس سلسلے میں مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض لوگ بقاء کی آرزو کرتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا میں رہنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے ﴿يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ﴾ "ان کا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر دے دی جائے۔" (البقرہ:96)

(7) بعض لوگ بڑھاپے تک زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ انتہائی عمر ہے جو مشاہدہ میں آتی رہتی ہے۔ یہ لوگ دنیا کی شدید محبت میں گرفتار رہتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "بوڑھا آدمی طلب دنیا کی محبت میں جوان ہوتا ہے اگرچہ اس کی ہنسلیاں مڑ گئی ہوں مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہوتے جو متقی ہیں تاہم متقی بہت کم ہیں۔" (بخاری و مسلم)

(8) بعض لوگوں کو ایک سال سے زیادہ کی توقع نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ صرف ایک سال کی ضروریات کا اہتمام کرتے ہیں اور سردی میں گرمی کے لئے اور گرمی میں سردی کے لئے جمع کرتے ہیں چنانچہ ایک سال کی ضروریات جمع ہو جاتی ہیں تو عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(9) بعض لوگ ایک سال سے بھی کم جینے کی توقع رکھتے ہیں ایسے لوگ ایک موسم میں دوسرے موسم کی امید نہیں رکھتے۔

(10) بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ایک دن سے زیادہ کا طول الامل نہیں رکھتے صرف آج کی تیاری کرتے ہیں کل کی فکر میں مشغول نہیں ہوتے۔

(11) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: "کل کی فکر میں مشغول نہ ہو، کل کی فکر مت کرو اگر تمہاری زندگی میں کل آنے والا ہے تو اس کے ساتھ کل کا رزق بھی ضرور آئے گا اگر تمہاری زندگی میں کل کا وجود نہیں ہے تو تم دوسروں کے لئے فکر مت کرو۔

(12) بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کا امل ایک ساعت سے تجاوز نہیں کرتا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے عبداللہ! جب تو صبح کرے تو اپنے دل میں شام کا خیال نہ لا اور شام کرے تو صبح کا تصور نہ کر۔"

(13) ایک دفعہ سرکار دو عالم ﷺ نے تین لکڑیاں لیں ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑ دی دوسری اس کے برابر اور تیسری اس سے کچھ فاصلے پر، اس کے بعد فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: قریب کی دونوں لکڑیوں میں سے ایک انسان ہے اور دوسری اس کی موت ہے اور دور کی لکڑی اس کا امل ہے آدمی اس کا معاملہ کرتا ہے اور موت اس

کے اور اس کے اہل کے درمیان رکاوٹ بن جاتی ہے۔" (ابن ابی الدنیا، ابوسعید الخدری)

(14) ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "آدمی کی مثال یہ ہے کہ اس کے اردگرد ننانوے موتیں ہیں اگر ان سب سے محفوظ رہتا ہے تو وہ بڑھاپے کا شکار ہو جاتا ہے۔" (ترمذی)

(15) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "یہ آدمی ہے، یہ موتیں ہیں جو اس کی طرف بڑھ رہی ہیں، بڑھاپا ان موتوں کے بعد ہے اور اہل بڑھاپے کے بعد ہے۔ آدمی اہل کرتا ہے اور موتیں اس کی طرف بڑھتی ہیں۔ جس کو حکم دیا جاتا ہے وہ اسے اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ اگر موت سے بچ جاتا ہے تو اسے بڑھاپا قتل کر دیتا ہے حالانکہ وہ اس اہل کا منتظر ہوتا ہے۔" (بخاری)

(16) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک چوکور خط کھینچا اور اس کے درمیان میں بھی ایک خط کھینچا پھر خط کے برابر میں بہت سے خطوط کھینچے اور ایک خط باہر کی طرف کھینچا پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ درمیانی خط انسان ہے اور یہ چوکور خط اس کی موت ہے جو چاروں طرف سے اس کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے یہ خطوط مصائب ہیں جو اسے نوچتے گھسیٹتے ہیں اگر ایک سے بچ جائے تو دوسرا اپنا عمل کرتا ہے اور بیرونی خط اہل ہے۔" (بخاری)

(17) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ دو چیزیں باقی رہ جاتی ہیں ایک حرص اور اہل۔" "ایک اور روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں مال کی حرص اور طول دنیا کی ہوس۔" (ابن ابی الدنیا، مسلم)

﴿فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾

"پس اُن دونوں نے اُس میں سے کھالیا تو ان کے لیے اُن کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گیا" (121)

سوال 1: ﴿فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ "پس اُن دونوں نے اُس میں سے کھالیا تو ان کے لیے اُن کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گیا۔" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَكَلَا مِنْهَا﴾ "پس اُن دونوں نے اُس میں سے کھالیا" شیطان نے اُس درخت میں ابدی فائدے گنوائے تو سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام نے اُس کا پھل کھالیا۔

(2) ﴿فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا﴾ "تو ان کے لیے اُن کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں" بے لباس ہونا اس چیز کی علامت تھی کہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے بغیر محنت، مشقت کے جو روزی میسر تھی وہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

(3)﴿وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ﴾ ''اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے'' سیدنا آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے فطری شرم وحیا کی وجہ سے خود کو ڈھانپنا شروع کر دیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ ''اے اولادِ آدم! یقیناً ہم نے تم پر لباس اُتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت ہے اور تقویٰ کا لباس ہی بہترین ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں۔'' (الاعراف:26)

(5)﴿وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ ''اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گیا'' پس انہوں نے فوراً توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور عرض کیا: ﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''ان دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الاعراف:23) (تفسیر سعدی:2/1645)

(6) سیدنا آدم علیہ السلام نے ابلیس کے حکم کی اطاعت کر لی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کر لی تھی۔ (تفسیر جامع البیان:16/244)

(7) سیدنا آدم علیہ السلام نے عزم کو چھوڑ دیا تھا اور عہد یاد نہیں رکھا تھا۔ (تفسیر القاسمی:11/400)

(8) امام فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا انبیاء بھی بھٹک سکتے ہیں؟ وہ تو معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے توسط سے بھی سکھایا ہے کہ بھولنے کا فعل کسی سے بھی لاحق ہو جائے گمراہی لازم ہو جاتی ہے۔

سوال 2: ایک درخت کا پھل کھانا منع تھا پھر انسان نے اُس کا پھل کیسے کھا لیا؟

جواب: شیطان نے اُس درخت میں ابدی فائدے گنوائے تو سیدنا آدم علیہ السلام نے اُس کا پھل کھا لیا۔

﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى﴾

''پھر اُس کے رب نے اُسے چن لیا، پس اُس پر توجہ فرمائی اور ہدایت دی'' (122)

سوال 1: ﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى﴾ ''پھر اُس کے رب نے اُسے چن لیا، پس اُس پر توجہ فرمائی اور ہدایت دی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ﴾ ''پھر اُس کے رب نے اُسے چن لیا'' یعنی آدم علیہ السلام کو رب العزت نے غلطی پر ندامت اور توبہ کی توفیق دی اور ان کی توبہ قبول کر کے انہیں چن لیا۔

(2)﴿فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ ''پس اُس پر توجہ فرمائی'' یعنی ان پر مہربانی کر کے ان کی توبہ قبول کر لی۔

(3)﴿وَهَدٰی﴾ ''اور ہدایت دی'' اللہ تعالیٰ نے راہ راست کی طرف یعنی توبہ اور استغفار کی طرف راہ نمائی کی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو ندامت اور توبہ کے بعد اسی مقام پر فائز کر دیا گیا جس پر وہ پہلے تھے۔

﴿قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًا ۚ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقٰى﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم دونوں اکٹھے اس سے اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو پھر اگر واقعی میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ وہ مصیبت میں پڑے گا'' (123)

سوال 1: ﴿قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًا ۚ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم دونوں اکٹھے اس سے اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم دونوں اکٹھے اس سے اُتر جاؤ'' اللہ رب العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام، سیدہ حوا علیہا السلام اور ابلیس تینوں کو حکم دیا کہ جنت سے نکل جائیں اور دنیا کو آباد کریں۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، وہ جمعہ کا دن ہے، آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن ہی پیدا کیا گیا اور اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا۔'' (مسلم: 854)

(3)﴿بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ﴾ ''تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'' یعنی آدم علیہ السلام اور آدم زاد کے دشمن ابلیس اور ابلیس زادے ہوں گے۔ (السراج المنیر: 2/1192)

سوال 2: ﴿فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقٰى﴾ ''پھر اگر واقعی میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ وہ مصیبت میں پڑے گا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى﴾ ''پھر اگر واقعی میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے'' یعنی اگر میری طرف سے تمہارے پاس میرے رسول اور میری کتابیں آئیں جن سے تمہیں صراط مستقیم کی ہدایت ملے اور وہ راستہ تمہیں جنت کی طرف لے جائے گا۔

(2)﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقٰى﴾ ''تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ وہ مصیبت میں پڑے گا'' یعنی جس وقت کسی کے پاس میری کتاب پہنچے یا کسی رسول کی دعوت پہنچے تو جو اس کی پیروی کرے گا اور میرے احکامات پر عمل کرے گا اور جن کاموں سے میں نے روکا ہے ان سے رکے گا تو نہ وہ گمراہ ہوگا، اور نہ آخرت کی سعادتوں سے محروم ہوگا۔

(3) ﴿فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ(۳۸)﴾ ''تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (البقرۃ:38)

(4) اور ''ہدایت'' کی پیروی یہ ہے کہ رسول کی دی ہوئی خبر کی تصدیق کی جائے اور شہوات کا پیچھا کرتے ہوئے اور شبہات میں مبتلا ہو کر اس سے اعراض نہ کیا جائے۔

سوال 3: کیا اللہ تعالیٰ نے زمین پر اُتارنے کا فیصلہ عتاب کی وجہ سے کیا؟

جواب: زمین پر اُتارنے کا فیصلہ عتاب کی وجہ سے نہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت اور مشیت کے مطابق تھا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کرنے والا کس چیز سے محفوظ کر لیا جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کرنے والا گمراہی اور بدبختی سے محفوظ کر لیا جائے گا۔

سوال 5: مصیبت اور بدبختی کیسے آتی ہے؟

جواب: مصیبت گمراہی کی وجہ سے آتی ہے۔ گمراہی کی وجہ سے انسان بدبخت ہو جاتا ہے۔

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ﴾

''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔'' (124)

سوال 1: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سے منہ موڑنا ہے۔

(2) ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي﴾ ''یعنی جو میرے دین سے منہ موڑے گا اور میری کتاب کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے کو چھوڑے گا اور اس کی ہدایت کی پیروی نہیں کرے گا۔ (فتح القدیر:490/3)

(3) ﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ ''تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی'' یعنی اس کی سزا یہ ہوگی کہ ہم اس کی معیشت کو تنگ اور نہایت پر مشقت بنا دیں گے اور یہ معیشت اس کے لئے محض ایک عذاب ہوگی۔

(4) تنگ معیشت کی تفسیر بیان کی جاتی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے، یعنی اس کے لئے اس کی قبر کو تنگ کر دیا جائے گا وہ اس میں گھٹ کر رہ جائے گا اور اس کو عذاب دیا جائے گا۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ اس نے اپنے رب کے ذکر سے روگردانی کی تھی۔

(5) یہ ان آیات میں سے ایک آیت ہے جو عذاب قبر پر دلالت کرتی ہیں۔

(6) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں روایت ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔" (اخرجہ الحاکم فی المستدرک:3439)

(7) دوسری آیت کریمہ یہ ہے۔﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ "اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا، اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ "نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔" (الانعام:93)

(8) تیسری آیت کریمہ یہ ہے۔﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ "اور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے ہی چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ پلٹ آئیں۔ (السجدۃ:21)

(9) چوتھی آیت کریمہ یہ ہے﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۡ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ "آگ ہے، جس پر وہ صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔" (المؤمن:46)

(10) جو چیز سلف میں سے بعض مفسرین کے لئے، اس آیت کریمہ کو عذاب قبر پر محمول کرنے اور صرف اسی پر اقتصار کرنے کی موجب بنی۔ واللہ اعلم۔ وہ ہے آیت کریمہ کا آخر۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کے آخر میں قیامت کے عذاب کا ذکر کیا ہے۔ اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ "تنگ معیشت" عام ہے یعنی اپنے رب کے ذکر سے روگردانی کرنے والوں پر دنیا میں غم و ہموم اور مصائب و آلام کے جو پہاڑ ٹوٹتے ہیں، وہ عذاب معجل ہے۔ برزخ میں بھی ان کو عذاب میں ڈالا جائے گا اور آخرت میں بھی عذاب میں داخل ہوں گے کیونکہ "تنگ معیشت" کو بغیر کسی قید کے مطلق طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1646،1647)

(11)﴿وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ "اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے" یعنی قیامت کے دن اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑنے والے کو اندھا اٹھائیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا﴾ "اور ہم قیامت کے دن انہیں اُن کے چہروں کے بل اندھا، گونگا اور بہرہ اُٹھائیں گے۔ (بنی اسرائیل:97)

(12) رب العزت نے فرمایا:﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾

''اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں'' (الرعد:34)

(13) سیدنا حارث اعور فرماتے ہیں: ''میں مسجد میں داخل ہوا تو کچھ لوگ بعض مسائل پر جھگڑا کر رہے تھے۔ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں اس بات کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا کیا یہ باتیں ہونے لگیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یاد رکھو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار رہو عنقریب ایک بڑا فتنہ سر اُٹھائے گا۔'' میں نے عرض کیا اس فتنے سے نجات کا ذریعہ کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ اس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے حالات ہیں تم سے بعد میں ہونے والوں کی خبر ہے۔ اور تمہارے آپس کے معاملات کا فیصلہ ہے۔ اور یہ ایک دوٹوک بات ہے ہنسی دل لگی نہیں ہے، جو سرکش اسے چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس کی کمر توڑ دے گا اور جو کوئی اسے چھوڑ کر کسی اور کی بات کو اپنی ہدایت کا ذریعہ بنائے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی یہی ہے۔ یہی حکمتوں سے بھری ہوئی یاددہانی ہے۔ یہی بالکل سیدھی راہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے خواہشیں گمراہ نہیں کرتیں اور نہ زبانیں لڑکھڑاتی ہیں۔ اہل علم کا دل اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اس کو بار بار دہرانے سے اس کی تازگی نہیں جاتی۔ یہ کبھی پرانا نہیں ہوتا۔ اس کی عجیب باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ یہ وہی ہے جس کو سنتے ہی جن پکار اُٹھے تھے: بلاشبہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔'' جس نے اس کی سند پر کہا، سچ کہا جس نے اس عمل کیا اجر پائے گا۔ جس نے اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا۔ جس نے اس کی طرف دعوت دی اس نے سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کی۔ اے اعور! ان باتوں کو گرہ میں باندھ لے۔'' (ترمذی)

سوال 2: انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار کس چیز پر ہے؟

جواب: انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اس پر ہے کہ کون ہدایت کو مانتا ہے اور کون نہیں مانتا؟

سوال 3: دُنیا کی زندگی کی تنگی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) تنگی سے مراد بے چینی اور بے کلی ہے۔ (2) اس سے مراد بے یقینی کی تنگی ہے۔

(3) اس سے مراد پریشانی، قلق اور اضطراب ہے۔ (4) یہ حرص اور خوف کی تنگی ہے۔

سوال 4: اندھے پن سے کیا مراد ہے؟

جواب: اندھے پن سے مراد گمراہی ہے جو ہدایت کے مقابلے میں اختیار کی جاتی ہے۔

سوال 5: قیامت کے اندھے پن سے کیا مراد ہے؟

جواب: قیامت کے اندھے پن سے مراد بھی گمراہی ہے۔ وہاں انسان کو کوئی ایسی دلیل نہیں سوجھے گی جس کی وجہ سے وہ عذاب سے بچ سکے۔

سوال6: قیامت کے دن کس کو اندھا اُٹھایا جائے گا؟

جواب: قیامت کے دن اُسے اندھا اُٹھایا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور کائنات سے غافل رہا، جس نے نہ آیات سے کوئی سبق لیا نہ کائنات پر غور وفکر کر کے اپنے لیے کوئی راہ نمائی لی۔

﴿قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا﴾

''وہ کہے گا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں یقیناً دیکھنے والا تھا''(125)

سوال1: ﴿قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا﴾ ''وہ کہے گا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں یقیناً دیکھنے والا تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا﴾ ''وہ کہے گا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں یقیناً دیکھنے والا تھا'' اس دن اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور قرآن سے منہ موڑنے والا کہے گا کہ اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا۔

﴿قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے''(126)

سوال1: ﴿قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا'' رب العزت فرمائیں گے کہ تمہارے پاس میری آیات پہنچی تھیں مگر تو نے انہیں یاد نہ کیا تو نے انہیں بھلا دیا، تو نے ان سے منہ موڑا، تو نے ان سے غفلت برتی۔

(2) تم نے قرآن سیکھا اور پھر اس کو بھلا دیا اور تم آگ میں ڈال دیئے گئے۔

(3) رب العزت نے کہا کہ آج کے دن تم بھلائے جاتے ہو یعنی اب تمہاری کوئی اہمیت نہیں۔ نہ تمہاری صدا سنی جائے گی نہ تمہاری چیخ وپکار کا اثر ہوگا اور اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حق ادا نہیں کیا۔ (السر قندی:433/2)

(4) یعنی تم نیکی کرنا بھول گئے اور برائی کرنا نہیں بھولے۔ (تفسیر جامع البیان:252/16)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا

لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔'' (الاعراف:51)

﴿وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى﴾

''اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو حد سے گزر جاتا ہے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہیں لاتا اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' (127)

سوال1: ﴿وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ﴾ ''اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو حد سے گزر جاتا ہے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہیں لاتا۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ﴾ ''اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو حد سے گزر جاتا ہے'' اور اسراف کرنے والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے گزر جاتا ہے۔

(2) ﴿وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ﴾ ''اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہیں لاتا'' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر، کتابوں پر اس کے آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ (تفسیر جامع البیان:252/16)

(3) جو اپنے رب کی آیات پر ایمان نہیں لاتا وہ رب کی نافرمانی کرتا ہے۔

سوال2: ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى﴾ ''اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى﴾ ''اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' یعنی یہ جزا اس شخص کے لئے ہے جس نے حدود سے تجاوز کیا اور جن امور کی اجازت دی گئی ہے ان سے آگے بڑھ کر محرمات کا مرتکب ہوا۔

(2) اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لایا جو کہ تمام مطالب ایمان پر واضح طور پر اور صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر ہرگز ظلم نہیں کیا اور نہ غیر مستحق کو سزا دی ہے بلکہ اس کا سبب تو صرف اس کا اسراف اور عدم ایمان ہے۔ (تفسیر سعدی:1648/2)

(3) دنیا کے عذاب کے برعکس آخرت کا عذاب کئی گنا زیادہ سخت ہوگا۔ اور دنیا کے عذاب کے برعکس آخرت کا عذاب کبھی ختم نہ ہوگا کیونکہ دنیا کا عذاب تو کبھی نہ کبھی منقطع ہو جاتا ہے۔ پس آخرت کے عذاب سے ڈرنا اور اس سے بچنا واجب ہے۔ (تفسیر سعدی:1648/2)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لعان کرنے والے جوڑے کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے

ہوئے) فرمایا: ''دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں کے مقابلے میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔'' (مسلم:2256)

﴿اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى﴾

''تو کیا ان لوگوں کو اس بات نے ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا؟ جن کی بستیوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ اس میں یقیناً عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں'' (128)

سوال 1: ﴿اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى﴾ ''تو کیا ان لوگوں کو اس بات نے ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا؟ جن کی بستیوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ اس میں یقیناً عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ﴾ ''تو کیا ان لوگوں کو اس بات نے ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا جن کی بستیوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں'' کیا جھٹلانے والوں کو اس بات نے راہ نمائی نہیں دی کہ ہم نے کتنی قومیں ہلاک کر دیں جو رسولوں کو جھٹلاتی تھیں، جن کے گھروں میں اب یہ چل پھر رہے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ (۴۳) اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ (۴۴)﴾ ''کیا تمہارے کافر اُن سے بہتر ہیں؟ یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں معافی ہے؟ یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لے کر رہنے والی جماعت ہیں؟'' (القمر:43,44)

(3) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں'' تقویٰ والے ہی عقل والے ہیں۔ عقل مند لوگ آج اُن علاقوں میں چل پھر رہے ہیں جہاں کل کے لوگ ہلاک ہوئے تھے یہ سبق ہے کہ اُمنگیں، آرزوئیں، منصوبے سب خاک میں مل جانے والے ہیں۔

رکوع نمبر 17

﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى﴾

''اور اگر آپ کے رب کی جناب سے ایک بات نہ ہوتی اور ایک مقررہ وقت نہ ہوتا تو (عذاب) ضرور لازم ہو جاتا'' (129)

سوال 1: ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ ''اور اگر آپ کے رب کی جناب سے ایک بات

نہ ہوتی اور ایک مقررہ وقت نہ ہوتا تو (عذاب) ضرور لازم ہو جاتا۔'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کیسے صبر کی ترغیب دی؟

جواب: (1)﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ ''اور اگر آپ کے رب کی جناب سے ایک بات نہ ہوتی اور ایک مقررہ وقت نہ ہوتا تو (عذاب) ضرور لازم ہو جاتا۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی مقرر شدہ اور معین کردہ بات نہ ہوتی تو اسی وقت عذاب آ چمٹتا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے مشرکین مکہ کو خاص وقت تک مہلت دے رکھی ہے لیکن مہلت ختم ہونے کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

(2) یہ رسول اللہ ﷺ کے لئے تسلی اور صبر کی ترغیب ہے کہ وہ ان جھٹلانے اور روگردانی کرنے والوں کے لئے جلدی ہلاکت کی خواہش نہ کریں۔ ان کا کفر اور تکذیب، ان پر عذاب نازل ہونے کے لئے ایک معقول سبب ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سزاؤں کے لئے سبب مقرر کیا ہے جو گناہوں سے جنم لیتا ہے اور ان لوگوں نے نزول عذاب کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں مگر جس چیز نے اس عذاب کو مؤخر کر رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو مہلت دینے اور وقت مقرر کرنے کو متضمن ہے۔ وقت کا مقرر ہونا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا نفاذ، نزول عذاب کو اس وقت کے آنے تک کے لئے مؤخر کر دیتا ہے۔ شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کریں، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے اور عذاب کو ان سے دور کر دے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ان پر ثابت نہ ہو جائے۔ (تفسیر سعدی: 1649/2)

سوال 2: کسی قوم کو عروج کے بعد ہلاک کرنے کی وجہ کیا ہوتی ہے؟

جواب: کسی قوم کو عروج کے بعد ہلاک کرنے کی وجہ ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ اُس نے بندگی کی حد سے تجاوز کیا ہوتا ہے۔

سوال 3: اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے فیصلہ نہ کیا ہوتا تو قریش کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فیصلہ نہ کیا ہوتا تو اہل قریش کو بھی غیر اللہ کی بندگی کرنے پر ہلاکت اور عبرت کی مثال بنا دیا جاتا۔

﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾

''چنانچہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی پس تسبیح کریں اور دن کے کناروں پر بھی تا کہ آپ راضی ہو جائیں'' (130)

سوال 1: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''چنانچہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''چنانچہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ لوگوں کی باتوں کی وجہ سے جو تکلیف آپ کو پہنچی ہے اس پر صبر کریں۔

(2) رسول اللہ ﷺ کو جب لوگ کافر، کاہن، شاعر اور مجنوں کہتے تو آپ کو حکم دیا گیا کہ ان باتوں پر دل برداشتہ نہ ہوں۔ آپ لوگوں سے توجہ ہٹا کر رب کی طرف رجوع کریں اور اس کی تسبیح کریں۔

سوال 2: ﴿وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا ۚ وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡ وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرۡضٰى﴾ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی پس تسبیح کریں اور دن کے کناروں پر بھی تا کہ آپ راضی ہو جائیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا﴾ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے'' یعنی سورج نکلنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے لیے فجر کی نماز پڑھیں اور سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز پڑھیں۔

(2) سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھے آپ ﷺ نے چاند پر ایک نظر ڈالی، پھر فرمایا کہ ''تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہوگی، پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز نہ روک سکے تو ایسا ضرور کرو۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: پس اپنے رب کی حمد و تسبیح کرو سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔'' (صحیح بخاری: 554)

(3) سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص دوزخ میں کبھی نہ داخل ہوگا جس نے نماز ادا کی قبل طلوع آفتاب کے اور قبل غروب آفتاب کے۔'' یعنی فجر اور عصر کی۔ (مسلم: 1436)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کئی فرشتے تمہارے پاس رات کو آتے جاتے ہیں اور کئی دن کو۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں، جو رات تمہارے ہاں ٹھہرتے ہیں اور ان سے ان کا پروردگار پوچھتا ہے حالانکہ وہ تم کو خوب جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم ان کے پاس سے روانہ ہوئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس پہنچے تو بھی نماز پڑھ رہے تھے۔'' (بخاری: 7486، مسلم: 1432)

(5) ﴿وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡ وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ﴾ ''اور رات کے اوقات میں بھی پس تسبیح کریں اور دن کے کناروں پر بھی'' رات اور دن کی عبادت انسان کو سکون فراہم کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ﴾ ''اور آپ نماز قائم کریں دن کے دونوں اطراف میں اور رات کی چند گھڑیوں میں، بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت

ہے" (ہود:114)

(6)﴿لَعَلَّكَ تَرۡضٰى﴾ "تاکہ آپ راضی ہوجائیں" اگر آپ ﷺ اس پر عمل پیرا ہوئے تو شاید آپ ﷺ اپنے رب کے عطا کردہ دنیاوی اور اخروی ثواب پر راضی ہوجائیں، آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو، اپنے رب کی عبادت سے آپ آنکھیں ٹھنڈی کریں اور ان کی اذیت رسانی پر اس عبادت کے ذریعے سے دل کو تسلی ہو تب آپ ﷺ کے لئے صبر بہت آسان ہوجائے گا۔ (تفسیر سعدی:1649,1650/2)

(7)اس سے مراد ہے کہ جو مقام آخرت میں آپ کو ملے گا اُمید یہ ہے کہ آپ کا نفس اس سے راضی ہوجائے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى﴾ "اور جلد ہی تیرا ربّ تجھے اتنا دے گا پھر تم خوش ہوجاؤ گے۔" (الضحیٰ:5)

(8)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے جنتیو! تو وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور ساری خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم خوش ہوگئے؟ وہ کہیں گے، اے اللہ! ہم کیوں خوش نہیں ہوں گے، حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کر رکھی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز نہ عطا کروں؟ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے بہتر کیا ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں تمھیں اپنی رضامندی دیتا ہوں کہ اب کسی وقت بھی میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔" (بخاری:7518)

(9)سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ کیا تم مزید کچھ چاہتے ہو؟ وہ جنتی عرض کریں گے (اے اللہ تعالیٰ) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنے درمیان سے پردے اٹھادے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو ان کو اس دیدار سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوگی۔" (مسلم:181)

(10)دشمنوں کی ایذاؤں سے بچنے کا طریقہ صبر اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہونا ہے۔

(11)دشمنوں سے تو اس دنیا میں کسی چھوٹے بڑے، اچھے برے انسان کو نجات نہیں ملتی۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی دشمن ہوتا ہے اور دشمن کتنا ہی حقیر وضعیف ہو اپنے مخالف کو کچھ نہ کچھ ایذا پہنچا ہی دیتا ہے، زبانی گالی گلوچ ہی سہی، سامنے ہمت نہ ہو تو پیچھے ہی سہی۔ اس لئے دشمن کی ایذاؤں سے بچنے کی فکر ہر شخص کو ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے ان کا بہترین اور کامیاب نسخہ دو چیزوں سے مرکب بیان فرمایا ہے۔ اول صبر یعنی اپنے نفس کو قابو میں رکھنا اور انتقام کی فکر میں نہ پڑنا، دوسرے اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں مشغول ہوجانا۔ (تفسیر معارف القرآن:163/6)

سوال3: رسول اللہ ﷺ کو کفار کی تکذیب پر کیا نصیحت کی گئی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: (1)ان کی باتوں پر صبر کریں۔

(2)اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں اور دن اور رات کے اوقات میں نماز قائم کریں۔ اس طرح سے آپ راضی ہوجائیں گے یعنی آپ کی گھبراہٹ،

پریشانی اور غم دور ہو جائے گا۔

سوال 4: تسبیح اور نماز کی تلقین کس دور میں کی گئی ہے؟

جواب: تسبیح اور نماز کی تلقین مکی دور کے انتہائی سخت حالات میں کی گئی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ (i) نماز اور ذکر مومن کی ڈھال ہیں۔ (ii) اسی سے فتوحات کے دروازے کھلتے ہیں۔ (iii) اسی سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (iv) اسی سے راستے ہموار ہوتے ہیں ۔

سوال 5: تسبیح سے کیا مراد ہے؟

جواب: تسبیح سے مراد پانچ نمازیں ہیں۔ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾ یعنی ﴿صَلِّ لِرَبِّكَ﴾ ''اپنے رب کے لیے نماز پڑھو'' ﴿وَاعْمَلْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾ ''اور اپنے رب کا شکر ادا کرو'' یعنی اچھے عمل کرو اور اس کے احکامات کی پابندی کرو۔ (سرقندی: 434/2)

سوال 6: رات اور دن کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا فائدہ دیتی ہے؟

جواب: رات اور دن کی عبادت انسان کو سکون فراہم کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث بنتی ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے انسان کو کیا حاصل ہوتا ہے؟

جواب (1) اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔
(3) اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے انسان خود کو اطمینان بخش اور فرحت بخش رفاقت میں محسوس کرتا ہے۔

سوال 8: تسبیح اور عبادت کا پھل کیا ملتا ہے؟

جواب: تسبیح اور عبادت کا پھل رضائے الٰہی ہے۔

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾

''اور آپ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو سروسامان دیا ہے، دنیا کی زندگی کی زینت ہے تاکہ ہم انہیں اس آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے رب کا رزق ہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' (131)

سوال 1: ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ ''اور آپ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو سروسامان دیا ہے، دنیا کی زندگی کی زینت ہے تاکہ ہم انہیں اس آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے رب کا رزق ہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ﴾ ''اور آپ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو سروسامان دیا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان خوش حال لوگوں اور مال داروں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جن کو دنیا کی زندگی کی زینتیں اور عیش وآرام ملا ہوا ہے، جن کے یہاں مال کی ریل پیل ہے، جو ڈھلتی چھاؤں پر اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں برتر سمجھتے ہیں۔

(2)﴿زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ﴾ ''دنیا کی زندگی کی زینت ہے تاکہ ہم انہیں اس آزمائش میں ڈالیں'' یہ تو دنیا کی زندگی کا پھول ہے جیسے پھول نرم ونازک لیکن زوال پذیر ہوتا ہے، صبح کے وقت کھلا شام کو اس کو ہاتھ لگاؤ تو پتی پتی ہو کر بکھر جاتا ہے ایسے ہی دنیا کی زندگی کا ساز وسامان ہے۔

(3)یعنی دنیا اور اس کی متاع، مثلاً لذیذ ماکولات ومشروبات، ملبوسات فاخرہ، آراستہ کئے ہوئے گھروں اور حسین وجمیل عورتوں سے حظ اٹھانے والوں کے احوال کو استحسان اور پسندیدگی کی نظر سے دوبارہ نہ دیکھیں، اس لیے کہ یہ سب کچھ دنیا کی خوب صورتی ہے اور اس سے صرف فریب خوردہ لوگ ہی خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرنے والوں کی نظریں ہی اسے پسندیدگی سے دیکھتی ہیں۔ آخرت سے قطع نظر کر کے، صرف ظالم لوگ ہی اس سے متمتع ہوتے ہیں۔ پھر یہ دنیا سب کی سب، تیزی سے گزر جاتی ہے، اپنے چاہنے والوں اور عشاق کو بے موت مار دیتی ہے۔ پس دنیا سے محبت کرنے والے لوگ اس وقت نادم ہوں گے جب ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تب انہیں اپنی بے مائیگی کا علم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس دنیا کو فتنہ اور آزمائش بنایا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کون اس کے پاس ٹھہرتا اور اس کے فریب میں مبتلا ہوتا ہے اور کون اچھے عمل کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ﴿٨﴾﴾ ''یقیناً ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ اُن میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ اور جو بھی زمین پر ہیں بلاشبہ ہم اُسے ضرور صاف میدان بنا دینے والے ہیں۔'' (الکہف:7,8)(تفسیر سعدی:2/1650,1651)

سوال2:﴿رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى﴾ ''اور آپ کے رب کا رزق ہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رِزْقُ رَبِّكَ﴾ ''اور آپ کے رب کا رزق'' یعنی دنیا میں جو نعمتیں بھی رب نے عطا فرمائی ہیں ان میں سے افضل وہ نعمتیں ہیں جو سلامتی والی زندگی کے حصول کے لیے کام آنے والی ہیں مثلاً علم، ایمان، عمل صالح وغیرہ۔

(2)﴿خَيْرٌ﴾ ''بہتر'' یعنی علم، اور عمل صالح والی زندگی مال داروں کی زندگی سے بہتر ہے۔

(3)﴿وَّأَبْقٰى﴾ ''اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' یعنی اس علم، ایمان اور عمل صالح کے پھل کبھی ختم نہ ہوں گے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (١٦) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (١٧)﴾ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔(الاعلیٰ:16۔17)

(5)اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ جب دیکھے کہ اس کا نفس سرکشی اختیار کر کے دنیا کی زیب وزینت کی طرف مائل اور متوجہ ہے تو وہ اپنے رب کے اس رزق کو یاد کرے جو آئندہ زندگی میں اسے عطا ہونے والا ہے۔پھر ان دونوں کے درمیان موازنہ کرے۔(تفسیر سعدی:2/1650.1651)

(6)اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو دنیا کے مال ومتاع کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے بھی روک دیا تھا کیونکہ پہلی بات تو اسی کے اندر موجود ہے ﴿زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی کی زینت ہے'' دنیا کی زندگی کا پھول ہے۔جس وقت انسان دنیا پر نظریں لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ ختم ہوتا ہے،دل سے قناعت اٹھ جاتی ہے۔اس وجہ سے انسان کا دل خواہشات کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی محبت اور قربت میں فرق آجاتا ہے۔اس وجہ سے دنیا میں اگر انسان کو چند سہولتیں نصیب ہو جائیں تو انسان کو راحت نہیں ملتی۔آخرت کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔اس وجہ سے انسان انفاق کرنے سے رکتا ہے اور بلآخر شیطان کی غلامی،دنیا کی غلامی اور نفس کی غلامی میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی لیے فرمایا:﴿وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ ''اور تیرے ربّ کا رزق ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔''

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ 'جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں'' (الشوریٰ:20)

(8)نبی کریم ﷺ (غزوہ خندق کے شروع ہونے سے کچھ پہلے جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی) میدان خندق کی طرف تشریف لے گئے۔آپ ﷺ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم سردی کی سختی کے باوجود صبح ہی صبح خندق کھودنے میں مصروف ہیں ان کے پاس غلام بھی نہیں تھے جو ان کی اس کھدائی میں مدد کرتے۔آپ ﷺ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی:اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ ''اے اللہ تعالیٰ زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مدد فرمایئے۔'' صحابہ نے رضی اللہ عنہم اس کے جواب میں کہا:نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا ''ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر اس وقت تک جہاد کرنے کا عہد کیا ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔'' (بخاری:2834)

(9)سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا،آپ ﷺ سورۃ تکاثر پڑھ رہے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا:ابنِ آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال۔اے ابنِ آدم! تیرا کیا مال ہے؟ تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھایا اور کھا کر ختم کر دیا اور جو تو نے پہنا اور پہن کر ختم کر دیا یا تو نے صدقہ کیا بچا لیا۔(صحیح مسلم:7420)

(10) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا: ''دنیا میں اس طرح ہو جاؤ جیسے تم مسافر یا راستہ چلنے والے ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کے وقت شام کے منتظر نہ رہو۔ اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے۔'' (بخاری:6416)

(11) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب فارس اور روم کو فتح کر لیا جائے گا تو اس وقت تم کس حال میں ہو گے؟ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: ہمیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا (یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں؟ تم ایک دوسرے پر رشک کرو گے پھر آپس میں ایک دوسرے پر حسد کرو گے پھر آپس میں ایک دوسرے سے بگاڑ پیدا کرو گے پھر آپس میں ایک دوسرے سے بغض رکھو گے یا آپ ﷺ نے اسی طرح کچھ فرمایا: پھر تم مسکین مہاجروں کی طرف جاؤ گے اور ان میں سے کچھ کو (حاکم بنا کر) دوسروں کی گردن پر مسلط کر دو گے۔'' (مسلم:7427)

(12) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام آپ ﷺ کے دونوں طرف تھے۔ آپ نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا اسے مرا ہوا دیکھا۔ آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے۔ (کیونکہ یہ تو مردار ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر یہ (بھیڑ کا بچہ) زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے (اسے کون لے گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔'' (مسلم:7418)

(13) سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ جو بنی عامر بن عدی کے حلیف تھے اور بدر کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے انھوں نے خبر دی کہ نبی ﷺ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین، وہاں کا جزیہ لانے کے لئے بھیجا۔ نبی ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور ان پر علاء بن الحضرمی کو امیر مقرر کیا تھا۔ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے جزیہ کا مال لے کر آئے تو انصار نے آپ کے آنے کے متعلق سنا اور صبح کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی اور جب نبی ﷺ جانے لگے تو وہ آپ کے سامنے آ گئے۔ نبی ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ ابوعبیدہ کے آنے کے متعلق تم نے سن لیا ہے اور یہ بھی کہ وہ کچھ لے کر آئے ہیں؟ انصار نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! نبی ﷺ نے فرمایا: پھر تمہیں خوشخبری ہو تم اس کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے گی اللہ تعالیٰ کی قسم! فقر و محتاجی وہ چیز نہیں ہے جس سے میں تمہارے متعلق ڈرتا ہوں بلکہ میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح ان لوگوں پر کر دی گئی

تھی جو تم سے پہلے تھے اور تم بھی اس کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی اسی طرح کوشش کرو گے جس طرح وہ کرتے تھے اور تمہیں بھی اسی طرح غافل کر دے گی جس طرح ان کو غافل کیا تھا۔ (بخاری:6425)

(14) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا بڑی میٹھی اور سرسبز (یعنی پرکشش) ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم کو (زمین میں) جانشین بنائے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ پس (اس میٹھی اور پرکشش) دنیا سے بچ کر رہو اور عورتوں سے بھی محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے پیدا ہوا۔'' (صحیح مسلم:6948)

(15) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دینار و درہم کے بندے، عمدہ ریشمی چادروں کے بندے، سیاہ کملی کے بندے، تباہ ہو گئے کہ اگر انہیں دیا جائے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض رہتے ہیں۔'' (بخاری:6435)

(16) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔'' (صحیح مسلم:7417)

(17) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اہم ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔'' (جامع ترمذی:2320)

(18) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مال داری، ساز و سامان کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ اصل مال داری، نفس کی مال داری ہے۔'' (صحیح بخاری:6446، صحیح مسلم:2420)

(19) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کا کچھ حق نہیں ہے یعنی دنیا کی چیزوں میں سوا ایک گھر کے کہ جس میں بقدر کفالت بسر کر سکے اور اتنے کپڑے کہ اپنا ستر ڈھانپ سکے اور روٹی اور پانی کے برتن۔'' (جامع ترمذی:2341)

(20) سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے کہ جس طرح تم میں سے کوئی ایک اپنی انگلی اس (دریا) میں ڈال دے۔ یحییٰ نے شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور پھر اس انگلی کو نکال کر دیکھے کہ اس میں کیا لگتا ہے۔'' (مسلم:7197)

(21) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جہنم والوں میں سے اس آدمی کو لایا جائے گا جو اہل دنیا میں سے (دنیا میں) بہت نعمتوں والا تھا۔ پھر اس سے کہا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی بھی دیکھی تھی؟ کیا تجھے کبھی کوئی نعمت بھی ملی تھی؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! اللہ تعالیٰ کی قسم نہیں (ملی) اور (پھر) اہل جنت میں سے اس آدمی کو پیش کیا جائے گا جسے دنیا میں لوگوں سے سب سے زیادہ تکلیفیں آئی ہوں گی۔ پھر اسے جنت میں ایک دفعہ غوطہ دے کر پوچھا جائے گا۔ اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف بھی دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی سختی بھی گزری؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ کی قسم

نہیں کبھی کوئی تکلیف میرے پاس سے نہ گزری اور نہ ہی میں نے کبھی شدت وسختی دیکھی۔'' (مسلم:7088)

(22) نبی ﷺ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: يَا رَبِّ اَجُوْعُ يَوْمًا وَّاَشْبَعُ يَوْمًا فَاَمَّا الَّذِيْ اَجُوْعُ فِيْهِ فَاَتَضَرَّعُ اِلَيْكَ وَاَدْعُوْكَ وَاَمَّا الَّذِيْ اَشْبَعُ فِيْهِ فَاَحْمَدُكَ وَاُثْنِيْ عَلَيْكَ ''الٰہی! ایک دن بھوکا رہوں، ایک دن کھانے کو ملے۔ جس دن میں بھوکا رہوں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں اور تجھ سے مانگا کروں اور جس دن میں سیر ہو جاؤں تیری حمد وثنا کیا کروں۔'' (ضعیف، ترمذی:2347)

(23) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا، اور کبھی کسی سے فاقہ کا شکوہ بھی نہیں کیا۔'' (صحیح بخاری:5461)

(24) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ ﷺ اکثر فاقہ پر فاقہ کیے جاتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ بھوک کی وجہ سے آپ ﷺ کو رات بھر نیند نہ آتی تھی۔ مگر اگلے دن آپ ﷺ پھر روزہ رکھ لیتے تھے، میں نبی ﷺ کے فاقہ کی حالت کو دیکھ کر رو پڑا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی: ''میں قربان جاؤں، دنیا میں سے اتنا تو قبول کر لیجئے جو جسمانی طاقت کے قائم رکھنے کو کافی ہو۔ آپ ﷺ جواب میں فرماتے: ''عائشہ رضی اللہ عنہا! مجھے دنیا سے کیا کام! میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ وہ اسی چال پر چلے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا اکرام کیا۔ اب اگر میں آسودگی کو پسند کروں تو مجھے شرم آتی ہے کہ اس صفت میں کل ان سے کم رہ جاؤں گا۔'' (کتاب الشفاء:1/142,143)

(25) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ متواتر مہینہ مہینہ بھر ہمارے چولہے میں آگ روشن نہ ہوتی تھی۔ پوچھا گیا پھر آپ کا گزارا کس طرح ہوتا تھا؟ فرمایا: سارا کنبہ پانی اور کھجور پر گزران کر لیتا تھا۔ (صحیح بخاری:5461)

(26) سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی اور دامن اٹھا کر دکھایا کہ پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے۔ نبی ﷺ نے ہماری تسکین کے لیے اپنا دامن اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے اپنے شکم مبارک پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ (جامع ترمذی:2371)

سوال 3: دُنیا کے مال متاع کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی زندگی کا پھول قرار دیا ہے وضاحت کریں؟

جواب: دُنیا کے مال ومتاع کی حقیقت ایسی ہے جیسے کوئی پھول جو نرم ونازک ہوتا ہے اور جلدی زوال پذیر ہونے والا بھی۔

سوال 4: دُنیا کا ساز وسامان کیا ہے؟

جواب: مال ومتاع، عزت، مرتبہ، آرائش وزیبائش کا سامان۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ دُنیا کا مال ومتاع کیوں عطا کرتے ہیں؟

جواب: یہ مال اس لیے عطا کیا جاتا ہے تاکہ امتحان لے لیں۔ عزت بھی دیتے ہیں مرتبہ بھی مال بھی ہر ایک کے لیے آزمائش مختلف جگہ پر ہے ''زهرة الحياة الدنيا'' سے مراد دنیا کی زندگی کی زینت ہے ''لنفتنهم فيه'' تاکہ ہم انہیں آزمائیں یعنی آزمائش میں مبتلا

کریں۔(الدرالمنثور:5/612)(تفسیر القرآن العظیم ابن ابی حاتم:7/2442)

سوال6:اللہ تعالیٰ کے دیئے رزق سے کیا مراد ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے رزق سے مراد اجر وثواب ہے جو دُنیا کے مال واسباب سے بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے علم ہے اور علم کو طلب کرنا انسان کے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت اور خوش بختی کا باعث بنتا ہے۔

سوال7:﴿وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾''اور تیرے ربّ کا رزق ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے''اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کیوں بہتر ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق نعمت ہے آزمائش نہیں۔(2)رزق حلال اچھا ہوتا ہے دھوکہ نہیں دیتا۔(3)فتنے میں مبتلا نہیں کرتا۔

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾

''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر خوب پابند رہیں،ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے،رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے۔اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے''(132)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن منذر،طبرانی اور ابونعیم نے حلیۃ میں روایت کی ہے کہ ابن سلام کا قول ہے کہ نبی ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ بہت شدت کی تکلیف میں تھے یا تنگی میں تھے اس وقت آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور مالک اور بیہقی نے روایت کیا ہے اسلم کہتے ہیں کہ سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو نماز پڑھتے تھے جتنی اللہ تعالیٰ چاہتا حتیٰ کہ رات کا آخری حصہ ہو جاتا تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیے اٹھاتے تھے اور ان سے کہتے تھے:الصلوۃ الصلوۃ اور اس وقت یہ آیت پڑھتے تھے﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ﴾کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں۔(تفسیر مراغی:6/140)(تفسیر منیر:8/666)

سوال2:﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر خوب پابند رہیں،ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے،رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے۔اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ﴾''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں''ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھر کو صالح اور ایمان والے مسلمانوں کا گھر بنائے۔یہ باہمی یگانگت اور محبت پیدا کرنے کے لیے ہے۔

(2)اس آیت میں آپ ﷺ کو خطاب ہے تاہم حکم عام ہے۔اس لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ بچہ جب سات برس کا ہو

جائے تو اسے نماز ادا کرنے کو کہو اگر دس سال کا ہونے پر بھی اسے نماز کی عادت نہ پڑے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ۔(ابوداؤد)

(3) رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ روزانہ صبح کی نماز کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر جا کر آواز دیتے تھے۔الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔(قرطبی)

(4) جب کبھی سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی امراء وسلاطین کی دولت وحشمت پر نظر پڑتی تو فوراً اپنے گھر والوں کو نماز کے لئے دعوت دیتے اور یہ آیت پڑھ کر سناتے تھے اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب رات کو تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کر دیتے تھے اور یہی آیت پڑھ کر سناتے تھے۔(قرطبی)

(5) ﴿وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ ''اور خود بھی اس کے پابند رہو'' یعنی اس کے قیام کے، اس کی ادائیگی کے، اس کے حدود کے پابندی کرو۔(جامع البیان:258/16)

(6) یعنی نماز پر قائم رہو، اس کی تمام حدود، اس کے ارکان، اس کے آداب اور اس کے خشوع وخضوع کے ساتھ۔ کیونکہ اس میں نفس کے لئے مشقت ہے۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ دائمی طور پر نفس کو نماز پڑھنے پر مجبور اور اس کے ساتھ جہاد کرتے رہنا چاہیے اور اس پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ بندہ مومن جب اس طریقے سے نماز قائم کرتا ہے جس طریقے سے قائم کرنے کا اسے حکم دیا گیا ہے تو نماز کے علاوہ دیگر دین کی حفاظت کرنے اور اس کو قائم کرنے کی اس سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے۔ اگر وہ نماز کو ضائع کرتا ہے تو دیگر دین کو زیادہ برے طریقے سے ضائع کرے گا۔(تفسیر سعدی:1651،1652/2)

(7) ﴿لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ﴾ ''ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے'' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو رزق کی ضمانت دی اور ترغیب دی کہ آپ اقامت دین کو چھوڑ کر حصول رزق میں مشغول نہ ہوں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا﴾ یعنی آپ کا رزق ہمارے ذمہ ہے ہم نے جس طرح تمام خلائق کے رزق کی کفالت اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح آپ کے رزق کی کفالت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اس شخص کے رزق کی ذمہ داری ہم پر کیسے نہ ہو جو ہمارے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور ہمارے ذکر میں مشغول رہتا ہے؟(تفسیر سعدی:1651،1652/2)

(8) ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (۲) وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (۳)﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔''(الطلاق:2،3)

(9) ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۵۶) مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ (۵۷) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (۵۸)﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔ نہیں میں ارادہ رکھتا اُن سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔''

(الذاریات:56,58)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہوجا، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا، تیری فقیری اور حاجت کو دور کر دوں گا اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مصروفیت سے بھر دوں گا اور تیری فقیری وحاجت دور نہیں کروں گا۔'' (ترمذی:4107)

(11) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کا مقصود حصول دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام بکھیر دیتا ہے اور اس کا فقر اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے لیے مقدر ہے اور جس کی نیت آخرت کا حصول ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کام مرتب کر دیتا ہے اور اس کے دل میں غنا پیدا فرما دیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔'' (ابن ماجہ:4105)

(12) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے رات کو خواب میں دیکھا، گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں اور ہمارے پاس ابن طاب کے باغ کی کھجوریں لائی گئی ہیں، میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ دنیا میں سربلندی اور آخرت میں اچھا انجام ہمیں ہی حاصل ہوگا اور ہمارا دین بے حد پاکیزہ ہے۔'' (مسلم:5025)

(13) ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ ''اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے'' انسان جب عبادت کرتا ہے تو اس سے دُنیا میں بھی فائدہ اُٹھاتا ہے اور آخرت میں بھی ان کا اجر ملے گا اس لحاظ سے بھلائی تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنے والوں اور اس کے عذاب کے خوف سے گناہ چھوڑنے والوں کے لیے ہے۔

(14) اللہ تعالیٰ کا رزق متقی اور غیر سب کے لئے عام ہے، اس لیے ان امور کا اہتمام کرنا چاہیے جن پر ابدی سعادت کا دارومدار ہے، اور وہ ہے تقویٰ۔ لہٰذا فرمایا: ﴿وَالْعَاقِبَةَ﴾ یعنی دنیا وآخرت کا انجام ﴿لِلتَّقْوٰى﴾ تقویٰ کے لئے ہے۔ اور تقویٰ سے مراد ہے مامورات کی تعمیل اور منہیات سے اجتناب اور جو کوئی ان کو قائم کرتا ہے، انجام اسی کا اچھا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اچھا انجام متقین کا ہے''۔ (الاعراف:128) (تفسیر سعدی:2/1651,1652)

(15) ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اچھی عاقبت یعنی انجام کار صالح لوگوں کا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید رکھی اسی کے لیے انجام کار کی بھلائی ہے۔

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى﴾

''اور انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے پاس ہمارے رب کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نہیں لاتا؟ اور کیا ان کے پاس پہلے صحیفوں کی کوئی دلیل نہیں آئی؟'' (133)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ وہ

ہمارے پاس ہمارے رب کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نہیں لاتا؟ اور کیا ان کے پاس پہلے صحیفوں کی کوئی دلیل نہیں آئی؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے پاس ہمارے رب کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نہیں لاتا؟'' کہ جیسے صالح علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے اونٹنی اتاری تھی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے، کوڑھی اور اندھے کو اچھا کرتے تھے ایسے ہی یہ معجزات طلب کرتے تھے۔ (تفسیر جامع البیان: 259/16)

(2) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا (۹۰) اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا (۹۱) اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا (۹۲)﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کر دیں۔ یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، چنانچہ آپ اس کے درمیان میں نہریں جاری کر دیں، خوب جاری کرنا۔ یا جیسے آپ نے دعویٰ کیا ہے، ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں۔'' (بنی اسرائیل: 90,92)

(3) ﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (۵۰) اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۵۱)﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی جناب سے معجزات کیوں نہیں اُتارے گئے؟ آپ کہہ دیں کہ معجزات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور میں صرف اور صرف کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور کیا انہیں یہ کافی نہیں ہے کہ یقیناً ہم ہی نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً رحمت اور نصیحت ہے اُس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (العنکبوت: 50,51)

(4) اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا: ﴿اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى﴾ ''کیا بھلا ان کے پاس پہلے صحیفوں کی دلیل نہیں پہنچی؟'' یعنی جو پہلی کتابیں گزر چکی ہیں ان کے دلائل ان کو نہیں پہنچے؟ (5) پہلے صحیفوں سے مراد تورات، انجیل اور زبور ہیں۔ واضح دلیل سے مراد محمد ﷺ کی رسالت کی دلیل ہے جن سے ان کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اس معجزہ کی مناسبت سے لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور جو معجزہ مجھے دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن مجید) ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے دیا ہے، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ میرے ماننے والے سب نبیوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔ (بخاری: 152)

﴿وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ

قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَنَخۡزٰی﴾

''اور اگر ہم اس سے پہلے انہیں کسی عذاب میں ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا؟ پھر ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ورسوا ہوتے''(134)

سوال1:﴿وَلَوۡ اَنَّاۤ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَنَخۡزٰی﴾ ''اور اگر ہم اس سے پہلے انہیں کسی عذاب میں ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا؟ پھر ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ورسوا ہوتے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوۡ اَنَّاۤ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا﴾ ''اور اگر ہم اس سے پہلے انہیں کسی عذاب میں ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا'' یعنی اگر رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے پہلے انہیں ہلاک کر دیتے تو یہ چیختے کہ ہمارے پاس پہلے رسول کیوں نہیں بھیجا۔

(2)﴿فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَنَخۡزٰی﴾ ''پھر ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ورسوا ہوتے'' یعنی اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوتے یعنی دنیا میں عذاب میں مبتلا ہوتے ﴿وَنَخۡزٰی﴾ یعنی قیامت کے دن آگ میں داخل ہو کر رسوا ہو جاتے۔ اس سے پہلے ہم رسول کی رسالت پر ایمان لے آتے۔ (تفسیر روح المعانی:41/9)

(3)﴿اَنۡ نَّذِلَّ﴾ سے مراد ہے قتل ہو جاتے یا دنیا میں قیدی بن جاتے اور ﴿وَنَخۡزٰی﴾ سے مراد قیامت کے دن آگ میں داخل ہونا ہے۔ (تفسیر بیضاوی:79/4)

(4) جب کبھی انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے، اس کے چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ اس کے سامنے سے گرد وغبار چھٹ جاتا ہے جو اس کے دل کا احاطہ کیے رکھتا ہے اور جس کی وجہ سے اسے حقیقت دکھائی نہیں دیتی۔ وہ حقیقت کا اعتراف کر لیتا ہے۔ پھر جس وقت انسان سے ایسی مصیبت والی کیفیت ہٹ جاتی ہے وہ پھر اسی طرح کا ہو جاتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا﴾ ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل:15)

(6)﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰی حَتّٰی يَبۡعَثَ فِیۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهۡلِكِی الۡقُرٰۤی اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ﴾ ''اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں رسول بھیج دے جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے، اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوں۔'' (القصص:59)

﴿قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى﴾

''آپ کہہ دیں ہر ایک منتظر ہے سو تم بھی انتظار کرو، پھر جلد ہی تم جان لو گے کہ سیدھے راستے والے کون ہیں اور کس نے ہدایت پائی؟''(135)

سوال1: ﴿قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى﴾ ''آپ کہہ دیں ہر ایک منتظر ہے سو تم بھی انتظار کرو، پھر جلد ہی تم جان لو گے کہ سیدھے راستے والے کون ہیں اور کس نے ہدایت پائی؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا﴾ ''آپ کہہ دیں ہر ایک منتظر ہے سو تم بھی انتظار کرو'' اس سے مراد مسلمانوں اور کافروں کا انتظار ہے کہ دیکھو کفر غالب آتا ہے یا اسلام۔ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دو جو آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں۔ ﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۚ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں تم ہمارے لیے دو بھلائیوں میں سے ایک کے سوا کسی اور کا انتظار نہیں کرتے (یعنی کامیابی یا شہادت) اور ہم تمہارے لیے اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تمہیں کوئی عذاب پہنچائے یا ہمارے ہاتھوں سے، سو تم انتظار کرو، یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں۔'' (التوبۃ:52)

(2) ﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى﴾ ''پھر جلد ہی تم جان لو گے کہ سیدھے راستے والے کون ہیں اور کس نے ہدایت پائی'' یعنی ہر ایک اچھے انجام کا منتظر ہے تو بہت جلد پتہ چل جائے گا کہ اپنے عمل کے انجام کے اعتبار سے کون کامیاب ہے اور کون ناکام ہے، اور کون ہے جو عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے اور کون ہے جو نجات یافتہ ہے۔

(4) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب جانتا ہے۔ (البقرۃ:220)

(5) ﴿وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''اور جلد ہی وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون سب سے زیادہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے'' (الفرقان:42)

(6) ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ ''جلد ہی کل وہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے؟'' (القمر:26)

سوال2: یہاں سیدھے راستے پر کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرنے والے ہیں اس نے انہیں یہ بتایا کہ کامیابی مسلمانوں کے حصے میں آگئی جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام ہی سیدھا راستہ اور اس پر عمل کرنے والے ہی ہدایت پانے والے ہیں۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 17

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قرآنًا عَجَبًا" (پارہ 17)

نام مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : جنوری 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi

Alnoor international

فہرست

رکوع	❖	1	9
رکوع	❖	2	25
رکوع	❖	3	44
رکوع	❖	4	57
رکوع	❖	5	68
رکوع	❖	6	83
رکوع	❖	7	107
رکوع	❖	8	125
رکوع	❖	9	137
رکوع	❖	10	152
رکوع	❖	11	159
رکوع	❖	12	172
رکوع	❖	13	184
رکوع	❖	14	198
رکوع	❖	15	208
رکوع	❖	16	218
رکوع	❖	17	230

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کے دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝٢٨ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝٢٩ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝٣٠﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتہ مقرر ہیں۔''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝١٢ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ أَوْ إِطْعَٰمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝١٤ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝١٥ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝١٦ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَتَوَاصَوْا۟ بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا۟ بِالْمَرْحَمَةِ ۝١٧﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور اجنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیات میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قرآنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیات کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورہ الانبیاء

سوال1: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت کے سات رکوع اور 112 آیات ہیں۔

سوال2: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: ترتیب نزولی کے اعتبار سے 73 ویں نمبر پر ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اکیسویں نمبر پر ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورہ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ اور انبیاء اگلی بہت فصیح سورتوں میں سے ہیں (جو مکہ میں اتری تھیں) اور میری پرانی یاد کی ہوئی ہیں۔" (بخاری:4739)

رکوع نمبر 1

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾

"لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں" (1)

سوال1: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ "لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) "لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔" یہ آیت قرب قیامت کی دلیل ہے۔ (تفسیر منیر:13/9)

(2) اللہ تعالیٰ متنبہ فرما رہا ہے کہ قیامت سر پر کھڑی ہے لیکن افسوس لوگوں کو اس کی پرواہ نہیں، اس سے بالکل غافل ہیں، اس کی تیاری نہیں کرتے اور اس کٹھن منزل سے گزرنے کے لیے سامان سفر مہیا نہیں کرتے، لوگ دنیا کی دلدل میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1197)

(3) ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ "لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آ گیا" حساب کے وقت سے مراد قیامت ہے۔ قیامت کے وقت کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ وقت قریب آ لگا ہے۔ حساب سر پر ہے اور لوگوں کو اس خطرے کا شعور نہیں۔

(4) "حساب" کے قریب ہونے سے مراد موت کا قریب ہونا ہے، نیز یہ کہ جو کوئی مرجاتا ہے، اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے

اعمال کی جزاوسزا کے لئے دارالجزا میں داخل ہوجاتا ہے اور یہ تعجب ہر اس شخص پر ہے جو غافل اور روگرداں ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ صبح یا شام، کب اچانک موت کا پیغام آجائے۔ تمام لوگوں کی یہی حالت ہے سوائے اس کے جس پر عنایت ربانی سایہ کناں ہے۔ پس وہ موت اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات کے لئے تیاری کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1655,1656)

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝﴾ ''یقیناً وہ اُسے دُور سمجھتے ہیں۔ اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں۔'' (المعارج: 6،7)

(6) رب العزت نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر قیامت کے قریب ہونے اور اچانک آجانے کے بارے میں بتایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟ نہیں وہ انتظار کرتے مگر ایک ہی چیخ کا جو اُن کو پکڑ لے گی اور وہ جھگڑتے ہی رہ جائیں گے۔ پھر نہ وہ وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے۔'' (یٰسین: 48-50)

(7) ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ ''اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا سو اس کو تم جلدی طلب نہ کرو، وہ پاک ہے، اور بے حد بلند ہے اس سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (النحل: 1)

(8) ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾ ''بہت قریب آگئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔'' (القمر: 1)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس زمانے میں مبعوث کیا گیا ہے کہ میں اور قیامت کا دن اس طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ اور آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو اکٹھا کر کے دکھایا۔'' (بخاری)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کے ساتھ انصار کا ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا، جسے محمد کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو ہوسکتا ہے کہ اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے قیامت (موت) قائم ہوجائے۔'' (مسلم: 7410)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے نہ نکلے گا۔ جب سورج مغرب سے نکلے گا اور لوگ دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے یہی وہ وقت ہوگا جب کسی کے لیے اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا یا جس نے ایمان کے بعد عمل خیر نہ کیا ہو۔ پس قیامت آجائے گی اور دو آدمی کپڑا درمیان میں (خرید و فروخت کے لیے) پھیلائے ہوئے ہوں گے۔ ابھی خرید و فروخت بھی نہیں ہوچکی ہوگی اور نہ انہوں نے اسے لپیٹا ہی ہوگا (کہ قیامت قائم ہوجائے گی) اور قیامت اس حال میں قائم ہوجائے گی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر آرہا ہوگا اور اسے پی بھی نہ سکے گا اور قیامت اس حال میں قائم ہوجائے گی کہ ایک شخص اپنا حوض تیار کرا رہا ہوگا اور اس کا پانی بھی نہ پی پائے گا۔ قیامت اس حال میں قائم

ہوجائے گی کہ ایک شخص اپنا لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھائے گا اور اسے کھا بھی نہ پائے گا۔'' (بخاری:6506)

(12) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت صرف بدترین لوگوں پر ہی قائم ہوگی۔'' (مسلم:7402) یعنی جب قیامت آئے گی اس سے پہلے نیک لوگوں کو اٹھالیا جائے گا۔

(13) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں کیونکر آرام کروں حالانکہ نرسنگے والا نرسنگا منہ میں لیے ہوئے ہے (یعنی صور) اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لگائے ہوئے پھونکنے کے حکم کا منتظر ہے کہ فوراً پھونک دے۔'' مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا ''کہو ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور کیا اچھا وکیل ہے ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا وہ ہمارا پروردگار ہے۔'' اور کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ''ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا۔'' (ترمذی:3243)

(14) ﴿وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾ ''اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں'' قیامت اور حساب کتاب کے تذکرے سے غافل لوگ منہ پھیرتے ہیں۔ (15) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾ میں غفلت سے دنیا میں پھنسنا مراد ہے۔ (جامع البیان:3/17)

(16) یہ لوگوں کے احوال پر تعجب کا اظہار ہے اور اس امر کی آگاہی کہ انہیں کوئی وعظ و نصیحت فائدہ دیتی ہے نہ وہ کسی ڈرانے والے کی طرف دھیان دیتے ہیں اور یہ کہ ان کے حساب اور ان کے اعمال صالحہ کی جزا کا وقت قریب آگیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں پڑے روگردانی کر رہے ہیں، یعنی وہ ان مقاصد سے غافل ہیں جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے اور ان کو جو تنبیہ کی جاتی ہے وہ اسے درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ گویا کہ انہیں صرف دنیا کے لئے تخلیق کیا گیا ہے اور وہ محض اس دنیا سے فائدہ اٹھانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نئے نئے انداز سے انہیں وعظ و نصیحت کرتا ہے اور یہ ہیں کہ اپنی غفلت اور اعراض میں مستغرق ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1655,1656)

(17) حساب کتاب یعنی غور و فکر سے منہ موڑتے ہیں۔ (بیضاوی:4/81)

(18) بعث کے بعد حساب کتاب ہوگا اور حساب کتاب کی خواہش رکھنا انسان کے لیے انتہائی مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو احساس دلایا ہے کہ اسی کے بعد تمہیں بلندی ءدرجات تک لے جائیں گے اور غافلوں کو ان کے ٹھکانے تک لے جائیں گے۔ (تفسیر قاسمی:11/228)

سوال 2: قیامت کو قریب کیوں کہا گیا؟

جواب: (1) گزرے ہوئے زمانے کے مقابلے میں اب باقی رہ جانے والا عرصہ کم رہ گیا ہے اس لحاظ سے قیامت کو قریب کہا گیا۔

(2) ہر انسان کے لئے اس کی موت قیامت ہی ہے۔ اس لحاظ سے کہ موت قریب ہے قیامت کو قریب کہا گیا۔

(3) ہر انسان زندگی سے زیادہ موت سے قریب ہے۔ اس لحاظ سے ہر کسی کے حساب کتاب کا وقت اس کے سر پر ہے۔

سوال 3: قیامت کے تذکرے سے کون لوگ منہ پھیرتے ہیں؟

جواب: قیامت اور حساب کتاب کے تذکرے سے غافل لوگ منہ پھیرتے ہیں جن کا دل دنیا میں لگا ہوا ہے جو حساب کتاب سے بے نیاز ہیں اور جو اپنی بھول چوک اور اپنی غفلت میں منہ موڑے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ﴾

''ان کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر ان کے پاس نہیں آتا مگر وہ اس کو مشقت سے سنتے ہیں، اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں'' (2)

سوال 1: ﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ ''اُن کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر اُن کے پاس نہیں آتا مگر وہ اُس کو مشقت سے سنتے ہیں، اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ﴾ ''اُن کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر اُن کے پاس نہیں آتا'' من ذکر سے مراد قرآن ہے یعنی جو نصیحت بھی قرآن میں سے آتی ہے۔ محدث سے مراد نئی اترنے والی سورت ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 3426/7)

(2) قتادہ کا قول ہے: قرآن حکیم میں سے جو بھی چیز ان پر نازل ہوتی ہے۔ (ابن ابی حاتم: 2444/8)

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے ہر حکم سے طرح طرح کی کچھ وعیدیں بیان کی ہیں، شاید کہ لوگ ڈر جائیں یا وہ (قرآن) ان کے لیے کوئی نصیحت پیدا کر دے۔'' (طٰہٰ: 113)

(4) یعنی ان کے پاس کوئی ایسی بات نہیں آتی جو انہیں ایسی باتوں کی یاد دہانی کراتی اور ان کی ترغیب دیتی ہے جو انہیں فائدہ دیتی ہے اور ان باتوں کی بھی، جو ان کے لئے نقصان دہ ہیں اور ان سے ان کو ڈراتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1655/2)

(5) ﴿اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ ''مگر وہ اُس کو مشقت سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔'' کھیل کود میں سننے سے مراد مذاق اُڑانا اور سنجیدگی سے نہ لینے کے ہیں۔

(6) یعنی وہ اسے اس طرح سنتے ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1655/2)

(7) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (۲) ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے! آپ چھوڑو انہیں وہ کھائیں اور فائدے اُٹھائیں اور اُمیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' (الحجر: 2-3)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (الوسیط: 229/3)

(9) وہ قرآن کی بات پر اعتبار نہیں کرتے، اس کے وعدے اور وعیدوں پر غور وفکر نہیں کرتے بلکہ وہ اس کو کھیل تماشا بنا لیتے ہیں۔ (جامع البیان: 3/17)

(10) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جب کبھی ان کے پاس نیا ذکر آتا ہے، نئی سورت آتی ہے تو وہ اور زیادہ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ (القرطبی: 268/11)

(11) ان کی مثال ایسی ہے جیسے جانور ہوتے ہیں اور جیسے جانور کسی بات کو سنتے ہیں تو اس سے نصیحت قبول نہیں کرتے نہ غور وفکر کر سکتے ہیں تو ان کا سننا بھی ایسا ہی ہے کہ گویا وہ سن کر بھی بہرے ہی رہ جاتے ہیں یعنی بات ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ (غرائب القرآن: 5/5)

(12) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ ”اور آپ چھوڑ دو ان لوگوں کو جنھوں نے اپنا دین کھیل اور دل لگی بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور آپ اس (قرآن) کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے رہیں کہ کوئی جان اس کی وجہ سے جو اس نے کمایا ہلاکت میں نہ ڈال دی جائے، اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے لیے کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا اور اگر وہ فدیہ دے، ہر فدیہ تو بھی اس سے نہیں لیا جائے گا، یہ لوگ ہیں جو اُس کے بدلے ہلاکت میں ڈالے گئے جو انہوں نے کمایا، ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہوگا اور دردناک عذاب ہوگا اس کی وجہ سے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔“ (الانعام: 70)

(13) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۗءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ”جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔“ (الاعراف: 51)

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۶) وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۷) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ (۸)﴾ ”اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں۔“ (لقمان: 6۔8)

(15) آج بھی جو لوگ اسلام اور رسولِ اسلام کی عداوت میں اسی ابوجہلی روش پر چلیں ان ہی میں شامل ہیں۔ (تفسیر ماجدی: 282/3)

سوال2:نصیحت پرتوجہ کیوں نہیں دی جاتی ؟

جواب:(1) جولوگ بے مقصد زندگی گزارتے ہیں وہ کسی چیز کوسنجیدگی سے نہیں لیتے اس لیے وہ نصیحت کی طرف بھی توجہ نہیں دیتے (2) جو لوگ لہوولعب میں ڈوبے ہوتے ہیں اُن کے پاس نصیحت کے لیے وقت نہیں بچتا۔

(3) جولوگ غوروفکرنہیں کرتے اُن کے دل بُجھ جاتے ہیں اس لیے وہ نصیحت پرغوروفکرنہیں کرتے۔

سوال3:قرآن حکیم کوغفلت سے سننے کا کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب:لہوولعب غافلوں کا کام ہوتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لیے کوئی چیز ہلکی ہوجائے تواہمیت کی حامل نہیں ہوتی۔پھراس کے بارے میں سوچنا،فکرکرنا،اس پرتوجہ دینا،اس کی عزت کرنا،اس کے ادب کا خیال کرنا اوراس کی دعوت دینا ممکن نہیں رہ جاتا۔

سوال4:''لعب''اور''لہو''سے کیا مراد ہے؟

جواب:لعب سے مراد ہروہ عمل ہے جس کی وجہ سے انسان کوکوئی نفع نہ ملے یعنی یوں ہی دل بہلاوے کے لیے کوئی انسان کرلے۔(لسان العرب:4039/5) جرجانی کہتے ہیں''لہو''سے مراد ہروہ چیز ہے جوانسان کولذت تک پہنچائے،یعنی تفریح یااس کی وقتی خوشی کے لیے یعنی خوشی کا سبب بن جائے۔(التعریفات:204)لہوسے مرادحق سے اعراض کرنا ہےاورلعب باطل کی طرف بڑھنا ہے۔(الکلیات للکفوی:799)

﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ط وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ق صلے الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ق صلے هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾

''اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنہوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے؟ تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہوحالانکہ تم دیکھتے ہو۔''(3)

سوال1:﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ط وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ق صلے الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ق صلے هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾''اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنہوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے؟ تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہوحالانکہ تم دیکھتے ہو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ﴾''اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں''یعنی ان کے دل لہوولعب میں مشغول ہوکر غافل ہیں۔(الاساس:3426/7)

(2)(i)دلوں کے غافل ہونے سے مراد قیامت کی تیاری سے غافل،ایمان کے تقاضوں سے غافل ہونا ہے۔(ii)اس سے مراد قرآن مجید کے سننے اور سیکھنے سے بے پرواہ ہونا ہے۔(iii)اس سے مراد اعلیٰ مشن کی ادائیگی کے قابل نہ رہنا ہے۔

(3) منادی نے کہا: غفلت سے مراد جس چیز کو سمجھنے کا حق ہو وہاں شعور کا مفقود ہونا ہے۔ (التوقیف:540)

(4) ﴿وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنہوں نے خفیہ سرگوشی کی'' ظالم رسول اللہ ﷺ اور ان کے لائے ہوئے کلام کے بارے میں سرگوشیاں کرتے تھے۔

(5) وہ مشرک تھے جو آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:911)

(6) پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ ظالم کفار عناد اور باطل کے ذریعے سے حق کا مقابلہ کرنے کی خاطر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے ہیں۔ (سعدی:2/1655،1656)

(7) ﴿هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے'' یعنی محمد تو تمہاری طرح کا انسان ہے۔ تم اس پر کیسے ایمان لاتے ہو اور کیسے اس کی پیروی کرتے ہو جو وہ لے کر آیا ہے۔ وہ ایک جادوگر کے سوا کچھ نہیں۔ اس کی تصدیق نہ کرنا، اس کی بات نہ ماننا۔

(8) ﴿اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ جسے آپ کلام اللہ سمجھ کر قبول کرنے لگے ہو وہ تو جادو کا زور ہے۔ (9) یعنی تمہاری عقلیں کہاں چلی گئی ہیں۔ (ایسر التفاسیر:911)

(10) رسول اللہ ﷺ نے جب رب کی طرف بلایا تو اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا۔ یہی کلام تھا جو دلوں کو متاثر کر رہا تھا۔ سرداران مکہ کو اپنی قیادت کا خطرہ لاحق تھا اس لیے اُنہوں نے لوگوں کی توجہ بٹانے کے لیے یہ کہا کہ تم آنکھوں دیکھتے جادو میں پھنس رہے ہو ورنہ یہ تو ہمارے جیسا بشر ہی ہے۔

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''ہائے افسوس بندوں پر! اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں۔'' (یٰسین:30)

(12) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم اہل کتاب سے اس بارے میں پوچھتے ہو جو ان کے پاس ہے، حالانکہ انہوں نے اس میں تحریف کر دی، اسے بدل دیا اور اس میں کمی بیشی کر دی ہے، جبکہ تمہاری کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کتابوں میں سے جدید ترین کتاب ہے، تم اسے بالکل اصل اور خالص حالت میں پڑھتے ہو، اس میں کسی چیز کی آمیزش نہیں ہے۔'' (بخاری:2685)

سوال 2: لہو ولعب کے نقصانات کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) بندے اور رب کا تعلق اسی سے متاثر ہوتا ہے۔

(2) جو شخص لہو ولعب میں مبتلا ہوتا ہے وہ شیطان کی رسی کو تھام لیتا ہے اور رحمن کے ذکر سے دور ہو جاتا ہے۔

(3) لہو ولعب والے کام ہی ایسے ہیں جو مسلمان کو رب سے دور اور باطل کاموں کی طرف لے جاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں اس سے کیا فرق پڑے گا اگر ہم وقتی طور پر تھوڑی دیر کے لیے یہ (لہو ولعب کا کوئی کام کر لیں)۔ تھوڑی دیر کی تو بات ہے پھر بعد میں نیک بن جائیں گے پھر

بعد میں وہی کام کرتے رہیں گے۔لیکن پھر ہوتا یہ ہے کہ بعد میں بھی وہی کام کرتے رہتے ہیں۔بات یہ ہے کہ انسان کی ایک بار کی اٹھی ہوئی نظر اس کی ساری زندگی کو خراب کرسکتی ہے۔ایک نظر،ایک سماعت، ایک قول، ایک عمل کوئی ایک چیز۔انسان کہاں چلا جائے؟انسان خطرے میں ہے۔انسان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں۔انسان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔اس نے محتاط رہنا ہے۔جہاں پر وہ غلطی کرتا ہے اس کا نتیجہ اس کے سامنے آکر رہتا ہے۔اسی وجہ سے احتیاط ہماری ضرورت ہے، یہی تقویٰ ہے۔تقویٰ کے لیے ہی تو ساری عبادات کروائی جاتی ہیں کہ انسان متقی ہوجائے اور اپنے اقوال، افعال اور اعمال کے بارے میں محتاط ہوجائے۔

(4) پھر لہو لعب کے کام ایسے ہیں جو ایک مسلمان کا بہت زیادہ وقت ضائع کرتے ہیں کیونکہ یہ بے فائدہ اعمال ہیں۔اور پھر آپ دیکھئے کہ وہی وقت اگر اطاعت کے کاموں میں گزرے، نیکی کے کاموں میں گزرے تو اس کا کتنا فائدہ نصیب ہوسکتا ہے۔آج اگر دس دس برس کے بچے حدیث یاد نہیں کرتے، قرآن حکیم کا علم حاصل نہیں کرتے تو پھر ظاہر ہے امام بخاری اور ان کے ہم عصروں جیسے مقام کو بھی نہیں پہنچتے۔ آج علم کیوں اٹھ گیا؟ اگر دیکھنا چاہیں تو ہمارے ہر گھر کے اندر لہو ولعب نے ڈیرے جما لیے۔ہمارے بچوں کے ذہن قید کر لیے۔یوں لگتا ہے پوری امت کے وقت کو لہو ولعب نے اپنے حصار میں لے رکھا ہے۔اور ایک پوری فلاسفی ہے اس کے پیچھے، لوگ کہتے ہیں کہ انٹرٹینمنٹ تو ہمارا حق ہے۔لائف تو ملی ہی انجوائے منٹ کے لیے ہے۔اب اتنی سی انٹرٹینمنٹ بھی نہ ہو تو زندگی خوش گوار کیسے ہوسکتی ہے؟ آخر ہم بھی انسان ہیں، کبھی ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ انجوائے کریں۔کیا ایک انسان کے مال کو آگ لگ رہی ہو تو وہ انسان انجوائے کرسکتا ہے؟ گھر جل رہا ہو انسان کا تو وہ انجوائے کرسکتا ہے یا اس کے وجود کو آگ کی لپٹیں گھیر لیں اور انسان کو آگ کی لپٹوں کی وجہ سے جھلسنا پڑ رہا ہو تو وہ انجوائے کرے گا؟ جو آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہو اس کے لیے انجوائے منٹ کس چیز میں ہے؟ یعنی آگ بڑھتی چلی آرہی ہے تو فہم کا تقاضا تو یہ ہے کہ آگ بجھ جائے۔پھر زندگی ہے ہی کتنی جس کو لہو ولعب میں سرف کرلیں۔

(5) پھر اسی طرح سے لہو لعب جو ہے یہ دلوں کے اندر نفاق کو بو دیتا ہے۔نفاق کی کھیتی ہے۔نفاق کا بیج لہو ولعب ہے۔پھر کس طرح سے شیطان کے لیے آسانی ہوجاتی ہے۔شیطان اس بیج کو بوتا ہے اور انسان کے لیے لہو ولعب کے کام خوب صورت بنا دیتا ہے۔حتیٰ کہ انسان خالص منافق بن جاتا ہے۔

(6) ایسی شخصیات جو لہو ولعب میں مصروف رہتی ہیں، معاشرے کے اجتماعی بھلائی کے کام نہیں کرسکتیں۔آج اگر دیکھنا چاہیں سترہ برس کا محمد بن قاسم تھا اور انڈیا میں آکر لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔اس نے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی تھی۔آج سترہ سال کے بچوں کو دیکھئے کہ ان کی کیا مصروفیات ہیں؟ ظاہر ہے لہو ولعب میں مصروف ہونے والے بڑے بڑے کام کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔آپ بڑے کام کی بات تو چھوڑیے اپنی ماں اپنے باپ کے ساتھ تھوڑا سا تعاون کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔ہر اس کام سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں کسی کی خدمت کرنی پڑ جائے۔ ہر وہ کام جس کی وجہ سے کسی کو فائدہ پہنچے اس سے گریز پا ہوتے ہیں۔ایسے لگتا ہے کہ بیکار وجود ہیں اور بیکار

وجود یعنی انسانوں کا کھیت ہے یہ اسلام کا کھیت ہے یہاں ساری جڑی بوٹیاں اگ آئی یہاں اصلی پودے اگے ہی نہیں ہم نے کیا بودیا اور ہم کیا کاٹیں گے؟ سوچئے تو سہی پوری امت کس جانب سفر کر رہی ہے؟ اپنی ذہانتیں، اپنی قوتیں، اپنی نسلیں کس راستے پر لگا دیں؟ سارا وقت بچے کن کاموں میں مصروف عمل نظر آتے ہیں؟ اگر یہ جاننا چاہیں کہ ہم کس طرح سے لہو ولعب میں مبتلا ہوتے ہیں تو آپ اپنے کاموں پر نظر ڈالیں کون سے کام مفید ہیں؟ آخرت کے لیے نفع دینے والے کام تو دلوں کو زندگی عطا کریں گے اور وہ سارے کام جن کی وجہ سے آخرت میں کوئی نفع ہوتے والا نہیں وہ دلوں کو زنگ ضرور لگائیں گے۔ وہ نفاق کی کھیتی ضرور بوئیں گے۔ غیر ممکن ہے کہ ایک انسان کے دل پر اثرات نہ ہوں۔ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان نے کوئی چیز کھائی ہو اور اس کے اس پر اثرات مرتب نہ ہوں۔ ایک چیز کھانے میں اتنا متاثر کرتی ہے اور ایک کام جو انسان نے پورے طور پر کیا ہو، جس کے لیے اس کی پوری عقل، صلاحیت، قوت ہر چیز لگ گئی ہو وہ انسان کو متاثر نہیں کرے گی؟ ایک غیبت، ایک جھوٹ، ایک ذرا سا غافل ہونا انسان کو کتنا پیچھے کر دیتا ہے۔ شیخ سعدی نے کہا: ایک لمحے کی غفلت انسان کو سو برس پیچھے کر دیتی ہے، سو سالہ منزل انسان سے دور ہو جاتی ہے۔ تو غفلت میں مبتلا کرنے والی چیز یہ لہو ولعب ہی تو ہیں۔

(7) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن موت کو نمکین رنگ کے ایک دنبے کی شکل میں لایا جائے گا۔'' ابو کریب کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اس دنبے کو جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اللہ فرمائے گا: اے جنت والو! کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ جنتی اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے، جی ہاں یہ موت ہے۔ پھر اللہ کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ اسے ذبح کر دیا جائے (پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا) پھر اللہ فرمائے گا: اے جنت والو! اب جنت میں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب تمہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے، اب موت نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿ وانذرهم يوم الحسرة ﴾ ''اور ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرایئے جب ہر بات کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ غفلت میں پڑے ہیں ایمان نہیں لاتے۔'' اور آپ ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے دنیا کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ (مسلم:7181)

(8) یسیرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''لازم پکڑو تم تسبیح اور تہلیل اور تقدیس کو اور گنو انگلیوں کے پوروں پر اس لیے کہ ان سے سوال کیا جائے گا اور حکم ہوگا ان کو بولنے کا یعنی قیامت کے دن اور غافل نہ ہو کہ بھول جاؤ گے تم رحمت کو یعنی اسباب رحمت کو۔'' (ترمذی:3583)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکہف:28)

سوال3: زندہ دل کیسے ہوتے ہیں؟

جواب: زندہ دل قبول کرنے والے، اثر لینے والے ہوتے ہیں۔

سوال4: دل کیسے غافل ہوتے ہیں؟

جواب: (1)لاپرواہی سے دل غافل ہوجاتے ہیں۔(2)لاپرواہ انسان کہیں بھی محتاط نہیں ہوتا۔(3)لاپرواہ انسان غیر سنجیدہ ہوتا ہے۔ (4)لاپرواہ انسان کی زندگی ڈھیلی ہوجاتی ہے اور وہ غافل ہوجاتے ہیں۔(5)انسان کے اخلاق گر جاتے ہیں تو وہ غافل ہوجاتا ہے۔ (6)جولوگ کسی اصول کے پابند نہیں رہتے ان کو اچھائی بُرائی کا شعور نہیں ہوتا اس طرح وہ غافل ہوجاتے ہیں۔ (7)جب زندگی کا کوئی مقصد نہیں رہتا تو دل غافل ہوجاتے ہیں۔(8)غافل دل لہوولعب میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ (9)غافل دلوں کے فکروشعور کی کھڑکیاں بند ہوجاتی ہیں۔

(10)غافل دل بجھ جاتے ہیں۔جوایک رات میں 50 آیتیں پڑھے وہ غافلوں میں نہیں ہوتا۔(دارمی:55/2)

﴿قُلْ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

''رسول نے کہا میرا رب آسمان میں اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(4)

سوال1: ﴿قُلْ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ ''رسول نے کہا میرا رب آسمان میں اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ رسول نے کہا۔(2)﴿رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ﴾ ''میرا رب ہر بات کو جانتا ہے'' کھلی اور چھپی ہر بات کو جانتا ہے۔ (3)﴿فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمان میں اور زمین میں'' یعنی ہر اس جگہ کو میرا رب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے جو زمین میں ہے۔

(4)کفار نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب پر اعتراض کیا تھا: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۟﴾ ''اور جن لوگوں نے کُفر کیا اُنہوں نے کہا ہے کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔'' (الفرقان:4)

(5)اللہ رب العزت نے اس کا جواب دیا: ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۟﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ اس پر گواہی دیتا ہے جو کہ اُس نے آپ پر اُتارا ہے کہ اُس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔'' (النساء:166)

(6)﴿وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے'' یعنی لوگوں کی زبانوں کے اختلافات اور ان کی

متنوع حاجات کے باوجود ان کی آوازیں سنتا ہے۔

(7)﴿الْعَلِيْمُ﴾ ”سب کچھ جاننے والا“ وہ دلوں کے بھید کو بھی جانتا ہے۔(سعدی:2/1656،1657)

﴿بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ م بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ج فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ﴾

”بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ وہ اِس نے گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، چنانچہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جیسا کہ پہلے (رسولوں) کو بھیجا گیا تھا“(5)

سوال1:﴿بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ م بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ج فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ”بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ وہ اِس نے گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، چنانچہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جیسا کہ پہلے (رسولوں) کو بھیجا گیا تھا۔“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ م بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ﴾ ”بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ وہ اِس نے گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے۔“ (i) رسالت کو مشتبہ بنانے کے لیے اہل مکہ یہ کہہ رہے تھے کہ یہ شاعرانہ کلام ہے بلکہ وہ پراگندہ خواب ہیں بلکہ اُس نے اُسے گھڑ لیا ہے۔(ii) اہل مکہ یہ کہہ رہے تھے اگر یہ پیغمبر ہے تو معجزہ کیوں نہیں لاتا۔

(2) یعنی کافر اپنی سرکشی کی وجہ سے کبھی قرآن کو پراگندہ خیالات، کبھی جادو، کبھی شعر بتاتے ہیں، کبھی گھڑا ہوا بتاتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝﴾ ”اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا۔ تو یقیناً ہم اُس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اُس سے روکنے والا نہ ہوتا۔“(الحاقۃ:41-47)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ ”اور ہم نے اُس کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ اُس کے لائق ہے، یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور واضح قرآن۔ تاکہ وہ ہر اُس شخص کو خبردار کر دے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہو جائے۔“(یٰسین:69-70)

(4) رب العزت نے چیلنج کیا:﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔“ (یونس:37,38)

(5)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بُلا سکتے ہو بُلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو؟“ (ہود:13)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ”بلاشبہ یقیناً ان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور اُن لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔“ (یوسف:111)

(7)﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾ پس آپ نصیحت کریں کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔ (طور:29)

(8) کفار کا مطالبہ رب العزت نے نقل کیا:﴿فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ”چنانچہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جیسا کہ پہلے (رسولوں) کو بھیجا گیا تھا۔“ یعنی جیسے موسیٰ، عیسیٰ، سیدنا صالح کو معجزات عطا کیے گئے آپ بھی ایسا ہی معجزہ لے کر آؤ۔

(9) رب العزت نے جواب دیا:﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۛ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کیا تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے؟ وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے۔“ (سبا:46)

(10) رب العزت نے کفار کے شکوک اور نہ ماننے کی اصل وجہ بتائی:﴿اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ”یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔“ (المومنون:69,70)

(11) کسی قوم کو ایمان نہ لانے کے بعد اس وقت ہلاک کر دیا جاتا ہے جب وہ معجزات آنے کے بعد بھی ایمان نہ لائے۔

﴿مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا وہ لوگ ایمان لائیں گے؟''(6)

سوال1:﴿مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾''ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی جسے ہم نے ہلاک کیا تو کیا وہ لوگ ایمان لائیں گے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا﴾''ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی جسے ہم نے ہلاک کیا''اہل مکہ سے کہا گیا کہ اگر پچھلے لوگ معجزات کی وجہ سے ایمان نہیں لائے تھے تو کیا یہ لوگ ایمان لائیں گے؟

(2)﴿اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾''تو کیا وہ لوگ ایمان لائیں گے؟''یعنی جس بستی کے لوگوں کو بھی رسولوں کی وضاحت سے کوئی معجزہ دیا گیا وہ ایمان نہیں لائے ،انہوں نے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۹۶) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (۹۷)﴾''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔''(یونس:96,97)

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور آپ سے پہلے نہیں بھیجا ہم نے مگر کچھ مردوں کو، ہم جن کی طرف وحی کرتے تھے چنانچہ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے''(7)

سوال1:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''اور آپ سے پہلے نہیں بھیجا ہم نے مگر کچھ مردوں کو، ہم جن کی طرف وحی کرتے تھے چنانچہ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ﴾''اور آپ سے پہلے نہیں بھیجا''یعنی اے ہمارے رسول آپ ﷺ سے پہلے ہم نے نہیں بھیجا۔

(2)﴿اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾''مگر کچھ مردوں کو، ہم جن کی طرف وحی کرتے تھے''جو پیغام ہم اپنے بندوں کو پہنچانا چاہتے تھے وہ رسولوں کے توسط سے پہنچایا جو مرد تھے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے، تو کیا اُنہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟ کہ وہ دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور یقیناً آخرت کا گھر ان کے لیے ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو۔'' (یوسف:109)

(4) رب العزت نے کفار کے شکوک کے جواب میں زبان رسالت سے کہلوایا: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہہ دو میں رسولوں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو محض ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں۔'' (الاحقاف:9)

(5) کفار کو رسول کے انسان ہونے پر بھی اعتراض تھا رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے تو اُنہوں نے کہا: ''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' چنانچہ اُنہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی اُن سے بے پرواہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ، تمام خوبیوں والا ہے۔'' (التغابن:6)

(6) ﴿فَسْـَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے'' یعنی اہل کتاب یہودیوں کے علماء اور نصاریٰ کے درویشوں سے پوچھ لو اگر آپ نہیں جانتے کہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے رسول آئے سب انسان تھے۔ (ایسر التفاسیر:912)

(7) یعنی اگر گزشتہ رسولوں کے بارے میں تمہیں علم نہیں تو پہلی کتابیں رکھنے والوں سے پوچھ لو۔

﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے''۔ (8)

سوال 1: ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ﴾ ''اور ہم نے اُن کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں'' اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت کی ہے کہ وہ رسول، اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضوں کے مطابق انسان تھے، جسم رکھتے تھے، کھانا کھاتے تھے اور ہمیشہ رہنے والے نہیں تھے۔

(2) رب العزت نے بتایا کہ رسول کا انسان ہونا ہی تمھارے حق میں بہتر ہے: ﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا

لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ(۸) وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (۹)﴾ ''اورانہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور کام ہی ختم ہو جاتا، پھر وہ مہلت نہ دیے جاتے اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں۔'' (الانعام:8۔9)

(3) رب العزت نے مزید سمجھایا: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے اُن پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔'' (بنی اسرائیل:95)

(4) یہ شبہ انبیاء ورسل کو جھٹلانے والوں کے دلوں میں ہمیشہ رہا ہے۔ چونکہ اہل تکذیب کفر میں ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے نظریات بھی ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کفار کو جو رسول اللہ ﷺ کو تو جھٹلاتے ہیں اور گزشتہ رسولوں کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں اگرچہ صرف سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی نبی ہوتے جن کی نبوت کا تمام گروہ اقرار کرتے ہیں، بلکہ مشرکین تو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ان کی ملت پر ہیں۔ ان کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ محمد ﷺ سے پہلے بھی تمام رسول بشر ہی تھے، جو کھانا کھاتے تھے، جو بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، ان پر موت وغیرہ اور تمام بشری عوارض طاری ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوموں اور امتوں میں مبعوث فرمایا ان قوموں میں سے کسی نے ان کی تصدیق کی اور کسی نے ان کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ان کے متبعین سے نجات اور سعادت کو جو وعدہ کیا تھا اس نے پورا کر دیا اور اس نے حد سے بڑھنے والے اہل تکذیب کو ہلاک کر ڈالا، تو محمد ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کے انکار کے لئے باطل شبہات قائم کیے جاتے ہیں، حالانکہ یہی شبہات دیگر انبیاء ومرسلین پر بھی وارد ہوتے ہیں جن کی رسالت کا یہ لوگ اقرار کرتے ہیں جو محمد ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں۔ پس ان پر یہ الزامی جواب بالکل واضح ہے۔ اگر وہ کسی بشر رسول کا اقرار ہرگز نہیں کریں گے تب ان کے شبہات باطل ہیں انہوں نے ان شبہات کے فساد اور اپنے تناقص کا اقرار کر کے خود ان شبہات کا ابطال کر لیا ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ لوگ سرے ہی سے کسی بشر کے نبی ہونے کے منکر ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ صرف دائمی زندگی رکھنے والا فرشتہ ہی نبی ہو سکتا ہے جو کھانا نہیں کھاتا۔ (سعدی:2/1658،1660)

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ط اَتَصْبِرُوْنَ ج وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (الفرقان:20)

(5) ﴿وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾ ''اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے'' کوئی نبی دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، سو کیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔(الانبیاء:34)

﴿ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ﴾

''پھر ہم نے اُن سے وعدہ سچا کر دیا تو ان کو اور جس کو ہم نے چاہا، ہم نے نجات دی اور حد سے گزر جانے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا''(9)

سوال1:﴿ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن سے وعدہ سچا کر دیا تو ان کو اور جس کو ہم نے چاہا، ہم نے نجات دی اور حد سے گزر جانے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ﴾ ''پھر ہم نے اُن سے وعدہ سچا کر دیا'' یعنی دشمنوں پر غلبے کا جو وعدہ اللہ رب العزت نے کیا وہ سچا کر کے دکھایا۔(2)﴿فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ﴾ ''تو ان کو اور جس کو ہم نے چاہا، ہم نے نجات دی'' یعنی ہم نے رسولوں اور ان لوگوں کو بچا لیا جو ان پر ایمان لا کر نیک عمل کرتے رہے۔

(3)﴿وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''اور حد سے گزر جانے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا'' رسولوں کا انکار کرنے والے ہلاک کر دیئے گئے اور اقرار کرنے والوں نے نجات پائی۔﴿حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور حد سے گزر جانے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا'' حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یقیناً ان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا تو ان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے ہم نے چاہا اُسے بچا لیا گیا اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا۔'' (یوسف:110)

(4)﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھیں کہ وہ اپنے رسولوں سے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، انتقام لینے والا ہے۔'' (ابراہیم:47)

(5)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یقیناً ہم تمہیں ضرور اپنی زمین سے نکال دیں گے یا لازماً تم ضرور ہماری ملت میں واپس آؤ گے، تو ان کے رب نے اُن کی طرف وحی کی یقیناً ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔ اور یقیناً ہم ان کے بعد تمہیں ضرور زمین میں بسائیں گے، یہ اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔'' (ابراہیم:13,14)

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں''؟(10)

سوال 1: ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔'' قرآن مجید کی فضیلت کا بیان ہے اور مسلمانوں کو اس کی قدر پہچاننے کا حکم دیا گیا ہے۔

(2) اے وہ لوگو! جن کی طرف محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، ہم نے تمہاری طرف ایک جلیل القدر کتاب اور ایک واضح قرآن نازل کیا۔ (سعدی: 2/1660،1661)

(3) کتاب اللہ ہماری زبان میں ہے۔ کتاب اللہ انسانی زندگی کو درست کرتی ہے۔ کتاب اللہ تعمیر و تربیت کرتی ہے۔ کتاب اللہ نصیحت اور یاددہانی ہے۔ کتاب اللہ، اللہ تعالیٰ کا منصوبہ ہے جو انسانیت کے حق میں پورا ہو کر رہتا ہے۔

(4) ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں'' کیا تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتے جن میں تمہارا نفع و نقصان ہے؟ تم اس چیز پر کیوں عمل پیرا نہیں ہوتے جس میں تمہارا ذکر اور جس میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کا شرف ہے؟ اگر تم میں عقل ہوتی تو تم اسی راستے پر گامزن ہوتے۔ چونکہ تم اس راستے پر نہیں چلے بلکہ تم نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے جس میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی ذلت اور تحقیر ہے اور جس کی منزل تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بدبختی ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ تم صحیح معقولات اور راجح آراء سے تہی دامن ہو، جو کچھ واقع ہوا یہ آیت کریمہ اس کا مصداق ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے اہل ایمان نے اس قرآن سے نصیحت پکڑی تو انہیں غلبہ، سربلندی، عظیم شہرت اور بادشاہوں پر سرداری حاصل ہوئی اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے ہر شخص جانتا ہے جیسے اس شخص کے بارے میں معلوم ہے جس نے اس قرآن کے ذریعے سے سربلندی حاصل نہیں کی، اس کی راہنمائی قبول نہیں کی اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو پاک نہ کیا، اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی، ذلت و رسوائی، گمنامی اور بدبختی ہے۔ پس دنیا و آخرت کی سعادت تک رسائی صرف اس کتاب عظیم کے ذریعے نصیحت پکڑنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ (سعدی: 2/1660،1661)

رکوع نمبر 2

﴿وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾

''اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تہس نہس کر دیا اور اُن کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں۔''(11)

سوال1:﴿وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تہس نہس کر دیا اور اُن کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے محمد ﷺ اور قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو پچھلی قوموں کے انجام سے ڈرایا ہے جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔

(2)﴿وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً﴾ ''اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تہس نہس کر دیا۔'' یعنی کتنی ہی ظالم قوموں کو ہم نے جڑ کاٹنے والے عذاب سے ہلاک کر دیا جنہوں نے اسے جھٹلانے کی پرواہ نہ کی۔ ہٹ دھرمی انسانوں کو لے ڈوبتی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کے لیے ﴿قَصَمْنَا﴾ کا لفظ استعمال کیا جس کے معنی ہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دینا، شدت سے کاٹنا، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ظالم بستیوں کو بڑی شدت سے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا گیا، پیس دیا گیا۔

(4)﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا﴾ ''اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔'' (بنی اسرائیل:17)

(5) رب العزت نے مزید مقامات پر پچھلی قوموں کا انجام بیان کیا:﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۙ﴿۱۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۙ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴿۱۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ ان سے پہلے قومِ نوح عاد اور ثمود جھٹلا چکے ہیں۔ اور قومِ ابراہیم اور قومِ لوط اور اہلِ مدین بھی (جھٹلا چکے ہیں) اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا تو کافروں کو میں نے ڈھیل دی پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا، تو کیسا تھا میرا عذاب! چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (الحج:42.46)

(6)﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴿۸﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا﴾ ''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے اُنہیں سزا دی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔ تو اُنہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا۔'' (الطلاق:9-8)

(7) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک ان کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

سوال 2: پچھلی قومیں کیسے تباہ کی گئیں؟

جواب: (1) قوم عاد اس خوف ناک ہوا سے تباہ کی گئی جو سات راتیں اور آٹھ دن چلتی رہی حتیٰ کہ وہ مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ ﴿كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ (18) إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ (19) تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ﴾ ''عاد نے جھٹلایا تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟ اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تند و تیز ہوا بھیج دی۔ وہ لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اُکھڑے ہوئے تنے ہوں۔'' (القمر:18۔20)

(2) ﴿وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (6) سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔'' (الحاقۃ:6,7)

(3) عاد ہی کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا ۖ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''تو جب اُنہوں نے بادل کی شکل میں اُسے اپنی وادیوں میں آتے ہوئے دیکھا تو کہا: ''یہ ہم پر بارش برسانے والا بادل ہے۔'' بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جسے تم نے جلدی طلب کیا تھا، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔'' (الاحقاف:24)

(4) عاد کو ریت میں دفن کر دیا گیا۔ عبار میں ہونے والی کھدائیاں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ ایک فرانسیسی رسالہ لکھتا ہے کہ عبار کا شہر طوفان کے نتیجے میں 12 میٹر ریت کی تہہ کے نیچے دب گیا۔

(5) ثمود کیسے تباہ ہوئے؟ ایک چنگھاڑ نے ان کے دل پھاڑ دیے۔

(6) ثمود کے بارے رب العزت نے فرمایا: ﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (77) فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ (78)﴾ ''چنانچہ اُنہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے، اور انہوں نے کہا: ''اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔ تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے۔'' (الاعراف:77،78)

(7)﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ ”بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے۔“(القمر:31)(8)قوم نوح کو سیلاب سے تباہ کیا گیا۔

سوال3:﴿وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ﴾ ”اور اُن کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:”اور اُن کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں۔“رب العزت نے ہلاک ہونے والی قوموں کے بعد دوسری قومیں پیدا کر دیں۔

سوال4:اللہ رب العزت نے چلتی پھرتی قوموں کو کیوں تباہ کر دیا؟

جواب:(1) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾ ”اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ تاکہ وہ گڑگڑائیں۔ پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی کو بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انہوں نے کہا:”بلاشبہ دُکھ سکھ تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچے تھے۔ پھر ہم نے اُن کو اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔“(الاعراف:94,95)

(2)جب تنگ دستی اور خوش حالی دونوں ہی انسانوں کے حالات کی درستگی کے لئے موثر نہیں ہوتیں، انسان ان کے پیچھے قدرت الٰہی کی کار فرمائی کو نہیں مانتا تو انسان کا تکبر اسے لے ڈوبتا ہے یہی زمین میں فساد پھیلانے کا سبب بنتا ہے۔ اسی وجہ سے باقی ساری انسانیت کو بچانے کے لئے انسانیت کے سرطان کاٹ کر رکھ دیے جاتے ہیں۔

(3)جب لوگ زلزلوں، سیلابوں اور سونامیوں کے پیچھے اپنی اخلاقی کمزوریوں، کاروباری بددیانتیوں کو نہیں دیکھتے، بلکہ اسے موسمی تبدیلیوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ایک کے بعد ایک عذاب دیتے چلے جاتے ہیں۔

(4) قرآن وسنت کی تعلیمات یہ واضح کرتی ہیں کہ جب دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں عام ہو جائیں، جب قتل وغارت کا بازار گرم ہو جائے، جب عریانی اور فحاشی انسانوں اور جانوروں میں فرق نہ رہنے دے، جب عدل وانصاف ختم ہو جائے، جب ظلم حد سے بڑھ جائے، جب بے حیائی کو فیشن کا نام دیا جائے، جب دین کا مذاق اڑایا جائے تب زمین انسانوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے سے عاجز آ جاتی ہے۔ پھر کبھی آتش فشاں پھٹتے ہیں، کبھی زلزلے آتے ہیں، کبھی سونامی آتی ہے اور کبھی آسمانی بجلی گرتی ہے۔

(5) خوف ناک طوفانوں کی آمد میں عبرت ہے۔ ایسے واقعات اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی یاد دلاتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے جیسے طوفان نوح اور قیامت کا زلزلہ جو آنے والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ﴾ ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم

اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔" (الحج:1,2)

﴿فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ﴾

"تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تب وہاں سے وہ بھاگ رہے تھے۔" (12)

سوال1:﴿فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ﴾ "تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تب وہاں سے وہ بھاگ رہے تھے۔" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:"تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تب وہاں سے وہ بھاگ رہے تھے۔" (1) پھر جب اُنہوں نے حواس کے ذریعے سے عذاب یا اس کے آثار کو دیکھ لیا یا آوازوں سے، کڑک سے، گرج سے اندازہ لگا لیا تو اس سے بچنے کے لیے فرار کا راستہ اختیار کرنے لگے۔

(2) عذاب کو دیکھ کر ظالم بھاگنے لگے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ گویا وہ بھاگ دوڑ کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں یعنی وہ بھاگ کر اتنا آگے نکل سکتے ہیں کہ عذاب ان سے پیچھے رہ جائے گا۔

﴿لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ﴾

"بھاگو مت! اور واپس جاؤ اُس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔" (13)

سوال1:﴿لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ﴾ "بھاگو مت! اور واپس جاؤ اُس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) "بھاگو مت! اور واپس جاؤ اُس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔" فرشتے ان سے طنزیہ کہتے ہیں بھاگو مت، اپنے عیش و آرام اور لذتوں بھری زندگی کی طرف لوٹ کر دکھاؤ۔

(2) اب کیوں بھاگ رہے ہو؟ اپنے عیش و آرام کی جگہوں کو، اپنے بھرے گھروں کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ واپس لوٹ جاؤ۔ یہی لذتیں تھیں جنہوں نے تم سے جرائم کا ارتکاب کروایا۔ یہی لباس کھانے اور مجلسیں تھیں جنہوں نے تمہیں دھوکے میں ڈال کر غافل کر رکھا تھا اور تم اطمینان کے ساتھ بڑے بن رہے تھے۔ اب جاؤ دنیا میں ڈیرے ڈالو پھر تم سے جواب دہی کی جائے گی۔

(3) تم سے تمہارے کاموں اور دنیا کے معاملات کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (ایسر التفاسیر:913)

(4) وقت تو ہاتھ سے نکل گیا اور عذاب بھی نازل ہو گیا اور دنیا بھی چلی گئی۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے عذاب دیکھ کر بھاگنے والوں کو کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) بھاگنے والوں کو یہ شعور دلایا گیا کہ یہ وہی سامان عیش وعشرت ہے جس نے تمہیں غافل رکھا تھا، جس کے اندر تم چین میں تھے۔ ان سے مت بھاگو۔ یہ تمہارے گھر ہیں اُن سے مت بھاگو۔ اس منظر میں انسان کو یہ شعور مل جاتا ہے کہ گھروں کی دعوت ہلاکت کی دعوت ہے۔

(2) بھاگنے والوں سے کہا جاتا ہے کہ واپس جاؤ شاید تم سے پوچھا جائے۔ اس طرح سے یہ شعور دلایا گیا ہے کہ جن عیش پرستیوں میں ہو اُن کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ دولت کہاں سے حاصل کی اور کن کاموں میں خرچ کر ڈالی۔

(3) یوں اس منظر سے اللہ تعالیٰ نے گھر اور دولت پر ملکیت کے احساس کو توڑا ہے کہ جنہیں تم اپنا سمجھتے ہو، جن کے پیچھے زندگی کے مقصد تک کو بھول جانا چاہتے ہو، جنہوں نے تمہیں غافل کر رکھا ہے وہ تمہیں کس مقام پر پہنچانے والے ہیں۔

﴿قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ﴾

''انہوں نے کہا کہ ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔''(14)

سوال1: ﴿قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ﴾ ''انہوں نے کہا کہ ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''انہوں نے کہا کہ ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔'' ظالم جب عذاب سے بھاگ بھاگ کر تھک جائیں گے تو انہیں سمجھ آئے گی کہ وہ عذاب الٰہی میں گھر چکے اور بھاگنے دوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سمجھ کے بعد وہ بدل جائیں گے اور اعتراف کریں گے کہ یقیناً ہم ظالم تھے پھر وہ اپنے گناہوں پر توبہ کریں گے۔

(2) وہ یہ کہتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل ہو جائے گا اور انہیں ہلاک کر دے گا۔ (جامع البیان: 11/17)

﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ﴾

''تو اُن کی ہمیشہ یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹا ہوا، بجھا ہوا بنا دیا۔''(15)

سوال1: ﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ﴾ ''تو اُن کی ہمیشہ یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹا ہوا، بجھا ہوا بنا دیا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ﴾ ''تو اُن کی ہمیشہ یہی پکار رہی'' وہ پکار پکار کر کہتے رہے ہائے ہم ظالم تھے۔ ہم برباد ہو گئے۔ وہ پکارتے ہی رہے یہاں تک کہ وہ کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کا ڈھیر ہو گئے جس میں کوئی حرکت، کوئی توانائی نہ رہی۔

(2)﴿حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ﴾ ''یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹا ہوا، بجھا ہوا بنا دیا۔'' یہاں تک کہ ان کی پکار، ان کی آوازیں، ان کی حرکت بجھ گئیں ختم ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا بھس اڑا دیا۔ وہ ایسے مٹا دیے گئے کہ نہ آواز رہی، نہ تذکرہ۔ اس لئے تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلانے سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر اسی طرح نازل ہو جائے جیسے پہلے لوگوں پر ہوا تھا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے آباد بستیوں کی تباہی کے منظر کو ہمارے شعور میں لا کر کیا سمجھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے آباد بستیوں کی تباہی کے منظر کو ہمارے شعور میں لا کر یہ سمجھایا ہے کہ آج حرکت اور زندگی ہے۔ آج دُنیا کا ساز و سامان ہے تو تم حق کو نظر انداز کر رہے ہو۔ کل جب یہ ساز و سامان کام نہیں آئے گا تو تمہاری آنکھ کھلے گی لیکن اس وقت کی توبہ کسی کام نہیں آئے گی۔ جب انسان کی قوتیں، صلاحیتیں، مال، عمل کا وقت سبھی کچھ کھو چکا ہوگا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ زندگی کے کھیت کے کٹ جانے کے بعد اعمال کام نہیں آئیں گے لہٰذا آج وقت سے فائدہ اٹھا لو۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾

''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ان کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔'' (16)

سوال 1: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ان کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ان کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔'' (1) اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ کائنات کو عدل و انصاف سے ایک مقصد کے لئے بنایا ہے۔ اسے بے فائدہ اور عبث پیدا نہیں کیا۔ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کائنات بچوں کا کھیل ہو ادھر بنایا اور ادھر بگاڑا۔

(2) اللہ تعالیٰ کے عدل کا تقاضا ہے کہ وہ نیک لوگوں کو ان کی بھلائیوں کی جزا دے اور بروں کو ان کی برائیوں کی سزا دے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اُس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے اور یقیناً اگر آپ کہیں کہ بلاشبہ تم موت کے بعد اٹھائے جانے والے ہو تو جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔'' (7:11)

(3) رب العزت نے انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا مقصد بتایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' (الذاریات:56)

(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا سو جنہوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے۔'' (ص:27)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (۱۹۰) الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیں۔'' (آل عمران:190,191)

(6)اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے زمین اور آسمان کو کھیل تماشے کے طور پر عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا بلکہ ان کو حق کے ساتھ اور حق کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ بندے اس کائنات سے استدلال کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، عظمت والا، کائنات کی تدبیر کرنے والا، حکمت والا اور رحمان و رحیم ہے، جو کمال کلی، ہر قسم کی تعریف اور تمام تر عزت کا مالک ہے۔ وہ اپنے قول میں سچا ہے۔ اس کے رسول بھی اس کی طرف سے خبر دینے میں سچے ہیں۔ وہ قادر ہستی جو زمین و آسمان کو ان کی وسعت اور عظمت کے ساتھ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ جسموں کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے تاکہ نیک کو اس کی نیکی کی جزا اور بد کو اس کی بدی کی سزا دے۔ (سعدی:1662/2)

(7)جو لوگ حق کی دعوت کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہوتے وہ دُنیا کو کھلونا سمجھتے ہیں جس کا مقصد کھیل اور تفریح کے سوا کچھ نہیں۔

(8)اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو بامقصد بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اتفاقی طور پر نہیں اپنی حکمت سے بنایا ہے۔ جیسے حکمت سے زمین و آسمان بنائے ہیں ایسے ہی اپنی حکمت سے رسولوں کو بھیجا، کتابیں نازل کیں اور انسان کی زندگی کا مقصد مقرر کیا۔ مقصدیت اس کائنات کی بنیاد ہے۔

﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۙ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾

''اگر ہم ارادہ کرتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اسے اپنے ہی پاس سے بنا لیتے اگر ہم کرنے ہی والے ہوتے۔'' (17)

سوال1:﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۙ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''اگر ہم ارادہ کرتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اسے اپنے ہی پاس سے بنا لیتے اگر ہم کرنے ہی والے ہوتے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اگر ہم ارادہ کرتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اسے اپنے ہی پاس سے بنا لیتے اگر ہم کرنے ہی والے ہوتے۔'' (1) یعنی اگر ہم کھیل

تماشے اور شغل کا ارادہ کرتے تو ہم اپنے پاس سے ہی بنا لیتے تمہیں اطلاع بھی نہ دیتے۔اس کے لئے نہ زندگی کو پیدا کرتے، نہ موت کو، نہ موت کے بعد کی زندگی کو، نہ جنت بناتے، نہ جہنم، نہ ہی اس مقصد کے لئے حساب کتاب کا سلسلہ قائم کرتے۔

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے پاس سے کچھ چیزیں کھیل کی بنا لیتے۔اس کے لیے اتنی وسیع کائنات اور بے شمار مخلوقات بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ط وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾

''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔''(18)

سوال1:﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ط وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس کا مطلب ہے حق اور باطل کے درمیان کی کشمکش اور تصادم جو مقاصد کائنات میں سے ہے۔

(2)اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھایا ہے۔اسی مقصد کے لیے وہ فرماتا ہے:

(3)﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ﴾''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں''یعنی ہم حق کو باطل کے دماغ پر دے مارتے ہیں۔

(4)﴿فَيَدْمَغُهُ﴾''تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے''اللہ تعالیٰ اس مقصد کے لئے حق کو نازل فرماتے ہیں جس سے باطل پر چوٹ لگتی ہے۔اور اس کا باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

(5)﴿فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾''چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے''یعنی حق کی چوٹ سے باطل کا دماغ چورا چورا ہو جاتا ہے۔جب بھی کوئی باطل کو حق ثابت کرنے کے لئے یا حق کو رد کرنے کے لئے دلیل لے کر آتا ہے تو حق کے دلائل جو رب العزت کی جانب سے آئے ان میں اتنا زور ہوتا ہے کہ وہ باطل کا قلع قمع کر دیتے ہیں اور یوں باطل کا بطلان واضح ہو جاتا ہے۔

(5)کتاب اللہ یعنی قرآن حق ہے اور ابلیس باطل ہے۔اور یہ بھی کہا گیا کہ حق نصیحت ہے اور باطل نافرمانی کے کام ہیں۔(فتح القدیر:3/502)

(6)حق اور باطل کی باہمی کشمکش کا مقصد یہ ہے کہ حق غالب آجائے اور باطل یعنی شر مغلوب ہو جائے۔

(7)عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں (فتح کے بعد) داخل ہوئے تو کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے۔نبی ﷺ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ہر ایک کو ٹکراتے جاتے اور پڑھتے جاتے:﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ

زَهُوقًا﴾ حق آیا اور جھوٹ نابود ہوا بیشک جھوٹ نابود ہونے والا ہی تھا۔ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ ''کہہ دو کہ حق آ گیا ہے اور باطل نہ آغاز کر سکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کر سکتا ہے۔'' (صحیح بخاری:4720)

(8)﴿وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾ ''اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔'' (i) انسان کی فضول اور لایعنی باتیں مثلاً کائنات ایک کھیل تماشا ہے یا یہ کہ یہ ایک کھلنڈرے کا شوق ہے۔ (ii) فضول اور لایعنی باتوں کی وجہ سے انسان حق سے گریز کرتا ہے اور باطل کو اختیار کرنے میں اُسے ہچکچاہٹ نہیں ہوتی۔ (iii) یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی جان کو یا کسی اور کو شریک ٹھہراتے ہیں ان کے لئے تباہی اور بربادی ہے۔ کافروں کی تمام کوششوں کا انجام حسرت و ناکامی پر ہوا، وہ اسلام کی ترقی کو نہ روک سکے، نہ اسلام میں داخل ہونے والوں کو مرتد بنا سکے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے آباء کے رسوم و رواج کو تباہ شدہ اور ہلاکت زدہ اور ہلاکت زدہ دیکھ لیا۔

سوال 2: حق اور باطل کی کشمکش کیا ثابت کرتی ہے؟

جواب: (1) حق اور باطل کی کشمکش یہ ثابت کرتی ہے کہ کوئی ایسا وقت آنے والا ہے، جب یہ کھل جائے گا کہ حق کیا تھا اور باطل کیا تھا۔

(2) ایسا وقت آنے والا ہے جب حق کا ساتھ دینے والوں کو کامیاب اور باطل کا ساتھ دینے والوں کو ناکام کر دیا جائے گا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یا لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے؟ تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر کر دے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔'' (الشوریٰ:24)

سوال 3: حق اور باطل کی کشمکش میں انسان کا کیا کردار ہے؟

جواب: (1) انسان حق اور باطل میں سے کوئی ایک راستہ انتخاب کر سکتا ہے۔ (2) انسان حق کا ساتھ دے اور باطل کا مقابلہ کرے۔

(3) انسان اپنی کامیابی کے لیے آج کوشش کرے اور حق کی کامیابی کو اپنی کامیابی بنا لے۔

(4) انسان کی فطرت سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ فطرت کے اندر خیر اور شر کی، حق اور باطل کی تمیز پائی جاتی ہے۔

﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اُسی کا ہے اور جو اُس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔'' (19)

سوال 1: ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ ''اور

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اُسی کا ہے اور جو اُس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اُسی کا ہے" اللہ رب العزت کی شان کا اندازہ لگاؤ کہ وہ آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان والی تمام چیزوں کا مالک ہے۔

(2) آسمانوں اور زمین کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں سب اس کی مملوک اور غلام ہیں۔

(3) آسمانوں اور زمین کا اقتدار اس کی ملکیت میں ہے۔اس میں نہ کوئی اس کا مددگار ہے، نہ حصہ دار پھر کیسے کسی اور کو معبود بنایا جا سکتا ہے اور کیسے کسی کو اس کی اولاد قرار دیا جا سکتا ہے؟ پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز کی مالک ہے، جو عظیم ہے جس کے آگے ساری مخلوقات کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔

(4)﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ "اور جو اُس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں" اور اس کے پاس والے مقرب فرشتے اس کی عبادت سے نہیں شرماتے۔جیسے کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا﴾ مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اس کی عبادت سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔(النساء:172)

(5) جو اس کی عبادت کو محبت شوق اور شدت رغبت سے کرتے ہیں۔وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں نہ عبادت کرتے ہوئے اکتاتے اور تھکتے ہیں۔فرشتے اس کی عبادت سے لطف اور لذت حاصل کرتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے، زمین اور آسمان کی ساری مخلوق اس کی عبادت کرتے ہیں، انسان اپنے مالک کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا مالک ہے، اس کا انسان پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی غلامی کرے، اس پر والہانہ طریقے سے فدا ہو۔اس کی عظمت کے یقین کے ساتھ اس کی پرستش کرے، اس کے گن گائے، اس کی حمد کرے، اس سے بھلائی کی امید لگائے، اس کی گرفت سے ڈرے، اس سے نیکی کی جزا کی امید رکھے، اس سے برائی کی سزا کا اندیشہ رکھے، اس کو اپنا مالک اور مختار سمجھے، اس کے مطالبوں کو پورا کرے۔وہ جس کام سے روک دے اس سے رک جائے، وہ جو اصول مقرر کر دے اس کی پابندی کرے، وہ جو حدود مقرر کرے اس کے اندر رہے، وہ جو حلال و حرام مقرر کر دے اس کو دل کی خوشی کے ساتھ مانے، اسے اپنے لئے ہدایت کا سرچشمہ تسلیم کرے، وہ جن سے محبت رکھتا ہے ان سے محبت کرے، وہ جن سے دشمنی رکھتا ہے ان کی مخالفت کرے۔اس کے اشاروں پر اپنا سب کچھ وار دے۔وہ اعلان کرے

کہ میں اللہ تعالیٰ کی کے سوا کسی کی عظمت کو تسلیم نہیں کرتا، کسی کے بنائے ہوئے اصول ضابطے مجھے قبول نہیں، میں کسی کی بالادستی کو قبول نہیں کرتا، میں کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا، میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر دوسری خدائی کا انکار کرتا ہوں۔

سوال 3: جب کوئی انسان یہ سوچ لیتا ہے کہ میرے اوپر کوئی مالک، کوئی حاکم نہیں، میں آزاد ہوں جو چاہوں کروں تو اس کی وجہ سے اس کے رویے میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے اُوپر کوئی حاکم، کوئی مالک نہیں میں آزاد ہوں جو چاہوں کروں تو پھر انسان سرکشی کرتا ہے۔

(1) جو لوگ رب کو نہیں مانتے ہیں وہ کسی کو وسیلہ یا شفیع مان کر سرکشی کرتے ہیں۔

(2) وہ کسی کو رب کا مقرب مان کر اس سے عقیدیت کا اظہار کر کے سرکشی کرتے ہیں۔

﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾

''وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وہ وقفہ نہیں کرتے۔'' (20)

سوال 1: ﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ ''وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وہ وقفہ نہیں کرتے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وہ وقفہ نہیں کرتے۔'' یعنی وہ فرشتے کبھی عبادت بند نہیں کرتے۔

(2) وہ اپنے تمام اوقات میں دم لئے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی حمد اور تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔

(3) فرشتے اپنے ارادے سے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔ وہ کبھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

(4) ﴿لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ ''وہ وقفہ نہیں کرتے'' وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح سے نہیں تھکتے۔

(5) عبداللہ ابن حارث کہتے ہیں کہ میں نے کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا باتیں، پیغام رسانی اور دیگر کام فرشتوں کی تسبیح میں مزاحم نہیں ہوتے؟ پوچھا یہ لڑکا کون ہے؟ لوگوں نے کہا: آل عبدالمطلب کا ایک بچہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے میری پیشانی چوم کر فرمایا: بیٹا ان کی تسبیح تمہاری سانس کی طرح ہے کیا تم بات چیت میں اور چلتے پھرتے سانس نہیں لیتے؟ جیسے سانس میں کوئی کام مزاحم نہیں ہوتا، اسی طرح تسبیح میں مزاحم نہیں ہوتا۔ (اسراج المنیر: 1202/2)

سوال 2: فرشتوں کے بارے میں غلط عقیدہ کی اصلاح کے لئے رب العزت نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے؟

جواب: جو لوگ فرشتوں کو اپنا شفیع اور وسیلہ بنا لیتے ہیں اُن کے غلط عقیدے کی اصلاح کے لیے رب العزت نے وضاحت کی ہے کہ جن کا تم اختیار سمجھتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور دن رات تسبیح کر رہے ہیں۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ﴾

''یا اُنہوں نے زمین سے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ کسی کو زندہ کریں گے؟''(21)

سوال1:﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ﴾''یا اُنہوں نے زمین سے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ کسی کو زندہ کریں گے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ﴾''یا اُنہوں نے زمین سے معبود بنا رکھے ہیں''اللہ رب العزت نے اپنی عظمت، اپنے اقتدار کامل اور ملکیت کامل کی حقیقت بیان کرنے کے لئے بعد اور یہ واضح کرنے کے بعد کہ ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے مشرکوں سے پوچھا کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا پتھر، سونے، چاندی اور پیتل کے معبود بنا لئے ہیں، جو ہر قدرت سے محروم ہیں۔

(2)﴿هُمْ يُنْشِرُوْنَ﴾''کہ وہ کسی کو زندہ کریں گے؟''یعنی وہ حشر ونشر پر قدرت نہیں رکھتے جیسا کہ فرمایا:﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اٹھائے جانے کا۔(الفرقان:3)

(3)﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ (۷۴) لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (۷۵)﴾اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تا کہ اُن کی مدد کی جائے۔ وہ اُن کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں۔(یٰسین:74,75)

(4) جو نہ کسی کو زندگی دے سکتے ہیں، نہ کسی کو موت سے بچا سکتے ہیں پھر کس وجہ سے معبود بنائے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کئے گئے ہیں؟

سوال2: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود فرض کرنا کس بنیاد پر ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود فرض کرنا جہالت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔(i) انسان معبود بنانے کی حقیقت سے لاعلم ہوتے ہیں۔ (ii) اُن کے پاس جھوٹے معبودوں کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن

سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''(22)

سوال1:﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ ''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا'' اگر زمین اور آسمان میں کئی معبود ہوتے تو ان کا نظام تباہ و برباد ہو جاتا۔

(2) کائنات کا نظام کامل ہے جو کہ Error free ہے۔اس میں کوئی نقص اور کوئی خلل نہیں۔

(3) اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات میں کوئی اور تدبیر کرنے والا، فیصلے کرنے والا، انتظام کرنے والا مان لیا جائے تو زمین میں امن رہے نہ آسمانوں میں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ ۚ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۹۱) عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا، پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''(المومنون:91,92)

(4) اگر دو معبود ہوتے تو کائنات کا نظام چلانے والی دو ہستیاں ہوتیں، دو کے ارادے ہوتے، دو کے فیصلے چلتے تو یہ کائنات کیسے قائم رہ سکتی تھی؟ کیونکہ دونوں کا ارادہ ٹکراتا، دونوں کی مرضی ٹکراتی، دونوں کے اختیارات ایک دوسرے کی مخالفت میں استعمال ہوتے اور کائنات میں فساد برپا ہو جاتا چونکہ ایسا نہیں ہوا اس کے معنی یہ ہیں کہ کائنات میں ایک ہستی کا ارادہ کارفرما ہے۔سب کچھ اس کے حکم پر ہوتا ہے۔اس کے دیئے ہوئے کو کوئی روک نہیں سکتا، اگر وہ اپنی رحمت کو روک لے تو اُس کو کوئی دینے والا نہیں ہو سکتا۔

(5)﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ پاک ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے، وہ ایک ہے، وہی کمال کا مالک ہے۔

(6)﴿رَبِّ الْعَرْشِ﴾ ''عرش کا رب'' یعنی وہ عرش جو ساری مخلوقات سے بڑا ہے، اس کا رب بھی وہی ہے۔

(7)﴿عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' یعنی جو کافر اور مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اس کی کوئی بیوی ہے، اس جیسا کوئی نہیں، وہ ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے۔

﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ﴾

''وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا اور اُن سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔''(23)

سوال1:﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ ''وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا اور اُن سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾ ''وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا'' اللہ تعالیٰ ایسا مالک اور ایسا حاکم ہے جس کی قوت، قدرت اور غلبے کی بنیاد پر کوئی اس کا حکم ٹال نہیں سکتا۔

(2)اس کے جلال، اس کی کبریائی، اس کی عظمت، اس کے علم، عدل، حکمت اور لطف وکرم میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

(3)اس نے ہر چیز کو انتہائی احسن طریقے سے تخلیق کیا، اس سے کوئی سوال نہیں کرسکتا کیونکہ اس کی کسی تخلیق میں کوئی عیب اور کوئی خلل نہیں۔

(4)﴿وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ ''اور اُن سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔'' اور ساری مخلوقات سے ان کے اعمال کی جواب طلبی ہوگی، کیونکہ وہ عاجز ہیں، محتاج ہیں، غلام ہیں، وہ نہ اپنی ذات پر اختیار رکھتے ہیں اور نہ دوسروں کے بارے میں ذرہ برابر اختیار رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۹۲) عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۳)﴾ ''سو قسم ہے آپ کے رب کی! یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ اس کے متعلق جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الحجر:93,92)

(5)﴿وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ﴾ ''اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی ہے۔'' (المومنون:88)

سوال2: رب العزت نے﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾ سے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب:﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾ ''وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا'' (1) رب العزت نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حاوی ہے۔ (2) اس سے یہ ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادے میں آزاد ہے۔

(3)اس سے یہ ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اُوپر کوئی قید و بند نہیں، نہ کوئی دوسرا ارادہ آڑے آسکتا ہے۔

(4)اس کے ارادے کے سامنے وہ قانون بھی رکاوٹ نہیں جو اُس نے خود جاری کیا۔

(5) سوال تو کسی معیار اور حدود کے مطابق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو خود پیمانے بنانے والا ہے اس کو کوئی سوال نہیں کرسکتا۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

''یا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں؟ آپ کہہ دیں اپنی دلیل لاؤ، یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر حق نہیں جانتے، چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں۔'' (24)

سوال:﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

﴿لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''یا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں؟ آپ کہہ دیں اپنی دلیل لاؤ، یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر حق نہیں جانتے، چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً﴾ ''یا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں؟'' یعنی مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا بہت سے معبود بنا لئے ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔

(2)﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں اپنی دلیل لاؤ'' اپنے موقف پر دلیل پیش کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی ہے جو عبادت کا حق رکھتا ہے تو قرآن اور ساری آسمانی کتابیں مشرکوں کے خلاف دلائل دے رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(3) مشرک اپنے موقف کی حجت پر کوئی دلیل اور حجت پیش نہیں کر سکتے۔

سوال 2:﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر حق نہیں جانتے، چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ﴾ ''یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں'' یعنی قرآن کریم جس میں شرک کے باطل ہونے پر دلائل ہیں، جس میں عقلی اور نقلی دلیلوں کے ساتھ ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

(2)﴿وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ﴾ ''اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے'' اور پہلی آسمانی کتابیں، تورات، زبور اور انجیل وغیرہ میرے موقف کی صحت پر متفق ہیں۔

(3)﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ﴾ صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، وہ صرف اپنے آباء اور بڑوں کی تقلید کی وجہ سے اپنے موقف پر قائم ہیں اور علم کے بغیر، ہدایت کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں۔

(4)﴿فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں'' یعنی اگر وہ حق کے علم سے محروم ہیں تو اپنے اعراض کی وجہ سے۔ اگر وہ حق کا علم حاصل کرتے تو حق ان پر واضح ہو جاتا۔

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (25)

سوال1:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو''تمام انبیاء علیہم السلام کی مرکزی دعوت توحید رہی ہے،آج تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔رب العزت نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو،چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟(النحل:36)

(2)اگر چاہتے ہو تو تحقیق کرلو۔﴿وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ۚ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا،کیا ہم نے رحمٰن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے؟(الزخرف:45)

(3)سارے انبیاء اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید ہی کی دعوت دینے کے لیے آئے۔

(4)﴿فَاعْبُدُوْنِ﴾چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو،لہٰذا اخلاص کے ساتھ میری عبادت کرو۔

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے کہا رحمٰن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے،وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں۔''(26)

سوال1:﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾''اور اُنہوں نے کہا رحمٰن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے،وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾''اور اُنہوں نے کہا رحمٰن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے''یہاں مشرکین عرب کے غلط عقیدے کی طرف اشارہ ہے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔

(2)مشرکوں کا گمان تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں،رب العزت نے ان کی تردید کرتے ہوئی فرمایا:

(3)﴿سُبْحٰنَهٗ﴾''وہ اس سے پاک ہے۔''وہ تو اولاد سے پاک ہے۔

(4)﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں۔'' فرشتے تو اللہ تعالیٰ کی عزت والی مخلوق ہیں۔ فرشتے تو اس کے غلام ہیں، ہاں فرشتوں کی شان اور مقام بلند ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے فرماں بردار ہیں جو کبھی نافرمانی نہیں کرتے۔

(5) فرشتوں کی عزت وعظمت کا کیا کہنا! قرآن خود جنہیں معزز قرار دے، ان کے اعزاز واکرام کا کیا پوچھنا! (تفسیر ماجدی:292/3)

﴿لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ﴾

''وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔'' (27)

سوال1:﴿لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ﴾ ''وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ﴾ ''وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے'' یہ فرشتوں کی عبودیت کا کمال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے بارے میں کوئی بات نہیں کرتے جب تک کہ وہ خود حکم نہ دے۔

(2)﴿وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں'' یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ کبھی اس کے حکم کی خلاف ورزی کی جرأت نہیں کرتے۔ (3) فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانے میں جلدی کرتے ہیں۔

(4) فرشتے جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کا علم انہیں گھیرے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔

(5) فرشتے کمال درجے کا ادب کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت اور کمال علم سے پوری طرح واقف ہیں۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (۱۰) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (۱۱) يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (۱۲)﴾ ''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ معزز لکھنے والے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' (الانفطار:10۔12)

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾

''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' (28)

سوال1:﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے'' اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ماضی، حال اور مستقبل سے باخبر ہے۔
(2) فرشتے اللہ تعالیٰ کے علم کے احاطے سے نکل نہیں سکتے۔(3) فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی تدبیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔
(4) فرشتے اللہ تعالیٰ سے کسی بات میں سبقت نہیں کرتے۔

سوال2:﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے'' فرشتے اسی کی سفارش کریں گے جس سے اللہ رب العزت راضی ہوگا۔
(2) رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس کی جناب میں سفارش کرے'' (البقرہ:255) (3)﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔'' (سبا:23)
(4) جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اجازت دیتا ہے تب وہ سفارش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی سے راضی ہوتا ہے جس کا عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور محمد ﷺ کی اتباع میں ہو۔
(5)﴿وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾''اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں'' یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔
(6) فرشتے اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے خوف زدہ رہتے ہیں۔ اور اس کے کمال پر وہ دہشت کے مارے سہمے رہتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور ان میں سے جو کہتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں تو اسی کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ظالموں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔''(29)

سوال1:﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾''اور ان میں سے جو کہتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں تو اسی کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ظالموں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے فرشتوں کی الوہیت اور ربوبیت کی نفی کرنے کے بعد واضح فرمایا ہے کہ الوہیت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔
(2) ان میں سے یعنی فرشتوں میں سے فرض کیا کوئی دعویٰ کرتا ہے:﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾''اور ان میں سے جو کہتا

ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں'' کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کا حق رکھتا ہوں۔

(3)﴿فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو اسی کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ظالموں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں'' رب العزت نے فرمایا کہ ایسا دعویٰ کرنے پر ہم اسے جہنم میں جھونک دیں گے۔ اور ظالموں کو تو ہم ایسی سزا دیا کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے ایسا دعویٰ کبھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر وہ دعویٰ کریں تو جہنم میں جھونک دیئے جائیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الزمر:65)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ۔'' وہ کہے گا: ''آپ پاک ہیں، میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا، آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔'' (المائدہ:116)

(6)﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا﴾ ''مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اس کی عبادت سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔'' (النساء:172)

رکوع نمبر 3

﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' (30)

سوال 1:﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں

نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں'' کیا ان لوگوں نے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا؟ وہ دیکھتے تو جان لیتے۔(جامع البیان:20/17)

(2)یعنی جو اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی قدرت، اس کے علم اور اس کی عبادت کے واجب ہونے کا انکار کرتے ہیں، جب کہ اس کا علم، اس کی قدرت اور اس کی حکمت، اس کی علوی و سفلی مخلوقات میں، آسمانوں اور زمین میں ظاہر ہے۔

(3)﴿اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾''کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا'' کیا ان لوگوں نے جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا اور عبودیت کو اس کے لئے خالص کرنے سے انکار کیا ان نشانیوں کو نہیں دیکھا جو عیاں طور پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رب محمود و کریم اور معبود ہے۔ وہ زمین و آسمان کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ان کو ایک دوسرے سے جڑا ہوا پاتے ہیں، آسمان میں کوئی بادل ہوتا ہے نہ بارش، زمین مردہ، بے آب و گیاہ اور بنجر دکھائی دیتی ہے، پھر ہم دونوں کو جدا کر دیتے ہیں، آسمان کو پانی کے ذریعے سے اور زمین کو نباتات کے ذریعے سے۔(تفسیر سعدی:1669/2)

(4)رتق کے معنی دو چیزوں یا کئی چیزوں کا مل کر جڑ جانا اور چسپیدہ ہونا ہے اور ''فتق'' کے معنی ایسی گنڈمڈ شدہ اور جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کر دینا ہے۔(تیسیر القرآن:102/3)

(5)شروع میں آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے تہہ بہ تہہ چمٹے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین کو جدا فرمایا اور سات آسمان بنائے اور سات ہی زمینیں اور دنیاوی آسمان و زمین کے درمیان حد فاصل ہوا بنائی۔

(6)دنیا کے سارے سائنس دان کہتے ہیں کہ وہ کائنات جس میں ہم رہتے ہیں وہ 15 بلین سال پہلے ایک زبردست دھماکے کے بعد وجود میں آئی، جسے عام طور پر Big Bang بڑے دھماکے کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ دھماکہ جس سے بہترین نظام وجود میں آیا اللہ رب العزت کے حکم سے ممکن ہوا۔

سوال2:﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ﴾''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' اس سے مراد یہ ہے کہ پانی زندگی کی بنیاد ہے۔ نباتات، حیوانات اور انسان کی زندگی کی بنیاد پانی بنتا ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جانور کو پانی سے پیدا کیا۔''(النور:45)

(3)﴿اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ ''کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کیسے وہ بادلوں کو وجود میں لاتا ہے پھر اسے مردہ زمین پر لے جاتا ہے، پھر وہاں بارش برساتا ہے۔ حتیٰ کہ وہاں خوش منظر نباتات اگ آتی ہیں۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہی حق ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

سوال 4: آسمان اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے کیسے جدا کیا؟

جواب: آسمان اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے، اپنے حکم، اپنے فیصلے سے جدا کیا۔

﴿وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ﴾

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے اور اس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے تا کہ وہ راہ نمائی پائیں'' (31)

سوال 1: ﴿وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے اور اس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے تا کہ وہ راہ نمائی پائیں۔'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ﴾ ''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے'' پہاڑوں کی تخلیق کا مقصد زمین کو رہنے کے قابل بنانا ہے۔ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین ایک جگہ قرار نہ پکڑ سکتی یوں وہ انسانوں کے لیے مستقر نہ بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو گاڑ کر زمین کو ڈانواں ڈول ہونے سے بچا لیا۔

(2) پہاڑوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی۔'' (لقمان:10)

(3) یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے کمال، اس کی وحدانیت اور رحمت پر دلیل ہے کہ جب زمین میں پہاڑوں کے بغیر ٹھہراؤ نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے سے اس میں ٹھہراؤ پیدا کیا تا کہ وہ بندوں کے ساتھ جھک نہ جائے یعنی زمین میں اضطراب پیدا نہ ہو اور بندے سکون اور کھیتی باڑی کرنے سے محروم نہ رہ جائیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین میں ٹھہراؤ نہ رہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے سے زمین کو ٹھہراؤ عطا کیا تب اس سبب سے بندوں کو جو بہت سے مصالح اور منافع حاصل ہوئے، وہ محتاج وضاحت نہیں۔ چونکہ پہاڑ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور ان میں بہت زیادہ اتصال ہے۔ اگر اسی حالت اتصال میں بڑے بڑے پہاڑ اور بلند چوٹیاں ہوتیں تو بہت سے شہروں کا آپس میں رابطہ نہ رہتا، اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بندوں پر اس کی رحمت ہے کہ اس نے

پہاڑوں کے درمیان راستے بنائے، یعنی آسان راستے جن پر چلنا مشکل نہ ہو، تاکہ وہ اپنی مطلوبہ منزلوں تک پہنچ سکیں اور شاید وہ اسی طرح احسان کرنے والی اس ہستی کی وحدانیت پر اس سے استدلال کر کے راہ ہدایت پالیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1670،1669)

(4) ﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا﴾ ''اور اس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے'' یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے کہ اس نے پہاڑوں کے درمیان آسان راستے بنائے، آسان راستوں پر چلنا مشکل نہیں ہوتا۔

(5) کشادہ راستوں سے مراد دریاؤں کے ساتھ بننے والے راستے اور پہاڑوں کے درمیان درّے ہیں جن کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا آسان ہو گیا۔

(6) ﴿لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ﴾ ''تاکہ لوگ راستہ معلوم کریں'' یعنی اپنے سفر کے مقاصد کے لیے راہ نمائی پائیں۔

(7) ہدایت حاصل کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی معیشت کے لیے اپنی تجارت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکیں۔

﴿وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ﴾

''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔'' (32)

سوال 1: ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا﴾ ''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا'' اللہ تعالیٰ نے زمین پر آسمانی گنبد بنایا ہے۔ اسی لئے رب العزت نے اسے محفوظ چھت فرمایا۔

(2) (i) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو زمین کی چھت بنایا۔ (ii) یہ چھت محفوظ ہے جس کی وجہ سے آسمان زمین پر نہیں گرتے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے شیاطین سے محفوظ کر دیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے آسمان کے ستاروں کو شیطان سے محفوظ کر دیا۔ ﴿وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ﴾ ''اور ہم نے ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی ہے۔'' (الحجر: 17)

(4) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو گرنے سے محفوظ کر دیا۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں۔'' (فاطر: 41)

(5) مزید مقامات پر رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَن تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ''اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے۔'' (الحج: 65) (6) ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ﴾ ''اور اُس کی

نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں۔" (الروم:25)

(7) ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ "اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔" (البقرۃ:255)

(8) اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں ہے فرمایا: ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾ "پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟" (الملک:3)

(8) لیکن لوگ ان نشانیوں سے منہ موڑتے ہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ "اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں" یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سورج، چاند، دن اور رات سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ "آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔" (یوسف:105)

(9) لوگ آسمان کی حیران کن بلندی، کشادگی، ستارے، سیارے اور سورج کی حرکت پر غور و فکر نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے انسانوں کے مصالح پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً موسموں کی تبدیلی، رات اور دن کا آنا، جانا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک مقرر مدت کے لئے بنایا ہے۔ پھر اس وقت کے بعد وہ اسے فنا کر دے گا۔ جس نے انہیں حرکت دی ہے وہ انہیں ساکن کر دے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ "اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔" (یونس:101)

سوال 2: لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں پر غور کیوں نہیں کرتے؟

جواب: (1) لوگ لہو و لعب میں مصروف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر غور و فکر کرنے کا وقت نہیں پاتے۔

(2) لوگ غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونوں پر دھیان نہیں دیتے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾

"اور وہی ہے جس نے رات کو اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا، سب ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔" (33)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ "اور وہی ہے جس نے رات کو اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا، سب ایک مدار میں تیر رہے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ "اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو" دن رات اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیاں ہیں۔ (i) اللہ تعالیٰ نے رات آرام کے لیے بنائی۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے دن کو معاش کے لیے بنایا۔

(iii) اللہ تعالیٰ نے سورج کو دن کی اور چاند کو رات کی نشانی بنایا۔ (iv) اللہ تعالیٰ نے مہینوں اور سالوں کا حساب ان ہی کے ساتھ منسلک کر دیا۔

(2) دن میں روشنی اور ہنگامہ ہوتا ہے، رات میں سکون اور اندھیرا ہوتا ہے۔ کبھی دن بڑے، کبھی راتیں بڑی، کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے دن میں روشنی کے لئے سورج اور رات کے لئے چاند بنایا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ ''بڑا بابرکت ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک چمکتا ہوا چاند بنایا۔'' (الفرقان:61)

(4) ﴿كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ ''سب ایک مدار میں تیر رہے ہیں'' سورج اور چاند اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾ ''سورج اور چاند ایک حساب سے ہیں۔'' (الرحمٰن:5) دونوں کی رفتار اور انداز جدا جدا ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ (الانعام:96)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ ''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔'' (یٰسین:40)

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، سو کیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟'' (34)

سوال 1: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، سو کیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی'' دنیا میں ہمیشہ کی زندگی کسی کو نہیں ملی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (۲۶) وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۲۷)﴾ ''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے، اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو بڑی شان والا اور عزت والا ہے۔'' (الرحمٰن:26-27)

(2) نبی ﷺ کے دشمن کہتے تھے، محمد ﷺ کے بارے میں انتظار کرو۔ تو رب العزت نے جواب دیا:

(3)﴿اَفَاۡئِنۡ مِّتَّ فَهُمُ الۡخٰلِدُوۡنَ﴾ ''سو کیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟'' اے نبی ﷺ آپ اگر دیگر انبیاء کی طرح موت سے ہم کنار ہونے والے ہو تو کیا یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ﴾ ''یقیناً تم بھی مرنے والے ہو اور یقیناً یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔'' (الزمر:30)

(4)﴿كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ اُجُوۡرَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ ؕ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ﴾ ''ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے اور یقیناً تم قیامت کے دن ہی اپنے پورے اجر دیئے جاؤ گے، چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔'' (آل عمران:185)

(5)(i) یہ بات کفار کے جواب میں ہے۔ کفار نبی ﷺ کے بارے میں کہتے تھے کہ ایک دن مرہی جانا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ پہلے بھی کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں ملی۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے موت کے اُصول کو واضح کیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ انسان ہیں اور انسان کے لیے ہمیشگی نہیں لہٰذا یہ کوئی عجیب بات نہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اس بات کا کیا جواب دیا کہ نبی ﷺ نے ایک دن مرہی جانا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اگر نبی ﷺ نے مرجانا ہے تو کیا یہ کہنے والے خود نہیں مریں گے؟

﴿كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ وَنَبۡلُوۡكُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَيۡرِ فِتۡنَةً ؕ وَاِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ﴾

''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم تمہیں اچھی اور بری حالت میں آزماتے ہیں اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے'' (35)

سوال 1:﴿كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ وَنَبۡلُوۡكُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَيۡرِ فِتۡنَةً ؕ وَاِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم تمہیں اچھی اور بری حالت میں آزماتے ہیں اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ﴾ ''ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے'' یعنی کسی کو خواہ کتنی ہی طویل عمر مل جائے، آخر موت کے گھاٹ اترنا ہے۔

(2) سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ میری موت کے آرزو مند ہیں تو کیا اس بارے میں میں ہی اکیلا ہوں؟ یہ وہ ذائقہ نہیں جو کسی کو چھوڑ دے۔ (ابن کثیر:3/401)

(3)﴿وَنَبۡلُوۡكُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَيۡرِ فِتۡنَةً﴾ ''اور ہم تم کو اچھی اور بُری حالت سے آزماتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کبھی نعمتیں عطا کر کے

آزماتے ہیں کہ کون، صحت، مال اور جوانی پر شکر ادا کرتا ہے اور کبھی وہ مصائب میں مبتلا کر کے آزماتا ہے کہ کون فقر، بیماری اور بڑھاپے میں صبر کرتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے انہیں اچھے اور بُرے حالات سے آزمایا تا کہ وہ پلٹ آئیں۔'' (الاعراف:168)

(5) ﴿وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور ہماری طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' پھر تم لوٹ کر تو ہمارے پاس آؤ گے۔ پھر ہم تمہیں تمہارے اعمال کی جزا و سزا دیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (حٰمٓ سجدہ:46)

سوال 2: ''ہر ایک کو مرنا ہے، کسی کو دوام نہیں'' اس اُصول نے انسانوں کی کیسے اصلاح کی ہے؟

جواب: انسانوں کے عقیدے کی اس اصول سے اس طرح اصلاح ہوئی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ دیوتا یا انبیاء یا اولیاء وفات نہیں پاتے اس اصول نے اُن پر واضح کر دیا ہے کہ حیات جاوداں کسی کو حاصل نہیں۔

سوال 4: شکر اور صبر انسان کو کیا دیتے ہیں؟

جواب: شکر اور صبر کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا سیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ انسان سے راضی ہو جاتے ہیں۔

سوال 5: ناشکری اور بے صبری سے انسان کس چیز کا مستحق بنتا ہے؟

جواب: ناشکری اور بے صبری سے انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق بن جاتا ہے۔ انسان سے اُس کا رب ناراض ہو جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کا مذاق ہی بناتے ہیں کہ کیا یہی ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟ حالانکہ وہ خود بھی رحمٰن کے ذکر کا انکار کرنے والے ہیں۔'' (36)

سوال 1: ﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کا مذاق ہی بناتے ہیں کہ کیا یہی ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟ حالانکہ وہ خود بھی رحمٰن کے ذکر کا انکار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں مذاق ہی بنا لیتے ہیں۔''مشرکین جب نبی ﷺ کو دیکھتے تو آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے مثلاً ابوجہل آپ ﷺ کو دیکھتے ہی کہنے لگتا۔ اچھا تو یہ لوگ ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے رہتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا﴾''اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق بنا لیتے ہیں کہ کیا یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟''(الفرقان:41)

(2)﴿اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ﴾''کیا یہی ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟''یعنی یہ وہ شخص ہے جو ہمارے معبودوں کی مذمت کرتا ہے۔اس کی پرواہ نہ کرو۔

(3)وہ کہتے تھے کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟اگر ہم اپنے معبودوں کی عبادت پر جمے نہ رہتے تو یہ ہمیں ہمارے راستے سے ہٹا دیتا۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾''حالانکہ وہ خود رحمٰن کے ذکر کا انکار کرنے والے ہیں''اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے خالق کو نہیں پہچانتے اور رسول پہچان کروانے کے لیے آیا ہے اس کے باوجود یہ اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

(5)سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور مشرکوں کے درمیان میں صلح نامہ لکھ دیجیے،پس نبی ﷺ نے کاتب کو بلایا اور نبی ﷺ نے اس سے فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سہیل نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ کون ہے،لہٰذا آپ یوں لکھوایے:﴿بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ﴾جیسا کہ آپ پہلے لکھا کرتے تھے۔مسلمانوں نے کہا کہ ہم تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھوائیں گے۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ(اس پر اصرار نہ کرو)۔﴿بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ﴾لکھ دو۔''(بخاری:2731)

(6)اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ابتداء میں کس حقارت سے اسلام کو اور نبی ﷺ کو دیکھتے تھے اور کس بے خوفی سے آوازیں کستے تھے! کہتے تھے کہ یہ محمد ﷺ ہے!جو تمہارے بتوں کی مذمت کرتا ہے۔مگر ایک وقت آپہنچا جب کہ ان کو نبی ﷺ کی عظمت کا سچا احساس ہوا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ جس کو ہم حقارت سے دیکھتے تھے وہ کائنات میں سب سے بڑا انسان ہے۔(تفسیر سراج البیان:776/3)

سوال 2:کافر رحمٰن کے ذکر کا کیوں انکار کرتے ہیں؟

جواب:کافر اپنی جہالت،ضد،تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے رحمٰن کا انکار کرتے ہیں۔

﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ﴾

''انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے، میں جلد ہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سو تم جلدی طلب نہ کرو'' (37)

سوال 1: ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ط سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ﴾ ''انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے، میں جلد ہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سو تم جلدی طلب نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ ''انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے'' انسان کی فطرت میں عجلت اور جلد بازی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالْخَیْرِ ط وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا﴾ ''اور انسان شر کے لیے بھی ویسے ہی دُعا کرتا ہے جیسے اس کی بھلائی کی دعا ہوتی ہے۔ اور انسان ہمیشہ سے بڑا ہی جلد باز ہے۔'' (بنی اسرائیل:11)

(2) رب العزت نے کفار کا قول نقل کیا ہے: ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''اور جب اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

(3) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے عذاب کے مطالبے پر انسان کی جلد باز فطرت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان چونکہ جلد باز ہے اس لیے وہ عذاب کے مطالبے میں بھی جلدی کرتا ہے۔

(4) کفار نزول عذاب کے لئے جلدی مچاتے تھے۔

(5) اہل ایمان بھی یہ کہتے تھے کہ کفار پر عذاب بھیجنے میں دیر کر دی گئی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: (فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ) پھر جب اُن کا وقت آ جاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ (الاعراف:34)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے ایک آدمی اشج رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، ایک حلم و بردباری اور دوسری جلد بازی نہ کرنا۔'' (مسلم:17/25)

(7) ﴿سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ﴾ ''میں جلد ہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سو تم جلدی طلب نہ کرو۔'' (i) یہاں نشانیوں سے مراد عذاب بھی ہو سکتا ہے۔ (ii) ان سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سچائی کے دلائل بھی ہو سکتے ہیں۔

(8) یعنی جس نے میری نافرمانی کی میں اس سے انتقام لینے کے لئے نشانیاں دکھاؤں گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا ط اَفَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے آ رہے ہیں؟ تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' (الانبیاء:44)

(9) رب العزت نے فرمایا جلدی نہ کرو: ﴿وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ ط وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَھُمُ الْعَذَابُ ط

وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ”اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔“ (العنکبوت:53)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے یہاں انسان کی جلدی بازی کا تذکرہ کس حوالے سے کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے عذاب کے مطالبے پر انسان کی جلد بازفطرت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان چونکہ جلد باز ہے اس لیے وہ عذاب کے مطالبے میں بھی جلدی کرتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے عذاب کے مطالبے پر کیا جواب دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جلدی نہ کرو عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

”اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟“ (38)

سوال1: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ”اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟“ کافر کہتے تھے کہ اگر سچے ہو تو عذاب کا وعدہ پورا کرو۔

(2) وہ اس لئے یہ بات کہتے تھے کہ ابھی سزا مقرر نہیں ہوئی تھی اور ابھی عذاب نازل نہیں ہوا تھا۔

﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾

”کاش! جن لوگوں نے کفر کیا وہ جان پائیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی“ (39)

سوال1: ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ”کاش! جن لوگوں نے کفر کیا وہ جان پائیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ”کاش! جن لوگوں نے کفر کیا وہ جان پائیں“ یعنی کافر اگر جان لیتے:

(2)﴿حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ﴾ ''جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے'' یعنی جب عذاب چھا جائے گا تو وہ اپنے جسموں سے آگ اور عذاب کو ہٹا نہ سکیں گے۔

(3)اللہ رب العزت نے کئی مقامات پر اس آگ کا ذکر فرمایا ہے:﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ط ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ط يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی۔ یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو۔'' (الزمر:16)

(4)﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔ (المومنون:104)

(5)﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ''ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔'' (ابراہیم:50)

(6)﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ج اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکہف:29)

(7)﴿وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔'' یعنی وہ نہ کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے، نہ وہ خود کسی کی مدد کر سکیں گے۔

﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾

''بلکہ وہ اچانک ان پر آ جائے گی چنانچہ انہیں بدحواس کر دے گی پھر وہ اسے دفع کرنے کی طاقت نہ رکھیں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔'' (40)

سوال1:﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ اچانک ان پر آ جائے گی چنانچہ انہیں بدحواس کر دے گی پھر وہ اسے دفع کرنے کی طاقت نہ رکھیں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً﴾ ''بلکہ وہ اچانک ان پر آ جائے گی'' یعنی جہنم کی آگ انہیں اچانک دبوچ لے گی۔

(2)﴿فَتَبْهَتُهُمْ﴾ ''چنانچہ انہیں بدحواس کر دے گی'' یعنی ناگہانی آفت سے وہ گھبرا جائیں گے، دہشت زدہ ہو جائیں گے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے انسان کو خطرے کا احساس دلایا ہے کہ آپ کسی لمحے بھی خطرے سے باہر نہیں ہیں۔

(4)﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا﴾ ''پھر وہ اسے دفع کرنے کی طاقت نہ رکھیں'' اس عذاب کو دور کرنے کی ان کے پاس کوئی تدبیر نہیں ہو گی، وہ عاجز اور کمزور ہوں گے۔

(5)﴿وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ﴾ ''اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی'' یعنی انہیں مہلت نہیں دی جائے گی، ان کے لئے عذاب کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔

(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم ہوگی اور آدمی اونٹنی کا دودھ نکال رہا ہوگا اور برتن اُس کے منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور دو آدمی کپڑے کی خرید وفروخت کر رہے ہوں گے اور ان کی خرید وفروخت مکمل ہونے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی آدمی اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا اور وہ اس سے دُور نہ ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔'' (بخاری:6505)

سوال2: قیامت کے اچانک آجانے سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا احساس دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو خطرے کا احساس دلایا ہے کہ آپ کسی لمحے بھی خطرے سے باہر نہیں ہیں۔

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اُڑایا گیا تو اُن میں سے جن لوگوں نے مذاق اُڑایا تھا انہیں اسی نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' (41)

سوال1: ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اُڑایا گیا تو اُن میں سے جن لوگوں نے مذاق اُڑایا تھا انہیں اسی نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اُڑایا گیا'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ کو جھٹلانے کا معاملہ نیا نہیں ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے رسولوں کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا تھا۔

(2)﴿فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ''تو اُن میں سے جن لوگوں نے مذاق اُڑایا تھا انہیں اسی نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' جس عذاب کو وہ بعید از قیاس سمجھتے تھے اس نے انہیں آگھیرا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اُس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آگئی۔'' (الانعام:34)

(3)مذاق اڑانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو ان کے سارے اسباب کٹ گئے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

سوال3: رسولوں نے مذاق اُڑانے پر کیا ردعمل ظاہر کیا؟

جواب: رسولوں نے تکلیفوں پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی۔

سوال4: کفار کو رسولوں کا مذاق اُڑانے پر کیا تنبیہ کی گئی؟

جواب: کفار کو یہ تنبیہ کی گئی کہ ہنسی اُڑانے والوں کو اُسی چیز نے گھیر لیا جس کی وہ ہنسی اُڑاتے تھے۔

رکوع نمبر:4

﴿قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کون ہے جو رات کو اور دن کو تمہیں رحمٰن سے بچا سکتا ہے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں۔(42)''

سوال1: ﴿قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کون ہے جو رات کو اور دن کو تمہیں رحمٰن سے بچا سکتا ہے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے ان انسانوں کی بے بسی کو ان کے سامنے رکھا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رات دن اپنی نعمتوں اور رحمتوں کی بارش کر رہا ہے۔

(2)﴿قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں کون ہے جو بچا سکتا ہے'' یعنی یہ بتاؤ تمہاری حفاظت اور نگرانی کون کرتا ہے؟

(3)﴿بِالَّيْلِ﴾ ''رات کو'' یعنی جب تم آرام کر رہے ہوتے ہو۔

(4)﴿وَالنَّهَارِ﴾ ''اور دن کو'' یعنی جب تم اپنی روزی کے حصول کے لیے مصروف ہو جاتے ہو؟

(5)﴿مِنَ الرَّحْمٰنِ﴾ ''رحمٰن سے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو تمہاری حفاظت کرتا ہو۔

(6)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (یونس:107)

(7)﴿بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ اپنے رب کی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں۔'' یعنی قرآن اور اللہ تعالیٰ

کی نصیحت سے وہ منہ موڑتے ہیں ان سے سبق نہیں لیتے۔(8) اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ رات اور دن میں کون ہے جو تمہاری حفاظت کرتا ہے؟ تمہارے کام تو ایسے ہیں کہ کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کی عذاب کی پکڑ میں آسکتے ہو پھر رحمٰن کے سوا اور بھی ہے جو تمہاری حفاظت کرے؟ جب اور کوئی نہیں تو سوچو کہ آخر کس وجہ سے اس کے ذکر سے منہ پھیرے ہوئے ہیں؟

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾ ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ایک وقت مقررہ کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہیں جس سے اُنہیں ڈرایا گیا ہے۔(الاحقاف:3)

(10) اگر وہ نصیحت قبول کرتے تو انہیں توفیق دے دی جاتی، ہدایت سے نواز دیا جاتا۔

﴿اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ﴾

''یا ہمارے سوا ان کے معبود ہیں جو انہیں بچاتے ہیں؟ وہ تو اپنی جانوں کی مدد کی بھی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی ہماری جانب سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے۔(43)''

سوال1: ﴿اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ﴾ ''یا ہمارے سوا ان کے معبود ہیں جو انہیں بچاتے ہیں؟ وہ تو اپنی جانوں کی مدد کی بھی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی ہماری جانب سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا﴾ ''یا ہمارے سوا ان کے معبود ہیں جو انہیں بچاتے ہیں؟'' رب العزت نے سوال کیا ہے کہ کیا تمہارے خود ساختہ معبودوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مصائب سے بچائے اور ان کی حفاظت کرے؟

(2) ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''وہ تو اپنی جانوں کی مدد کی بھی طاقت نہیں رکھتے'' تمہارے خود ساختہ معبود اپنی مدد کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔

(3) ﴿وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی ہماری جانب سے ان کا ساتھ دیا جاتا ہے'' یعنی خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ پناہ دی جاتی ہے، نہ ان کی مدد کی جاتی ہے۔ انہیں تو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے وہ نہ خود کو نفع پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں نہ نقصان دور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

(4)(i) اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجھوڑا ہے کہ کیا کوئی اور معبود ہے جو تمہیں مصیبتوں سے بچا سکتا ہو؟ انسان اس سوال پر حیرت زدہ رہ

جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایسا کوئی نہیں۔(ii) تب اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ دیکھو کوئی اپنی مدد کی طاقت بھی نہیں رکھتا۔ جب غیر اللہ کے بے زور ہونے کو سامنے رکھا جاتا ہے تب شک کا آخری کانٹا بھی نکال دیا جاتا ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی نہیں دیا جاتا پھر خود بتاؤ جو اپنے لیے کچھ کرنے کے قابل نہ ہو، جس کی رب مدد نہ کرے وہ مصیبتوں کو کہاں سے دور کر سکتا ہے اور وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟

(5)﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔'' (الانبیاء:98)

(6)﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پہ رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' (الزمر:38)

﴿بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾

''بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو سامانِ حیات دیا یہاں تک کہ ان کی عمریں لمبی ہو گئیں تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے آ رہے ہیں؟ تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' (44)

سوال 1: ﴿بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ ''بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو سامانِ حیات دیا یہاں تک کہ ان کی عمریں لمبی ہو گئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو سامانِ حیات دیا یہاں تک کہ ان کی عمریں لمبی ہو گئیں۔'' مشرکوں کو جس چیز نے گمراہی پر آمادہ کیا تھا وہ یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے لمبی عمریں عطا کی تھیں۔ وہ لہو و لعب میں اور مال اور اولاد سے نفع اٹھانے میں مشغول ہو گئے۔ پھر جب طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور سرکشی بڑھ گئی اگر وہ ہلاک ہونے والی قوموں کے فریب میں مبتلا ہونے کو سمجھ لیتے تو اتنے سرکش نہ ہوتے۔

سوال 2: جو چیز کفر اور شرک پر جمے رہنے کا باعث بنی وہ کیا تھی؟

جواب: مال اور اولاد جن کی وجہ سے وہ ان مقاصد کو چھوڑ بیٹھے جن کے لیے انہیں پیدا کیا گیا تھا۔ لہو ولعب کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو گئے۔

سوال 3: ﴿اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے آ رہے ہیں؟ تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے آ رہے ہیں؟ تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں'' اس سے مراد سرزمین میں کفر کا گھٹنا ہے۔ یعنی کفر کے لیے دائرہ تنگ ہو رہا ہے اور اسلام کے لیے یہی دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ کفر کے پاؤں تلے سے زمین کھسک رہی ہے اور اسلام کی فتوحات بڑھ رہی ہیں۔

(2) یعنی ہم زمین کو اہل زمین کی موت اور ان کو فنا کرنے کے ذریعے آہستہ آہستہ کم کر رہے ہیں یہاں تک کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی زمین اور زمین کے رہنے والوں کا وارث ہوگا اور وہ بہترین وارث ہے۔ اگر وہ اپنی اس حالت کو دیکھیں تو کبھی فریب میں مبتلا نہ ہوں اور کبھی اپنے کفر و شرک کے موجودہ رویے پر جمے نہ رہیں۔ (تفسیر سعدی: 1675/2)

(3) ﴿اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہی غالب آنے والے ہیں؟'' جو اپنے زور سے اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کو روک سکتے ہوں اور اپنی طاقت سے موت سے بچ سکتے ہوں؟ کیا یہ ان کا وصف ہے کہ جس کی بنا پر وہ طول بقاء کے فریب میں مبتلا ہیں؟ یا ان کی حالت یہ ہے کہ جب ان کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے ان کے رب کا فرشتہ ان کے پاس آئے گا تو اس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور ادنیٰ سی مزاحمت پر بھی قادر نہ ہوں گے؟ (تفسیر سعدی: 1675/2)

(4) اللہ تعالیٰ نے غالب ہونے کا سوال اس لیے کیا ہے کہ یہ تمہاری سمجھ کی کجی ہے کہ تم کفر کو سمتا دیکھ کر بھی اسے غالب سمجھو حالانکہ وہ مغلوب ہے۔ اس کو مفتوح دیکھ کر بھی فاتح سمجھو حالانکہ وہ معزز نہیں، اب ذلت و خواری اس کا مقدر ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ زندگی کی عیش و آرام میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو کیسے بیدار کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زندگی کا تھوڑا عیش و آرام پا کر تمہیں لگا کہ عمر اچھی گزر گئی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اصول مہلت کے تحت ہوا ہے اس سے یہ دھوکہ نہ کھاؤ کہ صحیح راستے پر ہو۔

﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ ۫ وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں میں تو وحی کے ذریعے ہی تمہیں ڈراتا ہوں اور بہرے پکار نہیں سنتے جب کبھی انہیں خبردار کیا جاتا ہے۔ (45)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ ۫ وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں میں تو وحی کے ذریعے ہی تمہیں ڈراتا ہوں اور بہرے پکار نہیں سنتے جب کبھی انہیں خبردار کیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُل﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اے محمد! آپ لوگوں سے کہہ دیں۔

(2)﴿اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ﴾ ''میں تو وحی کے ذریعے ہی تمہیں ڈراتا ہوں'' یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اس کے ذریعے عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔ اگر تم میری دعوت قبول کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہو گے۔ وہ اس پر تمہیں جزا دے گا اور اگر تم مخالفت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرو گے، وہ تمہیں اس کی سزا دے گا۔ میرے ہاتھ میں اختیار نہیں، اختیار تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(3)﴿وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ﴾ ''اور بہرے پکار نہیں سنتے جب کبھی انہیں خبردار کیا جاتا ہے'' بہرے کو آواز سنائی نہیں جا سکتی۔ آواز تو تبھی سنی جا سکتی ہے جب کوئی سننا قبول کرے۔ جس کا دل اندھا ہو جائے، اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ جس کے دل اور کانوں پر مہر لگ چکی ہو اس کو میری نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی۔ بہروں کو ڈرانے سے فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ سنتے ہی نہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے، وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے۔'' (البقرۃ:171)

(5)﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور بہرے گونگے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔'' (الانفال:22)

سوال 2: قرآن مجید کی نصیحت کا کس پر اثر نہیں ہوتا؟

جواب: جن لوگوں کے کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حق سننے سے بہرہ کر دیا ہو، جن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہو، جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہو اُن پر قرآن کی نصیحت سننے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

سوال 3: قرآن مجید سنا کر نصیحت کیوں کی جاتی ہے؟

جواب:(1) نصیحت کرنا ذمہ داری ہے۔ (2) نبی اس ذمہ داری پر رب کی طرف سے فائز ہوتا ہے۔

(3) امت کے ہر فرد پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہے۔ (4) نصیحت کرنے سے لوگ کفر سے پلٹ سکتے ہیں اس لیے نصیحت کرنا ضروری ہے۔

﴿وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ کے رب کے عذاب کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی انہیں چھو جائے تو وہ ضرور کہنے لگیں ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔(46)''

سوال1:﴿وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾''اور یقیناً اگر آپ کے رب کے عذاب کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی انہیں چھو جائے تو وہ ضرور کہنے لگیں ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ﴾''اور یقیناً اگر آپ کے رب کے عذاب کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی انہیں چھو جائے'' اگر وحی کو جھٹلانے والوں پر عذاب کا ایک ہلکا سا جھٹکا بھی آ جائے تو اپنے گناہوں اور ظلم کا اعتراف کر لیں گے۔

(2)﴿لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾''تو وہ ضرور کہنے لگیں ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے'' وہ عذاب کو محسوس کرتے ہی پکارنے لگیں گے، ہائے ہماری بربادی! ہم تباہ ہو گئے، ہائے ہم نے ظلم کیا۔ ان کی پکار ان کے ظلم کا اعتراف ہو گی۔

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾

''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' (47)

سوال1:﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہو گا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے'' اللہ رب العزت نے اپنے عدل کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن وہ عدل کے ساتھ فیصلے کرے گا۔

(2) اس دن ایسے ترازو قائم کیے جائیں گے جن پر ذروں کا بھی وزن ہو سکے گا۔ وہ ترازو اعمال کا وزن کریں گے۔

(3)﴿فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا﴾''پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا'' یعنی کسی پر بھی ظلم نہیں ہو گا خواہ کوئی مرد ہو یا عورت، نیک ہو یا بد، مسلمان ہو یا کافر۔(4) یعنی کسی شخص کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی نہ کسی شخص کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہو گا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب

کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

سوال 2: ﴿وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾ ''اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہو گا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾ ''اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' کسی کا عمل اگر رائی کے دانے کے برابر ہو گا خواہ وہ نیک عمل ہو یا عمل شر۔

(2) ﴿اَتَيْنَا بِهَا﴾ ''تو ہم اُسے لے آئیں گے'' ہم اس عمل کو لے آئیں گے یعنی کسی کا عمل ضائع نہیں ہو گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ ''یقیناً ہم نے تمہیں اُس عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو قریب ہی ہے، جس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور کافر کہے گا: ''اے کاش میں مٹی ہوتا!'' (النباء:40)

(4) ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:8,7)

(5) ﴿وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾ ''اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' اللہ تعالیٰ حساب لینے والا کافی ہے۔ اس نے حساب کے لیے بندوں کے اعمال کا ریکارڈ تیار کروایا ہے۔ ہر انسان کے اعمال دو معزز فرشتے لکھتے ہیں۔ وہ ذاتی طور پر ہر ایک کے اعمال کا علم رکھتا ہے۔ وہ ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق جزا عطا کرے گا۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو کلمے، جو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں (از روئے ثواب) بھاری ہیں (وہ یہ ہیں): ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ (میں اللہ تعالیٰ کی تمام عیوب و نقائص سے) پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف و تحمید کرتا ہوں۔ بے شک وہ باعظمت اللہ (تمام عیوب و نقائص سے) پاک ہے۔ (بخاری:7563)

(7) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے میری امت کے ایک شخص کی پکار ہو گی اور اس کے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے۔ ہر دفتر اتنا لمبا ہو گا کہ جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس میں جو تیرے گناہ لکھے ہیں تو ان میں سے کسی کا منکر ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں اے مالک۔ پروردگار فرمائے گا: کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے تیرے اوپر کچھ ظلم کیا؟ پھر فرمائے گا: اچھا تیرے پاس کچھ عذر ہے، اچھا تیرے پاس کچھ نیکی بھی ہے؟ وہ ڈر جائے گا اور کہے گا نہیں میرے مالک میرے پاس کوئی نیکی نہیں ہے۔ پروردگار فرمائے گا: نہیں کئی نیکیاں تیری ہمارے پاس ہیں اور آج کے دن تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا اس میں ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ لکھا ہوگا وہ بندہ عرض کرے گا اے مالک ان دفتروں کے سامنے بھلا یہ پرچہ کیا کام آئے گا؟ پروردگا فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں ہوسکتا۔ پھر وہ سب دفتر (ترازو کے) ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ ایک پرچہ ایک پلڑے میں۔ وہ سارے دفتر اٹھ جائیں گے اور پرچہ بھاری ہوگا۔ (ابن ماجہ:4300)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ''جہاد کے لئے'' گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب ولید سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں ہوگا اور سب پر اس کو ثواب ملے گا۔'' (صحیح بخاری:2853)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بہت موٹا آدمی لایا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی اہمیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگی، یہ آیت پڑھ لو: ''پس ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔'' (مسلم:7045)

سوال 3: انسانی اعمال کا کوئی مادی وجود تو ہے نہیں پھر وزن کیسے ہوگا؟

جواب: (1) انسانی اعمال کے مجسم ہونے کا تذکرہ حدیث میں ملتا ہے مثلاً قرآن مجید کا ایک نوجوان کی شکل میں آنا اور یہ کہنا کہ میں قرآن ہوں جسے تو راتوں میں قیام اللیل میں بیدار رہ کر اور دن کو پیاسا رہ کر پڑھتا تھا۔ (مسند احمد:348/5) (2) مومن کی قبر میں عمل صالح ایک خوش رنگ اور معزز نوجوان کی شکل میں آئے گا اور کافر اور منافق کے پاس اس کی برعکس حالت میں۔ (مسند احمد: 287/5)

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو متقیوں کے لئے فرقان اور روشنی اور ذکر عطا کیا'' (48)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو متقیوں کے لئے فرقان اور روشنی اور ذکر عطا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو متقیوں کے لئے فرقان اور روشنی اور ذکر عطا کیا'' اللہ رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ پر نازل ہونے والی کتابوں کی خصوصیات کا اکٹھے ذکر فرمایا ہے۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رب العزت نے کتاب عطا فرمائی اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا تابع بنایا۔

(3) ﴿الْفُرْقَانَ﴾ آسمانی کتابوں کی اہم خصوصیت بیان فرمائی ہے۔ خاص طور پر تورات کی۔ فرقان سے مراد حق اور باطل میں فرق کرنے والی یعنی تورات میں ایسے احکامات ہیں جن سے حلال وحرام کی وضاحت ہوتی ہے، جن سے ہدایت اور گمراہی میں، حق اور باطل میں فرق نمایاں ہوتا ہے۔

(4)﴿وَضِيَآءً﴾ ''اور روشنی'' آسمانی کتابوں میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جن سے دلوں میں ہدایت کی روشنی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرواتی ہیں۔(5)﴿وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور متقیوں کے لئے ذکر'' متقی اس کتاب سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ آسمانی کتابوں کی تیسری بڑی خصوصیت ہے کہ وہ نصیحت ہیں۔

(6) نصیحت کو متقین کے ساتھ اس لیے خاص کیا گیا کیونکہ وہی اس وحی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ اس کا علم حاصل کرتے ہیں، ان کا دل پگھلتا ہے تو وہ اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کے احکامات پر یقین رکھنے کی وجہ سے وہ اس پیغام کو دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی کتاب کن لوگوں کے لیے نصیحت بنتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب اُن کے لیے نصیحت بنتی ہے جو اس کی طرف توجہ کریں۔

﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ﴾

''وہ لوگ جو بن دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور وہی قیامت سے ڈرنے والے ہیں'' (49)

سوال 1: ﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ﴾ ''وہ لوگ جو بن دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور وہی قیامت سے ڈرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ ''وہ لوگ جو بن دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کو دیکھتے نہیں مگر اس سے ڈرتے ہیں اور جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے بچتے ہیں، حرام سے اجتناب کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:

﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ (۳۳) ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (۳۴) لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ (۳۵) وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ط هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (۳۶) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ (۳۷) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ق صلے وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (۳۸) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (۳۹) وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (۴۰) وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (۴۱) يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ (۴۲) اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ (۴۳) يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ط ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ (۴۴)﴾ ''جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لایا۔ (ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہی ابدی زندگی کا دن ہے۔ اُن کے لیے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔ اور ہم نے اُن سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کر دیا جو پکڑنے میں اُن سے زیادہ سخت تھیں چنانچہ وہ شہروں میں ڈھونڈتے

ہی رہ گئے کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے؟ بلاشبہ اس میں ہر اُس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو۔ اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں سو اس پر صبر کرو اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے۔ اور رات کے کچھ حصے میں بھی اور سجدوں کے بعد بھی اُس کی تسبیح کرو۔ اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا۔ جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے، وہی نکلنے کا دن ہوگا۔ یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے۔'' (ق:33۔44)

(2)﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ ''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔'' (الملک:12)

(3)﴿وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ﴾ ''اور وہی قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔'' وہ قیامت سے ڈرتے رہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے رب کی معرفت رکھتے ہیں۔ (4) وہ، اپنے رب کی کامل معرفت حاصل ہونے کی بنا پر، قیامت کی گھڑی سے ڈرتے ہیں۔ پس انہوں نے احسان اور خوفِ الٰہی کو یکجا کر کے اپنے اندر سمو لیا۔ (تفسیر سعدی:1678/2)

سوال 2: کتاب ہدایت سے فائدہ اُٹھانے والوں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: (1) رب سے بن دیکھے خوف کھانے والے۔ (2) قیامت کے تصور سے کانپنے والے۔

﴿وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُونَ﴾

''اور یہ بڑا بابرکت ذکر ہے، ہم نے اسے نازل کیا ہے تو کیا تم اس کے منکر ہو؟'' (50)

سوال 1: ﴿وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُونَ﴾ ''اور یہ بڑا بابرکت ذکر ہے، ہم نے اسے نازل کیا ہے تو کیا تم اس کے منکر ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهَٰذَا﴾ اور یہ قرآن مجید۔

(2) ﴿ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ﴾ ''بڑا بابرکت ذکر ہے، ہم نے اسے نازل کیا ہے'' یعنی قرآن مجید مبارک ذکر ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ وہ کثیر بھلائیاں رکھنے والی اور برکتوں والی کتاب ہے کیونکہ اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (١٥٥)﴾ ''اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ

تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔" (الانعام:155)

(3)﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ "اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے، اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کر دیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں۔" (الانعام:92)

(4)﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ "یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور و فکر کریں اور تا کہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔" (ص:29)

(5) اس کتاب کو دو جلیل القدر اوصاف سے موسوم کیا ہے۔ قرآن حکیم "ذکر" ہے۔ تمام مطالب میں قرآن سے نصیحت حاصل کی جاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور اس کے افعال، اس کے انبیاء و اولیاء کی صفات اور احکام جزا، جنت اور جہنم کی معرفت حاصل ہوتی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اس لئے بھی "ذکر" کہا ہے کہ قرآن اخبار صادقہ کی تصدیق، ان امور کا حکم دینا جو عقلاً حسن ہیں اور ان امور سے روکنا جو عقلاً قبیح ہیں، جیسی صفات کو جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل و فطرت میں ودیعت کر رکھی ہیں ان کی یاد دہانی کراتا ہے۔

(6) قرآن کریم کا "مبارک" (یعنی بابرکت) ہونا اس میں بھلائی کی کثرت، بھلائی کی نشوونما اور اس میں اضافے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی چیز بابرکت نہیں کیونکہ ہر بھلائی، ہر نعمت، دینی، دنیاوی اور اخروی امور میں ہر اضافہ اسی کے سبب سے ہے اور اس پر عمل کے آثار ہیں۔ (تفسیر سعدی:1678/2)

(7)﴿اَنْزَلْنٰهُ﴾ "ہم نے اسے نازل کیا ہے" یعنی محمد ﷺ پر۔ رب العزت نے فرمایا ہے:﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ "بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔" (الفرقان:1)

(8)﴿اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ "تو کیا تم اس کے منکر ہو؟" یعنی قرآن بابرکت نصیحت ہے۔ اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے، اس کے الفاظ اور معانی سیکھ کر برکت حاصل کرنا واجب ہے۔ اس کے مقابلے میں قرآن مجید سے منہ پھیرنا اور ایمان نہ لانا سب سے بڑا کفر ہے، یہ ظلم ہے، جہالت ہے۔ اللہ رب العزت نے کتاب کی خصوصیات بیان کر کے سوال کیا ہے کہ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو؟

سوال 2: قرآن حکیم سے منہ موڑنے والوں کے شعور کو کیسے بیدار کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو احساس دلایا ہے: (1) یہ برکت والا ذکر ہے۔ (2) اس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ تمہارا حصہ اتنا ہی

ہے کہ تم اس کا انکار کرتے ہو؟

رکوع نمبر:5

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ ط عٰلِمِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اُس کی سمجھ بوجھ عطا کی تھی اور ہم ہی اسے جاننے والے تھے۔''(51)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ ط عٰلِمِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اس کی سمجھ بوجھ عطا کی تھی اور ہم ہی اسے جاننے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ابراہیم کو اس کی سمجھ بوجھ عطا کی تھی'' رشد سے مراد ہوش مندی ہے۔ یہ عقل کے ذریعے ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی صفت ہے۔

(2)﴿مِنْ قَبْلُ﴾''اس سے پہلے'' یعنی تورات اور قرآن سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کی بادشاہت کا مشاہدہ کروا کے رشد و ہدایت عطا کی۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کم سنی میں ہی ہدایت دی گئی۔

(4)(i) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اگرچہ مشرکانہ ماحول میں پلے بڑھے لیکن اس کے اثرات قبول نہیں کیے۔(ii) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عقل سے غور و فکر کر کے اپنے رب کو پہچانا۔(iii) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بت پرستانہ ماحول میں رہنے کے باوجود کائنات پر غور و فکر کر کے پالیا۔(iv) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستانہ ماحول میں، جہاں عزت اور ترقی شرک سے وابستہ تھی، کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں کی۔(v) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہر قسم کی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر اپنی قوم پر تنقید کی اور ان کے سامنے حق کا اعلان کیا۔ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہوش مندی کی علامات ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ط نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ط اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں، بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(الانعام:83)

(6)﴿وَ كُنَّا بِهٖ ط عٰلِمِيْنَ﴾''اور ہم ہی اسے جاننے والے تھے'' یعنی ہمیں ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خوب علم ہے، ہم اس کی صلاحیت کو جانتے تھے کہ وہ کمال درجے کی ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔

(7) یعنی ابراہیم علیہ السلام یقین والے، اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے، اس کی توحید پر یقین رکھنے والے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے

والے، عمدہ صفات اور اخلاق کریم رکھنے والے تھے۔ (تفسیر مراغی: 177/6)

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾

''جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا: ''کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے لیے تم جم کر بیٹھنے والے ہو؟'' (52)

سوال 1: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ ''جب اُس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا: ''کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے لیے تم جم کر بیٹھنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ﴾ ''جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا'' رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم اور اپنے والد کے ساتھ مباحثہ کا ذکر فرمایا ہے کہ کیسے انہوں نے شرک سے روکا اور ان پر حجت قائم کی۔

(2) ﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ ''کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے لیے تم جم کر بیٹھنے والے ہو؟'' تماثیل جمع ہے تِمْثَالٌ کی اور اس کا مطلب ہے کسی چیز کی ہو بہو نقل، کسی کاغذ پر یا دیوار پر کسی کی تصویر، پتھر کا مجسمہ وغیرہ۔ یہاں اس سے مراد وہ بت ہیں جن کی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم پرستش کرتی تھی۔

(3) عاکف کسی چیز پر جم کر بیٹھ رہنے والے، کسی چیز پر جھکنے والے، کسی چیز کو لازم پکڑنے والے کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو بتوں کی عبادت اور تعظیم کے لیے جم کر بیٹھنے والا، بتوں کے ٹھکانوں پر مجاور بن کر بیٹھنے والا ہے۔

(4) یعنی یہ گھڑے ہوئے پتھر کے بت ہیں جن کے سامنے تم عبادت کرتے ہو؟ ان میں آخر کون سی فضیلت ہے؟ تم نے اپنی زندگی کو بتوں کی عبادت کر کے برباد کر دیا۔ تم ایک چیز گھڑتے ہو اور پھر اسے خدا بنا کر پوجتے ہو؟

﴿قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرنے والا پایا ہے'' (53)

سوال 1: ﴿قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرنے والا پایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''انہوں نے کہا: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرنے والا پایا ہے'' ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور ان کے والد نے عاجز ہو کر جواب دیا کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہیں۔

(2) یہ اندھی تقلید ہے جو سوچ اور عقل کے منجمد ہونے کی دلیل ہے۔ جب انسان کی عقل کام نہیں کرتی تو انسان لکیر کا فقیر بن جاتا ہے۔ جب

انسان ایمان لے آتا ہے تو عقل اور فکر کو آزادی مل جاتی ہے کیونکہ ایمان انسان کو ہر صورت حال کا حقیقی جائزہ لینے کی تعلیم دیتا ہے۔ایمان کی وجہ سے انسان ہر عمل کا حقیقی وزن کرنے کے قابل ہو جاتا ہے یوں عقل کی قوت درست کام کرنے لگ جاتی ہے۔

سوال 2: عقلی اعتبار سے عقیدۂ توحید اور عقیدۂ شرک میں کیا بنیادی فرق ہے؟

جواب: عقیدہ شرک میں جمود، تقلید، اوہام اور خرافات ہیں۔عقیدہ توحید میں ذہنی آزادی، فکری وسعت اور حق پرستی ہے۔

﴿قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (54)﴾

''ابراہیم نے کہا: ''بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے'' (54)

سوال 1: ﴿قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ابراہیم نے کہا۔(2) ﴿لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادا یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے'' یعنی تم نے جو دلیل دی ہے تاکہ تم گمراہی کے راستے پر چل سکو وہ درست نہیں۔(3) تم اور تمہارے باپ دادا نے توحید چھوڑی اور شرک میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو گئے ہو۔(4) یعنی تم نے حق کا راستہ چھوڑا ہے اور سیدھے راستے سے کترا گئے ہو۔(جامع البیان 17/40)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور ان کے باپ دادا کو گمراہ کیوں قرار دیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور ان کے آباؤ اجداد نے سچائی کو نہ دیکھا آزادانہ سوچ سے فیصلہ نہ کیا۔اعمال کی افادیت نہ دیکھی بس تقلید کی۔تقلید بے جا کی وجہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں گمراہ قرار دیا۔

سوال 3: انسانی اعمال کے بارے میں فیصلہ کرنے والے پیمانے (اقدار) کیسے وجود آتے ہیں؟

جواب: اقدار اللہ تعالیٰ کی جانب سے طے کردہ ہیں۔

﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''کیا تم ہمارے پاس واقعی حق لائے ہو یا تم کھیلنے والوں میں سے ہو؟'' (55)

سوال 1: ﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کیا تم ہمارے پاس واقعی حق لائے ہو یا تم کھیلنے والوں میں سے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ بتاؤ سنجیدگی سے

بات کررہے ہو یا دل لگی کررہے ہو؟

(2)(i) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے پہلے حق کی دعوت سنی ہی نہ تھی اس لیے انہوں نے کہا: یہ مذاق تو نہیں؟ (ii) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم وہم اور تقلید پر چلتی تھی انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ حق کیا ہوتا ہے؟ اس لیے حق کی دعوت انہیں عجیب لگی۔

(3) یعنی کیا وہ بات جو تو نے کہی ہے اور وہ چیز جو تو لے کر آیا ہے، یا تیرا ہمارے ساتھ بات کرنا، کسی دل لگی کرنے والے اور تمسخر اڑانے والے کا بات کرنا ہے جو یہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ پس انہوں نے ان دو امور کی بناء پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بات کو رد کر دیا۔ انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو اس بنا پر رد کر دیا کہ ان کے ہاں یہ بات تسلیم شدہ تھی کہ جو کلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ ایک بے وقوف کا کلام ہے۔ آپ جو بات کہتے ہیں وہ عقل میں نہیں آتی۔ (سعدی: 1681/2)

﴿قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۫ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

''اس نے کہا: ''بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں'' (56)

سوال 1: ﴿قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۫ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ اس نے کہا: ''بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ﴾ ''بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے'' تمہارا رب وہی ہے جو کائنات کا رب ہے جس نے ساری کائنات بنائی۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب کا تعارف کروایا کہ وہ زمین و آسمان کا رب بھی ہے اور پیدا کرنے والا بھی۔ یہ دعوت انہوں نے اس یقین دہانی کی بنیاد پر دی کہ میں اس پر گواہی دیتا ہوں۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ میں تمہارے پاس کھیل تماشا نہیں، حق لے کر آیا ہوں۔ (جامع البیان: 40/17)

(5) ﴿وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور اس پر گواہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا حق رکھتا ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد فرشتوں اور انبیاء کی گواہی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی طرف سے گواہی پیش کی۔

(6) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے عقلی اور نقلی دلیلوں کو جمع کر دیا۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک شخص، حتیٰ کہ وہ خود بھی جنہوں نے ابراہیم

علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا، جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں، فرشتوں، جنوں، جانوروں اور زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے اور وہی ہے جو مختلف الانواع تدابیر کے ساتھ ان کی تدبیر کر رہا ہے۔ پس تمام مخلوق پیدا شدہ، محتاج تدبیر اور زیر تصرف ہے اور جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں وہ بھی اس مخلوق میں داخل ہیں۔ کیا یہ چیز اس شخص کے نزدیک، جو ادنیٰ سی عقل اور تمیز رکھتا ہے مناسب ہے کہ ایک ایسی مخلوق ہستی کی عبادت کی جائے جو کسی کے زیر تصرف ہے، جو کسی نفع ونقصان کی مالک نہیں، جو زندگی اور موت پر قدرت رکھتی ہے نہ دوبارہ زندہ کرنے پر اور خالق، رازق اور مدبر کائنات کی عبادت کو چھوڑ دیا جائے؟ نقلی اور سمعی دلیل وہ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے منقول ہے کہ وہ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ معصوم اور غلطیوں سے پاک ہے اور وہ صرف حق کی خبر دیتا ہے اور دلیل سمعی کی ایک قسم کسی نبی کی گواہی ہے، بنابریں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وانا علی ذلکم یعنی اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل ہے۔ من الشھدین اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بعد کون سی گواہی ہے جو انبیاء ورسل کی گواہی سے افضل ہو خاص طور پر اولوالعزم رسول اور رحمان کے خلیل کی گواہی سے؟ (سعدی: 2/1682/1681)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت موجود نہ تھے پھر انہوں نے گواہی کیسے دی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی تخلیق اور اپنی قوم کی تخلیق پر گواہ تھے اور یہ معاملہ اتنا ثابت شدہ ہے کہ کوئی بھی اس پر گواہی دے سکتا ہے۔

﴿وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾

''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے لیے ضرور ایک خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے'' (57)

سوال 1: ﴿وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے لیے ضرور ایک خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں دلیل کے ذریعے بے بس کر دیا تھا۔ اب وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے خود ساختہ معبودوں کی بے بسی اور ان کی بے اختیاری کا مشاہدہ کروادوں تاکہ وہ خود ان کے بے اختیار ہونے کا اقرار کر لیں۔

(2) ﴿وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ﴾ ''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے لیے ضرور ایک خفیہ تدبیر کروں گا'' یعنی میں تمہاری یقین دہانی کے لئے چال چلوں گا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے براہ راست نہیں کہا لیکن بعد میں ان کی چال بت توڑنے کی صورت میں سامنے آ گئی۔

(3) ﴿بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے'' یعنی جب تم اپنی عید منانے کے لئے میلے میں چلے جاؤ گے۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے بارے میں کیا فیصلہ دیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فیصلے کا ذکر نہیں کیا، بات اُدھوری چھوڑ دی۔

﴿فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ﴾

''پس اس نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سوائے ان کے بڑے کے تا کہ وہ اسی کی جانب رجوع کریں'' (58)

سوال 1: ﴿فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''پس اس نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سوائے ان کے بڑے کے تا کہ وہ اسی کی جانب رجوع کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا﴾ ''پس اس نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا'' جب سب لوگ مل کر چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ﴾ پھر وہ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے اُن پر پل پڑا۔ (الصافات:93)

(2) ﴿اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ﴾ ''سوائے ان کے بڑے کے'' بڑے بت کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خاص مقصد کے لئے چھوڑ دیا۔

(3) ﴿لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ اسی کی جانب رجوع کریں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کو اس لیے چھوڑ دیا تا کہ وہ لوگ اس کی طرف لوٹیں اور سوچیں کہ جب یہ بڑا موجود تھا تو اس نے چھوٹوں کی مدافعت کیوں نہ کی۔ شاید وہ اس طرح بت پرستی پر غور و فکر کریں اور سیدھے راستے پر آ جائیں۔

﴿قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں میں سے ہے'' (59)

سوال 1: ﴿قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا﴾ ''انہوں نے کہا: ''کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے'' جب وہ جشن سے فارغ ہو کر آئے اور بت خانے گئے تو انہوں نے بتوں کو ٹوٹے ہوئے دیکھ کر غصے میں یہ بات کہی۔

(2) ﴿اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں میں سے ہے'' انہوں نے کہا وہ بڑا ظالم ہے جس نے ہمارے بتوں کی توہین کی۔ انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ظالم کہا حالانکہ ظالم تو وہ خود تھے جنہوں نے اپنے خالق اور مالک کو چھوڑ کر پتھر کے معبود بنا رکھے تھے۔

﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ﴾

''لوگوں نے کہا: ''ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے'' (60)

سوال1:﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴾''لوگوں نے کہا:''ہم نے ایک نوجوان کوان کا ذکر کرتے سنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''لوگوں نے کہا:''ہم نے ایک نوجوان کوان کا ذکر کرتے سنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے'' کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ابراہیم ہمارے بتوں کے خلاف باتیں کرتا ہے یہ اسی کا کام ہوسکتا ہے۔(2)یعنی ابراہیم علیہ السلام ہی تھا جو بتوں پر نکتہ چینی کرتا تھا یہ اسی کا کام ہوگا۔

﴿قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ﴾

''انہوں نے کہا:''تو اسے سب کی آنکھوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ گواہ ہوجائیں''(61)

سوال1:﴿قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ﴾''اُنہوں نے کہا:''تو اُسے سب کی آنکھوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ گواہ ہوجائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''انہوں نے کہا:''تو اُسے سب کی آنکھوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ گواہ ہوجائیں''(i)لوگوں نے چاہا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سامنے آئیں تا کہ سب لوگ گواہی دیں کہ انہوں نے بتوں کے خلاف باتیں کرتے دیکھا ہے یا بت توڑتے دیکھا ہے۔(ii)لوگوں نے یہ چاہا کہ سزا ملتی دیکھیں تا کہ لوگ عبرت پکڑیں اور آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔

(2)یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا ہے تو جب اس کی سزا ملے تو سب لوگ موجود ہوں۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے کہ بھرے مجمع میں لوگ حق کا مشاہدہ کریں تا کہ ان پر حجت قائم ہوجائے۔

﴿قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾

''انہوں نے کہا:''اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے؟''(62)

سوال1:﴿قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾''انہوں نے کہا:''اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''انہوں نے کہا:''اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے؟''سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مجمع عام میں بتوں کے بارے میں پوچھا گیا۔

(2)یعنی یہ جو بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا معاملہ ہے یہ تمہارا اقدام ہے؟

﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾

''ابراہیم نے کہا:'' بلکہ اُن کے بڑے نے یہ کیا ہے چنانچہ اگر وہ بولتے ہیں تو اُنہی سے پوچھو'' (63)

سوال 1: ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''ابراہیم نے کہا:'' بلکہ اُن کے بڑے نے یہ کیا ہے چنانچہ اگر وہ بولتے ہیں تو اُنہی سے پوچھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پورے مجمع کے سامنے جواب دیا۔ (2) ﴿بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ ''بلکہ ان کے بڑے نے یہ کیا ہے'' یعنی بڑے بت نے ناراض ہو کر ان کو توڑ ڈالا ہے کیونکہ جب بڑے کی عبادت ہوتی تھی تو چھوٹے بتوں کی بھی عبادت کی جاتی تھی اور بڑا چاہتا تھا کہ صرف اس کی عبادت ہو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے ذریعے حجت قائم کی۔

(3) ﴿فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ اگر وہ بولتے ہیں تو انہی سے پوچھو'' یعنی ٹوٹے بتوں سے پوچھ لو کہ انہیں کیوں توڑا گیا یا بڑے سے پوچھ لو کہ اس نے کیوں توڑا ہے؟ انہیں جواب دینا چاہیے اگر وہ بولتے ہوں۔ یوں ابراہیم علیہ السلام نے یہ ثابت کیا کہ جو بت کلام نہیں کر سکتے وہ نفع پہنچانے یا نقصان سے بچانے میں کیسے مددگار ہو سکتے ہیں؟

(4) ابراہیم علیہ السلام نے تین مرتبہ جھوٹ بولا تھا، دو ان میں سے خالص اللہ عزوجل کی رضا کے لیے تھے۔ ایک تو ان کا فرمانا (بطور توریہ کے) کہ میں بیمار ہوں اور دوسرا ان کا یہ فرمانا کہ ''بلکہ یہ کام تو ان کے بڑے بت نے کیا ہے'' (تیسرا واقعہ یہ ہے کہ) ایک دن ابراہیم علیہ السلام اور سارہ سفر میں تھے کہ ایک ظالم بادشاہ کے شہر (مصر) سے گزر ہوا۔ اسے بتایا گیا، یہاں ایک مرد آیا ہے، جس کے ساتھ ایک حسین ترین خاتون ہے۔ اس نے آپ کو بلا بھیجا اور پوچھا، یہ عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میری بہن ہے'' پھر آپ نے سارہ علیہا السلام کے پاس واپس جا کر فرمایا: ''سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن موجود نہیں، اس نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے اسے بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے، اب میری بات جھٹلا نہ دینا۔'' بادشاہ نے سارہ علیہا السلام کو طلب کر لیا۔ جب آپ اس کے سامنے پیش ہوئیں، تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کو چھونا چاہا تو اسے پکڑ لیا گیا (یعنی حرکت نہ کر سکا) اس نے کہا، میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر، میں تجھے تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ انھوں نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے پھر آپ کو چھونا چاہا تو پہلے سے زیادہ سخت گرفت میں آ گیا۔ اس نے (پھر) کہا، میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے، میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔ آپ نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ تب اس نے اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا، تم میرے پاس کوئی انسان نہیں لائے، تم تو کوئی جن پکڑ لائے ہو۔ اس نے ان کی خدمت کے لیے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کر پیش کر دیا۔ جب سیدہ سارہ علیہا السلام واپس آئیں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے اشارے سے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو ناکام کر دیا اور خدمت کے لیے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام دے دی۔'' (بخاری: 3358)

﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''تو وہ اپنے دلوں کی جانب مائل ہوئے سو انہوں نے کہا: ''یقیناً تم ہی ظالم ہو'' (64)

سوال 1: ﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''تو وہ اپنے دلوں کی جانب مائل ہوئے سو انہوں نے کہا: ''یقیناً تم ہی ظالم ہو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ ''تو وہ اپنے دلوں کی جانب مائل ہوئے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بات پر لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے پہلی مرتبہ یہ محسوس کیا کہ بت پرستی ان کا ظلم ہے اور ان کا مؤقف کمزور ہے۔

(2) ﴿فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''سو انہوں نے کہا: ''یقیناً تم ہی ظالم ہو۔'' (i) لوگوں نے اس لیے ایک دوسرے کو ظالم کہا کہ جو نقصان پہنچانے والے کا ہاتھ نہیں روک سکتے وہ عبادت کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں؟ (ii) ہو سکتا ہے کہ انہوں نے معبودوں کی حفاظت نہ کرنے پر ایک دوسرے کو ظالم کہا ہو۔

(3) یوں ابراہیم علیہ السلام کا مقصد پورا ہو گیا اور لوگوں نے اعتراف کر لیا کہ ان کا فعل کفر اور ظلم ہے اس طرح اس پر حجت قائم ہو گئی۔

﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ﴾

''پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے، بلاشبہ یقیناً تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں'' (65)

سوال 1: ﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ﴾ ''پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے، بلاشبہ یقیناً تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ﴾ ''پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے'' یعنی انہوں نے حق کا اعتراف کرنے کے بعد باطل کا اقرار کیا۔ (ایسر التفاسیر: 925)

(2) پھر ان کی عقل اوندھی ہو گئی، ان کی مت پلٹ گئی۔ (3) (i) اس سے مراد ضمیر کی طرف پلٹ جانا ہے۔ (ii) اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے غور و فکر کو چھوڑ کر بے عقلی کی طرف لوٹ گئے۔

(3) ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں'' انہوں نے کہا اے ابراہیم تم تو جانتے ہو کہ بت بولتے نہیں ہم ان سے کیسے سوال کر سکتے ہیں؟

﴿قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ﴾

''ابراہیم نے کہا: ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ بھی نفع نہیں دے سکتے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں'' (66)

سوال1:﴿قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ بھی نفع نہیں دے سکتے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

(2)﴿اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو'' کیا تم اپنی گمراہی اور کفر پر غور نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم کن کی عبادت کرتے ہو؟

(3)﴿مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ﴾ ''جو تمہیں کچھ بھی نفع نہیں دے سکتے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں'' یعنی جو نہ نفع پہنچا سکے نہ نقصان سے بچا سکے اس کو تم معبود بناتے ہو؟

﴿اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''افسوس ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' (67)

سوال1:﴿اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''افسوس ہے تم پر بھی اور اُن پر بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''افسوس ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو'' تمہارے معبود کتنے گھٹیا ہیں جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔

(2)﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' کیا تم اپنے کفر اور گمراہی پر غور نہیں کرتے؟ تم اپنی عقل سے کام نہیں لیتے یہ کتنی بڑی جہالت ہے کہ تم پتھر کے معبودوں کی عبادت کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتے؟

(3)اس بیان سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں قائل کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اُس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں، بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (الانعام:83)

﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے ہی والے ہو'' (68)

سوال1:﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد

کرو اگر تم کچھ کرنے ہی والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''انہوں نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کی جہالت اور حماقت کو اچھے طریقے سے واضح کیا تو لوگ لاجواب ہو گئے لیکن چونکہ وہ ہدایت کی روشنی سے محروم تھے اور شرک نے انہیں اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ ان کے دل بے نور ہو گئے تو بجائے شرک سے توبہ کرنے کے انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جلا ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔

(2)جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں قائل کر لیا اور وہ اپنی دلیل کو واضح نہ کر سکے انہوں نے آپ کو سزا دینے کے لئے قوت استعمال کی اور کہا:

(3)﴿حَرِّقُوْهُ﴾''اسے جلا دو'' انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ بتوں کو توڑ دینے کی سزا یہی ہونی چاہئے کہ اسے بدترین طریقے سے قتل کر دیں۔

(4)انہوں نے کہا:﴿وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ﴾''اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے ہی والے ہو'' معبود ان کی مدد کے ضرورت مند ہیں، محتاج ہیں، کیسی جہالت ہے اپنے خداؤں سے مدد مانگنے کی بجائے خداؤں کی مدد کر رہے ہیں۔

(5)بے بس ہستیوں کو معبود بنانے والے لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ ایک مقرر تاریخ پر بہت بڑا الاؤ دہکایا گیا۔ پھر ایک فارسی دیہاتی کاشتکار کے مشورے سے انہیں منجنیق میں بٹھا کر آگ میں پھینکا گیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا:﴿حسبنا الله ونعم الوكيل﴾

﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾

''ہم نے کہا:''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا۔'' (69)

سوال 1:﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾''ہم نے کہا:''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْنَا﴾''ہم نے کہا'' رب العزت نے اپنے خلیل کی مدد کے لئے آگ کو حکم دیا۔

(2)﴿يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے۔(i) یہ معجزہ ہے کہ آسمان سے باتیں کرتی ہوئی آگ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ٹھنڈی ہو گئی۔(ii) اللہ تعالیٰ ایسے ہی اپنے بندوں کو دشمنوں سے بچاتے ہیں۔

(3) آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھنڈی بن گئی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی بن گئی انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

(4)علماء کہتے ہیں کہ اگر آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دیا جاتا اور سلامتی بن جانے کے بارے میں نہ کہا جاتا تو ٹھنڈک سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے ناقابل برداشت ہو جاتی۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کلمہ (حسبنا الله ونعم الوكيل) ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب ان کو آگ میں

ڈالا گیا تھا، اور یہی کلمہ نبی ﷺ نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے کہا تھا کہ لوگوں (یعنی قریش) نے تمہارے خلاف بڑا سامان جنگ اکٹھا کر رکھا ہے، ان سے ڈرو لیکن اس بات نے ان مسلمانوں کا ایمان اور بڑھا دیا اور یہ مسلمان بولے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔ (بخاری:4563)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھپکلی کو قتل کر دیا کرو، کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں (اسے تیز کرنے کے لیے) پھونکیں مارتی تھی۔'' چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انھیں مار دیا کرتی تھیں۔ (مسند احمد:25699)

﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾

''اور انہوں نے اس سے ایک سازش کا ارادہ کیا، چنانچہ ہم نے انہیں سب سے زیادہ خسارے والے بنا دیا۔'' (70)

سوال 1: ﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے اس سے ایک سازش کا ارادہ کیا، چنانچہ ہم نے انہیں سب سے زیادہ خسارے والے بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾ ''اور انہوں نے اس سے ایک سازش کا ارادہ کیا'' انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا برا چاہا۔ ان کے خلاف سازش کی۔

(2) ﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے انہیں سب سے زیادہ خسارے والے بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانے والوں میں شامل کر دیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بچا لیا اور ان کی قوم کو شکست دی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پیروکاروں کو نفع اٹھانے والوں میں شامل کر دیا۔

(4) اللہ تعالیٰ دشمنوں کی چالوں کو ناکام کر دیتے ہیں اور سازشیں کرنے والے خود خسارے میں رہتے ہیں۔

﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُسے اور لوط کو اُس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔'' (71)

سوال 1: ﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ﴾ ''اور ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی'' اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم اور آگ سے بچا لیا۔ (2) سیدنا لوط علیہ السلام ان کے ہمراہ تھے کیونکہ ان کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔

(3) سیدنا لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں نجات دی اور وہ اپنا وطن چھوڑ کر شام چلے گئے۔

(4) ﴿اِلَى الْاَرْضِ﴾ ''اس زمین کی طرف'' اس سے مراد سرزمین شام ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو عراق میں چھوڑا اور کہا ﴿اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ ''یقیناً میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا۔'' (الصافات:99)

(5) ﴿الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ﴾ ''جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں'' شام کا علاقہ بابرکت اس لیے ہے کہ دنیاوی لحاظ سے یہ بہت زرخیز اور شاداب خطہ زمین ہے اور روحانی لحاظ سے اس لیے کہ یہی خطہ دو ہزار سال تک انبیاء کا مسکن و مدفن رہا ہے۔ (تیسیر القرآن:117/3)

(6) (i) اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو سرسبز و شاداب بنایا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اس علاقے میں نہروں کی کثرت رکھی۔ (iii) یہ علاقہ انبیاء کا مسکن رہا ہے۔ (iv) یوں مادی اور روحانی برکات کا یہ سلسلہ نسلاً چلتا رہا ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ کے تین مقدس گھروں میں سے ایک گھر بیت المقدس اسی علاقے میں واقع ہے۔ (8) شام کی سرزمین کو ارض حشر و نشر بھی کہا جاتا ہے، اسی علاقے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور یہیں دجال کو قتل کیا جائے گا۔ (السراج المنیر :1216/2)

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ﴾

''اور ہم نے اُسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب بھی زائد انعام کی صورت میں! اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا۔'' (72)

سوال 1: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ﴾ ''اور ہم نے اُسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب بھی زائد انعام کی صورت میں! اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَیَعْقُوْبَ﴾ ''اور ہم نے اسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب بھی'' جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے جدا ہو گئے اور ہجرت کر کے شام آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اسحاق اور یعقوب بن اسحاق عطا فرمائے۔

(2) ﴿نَافِلَةً﴾ ''زائد انعام کی صورت میں'' یعنی بوڑھے ہونے کے بعد جب کہ بیوی بانجھ تھی۔

(3) فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خوش خبری دی تھی: ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ﴾ تو ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی۔ (ہود:71)

(4) یعقوب علیہ السلام جنہیں اسرائیل بھی کہا جاتا ہے ان کی اولاد میں کثیر انبیاء پیدا ہوئے۔

(5) ﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ﴾ ''اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسحاق علیہ السلام، سیدنا یعقوب علیہ السلام میں سے ہر ایک کو نیک بنایا۔ سب ہی اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا کی اور انہیں لوگوں کے لئے راہ نما بنایا۔

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ﴾

''اور ہم نے ان کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے اور ہم نے اُن کی طرف نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی وحی کی تھی اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے'' (73)

سوال 1: ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ﴾ ''اور ہم نے ان کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے اور ہم نے اُن کی طرف نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی وحی کی تھی اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ ''اور ہم نے ان کو امام بنادیا جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے'' اللہ رب العزت نے انہیں راہ نما بنایا۔ خیر کے کاموں میں ان کی اتباع کی جاتی ہے۔

(2) وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے مطابق لوگوں کی راہ نمائی کرتے تھے اور انہیں اس کی تعلیم دیتے تھے۔ دین ہی لوگوں کے کمال، نجات، اور سعادت کا ذریعہ ہے۔

(3) ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ﴾ ''اور ہم نے ان کی طرف نیکیاں کرنے کی وحی کی تھی'' وہ صالح ہستیاں خود بھلائی کے کاموں کو رغبت سے انجام دیتی تھیں اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتی تھیں۔

(4) ﴿فِعْلَ الْخَيْرٰتِ﴾ سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد اور تمام نیک اعمال ہیں۔

(5) ﴿وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ﴾ ''اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی'' یہاں خاص طور پر نماز اور زکوۃ کا ذکر یہ بتاتا ہے کہ باقی عبادات کے مقابلے میں انہیں فضیلت حاصل ہے اور یہ بھی کہ جس نے ان دونوں عادتوں کو قائم کرلیا اس نے دین قائم کرلیا اور یہ کہ نماز تمام اعمال میں سب سے افضل عمل ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور زکوۃ ان تمام اعمال میں افضل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق اور ان کے ساتھ احسان کا پہلو پایا جاتا ہے۔

(6) ﴿وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ﴾ ''اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے'' یعنی وہ خشوع کرنے والے، فرماں بردار، ہمارے احکامات پر عمل کرنے والے تھے (ایسر التفاسیر: 928.927)

(7) وہ قولی، قلبی اور بدنی عبادات میں مصروف رہنے کی وجہ سے اس مقام تک پہنچ گئے تھے کہ عبادات ان کا وصف بن جائے اور اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لیے مخلوق کو پیدا فرمایا۔

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بت پرست قوم چھوڑنے کا کیا صلہ دیا گیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے بڑے بڑے ائمہ پیدا ہوئے۔

﴿وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ﴾

''اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے اس بستی سے اسے نجات دی جو بدکاریاں کرتی تھی، یقیناً وہ برے، نافرمان لوگ تھے'' (74)

سوال1: ﴿وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ﴾ ''اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے اس بستی سے اسے نجات دی جو بدکاریاں کرتی تھی، یقیناً وہ برے، نافرمان لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ ''اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا'' اللہ رب العزت نے سیدنا لوط علیہ السلام کی تعریف کی ہے کہ وہ وحی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کا علم رکھتے تھے۔ دوسرے لوگوں کے درمیان حق اور عدل کے ساتھ فیصلے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جس قوم کی طرف بھیجا انہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے اور بے حیائیوں سے روکتے تھے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت قبول نہ کی اور بے حیائی کے کام جاری رکھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو الٹا دیا۔

(2)﴿وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ ''اور ہم نے اس بستی سے اسے نجات دی جو بدکاریاں کرتی تھی'' رب العزت نے سیدنا لوط علیہ السلام کو اس بستی سے نکال لیا جو بے حیائی کے کام کرتی تھی۔

(3)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ برے، نافرمان لوگ تھے'' وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والی قوم تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو دھمکیاں دیں تو رب العزت نے انہیں بچا لیا۔

﴿وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے تھا''۔ (75)

سوال1: ﴿وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا﴾ ''اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت یعنی اسلام میں داخل

کیا۔(الدرالمنثور:4/583)(2)انہیں جنت میں داخل کرلیااور یہ بھی کہا گیا کہ بری قوم سے ان کونجات دی۔(قرطبی:6/173)

(3)﴿اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾''یقیناوہ نیک لوگوں میں سے تھا''اللہ تعالیٰ نے رحمت کا سبب صالحیت اور نیکی کو بتایا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخلے کا مطلب کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی رحمت خوش گوار پناہ ہے۔اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس میں داخل کرتا ہے۔

(2)جواللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہواوہ دراصل عیش وعشرت میں داخل ہوا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی رحمت جس پر ہووہ اسے برے ماحول سے نکال کر اچھے لوگوں کے ماحول میں لے جاتا ہے۔اس طرح زندگی کے ہر موڑ پر انہیں حکمت اور علم عطا فرماتا ہے اور ان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چھاؤں تلے گزرتی ہے۔

رکوع نمبر:6

﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾

''اورنوح کوجب کہ اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اُس کی دُعا قبول کی،پس ہم نے اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو بہت بڑے غم سے نجات دلائی''(76)

سوال1:﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾''اورنوح کو جب کہ اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اُس کی دُعا قبول کی،پس ہم نے اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو بہت بڑے غم سے نجات دلائی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ﴾''اورنوح کو جب کہ اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا''اے محمد!ان صالحین میں ہمارے بندے اور رسول نوح علیہ السلام کی مدح بیان کرتے ہوئے ان کا ذکر کریں۔انہوں نے ساڑھے نوسو سال اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا اور شرک سے روکتے رہے۔انہوں نے دن رات قوم کو دعوت دی لیکن جب انہیں نصیحت قبول کرنے والا نہ پایا تو اپنے رب کو پکارا:﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (۲۶) اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۲۷)﴾''اورنوح نے کہا:اے میرے رب!تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے۔''(نوح:26,27)

(2)رب العزت نے نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کی قوم میں سے مومنوں کے سوا کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔رب العزت نے ان کی قوم

کے خلاف ان کی مدد فرمائی۔

(3)﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ﴾ ''تو ہم نے اُس کی دُعا قبول کرلی'' رب العزت نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ایک نوح علیہ السلام کی پکار پر جہانوں کے بادشاہ نے پوری دنیا ڈبودی۔

(4)﴿فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ﴾ ''پھر ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی'' سیدنا نوح علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو نجات عطا فرمائی یعنی ان کے بچوں میں سے جنہوں نے ایمان قبول کیا تھا۔

(5)﴿مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ ''بہت بڑے غم سے'' یعنی کافروں کی ایذاء رسانیوں اور برے لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔

(6)(i)اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو برے لوگوں کی رفاقت سے نجات دی تھی۔(ii)اللہ تعالیٰ نے طوفان سے نجات دی تھی۔

سوال2: سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے کیوں دُعا کی؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام نے طویل مدت تک اپنی قوم کو رب کی طرف بلایا مگر چند لوگوں کے سوا کسی نے اصلاح کی دعوت قبول نہیں کی۔آخر کار سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی بددعا کی۔

﴿وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُس کی مدد کی، اس کی قوم کے مقابلے میں جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا، یقیناً وہ بُرے لوگ تھے تو ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' (77)

سوال1:﴿وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُس قوم کے مقابلے میں اُس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا یقیناً وہ بُرے لوگ تھے تو ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''اور ہم نے اُس قوم کے مقابلے میں اُس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا'' رب العزت نے اس قوم کے مقابلے میں نوح علیہ السلام کی مدد کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا تھا۔

(2)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ﴾ ''یقیناً وہ بہت بُرے لوگ تھے'' قوم نوح علیہ السلام کے لوگ برے اعمال کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے اور اس کے احکامات کی مخالفت کرتے تھے اور نبی کی ایذاء رسانی کے لیے لوگوں کو ان کی بات سننے سے روکتے تھے۔

(3)﴿فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' رب العزت نے قوم کی سختی، ایذاء رسانی اور تکلیف سے اپنے نبی کو بچالیا۔سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق سب کافروں کو غرق کر دیا گیا۔

سوال2: سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ (1) دنیا میں بگڑے ہوئے لوگ، بگاڑ پیدا کرنے والے آزاد نہیں ہیں۔

(2) اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ حق کی دعوت کے لیے اُٹھنے والا شخص اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس کے ساتھ اُس کا رب ہو جائے اُسے کون شکست دے سکتا ہے؟

﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ﴾

''اور داؤد اور سلیمان کو، جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب اُس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ہی ان کے فیصلے کے گواہ تھے'' (78)

سوال1: ﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ﴾ ''اور داؤد اور سلیمان کو، جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب اُس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ہی ان کے فیصلے کے گواہ تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ﴾ ''اور داؤد اور سلیمان کو'' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دو باپ بیٹوں کا مدح سے ذکر کریں جو دونوں ہی پیغمبر تھے، جن کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا، دونوں کو رب العزت نے وسیع علم عطا فرمایا تھا دونوں ہی کو فیصلے کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔

(2) ﴿اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ﴾ ''جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب اُس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں'' (i) دونوں باپ بیٹے تھے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ (iii) ان کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔

(3) ﴿وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ﴾ ''اور ہم ہی ان کے فیصلے کے گواہ تھے'' سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک باغ میں گھس گئی اور اسے خراب کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ دن کو باغ کی نگہبانی باغ والوں کے ذمہ ہے اور رات کو جو مویشی خراب کریں تو ان کے مالک ان کا ہرجانہ دیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(4) یعنی ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے۔ ہمیں یہ پتہ لگ رہا تھا کہ انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔

(5) اور سلیمان نے لوگوں کے بارے میں جو فیصلہ دیا تھا ہم اس پر گواہ ہیں۔ ہم سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں تھی۔ (جامع البیان: 55/17)

(6) حسن بصری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام دونوں کو قوت فیصلہ اور علم دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تو تعریف کی اور داؤد پر ملامت نہیں کی (اگرچہ وہ فیصلہ درست نہ تھا) اور قرآن میں اللہ تعالیٰ ان دونوں پیغمبروں کا ذکر نہ کرتا تو سمجھتا ہوں کہ

قاضی لوگ تباہ ہوجاتے۔مگر اللہ تعالیٰ نے سلیمان کی تو درست فیصلہ پر تعریف کی اور داؤد علیہ السلام کو (ان کی اجتہادی غلطی پر) معذور رکھا۔ (بخاری۔کتاب الاحکام)

(7) سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حاکم اجتہاد کر کے کوئی فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ درست ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر (بہ تقاضا بشریت) فیصلہ میں غلطی ہو جائے تو بھی اس کو ایک اجر ملے گا۔'' (بخاری:7352)

(7) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ان میں سے ایک جنتی ہے اور دو جہنمی۔جنتی وہ قاضی ہے جو حق کو پہچان جائے اور اس کے مطابق فیصلہ دے مگر جو شخص حق کو پہچاننے کے باوجود خلاف حق فیصلہ دے وہ جہنمی ہے۔اس طرح وہ بھی جہنمی ہے جو علم کے بغیر لوگوں کے فیصلے کرنے بیٹھ جائے۔'' (ابوداؤد، کتاب القضاء)

سوال 2: کھیت کے مقدمے میں دونوں نے کیا فیصلہ دیا؟

جواب: (1) کھیت کا معاملہ یہ تھا کہ ایک شخص کی بکریاں رات کو دوسرے کے کھیت میں جا گھسیں اور سارا کھیت خراب کر دیا۔

(2) سیدنا داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت والا لے لے تاکہ اس کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اس کے مقابلے میں یہ فیصلہ دیا کہ بکریاں کچھ عرصے کے لیے کھیت کے مالک کو دے دی جائیں تاکہ وہ ان سے نفع اُٹھائے اور کھیت بکریوں والے کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ اس کو نئے سرے سے پانی دے، کھیت کو درست کرے اور اس کی دیکھ بھال کرے۔جب وہ دوبارہ اسی حالت میں آ جائے جس میں بکریوں کے خراب کرنے سے پہلے تھا تو کھیت والے کو کھیت اور بکریوں والے کو بکریاں دے دی جائیں۔

﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۚ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾

''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے'' (79)

سوال 1: ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ ''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ﴾ ''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا'' یعنی ہم نے سلیمان علیہ السلام کو اس فیصلے کا فہم عطا کیا تھا۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کو کسی بھی معاملے کا فہم عطا نہیں کیا تھا اسی لیے دونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

(2)﴿وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ ''اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا'' یعنی ان دونوں داؤد اور سلیمان کو ''حکم'' یعنی فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور علم سے نوازا۔

(3)سنن ابوداؤد میں ہے: فیصلے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک فیصلہ کرنے والا جنت میں جائے گا، دو آگ میں جائیں گے۔ ایک ایسا آدمی ہے کہ جو علم حق کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔ اور دوسرا آدمی جو ہے لوگوں کے درمیان اپنی جہالت سے فیصلے کرتا ہے وہ آگ میں جائے گا۔ ایک اور آدمی ہے جو علم حق رکھتا ہے لیکن فیصلہ اس کے خلاف کرتا ہے وہ بھی آگ میں جائے گا۔ (تفسیر قاسمی:277,278/11)

سوال2:﴿وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ﴾ ''اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے'' سیدنا داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح کرنے والے، انتہائی عبادت گزار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آواز کی نرمی اور رقت عطا فرمائی تھی۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے تو پتھر، پرندے اور بے شعور پرندے بھی ان کے ساتھ مل جاتے، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم تھا۔

(2)(i)سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرنے لگ جاتے تھے۔(ii)سیدنا داؤد علیہ السلام کی پرسوز آواز سن کر پرندے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگ جاتے تھے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾ ''اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضل عطا کیا، اے پہاڑو اور پرندو! اُس کے ساتھ تسبیح دہراؤ اور ہم نے اُس کے لیے لوہا نرم کر دیا۔'' (سبا:10)

(4)﴿اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (۱۷) اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ (۱۸) وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ (۱۹)﴾ جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اُس پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔ بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے۔ اور پرندے جمع کیے گئے، سب کے سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے۔ (ص:17_19)

(5)سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے ابوموسیٰ! تجھے آل داؤد کی طرح اچھی آواز دی گئی ہے۔'' (بخاری:5084)

(6)﴿وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''اور ہم کرنے ہی والے تھے'' یعنی پہاڑوں اور پرندوں کا مسخر کرنا اور پہاڑوں کا تسبیح کرنا یہ سب کچھ کتاب تقدیر میں لکھا ہوا تھا اور اپنے وقت پر ظاہر ہو گیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کو کیا خصوصی فہم عطا کیا تھا؟ دونوں فیصلوں کی روشنی میں بتائیں؟

جواب: (1) سیدنا داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی بہتر تھا کہ محض تاوان ادا کر دیا جائے اُس میں بکریوں والے کو اپنی بکریوں سے مستقل محروم ہونا پڑتا تھا۔

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ اس لحاظ سے بہتر تھا کہ اس کے نتیجے میں کسی کو بھی اپنی چیز سے محروم نہیں ہونا پڑا۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے عدل کے ساتھ تعمیر و ترقی کو بھی پیش نظر رکھا اور دونوں فریقوں کو کام میں لگا دیا۔ یہ زیادہ مثبت اور تعمیری صورت ہے۔

(4) سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی الہام کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عطا کردہ فہم قرار دیا۔

﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾

''اور ہم نے اس کو تمہارے لیے زرہ بنانی سکھائی تا کہ تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھے، تو کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو'' (80)

سوال1: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اس کو تمہارے لیے زرہ بنانی سکھائی تا کہ تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھے، تو کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ﴾ ''اور ہم نے اس کو تمہارے لیے زرہ بنانی سکھائی'' سیدنا داؤد علیہ السلام زرہ بنانے کی صنعت میں مہارت رکھتے تھے، اللہ رب العزت نے انہیں جنگی لباس کی صنعت سکھائی۔

(2) زرہ بکتر بنانے کا علم اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو عطا کیا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام نے سب سے پہلے زرہ بکتر بنائی۔ بعد میں آنے والوں تک یہ علم منتقل ہوا۔ (3) رب العزت نے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور زرہ بنانی سکھائی۔

(4) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا داؤد علیہ السلام سے پہلے بھی زرہیں بنتی تھیں لیکن وہ سادہ اور کنڈوں اور حلقوں کے بغیر ہوتی تھیں۔ سیدنا داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے کنڈے دار اور حلقے والی زرہیں بنائیں۔ (ابن کثیر)

(5) ﴿لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ﴾ ''تا کہ تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھے'' یعنی سخت لڑائی میں تمہاری حفاظت کرنے والے ہیں۔

(6) جنگی اغراض کے لیے زرہ بنانے کا کام داؤد علیہ السلام نے شروع کیا۔

(7) ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو'' جنگوں کے لیے زرہ سامان حفاظت ہے، یہ زرہیں جنگ میں محفوظ رکھتی ہیں اس لیے حکم دیا کہ تم اس نعمت کا شکر ادا کرو۔

(8) رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کا فن سکھایا تھا، وہ بیت المال سے کچھ نہیں لیتے تھے، ہاتھ کی کمائی پر گزارہ کرتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''داؤد علیہ السلام پر زبور کا پڑھنا اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ وہ جانور پر زین کسنے کا حکم دیتے اور ابھی زین پوری بھی نہ ہوتی کہ آپ زبور پڑھ چکتے اور آپ علیہ السلام کی گزر اوقات صرف اپنے ہاتھ کی کمائی پر تھی۔'' (بخاری: کتاب الانبیاء)

سوال2: سیدنا داؤد علیہ السلام کو جنگی لباس اور زرہیں بنانے کی صنعت سکھانے کی کیا وجہ رب العزت نے بتائی ہے؟

جواب: رب العزت نے واضح کیا ہے کہ تمہاری حفاظت کے لیے جنگی لباس بنانے اس لیے سکھائے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ﴾

''اور سلیمان کے لیے تیز ہوا کو مسخر کر دیا جو اُس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے'' (81)

سوال1: ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ﴾ ''اور سلیمان کے لیے تیز ہوا کو مسخر کر دیا جو اُس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ﴾ ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو'' یعنی سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کیا۔

(2) ﴿عَاصِفَةً﴾ ''تیز'' بہت تیز چلنے والی ہوا کو مسخر کیا۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت کے ذمہ داروں کے ساتھ تخت پر بیٹھ جاتے اور جہاں چاہتے مہینوں کا فاصلہ لمحوں اور گھنٹوں میں طے کر کے پہنچ جاتے۔

(4) ﴿تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ﴾ ''اُس کے حکم سے چلتی تھی'' ہوا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم کی اطاعت کرتی تھی، جہاں اسے چلنے کا حکم دیا جاتا تھا وہیں چلتی تھی، جہاں وہ حکم دیتے نرمی سے لے کر چلتی تھی۔ ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ﴾ ''تو ہم نے اُس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اُس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی، جدھر وہ پہنچنا چاہتا تھا۔'' (ص:36)

(5) صبح کے وقت ہوا چلنا ایک مہینے کی منزل تھا اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی منزل تک تھا۔ ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)، اُس کا صبح کو چلنا ایک مہینہ کا اور اُس کا شام کو چلنا بھی ایک ماہ کا تھا۔'' (سبا:12)

(6) ﴿اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا﴾ ''اس سرزمین کی طرف جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں'' برکت والی زمین سے مراد شام کی زمین ہے جو سیدنا سلیمان علیہ السلام کا علاقہ تھا۔ (7) سیدنا سلیمان علیہ السلام مشرق و مغرب میں ہوائی سفر کرتے تھے۔

(8) ﴿وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں یعنی ہمارا علم مطلق اور بے قید ہے۔

(9)اللہ تعالیٰ کا علم ہر اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے یا ان کے سامنے ظاہر ہے۔

﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ﴾

''اور شیاطین میں سے بھی، جو اُس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے''(82)

سوال1:﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ﴾''اور شیاطین میں سے بھی، جو اُس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾''اور شیاطین میں سے بھی، جو اُس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے''شیاطین سے مراد جن ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔

(2)جنات سمندر میں غوطے لگا کر سیدنا سلیمان علیہ السلام کی لیے موتی اور جواہر نکالنے کے کام پر مقرر کیے گئے تھے جیسا کہ فرمایا:﴿وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ (۳۷) وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ (۳۸)﴾''اور شیاطین کو بھی ہر قسم کے معمار اور ماہر غوطہ خور (تابع کر دیا تھا) اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے تھے''۔(ص:38,37)

(3)جنات اور شیاطین کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا، وہ ان کے لیے ایسے کام کرتے تھے جو ان کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا تھا، ان میں سے ایک گروہ کو بیت المقدس کی تعمیر کے لیے مسخر کر رکھا تھا۔ان میں سے کچھ اونچی عمارتیں، حوض، دیگیں اور لگن وغیرہ بناتے جیسا کہ فرمایا:﴿يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾''وہ اُس کے لیے تیار کر دیتے تھے جو وہ چاہتا، عالی شان عمارتیں اور مجسمے اور حوض نما لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں اے آلِ داؤد! شکر کے لیے عمل کرو۔''(سبا:13)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''ایک سرکش جن گزشتہ شب میرے سامنے آیا (یا اس کی مثل کوئی کلمہ فرمایا) تاکہ میری نماز قطع کر دے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے چاہا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ صبح کو اسے تم لوگ دیکھو۔پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ایسی سلطنت دے، جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔''راوی حدیث روح نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس شیطان کو ذلیل کر کے دھتکار دیا۔(بخاری:461)

(5)﴿وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ﴾ ''اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے'' رب العزت نے اپنی قوت کے ذریعے جنات کو ان کا فرماں بردار بنا رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ نافرمانی نہیں کر سکتے تھے، شیاطین ان کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتے تھے، ہر جن ان کے قبضے میں تھا، انہیں سیدنا سلیمان کے قریب جانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، سیدنا سلیمان علیہ السلام کا اختیار تھا کہ وہ انہیں گرفتار رکھیں یا چھوڑ دیں۔

سوال 2: جنات سیدنا سلیمان علیہ السلام کے قابو میں کیسے رہتے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو سنبھالنے والے ہم تھے یعنی ان کی سرکشی اور فساد سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حفاظت کی۔ اس وجہ سے وہ ان کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔

﴿وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

''اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے'' (83)

سوال 1: ﴿وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَ اَيُّوْبَ﴾ ''اور ایوب کو یاد کرو'' (i) سیدنا ایوب علیہ السلام نویں صدی قبل مسیح کے پیغمبر تھے۔ (ii) اُن کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ (iii) وہ دولت مند تھے کھیتی، مویشی، مکانات اور اولاد کی اتنی کثرت تھی کہ مشرق میں یہ کہا جانے لگا کہ ان سے بڑا کوئی آدمی نہیں۔ (iv) سیدنا ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے شکر گزار اور وفادار بندے تھے۔ (v) سیدنا ایوب علیہ السلام کی زندگی دولت اور عزت پانے کے باوجود ایک عاجز انسان کی زندگی تھی۔

(2)﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ﴾ ''جب اس نے اپنے رب کو پکارا'' ہمارے بندے ایوب کے صبر اور ان کے شکر کا ذکر کرو۔ انہیں ہم نے مال اور اولاد کی بڑی سخت آزمائش میں مبتلا کیا، انہیں بیماری لگا دی، ان کا مال اور اولاد چلے گئے تو انہوں نے صبر کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام کو صبر کرنے والا اور اپنی رضا پر پوری طرح راضی پایا۔

(4)﴿اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ 'یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء اور آزمائش کے طور پر شیطان کو آپ پر مسلط کر دیا گیا۔ شیطان نے آپ کے جسم پر پھونک ماری جس کے نتیجہ میں جسم پر بڑے بڑے پھوڑے بن گئے، وہ اس امتحان اور مصیبت میں مدت تک مبتلا رہے۔ اس دوران میں آپ کے گھر والے وفات پا گئے، آپ کا تمام مال چلا گیا تب سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا: ﴿انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین﴾ پس

انہوں نے اپنے حال کے ذکر کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اب تکلیف اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1691)

(5) صحیح روایات کے مطابق آپ کے ابتلاء کا دور 12 سال ہے۔(تیسیر القرآن:3/123)

(6) اسامہ ابن زید کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور بادشاہ کو اسی نام سے پکارنا چاہیے۔ ''یا ارحم الرحمین اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے'' جس نے تین مرتبہ یہ کہا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کر لیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس سے اس نام کے ساتھ سوال کرو۔(رواہ الحاکم:1/544)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے: وہ کہہ رہے تھا: ''یا ارحم الراحمین'' اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوال کرو۔(جب تم نے یہ کہا ہے ''اے ارحم الراحمین'' تو) اللہ تعالیٰ نے تجھ پر نظر لگا دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تیری طرف توجہ کر لی ہے۔(رواہ الحاکم:1/544)

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ﴾

''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کر لی پس اُسے جو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی اور ہم نے اُس کے اہل وعیال اُسے دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی، اپنی طرف سے رحمت کے طور پر اور ان کی نصیحت کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں''(84)

سوال 1: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کر لی پس اُسے جو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی اور ہم نے اُس کے اہل وعیال اُسے دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی، اپنی طرف سے رحمت کے طور پر اور ان کی نصیحت کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ﴾ ''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کر لی'' سیدنا ایوب علیہ السلام کی یہ دعا اٹھارہ سال بعد پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت، مال اور گھر والوں سے نوازا۔

(2) ﴿فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ﴾ ''پس اُسے جو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی'' اللہ رب العزت نے اپنی رحمت سے دعا قبول کر لی اور فرمایا: ﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (۴۲)﴾ ''اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے''(ص:42)

(3) سیدنا ایوب علیہ السلام نے زمین پر ایڑی ماری اور ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ٹھنڈا پانی پیا اور غسل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکلیف دور کر دی۔

(4)اللہ رب العزت نے ساری صورت حال بدل دی، تکلیف کو صحت میں بدل دیا، فقر کو مال داری میں بدل دیا اور اپنی رحمت سے بیوی اور بچے بھی عطا کر دیے۔

(5)سیدنا ایوب علیہ السلام نے صبر کیا اور اپنے سارے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز لوٹا دی۔

(6)﴿وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ﴾ ''اور ہم نے اُس کے اہل وعیال اُسے دیے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کا مال اور گھر والے، بیوی بچے واپس لوٹا دیے۔

(7)﴿وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ﴾ ''اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی'' رب العزت نے انہیں تندرستی کے بعد مزید اولاد بھی عطا فرمائی اور کثیر مال بھی عطا فرمایا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایوب علیہ السلام کپڑے اتار کر غسل کر رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں ان پر گرنے لگیں۔ وہ ان کو اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے۔ ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ اے ایوب! جو کچھ تم دیکھ رہے ہو (سونے کی ٹڈیاں) کیا میں نے تمہیں اس سے بے پروا نہیں کر دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ صحیح ہے، اے رب العزت! لیکن تیری برکت سے میں کس طرح بے پروا ہو سکتا ہوں۔'' (بخاری:3391)

(8)﴿رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ''اپنی طرف سے رحمت کے طور پر'' سیدنا ایوب علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو یہ کہا تھا: ﴿وانت ارحم الراحمین﴾ تو رب العزت نے اپنی رحمت سے اولاد لوٹا دی، مال لوٹا دیا اور مزید اولاد اور مال بھی عطا فرمایا۔

(9) سیدنا ایوب علیہ السلام نے صبر کیا، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کے ثواب کے ساتھ دنیا میں بھی مال اور اولاد کی صورت میں بہترین بدلہ عطا فرمایا۔

(10)﴿وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ﴾ ''اور ان کی نصیحت کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں'' یعنی سیدنا ایوب علیہ السلام کے واقعے میں عبادت گزاروں کے لیے نصیحت ہے۔ ان کا صبر باعث نصیحت ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ یقیناً ہم نے اُسے صابر پایا، کیا بہترین بندہ تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔ (ص:44) ہر حال میں رب کا دامن تھامنے میں نصیحت ہے، ان کی شکر گزاری میں عبادت گزاروں کے لیے نصیحت ہے، انہوں نے رو رو کر جب اپنے رب سے فریاد کی، سجدے میں گر گئے، تواضع کا اظہار کیا، اعلیٰ صفات ارحم الراحمین سے پکارا اس طرز عمل میں سب کے لیے نصیحت ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کا امتحان زیادہ سخت لیتے ہیں؟

جواب: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کن لوگوں کا امتحان سخت ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پیغمبروں کا، پھر جو ان کے بعد مرتبے میں افضل ہیں، پھر جو ان کے بعد افضل ہیں اور آدمی پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ اگر اس کا دین سخت اور قوی ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے تو اسی انداز سے وہ مشکل آتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔'' (ترمذی:2398)

سوال3: انسان پر اللہ تعالیٰ کے طرف سے آزمائش آئے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: (1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے، کیوں نہیں، (ضرور دکھلایئے!) انہوں نے فرمایا: یہ کالی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرمائیں (کہ اس بیماری سے نجات مل جائے)۔ آپ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو اس تکلیف پر صبر کر، اس کے بدلے تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تجھے اس بیماری سے عافیت دے دے۔ اس نے کہا میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم (دورے کے وقت) میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ اللہ سے دعا فرما دیں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ نے اس کیلئے یہ دعا فرمائی۔ (بخاری: 5652) (مسلم: 2576)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ جس وقت میں اپنے بندہ کو اس کی دو پیاری چیزوں کی تکلیف دیتا ہوں اور وہ اس پر صبر کر لیتا ہے تو ضرور ان دونوں کے عوض جنت دیتا ہوں۔'' (ان سے) آپ ﷺ کی مراد آنکھیں تھیں۔ (بخاری: 5653)

﴿وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو، ہر ایک صبر کرنے والوں میں سے تھا'' (85)

سوال1: ﴿وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو، ہر ایک صبر کرنے والوں میں سے تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِسْمٰعِيْلَ﴾ ''اور اسماعیل'' اور اسماعیل کی مدح وثنا کیجیے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔

(2) ﴿وَاِدْرِيْسَ﴾ ''اور ادریس'' اور ادریس کو بہترین اصلوب میں یاد کیجیے۔ سیدنا ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں جن کا ذکر بائبل میں حنوخ Enoch کے نام سے آیا ہے۔

(3) ﴿وَذَا الْكِفْلِ﴾ ''اور ذوالکفل'' اور ذوالکفل کی مدح وثنا کیجیے۔ سیدنا ذوالکفل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ قرآن مجید میں نبیوں کے نام کے ساتھ ان کا نام آیا ہے جس وجہ سے انہیں بھی انبیاء میں سے سمجھا جاتا ہے۔

(4) ﴿كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''ہر ایک صبر کرنے والوں میں سے تھا'' یعنی سب انبیاء صبر کرنے والے تھے۔

(5) صبر سے مراد ہے نفس کو کنٹرول میں رکھنا اور طبعی میلان کی طرف جھکنے سے روکنا۔ صبر کی تین قسمیں ہیں: (i) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر

صبر، اس سے مراد ہے اس کے احکامات کی پابندی کرنا۔(ii) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا یعنی جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے بچنا، اس کے احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا۔(iii) رب العزت کی تکلیف دہ قضاوقدر پر صبر کرنا۔کوئی بندہ اس وقت تک صبر کرنے والوں میں شامل نہیں ہوتا جب تک تینوں قسموں کا حق ادا نہ کرے۔صبر انبیاء کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ نے صبر کی وجہ سے ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں، ان کو دنیا وآخرت کا بہترین اجر عطا فرمایا، ان کا ذکر بلند کیا، انہیں سچی شہرت نصیب فرمائی، صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ معزز بنا دیتا ہے، ان کا اکرام کرتا ہے۔

سوال 2: اس آیت میں تینوں انبیاء کی صبر کی صفت کا ذکر کیا گیا ہے۔اس میں کیا سبق ہے؟

جواب: صبر کی صفت تمام انبیاء میں مشترک ہے۔اس میں انذار یعنی دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے سبق ہے اور پیغمبروں کی پیروی کرنے والوں کے لیے سبق ہے۔(الاساس: 3486/7)

سوال 3: صابرین سے کیا مراد ہے؟ سیدنا اسماعیل علیہ السلام، سیدنا ادریس علیہ السلام اور سیدنا ذوالکفل علیہ السلام کیسا صبر کرنے والے تھے؟

جواب: (1) صابرین سے مراد صبر میں کمال رکھنے والے لوگ ہیں۔

(2) سیدنا اسماعیل علیہ السلام کیسا صبر کرنے والے تھے؟ باپ کو خواب آیا بیٹا ذبح کردو تو اسماعیل علیہ السلام نے اپنی گردن پر چھری چلانے کے لیے خود کہا: ﴿يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ''اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے کر دیجیے۔پھر کہا: ﴿سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے۔(الصافات: 102)

(3) سیدنا ادریس علیہ السلام علم اور سچائی میں کمال رکھتے تھے۔

(4) سیدنا ادریس علیہ السلام کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قوم کی طرف دعوت کے لیے مبعوث کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔قوم نے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور سیدنا ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان پر اٹھا لیا اور یہ پہلے انسان تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے کپڑے سینے کا ہنر سکھایا تھا یعنی پیشے کے اعتبار سے یہ درزی تھے۔اسی طرح سے یہ پہلے انسان تھے جنہوں نے جنگ میں متعدد قسم کا اسلحہ استعمال کیا۔(تفسیر منیر: 9/122.121)

(5) سیدنا ذوالکفل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ان کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ شاید یہ نبی نہیں تھے لیکن انبیاء کی فہرست میں ان کا ذکر آیا ہے اس وجہ سے اکثر علماء یہ سمجھتے ہیں کہ یہ انبیاء میں سے تھے۔سیدنا ذوالکفل کا نام ان کی شخصیت کی اعلیٰ صفت کی وجہ سے آیا کہ وہ صبر کیا کرتے تھے۔(6) وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے اور فیصلے کرتے ہوئے غصہ نہیں کرتے تھے۔وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے، اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھتے تھے اور ہر روز سو نمازیں پڑھتے تھے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ کر دیتے تھے جیسا کہ ان کے بارے میں ہمیں تذکرہ ملتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ پیغمبروں میں سے تھے۔(تفسیر منیر: 9/122)

﴿وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾

''اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے'' (86)

سوال1:﴿وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا﴾ ''اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا'' یعنی نبوت یا آخرت کی نعمت دی۔(بیضاوی:105/4)

(2)یعنی ان تینوں انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کے حصار میں لے لیا تھا اور اس کا ایک سبب تو ان کا صبر تھا اور دوسرا سبب ان کی صالحیت تھی جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''بلاشبہ وہ صالحین میں سے تھے'' یعنی تینوں رحمت کے مستحق اس لیے بنے کہ تینوں صالح تھے۔

سوال2: صالحیت کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟

جواب:(1)صالحیت کا آغاز انسان کے قلب سے ہوتا ہے اور قلب کی صالحیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس کے لیے اخلاص، اس پر توکل، اس کی طرف انابت، اسی سے امید باندھنا، اسی کا خوف رکھنا، مصیبت پر صبر کرنا، نعمت پر شکر کرنا، اس کی رضا کے لیے ہر کام کرنا، اسی سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کا ارادہ کرنا، اسی کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے بچنے کا ارادہ کرنا، حرام سے بچنا، حلال پر راضی رہنا، اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور وفکر کرنا اور اپنا محاسبہ کرنا۔ان سے صالحیت حاصل ہوتی ہے۔

(2)صالحیت کا تعلق زبان سے بھی ہے، زبان تب صالح ہوتی ہے جب ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔

(3)صالحیت کا تعلق اعضاء سے بھی ہے۔اعضاء کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانا اور انہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں لگانا۔

﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''اور مچھلی والے کو جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اُس نے سمجھا کہ ہم اس پر ہرگز قابو نہ پاسکیں گے تو اُس نے اندھیروں میں پکارا:''کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا'' (87)

سوال1:﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اور مچھلی والے کو جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اُس نے سمجھا کہ ہم اس

پر ہرگز قابو نہ پاسکیں گے تو اُس نے اندھیروں میں پکارا: ''کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَذَا النُّوْنِ﴾ ''اور مچھلی والے کو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی کو مدح وثنا سے یاد کریں۔ ذالنون سے مراد سیدنا یونس علیہ السلام ہیں یعنی مچھلی والے۔ ان کا یہ لقب اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مدت تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہے۔

(2) یونس علیہ السلام بن متی کو اللہ تعالیٰ نے نینویٰ شہر کے لوگوں کی طرف مبعوث کیا تھا، جو موصل کے علاقے میں ہے۔ انہوں نے لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلایا لیکن وہ اپنے شرک پر قائم رہے۔ سیدنا یونس علیہ السلام ان سے ناراض ہو کر یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ تین دن بعد آپ پر عذاب آجائے گا۔ لوگ اس دھمکی سے ڈر گئے سب مل کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

(3)﴿اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا﴾ ''جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا'' سیدنا یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان نہ لانے پر غصہ کر کے چلے گئے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۱۴۰) فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (۱۴۱) فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ (۱۴۲)﴾ جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا۔ پھر انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا۔ چنانچہ اُس کو مچھلی نے نگل لیا اور اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا۔ (الصافات: 140۔142)

(5)﴿فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ ''پس اُس نے سمجھا کہ ہم اس پر ہرگز قابو نہ پاسکیں گے'' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا یونس علیہ السلام عبادت گزار، تسبیح کرنے والے تھے۔

(6) ابو جعفر کہتے ہیں جب سیدنا یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب نہیں دے گا۔ (جامع البیان: 85/17)

(7) انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ سیدنا یونس علیہ السلام نے قبل از وقت فیصلہ کر لیا تھا۔ رب العزت نے ساری انسانیت کی راہ نمائی کی ہے کہ یہ گمان ہے جو انسان کو خراب کرتا ہے۔ ظاہری طور پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا جلدی کرنا، قوم پر غصہ کرنا اور ان کے پاس سے نکل بھاگنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے تھا۔ اور ان کو گمان تھا کہ ان پر قدرت نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ان کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس نہیں کر سکتا، یا ان کا خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نکل بھاگیں گے اور مخلوق کسی کو بھی ایسا گمان پیش آنے سے کچھ مانع نہیں مگر اس طرح کہ اس کو استقرار اور استمرار حاصل نہ ہو۔ پس یونس علیہ السلام بھاگ کر کچھ لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے۔ اور انہوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی کہ ان میں سے کس کو سمندر میں پھینکا جائے کیونکہ انہیں خوف تھا کہ اگر سب کشتی میں رہے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا اور ان کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔ (تفسیر سعدی: 2/1693،1694)

(8)﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ﴾ ''تو اُس نے اندھیروں میں پکارا'' سیدنا یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں سے رب کو پکارا یعنی مچھلی کا اندھیرا، سمندر کا اندھیرا، رات کا اندھیرا۔

(10)﴿اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' سیدنا یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات کو ہر نقص اور عیب سے پاک قرار دیا، اس کی کامل الوہیت کا اقرار کیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (۱۴۳) لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۱۴۴)﴾ ''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا۔ یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے۔'' (الصافات:144,143)

(11) سیدنا یونس علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

سوال 2: سیدنا یونس علیہ السلام نے دعوت کے محاذ کو تکمیل سے پہلے چھوڑ دیا تھا۔ ایک داعی کے لیے اس واقعے میں بہت سے اسباق ہیں، ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) دعوت دینے والوں کے لیے ضروری ہے کہ دعوت کی حقیقت کو سمجھیں اور دعوت کے فرائض اور مشکلات کو برداشت کریں۔

(2) دعوت دینے والے صبر اور ثابت قدمی سے کام لیں۔

(3) دعوت میں اگر ایک طریقے سے ناکامی ہو رہی ہو تو نئے سرے سے دعوت کا آغاز کریں، پھر سے نئے عزم کے ساتھ پروگرام شروع کر دیں۔

(4) دعوت دینے والوں کو اپنے کام سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ دعوت دینے والوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جمے ہوئے باطل رسم و رواج کو، موجودہ عادات کو تبدیل کرنے کا کام آسان نہیں ہے، اس کے لیے مسلسل کوشش کی ضرورت ہوتی ہے جیسے ٹی وی کے چینل تبدیل کرتے کرتے مطلوبہ چینل لگ جاتا ہے ایسے ہی دعوت دینے والے کا کام ہے وہ دعوت کا کام جاری رکھے کیونکہ دل کسی بھی وقت آمادہ ہو سکتے ہیں۔ دعوت دینے والے کو غصے میں نہیں آنا چاہیے۔

(5) دعوت دینے والے کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی ذات کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تو اس سے اپنے دین کا کام لے لیا ورنہ دعوت کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا دعوت دینے والے کو ہر طرح کے حالات میں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے اور انجام اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

(6) دعوت دینے والوں کو اپنی غلطیوں پر توبہ کرنی چاہیے۔ سیدنا یونس علیہ السلام کی طرح اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرنی چاہئیں۔

(7) دعوت دینے والوں کے لیے اس واقعے میں خوش خبری بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اندھیروں کے اندر دُعائیں سنتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے داعیوں کی دُعائیں قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غم سے نجات دلاتا ہے اور کامیابی عطا کرتا ہے۔

سوال 3: سیدنا یونس علیہ السلام قوم سے برہم ہو کر کیوں چلے گئے تھے؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام اپنی قوم کو طویل عرصے تک توحید اور آخرت کی دعوت دیتے رہے مگر لوگوں نے اُن کی دعوت قبول نہ کی۔

سوال 4: سیدنا یونس علیہ السلام کے غصہ کر کے چلے جانے پر اللہ تعالیٰ نے کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُس نے یہ سمجھا تھا کہ ہم اس کو نہ پکڑیں گے۔

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں'' (88)

سوال 1: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا یونس علیہ السلام کی دعا قبول کر لی، انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا کی، سارے مشکل حالات کھول دیئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہر دروازہ بند ہے۔ پھر رب العزت نے سارے دروازے کھول دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مصیبتیں باہر چلی گئیں، اللہ تعالیٰ کے انعامات اندر آ گئے۔

(2) سیدنا یونس علیہ السلام کو رب العزت نے مچھلی کے پیٹ سے نکال لیا۔ اسی طرح جب بندے مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اور سچے دل سے توجہ اور رغبت کریں اور یہ دعا کریں تو اللہ تعالیٰ مصیبت سے نجات دیتے ہیں۔ سید الانبیاء نے اس دعا کی رغبت دلائی ہے۔

(3) ﴿وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مچھلی کے پیٹ میں ذالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا یہ تھی: ﴿لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ق اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا'' جو مسلمان آدمی بھی کسی مقصد کے لیے ان کلمات کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔'' (سنن ترمذی: 3505)

(4) یہ ہر اس مومن کے لئے وعدہ اور بشارت ہے جو کسی مصیبت اور غم میں مبتلا ہو جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات دے گا، اس کے ایمان کے سبب سے اس کی مصیبت کو دور کر دے گا جیسا کہ اس نے سیدنا یونس علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ (سعدی: 2/1694)

﴿وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ﴾

''اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا: ''اے میرے رب! آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور آپ سب وارثوں میں سے بہترین ہیں'' (89)

سوال 1: ﴿وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا: ''اے میرے رب! آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور آپ سب وارثوں میں سے بہترین ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ﴾''اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا''یعنی ہمارے بندے اور رسول زکریا علیہ السلام کے فضائل کا ذکر کریں۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ رحمت اور خیر خواہی کے معاملات کیے تو ان پر اس کی خاص رحمت ہوئی۔

(2)﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ﴾''اے میرے رب! آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور آپ سب وارثوں میں سے بہترین ہیں''سیدنا زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ میرا کوئی بیٹا نہیں جو نبوت کے معاملے کو سنبھال لے۔میرا کوئی وارث نہیں تو بہترین وارث ہے اور تیرے اختیار میں سبھی کچھ ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝﴾''زکریا نے کہا:''اے میرے رب! یقیناً میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا ہے اور اے میرے رب! میں آپ کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا۔اور یقیناً میں اپنے پیچھے اپنے رشتے داروں سے خوف رکھتا ہوں اور شروع سے میری بیوی بانجھ ہے،سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرمائیں۔جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنا۔''(مریم:4-6)

(3)ان آیات کریمہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رب لاتذرنی فردا سے مراد یہ ہے کہ جب سیدنا زکریا علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے لئے کوئی آپ کا قائم مقام نہ ہوگا،نیز یہ کہ سیدنا زکریا علیہ السلام اس وقت تنہا تھے کوئی ان کا خلف رشید نہ تھا جو دعوت میں ان کی اعانت کرتا۔وانت خیر الوارثین یعنی تو باقی رہنے والوں میں سب سے بہتر ہے اور بھلائی میں میرے کسی خلف رشید سے بہتر ہے اور تو اپنے بندوں کے ساتھ مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن اور نفس کو سکون حاصل ہو اور میرے لئے اس کا ثواب جاری رہے۔(تفسیر سعدی:2/1695)

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۪ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾

''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے یحییٰ سے نوازا اور اُس کی بیوی کو اُس کے لیے درست کر دیا،یقیناً وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے۔''(90)

سوال1:﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۪ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ﴾''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کی اور اسے یحییٰ سے نوازا اور اُس کی بیوی کو اُس کے لیے درست کر دیا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ﴾''تو ہم نے اس کی دُعا قبول کی''اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کی بیوی کو اُن کے لیے درست کر دیا وہ

بانجھ تھی، ولادت کے قابل نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نقص دور کر کے ولادت کے قابل بنا دیا۔

(2)﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى﴾ ''اور اسے یحییٰ سے نوازا'' (i) اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا کیا جن کا کوئی ہم نام پہلے نہیں گزرا تھا۔

(3)﴿وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ﴾ ''اور اُس کی بیوی کو اُس کے لیے درست کر دیا'' یعنی سیدنا زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھیں۔ رب العزت نے انہیں درست کر کے اسے حمل کے قابل بنا دیا۔

سوال 2: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾ ''یقیناً وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے'' رب العزت نے سیدنا زکریا علیہ السلام کے تقرب کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ تمام نیکیوں میں سبقت لے جاتے تھے اور نیکیوں کی تکمیل ایسے طریقے سے کرتے تھے جس کی رب العزت نے مدح بیان فرمائی ہے۔ (2) وہ نیکیوں کے کام نہیں چھوڑتے تھے اور اپنی فرصت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

(3)﴿وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ ''اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے۔'' یعنی وہ ذوق وشوق سے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے لیے دعائیں کرتے تھے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ ''میں آپ کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا۔'' (مریم:4)

(4) وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے دل سے ڈرنے والے تھے، بلک بلک کر اس سے دعائیں کرتے تھے۔ دنیا اور آخرت کے ضرر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

(5)﴿وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ ''اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے'' خشوع وہ خوف ہے جو دل سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔

(6) سیدنا زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع اور انکساری کا اظہار کرتے تھے۔

(7) ایک دفعہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبے میں فرمایا: میں تم کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی تائید کرتا ہوں اور اس بات کی بھی کہ تم اس کے شایان شان اس کی حمد وثنا کرتے رہو۔ رغبت کو ڈر کے ساتھ ملائے رکھو اور چمٹ کر بار بار مانگو، دیکھو اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کی اور ان کی اہلیہ کی تعریف فرمائی ہے۔ پھر آپ نے ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ پڑھ کر سنائی۔ (ابن ابی حاتم)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کو رغبت اور خوف کے ساتھ کون پکارتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو رغبت اور خوف کے ساتھ وہ پکارتا ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ سے پختہ رابطہ رکھنے والا ہو، جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار ہو،

جو اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع کا اظہار کرنے والے ہوں۔

سوال 4: قبولیت دعا کے لیے کن چیزوں کا اہتمام ضروری ہے؟

جواب: (1) نیکی کے کاموں میں بھاگ دوڑ کرنا۔ (2) اللہ تعالیٰ سے لالچ، طمع اور خوف کے ساتھ دُعائیں کرنا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور خشوع وخضوع کا اظہار کرنا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کو خوف کے ساتھ کیوں پکارا جاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو خوف کے ساتھ اس لیے پکارا جاتا ہے کہ کہیں رب ناراض نہ ہو جائے۔

﴿وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا'' (91)

سوال 1: ﴿وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ''اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی'' یعنی سیدہ مریم علیہا السلام جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کا تذکرہ، ان کی پاکیزگی اور ان کی قدر و منزلت کے ساتھ کریں۔

(2) سیدہ مریم علیہا السلام نے ہمیشہ اپنی عزت کی حفاظت کی۔ سیدہ مریم علیہا السلام کی پاکیزگی کا بیان قرآن مجید میں ان ہی کی زبان سے کیا گیا ہے: ﴿قَالَتْ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا (۲۰)﴾ ''مریم نے کہا: ''میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ اور مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں کبھی بدکار نہ تھی۔'' (مریم:20) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنے کی وجہ سے شادی نہیں کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی'' (التحریم:12)

(3) ﴿فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا﴾ ''تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو ان کے عمل کی جنس ہی سے اس کا بدلہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے ایک بیٹے سے نوازا۔ سیدنا جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدہ

مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہر گیا۔ (سعدی:2/1696,1697)

(4) ﴿وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا'' سیدہ مریم علیہا السلام کو کسی مرد کے چھوئے بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی پھونک سے حمل ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو سارے جہان والوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا کہ وہ چاہے تو بن باپ کے بچہ پیدا کر سکتا ہے۔

(5) سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس سیدنا زکریا علیہ السلام بے موسم کے پھل دیکھتے تھے جو کہ جہان والوں کے لیے نشانی ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ (آل عمران:37)

(6) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے میں کلام کیا اور اپنی ماں پر لگنے والی تہمت سے برأت کا اعلان کیا۔ ان کے ہاتھ پر رب العزت نے معجزات ظاہر کیے۔ اس طرح وہ سارے جہان والوں کے لیے نشانی بن گئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (۲۱)﴾ ''فرشتے نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا، تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر تو بہت آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی جانب سے ایک رحمت بنا دیں اور ہمیشہ سے یہ ایک طے شدہ کام ہے۔'' (مریم:21)

(7) ﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ (۵۰)﴾ ''اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنا دیا اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بلند زمین پر ٹھکانہ دیا جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی۔'' (المومنون:50)

سوال 3: سیدہ مریم علیہا السلام کی کس خاص صفت کا یہاں تذکرہ کیا گیا؟

جواب: سیدہ مریم علیہا السلام نے اپنی شہوت کو قابو میں رکھا۔

سوال 4: سیدہ مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کا انہیں کیا انعام دیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ انہیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بنایا اور معجزاتی طریقے سے بن باپ کے پیدا کیا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا حق دار کون بن سکتا ہے؟

جواب: جو اپنی خواہشات کو قابو میں رکھے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا حق دار بن سکتا ہے۔

﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾

''یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو'' (92)

سوال 1: ﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے'' یہاں امت سے مراد دین یا ملت ہے۔

(2) سیدنا مجاہد نے فرمایا یعنی تمہارا دین ایک ہے۔ (جامع البیان: 91/17) (3) اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کا دین یا اُن کا طریقہ ملت ایک ہی ہے سب ہی توحید پر قائم تھے جس سے طرح نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہم انبیاء کی جماعت اولا دِ علات ہیں یعنی جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف ہوں اور ہمارا دین ایک ہے۔'' (ابن کثیر)

(4) رب العزت نے فرمایا: یہ سارے انبیاء جن کا تذکرہ ہم نے کیا ہے تمہارے راہ نما اور تمہارے امام ہیں۔ ان سب کا دین ایک اور ان کا رب ایک اور ان کی شریعت ایک ہے۔

(5) ﴿وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں تمہارا رب ہوں سو تم میری عبادت کرو'' میں تمہارا رب ہوں تمہارے لیے میرے دین کے سوا کوئی دین نہیں اور میرے سوا تمہارا کوئی رب نہیں، تم میری عبادت کرو اور مجھے ایک مانو۔ (تفسیر خازن: 242/3)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''اور یقیناً یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو۔ (المومنون: 52)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتیں پسند کرتا ہے اور تین باتیں ناپسند کرتا ہے، وہ پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقے فرقے نہ بنو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ناپسند کرتا ہے بے فائدہ باتیں کرنے کو، سوال کی کثرت کو اور مال کے ضائع کرنے کو۔'' (مسلم: 1715)

(8) انبیاء کے دین کا اصول ہمیشہ ایک ہی رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چیز کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا وہی عبادت کے لائق ہے۔ اور اسی کو توحید کہتے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 127/3)

سوال 2: سارے انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہارا رب ہوں۔ تم سب میری عبادت کرو۔

﴿وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ﴾

''اورانہوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سب ہی ہماری طرف لوٹنے والے ہیں''(93)

سوال1:﴿وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ﴾''اورانہوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سب ہی ہماری طرف لوٹنے والے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ﴾''اورانہوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا''(i)لوگ توحید کو، ایک رب کی عبادت کو چھوڑ کر فرقوں میں بٹ گئے۔کوئی یہودی اور کوئی عیسائی ہوگیا۔اسی طرح مسلمانوں کے بھی مختلف فرقے بن گئے۔(ii)لوگوں نے دین میں بحثیں کر کر کے ایک دین کو کئی دینوں میں بدل ڈالا۔

(2)اگر سب لوگ ایک دین پر قائم رہیں تو ایک اُمت بن سکتے ہیں۔

(3)انبیاء کے ماننے والے ہی فرقوں میں بٹ گئے اور رب العزت نے فرمایا:﴿مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾''اُن میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور بہت سے گروہ بن گئے، ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اُس کے پاس ہے۔''(الروم:32)

(4)﴿كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ﴾''سب ہی ہماری طرف لوٹنے والے ہیں''یعنی سارے ہی فرقے ہماری طرف لوٹیں گے اور ہم ان کے اعمال کا انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے۔

(5)یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس لیے فرمائی تاکہ واضح ہوجائے کہ اختلافات دنیا میں دور ہونے والے نہیں۔ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہی ہوگا۔

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۶۳)﴾''اوراس نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی، اگر آپ زمین میں جو بھی ہے وہ سب خرچ کر دیتے تب بھی آپ ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(الانفال:63)

(7)وحشی سے روایت ہے لوگوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہم کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تم الگ الگ کھاتے ہو متفرق انہوں نے کہا جی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا: تو جمع ہوجاؤ اپنے کھانے پر اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔اس میں برکت ہوگی۔(ابن ماجہ:3286)

(8)سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام تو رسول اللہ ﷺ سے خیر و بھلائی کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں برائی

کے بارے میں اس خوف کی وجہ سے کہ وہ مجھے پہنچ جائیں، سوال کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شر میں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس یہ بھلائی لائے۔ تو کیا اس بھلائی کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: کیا اس برائی کے بعد کوئی بھلائی بھی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور اس خیر میں کچھ کدورت ہوگی۔ میں نے عرض کیا: کیسی کدورت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری سنت کے علاوہ کو سنت سمجھیں گے اور میری ہدایت کے علاوہ کو ہدایت جان لیں گے۔ تو ان کو پہچان لے گا اور نفرت کرے گا۔ میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد کوئی برائی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہو کر جہنم کی طرف بلایا جائے گا۔ جس نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا وہ اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ ہمارے لیے ان کی صفت بیان فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! وہ ایسی قوم ہوگی جو ہمارے رنگ جیسی ہوگی اور ہماری زبان میں ہی گفتگو کرے گی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر یہ مجھے ملے تو آپ ﷺ کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت کو اور ان کے امام کو لازم کر لینا۔ میں نے عرض کیا: اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت ہو، نہ کوئی امام (تو کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا اگرچہ تجھے موت کے آنے تک درخت کی جڑوں کو کاٹنا پڑے اور تو اسی حالت میں موت کے سپرد ہو جائے۔'' (مسلم:4784)

(9) ''سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''عنقریب فتنے اور فساد ظاہر ہوں گے اور جو اس امت کی جماعت کے معاملات میں تفریق ڈالنے کا ارادہ کرے اسے تلوار کے ساتھ مارو، خواہ وہ شخص کوئی بھی ہو۔'' (مسلم:4796)

(10) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔'' (ترمذی:2167)

(11) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں مقام جابیہ پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم جماعت کو لازم پکڑو اور تفرقہ سے بچو۔ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور ہوتا ہے۔ جو شخص جنت کا درمیان اور بہتر حصہ چاہتا ہے وہ شخص جماعت کو لازم پکڑے۔ (ترمذی:2165)

(12) اختلاف آپس کی ضد کے سبب ہوتا ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۲۱۳)﴾ ''لوگ ایک ہی اُمت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں اُنہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں اُنہوں

نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (البقرہ:213)

(13)﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۱۹)﴾ ''اور تمام لوگ ایک ہی اُمت تھے، پھر وہ الگ الگ ہو گئے اور اگر آپ کے رب کے پاس ایک بات پہلے ہی سے طے نہ ہوتی تو اس بارے میں ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔'' (یونس:19)

(14) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپس میں اختلاف نہ کرو، تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ اسی باعث ہلاک و برباد ہو گئے۔'' (بخاری:3476)

رکوع نمبر 7

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾

''پس جو شخص نیکی کا کوئی عمل کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی اور یقیناً ہم ہی اسے لکھنے والے ہیں'' (94)

سوال 1: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾ ''پس جو شخص نیکی کا کوئی عمل کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی اور یقیناً ہم ہی اسے لکھنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ''پس جو شخص نیکی کا کوئی عمل کرے اور وہ ایمان والا ہو'' یعنی ایمان کی حالت میں جو نیک اعمال کرے گا اور نیک اعمال سے مراد جن کو اللہ تعالیٰ نے قولی، قلبی اور فعلی عبادات میں سے مشروع کیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:934)

(2)﴿فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ﴾ ''اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی'' یعنی اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی، نہ اس کو ضائع کیا جائے گا، نہ کم کیا جائے گا یعنی ظلم نہیں کیا جائے گا بلکہ کوشش کا کئی گنا اجر دیا جائے گا اور ہر عمل کی کامل جزا دی جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى﴾ ''اور جو شخص اپنے رب کے پاس مومن ہو کر آئے گا جس نے نیک عمل کیے ہوں گے تو ان لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں'' (طٰہٰ:75)

(3)﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''جس نے برا عمل کیا تو وہ اُس کے برابر ہی بدلہ پائے گا اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت مگر وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔'' (المومن:40)

(4)﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے۔'' (بنی اسرائیل:19)

(5)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ''بے شک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، یقیناً ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں۔'' (الکہف:30)

(6)﴿وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم ہی اسے لکھنے والے ہیں'' یعنی اس کی کوشش کو فرشتے بھی لکھ رہے اور لوح محفوظ میں بھی لکھا گیا ہے۔

(7) جو بھی نیک اعمال کرے گا اور وہ مومن نہ ہو تو وہ دنیا و آخرت میں نامراد ہوگا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے یہاں کن کاموں کی قدر و قیمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے یہاں ایمان اور عمل صالح کی قدر و قیمت ہے۔

سوال 3: ایمان کیسے انسان کی زندگی کی بنیاد بنتا ہے؟

جواب: (1) ایمان دراصل انسان اور کائنات کے درمیان رابطے کی حقیقی بنیاد ہے۔

(2) اعمال صالح کی مثال بلند عمارت کی ہے جو بغیر بنیادوں کے اُٹھ نہیں سکتی۔ (3) ہر عمل صالح کی بنیاد ایمان ہے۔

(4) عمل صالح کا پھل تبھی لگتا ہے جب جڑ زمین کی گہرائی میں اُتر جائے یعنی ایمان دل کے اندر اُتر جائے۔

(5) عمل اور جزا کا تذکرہ آنے پر اسی وجہ سے عمل صالح کے ساتھ ایمان کا ذکر آتا ہے۔

سوال 4: عمل صالح کا ایمان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) عمل صالح ایمان کا پھل ہے۔ (2) اگر ایمان نہ ہو تو عمل صالح ہو ہی نہیں سکتا۔

سوال 5: عمل صالح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) اعمال صالح کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ (2) اللہ تعالیٰ اعمال صالح کا ریکارڈ رکھ رہے ہیں تاکہ ان کی جزا دی جائے۔

﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴾

''اور حرام ہے، اس بستی پر جس کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو یقیناً وہ واپس نہیں لوٹیں گے''۔ (95)

سوال 1: ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور حرام ہے، اُس بستی پر جس کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو یقیناً وہ واپس نہیں لوٹیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور حرام ہے، اس بستی پر جس کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو یقیناً وہ واپس نہیں لوٹیں گے''۔ (i) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بستی کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیتے ہیں پھر وہ لوٹ کر نہیں آتی۔ (ii) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ جس کے اندر ایمان کی طرف لوٹنے کی استعداد ختم ہو جاتی ہے پھر وہ ایمان نہیں لا سکتے۔ (2) جن بستیوں کو تباہ کر دیا گیا وہاں کے رہنے والے کبھی دنیا میں نہیں آ سکتے۔

(3)لوگوں کو چاہیے کہ ان اعمال پر ڈٹے رہنے سے بچیں جو ہلاکت کا سبب بنتے ہیں۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾

''حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔''(96)

سوال1:﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾''حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ﴾''حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے''(i)یاجوج ماجوج کا ظہور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ہوگا۔(ii)ان کے ظاہر ہونے کے بعد قیامت قریب آجائے گی۔

(2)اللہ رب العزت نے لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنی نافرمانیوں پر جمے نہ رہیں کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت قریب آگیا ہے۔

(3)سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بن اسید غفاری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آپس میں قیامت کی باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم یہ دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔پھر آپ ﷺ نے بالترتیب سب کا ذکر فرمایا۔دھواں،دجال کا خروج،دابۃ الارض کا ظاہر ہونا،آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا،سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول،یاجوج ماجوج کی یورش،تین مقامات پر زمین کا دھنس جانا،مشرق،مغرب اور جزیرہ عرب میں۔اور ان نو نشانیوں کے بعد آگ پیدا ہوگی جو لوگوں کو یمن سے نکالے گی اور انہیں ان کے اجتماع کے مقام(شام) کی طرف لے جائے گی۔''(مسلم:7285)

(4)سیدنا زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ گھبرائے ہوئے اس حال میں نکلے کہ آپ ﷺ کا چہرہ سرخ تھا اور فرما رہے تھے،لا الہ الا اللہ عرب کے لئے اس شر سے ہلاکت ہو جو قریب آچکا ہے۔آج یاجوج ماجوج کی آڑ اتنی کھل چکی ہے اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ ملی ہوئی انگلی کا حلقہ بنا کر بتایا۔فرماتی ہیں میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول!کیا ہم اپنے اندر نیک لوگوں کے باوجود ہلاک ہو جائیں گے؟آپ ﷺ نے فرمایا:ہاں جب فسق و فجور کی کثرت ہو جائے گی۔(مسلم:7237)

سوال2:یاجوج ماجوج کا انجام کیا ہوگا؟

جواب(1)سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اُن کے لیے بددعا کریں گے اور یاجوج ماجوج ہلاک ہو جائیں گے۔

(2)ان کی لاشیں گل سڑ جائیں گی اور ہر طرف بدبو پھیل جائے گی۔

(3)اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجیں گے جو ان کی لاشوں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے۔

(4)اللہ تعالیٰ زوردار بارش بھیجیں گے جس سے ساری زمین صاف ہوجائے گی۔

سوال4: یاجوج ماجوج اپنی شرانگیزیوں سے ہرطرف پھیل جائیں گے تو اہل ایمان کہاں پناہ لیں گے؟

جواب: اہل ایمان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر پناہ گزیں ہوجائیں گے۔

﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ﴾

''اور وہ سچا وعدہ قریب آجائے گا اچانک ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا، ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے''۔(97)

سوال1: ﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ﴾ ''اور وہ سچا وعدہ قریب آجائے گا اچانک ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا، ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ﴾ ''اور وہ سچا وعدہ قریب آجائے گا''(i) وعدۂ حق سے مراد قیامت کا وعدہ ہے۔ جو یاجوج ماجوج کے بعد بالکل قریب آجائے گا۔(ii) اس وعدے سے مراد حساب کتاب اور جزا کا دن ہے۔

(2)﴿فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اچانک ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا'' اس روز گھبراہٹ اور خوف سے کافروں کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور وہ اپنی شامت کو دیکھ لیں گے۔

(3)﴿یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ ''ہماری بربادی! یقیناً ہم اس سے غفلت میں تھے'' اس وقت کافر حسرت اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی موت کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم تو دنیا کے کھیل تماشوں میں محو تھے کہ موت کا فرشتہ آگیا اور ہم بے خبری میں حشر کے میدان میں پہنچ گئے۔

(4)﴿بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ﴾ ''بلکہ ہم ہی ظالم تھے'' کافر اپنے ظلم اور گناہوں کا اعتراف کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے عدل کا بھی اعتراف کریں گے۔

(5)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ (42) مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس

حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔" (ابراہیم:42,43)

سوال2: قیامت کی ہولناکی کے کافروں پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب:(1) کافروں کی آنکھیں شدت کی ہولناکی کی وجہ سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

(2) اس وقت وہ اعتراف کریں گے کہ ہائے ہماری خرابی ہم گناہ گار تھے۔

سوال3: کون یہ اعتراف کرسکتا ہے کہ ہم غفلت میں پڑے ہوئے تھے، ہم گناہ گار تھے؟

جواب: یہ اعتراف وہی کرسکتا ہے جس پر کوئی اچانک مصیبت ٹوٹ پڑے، جو دہشت زدہ ہوجائے، جس کی آنکھیں پھٹی پھٹی رہ جائیں۔ جب اچانک کوئی پکڑا جائے تو حواس باختہ ہوکر اعتراف کرلیتا ہے کہ غفلت میں پڑے ہوئے تھے، ہم گناہ گار تھے۔

﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾

"بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔" (98)

سوال1: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾ "بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ "بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں" اللہ رب العزت نے مشرکوں اور بت پرستوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم سب اور تمہارے معبود جہنم کا ایندھن ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ "جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے" (البقرہ:24) بت لکڑی اور پتھر کے ہوتے ہیں۔ کل وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

(2) ﴿اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾ "تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو" یعنی تم اور تمہارے بت سب جہنم رسید ہوں گے اگرچہ پتھر عقل وشعور نہیں رکھتے اور ان کا کوئی گناہ نہیں مگر بت پرستوں پر ان کا جھوٹ واضح کیا گیا تاکہ ان کی عذاب کی شدت میں اضافہ ہو۔

﴿لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

"اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہی سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں" (99)

سوال1: ﴿لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ "اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہی

سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا﴾''اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے''یعنی اگر یہ معبود واقعی کچھ حقیقت رکھتے تو کبھی آگ میں داخل نہ ہوتے۔

(2)﴿وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''اور یہی سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''یعنی باطل معبود اور عبادت گزار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔اس سے نہ نکل پائیں گے نہ کہیں اور جا پائیں گے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے معبودوں کے بے اختیار ہونے کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر جھوٹے معبود با اختیار ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے۔

(2)وہ خود جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں تمہیں بننے سے کیسے روک سکتے ہیں؟

سوال3:جہنم میں کتنے عرصے کے لیے داخلہ ہوگا؟

جواب:جھوٹے معبود اور ان کے لیے عبادت گزار ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔

﴿لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ﴾

''اس میں ان کے لیے گدھے کی سی آواز ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے''۔(100)

سوال1:﴿لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ﴾''اس میں ان کے لیے گدھے کی سی آواز ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ﴾''اس میں ان کے لیے گدھے کی سی آواز ہوگی''وہ جہنم میں عذاب کی شدت کے باعث پھنکاریں گے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾''پھر جو بدبخت ہیں وہ آگ میں ہوں گے اس میں ان کو آواز بھینچنا اور آواز نکالنا ہوگا''(ہود:106)

(2)﴿وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ﴾''اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے''شدت رنج والم کی وجہ سے لوگ چیخیں گے حتیٰ کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے گی۔(4)جہنم کے غصے، پھنکار اور سخت بھڑکنے کے باعث جہنم کی آواز ہی سنیں گے۔اس کے علاوہ کوئی آواز نہیں سنیں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾

''یقیناً جن کے لیے ہماری جناب سے بھلائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا وہ اس جہنم سے دور رکھے گئے ہوں گے''۔(101)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾''یقیناً جن کے لیے ہماری جناب سے بھلائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا وہ اس جہنم سے دور رکھے گئے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى﴾''یقیناً جن کے لیے ہماری جناب سے بھلائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا''یعنی جن لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق پہلے ہی بھلائی لکھ دی گئی،ان کے لیے دنیا میں نیک کام آسان کر دیئے گئے۔

(2)﴿اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾''وہ اس جہنم سے دور رکھے گئے ہوں گے''وہ جہنم سے انتہائی دور کر دیئے جائیں گے حتیٰ کہ اس کی آواز نہیں گے نہ دیکھ سکیں گے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت،یہی لوگ جنت والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔(یونس:26)

(4)﴿هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔''(الرحمٰن:60)

سوال2:جہنم سے کون لوگ دور رکھے جائیں گے؟

جواب:(1)وہ لوگ جن کے حق میں پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے۔

(2)وہ لوگ جن کے لیے کامیابی اور نجات مقدر ہو چکی وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ﴾

''وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے،اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جنہیں ان کے دل چاہیں گے''۔(102)

سوال1:﴿لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ﴾''وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے،اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جنہیں ان کے دل چاہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا﴾''وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے''اہل ایمان کو دوزخ کی آگ کی سرسراہٹ بھی سنائی نہ دے گی۔

(2)سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا اور میں عثمان زبیر اور طلحہ اور عبدالرحمٰن انہی لوگوں میں سے ہیں یا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔اتنے میں تکبیر ہوئی تو چادر گھسیٹتے﴿لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا﴾پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:سیدنا عثمان اور ان کے ساتھی ایسے ہی ہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی لوگ اولیا اللہ ہیں۔یہ بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو جائیں گے اور کافر وہیں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔(ابن کثیر)

(3)﴿وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جنہیں ان کے دل چاہیں گے'' اہل جنت اپنے دل پسند ماحول میں ہمیشہ رہیں گے۔

﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

''انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے اُن کے استقبال کو آئیں گے: یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے''(103)

سوال1:﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ﴾ ''انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی'' بڑی گھبراہٹ سے مراد موت یا صور اسرافیل ہے۔

(2)یعنی جب لوگ بہت زیادہ گھبراہٹ میں ہوں تو اہل ایمان کو کوئی غم نہ ہوگا۔

(3)﴿وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''اور فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے'' یعنی جب وہ قبر سے اٹھیں گے تو فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، انہیں بشارتیں دیں گے۔

(4)﴿هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے'' فرشتے مبارکباد دیتے ہوئے کہیں گے، یہ وہ دن ہے جب رب العزت نے تمھیں عذاب سے بچالیا اور جنت میں داخل کر دیا۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (30) نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (31) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (32)﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (فصلت:30۔32)

(6)﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''جن کو فرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو، ان اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم کیا کرتے تھے۔'' (النحل:32)

﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ط كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ط وَعْدًا عَلَيْنَا ط اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ(104)﴾

''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں''۔(104)

سوال1:﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ﴾''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ﴾''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں'' اللہ رب العزت نے قیامت کے دن پیش آنے والے حالات کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ عظیم آسمان کو اس کی وسعتوں اور عظمت کے باوجود اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح کاتب اوراق کو لپیٹتا ہے۔ آسمان لپیٹ دیا جائے گا تو تارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔ سورج اور چاند روشنی سے محروم ہو جائیں گے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟'' (بخاری:7382)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابوالقاسم! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ (ساتوں) آسمانوں کو ایک انگلی پر، (ساتوں زمینوں کو ایک انگلی پر، پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور گیلی مٹی کو ایک انگلی پر اور (دیگر) تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ لے گا، پھر انگلیوں کو ہلا کر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (اس کی تصدیق فرماتے ہوئے) ہنسے، یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک دکھائی دیے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ز صلے وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ط سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے حالانکہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (الزمر:67)(بخاری:7415)

(4)﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ﴾ ''جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے'' رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی کا یقین دلایا ہے کہ ہم مخلوق کو اسی طرح پیدا کریں گے جیسے ہم نے مخلوق کی ابتدا کی تھی۔ ہاں فرق ضرور ہے کہ پہلی بار

کچھ نہیں تھا اور دوسری بار وجود کے خاتمے کے بعد اسے دوبارہ پیدا کرنا ہے۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن خطبہ سنایا فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ حشر کیے جاؤ گے جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ پھر سب سے پہلے قیامت کے دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ سن لو! میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے فرشتے ان کو پکڑ کر بائیں طرف والے دوزخیوں میں لے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا پروردگار یہ تو میرے ساتھ والے ہیں۔ ارشاد ہوگا تم نہیں جانتے انہوں نے تمہاری وفات کے بعد کیا کیا کرتوت کیے ہیں۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا آخر آیت تک۔ ارشاد ہوگا یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل اسلام سے پھر گئے جب تو ان سے جدا ہوا۔ (بخاری:4740)

(6) ﴿وَعْدًا عَلَيْنَا﴾ ''یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ مخلوق کو فنا کرنے کے بعد دوسری بار پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے وعدہ ہے۔

(7) ﴿اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرنے والے ہیں، وہ اس کی قدرت رکھتا ہے، وہ تمام چیزوں کو ختم کر کے از سر نو بنائے گا۔

سوال 2: قیامت کے دن آسمان کو کیسے لپیٹا جائے گا؟

جواب: قیامت کے دن آسمان کو ایسے لپیٹا جائے گا جیسے ریکارڈ کیپر رجسٹر یا ریکارڈ کو لپیٹ کر رکھ دیتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً زبور میں ہم نے اس نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔'' (105)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً زبور میں ہم نے اس نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً زبور میں ہم نے لکھ دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں، صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام تورات، انجیل اور قرآن میں لکھ دیا ہے۔

(2) ﴿مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ﴾ ''اس نصیحت کے بعد لکھ دیا'' (i) ذکر سے مراد تورات ہے جو زبور سے پہلے نازل ہوئی۔ (ii) اس سے مراد تمام آسمانی کتابیں بھی ہو سکتی ہیں۔ (iii) اس سے مراد لوح محفوظ بھی ہو سکتی ہے۔ (3) سعید بن جبیر نے کہا کہ اس ذکر کے بعد جو آسمانوں

میں ہے۔(4) مجاہد نے کہا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ام الکتاب ہے۔(5) ابنِ زید نے کہا: اس سے پہلے ام الکتاب میں لکھ دیا ہے۔ (جامع البیان:110/17)

(6) یعنی لوحِ محفوظ میں لکھنے کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔

(7) ﴿اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ ''بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ جنت کی سرزمین کا وارث ان لوگوں کو بنائے گا جو اس کی اطاعت کرتے ہوں، جو نیکی کا حکم دیتے ہوں اور برائی سے روکتے ہوں۔

(8) رب العزت نے اہلِ جنت کے قول کا ذکر کیا ہے۔ ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں۔'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔'' (الزمر:74)

(9) اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ زمین سے مراد زمین کی خلافت ہو۔ اللہ تعالیٰ صالحین کو زمین میں اقتدار عطا کرے گا اور ان کو زمین کا والی بنائے گا۔ (سعدی:1702،1701/2)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ اور آسمانی کتابوں میں کیا بات لکھ دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث نیک بندے ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے زمین میں اقتدار کے مالک ہوں گے۔

سوال 4: زمین سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد جنت ہے۔ (2) اس سے مراد کفار کی زمین ہے۔

سوال 5: زمین کے اقتدار کے لیے کس شرط کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: اس کے لیے صالحیت کا ہونا ضروری ہے۔

سوال 6: صالحیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) صالحیت سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنا۔

(2) اللہ تعالیٰ اور اس کا احکامات کا پابند رہنا۔

﴿اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ﴾

''یقیناً عبادت گزار لوگوں کے لیے اس میں ایک پیغام ہے۔''(106)

سوال1:﴿اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ﴾ ''یقیناً عبادت گزار لوگوں کے لیے اس میں ایک پیغام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً عبادت گزار لوگوں کے لیے اس میں ایک پیغام ہے'' رب العزت نے قرآن کریم کی ثناء بیان فرمائی ہے کہ قرآنِ مجید ہر چیز کے لیے کافی ہے۔

(2)(i)بلاغ سے یہ مراد ہے کہ کافی اور مفید ہے۔(ii)اس سے مراد قرآن مجید ہے جس میں مسلمانوں کے لیے کافی فائدہ ہے۔

(3)اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز، قرآن کریم کی ستائش کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ قرآن کریم میں ہر چیز سے مکمل کفایت ہے اور اس سے مستغنی نہیں رہا جاسکتا، چنانچہ فرمایا:﴿اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ﴾یعنی وہ اپنے رب اور اس کے عزت وتکریم کے گھر تک پہنچنے کے لئے قرآن عزیز پر اکتفاء کرتے ہیں۔پس یہ گراں قدر کتاب ان کو جلیل ترین مقاصد اور افضل ترین مرغوبات تک پہنچاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لئے، جو سب سے زیادہ فضل وشرف کے حامل ہیں، اس سے آگے اور کوئی منزل نہیں کیونکہ قرآن ان کے رب کی، اس کے اسماء صفات اور افعال کے ذریعے سے، معرفت کے لیے کفیل ہے اور غیب کی خبریں بیان کرنے اور حقائق ایمان اور شواہد ایقان کی دعوت کا بھی کفیل ہے، قرآن ہی تمام مامورات اور تمام منہیات کو بیان کرتا ہے، یہ قرآن ہی ہے جو نفس وعمل کے عیوب اور دین کے دقیق وجلیل معاملات میں ان راستوں کی نشاندہی کرتا ہے جن پر اہل ایمان کو گامزن رہنا چاہیے اور یہ قرآن ہی ہے جو شیطان کے راستوں پر چلنے سے بچاتا ہے۔اور انسان کے عقائد اعمال میں اس کی مداخلت کے دروازوں کی نشاندہی کرتا ہے۔جسے قرآن غنی نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس کو غنی نہ کرے اور جس کے لئے قرآن کافی نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو کفایت نہ کرے۔(سعدی:1702/2،1703)

(4)﴿لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ﴾ ''عبادت گزار لوگوں کے لیے''(i)عابدین سے مراد خشوع وخضوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔

(ii)اس سے مراد شیطان اور نفس کی خواہشات پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دینے والے ہیں۔

سوال2:عبادت گزاروں کے لیے کس میں بڑا پیغام ہے؟

جواب:عبادت گزاروں کے لیے اس میں بڑا پیغام ہے کہ زمین کے وارث نیک بندے ہوں گے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت کرتے ہوئے۔''(107)

سوال1:﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت کرتے ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (i) ''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت کرتے ہوئے'' رسول اللہ ﷺ کی رسالت تمام جہان والوں کے لیے ہے۔ (ii) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنی تعلیمات کے ذریعے ساری دُنیا کو اور دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے ہم کنار کرنے کے لیے آئے ہیں۔ (iii) اس سے یہ بھی مراد لی جاتی ہے کہ اُمت پورے طور پر تباہی اور بربادی سے محفوظ کر دی گئی۔ اس اُمت پر کلی عذاب نہیں آئے گا۔ (iv) اس سے یہ مراد بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی مشرکین کے لیے بھی بددعا نہیں کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہی رحمت کے لیے ہوئی تھی۔

(2) جب نبی ﷺ کو سارے جہان والوں کے لیے رحمت بنایا تو یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کی نبوت بھی سارے جہانوں کے لیے ہے۔

(3) رحمۃ للعالمین نے لوگوں کو ان کے رب سے ملایا۔ انسانوں کے دل و دماغ اور زندگی کو روشن کیا، ان کی تعلیم نے امن عامہ اور مصلحت عامہ کو استوار کیا۔

(4) رحمۃ للعالمین مسکینوں کے ساتھی، غریبوں سے محبت کرنے والے، غلاموں کے محسن، یتیموں کا سہارا، بے آسروں کا سہارا تھے۔

(5) رحمۃ للعالمین سچے انسان تھے۔ آپ ﷺ کی ذات میں صداقت، امانت، صبر، تواضع، رحمت کمال درجے میں نظر آتے ہیں۔

(6) رحمۃ للعالمین نے یہودیوں جیسی قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کیا۔ ''یہود بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھی جائے گی۔ جو کوئی ان سے لڑے مسلمان ان کو مدد دیں گے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی، نفع رسائی یا نیکی کے ہوں گے، یہودیوں کے حلیف میں اس معاہدے میں ان کے ساتھ شامل ہیں، مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔ (سیرت ابن ہشام: 178/1)

(7) رحمۃ للعالمین نے خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کیا۔ (i) ''اہل نجران کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری حاصل ہوگی۔ ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان کے پیرو اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔'' (ii) ''ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔'' (iii) ''ان کے حقوق میں کوئی حق بدلہ نہ جائے گا۔ (iv) اور جو کچھ تھوڑا بہت ان کے قبضہ میں ہے اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔'' (رحمۃ للعالمین)

(8) رحمۃ للعالمین نے تمام عالم سے نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم دی۔ (9) آپ ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کی تعلیم دی۔

(10) آپ ﷺ نے انصاف میں دشمنی کو الگ رکھ کر خالص انصاف کا حکم دیا۔

(11) آپ ﷺ نے شوہر اور بیوی کے رشتے کو پاک ٹھہرایا۔ (12) آپ ﷺ نے انسانی جان کو قابل قدر اور محترم قرار دیا۔

(13) رحمۃ للعالمین نے جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، درماندوں، عورتوں اور بچوں کو ظالموں کے ہاتھوں سے چھڑانے کا وسیلہ قرار دیا۔ (14) آپ ﷺ نے ہوس حکمرانی اور ملک گیری کے لیے جنگ کو اختیار نہیں کیا۔

(15) آپ ﷺ نے اخلاق فاضلہ کی تعلیم دی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''مومنوں پر بہت شفقت

کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔" (التوبہ:128)

(16) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! احد سے زیادہ سختی کا تو آپ ﷺ پر کوئی دن نہ آیا ہوگا؟" آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کیا پوچھتی ہو کہ مجھے اس قوم نے کیا کیا ایذائیں پہنچیں؟ سب سے زیادہ بھاری دن مجھ پر عقبہ کا دن تھا جبکہ میں عبدالیل بن عبدکلال کے پاس پہنچا اور میں نے اس سے آرزو کی کہ وہ میرا ساتھ دے مگر اس نے میری بات نہ مانی، واللہ میں سخت غمگین ہو کر وہاں سے چلا مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں۔ قرن ثعالب میں آ کر میرے حواس ٹھیک ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اوپر سے ایک بادل نے مجھے ڈھانپ لیا ہے، سر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو جبرائیل علیہ السلام مجھے آواز دے کر فرما رہے ہیں "اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی باتیں سنیں اور جو جواب انہوں نے تجھے دیا وہ بھی سنا۔ اب پہاڑوں کے داروغہ فرشتے کو اس نے بھیجا ہے آپ ﷺ جو چاہیں انہیں حکم دیجئے یہ بجا لائیں گے"۔ اسی وقت اس فرشتے نے مجھے پکارا سلام کیا اور کہا "اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم کی باتیں سنیں اور مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ ان کے بارے میں جو ارشاد آپ ﷺ فرمائیں میں بجا لاؤں، اگر آپ ﷺ حکم دیں تو مکہ شریف کے ان دونوں پہاڑوں کو جو جنوب شمال میں ہیں میں اکٹھے کر دوں اور ان تمام کو ان دونوں کے درمیان پیس دوں"۔ نبی ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ نہیں میں یہ نہیں چاہتا بلکہ مجھے تو امید ہے کہ کیا عجب ان کی نسل میں آگے جا کر ہی کچھ ایسے لوگ ہوں جو اللہ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (بخاری:3231)

(17) عمرو بن ابی قرہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، جہاں بعض اوقات وہ احادیث رسول ﷺ بیان کیا کرتے تھے۔ ایک دن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے حذیفہ! رسول اللہ ﷺ بعض اوقات غصہ کی حالت میں کوئی بات کہتے تھے اور بعض اوقات خوشی کی حالت میں کوئی بات کہتے تھے (اس لیے تو ہر بات کو بیان نہ کیا کر) یقیناً میں جانتا ہوں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: "اپنی امت میں سے جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو، یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی اولاد آدم سے ہوں۔ تو جس طرح وہ غصہ کرتے ہیں اسی طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے، ہاں البتہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، تو اے اللہ! میری ان باتوں کو ان کے لیے قیامت کے دن رحمت بنا دے۔" (مسند احمد:23768)

(18) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گئی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔ اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ پکڑ کر آگ سے تمہیں نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گر جاتے ہو"۔ (بخاری:6483)

(19) پس آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے اس کی رحمت کا تحفہ ہیں۔ پس اہل ایمان نے اس رحمت کو قبول کیا، اس کی قدر کی اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا اور جو آپ پر ایمان نہ لائے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اس کی اس رحمت اور نعمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (تفسیر سعدی:2/1703)

﴿قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (108)﴾

''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو کیا تم فرماں بردار بنتے ہو؟'' (108)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو کیا تم فرماں بردار بنتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔'' رب العزت نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیں ان مشرکوں سے کہ میرے پاس آنے والی وحی میں تو یہی کہا گیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(2) ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''تو کیا تم فرماں بردار بنتے ہو'' یعنی کیا تم اس کی عبودیت کو اختیار اور اس کی الوہیت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہو؟ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں اپنے رب کی ستائش کرنی چاہیے کہ اس نے ان کو اس نعمت سے سرفراز کیا، جو تمام نعمتوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ (سعدی:2/1703)

(3) یعنی اپنے دل اور اپنے چہروں سے اسلام لے آؤ۔ اس کی عبادت کرو، اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

(4) اگر تم اللہ تعالیٰ کو ایک مان لیتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن سکتے ہو۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾

''پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو آپ فرمائیں میں تمہیں برابر اطلاع کر چکا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ آیا وہ قریب ہے یا دور۔'' (109)

سوال 1: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو آپ فرمائیں میں تمہیں برابر اطلاع کر چکا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ آیا وہ قریب ہے یا دور۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾''پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں''یعنی اگر وہ اپنے رب کی عبادت سے منہ موڑ لیں،اسے قبول نہ کریں ﴿فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾''تو آپ فرمائیں میں تمہیں برابر اطلاع کر چکا ہوں''رب العزت نے فرمایا: آپ ﷺ کہہ دیں میں نے تمہیں صاف صاف گزشتہ قوموں پر آنے والے عذاب کے بارے میں آگاہ کر دیا۔

(2)یعنی میں نے تمہیں کفر کے انجام کے بارے میں آگاہ کر دیا ہے۔

(3)﴿وَاِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾''اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ آیا وہ قریب ہے یا دور''یعنی میں نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ دور ہے یا قریب کیونکہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میرے اختیار میں کچھ نہیں۔

(4)میں نے تمہیں مطلع کر دیا ہے کہ میں تم سے اور تم مجھ سے بے زار ہو۔﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ،جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔''(یونس:41)

(5)(i)یہاں وعدے سے مراد قیامت ہے۔(ii)اس سے مراد غلبہ اسلام ہے۔

(iii)اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کی اجازت دینے کا وعدہ ہے۔

سوال2:ایذان کسے کہتے ہیں؟

جواب:ایذان اس اعلان اور الٹی میٹم کو کہتے ہیں جو امن کا زمانہ ختم ہونے پر دیا جاتا ہے۔

سوال3:رسول اللہ ﷺ نے کس چیز کا اعلان کیا تھا؟

جواب:رسول اللہ ﷺ نے اعلان کیا تھا کہ اگر تم توحید اور اسلام کی دعوت سے منہ موڑتے ہو،میرے سے دشمنی کرتے ہو تو یاد رکھو میں بھی تمہارا دشمن ہوں اور ہمارے اور تمہارے درمیان کھلی جنگ ہے۔

﴿اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ بلند آواز سے کی ہوئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو''۔(110)

سوال1:﴿اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ بلند آواز سے کی ہوئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً اللہ تعالیٰ بلند آواز سے کی ہوئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو''یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو تم کہتے ہو اور جو کینہ مسلمانوں کے خلاف سینوں میں چھپا رکھا ہے اور وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔

(2)اللہ تعالیٰ کے علم کی بات اس لیے کی گئی کہ وہ جو کھلے چھپے حالات کو جانتا ہے اُس نے اگر عذاب کو مؤخر کیا ہے تو کوئی حکمت ضرور ہوگی۔

رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کردو، یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''(الملک:13)

(3)﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى﴾''اگر چہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے۔''(طٰہٰ:7)

سوال2:اللہ تعالیٰ کے کلی علم کی بات یہاں کیوں کی گئی؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے علم کی بات اس لیے کی گئی کہ وہ جو کھلے چھپے حالات کو جانتا ہے اُس نے اگر عذاب کو مؤخر کیا ہے تو کوئی حکمت ضرور ہوگی۔

﴿وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾

''اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارا امتحان ہے یا ایک مدت تک کچھ فائدہ اٹھانا ہے۔''(111)

سوال1:﴿وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾''اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارا امتحان ہے یا ایک مدت تک کچھ فائدہ اُٹھانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہارا امتحان ہے یا ایک مدت تک کچھ فائدہ اٹھانا ہے''یعنی مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ قیامت کی آمد میں تاخیر کیوں ہے؟

(2)جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے،جس کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو وہ تمہارے لیے انتہائی برا ہے۔

(3)اگر تم ایک مقررہ وقت دنیا سے فائدہ اٹھا لیتے ہو تو یہ تمہارے لیے بڑے عذاب کا باعث ہوگا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم اُنہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ اُن کے لیے بہتر ہے،ہم اُنہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور اُن کے لئے رُسوا کن عذاب ہے۔''(آل عمران:178)

(4)مقررہ وقت تک دنیا کا فائدہ تو ظاہر ہے۔

﴿قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾

''پیغمبر نے کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور ہمارا رب وسیع رحمت والا ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اُن

باتوں پر جوتم بیان کرتے ہو"۔(112)

سوال1:﴿قُلْ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾"پیغمبر نے کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور ہمارا رب وسیع رحمت والا ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اُن باتوں پر جوتم بیان کرتے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ﴾"پیغمبر نے کہا اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرما" رب العزت نے فرمایا کہ آپ ﷺ دعا کرو کہ ہمارے اور کافروں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردے۔انبیاء نے یہ دعا مانگی ہے﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ﴾"اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو ہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔"(الاعراف:89)

(2) نبی ﷺ کو بھی یہ دعا مانگنے کا حکم دیا گیا جب آپ جنگ میں شریک ہوتے تو فرماتے:اے میرے رب انصاف ہی سے سچا فیصلہ فرمادے۔

(3)رب العزت نے دعا قبول کرلی۔اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں ان کافروں کو سزا دی۔

(4)﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾"ہمارا رب وسیع رحمت والا ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اُن باتوں پر جوتم بیان کرتے ہو"رب العزت نے فرمایا اے محمد ﷺ! آپ انہیں بتادو کہ میرا رب اپنے بندوں پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(5)تم جو باتیں بناتے ہو اس کے لیے ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔اے اللہ! ہماری مدد فرما۔ہمیں امید ہے۔ہم نے امید باندھی ہے کہ جس معاملے میں ہم نے مدد مانگی ہے وہ اپنی رحمت سے اسے ضرور پورا کرے گا اور اس نے ہمیشہ مدد کی ہے اور ہمیشہ وعدے پورے کیے ہیں۔

سورۃ الحج

تعارف

سوال1:سورت الحج کہاں نازل ہوئی؟

جواب:سورت الحج مدینہ میں نازل ہوئی۔

سوال2:اس سورۃ میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:اس سورۃ میں 10رکوع اور 78 آیات ہیں۔

سوال3:ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب:ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ 103نمبر پر ہے۔اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 22ویں سورت ہے۔

رکوع نمبر:8

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔(1)

سوال1:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے'' قیامت کا زلزلہ عظیم ہے، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو'' اللہ رب العزت نے سب لوگوں سے خطاب فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب سے ڈریں یعنی ایمان اور تقویٰ کے ذریعے اپنے رب کے عذاب سے ڈریں اور شرک اور نافرمانی چھوڑ دیں اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کریں۔

(2)﴿اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ ''یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے'' رب العزت نے تقویٰ اختیار کرنے کے لئے ان معاملات کا ذکر فرمایا ہے جو تقویٰ کے حصول میں مدد دیتے ہیں اور جو ان لوگوں کو خوف دلاتے ہیں جو تقویٰ کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(3)(i) قیامت کا زلزلہ ہر چیز کو تہ و بالا کر کے رکھ دینے والا ہے۔(ii) اس زلزلے سے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

(iii) یہ زلزلہ ایک لمحے میں بڑی تباہی لے آئے گا، اس لئے اسے عظیم چیز کہا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (۱) وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾ ''جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی اس کا سخت ہلایا جانا اور زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دے گی۔'' (الزلزال:1,2)

(5)﴿وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (۱۴) فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔'' (الحاقۃ:14,15)

(6)﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ (۶) خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ (۷) مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (۸)﴾ ''چنانچہ آپ ان سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:6,8)

(7)﴿يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ (۸) وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ (۹) وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا (۱۰) يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ

الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ (11) وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ (12) وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُئْوِيْهِ (13) وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ (14) كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى (15) نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى (16)﴾ ”اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا۔اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔(حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔اور اپنے قریبی خاندان کو جو اسے جگہ دیتا تھا۔اور ان سب کو جو زمین میں ہیں۔پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے۔ہرگز نہیں! یقیناً وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے۔جو منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے۔“(المعارج:B-16)

﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾

”جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہوجائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی۔اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا۔“(2)

سوال1:﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ ”جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہوجائے گی جسے وہ دودھ پلا رہی ہوگی اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی۔اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ﴾ ”جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہوجائے گی جسے وہ دودھ پلا رہی ہوگی۔“ قیامت کا زلزلہ اتنا شدید ہوگا کہ دل خوف کے مارے پھٹ جائیں گے۔حتیٰ کہ دودھ پلانے والی ماں جس کے دل میں اپنے بچے کی محبت رچی بسی ہوتی ہے وہ اپنے بچے کو بھول جائے گی۔اگرچہ دودھ پلانے والی ماں خوب اچھے طریقے سے سمجھتی ہے کہ بچہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

(2)﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا﴾ ”اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی“ خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی۔

(3)﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى﴾ ”اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے“ یعنی آپ لوگوں کو مدہوش دیکھ کر سمجھو گے کہ شراب کے نشے سے چور ہیں حالانکہ وہ نشے کی وجہ سے مدہوش نہیں ہوں گے۔خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے ہوش کھو بیٹھیں گے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾ ”پھر اگر تم نے

کفر کیا تو اس دن تم کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا"۔ (المزمل: 17)

(4) ﴿وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ "بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا" اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھے گا تو وہ دردناک عذاب دے گا۔ دل اچھل کر حلق میں آجائیں گے۔ گھبراہٹ اور خوف سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس دن کوئی کسی کے بدلے میں کام نہیں آئے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (۳۴) وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (۳۵) وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (۳۶) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (۳۷)﴾ "اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔" (عبس: 34-37)

(5) ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (۲۷) يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾ "اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا! ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔" (الفرقان: 27،28)

(6) ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ م بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا (۱۲) وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا (۱۳) لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (۱۴)﴾ "وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے۔ اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے تو وہاں وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے۔ آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔" (الفرقان: 12،14)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم (قیامت کے دن) ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! تو کیا مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ ایسا سخت معاملہ ہوگا کہ کوئی اس کا خیال بھی نہیں کر سکے گا"۔ (بخاری: 6527)

(8) عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ دو شخص آئے، ایک فقر و فاقہ کی شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ مکہ سے کسی محافظ کے بغیر نکلے گا۔ (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا) اور رہا فقر و فاقہ تو قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک (مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ حال نہ ہو جائے کہ) ایک شخص اپنا صدقہ لے کر تلاش کرے لیکن کوئی اسے لینے والا نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک شخص اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور نہ ترجمانی کے لیے کوئی ترجمان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے دنیا میں تجھے مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میں نے تمہارے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں بھیجا

تھا۔پھر وہ شخص اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو تو آگ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا پھر دائیں طرف دیکھے گا تو ادھر بھی آگ ہی آگ ہوگی۔پس تمہیں جہنم سے ڈرنا چاہیے خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی (کا صدقہ کر کے اس سے اپنا بچاؤ کر سکو) اگر یہ بھی میسر نہ آسکے تو اچھی بات ہی منہ سے نکالو۔(بخاری:1413)

سوال2: قیامت کے زلزلے کے کیا نتائج نکلیں گے؟

جواب: قیامت کے آثار نمایاں ہوں گے تو لوگوں پر دہشت،خوف اور گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ﴾

اور لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔(3)

سوال1:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے'' جو اللہ تعالیٰ کے جلال،اس کے کمال اور اس کی شریعت اور اس کے احکامات اور مخلوق کے بارے میں اس کے طریقہ کار (سنت) کو جانے بغیر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بحثیں کرتا ہے۔(ایسر التفاسیر:939)

(2)(i)لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شیطان کی پیروی کرتے ہوئے جہالت سے جھگڑے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔

(ii)لوگ اس بارے میں جھگڑا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

(3)﴿وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ﴾ ''اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت،اس کی کتابوں،موت کے بعد کی زندگی پر ایمان نہیں لاتے وہ ہر بات میں سرکش شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

(4)رب العزت نے ان کی مذمت کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے دشمنی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔

﴿كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾

''اس کے لیے لکھ دیا گیا ہے کہ جو بھی اُسے دوست بنائے گا تو یقیناً وہ اُسے گمراہ کر دے گا اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا۔''(4)

سوال1:﴿كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اس کے لیے لکھ دیا گیا ہے کہ جو بھی

اُسے دوست بنائے گا تو یقیناً وہ اُسے گمراہ کردے گا اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُتِبَ عَلَيْهِ﴾''اس کے لیے لکھ دیا گیا ہے''یعنی رب العزت نے شیطان کے بارے میں یہ لکھ دیا ہے۔

(2)﴿أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ﴾''کہ جو بھی اسے دوست بنائے گا'' کہ جو اس کی پیروی کرے گا، اس کی تقلید کرے گا۔

(3)﴿فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ﴾''تو یقیناً وہ اسے گمراہ کردے گا'' کہ وہ دنیا میں اسے حق کے راستے سے گمراہ کردے گا۔

(4)﴿وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾''اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا''اور آخرت میں ابلیس جہنم کا راستہ دکھائے گا ۔اس وقت پیروی کرنے والے کو بڑا ملال ہوگا۔

(5)﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں''۔(فاطر:6)

(6)وہ انسان جو ایمان نہیں لاتا جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتا ہے، جو شیطان کی پیروی کرتا ہے، جو خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے وہ ابلیس کا ساتھی ہے۔

(7)سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''نیک اور برے دوست کی مثال مشک ساتھ رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے(جس کے پاس مشک ہے اور تم اس کی صحبت میں ہو)وہ اس میں سے یا تمہیں کچھ تحفہ کے طور پر دے گا یا تم اس سے خرید سکو گے یا(کم از کم)تم اس کی عمدہ خوشبو سے تو محظوظ ہو ہی سکو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے(بھٹی کی آگ سے)جلا دے گا یا تمہیں اس کے پاس سے ایک ناگوار بدبودار دھواں پہنچے گا۔''(بخاری،5534)

سوال2:شیطان کی پیروی کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا رکھ دیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ان اپنی تقدیر میں یہ لکھ دیا ہے کہ جو شیطان کی پیروی کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔(2)اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی کرنے والوں کے لئے یہ لکھ دیا ہے کہ انہیں آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ﴾

''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تا کہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تا کہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔''(5)

سوال 1: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تا کہ ہم تم پر واضح کر دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے روئے زمین کے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو'' اگر تمہیں بعث اور حیات بعد الموت پر حیرت اور شک ہے جب کہ تم پر لازم ہے کہ تم اپنے رب اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرو تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں زندگی بعد موت کی دلیل ہے۔ تمہارے دلوں میں شک کو زائل کرنے کے لئے عام زندگی میں مشاہدات کی مثالیں ہیں۔

(2) پہلی دلیل انسان کی پیدائش کے آغاز سے لی گئی ہے یعنی جس نے پہلی بار پیدا کیا وہ دوسری بار پیدا کرنے پر قادر ہے۔ فرمایا:

(3) ﴿فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ ''تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔'' یعنی انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔

(4) ﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ''پھر نطفے سے'' یعنی پھر انسان کی نسل کا سلسلہ ''منی'' سے چلایا۔ یہ انسان کی پیدائش کا پہلا مرحلہ ہے جس کا عرصہ 40 دن کا ہے۔

(5) ﴿ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ﴾ ''پھر خون کے لوتھڑے سے'' یعنی دوسرے مرحلے میں نطفہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جمے ہوئے خون کے لوتھڑے میں بدل جاتا ہے۔

(6) ﴿ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ﴾ ''پھر گوشت کی بوٹی سے'' تیسرے مرحلے میں جمے ہوئے خون کا لوتھڑا بوٹی کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کی کوئی شکل نہیں ہوتی، نہ اعضاء واضح ہوتے ہیں۔ اس عرصے میں چالیس دن تک تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔

(7) ﴿مُّخَلَّقَةٍ﴾ ''جس کی پوری شکل بنائی گئی'' پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے چوتھے مرحلے میں یا تو پورے انسان کی تصویر بن جاتی ہے جس کا

سر، ہاتھ، سینہ، پیٹ، رانیں، پاؤں یعنی سارے اعضاء ہوتے ہیں یا

(8)﴿وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ ''اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی'' بغیر تصویر کے، بغیر افزائش کے تخلیق کے ساقط ہو جاتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے، جو کہتا ہے پروردگار! اب نطفہ پڑا۔ پروردگار! اب یہ خون بن گیا۔ پروردگار! اب یہ لوتھڑا بن گیا پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی پیدائش کے متعلق فیصلہ کر دیتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اس کی روزی کیا ہے؟ اور اس کی عمر کیا ہے؟ پھر ماں کے پیٹ میں یہ سب کچھ لکھ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری۔ کتاب الحیض)

(9)﴿لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ﴾ ''تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں'' اللہ تعالیٰ قدیر ہے اور کمال حکمت رکھتا ہے۔ چاہے تو ایک مرحلے میں تخلیق کو مکمل کر دے۔ وہ ان تمام مراحل سے گزار کر اپنی قدرت کا مشاہدہ کرواتا ہے اور ہم پر واضح فرماتا ہے کہ تمہاری تخلیق کی ابتداء کیسے ہوئی تھی۔

سوال 2: ﴿وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ﴾ ''اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں'' یعنی اگر اسقاط نہ ہو تو حمل کی مدت تک جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے بچے کو رحم میں رکھتا ہے۔

(2)﴿ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ﴾ ''پھر ہم تمہیں نکال لاتے ہیں'' پھر اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے رحموں سے باہر نکال دیتے ہیں۔

(3)﴿طِفْلًا﴾ ''ایک بچے کی صورت'' یعنی ایسی حالت میں جب کہ نہ تمہیں کسی چیز کا علم ہوتا ہے نہ کسی طرح کی قدرت ہوتی ہے، تمہاری ماؤں کی چھاتیوں سے تمہارے لئے رزق فراہم کرتے ہیں۔

(4)﴿ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ﴾ ''پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ'' یعنی تمہارا بدن کمال کو پہنچے اور عقل کامل ہو جائے۔'' (ایسر التفاسیر: 94)

(5) یعنی تم بچپن سے جوانی کی عمر تک پہنچ جاتے ہو۔ جب تمہاری عقل اور قوتیں کمال تک پہنچ جاتی ہیں۔

(6) اللہ تعالیٰ تمہیں کمزوری کی حالت سے رفتہ رفتہ قوی کرتا جاتا ہے۔ تمہارے ماں باپ کے دل میں تمہاری محبت ڈالتا ہے۔ تمہاری ماں دن رات تمہاری خیر خواہی کرتی ہے حتیٰ کہ تم پوری جوانی کو پہنچ جاتے ہو۔

سوال 3: ﴿وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ ''اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ ''اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے'' اپنی جوانی کے بعد تم میں سے کوئی ردی عمر یعنی بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے جب اعضاء جواب دے جاتے ہیں۔

(2)﴿لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ ''تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے'' یعنی بڑھاپے میں جب عقل جاتی رہے، سوچ وبچار کی صلاحیت ختم ہوجائے، ہوش وحواس کھو جائیں اور بڑھاپے سے پہلے کی کوئی چیز یاد نہ رہے۔ ایسے میں تو کوئی عالم بھی جاہل بن جاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:54)

(3)﴿وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ أَفَلَا يَعْقِلُونَ﴾ ''اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اسے ساخت میں الٹ دیتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے؟'' (یٰسین:68)

(4) نبی کریم ﷺ نے ارذل عمر سے پناہ مانگی ہے: ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ ''اے اللہ! بزدلی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے سب سے ذلیل حصے (بڑھاپے) میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں میں دنیا کے فتنوں سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔'' (بخاری:2822)

سوال4:﴿وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ﴾ ''اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) حیات بعد الموت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندگی عطا کرتا ہے۔ فرمایا:﴿وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً﴾ ''اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں'' زمین کو خشک، بنجر، غیر آباد، اجاڑ اور مردہ دیکھتے ہو۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے زمین کو زندہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تمہیں بھی زندہ کیا جائے گا۔

(2)﴿فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ﴾ ''پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب مردہ زمین پر بارش ہوجاتی ہے تو اس پر زندگی کے رنگ نمودار ہوجاتے ہیں۔

(3)﴿وَرَبَتْ﴾ ''اور اُبھر آتی ہے'' خشک ہونے کے بعد وہ خوب سرسبز اور بلند ہوجاتی ہے۔اس پر طرح طرح کے پھول اگتے ہیں جن کے رنگ، خوشبو، ذائقے اور فائدے الگ الگ ہوتے ہیں۔

(4)﴿وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ﴾ ''اور وہ ہر قسم کی نباتات اُگا دیتی ہے'' یعنی زمین نباتات کی ہر قسم کو اگاتی ہے۔

(5)﴿بَهِيْجٍ﴾ ''خوش منظر'' زمین پر اگنے والی نباتات، پھل پھول دیکھنے والوں کو خوش کرتے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(6)

سوال1:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے'' اور یہ سب کچھ یعنی انسان کی پیدائش، اس کی زندگی کے مختلف مراحل اور زمین کے مردہ ہونے کے بعد زندہ ہونا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب اور حقیقی معبود ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس کی عبادت حق ہے اور اس کے ماسوا کسی کی بھی عبادت باطل ہے۔

(2)﴿وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ''اور یقیناً وہی مُردوں کو زندہ کرے گا'' اللہ تعالیٰ نے جیسے تخلیق کا آغاز کیا تھا اور جس طرح زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کیا، اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے''۔(یٰسین:79)

(3)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بلاشبہ آپ زمین کو بنجر دیکھتے ہیں پھر جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی اور پھولتی ہے، بے شک جس نے اس کو زندہ کیا، یقیناً وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔''(فصلت:39)

(4)﴿وَاَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے زمین کو زندہ کرتا ہے۔وہ یہ قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو بھی زندہ کردے وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ

اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے۔(یاسین:82)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے پر اپنی کن صفات کا ذکر کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے پر اپنی صفتِ قدرت اور صفتِ حق کا تذکرہ کیا ہے۔

﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾

''اور یقیناً قیامت آنے والی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اُنہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں''(7)

سوال1: ﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور یقیناً قیامت آنے والی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ضرور اُن کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا﴾ ''اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ قیامت اور موت کے بعد کی زندگی برحق ہے۔اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

(2) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور ان کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے جیسے عدم سے وجود عطا کیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ حکم دے گا اور مردے زمین پھاڑ کر نکل آئیں گے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۙ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(یٰسین:81)

سوال2: قیامت آنے والی ہے اس پر کیا دلیل ہے؟

جواب: ہر چیز جو وجود میں آتی ہے وہ اپنے انجام کی طرف بڑھتی ہے۔ایسے ہی انسان اور کائنات کا انجام ہے جو قریب ہے۔

سوال3: قبروں والے زندہ ہوں گے، اس پر کوئی دلیل دیں۔

جواب: ایک فصل جب پک کر تیار ہوتی ہے پھر کٹ جاتی ہے اسی کا بیج جب دوبارہ بویا جاتا ہے تو وہ اُگ آتا ہے۔ایسے ہی انسانوں کو اللہ تعالیٰ قبروں سے نکالے گا جیسے فصل کٹ جانے کے بعد نئی فصل کو اُگاتا ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو بغیر علم کے، بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے۔''(8)

سوال 1:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو بغیر علم کے، بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے'' لوگوں میں سے شیطان کی تقلید کرنے والا ہے۔

(2)﴿مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتا ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتا ہے۔ مثلاً کوئی اس کا شریک یا بیٹا ہو اور یہ کہ وہ مردوں کو کیسے زندہ کر سکتا ہے۔ یہ جھگڑا ابوجہل نے کیا تھا۔ (ایسر التفاسیر:924)

(3)﴿بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بغیر علم کے'' بغیر کسی صحیح علم کے انبیاء اور ان کی پیروی کرنے والوں سے جھگڑتا ہے تاکہ وہ حق کو نیچا دکھا دے۔

(4)﴿وَّلَا هُدًى﴾ ''اور بغیر ہدایت کے'' وہ جھگڑے کے لئے نہ عقل سے راہ نمائی لیتا ہے، نہ کسی ہدایت یافتہ راہ نما کے پیچھے چلتا ہے۔

(5)﴿وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور بغیر روشن کتاب کے'' یعنی نہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کا نور ہے جو حقائق کو کھول دے، نہ اس کے پاس کوئی عقلی دلیل ہے، نہ نقلی دلیل۔ اس کے پاس محض شکوک وشبہات ہیں جو شیطان ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور بے شک شیاطین ضرور اپنے ساتھیوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم بھی یقیناً مشرک ہو جاؤ گے۔'' (الانعام:121)

﴿ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾

''وہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دے، اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم قیامت کے دن اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔'' (9)

سوال 1:﴿ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ''وہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دے۔ اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کو جلنے کا عذاب چکھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثَانِيَ عِطْفِهٖ﴾ ''وہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے'' یعنی اپنی گردن کو تکبر سے موڑتے ہوئے مخلوق کی توہین کرتے ہوئے، اس پر خوش ہے کہ وہ حق اور اہل حق کو حقیر سمجھتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب ہماری آیات اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ

موڑ جاتا ہے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیں" (لقمان:7)

(2)﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکادے" یعنی اپنی رائے سے حق کے بارے میں جھگڑتے ہیں جس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نہ خود حق کو مانیں، نہ کسی کو حق کی طرف آنے دیں۔ یہ حق کی دعوت کے مقابلے میں اکڑ جاتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (۳۸) فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ "اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے)۔ جب ہم نے اُسے واضح دلیل کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا۔ تو اُس نے اپنے اقتدار کی وجہ سے منہ پھیر لیا اور کہا: "جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔" (الذریات:38،39)

(3)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (۵)﴾ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ رک جاتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں"۔ (المنافقون:5)

(4)﴿وَلَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ﴾ "اور اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے" یعنی ایسے شخص کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑا تھا۔

(5) یعنی وہ آخرت سے پہلے، اس دنیا ہی میں رسوا ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی ہے۔ آپ داعیان کفر وضلالت میں سے جس کو بھی دیکھیں وہ تمام لوگوں کی ناراضی، لعنت، بغض اور مذمت کا اسی طرح نشانہ ہوتا ہے جیسے وہ اس کا مستحق ہوتا ہے اور ہر شخص حسب حال جزا پاتا ہے۔ (سعدی:2/1710)

(6)﴿وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ "اور ہم قیامت کے دن اس کو جلنے کا عذاب چکھائیں گے" آخرت میں اس کو بھڑکتی ہوئی آگ اور عذاب کا مزہ چکھایا جائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑنے والوں کی کیا صفت یہاں بیان کی گئی ہے؟

جواب: جھگڑنے والے کندھے اچکاتے ہوئے بات کرتے ہیں یعنی تکبر میں مبتلا ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرنے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرنے کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾

''یہ اُن کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''(10)

سوال 1:﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾''یہ اُن کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم کرنے والا نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ﴾''یہ اُن کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں'' یہ دنیا اور آخرت کا عذاب اس وجہ سے ہے جو تم نے شرک، ظلم اور نافرمانی کے کام کئے۔ رب العزت کا فرمان ہے:﴿خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (۴۷) ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ (۴۸) ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (۴۹) اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ(۵۰)﴾ ''پکڑو اسے، پھر اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو۔ چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے۔ یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے''۔(الدخان:47-50)

(2)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم کرنے والا نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ گناہوں کے بغیر عذاب نہیں دیتا۔ عذاب تو اعمال کی وجہ سے ملے گا۔

(3)عذاب تو افتراء پردازی اور تکبر کی وجہ سے ہوگا۔

(4)﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۱۱۸)﴾ ''اور جو لوگ یہودی بن گئے اُن پر ہم نے وہ تمام چیزیں حرام کر دی تھیں جو ہم اس سے پہلے آپ کو بتا چکے ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔''(النحل:118)

رکوع نمبر 9

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۱۱)﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ پھر اگر اسے فائدہ پہنچتا ہے
تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اُسے کوئی آزمائش آتی ہے تو چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے۔
اُس نے دنیا میں بھی خسارہ اُٹھایا اور آخرت میں بھی۔ یہی کھلا خسارہ ہے۔''(11)

سوال 1:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔'' حرف کی تفسیر کریں اور ایک کنارے پر عبادت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے'' حرف سے شک مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت شک کے ساتھ کرتے ہیں یا کنارہ مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کنارے ہو کر کرتے ہیں۔ پھر اگر انہیں عیش مل جاتا ہے تو جم جاتے ہیں اور اگر تکلیف پہنچتی ہے تو مرتد ہو جاتے ہیں۔(السراج المنیر :2/1239)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کنارہ پر (کھڑا ہو کر) کرتا ہے'' کے متعلق فرمایا کہ بعض لوگ مدینہ آتے (اور اپنے اسلام کا اظہار کرتے) اس کے بعد اگر اس کی بیوی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا اور گھوڑی بھی بچہ دیتی تو وہ کہتے کہ یہ دین (اسلام) بڑا اچھا دین ہے، لیکن اگر ان کے یہاں لڑکا نہ پیدا ہوتا اور گھوڑی بھی کوئی بچہ نہ دیتی تو کہتے کہ یہ تو برا دین ہے۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔(بخاری:4742)

(3) ابن ابی حاتم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ اعراب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے، اسلام قبول کرتے، واپس جا کر اگر اپنے ہاں بارش، پانی پاتے، جانوروں میں، گھر بار میں برکت دیکھتے تو اطمینان سے کہتے: ''بڑا اچھا دین ہے'' اور اگر اس کے خلاف دیکھتے تو جھٹ سے بک دیتے کہ اس دین میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ اس پر آیت اتری۔ سیدنا ابن عباس ؓ سے منقول ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے کہ مدینہ پہنچتے ہی اگر ان کے ہاں لڑکا ہوتا یا اونٹنی بچہ دیتی تو انہیں راحت ہوتی اور خوش ہو جاتے اور اس دین کی تعریفیں کرنے لگتے اور اگر کوئی بلا، مصیبت آ گئی، مدینے کی ہوا موافق نہ آئی، گھر میں لڑکی پیدا ہو گئی، صدقے کا مال میسر نہ ہوا تو شیطانی وسوسے میں آ جاتے اور صاف کہہ دیتے کہ اس دین میں تو مشکل ہی مشکل ہے۔ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ یہ حالت منافقوں کی ہے۔ دنیا اگر مل گئی تو دین سے خوش ہیں، جہاں نہ ملی یا کوئی امتحان آ گیا فوراً پلہ جھاڑ لیا کرتے ہیں، مرتد ہو جاتے ہیں۔(ابن کثیر:3/442)

(4) یعنی لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو ضعف الایمان ہے جس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا، ایمان کی بشاشت اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ یا تو خوف سے ایمان لایا ہے یا محض عادت کی بنا پر اور وہ بھی اس طریقے سے کہ وہ سختیاں برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔(سعدی:2/1711,1712)

(5) یعنی لوگوں میں کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرتا ہے کہ اسے اسلام پر شک ہوتا ہے کہ وہ حق ہے یا نہیں اور یہ ان کی جہالت کی وجہ سے تھا۔ بدوی عربوں پر یہ شک غالب تھا۔(ایسر التفاسیر:942)

سوال 2: کنارے پر رہ کر کون اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے؟

جواب:(1) کنارے پر وہ شخص رہتا ہے جس کی حقیقی دلچسپیاں اپنے مفادات سے ہوتی ہیں لیکن ہلکے پھلکے اثر کی وجہ سے دین سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔(2) وہ شخص جسے دین کے بارے میں شک ہو۔

(3) ایسے لوگ عقیدے کے اعتبار سے ایسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں کہ معمولی سے جھٹکے سے بھی گر جائیں۔

(4) ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو نہیں اپناتے۔(5) ایسے لوگ دعوت کے کاموں میں ثابت قدم نہیں ہوتے۔

سوال3: دین کے معاملے میں شک میں مبتلا ہونے والے کو استقامت کیوں نہیں نصیب ہوتی؟

جواب: دین کے معاملے میں شک میں مبتلا ہونے والے کو اس لئے استقامت نصیب نہیں ہوتی کہ اس کی نظر دنیاوی مفادات پر ہوتی ہے۔ جب تک مفادات ملتے رہیں ایسا شخص ٹھیک رہتا ہے لیکن مفادات کو ضرب لگنے سے ایسا شخص پہلی حالت پر لوٹ جاتا ہے خواہ وہ کفر کی حالت میں ہو یا شرک کی۔ ایسے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ دین اور مفاد ساتھ ساتھ نہیں چل سکتا تو فوراً ذاتی مفاد اختیار کر لیتے ہیں اور دین کو چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال4: ﴿فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ ''پھر اگر اسے فائدہ پہنچتا ہے تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اُسے کوئی آزمائش آتی ہے تو چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے۔ اُس نے دنیا میں بھی خسارہ اُٹھایا اور آخرت میں بھی۔ یہی کھلا خسارہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِنْ اَصَابَهٗ﴾ ''پھر اگر اسے فائدہ پہنچتا ہے'' یعنی اگر اسے رزق کی فراوانی ملتی ہے، من پسند اولاد ملتی ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی تو وہ بھلائیوں پر اطمینان کا اظہار کرتا ہے۔ اس کا اطمینان ایمان پر نہیں اچھے حالات پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی کو اچھے حالات میں رکھتا ہے تو وہ دین سے نہیں پھرتے حالانکہ ایمان ان کے دلوں میں اترا ہوا نہیں ہوتا۔

(2)﴿وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ﴾ ''اور اگر اُسے کوئی آزمائش آتی ہے'' یعنی اگر مالی تنگی ملتی ہے یا جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے یا اس سے کوئی پسندیدہ چیز چھن جاتی ہے۔

(3)﴿انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ﴾ ''تو چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے'' یعنی وہ اسلام سے اپنے دین، کفر اور جاہلیت کی طرف پھر جاتا ہے۔

(4) زید بن اسلم کہتے ہیں وہ منافق ہے اگر اس کی دنیا اچھی ہو تو عبادت کرتا ہے اور اگر خراب ہو تو نمازیں بھی چھوڑ دیتا ہے اور کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

(5)﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ﴾ ''اُس نے دنیا میں بھی خسارہ اُٹھایا اور آخرت میں بھی'' دنیا بھی اس کے ہاتھ سے گئی اور آخرت بھی۔ دنیا کا خسارہ یہ ہے کہ وہ امید پوری نہ ہوگی جس کی بنیاد پر وہ مرتد ہوا تھا، اسے اتنا ہی کچھ حاصل ہوا جو اس کی قسمت میں تھا۔ جہاں تک آخرت کے خسارے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اسے جہنم کا حق دار قرار دے دیا۔

(6)﴿ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ ''یہی کھلا خسارہ ہے'' دنیا اور آخرت کے معاملے میں کامیابی کے لئے یکسوئی لازمی شرط ہے۔ یہی صفت کنارے پر رہنے والے لوگوں کے اندر نہیں پائی جاتی۔ اپنے دو طرفہ رجحان کی وجہ سے ایسے لوگ نہ دنیا کی طرف یکسو ہو پاتے ہیں نہ آخرت کی طرف۔ یوں دونوں کو ہاتھ سے گنوا بیٹھتے ہیں، یہی بڑا خسارہ ہے۔

(7)(i)خسارے سے مراد زندگی کے اطمینان کا نقصان ہے۔(ii)اس سے مراد اعتماد کا فقدان ہے۔(iii)اس سے مراد سکون کا خاتمہ ہے۔(iv)اس سے مراد رضائے الٰہی سے محرومی ہے۔(v)اس سے مراد تقدیر پر ایمان سے محرومی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب سے دائمی محرومی ہے۔اللہ تعالیٰ کی جنت سے محرومی اور جہنم رسید ہونا سب سے بڑا خسارہ ہے۔

سوال5: کنارے پر رہنے والوں کی دنیا اور آخرت کیسے چلی جاتی ہے؟

جواب:(i) کنارے رہ کر دین اختیار کرنے والوں کی دنیا تو ایسے چلی جاتی ہے کہ ان پر مصیبت آتی ہے تو برداشت نہیں کر سکتے۔

(ii) ثابت قدم نہیں رہ سکتے۔(iii) برے حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔

(iv) آخرت ایسے چلی جاتی ہے کہ پہلے عقیدہ چھوڑا۔(v) پھر دین پر عمل پیرا ہونا چھوڑا۔

(vi) پھر ہدایت کی بجائے گمراہی کے راستے کو اختیار کر لیا۔

﴿يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾

''وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُسے پکارتا ہے جو اسے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے، یہی دور کی گمراہی ہے''۔(12)

سوال1:﴿يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾''وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُسے پکارتا ہے جو اسے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے، یہی دور کی گمراہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾''وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُسے پکارتا ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہستیوں سے فریاد کرتے ہیں، روزی طلب کرتے ہیں، اولاد مانگتے ہیں، اولاد کی بھلائیاں مانگتے ہیں۔

(2)﴿مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ﴾''جو اسے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے'' جو اپنے لیے یا کسی اور کے لیے نہ فائدہ پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں نہ نقصان سے بچانے کی۔

(3)﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾''یہی دور کی گمراہی ہے'' یہ دور کی گمراہی ہے جو انتہا کو پہنچی ہوئی ہے کیونکہ اس کی عبادت چھوڑی ہے جو نفع اور نقصان کا مالک ہے، جو نفع پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے، جو نقصان سے بچانے پر قدرت رکھتا ہے اور ایسی ہستیوں کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں جن کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔

﴿يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ﴾

''وہ اس کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، یقیناً وہ بُرا دوست ہے اور یقیناً وہ بُرا رفیق ہے''(13)

سوال1:﴿يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ﴾ ''وہ اس کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، یقیناً وہ بُرا دوست ہے اور یقیناً وہ بُرا رفیق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ﴾ ''وہ اس کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے'' یعنی آخرت سے پہلے دنیا میں نقصان ہے۔ اگر کوئی فائدہ پہنچ جائے تو نقصان زیادہ بڑا ہے کیونکہ انسان کا ایمان بگڑ جاتا ہے، توحید جاتی رہتی ہے، شرک جیسی نحوست سے دنیا میں طرح طرح کے نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔ ایک فائدے کے بدلے ہزاروں نقصان اٹھانے پڑیں تو وہ فائدہ بھی نقصان ہے۔

(2) رب کو پکڑنا، رب کے ساتھ وابستہ ہونا انسان کی ضرورت بھی ہے اور حقیقت کا تقاضا بھی۔ اس لیے جب انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسروں کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے تو نقصان اس کا مقدر بن جاتا ہے اور نفع ملنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(3)﴿لَبِئْسَ الْمَوْلٰى﴾ ''یقیناً وہ بُرا دوست ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے۔

(4)﴿وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ﴾ ''اور یقیناً وہ بُرا رفیق ہے'' یعنی بہت ہی برے ساتھی ہیں۔ اگر دوست سے نفع حاصل نہ ہو اور نقصان سے وہ بچا نہ سکے تو ایسے دوست اور دوستیاں قابل مذمت اور قابل ملامت ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (۳۶) وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۳۷) حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ (۳۸)﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً وہ انہیں ضرور راہِ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا! چنانچہ بہت ہی بُرا وہ ساتھی ہے۔'' (الزخرف:38.36)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ اس کا (ہمزاد) جن ساتھی مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: اور میرے ساتھ بھی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ پس وہ مجھے نیکی ہی کا حکم کرتا ہے۔'' دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''تم میں سے ہر کسی کے ساتھ ایک ساتھی جنوں میں سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر کر دیا گیا ہے۔'' (مسلم:2814)

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''(14)

سوال1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' یعنی وہ لوگ جنھوں نے اعمال صالحہ کے ذریعے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔(i) وہ لوگ جو اپنے ماحول سے اوپر اٹھ کر سوچتے ہیں۔

(ii) وہ جو پرفریب شخصیات کے سحر سے نکل کر، مفادات سے بالاتر ہو کر، باپ دادا کے رسوم ورواج کے تقلیدی ذہن سے آزاد ہو کر اپنے رب کو دریافت کر لیتے ہیں۔

(iii) جو اپنے رب کی پسند کے مطابق اپنی زندگیوں کو اس کے راستے پر لگا دیتے ہیں۔

(iv) جو اپنی زندگیاں، اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں، اپنا مال اپنے رب پر نچھاور کر دیتے ہیں وہ قیمتی لوگ بن جاتے ہیں۔

(2) سیدنا سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک مجلس میں حاضر تھا، اس میں آپ نے جنت کا حال بیان کیا، یہاں تک کہ بے انتہا تعریف فرمائی، آخر میں فرمایا: ''جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے ان کی تعریف سنی ہے اور نہ ان کا تصور کسی آدمی کے دل میں پیدا ہوا ہے۔''(مسلم:2825)

(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے'' یعنی وہ جس کو چاہتا ہے اپنے جود وکرم سے عطا کرتا ہے، اسے فرماں بردار لوگوں میں شامل کرتا ہے اور نافرمانیوں کی ذلت سے بچا لیتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ جو ارادہ چاہے کر سکتا ہے اس کے راستے کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ فرماں برداروں کو جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ﴾

''جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اسے ایک رسی آسمان تک دراز کرنی چاہیے پھر اسے کاٹ دینا چاہیے پھر اسے دیکھنا چاہیے کیا واقعی اس کی تدبیر اس کو لے جائے گی جو اسے غصہ دلاتی ہے''(15)

سوال1:﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ﴾ ''جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اسے ایک رسی آسمان تک دراز کرنی چاہیے پھر اسے کاٹ دینا چاہیے پھر اسے دیکھنا چاہیے کیا واقعی اس کی تدبیر اس کو لے جائے گی جو اسے غصہ دلاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا تو اسے ایک رسی آسمان تک دراز کرنی چاہیے پھر اسے کاٹ دینا چاہیے پھر اسے دیکھنا چاہیے کیا واقعی اس کی تدبیر اس کو لے جائے گی جو اسے غصہ دلاتی ہے'' اگر کسی کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے رسول (ﷺ) کی مدد نہیں فرمائے گا تو اس کا یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی مدد ضرور فرمائے گا، چاہے وہ اپنے گھر کی چھت میں رسی ڈال کر، اپنے گلے میں پھندا ڈال کر لٹک جائے اور دم گھٹ کر مر جائے، آسمان سے اللہ تعالیٰ کی مدد ضرور آئے گی۔

(2) اگر کوئی آسمانی مدد کو روکنا چاہے تو رسی پر چڑھ کر اوپر سے آنے والی مدد اور وحی کو روک آئے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔'' (المومن:51)

(3) یعنی وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف چال چل سکتا ہے، آپ ﷺ کے خلاف جنگ برپا کر سکتا ہے، جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے ابطال کی خواہش رکھتا ہے؟ وہ کیا چیز ہے جو دین کے ظہور پر اسے غیظ و غضب میں مبتلا کرتی ہے؟ یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے یعنی وہ ان اسباب کے ذریعے سے اپنے غیظ و غضب کو ٹھنڈا نہیں کر سکتا۔ اس آیت مقدسہ کا معنی یہ ہے، اے وہ شخص! جو محمد رسول اللہ ﷺ سے عداوت رکھتا ہے، جو آپ ﷺ کے دین کو مٹانے میں کوشاں ہے، جو اپنی جہالت کی بناء پر سمجھتا ہے کہ اس کی کوشش رنگ لائے گی، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تو جو بھی اسباب اختیار کر لے، رسول ﷺ کے خلاف کوئی بھی چال چل لے، اس سے تیرے غیظ و غضب اور تیرے دل کی بیماری کو شفا حاصل نہیں ہوگی۔ اس پر تجھے کوئی قدرت حاصل نہیں البتہ ہم تجھے ایک مشورہ دیتے ہیں جس سے تو اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے اور اگر یہ ممکن ہے کہ رسول ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی مدد نصرت کو منقطع کر سکتا ہے، تو معاملے میں صحیح راستے سے داخل ہو اور درست اسباب اختیار کر اور وہ یہ کہ کھجور وغیرہ کی چھال سے بٹی ہوئی رسی لے، پھر اسے آسمان پر لٹکا کر آسمان پر چڑھ جا اور ان دروازوں تک پہنچ جہاں سے اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے اور ان دروازوں کو بند کر کے اللہ تعالیٰ کی مدد منقطع کر دے۔ اس طریقے سے تیرے غیظ و غضب کو شفا حاصل ہوگی۔ بس یہ تجویز اور چال ہے اس طریقے کے علاوہ تیرے دل میں بھی یہ بات نہیں آنی چاہیے کہ تو اپنے غیظ و غضب سے چھٹکارا پا سکتا ہے خواہ مخلوق تیری مدد کے لیے کمر کیوں نہ باندھ لے۔ اس آیت کریمہ

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے دین، اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کے لئے فتح ونصرت کا جو وعدہ اور خوشخبری ہے، وہ مخفی نہیں اور کفار کے لئے مایوسی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے اور خواہ وہ اس نور کو بجھانے کی امکان بھر کوشش کیوں نہ کر لیں۔ (سعدی:3/1713,1714)

﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ﴾

''اور اسی طرح ہم نے اس کو واضح آیات کے ساتھ نازل کیا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔(16)

سوال1:﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس کو واضح آیات کے ساتھ نازل کیا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس کو واضح آیات کے ساتھ نازل کیا ہے'' یعنی اسی طرح سے ہم نے قرآن میں ایسی آیات نازل کی ہیں جو الفاظ کے اعتبار سے بھی واضح ہیں اور معنی کے اعتبار سے بھی۔

(2) یہ قرآن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے قرآن کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس راستے سے بہت دور نکال دیتا ہے۔ وہ یہ معاملہ اپنی حکمت کے کمال سے کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا اور اُن سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔ (الانبیاء:23)

(4) ہدایت تو اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے وہ جس کے لیے ہدایت کا ارادہ کرتا ہے وہ قرآن وسنت سے راہنمائی پالیتا ہے اور جس کے لیے نہیں چاہتا تو اس کے پاس خواہ ہر قسم کی نشانیاں آجائیں وہ ایمان نہیں لاتا اور قرآن ایسے شخص کے خلاف حجت بنے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی بن گئے اور صابی اور نصاریٰ اور مجوسی اور جنہوں نے شرک کیا، بے شک اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے''۔(17)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی بن گئے

اور صابی اور نصاریٰ اور مجوسی اور جنہوں نے شرک کیا، بے شک اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے'' مختلف مذاہب کے لوگوں کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان حق اور انصاف سے فیصلے کرے گا۔ ایمان والے جنت میں جائیں گے اور ان کے افعال پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے، ان کے رازوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(2)﴿وَالَّذِیْنَ هَادُوْا﴾ ''اور جولوگ یہودی بن گئے'' جولوگ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے وہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں انہیں یہود نہیں کہا جاتا تھا۔ یہود تو وہ اس وقت کہلائے جب انہوں نے کتاب اللہ میں تحریف کی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کی نسبت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے یہودا کی طرف ہے۔ یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ یہ ایک قبیلے کی نسبت تو ہوسکتی ہے مذہب کی نہیں۔

(3)﴿وَالصَّابِئِیْنَ﴾ ''اور صابی'' صابی دراصل وہ ستارہ پرست اور سورج پرست قوم ہے جس نے اپنے معبودوں کی حمایت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سیدنا نوح علیہ السلام کا پیروکار بتاتے اور باقی بعد میں آنے والے سب نبیوں کے منکر ہیں۔ بعد میں صابی کا لفظ دین میں تبدیلی کرنے یا آبائی مذہب سے روگردانی کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا اور ایک گالی کی حیثیت اختیار کرگیا۔ چنانچہ مشرکین مکہ بھی اسلام لانے والوں کو اسی نام سے نوازتے تھے اور کہتے تھے کہ فلاں شخص صابی ہوگیا ہے۔ یعنی کہ بے دین اور لامذہب ہوگیا ہے۔ جیسا کہ ہندوستان میں توحید کی طرف رجوع کرنے والوں کو وہابی کے لقب سے نوازا جانے لگا ہے۔

(تیسیر القرآن:2/144.145)

(4)﴿وَالنَّصٰرٰی﴾ ''اور نصاریٰ'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل شدہ کتاب انجیل کے پیروکار۔ ابتداً ان کا نام ناصری یا گلیلی تھا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ناصرہ گلیل میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ یہود انہیں ایک بدعتی فرقہ کی حیثیت سے ناصری یا گلیلی کہہ کر پکارتے تھے۔ قرآن میں ان کا نام نصاریٰ مذکور ہے۔ اور اسے بھی ناصرہ سے منسوب قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار یا حواریوں نے ﴿نحن انصار اللہ﴾ (آل عمران 53) کا اقرار کیا تھا۔ لہٰذا یہ لوگ نصاریٰ کہلائے۔ بعد میں انہوں نے اپنے لیے عیسائی کا لقب پسند کرلیا۔ ان لوگوں نے بھی بعد میں بہت سے بدعتی عقائد شامل کرلیے جیسے تثلیث، الوہیت مسیح اور کفارہ مسیح وغیرہ۔ (تیسیر القرآن:3/144.145)

(5)﴿وَالْمَجُوْسَ﴾ ''اور مجوسی'' مجوسی بھی آتش پرست اور ستارہ پرست لوگ تھے اور صابی فرقہ کی طرح اپنے آپ کو سیدنا نوح علیہ السلام کا پیروکار بتاتے اور باقی بعد میں آنے والے سب نبیوں کے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک نیکی اور بدی کے خدا الگ الگ ہیں۔ نیکی کا خدا خالق یزدان ہے اور بدی کا خدا خالق اہرمن ہے۔ یہ لوگ اپنی الہامی کتابوں کا نام ژند اور اوستا بتاتے ہیں۔ مزدک نے ان کے مذہب اور اخلاق کو بری طرح مسخ کرکے رکھ دیا تھا حتیٰ کہ حقیقی بہن سے نکاح بھی ان کے ہاں جائز قرار دیا گیا۔ (تیسیر القرآن:3/144.145)

(6)﴿وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا﴾ ''اور جنہوں نے شرک کیا'' یعنی اہل مکہ اور اہل عرب اور دنیا میں جو کوئی بھی شرک کرے وہ اس میں شامل ہے۔

(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا'' یہ فیصلہ قیامت کے دن ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال پر گواہ ہے۔

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے'' اللہ تعالیٰ سب کے اعمال پر گواہ ہے وہ عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ط وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ط وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ط اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی، اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتا ہے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے'' (18)

سوال 1:﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ط وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی، اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ اے محمد! کیا آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میری عظمت کی وجہ سے ہر چیز مجھے سجدہ کر رہی ہے؟

(2) جو آسمانوں میں ہیں یعنی فرشتے۔

(3) جو زمین میں ہیں یعنی جن اور دوسری مخلوقات۔

(4)﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ﴾ ''اور سورج اور چاند اور تارے'' یعنی آسمانوں کے تارے، چاند اور سورج سجدہ ریز ہیں۔

(5)﴿وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ﴾ ''اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی ہیں'' یعنی زمین میں پہاڑ، درخت اور جانور سجدہ کر رہے ہیں۔

(6)مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا منبر بنالیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں اور زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی ہوتی ہیں۔

(7)﴿وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ﴾ ''اور بہت سے لوگ بھی'' بہت سے انسان بھی خوشی خوشی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔ ساری کائنات میں انسان اور جن ہی مکلف مخلوق ہیں اور انہیں قوت ارادہ واختیار دیا گیا باقی مخلوق تکوینی طور پر اللہ کے حضور ہر وقت سجدہ ریزہ رہتی ہے اور ان کے سجدہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کام پر اللہ نے انہیں لگا دیا یا جو خدمت ان کے ذمہ کردی اور جو قوانین ان کے ذمے کر دیئے ہیں ان سے سرمو تجاوز نہیں کرتے۔ (تیسیر القرآن : 146/2) ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (۱۵)﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے اور صبح وشام اُن کے سائے بھی۔'' (الرعد:15)

(8)رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ (۴۸) وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (۴۹)﴾ ''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کے سائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں اس حال میں وہ سب عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی چلنے والا جانور ہو یا فرشتے، اور وہ تکبر نہیں کرتے۔'' (النحل:48,49)

(9)سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے، جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کہ یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے۔ پھر (دوبارہ آنے کی) اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے، جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی۔ بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا۔ چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ زبردست، علیم کا اندازہ ہے'' (یٰس:38) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (بخاری:3199)

(10)عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے آج رات اپنے کو دیکھا اور میں سو رہا تھا (یعنی خواب میں دیکھا) کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، میں نے سجدہ کیا تو میرے سجدے کے ساتھ اس درخت نے بھی سجدہ کیا، پھر میں نے اسے سنا، وہ کہہ رہا تھا:"اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا، وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ" ''اے اللہ! اس کے بدلے تو میرے لیے اجر لکھ دے، اور اس

کے بدلے میرا بوجھ مجھ سے ہٹادے، اور اسے میرے لیے اپنے پاس ذخیرہ بنالے، اور اسے مجھ سے تو اسی طرح قبول فرما جیسے تو نے اپنے بندے داود سے قبول کیا تھا"۔ حسن بن محمد بن عبید اللہ بن ابی یزید کہتے ہیں: مجھ سے ابن جریج نے کہا کہ مجھ سے تمہارے دادا نے کہا کہ ابن عباس ؓ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے آیت سجدے کی تلاوت کی اور سجدہ کیا، ابن عباس کہتے ہیں: تو میں نے آپ کو ویسے ہی کہتے سنا جیسے اس شخص نے اس درخت کے الفاظ بیان کئے تھے۔ (ترمذی:579)

(11) ﴿وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾ "اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے" بہت سے لوگ سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں ان پر عذاب واجب ہو چکا ہے۔

سوال 2: ﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ "اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتا ہے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ "اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتا ہے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں" جو لوگ سجدہ کرنے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر رکھا ہے اور وہ اپنے آپ کو عزت والا سمجھتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرنے سے انسان کی توہین نہیں ہوتی اس کی عزت بڑھتی ہے۔

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے" اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، وہ قدرت والا، صاحب اختیار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(4) ابن ابی حاتم میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: یہاں ایک شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادوں اور اس کی مشیت کو نہیں مانتا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اے شخص بتا تیری پیدائش اللہ تعالیٰ نے تیری چاہت کے مطابق کی یا اپنی؟ اس نے کہا: اپنی چاہت کے مطابق۔ فرمایا یہ بھی بتا کہ جب تو چاہتا ہے مریض ہو جاتا ہے یا جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے؟ اس نے کہا جب وہ چاہتا ہے۔ پوچھا: پھر تجھے شفا تیری چاہت سے ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کے ارادے سے؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے ارادے سے۔ فرمایا اچھا یہ بھی بتا کہ اب وہ جہاں چاہے گا تجھے لے جائے گا یا جہاں تو چاہے گا؟ کہا جہاں وہ چاہے گا۔ فرمایا پھر کیا بات باقی رہ گئی؟ سن اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو واللہ میں تیرا سر اڑا دیتا۔ (الاساس:3541/7)

﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ﴾

"یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے، تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے

کپڑے کاٹے جا چکے، کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں کے اوپر ڈالا جائے گا" (19)

سوال 1: ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ﴾ "یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے، تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں کے اوپر ڈالا جائے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ "یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے" بدر کے دن ایک گروہ مومن تھا اور دوسرا مشرکین قریش کا تھا۔ ان میں سے ہر گروہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ حق پر ہے۔

(2) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: "قریش کے ان چھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن لڑائی کے لیے (تنہا تنہا) نکلے تھے۔" (مسلمانوں کی طرف سے) علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم تھے اور (کافروں کی طرف سے) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے۔" (بخاری: 3966)

(3) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں پہلا شخص ہوں گا جو رحمٰن کے حضور میں قیامت کے دن اپنا دعویٰ پیش کرنے کے لیے چہار زانو بیٹھوں گا۔ قیس نے کہا کہ آپ ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ "یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا" بیان کیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بدر کی لڑائی میں دعوت مقابلہ دی تھی۔ یعنی علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم نے (مسلمانوں کی طرف سے) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے (کفار کی طرف سے) (بخاری: 4744)

(3) ﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ "تو جن لوگوں نے کفر کیا" یعنی یہودی، عیسائی، مجوسی، صابی، مشرک۔

(4) ﴿قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ "ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے" ان کے کپڑے گندھک کے ہوں گے جن میں سے آگ نکلے گی تو پوری طرح سے عذاب ان کو گھیرے میں لے لے گا۔" رب العزت نے فرمایا: ﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (٥٠)﴾ "ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی" (ابراہیم: 50)

(5) ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ "اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔" (الاعراف: 41)

(6) ﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ﴾ "کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں کے اوپر ڈالا جائے گا" ان کے سروں پر کھولتا ہو پانی ڈالا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (٤٣) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (٤٤) كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ (٤٥) كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (٤٦) خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (٤٧) ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ (٤٨) ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (٤٩)﴾ "یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔ کھولتے ہوئے

پانی کے جوش مارنے کی طرح۔ پکڑو اُسے، پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ۔ پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو۔ چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے۔'' (الدخان:43۔49)

﴿يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ﴾

''جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی'' (20)

سوال 1: ﴿يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ﴾ ''جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی'' سخت گرم پانی جب دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا تو ان کی جلدیں اور بدن کے اندرونی حصے تک گل جائیں گے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کھولتا ہوا پانی کافروں کے سروں پر ڈالا جائے گا جو سر کو چھید کر پیٹ تک پہنچے گا اور پیٹ میں جو کچھ ہوگا اسے کاٹ ڈالے گا اور وہ سب کچھ (اس کی پیٹھ سے نکل کر) قدموں میں جا گرے گا۔'' اور یہ ہے (تفسیر لفظ) ''صھر'' (کی) اس سزا کے بعد کافر پھر اپنی پہلی حالت پر لوٹا دیا جائے گا''۔ (احمد: الشرح السنۃ)

(3) ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا (۲۹)﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی برا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکھف:29)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا، جو سرایت کرے گا یہاں تک کہ دوزخی کے پیٹ میں پہنچ جائے گا اور جو کچھ اس کے پیٹ میں ہوگا اسے کاٹ ڈالے گا۔ (پھر یہ گرم پانی سرایت کرتا ہوا) دونوں قدموں سے باہر آئے گا اور وہ گرم ہی ہوگا اور اسے پھر پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔'' (ترمذی:2582، مسند احمد:8886)

﴿وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ﴾

''اور اُن کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔'' (21)

سوال1:﴿وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ﴾ ''اور اُن کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور اُن کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے'' یہ ہتھوڑے سخت گیر فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوں گے جن کے ساتھ وہ انہیں سزا دیں گے۔ان کے سروں پر ہتھوڑے ماریں گے۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اگر جہنم میں کافروں کو مارنے والا لوہے کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے اور سارے انسان اور جن اکٹھے ہو جائیں تب بھی اسے نہیں اٹھا سکتے''۔ (مسند ابویعلی:1384)

(2)سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:''پھر اس پر ایک اندھا گونگا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔اس کے پاس بھاری گرز ہوتا ہے اگر اسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ (پہاڑ) مٹی مٹی ہو جائے۔پھر وہ اسے اس کے ساتھ ایسی چوٹ مارتا ہے جس کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ مشرق اور مغرب کے درمیان ساری مخلوق سنتی ہے۔پھر وہ مٹی (ریزہ ریزہ) ہو جاتا ہے۔فرمایا پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔'' (ابوداؤد:4753)

﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾

''جب کبھی وہ سخت گھٹن کی وجہ سے ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکلیں،وہ اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور تم آگ کا عذاب چکھو۔''(22)

سوال1:﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ''جب کبھی وہ سخت گھٹن کی وجہ سے ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکلیں،وہ اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور تم آگ کا عذاب چکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾''جب کبھی وہ سخت گھٹن کی وجہ سے ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکلیں،وہ اس میں لوٹا دیے جائیں گے''جب کبھی دوزخی گھبرا کر جہنم سے نکلنا چاہیں گے تو واپس اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے۔عذاب ان سے کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(2)﴿وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾''اور تم آگ کا عذاب چکھو''ان سے کہا جائے گا یعنی دل اور بدن جلانے والا عذاب چکھو۔

(3)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۳۶) يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (۳۷)﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اگر واقعتاً ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ ہوتا کہ وہ اس کو قیامت کے دن کے عذاب سے فدیے میں دے دیں تو ان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہوں گے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔''(المائدہ:36,37)

(4) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے لگتے ہی ایک ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے وائے کا غل مچ جائے گا۔ جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے، وہیں لوٹا دیئے جائیں گے۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جہنم کی آگ سخت سیاہ، بہت اندھیرے والی ہے۔ اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ سیدنا زید رحمہ اللہ کا قول ہے: جہنمی اس میں سانس بھی نہ لے سکیں گے۔ سیدنا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واللہ انہیں چھوٹنے کی تو آس ہی نہیں رہے گی، پیروں میں بوجھل بیڑیاں ہیں، ہاتھوں میں مضبوط ہتھکڑیاں ہیں۔ ہاں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گرز کھا کر تہہ میں اتر جاتے ہیں۔ (ابن کثیر: 447/3) رَبِّ سَلِّمْ

رکوع نمبر 10

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ط وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' (23)

سوال 1: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ط وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جو اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، اس کے انصاف کے دن، اس کی تقدیر پر ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے انہیں اپنے فضل و کرم سے جنت کا وارث بنائے گا۔ یا ذوالجلال والاکرام ہمیں اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس کا وارث بنا دے۔ (آمین)

(2) جنت کے گوشے گوشے میں دودھ، شہد، شراب اور پانی کی نہروں کا جال بچھا ہوگا۔ محلات کے نیچے نہریں ہوں گی، درختوں کے نیچے نہریں ہوں گی، جدھر چاہیں گے انہیں پھیر دیں گے۔

(3) ﴿يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا﴾ ''وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے'' ان کے ہاتھوں میں

سونے اور موتیوں کے زیورات یعنی کنگن پہنائے جائیں گے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں وضو کا پانی پہنچتا ہے۔'' (مسلم:586)

(5) ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ ''اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' ان کے لیے ریشم کے لباس ہوں گے۔ گندھک کے لباس کے مقابلے میں دبیز اور مہین ریشم۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (21) إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا (22)﴾ ''ان پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔ بلاشبہ یہی تمہارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش ہمیشہ کے لیے قابلِ قدر ہے۔ (الدھر:21,22)

(6) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشم کا کپڑا پیش کیا گیا اس کی خوبصورتی اور نزاکت نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر اور افضل ہیں۔'' (صحیح بخاری:3249)

(7) ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا (31)﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے ابدی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہاں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے۔ اس میں تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے۔'' (الکہف:31)

(8) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کہ اگر جنت کی چیزوں میں سے ناخن کے برابر ظاہر ہو تو جو کچھ آسمان و زمین کے کناروں میں ہے چمکا دے اور اگر اہل جنت سے ایک مرد جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہوں تو آفتاب کی روشنی مٹا دے جیسے آفتاب مٹا دیتا ہے تاروں کی روشنی۔'' (ترمذی:2538)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جہنم جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والے سو رہے ہوں اور جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے طلب کرنے والے سو رہے ہوں۔'' (ترمذی:2601)

(10) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ جو دشمن کے حملہ سے ڈرا اور شروع رات ہی میں سفر میں نکل پڑا وہ منزل کو پہنچ گیا۔ آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ کا سامان بڑا قیمت والا ہے، آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔'' (ترمذی:2450)

سوال 2: اہل ایمان کو جنت میں کیا کیا نعمتیں فراہم کی جائیں گی؟

جواب: (1) ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں۔ (2) سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ (3) موتی پہنائے جائیں گے۔

(4)ان کا لباس خالص ریشم کا ہوگا۔(5)ان کو پاکیزہ بات کرنے کا راہ نمائی کی گئی۔

سوال3: جنت میں داخلے کا سبب بننے والی کون سی خصوصیات ہوں گی؟

جواب: ایمان اور عمل صالح۔

﴿وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ﴾

''اور انہیں پاکیزہ بات (کلمہ) کی ہدایت بخشی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔''(24)

سوال1: ﴿وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور انہیں پاکیزہ بات (کلمہ) کی ہدایت بخشی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت دی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ ''اور ان کو پاکیزہ بات (کلمہ) کی ہدایت بخشی گئی'' یعنی لا الہ الا اللہ جو کہ سب سے افضل کلمہ اخلاص ہے اور دیگر تمام کلمات جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی حمد اور اس کے ذکر کے لیے ہیں۔

(2)یعنی طیب کلام کی طرف ان کی راہ نمائی کی جائے گی اور وہ ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر والحمد للہ۔رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ ''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے اور جو لوگ بُرائیوں کی خفیہ تدبیریں کرتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیریں خود ہی غارت ہو کر رہیں گی۔''(فاطر:10)(جامع البیان:144/17)

(3)طیب کلام سے مراد قرآن حکیم ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ہیں۔(فتح القدیر:556/3)

(4)دنیا میں ان کی شہادت اور قرآن کی قرأت کی طرف راہ نمائی کی گئی۔(قرطبی:24/6)

(5)سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جیسے سانس بے قصد و بے تکلف آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح جنتیوں کو تسبیح و تحمید کا الہام ہوگا۔''(مسلم:2835)

(6)﴿وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور انہیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت دی گئی'' اور یہ سیدھا راستہ جو رب کی رضا کی طرف لے جاتا ہے وہ اسلام ہے اور وہ اپنے رب کی توفیق اس پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کی۔اس کے پسندیدہ کام کئے اور ناراضگی کے کام چھوڑ دیے۔(ایسر التفاسیر:946)

(7)یعنی قابل ستائش طریقے کی طرف۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت الٰہی تمام تر حکمت، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، مامورات کے حسن اور

منہیات کی قباحت پر مشتمل اور یہ ایک ایسا دین ہے جس میں کوئی افراط اور تفریط نہیں جو علم نافع اور عمل صالح پر مبنی ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف راہ نمائی کی گئی، وہ اللہ تعالیٰ جو قابل تعریف ہے۔ اس لیے کہ اکثر راستے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے، کیونکہ وہ چلنے والے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے (الحمید) کا ذکر فرمایا کیونکہ اہل ایمان یعنی اس راستے پر گامزن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے احسان ہی کی بنا پر ہدایت حاصل کی۔ (تفسیر سعدی: 2/1716،1717)

سوال 2: جنت کے قیمتی باغوں میں بسائے جانے والوں کی کن دو خصوصیات کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا؟

جواب: (1) پاکیزہ بات کرنے کی توفیق۔ (2) صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق۔

سوال 3: قول طیب کی ہدایت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) قول طیب کی ہدایت سے مراد پاکیزہ بات کرنے کی توفیق ملنا۔ (2) پاکیزہ بات قبول کرنے کی توفیق ملنا۔

سوال 4: جنت اور پاکیزہ بات کا کیا باہمی تعلق ہے؟

جواب: جنت میں بے ہودہ کلام اور گناہ کی بات نہیں ہوگی۔ جنت میں پاکیزہ باتیں ہوں گی۔

سوال 5: پاکیزہ کلام کون سا ہوتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا کلام۔

(2) انسان کا گناہوں سے محفوظ کلام، وہ کلام جو جھوٹ، غیبت، چغلی، بدگمانی، تجسس، مذاق اُڑانے، طعنے دینے، لعنت کرنے، گالی گلوچ سے، بُرے القابات سے، نام رکھنے سے، کسی کی کردار کشی سے پاک ہو۔

(3) پاکیزہ کلام وہ ہوتا ہے جس کا انداز بھی پاکیزہ ہو جو کاٹ سے، سختی سے پاک ہو یعنی شیریں کلام۔

(4) پاکیزہ کلام حق گوئی پر مبنی ہوتا ہے۔

سوال 6: انسان پاکیزہ کلام کیسے کر سکتا ہے؟

جواب: پاکیزہ کلام کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نصیب ہوتا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے بنایا ہے۔ جس میں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں۔ اور جو شخص سیدھے راستے سے ہٹ کر اس میں ظلم کرنے کا ارادہ کرے گا تو ہم

اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے" (25)

سوال 1: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً ۚ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾ "یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے بنایا ہے جس میں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ "یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا" یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور جو وہ اپنے رب کی طرف سے لے کر آئے ان کی تکذیب کی۔ (جامع البیان: 145/17)

(2) ﴿وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ﴾ "اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں" یعنی جنہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکا کہ اس میں داخل نہ ہو جائیں۔ (ایسر التفاسیر: 947)

(3) ﴿وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ﴾ "اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے بنایا ہے" یعنی وہ مسجد جو مکہ مکرمہ میں ہے۔ (i) اہل مکہ مسلمانوں کو اذیتیں دیتے تھے۔ (ii) نئے اسلام قبول کرنے والوں پر تشدد کرتے تھے۔

(iii) اہل اسلام پر پابندیاں لگاتے تھے۔ (iv) حرم کے راستے مسلمانوں پر بند کرتے تھے۔

(4) ﴿سَوَاءً نِ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾ "جس میں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں" العاکف مکہ میں عبادت کی غرض سے رہنے والے مقامی باشندے۔

(5) ﴿وَالْبَادِ﴾ اور باہر سے آنے والے۔ (6) جو لوگ مسجد حرام سے مراد بیت اللہ لیتے ہیں تو اس بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ مقیم، غیر مقیم سب کا حصہ برابر ہے یعنی کوئی مسلمان دن یا رات میں کسی وقت بھی عبادت کرنا چاہے اس میں کسی کو روکا نہیں جا سکتا۔ جو لوگ مسجد حرام سے مراد پورا مکہ لیتے ہیں ان کے نزدیک پورا حرم تمام مسلمانوں کے لیے برابر ہے کوئی یہاں کے مکانات اور زمینوں پر ملکیت نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے ان کی خرید و فروخت اور کرائے پر دینا جائز نہیں۔ کچھ لوگ ملکیت خاص کے قائل ہیں اس لیے وہ زمینوں کی خرید و فروخت اور کرائے پر دینے کے قائل ہیں۔ آج کل تقریباً تمام علماء اس پر متفق ہو گئے کہ ملکیت خاص کی اجازت ہے۔

(7) ﴿وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ﴾ "اور جو شخص سیدھے راستے سے ہٹ کر اس میں ظلم کرنے کا ارادہ کرے گا" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ظلم سے مراد ہے جو اس میں شرک کرتے ہیں۔

(8) جو حرم میں ظلم سے الحاد کرے، بڑے بڑے گناہوں کا قصد کرے۔

(9) ﴿نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ "تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے" اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کی برائی کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کرنے کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ

کے راستے سے روکا، لوگوں کو ایمان لانے سے منع کیا اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکا، جو ان کی ملکیت ہے نہ ان کے باپ دادا کی۔ بلکہ مسجد حرام مقیم اور دور سے زیارت کے لئے آنے والوں کے لئے برابر ہے بلکہ انہوں نے مخلوق میں افضل ترین ہستی محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کو بھی مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا، حالانکہ مسجد حرام کا احترام، حرمت اور عظمت یہ ہے کہ جو کوئی اس مسجد میں الحاد اور ظلم کا ارادہ کرتا ہے۔ ہم اسے دردناک عذاب کا مزا چکھاتے ہیں۔ پس حرم میں مجرد ظلم اور الحاد کا ارادہ ہی عذاب کا موجب ہے، حالانکہ دیگر گناہوں میں بندے کو صرف اس وقت سزا ملتی ہے جب وہ اپنے ارادہ گناہ پر عمل کرتا ہے۔ تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو مسجد میں سب سے بڑے گناہ یعنی کفر اور شرک کا ارتکاب کرتا ہے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور زیارت کا ارادہ رکھنے والوں کو مسجد حرام سے روکتا ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ اس آیت کریمہ میں حرم کے احترام اور اس کی شدت تعظیم کے وجوب کا اور اس کے اندر ارادہ معصیت اور اس کے ارتکاب سے بچنے کی تاکید کا اثبات ہے۔ (سعدی:2/1717)

(10) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ "اور اُس سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکا میں ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کی؟ انہی لوگوں کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔" (البقرۃ:114)

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین آدمی اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ مغضوب ہیں:

(i) حرم شریف کی حرمت پامال کرنے والا۔ (ii) اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ اپنانے والا۔

(iii) کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اس کا خون بہائے۔" (بخاری:6882)

(12) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ابوجہل نے کہا تھا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اس کی گردن میں کچل دوں گا۔ نبی ﷺ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس نے ایسا کیا ہوتا تو اسے فرشتے پکڑ لیتے۔ (بخاری:4958)

(13) سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جاہلیت کے دور میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں ہیں اور کسی (سیدھی) راہ پر نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ سب لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ اسی اثنا میں میں نے ایک شخص سے خبر سنی کہ وہ مکہ میں ہے اور بہت سی خبریں سناتا ہے میں اپنی سواری پر بیٹھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں چھپے ہوئے تھے اور ان کی قوم ان پر غالب اور مسلط تھی۔ میں نے خفیہ طور پر تدبیر کی حتیٰ کہ میں مکہ میں آپ کے پاس پہنچ گیا اور آپ سے عرض کی کہ آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نبی ہوں۔ میں نے عرض کی کہ نبی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے (پیغام دے کر) بھیجا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنے، بتوں کو توڑنے،

اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کا حکم دے کر بھیجا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کے ساتھ ان باتوں میں کون کون قائم ہے؟ فرمایا آزاد بھی اور غلام بھی۔ اس دن ایمان لانے والوں میں سے آپ کے ساتھ صرف ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے کہا میں بھی آپ کی اتباع کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تم نہیں دیکھتے کہ میرا اور لوگوں کا کیا حال ہے؟ ابھی تم اپنے اہل وعیال کے پاس چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو میرے پاس آ جانا۔ الغرض میں اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ آیا۔ (مسلم:832)

(14) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے بھائی انیس سے کہا کہ مکہ جانے کے لئے سواری تیار کرو اور اس شخص کے متعلق جو نبی ہونے کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں، میرے لئے خبریں حاصل کر کے لاؤ۔ اس کی باتوں کو خود غور سے سننا اور پھر میرے پاس آنا۔ ان کے بھائی وہاں سے چلے اور مکہ حاضر ہو کر نبی ﷺ کی باتیں خود سنیں پھر واپس ہو کر انھوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو بتایا میں نے انہیں خود دیکھا ہے وہ اچھے اخلاق کا لوگوں کو حکم کرتے ہیں اور میں نے ان سے جو کلام سنا وہ شعر نہیں ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا جس مقصد کے لئے میں نے تمہیں بھیجا تھا مجھے اس پر پوری طرح تشفی نہیں ہوئی' آخر انھوں نے خود توشہ باندھا' پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ ساتھ لیا اور مکہ آئے، مسجد حرام میں حاضری دی اور یہاں نبی ﷺ کو تلاش کیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کو پہچانتے نہیں تھے، اور کسی سے آپ ﷺ کے متعلق پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھا' کچھ رات گزر گئی کہ وہ لیٹے ہوئے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حالت میں دیکھا اور سمجھ گئے کہ کوئی مسافر ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ میرے گھر پر چل کر آرام کیجئے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے چلے گئے لیکن کسی نے ایک دوسرے کے بارے میں بات نہیں کی۔ جب صبح ہوئی تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشکیزہ اور توشہ اٹھایا اور مسجد الحرام میں آ گئے۔ یہ دن بھی یوں ہی گزر گیا اور وہ نبی ﷺ کو نہ دیکھ سکے شام ہوئی تو سونے کی تیاری کرنے لگے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پھر وہاں سے گزرے اور سمجھ گئے کہ ابھی اپنے ٹھکانے جانے کا وقت اس شخص پر نہیں آیا' وہ انہیں پھر وہاں سے اپنے ساتھ لے آئے اور آج بھی کسی نے ایک دوسرے سے بات چیت نہ کی۔ تیسرا دن جب ہوا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ یہی کام کیا اور اپنے ساتھ لے گئے تو ان سے پوچھا کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ یہاں آنے کا باعث کیا ہے؟ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم مجھ سے پختہ وعدہ کر لو کہ میری راہ نمائی کرو گے تو میں تم کو سب کچھ بتا دوں گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کر لیا تو انہوں نے انہیں اپنے خیالات کی خبر دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ وہ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اچھا صبح کو تم میرے پیچھے پیچھے میرے ساتھ چلنا۔ اگر میں (راستے میں) کوئی ایسی بات دیکھوں جس سے مجھے تمہارے بارے میں کوئی خطرہ ہو تو میں کھڑا ہو جاؤں گا۔ (کسی دیوار کے قریب) گویا مجھے پیشاب کرنا ہے' اس وقت تم میرا انتظار نہ کرنا اور میں پھر چلنے لگوں تو میرے پیچھے آ جانا تاکہ کوئی سمجھ نہ سکے کہ یہ دونوں ساتھ ہیں اور اس طرح جس گھر میں' میں داخل ہوں تم بھی داخل ہو جانا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور

پیچھے پیچھے چلے تا کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے' آپ ﷺ کی باتیں سنیں اور وہیں اسلام لے آئے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اب اپنی قوم غفار میں واپس جاؤ اور انھیں میرا حال بتاؤ تا آنکہ جب ہمارے غلبہ کا علم تم کو ہو جائے (تو پھر ہمارے پاس آ جانا) ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان قریشیوں کے مجمع میں پکار کر کلمۂ توحید کا اعلان کروں گا۔ چنانچہ نبی ﷺ کے پاس سے وہ واپس مسجد حرام میں آئے اور بلند آواز سے کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'' یہ سنتے ہی سارا مجمع ٹوٹ پڑا اور اتنا مارا کہ زمین پر لٹا دیا۔ اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے اوپر اپنے آپ کو ڈال کر قریش سے کہا کہ افسوس! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے اور شام جانے والے تمہارے تاجروں کا راستہ ادھر ہی سے پڑتا ہے۔ اس طرح سے ان سے ان کو بچایا۔ پھر ابوذر دوسرے دن مسجد الحرام میں آئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ قوم بری طرح ٹوٹ پڑی اور مارنے لگے۔ اس دن بھی عباس ان پر اوندھے پڑ گئے۔'' (بخاری، کتاب المناقب: 3522)

(15) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ڈرے ہوئے گھر میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ابوعمرو عاص بن وائل سہمی ایک دھاری دار جری چادر اور ایک ریشمی کرتے کا جوڑا پہنے ہوئے ان کے پاس آیا۔ وہ بنی سہم کے قبیلہ سے تھا، جو جاہلیت کے زمانہ میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے کہا، عمر! تمہارا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا، تیری قوم کے لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں نے اسلام قبول کیا تو مجھے مار ڈالیں گے۔ عاص نے کہا، جب میں نے امان دے دی تو وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ پھر عاص نے باہر نکل کر دیکھا تو میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ عاص نے کہا، کیوں کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا، خطاب کے بیٹے کی خبر لینے کا ارادہ ہے، جس نے اپنا دین بدل دیا۔ عاص نے کہا، تم کو ان تک پہنچنے کا کوئی حق نہیں (میں انہیں امان دے چکا ہوں) یہ سن کر وہ لوٹ گئے۔ (بخاری: 3864)

(16) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(قیامت کے قریب) ایک لشکر بیت اللہ پر حملے کے ارادے سے آئے گا اور جب وہ مقام بیداء میں پہنچیں گے تو سب کے سب مع اول و آخر کے دھنسا دیے جائیں گے۔'' (بخاری: 2118)

(17) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور فرمایا، اے ابن زبیر! آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حرم کی بے حرمتی کرنے سے بچیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''قریش میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کے حرم کی بے حرمتی کرے گا، اس کے گناہ اگر تمام جن وانس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں۔'' دیکھو! خیال رکھو، کہیں تم وہی نہ بن جانا۔ (مسند احمد: 6205)

رکوع نمبر: 11

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾

''اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔''(26)

سوال 1:﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ ''اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ﴾ ''اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کی'' بیت اللہ پر مشرکین کے قبضے کی وجہ سے اور ان کے اللہ تعالیٰ کے گھر سے اہل توحید کو روکنے کی وجہ سے یہاں بیت اللہ کی تاریخ اور تعمیر کا تذکرہ کیا گیا۔

(2) اللہ رب العزت نے مسجد حرام سے روکنے والے مشرکوں کو خبردار کیا ہے کہ تم جس مقدس جگہ شرک کر رہے ہو ابتداء سے ہی اس کی بنیاد توحید پر رکھی گئی تھی۔(3) رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی جگہ کی نشاندہی کر کے اس کے بنانے کی اجازت دی۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے مل کر بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کیا۔ رب العزت نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

(5) اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ بیت اللہ کو سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر اس کی بنیاد رکھی تھی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (۹۶) فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، تمام جہانوں کے لئے بابرکت اور ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس نے کفر کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔'' (آل عمران:96,97)

(6)﴿وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ﴾ ''اور میرے گھر کو پاک رکھیں۔'' رب العزت نے حکم دیا تھا کہ میرے گھر کو شرک سے پاک رکھا جائے اور خالص ان کے لئے بنایا جائے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والے ہیں۔(السراج المنیر :1247/2)

(7)﴿لِلطَّآئِفِيْنَ﴾ ''طواف کرنے والوں کے لئے'' طواف ایسی عبادت ہے جو بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کے سوا کسی اور گھر کا طواف کرنا شرک ہے۔

(8)﴿وَالْقَآئِمِيْنَ﴾ ''اور قیام کرنے والوں کے لئے'' قائم سے مراد نماز کا قیام ہے یعنی نمازیوں کے لئے۔

(9)﴿ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ ''اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے'' رکوع اور سجدے کرنے والوں کے لئے اس کو شرک سے، نافرمانیوں کی گندگی سے پاک رکھیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو خاص طور پر اپنی طرف کیوں منسوب کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو شرف اور فضیلت بخشنے، بندوں کے دلوں میں اس کی عظمت کو اجاگر کرنے اور ہر جانب سے دلوں کو اس کی طرف مائل کرنے کے لئے اپنی طرف مضاف کیا ہے تاکہ یہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، ذکر، قراءت قرآن، تعلیم و تعلم اور دیگر عبادات کے لیے ٹھہرنے والوں کے لئے رب تعالیٰ کا گھر ہونے کے ناطے سے اپنی تطہیر اور تعظیم کے لئے عظیم ترین گھر ہو۔ (سعدی: 1718/2)

سوال 3: رب العزت نے طواف اور نماز کو ساتھ ملایا ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: طواف کو نماز کے ساتھ اس لئے ملایا گیا ہے کہ دونوں ملے جلے بیت اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ بیت اللہ ہی کا طواف ہوتا ہے اور اسی ہی کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے۔ (السراج المنیر: 1247/2)

سوال 4: بیت اللہ کی تطہیر کا حکم طواف اور نماز قائم کرنے والوں کے لئے دیا گیا۔ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: رب العزت نے حکم دیا ہے کہ اس گھر کو ان اصحاب فضیلت کے لئے پاک کیجیے جن کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اس گھر کے پاس اپنے آقا کی اطاعت اور اس کی خدمت کریں، نیز اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ یہی لوگ حق دار ہیں اور انہیں کے لئے اکرام ہے۔ انکا اکرام یہ ہے کہ ان کی خاطر اس گھر کی تطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تطہیر میں لغو آوازوں اور شور و شغب سے اس کا پاک صاف ہونا بھی شامل ہے جو نماز اور طواف میں مصروف لوگوں کو تشویش میں ڈالتی ہیں۔ (سعدی: 1719/2)

﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر لاغر اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے، وہ دور دراز راستوں سے آئیں گے۔'' (27)

سوال 1: ﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ ''اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر لاغر اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے، وہ دور دراز راستوں سے آئیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ ''اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں'' مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: سیدنا ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر کھڑے تھے جب رب العزت نے انہیں حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔

(2) یعنی لوگوں کو حج کی دعوت دیں اور حج کی فضیلت اور فرضیت کے بارے میں انہیں آگاہ کریں۔

(3)﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا﴾ ''وہ آپ کے پاس پیدل آئیں'' جب آپ حج کی فضیلت کی تبلیغ کریں گے تو وہ اس گھر کی زیارت کے لئے اور اسے آباد کرنے کے شوق میں پیدل آئیں گے۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ میری یہ تمنا رہ گئی کاش کہ میں پیدل حج کرتا اس لئے کہ فرمان الٰہی میں پیدل چلنے والوں کا ذکر ہے۔ (جامع البیان:154/17)

(4)﴿وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ﴾ ''اور ہر لاغر اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے'' لاغر سواریوں پر اور پیدل چل کر مسلسل سفر کرتے ہوئے آئیں گے۔

(5)﴿مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾ ''وہ دور دراز راستوں سے آئیں گے'' یعنی دور دراز کے شہروں سے، صحراؤں اور جنگلوں کو پار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عظیم گھر میں پہنچیں گے۔

سوال 2: کیا حج کرنا فرض ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی کتاب میں حج کے واجب ہونے کی دلیل ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس نے کفر کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ (آل عمران:37)

(2) حج کے واجب ہونے میں رسول اللہ ﷺ کی کثیر احادیث ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا: ﴿أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا﴾ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا حج کرو۔ ایک صحابی (اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ کیا ہر سال اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے'' (مسلم:1337)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ کون سا کام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج مبرور۔ (بخاری:1519)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی شان کے لیے حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات کی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جیسے اس کی ماں نے جنا تھا۔'' (بخاری:1521)

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں کیسے حج کا اعلان کیا تھا؟

جواب: آپ نے مقام ابراہیم پر صفا پہاڑی پر یا ابو قبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا دی کہ اے لوگو! تمہارے رب نے ایک گھر اپنا بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو، پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی، یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی

سنائی دی، ہر پتھر، درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز بلند پکارا، بہت سے سلف سے یہ منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری یہ تمنا باقی رہ گئی کہ کاش میں پیدل حج کرتا، اس لئے کہ فرمان الٰہی میں پیدل چلنے والوں کا ذکر ہے۔ (ابن کثیر: 451/3)

(2) سورہ ابراہیم میں ہے آپ علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: ﴿رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ﴾ ”اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس اس وادی میں آباد کیا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو کچھ لوگوں کے دل اُن کی طرف مائل کر دیں اور آپ اُنہیں پھلوں کا رزق دیں تاکہ وہ شکر ادا کریں۔“ (ابراہیم: 37) یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے کہ ہر مسلمان کا دل بیت اللہ کا مشتاق رہتا ہے اور دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ حج اور عمرہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔

سوال 4: کیا سواری پر حج کرنا افضل ہے یا پیدل؟

جواب: تندرستی میں پیدل حج کرنا، سواری پر حج کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیدل چلنے کو مقدم فرمایا ہے جس سے اس کی اہمیت اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

سوال 5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا وعدہ کیسے پورا ہو رہا ہے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کیا گیا وعدہ یوں پورا ہو رہا ہے کہ (1) لوگ دور دراز سے جدید ترین سواریوں پر اور پیدل اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں۔

(2) لوگوں کے دل بیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اٹکے ہوئے ہیں، بیت اللہ کو دیکھنے اور طواف کرنے کے لیے دل دھڑکتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مکہ کے پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہونے والی صدا دُنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ گئی جس کا مشاہدہ حج اور عمرے میں ہر شخص کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

﴿لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ﴾

”تاکہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں چوپائے مویشیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا فرمائے سو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ۔“ (28)

سوال 1: ﴿لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ ”تاکہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ ''تا کہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں'' منافع سے مراد دنیا اور آخرت کے فوائد ہیں۔(ابن عباس)

(2) آخرت کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہے اور دنیا کے فائدے سے مراد قربانی کے اونٹوں اور ذبیحوں سے فائدہ اٹھانا ہے اور تجارتی کاروبار وغیرہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ج وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اُس کا ذکر کرو جیسے اُس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً تم گمراہ لوگوں میں سے تھے۔'' (البقرہ:198)

(3) اللہ رب العزت نے بیت اللہ کی زیارت کی ترغیب دلانے کے لئے فوائد کا ذکر فرمایا ہے۔

(4)(i) یہ منافع دینی بھی ہیں کہ مناسک حج وعمرہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعائیں طلب کی جاتی ہیں۔

(ii) یہ منافع دنیاوی بھی ہیں، دنیا کے پھل اور دوسرے سامان کی تجارت ہوتی ہے اور بزنس سے مال ومتاع بھی میسر آتا ہے۔

(iii) دُنیا کے مختلف علاقوں کی بھلائیاں اور حسن اخلاق کی خوشبو بھی حجاج ساتھ لاتے ہیں جس سے سبھی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

(iv) اس عالمی اجتماع سے روحانی پاکیزگی بھی نصیب ہوتی ہے اور اس علاقے میں اللہ تعالیٰ کی قربت اور انبیاء سے وابستگی نصیب ہوتی ہے۔(v) اس عالمی اجتماع سے اسلام کی بین الاقوامی وسعت کا شعور ملتا ہے۔اس اجتماع سے عالم اسلامی کی اجتماعیت کا شعور ملتا ہے۔

(vi) اس اجتماع کی وجہ سے بہت سے دینی اور دُنیاوی تجربات حاصل ہوتے ہیں۔

سوال2:﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ ''تا کہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں چوپائے مویشیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا فرمائے سو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں'' یعنی قربانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیں، اس کا شکر ادا کریں کہ اس نے قربانیاں نصیب فرمائیں۔قربانیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں۔

(2)﴿فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ﴾ ''اور چند معلوم دنوں میں'' اس سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں جن کی بڑی فضیلت ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ ''قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی۔'' (الفجر:1،2)

(3)﴿عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ ''چوپائے مویشیوں پر جو اُس نے انہیں عطا فرمائے'' اس سے مراد چوپائے ہیں، یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ۔

(4)﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ ''سو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ'' قربانی کا گوشت خود

بھی کھاؤ، گھر والوں، رشتہ داروں، فقراء، تنگ دست اور محتاج ضرورت مندوں کو بھی کھلاؤ۔

(5) قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے۔

(6) جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم اپنی قربانی کا گوشت منیٰ میں تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے پھر نبی ﷺ نے ہمیں اجازت دے دی اور فرمایا کھاؤ اور توشہ کے طور پر ساتھ بھی لے جاؤ چنانچہ ہم نے کھایا اور ساتھ بھی لے گئے۔ (بخاری:1719)

(7) سیدنا علی نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے قربانی کے لئے بھیجا، اس لئے میں نے ان کی دیکھ بھال کی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان میں گوشت تقسیم کئے پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے گوشت اور چمڑے تقسیم کئے پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے جھول اور چمڑے بھی تقسیم کر دیئے۔ (بخاری:1716)

(8) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جب اونٹ ذبح فرمائے تو حکم دیا کہ ہر اونٹ کی ایک ایک بوٹی لے کر پکائی جائے۔ پھر آپ نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ لہٰذا حاجی اپنی مسنون یا نفلی قربانی کا گوشت کھا سکتا ہے۔ (اشرف الحواشی:401/1)

سوال 2: عشرہ ذوالحجہ کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) قرآن وسنت میں ان دس دنوں کی فضیلت کے متعدد دلائل ہیں۔ سورۃ الفجر میں ہے: وَالْفَجْرِ (1) وَلَيَالٍ عَشْرٍ (2) ''قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی!'' (سورۃ الفجر:2,1)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وَلَيَالٍ عَشْرٍ سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ (تفسیر بغوی:481/4)

(3) اللہ تعالیٰ کا ان دس دنوں کی قسم کھانا ان کی شان وعظمت پر دلیل ہے۔ ان دس دنوں کے ساتھ حج کے مہینوں کا اختتام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ''حج کے مہینے معروف ہیں۔'' (سورۃ البقرہ:197) حافظ ابن رجب نے لکھا ہے: ''ذوالحجہ کے دس دنوں کے فضائل میں ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ معلوم مہینوں کا آخری حصہ ہے اور وہ مہینے حج کے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰت اور وہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔'' (لطائف المعارف:471)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا مِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ ''جس قدر اللہ عزوجل کو نیک کام ان دنوں یعنی عشرہ ذوالحجہ میں پسند ہے اتنا باقی دنوں میں پسند نہیں ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی اتنا پسند نہیں ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ ''جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں البتہ وہ شخص جو اپنا مال اور اپنی جان لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا اور اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا وہ اس سے بہتر ہے۔'' (بخاری)

(5) آپ ﷺ نے فرمایا: مَا عَمَلٌ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنْ خَيْرٍ يَّعْمَلُهٗ فِيْ عَشْرِ الْاَضْحٰى ''نیکی کا کوئی بھی کام

عشرۂ ذوالحجہ میں کیے جانے والے کام سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ زیادہ پاکیزہ ہے نہ اجروثواب میں بڑھ کر ہے۔" (بیہقی)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مَا مِنْ اَيَّامٍ اَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ مِنْ اَيَّامِ عَشْرِ ذِي الْحَجَّةِ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذوالحجہ سے افضل کوئی دن نہیں ہے۔" "ایک آدمی نے عرض کیا" "یارسول اللہ ﷺ! یہ زیادہ افضل ہے یا اتنے دن جہاد فی سبیل اللہ میں گزارنا افضل ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: هُنَّ اَفْضَلُ وَمِنْ عِدَّتِهِنَّ جِهَادًا فِي سَبِيلِ اللهِ اِلَّا عَفِيرًا يُعَفَّرُ وَجْهُهُ فِي التُّرَابِ "یہ دن جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ افضل ہے۔ البتہ وہ شہید جس کا چہرہ مٹی میں خاک آلودہ ہو گیا ہو وہ اس سے زیادہ افضل ہے۔" (ابویعلی)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عشرۂ ذوالحجہ کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ بِكُلِّ يَوْمٍ اَلْفُ يَوْمٍ وَيَوْمُ عَرَفَةَ عَشَرَةُ آلَافِ يَوْمٍ "ایک دن ہزار دن کے برابر ہے اور عرفہ کا دن دس ہزار دن کے برابر ہے۔" (بیہقی)

(7) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عشرہ ذوالحجہ کی امتیازی شان کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں میں بنیادی عبادات جو کہ نماز روزہ، صدقہ اور حج ہیں وہ سب اکٹھی ہو جاتی ہیں اور وہ ان کے علاوہ کسی اور دن میں جمع نہیں ہوتیں۔

(8) رب رحمٰن کی طرف سے عشرہ ذوالحجہ اہل ایمان کے لیے اجروثواب حاصل کرنے کا عظیم الشان اور سنہری موقع ہے۔ کہ ان دنوں کی معمولی درجہ کی نیکی بھی دوسرے دنوں کی اعلیٰ درجے کی نیکیوں سے افضل ہے۔ اس لیے اللہ والے ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کر کے زادِ آخرت جمع کرنے کی شدید جدوجہد کرتے تھے۔ جب عشرہ ذوالحجہ داخل ہو جاتا تو سعید بن جبیر تا حد استطاعت شدید عبادت کرتے۔ (دارمی)

(9) یہ تو یادوں کے دن ہیں، یہ تو انسان کا رشتہ ان ہستیوں سے ملانے کے دن ہیں جنہوں نے وفا کا حق ادا کر دیا۔ انسان ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام کو، ان کے گھرانے کے افراد کو، ان کے تعلق باللہ کو، ان کی قربانیوں کو یاد کرتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر تیس سے زائد آزمائشیں آئیں۔ ہر آزمائش پہلے سے زیادہ بڑی تھی۔ اور آخری آزمائش کی تو کیا ہی بات ہے! جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا قربان کر دینے کا حکم ملا۔ یہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے آخری دن کی بات ہے جس دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس فعل کی یاد منائی جاتی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہر عمل سے ایک ہی پکار آتی ہے: لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک یہ تو اس پکار کے تذکرے کے دن ہیں، اس صدا کے جو اللہ تعالیٰ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آج سے سینکڑوں برس پہلے دی تھی۔ آج بھی مکہ میں آنے والے قافلے ان ہی صداؤں کے ساتھ، اُسی آواز، اُسی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اُس دھرتی پر داخل ہوتے ہیں۔ ایک انسان کی پکار کو اللہ تعالیٰ نے کیسا شرفِ قبولیت بخشا ہے!

(10) یہی وہ برکت ہے جس کو مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یاد کرتے ہیں: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى

آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ اللہ تعالیٰ تو محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر، جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ابراہیم کی علیہ السلام آل پر برکت نازل کی۔

سوال3: قربانی کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:(1) نبی ﷺ نے عرفات میں فرمایا: ''اے لوگو! ہر سال ہر گھر والوں پر قربانی ہے۔'' (المسند:4/215)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آسودہ حال ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (مسند:2/321)

(3) سیدنا ابوامامہ بن سہل نے فرمایا کہ ہم مدینہ طیبہ میں اپنے قربانی کے جانوروں کی پرورش کر کے فربہ کرتے تھے اور (دیگر) مسلمان بھی اسی طرح انہیں پال کر موٹا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری:10/9)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کسی آدمی نے قربانی کے روز کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ پسند ہو۔ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگھوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گی، یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عالی مقام پر گرتا ہے لہٰذا اسے بہا کر دلوں کی تسلی کر لو۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾

''پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔'' (29)

سوال1: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ''پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ ''پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں'' یہاں ﴿تفث﴾ سے احکام حج مراد ہیں۔ یعنی احرام کو کھولنا، سر منڈوانا، ناخن کاٹنا، اور سلے ہوئے کپڑے پہننا۔ (السراج المنیر:2/1249)

(2) یعنی جب مناسک پورے ہو جائیں تو اپنے جسم سے اس میل کچیل کو دور کر دیں جو احرام کی حالت میں انہیں لاحق ہو گیا تھا۔

(3) ﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾ ''اور اپنی نذریں پوری کریں'' یعنی حج، عمرہ اور قربانی وغیرہ کے بارے میں جو نذریں انہوں نے اپنے اوپر واجب کر لیں تھیں انہیں پورا کریں۔

(4) اس سے مراد نیکی کی نذریں ہیں۔ یہاں خاص طور پر وہ نذریں مراد ہیں جو بیت اللہ کی زیارت سے متعلق ہیں۔

(5) یعنی حج کی شرائط پوری کریں، بیت اللہ کا طواف کریں، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں، عرفات میں قیام کریں، مزدلفہ میں رات

گزاریں اور منیٰ میں آ کر جمرات پر کنکریاں ماریں۔ (ابن ابی حاتم)

(6)﴿ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ''اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں'' یعنی دسویں تاریخ کو طواف افاضہ کریں جو کہ طواف واجب ہے۔

(7) نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔ جب آپ دسویں تاریخ کو منیٰ میں تشریف لائے تو پہلے جمرات پر سات سات کنکریاں ماریں پھر قربانی کی، پھر سر منڈوایا، پھر طواف افاضہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگوں کو حکم تھا کہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف کریں۔ (السراج المنیر: 1249/2)

(8) یعنی اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کریں جو تمام مساجد سے افضل ہے اور حطیم کو اس میں شامل کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

﴿ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾

''یہ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔ اور مویشی جانور تمہارے لیے حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں پس تم بتوں کی گندگی سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔'' (30)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ ''یہ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' وہ احکام جو ہم آپ کو بتا چکے ہیں۔

(2)﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے احکامات میں اس کی حرمتوں کی تعظیم بھی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسندیدہ ہے۔ مومن کے لئے دین اور دنیا میں خیر کا باعث ہے۔ اس پر رب العزت اسے بے حد ثواب عطا فرمائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی حرمتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی حرمتوں سے مراد، وہ امور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محترم ہیں اور جن کے احترام کا اس نے حکم دیا ہے، یعنی عبادات وغیرہ، مثلاً تمام مناسک حج، حرم اور احرام، بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے جانور اور وہ تمام عبادات جن کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ پس ان کی تعظیم یہ ہے کہ دل سے ان کی توقیر اور ان کے ساتھ محبت کی جائے اور کسی تحقیر، سستی اور بے دلی کے بغیر ان میں عبودیت کی تکمیل کی جائے۔ (سعدی: 1720.1721/2)

سوال3:﴿وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور مویشی جانور تمہارے لیے حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور مویشی جانور تمہارے لیے حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔'' رب العزت نے اپنے انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لئے مویشی حلال کر دیے۔ ان کو مناسک میں مشروع کیا ہے۔ ان ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔(2)﴿إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ ''سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں'' یعنی جن کی حرمت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دیا ہے﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۖ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے اور گلا گھٹنے سے مرنے والا (جانور) اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور) اور بلندی سے گر کر مرنے والا اور سینگ لگنے سے مرنے والا اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر جسے تم نے ذبح کیا ہو اور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت کا حال معلوم کرو، یہ نافرمانی ہے۔ آج تمہارے دین سے وہ لوگ مایوس ہو گئے جنہوں نے کفر کیا چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرو اور تم مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے، چنانچہ جو شخص بھوک میں مجبور کیا جائے کہ گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (المائدہ:3)

سوال4:﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ ''پس تم بتوں کی گندگی سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ﴾ ''پس تم بتوں کی گندگی سے اجتناب کرو'' یعنی بتوں اور باطل معبودوں کی خباثت اور گندگی سے بچو۔ اللہ رب العزت کی بندوں پر رحمت ہے کہ اس نے تزکیہ کے لئے شرک کو حرام کیا۔

(2)﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ ''اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔'' رب العزت کی رحمت ہے کہ اس نے تزکیہ کے لئے جھوٹی بات کو حرام قرار دیا ہے۔

(3) یعنی حرام باتوں سے اجتناب کرو۔ تمام حرام اقوال جھوٹے کلام میں شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ

زُلْفٰی﴾ ''ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں، اچھی طرح قریب کرنا۔'' (الزمر:3) اور یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

(4) جھوٹ شرک کی طرح گندہ ہے۔ اس میں جھوٹی گواہی بھی شامل ہے۔

﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾

''اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہونے والے ہو، اُس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے ہو، اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے'' (31)

سوال 1: ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہونے والے ہو، اُس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہونے والے ہو'' اللہ تعالیٰ کے دین پر اخلاص سے عمل کریں۔

(2) ﴿غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ ''اُس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے ہو'' اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے رخ پھیر کر صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت پر توجہ رکھیں۔ (3) حق پر قائم رہیں۔

سوال 2: ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے'' رب العزت نے اس شخص کی مثال دی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔

(2) ﴿فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ﴾ ''تو گویا وہ آسمان سے گر گیا'' یعنی جیسے وہ آسمان سے گر گیا ہو۔

(3) ﴿فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ﴾ ''پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں'' اب پرندے تیزی سے اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔

﴿اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ ''یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے'' یا ہوا کے تیز جھونکوں سے وہ دور کی جگہ جا پڑا ہے اور گرتے ہی تباہ ہو گیا ہے۔

(4) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب فرشتے کافر کی روح آسمانوں پر لے کر چڑھتے ہیں تو اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے

اوراس کی روح وہیں سے پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی''۔ (السراج المنیر: 1251/2)

(5) یہی حال مشرکین کا ہے۔ پس ایمان آسمان کی مانند محفوظ اور بلند ہے اور جس نے ایمان کو ترک کر دیا وہ اس چیز کی مانند ہے جو آسمان سے گرے اور آفات وبلیات کا شکار ہو جائے تو اسے پرندے اچک لیتے ہیں اور اس کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ مشرک کا یہی حال ہے جب وہ ایمان کو ترک کر دیتا ہے تو شیاطین ہر جانب سے اسے اچک لیتے ہیں، اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور اس کا دین اور دنیا تباہ کر دیتے ہیں یا اسے سخت تیز ہوا لے اڑتی ہے اور اسے فضا کے مختلف طبقات میں لئے پھرتی ہے اور اس کے اعضاء کے چیتھڑے بنا کر کہیں دور جا پھینکتی ہے۔ (سعدی: 1722,1721/2)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ: 257)

﴿ذٰلِكَ ۣ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾

''یہ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے'' (32)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ ۣ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ''یہ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی حرمات جن کو آپ کے سامنے بیان کیا گیا ہے۔

(2) ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے'' شعائر سے مراد علامت اور نشانیاں ہیں۔ شعائر اللہ سے مراد اسلام کے امتیازی احکامات ہیں جن کی وجہ سے الگ شناخت ممکن ہو جاتی ہے۔

(3) شعائر سے مراد دین کی ظاہری علامات ہیں جن میں مناسک حج شامل ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَاۗىِٕرِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں'' (البقرہ: 158) (4) بیت اللہ کی طرف بھیجے جانے والے جانور بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں۔

(5) شعائر کی تعظیم سے مراد ان کی عزت اور توقیر کو قائم کرنا ہے اور بندوں کی قدرت اور استطاعت کے مطابق ان کو تکمیل تک پہنچانا ہے۔

(6) ﴿فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ''تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے'' اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم، دلوں کے تقویٰ سے صادر ہوتی ہے۔ پس شعائر کی تعظیم کرنے والا اپنے تقویٰ اور صحت ایمان کی دلیل پیش کرتا ہے، اس لیے کہ شعائر کی تعظیم دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم

وتوقیر کے تابع ہے۔(سعدی:1722/2)

﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾

''تمہارے لیے ان جانوروں میں ایک مقررہ وقت تک کچھ فوائد ہیں پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ قدیم گھر کے پاس ہے''(33)

سوال1: ﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾''تمہارے لیے ان جانوروں میں ایک مقررہ وقت تک کچھ فوائد ہیں پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ قدیم گھر کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَكُمْ فِيهَا﴾''تمہارے لیے ان جانوروں میں'' یعنی ان قربانیوں میں جو اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف بھیجی جاتی ہیں۔

(2)﴿مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾''ایک مقررہ وقت تک کچھ فوائد ہیں'' یعنی بیت اللہ کی طرف جو جانور بھیجے جاتے ہیں ذبح کرنے سے پہلے تک ان سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں مثلاً ان کی سواری، دودھ اور دیگر کام جن سے قربانیوں کو نقصان نہ پہنچے۔

(3)سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔اس شخص نے کہا یہ تو قربانی کا جانور ہے۔آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ اس پر سوار ہو جانا۔اس نے کہا یہ تو قربانی کا جانور ہے۔تو آپ ﷺ نے پھر فرمایا: افسوس! سوار بھی ہو جاؤ، ویلک آپ نے دوسری یا تیسری بار فرمایا۔(بخاری:1689)

(4)﴿ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾''پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ قدیم گھر کے پاس ہے'' بیت عتیق سے مراد سارا حرم، منیٰ وغیرہ ہیں یعنی جب قربانیوں کو ذبح کر دو تو اس کا گوشت خود بھی کھاؤ اور محتاجوں کو کھلاؤ اور ہدیے بھیجو۔

(5)یعنی قربانی کے جانوروں کی انتہا بیت اللہ ہے، وہاں پہنچ کر انہیں ذبح کیا جاتا ہے۔

(6)جیسا کہ فرمایا: ﴿هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾''یہ کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے''۔(المائدہ:95)

رکوع نمبر:12

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ﴾

''اور ہم نے ہر اُمت کے لیے قربانی کو مقرر کیا ہے تا کہ وہ ان مویشی چوپایوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا کر رکھے ہیں، سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو تم اسی کے فرماں بردار بنو، اور آپ عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں''۔(34)

سوال1: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾''اور ہم نے

ہر اُمت کے لیے قربانی کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے تا کہ وہ ان مویشی چوپایوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا کیے ہیں'' ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کیا گیا، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾ ''اور ہم نے ہر اُمت کے لیے قربانی کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مشروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی قربانیاں کرنا اور خون بہانا ابتداء سے ہی مروج ہے کہ لوگ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ (2) تا کہ اس کا ذکر قائم ہو اور لوگ اس کا شکر ادا کریں۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔ (بخاری: 5553)

(4) سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کیا کرتا تھا۔ (ابن ماجہ: 3147)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ دس سال مدینہ میں رہے، ہر سال قربانی کرتے رہے۔ (ترمذی)

(6) ﴿لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ ''تا کہ وہ ان مویشی چوپایوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اُس نے انہیں عطا کیے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مویشیوں کی قربانیاں کریں۔ (7) ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے انسان کے احساسات، رجحانات اللہ کی ذات کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں۔ (8) ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر انسان کا شعور، اس کی سرگرمی، اس کا عمل، اس کی ہر حرکت کو ایک سمت مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ قربانی کی طرح مومن کی زندگی کا ہر کام اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے۔ اس وجہ سے غیر اللہ کے نام پر کی گئی قربانیوں کو حرام قرار دیا گیا۔

سوال 2: قربانیاں کیا ہیں؟ نبی ﷺ نے قربانی کے معاملے میں کیا حکم دیا؟

جواب: (1) قربانی سنت ابراہیمی ہے۔ نبی ﷺ سے پوچھا گیا: ماهذه الاضاحی یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ فرمایا: سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمُ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(2) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قربانی کا حکم دیا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ''پھر اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔'' (سورۃ الکوثر: 2)

(3) نبی کریم ﷺ نے قربانی کی سنت ابراہیمی پر مداومت اور ہمیشگی فرمائی۔ رسول کریم ﷺ نے عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز عید کے بعد قربانی کرنے کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔ سیدنا براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اس دن ہم پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ نماز (عید) ادا کرتے ہیں پھر واپس پلٹتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں جس شخص نے ایسے ہی کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔'' (صحیح بخاری: 5545)

(4)حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے حج کی قربانی کے سواونٹ ذبح کرنے کے ساتھ عیدالاضحیٰ کی قربانی بھی کی۔اپنی طرف سے ایک بکری،اوراز واج مطہرات کی طرف سے ایک گائے کوذبح فرمایا۔

سوال3:منسک کے کیا معنی ہیں؟

جواب:اس سے مراداللہ تعالیٰ کی قربت کے لئے قربانی کرنا ہے۔

سوال4:ہرامت کے لئے قربانی کا طریقہ کیوں مقرر کیا گیا ہے؟

جواب:قربانی کا طریقہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے تا کہ لوگ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہیں۔

سوال5:﴿فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ ''پھرتمہارامعبودایک ہی معبود ہے۔پھرتم اسی کے فرماں بردار بنو۔اورعاجزی اختیار کرنے والوں کوخوشخبری دے دو'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا﴾ ''پھرتمہارامعبودایک ہی معبود ہے۔پھرتم اسی کے فرماں بردار بنو'' تمام انبیاء توحید کی دعوت دیتے رہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اورہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء:25)

(2)اگرچہ شریعتیں مختلف ہیں مگرایک اصول پرسب متفق ہیں اوروہ ہے اللہ تعالیٰ کی الوہیت،اللہ تعالیٰ اکیلے کا عبودیت کا مستحق ہونا اوراس کے ساتھ شرک کا ترک کردینا،اس لئے فرمایا:﴿فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا﴾ یعنی اسی کی اطاعت کرو،اسی کے سامنے سرتسلیم خم کرو،اس کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرو کیونکہ اس کی اطاعت ہی سلامتی کے گھر تک پہنچنے کا راستہ ہے۔(تیسیر سعدی:1723/2)

(3)یعنی تمہارامعبودایک ہی ہے اسی کے لیے ساری عبادات اوراسی کے لیے قربانیاں ہیں۔

(4)﴿فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا﴾ ''پھرتم اسی کے فرماں بردار بنو'' یعنی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کرو۔اس کے حکم کو بجالاؤ۔اس کی اطاعت،اسی کی عبادت کرو،اس کے سامنے سرتسلیم خم کردو۔

(5)﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ ''اورعاجزی اختیار کرنے والوں کوخوشخبری دے دو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دے دو کہ دنیااورآخرت کی بھلائی ان کے لیے ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ کی معرفت سے دل پرطاری ہونے والی عجز کی کیفیت کواخبات کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے تصور سے اس کا دل کانپ اُٹھتا ہے اوروہ ہرچیز کواللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتا ہے۔

(7)المخبت سے مراداللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اختیار کرنے والا،اس کے حکم کے سامنے سرجھکادینے والا،اس کے بندوں سے تواضع سے

پیش آنے والا ہے۔

(8) مجاہد نے کہا کہ المخبتین وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف مطمئن رہتے ہیں۔(جامع البیان:171/17)

(9) یہاں لفظ مخبتین استعمال ہوتا ہے اور خبت النار بمعنی آگ کا شعلہ ختم ہوجانا اور کوئلہ یا انگارہ پر راکھ کا پردہ چڑھ جانا ہے۔(مفردات القرآن) اور مخبت سے مراد ایسا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے اپنے پندار نفس اور خواہشات نفس کو ختم کر دیا ہو۔ نیز اس کے معنوں میں عاجزی، نرمی اور تواضع سب کچھ شامل ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن:161/3)

(10) المخبتین وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر راضی رہتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ لا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ 'جو لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (الحج:35) ﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور تا کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے جان لیں کہ آپ کے رب کی جانب سے یقیناً وہ حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں پس اُن کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے راستے کی طرف ضرور ہدایت دینے والا ہے۔'' (الحج:54)

(11) حافظ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ اخبات طمانیت کے پہلے مقامات میں سے ہے۔ جیسے سکینت، یقین اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد وغیرہ۔ (مدارج السالکین:7/2)

(12) اخبات سے ہی عالی ہمتی آتی ہے اور نفس مدح وذم سے بالاتر ہوجاتے ہیں۔

(13) اخبات سے دل کو خوشخبری ملتی ہے۔ ایمان کی حلاوت اور یقین نصیب ہوتا ہے۔(نضرۃ النعیم:123/12)

سوال 6: رسول ﷺ اخبات کے لیے کیا دعا کرتے تھے؟

جواب: نبی ﷺ یہ دعا فرماتے تھے: ﴿رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الْهُدَى لِي، وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا لَكَ ذَكَّارًا لَكَ رَهَّابًا لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُخْبِتًا إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي﴾ یا اللہ! میری مدد کر اور کسی اور کی میرے اوپر مدد نہ کر۔ اور تدبیر کر میرے لیے اور نہ تدبیر کر کسی اور کی میرے نقصان اور ضرر کے واسطے۔ اور ہدایت کر مجھ کو اور آسان کر میرے لیے ہدایت کا راستہ۔ اور میری مدد کر اس شخص کے اوپر جو مجھ پر زیادتی کرے۔ اور اے میرے رب مجھے اپنا شکر ادا کرنے والا، اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا اور تجھ سے ڈرنے والا، اور تیری ہی اطاعت

کرنے والا، اور اپنے سامنے عاجزی کرنے والا، اور تجھی سے اپنا درد دا ندوہ بیان کرنے والا اور تیری ہی طرف رجوع کرنے والا بنادے۔ اے رب میری توبہ قبول فرما۔ اور میرے گناہ دھودے۔ اور میری دعا قبول فرما اور ثابت کردے حجت میری، اور سیدھا کردے میری زبان کو، اور ہدایت دے میری دل کو اور میرے سینے کا حسد نکال دے۔" (جامع ترمذی:3551، ابن ماجہ:3830)

سوال7: اللہ تعالیٰ نے اِلٰہٌ وَاحِدٌ کے سامنے کیسے مطیع ہونے کا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دل کی آمادگی کے ساتھ سر تسلیم خم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا مطالبہ کیوں کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ میں ایک معبود ہوں اس لئے اطاعت بھی ایک ہی کی ہونی چاہیے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ نے مخبتین کو کس وجہ سے خوشخبری دی ہے؟

جواب: مخبتین کا رخ، ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی ہے اُن لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا مشکل نہیں ہوتا۔

﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

"وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔" (35)

سوال1: ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ "وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔" ایمان والوں کی عمدہ صفات کا تذکرہ ہے، ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ "وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں" ایمان والوں کی عمدہ صفات کا تذکرہ ہے۔ (i) ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لرز جاتے ہیں۔ (ii) مصائب پر صبر کرتے ہیں۔ (iii) نماز قائم کرتے ہیں۔ (iv) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(2) ایمان والوں کی پہلی عمدہ خصلت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت خوف اور خشوع ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈرتے

رہتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت اس کی اطاعت میں کمی اور اس کا شکر ادا نہ کرنے اور اس کے ذکر سے غفلت کے شعور سے ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:952)

(4) ﴿اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ج ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (الزمر:23)

(5) ﴿وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ﴾ ''اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔'' الصبرین وہ ہیں جو آلام اور مشقتوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کر دے، تو بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ:43)

(6) ﴿وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ﴾ ''اور نماز قائم کرنے والے ہیں'' یعنی وقت کی پابندی، ارکان اور شرائط کی مکمل ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ (تفسیر منیر:230/9) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱) الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ (۲)﴾ ''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔'' (المومنون:1،2)

(7) ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں'' یعنی وہ طیب رزق میں سے گھر والوں، رشتہ داروں، فقراء، محتاجوں پر خرچ کر کے مخلوق کے ساتھ حسنِ معاملہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔

(8) وہ اپنے رب کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ وہ اس رزق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں جو اس نے دیا اور اس کی شریعت کو تسلیم کرتے ہیں اور جو کچھ اس نے فرض کیا اس کو ادا کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:952)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کب کانپ اٹھتے ہیں؟

جواب: جب انسان کے دل کو اللہ تعالیٰ کا شعور نصیب جاتا ہے تو انسان کا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کانپ اُٹھتا ہے۔

سوال 3: انسان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے کیا تبدیلیاں آتی ہیں؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر صبر کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرتا ہے جیسا کہ عبادت کرنے کا حق ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے انسان اپنے مال میں بخل نہیں کرتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

سوال 4: اسلام اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر چیز کا محور بناتا ہے، اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب: اسلام یہ چاہتا ہے کہ ایک مسلمان کی قوت عمل اور اس کی سمت میں کوئی تضاد نہ ہو۔ اس لیے اسلام عقیدہ کو پوری زندگی پر غالب کرتا ہے۔

سوال 5: اسلام کیسے ذات باری تعالیٰ کو ہر چیز کا محور بنا دیتا ہے؟

جواب: اسلام عقیدے اور دین کے بنیادی شعائر میں ربط پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر چیز کا محور بنا دیتا ہے۔

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور ہم نے قربانی کے اونٹوں کو تمہارے لئے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے، ان میں تمہارے لیے بہت بھلائی ہے سو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو کہ وہ گھٹنا بندھے کھڑے رہنے والے ہوں، پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور قناعت پسند اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ، اس طرح جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم شکر ادا کرتے رہو۔'' (36)

سوال 1: ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ﴾ ''اور ہم نے قربانی کے اونٹوں کو تمہارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے، ان میں تمہارے لیے بہت بھلائی ہے پھر سو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو کہ وہ گھٹنا بندھے کھڑے رہنے والے ہوں'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ﴾ ''اور ہم نے قربانی کے اونٹوں کو تمہارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے'' ﴿بُدْنَ﴾ وہ اونٹ اور گائے ہے جن کو قربانی کے لیے پالا جائے، انہیں بڑا اور موٹا کیا جائے اور ان کو اچھا سمجھا جائے۔

(2) ﴿بُدْنَ﴾ سے مراد موٹا تازہ جانور ہے۔ اہل لغت اس سے مراد اُونٹ لیتے ہیں لیکن حدیث کے اعتبار سے گائے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (3) اللہ رب العزت نے قربانی کے جانور کو اپنے نشانات کے طور پر مقرر فرمایا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ''یہ اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔'' (الحج:32)

(5)﴿لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ﴾ ''ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے'' قربانی کے جانوروں میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ دنیا میں بھلائی یہ ہے کہ آپ اس میں سے کھاتے بھی ہو اور دیگر فائدے اٹھاتے ہو۔ آخرت کی بھلائی یہ ہے کہ قربانی کا صلہ بہت بڑا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کسی آدمی نے قربانی کے روز کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ پسند ہو۔ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگھوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گی، یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عالی مقام پر گرتا ہے لہٰذا اسے بہا کر دلوں کی تسلی کر لو۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

(6)﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا﴾ ''ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو'' یعنی قربانی کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو۔ (ایسر التفاسیر:952)

(7)﴿صَوَافَّ﴾ ''کھڑا کر کے'' یعنی کھڑے ہونے کی حالت میں اونٹوں کو ذبح کرو۔

(8) لفظ صوافّ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے ایک تو ترجمہ سے ہی واضح ہے یعنی قربانی کے اونٹ زیادہ ہو گئے تو ان کو صف بستہ کھڑا کر لیا جائے پھر باری باری نحر کیا جائے اور دوسرا مطلب ہے کہ ان کو کھڑے کھڑے ہی نحر کیا جائے۔ انہیں بٹھا کر نحر نہ کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اونٹ کا اگلا بایاں پاؤں رسی سے باندھ دیا جائے، پھر کسی نیزے برچھے یا تیز دھار آلہ کو اس کے گلے یا سامنے کے حصہ میں چبھو دیا جائے تا کہ کھڑے کھڑے ہی ان کا خون نکل جائے۔ (تیسیر القرآن:3/162,163)

(9) اونٹ کی بائیں ٹانگ کو باندھ لیا جائے۔ نبی ﷺ اور صحابہ اسی طرح قربانی کے اونٹوں کو ذبح کرتے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اونٹ کو اس حالت میں ذبح کرتے تھے کہ اس کا بایاں پاؤں بندھا ہوتا اور وہ باقی ماندہ تین پاؤں پر کھڑا ہوتا۔ (ابوداود:1764)

(10) زیاد بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پاس تشریف لائے جس نے ذبح کرنے کے لیے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اسے کھڑا کر کے باندھ لو۔ یہ محمد ﷺ کی سنت ہے۔'' (بخاری:1713)

(11) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک عیدالاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر تھا۔ جب آپ نے اپنا خطبہ مکمل کر لیا اور منبر سے اترے تو آپ کو ایک مینڈھا پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یہ دعا پڑھی: ﴿بِاسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُمَّ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کر سکے۔'' (مسند احمد:14849، ابوداود:2810)

(12) سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے (نماز) عید سے قبل (قربانی) ذبح کی وہ اس کی جگہ (اور) بکری ذبح کرے اور جس نے (نماز عید تک جانور) ذبح نہیں کیا، یہاں تک کہ ہم نے نماز پڑھ لی تو وہ بسم اللہ کہہ کر جانور ذبح کرے۔ (بخاری:5500)

(13) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو مینڈھے ذبح کیے اور آپ ﷺ (انھیں ذبح کرتے وقت) ''بسم الله والله اكبر'' کہتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیے۔ (بخاری:1714)

سوال 2: ﴿فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ''پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور قناعت پسند اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ، اس طرح جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم شکر ادا کرتے رہو'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا﴾ ''پھر جب وہ پہلو کے بل گر پڑیں'' یعنی جب ان کی پہلو زمین پر ٹک جائیں۔ یہ خون نکلنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ اونٹ دائیں یا بائیں گر پڑتا ہے۔

(2) اس سے مراد ہے سارا خون نکل کر اُونٹ بے روح ہو کر زمین پر گر پڑے۔

(3) جب قصاب قربانی کے جانور کو زمین پر گرا کر کھال اتار دے تو وہ کھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

(4) ﴿فَكُلُوا مِنْهَا﴾ ''تو ان میں سے خود بھی کھاؤ'' قربانی کا گوشت کھانا مستحب یعنی پسندیدہ ہے۔ اگر کوئی نہ کھائے، سارا تقسیم کر دے تو کوئی گناہ نہیں۔

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن عید میں شریک ہونے کے لیے دیہات سے (محتاج) لوگ آ گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''قربانی کے گوشت سے تین دن کے لیے رکھ لو۔ باقی خیرات کر دو۔ (تا کہ محتاج کو بھی کھانے کو گوشت مل جائے) بعد میں لوگوں نے عرض کیا کہ: ہم اپنی قربانیوں کی کھالوں سے مشکیں بناتے تھے اور ان میں چربی پگھلاتے تھے'' آپ ﷺ نے پوچھا ''تو اب کیا ہوا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: آپ نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں ان محتاجوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو اس وقت موقع پر آ گئے تھے۔ اب تم کھاؤ بھی، صدقہ بھی کرو اور رکھ بھی سکتے ہو'' (مسلم، کتاب الاضاحی)

(6) ﴿وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ ''اور قناعت پسند اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ'' ﴿قَانِع﴾ سے مراد: (i) قناعت کرنے والے یعنی سوال نہ کرنے والے کے ہیں۔ (ii) اس سے مراد سائل بھی ہے۔ ﴿مُعْتَرّ﴾ سے مراد بغیر سوال کے سامنے آنے والے کے ہیں۔

(7) یعنی قربانی کا گوشت محتاج کو بھی کھلاؤ جو قناعت کی وجہ سے سوال نہیں کرتا اور فقیر کو بھی دو جو سوال کرتا ہے یعنی یہ گوشت سبھی کا حق ہے۔

(8) ﴿كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ''اس طرح جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم شکر ادا کرتے رہو'' یعنی قربانی کے جانوروں کی تسخیر اس لیے ہے کہ تم شکر ادا کرو۔ جس نے جانوروں کو تمہارے ساتھ رحمت اور حسنِ معاملہ کرتے ہوئے تمہارا مطیع کر دیا۔

(9) تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے انعامات، اعمال میں اخلاص، اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے پر اس کا شکر ادا کرو۔

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے قربانی کے جانوروں کو اس لیے مسخر کیا کہ انسان شکر گزار ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جانور پر قابو دیا ہے۔

(2) تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرے۔ (3) تا کہ انسان احسن عمل کرے۔

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اس طرح اُس نے تمہارے لیے ان کو مسخر کیا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور آپ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں۔'' (37)

سوال 1: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون'' ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے روایت نقل کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ بیت اللہ کو اونٹوں کے گوشت اور اس کے خون سے ملوث کر دیا کرتے تھے تو صحابہ کرام یہ دیکھ کر کہنے لگے تو ہم اس چیز کے زیادہ مستحق ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون۔ (تفسیر ابن عباس: 308/2)

(2) رب العزت نے فرمایا کہ قربانی کے جانور کو صرف ذبح کرنا مطلوب نہیں ہے۔ قربانی کے گوشت سے یا اس کے خون سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ وہ تو ساری مخلوقات سے بے نیاز ہے۔

(3) قربانیاں تو اس لیے مقرر کی گئیں ہیں کہ تم قلب و ذہن سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار ہو جاؤ۔ اسی وجہ سے قربانی کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا عظیم نام لینے اور اس کی بڑائی بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قربانی کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو خالق اور مالک تسلیم کر لو۔

(4) ﴿وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو صرف تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے'' اللہ تعالیٰ کو گوشت اور خون کی نہیں، دلوں کے تقویٰ کی ضرورت ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ کو دل کا اخلاص، اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب اور ثواب کی امید پہنچتی ہے۔

(6) قربانی فخر جتانے اور شہرت کے لیے یا عادت کے طور پر نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب کے لیے ہونی چاہئے۔

(7) جانور قربان کرنے والا دراصل علامت کے طور پر اپنے آپ کو قربان کرتا ہے۔ یوں اس کے دلی جذبات و احساسات رب تک جا پہنچتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ

الْاٰخَرِ ط قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ط قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور انہیں آدم کے دو بیٹوں کا برحق واقعہ پڑھ کر سناؤ، جب اُن دونوں نے قربانی پیش کی تو اُن دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اُس (دوسرے) نے کہا: ''میں ضرور بہ ضرور تجھے قتل کردوں گا'' اُس نے جواب دیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے۔'' (المائدۃ:27)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔'' (مسلم:2564)

سوال 2: ﴿كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ط وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اس طرح اُس نے تمہارے لیے ان کو مسخر کیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور آپ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ﴾ ''اس طرح اُس نے تمہارے لیے ان کو مسخر کیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو'' یعنی اس نے تمہارے لیے قربانیوں کو اس لیے مطیع کیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی، اس کی عظمت، اس کی توقیر، اس کی تعظیم کرو۔

(2) ﴿عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ ''کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے'' یعنی اس وجہ سے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی دولت نصیب کی ہے۔ جس نے تمہیں اپنے لیے خالص ہونا سکھایا، جس نے اپنے ذکر کی محبت دی، جس نے اپنی ذات کی (یعنی رب العزت کی) بڑائی بیان کرنی سکھائی، جس نے شکر ادا کرنا سکھایا، جس نے دلوں کے تقویٰ کی سمجھ دی یقیناً وہی حمد اور تعظیم کا حق رکھتا ہے۔

(3) ﴿وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور آپ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں'' یعنی ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں گویا کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں اور اگر وہ اس درجے تک نہ پہنچیں تو دل میں یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ رہا ہے۔

(4) ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں، ان کی خیر خواہی کرتے ہیں، ان کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں اور رحمان کے بندوں کو علمی یا مالی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

(5) ان سعادت مندوں کو خوشخبری دے دو جو توحید پرست مخلص ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے۔'' (یونس:26)

(6) جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حق میں مخلص ہیں، ان کے ساتھ احسان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ حسنِ معاملہ کرے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ ''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔'' (الرحمٰن:60)

سوال 3: احسان کرنے والوں کو خوش خبری دی گئی، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (1) احسان کرنے والوں کا شعور احسن ہے۔ (2) احسان کرنے والوں کی عبادت احسن ہے۔

(3)احسان کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ بھی احسن ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرتا ہے جو ایمان لائیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے خیانت کار اور بہت ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔''(38)

سوال1:﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرتا ہے جو ایمان لائیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے خیانت کار اور بہت ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرتا ہے جو ایمان لائیں'' رب العزت نے ایمان والوں کو خوشخبری دی ہے کہ بدخواہوں کی بدخواہی، دشمنوں کی دشمنی، کفار کے شر سے، شیطان کے وسوسوں سے، اپنے نفس اور اپنے برے اعمال کے شر سے اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرے گا۔ وہ ان کا محافظ اور نگران بن جائے گا۔ اس لیے اس پر بھروسہ کریں، جو مشکلات کو آسان کرتا ہے، جو بوجھ ہلکے کرنے کا وعدہ کرتا ہے، اس کی طرف جھکیں جو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہ کیا ہو۔﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (۲) وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔''(الطلاق 2۔3)

(2)اللہ تعالیٰ ہر کسی کے ایمان کے مطابق اس کی مدافعت کرتا ہے۔

(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾''بے شک اللہ تعالیٰ بڑے خیانت کار اور بہت ناشکرے کو پسند نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ خیانت کے مرتکب سے محبت نہیں کرتا۔

(4)خیانت حقوق میں ہوتی ہے، ذمہ داریوں میں ہوتی ہے، امانت میں ہوتی ہے۔ خیانت ایمان کے منافی ہے، نفاق کی نشانی ہے۔

(5)﴿كَفُوْرٍ﴾''ناشکرے'' اللہ تعالیٰ ناقدرے، ناشکرے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

(6)﴿كفور﴾ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے احسانات کے جواب میں کفر کرتا ہے۔ جو اس کے انعامات پر نافرمانیاں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ناشکرے انسان سے ناراض ہوتا ہے۔

(7)جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی مخالفت کرتا ہے وہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔

(8)جو اللہ تعالیٰ کے انعامات کو نہیں پہچانتا، وہ اس کا شکر بھی ادا نہیں کرتا یوں نعمت کا انکار کرتا ہے۔(جامع البیان:181/17)

(8)اس آیت کا مخالف مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امانت کی حفاظت کرنے والوں، ذمہ داریاں ادا کرنے والوں، حقوق ادا کرنے والوں اور

شکر گزاروں سے محبت کرتا ہے۔

رکوع نمبر 13

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾

''انہیں بھی اجازت دے دی گئی جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر یقیناً پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(39)

سوال 1: ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ ''انہیں بھی اجازت دے دی گئی جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر یقیناً پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا﴾ ''انہیں بھی اجازت دے دی گئی جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا'' یہ جہاد کی سب سے پہلی آیت ہے اور یہ ان عظیم صفات کے حامل لوگوں کے بارے میں ہے جنہیں مکہ سے نکالا گیا۔

(2) اگر مظلوموں کی دادرسی نہ کی جائے تو دنیا میں طاقت ور کمزوروں کو اور زیادہ وسائل والے بے وسیلہ لوگوں کو جینے ہی نہ دیں اور زمین فساد سے بھر جائے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کو مکہ سے نکال دیا گیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انھوں (یعنی مکہ والوں) نے اپنے نبی کو نکال دیا، ﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ وہ ضرور ہلاک کر دیے جائیں گے۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''انہیں بھی اجازت دے دی گئی جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر یقیناً پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ وہ پہلی آیت ہے جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی۔

(مستدرک حاکم: 2968، مسند احمد: 1870)

(4) ہجرت مدینہ کے بعد بھی مسلمانوں کو کافروں سے جنگ کرنے کی ممانعت تھی۔ پھر جب مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی تو انہیں جہاد کی اجازت دے دی گئی۔

(5) کفار کے خلاف جہاد کی اجازت اس لیے ملی کہ ان پر ظلم کیے گئے اور انہیں دین سے روکا گیا۔ دین اسلام پر عمل کرنے کی وجہ سے انہیں اذیتیں دی گئیں اور انہیں ان کے گھروں اور وطن سے نکالا گیا۔

(6) سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مشرکین مکہ کی سب سے بڑی ظالمانہ حرکت کے بارے میں

پوچھا جوانہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کی تھی تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، اس بدبخت نے اپنی چادر آپ ﷺ کی گردن مبارک میں ڈال کر کھینچی جس سے آپ ﷺ کا گلا بڑی سختی کے ساتھ پھنس گیا۔ اتنے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس بدبخت کو دفع کیا اور کہا: کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی ہوئی دلیلیں بھی لے کر آیا ہے۔ (بخاری:3678)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ (کعبہ کے پاس) سجدے میں تھے اور آپ کے گرد قریش کے چند لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھڑی لے کر آیا اور اس نے اسے آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا، جس کے باعث آپ اپنا سر نہ اٹھا سکے، یہاں تک کہ (سیدہ) فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ کی پیٹھ پر سے اسے ہٹا دیا۔ (بخاری:3854)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو میں نے اپنے ماں باپ کو دین اسلام ہی پر پایا اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گزرتا تھا کہ جس دن صبح و شام رسول اللہ ہمارے پاس تشریف نہ لاتے ہوں۔ جب مسلمانوں کو سخت تکلیفیں پہنچنے لگیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ حبشہ کے ملک کی ہجرت کرنے کے لیے نکلے۔ لیکن جب وہ برک الغماد پہنچے تو ان کی ملاقات ابن دغنہ سے ہوئی۔ وہ قارہ قبیلے کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا، ابوبکر! کہاں کا قصد ہے؟ انھوں نے کہا، میری قوم نے مجھے نکال دیا، سو میں چاہتا ہوں کہ (اللہ کی) زمین کی سیاحت کروں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا، اے ابوبکر! تم جیسا شخص نہ نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے، تم تو نادار کے لیے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہو، حق کے کاموں میں مدد کرتے ہو، سو میں تمھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں، تم (مکہ) لوٹ چلو اور اپنے شہر ہی میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ساتھ مکہ لوٹ آئے۔ ابن دغنہ نے شام کے وقت قریش کے سرداروں کے پاس جا کر ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے، کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو نادار لوگوں کے لیے کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں کے بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے، حق کے کاموں میں مدد کرتا ہے؟ قریش نے ابن دغنہ کی پناہ رد نہیں کی، صرف اس سے یہ کہا کہ تم ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ اپنے گھر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، جتنی چاہے نمازیں پڑھیں، جو چاہیں قراءت کریں، لیکن ہم لوگوں کو نہ ستائیں، نہ اعلانیہ طور پر یہ کام کریں، کیوں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے نہ بگڑ جائیں۔ ابن دغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ پیغام پہنچا دیا اور یوں ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شرط پر مکہ میں رہنے لگے۔ اب وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے، نماز اعلانیہ نہ پڑھتے، نہ اپنے گھر کے سوا اور کہیں قرآن مجید کی تلاوت کرتے، پھر معلوم نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں کیا آیا کہ انہوں نے گھر کے سامنے میدان میں ایک مسجد بنائی اور وہاں نماز ادا کرنے اور قرآن مجید پڑھنے لگے۔ اب مشرکوں کی عورتیں اور بچے وہاں جمع ہو جاتے۔ وہ حیرت و پسندیدگی کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل انسان تھے، جب وہ قرآن مجید پڑھتے تو آنکھوں کے آنسو روک نہ سکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر قریش کے سردار

گھبرا گئے۔آخرانہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا، وہ آیا تو انھوں نے اس سے شکایت کی کہ ہم نے تمھاری پناہ میں اس شرط پر ابوبکر کا مکہ میں رہنا منظور کیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کریں،لیکن ابوبکر نے اس شرط کی خلاف ورزی کی ہے۔انھوں نے تو گھر کے سامنے میدان میں ایک مسجد بنالی ہے اور وہاں وہ اعلانیہ نماز ادا کرتے اور قرآن پڑھتے ہیں۔ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہمارے بچے بگڑ نہ جائیں،لہٰذا تم ابوبکر کو اس سے روکو۔وہ چاہیں تو صرف اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کر سکتے ہیں اور اگر نہ مانیں اور اسی پر ضد کریں اور اعلانیہ عبادت کریں تو تم ان سے کہو کہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں، کیونکہ ہم لوگ تمہاری پناہ توڑنا نہیں چاہتے اور یہ بھی ہم سے نہ ہو سکے گا کہ ابوبکر کو اعلانیہ عبادت کرنے دیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابن دغنہ قریش کے کافروں کی یہ تقریر سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، جو شرط میں نے قریش کے لوگوں سے ٹھہرائی تھی تم کو معلوم ہی ہے، اب یا تو تم اس شرط پر قائم رہو۔یا پھر میری امان واپس کر دو،اس لیے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے لوگ یہ خبر سنیں کہ میں نے جو امان دی تھی وہ توڑ دی گئی۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تمہاری امان واپس کرتا ہوں اور میں اللہ عزوجل کی امان پر راضی ہوں۔(بخاری:3905)

(8)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ﴾ ”اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر یقیناً پوری قدرت رکھنے والا ہے“ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلے آئیں وہ اس دنیا میں اکیلے نہیں ہوتے۔وہ اپنے اخلاص کا ثبوت دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد ضرور کرتا ہے۔

(9)اللہ تعالیٰ اپنی تائید اور نصرت سے ان کی مدد کرتا ہے اور وہ اس پر قدرت رکھتا ہے۔اس لیے ایمان والوں کو صرف اسی سے نصرت طلب کرنی چاہیے،اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔

سوال2:جہاد کے کون سے مقاصد یہاں بیان کئے گئے ہیں؟

جواب:(1)ظلم کا خاتمہ۔(2)اعلائے کلمۃ اللہ۔

سوال3:مسلمانوں کو جہاد کی اجازت کیوں دی گئی؟

جواب:مسلمان پوری انسانیت کے لئے اس عظیم مہم میں حصہ لے رہے ہیں کیونکہ اس کے نتائج صرف ان کے لئے ہی مفید نہیں ہوں گے بلکہ اس کے نتیجے میں عقیدے اور نظریات کی آزادی کے بنیادی حقوق قائم ہوں گے۔

(2)مسلمانوں کو یہ اجازت اس لئے دی گئی کہ انہیں بلا جواز اپنے گھروں سے نکالا گیا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کیسے مظلوموں کی مدد کرتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے وہ رکاوٹوں پر قابو پا لیتے ہیں اور حق پر جمے رہتے ہیں۔

سوال5:ہجرت کے بعد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی اجازت کیوں دی گئی؟

جواب:(1)جہاد کی اجازت دراصل اپنے عقیدے اور ملت کی مدافعت ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ ایمان، بھلائی اور سچائی کو کمزور چھوڑنا نہیں چاہتا اس لیے مدافعت کی اجازت دی گئی۔

﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

''جن لوگوں کو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا ہے صرف اسی وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دور کرنا نہ ہوتا تو یقیناً ڈھا دیے جاتے خانقاہیں اور کلیسائیں اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اُس کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا، سب پر غالب ہے'' (40)

سوال 1: ﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ ''جن لوگوں کو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا ہے صرف اسی وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ﴾ رب العزت نے کفار کے ظلم کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ انہوں نے اذیتیں دے کر گھروں سے نکال دیا۔

(2) سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس زمانہ میں ہم مشرک لوگوں کی طرف سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کی، آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ (سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا، آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں پھیر دی جاتی تھیں، لیکن تب بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے، نیز آرا ان کے سر کے درمیان رکھ کر چلایا جاتا اور ان کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے، لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ (ایک دن) اس کام کو ضرور پورا کرے گا، یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے سوار ہو کر حضر موت تک جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہیں ہوگا اور نہ (چرواہے کو) اپنی بکریوں پر بھیڑیے کے علاوہ کسی کا ڈر ہوگا۔'' (بخاری: 3852)

(2) ﴿بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ﴾ ''ناحق صرف اس وجہ سے کہ'' ناحق انہیں فتنے میں مبتلا کیا۔

(3) ﴿اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ ''کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔'' انہیں جس بات کی سزا دی جا رہی ہے وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں ''اللہ ہمارا رب ہے'' یعنی ان کا جرم توحید ہے، ان کا جرم اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہے، ان کا جرم اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، رب العزت نے فرمایا:

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور اس کے سوا انہوں نے ان سے کوئی انتقام نہیں لیا، کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو سب پر غالب، ہر تعریف کے لائق ہے۔'' (البروج:8)

سوال 2: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دور کرنا نہ ہوتا تو یقیناً ڈھا دیے جاتے خانقاہیں اور کلیسائیں اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دور کرنا نہ ہوتا'' یہ آیت کریمہ جہاد کی حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ جہاد کا مقصد اقامت دین یا اہل ایمان کا کفار کی اذیتوں، ان کے ظلم اور ان کی تعدی سے دفاع کرنا ہے جو اہل ایمان پر ظلم و زیادتی کی ابتدا کرتے ہیں، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ممکن بنایا جائے اور دین کے تمام ظاہری قوانین کو نافذ کیا جائے، اس لئے فرمایا: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ پس اللہ تعالیٰ مجاہدین فی سبیل اللہ کے ذریعے سے کفار کی ریشہ دوانیوں کا سدباب کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1727/2)

(2) ﴿لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ﴾ ''تو یقیناً ڈھا دیے جاتے خانقاہیں اور کلیسائیں اور عبادت گاہیں اور مسجدیں'' یعنی بڑی بڑی عبادت گاہیں منہدم کر دی جاتیں یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مساجد۔

(3) ﴿يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ ''جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے'' عبادت گاہوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تلاوت ہوتی ہے، نماز قائم کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا مختلف طریقوں سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(4) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ روکے تو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے مسلمانوں پر غالب آ جائیں گے، ان کی مساجد کو تباہ کر دیں گے اور ان کے دین کے بارے میں ان کو اذیتوں میں مبتلا کریں گے۔

(5) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ جہاد ایذا رسانی کو دور کرنے کے لیے اور امن قائم کرنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔

(6) اس آیت سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ جن شہروں میں مساجد آباد ہیں، جہاں دین کے شعائر قائم ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے، اس کا ذکر ہوتا ہے وہ مجاہدین کی فضیلت اور برکت کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے فتنہ و فساد ختم کرتا رہتا ہے۔

سوال 3: ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا'' اللہ رب العزت نے اپنا طریقہ کار، اپنی سنت واضح فرمائی ہے کہ وہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی اور اس کے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے، جو اخلاص

کے ساتھ دین کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے جہاد کرتا ہے۔(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے۔'' (محمد 8،7)

(3) ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔'' (المجادلہ:21)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا، سب پر غالب ہے'' یعنی وہ پوری قوت کا مالک ہے، وہ عزیز ہے، کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے، وہ اپنی ساری مخلوق پر غلبہ رکھتا ہے، ساری مخلوق کی پیشانیاں اس کی مٹھی میں ہیں۔ مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ خوش ہو جائیں اگرچہ وہ ساز و سامان اور افرادی قوت کے اعتبار سے کمزور ہیں، اگرچہ ان کا دشمن طاقت ور ہے مگر ان کا اعتماد قوت کے مالک قوی پر ہے جو پوری قوت رکھتا ہے کہ ان کے دشمنوں کو عبرتناک شکست دے۔ وہ سب پر غالب ہے، اسی نے سب کے اعمال کو بھی تخلیق کیا ہے۔ وہ ان کے دشمن سے پورا انتقام لے سکتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی صادر ہو چکا۔ یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے۔'' (الصافات:173،171)

سوال 4: لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالنا کب سرکشی اور کھلا ظلم بن جاتا ہے؟

جواب: (1) جب کسی کو کوئی ذاتی دشمنی نہ ہو۔ (2) جب کسی کے دنیا کے مفادات میں سے کسی مفاد کا دخل نہ ہو۔

(3) جب محض اس وجہ سے گھر سے نکال دیا جائے کہ لوگ کہیں اللہ ہمارا رب ہے۔ یہ عقیدے اور نظریات کی جنگ ہے۔ محض عقیدے کی وجہ سے لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالنا سرکشی اور کھلا ظلم ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ بغیر مسلمانوں کی کوشش کے ان کی مدد کر سکتے ہیں پھر اس کے لئے جہاد کیوں کرواتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ کی دعوت کے حاملین سست اور کاہل ہوں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نصرت کی جائے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ اہل ایمان کا دفاع وہ اہل ایمان کے ذریعے کروائے تاکہ مسلمان پختہ ہو جائیں۔

(3) جس کامیابی کے لئے لوگ کوشش نہیں کرتے اس کے لئے ان کی خفیہ صلاحیتیں بے دار نہیں ہوتیں۔

(4) جو کامیابی آسانی سے بیٹھے بٹھائے مل جاتی ہے وہ جلد ہی ناکامی میں بدل جاتی ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

''یہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے''(41)

سوال:1﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''یہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾''یہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں''یعنی اگر ہم انہیں زمین کا اقتدار دے دیں اور کوئی ان کی مخالفت کرنے والا نہ رہے۔

(2)﴿اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾''تو وہ نماز قائم کریں گے''زمین کا اقتدار حاصل کرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتے ہیں۔وہ نماز قائم کرتے ہیں یعنی نماز کو اس کے ارکان،شرائط اور حدود کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

(3)﴿وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾''اور زکوٰۃ دیں گے''وہ مستحقین کو اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(4)﴿وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ﴾''اور معروف کا حکم دیں گے''یعنی وہ اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور نیکیوں کا حکم دیتے ہیں۔معروف میں ہر وہ کام شامل ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہے،جس کو عقل اور شریعت نیک اعمال قرار دیتی ہو۔

(5)﴿وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾''اور منکر سے روکیں گے''یعنی وہ ان ساری برائیوں سے روکتے ہیں یعنی شرک،کفر،اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے روکتے ہیں۔

(6)کسی چیز کے حکم دینے اور اس کے منع کرنے میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہ ہو۔پس جب امر المعروف اور نہی عن المنکر تعلیم و تعلم پر موقوف ہے تو لوگوں کو تعلیم اور تعلم پر مجبور کرتے ہیں اور جب امور بالمعروف اور نہی عن المنکر،شرعی طور پر مقرر کردہ یا غیر مقرر کردہ تادیب پر موقوف ہو،مثلاً مختلف قسم کی تعزیرات تو انہیں قائم کرتے ہیں۔جب یہ معاملہ اس بات پر موقوف ہو کہ لوگ کچھ امور کے خوگر ہوں،جن کے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام ممکن نہیں تو ان پر ان امور کو لازم کیا جائے گا اور اسی طرح معاملات ہیں کہ ان کے بغیر اگر امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ممکن نہ ہو،تو ان کا اہتمام ضروری ہوگا۔(سعدی:2/1730)

(7)﴿وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ تقویٰ کے لیے ہی اچھا انجام ہے اور جو بادشاہ یا سردار اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اس کا حکم نافذ کرتے ہیں، ان کا انجام اچھا ہے اور جو اپنی خواہشات کو لوگوں پر نافذ کرتے ہیں ان کا انجام برا ہے۔

سوال2: اسلامی حکومت کے بنیادی اغراض ومقاصد کیا ہیں؟

جواب: (1) اقامت صلوٰۃ۔ (2) ادائیگی زکوٰۃ۔ (3) امر بالمعروف۔ (4) نہی عن المنکر

سوال3: ان اہداف اور مقاصد کو پورا کرنے کے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب: (1) اس کی وجہ سے حکومتوں کو امن وسکون ملتا ہے۔ (2) اس کی وجہ سے خوشحالی آتی ہے۔

(3) اس کی وجہ سے مسلمان سربلند اور سرفراز ہوتے ہیں۔

سوال4: آج کے دور میں اسلامی ممالک میں بدامنی، فساد قتل وغارت گری پستی اور زبوں حالی کیوں ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے کو اور اللہ تعالیٰ کے نظام کو چھوڑ کر مغربی جمہوری نظام کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس نظام کے توسط سے امن، خوشحالی اور سربلندی کا خواب بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔

سوال5: ''تمام معاملات کا انجام کار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، تدبیر بھی اسی کی ہے۔ اس کے احکامات سے منحرف ہو کر کوئی حقیقی کامیابی تک نہیں پہنچ سکتا۔

﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ﴾

''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ ان سے پہلے قومِ نوح، عاد اور ثمود جھٹلا چکے ہیں'' (42)

سوال1: ﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ ان سے پہلے قومِ نوح عاد اور ثمود جھٹلا چکے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں'' رب العزت نے قوم کی مخالفت پر نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ جو توحید، رسالت، بعث، جزا اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں ان پر افسوس اور غم نہ کرو۔

(2) ﴿فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ﴾ ''تو بلاشبہ ان سے پہلے قومِ نوح عاد اور ثمود جھٹلا چکے ہیں'' (i) رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ تکذیب کوئی نئی بات نہیں۔ قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود بھی جھٹلاتی رہیں اور اللہ تعالیٰ مہلت دیتا رہا۔ پچھلی قوموں کی مہلت جب ختم ہو گئی تو انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ مشرکین مکہ بھی انجام کے لئے تیار ہو جائیں۔

(3) پچھلی قوموں کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا (۳۵) فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا (۳۶) وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا (۳۷) وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا ۢ بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا (۳۸) وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۪ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (۳۹) وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا (۴۰)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اُس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا۔ پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے اُنہیں تباہ و برباد کر دیا، بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اُٹھائے جانے کی اُمید ہی نہیں رکھتے۔'' (الفرقان:35،40)

(4) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

﴿وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ﴾

''اور قومِ ابراہیم اور قومِ لوط'' (43)

سوال 1: ﴿وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ﴾ ''اور قومِ ابراہیم اور قومِ لوط'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور قومِ ابراہیم اور قومِ لوط'' یعنی قومِ ابراہیم علیہ السلام اور قومِ لوط علیہ السلام نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔

﴿وَاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾

''اور اہلِ مدین بھی (جھٹلا چکے ہیں) اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا تو کافروں کو میں نے ڈھیل دی پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا، تو کیسا تھا میرا عذاب''! (44)

سوال1:﴿وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ﴾ ''اور اہلِ مدین بھی (جھٹلا چکے ہیں) اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا تو کافروں کو میں نے ڈھیل دی پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا، تو کیسا تھا میرا عذاب'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَصْحٰبُ مَدْیَنَ﴾ ''اور اصحاب مدین بھی'' اصحاب مدین یعنی شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی جھٹلایا۔

(2)﴿وَ كُذِّبَ مُوْسٰى﴾ ''اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا تھا حالانکہ ان کے پاس بڑے بڑے معجزات اور روشن نشانیاں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں نے جھٹلایا تھا۔

(3)﴿فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ﴾ ''تو کافروں کو میں نے ڈھیل دی'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ کافروں کو اسی نے ڈھیل دی، انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کی گئی۔ اسی وجہ سے وہ اپنی سرکشی میں بڑھ گئے۔

(4)﴿ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ﴾ ''پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا'' پھر میں نے انہیں عذاب کے ذریعے سے پکڑ لیا۔ یہ پکڑ کسی غالب اور قدرت رکھنے والے کی تھی۔

(5)﴿فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ﴾ ''تو کیسا تھا میرا عذاب'' یعنی کفر اور تکذیب کرنے والوں کی سزا کیسی تھی؟ بدترین اور قبیح سزا تھی۔ ان میں سے کسی کو پانی نے پکڑا اور کسی کو چھتری کے ذریعے عذاب نے آلیا، بعض طوفان ہوا سے پکڑے گئے، بعض کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔

(6)﴿نَكِیْرِ﴾ سے مراد خوف ناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ طوفان، زلزلے اور کڑک کی وجہ سے جس خوف ناک عذاب میں مبتلا کرتے ہیں اُسے نکیر کہتے ہیں۔

﴿فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ﴾

''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل'' (45)

سوال1:﴿فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ﴾

''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ﴾ ''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں'' یعنی ان جیسی کتنی ہی بستیاں ہیں۔

(2)﴿اَهْلَكْنٰهَا﴾''جنہیں ہم نے ہلاک کیا''یعنی تم نے کبھی سوچا نہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں کیوں تباہ کر دیا؟

(3)﴿وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾''اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں''انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے، رسولوں کو جھٹلا کر ظلم کیا تھا۔

(4)﴿فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا﴾''چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں''ان کے گھر کھنڈر اور محلات اجڑے پڑے ہیں۔ان کی عمارتیں اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں۔

(5)﴿وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ﴾''اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے''کتنے ہی کنویں تھے جہاں سے پانی لینے کے لیے لوگوں کا رش ہوتا تھا آج کنوؤں کے مالک اور پینے والے کہاں گئے؟

(6)﴿وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴾''اور چونا گچ محل''اور کتنے ہی محلات ہیں جن کے رہنے والوں نے انہیں مضبوط بنایا اور خوب سجایا مگر وہ آج کہاں جا کر سو گئے ہیں؟ان کے محلات ویران ہیں۔اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کا نام ونشان تک نہ چھوڑا۔

سوال2:بستیوں کی ہلاکت کا سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب:بستیوں کی ہلاکت کا سبب ظلم ہوتا ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ بستیوں کو کیسے ہلاک کرتے ہیں؟

جواب:(1)بستیاں کھنڈرات میں بدل جاتی ہیں۔(2)چھتیں اُلٹ جاتی ہیں۔(3)کنوئیں بے کار ہو جاتے ہیں۔

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾

''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں''۔(46)

سوال1:﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا﴾''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں''آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں''یعنی کیا وہ اپنے دل کو حاضر کر کے زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں؟

(2)﴿فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا﴾''کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟''یعنی اگر تمہارے دل سمجھنے

والے ہوجائیں تو تم ان کھنڈروں سے عبرت حاصل کرو گے۔

(3)﴿اَوْاٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ ''یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں'' تمہارے کان سننے والے ہوجائیں کہ وہ ان کی خبریں سنتے جن پر عذاب نازل ہوا اور تم عبرت حاصل کرتے۔

سوال2:﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ﴾ ''پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں'' آنکھیں اندھی ہوجائیں تو دنیا نظر نہیں آتی پھر بھی خطرے کی کوئی بات نہیں لیکن اگر دل اندھا ہوجائے تو دین کا نقصان ہے۔کبھی دل کا اندھا سچائی تک نہیں پہنچ سکتا،کبھی عبرت حاصل نہیں کرسکتا،کبھی واقعات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ جب انسان عقل سے کام نہیں لیتا تو سر کی آنکھیں اسے کوئی چیز نصیحت کی نظر سے نہیں دکھا سکتیں۔

(3)عبرت سے خالی ہوکر سننا اور تفکر سے خالی ہوکر زمین میں چلنا پھرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

سوال3:اللہ تعالیٰ زمین پر چلنے پھرنے کی دعوت کیوں دے رہے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان یہ جان لے کہ کھنڈرات کی تاریخ کیا ہے؟(2)یہ کیوں خالی پڑے ہیں؟

(3)محل کیوں برباد ہوئے؟(4)خاموشی کی زبان میں یہ کھنڈرات سب کچھ بتائیں اور لوگ عبرت حاصل کریں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیکھنے والے کون ہوتے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیکھنے والے وہ ہوتے ہیں جو عبرت اور نصیحت کے لیے دیکھیں۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل اندھے کب ہوتے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل تب اندھے ہوتے ہیں جب وہ عبرت نہیں پکڑتے۔ایسا دیکھنا جانوروں کا سا دیکھنا ہے جس میں غور وفکر نہ ہو۔

﴿وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾

''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور یقیناً آپ کے رب کے ہاں کا ایک دن ایک ہزار سال کی مانند ہے اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو''۔(47)

سوال1:﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ ''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ﴾ ''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں'' جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور اس کے عذاب کا انکار کرتے ہیں وہ عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہیں جیسا کہ ابوجہل نے بدر کی جنگ کے لیے مکہ سے نکلتے ہوئے کہا تھا:﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ'' (الانفال:32)

(2) کفار کا ایک اور قول رب العزت نے نقل فرمایا:﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ(۱۶)﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے'' (ص:16)

(3)﴿وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا'' عذاب تو اپنے وقت پر آئے گا، اللہ تعالیٰ اس وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔(4) عذاب ضرور واقع ہوگا، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

(5) عذاب کا جلدی آنا محمد ﷺ کے اختیار میں نہیں، نہ وہ جلدی مچا کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ سمجھیں۔ وہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ وقت پر عذاب بھی بھیجے گا، قیامت بھی قائم کرے گا، دشمنوں سے انتقام بھی لے گا اور اپنے ولیوں کا اکرام بھی کرے گا۔

سوال2: لوگ عذاب مانگنے میں جلدی کیوں کرتے ہیں؟

جواب:(1) لوگ عذاب کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے ہیں۔(2) لوگ گذشتہ قوموں کی ہلاکت سے سبق نہیں لیتے۔

(3) لوگ عذاب کو دور سمجھتے ہیں۔

سوال3:﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ ''اور یقیناً آپ کے رب کے ہاں کا ایک دن ایک ہزار سال کی مانند ہے اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور یقیناً آپ کے رب کے ہاں کا ایک دن ایک ہزار سال کی مانند ہے اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو'' قیامت کا دن اپنی شدت اور ہولناکی کی وجہ سے ہزار برس کا لگے گا۔

(2)(i) اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے حساب سے جلدی کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے حساب میں دن اتنا طویل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ آدھے دن کی مہلت دے تو 500 برس اور دن کا چوتھائی حصہ مہلت دے تب بھی 250 سال بنتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کو ایک گھنٹے کی مہلت بھی ملے تو 40 سال ہیں۔ (ابن کثیر) (ii) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ بات جلدی یا دیر کی نہیں بات یہ ہے کہ تم نے مانگا ہے اور عذاب آئے گا۔

(3) عذاب دنیا میں آئے یا آخرت تک مؤخر کر دیا جائے آخرت کا دن تو آ کر رہے گا۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔''(المعارج:4)

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾''وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ (کام) ایک دن میں اُس کی طرف اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے، اس میں سے جو تم شمار کرتے ہو۔''(السجدہ:5)

(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''نادار و فقیر مومن دولت مندوں سے نصف دن، یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔''(ابن ماجہ:4122)

(7)سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کی مہلت سے عاجز نہیں رکھے گا۔''(ابوداود:4349)

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾

''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے''(48)

سوال 1:﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا﴾''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی''یعنی کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو میں نے طویل مدت تک مہلت دی باوجود اس کے کہ

(2)﴿وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾''اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں''یعنی وہ ظلم کرنے والی تھیں لیکن ان کا ظلم کرنا عذاب کو جلدی لانے کا سبب نہ بنا۔

(3)﴿ثُمَّ اَخَذْتُهَا﴾''پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا''یعنی جب ان کا وقت آیا تو میں نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا۔

(4)سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔''راوی نے بیان کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے''(بخاری:4686)

(5)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اگر ان عذاب زدہ لوگوں (کی بستیوں) پر تمہارا گزر ہو تو

روتے ہوئے گزرو، اگر تم رو نہ سکو تو ان بستیوں میں مت جاؤ، ایسا نہ ہو کہ ان جیسا عذاب تم پر بھی نازل ہو جائے۔" (بخاری:433)

(6)﴿وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ "اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے" یعنی اگر دنیا میں ان پر عذاب نازل بھی ہو گیا تب بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔ اس لیے اس کی دی ہوئی مہلت کے دھوکے میں نہ رہیں اور اس عذاب سے ڈریں۔

(7)﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ اور بلا شبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا ہے تو میں نے اُن کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا پھر میں نے انہیں آ پکڑا تو کیسا تھا میرا عذاب! (الرعد:32)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا قانون مہلت کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ پہلے مہلت دیتے ہیں۔ (2) پھر ظلم کرنے والوں کو پکڑ لیتے ہیں۔

(3) عذاب میں تاخیر ہو جائے تب بھی اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ لوٹ کر تو بالآخر رب کے پاس ہی آنا ہے۔

رکوع نمبر: 14

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

"آپ کہہ دیں اے لوگو! یقیناً میں تمہیں کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔" (49)

سوال 1: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ "آپ کہہ دیں اے لوگو! یقیناً میں تمہیں کھلا خبردار کرنے والا ہوں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ "آپ کہہ دیں اے لوگو!" جب کفار نے نبی ﷺ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ کیا تو رب العزت نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ "یقیناً میں تمہیں کھلا خبردار کرنے والا ہوں" کہ میرے رب نے مجھے آپ کی طرف نذیر بنا کر بھیجا ہے کہ میں تمہیں اس عذاب سے خبردار کر دوں جو آنے والا ہے۔ اب وہ جلدی آئے یا دیر سے، میرے اختیار میں یہ معاملہ نہیں ہے۔

(3) (i) نبی کا اصل کام ہی لوگوں کو برے انجام سے ڈرا دینا ہے۔ (ii) اسلام کی دعوت کا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو برے دن سے خبردار کر دیا جائے۔

(4) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو پیام مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی اور میری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اپنی قوم کو آ کر متنبہ کیا اور کہا میں نے اپنی آنکھوں سے دشمن کے لشکر کو پہاڑ کے اس طرف دیکھا ہے اور میں

تمہارے لیے نذیر عریاں ہوں پس جلدی کرو۔ جلدی کرو۔ اور (بھاگو بھاگو) کچھ لوگوں نے اطلاع دینے والے کی بات مان لی اور رات ہی سے چل دیئے اور فرصت کو غنیمت سمجھ کر روانہ ہو گئے اور بچ گئے اور کچھ لوگوں نے اس کے کہے کو سچ نہ جانا اور صبح تک وہ اپنی جگہ پر رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صبح کو دشمن کے لشکر نے ان پر حملہ کر دیا سب کو غارت کر دیا اور ان کی جڑ اکھاڑ کر رکھ دی۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے میرا کہا مانا اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر چلے اور ان لوگوں کی جنہوں نے میرا کہا نہ مانا اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کی انہوں نے تکذیب کی۔ (تفسیر مظہری:91/8)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گئی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔ اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ پکڑ کر آگ سے تمہیں نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرتے جاتے ہو۔ (بخاری:6483)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ''اور اپنے خاندان کے قرابت داروں کو ڈراؤ'' نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے (صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر) آواز دی کہ اے جماعت قریش! یا اسی طرح کا اور کوئی کلمہ، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ (اگر تم شرک و کفر سے باز نہ آئے تو) اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے لیے بالکل کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکوں گا۔ اے صفیہ، رسول اللہ کی پھوپھی! میں اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ اے فاطمہ! محمد ﷺ کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے لے لو لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ (بخاری:4771)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ یہود کے بیت المدارس میں گئے آپ نے انہیں آواز دی اور فرمایا: اے یہودیو! اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔ اس پر یہودیوں نے کہا اے ابو القاسم! آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: یہی میرا مقصد ہے اسلام لاؤ تو تم سلامت رہو گے۔ انہوں نے پھر کہا: اے ابو القاسم! آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔ (بخاری:3478)

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾

''تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں ان کے لیے بڑی مغفرت اور باعزت رزق ہے۔'' (50)

سوال 1: ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ''تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے

نیکیاں کیں ان کے لیے بڑی مغفرت اور باعزت رزق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں''یعنی جو لوگ شرک اور نافرمانی کے کام چھوڑ کر اسلام لے آئے۔(2)جن لوگوں نے نیک اعمال سے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔(الاساس:3580/7)

(3)﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾''ان کے لیے بڑی مغفرت ہے''یعنی اللہ تعالیٰ ان کے پہلے گناہوں کو ڈھانپنے والا ہے۔

(4)جب ان سے کوئی گناہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتے ہیں۔

(5)﴿وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾''اور باعزت رزق ہے''رزقِ کریم سے مراد عزت کی روزی ہے جو باعزت بھی ہوتی ہے اس کا ذریعہ بھی پاک ہوتا ہے۔

(6)اس سے مراد جنت ہے،یعنی رزق کی اقسام میں بہترین قسم،جو تمام فضائل کی جامع اور تمام کمالات سے بڑھ کر ہے۔(سعدی:1734/2)

(7)﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔''(الزخرف:71)

﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوششیں کیں اس حالت میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں،وہی دوزخ والے ہیں''(51)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوششیں کیں اس حالت میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں،وہی دوزخ والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ﴾''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوششیں کیں اس حالت میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں''اللہ تعالیٰ کی آیات سے مراد اللہ تعالیٰ کی سچائی کے دلائل اور اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے۔

(2)﴿مُعٰجِزِيْنَ﴾سے مراد یہ ہے کہ ان کا گمان ہے کہ وہ عاجز کر دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان پر گرفت کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

(3)یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ ان کی سازش کامیاب ہو جائے گی۔

(4)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾''وہی دوزخ والے ہیں''یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو نیچا دکھانے کی تگ ودو کرتے ہیں وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ان کے عذاب میں کوئی کمی نہ ہوگی،نہ ان سے دردناک عذاب ہٹایا جائے گا۔

(5)جو لوگ ایمان والوں کو نیچا دکھانے کے لیے ان سے دشمنی رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنا مقصد حاصل کریں گے اور یہ ہمیشہ کے

عذاب میں رہیں گے۔﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ﴾''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم اُن کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے۔''(النحل:88)

سوال2: لوگوں کا یہ گمان کیوں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دیں گے؟

جواب: لوگ بعث بعد الموت اور حساب کتاب کے منکر تھے اس لیے ان کا خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دیں گے۔

﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اُس نے تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں خلل ڈال دیا تو جو کچھ بھی شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''(52)

سوال1:﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ﴾''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ﴾''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا'' رب العزت نے فرمایا کہ محمد ﷺ سے پہلے کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں گزرا۔

(2)﴿اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى﴾''مگر اُس نے تمنا کی'' یعنی جب بھی ان میں سے کسی نے تلاوت کی جس کے ذریعے وہ نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

(3)﴿اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ﴾''شیطان نے اس کی تمنا میں خلل ڈال دیا'' یعنی اس کی تلاوت میں ایسے امر سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتا جو اس کی تلاوت کے متضاد ہوتا حالانکہ انبیاء اور رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے سلسلے میں معصوم رکھا ہے اور اپنی وحی کی ہر چیز سے حفاظت کی تا کہ اس میں کوئی چیز مل نہ پائے۔

(4) شیطانی القاء کو قرار نہیں ملتا۔ یہ وقتی طور پر لاحق ہوتا ہے پھر ختم ہو جاتا ہے اسی لیے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ (۱۱۲) وَلِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ (۱۱۳)﴾''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ اور تا کہ اس

(جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اسے پسند کریں اور تا کہ وہ بھی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔" (انعام:112،113)

(5)﴿تَمَنّٰی﴾ کے معنی تمنا یا آرزو کرنا بھی لغوی لحاظ سے درست ہیں اور تلاوت کرنا بھی۔ ترجمہ میں پہلے معنی کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی یا رسول کوئی بھی آرزو کرتا ہے (اور نبی کی بڑی سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کرلیں اور اس دعوت کو فروغ عام حاصل ہو) تو شیطان اس کی خواہش کی تکمیل میں کسی طرح کی رکاوٹیں ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی کہ حرمت علیکم المیتۃ تو بعض لوگوں نے یہ اعتراض جڑ دیا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا جانور تو حرام ہوا اور انسان کا مارا ہوا (ذبح کیا ہوا) حلال؟ یہ خالصتاً شیطانی وسوسہ تھا۔ اسی طرح جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم﴾ تم بھی اور اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اور آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو کافروں نے فوراً یہ اعتراض جڑ دیا کہ پرستش تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کی بھی کی جاتی ہے تو کیا یہ ہستیاں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گی؟ یہ بھی خالصتاً شیطانی وسوسہ تھا۔ ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ دوسری صریح اور محکم آیات نازل فرما کر شکوک وشبہات اور شیطانی وساوس کو دور فرما کر اپنے حکم کی وضاحت فرما دیتے ہیں۔ بعض تفاسیر میں ایک واقعہ مندرج ہے جو یوں ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ سورۃ النجم کی تلاوت فرما رہے تھے اور یہ تلاوت مشرکین مکہ بھی پاس بیٹھے سن رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائیں۔ افرایتم اللات والعزی ومنات الثالثۃ الاخری تو شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر درج ذیل الفاظ یوں پڑھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ آپ ہی کی زبان سے ادا ہوئے ہیں: ﴿تلک الرابین العلی وان شفاعتھن لترجی﴾ یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں یعنی لات، عزی اور منات۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی شفاعت کی یقیناً توقع کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ جب مشرکین مکہ نے یہ الفاظ سنے تو ان کے کلیجے ٹھنڈے ہوگئے کہ ان کے بتوں کا بھلائی سے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ بڑی غور سے آپ کی تلاوت کو سننے لگے اور سورہ النجم کے اختتام پر دیگر مسلمانوں نے سجدہ کیا تو ساتھ ہی مشرکین مکہ نے بھی سجدہ کیا۔ (تیسیر القرآن:3/171،172)

سوال 2: اللہ تعالیٰ شیطان کی رکاوٹوں کو کیسے دور کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ تلاوت میں ملاوٹ کو ناکام بناتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے شکوک دور کرتے ہیں۔
(3) اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو پختہ ثابت کرتے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ دعوت کے سلسلے کے تمام شبہات کو دور کر دیتے ہیں۔

سوال 3: ﴿فَیَنْسَخُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ﴾ "اللہ تعالیٰ اُس کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اللہ تعالیٰ اُس کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' پھر اللہ تعالیٰ اس شیطانی القاء کو مٹا دیتا ہے، اس کو زائل کر کے یہ واضح کر دیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات نہیں ہیں۔

(2)﴿ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ﴾''پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے'' یعنی وہ اپنی آیات کی حفاظت کرتا ہے۔ اس طرح وہ آیات شیطان کے القاء سے محفوظ رہتی ہیں۔

(3)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال درجے کا علم رکھتا ہے۔ وہ علم کا مالک ہے، وہ اپنے کامل علم سے اپنی وحی کی حفاظت کرتا ہے اور شیطان کی ڈالی ہوئی باتوں کو زائل کر دیتا ہے۔

(4)﴿حَكِيْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے۔ وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔ اس نے اپنی حکمت سے شیاطین کو دلوں میں باتیں ڈالنے کا اختیار دیا ہے۔

(5) وہ اپنی حکمت سے جس کو چاہتا ہے دلوں میں راسخ کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق مٹا دیتا ہے۔

﴿لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ﴾

''تا کہ جو شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ان لوگوں کے لئے فتنہ بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں'' (53)

سوال 1:﴿لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''تا کہ جو شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ان لوگوں کے لئے فتنہ بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ﴾''تا کہ جو شیطان ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بنا دے'' یعنی نبی یا رسول کی تلاوت سے شیطان ایسے کلمات دلوں میں ڈالتا ہے۔

(2)﴿فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾''ان لوگوں کے لئے فتنہ جن کے دلوں میں بیماری ہے'' جس سے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

(3) القاء دو قسم کے لوگوں کے لیے فتنہ بنتا ہے: جن کے دلوں میں بیماری ہے یعنی جو کامل ایمان نہیں رکھتے، جن کے دلوں میں معمولی سا شک یا شبہ ہوتا ہے وہ جب شیطانی القاء کو سنتے ہیں تو ان کے دلوں میں شک گھر کر لیتا ہے اور یوں وہ فتنے میں گھر جاتے ہیں۔

(4)﴿وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ﴾ جن کے دل سخت ہوتے ہیں ان پر نہ نصیحت اثر کرتی ہے نہ نبی کی بات انہیں سمجھ آتی ہے۔ وہ شیطانی القاء کو اپنے لیے دلیل بنا کر جھگڑا کرتے ہیں اور رسول کی مخالفت کے لیے ہتھیار بنا لیتے ہیں۔

(5) شیطان جو کچھ دلوں میں ڈالتا ہے وہ ان کے لیے فتنہ بن جاتا ہے اور دلوں کی برائی ظاہر ہو جاتی ہے۔

﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''اور بے شک ظالم یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں'' یعنی اے محمد! تمہاری قوم کے مشرک اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں حق سے بہت دور ہیں۔

سوال 2: شیطان کی ڈالی ہوئی بات لوگوں کے لیے فتنہ کیسے بن جاتی ہے؟

جواب: (1) شیطان لوگوں کے دلوں میں شوشے ڈال دیتا ہے تا کہ لوگوں کے دل فتنے میں مبتلا ہو جائیں۔

(2) شیطان کی کوششوں سے دل کے مریض اور سنگ دل لوگ شوشے کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور حق سے دور چلے جاتے ہیں۔

سوال 3: شیطان کے جال میں کون لوگ پھنس جاتے ہیں؟

جواب: شیطان کے جال میں وہ لوگ پھنستے ہیں جن کے دل میں کفر اور نفاق ہوتا ہے یا گناہ کر کے اُن کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔

سوال 4: ظالم لوگ دور کی گمراہی میں کیسے چلے جاتے ہیں؟

جواب: ظالموں کے لیے شوشے فتنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''اور تا کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے جان لیں کہ آپ کے رب کی جانب سے یقیناً وہ حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں پس اُن کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے راستے کی طرف ضرور ہدایت دینے والا ہے''۔(54)

سوال 1: ﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''اور تا کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے جان لیں کہ آپ کے رب کی جانب سے یقیناً وہ حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں پس اُن کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور تا کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے جان لیں کہ آپ کے رب کی جانب سے یقیناً وہ حق ہے'' یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے وہ حق اور باطل، صحیح اور غلط میں تمیز کر لیں۔

(2)علم والے جان لیتے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ قرآن حق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جانے والی وحی ہے۔رب العزت نے اسے اپنی حفاظت میں اتارا ہے۔اس میں کوئی باطل چیز شامل نہیں ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے'' (فصلت:42)

(3)﴿فَيُؤْمِنُوا﴾ ''تو وہ اس پر ایمان لے آئیں'' علم والے حق پہچان کر اس پر ایمان لے آئیں۔

(5)﴿فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ﴾ ''پس اُن کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں'' یعنی قرآن کی صداقت اور عظمت کے سامنے ان کے دل جھک جائیں، وہ قرآن کی حکمت کو قبول کریں اور تسلیم کرلیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت ہے۔

سوال2: شیطان کا القاء، شیطانی اغواء اہل ایمان کو حق پہچاننے تک، ایمان اور اخبات تک کیسے لے جاتا ہے؟

جواب: شیطانی القاء ہمیشہ بے بنیاد ہوتا ہے۔جب کبھی شیطان شوشے چھوڑتا ہے تو اہل ایمان کے لیے یہی موقع ہوتا ہے کہ وہ حق کو واضح کر کے لوگوں کے لیے ثابت شدہ بنادیں۔اس کی وجہ سے ایمان والے حق کو پہچانتے ہیں۔اس سے اُن کا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اُن کی عاجزی میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

سوال3:﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے راستے کی طرف ضرور ہدایت دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے سیدھے راستے کی طرف ضرور ہدایت دینے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور دنیا میں انہیں حق کے علم اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی سیدھا راستہ دکھائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے۔'' (ابراہیم:27)

سوال4: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کیسے سیدھا راستے پر چلاتے ہیں؟

جواب:(1)ایمان والے اپنے ایمان میں سنجیدہ ہوتے ہیں ان کی سنجیدگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

(2)اہل ایمان جھوٹے پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوتے اس لیے وہ الفاظ سے دھوکہ نہیں کھاتے۔

(3)اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے لیے اُن کے ایمان کو ایسا علم بنادیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ باتوں کی گہرائی تک جاتے ہیں۔اور ظاہر میں

نہیں اٹکتے۔ایسے ہی اللہ تعالیٰ انہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ حق کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں اور اس کی اتباع کی توفیق بھی دیتے ہیں۔

(5)اللہ تعالیٰ باطل کی سمجھ بھی دیتے اور اہل ایمان کو اس سے بچا بھی لیتے ہیں۔

﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہمیشہ اس سے شک ہی میں پڑے رہیں گے حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت آجائے یا اُن پر بانجھ دن کا عذاب آجائے''(55)

سوال1:﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہمیشہ اس سے شک ہی میں پڑے رہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہمیشہ اس سے شک ہی میں پڑے رہیں گے۔'' کافروں کا شک قیامت تک دلوں میں رہے گا،وہ قرآن کے بارے میں شک میں ہیں۔یہ تردد دلوں سے نہیں جائے گا۔شیطان نے جو شکوک ان کے دلوں میں ڈالے ہیں وہ حشر تک رہیں گے۔

(2)﴿حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً﴾''حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت آجائے''حتیٰ کہ ان پر قیامت آجائے۔

(3)﴿اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ﴾''یا اُن پر بانجھ دن کا عذاب آجائے''یعنی قیامت کا عذاب آجائے۔(i)بانجھ دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔(ii)قیامت کو يَوْمٍ عَقِيْمٍ کہا گیا ہے کیونکہ قیامت کے بعد کوئی دن نہیں ہوگا۔

(4)جب قیامت آئے گی تو کفر کرنے والے نادم ہوں گے لیکن اس دن انہیں ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔اس وقت وہ حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم نے رسول پر ایمان کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔(5)اس آیت میں شکوک وشبہات پر قائم رہنے سے ڈرایا گیا ہے۔

﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

''اُس دن بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی،وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا،پھر جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے''(56)

سوال1:﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾''اُس

دن بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی، وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، پھر جولوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾''اُس دن بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی''یعنی قیامت کے دن بادشاہت، اقتدار، اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہوگا۔(2)﴿يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ﴾رب العزت سب کے درمیان عدل وانصاف کرے گا۔

(3)﴿يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے''(المومن:16)

(4)﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾''اُس روز حقیقی بادشاہت رحمٰن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا۔''(الفرقان:26)

(5)﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾''پھر جولوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کیں وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے۔''جولوگ اس قرآن پر ایمان لائے اور اس پر جس نے اسے نازل کیا اور اس پر جس پر نازل کیا گیا انہوں نے اس پر عمل کیا جو اس میں حلال وحرام ہیں اور جو اس کے حدود اور فرائض ہیں۔(جامع البیان 205/17)انہیں جنت کی ایسی نعمتیں عطا کی جائیں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ عقل ان کا اندازہ کرسکتی ہے نہ کوئی ان کی حقیقت کو بیان کرسکتا ہے۔

(6)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:''سیدھی چال چلتے رہو اور خوش ہوجاؤ کیونکہ کسی کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔''صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے؟ فرمایا:''اور نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی مغفرت اور رحمت سے ڈھانپ لے گا۔''(بخاری ومسلم)

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو ایسے ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے''(57)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو ایسے ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا، حق کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔

(2)﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''تو ایسے ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے'' کیوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی، پیغمبروں کی اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی توہین کی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' (غافر:60)

رکوع نمبر:15

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی، پھر انہیں قتل کر دیا گیا یا وہ مر گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں لازماً اچھا رزق دے گا۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بہترین رزق دینے والا ہے'' (58)

سوال 1:﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی، پھر انہیں قتل کر دیا گیا یا وہ مر گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں لازماً اچھا رزق دے گا۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بہترین رزق دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے ہجرت کی'' یعنی جن لوگوں نے دیارِ کفر سے ہجرت کی اور دارالایمان مدینہ میں چلے آئے۔

(2)﴿فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یعنی جنہوں نے دنیا کے لئے گھر بار نہیں چھوڑے، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے دین اور اس کے اولیاء کی نصرت کے لئے ہجرت کی۔ (ایسر التفاسیر:960)

(3) اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب کسی علاقے میں اپنے اسلام کو بچانا ناممکن ہو جائے، ظلم حد سے بڑھ جائے تو اپنے خاندان، وطن، مال، یادوں اور ساز و سامان کو اللہ تعالیٰ پر قربان کر کے، اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ایسی جگہ چلے جانا جہاں ایمان بچانا ممکن ہو۔

(4)﴿ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا﴾ ''پھر انہیں قتل کر دیا گیا یا وہ مر گئے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہجرت کر کے گھر سے نکلا اور اس کے دین کی عظمت اور سربلندی کی خاطر نکل کھڑا ہوا اور جہاد کرتے کرتے شہید ہو گیا یا گھر میں وفات پا گیا وہ اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ درجے کا حق دار بن گیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ م

بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (النساء:100)

(5) ﴿لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ''تو اللہ تعالیٰ انہیں لازماً اچھا رزق دے گا'' یعنی نعمتوں بھری جنتوں میں داخل کرے گا۔ وہاں سدا بہار زندگی، رونقیں، آرام اور قلب اور قالب کی ساری نعمتیں جمع ہوں گی۔

(6) اس میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کشادہ اور اچھے رزق کی ذمہ داری اٹھائی ہے، خواہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ بستر پر جان دے یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید کر دیا جائے، ان سب کے لئے رزق کی ضمانت ہے۔ اس لئے ہجرت کرنے والے کو یہ وہم لاحق نہ ہو کہ جب وہ اپنے گھر بار اور مال و اولاد کو چھوڑ کر نکلے گا تو محتاج ہو جائے گا کیونکہ اس کا رازق وہ ہے جو سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1738)

(7) ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔'' (آل عمران:169)

(8) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بہترین رزق دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ بہترین رزق عطا فرمانے والا ہے۔ وہ بغیر حساب کے رزق دینے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں۔ اس کے سوا کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ج بَعْضُكُمْ مِّنْ م بَعْضٍ ج فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾ ''چنانچہ ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیئے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔'' (آل عمران:195)

سوال 2: رزق حسن سے کیا مراد ہے؟

جواب: رزق حسن سے مراد جنت کی نعمتیں ہیں جو کبھی فنا نہیں ہوں گی۔

سوال3: دنیا کی زندگی میں کون قربانیاں دیتا ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی میں وہ قربانیاں دیتا ہے جس کے لیے ایمان سب سے قیمتی چیز ہو۔

سوال4: اللہ تعالیٰ رزق دینے والوں سے سب سے اچھا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ بغیر حق کے رزق دیتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ بغیر سوال کے رزق دیتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ اصل رازق ہے اس لیے وہ سب رازقوں سے اچھا ہے کیونکہ باقی تو اسی کے دیئے ہوئے کو دیتے ہیں۔

﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً ایسی جگہ میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور سب کچھ جاننے والا، بے حد بردبار ہے'' (59)

سوال1: ﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً ایسی جگہ داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور سب کچھ جاننے والا، بے حد بردبار ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً ایسی جگہ داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے'' اس سے مراد یا تو وہ شہر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح کئے، خاص طور پر مکہ مکرمہ، کیونکہ اہل ایمان مکہ مکرمہ میں نہایت مسرت اور رضا کی حالت میں داخل ہوئے تھے یا اس سے مراد آخرت کا رزق اور جنت میں داخل ہونا ہے۔ پس آیت کریمہ رزق کی دونوں اقسام، یعنی رزق دنیا اور رزق آخرت دونوں کو جمع کرنے والی ہے۔ لفظ کا اطلاق دونوں کے لئے درست اور معنی دونوں کے صحیح ہیں۔ ان تمام معانی کے اطلاق سے کوئی امر مانع نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1738,1739)

(2) ﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُنہیں لازماً ایسی جگہ میں داخل کرے گا'' یعنی قیامت کے دن وہ داخل ہوں گے۔ ﴿مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ﴾ ''جسے وہ پسند کریں گے'' اور وہ جنت ہے۔ (ایسر التفاسیر: 960)

(3) ﴿فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۸۸) فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ (۸۹)﴾ ''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے۔ تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے۔'' (الواقعہ: 88,89)

(4) ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (۱۶۹) فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۷۰) يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۷۱)﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ

سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس پر وہ بہت خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ وہ خوشیاں منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور فضل پر اور اس پر کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' (آل عمران:169۔171)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! حارثہ کے بارے میں بھی آپ ﷺ مجھے کچھ بتائیں۔ (حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے، انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر لگا تھا) کہ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کر لوں اور اگر کہیں اور ہے تو اس کے لیے روؤں دھوؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام حارثہ رضی اللہ عنہا! جنت کے بہت سے درجے ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوسِ اعلیٰ میں جگہ ملی ہے۔ (بخاری:2809)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اصحاب بئر معونہ، یعنی ان ستر (70) صحابہ کے بارے میں روایت ہے جنہیں ایک ہی دن دھوکے سے شہید کر دیا گیا تھا۔ جن لوگوں نے ان کو شہید کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے قنوت میں ان کے لیے بددعا اور لعنت بھی فرمائی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئے تھے: ﴿بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا﴾ ہماری طرف سے ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس طرح ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے اور اس نے ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔'' (بخاری:677)

(7) ﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور سب کچھ جاننے والا، بے حد بردبار ہے'' اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ بندوں کے ظاہری اور باطنی اعمال کو جانتا ہے۔ وہ سچے مہاجروں اور سچے مجاہدوں کو جانتا ہے، ان میں سے کون کیسے ثواب کا حق دار ہے وہ علیم خوب جانتا ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک عمل کرنے والوں کے درجات اور مراتب کو جانتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ معاف کرتا ہے، درگزر کرتا ہے، گناہ گار کی ستر پوشی کرتا ہے، وہ بڑے تحمل والا ہے، اپنے حلم سے درگزر فرماتا ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ ہجرت اور توکل کی وجہ سے خطائیں مٹا دیتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ کے حلیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر اور شرک کرنے والوں کی گستاخیاں دیکھتا ہے۔ ان کو قدرت رکھنے کے باوجود سزا نہیں دیتا، انہیں مسلسل رزق دیتا ہے اور اپنا فضل عطا فرماتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ایسی جگہ پہنچائے گا جہاں وہ راضی ہو جائیں گے؟

جواب (1) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ایسی جگہ پہنچائے گا جو ایمان کو سب سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ دُنیا میں ایمان کی وجہ سے قربانیاں دینے والوں کو آخرت کا سب سے قیمتی مقام دے گا۔ جہاں خوشیاں ہوں گی، راحتیں ہوں گی، جہاں ایمان والے راضی ہو جائیں گے۔

سوال 3: جنت سے اہل ایمان کیسے راضی ہو جائیں گے؟

جواب: جنت کی نعمتیں ایسی ہیں جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کانوں نے سنا نہیں، جس کے بارے میں کسی انسان کے دل میں وہم وگمان بھی نہیں گزرا۔ ایسی نعمتیں پا کر اہل ایمان راضی ہو جائیں گے۔

﴿ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾

''یہ اور جو کوئی بدلہ لے جیسا کہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی، پھر اُس پر زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہایت درگزر کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (60)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ ''یہ اور جو کوئی بدلہ لے جیسا کہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی، پھر اُس پر زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہایت درگزر کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی یہ رزق حسن، عزت والے پسندیدہ مقام میں داخلہ ان کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارے جائیں اور ان کے لئے دنیا میں ان کے دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے۔ (تفسیر الرازی: 251/6)

(2) ﴿وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ﴾ ''اور جو کوئی بدلہ لے جیسا کہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی'' جس شخص کے ساتھ زیادتی اور ظلم کا ارتکاب کیا گیا ہو، اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس ظالم کا مقابلہ ویسی ہی زیادتی کے ساتھ کرے۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس پر کوئی مؤاخذہ اور کوئی ملامت نہیں۔ پس اگر اس کے بعد بھی وہ اس پر زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس ظالم کی مدد کرے گا کیونکہ وہ اب مظلوم ہے، اس بنا پر اس کو ظلم وزیادتی کا نشانہ بنانا جائز نہیں کیوں کہ اس نے اپنا حق وصول کر لیا ہے۔ پس جب دوسرے سے اس کی برائی کا بدلہ لینے والا شخص اپنا بدلہ لینے کے بعد زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس دوسرے کی (جواب مظلوم ہے) مدد فرماتا ہے اور وہ مظلوم جو سرے سے بدلہ ہی نہ لے، تو اس کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی مدد بہت زیادہ قریب ہے۔ (تفسیر سعدی: 1740،1739/2)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نہایت درگزر کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کو معاف کر دیتا ہے، ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، وہ ان کے گناہ بخش دیتا ہے اور ان گناہوں کو دور کر کے ان کے آثار بھی مٹا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی، دائمی اور لازم وصف ہے اور ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ عفو اور مغفرت کا معاملہ ہوتا ہے، اس لئے اے وہ مظلوم لوگو! جن کے خلاف جرم کیا گیا ہے، تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم معاف کر دو، درگزر سے کام لو اور بخش دو تا کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرے جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ

﴿لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہے۔ پھر بھی جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا۔'' (الشوریٰ:40) (تفسیر سعدی:2/1739،1740)

(4) اللہ تعالیٰ نے معافی کی ترغیب دی ہے کہ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا ہے تم بھی درگزر کرو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی نصرت کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نصرت کی شرائط یہ ہیں کہ (1) سزا بطور قصاص دی جائے۔ (2) سزا میں زیادتی نہ ہو۔ (3) سزا میں غلو نہ کیا جائے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾

''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (61)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی یہ نصرت، یہ مدد اس لئے ہے جو باغی اور ظالم کا مقابلہ ویسی ہی زیادتی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس پر جو وہ چاہتا ہے۔ (جامع البیان:17/206)

(2) ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ '' اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے کائناتی تبدیلی سے ظالمانہ نظام کی تبدیلی اور آنے والی صبح ایمان کی بشارت دی ہے۔

(3) وہ رات کو دن میں داخل کرتا یعنی رات کا کچھ حصہ لے کر دن کو بڑا کر دیتا ہے جیسے گرمیوں کے دن بڑے ہوتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے تو رات بڑی ہو جاتی ہے جیسے سردیوں کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔

(4) دن اور رات میں کمی بیشی سے موسم مترتب ہوتے ہیں۔ اسی پر دن رات اور سورج چاند کے فائدوں کا انحصار ہے۔ موسموں کا یہ اختلاف انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے۔

(5) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ تمہارے حالات سے وہ بے خبر نہیں، وہ خود مشاہدہ کرتا ہے اور سنتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے یقین دلایا ہے کہ وہ عینی شاہد ہے، اس لیے وہ بندوں سے ان کے ظلم کا بدلہ لے لے گا۔

(6) بندوں کی زبان کے اختلاف اوران کی مختلف حاجات کے باوجود وہ ان کی چیخ وپکار میں ہرایک کی بات سنتا ہے۔﴿سَوَآءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے۔'' (الرعد:10)(تفسیر سعدی:2/1740)

(7) سمیع وہی ہے جو تمام مسموعات کا اور اصوات، کلمات اور عبادات کا سننے والا ہے۔

(8) سمیع وہی ہے جو کروڑوں آوازوں کو سنتا ہے اور سب کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ بصیر ہے۔اس سے رات کی تاریکیوں میں بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔وہ سیاہ رات میں سیاہ چیونٹی کو سیاہ پتھر پر چلتے دیکھتا ہے۔ کائنات میں اسی کا تصرف ہے۔وہ ایسا حاکم ہے جس کا حکم ٹالنے کی کسی کو مجال نہیں۔

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾

''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بلند وبالا ہے، بہت بڑا ہے'' (62)

سوال 1: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ ''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بلند وبالا ہے، بہت بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذَٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی جو بہترین رزق دینے والا علیم وحلیم ہے۔جو معاف کرنے والا، بخش دینے والا ہے، جو سمیع وبصیر ہے، جو حکم دیتا ہے، جس کا کائنات میں تصرف ہے۔

(2) ﴿بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ''اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حق ہے'' وہ ثابت ہے جو ہمیشہ سے ہے، وہ زائل ہونے والا نہیں، وہ ''اول'' ہے اس سے پہلے کچھ نہ تھا وہ ''آخر'' ہے اس کے بعد کچھ نہیں، وہ کامل اسماء وصفات کا مالک، وعدے کا سچا، اس کا وعدہ حق ہے، اس سے ملاقات ہونا حق ہے، اس کا دین حق ہے، اس کی عبادت حق، نفع مند اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1740,1741)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾ ''اسی کو پکارنا برحق ہے اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں، اور کافروں کا پکارنا تو گمراہی میں ہے۔'' (الرعد:14)

(4)﴿وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ ''اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے۔اس کے ماسوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں کیونکہ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔وہ زبردست، غلبے والا ہے، وہ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔اور جھوٹے معبود کسی نفع اور نقصان پر قادر نہیں۔

(5)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بلند و بالا ہے، بہت بڑا ہے'' وہ فی ذاتہٖ بلند ہے، اس لئے وہ تمام مخلوقات سے بلند ہے، وہ عالی قدر ہے، اس لئے وہ اپنی صفات میں کامل ہے، وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے، وہ اپنی ذات اور اسماء وصفات میں بلند ہے۔یہ اس کی عظمت و کبریائی ہے کہ قیامت کے روز زمین اس کے قبضہء قدرت میں اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ پر لپٹے ہوئے ہوں گے۔یہ اس کی کبریائی ہے کہ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر محیط ہے، یہ اس کی کبریائی ہے کہ تمام بندوں کی پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔وہ اس کی مشیت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتے۔وہ اس کے ارادے کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں نہ ساکن ہو سکتے ہیں۔اس کی کبریائی کی حقیقت کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی مرسل۔ہر صفت کمال وجلال، اور عظمت و کبریائی اس کے لئے ثابت ہے۔اس کی یہ صفت کامل ترین اور جلیل ترین درجے پر ہے۔یہ اس کی کبریائی ہے کہ زمین و آسمان والوں سے صادر ہونے والی عبادات کا مقصد اس کی تعظیم و کبریائی کا اقرار اور اس کے جلال و اکرام کا اعتراف ہے، بنابریں تکبیر تمام بڑی بڑی عبادات مثلاً نماز وغیرہ کا شعار ہے۔(تفسیر سعدی:2/1740،1741)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ﴾ ''چنانچہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔'' (المومن:12)

سوال2:اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کو اللہ تعالیٰ نے کیسے ثابت کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نظام کائنات کو کنٹرول کرتا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ ہی حق ہے وہ قائم ودائم ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔(4)اللہ تعالیٰ سرکشوں سے بڑا بادشاہ ہے۔(5)اللہ تعالیٰ جباروں سے بہت بڑا ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ کے ماسوا جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی برسایا؟ تو زمین سرسبز ہو گئی، یقیناً اللہ تعالیٰ نہایت باریک بین پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔''(63)

سوال1:﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا؟ تو زمین سرسبز ہو گئی۔یقیناً اللہ تعالیٰ باریک بین، پوری طرح خبر

رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ﴾''کیا آپ نے نہیں دیکھا''یعنی کیا تم نے بصیرت کی آنکھ سے نہیں دیکھا؟

(2)رب العزت نے اپنی نشانیوں پر غور وفکر کی دعوت دی ہے جو اس کی توحید کے دلائل ہیں۔

(3)﴿اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾''کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی برسایا؟''یعنی زمین پیاسی ہو، زمین پر قحط ہو اور نباتات اور درخت خشک ہو چکے ہوں تو آسمان پر تبدیلیاں کون لے کر آتا ہے؟ وہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، جو بادل اٹھا کر لاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیاسی زمین پر برستے ہیں۔بارشوں کا برسانے والا وہی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾اور وہ جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اُس کے ساتھ مُردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔(الزخرف:11)

(4)﴿فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً﴾''پھر زمین سرسبز ہوگئی''پھر جب کسی جگہ ہر شے تر و تازہ اور سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔سیاہ، خشک ، ویران اور قحط زدہ زمین کیسے لہلہا اُٹھتی ہے کبھی تم نے غور کیا؟ رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ وَتَرَی الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ(۵)﴾''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔''(الحج:5)

(5)﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ(۹) وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ(۱۰)﴾''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیے۔اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں۔''(ق:9_10)

(6)﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۸۴) سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ(۸۵) قُلْ مَنْ رَّبُّ

السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (۸۶) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (۸۷) قُلْ مَنْ م بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۸۸) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (۸۹)﴾ ''آپ پوچھیں کس کا ہے جو زمین اور اس میں ہے اگر تم جانتے ہو؟ وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟ وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو؟ وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے؟'' (المومنون:84۔89)

(7) جو زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔

(8) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ باریک بین، باخبر ہے'' (اللطیف) سے مراد وہ ہستی ہے جو تمام اشیاء کے باطن، ان کے مخفی امور اور ان کے تمام بھیدوں کو خوب جانتی ہے، جو اپنے بندوں کو ان دیکھے راستوں سے بھلائی عطا کرتی ہے اور ان سے برائی کو دور کرتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو اپنے انتقام میں، اپنی قوت اور اپنی قدرت کاملہ کا نظارہ کرواتا ہے اور جب بندہ ہلاکت کے گڑھے پر پہنچ جاتا ہے تو اس پر اپنے لطف کا اظہار کرتا ہے۔ یہ بھی اس کے لطف وکرم کا حصہ ہے کہ وہ بارش ہونے کی جگہوں اور زمین کے سینے میں چھپے ہوئے بیجوں کو جانتا ہے۔ وہ بارش کے اس پانی کو اس بیج تک پہنچاتا ہے، جو مخلوق سے مخفی ہے پھر اس سے مختلف انواع کی نباتات اگاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1741،1742)

(9) خبیر سے مراد ہے کہ وہ بندوں کی ضروریات سے خبردار ہے۔ وہ اپنی کامل خبر کی بنیاد پر بندوں کے معاملات کی تدابیر اور اصلاح کرتا ہے۔

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پروا، تمام تعریفوں والا ہے۔'' (64)

سوال 1: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پروا، تمام تعریفوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'' یعنی زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ ان پر اسی کی ملکیت اور اسی کا تصرف ہے۔ وہ اپنی قوت اور حکمت سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے پاس کوئی اختیار ہو۔

(2) ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بے نیاز ہے، قابلِ تعریف ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ غنی ہے، وہ اپنی

ذات میں محمود ہے اور وہ اپنے اسماء میں محمود ہے کیونکہ اس کے تمام نام اچھے ہیں۔ وہ اپنی صفات میں محمود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات، صفات کمال ہیں۔ وہ اپنے افعال میں محمود ہے کیونکہ اس کے تمام افعال عدل واحسان اور رحمت وحکمت پر مبنی ہیں۔ وہ اپنی تشریع میں محمود ہے کیونکہ وہ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں کوئی خالص یا راجح مصلحت ہو اور وہ اسی چیز سے روکتا ہے جس میں کوئی خالص یا راجح فساد ہو۔ وہ جس کے لئے ہر قسم کی ستائش ہے، جس نے زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور ان کے بعد جو کچھ وہ چاہے، سب کو لبریز کر رکھا ہے۔ وہ ہستی کہ بندے اس کی حمد وثنا بیان کرنے سے قاصر ہیں بلکہ وہ ویسے ہی ہے جیسے اس نے خود اپنی حمد وثنا بیان کی ہے۔ وہ اس حمد وثنا سے بالا وبلند تر ہے جو بندے بیان کرتے ہیں۔ وہ جسے اپنی توفیق سے نوازتا ہے تو اپنی توفیق پر قابل تعریف ہے اور جب اس سے علیحدہ ہو کر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے تو اس پر بھی قابل تعریف ہے۔ وہ اپنی حمد وثنا میں غنی اور اپنی غنا میں قابل تعریف ہے۔ (تفسیر سعدی: 1743,1741/2)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔'' (آل عمران: 97)

(4) ﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔'' (محمد: 38)

رکوع نمبر 16

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو زمین میں ہے اور کشتیوں کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بڑی شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (65)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو زمین میں ہے اور کشتیوں کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا'' کیا تم نے اپنے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے احسانات کو نہیں دیکھا؟

(2) ﴿اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا'' رب العزت نے زمین کے حیوانات، جمادات اور نباتات کیسے تمہارے فائدے کے لیے تمہارے قبضے میں دے دیے ہیں۔ تم ان جانوروں پر سواری کرتے ہو، ان کا گوشت کھاتے ہو، دودھ پیتے ہو، ان سے اپنے سامان کی نقل وحمل کے اور دیگر کام لیتے ہو۔ نباتات، پھل، سبزیاں اور اجناس سے تم اپنی خوراک

حاصل کرتے ہو اور جمادات اور معدنیات سے تم کتنے فائدے اٹھاتے ہو؟ اس نے تمہیں معدنیات نکالنے کی قوت بھی عطا فرمائی ہے۔

رب العزت نے فرمایا:﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کیا یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (الجاثیہ:13)

(3)﴿وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ﴾ ''اور کشتیوں کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں'' یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کر دیا، وہ جہاز اور کشتیاں سمندروں میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہیں اور پہاڑوں جیسی موجیں چیرتی پھاڑتی تمہارے سامان تجارت کو ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچاتی رہتی ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (النحل:14)

سوال 2:﴿وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بڑی شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ''اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے'' اللہ رحمٰن و رحیم کا حکم ہے کہ آسمان زمین پر نہیں گرتا۔ اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو آسمان زمین پر گر پڑتا اور زمین اور اس میں موجود ہر چیز کو ہلاک کر دیتا۔

(2)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ج وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ م بَعْدِهٖ ط اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں اور اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا، یقیناً وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (فاطر:41)

(3) جب قیامت آئے گی تو یہ قوانین معطل ہو جائیں گے، آسمان گر پڑے گا اور یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

(4)﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔'' (الانفطار:1,2)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا، اے محمد ﷺ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمین کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک انگلی پر، درخت اور شہروں کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی

پر رکھے گا۔ پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ اس پر نبی ﷺ ہنس دیئے اور یہ آیت پڑھی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ (بخاری:7451)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ رات میں یہ دعا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ قَوْلُكَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ لِي غَيْرُكَ﴾ ''اے اللہ تعالیٰ! تیرے ہی لیے تعریف ہے تو آسمان وزمین کا مالک ہے۔ حمد تیرے لیے ہی ہے تو آسمان وزمین کا قائم کرنے والا ہے اور ان سب کا جو اس میں ہیں۔ تیرے ہی لیے حمد ہے تو آسمان وزمین کا نور ہے، تیرا قول حق ہے اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تیری ملاقات سچ ہے اور جنت سچ ہے اور دوزخ سچ ہے اور قیامت سچ ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! میں نے تیرے ہی سامنے سر جھکا دیا، میں تجھ ہی پر ایمان لایا، میں نے تیرے ہی اوپر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا۔ میں نے تیری ہی مدد کے ساتھ مقابلہ کیا اور میں تجھی سے انصاف کا طلب گار ہوں۔ پس تو میری مغفرت کر، ان تمام گناہوں میں جو میں پہلے کر چکا ہوں اور جو بعد میں مجھ سے صادر ہوں جو میں نے چھپا رکھے ہیں اور جن کا میں نے اظہار کیا ہے، تو ہی میرا معبود ہے اور تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔'' (بخاری:7385)

(7) ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بڑی شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یقیناً وہ لوگوں پر خود ان کی ذات سے بھی بڑھ کر، ان کے والدین سے بھی بڑھ کر شفیق اور مہربان ہے۔ رب العزت ان کے لیے بھلائی چاہتا ہے اور وہ اپنے لیے برائی چاہتے ہیں۔ فرمایا: ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ط وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ج وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ (٦)﴾ ''اور وہ بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی مانگتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرتناک سزائیں گزر چکیں اور یقیناً آپ کا رب لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے، اور یقیناً آپ کا رب بلاشبہ بہت سخت سزا والا بھی ہے۔'' (الرعد:6)

(8) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذیت کی بات سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں ہے، (کم بخت مشرک) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور وہ پھر بھی ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔'' (بخاری:7378)

(9) یہ اللہ تعالیٰ کی رأفت ورحمت ہے کہ آسمان زمین پر نہیں گرتا۔ ہر چیز جو جہان میں ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے اپنا وجود رکھتی ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات رؤف اور رحیم کے لیے کیا دلائل دیئے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو مسخر کر رکھا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے کشتی کو ایک قاعدے کا پابند بنایا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی چیزوں کو انسان کے لیے مفید بنادیا ہے۔یہ اس کی شفقت اور رحمت کا ثبوت ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے زمین کی کون کون سی چیزیں انسان کے لیے مسخر کردی ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے زمین کے طبعی حالات کو ایسا بنایا کہ زندہ رہنا ممکن ہوجائے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے جانور،درخت،نہریں اور انسان کے نفع اور لذت کے لیے بے شمار چیزیں انسان کے کام میں لگادی ہیں۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے کشتیوں کو کیسے مسخر کیا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے کشتیوں کو انسان کے کام میں لگانے کے لیے قوانین قدرت بنائے جن کے تحت سمندروں کے پانی کشتیوں کو راستہ دیتے ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ نے کشتیوں اور جہازوں کے توسط سے بحری تجارت کو ممکن بنادیا۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو کیسے تھام رکھا ہے؟

جواب:(1)آسمان زمین پر نہیں گرتا۔(2)اللہ تعالیٰ نے زمین کو تباہ ہونے سے بچا رکھا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے آسمان میں اپنی قدرت کے قانون جاری کردیئے ہیں جس کی وجہ سے وہ زمین پر گر نہیں سکتا۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۣ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ﴾

''اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں موت دے گا پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا،یقیناً انسان بلاشبہ بڑا ہی ناشکرا ہے''(66)

سوال1:﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۣ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں موت دے گا پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا،یقیناً انسان بلاشبہ بڑا ہی ناشکرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۣ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں موت دے گا'' اللہ تعالیٰ کی ذات کا بہت بڑا انعام ہماری حیات ہے،ہمارا نام ونشان بھی نہ تھا۔وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہمیں زندگی عطا فرمائی۔

(2)﴿ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ﴾ ''پھر وہی تمہیں موت دے گا'' یعنی زندگی کے بعد تمہاری اجل آلے گی۔

(3)﴿ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾ ''پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا'' پھر تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا اور تمہیں تمہاری نیکی کی جزا اور برائی کا بدلہ دے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو،حالانکہ تم بے جان تھے تو اُس نے تمہیں زندگی عطا کی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔(البقرہ:28)

(4)﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! تُو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تُو نے ہمیں دو دفعہ زندگی دی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟'' (غافر:11)

(5)﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ﴾ ''یقیناً انسان بلاشبہ بڑا ہی ناشکرا ہے'' حسن رحمہ اللہ نے کہا: مصیبتوں کے بعد جب نعمت ملتی ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ میرے رب نے مجھے مصیبت سے نکالا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کی قدر نہیں کرتا ہے۔ وہ اپنے رب کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔ (الدرالمنثور:4/666)

سوال2: زندگی کیسے آتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ علم غیب سے زندگی کے راز کا تعلق ہے۔ (2) زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے۔

سوال3: موت کیسے آتی ہے؟

جواب: موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے۔

سوال4: موت کے بعد زندگی کیسے آئے گی؟

جواب: (1) موت کے بعد کی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کے علم غیب سے تعلق رکھتی ہے۔ (2) موت کے بعد کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوگی۔

سوال5: انسان اللہ تعالیٰ کا ناشکرا کیوں ہے؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کو نہیں پہچانتا۔ (2) انسان اللہ تعالیٰ کے احسانات کو محسوس نہیں کرتا۔

(3) انسان اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو تسلیم نہیں کرتا۔

﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ط اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''ہر اُمت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جسے وہ بجالانے والے ہیں سو وہ آپ سے اس معاملے میں ہرگز جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں۔'' (67)

سوال1: ﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ط اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''ہر اُمت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جسے وہ بجالانے والے ہیں سو وہ آپ سے اس معاملے میں ہرگز جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ﴾ ''ہر اُمت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے'' رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ اس نے ہر امت کے لیے عبادت مقرر کی ہے۔ ہر قوم کی ایک شریعت ہے۔

(2) منسک سے مراد وہ مقام ہے جس پر انسان کو کثرت سے آنے جانے کی عادت ہو۔ خواہ بھلائی کے لیے آئے جائے یا برائی کے لیے۔ اسی وجہ سے حج کے احکام کو مناسک کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ وہاں بار بار جاتے ہیں اور جا کر ٹھہرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حسب ضرورت و مصلحت پچھلی قوموں کو پچھلے انبیاء کے ذریعے عبادات کے مختلف طریقے بیان کر کے ان پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اب ان سب کو حسب مصلحت منسوخ کر کے ایک ہی طریقہ عبادت بیان کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ہر ایک کو آپ کی پیروی کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

(السراج المنیر: 1267/2)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے اور ان پر نگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے، چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ، تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔'' (المائدہ:48)

(3)﴿فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ﴾ ''سو وہ آپ سے اس معاملے میں ہرگز جھگڑا نہ کریں'' اب یہ ان پڑھ لوگ جو شرک میں اور جہالت میں مبتلا ہیں، آپ ﷺ سے جھگڑا نہ کریں، آپ ﷺ پر لائی ہوئی کتاب اور شریعت پر اعتراض نہ کریں جیسے مشرکین مکہ اپنے قیاس کی بناء پر جھگڑا کرتے تھے'' جسے تم قتل کرتے ہو اسے تو کھا لیتے ہو، جسے اللہ تعالیٰ مار دیتا ہے اسے نہیں کھاتے اور یہ کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے'' آپ ﷺ ان اعتراضات کا جواب نہ دیں اور نہ ہی دل میلا کریں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے آپ ﷺ کے ساتھ جھگڑا کر رہے ہیں۔

(4)﴿وَادْعُ إِلٰى رَبِّكَ﴾ ''اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں'' آپ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں، یعنی اپنے رب پر ایمان لانے اور شریعت پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔ ان کے جھگڑے کی وجہ سے آپ ﷺ دعوت کا کام نہ چھوڑیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ اور وہ آپ کو

اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کردی گئی ہیں اور آپ اپنے رب کی طرف بلائیں اور آپ مشرکوں میں سے نہ بنیں۔(القصص:87)

(5)﴿اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں'' آپ ﷺ روشن راستے پر ہیں جو سیدھا رب تک جاتا ہے۔

(6) جو معتدل اور منزل مقصود پر پہنچاتا ہے اور علم حق اور اس پر عمل کا متضمن ہے۔آپ کو اپنی دعوت کی حقانیت پر اعتماد اور اپنے دین پر یقین ہے،لہٰذا یہ اعتماد اور یقین اس امر کے موجب ہیں کہ آپ ﷺ اپنے موقف پر سختی سے جمے رہیں اور وہ کام کرتے رہیں جس کا آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے۔آپ ﷺ کا موقف مشکوک اور کمزور نہیں یا آپ کی دعوت جھوٹ پر مبنی نہیں کہ آپ لوگوں کی خواہشات نفس اور ان کی آراء کی طرف التفات کریں اور ان پر اعتراض آپ ﷺ کی راہ کو کھوٹا کردے۔اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔یقیناً تم صریح حق پر ہو'' نیز اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴾ میں جزئیات شرع پر معترضین کے اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ ہے جو عقل صحیح پر مبنی ہے کیونکہ ہدایت ہر اس چیز کا وصف ہے جسے رسول لے کر آئے ہیں۔ہدایت وہ طریق کار ہے جس سے اصولی اور فروعی مسائل میں راہ نمائی حاصل ہوتی ہے اور یہ وہ مسائل ہیں جن کا حسن اور جن میں پنہاں عدل وحکمت،عقل صحیح اور فطرت سلیم کے نزدیک معروف ہے اور یہ چیز مامورات ومنہیات کی تفاصیل پر غور کرنے سے معلوم کی جاسکتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1745،1746)

سوال2:مختلف اُمتوں کے لیے کون سی شریعتیں رہیں؟

جواب:(1)تورات سیدنا موسیٰ ؑ کے لیے شریعت تھی۔(2)انجیل سیدنا عیسیٰ ؑ کے لیے شریعت تھی۔

(3)قرآن حکیم اُمت محمدیہ کے لیے شریعت اور ضابطہ حیات ہے۔

سوال3:سابقہ شریعت والوں کو اس شریعت کے معاملے میں جھگڑا کرنے سے کیسے روکا ہے؟

جواب:(1)ہر شریعت اللہ تعالیٰ کے اُصول کے مطابق ہے۔

(2)آپ ﷺ کو شریعت اور دین اللہ تعالیٰ کے اُصول کے مطابق عطا کیا گیا اس لیے سابقہ شریعتوں والوں کو جھگڑنے کی بجائے ایمان لانا چاہیے۔

سوال4:اپنے رب کی طرف دعوت دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو کیسے اعتماد دیا گیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا:یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں اس لیے مطمئن ہوجائیں۔استقامت کے ساتھ اس شریعت پر خود قائم رہیں اور دوسروں کو دعوت دیں۔(2)جھگڑے کی پرواہ نہ کریں کیونکہ اب آپ سیدھے راستے پر ہیں اور پچھلی شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں۔

﴿وَاِنْ جَادَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے زیادہ جاننے والا ہے'' (68)

سوال 1: ﴿وَاِنْ جَادَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ جَادَلُوْكَ﴾ ''اور اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں'' اگر مشرک آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے دین کے بارے میں جھگڑا کریں۔ ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔'' (یونس:41)

(2) ﴿فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو آپ کہہ دیں جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے زیادہ جاننے والا ہے'' آپ ﷺ انہیں بتا دیں کہ آپ ﷺ کی کیا نیت ہے؟ کیا مقصد ہے؟ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ قیامت کے دن سارے اختلافات کا فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اُس نے خود ہی اُسے گھڑا ہے؟ کہہ دو اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا تم کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، تم اُس کے بارے میں جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں زیادہ جانتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر وہی کافی ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الاحقاف:8)

سوال 2: مجادلہ کا فائدہ کب ہوتا ہے؟

جواب: (1) مجادلہ کا فائدہ تب ہوتا ہے جب کوئی ماننے کے لیے تیار ہو۔ (2) جب کوئی حقیقت جاننا چاہتا ہو۔

سوال 3: مجادلہ کب مفید نہیں ہوتا؟

جواب: (1) جب لوگ اپنی بات پر بضد ہوں۔ (2) جب لوگ دلائل کو رد کر دیں۔

سوال 4: لوگوں کے جھگڑے سے باز نہ آنے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کو کیا ہدایت دی گئی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ آپ ﷺ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں۔

﴿اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے''(69)

سوال1:﴿اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ﴾''اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا'' اللہ تعالیٰ ہی کافروں اور مومنوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

(2)﴿يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾''قیامت کے دن'' قیامت کے دن ہی وہ ثواب اور عذاب کا فیصلہ کرے گا جیسے دنیا میں دین کے معاملے میں تمہارے اختلافات کے لیے دلائل دیئے جارہے ہیں جو فیصلہ کن ہیں۔

(3)﴿فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾''جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے'' یعنی دین کے معاملے میں جو تم اختلافات کررہے ہو اس کی حقیقت دنیا میں تو دلائل سے واضح کی جارہی ہے لیکن اصل فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔اس وقت سمجھ تو آجائے گی مگر پلٹنے کا موقع نہیں ملے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ(۱۵)﴾''چنانچہ آپ اُسی کی طرف دعوت دیں اور مضبوطی سے قائم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی میں اُس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔اللہ تعالیٰ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے،ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں،اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔''(الشوریٰ:15)

سوال2:حق اور باطل کے درمیان انصاف کا فیصلہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

جواب:(1)یہ فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔(1)اُس دن کسی کو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض نہیں ہوگا۔

(2)اُس فیصلے کے خلاف کوئی اپیل نہ ہوگی۔(3)اللہ تعالیٰ اپنے کامل علم کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

''کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے،یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر

بہت ہی آسان ہے"۔(70)

سوال1: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ "کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟ یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس فیصلے کی تکمیل یہ ہے کہ یہ فیصلہ اس کے علم کی بنیاد پر ہوگا، بنابریں اللہ تعالیٰ نے احاطہ علم اور احاطہ کتاب کا ذکر فرمایا: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ "کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟" اللہ تعالیٰ پر تمام معاملات کے ظاہر و باطن، جلی و خفی اور اول و آخر میں سے کچھ بھی مخفی نہیں، زمین و آسمان کی موجودات کا احاطہ کرنے والا علم اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب میں درج کر رکھا ہے۔ اور وہ ہے لوح محفوظ۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا "لکھ! قلم نے عرض کیا "کیا لکھوں؟ فرمایا "قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ۔" (ابوداؤد:4700)(سعدی:2/1746)

(2)(i) اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ سے کائنات کی چھپی ہوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں۔(iii) اللہ تعالیٰ کچھ بھولتا نہیں۔(iv) جو کچھ مخلوقات نے کرنا تھا اللہ تعالیٰ کو اس کا پہلے سے علم تھا۔(v) جن لوگوں نے نیکی یا بدی کا راستہ اختیار کرنا تھا اللہ تعالیٰ انہیں جانتا تھا۔

(3) ﴿اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ﴾ "یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے" اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے جس سے آسمان اور زمین کی چھوٹی بڑی کوئی چیز اوجھل نہیں۔ سب کچھ ایک روشن کتاب میں ہے جس کو کائنات کے وجود میں لانے سے پہلے ہی رب العزت نے لکھ دیا تھا۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے، آپ ﷺ فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا آسمان اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار برس پہلے، اس وقت پروردگار کا عرش پانی پر تھا۔" (مسلم:6748)

(5) ولید بن عبادہ بن صامت نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا (بنایا) پھر اس سے کہا: لکھ، تو وہ چل پڑا، اور ہمیشہ ہمیشہ تک جو کچھ ہونے والا تھا سب اس نے لکھ ڈالا۔ (سنن ترمذی:3319)

(6) ﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ "یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے" اللہ تعالیٰ کامل علم رکھنے والا ہے۔ اس کے لیے تمام چیزوں کے علم کا احاطہ کرنا آسان ہے۔ وہ اشیاء کو ان کے حالات کو وجود میں لانے سے پہلے ہی جانتا ہے اور ان کے حالات لکھ چکا ہے کہ بندے پیدا ہونے کے بعد کیا کریں گے۔ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہیں۔

(7) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ریکارڈ رکھنا مشکل نہیں، یہ تقدیر کا مسئلہ ہے جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سب کچھ کہاں درج کر رکھا ہے؟

جواب:(1)سب کچھ ایک کتاب میں ہے۔(2)اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے یہ باتیں پہلے ہی لکھ دیں۔

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ اُن کی عبادت کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری اور ان کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اُنہیں کوئی علم بھی نہیں ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے''(71)

سوال1:﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ اُن کی عبادت کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری اور ان کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اُنہیں کوئی علم بھی نہیں ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ اُن کی عبادت کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری'' اللہ رب العزت نے مشرکوں کا رد کیا ہے جو اپنی جہالت اور نادانی سے غیر اللہ کی عبادت میں مگن ہیں جس کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

(2)غیر اللہ کی عبادت کے لیے نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی۔(3)اس کے لیے کوئی سند حاصل نہیں ہے۔

(4)غیر اللہ کی عبادت محض وہم اور خرافات کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

(5)﴿وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ''اور ان کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں اُنہیں کوئی علم بھی نہیں ہے'' ان کے پاس اپنے اعمال کے لیے کوئی علمی دلیل نہیں ہے۔اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ایسے کثیر دلائل نازل فرمائے ہیں جو شرک کے فساد پر دلالت کرتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے، یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔''(المومنون:117)

(6)﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ''اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے'' رب العزت نے ظالموں کو جو حق کے دشمن ہیں یہ وعید سنائی ہے کہ ان کا کوئی مددگار ایسا نہیں جو انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ

بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

''اور جب اُنہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں میں جن لوگوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لیں گے وہ قریب ہیں کہ اُن لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں، آپ کہہ دیں تو کیا میں تمہیں اس سے بُری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے'' (72)

سوال 1: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ ''اور جب اُنہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں میں جن لوگوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لیں گے وہ قریب ہیں کہ اُن لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور جب اُنہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' یعنی جب مشرکوں کے سامنے قرآن کی جلیل القدر آیات پڑھی جاتی ہیں، جو رب العزت نے نازل فرمائی ہیں جو حق و باطل، حلال و حرام کے فرق کو واضح کرتی ہیں۔

(2) ﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ﴾ ''آپ ان کے چہروں میں جن لوگوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لیں گے'' ان کے دلوں کا بغض چہروں پر نظر آنے لگتا ہے۔

(3) ﴿يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ ''قریب ہیں کہ اُن لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں'' ان کی کراہت اور نفرت کی شدت اس مقام پر پہنچا چکی ہے کہ قریب ہے کہ یہ آیات کی تلاوت کرنے والے کو قتل کر دیں یا اسے مارنے کے لیے، تکلیف پہنچانے کے لیے، زبان اور ہاتھ دراز کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش و خرم ہو جاتے ہیں۔'' (الزمر:45)

سوال 2: ﴿قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''آپ کہہ دیں تو کیا میں تمہیں اس سے بُری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''آپ کہہ دیں تو کیا میں تمہیں اس سے بُری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے'' کافروں کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ آپ ﷺ فرمادیں کہ میں تمہیں اس سے زیادہ بدتر چیز کے بارے میں خبر دیتا ہوں اور وہ ہے آگ جس کا عذاب کافروں اور مشرکوں کے لیے ہے، جو بہت خطرناک ہے۔ اس کے مصائب بڑھتے ہی رہیں گے۔

(2)﴿وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ نے کافروں سے اس آگ کا وعدہ کر رکھا ہے۔

(3)﴿وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے'' جہنم بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ بدترین منزل اور خطرناک قرارگاہ ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ ''بلاشبہ وہ بہت ہی بُری ٹھہرنے کی جگہ اور اقامت کی جگہ ہے۔'' (الفرقان:66)﴿اللّٰھم اجرنا من النار﴾ ''یا اللہ! ہم سب کو آگ سے بچالے۔'' (آمین)

رکوع نمبر 17

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو۔ یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔'' (73)

سوال1:﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو۔ یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو'' رب العزت نے بتوں کی عبادت کرنے والوں کی عقلی کمزوری اور بتوں کی عبادت کی حقارت بیان کرنے کے لئے مثال دی ہے۔ اس بیان کو غور سے سنو اور اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔

(2) یہ خطاب مومنوں کے لئے بھی ہے۔ مثالوں سے ان کے ایمان، علم اور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(3) یہ خطاب کافروں کے خلاف حجت ہے۔

(4) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو'' جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، جن کی عبادت کرتے ہو اس میں وہ تمام معبود آجاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا حاجت روا، مشکل کشا، ملجا و ماویٰ سمجھا جاتا ہے۔

(5) ﴿لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾ ''ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے'' یعنی وہ ایک مکھی پیدا کرنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتے۔

(6) ﴿وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ﴾ ''اگرچہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں'' سب اکٹھے ہو کر پیدا کرنا چاہیں تب بھی جھوٹے معبود مکھی پیدا کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے یعنی بڑی مخلوق تو وہ کیا پیدا کریں گے، کمزور مخلوق کے پیدا کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔

سوال 2: ﴿وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے'' یعنی بے بسی کی انتہا ہے ان ہستیوں کی جن کو یہ پوجتے ہیں، جن کو یہ قادر اور صاحب اختیار سمجھتے ہیں کہ اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو یہ اس سے اپنا حق بھی واپس نہیں لے سکتے۔ یہ معبود ہیں جو مکھی کا مقابلہ نہیں کر سکتے، جو مکھی سے بھی انتقام نہیں لے سکتے۔ مکھی جیسی حقیر چیز کا مقابلہ کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

(2) ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ﴾ ''طلب کرنے والا بھی کمزور ہے'' یعنی کمزور ہے وہ جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، جو مکھی سے کچھ طلب کر رہا ہے، وہ جو اس کا تھا اور مکھی چھین کر لے گئی ہے۔

(3) ﴿وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے'' یعنی مکھی جو بت سے یا جھوٹے معبود سے کچھ چھین کر لے گئی ہے۔ بت اور مکھی دونوں ہی کمزور ہیں اور ان دونوں سے کمزور وہ ہیں جنہوں نے رب العالمین کے مقام پر بتوں اور جھوٹے معبودوں کو فائز کر رکھا ہے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو میری طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے؟ سو بھلا وہ ایک ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جَو تو پیدا کر کے دکھائیں'' (بخاری: 7559)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کو بے حقیقت ثابت کرنے کے لیے کیا مثال دی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے کہ اگر سب جمع ہو جائیں تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کو مزید بے حقیقت ثابت کرنے کے لیے کہا ہے کہ اگر مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ طالب یعنی پجاری اور مطلوب یعنی معبود دونوں ہی کمزور ہیں کیونکہ نہ پیدا کر سکتے ہیں، نہ حفاظت کر سکتے ہیں پھر ان کی عبادت کیسے کی جائے؟

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾

''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کا حق ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' (74)

سوال 1: ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾ ''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کا حق ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ ''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کا حق ہے'' یعنی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کا مقام اور مرتبہ ہی نہ پہچانا۔ (i) لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عاجز اور حقیر مخلوق کو شریک کرتے ہیں جو سب جمع ہو جائیں تو مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ (ii) لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں پہچانتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار دیکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ایسے معبودوں کو شریک کرتے ہیں جو مکھی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ لوگ ان سے مدد طلب کرتے ہیں جن میں مدد کرنے کی قوت ہی نہیں۔ مکھی ان سے کوئی چیز لے کر بھاگ جائے تو اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ (iii) لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسے کہ قدر پہچاننے کا حق تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ اور علم ہوتا تو کبھی کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے۔

(2) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ اس نے اپنی قوت اور قدرت سے ہر چیز کو تخلیق کیا ہے لیکن انہوں نے محتاج اور عاجز مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرا دیا جو قوی ہے، نفع و نقصان کا مالک ہے، زندگی اور موت کا مالک ہے۔ لوگوں نے قوی اور قادر مطلق ہستی کی قدر نہیں پہچانی۔ انہوں نے محتاج اور عاجز کو عطا کرنے والے اور اقتدار کے مالک کے برابر ٹھہرا دیا۔ اسی وجہ سے وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو حقیر مخلوق سے انتقام لینے کی قدرت بھی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت سے اور اپنی قدرت سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان تر ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27) (3) ﴿هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ﴾ ''بلاشبہ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔'' (البروج:13)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔'' (الذاریات:58)

(5) اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے اس کے سامنے کوئی مزاحمت بھی نہیں کر سکتا، وہی عزیز و جبار، واحد و قہار ہے۔

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾

''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''(75)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی اپنی مقرر کی ہوئی تقدیر کو جاری کرنے کے لئے اور مقرر کردہ شریعت کو رسولوں تک پہنچانے کے لئے فرشتوں میں سے جسے چاہتا ہے رسول منتخب فرمالیتا ہے اور اپنے احکام لوگوں تک پہنچانے کے لئے لوگوں میں سے جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے۔ (السراج المنیر: 1270/2)

(2) یعنی اللہ تبارک تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب کرتا ہے جو اپنی نوع میں بہترین فرد اور صفات مجد کے سب سے زیادہ جامع اور منتخب کئے جانے کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق ہوتے ہیں۔ پس رسول علی الاطلاق مخلوق میں سے چنے ہوئی لوگ ہوتے ہیں۔ اور جس ہستی نے ان کو رسالت کے منصب کے لئے منتخب کیا ہے وہ اشیاء کے حقائق سے لاعلم نہیں۔ (تفسیر سعدی: 1749/2)

(3) سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لئے اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنے خلیل کے طور پر منتخب فرمایا۔'' (المراغی: 260/6)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ لوگوں کے طیب اور خبیث اقوال سنتا ہے۔ وہ بصیر ہے، ان کے نیک اور فاسد اعمال کو دیکھتا ہے۔ اپنی مخلوق کے حالات کو وہ دیکھتا ہے اور ان کی ضرورت کے تقاضے کے مطابق ان میں سے رسول منتخب کرتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 964)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کیسے اختیارات رکھتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے پیغام لانے والے مقرر کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے رسولوں کا انتخاب اپنے علم سے اور قدرت کی وجہ سے کرتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ صاحب قوت بادشاہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنی نمائندگی کے لیے منتخب کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی رسالت کا مستحق کون ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے، وہی کامل قدرت اور اختیارات رکھتا ہے۔

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾

''وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' (76)

سوال 1: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے'' یعنی وہ اپنے کامل علم کی وجہ سے فرشتوں، رسولوں اور مکلفین کے احوال کو جانتا ہے جو گزر چکا، جو آئے گا، کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا (۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (۲۷) لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (۲۸)﴾ ''غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کرلیا، تو یقیناً وہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔ تاکہ وہ جان لے کہ اُنہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور اُس نے ہر شے کو شمار کر رکھا ہے۔'' (الجن: 26_28)

(2) یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ پیغمبروں تک کیا پہنچا، انہوں نے کہاں تک تبلیغ کا حق ادا کیا، اس نے اپنے علم کی بنیاد پر رسالت کے لئے لوگوں کا انتخاب فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔'' (الانعام: 124)

(3) جو لوگوں کے سامنے ہوتا ہے یا پیچھے، خفیہ ہو یا ظاہر ہو ہر ایک چیز پر اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے۔ اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہو سکتی۔ (ii) تمام باتوں اور کاموں کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ آخری فیصلے کا اختیار وہی رکھتا ہے، وہی قادر مطلق ہے۔

(4) ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دنیا کے سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔ جیسے اس نے ابتدا کی تھی اسی طرح اعادہ کرے گا۔ (جامع البیان: 215/17)

(5) اللہ تعالیٰ جب رسولوں کو بھیجتا ہے، وہ دعوت دیتے ہیں تو کچھ لوگ دعوت قبول کرتے ہیں اور کچھ رد کر دیتے ہیں، کچھ عمل کرتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔ رسولوں کی ذمہ داری تو پہنچا دینا ہے اعمال کی جزا سزا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ جب لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو اس کے عذاب سے کیونکر بچو گے؟ اس کی نافرمانی کر کے تم جا ہی کہاں سکتے ہو؟

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' (77)

سوال 1: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو'' رب العزت نے ایمان والوں کو نماز کا حکم دیا ہے کہ اپنی نمازوں میں رکوع اور سجدے کا اہتمام کرو۔ (2) یعنی نماز قائم کرو۔

(3) ﴿وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ﴾ ''اور اپنے رب کی عبادت کرو'' یعنی اپنے رب کے سامنے تذلیل اختیار کریں اور دلی جھکاؤ کے ساتھ اطاعت کریں۔ (جامع البیان: 215/17)

(4) یعنی اپنے اقوال و افعال میں اللہ تعالیٰ کی پسند کو لازم کر لو خواہ ظاہری معاملات ہوں یا باطنی۔

(5) عبادت اللہ تعالیٰ کی غلامی ہے جو پوری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ انسانی زندگی میں ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کے حکم کے مطابق، رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کیا جائے عبادت ہے۔ نیت سے، ارادے سے، ہر کام، ہر سوچ عبادت بن سکتی ہے۔

(6) نماز غم زدہ دل کے لئے تسلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ عبادت کو اس کے لئے خالص کریں۔

(7) ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ﴾ ''اور نیک کام کرو'' یعنی جن کاموں کو کرنے کا تمہارے رب نے حکم دیا ہے خیر کے وہ سارے کام پورے کرو مثلاً صلہ رحمی، مکارم اخلاق۔ (i) نیکی کے کام کر کے انسان کی عملی زندگی درست ہو سکتی ہے۔ (ii) اس سے اجتماعی زندگی کا رُخ ایمان کی طرف ہو سکتا ہے۔

(8) ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ ''تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ رب العزت نے فلاح کو عبادت میں اخلاص اور بندوں کو نفع پہنچانے کی کوششوں کے ساتھ جوڑا ہے۔

سوال 2: اہل ایمان کو عبادت کے حکم کے ساتھ رکوع و سجود کا الگ حکم کیوں دیا گیا؟ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اہل ایمان کو رکوع و سجود کا حکم اس لیے دیا گیا کیونکہ رکوع و سجود نماز کے اہم اجزاء ہیں۔ رکوع و سجود سے وہ عاجزی طلب کی گئی ہے جو بندۂ مومن کا امتیاز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے ہمیشہ ایسے جھک کر رہنا ہے جیسے انسان رکوع اور سجدے کی حالت میں جھکتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور فرماں برداری کا راستہ اختیار کر کے کامیاب ہونے والوں کے لیے اس آیت میں کیا تلقین کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نماز کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ (2) رکوع و سجود کا حکم دیا ہے۔ (3) رب کی عبادت کا حکم دیا ہے۔ (4) نیکی کے کام

کرنے کا حکم دیا ہے۔

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی، تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے، اُسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے، اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی، تا کہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑ لو، وہی تمہارا مالک ہے سو کیا ہی اچھا وہ مالک ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔''(78)

سوال 1: ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ہے'' آیت کے اس حصہ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ہے'' مقصود و مطلوب کے حصول میں پوری کوشش کرنا جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد، جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو پوری طرح نافذ کیا جائے، مخلوق کو ہر طریقے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دی جائے۔ خیر خواہی سے، تعلیم، قتال اور تادیب سے، زجر و توبیخ یا وعظ و نصیحت کے ذریعے سے اس مقصد کے لئے جس طریقے اور ذریعے کی بھی ضرورت ہو اسے اختیار کیا جائے۔ (تفسیر سعدی: 2/1750_1751)

(2) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان و مال، تحریر و تقریر ہر طریقے سے جہاد کرو۔ (i) جہاد سے مراد جہاد اکبر بھی ہے جو کفار اور مشرکین سے کیا جاتا ہے۔ (ii) جہاد سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانا، اللہ تعالیٰ کے روکے سے رکنا بھی ہے۔ (iii) ہر وہ کوشش بھی ہے جو حق کے غلبے اور باطل کی سرکوبی کے لیے کی جائے۔

(4) سب سے افضل عمل جہاد اکبر ہے کیونکہ اس کے بغیر مسلمانوں کا تحفظ ممکن نہیں۔ (i) اس کے بغیر اسلام کی سربلندی ممکن نہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے جاری رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اس کی ہر دور میں ضرورت ہے۔

(5) ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے۔ چنانچہ آپ کافروں کی بات نہ مانیں اور اس قرآن کے ساتھ ان سے جہاد کریں، بہت بڑا جہاد۔''

(الفرقان 51_52)

سوال 2:﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی'' آیت کے اس حصہ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ﴾ ''اس نے تمہیں چن لیا ہے'' یعنی اس نے ساری انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے تمہیں چن لیا ہے۔(ایسر التفاسیر:965)

(2)ابن زید کا قول ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔(جامع البیان:217/17)

(3)اللہ تعالیٰ کے چن لینے سے ذمہ داری پہلے سے بڑھ گئی ہے۔(i)اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ ذمہ داری سے فرار ممکن نہیں۔(ii)اللہ تعالیٰ کا چناؤ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس کی وجہ سے کام آسان ہو جاتا ہے۔

(4)﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی'' اللہ تعالیٰ نے دین کو آسان بنایا ہے۔ایسا کوئی حکم نہیں دیا جس کو تم بجانہ لاسکو۔اس نے دشواری سے نکلنے کے لئے راستہ بتا دیا ہے۔مثلاً نماز اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے۔سفر کی حالت میں چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتیں فرض کی ہیں۔

(5)اللہ تعالیٰ نے تمہاری طاقت سے زیادہ احکامات تمہیں نہیں دیئے۔صرف ان ہی کاموں کا حکم دیا ہے جن کا کرنا انسان کے لئے آسان ہے، جو کام انسان کو تھکا دینے والے نہیں ہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے توحید والا آسان دین دے کر بھیجا گیا ہے۔

(6)انسان کو وہ احکامات دیئے گئے جس کا بوجھ انسانی نفس اٹھا سکتا ہے۔

(7)اس آیت کریمہ سے ایک شرعی قاعدہ اخذ کیا جاتا ہے اور وہ ہے۔﴿اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيْرَ﴾ مشقت اپنے ساتھ آسانی لے کر آتی ہے۔﴿الضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ﴾ ضرورت ممنوع چیز کو مباح کر دیتی ہے۔بہت سے فروعی احکام اس قاعدے کے تحت آتے ہیں۔جن کا ذکر احکام کی کتابوں میں معروف ہے۔(تفسیر سعدی:1751/2)

سوال 3:﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے، اُسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے، اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی، تاکہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' آیت کے اس حصہ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے'' اپنے باپ ابراہیم کی ملت یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کو لازم پکڑو جس کا کوئی شریک نہیں۔

(2)(i)عرب سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد تھے۔(ii)غیر عرب بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا احترام ایسے کرتے ہیں جیسے بیٹے باپ کا احترام کرتے ہیں اس لیے وہ سب ہی کے باپ تھے۔(iii)محمد ﷺ کے باپ تھے یعنی آپ اُن کی نسل سے تھے۔اس لیے اُمت کے بھی

باپ ٹھہرے۔اسی لیے فرمایا کہ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس کی پیروی کرو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ ''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔'' (الشوریٰ:13)

(4) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء:25)

(5) ﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اُسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے پچھلی کتابوں میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

(6) مسلمان وہ ہے جو اپنی نیت اور اپنے اعمال کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دیتا ہے۔اس لیے یہ نام رکھا ہے تاکہ سب لوگ اپنا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیں۔

(7) ﴿مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا﴾ ''اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی'' یعنی پہلی کتابوں میں بھی اور قرآن مجید میں بھی۔

(4) ﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ﴾ ''تاکہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں'' یعنی رسول تمہارے اچھے اور برے اعمال کی گواہی دیں۔

(5) ﴿وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ''اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ'' یعنی تم انبیا کے حق میں اور ان کی امتوں کے خلاف گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو وحی نازل کی تھی انہوں نے اپنی امتوں تک وہ سارے پیغامات پہنچا دیئے تھے۔

سوال 4: اُمت کے لوگوں پر گواہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اُمت پوری انسانیت کی نگران ہے۔اُمت نے خود اس پیغام کے مطابق اپنا عملی نمونہ پیش کرنا ہے اور دوسروں تک اس پیغام کو پہنچانا ہے۔

سوال 5: رسول کب گواہی دیں گے؟

جواب: یہ گواہی قیامت کے دن ہوگی۔

سوال 8: ﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ ''سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑ لو، وہی تمہارا مالک ہے سو کیا ہی اچھا وہ مالک ہے اور کیا اچھا مددگار ہے'' آیت کے اس حصہ کی وضاحت کریں؟

جوب: (1) ﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''سو نماز قائم کرو'' یعنی نماز، اس کے ارکان، حدود، شرائط، وقت کی پابندی اور دل کی حاضری کے

ساتھ قائم کرو۔

(2)﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوۃ ادا کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مالداروں پر اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنے کا جو حکم دیا ہے اس فریضے کو ادا کرو۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر بھی ہے اور فقیروں، کمزوروں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کا خیال بھی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ صدقات تو فقیروں اور مسکینوں اور ان پر کام کرنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں اُلفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (التوبہ:60)

(3)﴿وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑلو'' اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر اسی پر بھروسہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ مضبوط رسی ہے جس کے ساتھ شہادت حق کا فریضہ ادا کیا جاسکتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کو اپنی طاقت سمجھو۔ اسی سے امیدیں باندھو، اسی پر اعتماد کرو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ج اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''تو آپ اس کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، یقیناً آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں۔'' (الزخرف:43)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں سے راضی ہوتا ہے اور تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ جن باتوں سے راضی ہوتا ہے وہ یہ ہیں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور متفرق نہ ہو اور تم سے جن باتوں کو ناپسند کرتا ہے وہ فضول اور بیہودہ گفتگو اور سوال کی کثرت اور مال کو ضائع کرنا ہیں۔'' (مسلم:4481)

(5) سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ'' کہو: اللہ میرا رب (معبود برحق) ہے اور پھر اس پر قائم رہو''، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کو ہم پر کس بات کا زیادہ ڈر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: ''اس کا''۔ (ابن ماجہ:3972)

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو تم اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو پکڑے رکھو اور اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہو اور آپ ﷺ نے قرآن مجید کی خوب رغبت دلائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ میں تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا

ہوں۔" (مسلم: 6225)

(7)﴿هُوَ مَوْلٰكُمْ﴾ "وہی تمہارا مالک ہے" یعنی وہی تمہارا محافظ ومعاون، تمہارا مالک ہے۔ وہی تمہارے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا ہے۔

(8)﴿فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ "سو کیا ہی اچھا وہ مالک ہے اور اچھا مددگار ہے" تمہارا مولا وہی ہے جو تمہیں تمہارے دشمن پر غلبہ عطا کرنے والا ہے۔ وہ بہترین سرپرست ہے۔ جو کوئی اس سے مدد مانگتا ہے وہ اس کے مصائب دور کر دیتا ہے، وہ بہترین مددگار ہے۔

(9) وہی ہے کہ جو اس سے امیدیں باندھے اس کی امیدوں کو پورا کرتا ہے، جو شفا مانگے اسے شفا دیتا ہے، جو رزق طلب کرے رزق دیتا ہے، جو ایمان اور تقویٰ مانگے وہ اسے ایمان والی حیات طیبہ بسر کرواتا ہے۔

سوال9: نماز اور زکوۃ کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: (1) نماز انسان کا رابطہ قوی رب سے جوڑ دیتی ہے۔

(2) زکوۃ اُمت کے افراد کے درمیان صلہ رحمی ہے اور جماعت مسلمہ کی کفالت کا انتظام ہے تاکہ بگاڑ پیدا نہ ہو۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے کامیابی کے لیے اُمت مسلمہ کو کیا پیکج دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کامیابی کے لیے یہ عملی اُصول دیئے ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہنا۔ (2) نیک کام کرتے رہنا۔

(3) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرنا۔ (4) شہادت حق کا فریضہ ادا کرنا۔ (5) نماز قائم کرنا۔ (6) زکوۃ ادا کرنا۔

(7) اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 18

قَدْ اَفْلَحَ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْآنًا عَجَبًا" (پارہ18)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : مارچ 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : ww.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

سورہ المومنون		9
رکوع :	1	9
رکوع :	2	38
رکوع :	3	47
رکوع :	4	60
رکوع :	5	87
رکوع :	6	98
سورہ النور		121
رکوع :	7	121
رکوع :	8	135
رکوع :	9	151
رکوع :	10	158
رکوع :	11	194
رکوع :	12	208
رکوع :	13	222
رکوع :	14	238
رکوع :	15	247
سورہ الفرقان		254
رکوع :	16	255
رکوع :	17	267

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کے دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتہ مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور اجنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیات میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قرآناً عجبًا** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیات کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

اٰیاتھا ۱۱۸ ۲۳ سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَکِّیَّۃٌ ۷۴ رکوعاتھا ۶

سوال1: سورۃ المومنون کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ المومنون مکی سورت ہے اس میں 6 رکوع اور 118 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 23 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 74 ہے۔

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے''(1)

سوال1: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً مومن کامیاب ہو گئے'' رب العزت نے ایمان والوں کو فلاح کی بشارت دی ہے۔ کامیاب وہ ہے جو اپنا مقصود و مطلوب حاصل کر لے۔ ایمان والوں کا مطلوب و مقصود جنت الفردوس ہے۔

(2) ایمان والے کامیاب ہو گئے انہوں نے فلاح پالی دنیا اور آخرت کی بھلائیاں سمیٹ لیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا﴾ ''اور آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے۔'' (الاحزاب:47)

(3) ایمان والے اپنا مطلوب و مقصود کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ انہیں فلاح اور سعادت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ آگے کی آیات میں دس ایسے کام بتائے گئے ہیں جو جنت کی کنجی ہیں۔ ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ان آیات کی میزان پر تول کر دیکھے کہ اس کے ایمان میں کتنی قلت یا کثرت ہے؟

سوال2: فلاح سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) فلاح سے مراد ایسی کامیابی ہے جو کسی کو اپنے عمل اور محنت کے نتیجے میں ملے۔

(2)فلاح قرآن حکیم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔اذان اور اقامت میں مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ فلاح کی طرف بلایا جاتا ہے۔

(3)فلاح کے معنی یہ ہیں کہ ہر مراد حاصل ہو اور ہر تکلیف دور ہو۔(قاموس)

(4)فلاح کامل تو ایسی چیز ہے جو اس ملک دنیا میں دستیاب ہی نہیں ہوسکتی کیونکہ دنیا تو دار التکلیف والمحنت بھی ہے اور اس کی کسی چیز کو بقاء وقرار بھی نہیں یہ متاع گرانمایہ ایک دوسرے عالم میں ملتی ہے جس کا نام جنت ہے،وہ ہی ایسا ملک ہے جس میں انسان کی ہر مراد ہر وقت بلا انتظار حاصل ہوگی ۔﴿وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ﴾''ان کو ملے گی ہر وہ چیز جو وہ چاہیں گے''اور وہاں کسی ادنی رنج وتکلیف کا گزر نہ ہوگا اور ہر شخص یہ کہتا ہوا وہاں داخل ہوگا﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ﴾''شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا بلاشبہ ہمارا رب معاف کرنے والا قدردان ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ایک مقام میں پہنچا دیا جس کی ہر چیز قائم ودائم ہے۔''(تفسیر معارف القرآن:294/6)

(5)اللہ تعالیٰ کی نظر میں فلاح آخرت کی کامیابی ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت،مغفرت اور جنت کا مستحق بن جانا ہے۔

سوال3:ایمان والا کب اللہ تعالی کی رحمت،مغفرت اور جنت کا حقدار بن جاتا ہے؟

جواب:ایمان والا اس وقت اللہ تعالی کی رحمت،مغفرت اور جنت کا حقدار بن جاتا ہے جب:

(1)ایمان والا اپنی نمازوں میں خشوع کرنے لگتا ہے۔

(2)جب وہ لغو کاموں،فضول اور بے فائدہ مشاغل میں وقت ضائع کرنے سے بچتا ہے اور ان کاموں میں وقت لگانے کو ہلاکت سمجھتا ہے۔

(3)جب وہ زکوۃ ادا کرنے والا بن جاتا ہے۔(4)جب وہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔

(5)جب وہ امانت کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔(6)جب وہ عہد کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔

(7)جب وہ نماز کی حفاظت کرنے والا بن جاتا ہے۔(8)جب وہ اللہ کی حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔

(9)جب وہ اپنی خواہشات کو ازواج کے دائرے میں پورا کرنے والا بن جاتا ہے۔

(10)جب وہ حقیقی ایمان والا یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کرنے والا،محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے والا بن جاتا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾

''وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں''(2)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾''وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں''مومن نماز میں خشوع کیسے حاصل کرتے ہیں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ ''جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔''یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور سکون کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں۔دل حاضر رکھتے ہیں اور خیالات بٹنے نہیں دیتے ،صرف اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھتے ہیں۔ان کی آنکھیں جھکی ہوتی ہیں اور باز و پست رہتے ہیں۔

(2)نماز میں خشوع یہ ہے کہ جب بندے کا دل اللہ تعالیٰ کو قریب سمجھتے ہوئے اس کے حضور حاضر ہو۔اس سے قلب کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے،اس کی تمام حرکات ساکن اور غیر اللہ کی طرف اس کا التفات کم ہو جاتا ہے۔وہ اپنے رب کے سامنے نہایت ادب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے،وہ اپنی نماز کے اندر،اول سے لے کر آخر تک جو کچھ کرتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے پورے استحضار کے ساتھ کہتا ہے۔اس طرح اس کے دل سے تمام وسوسے اور غلط افکار زائل ہو جاتے ہیں۔یہی نماز کی روح اور یہی اس سے مقصود ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو بندے کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔پس وہ نماز جو خشوع وخضوع اور حضور قلب سے خالی ہو اس پر اگر چہ ثواب ملتا ہے مگر صرف اتنا ملتا ہے جتنا قلب اس کو سمجھ کر ادا کرتا ہے۔(تفسیر السعدی:2/1753,1754)

(3)صحابہ نماز میں آسمان کو دیکھ لیا کرتے تھے۔جب یہ آیت اتری تو انہوں نے نگاہیں جھکا لیں اور سجدے سے آگے نہ بڑھنے دیں۔نماز میں خشوع اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب دنیا سے کٹ کر اللہ ہی کی طرف توجہ ہو اور نمازی پر ایسی محویت کا عالم طاری ہو کہ وہ خود فراموش ہو کر دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جائے۔اب اسے نماز میں راحت اور ٹھنڈک محسوس ہوگی۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:مجھے خوشبو اور عورتیں محبوب ہیں اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ دی گئی ہے۔(نسائی)آپ ﷺ نے فرمایا:بلال اٹھو اور ہمیں نماز سے آرام پہنچاؤ۔(مسند احمد)(سراج المنیر:2/127)

(4)حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں یہ پڑھتے تھے:﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي﴾ ''اے اللہ!میں نے تیرے لیے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا فرمانبردار ہوا۔میرا کان اور میری آنکھیں اور میرا مغز اور میری ہڈیاں اور میرے پٹھے تیرے ہی حضور جھکے ہوئے ہیں''۔(مسلم:1812)

(5)سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ کے والد سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ سینہ مبارک میں سے ایسی آواز آتی تھی جیسے کہ چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے۔(ابوداؤد:904)

(6)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے دیکھا تو فرمایا:اے گردن والے اپنی گردن اونچی کرلو۔خشوع گردن میں نہیں ہوتا خشوع تو دل میں ہوتا ہے۔(مدارج السالکین:1/559)

(7)سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب یہ آیت پڑھتے ﴿اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟''(الحدید:16)

تو کہتے بلیٰ یارب بلیٰ یارب" کیوں نہیں اے میرے رب! کیوں نہیں اے میرے رب!" (مدارج السالکین:559/1)

(8) صحابہ کا خشوع ان کے دلوں میں ہوتا تھا، وہ اپنی نظریں اِدھر اُدھر سے بچاتے تھے اور اپنی نگاہیں نیچی رکھتے تھے۔ اور اپنے بازو پست رکھتے تھے۔ (الدر المنثور: 84/4)

(9) مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔" (البقرہ:238) قنوت میں رکوع، خشوع اور لمبا رکوع یعنی طویل قیام، غض بصر، بازوؤں کا جھکانا اور اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ (مدارج السالکین)

(10) سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی، جو دیہاتی محسوس ہوتا تھا، وہ (مسجد میں) داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھنا شروع کی، اس نے اپنی نماز میں جلدی کی، پھر وہ نماز ادا کر چکا تو نبی ﷺ (کے پاس آیا اور آپ) کو سلام کہا، نبی ﷺ نے فرمایا: "تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ پھر سے نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔" سو وہ پھر گیا اور پھر (پہلے جیسی) نماز پڑھی، پھر آیا اور آپ کو سلام کہا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تجھ پر بھی سلامتی ہو، جاؤ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔" (اس طرح اس نے دو یا تین مرتبہ نماز دہرائی اور ہر مرتبہ آ کر آپ کو سلام کیا اور آپ نے وہی جواب دیا، پھر جب اس نے وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے اسے تفصیلاً نماز کا طریقہ سکھایا کہ ہر رکن میں اعتدال و اطمینان ہونا چاہیے۔ (ترمذی:302)

(11) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو ڈاکہ ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔ (بخاری:751)

(12) انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ آپ نے اس سے نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس حرکت سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔ (بخاری:429)

(13) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایسی منقش چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش تھے تو آپ ﷺ کی نظر اس کے نقوش کی طرف پڑی۔ پھر جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا: "میری اس چادر کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے ابوجہم کی سادہ چادر لا دو کیونکہ اس (منقش چادر) نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔" (بخاری:373)

(14) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پہلے ہم نماز پڑھتے ہوئے بات بھی کر لیا کرتے تھے، کوئی بھی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اپنی کسی ضرورت کے لیے بات کر لیتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: "سب ہی نمازوں کی پابندی رکھو اور خاص طور پر بیچ والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرماں برداروں کی طرح کھڑے ہوا کرو۔" اس آیت کے ذریعہ ہمیں نماز میں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔ (بخاری:4534)

سوال 2: نماز میں خشوع اختیار کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:(1)نماز میں بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور غفلت میں کی گئی بات یا کلام مناجات نہیں۔اسی لئے کہتے ہیں بغیر خشوع کے نماز بغیر روح کے بدن کی طرح ہے۔

(2)خشوع ایمان اور حسن اسلام کا مظہر ہے جو بندے کی نیکی اور استقامت کی دلیل ہے۔خشوع سے دل کی سختی دور ہوتی ہے اور شیطان خشوع والے دل کے قریب نہیں آتا۔

(3)نماز میں خشوع واجب ہے رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں؟''(محمد:24)

(4)تدبر اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک معنی پر ٹھہر کر غور نہ کریں اسی لئے فرمایا:﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا﴾''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''(المزمل:4)

(5)نماز میں خشوع نہ ہو تو اللہ تعالی کی یاد قائم نہیں ہوتی جب کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''(طٰہٰ:14)

(6)رب العزت نے ذکر کے متضاد غفلت سے روکا ہے۔﴿وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ﴾''اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''(الاعراف:205)

(7)انسان پر خشوع کی کیفیت تبھی طاری ہو سکتی ہے جب وہ یہ شعور ذہن میں بٹھالے کہ وہ رب کو دیکھ رہا ہے یا یہ کہ رب اسے دیکھ رہا ہے۔خشوع کی وجہ سے انسان کو قرار نصیب ہو جاتا ہے۔(قرآناً عجباً)

(8)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ﴾''اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔''(البقرہ:45)

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾

''اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں''(3)

سوال1:﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾''اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾''اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں۔''لغو ہر اس بات یا کام کو کہتے ہیں جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور اس میں دینی یا دنیاوی نقصان ہو۔(تیسیر القرآن:187/3)

(2)یہاں (لغو) سے مراد وہ کلام ہے جس میں کوئی بھلائی اور کوئی فائدہ نہ ہو۔(تفسیر سعدی:1754/2)

(3)ایمان والے اپنے آپ کو لغو، بے ہودہ اور باطل باتوں سے بچا کر رکھتے ہیں۔جب کسی لغو چیز سے یعنی بے کار باتوں اور کاموں سے

ان کا گزر ہوتا ہے تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں رب العزت نے مومنوں کی تعریف کی ہے ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ ''اور جو لوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔'' (الفرقان:72)

(4) ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔'' (القصص:55)

(5) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے نزدیک تم میں سے (دنیا میں) سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو تم میں بہترین اخلاق والے ہیں، اور میرے نزدیک تم میں (دنیا میں) سب سے زیادہ قابل نفرت اور قیامت کے دن مجھ سے دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو باتونی، بلا احتیاط بولنے والے، زبان دراز اور تکبر کرنے والے متفیہقون ہیں'' صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے ثرثارون (باتونی) اور متشدقون (بلا احتیاط بولنے والے) کو تو جان لیا لیکن متفیہقون کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تکبر کرنے والے۔'' (ترمذی:2018)

(6) ایمان والوں کی صفت ہے کہ وہ حرام باتوں سے اپنی زبان کو روک لیتے ہیں۔

(7) نبی اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں آگاہ نہ کروں جس پر ان سب چیزوں کا دارومدار ہے؟ حضرت معاذ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، جی ہاں! ضرور بتائیں، چنانچہ آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا ''اس کو اپنے قابو میں رکھو'' (جامع ترمذی:2616، سنن ابن ماجہ:3973)

(8) اہل جنت کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا (۲۵) اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (۲۶)﴾ ''نہ اس میں وہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔'' (الواقعہ:25،26)

(9) ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (۳۵) جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا (۳۶)﴾ ''اس میں نہ وہ کوئی لغو سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ۔ تیرے رب کی جناب سے یہ بدلہ ہے جو کافی انعام ہے۔'' (النباء:35،36)

(10) ﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾ ''اس میں وہ کوئی لغویات نہ سنیں گے۔'' (الغاشیہ:11)

سوال 2: لغو یعنی لہو ولعب کے کیا نقصانات ہیں؟

جواب: (1) لغو کاموں میں مصروفیت برے اخلاق کے مظاہر میں سے ہے۔ (2) عقل کی کمی اور فہم کی قلت کی دلیل ہے۔

(3) باتونیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے، لوگ بھی انہیں ناپسند کرتے ہیں۔

(4)لغو میں مشغولیت لوگوں کی ناراضگی اور غصے کا سبب بھی بنتی ہے۔(5)لغو میں مشغولیت ہلاکت کے مقامات تک پہنچا دیتی ہے۔
(6)لغو یعنی بے کار، بے فائدہ، وقت اور ایمان ضائع کرنے والی مصروفیات انسان کی زندگی کے ضیاع کا سبب بنتی ہیں۔

سوال3:لغو سے اعراض کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:لغو سے اعراض کرنے سے مراد ہے کہ(1)انسان کا اپنی زندگی اور اپنے انجام کے بارے میں Serious ہونا۔
(2)بے فائدہ مشاغل کو ہلاک کرنے والا کام سمجھ کر ان سے خود کو بچانا۔(3)لہو ولعب میں بے کار وقت ضائع کرنے سے خود کو بچانا۔
(4)اعراض کرنے سے مراد ہے کہ ان کی طرف توجہ بھی نہ کی جائے۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ﴾

''اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں''(4)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ﴾''اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ﴾''اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں''یعنی مال کی مختلف جنسوں کے مطابق اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اپنے آپ کو گندے اخلاق اور بُرے اعمال سے پاک کرتے ہوئے جن کے ترک کرنے اور جن کے اجتناب ہی سے نفس پاک ہوتے ہیں۔پس وہ نماز میں خشوع کا اہتمام کر کے اپنے خالق کی اچھے طریقے سے عبادت کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کر کے مخلوق کے ساتھ احسان کا رویہ اپناتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1754/2)

(2)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔اول گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک نبی محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''(بخاری:8)

(3)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مجھے حکم ہوا ہے کہ لوگوں سے(یعنی کافروں سے)اس وقت تک لڑوں جب تک وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں،نماز ادا کریں،زکوٰۃ دیں اور جب وہ یہ کام کرنے لگیں تو انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کا حق(ان سے لیا جائے گا)اور ان(کے دل کی باتوں)کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔''(بخاری:25)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا:''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے آپ ایسا عمل بتلائیں جس پر اگر میں ہمیشگی کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔''آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کی

عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرض نماز قائم کر، فرض زکوۃ ادا کر اور رمضان المبارک کے روزے رکھ۔'' وہ کہنے لگا: ''مجھے اس ہستی کی قسم ہے جو میری جان کی مالک ہے! میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔'' جب وہ واپس ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جنتی آدمی دیکھنا چاہتا ہو وہ اسے دیکھ لے۔'' (بخاری:1397)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جسے مال دے اور وہ اس مال کی زکوۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لیے گنجے سانپ کے ہم شکل کر دیا جائے گا جس کے منہ کے دونوں کناروں پر زہریلا جھاگ ہوگا۔ وہ سانپ قیامت کے دن اس کے گلے کا طوق بنایا جائے گا پھر اس کے دو جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے (سورۂ آل عمران کی) یہ آیت نمبر (۱۸۰) کی تلاوت فرمائی: ''جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہیں، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ روش ان کے لیے بہتر ہے۔ نہیں بلکہ یہ ان کے لیے بہت ہی بری ہے۔ (اور) جس چیز میں انہوں نے بخل کیا، اس کا انہیں قیامت کے دن طوق پہنایا جائے گا۔'' (بخاری:1403)

(6) زکوۃ کے دو فائدے جو ادا کرنے والے کو پہنچتے ہیں ایک تو اس کا مال پاک ہوتا ہے دوسرا اس کا نفس پاک ہوتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ ''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے اور ان کو پاک کریں گے اور آپ ان کے لیے دُعا کریں۔'' (التوبہ:103)

(7) زکوۃ سے غریبوں اور محتاجوں کی مدد ہوتی ہے۔ (8) زکوۃ سے طبقاتی تقسیم میں کمی آتی ہے۔

(9) (i) زکوۃ سے مراد فرض زکوۃ بھی ہے۔ (ii) اس سے مراد ایسے کام کرنا بھی ہے جس سے انسان کو پاکیزگی حاصل ہو۔ اس کے اخلاق و کردار پاکیزہ ہو جائیں۔ (قرآنا عجبا)

(10) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں دونوں زکوتیں ایک ساتھ مراد لی جائیں، یعنی زکوۃ نفس اور زکوۃ مال بھی۔ فی الواقع مومن کامل وہی ہے جو اپنے نفس کو پاک رکھے اور اپنے مال کی زکوۃ دے۔ (ابن کثیر:483/3)

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ ''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جس نے اُسے پاک کیا۔'' (الشمس:9)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾

''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں'' (5)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں'' شرم گاہوں کی حفاظت کرنے سے کیا فوائد نصیب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں'' شرم گاہوں کی مکمل حفاظت سے مراد ان تمام کاموں سے اجتناب کرنا جو زنا کی طرف لے جاتے ہیں مثلاً غیر محرم کو دیکھنا اور چھونا وغیرہ۔

(2)شرم گاہوں کی حفاظت کرنے سے:(i)انسان کی روح پاکیزہ رہتی ہے۔(ii)انسان کا خاندان پاکیزہ رہتا ہے۔(iii)انسانی معاشرہ پاکیزہ رہتا ہے۔(iv)اس سے فرد، خاندان اور معاشرہ گندگی سے بچے رہتے ہیں۔(v)اس کی وجہ سے انسان بدکاری سے محفوظ ہو جاتا ہے۔(vi)اس کی وجہ سے معاشرے سے بے حیائی ختم ہو جاتی ہے۔(vii)اس کی وجہ سے انسانوں کے نسب محفوظ رہتے ہیں۔(قرآناً عجبا)۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔'' (بنی اسرائیل:32)

(3)﴿وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ ''اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔'' (الفرقان:68)

(4)(i)شرمگاہوں کی حفاظت کی وجہ سے انسان کی قوت ارادی اس کے میلانات پر حاوی ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسانی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔(ii)شرم گاہوں کی حفاظت کی وجہ سے پاک اور جائز ذرائع سے انسان کے فطری تقاضے پورے ہوتے ہیں۔(iii)شرم گاہوں کی حفاظت کی وجہ سے بچے پاک طریقے سے وجود میں آتے ہیں اُن کا نسب محفوظ رہتا ہے۔

سوال2: جن معاشروں میں لوگ شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کرتے انہیں کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

جواب:(1)جن معاشروں میں لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے وہاں free sex رواج پا جاتی ہے۔

(2)ایسے معاشرے بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں۔(3)ایسے معاشرے میں خاندان کا کوئی احترام نہیں رہتا، خاندانی نظام میں خلل آ جاتا ہے۔

(4)free sex کی وجہ سے معاشرہ گندا اور غلیظ ہو جاتا ہے۔

(5)جس معاشرے میں لوگ شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کرتے وہاں کے لوگ بے ہمت اور گرے ہوئے کردار کے مالک ہوتے ہیں۔

سوال3: شہوانی خواہشات کی تکمیل کی کیا ممکنہ صورتیں ہیں؟ اسلام نے ان میں سے کس روش کو اختیار کیا ہے؟

جواب:(1)شہوانی خواہشات کے سلسلے میں تین صورتیں ممکن تھیں۔(i)ایک یہ کہ انسان ایسی خواہشات کو کلیتاً ترک کر دے۔(ii)دوسری یہ کہ ان خواہشات کی تکمیل میں انسان کلیتاً آزاد ہو۔(iii)اور تیسری یہ کہ کوئی معتدل روش اختیار کی جائے۔اسلام نے ان میں سے معتدل روش کو اختیار کیا ہے۔(تیسیر القرآن:3/188)

(2)حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔جب انہیں رسول اللہ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز

پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔" (بخاری:5063)

﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾

"سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں" (6)

سوال1: ﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ "سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔" اسلام نے جنسی خواہشات کی تسکین کے لئے کون سے طریقے جائز قرار دیئے ہیں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ﴾ "سوائے اپنی بیویوں کے" اسلام نے جنسی خواہشات کی تسکین کے لئے دو طریقے جائز قرار دیئے ہیں: (i) بیوی سے مباشرت کرنا۔ (ii) لونڈی سے ضرورت پوری کرنا۔

(2) ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ "جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے" دلالت کرتا ہے کہ مملوکہ لونڈی کی حلت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ تمام کی تمام صرف اسی کی ملکیت میں ہو۔ اگر وہ صرف اس کے کچھ حصے کا مالک ہے تو یہ لونڈی اس کے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ کامل طور پر اس کا مالک نہیں کیونکہ وہ اس کی اور کسی دوسرے شخص کی مشترکہ ملکیت ہے۔ پس جس طرح یہ جائز نہیں کہ کسی آزاد عورت کے دو شوہر ہوں، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی لونڈی کی ملکیت میں دو مالکوں کا اشتراک ہو (اور وہ اس سے مجامعت کرتے ہوں) (تفسیر السعدی:2/1754,1755)

(3) ﴿فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ "تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔" یعنی اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے پاس جانے میں کوئی مواخذہ، کوئی ملامت نہیں اس لئے کہ رب العزت نے دونوں کو حلال ٹھہرایا ہے۔

سوال2: کیا عورت اپنے غلام سے تمتع کرسکتی ہے؟

جواب: یہ بات کہ مرد کے لیے تو اس کی مملوکہ کنیز سے تمتع جائز ہے۔ لیکن عورت اپنے مملوک غلام سے تمتع نہیں کرسکتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عورت نے اپنے غلام سے تمتع کرلیا۔ پھر دلیل میں یہ آیت پیش کی۔ آپ نے صحابہ کی مجلس شوریٰ میں یہ معاملہ پیش کیا تو سب نے بالاتفاق کہا کہ تَاوَلَت كِتَابَ اللهِ تَعَالىٰ غَيْرَ تَاوِيْلِه (یعنی اس عورت نے اللہ کی کتاب کا غلط مفہوم اخذ کیا ہے) اور عورت کے لئے

اس چیز کو حرام کرنے کی حکمت یہ ہے کہ غلام اپنی مالکہ کی خواہش شہوانی تو پوری کرسکتا ہے۔لیکن اس کا قوام نہیں بن سکتا۔لہٰذا ایسی عورت کے لیے بہتر یہی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرلے۔(تیسیر القرآن:3/188)

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾

''پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں''(7)

سوال1:﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾''پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾''پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں''یعنی بیوی اور شرعی مملوکہ لونڈی کے ماسوا کچھ اور چاہیں۔

(2)﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾''تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔''یہی لوگ ہیں جو حلال سے آگے بڑھ کر حرام میں پڑ گئے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال کرنے کی زیادتی کی ہے۔

(3)عبدالرحمن کا قول ہے کہ جس نے زنا کیا وہ زیادتی کرنے والا ہے۔(جامع البیان:7/18)

(4)ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انھیں نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ''زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح کے ہوتے تھے:ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیر پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہوجاتی کہتا کہ تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کرالے،اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اسے چھوتا بھی نہیں۔پھر جب اس غیر مرد سے اسکا حمل ظاہر ہوجاتا جس سے وہ عارضی طور پر صحبت کرتی رہتی تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اگر اس کا شوہر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا،ایسا اس لئے کرتے تھے کہ ان کا لڑکا شریف اور عمدہ پیدا ہو۔یہ نکاح''نکاح استبضاع'' کہلاتا تھا۔تیسری قسم نکاح کی یہ تھی کہ چند آدمی جو تعداد میں دس سے کم ہوتے کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت کرتے۔پھر جب وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضع حمل پر چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی۔اس موقع پر ان میں سے کوئی مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہوجاتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا معاملہ تھا وہ تمہیں معلوم ہے،اب میں نے یہ بچہ جنا ہے پھر وہ کہتی کہ اے فلاں!یہ بچہ تمہارا ہے۔وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور وہ لڑکا اسی کا سمجھا جاتا،وہ شخص اس سے انکار کی جرات نہیں کرسکتا تھا۔چوتھا نکاح اس طور پر تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔یہ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو روکتی نہیں تھی۔یہ کسبیاں ہوتی تھیں۔اس طرح کی عورت اپنے دروازے پر جھنڈے لگائے رہتی تھیں جو نشانی سمجھے جاتے تھے۔جو بھی چاہتا ان

کے پاس جاتا۔اس طرح ان کی عورت جب حاملہ ہوتی اور جب بچہ جنتی تو ان کے پاس آنے جانے والے جمع ہوجاتے اور کسی قیافہ جاننے والے کو بلاتے اور بچہ کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہوتا اس عورت کے اس لڑکے کو اسی کے ساتھ منسوب کردیتے اور وہ بچہ اسی کا بیٹا کہا جاتا،اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔پھر جب محمد ﷺ حق کے ساتھ رسول ہوکر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا،صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔" (بخاری:5127)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:ابن آدم پر اس کے زنا سے حصہ لکھ دیا گیا ہے۔وہ لامحالہ اسے ملے گا۔پس آنکھوں کا زنا (شہوت سے) دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل کا زنا خواہش اور تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔(مسلم:2657)

(6)اس آیت کریمہ کا عموم تحریم متعہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ نکاح متعہ کے ذریعے بنی ہوئی بیوی حقیقی بیوی ہے نہ اس کو نکاح میں باقی رکھنا ہی مقصود ہے اور نہ وہ لونڈیوں ہی کے زمرے میں آتی ہے،نیز یہ آیت کریمہ نکاح حلالہ کی تحریم پر بھی دلالت کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1754،1755)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾

"اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں" (8)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾"اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾"اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔" مومن امین اور عہد کا پابند ہوتا ہے۔وہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنی امانت اور عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

(2)امانت کے دو پہلو ہیں ایک پہلو انسانوں سے متعلق ہے۔اس میں مال کی امانت،راز کی امانت اور ذمہ داریاں وغیرہ سبھی آجاتے ہیں۔مومن مالی امانتوں کی طرح،رازوں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔دوسرا اور زیادہ اہم پہلو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے جو ہمارا خالق،مالک اور رازق ہے۔اس نے جو کچھ ہم پر فرض کیا ہے اس کو پوری طرح ادا کرنا اور اس کے احکامات کی حفاظت کرنا مومن کی ذمہ داری ہے۔ایمان والے امانت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پوری طرح سے پابندی کرتے ہیں۔امانت کی دونوں قسموں کی حفاظت اور ان کو مکمل طور پر ادا کرنا فرض ہے۔رب العزت کا فرمان ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾"یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کردو" (النساء:58)

(3)مومن عہد کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔اس میں وہ سارے معاہدے شامل ہیں جو بندے اور رب کے درمیان اور بندوں کے درمیان

ہیں۔ مومن جب کسی سے عہد کرے تو اس کی حفاظت اور اس عہد کی پابندی، اس کو پورا کرنا اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ اس عہد میں کمی کوتاہی کرنا یا جان بوجھ کر اسے چھوڑنا حرام ہے۔ عہد کی حفاظت اس طرح کرنی ہے جیسے چرواہا بکریوں کی حفاظت کرتا ہے تبھی وہ راعی کہلاتا ہے۔

(4) منافق عہد شکن اور خائن ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وہ وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔'' (بخاری:33)

(5) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق کی ایک قسم پر ہے جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔'' (بخاری:34)

(6) آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ﴾ ''جس کے اندر امانت نہیں اس کا ایمان نہیں۔'' (مسند احمد:7179)

(7) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن (جن امانتوں کے سلسلہ میں باز پرس کی جائے گی ان میں) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہے کہ میاں بیوی آپس میں صحبت کریں، پھر خاوند اپنی بیوی کی راز کی باتوں کو (دوست احباب کے سامنے) ظاہر کرے۔'' (مسلم:1437)

(8) ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہت ہی اچھا طریقہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (بنی اسرائیل:34)

(9) ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدوں کو پورا کرو، تمہارے لیے مویشی جانور حلال کر دیے گئے سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے اس حال میں کہ شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو، جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔'' (المائدہ:1)

(10) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، اُن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔'' (الفتح:10)

(11) ﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًا ؕ اِنَّ

اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور تم اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب تم آپس میں عہد کرو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ دیا کرو جب کہ اللہ تعالیٰ کو تم اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم کرتے ہو۔'' (النحل:91)

سوال 2: عہد کی رعایت ضروری ہے۔ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (i) عہد کی رعایت اس لئے ضروری ہے کہ ایک مومن اپنے عہد پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ (ii) عہد پورا کرنا ایک شرعی فریضہ ہے۔ (iii) عہد کے پورا کرنے کا تعلق تقویٰ سے ہے۔ (iv) کسی بھی معاشرے کا نظام اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کے افراد امانت اور عہد کی پاسداری نہ کریں اسی کی وجہ سے سب کو امن، اعتماد، اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾

''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' (9)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' نمازوں کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟ مومن کیسے نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' (i) نمازوں کی حفاظت سے مراد اُن کی اور ان کے اوقات کی پابندی ہے۔ (ii) اس سے مراد نماز کے ارکان، آداب، شرائط کی پابندی ہے۔ (iii) اس سے مراد نماز کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔

(2) یعنی وہ نمازوں کو ہمیشہ ان کے اوقات میں، ان کی حدود، شرائط اور ارکان کی کامل رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نماز میں ان کے خشوع اور نماز کی حفاظت، دونوں باتوں کی بنا پر ان کی مدح وستائش کی ہے کیونکہ ان کا معاہدہ ان دونوں امور کے بغیر تکمیل نہیں پاتا۔ پس جو شخص نماز پر مداومت تو کرتا ہے مگر بغیر خشوع کے نماز پڑھتا ہے، یا وہ کامل خشوع کے ساتھ تو نماز پڑھتا ہے مگر اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ ناقص اور مذموم ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1755،1756)

(3) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے وقت پر نماز پڑھنا'' پھر پوچھا، اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا'' پوچھا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (بخاری:527)

(4) رب العزت کا فرمان ہے ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔'' (البقرہ:238)

(5)﴿اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾ ''جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں۔'' (المعارج:23)

(6) کامیاب انسانوں کی صفات کا آغاز اور اختتام نماز سے کیا گیا ہے۔اس سے نماز کی اہمیت واضح کی گئی ہے کہ اسلام کا آغاز اور اختتام نماز سے ہے۔

(7) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سیدھے اور مضبوط رہو اور سب نیکیوں کو نہ گھیر سکو گے اور جان لو کہ تمہارے بہتر عملوں میں نماز ہے اور مؤمن کے علاوہ کوئی وضو کی حفاظت نہیں کرتا۔'' (ابن ماجہ:277)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور تمیم داری سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''بندے سے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔اگر اس کو پورا کیا ہوگا تو نفل نماز علیحدہ لکھی جائے گی اور اگر پورا نہ کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو میرے بندے کے پاس نفل نماز ہے تو اس سے پورا کرو، جس قدر فرض میں نقصان ہوا ہو، پھر دوسرے اعمال کا اسی طرح حساب ہوگا۔ (ابن ماجہ:1426)

سوال 2: نماز کی حفاظت نہ کرنے کا کیا نقصان ہے؟

جواب: (1)(i) نماز کی حفاظت نہ کرنا دراصل اپنے اور اپنے رب کے درمیان رابطے کو کاٹ دینا ہے۔(ii) نمازوں کی حفاظت نہ کرنے والا انسانوں کے ساتھ بھی اچھے روابط نہیں رکھ سکتا۔ (قرآنا عجبا)

(2)﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ ''پھر اُن کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے، تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے۔'' (مریم:59)

(3)﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (۴) اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (۵)﴾ ''پس بڑی ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔'' (الماعون:4,5)

(4)﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔'' (النساء:142)

(5) ابوالملیح نے کہا ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر جنگ میں تھے۔ابر و بارش کا دن تھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو۔کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا۔'' (بخاری:553)

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ﴾

''یہی لوگ وارث ہیں'' (10)

سوال1:﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ ''یہی لوگ وارث ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ ''یہی لوگ وارث ہیں۔'' جنت کے وارث وہ ہیں جو ایمان والوں کی صفات اپنے اندر پیدا کر لیں۔

(2)﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ ''یہ وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔'' (مریم:63)

(3)ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم میں سے ہر ایک کے دو ٹھکانے ہیں ایک جنت میں اور دوسرا جہنم میں، جب وہ مرتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے تو جنت والے اس کے حصے کو لا وارث سمجھ کر لے لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے قول﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ ''یہی لوگ وارث ہوں گے'' (المومنون:1) کا یہی مطلب ہے۔(ابن ماجہ:4341)

(4)﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے:''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے:''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔'' (الاعراف:43)

(5)﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے:''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں۔'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے!'' (الزمر:74)

(6)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ (۵۱) فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۵۲) يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (۵۳) كَذٰلِكَ ۭ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (۵۴) يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ (۵۵) لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۵۶) فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۵۷)﴾ ''بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہے اور ہم اُن کو بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔ اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے۔ وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔ آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (الدخان:51،57)

(7) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ (اے جنت والو) تمہارے لیے (یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ) تم صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ: آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے (نیک) اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔'' (مسلم:7157)

﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

''جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (11)

سوال 1: ﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' جنت الفردوس جنت کا اعلیٰ حصہ ہے جہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد)

(2) جو جنت کا بلند ترین، بہتر اور افضل طبقہ ہے کیونکہ وہ ایسی صفات سے متصف ہوئے ہیں جو بھلائی کی صفات میں سب سے اعلیٰ صفات ہیں۔ یا اس سے مراد تمام جنت ہے تاکہ عام مومن اپنے اپنے درجات و مراتب اور اپنے اپنے حال کے مطابق اس میں داخل ہو جائیں۔ (تفسیر السعدی:1756/2)

(3) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُن کی میزبانی کے لیے فردوس کی جنتیں ہیں۔'' (الکہف:107)

(4) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ربیع بنت نضر حضور ﷺ کے پاس آئیں۔ ان کا بیٹا حارثہ بن سراقہ شہید ہو چکا تھا۔ بدر کے دن اس کو ایک غیبی تیر لگا تھا کہ معلوم نہ ہوا کس نے مارا تھا۔ پھر ربیع حضور ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ مجھ کو حارثہ کے حال کی خبر دیجئے اگر وہ خیر کو پہنچا تو میں ثواب کی امیدوار رہوں اور صبر کروں اور اگر نہیں پہنچا تو میں دعا میں خیر کی کوشش کروں سو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ''اے حارثہ کی ماں بے شک جنت میں کئی باغ ہیں اور تیرا بیٹا بلند فردوس میں داخل ہوا اور فردوس جنت کی بلند زمین ہے اور جنت کے بیچ اور بہتر ہے۔'' (ترمذی:3174)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ کے ذمہ یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، خواہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کرے (یا نہ کرے) بلکہ جس سرزمین میں پیدا ہوا ہو وہیں بیٹھا رہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں میں اس بات کو مشہور نہ کر دیں؟ تو

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے۔'' مجھے خیال ہے۔ کہ نبی ﷺ نے (یہ بھی اس کے بعد) فرمایا: ''اس کے (یعنی جنت الفردوس کے) اوپر رحمان کا عرش ہے اور وہیں سے (یعنی جنت الفردوس سے) جنت کی نہریں جاری ہوئی ہیں۔'' (بخاری:7423)

(6) ﴿هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' وہ وہاں سے کبھی کوچ کریں گے نہ وہاں سے منتقل ہونا چاہیں گے کیونکہ جنت فردوس کامل اور افضل ترین نعمتوں پر مشتمل ہے وہاں کوئی تکدر ہوگا نہ پریشانی۔ (تفسیر سعدی:2/1756)

(7) ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورہ المومنون کی یہ دس آیات تلاوت کر کے فرمایا: ''یہ نبی ﷺ کا خلق تھا۔ (شوکانی) (تفسیر اشرف الحواشی:1/409)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا'' (12)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا'' قرآن حکیم نے ایمان والوں کی صفات کے بعد تخلیق انسانی کے مراحل کو اس لئے پیش کیا ہے کہ انسان غور وفکر کرے کہ کیچڑ سے انسان تک کتنی بڑی تبدیلی ہے۔ (قرآنا عجبا)

(2) اللہ رب العزت نے عبادات کا حکم دینے کے بعد خالق، الٰہ اور معبود ہونے کے دلائل دیے ہیں۔ یہ دلائل چار طرح کے ہیں۔ اس کے وجود، اس کی قدرت، اس کی صفات جلال اور اس کی وحدانیت کے دلائل ہیں۔ اور یہ تخلیق انسانی سات آسمانوں کی تخلیق، آسمان سے بارش کا نزول اور منافع کے لئے حیوانات کی تخلیق وغیرہ۔ (تفسیر منیر:9/338)

(3) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انسان کی تخلیق کی ابتداء سے لے کر مختلف مراحل کا ذکر فرمایا ہے۔ سب سے پہلے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے کہ بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے جو ساری زمین سے حاصل کیا گیا۔ آدم علیہ السلام کے بچے زمین کی نوعیت کے لحاظ سے فرق فرق ہیں۔ ان میں سے کچھ سنگ دل ہیں، کچھ رحم دل، کچھ پاک ہیں کچھ ناپاک ہیں۔

(4) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا، جسے اس نے تمام زمین سے جمع فرمایا تھا۔ چنانچہ آدم کی اولاد اس مٹی کے لحاظ سے (مختلف) ہوئی ہے، کئی سرخ ہیں اور کئی سفید، کئی سیاہ ہیں اور کئی

ان کے بین بین، کئی نرم خو ہیں اور کئی سخت طبیعت، کئی بری طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور کئی اچھی اور عمدہ طبیعت والے۔" (ابوداؤد:4693)

(5) مٹی سے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ (I) پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ (II) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ انسان جو بھی کھاتا ہے وہ مٹی سے بنتا ہے حتیٰ کہ نطفے کی اصل بھی مٹی ہے۔ (قرآناً عجبا)

(6) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ "اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکایک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو۔" (الروم:20)

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾

"پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نطفہ بنا دیا" (13)

سوال 1: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ "پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نطفہ بنا دیا۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ "پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نطفہ بنا دیا۔" نطفہ پانی کا قطرہ ہے جو مرد کی پشت سے نکلتا ہے اسی کے ہزار خلیوں میں سے ایک خلیہ ہوتا ہے جو انسان کی شکل اختیار کرتا ہے۔ (قرآناً عجبا)

(2) قرار مکین سے مراد محفوظ جگہ ماں کا رحم ہے جہاں نو مہینے بچہ حفاظت سے رہتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔ رحم پر جھٹکوں، چوٹوں اور حرکات کے اثرات نہیں پہنچتے اس لئے اسے قرار مکین کہا گیا ہے۔ (قرآناً عجبا)

(3) نطفہ انسان کی پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے پھر وہ رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے محفوظ رہتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ "چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔" (السجدہ:17)

(5) ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (۲۰) فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (۲۱) اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۲) فَقَدَرْنَا ۟ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ (۲۳)﴾

"کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ معلوم اندازے تک۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔" (المرسلات:20,23)

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾

"پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ،

بہترین پیدا کرنے والا ہے"(14)

سوال1:﴿ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا﴾ "پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً﴾ "پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا" جمے ہوئے خون کے لوتھڑے کو علقہ کہتے ہیں جب مرد کا Sperm عورت کے Egg کے ساتھ Mix ہو جاتا ہے۔ ابتداء میں یہ رحم کے ساتھ چمٹا ہوا ایک نطفہ ہوتا ہے یہ اُن کے خون سے غذا حاصل کرتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2) یعنی نطفے کو چالیس دن گزرنے کے بعد سرخ خون میں تبدیل کر دیا گیا۔

(3)﴿فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً﴾ "پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا" خون کے بوٹی کی شکل میں آجانے کو مضغة کہتے ہیں۔ یہ بہت چھوٹی سی مخلوق ہے جو ابھی بہت شکلیں بدلنے والی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(4) چالیس دن کے بعد خون کے لوتھڑے یعنی علقہ کو گوشت کی چھوٹی بوٹی مضغة میں بدل دیا جاتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـــًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ (۵) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۶) وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (۷)﴾ "اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اور یقیناً قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اُنہیں اٹھائے گا جو

قبروں میں ہیں۔" (الحج:5,7)

(6) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صادق ومصدوق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے۔ پھر اسی میں جما ہوا خون اتنی مدت رہتا ہے۔ پھر اتنی مدت گوشت کی بوٹی رہتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کا رزق، عمر، عمل اور شقی یا سعید ہونا۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کر لیتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی اہل جہنم جیسے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت والا عمل کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے"۔ (مسلم:6723)

(7) ﴿فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا﴾ "پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا" گوشت کی بوٹی کی ہڈیاں بنانے کا اصل مقصد انسانی ڈھانچے کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنا ہے۔ (قرآناجبا)

(8) سخت ہڈیاں جسم کی ضرورت کے مطابق گوشت کے درمیان میں ہوتی ہیں۔

(9) ﴿فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا﴾ "پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا" یعنی ہڈیوں کو گوشت پہنا دیتے ہیں۔ گوشت کے لئے ہڈیاں ہی سہارا بنتی ہیں۔ تیسرے چالیس دنوں میں یہ کام انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

(10) اگر انسان کو ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی رکھا جاتا تو اس میں وہ حسن پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ (قرآناجبا)

سوال 2: ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ "پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ﴾ "پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا۔" دوسری بناوٹ میں پیدا کرنے سے مراد رحم مادر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح پھونکنے سے بے جان جسم کا جاندار میں تبدیل کرنا پھر بچے کو ایک خاص شکل دے کر ماں کے پیٹ سے باہر نکالنا اس حالت میں کہ اسے سننے، دیکھنے اور ادراک کی قوتیں دے دی جاتی ہیں۔

(2) اگر انسان غور کرے کہ ایک حقیر بوند سے زندگی کا آغاز کر کے مختلف مراحل سے گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا سے کیا بنا دیا تو بے اختیار اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔

(3) ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ "سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔" انسان بہترین مخلوق ہے۔ اس کی تخلیق بہت ہی اچھی ہے اور تخلیق کرنے والا سب سے اچھا تخلیق کرنے والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ

خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (۷) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (۸) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (۹)﴾ ''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی اور اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا تھوڑے سے گارے سے کی۔ پھر اُس نے اُس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اُس کو درست کیا اور اُس نے اِس میں اپنی روح پھونکی اور اُس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ (السجدہ:7-9)

(4)﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔'' (التین:4)

(5)﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۶) الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (۷) فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (۸) كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ (۹)﴾ ''اے انسان اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا۔ جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست بنایا پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو۔ (الانفطار:6-9)

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ﴾

''پھر یقیناً اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو'' (15)

سوال 1:﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو۔'' انسان کے لئے فنا لازمی ہے۔ اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر یقیناً اس کے بعد تم'' یعنی انسان کو اس کی پیدائش کے مختلف مراحل سے گزار کر، اس میں روح پھونکنے، اس کو ماں کے پیٹ سے باہر نکال کر زندگی کی ساری قوتیں عطا کر کے زندگی گزارنے کے بعد ﴿لَمَيِّتُوْنَ﴾ ''ضرور مرنے والے ہو۔'' وہ مرحلہ بھی آئے گا جب تمہیں موت آئے گی۔ (2) موت اس زندگی کا خاتمہ ہے۔

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾

''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے'' (16)

سوال 1:﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے۔'' انسانوں کو دوسری بار زندگی ملے گی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے۔'' قیامت کے دن انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھائے جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح تخلیق کی ابتداء

کی؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی اُسے دوسری بار پیدا کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔" (العنکبوت:20)

(2)﴿وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ﴾ "اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔" (الانفطار:4) دوسری زندگی ابدی ہوگی جس کے پیچھے موت نہیں ہوگی۔

(3) پھر اللہ تعالیٰ اچھے برے اعمال کی جزا دیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (۳۶) اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (۳۷) ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (۳۸) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (۳۹) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى (۴۰)﴾ "انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟ پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا۔ پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟" (القیامہ:36,40)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہارے اُوپر سات راستے بنائے اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے" (17)

سوال1:﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہارے اُوپر سات راستے بنائے اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے انسان کی پیدائش کے بعد اس کے مسکن اور اس پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا ہے﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہارے اُوپر بنائے" یعنی زمین کی چھت کے طور پر، انسانوں کے فائدے کے لئے۔

(2)﴿سَبْعَ طَرَآئِقَ﴾ "سات راستے" سات آسمان تہ بہ تہ بنائے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟" (نوح:15)

(3)﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔" (المومن:57)

(4)﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ (۲) الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (۳)﴾ "وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔ وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟" (الملک:2,3)

(5)﴿وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾ "اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے۔" یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کے سارے حالات کو جانتا ہے، وہ

بے خبر نہیں ہے، نہ وہ مخلوق کو بھولتا ہے، نہ پیدا کرنے کے بعد ضائع کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ھود:6)

(6) ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے۔'' (الملک:14)

(7) ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۙ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (یٰسین:81)

(8) وہ نہ آسمانوں سے بے خبر ہے نہ زمین سے، نہ سمندروں سے، نہ صحراؤں کے کسی ذرّے سے، وہ علیم وحکیم ہے۔ وہ پہاڑوں کے سنگریزوں کی تعداد، درختوں کے پتّوں کی تعداد، صحراؤں کی ریت کے ذرّوں سمندروں کے قطروں کی گنتی جانتا ہے۔ مخلوق کی تخلیق ان کے خالق کی حکمت اور اس کے علم پر بہت بڑی دلیل ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۳) اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۱۴)﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کر دو، یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے۔'' (الملک:13-14)

(9) ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۳) هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۴) لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۵)﴾ ''وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اُس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اُس میں چڑھتا ہے اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسے خوب دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں۔'' (الحدید:3-5)

(10) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی

مثل۔ اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔" (الطلاق:12)

(11)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ "اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔" (الانعام:59)

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾

"اور ہم نے آسمان سے ایک خاص اندازے سے پانی نازل کیا۔ پھر ہم نے اُسے زمین میں ٹھہرا دیا اور یقیناً ہم اُس کے لے جانے پر ضرور قدرت رکھنے والے ہیں" (18)

سوال1:﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ "اور ہم نے آسمان سے ایک خاص اندازے سے پانی نازل کیا۔ پھر ہم نے اُسے زمین میں ٹھہرا دیا اور یقیناً ہم اُس کے لے جانے پر ضرور قدرت رکھنے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً﴾ اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا" اللہ تعالیٰ کے انسان پر بے شمار انعامات ہیں۔ انسان پر رب العزت کے احسانات کی بارش ہو رہی ہے ۔ زمین کا پانی رب العزت کی نعمت ہے۔

(2) زمین کے اندر جو پانی ہے وہ بارشوں کا پانی ہے اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک حساب کے مطابق نازل کرتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3)﴿بِقَدَرٍ﴾ "ایک خاص اندازے سے" بارش کا پانی نہ تو اتنا برستا ہے کہ زمین خراب ہو جائے، آبادیاں ہلاک ہو جائیں اور درخت، باغات اور نباتات برباد ہو جائیں اور نہ اتنا کم کہ زمین پر پیداوار پوری طرح سے سیراب نہ ہو اور پیداوار خراب ہو جائے۔

(4) بارش کا میٹھا پانی انسان خود بھی پیتا ہے۔ جانوروں کو بھی پلاتا ہے اور مختلف فائدے اٹھاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ (۹) وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (۱۰) رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (۱۱)﴾ "اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا۔ پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیئے۔ اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں۔ جو بندوں کے لیے رزق ہے اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا۔" (سورۃ ق:9,11)

(5)﴿فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ﴾ ''پھر ہم نے اُسے زمین میں ٹھہرادیا'' زمین میں بارش کا پانی جذب ہوکر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھہر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے زمین میں ٹھہراتے ہیں جیسے نطفے کو رحم مادر میں ٹھہراتے ہیں۔ زمین میں ذخیرے کے طور پر جمع کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ کنوؤں کی گہرائیوں سے ضرورت کے مطابق پانی نکالا جاتا ہے۔ جس سے وہاں کے علاقے کو سیراب کیا جاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ﴾ ''اور ہم نے ہواؤں کو بارآور بنا کر بھیجا۔ پھر آسمان سے پانی اُتارا، پس ہم نے وہ تمھیں پلایا۔ اور تم اس کو ہرگز ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔'' (سورۃ الحجر:22)

(6)﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾﴾ ''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔ تاکہ اُس کے ذریعے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں اور اس میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلائیں جن کو ہم نے پیدا کیا۔'' (الفرقان:48,49)

(7)﴿وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم اُس کے لے جانے پر ضرور قدرت رکھنے والے ہیں'' یعنی اگر ہم چاہیں بادلوں کو ہی واپس لے جائیں۔

(8) اگر ہم چاہیں تو زمین کی جذب کرنے کی صلاحیت ہی ختم کر دیں اور پانی وہاں سے بہہ کر نکل جائے۔

(9) یا اگر ہم چاہیں تو پانی کو اتنا گہرا پہنچا دیں کہ تمہاری رسائی ہی ممکن نہ ہو۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ ''کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے گا۔'' (الملک:30)

(10) یا اس پانی کو اتنا کھارا بنا دیں کہ وہ تمھارے اور جانوروں کے لیے قابل استعمال نہ رہے۔﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنا دیں پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟'' (الواقعہ:70-68)

(11) یہ جہانوں کے بادشاہ کا لطف و کرم ہے کہ وہ میٹھا، صاف شفاف پانی اتارتا ہے جس میں سے کچھ زمین میں جذب ہو جاتا ہے، کچھ ندی نالوں سے دریاؤں میں چلا جاتا ہے جس سے نہریں نکال کر تمہارے علاقے سیراب کیے جاتے ہیں۔ یہی پانی تمہارے لیے چشموں، کنوؤں اور تالابوں میں ذخیرہ کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۖ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾

''پھراس کے ذریعے ہم نے تمہارے لیے کھجوراورانگور کے باغ پیدا کیے،اُن میں تمہارے لیے بہت سے لذیذ پھل ہیں اوران ہی میں سے کچھ تم کھاتے ہو''(19)

سوال1:﴿فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾''پھراس کے ذریعے ہم نے تمہارے لیے کھجوراورانگور کے باغ پیدا کیے،اُن میں تمہارے لیے بہت سے لذیذ پھل ہیں اوران ہی میں سے کچھ تم کھاتے ہو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب (1):﴿اَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ﴾''پھراس کے ذریعے ہم نے تمہارے لیے پیدا کیے''یعنی میٹھے پانی کے ذریعے۔

(2)﴿جَنّٰتٍ﴾''باغ''تمہارے لیے خوب صورت باغات پیدا کردیے۔

(3)﴿مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ﴾''کھجوراورانگور کے باغ''اللہ تعالی نے دوطرح کے باغات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ حجاز میں یہی باغ ہوتے ہیں۔رب العزت نے ہرعلاقے میں وہاں کی پیداوار کے مطابق ہرے بھرے باغات پیدا کیے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾''اور کھجوراور انگور کے پھلوں سے بھی جس سے تم نشہ آور چیز بناتے ہواوراچھارزق بھی،بلاشبہ اس میں یقیناً ان کے لیے نشانی ہے جوعقل رکھتے ہیں۔''(النحل:67)

(4)﴿لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ﴾''اُن میں تمہارے لیے بہت سے لذیذ پھل ہیں''یعنی تمہارے لیے ان باغات میں بہت سے پھل ہوتے ہیں مثلاً انار،زیتون،سیب وغیرہ۔

(5)﴿وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾''اوران ہی میں سے کچھ تم کھاتے ہو''یعنی پھلوں سے اوران کے حسن وجمال سے آپ خوش بھی ہوتے ہو،ان کی تجارت بھی کرتے ہواورانہیں کھاتے بھی ہو۔

﴿وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ﴾

''اورہم نے وہ درخت پیدا کیا جوطورِسینا سے نکلتا ہے وہ کھانے والوں کے لیے تیل اور سالن اُگاتا ہے''(20)

سوال1:﴿وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ﴾''اورہم نے وہ درخت پیدا کیا جوطورِسینا سے نکلتا ہے وہ کھانے والوں کے لیے تیل اور سالن اُگاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ﴾''اورہم نے وہ درخت پیدا کیا جوطورِسینا سے نکلتا ہے''اس سے مراد زیتون کا درخت ہے۔شام کی سرزمین زیتون کا خاص علاقہ ہے۔

(2)طورِسینا اس مقدس وادی کے قریب ہے جہاں حضرت موسیٰ کواللہ نے نبوت عطا کی تھی۔(قرآناعجبا)

(3)﴿تَنۡۢبُتُ بِالدُّهۡنِ وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ﴾ ''وہ کھانے والوں کے لیے تیل اور سالن اُگاتا ہے۔'' یعنی زیتون سے تیل نکلتا ہے اسی وجہ سے یہ سالن کا کام دیتا ہے۔ اہل عرب روٹی کے ساتھ زیتون کا تیل لگا کر کھالیا کرتے تھے۔ اس تیل کو جسم پر بھی ملا جاتا ہے۔

(4) بغوی نے لکھا ہے صبغ اور صباغ اس سالن کو کہتے ہیں جس میں روٹی ڈبوئی جاتی ہے اور روٹی پر اس کا رنگ آجاتا ہے اور ادام عام سالن کو کہتے ہیں جس کو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے خواہ اس سے روٹی رنگین ہو یا نہ ہو۔ زیتون کا پھل، تیل، لکڑی سبھی کچھ مفید ہے۔ (قرآناً عجباً)

(5) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے (جسم پر) لگاؤ، اس لیے کہ وہ مبارک درخت ہے۔'' (مسند احمد، ترمذی:1851)

﴿وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهَا وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ كَثِيۡرَةٌ وَّ مِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾

''اور بلاشبہ تمہارے لیے مویشیوں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، جو ان کے پیٹ میں ہے ہم اس میں سے تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں اور انہی میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو'' (21)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهَا وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ كَثِيۡرَةٌ وَّمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ تمہارے لیے مویشیوں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، جو ان کے پیٹ میں ہے ہم اس میں سے تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں اور انہی میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو''۔ ترجمہ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ﴾ ''اور بلاشبہ تمہارے لیے مویشیوں میں'' اس آیت کریمہ میں مویشیوں یعنی اونٹوں، گائیوں اور بھیڑ بکریوں کے فوائد کو بیان کیا گیا ہے۔

(2)﴿لَعِبۡرَةً﴾ ''یقیناً بڑی عبرت ہے'' ان کی تخلیق، یعنی اگر آپ ان کی تخلیق، ان کی زندگی اور منافع پر غور کرو تو یہ آپ کو ایمان توحید اور اطاعت کی طرف لے جائیں گے۔

(3)﴿نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهَا﴾ ''جو ان کے پیٹ میں ہے ہم اس مین سے تمہیں پلاتے ہیں'' یعنی تمہیں جو دودھ پلایا جاتا ہے گوبر اور خون کے درمیان سے نکالا جاتا ہے۔ یہ خالص دودھ پینے والوں کے لیے بہت مفید ہے۔

(4)﴿وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ كَثِيۡرَةٌ﴾ ''اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں'' یعنی تم ان کا گوشت کھاتے ہو، سواری کرتے ہو، ان کی اون اور بالوں سے بنا ہوا کپڑا بھی استعمال کرتے ہو۔ ان کی کھالوں، چمڑوں سے خیمے بھی بناتے ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلّٰنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ

وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ(۷۲) وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ(۷۳)﴾اور کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا، پھر وہ اُن کے مالک ہیں۔اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں۔اور اُن (جانوروں) میں اُن کے کئی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' (یٰسین 71،73)

(5)﴿وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾''اور انہی میں سے کچھ کو تم کھاتے بھی ہو'' یعنی تم ان کے گوشت اور چربی سے بہترین کھانے بناتے ہو۔

﴿وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾

''اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو''(22)

سوال1:﴿وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾''اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾''اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو'' یعنی خشکی پر تم ایک شہر سے دوسرے شہر تک ان جانوروں پر اپنے بوجھ لاد کر لے جاتے ہو جہاں تم سخت مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح سمندر میں تمہارے سفر کے لئے کشتیاں بنائیں جو تمہیں اور تمہارے سامان کو، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اٹھائے پھرتی ہیں۔پس وہ ہستی جس نے یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں، جس نے مختلف انواع کے احسانات کئے ہیں اور جس نے اپنی نوازشوں کی بارش کی، وہی کامل شکر، کامل حمد وثنا اور عبودیت میں پوری کوشش کی مستحق ہے اور وہ اس چیز کی بھی مستحق ہے کہ اس کی نعمتوں سے اس کی نافرمانی پر مدد نہ لی جائے۔(تفسیر السعدی:1760/2)

(2)﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾''اور وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اُٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنیوالا، نہایت رحم والا ہے۔'' (النحل:7)

(3)﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ(۵)وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ(۶) وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(۷) وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(۸)﴾''اور اُس نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فوائد بھی اور اُن ہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔اور ان میں تمہارے لیے جمال ہے جب شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہو اور جب صبح کے وقت تم انہیں چرانے لے جاتے ہو۔اور وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اُٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنیوالا، نہایت رحم والا ہے۔ اور گھوڑے، خچر اور گدھے، تاکہ تم اُن

پر سواری کرو اور زینت کے لئے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے ہو۔" (النحل:5تا8)

(4)﴿وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۱۴) وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱۵) وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ (۱۶) اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۱۷)﴾ "اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تر و تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ تمہیں لے کر ڈگمگانے نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ اور بہت سی علامتیں ہیں اور تاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟" (النحل:14تا17)

(5) کیا ان انعامات پر اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرو گے؟

(6) اس کو یاد کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ یہ نعمتیں منعم کا شکر ادا کرنے کو واجب کرتی ہیں۔ یہ انعامات واجب کرتے ہیں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ (ایسر التفاسیر:970)

رکوع نمبر 2

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تو اُس نے کہا: "اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟" (23)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تو اُس نے کہا: "اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا" رب العزت نے انسانوں پر انعامات کا ذکر فرمایا تو سب سے بڑے انعام "ہدایت" کے لیے زمین پر اس کے آغاز سے ہی اپنی جانب سے کیے جانے والے انتظامات کا ذکر فرمایا۔ رب العزت نے شروع سے ہی اس مقصد کے لیے رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں۔

(2) رب العزت نے سب سے پہلے اپنے بندے اور رسول سیدنا نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول تھے۔

رب العزت نے انہیں ایسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا جو بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں اپنی اطاعت، توحید اور بتوں سے برأت کرنے کی دعوت دی۔

(3) ﴿فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ تو اُس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' انہوں نے دعوت دی کہ اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو، اپنی عبادت کو اس کے لیے خالص کرو۔ اخلاص کے بغیر تمہاری عبادات قبول نہیں ہوں گی۔

(4) ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں وہی تمہارا خالق ہے، وہی رازق ہے، وہی مالک ہے، وہی سارے کمالات رکھتا ہے۔

(5) ﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟'' یہ حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے سوال ہے کہ کیا تمہیں برے انجام سے ڈر نہیں لگتا؟ جبکہ تم جانتے ہو اس کا نتیجہ دنیا میں عذاب اور آخرت میں بڑی آگ کی صورت نکلنے والا ہے۔ (قرآناً عجبا)

(6) کیا تم غیر اللہ کی عبادت کر کے اس کے غضب اور عذاب سے نہیں ڈرتے۔ (ایسر وتفاسیر 970)

(7) اللہ سے ڈر جاؤ اور صرف اسی ایک کی عبادت کرو۔

﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾

''تو اُس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا، انہوں نے کہا: ''یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کر لے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا'' (24)

سوال 1: ﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''تو اُس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا، انہوں نے کہا: ''یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کر لے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا'' کی وضاحت کریں؟

جوب: (1) ﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''تو اُس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا'' قوم کے سرداروں نے یعنی مالداروں اور اہل حل وعقد نے کہا۔

(2) ﴿مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی'' یعنی نوح علیہ السلام تو تم جیسا انسان ہے تم کیسے اس کی اطاعت کرو گے۔ اگر تم اس کی دعوت کو قبول کرو گے تو تمہیں اس کی ماننی پڑے گی۔

(3)﴿يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ ”جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کرلے“ یعنی وہ رسالت کی وجہ سے تم پر اپنی فضیلت ثابت کرنا چاہتا ہے (قرطبی:2/499)

(4) یعنی وہ تم پر برتری حاصل کرنے کے لیے تمہارا پیشوا اور سردار بننا چاہتا ہے۔ اس میں ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے اسے تم پر فضیلت حاصل ہوجائے۔

(5)﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً﴾ ”اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا“ انہوں نے دلیل دی کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھانا چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا جو کہ عالم بالا سے جڑے ہوئے ہیں تب ہم یقین کر لیتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری ہدایت کے لیے آئے ہیں۔ ایک عام انسان کو جو کہ ہم جیسا ہے اس میں اتنی قوت کہاں ہے کہ وہ انسانوں کو عالم بالا سے جوڑ دے۔

(6)﴿مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ”ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا“ انہوں نے یہ دلیل بھی دی کہ ہمارے آباؤ اجداد میں کسی نے رسول کے مبعوث ہونے کے بارے میں نہیں سنا۔

(7) قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو تنگ نظری سے دیکھا اور جب کبھی انسان تنگ نظر ہوجاتا ہے اُس کے اور حقیقت کے درمیان پردہ حائل ہوجاتا ہے پھر انسان حق کے معاملے میں اندھا بن جاتا ہے۔ قوم نوح بھی تعصب کے اندھے پن کا شکار ہوگئی۔ انہوں نے نہ دعوت کی حقیقت کو سمجھا، نہ اُس کا ادراک کیا اسی وجہ سے انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی شخصیت پر تبصرے شروع کر دیے کہ یہ تو ہم جیسا ایک انسان ہے اس کی کیسے مان لیں؟ (i) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ایک انسان کی دعوت کو قبول کرنے سے اس لئے انکار کیا تھا کہ اگر اس کی بات مان لیں تو ایک عام شخص عظیم شخص بن جائے گا۔ (ii) ایمان لاتے ہی وہ ہمارا بڑا بن جائے گا۔ اس لئے انہوں نے اپنی بڑائی کو برقرار رکھنے کے لئے رسالت کا انکار کر دیا۔ (قرآناً عجباً)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ﴾

وہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہے، سو ایک وقت تک اُس کا انتظار کرو“ (25)

سوال 1:﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ”وہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہے، سو ایک وقت تک اُس کا انتظار کرو۔“ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان پر دیوانگی کا لزام کیوں لگایا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ ”وہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہے“ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان پر دیوانگی کا الزام اس لیے لگایا کیونکہ (i) حضرت نوح علیہ السلام قوم کو بتوں کی عبادت سے روکتے تھے قوم اسے نرالی دعوت سمجھتی تھی اس لیے کہ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کے دور میں ایسی بات نہیں سنی۔ (ii) حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کی زد جب باپ دادا پر بھی پڑتی تھی تو باپ دادا کی کم عقلی اور

بے وقوفی بھی نظر آنے لگتی تھی چونکہ خود ماننا نہیں چاہتے تھے اسی لیے ضد میں دیوانہ قرار دیتے تھے۔

(2) وہ یہ کہتے تھے کہ یہ دیوانہ ہے اس لیے کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور میرے پاس اس کی طرف سے وحی آتی ہے۔

(3) ﴿فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ''سو ایک وقت تک اُس کا انتظار کرو'' یعنی نہ اس کی بات سنو، نہ اس کی اطاعت کرو، انتظار کرو، صبر کرو دیکھو یہ خود زمانے کے حوادث کا شکار ہوتا ہے یا ہلاک ہو جاتا ہے ہمیں اس سے نجات مل جائے گی۔

(4) (i) اس سے مراد یہ تھی کہ کچھ انتظار کر لو اس کی موت کے ساتھ اس کی دعوت بھی ختم ہو جائے گی۔

(ii) اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی تھی کہ اسے چھوڑ دو ہو سکتا ہے یہ دعوت بھی چھوڑ دے۔

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾

''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے'' (26)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔'' نوح علیہ السلام نے قوم کے مقابلے میں اپنے رب سے دعا مانگی وضاحت کریں؟

جواب: (1) نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کے بعد دیکھا کہ قوم کو ان کی دعوت اس کے سوا کوئی فائدہ نہیں دے رہی کہ وہ اپنے رب سے بھاگ رہے ہیں۔ تب انہوں نے دعا کی۔

(2) ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔'' کہ اے میرے رب میری مدد فرما دے۔ سورہ القمر میں سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے مجبور ہو جانے کا معاملہ اپنے رب کے سامنے رکھتے ہوئے دعا کی۔ ﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ ''تو اُس نے اپنے ربّ کو پکارا: ''میں بے بس ہوں۔ سو تو بدلہ لے لے!'' (القمر:10)

(3) سورۃ نوح میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (۲۶) اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۲۷)﴾ اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔ اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے۔ (نوح:26،27)

﴿فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾

''تو ہم نے اُس کی طرف وحی کی کہ ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ، پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور اُبل

پڑے تو ہر چیز سے جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو لے چلو اور اپنے گھر والوں کو مگر جس پر اُن لوگوں میں سے بات طے ہو چکی اور اُن لوگوں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا ہے، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں" (27)

سوال 1: ﴿فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾ "تو ہم نے اُس کی طرف وحی کی کہ ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ" رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا کشتی کیسے بنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ﴾ "تو ہم نے اُس کی طرف وحی" اللہ رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی تو قوم کے عذاب سے پہلے ان کی نجات کے لیے، وہاں سے نکلنے کے وسیلے کے لیے وحی کی۔

(2) ﴿اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ﴾ "کہ کشتی بناؤ" یعنی آپ ہماری تعلیم سے کشتی تیار کرو۔

(3) ﴿بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾ "ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق" یعنی ہماری مدد سے، ہماری حفاظت میں ہمارے ہی حکم کے مطابق، ہماری ہی نگرانی میں، ہماری تعلیم کے مطابق کشتی بناؤ۔ آپ ہماری نظروں میں ہو، ہم آپ کی باتیں سنتے ہیں اور آپ کو دیکھتے ہیں۔

سوال 2: حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بنانے میں کیا سبق ہے؟

جواب: (1) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں اسباب اختیار کرنے کا سبق تھا۔

(2) اس میں سبق یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اُن لوگوں کے لیے آتی ہے جو اُن تھک کوششیں کرتے ہیں اور پھر بھی اسباب و وسائل اختیار کرتے ہیں۔

(3) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں ہمارے لیے سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اُن لوگوں کو نہیں ملتی جو عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں، آرام کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کا انتظار کرنے کے سوا کوئی کوشش نہیں کرتے۔

(4) جب انسانی عمل کی سرحد ختم ہو جاتی ہے تو الٰہی عمل کا آغاز ہو جاتا ہے مگر یہ مواخذے کا وقت ہوتا ہے۔ (قرآنا عجبا)

سوال 3: ﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ "پھر جب ہمارا حکم آجائے اور تنور اُبل پڑے تو ہر چیز سے جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو لے چلو اور اپنے گھر والوں کو مگر جس پر اُن لوگوں میں سے بات طے ہو چکی اور اُن لوگوں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا ہے، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ "پھر جب ہمارا حکم آجائے" یعنی آپ کشتی بنا لو تو ہمارے حکم کا انتظار کرو۔ جب ہماری طرف سے

عذاب کا حکم آجائے۔

(2) ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ ''اور تنور اُبل پڑے'' تنور سے مراد ہمارے یہاں کا روٹیاں پکانے والا تنور نہیں بلکہ زمین ہے جو اندر سے تنور کی طرح دہک رہی ہے۔ تنور اُبلنے سے مراد پوری زمین سے چشموں کا اُبل پڑنا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) جب زمین سے پانی پھوٹ نکلے حتیٰ کہ آگ جلانے والی جگہوں سے بھی پانی نکلنے لگے۔

(4) ﴿فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ﴾ ''تو ہر چیز سے جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو لے چلو ہر قسم کے جانوروں کے جوڑے'' یعنی نر اور مادہ کشتی میں لادلیں۔ ہر طرح کی بوٹیاں اور پھلوں کے پودے بھی لادلیں تا کہ حیوانات اور نباتات کی نسلیں باقی رہیں۔

(5) ﴿وَاَهْلَكَ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو'' یعنی اپنے گھر والوں اور اور ایمان والوں کو کشتی میں بٹھالیں۔

(6) ﴿اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ﴾ ''مگر جس پر اُن لوگوں میں سے بات طے ہو چکی'' سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں پہلے سے ہی ہلاکت دی گئی ہے اور اہل خاندان میں سے جو ایمان نہیں لاتے جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا اور بیوی۔

(7) ﴿وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا ہے، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں'' ظالموں کے بارے میں آپ مجھ سے اس وقت کوئی بات نہ کرنا کہ میں انہیں نجات دے دوں کیونکہ ان کے بارے میں تقدیری فیصلہ ہو چکا کہ انہیں غرق ہونا ہے جب آسمان سے غضب کی بارش ہو اور قوم تباہ ہو رہی ہو تب تمہارا دل نہ پگھلے تب یہ امید نہ باندھنا کہ وہ ایمان لے آئیں گے یہ شرک پر جمے رہیں گے اور ڈوب مریں گے۔

سوال 4: حضرت نوح علیہ السلام کو لوگوں کی سفارش سے کیوں روک دیا گیا تھا؟

(1) حضرت نوح علیہ السلام کو اس لیے روک دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت رشتہ داری دوستی کی رعایت نہیں کرتی۔

(2) ظالموں کی ہلاکت کے بارے میں قطعی فیصلہ کیا تھا اور کوئی سفارش کام نہیں آسکتی تھی۔ (قرآناً عجباً)

﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''پھر جب تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں صحیح طور سے کشتی میں چڑھ جاؤ تو کہنا سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دلائی'' (28)

سوال 1: ﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ﴾ ''پھر جب تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں صحیح طور سے کشتی میں چڑھ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ﴾ ''پھر جب تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں صحیح طور سے کشتی میں چڑھ جاؤ'' جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ اور کشتی تیرنے لگے تو ظالم قوم سے نجات پانے اور طوفان سے سلامتی ملنے پر اللہ تعالیٰ سے دعا کر لینا۔

(2)﴿فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو کہنا سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دلائی'' یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جس نے ظالموں سے نجات دی۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم اتنی بدبخت تھی کہ ان کے غرق ہونے پر رب العزت نے شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔

(4) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی دعا میں اپنی قوم کے فجور کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا:﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (۲۶) اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۲۷)﴾ ''اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔ اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے''۔(نوح 26،27)

(5) سیدنا نوح علیہ السلام اور اصحاب نوح علیہ السلام کے لیے رب العزت کی جانب سے تعلیم تھی کہ وہ ظالموں سے اور ان کے اعمال سے نجات پانے پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾

''اور کہنا اے میرے رب! مجھے اُتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو اور تُو بہترین اُتارنے والا ہے''(29)

سوال1:﴿وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾ ''اور کہنا اے میرے رب! مجھے اُتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو اور تُو بہترین اُتارنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا﴾ ''اور کہنا اے میرے رب! مجھے اُتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو'' یعنی اپنے رب سے یہ نعمت مانگو کہ تمہیں بابرکت منزل نصیب کر دے۔ یعنی جہاں پانی اور درخت میسر ہوں۔ جہاں نسل کا سلسلہ چلے اور بڑھے۔

(2)﴿وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾ ''اور تُو بہترین اُتارنے والا ہے'' یعنی رب کی ثنا بیان کرو کہ تو ہی سب کچھ دینے والا ہے تو ہی بچانے والا ہے ہمیں بہترین جگہ پر پہنچا دے۔

سوال2: سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کے شعور پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1) اس دعا کے شعور پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

دُعا کے شعور پر اثرات (i) انسان اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا (ii) انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ پر یقین پختہ ہوتا ہے۔

(iii)انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔(iv)انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے اُمید بندھ جاتی ہے

(2)اس دعا کے انسان کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔(i)انسان کو نئے علاقے میں برکتیں ملتی ہیں۔(ii)انسان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حصار میں رہتا ہے۔(iii)انسان کی جن چیزوں پر قدرت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ انسان کے لئے آسانیاں پیدا کر دیتے ہیں۔(قرآناجبا)

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ﴾

''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں اور بے شک ہم تو ضرور آزمائش کرنے والے ہیں''(30)

سوال 1:﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں اور بے شک ہم تو ضرور آزمائش کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں''یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعے میں نشانیاں ہیں۔

(i)اس واقعے میں یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔(ii)یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

(iii)اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ لے کر آتے ہیں، اس میں وہ سچے ہوتے ہیں۔

(vi)اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(v)اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی کشمکش میں ہر چیز کے بارے میں علم رکھتا ہے۔وقت آنے پر اہل باطل کو پکڑ لیتا ہے

(vi)اس میں یہ بھی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو پکڑتا ہے تو وہ چھوڑتا نہیں ہے اور اس کے شکنجے سے کوئی کسی کو چھڑا نہیں سکتا۔(قرآناجبا)

(2)اس واقعے میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے اور نوح علیہ السلام اس کے سچے رسول تھے اور ان کی قوم جھوٹی تھی۔

(3)رب العزت نے کشتی کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر چھوڑ دیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اُس کو ہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''(القمر:15)

(4)﴿وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ﴾''اور بے شک ہم تو ضرور آزمائش کرنے والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ رسول بھیج کر لوگوں کو خیر اور شر سے آزماتے ہیں تاکہ مومن اور کافر، فرماں بردار اور نافرمان کو پورا پورا بدلہ دیں۔یہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کا عدل ہے اور رحمت ربانی ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ جب مومنوں کو آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں تو انہیں صبر اور شکر سکھا کر اجر دینے کے لیے کرتے ہیں۔

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ﴾

''پھر ان کے بعد ہم نے دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کیے''(31)

سوال 1:﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ﴾''پھر ان کے بعد ہم نے دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کیے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''پھران کے بعد ہم نے دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کیے'' قوم نوح کو ہلاک کرنے کے بعد دوسری قومیں پیدا کیں۔(I)اس سے مراد قوم عاد ہے کیونکہ اکثر مقامات پر قوم نوح کے جانشین کے طور پر قوم عاد ہی کا ذکر کیا گیا۔(II) کچھ لوگوں کے نزدیک یہ قوم ثمود ہے۔(III) کچھ کے نزدیک اہل مدین ہیں۔(قرآنا عجبا)

﴿فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''پھران میں ہم نے ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں،
تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟''(32)

سوال1:﴿فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ پھران میں ہم نے ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں،تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''پھران میں ہم نے ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا'' یعنی ہود علیہ السلام کو بھیجا جن کے حسب نسب اور سچائی کے بارے میں تمہیں علم تھا تا کہ وہ آسانی کے ساتھ ان کی بات مان جائیں اور رسول سے نفرت نہ کریں،تعصب نہ رکھیں۔

(2)﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' ان کے رسول نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا اور اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ وہی تمہارا خالق،تمہارا رازق ہے،وہی تمہاری عبادت کا مستحق ہے۔

(3) یہ پہلی دعوت ہے جس کی طرف سارے رسول بلاتے رہے ﴿لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟(النحل:36)(4) رسول نے غیر اللہ کی عبادت سے روکا اور غیر اللہ کی عبادت کے فساد سے قوم کو آگاہ کیا۔

(5)﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟'' یعنی تم بتوں کی،خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتے۔

(6) سارے رسولوں نے غیر اللہ کی عبادت سے بچنے کی تلقین کی سارے پیغمبروں کی دعوت ایک ہے اس لئے کہ سب ہی اللہ رب العزت کی جانب سے بھیجے گئے تھے۔(قرآنا عجبا)

رکوع نمبر3

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾

''اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جن کو دنیا کی زندگی میں ہم نے خوش حال رکھا تھا اُنہوں نے کہا: ''یہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے، یہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو'' (33)

سوال1: ﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾ ''اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جن کو دنیا کی زندگی میں ہم نے خوش حال رکھا تھا'' اُنہوں نے کہا: ''یہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے، یہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جن کو دنیا کی زندگی میں ہم نے خوش حال رکھا تھا'' اُنہوں نے کہا: ''یعنی قوم کے سرداروں نے کہا جن میں تین صفات تھیں اپنے خالق اور اس کی وحدانیت کا انکار، آخرت کی ملاقات کا انکار دنیاوی زندگی کی خوشحالی۔ ان تین صفات نے انہیں سرکش بنا دیا تھا۔ انہوں نے اپنے نبی کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔

(2)﴿مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''یہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے'' یعنی تمہارے اور اس کے درمیان کوئی فرق نہیں پھر تم اس کی سرداری پر کیسے راضی ہو سکتے ہو، کہ وہ تمہیں حکم دے اور تمہیں روکے؟ (ایسر التفاسیر:973)

(3)﴿يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾ ''یہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو'' یعنی اسے کسی چیز میں تم پر فضیلت نہیں وہ فرشتہ کیوں نہیں ہے کہ نہ کھانا کھاتا اور نہ پانی پیتا اب اگر اپنے بشر کی بات مان لوگے تو بڑے نقصان میں رہو گے۔

سوال2: معاشی خوش حالی رب سے تعلق کاٹنے کا سبب کیسے بن جاتی ہے؟

جواب:(1) معاشی خوش حالی انسان کی قوت کو بگاڑ دیتی ہے۔(2) معاشی خوش حالی دل کے دروازے بند کر دیتی ہے۔

(3) معاشی خوش حالی عقل کو بند کر دیتی ہے۔(4) معاشی خوش حالی دلوں کو پتھر کر دیتی ہے۔(5) معاشی خوش حالی احساس نہیں کرنے دیتی۔

(6) خوش حال لوگ کسی بات سے متاثر نہیں ہوتے اس لیے وہ حق بات کو نہیں مانتے یوں اُن کا تعلق رب سے کٹ جاتا ہے۔ (قرآناً عجبا)

﴿وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾

''اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کی تب تم بلاشبہ ضرور خسارہ اُٹھانے والے ہی ہوگے'' (34)

سوال 1: ﴿وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ ''اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کی تب تم بلاشبہ ضرور خسارہ اُٹھانے والے ہی ہوگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ ''اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اطاعت کی تب تم بلاشبہ ضرور خسارہ اُٹھانے والے ہی ہوگے'' یعنی اگر تم کسی انسان کی بات مانو گے تو تمہیں زندگی اور مقام کا خسارا ملے گا۔ (ایسر التفاسیر: 973)

(2) وہ خسارہ یہی تھا کہ رسول کو مان کر تم اس کی فضیلت کو مان لو گے جبکہ ایک انسان دوسرے انسان سے افضل نہیں ہوسکتا یہ غلط فہمی منکرین بشریت رسول کے ذہنوں میں ہمیشہ سے رہی ہے حالانکہ اللہ جس کو رسالت کے لیے چن لیتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے تمام غیر نبی انسانوں سے افضل ہوجاتا ہے۔ (قرآناً عجبا)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾﴾ پس انہوں نے کہا: ''کیا ہم ہی میں سے ایک انسان ہو ہم اس کے پیچھے چلیں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا، خود پسند ہے'' (القمر: 24،25)

﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ﴾

''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟'' (35)

سوال 1: ﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ﴾ ''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ﴾ ''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟'' یعنی رسول تمہارے دوبارہ زندہ کیا جانے کا جو وعدہ کرتا ہے وہ بہت دور کی بات ہے۔ انہوں نے رسول کی رسالت، زندگی کے بعد موت اور اعمال کی جزا و سزا کو رد کر دیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴿۴﴾﴾ ''بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن ہی میں سے ایک

خبردار کرنے والا آ گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ بڑی عجیب چیز ہے۔ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی ہوجائیں گے؟ یہ واپسی بہت دور ہے۔ بلاشبہ ہمیں معلوم ہے جتنا زمین اُن میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک محفوظ کرنے والی کتاب ہے" (ق:2،4)

(2) ان لوگوں کو عجیب لگتا ہے کہ موت کے بعد جب لوگ مٹی ہوجائیں گے تو انہیں دوبارہ کیسے اُٹھایا جائے گا؟ (قرآناً عجباً)

(3) ﴿اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ (۳۵) فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۳۶)﴾ "یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں۔ ہماری پہلی موت کے سوا کچھ نہیں اور ہم دوبارہ اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ اگر تم سچے ہو۔" (الدخان:34،36)

﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ﴾

"بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو" (36)

سوال 1: ﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ "بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ "بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو" هَيْهَاتَ کا لفظ تاکید کے لیے دو مرتبہ لایا گیا ہے۔ (2) یعنی اے قوم جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ بہت دور ہے۔

(3) یہاں وعدے سے مراد دوبارہ زندہ ہونے کا وعدہ ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾

"نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں" (37)

سوال 1: ﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ "نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ "نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں" موت کے بعد جو لوگ دوبارہ اُٹھائے جانے پر یقین نہیں رکھتے وہ اسی زندگی پر یقین رکھتے ہیں کہ زندگی تو یہی دنیا کی زندگی ہے اسی میں جینا اور اسی میں مرنا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کردیے جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ کیا جانا تو بلاشبہ تم یقیناً نئی تخلیق میں ہوگے۔" (سبا:7)

(3)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (سبا:3)

(4) آخرت سے انکار کرنے والوں کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ چونکہ کوئی بھی مرا ہوا شخص آج تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس نہیں آیا ہے۔ لہٰذا ہم کیسے مان لیں کہ مرنے اور مر کر مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ گویا ان کے انکار کی اصل وجہ ان کا اپنا تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے قوم عاد مشرکین مکہ کی طرح اللہ کی ہستی کے قائل تھے حالانکہ اللہ کی ہستی بھی کسی کے تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آتی اور اللہ کی ہستی کے قائل ہونے کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ وہ کسی پیغمبر کی تعلیم سے متاثر ہو کر اللہ پر ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ فلاسفروں اور حکماء نے اللہ کی ہستی کو علت العلل (First Cause) کے طور پر تسلیم کرتے ہیں ہر چیز کے لیے صانع یا اس کے بنانے والے کا ہونا ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ کی ہستی کو عقلی دلیل کی بنا پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلی دلیل کی بنا پر بھی ایسی اشیاء کو تسلیم کرنا ضروری ہے جو مشاہدہ اور تجربہ میں نہ آئی ہو یا نہ آسکتی ہوں۔ اور دوبارہ زندگی کے قیام پر بہت سے عقلی دلائل موجود ہیں جن کا ذکر قرآن میں بھی بے شمار مقامات پر ہوا ہے۔ لہٰذا جو آخرت اور دوبارہ زندگی کا انکار اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ کوئی آدمی مر کر واپس نہیں آیا انسان کا جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے تو پھر یہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے تو یہ عقلی دلائل کا انکار اور محض جہالت ہے۔ (تیسیر القرآن:201/3)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۢ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

''وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں'' (38)

سوال 1:﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۢ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۢ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا'' انہوں نے کہا یہ تو جھوٹا شخص ہے۔ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے کہ میں اس کا رسول ہوں۔ اور تمہیں موت کے بعد اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا ہوگا۔

(2)﴿وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں'' یعنی ہم تو اس کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ہم تو اس کی باتوں کو ماننے والے نہیں۔

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾

''رسول نے کہا: ''اے میرے رب! میری مدد کر اس کے بدلے جو انہوں نے مجھے جھٹلا دیا'' (39)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ رسول نے کہا ''اے میرے رب! میری مدد کر اس کے بدلے جو انہوں نے مجھے جھٹلا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''رسول نے کہا: اے میرے رب! میری مدد کر اس کے بدلے جو انہوں نے مجھے جھٹلا دیا'' (I) رسول نے رب سے نصرت تب طلب کی جب قوم نے جھٹلا دیا۔ (II) جب قوم میں کوئی بھلائی باقی نہ رہی جب قوم غفلت اور تعصب میں مبتلا ہو گئی۔ (قرآناً عجباً) (2) نبی نے قوم کے لیے بددعا کی تو دعا قبول ہو گئی۔

﴿قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تھوڑی ہی مدت ہے جس میں یقیناً یہ ضرور پچھتانے والے ہو جائیں گے'' (40)

سوال 1: ﴿قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تھوڑی ہی مدت ہے جس میں یقیناً یہ ضرور پچھتانے والے ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تھوڑی ہی مدت ہے جس میں یقیناً یہ ضرور پچھتانے والے ہو جائیں گے'' رب العزت نے فرمایا عنقریب یہ اپنے اعمال پر، اپنی غلطیوں پر پچھتائیں گے۔

(2) یعنی رسول کی مخالفت اور دشمنی کا انجام ندامت ہو گا پھر یہ افسوس ہی کرتے رہیں گے۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''پھر ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا چنانچہ ہم نے اُن کو خس وخاشاک کر دیا، سو ظالم لوگوں کے لئے دُوری ہو'' (41)

سوال 1: ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''پھر ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا چنانچہ ہم نے اُن کو خس وخاشاک کر دیا، سو ظالم لوگوں کے لئے دُوری ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ﴾ ''پھر ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ آ پکڑا'' آخر کار ان کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے ایک چنگھاڑ نے ان کو لیا۔

(2) چنگھاڑ کے ساتھ سخت ٹھنڈی اور تیز آندھی آئی تھی۔ ﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤی اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ﴾ ''جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی، چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ اُن کے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، مجرموں کے گروہ کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں'' (الاحقاف:25)

(3)اس آیت میں ﴿بالحق﴾ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے انہیں جو سزا دی وہ ٹھیک ان کے گناہوں کی پاداش کے مطابق تھی۔ عدل اور حق کا یہی تقاضا تھا اور اس سلسلہ میں ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوا۔ (تیسیر القرآن:201/3)

(4)﴿فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً﴾ ''چنانچہ ہم نے اُن کو خس وخاشاک کر دیا'' یعنی انہیں ہلاک اور تباہ کر دیا۔ وہ سیلاب کے کوڑے کی طرح ذلت کے ساتھ وادی کے کنارے پر پھینک دیئے گئے تھے۔

(5)﴿غُثَآءً﴾ بمعنی کوڑا کرکٹ، کچرا، خس وخاشاک۔ یعنی وہ عذاب کی رو میں یوں بہہ گئے جیسے سیلاب خس وخاشاک کو بہالے جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:201/3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُنہوں نے لوط کو اُس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی، تو ہم نے اُن کی آنکھیں مٹا دیں، سو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا'' (القمر:37)

(6)﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے'' (الزخرف:76)

(7)(i)جن لوگوں نے اپنے خالق کے ساتھ رابطے کاٹ دیے تھے۔ (ii)جن لوگوں میں ایسی کوئی بات نہ رہ گئی تھی جس کی وجہ سے عزت ہوتی۔ (iii)تو ان لوگوں کو سیاہ کوڑے کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ (قرآناً عجبا)

(8)﴿فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''سو ظالم لوگوں کے لئے دُوری ہو''۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ، اس کی رحمت سے محرومی، اس کی لعنت اور جہانوں کی ندامت بھی ان کے حصے میں آئی۔ (تفسیر السعدی:1767)

(9)یعنی جن لوگوں نے شرک اور نافرمانیاں کیں ان کے لیے دوری ہے۔

(10)رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ ''پھر نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین۔ اور نہ وہ مہلت دیے گئے'' (الدخان:29)

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے زمانوں کے لوگ پیدا کیے'' (42)

سوال 1:﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے زمانوں کے لوگ پیدا کیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان کے بعد دوسرے زمانوں کے لوگ پیدا کیے'' اس سے مراد (i)حضرت صالح علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قومیں ہیں۔ (ii)بعض لوگوں کے نزدیک بنی اسرائیل ہیں۔ (قرآناً عجبا)

(2)یعنی ان جھٹلانے والے معاندین حق کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں، ہر قوم وقت مقرر اور مدت معین کے لئے برپا کی گئی، اس

سے ایک لمحہ کے لئے آگے پیچھے نہیں ہوسکتی۔ پھران میں پے در پے رسول بھیجے، شاید کہ وہ ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ مگر کفر اور تکذیب نافرمان، کافر اور باغی قوموں کا وتیرہ بنا رہا۔ کسی قوم کے پاس جب بھی ان کا رسول آتا، وہ اس کو جھٹلاتے رہے، حالانکہ وہ ان کے پاس ایسی ایسی نشانیاں لے کر آتا جو انسان کے بس سے باہر تھیں بلکہ ان رسولوں کی مجرد دعوت اور شریعت ہی اس چیز کی حقانیت پر دلالت کرتی تھی جو وہ لے کر آتے رہے۔ (تفسیر السعدی:1768/2)

﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ﴾

''کوئی اُمت نہ اپنے وقت مقرر سے آگے جاتی ہے اور نہ ہی وہ پیچھے رہتے ہیں'' (43)

سوال 1: ﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ﴾ ''کوئی اُمت نہ اپنے وقت مقرر سے آگے جاتی ہے اور نہ ہی وہ پیچھے رہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ﴾ ''کوئی اُمت نہ اپنے وقت مقرر سے آگے جاتی ہے اور نہ ہی وہ پیچھے رہتے ہیں'' جب ان کی تباہی کا وقت آیا تو قوم نہ وقت سے پہلے ہلاک ہوئی نہ بعد میں ٹھہر سکی۔

(2) ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''اور ہر قوم کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب اُن کا وقت آجاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں'' (الاعراف:34)

(3) ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟'' (النحل:36)

(4) ﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا (۳۷) وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا (۳۸) وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۠ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (۳۹) ''اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا'' (الفرقان:36,37)

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ

اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔ جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جو ایمان نہیں لاتے''(44)

سوال1:﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔ جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جو ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا﴾ ''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے'' پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟''(النحل:36)

(2) یکے بعد دیگر رسولوں کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ سے دنیا میں مبعوث ہونے والے رسولوں کی تعداد پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے 313 تا 315 بتائی اور انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جبکہ قرآن میں صرف 27 انبیاء ورسل کا ذکر ہے۔(تیسیر القرآن:202/3)

(3)﴿كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ﴾ ''جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا'' آخر قوموں کا رسولوں کے ساتھ یہی رویہ رہا کہ جب کبھی ان کے پاس رسول آیا انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو۔''(یٰسین:20)

(4)﴿فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا﴾ ''تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا'' جھٹلانے والی قوموں کو ایک دوسرے کے لیے پیچھے لگانے سے مراد ہلاکت اور بربادی میں ایک دوسرے کے پیچھے لگانا یعنی جس طرح رسول ایک دوسرے کے بعد آئے اسی طرح قومیں تکذیب بھی ایک دوسرے کے بعد کرتی رہیں اور عذاب کو بھی ایک دوسرے کے بعد پہنچتی رہیں۔(قرآناً عجبا)

(5) ہلاک کرنے میں، یعنی یکے بعد دیگرے سب کو ہلاک کر دیا۔ پس ان میں سے کوئی قوم باقی نہ رہی اور ان کے بعد ان کے گھر اجڑ گئے۔ (تفسیر السعدی:2/1768)

(6) ﴿وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ﴾ ''اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا'' اس سے مراد ہے کہ ان کی عبرت انگیز کہانیاں ہی باقی رہ گئیں ہیں۔ (قرآناً عجبا)

(7) جن کو بیان کیا جاتا ہے جو تقویٰ والوں کے لیے عبرت اور جھٹلانے والوں کے لیے عذاب بن جاتی ہیں۔

(8) ﴿فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جو ایمان نہیں لاتے'' یعنی ہلاکت ہے، بدبختی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے، ان کی تجارت خسارے کی ہے۔

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا'' (45)

سوال 1: ﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا'' اللہ رب العزت نے سرکش قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی جس میں لوگوں کے لیے ہدایت، بصیرت اور رحمت ہے۔

(2) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا جائے تو رب العزت نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ (3) اللہ رب العزت نے انہیں ایسے دلائل کے ساتھ بھیجا تھا جو ان کی نبوت کی صداقت پر دلیل تھیں۔

(4) اللہ رب العزت نے انہیں سلطٰن مبین یعنی ایسے واضح دلائل کے ساتھ بھیجا تھا جن میں اتنی قوت تھی کہ دلوں میں گھر کر لیتے تھے ان دلائل کو ایمان والے مان لیتے تھے اور حق کے دشمنوں کے خلاف حجت قائم ہو جاتی تھی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں، جب موسیٰ اُن کے پاس آیا تو فرعون نے اُس سے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں۔'' (بنی اسرائیل:101)

(5) فرعون اور اس کے سرداروں نے حق کو پہچان لیا لیکن دشمنی کی اور کہا کہ اے موسیٰ میں تجھے سحر زدہ انسان سمجھتا ہوں انہوں نے جواب دیا ﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ان کو نازل نہیں فرمایا مگر آسمانوں و زمین کے پروردگار ہی نے، بصیرت (کا سامان ہیں) اور اے فرعون! واقعی میں سمجھتا ہوں کہ تو

یقیناہلاک کیا ہوا ہے۔'' (بنی اسرائیل:102)

﴿اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ﴾

'' فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے'' (46)

سوال 1: ﴿اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ﴾ '' فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ﴾ ''فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف'' رب العزت نے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنے پیغمبروں کو بھیجا اس کا تذکرہ ہمیں سورۃ النازعات میں ملتا ہے ﴿اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی (۱۷) فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤی اَنْ تَزَكّٰی (۱۸) وَاَهْدِیَكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی (۱۹)﴾ ''فرعون کے پاس جاؤ، یقیناوہ سرکش ہوگیا ہے۔ پس کہہ دو کہ کیا تیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو؟ اور میں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟'' (النازعات:17،19)

(2) ﴿فَاسْتَكْبَرُوْا﴾ ''تو انہوں نے تکبر کیا'' فرعون اور اس کے سرداروں نے حق کی پیروی کرنے میں شرم محسوس کی کیونکہ وہ غرور اور تکبر کرنے والے تھے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لا سکے۔

(3) ﴿وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ﴾ ''اور وہ سرکش لوگ تھے'' وہ تکبر کو بری بات نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ غالب تھے اور زمین میں فساد پھیلانے کے لیے ہر کوشش جاری رکھتے تھے۔

(4) انہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے مقابلے میں تکبر کیا تھا اپنے مال اور اقتدار کی وجہ سے خود کو بڑا سمجھا اور آخرت کے انکار کی وجہ سے انہیں ایمان لانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔

﴿فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾

''چنانچہ اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے'' (47)

سوال 1: ﴿فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾ ''چنانچہ اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا﴾ ''چنانچہ اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں'' انہوں نے تکبر اور غرور سے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے دلیل دی حتیٰ کہ یہ دونوں ہم جیسے ہی انسان ہیں۔

(2) ﴿مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾ ''حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے'' یعنی بنی اسرائیل جو ان کی قوم ہے وہ تو ہماری غلام

ہے ہماری فرمانبردار اور مطیع ہے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے بنی اسرائیل کو سزائیں بھی دی تھیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی، وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا کرتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو بُری طرح ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور تمہارے لئے اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔'' (البقرہ:49) ہم اونچے طبقے کے لوگ ہیں اور یہ پسے ہوئے طبقے کے لوگ ہیں۔ ہم کیسے ان کو اور ان کی دعوت کو مان لیں! ہم ان کے سردار ہیں ان کے تابع کیسے ہو جائیں جیسے نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا ﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں'' (الشعراء:111)

(3) ﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔'' (ہود:27)

﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾

''تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا چنانچہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گئے'' (48)

سوال 1: ﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾ ''تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا چنانچہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾ ''تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا چنانچہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گئے'' فرعون اور اس کے سرداروں نے ظلم کیا دونوں نبیوں کو جھٹلا دیا پھر رب العزت نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا کی تا کہ وہ ہدایت پائیں'' (49)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا کی تا کہ وہ ہدایت پائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا کی'' جب اللہ رب العزت نے فرعون اور

آل فرعون کو ہلاک کر دیا اور بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات عطا فرمائی تو انہیں ہدایت کے لیے تورات عطا فرمائی جس میں حلال وحرام کے احکامات ہیں۔

(2) رب العزت نے دین کو قائم کرنے کے لیے اور شعائر دین کو غالب کرنے کے لیے اس وقت تورات عطا فرمائی جب موسیٰ علیہ السلام کو قوت نصیب ہوئی۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے انہیں طور پر بلایا اور تورات عطا فرمائی ﴿وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''اور ہم نے تختیوں میں اس کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی، سو ان کو قوت سے پکڑو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑے رکھیں، جلد ہی میں تجھے نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا۔'' (الاعراف:145)

(4) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے دلائل، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' (القصص:43)

(5) ﴿لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ ہدایت پائیں'' تاکہ وہ اپنے رب کو پہچانیں، اس کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کریں اور اس کے احکامات کو سمجھیں اور اس کے عذاب اور ثواب کے بارے میں جانیں اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کے اوامر نواہی کی پابندی کر کے ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہو جائیں۔

(6) اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں (i) ایک یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات فرعون اور اس کے سرداروں کی غرقابی کے بعد دی تھی۔

(ii) دوسرے یہ کہ یہ احکام موسیٰ علیہ السلام کو تورات نازل ہونے سے پہلے دیئے گئے تھے وہ بھی موسیٰ اور ایمان لانے والوں کے لیے اس طرح قابل اتباع تھے جس طرح تورات کے احکام۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبی پر اللہ کی کتاب سے علاوہ اللہ کی طرف سے اور بھی کچھ نازل ہو سکتا ہے۔ اور اس کی اتباع بھی اس طرح واجب ہے۔ جس طرح کتاب اللہ کی اور اس میں ان لوگوں کا پورا رد موجود ہے جو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ کی کتاب ہی کافی ہے۔ (تیسیر القرآن:203/3)

﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ﴾

''اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنا دیا اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بلند زمین پر ٹھکانہ دیا جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی'' (50)

سوال1:﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ﴾''اور ہم نے ابنِ مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنا دیا اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بُلند زمین پر ٹھکانہ دیا جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً﴾''اور ہم نے ابنِ مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنا دیا'' یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور اس کے علم اور اس کی توحید کے واجب ہونے پر نشانی بنایا۔(ایسر التفاسیر:975)

(2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل تھے۔اللہ تعالیٰ نے بن باپ کے سیدہ مریم علیہا السلام کے بطن سے انہیں پیدا کیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾''اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا۔''(الانبیاء:91)

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا کہ وہ جو چاہے پیدا کر سکتا ہے۔

(4)﴿وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ﴾''اور ہم نے اُن دونوں کو ایک بُلند زمین پر ٹھکانہ دیا جو بہتے پانی والی، رہنے کے قابل جگہ تھی'' ربوۃ سے مراد ایسی زمین ہے جو عام سطح زمین سے قدرے بلند اور اس کی مٹی بھربھری اور ریتلی قسم کی ہو، ایسی زمین پانی کو اپنے اندر جذب کر کے خوب پھول جاتی ہے۔پنجابی میں ایسی زمین کو''میرا زمین'' کہتے ہیں۔اس زمین کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عام زمین کی نسبت سرسبز و شاداب ہوتی ہے اور بلند بھی ہوتی ہے۔

اب اس ربوۃ کے تعین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہی زمین ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک چشمہ بھی جاری کر دیا تھا اور کھجور کے ٹنڈ درخت سے اللہ کے حکم سے کھجور بھی گرنے لگی تھیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اس وقت کا ظالم یہودی بادشاہ ہیرڈس سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن بن گیا تھا۔سیدنا مریم علیہا السلام ان کی حفاظت کی خاطر اللہ کے حکم سے مصر کی طرف ہجرت کر گئیں۔اور ایک بلند چشمہ والی جگہ پر ایک قصبہ میں مقیم ہوئیں جیسے رملہ کہتے ہیں۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وہیں جوان ہوئے اور جب ہیرڈس مر گیا تو سیدنا مریم انہیں لے کر وطن واپس آ گئیں۔اسرائیلی روایات اسی توجیہ کی تصدیق کرتی ہیں۔اور ربوۃ کے ساتھ ذات قرار سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں ضروریات زندگی مہیا ہو سکتی ہوں اور انسان کا وہاں قیام کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔اور معین کا لفظ تائید مزید کے لیے ہے۔جس سے مراد جاری پانی، بہتا ہوا پانی، بہتا ہوا چشمہ، ٹھنڈا اور میٹھا پانی سب کچھ آتا ہے۔بیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان کے ضلع گورداسپور میں واقع ایک قصبہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔وہ خود تو وہی قادیان میں دفن ہوا اور اس کا مدفن بھی وہی بنا۔1947ء میں پاکستان بنا تو مرزا کی امت وہاں سے پاکستان کے ضلع جھنگ میں منتقل ہوئی اسی طرح ایک بلند زمین اپنے ہیڈ کوارٹر کے لیے منتخب کر لی اور اس کا نام ربوہ رکھا۔مرزا کے خلیفے اور اولاد وہیں اقامت پذیر ہیں۔(تیسیر القرآن:3/204,203)

(5)﴿مَعِيْنٍ﴾ ''بہتے پانی'' سے مراد جاری پانی یعنی چشمے کا بہتا ہوا پانی جیسا کہ فرمایا:﴿فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (۲۴) وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (۲۵)﴾ ''پھر مریم کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو، یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا۔ اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ تمھارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا (مریم:24،25)

رکوع نمبر 4

﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

''اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور نیک کام کرو، جو کچھ تم عمل کرتے ہو یقیناً میں اُسے خوب جاننے والا ہوں'' (51)

سوال1:﴿ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ''اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور نیک کام کرو، جو کچھ تم عمل کرتے ہو یقیناً میں اُسے خوب جاننے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ اے رسولو! کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور نیک کام کرو'' اللہ رب العزت نے اپنے تمام پیغمبروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ پاک اور حلال چیزیں کھائیں اور نیک اعمال کریں اپنے رب کی عبادت کریں اور اچھے اعمال میں مشغول رہیں۔

(2) رسول اپنے اپنے وقت پر آئے جب کہ یہاں رسولوں سے اکٹھے خطاب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اکٹھے خطاب کر کے یہ بتا رہے ہیں کہ رسول اپنی دعوت اور مشن کے اعتبار سے ایک ہی سلسلے کی کڑی ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(3)(i) کھانا بشریت کا تقاضا ہے۔ (ii) کھانا طیب ہو تو یہ اعلیٰ درجے کی انسانیت کا تقاضا ہے اس سے یہ واضح کیا گیا کہ رسول اعلیٰ درجے کے انسان ہوتے ہیں۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ رسولوں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ بشریت سے پاک ہو جائیں۔ (قرآناً عجباً) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور نہ ہی حد سے بڑھو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (المائدہ:87)

(4)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۡ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''اے لوگو! اس میں سے کھاؤ جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ اور تم شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (البقرہ:168)

(5)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان

لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔" (البقرہ:172)

سوال 2: حلال کمانے کی کیا فضیلت اور فوائد ہیں پیغمبروں نے حلال روزی کمانے کے لیے کیا کیا؟

جواب: (1) حلال کھانا دعا اور عبادت کی قبولیت کی دلیل ہے۔

(2) ﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾ "کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا اور اس میں حد سے نہ بڑھو ورنہ میرا غضب تم پر ٹوٹ پڑے گا اور جس پر میرا غضب ٹوٹا تو یقیناً وہ ہلاک ہوا۔" (طٰہٰ:81)

(3) سارے پیغمبر محنت کر کے حلال روزی کمانے اور کھانے کا انتظام کرتے رہے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں ثور نے خبر دی، انہیں خالد بن معدان نے اور انہیں مقدام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھوں سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل، فضاء بیدہ:2072/4)

(4) "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے پوچھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔" (صحیح بخاری:2262)

(5) "ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ بہت مال دار ہیں انہی کا درجہ قیامت کے دن سب سے پست ہوگا۔ مگر جو کوئی مال کو اس طرف اور اس طرف لٹاوے اور حلال طریقے سے کمائے۔ (ابن ماجہ:4130)

(6) حلال روزی اللہ تعالیٰ کی محبت اور جنت میں داخلے کا سبب بنتی ہے۔ دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے اس سے عمر اور مال میں برکت ہوتی ہے۔ دنیا اور آخرت میں سعادت کا ذریعہ ہے۔ اولاد میں برکت ہوتی ہے۔ ہاتھ سے روزی کمانا درجات کی بلندی اور عزت کا سبب بنتی ہے۔ (صحرۃ النعیم:493)

(7) (i) اسلامی معاشرے میں حرام کھانے والوں کے لیے عزت کا کوئی مقام نہیں چاہے وہ قارون جیسے خزانوں کے مالک ہوں۔

(ii) اسلامی معاشرے میں عزت و احترام کے مستحق وہ لوگ ہیں جو محنت کر کے حلال روزی کماتے ہیں چاہے وہ روکھی سوکھی ہی ہو۔

(iii) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ حرام کمائی والے کا نہ صدقہ قبول کرتا ہے نہ اس کی دعا۔" (صحیح مسلم)

(8) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔" (مسلم:2342)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک (مال) کے سوا (کوئی مال) قبول نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا رسولوں کو حکم دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں۔ اور فرمایا: اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں سے کھاؤ۔ پھر ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے، پریشان بال، جسم گرد آلود، اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو!'' (صحیح مسلم:2346)

سوال 3: رسولوں کو نیک اعمال کرنے کا حکم دیا گیا انہوں نے اس حکم کو کیسے پورا کیا؟

جواب: (1) رسولوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اچھے اعمال کرو یعنی زمین کی اصلاح کرو۔ زمین پر رہنے والے اچھے کام بھی کرتے ہیں اور بُرے بھی جب کہ رسول انسانوں کو پاک کر کے، اُن کا رابطہ رب سے جوڑ کر اُنہیں اعلیٰ درجے کے انسان بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(2) رسول اس مقصد کے لیے لوگوں کو اچھے کام کرنے پر آمادہ کرتے ہیں، لوگوں کے کاموں کے مقاصد کا تعین کرتے ہیں پھر لوگوں کے اعمال کے لیے ضابطوں کا تعین کرتے ہیں اور یوں اعمال صالحہ کو فقط اپنی ذات تک محدود نہیں رکھتے ان اعمال کے دائرہ کار کو ساری انسانیت تک پھیلا دیتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ دنیا میں انسان پاک اور نیک لوگ ہوں اور رسول ان کے راہ نما ہوں اور انہیں بلندیوں تک پہنچائیں۔ (قرآناً عجبا)

سوال 4: حلال کھانے اور اعمال صالح کا کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حلال کھانے اور اعمال صالح کا گہرا تعلق ہے۔ (2) یہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

(3) حلال کھانے سے اعمال صالح آسان ہو جاتے ہیں۔ (4) اعمال صالح انسان کو حلال کھانے پر آمادہ کرتے ہیں۔ (قرآناً عجبا)

سوال 5: ﴿اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ﴾ ''جو کچھ تم عمل کرتے ہو یقیناً میں اُسے خوب جاننے والا ہوں'' اللہ تعالیٰ نے حلال کھانے اور اعمال صالح کا حکم دے کر علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے کہ انسان اُن کاموں کو شعوری طور پر اختیار کرنا چاہتا ہے جو اپنے انجام کے اعتبار سے بہترین ہوں۔ اللہ تعالیٰ انسان پر واضح کرتے ہیں کہ وہ تمام کاموں کا علم رکھنے والا ہے اس لیے وہی ان اعمال کی قدر و قیمت مقرر کرے گا۔ (قرآناً عجبا) (2) اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ وہ نیک اعمال پر ثواب دے گا۔

﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾

''اور یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو'' (52)

سوال1:﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''اور یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے'' ﴿اُمَّةً﴾ سے مراد دین ہے۔(قرآناً عجبا)

(2)یعنی اچھے طریقے سے جان لو کہ ان کی ملت یعنی دین اسلام ہی واحد دین ہے جس میں اختلاف کی ضرورت نہیں اور اچھے طریقے سے جان لو کہ ان کا رب یعنی ان کے تصور پر مالک اور ان پر حاکم ہے۔(ایسر وقاسیر:977)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا۔ مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے'' (آل عمران:19)

(4)﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔'' (آل عمران:85)

(5)﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''لوگ ایک ہی اُمت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں اُنہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (البقرہ213)

(6)یہاں تمہاری امت سے مراد انبیاء اور رسل کی جماعت بھی ہوسکتی ہے اور ان پر ایمان لانے والے بھی۔ اور یہ پوری کی پوری جماعت متحد العقیدہ تھی ان سب کی اصولی تعلیمات اور اصول اور عقائد ایک جیسے ہی رہے ہیں۔(i) اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے لہذا وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کی ذات وصفات اور عبادات میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے۔(ii) یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ مرنے کے بعد ہر انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے اللہ کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔ دنیا میں جو بھی وہ اعمال کرتا رہا

اس سے متعلق اس سے باز پرس ہوگی۔ پھر ہر ایک کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا لہٰذا تمہیں صرف مجھ سے ڈرنا چاہیے۔(iii) کسب حرام سے مکمل طور پر اجتناب یعنی کسی بھی صورت میں دوسرے کے حقوق یا اموال پر ڈاکہ نہ ڈالا جائے۔(iv) نیک اعمال بجالائیں یہ چار باتیں ایسی ہے جو اصولی نیت کی ہیں اور ان کا حکم ہر نبی کو دیا جاتا رہا ہے اور انہی باتوں کا نام دین ہے۔ رہے جزئی احکام جن کا تعلق بلخصوص شق نمبر 3 سے ہے تو اس میں انبیاء کی شریعتوں میں اختلاف بھی رہا ہے (تیسیر القرآن:205/3)

(7) ﴿وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ ہی سے ڈرو'' یعنی میرے احکامات بجالاؤ اور نواہی سے اجتناب کرو۔

(8) یعنی میں تمہارا مولا ہوں، مجھ سے ڈر کر میری اطاعت کرو اور میرے عذاب سے امن میں آجاؤ۔ (جامع البیان:30/18)

﴿فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾

''پھر انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں'' (53)

سوال 1: ﴿فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا﴾ ''پھر انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے'' لوگ اپنے دین کو کب اور کیسے ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا﴾ ''پھر انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے'' جب انبیاء کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے اپنی ہی گمراہی میں مگن ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں تو وہ اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں۔

(2) جب دین کی سچی روح نکل جائے تو دین فخر کا ذریعہ بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے بے خوفی کی وجہ سے ہر ایک دین کا کوئی ایسا پہلو لے لیتا ہے جو اس کے لیے باعث فخر ہو یوں ایک دین کئی فرقوں میں بٹ جاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

سوال 2: ﴿كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ''ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں'' رب العزت نے فرقہ بندی کی کیسے مذمت کی ہے؟

جواب: (1) ﴿كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ''ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں'' یعنی ہر گروہ اور فرقے کے پاس جتنا علم اور دین ہے وہ اسی پر خوش اور مطمئن ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے دین کو ایک کل کی حیثیت سے لے کر انسانوں کو سمجھایا ہے کہ ایک صحیح سالم چیز ہے اور اب سب اس پر جھپٹ پڑے ہیں اب اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی مرضی کا ٹکڑا لے کر خوش ہیں۔ اب دوسرے ٹکڑوں کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتے اس طرح کُلّی

ہدایت سے خود کو محروم کر لیتے ہیں۔(قرآناً عجباً)

(3)حسن نے فرمایا: کہ انہوں نے کتاب اللہ کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اس میں تحریف اور تبدیلی کر لی۔(الدر المنثور:20/5)

﴿فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾

''چنانچہ اُن کی غفلت میں ہی آپ اُنہیں ایک وقت تک چھوڑ دیں''(54)

سوال1:﴿فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾''چنانچہ اُن کی غفلت میں ہی آپ اُنہیں ایک وقت تک چھوڑ دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾''چنانچہ اُن کی غفلت میں ہی آپ اُنہیں ایک وقت تک چھوڑ دیں''﴿غَمْرَ﴾ کثیر پانی کو کہتے ہیں جو زمین کو ڈھانپ لیتا ہے گمراہی کی تاریکیاں بھی اتنی دبیز ہوتی ہیں کہ جو انسان اس گمراہی تلے آجاتا ہے وہ حق سے دُور ہو جاتا ہے۔

(2):﴿غَمْرَ﴾ سے مراد گمراہی، غفلت اور حیرت ہے۔(قرآناً عجباً)

(3)غفلت میں کچھ مدت پڑا رہنے دے سے مراد ڈانٹ ڈپٹ کر احساس دلانا ہے مستقل چھوڑنا نہیں ہے۔نصیحت جاری رکھنی ہے۔(قرآناً عجباً)

(4)یعنی عذاب کے نازل ہونے سے پہلے جب ان پر نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی جب ڈانٹ ڈپٹ فائدہ نہیں دے سکتی۔حقیقت یہ ہے کہ نصیحت اس پر اثر انداز نہیں ہوتی جو اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہو اور دوسروں کو بھی اپنے راستے پر چلانے کی تمنا رکھتا ہو۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾''تو آپ کافروں کو مہلت دیں، مہلت دیں ان کو تھوڑی سی۔''(الطارق:17)

(6)﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾''آپ چھوڑو انہیں وہ کھائیں اور فائدے اُٹھائیں اور اُمیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے''(الحجر:3)

﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ﴾

''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟''(55)

سوال1:﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ﴾''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟'' مال و دولت اور آل اولاد کی خوشیوں میں مگن لوگوں کے شعور کو رب العزت نے کیسے بیدار کیا ہے وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ مال و دولت اور اولاد کی خوشیوں میں ڈوبے ہوئے لوگوں سے سوال کرتے ہیں﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ﴾''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟''یعنی کیا مال اور اولاد میں ہماری طرف سے اضافے کو وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سمجھتے ہیں۔

(2) کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس لیے مال اور اولاد دے رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی چہیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' (سبا:35) (3) اللہ تعالیٰ شعوری بیداری کے لیے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا وہ خود کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سمجھتے ہیں کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کی عطا کی بارش ہو رہی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(4) ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔'' (التوبہ:55)

(5) ﴿وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۪ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قُرب میں نزدیک کر دیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناء پر ان کی دوگنی جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پُرامن ہوں گے۔'' (سبا:37)

(6) ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ اُن کے لیے بہتر ہے ہم انہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور اُن کے لئے رُسوا کن عذاب ہے۔'' (آل عمران:178)

(7) حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی اللہ کا شکر ہے پس تم انسانوں کو مال اور اولاد سے نہ پرکھو بلکہ انسان کی کسوٹی ایمان اور نیک عمل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:3/495)

(8) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے ان سے اعراج نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو مال اور شکل و صورت میں اس سے بڑھ کر ہے تو اس وقت اسے ایسے شخص کا دھیان کرنا چاہئے جو اس سے کم درجہ ہے۔'' (صحیح بخاری:6490)

﴿نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾

''ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں'' (56)

سوال 1: ﴿نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں''

مال واولاد سے نوازنے کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب:(1)﴿نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ﴾''ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر واضح فرمایا ہے جنہوں نے برائی اور امن کو جمع کیا ہے کہ مال اور اولاد دینا بھلائیاں عطا کرنے میں جلدی نہیں ہے بلکہ وہ یہ تصور نہیں کر رہے کہ اس کے بعد ان پر کیا مصیبت آنے والی ہے۔(2)ہم انہیں مال و دولت بطور استدراج کے دیتے ہیں اور ظالموں کی رسی دراز کر دیتے ہیں۔(السراج المنیر :1287)

(3)﴿بَل لَّا يَشْعُرُونَ﴾''بلکہ وہ سمجھتے نہیں''انہیں پھر بھی ہوش نہیں آتا۔

(4)ہم انہیں ڈھیل اور مہلت دیئے جا رہے ہیں اور ان کو نعمتوں سے نواز رہے ہیں وہ اس لیے تا کہ وہ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کر لیں اور آخرت میں اپنے عذاب کو بڑھا لیں اور دنیا میں ان کو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں ان ہی سے مزے لیتے رہیں۔﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ﴾''سو جب اُنہوں نے اُس نصیحت کو بھلا دیا جو اُنہیں کی گئی تھی تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے تو ہم نے اچانک اُن کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے۔''(الانعام:44)(تفسیر السعدی:1774/2)

(5)جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور دنیا میں جو کچھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عطا کیا ہے اس میں نقصان نہیں دیکھتا۔اس کو جان لینا چاہیے کہ وہ حالت استدراج میں ہے۔اس کے ساتھ ہی تدبیر اختیار کی گئی ہے۔(روح المعانی:65/10)

(6)اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور مقام و مرتبہ مال اور اولاد کی وجہ سے نہیں تقویٰ اور عمل صالح کی وجہ سے ہے۔

(7)مال اور اولاد ملنے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ بھلائی اور فضیلت کے راستے پر چل رہا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ﴾

''یقیناوہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں''(57)

سوال1:﴿إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ﴾''یقیناوہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔''خوف اور بھلائی کو جمع کرنے والوں کا اپنے رب کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟

جواب:(1)خوف اور بھلائی کو جمع کرنے والے اپنے رب کے معاملے میں انتہائی محتاط ہوتے ہیں۔

(2)وہ اپنے رب کی ہیبت سے لرزاں رہتے ہیں۔

(3)﴿إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ﴾''یقیناوہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں''وہ اپنے پر خلوص ایمان اور اچھے عملوں کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ،کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں کہ کہیں اللہ ناراض نہ ہو جائے خبر نہیں اللہ کو

ہمارے عمل پسند بھی ہیں یا نہیں اور انہیں قبول بھی کرتا ہے یا نہیں۔(السراج المنیر :1287/2)

(4)حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن نیکی اور خوف الٰہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بے خوف ہوتا ہے۔ (الاساس:3651/7)

(5)ان کے دل اپنے رب کے خوف سے لرزاں ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عدل کیا تو ان کے پاس کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی اور انہیں اپنے بارے میں سوءظن ہے کہ انہوں نے اللہ کے حق کو ادا نہیں کیا اور انہیں ایمان کے زوال کا خوف رہتا ہے۔انہیں اپنے رب کے بارے میں معرفت حاصل ہے کہ وہ کس اجلال واکرام کا مستحق ہے ان کا یہ خوف انہیں گناہوں اور واجبات میں کوتاہی سے باز رکھتا ہے۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ کا خوف انسان پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب:(1)(i)اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان بدل جاتا ہے۔(ii)انسان سنجیدہ ہوجاتا ہے۔(iii)اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے۔ (iv)اُس کے لیے ہر چیز بے وزن ہوجاتی ہے۔(v)وہ سب کچھ کر کے بھی سمجھتا ہے اُس نے کچھ نہیں کیا۔(vi)وہ محتاط ہوجاتا ہے۔(قرآنا بہا)

(2)اللہ تعالیٰ کا خوف ایمان اور توکل میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾”بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔“(الانفال:2)

(3)اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہر حکم کی اطاعت ہوتی ہے﴿یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾”وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو اُن کے اوپر ہے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔(النحل:50)

(4)اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہی نافرمانیوں سے بچنا ممکن ہوتا ہے۔﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾”اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔“(النور:52)

(5)اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔حضرت حذیفہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ”ایک شخص کی موت کا جب وقت آگیا اور وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہوگیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے وصیت کی کہ جب میری موت ہوجائے تو بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور ان میں آگ لگا دینا۔جب آگ میرے گوشت کو جلا چکے اور آخری ہڈی کو بھی جلا دے تو ان جلی ہوئی ہڈیوں کو پیس ڈالنا اور کسی تند ہوا والے دن کا انتظار کرنا اور (ایسے کسی دن) میری راکھ کو دریا میں بہا دینا۔اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کیا اور اس سے پوچھا ایسا تو نے کیوں کروایا تھا؟اس نے جواب دیا تیرے ہی خوف سے اے اللہ!اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی۔“(صحیح بخاری:3452)

(6) اللہ تعالیٰ کے خوف سے آخرت میں امن نصیب ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں میں جو آپ نے اللہ عزوجل سے روایت کیں فرمایا: ''مجھے میری عزت کی قسم ہے میں اپنے بندے میں دو خوف اور دو امن اکٹھے نہیں کروں گا۔ اگر اس نے دنیا میں مجھ سے خوف رکھا تو میں اسے قیامت کے دن امن دوں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو میں اسے قیامت کے خوف سے دوچار کروں گا۔'' (المعجم الاوسط:2040/2)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں'' (58)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان سے کیا مراد ہے اور اس کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے مراد اس کی آیات کونیہ اور آیات شرعیہ دونوں پر ایمان لانا ہے۔

(2) یعنی جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، نیز وہ آیات قرآنی میں تفکر و تدبر کرتے ہیں تو ان پر قرآن عظیم کی جلالت شان اس کی آیات و مضامین میں اتفاق اور ان میں عدم اختلاف اور عدم تناقض واضح ہوتا ہے اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ، اس کے خوف، اس سے امید اور احوال جزا و سزا کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جس سے ان کو ایمان کی ایسی تفاصیل حاصل ہوتی ہیں جن کی تعبیر کرنے سے زبان قاصر ہے۔ نیز وہ آیات آفاقی میں بھی غور و فکر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (آل عمران:190)

(3) (i) اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔ (ii) جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ (iii) وہ شرک نہیں کرتے۔ (iv) اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس حال میں (صدقہ) دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں اس سے کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (v) وہ بھلائیوں میں جلدی کرنے والے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والے ہوتے ہیں۔ (vi) اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے مومن احتیاط کی زندگی بسر کرتے ہیں، سارے فرائض ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے'' (59)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔'' انسان رب کے ساتھ کیسے کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اور مومن کیسے شرک سے بچ جاتے ہیں؟

جواب: (1)(i) انسان جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے ڈرتا ہے تو شرک کرتا ہے۔ (ii) انسان جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی خوشی کے کام کرتا ہے تو شرک کرتا ہے۔ (iii) انسان جب اللہ تعالیٰ کی چاہت کے بجائے کسی اور کی چاہت سے زندگی بسر کرتا ہے تو شرک کرتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔'' مومن کسی شرک جلی میں مبتلا نہیں ہوتا مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود بنانا، اس کو پکارنا اس سے امیدیں رکھنا۔ (3) مومن شرک خفی یعنی ریاکاری میں بھی مبتلا نہیں ہوتا۔

(4)(i) مومن اپنے رب سے ڈرتا ہے اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ (ii) مومن اپنے رب کے سوا کسی کی رضا کے لیے کام نہیں کرتا۔

(iii) مومن اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلتا ہے۔ ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چلنے سے گریز کرتا ہے تو شرک سے بچتا ہے۔

(iv) مومن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتا، نہ کسی کو سجدے کرتا ہے، نہ کسی کو اختیارات کا حامل سمجھتا ہے، نہ کسی سے دُعائیں کرتا ہے، نہ کسی کی خاطر قربانیاں دیتا ہے اس طرح شرک سے بچتا ہے۔ (5) مومن اپنے اقوال اور افعال میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص رکھتے ہیں۔

(6) مومن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اسی ایک کو مانتے ہیں اسی کے لیے اپنے اعمال کو خالص کرتے ہیں۔

(صفوۃ التفاسیر: 2/286)

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں'' (60)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔'' مومن اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر بھی کیوں ڈرتے رہتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں'' یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ مقدور بھر اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ مثلاً نماز، زکوۃ، حج، صدقہ وغیرہ۔ (تفسیر السعدی: 2/1775)

(2) ﴿وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ ''اور اُن کے دل کانپتے ہیں'' وہ اپنا حلال اور پاکیزہ مال اللہ کی راہ میں ڈرتے ہوئے دیتے ہیں کہ نہ معلوم اللہ تعالیٰ قبول بھی فرمائے گا کہ نہیں ہم نے تو یقین کامل کے ساتھ اس کے حکم کے مطابق دے دیا۔ اب اس سے قبول کر لینے کی دعا کرتے ہیں۔ (السراج المنیر: 2/1287)

(3)(i)مومن اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ہماری کسی کوتاہی کی وجہ سے ہمارا عمل یا ہمارا صدقہ ضائع نہ ہو جائے۔

(ii)مومن اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں ہمارا عمل نامقبول نہ ہو جائے۔(قرآناً عجباً)

(4)﴿اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ ''بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں'' یعنی وہ اپنے رب کے سامنے حاضری اور اعمال کی پیشی سے ڈرتے ہیں وہ ڈرتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمیں عذاب سے نجات نہیں دلا سکتے کیونکہ وہ اپنے رب کی عظمت کے بارے میں جانتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ کیسی عبادات کا مستحق ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کون لوگ ہیں؟

جواب: ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں (کہ قبول ہوگا یا نہیں)'' (المومنون:60) کا مطلب پوچھا: کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں، اور چوری کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، صدیق کی صاحبزادی! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، صدقے دیتے ہیں، اس کے باوجود ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ نیکیاں قبول نہ ہوں۔'' (ترمذی:3175)

سوال3: دل اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کیسے کانپتے ہیں؟

جواب:(1) جو انسان یہ شعور رکھتا ہے کہ میری ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مجھ پر برس رہی ہیں وہ اپنے وجود کے ذرّے ذرّے میں اپنے رب کی عظمت کو پالیتا ہے۔ اس کے شعور میں یہ بات اچھی طرح سے بیٹھ جاتی ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اس لیے وہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔

(2) جو انسان اللہ تعالیٰ کے آگے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو اُسے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں اچانک اُسے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے جب کہ گناہوں کا بوجھ اس کی پشت پر ہو اور جب حساب کتاب ہو تو یہ سامنے آئے کہ اُس نے عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔(3) یہ احساس کہ رب کی طرف لوٹنے والے ہیں یقین بن جاتا ہے تو دل کانپتا رہتا ہے۔(قرآناً عجباً)

سوال4: کن لوگوں کے دل نیکیاں کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟

جواب: جو لوگ نیکی کے غرور میں مبتلا ہوتے ہیں وہ نیکیاں کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے، اُس کے ڈر سے نہیں کانپتے۔(قرآناً عجباً)

﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾

''یہی لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں'' (61)

سوال1: ﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں

اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں'' بھلائی میں جلدی کرنے والے اور سبقت لے جانے والے لوگ کیا کرتے ہیں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ ''یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں۔''(I) بھلائی میں جلدی کرنے والے اور سبقت لے جانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کی بڑائی کا شعور رکھتے ہیں۔(II) اپنے رب کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں(III) اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔(IV) اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے۔(V) وہ صدقہ دیتے ہیں اور ان کے دل اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(vi) جن کی نظروں میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز اپنی قدر و قیمت کھو دیتی ہے اس لیے وہ نیکیوں میں سرعت اور سبقت کرتے ہیں۔

(vii) جو اپنے رب کے حضور پیشی سے ڈرتے ہیں یہی شعور ان کے دل کو بیدار رکھتا ہے اور انہیں تقویٰ والے کاموں پر آمادہ کرتا ہے اور وہ بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے کام کرتے ہیں۔

(2) ابن عباس کہتے ہیں ہے کہ بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے سعادت میں سبقت لے جاتے ہیں۔

(3)﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور اُس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اُسے دنیا میں بھی اُس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔''(العنکبوت:27)

(4)﴿فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔''(آل عمران:148)

سوال 2: کیا اللہ تعالیٰ کا شعور بیدار رکھا جا سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا شعور بیدار رکھنا انسان کے بس میں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دل میں ایمان روشن ہو جائے۔(قرآنا عجبا)

سوال 3: دل کے اندر ایمان کی روشنی کیسے آتی ہے؟

جواب: دل کے اندر ایمان کو قبول کرنے کی استطاعت ہوتی ہے لیکن یہ قبولیت ایمان کے دل موہ لینے والے عقلی دلائل کے بغیر ممکن نہیں اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں اور قرآن مجید نازل کیا۔ اسی کے لیے رسولوں کو مبعوث کیا۔ اب دلوں کے اندر ایمان کی روشنی قرآن حکیم اور حدیث کی تعلیم کے ساتھ آسکتی ہے کیونکہ ان سے وہ ایمان ملتا ہے جو دلوں کو بیدار رکھتا ہے۔ جو انسان کو ہر دم نیکی کے کاموں کے لیے تیار رکھتا ہے۔

سوال 4: کس معاشرے کے لوگوں کے درمیان بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے؟

جواب: ایمانی معاشرے کے افراد کے اندر بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

سوال5: ایمانی معاشرے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسا معاشرہ ہے جس کے افراد کے دل اللہ تعالیٰ کے شعور سے بیدار ہوتے ہیں۔

سوال6: ایسا معاشرہ کہاں پایا جاتا ہے؟

جواب: ایسے معاشرے کے لیے رسولوں نے کوشش کی تھی تو ایک بڑے معاشرے میں سے ایسے افراد رسولوں کے گرد اکٹھے ہوئے تھے جن کے دل ایمان سے روشن ہو گئے تھے۔ یوں ایمان والوں کا اپنا ایک گروہ وجود میں آ گیا تھا۔ ان ہی بیدار لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، آپ اُنہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کو ڈھونڈتے ہیں، سجدوں کے اثرات سے اُن کے چہروں میں ان کی شناخت ہے۔ اُن کی یہ مثال تورات میں ہے اور انجیل میں اُن کی مثال ایک کھیتی جیسی ہے جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنہوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔'' (الفتح:29)

سوال7: آج ایسے معاشرے کے لیے کیسے کوشش کی جا سکتی ہے؟

جواب: آج بھی رسولوں کے ورثے یعنی علم کے حامل افراد یہ کوشش کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث رسول کی تعلیم دے کر، افراد کی تربیت کر کے بیداری اور ہر دم بھلائیوں میں سبقت لے جانے کی تیاری کی جا سکتی ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

''اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولے گی اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے'' (62)

سوال1: ﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے'' اللہ تعالیٰ نے انسان پر وہ اعمال فرض کیے ہیں جو انسان کی استطاعت کے مطابق ہیں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾''اور ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے''اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ،اس کا عدل ہے کہ اس نے انسانوں کے لیے ایسی شریعت مقرر فرمائی ہے اور اسے ایسے اعمال کی تکلیف دی ہے جو اس کے لیے آسان ہیں۔اس کی طاقت کے مطابق ہے۔وہ برداشت کر سکتے ہیں عمل کر سکتے ہیں۔

(2) یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے جس کی وجہ سے اس تک پہنچنے کا راستہ آباد ہے۔

سوال2:﴿وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ﴾''اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولے گی''اللہ تعالیٰ کی کتاب حق کے ساتھ کیسے سب کچھ بتادے گی؟

جواب:(1)﴿وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ﴾''اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولے گی''کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں سب کچھ درج ہے۔

(2) یہ کتاب ہر چیز کو کھول کر رکھ دے گی اور سب کچھ حق کے ساتھ بتادے گی۔اس لیے کہ اس کتاب میں کچھ بھی لکھے بغیر نہیں چھوڑا گیا

(3) ہر چیز اس کتاب کے مطابق واقع ہوگی اس لیے وہ حق ہے(تفسیر السعدی:1776/2)رب العزت نے فرمایا:﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾''یہ ہمارا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے،یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے۔''(الجاثیہ:29)

(4)﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی،پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی!یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔''(الکہف:49)

سوال3:﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾''اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے''اللہ تعالیٰ انسانوں پر ظلم نہیں کرتا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾''اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے''اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو نہیں گھٹاتا بلکہ اکثر برائیوں کو معاف کر کے ان سے درگزر فرماتا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ کسی کی سزا اور گناہ میں اضافہ نہیں کرتا۔

(3)(i)اللہ تعالیٰ انسانوں پر اُن کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جس کو وہ اُٹھا نہ سکیں۔

(ii)اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال میں سے کسی کو نہ چھوڑتا ہے نہ ساقط کرتا ہے۔(iii)اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیتا ہے۔(قرآناً عجباً)

﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾

''بلکہ اُن کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور اُن کے کام اس کے علاوہ بھی ہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں''(63)

سوال1:﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾''بلکہ اُن کے دل اس سے غفلت میں ہیں''لوگوں کے دل غفلت میں کیوں ڈوبے رہتے ہیں؟غفلت انہیں کس چیز سے محروم کر دیتی ہے؟

جواب:(1)﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾''بلکہ اُن کے دل اس سے غفلت میں ہیں''﴿غَمْرَةٍ﴾سے مراد بہت زیادہ پانی ہے جو زمین کو ڈھانپ لیتا ہے غمرہ سے مراد گمراہی غفلت اور حیرت ہے۔یعنی وہ قرآن کے بارے میں غفلت اور حیرت میں ہیں۔

(2)گمراہی کی تاریکیاں اس طرح انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں کہ اس میں جو انسان گھر جاتا ہے اس کی نظروں سے حق اوجھل رہتا ہے۔

(3)رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ جو لوگ جہالت اور غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں قرآن تک نہیں پہنچ پا رہے۔یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کی ہدایت حاصل نہیں کر پا رہے۔اور ان کے دلوں تک قران نہیں پہنچ رہا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (۴۵) وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (۴۶)﴾''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں۔اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا،اُسی ایک کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں۔''(بنی اسرائیل46،45)

سوال2:﴿وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾''اور اُن کے کام اس کے علاوہ بھی ہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں''لوگ حق کو چھوڑ کر برے اعمال کیوں کرتے چلے جاتے ہیں؟

جواب:(1)﴿وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ﴾''اور اُن کے کام اس کے علاوہ بھی ہیں''یعنی ان مشرکوں کے شرک کے علاوہ بھی بہت سے برے اعمال ہیں۔

(2)لوگ سچائی کی طرف توجہ نہیں کرتے اس وجہ سے ان کے اعمال میں بھی سچائی نہیں ہوتی یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور دین کے ماسوا دوسرے راستوں پر چلتے چلے جاتے ہیں۔

(3)﴿هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾''جنہیں وہ کرنے والے ہیں''یعنی عذاب کے واقع نہ ہونے پر وہ جو برے اعمال کر رہے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت ہے تاکہ جتنے برے اعمال کا ارتکاب کرنا باقی ہے وہ ان اعمال کا بھی ارتکاب کر لیں۔جب وہ یہ برے کام کر

لیں تو اللہ کے غضب اور عذاب تک پہنچ جائیں گے۔

﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ﴾

''حتیٰ کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے'' (64)

سوال 1: ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ﴾ ''حتیٰ کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ﴾ ''حتیٰ کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں پکڑیں گے'' یعنی جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا عذاب پکڑتا ہے جو اس کی نعمتوں اور لذتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جو خوش حال ہیں مال دار ہیں۔

(2) ﴿بِالْعَذَابِ﴾ ''عذاب میں'' یعنی جب ہم انہیں عذاب میں پکڑ لیتے ہیں۔

(3) ﴿اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ﴾ ''تو اچانک وہ بلبلا رہے ہوں گے'' تب وہ چیخنے چلاتے اور رحم کی درخواستیں کرتے ہوں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝۱۱ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝۱۲﴾ ''اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دو۔ یقیناً ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔'' (المزمل:11,12)

سوال 2: عذاب تو خوش حال اور بدحال دونوں طرح کے لوگوں پر آتا ہے پھر خوش حال لوگوں کا خصوصی تذکرہ کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: (1) خوش حال لوگ اپنے عیش و آرام میں انجام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے جب اللہ تعالیٰ کا عذاب انہیں پکڑ لیتا ہے پھر آہیں اور فریادیں شروع ہو جاتی ہیں۔ (2) عیش پرست لوگ غافل اور متکبر ہوتے ہیں جب عذاب میں پکڑے جاتے ہیں تو شور و غل مچانا شروع کر دیتے ہیں۔

﴿لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ﴾

''مت بلبلاؤ، یقیناً آج ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں دی جائے گی'' (65)

سوال 1: ﴿لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ ''مت بلبلاؤ، یقیناً آج ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں دی جائے گی'' خوش حال کی فریاد و فغاں پر ان کے ساتھ کیا رویہ رکھا جاتا ہے؟

جواب: (1) ﴿لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ ''مت بلبلاؤ، یقیناً آج ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہیں دی جائے گی'' خوش حال لوگوں کے ساتھ نرمی اور رحم کی بجائے اُن کو ڈانٹا جاتا ہے کہ تمہاری کسی قسم کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

(2) یعنی آج کوئی بھی عذاب سے پناہ دینے والا نہیں تم چیخو چلاؤ تب بھی نہ عذاب ہٹایا جائے گا نہ نجات ملے گی اب تو عذاب تمہاری

جانوں کے ساتھ چمٹ گیا۔

﴿قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ﴾

''میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے'' (66)

سوال 1: ﴿قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ﴾ ''میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے'' خوش حال لوگوں کو دعوت اسلامی پر ان کا ردعمل کیسے یاد دلایا گیا ہے؟

جواب: (1) ﴿قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ﴾ ''میری آیتیں تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ عذاب کے منظر پر آہ وفغاں کے درمیان یاد دلا رہے ہیں کہ وہ غفلت میں ڈوبے ہوتے تھے اور جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سنائی جاتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور جب اُن پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو، آپ کہہ دیں میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنی جانب سے اُسے بدل دوں، میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے، بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' (یونس:15)

(2) ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔'' (لقمان:7)

(3) ﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' (القلم:15) (4) آیات تو تمہارے پاس آتیں تھیں کہ ایمان لاؤ اور اس قرآن کے پیچھے چلو اور اس کے ذریعے آگے بڑھ جاؤ اور روگردانی کر کے آپ پستیوں میں گر گئے۔

سوال 2: لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر اُلٹے پاؤں کیوں بھاگتے ہیں؟

جواب: (1) لوگ حق پر ایمان لانے کو خطرناک سمجھتے ہیں۔

(2) منکرین، حق سے علیحدہ ہونا ضروری خیال کرتے ہیں اس لیے آیات الٰہی سن کر اُلٹے پاؤں بھاگتے ہیں۔

(3) جولوگ دُنیا میں غرق ہوتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت کی باتوں میں زیادہ دل چسپی نہیں ہوتی اس لیے آخرت کی بات خواہ کتنی ہی مؤثر ہو ایسے لوگ اُس سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ ﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً جب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر دوسروں کو شریک کیا جاتا اس کے ساتھ تو تم اُنہیں مان جاتے تھے چنانچہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔'' (غافر:12)

﴿مُسْتَكْبِرِیْنَ ۖ۫ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾

''تکبر کرنے والے بن کر، رات کو اُس پر باتیں کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے'' (67)

سوال 1: ﴿مُسْتَكْبِرِیْنَ ۖ۫ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ ''تکبر کرنے والے بن کر، رات کو اُس پر باتیں کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے'' تکبر کرنے والے کہاں اپنی مجالس منعقد کرتے تھے؟

جواب: (1) ﴿مُسْتَكْبِرِیْنَ ۖ۫ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ ''تکبر کرنے والے بن کر، رات کو اُس پر باتیں کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے'' تکبر کرنے والے بیت اللہ کے گرد بیٹھ کر اپنے بتوں کے پاس اسلام کے خلاف باتیں کیا کرتے تھے۔

(2) ﴿مُسْتَكْبِرِیْنَ ۖ۫ بِهٖ﴾ ''تکبر کرنے والے بن کر'' یعنی تم بیت اللہ کی وجہ سے، حرم کے تعلق کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ و برتر سمجھتے ہو۔

(3) ﴿سٰمِرًا﴾ ''رات کو باتیں کرتے ہوئے'' یعنی رات کے وقت بیت اللہ کے گرد بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اُسے گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے۔'' (الطور:33)

(4) ﴿تَهْجُرُوْنَ﴾ ''تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے'' یعنی (i) تم قرآن حکیم کے بارے میں اعتراضات کرتے تھے۔ (ii) متکبرین راتوں کو دعوت اسلامی کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ (iii) متکبرین راتوں کو رسول اللہ ﷺ کا مذاق اُڑاتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو تا کہ تم غالب آ جاؤ۔'' (حم السجدہ:26)

(5) مشرکین نبی ﷺ کو جادوگر، شاعر، دیوانہ کہتے تھے۔ ﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ (۵۹) وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ (۶۰) وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ (۶۱)﴾ ''تو کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو؟ اور روتے نہیں ہو؟ اور تم غافل ہو۔'' (النجم:59,61)

(6) ابن عباس کہتے ہیں جب یہ آیت اتری تو قصہ گوئی کو برا سمجھا گیا مشرکوں نے بیت اللہ پر فخر کیا اور غرور سے کہنے لگے کہ ہم بیت اللہ والے ہیں اور اس میں بیٹھ کر قصے کہانیاں کہتے ہیں یہی ان کا شغل تھا کہ بیت اللہ میں آ کر بجائے عبادت کرنے کے قصے کہانیاں سنتے سناتے

اور اسے عبادت اور ذکر اللہ سے آباد نہ کرتے تھے۔(ابن ابی حاتم)

﴿اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی؟''(68)

سوال1:﴿اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ﴾''تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا'' یہاں جس قول پر غور کرنے کی بات کی گئی ہے اس سے مراد قرآن حکیم ہے وہ غور و فکر کرتے تو اس پر ایمان لے آتے۔اللہ تعالیٰ نے کامل کتاب ہدایت، کامل رسول پر اتاری ہے۔یہ کتاب بھلائی کی دعوت دیتی ہے، برائی سے روکتی ہے۔جس چیز نے انہیں قرآن کو قبول کرنے سے روک رکھا ہے وہ ان کے دلوں پر پڑے ہوئے تالے ہیں۔

(2)﴿اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی'' یا ان کے ایمان لانے سے جس چیز نے روک رکھا ہے وہ یہ کہ ان کے پاس ایسی کتاب آئی ہے۔جو ان کے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔''(الزخرف:23)

انہیں آباؤ اجداد کی گمراہی پر راضی ہونے کی بجائے شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس سے باپ دادا محروم رہے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے نوازا ہے۔

﴿اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾

''یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں''(69)

سوال1:﴿اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾''یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ﴾''یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں'' اللہ تعالیٰ نے انکار کا سبب پوچھا کہ آیا وہ اس لیے نہیں مان رہے کہ رسول نہیں جانتے۔رب العزت نے سوال اس لیے کیا ہے کہ خود بخود جواب اُن کے اندر سے اُٹھے اور اس کا جواب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اس کی پیدائش، پرورش، خاندان، ذات وصفات ہر چیز کو تو وہ جانتے ہیں لہٰذا یہ سبب تو نہیں ہو سکتا۔

(2)یعنی نبی ﷺ کی صداقت، امانت، عقل مندی، صحت نسب اور حسن اخلاق کو نہیں جانتے۔(الاساس:3655/7)

(3)﴿فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ ''کہ وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی کس چیز نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے روکا ہے کیا وہ انہیں پہچانتے نہیں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی صداقت، امانت اور اخلاق کے بارے میں نہیں جانتے تو یہ جھوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ کو ان کا بچہ بچہ خوب جانتا ہے نبوت سے پہلے انہیں سبھی صادق اور امین پکارا کرتے تھے۔

(4) سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش نجاشی سے سردربار یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین وحدہ لاشریک نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جس کا نسب، جس کی صداقت، جس کی امانت ہمیں خوب معلوم تھی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کسری سے بوقت جنگ میدان میں یہی فرمایا تھا۔ ابوسفیان صخر بن حرب نے شاہ روم سے یہی فرمایا تھا جب کہ سردربار اس نے ان سے اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا تھا۔ حالانکہ اس وقت تک وہ مسلمان بھی نہیں تھے لیکن انہیں آپ کی صداقت، امانت، دیانت، سچائی اور نسب کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا۔ (تفسیر ابن کثیر 498/3)

(5) یہی بات مغیرہ بن شعبہ نے کسریٰ کے جانشین سے اور ابوسفیان نے حالت کفر میں ہرقل سے کہی تھی۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَاۗءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں'' (70)

سوال 1: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَاۗءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟'' مشرک نبی ﷺ کے بارے میں الزام تراشی کرتے تھے کہ یہ قرآن آپ ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے یا آپ مجنون ہیں (نعوذ باللہ) وہ یہ الزام اس لیے لگا رہے ہیں کہ مجنون کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ مجنون احمقانہ اور باطل باتیں کرتے ہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو بس صاف صاف ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں۔'' (الاعراف 184)

(2) رب العزت نے سوال کیا ہے کہ کیا وہ کہتے ہیں اس کو جنون ہے۔ یہ سوال کیا ہے؟ ایک ڈانٹ ہے کہ جو قرآن رسول لے کر آیا ہے تم اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اس کی تعلیمات انسانوں کے لیے رحمت اور سکون کا باعث ہیں۔ سوچو تو کوئی دیوانہ بھی ایسی تعلیمات پیش کر سکتا ہے؟

(3)﴿بَلْ جَاۗءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا ہے اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں'' یعنی رسول ﷺ تو تمہارے پاس حق لے کر آیا ہے جو عدل پر مبنی ہے، سچا کلام ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں اور وہ خود علم، عقل اور اخلاق کے کمال درجے پر فائز ہے پھر وہ دیوانہ کیسے ہو سکتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ حق سے دوری کا سبب باہر مت تلاش کرو، غلطی رسول میں نہیں تمہارا اپنے اندر ہے دراصل تم حق سے نفرت کرتے ہو۔ (5) رسول اللہ ﷺ جو حق لے کر آئے وہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص اور غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑنا ہے۔

(6) رسول ﷺ کا حق لانا اور لوگوں کا حق کو ناپسند کرنا دراصل حق کو جھٹلانا ہے۔ یہ حق میں شک نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کی تکذیب نہیں، دراصل حق کو جھٹلانا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے ہیں، تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔'' (الانعام:33)

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب میں فساد برپا ہو جاتا بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں'' (71)

سوال 1: ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ﴾ ''اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب میں فساد برپا ہو جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا'' حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین اور شریعت ہے۔

(2) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا حق تو اللہ تعالیٰ ہے۔ (الکشاف:198/3)

(3) یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری خواہشات کے مطابق شریعت مقرر فرما دے تو آسمان و زمین ظلم اور فساد سے بھر جائے کیونکہ خواہشات فسادات اور اختلافات سے خالی نہیں ہوتیں رب العزت نے ان کے فساد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے، تب خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم انہیں ضرور روکے رکھتے اور انسان بڑا ہی بخیل ہے۔'' (بنی اسرائیل:100)

(4) آسمان اور زمین تو صرف حق اور عدل کی بنا پر درست ہیں۔

سوال 2: لوگ حق کو اپنا تابع کیوں بنا کر رکھنا چاہتے ہیں؟

جواب: جو لوگ خود حق کی پیروی نہیں کرنا چاہتے وہ حق کو اپنے تابع کرنا چاہتے ہیں۔

سوال 3: اگر حق لوگوں کی خواہشات کے مطابق نازل ہو تو کیا نتیجہ نکلے؟

جواب: اگر حق لوگوں کی خواہشات کے مطابق نازل ہوتو زمین وآسمان میں فساد برپا ہوجاتے۔

سوال4:﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں'' یعنی ہم ان کے پاس قرآن لے کر آئے ہیں جو ان کو ہر بھلائی کی دعوت دیتا ہے اور اگر وہ اس کو قائم کریں گے تو لوگوں کے سردار بن جائیں گے۔

(2)﴿فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں'' جب لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام سے منہ موڑتے ہیں تو دراصل اپنے ذکر سے منہ موڑتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ ''وہ بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے بھی انہیں بھلا دیا۔'' (التوبہ 67)

(3)﴿نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں۔'' (الحشر:19)

(4)وہ کتنی بڑی محرومی کا شکار ہیں جو قرآن سے کترا رہے ہیں۔

﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۚ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾

''یا آپ ان سے کسی آمدنی کا سوال کرتے ہو؟ تو آپ کے رب کی آمدنی ہی بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' (72)

سوال1:﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۚ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''یا آپ ان سے کسی آمدنی کا سوال کرتے ہو؟ تو آپ کے رب کی آمدنی ہی بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا﴾ ''یا آپ ان سے کسی آمدنی کا سوال کرتے ہو'' یعنی اے نبی ﷺ کیا آپ ان سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور تعلیم دینے کے لیے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟ ﴿فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾ ''کہ وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں۔'' (الطور:40)

(2)﴿فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۚ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''تو آپ کے رب کی آمدنی ہی بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' یعنی آپ ﷺ تو ہدایت اور تعلیم کے لیے کوئی مالی غرض نہیں رکھتے۔آپ ﷺ تو اللہ کے اجر کی امید رکھتے ہیں سارے انبیاء نے اپنی قوم سے کہا:﴿يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ ''اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا'' (ھود:51)

(3)انبیاء کسی لالچ کی بنیاد پر دعوت دین کا کام نہیں کرتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ ''میرا اجر تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے'' (ھود:29)

(4)انبیاء لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے فائدے کے لیے دعوت دیتے ہیں۔﴿قُلْ مَا اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ

الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔'' (ص:86)

سوال2: یہ سوال کیوں کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ اُن سے مال مانگتے ہو؟

جواب: یہ سوال بھی حق کا انکار کرنے والوں کو احساس دلانے کے لیے کیا جا رہا ہے کہ دیکھو مال تو نہیں مانگا جس کی ادائیگی کی تم استطاعت نہیں رکھتے اور بھاگ رہے ہو۔

سوال3: رسول اور اُس کے ماننے والوں کے لیے رب کا کون سا مال ہوتا ہے؟

جواب: رب کے مال سے مراد اعلیٰ مقاصد کے لیے سرگرم عمل ہونے سے ملنے والی لذت ہے جو دعوت دینے والے کی روح کے لیے غذا ہے۔ یہی سب سے بڑا مال ہے جو رب کا ہے۔

سوال4: پیغمبر اور اس کے ماننے والا کا یقین کس بات پر ہوتا ہے؟

جواب: اس بات پر ان کی نظریں لگی ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق بہترین ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''اور بلاشبہ آپ اُنہیں یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہی بلاتے ہیں'' (73)

سوال1: ﴿وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ اُنہیں یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہی بلاتے ہیں'' رسول کس راستے کی طرف بلاتا ہے؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ اُنہیں یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہی بلاتے ہیں'' رسول حق کی طرف، سیدھے راستے کی طرف، اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف، اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف بلاتا ہے۔

(2) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور جو کچھ کلام اللہ نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے (تمہارے دشمن کا) لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح ڈرانے والا ہوں پس بھاگو پس بھاگو (اپنی جان بچاؤ) اس پر ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور رات ہی رات کسی محفوظ جگہ پر اطمینان کے لیے نکل گئے اور نجات پائی۔ لیکن دوسری جماعت نے اسے جھٹلایا اور دشمن کے لشکر نے اسے صبح کے وقت آلیا اور تباہ کر دیا۔'' (بخاری:6482)

(3) عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے حضور ﷺ سے سنا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گئی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ

میں گرتے رہے اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ پکڑ کر آگ سے نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرتے جاتے ہو۔" (بخاری:6483)

(4) "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی اور غصہ شدید ہو جاتا (اور یوں معلوم ہوتا) گویا کہ آپ کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہوں کہ وہ صبح یا شام حملہ کرنے والا ہے اور فرماتے کہ قیامت کو اور مجھے اس طرح بھیجا گیا جس طرح یہ انگلیاں اور شہادت والی اور درمیانی انگلی ملا کر فرماتے، اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد، بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور سارے کاموں میں بدترین کام نئے نئے طریقے ہیں (یعنی دین کے نام سے نئے طریقے جاری کرنا) اور ہر بدعت گمراہی ہے اور پھر فرماتے کہ میں ہر مومن کو اس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں جو مومن مال چھوڑ کر مرا وہ اس کے گھر والوں کے لیے ہے اور جو مومن قرض یا بچے چھوڑ جائے اس کی تربیت و پرورش اور ان کے خرچ کی ذمہ داری مجھ (محمد ﷺ) پر ہے۔" (مسلم:2005)

(5) مسند امام احمد میں ہے حضور ﷺ سوئے ہوئے تھے دو فرشتے آئے ایک آپ کے پاؤں کی طرف اور دوسرا آپ کے سر کی طرف۔ پہلے نے دوسرے سے کہا کہ ان کی اور دوسروں کی مثالیں بیان کرو اس نے کہا ان کی مثال ان مسافروں کے قافلے کی مثل ہے جو ایک بیابان چٹیل میدان میں تھے ان کے پاس نہ توشہ تھا نہ دانا پانی نہ آگے بڑھنے کی قوت نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت حیران تھے کہ کیا ہوگا اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بھلا آدمی شریف انسان عمدہ لباس پہنے آ رہا ہے اس نے آتے ہی ان کی پریشانی اور گھبراہٹ دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر تم میرا کہا مانو اور میرے پیچھے چلو تو میں تمہیں پھلوں سے لدے ہوئے باغوں اور پانی سے بھرے ہوئے حوضوں پر پہنچا دوں۔ سب نے اس کی بات مان لی اور اس نے فی الواقع ہرے بھرے تر و تازہ باغوں اور جاری چشموں میں پہنچا دیا یہاں ان لوگوں نے بے روک کھایا پیا اور آسودہ حالی کی وجہ سے موٹے تازے ہو گئے ایک دن اس نے کہا کہ دیکھو میں تمہیں اس آفت و افلاس سے بچا کر لایا اور اس فارغ البالی میں پہنچایا۔ اب اگر تم میری مانو تو میں تمہیں اس سے بھی اعلیٰ باغات اور اس سے طیب جگہ اور اس بھی زیادہ لہردار نہروں کی طرف لے چلوں گا اس پر ایک جماعت تو تیار ہو گئی اور انہوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں اور دوسری جماعت نے کہا کہ ہمیں اور زیادہ ضرورت نہیں بس یہیں رہ پڑے۔ (تفسیر ابن کثیر:499) (6) یعنی جس راستے کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ سیدھا راستہ ہے جو لوگوں کے لیے آسان ہے۔

(7) آپ ﷺ کا صراط مستقیم کی دعوت دینا لوگوں پر آپ ﷺ کی پیروی کو واجب کرتا ہے۔

﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴾

"اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اصل راستے سے یقیناً ہٹے ہوئے ہیں" (74)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴾ "اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اصل

راستے سے یقیناً ہٹے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴾''اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اصل راستے سے یقیناً ہٹے ہوئے ہیں'' صراط مستقیم سے ہٹنے کی وجہ آخرت پر ایمان نہ ہونا ہے۔

(2) صراط مستقیم پر چلنے والا تو عزت والے گھر جنت تک پہنچتا ہے اور انحراف کرنے والے کے پاس گمراہی کے سوا کچھ نہیں بچتا۔ اس لیے دین کے معاملے میں اپنی مرضی اور خواہشات نفس پر چلنے سے پناہ مانگنی چاہیے۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے بعد تمہارے بارے میں پیٹ اور شرم گاہ کے معاملات اور گمراہ کن خواہشات سے خائف ہوں (کہیں تم ان باتوں کی وجہ سے گمراہ نہ ہو جانا)'' اسے ابن ابو عاصم نے کتاب السنہ میں روایت کیا ہے۔ (کتاب السنہ للالبانی:13/1)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (القصص 50)

سوال 2: حق کی دعوت کو کون مانتا ہے؟

جواب:(1) حق کی دعوت کو وہی مانتا ہے جس کو آخرت کا دھڑکا لگ چکا ہو۔

(2) آخرت کے اندیشے انسان کو سنجیدہ بنا دیتے ہیں اس سنجیدگی کے بغیر انسان حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔

﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾

''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے،
اس حالت میں کہ وہ بھٹک رہے ہوں گے'' (75)

سوال 1:﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے، اس حالت میں کہ وہ بھٹک رہے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ﴾ ''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں'' رب العزت وضاحت فرمائی ہے کہ اگر ہم اُن پر رحم کریں اور تکلیف دُور کر دیں تو یہ اپنی سرکشی میں بالکل بہک جائیں گے۔ یعنی یہ اچھے حالات میں سبق لینے والے نہیں۔

(2) جب وہ اپنی تکلیف دور کرنے کے لیے دعا کرتے ہیں کہ وہ ایمان لے لائیں پھر اللہ تعالیٰ انہیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں اور جب اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر دیتا ہے۔ ﴿لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے'' وہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر جمے رہیں گے ان کے ہاتھ دعا کے لیے نہیں اٹھتے ان کی زبانیں اللہ کے سامنے نہیں گڑگڑاتیں۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ وہ عاجزی اختیار کرتے تھے (76)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ وہ عاجزی اختیار کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا'' اس عذاب سے مراد وہ قحط ہے جس میں وہ سات سال تک مبتلا رہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لیے مصیبت میں ڈالا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئیں مگر اس نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا۔

(2) ﴿فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ ''تو نہ وہ اپنے رب کے سامنے جھکے اور نہ وہ عاجزی اختیار کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے انہیں مصائب اور آفات میں مبتلا کر دیا پھر بھی یہ کفر و مخالفت سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے آگے نہ جھکے بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر اڑے رہے۔ ان کے دلوں میں نرمی پیدا نہیں ہوئی، ان کے ہاتھ دعاؤں کے لیے نہیں اٹھے اور ان کی زبان اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں گڑگڑاتی۔ فرمایا: ﴿فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام:43) جب ہمارا عذاب ان پر آتا ہے تو یہ گڑگڑاتے کیوں نہیں لیکن ان کے دل سخت ہو گئے ہیں ان پر قحط آیا اور گزر گیا وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ ''ابوبکر اور ابوسلمہ دونوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ جب سر مبارک (رکوع سے) اٹھاتے تو ﴿سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ﴾ کہہ کر چند لوگوں کے لیے دعائیں کرتے اور نام لے لے کر فرماتے۔ یا اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور تمام کمزور مسلمانوں کو (کفار سے) نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کے لوگوں کو سختی کے ساتھ کچل دے اور ان پر ایسا قحط مسلط کر جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا۔ ان دنوں پورب والے قبیلہ مضر کے لوگ مخالفین میں تھے۔'' (بخاری:804)

سوال 2: اللہ تعالیٰ عذاب میں کیوں مبتلا کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ عذاب میں اس لیے مبتلا کرتے ہیں تا کہ لوگ عاجزی اختیار کریں۔

سوال 3: انسان بُرے حالات سے سبق کیوں نہیں لیتا؟

جواب: انسان بُرے حالات سے اس لیے سبق نہیں لیتا کہ وہ اسے زمانے کے اُلٹ پھیر کا نتیجہ سمجھ لیتا ہے۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾

''یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تب اچانک وہ اس سے مایوس تھے'' (77)

سوال 1: ﴿حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تب اچانک وہ اس سے مایوس تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ ''یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا'' اس سے مراد دنیا کا عذاب بھی ہوسکتا ہے اور آخرت کا عذاب بھی۔

(2) ابن جریج نے کہا: اس سے مراد یوم بدر کے دن کافروں کا قتل کیا جانا ہے۔ ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا کہا ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی ان سے بریدہ بن ابی بردہ نے بیان کیا ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک ان کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (بخاری: 4686)

(3) ﴿اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾ ''تب اچانک وہ اس سے مایوس تھے'' یعنی ان کے پاس شر اور اس کے اسباب پہنچ چکے ہیں لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب نازل ہونے سے پہلے پہلے اپنا بچاؤ کر لیں۔ ایسا عذاب روکا نہیں جا سکتا۔ اس کے برعکس تمام عذاب بسا اوقات ان سے روک لیا جاتا ہے جیسے دنیاوی سزائیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تادیب کرتا ہے۔ اس قسم کی سزاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں۔'' (الروم: 41) (تفسیر سعدی: 1783/2) (4) یعنی وہ ہر چیز سے ناامید ہوتے ہیں۔

(5) یعنی جب ان پر اللہ کا عذاب آ جائے گا اور قیامت آ دھمکے گی جس کا انھیں وہم و گمان بھی نہ ہوگا تو پھر یہ بھلائی اور عیش و آرام سے ناامید ہو کر رہ جائیں گے اور ان کی تمام امیدیں پارہ پارہ ہو کر رہ جائیں گی۔

رکوع نمبر 5

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور وہی ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو'' (78)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے'' رب العزت نے اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں کہ تمہیں آنکھیں، کان اور دل عطا کیے تا کہ تم کائنات کی ان نشانیوں پر غور و فکر کرو جو تمہیں تمہارے رب کی وحدانیت تک پہنچا دیں اور تمہارے دل میں یہ یقین اترے کہ وہی سب کچھ کرنے والا قادر مطلق اور مختار کل ہے۔

(2) ﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو'' تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت سماعت سے سن کر ادراک کرو تو اللہ کا شکر ادا کرو، تم اس کی نعمت بصارت سے دیکھ کر اپنے مصالح میں فائدے اٹھاؤ تو اللہ کا شکر ادا کرو، تم عقل جیسی نعمت کے ذریعے جب اشیاء کا ادراک کرو تو اللہ کا شکر ادا کرو۔

(3) تم غور کرو کہ اگر تم عقل، بصارت اور سماعت سے محروم ہو جاؤ اور گونگے، بہرے، اندھے پن جاؤ تو تمہارا کیا حال ہو؟ کتنی ضروریات اور کتنے کمالات سے محروم ہو جاؤ گے؟ کیا پھر اس ہستی کا شکر ادا نہیں کرو گے جس نے دیکھنے کو آنکھیں دیں، سننے کو کان دیئے، سوچنے سمجھنے کو دل عطا فرمائے۔

(4) افسوس ہے کہ جتنا نعمتوں میں اضافہ ہوا اتنا ہی شکر میں کمی آتی گئی جب کہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ تم شکر ادا کرنے والوں کا مقام دنیا اور آخرت میں بلند ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ''اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں۔'' (سبا:13)

(5) ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103)

سوال 2: شکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) شکر کا حقیقی مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا اعتراف کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے اور جس رب نے نعمتیں عطا کی ہیں اس کی اطاعت میں ان نعمتوں سے مدد لی جائے۔ (2) شکر کرنے سے مراد حق کی نعمت کو سننا، دیکھنا اور پہچان کر قبول کرنا ہے۔

سوال 3: تھوڑے لوگ ہی کیوں شکر گزار ہوتے ہیں؟

جواب: حق کو سمجھنے والے ہمیشہ کم لوگ ہوتے ہیں۔

سوال 4: انسان اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کر کے، اس کی تعریف کر کے، اس کی عبادت اور اطاعت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کر سکتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

''اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے'' (79)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلا دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین کے کناروں تک پھیلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت اور ہمہ گیر غلبے کو واضح فرمایا ہے کہ زمین کے گوشے گوشے میں مخلوق پیدا کر دی ہے جن کی زبانیں اور عادات الگ الگ ہیں۔

(2) رب العزت نے انسان کو زمین کے فوائد حاصل کرنے کی قدرت عطا کی ہے اور زمین کو روزی اور رہائش کے لیے موزوں بنا دیا۔

(3) ﴿وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے'' قیامت کے دن تمام اگلے پچھلے لوگوں کو ایک وقت پر جمع فرمائے گا۔ ہر چھوٹے بڑے کو زندہ کرے گا اور زمین کے باشندے جس طرح اعمال کرتے رہے ان کو اس کا بدلا دے گا۔ اس دن زمین انسان کی خبریں بیان کرے گی۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور رات اور دن کا بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے'' (80)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور رات اور دن کا بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لیے جن صفات کو بیان فرمایا ہے ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ''اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے'' وہ اللہ رب العزت ہے جو زندہ کرتا ہے، زندگی عطا کرتا ہے۔ وہی ہے جو موت دیتا ہے۔ وہ اکیلا ہے جو زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے۔ لوگوں کو زندہ کرنے والا اور مارنے والا وہی ہے۔

(2) ﴿وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور رات اور دن کا بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے'' رب العزت کے حکم سے ہی رات اور دن آتے جاتے ہیں۔ دن اور رات کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا اسی کے اختیار میں ہے۔ رات کے بعد دن کا لانا اور دن کے بعد رات کا لانا اور

رات اور دن کا چھوٹا بڑا کرنا ایسی خصوصیات ہیں جو مستقل ظاہر ہو رہی ہوں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ ''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں'' (یسین:40) وہ چاہے تو ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو ہمیں دن کی روشنی لا دے۔ وہ چاہے تو ہمیشہ کے لیے دن طاری کر دے پھر اللہ رب العزت کے سوا کون ہے جو آرام اور سکون کے لیے رات کو واپس لا دے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔'' (القصص:73)

(3) ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نہیں سمجھتے'' یعنی کیا تم اپنی عقل کو کام میں لا کر اس کی صفات پر غور و فکر کر کے اسے پہچان نہیں سکتے؟ کیا تم اس کی قدرت، اس کے غلبے اور اس کے علم کو نہیں سمجھ سکتے جس کے آگے ہر چیز جھکی ہوئی ہے؟ کیا وہ ہستی جس نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کیں، جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا، جو زندگی اور موت پر اختیار رکھتی ہے، جو رات اور دن کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہے یہ حق نہیں رکھتی کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو، اسی پر اعتماد کرو، اسی سے امیدیں باندھو، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اس کی آزمائش پر صبر کرو، اسی کی خوشی کے لیے جیو اور اسی کی خوشی کے لیے زندگی میں ہر کام کرو۔

﴿بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ﴾

''بلکہ اُنہوں نے کہا جیسے پہلے لوگوں نے کہا تھا'' (81)

سوال 1: ﴿بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے کہا جیسے پہلے لوگوں نے کہا تھا'' لوگوں کی کونسی باتیں پہلے لوگوں سے ملتی جلتی ہیں؟

جواب: ﴿بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے کہا جیسے پہلے لوگوں نے کہا تھا'' پچھلے لوگوں نے کہا تھا کہ انسان کے گل سڑ جانے کے بعد انسان کا دوبارہ پیدا ہونا عقل سے بعید ہے۔ پہلے لوگ بھی موت کے بعد کی زندگی کو جھٹلاتے رہے اور یہ بھی ان جھٹلانے والوں کے پیچھے ان ہی راستوں پر چل پڑے ہیں۔

﴿قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم واقعی اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' (82)

سوال 1: ﴿قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور

ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم واقعی اُٹھائے جانے والے ہیں'' کافروں کی عقلوں میں موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے کی بات کیوں نہیں سمارہی تھی؟

جواب: (1)﴿قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم واقعی اُٹھائے جانے والے ہیں'' موت کے بعد مٹی ہوجانا اور ہڈیوں کا بھربھرا ہوکر مٹی میں مل جانا دوبارہ زندگی کے شعور کے راستے میں کافروں کے لیے رکاوٹ بن رہا تھا۔

(2)﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (۱۱) قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ (۱۲) فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (۱۴)﴾ ''کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے؟'' اُنہوں نے کہا: ''تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے۔'' چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے'' (النازعات:11,14)

(3) رب العزت نے ان کی فکری غلطی پر سرزنش فرمائی ہے﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۷۷) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸)﴾ ''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' (یٰسین:77,78)

﴿لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''بلاشبہ یقیناً یہ وعدہ ہم سے بھی کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ محض اس سے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' (83)

سوال 1:﴿لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ وعدہ ہم سے بھی کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ محض اس سے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' مشرکین عرب بعث بعد الموت کو پرانے لوگوں کی کہانیاں کیوں قرار دیتے تھے؟

جواب: (1) مشرکین عرب بعث بعد الموت کی حکمت کو نہیں سمجھتے تھے اس لیے مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے۔﴿لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ وعدہ ہم سے بھی کیا گیا اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی'' یعنی ہمارے بزرگوں سے بھی کہا جاتا رہا ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ بات محال ہے کیونکہ ہم نے ایسا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(2)﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''یہ محض اس سے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' یعنی یہ تو محض قصے کہانیاں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

(3) ان کا خیال تھا کہ دوبارہ جی اُٹھنے کا وعدہ ہر رسول کی طرف سے کیا جاتا رہا مشرکین کا خیال تھا کہ چونکہ ابھی تک یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہانیاں ہیں جو پہلے لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھ دی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

(4)وہ جھوٹ کہتے ہیں رب العزت نے فرمایا:﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (المومن:57)

(5)﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔'' (الحج:5)

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''آپ پوچھیں کس کا ہے جو زمین اور اس میں ہے اگر تم جانتے ہو؟'' (84)

سوال1:﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ پوچھیں کس کا ہے جو زمین اور اس میں ہے اگر تم جانتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مالک ہونے کا شعور کیسے بیدار کیا ہے؟

جواب:﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ پوچھیں کس کا ہے جو زمین اور اس میں ہے اگر تم جانتے ہو'' رب العزت نے زندگی بعد الموت اور آخرت کا انکار کرنے والوں سے کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ بتاؤ مالک کون ہے؟ زمین اور اس میں جو کچھ ہے، اس کی ساری مخلوقات انسان، جانور، نباتات، سمندروں، دریاؤں، صحراؤں اور پہاڑوں کو کس نے بنایا؟ کس نے پیدا کیا، کون مالک ہے؟ کون ان کی تدبیر کرتا ہے؟ اگر تمہیں علم ہے تو اس کا جواب دو۔

﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' (85)

سوال1:﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' مشرکین اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا اقرار کرتے تھے پھر دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہوئے غور وفکر کیوں نہیں کرتے؟

جواب:(1)﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہہ دو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' مشرکین لفظی طور پر اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا اقرار کرتے تھے اسی لیے رب العزت نے فرمایا ان سے اس بارے میں پوچھو گے تو یہ جواب دیں گے ﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا ہے'' یعنی وہ اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جب وہ اقرار کرلیں تو ان سے کہیں۔

(2)﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' یعنی سب کچھ جانتے ہو پھر نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے؟ اس ذات کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے جس نے پیدا کیا، جس نے زندگی کے لیے سب کچھ عطا فرمایا جس کے قبضے میں ہماری جان ہے۔

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾

''آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟''(86)

سوال1:﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ ''آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ﴾ ''آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب'' یعنی عالم بالا، اس کے ستاروں، سیاروں کا رب کون ہے؟ وہ کون ہے جو عبادت گزار فرشتوں کا خالق ہے۔

(2)﴿وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے'' کون مالک ہے عرش عظیم کا جو ساری مخلوقات کی، زمین، آسمانوں، سیاروں، ستاروں کی چھت ہے۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی شان بڑی عظمت والی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک گنبد کی طرح بنا کر فرمایا کہ اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے۔(ابوداؤد:4726)(4) یعنی وہ کون ہے جس نے سارے جہان بنائے، ان کی تدبیر کی جو نظام ہستی چلا رہا ہے۔

﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں؟''(87)

سوال1:﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے'' یعنی جب وہ اس بات کا اقرار کرلیں جس کا تم اقرار کرتے ہو تو ان سے پوچھیں۔

(2)﴿قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں'' تم اس کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں؟ تم غیر اللہ کی عبادت سے بچتے کیوں نہیں؟ تم غیر اللہ سے امیدیں کیوں باندھتے ہو؟ تم رب عظیم کی عبادت سے کیوں دور بھاگتے ہو؟ وہ تو قوت کا مالک ہے۔ تم پر مہربان ہے، ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے۔ تم اس کا تقویٰ کیوں نہیں اختیار کرتے؟

(3) اللہ رب العزت نے انتہائی لطف و کرم سے بار بار توجہ دلائی ہے ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' ﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ تو کیا تم ڈرتے نہیں'' یہ رب العزت کی طرف سے وعظ و نصیحت ہے۔

﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو'' (88)

سوال 1:﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے'' یعنی عالم بالا میں اور عالم زیریں میں جو کچھ ہے کس کی بادشاہت میں ہے؟

(2) رب العزت نے اپنی بادشاہت کا شعور راسخ کیا ہے کہ وہ خالق، مالک اور بادشاہ ہے جو چاہے کرسکتا ہے اس کے فیصلے اور اسی کا حکم چلتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَاۗبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقینا میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔'' (ہود:56)

(4) رسول اللہ ﷺ کثرت سے یہ قسم کھاتے تھے ﴿وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ﴾ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے'' اور جب زیادہ زور دیتے تو فرماتے ﴿لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ﴾ ''قسم ہے اس ذات کی جو دلوں کو الٹا پلٹتا ہے''

(5)﴿وَهُوَ يُجِيْرُ﴾ ''اور وہی پناہ دیتا ہے'' وہی ہے جو شر سے پناہ دیتا ہے، اپنے بندوں کی تکالیف دور کرتا ہے اور جو چیز بھی ان کو تکلیف پہنچائے اس سے بچاتا ہے۔

(6)﴿وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ﴾ ''اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی'' اور کوئی ایسا نہیں، کسی کی قوت نہیں، کسی کی قدرت نہیں، کسی کا اختیار نہیں، کسی کی ہستی نہیں کہ وہ اللہ رب العزت کے مقابلے میں کسی کو پناہ دے سکے، نہ کوئی شر کو دور کر سکتا ہے، نہ تکلیف سے بچا سکتا ہے جسے رب العزت نے تقدیر میں لکھ دیا ہو۔

(7)﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں، اس کی تقدیر کے بارے میں جانتے ہو تو تمہیں علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ و اختیار کے لیے کیا دلیل دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت اور قبضے اور اختیار کے لیے دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾

''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے؟'' (89)

سوال 1: ﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے'' جب لوگ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر ہدایت کے راستے سے کیوں پھر جاتے ہیں؟

جواب: (1)﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ﴾ ''وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' یعنی وہ اس بات کا اقرار کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ عظیم بادشاہ ہے جو پناہ دے سکتا ہے جس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی جب بات یہ ہے تو آپ ان سے پوچھیں۔

(2)﴿قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾ ''کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے؟'' یعنی تمہاری عقل کہاں سے دھوکہ کھاتی ہے۔ جب تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وہ معبود کسی چیز کے مالک نہیں ان کا اقتدار میں کوئی حصہ نہیں۔ تم نے ان کی خاطر رب عظیم کو چھوڑ دیا، اپنے خالق اور مالک اور سارے امور کی تدبیر کرنے والے کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیا۔ تمہاری عقل نے ایک ایسے کام کی طرف تمہیں لگا دیا ہے جو غیر معقول ہے۔ ایسے لگتا ہے شیطان نے تمہاری عقلوں پر جادو کر دیا ہو۔ اس نے شرک کو تمہارے سامنے مزین کیا اور تم دھوکہ کھا گئے۔

(3) حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کے راستے سے پھر جانے کا سبب دھوکہ ہے عقیدے کا خراب ہونا اور خبط میں مبتلا ہونا ہے۔

﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾

''بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' (90)

سوال 1: ﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں'' اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم جھٹلانے والوں کے پاس حق لے کر آئے ہیں یعنی یقین اور وہ دین اسلام ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔(جامع البیان:57/18)

(2) یہ لوگ حق کا اعتراف کیوں نہیں کرتے جب کہ وہ صدق اور عدل پر مبنی ہے۔

(3)﴿وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' یعنی حق کے مقابلے میں ان کے پاس جھوٹ اور ظلم کے سوا کچھ نہیں۔

(4) وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے میں جھوٹے ہیں کہ ان کے پاس اس کے لیے کوئی دلیل نہیں رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے، یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔'' (المومنون:117)

(5)﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''بلکہ میں نے انہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا۔'' (الزخرف:29)

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ ۚ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا، پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' (91)

سوال 1:﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ ۚ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا، پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا'' اللہ تعالیٰ صاحب اولاد نہیں، بادشاہت میں، عبادت میں، تصرف میں اختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

(2)﴿وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ﴾ ''اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے'' یعنی اگر ان کے باطل گمان کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی شریک ہوں تو ہر معبود اپنی تخلیق کو لے کر الگ ہو جاتا اور وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے چونکہ کائنات ہم آہنگی سے چل رہی

ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو خالق ہو یا مالک یا رازق ہو۔ اللہ تعالیٰ اولاد اور انداد یعنی شریکوں سے پاک ہے۔ (تفسیر الاساس: 3663/7)

(3) ﴿إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ﴾ ''ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا'' یعنی دونوں معبود ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے اور اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتے۔

(4) ﴿وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ ''اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا'' پس جو غالب ہوتا وہی معبود ہوتا۔ اس قسم کی کھینچا تانی میں وجود کائنات کا باقی رہنا ممکن نہیں تھا اور نہ اس صورت حال میں کائنات کے عظیم انتظام کا تصور کیا جا سکتا ہے جسے دیکھ کر عقل حیرت میں گم ہو جاتی ہے۔ اس کا اندازہ سورج، چاند، ایک جگہ قائم رہنے والے ستاروں اور سیاروں کے درمیان باہمی نظم کو دیکھ کر کرو! جب سے ان کو پیدا کیا گیا ہے یہ ایک خاص ترتیب اور ایک خاص نظام کے مطابق چل رہے ہیں، اس بے کراں کائنات کے تمام سیارے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مسخر ہیں، اس کی حکمت تمام مخلوق کی ضروریات و مصالح کے مطابق ان کی تدبیر کرتی ہے ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر منحصر نہیں۔ آپ اس نظام کائنات میں کسی ادنیٰ سے تصرف میں کوئی خلل دیکھیں گے، نہ تناقض اور نہ تعارض۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَٰوَاتٍ طِبَاقًا ۖ مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ﴾ ''وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟'' (الملک: 3) کیا دو معبودوں کے انتظام کے تحت اس قسم کا تصور کیا جا سکتا ہے! (سعدی: 1788/2)

(5) ﴿سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ ''پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' یہ ساری کائنات اپنی زبان سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کی تدبیر کرنے والا بے نیاز ہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ اس کے بغیر کسی کا کوئی وجود نہیں اس کے بغیر کسی چیز کی بقا نہیں صرف اسی کی عبادت، صرف اسی سے مدد مانگے بغیر مخلوق کے لیے کوئی سیدھا راستہ نہیں۔ وہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

﴿عَٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

''وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے پس وہ اس سے بہت بلند ہے جسے وہ شریک بناتے ہیں'' (92)

سوال 1: ﴿عَٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ''وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے پس وہ اس سے بہت بلند ہے جسے وہ شریک بناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے غیب اور حاضر کے علم کو دلیل بنایا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَٰلِمِ الْغَيْبِ﴾ ''وہ غیب کا جاننے والا ہے'' رب العزت نے اپنے علم محیط کے ذریعے اپنی عظمت کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ وہی ہے جو ہر چیز کا کلی اور جزوی علم رکھتا ہے۔ وہ سب کچھ جو ہماری نظروں اور ہمارے علم سے اوجھل ہے، وہ ہمارے لیے غیب ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مکمل طور پر جانتا ہے۔

(2)﴿وَالشَّهَادَةِ﴾''اور حاضر کا'' اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ ظاہر و باطن، کھلے چھپے سب کو جانتا ہے۔

(3)﴿فَتَعٰلٰی﴾''پس وہ بہت بلند ہے'' اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے، وہ بہت بڑا ہے ﴿عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾''اس سے جسے وہ شریک بناتے ہیں'' ان ہستیوں سے جن کے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس علم کے جو رب العزت نے انہیں دیا ہے۔

(4) رب العزت ظالموں کی افترا پردازیوں سے پاک ہے۔

رکوع نمبر 6

﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ﴾

''آپ دُعا کریں اے میرے رب! اگر آپ ضرور مجھے وہ دکھائیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' (93)

سوال 1:﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ﴾''آپ دُعا کریں اے میرے رب! اگر آپ ضرور مجھے وہ دکھائیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ﴾''آپ دُعا کریں اے میرے رب! اگر آپ ضرور مجھے وہ دکھائیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جانے والے دلائل پر غور نہیں کیا تو ان پر عذاب واجب ہو گیا۔ ان پر عذاب نازل ہونے کی دھمکی دی گئی تو رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ یوں کہیں کہ اے میرے رب! اگر تو ان پر عذاب نازل کرے تو مجھے ظالموں میں سے نہ کرنا۔

﴿رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا'' (94)

سوال 1:﴿رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾''تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾''تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا'' مصائب، آفتوں اور عذابوں کے وقت یہ دعا مانگنی چاہیے۔

(2) حدیث میں آپ کی دعا کا یہ ٹکڑا بھی ہے۔﴿وَاِذَا اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ﴾''اور جب آپ اس قوم کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں تو مجھے فتنے میں ڈالے بغیر وفات دے دیں۔'' (ترمذی)

(3) نبی ﷺ کو یہ دعا سکھائی گئی تاکہ آپ ﷺ رحم مانگیں گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور دعا کریں کہ یا اللہ! اپنے عذاب سے بچا

لینا کہ جب وہ نازل ہوتا ہے تو نیک اور بد سب کو لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

﴿وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ ہم اس پر یقیناً قادر ہیں کہ آپ کو وہ چیز دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں'' (95)

سوال 1: ﴿وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم اس پر یقیناً قادر ہیں کہ آپ کو وہ چیز دیکھا دیں جن کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم اس پر یقیناً قادر ہیں کہ آپ کو وہ چیز دیکھا دیں جن کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم تمھاری آنکھوں کے سامنے وہ چیز لانے کی قدرت رکھتے ہیں جس کی ہم تمھیں دھمکی دے رہے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل مکہ کو کیا وعدے دیے جا رہے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل مکہ کو ان کی مغلوبیت اور پامالی کے وعدے دیے جا رہے تھے۔

سوال 3: پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کب پورا ہوتا ہے؟

جواب: کبھی پیغمبر کی حیات میں کبھی پیغمبر کی وفات کے بعد۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔'' (الانفال:33)

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُن کے دشمن کو پامال کرنے کا وعدہ کب پورا ہوا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پہلی بار غزوہ بدر کے موقع پر اور دوسری بار فتح مکہ کے موقع پر۔ انکار کرنے والے عذاب کی وعید کا مذاق اڑاتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ تمھاری آنکھوں کے سامنے وہ چیز لے آئے جس کا تم انکار کرتے ہو۔ پھر اس انکار کی وجہ کیا ہے؟ (الاساس:3663/7)

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ﴾

''آپ برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو، جو بھی وہ بیان کرتے ہیں ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں'' (96)

سوال 1: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ﴾ ''آپ برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو، جو بھی وہ بیان کرتے ہیں ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں'' یہ بات کیوں کہی گئی کہ برائی کو بھلائی سے دور کریں؟

جواب:(1)﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ﴾ ''آپ برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو'' یہ بات مکہ میں دعوتی طریقہ کار کے حوالے سے کی گئی کہ برائی کو بھلائی سے دور کریں گے۔ حکم آنے تک صبر کریں گے اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔

(2) یعنی جب آپ کے دشمن قول وفعل کے ذریعے سے آپ کے ساتھ برائی سے پیش آئیں تو آپ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئیں، ہر چند کہ برائی کا بدلہ اس قسم کی برائی سے دینا جائز ہے مگر آپ ان کے برے سلوک کے بدلے میں ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں۔ یہ آپ ﷺ کی طرف سے برا سلوک کرنے والے پر احسان ہے۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ حال اور مستقبل میں آپ کی طرف سے برائی میں تخفیف ہوگی۔ آپ ﷺ کا یہ حسن سلوک، آپ ﷺ کے ساتھ برائی سے پیش آنے والے کو حق کی طرف لانے میں زیادہ ممد ثابت ہوگا۔ آپ ﷺ کا حسن سلوک برائی سے پیش آنے والے کو ندامت، تاسف اور توبہ کے ذریعے سے بدسلوکی سے رجوع کرنے کے زیادہ قریب لے آئے گا۔ معاف کرنے والے کو احسان کی صفت سے متصف ہونا چاہیے۔ اس سے وہ اپنے دشمن شیطان پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور رب کریم کی طرف سے ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا﴿وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اور برائی کا بدلہ اُس جیسی ایک برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔'' (الشوریٰ:40)

(3) اس آیت کریمہ میں ایک ایسی بہترین تدبیر بتائی گئی جو عداوت کے وقت اکسیر اعظم سے کم نہیں یعنی دشمن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور اس کی برائی کا بدلہ احسان سے دو تاکہ خود بخود اس کے دل میں عداوت کی بجائے محبت اور بغض کی بجائے کشش پیدا ہو۔ دوسری آیت میں فرمایا:﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (۳۴) وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (۳۵)﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اُس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے۔ اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔'' (حٰمٓ السجدۃ:34,35) (السراج المنیر:1296/2)

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک آدمی اپنے بھائی سے کہے اگر تم جھوٹے ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو معاف کر دے اور اگر آپ سچے ہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے۔ (تفسیر مراغی:309/6)

(5) بعض مفسرین کہتے ہیں فحش کو سلام سے اور منکر کو نصیحت سے دور کرو۔ (الاساس:3664/7)

(6) یعنی ان کی جہالت کو حلم سے اور برے کلام کو کلام حسن سے دور کرو اور لا الہ الا اللہ سے اہل مکہ کے شرک کو دور کرو۔ (تفسیر سمرقندی:511/2)

(7)﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ﴾ ''ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں'' یعنی ہم کفر اور حق کی تکذیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔ ہم

نے حلم سے کام لے کر ان کے بارے میں صبر کیا ہے۔ حق ہماری طرف سے ہے اور جھٹلانا بھی ہماری طرف ہی لوٹتا ہے۔ انسانوں کی طرف سے برے سلوک کے مقابلے میں مومن کو حسن سلوک ہی کرنا چاہیے جبکہ شیاطین کی بدسلوکی کے جواب میں حسن سلوک کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ شیاطین تو جہنم کی دعوت دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے مقابلے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

سوال 2: دعوت دینے والا لوگوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتا ہے لیکن اُسے بُرائی کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے؟

جواب: دعوت دینے والا جب ایک اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے، جب اُس کی غلامی کی دعوت دیتا ہے تو جو لوگ دُنیا سے محبت رکھتے ہیں اور خواہشات کی غلامی کرنا چاہتے ہیں وہ اس دعوت کی زد اپنے اُوپر محسوس کرتے ہیں اس وجہ سے لوگ اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ دعوت دینے والے کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتے ہیں۔

سوال 3: دعوت دینے والے پر لوگوں کی بُرائیوں کا کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: لوگوں کے بُرے رویے پر دعوت دینے والا بھی ردِعمل کی نفسیات کا شکار ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہ اگر اس وقت خاموشی اختیار کی گئی تو لوگوں کے حوصلے بڑھیں گے اور مخالفانہ کاروائیاں بڑھ جائیں گی۔ شیطان ایسے موقع پر انسان کو بہکا سکتا ہے کہ انسان کو گمراہ کر دے۔

سوال 4: دعوت دینے والے کو ردِعمل کی نفسیات سے کیسے روکا گیا؟

جواب: دعوت دینے والے سے یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں۔ یہ بات دعوت دینے والے کو شیطان کے وسوسوں کی تکلیف سے بچا لیتی ہے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ﴾

''آپ دُعا کریں اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں'' (97)

سوال 1: ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ﴾ ''آپ دُعا کریں اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔'' وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلْ﴾ ''آپ دُعا کریں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے۔

(2) ﴿رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ﴾ ''اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔'' آپ بھی شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

(3) یعنی میں اپنی قدرت وقوت سے برأت کا اظہار کر کے تیری قدرت وقوت کی پناہ پکڑتا ہوں۔ میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو ان شیاطین سے ملنے جلنے کی وجہ سے مجھے لاحق ہو سکتا ہے۔ نیز میں ان کی وسوسہ اندازی اور ایذا رسانی سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں اور میں

اس شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو ان کی موجودگی اور ان کی وسوسہ اندازی کے باعث مجھے لاحق ہوسکتا ہے۔ یہ استعاذہ ہر قسم کے شر اور اس کی اصل سے پناہ طلبی ہے۔ اس میں شیطان کی دراندازی، اس کا وسوسہ اور اس کی ایذا رسانی وغیرہ سب داخل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا قبول کر کے اسے شیطان کے شر سے پناہ دے دیتا ہے تو بندہ ہر شر سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے اور اسے ہر بھلائی کی توفیق عطا ہو جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1790/2)

﴿وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾

''اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں'' (98)

سوال 1: ﴿وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾ ''اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾ ''اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔'' یعنی میرے کسی کام کے موقع پر شیاطین میرے قریب نہ آئیں۔

(2) شیطان کو بھگانے کے لیے کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے۔ کھانے پینے، سونے اور جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں یہی حکمت ہے۔

سوال 2: دعوت دینے والوں کو شیطان کی اُکساہٹوں سے بچنے کا کیا طریقہ بتایا گیا؟

جواب: دعوت دینے والے کو شیطان کی اُکساہٹوں سے بچنے کے لیے رب کی پناہ مانگنے کے لیے کہا گیا ہے۔

سوال 3: شیطان کے قریب آنے سے رب کی پناہ مانگنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: شیطان کے قریب آنے سے بچنے کے لیے رب کی پناہ مانگ کر انسان مطمئن ہو جاتا ہے۔

سوال 4: نبی ﷺ شیطان کے شر سے کیسے پناہ مانگا کرتے تھے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ ہر کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام سے کرتے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے شیطان دور ہو جاتا ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ شیطان سے پناہ یوں مانگا کرتے تھے۔ ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے، اس کی اُکساہٹ، اس کی پھونک اور اس کے وسوسے سے۔'' (ابوداؤد: 775)

(3) روایت ہے عمرو بن شعیب کے دادا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے نیند میں چونک پڑے کہے ﴿اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ

اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ﴾ ''میں اللہ کی پوری باتوں کے پناہ میں آتا ہوں اس کے غضب سے اور عذاب سے اور اسکے بندوں کے فساد سے اور وسوسوں سے شیطان کے اور اس سے کہ وہ ہمارے پاس آئیں'' سو وہ خواب اسے ضرر نہ کرے گا اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو سکھا دیتے تھے اس کو جو بالغ ہوتا تھا ان کی اولاد سے اور جو نابالغ ہوتا تھا اس کو لکھ کر اس کے گلے میں لٹکا دیتے تھے (ترمذی:3528)

(4) ''﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّي وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ﴾'' ''اے اللہ! کسی مکان یا دیوار کے اپنے اوپر گرنے سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں اونچے مقام سے گر پڑنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں ڈوبنے، جل جانے اور بہت بوڑھا ہو جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ موت کے وقت مجھے شیطان اچک لے۔'' (ابوداؤد کتاب الوتر:1552)

(5) رات کے وقت گھبراہٹ میں آپ یہ دُعا کرتے تھے۔﴿بِسْمِ اللهِ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ﴾ (ابوداؤد)

(6)﴿اعوذ بكلمات الله التامة من عقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون. فانه لا يضرك وبالحرى لا يضرك﴾ (احمد:2/298)

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے'' (99)

سوال 1: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔'' موت کے وقت یہ آرزو کون کرتا ہے اے میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے؟

جواب: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔'' (1) یہ آرزو موت کے وقت کافر کرتا ہے۔ (2) اہل شرک یہ آرزو کرتے ہیں۔ (جامع البیان 54/18)

سوال 2: موت کے وقت کے علاوہ دُنیا میں لوٹانے کی آرزو کب کب کی جائے گی؟

جواب: (i) دوبارہ اُٹھائے جانے کے وقت۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے حضور قیام کے وقت۔ (iii) جہنم میں داخلے کے وقت۔

سوال 3: کیا دُنیا میں لوٹائے جانے کی خواہش کا کوئی فائدہ ہوگا؟

جواب: (1) اس خواہش کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(2)﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ

لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ”نہیں وہ انتظار کرتے مگر اس کے انجام کا جس دن اس کا انجام آجائے گا، جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اُسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھے تو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں؟ یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کو ہی خسارے میں ڈالا اور اُن سے گم ہو گیا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے۔“ (الاعراف:53)

(3)﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۷) بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۲۸)﴾ ”اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“ (الانعام:27,28)

(4)﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۱۰) وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۱)﴾ ”اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے: ”اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اُس کی مقررہ مدت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو“ (المنافقون: 10,11)

(5)﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (۴۴) وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ (۴۵)﴾ ”اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب اُن پر عذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑا قریب کے وقت تک مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟ اور تم ان کی بستیوں میں آباد رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر خوب واضح ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا؟ اور ہم نے تمہارے لیے کئی مثالیں بیان کیں۔“ (ابراہیم:44,45)

﴿لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ

﴿اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾

''تاکہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے'' (100)

سوال 1: ﴿لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ ''تاکہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ﴾ ''تاکہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں'' موت کے وقت ظالم نادم ہوتے ہیں اور دنیا میں واپس لوٹنے کی خواہش کرتے ہیں کہ میں نے جو کوتاہی اللہ تعالیٰ کے حق میں کی ہے۔ میں نے جتنے نیک اعمال چھوڑے، دنیا میں واپس جا کر نیک اعمال کروں۔

(2) ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ انہیں دنیا میں واپس لوٹایا جائے۔

(3) ﴿كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا﴾ ''بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے'' دنیا میں بھیج دینے کی بات کو ایک قول اس لیے کہا گیا کہ یہ معاملہ کبھی عمل میں نہیں آئے گا، نہ مہلت دی جائے گی کیونکہ عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ اگر دوبارہ واپس بھی بھیج دیا جائے تب بھی وہی کام کریں گے جس سے روکا گیا تھا۔ ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28)

(4) ﴿وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ ''اور اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے'' برزخ دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کو کہتے ہیں۔ یہاں دنیا اور آخرت کے درمیان جو حجاب حائل ہے اسے برزخ کہتے ہیں۔

(5) دنیا کی زندگی اور آخرت کے درمیان وقفے کو برزخ کا نام دیا گیا ہے۔

(6) برزخ میں مومنوں کو نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا اور نافرمانوں کو عذاب دیا جائے گا۔ یہ موت سے جی اٹھنے کے درمیان کا وقت ہے۔ اس لیے اس کی تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال 7: موت کے بعد جی اُٹھنے تک کے وقفے کو برزخ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: موت اور بعث کے وقفے کو برزخ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد انسان کا دُنیا کی زندگی سے تعلق ختم ہو جاتا ہے اور آخرت کا آغاز تو تب ہوگا جب سب انسانوں کو زندہ کیا جائے گا۔

سوال8: برزخ کی زندگی کس صورت میں گزرتی ہے؟

جواب: برزخ کی زندگی قبر میں گزرے یا کسی جانور کے پیٹ میں مٹی کے ذرات کی صورت گزرے، یہ موت اور بعث کے درمیان کی زندگی ہے۔

سوال9: کافر کی تمنا میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: حضرت قتادہ کہتے ہیں کافر کی تمنا میں ہمارے لیے سبق ہے کافر دُنیا میں دوبارہ لوٹنے کی آرزو خاندان کے لیے نہیں کرے گا بلکہ عمل صالح کے لیے دُنیا میں آنے کی تمنا کرے گا۔ اس لیے زندگی کے لمحات کو زیادہ سے زیادہ عمل صالح کرنے کے لیے غنیمت جاننا چاہیے تاکہ قیامت کے دن یہ آرزو کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ (ابن کثیر)

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ﴾

''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے'' (101)

سوال1: ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے قیامت کے دل دہلا دینے والے مناظر کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ انسانوں کو قبروں سے اٹھانے کے لیے صور پھونکا جائے گا۔

(2) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے'' جب موت کے بعد کی زندگی کا صور پھونکا جائے گا اور مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے تو اس دن سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے اور کوئی کسی کا نہ پوچھے گا کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، نہ باپ کو اولاد سے محبت رہے گی اور نہ اولاد کو باپ سے ہی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا یَسْـَٔلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا (۱۰) یُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِىٕذٍۭ بِبَنِیْهِ (۱۱) وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ (۱۲) وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ (۱۳) وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ (۱۴)﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا۔ اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے۔'' (المعارج:10,14)

(3) ﴿یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ (۳۴) وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ (۳۵) وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ (۳۶) لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ (۳۷)﴾ ''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اُس

دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔" (عبس:34,37)

سوال2: صور پھونکنے کے بعد انسان کی رشتے داریوں کا کیا ہوگا؟

جواب: (1) صور پھونکنے کے بعد کوئی رشتہ نہ رہے گا۔ (2) لوگ ایک دوسرے کو پوچھیں گے بھی نہیں۔

سوال3: میدان حشر میں رشتے دار ایک دوسرے کو کیوں نہیں پوچھیں گے؟

جواب: حشر کے دن کی ہولناکیاں ایسی ہوں گی کہ کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا۔

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

"پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہیں" (102)

سوال1: ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ "پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ "پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے" جس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے کے مقابلے میں جھک جائے گا۔

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ "تو وہی لوگ کامیاب ہیں" جس کی نیکوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔ جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ ہی بڑی کامیابی ہے۔

سوال2: اعمال کے بھاری ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: قیامت کے دن وزن ہی اچھے اعمال کا ہوگا۔ بُرے اعمال کا کوئی وزن نہیں نکلے گا۔

سوال3: کامیابی کس کا مقصد رہے گی؟

جواب: (1) کامیابی اچھے اعمال کرنے والوں کے لیے ہے۔

(2) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں "جہاد کے لئے" گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا' پینا اور اس کا پیشاب ولید سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں ہوگا اور سب پر اس کا ثواب ملے گا۔ (بخاری:2853)

(3) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طہارت ایمان کا حصہ ہے، الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ والحمدللہ سے آسمان وزمین کا درمیانی حصہ بڑھ جاتا ہے، نماز نور ہے، صدقہ برھان ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن مجید تیری حمایت

میں یا تیرے خلاف وکیل ہے۔" (مسلم:534)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بہت موٹا آدمی لایا جائے گا لیکن اللہ کے نزدیک (اُس کی اہمیت) مچھر کے پر کے برابر نہ ہوگی' پڑھو ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ "پس ہم قیامت کے دن اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہ کریں گے" (الکہف:105)(مسلم:7045)

(5) "بزار اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن آدم کے بیٹے کو لا کر میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور ایک فرشتہ کو میزان پر مقرر کر دیا جائے گا اب اگر اس کی میزانیں بھاری نکلیں تو وہ فرشتہ ایسی آواز سے جس کو ساری مخلوق سنے گی کہے گا فلاں شخص خوش نصیب ہو گیا اس کے بعد کبھی بدنصیب نہ ہوگا اور اگر اس کی میزانیں ہلکی نکلیں تو وہ فرشتہ ایسی آواز سے جس کو ساری مخلوق سنے گی کہے گا فلاں شخص بدنصیب ہو گیا آئندہ اس کے بعد کبھی خوش نصیب نہ ہوگا۔" (تفسیر مظہری:149)

﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾

"اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں" (103)

سوال 1: ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾ "اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ "اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے" جس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے کے مقابلے میں جھک جائے گا۔

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا﴾ "تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا" یہ وہ لوگ ہیں جن کا دیوالیہ نکل جائے گا، وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

(3) دنیا کے خسارے کے مقابلے میں یہ ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں، ہمیشہ کی بدبختی کتنے گھاٹے کا سودا ہے۔ اپنے نفس کو وہ ابدی سعادت تک پہنچا سکتا تھا مگر اس نے اپنے رب کی نعمتوں کو گنوا دیا۔

(4) ﴿فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾ "وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں" وہ ہمیشہ کے لیے جہنم جائیں گے۔ جس سے کبھی نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔

(5) مومنوں کو جہنم میں داخلے کے بعد ہمیشہ اس میں نہیں رکھا جائے گا۔

سوال 2: کن لوگوں کے اعمال ہلکے ہوں گے؟

جواب: بُرے اعمال کا کوئی وزن نہیں ہوگا یہی اعمال ہلکے ہوں گے۔

سوال3: کون لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو گھاٹا دیتے ہیں؟

جواب: جولوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں وہ اپنی جانوں کو گھاٹا دیتے ہیں۔

﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾

''اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے'' (104)

سوال1: ﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ ''اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) کافروں کے برے انجام کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا: ﴿تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ''اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی'' یعنی آگ انہیں ہر طرف سے ڈھانپ لے گی حتیٰ کہ ان کے چہروں کو آگ برابر جھلساتی رہے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ''ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔'' (ابراہیم:50)

(2) ﴿وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ ''اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے'' کلح، ہونٹ سمٹ اور سکڑ جانے اور دانتوں کے ظاہر ہو جانے کو کہتے ہیں۔ (3) شدت عذاب کی وجہ سے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔

(4) نبی ﷺ نے فرمایا: جب جہنمی جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے تو اس کے خوف ناک شعلے ان کا استقبال کریں گے اور ان کے چہرے جھلس کر رکھ دیں گے چہروں کا گوشت گل کر پیروں پر آ پڑے گا۔ (ابن ابی حاتم) یا اللہ! ہمیں اپنے عذابوں سے بچا لینا۔

(5) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ ''اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے'' (المومنون:104) کے سلسلے سے فرمایا: ''جہنم ان کے منہ کو جھلسا دے گی، جس سے اوپر کا ہونٹ سکڑ کر آدھے سر تک پہنچ جائے گا اور نچلا ہونٹ لٹک کر ناف سے ٹکرانے لگے گا''۔ (ترمذی:3176)

سوال2: جہنم کی آگ تو پورے جسم کو چاٹ رہی ہوگی خصوصی طور پر چہرے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: (i) چہرہ انسان کے وجود کا سب سے اشرف حصہ ہے۔

(ii) چہرہ انسان کی شناخت ہے جہنم میں بُرائیوں کے بدلے کے لیے بھیجا جائے گا اس لیے ہر طرح کی بُرائی کی جگہ تو جب آگ چاٹے گی تو ذات کی شناخت کو تو خاص طور پر آگ چاٹے گی۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسا ومن سیات اعمالنا)

سوال3: انسان جہنم میں کیسے ہو جائیں گے؟

جواب: انسان جہنم میں بدشکل اور ڈراؤنے ہو جائیں گے ان کے ہونٹ سکڑ جائیں گے اور دانت ظاہر ہو جائیں گے۔

﴿اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾

''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔''(105)

سوال1: ﴿اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔'' جہنم میں دردناک عذاب سہتے ہوئے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات جھٹلانے کا شعور کیسے دلایا جائے گا؟

جواب: ﴿اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں'' یعنی تمہیں آیات کے ذریعے سے ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی لیکن تم نے کفر کیا، شرک کیا، بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ﴿فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔'' تم ظلم اور دشمنی کی وجہ سے جھٹلاتے تھے حالانکہ آیات واضح طور پر حق کو بیان کرتی تھیں۔ تمہارے لیے کوئی حجت تو نہیں چھوڑی گئی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۸) قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ (۹) وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (۱۰) فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (۱۱)﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔'' سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، سو دوری بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے'' (الملک:8,11)

﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَاۗلِّيْنَ﴾

''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے'' (106)

سوال1: ﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَاۗلِّيْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے'' اہل جہنم کس چیز کو اپنی بدبختی قرار دیں گے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی'' اہل جہنم

دنیا کی لذتوں اور خواہشات کو اپنے لیے بدبختی قرار دیں گے کیونکہ وہی انسان پر غالب آتی ہیں تو انسان کے پاس رب کی آیات کے لیے وقت نہیں رہ جاتا۔

(2)﴿وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ﴾ ''اور ہم گمراہ لوگ تھے'' یعنی ہم نے دنیا میں بے وقوفوں اور گمراہوں والے کام کیے۔ ہم بھٹک گئے، ہمیں اطاعت کرنی نصیب نہ ہوئی۔

سوال2: لذتوں اور خواہشات کو بدبختی کیوں قرار دیا جائے گا؟

جواب: لذتیں اور خواہشات ہی ہمیشہ کی بدبختی کا سبب بنیں گی۔

سوال3: گمراہی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) گمراہی سے مراد اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے سے نکلنا۔

(2) گمراہی سے مراد اللہ تعالیٰ کے تعلق کے دائرے سے نکل کر نافرمانی اور بے ادبی کا راستہ اختیار کرنا ہے۔

﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے'' (107)

سوال1: ﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔'' اہل جہنم اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نکالنے کے بارے میں کیا معاہدہ کریں گے؟

جواب: (1)﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔'' اہل جہنم وعدے کریں گے اور وعدوں میں جھوٹے ہوں گے۔ ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28)

(2) رب العزت نے کوئی حجت باقی نہیں رکھی بلکہ سارے عذر ختم کر دیئے اور دنیا میں اتنی عمر میں نصیحت پکڑنے والے نصیحت قبول کر لیتے ہیں۔

﴿قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' (108)

سوال1: ﴿قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' اللہ تعالیٰ اہل جہنم کی پکار کا کیا جواب دیں گے؟

جواب:(1)﴿قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' جب کافر جہنم سے نکالے جانے اور دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے تو ان کی پکار کا جواب انتہائی سختی سے دیا جائے گا کہ جاؤ ایک ذلیل شخص کی طرح خاموشی اختیار کرو اور مجھ سے کلام نہ کرو تم اسی کے مستحق ہو۔

(2) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہنم والے چالیس سال تک داروغہ جہنم کو پکارتے رہیں گے آخر کار بمشکل تمام یہ ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور جواب دیں گے کہ تم اسی میں ہمیشہ کے لیے اسی طرح ذلیل وخوار رہو گے۔ اللہ کی قسم! داروغہ جہنم کو اور حق تعالیٰ کو ان کی چیخ و پکار کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ (ابن ابی حاتم)

﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

''یقیناً میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تو ہمیں معاف فرما دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے'' (109)

سوال 1: ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''یقیناً میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تو ہمیں معاف فرما دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناً میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا'' اور وہ مومن تھے اور یہ بھی کہا گیا وہ صحابہ تھے۔ (فتح القدیر:3/624)

(2)﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تو ہمیں معاف فرما دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے''۔ انہوں نے ایمان کو جو کہ اعمال صالح کا تقاضا کرتا ہے اپنے رب سے مغفرت اور رحمت کی دعا کو، اس کی ربوبیت کے توسل کو، ایمان عنایت کرنے میں اس کی نوازش کو، اس کی بے پایا رحمت کو اور احسان کو جمع کر دیا۔ یہ آیت کریمہ ضمناً اہل ایمان کے خشوع وخضوع، اپنے رب کے حضور ان کی فروتنی، ان کے خوف الٰہی اور اللہ تعالیٰ سے پر امیدی پر دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر السعدی:2/1795)

سوال 2: دُنیا کی زندگی میں اگرچہ آخرت کے حقائق سامنے نہیں آتے لیکن کچھ لوگ کس طرح سے خود کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھ کر رکھتے ہیں؟

جواب: دنیا کی زندگی میں اہل ایمان کے لیے بڑا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے جب وہ ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

1۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جلال اور کمال کو پہچان جاتے ہیں۔ 2۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق پر یقین کر لیتے ہیں۔
3۔ جو دعوت کے معاملے میں اتنے سنجیدہ ہو جاتے ہیں کہ اسی کو اپنی کامیابی اور ناکامیابی کا معیار بنا لیتے ہیں۔

سوال 3: ایمان لانے والے اپنی مغفرت اور رب کی رحمت کے لیے کیوں دُعائیں کرتے ہیں؟

جواب: ایمان والوں کو اپنی غلطیوں کا شدت سے احساس ہوتا ہے اس لیے وہ رب کی رحمت پر نظریں لگاتے ہیں۔

﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾

''چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے'' (110)

سوال 1: ﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾ ''چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے'' لوگ اہل ایمان کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا﴾ ''چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا'' حق ہر دور میں لوگوں کی خواہشات کے برعکس اپنا معیار رکھتا ہے۔ یہ معیار لوگوں کو اجنبی لگتا ہے جو لوگ اجنبی طریقہ زندگی (دین) کے ساتھ مکمل طور پر وابستگی اختیار کر لیتے ہیں انہیں یہ قیمت چکانی پڑتی ہے لوگ انہیں مذاق کا موضوع بنا لیتے ہیں۔

(2) ﴿حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے'' اہل ایمان کے ساتھ ان کی مشغولیت، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بھلا دینے کا سبب بن گئی۔

(3) ذکر الٰہی کو بھلا دینا ان کے لیے تمسخر اور استہزا پر آمادگی کا سبب بنا۔

سوال 2: مذاق کے موضوعات کیا ہوتے ہیں؟

جواب: پردہ کا، داڑھی، شادی بیاہ کے موقع پر غیر اسلامی رسومات سے پرہیز۔

﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

''یقین کرو آج کے دن میں نے انہیں اس کے بدلے میں جو انہوں نے صبر کیا یہ جزا دی، بلاشبہ وہی کامیاب ہیں'' (111)

سوال 1: ﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''یقین کرو آج کے دن میں نے انہیں اس کے بدلے میں جو انہوں نے صبر کیا یہ جزا دی، بلاشبہ وہی کامیاب ہیں۔'' لوگوں کے مذاق پر اہل ایمان کا رویہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: (1) ﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا﴾ ''یقین کرو آج کے دن میں نے انہیں اس کے بدلے میں جو انہوں نے صبر کیا یہ جزا دی'' آج میں نے تمہیں تمہاری اذیتیں برداشت کرنے والے، صبر کرنے والے، بہترین صلے کی امید رکھنے والے اہل ایمان کو بدلہ دیا

ہے۔حضرت ابویحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔(مسلم 7500)

(2) حضرت ابوسعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے (کچھ) طلب کیا، تو آپ نے انہیں پھر دیا، حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا، ختم ہو گیا۔آپ نے، جس وقت ہر چیز جو آپ کے ہاتھ میں تھی، خرچ کر دی، تو ان سے فرمایا: ''میرے پاس جو مال بھی ہوتا ہے، میں وہ تم سے ہرگز بچا کر نہیں رکھتا اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا، جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔'' (بخاری 1469)

(3) ﴿هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ بلاشبہ وہی کامیاب ہیں حتیٰ کہ سعادت اسلامی سے ہم کنار کر کے جنت میں پہنچا دیا ہے۔

(4) ﴿يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔'' (الاحزاب:71)

(5) ﴿اُولٰۗىِٕكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا﴾ ''یہ لوگ ہیں جن کو جزا کے طور پر بالاخانے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔اور اس میں اُن کا استقبال دُعا اور سلام کے ساتھ ہوگا۔'' (الفرقان 75)

سوال 2: لوگوں کے مذاق پر اہل ایمان کا رویہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: (1) اہل ایمان صبر کرتے ہیں۔(2) اہل ایمان دین کے ساتھ اپنی وابستگی کو ختم نہیں کرتے۔

سوال 3: آخرت کا انعام انسان کو کس چیز کی جزا کی صورت ملتا ہے؟

جواب: (1) آخرت کا انعام صبر کی وجہ سے ملے گا۔(2) آخرت کا انعام حق کے ساتھ جڑے رہنے یعنی استطاعت کی وجہ سے ملے گا۔

﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟'' (112)

سوال 1: ﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟''

کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قٰلَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' اللہ تعالیٰ ملامت کرتے ہوئے فرمائیں گے۔

(2)﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ﴾ ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟'' اللہ تعالیٰ کافروں کو جتائیں گے تم نے دنیا میں تھوڑی زندگی ہی گزاری ہے ناں پھر بھی میری عبادت نہ کر سکے اگر تم بھی عبادت اور اطاعت کرتے، صبر کرتے تو آج تم بھی کامیاب ہو جاتے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کو خوب اچھی طرح سے معلوم ہے کہ انسان نے دُنیا میں کتنی زندگی گزاری ہے پھر یہ سوال کیوں کیا جائے گا ''دُنیا میں کتنا عرصہ رہے؟''

جواب: اللہ تعالیٰ اس مقصد کے لیے سوال کریں گے کہ یہ واضح کر دیں کہ دُنیا کی زندگی کتنی مختصر تھی جس کے لیے اُنہوں نے ہمیشہ کی زندگی کو داؤ پر لگا دیا۔

﴿قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ﴾

''وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں''(113)

سوال1:﴿قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں'' آخرت میں دنیا کی زندگی کے بارے میں لوگ کیسے اندازے لگائیں گے؟

جواب:(1)﴿قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾ وہ کہیں گے: ''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں'' ان کا اندازہ یہ ہوگا کہ ہم ایک دن یا اس سے بھی کم عرصہ رہے۔

(2)﴿فَسْئَلِ الْعَادِّينَ﴾ ''آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں'' حساب جاننے والے ہی بتا سکتے ہیں ان سے پوچھ لیا جائے۔

سوال2: یہ جواب کس شخص کا ہوگا کہ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرے ہوں گے؟

جواب: یہ جواب حد درجہ پریشان اور تنگدل انسان کا ہوگا۔

سوال3: گنتی کرنے والے کون ہیں؟

جواب:(1) گنتی کرنے والے سے مراد فرشتے ہیں جو انسانوں کے اعمال اور عمریں لکھنے پر مقرر ہیں۔

(2) گنتی کرنے والوں سے مراد ماہر انسان بھی ہو سکتے ہیں۔

﴿قُلْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!''(114)

سوال 1: ﴿قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' دنیا کی زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا شعور دلائیں گے؟

جواب: (1) ﴿قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو'' رب العزت فرمائیں گے تھوڑی ہی مدت رہے ہو ناں۔

(2) ﴿اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' کاش تمہیں آخرت کا یقین ہوتا تو تم دنیا کی قلیل زندگی کو ترجیح نہ دیتے۔ برے کاموں میں پڑ کر اپنی آخرت خراب نہ کرتے تم بھی صبر کرتے تو اجر پاتے۔ تم بھی عبادت کرتے تو کامیاب ہو جاتے۔

سوال 2: دُنیا کی زندگی کیسے قلیل ہے؟

جواب: دُنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں قلیل ہے۔

سوال 3: دُنیا کی زندگی مختصر کیوں لگے گی؟

جواب: قیامت کی ہولناکیاں ذہنوں سے دُنیا کے عیش کو محو کر دیں گی اور دُنیا کی زندگی ایک دن یا آدھا دن لگے گی۔

سوال 4: انسان اگر دُنیا کی زندگی میں ہی اس کی بے ثباتی کو سمجھ جائیں تو کیا نتیجہ سامنے آسکتا ہے؟

جواب: دُنیا کی زندگی کی بے ثباتی کو سمجھنے کی وجہ سے انسان کامیاب انسانوں کی صفات اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اور اپنی زندگی کو ضائع کرنے سے بچ سکتا ہے۔

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾

''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟''(115)

سوال 1: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَحَسِبْتُمْ﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا'' تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کھیل تماشے کے طور پر پیدا کیا ہے۔

(2) ﴿اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾ ''کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے'' کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تمہارے پیدا کرنے کا کوئی مقصد نہیں۔ تم بغیر مصلحت اور حکمت کے محض کھیل تفریح کے لیے پیدا ہوئے ہو؟

(3) کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تمہاری زندگی حیوانات کی طرح ہے کہ تم کھاؤ، پیو اور دنیا کی لذتوں میں جیو اور ہم تمہیں آخرت میں تمہارے

اعمال پر کوئی عذاب یا ثواب نہیں دیں گے۔

(4)﴿وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا'' کیا تم نے یہ گمان کیا تھا کہ تم موت کے بعد ہمارے پاس نہیں آؤ گے اور موت کے بعد کی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ ''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟'' (القیامہ:36)

(5) انسان کی زندگی صرف یہی زندگی نہیں ہے موت کے بعد اُسے دوبارہ اُٹھایا جائے گا اُس کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ اس کے اعمال کی جزا سزا ہوگی اور وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جنت یا جہنم میں پہنچایا جائے گا۔ جنت کی زندگی کامیاب لوگوں کو اور جہنم ناکام لوگوں کو ملے گی۔ اس اعتبار سے اس دُنیا کی زندگی کا لمحہ لمحہ قیمتی ہے کیونکہ لمحہ لمحہ نتیجہ خیز ہونے والا ہے۔

(6) حق یہ ہے کہ رب العزت نے انسان کو بامقصد پیدا کیا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد عبادت ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' (الذریات:56)

(7) شیخ صالح ابن عثیمین عقیدہ واسطیہ کی شرح کے مقدمے میں لکھتے ہیں ''ہم سب اللہ کے لیے پیدا کیے گئے ہماری زندگی کا مقصد عبادت ہے تا کہ ہمارے دل محبت اور تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔'' (عقیدہ واسطیہ)

(8) خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء کے بعد فرمایا کہ لوگو تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کیے گئے اور تم مہمل چھوڑ نہیں دیئے گئے یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لئے نازل ہوگا۔ وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا یا وہ بے نصیب اور بد بخت ہوگیا، وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا، جو اللہ کی رحمت سے دور ہوگیا۔ اور جنت سے روک دیا گیا، جس کی چوڑائی مثل زمینوں اور آسمانوں کی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن عذاب الٰہی سے وہ بچ جائے گا' جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے، اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لئے بے تکان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے گذشتہ لوگ ہلاک ہوئے، جن کے قائم مقام اب تم ہو۔ اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی۔ لوگو خیال تو کرو تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں اپنی گور کی طرف جا رہے ہو' تمہارے پھل پک رہے ہیں تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں۔ تمہاری اجل نزدیک آگئی ہے۔ تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے، جہاں نہ کوئی بستر ہوگا' نہ تکیہ' دوست احباب چھوٹ جائیں گے، حساب کتاب شروع جائے گا، اعمال سامنے آجائیں گے، جو چھوڑ آئے وہ دوسروں کا ہو جائے گا۔ جو آگے بھیج چکے، اسے سامنے پاؤ گے، نیکیوں کے محتاج ہو گے، بدیوں کی سزائیں بھگتو گے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اس کی باتیں

سامنے آجائیں اس سے پہلے تم کو موت اچک لے جائے۔اس سے پہلے جواب دہی کے لئے تیار ہو جاؤ، اتنا کہا تھا کہ رونے کے غلبہ نے آواز بلند کر دی۔منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ وزاری شروع ہو گئی۔(تفسیر ابن کثیر:511)

سوال2: انسان دُنیا کی زندگی کے وقت کو کیوں ضائع کرتا ہے؟

جواب: انسان اپنے غلط گمان کی وجہ سے اپنی زندگی کو ضائع کرتا ہے جب لوٹ جانا اُسے بھول جاتا ہے تو وہ اپنا وقت صلاحتیں، مال سبھی کچھ بے کار گنوا دیتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اس سوال سے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس سوال سے یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارے گمان کی غلطی تم سے زندگی کو ضائع کروا رہی ہے۔

سوال4: دنیا کیسے بے مقصد ہنگامہ لگتی ہے؟

جواب: جو لوگ دُنیا کے کسی انجام پر یقین نہیں رکھتے وہ بے مقصد ہنگامہ ہی سمجھتے ہیں۔

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾

''تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہِ حقیقی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے''(116)

سوال1: ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہِ حقیقی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہِ حقیقی ہے'' اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے وہ سچا اور حقیقی بادشاہ ہے۔(2) اللہ تعالیٰ اس باطل گمان سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی چیز کو بے مقصد پیدا کرے یا محض کھیل تماشے کے لیے بنا دے۔

(3) وہ بادشاہ حقیقی ہر عیب سے پاک ہے وہ اس سے بلند ہے کہ تمہیں بے مقصد خواہشات پوری کرنے کے لیے پیدا کر دے۔

(4) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔اس نے انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا۔

(5) ﴿رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ ''عزت والے عرش کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ عزت والے عرش کا مالک ہے، لہٰذا اس کی عبادت کرنی ہے تاکہ ہماری تخلیق کا مقصد پورا ہو جائے اور مالک عرش ہم سے راضی ہو جائے۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ کا ساری مخلوقات کا مالک ہونا حق ہے وہ اپنے وعدوں اور وعیدوں میں حق ہے وہی حقیقی معبود ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے رب عرش کریم کا تعارف کس اعتبار سے کروایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اس کی ذات حق ہے اس کی بادشاہت حق ہے اس کی تخلیق حق ہے۔اس کی کوئی چیز بھی

بے مقصد نہیں ہو سکتی اگر بے مقصد ہوتی تو اتنی بڑی بادشاہت کیسے قائم رہتی؟

سوال 3: عرش کی صفت کریم کا کیا مطلب ہے؟

جواب: عرش سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے اس لیے اسے کریم کہا گیا۔

﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے، یقینا کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے'' (117)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے، یقینا کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے'' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو الٰہ کیوں نہیں بنایا جا سکتا؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں'' جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی برھان نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ غیر اللہ کو پکارنے والے کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

(2) (i) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی الوہیت کا کوئی ثبوت نہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا جواز نہیں۔

(iii) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی حاکمیت کو فطرت تسلیم نہیں کرتی۔ (iv) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی حاکمیت کے لیے عقل آمادہ نہیں ہوتی۔

(3) ﴿فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ ''تو بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے'' جب ایسا شخص رب کے حضور جائے گا تو وہ برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

(4) ﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''یقینا کافر کبھی فلاح نہیں پائیں گے'' کافروں کو فلاح نہیں مل سکتی، کیونکہ کفر فلاح سے محروم کر دیتا ہے۔

(5) ایک دفعہ رحمت عالم نے ایک شخص سے پوچھا تم کس کی عبادت کرتے ہو، بولا اللہ تعالیٰ کی اور فلاں فلاں بت کی، پوچھا اگر تم کسی تکلیف میں گرفتار ہو جاؤ اور اس سے رہائی کی دعا مانگو تو کون سا بت تمہاری امید بر لاتا ہے بولا کوئی بھی نہیں بجز اللہ کے، پوچھا تمہاری ضرورت کون سا بت پوری کرتا ہے بولا کوئی بھی نہیں، بجز اللہ کے۔ فرمایا پھر کیوں اس کے ساتھ بتوں کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر غالب آ جائیں گے بولا میں اس طرح رب کا شکر ادا کرتا ہوں، فریا خوب جان بوجھ کر انجان کیوں ہو جاتے ہو پھر وہ اسلام لانے

کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ رحمت عالم نے مجھے بالکل لاجواب کر دیا۔ (ابن حاتم)

سوال 3: کافر کیوں کامیاب نہیں ہو سکتے؟

جواب: کافروں کے پاس دُنیا کا ساز و سامان ہو سکتا ہے ایمان نہیں جب کہ آخرت کی کامیابی ایمان والوں کے لیے ہے۔

سوال 4: آخرت کی فلاح سے کیا مراد ہے؟

جواب: آخرت کی فلاح سے مراد اللہ تعالیٰ کا عذاب سے بچ جانا ہے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

''اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے'' (118)

سوال 1: ﴿وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور آپ دُعا کریں کہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلْ﴾ ''اور آپ دُعا کریں'' یعنی دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے آپ کہہ دیں۔

(2) ﴿رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ﴾ ''اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما'' اے میرے رب ہمیں بخش دے، ہمارے گناہ مٹا دے اور لوگوں سے چھپا لے اور ناپسندیدہ چیزوں سے ہمیں بچا لے، اے ہمارے رب! ہم پر اپنا رحم فرما اپنی وسیع رحمت سے ہمیں ہر بھلائی کو تکمیل پہنچانے کی توفیق دے دے۔ (3) اے میرے رب! ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ، ہمیں اقوال اور افعال میں اعمال صالح کی توفیق عطا فرما دے۔

(4) ﴿وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اولاد کے لیے ماں جیسی رحیم و شفیق ہستی ہے بہت زیادہ اپنے بندے پر رحم کرنے والا ہے۔

(5) انسان جتنا خود پر رحم کر سکتا ہے رب العزت اس کے حق میں اس سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

سوال 2: رب سے مغفرت اور رحمت کی طلب کرنا کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: یہ خشوع کی علامت ہے۔

سوال 3: سورت کے آغاز اور اختتام میں کیا مناسبت ہے؟

جواب: (1) سورت کا آغاز بھی کامیاب ہونے کے حوالے سے اور اختتام بھی ایمان والوں کی کامیابی کے حوالے سے ہے۔

(2) سورت کے آغاز میں خشوع کی صفت کو کامیابی کی علامت اور اختتام پر بھی خشوع کی صفات مغفرت اور رحمت کی طلب کو لایا گیا۔

سوال 4: اس سورت کی آخری چار آیات کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:(1)ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آسیب زدہ کے کانوں میں ﴿اَفَحَسِبْتُمْ﴾ سے آخر سورت تک کی آیات پڑھیں تو وہ اچھا ہو گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر آیا، تو فرمایا! اللہ کی قسم اگر پورے یقین کے ساتھ کوئی شخص پہاڑ پر بھی ان آیتوں کو پڑھ دے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔(ابن ابی حاتم)

(2)ابراہیم بن حارث کہتے ہے ہمیں رحمت عالم نے ایک لشکر میں بھیجا اور صبح شام اَفَحَسِبْتُمْ سے تُرْجَعُوْنَ تک پڑھنے کا حکم دیا۔ ہم برابر پڑھتے رہے مال غنیمت بھی ہاتھ آیا اور صحیح سالم بھی رہے۔(ابونعیم)

اٰیاتھا ۶۴ ۲۴ سُوْرَۃُ النُّوْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۲ رکوعاتھا ۹

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 9 رکوع اور 64 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 24 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 102 ویں سورت ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: رسول اللہ نے فرمایا: اپنے مردوں کو سورۃ المائدہ اور عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دو۔(تفسیر منیر:9/449)

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

”یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم نے اسے فرض کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو“(1)

سوال1: ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ”یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم نے اسے فرض کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا﴾ ”یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے“ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے یہ سورت ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے۔(ایسر التفاسیر:990)

(2)یعنی اس میں کلام سننے والے کے دل میں شک داخل نہیں ہوتا کہ متکلم کی کیا مراد ہے۔(جامع البیان:69/18)

(3)اس سورت میں بیان کردہ احکامات کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔(قرآناً عجبا)

(4)﴿اَنْزَلْنٰهَا﴾''جسے ہم نے نازل کیا ہے''یعنی ہر شیطان سے اس کو محفوظ رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:179/2)

(5)﴿وَفَرَضْنٰهَا﴾''اور ہم نے اسے فرض کیا ہے''سیدنا مجاہد نے فرمایا کہ حلال کا حکم دیا اور حرام سے روکا۔(جامع البیان:69/18)

(6)یعنی ہم نے امت اسلامیہ کے لیے احکامات کو فرض کیا ہے۔جو اس سورت میں شامل ہیں۔(ایسر التفاسیر:990)

(7)﴿وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾''اور ہم نے اسے فرض کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں''یعنی ہم نے اس میں کھلی آیات یعنی واضح احکامات،اوامر ونواہی اور ان کی حکمتیں نازل کی ہیں۔

(8)اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ سے مراد حدود وفرائض اور اوامر ونواہی ہیں۔(سمرقندی:517/2)

(9)﴿لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾''تاکہ تم نصیحت حاصل کرو''سورۃ النور کو نازل کرنے کی حکمت ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(10)(i)اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ انہیں یاد رکھیں،بھولیں نہیں۔(ii)اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں غافل نہ ہوں۔

(iii)اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ان کے مطابق عمل کریں منہ نہ موڑیں۔(قرآناً عجبا)

سوال2:اس سورت کے بارے میں رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے اسے فرض کیا ہے۔فرض کی بات کیوں کہی گئی؟

جواب:(1)فرض کی بات اس لیے کہی گئی کہ جو کچھ سورت میں کہا جارہا ہے وہ سفارشات نہیں ہیں فرض ہے۔

(2)فرض کی بات اس لئے بھی کہی گئی کہ فرض کو خواہشات سے ٹالا نہیں جاسکتا لہٰذا کوئی خواہش اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنے گی۔

(3)فرض کی بات اس لیے کہی گئی کہ اس کو سمجھنا اور اس میں بتائے گئے آداب کے مطابق عمل کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح حدود پر عمل کرنا فرض ہے۔(4)فرض کی بات اس لیے بھی کہی گئی کہ لوگ آداب واخلاق کو بھول جاتے ہیں اس لیے تاکید کی گئی کہ لازماً قبول کرنا ہوگا۔

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''زانیہ عورت اور زانی مرد،دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین میں نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہو،اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کی سزا کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے''(2)

سوال1:﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾''زانیہ عورت اور زانی مرد،دونوں میں سے ہر ایک کو تم

سوکوڑے مارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں زنا کی حد(تعزیر) کا بیان ہے۔(2)مرد اور عورت کا جائز رشتۂ نکاح کے بغیر مباشرت کرنا زنا ہے۔(قرآناعجبا)

(3)﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي﴾''زانیہ عورت اور زانی مرد'' یہ حکم غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے ہے۔

(4)﴿كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾''دونوں میں سے ہر ایک کو تم سوکوڑے مارو''یعنی جب غیر شادی شدہ زانی ہوں جب کہ وہ آزاد، بالغ، اور صحیح ہوش وہواس والا بھی ہو تو ان کو سوکوڑے مارے جائیں۔

(5)اگر زنا کار شادی شدہ ہے تو سنت صحیحہ مشہورہ دلالت کرتی ہے کہ اس کی حد رجم (یعنی سنگسار کرنا) ہے(تفسیر سعدی:1798/2)

سوال2:﴿وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾''اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین میں نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾''اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین میں نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ زنا کار مرد وزن پر حد جاری کرتے وقت ہم میں رحم وشفقت کا ایسا جذبہ پیدا ہو جو ہمیں ان پر حد قائم کرنے سے روک دے خواہ یہ رحم طبعی ہو یا قرابت یا دوستی وغیرہ کی وجہ سے ہو۔ایمان اس رحم کی نفی کا موجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کرنے سے مانع ہے پس اللہ تعالیٰ کی حقیقی رحمت تو زانی پر حد نافذ کرنے میں ہے۔(تفسیر سعدی:1798/2)

(2)حدیں جاری کرنے میں سست نہ بنو۔اللہ تعالیٰ کی حدیں جاری کرنے میں مضبوط رہو اور بدکاروں پر ترس نہ کھاؤ۔دل کے رحم کی ممانعت نہیں۔ان کی حالت قابل رحم ہے ہی لیکن حاکم کو حد جاری کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہیے اور رحم کھا کر انہیں چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔ اگر معاملہ اندر خانے دبا دیا جائے تو اس پر خاک ڈال دو آگے نہ بڑھاؤ اور بدکاروں کو توبہ کی ہدایت کر دو اور اگر حاکم تک پہنچ گیا ہے اور ثبوت بھی ہو گیا ہے تو پھر حد کے بغیر چارہ نہیں۔ایک حدیث میں ہے تم آپس میں حدیں معاف کر دو لیکن حد کا جو واقعہ مجھ تک پہنچ جائے گا اس میں حد واجب ہو گی ایک حدیث میں ہے کہ چالیس دن کی بارش سے زیادہ مفید دنیا میں ایک حد قائم ہو جانا ہے۔(السراج المنیر:1305/2)

(3)رب العزت نے فرمایا اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی حد جاری کرنے میں تمہارے دل میں ترس اور رحم نہیں آنا چاہیے۔

سوال2:زنا کیا ہے؟

جواب:مرد اور عورت کا جائز رشتہ نکاح کے بغیر مباشرت کرنا۔

سوال3:زِنا کا فطری اور عالمگیر تصور کیا ہے؟

جواب: فطرت انسانی زنا کی حُرمت کا تقاضا کرتی ہے اس لیے عالمگیر اتفاق رائے کے یہ فعل اخلاقاً بُرا سمجھا جاتا ہے۔ دینی اعتبار سے گناہ سمجھا جاتا ہے، معاشرتی اعتبار سے قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے۔

سوال 4: زنا کو کیوں بُرا، معیوب اور گناہ قرار دیا گیا؟

جواب: (1) انسانی فطرت زنا کو بُرا سمجھتی ہے۔

(2) نسل انسانی کی بقا اس صورت میں ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ مرد اور عورت اگر عارضی تعلق کے بعد آزاد ہو جائیں تو آنے والے بچے کی ذمہ داری لینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایسے اقدامات کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے بچے وجود میں نہ آئیں۔ یوں وسیع پیمانے پر نسل انسانی کے قتل کے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کوئی غیرت مند نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی اپنی تعریف پسند کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری:5220)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے امت محمد! اللہ سے بڑھ کر غیرت مند اور کوئی نہیں کہ وہ بندے یا بندی کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اے امت محمد! اگر تمہیں وہ معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔'' (بخاری:5221)

(5) ابی سلمہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو غیرت اس وقت آتی ہے جب بندہ مومن وہ کام کرے جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔'' (بخاری:5223)

(6) سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش نے ایک مخزومی عورت کے بارے میں مشورہ کیا جس نے چوری کی تھی انہوں نے کہا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون گفتگو کرے گا؟ تو انہوں نے کہا جو اس بات پر جرأت کر سکتا ہو وہ رسول اللہ ﷺ کے پیارے اُسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا آپ سے اُسامہ رضی اللہ عنہ نے گزارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟'' پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو فرمایا! ''اے لوگو تم میں سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا اس بات نے کہ ان میں سے جب کوئی معزز چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور ان میں سے جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔'' (مسلم:4410)

سوال 4: ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور ان دونوں کی سزا کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور ان دونوں کی سزا کے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ ضرور موجود رہے'' رب العزت نے حکم دیا ہے کہ حد جاری کرتے وقت اہل ایمان کی ایک جماعت موجود رہے۔

(2)اس کا مقصد یہ ہے کہ حد کا نفاذ سب لوگوں میں شہرت پا جائے۔اس کی وجہ سے مجرموں کے دل میں خوف بیٹھ جائے،ان کی رسوائی ہو۔ جب کوڑے منظر عام پر لگائے جائیں گے تو آئندہ لوگ زنا جیسے جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے خوف کھائیں گے۔

(3)حد کے نفاذ کے مشاہدے سے شریعت کا علم پختہ اور راسخ ہوتا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ سزا دینے کا اصل مقصد پورا ہو کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔یہ مقصد تبھی پورا ہو سکتا ہے جب کثیر لوگ موجود ہوں تا کہ موجودہ مجرم کو دیکھ کر مستقبل کے مجرم ڈر جائیں اور حرام سے باز آئیں۔اسی لیے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو سزا کے وقت موجود رہنے کا حکم دیا ہے۔

(5)دور حاضر میں برسر عام سزا کو انسانی حقوق کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔(i)اس کی وجہ جہالت ہے انسان جن معاملات کا ادراک نہیں کر سکتا اس کے بارے میں بڑھ کر فیصلے کر کے زیادتیوں کا ثبوت دیتا ہے۔(ii)اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بغاوت ہے۔

(iii)اس کی ایک وجہ حماقت کی وجہ سے خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ انسانوں کا ہمدرد سمجھنا ہے،حالانکہ اللہ تعالیٰ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(قرآناً عجباً)

سوال5:اسلامی قانون میں زنا کی سزا کے مقاصد کیا ہے؟

(i)اس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ مجرم سے اس کے جرم کا بدلہ لیا جائے۔(ii)اگر زانی یا زانیہ کنوارے ہیں تو ان کو اس کا اعادہ کرنے سے روکا جائے (iii)مجرموں کو سزا دے کر دوسروں کے لیے باعث عبرت بنا دیا جائے۔(قرآناً عجباً)

﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

”زانی نکاح نہیں کرے گا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت کے ساتھ ہی اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا مگر زانی یا مشرک مرد ہی اور اہلِ ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے“(3)

سوال1:﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ زانی نکاح نہیں کرے گا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت کے ساتھ ہی اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا مگر زانی یا مشرک مرد ہی اور اہلِ ایمان پر یہ حرام کر دیا گیا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس آیت کریمہ میں زنا کی رذالت اور قباحت کا بیان ہے کہ فعل بد،فاعل اور اس کے ساتھ میل جول رکھنے والے لوگوں کی عزت پر ایسا دھبہ لگا دیتا ہے جو دیگر گناہوں سے نہیں لگتا۔اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ زانی مرد صرف زنا کار عورت ہی سے نکاح کرے۔اس

کا حال ایسی ہی عورت کے حال سے مناسبت رکھتا ہے یا مشرک عورت اس کے مناسب حال ہے جو یوم آخرت اور جزا وسزا پر ایمان رکھتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1798,1799)

(2)﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً﴾''زانی نکاح نہیں کرے گا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت کے ساتھ ہی''یعنی بدکار مرد سے زنا کاری پر وہی عورت راضی ہوتی ہے جو خود بھی بدکار ہو یا مشرکہ ہو۔(السراج المنیر:2/1305)

(3)﴿وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ﴾''اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا مگر زانی یا مشرک مرد ہی''یعنی بدکار عورت سے نکاح کرنے پر وہی مرد راضی ہوسکتا ہے جو خود بھی بدکار و مشرک ہو۔مشرک زنا کو رضا کے ساتھ حرام نہیں سمجھتے تھے۔آج کل بھی یہی آفت ہے کہ بدکاری کو رضامندی کے ساتھ کھلم کھلا رواج دیا جارہا ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں سمجھی جاتی بس اتنی ہی غیرت باقی ہے کہ جبریہ آبروریزی کو برا سمجھا جاتا ہے۔افسوس آج مسلمان بھی اسی مقام پر ہیں جہاں مشرک تھے۔اللہ پاک صحیح سمجھ عطا فرمائے۔(آمین)(السراج المنیر:2/1305,1306)

(4)﴿وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ﴾''اور اہلِ ایمان پر یہ حرام کردیا گیا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں پر زنا کو حرام کردیا ہے اس لیے لازم ہے کہ زانی کا نکاح پاک دامن عورت سے نہ ہو ہاں اگر وہ توبہ کرلے تو اس کے بعد ہوسکتا ہے۔اور زانیہ عورت کا نکاح پاک دامن مرد سے نہ ہو مگر اس کی توبہ کے بعد ہو۔(ایسر التفاسیر:990,991)

(5)یعنی یہ کہ وہ کسی عفت مآب عورت کا زنا کار مرد کے ساتھ نکاح کریں یا عفت مآب مرد کسی زنا کار عورت کو اپنے نکاح میں لائے۔اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ وہ مرد یا عورت جو زنا میں ملوث ہے اور اس نے اس بدکاری سے توبہ نہیں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریم کے باوجود،اس کے ساتھ نکاح کرنے والا،دو میں سے ایک امر سے خالی نہیں۔یا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام نہیں کرتا اور یہ صرف مشرک کا وتیرہ ہے یا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا التزام کرتا ہے اور زنا کار کے زنا کا علم رکھنے کے باوجود،اس کے ساتھ عفت مآب عورت کے نکاح کا اقدام کرتا ہے تو ایسا نکاح زنا ہے اور نکاح کرنے والا زنا کا مرتکب ہے۔اگر وہ سچا مومن ہوتا تو کبھی بھی یہ کام نہ کرتا۔یہ آیت کریمہ زانیہ عورت کے ساتھ نکاح کی تحریم پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔اسی طرح زانی کے ساتھ نکاح کی تحریم پر دلیل ہے کیونکہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سب سے بڑی مقارنت ہے۔(تفسیر السعدی:2/1798,1799)

سوال2:زانی مرد کے لیے زانیہ یا مشرکہ کے سوا کسی سے نکاح نہ کرنے اور زانیہ عورت سے زانی یا مشرک مرد کے سوا کسی کے نکاح نہ کرنے کو مومنوں پر کیوں حرام قرار دیا گیا؟

جواب:(1)زنا ایک قبیح فعل ہے۔ایک انسان جب زنا کرتا ہے تو اس وقت وہ ایسی نفسیاتی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کے شعور اور دل سے ایمان دور ہوجاتا ہے ایک مومن ایمان سے خالی انسان کے ساتھ ایسے رابطے سے نفرت کرتا ہے۔

(2)اسلام جنسی تعلق کو ترقی یافتہ انسانی شعور کی بنیاد پر اُستوار کرتا ہے اس لیے وہ دو نفیس روحوں، دو پاک دلوں اور دو نیک انسانوں کے ملاپ سے ایک مشترکہ زندگی کی تعمیر چاہتا ہے جو زانی اور مومن کے نکاح کے ذریعے ممکن نہیں اس لیے اس نکاح کو حرام قرار دیا۔

(3)اسلام آنے والی نسل کی اچھی تربیت کے لیے مشترکہ امیدوں، مشترکہ دکھ درد، مشترکہ مستقبل کے لیے دو ایمان والی روحوں کے باہمی اتصال کی اجازت دیتا ہے کیونکہ مومن اور مومنہ کے لیے اس سے بڑا کوئی دکھ نہیں ہوسکتا کہ اس کا شریک حیات اپنے رب کا نافرمان ہو اور آنے والی نسلوں کو بھی اسی راستے پر ڈالنے کی کوشش کرے۔

سوال2: کیا زنا شرک کے درجے کی برائی ہے؟ کہ اس برائی اور شرک کا اکٹھے تذکرہ کیا گیا؟

جواب: زنا اور شرک ملتے جلتے گناہ ہیں۔ زنا میں ایک مرد اپنی بیوی کو یا بیوی اپنے شوہر کو چھوڑ کر کسی غیر سے تعلق قائم کرتی ہے۔ شرک میں انسان اپنے رب کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف جھکتا ہے یوں دونوں کے درمیان ایک عجیب معنوی تعلق پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کا اکھٹے ذکر کیا گیا۔

سوال3: مومنوں پر زانیوں سے نکاح کو حرام قرار دے کر کیا خاص کام کیا گیا؟

جواب: زانیوں سے مومنوں کے نکاح کو حرام قرار دے کر اسلامی معاشرے سے ناپاک اور گندے لوگوں کو الگ کر دیا گیا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو تم انہیں اسّی (80) کوڑے مارو اور تم ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان لوگ ہیں''(4)

سوال1: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو تم انہیں اسّی (80) کوڑے مارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو تم انہیں اسّی (80) کوڑے مارو'' یعنی وہ لوگ جو پاک باز عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں، اسی طرح پاک باز مردوں پر بہتان طرازی کرتے ہیں۔ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہاں بہتان سے مراد، سیاق کے اعتبار سے زنا کا الزام لگانا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1800,1799)

(2)﴿ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا﴾ پھر نہ لائیں'' یعنی انہوں نے جو زنا کا الزام لگایا ہے اس پر نہ لاسکیں۔

(3)﴿بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾ ''چار گواہ'' یعنی چار عادل مرد جو زنا کی پوری وضاحت کے ساتھ گواہی دیں۔ تہمت کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے۔ جو شخص تہمت کے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کر سکے اسے اسی کوڑے لگائیں جائیں گے۔ (قرآناً عجباً)

(4)﴿فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾ ''تو تم انہیں اسی (80) کوڑے مارو'' جن سے بہتان لگانے والے کو تکلیف پہنچے، مگر کوڑے کی سختی اتنی زیادہ نہ ہو جس سے اس کی جان چلی جائے کیونکہ کوڑے لگانے سے مقصود تادیب ہے نہ کہ جان لینا۔ اس آیت کریمہ میں بہتان لگانے کی حد کا تعین ہے۔ البتہ یہ حد اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جس پر بہتان لگایا گیا ہے وہ مومن اور پاک دامن ہو اور اگر وہ پاک دامن نہ ہو تو بہتان لگانے والے پر حد نہیں لگائی جائے گی یہ چیز صرف تعزیر کی موجب ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1800)

(5)﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ اور تم ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو'' یعنی بہتان لگانے والے کی گواہی قابل قبول نہیں رہے گی اگرچہ اس پر حد جاری کر دی جائے جب تک کہ وہ بہتان تراشی سے ہمیشہ کے لیے توبہ نہ کر لے۔

(6)﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور وہی نافرمان لوگ ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکل جانے والے ہیں۔

(7) اور جن کا شر بہت زیادہ ہے۔ یہ سزا اس لئے دی گئی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محارم کا ارتکاب کیا اور اپنے بھائی کی ہتک عزت کی اور لوگوں کو اس کے بارے میں بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے کا موقع فراہم کیا اور اس قذف کے ذریعے سے وہ اس اخوت کو زائل کرنے کا باعث بنا جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے مابین قائم کی تھی اور اس نے چاہا کہ اہل ایمان میں فواحش پھیل جائیں۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قذف گناہ کبیرہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1800)

(8)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۲۳) يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۲۴) يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ (۲۵)﴾ ''جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے۔ اُس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔'' (النور:23,25)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''ہم میں سے مفلس وہ آدمی ہے جس کے پاس مال و اسباب نہ ہو۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز، روزے، زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان

کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔" (مسلم:6579)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا اور پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔" (صحیح مسلم:262)

سوال 2: قذف کی سزا اتنی سخت کیوں ہے؟

جواب: 1۔ جیسے زنا بڑا جرم ہے ایسے ہی زنا کا الزام لگانا بھی بڑا جرم ہے۔

2۔ کسی شخص پر تہمت لگانا اُسے اخلاقی طور پر قتل کرنے کی کوشش ہے اس لیے اس کی سزا بڑی شدید ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (5)

سوال 1: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا﴾ "مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی" یہاں توبہ سے مراد یہ ہے کہ بہتان طرازی کرنے والا خود اپنی تکذیب کرے یعنی وہ اس بات کا اقرار کرے کہ اس نے جھوٹا الزام لگایا تھا اپنی تکذیب کرنا اس پر واجب ہے اگرچہ اس کو زنا کے وقوع کا یقین ہو مگر وہ چار گواہ مہیا نہ کر سکے تب بھی اس الزام کی تردید کرنا اس پر واجب ہے۔ (تفسیر السعدی 2/1800)

(2) توبہ کرنے سے کوڑوں کی سزا معاف نہیں کی جائے گی۔

(3) توبہ کے بعد گواہی بھی مانی جائے گی اور فسق بھی اٹھ جائے گا۔ ان کی صراحت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور علمائے سلف کی ایک جماعت سے آ گئی ہے۔ (السراج المنیر 2/1307) (4) "گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس سے گناہ نہیں ہوا۔" (صحیح الجامع:3008)

(5) ﴿وَاَصْلَحُوْا﴾ "اور اصلاح کر لی"۔ (i) اصلاح کرنے کا مطلب آئندہ کبھی کسی پر تہمت نہ لگانے کا عزم ہے۔ (ii) آئندہ تہمت نہ لگانے کا عزم وہی کر سکتا ہے جو تہمت لگانے کی کراہت کو محسوس کرے کہ پاک دامن عورتوں پر الزام لگانے کی وجہ سے کیا گزرتی ہے۔ (iii) اصلاح کرنے کا مطلب شعور کی اصلاح ہے۔

(6) اگر بہتان طرازی کرنے والا توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لے اور برائی کی بجائے بھلائی کو وتیرہ بنالے تو اس کا فسق زائل ہو جائے گا اور صحیح مذہب ہے کہ اس کی شہادت بھی قابل قبول ہے کیونکہ جو کوئی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے وہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (تفسیر السعدی:2/1800)

(7) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا'' اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد بخشش دیتا ہے۔

(8) ﴿رَّحِيْمٌ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' وہ ان پر رحم کرتا ہے اور انہیں اتنے بڑے گناہ پر توبہ کرنے کے بعد عذاب نہیں دیتا۔ (ایسر التفاسیر:991)

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں ان میں سے ایک شخص کی گواہی اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ چار (4) شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے'' (6)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں ان میں سے ایک شخص کی گواہی اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ چار (4) شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس مبارک آیت میں لعان کا بیان ہے اور شوہروں کے چھٹکارے کی اور بچاؤ کی صورت ہے جب وہ بیویوں پر الزام لگائیں اور ثبوت پیش نہ کر سکیں تو لعان کر لیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ بیویوں کو حاکم کے سامنے لا کر ان کے جو کرتوت دیکھے ہوں وہ بیان کریں۔

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ﴾ ''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں'' یعنی جو لوگ بیویوں پر تہمت لگائیں جو کہ آزاد عورتیں ہیں لونڈیاں نہیں ہیں۔ (3) ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ﴾ ''اور ان کے پاس نہ ہوں'' یعنی اس بہتان کے لئے ان کے پاس نہ ہوں۔

(4) ﴿شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ﴾ ''اپنے سوا کوئی گواہ'' یعنی اپنے سوا ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہو وہ کسی اور کو اس الزام پر گواہ نہ بنا سکیں۔

(5) ﴿فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ﴾ ''ان میں سے ایک شخص کی گواہی اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ چار (4) شہادتیں ہیں'' یعنی وہ اپنی سچائی پر چار قسمیں کھائے گا اللہ تعالیٰ نے ان قسموں کو شہادت کہا ہے کیونکہ یہ قسمیں گواہوں کے قائم مقام ہیں۔ قسمیں اٹھانے والا یہ الفاظ کہتا ہے کہ ''میں اللہ کو گواہ بنا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جو الزام لگایا ہے میں اس میں سچا ہوں۔'' (تفسیر السعدی:2/1801)

(6) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کی مجلس میں لعان کا ذکر آیا تو عاصم بن عدی نے اس پر ایک بات کہی تھی پھر وہ واپس آئے اس کے بعد ان کی قوم کے ایک صاحب یہ شکایت لے کر ان کے پاس آئے کہ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھا ہے عاصم نے

اس پر کہا کہ میں اپنی اس بات کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا ہوں پھر آپ ان صاحب کو لے کر نبی ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع دی جس حالت میں انہوں نے اپنی بیوی کو پایا وہ صاحب زرد رنگ، کم گوشت، سیدھے بالوں والے تھے پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! اس معاملہ کو ظاہر کر دے چنانچہ اس عورت کے یہاں اس شکل کا بچہ پیدا ہوا جس کے متعلق شوہر نے کہا تھا کہ اسے انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا ہے پھر آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کے درمیان لعان کروایا ابن عباس سے ایک مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ وہی تھا جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا اگر میں کسی کو بلا گواہی رجم کر سکتا تو اسے رجم کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں یہ وہ عورت تھی جو اسلام لانے کے بعد برائیاں اعلانیاں کرتی تھی۔ (بخاری:6856)

(7) سہل بن سعد نے ایک صاحب یعنی عویمر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایسے شخص کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے جس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک غیر مرد کو دیکھا ہو کیا وہ اسے قتل کر دے؟ لیکن آپ پھر قصاص میں قاتل کو قتل کر دیں گے پھر اسے کیا کرنا چاہئے انہیں کے متعلق اللہ نے دو آیات نازل کیں جن میں اللہ نے لعان کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے درمیان فیصلہ کیا جا چکا ہے راوی نے بیان کیا پھر دونوں میاں بیوی نے لعان کیا اور میں اس وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا پھر آپ ﷺ نے دونوں میں جدائی کرا دی اور دو لعان کرنے والوں میں اس کے بعد یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ ان میں جدائی کرا دی جائے ان کی بیوی حاملہ تھیں، لیکن انہوں نے اس کا بھی انکار کیا چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو اسے ماں ہی کے نام سے پکارا جانے لگا میراث کا یہ طریقہ ہوا کہ بیٹا ماں کا وارث ہوتا ہے اور ماں اللہ کے مقرر کئے ہوئے حصے کے مطابق بیٹے کی وارث ہوتی ہے۔ (بخاری:4746)

(8) بیوی پر زنا کا الزام لگانے کی صورت میں شوہر کی چار گواہیاں اسے قذف کی حد سے بچا سکتی ہیں کیونکہ غالب حالات میں شوہر بیوی پر زنا کا بہتان نہیں لگاتا جس سے اس کی بیوی کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی شخصیت بھی عیب دار ہوتی ہے سوائے اس صورت میں کہ جب وہ الزام لگانے میں سچا ہو۔ نیز شوہر کا اس بارے میں حق ہے اور اسے اس بات کا بھی خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسی اولاد کا اس سے الحاق نہ ہو جائے جو اس کی نہیں ہے، نیز اس میں بعض دیگر حکمتیں بھی ہیں جو دوسرے احکام میں موجود نہیں ہیں۔ (سعدی:2/1801)

سوال 2: لعان کیا ہے؟

جواب: اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی آنکھوں سے کسی غیر مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا کوئی گواہ نہ ہو جب کہ زنا کی حد کے لیے چار مردوں کی آنکھوں دیکھی گواہی ضروری ہے تو بیوی پر حد لگانے کے لیے ضروری ہے کہ تین اور عینی گواہ پیش کرے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد بدچلن بیوی کو برداشت کرنا ناممکن ہے۔ (i) شریعت نے اس کا یہ حل دیا ہے کہ ایسا شخص عدالت میں یا حاکم کے سامنے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے گا کہ وہ اپنی بیوی پر تہمت لگانے میں سچا ہے یا یہ کہ بچہ یا حمل اس کا نہیں۔ (ii) پانچویں بار وہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا

ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ اس صورت میں معاملہ کا فیصلہ قسم کے ذریعے کیا جاتا ہے جس کو شرعی اصطلاح میں لعان کہتے ہیں۔

سوال 3: اگر مرد کے قسم کھانے کے بعد عورت خاموش رہے تو عورت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟

جواب: عورت پر حد نافذ کر دی جائے گی۔

﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور پانچویں دفعہ یہ کہ یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے'' (7)

سوال 1: ﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور پانچویں دفعہ یہ کہ یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور پانچویں دفعہ یہ کہ یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے'' یعنی ان گواہیوں کو موکد بنانے کے لئے ان مذکورہ گواہیوں کے ساتھ پانچویں مرتبہ اپنے لیے لعنت کی بددعا کرے۔ جب لعان مکمل ہو جائے تو اس سے قذف کی حد ساقط ہو جائے گی۔ آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ساتھ اس نے اپنی بیوی کے ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے تبعاً اس کا حق بھی ساقط ہو جائے گا۔ (یعنی اس کی طرف سے بھی اس خاوند پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی) شوہر کے لعان کرنے اور بیوی کے لعان کرنے سے گریز کرنے پر، کیا بیوی پر حد جاری کی جائے گی، یا اس کو قید کیا جائے گا؟ اس بارے میں اہل علم کی دو آراء ہیں۔ وہ رائے جس کی تائید دلیل کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ (تیسیر السعدی 2/1802،1801)

(2) اس حد کو لعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں ہی خود کو جھوٹا ہونے کی صورت میں لعنت کا مستحق قرار دیتے ہیں۔

(3) پانچویں بار کی لعنت سے مرد فیصلہ کن مقام تک پہنچ جاتا ہے اور اگر کہیں کوئی جھوٹا الزام عائد کر رہا ہو تو اپنے اوپر لعنت بھیجتے ہوئے انسان جھجک جاتا ہے۔

﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور یہ بات عورت سے سزا کو ہٹا دے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ (4) شہادتیں دے کہ یقیناً وہ (مرد) بلاشبہ جھوٹوں میں سے ہے'' (8)

سوال 1: ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور یہ بات عورت سے سزا کو ہٹا دے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ (4) شہادتیں دے کہ یقیناً وہ (مرد) بلاشبہ جھوٹوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ﴾ ''اور یہ بات عورت سے سزا کو ہٹا دے گی'' یعنی عورت سے حد تب ٹل سکتی ہے۔

(2)﴿اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ (4) شہادتیں دے کہ یقیناوہ (مرد) بلاشبہ جھوٹوں میں سے ہے'' یعنی عورت کا چار بار قسم کھانا اس کی جانب سے گواہی ہے عورت شوہر کی گواہیوں کا اس جیسی گواہیوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گی۔

(3) یہاں اگر ''عذاب'' سے مراد وہ حد نہ ہوتی جو شوہر کے لعان سے واجب ہوئی ہے تو عورت کا لعان اس عذاب کو ہٹا نہ سکتا اور عورت سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا جب وہ شوہر کی گواہیوں کا اسی جیسی گواہیوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گی۔اور پانچویں گواہی میں، جو ان چار گواہیوں کو موکد بنانے کے لئے ہے، اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب کی دعا کرے گی۔پس جب اس طرح ان کے مابین لعان مکمل ہو جائے گا تو ہمیشہ کے لئے ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور شوہر سے بچے کے نسب کی نفی ہو جائے گی۔(تفسیر السعدی:2/1802)

﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ یقیناً اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ مرد سچے لوگوں میں سے ہے''(9)

سوال 1:﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ یقیناً اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ مرد سچے لوگوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ یقیناً اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ مرد سچے لوگوں میں سے ہے''(i) اس کی وجہ سے عورت کو ایک بار اپنے موقف کا جائزہ لینے کا موقع دیا جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت سے کہا تھا کہ دنیا کی سزا آخرت کی سزا سے ہلکی ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ کے غضب کو آواز دیتے ہوئے سچ جھوٹ واضح ہو جاتا ہے۔

(2) آیات کریمہ کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ مرد اور عورت کی طرف سے لعان انہی مذکورہ الفاظ اور ترتیب سے مشروط ہے، ان میں کمی بیشی یا ردوبدل جائز نہیں، نیز لعان صرف شوہر کے ساتھ مختص ہے، جب وہ اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے، مگر اس کی بیوی ایسا نہیں کر سکتی۔لعان کے لئے بچے میں مشابہت معتبر نہیں، جس طرح ''فراش'' (یعنی نکاح) کی موجودگی میں معتبر نہیں، مشابہت تو صرف وہاں معتبر ہے جہاں مشابہت کے سوا کوئی اور ترجیح دینے والی چیز نہ ہو، تو وہاں مشابہت یقیناً معتبر ہوگی۔(تفسیر السعدی:2/1802)

(3) اگر مرد کی قسموں کے بعد عورت بھی قسمیں کھا کر کہے کہ میں بے قصور ہوں تو پھر اُس کو سزا نہیں دی جائے گی اس کے بعد دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی۔

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ﴾

''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم شدید مشقت میں پڑ جاتے) اور یہ کہ یقیناً
اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، کمال حکمت والا ہے'' (10)

سوال 1: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم شدید مشقت میں پڑ جاتے) اور یہ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی'' اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو تم میں جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جاتا۔

(2) شرط کا جواب محذوف ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل نہ ہوتا تو دونوں لعان کرنے والوں میں سے جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جاتا جس کی اس نے دعا کی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ اس نے یہ حکم نازل فرمایا جو میاں بیوی کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اس حکم کی سخت ضرورت تھی، نیز اس نے تمہارے سامنے زنا اور قذف کی قباحت اور شدت کو واضح کیا اور اس نے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کو مشروع فرمایا۔ (تفسیر السعدی: 2/1802)

(3) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لعان جیسا مسئلہ واضح کر کے غیرت مندوں کے لیے آسان قانون بنا دیا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ تواب ہے وہ موقع دیتا ہے جو توبہ کرنا چاہے وہ توبہ کر لے اور اس کے قوانین عدل پر مبنی ہیں یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے قوانین کے ذریعے سے دلوں کو گناہوں کے برے اثرات سے بچا کر توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ گناہ گار انسانوں کو پاک کر دیتا ہے۔

سوال 2: اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو لعان کے معاملے کا کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو تم میں جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جاتا۔

سوال 3: لعان کا معاملہ پیچیدہ کیوں ہے؟

جواب: (1) لعان شوہر اور بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔ انسان غیر مرد اور غیر عورت کے معاملے میں خاموش ہو سکتا ہے۔

(2) بیوی کے معاملے میں صبر کرنا مشکل ہے وہ ذرا سی بھی بے صبری کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ سکتا ہے اس لحاظ سے یہ معاملہ مشکل ہے۔ اگر شوہر بیوی کو قتل کر دے تو سزا پائے گا۔ (3) اگر شوہر گواہ ڈھونڈنے جائے تو مجرم ٹھہر نہیں سکتا اور خود موجود رہے تو صبر کیسے کرے۔ (4) اگر شوہر بیوی کو طلاق دے دے تو مجرموں کو اخلاقی اور مادی سزا نہیں ملتی۔ (5) اگر بیوی کو ناجائز حمل ٹھہر جائے تو غیر کا بچہ گلے پڑتا ہے۔

سوال 4: لعان کی اہم صفات کون سی ہیں؟

جواب: (1) لعان گھر بیٹھے آپس میں نہیں ہو سکتا۔ عدالت جانا ضروری ہے۔

(2)لعان کے مطالبے کا حق عورت کو بھی ہے اگر عورت پر الزام لگایا جائے یا بچے کا نسب تسلیم نہ کیا جائے۔

(3)اگر تہمت لگانے کے بعد شوہر پہلو تہی کرلے تو قید ہوگا۔(4)اگر تہمت لگانے کے بعد شوہر مان لے کہ وہ جھوٹا ہے تو اس پر حد قذف عائد ہوگی۔(5)اگر عورت لعان سے پہلو تہی کرے تو قید ہوگی جب تک کہ لعان نہ کرے یا زنا کا اقرار نہ کرے۔

(6)عورت کے حاملہ ہونے کی صورت میں مرد بچے سے بری الذمہ ہوجائے گا۔(7)مطلقہ بیوی پر تہمت کی صورت میں لعان نہیں ہوگا۔

سوال5:اگر مرد اور عورت دونوں ہی لعان کرلیں تو کیا نتائج نکلیں گے؟

جواب:(1)لعان کے بعد عورت اور مرد کسی سزا کے مستحق نہیں رہے۔(2)مرد بچے کے نسب کا منکر ہو تو بچہ صرف ماں کا قرار پائے گا۔

(3)عورت کو زانیہ اور بچے کو ولد زنا کہنے کا کسی کو حق نہیں ہوگا۔

سوال6:لعان کے بعد علیحدگی کیسے ہوگی؟

جواب:(1) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ علیحدگی خود ہی ہوجائے گی۔(2) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عدالت کرائے گی۔

سوال7:کیا لعان کے بعد دوبارہ پھر مل جانا ممکن ہے؟

جواب:لعان کے بعد حد قذف نافذ ہوگی تو دوبارہ مل سکتے ہیں یہ رائے امام ابوحنیفہ کی ہے۔دوبارہ مل جانا ممکن نہیں یہ رائے حضرت عمر اور حضرت علی کی ہے۔

سوال8:لعان اور قذف میں کیا فرق ہے؟

جواب:لعان شوہر کی تہمت پر ہوتا ہے۔حد قذف غیر آدمی کی تہمت پر لگائی جاتی ہے۔

رکوع نمبر 8

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیْٓءٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾

''جو بہتان گھڑ لائے ہیں بلاشبہ وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے،تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے،ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے گناہ میں سے کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے''(11)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِیْٓءٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ''جو بہتان گھڑ لائے ہیں بلاشبہ وہ تم

ہی میں سے ایک گروہ ہے، تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے، ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے گناہ میں سے کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' واقعہ افک کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ﴾ ''بلاشبہ جو بہتان گھڑ لائے ہیں۔'' یعنی جن لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا الزام لگایا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کے اس عیب کو ذکر کرے کہ جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہو، آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ کا کیا خیال ہے کہ اگر واقعی وہ عیب اس میں ہو جو میں کہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ عیب اس میں ہے جو تم کہتے ہو تبھی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔ (مسلم 6593)

(2)﴿عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ ''تم میں سے ایک گروہ ہے'' یعنی وہ گروہ منافقین کا ہے جن میں کچھ سچے مومن بھی شامل ہیں جو منافقوں کے جال میں آ گئے۔

(3)﴿عُصْبَةٌ﴾ سے مراد گروہ، جماعت ہے کیونکہ گروہ یا جماعت کے لوگ ایک دوسرے کے لیے عصبیت کا باعث ہوتے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(4) یہ اس بہتان کا مقدمہ ہے جو دنیا کی معزز ترین خاتون سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا یہ آیت اور اس کے بعد والی نو آیات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں۔

(5) حضرت عروہ بن زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالا کرتے تھے اور جس کا نام آتا تو نبی کریم ﷺ انہیں اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک غزوہ کے موقع پر جب آپ نے قرعہ ڈالا تو میرا نام نکلا اور میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں روانہ ہوئی۔ یہ واقعہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ چنانچہ مجھے ہودج سمیت اٹھا کر سوار کر دیا جاتا اور اسی کے ساتھ اتارا جاتا۔ اس طرح ہم روانہ ہوئے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ اپنے اس غزوہ سے فارغ ہو گئے تو واپس ہوئے۔ واپسی میں اب ہم مدینہ کے قریب تھے (اور ایک مقام پر پڑاؤ تھا) جہاں سے آپ ﷺ نے کوچ کا رات کے وقت اعلان کیا۔ کوچ کا اعلان ہو چکا تھا تو میں کھڑی ہوئی اور تھوڑی دور چل کر لشکر کے حدود سے آگے نکل گئی۔ پھر قضائے حاجت سے فارغ ہو کر میں اپنی سواری کے پاس پہنچی۔ وہاں پہنچ کر جو میں نے اپنا سینہ ٹٹولا تو ظفار (یمن کا ایک شہر) کے مہرہ کا بنا ہوا میرا ہار غائب تھا۔ اب میں پھر واپس ہوئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی۔ اس تلاش میں دیر ہو گئی۔ انہوں نے بیان کیا کہ جو لوگ مجھے سوار کیا کرتے تھے وہ آئے اور میرے ہودج کو اٹھا کر انہوں نے میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے سمجھا کہ میں ہودج کے اندر ہی موجود ہوں۔ ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ ان کے جسم میں زیادہ گوشت نہیں ہوتا تھا کیونکہ بہت معمولی خوراک انہیں ملتی تھی۔

اس لیے اٹھانے والوں نے جب اٹھایا تو ہودج کے ہلکے پن میں انہیں کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ یوں بھی اس وقت میں ایک کم عمر لڑکی تھی۔ غرض اونٹ کو اٹھا کر وہ بھی روانہ ہو گئے۔ جب لشکر گزر گیا تو مجھے بھی اپنا بار مل گیا۔ میں جب ہار لے کر پلٹی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ نہ پکارنے والا نہ جواب دینے والا۔ اس لیے میں وہاں آئی جہاں میرا اصل ڈیرہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جلد ہی میرے نہ ہونے کا انہیں علم ہو جائے گا اور مجھے لینے کے لیے وہ واپس لوٹ آئیں گے۔ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ (تاکہ لشکر کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو وہ اٹھا لیں) انہوں نے ایک سوئے انسان کا سایہ دیکھا اور جب (قریب آ کر) مجھے دیکھا تو پہچان گئے پردہ سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ مجھے جب وہ پہچان گئے تو انا للہ پڑھنا شروع کیا اور ان کی آواز سے میں جاگ اٹھی اور فوراً اپنی چادر سے میں نے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اللہ کی قسم! میں نے ان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ سوا انا للہ کے میں نے ان کی زبان سے کوئی لفظ سنا۔ وہ سواری سے اتر گئے اور اسے انہوں نے بٹھا کر اس کی اگلی ٹانگ کو موڑ دیا (تاکہ بغیر کسی مدد کے ام المؤمنین اس پر سوار ہو سکیں) میں اٹھی اور اس پر سوار ہو گئی۔ اب وہ سواری کو آگے سے پکڑے ہوئے لے کر چلے۔ جب ہم لشکر کے قریب پہنچے تو ٹھیک دوپہر کا وقت تھا۔ لشکر پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ اصل میں تہمت کا بیڑا عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) نے اٹھا رکھا تھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس تہمت کا چرچا کرتا اور اس کی مجلسوں میں اس کا تذکرہ ہوا کرتا۔ وہ اس کی تصدیق کرتا' خوب غور اور توجہ سے سنتا اور پھیلانے کے لیے خوب کھود کرید کرتا۔ عروہ نے پہلی سند کے حوالے سے یہ بھی کہا کہ حسان بن ثابت' مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے سوا تہمت لگانے میں شریک کسی کا بھی نام نہیں لیا کہ مجھے ان کا علم ہوتا۔ اگرچہ اس میں شریک ہونے والے بہت سے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (کہ جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ بہت سے ہیں) لیکن اس معاملہ میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر بڑی خفگی کا اظہار کرتی تھیں۔ اگر ان کے سامنے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جاتا، آپ فرماتیں کہ یہ شعر حسان ہی نے کہا ہے کہ ''میرے والد اور میرے والد کے والد اور میری عزت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لیے تمہارے سامنے ڈھال بنی رہیں گی۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر ہم مدینہ پہنچ گئے اور وہاں پہنچتے ہی میں بیمار ہو گئی تو ایک مہینے تک بیمار ہی رہی۔ اس عرصہ میں لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی افواہوں کا بڑا چرچا رہا لیکن میں ایک بات بھی نہیں سمجھ رہی تھی البتہ اپنے مرض کے دوران ایک چیز سے مجھے بڑا شبہ ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ محبت و عنایت میں نہیں محسوس کرتی تھی جس کو پہلے جب بھی بیمار ہوتی میں دیکھ چکی تھی۔ آپ میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے کیسی طبیعت ہے؟ صرف اتنا پوچھ کر واپس تشریف لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے مجھے شبہ ہوتا تھا۔ لیکن شر (جو پھیل چکا تھا) اس کا مجھے کوئی احساس نہیں تھا۔ مرض سے جب افاقہ ہوا تو میں ام مسطح کے ساتھ مناصع کی طرف گئی۔ مناصع (مدینہ کی آبادی سے باہر) ہمارے رفع حاجت کی جگہ تھی۔ ہم یہاں صرف رات کے وقت جاتے تھے۔ یہ اس سے پہلے کی بات ہے۔ جب بیت الخلاء

ہمارے گھروں کے قریب بن گئے تھے۔ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ ابھی ہم عرب قدیم کے طریقے پر عمل کرتے اور میدان میں رفع حاجت کے لیے جایا کرتے تھے اور ہمیں اس سے تکلیف ہوتی تھی کہ بیت الخلاء ہمارے گھروں کے قریب بنائے جائیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ الغرض میں اور ام مسطح (رفع حاجت کے لیے) گئے۔ ام مسطح ابی رہم بن عبدالمطلب بن عبدمناف کی بیٹی ہیں۔ ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی ہیں اور وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ انہی کے بیٹے مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں اور ام مسطح حاجت سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف واپس آ رہے تھے کہ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ گئیں اور ان کی زبان سے نکلا کہ مسطح ذلیل ہو۔ میں نے کہا' آپ نے بری بات زبان سے نکالی' ایک ایسے شخص کو آپ برا کہہ رہی ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہو چکا ہے۔ انہوں نے اس پر کہا کیوں مسطح کی باتیں تم نے نہیں سنیں؟ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ بیان کیا' پھر انہوں نے تہمت لگانے والوں کی باتیں سنائیں۔ بیان کیا کہ ان باتوں کو سن کر میرا مرض اور بڑھ گیا۔ جب میں اپنے گھر واپس آئی تو نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور سلام کے بعد دریافت فرمایا کہ کیسی طبیعت ہے؟ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؟ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ ان سے اس خبر کی تصدیق کروں گی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اپنی والدہ سے (گھر جا کر) پوچھا کہ آخر لوگوں میں کس طرح کی افواہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ بیٹی! فکر نہ کر، اللہ کی قسم! ایسا شاید ہی کہیں ہوا ہو کہ ایک خوبصورت عورت کسی ایسے شوہر کے ساتھ ہو جو اس سے محبت بھی رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر اس پر تہمتیں نہ لگائی گئی ہوں۔ اس کی عیب جوئی نہ کی گئی ہو۔ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ میں نے اس پر کہا کہ سبحان اللہ (میری سوکنوں سے اس کا کیا تعلق) اس کا تو عام لوگوں میں چرچا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ادھر پھر جو میں نے رونا شروع کیا تو رات بھر روتی رہی اسی طرح صبح ہو گئی اور میرے آنسو کسی طرح نہ تھمتے تھے اور نہ نیند ہی آتی تھی۔ بیان کیا کہ ادھر رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنی بیوی کو علیحدہ کرنے کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے بلایا کیونکہ اس سلسلے میں اب تک آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ بیان کیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو نبی کریم ﷺ کو اسی کے مطابق مشورہ دیا جو وہ آپ ﷺ کی بیوی (مراد خود اپنی ذات سے ہے) کی پاکیزگی اور آپ ﷺ کی ان سے محبت کے متعلق جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ کی بیوی میں مجھے خیر و بھلائی کے سوا اور کچھ معلوم نہیں ہے لیکن علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے اور عورتیں بھی ان کے علاوہ بہت ہیں۔ آپ ان کی باندی (بریرہ رضی اللہ عنہا) سے بھی دریافت فرمالیں وہ حقیقت حال بیان کر دے گی۔ بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جس سے تمہیں (عائشہ پر) شبہ ہوا ہو۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ میں نے ان کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو بری ہو۔ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ایک نوعمر لڑکی ہیں، آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر اسے کھا جاتی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کیا اور منبر پر

کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی (منافق) کا معاملہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے گروہ مسلمین! اس شخص کے بارے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیتیں اب میری بیوی کے معاملے تک پہنچ گئی ہیں۔ اللہ کی قسم کہ میں نے اپنی بیوی میں خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیکھی اور نام بھی ان لوگوں نے ایک ایسے شخص (صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو ام المؤمنین کو اپنے اونٹ پر لائے تھے) کا لیا ہے جس کے بارے میں بھی میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ وہ جب بھی میرے گھر آئے تو میرے ساتھ ہی آئے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو اسہل کے ہم رشتہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں، یا رسول اللہ! آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس کا ہوا تو میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہمارے قبیلہ کا ہوا آپ کا اس کے متعلق بھی جو حکم ہوگا ہم بجالائیں گے۔ ام المؤمنین نے بیان کیا کہ اس پر قبیلہ خزرج کے ایک صحابی کھڑے ہوئے۔ حسان کی والدہ ان کی چچازاد بہن تھیں یعنی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور اس سے پہلے بڑے صالح اور مخلصین میں تھے لیکن آج قبیلہ کی حمیت ان پر غالب آ گئی۔ انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو، تم اسے قتل نہیں کر سکتے، اور نہ تمہارے اندر اتنی طاقت ہے۔ اگر وہ تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم اس کے قتل کا نام نہ لیتے۔ اس کے بعد اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی تھے کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو، ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ اب اس میں شبہ نہیں رہا کہ تم بھی منافق ہو، تم منافقوں کی طرف سے مدافعت کرتے ہو۔ اتنے میں اوس و خزرج کے دونوں قبیلے بھڑک اٹھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپس ہی میں لڑ پڑیں گے۔ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ منبر پر ہی تشریف فرما تھے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ سب کو خاموش کرانے لگے۔ سب حضرات چپ ہو گئے اور آپ ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اس روز پورا دن روتی رہی۔ نہ میرا آنسو تھمتا تھا اور نہ آنکھ لگتی تھی۔ بیان کیا کہ صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے۔ دو راتیں اور ایک دن میرا روتے ہوئے گزر گیا تھا۔ اس پورے عرصہ میں نہ میرا آنسو رکا اور نہ نیند آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ابھی میرے والدین میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جا رہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے انہیں اجازت دے دی اور وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگیں۔ بیان کیا کہ ہم ابھی اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ بیان کیا کہ جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی، آپ ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک مہینہ گزر گیا تھا اور میرے بارے میں آپ کو وحی کے ذریعہ کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ بیان کیا کہ بیٹھنے کے بعد آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا "امابعد" اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں اس اس طرح کی خبریں ملی ہیں، اگر تم واقعی اس معاملہ میں پاک و صاف ہو تو اللہ تمہاری پاکی خود بیان کر دے گا لیکن اگر تم نے کسی گناہ کا قصد کیا تھا تو اللہ کی مغفرت چاہو اور اس کے حضور میں توبہ کرو کیونکہ بندہ جب (اپنے گناہوں کا) اعتراف کر لیتا ہے اور پھر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب آپ ﷺ اپنا کلام پورا کر چکے تو میرے

آنسو اس طرح خشک ہو گئے کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے پہلے اپنے والد سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو ان کے کلام کا جواب دیں۔ والد نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ سے مجھے کیا کہنا چاہیے۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس کا جواب دیں۔ والدہ نے بھی یہی کہا۔ اللہ کی قسم! مجھے کچھ نہیں معلوم کہ آپ ﷺ سے مجھے کیا کہنا چاہیے۔ اس لیے میں نے خود ہی عرض کیا۔ حالانکہ میں بہت کم عمر لڑکی تھی اور قرآن مجید بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا کہ اللہ کی قسم! مجھے بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں نے اس طرح کی افوہوں پر کان دھرا اور بات آپ لوگوں کے دلوں میں اتر گئی اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ میں اس تہمت سے بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر اس گناہ کا اقرار کر لوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ لوگ اس کی تصدیق کرنے لگ جائیں گے۔ پس اللہ کی قسم! میری اور لوگوں کی مثال یوسف علیہ السلام کے والد جیسی ہے۔ جب انہوں نے کہا تھا ﴿فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون﴾ (یوسف:18) "پس صبر جمیل بہتر ہے اور اللہ ہی کی مدد درکار ہے اس بارے میں جو کچھ تم کہہ رہے ہو" پھر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اللہ خوب جانتا تھا کہ میں اس معاملہ میں قطعاً بری تھی اور وہ خود میری برات ظاہر کرے گا۔ کیونکہ میں واقعی بری تھی لیکن اللہ کی قسم! مجھے اس کا کوئی وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ قرآن مجید میں میرے معاملے کی صفائی اتارے گا کیونکہ میں اپنے کو اس سے بہت کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں خود کوئی کلام فرمائے' مجھے تو صرف اتنی امید تھی کہ آپ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میری برات کر دے گا لیکن اللہ کی قسم! ابھی نبی کریم ﷺ مجلس سے اٹھے بھی نہیں تھے اور نہ اور کوئی گھر کا آدمی وہاں سے اٹھا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی اور آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کی شدت میں طاری ہوتی تھی۔ موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے آپ کے چہرے سے گرنے لگے۔ حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ یہ اس وحی کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل ہو رہی تھی۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ کی وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ تبسم فرما رہے تھے۔ سب سے پہلا کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا۔ مبارک ہو عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرما دی ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دس آیتیں سنائیں۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا: اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا نہ اُن کا شکریہ ادا کروں گی نہ آپ دونوں کا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے میری برأت نازل فرمائی۔ آپ لوگوں نے تو بہتان کا انکار تک نہ کیا۔ (بخاری:4757،4141)

(6) ﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ "تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے" اس واقعے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات اور پاک دامنی کا اعلان رب العزت نے فرمایا یہ بہت بڑی خیر ہے۔

(7) یہ واقعہ اس لیے بھی خیر کا سبب بنا کہ اس طرح کے واقعات قیامت تک انسانی معاشروں میں پیش آتے رہیں گے اور ان کے حل کی انسانوں کو ضرورت ہے۔ انسان اس کے محتاج تھے اللہ رب العزت نے وضاحت فرما دی اس لیے اسے اپنے حق میں خیر سمجھو۔

(8) اگر یہ بہتان منافقوں نے نہ لگایا ہوتا تو اس سے یہ عظیم خیر نہ حاصل ہوتی۔ یہ واقعہ سبب بنا یقیناً اس میں مسلمانوں کو کافی پریشانی کا بھی سامنا کرنا پڑا مگر نتائج کے اعتبار سے اس واقعے میں بڑی خیر ہے۔

(9) اہل ایمان کا ایک دوسرے پر عیب لگانا خود اپنے اوپر عیب لگانا ہے۔ جیسے وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کی عزت پر عیب نہ لگائے اسے یہ بھی ناپسند ہونا چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی عزت پر عیب لگائے۔

(10)(i) منافقین نے مسلمانوں کے اخلاق پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی لیکن ثابت یہ ہوا کہ:

(a) مسلمان برائیوں سے پاک ہیں۔ (b) مسلمان انصاف پسند ہیں۔ (c) مسلمان صبر و تحمل سے کام لینے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے اشارے پر گردنیں اُڑائی جاسکتی تھیں لیکن آپ ﷺ نے صبر سے سب کچھ برداشت کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہی خاندان کے مسطح کی امداد تک بند نہیں کی۔ ازواج مطہرات میں سے کسی نے سوکن کی بدنامی میں حصہ نہیں لیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے واقعہ افک میں نمایاں حصہ لیا تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُن سے ہمیشہ تواضع سے پیش آتی رہیں۔ یوں مسلمانوں کا اخلاقی تفوق نمایاں ہوگیا۔

(ii) اس واقعے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے قوانین ملے اور مسلمان معاشرے کو برائیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُصول ملے۔

(iii) مسلمانوں کو یہ علم ہوگیا کہ کوئی غیب دان نہیں ہوتا۔ (iv) اس وجہ سے کرب اور صدمے کا عظیم ثواب ملا۔ (v) اس کی وجہ سے حضرت عائشہ کی برأت نازل ہوئی اور حضرت عائشہ اور ان کا خاندان نمایاں ہوگیا۔

(11) ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ﴾ ''ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے گناہ میں سے کمایا''۔ یعنی جس نے بھی اس الزام تراشی اور سازشوں کی مہم میں کلام کیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا اس نے گناہ کمایا اس کے لیے عذاب کا بڑا حصہ ہے۔ انہیں عنقریب اس کی سزا دی جائے گی۔

(12) ﴿وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ﴾ ''اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت میں ﴿وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ﴾ سے مراد عبداللہ بن ابی ابن سلول (رئیس المنافقین) ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(13) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس طوفان کا چرچا (مسلمانوں میں سے) دو مرد کرنے والے تھے۔ مسطح بن اثاثہ اور حسان بن ثابت اور تیسرا عبداللہ بن ابی سلول منافق تھا جو کرید کرید کر پوچھتا اور پھر اس پر حاشیے چڑھاتا۔ وہی اس طوفان کا بانی اور مبانی تھا اور ﴿وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ﴾ سے وہ اور حمنہ بنت جحش مراد ہیں'' (عبداللہ بن ابی منافق کے علاوہ تینوں پر حد قذف لگی تھی) (بخاری کتاب التفسیر)

(14) مسروق نے بیان کیا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ شعر پڑھا، عفیفہ اور بڑی عقلمند ہیں کہ ان کے متعلق کسی کو شبہ بھی نہیں گزر سکتا۔ آپ غافل اور پاکدامن عورتوں کا گوشت کھانے سے کامل پرہیز کرتی ہیں، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لیکن حسان! تم ایسے نہیں ہو۔ بعد میں، میں نے عرض کیا آپ ایسے شخص کو اپنے پاس آنے دیتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو یہ آیت بھی نازل کر چکا ہے

کہ ﴿وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ﴾ ''اور جس نے ان میں سے سب سے بڑا حصہ لیا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نابینا ہو جانے سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوگا، پھر انہوں نے کہا کہ حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کفار کی ہجو کا جواب دیا کرتے تھے (کیا یہ شرف ان کے لئے کم ہے)۔ (بخاری 4756)

(15) ﴿لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ''اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' اس سے مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم عذاب کا مستحق ہوگا جس نے گناہ کا بڑا حصہ کمایا وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہمیشہ رہے گا۔

(16) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سات مہلک گناہوں سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ کون سے ہیں؟ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی کی جان لینا جو اللہ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں کو تہمت لگانا۔'' (بخاری 6857)

(17) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابو القاسم ﷺ سے سنا، ''آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی حالانکہ غلام اس تہمت سے بری تھا تو قیامت کے دن اسے کوڑے لگائے جائیں گے سوائے اس کے کہ اس کی بات صحیح ہو۔'' (صحیح بخاری 6858)

سوال 2: سکینڈلز کے کیا نقصانات ہیں اور اس کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

جواب: (1) سکینڈل دراصل دو افراد کے غلط تعلق کا فسانہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی تفریحی مشغلہ نہیں سنگین معاملہ ہے۔ (i) اِلزام لگانے والا اگر سچا ہے تو چار گواہ لائے۔ (ii) اِلزام اگر جھوٹا ہے تو اُس کی پشت پر 80 کوڑے لگائے جائیں تا کہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے۔ (iii) یہ الزام اگر شوہر عائد کرے تو عدالت میں جا کر لعان کر کے اپنا معاملہ صاف کرانا ہوگا۔ (iv) کسی کے بارے میں Scandle بنانے کے بعد کوئی شخص خیریت سے بیٹھا نہیں رہ سکتا۔ (v) اسلامی معاشرے کو دُنیا میں خیر اور بھلائی بانٹنے والا معاشرہ بنایا گیا ہے اس میں زِنا کے چرچے، دل لگی کے موضوعات نہیں بن سکتے۔

(2) اسلامی نقطہ نظر سے افواہ سازی اور اسکینڈلز بنانا جرم عظیم ہے اور اس کو آگے پھیلانا عظیم عذاب کا باعث ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مقرب ملائکہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ (3) سکینڈلز بنانے والا لوگوں میں بھی مبغوض ہوتا ہے اللہ کے بندوں کے نزدیک حقیر ہوتا ہے۔

(4) سکینڈلز کی وجہ سے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے اور بے حیائی کی اشاعت ہوتی ہے۔ (5) سکینڈلز بنانے والا مضطرب رہتا ہے۔

(6) سکینڈلز بنانا اور بہتان لگانا منافقوں کی صفات میں سے ہے جو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے۔

(7) (i) بُری خبر یا بُری بات سُن کر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سن کر اسے نہ دہرائے۔ (ii) بُری خبر دینے والے سے، بُرا چرچا کرنے والے سے، سکینڈل بنانے والے سے ثبوت کا مطالبہ کرے۔ (iii) بُری خبر دینے والے سے اُس کی سچائی کے لیے گواہ کا مطالبہ کرے کیونکہ گواہ لانے کی صورت میں ہی کسی کی بات قابل توجہ ہو سکتی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(8)(i)اللہ تعالیٰ نے سکینڈل کی تصویر کشی ایسے کی ہے کہ گویا معاشرے کے افراد کی زبانیں اور کان ہیں ذہن نہیں ہیں ایک زبان کی بات دوسرے کے کان تک پہنچ رہی ہے، اور ذہن تک پہنچے بغیر زبان چل پڑتی ہے اور یوں کان اور زبانیں مصروف ہیں عقلوں نے کام نہیں کیے۔(ii)لوگ سوچے سمجھے بغیر، تحقیق کیے بغیر زبان سے وہ باتیں کر رہے تھے جن کا انہیں علم نہیں تھا۔(iii)لوگ اس بات کو معمولی سمجھ رہے تھے۔(iv)اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فکر کے انتشار کو، اقدار اور معیارات کی تبدیلی کو واضح کیا۔

(9)اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ محض کسی کی آبروریزی کرنا ہی جرم نہیں جس پر سو کوڑے یا رجم کی سزا ہے بلکہ کسی کی عزت پر ایسے حملہ آور ہونا، کسی خاندان کی تذلیل اور اہانت کا سامان کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے اسے ہلکا نہ سمجھیں۔

(10)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دنیا میں جس بندے کے عیب چھپاتا ہے، قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپائے گا۔(صحیح مسلم:6594)

(11)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور کہا کہ یارسول اللہ میری بیوی نے کالا لڑکا جنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا، تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا: انکے رنگ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ سرخ۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا پھر یہ کہاں سے آ گیا؟ انہوں نے کہا میرا خیال ہے کہ کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر ایسا بھی ممکن ہے کہ تیرے بیٹے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔(بخاری:6847)

﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾

"جب تم نے اسے سنا تو مومن مرد اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے اچھا گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہیں کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے؟"(12)

سوال1:﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾"جب تم نے اسے سنا تو مومن مرد اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے اچھا گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہیں کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے"۔ افواہوں کے بارے میں مومنوں کو جو ادب سکھایا گیا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے مومنوں کو ادب سکھایا ہے کہ جب وہ اس قسم کی افواہیں سنیں تو ان کا کیا طرز عمل ہونا چاہیے۔

(2)﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾"جب تم نے اسے سنا تو مومن مرد اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے اچھا گمان کیوں نہ کیا" یعنی اے ایمان والو! جب تم نے بہتان تراشی کی باتیں سنیں تو تم نے اس بہتان کے معاملے کو بڑا

سمجھتے ہوئے اس کا انکار کیوں نہ کیا؟ اور اپنے آپ سے نیک گمان کیوں نہ رکھا۔

(3) اپنے آپ کو نیک گمان کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جگہ رکھ کر دیکھتے اور اس بہتان کی تردید کرتے۔ (قرآناً عجباً)

(4) یعنی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے اوپر اسے قیاس کیوں نہ کیا کہ جب یہ فعل ان کے لائق نہیں تو ام المومنین کے لائق کیسے ہوسکتا ہے جو ان سے اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔

(5) سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی نے پوچھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو لوگ افواہ اڑا رہے ہیں تم نے اسے نہیں سنا۔ بولے ہاں سنا تو ہے مگر سراسر جھوٹ ہے۔ ام ایوب رضی اللہ عنہا بتاؤ تو سہی کیا تم ایسا کرسکتی ہو؟ بولیں ہرگز نہیں۔ بھلا یہ کام میرے لائق ہے۔ فرمایا: اللہ کی قسم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو تم سے بہت ہی اچھی ہیں وہ کبھی ایسا نہیں کرسکتیں۔ پھر یہ آیت اتری کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اسے اپنے اوپر قیاس کرکے اس بات کو غلط کیوں نہ سمجھا۔ (تفسیر ابن کثیر: 1314/2)

(6) ﴿وَّقَالُوْا﴾ ''(کیوں نہیں) انہوں نے کہا'' یعنی حسن ظن کی بنا پر وہ کہتے۔

(7) ﴿هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہ یہ کھلا بہتان ہے'' یعنی یہ تو جھوٹ اور کھلا بہتان ہے ایمان والوں پر واجب ہے کہ جب اپنے کسی بھائی کے بارے میں ایسی بات سنیں تو زبان سے برات کا اظہار کرکے بہتان لگانے والے کو جھوٹا کریں۔

(8) (i) اسلام سننے والے کو خاموش نہیں رہنے دینا چاہتا۔ (ii) اسلام گواہ نہ لانے کی صورت میں بری بات کہنے والے کو بلا ثبوت کسی پر عیب لگانے کا مجرم قرار دیتا ہے اور سننے والے پر یہ ذمہ داری عائید کرتا ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔ (قرآناً عجباً)

(9) (i) حسن ظن حسن عبادت میں سے ہے۔ (ii) بدگمانی کرنا اپنے دل کی خرابی کا ثبوت ہے۔ (iii) دوسرے کے بارے میں نیک گمان کرنا اپنی نیک دلی کا ثبوت ہے۔ (iv) ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کے بارے میں نیک گمان رکھے۔

(10) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدگمانی سے بچتے رہو بدگمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو کسی کے عیوب خواہ مخواہ مت ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ، اور حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری: 6066)

﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾

''وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟ تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں'' (13)

سوال 1: ﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ ''وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟ تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾ ''وہ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟'' یعنی بہتان لگانے والے اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہیں لائے جو عادل اور معتبر ہوتے۔(2) اسلام ثبوت کے لیے چار گواہ لانے کا حکم دیتا ہے۔

(3)﴿فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ ''تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔'' یعنی چار گواہوں کے بغیر انہیں اپنے بارے میں، اپنی سچائی کے بارے میں یقین بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ جھوٹے ہیں۔(4) شہادت کے پورے نصاب کے بغیر کسی کی عزت و آبرو پر الزام لگانا جائز نہیں۔

(5) مسلمان کی عزت کی حرمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے چار گواہ نہ لانے والوں کو جھوٹا قرار دیا۔

(6) پاکیزہ ترین لوگوں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کا معاملہ اتنا آسان نہیں ہے بغیر ثبوت کے اس بہتان کا چرچا ہوا اس کے لیے چونکہ الزام لگانے والے گواہ لے کر نہ آئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا عملاً انہوں نے ایک گواہ بھی پیش نہیں کیا تھا۔(قرآناً عجباً)

(7) حفص بن عاصم سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے اسے (بغیر تحقیق کیے) بیان کر دے۔(مسلم)

سوال 2: کسی بھی معاشرے کو سکینڈلز سے بچانے اور شرفاء کی عزت پر ہاتھ ڈالنے سے روکنے کے لیے کیا طریقہ کار سکھایا گیا؟

جواب: آئندہ کے لیے کسی بھی معاشرے کو سکینڈلز سے بچانے کے لیے کچھ طریقے سکھائے گئے۔(i) اپنی عقل کے سامنے واقعے کو پیش کریں اور نیک گمان کریں۔(ii) بُری بات کے ثبوت کے لیے چار گواہیوں کے مطابق ہی یقین کیا جا سکتا ہے(iii) اسلامی معاشرے میں کسی پر جھوٹا بہتان باندھنے کے لیے زبان کھلے گی تو پشت اُدھیڑ کر رکھ دی جائے گی، اسّی کوڑوں کی سزا زبان بندی کے لیے مجبور کر سکتی ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے معاشرے کی پاکیزگی کے لیے اقدامات کیے۔(قرآناً عجباً)

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات میں جس میں تم پڑ گئے تھے، تمہیں ضرور بہت بڑا عذاب پہنچتا۔''(14)

سوال 1:﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات میں جس میں تم پڑ گئے تھے، تمہیں ضرور بہت بڑا عذاب پہنچتا۔'' مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ”اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی“ یعنی اگر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو اس بہتان طرازی کی وجہ سے تم دنیا اور آخرت میں عظیم عذاب کے مستحق ہو جاتے۔

(2)(i)اس واقعے کے ذریعے اہل مدینہ نے نبی ﷺ کو سخت تکلیف میں مبتلا کیا تھا۔(ii) نبی ﷺ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ کو سخت تکلیف میں مبتلا کیا گیا۔(iii)اس شر کی وجہ سے مسلمانوں کے مقدسات کو ہلا کر رکھ دیا گیا۔(iv)اس شر کا دائرہ کار بہت بڑا تھا منافقین نے نبی ﷺ اور اُن کے اہل خاندان پر، وحی پر اعتماد کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی اور اگر اسلام کی بنیادوں پر ہی اعتماد ختم ہو جاتا تو اسلام ختم ہو جاتا۔ایسے حالات کا تقاضا یہ تھا کہ فتنے میں مبتلا لوگوں پر سخت عذاب آتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بڑا عذاب دینے کی بات کی ہے۔(قرآناً عجباً)

(3)﴿لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ”تو یقیناً اس بات میں جس میں تم پڑ گئے تھے، تمہیں ضرور بہت بڑا عذاب پہنچتا۔“(i) اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو یہ غلطی ایسا نقصان پہنچاتی جس کی تلافی ممکن نہ تھی۔(ii)اس کے نتیجے میں پورا اسلامی معاشرہ بدگمانیوں کا شکار ہو جاتا۔(iii) مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے۔(iv) مسلمان آپس میں لڑ پڑتے۔(v)جس بڑے مقصد کے لیے مسلمان معاشرے کو وجود میں لایا گیا تھا کہ پوری دنیا سے شرک کے غلبے کو ختم کیا جائے وہ آپس میں لڑ کر ہی ختم ہو جاتا (نعوذ باللہ)۔(قرآناً عجباً)

(4) اللہ رب العزت کی بے پایاں رحمت تھی کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھول دیا اور اسے گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔

﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾

”جب تم اسے اپنی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی“(15)

سوال1:﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ ”جب تم اسے اپنی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ ”جب تم اسے اپنی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لے رہے تھے“ رب العزت نے ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بغیر علم اور تحقیق کے بہتان کو پھیلا رہے تھے۔تم اسے زبانوں سے نقل در نقل لے رہے تھے اور اس واقعے کو پھیلا رہے تھے۔(بخاری:4752)

(2)﴿وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ''اور اپنے مونہوں سے وہ کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہ تھا'' تم بغیر علم کے ایک باطل بات کو پھیلا رہے تھے جب کہ دونوں کام حرام ہیں۔

(3)﴿وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا﴾ ''تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے'' تم معمولی بات سمجھ رہے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے۔

(4) جس معاشرے میں سکینڈلز بنتے ہیں اس میں عزت و آبرو کے معاملے کو قرار واقعی اہمیت نہیں دی جاتی اور اس معاملہ کو ہلکا سمجھا جاتا ہے۔

(5)﴿وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ ''حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی'' گناہوں کو ہلکا سمجھنے والوں کا گناہ دگنا چوگنا ہو جاتا ہے اور اس کے لیے دوبارہ گناہ میں مبتلا ہونا آسان ہو جاتا ہے۔

﴿وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾

''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جونہی تم نے اسے سنا تو کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے'' (16)

سوال 1:﴿وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جونہی تم نے اسے سنا تو کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔'' ایمان والوں کو بڑوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا چاہیے جب ان کے بارے میں کوئی ناشائستہ بات کہی جائے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ﴾ ''اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جونہی تم نے اسے سنا'' رب العزت نے ایمان والوں کو ادب سکھایا ہے کہ انہیں بڑوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا چاہیے جب ان کے بارے میں کوئی ناشائستہ اور بے ہودہ بات کہی جائے۔

(2)﴿قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا﴾ ''کہہ دیا ہوتا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں'' یعنی جب تم نے بہتان تراشوں کی باتیں سنیں تو اس معاملے کو بڑا سمجھتے ہوئے کیوں نہ کہا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم الزام تراشی کریں اور بہتان سے مخلوط ہوں جسے منافقوں نے گھڑا ہے۔(3) مسلمانوں کو بے ہودہ باتوں کا چرچا نہیں کرنا چاہیے اور نہ کسی سے ذکر کرنا چاہیے۔

(4)﴿سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾ ''تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے'' یعنی اے رب! تیری ذات پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے جو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا۔

(5) یعنی تامل، تذبذب کیسا، سرے سے تحقیق ہی کی کیا ضرورت تھی تمہیں سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھ کر انکار کر دینا تھا۔ سر ولیم میور کا شمار،

اسلام وشارع اسلام کے دوستوں میں نہیں، مخالفوں میں ہے باوجود اس کے ان کو قرار ہے۔ عائشہ کی سیرت سے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی زندگی، واقعہ سے قبل بھی اور بعد بھی، اس پر گواہ ہے کہ ہم انہیں اس الزام سے بالکل بری یقین کریں۔ (لائف آف محمد 303,304) (تفسیر ماجدی 446/3)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل کر کے ان کی برأت کا اعلان کیا جس نے ان کے فضل اور عزت کو بڑھا دیا۔

﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ تم دوبارہ کبھی اس طرح کا کام کرو، اگر تم مومن ہو'' (17)

سوال 1: ﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ تم دوبارہ کبھی اس طرح کا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ تم دوبارہ کبھی اس طرح کا کام کرو'' (i) اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان والے ہو تو ایسی حرکت کبھی نہ کرنا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ایمان کو بیدار کیا ہے کہ یہ تمہارے ایمان کا تقاضا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت ہرگز نہ کرنا۔ (قرآنا عجبا)

(2) اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے روکتا ہے کہ تم بدکاری کے بہتان جیسے گناہ کو کبھی دوبارہ کرو۔ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے نصیحت کی ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے بہت اچھی نصیحت کرتا ہے''۔ (سورہ النساء:58)

(3) ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اگر تم مومن ہو۔'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی پاک شریعت پر ایمان رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی عزت کرتے ہو تو آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا۔

﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (18)

سوال 1: ﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات صاف صاف بیان کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنے احکامات کو خوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے۔

(2)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کامل علم والا تمھارے افعال کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی نہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اپنی صفت علیم کو سمجھایا ہے کہ (i) اللہ تعالیٰ نیتوں کے حال جانتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ کس نے اس معاملے میں کتنا حصہ لیا؟ (iii) اللہ تعالیٰ لوگوں کے مقاصد کو بھی جانتا ہے۔ (iv) اللہ تعالیٰ دلوں کے خفیہ راز جانتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(4) اللہ تعالیٰ کی حکمت عام ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کے مطابق ان سے معاملہ کرتا ہے۔

(5)(i) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ وہ حکیم ہے اس نے جو تدابیر اختیار کی ہیں وہ حکمت پر مبنی ہیں۔ (ii) وہ حکیم ہے اس نے اس موقع پر جو قانون دیا ہے وہ گہری حکمت پر مبنی ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے ساتھ لوگوں کی اصلاح اور کامیابی چاہتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (19)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' بری بات کو پھیلانا حرام ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے'' جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے اور برائی کی اشاعت ہو۔ ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے۔'' (الاعراف:33)

(2)﴿اَلْفَاحِشَةُ﴾ (i) فاحشہ سے مراد بے حیائی ہے۔ (ii) قرآن حکیم نے بدکاری کو بھی فاحشہ قرار دیا ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے بدکاری کے الزام کی تشہیر کو بھی بے حیائی قرار دیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) یہ رب العزت نے ہدایت دی ہے کہ اگر کوئی بری بات سنے اور اس کے دماغ میں بیٹھ جائے۔ اور کسی سے اس کا ذکر کر دے تو اسے پھیلائے نہیں کہ ہر کسی سے بیان کرتا پھرے۔ بری بات کا پھیلانا حرام ہے کیونکہ اسی سے سزا ملتی ہے۔

(4) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن نہ تو طعنہ دینے والا ہے نہ لعنت کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا اور نہ بیہودہ گو۔'' (الترمذی:1977)

(5) ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند اور کوئی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی اپنی تعریف پسند کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری:5220)

(6)(i) بے حیائی پھیلانے والے اداروں میں کام کرنے والے ملازمین بھی بے حیائی پھیلانے کے جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ (ii) بے حیائی پھیلانے میں جن اخبارات ورسائل اور لٹریچر کا ہاتھ ہے وہ گھروں کے اندر آ کر فحش کی اشاعت کا سبب بنتے ہیں اس میں گھر والے بھی برابر کے شریک ہو جاتے ہیں۔ (iii) بے حیائی پھیلانے والے تمام ذرائع اگر گھروں کے اندر بے حیائی پھیلا رہے ہیں تو گھر والے بھی جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(7) حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے اسے (بغیر تحقیق کیے) بیان کر دے۔ (مسلم:7)

(8) ﴿لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے'' یعنی قلب وبدن کو سخت تکلیف دینے والا عذاب اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ دھوکہ کیا، ان کے لئے برا چاہا اور ان کی عزت وناموس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کی۔ صرف فواحش کی اشاعت کی خواہش اور دل میں ان کی چاہت کی بنا پر اتنی بڑی وعید سنائی ہے، تو ان امور پر وعید کا کیا حال ہوگا جو اس سے زیادہ بڑے ہیں۔ مثلاً فواحش کا اظہار اور ان کو نقل کرنا، خواہ فواحش صادر ہوں یا صادر نہ ہوں۔ یہ تمام احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے رحمت اور ان کی عزت وناموس کی حفاظت ہیں۔ جس طرح اس نے ان کی جان ومال کی حفاظت کی اور ان کو ایسے امور کا حکم دیا جو خالص اور باہمی محبت کا تقاضا ہیں، نیز انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور وہ کچھ ان کے لئے بھی ناپسند کریں جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1808/2)

(9) ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے تمھیں معلوم نہیں اس لیے اپنے کام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دو راہ پا جاؤ گے۔ (مختصر ابن کثیر:1317/2)

(10) یعنی یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان فحاشی کے کاموں کا دائرہ اثر کتنا وسیع ہے اور ان کی زد کہاں کہاں تک پہنچتی ہے۔ کس طرح چند لوگوں کی فحاشی سے یا فحاشی کی افوائیں پھیلانے سے پوری قوم کا اخلاق تباہ وبرباد ہوتا ہے بدکار لوگوں کو بدکاری کے نئے نئے مراکز کیسے مہیا ہوتے

ہیں۔ نیز نئی نسلوں کے ذہنوں میں جب ابتداءً فحاشی بھر دی جائے تو کس طرح پوری قوم اللہ اور روز آخرت سے غافل ہو کر اللہ کی نافرمان بن جاتی ہے۔ یہ باتیں تم نہیں جان سکتے۔ (تیسیر القرآن:252/3)

(11) ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمین میں دھنسنا اور صورت کا بدلنا اور پتھروں کا آسمان سے برسنا اس امت کے آخر میں ہوگا انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے باوجود اس کے کہ ہم میں صالحین موجود ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جب کہ خباثت یعنی فسق و فجور غالب ہو جائے۔ (ترمذی:2185)

(12) اللہ تعالیٰ نے معاشرے کے اندر بے حیائی کو رونین سمجھنے اور کلچر کے نام پر اس کی تشہیر کے لیے Relaxation چاہنے والوں سے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے یوں انسان کو لاعلم اور جاہل قرار دے کر خاموش کروا دیا گیا ہے۔ (قرآنا عجبا)

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے'' (20)

سوال 1: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی'' اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت نے تمہیں گھیر رکھا ہے اس نے تمہارے سامنے اپنے احکامات واضح کیے، ان کی حکمتیں بیان کیں، اس نے گناہ گاروں کو مہلت دی، ان سے توبہ قبول کی اس نے تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو جمع کر دیا۔

(2) اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول نہ کرتا۔

(3) اس نے اپنے فضل اور رحمت سے بعض لوگوں کو اسی کوڑے لگوا کر پاک کر دیا۔

(4) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے رحم کرنے والا ہے، اُن کے لیے ترس کھانے والا ہے، اُن پر شفقت کرنے والا ہے کیونکہ غلطی انسانوں سے ہوتی ہے اور مسلمان اپنی غلطی پر پشیمان ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔ (قرآنا عجبا)

رکوع نمبر 9

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ

يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو اور جو شخص شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرے گا تو بلاشبہ وہ اسے بے حیائی اور بُرائی کا حکم دے گا اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہو پاتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (21)

سوال 1: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو اور جو شخص شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرے گا تو بلاشبہ وہ اسے بے حیائی اور بُرائی کا حکم دے گا'' شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے کی ممانعت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو! جنہوں نے اپنے رب کو مان لیا اور اس کی تصدیق کی۔

(2) ﴿ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ''تم شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو'' یعنی شیطان کے راستوں، اس کے نقشِ قدم اور اس کی باتوں پر نہ چلو۔

(3) شیطان اپنے قدم یعنی وسوسے انسان کے دل میں رکھتا ہے۔ شیطان کے قدم یعنی وسوسے کے پیچھے اپنا خیال رکھ دینا۔ یعنی جو خیال شیطان ڈالے پیچھے پیچھے وہی سوچنے لگ جانا۔ مثلاً شیطان نے دل میں کسی کے خلاف کوئی بُرا خیال ڈالا ہے تو انسان اُس بُرے خیال پر غور و فکر کرنے لگ جائے پھر اس کے دل میں تلخی پیدا ہو جائے یہ تلخی بدگمانی میں بدل جائے۔ تو یہ شیطان کے قدم کے پیچھے اپنے شعور کے قدم رکھتے جانا ہے یعنی شیطان کے قدموں کی پیروی کرنا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(4) ﴿ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ''اور جو شخص شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرے گا'' شیطان کے قدم وسوسے یعنی منفی خیالات ہیں جب بھی انسان کے اندر منفی خیالات اُبھرتے ہیں تو یہ شیطان ہوتا ہے جو انسان کے دل میں ان وسوسوں یا منفی خیالات کو پھینکتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دشمن کے قدموں کی پیروی کرنے سے یعنی منفی خیالات پر غور و فکر کر کے کسی بُرائی میں مبتلا ہونے سے روکا ہے کیونکہ منفی احساسات یا منفی خیالات یا وسوسوں کی پیروی کرنا ایک مومن کو زیب نہیں دیتا اور یہ بھی اس کے لائق نہیں کہ وہ اپنے دشمن کو اپنا راہ نما بنا لے۔ (قرآناً عجباً)

(5) ﴿ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ ''تو بلاشبہ وہ اسے بے حیائی اور بُرائی کا حکم دے گا'' شیطان فحشاء یعنی زنا کا اور منکر باتوں کا حکم دیتا ہے۔ (6) ہر وہ کام جو عقلاً اور شرعاً غلط ہو منکر کہلاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(7) منکر کی طرف وہ راغب ہوتا ہے۔ جس کے اندر بُرائی کا میلان موجود ہوتا ہے وہ باہر کی گندگی سے رابطہ کرتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(8) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا﴾ ''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہو پاتا'' یہ بات اس لیے کہی گئی کہ واقعہ افک کی رو میں مسلمان بہہ گئے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا جو اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے چرچوں سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے پاک کرلیا ورنہ کوئی بھی اپنے زور پر پاک نہیں ہوسکتا تھا۔ (قرآنا عجبا)

(9) یعنی تم میں سے کوئی بھی شیطان کی پیروی کرنے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ شیطان اور اس کے لشکر انسانوں کو اپنی پیروی کی دعوت دیتے رہتے ہیں اور ان کے سامنے گناہوں کو مزین کرتے رہتے ہیں اور نفس برائی پر مائل رہتا ہے اگر بندے کو شیطان اور نفس کے حوالے کر دیا جائے تو کوئی بھی گناہوں اور برائیوں سے بچ کر اور نیکیوں کے اکتساب کے ذریعے پاک نہیں ہوسکتا کیونکہ تزکیہ طہارت اور بڑھاؤ کا متضمن ہے تم میں سے جس نے اپنا تزکیہ کرلیا تو اس کے موجب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہیں۔ نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا﴾ ''اللہ! میرے نفس کو تقویٰ دے اور پاک کردے اس کو، تو اس کا بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اس کا آقا اور مولیٰ ہے۔'' (مسلم:4/2088)

(10) ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پاکیزگی عطا کرتا ہے۔ (ii) جس کے اندر پاکیزگی کی طلب ہو۔ (iii) جو پاکیزگی کی رغبت رکھتا ہو۔ (vi) اللہ تعالیٰ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو پاکیزگی عطا کرے۔

(11) ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تمھاری افواہوں اور تمھارے الزام کو سنا ہے وہ علیم ہے جانتا ہے کس کے دل میں فحش کی اشاعت کی محبت ہے۔

﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور تم میں سے جو لوگ فضل وکشائش والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ دیں گے اور لازم ہے کہ وہ معاف کردیں اور لازم ہے کہ وہ درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمھیں بخش دے؟ اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (22)

سوال 1: ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور تم میں سے جو لوگ فضل وکشائش والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(2)﴿وَلَا يَأْتَلِ﴾ ''اور نہ قسم کھائیں'' یعنی قسم نہ اٹھائیں۔

(3)﴿أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ﴾ ''اور تم میں سے جو لوگ فضل وکشائش والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو مالی وسعت دی ہے۔

(4)﴿أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ''کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ دیں گے'' وہ اپنے رشتے داروں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ اٹھائیں اور یہ ارادہ نہ کریں کہ وہ محتاجوں اور مہاجروں کو جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ چکے ہیں انہیں کچھ نہیں دیں گے۔

(5)واقعہ افک میں ملوث ہونے والوں میں مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے، وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے اور انتہائی نادار تھے۔ مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی بہتان طرازی کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ ان کی مالی مدد نہیں کریں گے (جو کہ اس سے وہ کیا کرتے تھے) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو قسم سے روکا جو انفاق فی سبیل اللہ کے منقطع کرنے کو متضمن تھی اور انہیں عفو اور درگزر کرنے کی ترغیب دی اور اللہ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ان تقصیر کاروں کو بخش دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔ (تفسیر سعدی:2/1810)

(6)﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا﴾ ''اور لازم ہے کہ وہ معاف کر دیں اور لازم ہے کہ وہ درگزر کریں'' رب العزت نے رشتے داروں سے پہنچنے والی تکلیفوں کے لیے توجہ دلائی کہ ان سے درگزر کریں اور معاف کر دیں۔

(7)﴿أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ''کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں بخش دے؟ اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' یعنی کیا تم پسند نہیں کرو گے کہ تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ عفو ودرگزر کا معاملہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ عفو ودرگزر کا معاملہ کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(8)''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسے میں (اس وقت) آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ ایک پیغمبر (حضرت نوح علیہ السلام) کی حکایت بیان کر رہے تھے ان کی قوم والوں نے ان کو اتنا مارا کہ ان کو لہولہان کر دیا وہ اپنے منہ سے خون پونچھتے تھے اور یوں دعا کرتے جاتے:﴿رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''پروردگار! میری قوم والوں کو بخش دے وہ نادان ہیں۔'' (بخاری:6929)

(9)جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ سنی تو انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے''۔

چنانچہ انہوں نے دوبارہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مالی مدد شروع کر دی۔ (بخاری:4757)

(10)﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کے لیے صفت غفور اور اپنی رحمت اور مہربانی کے لیے صفت رحیم کا ذکر کیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(11) اس آیت کریم سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کی معصیت کی وجہ سے اس کی مالی مدد ختم نہیں کرنی چاہیے۔

(12) قریبی رشتے داروں پر خرچ کرنا چاہیے۔

(13) اللہ تعالیٰ نے بڑے سے بڑا جرم کرنے والے کو معاف کرنے اور اس سے درگزر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' (23)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں'' رب العزت نے پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے کی سخت وعید سنائی ہے کہ وہ بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جن کے دل پاک ہیں جنہیں یہ نہیں پتہ کہ بدچلنی کیا ہوتی ہے اور کیسے کی جاتی ہے۔

(2)﴿لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''یقیناً ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے'' یعنی دنیا اور آخرت میں انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا ہے۔ (جامع البیان:109/18)

(3)﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' لعنت سے بڑھ کر عذاب عظیم کی وعید دی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے ایمان والی عورتوں پر بے حیائی کا الزام لگانے سے ڈرایا ہے کہ ان کے لیے لعنت اور عذاب عظیم ہے۔

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی

وہ کیا کرتے تھے"(24)

سوال1:﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾"اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے" قیامت کے دن اعضاء اقبال جرم کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾"اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف مدینہ میں جو ماحول بن گیا تھا اُس میں بے سوچے سمجھے زبانوں نے ہی کردار ادا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے شعور کو بیدار کیا ہے کہ یہ زبانیں تمہارے اپنے خلاف گواہ بننے والی ہیں۔ یہ عذاب عظیم قیامت کے روز ہوگا۔ (قرآناً عجباً)

(2) انسان اس لیے غلط باتیں کرتا ہے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ براہ راست رب تک پہنچ رہے ہیں۔ انسان دوسروں پر ظلم اس لیے کرتا ہے کہ وہ بے خبر رہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے ہاتھ پاؤں اللہ تعالیٰ کے گواہ بن جائیں گے۔ غفلت اور بے خبری سب برائیوں کی جڑ ہے۔

(3) جس (قیامت کے) روز ہر عضو اپنے اعمال کی گواہی دے گا اور وہ ہستی انہیں قوت گویائی عطا کرے گی جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے پس بندے سے گناہوں کا انکار ممکن نہ ہوگا۔ یقیناً وہ ہستی جس نے بندوں کے نفوس ہی میں سے گواہ برپا کئے اس نے بندوں کے ساتھ انصاف کیا۔ (سعدی:1811/29)

(4)﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾"اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: "تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟" وہ کہیں گی: "ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دے دی۔" اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔" (فصلت:21)

سوال2: انسان کے اعمال کیسے درست رہ سکتے ہیں؟

جواب: انسان کے اعمال اسی صورت میں درست رہ سکتے ہیں اگر اُس کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے، اور اس کا ہر عمل ریکارڈ ہو رہا ہے۔ اس احساس کے تحت اس کی زندگی بدل سکتی ہے، وہ الفاظ کا درست استعمال کر سکتا ہے، اور اپنے ہاتھ پاؤں کا محتاط استعمال کر سکتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ﴾

''اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے''(25)

سوال 1:﴿يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ﴾ ''اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ﴾ ''اُس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا حقیقی بدلہ دے گا'' یعنی قیامت کے دن رب العزت ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ عادل ہے وہ کسی کے اعمال کی جزا میں کمی نہیں کرے گا۔

(3) اس دن چھوٹے بڑے سب اعمال اپنے سامنے موجود پا سکیں گے جیسا کہ فرمایا﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

(4)﴿وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ﴾ ''اور وہ جان لیں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے'' اس عظیم موقع پر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی واضح حق ہے۔ اس کے اوصاف حق ہیں، اس کے افعال حق ہیں، اس کی ملاقات حق، اس کی عبادت حق، اس کے وعدے حق، اس کی وعیدیں حق ہیں، اس کے رسول حق، اس کا دین حق ہے۔

(5)(I) جس دن حساب کتاب ہوگا۔(II) جس دن ہر انسان کو اس کے کیے کا بھرپور بدلہ ملے گا۔

(III) اس دن انسان کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، سچ کو سچ کر دکھانے والا۔ (قرآناً عجباً)

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾

''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے''(26)

سوال 1:﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ

مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ﴾ ''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں'' اس سے مراد زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں۔

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فحش باتیں برے لوگوں کے لیے ہیں اور برے لوگ فحش باتوں کے لیے ہیں۔

(3)﴿وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں'' اس سے مراد پاک مرد اور پاک عورتیں ہیں۔

(4) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لیے ہیں اور اچھے لوگ اچھی باتوں کے لیے ہیں۔ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آپ پر الزام لگانے والوں کے بارے میں اتری مطلب یہ ہوا کہ بہتان باندھنے والوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو بداخلاقی کا الزام لگایا ہے وہی اس بات کے لائق ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے گناہ، پاک اور طاہر ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو ہر پاکیزہ شخص سے زیادہ پاک ہیں۔ اگر ان میں کوئی عیب ہوتا تو انہیں اللہ کے رسول ﷺ کی زوجیت کا شرف نہ شرعی طور پر حاصل ہوتا نہ کونی طور سے۔ (تفسیر ابن کثیر: 1320/2)

(5)﴿اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''یہ لوگ اُن باتوں سے بری کیے ہوئے ہیں جو لوگ کہتے ہیں،'' یعنی منافقوں کی الزام تراشی سے بری ہیں۔ صفوان بن معطل اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ ہے۔

(6)﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ''ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے'' یعنی گناہوں کی مغفرت اور رزق کریم ہے۔ اس سے مراد جنت کا رزق ہے جو اہل ایمان کو نصیب ہوگا۔ (قرآناً عجباً)

رکوع نمبر 10

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم انس معلوم کرلو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو'' (27)

سوال1:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۔ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم انس معلوم کرلو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' گھروں میں داخلے کے آداب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو'' اللہ رب العزت نے اپنے بندوں سے فرمایا اے لوگو جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لیے بغیر نہ داخل ہوا کرو یعنی کسی ایسی جگہ یا ایسے وقت میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا جس کا اجازت چاہنے والا مالک نہ ہو۔(فتح الباری:5/11)

(2)(i)گھروں میں بااجازت داخلے پر پابندی اس لیے عائد کی گئی ہے تا کہ معاشرے میں بُرائیوں کی پیدائش کا دروازہ بند کر دیا جائے

(ii)گھروں میں داخلے کی پابندی اسلام کے اُصول سدِ ذرائع کے مطابق ہے۔

(iii)اسلام خاندان اور گھروں کی چار دیواری کا احترام کرتا ہے اس لیے وہ گھروں میں داخلے پر پابندی عائد کرتا ہے(قرآناً عجباً)

(3)(i)جس کا ذکر کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا:''اجازت طلبی نظر پڑنے سے بچاؤ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔''(صحیح البخاری:6241،صحیح مسلم:2156)

اجازت طلبی میں خلل واقع ہوجانے سے گھر کے اندر ستر پر نظر پڑتی ہے۔کیونکہ گھر انسان کے لئے باہر کے لوگوں سے ستر اور پردہ ہے جیسے کپڑا جسم کو چھپاتا ہے۔

(ii)اجازت طلب کئے بغیر گھر میں داخل ہونا، داخل ہونے والے کے بارے میں شک کا موجب ہے اور وہ برائی یعنی چوری وغیرہ سے متہم ہوتا ہے کیونکہ گھر میں خفیہ طور پر داخل ہونا شر پر دلالت کرتا ہے۔(تفسیر السعدی:2/1812,1813)

(4)﴿حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا﴾ ''یہاں تک کہ تم انس معلوم کرلو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو'' اہل ایمان کو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخلے کے لیے اجازت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں اجازت طلبی یعنی اِسْتِئْذَان کو اِسْتِئْنَاس کہا گیا ہے۔یعنی گھر والوں سے انس حاصل کرو۔انس کے بعد ہی اجازت ملنے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

(5)﴿وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا﴾ ''اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو'' نبی ﷺ نے فرمایا: کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کہو:''السلام علیکم! اور پھر پوچھو کیا میں اندر آ جاؤں؟''(سنن ابی داؤد:5177)

(6)سلام کرنے کے بعد تین بار اجازت مانگی جائے۔اگر مل جائے تو گھر میں داخل ہوجاؤ اور اگر نہ ملے تو واپس ہوجاؤ۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں انصار کی ایک مجلس میں تھا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے جیسے گھبرائے ہوئے ہوں۔انہوں نے کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے

یہاں تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت چاہی لیکن مجھے کوئی جواب نہ ملا، اس لیے واپس چلا آیا (جب عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا) تو انہوں نے دریافت کیا کہ (اندر آنے میں) کیا بات مانع تھی؟ میں نے کہا کہ میں نے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی اور جب مجھے کوئی جواب نہیں ملا تو واپس چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کسی سے تین مرتبہ اجازت چاہے اور اجازت نہ ملے تو واپس چلا جانا چاہیے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! تمہیں اس حدیث کی صحت کے لیے کوئی گواہ لانا ہوگا۔ (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجلس والوں سے پوچھا) کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث سنی ہو؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ (اس کی گواہی دینے کے سوا) جماعت میں سب سے کم عمر شخص کے اور کوئی نہیں کھڑا ہوگا۔ ابو سعید نے کہا اور میں ہی جماعت کا وہ سب سے کم عمر آدمی تھا میں ان کے ساتھ اٹھ کر گیا اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ واقعی نبی کریم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے۔ (بخاری:6245)(تفسیر المراغی:343/6)

(7) ''سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے کسی حجرہ میں سوراخ میں سے دیکھا، نبی ﷺ کے پاس اس وقت ایک کنگھا تھا جس سے آپ سر مبارک کھجا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہو تو یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا (اندر داخل ہونے سے پہلے) اجازت مانگنا تو ہے ہی اس لیے کہ (اندر کی کوئی ذاتی چیز) نہ دیکھی جائے۔'' (بخاری:6241)

(8) ایک صاحب نبی ﷺ کے کسی حجرہ میں جھانک کر دیکھنے لگے تو نبی کریم ﷺ ان کی طرف تیر کا پھل یا بہت سے پھل لے کر بڑھے، گویا میں نبی کریم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں ان صاحب کی طرف اس طرح چپکے چپکے تشریف لائے۔ (بخاری:6242)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ (آپ کے گھر میں) داخل ہوا نبی کریم ﷺ نے ایک بڑے پیالے میں دودھ پایا تو فرمایا ''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! اہل صفہ کے پاس جا اور انہیں میرے پاس بلا۔'' میں ان کے پاس آیا اور انہیں بلا لایا۔ وہ آئے اور (اندر آنے کی) اجازت چاہی پھر جب اجازت دی گئی تو داخل ہوئے۔ (بخاری:6246)

(10) بنو عامر کے ایک شخص سے مروی ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے اجازت مانگی تو اس نے کہا: کیا میں اندر آجاؤں؟ نبی ﷺ نے اپنی لونڈی سے کہا: اس کے پاس جاؤ وہ عمدہ طریقے سے اجازت نہیں مانگ رہا، اس سے کہو کہ اس طرح کہے: السلام علیکم! کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ (سلسلہ صحیحہ، الآداب والاستئذان:213)

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''تین آیتیں ہیں کہ لوگوں نے ان پر عمل چھوڑ رکھا ہے ایک تو یہ کہ اللہ فرماتا ہے ''تم میں سے سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھتا ہو''۔ اور لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ امیر ہو، اور ادب کی آیتیں بھی لوگ چھوڑ بیٹھتے ہیں''۔ عطار حمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انہیں پالتا ہوں کیا ان کے پاس جانے کے لیے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں ضرور اجازت

طلب کیا کرو"، میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" کیا تم انہیں ننگا دیکھنا پسند کرو گے؟" میں نے کہا نہیں فرمایا" پھر ضرور اجازت مانگا کرو"۔ میں نے یہی سوال دوہرایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" کیا تو اللہ کا حکم مانے گا یا نہیں؟" میں نے کہا ہاں مانوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" پھر بغیر اطلاع ہرگز ان کے پاس بھی نہ جاؤ"۔ (تفسیر ابن کثیر)

(12) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس بھی گھر میں بغیر اطلاع کے نہ جاؤ۔ (تفسیر ابن کثیر)

(13) کلدہ بن حنبل کہتے ہیں: صفوان بن امیہ نے مجھے دودھ، کھیس اور چھوٹے کھیرے دے کر نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا، آپ ﷺ وادی کے اوپر والے حصے میں تھے میں نے سلام کہا اور اجازت طلب کئے بغیر آپ ﷺ کے پاس چلا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "واپس لوٹ جا اور (پہلے) اس طرح کہہ: السلام علیکم، کیا میں اندر آجاؤں؟" (سلسلہ صحیحہ، الآداب والاستئذان)

(14) ﴿هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ "تمہارے لیے یہی بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو" یعنی اجازت طلب کرنا تمہارے لیے بہتر ہے مکارم اخلاق میں سے ہے۔ (15) اجازت لینا واجب ہے مل جائے تو داخل ہونا چاہیے ورنہ پلٹ جانا چاہیے۔

(16) (i) اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ گھر کے اندر کون ہے؟ (ii) اُس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک یہ پتہ نہ چل جائے کہ اجازت مل گئی ہے۔ (iii) گھروں میں سلام کر کے داخل ہوا جائے۔ (قرآناً عجباً) اجازت گھر کے سربراہ کی جانب سے ہونی چاہیے بچے کی اجازت پر گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

(17) استیذان سے گھروں کو عزت نصیب ہوتی ہے اور گھر والوں کو اچانک نظر پڑنے سے جو تکلیف لاحق ہوتی ہے اس سے اجازت طلبی بچاتی ہے۔ (18) گھروں میں کھانے پینے، لباس اور استعمال کی چیزوں تک لوگ نہیں چاہتے کہ کسی کی نظر پڑے۔ اجازت طلبی اس تکلیف سے بھی بچا لیتی ہے۔ (19) امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے پر کبھی کبھی زنا یا تہمت کے اسباب اور محرکات پیدا ہو جاتے ہیں۔ (فتح القدیر: 4/19)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کا گھروں میں داخلے کا کیا معمول تھا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ پہلے سلام کرتے پھر اجازت طلب کرتے۔

(2) رسول اللہ ﷺ تین مرتبہ اجازت طلب کرتے اگر کوئی جواب نہ آتا تو لوٹ آتے۔

(3) ایک مرتبہ آپ ﷺ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر، دو مرتبہ اجازت طلب کی مگر جواب نہ آیا تیسری مرتبہ اجازت طلب کرنے پر جواب نہ آیا تو آپ ﷺ لوٹ آئے۔ حضرت سعد دوڑے آئے اور کہا کہ میں آواز سن رہا تھا مگر میرا دل یہ چاہتا تھا کہ آپ ﷺ کی زبان سے جتنی بار میرے لیے سلام اور رحمت کی دُعا نکل جائے اچھا ہے میں آہستہ آہستہ جواب دیتا رہا۔ (قرآناً عجباً)

(4) رسول اللہ ﷺ اجازت طلب کرتے وقت دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے تاکہ ایک دم سامنا نہ ہو جس میں بے پردگی کا امکان

رہتا ہے۔

﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

''پھر اگر تم کسی کو ان میں نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ، وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو'' (28)

سوال 1: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ''پھر اگر تم کسی کو ان میں نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ، وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾ ''پھر اگر تم ان میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو حتیٰ کہ تمہیں اجازت دے دی جائے'' اگر گھر خالی ہو تو اس میں داخل نہ ہوں۔

(2) خالی گھر میں گھر والوں کی اجازت سے داخل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی کہہ دے اگر میں گھر پر نہ ہوں تو آپ گھر میں بیٹھیں اور انتظار کر لیں۔

(3) خالی گھر وہ بھی ہیں جن میں کوئی خاص فرد نہ رہتا ہو وہ ہر خاص و عام کے لیے کھلا ہو جیسے مسجد، ہوٹل وغیرہ ایسے مقامات پر داخل ہونے کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

(4) ویران اور بے آباد گھر جن کے مالکوں کا پتہ نہ ہو وہاں اگر گھاس اُگ آئے اور کوئی فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہے۔

(5) ﴿وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ ''اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ'' یعنی اگر کوئی ملاقات سے معذرت کر دے تو خوش دلی کے ساتھ واپس آنا چاہیے۔ (قرآناً عجباً)

(6) اگر گھر والے اجازت نہ دیں تو برا نہیں منانا چاہیے کیونکہ گھر والوں کا حق ہے اور جانے والے کا یہ واجب حق نہیں ہے کہ اسے اجازت دی جائے۔

(7) ﴿هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ﴾ ''وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے'' یعنی تمہیں برائیوں سے پاک کرنے اور تمہاری نیکیوں میں اضافہ کرنے کے لیے یہ طریقہ کار بہتر ہے۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اموال کو جانتا

ہے اس نے تمھارے لیے اجازت طلبی کا طریقہ مقرر کیا ہے اس کی بات مان جاؤ کیونکہ اس کے بغیر آپ کمال اور سعادت کو نہیں پہنچ سکتے۔

(9)(i) اللہ تعالیٰ کے "علیم" ہونے کی بات انسان کے شعور میں آتی ہے تو وہ اپنے عمل کے بارے میں محتاط ہو جاتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے دل کے عمل کے بارے میں شعور دلاتے ہیں کہ دیکھو اگر برا منایا، منفی خیالات کو جگہ دی تو تمہارے دل کے عمل سے میں ناواقف نہیں ہوں یوں انسان اپنے آپ کو منفی خیالات سے پاک کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

سوال 2: اسلام نے ملاقات کی اجازت دینے یا نہ دینے کا حق گھر والوں کو دیا ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1)(i) اسلام انسانی مجبوریوں کی رعایت دیتا ہے مثلاً کوئی کسی اہم کام میں مشغول ہے یا کوئی اس پوزیشن میں نہیں کہ آنے والے مہمانوں کا صحیح طرح استقبال کر سکے تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملاقات سے انکار کر دے۔

(ii) اسلام اجتماعی معاملات کو اعلیٰ ظرفی کی بنیاد پر قائم کرنا چاہتا ہے۔ ایک کو انکار کا حق دے کر دوسرے کو خوش دلی سکھاتا ہے کہ یہ مائنڈ کرنے کا نہیں دوسرے کی مجبوریوں کے لحاظ کا معاملہ ہے۔ (قرآناً عجباً)

(2)(i) اجازت نہ ملنے پر لوٹ جانے والا اپنے آپ کو منفی خیالات سے بچا کر پاک ہو جاتا ہے۔

(ii) لوٹ جانے والا دوسرے انسان کی مجبوریوں کا لحاظ کر کے، دل میں وسعت پیدا کر کے پاک ہو جاتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ﴾

"تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں رہائش نہیں رکھی گئی جن میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو" (29)

سوال 1: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ﴾ "تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں رہائش نہیں رکھی گئی جن میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ﴾ "تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جن میں رہائش نہیں رکھی گئی جن میں تمہارے فائدے کی کوئی چیز ہو" ﴿غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ﴾ سے مراد Public Spots,Common Places مسافر خانہ، دوکانیں، ہوٹل سرائے وغیرہ ہیں یہاں پر لوگوں کے داخلے کی اجازت ہے۔

(2) ان گھروں میں داخل ہونے میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ گناہ۔ اس سے اس گھر میں بلا اجازت آنے کی اجازت مل رہی ہے جو غیر آباد

ہوں اور اس میں کسی کا سامان نہ ہو۔

(3)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو'' اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو گھروں میں داخل ہوتے وقت آداب کا خیال نہیں رکھتے۔ (قرآناً عجباً)

(4) اللہ تعالیٰ تمہارے تمام ظاہری اور باطنی احوال کو خوب جانتا ہے اور اسے تمہارے مصالح کا بھی علم ہے، اس لئے اس نے تمہارے لئے ایسے احکام کی تشریع کی ہے جن کے تم محتاج اور ضرورت مند ہو۔ (تیسیر السعدی:2/1814)

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾

''آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں'' (30)

سوال1:﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں''۔ نگاہیں پست رکھنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ ''آپ مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں'' رب العزت نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے اپنی نظروں کو اجنبی عورتوں سے ہٹالیا کریں اگر لاشعوری طور پر نگاہ پڑ جائے تو فوراً نگاہ ہٹالیا کریں۔

(2) غض کے معنی کسی چیز کو کم کر دینا یا گھٹا دینا اور جھکا دینا ہیں۔ غضِ بصر سے مراد نگاہ نیچی رکھنا ہے، نظر بچانا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں غض بصر کا حکم دیا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو ستر سے نظر ہٹانا اور دوسرے شہوت کے مقام سے نظر نیچی کر لینا ہے جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے نبی ﷺ نے فرمایا﴿لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَةُ اِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ﴾ ''کوئی مرد کسی مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت، عورت کا ستر دیکھے'' اور انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے ستر کو ڈھانپے۔ غض بصر کی دوسری قسم اجنبی عورت کی چھپی ہوئی زینت سے نظر بچانا ہے اور یہ پہلی سے زیادہ سخت ہے۔ (مجموع الفتاوی:15/436،414)

مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔ (دار قطنی، بیہقی) مرد کا اپنے ستر کو بیوی کے سوا کسی کے سامنے ارادتاً کھولنا حرام ہے۔ (قرآناً عجباً)

(4) نگاہ نیچی رکھنے سے مراد ہر وقت نیچے دیکھنا نہیں ہے اس سے مراد:(i) نظر بچانا ہے یعنی (a) نظروں کو دیکھنے کے لئے آزاد نہ چھوڑنا۔

(b)پوری طرح نگاہ بھر کر نہ دیکھنا ہے۔(قرآناعجبا)

(ii)اس سے مراد تمام نظروں کو بچانے کا نہیں بلکہ بعض نظروں کو بچانے کا حکم ہے۔

(ii)اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کسی چیز کو بھی نظر بھر کر نہ دیکھا جائے۔(a)اسلام نے پابندی عورتوں کو نظر بھر کر دیکھنے پر عائید کی ہے۔(b)اسلام نے کسی کے ستر پر نگاہ ڈالنے پر پابندی عائید کی ہے۔(c)اسلام نے بے حیائی کے مناظر دیکھنے پر پابندی عائد کی ہے۔(قرآناعجبا)

(5)﴿وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ﴾''اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں''(i)شرم گاہ کی حفاظت سے مراد ناجائز شہوت رانی سے پرہیز ہے۔

(ii)شرم گاہ کی حفاظت میں اپنے ستر کو دوسروں کے سامنے کھولنے سے بچنا بھی ہے۔(قرآناعجبا)

(6)یعنی عورتوں یا مردوں کے ساتھ بدکاری یا ان کے علاوہ دوسری صورتوں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔اسی طرح ان کو چھونے اور ان کو دیکھنے سے بچیں۔(تفسیر السعدی:2/1814)

(7)رب العزت نے مومنوں کی صفات میں سے یہ اہم صفت بیان فرمائی ہے﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾''اور وہی جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''(سورۃ المومنون:5)

(8)﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں''(المعارج:29)

(9)سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا:''جو عورت پانچ نمازیں پڑھے،رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔''(مسند احمد:1/191)

(10)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا!اے گروہ نوجوانان!زنا نہ کرو سنو!جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اس کے لیے جنت ہے۔(مستدرک حاکم:4/458)

(11)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کیا چیز لوگوں کی کثرت کو جہنم میں داخل کرے گی آپ ﷺ نے فرمایا:''منہ اور شرمگاہ۔''(مسند احمد:2/472)

(12)سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''جس نے مجھے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان یعنی(شرمگاہ) کی اور اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان(یعنی زبان) کی ضمانت دے دی تو میں اسے جنت میں جانے کا بھروسہ دلاتا ہوں۔''(بخاری:6807)

(13)''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے یا وہ ایک ہی جوتی میں چلے اور صماء پہنے اور ایک ہی کپڑے میں احتباء سے منع فرمایا۔اس حال میں کہ اس کی شرمگاہ کھل جائے۔''(مسلم:5499)

(14)''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا اور دو وقت نمازوں سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا نماز فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص صرف ایک کپڑا جسم

پر لپیٹ کر اور گھٹنے اوپر اٹھا کر اس طرح بیٹھ جائے کہ اس کی شرمگاہ پر آسمان وزمین کے درمیان کوئی چیز نہ ہو۔ اور اشتمال اور اصماء سے منع فرمایا۔" (بخاری:5819)

(15) "سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور اس کے دل میں واقع ہو جائے تو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کی طرف ارادہ کرے اور اس سے صحبت کرے کیونکہ یہ اس کے دل کے میلان کو دور کرنے والا ہے۔" (مسلم:3409)

(16) ﴿ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ﴾ "یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے" یعنی نگاہوں اور شرم گاہوں کی حفاظت ان کے نفوس کے لیے زیادہ پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

(17) ان کے لیے زیادہ طہارت، پاکیزگی، اور ان کے اعمال خیر میں زیادہ اضافے کا باعث ہے کیونکہ جو کوئی اپنی نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے وہ اس گندگی سے پاک ہو جاتا ہے جس میں فواحش کے مرتکب لوگ ملوث ہوتے ہیں اور ان محرمات کو ترک کرنے سے، نفس جن کی خواہش کرتا اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے، اعمال خیر میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرتا ہے۔ جو کوئی اپنی آنکھوں کو حرام پر پڑنے سے بچائے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو روشن کر دیتا ہے۔ نیز اگر بندہ اپنی شرمگاہ اور نظر کو حرام اور اس کے مقدمات میں پڑنے سے بچا سکتا ہے دراں حالیکہ شہوت کا داعیہ پوری طرح موجود ہو، تو وہ دوسرے حرام میں پڑنے سے اپنے آپ کو زیادہ بچا سکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں "حفاظت" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ پس کسی محفوظ چیز کی حفاظت کے لیے نگرانی اور ان اسباب کو بروئے کار نہ لایا جائے جو اس کی حفاظت کے موجب بنیں تو وہ چیز محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح نظر اور شرم گاہ کا معاملہ ہے، اگر بندہ ان کی حفاظت کی کوشش نہیں کرتا تو وہ ان آزمائشوں اور مصیبتوں میں ڈال دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں غور کیجئے، اللہ تعالیٰ نے کیسے شرم گاہ کی حفاظت کا مطلق طور پر حکم دیا ہے، کیونکہ شرم گاہ (کا غلط استعمال) کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ (تفسیر السعدی:2/1814,1815)

(18) اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار وارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ پہلی مرتبہ دفعۃً جو بے ساختہ نظر پڑتی ہے از راہِ شہوات ونفسانیت نہیں ہوتی۔ (تفسیر عثمانی:2/190)

(19) ﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔" یعنی (a) نظر کب اُٹھتی ہے اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (b) نظر کب جھکتی ہے اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (c) نظریں کب نظروں تک پیغامات پہنچاتی ہیں اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔ (d) نظریں کب دلوں کے اندر اُتر جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کو خبر ہے (e) نظر سے شرم گاہ تک کے فاصلے کیسے سمٹتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔

(II) اللہ تعالیٰ نے اپنی خبر سے نظریں بچانے سے شرم گاہوں کی حفاظت کرنے تک انسان کو مصروف کر دیا ہے۔ (تدبر قرآن)

سوال 2: اسلام نظروں پر پہرے کیوں بٹھاتا ہے؟

جواب: (1) رب العزت کا فرمان ہے ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا﴾ "اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں یقیناً کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔" (بنی اسرائیل 36)

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص مجھ سے ڈر کر اسے چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔" (طبرانی)

(3) نظر کی وجہ سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے۔ اُس کے اخلاق، معاملات، زندگی سبھی کچھ متاثر ہو جاتا ہے۔ نظروں کو بچانے سے دل پاک رہتے ہیں اور نظروں کو بے مہار چھوڑ دینے سے دل اور زندگی ناپاک ہو جاتی ہے۔

؎ نگاہ پاک ہے تیری تو دل بھی پاک ہے تیرا کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو

(4) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "عورت جب بن سنور کر گھر سے نکلتی ہے تو اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔" (ترمذی)

(5) اسلام نے زنا پر ابھارنے والے تمام محرکات پر بھی پابندی عائد کی ہے، جن میں نظر بازی بھی شامل ہے۔

(6) قرطبی نے کہا نظر دل کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔ (تفسیر قرطبی: 148/2)

(7) آپ دیکھیں نظر جب کبھی بھی کسی کے حسن پر اٹھتی ہے، نظر کی وجہ سے دل بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے۔ قصور نظر کرتی ہے اور شکار دل ہو جاتا ہے اور دل جب شکار ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے انسان پھر بچ نہیں پاتا۔ یہ اتنا مہلک فتنہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کس طرح سے آفت کا شکار ہوتا ہے! اس وقت میں کچھ عربی اشعار آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ کسی عربی شاعر نے کہا:

؎ كل الحوادث مبداه من النظر "تمام آفتیں نظر بازی سے شروع ہوتی ہیں"

ومعذب النار من متسعر شرر "بڑی آگ چھوٹے چھوٹے شعلوں سے بھڑکتی ہے"

اسی طرح وہ کہتا ہے: "بسا اوقات نظر بازی اس طرح سے دل میں کھب جاتی ہے جس طرح تیر کمان میں ہوتی ہے۔

اس کی آنکھ ایسی چیز میں خوش ہو رہی ہے جو اس کے لیے وبال جان ہے۔ ایسی وقتی خوشی میں سراسر نقصان ہے خدا کرے یہ مبارک نہ ہو۔"

اسی طرح سے ایک اور شاعر کہتا ہے: "اے نظروں کی تیر اندازی میں کوشش کرنے والے! تو اپنے ہی تیروں سے مقتول ہوگا۔

اے نظر باز! تو جس سے اپنی شفا اور حاجت روائی کا متلاشی ہے، اپنے قاصد کو روک لے (یعنی اپنی نظر کو روک لے) کہیں یہ تجھ کو ہلاک نہ کر دے۔"

(8) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کی حفاظت چار چیزوں سے ہے (یعنی وہ دین جس کو تم اختیار کرنا چاہتے ہو تو چار چیزوں سے پرہیز کرنا): (I) لحظات (یعنی نظر) (II) خطرات (یعنی دل میں خیال آنا) (III) لفظات (یعنی بات چیت) (IV) خطوات (یعنی قدموں سے چل کے جانا)

''انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کے ان چاروں دروازوں پر پہرے بٹھائے رکھے۔اپنی نظر کا مضبوطی سے تحفظ رکھے کیونکہ نظر ہی کے ذریعے دشمن اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کے جسم میں گھس کر اس کا نظامِ روحانی تہ و بالا کر دیتا ہے۔(الجواب الکافی:179)

(9) نظر دل تک خواہشات پہنچانے کا آلہ ہے جو انتہائی سرعت سے کام کرتا ہے۔کوئی خوبصورت چیز، دلکش منظر، اپنا محبوب رشتہ، غرض جو چیز بھی ہے نظر پہلے اسے دیکھتی ہے اور دیکھ کر رکتی نہیں بلکہ دل اسے اکساتا ہے یا یوں کہیے کہ وہ دل کو اکساتی ہے کہ اس من پسند منظر کو دوبارہ دیکھو، بار بار دیکھو۔ایک عقل مند کا مقولہ ہے کہ: ''نظر دیکھنے سے سیر نہیں ہوتی۔''

(10) مسلمان ماہرین نفسیات کا کہنا ہے: ''آنکھوں سے دل تک کا ایک ہی راستہ ہے جب آنکھ فاسد اور خراب ہو جاتی ہے تو دل بھی خراب اور فاسد ہو جاتا ہے۔پھر جس طرح کوڑا پھینکنے کی جگہ نجاست اور گندگی کا مقام بن جاتی ہے اس طرح آنکھ کے فاسد اور حرام مناظر کو دل تک پہنچانے کی وجہ سے دل گندگی کا مقام بن جاتا ہے اور جہاں گندگی ہو وہاں معرفتِ الٰہی، محبت الٰہی اور انابت الٰہی کا سرور حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔(تزکیہ النفوس:28) (11) نظر بازی دیکھنے میں بہت معمولی سا کام ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے بچنے کے لیے کوشش اور تدبیر بہت کم کی جاتی ہے، لیکن اس کا انجام زنا ہے۔

(12) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ایک نوجوان کا تذکرہ کیا ہے جو مصر میں رہتا تھا۔ایک مسجد کا مؤذن تھا۔بہت خوبصورت عربی لڑکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جواں سالی میں یہ نعمت دی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کر سکے۔مسجد کے جس مینار پر چڑھ کر وہ اذان دیا کرتا تھا، ایک روز اذان دیتے ہوئے اس کی نظر نیچے ایک لڑکی پر پڑ گئی۔وہ لڑکی عیسائی [christian] تھی۔وہ مینار سے اترا اور سیدھا اس کے گھر چلا گیا۔لڑکی نے پوچھا: یہ بتاؤ! تم یہاں کیوں اور کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا: تمہاری محبت مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔اس نے کہا: میں تمہاری آرزو کبھی پوری نہیں کر سکتی اس لیے کہ تم مسلمان ہو اور میں عیسائی ہوں۔اس نے کہا کہ میں تمہاری بات پر غور کرنے کے لیے تیار ہوں۔لڑکی نے کہا: غور کر کے دیکھ لو۔میں بھی عیسائی، میرے والد بھی عیسائی، میرے خاندان کے تمام افراد عیسائی۔میرے والد صرف اسی صورت میں نکاح پر آمادہ ہو سکتے ہیں جب تم اپنا دین چھوڑ دو گے۔لڑکے نے یوں کیا کہ عیسائیت اختیار کر لی اور اس طرح ایک رات وہ سونے کے لیے اپنے گھر کی چھت پہ گیا۔اس کا پاؤں پھسلا، نیچے آ گرا اور مر گیا۔ابھی نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔یوں اس نکاح پر اس کی قدرت بھی نہ ہوئی اور ایمان بھی چلا گیا۔

اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ اذان دیتے ہوئے ایک نظر پڑ گئی۔کسی کی نظر کعبے کے پردے کو پکڑے ہوئے کسی لڑکی پر پڑی تو وہ نظر بھی اس کو بچا نہ سکی اور وہ چیخ اٹھا کہ خدارا دیکھو میری نگاہ نے کیا چیز میری مطلوب و مقصود بنا دی ہے۔یعنی میں آیا اللہ تعالیٰ کی محبت میں، اللہ تعالیٰ کی محبت تو مجھ سے گئی، میں کسی اور کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔(نظر اٹھائیں یا جھکائیں) غض بصر ایک عبادت ہے جس کے مواقع دن میں بار بار آتے ہیں۔

سوال 3: نظر کے مرض کا علاج کیا ہے؟

جواب: امام ابن قیم سے کسی نے سوال کیا! ''کہ ایک آدمی کی کسی عورت پر نظر پڑ جاتی ہے وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس کا سبب میری نظر ہے، اگر اسے دوبارہ دیکھ لوں تو عشق کے تمام جذبات بہہ جائیں گے، کیا اس خیال سے دوسری بار دیکھنا درست ہے؟'' امام ابن قیم نے جواب دیا: ایسا کرنا دس وجوہات کی بنا پر درست نہیں۔

(1) اللہ نے غض بصر کا حکم دیا ہے اور انسان کے لیے حرام شدہ امور میں شفا نہیں رکھی گئی۔

(2) رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر کے بارے میں سوال کیا گیا، انہیں یہ علم تھا کہ یہ دل پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا علاج نظر ہٹا لینے سے کیا، دوبارہ دیکھنے سے نہیں۔

(3) حدیث میں وضاحت آ چکی ہے کہ پہلی اچانک نظر جائز ہے، اور دوسری بلا ارادہ نظر ناجائز۔ یہ ناممکن ہے کہ جائز چیز میں تو بیماری ہو اور ناجائز میں اس کی دوا۔

(4) یہ ظاہر ہے کہ پہلی نظر معاملے کو کم نہیں کرتی، اس پر تجربہ بھی شاہد ہے کہ جسے پہلی بار دیکھا اور وہ اچھا لگا تو دوسری بار دیکھنے سے وہ برا نہیں لگ سکتا۔ (5) اگر نفس کی بات مانتے ہوئے دوبارہ دیکھا تو عشق کا عذاب مزید بڑھ جائے گا۔

(6) دوبارہ دیکھنے پر شیطان کے ہاتھ میں اس کی رکابیں ہوں گی اور وہ اس عورت کو اسے مزید خوبصورت کر کے دکھائے گا تا کہ آزمائش کا اتمام ہو جائے۔

(7) حرام شدہ امر کے ارتکاب سے اس کی آزمائش ختم کرنے میں اللہ کی مدد نہیں ہوگی۔ پہلے وہ اس لائق ہوگا کہ اس کی اعانت نہ کی جائے۔

(8) پہلی نظر شیطان کے مسموم تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ چنانچہ دوسری نظر پہلی نظر سے زیادہ مسموم ہوگی۔ پھر زہر کا علاج زہر سے کیسے ہو سکتا ہے؟ (9) اس مسئلے میں پڑنے والے شخص اک معاملہ ترکِ محبوب کے حوالے سے (جیسا کہ سائل کا سوال ہے) اللہ تعالیٰ سے ہے۔ سائل چاہتا ہے کہ وہ دوسری نظر ڈال کر دیکھے اگر وہ اسے ناپسند کرے تو اسے ترک کر دے۔ مگر وہ اسے کیسے ترک کرے گا، کیا اس کی یہ غرض اللہ تعالیٰ کی خاطر نہیں۔ بات تو تب ہے کہا اللہ تعالیٰ کی خاطر معشوق کو ترک کر دے۔

(10) اس کی مثال یہ ہے کہ آپ نئے گھوڑے پر سوار ہوں، وہ آپ کو ایک تنگ گلی میں لے جائے جس سے نکلنے کا راستہ نہ ہو، وہ سامنے سے بند ہو اور اس میں اتنی جگہ بھی نہ ہو کہ اس کے نکلنے کے لیے موڑ کاٹا جا سکے۔ چنانچہ جب وہ اس گلی میں داخل ہونے لگے گا تو آپ اس کی لگام کھینچیں گے تا کہ وہ اندر داخل نہ ہو، جب وہ ایک آدھا قدم اندر جائے گا، آپ چلائیں گے، اسے جلدی سے پیچھے کی طرف دھکیلیں گے، اگر آپ اسے لوٹانے میں کامیاب ہو گئے تو معاملہ آسان ہوگا۔ اور اگر اس نے ذرا بھر بھی سستی کی، گھوڑا اندر داخل ہو گیا، آپ نے اسے اندر کی طرف ہانکا، اندر جا کر اس کی دم پکڑ کر پیچھے کھینچنا شروع کیا تو اسے باہر نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ پس تیر دل میں کھب جاتا ہے اور اپنا مسموم عمل کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اگر جلدی سے اسے نکال دیا جائے تو اس کے زہر سے ہلاکت کا امکان نہیں ہوتا۔ (غض بصر: 72,75)

سوال 4: غض بصر کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: غض بصر ایک ایسی عبادت ہے جس کے مواقع دن میں کئی بار پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان مواقع پر اپنی نظر کو قابو میں رکھنا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن ہرگز نہیں۔ انسان موقع ملنے کے باوجود جتنی بار اپنی نظر پر جھک جانے کا حکم لگائے گا اتنی بار اسے اس عبادت پر اجر ملے گا۔ دس گنا اجر تو خود اللہ نے کہہ کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔۔ ارشاد ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو برائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (انعام:160) جو شخص اپنی نگاہ کو قابو میں رکھنے میں کامیاب ہو گیا اسے اللہ کے رسول ﷺ نے مندرجہ ذیل خوشخبریوں سے نوازا ہے۔

(1) ایمان کی مٹھاس کا باعث: رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم ہے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس شخص نے اسے میرے ڈر سے بدنگاہی سے بچائے رکھا، میں اسے ایسے ایمان سے نوازوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ (سنن ابوداؤد)

(2) نارِ جہنم سے نجات: تین قسم کی آنکھوں پر جہنم کی آگ اثر نہیں کرے گی۔ (i) جس نے راہ حق میں رات بھر پہرہ دیا۔ (ii) جو اللہ کے خوف کے سبب روئی۔ (iii) جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی طرف اٹھنے سے باز رہی۔ (طبرانی) گویا فی سبیل اللہ جاگنے والی آنکھ اور بدنگاہی سے بچنے والی آنکھ اللہ کے نزدیک اجر میں برابر ہیں۔

(3) جنت کی ضمانت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جس نے مجھے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان یعنی (شرمگاہ) کی اور اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) کی ضمانت دے دی تو میں اسے جنت میں جانے کا بھروسہ دلاتا ہوں۔'' (بخاری:6807)

(4) اللہ تعالیٰ کے دیدار کا باعث: اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حرام کام سے بچنا اللہ تعالیٰ کے دیدار کا باعث بنے گا۔

تمہارے ایک جلوہ کی طلب کے ذوق و شوق نے بچا رکھا ہے دید کو خیانت نگاہ سے

(5) عرش الٰہی کا سایہ بننے کا سبب: رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم ہے: ''قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، اس دن اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش تلے سایہ مہیا کرے گا، جن میں ایک شخص وہ بھی شامل ہے جسے کسی حسین اور مالدار عورت نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں'' (بخاری کتاب الحدود)

(6) دعا کی قبولیت کا سبب: رسول اللہ ﷺ نے گذشتہ دور میں گزرے ہوئے تین افراد کا واقعہ بیان کیا کہ وہ کہیں جنگل میں جا رہے تھے کہ بارش نے آلیا، وہ ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر آ گرا اور اس کا دروازہ بند ہو گیا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ کوئی ایسا نیک عمل سوچو جو تم نے محض اللہ کی رضا کے لیے کیا ہو۔ چنانچہ ایک نے کہا! ''یا اللہ میرے والدین بوڑھے تھے، میرے چھوٹے

چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ شام کو گھر لوٹتا، دودھ دوہتا تو پہلے والدین کو پلاتا پھر اپنے بچوں کو۔ ایک رات میرے آنے تک وہ سو چکے تھے۔ میں نے انہیں بیدار کرنا پسند نہ کیا اور سرہانے کھڑا ہو گیا اور ان کو دودھ پلانے سے پہلے بچوں کو پلانا پسند نہ کیا حالانکہ بچے پینے کے لیے ضد کرتے رہے، حتیٰ کہ صبح ہو گئی، یا اللہ تو جانتا ہے اگر یہ کام محض تیری رضا کے لیے میں نے کیا تھا تو اس پتھر کو ہٹا دے تا کہ ہم آسمان دیکھ سکیں، اللہ تعالیٰ نے پتھر کا ایک حصہ ہٹا دیا۔ دوسرے نے کہا! ''یا اللہ میری ایک چچا زاد تھی، مجھے اس سے اتنی محبت تھی جتنی کوئی بھی مرد ایک عورت سے کر سکتا ہے۔ میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا، اس نے اس وقت تک کے لیے انکار کر دیا جب تک کہ سو دینار نہ دوں۔ میں نے سو دینار جمع کر لیے اور اس کے پاس پہنچا، جب میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنے لگا، اس نے کہا! اے اللہ کے بندے، اللہ سے ڈر اور لگی ہوئی مہر نہ توڑ، پس میں واپس چلا آیا۔ اے اللہ اگر یہ کام میں نے محض تیری رضا کے لیے کیا تھا، تو تو ہماری مشکل آسان کر دے۔'' چنانچہ پتھر کچھ اور ہٹ گیا۔ تیسرے نے کہا! ''اے اللہ میں نے ایک مزدور کو کام پہ لگایا اور طے کیا کہ تمہیں ایک فرق (آٹھ کلوگرام) چاول دوں گا، کام ختم ہوا، اس نے مزدوری مانگی، میں نے اسے دے دی، وہ مزدوری کم سمجھ کر لیے بغیر چلا گیا۔ میں ان چاولوں سے کاشتکاری کرتا رہا اور اس کی آمدنی سے ایک گائے خرید لی اور ایک چرواہا رکھ لیا۔ مدتوں بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا اللہ سے ڈر اور ظلم نہ کر اور میری مزدوری ادا کر دے۔ میں نے کہا یہ گائیں اور چرواہے سب تیرا مال ہیں، لے جا۔ اس نے کہا ''مذاق نہ کر'' میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ یہ سب تیرا ہے چنانچہ وہ لے کر چلا گیا۔ اے اللہ اگر میں نے محض تیری رضا کے لیے یہ کیا تھا تو رستہ کھول دے۔'' اللہ نے پتھر ہٹا دیا اور وہ وہاں سے نکل آئے۔ (بخاری)

(7) امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں غض بصر پر عمل کرنے سے اس کے صاحب کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں: (i) الم و حسرت سے رہائی ملتی ہے جب کہ دیکھنے سے شدت طلب ہوتی ہے، نہ صبر آتا ہے، نہ مطلوبہ چیز ملتی ہے۔ (ii) قلب نورانی ہو جاتا ہے، چہرہ آنکھ اور جوارح سے نور ٹپکتا ہے۔ (iii) فراست پیدا ہوتی ہے۔ (iv) دل کو قوت، ثبات اور شجاعت ملتی ہے۔ (v) دل دائمی سرور، فرحت اور انشراح پاتا ہے جو نظر بازی سے حاصل ہونے والی حرام لذت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (vi) دل کو شہوت کی قید سے رہائی ملتی ہے (vii) جہنم کے دروازوں سے ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ نفس اس دروازے پر کھڑا رہنے پر قناعت نہیں کرتا بلکہ ہر نئی سے نئی چیز میں لذت تلاش کرتا ہے۔

(viii) عقل کو تقویت اور تثبیت ملتی ہے، جب کہ نگاہ کو کھلا چھوڑ دینا عقل کو کم کرتا ہے۔ عواقب پر گرفتِ نگاہ کمزور ہو جاتی ہے، حالانکہ عقل کا اصل کام عواقب کو نگاہ میں رکھنا ہے۔ (ix) علم کے راستے اور عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (احکام النظر ابن قیم:17)

سوال 5: نظر کی حفاظت کیسے کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے نظر کی حفاظت کا حکم دیا ہے کیونکہ نظر کی حفاظت سے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوریوں سے واقف ہے اس نے جہاں کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے وہاں ان کا کافی اور شافی علاج بھی بتایا ہے

تا کہ انسان محرکات کے آگے بند باندھ سکے۔

(3) مرد اور عورت میں منفی کشش موجود ہے اس سچائی پر ہمارا ایمان ہے اس کشش سے انسان اپنے جسم اور اپنے نفس کو آزاد نہیں کروا سکتا البتہ منفی کشش کو خاص حد کے اندر رکھ سکتا ہے۔

(4) اگر اجنبی مرد اور عورت کا آمنا سامنا ہو جائے بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو انہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے جس سے دلوں میں بدنیتی پیدا نہ ہو اور پاکیزہ خیالات اپنے قدم جمائے رکھیں۔

(5) مومن مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا تا کہ اتفاقاً اگر نظر پڑ جائے تو ہٹا سکیں نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پہلی بار کی نظر تجھے معاف ہے (یعنی اتفاقی نظر) لیکن بعد کی معاف نہیں۔ (ترمذی، ابواب الادب: 2777)

(i) ایک بار نبی ﷺ نے فرمایا نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے یا آنکھوں کا زنا نظر بازی ہے (بخاری کتاب الاستیذان)

(ii) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص مجھ سے ڈر کر اسے چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔'' (طبرانی)

(6) اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کریں؟ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے پوچھا اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں۔ فرمایا: فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کر لو۔ (مسلم: 5644) (7) ایک بار کشش محسوس ہو تو وہاں دوبارہ نگاہ دوڑانا بدکاری ہے۔ (بخاری: 6243)

(8) اگر اجنبی خواتین سے کوئی چیز طلب کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو رب العزت نے اس کا ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آجاؤ پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو، یقیناً یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔'' (احزاب: 53)

پردے کے پیچھے سے طلب کرنے کا طریقہ یہ ہے دروازے پر دستک دے یا سلام کرے اور ایک طرف ہٹ کر مطلوبہ چیز کے بارے میں

کہے خواتین بلاضرورت سامنے نہ آئیں۔

(9) نبی ﷺ نے نگاہ کو ابلیس کے زہریلے تیر سے تشبیہ دے کر نگاہ بچانے کا شعور دلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فضل بن عباس کو قربانی کے دن اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ وہ خوبصورت گورے مرد تھے۔ حضور اکرم ﷺ لوگوں کو مسائل بتانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران میں قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت بھی آنحضرت ﷺ سے مسئلہ پوچھنے آئی۔ فضل بھی اس عورت کو دیکھنے لگے۔ اس کا حسن و جمال ان کو بھلا معلوم ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو فضل اسے دیکھ رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے لے جا کر فضل کی ٹھوڑی پکڑی اور ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا۔ پھر اس عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ حج کے بارے میں اللہ کا جو اپنے بندوں پر فریضہ ہے وہ میرے والد پر لاگو ہوتا ہے جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور سواری پر سیدھے نہیں بیٹھ سکتے۔ کیا اگر میں ان کی طرف سے حج کر لوں تو ان کا حج ادا ہو جائے گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ہو جائے گا۔" (بخاری:6228)

(10) نظر کی حفاظت کے لیے نبی نے نکاح کرنے کا حکم دیا حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے اور اگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ شہوت کو ختم کرتے ہیں۔" (صحیح بخاری:1905)

(11) راستے کا حق ہے کہ نظریں نیچی رکھیں صحابہ نے عرض کیا، راستے کا حق کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے) نظر نیچی رکھنا، راہگیروں کو نہ ستانا، سلام کا جواب دینا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ (بخاری:6229)

(12) عورتوں کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے پرہیز کرنے سے نظر کی حفاظت ممکن ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خبردار عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو۔" ایک شخص نے عرض کیا! "سسرالی مردوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ موت ہیں۔" (ترمذی)

سوال 6: غض بصر کے حکم سے مستثنیٰ صورتیں کون سی ہیں؟

جواب: غض بصر کے حکم سے مستثنیٰ صرف وہ صورتیں ہیں جس میں کسی عورت کو دیکھنے کی حقیقی ضرورت ہو۔

(1) نکاح کے لیے کسی عورت کو دیکھنا: نکاح کے لیے کسی عورت کو دیکھنا مستحب ہے۔

(i) رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے لیے عورت کو دیکھنے کی تعلیم دی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے آ کر آپ ﷺ کو خبر دی کہ اس نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا اور اسے دیکھ کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ

ہوتا ہے۔(مسلم:3485)(ii)مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا پھر نبی ﷺ نے فرمایا تم اس کو دیکھ لو کیونکہ دیکھنے میں تم دونوں میں الفت پیدا ہونے کی امید ہے۔(ترمذی:1087)

(2)تفتیش جرائم کے سلسلے میں کسی مشتبہ عورت کو دیکھنا۔(3)عدالت میں گواہی کے موقع پر قاضی کا کسی گواہ عورت کو دیکھنا۔

(4)علاج کے لیے کسی ڈاکٹر کا مریض عورت کو دیکھنا۔

سوال 7: نبی ﷺ نے فتنہ نظر اور فتنہ سماعت کے علاج کے لیے کون سی دعائیں سکھائیں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ وَمِنْ شَرِّ لِسَانِیْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِیْ﴾ ''اے اللہ! میں اپنے کان کے شر سے، اپنی آنکھ کے شر سے، اپنی زبان کے شر سے اور اپنے دل کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (ابوداؤد،نسائی،مسند احمد)

(2)﴿اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ﴾ ''اے اللہ! میرے دل کو نفاق اور عمل کو ریاء اور دکھلاوے سے زبان کو جھوٹ سے، آنکھ کو خیانت سے پاک اور صاف کر دے۔ بے شک آپ آنکھوں کی خیانت اور سینے کے چھپے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔''

(3)﴿اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ﴾ ''اے اللہ! میرے کان اور میری نظر کی اصلاح فرمائیے۔''

رسول اللہ ﷺ کو اگر ان دُعاؤں کے کرنے کی ضرورت تھی تو ہم کتنے زیادہ محتاج ہیں! آپ ﷺ کی ایک دُعا کے الفاظ یوں ہیں:

''اے اللہ! میں عورتوں کے فتنے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (قرآناً عجبا)

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر

اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ" (31)

سوال 1: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ "اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں" خواتین کی نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ "اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں" عورتوں کے لیے غض بصر کے لیے وہی احکامات ہیں جو مردوں کے لیے ہیں۔ لیکن دونوں کا معاملہ کسی حد تک مختلف بھی ہے۔ (قرآنا بجا)

(2) حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مسجدوں، بازاروں اور سفروں میں عورتیں نقاب اوڑھ کر جاتی تھیں کہ مرد انہیں نہ دیکھیں مگر مردوں کو یہ حکم بھی نہیں دیا گیا کہ وہ نقاب اوڑھیں تاکہ عورتیں انہیں نہ دیکھیں اس سے پتہ لگتا ہے دونوں کے معاملہ میں حکم مختلف ہے۔ (شوکانی، نیل الاوطار: 101/6)

(3) اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو نظر جھکانے کا حکم دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ (i) ارادے سے غیر مردوں کو نہ دیکھنا۔ (ii) نظر پڑ جائے تو ہٹا لینا۔ (iii) دوسروں کے ستر دیکھنے سے پرہیز کرنا۔ (iv) مجلس میں آمنے سامنے بیٹھ کر دیکھنا ممنوع ہے۔ (v) راستہ چلتے ہوئے یا دور سے کوئی جائز کھیل دیکھتے ہوئے مردوں پر نظر پڑنا گناہ نہیں ہے۔ (vi) حقیقی ضرورت پڑنے پر ایک گھر میں رہتے ہوئے دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (قرآنا بجا)

(4) نبی ﷺ نے نابینا کو دیکھنے سے روکا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں اتنے میں ابن اُمّ مکتوم آ گئے نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا: ان سے پردہ کرو! بیویوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ اندھے نہیں ہیں؟ نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھتیں؟ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب کہ پردے کا حکم آ چکا تھا۔" (ابوداود: 34)

(5) کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مردوں کے سامنے دوسری عورتوں کے تذکرے اس طرح کرے کہ جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہو۔ اسی وجہ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں غیر مسلم عورتوں کے ساتھ حمام میں جایا کرتی ہیں یہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ (تفسیر کمالین جلالین: 272/4)

(6) رسول اللہ ﷺ کا حبشیوں کا کھیل دکھانا: "سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سات ہجری میں حبشیوں کا وفد مدینہ آیا اور اس نے مسجد نبوی کے احاطے میں ایک تماشا کیا نبی ﷺ نے خود سیدہ عائشہ کو یہ تماشا دیکھایا"۔ (بخاری، مسلم)

(7) حقیقی ضرورت پر کسی کے گھر رہنے کی اجازت دینا: فاطمہ بنت قیس کو جب ان کے شوہر نے تین طلاقیں دی تو یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ عدت کہاں گزاریں آپ ﷺ نے فرمایا: اُم شریک کے یہاں رہو پھر فرمایا: اُن کے یہاں میرے صحابہ بہت جاتے رہتے ہیں (کیونکہ وہ مال دار اور فیاض خاتون تھیں اکثر لوگ ان کے ہاں مہمان رہتے اور وہ ان کی مہمان نوازی کرتی تھیں) لہٰذا تم ابن اُمّ مکتوم کے ہاں رہو وہ اندھے آدمی ہیں تم اُن کے ہاں بے تکلف رہ سکو گی۔ (مسلم، ابوداؤد)

(8) خطبہ سننے کے لیے عورت پر نظر ڈالی جاسکتی ہے۔

(9) ﴿وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ ''اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں'' یعنی اپنے ستر کو کھولنے سے پرہیز کرنا ہے۔ عورت کا اپنا ستر دوسرے کے سامنے کھولنے سے پرہیز کرنا ہے اس معاملے میں عورتوں کے لیے بھی وہی احکامات ہیں جو مردوں کے لیے ہیں۔ (قرآنا بہا)

(10) حرام جماع سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نیز شرم گاہوں کو چھونے اور ان کی طرف حرام نظر سے ان کی حفاظت کریں۔ (تفسیر السعدی: 1816/2)

سوال 2: عورت کے ستر کی حدود کیا ہیں؟

جواب: عورت کا ستر مردوں کے لیے الگ ہے اور عورتوں کے لیے الگ ہے۔

(1) عورت کا مردوں سے ستر: مردوں کے لیے عورت کا ستر ہاتھ اور منہ کے سوا اُس کا پورا جسم ہے جسے شوہر کے سوا باپ اور بھائی کے سامنے بھی نہیں کھلنا چاہیے۔

(2) عورت کا عورتوں سے ستر: عورت کا عورت سے ستر وہی ہے جو مرد کا مرد سے ستر کی حدود ہیں یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ جو ہمیشہ ڈھانکنا فرض ہے۔ جب کہ دوسرے حصوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

(3) عورت کو باریک لباس نہیں پہننا چاہیے جس سے جسم جھلکے یا ایسا لباس جس کی وجہ سے جسم نمایاں ہو۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اُن کے رضاعی بھائی عبداللہ ابن طفیل کی صاحب زادی آئیں اور رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا حضرت عائشہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ میری بھتیجی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ ظاہر کریں اپنے منہ اور ہاتھ کے سوا اور ہاتھ کی حد آپ ﷺ نے خود اپنی کلائی پر ہاتھ رکھ کر اس طرح بتائی کہ آپ کی مٹھی اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی کی جگہ اور باقی تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُن کی بہن اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئیں اور وہ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں رسول اللہ ﷺ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا: اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ منہ اور ہاتھ کے سوا اُس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔ (ابوداؤد)

سوال3:﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ ''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)زینت سے مراد آرائش، بناؤ سنگھار، خوب صورت لباس، زیورات، خوب صورت جوتے، خوب صورت نظر آنے کے لیے جو چیزیں استعمال کی جاتی ہیں وہ اور تمام بدن زینت میں شمار ہوتے ہیں۔

(2)ظاہری لباس جس کو عادت کے مطابق پہنا جاتا ہے اور اس کی نمائش کو نہیں روکا جا سکتا ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے'' میں آتا ہے اس لباس میں ایسی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے جو فتنے کو دعوت دے۔

(3)اسلام اس زینت کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے جس کا چھپانا ممکن نہ ہو مثلاً چادر، عبایا اور سکارف جو عورت کے جسم پر ہونے کی وجہ سے خوب صورت دکھائی دیتا ہے۔(4)ابن زید نے کہا اس سے مراد سرمہ، خضاب اور انگوٹھی ہے۔(جامع البیان:126/8)

(5)(i)ظاہر اپنی مرضی اور اختیار سے کیا جاتا ہے۔اسلام نے اس سے روک دیا۔(ii)ظاہر ہونے میں انسان کا اختیار اور مرضی شامل نہیں ہوتی اسلام نے اس کی رخصت دی ہے۔(iii)اسلام رخصت کو ظاہر کرنے کی حد تک لے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔(قرآنا ہما)

سوال4:اسلام کا زینت کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے؟

جواب:(1)اسلام عورت کے فطری حق کو تسلیم کرتا ہے۔زینت عورت کا حق ہے۔ہر عورت کے اندر فطری طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ خوب صورت نظر آئے۔اسلام اس کی فطرت کو جڑ سے اکھاڑنا نہیں چاہتا۔اسلام زینت کی ضابطہ بندی کرنا چاہتا ہے رب العزت نے فرمایا:﴿فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''ایک گروہ کو اُس نے ہدایت دے دی ہے اور دوسرے گروہ پر گمراہی ثابت ہو چکی، یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا رکھا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں۔''(الاعراف:30)

(2)اسلام چاہتا ہے کہ عورت کی زیب و زینت ایک مرد کے لیے مخصوص ہو جس میں محرم رشتے داروں کے سوا دوسرے مرد شریک نہ ہوں۔

(3)اسلام نامحرم رشتہ داروں اور اجنبیوں کے سامنے زینت کے اظہار کی اجازت نہیں دیتا۔

سوال5:﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں''۔پردے کے احکامات کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلْيَضْرِبْنَ﴾ ''اور ڈالے رہیں۔'' یہ حکم مکمل ستر پوشی کے لیے ہے۔

(2)وہ زینت جس کا اظہار نہیں کیا جا سکتا جس کی نمائش حرام ہے اس میں پورا بدن داخل ہے۔

(3)جیب اس شگاف کو کہتے ہیں جو قمیض میں سینے پر ہوتا ہے۔خمار اس چادر کو کہتے ہیں جو سینے پر اوڑھی جاتی ہے سینے پر چادریں ڈالنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ یہ اُن مقامات میں سے ہے جن کا جنسی میلان سے تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کو فتنے میں ڈالنا نہیں چاہتے اس لیے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فتنے سے بچایا۔ (قرآناً عجباً)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم کرے جنہوں نے پہلی ہجرت کی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیت ''اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں'' (تاکہ سینہ اور گلا وغیرہ نظر نہ آئے) نازل کی، تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کے دوپٹے بنا لیے۔ (بخاری:4758)

(5) صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی تو انہوں نے قریش کی عورتوں کا ذکر کیا اور ان کے فضائل بیان کیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قریش کی عورتوں کو فضیلت حاصل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے انصار کی عورتوں سے زیادہ تصدیق کرنے والی عورتیں نہیں دیکھیں نہ ان سے زیادہ عقل مند عورتیں دیکھی ہیں جب سورۃ النور کی یہ آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو جب ان کے مرد اُن کے پاس گئے اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی تو ایک انقلاب آ گیا ایک شخص اپنی بیوی، بہن، بیٹی اور دوسری قریبی رشتہ دار خواتین کے سامنے تلاوت کرتا رہا تو ان عورتوں نے اپنی نقش ونگار والی ریشمی چادروں کو پھاڑا اور سر پر اُوڑھ لیا اُنہوں نے ایمان اور تصدیق کے جذبے سے اس حکم پر عمل کیا وہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صفوں میں یوں نظر آتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ (بخاری:4759)

(6) اللہ رب العزت نے جاہلی رواج کی مخالفت کا حکم دیا۔ جاہلیت میں عورتیں اپنے سینوں پر کچھ بھی نہیں ڈالتی تھیں ان کی گردنیں سر کے بال اور کانوں کی بالیاں کھلی رہتی تھیں اللہ تعالیٰ نے مسلمان خواتین کو حکم فرمایا کہ ان کی مخالفت کریں اور اپنی تمام حالتوں میں پردے کی احتیاط رکھیں جیسا کہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا ان باتوں سے جو انہوں نے کیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا۔'' (الاحزاب:69)

سوال 6: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ﴾ ''اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے'' کس حلقے میں عورت اپنی زینت کے ساتھ پوری آزادی سے رہ سکتی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ ''اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں'' (i) شریعت نے ان رشتوں کے سامنے زینت کا اظہار کرنے کی اجازت دی ہے جن کا ہر وقت گھر میں آنا جانا رہتا ہے۔

(ii) دوسری مصلحت یہ ہے کہ قربت اور رشتے داری کی وجہ سے ان رشتوں کی طرف فطری طور پر جنسی میلان نہیں ہوتا جس کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈر نہیں ہوتا ہے۔(iii) شریعت ان رشتوں کے سامنے زینت کا اظہار کرنے کی اجازت دیتی ہے جن سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔(قرآناً عجبا)

(2) جس حلقے میں عورت اپنی زینت کے ساتھ پوری آزادی سے رہ سکتی ہے۔(i) شوہر (ii) باپ (iii) شوہروں کے باپ (iv) اپنے بیٹے (v) شوہروں کے بیٹے (vi) بھائی (vii) بھائیوں کے بیٹے (viii) بہنوں کے بیٹے (ix) اپنے میل جول کی عورتیں (x) اپنے غلام (xi) ایسے نوکر چاکر جو شہوت والے نہ ہوں (xii) ایسے بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہیں۔(قرآناً عجبا)

(3) ﴿اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ ''مگر اپنے شوہروں کے لیے'' یعنی شوہروں کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔

(4) زینت کا مرکزی نقطہ تو شوہر ہی ہیں اپنی بیویوں کے سارے بدن کو دیکھنا جائز ہے یہاں تک کہ شرمگاہوں کو بھی۔ مگر شرمگاہوں کو دیکھنا مکروہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اپنی بیوی سے قربت کرے تو پردہ کرلے۔ دونوں گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں۔

رواہ الشافعی والطبرانی والبیهقی عن ابن مسعود عن عتبه بن عنبر والنسائی عن عبداللہ بن سرجس والطبرانی ایضاً عن ابی امامته۔ ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ کبھی نہیں دیکھی۔ (تفسیر مظہری:8/222,223)

(5) ﴿اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ ''یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے'' یعنی اپنے باپ دادا، پردادا، نانا، پرنانا کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔

(6) ﴿اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ ''یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے'' اس میں اپنے بیٹے، پوتے، پرپوتے، شوہروں کے بیٹے، پوتے اور پرپوتے نیچے تک کے شامل ہیں۔

(7) ﴿اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ﴾ ''یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے'' اس میں بھائی، بھتیجے، ان کے بچے، خواہ وہ حقیقی ہوں علاتی یعنی (باپ شریک) ہوں یا اخیافی (ماں شریک) ہوں سب شامل ہیں۔

(8) ﴿اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ﴾ ''یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے'' اس میں بھانجے اور بھانجوں کے بچے سب شامل ہیں۔(قرآناً عجبا)

(9) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے بارے میں فرمایا کہ یہ میرے لیے حلال نہیں ہوسکتیں، جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں وہی دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔ یہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہیں۔(بخاری:2645)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد) افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے (گھر میں آنے کی) اجازت چاہی تو میں نے ان کو اجازت نہیں دی۔ وہ بولے کہ آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا (دودھ کا) چچا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ کیسے؟ تو انہوں

نے بتایا کہ میرے بھائی (وائل) کی عورت نے آپ کو میرے بھائی ہی کا دودھ پلایا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ افلح رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ انہیں (اندر آنے کی) اجازت دے دیا کرو (ان سے پردہ نہیں ہے)۔ (بخاری:2644)

(11) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ ان کے یہاں تشریف فرما تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک صحابی کی آواز سنی جو (ام المؤمنین) حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! میرا خیال ہے یہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے دودھ کے چچا ہیں۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ صحابی آپ کے گھر میں (جس میں حفصہ رضی اللہ عنہا رہتی ہیں) آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا، میرا خیال ہے یہ فلاں صاحب، حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا ہیں۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے ایک رضاعی چچا کے متعلق پوچھا کہ اگر فلاں زندہ ہوتے تو کیا وہ بے حجاب میرے پاس آسکتے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! دودھ سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ (بخاری:2646)

(12) ﴿اَوْ نِسَآئِهِنَّ﴾ ''یا اپنی عورتوں کے'' (I) اس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں۔ (II) اس سے مراد خدمت گار عورتیں، باندیاں، لونڈیاں وغیرہ آجاتی ہیں۔ (قرآناً عجبا)

(13) یعنی مسلمان عورتوں کے لئے ایک دوسری پر نظر ڈالنا مطلقاً جائز ہے۔ اس میں اس امر کا احتمال بھی ہے کہ اضافت جنسیت کی مقتضی ہو، یعنی اپنی ''عورتوں'' سے مراد مسلمان عورتیں ہیں جو تمہاری جنس سے تعلق رکھتی ہیں تب اس میں ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جن کا موقف ہے کہ مسلمان عورت کی طرف ذمی عورت کا دیکھنا جائز نہیں۔ (تیسیر السعدی:2/1815)

(14) امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں حمام میں جاتی ہیں، ان کے ساتھ مشرکہ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ سنو کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ وہ اپنا جسم کسی غیر مسلمہ عورت کو دکھائے۔ (جامع البیان:18/129)

(15) مسلمان عورتوں کے سامنے زینت کے اظہار کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ انہیں کسی عورت کی زینت اور اس کے جسمانی اعضا کی حالت کو شوہروں کے سامنے بیان کرنے سے روک دیا گیا۔ (قرآناً عجبا)

سوال 7: ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ﴾ ''یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ﴾ ''یا اپنے غلاموں کے'' یعنی اس غلام کے لیے جو گھر میں صرف خواتین کی خدمت کے لیے مامور ہے، اپنی مالکہ کو اس وقت تک دیکھنا جائز ہے جب تک کے مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہے جب ملکیت مکمل طور پر یا جزوی طور پر

زائل ہو جائے تو مالکہ پر نظر ڈالنا جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1816)

(2) مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کسی کا مکاتب غلام ہو جس سے یہ شرط ہو گئی ہو کہ اتنا روپیہ دے دے تو تو آزاد، پھر اس کے پاس اتنی رقم بھی جمع ہو گئی ہو تو چاہیے کہ اس سے پردہ کرے۔ (مسند احمد، ابن کثیر:542)

(3) ﴿اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾ ''یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں'' یعنی وہ مرد جو تمھارے زیر دست ہیں اور تمھارے ساتھ ان کا تعلق ہے جو کسی قسم کی شہوانی اغراض نہ رکھتے ہوں، مثلاً ناقص العقل لوگ، جو شہوانی شعور نہیں رکھتے اور وہ لوگ جن میں عورتوں کے پاس جانے کی خواہش باقی نہ رہے، ان کی شرم گاہ میں شہوت ہو نہ ان کے دل میں خواہش۔ ایسے شخص کے لیے نظر ڈالنا جائز ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1816)

(4) (i) اس سے وہ مرد مراد لیے گئے ہیں جن کا کھانے پینے کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔ (ii) بعض نے نامرد مراد لیے ہیں۔ (iii) بعض نے احمق مراد لیے ہیں۔ (iv) بعض نے خصی مراد لیے ہیں۔ (v) بعض نے بالکل بوڑھے مراد لیے ہیں۔ (vi) امام شوکانی کے نزدیک جن کے اندر قرآن کی بتائی ہوئی صفت شہوت والا نہ ہونا پایا جائے۔ وہ اس کے مصداق ہوں گے۔ اور باقی شامل نہیں ہوں گے۔ (قرآنا عجبا)

(5) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ان کے یہاں تشریف رکھتے تھے، گھر میں ایک مغیث نامی مخنث بھی تھا۔ اس مخنث (ہیجڑے) نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کل اللہ تعالیٰ نے تمہیں طائف پر فتح عنایت فرمائی تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کو دکھلاؤں گا کیونکہ وہ سامنے آتی ہے تو (مٹاپے کی وجہ سے) اس کے چار شکنیں پڑ جاتی ہیں اور جب پیچھے پھرتی ہے تو آٹھ ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے (ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: ''یہ (مخنث) تمہارے پاس اب نہ آیا کرے۔'' (بخاری:5235)

(6) ﴿اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ﴾ یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں'' اس سے مراد وہ بچے ہیں جو نابالغ ہوں یا بلوغت کے قریب نہ پہنچے ہوں۔ کیونکہ وہی عورتوں کی چھپی ہوئی باتوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ (قرآنا عجبا)

(7) یعنی وہ بچے جو اس قسم کی تمیز نہیں رکھتے ان کے لئے غیر عورتوں کو دیکھنا جائز ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں نہ اس کا علم رکھتے ہیں اور نہ ان میں شہوت پائی جاتی ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ایسے بچوں سے پردہ کرنا فرض ہے جو سن تمیز کو پہنچ چکے ہوں، کیوں اب وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں۔ (تفسیر السعدی 2/1817)

سوال 8: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں (زور سے زمین پر) نہ ماریں کہ ان کی

وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو'' بغوی نے لکھا ہے کہ عورت جب چلتی تھی تو پاؤں زمین پر مارتی تھی تا کہ اس کی پازیب کی آواز لوگ سن لیں۔اس کی ممانعت کردی گئی، کیونکہ یہ حرکت مردوں کے دلوں میں اس عورت کی طرف میلان پیدا کرتی ہے۔(جامع البیان:132/18)

(2)(i) پازیبوں کی جھنکار پاؤں مارنے سے سنائی دیتی ہے۔(ii) اُونچی ہیل (ایڑی) کے جوتے جن کی ٹک ٹک کی آواز زیوروں کی جھنکار سے کم نہیں ہوتی۔(قرآناً عجباً)

(3) یعنی وہ زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں تا کہ ان کے پہنے ہوئے زیورات مثلاً پازیب وغیرہ کی آواز نہ آئے اور اس سبب سے اس کی زینت ظاہر نہ ہو جو فتنے کا وسیلہ بن سکے۔اس آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات سے ''سدذرائع'' کے فقہی قاعدے کا استنباط کیا جاتا ہے، یعنی کوئی امر، اگر چہ وہ فی نفسہ مباح ہے مگر اس پر عمل کرنے سے کسی حرام امر کا ارتکاب ہوتا ہے یا اس کا خدشہ ہے، تو سدذریعہ کے طور پر یہ مباح امر ممنوع ہو جائے گا۔زمین پر پاؤں مارنا فی نفسہ مباح ہے لیکن چونکہ یہ اظہار زینت کا ذریعہ ہے، اس لئے پاؤں مار کر چلنے سے روک دیا گیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہترین احکام کا حکم دیا ہے اور بہترین وصیتیں عنایت فرمائی ہیں۔ان پر عمل کرنے میں بندہ مومن سے کوتاہی واقع ہونا ایک لابدی امر ہے۔(تفسیر السعدی:1817/2)

سوال 9: عورت کے خوشبو لگانے کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حواس کو مشتعل کرنے والی چیزوں پر پابندی لگائی ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو حکم دیا کہ خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔(قرآناً عجباً)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے جو میرے محبوب تھے جو خاتون خوشبو لگائے ہوئے مسجد میں داخل ہو اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ گھر پہنچ کر غسل جنابت جیسا غسل نہ کرلے۔(ابی داود:4174)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو خاتون خوشبو کی دھونی حاصل کرے تو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شامل نہ ہو (بلکہ گھر ہی میں پڑھے)۔''(ابی داود:4175)

سوال 10: اسلام نے مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق میں کیا تبدیلی پیدا کی ہے؟

جواب۔(1) اسلام نے جو تبدیلی انسانی شعور میں پیدا کی اس کی وجہ سے مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق میں تبدیلی آگئی۔

(2) مسلمانوں کو حسن اور جمال کا انسانی اور مہذب رنگ پسند آگیا۔(3) مسلمانوں کے لیے حسن کی ادائیں پسندیدہ نہ رہیں۔

(4) مسلمانوں کو عریانیت مطلوب نہ رہی۔

(5) مسلمانوں کے لیے ایک معیار قائم ہو گیا، سنجیدگی اور وقار کا جمال ہی تو پاکیزہ جمال ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔

(6) اسلام نے حسن وجمال کے حیوانی معیار عریانیت سے کراہت پیدا کردی۔عریانیت کی طرف تو انسان اسی وقت مائل ہوتا ہے جب اس

کے احساسات حیوانی بن جاتے ہیں۔(قرآناً عجبا)

(7) اسلام کے مقابلے میں جدید تہذیب نے حیوانی معیار جمال کا ذوق پیدا کیا ہے یہ عریانیت کا ذوق ہے جو مقامات کشش اور مقامات فتنہ کو نمایاں کرتا ہے اس ذوق کی وجہ سے عورتوں کی یہ حالت ہے کہ وہ مردوں کو اس طرح ذوق نظارہ کی دعوت دے رہی ہیں جیسے جانور جانور کو پکارتا ہے۔ یہ ذوق جمالیات نہیں ذوق عریانیت ہے جس میں حیوانی رنگ غالب ہے۔ آج جدید تہذیب نے انسانی ذوق کو کتنا گرا دیا ہے۔(قرآناً عجبا)

سوال 11: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور اے مومنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) توبہ کیا ہے؟ ان کاموں کو چھوڑ دینا جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اور ان کاموں کو کرنا جو اس کو پسند ہیں۔ مومن توبہ کا محتاج ہے۔ رب العزت نے ایمان والوں کو خالص توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو'' یعنی دنیا کی آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے سب مل کر توبہ کرلو۔

(2) پردے کے احکامات آنے سے پہلے جو خلاف ورزیاں ہوتی رہیں اس کے انسان کے نفس پر اثرات کو توبہ ہی دور کر سکتی ہے۔(قرآناً عجبا)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔(بخاری:6307)

(4) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ ہم گنتے تھے رسول اللہ ﷺ ہر مجلس میں اٹھنے سے پہلے سو بار رب اغفرلی سے آخر تک پڑھتے یعنی اے میرے رب مجھ کو بخش دے یقیناً آپ توبہ قبول کرنے والے اور بخشنے والے ہیں۔(ترمذی:3434)

(5) انسان توبہ کر کے اپنی غلطیوں سے منہ موڑ کر رب کی طرف رُخ کرتا ہے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور اُجاگر ہوتا ہے۔ ایمان والے شیطانی کشمکش کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ حوصلہ دلاتے ہیں کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔(قرآناً عجبا)

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

''اور تم میں سے جو مرد اور عورتیں بغیر نکاح کے ہیں اُن کے نکاح کر دو اور تمہارے غلاموں اور تمہاری لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے بھی، اگر وہ غریب ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(32)

سوال 1: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور تم میں سے جو مرد اور عورتیں بغیر نکاح کے ہیں اُن کے نکاح کر دو اور تمہارے غلاموں اور

تمہاری لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے بھی، اگر وہ غریب ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ ''اور تم میں سے جو (مرد اور عورتیں) بغیر نکاح کے ہیں اُن کے نکاح کر دو'' رب العزت نے سرپرستوں کو حکم دیا ہے کہ مجرد عورتوں اور مردوں کے نکاح کر دیں۔

(2)﴿الْاَيَامٰى﴾ سے مراد وہ مرد اور عورتیں ہیں جن کی بیویاں اور شوہر نہ ہوں۔ قریبی رشتہ داروں اور سرپرستوں پر واجب ہے کہ وہ ایسے لوگوں کا نکاح کر دیں۔

(3) رب العزت نے پوری کائنات میں زوجین کا سلسلہ رکھا ہے۔﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر کسی کے جوڑے پیدا کیے۔'' (سورۃ یٰس:36)(i) انسان کی جنسی خواہش ایک فطری خواہش ہے جس کی تسکین کے لئے نکاح کرنے میں آسانیاں پیدا کرنا ضروری تھا۔(ii) جنسی میلان کی تسکین کا بہترین طریقہ نکاح ہے۔ (قرآنا عجبا) انسانی زندگی میں نکاح کا تعلق معاشرتی فلاح کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

(4) سیدنا علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے اور اگر کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہیں کیونکہ وہ شہوت کو ختم کرتے ہیں۔'' (بخاری:1905)(5) بدکاری اور مقدمات بدکاری وغیرہ ہر ملامت کے بعد نکاح کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

(6) سیدنا سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی خدمت میں اپنے آپ کو آپ کے لیے وقف کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ روای نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر آپ نے نظر کو نیچی کیا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کو ان سے نکاح کی ضرورت نہیں ہے تو ان سے میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہارے پاس (مہر کے لیے) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھر جا اور دیکھو ممکن ہے تمہیں کوئی چیز مل جائے۔ وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں پایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔ وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ میرے پاس یہ ایک تہہ ہے۔ انہیں (خاتون کو) اس میں سے آدھا دے دیجئے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے اس تہمد کا کیا کرے گی۔ اگر تم اسے پہنو گے تو ان کے لیے اس میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہن لے تو تمہارے لیے کچھ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد وہ صحابی بیٹھ گئے۔ کافی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب وہ کھڑے ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں بلوایا جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ انہوں نے گن کر بتائیں۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر جاؤ۔ میں نے انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔ ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں۔ (بخاری:5087)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ "عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اسکے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اسکی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی آخرت میں تجھ کو ندامت ہوگی)"۔ (بخاری:5090)

(8) تین قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی خدا تعالیٰ مدد فرماتا ہے۔ اور جب وہ اس کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو غیب سے خدا تعالیٰ اس کے انتظامات فرما دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ لوگ بھی ہیں جو بدکاری سے بچنے کے لئے نکاح کا ارادہ کر لیں تو ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ غیب سے انتظامات فرما دیتا ہے۔ (تفسیر کمالین جلالین:4/273) (9) رسول اللہ ﷺ نے نکاح اور خوشبو لگانے کو پیغمبر کا طریقہ فرمایا ہے۔ (تفسیر مظہری:8/231)

(10) طبرانی نے حضرت انس بن مالک کی روایت سے حدیث مذکور ان الفاظ کی ساتھ بیان یہ ہے کہ حلال کی طلب ہر مسلمان پر واجب ہے بقائے نسل کے لئے نکاح جس طرح فرض کفایہ ہے (تاکہ مسلمانوں کی نسل دنیا میں ختم نہ ہو) اسی طرح بقدر بقائے زندگی کھانا پینا ہر شخص پر فرض عین ہے اور تجارت زراعت وغیرہ دوسرے معاملات اور پیشے فرض کفایہ ہیں، اگر سب لوگ ان کو چھوڑ دیں گے تو معاشی انتظام درہم برہم ہو جائے گا اور دینی نظم بھی بگڑ جائے گا (اور سب گنہگار ہوں گے) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ امانت دار سچا تاجر (قیامت کے دن) انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی) (تفسیر مظہری:8/232)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیام نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے (اپنی بہن، بیٹی یا عزیزہ کا) نکاح کر دو اگر ایسا نہ کرو گے روئے زمین پر فتنہ اور لمبا چوڑا بگاڑ پیدا ہو جائے گا رسوائی ذلت اور زنا کاری کا برا نتیجہ پیدا ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

(12) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تورات میں لکھا ہوا تھا کہ جس کی بیٹی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ نکاح نہ کرے اس حالت میں اگر لڑکی کسی گناہ کا ارتکاب کر لے تو گناہ نکاح نہ کرنے والے پر پڑے گا۔ (تفسیر مظہری:8/234)

(13) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے لڑکا ہو وہ لڑکے کا اچھا نام رکھے

اور اچھی تہذیب سکھائے، جوان ہوجائے تو اس کا نکاح کردے، اگر بالغ ہوجانے کے بعد اس کا نکاح نہیں کرے گا اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھے گا تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا، دونوں حدیثیں شعب الایمان میں بیان کی ہیں۔ (تفسیر مظہری:234/8)

(14) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: علی تین کاموں میں دیر نہ کرنا، فرض نماز، جب اس کا وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو تو اس کو دفن کرنے میں اور بیوہ عورت کے نکاح میں جب کہ اس کا کفو (ہمسر) مل جائے۔" (ترمذی، ابواب الصلوۃ:171)

(15) ﴿وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ "اور تمہارے غلاموں اور تمہاری لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے بھی" یہاں صالحین سے مراد وہ لونڈی اور غلام ہیں جو نکاح کی صلاحیت رکھتے ہوں اور نکاح کے محتاج ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بدکار اور زانی نہیں ہوتے ان کی صلاحیت کی جزا ہے کہ ان کے نکاح کردیں۔

(16) یعنی اگر غلاموں میں صلاحیت کسب معیشت کی موجود ہے، تو ان کے فقر وافلاس بالفعل کو مانع نکاح نہ قرار دو۔ فقر ونکاح میں کوئی منافات نہیں۔ جو سر دست فقیر ہے کیا عجب کہ حسب مشیت صاحب معاش ہوجائے۔ نکاح اس مشیت تکوینی میں مانع نہیں۔ پس نہ عدم غنا کو مانع نکاح سمجھیں اور نہ نکاح کو مانع غنا۔ (تفسیر ماجدی:462/3) (17) ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ﴾ "اگر وہ غریب ہیں" یعنی شوہر اور نکاح کرنے والے۔

(18) ﴿يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ "اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا" یعنی یہ وہم نکاح کرنے سے نہ روک دے کہ نکاح کرو گے تو خاندانی بوجھ کی وجہ سے محتاج ہوجاؤ گے۔ نکاح کرنے والے سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ خوش حال کردے۔

(19) ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ وسعت والا" جسے چاہے وہ واسع غنی کرسکتا اس کے ہاں تنگی اور کمی نہیں۔

(20) ﴿عَلِيْمٌ﴾ "سب کچھ جاننے والا ہے" اللہ تعالیٰ ہر ایک کی صلاحیت کو جانتا ہے جسے فقر کا اہل دیکھے گا اسے فقیر رکھے گا۔

(21) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت واسع سے یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارا دامن تنگ سہی لیکن رب وسعتوں والا ہے تم رب پر بھروسہ کرو تو رب تمہاری مدد کرے گا۔ (قرآناً عجبا)

(22) اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے مرد اور عورت کے اس فطری تعلق کو نظر انداز نہیں کیا۔ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں فلسفہ نکاح پر جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نکاح انسان کا طبعی تقاضا ہے۔ عقلی حاجت اور تمدنی ضرورت ہے۔
(حجۃ اللہ البالغۃ، المظہر وما یتعلق بہا:126,131/2)

(23) اس کے علاوہ اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ اس سے انسان کی اس بنیادی خواہش کی تکمیل ہوتی ہے کہ وہ یہاں کسی نہ کسی طرح موجود رہے۔

(24) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعائیں موجود ہیں۔ جن میں صالح اولاد کی خواہش کا تذکرہ ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ﴾ "سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے بڑھاپے کے باوجود مجھے اسماعیل اور اسحاق دیئے۔ بلاشبہ میرا رب تو یقیناً بہت دعا سننے والا ہے۔" (سورۃ ابراہیم:39) ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ

مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ ''وہیں زکریا نے اپنے ربّ کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے ربّ! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دُعا کا خوب سننے والا ہے۔'' (آل عمران:38)

(25) نکاح دینداری اور تقویٰ کے خلاف نہیں ورنہ یہ جلیل القدر انبیاء نہ نکاح کرتے نہ اولاد کی دعائیں مانگتے۔

(26) اچھے انسانی معاشرے اور صالح تمدن کا دارومدار مرد اور عورت کے صالح تعلق پر ہے مرد اور عورت کی جائز وابستگی معاشرے کو ایک ایسا سکون دیتی ہے جس سے اس کا درست اجتماعی شعور تشکیل پاتا ہے۔

(27) اچھے تمدن کے لیے ایسے افراد ضروری ہیں جن کے اندر احساس ذمہ داری پایا جائے اور یہ احساس ذمہ داری نکاح ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

(28) اگر مرد و عورت کے ناجائز تعلقات کو نہ روکا جائے تو اس کا نتیجہ یا تو یہ ہوگا کہ عورت کی اولاد کی پرورش کا بوجھ اٹھائے گا اور یا دونوں نسل کشی کے طرزِ عمل کو اختیار کریں گے جو ہر صورت میں انسانی معاشرے کے لیے مہلک ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس سے انسان کے وہ انسانی جذبات مٹ جائیں گے جنہیں ہمدردی، ایثار، قربانی، شفقت اور تعاون کہا جاتا ہے۔ اور انسانی معاشرے ایسے خودغرض درندوں کا انبوہ بن جائیں گے جنہیں اپنی خواہشات کی تسکین کے سوا اور کچھ مطلوب نہیں ہوگا۔ لہٰذا نکاح ہی وہ عقلی و منطقی اور اخلاقی و انسانی ضرورت ہے جس پر تمدن کی فلاح و بقاء کا انحصار ہے۔

(29) نکاح دینی ضرورت: نکاح ایک انفرادی تمدنی ضرورت ہے جسے تمام معاشروں نے تسلیم کیا ہے لیکن قرآن و سنت نے اس پہلو کے علاوہ اسے اخلاقی و دینی ضرورت بھی قرار دیا ہے اور اس کی قیام پر بہت شدت سے عمل کرایا ہے قرآن نے تو اسے سنت انبیاء قرار دیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولادیں بنائیں تھیں۔'' (سورۃ الرعد:38)

(30) ''نکاح کرلو کیونکہ اس امت کی بہترین شخصیت کے ہاں سب سے زیادہ عورتیں تھیں۔'' (بخاری، کتاب النکاح)

(31) فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ نکاح کی کئی حالتیں ہیں مثلاً فرض، واجب، سنت، مباح، مکروہ وغیرہ۔ یعنی اگر برائی کے ارتکاب کا یقین ہوجائے تو نکاح فرض ہے ورنہ واجب بشرطیکہ وہ نان ونفقہ پر قادر ہے لیکن برائی کا امکان نہیں تو سنت ہے۔ نان نفقہ کی قدرت نہیں مگر ارتکاب جرم کا خوف ہے تو نکاح مباح ہے۔ نان ونفقہ کی اہلیت نہیں رکھتا تو مکروہ ہے۔ لیکن اگر وہ طبعی نااہلیت رکھتا ہے تو پھر اس کے لیے نکاح حرام ہے۔ نبی ﷺ نے مختلف مواقع پر نکاح کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے اور کتب حدیث میں انہیں محفوظ کرلیا گیا ہے۔ ذیل میں چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ خدائے پاک مطہر کیفیت میں ملے اسے چاہئے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔ (ابن ماجہ، ابواب النکاح:135/1) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ساری دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔'' (شرح السنۃ:11/9) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''میں اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں فتنہ نہیں چھوڑے جا رہا۔'' (شرح السنہ:12/9)

(32) اسلام نے نکاح کی ترغیب دے کر غیر فطری راہوں کو بند کر دیا ہے۔ اس نے زنا، عیاشی اور رہبانیت وغیرہ جیسے سب غیر فطری طریقے بند کر کے تعلق کے صحیح مواقع مہیا کیے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے متبتل (جنسی قوت کو ضائع کرنا) کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''سنو خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کے معاملے میں محتاط روش والا ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں نماز پڑھتا ہوں۔ سوتا ہوں اور شادیاں کرتا ہوں۔ پھر جس نے میرے طریقے سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں۔'' (بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح:757/2)

بخاری کی کتاب النکاح میں ان تین اشخاص کا ذکر ہے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی عبادت کا حال سن کر رات بھر نماز پڑھنے، دن بھر روزہ رکھنے اور شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو حضور ﷺ نے انہیں منع فرمایا اور اپنی ساری کیفیت بیان فرمائی جو سابقہ روایت سے ملتی جلتی ہے اس کے آخری الفاظ بھی یہی ہیں۔ ﴿وتزوج فمن رغب عن سنتی فلیس منی﴾ اور میں شادی کرتا ہوں پھر جس نے میرے طریقے سے کنارہ کشی کی وہ مجھ سے نہیں۔ مشکوۃ کی کتاب النکاح میں نبی کریم ﷺ کا وہ ارشاد موجود ہے جس میں آپ نے نکاح کو نصف دین قرار دیا۔ ''انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ شادی کرے تو وہ آدھا دین مکمل کر لیتا ہے۔'' (مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح:628)

(33) سیدنا سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے متبتل یعنی عورتوں سے الگ رہنے کی زندگی سے منع فرمایا ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ انہیں اجازت دے دیتے تو ہم تو خصی ہی ہو جاتے۔ (بخاری:5073)

سوال 2: مقاصد نکاح کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) عفت و عصمت: اسلامی نقطہ نظر سے انسان کا سب سے زیادہ قیمتی جوہر اس کی عفت ہے۔ یہی چیز اس کے جملہ حقوق کے لیے حصار ہے۔ عفت کے ضائع ہو جانے سے سیرت کی بنیاد تباہ ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی جب جنسی آوارگی کا شکار ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر سے بھی اخلاقی بندشیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں یہی وہ دروازہ ہے جہاں سے شیطانیت بآسانی داخل ہو کر پوری انسانی طبیعت کو متاثر کر سکتی ہے۔ بدون سبب اسلام نے عفت و عظمت کی حفاظت کے لیے سخت اقدامت کیے ہیں۔ اس نے زنا کو حرام قرار دیا ہے باہم اختلاط کے بے جا مواقع بند کیے ہیں۔ تہمت کے لیے بڑی سزا مقرر کی ہے، بری افواہیں پھیلانے والوں کو سخت وعید سنائی اور معاشرے کے لیے ضابطہ اخلاق کو اس طرح مرتب کیا کہ اس کی اجتماعی کیفیت کو اس طرح ڈھالا کہ اس میں نکاح آسان اور تغیر فطری طریق مشکل ہو جائے۔ قرآن و سنت کی رو سے نکاح جوہر عصمت کا بہترین محافظ ہے۔ بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ قرآن پاک میں نکاح کو احصان سے تعبیر کیا ہے (حقوق الزوجین:18) حصن قلعہ کو کہتے ہیں اور احصان کے معنی قلعہ بندی کے ہیں۔ جو مرد نکاح کرتا ہے وہ محصن ہے گویا وہ ایک قلعہ

تعمیر کرتا ہے اور جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہے وہ محصنہ ہے یعنی اس قلعہ کی حفاظت میں آگئی ہے جو نکاح کی صورت میں تعمیر کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾ ''اور ان کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کر دی گئی ہیں یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ بدکاری کرنے والے ہو۔'' (سورۃ النساء:24) ﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ ''چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کر لو اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کر دو، جبکہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں۔ اور نہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں۔'' (سورۃ النساء:25)

(2) مودت ورحمت: دوسرا اہم مقصد مودت ورحمت ہے۔ چونکہ عورت مرد کا تعلق صحیح تمدن کے لیے ضروری ہے اس لیے اس تعلق کو وقتی اور ہنگامی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ایک پائیدار اور مضبوط بندھن کی حیثیت دینی چاہیے یہ بندھن دراصل اس گہرے ربط و تعلق کی علامت ہے جو سکون خاطر اور اطمینان قلب کا باعث ہے۔ قرآن اس مودت ورحمت کو اس تعلق کی بنیاد بھی قرار دیتا ہے اور نتیجہ بھی۔ اور اس کا تعلق یوں بیان کرتا ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم اُن سے سکون حاصل کر سکو۔ اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔ بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (سورۃ الروم:21) ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اُس کی طرف سکون پائے۔'' (الاعراف:189) قرآن زوجین کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے جو گہرے ربط و اتصال اور یقینی حفاظت کی علامت ہے۔ اور جس کے تقدس اور عظمت کو برقرار رکھنا اسلامی معاشرے کا فرض ہے۔ زوجین میں اس مودت ورحمت کو حدود اللہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ اور طلاق کو جو ابغض المباحات ہے اسی صورت میں جائز قرار دیا ہے جب مودت ورحمت کا یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکے۔ ایک اچھے معاشرے کے لیے ازدواجی تعلق رحمت و کرم ہے، اس پر بچوں کی تربیت کا انحصار ہے۔ اور یہی خاندان کے سکون کا سبب ہے۔ باہمی مودت ورحمت نہ صرف ازدواجی تعلق کے استحکام کا ذریعہ ہے بلکہ گھر کے ماحول کو پرامن رکھنے کا وسیلہ بھی ہے۔

(3) بہیمی قوتوں کا علاج: انسان کی بہیمی قوتیں اسے اکثر بے راہ روی کی طرف لے جاتی ہیں اسلام نے ان بہیمی قوتوں کا علاج نکاح کی صورت میں کیا ہے جس سے انسان کی طبیعت میں اعتدال اور توازن پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح اسلام کا قانون ازدواج انسانی معاشرے کے افراد میں جائز درست اور پائیدار ربط پر زور دیتا ہے اور ان تمام ناجائز روابط کی نفی کرتا ہے جو جاہلیت قدیمہ یا جاہلیت جدیدہ میں پائے

جاتے ہیں۔اسلام ایک صالح معاشرہ استوار کرنا چاہتا ہے جس کی بنیاد نکاح ہے۔اسلام کے نزدیک پرسکون تمدن کا دارومدار نکاح پر ہے۔انسان کے جسمانی داعیات فطری ہیں ان کی تسکین کا مناسب اور بروقت انتظام مستحکم اجتماعی نظام کے لیے ضروری ہے۔اسلام نے ان فطری دواعی کو سامنے رکھا ہے اور نکاح کو نیکی قرار دیا ہے۔جن مذاہب نے جنسی تعلق کو گندگی قرار دیا ان کے معاشرے بالآخر جنسی بے راہ روی کا شکار ہوئے ہیں۔﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (۴) ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ (۵) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (۶)﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔پھر ہم نے اس کو لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے تو ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔''

(سورۃ التین:4,6)(اسلام کا معاشرتی نظام:181,167)

﴿وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا ۫ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَمَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

''اور جو نکاح کی طاقت نہ پائیں وہ لازماً پاک دامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) چاہتے ہیں، اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو تو اُن سے مکاتبت کر لو اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو بدکاری پر مجبور نہ کرو کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرو اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اُن کی مجبوری کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(33)

سوال1:﴿وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور جو نکاح کی طاقت نہ پائیں وہ لازماً پاک دامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلْیَسْتَعْفِفِ﴾ ''اور پاکدامنی اختیار کریں'' یعنی جو لوگ نکاح کرنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ حرام راستوں پر جانے سے بچیں، پاک دامنی اختیار کریں اپنے دل کو ایسے خیالات سے بھی بچائیں جو حرام کی دعوت دیتے ہوں۔

(2)﴿الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا﴾ ''اور جو نکاح کی طاقت نہ پائیں'' یعنی وہ خود یا ان کے مالک مالی استطاعت نہیں رکھتے کہ نکاح کر سکیں یا ان کے مالک ان کا نکاح نہ کرتے ہوں اور وہ اپنے مالکوں کو مجبور بھی نہ کر سکتے ہوں۔

(3)﴿حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے'' اللہ رب العزت نے پاک دامنی

اختیار کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اس کے معاملے کو آسان کر دے گا ان حالات میں وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کشادگی کی امید لگائیں اور انتظار کریں۔

سوال2:﴿ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ﴾ ''اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) چاہتے ہیں اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو تو ان سے مکاتبت کر لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ﴾ ''اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) چاہتے ہیں اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو تو ان سے مکاتبت کر لو'' تمھارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو اپنے آپ کو خریدنا چاہے اور تم سے مکاتبت کا طلب گار ہو تو ان سے مکاتبت کر لو پھر اگر تم دیکھو کہ وہ کمانے کی طاقت بھی رکھتا ہے اور دین میں بھلائی رکھتا ہے۔ یعنی وہ اپنے نفس کی آزادی کے لیے خرچ کر سکتا ہے اور مکاتبت میں اپنے مالک کو نقصان نہیں پہنچاتا۔

(2)﴿وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ﴾ ''اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو مال مکاتبوں کے مالکوں کو دیا ہے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ غلام یا لونڈی کی مکاتبت میں اس مال میں سے کچھ دے یا مکاتبت کی رقم میں سے کچھ حصہ چھوڑ دے۔

(3) مکاتبت کی مالی امداد بھی کی جا سکتی ہے غلاموں کے مالک بھی کر سکتے ہیں اور اسلامی حکومت بھی زکوٰۃ کی مد میں سے مالی تعاون کر سکتی ہے۔

(4) عمرو بنت عبدالرحمن کہتی ہیں کہ: بریرہ لونڈی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی وہ اپنی کتابت کے سلسلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدد چاہتی تھی۔ انہوں نے کہا: ''اگر تو چاہے تو تیرے مالکوں کو میں رقم ادا کر دیتی ہوں مگر ولا (تیرا ترکہ) میرا ہوگا'' اور اس کے مالکوں نے کہا: اگر تو چاہے کتابت کی بقایا رقم دے دے پھر خواہ وہ تجھے آزاد کر دیں۔ مگر اس کا ترکہ ہم ہی لیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اس بات کا ذکر میں نے آپ ﷺ سے کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو۔ اور ترکہ تو اس ہی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے'' پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں۔ اور ایسی شرط جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے۔ خواہ وہ جو شرط لگائے اسے کچھ بھی نہ ملے گا۔'' (بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ)

(5) اللہ تعالیٰ نے مکاتبوں کے لیے زکوٰۃ میں سے حصہ رکھا ہے اور زکوٰۃ میں سے مکاتبوں کو دینے کی ترغیب بھی دلائی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ ﴾ ''بلاشبہ صدقات تو فقیروں اور مسکینوں اور ان پر کام کرنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں۔'' (التوبہ:60)

(6)﴿مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ﴾ ''اور اُن کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے'' یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے مال دے کر تم پر احسان کیا ہے تم بھی دوسروں پر احسان کرو۔

سوال3: اگر غلام مکاتبت کا مطالبہ نہ کرے تو کیا غلام کے مالک کو مکاتبت کا حکم دیا جا سکتا ہے؟

جواب: (1) اگر غلام مکاتبت کا مطالبہ نہ کرے تو اس کے آقا کو حکم نہیں دیا جا سکتا جب کہ اس غلام میں بھلائی نظر نہ آئے۔

(2) یا غلام کما نہ سکتا ہو اور اسے ڈر ہو کہ وہ لوگوں پر بوجھ بن جائے گا یا غلام کے بارے میں آقا کو خوف ہو کہ آزادی ملی تو اسے فساد برپا کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے گی ایسے میں مالک کو مکاتبت سے روکنا چاہیے۔

سوال4: ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو بدکاری پر مجبور نہ کرو کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرو اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اُن کی مجبوری کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

رب العزت نے کسی کو زنا پر مجبور نہ کرنے کا حکم دیا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ﴾ ''اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو بدکاری پر مجبور نہ کرو'' رب العزت نے لونڈیوں، کو بدکاری پر مجبور کرنے سے اس لیے روکا ہے کہ جاہلیت میں مالک اجرت کی خاطر لونڈی کو بدکاری کے لیے مجبور کرتا تھا۔

(2) اور اپنی لونڈیوں کو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں، پیشے پر مجبور نہ کرو تا کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کر لو۔ اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو یقیناً اُن کے مجبور کیے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (مسلم:7552)

(3) ﴿اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ ''اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں'' ایسی حالت میں تو آقا پر واجب ہے کہ اسے بدکاری سے روک دے۔ اور اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہے تو اس صورت میں وہ بدکار ہے۔

(4) ﴿لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''کہ تم دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل کرو'' یعنی تمھارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ دنیا کے مال کی خاطر انہیں بدکاری کے لیے مجبور کرو جب کہ وہ تم سے بہتر اور پاک دامن ہوں، دنیا کا مال بہت تھوڑا ہے اور تمھاری کمائی تمھاری پاکیزگی ہے تھوڑے سے سامان دنیا کے لیے دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب نہ کماؤ۔

(5) ﴿وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اُن کی مجبوری کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (i) لونڈیوں کو بدکاری کی اجازت نہیں دی جا سکتی یہاں اس سے یہ واضح کرنا مطلوب ہے کہ اگر لونڈیاں اپنی مرضی سے بدکاری کی مرتکب ہوں تو وہ اپنے جرم کی ذمہ دار ہیں اگر مالک زبردستی پیشہ کرائے تو مجرم مالک ہے۔ (قرآناجبا)

(ii) اللہ رب العزت نے لونڈیوں کو جن پر جبر کیا گیا توبہ کی طرف، پاک دامنی کی طرف بلایا ہے۔ یعنی اب وہ گناہ چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیں۔ جو گناہوں سے توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ وہ گناہوں کا بے حد بخشنے والا غفور ہے اللہ تعالیٰ اس پر

رحم فرمائے گا کیونکہ وہ رحیم نہایت رحم والا ہے اس کے آقا نے اسے گناہ پر مجبور کر کے اس پر رحم نہیں کیا اور اس لونڈی نے توبہ کر کے اپنے نفس پر رحم کیا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بھی توبہ کی طرف بلایا ہے جو اپنی لونڈیوں کو جبراً زنا پر مجبور کرتے رہے انھیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور تمام گناہوں کو ترک کر دینا چاہیے اگر وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں گے تو وہ گناہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

سوال 6: کیا زنا کی اجرت حرام ہے؟

جواب: (1) زنا کی اجرت حرام ہے نبی ﷺ نے پچھنے لگانے والے کی کمائی سے، زنا کی اجرت سے اور غیب کی بات بتانے والے کی مزدوری سے منع فرمایا۔

(2) نبی ﷺ نے فرمایا! مذاق کی اجرت گندی ہے پچھنے لگانے والے کی اجرت گندی ہے اور کتے کی قیمت گندی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1330/2)

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف واضح آیات اور ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور متقیوں کے لیے ایک نصیحت بھی نازل کی ہے'' (34)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف واضح آیات اور ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور متقیوں کے لیے ایک نصیحت بھی نازل کی ہے۔'' قرآن کی فضیلت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف واضح آیات نازل کی ہیں'' یعنی رب العزت نے تم پر وہ آیات نازل فرمائی ہیں جو واضح ہیں جن کی ہمیں ضرورت ہے جن میں اتنی وضاحت ہے کہ کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

(2) اس سے مراد وہ آیات ہیں جن میں زنا، قذف اور لعان کا قانون بیان کیا گیا ہے۔ جن میں بدکار مردوں اور عورتوں کو اہل ایمان سے رشتہ نکاح میں بندھنے سے روکا گیا ہے۔ جن میں بہتان لگانے اور فحش کی اشاعت سے روکا گیا ہے۔ جن میں عورتوں اور مردوں کو نگاہوں کی حفاظت اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے جس میں پردے کے احکامات دیئے گئے۔ جس میں غلاموں اور بے نکاح لوگوں کے نکاح کا حکم دیا گیا ہے۔ جس میں prostitution پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) ﴿وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اور ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں'' یعنی ان آیات میں ان لوگوں کے واقعات ہیں جو تم سے پہلے گزر چکے ان کے اچھے برے اعمال اور ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اس کی خبریں ہیں جن سے تم عبرت حاصل کر سکتے ہو۔ ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا۔'' (الزخرف: 56)

(4) یعنی جو کوئی رسول کی مخالفت کرے گا اس پر عذاب نازل کیا جائے گا۔

(5) یہ تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کا سوچا بھی نہ جا سکے۔ (قرآناً عجبا)

(6) ﴿وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت بھی'' اللہ تعالیٰ نے یہاں وضاحت کی ہے کہ نصیحتیں ڈرنے والوں کے لئے ہوتی ہیں۔ (قرآناً عجبا)

(7) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ تقویٰ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی ممکن ہے۔ (قرآناً عجبا)

(8) اللہ تعالیٰ نے آیات اہل تقویٰ کی نصیحت کے لیے نازل کی ہیں۔ تقویٰ والے ہی ان امور سے رکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور ایسے امور کو اختیار کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

رکوع نمبر 11

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہے، چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس ایسا ہے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل خود ہی روشن ہو جائے اگر چہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو۔ نور پر نور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔'' (35)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہے، چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس ایسا ہے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل خود ہی روشن ہو جائے اگر چہ اسے

آگ نے چھوا بھی نہ ہو۔نور پر نور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی راہ نمائی اور روشنی عطا کرتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے''(I)نور روشنی کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرتی ہے۔(II)نور کا متضاد ظلمت ہے۔یعنی اندھیرا۔اس لحاظ سے کچھ سُجھائی نہ دینے کی کیفیت کا نام اندھیرا ہے اور سُجھائی دینے کی کیفیت کا نام روشنی ہے۔(III)اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو روشن کرنے والا ہے۔(قرآناعجبا)

(2)نور کی مثال انسان کی محدود سمجھ کے لیے ایک غیر محدود ذات کے تصور کو قریب لانے کے لئے دی گئی ہے۔(قرآناعجبا)

(3)اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا ہادی ہے۔وہ اس کے نور سے حق کی طرف ہدایت پاتے ہیں۔اور وہ گمراہی سے اس کی ہدایت کی طرف آکر اسے مضبوطی سے تھام لیتے ہیں۔

(4)ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔اللہ ہادی ہے،آسمان والوں اور زمین والوں کا۔وہی ان دونوں میں سورج،چاند اور ستاروں کی تدبیر کرتا ہے۔(ابن کثیر)

(5)اللہ تعالیٰ بذات خود نور ہے اس کا حجاب نور ہے۔اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے چہرہ مبارک کے انوار و جلال حد نگاہ تک مخلوق کو جلا کر راکھ کر دے۔اس کے نور سے عرش،کرسی،سورج،چاند اور جنت منور ہیں۔اسی طرح معنوی نور کا منبع بھی اللہ تعالیٰ ہے اس کی کتاب نور ہے،اس کی شریعت نور ہے،ایمان نور ہے،اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کے مومن بندوں کے دلوں میں موجود معرفت الٰہی نور ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کا نور نہ ہو تو گمراہیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جائیں،لہٰذا ہر وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ کا نور نہیں ہے وہ اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے۔(تفسیر السعدی:1822/2)

(6)﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ﴾''اس کے نور کی مثال''یعنی وہ نور جس کی طرف اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتا ہے ایمان والوں کے دلوں میں ایمان،اسلام اور قرآن کا نور ہے۔

(7)﴿كَمِشْكٰوةٍ﴾''ایک طاق کی سی ہے''(I)طاق دیوار کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں چراغ رکھا جاتا ہے۔(II)طاق سے مراد بندہ مومن ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی روشنی جہان میں پھیلتی ہے۔(III)چراغ سے مراد ایمان کی استعداد ہے۔(قرآناعجبا)

(8)﴿فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾''جس میں ایک چراغ ہے''طاق میں چراغ رکھنے کی وجہ سے روشنی ہر طرف پھیلتی ہے اور پورے ماحول کو روشن کر دیتی ہے۔''(قرآناعجبا)(9)کعب احبار نے کہا:المصباح سے مراد محمد ﷺ کا دل ہے(ابن ابی حاتم 2597/8)

(10)﴿اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ﴾''چراغ ایک فانوس میں ہے''فانوس اُس شیشے کو کہتے ہیں جس کے اندر چراغ رکھا جاتا ہے۔(I)فانوس چراغ کو ہوا سے بچاتا ہے۔(II)فانوس کی وجہ سے چراغ کی روشنی صاف ہو جاتی ہے اور اس کی نورانیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔فانوس سے

مراد دل ہے۔(قرآناعجبا)

(11)﴿اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ﴾ ''وہ فانوس ایسا ہے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا''یعنی اپنی خوب صورتی اور نفاست ولطافت کی وجہ سے یوں لگے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارہ۔

(12)﴿يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ﴾ ''وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے''(i)زیتون کا درخت طویل عمر والا ہوتا ہے۔جس کا ہر حصہ مفید ہوتا ہے۔(ii)زیتون کے درخت کو مبارک کہا گیا ہے کیونکہ زیتون کا درخت مفید ہوتا ہے اس کا تیل اس کی لکڑیاں،اس کے پتے اور اس کا پھل ہر چیز مفید ہوتی ہے۔(قرآناعجبا)

(13)زیتون کا درخت بڑا بابرکت درخت ہوتا ہے اس سے گوناگوں فوائد حاصل ہوتے ہیں اس کا تیل چراغوں میں بھی جلایا جاتا ہے اور نہایت نفیس مفید روشنی دیتا ہے یہ بطور سالن بھی کام میں آتا ہے اور ایک قسم کی خاص لذت بھی اپنے اندر رکھتا ہے کمال یہ ہے کہ درخت سے تیل نکالنے کے لئے کسی کولھو کی ضرورت نہیں ہر شخص بآسانی خود نکال سکتا ہے۔بغوی نے لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے زیتون کے تیل سے ناسور اچھا ہوتا ہے۔چوٹی سے جڑ تک اس کے درختوں میں تیل ہی تیل ہوتا ہے۔(تفسیر مظہری:244/8)

(14)(i)زیتون کا درخت وادی مقدس طویٰ میں پیدا ہوتا ہے۔

(ii)زیتون کے مبارک درخت سے مراد قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کی ہر چیز مفید ہے۔(قرآناعجبا)

(15)(i)تیل سے آگ بھڑکتی ہے۔(ii)تیل سے چراغ جلتے ہیں۔(iii)تیل سے روشنی ہوتی ہے۔یہاں تیل سے مراد قرآن مجید کا علم اور اس کا فہم ہے۔(قرآناعجبا)

(16)﴿لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾ ''جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی''یعنی وہ صرف مشرقی جانب نہیں ہے کہ دن کے آخری حصے میں اس کو سورج کی روشنی نہ پہنچتی ہو﴿وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾اور وہ فقط مغربی جانب بھی نہیں کہ دن کے پہلے حصے میں اس کو سورج کی روشنی حاصل نہ ہوتی ہو۔جب یہ دونوں امور نہیں تو وہ زمین کے درمیان میں اگا ہوا ہے۔جیسے ملک شام کا زیتون جیسے صبح وشام سورج کی روشنی حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے وہ نہایت عمدہ ہوتا ہے اور اس کا تیل انتہائی صاف ہوتا ہے(تفسیر سعدی:1823/2)

(17)زیتون کے درخت سے قرآن مجید مراد لی گئی،اس کے شرقی یا غربی ہونے سے مراد:(i)اس کا مطلب ہے ساری دنیا کے لئے اس کا علم عام ہے۔(ii)اس کا علم ساری زندگی کے لئے ہے۔(iii)اس کا علم صرف ایک بار حاصل کرنے والا نہیں زندگی کے آغاز سے اختتام تک حاصل کرنے والا ہے۔(قرآناعجبا)

(18)﴿يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ﴾ ''قریب ہے کہ اس کا تیل خود ہی روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو''یعنی اس کا تیل انتہائی صاف ہے جس کی وجہ سے جب اسے آگ لگتی ہے تو زیادہ روشنی ہوتی ہے۔

(19) آگ جلانے کا کام کرتی ہے۔آگ حرارت پہنچاتی ہے۔آگ سے چراغ جلائے جاتے ہیں۔(i) یہاں آگ سے مراد دلوں کے اندر حرارت پیدا کرنے والی دعوت ہے۔(ii) یہاں آگ سے مراد وہ منظم کوشش بھی ہے جو دلوں کو گرمانے کے لئے قرآن مجید کی خدمت کے لئے کی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے اس مقصد کے تحت ایک لڑی میں پروئے ہوئے افراد کو ذمہ داریاں دی جاتی ہیں۔کام کئے جاتے ہیں لوگوں کے اندر بیداری کی روح پھونکی جاتی ہے اور لوگ ذمہ داریاں پوری کرنے لگتے ہیں۔(قرآناً عجباً)

(20) ﴿ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ﴾ ''نور پر نور ہے'' یعنی آگ کی روشنی اور زیتون کے تیل کی روشنی۔یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور اسے مومن کے احوال کے ساتھ تطبیق دی ہے نیز یہ کہ اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فطرت جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے وہ زیتون کے پاک صاف تیل کی مانند ہے۔پس اس کی فطرت صاف اور تعلیمات الٰہیہ اور اعمال مشروعہ کے لئے مستعد ہے۔جب اس کے پاس علم و ایمان پہنچتا ہے تو یہ نور اس کے قلب میں روشن ہو جاتا ہے جیسے آگ چراغ کی بتی کو روشن کر دیتی ہے۔اس کا قلب برے ارادوں اور فہم کی خرابی سے پاک ہوتا ہے۔جب قلب میں ایمان جاگزیں ہوتا ہے۔تو تمام کدورتوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اس نور سے جگمگا اٹھتا ہے اور قلب کی یہ صفائی،موتی کی طرح چمکتے ہوئے فانوس کی مانند ہے۔پس قلب میں نور فطرت،نور ایمان، نور علم اور معرفت کی صفائی تمام اسباب مجتمع ہو جاتے ہیں اور یوں قلب میں روشنی پر روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے اور چونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور ہر کسی میں اس نور کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔(تفسیر السعدی:2/1823)

(21) (i) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔اس کی کتاب اس کا نور ہے۔اس کا رسول اپنی صفات کے اعتبار سے نور ہے۔اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کے ذریعے سے زندگی کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ کا نور انسان کے دل کے اندر قرآن و سنت کے سچے فہم سے اُترتا ہے۔جتنا زیادہ انسان علم حاصل کرتا ہے۔جتنا غور و فکر کرتا ہے اتنی ہی انسان کے اندر روشنی کی استعداد بڑھ جاتی ہے اتنا ہی زیادہ انسان برائیوں سے پاک ہونے کی کوششیں کرتا ہے یوں دل کا آئینہ شفاف ہو جاتا ہے۔(iii) مومن کے دل کے اندر حق کی روشنی آتی ہے تو وہ یہ روشنی سارے جہان میں پھیلاتا ہے۔وہ جہاں بھی ہو روشنی کا امین ہوتا ہے۔روشنی دل کے اندر آتی ہے تو سارے ماحول کو روشن کر دیتی ہے۔(قرآناً عجباً)

(22) یہ رب کی روشنی ہے جس سے تاریک دل روشن ہو جاتے ہیں۔جس سے گھٹے ہوئے،تعفن زدہ ماحول میں زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔روشنی ہے جو دلوں کے اندر اترتی ہے۔روشنی جب روشن دلوں سے پھوٹتی ہے تو ماحول کو روشن کر دیتی ہے۔یہ رب کی روشنی ہے،جس سے تاریک دل روشن ہو جاتے ہیں۔جس سے رہنے سہنے کے ڈھنگ آ جاتے ہیں۔جس سے گھٹے ہوئے،تعفن زدہ ماحول میں زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔جس سے زندگی میں بہار آ جاتی ہے۔جس سے رہنے سہنے کے ڈھنگ آ جاتے ہیں۔جس سے زمین کے رہنے والے جہانوں کے بادشاہ کی رضا کے لیے جینے لگ جاتے ہیں اور اس کی پسند کے مطابق آسمانی Life Style سیکھ جاتے ہیں۔جس

سے زمین کے باشندے آسمانی زندگی یعنی جنت کی زندگی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر رب کی روشنی نہ ہوتی تو نہ آسمان میں روشنی ہوتی نہ زمین میں، نہ آسمان میں کسی کو ہدایت ملتی، نہ زمین میں۔ رب کی روشنی میں ٹھنڈک ہے، مٹھاس ہے، سکون ہے، اطمینان ہے، آؤ یہ روشنی دلوں میں بسالیں، گھرانوں کو روشن کرلیں، آؤ روشنیوں کے مسافر بن جائیں، آؤ یہ روشنی پورے جہان میں پھیلا دیں، زمین کو رب کی روشنی سے بھر دیں، آؤ زندگی کو امر کرلیں، یہی روشنی انسان کی ایمانی زندگی ہے، اسی روشنی کے ساتھ قبر میں اترنا ہے، بہت دور ہم نے جانا ہے۔ اسی روشنی کے ساتھ میدان حشر میں راستہ تلاش کرنا ہے، اسی روشنی نے جنت تک لے جانا ہے، دلوں کے چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔ قرآن مجید دل سے مراد انسان کی سوچ، سمجھ اور عقل وشعور کی قوت لیتا ہے۔ دل ہی سے انسان کی زندگی کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے دل کے پاس انسان کو کنٹرول کرنے کی قوت ہے انسانی زندگی کی گاڑی دل چلاتا ہے۔ دل کا سٹیئرنگ خواہشات کے ہاتھ میں ہو تو یہی دل دلدل بن جاتا ہے۔ جہاں پھنسنے والا، ہر خواہش کے ساتھ مزید نیچے کی طرف دھنستا چلا جاتا ہے۔ اور نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ دل کو اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش ہو تو یہی دل رب رحمان کی بستی بن جاتا ہے جہاں رب کی روشنی کے رنگ پھوٹتے ہیں۔ جہاں محمد ﷺ کی محبت پروان چڑھتی ہے، جہاں کچھ کر گزرنے کی تمنا بیدار ہوتی ہے جہاں اپنی ہستی کو رب پر نچھاور کرنے کی آرزو ہی زندگی کی گاڑی کا سٹیئرنگ بن جاتی ہے لیکن رب کی رضا اسی دل کو مطلوب ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم رکھتا ہو۔ جس کے دل کے اندر رب کی پہچان کی روشنی ہو اس کے لیے رب کی رضا سب سے قیمتی چیز بن جاتی ہے۔ دل پر خواہشات حکومت کرتی رہیں تو دل رب کی روشنی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ (قرآناً عجبا)

(23) دلوں کی چار قسمیں ہیں: (I) ایک تو صاف اور روشن۔ (II) ایک غلاف دار اور بندھا ہوا۔ (III) ایک الٹا اور اوندھا۔ (IV) ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا۔ پہلا دل تو مومن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے۔ اور دوسرا دل کافر کا دل ہے۔ اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا پھر انجان ہو گیا پہچان لیا پھر منکر ہو گیا۔ چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی ہے۔ ایمان کی مثال تو اس میں تر کاری کے درخت کی مانند ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے۔ اور اس میں نفاق کی مثال پھوڑے کی سی ہے کہ خون پیپ اسے ابھار دیتا ہے۔ اب ان میں سے جو غالب آ گیا وہ اس دل پر چھا جاتا ہے۔ (تفسیر الاساس: 3774/7)

(24) (I) دل کے اندر رب کی روشنی آئے تو انسان کے لیے رب کی رضا پانا، رب کی رضا کو جاننا، رب کی رضا والے کام کرنا، رب کی خوشی کے لیے جینا، رب کی خاطر جان دینا ہی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے، انسان رب کا بن جاتا ہے۔ (ii) دل کے اندر رب کی روشنی آتی ہے تو یہ اس روشنی کا مزاج ہے یہ روشنی خود بخود دوسروں تک پہنچنے کے لیے بے قرار ہوتی ہے اسی لیے انسان نبیوں کے مشن کو، اصلاح کے کام کو، اپنا کام بنا لیتا ہے۔ (قرآناً عجبا) (25) رسول اللہ ﷺ کا دل اللہ تعالیٰ کی روشنی سے روشن تھا آپ ﷺ نے اس روشنی کو حرا میں پایا تھا۔

(26) رسول اللہ ﷺ جب طائف سے دُکھی دل لیے لوٹ رہے تھے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے نور کی پناہ کے لیے دُعا کی تھی۔

﴿اعوذ بنور وجهك الذي اشرقت به الظلمت وصلح عليه امر الدنيا والاخرة﴾ ''میں تیرے چہرے کے نور کی پناہ مانگتا ہوں جس کی وجہ سے تمام ظلمتیں دُور ہو جاتی ہیں اور جس کی وجہ سے دنیا اور آخرت کی اصلاح ہو جاتی ہے۔'' (رحمۃ للعالمین)

(27) ابن عباس سے سنا گیا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ، لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَأَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَوْلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ ''اے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے، تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لئے مناسب ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے انبیاء سچے ہیں۔ محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کیے ہوئے دلائل پر بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (بخاری:1120)

(28) انسان کے اندر حق کی طلب موجود ہوتی ہے یہ طلب بہت Power ful ہے گویا یہ پیٹرول ہے کہ آگ قریب بھی آئے گی تو بھڑک اُٹھے گا اگر اس طلب کو ضائع نہ کیا جائے تو ہر دم حق کو پانے کے لیے بے تابی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے مومن کو جہاں سے اللہ تعالیٰ کا نور ملے وہ بے تاب ہو کر لپکتا ہے کیونکہ اسی سے اس کا دل، اس کی زندگی روشن ہوتی ہے۔ اندر کی روشنی یعنی حق کی طلب اور باہر سے ملنے والا اللہ تعالیٰ کا علم دونوں مل جائیں روشنی پر روشنی بڑھنے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ (قرآناً عجبا)

(29) ﴿يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف اسی کی راہ نمائی کرتا ہے جو اس کی طرف خود لپکنا چاہتا ہے۔ یہ نور طلب کے ساتھ ہی ملتا ہے۔ (قرآناً عجبا) یہ نور پاک اور طیب لوگوں کو ملتا ہے۔

(30) اللہ تعالیٰ اپنے نور کی اتباع کی توفیق جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ نور یہ قرآن ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ (جامع البیان:153/18)

(31)﴿اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ:257)

سوال 2:﴿وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے'' تاکہ وہ اس سے عقل وفہم حاصل کریں یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا لطف واحسان ہے، نیز یہ مثالیں اس لئے بھی بیان کی گئی ہیں تاکہ باطل سے حق واضح ہو جائے کیونکہ ضرب الامثال معانی معقولہ کو محسوسات کے قریب کر دیتی ہیں اور بندوں کو واضح طور پر ان کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ (تفسیر السعدی:1823/2)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحدید:9)

(3)﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا﴾ ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جناب سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمہاری جانب ایک واضح نور اُتار دیا ہے۔'' (النساء:174)

(4)﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔'' پس اس کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس لئے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ضرب الامثال اس ہستی کی بیان کی ہوئی ہیں جو تمام اشیاء کے حقائق اور ان کی تفاصیل کو جانتی ہے اور وہ یہ بھی جانتی ہے کہ ان میں بندوں کے لئے مصلحت ہے۔ پس تمہیں ان پر اعتراض اور ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ تمہیں ان میں تدبر اور غور وفکر کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (تفسیر السعدی:1823/2)

(5) سعید بن جبیر نے کہا کہ وہ تمھارے اعمال کو جاننے والا علیم ہے۔ (ابن ابی حاتم:6204/8)

﴿فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾

''(اس کی روشنی پانے والے) اُن گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور جن میں اس کے نام کو یاد کیا جائے، وہ اس میں صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں'' (36)

سوال1:﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾"(اس کی روشنی پانے والے) اُن گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور جن میں اس کے نام کو یاد کیا جائے، وہ اس میں صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ﴾"(اس کی روشنی پانے والے) اُن گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں" ابن عباس نے کہا: مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ آسمان والوں کے لیے وہ گھر ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لیے تارے چمکتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کے نور کی قندیلیں مسجدوں اور دین کی تعلیم کے مراکز میں روشن ہوتی ہیں۔ اس کے نور کی طرف ہدایت پانے والے ان گھروں میں رہتے ہیں جن کو بلند کرنے اور ان میں اپنے ذکر کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ گھروں سے مراد اللہ تعالیٰ کے گھر، اللہ تعالیٰ کی مسجدیں، اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم کے مراکز ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(3) مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، ان کی تعظیم واجب ہے۔ حدیث ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ مجھ سے محبت کرے۔ اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو صحابہ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ قرآن سے محبت کرے۔ اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ مسجدوں سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ کے گھر ہیں، اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے وہ بھی بابرکت ہیں اور ان کے رہنے والے بھی بابرکت، وہ بھی اللہ کی حفاظت میں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی حفاظت میں وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے کام بناتے اور حاجتیں پوری کرتے ہیں وہ مسجدوں میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔" (قرطبی: تفسیر معارف)

(4) سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گھروں میں (بھی) مسجدیں (یعنی نماز پڑھنے کی مخصوص جگہیں) بنائیں اور ان کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام کریں۔ (قرطبی) (5) گھروں کو بلند کرنے سے مراد گھر کی دیواریں اٹھانا، گھر کی تعمیر کرنا ہے۔

(6) گھروں کو بلند کرنے سے مراد گھروں کو شرکیہ افعال واقوال سے پاک کرنا بھی ہے۔

(7) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بنائے، اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔" (بخاری:450)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں سب سے محبوب مقامات مسجدیں ہیں اور سب سے برے وناپسندیدہ مقامات بازار ہیں۔" (مسلم:671)

(9)(i) اللہ تعالیٰ کے گھروں کو تعمیر کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا ہے۔

(ii) گھروں کو بلند کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم دینا بھی ہے۔

(10) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں گھر کے اندر یا بازار (دوکان وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص تم میں سے وضو کرے اور اس کے آداب کا لحاظ رکھے پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور ایک گناہ اس سے معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا۔ اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت خداوندی کی دعائیں کرتے ہیں ﴿اللھم اغفر له، اللھم ارحمه﴾ ''اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کر۔'' جب تک کہ ریح خارج کر کے (وہ فرشتوں کو) تکلیف نہ دے۔'' (بخاری:477)

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔'' (التوبہ:18) مساجد کو بلند کرنے میں ان کی صفائی، ان کو ناپاکی سے پاک رکھنا اور ذکر الٰہی کے سوا دیگر آوازوں سے محفوظ رکھنا بھی شامل ہے۔

(12) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں چنانچہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو۔'' (الجن:18)

(13) سیدنا ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے نکلتا ہے، اس کو حج کا احرام باندھنے والے کی مانند ثواب ملتا ہے۔'' (ابوداود:558)

(14) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے رہنے والے دو آدمیوں سے کہا (جو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے۔) اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، کیونکہ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔ (بخاری:470)

(15) ﴿وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ''جن میں اس کے نام کو یاد کیا جائے'' مساجد میں اللہ کا نام ذکر کرنے کا حکم ہے، اس میں ذکرِ الٰہی، تعلیم، مذاکرے، تلاوت، قرآن، تسبیح و تحلیل وغیرہ شامل ہیں۔

(16) مساجد میں فرض اور نفل ہر قسم کی نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کیا جاتا ہے۔ جیسے حرم کی نماز کو مختلف چینلز پر دیکھا کر پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جاتا ہے۔

(17) ﴿يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾ ''وہ اس میں صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔'' رب العزت نے ان لوگوں کی مدح بیان فرمائی ہے جو مساجد کو عبادات کے ذریعے آباد کرتے ہیں وہ اخلاص کے ساتھ صبح و شام اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔

(18) ان دو اوقات کے شرف کی وجہ سے ان کو مخصوص کیا ہے۔ (19) تسبیح میں نماز بھی شامل ہے۔

(20) صبح وشام کے اوقات کو اذکار کے لیے بھی مشروع کیا گیا ہے۔

(21) جن کے دل اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے روشن ہوتے ہیں وہ صبح وشام مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم حاصل کرتے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾

''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی'' (37)

سوال 1: ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾ ''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾ ''وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی'' (i) اللہ تعالیٰ کے گھروں میں دل لگانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں۔ (ii) جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ (iii) جو اللہ تعالیٰ کو ہر چیز سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ (iv) جن کی تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہیں روکتی۔ (v) جو نماز قائم کرتے ہیں۔ (vi) جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (vii) جو اُس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔ (قرآناً عجباً)

(2) مساجد کو ایسے لوگ آباد کرتے ہیں جو رب کی تسبیح پر، اس کے ذکر پر، دنیا اور اس کے مشاغل کو ترجیح نہیں دیتے انہیں تجارت اور خرید و فروخت ایسے مشغول نہیں کرتی کہ انہیں رب یاد نہ آئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارا اٹھانے والے ہیں۔'' (المنافقون:9)

(3) ابن عباس نے کہا: ''ذکر اللہ سے مراد فرض نماز ہے۔''

(4) ﴿وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ﴾ ''اور نماز قائم کرنے سے'' یعنی وہ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔

(5) ﴿وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرنے سے'' یعنی وہ اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

(6)﴿يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾ ''وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی'' یعنی انھیں اس دن کا دھڑکا لگا رہتا ہے جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ قیامت کا دن انتہائی ہولناک ہوگا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ (۴۲) مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔ (ابراہیم:42،43)

(7)﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ ''اور آپ انہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔'' (المومن:18)

(8)﴿إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا﴾ ''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا۔'' (الدھر:10)

﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کی بہترین جزا دے اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ دے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے'' (38)

سوال1:﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کی بہترین جزا دے اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ دے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کی بہترین جزا دے'' یعنی ان کے اعمال صالحہ پر انہیں جزا دے جیسا کہ فرمایا:﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ اُن سے وہ بدترین عمل دور کردے جو انہوں نے کیے اور انہیں اُن بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر دے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الزمر:35) (2) اللہ تعالیٰ کے یہاں نیک اعمال مقبول ہوں گے۔

(3)﴿إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا (۱۰) فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا (۱۱) وَجَزٰهُمْ

بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا (۱۲)﴾ ''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشم دیا۔'' (الدھر:10,12)

(4)﴿وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ دے'' یعنی وہ اپنے فضل وکرم سے اعمال سے بڑھ کر انھیں عطا کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اس دن جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا تو یقیناً اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور یہی واضح کامیابی ہے'' (الانعام:16)

(5)﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور ان چیزوں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (یونس:26)

(6)﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے رزق سے مراد جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ بے حساب رزق دیتا ہے، اس سے مراد بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کرنا ہے۔ جہاں رزق کی فراوانی ہو گی۔ (قرآناجبا) ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کر دی ہیں، جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال بھی گزرا ہے۔ اگر جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو، ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کیا چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ (بخاری:3244)

(7) اللہ تعالیٰ انہیں اتنا اجر عطا کرے گا کہ ان کے اعمال وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ بغیر شمار اور بغیر ناپ تول کے اجر عطا فرمائے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے اُن کے اعمال صحرا میں سراب جیسے ہیں۔ جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' (39)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّ

وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے اُن کے اعمال صحرا میں سراب جیسے ہیں۔ جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے'' یعنی جنہوں نے اپنے رب کا، اس کے رسولوں کا، آخرت کے دن کا انکار کیا رب العزت نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ کافروں کے اعمال کے اکارت جانے اور ان کی حسرت کو ظاہر فرمائے۔

(2)﴿اَعْمَالُهُمْ﴾ ''اُن کے اعمال'' اس سے مراد وہ اعمال ہیں جنہیں کافر اور مشرک نیکیاں سمجھ کر کرتے ہیں۔ مثلاً صلہ رحمی، صدقہ وخیرات، ہسپتال بنانا، غریبوں کی خدمت کرنا، بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنا، بیت اللہ کی تعمیر، حاجیوں کو پانی پلانا۔ (قرآناً عجباً)

(3)﴿كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً﴾ ''صحرا میں سراب جیسے ہیں۔ جس کو پیاسا پانی خیال کرتا ہے'' سراب چلنے کو کہتے ہیں، اس ریت کو کہتے ہیں جو چلتے ہوئے پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ جو سورج کی شعاعوں کی وجہ سے چمکتی ہے تو پانی نظر آتا ہے۔ کافروں کے اعمال کی مثال سراب کی طرح ہے جیسے سراب بنتے ہیں تو ریت پانی نظر آتی ہے ایسے ہی کافروں کے اعمال ہیں جو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بے وزن ہو جائیں گے اور اُن کی جزا نہیں ملے گی۔ (قرآناً عجباً)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاۗءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اسے اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔'' (الفرقان:23)

(5)﴿حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا﴾ ''حتیٰ کہ جب وہاں آیا تو اس نے کچھ بھی نہ پایا'' یعنی جیسے سراب کے پاس جانے والے کو پانی نہیں ملتا اسی طرح کافر قیامت کے دن آئے گا اور وہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس خیر پائے گا جب کہ وہ اس کے پاس جائے گا تو بھلائی نہیں پائے گا بلکہ آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ (جامع البیان:159/18)

(6) پس اسے سخت ندامت ہوتی ہے اور امید کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے اس کی پیاس اور بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح کفار کے اعمال سراب کی مانند ہیں۔ جاہل شخص جو معاملات کو نہیں جانتا اسے وہ اعمال اچھے دکھائی دیتے ہیں، ان کی ظاہری شکل وصورت اس کو دھوکے میں ڈال دیتی ہے۔ اپنی خواہشات نفس کی وجہ سے انہیں بھی اچھے اعمال سمجھتا ہے اور وہ اعمال کا اسی طرح محتاج ہوتا ہے جس طرح ایک پیاسا شخص پانی کا محتاج ہوتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز جب اپنے اعمال کا سامنا کرے گا تو ان کو ضائع شدہ اور بے فائدہ پائے گا اور حال یہ ہوگا کہ یہ اعمال اس کے حق میں ہوں گے نہ اس کے خلاف ہوں گے۔ (تفسیر السعدی:1826/2)

(7)﴿وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ﴾ ''اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ کو موجود پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا پورا حساب چکا دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے کسی معمولی کام کو بھی مخفی نہیں پائے گا تھوڑا یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا حساب چکا دے گا۔

(8)﴿وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' وہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو دور نہ سمجھیں وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾

''یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے، اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں، جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔'' (40)

سوال 1: ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا﴾ ''یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے، اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں، جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ ''یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں'' سیدنا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کے لیے دوسری مثال بیان فرمائی ہے اور اس میں پانچ تاریکیاں ہیں۔ اس کا کلام تاریک، اس کا علم تاریک، اس کا عمل تاریک، اس کا نکلنا تاریک، اس کا داخل ہونا تاریک، اور اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں قیامت کے دن آگ میں ہوگا۔ (جامع البیان: 161/18)

(2) گہرے سمندر سے مراد دنیا ہے۔

(3)﴿يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ﴾ ''جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے'' (I) موجوں سے دنیا کی زندگی کی موجیں ہیں یعنی وقت کی لہریں، گزرنے والا وقت ہے۔ (II) بادل سے مراد کافرانہ اعتقاد ہیں۔ (قرآناً عجبا)

(4)﴿ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ ''اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں'' ﴿ظُلُمٰتٌ﴾ سے مراد اندھیرے ہیں۔ کافروں کے کفر کو ظُلُمٰت سے یعنی اندھیروں سے مثال دی ہے۔ عقیدے کے اندھیرے ہیں۔ شرک کے اندھیرے ہیں۔ گمراہیوں کے اندھیرے ہیں۔ اللہ کے عذاب سے اور انجام سے ناواقفیت کے اندھیرے ہیں۔ کفر کے اندھیرے جو کافر کو ہدایت کے راستے پر نہیں آنے دیتے۔ (قرآناً عجبا)

(5)﴿اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا﴾ ''جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے۔'' (I) دوسری مثال میں کفر کے

اندھیروں کو سمندر کے اندھیروں سے واضح کیا کہ دنیا کی زندگی میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی نہیں پاتے کیسے اُن کے لئے گزرتے وقت اور حالات میں صحیح رویہ رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔(ii) سمندر کے اُوپر بادل ہے سمندر میں چونکہ کفر کے اندھیرے ہیں اس لیے اندھیروں سے اُٹھنے والے بادل وہ کافرانہ اعتقادات ہیں جو گمراہیوں پر مشتمل ہیں۔(iii) جیسے گہرے سمندر کے اندھیروں میں جہاں سمندر کے اُوپر بادل چھائے ہوئے ہوں، موج پر موج چھائی ہوئی ہو، ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہیں دیتا ایسے ہی کافر پر اُس کے کافرانہ اعتقادات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ اُسے حق دکھائی نہیں دیتا اس لیے وہ ہدایت نہیں پا سکتا۔ (قرآناً عجباً)

(6)﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔''(i) دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا نور اللہ تعالیٰ کی ہدایت، اللہ کا کلام، اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ جو زندگی گزارنے کا پروگرام ہیں۔(ii) آخرت میں میدان حشر میں ملنے والا نور ہے۔

(7) کیونکہ اس کا نفس ظالم اور جاہل ہے، اس میں کوئی بھلائی اور کوئی روشنی نہیں سوائے اس بھلائی اور روشنی کے جو اس کا رب اسے عطا کر دے۔ ان دونوں تمثیلوں میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس سے تمام کفار کے اعمال مراد ہوں۔ دونوں تمثیلیں کفار کے اعمال پر منطبق ہوتی ہیں اور اعمال کے تعداد اور صاف کی بنا پر ان کو متعدد بیان کیا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ دونوں مثالیں الگ الگ گروہوں کے لئے بیان کی گئی ہوں۔ پہلی تمثیلیں قائدین کے لئے اور دوسری مثال پیروکاروں کے لئے ہو۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر السعدی:1827/2)

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' (ابراہیم:27)

(9)﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' (الاعراف:186)

(10)﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰي عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰي سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰي بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنے خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کے باوجود اسے گمراہی میں ڈال دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اس کو ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' (الجاثیہ:23)

رکوع نمبر 12

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰۗفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ

وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے ہیں؟ ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں''(41)

سوال 1:﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے ہیں؟ ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے اپنا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ! کیا آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھ سے نہیں دیکھا کہ تم جانتے کہ کائنات کی ہر مخلوق فرشتے، انسان، جنات، حیوانات، نباتات جمادات، اپنے رب کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ یعنی زبان قال اور زبان حال سے اس کی پاکی بیان کر رہی ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (سورہ بنی اسرائیل:44)

(2)﴿وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ﴾ ''اور پرندے بھی جو پَر پھیلائے ہوئے ہیں'' اور وہ پرندے جو پَر پھیلائے اُڑ رہے ہیں۔

(3)(i) پرندے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں ان کی تسبیح آسمان اور زمین کے درمیان فضاؤں میں اُڑتے ہوئے ہوتی ہے جب کہ دوسری مخلوقات یعنی حیوانات زمین پر چلنے پھرنے کی قدرت رکھتے ہیں فضاؤں میں پرواز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (ii) پرندوں کا تذکرہ اُن کی صف بندی اور منظم پرواز کی وجہ سے کیا گیا۔ (قرآناً عجبا)

(4)﴿كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ﴾ ''ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جان لیا ہے'' یعنی مخلوق کے دلوں میں جو تسبیح الہام کر دی گئی وہ اپنی تسبیح اور نماز کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت کا ہر طریقہ بتا دیا ہے اور ایک راستہ سمجھا دیا ہے۔

(5) کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ جس کام پر اسے اللہ تعالیٰ نے لگا دیا ہے بلا چوں چرا اس کو سرانجام دے رہی ہے۔ اور فطری قانون اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ ان سے سرمو تجاوز نہیں کرتی۔ ایسی

اطاعت کو بھی ان کی نماز اور تسبیح کہا جاسکتا ہے۔ تاہم ان اشیاء کی نماز اور تسبیح اس کے علاوہ اور چیز ہے جسے ہم انسان یا جن جو مکلف مخلوق ہے، جان نہیں سکتے۔ اور تسبیح کرنے والی اشیاء اپنی نماز اور اپنی تسبیح اور اس کا طریق کار کو خوب جانتی ہیں (تیسیر القرآن:275/3)

(6) رب العزت نے پہاڑوں کی تسبیح کے لیے فرمایا: ﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ ''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح و شام تسبیح کرتے تھے۔'' (ص:18)

(7) چیونٹیوں کی تسبیح کے بارے میں نبی ﷺ نے واضح فرمایا کہ چیونٹی نے ایک نبی عزیر یا موسیٰ علیہ السلام کو کاٹ لیا تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیئے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا تو تم نے ایسی خلقت کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔ (بخاری:3019)

(8) (i) اللہ تعالیٰ نے انسان پر واضح کیا ہے کہ ہر مخلوق کو اس کا طریقہ زندگی اللہ تعالیٰ نے الہام کیا ہے۔ ہر ایک کے پاس اس کا علم اور فہم الہامی ہے یعنی یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے اور ہر ایک اپنا طریقہ جانتا ہے کہ وہ تسبیح کیسے کرے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس طرح اُن کی تخلیق پر کوئی اور قادر نہیں ایسے ہی اُن کے علم پر بھی کوئی اور قدرت نہیں رکھتا، حتیٰ کہ وہ خود بھی نہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ ننھی مخلوقات اپنے خالق کو پہچانتی ہیں اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتی ہیں لیکن تمہیں اختیار دیا ہے جس میں تمہارا امتحان ہے کہ چاہو تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لو اور چاہو تو انکار کر دو۔ اور تم اپنے خالق کو نہیں پہچانتے اپنی زندگی کے پروگرام کا علم نہیں رکھتے اور اپنی تسبیح اور عبادت کے طریقے نہیں جانتے (iii) اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے علم سے انسان کو اُس کی لاعلمی کا شعور دلایا ہے کہ دیکھو تم اپنے رب کی ذات و صفات کا علم نہیں رکھتے یہی علم کی کمی تو انسان کی تسبیح، عبادت اور اطاعت میں رکاوٹ ہے۔ (iv) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اس کے نور تک رسائی علم کے بغیر ممکن نہیں۔ علم کے بغیر تو کفر اور گمراہی کے اندھیرے ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کی روشنی میں نہیں وہ اندھیرے میں ضرور ہیں۔ (v) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ پرندوں کے پاس وہ عقل نہیں تھی جو انسان کے پاس ہے تو پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے الہام کر دیا لیکن تمہارے پاس وحی کے توسط سے علم آیا رسولوں نے تمہیں علم سکھانے کی کوششیں کی لیکن اتنی منظم کائنات میں سب سے باشعور مخلوق کتنی غیر منظم ہے۔ جیسے اقبال نے کہا: صفیں کج، جبین پریشان، سجدے بے ذوق (vi) اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی تنظیم سے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کی وجہ پختہ الہامی علم ہے لہٰذا انسانی زندگی کے لئے سبق حاصل کرو کہ علم وحی کو پختہ کئے بغیر نہ وہ تنظیم سیکھ سکتے ہو نہ تمہاری صف بندی ہو سکتی ہے نہ تمہاری زمین پر زندگی نتیجہ خیز ہو سکتی ہے، لہٰذا علم وحی کی پختگی کے لئے کوشش کرو۔ (vii) کائنات انسان کا ماحول ہے اور ہر چیز جس ماحول میں رہتی ہے اس کا اثر قبول کرتی ہے انسان کو وہ ماحول دکھایا گیا ہے جس میں وہ رہتا ہے اور یہ سمجھایا گیا ہے کہ دیکھو ہر چیز کیسے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور عبادت میں مشغول ہے انسان کے دائیں بائیں آگے پیچھے، اوپر نیچے ہر چیز شکلوں، رنگوں اور مزاجوں کے اختلاف کے باوجود بنیادی مقصد کے اعتبار سے ایک ہیں سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کی

حمد بیان کرنا، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا ہے۔(viii) انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہر چیز ویسی ہی ہے جیسے اس کو رہنا چاہیے لہٰذا آپ بھی ویسے رہو جیسے آپ کو رہنا چاہیے یعنی حق کے مطابق۔ (قرآناجبا)

(9)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز حرکت میں ہے تسبیح بیان کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال سے باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سب کو کائنات میں حرکت کرنے کے مواقع دے رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس پر وہ گرفت کرے گا لہٰذا شعور اور ارادے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم حاصل کرو، اپنی زندگی کے پروگرام کا علم حاصل کرو، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تسبیح میں مشغول ہو جاؤ۔ (قرآناجبا)

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے'' (42)

سوال 1: ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے'' مالک و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے'' اللہ رب العزت ساری کائنات کا مالک و مختار ہے۔ وہی بادشاہ ہے، سچا معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ زور آور بادشاہ ہے جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ سب کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے۔

(2)﴿وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔'' (i) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے نہ بھاگو۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ اس کے عذاب سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں لہٰذا اپنی جان بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جانے کے، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اللہ تعالیٰ کی غلامی کے طریقوں کا علم حاصل کرو جیسا کہ ہر مخلوق صاحب علم ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں لہٰذا سرکشی چھوڑ کر اس کی طرف توجہ کر لو اُسے جانو، اُسے سمجھو، اُس سے خوف رکھو، اُسی سے اُمید کا رشتہ قائم کر لو، اسی پر توکل کرو، اُسی کے لئے جیو، اُسی کے لئے جان دے دو، اُسی کے لئے جینے کے طریقوں کا علم حاصل کر لو، اُسی کے لئے جان گھلانے اور جان دینے والے کام کرو، اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ ہر ایک کے بارے میں عدل سے فیصلے کرے گا۔ (قرآناجبا)

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے پھر آپس میں ملاتا ہے پھر اُسے تہ در تہ بناتا ہے پھر آپ بارش کو دیکھتے ہیں اُس کے درمیان سے نکلتی ہے اور وہ آسمان کے ان پہاڑوں سے اَولے نازل کرتا ہے، جو اس (آسمان) میں ہیں پھر جس پر چاہتا ہے اُس کو پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے'' (43)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے پھر آپس میں ملاتا ہے پھر اُسے تہ در تہ بناتا ہے پھر آپ بارش کو دیکھتے ہیں اُس کے درمیان سے نکلتی ہے اور وہ آسمان کے ان پہاڑوں سے اَولے نازل کرتا ہے، جو اس (آسمان) میں ہیں پھر جس پر چاہتا ہے اُس کو پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادل برستے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے'' رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ کیا آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا نظارہ نہیں کیا کہ کیسے وہ بادلوں کے بکھرے ٹکڑوں کو نرمی اور سہولت سے اکٹھا کرتا ہے۔

(2) ﴿ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا﴾ ''پھر آپس میں ملاتا ہے پھر اُسے تہ در تہ بناتا ہے'' اللہ تعالیٰ کیسے بادلوں کو اکٹھا کر دیتا ہے اور بادل کس طرح تہ بہ تہ جم جاتے ہیں۔ وہی بادل پہاڑوں کی مانند ہو جاتے ہیں۔

(3) ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ﴾ ''پھر آپ بارش کو دیکھتے ہیں اُس کے درمیان سے نکلتی ہے'' آپ بادلوں سے بارش کو برستے ہوئے دیکھتے ہو کس طرح وہ بارش برستی ہے اور اس سے زمین سیراب ہو جاتی ہے۔ ندی نالے اور دریا بھر جاتے ہیں۔ قسم قسم کی نباتات اگتی ہے۔

(4) (i) بارش کے لئے سورج اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حرارت دیتا ہے۔ (ii) بارش کے لئے سمندر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پانی کو بھاپ میں تبدیل ہونے کے لئے اللہ کے پانی حاضر کر دیتے ہیں۔ (iii) بارش کے لئے اوپر کی فضا سمندر سے اُٹھنے والی بھاپ کو ٹھنڈا کرنے کا کام کرتی ہے۔ (iv) بارش کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہوائیں بادلوں کو لے چلتی ہیں۔ (v) بارش کے لئے بادلوں کے ٹکڑے اللہ تعالیٰ کی حکم سے جڑ جاتے ہیں۔ (vi) اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے بارش کے قطروں کو ٹپکا دیتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(5) اللہ تعالیٰ نے بارش کی مثال سے یہ شعور دلایا ہے کہ بارش ایک ہم آہنگ عمل یعنی اجتماعی عمل کے نتیجے میں وجود میں آتی ہے زمین سے لے کر سورج تک ایک عظیم عمل جاری ہوتا ہے تو بارش برستی ہے۔ انسان کو یہ توجہ دلائی جارہی ہے کہ اگر سورج کو فقط اپنی فکر لاحق رہے سمندر اپنے گھر کے اندر مگن رہیں، سمندروں کا پانی فضاؤں میں نہ پہنچے اور پھر بادلوں کے ٹکڑے، ٹکڑیوں میں بٹے رہیں اور کوئی انہیں جوڑنے والا نہ ہو تو بارش کیسے برسے؟ (قرآناً عجبا)

(6) ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' (الروم:48)

(7) ﴿اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ۟ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا اسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟'' (الواقعہ:69,68)

(8) ﴿وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ﴾ ''اور وہ آسمان کے اُن پہاڑوں سے اَولے نازل کرتا ہے جو اس میں ہیں'' اس سے مراد آسمان میں، بادلوں میں برف کا جم کر پہاڑ کی شکل اختیار کر لینا ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اولے برساتا ہے۔ (ii) اولوں کا برسنا ہلاکت کا باعث بنتا ہے جبکہ برف کا آہستگی کے ساتھ برسنا رحمت کا باعث بنتا ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے رحمت عطا کرتا ہے۔ جس کو چاہے ہلاک کر دیتا ہے (قرآناً عجبا)

(9) ﴿فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ﴾ ''پھر جس پر چاہتا ہے اُس کو پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس پر چاہتا ہے زالہ باری کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بچا لیتا ہے۔

(10) ﴿یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾ ''قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھو ان بادلوں کے اندر سے بجلی نکلتی ہے جن کی تیز روشنی اور چمک کی وجہ سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔

(11) وہ ہستی، وہ ذات جس نے بادلوں کو اٹھایا، پہنچایا اور برسایا کہ ہمیں فائدہ حاصل ہو وہ کامل قدرت اور رحمت کی مالک ہے۔

﴿یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو پلٹاتا ہے، بلاشبہ آنکھوں والوں کے لئے اس میں یقیناً عبرت ہے'' (44)

سوال 1: ﴿یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو پلٹاتا ہے،

بلاشبہ آنکھوں والوں کے لئے اس میں یقیناً عبرت ہے" رات دن میں اللہ تعالیٰ ہی کا تصرف ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو پلٹاتا ہے" (i) اللہ تعالیٰ دن اور رات کے بدلنے سے کبھی دن لمبے اور راتیں چھوٹی اور کبھی راتیں لمبی اور دن چھوٹے کر دیتے ہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہٹا کر دن کے اندھیرے دور کر دیتے ہیں۔ سورج کی روشنی سے زمین کو چمکا دیتے ہیں۔ (iii) اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہٹا کر رات کی تاریکی کو چاند کی روشنی سے دور کر دیتے ہیں یوں اللہ تعالیٰ کے نور اور اندھیروں کو کائناتی منظر سے دکھاتے ہیں کہ روشنیاں اور تاریکی کیسے اس کے حکم کی پابند ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے وہ زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں، میرے ہی ہاتھ میں سب کچھ ہے میں رات اور دن کو ادلتا بدلتا رہتا ہوں۔ (بخاری:4826)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم تکلیف دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! تو کوئی تم میں سے ہرگز یوں نہ کہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! اس لیے کہ زمانہ میں ہوں، رات اور دن میں لاتا ہوں، جب میں چاہوں گا تو رات اور دن ختم کر دوں (جب رات اور دن کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو رات اور دن کو یعنی زمانے کو گالی دینا دراصل اللہ کو گالی دینا ہوگا" (مسلم:5864)

(4)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ "اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔ اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنی مدتِ مقررہ تک چلتا ہے۔ سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔" (الزمر:5)

(5)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ "بلاشبہ آنکھوں والوں کے لئے اس میں یقیناً عبرت ہے۔" (i) عبرت کے اصل معنی ہیں عبور کرنا، طے کرنا۔ (ii) عبرت سے مراد وہ شعوری سفر ہے جس میں انسان ایک واقعے سے حقیقت کو Link کرتا ہے جب ایک انسان کسی ظاہری واقعے پر غور و فکر کا سفر کرتے ہوئے اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کے نور کو پالیتا ہے تو اسی کو عبرت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بصیرت والے وہ ہیں جو ظاہری واقعے سے غور و فکر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے نور کو پالیتے ہیں۔ (قرآناً عجباً)

(6)﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ "کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو دکھلانے والا بنایا؟ واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔" (النمل:86)

(7)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ "اور اُس کی

نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اُس کے فضل میں سے تلاش کرنا، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔" (الروم:23)

(8)﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ "یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔" (آل عمران:190)

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤی اَرْبَعٍ ؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

"اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے" (45)

سوال 1:﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤی اَرْبَعٍ ؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے" ہر طرح کی مخلوق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبے کی دلیل ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ﴾ "اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا" اللہ تعالیٰ کی ساری جاندار مخلوقات کا مادہ تخلیق پانی ہے رب العزت نے فرمایا ہے:﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ "اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟" (الانبیاء:30)

(2) پس وہ حیوانات جن کا سلسلہء تناسل جاری ہے، ان کا مادہ تخلیق نطفہ کا پانی ہے جب نر مادہ کو حاملہ کرتا ہے تو اسی آب نطفہ سے تخلیق ہوتی ہے اور وہ حیوانات جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں وہ صرف پانی کی رطوبتوں سے پیدا ہوتے ہیں، مثلاً حشرات الارض۔ ان میں نطفہ وغیرہ موجود نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ آب نطفہ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ پس مادہ تخلیق ایک ہے، مگر اس سے پیدا ہونے والی مخلوق بہت سے پہلوؤں سے (ایک دوسرے سے) مختلف ہوتی ہے (تفسیر السعدی:1831/2.1830)

(3)﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ "اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اُس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے

کون زیادہ اچھا ہے۔'' (ہود:7)

(4) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یمن کے کچھ لوگ آپ کے پاس عالم کی پیدائش کا حال پوچھنے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (پہلے صرف) اللہ کی ذات تھی اور اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ لیا اور آسمان اور زمین پیدا کئے۔'' (بخاری کتاب بدء الخلق) (5) حیوانات کی اصل کا ایک ہونا، اللہ کے ایک ہونے تک لے جاتا ہے۔

(6) ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ﴾ ''پھر ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے'' یعنی سانپ اور اس جیسے جانور جو پیٹ کے بل رینگ کر چلتے ہیں۔

(7) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ﴾ ''اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے'' یعنی انسان اور پرندے جو دو پاؤں پر چلتے ہیں۔

(8) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ﴾ ''اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے'' جیسے چوپائے اور مویشی وغیرہ چلتے ہیں۔

(9) ﴿يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔'' جیسے بعض حیوانات چار سے زیادہ پاؤں رکھتے ہیں۔

(10) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۚ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، بعض کئی تنوں والے ہیں اور بعض ایک تنے والے ہیں۔ سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو مزے میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' (سورہ الرعد:4)

(11) (i) اللہ تعالیٰ نے زندگی کی ایک اصل کو اپنی قدرت کا نشان بنایا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے ایک مادہ سے مختلف شکلوں والے جانور بنا کر اپنی قدرت کو ثابت کیا ہے (iii) اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ارادے اور تقدیر کے بغیر یہ اتفاق نہیں ہے کہ ہر چیز کی ایک تقدیر مقرر ہو گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اُس نے ہر چیز کو تخلیق کیا، ہدایت دی اور یہ شعور دیا کہ اُس کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے'' (46)

سوال 1: ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے'' قرآن مجید کے احکامات حکمتوں اور مصلحتوں والے

ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں زندگی کی کامیابی کے لیے احکامات اور ہدایت کا واضح بیان ہے۔ یہ آیات شریعت کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں جس سے گمراہی اور ہدایت میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

(2) یعنی ایسی واضح علامات ہیں جو حق کے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ (جامع البیان 166/18)

(3) یہ آیات اس ہستی کی نازل کردہ ہیں جس کا علم کامل ہے۔ ان کے نزول کے بعد کسی حق کو تلاش کرنے والے کے لیے مشکل باقی نہیں رہ گئی اور باطل پسند کے لیے کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی۔ ﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ''تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔'' (سورہ الانفال:42)

(4)﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جن کے لیے بھلائی سبقت لے گئی۔ یہ آیات ہی صراط ہیں۔ یہ صراط الحق، صراط الھدیٰ، اور صراط النور ہیں۔ اور سچے مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول کے حکم کو قبول کرتے ہیں۔

(5)(i) صراط مستقیم سے مراد ہدایت کا راستہ ہے۔ (ii) صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے جس کے مطابق زندگی بسر کر کے انسان اپنی منزل جنت تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ سیدھا جنت تک لے جانے والا راستہ ہے اسی اعتبار سے اسے صراط مستقیم کہا گیا۔ (قرآناً عجبا)

(6) اس راستے پر وہ لوگ چلتے ہیں جو علم حق کو ترجیح دیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں'' (47)

سوال 1:﴿وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' منافقوں کی بری عادات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت

کی" منافق اپنی زبانوں سے کہتے تھے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے بغیر یقین کے جس میں اخلاص نہیں تھا۔ (تفسیر قرطبی:6/225)

(2)(i) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان دل میں بیٹھ جائے تو اس کے اثرات انسان کے عمل سے ظاہر ہوتے ہیں۔(ii) ایمان ایک شعور ہے جو عمل کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ایمان کے دل میں بیٹھنے کے بعد انسان متحرک ہو جاتا ہے یہ شعور انسان کو بیٹھنے نہیں دیتا یہ بیداری ہر دم تیاری پر آمادہ رکھتی ہے۔

(iii) ایمانی شعور دل میں جتنا پختہ ہو جاتا ہے انسان زمین پر اتنا بڑا کام کرنے کی پوزیشن میں آجاتا ہے۔ایمانی شعور کو مسلسل زندہ و متحرک رکھنے کے لئے کوششیں کرنی پڑتی ہیں۔(a) ایمانی شعور کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لئے حیات بخش علم کی ضرورت ہے۔(b) ایمانی شعور کو زندہ اور متحرک رکھنے والا علم محض مطالعے سے نہیں آتا۔اس کے لئے باقاعدہ طور پر سیکھنے کی ضرورت ہے۔(c) ایمانی شعور کو زندہ رکھنے والی کتاب قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ ہے۔اُن کو تا حیات سیکھتے رہنے والا، اُس کو پڑھنے اور پڑھانے والا، اُس کو سچی روح کے ساتھ سیکھنے کے لئے غور و فکر کرنے والا، اپنے شعور کی زندگی کے لئے کوششیں کرتا ہے۔(d) ایمانی شعور کو متحرک رکھنے والی علمی مجالس ہیں۔(e) ایمانی شعور کو بیدار رکھنے والے دعوتی کام ہیں جن کو اسلامی تنظیمیں منظم کرتی ہیں۔(f) ایمانی شعور کو بیدار رکھنے والے جہادی کام ہیں جہاں انسان اپنے شعور کی آخری منزل کو پہنچ جاتا ہے۔(g) ایمانی شعور کو متحرک رکھنے کے لئے کسی اسلامی تنظیم کے ساتھ وابستگی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان کی وابستگی ایمانی کاموں سے نہیں رہ جاتی، آہستہ آہستہ دبے پاؤں دنیا کی محبت دل میں بسیرا کر لیتی ہے، شعور زنگ آلود ہونے لگتا ہے، ایمانی حرکت کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔اور ایمانی شعور رکھنے والے انسان بھی کھوٹے ہو جاتے ہیں۔(قرآناً عجباً)

(3)﴿ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ "پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اقرار کے باوجود ان میں سے ایک جماعت منہ موڑنے لگتی ہے یعنی اپنے عملوں سے مکرانے لگتی ہے۔جو کہتی ہے وہ کرتی نہیں کیونکہ دلوں میں ایمان کی بجائے نفاق ہے اس لیے یہ مومن نہیں۔

(4)(i) کسی کے مومن ہونے کے لئے دل اور دماغ کی سوچ کا بھی ایمانی ہونا ضروری ہے۔(ii) کسی کے مومن ہونے کے لئے نفس کی کیفیات کا بھی ایمانی ہونا ضروری ہے (iii) کسی کے مومن ہونے کے لئے اس کے اعمال کا ایمانی ہونا بھی ضروری ہے۔(قرآناً عجباً)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾ "اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے مال والے لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں گے۔" (سورۃ التوبہ:86)

(6)﴿وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں" یعنی جن کے دلوں میں شک ہے، جن کا ایمان کمزور

ہے، جو زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دل ان کے ساتھ نہیں دیتے اور وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہتے اس لیے وہ اطاعت نہیں کرتے۔ کتنے ہی کمزور ایمان کے لوگ ہیں جو نماز قائم نہیں کرتے، جو زکوۃ ادا نہیں کرتے، جو صدقات نہیں کرتے۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ﴾ ''اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ ہی داخل ہوئے تھے اور یقیناً اسی کے ساتھ ہی نکل گئے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے تھے۔'' (المائدہ:61)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔'' (مسلم:2784)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ساری اُمت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا'' صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ ''جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔'' (بخاری:7280)

﴿وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

''اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے'' (48)

سوال 1: ﴿وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے۔'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ﴾ ''اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے'' یعنی جب انہیں جھگڑوں کے فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا ہے۔

(2) ﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے۔'' (i) جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے تھے لیکن عملی طور پر وہ ایمان سے منہ موڑتے تھے اور عذر پیش کرتے تھے۔ (ii) جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حقیقت نہیں بیٹھی تھی وہ ان فیصلوں سے منہ موڑ جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں سے وہ لوگ اس لیے منہ موڑتے تھے کہ انہیں یقین تھا رسول اللہ ﷺ کی عدالت سے جو فیصلہ ہوگا اس میں کسی کی رعایت نہیں ہوگی (قرآناً عجباً) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى

اَلَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (۶۰) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (۶۱) ﴾ ''کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقیناوہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں۔ اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کردے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔ (النساء:61,60)

(3) اگر انہیں قرآن کی طرف جس کو حق تعالیٰ نے رسول ﷺ پر اتارا ہے اور ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور دلوں میں اس کی پیروی کرنے پر ازراہ غرور تیار نہیں ہوتے (مختصر ابن کثیر:2/1341)

(4) اس آیت کا حکم آپ ﷺ کی زندگی تک محدود نہیں۔ بلکہ آپ کے پاس کوئی بھی اسلامی حکومت جس میں عدالتیں کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق فیصلے کرتی ہوں اور ایسی عدالت کی طرف سے اگر کوئی شخص کو بلاوا یا سمن آئے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہی بلاوا سمجھا جائے گا۔ اور اس سے اعراض کرنے والا مومن نہیں بلکہ منافق ہوگا۔ علاوہ ازیں ہمارے اختلافی مسائل میں بھی قرآن اور سنت حکم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کتاب اور سنت میں ہمارے اکثر اختلافی مسائل کا حل بھی موجود ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن وسنت کی طرف جانے یا اس کا فیصلہ ماننے سے اعراض کرے تو وہ بھی حقیقتاً مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔ (تیسیر القرآن:3/277)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے سے اعراض کی کیا وجوہ ہوسکتی ہے؟

جواب: منافقوں کے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے اعراض کی تین وجوہات ہوسکتی ہیں۔ (i) ایک یہ کہ وہ سچے دل سے ایمان نہ لایا ہو بلکہ اپنے ذاتی مفادات کے حصول کی خاطر مسلمان ہوگیا ہو۔ (ii) دوسرے یہ کہ وہ ایمان کا دعوے کرنے کے باوجود اس شک وشبہ میں مبتلا ہو کہ یہ شخص واقعی اللہ کا رسول ہے بھی یا نہیں؟ یا یہ اللہ کا قرآن ہے بھی یا نہیں؟ یا آخرت کے دن کے قیام اور اس دن جزا وسزا کا عقیدہ کچھ حقیقت بھی رکھتا ہے یا نہیں یا یہ سب باتیں محض افسانے یا من گھڑت باتیں ہیں۔ (iii) تیسرے یہ کہ وہ اللہ اور رسول کو مان لینے کے بعد یہ اندیشے رکھتے ہیں کہ قرآن کے فلاں حکم نے ہمیں ذلیل کرکے رکھ دیا ہے اور مصیبت میں ڈال دیا ہے یا رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ ہمارے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ ان تینوں صورتوں میں سے جو بھی صورت ہو ان کے ظالم ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ایسا شخص خود بھی فریب میں مبتلا ہے اور فی الحقیقت بڑا دغاباز اور خائن ہے۔ جو ذاتی مفادات کی خاطر مسلمان بنا ہوا ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی فریب دے رہا ہے۔ وہ اپنے آپ پر بھی ظلم کر رہا ہے اور باقی مسلمانوں پر بھی جو اس کے زبانی دعوے پر اعتماد کرکے اسے اپنی ملت میں شامل کر لیتے ہیں۔ ان کے ظالم ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اپنا حق تو پورا پورا وصول کریں۔ خواہ اس میں دوسروں کی کتنی زیادہ حق تلفی ہو رہی ہو۔ اور اسی

غرض کے تحت وہ اپنا فیصلہ وہاں لے جانا چاہتے ہیں جہاں انہیں اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کی توقع ہو۔اور یہ دونوں باتیں ان کے ظالم ہونے کی دلیل ہیں۔(تیسیر القرآن 3/278)

﴿وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ﴾

''اور اگر حق ان ہی کا ہو تو رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آجاتے ہیں'' (49)

سوال 1:﴿وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ﴾ ''اور اگر حق ان ہی کا ہو تو رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آجاتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ﴾ ''اور اگر حق ان ہی کا ہو تو رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آجاتے ہیں۔'' یعنی اگر فیصلہ ان کے اپنے حق میں ہوتا ہے تو خوشی خوشی گردن جھکائے چلے آتے ہیں اور حاکم کے فیصلے کو من کر تسلیم کر لیتے ہیں۔

(2) وہ شریعت کے اس فیصلے کو قبول کر لیتے ہیں جو ان کی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے۔وہ اس بنا پر فیصلے کو قبول نہیں کرتے کہ یہ شرعی فیصلہ ہے۔

(3) اگر فیصلہ ان کی خواہشات کے خلاف پڑتا ہو تو وہ اس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتے بلکہ مقدمے غیروں کے پاس لے جاتے ہیں۔جب ان کی خواہشات حق کے مخالف پڑتی ہیں وہ فیصلے دوسروں کے پاس لے جاتے ہیں۔

(4) مومن وہ ہے جو خوشی اور غم میں حق کی پیروی کرتا ہے جب شریعت کا حکم اس کی خواہشات نفس کے خلاف ہو تو وہ شریعت کو مقدم رکھتا ہے۔

﴿اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟ بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں'' (50)

سوال 1:﴿اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟ بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کرتے ہیں اور شریعت کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتے ان کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟'' یعنی جس نے ان کے دلوں کو صحت کے دائرہ سے نکال دیا، اس کا

احساس جاتا رہا اور وہ بیمار آدمی کی طرح ہو گئے جو ہمیشہ اس چیز سے اعراض کرتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہے اور اس چیز کو قبول کرتا ہے جو اس کے لئے ضرر رساں ہے۔" (سعدی 2/1833)

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض فطری فرائض ہیں اور کوئی سلیم القلب انسان ان فرائض سے منہ نہیں موڑ سکتا چونکہ نفاق کی وجہ سے فطرت صحت مند نہیں رہتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے بیماری قرار دیا ہے۔ (قرآنا عجبا)

(3) ﴿اَمِ ارْتَابُوْٓا﴾ "یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟" یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کے بارے میں شک میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ حق کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔

(4) (i) شک کی بیماری کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں شک ہو جاتا ہے۔ (ii) انسان کو اللہ تعالیٰ کے عدل کے بارے میں شک ہو جاتا ہے۔ (iii) انسان کو یہ شک ہو جاتا ہے کہ آیا اسلام عادلانہ نظام قائم کر سکتا ہے یا نہیں۔ (قرآنا عجبا)

(5) یہ سوال نفرت اور تعجب کے اظہار کے لیے ہے کہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ خالق اور رازق کے بارے میں کوئی شک میں مبتلا ہو جائے۔ (قرآنا عجبا)

(6) ﴿اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ "یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟" یعنی اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ظلم و جور پر مبنی فیصلہ کرے گا حالانکہ یہ تو انہی کا وصف ہے۔ (تفسیر السعدی 2/1833)

(7) ﴿بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ "بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں پر راضی نہ ہونے والوں کو ظالم قرار دیا ہے۔ ظالم قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ سچائی اور انصاف کے نظام کو جمنے نہیں دینا چاہتے۔ (قرآنا عجبا)

(8) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ عدل اور حکمت پر مبنی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ "اور کون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟" (المائدہ:50)

(9) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے دل میں بیماری ہے اور اس کے ایمان میں شکوک و شبہات ہیں۔

(10) شریعت کے احکامات کے بارے میں بدگمان ہونا اور ان کو عدل اور حکمت کے خلاف سمجھنا حرام ہے۔

رکوع نمبر 13

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

"درحقیقت مؤمنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر

دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں" (51)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ "درحقیقت مومنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ "درحقیقت مومنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی" رب العزت نے اہل ایمان کی عمدہ عادات کی مدح فرمائی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمد ﷺ کی سنت کے ماسوا کوئی اور راستہ تلاش نہیں کرتے۔

(2) جب انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ان کے مقدموں کے فیصلوں کے لیے بلایا جاتا ہے۔ خواہ وہ فیصلہ ان کی خواہشات کے مطابق ہو یا اس کے خلاف ہو تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اس فیصلے پر ہم نے اطاعت کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ "پس تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔" (النساء:65)

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت کرو، پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔" (النساء:59)

(4) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ "اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو" (محمد:33)

(5)﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرتے رہو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچالیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (التغابن:16)

(6)﴿وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''یہی لوگ کامیاب ہوں گے'' اور جنت میں جائیں گے۔

(7) فلاح کہتے ہیں مطلوب ومقصود کے حصول میں کامیابی اور امر مکروہ سے نجات کو۔ صرف وہی شخص فلاح پاسکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو حکم اور ثالث بناتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اطاعت، خاص طور پر حکم شریعت کی اطاعت کی فضیلت بیان کی، تو تمام احوال میں اطاعت کی فضیلت کا عمومی تذکرہ کیا۔ (تفسیر السعدی:2/1834)

(8) کامیابی کے مستحق وہ لوگ ہیں جو ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کو دل کی خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ (قرآناعجبا)

(9)(i) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں۔ انصاری ہیں، انصار کے ایک سردار ہیں، انہوں نے اپنے بھتیجے جنادہ بن امیہ سے بوقت انتقال فرمایا کہ آؤ مجھ سے سن لو کہ تمہارے ذمے کیا ہے؟ ''سننا اور ماننا، سختی میں بھی آسانی میں بھی، خوشی میں بھی ناخوشی میں بھی، اور اس وقت بھی جب کہ تیرا حق دوسرے کو دیا جارہا ہو اپنی زبان کو عدل اور سچائی کے ساتھ سیدھی رکھ، کام کے اہل لوگوں سے کام کو نہ چھین، ہاں اگر کسی کھلی نافرمانی کا وہ حکم دیں تو نہ ماننا، کتاب اللہ کے خلاف کوئی بھی کہے ہرگز نہ ماننا، کتاب اللہ کی پیروی میں لگے رہنا''۔

(ii) حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نہیں اور بہتری جو کچھ ہے وہ جماعت کی، اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی، خلیفۃ المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں ہے۔ (iii) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام کا مضبوط کڑا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی، نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور مسلمانوں کے بادشاہ کی اطاعت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(10) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کیے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔'' (بخاری:7137)

(11) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مسلمان کے لئے امیر کی بات سننا اور اسکی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ ناپسند کرے جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے پھر جب اسکو معصیت کا حکم دیا جائے پھر نہ سننا باقی رہتا ہے نہ اطاعت کرنا۔'' (بخاری:7144)

(12) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو ہی عامل بنایا جائے جس کا سر منقی کی طرح چھوٹا ہو۔'' (بخاری:7142)

(13) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے حاکموں کی۔ عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک مہم پر بطور افسر کے روانہ کیا تھا۔ (بخاری:4584)

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' (52)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔'' کامیاب لوگوں کی خصوصیات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں'' جس نے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اطاعت اور اس کے احکامات پر اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ (جامع البیان 168/18)

(2) (i) مومن سمع و اطاعت اس لیے کرتا ہے کہ اسے پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہی اس کے حق میں مفید ہے۔ (ii) مومن کو یہ اعتماد ہوتا ہے کہ اسی فیصلے میں اُن کے لیے انصاف ہے۔ (iii) مومن سمع و اطاعت اس لیے کرتا ہے کہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ یا تو شیطان کا بہکاوا ہے یا نفس کی خواہشات (iv) مومن سمع و اطاعت اس لیے کرتا ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ (v) مومن سمع و اطاعت کرنے کے قابل اس لیے ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3) ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔'' (آل عمران.32)

(4) وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔'' (الاحزاب:71)

(5) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (النساء:13)

(6) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔'' (النساء:69)

(7) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ساری اُمت جنت میں جائے گی مگر سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔'' (بخاری:7280)

(8) ﴿وَيَخْشَ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے'' یعنی جو ماضی کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور خواہشات نفس کی تکمیل سے باز آجاتا ہے۔ (9) جو کھلے چھپے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ (10) جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے برے انجام سے ڈرے۔ (جامع البیان 168/18)

(11) ﴿وَيَتَّقْهِ﴾ ''اور اس کی نافرمانی سے بچے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت کرے۔

(12) اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑ کر اس کے برے عذاب سے بچتا ہے۔

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا کہ جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات میں سے ایک وہ ہے کہ جسے اقتدار اور جمال کی مالکہ عورت نے دعوت بدکاری دی مگر اس نے (دعوت کو رد کرتے ہوئے) کہا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔'' (بخاری:1423)

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اس دن سے ڈرو جس میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا۔'' (البقرہ:281)

(15) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔'' (سورۂ آل عمران:102)

(16) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' یعنی کامیاب وہ ہے جس نے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔

(17) (i) سمع واطاعت کرنے والوں کے لیے تمام کاموں کی تدبیر اللہ تعالیٰ کرتے ہیں (ii) سمع واطاعت کرنے والوں کے باہمی تعلقات کو اللہ تعالیٰ منظم کر دیتے ہیں۔ (iii) سمع واطاعت کرنے والوں کے فیصلے اللہ تعالیٰ اپنے علم کی بنیاد پر کرتے ہیں جب کہ دوسرے لوگ اپنے فیصلے خود کرتے ہیں اور بغیر علم وحکمت کے کرتے ہیں۔ (iv) سمع واطاعت کرنے والے بھٹکتے نہیں۔ (v) سمع واطاعت کرنے والوں کی قوتیں منتشر نہیں ہوتیں۔ (vi) سمع واطاعت کرنے والوں کی لگام خواہشات اور مفادات کے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔ (vii) سمع واطاعت کرنے والوں کی لگام اسلامی طریقہ کار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اسلامی طریقے کو اپنے آگے رکھتے ہیں اور خود پیچھے چلتے ہیں۔ (قرآنا عجبا)

سوال 2: تقویٰ اور خشیت کی صفات کن لوگوں کے دل میں پیدا ہوتی ہیں؟

جواب: تقویٰ اور خشیت کی صفات اُن لوگوں کے دل میں پیدا ہوتی ہیں۔(i) جو اللہ تعالیٰ کے نور سے معمور ہوتے ہیں۔

(ii) جن کے دل اللہ تعالیٰ سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔(iii) جن کے شعور میں اللہ تعالیٰ کا خوف بسا ہوا ہوتا ہے۔(قرآناً عجباً)

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ یقیناً اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ کہہ دیں قسمیں نہ کھاؤ، معلوم اطاعت (ہی کافی) ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو''(53)

سوال 1: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ یقیناً اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ کہہ دیں قسمیں نہ کھاؤ، معلوم اطاعت (ہی کافی) ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' منافقوں کے حال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے آیت میں منافقوں کا حال بیان کیا ہے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات کی بیماری ہے جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے کی بجائے گھروں میں بیٹھے رہے۔

(2) ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ یقیناً اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے'' منافق اللہ تعالیٰ کی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر انہیں جنگ کے لیے نکلنے کا حکم دیں تو وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(3) ﴿قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا﴾ ''آپ کہہ دیں قسمیں نہ کھاؤ'' رب العزت نے ان کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے نبی ﷺ سے فرمایا آپ ﷺ انہیں کہہ دیں کہ زیادہ قسمیں نہ کھاؤ جیسا کہ فرمایا ﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔'' (التوبہ:96)

(4) ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں پس اُن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے۔'' (المجادلہ:16)

(5)﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۱۱) لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (۱۲)﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے، یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے'' اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اگر انہیں نکالا گیا تو وہ اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو یہ اُن کی مدد نہیں کریں گے اور یقیناً اگر وہ اُن کی مدد کریں گے تو وہ ضرور پشتیں پھیریں گے پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔'' (الحشر: 11,12)

(6)﴿طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ﴾ ''معلوم اطاعت (ہی کافی) ہے'' یعنی قسمیں کھانے کی بجائے دستور کے مطابق مومنوں کی اطاعت کرو۔

(7) تمہاری اطاعت معروف ہے یعنی منافق کی اطاعت کا ہر ایک کو علم ہے جیسے تمہاری بات جھوٹی ہے تمہاری قسمیں بھی کھوٹی ہیں۔ (قرآناجبا)

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔'' رب العزت نے منافقوں کو وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے وہ تمہیں تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

(9)(I) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خبیر سے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خبر ہے کہ کون فرمانبردار ہے اور کون نافرمان۔ (II) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے یعنی تم قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ (III) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے پیچھے کام کرنے والی تمہاری سوچوں سے تمہارے دل کے رازوں سے آگاہ ہے۔ (قرآناجبا)

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر بھی اگر تم منہ موڑو گے تو رسول کی صرف وہ ذمہ داری ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تم پر وہ ذمہ داری ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔ اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمے صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں'' (54)

سوال 1: ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر بھی اگر تم منہ موڑو گے تو رسول کی صرف وہ ذمہ داری ہے جو اس پر بوجھ ڈالا

گیا ہے اور تم پر وہ ذمہ داری ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔'' یعنی خلوص سے اعتقاد رکھتے ہوئے اور نیت کی صحت کے ساتھ اطاعت کرو کہ یہ واجب ہے۔(فتح القدیر 60/4)

(2) یعنی نفاق کو چھوڑ کر خلوص سے اطاعت کرو۔(قرطبی 227/6)(3) یعنی قرآن وسنت کی پیروی کرو۔

(4)﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ﴾ ''پھر بھی اگر تم منہ موڑو گے تو رسول کی صرف وہ ذمہ داری ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے'' اگر تم ان دونوں یعنی قرآن وحدیث سے پھر جاؤ ان کی تعلیمات کو پس پست ڈال دو۔

(5) تو رسول اللہ ﷺ کا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا اور رسالت کی ذمہ داری ادا کرنا ہے۔

(6)﴿وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ﴾ ''اور تم پر وہ ذمہ داری ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔'' اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا، ان کا ادب اور احترام کرنا اور اس ادب کے تقاضوں کا خیال رکھنا تمہارا کام ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کی نافرمانی سے بچو، پھر اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو کہ بلاشبہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔''(المائدۃ:92)

(8) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگو! میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اس سے وہی شخص گریز کرے گا جسے ہلاک ہونا ہے۔(صحیح کتاب السنۃ الالبانی الجزء الاول رقم الحدیث:49)

(9) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ''تین آدمی اللہ کے یہاں سب سے زیادہ مغضوب ہیں (i) حرم شریف کی حرمت پامال کرنے والا (ii) اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر جاہلیت کا طریقہ اپنانے والا (iii) کسی مسلمان کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اس کا خون بہائے۔''(بخاری:6882)

سوال 2:﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمے صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ ''اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے'' یعنی اگر تم نبی ﷺ کی بات مان لو گے ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پالو گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے سوا کسی طریقے سے بھی راہ راست نہیں پا سکتے۔

(2) رسول صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے اور صراط مستقیم پر چل کر ہی ہدایت مل سکتی ہے۔(قرآنا عجبا) رب العزت نے فرمایا:﴿صِرَاطِ اللّٰهِ

الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سن لو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔'' (الشوریٰ:53)

(3)﴿وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ ''اور رسول کے ذمے صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔'' یعنی نبی ﷺ کے ذمے تمہیں صاف صاف پیغام پہنچا دینا ہے تا کہ کسی کے لیے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ﴾ ''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھا لیں تو بلاشبہ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے''۔ (الرعد:40)

(4)﴿فَذَكِّرْ ۫ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ (۲۲)﴾ ''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الغاشیہ:21،22) (5) نبی ﷺ نے پیغام پہنچا دیا اب حساب لینا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

(6) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اور میرے دین کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، ایسی ہے جیسے اس شخص کی مثال جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے (یعنی دشمن کی فوج کو) اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں، پس جلدی بھاگو۔ اب اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اور شام ہوتے ہی نکل پڑے اور آرام سے چلے گئے اور ایک گروہ نے جھٹلایا اور صبح تک اپنے ٹھکانے میں رہے اور صبح ہوتے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور انہیں تباہ کیا اور جڑ سے اکھیڑ دیا۔ پس یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں، اس کی پیروی کی اور جس نے میرا کہنا نہیں مانا اور سچے دین کو جو میں لے کر آیا ہوں اس کو جھٹلایا۔'' (مسلم:2283)

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' (55)

سوال 1: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ

مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔'' امت مسلمہ لوگوں کی قائد ہوگی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے'' اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

(2)﴿لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا'' کہ وہ ان کو زمین کی خلافت عطا کرے وہ زمین میں خلفاء ہوں گے اور زمین کی تمام تدبیر ان کے دست تصرف میں ہوگی وہ اس دین کو، جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، یعنی دین اسلام کو جو تمام ادیان پر فائق ہے، مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا۔ (تفسیر السعدی: 1837,1838/2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝﴾ ''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم اُنہیں رہنما بنا دیں اور ہم اُن کو وارث بنا دیں۔ اور ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دِکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے۔'' (سورہ القصص: 5,6)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوا، اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ اور قیصر (شاہ روم) بھی ضرور ہلاک و برباد ہوگا پھر اس کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہیں ہوگا (روم اور ایران دونوں مسلمانوں کے زیر نگیں ہوں گے) اور وہاں کے خزانے تم اللہ کے راستے میں تقسیم کرو گے۔'' (بخاری: 3027)

(4) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، جہاں تک زمین مجھے دکھائی گئی اور مجھے سرخ اور سفید (قیصر و کسریٰ کے) دو خزانے دے گئے۔'' (مسلم: 7258)

(5)﴿كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا۔'' یعنی بنی اسرائیل کو عرض مقدس کا وارث بنایا تھا۔ (ایسر التفاسیر: 1011,1010)

(6)﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ ''اوران کے لیے ان کے دین کوضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے لئے اس کے فضل وشرف اوراس پر اپنی نعمت کی بنا پر دین اسلام کو پسند فرمایا یعنی وہ اس دین کو قائم کرنے، اس کے ظاہری و باطنی قوانین کو خود اپنی ذات پر اور دوسروں پر یعنی دیگر ادیان کے پیروکاروں اور تمام کفار پر نافذ کریں گے جو مفتوح اور مغلوب ہوں گے۔ (تفسیر السعدی:2/1837,1838)

(7) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔'' (مسلم:4953)

(8) سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ یہ دین وہاں تک ضرور بضرور پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مٹی اور گارے کے مکان کو نہ چھوڑے گا مگر اس میں اس دین کو داخل کر دے گا، خواہ کوئی اسے عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ اسلام (اور اہل اسلام کو) عزت دے گا اور کفر کو ذلیل وخوار کر کے رہے گا۔'' (مسند احمد:4/16959:103)

(9) نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی امت کو دنیا کا قائد بنائیں گے اور ان سے دنیا کے مختلف ملکوں میں رہنے والوں کی اصلاح ہوگی۔ اور انہیں خوف کے بعد امن نصیب ہوگا۔

(10) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے لڑے گا۔'' (ابوداؤد:2484)

(11) اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، نبی ﷺ کی زندگی میں مکہ، خیبر، بحرین، طائف، جزیرہ عرب اور یمن کا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ آپ ﷺ نے ہجر کے مشرکوں سے ٹیکس وصول فرمایا اور شام کے بعض علاقوں سے بھی، شام روم اور ہرقل نے، شاہ مصر نے، شاہ اسکندریہ مقوقس نے، عمان کے بادشاہوں نے اور نجاشی شاہ حبشہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحائف بھیجے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1343)

(12)﴿وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ ''اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔'' اللہ تعالیٰ ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ ان میں سے جب اور جہاں کہیں ایک مسلمان ہوتا تو وہ اپنے دین کے اظہار کی قدرت نہیں رکھتا تھا اگر اظہار کرتا تو کفار کی طرف سے بے شمار اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مسلمان من حیث الجماعت دوسروں کی نسبت بہت کم تھے روئے زمین کے تمام لوگ مسلمانوں کو اذیت دینے میں متحد تھے اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ (تفسیر السعدی:2/1837)

(13) براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری تو ہم سخت خائف رہتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک کرلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (الانفال:26)

(14) رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: ''کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟'' انھوں نے کہا کہ میں اسے جانتا نہیں، لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرمادے گا۔ حتیٰ کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کرکے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کروگے۔'' میں نے عرض کیا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہوجائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔'' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے

رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: ''کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟'' انھوں نے کہا کہ میں اسے جانتا نہیں، لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ نے فرمایا: ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرمادے گا۔ حتیٰ کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کرکے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کروگے۔'' میں نے عرض کیا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہوجائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔'' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے چل کر تب تنہا آئی اور کسی کی پناہ کے بغیر اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اللہ کی قسم! تیسری بات بھی ضرور پوری ہوکر رہے گی، کیونکہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے۔ (بخاری:3595)

(15) خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک دیے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذا دہی سے تنگ آچکے ہیں۔) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا، پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کردیے جاتے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پرامن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں

ہوگا یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔" (بخاری:3612)

(16) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ مدینہ کے لوگ (ایک آواز سن کر) گھبرا گئے اور آواز کی طرف چلے، کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے نبی ﷺ واپس لوٹ کر آ رہے تھے۔ آپ ان سے پہلے ہی آواز کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔" آپ ﷺ ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے، اس پر زین نہیں تھی اور آپ کے گلے میں تلوار لٹک رہی تھی۔ (بخاری:6033)

سوال 2: ﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ "وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا﴾ "وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے" یعنی وہ ایک اللہ کی عبادت کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں سواری پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان میں سوائے پالان کی پچھلی لکڑی کے کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے معاذ بن جبل!" میں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں آپ کی خدمت میں اور آپ ﷺ کا فرمانبردار ہوں یا رسول اللہ! پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے اس کے بعد فرمایا: "اے معاذ بن جبل!" میں نے کہا: یا رسول اللہ! فرمانبردار خدمت میں حاضر ہے۔ پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے اس کے بعد فرمایا: "اے معاذ بن جبل!" میں نے کہا یا رسول اللہ! فرمانبردار آپ کی خدمت میں حاضر ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "تو جانتا ہے اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟" میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔" پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے، فرمایا: "اے معاذ بن جبل!" میں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کا فرمانبردار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو جانتا ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے، جب بندے یہ کام کریں" (یعنی اسی کی عبادت کریں، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں) میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ کرے۔" (مسلم)

(2) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا مجھے میرے باپ (عثمان) نے شعبہ سے خبر دی، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے عمرو بن میمون سے، انہوں نے عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کعبہ شریف میں سجدہ میں تھے۔ (ایک دوسری سند سے) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے، کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی (بھی وہیں) بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک نے

دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص ہے جو قبیلے کی (جو) اونٹنی ذبح ہوئی ہے (اس کی) اوجھڑی اٹھالائے اور (لاکر) جب محمد ﷺ سجدہ میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے؟ یہ سن کر ان میں سے ایک سب سے زیادہ بدبخت (آدمی) اٹھا اور وہ اوجھڑی لے کر آیا اور دیکھتا رہا، جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں یہ (سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کرسکتا تھا۔ کاش! (اس وقت) مجھے روکنے کی طاقت ہوتی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے اور (ہنسی کے مارے) لوٹ پوٹ ہونے لگے اور رسول اللہ ﷺ سجدہ میں تھے، (بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہیں اٹھا سکتے تھے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ بوجھ آپ ﷺ کی پیٹھ سے اتار پھینکا۔ تب آپ ﷺ نے سر اٹھایا، پھر تین بار فرمایا: یا اللہ! تو قریش کو پکڑ لے۔ یہ (بات) ان کافروں پر بہت بھاری ہوئی کہ آپ ﷺ نے انہیں بددعا دی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر (مکہ) میں جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے (ان میں سے) ہر ایک کا (جدا جدا) نام لیا کہ اے اللہ! ان ظالموں کو ضرور ہلاک کردے۔ ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو۔ ساتویں (آدمی) کا نام (بھی) لیا مگر مجھے یاد نہیں آرہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جن لوگوں کے (بددعا کرتے وقت) آپ ﷺ نے نام لیے تھے، میں نے ان کی (لاشوں) کو بدر کے کنوئیں میں پڑا ہوا دیکھا۔ (بخاری:240)

(3) عروہ بن زبیر نے بیان کیا، آپ نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ سخت معاملہ مشرکین نے کیا کیا تھا؟ حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اس نے آپ کا شانہ مبارک پکڑ کر آپ کی گردن میں اپنا کپڑا لپیٹ دیا اور اس کپڑے سے آپ کا گلا بڑی سختی کے ساتھ گھونٹنے لگا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور انہوں نے اس بدبخت کا مونڈھا پکڑ کر اسے آنحضرت ﷺ سے جدا کیا اور کہا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کردینا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کے پاس سے اپنی سچائی کے لئے روشن دلائل بھی ساتھ لایا ہے۔ (بخاری:4815)

(4) ﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔'' یعنی اگر کوئی کفران نعمت کرتا ہے تو یہ چیز اس کے باطنی فساد پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' (56)

سوال 1: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور

رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' یعنی کامل طریقے سے نماز کی ادائیگی کریں۔ اس کی شرائط، ارکان، واجبات اور سنتوں کا خیال رکھیں حتیٰ کہ نفس پاک ہو جائے۔

(2) ﴿وَ اٰتُوا الزَّكٰوۃَ﴾ ''اور زکوۃ ادا کرو'' یعنی مال میں سے فرض زکوۃ نکالیں جیسے سونا، چاندی، کھیت اور جانور وغیرہ۔

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری:8)

(4) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ سے میں نے نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (بخاری:57)

(5) ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیں گے سوائے اسلام کے حق کے۔ (رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ (بخاری:25)

(6) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر ادا کرنا'' میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا'' میں نے عرض کیا: پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا'' (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ میں نے مزید سوال نہیں کیا تا کہ آپ ﷺ کی طبیعت پر بار نہ ہو۔ (مسلم:252)

(7) ﴿وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''اور رسول کی اطاعت کرو'' یعنی محمد ﷺ کے اوامر و نواہی کے پابند رہیں۔

(8) اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز کو ظاہری اور باطنی طور پر اس کے تمام ارکان، شرائط اور آداب کے ساتھ قائم کرنے اور اس مال کی زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو عطا کیا اور ان کو اس مال پر خلیفہ بنایا کہ وہ یہ مال محتاجوں اور ان لوگوں پر خرچ کریں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوۃ کے ضمن میں کیا ہے اور یہ دو عبادات سب سے زیادہ جلیل القدر عبادات ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد، اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی جامع ہیں پھر اس حکم پر عطف کے ساتھ عام حکم دیا، فرمایا: وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کر کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا ثبوت دو۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے

رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (تیسیر السعدی:2/1838)

(9) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کیے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔" (بخاری:7137)

(10) ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ "تاکہ تم پر رحم کیا جائے" یعنی رحمت کے طلب گار کو نماز قائم کرنی چاہیے اور زکوۃ ادا کرنی چاہیے جو بغیر صلوٰۃ وزکوۃ کے رحمت کی امید رکھتا ہے وہ سچا انسان نہیں ہے۔

(11)(i) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نتیجے میں دنیا میں غلبے اور آخرت کی جنت عطا کی جائے گی۔ (ii) دنیا کا غلبہ نبی ﷺ کی اطاعت کرتے ہی ممکن ہے۔ (iii) آخرت کی جنت کے لئے رسول ہی تیاری کرواتا ہے۔

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾

"جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے" (57)

سوال 1: ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ "جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے" کا فر اللہ تعالیٰ کو شکست نہیں دے سکتے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ﴾ "جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں" منکر اور مخالف اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ پکڑنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (قرآنا بھا)

(2) کافروں سے مراد یہاں سب غیر مسلم ہیں۔ یعنی کفار مکہ، عرب کے مشرک قبائل، مدینہ کے یہود و منافقین، یہ سب مل کر اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں تب بھی یہ اسلام کی راہ روک نہیں سکتے۔ اللہ کا دین تو یقیناً بلند ہو کر ہی رہے گا۔ رہے یہ معاندین تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی انہیں رسوا کرے گا اور آخرت میں بھی انہیں جہنم کا عذاب بھگتنا ہوگا۔ (تیسیر القرآن:3/282,283)

(3) ﴿وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ "اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور یقیناً وہ بہت ہی بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے" یعنی کافروں کا برا انجام ہے اور ان کے لیے حسرت کے سوا کل کچھ نہ ہوگا۔

(4) ان کا آخری ٹھکانہ جہنم ہوگا جو بے حد برا اور بدترین ٹھکانہ ہے۔

رکوع نمبر 14

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سے وہ لازماً اجازت طلب کریں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم میں سے ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچے (اجازت طلب کریں) تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں، ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی اُن پر، تم ایک دوسرے پر کثرت سے چکر لگانے والے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (58)

سوال 1: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سے وہ لازماً اجازت طلب کریں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم میں سے ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچے (اجازت طلب کریں) تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں'' گھروں میں اجازت لے کر آنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یہ ہر دور اور مقام کے مومنوں کے لیے رب العزت کی جانب سے ندا ہے۔ (2) اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو حکم دیا۔

(3) ﴿لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ﴾ ''تم سے وہ لازماً اجازت طلب کریں جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے'' رب العزت نے غلاموں کے بارے میں حکم دیا ہے کہ وہ آپ سے اجازت لے کر آپ کے پاس آیا کریں۔

(4) غلاموں سے یہاں مراد لونڈیاں اور غلام دونوں ہیں۔

(5)﴿وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ﴾ ''اور وہ بھی جو تم میں سے ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچے (اجازت طلب کریں) تین بار'' یعنی تمھیں اپنے بچوں کو جو ابھی عقل کی حد تک نہیں پہنچے یہ سکھانا چاہیے کہ تین اوقات میں تم سے اجازت لے کر آئیں۔ یہ حکم غلاموں اور اور نابالغ بچوں کے لیے ہے۔ تین اوقات کے بارے آگے میں وضاحت فرمائی ہے۔

(6)﴿مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ﴾ ''فجر کی نماز سے پہلے'' یعنی فجر کی نماز کے لیے جاگنے سے پہلے اور یہ رات کی نیند کے اوقات ہوتے ہیں اور اس وقت لوگ عموماً اپنے بستروں میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

(7)﴿وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ﴾ ''اور دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو'' یعنی قیلولہ کرتے وقت جب بعض اوقات انسان معمول کے لباس میں نہیں سوتا اور بعض اوقات معمول کے لباس میں ہی سو جاتا ہے۔

(8)﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾ ''اور عشاء کی نماز کے بعد'' یعنی جس وقت عشاء کے بعد انسان سو جاتا ہے۔ رات کے اوقات میں جب شب خوابی کا لباس پہنا ہوتا ہے۔

(9)﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ ''یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں'' رب العزت نے حکمت بیان فرمائی ہے کہ یہ تین پردے کے اوقات ہیں۔ بچے اور غلام بھی اجازت لے کر ان اوقات میں آپ کے پاس آئیں گے۔

(10) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اکثر لوگ اس آیت پر ایمان نہیں لائے (یعنی اس پر عمل کرنے سے بے پرواہیں) میں تو اپنی اس چھوٹی سی بچی کو بھی جو سامنے کھڑی ہے حکم دیتا ہوں کہ ان اوقات میں اذن لے کر آیا کرے۔'' (ابن کثیر، شوکانی)

سوال 2:﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ﴾ ''ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی اُن پر، تم ایک دوسرے پر کثرت سے چکر لگانے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ﴾ ''ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی اُن پر'' یعنی پردے کے اوقات کے علاوہ تمھارے غلاموں اور بچوں کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ بغیر اجازت کے تمھارے پاس آ جائیں کیونکہ ہر وقت ان کا اجازت طلب کرنا لوگوں کے لیے باعث تکلیف ہو سکتا ہے لیکن باقی لوگوں کو بغیر اجازت کسی وقت بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

(2)﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ﴾ ''تم ایک دوسرے پر کثرت سے چکر لگانے والے ہو'' یعنی تمہاری خدمت اور دیگر ضروریات کے لیے ان کا تمھارے پاس آنا جانا رہتا ہے۔ اس لیے انہیں ادب سکھاؤ اور انہیں تعلیم دو۔

سوال 3:﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کی وضاحت کرتا

ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' یعنی یہ تادیب، تعلیم، بیان اور تشریع اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔

(2) جو بندوں کے حالات کو جاننے والا علیم ہے کہ کیا چیز ان کے حالات کو درست کرنے والی ہے اور کیا چیز بگاڑنے والی ہے۔ وہ تمام امور کی تدبیر کرنے والا حکیم ہے۔ (تفسیر منیر:9/636,637)

(3) وہ اپنی آیات کو حکمت سے بیان کرتا ہے تاکہ اس کے علم، اس کی رحمت اور حکمت کی معرفت حاصل ہو۔

(4) اس کا علم تمام واجبات و مستحبات اور تمام ممکنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے وہ اس حکمت کو بھی خوب جانتا ہے جس کی بنا پر ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا گیا۔ پس ہر مخلوق کو وہی تخلیق عطا کی گئی ہے جو اس کے لائق ہے اور اس نے تمام شرعی احکام عطا کیے ہیں جو اس کے مناسب حال ہیں۔ یہ متذکرہ صدر احکام بھی انہی میں سے ہیں جنہیں اس نے خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے اور ان کے ماخذ کو اور ان کے حسن کو واضح کیا ہے۔ (تفسیر السعدی:2/1839,1840)

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ لازماً اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے کے لوگ اجازت طلب کرتے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (59)

سوال 1: ﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ لازماً اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے کے لوگ اجازت طلب کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ﴾ ''اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں'' یعنی وہ بچے جو تین اوقات میں اجازت مانگ کر آیا جایا کرتے تھے۔ بالغ ہو جائیں تو وہ کسی وقت بھی بغیر اجازت کے نہ آئیں۔

(2) الحلم وہ عمر ہے جب سوتے یا جاگتے میں منی کا انزال ہو جاتا ہے۔ (تفسیر السعدی:2/1840)

(3) ﴿فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''تو وہ لازماً اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے کے لوگ اجازت طلب کرتے تھے۔'' وہ بھی باقی بڑوں کی طرح اجازت طلب کر کے آیا جایا کریں۔ جن کے لیے رب العزت نے حکم دیا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم انس معلوم کر لو اور اس کے رہنے والوں پر سلام بھیج دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' (النور:27)

(4)عطابن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دریافت کیا۔''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اپنی ماں کے پاس بھی اجازت لے کر جایا کروں؟ فرمایا:''ہاں''اس نے کہا۔''میں تو اس کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں۔''فرمایا:''تب بھی اجازت لے کر جایا کرو۔ماں کو برہنگی کی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو؟''اس نے جواب دیا۔''نہیں۔''فرمایا''تو اجازت لے کر جایا کرو۔ (شوکانی)(تفسیر اشرف الحواشی:428/1)

(5)﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾''اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ اپنی آیات، احکامات اور دین کے اصول واضح طور پر بیان کرتا ہے۔جیسے اس نے ان بچوں کے لیے بلوغت کے بعد کے اجازت کے احکامات بیان کیے ہیں۔(تفسیر جامع البیان:176/18)

(6)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا''اللہ تعالیٰ علیم ہے اپنی مخلوق کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔

(7)﴿حَكِيْمٌ﴾''کمال حکمت والا ہے''وہ حکیم ہے اپنی مخلوق کی تمام تدابیر اپنی حکمت سے کرتا ہے۔

(8)(i)جب کبھی معاشرتی زندگی میں بڑی تبدیلی آتی ہے تو تبدیلی کی لہروں کا اللہ تعالیٰ علم رکھتا ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ لوگوں کی ضروریات کو جانتا ہے۔(iii)اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کے ہر حکم میں بندوں کے مفادات کا خیال رکھا گیا ہے۔(قرآنا بجا)

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں،سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں جب کہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہی ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے''(60)

سوال1:﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں،سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں جب کہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہی ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾''اور بیٹھ رہنے والی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں''قواعد ان معمر عورتوں کو کہا جاتا ہے جن کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو جائے۔اور انہیں نکاح کی رغبت اور اولاد کی امید نہ رہی ہو۔کوئی مرد بھی ان

سے نکاح کی رغبت نہ رکھتا ہو۔ یا وہ اتنی بدصورت ہو چکی ہوں کہ کسی کو ان میں رغبت نہ ہو۔

(2)﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ ''سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیں'' یعنی وہ اپنی چادر (جلباب) ''یعنی ظاہری لباس اتار کر رکھ دیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں حکم دیا﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور:31) (3) یعنی ان خواتین کے لیے اپنے چہروں کو ظاہر کرنا جائز ہے کیونکہ اب ان کے لیے فتنے کا خوف نہیں۔

(4)﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ﴾ ''جبکہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں'' چونکہ ان خواتین کے اپنی چادر اتار دینے میں نفی حرج سے بعض دفعہ یہ وہم بھی لاحق ہو سکتا ہے کہ اس اجازت کا استعمال ہر چیز کے لئے ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس احتراز کو اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے دور کیا ہے:﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ﴾ ''جبکہ وہ زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں'' یعنی ظاہری لباس اور چہرے کے نقاب کی زینت کو لوگوں کو نہ دکھائیں اور نہ زمین پر پاؤں مار کر چلیں کہ ان کی زینت ظاہر ہو کیونکہ عورت کی مجرد زینت خواہ پردے ہی میں کیوں نہ ہو اور خواہ اس میں عدم رغبت ہی کیوں نہ ہو۔ فتنہ کی باعث ہے اور دیکھنے والے کو گناہ میں مبتلا کر سکتی ہے۔ (تفسیر السعدی:2/1842,1843)

(5) ایسی عورتیں چادر اور نقاب اتار سکتی ہیں بشرطیکہ سر پر موٹا دوپٹہ اور آرائش دکھانا مقصود نہ ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بناؤ سنگار کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا عورت! تم سب کا حال ایک سا ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے آرائش حلال فرما دی ہے لیکن کسی پر ظاہر نہ ہو یعنی غیر مردوں کی نگاہوں میں جچنے کے لیے نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم)

(6)﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾ ''اور یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہی ہے'' یعنی اگر وہ خواتین بھی ان اسباب کو اختیار

کریں جو پاکدامنی کا، عفت کا تقاضا کرتے ہیں مثلاً نکاح کرنا اور ان امور کو چھوڑ دینا جن سے فتنے میں پڑنے کا خوف ہو۔

(7) یعنی اگر بوڑھی عورتیں بھی پردے ہمیں رہیں تو ان کے حق میں اچھا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 2/1348)

(8) ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا'' اللہ تعالیٰ لوگوں کی تمام باتیں سنتا ہے۔

(9) ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل کی باتوں، ان نیتوں اور مقاصد سے خوب واقف ہے۔ اس لیے ان خواتین کو ہر بری بات اور برے ارادے سے بچنا چاہیے۔

﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

''اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور لنگڑے پر کوئی تنگی نہیں اور بیمار پر کوئی تنگی نہیں اور نہ ہی تمہارے اپنے اوپر ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ'' (61)

سوال 1: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾ ''اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور لنگڑے پر کوئی تنگی نہیں اور

بیمار پر کوئی تنگی نہیں اور نہ ہی تمہارے اپنے اوپر ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا (اس گھر سے جس کی چابیوں کے تم مالک بنے) یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ'' رشتہ داروں کے گھروں میں کھانا کھانے کے کیا احکامات ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ﴾ ''اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور لنگڑے پر کوئی تنگی نہیں اور بیمار پر کوئی تنگی نہیں'' اللہ رب العزت نے دین کے معاملے میں کسی حرج میں مبتلا نہیں کیا۔ اس نے دین کو آسان بنایا ہے۔ یعنی لوگوں پر، ان امور واجبہ کو ترک کرنے میں جن کا دارومدار ان میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے مثلاً جہاد وغیرہ جن کا دارومدار بصارت، لنگڑے پن سے صحیح ہونا یا مریض کی صحت پر ہے اس عام معنی ہی کی وجہ سے، جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، اس میں کلام مطلق کیا گیا ہے اور اس کو مقید نہیں فرمایا جس طرح کہ اس نے اپنے اس ارشاد میں مقید فرمایا ہے۔ (تفسیر السعدی: 1843/2)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (النساء: 29) اتری یعنی ''ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ'' چنانچہ وہ اس سے بھی رک گئے اس پر یہ آیت اتری اسی طرح سے تنہا خوری سے بھی کراہت کرتے تھے جب تک کوئی ساتھی نہ ہو کھاتے نہیں تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں دونوں باتوں کی اجازت دی یعنی دوسروں کے ساتھ کھانے کی اور تنہا کھانے کی''۔ قبیلہ بنو کنانہ کے لوگ خصوصیت سے اس مرض میں مبتلا تھے بھوکے ہوتے تھے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہو کھاتے نہ تھے سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس سخت رسم کو مٹا دیا۔ اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے؟ جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی۔ (ابن کثیر: 567/3)

(3) ﴿وَلَا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ﴾ ''اور نہ ہی تمہارے اپنے اوپر ہے'' یعنی تمہارے اپنے اوپر بھی کوئی حرج نہیں۔

(4) ﴿أَن تَأْكُلُوا مِن بُيُوتِكُمْ﴾ ''کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ'' یعنی تم پر اپنے گھروں، اپنی اولاد کے گھروں میں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ﴾ ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔'' (ابن ماجہ: 2291)

(5) ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''بہترین چیز جو تم کھاتے ہو، تمہاری کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔ (ابن ماجہ: 3528)

(6)﴿اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ﴾ ''یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔''

(7)﴿اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ﴾ ''یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے'' یعنی ان گھروں میں سے بھی تم کھا سکتے ہو جن کی چابیوں کے تم مالک ہو۔ اس سے غلام اور نگران مراد ہیں، وہ مالک کے مال میں سے دستور کے مطابق کھا سکتے ہیں۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں جنگ کے موقعہ پر ہر صحابی کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوں۔ صحابہ چلتے وقت اپنے ذمہ دار اشخاص کو اپنی کنجیاں دے جایا کرتے تھے اور یہ کہہ جاتے تھے کہ تم شوق سے اپنی ضرورت کی چیز استعمال کر لینا وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان مجاہدوں کا مال ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ انہوں نے بادل نخواستہ اجازت دے دی ہے۔ ہم امین ہیں اور امین کا کام خیانت نہیں اس پر یہ آیت کا حصہ اترا۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1349)

(8)﴿اَوْ صَدِيْقِكُمْ﴾ ''یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ'' یعنی دوستی کی وجہ سے دوستوں کے گھروں سے کھا پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(9)﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ'' (i) اکیلے کھانا عربوں میں اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا اگر کوئی مہمان یا دوست نہ ملتا تو وہ کھانا ہی نہ کھاتے اللہ تعالیٰ نے اُن کے معاملے کو آسان کر دیا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ گناہ کسی میں نہیں ہے دونوں طرح ہی جواز بنتا ہے لیکن اکٹھے کھانے میں برکت ہے۔ (قرطبی)

(10) بخاری سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔'' (بخاری: 5392)

(11) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اشعری لوگ جب لڑائی میں (کھانے کے حوالے سے) محتاج ہو جاتے ہیں، یا مدینہ میں ان کے بال بچوں کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے ہیں پھر آپس میں برابر برابر بانٹ لیتے ہیں۔ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔'' (مسلم: 6408)

سوال 2: ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾ ''پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے'' گھروں میں سلام کر کے جانے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا﴾ ''پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو'' یعنی جب تم اپنے گھر یا کسی کے گھر میں داخل ہوں۔ خواہ

اس میں کوئی رہتا ہو یا نہ رہتا ہو جب اس میں داخل ہوں۔

(2)﴿فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ﴾ ''تو اپنے لوگوں کو سلام کرو'' تم ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔ کسی فرق کے بغیر تمام گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مشروع ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جنت میں نہیں جاؤ گے، یہاں تک کہ ایمان لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو عام کرو۔'' (مسلم:54)

(3) مسلمان ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے ہمدردی کرنے میں ایک جسم کی مانند ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی فرق اور امتیاز کے تمام گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مشروع کیا ہے۔

(4)﴿تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا اور اس کی راہ نمائی کی ہے۔

(5)﴿مُّبٰرَكَةً﴾ ''بڑا بابرکت ہے'' یعنی ہر قسم کے نقص سے سلامت، برکت، رحمت اور اضافے پر مشتمل ہے۔

(6)﴿طَيِّبَةً﴾ ''اور پاکیزہ'' یعنی سلام کا شمار ان پاک کلمات میں سے ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ سلام میں ان لوگوں کے لیے دل خوئی اور محبت ہے جنھیں سلام کیا جاتا ہے۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان سے کہا، جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہو گا۔ پس آدم علیہ السلام نے (جا کر) کہا، ''اسلام علیکم'' تو انہوں نے کہا ''اسلام علیک ورحمۃ اللہ'' پس انھوں نے ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کر دیا۔'' (بخاری:7622)

(8) ابو داؤد سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ''السلام علیکم'' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ شخص بیٹھ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) دس (نیکیاں) ہیں۔'' پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔'' آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) بیس (نیکیاں) ہیں۔'' پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پس وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''(اس کے لیے) تیس (نیکیاں) ہیں۔'' (ابوداؤد:5195)

(9) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی مجلس پر پہنچے تو اسے چاہئے کہ وہاں کے لوگوں پر سلام کرے پھر اگر اس کا بیٹھنے کو جی چاہے تو وہاں بیٹھ جائے پھر جب کھڑا ہو تو پھر سلام کرے اور پہلا زیادہ ضروری نہیں ہے پچھلے سے یعنی دونوں ضروری ہیں۔ (ترمذی:2706)

(10)﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ

تم سمجھ جاؤ" یعنی یہ آیات شریعت کے احکامات اور اس کی حکمتوں پر دلالت کرتی ہیں۔

(11) اللہ تعالیٰ احکامات کو اس لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم دل سے ان میں غور و فکر کرو اور انہیں سمجھو۔

رکوع نمبر 15

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہاں سے وہ نہیں جاتے حتیٰ کہ اُس سے اجازت طلب کرلیں یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (62)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ﴾ "درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہاں سے وہ نہیں جاتے حتیٰ کہ اُس سے اجازت طلب کرلیں" واپسی پر اجازت مانگنے کے حکم کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ "درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے" یعنی ایمان والے وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔ (جامع البیان: 187/18)

(2) ﴿وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ﴾ "اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہاں سے وہ نہیں جاتے حتیٰ کہ اُس سے اجازت طلب کرلیں" اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو ادب سکھایا ہے کہ جس طرح گھروں میں واپسی پر اجازت مانگتے ہیں۔ اس طرح جب نبی ﷺ کے ساتھ کسی مہم پر ہو تو واپسی پر اجازت مانگیں۔

(3) یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے ارشاد ہے کہ جب وہ کسی جامع معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں، یعنی آپ کی ضرورت اور مصلحت مثلاً جہاد اور مشاورت وغیرہ میں، جہاں اہل ایمان کا اشتراک عمل ہوتا ہے۔ تو اس معاملے میں اکٹھے رہیں کیونکہ مصلحت ان کے اجتماع واتحاد اور عدم تفریق وتشتت کا تقاضا کرتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول پر سچا ایمان رکھنے والا رسول اللہ ﷺ اور آپ

کے بعد آپ کے نائب کی اجازت کے بغیر اپنے گھر لوٹتا ہے نہ اپنی کسی ضرورت سے دیگر مومنوں کو چھوڑ کر جاتا ہے۔ (تفسیر السعدی: 1846,1847/2)

(4) اجتماعی کاموں کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے بعد امام سے، اپنے ذمہ دار سے اجازت لے کر جانا ضروری ہے۔

(i) اجازت لینا اس لیے ضروری ہے مسلمانوں کی زندگی اور ان کے ادارے منظم طریقے پر چل سکیں۔ (ii) اجازت لینا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے کام پورے وقار کے ساتھ ہوں۔ (iii) اجازت لینا ایمان کی نشانیوں میں سے ہے۔ (قرآناً عجبا)

سوال 2: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ''یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ''یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں'' اللہ رب العزت نے بغیر اجازت نہ جانے والوں کو کامل ایمان والے قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ اور ایمان والوں کے ان کے ادب پر ان کی مدح فرمائی ہے۔

سوال 3: ﴿فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اگر آپ ﷺ سے کوئی اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اجازت مانگیں تو آپ ﷺ کو اختیار ہے خواہ آپ انہیں اجازت دیں یا نہ دیں۔

(2) اجازت کو دینے کے لیے دو شرائط عائد کی گئی ہیں۔ (i) یہ اجازت طلبی ان کے کسی ضروری معاملے اور ضروری کام کے لئے ہو اور اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے اجازت طلب کرتا تو اس کو اجازت نہ دی جائے۔ (ii) اجازت دینے میں مشیت مصلحت کے تقاضے پر مبنی ہو اور اجازت دینے والے کو ضرر نہ پہنچے۔ اس لئے فرمایا: اگر اجازت طلب کرنے والے کے پاس کوئی عذر ہو اور وہ اجازت طلب کرے اگر اس کے پیچھے بیٹھ رہنے میں اور ساتھ نہ جانے میں اسکی رائے یا شجاعت سے محرومی کی وجہ سے نقصان ہو تو صاحب امر اس کو اجازت نہ دے۔ (تفسیر السعدی: 1847/2)

سوال 4: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ﴾ ''اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اجازت

مانگنے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے رہیں کیونکہ ہوسکتا ہے اجازت طلب کرنے والے نے کوتاہی، کمی اور غلطی کی ہو۔(2)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا۔ وہ گناہوں کا بہت بخشنے والا ہے اور ان پر رحم فرمائے گا وہ نہایت رحم والا ہے کہ اس نے عذر کی بنا پر اجازت طلب کرنے کا جواز عطا کیا ہے (تفسیر سعدی 2/1847)

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کو کوئی فتنہ پہنچے یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے'' (63)

سوال 1: ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے۔'' نبی ﷺ سے احترام سے مخاطب ہونے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے'' لوگ نبی ﷺ کو آپ ﷺ کا نام یا کنیت سے مخاطب کرتے تھے جیسے عام لوگ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں۔ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے احترام سے مخاطب ہونے کا حکم دیا ہے کہ نبی ﷺ کا نام یا کنیت سے آپ ﷺ کو نہ مخاطب کریں بلکہ یارسول اللہ ﷺ یا نبی اللہ کہہ کر مخاطب ہوں۔

(2) یعنی رسول اللہ ﷺ کا تمہیں بلانا اور تمہارا رسول اللہ ﷺ کو بلانا ایسے نہ ہو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ پس جب رسول اللہ ﷺ تمہیں بلائیں تو ان کی آواز پر لبیک کہنا تم پر فرض ہے یہاں تک کہ اگر تم نماز کی حالت میں ہو تب بھی تم پر آپ کے بلانے پر جواب دینا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا امت میں کوئی ایسی ہستی نہیں جس کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں اور ہم پر آپ کی اتباع واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی دیتی ہو۔'' (سورہ الانفال:24) اسی طرح تم رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو، یعنی رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت (یا محمد) ''اے محمد!'' یا (یا محمد بن عبداللہ) ''اے محمد بن عبداللہ!'' نہ کہو جیسا کہ تم ایک

دوسرے سے مخاطب ہوتے ہو۔ بلکہ آپ کو فضل وشرف حاصل ہے اور آپ دوسروں سے ممتاز ہیں اس لئے آپ سے مخاطب ہوتے وقت یہ کہا جائے ''اے اللہ کے رسول!'' ''اے اللہ کے نبی!'' (تفسیر السعدی:2/1847،1848)

(3) رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہونے کے لیے جن آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے اس کا تذکرہ ہمیں سورۃ الحجرات میں بھی ملتا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (1) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (2) إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (3) إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (4) وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا کرو جیسے تم میں سے بعض، بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔ یقیناً جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے، اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں بلاشبہ اُن میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔ اور بے شک اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود اُن کے پاس باہر نکلتے تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحجرات:1,5)

(4) ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول ﷺ نے مجھے پکارا میں آپ ﷺ کی خدمت میں نہ پہنچ سکا بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آنے میں دیر کیوں ہوئی؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم نہیں دیا ہے کہ ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جب کہ وہ (یعنی رسول) تم کو بلائیں'' پھر آپ نے فرمایا مسجد سے نکلنے سے پہلے میں تمہیں قرآن کی عظیم ترین سورہ سکھاؤں گا۔ تھوڑی دیر بعد آپ باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کو یاد دلایا اور معاذ بن معاذ عنبری نے اس حدیث کو یوں روایت کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے خبیب نے، انہوں نے حفص سے سنا اور انہوں نے ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے جو نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے سنا اور انہوں نے بیان کیا وہ سورۃ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ہے جس میں سات آیتیں ہیں جو ہر نماز میں مکرر پڑھی جاتی ہیں (بخاری:4647)

سوال 2: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو ہم خوب جانتے ہیں جو نظریں بچا کر چپکے سے چلے جاتے ہیں۔

(2) اللہ رب العزت نے ان کے مقابلے میں اہل ایمان کی مدح کی ہے کہ وہ جب کسی اجتماعی معاملے میں نبی ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں تو بغیر اجازت واپس نہیں جاتے۔اس کے بعد ان لوگوں کو وعید سنائی ہے جو بغیر اجازت چلے جاتے ہیں اور ان کا جانا آپ کے سامنے نہیں آتا۔

(3) مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن خطبے میں بیٹھے رہنا منافقوں پر بہت بھاری پڑتا تھا اور مسجد میں آجانے اور خطبہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص بغیر آنحضرت ﷺ کی اجازت کے نہیں جاسکتا تھا جب کسی کو کوئی ایسی ہی ضرورت ہوتی تو اشارے سے آپ ﷺ سے اجازت چاہتا اور آپ ﷺ اجازت دے دیتے اس لئے کہ خطبہ کی حالت میں بولنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے تو یہ منافق آڑ ہی آڑ میں نظریں بچا کر سرک جاتے تھے سدی فرماتے ہیں جماعت میں جب یہ منافق ہوتے تو ایک دوسرے کی آڑ لے کر بھاگ جاتے۔(ابن کثیر)

(4) مجلس سے صدر کی اجازت کے بغیر اٹھ کر چلے آنا ممنوع ہے۔یعنی ایسے امور جن کا تعلق سب مسلمانوں سے مشترک ہو۔جیسے جہاد یا مجلس مشاورت، یا کوئی مشترکہ مفادات کے لیے اجتماع ہو۔خواہ ایسی میٹنگ جنگ یا جہاد سے تعلق رکھتی ہو یا حالت امن سے، مومنوں کا یہ کام نہیں ہے کہ آپ کی اجازت لیے بغیر وہاں سے چل دیں۔ہاں اگر انہیں کوئی ضرورت کام کی بنا پر اس مجلس و اجتماع کے اختتام سے پہلے جانا ضروری ہو تو وہ اس سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں اجازت لئے بغیر وہاں سے چلے نہیں آتے اگر وہ اپنی کوئی ضرورت آپ سے بیان کریں۔تو انہیں اجازت دینا آپ کی صوابدید پر منحصر ہے اور اگر آپ یہ سمجھیں کہ ان کا یہ ذاتی کام اس اجتماعی مفاد کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تو بے شک آپ انہیں اجازت نہ دیں۔اور اگر آپ انہیں اجازت دے دیں تو ان کے لیے دعائے مغفرت بھی کیجئے۔کیونکہ اپنی کسی ذاتی غرض کی وجہ سے اجتماعی معاملات اور آپ کی صحبت سے محروم رہنا حقیقتاً دنیا کو دین پر ترجیح دینے کے مترادف ہے۔لہٰذا اگر کسی مخلص مومن کو اس کی التجا کی بنا پر آپ اجازت دے بھی دیں تو اس کے حق میں آپ کے استغفار کی برکت سے اس تقصیر کا تدارک ہو سکے گا۔ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی واقعی ضرورت کے بغیر ایسے اجتماعی مفادات کی اجازت طلب کرنا قطعاً ناجائز ہے۔علاوہ ازیں یہ حکم آپ کی ذات یا آپ کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین یا کسی بھی اسلامی حکومت کے ایسے مشترکہ مفاد کی مجلس کے بھی خلفائے راشدین یا کسی بھی اسلامی حکومت کے ایسے مشترکہ مفاد کی مجلس سے بلا اجازت چلے جانا آداب مجلس کے بھی خلاف ہے اور شرعاً ناجائز بھی ہے مجلس چھوڑ کر جانے کا جواز صرف اس صورت میں ہے کہ فی الحقیقت کوئی ضرورت لاحق ہو جس کی بنا پر امیر مجلس سے رخصت ہونے کی اجازت حاصل کی جائے۔اگر امیر مجلس اس کی اجازت دینے یا اس کے ذاتی کام کے مقابلہ میں اس کے شریک مجلس رہنے کو زیادہ اہم سمجھتے ہوں اور وہ اجازت نہ دیں تو کسی مومن کو اس سے کچھ شکایت نہیں

ہونا چاہئے۔(تیسیر القرآن:3/288)

سوال3:﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''سو جولوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماڈریں کہ اُن کوکوئی فتنہ پہنچے یا اُن کودردناک عذاب پہنچے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''سوجولوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماڈریں کہ اُن کوکوئی فتنہ پہنچے یا اُن کودردناک عذاب پہنچے'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بارے میں فرمایا ہے اور یہ مومنوں اور منافقوں کے لیے عام ہے۔اور قیامت تک کے لیے ہے کہ اس بات سے ڈرو کہ ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے پھر وہ کافر ہوکر مرجائیں یا دنیا میں انہیں دردناک عذاب پہنچے اور یہ ان کے دلوں کی کجی ہے۔

(2)منافق اللہ کے نبی سے اور اس کی کتاب سے ہٹ جایا کرتے اور جماعت سے نکل جاتے اور مخالفت پر اتر آتے تھے۔

(3)امر رسول سے آپ ﷺ کی راہ، آپ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کا طریقہ، اور آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی شریعت ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1351)(4)علماء کے اقوال وافعال نبی ﷺ کے اقوال وافعال سے ملائے جائیں اگر موافق ہوں تو قبول کر لیے جائیں اور اگر موافق نہ ہوں تو رد کر دیئے جائیں۔

(5)نبی ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقے کے خلاف ہے وہ رد کر دیا جائے گا۔(بخاری،مسلم)

(6)جس نے شریعت کے خلاف کوئی کام کیا اسے فتنے اور دکھ بھرے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''سن لو! یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، یقیناً جس روش پر تم ہو وہ جانتا ہے اور جس دن لوگ اس کی طرف واپس لائے جائیں گے وہ انہیں اس سے باخبر کر دے گا جو انہوں نے عمل کیے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''(64)

سوال1:﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''سن لو! یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، یقیناً جس روش پر تم ہو وہ جانتا ہے اور جس دن لوگ اس کی طرف واپس لائے جائیں گے وہ انہیں اس سے باخبر کر دے گا جو انہوں نے عمل کیے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''سن لو! یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے'' اللہ تعالیٰ

آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ آسمان والے اور زمین والے اس کی ملکیت میں ہیں، اس کے بندے ہیں۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہے۔ وہ خالق ہے، مالک ہے، اپنے بندوں میں جیسے چاہے تصرف کرتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اس لیے اس کے رسول کے بارے میں اس سے ڈریں اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے حکم سے اس کی یعنی رسول کی اطاعت کی جائے۔

(2)﴿قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ﴾ ''یقیناً جس روش پر تم ہو وہ جانتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال اور افعال کا علم رکھتا ہے۔ تم جو بھی کام کرتے ہو وہ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس سے کائنات کا کوئی ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ﴾ ''اور آپ سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ رکھیں۔'' (الشعراء:217)

(4)﴿أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ۚ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِنَ الْقَوْلِ ۚ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ ''تو کیا وہ جو نگران ہے ہر جان پر جو اس نے کمایا (کوئی دوسرا اس کا شریک ہو سکتا ہے؟) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں۔ آپ کہہ دیں تم ان کا نام پکارو، یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟ یا یہ ظاہری باتوں میں سے ہیں بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا اُن کی مکاریاں اُن کے لیے خوش نما بنا دی گئی ہیں اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے پھر اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔'' (الرعد:33)

(5)﴿أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' (ہود:5)

(6)﴿سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے۔'' (الرعد:10)

(7)﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود:6)

(8)﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی

نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

(9)﴿وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''اور جس دن لوگ اس کی طرف واپس لائے جائیں گے وہ انہیں اس سے باخبر کردے گا جو انہوں نے عمل کیے'' یعنی قیامت کے دن وہ اپنی موت کے بعد وہ اپنے رب کے پاس لوٹائے جائیں گے پھر انہیں ان کے اعمال کے بارے میں خبر دی جائے گی پھر خیر وشر کے بارے پوری پوری جزا دی جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔'' (القیامۃ:13)

(10) اللہ تعالیٰ چھوٹے بڑے سب اعمال کے بارے آگاہ فرمائے گا۔

(11)﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا'' (الکہف 49) وہ اس مقصد کے لیے اعضاء سے بھی گواہی لے گا۔

(12) اس دن فیصلے اس کے عدل کے مطابق ہوں گے اور لوگ اس کے فضل سے محروم نہیں رہیں گے۔

(13)﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔ وہ سب لوگوں کو آگاہ کرے گا کہ انہوں نے اپنی پہلی زندگی میں کیا اعمال کیے۔ وہ ہر چیز کا پورا علم رکھنے والا ہے۔ اس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے اعمال کا پورا پورا اجر دے گا۔ جب سب اس کے حکم کی طرف لوٹائے جائیں گے جس دن اس کے سوا کسی کا کوئی حکم نہیں ہوگا۔

رکوعاتھا ۶ سورۃ الفرقان مکیۃ ۴۲ اٰیاتھا ۷۷

سوال 1: سورۃ الفرقان کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ الفرقان مکّی ہے۔ اس کے 6 رکوع اور 77 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ پچیسویں (25) سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ بیالیسویں (42) سورت ہے۔

رکوع نمبر 16

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾

''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو''(1)

سوال1: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَبٰرَكَ﴾ ''بہت برکت والا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنی ذات کی ثناء بیان فرمائی ہے کیونکہ اس کی خیر عظیم اور مخلوقات پر اس کی برکتیں بہت زیادہ ہیں۔

(2) تبارک یعنی اللہ تعالیٰ کی بھلائی اور احسانات کثیر ہیں۔(3) اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے اوصاف نہایت کامل اور دائمی ہیں۔

(4)﴿الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ﴾ ''وہ جس نے فرقان اُتارا'' اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے قرآن عظیم نازل فرمایا جو حق اور باطل، شرک اور توحید، عدل اور ظلم، حلال اور حرام، ہدایت اور گمراہی میں فرق کرنے والا ہے۔

(5)﴿عَلٰى عَبْدِهٖ﴾ ''اپنے بندے پر'' یعنی اپنے معزز رسول محمد ﷺ پر قرآن عظیم نازل فرمایا۔

(6) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا(۱) قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا(۲) مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا(۳)﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ بالکل سیدھی ہے تا کہ وہ اس کی جانب سے ایک سخت عذاب سے خبردار کردے اور مؤمنوں کو خوش خبری دے دے جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً ان کے لیے اچھا اجر ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (الکہف:1,3)

(7)﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ''تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو'' قرآن مجید کو فرقان بنا کر نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سارے جہان والوں کے لئے بُرے انجام سے خبردار کرنے والے اور کھلے ڈرانے والے ہوں۔ (قرآناً عجبا)

(8) عالم سے مراد جن اور انسان ہیں۔

(9)﴿نَذِيْرًا﴾ ''ڈرانے والا ہو'' یعنی کفر، شرک، ظلم، شر اور فساد کے انجام، اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی سزا سے، دنیا و آخرت میں اس

کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:1017)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔''(الانعام:19)

(10)اس سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ(i) آپ کی نبوت صرف آپ ﷺ کے دور کے لئے نہیں تھی بلکہ قیامت تک کے لئے ہے۔(ii)اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔(iii)اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ جنوں اور انسانوں سب کے لئے ھادی ہیں۔(قرآناً عجبا)

(11)اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''(الاعراف:158)

(12)جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی ہے پس میری امت کا جو انسان کے نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت عطا کی اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''(بخاری:335)

(13)پہلے نبی ایک قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سب لوگوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں﴿بُعِثْتُ اِلَی الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ﴾ ''میں سیاہ اور سرخ کی طرف مبعوث کے گیا ہوں۔''(قرآناً عجبا)

(14)﴿وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ (۲۹) قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ

مُّسْتَقِيْمٍ (۳۰) يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۳۱) وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۲)﴾ ''اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔ انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا'' اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (سورہ الاحقاف:29,32)

﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾

''وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے اولاد نہیں بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ'' (2)

سوال 1: ﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ ''وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے اولاد نہیں بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ'' رسول بھیجنے والا عظیم رب آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے'' یعنی جس نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (سورہ المائدہ:40)

(2) ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی

طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔" (النور:42)

(3)﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۪ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ "وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے۔" (سورہ فاطر:13)

(4)﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۚ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ "آپ کہہ دیں اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے، تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔" (ال عمران:26)

(5)﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ "بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔" (سورہ الملک:1)

(6)﴿وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ﴾ "اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا بادشاہت اُسی کی ہوگی"۔ (سورہ الانعام:73)

(7)﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ "بدلے کے دن کا مالک ہے"۔ (سورہ الفاتحہ:3)

(8)﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ "آج بادشاہت کس لیے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے" (المومن:16)

(9)﴿وَّلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ "اور جس نے اولاد نہیں بنائی" اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکین عرب کے عقائد کا رد کیا ہے۔ یہودی کہتے تھے عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ عیسائی کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، مشرکین عرب کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے عقائد کو رد کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ (قرآنا عجبا) اس کا کوئی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور مخلوق اس کی محتاج ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (۱۴۹) اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ (۱۵۰) اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ (۱۵۱) وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۱۵۲) اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (۱۵۳)﴾ "سو آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ موجود تھے؟ سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت باتیں کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیاں پسند کی ہیں؟" (الصفت:140,153)

(10)اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔آسمانوں اور زمین کے باشندے اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں۔اس کی رحمت کے محتاج اور اس کی عظمت کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

(11)﴿وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ ''اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے'' کیسے کوئی اس کے اقتدار میں شریک ہو سکتا ہے حالانکہ سب کی پیشانیوں کے بال اس کی مٹھی میں ہیں۔اس کی اجازت کے بغیر مخلوق حرکت کر سکتی ہے نہ سکون نہ وہ کسی طرح کے تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اُس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں،خوب بڑائی بیان کرنا۔''(بنی اسرائیل:111)

(12)﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ''اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا'' اس نے سارے جہانوں کو تخلیق کیا،اوپر والے جہانوں کو اور نیچے والے جہانوں کو،اس نے حیوانات،نباتات اور جمادات کو تخلیق کیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ''وہ ہر چیز کا خالق ہے،چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو،اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔''(الانعام:102)

(13)﴿فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ ''پھر اس کا اندازہ مقرر کیا،پورا اندازہ'' آیت کے اختتام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم ثناء ہے۔بادشاہت اسی کی،خلق اسی کی،علم اسی کا،حکمت اس کی اس نے ہر چیز کو ایسے تخلیق کیا جو اس کے لائق اور اس کے لیے مناسب ہے۔کوئی تصور نہیں کر سکتا کہ مخلوق جس شکل میں ہے اس کے علاوہ وہ کسی اور شکل وصورت میں ہو اور مناسب لگے،کوئی عضو کسی مخلوق کا ایسا نہیں ہے جو اس مقام کے علاوہ کسی اور مقام کے لیے مناسب ہو۔رب العزت نے فرمایا:﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (۱) الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى (۲) وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى (۳)﴾ ''آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بلند ہے۔وہ ذات جس نے پیدا کیا پھر درست بنایا۔اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی تو راہ دکھائی۔''(الاعلیٰ:1,3)

(14)﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ ''موسیٰ نے کہا:''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی،پھر اُسے راستہ دکھایا۔''(طٰہٰ:50)

(15)﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ﴾ اور ہر چیز اُس کے یہاں ایک اندازے سے ہے۔(الرعد:8)

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾

''اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اُٹھائے جانے کا''(3)

سوال1:﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ ''اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اُٹھائے جانے کا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ﴾ ''اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی نادانی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے عاجز مخلوق کو اپنا معبود بنا لیا جو کچھ بھی تخلیق کرنے پر قادر نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔'' (الحج:73)

(2)﴿وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۙ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾ ''اور وہ لوگ جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ مُردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اُٹھائے جائیں گے۔'' (النحل:20,21)

(3)﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے۔'' (الفاطر:40)

(4)﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ اُن لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (لقمان:11)

(5)﴿اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل

نہیں کرتے۔" (النحل:17)

(6)﴿اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ "کیا وہ اُن کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ سب خود پیدا کیے جاتے ہیں؟" (الاعراف:191)

(7)﴿وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ "اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا" یعنی وہ اپنی جان کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ "یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مانند پیدا کیا ہے؟ چنانچہ تخلیق ان پر مشتبہ ہوگئی ہے، آپ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔" (الرعد:16) (8)﴿وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾ "اور نہ ان کی وہ مدد کر سکتے ہیں اور نہ وہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔" (الاعراف:192)

(9) جھوٹے معبود کوئی اختیار نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کامل قدرت والا ہے وہ عطا کر دے تو کوئی روکنے والا نہیں، روک لے تو کوئی عطا کرنے نہیں۔

(10) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے لکھنے والے (کاتب) فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہو مجھے لکھ کر بھیجو۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾ "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے"۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے تو عطاء کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کوئی کوشش تیری کوشش کے مقابلہ میں نفع دینے والی نہیں۔" (مسلم:1342)

(11)﴿وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ "اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اُٹھائے جانے کا"

جھوٹے معبود موت اور زندگی کے مالک نہیں، موت کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے کے بھی وہ مالک نہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور ان سے بہت بلند ہے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں۔" (سورہ الروم:40)

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا﴾

''اور جن لوگوں نے کُفر کیا اُنہوں نے کہا ہے کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں'' (4)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا﴾ ''اور جن لوگوں نے کُفر کیا اُنہوں نے کہا ہے کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں'' کافر قرآن کا انکار کرتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ ''اور جن لوگوں نے کُفر کیا اُنہوں نے کہا ہے'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

(2) ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ﴾ ''کہ یہ ایک من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جس کو اس نے گھڑ لیا ہے'' وہ قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے جسے محمد ﷺ نے گھڑ کر خود تصنیف کر کے اللہ تعالیٰ کے نام منسوب کیا ہے۔

(3) ﴿وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ﴾ ''اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے۔'' یعنی ان کے بہتان کے مطابق قرآن مجید کی تالیف و ترتیب میں دوسرے لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے۔

(4) ﴿فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا﴾ ''سو یقیناً وہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔'' رب العزت نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بہتان دراصل حق کا انکار، ظلم اور جھوٹ ہے۔ یہ قرآن تو ہدایت اور نور ہے اور محمد ﷺ کے حالات کے بارے میں آپ ﷺ بخوبی آگاہ ہو۔ کیا پوری قوم ان کی سچائی اور امانت کے بارے میں آگاہ نہیں ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ محمد ﷺ قرآن کی تصنیف میں مدد حاصل کرنے کے لیے کسی کے پاس نہیں گئے! کیا وہ نہیں جانتے کہ قرآن جیسا اعلیٰ پائے کا کلام تصنیف کرنا ممکن نہیں ہے۔

﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' (5)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔'' کافر قرآن کو پچھلے لوگوں کے افسانے کہہ کر کیسے جھٹلاتے تھے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے۔'' کافروں کا بہتان یہ ہے کہ قرآن شاعری اور کہانت ہے جیسا کہ نضر بن حارث نے کہا۔

(2)وہ کہتے ہیں قرآن پہلے لوگوں کے واقعات پر مبنی کتاب ہے جسے ہر کوئی سنتا ہے اور آگے بیان کر دیتا ہے محمد ﷺ نے بھی ان کہانیوں کو سن کر لکھ لیا ہے۔

(3)مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کے نزول کو ہلکا ثابت کرنے کے لیے اسے انسانی کاوش قرار دیا کہ یہ انسانوں کے لیے سنانے کی وجہ سے اس علم کو پانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔(قرآناً عجبا)

(4)﴿فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔'' یعنی قرآن مجید جو واقعات ہیں صبح وشام اسے پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔اسی سلسلے کو تحریر میں لا کر قرآن کی شکل میں پیش کر دیا ہے(نعوذ باللہ)

﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''کہہ دیں کہ اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(6)

سوال1:﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''کہہ دیں کہ اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' انکار قرآن کے جواب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کہہ دیں کہ اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے'' رب العزت نے کافروں کے الزام کا جواب دیا ہے جو وہ قرآن کے انکار کے لیے دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے۔

(2)رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا آپ ﷺ کہہ دیں۔اس قرآن میں اگلوں اور پچھلوں کے سچے واقعات ہیں جس ہستی نے قرآن نازل کیا ہے اس کے علم نے زمین وآسمان کی چھپی ہوئی اور ظاہر چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اس کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ مخلوق قرآن گھڑ کر کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اس کی طرف سے نہ ہو۔وہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم سے یہ معاملہ کیسے چھپ سکتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے تو وہ نعوذ باللہ جھوٹ گھڑنے والے کی اس کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتا ہے ان کی جانوں اور شہروں کو اس کے حوالے کر دیتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جو قرآن کا انکار کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم کا انکار کیے بغیر قرآن کا انکار کرنا ممکن نہیں۔

(3)(i) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بات اس حوالے سے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُمی تھے ایک انسان اتنی قدرت کہاں رکھتا ہے کہ وہ ایسا

معجزانہ کلام پیش کر سکے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے بارے میں واضح کیا کہ اسے اُس نے نازل کیا ہے جو زمین و آسمان کے راز جانتا ہے اس وجہ سے کتاب میں ہر بات سچی ہے حکمت سے بھرپور ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اس کتاب کو اس نے اُتارا ہے جو آسمان و زمین کی ہر پوشیدہ بات کو جانتا ہے اس لیے انسانی زندگی کے بارے میں جو احکامات ہیں، جو قوانین ہیں، بے مثال ہیں اس میں گزشتہ اقوام کے جو حالات ہیں اس میں صداقت ہے، اس میں مستقبل کے بارے میں جو پیشن گوئیاں ہیں وہ سچی ہیں۔ (قرآنا عجبا)

(4) اگر انہوں نے قرآن حکیم میں تدبر کیا ہوتا تو وہ اس کے احکامات اور اس کے علم سے جان لیتے کہ یہ قرآن غائب اور حاضر تمام امور کا علم رکھنے والی ہستی کے سوا کسی کی طرف سے نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار کے باوجود انہیں چھوڑا نہیں بلکہ وعدہ کیا کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو وہ ان کو اپنی مغفرت اور رحمت سے نوازے گا۔

(5) ﴿اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''یقیناً وہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے''(i) اللہ تعالیٰ اتنے بڑے الزامات پر، مشرکوں کے حق سے انکار پر بھی رحمت کرتا ہے، مہلت دیتا ہے ورنہ قرآن کے گھڑنے کا الزام اتنا بڑا ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آسکتے ہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ اپنی صفت غفور سے اُمید دلاتے ہیں کہ اگر تم اب بھی پلٹ آؤ تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت تمہیں ڈھانپ لے گی۔ (قرآنا عجبا)

﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا''(7)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا'' کافروں کی تکذیب اور سرکشی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا'' جن لوگوں نے رسول ﷺ کو جھٹلایا انہوں نے کہا۔

(2) ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ﴾ ''کہ یہ کیسا رسول ہے؟'' یعنی یہ کیسا رسول ہے، وہ رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔

(3) ﴿يَاْكُلُ الطَّعَامَ﴾ ''جو کھانا کھاتا ہے'' یعنی یہ تو انسان خصوصیت ہے۔ رسول کو تو فرشتہ ہونا چاہیے تاکہ وہ کسی کا محتاج نہ ہوتا۔

(4) ﴿وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ ''اور بازاروں میں چلتا ہے'' یعنی بازاروں میں جانا تجارتی لین دین کرنا اور خرید و فروخت کرنا رسول کے لائق نہیں۔ (5) مشرکوں کو اعتراض رسول اللہ ﷺ کے انسان ہونے پر تھا۔ مشرکوں کو رسول اللہ ﷺ کی بشریت پر اعتراض اس لئے

تھا کہ وہ بشریت کو رسالت اور نبوت کی عظمت کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ (قرآناً عجبا)

(6)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔" (الفرقان:20)

(7)﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ﴾ "اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟" مشرکوں نے ایک بشر کے مقام کی بلندی کا بس اتنا ہی خواب دیکھا تھا کہ فرشتے آئے اور اس کے ساتھ مددگار ہو۔ یعنی وہ کسی صورت اکیلے انسان کی بات کو توجہ دینے کے لئے تیار نہیں تھے جب تک کہ اس کے ساتھ فرشتہ نہ ہو۔ (قرآناً عجبا)

(8)﴿فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا﴾ "کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا" یعنی ایک انسان رسالت کا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے؟ اسے یہ قدرت اور طاقت حاصل نہیں۔ فرشتہ آتا تو وہ اعلان کرتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ان کی بات مانو۔ ان کے گمان کے مطابق آپ ﷺ رسالت کا بوجھ اٹھانے کے لیے کافی نہیں۔

﴿اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾

"یا اس کے ساتھ کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو" (8)

سوال 1:﴿اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ "یا اس کے ساتھ کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ﴾ "یا اس کے ساتھ کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا" یعنی ایسا مال رسول کو دیا جاتا جو کسی محنت مشقت کے بغیر اکٹھا کیا جاتا۔

(2)(I) مشرک خزانے کو وحی سے زیادہ قیمتی سمجھتے تھے۔ (II) مشرک رسول اللہ ﷺ کی مالی حالت کی خستگی کو قرآن قبول نہ کرنے کا جواز بناتے تھے۔ (III) اس سے مشرکین کی values کا پتہ چلتا ہے ان کے نزدیک زمین پر سب سے قیمتی چیز مال ہی تھا۔ (قرآناً عجبا)

(3)﴿اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا﴾ ''یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا'' مشرکوں نے رسول اللہ کے بارے میں یہ بات بظاہر اظہار و ہمدردی کے لئے کی تھی کہ چلو رزق کے معاملے میں بے نیاز ہو جائے لیکن اصل میں وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اتنے خستہ مالی حالات والے پر کیسے یقین کر لیں کہ وہ کائنات کے بادشاہ کا نمائندہ ہے؟ (قرآناً عجبا)

(4)﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ظالموں نے کہا'' مشرک جو اعتراض رسول اللہ ﷺ پر کرتے تھے اور اس کا باعث شبہات نہیں بلکہ ان کا ظلم تھا۔ اسی لیے فرمایا کہ ظالموں نے کہا۔

(5)﴿اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ ''کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو۔'' مشرک لوگوں سے کہتے تھے کہ تم ایک ایسے شخص کے پیچھے چل رہے ہو جو مخبوط الحواس ہے حالانکہ وہ آپ ﷺ کی کامل عقل کے بارے میں خوب جانتے تھے۔

(6) مشرک وحی کو ہلکا ثابت کرنے کے لئے، دوسروں کو ایمان کے راستے سے روکنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو کم عقل اور کم فہم ثابت کرتے تھے۔ (قرآناً عجبا)

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾

''آپ دیکھیں آپ کے لیے وہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں! سو وہ بہک گئے ہیں چنانچہ وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے'' (9)

سوال 1: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ ''آپ دیکھیں آپ کے لیے وہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں! سو وہ بہک گئے ہیں چنانچہ وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔'' مشرک بے بنیاد باتیں گھڑ کر گمراہ ہوئے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ﴾ ''آپ دیکھیں آپ کے لیے وہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں!'' مشرکین کے اعتراض پر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ پر باتیں چھانٹنے والوں کا حال یہ ہے کہ ایک بات پر ٹھہرتے ہی نہیں کبھی جادوگر کہتے ہیں، کبھی شاعر، کبھی مجنون دراصل یہ خود بہک گئے ہیں اور بے عقلی کی باتیں کر کے خود ہدایت کے راستے سے دور ہو رہے ہیں۔ (قرآناً عجبا)

(2)﴿فَضَلُّوْا﴾ ''سو وہ بہک گئے ہیں'' یعنی وہ حق کے راستے کو گم کر بیٹھے ہیں۔ اب اس کے بعد ان کی ہدایت کی کوئی امید نہیں (ایسر التفاسیر 1019)

(3)﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ ''چنانچہ وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے'' یہ ان کے گمراہی میں دور تک بھٹکنے کی وجہ سے ہے کہ وہ حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔

(4) جو سیدھے راستے سے بھٹکے گا وہ جہاں بھی جائے گا گمراہ ہوگا کیونکہ حق ایک ہے، اس کا راستہ ایک ہے۔ انہوں نے جو باتیں کہی ہیں وہ گمراہی پر مبنی ہیں، اس میں کوئی بھی ہدایت کی بات نہیں۔ اس لیے وہ سیدھا راستہ نہیں پا سکتے۔

رکوع نمبر 17

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا﴾

''بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر ایسے باغات عطا کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کے لیے محلات بنا دے''(10)

سوال 1: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر ایسے باغات عطا کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کے لیے محلات بنا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ﴾ ''بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر عطا کر دے'' مشرکوں نے جب نبی ﷺ کو فقر و فاقہ کا طعنہ دیا تو آپ ﷺ کو سخت صدمہ ہوا اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے۔

(2) ﴿جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں'' اگر وہ چاہے تو آپ ﷺ کو ان کے چاہے ہوئے باغوں سے بہتر باغ عطا فرما دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں۔

(3) ﴿وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا﴾ ''آپ کے لیے محلات بنا دے'' یعنی آپ ﷺ کو شان دار محل بھی عطا فرما دے۔

(4) باغات اور محلات سے زیادہ قیمتی دولت اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق اور یہ شعور ہے کہ وہ ساتھ ہے، اس کی نگرانی میں ہیں یہ اتنی قوت بخش روحانی غذا ہے جس کے مقابلے میں دُنیا کے مال و متاع کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بابرکت ہونے کی بات کی ہے کہ وہ چاہے تو ایک نہیں کئی پختہ محل دے دے اور چاہے تو ایسے باغ دے دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں مگر ان کے مطالبات حق کی تلاش اور نجات کی طلب کے لیے نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ وہ دشمنی اور عناد کی بناء پر کر رہے ہیں۔ (قرآناً عجبا)

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾

''بلکہ اُنہوں نے قیامت کو جھٹلا دیا ہے اور جو قیامت کو جھٹلائے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے''(11)

سوال 1: ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾ ''بلکہ اُنہوں نے قیامت کو جھٹلا دیا ہے اور جو قیامت کو جھٹلائے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے قیامت کو جھٹلا دیا ہے'' قیامت کا جھٹلانا دراصل رسالت کو جھٹلانا ہے۔ اصل سبب

قیامت کی جواب دہی کا خوف نہ ہونا ہے اگر دلوں کے اندر اس جواب دہی کا خوف بیٹھ جائے تو ایسے مطالبات نہیں کیے جاتے۔ (قرآناً عجباً)

(2)﴿وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾ ''اور جو قیامت کو جھٹلائے اُس کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' جھٹلانے والے کا ایک ہی علاج ہے کہ اس پر عذاب نازل کر دیا جائے۔ اس لیے رب العزت نے فرمایا کہ ان کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کے شعلے بہت زیادہ بھڑک رہے ہوں گے جو اتنی الم ناک اور خوف ناک ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا﴾

''وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے'' (12)

سوال 1: ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا﴾ ''وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''وہ جب انہیں دور سے دیکھے گی'' اللہ تعالیٰ نے آگ کو ایک زندہ وجود کی صورت میں سامنے رکھا ہے جو جھٹلانے والوں کو دیکھ رہی ہے۔ پھر انہیں دیکھ کر اُس کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا ہے۔ یہ انتقام کی آگ ہے جو مجرموں کو دیکھ کر جوش کھا رہی ہے اور ان سے کلام کرتی ہے جب کہ ابھی منکرین اپنے مقام پر نہیں پہنچے۔ (قرآناً عجباً)

(2)﴿سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا﴾ ''تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے'' جہنم کا دیکھنا اور چلانا ایک حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز کے اندر دیکھنے اور بولنے جیسی صلاحتیں پیدا کر دینا مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(3)﴿اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۙ﴾ ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝﴾ ''جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے، وہ اُس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے کی سی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہوگی کہ وہ غصہ سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔'' (الملک 67: 7,8)

(4)(i) جہنم کے غضب اور جوش انتقام میں کھولنے اور دھاڑنے کی وجہ سے سرکش انسان بھی سرکشی چھوڑنے کی سوچنے لگتا ہے اور کلام اللہ پر غور کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے (ii) جہنم پر یقین رکھنے والے افراد کے اندر ایک ایسا یقین اُترتا ہے جو رگوں میں دوڑنے والے خون کو بھی منجمد کرنے کی کوشش کرتا ہے یوں خوف کی یہ لہر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکا دیتی ہے۔ (قرآناً عجباً)

(5) حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے ہمارے ساتھ ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے ایک تنور کے پاس سے گزرے جب اس کے اندر دھکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی تو یہ آیت تلاوت فرمائی ''اور جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور گدھے کی سی آواز سن لیں گے۔'' (الفرقان 25: 12) یہ سن کر ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو کر گر پڑے لوگ انہیں چارپائی پر ڈال کر گھر لائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس (صبح سے لے کر) ظہر تک بیٹھ کر ہوش

میں لانے کی کوشش کرتے رہے لیکن حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ کو ہوش نہ آیا۔ (تفسیر ابن کثیر 415/3)

(6) حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر میرے بس میں ہوتا کہ میں نیند نہ کروں تو میں کبھی نہ سوتا اس ڈر سے کہ کہیں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہ ہو جائے اور اگر میرے پاس مددگار ہوتے تو میں انہیں ساری دنیا میں منادی کرنے کے لیے بھیج دیتا (جو کہتے) ''لوگو! آگ سے خبردار ہو جاؤ، لوگو! آگ سے خبردار ہو جاؤ۔'' (ابونعیم فی الحلیہ 369/2)

(7) حضرت ابومیسرہ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے بستر پر جاتے تو کہتے ''اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی'' اور رونے لگتے، ان سے کہا گیا ''اے ابومیسرہ! کیوں روتے ہو؟'' حضرت ابومیسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ہم نے (پل صراط کے) اوپر سے گزرنا ہے لیکن یہ علم نہیں کہ نجات ہوگی یا نہیں؟'' (ابن کثیر 179/3)

(8) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو روتے دیکھ کر پوچھا گیا ''آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مجھے آگ میں نہ پھینک دے اور اللہ تعالیٰ کو تو کسی کی پرواہ نہیں۔'' (حسن بصری صفحہ الصوہ 233/3)

(9) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ ! اِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ﴾ ''یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری قبر کے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری جہنم کے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری زندگی اور موت کے فساد سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری مسیح دجال کے فساد سے۔'' (نسائی 2062)

(10) ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝﴾ ''جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے۔ بلاشبہ وہ بہت بڑی چمٹنے کی جگہ اور اقامت ہے۔'' (الفرقان 65,66)

(11) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار مبارک کے نیچے رکھ لیتے اور ارشاد فرماتے: ﴿اَللّٰهُمَّ ! قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ﴾ ''اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا لیں جس روز کہ آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔'' (ابوداؤد 5045)

(12) حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ کون سی دعا کثرت سے مانگا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دعا اکثر مانگا کرتے تھے؟ وہ یہ ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ ! آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اللہ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔'' (مسلم 6840)

﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾

''اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے تو وہاں وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے'' (13)

سوال1:﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ ''اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے تو وہ ہلاکت کو پکاریں گے'' جہنم کی تنگی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ﴾ ''اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے''۔ کافروں کو آزادی سے آگ تک پہنچنے کے بعد بچنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ ایک تنگ مقام سے انہیں زنجیروں میں جکڑ کر پھینک دیا جائے گا۔ (قرآناً عجبا)

(2)﴿دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ ''تو وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے'' اس وقت وہ اپنے لیے موت، رسوائی، اور فضیحت کو پکاریں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والے ہیں اور خالق کائنات نے انہیں ان کے اعمال کی پاداش میں اس جگہ بھیج کر انصاف کیا ہے مگر یہ دعا اور استغاثہ ان کے کسی کام آئیں گے نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں گے۔

﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا﴾

''آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو'' (14)

سوال1:﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا﴾ ''آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا﴾ ''آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو'' اس سے مراد یہ ہے کہ عذاب موت کی طرح ہے تم ایک عذاب سے نکلو گے تو دوسرا تمہارا منتظر ہوگا ایک عذاب کو نہیں بہت سے عذابوں کو پکارو یعنی بہت سی موتوں کو پکارو۔ (قرآناً عجبا)

﴿قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا﴾

''آپ کہہ دیں کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت، جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے؟ جو ان کا بدلہ اور لوٹ جانے کی جگہ ہوگی'' (15)

سوال1:﴿قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت، جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے؟ جو ان کا بدلہ اور لوٹ جانے کی جگہ ہوگی'' جنت اچھی ہے یا جہنم آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی بعث اور جزا کو جھٹلانے والے مشرکوں سے کہہ دو۔

(2)﴿اَذٰلِكَ﴾ ''کیا یہ'' یعنی وہ بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب۔

(3)﴿خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے'' یعنی کیا غیض و

غضب سے بھڑکتی ہوئی آگ بہتر ہے یا جنت جس کا وعدہ شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں سے کیا گیا ہے۔

(4)﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (۶۲) اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ (۶۳) اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (۶۴) طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ (۶۵) فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (۶۶) ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ (۶۷) ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ (۶۸) اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ (۶۹) فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (۷۰)﴾ ''کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟ یقیناً ہم نے اُسے ظالم لوگوں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے۔ اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں۔ پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقیناً کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے۔ پھر بے شک اُن کی واپسی یقیناً دوزخ کی طرف ہوگی۔ یقیناً اُن لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ پھر وہ اُن ہی کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے۔ (الصفت:62,70)

(5) اللہ تعالیٰ انسان کو مستقبل کے منظر میں لے جا کر یہ شعور دلاتے ہیں کہ دیکھو کفر اور شرک کا انجام زیادہ اچھا ہے جو عذابوں کی صورت میں ہے یا جنت جس کا وعدہ متقین سے ان کی فرماں برداریوں کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ (قرآناجبا)

(6) یہاں یہ سوال سب کے سامنے اس لیے رکھا جا رہا ہے کہ شاید لوگ جہنم کے عذاب سے عبرت پکڑیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے بُرے انجام سے بچ جائیں۔ (قرآناجبا)

(7)﴿كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا﴾ ''جو ان کا بدلہ اور لوٹ جانے کی جگہ ہوگی'' یعنی ہمیشہ رہنے والی جنت اہل ایمان اور تقویٰ کے لیے ثواب اور ان کا ٹھکانا ہوگی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (اسیر التفاسیر:1021)

﴿لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا﴾

''اس میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں، آپ کے رب کے ذمہ ایک ایسا وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے'' (16)

سوال 1:﴿لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا﴾ ''اس میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں، آپ کے رب کے ذمہ ایک ایسا وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ﴾ ''اس میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی ہمیشہ رہنے والی جنت میں متقیوں کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو ان کے نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ (جامع البیان 201/18)

(2) جنت میں ہر قسم کی لذت والی چیزیں نصیب ہوں گی۔ کھانے پینے کی چیزیں، نرم و نازک ریشمی کپڑے، عالی شان محل، رنگ برنگ کی سواریاں اور دل خوش کن مناظر سب ہی کچھ ہوں گے۔ وہ وہ نعمتیں ہوں گی جو نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا کھٹکا گزر سکتا ہے۔ یہ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ موج اڑاتے رہیں گے، نہ انہیں زوال ہوگا نہ ختم ہوں گی۔ نہ ان میں کمی آئے گی،

نہ ان سدا بہار محلوں سے اکتائیں گے۔ من بھاتے کھانے معرج مشروب، دل پسند لباس، اونچے اونچے شاہانہ محل، طرح طرح کی نعمتیں، مبارکبادیوں اور سلامتیوں کی صدائیں، فرشتوں کی دل جوئیاں، حوروں کی محبت بھری نگاہیں، غلاموں کی سرگرم خدمتیں اور اللہ تعالیٰ کا دیدار پر بہار سبحان اللہ ایک جنتی کو حق تعالیٰ کس کس نعمت سے نوازے گا۔ اے اللہ! ہمیں بھی اپنے سچے وعدوں کا حق دار بنا اور توحید کی سچی تڑپ عطا فرما (آمین)۔ جب رب نے اپنے نیک بندوں سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے تو وہ پورا ہو کر رہے گا۔ اس کی بڑی مہربانی ہے کہ بلا عوض اپنے بندوں کو ایسی ایسی جلیل الشان نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 1358/2)

(3) ﴿كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا﴾ ''آپ کے رب کے ذمہ ایک ایسا وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے'' (i) جنت کا وعدہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی طرح اپنے ذمے واجب کر لیا ہے۔ (ii) یہ ایسا وعدہ ہے جس کا اہل ایمان مطالبہ کر سکتے ہیں۔ (iii) اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرتا اس لیے وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ (قرآناً عجبا)

(4) یہ اہل ایمان پر خصوصی کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ادائیگی کو اپنے ذمے واجب کر لیا۔ (قرآناً عجبا)

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ﴾

''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے ہیں تھے پھر وہ کہے گا: ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' (17)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے ہیں تھے پھر وہ کہے گا: ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' مشرکوں پر قیامت کے دن کی لعنت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جھٹلانے والے مشرکوں کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن مشرکوں کو غیر اللہ کی عبادت پر لعنت ملامت کی جائے گی۔

(2) ﴿وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ﴾ ''اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے پھر وہ کہے گا'' اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹنے کے لیے جھوٹے معبودوں سے کہیں گے۔

(3) ﴿ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ﴾ ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے معبودوں کو جمع کرے گا اس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے بھی میدان حشر میں پوچھے جائیں گے۔ جیسا کے رب العزت نے فرمایا ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ

اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۢ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ”اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ، وہ کہے گا: ”آپ پاک ہیں۔ میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا، آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔“ (المائدہ:116)

(4)(i) دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے اُن سے گمراہ ہونے والوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا اپنی مرضی سے تمہاری عبادت کر کے گمراہ ہوئے تھے۔ (ii) اللہ تعالیٰ بتوں کو بھی عقل وشعور اور گویائی عطا کر دے گا۔ (iii) یوں یہ گواہی بھی انسان کے خلاف پڑے گی۔ (iv) یہ سوال جرم کی تشہیر اور رُسوائی کے لیے کیا جائے گا۔ (v) یہ سوال جرم کو ثابت کرنے کے لیے کیا جائے گا۔ (vi) آج جب کہ مہلت عمل ہے اس میں مشرکوں کو شعور دلانے کے لیے کیا گیا ہے۔ (قرآناً عجباً)

(5)﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (۴۰) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (۴۱)﴾ اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ”کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟“ وہ کہیں گے: ”پاک ہے تیری ذات، اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے۔“ (سبا:40,41)

(6)﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ”اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔“ (الاحقاف:6)

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا﴾

”وہ کہیں گے: پاک ہے آپ کی ذات، ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے“ (18)

سوال 1: ﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ”کہیں گے: پاک ہے آپ کی ذات، ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ﴾ ”وہ کہیں گے: پاک آپ کی ذات ہے“ قیامت کے دن خود ساختہ معبود کہیں گے پاک ہے تیری ذات

عزت وجلال والی، سارے کمال آپ کی ذات کے لیے ہیں۔

(2)﴿مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ﴾ ''ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں'' یعنی ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر اوروں کی عبادت کرتے جب کہ ہم تیرے بندوں کو تیری عبادت کے لیے بلاتے ہیں۔ اس طرح تو ہم انھیں گمراہ کر دیتے۔

(3)﴿وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ﴾ ''لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا'' یعنی آپ نے انھیں اور ان کے آباواجداد کو دنیا کی لذتوں اور شہوتوں سے فائدہ اٹھانے دیا۔

(4)﴿حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ﴾ ''یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے'' یعنی دنیا کی لذتوں میں مشغول ہو کر اور شہوتوں میں ڈوب کر نصیحت کو بھلا بیٹھے۔

(5) یعنی تیرا ذکر، تیری عبادت اور جو کچھ تیرے رسول ان کے پاس لے کر آئے ان کو بھلا بیٹھے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں، یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (الحشر:19)

(6)(i) ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے جو اُس نے پیغمبروں پر نازل کیا تھا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

(ii) ذکر بھلا دینے سے مراد اللہ تعالیٰ کے کلام کو اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے احکامات کو نہ سیکھنا، نہ سمجھنا، یاد نہ رکھنا، نہ اُن پر عمل کرنا۔ (قرآناً عجباً)

(7) انہوں نے توحید پر ایمان اور قرآن کو چھوڑ دیا۔ (سعدی:557/2)

(8)﴿وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ''اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے'' ﴿قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل خشک ہو چکے اور جن کی زندگی میں خلا پیدا ہو گیا۔ (قرآناً عجباً)

(9) بائرین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ جن میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ وہ کسی اصلاح کی طرف راغب نہیں ہوتے اور وہ ہلاکت کہ سوا کسی چیز کے لائق نہیں ہوتے پس انہوں نے اس مانع کا ذکر کیا جس نے ان کو اتباع ہدایت سے روک دیا اور وہ ہے ان کا دنیا سے متمتع ہونا جس نے ان کو راہ راست سے روک دیا۔ پس ان کے لیے ہدایت کا تقاضا معدوم ہے یعنی ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں جب تقاضا معدوم اور مانع موجود ہو تو آپ جو شر اور ہلاکت چاہیں ان کے اندر دیکھ سکتے ہیں۔ (تیسیر السعدی:1860/2)

﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴾

''سو جو تم کہتے تھے انہوں نے یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ہے پس اب تم نہ ہی عذاب ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہو اور تم میں جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے'' (19)

سوال1:﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴾ ''سو جو تم کہتے تھے انہوں نے یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ہے پس اب تم نہ ہی عذاب ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہو اور تم میں جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ﴾ ''سو جو تم کہتے تھے انہوں نے یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ہے'' مشرکوں کے معبود جب ان سے بے زاری کا اظہار کریں گے تو ان عبادت کرنے والوں سے رب العزت فرمائیں گے کہ انھوں نے تمھیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا یا تم اس شرک پر خود راضی تھے؟ اب تمھارے معبود تمھیں جھٹلا رہے ہیں جنہیں تم نے اپنا کارساز اور اپنے اور رب کے درمیان واسطہ بنا رکھا تھا۔ وہ تو تمہارے سب سے بڑے دشمن بن جائیں گے اور تم پر عذاب واجب ہو جائے گا۔

(2)﴿فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا﴾ ''پس اب تم نہ ہی عذاب ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہو'' یعنی تم اب عذاب کو اپنے اوپر سے ہٹا سکتے ہو نہ تمھارے معبود اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹا کر تمھاری مدد کر سکیں گے۔

(3)﴿وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴾ ''اور تم میں جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے'' یہ عام خطاب سب لوگوں سے کیا جائے گا رب العزت تمام انسانوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے تم میں سے جس نے شرک کیا ہو گا یا میرے سوا کسی کی عبادت کی ہو گی ہم قیامت کے دن اسے سخت عذاب میں پکڑیں گے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے''(20)

سوال1:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے'' کھانا پینا اور بازاروں میں آنا جانا انبیاء کے منصب اور مقام کے خلاف نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ہم نے انبیاء کو ایسی مخلوق نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں، ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کھانے پینے کے محتاج تھے۔ کھانا پینا اور بازاروں

میں آنا جانا منصب نبوت کے خلاف نہیں۔(2) نہ ہم نے انہیں فرشتے بنایا ہے۔ہم نے انہیں آپ لوگوں کے لیے نمونہ بنایا ہے۔

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ﴾''اور ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔''(الانبیاء:8)

(4)(i) اللہ رب العزت نے واضح کیا ہے کہ پہلے رسول بھی انسان تھے،کھانا کھاتے تھے،غذا کے محتاج تھے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے یعنی تجارت کرتے تھے رزق حلال کماتے تھے یہ کوئی نبوت سے ہٹے ہوئے کام نہیں ہیں۔(قرآناجبا)

(5) اللہ رب العزت نے انبیا کو پاکیزہ خوبیاں،قابل تعریف،عادات،معجزات اور عمدہ اقوال وافعال عطا فرمائے ان کو دیکھ کر ایک عام عقل والا انسان بھی ان کی نبوت اور رسالت تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(6)﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ﴾''اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے،کیا تم صبر کرتے ہو؟''یعنی یہ ہماری اپنی مخلوق کے بارے میں سنت ہے کہ ہم ان کو ایک دوسرے سے آزماتے رہتے ہیں مومن کو کافر سے،غنی کو فقیر سے،تندرست کو مریض سے اور ہم دیکھتے ہیں کہ کون صبر کرتا ہے اور کون جزع فزع کرتا ہے۔ہم صبر کرنے والوں کو وہ جزا دیتے ہیں جن کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔

(7) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔ایک فرشتہ جس کی کمر کعبے کے برابر تھی میرے پاس آیا اور اس نے کہا آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو نبی اور بندہ (غلام) رہیں اور اگر چاہیں تو نبی اور بادشاہ ہو جائیں میں نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا،جبرائیل علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ اپنے آپ کو نچلا رکھو۔میں نے کہہ دیا میں نبی اور بندہ (غلام) رہنا چاہتا ہوں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے کھانا نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے میں غلاموں کی طرح کھاتا ہوں اور غلاموں کی طرح بیٹھتا ہوں۔(تفسیر مظہری:288/8)

(8)﴿وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾''اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے''اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا اور جانتا ہے کہ وحی اور رسالت کا مستحق کون ہے۔(قرآناجبا)

(9) رب العزت نے فرمایا﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے''(الانعام:124)

(10) اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کے بارے میں جانتا ہے۔اچھے اعمال ہوں گے تو بہترین بدلہ دے گا اور برے اعمال پر سزا دے گا۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 19

وَقَالَ الَّذِينَ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرانًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا" (پارہ 19)

نام مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : جنوری 2009ء

طبع دوم : مارچ 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi

Alnoor international

فہرست

رکوع ❖ 1		9
رکوع ❖ 2		24
رکوع ❖ 3		32
رکوع ❖ 4		48
سورہ الشعرآء		71
رکوع ❖ 5		71
رکوع ❖ 6		77
رکوع ❖ 7		89
رکوع ❖ 8		98
رکوع ❖ 9		105
رکوع ❖ 10		126
رکوع ❖ 11		135
رکوع ❖ 12		144
رکوع ❖ 13		153
رکوع ❖ 14		161
رکوع ❖ 15		168
سورہ النمل		191
رکوع ❖ 16		191
رکوع ❖ 17		204
رکوع ❖ 18		218
رکوع ❖ 19		228
آخری آیات		237

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا،
کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں
نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟
قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟
قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآن حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قرآنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 1

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾

''اور جولوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی'' (21)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اور جولوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی'' کافروں کی سرکشی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ ''اور جولوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے'' یعنی جولوگ جنت اور مغفرت کی امید نہیں رکھتے اور وہ کفار مکہ ہیں۔

(2) ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے'' (i) اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو رسول بنا کر کیوں بھیجا ہے فرشتے کو رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا۔ (ii) اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ رسول کے ساتھ فرشتے بھی نازل ہوتے جو رسول کی تصدیق کرتے۔ (3) یعنی فرشتے آتے تو وہ آپ کی رسالت کی گواہی دیتے۔

(4) ﴿اَوْ نَرٰى رَبَّنَا﴾ ''یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے'' یعنی اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھتے۔ اپنی آنکھوں سے رب کو دیکھنے کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ ویسے تو ہمیں یقین نہیں آتا لیکن رب آ کر ہمیں بتاتا کہ یہ میرا رسول ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے تو ہم مان جاتے۔

(i) آخرت کا انکار کرنے والے اپنے تئیں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے تھے۔

(ii) یہ لوگ اپنے نفس کو بڑی چیز سمجھتے تھے اتنا بڑا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے سامنے ظاہر دیکھنا چاہتے تھے تاکہ پھر وہ اس کی تصدیق کرسکیں۔

(5) ایسا مطالبہ وہی کرسکتا ہے (i) جو اللہ تعالیٰ کے مقام اور مرتبے سے ناواقف ہو۔ (ii) جو سرکش اور جاہل ہو۔ (iii) جو گستاخ ہو۔ (iv) جو تکبر کرنے والا ہو۔

(6) ﴿لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے'' یعنی انہوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور ایمان سے

منہ موڑ لیا۔

(7) انہوں نے تکبر کی وجہ سے حق سے منہ موڑا، ان کے دلوں میں کفر اور عناد تھا اور وہ اس پر اعتقاد رکھتے تھے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ﴾ ''ان کے دلوں میں صرف ایک بڑائی ہے جس کو وہ ہرگز پہنچنے والے نہیں ہیں۔'' (المومن:56)

(8) ﴿وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا﴾ ''اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی'' ابن عباس نے کہا کہ انہوں نے کفر میں شدت اختیار کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾ ''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے انہیں سزا دی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔'' (الطلاق:8)

﴿یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰی یَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَیَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾

''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے مجرموں کے لیے اُس دن کوئی خوش خبری نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے (کاش! ان کے اور ہمارے درمیان) ایک مضبوط آڑ ہو'' (22)

سوال 1: ﴿یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰی یَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَیَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے مجرموں کے لیے اُس دن کوئی خوش خبری نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے (کاش! ان کے اور ہمارے درمیان) ایک مضبوط آڑ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے'' اس دن سے مراد موت کا دن جب فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور وہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

(2) ﴿لَا بُشْرٰی یَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ﴾ ''مجرموں کے لیے اُس دن کوئی خوش خبری نہیں ہوگی'' فرشتے کافروں کے پاس جب سکرات موت کے وقت آتے ہیں اور انہیں جہنم کی آگ اور اللہ تعالیٰ کے قہر اور عذاب کی خبر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: اے خبیث جسم کی خبیث روح آگ کی طرف، کھولتے پانی کی طرف اور گرم سائے کی طرف نکل آ۔ روح بھاگتی ہے اور فرشتے مارتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی

ویسا ہی اُتاروں گا، اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ ''نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:93)

(3)﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو۔'' (الانفال:50) (4) اس دن کافروں کے لیے کوئی خوش خبری نہیں ہوگی۔

(5) اس کے برخلاف اس دن فرشتے مومنوں کو خوشخبری دینے کے لیے آئیں گے۔﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۳۰) نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۳۱) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (۳۲)﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (فصلت:30,32)

﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾

''اور ہم اُن کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اُسے اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے'' (23)

سوال 1:﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''اور ہم اُن کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اُسے اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے'' مشرکوں کے عمل غارت ہو جائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ﴾ ''اور ہم اُن کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا'' قیامت کے دن سب انسانوں سے ان کے اچھے اور برے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ ان کے وہ کام جن کو نیکی کے کام سمجھتے ہوئے انہوں نے مشقت اٹھائی۔

(2)﴿فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''تو ہم اُسے اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے'' قیامت والے دن کافروں کے اعمال بے حیثیت ذرّوں کی مانند کر دیئے جائیں گے۔ ان کے اعمال غارت ہو جائیں گے کیونکہ اعمال کی قبولیت کی دونوں شرائط نہیں ہوں گی نہ تو ان کے اعمال اللہ تعالیٰ

کی رضا کے لیے ہوں گے کیونکہ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں دوسرے سنت رسول ﷺ کی مطابقت نہیں ہوگی۔اس لیے انہیں اجر سے محروم کر دیا جائے گا اور انہیں سزا دی جائے گی۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۫ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ﴾''اوران لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اور اپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں،ان کی مثال ایک ایسے باغ کی مثال کی طرح ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے،پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔''(البقرہ:264)

(4)﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ﴾''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اُس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔''(ابراہیم:18)

(5)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا﴾''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ اور اس کی ملاقات کے ساتھ کفر کیا،تو اُن کے سارے اعمال ضائع ہو گئے،چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔''(الکہف:105)

﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىِٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا﴾

''جنت والے اُس دن بہترین ٹھکانے میں اور بہت اچھی آرام گاہ میں ہوں گے''(24)

سوال:﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىِٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا﴾''جنت والے اُس دن بہترین ٹھکانے میں اور بہت اچھی آرام گاہ میں ہوں گے''اہل جنت کی قیام گاہیں کمال نفیس اور دیدہ زیب ہوں گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىِٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا﴾''جنت والے اُس دن بہترین ٹھکانے میں ہوں گے''اہل جنت جو رب ایمان پر ایمان لائے،جنہوں نے دنیا میں ایسے نیک اعمال کیے جو رب کو پسند آئے ان کی قیام گاہیں کمال نفیس اور دیدہ زیب ہوں گی۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ﴾''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے،جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔''(الحشر20)اہل جنت کامیاب ٹھہریں گئے۔

(2)﴿وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا﴾''اور بہت اچھی آرام گاہ میں''قیامت کا دن اہل ایمان کے لیے مختصر ہوگا اور ان سے آسان حساب کتاب ہو

گا۔قیلولے کے وقت تک یہ لوگ فارغ ہوجائیں گے اور جنت میں یہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ آرام کررہے ہوں گے۔

(3)صفوان بن محرز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو شخصوں کو لایا جائے گا ایک تو وہ جو ساری دنیا کا بادشاہ تھا اس سے حساب لیا جائے گا تو اس کی پوری عمر میں ایک نیکی بھی نہ نکلے گی پس اسے جہنم کے داخلے کا حکم ملے گا، پھر دوسرا شخص آئے گا جس نے ایک کمبل میں دنیا گزاری تھی جب اس سے حساب لیا جائے گا تو یہ کہے گا کہ اے اللہ میرے پاس دنیا میں تھا ہی کیا جس کا حساب لیا جائے گا؟ اللہ فرمائے گا۔یہ سچا ہے اسے چھوڑ دو۔اسے جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔پھر کچھ عرصے کے بعد دونوں کو بلایا جائے گا تو جہنمی بادشاہ تو مثل سوختہ کوئلے کے ہوگیا ہوگا۔اس سے پوچھا جائے گا کہو کس حال میں ہو یہ کہے گا نہایت برے حال میں اور نہایت خراب جگہ میں ہوں۔پھر جنتی کو بلایا جائے گا اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔اس سے پوچھا جائے گا کہو کیسی گزرتی ہے؟ یہ کہے گا الحمداللہ بہت اچھی اور نہایت بہتر جگہ میں ہوں۔اللہ فرمائے گا جاؤ اپنی جگہ پھر چلے جاؤ۔(ابن کثیر:6/4)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ(۵۵) هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ(۵۶)﴾ ''یقیناً آج اہلِ جنت اپنے شغل میں خوش ہیں۔وہ اور اُن کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے گھنے سایوں میں ہوں گے۔'' (یٰسین:55،56)

﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾

''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے،لگاتار نازل کیا جانا'' (25)

سوال:﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾ ''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے،لگاتار نازل کیا جانا'' قیامت کے دن ہونے والے ہولناک حادثات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ﴾ ''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا'' قیامت کے دن کائناتی حادثات ہوں گے۔کائنات کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔تمام ستارے باہم ٹکرا جائیں گے۔ہر چیز کے باہمی رابطے ٹوٹ جائیں گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ(۱) وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ(۲) وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ(۳) وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ(۴) وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ(۵) وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔اور جب تارے بے نور ہوجائیں گے۔اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔اور جب دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔اور جب وحشی جانور اکٹھے کردیے جائیں گے۔اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔'' (التکویر:1،6)

(2)﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ(۱) وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ(۲) وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ(۳) وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ(۴)﴾ ''جب آسمان

پھٹ جائے گا۔اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔'' (الانفطار:1,4)

(3)﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا(۱۹)وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا(۲۰)﴾ ''اور آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ دروازے دروازے ہو جائے گا۔اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب ہو جائیں گے۔'' (النبا:19,20)

(4)﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ ''پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سُرخ چمڑے جیسا سُرخ ہو جائے گا۔'' (الرحمٰن:37)

(5)﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً (۱۰)اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (۱۱)لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۱۲)فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳)وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (۱۴)فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱۵)﴾ ''پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی سخت گرفت میں پکڑا۔بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا۔تاکہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں۔ چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا،ایک بار پھونکنا۔اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے،ایک ہی بار ٹکرا دینا۔تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔'' (الحاقۃ:10,15)

(6)﴿وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾ ''فرشتے نازل کیے جائیں گے،لگاتار نازل کیا جانا'' قیامت کے دن آسمانوں سے لگاتار فرشتے اتارے جائیں گے جو میدان حشر میں انسانوں کو گھیر لیں گے۔پھر اللہ تعالیٰ انسانوں کے فیصلے کرنے کے لیے جلوہ افروز ہوں گے۔

(7)ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو سب انسانوں اور کل جنات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا۔تمام جانور چوپائے درندے پرندے اور کل مخلوق وہاں ہوگی پھر آسمان اول پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو دو طرف سے گھیر لیں گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہوں گے پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور اس کے فرشتے بھی آئیں گے جو زمین کی اور آسمان اول کی تمام مخلوق کی گنتی سے بھی زیادہ ہوں گے۔پھر تیسرا آسمان شق ہوگا اس کے فرشتے بھی دونوں آسمانوں کے فرشتے مل کر زمین کی مخلوق سے بھی زیادہ ہوں گے سب کو گھیر کر کھڑے ہو جائیں گے۔پھر اسی طرح چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں پھر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں تشریف لائے گا اس کے اردگرد بزرگ ترپاک فرشتے ہوں گے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی کل مخلوق سے زیادہ ہونگے ان پر سینگوں جیسے نشان ہونگے،وہ اللہ کے عرش کے نیچے اللہ کی تسبیح وتہلیل وتقدیس بیان کریں گے،ان کے تلوے سے لے کر ٹخنے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا راستہ ہوگا اور ٹخنے سے گھٹنے تک کا بھی اتنا ہی۔اور گھٹنے سے ناف تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔اور ناف سے گردن تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔اور گردن سے کان کی لو تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔اور اس کے اوپر سے سر تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔(ابن کثیر:7/4)

(8)﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ ''اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آجائیں گے۔'' (الفجر:22)

(9)رب العزت نے فرمایا:﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''وہ انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آئیں اور کام پورا کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔'' (البقرہ:210)

﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ ۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾

''اُس روز حقیقی بادشاہت رحمن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا'' (26)

سوال1:﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ ۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾ ''اس روز حقیقی بادشاہت رحمن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا'' قیامت کے دن حقیقی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ ۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ﴾ ''اُس روز حقیقی بادشاہت رحمن کی ہوگی'' قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا اور بادل سایہ فگن ہو جائیں گے۔ فرشتے حشر کے میدان میں اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ ساری مخلوق جمع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حساب کتاب کے لیے فرشتوں کے درمیان جلوہ افروز ہوں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی بادشاہت حق ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا﴿يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (16) اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (17)﴾ ''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج بادشاہت کس کے لیے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا، آج کوئی ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' (غافر:16،17)

(2)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن اللہ ساری زمین کو اپنی مٹھی میں لے گا اور آسمان کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔ پھر فرمائے گا''انا الملك ،این ملوك الارض'' آج حکومت صرف میری ہے، دنیا کے بادشاہ آج کہاں ہیں؟ (بخاری:4812)

(3)﴿وَكَانَ يَوْمًا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾ ''اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا'' کافروں کے لئے حشر کا دن بہت بھاری ہوگا۔ شرمندگی، ندامت، حسرت، پچھتاوے اور دہشت یہ سب کچھ کافر کا سرمایہ بن جائے رب العزت نے فرمایا:﴿فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ (9) عَلَي الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ (10)﴾ ''تو وہ دن بڑا ہی مشکل دن ہوگا۔ کافروں پر آسان نہ ہوگا'' (المدثر:9،10)

(4)ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔'' (المعارج:4) کہ پچاس

ہزار سال کا دن تو بہت لمبا ہوگا فرمایا: اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ مومن کے لیے بہت ہی ہلکا ہوگا۔ اس کو تو ایک فرض نماز کے وقت سے بھی زیادہ ہلکا معلوم ہوگا۔" (مسند احمد)

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾

"اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا!" (27)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾ "اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا!" قیامت کے دن رسول ﷺ کے راستے سے ہٹنے والوں کی سخت پشیمانی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ﴾ "اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا" قیامت کے دن وہ لوگ سخت پشیمان ہوں گے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا راستہ اختیار نہ کیا یا اس راستے سے ہٹ گئے اور اپنے اوپر ظلم کیا۔

(2) اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا۔ ہاتھوں کے چبانے سے غم کی شدت ظاہر ہو رہی ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ظالم کو ناقابل برداشت غم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم کے غم واندوہ کو مجسم حرکت کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

(3) ﴿يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾ "وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا!" حشر کے میدان میں انسان کو یہ سمجھ آجائے گی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی نجات کا سبب ہے، کامیابی کا ذریعہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾ "جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے: "اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی!" (الاحزاب:66)

(4) اس دن تمنائیں بدل جائیں گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ﴾ "وہ کہے گا: "اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔" (الفجر:24)

(5) ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ "جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔" (الحجر:2)

(6) حشر کے میدان میں حاصل ہونے والا شعور کام نہیں آئے گا کیونکہ امتحان کی مدت اور عمل کی مہلت ختم ہو چکی ہوگی۔

(i) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شعور دیا ہے کہ رسول کے راستے پر چلے بغیر آخرت میں کامیابی ممکن نہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ رسول ﷺ کے طریقے یعنی دین کو سمجھ کر لوگوں کو دین کی دعوت دیے بغیر دین کو سکھائے بغیر، دین پر

عمل پیرا ہوئے بغیر، دین کے قانون کو رائج کئے بغیر آخرت کی کامیابی ممکن نہیں۔

﴿يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾

''ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا'' (28)

سوال 1: ﴿يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾ ''ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا'' حشر کے میدان میں دوستیاں کیسے باعث حسرت بن جائیں گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) انسان کی دوستی، اس کی صحبت اس پر اثر انداز ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: المرء علیٰ دین خلیله آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ (2) انسان کی سوچ، اس کی فکر، اس کے اعمال پر دوستیوں کی چھاپ ہوتی ہے۔

(3) انسان ان لوگوں کے اثرات قبول کرتا ہے جن کے ساتھ دوستی کا تعلق ہوتا ہے۔

(4) انسان دوستوں کے طریقے پر ہی چلتا ہے۔ جب انسان دوستوں کے طریقے پر چلتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لیے حشر کے میدان میں رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑنے والے حسرت میں مبتلا ہو جائیں گے اور غم کی شدت سے یہ چیخ نکلے گی۔ کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

سوال 2: دوستی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب: (1) انسان دوستی کے اثرات قبول کرتا ہے اس لیے اسلام نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اچھی اور بری دوستی کی مثال دی۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نیک اور برے دوست کی مثال مشک ساتھ رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے (جس کے پاس مشک ہے اور تم اسکی صحبت میں ہو) وہ اس میں سے یا تمہیں کچھ تحفہ کے طور پر دے گا یا تم اس سے خرید سکو گے یا (کم از کم) تم اسکی عمدہ خوشبو سے تو محظوظ ہو ہی سکو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے (بھٹی کی آگ سے) جلا دے گا یا تمہیں اس کے پاس سے ایک ناگوار بدبودار دھواں پہنچے گا۔'' (بخاری: 5334)

(2) (i) اسلام اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں سے دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتا اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے دعائے قنوت میں اس کا تذکرہ چلتا ہے۔ ﴿وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ﴾ اور ہم چھوڑ دیں گے جو آپ کی نافرمانی کرے گا۔

(ii) اسلام دوستی کے اثرات کو فقط دنیا تک محدود نہیں سمجھتا۔ اس کے اثرات انسان کی ہمیشہ کی زندگی یعنی آخرت پر پڑتے ہیں۔ اسی لیے حشر کے میدان میں ظالم انسان کی حسرت ناک اور دل دوز چیخوں کی صورت بری دوستیوں کے انجام کو دکھایا ہے۔ تاکہ لوگ اپنی دوستیوں کے بارے میں درست فیصلے کریں۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔" (ابوداؤد:4833)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے مجلسی دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہ شخص جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آئے، اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے، اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔ (مسلم، داؤد)

﴿لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾

"بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے" (29)

سوال 1: ﴿لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ "بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے" قیامت کے دن انسان بری دوستیوں کی حقیقت کو کیسے سمجھ جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ﴾ "بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی" یعنی میرے دوستوں نے مجھے قرآن سے نفرت دلائی۔ ان ظالموں نے مجھے قرآن سے بہکایا جب کہ وہ میرے پاس آ چکا تھا۔

(2) برے دوست برائی کا ذکر کرتے ہیں۔ جب انسان کی سرگرمیاں ایک طرف ہو جاتی ہیں تو دوسری طرح کی سرگرمیاں اس کے لیے اتنی اہمیت کی حامل نہیں رہ جاتیں۔ برے دوست فقط یہ کام کرتے ہیں کہ انسان کو بری یا بے کار سرگرمیوں سے نکلنے نہیں دیتے۔ اس وجہ سے کارآمد سرگرمی خواہ وہ قرآن مجید کے علم کے حصول کی ہو یا عمومی نصیحت کی، اس طرف توجہ نہیں کرنے دیتے۔

(3) ﴿وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ "اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے" شیطان انسان کے لیے برائی کو مزین کرتا ہے اور جس برائی کو کرنے کا انسان سوچ بھی نہیں سکتا شیطان وہ برائی انسان سے کروا لیتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ "جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا: "کفر کر!" پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: "میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔" (الحشر:16)

(5) شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ انسان کو سیدھے راستے سے ہٹا دے اور اسے ذلیل و خوار کر دے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا

كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔'' (ابراہیم:22)

(7) انسان کو دوستی کے بارے میں محتاط ہونا چاہیے دوست اسے بنائے جس کی دوستی میں سعادت ہو۔

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾

''اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً اس قرآن کو میری قوم نے چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا'' (30)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ ''اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً اس قرآن کو میری قوم نے چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا'' قیامت کے دن نبی ﷺ امت کی جو شکایت کریں گے کہ انہوں نے قرآن چھوڑ دیا تھا۔ آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ﴾ ''اور رسول کہے گا'' قیامت کے دن نبی ﷺ اپنے ان امتیوں کی شکایت کریں گے جنہوں نے قرآن چھوڑ دیا تھا۔ (2) ﴿يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي﴾ ''اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے'' رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے اے میرے رب! تو نے مجھے جن لوگوں کی طرف بھیجا تھا اس قوم نے کیا کیا۔ (3) ﴿اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ ''اس قرآن کو چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا'' انہوں نے اس قرآن کو چھوڑ دیا جس کا پڑھنا، جس پر عمل کرنا ان پر واجب تھا۔

سوال 2: قرآن کو چھوڑنے کے کیا مظاہر ہیں؟

جواب: قرآن مجید کو چھوڑنے کے بہت سے مظاہر ہیں۔

(1) قرآن مجید کے بارے میں ناحق بات کرنا۔

قرآن مجید کے بارے میں ناحق بات کرنا اور یہ کافروں کا کام ہے۔ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: ناحق کہنے سے مراد یہ ہے کہ اسے سحر یا شعر قرار دینا۔ (قرطبی:21/13)

(2) قرآن حکیم سے اعراض کرنا اور اس کے سننے میں خلل ڈالنا۔

قرآن کو چھوڑ دینے میں قرآن سے اعراض کرنا اور اس کے سننے میں خلل ڈالنا بھی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ ''اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو تا کہ تم غالب آ جاؤ۔'' (فصلت:26)

(3) قرآن حکیم کی تلاوت کو چھوڑ دینا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ﴿الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ﴾ کہ جس کے دل میں قرآن کا کچھ حصہ نہ ہو وہ اجڑے ہوئے گھر کی مانند ہے۔'' (ترمذی:2913)

(4) قرآن کو حفظ کرنے کے بعد بھول جانا۔

رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (۱۲۴) قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (۱۲۵) قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (۱۲۶)﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے'' وہ کہے گا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں یقیناً دیکھنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔'' (طٰہٰ:124،126)

(5) قرآن مجید پر عمل کرنا چھوڑ دینا۔

اس کی دلیل انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے ﴿اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ، مَنْ جَعَلَهُ اَمَامَهُ قَادَهُ اِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَهُ قَادَهُ اِلَى النَّارِ﴾ قرآن شفاعت کرنے والا ہے اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی (پڑھنے والوں کے حق میں) جھگڑا کرے گا اور اپنی بات منوائے گا جس نے قرآن مجید کو اپنا پیشوا اور رہبر بنایا اسے جنت کی طرف لے جائے گا اور جس نے اسے پیٹھ پیچھے ڈال دیا اسے جہنم میں لے جائے گا۔ (الاتقان فی علوم القرآن:2/152)

(6) قرآن مجید پر تدبر اور اس کو سمجھنا چھوڑ دینا۔

رب العزت نے قرآن مجید اس لیے نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں۔ ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اُس کی آیات پر غور و فکر کریں اور تا کہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں۔'' (ص:29)

سوال 3: رسول اکرم ﷺ کے اپنی قوم کے بارے میں شکوے سے کیا حقیقت سامنے آتی ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے اپنی قوم کے بارے میں شکوے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ

(1) وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے مستحق نہیں رہیں گے۔ (2) ان پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم کبھی نہیں ہو سکے گی۔

(3)ان کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی گواہی ہوجائے گی۔جس کے خلاف رسول اللہ ﷺ گواہی دے دیں گے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی آگ کا، ہمیشہ کے عذاب کا فیصلہ ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے حشر کے میدان کی گواہی کو اس مقصد کے لئے سامنے رکھا ہے تا کہ لوگ قرآن حکیم کی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا ارادہ کرلیں۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا﴾

''اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لیے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے اور آپ کا رب ہی ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے''(31)

سوال1:﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا﴾''اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لیے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے اور آپ کا رب ہی ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾''اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لیے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے مجرموں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے۔جو لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں۔

(2)جیسا کہ ابوجہل محمد ﷺ کا دشمن تھا، قارون موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا رب العزت نے فرمایا:﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ﴾''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنادیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے۔چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔''(الانعام:112)

(3)﴿وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا﴾''اور آپ کا رب ہی ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے'' آپ کا رب دشمنوں کے، مقابلے میں آپ کی مدد کے لیے کافی ہے وہ آپ سے تکلیف دہ معاملات کو دور کردے گا۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کو اپنے لیے کافی سمجھیں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔

(4)جس طرح کافر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انسانوں کو ہدایت دے کر ان کی مدد فرماتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے ھادی اور مددگا ہونے کا تذکرہ کیا گیا۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾

''اور اُن لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اُتارا) تاکہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا'' (32)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ ''اور اُن لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اُتارا) تاکہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا'' کافروں کے اعتراض کی وضاحت کریں کہ قرآن یکبارگی کیوں نہیں نازل ہوا؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اُن لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا، اس پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا'' قرآن مجید کے ایک بار نازل ہونے سے مراد تورات، انجیل اور زبور وغیرہ کی طرح ایک ہی بار میں نازل ہونا ہے۔ (2) کافروں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ باقی الہامی کتابوں کی طرح قرآن ایک ہی بار کیوں نازل نہیں ہوا۔

(3) ﴿كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ﴾ اسی طرح (ہم نے اُتارا) تاکہ ہم آپ کے دل کو اس کے ساتھ مضبوط کریں'' رب العزت نے اس اعتراض کا جواب دیا کہ قرآن اس مصلحت کے تحت یکبارگی نازل نہیں کیا گیا تاکہ ایمان والوں کے دل مضبوط ہو جائیں۔ جیسا کہ فرمایا! ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾ ''اور ہم نے اس قرآن مجید کو جدا جدا کر کے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے نازل کیا، بتدریج نازل کرنا۔'' (بنی اسرائیل:106)

(4) وقفے وقفے سے نازل کرنے کے اثرات بارش کی طرح ہیں مثلاً بارش جب بھی برستی ہے، موسم خوش گوار ہو جاتا ہے، حالات میں تبدیلی آتی ہے۔ وحی بھی جتنی بار نازل ہوتی ہے ماحول میں واضح تبدیلی آتی ہے۔ اگر ایک ہی بار بارش نازل کر دی جائے تو وہ فوائد نہیں ہوتے جو بار بار بارش نازل کرنے سے پہنچتے ہیں۔ اسی طرح ایک ہی بار نازل ہونے والی وحی کے مقابلے میں وہ وحی زیادہ خوشگوار اثرات لے کر آتی ہے جو وقت اور حالات کی ضروریات کے مطابق ہو۔

(5) ﴿وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا'' یعنی ہم نے قرآن مجید کو آہستہ آہستہ تدریج کے ساتھ نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیں اور اس طرح عمل کرنے میں بھی سہولت ہوگی، سمجھنے میں بھی خوب مدد ملے گی۔ اس طرح ایمان مضبوط ہوتا جائے گا۔

﴿وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾

''اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں'' (33)

سوال 1: ﴿وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾ ''اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ﴾ ''اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے'' مثل سے مراد کٹ حجتی اور شبہ ہے یعنی یہ جو بھی اعتراض کریں۔

(2) ﴿اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾ ''مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں'' ہم انہیں اس کا صحیح صحیح جواب دیں جو بے حد روشن واضح اور ان کے اعتراض سے زیادہ زوردار صاف اور کھلا ہوا ہوگا۔ یہ رسول اللہ ﷺ میں یا قرآن میں جو کمی بتائیں گے اس کا جواب سیدنا جبرائیل علیہ السلام لے کر آپ ﷺ پر اتریں گے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1366)

(3) اس آیت میں بتدریج نزول وحی کے مقصد کو واضح کیا گیا کہ جو مثال بھی لوگ آپ کے پاس لائیں اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہ آپ کو بتادیں گے اس طرح سے انہیں لوگوں کو گمراہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾

''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے وہی لوگ ٹھکانے میں بدترین اور راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' (34)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے وہی لوگ ٹھکانے میں بدترین اور راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' کافروں کا برا حشر ہوگا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ﴾ ''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے'' قیامت کے دن میدان حشر میں کافروں کے برے حشر کے بارے میں رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ ان کو جمع کیے جانے کا منظر دہشت ناک ہوگا۔ عذاب کے فرشتے کافروں کو منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹ رہے ہوں گے۔ جس میں بدترین عذاب ہوگا۔

(2)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب نے پوچھا!اے اللہ کے نبی ﷺ! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس نے اسے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے اس پر قادر ہے کہ قیامت کے دن اس کو چہرے کے بل چلا دے۔قتادہ رحمہ اللہ نے کہا یقیناً ہمارے رب کی عزت کی قسم! یونہی ہوگا۔(بخاری:4760)

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین قسم کے لوگ لائے جائیں گے ایک پیادہ قسم اور ایک سوار اور ایک اپنے مونہوں پر، کسی نے کہا یارسول اللہ ﷺ اپنے مونہوں پر کیسے چلیں گے آپ ﷺ نے فرمایا جس نے پیروں پر چلایا ہے منہ پر بھی چلا سکتا ہے آگاہ رہو کہ وہ لوگ اپنے منہ ہی سے ہر بلندی اور کانٹے سے بچ کر چلیں گے۔(ترمذی:3142)

(4)﴿أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا﴾''وہی لوگ ٹھکانے میں بدترین''یعنی ان لوگوں کی جگہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے اہل جنت کے مقابلے میں انتہائی بری ہوگی۔(5)﴿وَّأَضَلُّ سَبِيلًا﴾''اور راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں''یہ لوگ بہت زیادہ گمراہ راستے والے ہیں۔(6)اہل ایمان کو راہ راست پر چلایا جاتا ہے۔انہیں آخرت میں جنت کے باغوں میں پہنچایا جائے گا۔

رکوع نمبر2

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا''(35)

سوال:﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی''رب العزت نے انبیا کو جھٹلانے والوں کو ڈرانے کے لیے ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے جو لوگ خوب جانتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر مخالفت چھوڑ دیں۔اس کا آغاز سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے سے کیا کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی۔

(2)﴿وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا﴾''اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا''یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لیے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر اور مشیر بنایا۔

(3)اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت وزارت کے منافی نہیں ہے۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام دونوں ایک ہی دور میں نبی تھے اور وہ ایک دوسرے کے مددگار تھے۔(الاساس:7/3865)

﴿فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا﴾

'' پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا،
بری طرح تباہ و برباد کرنا '' (36)

سوال: ﴿فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو آیات جھٹلانے والوں کی طرف بھیجا۔ تاکہ انہیں سچائی کی دعوت دیں تاکہ جو خیر کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں وہ بھلائی کی دعوت کو قبول کر لیں اور جو بھلائی کی دعوت کو نہ پسند کرتے ہوں بُرائی سے محبت کرنے والے ہوں انہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (۱۷) فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى (۱۸) وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى (۱۹) فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى (۲۰) فَكَذَّبَ وَعَصٰى (۲۱) ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى (۲۲)﴾ ''فرعون کے پاس جاؤ! یقیناً وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پھر کہہ دو کہ کیا تیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو اور میں تمہارے ربّ کی طرف تمہاری رہنمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟'' چنانچہ موسیٰ نے اُس کو بڑی نشانی دکھائی۔ تو اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔'' (النازعات:17,21)

(3) ﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ (۴۲) اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (۴۳) فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (۴۴) قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى (۴۵) قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى (۴۶)﴾ ''تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ یقیناً وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔ دونوں نے کہا: ''اے ہمارے ربّ! یقیناً ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا یہ کہ وہ سرکشی کرے گا۔'' فرمایا: ''ڈرو مت! یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ میں سنتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں''۔ (سورۃ طٰہٰ:42,46)

(4) ﴿فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا﴾ ''تو ہم نے انہیں تباہ برباد کر دیا، بری طرح تباہ و برباد کرنا'' اللہ تعالیٰ نے فرعون کو دریائے نیل میں ڈبو دیا۔

(5) ہلاکت کی وجہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا تھا۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا﴾ ''کیا وہ زمین میں چلتے نہیں کہ وہ دیکھیں ان سے پہلوں کا انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لیے بھی اس جیسی (تباہی) ہے۔'' (محمد:10)

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔ اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے''(37)

سوال:﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔ اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' قوم نوح علیہ السلام کو رب العزت نے غرق کر کے انہیں لوگوں کے لیے عبرت کی نشانی بنا دیا۔ ظالموں کے لیے اللہ تعالیٰ کا دردناک عذاب تیار ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ﴾ ''اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا'' قوم نوح علیہ السلام نے بھی جب اللہ رب العزت کے نبی کو جھٹلایا تو انہیں غرق کر دیا گیا۔

(2)﴿وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً﴾ ''اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا'' قوم نوح کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر کے جھٹلانے والوں کے لیے نشان عبرت بنا دیا کہ آئندہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلائیں گے اس کے عذاب کی گرفت میں آجائیں گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (۱۱) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۱۲)﴾ ''بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کرا دیا۔ تاکہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں۔''(الحاقۃ:11,12)

(4)﴿وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' رب العزت نے قوم نوح علیہ السلام کے عذاب سے نبی ﷺ کے اور بعد میں آنے والے ظالموں کو ڈرایا ہے کہ دیکھو دردناک عذاب تیار ہے۔ چاہو تو بچنے کی تیاری کر لو اور چاہو تو جلنے کی کر لو۔

﴿وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا﴾

''اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا''(38)

سوال:﴿وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا﴾ ''اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان

بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا'' قوم عاد، قوم ثمود اور کنویں والوں کو بھی عذاب سے ہلاک کر دیا گیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ﴾ ''اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والے'' اصحاب الرس سے مراد کنویں والے ہیں۔ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے مطابق اس سے مراد اصحاب الاخدود ہیں جن کا تذکرہ سورۃ البروج میں ملتا ہے۔

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آذربائی جان کے ایک کنویں کے پاس ان کی بستی تھی۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہیں کنویں والی اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو کنویں میں ڈال دیا تھا۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ محمد بن کعب رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سیاہ فام سب سے اول جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کی طرف اپنا نبی بھیجا تھا لیکن ان بستی والوں میں سے بجز اس کے کوئی بھی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے اللہ کے نبی کو ایک کنویں میں ویران میدان میں ڈال دیا اور اس منہ پر ایک بڑی بھاری چٹان رکھ دی کہ یہ وہیں مر جائیں۔ (ابن کثیر: 11/4)

(3) ﴿وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا﴾ ''اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا'' (i) قرن سے مراد ایک نبی کی امت ہے۔ (ii) ایک نسل ایک قرن ہے۔ اس کے جانے کے بعد دوسری نسل کے لوگ دوسری قرن ہیں۔

(4) قوم عاد، قوم ثمود، کنویں والے اور نسل در نسل لوگ انبیا کو جھٹلاتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لوٹ جانے کو باعث عبرت بنا دیا۔

﴿وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۪ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا﴾

''اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں۔ اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا'' (39)

سوال: ﴿وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا﴾ ''اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں۔ اور ہر ایک کو ہم نے بالکل برباد کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ﴾ ''اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے سامنے دلائل رکھے اور ان پر حجت قائم کی۔

(2)﴿وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا﴾ ''اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا'' اللہ تعالیٰ نے قوموں پر رسول بھیج کر واضح دلائل کے ذریعے سے حجت قائم کر کے تباہ و برباد کر دیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا﴾

''اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا؟ اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔'' (بنی اسرائیل:17)

﴿وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾

''اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اٹھائے جانے کی امید ہی نہیں رکھتے'' (40)

سوال: ﴿وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اٹھائے جانے کی امید ہی نہیں رکھتے'' قوم لوط زندگی بعد موت پر یقین نہیں رکھتی تھی رب العزت نے انہیں بدترین بارش برسا کر برباد کر دیا۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی'' القریہ سے مراد یہاں قوم لوط کی بستیاں ہیں مثلاً سدوم اور عمور یہ وغیرہ ہیں۔ اہل مکہ شام اور فلسطین کے راستے میں ان بستیوں کو دیکھتے تھے۔ (2) ﴿مَطَرَ السَّوْءِ﴾ اس سے مراد کھنگر پتھروں کی بارش ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش پس بڑی بری بارش تھی ڈرائے جانے والوں کی۔'' (الشعرا:173)

(4) ﴿اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا﴾ ''تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟'' یہاں نہ دیکھنے سے مراد تباہ شدہ بستیوں کو دیکھنے کے باوجود ان سے عبرت نہ پکڑنا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ ''اور یقیناً تم ان پر سے صبح کو گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی، تو کیا تم سمجھتے نہیں۔'' (الصفت:137،138)

(5) ﴿بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ ''بلکہ وہ دوبارہ اٹھائے جانے کی امید ہی نہیں رکھتے'' مر کر جی اٹھنے کی امید کے ختم ہونے کا اندازہ انسان کے رویے سے ہوتا ہے۔ جو انسان دوبارہ اٹھنے کی امید نہیں رکھتا وہ عبرت نہیں پکڑتا۔

(6) اگر وہ عذاب رسیدہ بستیوں کو دیکھتے تو عبرت پکڑتے کہ رسولوں کو جھٹلانے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت سے انہیں تباہی کے گھاٹ اترنا پڑا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1368)

﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا﴾

''اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق بنا لیتے ہیں۔ کہ کیا یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے''(41)

سوال: ﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا﴾ ''اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق بنا لیتے ہیں۔ کہ کیا یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے'' کافر رسول اللہ ﷺ کا مذاق کیسے اڑاتے تھے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا﴾ ''اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کو مذاق بنا لیتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ بتوں کے اختیارات تسلیم نہیں کرتے تھے جب آپ ﷺ اسی کی دعوت دوسروں کو دیتے تھے تو لوگ آپ کا مذاق اڑاتے تھے جیسے سورۃ الانبیاء آیت 36 میں فرمایا: ﴿اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ﴾ ''کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے۔'' یہ لوگ کہتے تھے یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(2) رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ کفر کرنے والے تکبر سے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

(3) ﴿اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا﴾ ''کہ کیا یہی ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے''؟ یعنی معاذ اللہ نبی ﷺ کو حقیر جانتے ہوئے وہ کہتے تھے کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کو رسالت کا منصب عطا کیا گیا۔ رب العزت نے دوسرے مقام پر اس کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً وہ انہیں ضرور راہ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر ہیں'' (الزخرف:37)

(4) رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان میں سے۔ جن لوگوں نے مذاق اڑایا، ان کو اسی عذاب نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' (الانعام:10)

﴿اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾

''بے شک قریب تھا کہ وہ ہمیں ہمارے معبودوں ہی سے بہکا دیتا اگر ہم اس پر جمے نہ رہتے اور جلد ہی وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون سب سے زیادہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے'' (42)

سوال:﴿اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''بے شک قریب تھا کہ وہ ہمیں ہمارے معبودوں ہی سے بہکا دیتا اگر ہم اس پر جمے نہ رہتے اور جلد ہی وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون سب سے زیادہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا﴾ ''بے شک قریب تھا کہ وہ ہمیں ہمارے معبودوں ہی سے بہکا دیتا اگر ہم اس پر جمے نہ رہتے'' مشرک یہ کہتے تھے کہ اگر ہم اپنے باپ دادا کے طور طریقوں پر جمے نہ رہتے اگر ہم اپنے بتوں کی عبادت پر مستقل مزاجی نہ دکھاتے تو اس پیغمبر نے تو ہمیں گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مشرکوں کے اپنے دین پر قائم رہنے کی وجہ تعصب تھا وہ دلیل کے ساتھ شرک کو اختیار کرنے والے نہیں تھے۔

(2)﴿وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''اور جلد ہی وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون سب سے زیادہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے'' مشرکین کو ایک اللہ کے ماننے والے گمراہ نظر آتے تھے جبکہ شرک اصل گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذابوں کو یاد دلا کر شعور کو بیدار کیا ہے کہ جب عذابوں کو دیکھو گے تو صاف پتہ چل جائے گا کہ گمراہ کون تھا اور سیدھے راستے پر کون۔ ہر در پر سجدہ کرنے والے یا ایک اللہ کے آگے جھک جانے والے۔

﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا﴾

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے'' (43)

سوال:﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے'' (i) خواہش نفس کو خدا بنانے سے مراد یہ ہے کہ دل کو کوئی بات اچھی لگی اب اسی کو اپنے لیے راہنما بنا لیا یعنی دل کی مرضی پوری کرنے لگ گئے۔

(ii) ایک انسان جب دل کی مرضی پوری کرتا ہے تو رب کی مرضی چھوڑتا ہے، کسی کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہی اس کو خدا بنانا ہے۔ جو انسان اپنے نفس کی رضا چاہتے ہیں وہ اپنے نفس کو خدا بنا لیتے ہیں۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آسمان کے نیچے جتنے معبود پوجے جاتے ہیں ان میں سب سے برا معبود وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے۔ (ابوامامہ طبرانی)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى

بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے لیے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔'' (الجاثیہ:23)

(4)(i) انسان کے لیے جب برائی برائی نہیں رہتی تو انسان کے لیے اس برائی کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(ii) انسان کے لیے جب برائی خوبصورت اور مزین ہو جائے تو انسان کو برائی عزیز ہو جاتی ہے۔

(5)﴿اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ ''تو کیا پھر وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔'' (فاطر:8)

(6) جو شخص اپنی خواہش نفس کو خدا بنا لیتا ہے وہ اپنی پسند اور اپنی ضد کا قیدی بن جاتا ہے اسے کوئی دلیل کوئی سنجیدہ بات اس قابل نہیں لگتی کہ وہ اسے توجہ سے سنے۔ (i) اللہ تعالیٰ نے انتہائی محبت سے گہرے تعلق کا اظہار کیا ہے کہ کیا تم نے دیکھا ہے کیا تم نے کبھی غور کیا ہے ایسے شخص کی حالت پر جس کے سامنے دلائل پیش کئے جائیں لیکن اس کے نزدیک ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ۔

(ii) کیا خواہش نفس کو معبود بنانے والے کے تم ذمہ دار ہو سکتے ہو۔ انسان کو اس بات پر یقین آ جاتا ہے کہ ایسے شخص کو کوئی سمجھا نہیں سکتا کوئی اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔

(iii) جب انسان کا ذہن یہاں تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ سمجھتے ہو یہ سنتے سمجھتے ہیں یہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

(7)﴿اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ﴾ ''تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے؟'' یعنی آپ ﷺ ان کے لیے محض ڈرانے والے ہیں۔'' آپ ﷺ کو ان پر نگران مقرر نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ﴾ ''اور تم اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو'' (ق:45)(8)﴿لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ﴾ ''آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں'' (الغاشیہ:22)

﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ ۚ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴾

''یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' (44)

سوال:﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ ۚ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴾ ''یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' شرک کرنے والے جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ﴾ ''یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں'' یعنی ان کی گمراہی نے تو ان کی عقل اور ان کی سماعت کو ہی بے کار کر دیا ہے۔ اب وہ سنتے سمجھتے نہیں ہیں۔

(2)﴿اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں'' (i) جانور سوچ کر کام نہیں کرتے۔ اگر انسان بھی سوچ کر کام نہ کرے دلیل قبول نہ کرے تو وہ جانور کی سطح پر آجاتا ہے۔

(ii) جانور جبلت کے مطابق کام کرتے ہیں فطری طور پر جو ان کی ضرورت ہوتی ہے اس کو پورا کرنے کے لیے یا جس کام کو ان کا دل چاہے اگر انسان بھی من چاہے کام کرے نفس کی خواہش کے مطابق چلے دلیل کی کوئی بات نہ سنے تو انسان بھی جانوروں کی سطح پر آجاتا ہے۔

(iii) جانوروں پر دلیل کارگر نہیں ہوتی اس لیے کہ جانور کانوں میں پڑنے والی آواز کو نہیں سمجھتے اگر انسان بھی کانوں میں پڑنے والی دلیل کی باتوں کو توجہ سے نہ سنے نہ سمجھے تو اس پر بھی دلیل کارگر نہیں ہوتی اس طرح وہ بھی جانوروں کے level پر آجاتا ہے۔

(3) انسان اپنے مقصد زندگی کو نہیں پہچانتا لیکن جانور سمجھتے ہیں انہیں کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا۔ جانور فطری طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے وجود کا مقصد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمجھانے کے لیے رسول بھیجے لیکن ان کی یاد دہانی کے باوجود لوگ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، گمراہ ہوتے ہیں اور جانوروں سے بدتر ہو جاتے ہیں۔

(4)﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۡ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۡ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے۔ اُن کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں۔ اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں۔ اور اُن کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔ یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔'' (الاعراف:179)

رکوع نمبر:3

﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا﴾

''کیا آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اُس نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اور اگر وہ چاہتا تو اُسے ضرور ساکن بنا دیتا پھر ہم نے سورج کو اُس پر دلیل بنایا'' (45)

سوال:1﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا﴾ ''کیا آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اُس نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اُسے ضرور ساکن بنا دیتا پھر ہم نے

سورج کو اُس پر دلیل بنایا'' اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرت کی دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ﴾ ''کیا آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اُس نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اللہ رب العزت نے اپنی وسیع قدرت کی جانب توجہ مبذول فرمائی ہے کہ آپ نے اپنی دنیا میں رب کی قدرت اور رحمت کا مشاہدہ نہیں کیا کہ وہ کس طرح اپنے بندوں پر سائے کو پھیلا دیتا ہے اور یہ وقت صبح صادق سے سورج کے نکلنے تک کا ہوتا ہے۔

(2) سائے کا وجود حقیقی نہیں ہے۔ سایہ سورج کی روشنی کی وجہ سے بنتا ہے جب کوئی چیز سورج کی روشنی کے درمیان اس طرح آجاتی ہے کہ روشنی اُس کے آر پار نہیں گزر سکتی تو اُس چیز کا سایہ بنتا ہے۔(3) پاک ہے وہ رب جس نے متضاد چیزیں بنائیں۔

(4)﴿وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا﴾ ''اور اگر وہ چاہتا تو اُسے ضرور ساکن بنا دیتا'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو سایہ کبھی فنا نہ ہوتا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو'' (القصص:71)

(5) سائے کے ٹھہرا دینے سے مراد ہمیشہ کے لیے سایہ رکھنا ہے یعنی دھوپ سائے کو ختم نہ کرتی جیسا کہ دھوپ کے ساتھ سایہ سکڑتا اور سمٹتا ہے۔

(6)(i) سائے کا تصور انسان کو پُرسکون لگتا ہے۔ انسان کو یوں لگتا ہے کہ سایہ رب کی رحمت ہے جس کی چھاؤں میں ٹھنڈک ہے۔

(ii) سائے کی وجہ سے انسان کو رب کی قدرت مجسم طور پر محسوس ہوتی ہے۔ سایہ جب طویل ہوتا ہے تو انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اسے طویل کر رہا ہے پھر جب سائے ختم ہوتے ہیں تو انسانی شعور اُس نرمی کو محسوس کرتا ہے جس میں سایوں کو آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ سائے جب اپنی طوالت کی آخری حد کو پہنچتے ہیں تو یہ سورج کے ڈوبنے کے ساتھ ہی ڈوب جاتے ہیں۔ سایہ زمین کی سورج کے گرد حرکت سے بنتا ہے اگر زمین ایک جگہ رُک جائے تو سایہ بھی رُک جاتا۔

(7)﴿ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا﴾ ''پھر ہم نے سورج کو اُس پر دلیل بنایا'' سورج کی روشنی کو اللہ تعالیٰ نے سائے پر دلیل بنایا ہے۔ سائے کی شکل وصورت کو سورج کی شعاعیں روشنی اور حرارت سے معین کرتی ہیں۔

(i) سائے پر سورج کی روشنی کے دلیل ہونے سے مراد یہ ہے کہ سایہ سورج کی روشنی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دھوپ ہو تو سائے کا پتہ چلتا ہے۔

(ii) اگر سورج نہ ہوتا تو سائے کا بھی پتہ نہ ہوتا۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا﴾

''پھر ہم نے آہستہ آہستہ اُسے اپنی طرف سمیٹا، آہستہ آہستہ سمیٹنا'' (46)

سوال:1﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا﴾ ''پھر ہم نے آہستہ آہستہ اُسے اپنی طرف سمیٹا، آہستہ آہستہ سمیٹنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا﴾ ''پھر ہم نے آہستہ آہستہ اُسے اپنی طرف سمیٹا، آہستہ آہستہ سمیٹنا'' جوں جوں سورج بلند ہوتا ہے تو سایہ آہستہ آہستہ سکڑتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ختم ہو جاتا ہے۔ مخلوق پر سائے اور دھوپ کا یکے بعد دیگرے واقع ہونا جس کا وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، اسی سے لیل ونہار ترتیب پاتے ہیں اور ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہیں پھر مختلف موسم ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں اور اس سبب سے مخلوق کے بہت سے مصالح حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تمام امور اس حقیقت کی سب سے بڑی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدرت وعظمت کا مالک ہے وہ اپنے بندوں سے کمال رحمت وعنایت سے پیش آتا ہے۔ وہ اکیلا ہی معبود محمود، محبت اور تعظیم کا مستحق اور ذوالجلال والاکرام ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1872,1873)(2) یعنی رب العزت سائے کو یا سورج کو آہستہ آہستہ اپنی جانب سمیٹ لیتے ہیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا﴾

''اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ پوش اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے'' (47)

سوال:1﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ پوش اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ پوش بنایا'' (i) رات کو لباس بنانے سے مراد ہر چیز کا رات کے پردے میں چھپ جانا ہے۔

(ii) جیسے لباس انسان کو ڈھانپ لیتا ہے ایسے ہی رات اپنی تاریکی میں چھپا لیتی ہے۔ یوں رات لباس بن جاتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ہی رات کو پردے والی بنایا وہ کس طرح کائنات کے وجود پر پردہ ڈالتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ ''قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے!'' (اللیل:1)

(3)﴿وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا﴾ ''اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا'' اللہ تعالیٰ ہی نے نیند کو آرام کا باعث بنایا ہے کہ وہ جسم کے سکون کے لیے حرکت بند کر دیتی ہے انسان محنت مشقت سے تھک جاتا ہے جس سے اعضاء سُست پڑ جاتے ہیں وہ بستر پر لیٹتا ہے تو اسے سکون ملتا ہے اعضاء آرام کرتے ہیں تو روح اور بدن دونوں سکون پاتے ہیں۔

(4) رات طاری ہو تو سکون ہوتا ہے ہر چیز کی حرکت سست ہوتے ہوتے رُک جاتی ہے رات ہو تو انسان، حیوان اور پرندے تک سو جاتے

ہیں۔(5) سبات کے معنی کاٹنے کے ہوتے ہیں جیسے موت زندگی کو کاٹ دیتی ہے ایسے ہی نیند انسان کے جسم کے عمل کاٹ دیتی ہے۔
(i) موت میں زندگی کو سکون مل جاتا ہے۔ زندگی کی حرکت ختم ہو جاتی ہے۔(ii) اسی طرح نیند میں انسان جاگنے کی طرح نہیں ہوتا نیند میں اس دُنیا کے ساتھ انسان کا وہ احساس قائم نہیں رہتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے نیند کو سکون کی موت قرار دیا۔
(iii) سبات کے معنی کچھ لوگوں نے پھسلنے کو بھی کہے ہیں نیند میں انسان دراز ہو جاتا ہے اس لیے بھی اُسے سبات کہا گیا ہے۔
(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی اُن کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے پھر وہ اُسے روک لیتا ہے جس پر اُس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسروں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے، یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (الزمر:42)
(7) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اُٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:60)
(8) ﴿وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا﴾ ''اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا'' مرنے کے بعد اُٹھنے کو نُشُوْر کہتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے دن کو نُشُوْرًا کہا ہے کیونکہ رات میں جو سکون ہوتا ہے اس کو دن کی روشنی اور سورج کی حرکت بدل دیتی ہے۔ دن نکلتا ہے تو انسان اپنی نیند سے جو موت جیسی ہے اُس سے بیدار ہو جاتا ہے۔
(9) اللہ تعالیٰ نے رات کے بعد دن کے آنے میں باطل کے بعد حق کے آنے کی بشارت دی ہے۔
(10) رسول اللہ ﷺ بیدار ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾ ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور اسی کی طرف اکٹھے ہونا ہے۔'' (بخاری)
(i) اس دُعا سے رسول اللہ ﷺ کی شعوری پختگی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ ﷺ نیند کو موت جیسا اور بیداری کو جی اُٹھنے جیسا سمجھتے تھے۔
(ii) اس دُعا سے رسول اللہ ﷺ نے ہر صبح کے وقت کو شعوری بیدار کی غذا کا وقت بتانا سکھایا ہے۔
(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو'' (القصص:73)

﴿وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾

''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا ''(48)

سوال:1﴿وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا'' اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے غلبے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:﴿وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا'' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور عظیم غلبے کے بارے میں فرمایا کہ کیسے وہ بارش سے پہلے ہوائیں بھیجتا ہے جو اس کی رحمت یعنی بارش کی خوشخبری لاتی ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ﴾ ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔''(الحج:5)

(3)﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار کی طرف دیکھو کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ یقیناً وہ مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔(الروم:50)

(4) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے۔ ہوائیں بادلوں کو کھینچ لاتی ہیں۔ بارش کے آنے سے پہلے خوشی دیتی ہیں تاکہ بندے خوش ہو جائیں اور پہلے سے بارش کے لیے تیار ہو جائیں۔

(5) ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔'' طَهُوْرًا کہتے ہیں جس چیز سے پاکیزگی حاصل کرتے ہیں جیسے پانی خود بھی پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے۔

(6) نبی ﷺ نے فرمایا: پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ہاں اگر اس کا رنگ یا بو یا ذائقہ بدل جائے تو ایسا پانی ناپاک ہے (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) (7) پانی بندوں کو گندگی اور میل کچیل سے پاک کرتا ہے۔

﴿لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا﴾

''تاکہ اُس کے ذریعے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں اور اس میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلائیں جن کو ہم نے پیدا کیا'' (49)

سوال: 1 ﴿لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا﴾ ''تاکہ اُس کے ذریعے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں اور اس میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلائیں جن کو ہم نے پیدا کیا'' مردہ علاقے کیسے زندہ ہوتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ ''تاکہ اُس کے ذریعے ہم مردہ شہر کو زندہ کریں'' مردہ زمین اس خشک زمین کو کہتے ہیں جو مدتوں پانی کا، بارش کا انتظار کرتی ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش برساتے ہیں تو مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں، جیسا کہ فرمایا: اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔'' (الشوریٰ:28)

(2) ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:50)

(3) عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمان کے پانی کے ہر قطرے سے چارہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں لولو اور موتی پیدا ہوں یعنی (فی البر وفی البحر) زمین گیہوں اور سمندر میں موتی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کوئی سال کسی سال کے کم وبیش بارش کا نہیں لیکن اللہ جہاں چاہے برسائے جہاں سے چاہے پھیرے۔ (ابن کثیر: 15/4.14)

(4) (ا) بارش سے زمین کے سرسبز ہونے سے اللہ تعالیٰ نے دلوں کی زندگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

(ii) جیسے بارش کام کرتی ہے ایسے ہی آسمان سے نازل ہونے والی وحی دلوں کی سرزمین کو زندہ کرنے کا کام کرتی ہے۔

(5)﴿وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا﴾ ''اور اس میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پانی پلائیں جن کو ہم نے پیدا کیا۔'' یعنی ہم تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو اس پانی سے سیراب کرتے ہیں۔ کیا وہ ہستی جس نے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجیں، ان کو متنوع امور پر مامور کیا، جس نے آسمان سے پاک اور بابرکت پانی برسایا، جس میں بندوں اور ان کے جانوروں کا رزق ہے، اس بات کی مستحق نہیں کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے؟ (تفسیر سعدی: 1874/2)

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے اُن کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا ہے تاکہ وہ سبق حاصل کریں، پھر بھی اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہیں مانا'' (50)

سوال: 1﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے اُن کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا ہے تاکہ وہ سبق حاصل کریں، پھر بھی اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہیں مانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے اُن کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا ہے تاکہ وہ سبق حاصل کریں'' اللہ تعالیٰ بارش کو طرح طرح سے برساتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں ایک بوند بھی نہیں برساتے اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۹) وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (۳۰)﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔ اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً اس قرآن کو میری قوم نے چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا'' (الفرقان: 29،30)

(2)(i) ہم بارش کو پھیر پھیر کر برساتے ہیں کبھی ایک علاقے میں کبھی دوسرے میں کبھی شہر کی ایک جگہ بارش ہوتی ہے تو دوسری جگہ نہیں ہوتی۔

(ii) یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے یہ اس کی قدرت ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اُس کے ہر کام میں لوگوں کے لیے سبق ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ طرح طرح سے بارش برسانے کا مقصد یہی ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

(3)﴿فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ ''پھر بھی اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہیں مانا'' (i) اکثر لوگ ناشکری کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ (ii) اکثر لوگ قرآن مجید کی نعمت سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ (iii) اکثر لوگ بارش کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سمجھنے کی بجائے ستاروں کی گردش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عقیدے کو کفر قرار دیا ہے۔ (iv) اکثر لوگ قرآن حکیم کے دلوں کو گداز کر دینے والے مضامین

سے بھی یوں ہی گزر جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں سبق حاصل نہیں کرتے۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات کا ذکر فرمایا جن کا عینی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور بندوں کی طرف انہیں پھیر دیا تا کہ بندے اپنے رب کو پہچان لیں، اس کا شکر ادا کریں اور اس کو یاد رکھیں مگر اس کے باوجود، اکثر لوگوں نے فساد اخلاق اور فساد طبائع کی بنا پر کفر اور ناشکری ہی کا رویہ اختیار کیا۔ اکثر لوگوں نے فساد اخلاق اور فساد طبائع کی بنا پر کفر اور ناشکری ہی کا رویہ اختیار کیا۔ (تفسیر سعدی: 1874/2)

(5) ''زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حدیبیہ میں رات کی بارش کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا'' جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟'' صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ فرمایا کہ اس نے کہا'' میرے بندوں نے صبح کی، کچھ تو مومن تھے اور کچھ کافر تھے جس نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں کے ساتھ کفر کیا، اور جس نے کہا فلاں فلاں تارے سے بارش ہوئی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور تاروں پر ایمان لایا''۔ (بخاری: 846)

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا﴾

''اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے'' (51)

سوال: 1﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مشیت کے نفوذ کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتا، یعنی ہر بستی میں ایسا رسول بھیج دیتا جو ان کو گناہوں کے انجام سے ڈراتا۔ پس اس کی مشیت اس سے قاصر نہ تھی مگر اے محمد! (ﷺ) آپ اور اپنے بندوں پر اس کی حکمت اور رحمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس نے آپ کو سرخ وسیاہ، عربی وعجمی اور انس وجن تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (تفسیر سعدی: 1784/2)

(2) ایک بستی میں ایک خبردار کرنے والا آتا تو! (i) اس کی وجہ سے ذمہ داریاں بٹ جائیں، مشقتیں کم ہو جائیں۔

(ii) اس کی وجہ سے انسانیت ٹکڑوں میں بٹ گئی۔

(3) (i) اللہ تعالیٰ نے سارے جہان والوں کے لیے ایک ہی خبردار کرنے والا اس لیے بھیجا تا کہ ساری انسانیت پر ایک رسالت جمع ہو جائے اور لوگ مختلف رسولوں کی باتوں کی وجہ سے باہمی اختلاف کا شکار نہ ہو جائیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رسول کو جہان والوں کے لیے خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا تا کہ نبوت کے بارے میں آئندہ جو جھوٹے دعوے

ہونے والے تھے اس کا ایک ہی بار فیصلہ کر دیا جائے تا کہ حق اور تسبیح کی طرف ہدایت دینے والے کے بارے میں کوئی شک باقی نہ رہ جائے۔﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱۵۸)﴾ ''آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' (الاعراف:158)

(4) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ کو پانچ چیزیں ملی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملیں۔ ایک تو یہ کہ ہر پیغمبر خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا اور میں سرخ اور سیاہ ہر شخص کی طرف بھیجا گیا (سرد ملکوں کے لوگ سرخ ہیں اور گرم ملکوں کے لوگ سیاہ تو مطلب یہ ہے کہ میری نبوت عام ہے، کسی ملک سے خاص نہیں) اور مجھے غنیمت (جہاد کی لوٹ کا مال) حلال ہوا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا۔ اور میرے لیے ساری زمین پاک اور پاک کرنے والی کی گئی۔ پھر جس شخص کو جہاں نماز کا وقت آجائے وہ وہیں نماز پڑھ لے اور مجھے مدد دی گئی رعب سے جو ایک مہینہ کے فاصلہ سے پڑتا ہے (یعنی میری دھاک ایک مہینے کی راہ سے پڑ جاتی ہے) اور مجھے شفاعت عطا ہوئی ہے۔ (مسلم:1163)

﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾

''چنانچہ آپ کافروں کی بات نہ مانیں اور اس قرآن کے ساتھ ان سے جہاد کریں، بہت بڑا جہاد'' (52)

سوال:1﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ ''چنانچہ آپ کافروں کی بات نہ مانیں اور اس قرآن کے ساتھ ان سے جہاد کریں، بہت بڑا جہاد'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''چنانچہ آپ کافروں کی بات نہ مانیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کافروں کی بات مان کر اس خیر کو نہ چھوڑیں جس کے لیے آپ ﷺ کو بھیجا گیا اور جس کو دے کر آپ ﷺ کو بھیجا گیا۔ یعنی دعوت و تبلیغ کے لیے پوری کوشش کریں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور اُنہیں بھی جن

تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔'' (الانعام:19) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے، اُس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کر دیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں۔'' (الانعام:92)

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے۔'' (الاحزاب:48)

(3) ﴿وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾ ''اور اُن میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانو۔'' (الدھر:24)

(4) ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ ''اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکہف:28)

(5) ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا ہو، ذلیل وحقیر ہو۔'' (القلم:10)

(6) ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ ''اور اس قرآن کے ساتھ ان سے جہاد کریں، بہت بڑا جہاد'' یہ حکم مکی دور کا ہے جب کہ ابھی جہاد بالسیف کا حکم نہیں ملا تھا۔ اس کا مطلب ہے۔ (i) قرآن مجید کے احکامات کو کھول کھول کر بیان کریں۔ (ii) قرآن مجید میں جن کاموں پر وعیدیں سنائی گئی ہیں اور جن میں اچھے اعمال پر خوش خبریاں سنائی گئی ہیں دونوں کو واضح کریں۔ (iii) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے، ان کی نشر واشاعت کے لیے، جہاد کریں۔ (iv) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کے انتظامات کے لیے جہاد کریں۔ (v) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ قرآن مجید کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے جہاد کریں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۱۰) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱)﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔'' (الصف:10,12)

﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾

''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا ہے اور یہ نمکین، کڑوا ہے اور اُس نے دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ کر دی'' (53)

سوال:1﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا ہے اور یہ نمکین، کڑوا ہے اور اُس نے دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ کر دی'' پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ﴾ ''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے دو سمندروں کو اس طرح ملا رکھا ہے کہ کھارا پانی، میٹھے پانی کو خراب نہیں کرتا۔(2) اللہ تعالیٰ ہی نے میٹھا اور کھارا پانی پیدا فرمایا ہے۔ پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔

(3)﴿هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ﴾ ''یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا ہے اور یہ نمکین، کڑوا ہے'' (i)فُرَاتٌ کے لغوی معنی ہیں توڑ ڈالنا، کاٹ ڈالنا۔(ii)فُرَاتٌ میٹھے پانی کو کہتے ہیں کیونکہ وہ پیاس کو کاٹ دیتا ہے یعنی پیاس کو ختم کر دیتا ہے۔ میٹھا پانی نہروں، چشموں اور کنوؤں میں ہوتا ہے۔ یہ پانی انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے آبادیوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ سمندروں کے اندر بھی میٹھے پانیوں کے چشمے پائے جاتے ہیں۔

(4) کھارا پانی سمندروں میں ہوتا ہے۔ جو مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ زمین کے تین چوتھائی حصے پر یہی سمندر پائے جاتے ہیں۔

(5)(i) سمندروں کا پانی کھارا ہوتا ہے اس میں بڑی حکمت ہے کہ یہ میٹھا نہیں۔ اگر یہ میٹھا پانی ہوتا تو زیادہ دیر تک ٹھہرے رہنے کی وجہ سے خراب ہو جاتا۔(ii) کھارے پانی کا نہ ذائقہ بدلتا ہے نہ رنگ نہ بو۔(iii) اگر ساکن سمندروں کا پانی میٹھا ہوتا تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی جس کی وجہ سے زمین پر زندگی ممکن نہ رہتی۔(iv) سمندروں کے کھارے پانی میں ہزاروں برس سے جانور مرتے ہیں ان ہی میں گل سڑ جاتے ہیں لیکن نمکیات کی وافر مقدار کی وجہ سے ان میں بدبو پیدا نہیں ہوتی۔

(6)﴿وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا﴾ ''اور اُس نے دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ کر دی'' میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے ایک حجاب رکھ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے دونوں مل نہیں سکتے۔

(7)﴿وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ ''اور مضبوط آڑ کر دی'' یعنی میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ(۱۹) بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ(۲۰) فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ(۲۱)﴾ ''دو سمندروں کو اُس نے ملا دیا،

جوایسے باہم مل جاتے ہیں۔کہ اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے۔تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (الرحمن:19,21)

(8)﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا؟ اور اس کے درمیان دریا بنائے اور اُس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (النمل:61)

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا﴾

''اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اسے نسب والا اور سسرال والا بنایا اور آپ کا رب ہمیشہ سے پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (54)

سوال:1﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اسے نسب والا اور سسرال والا بنایا اور آپ کا رب ہمیشہ سے پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' قدرتوں والے رب نے انسان کو پانی سے پیدا کیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفے کے کمزور قطروں سے پیدا کیا جو کہ پانی ہے، ہر مخلوق کی بنیاد پانی ہے۔(2) اللہ رب العزت نے نطفے سے پورا انسان بنایا۔ (3) جب انسان دنیا میں آتا ہے تو بچہ ہوتا ہے اور کسی کی بیٹی یا بیٹا کہلاتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا﴿فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔'' (القیامہ:39) یعنی ہر انسان کے نسب کا سلسلہ چلتا ہے

(4)﴿نَسَبًا وَّصِهْرًا﴾ ''پھر اسے نسب والا اور سسرال والا بنایا'' جب انسان کا بچہ بالغ ہوتا ہے شادی کے بعد سسرالی رشتے قائم ہوجاتے ہیں۔ یوں رب العزت نے نسب اور سسرال کا سلسلہ چلایا۔

(5) نسب سے مراد وہ رشتہ داریاں ہیں جو ماں باپ کی طرف سے ہوں۔﴿صِهْرًا﴾ سے مراد وہ رشتہ داری ہے جو شوہر کے لیے بیوی کی طرف سے اور بیوی کے لیے شوہر کی طرف سے ہو۔اس سے مراد سسرالی رشتہ داریاں ہیں۔

(6)﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا﴾ ''اور آپ کا رب ہمیشہ سے پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' رب العزت کی وسیع قدرت ہے انسان کی پیدائش اس کے نسب اور سسرال کا سلسلہ اس کی قدرت کی نشانی ہے۔

(7) اور اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی عبادت حق ہے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت باطل ہے۔(سعدی:1875/2)

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰي رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾

''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو اُنہیں نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور کافر اپنے رب ہی کے خلاف مدد گار بنا ہوا ہے'' (55)

سوال: ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰي رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو اُنہیں نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور کافر اپنے رب ہی کے خلاف مدد گار بنا ہوا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے ماسوا جس کی عبادت کی جاتی ہے بے دلیل ہوتی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو اُنہیں نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت سے کراہت دلانے کے لیے شعور دلایا ہے کہ دیکھو تم ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ماسوا جس کی عبادت کی جاتی ہے بے دلیل کی جاتی ہے۔ اپنی رائے اور خواہش سے پیغمبروں اور انسانوں سے نفع کی امید لگائی جاتی ہے۔ نقصان سے بچنے کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ان کی خاطر جنگ کرتے ہیں اور ایمان والوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔

(3) ﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰي رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ ''اور کافر اپنے رب ہی کے خلاف مدد گار بنا ہوا ہے۔'' یعنی کافر اپنے رب سے منہ موڑتا ہے۔ اپنے پیدا کرنے والے کا دشمن بن جاتا ہے۔ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے اپنے رب کے خلاف اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا معاون و مددگار بن جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے ہر نعمت سے نوازا ہے لیکن وہ جہالت سے دشمنی پر قائم رہتے ہیں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾

''اور ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' (56)

سوال: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا'' رب العزت نے رسول ﷺ کو نیک اعمال پر اطاعت کرنے والوں کے لیے خوش خبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ﴿وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' نافرمانوں کو برے اعمال سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(2) نبی کا کام پہنچا دینا ہے منوانا نہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدہ:67)

(3) عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے ''اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' تو نبی ﷺ کے متعلق یہی اللہ تعالیٰ نے تورات میں بھی فرمایا تھا اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے آپ میرے بندے ہیں اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا، آپ نہ بدخو ہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے اور نہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے اور اللہ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عربی) کو سیدھا نہ کر لیں یعنی جب تک وہ ان سے لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرا لیں پس اس کلمہ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔ (بخاری:4838)

﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے'' (57)

سوال: ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیں میں تم سے دعوت و تبلیغ کے کام کے لیے کوئی اجر نہیں مانگتا میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔ (2) ﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا﴾ ''مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے'' یعنی سوائے اس شخص کے جو اپنے رب کا راستہ اختیار کرنا چاہے۔ اور جو روشنی میں لے کر آیا ہوں۔ اس کی روشنی میں اس راستے پر چل پڑے۔

(3) ﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ﴾ ''تم میں سے اُس کے لیے جو چاہے کہ وہ سیدھا چلے۔'' (التکویر:28)

(4) دعوت دینے والے کا اجر تو یہی ہے کہ لوگ رب کا راستہ اختیار کر لیں۔

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰی بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرَا﴾

''اور آپ اُس زندہ پر بھروسہ کریں جسے موت نہیں آئے گی اور آپ اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی

پوری طرح خبر رکھنے والا ہے"(58)

سوال:﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا﴾"اور آپ اُس زندہ پر بھروسہ کریں جسے موت نہیں آئے گی اور آپ اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ﴾"اور آپ اُس زندہ پر بھروسہ کریں جسے موت نہیں آئے گی"یعنی اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں جو ہمیشہ سے زندہ ہے جس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾"وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"(الحدید:3)

(3)انسان کو بھروسہ اُسی پر کرنا چاہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو جس کو کبھی موت نہیں آئی۔

(4)﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾"اور اللہ تعالیٰ پر پھر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔"(سورۃ المائدۃ:23)

(5)﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾"سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔"(ہود:123)

(6)﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ﴾"اور آپ اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں"اللہ تعالیٰ نے دعوت کے لیے صبر کرنے اور مدد مانگنے کے لیے تسبیح کا حکم دیا ہے کہ گھبراؤ تو اسی کی طرف دوڑو وہ کائنات کا منتظم ہے۔

(7)﴿وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا﴾"اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا ہے"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار رہنے کے لیے کافی ہے۔ وہ گناہ کا حساب لے گا اور عذاب دے گا۔ نہ آپ کے ذمے ہدایت کی ذمہ داری ہے نہ اعمال کی حفاظت یہ معاملات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

(8)دعوت دینے والا جب اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچاتا ہے تو اسے مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مخالفت پر ردِّعمل پیدا ہوتا ہے اس لیے اس ردِّعمل سے لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے کہ دیکھو رب نے دیکھ لیا، وہ جانتا ہے وہ حساب لے لے گا اس لیے آپ کام کی طرف توجہ کریں بندوں کے گناہوں سے خبردار رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

﴿الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا﴾

"جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر بلند ہوا، وسیع رحمت والا ہے سو آپ اس کے

بارے میں کسی پوری خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں" (59)

سوال: ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا﴾ "جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر بلند ہوا، وسیع رحمت والا ہے سو آپ اس کے بارے میں کسی پوری خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾ "جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا" اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہر چیز کا خالق ہے، وہ بادشاہ ہے، ساری کائنات پر غلبہ اور اقتدار رکھنے والا ہے اس نے چھ دن میں سات آسمان اور سات زمینیں پیدا فرمادیں۔ (2) چھ دنوں میں سے پہلا اتوار اور چھٹا جمعہ ہے۔ (ایسر التفاسیر:1033)

(3) ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ "پھر عرش پر بلند ہوا" یعنی ان سارے کاموں کے بعد وہ عرش پر مستوی ہوا جو ساری مخلوقات کے لیے چھت ہے، وسیع اور انتہا درجے کا حسن رکھنے والا ہے۔

(4) ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ "وسیع رحمت والا ہے" جس کی رحمت نے سارے جہان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

(5) جس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی سب سے زیادہ وسیع صفت کے ساتھ مخلوقات میں سے سب سے زیادہ وسیع مخلوق پر مستوی ہوا۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، وہ ان کے تمام ظاہر و باطن کی اطلاع رکھتا ہے، وہ عرش کے اوپر مستوی اور تمام مخلوق سے جدا ہے۔ (تیسیر سعدی:2/1877)

(6) ﴿فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا﴾ "کسی پوری خبر رکھنے والے سے پوچھ لیں" اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی خبر رکھنے والے ہی سے پوچھنا چاہیے۔

(7) اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم والوں سے معلومات حاصل کرو۔ رب العزت کے بارے میں محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی علم والا نہیں۔

﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا﴾

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے؟ کیا ہم اُسے سجدہ کریں جس کے لیے تم ہمیں حکم دیتے ہو؟ اور اس بات نے اُن کے بدکنے میں اور اضافہ کیا" (60)

سوال: ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا﴾ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے؟ کیا ہم اُسے سجدہ کریں جس کے لیے تم ہمیں حکم دیتے ہو؟ اور اس بات نے اُن کے بدکنے میں اور اضافہ کیا" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ﴾ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے رحمن کو سجدہ کرو" یعنی جب وسیع رحمت والے کے لیے

سجدے کا حکم دیا جائے گا کہ اس نے نعمتوں سے نوازا ہے، مصیبتوں کو دور کیا ہے۔

(2)﴿قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ﴾ ''تو کہتے ہیں کہ رحمن کیا ہے؟'' انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم تو رحمٰن کو نہیں جانتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم نام الرحمٰن سے بدکتے تھے۔ تسلیم نہیں کرتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معاہدہ لکھتے وقت بسم اللہ لکھنے کا حکم دیا تو مشرکوں نے کہا ہم رحمن، رحیم کو نہیں جانتے پہلے کی طرح لکھو باسمك اللهم محمد ﷺ اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا:﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو۔ جس سے بھی تم پکارو سب اچھے نام اُسی کے ہیں۔'' (بنی اسرائیل:110)

(3)﴿اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا﴾ ''کیا ہم اُسے سجدہ کریں جس کے لیے تم ہمیں حکم دیتے ہو؟'' یعنی کیا ہم آپ ﷺ کے حکم دینے سے رحمن کو سجدہ کرلیں۔

(4)﴿وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا﴾ ''اور اس بات نے اُن کے بدکنے میں اور اضافہ کیا'' اس بات سے ان کی نفرت اور بے زاری میں اور اضافہ ہوا۔(5)﴿نُفُوْرًا﴾ ''ان کے بدکنے میں'' نفورا سے مراد ایمان کے مقابلے میں تکبر کرنا ہے۔ (تفسیر قاسمی:271/12)

(6) نفرت میں اضافے کا سبب تو انسان کے اندر ہوتا ہے۔ اندر تکبر ہو، سرکشی ہو یا تقلید، باہر سے کسی شخصیت کو ہی موردالزام ٹھہرایا جاتا ہے جیسے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا کہ اس کو سجدہ کیسے کرسکتے ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔

رکوع نمبر:4

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾

''بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا'' (61)

سوال:﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا'' اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر قدرت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس سوال کا کہ رحمن کیا ہوتا ہے جواب دیا ہے کہ رحمن تو وہ ہے جس کی تخلیق کے بارے میں تم سمجھنا چاہو تو عقل دنگ رہ جائے گی بس اتنا جان لو کہ بڑا برکت والا ہے۔ وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سورج اور چاند رکھا اور جس نے رات اور دن کو یکے بعد دیگر آنے والا بنایا۔ اس میں سبق ہے جو شکر گزار ہونا چاہیے۔

(2)﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے'' بروج بُرْج کی جمع ہے اس

سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں۔ بڑا برکت والا، قدرتوں والا، عظمتوں والا ہے وہ جس نے سورج اور چاند کی منزلیں بنائیں۔ آسمان میں خوب صورت برج بنائے جیسے شہروں کی حفاظت کے برج اور قلعے ہوتے ہیں اسی طرح آسمان کی حفاظت کے لیے بڑے بڑے تارے ہیں جو شیاطین کے لیے شہاب ثاقب ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾ اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (الملک:5)

(4) ﴿وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا﴾ ''اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا'' یعنی سورج جس میں روشنی اور حرارت ہے چراغ کی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾ اور ہم نے ایک چمکتا ہوا گرم چراغ رکھ دیا۔ (النباء:13)

(5) ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً﴾ ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی بنایا ہے (یونس:5)

(6) ﴿وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ ''اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا'' رب العزت نے جگمگاتا چاند بھی بنا دیا جس میں روشنی تو ہے حرارت نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں۔ اور اُن میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔'' (نوح:15,16) (7) اس آیت میں شمس یعنی سورج کا تذکرہ کیا ہے جس کی روشنی سے زمین روشن ہے۔ ''اور اللہ تعالیٰ نے قمر رکھا ہے جس کی روشنی لطیف اور خوش گوار ہے۔ (8) اللہ تعالیٰ کی منظم تدبیر ہے جس میں ساری مخلوق کے لیے مصالح اور منافع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق عظیم ہے اس کے احسانات بے شمار ہیں وہ عظیم ہے، رحیم ہے، کریم ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾

''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے'' (62)

سوال: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا

بنایا'' اللہ تعالیٰ نے دن رات کا نظام ایسا بنایا ہے کہ ایک جاتا ہے اور دوسرا آتا ہے اور اس نظام میں فرق نہیں آتا۔

(2)(i) رات اور دن کا یہ نظام آگے پیچھے نہ ہوتا تو زمین پر زندگی ممکن نہ ہوتی۔(ii) زمین اپنے محور کے گرد چوبیس گھنٹوں میں اپنا چکر پورا کرتی ہے۔اس کی رفتار ایک ہزار میل فی گھنٹہ ہے۔''سائنس دعوت ایمان دے رہی ہے'' کا مصنف لکھتا ہے کہ اگر یہ گردش سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہو تو ہمارے رات اور دن میں دس گنا زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔اسی حالت میں جس حصے پر سورج چمک رہا ہوگا وہ سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گا اور رات کے وقت جو کچھ زمین پر ہوگا سب جم جائے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اور اس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ پے در پے چلنے والے ہیں اور تمہارے لیے اس نے دن اور رات کو مسخر کیا۔'' (ابراہیم:33)

(4) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کر لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔(یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔'' (مسلم:6989)

(5)﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ ''ہر اس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے'' اللہ تعالیٰ رات اور دن کو ہمارے مشاہدے کے لیے اس لیے پیش کیا ہے تاکہ ان پر غور و فکر کر کے انسان رب کی قدرت کو پہچان لے ان سے سبق لے اور شکر گزار بن جائے۔انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اللہ تعالیٰ کے اندازوں پر غور و فکر کر کے سبق لے سکتا ہے۔

(6)(i) غور و فکر کر کے سبق لینے والا یہ پالیتا ہے کہ زمین کی خلا میں صحت کے ساتھ گردش خالق کی قدرت کا اظہار ہے۔(ii) غور و فکر کرنے والا یہ پالیتا ہے کہ زمین انسانی مصلحتوں کے لیے سازگار بنائی گئی۔(iii) جو شخص غور و فکر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے شکر میں ڈوب جاتا ہے۔

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾

''اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو'' (63)

سوال 1:﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ ''اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں'' رحمن کے بندوں کی چال ڈھال میں عاجزی ہوتی ہے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ﴾ ''اور رحمن کے بندے'' رحمن کا انکار کرنے والوں نے رحمان کو پہچاننے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ تم رحمان کو نہیں مانتے تو رحمن کے بندوں کو دیکھ لو وہ اپنے کردار سے پہچانے جاتے ہیں۔ان کی صفات اور ان کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہے۔رحمن ایسے افراد پر مشتمل سوسائٹی وجود میں لانا چاہتا ہے۔

(2)﴿اَلَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ ''جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں'' چال انسان کی پوری شخصیت کی نمائندگی کرتی ہے اس لیے چال کا تذکرہ سب سے پہلے کیا گیا ہے۔

(3)نرم چال وہ ہوتی ہے جس میں (i)نہ تو تکبر اور غرور ہوتا ہے۔(ii)نہ تکلف اور تصنع ہوتا ہے۔(iii)نہ سستی اور ڈھیلا پن ہوتا ہے۔ (iv)پُروقار چال کو نرم چال کہتے ہیں۔

(4)یعنی وہ حلم، سکینت، اور وقار سے چلتے ہیں۔ان کی چال میں تکبر نہیں ہوتا۔

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6592)

(6)اللہ تعالیٰ نے چال میں تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔جیسا کہ فرمایا﴿وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ﴾ ''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے''۔(لقمان:18)اور فخر و غرور والی چال سے منع فرمایا ہے۔

(7)(i)رسول اللہ ﷺ جب چلتے تھے تو آپ ﷺ تمام لوگوں سے تیز چلتے تھے آپ ﷺ کی چال بہت خوبصورت اور سکون والی تھی۔

(ii)سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب چلتے تھے تو یوں لگتا تھا کہ آپ ﷺ کسی نشیبی جگہ اُتر رہے ہوں۔

(iii)سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے چلتے تھے جس طرح کوئی شخص اُترتا ہے اور چڑھنے والے کی چال بھی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح اُترنے والی کی چال ہوتی ہے اور اس قسم کی چال وہ لوگ چلتے ہیں جو اولوالعزم، عالی ہمت اور بہادر ہوتے ہیں۔(زاد المعاد، ابن قیم)(iv)سیدنا ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوب صورت کوئی چیز نہیں دیکھی گویا سورج آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر چلتا ہے اور میں نے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے تیز رفتار نہیں دیکھا۔گویا آپ ﷺ کے لیے زمین کو لپیٹ دیا جاتا تھا۔ہم تو ہر معاملے میں پریشان ہوتے تھے لیکن آپ ﷺ کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

(8)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرفہ کے دن (میدان عرفات سے) وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آ رہے تھے کہ نبی ﷺ نے پیچھے (اونٹ ہانکنے کے) سخت شور اور اونٹوں کی مار دھاڑ کی آواز سنی تو آپ ﷺ نے ان کی طرف اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''لوگو! آہستگی و وقار اپنے اوپر لازم کر لو، (اونٹوں کو) تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔'' (بخاری:1671)

(9)رحمن کے بندوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا یقین اُتر آتا ہے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اُن کے دلوں میں اپنی ذات کی بڑائی کا احساس رہتا۔اُن کی ذات عبودیت اور بندگی کا نمونہ بن جاتی ہے۔یہی چیز اُن کے اُٹھنے، بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں بھی جھلکتی ہے۔

سوال 2:﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو'' رحمن کے

بندے جاہلوں سے اعراض کے موقع پر سلامتی کی دعا دیتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾ ''اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو'' (i) رحمن کے بندے جوابی ٹکراؤ سے رُکتے ہیں۔ (ii) رحمن کے بندے سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں۔ (iii) رحمن کے بندے اللہ تعالیٰ کے خوف سے لوگوں کے لیے ہدایت کی دُعا کرتے ہوئے الگ ہو جاتے ہیں۔

(2) (i) یہاں اس سے مراد منہ موڑنا اور بے فائدہ بحث کو چھوڑ دینا ہے۔ (ii) اس سے مراد جاہلوں سے نہ اُلجھنا ہے۔

(3) ﴿قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو'' یعنی وہ انہیں اس طریقے سے خطاب کرتے ہیں جس سے وہ گناہ اور جاہل کی جہالت کے مقابلہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ان کے حلم، برائی کے بدلے احسان، جاہل سے عفو و درگزر اور وفور عقل کی مدح ہے جس نے انہیں اس بلند مقام پر فائز کیا۔ (تفسیر سعدی: 1881/2)

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح اپنے والد کو سلامتی کی دعا دی تھی ﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ ''اُس نے کہا: ''آپ پر سلام ہو! میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دعا کروں گا، یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے۔'' (مریم: 47) (5) اہل ایمان اپنے قیمتی وقت کو ایسے کاموں میں ضائع نہیں کرتے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں مثلاً فحش گوئی بدکلامی وغیرہ۔

(6) سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے ہوں اور انہوں نے آسمان کی طرف رخ کر کے یہ نہ کہا ہو: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا میں گمراہ کروں، یا میں بہکاؤں یا بہکایا جاؤں، یا میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، یا میں جہالت برتوں یا مجھ سے جہالت برتی جائے۔ (ابوداؤد: 5094)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں اور میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ مجھ سے بداخلاقی سے پیش آتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تُو واقعی ایسا ہے جیسا تو نے کہا ہے تو گویا کہ تو ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اور جب تک تو ایسا ہی کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا۔'' (مسلم: 6525) (8) رحمن کے بندے جہالت سے باتیں کرنے والوں سے سلامتی کی بات کرتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾

''اور جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں'' (64)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾ ''اور جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں''

رحمن کے بندوں کی راتیں عبادت میں گزرتی ہیں'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾''اور جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں''(i)رحمن کے بندوں کی راتیں روشن ہوتی ہیں جب ساری مخلوق سو جاتی ہے تو وہ جاگتے ہیں۔(ii)رحمن کے بندوں کی راتیں سجدے اور قیام میں گذرتی ہیں۔(iii)رحمن کے بندوں کی توجہ رب کی جانب رہتی ہے۔(iv)رحمن کے بندوں کو میٹھی نیند سے زیادہ لذت قیام وسجود میں ملتی ہے۔(v)رحمن کے بندوں کی سوچ اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتی ہے۔(vi)رحمن کے بندے زمین پر رہنے کے باوجود عرش والے کے ساتھ لو لگائے رکھتے ہیں۔

(2)﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾''ان کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں جو ہم نے ان کو رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''(السجدۃ:16)

(3)﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے۔''(الذاریت:17)

(4)﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾''(کیا یہ اچھا ہے) یا جو شخص مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا اور قیام کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔''(الزمر:9)

(5)سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی ایک ایسی مجلس میں موجود تھا کہ جس میں آپ نے جنت کی بہت تعریف فرمائی یہاں تک کہ انتہا ہوگئی پھر آپ نے اپنے بیان کے آخر میں فرمایا کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا پھر آپ نے یہ آیات کریمہ پڑھی۔اُن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔وہ اپنے ربّ کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں۔اور اُس میں جو ہم نے انہیں رزق دیا وہ خرچ کرتے ہیں۔پھر کوئی شخص نہیں جانتا جو کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک اُن کے لیے چھپا کر رکھی گئی ہے۔اُن اعمال کے بدلے میں جو وہ کرتے ہیں۔(مسلم:7135)

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾

''اور جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے''(65)

سوال:1﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾''اور جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے''رحمن کے بندے عذاب جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ﴾ ''اور جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے'' رحمن کے بندے اس لیے خوف کھاتے ہیں کہ کہیں اپنی کسی غلطی پر اللہ تعالیٰ کی گرفت میں نہ آ جائیں۔

(2) رحمن کے بندوں نے اگرچہ جہنم کو دیکھا نہیں لیکن قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ نے جہنم کی جو تصویر کشی کی ہے اس پر پختہ یقین کی وجہ سے خوف کھاتے ہیں اور اپنی عبادت کو کم سمجھتے ہیں اس لیے رب سے جہنم سے بچنے کی دُعائیں کرتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں'' (المومنون:60)

(4)﴿اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾ ''یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے'' یعنی جہنم کا عذاب جہنمیوں سے چپک جائے گا۔ جیسے قرض خواہ مقروض سے چپک جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1881) (5) جہنم کا عذاب دائمی ہلاکت والا ہے جو اپنے اندر آنے والے کو نہیں چھوڑے گا۔

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ سے تین مرتبہ جنت مانگے (اس کے حق میں) جنت کہتی ہے یا اللہ! اسے جنت میں داخل فرما اور جو شخص تین مرتبہ آگ سے پناہ مانگے (اس کے حق میں) آگ کہتی ہے'' یا اللہ! اسے آگ سے بچا لے''۔ (ابن ماجہ:2/3502)

(7) اللہ تعالیٰ نے جہنم سے پناہ کی دعائیں سکھائی ہیں۔﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اور ان میں سے کوئی کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا''۔ (البقرہ:201)

(8)﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱) رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (۱۹۲)﴾ ''وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیں۔ اے ہمارے رب! بے شک جس کو تو نے آگ میں ڈالا تو اُس کو تو نے واقعی رُسوا کر دیا، اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔'' (آل عمران:191,192)

(9) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درج ذیل دعا قرآن مجید کی کسی سورت کی طرح سکھاتے تھے آپ ﷺ فرماتے کہو ''اے اللہ! ہم جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتے اور قبر کے عذاب سے بھی تیری پناہ طلب کرتے ہیں نیز مسیح دجال کے فتنے سے اور زندگی و موت کے فتنے سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں'' (نسائی: ابواب النوم)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے۔ ''اے اللہ! جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام کے رب! میں آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (نسائی:3/5092)

(11) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ کلمات پڑھتے ''یا اللہ! جس روز تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس روز مجھے اپنے عذاب سے بچائے رکھنا۔'' (ابوداؤد:4218/3)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو فرماتے ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہر مصیبت سے بچایا، مجھے رہنے کے لیے جگہ دی، مجھے کھلایا اور پلایا اور اس ذات کا شکر ہے جس نے مجھ پر احسان کیا تو خوب کیا، مجھے عطا فرما تو خوب عطا فرما، ہر حال میں اس کا شکر ہی شکر ہے۔ اے اللہ! ہر چیز کے پالنہار، ہر چیز کے مالک، ہر چیز کے الہ، میں آگ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔'' (ابوداؤد:4229/3)

(13) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو بستر سے غائب پایا اور ڈھونڈنے لگی۔ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے (پاؤں کے) تلوے پر پڑا جو کھڑے حالت میں تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے (اور سجدے کی حالت میں) یہ دعا مانگ رہے تھے ''اے اللہ! میں تیری رضا کے وسیلے سے تیرے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری بخشش کے وسیلے سے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں (ہر معاملے میں) تجھ سے ہی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری حمد وثنا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تیری تعریف ویسی ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی۔'' (مسلم، کتاب الصلاۃ)

﴿اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾

''بلاشبہ وہ بہت ہی بری ٹھہرنے اور اقامت کی جگہ ہے'' (66)

سوال: ﴿اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ ''بلاشبہ وہ بہت ہی بری ٹھہرنے اور اقامت کی جگہ ہے'' جہنم ہر اعتبار سے بدترین جگہ ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ ''بلاشبہ وہ بہت ہی بری ٹھہرنے اور اقامت کی جگہ ہے'' رحمن کے بندے جہنم کے بارے میں یہ یقین رکھتے کہ اس کا عذاب جان کو چمٹ جانے والا ہے یہ یقین اتنا پختہ ہے گویا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی یہ جہنم ہڑپ کر جائے گی اس لیے اللہ تعالیٰ سے درخواستیں کرتے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ بچالے وہ بڑا برا مقام اور ٹھہرنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔ اس کا عذاب نہ چھوڑتا ہے، نہ کم ہوتا ہے، نہ ختم ہوتا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا ﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (٢١) لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا (٢٢) لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا﴾ ''یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانہ ہے۔ جس میں وہ عرصہ دراز تک پڑے رہنے والے ہیں۔'' (النباء:21,23)

(3) ﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ (٢٧) لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ (٢٨) لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾ ''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے۔ نہ وہ باقی

رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔'' (المدثر:27,29)

(4)﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ (۸) وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (۹) يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ (۱۰) كَلَّا لَا وَزَرَ (۱۱)﴾ ''اور چاند گہنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا۔ اُس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔'' (القیامۃ:8,11) (5)﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (۱۱) الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (۱۲) ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ ''اور بدبخت اُس سے علیحدہ رہے گا۔ وہ جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر اُس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا۔'' (الاعلیٰ:11,13)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری یہ ''دنیا کی'' آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے جہنم کی آگ کی گرمی کا ستر ہواں حصہ ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''واللہ یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو یہی دنیا کی) آگ کافی تھی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے اُنہتر درجہ زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔'' (مسلم، کتاب الجنۃ)

(7) سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے آج رات خواب دیکھا ہے جس میں دو شخص میرے پاس آئے اور دونوں نے کہا کہ یہ جو آگ بھڑکا رہا ہے جہنم کا داروغہ مالک ہے میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔'' (بخاری، کتاب بدء الخلق)

(8) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے روز ایسے شخص کو لایا جائے گا جس کا جہنم میں جانا طے ہو چکا ہوگا دنیا میں اس نے بہت زیادہ عیش و عشرت کی ہوگی اسے دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا اے ابن آدام! کیا دنیا میں تو نے کوئی نعمت دیکھی، کبھی دنیا میں تمہارا ناز و نعم سے واسطہ پڑا؟'' وہ کہے گا: ''اے میرے رب تیری قسم! کبھی نہیں!'' پھر ایک ایسے آدمی کو لایا جائے گا جو جنتی ہوگا لیکن دنیا میں بڑی تکلیف دہ زندگی بسر کی ہوگی اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کبھی دنیا میں تو نے کوئی تکلیف دیکھی یا رنج و غم سے تمہارا کوئی واسطہ پڑا؟'' وہ کہے گا ''اے میرے رب تیری قسم! کبھی نہیں۔ مجھے تو نہ کبھی رنج و غم سے واسطہ پڑا نہ کوئی دکھ یا تکلیف دیکھی''۔ (مسلم)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جہنم سے بھاگنے والے کسی شخص کو (آرام کی نیند) سوتے نہیں دیکھا نہ ہی جنت کے کسی خواہشمند کو (آرام کی نیند) سوتے دیکھا ہے۔'' (ترمذی، 2:2097/)

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾

''اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور ان کا خرچ اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا'' (67)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ ''اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ ہیں تو نہ

فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور ان کا خرچ اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا'' رحمن کے بندے بے جا خرچ نہیں کرتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا﴾ ''اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں'' (i) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرنا۔ (ii) اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ نہ کرنا۔

(iii) جن اُمور پر خرچ کرنا واجب ہے ان میں اعتدال کی حد سے نکل جانا اسراف ہے۔ (iv) مباح اُمور میں حد اعتدال سے نکل جانا۔

(2) اسراف کی وجہ سے انسان ضرورت سے زیادہ مال خرچ کرتا ہے اس طرح دوسروں کی قوت خرید متاثر ہوتی ہے۔

(i) اسراف کی وجہ سے بنی نوع انسان کے وسائل غلط موقع پر خرچ ہوتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ اس سے لوگوں کی بھوک مٹانے، تعلیم، غذا اور گھر اور انسانوں کے دُکھ دور کیے جائیں جب کوئی انسان ذات پر خرچ کرتا ہے تو اس سے انسانیت کی حق تلفی ہوتی ہے۔

(ii) اسراف کی وجہ سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ (iii) اسراف کی وجہ سے ناجائز دولت اکٹھی کرنے کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔

(3)﴿وَلَمْ يَقْتُرُوْا﴾ ''اور نہ کنجوسی کرتے ہیں'' کنجوسی دراصل مال کی محبت کی انتہا کا نام ہے نہ انسان خود فائدہ اُٹھاتا ہے۔ نہ گھر والوں کو، نہ معاشرے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ انسان خود دُنیا سے چلا جاتا ہے اور کنجوسی کی داستانیں چھوڑ جاتا ہے۔

(4) کنجوسی کی وجہ سے لوگ اپنا مال خرچ نہیں کرتے جس کی وجہ سے لوگوں کے لیے مال سے نفع اُٹھانا ممکن نہیں رہتا یوں معاشرے میں کساد بازاری پیدا ہوتی ہے۔

(5)﴿وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ ''اور ان کا خرچ اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا'' رحمن کے بندے نہ بخل کرتے ہیں نہ حق داروں کا حق مارتے ہیں اور حسب ضرورت خرچ کرتے ہیں اور نہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ درمیانی راہ پر چلتے ہیں۔

(6) رحمن کے بندے جیسے ذمہ دارنہ طور پر کماتے ہیں اسی طرح ذمہ دارانہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔

(7) رحمن کے بندے اسراف اور کنجوسی کے درمیان حد اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔ (7) رحمن کے بندے واجبات پر خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً زکوۃ، اور کفارہ وغیرہ (8) انسان دو طرح سے خرچ کر سکتا ہے یا اسراف کر سکتا ہے یا کنجوسی۔

(9) اسراف کی وجہ سے جان، مال اور معاشرے کی تباہی ہوتی ہے۔ کنجوسی میں ایک شخص اپنے مال سے خود بھی فائدہ نہیں اُٹھاتا اس لیے اسلام خرچ کرنے کے لیے انسان کو پابند کرتا ہے کہ وہ اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔

(9) نبی ﷺ نے فرمایا وہی شخص سمجھدار ہے جو کمائی میں میانہ روی اختیار کرے۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿

''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے۔اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ۔اور وہ زنا نہیں کرتے۔اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا'' (68)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے'' رحمن کے بندے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے۔اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ۔اور وہ زنا نہیں کرتے۔اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا'' رحمن کے بندے اللہ تعالیٰ کی ذات کا گہرا شعور رکھتے ہیں اور اپنے انجام سے ڈرتے ہیں اس لیے اس وحدہ لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔

(2)یعنی وہ غیر اللہ سے حاجتیں مرادیں مانگ کر ان کی عبادتیں نہیں کرتے۔

سوال2:﴿وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ﴾''اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے'' رحمن کے بندے قتل نہیں کرتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ﴾''اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے''یعنی مسلمان اور معاہد کافروں کو قتل نہیں کرتے۔(2)کسی جان کو ناحق قتل کرنا کسی معاشرے کی بدامنی،بے سکونی اور بے اطمینانی کا باعث بنتا ہے اس لیے اسلام ایک جان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر جرم ٹھہراتا ہے۔

(3)حق کے ساتھ قتل کرنے کی تین صورتیں ہیں۔(i)اسلام کے بعد کفر اختیار کرنا یعنی مرتد ہونا۔(ii)شادی شدہ ہو کر زنا کرنا۔(iii)کسی کو قتل کرنا۔

سوال3:﴿وَلَا يَزْنُوْنَ﴾''اور وہ زنا نہیں کرتے''رحمن کے بندے زنا نہیں کرتے،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَزْنُوْنَ﴾''اور وہ زنا نہیں کرتے''ایمان والوں پر زنا حرام ہے۔ایمان اور زنا کا کوئی تعلق نہیں۔

(2)مومن اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(3)اسلام مرد اور عورت کے جائز تعلق نکاح کو با مقصد بناتا ہے اس کے ذریعے فطری تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں۔انسان کو سکون بھی ملتا ہے اور نئی نسل کی پرورش،نگہداشت اور تربیت بھی ہوتی ہے۔زِنا کی وجہ سے ایک تو مقدس انسانی تعلق گری ہوئی غلیظ حیوانی زندگی کی طرح کا ہو جاتا ہے جس میں محض جسمانی تقاضے پورے ہوتے ہیں دوسری طرف آنے والی اولاد کی پرورش،نگہداشت اور تربیت کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی یوں زِنا انسانیت کش جرم ہے اس لیے اسلام اُسے گھناؤنا کبیرہ گناہ

قرار دیتا ہے۔

سوال 4: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ ''اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ ''اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا'' یعنی جو شرک قتل یا زنا کرے تو وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ (2) ﴿اَثَامًا﴾ ''اثام سے یہاں عذاب مراد ہے۔

(3) عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اثام جہنم کی وادی ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ اس میں زنا کار جائیں گے۔ (جامع البیان: 45/19)

﴿يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾

''قیامت کے دن اس کے لیے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اسی میں ہمیشہ ذلیل کیا ہوا رہے گا'' (69)

سوال: ﴿يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ ''قیامت کے دن اس کے لیے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اسی میں ہمیشہ ذلیل کیا ہوا رہے گا'' قیامت کے دن عذاب بڑھتا ہی چلا جائے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''قیامت کے دن اس کے لیے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا'' قیامت کے دن عذاب دوگنا بھی ہوگا اور توہین آمیز بھی اس وجہ سے یہ زیادہ شدید اور تکلیف دہ بن جائے گا۔

(2) ﴿وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ ''اور وہ اسی میں ہمیشہ ذلیل کیا ہوا رہے گا'' اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کوئی ان تمام افعال کا ارتکاب کرتا ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اسی طرح شرک کا مرتکب بھی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اسی طرح ان تینوں گناہوں میں سے ہر گناہ کے ارتکاب پر سخت عذاب کی وعید ہے۔ کیونکہ یہ گناہ یا تو شرک ہے یا کبیرہ گناہ ہے۔ رہا قاتل اور زنا کار کا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا تو قرآن اور سنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔ اس لیے کہ تمام اہل ایمان جہنم سے نکال لئے جائیں گے، کوئی مومن جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا خواہ اس نے کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کیوں نہ کئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ انہیں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ تینوں سب سے بڑے گناہ ہیں۔ شرک فساد ادیان، قتل فساد ابدان اور زنا فساد عزت و ناموس ہے۔ (تفسیر سعدی: 1882/2)

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (70)

سوال:﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَنْ تَابَ﴾ ''مگر جس نے توبہ کی'' یعنی جس نے شرک وقتل زنا اور دوسرے گناہوں سے توبہ کرلی، ان گناہوں پر نادم ہوا انہیں چھوڑ دیا اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم کرلیا۔

(2) خالص توبہ سے ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے۔ قتل کی سزا تب جہنم ہے جب قاتل نے توبہ نہ کی ہو اور بغیر توبہ کیے ہی فوت ہوگیا ہو کیونکہ مسلم کی کتاب التوبہ کی حدیث کے مطابق سو آدمیوں کے قاتل کی خالص توبہ کو اللہ نے قبول کرلیا تھا۔

(3) سیدنا ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا، اس نے ننانوے قتل کیے۔ پس اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کی بابت لوگوں سے پوچھا تو اسے ایک راہب (پادری) کا پتہ بتلایا گیا، اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے اس پادری کو بھی قتل کر کے سو کی تعداد پوری کرلی، اس نے پھر پوچھا کہ مجھے سب سے بڑا عالم بتلاؤ؟ اسے ایک عالم کی نشاندہی کی گئی، اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے سو آدمی قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟، اس عالم نے کہا، ہاں، کون ہے جو اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان حائل ہو؟ جا، فلاں زمین (علاقے میں چلا جا! بلاشبہ وہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تو بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ آنا، یہ برائی کی زمین ہے۔ چنانچہ اس نے نیکیوں کی اس بستی کی طرف سفر شروع کردیا، ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا، کہ اسے موت آگئی (اس کی روح کو لینے کے لیے) رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے (دونوں ہی) آگئے اور ان کے مابین جھگڑا شروع ہوگیا۔ ملائکہ رحمت نے کہا، وہ تائب ہو کر آیا تھا اور دل کی پوری توجہ سے وہ رب کی طرف آنے والا ہے۔ عذاب کے فرشتے بولے، اس نے کبھی بھلائی کا کام نہیں کیا (اس لیے وہ عذاب کا مستحق ہے، ان فرشتوں کے مابین یہ جھگڑا جاری تھا) پس ایک فرشتہ، آدمی کی شکل میں آیا، اسے انہوں نے اپنا حکم بنالیا، اس نے فیصلہ دیا، دونوں زمینوں کے مابین مسافت کو ناپو۔ (یعنی جس علاقے سے وہ آیا تھا وہاں سے یہاں تک کا فاصلہ اور یہاں سے نیکیوں کے علاقے کا فاصلہ، دونوں کی پیمائش کرو)۔ ان دونوں میں سے وہ جس کے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے پیمائش کی تو انہوں نے اس زمین کو زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ ارادہ کیے جا رہا تھا، پس اسے رحمت کے فرشتوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ (مسلم:7008)

(4)﴿وَاٰمَنَ﴾''اور ایمان لایا'' توبہ کے بعد اللہ رب العزت پر سچا اور صحیح ایمان لایا۔ وہ ایمان جو گناہ چھوڑے اور نیک اعمال کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔(5)﴿وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾''اور نیک عمل کیے''یعنی نماز قائم کی، زکوۃ ادا کی، رمضان کے روزے رکھے حج کیا اور ایسے کام کیے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جس سے اس کی رضا مطلوب ہے۔

(6)﴿فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ﴾''تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا''یعنی توبہ کرنے والوں کی برائیاں اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کی وجہ سے مٹا دے گا اور ان کے لیے ان کے نیک اعمال لکھے گا اور فرماں برداری کے وہ سارے کام بھی جو توبہ کرنے کے بعد کرے گا۔

(7)(i)اس سے ایک مراد تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا حال بدل دیتا ہے جیسے اسلام قبول کرنے سے پہلے انسان برائیاں کرتا ہے ایسے ہی اسلام قبول کر کے انسان نیکیاں کرتا ہے۔(ii)اس سے یہ بھی مراد ہے کہ انسان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا جاتا ہے۔

(8)یعنی ان کے وہ افعال اور اقوال جو برائی کی راہ میں سرانجام پانے کے لئے تیار تھے، نیکیوں میں بدل جاتے ہیں، چنانچہ ان کا شرک ایمان میں بدل جاتا ہے۔ ان کی نافرمانی اطاعت میں، اور وہ برائیاں جن کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا، بدل جاتی ہیں۔ پھر ان کا وصف یہ بن جاتا ہے کہ جو بھی گناہ ان سے صادر ہوتا ہے تو وہ اس کے بعد توبہ کرتے اور انابت واطاعت کا راستہ اختیار کرتے ہیں، جس سے وہ گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جو اس شخص کے بارے میں ہے جس کے بعض گناہوں کا اللہ تعالیٰ محاسبہ کرے گا اور ان گناہوں کو اس کے سامنے شمار کرے گا پھر ہر برائی کو نیکی میں بدل دے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا''اے میرے رب! میری تو بہت سی برائیاں تھیں جو مجھے یہاں دکھائی نہیں دیتیں۔'' واللہ اعلم (تفسیر سعدی:2/1883)

(9)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا اور سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والا ہوگا۔ یہ وہ آدمی ہوگا کہ قیامت کے دن اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے بڑے گناہ ایک طرف رکھ دیے جائیں گے اس کو کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں کام کیا تھا؟ وہ اثبات میں جواب دے گا انکار کی اس کو طاقت نہ ہوگی اُسے اس بات کا بھی ڈر ہوگا کہ ابھی میرے بڑے گناہ بھی پیش کیے جائیں گے کہ اتنے میں اس سے کہا جائے گا تیرے لیے ہر برائی کے بدلے ایک نیکی ہے اللہ تعالیٰ کی یہ مہربانی دیکھ کر وہ کہے گا ابھی تو میرے بہت سے اعمال ہیں کہ میں انہیں یہاں نہیں دیکھ رہا یہ بیان کرتے ہی رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ (مسلم، کتاب الایمان)

(10)مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہ انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے، جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی، غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان اعمال کا بھی

مجھے ثواب ملے گا؟ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جتنی نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو۔ (بخاری:2220)

(11) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم جہاں کہیں ہو اللہ سے ڈرو ہر برائی کو بھلائی کے ساتھ مٹا دو اور لوگوں کے ساتھ نیک خلقی کے ساتھ پیش آؤ۔'' (ترمذی:1987)

(12) رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں'' (ہود:114)

(13) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب زرہ پہنے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلے جنگ میں شریک ہو جاؤں یا پہلے اسلام لاؤں آپ ﷺ نے فرمایا پہلے اسلام لاؤ پھر جنگ میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ پہلے اسلام لائے اور پھر جنگ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کم کیا لیکن اجر بہت پایا۔ (بخاری:2808)

(13) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا ایک شخص (نام نامعلوم) نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے جو گناہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت کے زمانے میں کئے کیا ان کا مؤاخذہ ہم سے ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو شخص اسلام کی حالت میں نیک اعمال کرتا رہا اس سے جاہلیت کے گناہوں کا مؤاخذہ نہ ہوگا (اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا) اور جو شخص مسلمان ہو کر بھی برے کام کرتا رہا اس سے دونوں زمانوں کے گناہوں کا مؤاخذہ ہوگا۔ (بخاری:6921)

(14) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ توبہ کرنے والے کے تمام بڑے بڑے گناہ بھی بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ اپنی رحمت سے گناہ گاروں کو توبہ کی طرف بلاتا ہے، توبہ کی توفیق دیتا ہے اور توبہ قبول فرماتا ہے۔

﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهٗ يَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾

''اور جس شخص نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو یقیناً وہ رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف، سچا رجوع کرنا'' (71)

سوال: ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهٗ يَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ ''اور جس شخص نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو یقیناً وہ رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف، سچا رجوع کرنا۔'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ تَابَ﴾ ''اور جس شخص نے توبہ کی'' یعنی جو گناہوں سے پلٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے سچے دل سے توبہ کر لے یعنی گناہوں پر نادم ہو کر پختہ عزم کر لے کہ اب گناہ نہیں کرے گا۔

(2) ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیے'' یعنی توبہ کے بعد نیک عمل کرے۔

(3) ﴿فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ ''تو یقیناوہ رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف، سچا رجوع کرنا'' یعنی بندے کو معلوم ہونا چاہیے کہ توبہ کمال کا بلندترین مقام ہے کیونکہ توبہ اس راستے کی طرف رجوع ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور اس مقام پر پہنچنے میں بندے کی عین سعادت اور فلاح ہے اس لئے اسے چاہئے کہ وہ توبہ میں اخلاص سے کام لے اور توبہ کو اغراض فاسدہ کے تمام شائبوں سے پاک رکھے۔ اس سے مقصود دراصل بندوں کو تکمیل توبہ نیز بہترین اور جلیل القدر انداز سے اس کی اتباع کی ترغیب دینا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی طرف توجہ فرمائے اور، توبہ کی تکمیل کے مطابق، پورا پورا اجر عطا کرے۔ (تفسیر سعدی:2/1883)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ ''کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (التوبہ:104)

(5) ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقینا اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناوہی بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' (الزمر:53)

(6) ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور جو کوئی بُرائی کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا پائے گا۔'' (النساء:110)

(7) ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۱۷) وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۱۸)﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ پر توبہ (کا حق) اُن لوگوں کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں۔ پھر یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے، حکمت والا ہے۔ اور توبہ ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہتا ہے کہ یقینا اب میں نے توبہ کی۔ اور نہیں ہے توبہ اُن لوگوں کے لیے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔'' (النساء:17,18)

(8) ''گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس سے گناہ نہیں ہوا'' (صحیح الجامع:3008)

(9) گناہ دراصل زندگی کا ایک عمل ہے، جو شخص گناہ کو چھوڑ دیتا ہے اس کی زندگی نافرمانی سے تو خالی ہو جاتی ہے لیکن خلا رہ جاتا ہے اسلام اس خلا کو نیک اعمال سے پُر کرتا ہے۔ انسان گناہوں پر نادم ہو کر، گناہ چھوڑ کر، نیکیوں پر عمل پیرا ہو جائے تو یہ ثبوت ہے کہ انسان پلٹ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنے کا حق اسی طرح سے ادا ہو سکتا ہے کہ انسان نادم ہو، گناہ ترک کر دے اور نیک عمل کرے۔ یہ پوری طرح سے پلٹنا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾

''اور جولوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں''(72)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾''اور جولوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں''رحمن کے بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾''اور جولوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے۔(i)زُور سے مراد ہر جھوٹی بات ہے ہر باطل چیز جھوٹ ہے۔(ii)یعنی وہ ایسی مجلسوں میں نہیں جاتے اور نہ جھوٹی اور باطل گواہی دیتے ہیں۔(iii)یعنی جولوگ جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے (الزور) سے مراد حرام قول وفعل ہے۔پس وہ ان تمام مجالس سے اجتناب کرتے ہیں جو اقوال محرمہ یا افعال محرمہ پر مشتمل ہوتی ہیں،مثلاً اللہ تعالیٰ کی آیات میں باطل انداز سے گفتگو میں مشغول ہونا اور جھگڑنا،غیبت،چغلی، سب وشتم،قذف واستہزا،حرام گانا بجانا،شراب پینا،ریشم کے بچھونے اور تصاویر وغیرہ۔جب وہ جھوٹ میں حاضر ہونے سے اجتناب کرتے ہیں تو جھوٹی بات کہنے اور جھوٹے فعل کے ارتکاب سے بدرجہ اولیٰ بچتے ہوں گے۔جھوٹی گواہی جھوٹی بات میں داخل ہے اور یہ بھی بدرجہ اولیٰ اس آیت کریمہ میں داخل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1883،1884)

(4)نبی ﷺ نے فرمایا کہ بڑے سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور ماں باپ کو ستانا (ان کی نافرمانی کرنا) اور جھوٹی گواہی دینا،جھوٹی گواہی دینا۔تین بار یہی فرمایا یوں فرمایا اور جھوٹ بولنا برابر بار بار آپ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے آرزو کی کہ کاش آپ خاموش ہو رہتے۔(بخاری:6919)

سوال2:﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾''اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں''رحمن کے بندے لغویات سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)لغو سے مراد ہر وہ بات اور کام جس کا شرعاً کوئی فائدہ نہ ہو لغو ہے۔

(2)﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ﴾''اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں''(لغو)سے مراد وہ کلام ہے جس میں کوئی بھلائی اور کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو،مثلاً بیوقوف لوگوں کا کلام۔

(3)﴿مَرُّوْا كِرَامًا﴾''تو شرافت سے گزر جاتے ہیں''اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان لغویات میں حاضر ہونا اور انہیں سننا،ان کا مقصد نہیں بلکہ اگر کسی لغویات کا کہیں سامنا ہو جاتا ہے تو نہایت باوقار طریقے سے اپنے آپ کو وہاں سے بچا لیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1883،1884)

(4)(i)اس سے مراد یہ ہے کہ رحمن کے بندے ایسی باتوں اور ایسے کاموں میں شامل نہیں ہوتے جو شرعاً بے فائدہ ہوں۔

(ii)رحمن کے بندے بے فائدہ باتوں، مجلسوں اور کاموں پر سے شرافت سے گزر جاتے ہیں۔

(5)رب العزت نے اپنے بندوں کے طرز عمل کی وضاحت فرمائی ہے ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''اور جب انہوں نے بے ہودہ بات سُنی تو اس سے منہ موڑ لیا۔ اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ تم پر سلام ہو۔ ہم جاہل نہیں بننا چاہتے۔'' (القصص:55)

(6)رحمن کے بندے اپنی اور معاشرے کی اصلاح میں مصروف رہتے ہیں اس لیے ان کے پاس شرعاً بے فائدہ کاموں کے لیے فرصت نہیں ہوتی۔ (7)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کے اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ بے مقصد کام اور فضول بات ترک کر دے۔'' (ترمذی:2317) (8)رحمن کے بندے ایسی مجالس اور ایسے مقامات سے کریمانہ طور پر گزر جاتے ہیں جہاں بے فائدہ، لایعنی اور بے ہودہ مشاغل اور مصروفیات ہوں۔ (9)ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی تماشے کے پاس سے گزرے مگر ٹھہرے نہیں۔ رحمت عالم نے فرمایا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کریمانہ صبح وشام گزارتے ہیں (ابن ابی حاتم)

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾

''جنہیں جب ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے'' (73)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾ ''جنہیں جب ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے'' رحمٰن کے بندے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کانپ اٹھتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ''جنہیں جب ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے'' یعنی جب رحمن کے بندوں کو قرآن کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:1037)

(2)یعنی وہ آیات جن سے راہنمائی لینے کا رب العزت نے حکم دیا ہے۔

(3)﴿لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾ ''تو وہ ان پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے'' یعنی وہ ان آیات سے سوچے سمجھے بغیر نہیں گزرتے۔ نہ وہ ان آیات سے روگردانی کرتے ہیں نہ بہرے بن کر گزرتے ہیں، نہ اپنے دل کی توجہ کسی اور جانب کرتے ہیں۔

(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

(5)﴿اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ﴾''یقیناً ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں جب انہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔''(السجدہ:15)

(6)رحمن کے بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کا ذکر سن کر کانپ اٹھتے ہیں اور وہ اللہ کی آیات اور اس کے حکم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾

''اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے''(74)

سوال1:﴿وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾ ''اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔''رحمن کے بندے اپنی بیویوں اور اولادوں کے رب کے راستے پر چلنے کی دعائیں کرتے ہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ﴾''اور جو لوگ کہتے ہیں''رحمن کے بندے اپنی بیویوں اور اولادوں کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے راستے پر چلا کر ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔

(2)اہل وعیال سے انسان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں:(i)جب اہل وعیال بھی اُسی طریقے پر ہوں جس پر انسان خود ہو۔

(ii)جب انسان اپنے اہل وعیال کے لیے بھلائی کا نمونہ اور قائد ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہوں۔

(III)جب وہ بھلائی کے امام کی زندگی سے سبق لینے والے ہوں۔

(3)رحمن کے بندے عالی مرتبہ اور عالی ہمت ہوتے ہیں وہ اپنی اولادوں اور بیویوں کو اللہ تعالیٰ کا وفادار،اس کا اطاعت گزار اور اللہ کے بندوں کا خدمت گار بنا کر بندوں کی اصلاح کا کام کروانا چاہتے ہیں۔جس کا نفع ان کی طرف اور ان کی بیویوں اور اولادوں کی طرف لوٹتا ہے۔

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔(مسلم:4223)

(5)﴿وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾''اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔''(i)اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں بھلائی کا اتنا اچھا نمونہ بنا دے کہ ہمارے گھر والے ہمارے پیروکار بن جائیں۔

(ii)اس سے مراد یہ ہے کہ اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی فرمان بردار ہو اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہوں۔

(6)﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ ''اور ہم نے اُن میں سے راہ نما بنائے تھے جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔ اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے۔'' (سورہ السجدۃ:24 سعدی:1884,2,1885/2)

(7)متقین کا امام بننے کی یہ تمنا اپنی ذات کی بڑائی کے لیے نہیں ہے بھلائی میں آگے بڑھنے کا جذبہ ہے۔

سوال 2: اولاد کی اخلاقی اور روحانی تربیت والدین کی ذمہ داری ہے وضاحت کریں؟

جواب:(1)اولاد کے اخلاقی حقوق میں اہم چیز تربیت ہے۔ بقول سید سلمان ندوی رحمہ اللہ ظاہری اور جسمانی نشوونما کے بعد روحانی تربیت کا درجہ ہے۔ گو یہ ایک اخلاقی حق ہے لیکن یہ آئینی حقوق سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسی سے وہ صحیح معنوں میں انسان بنے گا اور اسی سے وہ معاشرے کا مفید رکن سمجھا جائے گا۔ قرآن پاک میں کم از کم ایک ارشاد تو ایسا ملتا ہے جو اسے قانونی حق بنا دیتا ہے یا فرض کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔

(2)﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ جس پر تند خو، زبردست فرشتے مقرر ہیں۔ جو کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور جو انہیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

(3)﴿وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ ''اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں نے تیری طرف رجوع کیا اور یقیناً میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔'' (سورۃ الاحقاف:15)

(4)ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے منجانب اس کے باپ اور دادا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی باپ اپنی اولاد کو حسن ادب سے بڑھ کر اچھا عطیہ نہیں دیتا۔'' (ترمذی:17/2)

(5)ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں ساتھ رکھا تو اللہ نے اس کے لیے جنت لازم کر دی سوائے اس کے کہ کوئی ایسا گناہ کرے جس کی بخشش نہ ہو سکے۔ اور جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کی اور انہیں سلیقہ سکھایا اور ان پر ترس کھایا یہاں تک کہ اللہ نے انہیں بے نیاز کر دیا تو اللہ نے اس کے لیے جنت لازم کر دی۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر دو ہوں تو؟ فرمایا اور چاہے دو ہوں۔ یہاں تک کہ اگر ایک کا پوچھتے تو آپ ﷺ یہی جواب دیتے۔ (شرح السنہ، باب رحم الخلق:44/13)

(6)بخاری کے باب العلم میں ہے اگر کوئی شخص مسجد میں ساری رات نوافل پڑھنے میں گزارے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ بچے کو اچھے آداب

سکھائے۔شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس کی حکمت عملی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''چونکہ بچوں کی زندگی میں استقلال نہیں ہوتا اس لیے وہ اپنے والدین کی نگرانی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ماں باپ کے دلوں میں بے پناہ شفقت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا تا کہ وہ تربیت اولاد کا کام خوشی سے انجام دیں اور ہر طرح ان کی نگران حال رہیں۔وہ ان کی تربیت ایسے طریقے پر کریں جس سے ان کی آئندہ زندگی سنور جائے اور وہ ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے جائز اور باعزت طریقے پر کمانا جان سکیں، زیور علم سے آراستہ ہوں۔والدین اپنی اولاد کے بزرگ ومحترم ہوتے ہیں اور محسن بھی۔اور ان کی ظاہری ومعنوی تربیت میں انہوں نے وہ تکالیف برداشت کی ہیں جن کا اندازہ لگانا نہایت مشکل ہے۔''(حجۃ اللہ:391/12)

﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا﴾

''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالا خانے دیے جائیں گے اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام سے کیا جائے گا''(75)

سوال:1﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا﴾''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالا خانے دیے جائیں گے اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام سے کیا جائے گا:: جنت اخلاق والوں کے لیے ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا﴾''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالا خانے دیے جائیں گے''جنت کی قیمت صبر ہے۔یہاں صبر سے مراد زندگی کے سیدھے راستے پر چلتے ہوئے خواہشات کی پھسلن سے خود کو بچانا، دھوکہ دینے والے مرغوبات نفس سے خود کو بچانا ہے۔

(2)(i)اس سے مراد بلند وبالا منزل ہے یعنی جنت کا خاص مقام۔(ii)اس سے مراد جنت کے بالا خانے ہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ﴾اور وہ بلند وبالا عمارتوں میں امن پانے والے ہوں گے۔(سبا:37)

(4)یعنی انہیں ان کے صبر کے بدلے میں جنت کے بالا خانے عطا کیے جائیں گے۔

(5)﴿فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾''پھر صبر کرو۔یقینا آخری انجام اللہ تعالی سے ڈر کر رہنے والوں کے لیے ہے۔(ہود:49)

(6)﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾''پھر صبر کرو جس طرح رسولوں میں سے عزم والوں نے صبر کیا۔اور اُن کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔''(سورۃ الاحقاف:35)

(7)﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾''یقینا صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔''(الزمر:10)

(8)﴿مَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّأَوسَعَ مِنَ الصَّبْرِ﴾''یعنی صبر کی توفیق جسے دی جائے سمجھ لو کہ اس سے بہتر اور عمدہ نعمت کسی کو نہیں ملی۔''(صحیح بخاری)

(9)﴿وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّسَلَامًا﴾''اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام سے کیا جائے گا''یعنی فرشتے بھی انہیں سلام کریں گے۔اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔وہ ہر آفت اور مصیبت سے سلامت رکھے جائیں گے۔

(10)﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۞ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾''اور فرشتے تمام دروازوں سے ان کے پاس آئیں گے۔تم پر سلامتی ہو کیوں کہ تم نے صبر کیا۔سو کتنا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔''(الرعد:23,24)

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾

''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بہت ہی اچھی اور ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ ہے''(76)

سوال:﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بہت ہی اچھی اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''رحمن کے بندے دائمی بالاخانوں میں رہیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''رحمن کے بندے دائمی بالاخانوں میں ہمیشہ رہیں گے،کبھی اکتائیں گے نہیں نہ ان کو موت آئے گی۔اور نہ وہ کوئی اور مقام ڈھونڈیں گے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾''اور جن لوگوں کو نیک بخت قرار دیا جائے گا تو وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں۔''(ہود:108)

(3)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (ان دونوں حضرات سے)روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ(اے جنت والوں)تمہارے لیے(یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ)تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔اور تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ:آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے(نیک)اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔''(مسلم:7157)

(4)﴿حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾''بہت ہی اچھی اور ٹھہرنے کی جگہ ہے''جنت نفیس پاکیزہ اور آرام دہ مقام ہے۔اس کا نظارہ دل کش اور دل فریب ہوگا۔اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(5)﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ

الْمِيْعَادَ﴾ ''لیکن جولوگ اپنے رب سے ڈرکر رہے اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے اوپر بلند عمارتیں بنی ہوں گی۔اُن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔''(الزمر:20)

(6)عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا آسمان اور زمین میں اور فردوس سب سے اوپر کا درجہ ہے کہ اس میں جنت کی چاروں نہریں بہتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے پھر جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔(ترمذی:2531)

(7)سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے، سب سے بہتر ہے۔(بخاری:3250)

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾

''آپ کہیں اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری بالکل بھی پرواہ نہ کرتا؟ سو یقیناً تم نے جھٹلا دیا تو جلدی ہی (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا''(77)

سوال:﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾ آپ کہیں اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری بالکل بھی پرواہ نہ کرتا؟ سو یقیناً تم نے جھٹلا دیا تو جلدی ہی (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا'' عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ﴾ ''آپ کہیں اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری بالکل بھی پرواہ نہ کرتا؟'' اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے کی وجہ سے ہے۔

(2)یعنی اگر تم نے دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ میں نہ پکارا ہوتا تو وہ تمہاری کبھی پروا نہ کرتا اور نہ تم سے محبت کرتا ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔''(الذریات:56)

(3)دُعا کا مطلب اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہے اس سے التجائیں کرنا ہے۔

(4)سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے دعا ہی تو عبادت ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو۔میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا۔یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے''۔(ابوداؤد:1479)

(5)ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا سے زیادہ بزرگ نہیں۔(ترمذی:3370)

(6)ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر آتا ہے۔اس وقت جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے کون بلاتا ہے کہ میں اسے جواب دوں، مجھ سے کون مانگتا ہے کہ میں اسے عطا کروں، مجھ سے کون مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں؟(بخاری:7494)

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾"اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ قدر دان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔"(النساء:142)

(8)﴿فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴾"سو یقیناً تم نے جھٹلا دیا تو جلدی ہی (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا۔"رب سے کفر کر کے انسان کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔(9)یعنی اللہ کا عذاب تمہیں ایسے چپک جائے گا جیسے قرض لینے والا مقروض کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔

(10)﴿اَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ (۱۰۶) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (۱۰۷)﴾"پھر جو بدبخت ہیں تو وہ آگ میں ہوں گے اس میں ان کو آواز کھینچنا اور آواز نکالنا ہوگا۔جب تک آسمان وزمین قائم ہیں وہ اس میں رہیں گے مگر جو آپ کا رب چاہے، یقیناً آپ کا رب جو ارادہ کرتا ہے کر گزرنے والا ہے۔"(ہود:107.106)

اٰیاتھا ۲۲۷ ۲۶ سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ ۴۷ رکوعاتھا ۱۱

سوال1:سورۃ الشعراء کہاں نازل ہوئی؟اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:سورۃ الشعراء مکی سورت ہے۔اس میں گیارہ رکوع اور 227 آیات ہیں۔

سوال2:مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 26ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 47 ہے۔

رکوع نمبر:5

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿طٰسٓمٓ﴾

"طسم"(1)

سوال ﴿طٰسٓمٓ﴾ ''طسم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿طٰسٓمٓ﴾ ''طسم'' حروف مقطعات ہیں۔ جن کے معانی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾

''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں''(2)

سوال: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں'' قرآن مجید کی آیات روشن اور واضح ہیں۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں'' قرآن مجید کی آیات روشن اور واضح ہیں۔ یہ حق اور باطل کو واضح کرتی ہیں۔ ہدایت اور گمراہی کو واضح کرتی ہیں۔ (2) قرآن مجید کے مضامین واضح ہیں۔

(3) قرآن مجید شریعت کے مقاصد کو واضح کرتا ہے۔

(4) قرآن مجید کی خبر اور حکم واضح اور روشن ہے۔ غور وفکر کرنے والے کے لیے اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔

(5) قرآن مجید عظیم کتاب ہے جس کی آیات کے ذریعے رسول اللہ ﷺ لوگوں کو برے اعمال کے برے انجام سے ڈراتے تھے۔

(6) قرآن مجید روشن اور واضح کتاب ہے جس کے احکامات مربوط ہیں۔ جن میں زندگی کے ہر پہلو کے لیے راہ نمائی ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''یہ عربی قرآن ہے جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تاکہ وہ بچ جائیں۔'' (الزمر:28)

(8) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔'' (الکہف:1)

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾

''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے''(3)

سوال: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے'' نبی ﷺ لوگوں کے ایمان لانے کی کیسی تڑپ رکھتے تھے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے''

نبی ﷺ انسانوں کے لیے انتہائی شفیق اور ہمدرد تھے۔آپ ﷺ کو علم تھا کہ لوگ ہدایت نہیں پائیں گے، میری مخالفت کریں گے تو جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔اس لیے آپ ﷺ کو ان کی مخالفت کا بہت دکھ ہوتا تھا۔

(2) آپ ﷺ لوگوں کے ایمان لانے کی اتنی شدید حرص رکھتے تھے کہ ان کے ایمان نہ لانے کا سخت صدمہ ہوتا تھا۔جس کا اظہار اس آیت میں ملتا ہے کہ شاید ان کے غم میں آپ اپنی جان کھو دیں گے کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے؟

(3) آپ ﷺ کو اپنی کوششوں کے نتیجہ خیز نہ ہونے کا بھی دکھ تھا۔

(4) لوگوں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ ہو رہا تھا جو آپ ﷺ کو صدمے سے دوچار کر رہا تھا۔

(5) رب العزت نے حسرت سے اپنی جان کو ہلاکت اور مشقت میں ڈالنے سے روکا ہے کہ آپ ﷺ کے ذمے تو پیغام پہنچا دینا تھا وہ آپ ﷺ نے حق ادا کر دیا اب ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(6) رب العزت نے اسی لیے واضح فرمایا ہے کہ قرآن جیسی روشن اور واضح کتاب نازل کر کے ان پر حجت تمام کر دی ہے اس لیے آپ ﷺ حسرت سے اپنی جان ختم نہ کریں جیسا کہ فرمایا:﴿اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۫ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔'' (فاطر:8)

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا﴾ ''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔'' (الکہف:6)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور تمام انسانوں کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی ہو۔پھر پروانے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے ہوں۔'' (صحیح بخاری:3426)

﴿اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ﴾

''اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے کوئی نشانی اُتار دیں۔پھر اُن کی گردنیں اُس کے سامنے جھکنے والی ہو جائیں'' (4)

سوال:﴿اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے کوئی نشانی اُتار دیں۔پھر اُن کی گردنیں اُس کے سامنے جھکنے والی ہو جائیں'' اضطراری نہیں اختیاری ایمان مطلوب ہے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً﴾ ''اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے کوئی نشانی اُتار دیں''یعنی آسمان سے اُترنے والی ایسی نشانی کو قبول کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن مجید نازل فرمایا ہے جو ان کے لیے کافی ہے۔ان کو ایمان لانے پر مجبور کرنے کے لیے آسمان سے کوئی بھی نشانی نازل کی جاسکتی ہے لیکن لوگوں سے اختیاری ایمان مطلوب ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے،تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔''(یونس:99)

(4)﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی اُمت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔''(ہود:118)

(5)﴿فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ﴾ ''پھر اُن کی گردنیں اُس کے سامنے جھکنے والی ہو جائیں''یعنی جھٹلانے والوں کی گردنیں تو جھکائی جاسکتی ہیں مگر اس کی ضرورت ہے نہ کوئی فائدہ۔اس طرح ایمان لانا کسی کو نفع نہیں دیتا۔رب العزت نے فرمایا:﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ ''وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا رب آجائے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں،جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی آپ کہہ دیں: ''تم بھی انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔''(الانعام:158)

(3)﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں،یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی۔''(البقرہ:256)

﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ﴾

''اور اُن کے پاس رحمن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں''(5)

سوال:﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ﴾ اور اُن کے پاس رحمن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں''اکثر لوگ آسمانی کتابوں سے منہ پھیرتے ہیں۔آیت کی روشنی واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ﴾اور اُن کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی'' جب کبھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی آسمانی کتاب نازل ہوئی لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا۔

(2)ان کے پاس جب کبھی رحمٰن کی جانب سے کوئی نصیحت آئی جو انہیں یہ بتائے کہ ان کے لیے کیا چیز نفع مند ہے اور کیا نقصان دہ ہے؟

(3)﴿إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ﴾''مگر وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں''انہوں نے اس نصیحت کو سننے سے منہ موڑ لیا اور اس پر غور وفکر نہیں کیا۔

(4)نصیحت سے منہ موڑنا یہ ثابت کرنا ہے کہ ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔''(یوسف:103)

(6)﴿يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾''ہائے افسوس بندوں پر! اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں۔''(یٰسین:30)

(7)﴿ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ﴾''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔جب کبھی کسی اُمت کے پاس اُس کا رسول آیا اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو اُس قوم کے لیے دُوری ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''(المومنون:44)

﴿فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾

''پس یقیناً جب اُنہوں نے جھٹلا ہی دیا ہے تو اب جلد ہی اُن کے پاس اُن کی خبریں آئیں گی جن کا یہ مذاق اُڑاتے تھے''(6)

سوال:﴿فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾''پس یقیناً جب اُنہوں نے جھٹلا ہی دیا ہے تو اب جلد ہی اُن کے پاس اُن کی خبریں آئیں گی جن کا یہ مذاق اُڑاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾''پس یقیناً جب اُنہوں نے جھٹلا ہی دیا ہے تو اب جلد ہی اُن کے پاس اُن کی خبریں آئیں گی جن کا یہ مذاق اُڑاتے تھے''یعنی انہوں نے حق کو جھٹلایا اب وہ اپنے جھٹلانے کا نتیجہ بھگتیں گے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے یہاں احساس دلایا ہے کہ یہ عذاب تو تم آنکھوں سے دیکھو گے اور خود ہی خبر بن جائے گی اور ایسی مصیبتیں نازل ہوں گی لوگ گلیوں بازاروں میں اس کی داستانیں سناتے پھریں گے۔

(3)﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾ ''اور یقیناتم کچھ وقت کے بعد اُس کی خبر کو ضرور جان لو گے۔'' (ص:88)

(4)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ''سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا اور انہوں نے بدلہ لیا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا اور جنہوں نے ظلم کیا وہ جلد ہی جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ پر لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' (الشعراء:227)

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾

''اور کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس میں ہر قسم کی کتنی عمدہ نباتات اُگائی ہیں'' (7)

سوال: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اور کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس میں ہر قسم کی کتنی عمدہ نباتات اُگائی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اور کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس میں ہر قسم کی کتنی عمدہ نباتات اُگائی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے زمین کی نباتات سے اُن کے معجزاتی طور پر اُگنے کا شعور دلایا ہے۔

(2) رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ جس کے رسول کی مخالفت کی جارہی ہے اور جس کی کتاب کو جھٹلایا جارہا ہے۔ وہ سب پر کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے اور وہ عظیم قدرت والا ہے۔ جس نے زمین بنائی پھر نباتات کی تمام قسمیں اگائیں۔ جس نے جانوروں اور پودوں کے طرح طرح کے جوڑے جوڑے پیدا کیے جو بہت خوب صورت اور بے حد فوائد رکھتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے لفظ کریم سے یہ توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صناعی کو توجہ سے اور عزت سے دیکھیں۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''بے شک اس میں یقیناایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' (8)

سوال: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''بے شک اس میں یقیناایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ ''بے شک اس میں یقیناایک نشانی ہے'' بے شک پودوں کی زندگی میں یعنی زمین کی زندگی میں موت کے بعد دوبارہ زندگی کی دلیل ہے۔

(2) ایک ہی زمین ہے، ایک ہی جیسے آسمان سے پانی برستا ہے۔ ایک ہی سورج سے نباتات ساری ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ہزار ہا قسم کی

نباتات ہوتی ہے، کہیں رنگ برنگ کے پھول کھل رہے ہیں، کہیں لہلہاتی کھیتیاں ہیں۔ان کی خوشبو سے زمین مہک اٹھتی ہے۔پھر اس نباتات اور وہاں کے باشندوں کی ضروریات میں ایک خاص مناسبت ہے۔نباتات کی بے شمار انواع واقسام کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے تحت ہی اگتی، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہیں اور اس میں ایک خاص نظم وضبط پایا جاتا ہے۔غرضیکہ نباتات میں غوروفکر کا اتنا وسیع میدان موجود ہے کہ یہ علم کی ایک شاخ بن چکا ہے۔اور غوروفکر کرنے والوں کے لیے قدرت کے نئے سے نئے عجائبات پیش کرتا رہتا ہے۔(تیسیر القرآن:331/3)

(3) زندگی اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے لیکن یہ معجزہ زمین پر عام طور پر بہت آہستگی کے ساتھ جاری رہتا ہے۔مثلاً پودوں اور جانوروں کی صورت۔ اگر اچانک مٹی سے جانور نکل آئے تو انسان اس سے خالق کے ہونے کا کوئی سبق نہیں لیتا۔

(4) ﴿وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' یعنی زمین کی زندگی اگرچہ خالق کی، موت کے بعد کی زندگی کی نشانی ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾

''اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب ہے، نہایت رحم والا ہے''(9)

سوال: ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب ہے، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب ہے، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ زبردست قوت والا، کمال غلبہ رکھنے والا ہے۔وہ جو چاہے، جب چاہے سزا دے سکتا ہے مگر وہ نہایت رحم والا ہے۔مسلسل سنبھلنے کے لیے مواقع دیتا چلا جارہا ہے۔اور ان کی سرکشی پر گرفت نہیں کررہا۔

(2) اللہ تعالیٰ اگرچہ غلبہ اور انتقام لینے پر قدرت رکھتے ہیں لیکن وہ رحیم ہے اس لیے فوراً نہیں پکڑتا۔

(3) اللہ تعالیٰ بدبخت لوگوں کو عذابوں سے ہلاک کرتا ہے اور سعادت مندوں کو ہر مصیبت سے نجات دلاتا ہے۔

(4) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی سے عبرت والے واقعات بیان کیے ہیں جن کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے کا انجام ہلاکت ہے۔

رکوع نمبر 6

﴿وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

''اور جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ''(10)

سوال:﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''اور جب آپ کے ربّ نے موسیٰ کو پکارا کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ''اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو طور پر پیغمبری کیسے عطا کی،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى﴾''اور جب آپ کے ربّ نے موسیٰ کو پکارا''یہ اس وقت کی ندا ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ہمراہ واپس آرہے تھے راستے میں انہیں سردی سے بچاؤ کے لیے آگ حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ آگ کی تلاش میں کوہ طور پہنچے جہاں ندا عنائی دی۔(2)رب العزت نے طور کی دائیں جانب سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو آواز دے کر حکم دیا تھا اس کا بیان ہے۔

(3)﴿اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ''اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا،انہیں اپنا رسول بنا کر حکم دیا کہ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جا کر انہیں سمجھاؤ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر جبراً مسلط ہیں۔انہوں نے زمین میں تکبر کر کے ظلم کیا ہے اور فرعون نے خدائی کا دعویٰ کر کے ظلم کیا ہے۔

(4)(i)ظالم قوم کے پاس جاؤ یعنی ظالموں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاؤ۔(ii)ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی۔

(5)(i)سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا گیا تھا جنہوں نے کفر اور شرک کر کے اپنے اُوپر ظلم کیا تھا۔

(ii)یہ قوم بنی اسرائیل پر بھی ظلم کرتی تھی ان کے لڑکوں کو فرعون مار ڈالتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔

(6)اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کی مدح وثنا اور ان کے واقعات کا بار بار جتنا اعادہ کیا ہے اتنا کسی اور واقعے کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ عظیم حکمتوں اور عبرتوں پر مشتمل ہے اور اس قصے میں اہل ایمان اور اہل کفر کے ساتھ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے طرز عمل کی تفصیل ہے نیز موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت کبریٰ اور صاحب تورات تھے جو قرآن عظیم کے بعد سب سے افضل کتاب ہے۔فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے فضیلت والے احوال کو یاد کیجیے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ندا دی،ان سے کلام فرمایا،ان کو نبوت سے سرفراز کیا،ان کو رسول بنا کر بھیجا۔(تفسیر سعدی:2/1892,1893)

﴿قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ﴾

''فرعون کی قوم(کے پاس)،کیا وہ نہیں ڈرتے''(11)

سوال:﴿قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ﴾''فرعون کی قوم(کے پاس)،کیا وہ نہیں ڈرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَوْمَ فِرْعَوْنَ﴾''فرعون کی قوم(کے پاس)''قوم فرعون جس نے ظلم کیا ہے،انہیں سمجھاؤ۔

(2)﴿اَلَا يَتَّقُوْنَ﴾''کیا وہ نہیں ڈرتے''کیا وہ گناہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔اس نے تمہیں پیدا کیا،تمہیں رزق دیا اور تم نے اس کے جواب میں کفر کیا۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ﴾

''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے'' (12)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے'' کلیم اللہ نے اپنی بشری کمزوری کا اظہار کیسے کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے ربّ! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے'' کلیم اللہ نے اپنی بشری کمزوری سامنے رکھی کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ فرعون اور اس کے سردار مجھے جھوٹا سمجھیں گے اور وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔

﴿وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ﴾

''اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان چل نہیں رہی لہٰذا آپ ہارون کی طرف وحی بھیج دیں'' (13)

سوال: ﴿وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ﴾ ''اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے اور میری زبان چل نہیں رہی لہٰذا آپ ہارون کی طرف وحی بھیج دیں'' کلیم اللہ نے سیدنا ہارون علیہ السلام کی طرف رسالت بھیجنے کی درخواست کیسے کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ﴾ ''اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا خوف تھا کہ فرعون نہایت سرکش ہے مجھے جھٹلائے گا۔ اس خوف سے اُن کے اندر گھٹن آ رہی تھی۔ (2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی گھٹن کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ پیغام نہیں پہنچا پاؤں گا۔ (3) ﴿وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ﴾ ''اور میری زبان چل نہیں رہی'' اس سے مراد یہ ہے کہ میں اپنی زبان زیادہ کھول کر بیان نہیں کر سکتا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اہل تفسیر یہ کہتے ہیں کہ ان کی زبان پر انگارہ رکھ دیا گیا تھا جس کی وجہ سے لکنت پیدا ہو گئی تھی، اسی وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی جس کا ذکر سورۂ طٰہٰ میں ہے۔

(4) ﴿فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ﴾ ''لہٰذا آپ ہارون کی طرف وحی بھیج دیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے معاون کا سوال کیا اور کہا کہ ہارون کے پاس آپ اپنی وحی بھیج دیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (۲۵) وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ (۲۶) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ (۲۷) یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (۲۸) وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ (۲۹) هٰرُوْنَ اَخِی (۳۰)﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے۔ اور میری زبان کی کچھ گرہ کو کھول دے۔ تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔ اور میرے لیے میرے خاندان سے ایک معاون مقرر کر دے۔ ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔'' (سورہ طٰہٰ: 25,30)

(5) ﴿فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً﴾ ''تو اسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے۔'' (سورہ القصص: 34)

(6) سیدنا موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ مرعوب ہوئے بغیر تبلیغ کر سکیں اس لیے انہوں نے ایک طرف شرح صدر زبان کی گرہ کھلنے اور کام کی آسانی کے لیے دعا کی اور دوسری طرف سیدنا ہارون علیہ السلام کی طرف وحی رسالت بھیجنے کا مطالبہ کیا تا کہ ظالموں سے وہ کچھ بھی کہنا چاہیں، سیدنا ہارون علیہ السلام اسے ان کے دلوں کے اندر اتار دیں۔

﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ﴾

''اور مجھ پر اُن کا ایک گناہ بھی ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے''(14)

سوال: ﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ﴾ ''اور مجھ پر اُن کا ایک گناہ بھی ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ﴾ ''اور مجھ پر اُن کا ایک گناہ بھی ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قوم فرعون کا ایک شخص غیر ارادی طور پر قتل ہو گیا تھا۔

(2) ﴿فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ﴾ ''پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے'''' انہیں اندیشہ تھا کہ قبطی انہیں قصاص میں قتل کر سکتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ مصر سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

(3) اس واقعے پر اگرچہ کئی برس بیت چکے تھے لیکن اس بات کا امکان موجود تھا کہ فرعون قتل کرنے کی کوشش کرے اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا خوف بلا جواز نہیں تھا۔

(4) (i) طبیعی خوف انبیاء کو بھی لاحق ہو سکتا ہے انبیاء بھی انسان ہوتے ہیں اس لیے انہیں بھی خوف لاحق ہو سکتے ہیں۔

(ii) انسان کو خوف بشری تقاضوں سے آتا ہے اور انسانی تقاضے نبوت کے خلاف نہیں ہیں۔

(5) نبی ﷺ کو بھی خوف لاحق ہوا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلایا۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔'' (سورۃ المائدۃ:67)

﴿قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں! پھر تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ، یقیناً ہم تمہارے ساتھ خوب سننے والے ہیں''(15)

سوال 1: ﴿قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں! پھر تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ، یقیناً ہم تمہارے ساتھ خوب سننے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ كَلَّا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں!'' اللہ رب العزت نے تسلی دلائی کہ وہ آپ کو کبھی قتل نہیں کر سکیں گے۔

(2)(i) اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا نبی تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

(ii) تمہارا معاملہ فقط تمہارا نہیں رسالت سونپ کر ہم تمہاری حفاظت سے بے پرواہ نہیں ہوگئے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَآ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ۔ تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے، غالب ہونے والے ہیں۔'' (القصص:35)

(4) فرعون انتہائی دشمنی کے باوجود قتل پر قادر نہ ہوسکا۔

(5) ﴿فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ﴾ ''پھر تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ'' (i) آیات سے مراد دلائل ہیں جن سے ہر پیغمبر کو نوازا جاتا ہے۔

(ii) آیات سے مراد معجزات بھی ہیں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیے گئے تھے یعنی عصا اور ید بیضا۔

(6) دونوں نشانیاں تمہاری اور جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس کی صداقت پر دلیل ہیں۔

(7) ﴿اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم تمہارے ساتھ خوب سننے والے ہیں'' ﴿اِنَّا مَعَكُمْ﴾ اس سے مراد ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تمہاری مدد اور تائید کے لیے۔ (8) یعنی میں تمہاری حفاظت کروں گا۔

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى﴾ ''ڈرو مت! یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ میں سن رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں۔'' (سورۃ طٰہٰ:46)

﴿فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ پھر دونوں کہو: ''یقیناً ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں'' (16)

سوال: ﴿فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ پھر دونوں کہو: ''یقیناً ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ پھر دونوں کہو: ''یقیناً ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ فرعون پر واضح کر دو کہ ہم اپنی مرضی سے نہیں بلکہ (رب العالمین) جہانوں کے بادشاہ کے نمائندے اور رسول کی حیثیت سے آتے ہیں۔ (2) یعنی ہم دونوں کو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔

﴿اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾

''یہ کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے'' (17)

سوال: ﴿اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''یہ کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا گیا کہ آپ فرعون پر واضح کریں کہ ہمارے آنے کا مقصد بنی اسرائیل کو غلامی سے چھڑانا ہے۔

(2) ان کو تعذیب اور ایذا دینا چھوڑ دے اور ان پر سے اپنی غلامی کا جوا اٹھالے تا کہ وہ اپنے رب کی عبادت کر سکیں اور اپنے امور دین کو قائم کر سکیں۔ جب سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس آئے اور وہ سب کچھ اس سے کہہ دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا۔ مگر فرعون ایمان نہ لایا اور نہ اس میں کسی قسم کی نرمی ہی پیدا ہوئی بلکہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی۔ کہنے لگا (تفسیر سعدی:1894/2)

﴿قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ﴾

''فرعون نے کہا: ''کیا ہم نے اپنے ہاں تمہیں بچہ سا نہیں پالا تھا؟ اور تم ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی سال رہے'' (18)

سوال: ﴿قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ﴾ ''فرعون نے کہا: ''کیا ہم نے اپنے ہاں تمہیں بچہ سا نہیں پالا تھا؟ اور تم ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی سال رہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا﴾ ''فرعون نے کہا: ''کیا ہم نے اپنے ہاں تمہیں بچہ سا نہیں پالا تھا'' فرعون نے جواب دیا کیا تو وہی نہیں ہے جسے ہم نے اپنے یہاں پالا تھا۔

(2) فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مطالبے پر اُن کے عیب بیان کرنے شروع کر دیئے کہ تم وہی نہیں ہو جس کو ہم نے بچہ سے پالا تھا جب کہ بنی اسرائیل کے بچے قتل کر دیئے جاتے تھے۔

(3) ﴿وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ﴾ ''اور تم ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی سال رہے'' (i) فرعون یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو عمر تو تم نے ہمارے ساتھ بسر کی ہے چند سال ہی اِدھر اُدھر گزارے ہیں اب ان سالوں میں کیسے ممکن ہے کہ تم نبی بن جاؤ۔

(ii) فرعون یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ نبوت کا دعویٰ سچا نہیں ہے۔

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں رہے: (i) کچھ لوگوں کے خیال میں 18 سال۔ (ii) کچھ لوگوں کے خیال میں 30 سال۔

(iii) کچھ لوگوں کے خیال میں 40 سال۔

﴿وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو'' (19)

سوال: ﴿وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ﴾ ''اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا'' فرعون نے کہا کہ ہم تمہیں پالتے رہے ہمارا نمک

کھا کر تم نے ہمارے ہی آدمی کو مار ڈالا تم نے تو ہماری بھی ناشکری کی۔ (2) یعنی تم نے ایک قبطی کا قتل کر دیا۔

(3) ﴿وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور تم ناشکروں میں سے ہو'' کا ترجمہ بعضوں نے یوں کیا ہے کہ آج جن لوگوں کو تم کافر کہہ رہے ہو اس پیغمبری کے دعوی سے پہلے تو تم خود بھی انہیں جیسے کافر تھے۔ (نعوذ باللہ) فرعون کی اس گفتگو سے ضمناً یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ یہ فرعون وہ فرعون نہیں تھا جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کی تھی۔ بلکہ یہ اس کا بیٹا تھا ورنہ وہ ہم نے پرورش کرنے کے بجائے ''میں نے پرورش کی تھی'' کہتا۔ (تیسیر القرآن: 334/3)

﴿قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''میں نے یہ کام تب کیا تھا اور جب میں راستہ گم کرنے والوں میں سے تھا'' (20)

سوال: ﴿قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''میں نے تب یہ کام کیا اور جب کہ میں راستہ گم کرنے والوں میں سے تھا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کیا جواب دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) (i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے اُس وقت یہ قتل کیا تھا جب میرے پاس نبوت کی ہدایت نہیں تھی۔ جب کہ میرے پاس وحی کے علم کی روشنی نہیں تھی۔ (ii) تو یہ قتل ارادے سے نہیں کیا گیا ایک گھونسے سے موت واقع ہو گئی تھی۔

(2) یعنی میں نے وہ قتل کفر کی بنا پر نہیں کیا وہ خطا اور نادانی کے باعث ہوا۔ پس میں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی تو اس نے مجھے معاف کر دیا۔ (تفسیر سعدی: 1894/2)

﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''پھر جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا تو میرے رب نے مجھے حکمت عطا کی اور مجھے رسولوں میں سے بنایا'' (21)

سوال 1: ﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''پھر جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا تو میرے رب نے مجھے حکمت عطا کی اور مجھے رسولوں میں سے بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ﴾ ''پھر جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا'' یعنی میں تمہارے ڈر سے کہ مجھے قتل کر دو گے، مدین کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔ وہاں کئی سال رہا پھر اب میں تمہارے پاس نئے دور میں آیا ہوں۔

(2) ﴿فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا﴾ ''پھر میرے رب نے مجھے حکمت عطا کی'' میرے رب نے مجھے نفع مند علم عطا فرمایا ہے۔

(3) حمید بن عبدالرحمن رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، دینے

والا تو اللہ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)۔" (صحیح بخاری:71)

(4)﴿وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ "اور مجھے رسولوں میں سے بنایا" یعنی میں رسول ہونے کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں، اگر تم اطاعت کرو گے تو سلامت رہو گے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ﴾

"اور یہی وہ احسان ہے جو تم مجھ پر جتا رہے ہو؟ کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے" (22)

سوال: ﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ﴾ "اور یہی وہ احسان ہے جو تم مجھ پر جتا رہے ہو کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ﴾ "اور یہی وہ احسان ہے جو تم مجھ پر جتا رہے ہو کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے" سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہارے احسانات کی حقیقت یہ ہے کہ تم نے میری پرورش کی، مجھے آزاد رکھا لیکن میری قوم کو غلام بنا کر رکھا تھا۔ (2) تیرے محل میں میری پرورش بھی اسی وجہ سے ہوئی کہ تم لوگ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیتے تھے اور میری ماں نے مجھے ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں اسی لیے بہایا تھا۔

﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

"فرعون نے کہا: "اور رب العالمین کیا ہے؟" (23)

سوال: ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ "فرعون نے کہا: "اور رب العالمین کیا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ فِرْعَوْنُ﴾ "فرعون نے کہا" فرعون نے تکبر سے کہا۔ (2)﴿وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ "اور رب العالمین کیا ہے؟" رب العالمین کون ہے کیونکہ اس نے اپنی قوم کو سمجھا رکھا تھا کہ وہ ان کا معبود ہے۔

(3) رب العالمین کیا چیز ہوتی ہے، میری موجودگی میں کسی اور رب کا نام لینا کیا معنی رکھتا ہے کیونکہ اس شقی ازلی کا دعویٰ تو اپنی قوم سے روبرو یہ تھا ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ "میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں سمجھتا" اور ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾ "تمہارا بڑا پروردگار میں ہوں" چنانچہ اس کی قوم کے لوگ بعض تو انتہائی جہل و بلادت سے اور بعض خوف یا طمع سے اس کی پرستش کرتے تھے۔ گویا دل میں اس ملعون کو بھی خدا کی ہستی کا یقین تھا۔ جیسا کہ ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ أَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ إِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ بَصَآئِرَ﴾ "تحقیق تم خوب جانتے ہو کہ ان کو آنکھیں کھول دینے کے لیے آسمانوں اور زمین کے رب کے ماسوا کسی نے نازل نہیں کیا۔" (سورۃ بنی

اسرائیل:102)﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ پھر اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ۔ پھر میرے لیے اونچی عمارت بنوا دو تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں۔ اور یقیناً میں اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں۔'' (سورۃ القصص:38)

فرعون نے پوری مملکت کے وسائل معاش اپنے قبضہ میں کر رکھے تھے۔ اسی لحاظ سے وہ اپنے آپ کو اپنی رعیت کا پروردگا اور رب سمجھے بیٹھا تھا اور اپنے اعلیٰ رب ہونے کا دعویٰ بھی کرتا تھا۔ اس نے ملک بھر میں اپنے مجسمے نصب کروا رکھے تھے۔ جن کی پوجا کی جاتی تھی اس نے اپنی رعیت کے ذہنیوں میں یہ بات راسخ کروادی تھی کہ ان کا پرورش کنندہ میں ہی ہوں۔ (تیسیر القرآن:335/3)

﴿قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''آسمانوں کا اور زمین کا اور اُن کا بھی رب جو ان کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو'' (24)

سوال: ﴿قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''آسمانوں اور زمین کا رب اور اُن سب کا جو ان کے درمیان ہیں اگر تم یقین لانے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''موسیٰ نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کسی جھنجھلاہٹ کے بغیر معتدل انداز میں جواب دیا۔

(2)﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾ ''آسمانوں کا اور زمین کا اور اُن کا بھی رب جو ان کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو'' یعنی جس نے عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کیا اور مختلف تدابیر کے ذریعے سے ان کا انتظام کیا اور مختلف طریقوں سے ان کی تربیت کی۔ اے مخاطب لوگو! تم کائنات اور زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے کا کیونکر انکار کر سکتے ہو؟ (تفسیر سعدی:1895/2)

(3)﴿قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝﴾ ''فرعون نے کہا: ''تو تم دونوں کا رب کون ہے؟ اے موسیٰ!'' موسیٰ نے کہا: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اُسے راستہ دکھایا'' (طٰہٰ:49,50)

﴿قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ﴾

''فرعون نے اپنے اردگرد والوں سے کہا: ''کیا تم سنتے نہیں ہو'' (25)

سوال: ﴿قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ﴾ ''فرعون نے اپنے اردگرد والوں سے کہا: ''کیا تم سنتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ﴾ ''فرعون نے اپنے اردگرد والوں سے کہا'' فرعون نے تکبر میں ڈوبے ہوئے تعجب کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ﴾ ''کیا تم سنتے نہیں ہو'' سنتے ہو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے۔

﴿قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے''(26)

سوال:﴿قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''موسیٰ نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب کے تعارف کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔

(2)﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے'' یعنی وہ تو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے۔

﴿قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾

''فرعون نے کہا: ''تمہاری طرف جو رسول بھیجا گیا ہے یقیناوہ مجنون ہے''(27)

سوال:﴿قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ''فرعون نے کہا: ''تمہاری طرف جو رسول بھیجا گیا ہے یقیناوہ مجنون ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''فرعون نے کہا'' فرعون نے مشتعل ہو کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیوانہ قرار دے دیا۔

(2)﴿اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ''تمہاری طرف جو رسول بھیجا گیا ہے یقیناوہ مجنون ہے'' فرعون نے حق کے ساتھ عناد کا مظاہرہ کیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت میں جرح وقدح کرتے ہوئے کہا:﴿اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾ کیونکہ وہ ایسی بات کہتا ہے جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے اور اس راستے کی مخالفت کرتا ہے جس پر ہم گامزن ہیں۔ پس اس کے نزدیک عقل مندی اور عقل مند وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ انہیں اور زمین وآسمان کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔ یہ زمین وآسمان کسی موجد کی ایجاد کے بغیر ہمیشہ سے موجود ہیں اور خود ان کی ذات بغیر خالق کے خود بخود وجود میں آئی ہے اور اس کے نزدیک عقل مندی یہ ہے کہ مخلوق کی عبادت کی جائے جو ہر لحاظ سے ناقص اور محتاج ہے اور جنون اس کے نزدیک یہ ہے کہ رب کا اثبات کیا جائے جو عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کرنے والا، ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے اور اس رب کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے۔ اس نے اپنی بات کو آراستہ کر کے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا جبکہ اس کی قوم کے لوگ بیوقوف اور کم عقل تھے:﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''سو اُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی، یقیناوہ نافرمان لوگ تھے۔'' (الزخرف:54)(تفسیر سعدی:2/1895،1896)

﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''وہ مشرق ومغرب کا رب اوران کے درمیان کا رب ہے اگر تم سمجھتے ہو''(28)

سوال: ﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''وہ مشرق ومغرب کا رب اوران کے درمیان کا رب ہے اگر تم سمجھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''وہ مشرق ومغرب کا رب اوران کے درمیان کا رب ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب کے تعارف کا سلسلہ جاری رکھا اور کہا وہ رب ہے مشرق کا اُس نے مشرق بنائے جہاں سے سورج اور ستارے طلوع ہوتے ہیں۔ اور رب ہے مغرب کا جہاں سورج اور ستارے غروب ہوتے ہیں اور رب ہے اُن کا جو اس کے درمیان ہے یعنی اُن سب کا بھی انتظام کرنے والا ہے۔

(2) ﴿إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ '' اگر تم سمجھتے ہو'' یعنی میں نے پوری طرح واضح کر دیا ہے، جس کے پاس معمولی سی بھی عقل ہے اس کی سمجھ میں یہ بات آجاتی ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جو چیز میں تمہیں بتا رہا ہوں تم اس کے بارے میں جان بوجھ کر جہالت کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف اشارہ اور تنبیہ ہے کہ تم نے جس جنون کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے وہ درحقیقت تمہاری بیماری ہے اور تم نے اسے مخلوق میں سب سے زیادہ عقل منداور علم میں سب سے زیادہ کامل ہستی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ درآں حالیکہ تم خود مجنون ہو کیونکہ تم نے موجودات میں سب سے زیادہ ظاہر ہستی کا انکار کر دیا ہے جو زمین وآسمان اور تمام کائنات کی خالق ہے۔ جب تم نے اس کا انکار کر دیا تو پھر کون سی چیز ہے جس کا تم اثبات کر رہے ہو؟ جب تم یہ چیز نہیں جانتے تو پھر تم کیا جانتے ہو؟ جب تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بعد تم کس چیز پر ایمان لاؤ گے؟ اللہ کی قسم! وہ پاگل لوگ جو جانوروں کی مانند ہیں، تم سے زیادہ عقل مند ہیں اور گھاس چرنے والے مویشی بھی تم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1896/2)

﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ﴾

''فرعون نے کہا: ''اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا''(29)

سوال: ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ﴾ ''فرعون نے کہا: ''اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي﴾ ''فرعون نے کہا: ''اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا'' فرعون نے جب دیکھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام معقول دلائل سے رب العالمین کی ربوبیت کی وضاحت کر رہے ہیں اور اس سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تو اس نے دلائل

کی بجائے دھمکی کا راستہ اختیار کیا۔(2)فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اپنی طاقت اور سلطنت کا رعب جماتے ہوئے دھمکی دی۔
(3)﴿لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾''تو میں ضرور تمہیں قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کردوں گا'' ہر ظالم وجابر حکمران اور مدعی باطل کا قاعدہ ہے کہ جب وہ دلیل کے میدان میں شکست کھا جاتا ہے تو آخری پناہ گاہ کے طور پر طاقت کے استعمال کی دھمکی دینے لگتا ہے چنانچہ یہی دھمکی فرعون نے سیدنا موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دی۔ (تفسیر اشرف الحواشی:440/1)

﴿قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ﴾

''موسیٰ نے کہا:''اور کیا اگر میں کوئی واضح چیز تمہارے سامنے لے آؤں''(30)

سوال:﴿قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ﴾''موسیٰ نے کہا:''اور کیا اگر میں کوئی واضح چیز تمہارے سامنے لے آؤں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''موسیٰ نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا۔
(2)﴿اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ﴾''اور کیا اگر میں کوئی واضح چیز تمہارے سامنے لے آؤں''اگر میں کوئی ایسی چیز یعنی معجزہ لے آؤں جس سے واضح ہوجائے کہ میں رب کا رسول ہوں تب بھی تم میری سچائی کو تسلیم نہیں کروگے۔

﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''فرعون نے کہا:''اگر تم سچوں میں سے ہو تو اُسے لے آؤ''(31)

سوال:﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾''فرعون نے کہا:''اگر تم سچوں میں سے ہو تو اُسے لے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖ﴾''فرعون نے کہا: تو اُسے لے آؤ''فرعون لاجواب ہوکر کہنے لگا۔
(2)﴿اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾''اگر تم سچوں میں سے ہو''یعنی اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو دکھاؤ معجزے۔

﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ﴾

''پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینک دی پھر تو اچانک وہ واضح اژدھا تھا''(32)

سوال:﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ﴾''پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینک دی پھر اچانک وہ واضح اژدھا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَلْقٰی عَصَاهُ﴾''پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینک دی''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔

(2)﴿فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ﴾''پھر تو اچانک وہ واضح اژدھا تھا''عصا سے نر سانپ بن گیا جو سب پر ظاہر تھا یعنی اس میں کوئی شک نہ تھا۔

(3)عصا سے بننے والے سانپ کے لیے قرآن کریم میں تین لفظ استعمال ہوئے ہیں ایک مقام پر اسے حیۃ فرمایا اور حیۃ کے لفظ سانپ کے لیے اسم جنس ہے جو ہر قسم کے سانپ کے لیے نیز نر و مادہ کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔دوسرے مقام پر جان کا لفظ آیا ہے جس کا معنی پتلا،سبک رفتار اور پھرتیلا سانپ ہے اور یہاں ثعبان کا لفظ آیا ہے۔یہ لفظ بڑے سانپوں اور اژدہا کے لیے آتا ہے۔اب اس کی تطبیق یا تو اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا تو وہ پہلے پتلا اور پھر پھرتیلا سا سانپ بنا ہو۔بعد میں دیکھتے ہی دیکھتے اژدہا بن گیا ہو اور یا اس طرح کے عصا نے شکل تو اژدہا کی اختیار کر لی ہو مگر اس میں پھرتی پتلے سانپ جیسی ہو۔(تیسیر القرآن:337/3)

﴿وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ﴾

''اور اُس نے اپنا ہاتھ نکالا تب وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمک دار تھا''(33)

سوال:﴿وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ﴾''اور اُس نے اپنا ہاتھ نکالا تب وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمک دار تھا''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّنَزَعَ یَدَهٗ﴾''اور اُس نے اپنا ہاتھ نکالا''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان سے نکالا۔

(2)﴿فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ﴾''تب وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمک دار تھا''وہ ہاتھ بہت زیادہ روشن،چاند کی طرح چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا،اس میں کوئی نقص نہ تھا۔

(3)دوسرے مقام پر﴿بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ﴾فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ برص کے مریض کی طرح سفید نہ تھا بلکہ کسی بیماری کے بغیر اس طرح چمک رہا تھا جیسے سورج۔(تفسیر اشرف الحواشی:440/1)

رکوع نمبر:7

﴿قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ﴾

''فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا:''یقیناً یہ ایک ماہر جادوگر ہے''(34)

سوال:﴿قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ﴾فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا:''یقیناً یہ ایک ماہر جادوگر ہے''فرعون نے موسیٰ پر جادو کا الزام لگا دیا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(2)﴿قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ﴾''فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا''فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے

ہوئے انہیں جھٹلا دیا اور اپنے سرداروں سے ملمہ سازی کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً یہ ایک ماہر جادوگر ہے'' کہ یہ شخص جادو سے لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے تاکہ ملک میں اس کے ماننے والوں کی کثرت ہو جائے۔

(3) فرعون کو معجزات دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کی تصدیق کرنی چاہیے تھی اور اُن پر ایمان لانا چاہیے تھا لیکن اس نے معجزات دیکھ کر دشمنی اور جھٹلانے کا راستہ اختیار کیا۔

﴿يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ﴾

''وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے تو تم کیا حکم دیتے ہو'' (35)

سوال: ﴿يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ﴾ ''وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے تو تم کیا حکم دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ﴾ وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے'' فرعون نے اپنے سرداروں کو مزید بھڑکانے کے لیے کہا کہ موسیٰ اپنے جادو کے زور سے تمہیں اپنی زمین سے نکال کر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

(2)﴿فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ﴾ تو تم کیا حکم دیتے ہو؟'' فرعون نے کہا یہ بتائیں ان لوگوں کا کیا کروں؟ آپ کی کیا رائے ہے؟

(3) فرعون کی ان دونوں باتوں میں کھلا تضاد ہے پہلی بات تو یہ کہ اس نے درباریوں اور عام لوگوں کو الو بنانے کے لیے کہی تھی کیونکہ جادوگر تو ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور ملک مصر میں بڑی تعداد میں موجود تھے۔ مگر کسی جادوگر میں یہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ جادو کے زور سے کوئی ملک تو بڑی چیز ہے کوئی چھوٹی سی بستی ہی فتح کر کے دکھا دے اور دوسری بات فی الواقع حقیقت کے قریب تھی۔ جو بے ساختہ فرعون کے منہ سے نکل گئی تھی۔ اسے فی الوقع یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ یہ شخص واقعی اللہ رب العالمین کا رسول ہے اور اگر میں نے اس کی دعوت کو جھٹلا دیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ موسیٰ غالب آئے گا اور میں مغلوب ہو جاؤں گا مگر یہ بات وہ اپنے درباریوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ امر کا لفظ مشورہ دینے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ امرتہ عن امری کا معنی ہوگا۔ میں نے اپنے متعلق اس سے مشورہ کیا (منتہی الارب نیز مفردات امام راغب) چنانچہ اسی بدحواسی کے عالم میں فرعون نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ اس صورت حال میں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟'' (تیسیر القرآن: 338/3)

﴿قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''آپ اُسے اور اُس کے بھائی کو مہلت دیں اور شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیں'' (36)

سوال: ﴿قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''آپ اُسے اور اُس کے بھائی کو مہلت

دیں اور شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیں'' سرداروں نے فرعون کو کیا جواب دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ﴾ اُنہوں نے کہا:'' آپ اُسے اور اُس کے بھائی کو مہلت دیں'' سرداروں نے فرعون کو جواب دیا کہ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دیں۔

(2)﴿وَابْعَثْ فِی الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِیْنَ﴾ ''اور شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیں'' اپنی ریاست کے تمام شہروں میں ہرکارے بھیج کر ماہر جادوگروں کو بلالیں جو اپنے فن سے ان کا مقابلہ کر کے آپ کی تائید کریں۔

﴿یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ﴾

''وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں''(37)

سوال:﴿یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ﴾ ''وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ﴾ ''وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں'' یعنی وہ تمام شہروں سے ماہر فن جادوگروں کو اکٹھا کرلیں۔ فرعون نے سرداروں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے ہرکارے دوڑا دئے۔

(2) یہ مشورہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکوینی انتظام تھا تاکہ لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیئے جانے والے معجزات کا خود مشاہدہ کریں۔

﴿فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾

''پھر ایک متعین دن کے مقررہ وقت پر تمام جادوگر اکٹھے کیے گئے''(38)

سوال:﴿فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''پھر ایک متعین دن کے مقررہ وقت پر تمام جادوگر اکٹھے کیے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَجُمِعَ السَّحَرَةُ﴾ ''اور تمام جادوگر اکٹھے کیے گئے'' جادوگروں کو جمع کیا گیا ان کی اصل تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مصر کے اردگرد سے جمع کیے گئے جادوگروں کی تعداد کچھ کے نزدیک بارہ ہزار، کچھ کے نزدیک 17 ہزار، کچھ کے نزدیک 19 ہزار، کچھ کے نزدیک 30 ہزار، کچھ کے نزدیک 80 ہزار تھی۔

(2)﴿لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''ایک متعین دن کے مقررہ وقت پر'' مقررہ دن یوم الزینۃ یعنی میلے کا دن تھا۔

(3) وقت چاشت کا تھا جیسا کہ فرمایا:﴿قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى﴾ ''موسیٰ نے کہا:'' تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔''(طٰہٰ:59)

﴿وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ﴾

''اور لوگوں سے کہا گیا: ''کیا تم جمع ہونے والے ہو''(39)

سوال: ﴿وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ﴾ اور لوگوں سے کہا گیا: ''کیا تم جمع ہونے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ﴾ اور لوگوں سے کہا گیا: ''کیا تم جمع ہونے والے ہو'' لوگوں کو حاضری کے لیے اس لیے کہا گیا تا کہ جادوگروں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کو سب دیکھ کر فرعون پر یقین کر سکیں۔ (2) اس دن سب لوگ جمع ہو گئے تھے۔

﴿لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾

''شاید کہ ہم جادوگروں کے پیروکار بن جائیں اگر وہ غالب رہنے والے ہوں''(40)

سوال: ﴿لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ شاید کہ ہم جادوگروں کے پیروکار بن جائیں اگر وہ غالب رہنے والے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) لوگوں نے کہا کہ جادوگر فتح یاب ہو گئے تو ہم ان کے طریقے کی پیروی کر سکیں گے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم حق کی پیروی کر لیں گے خواہ جادوگر ہوں یا موسیٰ علیہ السلام۔ (2) لوگوں کا دین وہی ہوتا ہے جو بادشاہوں کا دین ہوتا ہے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ﴾

''پھر جب تمام جادوگر آ گئے اُنہوں نے فرعون سے کہا: ''کیا یقینا ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا اگر ہم غالب ہوئے''(41)

سوال: ﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ ''پھر جب تمام جادوگر آ گئے اُنہوں نے فرعون سے کہا: ''کیا یقینا ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا اگر ہم غالب ہوئے'' جادوگروں نے جیتنے پر انعام کی یقین دہانی چاہی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ﴾ پھر جب تمام جادوگر آ گئے'' جب جادوگر فرعون کے دربار میں پہنچے۔

(2) ﴿قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے فرعون سے کہا: ''کیا یقینا ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا اگر ہم غالب ہوئے؟'' جادوگروں نے فرعون سے یقین دہانی چاہی اور فرعون کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ اگر ہم جیتے تو کچھ انعام بھی ملے گا؟

﴿قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾

''فرعون نے کہا: ''ہاں اور یقیناً تب تم ضرور مقرب لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' (42)

سوال: ﴿قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ فرعون نے کہا: ''ہاں اور یقیناً تب تم ضرور مقرب لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' فرعون کی جانب سے بڑے بڑے انعامات کا لالچ کیسے دیا گیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ نَعَمْ﴾ ''فرعون نے کہا: ''ہاں'' فرعون نے جواب دیتے ہوئے کہا کیوں نہیں بہت کچھ انعام ملے گا۔

(2) ﴿وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ ''اور یقیناً تب تم ضرور مقرب لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' فرعون نے کہا کہ سب سے بڑا انعام یہ ہوگا کہ تمہیں مقرب درباری بنا لیا جائے گا۔ فرعون نے ان کی خوشی میں اضافے کے لیے ان سے وعدے کیے تاکہ پوری قوت سے معجزات کا مقابلہ کریں۔ فرعون نے ان کا حوصلہ بڑھایا تو انہوں نے ایک دوسرے کا بھی حوصلہ بڑھایا۔

﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾

''موسیٰ نے اُن سے کہا: ''پھینکو جو بھی تم پھینکنے والے ہو'' (43)

سوال: ﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾ ''موسیٰ نے اُن سے کہا: ''پھینکو جو بھی تم پھینکنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾ ''موسیٰ نے اُن سے کہا: ''پھینکو جو بھی تم پھینکنے والے ہو'' (i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو آغاز کا موقع دے کر یہ واضح کر دیا کہ جادوگروں کے اتنے بڑے اجتماع اور ان کی شعبدہ بازیوں سے خوف زدہ نہیں ہیں۔ (ii) اس میں یہ بھی حکمت تھی کہ جب ساری شعبدہ بازیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ختم ہو جائیں گی تو دیکھنے والے زیادہ بڑی تعداد میں ایمان لے آئیں گے۔ (iii) حق اور باطل کا اپنا مزاج ہے ہمیشہ اہل باطل کو اپنے ظاہری اسباب اور وسائل پر بھروسہ رہا ہے اور اہل حق اللہ پر بھروسہ کرتے رہے ہیں۔ (iv) ہمیشہ اہل باطل اپنے اسباب کے غرور میں مبتلا رہے ہیں اور اہل حق اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس غرور کو خاک میں ملاتے رہے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اہل باطل کو پہلے موقع دے کر حق اور باطل کے مزاج کا فرق واضح کیا ہے۔

﴿فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴾

تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں پھینک دیں اور انہوں نے کہا: ''فرعون کی عزت کی قسم!

یقیناً ہم ضرور غالب آنے والے ہیں'' (44)

سوال: ﴿فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں پھینک دیں اور انہوں نے کہا: ''فرعون کی عزت کی قسم! یقیناً ہم ضرور غالب آنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ﴾''تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں پھینک دیں''انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال کر لوگوں کی آنکھوں کو سحر زدہ کر دیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى(۶۶) فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى(۶۷) قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى(۶۸) وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى(۶۹)﴾''موسیٰ نے کہا:''بلکہ تم ہی پھینکو۔''تو یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں،اُن کے جادو سے موسیٰ کو خیال ڈالا جاتا تھا کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا۔ہم نے کہا:''ڈرو مت!یقیناتم ہی غالب ہو۔اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے،جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقینا جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔''(طٰہٰ:66,69)

(2)﴿وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴾''اور انہوں نے کہا:''فرعون کی عزت کی قسم!یقینا ہم ضرور غالب آنے والے ہیں''فرعون کی تعظیم کے لئے اس کی عزت کی قسم کھائی کہ ہم ضرور ہی جیتیں گے۔اس سے جادوگروں کا مقصد فرعون کو خوش اور موسیٰ علیہ السلام کو مرعوب کرنا تھا جاہلیت میں لوگ اس قسم کی قسمیں کھایا کرتے جیسا کہ آج کل بھی مسلمان اللہ کی ذات یا صفات کی قسم کھانے پر مطمئن نہیں ہوتے بلکہ اپنے پیر و مرشد یا کسی بزرگ کے روضہ کی قسم کھاتے ہیں۔یا عام رواج کے مطابق کہہ دیتے ہیں:مجھے تیری قسم یا تیرے سر کی قسم وغیرہ'':اس طرح دوسروں کی عظمت کا اظہار کرتے ہیں۔شاید اللہ تعالی کی جھوٹی قسم کھانے پر اتنا گناہ نہ ہوتا ہو جتنا ان چیزوں کی سچی قسم کھانے پر ہو سکتا ہے۔اللہ تعالی مسلمانوں کو اس قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھے۔(روح المعانی)(تفسیر اشرف الحواشی:440/1)

﴿فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ﴾

''پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تب یکا یک وہ نگل رہی تھی جو جھوٹ وہ گھڑتے تھے''(45)

سوال:﴿فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ﴾''پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تب یکا یک وہ نگل رہی تھی جو جھوٹ وہ گھڑتے تھے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ﴾''پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا تو۔

(2)﴿فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ﴾''تب یکا یک وہ نگل رہی تھی جو جھوٹ وہ گھڑتے تھے''تو اس نے ان کی لاٹھیوں اور رسیوں کو ہڑپ کر لیا۔

(3)سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا عصا لکڑی کا تھا،میدان میں عجیب منظر تھا ایک لکڑی سارے سانپ نگل رہی تھی۔حتیٰ کہ اس نے ایک سانپ بھی نہ چھوڑا۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(۱۱۸) فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ(۱۱۹) وَاُلْقِيَ

السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (۱۲۰) قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۲۱) رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (۱۲۲)﴾ ''سو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے باطل ہو گیا۔ تو اس موقع پر جادوگر مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس لوٹے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔ انہوں نے کہا: ''ہم جہانوں کے بادشاہ پر ایمان لاتے ہیں۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔'' (الاعراف:118,122)

(3)﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے۔'' (الانبیاء:18)

(4)﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل مٹنے ہی والا تھا۔'' (بنی اسرائیل:81)

﴿فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ﴾

''پھر سارے جادوگر سجدے کی حالت میں ڈال دیے گئے'' (46)

سوال: ﴿فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ﴾ ''پھر سارے جادوگر سجدے کی حالت میں ڈال دیے گئے'' جادوگر کیسے سجدے میں گر گئے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) جادوگروں کو شعور کے اندر ہونے والی روشنی نے سجدے میں ڈال دیا۔ (2) جادوگروں کو سچائی کے رعب نے سجدے میں ڈال دیا۔ (3) جادوگروں کے دل کے اندر ہونے والی سچ کی روشنی جب یقین میں بدلی تو اس یقین نے انہیں سجدے میں ڈال دیا۔

﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم جہانوں کے رب پر ایمان لاتے ہیں'' (47)

سوال: ﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم جہانوں کے رب پر ایمان لاتے ہیں'' جادوگر کیسے ایمان لائے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' جادوگروں نے کہا۔ (2)﴿اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''ہم جہانوں کے رب پر ایمان لاتے ہیں'' ''ہم رب العالمین پر ایمان لائے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

(3) یہ بڑی معقول دلیل تھی۔ لاجواب کر دینے والی حجت تھی۔ جن لوگوں سے فرعون اپنی حمایت کروا رہا تھا وہ اللہ کے نبی کے سامنے ہار گئے اور سچائی ان کے دلوں میں سما گئی۔

﴿رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾

''موسیٰ اور ہارون کے رب پر''(48)

سوال:﴿رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾''موسیٰ اور ہارون کے رب پر'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب کا تعارف سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام نے کروایا تھا اس لیے جادوگروں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے ہوئے کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔

(2)''سارے جہاں کے مالک کے ساتھ''جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے''اس لئے کہا کہ کہیں فرعون کو شبہ نہ ہو کہ انہوں نے اس کو سارے جہان کا مالک قرار دیا ہے کیونکہ وہ بھی اپنے آپ کو رب کہتا تھا۔(کبیر)(تفسیر اشرف الحواشی:441/1)

﴿قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

فرعون نے کہا:''تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے ہی کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقیناوہ ضرور تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو بے شک جلد ہی تم جان لو گے، میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا اور تم سب کو ضرور بری طرح سولی چڑھاؤں گا''(49)

سوال1:﴿قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

''فرعون نے کہا:''تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے ہی کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقیناوہ ضرور تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو بے شک جلد ہی تم جان لو گے''فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو الزام لگایا اس کی حقیقت واضح کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ﴾''فرعون نے کہا:''تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے ہی کہ میں تمہیں اجازت دوں''جادوگروں کا جرأت مندانہ اقدام دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم حیرت زدہ رہ گئے کہنے لگا بغیر میری اجازت اور مشورے کے تم کیسے ایمان لے آئے۔

(2)﴿اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ﴾''یقیناوہ ضرور تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے''فرعون نے کہا یہ تمہاری ملی بھگت ہے۔یہ تمہارا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾''فرعون نے کہا:''تم اس سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ہو کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقینا یہ تو ایک سازش ہے جو تم نے شہر میں کی ہے تاکہ تم اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو، سو تم بہت جلد ہی جان لو گے۔''(الاعراف:123)

(3)﴿فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''سو بے شک جلد ہی تم جان لو گے'' فرعون کے لیے یہ بڑا تکلیف دہ منظر تھا۔

(i)فرعون کے لیے یہ بڑا تکلیف دہ منظر تھا جن جادوگروں کے ذریعے وہ فتح کی اُمید لگا کر بیٹھا تھا وہی مغلوب ہو گئے۔فرعون کے لیے یہ معاملہ اور اذیت ناک ہو گیا جب کہ جادوگر موقع پر ایمان لے آئے۔

(ii)فرعون نے ایمان لانے کی بجائے دشمنی کا راستہ اختیار کیا اور جادوگروں کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں کہ تم موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد ہی لگتے ہو۔

(iii)عنقریب تمہیں پتہ لگ جائے گا میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹواؤں گا اور میں تمہیں سب کو پھانسی دے دوں گا

سوال2:﴿لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ ''میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا اور تم سب کو ضرور بری طرح سولی چڑھاؤں گا'' جادوگروں کو فرعون نے جو دھمکی دی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)فرعون نے جادوگروں کو ڈرایا اور انہیں دھمکی دیتے ہوئے کہا﴿لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ﴾ ''میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹ دوں گا'' یعنی میں تمہیں وہ سزا دوں گا جو زمین میں فساد پھیلانے والوں کو دی جاتی ہے۔(2)﴿وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ ''اور تم سب کو ضرور بری طرح سولی چڑھاؤں گا'' یعنی میں تمہیں تختے پر الٹا لٹکا دوں گا تا کہ ساری دنیا تمہاری ذلت کا تماشا دیکھے۔

﴿قَالُوْا لَا ضَیْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''کوئی حرج نہیں، یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں'' (50)

سوال:﴿قَالُوْا لَا ضَیْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''کوئی حرج نہیں، یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں'' جادوگروں نے فرعون کی دھمکی کا کیا جواب دیا؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ اُنہوں نے کہا: جادوگروں نے کہا۔(2)﴿لَا ضَیْرَ﴾ ''کوئی حرج نہیں'' خیر ہے تمہاری دھمکیوں کی کوئی پروا نہیں (3)﴿اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں'' ہر ایک کو موت تو آنی ہے۔ہمیں اپنی جانوں کی پرواہ نہیں۔ہم تو لوٹ کر اپنے رب کے پاس جائیں گے۔اور وہ ہمارے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔

﴿اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''یقیناً ہم طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف کر دے، کیونکہ ہم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں'' (51)

سوال:﴿اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''یقیناً ہم طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری

خطاؤں کو معاف کردے، کیونکہ ہم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں'' جادوگروں نے اپنے رب سے مغفرت کی امید کا اظہار کیسے کیا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ﴾''یقینا ہم طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف کردے'' جادوگروں نے فرعون کی دھمکی کا جواب دیتے ہوئے کہا ہمارا رب ہمارے اخلاص کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہم اس سے امید رکھتے ہیں کہ ہم نے تمہارا حکم مان کر جن گناہوں کا ارتکاب کیا ہے، وہ ہماری مغفرت فرمائے گا۔

(2)﴿اَنْ کُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾'' کیونکہ ہم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں'' جادوگروں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ ہمارے ایمان کی وجہ ہمارا رب ہمیں معاف کردے گا۔

(3) جادوگروں نے سب سے پہلے ایمان لانے کی بات اس لیے کی کہ فرعون کی قوم نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور جادوگروں نے ایمان لانے میں پہل کی تھی۔(4) ایمان لانے میں سب سے بڑی رکاوٹ اپنے جاہ، اپنی سرداریوں اور اپنے اقتدار سے دستبرداری ہوتی ہے اور ایسے ہی لوگ انبیاء کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے مخالف اور دشمن ہوتے ہیں۔(تیسیر القرآن:3/342)

رکوع نمبر 8

﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کو لے چلو، یقینا تمہارا پیچھا کیا جائے گا'' (52)

سوال:﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کو لے چلو، یقینا تمہارا پیچھا کیا جائے گا'' وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ﴾''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو رات کو لے چلو''

(i) مصر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں پر حجت قائم کردی تھی انہیں حق کا پیغام پہنچا دیا تھا لیکن وہ ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔

(ii) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مصر میں قیام لمبا ہوگیا تھا اور فرعونیوں پر حجت تمام ہوچکی تھی تو اس لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات نکل جائیں۔

(2)﴿اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾''یقینا تمہارا پیچھا کیا جائے گا''یعنی فرعون اور اس کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے اور ایسے ہی ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ جب صبح کے وقت فرعونی بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ تمام بنی اسرائیل راتوں رات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکل گئے

ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1900)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو پھران کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے۔''(طٰہٰ:77)

﴿فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ﴾

''تو فرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والوں کو بھیجا''(53)

سوال:﴿فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ﴾''تو فرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والوں کو بھیجا''فرعون نے بنی اسرائیل سے جنگ کرنے کے لیے لشکر تیار کرنے کا جو حکم دیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:فرعونیوں نے صبح کو دیکھا کہ سارا شہر سونا پڑا ہے ایک بھی اسرائیلی نہیں رہا تو انہوں نے فرعون کو خبر دی۔اس کا غصہ بھڑک اٹھا۔اس نے ایک لشکر تیار کرنے کے لیے شہروں میں ہرکارے بھیجے۔

﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ﴾

''یقیناً یہ لوگ بے شک ایک تھوڑی سی جماعت ہیں''(54)

سوال:﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ﴾یقیناً یہ لوگ بے شک ایک تھوڑی سی جماعت ہیں''فرعون نے قوم کا حوصلہ کیسے بڑھایا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)فرعون نے قوم کا حوصلہ بڑھانے کے لیے لشکر میں اعلان کیا کہ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ﴾'یقیناً یہ لوگ بے شک ایک تھوڑی سی جماعت ہیں''یہ بنی اسرائیل تھوڑے سے لوگ ہیں جنہوں نے ملک میں بدامنی پھیلا رکھی ہے۔ملک کو ان سے خطرہ ہے۔

(2)فرعون نے مصریوں کو حوصلہ بڑھانے اور بنی اسرائیل کی تحقیر کے لیے اُن کی تعداد کو کم کر کے بتایا۔

﴿وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ وہ ضرور ہمیں غصہ دلانے والے ہیں''(55)

سوال:﴿وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ﴾''اور بلاشبہ وہ ضرور ہمیں غصہ دلانے والے ہیں''فرعون نے غلاموں پر غصہ نکالنے کو اپنے لیے کیوں لازم قرار دیا؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ﴾''اور بلاشبہ وہ ضرور ہمیں غصہ دلانے والے ہیں''فرعون نے کہا بنی اسرائیل کے مصر سے بھاگنے

نے ہمیں سخت غضب میں مبتلا کر دیا ہے۔

(2) فرعون نے کہا ہمارے غلام ہم سے بھاگ گئے ہیں۔اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے غلاموں پر غصہ نکالیں۔

﴿وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ﴾

''اور یقیناضرور ہم سب چوکنے رہنے والے ہیں'' (56)

سوال: ﴿وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ﴾ ''اور یقیناضرور ہم سب چوکنے رہنے والے ہیں'' فرعون نے چوکنا رہنے کا حکم کیوں دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) فرعون نے کہا ہم ایسے لوگ ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی سازش کو ناکام بنانا ہے اس لیے ہمیں چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

(2) ﴿وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ﴾ ''اور یقیناضرور ہم سب چوکنے رہنے والے ہیں'' فرعون نے چوکنا رہنے کا حکم اس لیے دیا کہ ہمارے مشترکہ مصالح اور مفادات کے دشمن ہیں۔

(3) لہٰذا ہمارے لئے ان کا جا پکڑنا کوئی مشکل کام نہیں یا ''ہم سب خطرہ میں ہیں'' یا ہم سب چوکنے اور محتاط لوگ ہیں'' اس لئے ان کا قلع قمع کرنا ضروری ہے لفظ ''﴿حٰذِرُوْنَ﴾'' کے یہ سبھی معنی ہو سکتے ہیں۔ (شوکانی) (تفسیر اشرف الحواشی:441/1)

﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''تو ہم نے اُنہیں باغوں اور چشموں سے نکالا'' (57)

سوال: ﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں باغوں اور چشموں سے نکالا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں باغوں اور چشموں سے نکالا'' فرعونی اپنے باغوں اور چشموں سے خود نہیں نکلے تھے رب العزت نے واضح کیا ہے کہ ہم انہیں اُن کے باغوں اور چشموں سے نکال لائے۔

(2) رب العزت نے انہیں خوب صورت اور اعلیٰ باغات سے ان کے کھیتوں اور کھلیانوں سے، ان کے دریاؤں اور ابلتے ہوئے چشموں سے نکال دیا۔

﴿وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾

''اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے'' (58)

سوال: ﴿وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے'' اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو ان کے خزانوں اور عمدہ مقامات سے کیسے نکالا؟ وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مصلحت سے فرعونیوں کے دل میں بنی اسرائیل کا تعاقب کرنے کے لیے غضب ڈال دیا پھر وہ ایسے نکلے کہ پلٹ کر اپنے خزانوں اور اچھے مقامات تک کبھی نہیں آسکے۔

(2)﴿وَّ كُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾ ’’اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے‘‘ انہوں نے خزانوں اور عمدہ مجالس اور مقامات سے طویل عرصے تک فائدہ اٹھایا۔ وہ غرور اور تکبر سے لذتوں سے فائدہ اٹھاتے رہے بالآخر رب العزت نے انہیں دیس نکالا دے دیا۔

﴿كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ﴾

’’اس طرح ہوا اور ہم نے بنی اسرائیل کو اُن چیزوں کا وارث بنا دیا‘‘(59)

سوال:﴿كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ﴾ اس طرح ہوا اور ہم نے بنی اسرائیل کو اُن چیزوں کا وارث بنا دیا‘‘ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کیسے وارث بنایا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا﴾ ’’اس طرح ہوا اور ہم نے وارث بنا دیا‘‘ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خوب صورت قیام گاہوں، اعلیٰ باغات، چشموں اور کھیتوں کا وارث بنا دیا۔

(2)بنی اسرائیل جو پہلے فرعون کے غلام تھے۔ فرعون ان سے مشقت اٹھواتا تھا، رب العزت نے تکبر کرنے والے فرعون کا تخت گرا دیا اور تاج اچھال دیا۔﴿اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ ’’اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے۔‘‘(آل عمران:26)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ ’’اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُنہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔‘‘(الاعراف:137)

(4)﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ’’اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم اُنہیں راہ نما بنا دیں اور ہم اُنہیں وارث بنا دیں۔‘‘(القصص:5)

﴿فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ﴾

''تو انہوں نے سورج نکلتے ہی اُن کا پیچھا کیا'' (60)

سوال: ﴿فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ﴾ ''تو انہوں نے سورج نکلتے ہی اُن کا پیچھا کیا'' فرعونیوں نے بنی اسرائیل کے تعاقب کا فیصلہ کب کیا؟

جواب: (1) ﴿فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ﴾ ''تو انہوں نے سورج نکلتے ہی اُن کا پیچھا کیا'' فرعونیوں کو بنی اسرائیل کے خروج کی اطلاع صبح کے وقت ملی تو اُنھوں نے اُسی وقت تعاقب کا فیصلہ کرلیا۔

(2) فرعون اور اس کے لشکروں نے انتہائی غصے میں بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور جمع ہوتے ہی انہیں جالیا۔

﴿فَلَمَّا تَرَآءَا الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾

''پھر جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ''یقیناً ضرور ہم پکڑے جانے والے ہیں'' (61)

سوال: ﴿فَلَمَّا تَرَآءَا الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾ ''پھر جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ''یقیناً ضرور ہم پکڑے جانے والے ہیں'' اصحاب موسیٰ علیہ السلام نے یہ کیوں کہا تھا کہ ہم پالیے گئے؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا تَرَآءَا الْجَمْعٰنِ﴾ ''پھر جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا'' بنی اسرائیل نے مصر میں بدترین غلامی کا وقت گزارا تھا۔ اُنہوں نے جب دیکھا کہ آگے سمندر ہے پیچھے فرعونیوں کا لشکر اب بچاؤ ممکن نہیں تو انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ اب پھر فرعون کی غلامی ہوگی اس لیے اُنہوں نے کہا کہ ہم پالیے گئے۔

(2) ﴿قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى﴾ ''تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ''موسیٰ کے ساتھیوں نے جب فرعون کے لشکر کو دیکھا تو گھبرا کر کہا۔

(3) ﴿اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾ ''یقیناً ضرور ہم پکڑے جانے والے ہیں'' ہم تو پکڑ لیے گئے۔ یہ موقع توکل علی اللہ کا تھا اللہ تعالیٰ سے امید باندھنے کا تھا۔ انہوں نے لشکر کو دیکھا اور اس لمحے رب کو نہ دیکھا جس کی وجہ سے گھبرا گئے۔

﴿قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''ہرگز نہیں! یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' (62)

سوال: ﴿قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ہرگز نہیں! یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیسے ثابت قدمی کی تلقین کی؟

جواب: (1) ﴿قَالَ كَلَّا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ہرگز نہیں!'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دشمن سے نجات دے کر پھر اُس کے قابو میں دے دے۔

(2)﴿اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ ''یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' یقیناً میرا رب نجات کے راستے کی طرف ضرور میری راہ نمائی کرے گا اور تم دوبارہ فرعون کے قابو میں کبھی نہیں جاؤ گے۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے سچے وعدے کا یقین دلاتے ہوئے ثابت قدمی کی تلقین کی کہ وہ ہماری مدد کرے گا ہمیں ضرور نجات کا راستہ دکھائے گا۔

﴿فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ﴾

''تو ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو پس وہ پھٹ گیا تو ہر حصہ ایک عظیم پہاڑ جیسا ہو گیا'' (63)

سوال: ﴿فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ﴾ ''تو ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو پس وہ پھٹ گیا تو ہر حصہ ایک عظیم پہاڑ جیسا ہو گیا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عصا مارنے کا حکم دیا اس کا کیا نتیجہ سامنے آیا؟

جواب: (1)﴿فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ﴾ ''تو ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر مارو۔ یوں اللہ تعالیٰ نے سمندر کے بیچ میں خشک راستے کو نجات کا راستہ بنا دیا راستہ بنانے کے لیے عصا کو مددگار بنا دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰی﴾ ''پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے۔'' (طٰہٰ:77)

(2)﴿فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ﴾ ''تو ہر حصہ ایک عظیم پہاڑ جیسا ہو گیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر عصا مارا تو وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ ایک پہاڑ کی طرح ہو گیا۔

﴿وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ﴾

''اور دوسرے فریق کو ہم نے وہاں قریب کر دیا'' (64)

سوال: ﴿وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ﴾ ''اور دوسرے فریق کو ہم نے وہاں قریب کر دیا'' فرعون اور اس کے لشکر دریا کے قریب کیسے آ گئے، وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ﴾ ''اور دوسرے فریق کو ہم نے وہاں قریب کر دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسی جگہ فرعون اور اس کے لشکروں کو لا کھڑا کیا یعنی سمندر کے قریب کر دیا۔ (2) یہ وہ مقام تھا جہاں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے سمندر پار کیا تھا۔

﴿وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کو اور اُن سب کو جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی'' (65)

سوال: ﴿وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو اور اُن سب کو جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو کیسے نجات عطا کی؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو سمندر اور فرعونیوں سے نجات عطا کی۔

(2) یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے تمام لوگ دریا سے باہر آ گئے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' (66)

سوال: ﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' فرعونی کیسے غرق ہو گئے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو اُسی سمندری راستے سے گزرتے ہوئے غرق کر دیا جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی گزر گئے تو سمندر کو اسی طرح سے رواں دواں کر دیا جس سے فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ﴾ ''پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا تو اُن کو سمندر سے ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے انہیں ڈھانپا'' (طٰہٰ:78)

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ دن کیا (اہمیت رکھتا) ہے، جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا، یہ ایک اچھا اور عظیم دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دلائی تھی، اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا اور ہم بھی اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم موسیٰ علیہ السلام کے تمہاری نسبت زیادہ حق دار ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری:2003، مسلم:2656)

(4) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس رات اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف پہلے ہی وحی بھیج دی تھی کی جب میرے پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام آئیں اور تجھے لکڑی ماریں تو ان کی بات سننا اور ماننا پس سمندر میں رات بھر تلاطم رہا اس کی موجیں ادھر ادھر سر ٹکراتی پھریں کہ نہ معلوم سیدنا موسیٰ علیہ السلام کب اور کدھر سے آ جائیں، اور مجھے لکڑی مار دیں، ایسا نہ ہو کہ مجھے خبر نہ لگے اور میں ان کے حکم کی بجا آوری نہ کر سکوں۔ جب بالکل کنارے پہنچ گئے تو آپ کے ساتھی سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام نے فرمایا: ''اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ کا آپ کو کیا حکم ہے؟'' آپ

نے فرمایا: ''یہی کہ میں سمندر پر ماروں۔'' انہوں نے کہا: ''پھر کیا دیر ہے؟'' چنانچہ آپ نے لکڑی مار کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو پھٹ اور چلنے کا راستہ دے دے۔'' (ابن کثیر:4/37,38)

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾

''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' (67)

سوال: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' نشانیاں دیکھنے کے باوجود لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے'' اس میں موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی صداقت اور فرعون اور اس کی قوم کے موقف کے بطلان پر بہت بڑی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1901)

(2) ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' لوگ نشانیاں دیکھنے کے باوجود اپنے دل کے بگاڑ کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ (3) انسان عبرت حاصل نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

''اور بے شک آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (68)

سوال: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''اور بے شک آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''اور بے شک آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اس نے اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر جھٹلانے والے کفار کو ہلاک کیا اور اپنی رحمت سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔ (تفسیر سعدی:2/1901)

(2) لوگوں کے ایمان نہ لانے کے باوجود رب رحیم ہے اپنی رحمت کی وجہ سے لوگوں کو مواقع دیتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر غلبہ رکھتا ہے لیکن وہ اپنی رحمت کی وجہ سے لوگوں کو عبرت حاصل کر کے ایمان لانے کے مواقع دیتا ہے۔

رکوع نمبر 9

﴿وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ﴾

''اور آپ اُنہیں ابراہیم کی خبر پڑھ کر سنائیں'' (69)

سوال:﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ﴾''اور آپ اُنہیں ابراہیم کی خبر پڑھ کر سنائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ﴾''اور آپ اُنہیں پڑھ کر سنائیں'' رب العزت نے فرمایا: اے محمد ﷺ اپنی قوم کو خبر دے دیں۔

(2)﴿نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ﴾''ابراہیم کی خبر'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عظیم واقعات کی خبر دے دیں۔ جو اخلاص، توکل، عبادت اور توحید سے عبارت تھی۔ جب کہ لوگ ان کی زندگی کو مشعل راہ بنا سکیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے فرعون جیسے جابر بادشاہ کی ہلاکت کے بعد ایک اور جابر بادشاہ نمرود کے سامنے رب العالمین کا تعارف پیش کرنے والے پیغمبر کا ذکر کیا۔ دونوں واقعات میں رب العالمین کا تعارف، بادشاہوں کا ظلم، نبیوں کا ڈٹے رہنا، حق کا غلبہ یہ مشترکہ باتیں ہیں۔

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾

''جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' (70)

سوال:﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾''جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی دعوت کا آغاز کیسے کیا؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ﴾''جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنی قوم سے سوال کیا۔

(2)﴿مَا تَعْبُدُوْنَ﴾''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' تم کس کے آگے اپنی پیشانیاں جھکا رہے ہو؟

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟

﴿قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پس ہم اُنہی کے مجاور بنے رہتے ہیں'' (71)

سوال1:﴿قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ﴾''اُنہوں نے کہا: ''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پس ہم اُنہی کے مجاور بنے رہتے ہیں'' قوم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کیا جواب دیا؟ وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''اُنہوں نے کہا:'' قوم نے بتوں پر فخر کرتے ہوئے کہا۔(2)﴿نَعْبُدُ اَصْنَامًا﴾''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں'' یعنی ہم بتوں کے آگے جھکتے ہیں، ان کی بندگی کرتے ہیں۔ ان ہی سے دعائیں مانگتے ہیں۔

(3)﴿فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ﴾''پس ہم اُنہی کے مجاور بنے رہتے ہیں'' یعنی ہم ان بتوں کے لیے اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم حقیقتاً ستارہ پرست تھی۔ اور وہ سیاروں کے انسانی زندگی پر اثرات کے شدت سے قائل تھے۔ انہوں نے

ہر سیارہ کی روح کی ایک تصویر اپنے ذہن میں طے کر رکھی تھی پھر اسی تصویر کے مطابق ان کے مجسمے یا بت بنائے جاتے تھے۔ مثلاً کوئی سورج دیوتا کا مجسمہ تو کوئی چاند دیوی کا مجسمہ۔ اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جس سیارہ کا وہ مجسمہ ہو اس کی روح کا اس سے خاص تعلق ہوتا ہے اور اگر ان سیاروں کی پوجا پاٹ کریں گے تو سیاروں کے غضب اور ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہیں گے۔ اور یہ سب ان کا وہم اور قیاس ہی تھا۔ جس کے لیے کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی۔ (تیسیر القرآن:346/3)

(5) سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف نکلے، راستے میں بیری کے درخت کے پاس سے گزر ہوا، جہاں مشرکین و کفار مجاور بن کر بیٹھتے تھے اور وہاں اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے، اس مقام کو ذات انواط کہا جاتا تھا (یعنی ایسا مقام جہاں چیزوں کو لٹکایا جائے) چنانچہ جب ہم بیری کے اس بہت بڑے سبز درخت کے پاس سے گزرے تو ہم (میں سے بعض لوگوں) نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی آستانہ بنا دیجئے! اللہ کے رسول ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگوں نے بھی بالکل وہی بات کہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ (اے موسیٰ!) ہمارے لیے بھی کوئی مشکل کشا بنا دے، جس طرح کہ ان لوگوں کے مشکل کشا ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے (اپنے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: حقیقت حال یہ ہے کہ تم نادان لوگ ہو، یہ ایسے (شرکیہ و کفریہ) طور طریقے ہیں جو تم سے پہلے لوگوں نے اختیار کیے تھے اور تم بھی ایک ایک کر کے ان کو اپناتے چلے جاؤ گے۔ (مسند احمد:21956، ترمذی:2180)

سوال 2: بتوں کی عبادت پر جمنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بتوں کی عبادت پر جمنے سے مراد ہے: (1) رات دن اُن کی عبادت کرنا۔ (2) اُن کی عبادت کو چھوڑنے کا تصور بھی نہ کرنا۔

﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾

''ابراہیم نے کہا: ''کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟'' (72)

سوال: ﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟'' ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی عبادت کے لیے جو پہلی دلیل مانگی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''ابراہیم نے کہا:'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔

(2) ﴿هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ ''کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟'' کیا وہ تمہاری پکار، تمہاری دعائیں، تمہاری آوازیں سن لیتے ہیں؟ (3) ﴿اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ ''جب تم انہیں پکارتے ہو؟'' جب تم انہیں پکارتے ہو، ان کی عبادت کرتے ہو۔

(4) یعنی کیا وہ تمہاری تکلیف دور کرتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟

﴿اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ﴾

''یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا وہ نقصان دیتے ہیں؟''(73)

سوال:﴿اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ﴾''یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا وہ نقصان دیتے ہیں؟''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے نفع ونقصان پر قادر نہ ہونے کے بارے میں کیسے لوگوں کو شعور دلایا؟

جواب:(1)﴿اَوْ یَنْفَعُوْنَكُمْ﴾''یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نفع کا سوال اس لیے کیا کہ انسان مفاد پرست ہے وہ فائدے کے لیے کام کرتا ہے اُنہوں نے نفع کی بات شعور کو بیدار کرنے کے لیے کی تا کہ یہ سمجھ لیں کہ بتوں کی عبادت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

(2)﴿اَوْ یَضُرُّوْنَ﴾یا وہ نقصان دیتے ہیں؟''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نقصان کی بات اس لیے کی کہ انسان نقصان سے بچنا چاہتا ہے۔ اُنہوں نے توجہ دلائی کہ اگر بتوں کی عبادت چھوڑنے پر وہ نقصان پہنچاتے ہیں پھر تو اُن کے بارے میں کچھ سوچنے کی ضرورت ہے ورنہ اُن کی عبادت کی بات تو یہیں ختم ہوجاتی ہے کہ وہ نقصان پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتے۔

(3)قبیلہ سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور وہ مسلمان ہوگئے، پھر واپس اپنی قوم کے پاس گئے، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ واپس جا کر سب سے پہلا جملہ جو انہوں نے اپنی زبان سے ادا کیا، وہ یہ تھا کہ لات اور عزیٰ (کس قدر) برے ہیں۔ لوگوں نے جب ضمام رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سنا تو کہنے لگے، اے ضمام! (بزرگوں کی گستاخی سے) رک جا اور برص اور کوڑھ کی بیماریوں سے بچ اور بچ (کہ کہیں بزرگوں کی گستاخی سے) تو پاگل نہ ہوجائے! یہ سن کر ضمام رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم سے کہا، ہلاکت ہو تمہارے لیے! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ دونوں (مل کر بھی) نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ کچھ سنوار سکتے ہیں، (سنو!) اللہ عزوجل نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر ایک کتاب اتاری ہے، جن جہالتوں اور گمراہیوں میں تم پڑے ہو، اس کتاب کے ساتھ وہ تمہیں ان سے بچاتا ہے۔(مسند احمد :2384)(مستدرک حاکم:4380)

﴿قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا:''بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے''(74)

سوال:﴿قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ﴾''اُنہوں نے کہا:''بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے آباء پرستی کا کیا عذر پیش کیا؟

جواب:﴿قَالُوْا﴾''اُنہوں نے کہا:''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آباء پرستی کا عذر پیش کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم دلیل کی سطح پر شکست کھا گئی تو اپنی آباؤ پرستی کا عذر پیش کیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا ہے۔

(3) یعنی ہم آباء کی پیروی کرتے ہوئے ان کے راستے پر چل پڑے۔

﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾

''ابراہیم نے کہا: تو کیا تم نے دیکھا جن کی تم عبادت کرتے ہو؟'' (75)

سوال: ﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''ابراہیم نے کہا: تو کیا تم نے دیکھا جن کی تم عبادت کرتے ہو؟'' ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے شعور کو کیسے بیدار کیا؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''ابراہیم نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے سوال کیا۔

(2)﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا جن کی تم عبادت کرتے ہو؟'' کیا تم نے غور و فکر کیا ہے تم کن کی عبادت کرتے ہو۔ یہی ایک سوال شعور کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے کہ تم نے بے سوچے سمجھے جن کی عبادت شروع کر رکھی ہے کبھی اُس پر غور بھی کیا ہے۔

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے لیے جائز نہیں ہے کہ میری شادی کسی مشرک سے ہو، اے ابوطلحہ! کیا تو نہیں جانتا ہے کہ یقیناً تمہارا معبود، جس کی تم عبادت کرتے ہو، اسے فلاں آدمی یا (فرمایا) فلاں قبیلے کا بڑھئی غلام تراشتا ہے اور اگر تم اس میں آگ بھڑکاؤ تو وہ یقیناً خاکستر ہو جائے؟ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ سن کو ابوطلحہ چلے گئے اور یقیناً ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بات ان کے دل میں بیٹھ گئی، وہ جب کبھی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر پیغام نکاح دیتے تو وہ انہیں یہی بات کہتیں، ایک دن وہ آئے اور کہا کہ جو دعوت تو نے مجھے دی تھی میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (پھر انہوں نے شادی کر لی اور) ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ہی تھا، اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 313/8)

﴿اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ﴾

''تم اور تمہارے پہلے باپ دادا بھی'' (76)

سوال: ﴿اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ﴾ ''تم اور تمہارے پہلے باپ دادا بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَنْتُمْ﴾ ''تم'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام قوم کے شعور کو بیدار کرتے ہوئے سوال کیا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔

(2)﴿وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ﴾ ''اور تمہارے پہلے باپ دادا بھی'' یعنی تمہارے باپ دادا جن سے تم شرک کا ورثہ پایا ہے وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟

﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''سو بلاشبہ وہ سب میرے دُشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے'' (77)

سوال: ﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''سو بلاشبہ وہ سب میرے دُشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے'' ابراہیم علیہ السلام نے کیسے بتوں کو اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے رب العالمین سے رشتہ جوڑنے کا اظہار کیا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ﴾ ''سو بلاشبہ وہ سب میرے دُشمن ہیں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں یعنی جھوٹے معبودوں کو اپنا دشمن قرار دیا۔

(2) ﴿اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''سوائے ایک رب العالمین کے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب العالمین کو جھوٹے معبودوں سے الگ کرتے ہوئے اُس سے اپنا اصلی رشتہ جوڑ لیا اگرچہ اُس سے نہ باپ کا رشتہ تھا، نہ آبا و اجداد نے یہ رشتہ قائم کیا تھا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ﴾ ''تمہارے لئے ابراہیم میں اور جو لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن میں یقیناً اچھا نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے۔'' (الممتحنۃ:4)

(4) ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۷۹) وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (۸۰)﴾ ''یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یک سو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' اور اس کی قوم نے اُس سے جھگڑا کیا، اُس نے کہا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟'' حالانکہ اُس نے مجھے ہدایت دی ہے اور میں اُن سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے، میرے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟'' (الانعام:79,80)

(5) ﴿اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (۵۴) مِنْ دُوْنِهٖ

فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ (۵۵) اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۵۶)﴾ ''ہم نہیں کہتے مگر یہ کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کسی آفت میں مبتلا کر دیا ہے،'' اُس نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔ اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقیناً میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔'' (ہود:54,56)

﴿الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ﴾

''جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری راہ نمائی کرتا ہے'' (78)

سوال: ﴿الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ﴾ ''جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری راہ نمائی کرتا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہدایت کا تعلق خالق سے جوڑ کر توحید کی جو دلیل دی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْ خَلَقَنِيْ﴾ ''جس نے مجھے پیدا کیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وہ جس نے مجھے پیدا کیا جب کہ مجھے معلوم نہ تھا میرے جسم کے اعضاء کہاں سے جمع ہوئے، میری تخلیق اسی کی ہے، میرے شعور کی گہرائیوں سے وہی واقف ہے۔

(2) ﴿فَهُوَ يَهْدِيْنِ﴾ ''پھر وہی میری راہ نمائی کرتا ہے'' وہی مجھے ہدایت دینے والا ہے کہ مجھے زندگی کیسے بسر کرنی ہے اور دین اور دُنیا کے بارے میں وہ راہنمائی کرتا ہے کہ میرے لیے نفع کس میں ہے۔

(3) ان چار آیات میں سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے اللہ کی ان صفات کا ذکر کیا جن کا تعلق سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذات سے ہی نہیں بلکہ ہر انسان سے تعلق ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہی وہ صفات ہیں جن کی بنا پر ہر انسان کو صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرنا چاہیے۔ پہلی صفت یہ ہے کہ اسی نے مجھے پیدا کیا اور وجود بخشا۔ دوسری صفت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے پیدا کر کے تنہا نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ ہر مقام پر میری رہنمائی بھی کرتا ہے۔ اس سے مراد فطری رہنمائی بھی ہے جو ہر جاندار کو مہیا ہوتی ہے۔ (تیسیر القرآن:347/3)

﴿وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ﴾

''اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے'' (79)

سوال: ﴿وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ﴾ ''اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے'' سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے دلیل دی کہ وہ کھلاتا پلاتا ہے اس لیے حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ﴾ ''اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب

ہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے یعنی زندگی اور زندگی کی ضروریات اُسی سے ہیں وہی رزق پیدا کرنے والا ہے اور وہی پانی کا مہیا کرنے والا ہے۔

(2) یعنی جو مجھے رزق دیتا ہے وہی حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

(3) روزی کے زمینی اور آسمانی اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں وہی بارش برسا کر زمین کو زندہ کرتا ہے۔ وہی پھل، سبزیاں اجناس پیدا کرتا ہے، وہی میٹھا پانی پلاتا ہے، وہی دودھ پلاتا ہے اور شہد کھلاتا ہے۔

﴿وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے'' (80)

سوال: ﴿وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾ ''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے دلیل دی کہ وہ بیماری میں شفا دیتا ہے اس لیے حق رکھتا ہے اس کی عبادت کی جائے۔ وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا مَرِضْتُ﴾ ''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی انتہائی تکلیف یعنی مرض کا تذکرہ کر کے اس کی کرم نوازیوں کا تذکرہ کیا کہ وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

(2) ﴿فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾ ''تو وہی مجھے شفا دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی شفا دینے والا ہے اس لیے وہ حق رکھتا ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے۔

(3) مرض بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن یہ گہری ساتھ رہنے والی صحبت کا شعور ہے کہ مرض کو اپنی طرف اور شفا کو رب کی طرف منسوب کیا ہے۔

(4) سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنی طرف فرمائی تو یہ محض اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اپنی کسر نفسی کی بنا پر ایسا کہا۔ ورنہ بیماری اور شفا سب کچھ ہی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب بیماری اور شفا کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر جاندار کی طبیعت ہی اس کی سب سے بڑی معالج ہوتی ہے۔ بدن میں کسی مقام پر بھی کوئی نقص ہو جائے تو طبیعت فوراً ادھر متوجہ ہو جاتی ہے۔ باہر سے کوئی آفت پڑنے کا خطرہ ہو تو ہر جاندار سے بلا ارادہ ایسی حرکات سرزد ہونے لگتی ہے جو اس کی اس آفت سے حفاظت کر سکیں اور دوائی کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب طبیعت کی مدافعت سے معاملہ بڑھ جائے اور دوائی کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ طبیعت کی مدد کرتی ہے ورنہ اصل معالج تو طبیعت ہی ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہی بنائی ہے علاوہ ازیں دواؤں میں تاثیر اور خاصیت بھی اللہ کی پیدا کردہ ہے پھر کبھی دوا اپنا اثر دکھاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 348/3)

﴿وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ﴾

''اور جو مجھے موت دے گا پھر وہ مجھے زندہ کرے گا'' (81)

سوال: ﴿وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ﴾ ''اور جو مجھے موت دے گا پھر وہ مجھے زندہ کرے گا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے دلیل دی کہ وہ میری زندگی اور موت کا مالک ہے اس لیے حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ﴾ ''اور جو مجھے موت دے گا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی کا انجام بتایا کہ میری موت اس کے ہاتھ میں ہے ﴿ثُمَّ یُحْیِیْنِ﴾ ''پھر وہ مجھے زندہ کرے گا'' یعنی موت کے بعد دوبارہ زندگی بھی وہی عطا کرے گا۔ وہ حساب کتاب کے لیے اُٹھائے گا۔ (2) یعنی جو میری زندگی اور موت کا مالک ہے جس نے مجھے دوبارہ زندگی عطا کرنی ہے۔ جس کے سامنے اپنی زندگی کے اعمال کی جواب دہی کے لیے پیش ہونا ہے وہی حق رکھتا ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے۔

﴿وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾

''اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا'' (82)

سوال: ﴿وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ ''اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا'' سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے خطاؤں کی مغفرت کے لیے اپنے رب سے جو امید باندھی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ﴾ ''اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو ایک اللہ کے لیے خالص کر لیا تھا، اپنے معاملات اس کے حوالے کر دیتے تھے۔ انہوں نے سب بتوں سے اظہار بے زاری کر کے ایک اللہ تعالیٰ سے امید کا رشتہ قائم کیا تھا کہ اس سے مجھے امید ہے۔ وہ میری خطائیں معاف کر دے گا۔

(2) ﴿اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ ''کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نفس کو پاک وصاف تصور نہیں کرتے تھے اپنے اعمال کی قیمت کم اور مغفرت کی قیمت زیادہ سمجھتے تھے اس لیے جزا کے دن کے لیے اپنے رب سے اُمیدیں باندھے ہوئے تھے کہ وہ خطاؤں کی مغفرت فرما دے گا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟'' (آل عمران:135)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں (اسلام سے قبل حالتِ کفر میں) صلہ رحمی کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا تو کیا اس کو اس سے کوئی فائدہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(یہ کام) اسے کوئی فائدہ نہ دیں گے کیونکہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ اے میرے پروردگار! قیامت کے دن میرے گناہوں کو معاف فرما دینا۔'' (صحیح مسلم:518)

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾

''اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے''(83)

سوال:﴿رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾''اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوت فیصلہ اور نیک لوگوں کے ساتھ کے لیے دعا کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا﴾''اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما''حکم سے مراد قوت فیصلہ، نبوت، رسالت، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی سمجھ، اللہ تعالیٰ کی حدود کی پہچان اور علم وفہم ہے۔

(2)(i) سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ ہر چیز کو ویسے ہی دیکھوں جیسے وہ حقیقی طور پر ہے۔ وہ کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرنا چاہتے تھے اس لیے اُنہوں نے دُعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا کر دے۔

(ii) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرنا چاہتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا۔

(3)﴿وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾''اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے''یعنی میں دنیا میں بھی نیک لوگوں کے ساتھ رہوں اور آخرت میں بھی مجھے ان کے ساتھ ملا دے۔(ایسر التفاسیر:1050)(4) یعنی مجھے انبیاء اور صالحین کا ساتھ دینا۔

(5) حدیث میں ہے رسول ﷺ نے آخری وقت بھی یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اعلیٰ رفیقوں میں ملا دے تین بار یہی دعا کی۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ کی یہ دعا بھی مروی ہے:﴿اَللّٰهُمَّ أَحْيِنَا مُسْلِمِينَ وَأَمِتْنَا مُسْلِمِينَ وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِينَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مُبَدِّلِينَ﴾یعنی اے اللہ! ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور مسلمانی کی حالت میں موت دے اور نیکوں میں ملا دے۔ درآں حالیکہ نہ رسوائی ہو نہ تبدیلی۔(ابن کثیر:4/40)(6) سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ شعور رکھتے تھے کہ انسان کا دل کسی بھی وقت بُرائی کی طرف مائل ہو سکتا ہے اس لیے وہ نیک لوگوں کا ساتھ چاہتے تھے تاکہ عمل صالح کرنے کے لیے مواقع مل سکیں اور بُرائیوں سے بچ سکیں۔

﴿وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ﴾

''اور میری سچی ناموری پچھلوں میں باقی رکھنا!''(84)

سوال1:﴿وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ﴾''اور میری سچی ناموری پچھلوں میں باقی رکھنا!''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سچی ناموری کے لیے جو دعا کی اس کو رب العزت نے کیسے پورا فرمایا، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ﴾''اور میری سچی ناموری پچھلوں میں باقی رکھنا!''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی کہ بعد میں آنے والے میرا ذکر اچھے انداز میں کرتے رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں آنے والے اسی دین حنیف پر قائم رہیں۔

(2) یعنی مجھے سچی مدح وثنا عطا کر جو ہمیشہ قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور آپ کو علم وحکمت سے سرفراز فرمایا جس کی بنا پر وہ تمام انبیاء ومرسلین پر فضیلت لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیاء ومرسلین کے گروہ میں شامل کیا، آپ کو اپنا محبوب ومقبول بندہ بنایا۔ ہر آن تمام اقوام وملل میں آپ کو عظمت اور مدح وثنا عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (۱۰۸) سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (۱۰۹) كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۱۱۰) إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (۱۱۱)﴾ ''اور ہم نے پچھلوں میں اس کا (ذکر خیر) چھوڑا ہے۔ سلام ہے ابراہیم پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔'' (الصفت:108,111)(تفسیر سعدی:1904,1905/2)

(3) یعنی ایسے نیک اعمال کی توفیق دے کہ قیامت تک آنے والی نسلیں میرا ذکر خیر کرتی رہیں یا آخر زمانہ میں میری نسل سے نبی ہو۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی ان کی نسل سے خاتم الانبیاء علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کی ملت کو عالمگیر قبولیت بخشی کہ یہودی عیسائی مسلمان سب انہیں پیشوا مانتے ہیں اور ان کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ مسلمان تو اپنی ہر نماز میں ﴿كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ اور ﴿كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ پڑھتے ہیں۔ (شوکانی، ابن کثیر)

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ذکر جمیل کے لیے دُعا کی جاسکتی ہے۔

سوال 2: قرآن وحدیث میں طلب وجاہ یعنی عزت کی طلب کو ممنوع اور مذموم قرار دیا گیا جب کہ انبیاء علیہم السلام نے اس کے لیے دعا کی۔ طلب جاہ اور سچی ناموری کی حقیقت کو واضح کریں؟

جواب: (1) قرآن وحدیث میں جہاں طلب جاہ کو ممنوع اور مذموم قرار دیا ہے اس کی مراد وہی دنیوی وجاہت اور اس سے دنیوی منافع حاصل کرنا ہے۔ (2) امام ترمذی ونسائی نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیے جائیں وہ بکریوں ریوڑ کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا دو خصلتیں انسان کے دین کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ ایک مال کی محبت دوسرے اپنے عزت جاہ کی طلب۔ (رواہ الطبرانی عن ابی سعید الخدری)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جاہ ثنا کی محبت انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔ ان تمام روایات سے مراد وہ حب جاہ اور طلب ثناء ہے جو دنیوی مقاصد کے لئے مطلوب ہو یا جس کی خاطر دین میں مداہنت یا کسی گناہ کا ارتکاب کرنا پڑے اور جب یہ صورت نہ ہو تو طلب جاہ مذموم نہیں۔ حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ فِيْ عَيْنِيْ صَغِيْرًا وَّفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا﴾ یعنی یا اللہ مجھے خود اپنی نگاہ میں تو چھوٹا اور حقیر بنا دیجیے اور لوگوں کی نظر میں بڑا بنا دیجیے۔ یہاں بھی لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ نیک اعمال میں میری پیروی کریں۔ اس لئے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص واقع میں صالح اور نیک ہو، لوگوں کی نظر میں نیک بننے کے لئے ریاکاری نہ کرے اس کے لئے لوگوں کی طرف سے مدح وثناء کی محبت مذموم نہیں۔ (معارف القرآن:530/6)

(5)امام غزالی نے فرمایا: کہ دنیا میں عزت وجاہ کی محبت تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔اول یہ کہ اس سے مقصود اپنے آپ کو بڑا اور اس کے بالمقابل دوسرے کو چھوٹا یا حقیر قرار دینا نہ ہو بلکہ آخرت کے فائدہ کے لئے ہو کہ لوگ میرے معتقد ہو کر نیک اعمال میں میری اتباع کریں۔دوسرے یہ کہ جھوٹی ثناخوانی مقصود نہ ہو کہ جو صفت اپنے اندر نہیں ہے لوگوں سے اس کی خواہش رکھے وہ اس صفت اس کی تعریف کریں تیسرے یہ کہ اس کے حاصل کرنے کے لئے کسی گناہ یا دین کے معاملے میں مداہنت اختیار کرنی پڑے۔(معارف القرآن:530/6)

﴿وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ﴾

''اور مجھے نعمت بھری جنت کے وارثوں میں بنا!''(85)

سوال:﴿وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ﴾''اور مجھے نعمت بھری جنت کے وارثوں میں بنا!''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جنت کی وراثت کی جو دعا کی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ﴾''اور مجھے نعمت بھری جنت کے وارثوں میں بنا!''جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جنت کی وراثت کی دعا کی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔

(2)جنت کے وارث اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے اہل ایمان،اہل تقویٰ ہوں گے۔

(3)وارث تو اس لحاظ سے ہوں گے کہ ان کے جد امجد کا اصل مسکن جنت ہی تھا۔اور جنت کے وارث صالحین ہی ہوں گے۔جن کے ساتھ ملانے کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام دعا فرما رہے ہیں۔(تیسیر القرآن:349/3)

(4)نعمتوں بھری جنت کا وارث بننا بڑی قدر و منزلت ہے جس کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔یا اللہ ہم سب کو جنت نعیم کا وارث بنا دینا۔

﴿وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾

''اور میرے باپ کو بخش دے!یقیناوہ گمراہوں میں سے تھا''(86)

سوال:﴿وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾''اور میرے باپ کو بخش دے!یقیناوہ گمراہوں میں سے تھا''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کی مغفرت کے لیے دعا کی جب کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں اس امر کی حقیقت واضح کریں؟

جواب:(1)سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے مغفرت کی دُعا اس دور میں کی تھی جب اُن پر واضح نہیں تھا کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دُعا کرنا جائز نہیں۔بعد میں جب انہیں علم ہوا تو اُنہوں نے اپنے والد سے بے زاری کا اظہار کیا۔﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾''اُس نے کہا:''آپ پر سلام ہو!میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا،یقیناوہ

مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے" (مریم:47)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرٰهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَآ إِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ "اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اُس نے اپنے باپ سے کیا تھا چنانچہ جب اُس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا، بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا" (التوبہ:114)

﴿وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ﴾

"اور مجھے اُس دن رُسوا نہ کرنا جب لوگ اُٹھائے جائیں گے" (87)

سوال: ﴿وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ﴾ "اور مجھے اُس دن رُسوا نہ کرنا جب لوگ اُٹھائے جائیں گے" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آخرت کی رسوائی سے بچنے کی جو دعا کی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُخْزِنِي﴾ "اور مجھے رُسوا نہ کرنا" ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میری لغزشوں پر زجر و توبیخ سے مجھے رسوا نہ کرنا۔

(2) ﴿يَوْمَ يُبْعَثُونَ﴾ "اس دن جب لوگ اُٹھائے جائیں گے" یعنی قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنا اس دن مجھے سعادت مند بنا دینا۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو موت کے بعد اُٹھائے جانے والے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندہ ہونے کا خوف تھا کہ تمام مخلوق کے سامنے میرا مؤاخذہ کرے کہیں مجھے عذاب سے دوچار نہ کر دیا جائے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے تو آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہو گا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے کہ کیا میں نے (دنیا میں) تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ ان کا باپ آزر کہے گا، آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے، اے اللہ! تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا تو اس سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہو گی کہ آج میرا والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر (ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دینے کے لئے) کہا جائے گا، اے ابراہیم! تمہارے پاؤں کے نیچے کیا چیز ہے؟ ابراہیم علیہ السلام (نیچے نظر کریں گے تو) دیکھیں گے کہ نجاست میں لتھڑا ہوا ایک بجو ہے، چنانچہ اس کو پاؤں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری:3350)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے والد (آذر) کو قیامت کے دن گرد آلود کالا کلوٹا دیکھیں گے۔ (بخاری:4768)

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ﴾

''جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ ہی بیٹے'' (88)

سوال: ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ﴾ ''جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ ہی بیٹے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یقین تھا قیامت کے دن فدیہ قبول نہیں ہوگا۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ﴾ ''جس دن'' یعنی قیامت کے دن۔ (2) ﴿لَا يَنْفَعُ﴾ ''نہ کام آئے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکیں گے۔

(3) ﴿مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ﴾ ''مال اور نہ بیٹے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دُنیاوی طور پر سب سے زیادہ اہمیت کی حامل دو چیزوں کا حوالہ دیا کہ مال اور بیٹے کوئی نفع نہ دیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (۱۰۱)﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' (المومنون:101)

(5) قیامت کے دن ایمان، اخلاص، توحید اور شرک سے بے زاری کام آئے گی۔ (مختصر ابن کثیر:2/1398)

﴿اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾

''مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے گا'' (89)

سوال: ﴿اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ''مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے گا'' قلب سلیم سے کیا مراد ہے؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ''مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے گا'' جو اللہ تعالیٰ کے پاس بے عیب دل، قلب سلیم لے کر آئے گا اس کی نجات ہوگی ایسا دل مومن کا ہوتا ہے کیونکہ کافروں اور منافقوں کے دل بیمار اور عیب دار ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''ان کے دلوں میں ہی ایک بیماری ہے'' (البقرہ:10) (مختصر ابن کثیر:2/1398)

(2) قلب سلیم سے مراد سلامت دل ہے۔ (i) جو شرک سے، کفر سے، گمراہی سے، سلامت ہو۔ (ii) جو نفاق، بغض، حسد اور بدگمانی سے پاک ہو۔ (iii) جو بدعات سے پاک ہو۔ (iv) جو دُنیا کی مال و متاع کی محبت سے پاک ہو۔ (v) جو مفادات سے پاک ہو۔ (vi) جو انحرافات سے پاک ہو۔ (vii) جو خواہشات سے پاک ہو۔

(3) یعنی اخلاص، علم، یقین اور خیر کی محبت جیسی صفات سے ان کا دل مزین ہے۔ اس کا ارادہ اور محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اس کی

خواہشات اللہ تعالیٰ کی شریعت کے تابع ہوں۔ (تفسیر سعدی:2/1905)

(4) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سونے چاندی کی مذمت اترنے پر عرض کیا کہ اگر ہم جانتے کہ کون سا مال بہتر ہے تو اسی کو جمع کرتے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خدا کو یاد کرنے والی زبان، اس کا شکر ادا کرنے والا دل اور آدمی کے ایمان میں مدد کرنے والی ایماندار بیوی بہتر مال ہیں۔'' (جامع ترمذی:3094)

(5) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ان اللہ تعالیٰ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم﴾ ''اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے مالوں کو وہ دیکھتا ہے دلوں کو اور تمہارے عملوں کو'' (مسلم)

(6) انسان کے پاس سب سے برگزیدہ چیز اس کا دل ہوتا ہے ایمان یہیں ہوتا ہے اور اس کے نتائج یہیں سے برآمد ہوتے ہیں اس لیے سب سے زیادہ فکر دل کی صفائی اور حسن و جمال کی ہونی چاہیے۔ اس کو توبہ سے دھونا، استغفار سے مانجھنا، رجوع الی اللہ کی چادر پہنانا، توحید سے آراستہ کرنا، عزم الامور کی عبا پہنانا، خشیت کا سنگھار کرنا اور محبت کی خوشبو لگانی ضروری ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ انسانوں کے قلوب کو جانتا ہے اس لیے بندے کو دیکھنا چاہیے کہ دلوں میں جو چیز دیکھنے والی ہے وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

(8) نیکی اور بدی کا اصل مقام دل ہے اگر دل میں نیکی اور بدی کا اصل مقام دل ہے اگر دل میں نیکی ہو اعضا سے جھلکتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿الا ان فی الجسد مضغة، اذا صلحت صلح الجسد کله، واذا فسدت فسد الجسد کله، الا وهی القلب﴾ ''خبردار رہو! بے شک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اگر صالح ہو تو پورا جسم صالح ہوتا ہے، اور اگر وہ فاسد ہو تو پورا جسم فاسد ہوتا ہے۔ خبردار رہو یہ دل ہے۔'' (بخاری و مسلم) اگر دل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی گھر کر لے تو آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں اسی جانب اپنا رخ کر لیں گے۔

﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور جنت متقی لوگوں کے قریب لائی جائے گی'' (90)

سوال: ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور جنت متقی لوگوں کے قریب لائی جائے گی'' اہل تقویٰ کے لیے جنت بنا سنوار کر قریب کی جائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے اس عظیم دن میں اہل تقویٰ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کرتے ہیں۔

(2) اہل تقویٰ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جنت ہی کے لیے عمل کرتے رہے اس لیے جنت اس دن ان کے قریب کردی جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (۳۱) هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (۳۲) مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ (۳۳) ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (۳۴)﴾ ''اور جنت پرہیز گاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی۔ یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا، بڑی حفاظت کرنے والا ہو۔ جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنیوالا دل لایا۔ (ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔ یہی اَبدی زندگی کا دن ہے۔'' (ق:31,34)

﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ﴾

''اور جہنم بہکے ہوئے لوگوں پر ظاہر کردی جائے گی'' (91)

سوال: ﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ﴾ ''اور جہنم بہکے ہوئے لوگوں پر ظاہر کردی جائے گی'' گمراہوں کے سامنے جہنم کیسے ظاہر کر دی جائے گی، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ﴾ ''اور جہنم لوگوں پر ظاہر کردی جائے گی'' اس دن جہنم کا پردہ کھول دیا جائے گا۔

(2) ﴿لِلْغٰوِيْنَ﴾ ''بہکے ہوئے'' جو رسولوں کو جھٹلاتے رہے، جنہوں نے حرام کام کیے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں ان کے سامنے جہنم ظاہر کردی جائے گی۔ اس سے حجاب اٹھا دیا جائے گا۔ پھر اس سے ایک گردن نکلے گی جو ایسی خوفناک آواز سے گرجے گی جس سے کلیجے منہ کو آجائیں گے۔ پھر جہنم والوں سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا۔ کہاں ہیں تمہارے جھوٹے معبود جن کی تم دنیا میں عبادت کرتے تھے اور سچے معبود کو جو اللہ تعالیٰ ہے چھوڑ بیٹھے تھے۔ کیا آج وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں اور تمہاری طرف سے کچھ انتقام، بدلہ لینے پر قادر ہیں۔ افسوس آج ان میں سے کوئی بھی تمہارے کام نہ آئے گا۔ وہ تو اپنے آپ ہی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ چھڑا سکے گا۔ چہ جائیکہ تمہارے کام آئے۔ تم اور تمہارے معبود جہنم کا ایندھن ہیں۔ سب اس میں جھونک دیئے جائیں گے آج سب کے سب جہنم میں اوندھے لٹکا دیئے جائیں گے۔ اور سب اوپر تلے اس میں جھونک دیئے جائیں گے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1399)

﴿وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾

''اور اُن سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے؟'' (92)

سوال: ﴿وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور اُن سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقِيْلَ لَهُمْ﴾''اور اُن سے کہا جائے گا''یعنی قیامت کے دن غیر اللہ کے پجاریوں سے پوچھا جائے گا۔
(2)﴿اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾''کہ وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے؟''یعنی کہاں ہیں تمہارے جھوٹے معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے۔

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں''(93)

سوال:﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ کے سوا کیا''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو وہ پوجتے تھے۔
(2)﴿هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾''کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں''بتوں کے بارے میں لوگوں کا یہ خام خیال ہے کہ وہ نفع پہنچانے اور نقصان دینے میں قدرت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہاں نفع ونقصان پر ان کی بے اختیاری کو آخرت کے منظر میں رکھ کر سمجھایا ہے تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ یہاں بتوں کی مدد سے مراد عذاب کو ٹال دینے کے لیے مدد ہے۔ بتوں کے بچاؤ سے مراد اُن کا خود اپنی ذات کو عذاب سے بچا لینا ہے۔
(3) ثقہ تابعی مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میرے پاس ایک پتھر تھا، جسے ہم نے اپنے ہاتھ سے تراشا تھا اور جس کی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتا تھا، میں خالص وعمدہ دودھ لے کر آتا، جو میرے نزدیک سب سے زیادہ قیمتی ہوتا تھا اور اس بت پر بہا دیتا، پھر کتا آتا اور (مزے لے کر) اسے چاٹ لیتا اور پھر وہیں ٹانگ اٹھا کر پیشاب کر دیتا۔ (مسند احمد:15510)

﴿فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ﴾

''پھر وہ اور بہکے ہوئے لوگ بھی اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے''(94)

سوال:﴿فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ﴾''پھر وہ اور بہکے ہوئے لوگ بھی اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا﴾''پھر اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے''یعنی انہیں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا۔
(2)﴿كُبْكِبُوْا﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ترجمہ کیا''دوزخ میں ان کو اکٹھا کر دیا جائے گا''۔ مجاہد رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا''اوندھے منہ گرا دیا

جائے گا''۔مقاتل رحمہ اللہ نے کہا''پھینک دیا جائے گا''۔زجاج رحمہ اللہ نے کہا''ایک دوسرے پر ڈال دیا جائے گا''قتیبی رحمہ اللہ نے کہا''سر کے بل ڈال دیئے جائیں گے''۔(تفسیر مظہری:8/355)

(3)اہل دوزخ کو دوزخ میں پھینکنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے ایک دوزخی کو اوندھے منہ دوزخ میں پھینکا جائے گا،اوپر سے دوسرے کو،پھر اوپر سے تیسرے کو،گویا ان کو دوزخ میں اس بیدردی سے پھینکا جائے گا جیسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کو پھینکا جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:3/350,351)

(4)﴿هُمْ﴾''وہ لوگ''یعنی جھوٹے معبود جن کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔

(5)﴿وَالْغَاوٗنَ﴾''اور بہکے ہوئے''اور ان لوگوں کو بھی جو ان کی عبادت کر کے گمراہ ہو گئے۔

﴿وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ﴾

''اور ابلیس کے لشکر سب کے سب''(95)

سوال:﴿وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ﴾''اور ابلیس کے لشکر سب کے سب''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ﴾''اور ابلیس کے لشکر''ابلیس کی اطاعت کرنے والے مراد ہیں خواہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔

(2)﴿اَجْمَعُوْنَ﴾''سب کے سب''اول سے آخر تک تمام شیطانی لشکروں کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔(مختصر ابن کثیر:2/1399)

(3)یعنی شیاطین جن وانس،جنہیں ابلیس گناہوں پر اکسایا کرتا تھا،ان کے شرک اور عدم ایمان کی وجہ سے ان پر مسلط ہو گیا تھا اور یہ جن وانس اس کے داعی بن کر اس کو راضی کرنے کے لیے تگ ودو کیا کرتے تھے۔جہنم میں جھونکے جانے والے یہ تمام لوگ یا تو ابلیس کی اطاعت کی طرف دعوت دیتے تھے یا وہ لوگ تھے جو اس دعوت پر لبیک کہتے تھے اور ان کے شرک میں ان کی تقلید کرتے تھے۔(تفسیر سعدی:2/1906)

(4)دوزخ میں پھینکے جانے والے لوگ تین طرح کے ہوں گے۔ایک مشرک لوگ۔اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والے۔دوسرے ان کے معبود۔خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان،تاکہ مشرکوں کی حسرت میں مزید اضافہ ہو۔تیسرے ابلیس کے لشکر جو ان کی گمراہیوں کا اصل سبب بنے تھے۔(تیسیر القرآن:3/350,351)

﴿قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ﴾

''وہ کہیں گے اور وہ سب اس میں باہم جھگڑیں گے''(96)

سوال:﴿قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ﴾''وہ کہیں گے اور وہ سب اس میں باہم جھگڑیں گے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''وہ کہیں گے''یعنی ابلیس کے لشکر ان بتوں سے کہیں گے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔

(2)﴿وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ﴾''اور وہ سب اس میں باہم جھگڑیں گے''جہنم میں گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے آپس میں

جھگڑے کریں گے۔

﴿تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ ہم کھلی گمراہی میں تھے'' (97)

سوال: ﴿تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ ہم کھلی گمراہی میں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَاللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی قسم'' گمراہ ہونے والے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر پورے یقین سے کہیں گے۔

(2) ﴿اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلاشبہ ہم کھلی گمراہی میں تھے'' ہم صاف اور کھلی گمراہی میں تھے یعنی جب تمہاری اطاعت کرتے تھے تو یہ گمراہی تھی۔

(3) یعنی عبادت، محبت، خوف اور رجاء میں ہم تمہیں رب کائنات کے برابر ٹھہرایا کرتے تھے اور تمہیں بھی ویسے ہی پکارتے تھے۔ جیسے رب تعالیٰ کو پکارتے تھے تب ان پر ان کی گمراہی عیاں ہو جائے گی اور اپنی سزا میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ سزا برمحل ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1906)

﴿اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''جب ہم تمہیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے'' (98)

سوال: ﴿اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جب ہم تمہیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قیامت کے دن لوگ جھوٹے معبودوں کے بارے میں جان لیں گے کہ ان کے پاس خدائی کے اختیارات نہیں تھے۔

(2) ﴿اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جب ہم تمہیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے'' یعنی وہ تو تراشیدہ پتھر یا بے اختیار لوگ تھے جن کو ہم رب العالمین کے برابر درجہ دیتے رہے۔ (3) وہ تخلیق میں نہیں عبادت میں بتوں کو جہانوں کے بادشاہ کا ہم پلہ قرار دیتے تھے۔

﴿وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ﴾

''اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر اُن مجرموں نے ہی'' (99)

سوال: ﴿وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر اُن مجرموں نے ہی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَضَلَّنَآ﴾ ''اور ہمیں گمراہ نہیں کیا'' قیامت کے دن اپنے راہ نماؤں کے بارے میں لوگ یہ جان جائیں گے کہ ان ہی مجرموں نے ہمیں گمراہ کیا تھا جن کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ ہمیں رب سے دور لے جانے والے گمراہ کرنے والے

ہیں۔حشر کے میدان میں ان کا جرم کھل جائے گا۔

(2)﴿اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ﴾''مگر اُن مجرموں نے ہی''یہاں مجرموں سے مراد جھوٹے لیڈر اور راہنما ہیں۔

(3)رب العزت نے اسی کی وضاحت فرمائی ہے:﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا﴾''اور کہیں گے: ''اے ہمارے رب!یقیناہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔''(الاحزاب:67)

﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ﴾

''پس اب ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والوں میں سے نہیں''(100)

سوال:﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ﴾''پس اب ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والوں میں سے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا لَنَا﴾''پس اب ہمارے لیے''حشر کے میدان میں انسان کہیں گے کہ اب ہمارے لیے کوئی سفارش نہیں ہے۔

(2)﴿مِنْ شَافِعِيْنَ﴾''کوئی سفارش کرنے والوں میں سے نہیں''یعنی کوئی ہماری سفارش کر کے ہمیں Defend کر کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہے۔(3)یہ اعتراف قیامت کے حالات کی شدت کا پتہ دیتا ہے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاۗءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾''نہیں وہ انتظار کرتے مگر اس کے انجام کا جس دن اس کا انجام آجائے گا،جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اُسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناحق لائے تھے تو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں؟ یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے یقیناانہوں نے اپنی جانوں کو ہی خسارے میں ڈالا اور اُن سے گم ہو گیا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے۔''(الاعراف:53)

(5)﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۭ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾''اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی،جس کی بات مانی جائے۔''(المومن:18)

(6)﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـــًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ﴾''جس دن کسی جان کو کسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہوگا اور اُس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا۔''(الانفطار:19)

(7)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا مقام قدید یا عسفان میں انتقال ہو گیا تو آپ نے

فرمایا: کریب دیکھو اس کے لیے کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں؟ میں نکلا تو لوگ جمع ہو چکے تھے۔ میں نے ان اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا: تمہارے اندازے میں وہ چالیس ہیں؟ فرماتے ہیں: جی ہاں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میت نکال لاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اگر کوئی مسلمان مرد فوت ہو جائے اس کے جنازہ پر چالیس ایسے آدمی شریک ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش اس میت کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔'' (مسلم:2199)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے لے ایک دعا ہوتی ہے۔ جو ضرور قبول کی جاتی ہے تو ہر نبی نے جلدی کی کہ اپنی اس دعا کو (دنیا ہی میں) مانگ لیا ہے اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے سنبھال رکھا ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو میری شفاعت میری امت کے ہر اس آدمی کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرگیا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (صحیح مسلم:491)

﴿وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ﴾

''اور نہ کوئی گرم جوش دوست ہے'' (101)

سوال: ﴿وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ﴾ ''اور نہ کوئی گرم جوش دوست ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا صَدِيْقٍ﴾ ''اور نہ کوئی دوست'' یعنی کوئی ہمارا قریبی دوست نہیں ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا لے۔

(2) ﴿حَمِيْمٍ﴾ ''گرم جوش'' حشر کے میدان میں انسان پر یہ کھل جائے گا کہ کوئی جگری دوست کام آنے والا نہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔'' (الزخرف:67)

﴿فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''تو کاش کہ واقعی ایک دفعہ ہماری واپسی ہو تو ہم مؤمنوں میں سے بن جائیں گے'' (102)

سوال: ﴿فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو کاش کہ واقعی ایک دفعہ ہماری واپسی ہو تو ہم مؤمنوں میں سے بن جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً﴾ ''تو کاش کہ واقعی ایک دفعہ ہماری واپسی ہو تو'' حشر کے میدان میں حقیقت کھل جانے کے بعد یہ تمنا ہو گی کہ کاش ایک بار لوٹ جانا مل جائے تو ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں۔ (2) یعنی دنیا کی طرف پلٹنا اور لوٹنا ہو۔

(3) ﴿فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ہم مؤمنوں میں سے بن جائیں گے'' یعنی ایک بار دنیا میں جانا مل جائے تو مومن بن جائیں گے،

نیک اعمال کریں گے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾

''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں''(103)

سوال: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعے میں نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(2) ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' یعنی نشانیاں آنے کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے''(104)

سوال: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعے سے یہ ثابت کیا گیا کہ رب العالمین کا ہی غلبہ ہے اور وہی رحمتوں والا ہے وہ چاہے تو انکار اور گستاخیوں پر بھی پکڑے، مہلت نہ دے لیکن وہ اپنی رحمت کی وجہ سے موقع دیتا ہے۔

رکوع نمبر 10

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِالْمُرْسَلِیْنَ﴾

''نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا''(105)

سوال: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِالْمُرْسَلِیْنَ﴾ ''نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی تکذیب کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ ِالْمُرْسَلِيْنَ﴾''نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا''اللہ رب العزت نے اپنے بندے اور رسول کی طرف سے بیان فرمایا ہے کہ کس طرح سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کو جھٹلایا۔

(2)پچھلی امتوں میں سب سے پہلے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت نمایاں ہوتی ہے جن کا ظہور دریائے دجلہ وفرات کے دوآبہ میں ہوا تھا جو انسانی تمدن کا سب سے عظیم گہوارہ ہے اور جہاں غالباً سب سے پہلے بت پرستی کا ظہور ہوا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی جمعیت اپنی ابتدائی اور فطرت ہدایت کی راہ پر سے سب سے پہلے گمراہ ہوئی۔(ترجمان القرآن:81/3)

(3)سیدنا نوح علیہ السلام کی تکذیب کو رب العزت نے تمام رسولوں کی تکذیب قرار دیا۔اس لیے کہ سارے رسولوں کی دعوت ایک تھی۔ایک کو جھٹلانا دراصل سبھی کو جھٹلانا ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُن کے بھائی نوح نے اُن سے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟''(106)

سوال:﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''جب اُن کے بھائی نوح نے اُن سے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ﴾''جب اُن کے بھائی نوح نے اُن سے کہا''یعنی جب ان کے نسبی بھائی نوح نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟''یعنی کیا تم بتوں کی عبادت سے نہیں بچو گے؟کیا تم اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی عبادت کو خالص نہیں کرو گے۔

(3)سیدنا نوح علیہ السلام کا تعلق اسی قوم سے تھا۔سیدنا نوح علیہ السلام نے برادرانہ خیر خواہی سے انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرایا۔لیکن ان کی قوم اخوت کے تقاضے کے مطابق نہ ایمان لائی،نہ تصدیق کی،نہ ان پر بھائی کی باتوں کا کوئی اثر ہوا،نہ اُنہوں نے بھائی کے ساتھ رواداری برتی۔

﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں''(107)

سوال:﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں''سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کے سامنے یہ وضاحت اس لیے کی کہ انہیں یقین آجائے کہ میں جو بات کر رہا ہوں وہ ایک پیغام ہے۔اس کے پہنچانے میں نہ کمی کر رہا ہوں نہ اضافہ،نہ دھوکہ دے رہا

ہوں، نہ کچھ چھپا رہا ہوں، یہ پیغام امانت ہے اور پہنچانے والا رسول امین ہے۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام نے کہا میں امین رسول ہوں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں گھڑ رہا نہ وحی میں کمی بیشی کر رہا ہوں لہٰذا آپ میری اطاعت کریں۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (108)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کے خوف کی دعوت دے کر اپنی اطاعت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

(2) ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' یعنی میں جس چیز سے تمہیں روکتا ہوں اور جس کا حکم دیتا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خطبہ سنانے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثنا بیان کی، پھر دجال کا ذکر بیان فرمایا اور پھر فرمایا کہ ''میں تمہیں دجال کے فتنے سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو اس سے نہ ڈرایا ہو۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں کہ کسی نبی نے بھی اپنی قوم کو نہیں بتائی تھی تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے۔'' (صحیح بخاری: 3337)

﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا بلاشبہ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' (109)

سوال: ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا بلاشبہ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا کہ آپ لوگوں کو اس کے لیے تکلیف اٹھانی پڑے۔

(2) ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ بلاشبہ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' میرا صلہ تو مجھے میرا رب دے گا جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے میں تو بے لوث تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔

(3) اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید باندھنے والوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، یقیناً میرا اجر جہانوں کے رب کے ذمے ہے۔'' (الشعراء: 180)

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''(110)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ کی دعوت دی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کریں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے سے رک جائیں۔

(2)﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر میری اطاعت کرو، میری نصیحت کو مان جاؤ۔

﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں''(111)

سوال: ﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْٓا﴾ ''اُنہوں نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا۔

(2)﴿اَنُؤْمِنُ لَكَ﴾ ''کیا ہم تجھے مان لیں'' یعنی ہم تمہاری بات کیسے مان سکتے ہیں؟ تم پر کیسے ایمان لا سکتے ہیں۔

(3)﴿وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ ''حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں''(i) اَرْذَلُوْن سے مراد مال اور عزت نہ رکھنے والے لوگ ہیں۔(ii) جو لوگ دولت نہ رکھنے کی وجہ سے معاشرے میں کمتر سمجھے جاتے ہیں۔(iii) جو لوگ حقیر پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(4) یعنی تمہاری پیروی تو معاشرے کے گرے پڑے لوگوں نے کی ہے۔ان کی باتوں سے ان کی جہالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ان کا مقصد حق کی تلاش نہیں تھا۔

(5) سیدنا نوح علیہ السلام کی پیروی کرنے والے اعلیٰ درجے کے انسانی اوصاف کے حامل تھے۔وہ اپنی عقل وحکمت اور اپنے اخلاق میں اعلیٰ درجے پر تھے۔

(6) اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ایک یہ کہ ہر نبی کی دعوت کی مخالفت کرنے والے ہمیشہ وہی لوگ ہوتے ہیں جن کا معاشرہ میں کچھ اثر ورسوخ ہوتا ہے۔جنہیں عموماً چودھری، اشراف یا شیوخ کہا جاتا ہے اور قرآن ان کا ذکر ملا اور مترفین کے الفاظ میں کرتا ہے۔اور یہ لوگ انبیاء کی مخالفت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں نبی پر ایمان لانے کی صورت میں مطاع کے بجائے مطیع بننا پڑتا ہے۔دوسری بات یہ کہ یہ اشراف اس بات میں اپنی ہتک اور توہین سمجھتے ہیں کہ ہم ایمان لا کر خود کو بھی ان کمینہ اور حقیر لوگوں میں شامل ہو کر ان میں برابر کی سطح پر آ

جائیں۔(تیسیر القرآن:353/3)

﴿قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾

''نوح نے کہا:''اور مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں''(112)

سوال:﴿قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾''نوح نے کہا:''اور مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''نوح نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے فرمایا۔

(2)﴿وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾''اور مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں'' مجھے کیا خبر اس سے پہلے وہ کیا کرتے رہے ہیں؟ میں نہ تو اُن کے حسب ونسب کے بارے میں جانتا ہوں، نہ ان کی پیشوں کے بارے میں جاننا میرا فرض ہے۔

(3) مجھے تو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتانے سے غرض ہے نہ کہ ان کے پیشوں سے۔وہ جو پیشہ بھی اختیار کریں اگر وہ جائز ہے تو اپنے ایمان دار ہونے کی وجہ سے ان مغرور مالداروں سے افضل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر تلے ہوئے ہیں۔یا مطلب یہ ہے کہ میں کیا جانوں کہ ان کے عمل کیسے ہیں۔مجھے تو ظاہری ایمان کو دیکھنا ہے ان کی نیتوں کو اللہ جانتا ہے۔ان کا فیصلہ اس کے سامنے ہوگا۔(شوکانی)

﴿اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ﴾

''اُن کا حساب میرے رب ہی کے ذمہ ہے، کاش تم سمجھتے!''(113)

سوال:﴿اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ﴾''اُن کا حساب میرے رب ہی کے ذمہ ہے، کاش تم سمجھتے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ﴾''اُن کا حساب میرے رب ہی کے ذمہ ہے''یعنی ان کے اعمال کا حساب تو میرے رب کے ذمے ہے۔

(2)﴿لَوْ تَشْعُرُوْنَ﴾''کاش تم سمجھتے!'' کاش تمہیں سمجھ آجاتی کہ میرا فرض اللہ تعالیٰ کا پیغام دینا اور تمہارا فرض اسے قبول کرنا ہے۔اب اگر تم میری دعوت کو حق کے طور پر پہنچانتے ہو تو سر جھکا دو۔باقی ہر عمل کا اللہ تعالیٰ خود ذمہ دار ہے۔

﴿وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''اور میں ایمان والوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں''(114)

سوال: ﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور میں ایمان والوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور میں ایمان والوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں' سیدنا نوح علیہ السلام سے ان کی قوم نے مطالبہ کیا تھا کہ ایمان والوں کو دھتکار دیں، رزیل لوگوں کو دور کر دیں تو ہم آپ کا دین قبول کر لیں گے۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ایمان والوں کو دور نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ وہ توہین کے نہیں عزت و تکریم کے مستحق ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں، اُن کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے، کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں، پس آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الانعام:52)

(4) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ آدمی نبی ﷺ کیساتھ تھے تو مشرک لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا: آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تو یہ ہم پر جرأت نہیں کر سکیں گے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان لوگوں میں) میں اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ہذیل کا ایک آدمی اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور دو آدمی جن کا نام میں نہیں جانتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے دل میں جو اللہ نے چاہا واقع ہوا اور آپ ﷺ نے اپنے دل میں ہی باتیں کیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''ان لوگوں کو دور نہ کرو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ (صحیح مسلم:6241)

﴿اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''میں تو صرف کھلا ڈرانے والا ہوں'' (115)

سوال: ﴿اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''میں تو صرف کھلا ڈرانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ اَنَا﴾ ''میں تو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ میں تو ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔

(2) ﴿اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''صرف کھلا ڈرانے والا ہوں'' میرا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ اور میں ایمان لانے کے سوا کسی چیز کا مطالبہ بھی نہیں کرتا۔ جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر میری اطاعت کرے گا وہ دُنیا کی نظروں میں خواہ کچھ بھی ہو، وہ میرا ہے اور میں اُس کا ہوں کیونکہ میں نذیر مبین ہوں۔

﴿قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''اے نوح! یقیناً اگر تم باز نہیں آؤ گے تو یقیناً ضرور تم سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' (116)

سوال:﴿قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴾''انہوں نے کہا:''اے نوح!یقیناً اگر تم باز نہیں آؤ گے تو یقیناً ضرور تم سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''انہوں نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی دن رات کی دعوت وتبلیغ کے جواب میں قوم نوح علیہ السلام نے کہا۔

(2)﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ﴾''اے نوح!یقیناً اگر تم باز نہیں آؤ گے''یعنی اے نوح علیہ السلام!اگر تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے سے باز نہ آیا۔

(3)﴿لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴾''تو یقیناً ضرور تم سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے''یعنی ہم تجھے سنگسار کر دیں گے،پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔(نعوذ باللہ)

(4)انہوں نے ایک خیر خواہ اور امانت دار نبی کو قتل کی دھمکی دی جو ان کے لیے باپ سے بڑھ کر شفیق اور مہربان ہے۔اس پر سیدنا نوح علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی جس نے ان سب کو گھیر لیا۔﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾''اے میرے رب!تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔''(نوح:26)

﴿قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ﴾

''نوح نے کہا:''اے میرے رب!یقیناً میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا''(117)

سوال:﴿قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ﴾''نوح نے کہا:''اے میرے رب!یقیناً میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''نوح نے کہا:'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا۔

(2)﴿رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ﴾''اے میرے رب!یقیناً میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کی بداخلاقی اور منہ موڑنے کا گلہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے،کھلا فیصلہ اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں،انہیں نجات دے''(118)

سوال:﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے،کھلا فیصلہ اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں،انہیں نجات دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ﴾''چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے''یعنی ہم میں سے جو زیادتی کا مرتکب ہے اسے ہلاک کر دے۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام نے دعا کی جو رب العزت نے قبول فرمائی ﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ ''تو اُس نے اپنے رب کو پکارا: ''میں بے بس ہوں سو تو بدلہ لے لے!'' (القمر:10)

(3) ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔'' (المومنون:26)

(4) ﴿وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی نُوْحٍ اَنْ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (۲۷)﴾ ''اور نوح کو وحی کی گئی کہ یقیناً تمہاری قوم میں سے اب کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر یقیناً جو ایمان لا چکا، چنانچہ آپ ان کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں۔ اور ہماری وحی کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کشتی بنائیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے بات نہ کریں، بے شک وہ سب غرق کیے جانے والے ہیں۔'' (ہود:36,37)

(5) ﴿وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں، انہیں نجات دے'' سیدنا نوح علیہ السلام نے رب سے دُعا کی کہ اے میرے رب ! میرے اور میری قوم کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دے مجھے اور میرے ساتھ جو لوگ ایمان لائے ہیں انہیں نجات دے دے۔ ﴿حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ﴾ حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور اُبل پڑا، ہم نے کہا اس کشتی میں ہر چیز کا جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق پہلے بات ہو چکی اور انہیں بھی (سوار کر لو) جو ایمان لائے ہیں اور اس پر تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔'' (ہود:40)

﴿فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾

''پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں نجات دی'' (119)

سوال: ﴿فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ﴾ ''پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو نجات دی'' اللہ رب العزت نے نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو نجات عطا فرمائی، انہیں غرق ہونے سے بچا لیا۔

(2) ﴿فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''ایک بھری ہوئی کشتی میں'' وہ کشتی جو مخلوق اور حیوانات سے بھری ہوئی تھی جن پر سیدنا نوح علیہ السلام نے ہر

جانور کا ایک ایک جوڑا سوار کیا تھا۔

﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ﴾

''پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا'' (120)

سوال: ﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ﴾ ''پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ﴾ ''پھر اس کے بعد ہم نے غرق کر دیا'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور ان اہل ایمان کے بعد جو ان کے ساتھ تھے۔ (2) ﴿الْبٰقِیْنَ﴾ ''باقی لوگوں کو'' تمام مخالفوں اور نہ ماننے والوں کو ڈبو دیا۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم میں سے ان پر ایمان نہ لانے والوں کو غرق کر دیا گیا۔ اس میں ان کی بیوی اور بیٹا بھی شامل تھے۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾

''بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں'' (121)

سوال: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ﴾ ''بلاشبہ اس میں'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی نجات اور جھٹلانے والوں کی ہلاکت میں۔

(2) ﴿لَاٰیَةً﴾ ''ایک نشانی ہے'' اس واقعے میں نشانی ہے کہ اس دنیا میں نجات سچے اہل ایمان کے لیے ہے اور باقی لوگوں کے لیے ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

(3) ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں'' یعنی اس واقعہ میں سیدنا نوح علیہ السلام کی صداقت کی زبردست دلیل ہے مگر پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہی رہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1402/2)

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

''اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (122)

سوال: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب'' یقیناً آپ کا رب جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(2) ﴿لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' قوم نوح علیہ السلام کے واقعے سے اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ

العزیز ہے وہ جباروں اور سرکشوں پر غلبہ رکھتا ہے۔اس کے ایک حکم پر اس کے پانی نے سرکشوں پر غلبہ پالیا۔اس واقعے سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم کو ثابت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایک وقت تک مہلت دیتا ہے کیونکہ وہ رحم کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ رحیم ہے کیونکہ وہ ایمان والوں کو نجات عطا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ رحیم ہے کیونکہ وہ کافروں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

(3) جو اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر اپنے دشمنوں پر غالب ہے اور اس نے ان کو طوفان کے ذریعے سے غرق کر دیا۔﴿الرَّحِیْمُ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' یعنی وہ اپنے اولیا پر بہت مہربان ہے اس نے سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ اہل ایمان کو نجات دی۔(تفسیر سعدی:1911/2)

رکوع نمبر:11

﴿كَذَّبَتْ عَادُ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''عاد نے رسولوں کو جھٹلایا''(123)

سوال:﴿كَذَّبَتْ عَادُ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''عاد نے رسولوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ عَادُ﴾ ''عاد نے جھٹلایا'' یعنی عاد قبیلے نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔

(2) عاد ان کے جد اعلیٰ کا نام تھا اس لیے اس قوم کا نام عاد پڑ گیا۔

(3) قوم نوح علیہ السلام کے بعد جس قوم نے دنیا میں ناموری اور سربلندی حاصل کی وہ یہی قوم عاد تھی جسے عاد اولیٰ بھی کہتے ہیں۔یہ قوم اللہ کی ہستی کی تو قائل تھی مگر شرک میں بری طرح مبتلا تھی۔اس کا اصل وطن احقاف تھا۔یہ قوم بڑی قد آور،مضبوط اور سرکش تھی۔اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔اس قوم کا زمانہ عروج اڑھائی ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ تھا۔(تیسیر القرآن:354/3)

(4)﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''رسولوں کو'' یعنی ہود علیہ السلام کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ان کا ایک رسول کو جھٹلانا دراصل سب کو جھٹلانا ہے کیونکہ سب رسولوں کی دعوت ایک ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُن کے بھائی ہود نے اُن سے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو''(124)

سوال:﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''جب اُن کے بھائی ہود نے اُن سے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ﴾ ''جب اُن کے بھائی ہود نے اُن سے کہا'' سیدنا ہود علیہ السلام قوم عاد سے تعلق رکھتے تھے اسی اعتبار سے انہیں عاد کا بھائی کہا گیا۔

(2)﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کو خدا خوفی کی دعوت دی۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر شرک اور نافرمانی کے کام کیوں نہیں چھوڑتے۔(3) یعنی اپنے رب سے ڈرو اور شرک نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:1055)

﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں''(125)

سوال:﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں'' سیدنا ہود علیہ السلام نے فرمایا: کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور امانت دار ہوں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا وہی کہتا ہوں جو رب نے حکم دیا ہے۔

(2) یعنی میں اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کی رسالت پر امین ہوں۔(جامع البیان:92/19)

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾

''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''(126)

سوال:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی اپنے رب کا حق ادا کرو۔ اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب سے خوف رکھ کر اس کے روکے سے رک جاؤ۔

(2)﴿وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' میری اطاعت کر کے میرا حق ادا کرو۔

(3) میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میری اطاعت تم پر واجب ہے یہاں تک کہ میں تمہیں وہ سب کچھ پہنچا دوں جو کچھ میں تمہیں دے کر بھیجا گیا ہوں۔

﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے''(127)

سوال:﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' یعنی میں رسالت کے کام پر، اللہ تعالیٰ کا

پیغام پہنچا کر تم سے کوئی اجر نہیں لینا چاہتا۔

(2)﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' میرا اجر تو اس کے ذمے ہے جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا، جس نے میری تربیت کی۔ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے رسالت کا بوجھ اٹھانے پر اجر عطا فرمائے گا۔ جہانوں کا پالنے والا میری کفالت فرمائے گا۔

﴿اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ﴾

''کیا تم ہر اونچے مقام پر لاحاصل ہی ایک یادگار عمارت بنا دیتے ہو'' (128)

سوال: ﴿اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ﴾ ''کیا تم ہر اونچے مقام پر لاحاصل ہی ایک یادگار عمارت بنا دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ﴾ ''کیا تم ہر اونچے مقام پر ہی بنا دیتے ہو'' سیدنا ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم عمارتیں تعمیر کرتے ہو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستوں پر یادگاریں بناتے ہو۔

(2) ریع عام گزرگاہوں اور شاہراہوں کے قریب اونچی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی مقامات پر مضبوط عالیشان، نمایاں اور حیران کن عمارتیں، بلاضرورت بنایا کرتے تھے۔ تاکہ مال و دولت اور قوت کا اظہار ہو، اسی لیے اللہ کے نبی نے انہیں اس فضول کام سے، وقت برباد کرنے سے اور خواہ مخواہ کی محنت سے منع فرمایا کہ ایسی بلاضرورت عمارتوں سے نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت کا۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1403)

(3)﴿اٰیَةً﴾ ''ایک یادگار'' یعنی یادگار۔ (4)﴿تَعْبَثُوْنَ﴾ ''لاحاصل ہی'' یعنی تم بے کار کام کرتے ہو جس کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں۔

(5)(i) قوم ہود علیہ السلام اُونچے مقامات پر عمارتیں تعمیر کرتی تھی یہ عمارتیں رہنے کے لیے نہیں بلکہ سیر و تفریح کے لیے ہوتی تھیں۔

(ii) سیدنا ہود علیہ السلام نے فرمایا: کہ تم ایسی عمارتیں تعمیر کرتے ہو۔ جن کے عبث ہونے میں یعنی بے کار ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ذرا سوچو تو سہی تمہاری دولت، وقت اور صلاحیتیں کس طرح ضائع جا رہی ہیں۔

﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾

''اور تم بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو شاید تم ہمیشہ ہی رہو گے'' (129)

سوال: ﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾ ''اور تم بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو شاید تم ہمیشہ ہی رہو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ﴾''اور تم بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو''مصانع پختہ برجوں اور گنبدوں کو فلک بوس عمارتوں کو اور اونچے اونچے میناروں کو کہا جاتا ہے،حمام کے میناروں کو بھی مصانع کہتے ہیں یعنی تم جو اونچے اونچے مینار بناتے ہو جن کی پختگی اور مضبوطی کا عالم ہی نرالا ہے۔(مختصرابن کثیر:2/1403)(2)﴿لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾''شاید تم ہمیشہ ہی رہو گے''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے۔تمہیں ہمیشگی کی زندگی مل گئی ہے۔(مختصرابن کثیر:2/1403)

(3)(i)بڑے محلات بنانے والے دُنیا کے طبیعی حالات سے اپنے گھر کے اندر رہ کر محفوظ رہنا چاہتے ہیں تا کہ اردگرد کے حالات اثر انداز نہ ہوں۔(ii)بڑے محلات بنانے والے دشمن کے خطرے سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تا کہ وہ ان پر قابو نہ پا سکیں۔

(4)سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کے شعور کو جھنجھوڑا کہ تم ایسے محلات تعمیر کرتے ہو گویا تم ہمیشہ ان ہی میں رہو گے یعنی تمہیں جہان سے جانے کی نہیں محض جینے کی فکر ہے۔

(5)ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو اسنو،لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم کھا نہیں سکتے،تم نے وہ مکانات بنانا شروع کر دیے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونا محال ہیں۔کیا تم بھول گئے ہو تم سے اگلے لوگوں نے بھی جمع جتھا کر کے سنبھال سنبھال کر رکھا تھا۔بڑے اونچے اونچے محلات تعمیر کیے تھے بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکے میں رہ گئے اور ان کی پونجی برباد ہو گئی ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں،عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ہے کوئی ایسا بے وقوف کہ قوم عاد کی میراث کو دو درہموں کے بدلے بھی خریدے۔(ابن کثیر:4/45)

﴿وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ﴾

''اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو بے رحم بن کر پکڑتے ہو''(130)

سوال:﴿وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ﴾''اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو بے رحم بن کر پکڑتے ہو''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا بَطَشْتُمْ﴾''اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو''سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ جب تم کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو۔

(2)﴿بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ﴾''تو بے رحم بن کر پکڑتے ہو''یعنی تم ان پر ظلم کرتے ہو ناحق قوت کا استعمال کرتے ہو۔

(3)یعنی لوگوں کو ناحق قتل کرتے ہو،ان کا مال لوٹ لیتے ہو۔چاہیے تو یہ تھا کہ تم اپنی قوت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگاتے۔اس کی بجائے

انہوں نے تکبر کیا اور نافرمانی کے کاموں میں اپنی قوت کو استعمال کیا۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (131)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جاؤ شرک چھوڑ دو اور اس کے احکامات کی اطاعت کرو۔

(2) ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' میری فرمانبرداری کرو کیونکہ مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(3) میں تمہارا خیر خواہ اور امین ہوں اس لیے میری اطاعت کرو۔

(4) سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کے بُرے اوصاف، اُن کے ظلم اور سرکشی کو سامنے رکھا تو انہیں دوبارہ تقویٰ اور اپنی اطاعت کی دعوت دی۔

﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور اُس ذات سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں اُن چیزوں سے مدد پہنچائی جنہیں تم جانتے ہو'' (132)

سوال: ﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُس ذات سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں اُن چیزوں سے مدد پہنچائی جنہیں تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ﴾ ''اور اُس ذات سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں اُن چیزوں سے مدد پہنچائی'' سیدنا ہود علیہ السلام نے احساس دلایا کہ اللہ تعالیٰ تو وہ ذات ہے جس نے ان چیزوں کے ذریعے سے تمہاری مدد کی ہے۔

(2) ﴿بِمَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''جنہیں تم جانتے ہو'' جن کو تم جانتے ہو لہٰذا اُس سے ڈر جاؤ۔

﴿اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ﴾

''اس نے تمہیں جانوروں اور بیٹوں سے مدد دی ہے'' (133)

سوال: ﴿اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ﴾ ''اس نے تمہیں جانوروں اور بیٹوں سے مدد دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ﴾ ''اس نے تمہیں جانوروں سے مدد دی ہے'' سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کو شعور دلایا کہ رب العزت نے تمہیں جانور عطا کیے ہیں۔

(2) ﴿وَّبَنِيْنَ﴾ ''اور بیٹوں سے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اولاد عطا فرمائی جو بہترین نعمت ہے۔ لہٰذا اس کا شکر ادا کرو۔

﴿وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''اور باغات اور چشموں سے'' (134)

سوال: ﴿وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''اور باغات اور چشموں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''اور باغات اور چشموں سے'' ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو شعور دلایا کہ باغات اور چشمے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیے ہیں لہٰذا اس سے ڈر کر رہو۔ نعمتیں عطا کرنے والا انہیں واپس بھی لے سکتا ہے۔

(2) سیدنا ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد دلایا تا کہ لوگ شکر ادا کریں۔

﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

''یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' (135)

سوال: ﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو خوف دلایا کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔ یہ عذاب دنیا میں بھی آ سکتا ہے اور آخرت کا عذاب تو ٹالے نہیں ٹل سکتا۔

(2) ﴿عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ سے مراد وہ دن بھی ہو سکتا ہے جس دن اس قوم پر عذاب نازل ہوا تھا اور قیامت کے دن کا عذاب بھی اور دونوں قسم کے عذاب بھی۔ (تیسیر القرآن: 356/3)

﴿قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم پر یکساں ہے خواہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ بنو'' (136)

سوال: ﴿قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم پر یکساں ہے خواہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ بنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قوم ہود علیہ السلام کے دل سخت ہو گئے تھے وہ دشمنی اور سرکشی پر اڑے ہوئے تھے اس لیے نصیحت اُن کے دلوں پر اثر نہیں کر رہی تھی اس لیے اُنہوں نے کہا نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے برابر ہے۔

(2)یعنی سب برابر ہے۔یہ سرکشی کی انتہا ہے کہ جب قومیں اس حالت کو پہنچ جاتی ہیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے مواعظ وتذکیر،جن کے سامنے پہاڑوں جیسی ٹھوس چٹانیں بھی پگھل جاتی ہیں اور عقل مندوں کے دل لخت لخت ہوجاتے ہیں،کا وجود اور عدم وجود برابر ہوں تو یہ ظلم اور بدبختی کی آخری حد ہے۔تب ان کی ہدایت کی امید منقطع ہوجاتی ہے۔(تفسیر سعدی:1913/2)

(3)﴿قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾''انہوں نے کہا: ''اے ہود!تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم اپنے معبودوں کو تمہاری بات کی وجہ سے چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں''۔(ہود:53)

﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾

''یہ تو بس پہلے لوگوں کی عادت ہے''(137)

سوال:﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾''یہ تو بس پہلے لوگوں کی عادت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾''یہ تو بس پہلے لوگوں کی عادت ہے''اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے لوگ بھی نصیحتیں کرتے رہتے ہیں لیکن جو کام ہم کر رہے ہیں یہ تو ہوتے چلے آئے ہیں۔(2)یعنی ہم اپنی عادات،روایات اور آبائی دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔

(3)امام بخاری نے﴿خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾میں خلق سے دین مراد لیا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

(4)اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ تو پرانے لوگوں کا مذہب ہے۔موجودہ دور میں ایسے لوگوں کے لیے بنیاد پرست (Fundamental) کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔یعنی وہ لوگ جو اپنے عقیدہ وعمل میں اپنے نبی کی تعلیم پر سختی سے عمل پیرا ہوں اور نئی روشنی یا نئی تہذیب کو پرانی جہالت سمجھتے ہوں۔(تیسیر القرآن:356/3)

﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ﴾

''اور ہم قطعاً عذاب دیے جانے والے نہیں''(138)

سوال:﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ﴾''اور ہم قطعاً عذاب دیے جانے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا ہود کی قوم اپنے آبائی دین پر قائم رہنا چاہتی تھی جس میں آخرت کا انکار بھی شامل تھا اس لیے انہوں نے عذاب میں مبتلا ہونے کا انکار کیا۔(2)یہ ان کی طرف سے قیامت کا انکار تھا۔ان کا خیال تھا کہ جس طرح ہمیں دنیا میں نعمتیں عطا کی گئی ہیں اسی طرح دوسری زندگی میں بھی عطا ہوتی رہیں گی اور ہمیں کبھی عذاب نہیں دیا جائے گا۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾

''پس انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تھا تو ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے اور اُن میں سے
اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں'' (139)

سوال: ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''پس انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تھا تو ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ ''پس انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تھا'' انہوں نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔ جھٹلانا ان کی فطرت بن گیا تھا۔ جس سے انہیں کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ پھر جو عاد تھے وہ زمین میں ناحق ہی بڑے بن بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا وہ قوت میں اُن سے زیادہ ہے؟ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔'' (حم السجدہ:15)

(3) ﴿فَاَهْلَكْنٰهُمْ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا'' یعنی ان کے جھٹلانے اور منہ موڑنے کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝﴾ ''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔'' (الحاقۃ:6,7)

(4) ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ عاد ارم جو ستونوں والے تھے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔'' (الفجر:6,8)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (غزوہ خندق کے موقع پر) پروا ہوا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد پچھوا ہوا سے ہلاک کر دی گئی تھی۔ (بخاری:3343)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: ﴿اَللّٰهُمَّ ! اِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ﴾ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آسمان

پر بادل چھا جاتے تو نبی ﷺ کا چہرہ متغیر ہو جاتا، آپ کبھی باہر تشریف لے جاتے اور کبھی اندر تشریف لاتے، (پریشانی کی حالت میں) کبھی آتے کبھی جاتے، پھر جب بارش نازل ہو جاتی تو آپ کی پریشانی دور ہو جاتی۔ کہتی ہیں کہ میں نے یہ کیفیت محسوس کر کے دریافت کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: عائشہ! (میں ڈرتا ہوں کہ) کہیں (اس قوم کے ساتھ) ایسا نہ ہو، جیسا (قوم عاد کے ساتھ ہوا تھا) قوم عاد نے کہا تھا۔ ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا﴾ ''تو جب انہوں نے اسے بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔'' (الاحقاف:24) (مسلم:899/15)

(7) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ ''بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے'' قوم عاد کی تباہی میں یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو نجات عطا کرتے ہیں اور کافروں کو ہلاک کرتے ہیں۔

(8) ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں'' ان نشانیوں کے باوجود وہ ایمان نہ لائے جو ایمان کا تقاضا کرتی ہیں۔ (تیسیر سعدی:1913,1914/2)

(9) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ آیت: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ (بخاری:3345) (10) اس قوم کے انجام سے بھی یہ ہی نتیجہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ معاندین حق کو اتمام حجت کے بعد نیست و نابود کر دیتا ہے اور اپنے فرماں برداروں کی نجات کی صورت خود ہی پیدا کر دیتا ہے۔ (تیسیر القرآن:357/3)

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (140)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب ہے'' جس نے اپنی قدرت سے طاقتور قوم کے مقابلے میں سیدنا ہود علیہ السلام کی مدد کی اور ان کی قوم کو ہلاک کر ڈالا۔

(2) ﴿الرَّحِيْمُ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سیدنا ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات عطا فرمائی اور کافروں کو ہلاک کیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قوم ہود علیہ السلام کے تذکرے سے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قوم ہود علیہ السلام کے تذکرے سے یہ ثابت کیا ہے کہ

(1)اگرچہ دُنیا میں غلبہ رکھنے والی قوم تھی لیکن اللہ تعالیٰ ہر جبار پر غالب ہے آج دُنیا میں ان کا نام ونشان تک نہیں ہے۔
(2)اللہ تعالیٰ العزیز ہے مومنوں کو نجات عطا کرتا ہے۔(3)اللہ العزیز ہے کہ کافروں کو ہلاکت سے دوچار کرتا ہے۔
(4)اللہ تعالیٰ الرحیم ہے کہ وہ نبی بھیجتا ہے ہدایت کے مواقع عطا کرتا ہے، مہلت دیتا ہے۔
(5)اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مومنوں کو بچالیتا ہے اور کافروں کو ہلاک کردیتا ہے یوں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الرحیم کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر:12

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا''(141)

سوال:﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾''ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ﴾''ثمود نے جھٹلایا'' قوم ثمود حجاز کے شمال میں حجر کے علاقے میں آباد تھی۔ یہ علاقہ خیبر اور تبوک کے درمیان واقع ہے۔

(2)قوم عاد اولیٰ کے بعد یہی قوم ثمود، جسے عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں، نامور ہوئی۔ سب سے پہلے اللہ نے قوم موسیٰ کا ذکر فرمایا، پھر قوم ابراہیم کا، پھر قوم نوح کا، پھر قوم عاد اولیٰ کا اور پانچویں نمبر پر قوم عاد ثانیہ کا ذکر ہے۔ اس قوم کے مسکن کو الحجر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تین چار سو کلومیٹر لمبا اور تقریباً سو کلومیٹر چوڑا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے اور اس راستہ پر واقع ہے جو مدینہ سے تبوک جاتا ہے۔ اس قوم کے رنگ ڈھنگ وہی تھے جو عاد اولیٰ کے تھے۔ اسی طرح کے تنومند، قدآور اور مضبوط جسموں کے مالک تھے۔ اللہ کی ہستی کے قائل ضرور تھے مگر شرک کے امراض میں بری طرح مبتلا تھے۔ بڑی متکبر اور سرکش قوم تھی۔ ان کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اعلیٰ درجہ کے انجینئر اور بہترین قسم کے سنگ تراش تھے۔ وہ اپنے فن کا مظاہرہ یوں کرتے کہ پہاڑوں میں پتھر تراش تراش کے اپنے عالی شان مکان بنالیتے تھے۔ اسی طرح پہاڑوں کے اندر ہی اندر انہوں نے بستیوں کی بستیاں آباد کر رکھی تھیں۔(تیسیر القرآن:357/3)(3)قوم ثمود کو بھی زبردست خوش حالی اور غلبہ حاصل تھا۔

(4)﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾''رسولوں کو جھٹلایا'' قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ سیدنا صالح علیہ السلام کی دعوت اور سارے رسولوں کی دعوت ایک ہے۔ اس طرح سیدنا صالح علیہ السلام کو جھٹلانا گویا سارے رسولوں کو جھٹلانا ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُن سے اُن کے بھائی صالح نے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو''(142)

سوال:﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''جب اُن سے اُن کے بھائی صالح نے کہا:''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ﴾ ''جب اُن سے اُن کے بھائی صالح نے کہا:'' قوم ثمود کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے نسبی بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا سیدنا صالح علیہ السلام نے انہیں خدا خوفی کی دعوت دی۔

(2)﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' یعنی تم اللہ کے عذاب کا خوف رکھ کر شرک اور نافرمانیوں کو نہیں چھوڑتے اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت نہیں کرتے۔

﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' (143)

سوال:﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے رسول ہوں'' سیدنا صالح علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے رسول ہوں مجھے رب العزت نے اپنی رحمت سے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

(2)﴿اَمِیْنٌ﴾ ''امانت دار'' سیدنا صالح علیہ السلام نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دینے والا رسول ہوں اور امانت دار ہوں۔

(3)تم میری امانت کے بارے میں خوب جانتے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کے پیغام میں کمی بیشی کرنے والا نہیں ہوں اس کا تقاضا ہے کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (144)

سوال:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' رب العزت نے بار بار تقویٰ اختیار کرنے اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں امور کی دعوت رسالت کے عظیم مشن میں سے ہے اور کیسے کوئی رسول کا حق ادا کر سکتا ہے اور کیسے کوئی ہدایت اور فلاح پا سکتا ہے؟ (ایسر التفاسیر:1057)

﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' (145)

سوال:﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔

میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کے سامنے یہ بات رکھی کہ میں آپ سے کسی اجر کا طلب گار نہیں میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔

(2)﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' میں اجر کی امید صرف اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہوں اور اسی سے اجر طلب کرتا ہوں۔

(3) سیدنا صالح علیہ السلام نے ان کا عذر ختم کر دیا، ان کے شک کو رفع کر دیا کہ میری تمہارے مال پر نظر نہیں میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔

﴿اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ﴾

''کیا تمہیں ان سب چیزوں میں جو یہاں ہیں مطمئن چھوڑ دیا جائے گا؟'' (146)

سوال:﴿اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ﴾''کیا تمہیں ان سب چیزوں میں جو یہاں ہیں مطمئن چھوڑ دیا جائے گا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ﴾''کیا تمہیں ان سب چیزوں میں جو یہاں ہیں چھوڑ دیا جائے گا'' یعنی تمہیں نعمتوں اور بھلائیوں کے درمیان یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔(2)﴿اٰمِنِيْنَ﴾''مطمئن'' یعنی بے خوف چھوڑ دیا جائے گا۔

(3) سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ خوش حالی میں ڈوبے رہو گے تمہیں کہیں جانا نہیں، کہیں جواب نہیں دینا۔ کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ حالات بدل سکتے ہیں؟

﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''باغوں اور چشموں میں'' (147)

سوال:﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾''باغوں اور چشموں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِيْ جَنّٰتٍ﴾''باغوں میں'' یعنی باغات اور پھلوں میں۔

(2)﴿وَّعُيُوْنٍ﴾''اور چشموں میں'' چشموں اور نہروں میں تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا جیسے چوپائے چھوڑے جاتے ہیں کہ نہ تمہیں کوئی حکم دیا جائے گا اور نہ کسی چیز سے روکا جائے گا۔

(3) باغوں اور چشموں کی وجہ سے انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہ سب اُس کا حق ہے وہ جیسے بھی چاہے استعمال کرے۔

﴿وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ﴾

''اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم وملائم ہیں'' (148)

سوال: ﴿وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ﴾ ''اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم وملائم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّزُرُوْعٍ﴾ ''اور کھیتوں میں'' یعنی تمہیں کھیتوں میں یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔

(2) ﴿وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ﴾ ''اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم وملائم ہیں'' سیدنا صالح علیہ السلام نے نعمتوں کی مزید تفصیل سے توجہ دلائی کہ تم اپنے ان کھیتوں اور نخلستانوں میں کیا یونہی اطمینان سے رہنے دیئے جاؤ گے جن کے خوشے رس بھرے ہیں۔

﴿وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ﴾

''اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو اس حال میں کہ خوب مہارت رکھنے والے ہو'' (149)

سوال: ﴿وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ﴾ ''اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو اس حال میں کہ خوب مہارت رکھنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا﴾ ''اور تم پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو'' یعنی تم انتہائی مہارت سے پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔

(2) (i) وہ سدا جینا چاہتے تھے جب کہ یہ سب کچھ موت کے ساتھ چھین لیا جانے والا ہے اس میں سے کچھ بھی باقی رہنے والا نہیں۔

(ii) پہاڑوں کو کھود کر گھر بنانے والے ضرورت سے زیادہ تصنع سے کام لے رہے تھے۔

(3) ﴿فٰرِهِيْنَ﴾ ''اس حال میں کہ خوب مہارت رکھنے والے ہو'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم پہاڑوں کو کھود کھود کر گھر بناتے ہو یہ سب کچھ محض عیش کے لیے کرتے ہو اور فخر جتانے کے لیے حالانکہ سب کچھ امتحان کے لیے دیا ہے۔

(4) ثمود بڑے متمدن لوگ تھے اور ان کی شان وشوکت کا یہ حال تھا کہ وہ پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر عمارتیں بنایا کرتے تھے۔ آج بھی مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان مدائن صالح جس کا قدیم نام حجر تھا میں ان کی پہاڑوں میں تراش کر بنائی ہوئی بہت سی عمارتیں موجود ہیں۔ اس آیت میں ''فارهين'' (فراغت سے) کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ یہ سب کچھ محض اپنی شان وشوکت کے اظہار اور اپنی دولت وقوت اور اعلیٰ تمدن کی نمائش کے لئے کرتے تھے نہ کسی حقیقی ضرورت کے تحت اور یہی ایک زوال پذیر تمدن کی شان ہوتی ہے۔ (تفسیر اشرف الحواشی: 445/1)

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (150)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر ایسے کام کرو جس کا تمہیں دنیا و آخرت میں نفع ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ان کاموں کو چھوڑ دو جن کا دنیا اور آخرت میں نقصان ہے۔

(3) ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' یعنی جو میں تمہیں حکم دوں، جس سے روکوں اور جس کی طرف تمہیں بلاؤں اس میں میری اطاعت کرو۔ (ایسر التفاسیر:1058)

(4) سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کو غفلت سے جگانے کے بعد انہیں دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو۔

﴿وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

''اور حد سے بڑھنے والے لوگوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو'' (151)

سوال: ﴿وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''اور حد سے بڑھنے والے لوگوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُطِيْعُوْٓا﴾ ''اور اطاعت نہ کرو'' یعنی تم ان کی بات نہ مانو۔

(2) ﴿اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''حد سے بڑھنے والے لوگوں کے حکم کی'' جو حد سے گزر جانے والے ہیں، جو دنیا میں شر اور فساد پھیلا رہے ہیں ان کی بات نہ مانو۔

(3) (i) مسرف وہ شخص ہے جس کے پاس دولت آئے تو وہ شکر گزار بننے کی بجائے مغرور ہو جائے جس کے پاس اقتدار آئے تو وہ متکبر بن جائے۔

(ii) سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کے سرداروں، رئیسوں اور حق کی مخالفت میں پیش پیش کفر و شرک کے علمبرداروں کی اطاعت سے قوم کو روکنے کی کوشش کی۔

﴿الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾

''جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے'' (152)

سوال: ﴿الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''جو زمین میں فساد کرتے ہیں'' فساد اصلاح کا متضاد ہے۔ یعنی وہ ظلم اور کفر کر کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر فساد پھیلاتے ہیں۔

(2) (i) قوم کے سردار اپنے اختیارات کو غلط طریقے سے استعمال کر کے فساد پھیلاتے ہیں۔ (ii) قوم کے سردار اپنے اختیارات کو عوام کی

خدمت کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اپنی ذات کی بڑائی کے لیے استعمال کر کے فساد پھیلاتے ہیں۔

(3)﴿وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''اور اصلاح نہیں کرتے'' یعنی وہ فساد پر جمع ہوتے تھے۔اور اصلاح چھوڑتے دیتے تھے۔(ایسر التفاسیر:1058)

(4)وہ شرک کفر اور امن کی مخالفت کی طرف بلاتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/1406)

(5)یعنی جن کا وصف اور جن کی عادت، گناہوں کے ارتکاب اور لوگوں کو گناہوں کی طرف دعوت کے ذریعے سے زمین میں اس قدر فساد پھیلانا ہے کہ اس کی اصلاح ممکن نہ ہو۔یہ سب سے زیادہ نقصان دہ چیز ہے کیونکہ یہ خالص شر ہے۔سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے نبی کی مخالفت کے لئے ہر وقت مستعد اور کمربستہ رہتے تھے اور محض لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر دعوت توحید کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کرتے تھے۔صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان مفسدوں کے دھوکے میں آنے سے روکا۔شاید یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''اس شہر میں نو جتھے دار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے۔'' (سورہ النمل:48)(تفسیر سعدی:2/1915،1916)

(6)رب العزت نے فرمایا﴿وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔'' (الاعراف:142)

﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا:''یقیناً تم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' (153)

سوال:﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا:''یقیناً تم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' انہوں نے سیدنا صالح علیہ السلام سے کہا۔

(2)﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ ''یقیناً تم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' یعنی تم ایسی باتیں کر رہے ہو جیسی دیوانے اور عقل سے بیگانے کرتے ہیں۔

(3)جب کسی قوم کے اندر غور و فکر کرنے کا مادہ ختم ہو جاتا ہے تو اسے خیر خواہوں کی بات سمجھ نہیں آتی۔نہ اُن پر کوئی بات اثر انداز ہوتی ہے نہ اُن کے دل نرم ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ خیر خواہوں کو سحر زدہ قرار دے دیتی ہے کہ آپ بے سوچے سمجھے باتیں کرتے ہو اور دیوانوں جیسی حرکتیں کرتے ہو۔(نعوذ باللہ)

﴿مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''تم ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو پس کوئی معجزہ لاؤ اگر تم سچوں میں سے ہو'' (154)

سوال:﴿مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾''تم ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو پس کوئی معجزہ لاؤ اگر تم سچوں میں سے ہو'' قوم ثمود نے معجزے کا مطالبہ کیوں کیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾''تم ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو'' یعنی تم کھاتے پیتے ہو نہ تم رب ہو نہ مالک پھر تمہارے لیے کیسے جھک جائیں؟ کیسے تمہاری اطاعت کرلیں؟(ایسرالتفاسیر:1058)

(2)جب تم ہمارے جیسے انسان ہو تو تمہارے پاس وحی کیسے آ گئی۔فرمایا:﴿ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (۲۵) سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ (۲۶)﴾''کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا، خود پسند ہے۔جلد ہی کل وہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے؟۔''(القمر:25,26)

(3)(i)قوم صالح علیہ السلام کوتاہ بین تھے اس لیے رسول کی بشر ہونے کی حیثیت کو نہ سمجھ سکے۔

(ii)قوم صالح علیہ السلام نے رسالت کو انسانیت کے لائق نہیں سمجھا حالانکہ رسالت انسانیت کا ہی اعزاز ہے۔

(4)﴿فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾''پس کوئی معجزہ لاؤ اگر تم سچوں میں سے ہو'' انہوں نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی سچائی کی قوی دلیل لے کر آؤ جس سے ہم تمہیں رسول مان لیں۔(5)انہوں نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو معجزہ دکھاؤ۔

﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾

''صالح نے کہا:''یہ ایک اونٹنی ہے ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے''(155)

سوال:﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾''صالح نے کہا:''یہ ایک اونٹنی ہے ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے'' قوم صالح علیہ السلام کے مطالبے پر اونٹنی کیسے ظاہر کر دی گئی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ﴾''صالح نے کہا:''یہ ایک اونٹنی ہے'' یعنی یہ اونٹنی ہے جو اللہ کی اونٹنی کہلائے گی۔

(2)قوم صالح علیہ السلام کے مطالبے پر ایک دن اُونٹنی چٹان سے معجزانہ طور پر ظاہر ہو گئی۔یعنی تم سب دیکھ رہے ہو اور اونٹنی پتھر سے نکل رہی ہے۔

(3)﴿لَّهَا شِرْبٌ﴾''ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے'' ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کے لیے مقرر ہوگا۔اس دن تم اونٹنی کا دودھ پیو گے۔

(4)﴿وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾اور ایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے'' اور تمہارے لیے جو دن مقرر ہوگا اس میں تم پانی پیو گے اور اونٹنی نہیں آئے گی۔

(5) جودن اُونٹنی کے لیے مقرر ہوا اس میں باقی لوگوں کے گھاٹ پر آنے پر پابندی عائید کردی گئی اور جس دن لوگوں کے پانی لینے کی باری مقرر کی گئی اُس دن اونٹنی کے گھاٹ پر آنے پر پابندی عائید کردی گئی۔

﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

''اوراس کو بُرائی کے ساتھ مت چھونا پھر تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا'' (156)

سوال: ﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اوراس کو بُرائی کے ساتھ مت چھونا پھر تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ﴾ ''اوراس کو بُرائی کے ساتھ مت چھونا'' رب العزت نے اونٹنی کو برے ارادے سے ہاتھ لگانے سے روکا۔

(2) ﴿فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''پھر تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا'' یعنی اگر تم بری نیت سے اونٹنی کو چھوؤ گے، اسے مارو گے یا قتل کرو گے یا اسے پانی پینے سے روکو گے تو تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ (۶۴) فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ (۶۵)﴾ ''اوراے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے چنانچہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اوراسے بُرے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں قریب کا عذاب پکڑ لے گا۔'' توانہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو صالح نے کہا: ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اُٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔'' (ہود:64,65)

﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾

''پھرانہوں نے اُس کی ٹانگیں کاٹ دیں پھر شرمندہ ہوکر رہ گئے'' (157)

سوال: ﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾ ''پھرانہوں نے اُس کی ٹانگیں کاٹ دیں پھر شرمندہ ہوکر رہ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَقَرُوْهَا﴾ ''پھرانہوں نے اُس کی ٹانگیں کاٹ دیں'' قوم ثمود نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اس کے ہاتھ پاؤں زخمی کردیئے پھراس کے بعد اُسے قتل کرڈالا۔

(2) زخمی کرنے والا ان میں سے صرف ایک شخص (اقدار) تھا جیسا کہ سورۂ شمس میں ہے: ﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾ ''جب اس قوم کا بدبخت ترین شخص اٹھا'' لیکن اس نے چونکہ اونٹنی کو ان سب کے مشورہ اور مطالبہ پر زخمی کیا تھا۔ اس لئے سب ہی مجرم قرار دیئے ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ

﴿فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ﴾ ''تو اُنہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اُس نے اسے پکڑا پس اُس نے (اُونٹنی کو) کاٹ ڈالا۔'' (القمر:29)(اشرف الحواشی:446/1)

(3) سیدنا عبداللہ بن زمعہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا (خطبہ کے دوران) آپ ﷺ نے اس قوم کا ذکر کیا جنہوں نے اونٹنی کو ذبح کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (خدا کی قسم بھیجی ہوئی) اس (اونٹنی کو) ذبح کرنے والا قوم کا ایک بہت ہی باعزت آدمی (قیدار نامی) تھا، جسے ہمارے زمانے میں ابوزمعہ (اسود بن مطلب) کہتے تھے۔ (بخاری:3377)

(4) ﴿فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾ ''پھر شرمندہ ہو کر رہ گئے'' قوم ثمود نے جب اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے پھر نادم ہو گئے۔

(5) قوم ثمود اُونٹنی کے قتل کے بعد تب پشیمان ہوئی جب سیدنا صالح علیہ السلام نے کہا کہ تین دن تک کی مہلت ہے چوتھے دن تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ پھر جب عذاب کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو اُنہوں نے اظہار ندامت کیا لیکن عذاب آنے کے بعد ندامت اور توبہ کوئی فائدہ نہیں دے سکی۔

﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''تو اُنہیں عذاب نے پکڑ لیا، یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' (158)

سوال: ﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو اُنہیں عذاب نے پکڑ لیا، یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' اُونٹنی کے قتل پر عذاب آ گیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''تو اُنہیں عذاب نے پکڑ لیا'' جب انہوں نے اونٹنی کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیج دیا جو ایک چیخ کی صورت میں تھا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝۳۰ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝۳۱﴾ ''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟ بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے۔'' (القمر:30,31)

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا: معجزات کا مطالبہ نہ کرو، صالح علیہ السلام کی قوم نے معجزے کا مطالبہ کیا تھا تو وہ (اونٹنی کی صورت میں) ظاہر ہو گیا۔ وہ اس راہ سے پانی پینے آتی تھی اور اس راہ سے واپس جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے رب کا حکم نہ مانتے ہوئے سرکشی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ ایک دن وہ اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور دوسرے دن وہ اس کا دودھ پیتے تھے۔ جب انہوں نے اس کو مار ڈالا تو ان پر ایسی سخت چیخ کا عذاب آیا جس سے وہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے، صرف ایک آدمی بچا جو اس وقت اللہ عزوجل کے حرم میں تھا۔ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون تھا؟ فرمایا: وہ ابورغال تھا، لیکن جب وہ حرم کی حدود سے نکلا تو وہ بھی اسی عذاب کی لپیٹ میں آ گیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔ (مسند احمد:14168)

(4)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً﴾''یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے'' قوم ثمود کے عذاب میں ایمان لانے والوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت کی نشانی ہے۔

(5)قوم ثمود کی ہلاکت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی علم کی علامت کبریٰ ہے جو اس کی الوہیت کو واجب کرتی ہے۔(ایسر التفاسیر:1059)

(6)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حجر (ثمود کی بستی) میں غزوہ تبوک کے لیے جاتے ہوئے پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ یہاں کے کنوؤں کا پانی نہ پینا اور نہ اپنے برتنوں میں ساتھ لینا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم نے تو اس سے اپنا آٹا بھی گوندھ لیا ہے اور پانی اپنے برتنوں میں بھی رکھ لیا ہے۔ نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ گندھا ہوا آٹا پھینک دیا جائے اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جس نے آٹا اس پانی سے گوندھ لیا ہو (وہ اسے پھینک دے)۔(بخاری:3378)

(7)﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾''اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں'' قوم ثمود پر عذاب آ گیا مگر ان کے دلوں میں ایمان نہ آیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آ گئی اور وہ ایمان نہ لا سکے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

''اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے''(159)

سوال:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾''اور یقیناً آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ﴾''اور یقیناً آپ کا رب'' یعنی اے رسول آپ کا رب غالب ہے۔

(2)﴿لَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾''سب پر غالب ہے'' جو سب پر غالب ہے وہ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔

(3)﴿الرَّحِیْمُ﴾''نہایت رحم والا ہے'' یعنی وہ اپنے اولیاء اور صالحین کے لیے رحیم ہے کوئی اس کی رحمت پر غالب نہیں آ سکتا۔

(4)قوم ثمود دُنیا کی خوش حال قوم تھی اپنے آپ کو متمدن سمجھتی تھی۔ وہ سرکش قوم تھی اللہ تعالیٰ نے اُن کے عذاب سے شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سرکش پر غالب ہے اور مومنوں کی نجات سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے جس کو بچانا چاہے اُسے کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ جس کو پکڑنا چاہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ ہر ایک کو مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے۔ قوم ثمود کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی وجہ سے مہلت دی تھی پھر ایمان والوں کی نجات بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور کافروں پر عذاب کا آنا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دلیل ہے۔

رکوع نمبر:13

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِیْنَ﴾

''قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا''(160)

سوال: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ﴾ ''قومِ لوط نے جھٹلایا'' سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے بھی پہلی قوموں کی طرح اپنے رسول کو جھٹلایا۔ ان کے دل کفر میں ایک دوسرے جیسے تھے۔

(2) ﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''رسولوں کو'' سیدنا لوط علیہ السلام کو جھٹلا کر گویا انہوں نے سارے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ (i) سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی حاران بن آزر کے بیٹے تھے۔ (ii) سیدنا لوط علیہ السلام کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں نبوت ملی۔ (iii) قوم لوط علیہ السلام سدوم اور رعمور یہ میں آباد تھی یہ بستیاں شام کے علاقے میں تھیں۔

(3) سیدنا لوط علیہ السلام جس بستی میں جا کر رہے تھے اس کا نام ''سدوم'' تھا اس کے رہنے والوں کو سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اس کے ہم وطن یا ہم شہر تھے۔ اگرچہ وہ اصلاً بابل کے رہنے والے تھے اور اپنے چچا ابراہیم علیہ السلام کے بھیجنے پر وہاں گئے تھے۔ (اشرف الحواشی: 446/1)

(4) یہ لوگ سدوم اور اس کے پاس بستے تھے، بالآخر یہ بھی اللہ کے عذابوں میں پکڑے گئے، سب کے سب ہلاک ہوئے اور ان کی بستیوں کی جگہ ایک جھیل سڑے ہوئے گندے کھاری پانی کی باقی رہ گئی یہ اب تک بلاد غور میں مشہور ہیں جو کہ بیت المقدس اور کرک وشوبک کے درمیان ہے۔ (ابن کثیر: 49/4)

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُن کے بھائی لوط نے اُن سے کہا: ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' (161)

سوال: ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''جب اُن کے بھائی لوط نے اُن سے کہا: ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ﴾ ''جب اُن کے بھائی لوط نے اُن سے کہا:'' سیدنا لوط علیہ السلام ان کے نسبی بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو خدا خوفی کی دعوت دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' انہوں نے تقویٰ کا حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ڈرتے ہوئے بڑے گناہوں اور نافرمانی کے کاموں کو چھوڑ دیں اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کریں۔

﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' (162)

سوال: ﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ﴾''یقینا میں تمہارے لیے رسول ہوں''یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(2)﴿اَمِیْنٌ﴾''امانت دار''یعنی میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔میری رسالت میں شک نہ کرو۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾

''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''(163)

سوال:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾''پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو''سیدنا لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے،اس کا تقویٰ اختیار کرنے،اس ایک کی عبادت کرنے اور اس کی نافرمانیاں چھوڑنے کا حکم دیا۔

(2)﴿وَاَطِیْعُوْنِ﴾''اور میری اطاعت کرو''سیدنا لوط علیہ السلام نے رسالت اور امانت کے حوالے سے اپنی اطاعت کا مطالبہ کیا۔

(3)رسول کی اطاعت کرنے سے مراد کتاب وسنت کی پیروی کرنا ہے۔(ابن ابی حاتم:2808/9)

﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔یقینا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے''(164)

سوال:﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾''اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔یقینا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾''اور میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا''یعنی میں تبلیغ اور رسالت کے کام پر تم سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور تعلیم دینے پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔

(2)﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾''یقینا میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے''میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔میں اسی سے اجر لوں گا جس نے مجھے رسالت کے منصب پر فائز کیا ہے۔

﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''کیا تم جہانوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو''(165)

سوال:﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾''کیا تم جہانوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ﴾''کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو''یعنی کیا تم مردوں سے بے حیائی کرتے ہو اور عورتوں کو چھوڑ دیتے

ہو۔(2)﴿مِنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''جہانوں میں سے'' یعنی تم سے پہلے دنیا میں کسی نے یہ بے حیائی نہیں کی تھی۔

(3) قوم لوط علیہ السلام بدفعلی میں مبتلا تھی چونکہ اس فعل کا آغاز اسی قوم نے کیا تھا اس لحاظ سے اسے لواطت کہتے ہیں۔

(4) آپ کی قوم مشرک اور دوسری بداخلاقیوں کے علاوہ لواطت میں گرفتار بلکہ اس بدفعلی کی موجد تھی۔ان لوگوں پر بھی خاندانی منصوبہ بندی کا بھوت سوار تھا۔اس لئے شہوت رانی کے فطری طریق کو چھوڑ کر لونڈے بازی کا فعل شروع کیا پھر یہ لوگ اپنی غیر فطری روش پر نادم نہیں تھے نہ ہی اس کو برا سمجھتے تھے۔ بلکہ عقلی لحاظ سے اس کے بہت سے فائدے بتاتے تھے۔(تیسیر القرآن:361/3)

﴿وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ﴾

''اور تم چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' (166)

سوال:﴿وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ﴾ ''اور تم چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ﴾ ''اور تم چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں'' یعنی تمہاری بیویوں میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے اسے تم چھوڑ دیتے ہو۔

(2) وہ حد سے تجاوز کر کے بیویوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ مجامعت کرتے۔

(3)﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ﴾ ''بلکہ تم حد سے گزر جانیوالے لوگ ہو'' یعنی تم حلال کی حد سے تجاوز کر کے حرام اور اطاعت کی حد توڑ کر نافرمانی کرتے ہو۔(الوسیط:361/3)

(4) یہ بدبخت قوم مسافروں یا مہمانوں تک کو نہیں چھوڑتی تھی۔ پہلے اس سے لواطت کرتی۔ پھر ان سے مال اسباب اور نقدی وغیرہ چھین کر انہیں دھکے دے کر بستی سے باہر نکال دیتی تھی۔(تیسیر القرآن:361/3)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے تم لوط علیہ السلام کی قوم والا کام کرتے دیکھو تو کرنے والے کو بھی قتل کر دو اور جس کے ساتھ بدفعلی کی گئی، اسے بھی قتل کر دو۔(مسند احمد:2735، ترمذی:1456)

﴿قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکالے گئے لوگوں میں ہو جاؤ گے'' (167)

سوال:﴿قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکالے گئے لوگوں میں ہو جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''انہوں نے کہا:''سیدنا لوط علیہ السلام کی خیر خواہانہ نصیحت کے جواب میں قوم نے کہا۔

(2)﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ﴾''اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور نکالے گئے لوگوں میں ہو جاؤ گے''تم بڑے پاکباز بنے پھرتے ہو اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں اپنی بستی میں رہنے نہیں دیں گے تمہیں نکال باہر کریں گے۔

(3)قوم لوط نے انہیں جلاوطن کرنے کی دھمکی دی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾''تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا:''اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔یقیناوہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔''(النمل:56)

﴿قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ﴾

''اُس نے کہا:''یقیناً میں تمہارے اس کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں''(168)

سوال:﴿قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ﴾''اُس نے کہا:''یقیناً میں تمہارے اس کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''اُس نے کہا''جب لوط علیہ السلام نے قوم کو بے حیائی پر کاربند دیکھا تو کہا۔

(2)﴿اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ﴾''یقیناً میں تمہارے اس کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں''میں تمہیں برے کام سے روکتا ہوں اور اس کے انجام سے ڈراتا ہوں۔(3)اور میں تمہاری اس برائی سے شدید بغض رکھنے والا ہوں۔(ایسر التفاسیر:1060)

(4)محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:لوگوں میں کوئی ایسا نہیں جس کو فتنہ پہنچے اور مجھے اس کے فتنے میں پڑنے کا خوف نہ ہو،سوائے محمد بن مسلمہ کے کیونکہ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تمہیں کوئی فتنہ ضرر نہ پہنچائے گا''۔(ابوداود:4663)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو کسی حائضہ کے پاس آیا یعنی اس سے جماع کیا یا کسی عورت کے پاس پیچھے کے راستے سے آیا،یا کسی کاہن نجومی کے پاس(غیب کا حال جاننے کے لیے)آیا تو اس نے ان چیزوں کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہیں۔''(ترمذی:135)

(6)عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ اس شخص کی طرف(رحمت کی نظر سے)نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا کسی عورت کی دبر میں صحبت کرے۔''(ترمذی:1165)

﴿رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اے میرے رب!مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے جو وہ کریں گے''(169)

سوال: ﴿رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے جو وہ کریں گے'' سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنے رب سے جو دعا کی اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے'' سیدنا لوط علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے برے کاموں سے نجات دے اور اس کے عذاب سے بچالے۔

(2) ﴿مِمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو وہ کریں گے'' یعنی اے رب جو بے حیائی کے کام میری قوم کرتی ہے اس سے مجھے نجات دے دے۔

﴿فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ﴾

''تو ہم نے اُسے اور اُس کے سب گھر والوں کو نجات دی'' (170)

سوال: ﴿فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اُسے اور اُس کے سب گھر والوں کو نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَنَجَّيْنٰهُ﴾ ''تو ہم نے اُسے نجات دی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا لوط علیہ السلام کی دعا قبول کی اور انہیں نجات عطا کی۔

(2) ﴿وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور اُس کے سب گھر والوں کو'' سیدنا لوط علیہ السلام کی مسلمان بیوی اور دو بیٹیوں کو بھی نجات عطا کی۔ (ایسر التفاسیر: 1061)

﴿اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ﴾

''سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی'' (171)

سوال: ﴿اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عَجُوْزًا﴾ ''سوائے ایک بڑھیا کے'' بڑھیا سے مراد سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی ہے جس کو اس کی قوم کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔

(2) ﴿فِي الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی'' یعنی وہ پیچھے رہنے والوں میں رہ گئی جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔

(3) سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی در پردہ ان اوباشوں سے ملی ہوئی تھی۔ جب کوئی مہمان آپ کے گھر آتا تو یہ ان اوباشوں کو اشاروں کنایوں سے خفیہ طور پر رپورٹیں دیا کرتی تھی۔ چنانچہ جب اس قوم پر عذاب لانے والے فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے ہاں خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تشریف لائے تو اسی بڑھیا کی رپورٹ پر آس پاس کے اوباش ہمسائے بری نیت سے آپ کے گھر میں گھس آئے تھے۔ (تیسیر القرآن: 362/3)

﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا'' (172)

سوال: ﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ﴾''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا''یعنی جب سیدنا لوط علیہ السلام کو نجات دے دی اور ان کے گھر والوں کو بھی بچا لیا سوائے ایک کافر بیوی کے تو باقی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔

(2)دور جدید کے نام ونہاد''مہذب ومتمدن''ملکوں نے اس نظام الٰہی سے بغاوت کرتے ہوئے اپنے معاشرے میں لواطت کو قانوناً جائز قرار دے لیا ہے۔ہم جنس پرستی کو قانونی حیثیت دینے کے بعد یہ ممالک کس طرح عذاب الٰہی کا شکار ہوئے ہیں ان کے نظام اخلاقیات کا جنازہ کس بری طرح سے دورا ہے میں رکھا ہے۔اس کا اندازہ ان ممالک کے مختصر جائزے سے عیاں ہے۔

(i)ان ممالک میں خاندانی نظام حیات ختم ہو گیا ہے، کیونکہ مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے باہم لذت آشنا ہیں اور نسل انسانی تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ان ممالک میں آبادی کی شرح خطرناک حد تک ختم ہو چکی ہے، کیونکہ شہوت پرست قومیں بچے جننے اور ان کی پرورش وتربیت پر راضی نہیں، اس لیے سالانہ عربوں ڈالر بچے جننے والوں کو انعامات کی شکل میں دیئے جا رہے ہیں۔اس کے باوجود سالانہ لاکھوں حرامی بچے گٹروں، پارکوں اور کوڑے دانوں سے مردہ مل رہے ہیں۔

(ii)مہلک امراض جیسے ایڈز، آتشک، سوزاک، سیلان، خارش، آلہ تناسل کی مختلف بیماریاں اور خطرناک پھوڑے پھنسیاں عام ہیں۔ان امراض کے علاج پر یہ حکومتیں اربوں ڈالر خرچ کر رہی ہیں۔ہزاروں ہسپتال ان امراض کے علاج کے لیے مختص ہیں۔درجنوں تنظیمیں ان امراض سے لوگوں کو آگاہ کرنے اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ترغیب دینے پر مامور ہیں، لیکن پھر بھی ان کا حال یہ ہے کہ:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

(iii)یہ دنیا کا عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا ہے۔جب کہ آخرت کا عذاب اور بھی شدید ہے۔ان ممالک کے برعکس اسلامی ممالک جہاں اسلامی تہذیب وتمدن پائی جاتی ہے وہاں ان بیماریوں کا نام بھی نہیں۔

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴾

''پھر ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش پس بڑی بُری بارش تھی ڈرائے جانے والوں کی''(173)

سوال:﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴾''پھر ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش پس بڑی بُری بارش تھی ڈرائے جانے والوں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا﴾''پھر ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش''قوم لوط علیہ السلام پر پتھروں کی بارش برسائی گئی جو نشان زدہ کھنگر پتھر تھے۔

(2)﴿فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴾''پس بڑی بُری بارش تھی ڈرائے جانے والوں کی''پتھروں کی بارش اتنی شدید تھی کہ آخری فرد تک کو

ہلاک کر دیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۙ(۳۴) نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ(۳۵) وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ(۳۶)﴾ ''یقیناہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، آل لُوط کے سوا، ہم نے اُن کو سحری کے وقت بچالیا۔ اپنی جانب سے فضل کر کے بچایا ہے، ہم ایسے ہی ہر اُس شخص کو جزا دیتے ہیں جو شکر کرے۔ اور بلاشبہ یقیناً لُوط نے اُنہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو اُنہوں نے ڈراوے میں شک کیا۔'' (القمر:34,36)

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾

''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے۔ اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں'' (174)

سوال: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے۔ اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً﴾ ''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے'' قوم لوط علیہ السلام کے واقعے میں یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اُس کے جرم میں پکڑ کر ہلاک کر سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہلاک کر سکتا ہے۔

(2) ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں'' اللہ تعالیٰ کے ازلی علم کے مطابق وہ ایمان لانے والے نہ تھے لہٰذا وہ ایمان نہ لائے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (175)

سوال: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناً سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب'' اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب۔

(2) ﴿لَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾ ''یقیناً سب پر غالب ہے'' وہ سب پر غالب ہے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

(3) ﴿الرَّحِیْمُ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' وہ اپنے اولیاء اور مومن بندوں پر رحیم ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے قوم لوط علیہ السلام کو جو کسی کو اپنے مقابلے کا نہیں سمجھتی تھی اس کے عذاب کے تذکرے سے اپنے العزیز ہونے کو ثابت کیا ہے کہ سرکش پر اللہ تعالیٰ غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی نجات سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ہلاکت سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی ہے۔

رکوع نمبر:14

﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا'' (176)

سوال: ﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ﴾ ''ایکہ والوں نے جھٹلایا'' اصحاب ایکہ مدین والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا شعیب علیہ السلام بھی ان ہی میں سے تھے۔

(2) ایکہ ان کا ایک معبود تھا جو ایک درخت تھا یا درختوں کا جھنڈ تھا یہ لوگ اس کی عبادت کرتے تھے۔ (مختصر ابن کثیر: 1410/2)

(3) یہ بستی ایک لمبی بلند جگہ پر آباد تھی۔ (4) ایکہ والوں نے بھی جھٹلا دیا۔

(5) ﴿الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''رسولوں کو'' یعنی سیدنا شعیب علیہ السلام کو جھٹلانا دراصل سارے رسولوں کو جھٹلانا تھا۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُن سے شعیب نے کہا: ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' (177)

سوال: ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''جب اُن سے شعیب نے کہا: ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ﴾ ''جب اُن سے شعیب نے کہا'' جب ان کے نسبی بھائی شعیب علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے انہیں خدا خوفی کی دعوت دی۔

(3) سیدنا شعیب علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے نافرمانیوں سے رکنے اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی فرماں برداری کا حکم دیا۔

﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' (178)

سوال: ﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے رسول ہوں'' میں اللہ رب العزت کی رحمت اور نظر کرم کی وجہ سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (2) ﴿اَمِيْنٌ﴾ ''امانت دار'' میرے بارے میں تم جانتے ہو کہ میں امین ہوں۔

(3) سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نمائندے یعنی رسول اور امانت دار ہونے کی حیثیت میں پیش کیا۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''پھر اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' (179)

سوال: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی اطاعت کا مطالبہ خدا خوفی اور اپنی امانت کی بنیاد پر کیا۔

(2) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت چھوڑ دو۔ (ایسر التفاسیر: 1062)

(3) تقویٰ اختیار کرو یعنی اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رک جاؤ۔

(4) ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' یعنی میری اطاعت کر کے میرا حق ادا کرو۔

(5) میری اطاعت کرو کیونکہ میں تمہیں وہ راستہ دکھاتا ہوں جس میں تمہاری سعادت اور کمال ہے۔

﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، یقیناً میرا اجر جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' (180)

سوال: ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، یقیناً میرا اجر جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' یعنی میں رسالت کے کام پر، اپنے رب کا پیغام پہنچا کر تم سے کوئی اجرت، کوئی بدلہ، کوئی جزا نہیں مانگتا۔

(2) ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً میرا اجر جہانوں کے رب کے ذمے ہے'' میں تو جہانوں کے بادشاہ سے اجر کی امید رکھتا ہوں اور اس کا قرب چاہتا ہوں۔

﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ﴾

''ماپ کو پورا کرو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو'' (181)

سوال: ﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ﴾ ''ماپ کو پورا کرو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قوم شعیب علیہ السلام شرک کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں بھی کمی کرتی تھی۔ یہ قوم دو تجارتی شاہراہوں کے سنگھم پر آباد تھی۔ ان کا

علاقہ بہت بڑا تجارتی مرکز بن گیا تھا۔اس لیے رب العزت نے انہیں حکم دیا۔

(2)﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ﴾''ناپ کو پورا کرو''یعنی ناپ تول میں کمی نہ کرو، ہیرا پھیری نہ کرو، پورا ناپ کردو، پورا تول کردو۔

(3)﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ﴾''اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو''ان لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤ جو ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کو گھاٹا دیتے ہیں اور ان کے مال کو ہتھیا لیتے ہیں۔

﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾

''اور سیدھے ترازو سے وزن کرو''(182)

سوال:﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾''اور سیدھے ترازو سے وزن کرو''پیمانے بھر کر دینے،صحیح ترازو سے تولنے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَزِنُوْا﴾''اور وزن کرو''یعنی جب تم وزن کرو تو صحیح ترازو سے تولو جو کسی طرف نہ جھکے۔

(2)(i)اس سے مراد ہے ناپ تول میں ڈنڈی نہ مارو، پورا پورا اور صحیح تول کردو۔

(ii)اس سے مراد ہے دوسروں کو وہ دو جو ان کو حق کے مطابق دینا چاہیے۔

(3)﴿بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾''سیدھے ترازو سے''قسطاس کو بعض حضرات نے رومی لفظ قرار دیا ہے جس کے معنی عدل وانصاف کے ہیں بعض نے عربی لفظ قسط سے ماخوذ قرار دیا ہے قسط کے معنی بھی انصاف کے ہیں مراد یہ ہے کہ ترازو اور اسی طرح دوسرے ناپنے تولنے کے وسائل کو مستقیم اور سیدھے طور پر استعمال کرو جس میں کمی کا خطرہ نہ رہے۔(معارف القرآن:544/6)

(4)(i)میزان میں فرق کرنے سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

(ii)میزان پر قائم ہونے کا راز اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں نہ رہے تو کوئی چیز انسان کو میزان پر قائم نہیں رکھ سکتی۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (۱) الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (۲) وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (۳) اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (۴) لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (۵)﴾''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں کم دیتے ہیں۔کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناوہ اُٹھائے جانے والے ہیں؟ایک بہت بڑے دن میں۔''(المطففین:1,5)

﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾

''اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو''(183)

سوال:﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾''اورلوگوں کواُن کی چیزیں کم نہ دواورزمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگانہ کرو''لوگوں کو مال کم کر کے دینا زمین میں فساد پھیلانا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ﴾''اورلوگوں کواُن کی چیزیں کم نہ دو''یعنی لوگوں کے حقوق میں کمی نہ کرو جہاں ایک دینار دینا ہے وہاں نصف دینار نہ دو اور یومیہ اجرت میں سے دس کی جگہ پانچ اور بیس کی جگہ دس نہ دو۔(ایسرالتفاسیر:1062)

(2)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوقوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، روزگار کی تنگی اور حکمرانوں کا ظلم وستم مسلط کر دیا جاتا ہے۔(ابن ماجہ:4019)

(3)انسان لوگوں کے مال کے علاوہ جو کچھ دیتا ہے اس میں عزت اور حقوق وغیرہ آجاتے ہیں لوگ عزت دینے اور حقوق ادا کرنے میں کمی کرتے ہیں۔امام مالک نے موطا میں روایت نقل فرمائی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز عصر میں شریک نہیں ہوا۔ وجہ پوچھی تو اس نے عذر کیا تو سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا: طففت یعنی تو نے تولنے میں کمی کر دی چونکہ نماز کوئی تولنے کی چیز نہیں اس لئے یہ حدیث نقل فرما کر امام مالک فرماتے ہیں کہ وفاء و تطفیف یعنی حق کے مطابق کرنا یا کم کرنا ہر چیز میں ہے یعنی صرف ناپ تول ہی کے ساتھ یہ حکم مخصوص نہیں بلکہ کسی کے حق میں کمی کرنا خواہ کسی صورت سے ہو وہ تطفیف میں داخل ہے جس کا حرام ہونا۔ویل للمطففین میں بیان فرمایا گیا ہے۔(معارف القرآن:544/6)

(4)﴿وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾''زمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگانہ کرو''یعنی زمین میں کسی طرح کا فساد نہ کرو مثلاً قتل، حقوق سلب کرنا اور حقوق روک لینا، نافرمانیوں اور گناہوں کا ارتکاب کرنا وغیرہ۔(ایسرالتفاسیر:1062)

(5)راہزنی کر کے، کھیتوں کو تباہ کر کے فساد نہ پھیلاؤ۔(الاساس:3948/7)(6)لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھا کر زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اوراللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور پہلی نسلوں کو بھی''(184)

سوال:﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ﴾''اوراللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور پہلی نسلوں کو بھی'' اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے ڈرایا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾''اوراللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے''یعنی جس خالق نے تمہیں پیدا کیا اس سے ڈرجاؤ۔

(2)﴿وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ﴾''اور پہلی نسلوں کو بھی''یعنی جس نے تمہارے باپ دادا کو بھی پیدا کیا اس سے ڈرجاؤ۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے

فرعون سے کہا تھا: ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔'' (الشعراء:26)

(3) اللہ تعالیٰ سے ڈر کر شرک، نافرمانی کے کام چھوڑ دو گے تو تم عذاب سے نجات پاؤ گے اور اس کی رضاء اور اس کے انعامات حاصل کر سکو گے۔

﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''یقیناً تم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' (185)

سوال: ﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''یقیناً تم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' قوم شعیب علیہ السلام نے ان کی دعوت کے جواب میں انہیں جادوگر قرار دے دیا۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' قوم شعیب علیہ السلام نے ان کی دعوت کو جھٹلاتے اور ٹھکراتے ہوئے کہا: (2) ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾ ''یقیناً تم سحر زدہ لوگوں میں سے ہو'' یعنی تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔

﴿وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور تم نہیں ہو مگر ہم جیسے ہی ایک انسان اور بے شک ہم تمہیں یقیناً جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں'' (186)

سوال: ﴿وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور تم نہیں ہو مگر ہم جیسے ہی ایک انسان اور بے شک ہم تمہیں یقیناً جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ ''اور تم نہیں ہو مگر ہم جیسے ہی ایک انسان'' قوم شعیب علیہ السلام نے جواب دیا تم ہم جیسے انسان ہو تمہارے اندر ایسی کیا بات ہے کہ ہم تمہیں رسول مان لیں اور تمہاری پیروی کرنے لگیں۔

(2) ﴿وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور بے شک ہم تمہیں یقیناً جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں'' ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے نہیں بھیجا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

(3) پہلی قوموں نے بھی قوم شعیب علیہ السلام کی طرح رسولوں کو جھٹلایا تھا جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم کچھ نہیں مگر تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے پاس اذنِ الٰہی کے بغیر کوئی دلیل لائیں اور اللہ تعالیٰ ہی پر تو لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں۔'' (ابراہیم:11) (4) سیدنا شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔ ان کی قوم جانتی تھی کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی دعوت حق ہے مگر انہوں نے جھٹلایا یہ ان کی جانب سے جھوٹ تھا۔

﴿فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''سوہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرادو، اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو'' (187)

سوال: ﴿فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''سوہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرادو، اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو'' قوم شعیب علیہ السلام نے عذاب کا جو مطالبہ کیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''سوہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرادو'' قوم شعیب علیہ السلام نے سرکشی اور غرور کی وجہ سے آسمان سے ٹکڑے گرانے کا مطالبہ کیا تھا۔ یعنی آسمان سے ایسے ٹکڑے گرادو جو ہمیں ہلاک کردیں ہماری جڑ کاٹ دیں۔

(2) ﴿اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو'' یعنی اگر تم رسالت کے دعوے میں سچے ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ جیسا کہ دیگر کافروں نے کہا: ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

﴿قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''شعیب نے کہا: ''میرا رب زیادہ جانتا ہے جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو'' (188)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''شعیب نے کہا: ''میرا رب زیادہ جانتا ہے جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''شعیب نے کہا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے کہا۔ (2) ﴿رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''میرا رب زیادہ جانتا ہے جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو'' میرا رب عذاب اور معجزات کے بارے میں خوب جانتا ہے اگر تم عذاب کے مستحق ہوئے تو وہ عذاب نازل کر دے گا۔ میرا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ وہ تمہارے حالات سے واقف ہے۔ وہ تمہیں جزا دے گا۔

(3) حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ عذاب اور سزا اسی کے اختیار میں ہے۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

''سوانہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو اُن کو سائبان کے دن والے عذاب نے پکڑ لیا، یقیناوہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا'' (189)

سوال: ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''سوانہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو اُن کو سائبان کے دن والے عذاب نے پکڑ لیا، یقیناوہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا'' قوم شعیب کے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ کا جو عذاب نازل ہوا آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ ''سوانہوں نے اُسے جھٹلا دیا'' قوم نے سیدنا شعیب علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور ان پر عذاب کو واجب کر دیا۔

(2) ﴿فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ ''تو اُن کو سائبان کے دن والے عذاب نے پکڑ لیا'' قوم شعیب نے عذاب کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کر دیا۔ سات دن تک ان پر سخت دھوپ اور شدت کی گرمی طاری رہی پھر اس کے بعد بادلوں کا ایک سایہ آیا جس کے نیچے وہ سب جمع ہو گئے تو انہیں سکون آیا لیکن پھر آسمان سے آگ کے شعلے برسنے شروع ہو گئے، زمین زلزلے سے تھرتھرانے لگی اور سخت چنگھاڑ نے انہیں ہمیشہ کے لیے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ یوں تین قسم کا عذاب اُن پر آیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۹۱) اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ (۹۲)﴾ ''چنانچہ اُن کو ایک زلزلے نے پکڑ لیا، پھر انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اُٹھانے والے تھے۔'' (الاعراف: 91,92)

(3) ﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۹۴) كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (۹۵)﴾ ''اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی، اور ان کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے سن لو! ہلاکت ہے مدین کے لیے جس طرح ہلاک ہوئے ثمود۔'' (ہود: 94,95) (4) ﴿اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''یقیناوہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا'' وہ ایک بڑے دن کا عذاب تھا۔ جو ان سے کبھی ختم نہیں ہوگا۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''بلاشبہ اس میں یقیناایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' (190)

سوال: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً﴾''بلاشبہ اس میں یقیناایک نشانی ہے''قوم شعیب علیہ السلام کے واقعے میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مجرموں کو پکڑ لیتے ہیں۔

(2)﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾''اوراُن میں سے اکثرلوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں''ان میں سے اکثرلوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مشاہدکیں مگروہ ایمان نہ لائے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾''اورآپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثرلوگ ہرگزمومن نہیں ہوتے۔''(یوسف:103)

(3)نشانیوں سے انسان کی عقل عاجز آجاتی ہےلیکن انسان اپنے لیےکوئی عبرت نہیں پکڑسکتااسی لیےلوگ ایمان نہیں لاتے۔

(4)جن لوگوں میں بھلائی اور پاکیزگی نہیں ہوتی وہ ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾

''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناسب پرغالب،نہایت رحم والا ہے''(191)

سوال:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناسب پرغالب،نہایت رحم والا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾''اور بلاشبہ آپ کا رب یقیناسب پرغالب ہے''اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ تمام مخلوقات پرکمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔اورزبردست ہے اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہے کہ اس نے اپنے دشمنوں کو ہلاک کردیا۔

(2)﴿الرَّحِیْمُ﴾''نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔دنیا کی ساری بھلائیاں اس کی رحمت کے آثار ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اپنے انبیاءاوران کی پیروی کرنے والے اہل ایمان کونجات دی۔

(3)(i)اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کی فساد انگیزوں اور معاشی بےاعتدالیوں پرپکڑ کی وجہ سے اپنی صفت العزیز کوثابت کیا۔

(ii)اللہ تعالیٰ نے نبی بھیج کرقوم شعیب علیہ السلام پررحمت کی،مہلت دے کراپنی رحمت کوثابت کیا۔

رکوع نمبر:15

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور بلاشبہ یہ یقیناجہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے''(192)

سوال:﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾''اور بلاشبہ یہ یقیناجہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے''قرآن مجید کورب العالمین نے نازل فرمایا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾''اور بلاشبہ یہ یقیناجہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے''اللہ رب العزت نے سات

قوموں کی طرف جن انبیاء کو بھیجا ان کے حالات بیان فرمانے کے بعد کہ کیسے انبیاء نے دعوت دی اور قوموں نے ٹھکرایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا، نبی ﷺ اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کا ذکر فرمایا۔

(2) وہ ہستی جس نے کتاب عظیم قرآن مجید نازل فرمایا سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا، ان کو پالنے والا، ان کا مالک اور ان کا آقا ہے۔

(3) اس کتاب کو نازل کرنے والے نے اسے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا۔ اس کتاب میں انسانوں کی بھلائی ہے۔

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ (مدینہ منورہ) تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (آپ کے پاس) آئے، انہوں نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو کلام یا دین آپ لائے ہیں وہ برحق ہے اور یہودی خوب جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں، ان کا سب سے بڑا عالم ہوں اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ (بخاری:3911)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿تَنْزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى﴾ ''اُس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔'' (طٰہٰ:4)

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾

''اسے روح الامین لے کر اُترا ہے'' (193)

سوال: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾ ''اسے روح الامین لے کر اُترا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ﴾ ''اسے روح لے کر اُترا ہے'' رب العالمین نے قرآن مجید کو وحی کے ذریعے محمد ﷺ کے دل پر اتارا۔ اسے روح الامین لے کر اترے ہیں۔ روح الامین سے مراد سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں جو جبریل کا دشمن ہے اُس نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر اس (قرآن) کو نازل کیا ہے جو اپنے سے قبل کی تصدیق کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔'' (البقرہ:97)

(2) ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں روح القدس نے تمہارے رب کی جناب سے حق کے ساتھ اس کو اُتارا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہو۔'' (النحل:102)

(3) ﴿الْاَمِيْنُ﴾ ''الامین'' امانت دار فرشتے سے مراد سیدنا جبریل علیہ السلام ہیں۔ (4) سیدنا جبرئیل علیہ السلام وحی پر امین ہیں۔

﴿عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾

''آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں''(194)

سوال:﴿عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾''آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں''سیدنا جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید لے کر نازل ہوئے ہیں۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلٰى قَلْبِكَ﴾''آپ کے دل پر''یعنی اے محمد ﷺ جبرئیل علیہ السلام اس قرآن کو لے کر اترے ہیں تا کہ آپ ﷺ کے دل کو ثابت قدم رکھیں،آپ کے دل کی حفاظت فرمائیں۔

(2)اللہ تعالیٰ نے دل کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ دل سب سے زیادہ یاد کرنے کی قوت رکھتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾''بلاشبہ اس میں ہر اُس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو۔''(ق:37)

(3)دلیل ہے کہ یہ قرآن آپ ﷺ کے حافظے میں محفوظ ہے۔

(4)وحی کے دوران پیغمبر کے ظاہری حواس کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور قلبی حواس کام کرتے ہیں۔پیغمبر دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے،دل کے کانوں سے وحی کو سنتا ہے۔وحی کی ہر شکل جسمانی لحاظ سے آپ ﷺ کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتی تھی۔

(5)ایک شخص حارث بن ہشام نامی نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ حضور آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے۔جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعہ نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا کہ فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑاکے کی سردی میں نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔(بخاری:2)

(6)﴿لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾''تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں''نزول قرآن کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوسروں کو اُن کے انجام سے آگاہ کر دیں۔

﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾

''واضح عربی زبان میں''(195)

سوال:﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾''واضح عربی زبان میں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾''واضح عربی زبان میں''قرآن حکیم کو صاف عربی زبان میں اس لیے نازل کیا گیا تا کہ پہلے مخاطب

اپنی زبان میں اسے سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔

(2) یعنی قرآن مجید کو قریش کی زبان میں نازل کیا گیا۔ اگر وہ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہوتا تو وہ نہ سمجھ پاتے۔

(3) یہ وحی جو جبرئیل امین لے کر آپ ﷺ کے دل پر اترا ہے بڑی فصیح اور شگفتہ زبان میں ہے۔ یہ اس لئے کہ آپ کی قوم عربی زبان ہی بولتی اور سنتی تھی۔ (تیسیر القرآن: 3/365،366)

﴿وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ﴾

''اور بلاشبہ وہ یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے'' (196)

سوال: ﴿وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ﴾ ''اور بلاشبہ وہ یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے'' قرآن مجید کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهٗ﴾ ''اور بلاشبہ وہ'' یعنی یہ قرآن۔ (2) ﴿لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ﴾ ''یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے'' قرآن حکیم کے من جانب اللہ ہونے کی یہ دلیل دی گئی کہ اس کا تذکرہ پہلی آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے۔

(3) پہلی کتابوں نے قرآن مجید کی تصدیق کی ہے کہ یہ کتاب حق کے ساتھ آئی ہے۔ جو تمام رسولوں کی تصدیق کرتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ ''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: ''اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔'' چنانچہ جب وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''یہ کھلا جادو ہے۔'' (الصف: 6) ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے پاس ایک کتاب آگئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اُن کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب وہ چیز ان کے پاس آگئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اُس کے ساتھ کفر کیا، کفر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔'' (البقرہ: 89)

﴿اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾

''اور کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی نہیں ہے کہ اُسے بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں'' (197)

سوال: ﴿اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾ ''اور کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی نہیں ہے کہ اُسے

بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ﴾''اور کیا ان کے لیے نہیں ہے'' کیا کفار قریش کے لیے نہیں ہے۔

(2)﴿اٰیَةً﴾''یہ ایک نشانی'' اور کیا یہ قرآن نشانی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

(3) قرآن حکیم کی صداقت کی نشانی یہ بتائی گئی کہ اُسے علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔

(4)﴿اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ﴾''کہ اُسے بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں'' یعنی بنی اسرائیل کے علماء مثلاً عبداللہ ابن سلام وغیرہ اسے جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

(5) وہ پانچ لوگ تھے اسد، اسید بن یامین، ثعلبہ، عبداللہ ابن سلام۔ (ابن ابی حاتم:2828/9)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾''جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (الاعراف:157)

﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ﴾

''اور اگر ہم اُسے کسی عجمی پر اُتارتے'' (198)

سوال:﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ﴾''اور اگر ہم اُسے کسی عجمی پر اُتارتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ﴾''اور اگر ہم اُسے اُتارتے'' یعنی اگر ہم اس قرآن کو نازل کرتے۔

(2)﴿عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ﴾''کسی عجمی پر'' یعنی کسی عجمی پر جو عربی زبان میں کلام کرنا نہ جانتا اور یہ کتاب اپنی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اتار دی جاتی تب بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

﴿فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ﴾

''پس وہ اسے پڑھ کر ان کو سناتا تو وہ اُس پر ایمان لانے والے نہ بنتے'' (199)

سوال: ﴿فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''پس وہ اسے پڑھ کران کوسناتا تو وہ اُس پر ایمان لانے والے نہ بنتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ﴾ ''پس وہ اسے پڑھ کران کوسناتا'' یعنی عجمی اگر انہیں قرآن پڑھ کرسناتا یا قرآن عجمی زبان میں ہوتا۔

(2) ﴿مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو وہ اُس پر ایمان لانے والے نہ بنتے'' تب بھی یہ کہتے کہ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ تب عربی حمیت ان کے آڑے آتی اور یہ کہتے عجمی ہوکر عربی میں بات کرتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(3) اس وقت وہ کہتے کہ یہ قرآن ہماری سمجھ میں نہیں آتا اس لیے کہ یہ غیر زبان میں ہے اگر عربی میں ہوتا تو ہم اسے سمجھتے اور اس پر ایمان لاتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (حم السجدہ: 44)

(4) اب قرآن عربی زبان میں ہے اور اسے ایسا شخص سنا رہا ہے جس کی زبان عربی ہے۔ اب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے خود قرآن تصنیف کرلیا ہے۔

(5) سچ کہا رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ ''اور اگر واقعتاً ہم اُن پر فرشتے اُتار دیتے اور مردے اُن سے باتیں کرتے اور ہم اُن کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں۔'' (الانعام:111)

(6) ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (۱۴) لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (۱۵)﴾ ''اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پس وہ اس میں چڑھنے والے ہو جائیں۔ تو بھی وہ کہیں گے بلاشبہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہے۔'' (الحجر:14,15)

﴿كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

''اسی طرح ہم نے اس (انکار) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے'' (200)

سوال: ﴿كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اسی طرح ہم نے اس (انکار) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ﴾ ''اسی طرح ہم نے اس (انکار) کو داخل کر دیا ہے'' یعنی ہم نے تکذیب اور عدم ایمان کو داخل کر دیا ہے۔

(2) ﴿فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''مجرموں کے دلوں میں'' یعنی قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کے دلوں، میں کافروں کے دلوں میں جھٹلانا اور ایمان نہ لانا داخل کر دیا ہے۔

﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾

''وہ اُس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں'' (201)

سوال: ﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''وہ اُس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ ''وہ اُس پر ایمان نہیں لائیں گے'' مجرم اپنے جرائم اور ظالم اپنے مظالم کی وجہ سے کبھی ایمان لانے والے نہیں۔

(2) ﴿حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں'' یہاں تک کہ عذاب دردناک عذاب کا آنکھوں سے مشاہدہ کرلیں۔

﴿فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''پھر وہ اچانک اُن پر آئے گا اور وہ سمجھتے نہ ہوں گے'' (202)

سوال: ﴿فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''پھر وہ اچانک اُن پر آئے گا اور وہ سمجھتے نہ ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً﴾ ''پھر وہ اچانک اُن پر آئے گا'' عذاب ان کو اچانک گھیر لے گا جب کہ وہ غفلت کی حالت میں ہوں گے۔

(2) ﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور وہ سمجھتے نہ ہوں گے'' یعنی انہیں احساس بھی نہ ہوگا اور انہیں بے خبری میں عذاب کے ذریعے سزا دے دی جائے گی اور وہ افسوس کرتے رہ جائیں گے۔

﴿فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ﴾

''تو وہ کہیں گے کہ کیا ہم مہلت دیے گئے ہیں؟'' (203)

سوال: ﴿فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ﴾ ''تو وہ کہیں گے کہ کیا ہم مہلت دیے گئے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَيَقُوْلُوْا﴾''تو وہ کہیں گے''اس وقت وہ درخواست کرتے ہوئے کہیں گے۔
(2)﴿هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ﴾''کہ کیا ہم مہلت دیے گئے ہیں؟''وہ امید کریں گے اور کہیں گے کہ انہیں مہلت دے دی جائے۔مہلت کا وقت گزر جانے کے بعد عذاب ان سے ہٹایا نہیں جائے گا۔(3)عذاب دیکھنے کے بعد نہ مہلت ملتی ہے نہ توبہ قبول ہوتی ہے۔

﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾

''تو کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟''(204)

سوال:﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾''تو کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟''کافر عذاب کے لیے کیوں جلدی مچاتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَبِعَذَابِنَا﴾''تو کیا ہمارے عذاب کو''اللہ رب العزت نے سوال کیا ہے کہ کیا کافر ہمارے عذاب کے لیے جو دردناک ہے۔
(2)﴿يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾''وہ جلدی مانگتے ہیں''یعنی کیا وہ ہمیں عذاب نازل کرنے سے عاجز سمجھتے ہیں یا گمان کرتے ہیں کہ ہم عذاب نازل نہیں کر سکتے۔
(3)کافر عذاب کو بعید سمجھتے ہیں اس لیے جلدی طلب کرتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۵۳) يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (۵۴) يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۵۵)﴾''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔جس دن عذاب اُنہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو(اس کا مزہ)جو کچھ تم کرتے تھے۔(العنکبوت:53,55)
(4)﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (۱۷۶) فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاۗءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (۱۷۷)﴾''تو کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟ پھر جب وہ اُن کے صحن میں اُترے گا تو اُن کی صبح بہت بُری ہوگی جن کو ڈرایا گیا تھا۔''(الصفت:176,177)

﴿اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ﴾

''تو کیا تو نے دیکھا اگر ہم انہیں کئی برسوں تک فائدہ دیں؟''(205)

سوال:﴿اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ﴾''تو کیا تو نے دیکھا اگر ہم انہیں کئی برسوں تک فائدہ دیں؟''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَرَءَيْتَ﴾''تو کیا تو نے دیکھا''یعنی آپ نے غور کیا۔

(2)﴿اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ﴾ ''اگر ہم انہیں کئی برسوں تک فائدہ دیں؟'' یعنی اگر ہم انہیں چند برسوں کی مہلت دے دیں اور یہ خوب کھائیں پئیں اور موج اڑائیں۔

(3)امام زہری نے نقل فرمایا ہے کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز ہر روز صبح کو اپنی داڑھی پکڑتے اور اپنے نفس کو خطاب کر کے یہ آیت پڑھا کرتے تھے﴿اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ الآية﴾اس کے بعد ان پر گریہ طاری ہو جاتا اور یہ اشعار پڑھتے تھے،

''اے فریب خوردہ تیرا سارا دن غفلت میں رات نیند میں صرف ہوتی ہے حالانکہ موت تیرے لئے لازمی ہے نہ تو بیدار لوگوں میں ہوشیار و بیدار ہے اور نہ سونے والوں میں اپنی نجات پر مطمئن ہے تیری کوشش ایسے کاموں میں رہتی ہے جس کا انجام عنقریب ناگوار صورت میں سامنے آئے گا، دنیا میں چوپائے جانور ایسے ہی جیا کرتے ہیں۔(معارف القرآن:6/552)

﴿ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾

''پھر بھی وہ چیز اُن پر آجائے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا تھا''(206)

سوال:﴿ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾''پھر بھی وہ چیز اُن پر آجائے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ جَآءَهُمْ﴾''پھر بھی وہ چیز اُن پر آجائے'' یعنی ان پر نازل ہو جائے۔

(2)﴿مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾''جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا تھا'' یعنی عذاب کا جو وعدہ کیا جاتا ہے۔

(3)بُرے عذاب سے وہی بچتا ہے جو نیک عمل کرتا ہے ورنہ عذاب کو مؤخر کر دینے کی وجہ سے لوگ عذاب سے نہیں بچتے۔

﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ﴾

''تو ان کے کس کام آئے گا وہ جو فائدہ دیے جاتے تھے''(207)

سوال:﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ﴾''تو ان کے کس کام آئے گا وہ جو فائدہ دیے جاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ﴾''تو ان کے کس کام آئے گا'' یعنی کوئی چیز انہیں نہ فائدہ دے سکتی ہے۔نہ ان کے کام آسکتی ہے۔

(2)﴿مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ﴾''وہ جو فائدہ دیے جاتے تھے'' یعنی جن نعمتوں میں انہوں نے زندگی بسر کی تھی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں روک سکتیں، لذتیں ختم ہو گئیں، برے اثرات چھوڑ گئیں، انہیں عذاب کا مستحق بنا گئیں۔

(3)دُنیا کا مال و متاع انسان کو عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

(4)عذاب جلدی آئے یا دیر سے اس نے آنا تو ہے اور لمبی عمر فائدہ نہیں دے گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۛ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ انہیں لوگوں میں سب سے زیادہ زندگی پر حریص پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا۔ ان کا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر دے دی جائے حالانکہ وہ اُسے عذاب سے بچانے والی نہیں یہ کہ اسے لمبی عمر دی جائے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔'' (البقرہ:96)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوش حال تھا، اسے آگ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے (دنیا میں) کبھی کوئی بھلائی دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟ تو وہ جواب دے گا کہ نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! (کبھی نہیں) پھر اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف دہ زندگی گزاری ہوگی، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ بھی گزرا ہے؟ تو وہ جواب دے گا، نہیں اللہ کی قسم! اے میرے رب! مجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ نہیں گزرا اور نہ میں نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہے۔'' (مسلم:7088)

﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ﴾

''اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اُس کے لیے کئی ڈرانے والے تھے'' (208)

سوال: ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اُس کے لیے کئی ڈرانے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ﴾ ''اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا'' اللہ تعالیٰ کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتے۔

(2) ﴿اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ﴾ ''مگر اُس کے لیے کئی ڈرانے والے تھے'' بستیوں کی ہلاکت سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنے قانون عدل کے مطابق رسول بھیجتے ہیں، کتابیں بھیجتے ہیں۔ رسول انہیں عذاب یاد دلاتے ہیں، ان پر حجت قائم کرتے ہیں، انہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور ہلاکت کے برے انجام سے آگاہ کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے بارے میں اس کے طریقے سے آگاہ کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ ہر بستی میں منذر بھیجتے ہیں جو لوگوں کو برے انجام سے ڈراتے ہیں اس طرح حق کی دعوت کو قبول کرنے والے قبول کرتے ہیں اور قبول نہ کرنے والوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے۔ اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل:15)

﴿ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾

''یاددہانی کے لیے اور ہم کبھی ظلم کرنے والے نہیں تھے'' (209)

سوال: ﴿ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''یاددہانی کے لیے اور ہم کبھی ظلم کرنے والے نہیں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذِكْرٰى﴾ ''یاددہانی کے لیے'' یاددہانی اور حجت قائم کرنے کے لیے۔

(2) ﴿وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم کبھی ظلم کرنے والے نہیں تھے'' یعنی انجام سے ڈرائے بغیر کسی کو ہلاک کر کے ظلم نہیں کرتے کہ انہیں اپنے انجام کے بارے میں کچھ خبر نہ ہو اور وہ دھر لیے جائیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں رسول بھیج دے جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے، اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوں۔'' (القصص:59)

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ﴾

''اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اُترے'' (210)

سوال: ﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ﴾ ''اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اُترے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) کفار مکہ یہ الزام لگاتے تھے کہ قرآن مجید شیطان کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔

(2) جس طرح کاہنوں پر شیاطین اپنا کلام لے کر نازل ہوتے ہیں اس طرح محمد ﷺ پر بھی یہ کلام شیطانوں ہی کا نازل کردہ ہے۔ (شوکانی)

(3) کفار مکہ کا ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ آپ ﷺ کو کاہن کہتے تھے اور سمجھتے بھی تھے۔ چنانچہ جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا مزاج ناساز ہوا اور آپ ﷺ دو تین رات تہجد کے لیے اٹھ نہ سکے۔ ایک عورت (عوراء بنت حرب، ابوسفیان کی بہن، ابولہب کی بیوی) آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی ''(محمد ﷺ) میں سمجھتی ہوں کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔ دو تین راتوں سے تیرے پاس نہیں آیا'' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ ﴿وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝﴾ ''قسم ہے روزِ روشن کی! اور رات کی جب کہ وہ سکون کے ساتھ چھا جائے! تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔'' (بخاری: کتاب التفسیر) (تیسیر القرآن)

﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾

''اور نہ ہی یہ اُن کے لائق ہے اور نہ ہی وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں''(211)

سوال:﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾''اور نہ ہی یہ اُن کے لائق ہے اور نہ ہی وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں'' قرآن مجید کو شیاطین نہیں جبرئیل علیہ السلام لے کر اترے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ﴾''اور نہ ہی یہ اُن کے لائق ہے'' اللہ تعالیٰ کی کتاب کو شیاطین لے کر نازل نہیں ہوئے نہ وہ اس لائق ہیں۔ وہ تو قرآن مجید کے نزول کے وقت بھی شیطانوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

(2)﴿وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾''اور نہ ہی وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں'' شیاطین اس قرآن کے دائیں بائیں بھی پھٹک نہیں سکتے تھے۔

(3) شیاطین کا مقصد شر اور فساد پھیلانا اور برائیوں کی اشاعت کرنا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں قرآن مجید کا مقصد نیکی کا حکم دینا اور برائیوں کا سدباب کرنا ہے۔ دونوں کام ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لیے شیاطین قرآن مجید کو لے کر نازل نہیں ہو سکے۔

(4) یہ کتاب اول سے آخر تک رشد و صلاح اور نور ہدایت سے بھری ہوئی ہے جس کی تعلیم سے وہ جماعت تیار ہوئی۔ جس سے زیادہ آسمان کے نیچے بجز انبیاء کے کوئی پاک باز، صادق خدا ترس اور خدا پرست جماعت نہیں تو اس کتاب کے علوم اور شیاطین کی طبائع میں کوئی مناسبت نہیں۔ نہ وہ اس لائق ہیں کہ اس عظیم الشان، متبرک بار امانت کو اٹھا سکیں۔﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾''اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر بھی نازل کر دیتے تو تم اُسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے دبا ہوا'' (الحشر:21)(تفسیر عثمانی:2/249,250)

﴿اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾

''یقیناوہ اس کے سُننے ہی سے دور رکھے گئے ہیں''(212)

سوال:﴿اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾''یقیناوہ اس کے سُننے ہی سے دور رکھے گئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهُمْ﴾''یقیناوہ'' یعنی شیاطین۔

(2)﴿عَنِ السَّمْعِ﴾''اس کے سُننے ہی سے'' نزول قرآن کے وقت اس کے سننے سے۔

(3)﴿لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾''دور رکھے گئے'' محروم رکھے گئے۔ نزول قرآن کے وقت آسمانوں پر ستاروں کو چوکیدار بنایا گیا۔

(4) نزول قرآن وقت کڑے پہرے کی وجہ سے قرآن مجید کو باطل کی آمیزش سے بچایا گیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ(۴۲)﴾''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔(حم السجدہ:42)

(5) نزول قرآن کے وقت شیاطین کو چوری چھپے سننے سے روکنے کے لیے ان پر شہاب ثاقب چھوڑے گئے جیسا کہ فرمایا:﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا

السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝﴾ ''اور یقیناہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا۔اور یقیناہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے۔'' (الجن:8,9)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر:9)

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾

''سو آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کو نہ پکاریں پھر آپ بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' (213)

سوال:﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''سو آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کو نہ پکاریں پھر آپ بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی خالص عبادت کا جو حکم دیا ہے اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''سو آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کو نہ پکاریں'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو اور ان کے پیچھے ساری امت کو غیر اللہ کو پکارنے سے روکا ہے۔

(2)﴿فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''پھر آپ بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' یعنی غیر اللہ کو پکارنے کی وجہ سے دائمی عذاب ہوگا۔

رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝﴾ ''بلاشبہ ان لوگوں نے یقیناکفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً مسیح ابنِ مریم ہی اللہ ہے حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی اور یقیناجس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اُس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (المائدہ:72)

(3) کسی کام سے روکنا دراصل اس کے مخالف کام کے کرنے کا حکم ہوتا ہے۔اس لئے شرک سے روکنا درحقیقت عبادت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص، اسی کے لئے محبت، اسی سے خوف، اسی سے امید، صرف اسی کے سامنے اظہار تذلل اور ہر وقت صرف اسی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ (تفسیر سعدی:1926/2)

(4)رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ اگر آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو پکاریں گے تو آپ بھی معذبین میں سے ہو جائیں گے۔

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾

''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں''(214)

سوال:﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں'' قریبی رشتہ داروں کی اصلاح کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)قریبی رشتے داروں کو دعوت دینا دعوت عام کے منافی نہیں بلکہ یہ ترجیحی پہلو ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔''(تحریم:6)

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر فرمانے لگے:''اے قریش کے لوگو! (یا کچھ ایسا ہی کلمہ کہا) تم اپنی اپنی جانیں بچا لو۔ میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے بنو عبد مناف! میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میری پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! میرے مال سے جو چاہتی ہے مانگ لے لیکن اللہ کے سامنے میں تیرے کسی کام نہ آسکوں گا۔''(تیسیر القرآن:3/369,370)

(4)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب آیت''اور آپ اپنے خاندانی قرابت داروں کو ڈراتے رہئے۔''نازل ہوئی تو نبی ﷺ ''صفا'' پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارنے لگے اے بنی فہر! اور اے بنی عدی! اور قریش کے دوسرے خاندان والو! اس آواز پر سب جمع ہو گئے اگر کوئی کسی وجہ سے نہ آسکا تو اس نے اپنا کوئی چودھری بھیج دیا تاکہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے۔ ابولہب قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجمع میں تھا نبی ﷺ نے انہیں خطاب کر کے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تم سے کہوں کہ وادی میں (پہاڑی کے پیچھے) ایک لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں ہم آپ کی تصدیق کریں گے ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا ہی پایا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پھر سنو کہ میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل سامنے ہے اس پر ابولہب بولا تجھ پر سارے دن تباہی نازل ہو کیا تو نے ہمیں اسی لیے اکٹھا کیا تھا اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہو گیا نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی ہی اس کے آڑے آئی۔''(بخاری:508)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ''اور اپنے خاندان کے قرابت داروں کو ڈرا'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر) آواز دی کہ اے جماعت قریش! یا اسی طرح کا اور کوئی کلمہ آپ نے فرمایا اللہ کی اطاعت کے ذریعے اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ (اگر تم شرک و کفر سے باز نہ آئے تو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ کے ہاں میں تمہارے لیے بالکل کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! اللہ کی بارگاہ میں میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔ اے صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! میں اللہ کے یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ اے فاطمہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے لے لو لیکن اللہ کی بارگاہ میں میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ اس روایت کی متابعت اصبغ نے ابن وہب سے انہوں نے یونس سے اور انہوں نے ابن شہاب سے کی۔ (بخاری:4771)

(6) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور جس دعوت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح ڈرانے والوں ہوں، لہٰذا جلدی بھاگو! تو اس کی قوم میں سے بعض لوگوں نے اس کا کہنا مانا اور وہ شام ہوتے ہی چل پڑے اور محفوظ جگہ چلے گئے، تو نجات پا گئے، لیکن ان میں سے بعض لوگوں نے جھٹلایا، وہ صبح تک اسی جگہ رہے، چنانچہ صبح ہوتے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور اس نے ان کو تباہ کر دیا۔ تو یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس نے اس کی پیروی کی اور یہی ہے مثال اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔ (بخاری:7283)

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

''اور آپ مومنوں میں سے جو آپ کے پیچھے چلیں ان کیلئے اپنے بازو جھکائے رکھیں'' (215)

سوال: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''اور آپ مومنوں میں سے جو آپ کے پیچھے چلیں ان کیلئے اپنے بازو جھکائے رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ﴾ ''اور آپ اپنے بازو جھکائے رکھیں'' پروں کو بچھانے سے مراد تواضع کرنا ہے۔

(2) یعنی نرمی سے بات کریں، حسن سلوک کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بدخلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپ انہیں معاف کر دیں اور اُن کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (آل عمران:159)

(3)﴿لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''مومنوں میں سے ان کے لیے جو آپ کے پیچھے چلیں''رسول اللہ ﷺ کو مومنوں کے بارے میں حکم دیا گیا۔آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں اہل ایمان کے ساتھ تواضع اختیار کی۔

(4)﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناتم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اُس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو،تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا،نہایت مہربان ہے۔''(التوبہ:128)

(5)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے،میرا ایک بھائی تھا جس کا نام ابوعمیر تھا،وہ ابھی دودھ چھڑائی عمر ہی کا تھا،تو نبی پاک ﷺ جب کبھی تشریف لاتے تو اس سے مزاحا فرماتے:''اے ابوعمیر!تیری ننھی سی چڑیا نے کیا کیا ہے(کہ داغ مفارقت دے گئی ہے)''۔وہ چڑیا کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔(بخاری:6203)

(6)اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟تو وہ فرماتی ہیں کہ آپ اپنے اہل خانہ کی حوائج وضروریات میں ہاتھ بٹاتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے چلے جاتے۔(بخاری:676)

(7)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ گھر میں اللہ کے رسول ﷺ کی مصروفیت کیسی ہوتی تھی؟تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے،آپ ﷺ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگا لیتے تھے،اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنے کام خود کر لیتے تھے۔(ابن حبان:5675)

(8)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا یہ حال تھا کہ مدینہ منورہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے کسی کام کے لیے جہاں چاہتی لے جاتی۔(بخاری:6072)

(9)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں نبی ﷺ سے بڑھ کر کسی شخص کی محبت جاگزیں نہ تھی،اس کے باوجود وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس کام کو ناپسند فرماتے ہیں۔(ترمذی:2754)

﴿فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

''پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہہ دیں یقینا میں ان کاموں سے بے زار ہوں جو تم کرتے ہو''(216)

سوال:﴿فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾''پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہہ دیں یقینا میں ان کاموں سے بے زار ہوں جو تم کرتے ہو''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ عَصَوْكَ﴾''پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں''یعنی اگر وہ آپ ﷺ کے احکامات کی مخالفت کریں۔

(2)﴿فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو آپ کہہ دیں یقیناً میں ان کاموں سے بے زار ہوں جو تم کرتے ہو'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ کو یہ حکم دیا کہ اگر وہ لوگ آپ ﷺ کی نافرمانی کریں، تو آپ ﷺ کہہ دو میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں۔

(3) نافرمانی کرنے والا کوئی بھی ہو آپ ﷺ اس سے اظہار بے زاری کریں۔

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾

''اور آپ سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ رکھیں'' (217)

سوال: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''اور آپ سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''اور آپ سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ رکھیں'' اللہ تعالیٰ نے رب پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ بھروسے کی وجہ سے انسان اپنے رب کے احکامات پر ثابت قدمی سے چل سکتا ہے۔

(2) توکل سے مراد حسن ظن کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی قوت اور غلبے کی وجہ سے بندے کو شرک سے بچا سکتا ہے، بھلائی عطا کر سکتا ہے۔ وہ اپنی رحمت سے نفع پہنچاتا اور نقصان سے بچاتا ہے۔

(3) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کیا، جب رسول اللہ ﷺ واپس آئے تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ واپس آ گئے اور ایک ایسے جنگل میں دوپہر ہو گئی جس میں کانٹے بکثرت تھے پس رسول اللہ ﷺ (وہیں) اتر گئے اور لوگ جنگل میں جا بجا پھیل گئے اور درختوں کے سائے میں ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ کیکر کے ایک گھنے درخت کے نیچے ٹھہرے اور اپنی تلوار اس پر لٹکا دی۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم تھوڑی ہی دیر سوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آواز دی۔ ہم آپ ﷺ کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے میرے سونے کی حالت میں میری تلوار کھینچ لی، اسی اثنا میں میں اٹھ بیٹھا تو ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں دیکھی۔ یہ مجھ سے کہنے لگا کہ اب بتا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ بچا سکتا ہے پس یہ ہے وہ جواب بیٹھا ہوا ہے۔'' لیکن پھر آپ ﷺ نے اسے کچھ سزا نہ دی۔ (بخاری:4135)

(4) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اپنے تمام کاموں میں کمال غلبہ رکھنے والے مہربان پر بھروسہ رکھو۔ وہی آپ کا کلمہ بلند کرنے والا آپ ﷺ کا محافظ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾ ''اور اپنے رب کا حکم آنے تک آپ صبر کریں، بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں، اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ آپ تسبیح کیا کریں، جب آپ اٹھیں۔'' (الطور:48)

﴿الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾

''جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں'' (218)

سوال: ﴿الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ﴾ ''جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْ یَرٰىكَ﴾ ''جو آپ کو دیکھتا ہے'' اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں دیکھتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ پر توکل کے لیے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی نگرانی، علم اور خبر کا شعور دلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (یونس:61)

﴿وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ﴾

''اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پھرنے کو بھی'' (219)

سوال: ﴿وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ﴾ ''اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پھرنے کو بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ﴾ ''اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پھرنے کو بھی'' وہ آپ ﷺ کو نماز میں قیام، رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھتا ہے۔ وہ تنہا نماز پڑھتے بھی دیکھتا ہے اور باجماعت نماز پڑھتے بھی دیکھتا ہے۔

(2) جو شخص اس طرح نماز پڑھتا ہے کہ رب العزت اسے دیکھتے ہیں اسے خشوع حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنی نماز کی تکمیل کرتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ یَرَاكَ﴾ ''احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔'' (بخاری:50)

﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

''یقیناً وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (220)

سوال: ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ ''یقیناً وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ ''یقیناً وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ آپ ﷺ

کو جو خطرات درپیش ہیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں آپ ﷺ کو دعوت کے سلسلے میں جو مشکلات برداشت کرنی پڑ رہی ہیں اُن کا بھی اللہ تعالیٰ کو علم ہے وہ سنتا بھی ہے جانتا بھی ہے اس لیے آپ ﷺ بے فکر ہو جاؤ۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی ہر حالت میں اسے دیکھتا ہے۔ یہ یقین انسان کو احسان کی منزل تک پہنچنے کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے۔

﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ﴾

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترتے ہیں؟''(221)

سوال: ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ﴾ ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قرآن مجید کے بارے میں اہل مکہ کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ شیاطین کی پڑھائی ہوئی باتیں ہیں اس پر اُن کے شعور کو بیدار کیا گیا کہ بتائیں آپ کو کہ شیاطین کس پر اُترتے ہیں۔

(2) ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ﴾ ''کیا میں تمہیں بتاؤں'' مشرکوں کے الزام کی تردید ہے جو کہتے تھے کہ محمد ﷺ پر شیطان نازل ہوتا ہے اور یہ کہ کوئی جن آ کر آپ ﷺ کو قرآن سکھاتا ہے۔ (3) رب العزت نے فرمایا: کیا آپ لوگوں کو آگاہ کریں کہ شیاطین کس پر نازل ہوتے ہیں۔

﴿تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾

''وہ ہر زبردست جھوٹے سخت گناہ گار پر اُترتے ہیں''(222)

سوال: ﴿تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾ ''وہ ہر زبردست جھوٹے سخت گناہ گار پر اُترتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَنَزَّلُ﴾ ''اُترتے ہیں'' یعنی شیاطین نازل ہوتے ہیں۔

(2) ﴿عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ﴾ ''وہ ہر زبردست جھوٹے پر'' یعنی ہر کذاب پر شیاطین اترتے ہیں۔

(3) ﴿اَثِيْمٍ﴾ ''سخت گناہ گار'' گناہوں کا ارتکاب کرنے والے نافرمانوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔

(4) شیاطین جھوٹوں، گناہ گاروں پر اُترتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں پر نہیں اُترتے۔

﴿يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾

''وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہیں''(223)

سوال:﴿يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ ''وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اوراُن میں سے اکثر جھوٹے ہیں'' کہانت کی بنیاد جھوٹ پر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُلْقُوْنَ السَّمْعَ﴾ ''وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں'' شیاطین اُچٹتی ہوئی ایک آدھ سنی سنائی بات کے ساتھ جھوٹی باتیں ملا کر بیان کردیتے ہیں۔(2)یعنی وہ آسمانی خبروں، چرائی ہوئی باتوں کو کانوں میں ڈالتے ہیں۔

(3)﴿وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ ''اوراُن میں سے اکثر جھوٹے ہیں''یعنی شیاطین جن کاہنوں پر اترتے ہیں وہ اپنی باتوں میں جھوٹے اور افعال میں برے ہوتے ہیں۔اگر وہ ایک سچی بات کرتے ہیں تو سو جھوٹ ملا دیتے ہیں، جب کہ محمد ﷺ صادق اور امین ہیں۔آپ ﷺ کا دل، آپ ﷺ کی زبان اور آپ ﷺ کے افعال سچے ہیں۔

(4)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا۔نبی ﷺ نے فرمایا ان کی کسی بات کا اعتبار نہیں۔ایک صاحب نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ لوگ بعض ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو صحیح ثابت ہوتی ہیں۔بیان کیا کہ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ صحیح بات وہ جسے شیطان فرشتوں سے سن کر یاد رکھ لیتا ہے اور پھر اسے مرغی کے کٹ کٹ کرنے کی طرح (کاہنوں) کے کانوں میں ڈال دیتا ہے اور یہ اس میں سو(100) سے زیادہ جھوٹ ملاتے ہیں۔(بخاری:7561)

(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو سن کر جھکتے ہوئے عاجزی کرتے ہوئے اپنے بازو پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ کا فرمان انہیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ بہت اونچا، سب سے بڑا ہے پھر ان کی یہی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن کر بھاگتے ہیں، شیطان آسمان کے نیچے یوں نیچے اوپر ہوتے ہیں، سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کو موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح شیطان ایک کے اوپر ایک رہتے ہیں۔پھر وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتاتے ہیں۔اس طرح وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ یہ کلمہ اپنے سے نیچے والے کو بتائیں آگ کا گولا انہیں آدبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ بتا لیتے ہیں تو آگ کا انگارا ان پر پڑتا ہے، اس کے بعد کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے۔(ایک بات جب اس کاہن کی صحیح ہو جاتی ہے تو ان کے ماننے والوں کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ کیا اسی طرح ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، اسی ایک کلمہ کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنا تھا کاہنوں اور ساحروں کی بات کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔(بخاری:4800)

(6)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بادل میں فرشتے اترتے ہیں اور آسمان پر اللہ کے جو احکام

(اس دن) جاری ہوتے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں، تو شیطان فرشتوں کی کوئی ایک بات اڑا لیتے ہیں اور کاہنوں کو خبر کر دیتے ہیں، چنانچہ وہ کاہن ایک سچی بات میں سو جھوٹی باتیں اپنی طرف سے ملا لیتے ہیں۔'' (بخاری:3210)

(7) سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے ایک زوجہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔'' (مسلم:5821)

(8) سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کاہن یا کسی نجومی کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔'' (مسند احمد:9548)

﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴾

''اور شاعروں کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلتے ہیں'' (224)

سوال: ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴾ ''اور شاعروں کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلتے ہیں'' شاعروں کے پیروکار گمراہ ہوتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴾ ''اور شاعروں کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلتے ہیں'' شاعر دل پسند باتیں کرتے ہیں غلو اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اس لیے اُن کے پیچھے لگنے والوں کو گمراہ کہا گیا۔ (2) کافر شاعروں کی باتیں گمراہ لوگ مانتے ہیں۔

(3) اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کو نزول شیاطین سے مبرا قرار دیا تو شعر سے بھی منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ شاعر خود گمراہ ہوتے ہیں اور بھٹکے ہوئے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم عرج (ایک گاؤں ہے ۷۸ میل پر مدینہ سے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے، اتنے میں ایک شاعر سامنے آیا جو شعر پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شیطان کو پکڑو اگر تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرے تو بہتر ہے کہ شعر سے بھرے۔'' (مسلم:5895)

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ﴾

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناوہ ہر وادی میں سرمارتے پھرتے ہیں؟'' (225)

سوال: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناوہ ہر وادی میں سرمارتے پھرتے ہیں؟ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے'' یعنی کیا آپ ان کی گمراہی کے بارے میں نہیں جانتے۔

(2)﴿اَنَّهُمْ﴾''کہ یقیناوہ''یعنی شعراء۔

(3)﴿فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ﴾''ہروادی میں سرمارتے پھرتے ہیں''یعنی کبھی کسی کی ہجو کرتے ہیں،کبھی مدح کرتے ہیں،کبھی مذاق اڑتے ہیں،کبھی تکبر کرتے ہیں۔انہیں کہیں بھی قرار نہیں ملتا۔یہ زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔

(4)ان کے کلام میں تخیل اور غلو تک پہنچا ہوا مبالغہ ہوتا ہے جس کی مضبوط بنیاد نہیں ہوتی۔

(5)شاعروں کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا نہ وہ کسی اصول کے پابند ہوتے ہیں۔

﴿وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ﴾

''اور یقیناوہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں''(226)

سوال:﴿وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ﴾''اور یقیناوہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں''شاعر قول وفعل کے تضاد کا شکار ہوتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ﴾''اور یقیناوہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں''شاعروں کے قول وفعل میں تضاد ہوتا ہے وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں جب کہ نبی ﷺ جو تعلیم دیتے تھے اس پر پہلے خود عمل پیرا ہوتے تھے۔

(2)یہ شعراء کا وصف ہے کہ ان کے قول وفعل میں سخت تضاد ہوتا ہے۔اگر آپ کسی شاعر کو رقت انگیز غزل کہتے ہوئے سنیں گے تو آپ کہہ اٹھیں گے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ عشق کا مارا ہوا شخص ہے حالانکہ اس کا دل عشق سے خالی ہوگا۔اگر آپ اس کو کسی کی مدح یا مذمت کرتے ہوئے سنیں تو کہیں گے کہ یہ سچ ہے حالانکہ وہ جھوٹ ہوتا ہے۔کبھی کبھی وہ بعض افعال پر اپنی ستائش آپ کرتا ہے حالانکہ وہ ان افعال کے قریب سے نہیں گزرا ہوتا،وہ افعال کے ترک کرنے پر اپنی تعریف کرتا ہے حالانکہ اس نے اس فعل کو کبھی ترک نہیں کیا ہوتا،وہ اپنی سخاوت کی تعریف میں زمین اور آسمان کے قلابے ملادیتا ہے حالانکہ اس کا اس کوچے سے کبھی گزر ہی نہیں ہوا ہوتا۔وہ اپنی شجاعت کے تذکرے کرتا ہے جس کی بنا پر اس نے بڑے بڑے شہسواروں کو زیر کرلیا ہوتا ہے حالانکہ آپ اسے دیکھیں گے کہ وہ انتہائی بزدل ہے۔یہ ہیں شعراء کے اوصاف۔اب آپ غور کیجئے کہ آیا مرقومہ بالا احوال رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ جیسی ہدایت یافتہ اور پاکیزہ ہستی کے احوال سے مطابقت رکھتے ہیں،جن کی پیروی ہر وہ شخص کرتا ہے جو صاحب رشد وہدایت ہے۔آپ ﷺ راہ راست پر نہایت استقامت سے گامزن اور ہلاکت کی وادیوں سے دور رہتے ہیں۔آپ ﷺ کے افعال تناقض سے پاک ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کے اقوال وافعال میں تضاد نہیں ہوتا۔آپ ﷺ صرف نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں،ہمیشہ سچی خبر دیتے ہیں۔اگر آپ ﷺ کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں تو اس پر سب سے پہلے خود عمل کرتے ہیں اور اگر کسی کام سے روکتے ہیں تو سب سے پہلے خود اس کام کو ترک کرتے

ہیں۔کیا آپ کا حال ان شاعروں کے احوال سے کوئی مناسبت رکھتا ہے یا ان کے احوال کے کہیں قریب دکھائی دیتا ہے؟ یا ہر لحاظ سے آپ کے احوال ان شعراء حضرات کے احوال سے بالکل مختلف ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو ابدالآباد تک اس رسول اکمل اور سب سے افضل، عالی ہمت سردار پر جو شاعر ہے نہ ساحر و مجنون بلکہ اوصاف کمال کے سوا اور کچھ اس کے لائق نہیں۔(تفسیر سعدی:1929,1930/2)

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ضماد مکہ مکرمہ میں آیا اس کا تعلق قبیلہ ازدشنوءہ سے تھا اور جنوں اور آسیب وغیرہ کے لیے جھاڑ پھونک کرتا تھا تو اس نے مکہ کے بیوقوفوں سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ محمد (العیاذ باللہ) مجنون ہیں تو اس نے کہا کہ میں اس آدمی پر دیکھتا ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ اسے میرے ہاتھ سے شفا دے دے۔اس نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور کہا کہ اے محمد ﷺ! میں جنوں وغیرہ کے لیے جھاڑ پھونک کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے ہاتھ سے شفا دیتا ہے تو آپ ﷺ کیا چاہتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بعد حمد وصلوٰۃ۔ کہنے لگے کہ ان کلمات کو دوبارہ پڑھیے! رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات کو تین مرتبہ دُہرایا۔ضماد نے کہا کہ میں نے کاہنوں کا کلام سنا، جادوگروں کا کلام سنا، شاعروں کا کلام سنا لیکن آپ ﷺ کے کلام کی طرح کا کلام (کبھی) نہیں سنا۔ یہ کلام تو سمندر کی بلاغت تک پہنچ گیا ہے اور ضماد نے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے! میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، پھر اس نے بیعت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے اور تمہاری قوم کی طرف سے بھی بیعت لیتا ہوں۔ضماد نے کہا کہ میں اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا۔وہ لشکر اس کی قوم میں سے گزرا تو اس لشکر کے سردار نے کہا کہ کیا تم نے اس قوم والوں سے کچھ لیا ہے؟ تو جماعت کے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے ان سے لیا ہے تو اس لشکر کے سردار نے کہا: جاؤ اسے واپس کردو کیونکہ یہ ضماد کی قوم کا ہے۔(اور یہ لوگ ضماد کی بیعت کی وجہ سے اس میں آگئے ہیں)۔(مسلم:2008)

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾

''سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا اور انہوں نے بدلہ لیا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا اور جنہوں نے ظلم کیا وہ جلد ہی جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ پر لوٹ کر جانے والے ہیں؟''(227)

سوال: ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَیَعْلَمُ

﴿الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ''سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے اد کیا اور انہوں نے بدلہ لیا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا اور جنہوں نے ظلم کیا وہ جلد ہی جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ پر لوٹ کر جانے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے'' یعنی جو توبہ کر کے ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے وہ شعراء مستثنیٰ ہیں۔

(2)﴿وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔

(3)﴿وَانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا﴾ ''اور انہوں نے بدلہ لیا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا'' یعنی جو ظلم کیے جانے کے بعد بدلہ لیتے ہیں۔ ان کی شاعری ان کے نیک اعمال میں شمار ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ دین کے دفاع میں ہوں گے۔

(4)﴿وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ''اور جنہوں نے ظلم کیا وہ جلد ہی جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ پر لوٹ کر جانے والے ہیں؟'' یعنی ظالم جان لیں گے کہ وہ کس لوٹنے کی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ ''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا'' (غافر:52) (6) ظالموں سے مراد برے شاعر ہیں۔

﴿اٰیاتها ۹۳﴾ ﴿۲۷ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّیَّةٌ ۴۸﴾ ﴿رکوعاتها ۷﴾

سوال 1: سورۃ النمل کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ النمل مکی سورت ہے۔ اس میں سات رکوع اور 93 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 27 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 48 ہے۔

رکوع نمبر: 16

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

﴿طٰسٓ تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ﴾

''طس۔یہ آیات قرآن اور ایک واضح کتاب کی ہیں''(1)

سوال:﴿طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾''طس۔یہ آیات قرآن اور ایک واضح کتاب کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿طٰسٓ﴾''طس''ط۔س یہ حروف مقطعات ہیں۔جن کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(2)حروف مقطعات اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ یہ قرآن اُنہی حروف سے بنا ہے جو زبان انسان بولتے ہیں مگر ایسا کلام بنانے سے سبھی عاجز ہیں۔

(3)﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ﴾''یہ آیات قرآن کی ہیں''یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی ہے۔یہ سچی خبروں پر مشتمل آیات ہیں۔ان آیات قرآن کا مقصد عظیم ہے،جن اعمال کی طرف یہ آیات راہ نمائی کرتی ہیں وہ اعمال عظیم،جن اخلاق کی طرف یہ آیات ہدایت دیتی ہیں وہ اخلاق عظیم ہیں۔یہ آیات ردی اعمال اور برے اخلاق کی مذمت کرتی ہیں۔یہ آیات ایمان کی دعوت دیتی ہیں۔یہ آیات رب عظیم کی معرفت کی دعوت دیتی ہیں۔یہ آیات ہیں جنہوں نے رسولوں کی پہچان کروائی۔ان آیات سے وہ لوگ راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔جن کے دل روشن ہیں اور جو ایمان سے بہرہ مند ہیں۔

(4)﴿وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾''اور ایک واضح کتاب کی ہیں''یہ کتاب واضح اور روشن ہے۔یہ کتاب ماضی کے حالات اور مستقبل کے واقعات کی خبر دیتی ہے۔یہ کتاب ہے جو ایمان والوں کے اوصاف بیان کرتی ہے۔

﴿هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''مومنوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہیں''(2)

سوال:﴿هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾''مومنوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہیں''قرآن ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُدًى﴾''ہدایت''یہ قرآن مجید کی صفت ہے۔یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق اور سلامتی کے راستوں کو واضح کرتی ہے۔(جامع البیان:130/19)

(2)یہ کتاب صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔جو اپنے اوپر چلنے والے کو سعادت اور کمال تک پہنچاتی ہے۔(ایسر التفاسیر:1070)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾''چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب وہ انہیں

اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سے سیدھے راستے کی ہدایت دے گا۔" (النساء:175)

(4) یحییٰ بن سلام کہتے ہیں یہ کتاب جنت کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ (جامع البیان)

(5) قرآن مجید کے مومنوں کے لیے ہدایت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ ان کی ہدایت پر مزید ہدایت کا اضافہ کرتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ "اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔" (التوبہ:124)

(6) ﴿وَّبُشْرٰى﴾ "اور خوشخبری" یعنی یہ کتاب مومنوں کے لیے عظیم بشارت ہے۔

(7) یحییٰ بن سلام نے کہا یہ کتاب ثواب کی بشارت دیتی ہے۔ (جامع البیان)

(8) ﴿لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "مومنوں کے لئے" یعنی تصدیق کرنے والوں کے لیے۔ (ابن ابی حاتم:2839/9)

(9) یعنی یہ آیات اہل ایمان کی صراط مستقیم کی طرف چلنے میں راہنمائی کرتی ہیں۔ ان کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتی ہیں کہ انہیں کس راستے پر چلنا چاہیے اور کس راستے کو ترک کرنا چاہیے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ثواب کی خوشخبری دیتی ہیں۔ جو اس راستے پر گامزن ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1932/2)

(10) قرآن مجید کے خزانوں کی چابی ایمان ہے، ایمان کے بغیر اس قرآن مجید کی معرفت نہیں ملتی۔ قرآن مجید کا مخاطب سب سے پہلے دل ہے جو انسان ایمان اور یقین کے ساتھ کھلے دل سے قبول کرتا ہے قرآن مجید کی حکمت اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ "اور ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ یقیناً اُن کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جب کبھی اُن میں سے کوئی پھل اُنہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: "یہ وہی پھل ہیں جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیئے گئے تھے" اور انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا اور اُن کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" (البقرہ:25)

﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾

"جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں" (3)

سوال: ﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ "جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ

ادا کرتے ہیں اور وہی آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾''جولوگ نماز قائم کرتے ہیں' رب العزت نے اہل ایمان کی پہلی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں شرائط، ارکان، واجبات، سنن اور آداب کا خیال رکھتے ہوئے وقت پر نماز ادا کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1070)

(2)یعنی وہ نماز کو ظاہری اور باطنی آداب کا خیال رکھتے ہوئے ادا کرتے ہیں۔باطنی آداب سے مراد خشوع ہے جو نماز کی اصل روح ہے۔جو نماز میں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرتے ہیں۔وہ تلاوت اور رکوع، سجدوں اور دیگر افعال کو انجام دیتے ہوئے غور وفکر کرتے ہیں۔

(3)﴿وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾''اور زکوۃ ادا کرتے ہیں''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ زکوۃ ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اخلاص کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:2840/9)

(4)﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ﴾''اور وہی آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں''یعنی وہ آخرت کے گھر کے وجود اور اس تک پہنچنے کا حساب کتاب اور جزا کا یقین رکھتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1070)

(5)ان کے ایمان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ درجہء یقین تک پہنچا ہوا ہے۔یقین سے مراد علم کامل ہے جو قلب کی گہرائیوں میں اتر کر عمل کی دعوت دیتا ہے۔آخرت پر ان کا یقین تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کے حصول کے لئے پوری کوشش کریں، عذاب کے اسباب اور عقاب کے موجبات سے بچیں اور یہ ہر بھلائی کی بنیاد ہے۔(تفسیر سعدی:1932/2)

(6)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ غیب، قیامت، جنت، دوزخ حساب اور میزان پر یقین رکھتے ہیں۔

(7)جو شخص آخرت کے حق ہونے کا سچے دل سے اعتراف کرے تو اس کے نتیجے میں اس کا ذہن درست سمت چل نکلتا ہے اس طرح اس کی زندگی درست ہوتی چلی جاتی ہے۔(8)آخرت پر ایمان ایسی قوت ہے جو اس دنیا میں خواہشات اور جذبات کو دباتی اعتدال اور توازن عطا کرتی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ﴾

''یقیناً جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا ہے چنانچہ وہ حیران پھرتے ہیں''(4)

سوال:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ﴾''یقیناً جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا ہے چنانچہ وہ حیران پھرتے ہیں'' آخرت پر ایمان نہ لانے کی سزا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾''یقیناً جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے''یعنی جو بعث، جزا اور ان لوگوں کو جھٹلاتے ہیں جو آخرت پر یقین کرتے ہیں۔

(2)﴿زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''ہم نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا ہے'' یعنی ہم نے اپنی سنت کے مطابق ان لوگوں کے لیے جو آخرت بعث اور جزا پر یقین نہیں رکھتے ان کے شر اور فساد پر مبنی اعمال کو خوش نما دیا ہے۔(i) بُرائی کا پسند آنا گناہوں کے وبال کی جزا ہے۔(ii) بُرائی کے پسند آنے کا بنیادی سبب آخرت پر ایمان نہ ہونا ہے۔

(3) یعنی ان کے لیے برے اعمال کو خوب صورت اور آسان بنا دیا ہے۔ (جامع البیان 137/19) (4) یعنی برائی کو وہ نیکی اور بھلائی کے طور دیکھتے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے بُرائی کو خوش نما بنانے کی نسبت اپنی طرف اس لیے کی ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کا اصول جاری ہے نیک لوگوں کے لیے نیکی کا راستہ آسان ہوتا ہے اور بُروں کے لیے بُرائی کا راستہ آسان کر دیا جاتا ہے تاہم بُرائی یا اچھائی کو اختیار کرنا انسان کے اپنے ارادے پر منحصر ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔'' (الانعام:110)

(6)﴿فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ حیران پھرتے ہیں'' تزئین اعمال کا شکار لوگ گمراہی کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور صحیح راستے کی طرف راہ نمائی نہیں پاتے۔ (7) یعنی وہ معروف کو نہیں پہچانتے اور برائی کو برا نہیں جانتے۔

(8) وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی پروا نہیں کرتے اور اس کی رضا کے مطابق کام نہیں کرتے۔

(9) رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا اُن کی مکاریاں اُن کے لیے خوش نما بنا دی گئی ہیں اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے پھر اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں'' (الرعد:33)

(10)﴿وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کر دیں اور تاکہ اُن پر اُن کے دین ہی کو مشتبہ بنا دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ ان کو چھوڑ دو اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں!'' (الانعام:137)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾

''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے۔ اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارہ اُٹھانے والے ہوں گے'' (5)

سوال:﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بُرا

عذاب ہے۔اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارہ اُٹھانے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ﴾''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے''یعنی جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔وہ دنیا میں بھی بدترین عذابوں میں گرفتار رہتے ہیں اور آخرت میں ان کے لیے بدترین عذاب ہے۔

(2)تزئین اعمال کے شکار لوگ اپنی اصلاح کی طرف سے غافل ہوجاتے ہیں انہیں اپنے بُرے اعمال کو درست سمجھنے کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے یہ لوگ ایسے راستے پر چل نکلتے ہیں جس کی آخری منزل جہنم ہے۔

(3)﴿وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ﴾''اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارہ اُٹھانے والے ہوں گے''یعنی اہل دوزخ میں سے وہ سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں یعنی سب سے سخت عذاب دیئے جانے والے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1070)

(4)یعنی انہوں نے ایمان کے بارے میں خسارہ پایا تو وہ خود اور ان کے گھر والے قیامت کے دن خسارے میں ہوں گے۔

﴿وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ﴾

''اور بلاشبہ آپ کو یہ قرآن کمال حکمت والے،سب کچھ جاننے والے کی جناب سے دیا جارہا ہے''(6)

سوال:﴿وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ﴾''اور بلاشبہ آپ کو یہ قرآن کمال حکمت والے،سب کچھ جاننے والے کی جناب سے دیا جارہا ہے،''قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ سکھا رہا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ﴾''اور بلاشبہ آپ کو یہ قرآن دیا جارہا ہے''یعنی یہ قرآن جو آپ ﷺ پر نازل ہوتا ہے جس کی آپ ﷺ کو تلقین کی جاتی ہے جو آپ ﷺ کو سکھایا جاتا ہے۔(2)(i)قرآن مجید کی ہدایات نبی ﷺ کو براہ راست دی جارہی تھیں۔(ii)تُلَقَّى کے لفظ سے ہدایات کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ براہ راست دی جارہی تھیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾''یہ اس میں سے حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو وحی کی ہے۔''(بنی اسرائیل:39)

(4)یہ کتاب ایسی ہستی کی طرف نازل شدہ ہے جو تمام لوگوں کے احوال سے پوری طرح باخبر ہے۔اس کی نظروں میں تمام انسان بحیثیت انسان ایک جیسے ہیں جو ہر ایک کے حقوق وفرائض اپنی اسی وسیع علم کی بنا پر مقرر کرتی ہے۔پھر وہ حکیم بھی ہے۔جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس کے ہر حکم میں کچھ نہ کچھ حکمتیں مضمر ہوتی ہیں اور اس کے احکام بندوں کی مصلحت پر ہی مبنی ہوتے ہیں۔(تیسیر القرآن 375/3)

(5)﴿مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ﴾''کمال حکمت والے،سب کچھ جاننے والے کی جناب سے''(i)علیم کا مطلب ہے جاننے والا۔اللہ تعالیٰ نے علیم ہونے کی بنیاد پر قرآن مجید نازل کیا ہے یعنی اپنے علم سے ہر کام کی تدبیر کرنے والے رب نے اسے نازل کیا ہے۔

(ii)اللہ تعالیٰ حکیم ہے ہر چیز کو اُس نے حکیمانہ انداز میں بنایا ہے۔

(iii)قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کا نمونہ ہے اس کے مقاصد، احکام وفرائض، طریقہ کار، اجزاء کے تسلسل، اپنے موضوعات کے درمیان ہم آہنگی اور توازن کے اعتبار سے یہ علم وحکمت کا نادر نمونہ ہے۔

(6)﴿حَكِيْمٍ﴾ دانا ہستی کی طرف سے نازل ہوتا ہے جو تمام اشیاء کو ان کے مقام پر رکھتی اور ان کی جگہ پر نازل کرتی ہے۔﴿عَلِيْمٍ﴾ باخبر ہستی کی طرف سے نازل ہوتا ہے جو تمام امور کے اسرار اور ان کے باطن کا اسی طرح علم رکھتی ہے جس طرح وہ ان کے ظاہر کا علم رکھتی ہے۔ چونکہ یہ قرآن دانا و باخبر ہستی کی طرف سے ہے اس لئے معلوم ہوا کہ یہ تمام تر حکمت و دانائی اور بندوں کے مصالح پر مشتمل ہے اور کون ہے جو ان کے مصالح کو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر جانتا ہو؟ (تفسیر سعدی:2/1932,1933)

﴿اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾

''جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: ''یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ جلد ہی میں آپ کے پاس وہاں سے کوئی خبر لاؤں گا یا آپ کے لئے کوئی سُلگتا انگارہ لے کر آؤں گا تاکہ آپ سینکیں''(7)

سوال:﴿اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾ ''جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: ''یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ جلد ہی میں آپ کے پاس وہاں سے کوئی خبر لاؤں گا یا آپ کے لئے کوئی سُلگتا انگارہ لے کر آؤں گا تاکہ آپ سینکیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حالات سے ابتدا کی ہے کہ ان پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیسے کلام کیا۔ انہیں کیسی عاجز کر دینے والی دلیلیں دی اور فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف مبعوث فرمایا۔

(2)سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے مدین پہنچے تو چند سال قیام کرنے کے بعد مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

(3)﴿اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖ﴾ ''جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا'' یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر والوں کو لے کر مدین سے مصر واپس جا رہے تھے تاریک اور ٹھنڈی رات میں انہوں نے اپنی بیوی اور اولاد سے کہا۔

(4)﴿اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ ''یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دور سے آگ دیکھی تو گھر والوں سے کہا میں نے آگ دیکھی ہے۔

(5)﴿سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ﴾ ''جلد ہی میں آپ کے پاس وہاں سے کوئی خبر لاؤں گا'' میں وہاں جا کر راستے کے بارے میں خبر لے کر

تمہارے پاس آتا ہوں یہ دلیل ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام راستہ بھٹک گئے تھے۔سیدنا موسیٰ آگ کے پاس سے ایک بڑی خبر لے کر آئے۔انہیں آخرت کی روشنی مل گئی۔

(6)﴿اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ﴾ ''یا آپ کے لئے کوئی سُلگتا انگارہ لے کر آؤں گا'' یا تمہارے پاس آگ کا کوئی انگارہ ہی اٹھا لاؤں گا۔

(7)﴿لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾ ''تا کہ آپ سینکیں'' تا کہ تم آگ تاپ سکو۔کیونکہ رات شدید ٹھنڈی تھی اور سردی سے بچاؤ کے لیے آگ نفع مند تھی۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا، آواز دی گئی: ''برکت دی گئی ہے اُسے جو آگ میں ہے اور جو اُس کے اردگرد ہے اور پاک ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا رب ہے''(8)

سوال:﴿فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا، آواز دی گئی: ''برکت دی گئی ہے اُسے جو آگ میں ہے اور جو اُس کے اردگرد ہے اور پاک ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَآءَهَا﴾ ''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچ گئے۔

(2)﴿نُوْدِیَ﴾ ''آواز دی گئی'' یعنی انہیں رب العزت نے آواز دی۔

(3)﴿اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ﴾ ''یہ کہ برکت دی گئی ہے اُسے جو آگ میں ہے'' یعنی جو آگ میں ہے وہ پاک ہے اور وہ اللہ جل جلالہ کا نور تھا۔

(4)﴿وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ''اور جو اُس کے اردگرد ہے'' ان کے اردگرد ارض مقدس اور شام تھا۔اس سے مراد اردگرد والے فرشتے بھی ہیں۔

(5)یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا اور آگاہ فرمایا کہ یہ نہایت مقدس اور مبارک جگہ ہے۔یہ اس مقام کی برکت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشنے، آپ کو آواز دینے اور آپ کو رسالت سے سرفراز کرنے کے لئے منتخب فرمایا۔(سعدی:2/1934)

(6)سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ باتیں فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی شان ہے۔میزان ایمان کو جھکاتا اور بلند کرتا ہے۔اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے اور اس کا حجاب نور ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کا حجاب آگ ہے۔اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے

کی شعاعیں جہاں تک اس کی نگاہیں پہنچتی ہیں مخلوق کو جلا دیں۔ (مسلم:445)

(7)﴿وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور پاک ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا رب ہے'' یعنی اللہ پاک ہے کوئی اس کے مشابہ نہیں، کوئی اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ وہ عالی شان اور عظیم کبریائی والا ہے۔ اور تمام مخلوق سے علیحدہ ہے۔ زمین و آسمان اسے گھیر نہیں سکتے بلکہ وہ اکیلا ہے، بے پرواہ ہے اور مخلوق کی مشابہت سے پاک اور بری ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1422)

﴿يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اے موسیٰ! یقیناً میں اللہ ہوں، سب پر غالب، کمال حکمت والا'' (9)

سوال: ﴿يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اے موسیٰ! یقیناً میں اللہ ہوں، سب پر غالب، کمال حکمت والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ﴾ ''اے موسیٰ! یقیناً میں اللہ ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رب العزت نے خبر دی کہ جو تم سے خطاب کر رہا ہے وہ ان کا رب اللہ تعالیٰ ہے جو اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''یقیناً میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' (طٰہٰ:14)

(2)﴿الْعَزِيْزُ﴾ ''سب پر غالب'' جو ہر چیز پر کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے جس کے سامنے ساری مخلوقات جھکی ہوئی ہیں۔

(3)﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''کمال حکمت والا'' وہ اپنے امر اور افعال میں کمال درجے کی حکمت رکھتا ہے۔

(4) وہ اپنے امر و خلق میں حکمت والا ہے۔ یہ اس کی حکمت ہی ہے کہ اس نے اپنے بندے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا جن کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ رسالت، وحی اور شرف کلام بخشے جانے کے اہل ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہی ہے کہ آپ اس پر بھروسہ کرتے ہیں آپ اپنے تنہا ہونے، دشمنوں کی کثرت اور ان کے ظلم و جبر کے باوجود وحشت نہیں کھاتے۔ کیونکہ ان کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اور ان کی حرکات و سکون اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1934)

﴿وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى لَا تَخَفْ ۡ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾

''اور اپنی لاٹھی ڈال دو۔'' پھر جب اُس نے اُسے بل کھاتے دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر لوٹا اور پیچھے مُڑ کر نہ دیکھا

''اے موسیٰ! ڈرو نہیں۔ یقیناً رسول میرے پاس ڈرا نہیں کرتے'' (10)

سوال 1: ﴿وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى لَا تَخَفْ ۡ اِنِّىْ لَا يَخَافُ

لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''اور اپنی لاٹھی ڈال دو'' پھر جب اُس نے اُسے بل کھاتے دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر لوٹا اور پیچھے مُڑ کر نہ دیکھا ''اے موسیٰ! ڈرو نہیں۔ یقینا رسول میرے پاس ڈرا نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَلْقِ عَصَاكَ﴾ ''اور اپنی لاٹھی ڈال دو'' رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا اپنا عصا زمین پر ڈال دو تا کہ روشن دلیل سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

(2)﴿فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ﴾ ''پھر جب اُس نے اُسے بل کھاتے دیکھا گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر لوٹا اور پیچھے مُڑ کر نہ دیکھا'' پھر جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ فورا ایک تیز رفتار سانپ کی شکل میں بدل گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ عصا تیز رفتار سانپ کی طرح رینگ رہا ہے تو بری طرح ڈر گئے اور بشری تقاضے کے مطابق خوف کر پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خوف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی کو اپنے ہاتھ کی چیز کے بارے میں بھی غیبی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا یعنی نبی عالم الغیب نہیں ہوتا۔

سوال 2:﴿يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۖ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''اے موسیٰ! ڈرو نہیں۔ یقینا رسول میرے پاس ڈرا نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ﴾ ''اے موسیٰ! ڈرو نہیں'' رب العزت نے آواز دی اے موسیٰ! سانپ دیکھ کر ڈرو نہیں۔

(2)﴿اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''یقینا رسول میرے پاس ڈرا نہیں کرتے'' یعنی میں تمہیں رسول بنانا چاہتا ہوں۔

(3) پیغمبروں کو کوئی امر خوف زدہ نہیں کرتا اس لیے کہ تمام مقامات خوف اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر، اس کے تصرف اور امر کے مطابق درج ہیں۔ وہ نفوس قدسیہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے مختص اور اپنی وحی کے لئے چن لیا ہے ان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غیر اللہ سے ڈریں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی قرب اور اس سے ہم کلامی کے موقع پر۔ (تفسیر سعدی:2/1934,1935)

﴿اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''مگر جس نے ظلم کیا پھر اُس نے بُرائی کو بھلائی سے بدل دیا تو یقینا میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' (11)

سوال:﴿اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''مگر جس نے ظلم کیا پھر اُس نے بُرائی کو بھلائی سے بدل دیا تو یقینا میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَنْ ظَلَمَ﴾ ''مگر جس نے ظلم کیا'' یعنی ظلم اور جرم کی وجہ سے خوف آتا ہے۔ انبیاء کا خوف اور وحشت سے کوئی تعلق نہیں

ہوتا۔

(2)﴿ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا﴾ ''پھر اُس نے بُرائی کو بھلائی سے بدل دیا'' اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ظلم کیا اور بعد میں توبہ کر کے اپنی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل لیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الفرقان:70)

(3) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرو اور ہر برائی کے بعد نیکی کرو، تاکہ برائی مٹ جائے اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔'' (ترمذی:1987)

(4)﴿فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تو یقیناً میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی امید رکھیں وہ سارے گناہوں کا بخشنے والا اپنے بندوں پر نہایت رحم والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور جو شخص کوئی بُرائی کرے اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا۔'' (النساء:110)

سوال: توبہ کی قبولیت کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: اگر کوئی انسان گناہ یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کر لیتا ہے اور وہ اس پر نادم ہو تو سچے دل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔﴿وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ ''اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔'' (طٰہٰ:82)

﴿وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾

''اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ بے عیب سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اُس کی قوم کی طرف (جاؤ) یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے'' (12)

سوال 1:﴿وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ﴾ ''اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ بے عیب سفید چمکتا ہوا نکلے گا'' ید بیضا کے معجزے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا: اپنا ہاتھ قمیض کے گریبان میں ڈال کر باہر نکالیں۔

(2)﴿وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ﴾ ''اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ ید بیضا کا دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے فاعل اور مختار ہونے اور معجزے کی صداقت پر ایسی دلیل ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

(3)﴿تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ﴾ ''وہ بے عیب سفید چمکتا ہوا نکلے گا'' آپ کا ہاتھ صاف شفاف بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکل آئے گا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں نہ کوئی نقص تھا نہ برص۔ ہاتھ سے سفید شعاعیں نکل رہی تھی جو دیکھنے والوں کو حیران کر رہی تھیں۔

سوال2:﴿فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''یہ نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اُس کی قوم کی طرف (جاؤ) یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ﴾ ''یہ نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اُس کی قوم کی طرف (جاؤ)'' یہ دو معجزات عصا اور ید بیضا ان نو معجزات میں سے ہیں۔ جو تمہاری صداقت کی دلیلیں ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ (الاعراف:133)

(2) جن معجزات کے ساتھ آپ فرعون اور اس کی قوم کی طرف جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح معجزات دیے چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں، جب موسیٰ اُن کے پاس آیا تو فرعون نے اُس سے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً میں تجھے واقعی سحر زدہ سمجھتا ہوں۔'' (بنی اسرائیل:101)

(3)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے'' یعنی وہ اعتدال سے نکلنے والے غلو کرنے والے اور شر اور فساد میں اسراف کرنے والے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1072)

(4) انہوں نے شرک اور زمین میں ناحق تکبر، سرکشیوں اور نافرمانیوں کے ذریعے سے فسق کا ارتکاب کیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ﴾ ''فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔'' (المومنون:46)

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''تو جب آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں اُن کے سامنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے'' (13)

سوال:﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تو جب آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں اُن کے

سامنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے'' معجزے کو دیکھ کر جو الزام لگایا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً﴾ ''تو جب آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں اُن کے سامنے آئیں'' یعنی جب ان کے پاس ہماری کھلی کھلی نشانیاں آئیں جو حق پر دلالت کرتی تھیں۔ان نشانیوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔

(2)﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے'' تو انہوں نے الزام لگاتے ہوئے کہا یہ جادو ہے اور مزید کہا۔

(3)﴿مُّبِيْنٌ﴾ ''کھلا'' یعنی ایسا جادو ہے جو ہر ایک پر ظاہر بھی ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ حق کے دلائل اتنے واضح تھے کہ ان کی فرضی کہانیوں کے مقابلے میں وہ ہر طرف پھیل جانے والی روشنی تھی اس کے باوجود انہوں نے حق کو صریح جادو قرار دے دیا۔

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

''اور اُنہوں نے اُن کا ظلم اور تکبر سے انکار کیا حالانکہ اُن کے دل اس کا یقین کر چکے تھے پس آپ دیکھیں فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا!''(14)

سوال1:﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ ''اور اُنہوں نے اُن کا ظلم اور تکبر سے انکار کیا حالانکہ اُن کے دل اس کا یقین کر چکے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَحَدُوْا بِهَا﴾ ''اور اُنہوں نے اُن کا انکار کیا'' یعنی انہوں نے نشانیوں کا اقرار اور اعتراف نہ کیا۔

(2)﴿وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ﴾ ''حالانکہ اُن کے دل اس کا یقین کر چکے تھے'' ان کے دل ماننے کو تیار تھے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔اور وہ نشانیاں سچی ہیں۔(3)ان کا انکار کسی شک کی بنیاد پر نہیں تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا علم اور یقین کے باوجود انکار کیا۔

(4)﴿ظُلْمًا﴾ ''ظلم سے'' یعنی انہوں نے ناحق اپنے اوپر ظلم کرتے ہوئے اور اپنے رب کے حق میں کمی کرتے ہوئے۔

(5)﴿وَّعُلُوًّا﴾ ''اور تکبر کے ساتھ'' انبیاء کے مقابلے میں تکبر کرتے ہوئے بندوں پر غلبے کی وجہ سے غرور سے نشانیوں کو ٹھکرا دیا۔

(6)تصدیق اور تکذیب کے لحاظ سے ایمان اور کفر کی چار قسمیں ہیں۔ایک یہ کہ دل سے رسالت کی تصدیق کرے اور زبان سے بھی اقرار کرے یہ صحیح اور خالص ایمان ہے۔دوسرا یہ بھی کہ دل بھی تکذیب کرے اور زبان بھی انکار کرے۔یہ خالص کفر ہے۔تیسرے یہ کہ دل تکذیب کرے یعنی دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اقرار کرے۔یہ نفاق ہے۔چوتھا یہ کہ دل تصدیق کرے لیکن زبان سے انکار کرے یہ جحود ہے۔ان میں سے پہلی قسم اللہ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہے۔اور تیسری اور چوتھی قسم بھی اگرچہ کفر میں شامل ہیں لیکن یہ بدترین قسم کا کفر ہیں۔اور ایسے لوگ عام کافروں سے زیادہ سزا یا عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔کیونکہ یہ دونوں اپنی دلی کیفیت کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔(تیسیر القرآن 378/3)

سوال2:﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾''پس آپ دیکھیں فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَانْظُرْ﴾''پس آپ دیکھیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ آپ غور کریں۔

(2)﴿كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾''فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا'' کہ ان فساد کرنے والے شر پسندوں کا کیا انجام ہوا؟

رکوع نمبر:17

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا اور اُن دونوں نے کہا: ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ہے'' (15)

سوال:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا'' داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو احسان کیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا'' اللہ رب العزت نے اپنے دو رسولوں پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انہیں وسیع علم عطا فرمایا۔ دونوں باپ بیٹے کیسے علوم رکھتے تھے، پرندوں کی بولیاں جانتے تھے، زرہیں بنانے کی صنعت، لوہا پگھلانا، تانبے کی صنعت اور اس پر مستند کہ وہ شریعت اور قضا کا علم رکھتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ (۷۸) فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ (۷۹)﴾''اور داؤد اور سلیمان کو، جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب اُس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ہی ان کے فیصلے کے گواہ تھے۔ تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے۔'' (الانبیاء:78,79)

(2) دنیا میں اللہ رب العزت نے انہیں حکومت اور طاقت عطا کی تھی اور دین میں وہ نبوت کے منصب پر فائز تھے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔'' (المجادلہ:11)

(4) اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو علم میں اضافے کی دعا سکھائی جس سے علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ

عِلْمًا﴾ ''اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر!'' (طٰہٰ:114)

(5) نبی ﷺ نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو علم کی دعا دی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے (مجھے سینے سے) لگالیا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اے اللہ! اسے علم کتاب (قرآن) عطا فرما۔'' (بخاری:75)

(6)﴿وَقَالَا﴾ ''اور اُن دونوں نے کہا'' یعنی انہوں نے رب العزت کے اس احسان پر کہ اس نے انہیں تعلیم دی رب کا شکر بجالاتے ہوئے فرمایا:

(7)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا﴾ ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں فضیلت دی'' یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں فضیلت عطا کی۔

(8)﴿عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ اپنے بہت سے مومن بندوں پر'' یعنی اپنے کثیر مومن بندوں کو جو نعمتیں عطا کیں ان سے بڑھ کر ہم پر فضل کیا۔

(9) رب العزت نے دونوں کے لیے دنیا اور آخرت کی سعادتیں جمع کر دی تھیں۔ بندے کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ دینی اور دنیاوی انعامات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور یقین رکھے کہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہیں نعمتوں پر فخر اور تکبر نہیں شکر ادا کرنا ہی بندگی ہے۔

﴿وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ﴾

''اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا اور اُس نے کہا: ''اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبانیں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں بلاشبہ یہ یقیناً کھلا فضل ہے'' (16)

سوال:﴿وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ﴾ ''اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا اور اُس نے کہا: ''اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبانیں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں بلاشبہ یہ یقیناً کھلا فضل ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے دونوں رسولوں کی مدح کرنے کے بعد سیدنا سلیمان علیہ السلام کا خصوصی ذکر کیا کیونکہ انہوں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو سیدنا داؤد علیہ السلام نہ دے پائے۔

(2)﴿وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ﴾ ''اور داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام ہوا'' سیدنا سلیمان، سیدنا داؤد علیہ السلام کے وارث بنے یہ مال کا ورثہ نہ تھا بلکہ سلطنت اور علم نبوت کا ورثہ تھا۔ انبیاء درہم اور دینار کا ورثہ نہیں چھوڑتے۔

(3) نبی ﷺ نے سیدنا ابوبکر سے فرمایا۔ ہم گروہ انبیا ہیں ہماری میراث نہیں ہوتی ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ کر دیا جاتا ہے (بخاری:3712)

(4) سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا داود علیہ السلام کے علم اور نبوت کے وارث بنے۔ انہوں نے والد سے علم سیکھا والد کی موجودگی میں بھی ان کے پاس علم تھا۔ رب العزت نے فرمایا ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۚ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور داود کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے۔'' (الانبیاء:79)

(5) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے سیدنا داود علیہ السلام سے علم کی وراثت پائی تھی۔ اگرچہ سیدنا داود علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اقتدار بھی عطا کیا تھا لیکن یہاں اقتدار کا ذکر نہیں کیا گیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اقتدار علم کے مقابلے میں حقیر ہے۔

(6) ﴿وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ ''اور اُس نے کہا: ''اے لوگو!'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے انعامات کی خبر دیتے ہوئے کہا: اے لوگو۔

(7) ﴿عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ﴾ ''ہمیں پرندوں کی زبانیں سکھائی گئی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے جنوں، انسانوں اور پرندوں کو ہمارا فرماں بردار بنایا اور ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائیں۔

(8) ﴿وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ﴾ ''اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں'' یعنی ہمیں نبوت، ملک، علم اور حکمت عطا کی گئی۔ (ایسر التفاسیر:1073)

(9) انہوں نے اپنے رب سے دعا کی تھی ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے۔'' (ص:35) (10) ﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''بلاشبہ یہ'' یعنی وہ سب کچھ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا۔

(11) ﴿لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴾ ''یقیناً کھلا فضل ہے'' اللہ تعالیٰ کا واضح فضل ہے۔ (الاساس فی التفاسیر:3994/7)

﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾

''اور سلیمان کے لیے اُس کا لشکر جنوں، انسانوں اور پرندوں میں سے جمع کیا گیا تو ان کی الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی'' (17)

سوال: ﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''اور سلیمان کے لیے اُس کا لشکر جنوں، انسانوں اور پرندوں میں سے جمع کیا گیا تو ان کی الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار کی کیفیت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ﴾ ''اور سلیمان کے لیے اُس کا لشکر جنوں، انسانوں اور

پرندوں میں سے جمع کیا گیا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کا اقتدار تاریخ انسانی میں اس اعتبار سے منفرد تھا کہ ان کا اقتدار انسانوں، جنات، پرندوں حتیٰ کہ ہوا پر بھی تھا۔

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے سامنے ہر قسم کے لشکر انسان، جنات، پرندے، جانور سب جمع ہو جاتے تھے ان کی سواری بڑی شان وشوکت سے نکلتی تھی۔

(3) ﴿فَهُمْ يُوزَعُونَ﴾ ''تو ان کی الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی'' سارے لشکروں کو اپنے اپنے مقام اور اپنے اپنے مرتبہ پر رکھا جاتا تھا اور اول سے آخر تک اپنی جگہ قائم رہتا تھا۔

(4) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہر قسم کو الگ کر کے ان کے آفیسر مقرر کر رکھے تھے۔ جو انہیں ان کی جگہ سے نہیں ہٹنے دیتے تھے۔

(5) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ارد گرد انسان ہوتے تھے، ان کے بعد جن، ان کے بعد پرندے، پرندوں کا مقام آپ کے سر پر ہوتا تھا۔ گرم موسم میں وہ آپ پر سایہ کر لیتے تھے۔

(6) (i) اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی کہ ان کے لیے یہ سارے لشکر جمع کر دیئے گئے تھے کہ ان سب کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

(ii) ان لشکروں کو روک روک کر درست کیا جاتا تھا، یعنی لشکروں میں بڑی تنظیم تھی۔

(7) اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر نبی ﷺ بہترین منتظم تھے۔ غزوہ احد میں آپ ﷺ کے انتظامات کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ''اور جب آپ صبح کے وقت اپنے گھر والوں سے نکل کر مومنوں کو جنگ کے مورچوں پر متعین کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (آل عمران:121)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ امام اس لیے ہوتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے اس لئے تم اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو۔ اور نماز میں صفیں برابر رکھو۔ کیونکہ نمازوں کا حسن صفیں برابر رکھنے میں ہے۔ (بخاری:722)

(9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''صفیں برابر رکھو کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔'' (بخاری:723)

(10) ''سیدنا ابو مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے کندھوں پر نماز کے وقت ہاتھ پھیرتے اور فرماتے برابر ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ ہو، ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی اور چاہیے کہ تم میں سے جو عقل مند اور سمجھدار ہوں وہ میرے قریب ہوں پھر جوان کے قریب ہوں پھر جوان کے قریب ہوں۔ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج تو لوگوں میں سخت اختلاف ہو گیا ہے۔'' (مسلم:972)

(11)''سیدنا نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے اپنی صفوں کو درست رکھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔''(مسلم:978)

﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا:''اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان اور اُس کے لشکر تمہیں کچل نہ ڈالیں اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں''(18)

سوال:﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ﴾''حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا:''اے چیونٹیو!''سیدنا سلیمان علیہ السلام کا چیونٹیوں کی آبادی پر جب گزر ہوا ان واقعات کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ﴾''حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں آئے''سیدنا سلیمان علیہ السلام ایک دفعہ اپنے لشکروں کو لے کر نکلے تو ان کا گزر چیونٹیوں کی آبادی پر ہوا۔

(2)﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ﴾''ایک چیونٹی نے کہا:''اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ''ایک چیونٹی نے آواز دے کر سب کو بلوں میں گھس جانے کا حکم دیا۔

(3) اس چیونٹی نے خیر خواہی کی اور یہ بات چیونٹیوں کو سنائی۔ یہ بات یا تو اس نے خود سنائی اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر چیونٹیوں کو سماعت عطا کر دی ہو کیونکہ چیونٹیوں کو ایک چیونٹی کی آواز کے ذریعے سے آگاہ کرنا، جبکہ چیونٹیوں نے وادی کو بھر رکھا تھا، بہت ہی تعجب انگیز بات ہے۔ یا اس چیونٹی نے ساتھ والی چیونٹی سے کہا ہوگا اور یہ خبر ایک چیونٹی سے دوسری چیونٹی تک حتیٰ کہ تمام چیونٹیوں میں سرایت کر گئی ہوگی اور اس چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کے بچنے کے لئے کہا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ تمام چیونٹیاں اپنے اپنے بلوں میں گھس جائیں۔(تفسیر سعدی:2/1941)

(4)﴿لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾''کہیں سلیمان اور اُس کے لشکر تمہیں کچل نہ ڈالیں اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔''چیونٹی سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حالات، ان کی سلطنت کی عظمت اور ان کے لشکروں کو جانتی تھی اس نے عذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر انہوں نے چیونٹیوں کو کچل ڈالا تو یہ ارادی اور شعوری کام نہیں ہوگا۔

(5)﴿وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾''اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں''(1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اتنے بڑے اقتدار اور اللہ سے علم پانے کے باوجود سیدنا

سلیمان علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے۔(ii)اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حیوانات بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں۔

(6)''چیونٹی نے اپنی ساتھیوں سے یہ کہا کہ اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمھیں کچل نہ ڈالے'' سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چیونٹیوں میں بھی ایک طرح کا شعور موجود ہے۔

(7)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیئے گئے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا،لیکن تم نے ایک ایسی مخلوق کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔(بخاری:3019)

(8)چیونٹیوں کا معاشرتی اور سیاسی نظام کے بارے میں علمائے حیوانات کی جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جس طرح انسان اپنے اجتماعی اور سیاسی نظام کے لیے چند مخصوص ضوابط کی پابندی کرتا ہے۔چیونٹیوں جیسی حقیر ترین جانور کی بستیوں میں بھی اسی سے ملتا جلتا نظام پایا جاتا ہے۔آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے بھی خاندان اور قبائل ہوتے ہیں ان میں باہمی تعاون اور تقسیم کار کا اصول اور نظام حکومت کے ادارات پائے جاتے ہیں ان کی بھی زبان ہے جس کو سب چیونٹیاں سمجھتی ہیں۔(تیسیر القرآن:3/380)

﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ﴾

''سلیمان اُس کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑا اور اس نے کہا:''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہے اور میں ایسا نیک عمل کروں جسے تُو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما''(19)

سوال1:﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾''سلیمان اُس کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑا''سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مسکراہٹ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾''سلیمان اُس کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑا''سیدنا سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی گفتگو سن کر سمجھ لینے سے،شکر گزاری کے احساس سے مسکرائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا ہے۔

(2)سیدنا سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سن لی یہ انبیائے کرام کا حال ہے جو ادب کامل اور اپنے مقام پر اظہار تعجب کو شامل ہے نیز یہ کہ ان کا ہنسنا تبسم کی حد تک ہوتا ہے۔جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ تر ہنسنا مسکراہٹ کی حد تک ہوتا تھا۔کیونکہ قہقہہ لگا کر ہنسنا خفت عقل اور سوء ادب پر دلالت کرتا ہے۔خوش ہونے والی بات پر خوش نہ ہونا اور عدم تبسم بد خلقی اور طبیعت کی سختی پر دلالت کرتا ہے اور انبیاء و رسل اس

سے پاک ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1942,1941)

(3) تبسم مسکراہٹ کا ابتدائی درجہ ہوتا ہے اور اس کا آخری درجہ قہقہہ ہوتا ہے جو کہ نہ پسندیدہ ہے نبی ﷺ مسکراتے تھے آپ ﷺ کی مسکراہٹوں پر الگ کتب بھی تصنیف کی گئی ہے۔

سوال 2: ﴿وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''اور اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہے اور میں ایسا نیک عمل کروں جسے تُو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ﴾ ''اور اس نے کہا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے رب العزت کے انعامات پر شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

(2) ﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ﴾ ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے'' یعنی اے میرے رب مجھے توفیق دے۔

(3) یہاں ﴿اَوْزِعْنِیْٓ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور وزع کا لغوی معنی روکنا یا روکے رکھنا ہے اور وزع الجیش یعنی فوج کو ترتیب وار صفوں میں رکھنا ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام دعا یہ فرما رہے ہیں کہ جس قدر تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعامات کی بارش کی ہے اس پر کہیں میرا نفس بے قابو اور بے لگام ہو کر سرکشی کی راہ اختیار نہ کر لے۔ (تیسیر القرآن)

(4) ابن زید نے کہا اوزعنی کا مطلب ہے مجھے الہام کر دے اور مجھے رغبت دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں۔

(5) ﴿اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ﴾ ''کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں'' سیدنا سلمان علیہ السلام نے رب کے دینی اور دنیاوی انعامات پر شکر ادا کرنے کی توفیق کا سوال کیا۔

(6) ﴿وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ﴾ ''اور میں ایسا نیک عمل کروں جسے تُو پسند کرے'' یعنی میں ایسے نیک کام کروں جو تیرے احکامات کے مطابق ہوں جن سے تو راضی ہو جائے۔

(7) ﴿وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ﴾ ''اور مجھے اپنی رحمت سے داخل فرما'' یعنی اپنی رحمت میں، جنت میں داخل فرما۔

(8) ﴿فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''اپنے نیک بندوں میں'' اپنے صالح بندوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما جن کو تو نے اپنی رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔

(9) سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دیکھو جو نیک کام کرو ٹھیک طور سے کرو اور حد سے نہ بڑھ جاؤ بلکہ اس کے قریب رہو (میانہ روی اختیار کرو) اور خوش رہو اور یاد رکھو کہ کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ ﷺ

بھی نہیں یارسول اللہ، فرمایا: میں بھی نہیں۔ سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور رحمت کے سایہ میں مجھے ڈھانک لے۔ (بخاری:6467)

(10)(i) سیدنا سلیمان علیہ السلام یہ علم رکھتے تھے کہ انسان انعام پا کر بے قابو ہو جاتا ہے اس لیے اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ مجھے قابو میں رکھ۔ (ii) سیدنا سلیمان علیہ السلام علم کی وجہ سے احسان شناس تھے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتے تھے۔

(iii) سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے والدین پر ہونے والے انعامات کو بھی پہچانتے تھے۔

(iv) سیدنا سلیمان علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ اعمال صالح کی ہی اللہ تعالیٰ کی نظر میں قدر و قیمت ہے۔

(v) سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہی اعمال صالح کی بنیاد بنائے ہوئے تھے اسی کے لیے دُعائیں کرتے تھے۔

(vi) سیدنا سلیمان علیہ السلام یہ شعور رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی جنت میں نیک لوگوں کے ساتھ داخل نہیں ہو سکے گا اس لیے رب سے دُعائیں کرتے تھے۔

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾

''اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا: ''کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے؟'' (20)

سوال: ﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾ ''اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا: ''کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے'' ہدہد کی غیر حاضری کا سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کیسے نوٹس لیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ﴾ ''اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے لشکروں کا جائزہ لیتے تھے۔

(2) ﴿فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾ ''تو کہا: ''کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ یا وہ غائب ہونے والوں میں سے ہے؟'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کے ساتھ مخاطب ہو کر بات کہی یعنی کیا ہدہد کا نظر نہ آنا میری قلت فطانت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ مخلوق کے بے شمار گروہوں میں چھپا ہوا ہے؟ یا میری بات برمحل ہے کہ وہ میری اجازت اور حکم کے بغیر غیر حاضر ہے؟ (تفسیر سعدی:1942/2)

(3) یہ چیز آپ کے کامل عزم و حزم، آپ کی افواج کی بہترین تنظیم اور چھوٹے بڑے معاملات میں آپ کی بہترین تدبیر پر دلالت کرتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے پرندوں کو بھی مہمل نہیں چھوڑا بلکہ آپ نے ان کا بغور معائنہ کیا کہ تمام پرندے حاضر ہیں یا ان میں سے کوئی مفقود ہے؟ یہ ہے آیت کریمہ کا معنی۔ ان مفسرین کا یہ قول صحیح نہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا معائنہ اس لئے کیا تھا تا کہ وہ ہدہد کو تلاش کریں کہ وہ کہاں ہے؟ جو ان کی رہنمائی کرے کہ آیا پانی قریب ہے یا دور ہے۔ جیسا کہ ہدہد کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ زمین کی

کثیف تہوں کے نیچے پانی دیکھ سکتا ہے۔ان کے اس قول پر کوئی دلیل نہیں بلکہ عقلی اور لفظی دلیل اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔عقلی دلیل یہ ہے کہ عادت، تجربات اور مشاہدات کے ذریعے سے یہ بات معلوم ہے کہ تمام حیوانات میں کوئی حیوان ایسا نہیں جو خرق عادت کے طور پر زمین کی کثیف تہوں کے نیچے پانی دیکھ سکتا ہو۔اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ضرور کرتا کیونکہ یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔رہی لفظی دلیل، تو اگر یہی معنی مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: ''سلیمان نے ہدہد کو طلب کیا تا کہ وہ ان کے لئے پانی تلاش کرے جب انہوں نے ہدہد کو موجود نہ پایا تو انہوں نے کہا جو کہا۔'' یا عبارت اس طرح ہوتی ''سلیمان نے ہدہد کے بارے میں تفتیش کی'' یا ''ہدہد کے بارے میں تحقیق کی'' اور اس قسم کی دیگر عبارات۔انہوں نے تو پرندوں کا صرف اس لئے جائزہ لیا تھا تا کہ وہ معلوم کریں ان میں سے کون حاضر اور کون غیر حاضر ہے اور ان میں سے کون اپنے اپنے مقام پر موجود ہے جہاں اس کو متعین کیا گیا تھا۔سیدنا سلیمان علیہ السلام پانی کے محتاج نہ تھے کہ انہیں ہدہد کے علم ہندسہ کی ضرورت پڑتی۔اس لیے کہ آپ کے پاس جن اور بڑے بڑے عفریت تھے جو پانی کو خواہ کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہوتا زمین کھود کر نکال لاتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا تھا وہ صبح کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی ان تمام نعمتوں کے ہوتے ہوئے وہ ہدہد کے کیسے محتاج ہو سکتے تھے؟ یہ موجودہ تفاسیر جو شہرت پا چکی ہیں ان کے سوا کوئی تفسیر معروف ہے نہ پائی جاتی ہے سب مجرد اسرائیلی روایات ہیں اور ان کے ناقلین صحیح معانی سے ان کے تناقض اور صحیح اقوال کے ساتھ ان کی تطبیق سے بے خبر ہیں۔پھر یہ تفاسیر نقل چلی آئیں، متاخرین متقدمین کے اعتماد پر ان کو نقل کرتے رہے حتیٰ کہ ان کے حق ہونے کا یقین آنے لگا۔پس تفسیر میں ردی اقوال اسی طرح جگہ پاتے ہیں۔ایک عقل مند اور ذہین شخص خوب جانتا ہے کہ یہ قرآن کریم عربی مبین میں نازل ہوا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے عالم و جاہل تمام مخلوق کو خطاب کیا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے معانی میں غور و فکر کریں اور ان کو معروف عربی الفاظ کے ساتھ جن کے معانی معروف ہیں تطبیق دینے کی کوشش کریں۔جن سے اہل عرب ناواقف نہیں۔اگر کچھ تفسیریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور سے منقول ہیں تو ان کو اس اصل پر رکھنا چاہیے۔اگر وہ اس اصل کے مطابق ہیں تو ان کو قبول کر لیا جائے کیونکہ الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہیں۔اگر یہ اقوال لفظ اور معنی کی مخالفت کرتے ہیں یا وہ لفظ یا معنی میں سے ایک کی مخالفت کرتے تو ان کو رد کر دے اور ان کے بطلان کا یقین کرے کیونکہ اس کے پاس ایک مسلمہ اصول ہے اور یہ تفسیری اقوال اس اصول کی مخالفت کرتے ہیں اور یہ اصول ہمیں کلام کے معنی اور اس کی دلالت کے ذریعے سے معلوم ہے۔اور محل استشہاد یہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا پرندوں کا معائنہ کرنا اور ہدہد کو مفقود پانا ان کے کمال حزم و احتیاط، تدبیر سلطنت میں ذاتی عمل دخل اور ان کی ذہانت و فطانت پر دلالت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی: 2/1942,1943)

﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاْذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''میں اُسے ضرور بہت سخت عذاب دوں گا یا یقیناً میں اُسے ضرور ذبح کر دوں گا یا وہ لازماً کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے گا'' (21)

سوال: ﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاْذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ میں اُسے ضرور بہت سخت عذاب دوں گا یا یقیناً میں اُسے ضرور ذبح کر دوں گا یا وہ لازماً کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے گا" ہدہد کی غیر حاضری پر سیدنا سلمان علیہ السلام نے جو وعدہ کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ "میں اُسے ضرور بہت سخت عذاب دوں گا" سیدنا سلیمان علیہ السلام ہدہد پر ناراض ہو کر دھمکی دینے لگے کہ میں اسے سخت سزا دوں۔ (2) ﴿اَوْ لَاَاْذْبَحَنَّهٗٓ﴾ "یا یقیناً میں اُسے ضرور ذبح کر دوں گا" یعنی میں اسے قتل کر دوں گا۔ (3) ﴿اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ "یا وہ لازماً کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے گا" یعنی ہدہد اپنے پیچھے رہ جانے کے لیے کوئی معقول عذر اور واضح دلیل پیش کرے یہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تقویٰ کی دلیل ہے۔ کیونکہ ہدہد کی غیر حاضری میں کوئی معقول عذر بھی ہو سکتا ہے۔

﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ﴾

"تو وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی، پھر کہا: "میں نے احاطہ کیا ایک بات کا، جس کا تو نے احاطہ نہیں کیا اور میں سبا سے ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں" (22)

سوال: ﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ﴾ "تو وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی، پھر کہا: "میں نے احاطہ کیا ایک بات کا، جس کا تو نے احاطہ نہیں کیا اور میں سبا سے ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں" ہدہد کے غیر حاضری کے معقول عذر کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ "تو وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی" ہدہد سیدنا علیہ السلام سلیمان کے دربار میں حاضر ہوا۔ وہ طویل عرصے تک غیر حاضر نہ رہ سکا کیونکہ سیدنا سلیمان علیہ السلام معاملات پر گہری نظر رکھتے تھے لشکر میں ان کی ہیبت بھی بہت تھی۔

(2) ﴿فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ﴾ "پھر کہا: "میں نے احاطہ کیا ایک بات کا" ہدہد سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس آ کر بتانے لگا کہ میں ایسی خبر لے کر آیا ہوں جس سے آپ اور آپ کے لشکر ناواقف ہیں۔

(3) ﴿وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ﴾ "اور میں سبا سے ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں" ہدہد نے کہا میں آپ کے پاس ملک سبا سے سچی اور یقینی خبر لایا ہوں جس میں کوئی شک نہیں۔ (4) اس خبر کے بعد ہدہد سے قتل اور عذاب دونوں کا خطرہ دور ہو گیا۔

﴿اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾

"یقیناً میں نے ایک عورت کو پایا جو اُن پر حکمرانی کرتی ہے۔ اور اُسے ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں اور اُس کا بہت بڑا تخت ہے" (23)

سوال: ﴿اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾ "یقیناً میں نے ایک عورت کو

پایا جواُن پر حکمرانی کرتی ہے۔ اور اُسے ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں اور اُس کا بہت بڑا تخت ہے۔'' ملکہ سبا کے حالات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ﴾ ''یقیناً میں نے ایک عورت کو پایا جواُن پر حکمرانی کرتی ہے'' ہدہد نے کہا: میں نے یمن میں قبیلہ سبا پر ایک عورت کو حکومت کرتے پایا ہے۔

(2) وہ سبا کی ملکہ بلقیس بنت شراحیل تھیں ابن عباس فرماتے ہیں ان کا لاکھوں کا لشکر تھا۔ بارہ ہزار سپہ سالار تھے۔ اور ہر سپہ سالار کے ماتحت ایک ایک لاکھ فوج تھی۔ ان کے درباری مشیر 312 تھے۔ جن میں سے ہر ایک کے ماتحت دس دس ہزار کا لشکر تھا۔ یہ مآرب کی سرزمین پر حکومت کرتی تھیں جو صنعاء سے تین میل دور ہے۔ ان کی سلطنت کا اکثر حصہ ملک یمن میں تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں سب کچھ دے رکھا تھا۔ ملک کی تمام چیزیں مہیا تھیں۔ ان کے پاس ایک رعب دار جڑاؤ تخت بھی تھا جس کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جائے۔ جس میں طرح طرح کے ہیرے جوہرات جڑے ہوئے تھے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1427,1426)

(3) ﴿وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ﴾ ''اور اُسے ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہے'' یعنی دنیا کی زینت، مال، لشکر اور علم۔ (الوسیط: 3/375)

(4) جو بادشاہوں کو عطا ہوتا ہے، مثلاً مال و دولت، اسلحہ، فوج، مضبوط دفاعی حصار اور قلعے وغیرہ۔ (تفسیر سعدی: 2/1944)

(5) ﴿وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ﴾ ''اور اُس کا بہت بڑا تخت ہے'' یعنی وہ تخت حیران کن ہے جس پر ملکہ بیٹھتی ہے تخت کا عظیم ہونا مملکت کے عظیم ہونے کی دلیل تھی۔

﴿وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ فَهُمْ لَا یَهْتَدُوْنَ﴾

''میں نے اُس کو اور اُس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال اُن کے لیے خوش نما بنا دیے ہیں، پس انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، سو وہ ہدایت نہیں پاتے'' (24)

سوال: ﴿وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ فَهُمْ لَا یَهْتَدُوْنَ﴾ ''میں نے اُس کو اور اُس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال اُن کے لیے خوش نما بنا دیے ہیں، پس انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، سو وہ ہدایت نہیں پاتے'' ملکہ سبا سورج کو سجدہ کیوں کرتی تھی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''میں نے اُس کو اور اُس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں'' ہدہد نے دنیاوی حالات کی خبر دینے کے بعد ان کے دینی حالات کی خبر دی کہ ملکہ اور اس کی قوم سورج کی پرستش کرتے ہیں۔

(2)﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور شیطان نے اُن کے اعمال اُن کے لیے خوش نما بنا دیے ہیں'' شیطان نے ان کے برے اعمال ان کے سامنے مزین کر دیئے ہیں۔اب انہیں اپنے اعمال حق نظر آتے ہیں۔

(3)﴿فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ''پس انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے'' شیطان نے اس قوم کو اور ان کی ملکہ کو سیدھے راستے سے روک دیا ہے۔

(4)﴿فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''سو وہ ہدایت نہیں پاتے'' اب انہیں راستہ نہیں ملتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں اور اس کی مخلوق کے آگے نہ جھکیں رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن اور سورج اور چاند، سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' (فصلت:37)

﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾

''یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں سے پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ جانتا ہے'' (25)

سوال:﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾ ''یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں سے پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ﴾ ''یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ نہیں کرتے'' ان کے سجدہ نہ کرنے کا سبب تزین اعمال ہے۔

(2)﴿الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین میں سے پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے'' یعنی اس ذات کو سجدہ نہیں کرتے جو نباتات کے بیج نکالتا ہے۔اور سینوں کے چھپے ہوئے بھید جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین کے دور دراز گوشوں میں رہنے والی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کا علم رکھتا ہے۔وہ زمین کے راز بھی تب ظاہر کرے گا جب صور پھونکا جائے گا۔

(3)﴿وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ جانتا ہے'' وہ انسانوں کے کھلے چھپے

اقوال اور افعال جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپائی نہیں جاسکتی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور آسمان اور زمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (النمل:75)

(4) ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (یونس:61)

(5) ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے۔'' (الرعد:10)

(6) ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ (ہود:5)

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾

''اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرشِ عظیم کا رب ہے'' (26)

سوال: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرشِ عظیم کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ معبود ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا﴾ ''اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے، محبت اسی کے لائق ہے کیونکہ اس کی صفات کامل اور سارے انعامات اسی کی طرف سے ہیں جو عبادت کو اس کے لیے واجب کرتے ہیں۔

(2) ﴿هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ ''جو عرشِ عظیم کا رب ہے'' (i) عرش الٰہی کائنات کی سب سے عظیم اور سب سے برتر خیر ہے اس لیے اس کی ملکیت کا ذکر کیا گیا۔ (ii) یہ واضح کیا گیا کہ ملکہ سبا کا تخت بڑا ہے لیکن عرش عظیم سے اسے کوئی نسبت نہیں۔

﴿قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''سلیمان نے کہا: ''ہم جلد ہی دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا یا تم جھوٹوں میں سے ہو'' (27)

سوال:﴿قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾''سلیمان نے کہا:''ہم جلد ہی دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا یا تم جھوٹوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''سلیمان نے کہا:''سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی دانائی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾''ہم جلد ہی دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا یا تم جھوٹوں میں سے ہو'' سلیمان علیہ السلام نے کہا: ہم دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا یا تو جھوٹا ہے یعنی تحقیق کریں گے۔

(3)یعنی ہم دیکھیں گے تحقیق کریں گے کہ یہ سزا سے بچنے کے لیے تمہاری جانب سے ایک تدبیر ہے یا یہ واقعی سچ ہے۔

﴿اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ﴾

''میرا یہ خط لے جاؤ، چنانچہ اسے اُن لوگوں کی طرف پھینک دینا پھر اُن سے لوٹ جانا پھر دیکھو کہ وہ کس چیز کی طرف لوٹتے ہیں؟''(28)

سوال:﴿اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ﴾''میرا یہ خط لے جاؤ، چنانچہ اسے اُن لوگوں کی طرف پھینک دینا پھر اُن سے لوٹ جانا پھر دیکھو کہ وہ کس چیز کی طرف لوٹتے ہیں؟'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کے نام خط دیتے ہوئے ہدہد کو ہدایات دیں، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا﴾''میرا یہ خط لے جاؤ'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے کہا: میرا یہ خط لے جاؤ جو انہوں نے ملکہ بلقیس کے نام لکھا۔

(2)﴿فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ﴾''چنانچہ اسے اُن لوگوں کی طرف پھینک دینا'' یہ خط ان کو دے دینا۔ ہدہد خط لے کر اڑا اور ان کے خلوت خانے میں ڈال دیا۔(3)﴿ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ﴾''پھر ان سے لوٹ جانا'' پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھنا اور ہدہد ادب سے ایک طرف ہٹ گیا۔

(4)﴿فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ﴾''پھر دیکھو کہ وہ کس چیز کی طرف لوٹتے ہیں؟'' پھر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ ملکہ نے خط اٹھایا اور اسے پڑھا کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟

﴿قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ﴾

''ملکہ نے کہا:''اے سردارو! یقیناً میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے''(29)

سوال:﴿قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ﴾''ملکہ نے کہا:''اے سردارو! یقیناً میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے'' ملکہ نے خط کے بارے میں سرداروں سے کیا مشورہ کیا؟

جواب:(1)﴿قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا﴾''ملکہ نے کہا:''اے سردارو!'' ملکہ نے اپنے سرداروں کو مخاطب کر کے کہا۔

(2)﴿اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ﴾ ''یقینا میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے'' ملکہ نے کہا میرے پاس ایک معزز آدمی کا خط آیا ہے۔ جو زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کی جانب سے آیا ہے۔

﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

''یقیناوہ سلیمان کی جانب سے ہے اور یقیناوہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے''(30)

سوال:(1)﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ''یقیناوہ سلیمان کی جانب سے ہے اور یقیناوہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کے نام خط کا آغاز کیسے کیا؟

جواب:(1) ملکہ نے خط کے مضامین کو پڑھ کر سنانا شروع کیا یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور یہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' سے شروع کیا گیا ہے۔

(2) اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خط کا آغاز بسم اللہ سے کرنا اور اپنے نام سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔

(3) علماء کرام کا مقولہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے خط میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی۔ (ابن کثیر:4/72)

﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾

''یہ کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور میرے پاس مسلم ہو کر حاضر ہو جاؤ''(31)

سوال:﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ ''یہ کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور میرے پاس مسلم ہو کر حاضر ہو جاؤ'' ملکہ سبا سے سیدنا سلمان علیہ السلام نے کیا مطالبہ کیا تھا، کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ﴾ ''یہ کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو'' یعنی میرے مقابلے میں بڑے مت بنو۔

(2)﴿وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ ''اور میرے پاس مسلم ہو کر حاضر ہو جاؤ'' میرے احکامات کو مان جاؤ اور میرے پاس فرماں برداروں کی طرح آؤ۔ (3) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے خط سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے دعوت دیتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو دعوت دی۔

رکوع نمبر:18

﴿قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ﴾

''ملکہ نے کہا: ''اے سردارو! میرے اس مسئلہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی معاملے کا فیصلہ کرنے والی نہیں ہوں

یہاں تک کہ تم میرے پاس حاضر ہو" (32)

سوال1: ﴿قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ﴾ ملکہ نے کہا: "اے سردارو! میرے اس مسئلہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی معاملے کا فیصلہ کرنے والی نہیں ہوں یہاں تک کہ تم میرے پاس حاضر ہو۔" ملکہ نے سرداروں سے جو مشورہ لیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَتْ﴾ "ملکہ نے کہا" ملکہ بلقیس نے دانش مندی سے سرداروں کو جمع کیا اور کہنے لگی۔

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ﴾ "اے سردارو! میرے اس مسئلہ میں مجھے مشورہ دو" ملکہ نے سلیمان علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا اور سرداروں سے اس مہم میں مشورہ طلب کیا کہ ہم اطاعت قبول کر لیں یا کچھ اور کریں۔

(3) ﴿مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ﴾ "میں کسی معاملے کا فیصلہ کرنے والی نہیں یہاں تک کہ تم میرے پاس حاضر ہو" ملکہ نے کہا: میں حکومت کے کسی معاملے کا فیصلہ تمھارے مشورہ کے بغیر نہیں کرتی۔

(4) ملکہ نے کہا میں تمھاری رائے اور مشورے کے بغیر احکامات جاری نہیں کرتی۔ (5) یہ ملکہ کے حسن سیاست اور اس کی حکمت کی دلیل ہے۔

(6) مشاورت ہر خاص اور عام معاملے میں ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ "اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں" (آل عمران:159)

سوال2: مشاورت کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟

جواب: (1) اسلام نے مشورہ کو خاص اہمیت دی اور عمال حکومت کو مشورہ کا پابند کیا۔ یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ جو وحی الٰہی کے معصور تھے اور آسمانی ہدایات آپ کو ملتی تھیں۔ اس کی وجہ سے آپ کو کسی رائے مشورہ کی درحقیقت ضرورت نہ تھی، مگر امت کے لیے سنت قائم کرنے کے واسطے آپ کو بھی حکم دیا گیا یعنی آپ اہم امور صحابہ کرام سے مشورہ لیا کریں۔ اس میں صحابہ کرام کی دلجوئی اور عزت افزائی بھی ہے اور آئندہ آنے والے اعمال حکمت کی اس کی تاکید بھی مشورہ سے کام کیا کریں۔ (معارف القرآن:580/6)

(2) رب العزت نے اپنے اولیا کی مدح بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ "اور اُن کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے"۔ (الشوریٰ:38)

﴿قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾

"انہوں نے کہا: "ہم لوگ طاقت ور اور سخت جنگجو ہیں، اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، سو آپ دیکھ لیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں؟" (33)

سوال: ﴿قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾ "انہوں نے کہا: "ہم

لوگ طاقت ور اور سخت جنگجو ہیں، اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، سو آپ دیکھ لیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں؟'' ارا کین سلطنت نے ملکہ کو کیا مشورہ دیا؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم لوگ طاقت ور اور سخت جنگجو ہیں'' سرداروں نے مشورہ دیا کہ جہاں تک طاقت اور جنگ کا سوال ہے ہماری فوج باقاعدہ مسلح ہے اور ہم زبردست طاقت کے مالک اور جنگجو ہیں۔ آگے معاملہ آپ کے اختیار میں ہے آپ جیسا حکم فرمائیں ہم اسے بجالانے کے لیے حاضر ہیں نہ تو ہم کمزور ہیں اور نہ ہمیں کوئی اندیشہ ہے۔ اگر آپ جنگ کا اشارہ کریں گی تو ہم ہر طرح سے تیار ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر،1429)

(2) سرداروں نے مشورہ دیا ہمارے پاس قوت اور اسلحہ ہے اور ہم پامردی سے لڑنے والے بھی ہیں۔ اس لیے جھکنے اور دبنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(3)﴿وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ﴾ ''اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے'' سردار اپنی رائے پر قائم رہنے کی بجائے ملکہ سے کہنے لگے کہ جو آپ رائے دیں گی اسی کو اختیار کریں گے کیونکہ وہ ملکہ کی خیر خواہی اور عقل مندی کو جانتے تھے۔

(4)﴿فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴾ ''سو آپ دیکھ لیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں؟'' آپ غور وفکر کر لیں اور حکم دیں جو فیصلہ کریں گی ماننے کو تیار ہیں۔

﴿قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾

''ملکہ نے کہا: ''یقیناً بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اُسے خراب کر دیتے ہیں اور اُس کے عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اسی طرح وہ لوگ کریں گے'' (34)

سوال1:﴿قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ ''ملکہ نے کہا: ''یقیناً بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اُسے خراب کر دیتے ہیں اور اُس کے عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اسی طرح وہ لوگ کریں گے'' ملکہ نے صلح کی طرف میلان کا جو اظہار کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَتْ﴾ ''ملکہ نے کہا'' ملکہ سبا نے جنگ کا انجام واضح کر کے صلح کی طرف مائل کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا﴾ ''یقیناً بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اُسے خراب کر دیتے ہیں'' بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں قتل وغارت گری کرتے ہیں۔ گھروں کو برباد کرتے ہیں اور لوگوں کو قیدی بنا لیتے ہیں۔

(3)﴿وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً﴾ ''اور اُس کے عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں'' یعنی وہ معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ اس لیے

جنگ والا معاملہ تو درست نہیں ہے۔

(4)﴿وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح وہ لوگ کریں گے'' ملکہ کے الفاظ پر رب العزت نے فرمایا وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

سوال 2: ملکہ سبا کی گفتگو سے اس کی شخصیت کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) ملکہ سبا کی گفتگو سے اس کی شخصیت کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔ (i) ملکہ سبا فطرتاً تباہی اور بربادی کو ناپسند کرتی تھی۔ (ii) ملکہ سبا جنگی ہتھیاروں سے پہلے تدبیر آزمانا چاہتی تھی۔

﴿وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾

''اور یقیناً میں اُن کی خدمت میں ایک ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں۔ پھر انتظار کرنے والی ہوں سفیر کس جواب کے ساتھ لوٹتے ہیں؟'' (35)

سوال: ﴿وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''اور یقیناً میں اُن کی خدمت میں ایک ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں۔ پھر انتظار کرنے والی ہوں سفیر کس جواب کے ساتھ لوٹتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ﴾ ''اور یقیناً میں اُن کی خدمت میں ایک ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں'' ملکہ نے کہا میں ان کی طرف تحائف بھیجتی ہوں کہ ہدیہ اس کی رائے اور ارادے کو بدل دیتا ہے۔

(2) ﴿فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''پھر انتظار کرنے والی ہوں سفیر کس جواب کے ساتھ لوٹتے ہیں'' میں دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر آتا ہے۔ (3) ملکہ نے صاحب رائے لوگوں کو ہدیوں کے ساتھ روانہ کیا۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾

''سو جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو اُس نے کہا: ''کیا میری مدد تم لوگ مال سے کرنا چاہتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اُس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو'' (36)

سوال: ﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾

''سو جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو اُس نے کہا: ''کیا میری مدد تم لوگ مال سے کرنا چاہتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اُس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو'' ملکہ کے شاندار تحائف کو سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کیوں رد کر دیا وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ﴾''سو جب وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا''جب ملکہ کا سفیر شاندار تحائف لے کر سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا۔(2)﴿قَالَ﴾''تو اُس نے کہا''سیدنا سلیمان علیہ السلام نے دعوت قبول نہ کرنے پر ناراض ہوتے ہوئے کہا:

(3)﴿اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ﴾''کیا میری مدد تم لوگ مال سے کرنا چاہتے ہو''سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تحائف کی طرف توجہ بھی نہ کی اور سفیر سے کہا: کیا تم مجھے مال دے کر رشوت دینا چاہتے ہو تا کہ میں تمھیں تمہارے شرک پر برقرار رہنے دوں؟

(4)﴿فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ﴾''جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت، علم، مملکت، دولت اور عسکری قوت دے رکھی ہے وہ تمہارے ملک اور مال سے بہتر ہے۔

(5)﴿بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾''بلکہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے رہو''تم دنیا سے محبت کی وجہ سے تحائف پر نازاں ہو۔

﴿اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾

''لوٹ جاؤ اُن کے پاس پھر ہم ضرور اُن پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم اُنہیں لازماً وہاں سے بے عزت کر کے نکالیں گے اور وہ بہت خوار ہوں گے''(37)

سوال:﴿اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾''لوٹ جاؤ اُن کے پاس پھر ہم ضرور اُن پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم اُنہیں لازماً وہاں سے بے عزت کر کے نکالیں گے اور وہ بہت خوار ہوں گے''سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جنگ کی جو دھمکی دی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ﴾''لوٹ جاؤ اُن کے پاس''سیدنا سلیمان علیہ السلام نے سفیر کو حکم دیا کہ تحفے لے کر واپس چلے جائیں۔

(2)﴿فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا﴾''پھر ہم ضرور اُن پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے''سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کہا ہم ایسے لشکر لے کر آئیں گے ان سے جنگ کرنا اور ان کے مقابلے پر ٹھہرنا تمہارے بس میں نہ ہوگا۔

(3)﴿وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾''ور ہم اُنہیں لازماً وہاں سے بے عزت کر کے نکالیں گے اور وہ بہت خوار ہوں گے۔''سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ہم ان کو ان کے شہروں سے ذلیل و رسوا کر کے باہر نکال دیں گے اور وہ اس کے لیے مجبور ہو جائیں گے۔

﴿قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾

''سلیمان نے کہا:''اے سردارو! تم میں سے کون اُس کا تخت میرے پاس لاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مطیع ہو کر میرے پاس آئیں؟''(38)

سوال:﴿قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾''سلیمان نے کہا:''اے سردارو! تم

میں سے کون اُس کا تخت میرے پاس لاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مطیع ہو کر میرے پاس آئیں؟'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کا تخت منگوانے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''سلیمان نے کہا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے یہ جانتے ہوئے کہ ملکہ مقابلہ نہیں کرے گی اس لیے اس کے آنے کے انتظامات کیے گئے۔

(2)﴿یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا﴾ ''اے سردارو!'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کا تخت منگوانے کے لیے جنوں اور انسانوں کو جمع کیا اور ان کو مخاطب کر کے کہا:

(3)﴿اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ ''تم میں سے کون اُس کا تخت میرے پاس لاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مطیع ہو کر میرے پاس آئیں'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تخت کو حاضر کرنے کا حکم دیا تا کہ آپ کے اور آپ کے لشکر اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھا تھا اس کی عظمت ظاہر ہو۔

(4) ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کے سامنے تخت کا حاضر ہونا سیدنا سلیمان علیہ السلام کی نبوت کی دلیل بن جانا تھا تخت کی مالکہ کے پہنچنے سے پہلے اس کا محفوظ تخت حاضر کرنا جس کی حفاظت پر پہرے دار مقرر تھے ایک معجزہ تھا۔

﴿قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ﴾

''جنوں میں سے ایک دیو نے کہا: ''میں اُسے اس سے بھی پہلے لے کر آتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور یقیناً میں اس پر قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں'' (39)

سوال: ﴿قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ﴾ ''جنوں میں سے ایک دیو نے کہا: ''میں اُسے اس سے بھی پہلے لے کر آتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور یقیناً میں اس پر قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں'' ایک سرکش جن نے تخت لانے کی جو پیشکش کی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ ''جنوں میں سے ایک دیو نے کہا'' ایک شدید قوت والے طاقت ور جن نے پیش کش کرتے ہوئے کہا:

(2)﴿اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ﴾ ''میں اُسے اس سے بھی پہلے لے کر آتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں'' میں آپ کی مجلس برخواست ہونے سے پہلے تخت کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام صبح سے دوپہر تک سلطنت کے فیصلوں کے لیے وقت دیتے تھے۔

(3)﴿وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ﴾ ''اور یقیناً میں اس پر قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں'' جن نے کہا میں طاقت ور ہوں، اسے اٹھا لاؤں گا اور امانت دار ہوں اس کی پوری حفاظت کروں گا۔

﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ﴾

''جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اُس نے کہا: ''میں اُسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے چنانچہ جب اُس نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا'' تو کہا: ''یہ میرے رب کے فضل میں سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو کوئی شکر کرے تو یقیناوہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرے تو یقینا میرا رب بڑا بے پروا، بڑا کرم کرنے والا ہے'' (40)

سوال1: ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ﴾ ''جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اُس نے کہا: ''میں اُسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے'' کتاب کا علم رکھنے والے نے تخت لانے کے لیے جو پیش کش کی کہ پلک جھپکنے سے پہلے لا دوں گا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ ''جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا'' اس شخص کی، کتاب کی اور اس کے علم کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ (2) کتاب کا علم رکھنے والے شخص نے کہا:

(3) ﴿اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ﴾ ''میں اُسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے'' میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر کر دوں گا۔

سوال2: ﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾ ''چنانچہ جب اُس نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا'' تو کہا: ''یہ میرے رب کے فضل میں سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تخت لانے کے واقعے کو اپنے لیے آزمائش قرار دیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا﴾ ''چنانچہ جب اُس نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جب تخت کو اپنے سامنے رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا (2) ﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ﴾ ''یہ میرے رب کے فضل میں سے ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اظہار تشکر کے طور پر فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل میں سے ہے۔ (3) کہ اس نے اقتدار عطا کیا اور کاموں کو آسان کر دیا۔

(4) ﴿لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾ ''تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تخت کی آمد کو اپنے لیے آزمائش قرار دیتے ہوئے کہا کہ میرے رب نے مجھے آزمایا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔

سوال3:﴿وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ﴾ ''اور جو کوئی شکر کرے تو یقیناوہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرے تو یقینا میرا رب بڑا بے پروا، بڑا کرم کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ شَكَرَ﴾ ''اور جو کوئی شکر کرے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل کا اعتراف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ شکر کا فائدہ شکر کرنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔

(2)﴿وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ﴾ ''اور جو کوئی ناشکری کرے تو یقینا میرا رب بڑا بے پروا، بڑا کرم کرنے والا ہے'' یعنی جس نے ناشکری کی اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔ اللہ تعالیٰ تو دنیا والوں کے اعمال سے بے پرواہ ہے۔ وہ کریم ہے، بھلائیوں کا مالک ہے۔ جو شکر کرتا ہے وہ اس کی نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو وہ خود اس کے اپنے لیے زوال کا باعث بنتی ہے۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم پر غور وفکر کرنے سے بندگی کی حقیقت پالی تھی کہ شکر کرنا اپنی ذات کو نفع دینا ہے اور ناشکری کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔'' (فصلت:46)

(5)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقینا ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقینا اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے۔'' (لقمان:12)

(6)﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (۷) وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ (۸)﴾ ''اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقینا اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقینا میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم بھی کفر کرو گے اور زمین کی تمام مخلوق بھی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقینا بڑا بے پرواہ، بے حد تعریف والا ہے۔'' (ابراہیم:7,8)

(7)﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۡ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۷)﴾ ''اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اُس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔ پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناوہ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ (الزمر:7)

﴿قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾

''سلیمان نے کہا: ''اُسے اُس کا تخت بدل کر دو، ہم دیکھتے ہیں کہ کیا وہ سمجھ پاتی ہے یا وہ اُن میں سے ہے جو ہدایت نہیں پاتے؟''(41)

سوال: ﴿قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''سلیمان نے کہا: ''اُسے اُس کا تخت بدل کر دو، ہم دیکھتے ہیں کہ کیا وہ سمجھ پاتی ہے یا وہ اُن میں سے ہے جو ہدایت نہیں پاتے؟ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کی آزمائش کیسے کی، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا﴾ ''سلیمان نے کہا: ''اُسے اُس کا تخت بدل کر دو'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے اردگرد والوں سے کہا: انجان طریقے سے ملکہ کو اس کا تخت دکھاؤ۔

(2) ﴿نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''ہم دیکھتے ہیں کہ کیا وہ سمجھ پاتی ہے یا وہ اُن میں سے ہے جو ہدایت نہیں پاتے؟'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ وہ کتنی بے دار مغز ہے؟ کیا وہ جان لیتی ہے کہ یہ اس کا تخت ہے یا وہ اس سے انکار کر دیتی ہے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ﴾

''پھر جب ملکہ آئی تو کہا گیا: ''کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟'' اُس نے کہا: ''شاید یہ وہی ہے اور ہمیں تو اس سے پہلے علم عطا کیا گیا تھا۔ اور ہم فرماں بردار تھے''(42)

سوال: ﴿فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ﴾ ''پھر جب ملکہ آئی تو کہا گیا: ''کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟'' اُس نے کہا: ''شاید یہ وہی ہے اور ہمیں تو اس سے پہلے علم عطا کیا گیا تھا۔ اور ہم فرماں بردار تھے۔'' ملکہ کے سامنے تخت پیش کیا گیا تو اس نے کیسے بے دار مغزی کا ثبوت دیا وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَتْ﴾ ''پھر جب ملکہ آئی تو کہا گیا:'' جب ملکہ آ گئی تو اس کے سامنے تخت لایا گیا جس کو وہ اپنے علاقے میں چھوڑ کر آئی تھی۔ (2) ﴿قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ﴾ ''کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟'' ملکہ سے پوچھا گیا کیا یہ تخت آپ کے تخت جیسا ہے۔

(3) ﴿قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ﴾ ''اُس نے کہا: ''شاید یہ وہی ہے'' ملکہ سبا نے بے دار مغزی سے ایسا جواب دیا کہ گویا وہی تخت ہو۔ تخت میں تبدیلی ہو چکی تھی اس لیے اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ یہ میرا ہے اور نفی بھی نہیں کی۔

(4) ﴿وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا﴾ ''اور ہمیں تو اس سے پہلے علم عطا کیا گیا تھا'' سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہدایت اور عقل مندی پر حیران

ہوکر اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے، کہ اس نے اسے اس سے بھی زیادہ عقل ودانش سے نوازا ہے کہا: ﴿وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا﴾ ''اور ہمیں تو اس سے پہلے علم عطا کیا گیا تھا'' یعنی ہدایت ودانش اور حزم واحتیاط اس ملکہ سے پہلے عطا ہو چکی ہے۔ (سعدی:2/1948,1949) (5) ﴿وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم فرماں بردار تھے۔'' انہوں نے کہا کہ ہم فرمابردار ہیں۔

﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾

''اور اُسے اُن چیزوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ یقیناوہ کافر قوم میں سے تھی'' (43)

سوال: ﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور اُسے اُن چیزوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ یقیناوہ کافر قوم میں سے تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اُسے اُن چیزوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتی تھی'' رب العزت نے فرمایا اسے اسلام لانے سے جس چیز نے روک رکھا ہے وہ بتوں کی عبادت تھی۔ ملکہ ذہین تھی، حق اور باطل میں تمیز کرسکتی تھی مگر باطل عقیدہ بصیرت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(2) ﴿اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾ ''یقیناوہ کافر قوم میں سے تھی'' ملکہ کا کفر پر قائم رہنا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ وہ کافر قوم سے تھی اور کسی ایک شخص کا قوم سے الگ ہونا بہت بڑی خطا بن جاتی ہے۔

﴿قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اُس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ! پھر جب اُس نے اُسے دیکھا تو اُس کو گہرا پانی خیال کیا اور اُس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا کھول دیا سلیمان نے کہا: ''یقیناً یہ ایک محل ہے، شیشوں سے بنایا گیا ہے۔'' ملکہ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں بردار ہوگئی'' (44)

سوال 1: ﴿قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ﴾ ''اُس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ! پھر جب اُس نے اُسے دیکھا تو اُس کو گہرا پانی خیال کیا اور اُس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا کھول دیا سلیمان نے کہا: ''یقیناً یہ ایک محل ہے، شیشوں سے بنایا گیا ہے۔'' ملکہ بلقیس کی عالی شان شیش محل سے کیسے آزمائش کی گئی؟

جواب:(1)﴿قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ﴾ ''اُس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ!'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنوں نے عالی شان شیش محل تیار کیا جو پانی پر بنایا گیا تھا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنا عظیم ملک اور غلبہ دکھانے کے لیے ملکہ کو محل میں داخلے کا حکم دیا۔

(2)﴿فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾ ''پھر جب اُس نے اُسے دیکھا تو اُس کو گہرا پانی خیال کیا اور اُس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا کھول دیا'' ملکہ نے جب پانی کو دیکھا جو شفاف شیشے کے نیچے بہہ رہا تھا تو یہ سمجھا کہ پانی چل رہا ہے۔

(3)﴿وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾ ''اور اُس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا کھول دیا'' ملکہ نے محل میں داخل ہونے کے لیے پائنچے اٹھا لیے کیونکہ اس نے خیال کیا تھا کہ یہ پانی ہے۔ اس کی پنڈلیاں ظاہر ہو گئیں۔ ملکہ کو یقین تھا کہ وہ پانی ہے۔

(4)﴿قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ﴾ ''سلیمان نے کہا: ''یقیناً یہ ایک محل ہے، شیشوں سے بنایا گیا ہے'' اسے بتایا گیا کہ یہ شیشے کا محل ہے۔ جسے پانی پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس لیے آپ کو پنڈلیوں سے کپڑا اتارنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال2:﴿قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''ملکہ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں بردار ہو گئی'' ملکہ کیسے ایمان لے آئیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

(1)﴿قَالَتْ﴾ ''ملکہ نے کہا:''

(2)﴿رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''ملکہ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں بردار ہو گئی'' میں نے شرک کر کے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ نبوت اور رسالت کے علم کے بعد اس نے کفر چھوڑ دیا اور کہا:

(3)﴿وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں بردار ہو گئی'' ملکہ نے کہا میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ رب العالمین پر ایمان لے آئی میں نے کائنات کے رب کی اطاعت قبول کر لی ہے ۔

رکوع نمبر:19

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ﴾

''اور ہم نے ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو یکا یک وہ دو فریق تھے
کہ آپس میں جھگڑ رہے تھے'' (45)

سوال:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے ثمود کی

طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو یکا یک وہ دو فریق تھے کہ آپس میں جھگڑ رہے تھے'' قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام سے جو جھگڑا کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ ''اور ہم نے ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا۔'' اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔

(2)﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' سیدنا صالح علیہ السلام نے انہیں ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا۔اور بتوں کی عبادت ترک کرنے کا حکم دیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ ''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اس نے تمہیں زمین میں سے پیدا کیا اور اس نے تمہیں آباد کیا، چنانچہ تم اس سے بخشش مانگو پھر اسی کی جانب رجوع کرو، یقیناً میرا رب بہت قریب ہے، قبول کرنے والا ہے۔'' (ہود:61)

(3)﴿فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''وہ دو فریق تھے کہ آپس میں جھگڑ رہے تھے'' سیدنا صالح علیہ السلام کی دعوت پر لوگ دو فریق بن گئے مؤمن اور کافر اور جھگڑا اس بات پر کرنے لگے کہ کون حق پر ہے۔ان میں سے ایک مومنوں کا گروہ تھا اور دوسرا کافروں کا جو بہت بڑا تھا۔

(4)﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (۷۵) قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۷۶)﴾ اس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے ان کے لیے جو ایمان لائے تھے ان سے کہا: ''کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''یقیناً ہم اس پر بھی ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔'' ان لوگوں نے کہا جو بڑے بنے ہوئے تھے: ''بلاشبہ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔'' (الاعراف:75،76)

﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''صالح نے کہا: ''اے میری قوم! تم لوگ بھلائی سے پہلے بُرائی کے لیے جلدی کیوں کرتے ہو؟ کیوں نہیں تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟'' (46)

سوال:﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''صالح

نے کہا: ''اے میری قوم! تم لوگ بھلائی سے پہلے بُرائی کے لیے جلدی کیوں کرتے ہو؟ کیوں نہیں تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے؟'' سیدنا صالح علیہ السلام نے عذاب کے لیے جلدی مچانے سے روک کر استغفار سے اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرنے کا جو حکم دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾ ''صالح نے کہا: ''اے میری قوم! تم لوگ بھلائی سے پہلے بُرائی کے لیے جلدی کیوں کرتے ہو؟'' سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم سے سوال کیا کہ تم بھلائی سے پہلے برائی کے ارتکاب میں جلدی کیوں کرتے ہو؟ نیکی کو چھوڑ کر برائی کی حرص کیوں رکھتے۔

(2) ﴿السَّيِّئَةِ﴾ سے مراد عذاب اور الحسنة سے مراد رحمت ہے۔ سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ عافیت سے پہلے عذاب کیوں مانگتے ہو؟ (جامع البیان 170/19)

(3) ﴿لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''کیوں نہیں تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے؟'' یعنی تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کیوں نہیں مانگتے؟ تا کہ وہ تمہاری نافرمانیوں اور شرک سے توبہ کرنے پر تمہیں بخش دے۔

(4) ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' یعنی تمہارے معافی مانگنے پر وہ تم پر مہربان ہو جائے اور تم اس کی رحمت سے برکتیں پاؤ۔

(5) جو گناہوں سے معافی مانگتا ہے اس کا شمار نیک لوگوں میں ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہوتی ہے۔

﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔'' صالح نے کہا: ''تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سے ہے۔ بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو'' (47)

سوال: ﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔'' صالح نے کہا: ''تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سے ہے۔ بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو'' قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام کو منحوس قرار دیا تو سیدنا صالح علیہ السلام نے جو جواب دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں'' قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام سے کہا کہ ہم تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے چہروں پر بھلائی کے آثار نہیں دیکھتے۔ ان چہروں سے نعوذ باللہ نحوست ٹپکتی ہے۔

(2) قوم ثمود پر جو مصیبت آتی وہ اس کا ذمہ دار سیدنا صالح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو قرار دیتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالُوْٓا اِنَّا

تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۸) قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ ''بستی والوں نے کہا: ''بلاشبہ ہم نے تمہیں منحوس پایا ہے، یقیناً اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیں گے اور یقیناً ضرور ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔'' انہوں نے کہا: تمہاری نحوست تمہارے ہی ساتھ ہے، اگر تمہیں نصیحت کی جائے؟ بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔'' (یسین:18,19)

(3)﴿قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''صالح نے کہا: ''تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سے ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارے مصائب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ (ابن ابی حاتم:2899/9)

(4) اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب سے تم نے اپنی نبوت کا ڈھونگ رچایا ہے۔ اس وقت سے ہم پر کوئی نہ کوئی افتاد پڑی ہی رہتی ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم سب ایک ہی قوم تھے۔ تم نے ہم میں آ کر پھوٹ ڈال دی ہے اور ہماری زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ اور یہ سب تمہاری ہی نحوست ہے اور یہی اعتراض کفار مکہ کو رسول ﷺ پر تھا۔ (تیسیر القرآن:392/3)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے۔'' (ابوداؤد:3910)

(6) سیدنا قطن بن قبیصہ رحمہ اللہ اپنے باپ قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شگون لینے کے لیے جانور اڑانا، فال نکالنے کے لیے کچھ ڈالنا اور بدشگونی کفر میں سے ہے۔'' (ابوداؤد:3907)

(7)﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾ ''بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو'' یعنی تم لوگوں کی آزمائش ہو رہی ہے کہ تم اطاعت کرتے ہو یا نافرمانی۔ رب العزت کی ڈھیل نے تمہیں فتنے میں ڈال رکھا ہے۔

﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾

''اُس شہر میں نو جتھے دار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے'' (48)

سوال: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''اُس شہر میں نو جتھے دار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ﴾ ''اُس شہر میں نو جتھے دار تھے'' رب العزت نے قوم ثمود کے سرغنہ لوگوں کی سرکشی کی خبر دی ہے کہ حجر شہر میں نو جتھے دار تھے جو قوم کو گمراہی کی طرف بلاتے تھے اور سیدنا صالح علیہ السلام کو جھٹلاتے تھے۔

(2)﴿يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ ''جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے'' وہ اپنے کفر اور

نافرمانیوں سے ستاتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر ڈالا اور سیدنا صالح علیہ السلام کے قتل کا بھی ارادہ کر لیا۔

﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''تم لوگ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ، ہم اُس پر اور اُس کے گھر والوں پر ضرور شب خون ماریں گے، پھر ہم ضرور اُس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اُس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے اور ہم بلاشبہ سچے ہیں'' (49)

سوال: ﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''تم لوگ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ، ہم اُس پر اور اُس کے گھر والوں پر ضرور شب خون ماریں گے، پھر ہم ضرور اُس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اُس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے اور ہم بلاشبہ سچے ہیں'' سیدنا صالح علیہ السلام کے قتل کی سازش کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''تم لوگ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ'' یہ قسمیں اُنہوں نے تب کھائی تھیں جب اُونٹنی کے قتل کے بعد سیدنا صالح علیہ السلام نے کہا تھا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آجائے گا تو اُنہوں نے کہا اس سے پہلے ہی ہم صالح اور اس کے گھر والوں کا قصہ پاک کر دیں گے۔ (2) ﴿لَنُبَيِّتَنَّهٗ﴾ ''ہم اُس پر ضرور شب خون ماریں گے'' یعنی ہم صالح علیہ السلام پر ضرور شب خون ماریں گے۔

(3) ﴿وَاَهْلَهٗ﴾ ''اور اُس کے گھر والوں پر'' اور اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کے گھر والوں کے پاس آئیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے۔

(4) ﴿ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ﴾ ''پھر ہم ضرور اُس کے وارث سے کہہ دیں گے'' یعنی جب صالح علیہ السلام کے خون کے لیے اس کے اقرباء میں سے اس کا ولی کھڑا ہوگا اور ہمارے خلاف قتل کا دعویٰ کرے گا تو ہم قسم کھا کر انکار کر دیں گے اور کہیں گے۔

(5) ﴿مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ﴾ ''ہم اُس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے'' یعنی انہوں نے اس پر ایکہ کر لیا کہ ہم تو صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود ہی نہ تھے۔

(6) ﴿وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور ہم بلاشبہ سچے ہیں'' یعنی ہم مل کر اپنی سچائی کو ثابت کریں گے۔

(7) اہل مکہ بھی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہی پروگرام بنائے ہوئے تھے کہ ہر قبیلے کا ایک ایک فرد مل کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کر کے خود کو بری الذمہ ثابت کر دیں گے۔ اس طرح اہل مکہ کو سیدنا صالح علیہ السلام کے واقعے سے آئینہ دکھایا گیا۔

﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''اورانہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے''(50)

سوال:﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾''اور انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے''قتل کی سازش کا وبال ان پر کیسے آ پڑا، کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا﴾''اورانہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی''نو جتھے داروں نے آپس میں خفیہ مشورہ کر کے صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو قتل کرنے کی سازش تیار کر لی۔اور اس بات کو اپنی قوم سے چھپائے رکھا۔

(2)﴿وَّمَكَرْنَا مَكْرًا﴾''اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی''رب العزت نے سیدنا صالح علیہ السلام کی مدد کی اور سازش کا وبال ان پر ہی ڈال دیا۔ابھی وہ عہد کر رہے تھے کہ ان پر ایک چٹان آ گری اور ان کے دماغوں کا بھرکس نکل گیا۔

(3)﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾''اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے''وہ اپنی ہلاکت کے بارے میں کوئی خبر نہیں رکھتے تھے۔ان کے بعد ان کی قوم کو ایک چنگھاڑ سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔(ایسر التفاسیر:1082)

﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''پھر آپ دیکھیں اُن کی خفیہ تدبیر کا انجام کیسا ہوا!یقیناً ہم نے اُن کو اور اُن کی پوری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا''(51)

سوال:﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''پھر آپ دیکھیں اُن کی خفیہ تدبیر کا انجام کیسا ہوا!یقیناً ہم نے اُن کو اور اُن کی پوری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا''ناپاک سازش کو عملی جامہ پہنانے کا کیا انجام ہوا؟

جواب:(1)﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ﴾''پھر آپ دیکھیں اُن کی خفیہ تدبیر کا انجام کیسا ہوا!''رب العزت نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے ہمارے رسول دیکھو ان کی ناپاک سازش کا کیا انجام ہوا!کیا انہوں نے اس سازش سے کچھ حاصل کر لیا؟

(2)﴿اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''یقیناً ہم نے اُن کو اور اُن کی پوری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا''رب العزت نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔وہ سازش کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔نو جتھے دار پہلے مار دیئے گئے اور پوری قوم کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے پڑے تھے۔

﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

''پھر یہ رہے اُن کے گھر ویران پڑے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا،یقیناً اس میں ایک نشانی ہے اُن کے لیے جو جانتے ہیں''(52)

سوال:﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾''پھر یہ رہے اُن کے گھر ویران پڑے ہیں اس

وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا، یقیناً اس میں ایک نشانی ہے اُن کے لیے جو جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا﴾ ''پھر یہ رہے اُن کے گھر ویران پڑے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا'' یعنی ان کے گھر اجاڑ اور خالی ہیں۔ان کی چھتیں گر گئیں اور رہنے والا کوئی باقی نہ بچا۔

(2)﴿بِمَا ظَلَمُوْا﴾ ''اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا'' یعنی ان کی تباہی کا سبب ان کا ظلم، ان کا شرک، ان کی سرکشی تھی۔

(3)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے اُن کے لیے جو جانتے ہیں'' نو جھتے داروں اور قوم ثمود کی ہلاکت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم اور اس کے حسن تدبیر کی نشانی ہے۔ان لوگوں کے لیے جو اس کی نشانیوں پر غور وفکر کرتے ہیں۔

(4) یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی اپنے دوستوں اور دشمنوں کے بارے میں سنت پر غور وفکر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نجات عطا کرتے ہیں اور ظالموں کو ہلاک کرتے ہیں۔

﴿وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾

''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' (53)

سوال:﴿وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نجات دیتے ہیں جو اس پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔

(2)﴿وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' اور جو شرک سے بچتے ہیں۔

﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾

''اور لوط کو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم بے حیائی کو آتے ہو اور حالانکہ تم دیکھتے ہو'' (54)

سوال:﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور لوط کو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم بے حیائی کو آتے ہو اور حالانکہ تم دیکھتے ہو'' سیدنا لوط علیہ السلام کے بصیرت افروز وعظ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ﴾ ''اور لوط کو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا'' سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم عموریہ اور سدوم کی بستیوں میں آباد تھی۔(2) رب العزت نے اپنے بندے اور رسول لوط علیہ السلام کی خبر دی ہے۔اور فرمایا کہ لوط علیہ السلام کا ذکر کریں ان کے واقعات کی خبر دیں جب انہوں نے اپنی قوم کو بے حیائی پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔

(3)﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ﴾ ''کیا تم بے حیائی کو آتے ہو'' یعنی تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جسے عقل، فطرت اور شریعت برا جانتی ہے۔

(4)﴿وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور حالانکہ تم دیکھتے ہو'' تم بے حیائی کرتے ہو اور مزید ظلم یہ کہ تم اس شرم ناک حالت میں ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہو۔ (تفسیر ابن کثیر: 2/1436)

﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

''کیا تم عورتوں کی بجائے مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ بلکہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' (55)

سوال: ﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ ''کیا تم عورتوں کی بجائے مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ بلکہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم کی ایجاد کردہ بے حیائی کی قباحت کو کیسے ان پر واضح کیا، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ﴾ ''کیا تم عورتوں کی بجائے مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو'' یعنی تم اس حالت کو کیسے پہنچ گئے کہ تم اپنی شہوت مردوں سے پوری کرتے ہو جبکہ ان کی پیٹھیں غلاظت، گندگی اور خباثت کا مقام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو عورتیں اور ان کی پاکیزگی چیزیں پیدا کیں، تم نے ان کو چھوڑ دیا جن کی طرف میلان نفوس کی جبلت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ تمہارا معاملہ بالکل الٹ ہو گیا تم نے برے کو اچھا اور اچھے کو برا بنا دیا۔ (تفسیر سعدی: 2/1953،1954)

(2)﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ ''بلکہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غضب اور اس کے نتیجے میں ملنے والی سزا اور اس کے عذاب سے بھی جاہل ہو۔ اور اس بے حیائی کے کام کے نتیجے میں جو خطرناک بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (۸۰) اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۸۱)﴾ ''اور لوط (کو بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: ''یقیناً تم واقعی اس بے حیائی کو آتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی؟ یقیناً کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو؟'' تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔'' (العنکبوت: 28،29)

﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾

''تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔

یقیناوہ بڑے پاک باز بنتے ہیں" (56)

سوال:﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ "تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: "اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔ یقیناوہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔" سیدنا لوط علیہ السلام "تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: "اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔ یقیناوہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔" سیدنا لوط علیہ السلام کو ان کی قوم نے جو جواب دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا﴾ "تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا" ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگ اپنی پاکیزگی ثابت کرتے ہیں۔ اور تمہارے افعال کو گندہ اور بے حیائی کا کام قرار دیتے ہیں۔

(2)﴿اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ﴾ "اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو" ان کا جواب لوط علیہ السلام سے دشمنی اور عناد پر مبنی تھا۔ انہوں نے امانت دار رسول کو جلاوطن کرنے کی دھمکی دی۔

(3)﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ "یقیناوہ بڑے پاک باز بنتے ہیں" قوم نے لوط علیہ السلام کے گھرانے سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ بدفعلی سے بچتے ہیں۔ برے افعال سے خود کو بچا کر رکھتے ہیں۔ یہ تھی وہ چارج شیٹ جو قوم نے لوط کے خلاف دی۔

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾

"پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی، سوائے اُس کی بیوی کے جس کے لیے ہم نے طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی" (57)

سوال:﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ "پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی، سوائے اُس کی بیوی کے جس کے لیے ہم نے طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی" لوط کی بیوی ان کی قوم کے ساتھ ہلاک کی گئی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ﴾ "پھر ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی، سوائے اُس کی بیوی کے" رب العزت نے لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو عذاب سے بچا لیا۔ سوائے ان کی بیوی کے۔

(2)﴿قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ "جس کے لیے ہم نے طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی" یعنی ان کی بیوی کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہوگی۔ لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے شرمناک کاموں سے خوش تھی اور لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں قوم کو خبر دینے والی بھی یہی تھی۔

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش سوڈرائے جانے والوں کی بہت ہی بُری بارش تھی'' (58)

سوال: ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش سوڈرائے جانے والوں کی بہت ہی بُری بارش تھی'' لوطیوں کو کیسے رجم کیا گیا، کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا﴾ ''اور ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش'' قوم لوط پر خاص قسم کی بارش برسائی گئی۔ یہ تہ بہ تہ نشان زدہ کنکریلے پتھر آسمان سے برسائے گئے جن پر ان کے تمام نام لکھے ہوئے تھے جو پتھر جس پر لگتا اس کا کام ہی تمام کر دیتا۔

(2) ﴿فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''سوڈرائے جانے والوں کی بہت ہی بُری بارش تھی'' یعنی ڈرائے گئے لوگوں پر بڑی بری بارش برسائی گئی۔ ان پر حجت قائم کر دی گئی تھی۔ ان کے پاس رسول آئے اور انہوں نے جھٹلا دیا تو ان پر سخت عذاب نازل کر دیا گیا۔

آخری آیت

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۗ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا۔ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک بناتے ہیں؟'' (59)

سوال: ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۗ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا۔ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک بناتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسولوں پر سلام بھیجنے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے'' رب العزت نے محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اس کی حمد بیان کریں۔ یہ حمد اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

(2) یعنی کہہ دیجئے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ جو اپنے کمال اوصاف، اپنے جمال عطا و بخشش، اہل تکذیب کو سزا دینے اور ظالموں کو عذاب دینے میں عدل و حکمت کی بنا پر کامل حمد و ستائش اور مدح و ثناء کا مستحق ہے۔ (سعدی: 1955/2)

(3) ﴿وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾ ''اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں پر سلام بھیجیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۸۰) وَسَلٰمٌ عَلَى

الْمُرْسَلِيْنَ (۱۸۱) وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۸۲) ﴾ ''پاک ہے اُن باتوں سے آپ کا رب، عزت کا رب، جو لوگ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہے رسولوں پر۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الصّٰفّٰت: 180,182)

(4) اللہ تعالیٰ کے سارے رسول شر اور گندگی سے پاک ہیں اس لیے ان پر سلام بھیجنے کا حکم دیا۔

(5) ﴿ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک بناتے ہیں؟'' مشرکوں کی تردید اور مزمت کرتے ہوئے سوال کیا ہے کہ کیا اللہ رب عظیم بہتر ہے یا یہ بت جو ہر لحاظ سے ناقص ہیں۔ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

(6) اللہ تعالیٰ ان ہستیوں سے بہتر ہے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔



قُرانًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ''قُرْاٰنًا عَجَبًا'' (پارہ20)

نام مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : اپریل2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi

Alnoor international

فہرست

رکوع ❖	1	9
رکوع ❖	2	26
رکوع ❖	3	38
سورۃ القصص		49
رکوع ❖	4	50
رکوع ❖	5	64
رکوع ❖	6	73
رکوع ❖	7	81
رکوع ❖	8	94
رکوع ❖	9	105
رکوع ❖	10	118
رکوع ❖	11	133
رکوع ❖	12	143
سورۃ العنکبوت		153
رکوع ❖	13	153
رکوع ❖	14	172
رکوع ❖	15	182
رکوع ❖	16	192

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وُہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 1

﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ﴾

''(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا؟ پھر ہم نے اس سے رونق والے باغات اُگائے، تمہارے بس میں نہ تھا کہ تم اُس کے درختوں کو اُگاتے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ وہ لوگ راستے سے ہٹ رہے ہیں'' (60)

سوال 1: ﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت حق ہے توحید کے دلائل کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ﴾ ''(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں کو پیدا کیا'' رب العزت نے بلند آسمانوں اور اس کے اندر چمکتے ستاروں، گھومنے والے سیاروں، فرشتوں، سورج اور چاند کی تخلیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔

(2) ﴿وَالْاَرْضَ﴾ ''اور زمین کو'' رب العزت نے پست اور کثیف زمین، اس کے اندر پہاڑوں، ٹیلوں، میدانوں، جنگلوں، غاروں، صحراؤں دریاؤں، مختلف رنگوں اور صورتوں کے انسانوں، جانوروں اور پرندوں کی تخلیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے۔

(3) اس کے علاوہ دوسروں کی عبادت باطل ہے رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے تخلیق کیا ہے۔

سوال 2: ﴿وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا'' توحید کے دلائل کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا'' رب العزت نے پوچھا ہے کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں سے تمہاری خاطر پانی اتار کر تمہارے لیے روزی کا سامان کیا۔ (i) آسمان سے برسنے والی بارش کا ایک نظام ہے جو محض اتفاق نہیں ہوسکتا۔ (ii) بارش کا خاص مقدار میں نازل ہونا محض اتفاق نہیں ہوسکتا۔ (iii) بارش کی مقدار کے مطابق کرۂ ارض پر زندگی پائی جاتی ہے۔ (iv) بارش کا عمل طے شدہ ہے اس میں مضبوط تسلسل ہے جو ایک خالق کے ارادے کا پتہ دیتا ہے۔ (v) بارش کے پانی میں زندہ کرنے والے اثرات ہیں۔ جس میں انسان کی ضروریات اور اس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بارش کے پانی کی فراہمی اور انسانی ضروریات

کے درمیان اتنی گہری ہم آہنگی ایک خالق کے وجود کو ثابت کرتی ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اُس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔'' (العنکبوت:63)

(3) رب العزت نے آسمانوں سے نازل ہونے والی بارش کے عمل کو جاری رکھنے سے ثابت کیا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

سوال 3: ﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا﴾ ''پھر ہم نے اس سے رونق والے باغات اُگائے تمہارے بس میں نہ تھا کہ تم اُس کے درختوں کو اُگاتے'' توحید کے دلائل کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ﴾ ''پھر ہم نے اس سے رونق والے باغات اُگائے'' کہ یہ تو بتاؤ وہ کون ہے جس نے تمہارے لیے خوش منظر اور دل فریب باغات اگائے جن میں درختوں اور پھلوں کی کثرت ہے۔

(2) رب العزت نے رونق والے باغات اگانے سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(3) ﴿مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا﴾ ''تمہارے بس میں نہ تھا کہ تم اُس کے درختوں کو اُگاتے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا اس نے بارش برسائی اور تمہارے لیے خوش منظر درخت اُگائے جن کے اُگانے پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے۔ اس قدرت والے کے سوا عبادت کسی کا حق نہیں ہے۔

سوال 4: ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' بلکہ وہ لوگ راستے سے ہٹ رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' یہ سوال دلوں کو جھنجھوڑنے کے لیے کیا گیا ہے۔ ان آیات میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا وہ خالق جو ان تمام چیزوں کا بنانے والا ہے اس شخص کی طرح ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہیں۔ (i) یہ سوال شرک کی نفی کے سوا کوئی راستہ نہیں چھوڑتا۔ (ii) یہ سوال انسان کو اقرار اور یقین تک لے جاتا ہے۔

(2) (i) کائنات کی تخلیق کے آثار بتاتے ہیں کہ اس کو پیدا کرنے والا ﴿وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ﴾ ہے۔ (ii) کائنات کی زبردست منصوبہ بندی یہ بتاتی ہے کہ یہ ایک ارادے کے ساتھ پیدا کی گئی ہے اور وہ خالق ایک ہے جس کا ارادہ ہر چھوٹی بڑی چیز میں جاری نظر آتا ہے۔

(iii) کائنات کے اُصولوں اور قوانین میں وحدت اور تناسق پایا جاتا ہے۔ قوانین کی وحدت بتاتی ہے کہ خالق ایک ہے کیونکہ ہم آہنگی محض اتفاق سے نہیں ہو سکتی۔ (iv) کائنات کا نظم و نسق یہ بتاتا ہے کہ نظم قائم کرنے والا ایک ہے۔ (v) کائنات کے اندر ایک مدبّر کی تدبیر نظر آتی ہے جو ثابت کرتی ہے کہ کائنات کا خالق ایک ہے۔

(3)﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' کیا اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کوئی خالق اور روزی دینے والا ہے؟ رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (النحل:17)

(4)﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ لوگ راستے سے ہٹ رہے ہیں'' یعنی یہ جاننے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور رازق ہے وہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔

(5) مشرک بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق اور رازق نہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟'' (الزخرف:87)﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ بلکہ ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (لقمان:25) پھر کیوں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں! کیا وہ جو ہر چیز پر قادر ہے اس کے برابر ہو سکتا ہے جو کسی چیز پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو۔ رب العزت نے فرمایا﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا چھجوں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجوروں کو اور کھیتوں کو کہ اس کے پھل مختلف ہوتے ہیں اور زیتون اور انار کو باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور نہ ملتے جلتے بھی۔'' (الانعام:141)

(6)﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اُس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الاعراف:54)

(7) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ نبوت سے قبل (وادیٔ) بلدح کے نشیبی علاقے میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی، پھر جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا تو زید بن عمرو بن نفیل نے کھانے سے انکار کر دیا اور (جن لوگوں نے دسترخوان بچھایا تھا، ان سے) کہا کہ تم اپنے بتوں کے نام پر جو ذبیحہ کرتے ہو میں اسے نہیں کھاتا، میں تو بس وہی ذبیحہ کھاتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ زید بن عمرو بن نفیل قریش پر ان کے ذبیحے کے بارے میں عیب بیان کیا کرتے تھے کہ بکری

کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی برسایا اور اسی نے اس کے لیے زمین سے گھاس اگائی، پھر تم لوگ اسے غیر اللہ (یعنی بتوں) کے نام پر ذبح کرتے ہو؟ (بخاری:3826)

(8) کائنات کے حوالے سے سب سے بڑا احمقانہ دعویٰ یہ کیا گیا کہ کائنات خود اپنے وجود سے قائم ہے۔ یعنی کائنات خود ہی اپنی خالق اور خود ہی مخلوق ہے۔

سوال 5: پانی سے پیدا ہونے والے حسن و جمال پر غور و فکر کر کے انسان کیسے اپنے خالق تک پہنچ سکتا ہے؟

جواب: (1) پانی سے پیدا ہونے والے ایک پھل یا پھول کی ساخت پر غور کریں تو انسان کو یہ شعور حاصل ہوتا ہے کہ دُنیا کے تمام ماہرین جمع ہو جائیں تب بھی ایک پھل یا پھول پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

(2) ایک پھل آم کا ہو، انگور، جامن، کھجور، سیب، انار، کینو وغیرہ جس پر بھی غور کر لیں۔ ان کا رنگ، ان کی Shape، ان کے اندر کی ترتیب ان کا ذائقہ، ان کے خلاف ہر چیز بے مثال ہے۔

(3) کسی پھول کو دیکھیں اس کی پتیوں کی ترتیب و تنظیم، رنگوں کا امتزاج، اس کی خوشبو ہر چیز عقل کو عاجز کر دینے والی ہے۔ کاغذ، کپڑے یا کسی اور مواد پر پھولوں کی تصویریں بنا دینا اور بذات خود پھول پیدا کرنا ایک عمل نہیں۔ ساری دنیا کے ماہر فن بھی اکٹھے ہو جائیں تو ایک پھول پیدا نہیں کر سکتے۔ ہزاروں، لاکھوں پھولوں کا وجود ایک خالق، عظیم خالق کے وجود کا پتہ دیتا ہے۔

سوال 6: درختوں کا اُگانا کیسے ایک خالق کے وجود کا پتہ دیتا ہے؟

جواب: درخت کے اندر زندگی کیسے آتی ہے؟ کیسے اس مواد سے وابستہ ہو جاتی ہے جو درختوں کے اندر پایا جاتا ہے؟ اس راز کو کوئی نہیں پا سکا۔ لیکن زندگی کا آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی زندگی عطا کرنے والا ہے۔

سوال 7: ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی اور ایسی ہستی ہو سکتی ہے جو عبادت کے لائق ہو جس نے ان میں سے کسی چیز کو پیدا کیا ہو؟

سوال 8: مختلف خداؤں پر یقین رکھنے والے کیا یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کائنات کو ان میں سے کسی نے پیدا کیا ہے؟

جواب: کائنات میں یہ دعویٰ کسی نے نہیں کیا نہ بتوں کی عبادت کرنے والوں نے، نہ ملائکہ اور شیاطین کے پجاریوں نے، نہ شمس و قمر کی پوجا کرنے والوں نے، نہ غیر اللہ میں سے کسی اور کی عبادت کرنے والوں نے کہ کائنات کو اُن میں سے کسی نے تخلیق کیا ہے۔

سوال 9: کائنات انسانی عقل کو عاجز کرتی ہے کہ وہ ایک اِلٰہ کو تسلیم کر لے پھر بھی انسان کا کیا طرزِ عمل ہوتا ہے؟

جواب: (1) لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو برابر کرتے ہیں۔

(2) لوگ سچے راستے سے ایک طرف ہو کر چلتے ہیں۔

(3)لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا؟ اور اس کے درمیان دریا بنائے اور اُس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے''(61)

سوال1:﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا؟ اور اس کے درمیان دریا بنائے اور اُس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے'' توحید کے دلائل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا﴾ ''یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا'' رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ تو بتاؤ زمین کو رہنے کے قابل کس نے بنایا؟(i) زمین میں زندگی وجود پا سکتی ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے اسباب پیدا کرنے والا کوئی ہے (ii) زمین میں نشوونما کے اسباب پائے جاتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اسباب کا پیدا کرنے والا کوئی ہے۔(iii) زمین کا اپنے محور کے گرد مناسب انداز میں مستقل تسلسل کے ساتھ گھومنا اور سورج کے گرد گردش کرنا ایک مکمل ترتیب اور ہم آہنگی کے ساتھ ہے۔جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی ترتیب اور ہم آہنگی پیدا کرنے والا ہے یہ سب کچھ اتفاق نہیں ہو سکتا۔

(2)وہ کون ہے جس نے زمین کو اس قابل بنایا کہ اس پر بندے اپنے گھر بنائیں، عمارتیں تعمیر کریں، ایک مقام سے دوسرے مقام پر آئیں جائیں اور کھیتاں اور باغات اگائیں۔

(3)اللہ تعالیٰ نے زمین کو رہنے کے قابل بنانے سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ اکیلا ہی عبادت کا حق رکھتا ہے اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت باطل ہے۔

(4)﴿وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا﴾ ''اور اس کے درمیان دریا بنائے'' رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ کون ہے جس نے دریا بنائے جو زمین پر زندگی کی شریانیں ہیں۔یہ بلندیوں سے چلتے ہیں۔مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی سمتوں میں چلتے ہیں دریا ان پانیوں سے چلتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ سمندروں سے زمین میں جمع کرتا ہے۔کیا یہ دریا کسی منصوبے کے بغیر چلتے اور بہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسلسل چلنے اور بہنے سے یہ ثابت کیا ہے کہ کوئی ایک چلانے والا اور بہانے والا ہے ورنہ یہ نظام یوں نہ چل سکتا۔

(5) زمین کے اندر جاری دریاؤں سے لوگ خود پانی پیتے ہیں اپنے جانوروں اور کھیتوں کو پلاتے ہیں۔

(6) رب العزت نے دریا جاری کرنے سے یہ ثابت کیا ہے کہ صرف وہی یہ حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

(7) ﴿وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ﴾ ''اور اُس کے لیے پہاڑ بنائے'' رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ کون ہے جس نے زمین پر پہاڑ جما کر اس کا توازن قائم کیا ہے؟

(8) پہاڑ اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے اور جمے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے زمین کا توازن قائم ہے۔ زلزلے کا ایک جھٹکا انسان کو توازن کی ضرورت کا شدت سے احساس دلاتا ہے اور انسان اس توازن کے پیچھے ایک رب کی موجودگی اور اس کے ارادے کو پالیتا ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ تمہیں لے کر ڈگمگانے نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیئے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔'' (النحل:15)

(9) ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی۔'' (لقمان:10)

(10) رب العزت نے پہاڑوں سے زمین کا توازن برقرار رکھنے سے یہ ثابت کیا ہے کہ عبادت صرف اسی کا حق ہے۔

سوال 2: ﴿وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا﴾ ''اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا﴾ ''اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی'' رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ کون ہے جس نے دو دریاؤں کے مابین حد فاصل رکھی ہے!

(2) سمندر کا پانی دریا کی نسبت کثیف ہوتا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے میٹھا دریائی پانی اور سمندر کا کھارا پانی جدا جدا بہتے ہیں۔ یہ معجزانہ کام کس نے کیا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی یہ کام کرنے پر قدرت رکھتا ہے؟ یہ سوال انسان کی عقل کو عاجز کر دیتا ہے۔ یہ معجزہ منہ بول کر بتاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا ہے۔

(3) یعنی نمکین اور کھاری سمندر اور میٹھے سمندر کے درمیان ﴿حَاجِزًا﴾ جو ان دونوں کو خلط ملط ہونے سے روکے ہوئے ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں پانیوں کی منفعت مقصود ضائع ہو جائے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان زمین کی رکاوٹ حائل کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے دریاؤں کی گزرگاہوں کو سمندر سے بہت دور رکھا ہے تاکہ دریاؤں سے مصالح اور مقاصد کا حصول ممکن ہو۔ (تفسیر سعدی: 2/1956,1957)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا ہے اور یہ نمکین، کڑوا ہے اور اُس نے دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ کر دی۔'' (الفرقان:53)

(5)﴿مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ (۱۹) بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ (۲۰)﴾ ''دو سمندروں کو اُس نے ملا دیا، جو ایسے باہم مل جاتے ہیں۔ وہ اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے۔'' (الرحمٰن:20,19)

(6)رب العزت نے دو دریاؤں میٹھے اور نمکین کے درمیان رکاوٹ رکھنے سے یہ ثابت کیا ہے کہ صرف وہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔

سوال3:﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور یہ قدرت رکھتا ہے کہ وہ زمین پر زندگی کے اسباب پیدا کرے، دریا جاری کرے، پہاڑوں سے زمین کے توازن کو برقرار رکھے۔ دو دریاؤں کے درمیان آڑ رکھ دے جب کسی اور کا کوئی اختیار نہیں تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔

(2)﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے'' اکثر لوگ کائنات کی اصل حقیقت ایک الہ کا علم نہیں رکھتے۔ یعنی وہ حقیقت توحید کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے شرک کرتے ہیں۔ اگر انہیں علم ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے۔

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''یا وہ جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے؟ اور وہ تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو'' (62)

سوال1:﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ﴾ ''یا وہ جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے؟ اور وہ تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے'' توحید کے دلائل کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ ''یا وہ جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے؟'' اضطراب اور بے قراری میں اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون سی ہستی ہے جو مضطرب، بے قرار اور مجبور کی دعاؤں کا جواب دیتی ہو، دشواریوں میں پھنسنے کے بعد جسے کرب نے بے قرار کر رکھا ہو مصیبتوں میں جسے غم نے بے حال کر رکھا ہو تو یہ بتاؤ وہ کون ہے جسے مصیبتوں کو ٹالنے کے لیے پکارتے ہو۔

(2)انسان کے لیے جہاں ظاہری اسباب ختم ہوجاتے ہیں کوئی مدد کو پہنچنے والا نہیں ہوتا۔سارے سہارے ختم ہوجاتے ہیں،ساری قوتیں اوجھل ہوجاتی ہیں،ساری توقعات ٹوٹ جاتی ہیں ایسے مایوس کن حالات میں انسان کی فطرت جاگ اٹھتی ہے اُس وقت کی نفسیاتی کیفیت کی طرف توجہ دلا کر رب نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ اس وقت تم کس کو پکارتے ہو؟ بے قراری کو کہاں قرار ملتا ہے۔گھبراہٹ کہاں دور ہوتی ہے۔کہاں دل کی بات کہتے ہو تو سکون ملتا ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ﴾''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔''(النحل:53)

(4)وہ اللہ تعالیٰ ہے جو بے قرار کی سنتا ہے جو غم کے ماروں کی دستگیری کرتا ہے،ہاں وہی ہے،جو مجبور کی دعاؤں کا جواب دیتا ہے وہی ہے جس سے مطلوب کے حصول کے لیے امیدیں باندھی جاتی ہیں۔جیسا کہ فرمایا﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہوجاتے ہیں،پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔''(بنی اسرائیل:67)

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔''(الاحقاف:5)

(6)﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''اور آپ اللہ تعالیٰ کے ماسوا نہ کسی کو پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ آپ کو نقصان دے سکتے ہیں،پھر اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً آپ تب ظالموں میں سے ہوں گے۔''(یونس:106)

(7)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا،آپ نے فرمایا:''اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں:تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کرو،وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا،تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے،جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو،جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو،اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے،اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہوجائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے،قلم اٹھا لیے گئے اور(تقدیر کے)صحیفے خشک ہوگئے ہیں۔''(ترمذی:2516)

(8) کسی نے رحمت عالم ﷺ سے پوچھا: آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں فرمایا ایک معبود کی جس کی شان ایسی ہے کہ اگر تم مصیبت میں پھنس جاؤ اس سے دعا مانگو تو وہ تمہاری مصیبت دور فرما دیتا ہے۔ اگر کہیں راستہ بھول جاؤ تو وہ تمہیں راستہ بتا دیتا ہے اور اگر اس سے دعا مانگو تو وہ بارش برسا دیتا ہے (مختصر ابن کثیر :2/1439) (بحوالہ مسند احمد)

(9) سیدنا ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ایک مسلمان کو اپنے رب سے اپنی ساری ضرورتیں مانگنی چاہئیں یہاں تک کہ نمک بھی اسی سے مانگے اور جوتے کا تسمہ جب ٹوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے۔'' (ترمذی:3604)

(10) ﴿وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ ''اور وہ تکلیف دور کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے سوا برائی، مصیبت، شر اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو کون دور کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الانعام:17)

(11) ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا (٥٦) اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (٥٧)﴾ ''آپ کہہ دیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سمجھتے ہو انہیں پکار دیکھو چنانچہ نہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی بدلنے کا۔ یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں، کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے۔'' (الاسراء:57,56)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں (بنی اسرائیل) میں سے تین آدمی (راستہ میں) چلے جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ لوگ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے۔ اتفاق سے (ایک بڑا پتھر گرا اور) غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں کہنے لگے، اللہ کی قسم! اب تو (اس مصیبت سے) تم کو سچائی ہی نجات دلائے گی، لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اپنے کسی ایسے نیک عمل کے وسیلہ سے، جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ اس نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک فرق (تین صاع) چاولوں پر ایک مزدور رکھا تھا، اس نے میرا کام تو کیا، مگر پھر (کسی بات پر غصہ میں آ کر) وہ اپنے چاول چھوڑ کر چلا گیا۔ اب میں نے اس کے حصہ کے چاول بو دیے اور ان سے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے اس کی آمدنی سے گائے بیل خریدے، پھر (جب ایک مدت کے بعد) وہ اپنی مزدوری مانگنے آیا تو میں نے کہا کہ جا! وہ سب گائے بیل لے جا۔ اس نے کہا، میرے تو تیرے پاس (صرف) ایک فرق چاول تھے۔ میں نے کہا، وہ سب گائے بیل لے جا، وہ تیرے ہی سے خریدے گئے ہیں۔ آخر وہ ان سب کو لے گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ (خالص) تیرے

ڈر سے کیا تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے اور ضعیف والدین تھے۔ میں ہر رات کو (ان کے پلانے کے لیے) بکری کا دودھ لایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے دیر ہوگئی، میں جب (دودھ لے کر) آیا تو وہ سو گئے تھے اور میرے بیوی بچے سب بھوک سے بے چین تھے۔ میری عادت تھی کہ پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور اس کے بعد بیوی بچوں کو۔ مجھے ان کو جگانا اچھا معلوم نہ ہوا اور یہ بھی میں نے پسند نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور وہ (رات بھر) دودھ کا انتظار کرتے رہیں۔ چنانچہ میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے (اپنے ماں باپ کی) یہ خدمت (محض) تیرے ڈر سے کی تھی، تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ اس پر وہ پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا اور ان کو آسمان دکھائی دینے لگا۔ پھر تیسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی، جس کو میں سب سے زیادہ چاہتا تھا، میں نے اس سے صحبت کرنا چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا، ایسا اس حالت میں ہوسکتا ہے کہ تو مجھے سو اشرفیاں لا کر دے۔ سو میں سو اشرفیوں کی طلب میں نکلا، یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئیں، چنانچہ میں نے سو اشرفیاں لا کر اس کے حوالے کر دیں اور اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو وہ کہنے لگی، اللہ تعالیٰ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ توڑ۔ یہ سنتے ہی میں کھڑا ہو گیا اور میں نے وہ سو اشرفیاں بھی چھوڑ دیں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے، اگر میں نے (خالص) تیرے ڈر سے ایسا کیا تھا تو اے اللہ! تو ہماری یہ مصیبت دور کر دے تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کو ہٹا دیا اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔ (بخاری:3465)

(13) ﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ﴾ ''اور تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے'' وہی ہے جو تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بناتا ہے۔

(14) (i) اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے لیے جائے قرار بنایا۔ زمین کی ہر چیز کو اس کے لیے معاون اور مددگار بنا دیا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو ان کا جانشین بنایا۔ ایک نسل کے افکار کے بعد نئی نسل نئے تجربات کرتی ہے اگر پچھلے اگلے سبھی لوگ اپنے افکار کے ساتھ اکٹھے ہو جاتے تو انسانوں کے درمیان تصادم ہوتا۔ کس نے انسانوں کو ایک دوسرے کا جانشین بنا دیا؟ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود بھی ہے۔

(15) بیٹے باپوں کے اور بعد میں آنے والے پہلے لوگوں کے جانشیں بن جاتے ہیں یہی سلسلہ جاری رہے گا حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا؟ جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں بھی عطا نہیں کیا اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے سے بہتی تھیں، پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا۔'' (الانعام:165)

سوال2:﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے جو بے قرار کی سنتا ہو، مصیبتیں ٹالتا ہو اور انسانوں کو زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنا کر پھیلاتا ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو یہ کام انجام دیتی ہو۔

(3)﴿قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو'' یعنی تم کم ہی غور وفکر کرتے ہو۔اگر تم نصیحت پکڑو تو ہدایت کی طرف لوٹ آؤ مگر تم جہالت اور غفلت میں مست ہو۔

(4) انسان اگر مسلسل غور وفکر کرے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا رہے، فطرت کی پکار کو سنے تو کبھی اپنے رب سے غافل نہ ہو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے مصائب میں گھرے ہوئے انسان کو اپنے ہونے کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مشکلات میں پھنسے ہوئے انسان سے یہ پوچھا ہے کہ بتاؤ مجبور کی کون سنتا ہے؟ مجبور کو کون مدد دیتا ہے؟ بے سہارا کا سہارا کون بنتا ہے؟ مشکلات سے کون نکالتا ہے؟ انسان اپنے نفس کی گہرائیوں سے مشکل کشا کو پالیتا ہے۔

سوال4: انسان کم ہی نصیحت کیوں حاصل کرتا ہے؟

جواب: انسان حقائق کو بھول جاتا ہے اور غافل ہو جاتا ہے۔

﴿اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

''یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟ اور جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں'' (63)

سوال1:﴿اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟ اور جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں'' توحید کے دلائل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ''یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے'' یہ بتاؤ وہ کون

ہے جوتمہاری راہ نمائی کرتا ہے جب تم خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں گھر جاتے ہو۔

(2) جہاں تمہارے لیے نجات کا کوئی وسیلہ نہیں ہوتا وہ کون ہے جوتمہیں نجات دلاتا ہے۔

(3) جہاں تمہارے پاس کوئی راہ نما ہوتا ہے۔ نہ رہنمائی کی کوئی علامت دکھائی دیتی ہے۔ وہ کون ہے جوتمہارے لیے اسباب مہیا کرتا ہے جن کے ذریعے تم راستہ پاتے ہو وہ کون ہے جوتمہارے راستوں کوتمہارے لیے آسان کرتا ہے۔ اور تم صحیح راستہ پر چل پڑتے ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور بہت سی علامتیں ہیں اور تاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں'' (النحل:16)

(4) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ''اور وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو بنایا تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرو'' (الانعام:97)

(5) ﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (٦٣) قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (٦٤)﴾ ''آپ کہہ دیں تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟ تم اُسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو یقیناً اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ کہہ دیں اس سے اور ہر تکلیف سے اللہ تعالیٰ ہی تمہیں نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک ہی کرتے ہو'' (الانعام:64,63)

(6) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کیا، سوائے چار آدمیوں اور دو عورتوں کے، ان سے متعلق حکم ارشاد فرمایا: ''اگرچہ وہ کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوئے ہوں۔ ان میں ایک عکرمہ بن ابوجہل بھی تھے۔ انہوں نے یہ حکم سنا تو سمندر کے ذریعے سے راہ فرار اختیار کی۔ اتفاق کہ کشتی والوں کو تند و تیز ہوا نے آلیا، اب کشتی والوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو خلوص سے پکارو، کیونکہ اس موقع پر تمہارے (جھوٹے) معبود کچھ کام نہیں آئیں گے۔ تو عکرمہ نے کہا، اللہ کی قسم! اگر سمندر میں صرف اللہ ہی نجات دیتا ہے تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دیتا، اے اللہ! اگر تو نے مجھے میری اس مصیبت سے عافیت دے دی تو میرا تجھ سے پختہ وعدہ ہے کہ میں محمد ﷺ کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا، کیونکہ میں آپ کو درگزر کرنے والا اور مہربان پاتا ہوں۔ چنانچہ وہ آئے اور آ کر اسلام قبول کر لیا۔'' (نسائی:4072)

سوال 2: ﴿وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''یا وہ جوتمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟ اور جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے'' توحید کی دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''یا وہ جوتمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟ اور جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے'' یہ بتاؤ وہ کون ہے جو بارش ہونے سے پہلے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے! وہ بادلوں کو اٹھاتی اور اکٹھا کرتی ہیں۔ ان کے آتے ہی بندے خوش ہو جاتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ بارشیں برساتا ہے بارش کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ بادلوں کو ہوائیں ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک لے جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے کہ یہ بتاؤ بھلا اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون ہے جو بارشوں سے قبل ہواؤں کو بھیج دے؟ یوں اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو گھیرا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری کسی ذات کا انسان کو پتہ نہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔'' (الشوریٰ:28)

سوال 3: ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' غور تو کرو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ کون ہے جس نے تارے بنائے کس نے سمندر اور خشکی کی تاریکیوں میں تمہارے لیے راستہ پانے کی اسباب مہیا کیے، جس نے تمہارے لیے Watercycle چلایا، جس نے بارشوں سے پہلے ہواؤں کو اپنی رحمت کی خوش خبری بنا کر بھیجتا ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی یہ سب کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟ کیا اب بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا جا سکتا ہے۔

(2) ﴿تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔ وہ قادر ہے، خالق ہے، عاجز مخلوق کی شراکت سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے اس شرک سے جو لوگ کرتے ہیں۔

﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو'' (64)

سوال 1: ﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے'' توحید کے دلائل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ﴾ ''یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے'' یہ تو بتاؤ وہ کون ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے۔ جو ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو ان مخلوقات کی تخلیق کا آغاز کرتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے۔'' (الروم:27)

(2) کائنات کا آغاز ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ آغاز کے بارے میں جتنے مفروضے انسانوں نے قائم کیے بے بنیاد ثابت ہوئے۔ کسی خالق کے ہونے کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ کائنات کی زبردست منصوبہ بندی ایک ہستی کے ارادے کو ثابت کرتی ہے۔

(3) ﴿ثُمَّ يُعِيدُهُ﴾ ''پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟'' ہر چیز جو وجود میں آتی ہے اُسے اپنے اختتام تک پہنچنا ہوتا ہے۔ کائنات کا بھی ایک آغاز ہے جو اس کے انجام کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے روز مخلوقات کو لوٹائے گا۔

(4) دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔ ﴿إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ﴾ ''بلاشبہ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔'' (البروج:13)

(5) ﴿وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ ''اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے'' یہ تو بتاؤ وہ کون ہے جو آسمان سے بارش برسا کر زمین سے تمہارے لیے رزق نکالتا ہے۔

(6) آسمان سے بارش کے ذریعے نازل ہونے والے پانی کو اللہ تعالیٰ زندگی کی برکتیں عطا کر کے نازل فرماتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین سے چھپے ہوئے خزانے نکلتے ہیں اور یوں آسمان کا رزق زمین کے ذریعے سے انسان کو عطا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان سے یہ سوال کیا ہے کہ بھلا وہ کون ہے جس کو بارشوں پر دسترس ہے؟ جو بارش کے پانی کو حیات بخش بناتا ہے؟ جو بارش کے پانی کے ذریعے زمین سے تمہارے لیے رزق بہم پہنچاتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو یہ کام کرسکتا ہو؟ اپنی دلیل لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ص وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ﴾ ''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس سے تمہارے رزق کے لئے کئی طرح کے پھل پیدا کیے۔'' (البقرۃ:22)

(8) ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ (١٠) يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ ''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اس میں سے تمہارے لیے پینا ہے اور اسی سے پودے ہوتے ہیں جن میں تم (جانور) چراتے ہو۔ وہ اس کے ساتھ تمہارے لیے کھیتیاں اُگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بھی، یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے اُن لوگوں کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (النحل:11,10)

سوال 2: ﴿ءَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہستی بھی ہے جو زندگی کا آغاز اور

پھر اعادہ کرے۔ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دے۔ وہ کون ہے جو ان سارے کاموں کی قدرت رکھتا ہو۔

(2)﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل'' یعنی اگر تم شرک اور بت پرستی کو اب بھی جاری رکھنا چاہتے ہو تو کوئی دلیل لاؤ۔

(3)﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو'' اگر تمہاری یہ بات سچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک ہیں تو اس دعویٰ کے لیے دلیل لے کر آؤ ورنہ مان جاؤ کہ تمہارا موقف باطل ہے۔

(4) وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سارے تصرفات کے اختیارات رکھتا ہے اس لیے وہ ہی حق رکھتا ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے۔

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب وہ اُٹھائے جائیں گے؟'' (65)

سوال:﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب وہ اُٹھائے جائیں گے؟'' اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا ہر ایک کے عالم الغیب ہونے کی نفی کی ہے کیونکہ غیب کا عالم تو وہ ہے جو کسی کے دینے سے نہیں خود سے غیب کا علم رکھتا ہو۔ ہر حقیقت کا علم رکھتا ہو، کوئی چیز اُس سے چھپی ہوئی نہ ہو۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ صرف﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان:34)

(4) اللہ تعالیٰ کا کوئی مقرب فرشتہ کوئی نبی کوئی انسان غیب نہیں جانتا۔ اس لیے عبادت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی ﷺ کو آئندہ کل کے حالات کا علم ہے اُس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آسمان وزمین میں غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ (بخاری:5474)

(6) ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۭ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی، نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (الاعراف:188)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی ﷺ آئندہ کل کو پیش آنے والے حالات کا علم رکھتے تھے، تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔'' (بخاری:4855)

(8) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو کہے کہ نبی ﷺ کل کی بات جانتے تھے اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بہتان باندھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین وآسمان والوں میں سے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں تین فائدے رکھے ہیں، آسمان کی زینت، بھولے بھٹکوں کی راہبری اور شیطانوں کی مار۔ کسی اور بات کا ان کے ساتھ عقیدہ رکھنا اپنی رائے سے بات بنانا اور خود ساختہ تکلف اور اپنی عاقبت کے حصے کو کھونا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس نے تمہیں خبر دی کہ محمد رسول اللہ ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کی اللہ پاک نے اس آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ میں خبر دی ہے، اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔ (ترمذی:3278)

(10) ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب وہ اُٹھائے جائیں گے؟'' یعنی وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ انہیں قبروں سے زندہ کر کے کب اٹھایا جائے گا۔

﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾

''بلکہ ان کا آخرت کے بارے میں علم ختم ہو گیا ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، بلکہ وہ اُس سے اندھے ہیں'' (66)

سوال 1: ﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾ ''بلکہ ان کا آخرت کے بارے میں علم ختم ہو گیا ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، بلکہ وہ اُس سے اندھے ہیں'' مشرکوں کے اعتراضات کا جو جواب دیا گیا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''بلکہ ان کا آخرت کے بارے میں علم ختم ہو گیا ہے'' یعنی مشرکوں کا علم یقینی نہیں ہے جو دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت کے واقع ہونے کے بارے میں وہ اپنے علم سے کچھ نہیں جانتے۔ آخرت کے بارے میں اُن کا علم برابر ہے جیسے نبی ﷺ نے سیدنا جبریل علیہ السلام سے اُن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ (بخاری)

(3)﴿بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا﴾ ''بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں'' یعنی آخرت کے بارے میں، شک علم کو زائل کر دیتا ہے کیونکہ علم اپنے تمام مراتب میں کبھی شک کے ساتھ یکجا نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:2/1960)

(4)﴿بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ اُس سے اندھے ہیں'' آخرت کے بارے میں نہ انہیں علم ہے نہ بصیرت اس لیے اسے بعید سمجھتے ہیں۔

(5) آخرت کے بارے میں اُن کا علم برابر ہے جیسے نبی ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے اُن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔

(6)﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے۔'' (تغابن:7)

(7)﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (النحل:38)

(8)﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ (٣٥) هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ (٣٦) اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (٣٧) اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ (٣٨)﴾ ''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟ بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں۔'' (المومنون:35-38)

سوال 2: آخرت کے بارے میں شک میں ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد بے یقینی یا علم کی کمی ہے۔

سوال3: آخرت کے بارے میں اندھے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد عقل میں کمی کی وجہ سے آخرت پر یقین سے محروم ہونا ہے۔

رکوع نمبر 2

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور (قبروں سے) نکالے جانے والے ہیں؟'' (67)

سوال1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور (قبروں سے) نکالے جانے والے ہیں'' زندگی بعد موت کا انکار کرنے والوں کی الجھن کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا'' موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرنے والوں نے کہا۔

(2) ﴿ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ﴾ ''کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور (قبروں سے) نکالے جانے والے ہیں'' انہوں نے کہا کہ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے جسم مٹی میں تبدیل ہو جانے کے بعد دوبارہ بنیں گے اور ہمیں مٹی سے نکالا جائے گا۔ وہ اپنے اس قول کے ذریعے موت کے بعد کی زندگی کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔

سوال2: کافروں نے کس بات پر حیرت کا اظہار کیا؟

جواب: کافروں نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے کیا ہم اور ہمارے باپ دادا پھر نکالے جائیں گے۔

﴿لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہمیں اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا کو بھی وعدہ دیا گیا تھا، یہ محض پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں ہیں'' (68)

سوال1: ﴿لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہمیں اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا کو بھی وعدہ دیا گیا تھا، یہ محض پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں ہیں'' آخرت کا انکار کرنے والوں نے موت کے بعد کی زندگی کو بے حقیقت قرار دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہمیں اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا کو بھی وعدہ دیا گیا تھا'' یعنی محمد ﷺ سے پہلے بھی ہم سے موت کے بعد کی زندگی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(2)﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''یہ محض پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں ہیں'' یعنی بعث اور جزا محض قصے کہانیاں ہیں جو کتابوں میں لکھی گئیں جنہیں لوگ پڑھتے ہیں۔

(3) کافروں نے موت کے بعد زندگی کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اُنہوں نے یہ سمجھا کہ یہ ایسی بات ہے جس کو لوگوں نے ایک دوسرے سے سن کر بیان کیا ہے۔

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ مجرموں کا کیسا انجام ہوا!'' (69)

سوال: ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ مجرموں کا کیسا انجام ہوا!'' موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرنے والوں کے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو'' رب العزت نے فرمایا: اے ہمارے رسول ﷺ ان سے کہہ دو کہ زمین میں شمالاً جنوباً، شرقاً غرباً چلو پھرو۔ (ایسر التفاسیر:1087)

(2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین میں چل پھر کر دیکھو کیا مجرم اپنے انجام کو نہیں پہنچے؟ رسولوں کی یہ بات سچی ہے تو یہ بات بھی سچ ہے کہ موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جائیں گے اور ہر ایک اپنے انجام کو پہنچے گا۔

(3)﴿فَانْظُرُوْا﴾ ''پھر دیکھو'' یعنی اپنی بصیرت سے، دل کی آنکھوں سے دیکھو۔ (تفسیر قرطبی:174/7)

(4)﴿كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''کہ مجرموں کا کیسا انجام ہوا!'' یہ تمہارے رب کی سنت ہے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ (جامع البیان:10/20)

(5) یعنی آپ تاریخ انسانی میں کوئی ایسا مجرم نہیں پائیں گے جس نے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کا انجام بدترین نہ ہوا ہو۔

(6) ان واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسانی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے کہ رسولوں کا اور آخرت کا انکار کرنے والے مجرموں کا انجام تباہی اور ہلاکت کی صورت میں نہ ظاہر ہوا ہو۔ جس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کوئی مقتدر ہستی ہے جو مجرموں کو مقررہ حد سے آگے نکلنے سے روک دیتی ہے اور انہیں برباد کر دیتی ہے۔

(7) پھر مکافات عمل کا تقاضا ہے کہ جن مجرموں کو دنیا میں سزا نہیں ملی یا جرم سے کم سزا ملی ہے ان کے لیے ایک دوسرا جہاں قائم ہو جس میں ہر ایک کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا ملے۔ عذاب سے تباہ کر دینے سے عدل کے تمام تقاضے پورے نہیں ہوتے۔

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾

''اور آپ ان پر غم نہ کریں۔ اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ بُری تدبیریں کرتے ہیں'' (70)

سوال 1: ﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾ ''اور آپ ان پر غم نہ کریں۔ اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ بُری تدبیریں کرتے ہیں'' رب العالمین نے نبی ﷺ کی جو دل جوئی کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور آپ ان پر غم نہ کریں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی کہ اے محمد ﷺ آپ لوگوں کے جھٹلانے اور ایمان نہ لانے سے غم زدہ نہ ہوں۔ ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ ''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' (الکہف:6)

(2) ﴿وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾ ''اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ بُری تدبیریں کرتے ہیں'' نبی ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ان کے رویوں پر نہ کڑھیں اور ان کی سازشوں پر دل میلا نہ کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔'' (فاطر:8)

(3) اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا مددگار ہے۔ ان کا مکر ان ہی کی طرف لوٹے گا رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ ''اور وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔'' (الانفال:30)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو انکار کرنے والوں کے بارے میں کیسے تسلی دلائی گئی؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا آپ ان کے بارے میں غم میں مبتلا نہ ہوں۔

(2) آپ ان کی چالوں سے دل میں تنگی محسوس نہ کریں اُن کی تدبیریں کارگر نہ ہوں گی۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' (71)

سوال 1: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' مشرک قیامت کو محال سمجھتے تھے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' مشرک مسلمانوں سے پوچھتے تھے کیونکہ قیامت کو محال سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے۔

(2)﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم سچے ہو'' مشرک عذاب کے لیے جلدی مچاتے تھے اور پوچھتے تھے یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کے پورا ہونے کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ وعدے کا یعنی عذاب کا جلدی نہ آنا تقدیر کے مطابق ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ عذاب نہیں لا سکتا۔

سوال 2: کافروں نے قیامت پر شک کا اظہار کیسے کیا؟

جواب: کافروں نے کہا آخرت کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ یعنی تاریخ بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں ہوسکتا ہے کہ جسے تم جلدی مانگتے ہو، اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آئے'' (72)

سوال: ﴿قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں ہوسکتا ہے کہ جسے تم جلدی مانگتے ہو، اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آئے'' قیامت قریب آ رہی ہے اور عذاب قریب ہی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' کہ آپ ﷺ جواب دیں۔

(2)﴿عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''ہوسکتا ہے کہ جسے تم جلدی مانگتے ہو، اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آئے'' یعنی وہ عذاب جس کے لیے تم جلدی مچاتے ہو قریب آ لگا ہو۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا﴾ ''یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔'' (بنی اسرائیل:51)

(3)﴿يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔'' (العنکبوت:54)

(4) کافروں نے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن بات کا مطالبہ کیا تھا۔ جنگ بدر کا عذاب اس کا جواب ہے جو قتل اور قید کی صورت میں ان کے سامنے آیا۔

(5) عذاب کے کچھ حصے کا آغاز تو غزوہ بدر سے ہوگیا تھا اور بعد میں بھی کافروں کو کئی بار سابقہ پیش آتا رہا لیکن اصل عذاب آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾

''اور یقینا آپ کا رب لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے'' (73)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور یقینا آپ کا رب لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے'' اللہ تعالیٰ بڑے فضل و کرم والا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ ''اور یقینا آپ کا رب لوگوں پر بڑے فضل والا ہے'' اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے وہ لوگوں کی سرکشی کے باوجود انہیں نعمتیں دے رہا ہے اور ان کی بغاوت کے باوجود انہیں مہلت دے رہا ہے، عذاب میں تاخیر کر رہا ہے۔

(2) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''لیکن ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے'' اکثر لوگ رب سے منہ موڑتے ہیں اور شکر ادا نہیں کرتے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ لوگوں پر کیسے فضل کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ لوگوں کو مہلت دیتے ہیں عذاب میں تاخیر کرتے ہیں لیکن اکثر لوگ رب سے منہ موڑتے ہیں اور ناشکری کرتے ہیں۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾

''اور یقینا آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' (74)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''اور یقینا آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کھلے چھپے راز جانتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ﴾ ''اور یقینا آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب ہے وہ کھلے چھپے کا علم رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے جو وہ سینوں میں چھپاتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى﴾ ''اگر چہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقینا وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے۔'' (ط:7)

(2) ان کا زبانی مطالبہ تو یہ ہے کہ عذاب جلد کیوں نہیں آجاتا۔ لیکن اس مطالبہ کے جو محرکات ہیں اور جو کچھ یہ اپنے دلوں میں سمجھے بیٹھے ہیں ان کا یہ تمہارے سامنے اظہار نہیں کرتے۔ ان کے دلوں میں پوشیدہ کینوں اور ناپاک ارادوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 405/3)

(3)﴿وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں وہ چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وہ بھی ظاہر کی طرح ہیں۔ انہیں اس ذات سے ڈرنا چاہیے جو ظاہر اور باطن کا علم رکھتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے۔'' (الرعد:10)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنے علم کی حقیقت کو کیسے کھولا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تیرا رب اُس کو بھی جانتا ہے جو لوگ ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ لوگ چھپاتے ہیں۔

﴿وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اور آسمان اور زمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے'' (75)

سوال:﴿وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور آسمان اور زمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے'' اللہ تعالیٰ تمام غیبوں سے واقف ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمان اور زمین میں کوئی غائب چیز نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے تمام رازوں سے واقف ہے، وہ کھلی چھپی باتوں کو جانتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (59) وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (60)﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اُٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:59,60)

(2) وہ جانتا ہے جو لوگوں سے اوجھل ہے اور جو ان کے سامنے ہے ہر چیز سے واقف ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے

گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان:16)

(3)﴿اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے'' سب کچھ ایک روشن اور کھلی کتاب میں یعنی لوح محفوظ میں ہے جس نے اب تک ہونے والے تمام امور جو واقع ہو چکے اور جو قیامت تک ہونے والے ہیں سب کا احاطہ کر رکھا ہے۔ جو کچھ دنیا میں وقوع پذیر ہوتا ہے وہ لوح محفوظ میں درج ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ ''کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟ یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے۔'' (الحج:70)

سوال 2: غائب چیزوں کے علم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے یہاں مراد عذاب کا علم ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾

''یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل پر بہت سی اُن چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں'' (76)

سوال:﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل پر بہت سی اُن چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں'' قرآن حکیم اختلافات کا فیصلہ کرتا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ﴾ ''یقیناً یہ قرآن'' یعنی وہ کتاب کریم جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

(2)﴿یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ﴾ ''بنی اسرائیل پر بیان کرتا ہے'' یعنی یہود و نصاریٰ کے بارے میں بہت سی چیزوں کو بیان کرتا ہے۔

(3)﴿اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''بہت سی اُن چیزوں کو جن کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں'' قرآن مجید یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدے کے اختلاف کی حقیقت کو واضح کرتا ہے یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔ عیسائیوں نے کہا مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حق واضح کر دیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ﴾ ''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔ حق کی بات، جس میں وہ شک کرتے ہیں۔'' (مریم:34)

(4) یہود و نصاریٰ کے اختلافات صرف عقائد میں نہیں تھے احکام اور قصص میں بھی تھے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''اور بیشک وہ مومنوں کے لیے یقیناہدایت اور رحمت ہے''(77)

سوال: ﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور بیشک وہ مومنوں کے لیے یقیناہدایت اور رحمت ہے'' قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ﴾ ''اور بیشک یقیناہدایت اور رحمت ہے'' یہ قرآن ہدایت ہے۔ وہ حق کو بیان کرتا ہے اور ان امور کو جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔

(2) قرآن مجید اس کے لیے ہدایت ہے جو اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

(3) قرآن مجید رحمت ہے کیونکہ اس سے ایمان والوں کے لیے دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں جس سے انہیں راحت ملتی ہے۔

(4)﴿لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''مومنوں کے لئے'' قرآن مجید ان لوگوں کے لیے رحمت ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، جو اس کی تصدیق کرتے ہیں، اس کو قبول کرتے ہیں، اس میں تدبر اور اس کے معانی میں غور وفکر کرتے ہیں۔ پس انہی لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی اور رحمت سے سرفراز کیا جائے گا جو سعادت اور فوز وفلاح کو متضمن ہے۔ (تیسیر سعدی: 1962/2)

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾

''یقیناً آپ کا رب اپنے حکم سے اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور وہی سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے''(78)

سوال1: ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾ ''یقیناً آپ کا رب اپنے حکم سے اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور وہی سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی فیصلے کرتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ﴾ ''یقیناً آپ کا رب اپنے حکم سے اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا'' (i) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب اختلافات کے فیصلے کردے گا۔ (ii) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق اور باطل کے درمیان فیصلے کردے گا۔

(iii) اللہ تعالیٰ کتابوں میں ہونے والی تحریفات کے بارے میں فیصلے کردے گا۔ یعنی اے محمد ﷺ آپ کا رب اہل کتاب کے اور لوگوں کے درمیان قیامت کے دن اپنے عدل اور رحمت سے فیصلے کرے گا۔

(2)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہی سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ اپنے فیصلوں اور عمل درآمد کروانے پر قدرت رکھتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ العلیم ہے وہ اپنے علم کی بنیاد پر درست فیصلے کرتا ہے اور ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق جزا یا سزا دیتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات پر غالب ہے اور تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے نتیجے میں کیا ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے نتیجے میں جزا وسزا کا اہتمام ہوگا۔

﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾

''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، یقیناً آپ واضح حق پر ہیں'' (79)

سوال 1: ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، یقیناً آپ واضح حق پر ہیں'' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں'' رب العزت نے فرمایا: اے محمد ﷺ! آپ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو، اس پر اعتماد کرو، وہ آپ کے لیے کافی ہے۔

(2) ﴿اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾ ''یقیناً آپ واضح حق پر ہیں'' وہ شخص جو حق پر ہو، حق کی طرف دعوت دیتا ہو اور اس کی مدد کرتا ہو، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں کسی دوسرے کی نسبت زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے معاملے کے لئے کوشاں ہے جس کی صداقت قطعی ہے اور جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، نیز یہ انتہائی واضح طور پر حق ہے یہ کوئی چھپی ہوئی چیز ہے نہ اس میں کوئی اشتباہ ہے۔ جب آپ حق کی خاطر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں تو کسی کا گمراہ ہونا آپ کو کوئی نقصان نہیں دے سکتا اور ان کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1963)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کس وجہ سے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: اللہ کے مددگار ہونے کی وجہ سے کہ وہی قابل بھروسہ ہے اور اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سچے دین پر ہیں۔

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾

''یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں'' (80)

سوال 1: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں'' کافر مردہ ہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ ''یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں'' (i) یہاں کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی ہے جن میں نہ عقل ہوتی ہے نہ سمجھ، جو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ (ii) یہاں مردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سیدھے راستے پر نہیں چل سکتے۔

(2) ﴿وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں'' یہاں مردوں سے مراد وہ کافر ہیں جو حق کی دعوت کو قبول نہیں کرتے ان کے دلوں پر پردے ہیں، ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں۔ یہ آپ کی

دعوت سننے کی بجائے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہیں۔

(3) بہرہ آدمی تو ویسے بھی سن نہیں سکتا اگر وہ منہ موڑ کر چل دے تو اس وقت تو سننے کی کوئی صورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حق کسی بھی صورت اُن کے اندر نہیں اُتر سکتا خواہ سنانے والا کتنی ہی حرص رکھے۔

سوال2: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ سے مردوں کے سننے کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مردے سن نہیں سکتے۔

سوال3: کیا مردے کسی بھی حالت میں کسی کی بات نہیں سنتے؟

جواب: حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مردے کو جب دفنا کر جاتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ (بخاری:1273)

سوال4: یہاں بہروں سے کون لوگ مراد لیے گئے ہیں؟

جواب: یہاں بہروں سے وہ لوگ مراد لیے گئے ہیں جو حق بات کو سنتے نہیں اور ہدایت نہیں پاتے۔

سوال5: پیٹھ پھیر کر روگردانی کون کرتا ہے؟

جواب: حق بات سن کر پیٹھ وہ پھیرتا ہے جو حق سے نفرت کرتا ہو۔

﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

''اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راستہ دکھانے والے ہیں، آپ صرف اُنہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتا ہے، چنانچہ وہی فرماں بردار ہیں'' (81)

سوال1: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راستہ دکھانے والے ہیں، آپ صرف اُنہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتا ہے، چنانچہ وہی فرماں بردار ہیں'' آپ ﷺ اندھوں کو راستہ نہیں دکھا سکتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ﴾ ''اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راستہ دکھانے والے ہیں'' یہاں اندھوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ حق سے اندھا کر دے ''آپ اندھوں کی راہنمائی نہیں کر سکتے'' اس بات سے رسول اللہ ﷺ کو سمجھایا گیا کہ کافروں کے پاس وہ آنکھیں نہیں جن سے یہ حق کا راستہ دیکھ سکیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' (القصص:56)

(3)﴿اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''آپ صرف اُنہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتا ہے، چنانچہ وہی فرماں بردار ہیں'' حق بات سننے والا ایمان لے آتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے اس طرح اللہ کا فرمان بردار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات سننے والے ایمان لاتے ہیں آیات کی اتباع کرتے ہیں۔ ﴿اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ﴾ ''بلاشبہ قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مُردوں کو تو اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔'' (الانعام:36)

(4) صحیح حدیث میں ہے کہ بدر کے دن آپ ﷺ نے کفار کی لاشوں کو مخاطب کیا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسی لاشوں کو مخاطب کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تم ان سے بڑھ کر نہیں سن سکتے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔ (بخاری:3980،3981)

سوال 2: آپ ﷺ ان کی راہ نمائی نہیں کر سکتے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ انہیں ایمان تک نہیں پہنچا سکتے۔

سوال 3: حق بات سننے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: حق بات سننے والا ایمان لے آتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے اس طرح اللہ کا فرمان بردار ہو جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ﴾

''اور جب اُن پر بات واقع ہو جائے گی، تو ہم اُن کے لیے زمین سے ایک چلنے والا جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا کہ یقیناً فلاں لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے'' (82)

سوال 1: ﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور جب اُن پر بات واقع ہو جائے گی، تو ہم اُن کے لیے زمین سے ایک چلنے والا جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا کہ یقیناً فلاں لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے'' دابۃ الارض کے خروج کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ﴾ ''اور جب اُن پر بات واقع ہو جائے گی'' یعنی جب وہ بات پوری ہو جائے گی جس کے آنے کا وقت مقرر ہے۔ (2) جب عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا جب کوئی نیکی کا حکم دینے والا اور بدی سے روکنے والا باقی نہیں رہے گا۔

(3) ﴿اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ﴾ ''تو ہم اُن کے لیے زمین سے ایک چلنے والا جانور نکالیں گے'' یعنی زمین کے جانوروں میں سے ایک جانور نکلے گا۔

(4) سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہم باہم گفتگو کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کس بات کا تذکرہ کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لو گے۔ پھر دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نازل ہونے اور یاجوج وماجوج اور تین جگہوں کے دھنسنے، ایک دھنسنا مشرق میں اور ایک دھنسنا مغرب میں اور ایک دھنسنا جزیرۃ العرب میں ہونے اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر فرمایا جو لوگوں کو جمع ہونے کی جگہ کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم:7285)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی کہ جسے میں رسول اللہ ﷺ سے سننے کے بعد بھولا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے۔ قیامت کی ابتدائی علامات میں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے دابۃ الارض کا نکلنا۔ ان دونوں میں سے کسی کا بھی دوسری سے پہلے ظہور ہوگا تو اس کے قریب ہی زمانہ میں دوسری علامت ظاہر ہو جائے گی۔ (مسلم:7383)

(6) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (زمین سے) ایک جانور نکلے گا جو لوگوں کی پیشانیوں پر نشان لگائے گا اور وہ (نشان زدہ) لوگ بہت زیادہ ہو جائیں گے حتیٰ کہ آدمی کسی سے اونٹ خریدے گا تو کوئی پوچھے گا، یہ تو نے کس سے خریدا ہے؟ وہ جواب دے گا، میں نے یہ کسی نشان زدہ سے خریدا ہے۔ (مسند احمد:5/268، سلسلۃ الصحیحۃ:322)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، ایک آفتاب کا مغرب سے نکلنا، دوسرا دھواں، تیسرا دجال، چوتھی زمین کا جانور، پانچویں موت اور چھٹی قیامت۔'' (مسلم:2947)

(8) ﴿تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾ ''جو اُن سے کلام کرے گا کہ یقیناً فلاں لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے'' یہ جانور بندوں کے ساتھ کلام کرے گا کہ بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے، یعنی اس وجہ سے کہ لوگوں کا علم اور آیات الٰہی پر ان کا یقین کمزور ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اس جانور کو ظاہر فرمائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز نشانیوں میں سے ہے تاکہ اس چیز کو وہ لوگوں پر کھول کھول کر بیان کر دے جس میں وہ شک کیا کرتے تھے۔ یہ جانور وہ مشہور جانور ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں (اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کی کیفیت اور اس کی نوع ذکر نہیں فرمائی۔ یہ آیت کریمہ تو دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے لیے ظاہر کرے گا اور وہ خارق عادت کے طور پر لوگوں سے کلام کرے گا اور یہ ان دلائل میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بتایا ہے۔ واللہ اعلم (تیسیر سعدی:2/1964)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نشانی کیوں دکھائیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نشانی اس لیے دکھائیں گے کہ لوگ نشانی پر یقین نہیں رکھتے۔

رکوع نمبر 3

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾

''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر اُن کی قسمیں بنائی جائیں گی'' (83)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر اُن کی قسمیں بنائی جائیں گی'' قیامت کے دن جھٹلانے والوں کا کیا حشر ہوگا؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا﴾ ''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے'' اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کا حال بیان کرتے ہوئے اپنے رسول سے کہا ہے کہ یاد کرو وہ دن جب اللہ تعالیٰ ہر امت میں سے ان لوگوں کو گھیر کر لائیں گے۔

(2) ﴿مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر اُن کی قسمیں بنائی جائیں گی'' اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کے اول و آخر سب کو گروہ بندی کے ساتھ ترتیب وار کھڑا کر کے پوچھا جائے گا۔ ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔'' (الصفت:22)

سوال 2: قیامت کے دن لوگوں کو الگ الگ کیسے کیا جائے گا؟

جواب: قیامت کے دن زانیوں، شرابیوں اور مختلف گناہ کرنے والوں کو گناہوں کے اعتبار سے قسم قسم کر دیا جائے گا۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''یہاں تک کہ جب وہ آ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا؟ حالانکہ تم نے علم سے اُن کا احاطہ ہی نہ کیا تھا، یا پھر کیا جو تم کیا کرتے تھے؟'' (84)

سوال 1: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءُ وَقَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ

آجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا؟ حالانکہ تم نے علم سے اُن کا احاطہ ہی نہ کیا تھا، یا پھر کیا جو تم کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے'' جب وہ میدان حشر میں حساب کتاب کے لیے آئیں گے۔

(2)﴿قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا﴾ ''کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا؟ حالانکہ تم نے علم سے اُن کا احاطہ ہی نہ کیا تھا'' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا'' یعنی جب تک تم پر حق واضح نہ ہو جاتا اس وقت تک تمہیں توقف کرنا چاہیے تھا۔ تم نے جھٹلا دیا حالانکہ تمہیں اس کے بارے میں علم ہی نہیں تھا۔

(3)﴿اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یا پھر کیا جو تم کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ ان سے ان کے علم اور عمل کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم میری آیات کو جھٹلانے کا علم رکھتے تھے اور سنت رسول ﷺ کے خلاف عمل کرتے تھے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾﴾ ''سو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔'' (القیامہ:32,31)

سوال 2: جب سب لوگ قیامت کے دن گھیر لائے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے کیا فرمائیں گے؟

جواب:(1) جب سب لوگ گھیر لائے جائیں گے اُس وقت اُن سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے حق کی دعوت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی تم میری آیات کو جھٹلاتے رہے۔(2) اللہ تعالیٰ اُن سے یہ بھی پوچھیں گے کہ تم کیا کرتے رہے تھے جس کی وجہ سے میری آیات پر غور کرنے کا موقع نہ ملا۔

﴿وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾

''اور اُن پر بات واقع ہو جائے گی اس کے بدلے جو انہوں نے ظلم کیا، چنانچہ وہ کچھ نہ بولیں گے'' (85)

سوال:﴿وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''اور اُن پر بات واقع ہو جائے گی اس کے بدلے جو انہوں نے ظلم کیا، چنانچہ وہ کچھ نہ بولیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور اُن پر بات واقع ہو جائے گی'' جب ان پر عذاب واقع ہو جائے گا۔

(2)﴿بِمَا ظَلَمُوْا﴾ ''اس کے بدلے جو انہوں نے ظلم کیا'' ان کے ظلم کے سبب اور وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا ہے۔

(3)﴿فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ کچھ نہ بولیں گے'' (i) اللہ تعالیٰ اُن کا جرم ثابت کر دیں گے تو زبانیں عذر پیش کرنے سے عاجز آجائیں گی۔ (ii) دنیا میں ظلم کرنے کی وجہ سے کوئی عذر نہیں رہے گا جسے وہ پیش کر سکیں۔ (iii) قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے بولنے کی

قدرت سے محروم ہوجائیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (۳۵) وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (۳۶) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۳۷) هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (۳۸) فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ (۳۹) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۴۰)﴾ ''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے۔ اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں۔ اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کرلیا ہے۔ تو تمہارے پاس اگر کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ وہ تدبیر کر دیکھو۔ اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔'' (المرسلات:35-40)

﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو دکھلانے والا بنایا؟ واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' (86)

سوال: ﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو دکھلانے والا بنایا؟ واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہمہ گیر غلبے والا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ يَرَوْا﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا'' کیا بعث اور جزا کو جھٹلانے والوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی کا مشاہدہ نہیں کیا۔

(2) ﴿اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ ''کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں'' اللہ تعالیٰ نے رات آرام اور سکون کے لیے بنائی تاکہ لوگ اس میں سو جائیں اور ان کے دن کی تھکن دور ہوجائے۔

(3) ﴿وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا﴾ ''اور دن کو دکھلانے والا بنایا'' رب العزت نے دن کو روشن بنایا تاکہ کام کاج آسانی سے ہوسکیں۔ لوگ تجارت، زراعت اور دیگر کام کریں اور اپنی معاش، اپنی ضروریات اور دیگر مصروفیات میں مشغول ہوجائیں۔

(4) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان اور یقین رکھنے والوں کے لیے دن اور رات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ﴾

''اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب گھبرا اُٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اور سب اُس کے پاس ذلیل ہوکر چلے آئیں گے'' (87)

سوال:﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ﴾ ''اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب گھبرا اُٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اور سب اُس کے پاس ذلیل ہوکر چلے آئیں گے'' قیامت کی ہولناکیوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ﴾ ''اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی'' رب العزت نے قیامت کی ہولناکیوں کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ جس دن صور پھونکا جائے گا سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک اعرابی نے عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ صور کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک سینگ ہے اس میں پھونکا جائے گا۔(ترمذی:3244)

(2)﴿فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''تو سب گھبرا اٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں'' اس دن زمین وآسمان کی ساری مخلوق صور پھونکنے کی وجہ سے گھبرا اُٹھے گی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (۶) تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (۷) قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ (۸)﴾ ''جس دن ہلا ڈالے گی، سخت ہلا ڈالنے والی۔ اُس کے بعد پیچھے آنے والی آئے گی۔ کچھ دل اُس دن دھڑکنے والے ہوں گے۔'' (النازعات:6-8)

(3)﴿وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (۳۲) يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (۳۳)﴾ ''اور اے میری قوم! یقینا میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں۔ جس دن تم پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگو گے، تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔'' (المومن:33,32)

(4)﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ ''مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا'' یعنی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ چاہے گا ثابت قدمی عطا کرے گا اور وہ گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے۔(i) کچھ لوگوں کے نزدیک انبیاء۔(ii) کچھ کے نزدیک شہداء۔(iii) کچھ کے نزدیک فرشتے۔(iv) کچھ کے نزدیک سارے اہل ایمان۔

(5)﴿وَكُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ﴾ ''اور سب اُس کے پاس ذلیل ہوکر چلے آئیں گے'' اس دن ہر شخص اللہ تعالیٰ کے حضور غلامانہ عاجزی کے ساتھ حاضر ہوگا۔ اور کسی کو حکم ٹالنے کی جرات نہیں ہوگی رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ ''آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔'' (مریم:93)

﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''اور آپ پہاڑوں کو دیکھو گے، آپ انہیں جما ہوا گمان کرو گے حالانکہ وہی بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو خوب مضبوط بنایا ہے یقینا وہ خوب باخبر ہے اُس سے جو تم کرتے ہو'' (88)

سوال1:﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾ ''اورآپ پہاڑوں کودیکھوگے،آپ انہیں جماہوا گمان کروگے حالانکہ وہی بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے''اس دن پہاڑ بادلوں کی طرح اڑیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً﴾ ''اورآپ پہاڑوں کودیکھوگے،آپ انہیں جماہوا گمان کروگے''اس دن پہاڑوں کوآپ سمجھوگے کہ وہ اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ چل رہے ہوں گے۔

(2)﴿وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾ ''حالانکہ وہی بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے''وہ اپنی جگہ چھوڑ کر فضا میں بادلوں کی طرح اڑیں گے۔پہاڑ شدت خوف کی وجہ سے اڑتے پھریں گے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ﴾ ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے۔''(المعارج:9)

(4)﴿يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا (٩) وَّتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (١٠)﴾''جس دن آسمان لرزے گا،سخت لرزنا۔اور پہاڑ چلیں گے،بہت چلنا۔''(الطور:10,9)

(5)﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا﴾ ''اورجس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اورآپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گےاور ہم ان سب کوجمع کریں گے،چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔''(الکہف:47)

(6)﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ ''اوروہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں،چنانچہ آپ کہہ دیں میرارب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔''(طٰہٰ:105)

(7)﴿وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا (٥) فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا (٦)﴾ ''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے،خوب ریزہ ریزہ کیا جانا۔چنانچہ وہ اڑتا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے۔''(الواقعہ:6,5)

سوال2:﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کوخوب مضبوط بنایا ہے یقیناوہ خوب باخبر ہے اُس سے جوتم کرتے ہو''اللہ تعالیٰ کی کاریگری عظیم ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کوخوب مضبوط بنایا ہے''اللہ تعالیٰ کی کاریگری عظیم ہے اس نے عظیم قدرت سے ہر چیز عمدہ بنائی اوراس میں حکمتیں رکھیں۔

(2)﴿اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''یقیناوہ خوب باخبر ہے اُس سے جوتم کرتے ہو''اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کی پوری خبر رکھنے والا ہے وہ انہیں اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

سوال3:پہاڑ بادلوں کی طرح کیسے ہوجائیں گے؟

جواب:پہاڑ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی وجہ سے بادلوں کی طرح ہوجائیں گے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی قدرت کیسی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ عظیم قدرت والا ہے۔اُس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے۔وہ مضبوط چیزوں کو بھی روئی کے گالوں کی طرح اُڑانے پر قادر ہے۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ﴾

''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اس سے بہتر ہے، اور وہ اُس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے'' (89)

سوال1: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ﴾ ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اس سے بہتر ہے، اور وہ اُس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے'' خوش نصیب اس دن گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا﴾ ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اس سے بہتر ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے پاس توحید اور اس پر ایمان لے کر آیا اور لا الہ الا اللہ پر دل سے یقین رکھا۔ (جامع البیان: 23/20)

(2) جو شخص بھلائی لے کر آئے گا یعنی ایمان اور عمل صالح تو اس کے لیے بہتر ہے یعنی جنت۔

(3) ﴿الْحَسَنَةِ﴾ ''نیکی'' ہر قسم کی قولی، فعلی اور قلبی نیکیوں کو شامل ہے۔

(4) نیک اعمال کے اچھے بدلے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا عام ضابطہ یہ ہے کہ ایک نیکی کے عوض دس گناہ زیادہ اجر عطا کیا جائے گا اور یہ کم سے کم ہے۔ (5) ﴿وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ اُس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے'' نیک لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (۱۰۱) لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ (۱۰۲) لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۱۰۳)﴾ ''یقیناً جن کے لیے ہماری جناب سے بھلائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا وہ اس جہنم سے دور رکھے گئے ہوں گے۔وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے، اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جنہیں ان کے دل چاہیں گے۔اُنہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے اُن کے استقبال کو آئیں گے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔'' (الانبیاء: 101-103)

(6) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم پر پوشیدہ نہیں رہتے، تو کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا؟ جو کچھ تم چاہو کرتے رہو، یقیناً وہ اُس کو خوب

دیکھنے والا ہے جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو۔'' (فصلت:40)

(7) اعمال کا بدلہ توقع سے بڑھ کر ہوگا جس کی وجہ سے انہیں گھبراہٹ نہیں ہوگی، ان کے لیے یہ خوشی کا موقع ہوگا۔

سوال 2: قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے کون لوگ محفوظ ہوں گے؟

جواب: (i) قیامت کے دن گھبراہٹ سے وہ لوگ محفوظ ہوں گے جو نیک اعمال کریں گے۔ (ii) جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے ہول سے بچانا چاہے گا۔ (iii) اللہ تعالیٰ متقیوں کو اس دن کی گھبراہٹ سے بچالیں گے۔

سوال 3: انسان کے اعمال کی جزا کیا ہے؟

جواب: انسان کے اعمال کی جزا دراصل قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے بچالینا ہے۔

﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور جو برائی لے کر آئے گا تو ان کے چہرے اوندھے منہ آگ میں ڈال دیے جائیں گے تمہیں سزا نہیں دی جائے گی مگر وہی جو تم کیا کرتے تھے؟'' (90)

سوال: ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو برائی لے کر آئے گا تو ان کے چہرے اوندھے منہ آگ میں ڈال دیے جائیں گے تمہیں سزا نہیں دی جائے گی مگر وہی جو تم کیا کرتے تھے'' برائیاں کرنے والوں کو اوندھے منہ آگ میں ڈال دیا جائے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ﴾ ''اور جو برائی لے کر آئے گا'' یعنی جو شرک اور نافرمانی کے کام کریں اور اللہ تعالیٰ سے، ملاقات کے دن اس کی واحدانیت کا انکار لے کر ملیں گے۔ (2) ﴿السَّيِّئَةِ﴾ ''برائی'' ہر قسم کی قولی، قلبی، اور بدنی برائی شامل ہے۔

(3) ﴿فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ ''تو ان کے چہرے اوندھے منہ آگ میں ڈال دیے جائیں گے'' برائیاں لے کر آنے والوں کو ذلیل کر کے چہرے کے بل یعنی اوندھے منہ آگ میں ڈال دیا جائے گا رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ﴾ ''پھر وہ اور بہکے ہوئے لوگ بھی اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے۔'' (الشعراء:94)

(4) ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾ ''بلاشبہ مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔'' (القمر:47)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی، یارسول اللہ! قیامت کے روز کافر کو منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ذات جس نے اسے دنیا میں دونوں پاؤں پر چلایا کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتی کہ قیامت کے روز اسے منہ کے بل چلائے۔'' (مسلم:7087)

(6)﴿هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تمہیں سزا نہیں دی جائے گی مگر وہی جو تم کیا کرتے تھے'' ان سے کہا جائے گا تمہیں وہی بدلہ دیا جارہا ہے جو تم دنیا میں عمل کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:092:)

﴿اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ۫ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾

''یقیناً مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اُس کو حرمت دی اور ہر چیز اُسی کے لئے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں'' (91)

سوال1:﴿اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ۫ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ ''یقیناً مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اُس کو حرمت دی اور ہر چیز اُسی کے لئے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی عبادت کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ﴾ ''یقیناً مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں'' رب العزت نے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ ﷺ کہہ دیں کہ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر یعنی مکہ کے رب کی عبادت کروں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ(۳) الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ(۴)﴾ ''تو اُن پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ جس نے اُنہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور اُن کو خوف سے امن دیا'' (قریش:3-4)

(2) شہر مکہ میں بیت اللہ ہے جو رسول اللہ کو بے حد محبوب تھا۔

(3)﴿الَّذِیْ حَرَّمَهَا﴾ ''جس نے اُس کو حرمت دی'' مکہ کو اللہ تعالیٰ نے محترم بنایا ہے اور مکہ کے رہنے والوں کو نعمتیں عطا کیں اس لیے ان پر واجب ہے کہ اللہ کا شکر ادا کریں۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن مکہ فتح ہوا تو فرمایا: ''ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تمہیں (جہاد کے لیے) بلایا جائے تو جاؤ'' اور آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے دن حرم قرار دیا تھا تو یہ اللہ تعالیٰ کے حرم قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا اور اس حرم میں مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی قتال حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی ایک دن میں تھوڑی دیر کے لیے قتال حلال ہوا تھا تو اب یہ اللہ تعالیٰ کے حرم قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا، نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں اور نہ ہی اس کے شکار کو بھگایا جائے اور کوئی بھی یہاں گری ہوئی چیز کو نہ اٹھائے

سوائے اس کے کہ اسے اس کے مالک کو پہنچائی جائے اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے'' تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! سوائے گھاس کے کیونکہ یہ لوہاروں اور زرگروں (سناروں) کے کام آتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سوائے گھاس کے۔'' (مسلم:3302)

(5) ابوشریح العدوی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید سے اس وقت یہ حدیث بیان کی کہ جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''(اے لوگو!) مکہ کو لوگوں نے نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے حرمت دی ہے، لہٰذا جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو وہاں خون بہانا اور وہاں کا درخت کاٹنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص (میرے بعد) یہ دلیل دے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں جنگ کی ہے تو اس کو یہ جواب دو کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دی تھی، تمہیں اجازت نہیں دی اور دیکھو! مجھے بھی جو وہاں لڑنے کی اجازت ملی تھی تو صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے، پھر آج اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی ہے جیسی کل تھی۔ جو لوگ حاضر ہیں وہ (یہ بات) ان تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔'' (مسلم:3304)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے سب سے زیادہ بغض رکھتا ہے، ایک تو وہ جو حرم میں بے دینی پھیلائے، دوسرا اسلام میں جاہلیت کی رسم کا متلاشی ہو، تیسرا جو کسی آدمی کا ناحق خون کرنے کا طلب گار ہو۔ (بخاری:6882)

(7) ﴿وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہر چیز اُسی کے لئے ہے'' عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام اشیاء کا وہی مالک ہے اور یہ فقرہ اس وہم کے ازالے کے لیے استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت صرف بیت حرام سے مختص ہے۔ (تفسیر سعدی:1967,1968)

(8) اس آیت میں اللہ کی اُلوہیت کا پورا تصور دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہر مکہ کا مالک ہے اسی کا قانون اس شہر پر چلتا ہے اسی نے اُس شہر کو حرمت والا بنایا ہے۔ اور اسی نے حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے اُس کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں اور اس میں کسی اور کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤں۔

(9) ﴿وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں'' یعنی میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فرماں بردار، مخلص اور صالح بندوں میں سے ہو جاؤں۔

سوال 2: بیت اللہ کے حرمت والے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اس میں ظلم کرنا، قتل کرنا، شکار کرنا، درخت کا حتیٰ کہ کانٹا توڑنا بھی منع ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کو اہل عرب کے سامنے یہ بات رکھنے کے لیے کیوں کہا گیا کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے اس شہر کے رب کی عبادت کروں اور مسلمان ہو جاؤں''؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو یہ بات اہل مکہ کے سامنے رکھنے کا اس لیے حکم دیا گیا کہ اہل عرب مکہ کو قابل احترام سمجھتے تھے اور مکہ اور حرم پر ان کی قیادت قائم تھی۔ اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک نہیں سمجھتے تھے جس نے مکہ اور کعبہ کو قابل احترام بنایا۔ اس لیے

آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ کہہ دیں کہ مجھے اس شہر کے رب کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے یعنی وہی ایک عبادت کے لائق ہے اور یہ کہ میں مسلمان ہو جاؤں یعنی اُس کے بندے اور غلام ہونے کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے کہ میں اللہ کا فرماں بردار بن جاؤں۔

﴿وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾

''اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں، پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو یقیناً وہ صرف اپنے لیے سیدھے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں'' (92)

سوال 1: ﴿وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ ''اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں، پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو یقیناً وہ صرف اپنے لیے سیدھے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں'' قرآن پڑھ کر سنانا ہی میرا کام ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ﴾ ''اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں'' میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قرآن کی تلاوت کروں، قرآن کے ذریعے راہ نمائی حاصل کروں اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی عبادت کے لیے قرآن کے الفاظ اور معنی سیکھوں۔

(2) یہاں قرآن مجید کی تلاوت سے مراد ایمان کی دعوت کے لیے تلاوت کرنا ہے نبی ﷺ کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ''پھر شاید آپ اس کا کوئی حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کیا جاتا ہے یا اس پر آپ کا سینہ تنگ ہونے والا ہے کہ وہ کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ یقیناً آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے۔'' (ہود: 12)

(3) ﴿فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ﴾ ''پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو یقیناً وہ صرف اپنے لیے سیدھے راستے پر آتا ہے'' یعنی تلاوت کے بعد، پیغام پہنچانے کے بعد جو ہدایت کا رستہ اختیار کرے گا تو اس کا نفع وہی اٹھائے گا یعنی وہ ہدایت پا جائے گا۔

(4) ﴿وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ ''اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں'' یعنی جس نے ہدایت قبول نہ کی اور وہ گمراہی پر قائم رہا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔ کیونکہ میرا کام تو برے انجام سے خبردار کرنا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنْ حَاۗجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا

کریں تو آپ کہہ دو کہ میں نے اور جنہوں نے میری پیروی کی اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا، اور آپ اُن لوگوں سے جو کتاب دیے گئے اور اَن پڑھوں سے کہہ دیں: ''کیا تم تابع ہو گئے؟'' پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقیناً ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (ال عمران:20)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے سامنے کیسے اپنا مشن واضح کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ لوگوں پر واضح کر دیں کہ میرا کام اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دینا ہے اس مقصد کے لیے مجھے قرآن پڑھ کر سنانا ہے۔

(2) میری دعوت سے جو ہدایت کا راستہ اختیار کرے گا اپنے لیے کرے گا۔

(3) جو میری دعوت سے ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے گمراہ ہو گا وہ بھی اپنے لیے کرے گا۔

(4) یقیناً میں تو خبردار کرنے والوں میں سے ہوں یعنی میرا مشن بُرے انجام سے ڈرانا ہے۔

سوال3: دعوت اسلامی کا وسیلہ اور ذریعہ کیا ہے؟

جواب: دعوت اسلامی کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

سوال4: اس آیت میں انفرادی ذمہ داری کے اُصول کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟

جواب: اس آیت سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہدایت اور گمراہی کا راستہ اپنانے میں ہر شخص خود ذمہ دار ہے۔

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جلد ہی وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لو گے، اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (93)

سوال: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جلد ہی وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لو گے، اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ حجت قائم کیے بغیر عذاب نہیں بھیجتا'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''اور آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ کے لئے ہے'' نبی ﷺ سے یہ کہا گیا کہ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ کسی پر حجت قائم کیے بغیر عذاب نہیں بھیجتا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حمد یہاں اس اعتبار سے ہے کہ وہ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک کہ اُس پر حجت قائم نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ

نے قرآن کے ذریعے حجت تمام کردی ہے۔

(3) یعنی دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی طرف سے حمد صرف اسی کے لیے ہے۔

(4) جب رسول بھیجے جاتے ہیں اور کتابیں نازل کی جاتی ہیں پھر بھی لوگ نہیں مانتے تو حجت قائم ہو جاتی ہے۔اس وجہ سے فرمایا: (5) ﴿سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''جلد ہی وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا'' (i) ان نشانیوں سے مراد انفس وآفاق کی نشانیاں بھی ہیں۔

(ii) ان نشانیوں سے مراد اسلام کو ملنے والی فتوحات بھی ہیں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ (٢٠) وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟'' (الذاریات:21,20) (6) یعنی ہم تمہیں ایسی نشانیاں دکھائیں گے جس سے تم خود قائل ہو جاؤ گے۔

(7) ﴿فَتَعْرِفُوْنَهَا﴾ ''تو تم انہیں پہچان لو گے'' ان آیات الٰہی کی تمہیں ایسی معرفت حاصل ہوگی جو حق اور باطل کے بارے میں راہنمائی کرے گی۔اللہ ضرور تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا جن کے ذریعے سے تم اندھیروں میں اپنی راہوں کو روشن کرو گے۔(تفسیر سعدی:1968/2)

(8) ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے سارے حقائق کو واضح کرنے کے بعد اپنے اعمال کی طرف نظریں لگا دی ہیں کہ اگرچہ تم بظاہر آزاد ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے غافل نہیں اس لیے ہدایت قبول نہ کر کے بے فکر نہ ہو جاؤ۔

(9) بلکہ وہ تمہارے اعمال واحوال کو خوب جانتا ہے اور اسے ان اعمال کی جزا کی مقدار کا بھی علم ہے وہ تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا کہ تم اس فیصلے پر اس کی حمد وثنا بیان کرو گے اور یہ فیصلہ کسی بھی لحاظ سے تمہارے لئے اس کے خلاف حجت نہ ہوگا۔(تفسیر سعدی:1968/2)

(10) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر وہ غافل ہوتا تو انسان کے قدموں کے نشان سے جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے غفلت کر جاتا لیکن وہ ان نشانات کا بھی حافظ اور عالم ہے۔(تفسیر الاساس:4049/7)

(11) لوگو! اللہ تعالیٰ کو کسی چیز سے اپنے کسی عمل سے غافل نہ جاننا۔وہ ایک ایک مچھر سے، ایک ایک پتنگے سے اور ایک ایک ذرے سے باخبر ہے۔(تفسیر ابن کثیر:98/4)

اٰیاتها ٨٨ ۲۸ سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۴۹ رکوعاتها ٩

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔اس میں 9 رکوع اور 88 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار کے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 28 ہے۔اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 49 ہے۔

رکوع نمبر 4

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿طٰسٓمٓ﴾

''طٰسٓمٓ''(1)

سوال: ﴿طٰسٓمٓ﴾ ''طٰسٓمٓ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ط س م یہ حروف مقطعات ہیں جن کے معانی اور مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾

''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں''(2)

سوال1: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں'' روشن کتاب کی آیات سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1)﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾ ''یہ کتاب کی آیات ہیں'' یہ عظیم آیات اس کتاب کی ہیں جو روشن ہے۔

(2)﴿الْمُبِيْنِ﴾ ''واضح'' یعنی واضح کتاب ہے جو ہر اس معاملے کو کھول کر بیان کرتی ہے جس کی بندوں کو ضرورت ہے۔ جو حق کو باطل سے اور حرام کو حلال سے الگ کرتی ہے۔جس میں ماضی اور مستقبل کی معلومات ہیں۔

(3) کتاب مبین کی آیات ہیں ہر اس معاملے کو کھول کھول کر بیان کرتی ہیں جن کے بندے حاجت مند ہیں، مثلاً رب تعالیٰ کی معرفت، اس کے حقوق کی معرفت، اس کے اولیاء واعداء کی معرفت، اس کے ایام ووقائع کی معرفت اعمال کے ثواب اور عمل کرنے والوں کی جزا کی معرفت۔قرآن مجید نے ان تمام امور کو کھول کھول کر بیان کر کے بندوں کے سامنے پوری طرح واضح کر دیا۔(تفسیر سعدی:2/1974)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''ایک کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، اس حال میں کہ عربی زبان میں قرآن ہے، اُن لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔''(حم السجدۃ:3)

(5)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔''(الکہف:1)

سوال2: قرآن حکیم کا کتاب مبین ہونا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: قرآن حکیم کا کتاب مبین ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ اللہ کی جانب سے وحی ہے۔

﴿نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے حالات حق کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' (3)

سوال 1: ﴿نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے حالات حق کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ﴾ ''ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے حالات حق کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں'' یعنی ہم آپ کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے حالات پڑھ کر سنا رہے ہیں۔

(2) مصر کے بادشاہ فرعون کہلاتے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دو فرعونیوں یا دو بادشاہوں سے سابقہ پیش آیا تھا۔ جس فرعون نے آپ کی پرورش کی اس کا نام رعیس تھا اور نبوت ملنے کے بعد جس کے ہاں آپ کو بھیجا گیا وہ رعمسیس کا بیٹا منفتاع تھا اور اس کا دور حکومت تقریباً چودہ سو سال قبل مسیح کا تھا۔ (تیسیر القرآن: 3/413)

(3) ﴿لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''ایسے لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' یعنی ان لوگوں کے لیے جو قرآن کی تصدیق کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو ایمان نہیں رکھتے، وہ اس کے حق ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے۔

(4) یہ آیات مومنوں کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں۔

سوال 2: اس کتاب کی تلاوت کس کی طرف سے کی جا رہی ہے؟

جواب: اس کتاب کی تلاوت براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جا رہی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔

سوال 3: کتاب کی تلاوت کن لوگوں کے لیے کی جا رہی ہے؟

جواب: کتاب کی تلاوت کا اہتمام اہل ایمان کے لیے کیا جا رہا ہے۔

سوال 4: کتاب اہل ایمان کو کیا دیتی ہے؟

جواب: (1) کتاب اہل ایمان کو حق کے راستے کا پتہ دیتی ہے۔

(2) کتاب اہل ایمان کی تربیت کرتی ہے۔

سوال 5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات یہاں کس مقصد کے لیے لائے گئے ہیں؟

جواب: (1) یہاں ان واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کے خلاف کس طرح کھل کر اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔

(2)ان واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسے اپنے فیصلوں کو نافذ کر کے رہتا ہے؟

﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

''یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔اور اُس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، اُن میں سے ایک گروہ کو نہایت کمزور کر رکھا تھا، وہ اُن کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا تھا اور اُن کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا یقیناً وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا''(4)

سوال1:﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ﴾''یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔اور اُس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، اُن میں سے ایک گروہ کو نہایت کمزور کر رکھا تھا''فرعون کی سرکشی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ﴾''یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کی''فرعون نے مصر کی سرزمین میں سرکشی اختیار کر رکھی تھی اور ظلم میں حد سے تجاوز کر رکھا تھا۔وہ فخر وغرور میں مبتلا ہو کر عبودیت کو بھول گیا تھا۔(الاساس:4059/7)

(2)﴿وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا﴾''اور اُس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا''یعنی فرعون نے مصر کے لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔وہ ہر گروہ سے حسب خواہش کام لیتا تھا۔

(3)﴿يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ﴾''اُن میں سے ایک گروہ کو نہایت کمزور کر رکھا تھا''ایک گروہ سے مراد بنی اسرائیل ہیں جو اس دور میں تمام لوگوں سے اچھے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں فضیلت دے رکھی تھی۔اس لیے ان کی عزت کرنی چاہیے تھی مگر اس نے انہیں ذلیل کر رکھا تھا اور ان سے نچلے درجے کی خدمت لیتا تھا۔دن رات ان سے اپنے اور اپنی قوم کے کام لیتا تھا اور انہیں کمزور بنا کر رکھا تھا۔

(4)مصر میں قبطی بھی آباد تھے جو فرعون کی اپنی قوم تھی اور بنی اسرائیل بھی فرعون نے اپنی پالیسی یہ رکھی کہ قبطی آقا بن کر رہیں اور بنی اسرائیل غلام اور خدمت گار بن کر۔(اشرف الحواشی:461/1)

(5)﴿يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ﴾''وہ اُن کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا تھا اور اُن کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا''فرعون بنی اسرائیل سے ظالمانہ سلوک کرنے کے باوجود انہیں زندہ رہنے کا حق نہیں دیتا تھا۔ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔تاکہ مردوں کی تعداد بڑھنے نہ پائے اور تاکہ وہ کمزور رہیں۔

(6)وہ اس لیے بھی لڑکوں کو قتل کروا دیتا تھا کہ اس لڑکے کا بھی استیصال ہو جائے جس کے بارے میں ریاست والوں نے اسے خبر دی تھی کہ اسرائیلیوں میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں شاہ مصر ہلاک ہوگا اور اس کی ریاست ختم ہو جائے گی۔(مختصر ابن کثیر:1452/2)

(7)﴿اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''یقیناوہ فساد کرنے والوں میں سے تھا'' وہ عظیم جرائم کا ارتکاب کر کے زمین میں فساد برپا کرتا تھا۔(ایسر التفاسیر:1094)وہ لوگوں کو ناحق قتل کرتا تھا،لوگوں کو غلام بنا کر رکھتا تھا۔زمین والوں پر جبر کرتا تھا اور اپنے رب کی عبادت سے تکبر کرتا تھا۔(جامع البیان:20/29)

(8)نبی ﷺ نے برے حکمران کی شناخت بتائی ہے۔سیدنا عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بدترین حکمران وہ ہے جو سنگدل اور تندخو ہونے کی وجہ سے عوام پر بہت ظلم ڈھائے اور بڑی بے رحمی کے ساتھ ان کو کچل کر رکھ دے۔(مسلم)

(9)سیدنا عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو بادشاہ اپنا دروازہ حاجت منداور محتاجوں اور مسکینوں پر بند کرے یعنی ان کو اپنی حاجات عرض کرنے کے لیے نہ آنے دے تو اللہ تعالیٰ اس پر ضرورت اور حاجت اور مسکنت کے دروازے بند کرے گا یعنی قیامت میں یا دنیا میں۔(ترمذی:1332)

(10)سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:تمہارے حاکموں میں سے بہتر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہو اور تمہارے حاکموں میں سے برے حاکم وہ ہیں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں اور تم انہیں لعنت کرو اور وہ تمہیں لعنت کریں۔عرض کیا گیا:اے اللہ کے رسول! کیا ہم انہیں تلوار کے ساتھ قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:نہیں! جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں اور جب تک اپنے حاکموں میں کوئی ایسی چیز دیکھو جسے تم ناپسند کرتے ہو تو اس کے اس عمل کو ناپسند کرو اور اطاعت و فرمابرداری سے ہاتھ مت کھینچو۔(مسلم:4804)

(11)سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے یہ ارشاد سنا:خبردار! اے لوگو! اللہ تعالیٰ ظالم حاکم کی نماز قبول نہیں کرتا۔(الترغیب والترہیب:10-12)

(12)سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بلاشبہ جہنم میں ایک وادی ہے اور اس وادی میں ایک کنواں ہے جس کو ہبہب کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اس میں ہر ظالم وضدی کو رکھے گا۔(طبرانی،ابویعلی،حاکم)

(13)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:ہر امیر و حاکم خواہ وہ دس آدمیوں کا ہی امیر و حاکم کیوں نہ ہو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی گردن میں طوق ہوگا یہاں تک کہ اس کو اس طوق سے یا تو اس کا عدل نجات دلائے گا یا اس کا ظلم ہلاک کرے گا۔(الترغیب والترہیب:25-29)

(14)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:افسوس ہے امراء و حکام پر،افسوس ہے چودھریوں پر، افسوس ہے

امینوں پر، بہت سے لوگ قیامت کے دن آرزو کریں گے کہ (کاش دنیا میں) چوٹیوں کے بال ثریا میں باندھ کر لٹکائے جاتے اور آسمان وزمین کے درمیان لٹکے رہتے لیکن ان کو کسی کام کی ولایت وسرداری نہ ملتی۔ (الترغیب والترہیب:17)

سوال2: فرعون نے زمین میں سرکشی کیوں اختیار کر رکھی تھی؟

جواب: (1) فرعون نے مصر کا اقتدار حاصل کر لیا تھا اور اپنے اُوپر کسی بالاتر قوت کے اقتدار کو محسوس نہیں کرتا تھا۔

(2) خود کو قوت والا پا کر اس نے یہ گمان کر لیا تھا کہ حالات کا انجام اُسی کے ہاتھ میں ہے اس لیے اُس نے ظلم وستم اور سرکشی کا راستہ اختیار کر لیا تھا اور اپنے آپ کو بڑا معبود کہلاتا تھا۔

سوال3: فرعون نے مصر کے باشندوں کو گروہوں میں کیوں تقسیم کر دیا تھا؟

جواب: فرعون نے اپنے اقتدار کے لیے لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

سوال4: فرعون نے مصر کے باشندوں کو کیسے گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا؟

جواب: فرعون نے مصر میں طبقاتی نظام جاری کر رکھا تھا اور ہر طبقے کے اپنے فرائض متعین کر دیے تھے۔

سوال5: فرعون کس گروہ کو کمزور کر کے رکھتا تھا؟

جواب: فرعون ایک گروہ یعنی بنی اسرائیل کو ذلیل کر کے رکھتا تھا کیونکہ وہ وقت کی افضل قوم تھی لیکن فرعون نے اس پر ظلم وستم ڈھائے انہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا اور غلاموں کی حیثیت میں رکھا تھا۔

سوال6: فرعون نے بچوں کے قتل کے لیے کیا انتظام کیا تھا؟

جواب: (1) فرعون نے حاملہ عورتوں کے لیے دائیاں مقرر کر رکھی تھیں جو پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں رپورٹ کر دیتی تھیں اور بچے کو فوراً ٹھکانے لگا دیا جاتا تھا۔

(2) فرعون کے دور میں کچھ عورتوں کو اس کام کے لیے مقرر کیا جاتا تھا کہ وہ ننھے بچے لے کر اسرائیلیوں کے گھر میں جائیں اور بچوں کو رلا دیں تاکہ اگر کوئی بچہ گھر میں ہو تو وہ بھی رو پڑے یوں اس انتظام کے تحت کوئی بچہ بچ نہیں پاتا تھا۔

سوال7: فرعون مفسدوں میں سے تھا اُس کا فساد کیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نظام فطرت سے مطابقت اصلاح اور اس میں مداخلت فساد ہے۔ فرعون نے نظام فطرت میں مداخلت کی تھی۔ اُس نے دو قوموں کے درمیان امتیاز کیا ایک قوم یعنی قبطیوں کو مواقع دیئے اور دوسری قوم یعنی بنی اسرائیل کو مواقع سے محروم کیا حتیٰ کہ ان کے بچوں کو قتل کروایا۔

﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾

''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم اُنہیں راہ نما بنا دیں اور ہم اُنہیں وارث بنا دیں''(5)

سوال1:﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم اُنہیں راہ نما بنا دیں اور ہم اُنہیں وارث بنا دیں'' اسرائیلیوں کو حکومت کی جو بشارت دی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کر دیے گئے تھے'' رب العزت نے ارادہ فرمایا کہ بنی اسرائیل پر احسان کریں۔ان کی کمزوری اور ذلت کو دور کریں اور ان کے مخالفوں کو ہلاک کر دیں۔

(2)﴿وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً﴾ ''اور ہم اُنہیں راہ نما بنا دیں'' رب العزت نے ارادہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حاکم اور پیشوا بنا دیں۔

(3)﴿وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور ہم اُنہیں وارث بنا دیں'' یعنی بنی اسرائیل کو مصر کا والی و وارث بنا دیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کا کمزور قوم یعنی بنی اسرائیل کے بارے میں کیا ارادہ تھا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ کمزور قوم کو وقت کا امام بنا دیا جائے۔

(2) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ کمزور قوم کو مشرق و مغرب کا وارث یعنی مالک اور حکمران بنا دیا جائے۔

(3) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ کمزور قوم کو دین کا پیشوا بھی بنا دیا جائے۔

﴿وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾

''اور ہم اُنہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دِکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے''(6)

سوال:﴿وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾ ''اور ہم اُنہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دِکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے'' بنی اسرائیل کو اقتدار اور دشمنوں سے نجات کی جو بشارت دی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور ہم اُنہیں زمین میں اقتدار دیں'' اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ارض شام میں قدرت اور اختیار دینا چاہتے تھے جو کنعانیوں کی سرزمین تھی کیونکہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد دوبارہ مصر میں واپس نہیں گئے۔

(2)﴿وَنُرِیْ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا﴾ ''اور ہم فرعون، ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دِکھلا دیں'' فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں سے جو ظلم ڈھاتے تھے۔(3)﴿مِنْهُمْ﴾ ''اُن سے'' بنی اسرائیل سے جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے۔

(4)﴿مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ﴾ ''جس سے وہ ڈرتے تھے'' فرعون اور ہامان کے لشکر بنی اسرائیل میں ایک ایسے بچے کی پیدائش سے ڈر رہے تھے جس کے ہاتھوں فرعون اور اس کے ملک اور اس کے لشکر کی تباہی ہونے والی تھی اللہ تعالیٰ نے اُن کے اندیشوں کو حقیقت بنا کر دکھا دیا۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُنہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلّات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' (الاعراف: 137)

(6) اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے لیے یہ اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کو فرعون اور اس کے لشکر جانتے تک نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دلانے کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خوفناک حالات میں پیدا کیا اور ان کی والدہ کو وحی کی کہ بچے کو دودھ پلاتی رہیں اور خطرے کے وقت صندوق میں ڈال کر دریا برد کر دینا۔

﴿وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اُسے دودھ پلاؤ، پھر جب تو اُس کے بارے میں ڈرے تو اُسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈرو اور غم نہ کرو، یقیناً ہم اُسے تمہارے پاس لوٹا کر لانے والے ہیں، اور اُسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں'' (7)

سوال 1:﴿وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اُسے دودھ پلاؤ'' ام موسیٰ کو دودھ پلانے کی ہدایت کس طرح سے دی گئی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی'' (i) وحی سے مراد دل میں بات ڈالنا ہے۔

(ii) یہاں وحی سے مراد وہ وحی نہیں جو انبیاء پر فرشتوں کے ذریعے سے نازل کی جاتی ہے۔

(2) یہاں لفظ اوحینا استعمال ہوا اور وحی کا لغوی معنی صرف خفی اور تیز اشارہ ہے اور وحی کے معنی پوشیدہ اور نامعلوم بات کے متعلق سرعت سے اشارہ کرنا (مفردات، مقاییس اللغۃ) یعنی کسی تشویشناک معاملہ کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یکدم دل میں کوئی خیال آجانا اور ایسی

وحی غیر نبی کی طرف بھی ہوسکتی ہے۔ایسی ہی وحی ام موسیٰ علیہ السلام کو بھی بھیجی گئی تھی۔اور ممکن ہے یہ وحی فرشتوں کے خطاب کی صورت میں ہو۔ایسی وحی بھی غیر نبی کو ہوسکتی ہے۔جیسے کہ سیدہ مریم علیہا السلام سے فرشتوں نے خطاب کیا تھا۔(تیسیر القرآن:3/416)

(3)﴿اَنْ اَرْضِعِيْهِ﴾ ''کہ اُسے دودھ پلاؤ'' ام موسیٰ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ انہیں دودھ پلاتی رہو۔

سوال2:﴿فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ﴾ ''پھر جب تو اُس کے بارے میں ڈرے تو اُسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈرو اور غم نہ کرو'' خوف کے وقت بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا برد کر دینے کا حکم دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ﴾ ''پھر جب تو اُس کے بارے میں ڈرے'' ام موسیٰ کو حکم دیا گیا کہ جب بچے کو خطرہ لاحق ہو جائے اور کسی ایسے فرد کو آتا دیکھیں جو اسے فرعون کے پاس لے جائے۔

(2)﴿فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ﴾ ''تو اُسے دریا میں ڈال دے'' یعنی نڈر ہو کر بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا برد کر دو۔

(3)﴿وَلَا تَخَافِيْ﴾ ''اور نہ ڈرو'' یعنی ہلاکت سے نہ ڈرنا۔(4)﴿وَلَا تَحْزَنِيْ﴾ ''اور غم نہ کرو'' اس کی جدائی کا غم نہ کرنا۔

(5)(i) اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ڈوب جانے یا ضائع ہو جانے کے خوف سے روکا تھا۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کی جدائی کے غم سے روکا تھا۔

سوال3:﴿اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم اُسے تمہارے پاس لوٹا کر لانے والے ہیں، اور اُسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں'' ام موسیٰ کو جو تسلی دی گئی کہ بچہ لوٹا لائیں گے اور اسے نبی بنائیں گے۔اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ﴾ ''یقیناً ہم اُسے تمہارے پاس لوٹا کر لانے والے ہیں'' ام موسیٰ کو تسلی دی کہ بچہ تمہارے پاس لوٹا لائیں گے اور اسے آپ ہی دودھ پلائیں گی۔

(2)﴿وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور اُسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں'' یعنی بچہ محفوظ رہے گا اور بڑا ہوگا اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔(3) یہ بہت بڑی بشارت تھی جو ام موسیٰ کو دی گئی تاکہ ان کا دل اطمینان پائے اور ان کا خوف زائل ہو جائے اور وہ بچے کو دریا میں ڈال دیں۔(4) ام موسیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں رکھ کر دریا کے حوالے کر دیا اور وہ بحفاظت فرعون کے محل پہنچ گیا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کی طرف کیا وحی کی تھی؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کو وحی کی تھی کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاؤ۔

(2) اسے اپنی حفاظت میں رکھو۔

(3) جب خطرہ محسوس کرو تو اسے دریا میں ڈال دو۔

(4) کچھ خوف اور غم نہ کرو اس لیے کہ اس عظیم قوت کی نگرانی میں کسی کو کوئی خوف نہیں رہتا اُس کا ہاتھ پناہ دینے والا ہے۔

﴿فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ﴾

''تو اُسے فرعون کے گھر والوں نے اُٹھایا تا کہ وہ اُن کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو۔ یقینا فرعون اور ہامان اور اُن دونوں کے لشکر خطا کار تھے''(8)

سوال1: ﴿فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ ''تو اُسے فرعون کے گھر والوں نے اُٹھایا تا کہ وہ اُن کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو'' بچے کو آل فرعون نے کیسے اٹھالیا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ﴾ ''تو اُسے فرعون کے گھر والوں نے اُٹھایا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا تھا جب کہ ان کی خفیہ ایجنسیاں رات دن بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے لڑکوں کا پیچھا کر رہیں تھیں کیونکہ انہیں اپنے اقتدار کا خوف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا تھا کہ بچے کی پرورش خود ان کے ہاتھوں سے کروانی ہے اس لیے تابوت بہتا بہتا فرعون کے محل کے پاس جا پہنچا اور فرعون کے نوکروں نے پکڑ کر باہر نکال لیا۔

(2) صندوق بہتا بہتا فرعون کے محل کے سامنے آ گیا۔ لونڈیوں نے صندوق نکالا اور ملکہ کے پاس لے آئیں۔ ملکہ کے سامنے صندوق کھولا گیا تو اس میں ایک معصوم، بھولا بھالا بچہ تھا ملکہ نے دیکھا تو قربان ہو گئیں۔

(3) آل فرعون کے صندوق اٹھانے پر انہیں مجبور کیا گیا۔ رب العزت نے ملکہ کے دل میں بچے کے لیے بے پناہ محبت پیدا کر دی تھی۔

(4) ﴿لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ ''تا کہ وہ اُن کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو'' تا کہ ان کی عاقبت اور انجام یہ ہو کہ اٹھایا ہوا بچہ ان کا دشمن اور ان کے لئے حزن و غم اور صدمے کا باعث بنے، اس کا سبب یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے مقابلے میں احتیاط کام نہیں آتی۔ وہ چیز جس کے بارے میں وہ بنی اسرائیل سے خائف تھے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ ان کا قائد ان کے ہاتھوں میں، ان کی نظروں کے سامنے اور ان کی کفالت میں تربیت پائے۔ جب آپ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں غور و فکر کریں گے تو اس ضمن میں آپ پائیں گے کہ بنی اسرائیل کے لیے بہت سے مصالح حاصل ہوئے اور بہت سے پریشان کن امور سے انہیں چھٹکارہ حاصل ہوا، اسی طرح آپ کو رسالت ملنے سے پہلے بنی اسرائیل پر سے بہت سے مظالم ختم ہو گئے۔ کیونکہ آپ مملکت فرعون کے ایک بڑے عہدے دار کی حیثیت سے رہتے تھے۔ چونکہ آپ ایک بلند ہمت اور انتہائی غیرت مند انسان تھے اسی لیے طبعی طور پر آپ کی قوم کے بہت سے حقوق کا دفاع ہونا ضروری تھا۔ آپ کی ضعیف اور کمزور قوم جن کی کمزوری و ناتوانی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے مقدمات تھے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ تمام امور آہستہ آہستہ اور بتدریج وقوع پذیر ہوتے ہیں، کوئی واقعہ اچانک رونما نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی 2/1976-1977)

(5) لفظی ترجمہ یوں ہے: ''تا کہ وہ ان کا دشمن اور ان کے باعث رنج بنے۔'' لیکن مطلب وہ ہے جو متن میں بیان کیا گیا ہے۔ یا یہ کہ ان

کے اٹھانے کا نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کے لیے دشمن اور باعث رنج ہوں۔اس لام کو عربی زبان میں لام عاقبت کہا جاتا ہے۔(قرطبی)(اشرف الحواشی:461/1)

سوال2:﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ﴾''یقیناً فرعون اور ہامان اور اُن دونوں کے لشکر خطا کار تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ﴾''یقیناً فرعون اور ہامان اور اُن دونوں کے لشکر خطا کار تھے''فرعون، ہامان اور ان کے لشکر نہیں جانتے تھے کہ یہ بچہ اُن کی قوت کو پاش پاش کرے گا۔وہ بنی اسرائیل کے بچے قتل کرواتے رہے اور جس کو قتل کرنا چاہتے تھے اسے اپنے ہی ہاتھوں سے پالتے رہے۔

(2)وہ سب مجرم تھے اس لیے ہم نے ان کے جرم کی سزا دینے کے لیے چال چلی۔جب صندوق کو دریا سے نکالا گیا تو فرعون کی بیوی کے دل میں رحم ڈال دیا۔

(3)اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں:ایک یہ کہ ایک بچہ کے خطرہ کی بنا پر ہزار ہا بچوں کو قتل کر دینا ان کی بہت بڑی غلطی اور حماقت تھی۔اور ان کی یہ حماقت اس لحاظ سے اور بھی زیادہ واضح ہو گئی تھی کہ جس بچہ سے خطرہ کے سدباب کے لئے یہ سفاکی کر رہے تھے وہ تو ان تک پہنچ چکا تھا۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ خطا کار اس لحاظ سے تھے کہ وہ اپنی اس ظالمانہ تدبیر سے اللہ کی تقدیر کو روکنا چاہتے تھے۔(تیسیر القرآن:416/3)

﴿وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۫ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ میرے لیے اور تمہارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،تم اُسے قتل نہ کرو،اُمید ہے کہ وہ ہمیں نفع دے یا ہم اُسے بیٹا ہی بنالیں اور وہ سمجھتے نہیں تھے''(۹)

سوال1:﴿وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۫ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ میرے لیے اور تمہارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،تم اُسے قتل نہ کرو،اُمید ہے کہ وہ ہمیں نفع دے یا ہم اُسے بیٹا ہی بنالیں اور وہ سمجھتے نہیں تھے''فرعون کی بیوی کی بچے کے بارے میں جو توقعات تھیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَتِ﴾''اور کہا''فرعون کی بیوی یعنی ملکہ بولی۔

(2)﴿قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ﴾''کہ میرے لیے اور تمہارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،تم اُسے قتل نہ کرو''فرعون کی بیوی

نے اس وقت کہا تھا جب اُس نے تابوت میں ایک حسین بچے کو دیکھا۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں میں سے تو بہت سے کامل (انسان) گزرے ہیں مگر عورتوں میں دو ہی کمال کو پہنچیں، ایک تو عمران کی بیٹی مریم علیہا السلام اور دوسری فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ (بخاری: 3796)

(3) یعنی اس بچے کو زندہ رکھوتا کہ یہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔ (4) ﴿عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ ''اُمید ہے کہ وہ ہمیں نفع دے یا ہم اُسے بیٹا ہی بنالیں'' اگر ہم اس کو بیٹا بنالیں تو اس کی ساری اہلیتیں بنی اسرائیل کے بجائے ہمارے کام آسکتی ہیں۔ لہٰذا اسے متبنیٰ بنالینے میں ہمیں بہت سے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 417,416/3)

(5) یہ بات اُنہوں نے اس لیے کہی تھی کہ فرعون اولاد سے محروم تھا۔

(6) ﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور وہ سمجھتے نہیں تھے'' بچے کے بارے میں وہ شعور نہیں رکھتے تھے کہ اسی کے ساتھ وہ انجام بندھا ہوا ہے۔ جس سے وہ ڈرتے رہے ہیں جس کو مارنے کے لیے سینکڑوں بچے قتل کیے جاتے رہے ہیں۔

(7) اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقدر فرمادیا کہ وہ بچہ فرعون کی بیوی کو فائدہ دے جس نے یہ بات کہی تھی۔ جب وہ بچہ فرعون کی بیوی کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گیا اور اسے اس بچے سے شدید محبت ہوگئی اور وہ بچہ اس کے لئے حقیقی بیٹے کی حیثیت اختیار کر گیا یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا۔ تو اس نے جلدی سے ایمان لا کر اسلام قبول کر لیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے مابین ہونے والی مذکورہ گفتگو کی بابت اللہ نے فرمایا: ﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ یعنی انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ لوح محفوظ میں کیا درج ہے تقدیر نے انہیں کس عظیم الشان مقام پر فائز کر دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے۔ اگر انہیں اس حقیقت کا علم ہوتا تو ان کا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ کچھ اور ہی ہوتا۔ (تفسیر سعدی: 1977/2)

سوال 2: فرعون کی بیوی کی بچے کے بارے میں کیا سوچ تھی؟

جواب: فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ کی یہ سوچ تھی کہ ہوسکتا ہے کہ یہ بچہ ہمارے لیے نفع مند ہو یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں۔

﴿وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ اُسے ظاہر کر دیتی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے بندھ باندھ دیا اس کے دل پر تاکہ وہ مومنوں میں سے ہو جائے'' (10)

سوال1:﴿وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہوگیا۔قریب تھا کہ وہ اُسے ظاہر کردیتی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے بندباندھ دیا اس کے دل پر تا کہ وہ مومنوں میں سے ہوجائے'' بچے کو بہادینے کے بعد ماں کیسے بے قرار ہوگئی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا﴾ ''اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہوگیا'' جب ام موسیٰ نے معصوم بچے کو دریا میں بہادیا تو ان کا دل بے قرار ہوگیا اور جدائی کے غم اور صدمے سے ان کا دل اڑا جارہا تھا۔

(2)﴿اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ﴾ ''قریب تھا کہ وہ اُسے ظاہر کردیتی'' یعنی قریب تھا کہ ام موسیٰ راز فاش کردیتیں۔

(3)﴿لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا﴾ ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے بندباندھ دیا اس کے دل پر'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ ام موسیٰ کی ڈھارس نہ بندھاتے۔اور انہیں صبر کی توفیق نہ دیتے انہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو وہ گھبرا کر لوگوں کے سامنے راز فاش کردیتیں۔

(4)اللہ تعالیٰ نے ام موسیٰ کو صبر دیا،ان کو غم کرنے اور خوف زدہ ہونے سے روک دیا اور وعدہ دیا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کے پاس واپس لوٹالائیں گے۔(5)﴿لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تا کہ وہ مومنوں میں سے ہوجائے'' مصیبت کے وقت مومن صبر کرتا ہے تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور بے صبری کرنے سے ایمان کمزور ہوجاتا ہے۔

سوال2:اُمّ موسیٰ کا دل کس چیز سے خالی ہوگیا تھا؟

جواب:اُمّ موسیٰ کا دل ہر فکر سے خالی ہوگیا تھا نہ اس میں سمجھ ہے،نہ سوچ،نہ تدبیر۔قریب تھا کہ وہ راز فاش کردے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ علیہ السلام کے دل کو کیوں مضبوط کیا تھا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کے دل کو اس لیے مضبوط کردیا تھا تا کہ وہ ایمان والی بن جائیں۔

﴿وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۚ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''اور اُس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اُس کے پیچھے پیچھے جا پس وہ اُس کو ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے''(11)

سوال1:﴿وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۚ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور اُس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اُس کے پیچھے پیچھے جا پس وہ اُس کو ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے'' ام موسیٰ نے بیٹی کو صندوق کی دیکھ بھال کا جو حکم دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ﴾ ''اور اُس نے سیدنا موسیٰ کی بہن سے کہا'' ام موسیٰ نے اپنی بیٹی کو کہا۔

(2)﴿قُصِّيْهِ﴾ ''کہ اُس کے پیچھے پیچھے جا'' یعنی اپنے بھائی کے پیچھے پیچھے چلتی رہنا اور اس پر نظر رکھنا لیکن کسی کو خبر نہ ہو۔

(3)﴿فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''پس وہ اُس کو ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے'' ماں کے حکم سے اُختِ موسیٰ دور سے کنارے کنارے صندوق کو بہتا دیکھ کر آگے بڑھتی رہیں اور کسی کو پتہ نہ چلا کہ دریا میں بھائی ہے اور کنارے کنارے بہن نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا کیا نام تھا؟

جواب: اُن کا نام مریم بنت عمران تھا جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام تھا۔

سوال3: اُمّ موسیٰ نے اُختِ موسیٰ سے کیا کہا؟

جواب: اُمّ موسیٰ نے اُختِ موسیٰ سے کہا کہ آپ تابوت کے پیچھے پیچھے جاؤ، دور سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتی رہو کہ زندہ رہتا ہے یا ڈوبتا ہے کہ کہیں رکتا ہے اور فرعونیوں کو اس کا علم نہ ہو۔

سوال4: اُختِ موسیٰ نے کیا دیکھا؟

جواب: اُختِ موسیٰ نے دیکھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل کے باہر سے نکال لیے گئے اور اب فرعون کے محل میں ہیں۔

﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ﴾

''اور ہم نے پہلے ہی اُس پر دودھ پلانے والیوں کو حرام کر رکھا تھا تو لڑکی نے کہا کہ کیا میں ایسے گھر والوں پر تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اُس کے لیے خیر خواہ ہوں'' (12)

سوال: ﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ﴾ ''اور ہم نے پہلے ہی اُس پر دودھ پلانے والیوں کو حرام کر رکھا تھا تو لڑکی نے کہا کہ کیا میں ایسے گھر والوں پر تمہاری راہنمائی کروں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اُس کے لیے خیر خواہ ہوں'' دایوں کا دودھ نہ پینے پر اختِ موسیٰ کے مشورے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور ہم نے پہلے ہی اُس پر دودھ پلانے والیوں کو حرام کر رکھا تھا'' اللہ تعالیٰ نے دایوں کے دودھ کو اپنے حکم سے حرام کر دیا تھا اس لیے شدید کوشش کے باوجود سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دودھ نہ پیا۔

(2)﴿فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ﴾ ''تو لڑکی نے کہا کہ کیا میں ایسے گھر والوں پر تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اُس کے لیے خیر خواہ ہوں'' اُختِ موسیٰ خاموشی سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے

دیکھتے محل میں آن پہنچیں تھیں اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے موقع پیدا کر دیا اُنہوں نے آگے بڑھ کر کہا کہ کیا میں ایسی عورت کا پتہ بتاؤں جو اچھی طرح سے اس کی تربیت کرے؟ اور خیر خواہ بھی ہو۔

(3) انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی بات مان لی اور اس نے گھر کا پتہ بتا دیا جو دودھ پلا سکتی تھی۔

﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''تو ہم نے موسیٰ کو اُس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اُس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' (13)

سوال: ﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''تو ہم نے موسیٰ کو اُس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اُس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' اور ماں نے بچہ پالیا کیسے؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ﴾ ''تو ہم نے موسیٰ کو اُس کی ماں کی طرف لوٹا دیا'' اللہ رب العزت نے بچے کو ماں کی گود تک پہنچا دیا۔

(2) ﴿كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ﴾ ''تا کہ اُس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو'' یعنی ام موسیٰ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے اور غم سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بچہ ان کی گود تک پہنچا دیا۔ اب بچہ ان کے پاس پرورش بھی پائے گا اور دودھ پلائی کی بڑی اجرت بھی ملے گی۔

(3) اُخت موسیٰ کے مشورے پر اُمّ موسیٰ کو بلوایا گیا اُمّ موسیٰ نے دودھ پلایا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام سکون میں آ گئے اس موقعے پر فرعون نے اُمّ موسیٰ سے محل میں رہنے کے لیے کہا تو اُنہوں نے گھر چھوڑ کر آنے کے لیے مجبوری کا اظہار کیا تو یہ طے پایا کہ وہ بچے کو ساتھ گھر لے جائیں اور پرورش کریں بچے کی دودھ پلائی کی اُجرت شاہی خزانے سے جائے گی۔

(4) ﴿وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو لوٹانے کا وعدہ کیا تھا جو اس نے پورا کر دیا۔ اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ وہ یقین کر لیں کہ رسول بنانے کا وعدہ بھی سچا ہے۔

(5) ﴿وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' اکثر لوگ کاموں کے انجام سے ان کی حقیقت کو نہیں جانتے۔

(6) پس جب وہ کسی سبب کو بے ترتیب دیکھتے ہیں تو اس حقیقت سے کم علمی کی وجہ سے، کہ جلیل القدر معاملات اور بلند مقاصد و مطالب کے حصول سے پہلے انسان کو آزمائشوں اور مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے، ان کا ایمان ڈول جاتا ہے۔ پس سیدنا موسیٰ علیہ السلام آل فرعون کے پاس شاہی ماحول میں تربیت پاتے رہے وہ شاہی سواریاں استعمال کرتے اور شاہی لباس پہنتے تھے۔ ان کی والدہ اس پر مطمئن تھیں یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رضاعی ماں ہیں۔ لہٰذا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا (والدہ) کے ساتھ رہنے اور ان کے ساتھ مہربانی کرنے کا کسی

نے انکار نہیں کیا۔ ذرا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لطف وکرم پر غور کیجئے کہ اس نے کیسے اپنے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی بات چیت میں جھوٹ سے محفوظ رکھا اور معاملے کو ان کے لئے کتنا آسان کر دیا جس کی بنا پر ماں بیٹے کے درمیان ایک تعلق قائم ہو گیا جو لوگوں کی نظر میں رضاعت کا تعلق تھا جس کی بنا پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کو ماں کہتے تھے۔ اس لئے اس تعلق کے حوالے سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دیگر لوگوں کا اکثر کلام صداقت اور حق پر مبنی تھا۔ (تفسیر سعدی: 2/1978,1979)

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے گھر واپس کیوں پہنچایا گیا؟

جواب: (1) اُمّ موسیٰ کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے۔ (2) یہ یقین دہانی کروانے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

رکوع نمبر 5

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا توانا ہو گیا تو ہم نے اُسے حکمت اور علم عطا کیا اور اسی طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں'' (14)

سوال 1: ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا توانا ہو گیا تو ہم نے اُسے حکمت اور علم عطا کیا اور اسی طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جوانی کے بارے میں رب العزت کے بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى﴾ ''اور جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا توانا ہو گیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جسمانی قوتیں مکمل ہو گئیں اور انہیں عقلی پختگی حاصل ہو گئی۔ یہ صفت انسان کو تقریباً چالیس سال کی عمر میں حاصل ہوتی ہے۔

(2) ﴿اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا﴾ ''ہم نے اُسے حکمت عطا کی'' یعنی انہیں قول وعمل کی حکمت عطا فرمائی جس کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کا فہم حاصل ہوا۔ وہ حکمت کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔

(3) ﴿وَّعِلْمًا﴾ ''اور علم عطا کیا'' انہیں دینِ اسلام کا علم عطا کیا جس پر بنی اسرائیل تھے۔ اور یہ ان کی نبوت اور رسالت سے پہلے تھا۔

(4) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ انہیں نبوت سے پہلے عقل، دین کی سمجھ اور عمل عطا کیا تھا۔ (جامع البیان 20/44)

(5) آپ شاہی خاندان کے فرد بنے تو مصر میں متداول جدید علوم سے بہرہ ور ہوئے اور اصول جہاں بانی اور حکمرانی بھی از خود اخذ کرتے رہے کیونکہ آپ میں خداداد ذہانت موجود تھی۔ اس مقام پر حکمت اور علم سے مراد نبوت نہیں کیونکہ نبوت تو آپ کو بہت مدت بعد عطا ہوئی تھی۔ (تیسیر القرآن: 3/419)

(6) ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں'' جیسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اطاعت

اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنے کی جزا دی اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور بندوں میں سے ہر احسان کرنے والے کو جزا دیتے ہیں۔اس کے حکم پر جو صبر کرتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے روکے سے رکتے ہیں۔ (جامع البیان 20/44)

سوال 2: علم اور حکمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) یہاں علم اور حکمت سے مراد نبوت نہیں ہے۔

(2) علم و حکمت سے مراد عقل و دانش اور وہ علوم ہیں جو اُنہوں نے اپنے اہل خاندان میں رہ کر سیکھے۔

﴿ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۚ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

''اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جب کہ اس کے رہنے والے غفلت میں تھے تو اس نے اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ وہ آپس میں لڑ رہے تھے، یہ اُس کی قوم میں سے اور یہ اُس کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو جو اُس کی قوم میں سے تھا اُس نے موسیٰ سے اُس شخص کے خلاف مدد طلب کی جو اُس کے دشمنوں میں سے تھا، تو موسیٰ نے اُس کو ایک گھونسا مارا پھر اُس کا کام تمام کر دیا۔

موسیٰؑ نے کہا: ''یہ شیطان کے کاموں میں سے ہے یقیناً وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے'' (15)

سوال 1: ﴿وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۚ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ﴾ ''اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جب کہ اس کے رہنے والے غفلت میں تھے تو اس نے اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ وہ آپس میں لڑ رہے تھے، یہ اُس کی قوم میں سے اور یہ اُس کے دشمنوں میں سے تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا﴾ ''اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جب کہ اس کے رہنے والے غفلت میں تھے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام شہریوں کی بے خبری کے وقت شہر میں جا پہنچے۔ یہ قیلولے کا وقت تھا جب دوپہر کے وقت لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ یا کوئی ایسا وقت تھا جب لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان گھر میں سکون کرتے ہیں۔

(2) ﴿فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ﴾ ''تو اس نے اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ وہ آپس میں لڑ رہے تھے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دو آدمیوں کو دیکھا وہ ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔

(3) ﴿هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ﴾ ''یہ اُس کی قوم میں سے اور یہ اُس کے دشمنوں میں سے تھا'' ایک شخص اُن کی قوم میں سے یعنی اسرائیلی تھا اور دوسرا قبطی قوم میں سے تھا جو اُن کی دشمن تھی۔

سوال2:﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ﴾ ''تو جو اُس کی قوم میں سے تھا اُس نے موسیٰ سے اُس شخص کے خلاف مدد طلب کی جو اُس کے دشمنوں میں سے تھا تو سیدنا موسیٰ نے اُس کو ایک گھونسا مارا پھر اُس کا کام تمام کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ﴾ ''تو جو اُس کی قوم میں سے تھا اُس نے موسیٰ سے اُس شخص کے خلاف مدد طلب کی جو اُس کے دشمنوں میں سے تھا'' ایک اسرائیلی نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی۔

(2) کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا نسب اب مشہور ہو چکا تھا اور لوگوں کو علم تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اس شخص کا مدد کے لیے خواستگار ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ دار السلطنت میں ایک نہایت اہم منصب پر فائز تھے جس سے لوگ خوف کھاتے تھے اور اس سے اپنی امیدیں بھی وابستہ رکھتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2/1989)

(3)﴿فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى﴾ ''تو موسیٰ نے اُس کو ایک گھونسا مارا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے موقع غنیمت جان کر قبطی کے ایک مکہ مار دیا۔

(4)﴿فَقَضٰى عَلَيْهِ﴾ ''پھر اُس کا کام تمام کر دیا'' اللہ تعالیٰ کی شان سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے گھونسے نے قبطی کا کام تمام کر دیا۔

(5) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کا نہ تھا نہ قتل کے لئے گھونسا مارا جاتا ہے اور نہ کوئی شخص محض گھونسے سے مرتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے صرف تادیب اور گوشمالی کے لئے گھونسا مارا تھا مگر وہ اتنا کمزور اور بزدل نکلا کہ محض گھونسے سے دم توڑ گیا۔ (اشرف الحواشی:1/463)

سوال3:﴿قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''سیدنا موسیٰ نے کہا یہ شیطان کے کاموں میں سے ہے یقیناً وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''موسیٰ نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبطی کے قتل پر ندامت ہوئی تو انہوں نے کہا۔

(2)﴿هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ ''یہ شیطان کے کاموں میں سے ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ شیطان نے وسوسہ ڈال کر برائی کو مزین کیا اور مجھ سے یہ شیطانی کام ہو گیا۔

(3)(i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس لیے اُسے شیطانی کام قرار دیا کہ قتل کرنا ایک سنگین جرم ہے۔ (ii) قبطی قوم اگرچہ بنی اسرائیل پر بڑی زیادتیاں کر رہی تھی ایسی حالت میں بھی انہیں قبطی کے قتل پر شدید افسوس ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور معافی طلب کی۔

(4) اگرچہ قبطی کا قتل مباح تھا مگر انبیاء علیہم السلام مباحات میں بھی اہم معاملات میں اس وقت تک اقدام نہیں کرتے جب تک خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت و اشارہ نہ ملے۔ اس موقع پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خصوصی اجازت کا انتظار کئے بغیر یہ اقدام فرمایا تھا اس لئے اپنی شان کے مطابق اس کو گناہ قرار دے کر استغفار کیا۔ (معارف القرآن)

(5)﴿اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''یقیناً وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے'' شیطان انسان کا دشمن ہے جو اسے ہدایت کے راستے سے گمراہ

کرنے والا ہے۔اس کی گمراہی ظاہر ہے۔

(6)(i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام شیطان کی انسان دشمنی کا شعور رکھتے تھے۔(ii) شیطان کی انسان سے دشمنی ڈھکی چھپی نہیں واضح ہے۔

(iii) شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے جو طریقے اختیار کرتا ہے، جو کوششیں کرتا ہے وہ بھی چھپی ہوئی نہیں۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، چنانچہ آپ مجھے بخش دیں۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو بخش دیا، یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (16)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، چنانچہ آپ مجھے بخش دیں'' تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو بخش دیا، یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اتفاقی طور پر ہونے والے قتل کے لیے بھی معافی کو ناگزیر سمجھا اور رب سے معافی کی درخواست کی۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔انہوں نے فوراً توبہ کی۔

(3) ﴿فَغَفَرَ لَهٗ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو بخش دیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے ہاتھ سے ایک ایسا شخص قتل ہو گیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ (شوکانی)(اشرف الحواشی:163/1)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کیا، فرمایا: ''ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا کہ یا اللہ! میرا گناہ بخش دے، تو پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو بخشتا ہے ہے جو گناہ اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے میرے مالک! میرا گناہ بخش دے۔ پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے ایک گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے، اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے پالنے والے! میرا گناہ بخش دے۔ پروردگار نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر پکڑتا ہے۔(اے میرے بندے!) اب تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا۔'' (مسلم:6986)

(5) ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ ''یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ نے گناہ گار انسانوں کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے یہ شعور دلایا ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ غفور ہے، کیسے قتل جیسے گناہ کو بھی ڈھانپ لیتا ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ دیکھو رب کی رحمت کیسے انسان کا ساتھ دیتی ہے جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے بچایا اور مدین پہنچا دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو معاف کر دیا، یہ معافی کیسی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی غلطی کا فوراً احساس ہو گیا تھا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فوراً استغفار کر لی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی معافی کو قبول کر لیا۔

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا، تو میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا'' (17)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا، تو میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

(2) ﴿رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ﴾ ''اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا'' یعنی اے میرے رب! اس شخص کے قتل پر جو تو نے مجھے معاف کر کے مجھ پر انعام کیا ہے۔ (جامع البیان: 20/48)

(3) یعنی اے میرے رب! تو نے میری توبہ قبول کی اور مجھے نعمتیں عطا فرمائیں۔

(4) ﴿فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''تو میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا'' یعنی آپ کے انعام اور احسان پر میرا وعدہ ہے کہ میں کسی مجرم کی مدد نہیں کروں گا۔

(5) اللہ تعالیٰ کے انعامات تقاضا کرتے ہیں کہ بندے برائیوں کو چھوڑ دیں اور نیک کام کریں۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کیسے یہ محسوس کر لیا تھا کہ مجھے معافی مل گئی ہے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی توجہ الی اللہ سے یہ محسوس کر لیا تھا کہ رب نے انھیں معاف کر دیا ہے۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیوں کیا تھا؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی قبولیت کے بعد شکرانے کے طور پر یہ عہد کیا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ عہد اس لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و حکمت سے نوازا تھا۔

﴿فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾

''تو اس نے ڈرتے ہوئے شہر میں صبح کی، خطرہ بھانپتے ہوئے گیا تو اچانک وہی شخص اس سے فریاد کر رہا تھا جس نے کل اُس سے مدد مانگی تھی موسیٰ نے اُس سے کہا: ''یقیناتم ضرور کھلے گمراہ ہو'' (18)

سوال 1: ﴿فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ﴾ ''تو اس نے ڈرتے ہوئے شہر میں صبح کی، خطرہ بھانپتے ہوئے گیا تو اچانک وہی شخص اس سے فریاد کر رہا تھا جس نے کل اُس سے مدد مانگی تھی موسیٰ نے اُس سے کہا: ''یقیناتم ضرور کھلے گمراہ ہو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قتل کے نتیجہ کی تفتیش کیسے کی؟ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ﴾ ''تو اس نے ڈرتے ہوئے شہر میں صبح کی خطرہ بھانپتے ہوئے گیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کے قتل کے بعد شہر میں ڈرتے ڈرتے تفتیش کی کہ دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ فرعون کو اس قتل کا علم ہوا ہے یا نہیں؟ ان کے خوف کا سبب یہ تھا کہ اب یہ سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے اور ان کے سوا کوئی اسرائیلی کسی قبطی کے خلاف اقدام کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

(2) ﴿فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ﴾ ''تو اچانک وہی شخص اس سے فریاد کر رہا تھا جس نے کل اُس سے مدد مانگی تھی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب حالات معلوم کرنے کے لئے ایک راستے سے گزرے تو اس شخص نے جس نے کل قبطی کی شکایت کر کے مدد مانگی تھی ایک دوسرے قبطی سے لڑ رہا ہے۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس سے گزرے تو اس نے پھر مدد کے لئے پکارا۔

(3) ﴿قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی﴾ ''موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی سے کہا۔

(4) ﴿اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ﴾ ''یقیناتم صریح گمراہ ہو'' یعنی تم بڑے شر پسند اور واضح طور پر برائی کرنے والے ہو یعنی تمہاری وجہ سے کل میں ایک جان کو قتل کر چکا ہوں۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام شہر میں خوفزدہ اور ڈرے سہمے کیوں پھرتے رہے؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو راز کے کھل جانے کا اندیشہ تھا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سزا کا خوف تھا۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خوف کی اللہ تعالیٰ نے کیسے تصویر کشی کی ہے؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خوف کو اللہ تعالیٰ نے ﴿یَتَرَقَّبُ﴾ کے لفظ سے واضح کیا ہے کہ وہ ڈرے ہوئے، سہمے ہوئے، ہر لمحے کسی خوف ناک صورت حال کی توقع رکھ کر پریشانی میں گھوم رہے تھے۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خوف کو اللہ تعالیٰ نے ﴿فِی الْمَدِیْنَةِ﴾ سے بھی ظاہر کیا ہے کہ شہر جو امن کی جگہ ہوتی ہے وہاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام

شدید خوف زدہ تھے۔

سوال4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے شہر میں خوفزدہ ہونے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں نہیں رہ رہے تھے کیونکہ محلوں میں رہنے والوں کو ظلم اور فساد کے نتیجے میں کوئی خوف لاحق نہیں ہوتا۔

سوال5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے دن قبطی کی پکار کا کیا جواب دیا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی سے کہا کہ تم صریح جھگڑالو اور بہکے ہوئے آدمی ہو کبھی کسی سے جھگڑا کرتے ہو، کبھی کسی سے اُلجھتے ہو تمہارے جھگڑے ختم نہیں ہوتے۔

﴿فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۚ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾

''پھر جونہی موسیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اس کو پکڑے جو اُن دونوں کا دشمن تھا، اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! کیا تم آج مجھے اسی طرح قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا؟ تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ زمین میں جابر بن جاؤ اور نہیں تم ارادہ رکھتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو جاؤ''(19)

سوال1: ﴿فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۚ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾ ''پھر جونہی موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ وہ اس کو پکڑے جو اُن دونوں کا دشمن تھا، اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! کیا تم آج مجھے اسی طرح قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا؟ تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ زمین میں جابر بن جاؤ اور نہیں تم ارادہ رکھتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا﴾ ''پھر جونہی موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اُس پر حملہ کرے جو اُن دونوں کا دشمن تھا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو پکڑنا چاہا لیکن اسرائیلی اپنی کمزوری اور نادانی سے سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کو پکڑنا چاہتے ہیں کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اسے ڈانٹا تھا تو اس نے اپنا بچاؤ کرنے کے لئے زور سے کہہ دیا۔

(2) ﴿قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! کیا تم آج مجھے اسی طرح قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا؟'' کہ موسیٰ جیسے کل تم نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو؟

(3)﴿اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ﴾ ''تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ زمین میں جابر بن جاؤ'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل پر زجر وتوبیخ کرتے ہوئے اسرائیلی نے کہا کہ تم زمین میں سرکش بن کر رہنا چاہتے ہو کیونکہ سرکشوں اور جابروں کی سب سے بڑی علامت قتلِ ناحق ہے۔

(4)﴿وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾ ''اور نہیں تم ارادہ رکھتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو جاؤ'' یعنی اگر تم اصلاح چاہتے تو قتل کا ارادہ کیے بغیر میرے اور اس کے درمیان حائل ہو جاتے۔

(5)اس سے پہلے قتل کے واقعے کو یہ اسرائیلی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ جب اس قبطی نے اسرائیلی کے منہ سے قتل کی واردات سن لی تو کہا فرعون کو خبر کروں کہ قاتل کا سراغ لگ گیا ہے۔ اس پر فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو کیوں پکڑنا چاہا تھا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے لڑائی کو بڑھنے سے بچانے کے لیے قبطی کو پکڑنا چاہا تھا۔

سوال 3: قبطی اُس شخص کا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا کیسے دشمن تھا؟

جواب: قبطی اسرائیلیوں پر عرصہ دراز سے ظلم ڈھا رہے تھے یہ دشمنی اسی ظلم کی وجہ سے تھی۔

سوال 4: فریادی نے یہ کیوں کہا کہ جس طرح کل تو نے ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے؟

جواب: فریادی نے یہ سمجھا کہ شاید سیدنا موسیٰ علیہ السلام اُسے پکڑنے لگے ہیں۔

سوال 5: فریادی نے اپنی جان کے خوف سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کیا الزام عائد کیے؟

جواب: فریادی نے کہا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام تم ملک میں ظالم اور سرکش بن کر رہنا چاہتے ہو۔ تم اصلاح کرنا نہیں چاہتے۔

﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾

''اور ایک شخص شہر کے دور کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں، چنانچہ تو نکل جا، یقیناً میں تیرے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں'' (20)

سوال 1: ﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾ ''اور ایک شخص شہر کے دور کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں، چنانچہ تو نکل جا، یقیناً میں تیرے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں'' مردِ صالح نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام

کو جو مشورہ دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی﴾ ''اور ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا'' شہر کے کنارے سے مراد جہاں فرعون کا محل بھی تھا، دارالحکومت بھی تھا، یہ شہر کے آخری کنارے پر واقع تھا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے خیر خواہی کی وجہ سے ایک مردِ صالح دوڑتا ہوا آیا اس خوف سے کہ کہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خبر ملنے سے پہلے ہی نہ پکڑ لیں۔(3)﴿قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں'' مردِ صالح نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہمدردانہ طور پر کہا کہ موسیٰ سرداروں میں تیرے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں۔

(4)﴿لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ﴾ ''کہ تجھے قتل کر دیں۔ پھر تو نکل جا'' مردِ صالح نے خوف کا اظہار کیا کہ وہ آپ کو قتل کر دیں گے اور اس پر مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ شہر سے فرار ہو جائیں۔

(5)﴿اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ﴾ ''یقیناً میں تیرے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں'' یعنی میں خیر خواہی سے خود کو خطرے میں ڈال کر آپ کو بچانے آیا ہوں۔

سوال 2: شہر کے دوسرے کنارے سے دوڑ کر آنے والا شخص کون تھا؟

جواب: (1) کچھ لوگوں کے خیال میں یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا کوئی رشتہ دار تھا یعنی اسرائیلیوں میں سے تھا۔

(2) کچھ لوگوں کے خیال میں یہ فرعون کی قوم کا شخص تھا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا۔

سوال 3: سرداروں میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے مشورے کیوں ہونے لگے؟

جواب: سرداروں نے ایک شخص کے قتل کو بغاوت کا آغاز سمجھا اسی وجہ سے اُنہوں نے اعلیٰ سطح پر غور و فکر کر کے فیصلہ کرنے کی ضرورت سمجھی۔

﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ۚ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''تو وہ وہاں سے ڈرتا ہوا، سہمتا ہوا نکل پڑا، اُس نے کہا: ''اے میرے رب! آپ مجھے ظالم لوگوں سے نجات دیں'' (21)

سوال 1:﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ۚ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''تو وہ وہاں سے ڈرتا ہوا، سہمتا ہوا نکل پڑا، اُس نے کہا: ''اے میرے رب! آپ مجھے ظالم لوگوں سے نجات دیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام دین کی طرف چل پڑے تاکہ ظالموں سے نجات پائیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ﴾ پھر وہ وہاں سے نکلا ڈرتا ہوا، سہمتا ہوا نکل پڑا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب ظالمانہ فرعونی فیصلے کی خبر ملی تو وہ تن تنہا مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس طرح انہوں نے خیر خواہ کے مشورے پر عمل کیا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام دیکھتے بھالتے ہوشیاری سے نکل کھڑے ہوئے اور رب سے دعا کی۔

(3)﴿قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے ربّ! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی! اے میرے رب مجھے ظالموں سے بچا، فرعون اور اس کے سرداروں کے شر سے بچا لے۔ مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔ اور مجھے ظالموں سے نجات دے دے۔

سوال 2: ظالموں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کیا مراد تھی؟

جواب: اس سے مراد فرعون اور اس کے درباری تھے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ظالموں سے کیسے بچایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے ایک فرشتہ بھیج دیا جو گھوڑے پر سوار تھا اُس نے راستے کی نشاندہی کی۔ کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو علم نہ تھا کہ انہیں کہاں جانا ہے یوں اللہ تعالیٰ نے ظالموں سے بچاؤ کا راستہ نکال دیا۔

رکوع نمبر 6

﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾

''اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رُخ کیا، اُس نے کہا: ''اُمید ہے کہ میرا رب سیدھی راہ کی طرف میری راہ نمائی کرے گا'' (22)

سوال: ﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رُخ کیا، اُس نے کہا: ''اُمید ہے کہ میرا رب سیدھی راہ کی طرف میری راہ نمائی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ﴾ ''اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رُخ کیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس راستے پر چل پڑے جو مدین کی طرف جاتا تھا۔ جہاں فرعون کی بادشاہت نہیں تھی جو جنوبی فلسطین میں واقع تھا۔

(2)﴿قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''اُس نے کہا: ''اُمید ہے کہ میرا رب سیدھی راہ کی طرف میری راہ نمائی کرے گا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستے پر ڈال دے گا جو مختصر ہو اور جو آسانی سے مدین پہنچاتا ہو۔

(3)(i) اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی فرمائی۔ (ii) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دنیا بھی سنور گئی اور آخرت بھی۔ (iii) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خود بھی ہدایت پائی اور دوسروں کو بھی ہدایت کا راستہ دکھانے لگ گئے۔

﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۙ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۭ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ﴾

''اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اُس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے تھے اور اُن سے الگ دو عورتوں کو پایا جو اپنے (جانوروں کو) روک رہی تھیں موسیٰ نے کہا: ''تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہم پانی نہیں پلاتیں یہاں تک کہ چرواہے پلا کر واپس لے جائیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں'' (23)

سوال: ﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ﴾ ''اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اُس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے تھے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر پہنچے، وہاں کی صورت حال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ﴾ ''اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر پہنچ گئے جہاں چرواہے اپنی اپنی بکریوں کو پانی پلا رہے تھے۔

(2) مدین سے مراد وہ قبیلہ ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا یوں اہل مدین اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام میں نسبی تعلق تھا۔

(3) ﴿وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا﴾ ''اور اُن سے الگ دو عورتوں کو پایا'' انہوں نے لوگوں سے الگ تھلگ دیکھا۔

(4) ﴿امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ﴾ ''جو اپنے جانوروں کو روک رہی تھیں'' دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ہیں۔

(5) کیونکہ وہ مردوں کے بخل اور عدم مروت کی بنا پر، ان سے مزاحم ہونے سے عاجز تھیں۔ (تفسیر سعدی: 1982/2)

(6) وہ دونوں سیدنا شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں۔ (7) ﴿قَالَ﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

(8) ﴿مَا خَطْبُكُمَا﴾ ''تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟'' تمہیں کیا پریشانی ہے۔

(9) ﴿قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم پانی نہیں پلا سکتیں یہاں تک کہ چرواہے اپنی بکریاں نکال لے جائیں'' انہوں نے کہا: بکریوں کو پانی پلانے کے لئے ہماری باری سب سے آخر میں آتی ہے۔

(10) ﴿وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ﴾ ''اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں'' جو مویشیوں کو پانی نہیں پلا سکتے۔ ہمارے گھرانے میں مرد نہیں ہیں اور نہ ہم میں قوت ہے کہ چرواہوں سے جلدی باری لینے کا کہہ سکیں۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مدین کے گھاٹ پر کیا دیکھا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ گھاٹ پر لوگوں کا ہجوم ہے جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہا ہے۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عورتوں سے کیوں پوچھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلا رہیں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دل میں رحم آیا تھا اس لیے اُنہوں نے عورتوں سے جانوروں کو روکنے اور پانی نہ پلانے کا سبب پوچھا۔

﴿فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾

''چنانچہ اُس نے اُن دونوں کے (جانوروں کو) پانی پلا دیا، پھر وہ پلٹ کر سائے کی طرف چلا گیا تو اُس نے کہا: ''اے میرے رب جو بھلائی بھی آپ مجھ پر نازل کر دیں، یقیناً میں محتاج ہوں'' (24)

سوال 1: ﴿فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾ ''چنانچہ اُس نے اُن دونوں کے (جانوروں کو) پانی پلا دیا، پھر وہ پلٹ کر سائے کی طرف چلا گیا تو اُس نے کہا: ''اے میرے رب جو بھلائی بھی آپ مجھ پر نازل کر دیں، یقیناً میں محتاج ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَقٰى لَهُمَا﴾ ''چنانچہ اُس نے اُن دونوں کے (جانوروں کو) پانی پلا دیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رحم کرتے ہوئے، ترس کھا کر ان دونوں لڑکیوں کے جانوروں کو اجرت لئے بغیر پانی پلایا۔

(2) (i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پانی پلانے کے واقعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ سلیم الفطرت تھے، مروت والے تھے، عورتوں کو پہلے موقع دینا چاہتے تھے۔ (ii) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اگرچہ طویل صحرائی سفر سے تھکے ہوئے تھے۔ مزید سفر کے لیے کوئی سامان بھی نہیں تھا، دشمن پیچھا کر رہا تھا لیکن پھر بھی اُنہوں نے اُصول کے مطابق کام کیا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ تربیت یافتہ اور شریف النفس تھے۔

(3) ﴿ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ﴾ ''پھر وہ سائے کی طرف چلا گیا'' طویل سفر کے بعد تھکاوٹ ہو گئی تھی، آرام کرنے کے لئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سائے میں آ گئے۔

(4) ﴿فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾ ''پھر اُس نے کہا: ''اے میرے ربّ! یقیناً جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے، میں محتاج ہوں یعنی اے میرے رب! تو جو بھلائی بھی مجھے عطا کرے میں فقیر اور محتاج ہوں۔

(5) یعنی تو جو بھلائی میری طرف بھیجے اور میرے لئے مہیا کرے میں اس کا محتاج ہوں۔ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اپنی زبان حال کے ذریعے سے دعا تھی اور زبان حال کے ذریعے سے دعا کرنا زبان قال کے ذریعے سے دعا کرنے سے زیادہ بلیغ ہے، وہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ (تفسیر سعدی: 1983,1982/3)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے بھاگے تو ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی سبزیاں اور درختوں کے پتے کھا کر راستہ طے کرتے رہے۔ جب مدین پہنچے اور بکریوں کو پانی پلا کر سایہ میں بیٹھے تو بھوک کے مارے ان کا پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا اس حال میں انہوں نے یہ دعا کی سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے علم و حکمت کے لئے دعا کی تھی اور خیر سے یہاں یہی مراد ہے۔ (ابن کثیر) (اشرف الحواشی: 464/1)

(7) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی توجہ الی اللہ، ان کا انس، ان کا تعلق ان کی استعانت کی دعاؤں سے پتہ چلتا ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کسی لمحے رب سے بے خبر نہیں رہے، اپنی ہر کیفیت، اپنے سارے حالات اپنے رب کے سامنے رکھ کر رب سے مدد طلب کرتے رہے۔

سوال 2: خیر سے کیا مراد ہے؟

جواب: خیر سے مراد کھانا، بھلائی کے کام، عبادات، مال، قوت، طاقت وغیرہ۔

﴿فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''تو اُن دونوں میں سے ایک انتہائی شرم وحیا کے ساتھ چل کر اُس کے پاس آئی، اُس نے کہا: ''یقینا میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لیے جو پانی پلایا اُس کا آپ کو بدلہ دیں۔'' تو جب وہ اُس کے پاس آیا اور اُس سے سارا حال بیان کیا، اُس نے کہا: ''ڈرو نہیں تم نے ظالم قوم سے نجات پائی ہے'' (25)

سوال 1: ﴿فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾ ''تو اُن دونوں میں سے ایک انتہائی شرم وحیا کے ساتھ چل کر اُس کے پاس آئی، اُس نے کہا: ''یقیناً میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لیے جو پانی پلایا اُس کا آپ کو بدلہ دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ﴾ ''پھر اُن دونوں میں سے ایک شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی اُس کے پاس آئی'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے دونوں لڑکیوں کو جلدی گھر آتے دیکھا تو وجہ دریافت کی تو انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا۔ سیدنا شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو طلب کرنے کے لئے ایک بیٹی کو بھیجا کہ جاؤ انہیں بلا لاؤ۔ وہ بچی بلانے کے لئے گئی تو شرما رہی تھی۔

(2) یہ حیا اس عورت کی اچھی فطرت اور خلق حسن پر دلالت کرتی ہے۔ حیا اخلاق فاضلہ میں شمار ہوتی ہے۔ خاص طور پر عورتوں میں۔ یہ چیز اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان خواتین کے مویشیوں کو جو پانی پلایا تھا کسی نوکر یا غلام کی حیثیت سے نہیں پلایا تھا کہ جن سے عموماً شرمایا نہیں جاتا بلکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام تو عزت نفس رکھنے والے شخص تھے اس لئے اس عورت نے آپ کے جس حسن اخلاق کا مشاہدہ کیا وہ اس کی حیا کا موجب تھا۔ (تفسیر سعدی: 1983/2)

(3) قرآن حکیم میں لڑکی کی شرم وحیا کا ذکر کیا گیا ہے عورت وہی ہو جس میں حیا ہو کیونکہ بے باکی شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے، وہ اپنے بھائی کو شرم وحیا کے بارے میں وعظ ونصیحت کر رہا تھا (کہ اتنی شرم نہ کیا کر) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو، کیونکہ شرم تو ایمان میں سے

ہے۔'' (بخاری،154)

(5) سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگلے نبیوں کی جو باتیں لوگوں کو ملیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تم شرم نہ کرو تو پھر جو چاہو کرو۔'' (بخاری:6120)

(6) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شرم وحیا سے ہمیشہ بھلائی ہی ملتی ہے۔ (بخاری:156)

(7) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو گھر کے کونے میں پردے کے پیچھے بیٹھی رہتی ہے۔ (بخاری:6032)

(8) ﴿قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾ ''اُس نے کہا: ''یقیناً میرے والد آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ نے ہمارے لیے جو پانی پلایا اُس کا آپ کو بدلہ دیں'' لڑکی نے کہا: میرے والد نے آپ کو مزدوری کے لئے طلب کیا ہے آپ پر کوئی احسان نہیں بلکہ ہم تو احسان کا بدلہ دینا چاہتے ہیں۔

سوال 2: ﴿فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ وقفه نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا اور اُس سے سارا حال بیان کیا۔ اُس نے کہا: ''ڈرو نہیں۔ تم نے ظالموں سے نجات پائی ہے کی وضاحت کریں۔

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ﴾ ''تو جب وہ اُس کے پاس آیا اور اُس سے سارا حال بیان کیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کے پاس گئے تو سارے واقعات سنائے کہ کس وجہ سے میں اپنے شہر کو چھوڑ کر نکلا ہوں۔

(2) ﴿قَالَ لَا تَخَفْ﴾ ''اُس نے کہا: ''ڈرو نہیں'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ خوف نہ کھاؤ۔

(3) ﴿نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ''تم نے ظالم قوم سے نجات پائی ہے'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظالموں سے نجات دے دی ہے۔ مطمئن رہو تم ان لوگوں کی حدود سے نکل آئے ہو۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے والد کے پاس جا کر کیا کہا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سارا حال کہہ سنایا یعنی مصر کے حالات اور فرعون کے مظالم کی داستان وغیرہ۔

سوال 4: عورتوں کے والد نے کس وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی تھی؟

جواب: عورتوں کے والد نے اس لیے تسلی دی تھی کہ مدین فرعون کی حکمرانی سے باہر تھا۔

﴿قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾

''اُن دونوں میں سے ایک نے کہا: ''اے میرے ابا جان! اسے اُجرت پر رکھ لیں۔ یقیناً بہترین آدمی جسے آپ اجرت پر رکھیں

مضبوط، امانت دار ہی ہے'' (26)

سوال 1: ﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾ ''اُن دونوں میں سے ایک نے کہا: ''اے میرے ابا جان! اسے اُجرت پر رکھ لیں۔ یقیناً بہترین آدمی جسے آپ اجرت پر رکھیں مضبوط، امانت دار ہی ہے'' سیدنا شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے قوت اور امانت کو بہترین ملازم کے اوصاف قرار دیئے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ﴾ ''اُن دونوں میں سے ایک نے کہا: ''اے میرے ابّا جان! اُس کو ملازم رکھ لیں'' سیدنا شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی نے ان سے درخواست کی کہ اس شخص کو ملازم رکھ لیں۔ یہ وہی بیٹی تھی جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بلانے گئی تھی۔ (2) یعنی آپ انہیں بکریاں چرانے کے لئے رکھ لیں۔

(3) ﴿اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾ ''یقینا بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں مضبوط، امانت دار ہے'' یعنی بہترین چرواہا، بہترین مزدور طاقت ور اور امانت دار ہوتا ہے۔

(4) بہترین ملازم وہ ہوتا ہے جس میں وہ کام کرنے کی قوت اور قدرت ہو جس کے لئے اسے ملازم رکھا گیا ہے اور اس میں خیانت نہ ہو اور وہ امین ہو۔ یہ دونوں صفات ہر اس شخص میں اہمیت دیئے جانے کے لائق ہیں جس کو کوئی منصب سونپا جائے یا اسے اجرت وغیرہ پر رکھا جائے۔ معاملات میں خلل اس وقت واقع ہوتا ہے جب دونوں اوصاف یا ان میں سے ایک وصف مفقود ہو۔ ان دونوں اوصاف کے اجتماع سے اس کام کی بدرجہ احسن تکمیل ہوتی ہے۔ اس عورت نے اپنے باپ کو مشورہ اس لئے دیا تھا کہ اس نے بکریوں کو پانی پلاتے وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور نشاط کا مشاہدہ کر لیا تھا جس سے اس نے آپ کی قوت کا اندازہ لگا لیا تھا اور اسی طرح اس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی امانت اور دیانت کو بھی پرکھ لیا تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں پر اس وقت اور اس حالت میں رحم کھایا تھا جب ان سے کسی فائدے کی امید نہ تھی آپ کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھا۔ (تفسیر سعدی: 1984,1983)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، روز قیامت تین آدمیوں کا میں مدمقابل ومخالف ہوں گا، ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر وعدہ خلافی کی، دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور بنا کر اس سے پورا کام لیا، لیکن اسے اس کی اجرت نہ دی۔'' (بخاری: 2270)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا ہے اس نے بکریاں ضرور چرائی ہیں۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اور آپ نے بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرایا کرتا تھا۔'' (بخاری: 2262)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''طاقتور مومن، کمزور مومن سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے

اور بھلائی بہر حال دونوں میں موجود ہے۔ جو چیز تجھے نفع دے اس کی حرص کر اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ اور عاجز نہ ہو۔'' (مسلم:6774)

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور امانت کو اُن عورتوں نے کہاں دیکھا تھا؟

جواب: (1) امانت کا اندازہ اس بات سے لگایا کہ جب ایک عورت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے گئی تو ہوا سے اس کی چادر کھل کھل جاتی تھی، تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں آگے چلتا ہوں تم میرے پیچھے چلو تا کہ میری نگاہ تم پر نہ پڑے راستے کی نشاندہی کے لیے کوئی کنکر یا پتھر پھینک دیا کرو۔ واللہ اعلم (ابن کثیر)

﴿قَالَ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰٓ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَٰنِيَ حِجَجٍ ۖ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ ۖ وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾

''اس نے کہا: ''یقیناً میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری مزدوری کرو، پھر اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری طرف سے احسان ہے اور میں تم پر مشقت کا ارادہ نہیں رکھتا، تم ان شاء اللہ جلد ہی مجھے نیک لوگوں میں سے پاؤ گے'' (27)

سوال 1: ﴿قَالَ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰٓ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَٰنِيَ حِجَجٍ ۖ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ﴾ ''یقیناً میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری مزدوری کرو، پھر اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری طرف سے احسان ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مزدوری پر رکھ لیا گیا اس کی کیا شرائط طے پائی تھیں؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

(2) ﴿إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰٓ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَٰنِيَ حِجَجٍ﴾ ''یقیناً میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس پر کہ تم آٹھ سال میری ملازمت کرو'' یعنی آپ آٹھ سال تک بکریاں چرانے کا کام اجرت پر کرو گے تو میں آپ کی شادی اپنی دونوں بیٹیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کروں گا۔

(3) کوئی بھی باپ اپنی بیٹی کے رشتے کی پیش کش کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی باپ صاف صاف اپنی بیٹیوں کا رشتہ پیش کرتے تھے جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی پیش کش سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کی تو دونوں خاموش رہے انہوں نے جب معذرت کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اچھا رشتہ مل جائے پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ ابن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے بیوہ ہوئیں۔ابن حذافہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے اور بدر کی جنگ میں شریک تھے ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں پیش کش کی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کروں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا چند دن میں نے انتظار کیا اس کے بعد وہ مجھ سے ملے اور کہا کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ابھی نکاح نہ کروں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کردوں۔(بخاری:5129)

(5) ﴿فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ﴾ ''پھر اگر دس سال پورے کردو تو تمہاری طرف سے احسان ہے'' یعنی اگر حسن سلوک کے طور پر دس سال پورے کردو تو یہ آپ کی مرضی ہے۔زائد مدت آپ پر واجب نہیں ہے۔آٹھ سال کافی ہیں۔

(6) سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے سوال کیا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کئے تھے یا دس سال؟ تو میں نے کہا، میں نہیں جانتا، البتہ میں عرب کے بہت بڑے عالم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤں گا اور ان سے پوچھوں گا، پھر میں ان کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا، آپ نے لمبی مدت پوری کی جو دونوں مدتوں میں بہتر تھی (یعنی دس سال) اور رسول اللہ ﷺ بھی جب کسی سے وعدہ کرتے تو پورا کرتے تھے۔(بخاری:2684)

سوال2: ﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ﴾ ''اور میں تم پر مشقت کا ارادہ نہیں رکھتا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے معاہدے کی مدت کے بارے میں تسلی رکھنے کے لئے جو وضاحت فرمائی، اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ﴾ ''اور میں تم پر مشقت کا ارادہ نہیں رکھتا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دلائی کہ میں زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتا کہ دس سال کی مدت مقرر کردوں اور مشقت والے کاموں کے لئے آپ کو ملازمت پر رکھوں۔آپ کو آسان کام کے لئے ملازمت دی جارہی ہے جس میں تکلیف نہیں ہے۔

(2) ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ ''تم ان شاء اللہ جلد ہی مجھے نیک لوگوں میں سے پاؤ گے'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ آپ مجھے نیک اور حسن معاملہ کرنے والا پاؤ گے۔(3) اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ دوسروں سے معاملات کرتے ہوئے ان کے لئے آسانیاں پیدا کرنی چاہیے اور حسن اخلاق سے کام لینا چاہیے۔

سوال3: عورتوں کے باپ نے اپنی بیٹی کے نکاح کی پیش کش کیوں کی؟

جواب: (1) بوڑھے باپ کے لیے کسی مرد کو گھر میں بطور ملازم رکھنا مشکل تھا۔

(2) نکاح ایک فطری رشتہ ہے جس کے بعد وہ مسائل پیدا نہیں ہوتے جو نوجوان لڑکے لڑکیوں کے اکٹھے رہنے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔

﴿قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہے، ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کردوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان ہے جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں'' (28)

سوال 1: ﴿قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہے، ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کردوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان ہے جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں'' سیدنا شعیب علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو معاہدہ طے پایا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ (2) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ بات'' یہ معاہدہ۔

(3) ﴿بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ﴾ ''میرے اور آپ کے درمیان طے ہے'' یعنی میرے اور آپ کے درمیان طے پا گیا۔ مجھے شرط منظور ہے کہ میں آٹھ سال کی مدت گزار لوں گا تو معاہدے کی شرط پوری ہو جائے گی۔ اور میری ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔

(4) ﴿اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ﴾ ''ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کردوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی'' یعنی آٹھ یا دس سال کی مدت میں سے جو بھی میں پوری کرلوں۔ یعنی آٹھ سال کو تو پورا کرنا واجب ہے مگر زائد کام کرنا چاہوں تو عطیے کے طور پر ہو گا۔ اور میرے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔

(5) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان ہے جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں'' یعنی معاہدے کی صحت پر اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتے ہیں یقیناً وہ نگہبانی کرنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے ہم نے کیا معاہدہ کیا اور یقیناً وہ حفاظت کرنے والا ہے۔ ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔

رکوع نمبر 7

﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ؕ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾

''پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کو چل پڑا، اُس نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی، اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا: ''ٹھہرو! یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لے آؤں یا کوئی آگ کا انگارہ تاکہ تم سینک سکو'' (29)

سوال1:﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا﴾ ''پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری کر دی اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کو چل پڑا، اُس نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور طور کی آگ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ﴾ ''پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کیے۔(بخاری:2684)

(2)﴿وَسَارَ بِاَهْلِهٖ﴾ ''اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کو چل پڑا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب اپنے گھر والوں کی ملاقات کا شوق ہوا تو انہوں نے ملاقات کا ارادہ کر لیا ان کا خیال تھا کہ اتنے عرصے میں قبطی قتل کے واقعے کو فراموش کر چکے ہوں گے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر والوں کو لے کر والدہ اور اپنے اہل خاندان سے ملنے کے لیے نکلے۔

(3)﴿اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا﴾ ''اس نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دور پہاڑ پر آگ روشن دیکھی۔

سوال2:﴿قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾ ''اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: ٹھہرو! یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لے آؤں یا کوئی آگ کا انگارہ تاکہ تم سینک سکو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آگ سے خبر اور سردی سے بچاؤ کے لیے انگارے لانے کا جو ذکر کیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب :(1)﴿قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ ''اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا: ٹھہرو! یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ آپ یہیں ٹھہریں۔

(2)﴿لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ﴾ ''شاید کہ میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لے آؤں'' میں آگ کے پاس جا کر راستے کے بارے میں کوئی خبر لے کر آتا ہوں۔

(3)﴿اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾ ''یا کوئی آگ کا انگارہ تاکہ تم سینک سکو'' یعنی میں آگ کا کوئی انگارہ اٹھالاتا ہوں تاکہ تم سردی سے بچاؤ کے لیے انگارے سینک سکو۔

﴿فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''چنانچہ جب وہ وہاں آیا تو وادی کے دائیں کنارے سے بابرکت ٹکڑے میں ایک درخت سے پکارا گیا:

''اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ تعالیٰ، جہانوں کا رب ہوں'' (30)

سوال: ﴿فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''چنانچہ جب وہ وہاں آیا تو وادی کے دائیں کنارے سے بابرکت ٹکڑے میں ایک درخت سے پکارا گیا: اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ تعالیٰ جہانوں کا رب ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر نبوت مل گئی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّآ اَتٰىهَا﴾ ''چنانچہ جب وہ وہاں آیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام طور کے پاس پہنچے۔

(2)﴿نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ﴾ ''تو وادی کے دائیں کنارے سے'' پہاڑ کے دائیں طرف مغربی جانب سے وادی کے کنارے سے آواز دی گئی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔'' (القصص:44)

(3)﴿فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ ''بابرکت ٹکڑے میں ایک درخت سے پکارا گیا'' پہاڑ کے دامن میں سرسبز درخت سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ (4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام حیران کھڑے تھے کیونکہ ہرے بھرے درخت سے آگ کا نکلنا حیرت انگیز ہے۔

(5) یہ شعلے اللہ تعالیٰ کی تجلّی کا نور تھا۔

(6)﴿اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ تعالیٰ، جہانوں کا رب ہوں'' پہاڑ کے دامن سے آواز دی گئی اے موسیٰ میں رب العالمین ہوں یعنی جو تم سے مخاطب ہے وہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(7) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی الوہیت اور ربوبیت کی خبر دی جس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اپنی عبادت کا حکم دے۔﴿اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''یقیناً میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' (طٰہٰ:14) (تفسیر سعدی:2/1985)

(8) یعنی اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کا رب ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اپنی ذات، صفات، اقوال میں مخلوق سے کسی قسم کی کوئی مشابہت نہیں رکھتا۔ اس جیسا کوئی نہیں۔

﴿وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ﴾

''اور یہ کہ اپنی لاٹھی پھینک دو۔ تو جب موسیٰ نے اُسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ اور پیچھے نہیں مڑا۔'' اے موسیٰ! آگے آؤ اور خوف نہ کھاؤ، یقیناً تم امن والوں میں سے ہو'' (31)

سوال 1:﴿وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ

الْاٰمِنِيْنَ﴾ ''اور یہ کہ اپنی لاٹھی پھینک دو تو جب موسیٰ نے اُسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ اور پیچھے نہیں مڑا۔ اے موسیٰ! آگے آؤ اور خوف نہ کھاؤ، یقیناً تم امن والوں میں سے ہو'' معجزے کا ظہور کیسے ہوا؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ﴾ ''اور یہ کہ اپنی لاٹھی پھینک دو'' رب العزت نے حکم دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا ڈال دو یعنی تمہارے ہاتھ میں جو لکڑی ہے اسے زمین پر رکھ دو۔ سورۃ طٰہٰ میں فرمایا: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (۱۷) قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (۱۸)﴾ ''اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟'' موسیٰ نے کہا: ''یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی ضرورتیں ہیں۔'' (طٰہٰ 20:17،18)

(2)﴿فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ﴾ ''تو جب موسیٰ نے اُسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو زمین پر ڈالا تو وہ فوراً ہی بڑا اژدر سانپ بن گیا۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سانپ کو تیزی سے بل کھاتے دیکھا۔

(3)﴿وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ﴾ ''تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے نہیں مڑا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام خوفناک منظر دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ایسی دہشت ناک کیفیت انسانوں پر طاری ہو جایا کرتی ہے۔

(4)﴿يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ﴾ ''اے موسیٰ! آگے آؤ اور خوف نہ کھاؤ، یقیناً تم امن والوں میں سے ہو'' پھر رب العزت نے پکارا ''اے موسیٰ علیہ السلام! کہاں بھاگ کر جا رہے ہو! سامنے آؤ تم امن اور سلامتی سے رہو گے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام دل مضبوط کر کے واپس تشریف لے گئے۔ یہ معجزہ تھا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے سے قبل مشاہدہ کروایا گیا تاکہ کامل یقین اور جرأت کے ساتھ فرعون کے پاس جائیں۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام سانپ کو دیکھ کر کیوں خوف کھا گئے تھے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ معجزہ ہے اس لیے خوف کھا گئے۔

﴿اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾

''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنے ساتھ ملا لو سو یہ تمہارے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں فرعون اور اُس کے سرداروں کے لئے یقیناً وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں'' (32)

سوال 1: ﴿اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ﴾ ''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا

ہوا نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لیے)'' بے عیب چمکتے ہاتھ کے معجزے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ﴾ ''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور معجزے کا مشاہدہ کروایا۔ رب العزت نے حکم دیا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو۔

(2) ﴿تَخْرُجْ﴾ ''نکلے گا'' ہاتھ سے نکلے گی۔

(3)﴿بَيْضَآءَ﴾ ''سفید چمکتا ہوا'' سفید روشنی۔

(4)﴿مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ﴾ ''بغیر کسی عیب کے'' یعنی بے عیب جس میں برص کے سفید داغ نہیں ہوں گے۔ یہ دوسرا معجزہ تھا جس کا مشاہدہ کروایا گیا تاکہ فرعون کے دربار میں یقین کے ساتھ دکھایا جا سکے۔

سوال 2:﴿وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ﴾ ''اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنے ساتھ ملا'' خوف دور کرنے کا طریقہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سکھایا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ﴾ ''اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنے ساتھ ملا لو'' رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خوف اور ڈر سے بچنے کے لیے حکم دیا کہ اپنے بازوؤں کو بھینچ لیں۔

(2) یعنی جب کبھی لاٹھی کے سانپ بن جانے سے تمہارے دل میں خوف پیدا ہو تو اپنا بازو اپنے بدن سے ملا لیا کرو تمہارا سب خوف جاتا رہے گا اور تم اپنے اندر قوت اور جرات محسوس کرنے لگو گے یا ایسا کرنے سے ہاتھ دوبارہ اپنی حالت میں نظر آئے گا۔ (قرطبی)(اشرف الحواشی:465/1)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہر ڈرنے والا جب اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیتا ہے تو اس کا ڈر زائل ہو جاتا ہے۔

(4) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اقتدا میں جو بھی گھبراہٹ کے موقع پر اپنے دل پر ہاتھ رکھے گا اس کا خوف دور ہو جائے گا۔ اور وہ ہلکا ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

سوال:3﴿فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''سو یہ تمہارے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں فرعون اور اُس کے سرداروں کے لئے یقیناً وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَذٰنِكَ﴾ ''سو یہ دو'' یعنی یہ دو معجزات عصا کا سانپ بن جانا اور ہاتھ کا گریبان سے بے عیب چمکتے ہوئے چاند کی طرح نکلنا۔

(2)﴿بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''تمہارے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قدرت اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر قطعی دلائل ہیں۔

(3)﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ﴾ ''فرعون اور اُس کے سرداروں کے لیے'' ان دونوں کو لے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف جاؤ۔

(4)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں'' یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جو اطاعت نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ اور اس

کے دین کی مخالفت کرتے ہیں۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡہُمۡ نَفۡسًا فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اُن میں سے ایک آدمی کو قتل کیا ہے چنانچہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے'' (33)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡہُمۡ نَفۡسًا فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اُن میں ایک آدمی کو قتل کیا ہے چنانچہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جاتے ہوئے اپنے جس اندیشے کا اظہار کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿رَبِّ اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡہُمۡ نَفۡسًا﴾ ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اُن میں سے ایک آدمی کو قتل کیا ہے'' اے میرے رب! میرے سے غیر ارادی طور پر ایک قبطی کا قتل ہو گیا۔

(3) ﴿فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ﴾ ''چنانچہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے'' مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے دیکھیں گے تو مار ڈالیں گے اور جس کام پر آپ نے مجھے بھیجنا ہے وہ ادھورا رہ جائے گا۔

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رکاوٹوں کا ذکر کیا تا کہ اللہ تعالیٰ مشکلات کا حل بتا دیں اور آسانیاں پیدا کر دیں۔

﴿وَاَخِیۡ ہٰرُوۡنُ ہُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ لِسَانًا فَاَرۡسِلۡہُ مَعِیَ رِدۡاً یُّصَدِّقُنِیۡۤ ۫ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ﴾

''میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے کہ وہ میری تائید کرے، یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے'' (34)

سوال: ﴿وَاَخِیۡ ہٰرُوۡنُ ہُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ لِسَانًا فَاَرۡسِلۡہُ مَعِیَ رِدۡاً یُّصَدِّقُنِیۡۤ ۫ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ﴾ ''میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے کہ وہ میری تائید کرے، یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے'' سیدنا ہارون علیہ السلام کو مددگار بنانے کی درخواست کا سبب کیا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَخِیۡ ہٰرُوۡنُ ہُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ لِسَانًا﴾ ''میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب العزت سے درخواست کی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا دیجیے اور اس کا سبب یہ بتایا کہ وہ فصاحت و بلاغت میں مجھ سے بڑھ کر ہیں۔ جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں فرمایا: ﴿وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ (۲۸) یَفۡقَہُوۡا قَوۡلِیۡ (۲۹) وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَہۡلِیۡ (۳۰) ہٰرُوۡنَ اَخِی (۳۱) اشۡدُدۡ بِہٖۤ اَزۡرِیۡ

(۳۱)وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ (۳۲)﴾ ''اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔تا کہ وہ میری بات سمجھیں۔اور میرے لیے میرے خاندان سے ایک معاون مقرر کردے۔ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے۔اور اس کو میرے کام میں شریک کردے۔'' (طٰہٰ:27-32)

(2)﴿فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ﴾ ''تو اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے کہ وہ میری تائید کرے'' میرے بھائی کو میرے ساتھ رسول بنادیں وہ میری تصدیق کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ میں سچا رسول ہوں۔

(3)﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ﴾ ''یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے وضاحت کی کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلادیں گے۔

﴿قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم جلد ہی تیرے بھائی کے ذریعے تیرا بازو مضبوط کریں گے۔اور ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے،سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے،ہماری نشانیوں کے ساتھ،تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے،غالب ہونے والے ہیں'' (35)

سوال:﴿قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم جلد ہی تیرے بھائی کے ذریعے تیرا بازو مضبوط کریں گے۔اور ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے، سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ،تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے، غالب ہونے والے ہیں' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبولیت دعا کی جو بشارت دی گئی اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' رب العزت نے فرمایا۔

(2)﴿سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ﴾ ''ہم جلد ہی تیرے بھائی کے ذریعے تیرا بازو مضبوط کریں گے'' ہم تمہارے بھائی سے تمہارے بازو مضبوط کردیں گے جس کے لیے تم نے نبوت کا سوال کیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً جو تم نے مانگا تجھے دے دیا گیا اے موسیٰ!'' (طٰہٰ:36)

(3)﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾ ''اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اُس کا بھائی ہارون نبی بنا کر اُسے عطا کیا'' (مریم:53)

(4)﴿وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا﴾ ''اور ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے،سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے'' رب العزت نے خوش خبری دی کہ ہم آپ کی دعوت کو غلبہ اور قوت دیں گے اور آپ کو اپنے دشمن کے مقابلے میں ہیبت عطا کریں گے۔

(5)﴿اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے، غالب ہونے والے ہیں'' رب العزت نے وعدہ کیا کہ تم اور تمہارے پیروکار غالب ہوں گے۔ دونوں کو خوش خبری دی کہ دنیا اور آخرت میں غلبہ تمہارا ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقینا بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔'' (المجادلہ:21)

(6)﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔'' (غافر:51)

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾

''پھر جب موسیٰ اُن کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''من گھڑت جادو کے سوا یہ کچھ بھی نہیں اور ہم نے یہ باتیں اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سُنیں'' (36)

سوال1:﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''پھر جب موسیٰ اُن کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''من گھڑت جادو کے سوا یہ کچھ بھی نہیں اور ہم نے یہ باتیں اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سُنیں'' فرعون کے سامنے معجزوں کا جو مظاہرہ ہوا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''پھر جب موسیٰ اُن کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے معجزات اور پیغامات کے ساتھ فرعون کے پاس گئے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام نے توحید کے لیے لاجواب کرنے والے دلائل دیئے۔ جب وہ دلائل کو سمجھ گئے اور معجزات کو پہچان گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔

(2)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' تو انہوں نے بغاوت، ضد اور ہٹ دھرمی سے کہا۔

(3)﴿مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى﴾ ''من گھڑت جادو کے سوا یہ کچھ بھی نہیں'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام جو معجزات لائے ہیں کہ یہ محض گھڑا ہوا جادو ہے محض چند کرتب ہیں جو اقتدار پر قبضہ جمانے کے لیے ہیں۔

(4)﴿وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور ہم نے یہ باتیں اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سُنیں۔'' جب انہوں نے اپنے سارے تیر چلا لیے تو کہنے لگا ہم نے پہلے باپ دادا سے تو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر سنا ہی نہیں۔ ہم نے پہلے لوگوں میں سے کسی شخص کو اس دین پر کبھی دیکھا ہی نہیں۔

سوال2: فرعون اور اُس کے سرداروں کو کون سی دعوت نئی لگی تھی؟

جواب: فرعون اور اُس کے سرداروں کو یہ دعوت نئی لگی تھی کہ کائنات میں صرف ایک رب ہی عبادت کے لائق ہے۔

سوال3: مشرکین مکہ کو کون سی دعوت نئی لگتی تھی؟

جواب: مشرکین مکہ نے بھی نبی ﷺ کے بارے میں یہ کہا تھا: ''اس نے تمام معبودوں کو ختم کر کے ایک ہی معبود بنا دیا ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''اور موسیٰ نے کہا: ''میرا رب اُس کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کی جناب سے ہدایت لے کر آیا ہے، اور اس شخص کو جس کے لیے گھر کا اچھا انجام ہوگا، یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' (37)

سوال1: ﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا: ''میرا رب اُس کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کی جناب سے ہدایت لے کر آیا ہے، اور اس شخص کو جس کے لیے گھر کا اچھا انجام ہوگا، یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ﴾ ''اور سیدنا موسیٰ نے کہا: ''میرا رب اُس کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کی جناب سے ہدایت لے کر آیا ہے، اور اس شخص کو جس کے لیے گھر کا اچھا انجام ہوگا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرے اور آپ سے زیادہ ہدایت کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے تو بات تو اُسی کی صحیح ہوگی جو اللہ کے پاس سے ہدایت لے آتا ہے اور جس کے لیے آخرت کا اچھا انجام ہو۔

(2) (i) اچھے انجام سے مراد آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے۔ (ii) اچھے انجام سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور مغفرت کا مستحق قرار پانا ہے۔ (iii) توحید کا اقرار کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرنے والے، اچھے انجام کے مستحق ہوں۔

(3) ﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' یعنی ظالموں کا انجام خسارہ، بربادی اور ہلاکت ہوتا ہے انہیں کبھی فلاح نصیب نہیں ہوتی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (سبا:24)

سوال2: ظالموں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ظالموں سے مراد مشرک اور کافر ہیں۔

سوال3: مشرک کیسے ظلم کرتا ہے؟

جواب: مشرک اللہ تعالیٰ کے مقام الوہیت پر ایسے لوگوں کو بٹھا دیتا ہے جو اس کا حق نہیں رکھتے۔

سوال4: کافر کیسے ظلم کرتا ہے؟

جواب: کافر اپنے رب کے اصل مقام سے ہی واقف نہیں ہوتا اور رب کا انکار کرتا ہے۔

سوال5: اصل کامیابی کس کو نصیب ہوگی؟

جواب: اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے جو مومنوں کو نصیب ہوگی۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے ظالموں سے آخری کامیابی کی نفی کر کے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان پر یہ ثابت کیا کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے دنیا کی عارضی کامیابیاں تو مشرکوں اور ظالموں کو بھی نصیب ہو جاتی ہیں لیکن یہ حقیقی کامیابی نہیں ہے۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور فرعون نے کہا: ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ، پھر میرے لیے ایک محل بنوا دو تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں، اور یقیناً میں ضرور اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں'' (38)

سوال1: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ فرعون کے خدائی کے دعوے کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا'' فرعون نے کفر اور سرکشی سے جھوٹا دعویٰ کرتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا'' فرعون نے کہا اے سردارو! اگر میرے سوا تمہارا کوئی معبود ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا۔ رب العزت نے سورۃ النازعات میں فرمایا: ﴿فَحَشَرَ فَنَادٰى (٢٣) فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (٢٤) فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (٢٥) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى (٢٦)﴾

''پھر اس نے جمع کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا: ''میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بلاشبہ اس میں یقیناً ہر اُس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔'' (النازعات:23-26)

(3) ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''تو اُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔'' (الزخرف:54)

(4) ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ ''فرعون نے کہا: ''اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا۔'' (الشعراء:29)

سوال 2: ﴿فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ، پھر میرے لیے ایک محل بنوا دو تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں، اور یقیناً میں ضرور اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں'' فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معبود کی تحقیق کے لیے ہامان سے بلند عمارت بنانے کا جو حکم دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ﴾ ''تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ'' فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معبود یعنی اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑانے کے لیے ہامان کو حکم دیا کہ بلند عمارت بناؤ تا کہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو آسمانوں پر جا کر جھانک سکوں۔ معبود کی تحقیق کا یہ عجیب و غریب انداز تسلیم کرنے کے لیے نہیں، رد کرنے کے لیے تھا۔

(2) ﴿وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور یقیناً میں ضرور اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں'' فرعون نے لوگوں کو تحقیق کا جھانسا دے کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا قرار دے دیا تھا۔

(3) س نے کتنی بڑی جسارت کی۔ بلکہ یہ کہا ''میں تمہارا اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا۔'' کیونکہ وہ ان کے نزدیک ایک عالم فاضل شخص تھا وہ جو بھی کوئی بات کرتا تھا وہ ان کے نزدیک حق ہوتی تھی اور وہ جو بھی کوئی حکم دیتا تھا اس کی اطاعت کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2/1988,1989)

سوال 3: ہامان کون تھا؟

جواب: ہامان فرعون کا وزیر، اس کا مشیر اور معاملات کا انتظام کرنے والا تھا۔

سوال 4: فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹوں میں سے کیوں گمان کیا؟

جواب: فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اس دعوے پر انہیں جھوٹا گمان کیا کہ اس کائنات کا ایک رب ہے۔

﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ﴾

''وہ اور اُس کے لشکر زمین میں ناحق بڑے بن بیٹھے اور انہوں نے گمان کیا کہ یقیناوہ ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جائیں گے''(39)

سوال:﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ﴾ ''وہ اور اُس کے لشکر زمین میں ناحق بڑے بن بیٹھے اور انہوں نے گمان کیا کہ یقیناوہ ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جائیں گے۔''فرعون اور اس کے لشکروں پر جو فرد جرم عائد کی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''وہ اور اُس کے لشکر زمین میں ناحق بڑے بن بیٹھے''فرعون اور اس کے لشکروں نے سرزمین مصر میں ناحق تکبر کیا،ظلم اور فساد برپا کیا۔

(2)تکبر سے مراد حق کے بغیر اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے(i)فرعون اور اس کے لشکروں نے یہ سمجھا تھا کہ لوٹ کر رب کے پاس نہیں جانا۔اس لیے اُنہوں نے تکبر کیا۔(ii)فرعون اور اس کے لشکروں نے ہٹ دھرمی کی وجہ سے تکبر کیا۔

(3)انہوں نے رسولوں کی دعوت کو تکبر سے ٹھکرا دیا اور ناحق یہ سمجھتے رہے کہ وہ اور ان کا طریقہ زندگی اعلیٰ وافضل ہے۔

(4)﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے گمان کیا کہ یقیناوہ ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جائیں گے''ان کے استکبار کے پیچھے بعث اور آخرت کا انکار تھا،اگر انہیں یقین ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا''(40)

سوال:﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾''تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا''فرعونیوں پر عذاب کی آمد کا سبب ان کا ظلم تھا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ﴾ ''تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا''اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکروں کو ان کے تکبر اور کفر کے سبب سمندر میں ڈبو دیا۔

(2)﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا'' رب العزت نے فرمایا ہے کہ آپ غور کریں کہ ظالموں کا کتنا برا انجام ہوا۔یہ ان کے اعمال کا وبال تھا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔بخاری ومسلم کے حوالے سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے پھر جب انہیں پکڑتا ہے تو بالکل برباد کر دیتا ہے۔(احسن التفاسیر)

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾

''اور ہم نے اُنہیں ایسے راہ نما بنادیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے، اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی'' (41)

سوال 1: ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُنہیں ایسے راہ نما بنادیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے، اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ ''اور ہم نے اُنہیں ایسے راہ نما بنادیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے'' رب العزت نے فرمایا کہ فرعون اور اس کے سردار ایسے لیڈر ہیں جو آگ کی طرف قوم کی راہ نمائی کرتے ہیں۔

(2) ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی'' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب سے بچانے کے لیے ان کی مدد نہیں کریں گے۔ وہ خود سے عذاب کو دور نہیں کر سکیں گے۔ جیسا کہ فرعون دنیا میں دوزخ کا راستہ دکھاتا ہے قیامت کے دن بھی دوزخ دکھائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ﴾ ''قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، چنانچہ اُنہیں وہ آگ پر پینے کے لیے لائے گا اور وہ بہت بُری پینے کی جگہ ہے جس پر پینے کے لیے آیا جائے۔'' (ہود:98)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی کو ہدایت (نیکی) کی دعوت دی اس کے لیے اس کی آواز پر لبیک کہنے والے تمام لوگوں کا ثواب ہوگا اور یہ چیز ان کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں کرے گی اور (ایسے ہی) جس شخص نے برائی کی طرف دعوت دی، اسے ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس کے پیچھے لگیں گے اور اس سے ان کے گناہ کم نہیں ہوں گے۔ (مسلم:6804)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو کن لوگوں کا پیشوا اور راہ نما بنادیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرنے والوں کا پیشوا بنادیا۔

﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾

''اور ہم نے اس دنیا میں بھی اُن کے پیچھے لعنت لگادی ہے اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے'' (42)

سوال: ﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اس دنیا میں بھی اُن کے پیچھے لعنت لگادی ہے اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً﴾ ''اور ہم نے اس دنیا میں بھی اُن کے پیچھے لعنت لگادی ہے'' فرعون اور آل فرعون کے پیچھے دنیا میں بھی لعنت لگادی یعنی کامل غرق ہونا اور کامل نقصان۔

(2) دنیا میں بھی جو ان کا ذکر کرتا ہے ان کو لعنت کردہ سمجھتا ہے۔

(3) ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ ''اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے'' یعنی قیامت کے دن فرعون اور آل فرعون اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوں گے۔

(4) ﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾ ''اور اس دنیا میں اُن کے پیچھے لگا دی گئی لعنت اور قیامت کے دن بھی، بہت بُرا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے۔ (ہود:99)

رکوع نمبر 8

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَاۗىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے دلائل، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' (43)

سوال: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَاۗىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے دلائل، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' اللہ رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات کے بارے میں بتایا ہے کہ ظالموں کو ہلاک کرنے کے بعد انھیں کتاب دی۔

(2) ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى﴾ ''پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد'' یعنی فرعون اور اس کی افواج کی ہلاکت اور اس سے پہلے کی وہ قومیں جو تباہ کی گئیں، قوم عاد، قوم ثمود کی ہلاکت کے بعد تورات عطا کی گئی۔

(3) یہ آیت دلیل ہے کہ تورات نازل کرنے کے بعد کوئی قوم عذاب سے ہلاک نہیں کی گئی۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنے قول کی شہادت میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن کثیر:116/4)

(4) ﴿بَصَاۗىِٕرَ لِلنَّاسِ﴾ ''جو لوگوں کے لیے دلائل'' اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی جس میں لوگوں کے لیے بصیرت ہے، یعنی اس میں ایسے اصول بیان کئے گئے ہیں جن کے ذریعے سے وہ دیکھ سکتے ہیں کہ کیا چیز ان کو فائدہ دیتی ہے اور کیا چیز ان کو نقصان دیتی ہے۔ پس اس سے نافرمان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے اور مومن اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تب

یہ کتاب مومن کے حق میں رحمت اور اس کے لئے راہ راست کی طرف راہنمائی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1990)

(5)﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں'' تورات کو دلیل، ہدایت اور رحمت بنا کر اس لیے بھیجا گیا تھا تا کہ لوگ حق کو پہچان لیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کریں اس سے نصیحت حاصل کریں، اس کے مطابق عمل کریں، پیغمبروں کی اطاعت کریں اور اس رحمت کے مستحق ہو جائیں۔

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

''اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے''(44)

سوال:﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔'' رحمت العالمین کی نبوت کی جو دلیل اس آیت میں دی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ﴾ ''اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے'' رب العزت نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ہمارے رسول آپ طور کی مغربی جانب موجود نہیں تھے۔

(2)﴿اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ﴾ ''جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا'' جب ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی۔

(3)﴿وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے'' آپ تو ان واقعات کا مشاہدہ کرنے والوں میں سے بھی نہیں تھے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا گیا۔ ان پر وحی نازل کی گئی اس وقت نہ آپ موجود تھے نہ وہ منظر دیکھنے والوں میں تھے بلکہ یہ سب کچھ غیب کی خبروں میں سے ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

(5) آپ پچھلے واقعات کی جو خبریں دے رہے ہیں اور جس طرح سے دے رہے ہیں گویا کہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں جب کہ آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی ہے۔

(6) سیدہ مریم علیہا السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد بھی رب العزت نے آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل دی ہے۔﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔''(آل عمران:44)

(7)﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ

لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ انہیں جانتے تھے نہ ہی آپ کی قوم، چنانچہ آپ صبر کریں، بلاشبہ اچھا انجام متقیوں کے لیے ہے۔'' (ہود:49)

(8)﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا اور جب وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے۔'' (یوسف:102)

﴿وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾

''لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں، پھر اُن پر طویل زمانہ گزرا اور آپ اہلِ مدین میں رہنے والے بھی نہ تھے کہ اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سنا رہے ہوتے مگر ہم ہی (رسول بنا کر) بھیجنے والے ہیں'' (45)

سوال1: ﴿وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾ ''لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں، پھر اُن پر طویل زمانہ گزرا اور آپ اہلِ مدین میں رہنے والے بھی نہ تھے کہ اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سنا رہے ہوتے مگر ہم ہی (رسول بنا کر) بھیجنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا﴾ ''لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں، اس سے مراد نبی ﷺ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کی اُمتیں ہیں۔

(2)﴿فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ ''پھر اُن پر طویل زمانہ گزرا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے لے کر دورِ نبوی تک تقریباً دو ہزار سال کی مدت ہے اور اس عرصہ میں تقریباً چالیس نسلیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی رہیں۔ مگر اس دوران ملک حجاز میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا۔ دو ہزار سال کے بعد سب سے آخری نبی محمد ﷺ البتہ ان لوگوں (اہل حجاز) کی طرف مبعوث ہوئے۔ (تیسیر القرآن:3/434)

(3) اس لیے اس طویل عرصے میں اللہ تعالیٰ کی آیات کو بھلا دیا گیا اور اب ایسے وقت میں نبی ﷺ کو مبعوث کیا جب اس علم کی شدید ضرورت تھی۔

(4)(i) لمبی مدت گزر جانے کی وجہ سے لوگ دین کو بھول گئے۔ (ii) اس کی وجہ سے شریعت کے احکامات بدل گئے۔ (iii) لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیا (iv) لمبی مدت گزرنے کے نتیجے میں ایک نبی کو مبعوث کرنے کی ضرورت پیدا ہو گئی۔

(5)﴿وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ ''اور آپ اہلِ مدین میں رہنے والے بھی نہ تھے کہ اُنہیں ہماری آیات

پڑھ کر سنا رہے ہوتے'' یعنی آپ ﷺ مدین میں بھی مقیم نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور مدین والوں کے بارے میں جو تعلیم دی ہے وہ بھی وحی کی بنا پر دی ہے۔

(6)﴿وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾ ''مگر ہم ہی (رسول بنا کر) بھیجنے والے ہیں'' یعنی ہم نے ہی آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور وحی بھیج کر ساری باتیں بتائیں۔

سوال 2: یہاں بہت سی قومیں نسلیں پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد نبی ﷺ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کی اُمتیں ہیں۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ تک مدین کے حالات کیسے پہنچے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ تک مدین کے حالات وحی کے ذریعے پہنچے ورنہ آپ مدین کے رہنے والے تو نہ تھے کہ آپ انہیں پچھلے واقعات تلاوت کر کے سناتے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو کس مقصد کے لیے بھیجا ہے؟

جواب: رسولوں کے پچھلے واقعات سے باخبر کرنے کے لیے اور برے انجام سے آگاہ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور آپ طور کے کنارے بھی نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا لیکن آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' (46)

سوال: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور آپ طور کے کنارے بھی نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا لیکن آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا﴾ ''اور آپ طور کے کنارے بھی نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا'' رب العزت نے فرمایا کہ اے نبی آپ ﷺ طور کی دائیں جانب بھی نہیں تھے جس جگہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ جب ہم نے آواز دی تھی آپ ﷺ کو اس کا کیسے پتہ چل سکتا تھا اگر ہم وحی نہ کرتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا: یہ کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ'' (الشعراء:10)

(2)﴿اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ ''جب اُس کے رب نے اُسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا۔'' (النازعات:16)

(3)﴿وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا﴾ ''اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب سے اُسے پکارا اور ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے اسے قریب کیا۔'' (مریم:52)

(4)''اس سے یہ ثابت کرنا مطلوب ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو واقعات پیش آئے آپ ان کے عینی شاہد نہیں تھے آپ اللہ تعالیٰ کے رسول نہ ہوتے تو آپ کو ان کے واقعات کا کیسے علم ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے آپ سچے رسول ہیں۔''

(5)﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں یقیناً کوئی فرشتہ ہوں، نہیں میں پیروی کرتا مگر جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، آپ کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے؟'' (الانعام:50)

(6)﴿وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ''لیکن آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے'' رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا آپ ﷺ پر وحی نازل کی گئی آپ کو جو علم عطا کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

(7)یہ امر متعین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو یہ حالات اور خبریں پہنچی ہیں۔

(8)﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا'' یعنی اے نبی آپ ﷺ پر وحی اس لیے نازل کی ہے کہ آپ ﷺ اہل مکہ، قریش اور سارے عرب کو خبردار کریں جن کے پاس پہلے کوئی نبی نہیں آیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰسٓ (۱) وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ (۲) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۳) عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۴) تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ (۵) لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَاۗؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (۶)﴾ ''یٰسٓ قسم ہے قرآن حکمت بھرے کی! بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر ہیں۔ یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے۔ تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کر دیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں۔'' (یٰسین:1-6)

(9)﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' یعنی شاید کہ وہ خیر اور شر کے فرق میں غور کریں، خیر کو لائحہ عمل بنائیں اور شر کو ترک کر دیں۔ جب آپ ﷺ اس بلند مقام پر فائز ہیں تو ان پر فرض ہے وہ آپ پر ایمان لانے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنے میں جلدی کریں جس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے نہ اس کا شکر ادا کیا جا سکتا ہے۔ اہل عرب کے لیے آپ کا انذار و تنذیر اس امر کی نفی نہیں کرتا کہ آپ کو دوسری قوموں کے لیے بھی مبعوث کیا گیا ہے۔ عربوں کے لیے انذار و تنذیر کی وجہ کہ آپ عرب تھے، آپ پر نازل کیا گیا قرآن عربی میں تھا اور آپ کی دعوت کے اولین مخاطب عرب تھے۔ اس لیے اصولی طور پر آپ کی دعوت عربوں کے لئے تھی

اور تبعاً دیگر قوموں کے لئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو۔'' (یونس:2) اور فرمایا:﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' (الاعراف:158)(تفسیر سعدی:2/1990,1992)

سوال2: آپ ﷺ طور کی دائیں جانب نہ تھے اس سے کیا ثابت کرنا مطلوب ہے؟

جواب: اس سے یہ ثابت کرنا مطلوب ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو واقعات پیش آئے آپ ان کے عینی شاہد نہیں تھے آپ اللہ کے رسول نہ ہوتے تو آپ کو ان واقعات کا کیسے علم ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ سچے رسول ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی رحمت کیا تھی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا آپ ﷺ پر وحی نازل کی گئی آپ کو جو علم عطا کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر کیوں بھیجا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس لیے نبی بنا کر بھیجا تا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو خبردار کردیں جن کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا گیا۔

سوال5: اہل عرب کے پاس کب سے کوئی نبی نہیں آیا تھا؟

جواب: اہل عرب کے پاس نبی ﷺ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ اُن کے اعمال کی وجہ سے اُن پر کوئی مصیبت آجاتی تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ہم ایمان والوں میں سے ہوجاتے'' (47)

سوال:﴿وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ اُن کے اعمال کی وجہ سے اُن پر کوئی مصیبت آجاتی تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ہم ایمان والوں میں سے ہوجاتے'' رسولوں کو حجت قائم کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ اُن کے اعمال کی وجہ سے اُن پر کوئی مصیبت آجاتی'' یعنی اے نبی ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے پاس اس لیے بھیجا ہے تا کہ ان پر ہماری حجت قائم ہو جائے۔ اگر ان پر ان کے کفر یا شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے تو یہ نہ کہہ سکیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ (۱۵۶) اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْۗءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ﴾ ''کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم ان کے (کتابوں کے) پڑھنے پڑھانے سے یقیناً غافل تھے۔ یا تم کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب اُتاری جاتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، تو بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آچکی ہے پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور ان سے کنارہ کشی اختیار کی؟ ہم انہیں جلد ہی بہت برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اس کے بدلے جو وہ کنارہ کشی اختیار کرتے تھے۔'' (الانعام: 157,156)

(2)﴿فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا﴾ ''تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟'' یعنی وہ یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ ان کے پاس تو کوئی نبی، کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تا کہ لوگوں کے لئے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:165)

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کو ختم کرنے کے لیے نبی ﷺ کو اُن کی طرف رسول بنا کر بھیجا کیونکہ طویل زمانہ گزرنے کی وجہ سے دعوت بھلائی جا چکی تھی۔

(4)﴿فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے'' اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کے لیے اس لیے رسول بھیجا کیونکہ اگر اللہ کا عذاب آتا تو یہ پکار اُٹھتے کہ کیوں نہ ہماری طرف رسول بھیجا گیا کہ ہم آپ کی آیات پر ایمان لاتے اور آپ کی تابعداری کرتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاۗءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اے اہلِ کتاب! یقیناً رسولوں کے ایک وقفے کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا ہے جو تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا، تو یقیناً تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آگیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (المائدہ:19)

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وقفه قف وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ﴾

''پھر جب اُن کے پاس ہماری جناب سے حق آ گیا تو اُنہوں نے کہا: ''اسے بھی کیوں نہ وہی کچھ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟'' اور کیا اُنہوں نے اُس کا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے موسیٰ کو دی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: ''دونوں جادوگر ہیں، انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے،'' اور انہوں نے کہا: ''یقیناً ہم ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں'' (48)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى﴾ ''پھر جب اُن کے پاس ہماری جناب سے حق آ گیا تو اُنہوں نے کہا: ''اسے بھی کیوں نہ وہی کچھ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟'' حجت قائم ہونے کے بعد عذاب آتا ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا﴾ ''پھر جب اُن کے پاس ہماری جناب سے حق آ گیا'' لوگوں نے کلام حق آنے کے بعد یہ اعتراض کیا کہ ہم پر وہ سب کچھ کیوں نہیں آیا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام دیئے گئے؟

(2) ﴿قَالُوْا﴾ ''اُنہوں نے کہا:'' قرآن کو جھٹلانے والوں نے کہا۔

(3) ﴿لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى﴾ ''اسے بھی کیوں نہ وہی کچھ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تمام کتاب اکٹھی نازل کی گئی اور رہی وہ کتاب جو ٹکڑوں کی صورت میں نازل ہوئی ہے۔ تو وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ ان کے اس قول میں کون سی دلیل ہے؟ اور یہ کونسا شبہ ہے کہ اگر کتاب ٹکڑوں میں نازل ہوئی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے؟ بلکہ یہ تو اس قرآن کا کمال ہے اور جس ہستی پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اعتنائے خاص ہے کہ اس نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اپنے رسول کو ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے اور مومنین کے ایمان میں اضافہ ہو۔ (سعدی: 21992)

سوال 2: ﴿اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور کیا اُنہوں نے اُس کا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے موسیٰ کو دی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: ''دونوں جادوگر ہیں، انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے،'' اور انہوں نے کہا: ''یقیناً ہم ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں'' کافر معجزات کو نہیں مانتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ﴾ ''کیا بھلا اُنہوں نے اُس چیز کا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے موسیٰ کو دی گئی تھی؟'' کیا انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات مقدس کا انکار نہیں کیا تھا۔

(2) قرآن کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پر قیاس کرنا ایسا قیاس ہے جسے یہ خود ہی توڑ رہے ہیں۔ یہ قرآن کریم کو ایک ایسی کتاب پر کیونکر

قیاس کرتے ہیں جس کا یہ انکار کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے ؟ (تفسیر سعدی:2/1992)

(3)﴿قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا﴾ ''انہوں نے کہا: ''دونوں جادوگر ہیں، انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے'' یعنی قرآن مجید اور تورات دونوں جادو ہیں۔ ان کی جادوگری کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوئے۔

(4)﴿وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''یقیناہم ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں'' اس سے مراد قرآن ہے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا۔ (5) اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی کہ یہ دونوں کتابوں اور دونوں رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔

﴿قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ پھر تم ہی اللہ تعالیٰ کی جناب سے کوئی کتاب لاؤ۔ جو ہدایت میں ان دونوں ہی سے بہتر ہو، میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم واقعی سچے ہو'' (49)

سوال:﴿قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ پھر تم ہی اللہ تعالیٰ کی جناب سے کوئی کتاب لاؤ۔ جو ہدایت میں ان دونوں ہی سے بہتر ہو، میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم واقعی سچے ہو'' رب العزت نے قرآن اور تورات پر جادوگری کے الزام کا جو جواب دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ پھر تم ہی اللہ تعالیٰ کی جناب سے کوئی کتاب لاؤ'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ آپ تورات اور قرآن کا انکار کرنے والوں سے کہہ دیں کہ آپ لوگ کوئی ایسی کتاب لے آئیں۔

(2)﴿هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ﴾ ''جو ہدایت میں ان دونوں ہی سے بہتر ہو'' جو تورات اور قرآن سے زیادہ ہدایت والی ہو جس سے حق ثابت ہو اور جس سے باطل کو رد کیا جا سکے۔(3)﴿اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم واقعی سچے ہو'' یعنی اگر تم ایسی کتاب لے آتے ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا۔

(4) اور وہ ایسی کتاب لانے پر قادر نہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ قرآن اور تورات جیسی کتاب تصنیف کر لائے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے، تب سے علم و ہدایت، بیان و تبیین اور مخلوق کے لیے رحمت کے اعتبار سے ان دو کتابوں جیسی کوئی اور کتاب وجود میں نہیں آئی۔ یہ داعی کا کمال انصاف ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اس کا مقصد حق اور رشد و ہدایت ہے اور وہ ایسی کتاب لے کر آیا ہے جو حق پر مشتمل ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے موافق ہے، اس لیے ان دونوں کے سامنے سرنگوں ہونا ہم پر واجب ہے کیونکہ دونوں کتابیں حق و ہدایت پر مشتمل ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ حق اور ہدایت پر مشتمل ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا۔ ورنہ میں ہدایت اور حق کو چھوڑ کر کسی ایسی کتاب کی اتباع نہیں کر سکتا جو ہدایت اور حق پر مشتمل نہ

ہو۔(سعدی:2/1993)(5)حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کا انکار حق کی طلب کی بنا پر نہیں تھا۔محض خواہش نفس کی وجہ سے تھا۔

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''(50)

سوال:﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ﴾''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ﴾''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں''اس سے مراد ہے کہ اگر یہ قرآن اور تورات سے زیادہ ہدایت والی کتاب پیش کرنے کی بات نہ مان سکیں۔

(2)﴿فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ﴾''تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں''آپ کو اچھے طریقے سے جان لینا چاہیے کہ انہوں نے حق اور ہدایت کو پہچان کر آپ ﷺ کا انکار نہیں کیا۔انہوں نے آپ ﷺ کی پیروی کو اس وجہ سے نہیں چھوڑا کہ وہ کسی اور پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو محض خواہشات نفس کی اتباع کرتے ہیں۔

(3)اس آیت میں دلیل ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کے قول کے خلاف قول کو اختیار کرتا ہے یا آپ ﷺ کی سنت کے خلاف کسی طریقے پر چلتا ہے وہ ہدایت کے راستے پر نہیں خواہشات کے راستے پر چل رہا ہے۔

سوال1:﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''خواہش نفس کی پیروی کرنے والے ہی گمراہ ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾''اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے''اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے دلیل لیے بغیر محض اپنی رائے، اپنی خواہش کا پیروکار ہو۔

(2)انسان کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انسان کتاب ہدایت کو چھوڑ کر نفس کی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰي عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰي سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰي بَصَرِهٖ

غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے''؟ (الجاثیہ:23)

(4) یہ شخص لوگوں میں گمراہ ترین شخص ہے کیونکہ اس کے سامنے ہدایت پیش کی گئی اور اسے صراط مستقیم دکھایا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام وتکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے، مگر اس نے اس راستے کی طرف التفات کیا نہ اس ہدایت کو قبول کیا۔ اس کے برعکس اس کی خواہش نفس نے اس کو اس راستے پر چلنے کی دعوت دی جو ہلاکت اور بدبختی کی گھاٹیوں کی طرف جاتا ہے اور وہ راہ ہدایت کو چھوڑ کر اس راستے پر گامزن ہو گیا۔ جس کا وصف ہو، کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گمراہ ہو سکتا ہے؟ اس کا ظلم وتعدی اور حق کے ساتھ اس کی عدم محبت اس بات کے موجب ہیں کہ وہ اپنی گمراہی پر جما رہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے محروم کر دے۔ (تفسیر سعدی:2/1993، 1994)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اُس کی طرح ہے جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا؟ اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی؟'' (محمد:14)

(5) سیدنا قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے، ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ﴾ ''یا اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے بری عادتوں اور برے عملوں اور بری خواہشوں سے۔ (ترمذی:3591)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ نے فرمایا ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں وہ کام مردود ہے۔'' (بخاری:2697)

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں حق سے منہ موڑتے ہیں جس کی وجہ حق کو قبول کرنے کی استعداد ختم ہو جاتی ہے پھر انسان کفر اور شرک میں بھٹکتا رہتا ہے اور اُسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

سوال 2: اگر آپ کی بات نہ مانیں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اگر یہ قرآن اور تورات سے زیادہ ہدایت والی کتاب پیش کرنے کی بات نہ مان سکیں۔

سوال 3: انسان کی سب سے بڑی گمراہی کیا ہے؟

جواب: سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انسان کتاب ہدایت کو چھوڑ کر نفس کی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت کیوں نہیں دیتا؟

جواب: ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں، حق سے منہ موڑتے ہیں جس کی وجہ حق کو قبول کرنے کی استعداد ختم ہو جاتی ہے پھر انسان کفر اور شرک میں بھٹکتا رہتا ہے اور اُسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

رکوع نمبر 9

﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُنہیں بات پہنچادی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' (51)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُنہیں بات پہنچادی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُنہیں بات پہنچادی ہے'' یعنی ہم نے انہیں پوری تفصیل سے وضاحت کے ساتھ اپنی بات پہنچادی ہے۔ اور اپنی رحمت سے تھوڑا تھوڑا کر کے بات کو پہنچایا ہے۔ کہ ہم نے پچھلے لوگوں کے ساتھ کیا کیا اور آئندہ آنے والوں کے ساتھ کیا کریں گے۔

(2) ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' جب ان پر آیات الٰہی بتکرار نازل ہوں گی۔ (تفسیر سعدی: 1994/2)

سوال 2: بات پہنچادینے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایک کتاب کے بعد دوسری کتاب رسولوں پر نازل کرتے رہے اور یوں اپنا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

سوال 3: انسانوں تک مسلسل پیغام پہنچانے کا مقصد کیا تھا؟

جواب: (1) پیغام پہچانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ بُرے انجام سے نصیحت حاصل کریں۔

(2) پیغام پہچانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ایمان لے آئیں۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں'' (52)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں'' اہل کتاب کے اولیاء اللہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے'' اس سے مراد اہل تورات اور اہل

انجیل ہیں ان کے علماء جو اولیاء اللہ ہیں۔

(2)﴿هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''وہ اس پر ایمان لاتے ہیں'' وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے تو وہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔'' (البقرہ:121)

(3)﴿وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور بے شک اہلِ کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو یقیناً ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے، یہی لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' (آل عمران:199)

(4)﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (۱۰۷) وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، یقیناً اس سے پہلے جن لوگوں کو علم دیا گیا جب اُن پر یہ پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا رب! یقیناً ہمارے رب کا وعدہ بلاشبہ ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے۔'' (بنی اسرائیل:108,107)

سوال2: وہ کون لوگ تھے جو کتاب بھی رکھتے تھے اور قرآن مجید پر بھی ایمان لائے تھے؟

جواب: (1)اس سے مراد وہ یہودی ہیں جو ایمان لے آئے مثلاً عبداللہ ابن سلام وغیرہ۔

(2)اس سے مراد وہ عیسائی بھی ہیں جو حبشہ سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور قرآن مجید سن کر اسلام لے آئے تھے۔

﴿وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ﴾

''اور جب وہ اُنہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں، یقیناً ہمارے رب کی جناب سے وہ حق ہے یقیناً ہم تو اس سے پہلے ہی فرماں بردار ہیں'' (53)

سوال1:﴿وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور جب وہ اُنہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں، یقیناً ہمارے رب کی جناب سے وہ حق ہے، یقیناً ہم تو اس سے پہلے

ہی فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ﴾ ''اور جب وہ اُنہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں'' یعنی جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ غور سے سنتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

(2)﴿اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ﴾ ''یقینا ہمارے رب کی جناب سے وہ حق ہے'' کیونکہ یہ ان کتابوں کے موافق ہے جنہیں انبیاء ورسل لے کر مبعوث ہوئے ہیں اور ان کتابوں میں جو کچھ مذکور ہے اس کے عین مطابق ہے، سچی خبروں اور حکمت پر مبنی اوامر ونواہی پر مشتمل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی شہادت مفید اور ان کا قول نفع مند ہے۔ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں، علم وبصیرت کی بنیاد پر کہتے ہیں کیونکہ وہ اہل خبر اور اہل کتاب ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا قرآن کو رد کرنا اور اس کی مخالفت کرنا ان کے لئے حجت ہونا تو کجا، وہ کسی شبہ پر بھی دلالت نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگ جاہل یا حق کے بارے میں معاند متجاہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا﴾ ''کہہ دو کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ یقینا جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان کے سامنے یہ پڑھا جاتا ہے، وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:107) (تفسیر سعدی:2/2000)

(3)﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ﴾ ''یقینا ہم تو اس سے پہلے ہی فرماں بردار ہیں'' یعنی وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں پہلے بھی اسلام لانے کی توفیق دی ہم اس پر قائم رہے اور اب ہم قرآن مجید پر ایمان لائے ہیں۔

سوال 2: کسی نبی کی دعوت پر ایمان لانے والے پہلے سے کیسے مسلمان تھے؟

جواب: نبیوں کی دعوت کا یہ سلسلہ رہا ہے کہ ایک نبی کی دعوت سے پہلے والے نبی نے دعوت دی یوں اس نبی پر لوگ ایمان لے آئے بعد میں اگلے نبی کے آنے پر اُس پر بھی ایمان لے آئے اور یوں پہلے بھی مسلمان تھے اور نئے نبی پر ایمان لا کر بھی مسلمان ہوئے۔

سوال 3: یہ بات رسول اللہ سے کن لوگوں نے کہی تھی کہ ہم پہلے سے مسلمان ہیں؟

جواب: یہ بات عیسائیوں اور یہودیوں میں سے ان لوگوں نے کہی جو قرآن کو سنتے ہی ایمان لے آئے کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔

سوال 4: کیا سابقہ دور میں بھی مسلمان موجود تھے؟

جواب: سارے انبیاء کو ماننے والے مسلمان ہی تھے یہودی، عیسائی وغیرہ جیسے نام تو لوگوں نے خود رکھ لیے تھے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں اُن کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا اُس کے بدلے جو انہوں نے صبر کیا، اور وہ بُرائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور ہم نے اُنہیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' (54)

سوال:﴿اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں ان کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا اُس کے بدلے جو انہوں نے صبر کیا، اور وہ بُرائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور ہم نے اُنہیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں ان کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا اُس کے بدلے جو انہوں نے صبر کیا'' یعنی جو لوگ دونوں کتابوں پر ایمان لائے تو انہیں دو دفعہ ایمان لانے کا دوہرا اجر ملے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنے عمل پر ثابت قدم رہے انہوں نے صبر کیا اور کوئی چیز انہیں ایمان سے ہٹا نہ سکی اس لیے ان کے لیے دوہرا اجر ہے۔

(2) صبر سے مراد ثابت قدمی ہے یعنی انبیاء اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لانے کے بعد جو حالات بھی پیش آئے اس میں ثابت قدم رہے۔

(3) ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے اپنے والد (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جنہیں دوگنا ثواب ملتا ہے اول وہ شخص جس کی کوئی لونڈی ہو، وہ اسے تعلیم دے اور تعلیم دینے میں اچھا طریقہ اختیار کرے، اسے ادب سکھائے اور اس میں اچھے طریقے سے کام لے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دوہرا اجر ملے گا، دوسرا وہ مومن جو اہل کتاب میں سے ہو کہ پہلے (اپنے نبی پر) ایمان لایا تھا، پھر نبی کریم ﷺ پر بھی ایمان لایا تو اسے بھی دوہرا اجر ملے گا، تیسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بھی ادائیگی کرتا ہے اور اپنے آقا کے ساتھ بھی بھلائی کرتا ہے۔ (بخاری:3011)

(4)﴿وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾ ''اور وہ بُرائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں'' (i) اس سے مراد بُرائی کا جواب بُرائی سے نہ دینا ہے۔

(ii) اس سے مراد بُرائی کا جواب نیکی سے دینا ہے یعنی معاف کر دینا اور درگزر کرنا۔

(5) یعنی ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ان کی عادت اور طریقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو کوئی قول و فعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے تو یہ اچھی بات اور اچھے فعل کے ذریعے سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس خلق عظیم کی فضیلت کا اچھی طرح علم ہے اور انہیں یہ بھی علم ہے کہ اس خلق عظیم کی توفیق کسی خوش قسمت ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/2000,200)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (۳۴) وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (۳۵)﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اُس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا گویا وہ دلی دوست ہے۔ اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔'' (حم السجدہ:35,34)

(7)﴿وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (۲۲) جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ (۲۳) سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (۲۴)﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور جو بھلائی سے بُرائی کو ہٹاتے ہیں ان ہی کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔ ابدی باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بھی جو ان کے آباء واجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے۔ تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا، سو کتنا ہی اچھا ہے اس گھر کا انجام!'' (الرعد:23,22)

(8)﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' یعنی وہ اپنے فاضل مالوں کا صدقہ کرتے ہیں۔

(9)(i) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ وہ شخص کرسکتا ہے جو اپنی خواہشات پر قابو پالے۔ (ii) وہ شخص انفاق کرسکتا ہے جو اعلیٰ اقتدار کو اہمیت دے

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (۸) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (۹) اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (۱۰) فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (۱۱) وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا (۱۲) مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (۱۳)﴾ ''اور وہ باجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ۔ بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے۔ اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشم دیا۔ وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی۔'' (الدھر:8-13)

﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾

''اور جب وہ بے ہودہ بات سُنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے'' (55)

سوال1: ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ
''اور جب وہ بے ہودہ بات سُنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے

لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے'' اللہ والے بری مجلسوں اور برے لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾ ''اور جب وہ بے ہودہ بات سُنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں'' یعنی اللہ والے نہ تو ایسی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں اور نہ ایسے لوگوں کے ساتھ ملتے جلتے ہیں جو بے ہودہ باتیں کرتے ہیں۔ ان کا طرزِ عمل ایسے مواقع پر یہ ہوتا ہے کہ وہ شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ ''اور جو لوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔'' (الفرقان:72) رحمن کے بندے لغو کاموں اور بے ہودہ باتوں سے بچتے ہیں۔

(2)﴿وَقَالُوْا﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' وہ اللہ والے کہتے ہیں۔

(3)﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾ ''کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں'' یعنی ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا۔ کوئی کسی دوسرے کے اعمال کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

(4)﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''تمہیں سلام ہو'' یعنی جب کوئی ان سے جہالت سے پیش آئے تو وہ بھلائی اور سلامتی کی دعا کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو۔'' (الفرقان:63)

(5)﴿لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے'' یعنی ہم جاہلوں کی طرح جواب نہیں دیں گے۔

(6) ہجرت حبشہ کے بعد جب حبشہ کے لوگ اسلام اور اس دعوت سے متعارف ہوئے تو وہاں سے بیس آدمی، جو عیسائی تھے اس غرض کے لئے مدینہ آئے کہ تحقیق کرلیں کہ پیغمبر اسلام کیسا شخص ہے؟ اور جب یہ لوگ آپ ﷺ سے ملے اور گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بڑے پرزور طریقہ پر آپ کی تصدیق اور تائید کی۔ اور جب یہ لوگ واپس حبشہ جا رہے تھے تو ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے آوازے کسے کہ ایسے احمقوں کے قافلے کو آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا جو ایک شخص کی تصدیق کے لئے آئے تھے۔ اور اب اس کے غلام بن کر اور اپنا دین چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب میں کہا: ہماری طرف سے تم پر سلام ہو ہم تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے نہیں دینا چاہتے۔ ہم میں اور تم میں جو جس حال پر ہے وہی کچھ اس کا حصہ ہے۔ ہم نے اپنے آپ کا بھلا چاہنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ (البدایہ والنہایہ:3/82)

سوال 2: لغو سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سے مراد دین کا مذاق اُڑانا ہے۔

سوال3: لغو کا عام مفہوم کیا ہے؟

جواب: اس کے عام مفہوم میں فضول باتیں، بے فائدہ کام، لاحاصل کلام ہے جس سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہو۔

سوال4: اہل ایمان لغو سن کر کیا کرتے ہیں؟

جواب: اہل ایمان لغو سے اعراض کرتے ہیں یعنی لغو کرنے والوں سے نہ غصہ کرتے ہیں، نہ انہیں روکتے ہیں، وہ انہیں چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں۔

سوال5: اہل ایمان اہل لغو سے کیسے الگ ہوتے ہیں؟

جواب: اہل ایمان اہل لغو سے اس خواہش کے ساتھ الگ ہو جاتے ہیں کہ کاش وہ بھی ہدایت پا جائیں۔

سوال6: جاہلوں کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: (1) قیمتی وقت ضائع کرنا۔ (2) لغو میں شریک ہونا۔

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾

''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے'' (56)

سوال: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے'' ہدایت دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے آیت کی کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے'' ہدایت دینا کسی نبی کا کام نہیں۔ نبی کا کام پیغام پہنچا دینا ہے۔ پیغام پہنچانے کے بعد آگے اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے نہ دے جسے وہ ہدایت نہیں دیتا اس میں بھی اس کی بڑی حکمتیں ہوتی ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ﴾ ''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں'' (البقرہ:270)

(3) ﴿وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ نے ابوطالب کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا؟ کیونکہ وہ تو آپ ﷺ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ ﷺ کی وجہ سے (لوگوں پر) غضبناک ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! وہ دوزخ کے اوپر کے حصے میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا (یعنی ان کے لیے دعا نہ کرتا) تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے حصے

میں ہوتے۔(مسلم:510)

(5)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے چچاابوطالب کا تذکرہ ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایاشاید کہ قیامت کے دن میری شفاعت سے ابوطالب کوفائدہ پہنچے کہ دوزخ کے اوپر والے حصے میں لایا جائے کہ جہاں آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس کی شدت سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا۔(مسلم:513)

(6)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:دوزخ والوں میں سے سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا اور اسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ (اُبل) کھول رہا ہوگا(مسلم:515)

(7)﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾''مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے''(i)اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت دیتے ہیں جسے ہدایت عطا کرنا چاہتے ہیں۔(ii)اللہ تعالیٰ کی کسی کی چاہت کی وجہ سے ہدایت کا فیصلہ نہیں کرتے۔(iii)اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت دیتے ہیں جو ہدایت کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔

(8)﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾''اور یقینا آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں''میں رسول اللہ ﷺ کے لئے ہدایت کا اثبات،تو یہ ہدایت بیان وارشاد ہے۔رسول اللہ ﷺ صراط مستقیم کو واضح کرتے ہیں لوگوں کو اس پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں اور لوگوں کو اس پر گامزن کرنے کی بھرپور جدوجہد کرتے ہیں۔رہی یہ بات کہ آیا آپ دلوں میں ایمان پیدا کرنے پر قادر ہیں اور فعل کی توفیق عطا کر سکتے ہیں۔تو حاشاوکلا!ایسا ہرگز نہیں۔لہذا اگر آپ اس پر قادر ہوتے تو آپ اس شخص کو ضرور ہدایت سے سرفراز فرماتے جس نے آپ پر احسان فرمایا تھا،جس نے آپ کو اپنی قوم سے بچایا اور آپ کی مدد کی۔یعنی آپ کا چچاابوطالب مگر آپ نے ابوطالب کو دین کی دعوت دی اور کامل خیرخواہی کے ساتھ اس پر احسان کیا اور یہ اس احسان سے بہت زیادہ ہے جو آپ کے چچا نے آپ کے ساتھ کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔(الشوریٰ:52)(تفسیر سعدی:2/2001,2002)

(9)﴿وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾''اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ چونکہ دلوں کا حال جانتا ہے اس لیے وہی اس کا علم رکھتا ہے کہ کس کے اندر قبول حق کی استعداد ہے اور کس کے اندر نہیں وہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا۔

(10)(سیدنا مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ)نے بیان کیا کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ وہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔نبی ﷺ نے فرمایا چچا!آپ صرف کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ دیجئے تاکہ اس کلمے کے ذریعے اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کروں۔اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بولے کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے؟نبی ﷺ بار بار ان سے یہی کہتے رہے(کہ آپ صرف یہی ایک کلمہ پڑھ لیں)اور یہ دونوں بھی اپنی بات ان کے سامنے بار بار دہراتے رہے(کہ کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے؟)آخر ابوطالب کی زبان سے جو آخری کلمہ نکلا کہ وہ عبدالمطلب کے

مذہب پر ہی قائم ہیں انہوں نے ''لاالہ الا اللہ'' پڑھنے سے انکار کر دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے طلب مغفرت کرتا رہوں گا تا آنکہ مجھے اس سے روک نہ دیا جائے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ''نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کریں'' اور خاص ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی نبی ﷺ سے کہا گیا کہ ''جس کو تم چاہو ہدایت نہیں کر سکتے البتہ اللہ ہدایت دیتا ہے اسے جس کے لیے وہ ہدایت چاہتا ہے۔'' (بخاری:4772)

﴿وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین ہی سے ہم اُچک لیے جائیں گے اور کیا ہم نے انہیں ایک پُرامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں'' (57)

سوال1: ﴿وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین ہی سے ہم اُچک لیے جائیں گے'' کافروں کے عذر ''مسلمان ہوں تو اچک لیے جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں'' اہل مکہ نے خوف کا اظہار کیا کہ اگر ہم اسلام قبول کر لیں گے تو ہمیں یہاں رہنے نہیں دیا جائے گا۔ ہم مالی لحاظ سے کمزور ہو جائیں گے۔

(2) ﴿نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا﴾ ''تو اپنی زمین ہی سے ہم اُچک لیے جائیں گے'' یعنی ہمیں قتل کر کے، قیدی بنا کر اور ہمارا مال ومتاع لوٹ کر زمین سے اچک لیا جائے گا کیونکہ لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں اور آپ کی مخالفت کرتے ہیں لہذا اگر ہم نے آپ کی اتباع کی تو ہمیں تمام لوگوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہم لوگوں کی دشمنی مول نہیں لے سکتے۔ ان کا یہ کلام اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کے سوءِ ظن پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو فتح ونصرت سے نوازے گا نہ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا، بلکہ اس کے برعکس وہ لوگوں کو اپنے دین کے حاملین پر غالب کرے گا جو انہیں بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ باطل حق پر غالب آ جائے گا۔ (تفسیر سعدی 2/2002،2003)

سوال2: ﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور کیا ہم نے انہیں ایک پُرامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا﴾ ''اور کیا ہم نے انہیں ایک پُرامن حرم میں جگہ نہیں دی'' رب العزت نے اہل مکہ کے عذر

کا جواب دیا ہے کہ یہ بتاؤ کہ کیا ہم نے حرم کو پرامن نہیں بنایا۔ تمہیں امن وامان والے شہر میں جگہ نہیں دی۔

(2) یعنی یہ کیسے ممکن ہے کہ جو اب تمہیں کفر اور شرک کی حالت میں امن سے رکھے وہ اسلام قبول کرنے کے بعد امن وامان سے نہ رکھے گا۔

(3) ﴿يُجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ ''جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں'' یعنی وہ علاقہ جہاں پھل پیدا نہیں ہوتے ہر قسم کے پھل، کھانے اور دیگر ساز وسامان کیسے کھینچا چلا آتا ہے۔ اس کثیر رزق پر انہیں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے اور نبی ﷺ کی اتباع کرنی چاہیے۔

(4) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں'' (i) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ امن کیسے ملے گا اور خوف کہاں سے ملتا ہے۔ (ii) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے خدشات کو کیسے دور کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اُن کے عذر کو غیر معقول قرار دیتے ہوئے ان سے پوچھا کہ کیا ہم نے انہیں امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان کو توجہ دلائی کہ کیا ہر طرف سے رزق کے طور پر پھل اُن کی طرف نہیں کھنچے آتے؟ اس کا مشاہدہ ہر سال لاکھوں افراد کرتے ہیں کہ دنیا کا بہترین رزق کیسے حرم تک پہنچتا ہے؟

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ﴾

''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اِتراتی تھیں تو وہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں اور ہم ہی وارث ہونے والے ہیں'' (58)

سوال 1: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اِتراتی تھیں تو وہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں اور ہم ہی وارث ہونے والے ہیں'' سرکشی میں مبتلا قوموں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اِتراتی تھیں'' رب العزت نے اہل مکہ کو تنبیہ کی ہے کہ ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں جو اپنی معشیت پر اترتی تھیں۔ ان قوموں نے سرکشی اختیار کی اور اللہ کا شکر ادا نہیں کیا تو رب العزت نے انہیں عذاب سے ہلاک کر دیا۔

(2)بستیوں کی ہلاکت کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اترانا اور ان کا شکر ادا نہ کرنا، اور حق کو نظر انداز کرنا ہے۔

(3)﴿فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''تو وہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں'' یعنی جب عذاب آیا تو ایسی تباہی آئی کہ پھر وہ بستیاں کبھی آباد نہ ہوئیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴾ ''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔'' (الحج:45)

(4)﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو پُر امن اور مطمئن تھی، اُس کا رزق وافر مقدار میں اُس کے پاس ہر جگہ سے آ رہا تھا پھر اُس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا اس کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (النحل:112)

(5)﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور ہم ہی وارث ہونے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا وارث ہے یعنی وہ بستیاں اب اجاڑ کھنڈر ہیں جن میں کوئی رہنے والا نہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے بستیوں کی ہلاکت کو سمجھانے کے لیے کیا فرمایا؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ عاد، ثمود، سبا، مدین وغیرہ کی تباہ حال بستیاں ہیں ان کے کھنڈروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو اپنے تکبر کے بعد یہ تھوڑا عرصہ ہی اپنے علاقوں میں بسے ہیں۔

(2)اللہ تعالیٰ نے مزید توجہ دلائی کہ دیکھو ہم ہی وارث ہوئے ہیں ان میں سے کوئی نہ رہا جو ان کا وارث بنتا۔

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾

''اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں رسول بھیج دے جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے، اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوں'' (59)

سوال:﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں رسول بھیج دے جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے، اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ﴾ ''اور آپ کا رب نہیں'' یعنی اے رسول ﷺ آپ کا رب ایسا نہیں ہے کہ

(2)﴿مُهْلِكَ الْقُرٰى﴾ ''بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں'' وہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کردے۔

(3)﴿حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا﴾ ''یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں رسول بھیج دے'' یعنی جب تک کہ رسول بھیج کر انہیں خبردار اور بے دار نہیں کر دیتا۔ جیسا کہ ام القریٰ مکہ میں آخری رسول بھیجا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کردیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں۔'' (الانعام:92)

(4) نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا:﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَۨا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' (الاعراف:158)

(5)﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ ''جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے'' یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی طرف رسول بھیج کر انہیں اپنا پیغام نہ پہنچادے۔ اور رسول، اللہ تعالیٰ کی آیات کو پڑھ کر سناتا ہے۔

(6)﴿وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوں'' اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ بستیوں کے رہنے والوں کے ظلم کی وجہ سے انہیں تباہ کرتا ہے۔

(7) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہترین ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، تو کیا نہیں تم سمجھتے؟'' (60)

سوال:﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ

تمہیں دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہترین ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، تو کیا نہیں تم سمجھتے ؟'' دنیا ناپائیدار اور فانی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے'' رب العزت نے خطاب کیا ہے ان سب لوگوں سے جو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں کہ یہ مال ومتاع، لذتیں جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے۔

(2)﴿فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا﴾ ''سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے'' یعنی مخلوق کو جو کچھ بھی عطا کیا گیا ہے وہ صرف دنیا کی متاع اور زینت ہیں۔ بندہ تھوڑے وقت کے لیے ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۶)﴾ ''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور جن لوگوں نے صبر کیا یقیناً انہیں ہم ضرور زیادہ اچھا بدلہ دیں گے اس کا جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (النحل:96)

(3)﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ ''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہترین ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' یعنی جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ ہمیشہ رہنے والی بھی ہیں اور اپنے اوصاف کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔

(4)﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا نہیں تم سمجھتے'' کیا تم لوگوں میں عقل نہیں جس کے ذریعے سے تم دونوں امور کے مابین موازنہ کر سکو کہ کون سی زندگی ترجیح دیئے جانے کی مستحق ہے اور کون سی زندگی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لئے بھاگ دوڑ کی جائے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنی عقل کے مطابق، آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور اگر کوئی آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے تو اس کا باعث اس کی کم عقلی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/2004,2005)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۱۶) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (۱۷)﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔'' (الاعلیٰ:16-17)

(6)﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔'' (ال عمران:198)

(7) سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بنی فہر کے بھائی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے کہ جس طرح تم سے کوئی آدمی اپنی انگلی اس (دریا) میں ڈال دے۔ یحییٰ نے شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور پھر اس انگلی کو نکال کر دیکھے کہ اس میں کیا لگتا ہے۔ (مسلم:7197)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیکوکار بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور کسی کان نے نہ سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی گمان وخیال پیدا ہوا۔ اللہ کی ان نعمتوں سے واقفیت اور آگاہی تو الگ رہی (ان کا کسی کو گمان وخیال بھی پیدا نہیں ہوا) پھر نبی ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ ''سو کسی

نفس مومن کو معلوم نہیں جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا (جنت میں) ان کے لئے چھپا کر رکھا گیا ہے، یہ بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا جو وہ دنیا میں کرتے رہے۔ (بخاری:4780)

رکوع نمبر 10

﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ﴾

''تو کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے، پس وہ اُس کو ملنے ہی والا ہے، اُس شخص کی مانند ہے جسے ہم نے دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ دیا ہے؟ پھر وہ قیامت کے دن حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا'' (61)

سوال1: ﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے، پس وہ اُس کو ملنے ہی والا ہے، اُس شخص کی مانند ہے جسے ہم نے دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ دیا ہے؟ پھر وہ قیامت کے دن حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا'' مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے، پس وہ اُس کو ملنے ہی والا ہے'' کیا وہ مومن جو ایمان لایا جو اطاعت کر کے اپنے آپ کو وعدہ حسن یعنی جنت کا مستحق بنا لیتا ہے۔ پھر اس وعدے کو اللہ کے اذن سے پانے والا ہے۔

(2) ﴿كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اس شخص کی مانند ہے جسے ہم نے دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ دیا ہے؟'' کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو جانوروں کی طرح کھاتا پیتا اور وہ نکاح کرتا ہے۔

(3) ﴿ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ﴾ ''پھر وہ قیامت کے دن حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا'' جو اللہ تعالیٰ کو اس کے وعدوں اور ڈراوں کو جھٹلاتا ہے۔ وہ دنیا کے تھوڑے سے عیش کے بعد قیامت کے دن عذاب میں حاضر ہونے والا ہے جس سے وہ کبھی نکلنے والا نہیں۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (٥٥) قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (٥٦) وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (٥٧) اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ (٥٨) اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''پس وہ جھانکے گا تو اسے جہنم کے درمیان دیکھے گا۔ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! قریب تھا کہ تم واقعی مجھے تباہ کر دیتے۔ اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں ان حاضر شدہ لوگوں میں ہوتا۔ تو کیا ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ مگر پہلی بار کی ہماری موت اور ہم کبھی عذاب دیے جانے والے نہیں

ہیں؟'' (الصّٰفّٰت:55-59)

(4)﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً جنوں کو معلوم ہے کہ یقیناً وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں۔'' (الصّٰفّٰت:158)

(5) اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے انسانوں کا نمونہ اس لیے پیش کیا ہے تا کہ لوگ اپنے لیے راستے کا انتخاب کر سکیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ دے رکھا ہوا اور وہ اُسے پانے والا ہے اور دوسرا وہ جسے دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ دے رکھا ہو پھر وہ قیامت کے دن عذاب میں حاضر ہونے والا بھی ہوگا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اب تم دیکھ لو تمہیں کون سا راستہ اختیار کرنا ہے؟

(6) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات کون سی دعا مانگا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے جو دعا مانگا کرتے تھے وہ یہ تھی: ﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔'' (مسلم:6840)

(7) عقل مند شخص کو اسی چیز کو ترجیح دینی چاہیے جو ترجیح دینے کے قابل ہو۔

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾

''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں پکار کر کہے گا: ''میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' (62)

سوال: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں پکار کر کہے گا: ''میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' قیامت کے دن مشرکوں کی شدید پوچھ گچھ کی وضاحت کریں؟

(1)﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ﴾ ''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں پکار کر کہے گا:'' قیامت کے دن رب العزت مشرکوں سے سوال کرے گا۔

(2)﴿فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ کہاں ہے ان کی طاقت جس سے وہ تمہیں نفع یا نقصان دیتے رہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:94)

(3) یہ مشرکوں کی ذلت کے لیے سوال کیا جائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے نام کی تم نیازیں دیتے تھے۔ کیا وہ تمہاری مدد کرنے کے قابل

ہیں؟ کیا وہ تمہیں میرے عذاب سے بچا سکتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ شریک جن کے بارے میں تم گمان رکھتے تھے۔

﴿قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾

''جن پر بات ثابت ہو چکی وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم نے انہیں ویسے ہی بہکایا جیسے ہم خود بہکے ہوئے تھے، ہم آپ کے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے'' (63)

سوال: ﴿قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا﴾ ''جن پر بات ثابت ہو چکی وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ﴾ ''جن پر بات ثابت ہو چکی وہ کہیں گے:'' اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پا چکے۔ (2) سردار اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیں گے اور کہیں گے۔

(3) ﴿رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں'' یعنی اے ہمارے رب یہی وہ پیروی کرنے والے ہیں۔

(4) ﴿الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا﴾ ''جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا'' جن کو ہم نے گمراہ کیا۔

(5) ﴿اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا﴾ ''ہم نے انہیں ویسے ہی بہکایا جیسے ہم خود بہکے ہوئے تھے۔'' یعنی جس طرح ہم گمراہ تھے اسی طرح ہم نے انہیں بھی گمراہ کیا ہم میں سے ہر ایک پر عذاب واجب ہو گیا۔

(6) ﴿تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ﴾ ''ہم آپ کے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں'' ہم ان سے ان کے عمل سے ان کی عبادت سے دست بردار اور بے زار ہیں۔ (7) ﴿مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''یہ ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے'' یعنی یہ ہماری عبادت نہیں شیطان کی عبادت کرتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز نہیں! جلدی ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔'' (مریم: 82,81)

(8) ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۗ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾ ''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی وہ کہیں گے: ''کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم بھی ان سے

بالکل بے تعلق ہو جائیں جیسا کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے''۔اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں۔'' (البقرہ:167,166)

﴿وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ﴾

''اور کہا جائے گا: ''اپنے شریکوں کو بلاؤ'' سو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ اُنہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب دیکھ لیں گے کاش کہ واقعتاً وہ ہدایت پا جاتے!'' (64)

سوال: ﴿وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور کہا جائے گا: ''اپنے شریکوں کو بلاؤ'' سو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ اُنہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب دیکھ لیں گے کاش کہ واقعتا وہ ہدایت پا جاتے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ﴾ ''اور کہا جائے گا: ''اپنے شریکوں کو بلاؤ'' اس سے مراد ہے کہ ان سے مدد کی درخواست کرو جیسے دُنیا میں کرتے تھے۔

(2) یعنی جن سے تمہیں امید تھی وہ تمہیں نفع پہنچائیں گے اور جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دور کر دیں گے انہیں پکارو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تا کہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔'' (مریم:81)

(3) ﴿فَدَعَوْهُمْ﴾ ''سو وہ انہیں پکاریں گے'' تا کہ وہ عذاب سے بچ جائیں۔

(4) ﴿فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ﴾ ''تو وہ اُنہیں کوئی جواب نہ دیں گے'' مگر ادھر سے جواب نہیں آئے گا۔

(5) ﴿وَرَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ''اور وہ عذاب دیکھ لیں گے۔'' وہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کو جھٹلایا کرتے تھے۔

(6) ﴿لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''کاش کہ واقعتا وہ ہدایت پا جاتے!'' وہ عذاب دیکھنے کے بعد تمنا کریں گے کاش وہ ہدایت پا لیتے۔ دنیا میں انہیں جنت کے راستہ کی طرف راہنمائی مل جاتی۔

(7) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ کل عذاب کو دیکھ لینے کے بعد یہ تمنا ہو گی کہ کاش ہدایت پا جاتے اب موقع ہے ہدایت کا راستہ کھلا ہے، فائدہ اُٹھا لیں۔

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) اُنہیں پکارے گا پس فرمائے گا: ''تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' (65)

سوال1:﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) اُنہیں پکارے گا پس فرمائے گا: ''تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' رسالت کے بارے میں جو سوال کیا جائے گا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ﴾ ''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) اُنہیں پکارے گا پس فرمائے گا:'' جس دن اللہ تعالیٰ ان سے پکار کر پوچھے گا۔

(2)﴿مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' تم نے پیغمبروں کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟ انہیں کیا جواب دیا تھا؟ کیا ان کی تصدیق کر کے ان کی پیروی کی تھی یا ان کو جھٹلا کر ان کی مخالفت کی تھی؟ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا: ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں کچھ علم نہیں، بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں۔'' (المائدہ:109)

(3)﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (92) عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (93)﴾ ''سو قسم ہے آپ کے رب کی! یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ اس کے متعلق جو عمل وہ کرتے تھے۔'' (الحجر:92-93)

(4)﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾ ''اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیات سناتے ہوں اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''ہم اپنے آپ پر خود گواہی دیتے ہیں۔'' اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا اور وہ اپنے آپ پر خلاف گواہی دیں گے کہ یقیناً وہی کافر تھے۔'' (الانعام:130)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میت دفنادی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو ''منکر'' اور دوسرے کو ''نکیر'' کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں میت سے پوچھتے ہیں، تم اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ (ترمذی:1071)

سوال2: اللہ تعالیٰ میدان حشر میں رسولوں پر ایمان کے بارے میں کیا سوال کریں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ یہ سوال کریں گے کہ تم نے نبیوں کو کیا جواب دیا۔ کیا تم نے ہدایت کی دعوت قبول کر لی تھی۔

﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَاۗءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ﴾

''تو اُس دن تمام خبریں اُن پر اندھی ہو جائیں گی سو وہ ایک دوسرے سے بھی نہیں پوچھیں گے'' (66)

سوال1:﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''تو اُس دن تمام خبریں اُن پر اندھی ہو جائیں گی سو وہ ایک دوسرے سے بھی نہیں پوچھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ﴾ ''تو اُس دن تمام خبریں اُن پر اندھی ہو جائیں گی۔'' خبر سے یہاں مراد دلائل ہیں باطل عقیدے کی خبر یا دلیل دنیا کی زندگی میں بھی درحقیقت کسی کے پاس نہیں ہے۔ دنیا میں بھی صرف کہانیاں، من گھڑت قصے اور مفروضہ کرامات ہیں آخرت میں جب اُن کی حقیقت کھل جائے گی تو یہ پتہ چلے گا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔

(2)﴿فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''سو وہ ایک دوسرے سے بھی نہیں پوچھیں گے۔'' وہ ایک دوسرے سے بھی سوال نہیں کر سکیں گے، نہ نسب کے بارے میں، نہ قرابت کے بارے۔ وہ سب کچھ دنیا میں تھا۔

سوال2: قیامت کے دن غیر اللہ کی عبادت کرنے والے ایک دوسرے سے سوال کیوں نہیں کریں گے؟

جواب: قیامت کے دن سوال نہ کرنے کا سبب یہ ہوگا کہ سب کو یقین ہوگا کہ وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔

﴿ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ﴾

''پس رہا وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو امید ہے وہ کامیاب لوگوں میں سے ہوگا'' (67)

سوال:﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ﴾ ''پس رہا وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو امید ہے وہ کامیاب لوگوں میں سے ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''پس رہا وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا'' قیامت کے دن وہ نجات پائے گا جو دنیا میں توبہ کر کے ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے۔

(2)﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ﴾ ''پس رہا وہ جس نے توبہ کی'' یعنی مشرکوں میں سے جس نے توبہ کی اور حق کی طرف رجوع کیا اور الوہیت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا اور عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا۔

(3)﴿وَاٰمَنَ﴾ ''اور ایمان لایا'' اور نبی ﷺ کی تصدیق کی۔

(4)﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیا'' اور اس کے مطابق عمل کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم دیا۔ (جامع البیان:100/20)

(5)﴿فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ﴾ ''تو امید ہے وہ کامیاب لوگوں میں سے ہوگا'' یعنی جن میں یہ خصوصیات جمع ہو جائیں وہ خوف سے نجات اور فلاح پا جائیں گے۔

(6) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا تو کہا: البتہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس کا توشہ اور

توشہ دان ایک اونٹ پر ہو، پھر وہ چلے اور ایک ایسے میدان میں پہنچے جہاں کھانا اور پانی نہ ہو اور دوپہر کا وقت ہو جائے وہ اترے اور ایک درخت کے تلے سو جائے، اس کی آنکھ لگ جائے اور اونٹ چل دے جب جاگے اور ایک اونچائی پر چڑھے تو اونٹ نہ پائے، پھر دوسری اونچائی پر چڑھے کچھ نہ دیکھے، پھر تیسری اونچائی پر چڑھے کچھ نہ دیکھے، پھر لوٹ کر اپنی اسی جگہ میں آئے جہاں سویا تھا اور وہ بیٹھا ہوا اتنے میں اس کا اونٹ چلتا ہوا آئے یہاں تک کہ اپنی نکیل اس کے ہاتھ میں دے دے، البتہ اللہ تعالیٰ کو بندہ کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جب وہ اپنا اونٹ اسی طرح پاتا ہے۔ (مسلم:6958)

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور انہیں کوئی اختیار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اُس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں'' (68)

سوال 1: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور انہیں کوئی اختیار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اُس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں'' اللہ تعالیٰ تخلیق اور اختیار میں منفرد ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' اے محمد ﷺ! آپ کا رب اپنی مخلوق میں سے جو اور جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے اسے جیسا چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے (ایسر التفاسیر:1117,1116)

(2) ﴿وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ ''اور جسے وہ چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور انہیں کوئی اختیار نہیں ہے'' (i) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے کوئی اپنی جانب سے تجویز نہیں دے سکتا نہ اس میں کوئی کمی بیشی کر سکتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ ہی مختلف مخلوقات کو مختلف فرائض کے لیے تیار کرتا ہے کسی کو کسی مخلوق کی حرکت، کسی فعل کے بارے میں کوئی اختیار نہیں سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ خلق اور اختیار میں تنہا ہے اس سے کوئی جھگڑ نہیں سکتا اس کا حکم کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کی مشیت پر عدم اور وجود کا دارومدار ہے خیر و شر اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں میں سے کسی کو کچھ بھی اختیار نہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ ''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو۔'' (الاحزاب:36)

(5)(i) اللہ تعالیٰ کو مختار کل سمجھ لینے والا کبھی پریشان نہیں ہوسکتا، نہ ہاتھ سے نکل جانے والی چیزوں کے بارے میں، نہ پیش آنے والے حادثات کے بارے میں۔(ii) اللہ تعالیٰ کے مختار کل ہونے کو سمجھ لینے والا کبھی تکبر اور اتراہٹ میں مبتلا نہیں ہوسکتا کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے بارے میں جان لیتا ہے کہ جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کسی کا کوئی کمال نہیں۔

(6)﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اُس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مشرکوں کے شرک اور باطل پرستوں کے باطل سے پاک قرار دیا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے مختار کل ہونے کی بات کس موقع پر کی گئی ہے؟

جواب: اہل مکہ نے کہا تھا کہ اگر ہم ہدایت کو قبول کرلیں تو اپنی زمین سے اُچک لیے جائیں اس کے لیے حساب کتاب کا منظر پیش کیا گیا اب یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ ان کے پاس تو امن اور خوف میں سے انتخاب کا اختیار بھی نہیں یعنی یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہی کام کرتا ہے۔

﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾

''اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' (69)

سوال: ﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی اسرار اور موز سے خبردار ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ﴾ ''اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں'' یعنی تیرا رب جانتا ہے جو کچھ وہ رسول کی عداوت کو شرک یا حق کی مخالفت میں سے کچھ بھی چھپاتے ہیں۔ (فتح القدیر: 229/1)

(2)﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔'' (ق:16)

(3)﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ﴾ ''اے ہمارے رب یقیناً آپ جانتے ہیں جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں۔'' (ابراہیم:38)

(4)﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''وہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔'' (التغابن:4)

(5)(i) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کون ہدایت چاہتا ہے اور کون

گمراہی۔(ii)اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ جاننے والا اختیار رکھتا ہے وہ جزا وسزا دے گا۔

﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں اور اُسی کی حکومت ہے اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے''(70)

سوال1:﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾''اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں اور اُسی کی حکومت ہے اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے''اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾''اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جسے چاہے چن لے۔وہ سارے اختیارات کا مالک ہے۔خلق اور اختیار اسی کا ہے۔

(2)﴿لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ﴾''اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں''اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں عدل اور حکمت ہے جس کی وجہ سے اسی کے لیے دنیا اور آخرت میں حمد ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾''اور وہ کہیں گے:''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں''سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے!''(الزمر:74)

(3)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:''اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے ہے،تو آسمان اور زمین اور اس میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے۔آسمان اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔تو سچا ہے،تیرا وعدہ سچا،تیری ملاقات سچی،تیرا فرمان سچا ہے،جنت سچ ہے،دوزخ سچ ہے، انبیاء علیہم السلام سچے ہیں،محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔''(بخاری:1120)

(4)﴿وَلَهُ الْحُكْمُ﴾''اور اُسی کی حکومت ہے''یعنی دنیا اور آخرت میں حکومت اسی کی ہے۔کوئی اس کا حکم نہیں ٹال سکتا وہی سب کے درمیان فیصلے کرتا ہے۔

(5)﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾''اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے''قیامت کے دن تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔وہ ہر ایک کو اس

کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس کا کوئی عمل کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

(6) اللہ رب العزت نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ انسان نے لوٹ کر اس کے پاس جانا ہے وہ پوری طرح اللہ کے قبضے میں ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دنیا اور آخرت میں حمد کیوں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے حمد اس لیے ہے کہ (1) وہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔ (2) وہ انصاف کرتا ہے۔

(3) وہ حکمت اور تدبیر اختیار کرتا ہے۔ (4) وہ انعامات عطا کرتا ہے۔ (5) وہی انجام تک پہنچاتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا حکم کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾

''آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟'' (71)

سوال 1: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ''آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟'' رات اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انسانوں پر احسان کرتے ہوئے ان کے لیے رات دن بنائے ہیں تاکہ وہ دن میں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کریں اور رات میں سکون کر کے تھکاوٹ دور کریں۔ کیا اس کی مخلوق میں سے کوئی ایسا ہے جو رات اور دن بنانے پر قدرت رکھتا ہو۔

(2) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ﴾ ''آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے کہا ہے کہ آپ ان سے کہیں کہ وہ غور کریں۔

(3) ﴿اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے'' یعنی غور کریں اگر قیامت تک ان کے لیے رات ہوتی تو نقصانات کے علاوہ وہ اس سے اکتا جاتے پھر یہ بتاؤ۔

(4) ﴿مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟'' اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون ہے جو دن کی روشنی لے آئے جس میں تم دیکھتے بھالتے اور اپنے کام کاج کرتے ہو۔

(5)﴿اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ''تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟'' یعنی جو بات تمہیں کہی جاتی ہے تم سنتے نہیں ہو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کو رات دن کے نظام سے اپنے اختیارات کی وسعت کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان سے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ اگر دن رات کا یہ نظام ختم کر کے ہمیشہ کے لیے تم پر رات مسلط کر دی جائے تو وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی عطا کرے گا کیا تم سنتے نہیں ہو؟

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟'' (72)

سوال: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟'' رات دن اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ﴾ ''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا'' آپ ان سے کہہ دیں غور کریں۔

(2)﴿اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے'' اگر قیامت تک اللہ تعالیٰ تم پر دن طاری کر دے تو کام کاج کر کے لوگ تھک جاتے، زندگی وبال ہو جاتی، تھکن کیسے دور ہوتی؟ نقصانات الگ ہوتے۔

(3)﴿مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے۔ جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون سی ہستی ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام کر لو۔

(4)﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نہیں دیکھتے؟'' تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے۔ اور یقین کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی معبود حقیقی ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کے نظام کے عادی انسان کے شعور کو بیدار کیا ہے کہ یہ بتاؤ اگر یہ دن ہمیشہ کے لیے دن ہو جائے، آرام کے لیے کبھی رات نہ آئے تو یہ بتاؤ وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں سکون کے لیے رات لا دے گا؟ کیا کسی کی اتنی قدرت ہے کہ وہ اتنے بڑے

واقعے کو ظہور میں لا سکے؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

(6) اللہ تعالیٰ نے رات ہمیشہ رہنے کا ذکر کیا تو فرمایا: ﴿اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ اور ہمیشہ دن کے رہنے کا ذکر کیا تو فرمایا: ﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ یہ اس لئے کہ دیکھنے کا کام روشنی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تاریکی میں انسان دیکھ تو نہیں سکتا سن ضرور سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن:442/3)

﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو'' (73)

سوال 1: ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو'' رات اور دن کا نظام اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں۔

(i) دن اور رات اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہمارے لیے نعمت بن گئے ہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے رات کو تاریک بنایا تا کہ سب لوگ آرام کریں اور کوئی کسی کی نیند اور آرام میں خلل نہ ڈالے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دن کو روشن بنایا تا کہ انسان اپنی تجارت اور کام کر سکے۔ اگر دن کی یہ روشنی نہ ہوتی تو انسان مشکلات میں مبتلا ہو جاتا۔

(2) ﴿لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ ''تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو'' تا کہ تم رات میں آرام کرو۔

(3) ﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو'' تا کہ دن میں کاروبار کرو، سفر کرو۔

(4) ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور تا کہ تم شکر کرو'' تا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی عبادت کر کے شکر ادا کرو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اُس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے۔'' (الفرقان:62)

(5) ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور ان کو روشن بنایا، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے واقعتاً نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔'' (یونس:67)

(6) ﴿وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ ''اور ہم نے تمہاری نیند کو باعث آرام بنایا۔ اور

ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا۔اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔'' (النبا:9-11)

(7) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کو وصیت کی اور فرمایا کہ جب بستر پر جانے لگو تو یہ دعا پڑھا کرو۔''اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی اور اپنا معاملہ تجھے سونپا اور اپنے آپ کو تیری طرف متوجہ کیا اور تجھ پر بھروسہ کیا، تیری طرف رغبت ہے تیرے خوف کی وجہ سے، تجھ سے تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جنہیں تو نے بھیجا۔'' پھر اگر وہ مرا تو فطرت (اسلام) پر مرے گا۔ (بخاری:6313)

(8) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ جب رات میں بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ کہتے ﴿اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا﴾ ''اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔'' اور جب آپ بیدار ہوتے تو کہتے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾ ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں زندہ کیا اس کے بعد کہ ہمیں موت (مراد نیند ہے) دے دی تھی اور تیری ہی طرف جانا ہے۔'' (بخاری:6314)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کی نعمتیں کیوں عطا کی ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں اس لیے عطا کی ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

(2) اپنی محبت اور خوف کے جذبات کو ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کر دے۔

(3) اپنی صلاحیتوں، قوتوں اور مال کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق استعمال کرے۔

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾

''اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا، پس وہ کہے گا: ''میرے شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' (74)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا، پس وہ کہے گا: ''میرے شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' قیامت کے دن مشرکوں کی باز پرس ہو گی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا، پس وہ کہے گا: ''میرے شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' اے ہمارے رسول ﷺ یاد کرو اس دن کو جب رب العزت پکاریں گے اور ان سے پوچھیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے رہے جو غیر اللہ کو عبادت کا مستحق سمجھتے رہے، جو یہ سمجھتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے بھی نفع نقصان کی طاقت رکھتے ہیں۔

(2) ﴿اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''میرے شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' اللہ تعالیٰ آواز دے کر پوچھیں

گے یہ بتاؤ کہ دنیا میں جن کو تم نے میرا شریک ٹھہرا رکھا تھا وہ سب کہاں گئے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (یونس:66)

(3) ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَاۗؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۲۲) ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۲۳) اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جنہوں نے شرک کیا کہ تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان کیا کرتے تھے؟۔ پھر ان کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔ آپ دیکھیں کیسے وہ جھوٹ بولیں گے اور وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔'' (الانعام:22-24)

(4) ﴿ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (۷۳) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''پھر اُن سے کہا جائے گا: ''وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا؟'' وہ کہیں گے: ''وہ ہم سے کھو گئے ہیں، بلکہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو پکارتے ہی نہ تھے۔'' اللہ تعالیٰ کافروں کو ایسے ہی گمراہ کرتا ہے۔'' (المومن:73,74)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد کے لیے کیسے انسانی شعور کو بیدار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم گمان رکھتے تھے؟ شرکاء کی چونکہ کوئی حقیقت نہیں اس لیے انسان کو بڑی شرمندگی کے منظر میں رکھ کر جھنجھوڑا گیا ہے کہ کل کے جواب کے لیے سوچ تو سہی کیا بنے گی؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ آج ناحق شرک چھوڑ دیں؟

﴿وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

''اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھینچ لائیں گے پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ یقیناً حق اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ بھی اُن سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' (75)

سوال 1: ﴿وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

''اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھینچ لائیں گے پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ یقیناً حق اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ بھی اُن سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' قیامت کے دن گواہیوں کے بعد ان سے جھوٹے معبود گم ہو جائیں گے،

آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا﴾ ''اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھینچ لائیں گے'' جب قیامت کے دن مشرک اور ان کے معبود اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کرے گا جو دنیا میں ان کے شرک پر گواہی دے گا۔ (2) گواہ سے مراد پیغمبر ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا، نبی ﷺ کو میں پڑھ کے سناؤں؟ وہ تو آپ صلی ﷺ پر ہی نازل ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کو سورۃ نساء سنانی شروع کی، جب میں ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری:4582)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔'' (البقرہ:143)

(5)﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (41) يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ ۚ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا (42)﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔ جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔'' (النساء:42,41)

(6)﴿قُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ﴾ ''پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل لاؤ'' یعنی اپنے شرک پر دلیل لاؤ کہ ہم نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا یا میرے رسولوں نے دیا تھا یا میری کتابوں میں حکم تھا۔ کیا تمہارے معبودوں میں سے کوئی ایسا ہے جو الوہیت کا مستحق ہو۔

(7)﴿فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ﴾ ''تو وہ جان لیں گے کہ یقیناً حق اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق اور سچائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(8)﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ ''اور وہ بھی اُن سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' اس دن ان سے وہ کچھ گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ مسکرائے۔ آپ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں بندے کی اس گفتگو کی وجہ سے مسکرایا ہوں، جو وہ اپنے مالک سے کرے گا۔ بندہ کہے گا اے میرے مالک! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا؟ (یعنی تو نے وعدہ کیا ہے کہ میں ظلم نہیں

کروں گا)۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جواب دے، گا کیوں نہیں! تو پھر بندہ کہے گا کہ آج میں اپنے اوپر سوائے اپنی ذات کے کسی اور کی گواہی کو جائز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اچھا! تیری ہی گواہی تیری ذات پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر بندہ کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کے اعضا (ہاتھ پاؤں وغیرہ) کو حکم ہوگا کہ بولو۔ تو وہ اس کے سارے اعمال بول کر بتادیں گے۔ پھر بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو بندہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ تمہارے لیے ہلاکت اور دوری ہو میں تو تمہارے ہی لیے جھگڑ رہا تھا (یعنی میرا مقصد تمہیں دوزخ سے بچانا تھا لیکن جب تم نے خود ہی اقرار کرلیا تو اب دوزخ میں جاؤ)۔ (مسلم:7439)

سوال 2: گواہوں سے کیا کہا جائے گا؟

جواب: گواہوں سے کہا جائے گا اپنی دلیلیں پیش کرو کہ پیغمبروں کی دعوت کے باوجود تم میرے ساتھ کیوں شریک ٹھہراتے تھے۔ اور میرے ساتھ اُن کی عبادت کیوں کرتے تھے اس کی دلیلیں پیش کرو۔

سوال 3: قیامت کے دن انسان کے شرک کے لیے گھڑے گئے واقعات کہاں جائیں گے؟

جواب: قیامت کے دن ساری افتراء پردازیاں کھو جائیں گی۔

سوال 4: قیامت کے دن کی گواہیوں کے بعد لوگوں پر حقیقت کیسے کھل جائے گی؟

جواب: قیامت کے دن جب شرک کا پول کھل جائے گا تب لوگ جان لیں گے کہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

رکوع نمبر 11

﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾

''یقیناً قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پس اس نے ان کے خلاف سرکشی کی اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ یقیناً اُن کی چابیاں بلاشبہ ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوئی تھیں، جب اُس کی قوم نے اُسے کہا ''اِتراؤ مت! یقیناً اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا'' (76)

سوال 1: ﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ﴾ ''یقیناً قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پس اس نے ان کے خلاف سرکشی کی اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ یقیناً اُن کی چابیاں بلاشبہ ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوئی تھیں'' قارون کے خزانوں نے اسے سرکش بنادیا آیت کی روشنی میں واضح

کریں؟

جواب: (1) مکہ تجارتی منڈی بھی بنا ہوا تھا۔ لہٰذا اس میں کئی کروڑ پتی سیٹھ موجود تھے۔ اور جہاں ماحول ہی سارا مادہ پرستانہ ہو اور کسی شخص کی بزرگی اور عزت کو محض دولت کے پیمانوں سے ماپا جاتا ہو۔ وہاں ایسے سیٹھ لوگوں کو جس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ بالکل ایسی ہی صورت حال قارون کی تھی جو ان سے بڑا سیٹھ تھا۔ اسی مناسبت سے اللہ نے یہاں قارون کی مثال بیان فرمائی ہے۔ (تیسیر القرآن:3/448,449) ﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى﴾ ''یقیناً قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا'' قارون قوم موسیٰ کا ایک شخص تھا مگر اپنی قوم کو چھوڑ کر فرعون کا وفادار بن گیا تھا۔ فرعون نے اس کو اپنا مقرب بنا لیا تھا اُس نے اتنا مال کمایا کہ وہ مصر کا سب سے رئیس شخص بن گیا دولت سے اُس کے اندر غرور اور تکبر آ گیا تھا یہودی کتابوں میں اس کا نام قورح Korah آیا ہے۔

(2) ﴿فَبَغٰى عَلَيْهِمْ﴾ ''پس اس نے ان کے خلاف سرکشی کی'' قارون کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔

(3) ﴿وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ﴾ ''اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ یقیناً اُن کی چابیاں بلاشبہ ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوئی تھیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ قارون کے احوال اور اس کے کرتوتوں اور ان کی پاداش میں اس کے ساتھ جو کیا گیا، اس کے ساتھ خیر خواہی اور جو اسے نصیحت کی گئی تھی ان سب کے بارے میں خبر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/2012)

سوال 2: ﴿اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ ''جب اُس کی قوم نے اُسے کہا ''اِترا ؤ مت! یقیناً اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ﴾ ''جب اُس کی قوم نے اُسے کہا'' جب قارون کی قوم نے خیر خواہی سے اسے سرکشی سے ڈرایا۔

(2) ﴿لَا تَفْرَحْ﴾ ''اِترا ؤ مت!'' بنی اسرائیل کے کچھ بزرگوں نے اسے ازراہ نصیحت کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تو اپنے آپ کو ضبط اور کنٹرول میں رکھو، بات بات پر اترانا کوئی اچھی بات نہیں ہوتی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

(3) یعنی دنیا پر نہ اتراؤ، مال پر فخر نہ کرو تم آخرت سے غافل ہو جاؤ گے۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا'' یعنی دنیا کی شان و شوکت پر فخر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

سوال 3: قارون کا واقعہ یہاں کس حوالے سے لایا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کرنے کے لیے کہ مال و ہنر کی وجہ سے جب لوگ سرکشی اختیار کریں تو اُن پر کیسے ہلاکت آتی ہے۔

سوال 4: قارون اپنی قوم پر کیسے ظلم کرنے لگ گیا تھا؟

جواب: (1) فرعون کی طرف سے قارون بنی اسرائیل پر عامل مقرر کیا گیا تھا اور وہ اپنی قوم پر ظلم کرتا تھا۔

(2) دولت پا کر قارون اپنی قوم کو ہلکا سمجھتا تھا۔

سوال 5: قارون کو اللہ تعالیٰ نے کتنے خزانے عطا کیے تھے؟

جواب: قارون کے خزانوں کی چابیوں کا بوجھ اتنا تھا کہ ایک طاقت ور جماعت بھی اسے اُٹھاتے ہوئے لڑکھڑاتی تھی۔

سوال 6: قوم موسیٰ نے قارون سے کیا کہا تھا؟

جواب (1) قوم موسیٰ نے قارون سے کہا تھا کہ اپنی دولت پر فخر وغرور نہ کرو۔

(2) قوم موسیٰ نے قارون کو بخل سے باز رہنے کو کہا تھا۔

﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اُس سے آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا میں سے اپنا حصہ مت بھلاؤ اور احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد تلاش نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' (77)

سوال 1: ﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اُس سے آخرت کا گھر تلاش کرو'' اللہ تعالیٰ کے کثیر مال کو نیک کاموں پر خرچ کرنے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَابْتَغِ﴾ ''اور تلاش کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے وہ کچھ طلب کرو جو اس کے پاس ہے۔

(2) ﴿فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ﴾ ''جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے'' جو دوسروں کو نہیں دیا۔

(3) ﴿الدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''آخرت کا گھر'' یعنی مال کو ان جگہوں پر خرچ کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اس سے آخرت سنورے گی۔

(4) اللہ تعالیٰ کے مال کو نیک کاموں پر لگاؤ اور اللہ کے راستے میں دے کر اس کا قرب حاصل کرو۔

سوال 2: ﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ ''اور دنیا میں سے اپنا حصہ مت بھلاؤ. دنیا کا حصہ نہیں بھولنا'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ ''اور دنیا میں سے اپنا حصہ مت بھلاؤ'' یعنی دنیا کا حصہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے جائز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حسب ضرورت کھانے، پینے، پہننے، گھر بنانے شادی کرنے بیوی بچوں پر اخراجات کرنے سے نہیں روکا۔

(2) یعنی سارا مال صدقہ نہ کرو بلکہ جیسے اپنی آخرت کے لیے خرچ کرنا ہے اسی طرح دنیا میں بھی فائدہ اٹھاؤ۔ جس سے نہ آخرت کے معاملات کو نقصان ہو نہ دنیا کا حصہ چھوٹے۔

(3)(i)اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں دنیا کے مباح کاموں پر خرچ کرنا ہے وہاں ضرور خرچ کرو مگر اعتدال کے ساتھ۔(ii)اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کا حق ہے ایسے ہی اپنے نفس کا بیوی بچوں، رشتے داروں کا حق ہے اس لیے ہر حق والے کو اس کا حق دے دو۔

(4) تیرے رب کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے تو ہر حق دار کو اس کا حق دے دو۔

(تفسیر منیر:529/10)

سوال3:﴿وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد تلاش نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾ ''اور احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے''(i)اللہ تعالیٰ کے احسان کرنے سے مراد مال عطا کرنا ہے۔(ii)لوگوں پر احسان کرنے سے مراد ان پر مال خرچ کرنا ہے۔

(2)یعنی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے احسان کرو۔(جامع البیان)

(3)جس طرح تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور کرم ہے اسی طرح اس کی مخلوق سے بھی حسن سلوک کرو۔

(4)یہاں احسان سے مراد ''خلوص سے اللہ کی عبادت کرنا'' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے احسان کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو بعض نے یہاں ''احسن'' کے معنی بندوں کے ساتھ احسان کرنا'' لیے ہیں بہرحال احسان کی تاویل میں مختلف اقوال ہیں سب کا جامع مفہوم یہ ہے کہ ''اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اطاعت الٰہی میں صرف کرنا۔'' (قرطبی،شوکانی)(اشرف الحواشی:172/1)

(5)﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور زمین میں فساد تلاش نہ کرو''یعنی اللہ تعالیٰ کے احسان کو بھول کر،اس کی نافرمانیاں کر کے،تکبر کر کے زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

(6)(i)زمین میں مخلوق خدا کے ساتھ بدسلوکی کر کے فساد پھیلتا ہے۔(ii)زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے سے فساد پھیلتا ہے

(7)ایک شخص کے پاس بہت دولت ہے۔اس کی ضرورتوں سے بہت روپیہ بچ رہتا ہے۔دوسرے انسان محتاج ہیں۔ان کی حالت کی اصلاح کی ضرورت ہے۔مگر وہ شخص اپنے خزانے مقفل رکھتا ہے اور خدا کے بندوں کے لیے خدا کی بخشی ہوئی دولت میں سے کچھ نکالنا نہیں چاہتا(تو یہ فساد ہے)(تفسیر ترجمان القرآن:146/3)

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ شر پسندوں کو،فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتا ہے۔

(9) قوم موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اس طرح اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا شعور دلا کر اسے فساد سے روکنے کی کوشش کی۔

سوال 4: دنیا کے مباحات کیا ہیں؟

جواب: دنیا کے مباحات سے مراد کھانا، پینا، لباس، گھر وغیرہ۔

﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾

''اُس نے کہا: ''بلاشبہ یہ مجھے ایک علم کی بنا پر ہی دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔'' اور کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُس سے پہلے یقیناً کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اُس سے زیادہ قوت اور اُس سے زیادہ جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے اُن کے گناہ پوچھے نہیں جاتے'' (78)

سوال 1: ﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ﴾ ''اُس نے کہا: ''بلاشبہ یہ مجھے ایک علم کی بنا پر ہی دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے'' قوم کی نصیحت سن کر قارون نے کیا جواب دیا؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'': قارون نے اپنی قوم کی نصیحت کو ٹھکراتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ﴾ ''بلاشبہ یہ مجھے ایک علم کی بنا پر ہی دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے'' (i) قارون نے قوم کی نصیحتوں کے جواب میں وہی کہا جو عام طور پر دولت مند کہا کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے اس کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا تعلق ہے؟ (ii) قارون نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شعور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (iii) قارون نے اسلام کی معاشی پالیسی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(3) ﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ﴾ ''پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے صرف علم کی بناء پر ہی دی گئی ہے۔'' (الزمر: 49)

(4) ﴿وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے۔'' (فصلت: 50)

سوال 2: ﴿اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔـلُ عَنْ

ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُس سے پہلے یقیناً کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اُس سے زیادہ قوت اور اُس سے زیادہ جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے اُن کے گناہ پوچھے نہیں جاتے'' اللہ تعالیٰ کی عطا اس کی دلیل نہیں ہے کہ جس کو دیا گیا اس کے حالات اچھے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا﴾ ''اور کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُس سے پہلے یقیناً کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اُس سے زیادہ قوت اور اُس سے زیادہ جمعیت رکھتی تھیں'' (i) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ اگر تمہارے پاس مال ہے تو تم سے پہلی قومیں بھی اس وجہ سے ہلاک کی گئیں جو تم سے مال، قوت اور گرفت میں زیادہ تھیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ مال اور قوت فضیلت کا باعث نہیں اس لیے اس بناء پر تکبر کرنے اور اترانے کا کوئی جواز نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اس کی دلیل نہیں ہے کہ جس کو عطا کیا گیا اس کے حالات اچھے ہیں۔ جو بھی ایسے افعال کا ارتکاب کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی سنت اور اصول نہیں بدلتے۔

(3) کیا پہلی قوموں میں قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح نہیں گزر چکیں جو زیادہ مال اور اولاد رکھتے تھے۔ (ایسر التفاسیر: 1/20)

(4) ﴿وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور مجرموں سے اُن کے گناہ پوچھے نہیں جاتے'' بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیتا ہے اور ان کی بداعمالیوں پر ان کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ پس اگر وہ اپنے بارے میں حسن احوال کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان احوال کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں تو ان کا یہ دعویٰ قابل قبول نہیں اور یہ دعویٰ ان سے عذاب کو دور نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ ان کے کرتوت چھپے ہوئے نہیں ہیں اس لئے ان کا انکار بے محل ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/2013)

(5) اگر قوت واقتدار اور مالداری کسی کے پسندیدہ ہونے کی دلیل ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان پہلی قوموں کو کیوں تباہ کرتا جو اس سے زیادہ طاقتور اور مالدار تھیں۔ (قرطبی)

(6) رب العزت نے فرمایا ﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ﴾ ''مجرموں کو ان کی علامت ہی سے پہچان لیا جائے گا، پھر انہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا۔'' (الرحمن: 41)

(7) ﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا﴾ ''جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور اس دن ہم اس حال میں مجرموں کو جمع کریں گے کہ وہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے۔'' (طٰہٰ: 102)

(8) مجرموں سے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے سوال نہیں ہوتا۔

سوال 3: مال دار مجرم کیسے بنتے ہیں؟

جواب: مال دار سرکش ہوتے ہیں، نصیحت پر کان نہیں دھرتے اور اکثر ظلم کرتے ہیں۔

سوال4: مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں کیوں نہیں پوچھا جاتا؟

جواب: گناہوں کی کثرت کی وجہ سے جب کوئی عذاب کا مستحق بن جاتا ہے تو باز پرس کی بجائے مؤاخذہ ہوتا ہے۔

﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾

''پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے کہا: ''اے کاش! ہمارے لیے بھی اسی جیسا سب کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا بلاشبہ وہ تو یقینا بڑی قسمت والا ہے'' (79)

سوال1: ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ''پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے کہا: ''اے کاش! ہمارے لیے بھی اسی جیسا سب کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا بلاشبہ وہ تو یقینا بڑی قسمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ﴾ ''پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا'' قارون اپنی شان وشوکت اور ٹھاٹھ باٹھ سے قوم کے سامنے آیا لوگوں میں دھوم مچ گئی کہ قارون کی سواری سج دھج سے آرہی ہے اس کا نکلنا مرعوب کن تھا۔

(2)﴿قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ''جو لوگ دنیا کی زندگی کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے کہا'' جن کا ارادہ دنیا کی زندگی کی شان وشوکت کا تھا جن کو صرف دنیا میں رغبت تھی انہوں نے کہا

(3)﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ﴾ ''اے کاش! ہمارے لیے بھی اسی جیسا سب کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا'' دنیا کے متوالے قارون کی شان پر ریجھ گئے اور تمنا کرنے لگے کہ قارون کی طرح ہمیں بھی مال اور دنیا کا ساز وسامان ملتا، ہم بھی سونے چاندی اور ہیرے جواہرات میں کھیلتے۔

(4)﴿اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ وہ تو یقینا بڑی قسمت والا ہے'' یعنی قارون تو بڑے نصیب والا ہے۔ قارون کا نصیب دنیا ہی تھی جس نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔

(5) اگر ان کی رغبتوں کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی نہیں تو وہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ وہ تو بڑے نصیبے والا ہے کیونکہ وہ دنیا کی بہترین نعمتوں سے بہرہ ور ہے جن کے ذریعے سے وہ اپنی زندگی کے مطالب ومقاصد کے حصول پر قادر تھا۔ یہ عظیم حصہ لوگوں کے ارادوں کے مطابق تھا۔ یہ ان لوگوں کے ارادے اور ان کے مقاصد ومطالب ہیں جو نہایت گھٹیا ہمتوں کے مالک ہیں، جن کے ارادے اعلیٰ مقاصد ومطالب کی طرف ترقی کرنے سے قاصر ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/2013,2014)

سوال2: قارون اپنی قوم کے مجمع میں کیسے نکلا؟

جواب: قارون اپنی پوری زیب وزینت اور غلاموں کے ساتھ نکلا۔

سوال3: دنیا کی زندگی کو چاہنے والے کون تھے؟

جواب: (1) کچھ لوگوں کے نزدیک ایمان دار لوگ ہی تھے جو قارون کی شان وشوکت سے متاثر ہو گئے تھے۔

(2) کچھ لوگوں کے نزدیک کافر تھے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا انہوں نے کہا: ''افسوس تم پر! اللہ تعالیٰ کا اجر اس کے لیے بہت بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور وہ چیز نہیں دی جاتی مگر صبر کرنے والوں کو'' (80)

سوال1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا انہوں نے کہا: ''افسوس تم پر! اللہ تعالیٰ کا اجر اُس کے لیے بہت بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور وہ چیز نہیں دی جاتی مگر صبر کرنے والوں کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا انہوں نے کہا: ''اہل علم سے مراد دین کا علم رکھنے والے افراد ہیں۔ (2) یعنی جن لوگوں نے دنیا کی بے ثباتی کو پہچان لیا تھا۔ (3) علم سے مراد علم شریعت ہے۔ (تیسیر القرآن: 3/451,452)

(4) ﴿وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''افسوس تم پر! اللہ تعالیٰ کا اجر اُس کے لیے بہت بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے'' علم والوں نے ان کی تمنائیں سن کر خیر خواہی سے انہیں سمجھایا اور کہا افسوس ہے تم پر کہ تمہیں خوش نصیبی کی تمیز نہیں ہے۔ آخرت کا ثواب یعنی جنت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی طرح رجوع کرنا اور اس کی محبت کی لذت تمھاری تمناؤں سے بہت بہتر ہیں۔

(5) ﴿لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے'' فرائض کی ادائیگی، نوافل کی ادائیگی، حرام کا چھوڑ دینا۔ (الیسر التفاسیر 112/1)

(6) ﴿وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ﴾ ''اور وہ چیز نہیں دی جاتی مگر صبر کرنے والوں کو'' اس کی توفیق صرف صابروں کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی پابندی کرتے ہیں جو نافرمانیاں چھوڑ دیتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر صبر کرتے ہیں۔ جو اپنے رب کو یاد رکھتے ہیں جو دنیا میں مشغول نہیں ہوتے، جن کے راستے میں لذتیں حائل نہیں ہوتیں۔ جو دنیا کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے ثواب کو ترجیح دیتے ہیں۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے اپنے صالح اور نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے گمان وخیال میں وہ آئی ہیں۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

اگر چاہوتو اس آیت کو پڑھ لو﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا۔'' (بخاری:4779)(السجدہ:17)

(8) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تمہیں خوشخبری ہو اور جس سے تمہیں خوشی ہوگی اس کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم! مجھے تمہارے متعلق محتاجی سے ڈر نہیں لگتا، مجھے تو اس کا خوف ہے کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلوں پر کشادہ کی گئی تھی، پھر پہلوں کی طرح اس کے لیے تم آپس میں رشک کرو گے اور جس طرح وہ ہلاک ہو گئے تھے تمہیں بھی یہ چیز ہلاک کر کے رہے گی۔'' (بخاری:4015)

سوال 2: قارون کے واقعے سے علم کی حقیقت کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حق کا علم سب سے قیمتی چیز ہے لیکن اس علم کے لیے ظاہری چیزوں سے متاثر ہوئے بغیر سوچنا پڑتا ہے اور وہ چیزیں جو وقتی طور پر پرکشش لگتی ہے اُن کو نظر انداز کر کے رائے قائم کرنی پڑتی ہے اس وجہ سے یہ علم صبر کرنے والوں کو نصیب ہوتا ہے

(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مشکل ترین صبر کے امتحان میں پورا اُترنے کے بعد انسان کو علم اور حکمت نصیب ہوتے ہیں۔

﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۠ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾

''چنانچہ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اُس کے لیے کوئی گروہ ایسا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہی اپنا بچاؤ کرنے والوں میں سے تھا'' (81)

سوال 1: ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۠ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اُس کے لیے کوئی گروہ ایسا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہی اپنا بچاؤ کرنے والوں میں سے تھا'' قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا، آیت کی روشنی میں اس کے خوفناک انجام کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا'' قارون کی سرکشی جب اپنے عروج پر پہنچ گئی تو اسے اور اس کے گھر والوں اور اس کے مال کو، اس کے تکبر اور غرور کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

(2) ﴿فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''پھر اُس کے لیے کوئی گروہ ایسا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتا'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گروہ اس کی حمایت میں نہیں اٹھا نہ خزانے اس کے کام آئے نہ نوکر چاکر، کوئی عذاب کو دور نہ کر سکا۔

(3)﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾ ''اور نہ وہ خود ہی اپنا بچاؤ کرنے والوں میں سے تھا'' وہ خود بھی اپنا بدلہ نہیں لے سکا۔

(4) قارون کے زمین میں دھنسانے سے اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دیا کہ جو لوگ رب کی محبت کو چھوڑ کر مال کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔

(5) سزا اس کے عمل کی جنس میں سے تھی۔ جس طرح وہ اپنے آپ کو اللہ کے بندوں سے بلند سمجھتا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسے، اس کے گھر اور مال و دولت سمیت، جس نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا، انتہائی پستیوں میں اتار دیا۔ (تفسیر سعدی: 2/2014,2015)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص اپنا تہہ بند لٹکائے (فخر سے) جا رہا تھا (اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ تکبر پسند نہیں آیا، چنانچہ) اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔'' (بخاری: 5790)

سوال 2: جب قارون زمین میں دھنسایا گیا تو کون اس کی مدد پر آیا؟

جواب: قارون کی مدد کرنے کے لیے کوئی تیار نہ ہوا نہ وہ خود اپنے آپ کو بچانے والوں میں سے ہو سکا۔

﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا کی تھی وہ ایسے ہو گئے کہ کہنے لگے افسوس! یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا تو ہمیں بھی ضرور دھنسا دیتا، افسوس! یقیناً کافر کامیاب نہیں ہوں گے'' (82)

سوال 1: ﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا کی تھی وہ ایسے ہو گئے کہ کہنے لگے افسوس! یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا تو ہمیں بھی ضرور دھنسا دیتا، افسوس! یقیناً کافر کامیاب نہیں ہوں گے'' قارون کا خوفناک انجام دیکھ کر لوگ کیسے ڈر گئے؟

جواب: (1)﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ﴾ ''اور جن لوگوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا کی تھی وہ ایسے ہو گئے'' جن لوگوں نے قارون کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر حسرت محسوس کی تھی جو دنیا کی زندگی کے خواہش مند تھے انہوں نے تمنا کی اور اللہ تعالیٰ سے اس عزت و عظمت کے لیے دعائیں کیں۔

(2)﴿يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ﴾ ''کہنے لگے افسوس! یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے'' وہ عذاب سے ڈرتے ہوئے کہنے لگے کہ تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ یعنی مال اللہ تعالیٰ کی رضا کی نشانی نہیں ہے۔ رزق کی فراخی اور تنگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے عزت اور ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے روزیوں کی طرح اخلاق بھی بانٹ دیے ہیں وہ مال تو دوست دشمن سب کو دیتا ہے مگر ایمان دوست ہی کو دیتا ہے۔ (مسند احمد: 287/1)

(4)﴿لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا تو ہمیں بھی ضرور دھنسا دیتا، افسوس! یقیناً کافر کامیاب نہیں ہوں گے'' اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور احسان نہیں ہوتا تو ہم بھی زمیں دوز کر دیے جاتے۔

(5)﴿وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''افسوس! یقیناً کافر کامیاب نہیں ہوں گے'' یعنی دنیا و آخرت میں کافر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ قارون نے فلاح نہیں پائی۔ نہ دنیا ملی نہ آخرت اس سے بڑا کیا خسارا ہے۔

سوال 2: مکان سے کیا مراد ہے؟

جواب: مکان سے مراد مرتبہ ہے جو دنیا میں کسی کو عارضی طور پر ملتا ہے۔

سوال 3: قارون کی دولت کی آرزو کرنے والوں نے قارون کے حشر کو دیکھ کر کیا کہا؟

جواب: (1) اُنہوں نے کہا مال و دولت اس چیز کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مال والوں سے خوش ہے۔

(2) اُنہوں نے کہا کہ رزق کی تنگی یا وسعت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔

(3) مال کی تنگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور مال کی فراوانی اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں ہے۔ (4) مال فضیلت کا معیار نہیں ہے۔

(5) اگر اللہ ہم پر فضل نہ کرتا تو ہم بھی دھنسا دیے جاتے۔ (6) ناشکروں کو کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے قارون کے مال پر حسرت محسوس کرنے والوں کو کیسے سبق دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں دھنسا کر یہ دکھا دیا کہ مال کی اصل حقیقت کیا ہے۔

رکوع نمبر 12

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

''یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں نہ بڑا بننے کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی فساد کا۔ اور انجامِ کار

متقیوں ہی کا ہے" (83)

سوال 1: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ "یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں نہ بڑا بننے کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی فساد کا۔ اور انجامِ کار متقیوں ہی کا ہے" آخرت کی نعمتیں اللہ والوں کے لیے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ﴾ "یہ آخرت کا گھر" آخرت اور اس کی لازوال نعمتیں۔

(2) ﴿نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾ "ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں نہ بڑا بننے کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی فساد کا" ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے جو مخلوق کو حقیر نہیں سمجھتے، وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اپنی بڑائی قائم کرنے کی کوشش نہیں کرتے وہ نہ تکبر کرتے ہیں نہ فساد۔

(3) ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ "اور انجامِ کار متقیوں ہی کا ہے" بہترین انجام تقوی والوں کے لیے ہے جن کے ارادے اللہ تعالیٰ کی رضا، آخرت کا گھر، اللہ کے بندوں سے تواضع سے پیش آنا۔ وہ اطاعت اور عمل صالح میں مصروف رہتے ہیں۔

(4) اہل تقوی کا انجام ہی اچھا ہے دائمی کامیابی تقوی والوں کے لیے ہے

(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اس کے ساتھی کے جوتی کے تسمے سے اچھا ہو تو وہ بھی اس آیت میں داخل ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ فخر وغرور کرے، اگر صرف بطور زیبائش کے چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری تو یہ خوشی رہتی ہے کہ میری چادر اچھی ہو تو میری جوتی بھی اچھی ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ تو خوبصورتی ہے اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ (ابن کثیر: 1/133)

(6) سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمن! تو خود حکومت (کے کسی منصب) کا سوال نہ کرنا، اس لیے کہ اگر تجھے یہ منصب سوال کرنے سے ملے گا تو تم اس کے حوالے کر دیے جاؤ گے، (اور اللہ کی مدد شامل حال نہیں ہوگی) اور اگر یہ منصب تجھے بغیر سوال کیے مل گیا، تو اس پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تیری مدد ہوگی۔ (بخاری: 7146)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم یقیناً حکومت اور امارت کی حرص کرو گے (لیکن یاد رکھو!) یہ قیامت کے دن (تمہارے لیے) باعث ندامت ہوگی۔ (بخاری: 7148)

(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تو ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! آدمی کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: "نہیں، یہ تو خوبصورتی ہے اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے

اور لوگوں کو حقیر جانا جائے۔" (مسلم:263)

(9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اپنے ہمسائے (اور اپنے بھائی) کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (مسلم:71)

(10) ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک شخص سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوا چاروں طرف نظر دوڑائی تو گھر میں کوئی سامان دکھائی نہ دیا۔ تو اس نے تعجب سے پوچھا، یا ابوذر رضی اللہ عنہ! آپ کا سامان کہاں ہے؟ فرمایا: ہمارا ایک دوسری جگہ گھر ہے۔ اچھا سامان ہم وہاں بھیج دیتے ہیں۔ وہ شخص آپ کی مراد سمجھ گیا اور کہنے لگا۔ اے ابوذر رضی اللہ عنہ! جب تک آپ اس گھر میں ہیں یہاں رہنے کے لیے بھی تو کچھ سامان آپ کے پاس ہونا چاہیے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گھر کا اصل مالک ہمیں یہاں رہنے نہیں دے گا۔ ایک مرتبہ شام کے گورنر نے تین سو دینار آپ کے پاس بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ یہ رقم آپ اپنی کسی ضرورت میں استعمال کر لیں۔ آپ نے بڑی بے نیازی سے دینار واپس کر دیئے۔ اور فرمایا کیا اسے اپنے علاقہ میں مجھ سے زیادہ کوئی مفلوک الحال نظر نہیں آیا۔ (صحابہ کرام کے درخشاں پہلو:1/152)

سوال 2: آخرت کا گھر کن لوگوں کے لیے ہے؟

جواب: آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے (1) جن کے دل اپنی بڑائی کے احساس سے خالی ہوں۔

(2) جو فخر نہیں کرتے نہ اپنی ذات پر، نہ مال پر، نہ شخصیت پر۔ (3) جو فساد نہیں چاہتے۔

(4) جو یہ خیال بھی نہیں کرتے کہ زمین میں بڑائی اپنی ذاتی سربلندی کے لیے حاصل کریں۔

سوال 3: ذات کی بڑائی میں لوگ کیسے مبتلا ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے۔

(2) دوسروں کے مقابلے میں خود کو بڑا باور کروانے سے۔

(3) ظلم و زیادتی کرنے سے۔

(4) فخر و غرور میں مبتلا ہونے سے لوگ ذات کی بڑائی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

سوال 4: کون لوگ اپنی بڑائی کے احساس سے خالی ہو جاتے ہیں؟

جواب: (1) جو لوگ سچا علم رکھتے ہیں اور اشیاء کی حقیقی قدر و قیمت کو پہچانتے ہیں۔

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا علم رکھتے ہیں اس وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی میں بڑائی نظر نہیں آتی ایسے ہی لوگ اپنی بڑائی کے احساس سے خالی ہو جاتے ہیں۔

(3) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اللہ تعالیٰ کے شعور میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

(4) جو اپنی ذات کے لیے نہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نظام کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

سوال 5: زمین میں فساد کیسے پھیلتا ہے؟

جواب: (1) ناحق لوگوں کا مال ہتھیانے سے فساد پھیلتا ہے۔

(2) نافرمانیاں کرنے سے۔

سوال 6: آخری بھلائی متقین کے لیے کیوں ہے؟

جواب: (1) متقین کا عمل برائیوں سے پاک ہوتا ہے۔

(2) متقین تکبر کی بجائے تواضع اختیار کرتے ہیں۔

(3) متقین فرماں برادی کرتے ہیں۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''جو کوئی نیکی لے کر آیا تو اُس کے لیے اُس سے بہتر ہے اور جو شخص بُرائی لے کر آیا تو جن لوگوں نے بھی بُرائیاں کیں اُنہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر وہی جو وہ عمل کرتے تھے'' (84)

سوال: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اُس سے بہتر ہے۔ اور جو شخص بُرائی لے کر آئے گا تو جن لوگوں نے بُرے اعمال کیے اُن کو بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر وہی جو وہ عمل کرتے رہے ہیں قیامت کے دن نیکیوں کا ثواب دس گنا ہو جائے گا'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا﴾ ''جو کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اُس سے بہتر ہے'' جو شخص نیکی لے کر آئے گا اسے دس گنا ثواب ملے گا نیکی کی جزا جلیل القدر ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا ﴿فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ ''اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا۔'' (الانعام:160) اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا کئی گنا بڑھا دیتا ہے ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:261)

(3) ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو شخص بُرائی لے کر آئے گا تو جن

لوگوں نے بُرے اعمال کیے اُن کو بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر وہی جو وہ عمل کرتے رہے ہیں'' السَّيِّئَةِ سے مراد وہ برائی جس سے رب العزت نے روک رکھا ہے۔

(4) برائی کا بدلہ ایک ہی برائی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو بُرائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الانعام:160)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔'' (النساء:40)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو (اے فرشتو!) تم اسے مت لکھو، جب تک کہ وہ اسے کر نہ لے، پھر اگر کر لے تو ایک برائی لکھ لو اور اگر میرے خوف سے اس کو چھوڑ دے (یعنی اس برائی کو نہ کرے) تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور جب وہ کسی نیکی کے کرنے کا ارادہ کرے اور اس کو کرے نہیں تو اس کو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور پھر اگر اس کو کرے تو اس کو دس گنا سے سات سو گنا تک لکھو۔ (بخاری:7501)

﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' (85)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کا جو حکم دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے'' (i) اس سے مراد ہے قرآن مجید کی تلاوت کا فرض ہونا۔ (ii) اس سے مراد ہے قرآن مجید کی تعلیم دینے کا فرض ہونا۔ (iii) اس سے مراد ہے قرآن مجید کے ذریعے تزکیہ کرنے کے عمل کا فرض ہونا۔ یعنی جو لوگ ایمان لے آئیں ان کی تربیت کرنا فرض ہے۔ (iv) قرآن مجید کی دعوت و تبلیغ کا فرض ہونا مراد ہے۔

(2) یعنی جس ہستی نے آپ پر قرآن نازل کیا، اس میں احکام فرض کئے، اس میں حلال اور حرام کو واضح کیا، آپ کو اسے تمام لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا، نیز آپ کو حکم دیا کہ آپ تمام مکلفین کو ان احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے لائق نہیں کہ صرف اسی دنیا کی زندگی ہوتی اور بندوں کو جزا وسزا نہ دی جاتی۔

(3) ﴿لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ﴾ ''اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے'' ضروری ہے کہ وہ آپ کو (معاد) ''انجام کار'' کی طرف لوٹائے جہاں نیکوکاروں کو ان کی نیکی کی جزا دی جائے اور بدکاروں کو ان کے گناہوں کی سزا۔ آپ نے ان کے سامنے ہدایت کو کھول کھول کر بیان کر دیا اور ہدایت کے راستے کو واضح کر دیا ہے اب اگر وہ آپ کی پیروی کریں تو یہ ان کی خوش نصیبی اور سعادت مندی ہے اور اگر وہ آپ کی مخالفت پر ڈٹ جائیں، اس ہدایت میں جرح وقدح کریں جسے آپ لے کر آئے ہیں اور اپنے باطل موقف کو حق پر ترجیح دیں تو بحث کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور غیب وموجود کا علم رکھنے والی اس ہستی کی طرف سے ان کے اعمال کی جزا کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا جو حق کا احقاق اور باطل کا ابطال کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2017/2)

(4) معاد سے مراد جنت بھی ہو سکتی ہے موت بھی ہو سکتی ہے۔ دوبارہ کی زندگی بھی ہو سکتی ہے کہ دوبارہ پیدا ہوں اور جنت میں داخل ہوں، صحیح بخاری میں ہے اس سے مراد مکہ ہے، مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مکہ ہے جو آپ کی جائے پیدائش تھی ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ سے نکلے ابھی جحفہ میں ہی تھے کہ آپ کے دل میں مکہ کا شوق پیدا ہوا تب یہ آیت اتری اور آپ سے وعدہ ہوا کہ آپ مکے واپس پہنچائے جائیں گے، اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہو حالانکہ پوری سورت مکی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے بیت المقدس ہے شاید اس کہنے والے کی غرض اس سے قیامت بھی ہے اس لئے کہ بیت المقدس ہی محشر کی زمین ہے ان تمام اقوال میں جمع کی صورت یہ ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کبھی تو آپ کے مکے کی طرف لوٹنے سے اس کی تفسیر کی ہے جو فتح مکہ سے پوری ہوئی اور یہ نبی ﷺ کی عمر پورا ہونے کی ایک زبردست علامت تھی جیسے کہ آپ نے سورہ اذا جاء کی تفسیر میں فرمایا جس کی عمر رضی اللہ عنہ نے بھی موافقت کی۔ اور فرمایا تھا کہ تو جو جانتا ہے وہی میں بھی جانتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ انہی سے اس آیت کی تفسیر میں جہاں مکہ مروی ہے وہاں نبی ﷺ کا انتقال مروی ہے اور کبھی قیامت سے تفسیر کی کیونکہ موت کے بعد قیامت ہے اور کبھی جنت سے تفسیر کی جو آپ کا ٹھکانہ ہے۔ (ابن کثیر: 134/4)

(5) نبی ﷺ کو تبلیغ کا حکم دیا گیا کہ انہیں قرآن سناتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے پوچھے گا کہ رسالت کا پیغام پہنچایا تھا یا نہیں؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔'' (الاعراف: 6)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ ﷺ کو جنت میں لے جا کر آپ ﷺ سے قرآن کے بارے میں پوچھیں گے۔

سوال:2﴿قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو جواب دینے کے لیے حکم دیا کہ آپ کہہ دیجئے میرا رب خوب جانتا ہے کہ گمراہ کون ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے یا وہ جس نے ہدایت قبول کرنے سے انکار کر کے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ رسول اللہ کو کب مکہ واپس لے آئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہجرت کے آٹھ سال بعد رسول اللہ ﷺ کو مکہ واپس لے گئے۔

سوال4: اگر معاد سے مراد قیامت ہو تو آپ ﷺ کو واپس لانے سے کیا مراد ہوگی؟

جواب: اس سے مراد قیامت والے دن آپ ﷺ کو واپس لانا اور آپ ﷺ سے تبلیغ اور رسالت کے بارے میں سوال کرنا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے یہاں مَعَادٍ کا تذکرہ کس مناسبت سے کیا ہے؟

جواب: اسی سورت میں پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا جن کو مصر سے نکلنے کے لیے مجبور کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر لوٹا دیا اور انہوں نے اپنی قوم کو غلامی سے نجات دلائی فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہوئی یوں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کو بھی یقین دہانی کروائی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو واپس مکہ لوٹا لائیں گے اور آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی قوم کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔

﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ﴾

''اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، چنانچہ آپ کافروں کے لیے مددگار نہ بنیں'' (86)

سوال1: ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ﴾ ''اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، چنانچہ آپ کافروں کے لیے مددگار نہ بنیں'' منصب نبوت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ﴾ ''اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو عظیم نعمت یاد دلائی ہے کہ وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کا گمان بھی نہ تھا کہ آپ پر آسمان سے وحی نازل

ہوگی نہ آپ اس کے لیے تیار تھے۔

(2)اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی کو بھی نبوت ملنے سے پہلے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسے نبوت عطا ہوگی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہونے کا واقعہ قرآن میں متعدد بار آیا ہے کہ کس طرح وہ ایک اندھیری اور ٹھنڈی رات کو راہ بھولے ہوئے آگ کی تلاش میں نکلے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کر نبوت سے سرفراز کر دیا بالکل یہ ہی صورت حال آپ سے بھی غار حرا میں پیش آئی تھی پھر رسول اللہ ﷺ واپس (گھر) تشریف لائے تو (وحی کے جلال کی وجہ سے) آپ ﷺ کی شانہ مبارک اور گردن کے درمیان کا گوشت کانپ رہا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لا کر فرمایا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ آپ ﷺ پر کپڑا اوڑھا دیا گیا، یہاں تک کہ گھبراہٹ ختم ہوگئی تو فرمایا: مجھے کیا ہو گیا ہے اور ساری کیفیت بیان کی اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ ہرگز نہیں، آپ ﷺ خوش رہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، یتیموں، مسکینوں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور ناداروں کو دینے کی خاطر کماتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور پریشان لوگوں کی پریشانی میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ اس کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسعد عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ دور جاہلیت میں (اسلام سے قبل) نصرانی ہو گئے تھے۔ وہ عربی لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عربی زبان میں جتنا اللہ کو منظور ہوتا لکھتے تھے۔ یہ بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا اے چچا! (ان کی بزرگی کی وجہ سے اس طرح خطاب کیا اصل میں وہ چچازاد بھائی تھے) اپنے بھتیجے کی بات سنیے۔ ورقہ نے آپ ﷺ کو خطاب کر کے کہا: اے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے آگاہ کیا۔ ورقہ کہنے لگا یہ تو وہ ناموس ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں اس وقت تک جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب تیری قوم تجھے نکالے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا۔ ہاں! جو بھی آپ ﷺ جیسا (نبی بن کر) دنیا میں آیا لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔" (صحیح مسلم:403)

(3)﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾ "مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے" یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عظیم رحمت تھی کہ اس نے آپ کو قرآن سے سرفراز کیا آپ ﷺ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ ﷺ نہ جانتے تھے۔

(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے اور آپ پر ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔" (النساء:113)

(5)﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ "چنانچہ آپ کافروں کے لیے مددگار نہ بنیں" یعنی آپ کافروں کی مدد نہ کریں۔ انہیں چھوڑ

دیں، ان کے خلاف رہیں۔

سوال2: کتاب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے معاملے کو کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نہ تو یہ جانتے تھے نہ یہ اُمید رکھتے تھے کہ آپ ﷺ پر کتاب نازل کی جائے گی اور آپ ﷺ کو رسول کے طور پر منتخب کیا جائے گا۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ پر کتاب کیسے نازل کی؟

جواب: کتاب کا نزول اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی طرف سے وحی کا آنا، رسالت کے مقام پر فائز ہونا محنت اور کوشش سے حاصل ہونے والی چیز نہیں اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمت کا شکر کیسے ادا ہو سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کافروں کی مدد نہ کی جائے نہ اُن کی ہم نوائی کی جائے۔

﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

''اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کر دی گئی ہیں اور آپ اپنے رب کی طرف بلائیں اور آپ مشرکوں میں سے نہ بنیں'' (87)

سوال1: ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کر دی گئی ہیں اور آپ اپنے رب کی طرف بلائیں اور آپ مشرکوں میں سے نہ بنیں'' کامیابی کی شدت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ﴾ ''اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کر دی گئی ہیں'' آپ ﷺ مشرکوں کی مخالفت کی پروانہ کریں وہ لوگوں کو سیدھے راستے سے روکتے ہیں۔

(2) آپ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائیے۔ آپ کافروں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

(3) ﴿وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ''اور آپ اپنے رب کی طرف بلائیں'' اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائیں۔

(4) ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور آپ مشرکوں میں سے نہ بنیں'' یعنی مشرکوں کے ساتھ شامل نہ ہوں ان سے الگ رہیں۔

سوال2: آیات سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: آیتوں کی تبلیغ سے روکنا۔

سوال3: آیتوں کی تبلیغ سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1)اس سے مراد ایسی باتیں کرنا جس سے اذیت پہنچائی جائے۔

(2) جھوٹا پروپیگنڈا کرنا تاکہ لوگوں کے ذہن آیات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔

(3)لوگوں کے لیے دعوت وتبلیغ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا وغیرہ ہے۔

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے، فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' (88)

سوال1:﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے، فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں'' اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کریں۔ کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ کسی سے دعائیں نہ مانگیں کسی کے نام کی قربانی نہ کریں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی اور عبادت نہ کی جائے یعنی کسی سے دُعائیں نہ مانگی جائیں کسی کے نام پر نذریں نیازیں نہ چڑھائی جائیں۔ کسی کے نام کی قربانیاں نہ کی جائیں۔

(2) قرآن مجید میں اس لیے پکارنے کی بات کی گئی کیونکہ غیر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے اُن سے فریادیں کی جاتی ہیں اُن سے دُعائیں اور التجائیں کی جاتی ہیں اُن کو مافوق الاسباب طریقے سے پکارا جاتا ہے۔

(3)﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی کامل اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہستی کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں جس کو الٰہ بنایا جائے، اس سے محبت کی جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔ (تفسیر سعدی:2/2019)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا﴾ ''وہ مشرق ومغرب کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' (المزمل:9)

(5)﴿كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے چاہے کوئی چیز آسمان میں ہو یا زمین میں انسان کی ذات ہو یا مال، اولاد، ہو یا اقتدار، زندگی ہو یا سامان زندگی کچھ بھی باقی رہنے والا نہیں۔﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ''ہر شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔'' (ال عمران:185)

(6)﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (۲۶) وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۲۷)﴾ ''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے۔اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو بڑی شان والا اور عزت والا ہے۔'' (الرحمٰن:27,26)

(7) جب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے تو ہلاک کردہ ہستیوں کی عبادت کیسے کی جائے۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے سچی بات جو کہ کوئی شاعر کہہ سکتا تھا وہ لبید شاعر نے کہی ''ہاں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے'' اور امیہ بن ابی الصلیت (جاہلیت کا ایک شاعر) مسلمان ہونے کے قریب تھا (بخاری:3841)

(9)﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور تم لوگ اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' (i) اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جانے کا سبب نیکوں کو اُن کی نیکی کی جزا دینا اور بُروں کو اُن کی بُرائی کی سزا دینا ہے (ii) اللہ تعالیٰ کی طرف ہر کوئی اپنے انجام کو پہنچنے کے لیے لوٹایا جائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز کے فنا ہو جانے کے تصور سے اللہ تعالیٰ نے مال اور اقتدار کے بارے میں کیا سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ مال اور اقتدار عارضی چیزیں ہیں۔

سوال 3: اصل فرماں روائی کس کی ہے؟

جواب: اصل فرماں روائی یعنی فیصلے اُسی کے ہیں جو وہ چاہے وہ ہوتا ہے ہر کام اُس کی مشیت سے ہوتا ہے۔ جو وہ نہ چاہے وہ ہو نہیں سکتا۔

اٰیاتها ٦٩ | ٢٩ سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ ٨٥ | رکوعاتها ٧

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔اس میں 7 رکوع اور 69 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 29 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 85 ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم'' (1)

سوال1:﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' حروف مقطعات ہیں جس کے معانی اور مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں حروف تہجی لا کر کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے انسان ایسے ہی حروف سے اس جیسا کلام بنا لینے سے قاصر ہیں۔

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ﴾

''کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟''(2)

سوال1:﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ﴾ ''کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا'' مومن کو ایمان کے بقدر آزمایا جاتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) مومن کی آزمائش ضرور ہوتی ہے۔ ہر مومن کو ایمان کے بقدر آزمایا جاتا ہے۔ ''نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے کڑی آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے پھر نیک لوگوں کی پھر ان سے کم درجے والوں کی آزمائش ان کے ایمان کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر وہ دین میں پختہ ہے تو آزمائش بھی سخت ہوتی ہے۔'' (مختصر ابن کثیر: 1488/2) آزمائش میں مبتلا لوگوں کے بہت سے درجات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں دین پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ (آمین)

(2)﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا﴾ ''کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا شعور بیدار کرنے کے لیے پوچھا ہے کہ تمہیں محض اس بات پر چھوڑ دیا جائے کہ ہم ایمان لائے تم نے ایمان کو کیا سمجھا ہے؟ کیا ایمان زبان سے ادا کیے جانے والے چند الفاظ کا نام ہے۔

(3)﴿وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ﴾ ''اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا'' کیا ایمان کے دعوے کو آزمایا نہیں جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ ایمان تو امانت ہے جس کے کچھ تقاضے ہیں۔ جس کی وجہ سے ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

(4) اس آیت میں لوگوں کو ہر طرح کے انجام سے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ یہی مصائب و مشکلات ہی ان کے ایمان کی کسوٹی ہیں اور انہی سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ فلاں شخص کس حد تک اپنے ایمان کے دعویٰ میں پختہ ہے۔

(5)(i) آزمائش سے کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہو جاتی ہے۔ (ii) آزمائش سے جھوٹے اور سچے کی پہچان ہو جاتی ہے۔

(iii) آزمائش سے مومن اور منافق کی پہچان ہو جاتی ہے۔ (iv) آزمائش سے خالص لوگ سامنے آتے ہیں۔

(v) آزمائش سے دعوت دینے والوں کے دل صاف شفاف ہوجاتے ہیں۔ (vi) آزمائش اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

(6)﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر اُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، اُن کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے۔'' (البقرۃ:214)

(7)﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک اُن کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو۔'' (اٰل عمران:142)

(8)﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاَخْبَارَكُمْ﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے احوال کو جانچ لیں۔'' (محمد:31)

(9)﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے۔'' (اٰل عمران:179)

(10)﴿وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور تاکہ اللہ تعالیٰ اسے آزمالے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ وہ اسے خالص کر دے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتیں خوب جاننے والا ہے۔'' (اٰل عمران:154)

(11) سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی آپ ﷺ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک دیئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذا دہی سے تنگ آچکے ہیں۔) نبی ﷺ نے فرمایا: ''(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا، پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے، لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پرامن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہوگا یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔'' (بخاری:3612)

سوال2: ایمان کیا ہے؟

(1) ایمان اس کائنات کے بارے میں اس حقیقت کو مان لینے کا نام ہے جو کائنات بنانے والے نے بتائی ہے۔

(2) ایمان حق کو جان لینے، مان لینے، تصدیق کرنے اور زندگی بدلنے کا نام ہے۔

سوال3: آزمائش میں پورا اترنے والا کیسے خالص مومن بن جاتا ہے؟

جواب: (i) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت ایمان لاتا ہے جب لوگ انکار کرتے ہیں۔ (ii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت مانتا ہے جب نہ مان کر کچھ بگڑنے والا نہ ہو۔ (iii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت یقین کر لیتا ہے جب لوگ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (iv) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت اپنے آپ کو حوالے کرتا ہے جب بچانے کا وقت ہو۔ (v) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت سر جھکا دیتا ہے جب سرکشی کا موقع ہو۔ (vi) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت خرچ کرتا ہے جب مٹھی بند کرنے کی ضرورت ہو۔ (vii) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت ثابت قدم ہو جاتا ہے جب فرار کے مواقع ہوں۔ (viii) آزمائش میں پورا اُترنے والا سب کچھ لٹا کر ساتھ دیتا ہے اور یوں وہ خالص مومن بن جاتا ہے۔

سوال4: انسان کے مومن ہونے کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا جاتا ہے؟

جواب: انسان کے مومن ہونے کا فیصلہ غیر معمولی حالات میں ایمان پر قائم رہنے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو بھی آزمایا جو اُن سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا'' (3)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو بھی آزمایا جو اُن سے پہلے تھے'' سچوں کی بھی آزمائش ہوگی اور جھوٹوں کی بھی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو بھی آزمایا جو اُن سے پہلے تھے'' یعنی پہلی امتوں کی بھی آزمائش ان کے دشمنوں سے ہوتی رہی ہے۔ جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تو فرعون اور اس کے سرداروں کے ذریعے آزمائش ہوئی۔

(2) یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جب صحابہ کرام ظلم سہہ رہے تھے اور اُنہوں نے نبی ﷺ سے دُعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تشدد اور مصیبتیں ایمان والوں پر آتی رہی ہیں تم سے پہلے بعض ایمان والوں کا یہ حال کیا گیا کہ انہیں

ایک گڑھا کھود کر اس میں کھڑا کیا گیا پھر ان کے سروں پر آرا چلایا گیا جس سے اُن کے جسم کے دو ٹکڑے ہوئے۔ اسی طرح لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت پر ہڈیوں تک پھیری گئیں لیکن یہ تکلیفیں انہیں دین حق سے پھیرنے میں کامیاب نہیں ہوئیں۔ (بخاری)

(3)﴿فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا'' اللہ تعالیٰ آزمائش کے ذریعے سے جھوٹوں اور سچوں کو الگ کرنا چاہتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ ایمان کو آزمالیں جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اسے ایسے معاملات پیش آتے ہیں جو اس کے ایمان کے لیے آزمائش بن جاتے ہیں۔ اس طرح سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

(5) جب آزمائش آتی ہے جو خوش حالی میں بھی آتی ہے اور تنگ دستی میں بھی، دشمنوں اور مخالفوں کے ذریعے بھی مومن کو آزمایا جاتا ہے جتنی بڑی آزمائش ہوتی ہے اتنے ہی زیادہ شبہات بڑھ جاتے ہیں۔ آزمائش اگر شبہات میں ڈالے تو یہ عقیدے کے مخالف اور معارض ہیں اور شہوات کے فتنے کی طرف لوئیں تو یہ ارادے کے مخالف اور معارض ہیں۔

(6) شبہات میں جس کا ایمان متزلزل نہیں ہوتا وہ اس حق کے ذریعے شبہات کو دور کر دیتا ہے جو قرآن وسنت کے عمل کی صورت میں اس کے پاس ہے اور شہوات جو گناہ اور نافرمانیوں میں مبتلا کرنے والی ہیں۔ جب مومن اپنے ایمان کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے اور اپنی شہوات کے خلاف جدوجہد کرتا ہے تو یہ اس کے ایمان کی سچائی اور صحت پر دلالت کرتی ہے۔

(7) شبہات کے وقت جس کے دل میں شک جگہ بنالیتا ہے اور جس کو شہوات واجبات کی ادائیگی سے روک دیتی ہیں یا گناہوں کی طرف موڑ دیتی ہیں تو یہ ایمان کی سچائی دھندلا جانے کی دلیل ہیں۔

(8) آزمائشیں بھٹی کی مانند ہیں جو خالص چیز سے گندگی اور میل کچیل کو باہر نکال دیتی ہیں۔

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

''یا اُن لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے؟ بہت بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں'' (4)

سوال 1: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''یا اُن لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے؟ بہت بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں'' برائیاں کرنے والے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بھاگ سکتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا﴾ ''یا اُن لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے؟'' یعنی جن لوگوں نے شرک اور نافرمانی کے کام کیے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ سکتے

ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ نے انہیں شعور دلایا ہے کہ کیا ہم سے بھاگ کر کہیں جا سکتے ہو؟ کیا ہماری گرفت سے باہر ہو جاؤ گے؟

(3) بنیادی طور پر شیطان انسان کی ذہن سازی کرتا ہے کہ کسی کو پتہ نہیں چلے گا اور یہ کہ اس کے اعمال کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا ایسے لوگوں کے ذہنوں پر برے افعال اور جرائم غالب آ جاتے ہیں۔

(4) رب العزت نے اس ذہن سازی کو توڑا ہے کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یعنی ان کے اعمال کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا اس لیے ان کے لیے گناہوں پر عمل کرنا آسان ہو گیا۔

(5) رب العزت نے دوسری چوٹ لگائی ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں چلے گا، یا یہ کہ وہ تمہارے بارے میں غافل ہو جائے گا یا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ نکلیں گے اس لیے ان کے لیے گناہوں کا ارتکاب آسان ہو گیا ہے۔

(6) ﴿سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''بہت بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں'' یعنی ان کا یہ فیصلہ بہت برا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو قادر نہیں سمجھتے کس میں اتنی قدرت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے؟

(7) ان کا یہ فیصلہ بہت ہی برا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مہلت کی حکمت کو نہیں سمجھتے۔ وہ رب کی حکمت کا انکار کرتے ہیں۔ ان میں اتنی طاقت کہاں ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکیں۔ مان لو کمزور ہو، عاجز ہو، بھاگ نہیں سکو گے۔

﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(5)

سوال1: ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھنے والے کی امید بر آئے گی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ﴾ ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے'' جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھتے ہیں۔

(2) ﴿فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے کا یقین انہیں دلایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر یقین رکھتے ہیں، جو اعمال کی جزا سزا پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یقین دلایا ہے کہ قیامت برپا ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حساب کتاب ضرور ہو گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ

بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ ''چنانچہ جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے۔'' (الکہف:110)

(3) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ ﷺ کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ''مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ملنے سے موت مراد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے) ہوتی ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے، اس وقت کوئی چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملنے کو ناپسند کرنے لگتا ہے، پس اللہ تعالیٰ بھی اس کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔'' (بخاری:6507)

(4) وہ دن آئے گا جب اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(5) ﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دُعاؤں کو سننے والا ہے اور اُن کی تمام باتوں کو سننے والا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان کے کھلے اور چھپے سب اعمال کو جاننے والا ہے۔

(6) اے اپنے رب کے ساتھ محبت کرنے والے! اس کے قرب اور اس کی ملاقات کا اشتیاق رکھنے والے! اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر بھاگ دوڑ کرنے والے! اپنے محبوب کی ملاقات کے وقت قریب آنے پر خوش ہو جا کیونکہ وہ وقت آنے والا ہے اور ہر آنے والا وقت قریب ہوتا ہے۔ اپنے محبوب کی ملاقات کے لیے زادِ راہ لے کر، امید کو اپنا ساتھی بنا کر اور محبوب کے وصل کی آرزو کرتے ہوئے اس کی طرف رواں دواں ہو جا۔ مگر ہر شخص کو، اس کے دعویٰ کرنے پر عطا نہیں کر دیا جاتا اور نہ اس کی ہر تمنا پوری کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آوازوں کو سننے والا اور نیتوں کو جاننے والا ہے اس لئے جو کوئی اپنے دعوے اور تمناؤں میں سچا ہے اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں کو پورا کر دیتا ہے اور جو کوئی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اس کا دعویٰ اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی محبت کا اہل ہے اور کون اس کا اہل نہیں۔ (تفسیر سعدی:2/2021)

سوال 2: اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید کون رکھتا ہے؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے: (i) جو دنیا سے اُس کے مال ومتاع سے محبت کے ماحول میں اپنے رب سے محبت رکھے۔
(ii) جو خواہشات سے زیادہ اُصولوں کو ترجیح دے (iii) جو دُنیا کے مفاد سے زیادہ آخرت کے مفاد کو ترجیح دے۔
(iv) جو اجر وثواب کی اُمید پر نیک اعمال کرے۔ (v) جو اللہ تعالیٰ سے اُمیدیں باندھے کہ ضرور اس کے نیک اعمال پر اجر عطا کرے گا۔
(vi) جو قیامت کے آنے اور حساب کتاب پر یقین رکھتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے۔

سوال 3: یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع اور علیم کو لا کر کیا ثابت کیا گیا ہے؟

جواب: ان دونوں صفات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قیامت آئے گی اور اعمال کی جزا وسزا کا معاملہ یقینی ہے۔

﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور جو کوئی جہاد کرے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے یقیناً بہت بے پروا ہے'' (6)

سوال 1: ﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور جو کوئی جہاد کرے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے یقیناً بہت بے پروا ہے'' جو نیک اعمال کے لیے اعلیٰ ترین کوشش کرتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں کی؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ﴾ ''اور جو کوئی جہاد کرے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے'' یہاں جہاد سے مراد نیک اعمال کرنے کی وہ اعلیٰ ترین کوشش ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ ان نیک اعمال میں کفار کے ساتھ جہاد کرنا بھی شامل ہے۔
(2) جو نیک اعمال کے لیے اعلیٰ ترین کوشش کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کی طرف لوٹتا ہے، یعنی وہ اپنے لیے کوشش کرتا ہے۔
(3) اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں نفس سستی کرتا ہے اور شیطان اسے نیکی کے راستے سے روکتا ہے جس کے لیے اعلیٰ ترین کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔
(4) اللہ تعالیٰ کے نواہی سے رکنے کے لیے انسان کو اعلیٰ ترین کوشش کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ شیطان اس کے لیے برائی کے راستوں کو مزین کرتا ہے اور برائی سے بچنے کے لیے سخت کوشش اور مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔
(5) سیدنا حسن فرماتے ہیں ''جہاد تلوار چلانے کا نام ہی نہیں انسان نیکیوں کی کوشش میں لگا ہے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے۔'' (ابن کثیر: 136/4)
(6) جہاد بمعنی کسی انسان کی مقدور بھر کوشش جو اسلام کے نفاذ اور اس کی سربلندی کے لیے کی جائے۔ پھر اس جہاد کی اقسام بھی متعدد ہیں اور محاذ بھی متعدد ہیں۔ اقسام سے مراد مثلاً زبان سے جہاد ایک دوسرے کو سمجھانا اور تلقین کرنا یا تقریروں کے ذریعہ تبلیغ کرنا اور قلم سے جہاد یعنی اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور اسلام پر وارد ہونے والے اعتراضات اور حملوں کا جواب لکھنا اور پھر اس کے بعد اجتماعی جہاد یا جہاد بالسیف

یا قتال فی سبیل اللہ ہے اور جہاد کا سب سے پہلا محاذ انسان کا اپنا نفس ہے۔ پھر اس کے بعد عزیز و اقارب پھر اس کے بعد پورا معاشرہ ہے اور آخری محاذ قتال فی سبیل اللہ یعنی ان کافروں سے جنگ کرنا ہے جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے ہوں یا اسلام کو نیست و نابود کرنے پر تلے بیٹھے ہوں۔ جہاد اگر نفس سے کیا جائے تو جہاد کرنے والے کی اپنی اخلاقی اور روحانی اصلاح ہوگی اگر اجتماعی جہاد اپنے معاشرے سے کیا جائے گا تو پورا معاشرہ بے حیائیوں سے اور ظلم و جور سے پاک ہوگا اور اگر جہاد بالسیف کیا جائے گا تو اس سے مسلمانوں کو سیاسی فائدے حاصل ہوں گے۔ جس قسم کا بھی جہاد کیا جائے گا، بالآخر اس کا فائدہ جہاد کرنے والے کو ہی پہنچے گا۔ (تیسیر القرآن:458/3)

(7) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جو کوشش کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا یعنی اُس کا فائدہ اُسی کو نصیب ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے۔'' (فصلت:46)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اگر تم نے بھلائی کی، تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی۔'' (بنی اسرائیل:7) (9) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے یقیناً بہت بے پروا ہے'' (i) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے نیک اعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ (ii) اگر سارے متقی بن جائیں تو اس کی بادشاہت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ (iii) اگر سارے نافرمان ہو جائیں تو اس کی بادشاہت میں کمی نہیں آئے گی۔ (iv) اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایمان والوں کو نیک اعمال کی جزا دے گا اور ایک نیکی کا اجر کئی گنا عطا کرے گا۔

(10) اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال اور ان کی عبادات سے بے نیاز ہے۔

(11) یعنی جہاد کرنے والا اگر جہاد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر جہاد کرتا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کو اس کا کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور اللہ کی بے نیازی کا تو یہ عالم ہے کہ اللہ فرماتے ہیں ''اے میرے بندو! اگر تم تمام جن و انس سارے کے سارے اس شخص کی طرح بن جاؤ جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے تو اس سے میری بادشاہی میں ذرہ بھر بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تم تمام جن و انس سارے کے سارے اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو تم میں سے سب سے زیادہ میرا نافرمان اور بدکار ہے تو اس سے میری بادشاہی میں ذرہ بھر بھی کمی واقع نہ ہوگی'' (قرطبی:246/7)

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کی ہیں، یقیناً ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دیں گے اور یقیناً انہیں ضرور بہترین جزا دیں گے جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' (7)

سوال:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیکیاں کی ہیں، یقیناہم ضرورانُ کی برائیاں اُن سے دورکردیں گے اور یقینا انہیں ضرور بہترین جزادیں گے جووہ عمل کیا کرتے تھے'' ایمان والوں کونیک اعمال کے بہترین صلے کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیکیاں کی ہیں'' یعنی جولوگ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول پرایمان لائے اورآزمائش کے موقع پراپنے ایمان کودرست رکھااورمشرکوں کی ایذاؤں پراپنے دین سے نہیں پھرے۔ (جامع البیان:131/20)

(2)﴿لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''یقیناہم ضرورانُ کی برائیاں اُن سے دورکردیں گے'' اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والوں کوبہترین صلے کی بشارت دیتے ہیں کہ نیک اعمال کا صلہ ملے گا اور گناہ مٹادیے جائیں گے کیونکہ نیکیاں برائیوں کومٹادیتی ہیں۔

(3)﴿وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور یقیناانہیں ضرور بہترین جزادیں گے جووہ عمل کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی بہترین جزادیتے ہیں۔وہ نیکی قبول فرماتا ہےاوردس گنا ثواب دیتا ہے۔اوردس گناسے سات سوگنا تک بڑھادیتا ہےاوراس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ برائی کومعاف کردیتا ہے یابرائی کی اتنی ہی سزادیتا ہے۔جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پرذرہ برابربھی ظلم نہیں کرتااوراگرایک نیکی ہوئی تواس کودوگنا کر دے گااوراپنے پاس سے بہت بڑااجرعطافرمائے گا۔'' (النساء:40)

(4)اس سے مرادا عمال خیر ہیں،مثلاواجبات ومستحبات وغیرہ اوریہ بندے کے بہترین اعمال ہیں کیونکہ بندہ مباح کام بھی کرتا ہے۔ (تفسیرسعدی:2022/2)(5)﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ ''اگرتم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤجن سے تمہیں منع کیا گیا ہےتوہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دورکردیں گےاورتمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔'' (النساء:31)

(6)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: پانچ نمازیں اورایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اوررمضان سے رمضان تک اپنے درمیان سرزدہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں جب تک کبیرہ (گناہوں) کاارتکاب نہ کرے۔(مسلم:552)

(7)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کوئی برائی کرنے کاارادہ کرے تو(اے فرشتو!)تم اسے مت لکھو،جب تک کہ وہ اسے کرنہ لے،پھراگرکرلے توایک برائی لکھ لواوراگرمیرے خوف سے اس کوچھوڑدے(یعنی اس برائی کونہ کرے)تواس کواس کے لیے ایک نیکی لکھ لواور جب وہ کسی نیکی کے کرنے کاارادہ کرے اوراس کونہ کرے تواس کواس کے لیے ایک نیکی لکھ لواورپھراگراس کوکرےتواس کودس گنا سے سات سوگنا تک لکھو۔(بخاری:7501)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے انسان کے ایمان اور نیک اعمال کی جزا کی بات کیا سمجھانے کے لیے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اطمینان دلایا ہے کہ جو تم کر رہے ہو اس پر بہت کچھ ملے گا اس لیے اب تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کریں۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو اُن کی اطاعت نہ کرنا تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہیں بتادوں گا جو تم عمل کرتے تھے'' (8)

سوال1: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو اُن کی اطاعت نہ کرنا تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہیں بتادوں گا جو تم عمل کرتے تھے'' رب العزت نے والدین سے حسنِ سلوک کرنے کی جو ہدایت کی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی وصیت کی ہے کیونکہ ماں باپ دنیا میں لانے کا سبب بنتے ہیں اور باپ کما کر کھلاتا ہے اور ماں اپنا وجود کھلاتی ہے۔ پہلے پیٹ میں ماں کے لہو سے بچہ پروان چڑھتا ہے۔ پھر پیدائش کے بعد اس کے دودھ سے بچہ نشوونما پاتا ہے۔ ماں باپ بچے کو زندگی سکھاتے ہیں اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جوان ہونے تک مسلسل اس کی نگہداشت کرتے ہیں۔

(2) رب العزت نے وصیت کی ہے کہ اپنے قول اور فعل کے ساتھ ماں باپ سے حسنِ سلوک کریں، ان کی نافرمانی نہ کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔ اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے اُنہوں نے مجھے بچپن

میں پالا تھا۔'' (بنی اسرائیل:24,23)

(3) اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات پر اپنی توحید اور اپنی عبادت کا حکم دینے کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کی تاکید کی ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو شخص والدین کی اطاعت اور خدمت کے تقاضوں کو سمجھ کر ادا کر سکتا ہو وہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تقاضوں کو سمجھ کر ادا کر سکتا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو شخص دنیا میں والدین کی محبت، مہربانی شفقت اور تربیت کا شعور رکھ کر ان کی خدمت اور اطاعت میں کوتاہی کرتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے شعور کو اور اس کی اطاعت میں بھی ضرور کوتاہی کرتا ہے۔ اسی لیے حدیث میں والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت کی اتنی تاکید کی گئی ہے۔

(4) ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں'' مجاہدہ بڑی اور خاص کوشش کو کہتے ہیں والدین کے لیے یہ لفظ اس لیے استعمال کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے لیے شرک کرنے کے لیے جب اولاد پر دباؤ ڈالتے ہیں تو زیادہ بڑی کوشش کرتے ہیں۔

(5) یعنی اگر والدین جیسی قابل احترام ہستیاں بھی شرک کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی کیونکہ شرک کی صحت پر کوئی دلیل نہیں۔

(6) ﴿فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ ''تو اُن کی اطاعت نہ کرنا'' یعنی ماں باپ چاہیں اور کہیں کہ مشرک بن جاؤ تو کبھی نہیں ماننا، انہیں بھی شرک سے بچانے کی کوشش کرو کیونکہ

(7) ﴿اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ﴾ ''تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے'' کوئی نیک ہو یا برا اس نے جانا تو رب ہی کے پاس ہے پھر وہ ان کی اطاعت اور شرک کے حکم کو نہ ماننے کا ثواب عطا فرمائے گا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ آپ کو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھائے گا، ماں باپ کے ساتھ نہیں اٹھائے گا۔ (i) اللہ تعالیٰ نے انسان کو رب کی اطاعت پر قائم رہنے کے لیے والدین کے دباؤ کو قبول نہ کرنے کے لیے اپنی طرف لوٹ کر آنے کی بات کی ہے (ii) لوٹ کر آنے کی بات اس لیے کی ہے کہ تمہارے معاملات فقط دنیا تک ختم ہو جانے والے نہیں ہیں ان کا حساب دینا ہوگا لہٰذا وہی عمل کرنے کے پابند ہو جو تمہیں رب نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خبر دے دے گا جو تم عمل کرتے تھے۔

(8) مصعب رحمہ اللہ اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میری ماں نے قسم کھائی تھی کہ وہ سعد سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی، جب تک کہ وہ اپنا دین (اسلام) نہیں چھوڑے گا۔ تب تک وہ نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیے گی۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں، اللہ تعالیٰ نے تجھے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں، لہٰذا میں تجھے اس بارحکم دے رہی ہوں۔ وہ تین دن بھوکی پیاسی، رہی حتیٰ کہ بھوک و پیاس کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی، تو اس کے دوسرے بیٹے عمارہ نے اسے پانی پلایا، تو (جب اسے ہوش آیا) وہ سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف بددعائیں کرنا شروع ہوگئی تو اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ آیت اتار دی کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے تھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کے

بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور ان سے دنیا میں اچھے طریقے سے پیش آیا۔ (مسلم:6238)

(9) سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے، اطاعت صرف اس کام میں ہے جو جائز ہے۔ (مسلم:4765)

(10) ﴿فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''پھر میں تمہیں بتادوں گا جو تم عمل کرتے تھے'' یعنی میں تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دوں گا۔ اس لیے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو ان کی اطاعت کو ہر ایک اطاعت پر مقدم رکھو سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے۔

(11) والدین کے حقوق اس وقت تک قابل لحاظ ہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے نہ ٹکرائیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ٹکرائیں تو ان کی اطاعت ایسے احکامات میں نہیں ہوگی۔

(12) اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ اطاعت والدین حسن سلوک میں شامل ہے اور دوسری یہ کہ شرک کے معاملہ میں والدین کی اطاعت نہیں کی جاسکتی باقی سب معاملات میں ان کی اطاعت لازم ہے ﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ ''اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو'' (لقمان:15)

(13) کیا اطاعت کے بغیر حسن سلوک ہوسکتا ہے؟ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ ''اور اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا اور سرکش، نافرمان نہیں تھا'' (مریم:14)

(14) اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کا، خواہ وہ کسی عمر میں ہوں، سرکش اور نافرمان ہو وہ اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے والا ہو ہی نہیں سکتا۔ گویا حسن سلوک میں دو باتیں ضروری ہیں (i) سختی کی بجائے نرمی کا سلوک۔ (ii) ان کی فرمانبرداری۔

(15) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی تھی سیدنا اسماعیل علیہ السلام جب عاقل ہو گئے تو ان سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہ ﴿يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾ ''اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟'' اُس نے کہا: ''اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ وہ کریں، ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' (الصفت:102)

(16) مندرجہ بالا تصریحات سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں: (i) بچہ بلوغت سے پہلے والدین کی زیر تربیت و کفالت ہونے کی وجہ سے والدین کی اطاعت پر مجبور ہوتا ہے اور اس بچہ کی بلوغت اس وجہ سے بھی خارج از بحث ہے کہ اس عمر میں بچہ شرعی احکام کا مکلف نہیں ہوتا۔ (ii) بلوغت سے لے کر چالیس سال کی عمر تک (یعنی پختگی عقل اور اصابت رائے کی عمر تک) کے عرصہ میں اولاد کو والدین کی اور بزرگوں کی اطاعت کرنا لازم ہے کیونکہ اس عمر میں جوانی کا جوش اور جذبات کی شدت انسان کی عقل پر غالب ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنا نفع

ونقصان بھی درست طور پر سوچنے کے قابل نہیں ہوتا اور اس کی اپنی عافیت بھی اسی بات میں ہوتی ہے کہ وہ اپنے والدین اور بڑوں کی اطاعت کرے۔(iii) اندازہ چالیس سال کی عمر کے بعد جب اس کی عقل پختہ ہو جاتی ہے۔اس وقت تک اس کے والدین کہولت کی عمر کو پہنچ چکے ہوتے ہیں وہ خود اولاد کے محتاج ہونے کی وجہ سے اپنا کوئی حکم اولاد کے سر پر تھوپ نہیں سکتے۔تاہم اس عمر میں بھی اولاد اپنے والدین کی مرضی کو مقدم رکھے تو یہ بہت بڑی سعادت ہے۔اگر کہیں اختلاف واقع ہو جائے تو پھر بھی اولاد کا یہ حق نہیں کہ وہ ان سے بحث وجدال کرے یا ان کو دبائے بلکہ حکم یہ ہے کہ ایسی حالت میں بھی ان کو اف تک نہ کہے۔انہیں دبانا یا ڈانٹنا تو بہت دور کی بات ہے۔ایسی صورت میں وہ اپنی بات نرمی سے پیش کر کے دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کرے اور دنیوی امور میں یعنی ان کے قیام وطعام کے سلسلہ میں دل وجان سے ان کی خدمت کرے۔(تیسیر القرآن:462,464/3)

(17) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا، کون سا عمل اللہ کے ہاں زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔میں نے کہا، پھر کون سا؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔میں نے کہا، پھر کون سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔(مسلم:5970)

(18) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے آپ ﷺ سے جہاد پر جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے دریافت فرمایا: کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا، جی ہاں! (زندہ ہیں)۔آپ نے فرمایا: تو تو انہی (کی خدمت) میں جہاد کر۔(بخاری:3004)

(19) ابن کثیر لکھتے ہیں یعنی اولاد نے اگر ناحق بات میں والدین کا کہا نہ مانا اور والدین ناحق پر قائم رہے تو اولاد کا حشر صالحین کے زمرہ میں ہوگا، ان والدین کے زمرہ میں نہ ہوگا۔گویا طبعی ونسبی تعلقات کی بنا پر وہ اس سے سب سے زیادہ قریب تھے۔معلوم ہوا ﴿اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ﴾ ''آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے'' میں حب دینی مراد ہے، حب طبعی مراد نہیں۔(تفسیر عثمانی:310/2)

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہم انہیں ضرور نیک بندوں میں داخل کریں گے'' (9)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہم انہیں ضرور نیک بندوں میں داخل کریں گے'' نیک لوگوں کو صالحین میں شامل کیا جائے گا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں'' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

(2) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرتے رہے اور محارم سے اجتناب کرتے رہے۔

(3)﴿لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''ہم اُنہیں ضرور نیک بندوں میں داخل کریں گے'' اللہ تعالیٰ نے ایمان لا کر نیک اعمال کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور صالحین کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔'' (النساء:69)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔'' (النمل:19) (5) حقیقت یہ ہے کہ صحیح ایمان اور عمل صالح ہی انسان کی حقیقی سعادت کا سبب بنتے ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے پھر جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُسے ایذاء دی جائے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتا ہے اور یقیناً اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آ گئی تو وہ ضرور کہیں گے کہ یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ تھے، اور کیا اللہ تعالیٰ اُن کو زیادہ جاننے والا نہیں ہے جو سارے جہانوں کے سینوں میں ہے؟'' (10)

سوال 1:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے پھر جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُسے ایذاء دی جائے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتا ہے'' منافقوں کی عادت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' یہ آیت منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دل مومن نہیں۔

(2)﴿ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ﴾ ''پھر جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُسے ایذاء دی جائے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتا ہے'' اللہ تعالیٰ ایمان کی آزمائش کرتے ہیں تاکہ جھوٹے اور سچے کا فرق واضح ہو جائے۔ لوگوں میں سے ایک گروہ یعنی منافق آزمائش پر صبر نہیں کر سکتے۔ لوگوں کی ایذائیں انہیں ایمان سے روک دیتی ہیں۔

(3) ایمان کے راستے میں جب انہیں ستایا جاتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کا عذاب آ گیا اور وہ دین کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اللہ کی راہ میں ایذا دیئے جاتے ہیں تو یہ اپنے دین سے پھر جاتے ہیں یہی ان کا فتنہ

ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1410)

سوال2:﴿وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ﴾''اور یقیناً اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آ گئی تو وہ ضرور کہیں گے کہ یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ تھے''منافقوں کی عادت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ﴾''اور یقیناً اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آ گئی''رب کی طرف سے مدد آئے مشکلات دور ہو جائیں،دشمنوں پر فتح حاصل ہو،مالی تنگیاں ختم ہو جائیں۔

(2)﴿لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ﴾''تو وہ ضرور کہیں گے کہ یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ تھے''یعنی اللہ کی مدد آنے پر،کسی ملک کے فتح ہونے پر،مال غنیمت حاصل ہونے پر وہ دینی بھائی ہونے کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے،پھر اگر اسے فائدہ پہنچتا ہے تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اُسے کوئی آزمائش آتی ہے تو چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے،اُس نے دنیا میں بھی خسارہ اُٹھایا اور آخرت میں بھی،یہی کھلا خسارہ ہے۔''(الحج:11)

(3)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ﴾''وہ لوگ جو تمہارے بارے میں انتظار میں رہتے ہیں،پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی فتح ہو تو کہتے ہیں:''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟''(النساء:141)

(4)﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ (٥٦) لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ (٥٧)﴾''اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ضرور وہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔اگر وہ کوئی جائے پناہ،یا کوئی غاریں،یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ پالیں تو وہ اس حال میں لوٹ جائیں کہ رسیاں تڑاتے ہوں۔''(التوبہ:57,56)

سوال3:﴿اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور کیا اللہ تعالیٰ اُن کو زیادہ جاننے والا نہیں ہے جو سارے جہانوں کے سینوں میں ہے''اللہ تعالیٰ دل دیکھتا ہے،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور کیا اللہ تعالیٰ اُن کو زیادہ جاننے والا نہیں ہے جو سارے جہانوں کے سینوں میں ہے''کیا اللہ تعالیٰ کو جہان والوں کے دلوں کی خبر نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ تو سینوں کے بھید جانتا ہے اور دل کی باتوں سے آگاہ ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾''اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی ان کا گوشت

پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' (الحج:37)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دل اور اعمال دیکھتا ہے۔'' (مختصر ابن کثیر 2/1255)

(4) رب العزت نے اعمال میں خلوص کا حکم دیا ہے اور نیتوں کا جائزہ لینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اخلاص کی قدر ہے اور فرماں برداری کی عزت ہے۔

﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾

''اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو ضرور جان لے گا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور یقیناً وہ منافقوں کو بھی ضرور جان لے گا'' (11)

سوال 1: ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو ضرور جان لے گا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور یقیناً وہ منافقوں کو بھی ضرور جان لے گا'' اللہ تعالیٰ نے ضرور آزمانا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو ضرور جان لے گا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آزماتے ہیں تاکہ ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا دیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے احوال کو جانچ لیں۔ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ہدایت اُن پر واضح ہو چکی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ (محمد:32,31)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو بھی آزمایا جو اُن سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔'' (العنکبوت:3)

(3) ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ''اور یقیناً وہ منافقوں کو بھی ضرور جان لے گا'' اللہ تعالیٰ منافقوں کو بھی آزماتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حجت نہ پیش کر سکیں کہ اگر ہمیں آزمایا جاتا تو ہم ثابت قدم رہتے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ منافقوں اور مومنوں کو جان کر رہے گا اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کے دعوے کو ضرور آزمائے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ اس لیے آزمائے گا تا کہ مومن اور کافر میں فرق واضح ہو جائے۔ (3) اللہ تعالیٰ یہ ضرور جانے گا کہ متقی کون ہے اور منافق کون۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اُن لوگوں سے کہا جو ایمان لائے ہیں کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو اور لازم ہے کہ ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اُٹھالیں حالانکہ وہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی ہرگز اُٹھانے والے نہیں بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' (12)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اُن لوگوں سے کہا جو ایمان لائے ہیں کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو اور لازم ہے کہ ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اُٹھالیں حالانکہ وہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی ہرگز اُٹھانے والے نہیں بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اُن لوگوں سے کہا جو ایمان لائے ہیں کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو اور لازم ہے کہ ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اُٹھالیں'' کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ آپ دین کے کچھ حصے کو چھوڑ کر ہمارے دین میں آجاؤ۔ اگر ہمارے دین کی پیروی کرو گے اور اس راستے پر چل کر تمہیں کچھ گناہ ملیں گے تو ہم تمہارے معاملے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔

(2) ﴿وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی ہرگز اُٹھانے والے نہیں بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' یہ ان کی ایک خطا بھی اپنے ذمے نہیں لے سکتے کجا کہ سب گناہوں کا بوجھ اٹھائیں۔

(3) خطاؤں کو اپنے ذمے لینے والا راضی بھی ہو تب بھی وہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ''یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔'' (النجم:38)

(4) ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو۔'' (فاطر:18)

(5) ﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝۱۰ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝۱۱﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (حالانکہ) وہ انہیں دکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے

میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔'' (المعارج:11,10)

(6)﴿اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلاشبہ وہ یقینا جھوٹے ہیں'' یعنی یہ محض دین سے دور کرنے کی ایک جھوٹی تدبیر ہے اور تدبیر کرنے والے جھوٹے ہیں۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی، اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا۔ اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری:2449)

سوال 2: کافروں نے رواجی دین کی پیروی کرنے کے لیے کیوں کہا تھا؟

جواب: کافر اپنے دین کو ہی صحیح سمجھتے تھے۔ کافر ہر صورت میں مسلمانوں کو اسلام سے لوٹانا چاہتے تھے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دعوے کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

''اور یقیناوہ ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے دن اُن سے یقیناضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' (13)

سوال 1: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور یقیناوہ ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے دن اُن سے یقیناضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' قیامت کے دن اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسروں کے بوجھ اٹھانے والوں کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ﴾ ''اور یقیناوہ ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے'' اہل ایمان کو کفر کی طرف پلٹانے والوں کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ وہ اپنے ان گناہوں کا بوجھ تو اٹھائیں گے جن کا انہوں نے ارتکاب کیا۔

(2)﴿وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ ''اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی'' یعنی ان لوگوں کے گناہ بھی جنہوں نے ان کے برائی اور دین سے پلٹنے کی دعوت کو قبول کیا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اُٹھائیں اور اُن کے بوجھوں میں سے بھی جنہیں وہ علم کے بغیر ہی گمراہ کرتے ہیں۔سن لو! بہت ہی بُرا ہے وہ بوجھ جو وہ اُٹھا رہے ہیں۔''(النحل:25)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے کسی کو ہدایت (نیکی) کی دعوت دی اس کے لیے اس کی آواز پر لبیک کہنے والے تمام لوگوں کا ثواب ہوگا اور یہ چیز ان کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں کرے گی اور (ایسے ہی) جس شخص نے برائی کی طرف دعوت دی، اسے ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس کے پیچھے لگیں گے اور اس سے ان کے گناہ کم نہیں ہوں گے۔''(مسلم:6804)

(5)﴿وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾''اور قیامت کے دن اُن سے یقیناضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جھوٹے افترا پردازوں سے ان کے اعمال کی باز پرس کرے گا۔

(6)سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی ﷺ نے اللہ کی تمام رسالت پہنچادی آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنے عزت کی اور اپنے جلال کی قسم آج ایک ظالم کو بھی میں نہ چھوڑوں گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ فلاں فلاں کہاں ہے؟ وہ آئے گا اور پہاڑ کے پہاڑ نیکیوں کے اس کے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ اہل محشر کی نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگیں گی وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو جائے گا پھر منادی ندا کرے گا کہ اس طرف سے اس کا کوئی حق ہو اس نے کسی پر ظلم کیا ہو وہ آجائے اور اپنا بدلہ لے لے۔اب تو ادھر ادھر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور اسے گھیر کر اللہ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے ان بندوں کو حق دلواؤ۔فرشتے کہیں گے اے اللہ کیسے دلوائیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیاں لو اور انہیں دو چنانچہ یوں ہی کیا جائے گا یہاں تک کہ ایک نیکی باقی رہے گی اور ابھی مظلوم اور حقدار باقی رہ جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے انہیں بھی بدلہ دو، دو فرشتے کہیں گے اب تو اس کے پاس ایک نیکی بھی باقی نہیں رہی۔اللہ تعالیٰ حکم دے گا ان کے گناہ اس پر لاد دو۔پھر نبی ﷺ نے گھبرا کر اس آیت کی تلاوت فرمائی﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا﴾ابن ابی حاتم میں ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا اے معاذ! قیامت کے دن مومن کی تمام کوششوں سے سوال کیا جائے گا یہاں تک کی اس کی آنکھوں کے سرمے اور اس کی مٹی کے گوندھنے سے بھی۔دیکھ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کوئی اور تیری نیکیاں لے جائے۔(ابن کثیر:4/153)

رکوع نمبر 14

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾

''اور ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اُن میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا پھر اُنہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے''(14)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اُن میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا پھر اُنہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے'' سیدنا نوح علیہ السلام کے بارے میں رب العزت کے تذکرے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ ''اور ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے سیدنا نوح علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ آپ کافروں پر افسوس نہ کریں کیونکہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ رب العزت نے فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۹۶) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (۹۷)﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔''(یونس:96,97)

(2) رب العزت نے گزشتہ قوموں میں سے جن کو عذاب سے ہلاک کیا ان میں قوم نوح علیہ السلام بھی ہے جن کی طرف سیدنا نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ انہوں نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی اور خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے روکا۔

(3)﴿فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا﴾ ''تو وہ اُن میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا'' سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو برس رہے۔ یہ دعوت وتبلیغ کی عمر ہے پوری عمر کے بارے میں وضاحت نہیں کی گئی۔

(4) سیدنا نوح علیہ السلام رات دن، کھلے چھپے انہیں خیر خواہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے مگر وہ حق سے بھاگتے رہے اور سیدنا نوح علیہ السلام کو جھوٹا کہتے رہے۔ ان پر ایمان لانے والے چند لوگ تھے۔

(5) سیدنا نوح علیہ السلام نے صبر اور حلم کے ساتھ سر توڑ کوششیں کیں۔ آخر کار انہوں نے اپنی قوم کے لیے بد دعا کی۔ ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اے میرے رب! تو زمین پر کوئی کافر نہ رہنے دینا۔''(نوح:26)

(6)﴿فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''پھر اُنہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے'' یعنی ایسا عظیم طوفان آیا جس کے لیے آسمان سے کثرت سے بارشیں ہوئیں زمین نے اپنا پانی اُگل دیا اور انہیں اس حال میں طوفان نے پکڑ لیا کہ وہ ظالم تھے۔

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

'' پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دلائی اور اُسے جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا''(15)

سوال1:﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دلائی اور اُسے جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا'' اور کشتی والے بچا لیے گئے اور کشتی کو نشانی بنا دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ﴾ ''پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دلائی'' اللہ تعالیٰ نے کشتی والوں کو بچا لیا یعنی جو ایمان والے اور گھر والے سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔

(2)﴿وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور اُسے جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے کشتی کو جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں اور رسولوں کو جھٹلانے والوں کا انجام ہلاکت ہے۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی اس طوفان کے بعد جودی پہاڑ پر ٹکی رہی۔ لوگ اس کو دیکھ کر طوفان نوح اور قوموں کے انجام کو یاد کرتے رہے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (۱۱) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۱۲)﴾ ''بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا تاکہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں۔'' (الحاقۃ:12,11)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''پس اُنہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اُسے اور اُن لوگوں کو نجات دی جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، اور ہم نے انہیں جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اُن لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا، سو آپ دیکھو اُن کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا!'' (یونس:73)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾ ''اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے، چنانچہ وہ آگ میں داخل کر دیے گئے، پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہوں نے اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔'' (نوح:25)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قوم نوح (کے نافرمان لوگوں) میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ رحم کرتے تو ام الصبی (بچے کی ماں) پر رحم کرتے۔ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں نو سو پچاس سال رہے اور انہیں دعوت دیتے رہے، یہاں تک کہ جب ان کی نبوت کا آخری زمانہ ہوا تو انہوں نے ایک درخت لگایا، جب وہ خوب مضبوط ہو گیا اور چاروں طرف پھیل گیا تو اسے کاٹ کر اس کے تختوں سے کشتی بنانا شروع کی۔ کافر لوگ گزرتے تو پوچھتے، آپ جواب دیتے کہ میں کشتی بنا رہا ہوں، تو وہ مذاق اڑاتے اور کہتے کہ تم خشکی پر کشتی بنا رہے ہو، مگر یہ (زمین پر) چلے گی کیسے؟ آپ جواب دیتے کہ تم جلد جان لوگے۔ جب آپ کشتی بنا کر فارغ ہو گئے تو تنور ابل پڑے اور گلیوں میں پانی بہت زیادہ ہو گیا۔ ایک عورت، جس کا ایک (چھوٹا سا) بچہ تھا، وہ ڈر گئی (کہ کہیں اس کا بچہ ڈوب نہ جائے)، کیونکہ وہ اپنے بچے سے شدید محبت کرتی تھی۔ تو وہ پہاڑ کی طرف چل دی اور ایک غار میں پناہ لی۔ جب وہاں پانی پہنچا تو وہاں سے نکل کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ

گئی۔جب پانی اس کی گردن تک پہنچا تو اس نے اپنے بچے کو ہاتھوں میں تھام کر بازو اوپر کر لیے (کہ کسی طرح بچہ بچ جائے) لیکن پانی دونوں کو بہالے گیا۔پس اگر اللہ تعالیٰ ان (کافروں) میں سے کسی پر رحم کرتا تو اس بچے کی ماں پر کرتا۔(مستدرک حاکم:3310)

(8)اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی نجات سے سارے جہان والوں کو یہ سبق دیا کہ ایمان ہی نجات کا باعث بننے والا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے کشتی والوں کو کیوں نجات دی؟

جواب:کشتی میں وہ لوگ سوار کیے گئے تھے جو مومن تھے اور مومنوں کو نجات اس لیے دی گئی کہ جہان والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائیں۔

﴿وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور ابراہیم کو (بھیجا) جب اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈر جاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' (16)

سوال1:﴿وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ابراہیم کو (بھیجا) جب اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈر جاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید اور تقویٰ کی جو دعوت دی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ اِبْرٰهِیْمَ﴾ ''اور ابراہیم کو (بھیجا)'' یعنی اے محمد ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے۔عراق میں پیدا ہوئے ان کے والد بت پرست تھے۔اللہ نے انہیں اپنا خلیل بنالیا تھا۔

(2)﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور یہ کہ بتوں کی عبادت چھوڑ دو۔

(3)﴿وَ اتَّقُوْهُ﴾ ''اور اُس سے ڈر جاؤ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھ کر اس کی اطاعت اور اس کے عذاب کے خوف سے ان کاموں کو چھوڑ دو جو اس کی ناراضگی کا باعث بنتے ہیں۔

(4)اس کے خوف سے فرائض ادا کرو اور نافرمانیوں سے اجتناب کرو (جامع البیان:136/20)

(5)﴿ذٰلِكُمْ﴾ ''یہی'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقوی۔

(6)﴿خَیْرٌ لَّكُمْ﴾ ''تمہارے لیے بہتر ہے'' تمہارے لیے عبادت اور تقویٰ ہی بہتر ہے ہر بھلائی عبادت اور تقویٰ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے

(7)﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو'' یعنی اگر تم علم رکھتے ہو کہ عبادت اور تقویٰ، محبت اور خوف اسی کا حق ہے۔

(8)اگر تم خیر اور شر میں تمیز کر سکتے ہو اور تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہیں نفع دیتے ہیں۔تو برائیوں سے بچ جاؤ اور دنیا اور آخرت کی بھلائیاں

سمیٹ لو۔

﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کی بجائے تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اور تم جھوٹ گھڑتے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو اللہ تعالیٰ کے پاس سے رزق تلاش کرو اور اُس کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر ادا کرو اُسی کی طرف تم واپس لائے جاؤ گے''(17)

سوال1: ﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی بجائے تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اور تم جھوٹ گھڑتے ہو'' بتوں کی عبادت خود ساختہ ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی بجائے تم بتوں کی عبادت کرتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ محض خود ساختہ معبود ہیں جن کے تم نے نام رکھ لیے ہیں جن کے کچھ احکام گھڑ لیے ہیں۔

(2) ﴿وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا﴾ ''اور تم جھوٹ گھڑتے ہو'' (i) بت پتھر کے ہوں، مٹی، پیتل یا چونے کے ہاتھوں سے بنائے جاتے ہیں سن نہیں سکتے لیکن انہیں پکارا جاتا ہے اس اعتبار سے افک بڑا جھوٹ ہے۔ (ii) بت نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان لیکن انہیں نفع پہنچانے والا نقصان سے بچانے کے لیے پکارا جاتا ہے۔ (iii) بتوں کو ہاتھوں سے تراشا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان میں مشکل کشائی اور حاجت روائی کی خصوصیات پیدا ہو گئی ہیں جب کہ انسان جانتا ہے کہ اس کے اپنے ہاتھوں میں بھی یہ خصوصیات نہیں تو جن ہاتھوں سے وہ بتوں کو تراشتا ہے ان میں کیسے یہ خصوصیات پیدا ہو سکتی ہیں اس لیے یہ افک ہے۔ (iv) انسان اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر اُن سے اُمیدیں باندھتا ہے۔ اس کا حقیقت سے تعلق نہیں اس لیے یہ افک ہے۔

سوال2: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے'' بت رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ سب ناقص ہیں جو خود گھڑے ہوئے ہیں۔ جو اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں جو اپنی موت و حیات کا اختیار نہیں رکھتے۔ جو کسی کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں۔ جو کوئی اختیار نہیں رکھتے وہ عبادت کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں۔

(2) ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا﴾ ''وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اپنے ہاتھ سے تراش کر

بت بناتے ہو۔ یہ بت تمہیں کیا روزی دیں گے۔ روزی تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اس سے مانگو۔''

(3) دل اس کی عبادت کرنا چاہتے ہیں جو نفع دے نقصان سے بچائے، مشکلات سے بچائے، جو ضروریات کو جانتا ہو، جو ضروریات پوری کرسکتا ہو، جس سے سوال کریں وہ سنے اور جواب دے۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''کہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کر رہے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں ہیں یعنی نہ یہ بارش برسا سکتے ہیں نہ پھل پھول سبزیاں، اجناس اُگا سکتے ہیں نہ سورج کی حرارت پہنچا سکتے ہیں۔ نہ رزق کمانے کے لیے تمہیں صلاحتیں دے سکتے ہیں تو پھر ان سے روزی کے طلب گار کیوں ہوتے ہو۔''

سوال 3: ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ کے پاس سے رزق تلاش کرو'' اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو اور اسی کا شکر ادا کرو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ کے پاس سے رزق تلاش کرو'' اللہ تعالیٰ الرزاق ہے وہ دنیا میں بھی اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی وہی دے گا۔ اسی سے اس کی رضا اور قرب طلب کرنا چاہیے۔ (تفسیر المراغی: 224/7)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (سبا: 36)

(3) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے ان کے جن کو میں کھانا عطا کر دوں، پس تم مجھ سے ہی کھانا مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو سوائے ان کے جن کو میں پوشاک پہنا دوں، پس تم مجھ سے ہی پوشاک (لباس) مانگو، میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔'' (مسلم: 6572)

(4) رزق تو اللہ تعالیٰ ہی تقدیر میں لکھتا اور مہیا کرتا ہے۔

(5) ﴿وَاعْبُدُوْهُ﴾ ''اور اُس کی عبادت کرو'' اس کی عبادت کرو جو نفع اور نقصان کا مالک ہے، جو اپنے اختیارات میں کامل ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔

(6) ﴿وَاشْكُرُوْا لَهٗ﴾ ''اور اُسی کا شکر ادا کرو'' اس لیے کہ نعمتیں دینے والا حق رکھتا ہے کہ اس کی نعمت کا اعتراف کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ عطا کرنے والا ہے اس لیے اسی کا شکر ادا کرو۔

(7) ﴿اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ '' اُسی کی طرف تم واپس لائے جاؤ گے'' جب تم اس کی طرف واپس جاؤ گے وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اور جو تم چھپاتے تھے اور ظاہر کرتے تھے اس کے بارے میں تمہیں بتائے گا۔ اس لیے شرک کر کے اس کے پاس نہ لوٹنا۔ اپنی زندگی میں ان کاموں میں رغبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، جو اس کے قریب کرتے ہیں۔ ان کاموں پر ہی وہ ثواب دے گا۔

(8) اس سے مراد یہ ہے کہ اس زندگی کے بعد موت آئے گی۔ موت کے بعد دوبارہ زندگی دی جائے گی پھر اللہ کی طرف حساب کتاب کے لیے لوٹایا جائے گا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے شعور دلایا تھا کہ جب لوٹ کر اس اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونا ہے تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ دوسروں سے روزیاں کیوں طلب کرتے ہو؟ دوسروں کو حاجت روا اور مشکل کشا کیوں سمجھتے ہو؟

﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

''اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں'' (18)

سوال 1: ﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں'' رسولوں پر صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں'' (i) رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ آپ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں تو اس سے پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا جاتا رہا ہے۔

(ii) اگر پہلے جھٹلانے والے اپنی ہلاکت کو پہنچے ہیں تو یہ بھی اپنے بُرے انجام سے بچ نہیں پائیں گے۔

(2) ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور رسول پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں'' (i) رسول کا کام اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اس پیغام سے کوئی ہدایت پاتا ہے یا نہیں اس کے لیے رسول ذمہ دار نہیں ہے۔ (ii) رسولوں کا کام ہدایت دینا نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے اللہ تعالیٰ جس میں سچی طلب دیکھتا ہے اُس کو ہدایت دیتا ہے اور باقیوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ لوگوں کے لیے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:165)

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اُس کا اعادہ کرے گا، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے'' (19)

سوال1:﴿اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اُس کا اعادہ کرے گا، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے تخلیق کی ابتداء اور اعادہ دونوں آسان ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ﴾ '' اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کی ابتداء کرتا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم زندگی بعد موت کی قائل نہیں تھی۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے زندگی بعد موت کے ثبوت میں کئی دلائل دیے کہ اپنی پیدائش پر غور کر لیں۔ نام و نشان بھی نہیں تھا جب عدم میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وجود عطا کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کی ابتداء کرتا ہے نطفے سے خون کے لوتھڑے تک پھر گوشت کی بے شکل بوٹی سے پورے انسان تک جو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے۔

(4)﴿ثُمَّ یُعِیْدُهٗ﴾ ''پھر وہ اُس کا اعادہ کرے گا'' وہ تخلیق کا اعادہ کر سکتا ہے اور وہ قیامت کے دن اعادہ کرے گا۔

(5)﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ ''یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے'' اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتداء سے آخرت کو ثابت کیا ہے کہ ہر چیز کی پیدائش کو تو تم دیکھتے ہو تو جو پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا ہے جب کہ اُس کا سرے سے ہی کوئی وجود نہیں ہوتا وہ دوسری دفعہ پیدا کرنے پر اختیار رکھتا ہے۔

(6) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا آسان ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ تمہیں معاد کا معاملہ خواہ کتنا ہی مشکل لگے اللہ کے لیے آسان ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے۔'' (الروم:27)

﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح تخلیق کی ابتداء کی؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی اُسے دوسری بار پیدا کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (20)

سوال1:﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

قَدِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح تخلیق کی ابتداء کی؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی اُسے دوسری بار پیدا کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' تخلیق کی ابتداء اور اعادہ کے لیے زمین میں چلو پھرو اور سمجھو کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ'' یعنی انہیں تخلیق کی ابتداء کے بارے میں شک ہو تو انہیں کہو۔

(2)﴿سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''زمین میں چلو پھرو'' اپنے قلب و ذہن کو حاضر رکھتے ہوئے زمین میں چلو پھرو۔

(3) ﴿فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ﴾ ''پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح تخلیق کی ابتداء کی؟'' تم دیکھو گے کہ انسانوں کے گروہ تھوڑا تھوڑا کر کے وجود میں آ رہے ہیں، تم دیکھو گے کہ درخت اور نباتات وقتاً فوقتاً جنم لے رہے ہیں، تم بادلوں اور ہواؤں کو پاؤ گے کہ وہ لگاتار اپنی تجدید کے مراحل میں رہتے ہیں بلکہ تمام مخلوق دائمی طور پر ابتدائے تخلیق اور اعادہ تخلیق کے دائرے میں گردش کر رہی ہے۔ ان کی موت صغریٰ یعنی نیند کے وقت، ان پر غور کرو کہ رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ ان کو ڈھانپ لیتی ہے تب تمام حرکات ساکن اور تمام آوازیں منقطع ہو جاتی ہیں۔ اپنے بستروں اور ٹھکانوں میں تمام مخلوق کی حالت یوں ہوتی ہے جیسے وہ مردہ ہوں۔ رات بھر وہ اس حالت میں رہتے ہیں حتیٰ کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے تو وہ اپنی نیند سے بیدار اور اپنی اس عارضی موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہوئے اٹھتے ہیں: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾ ''تعریف ہے اللہ کی جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف قبر سے اٹھ کر جانا ہے۔'' (تفسیر سعدی: 2/2028)

(4)﴿ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ ہی اُسے دوسری بار پیدا کرے گا'' یعنی اس اعادہ تخلیق کے بعد ایسی زندگی ہے جس میں نہ موت ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/2028)

(5)(i) اللہ تعالیٰ نے ''معاد'' کو سمجھانے کے لیے انسان کو دعوت دی ہے کہ زمین میں چلو پھرو اور اس کی نشانیوں کو دیکھو۔ غور کرو اللہ نے کیسے زمین کو بچھایا؟ اللہ نے کیسے سمندر بنائے؟ کیسے پہاڑ بنائے؟ کیسے وادیاں بنائیں؟ کیسے دریا چلائے؟ کیسے طرح طرح کے پھل پیدا کیے؟ (ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو دعوت دی ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسے پیدائش کی ابتدا کی اور اس کے ساتھ انسان کو شعور دیا ہے کہ ایسے ہی اللہ تعالیٰ اعادہ کرے گا۔

(6)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اختیار ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے وہ پہلی بار پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ﴾

'' وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے''(21)

سوال: ﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' اللہ تعالیٰ عذاب دینے اور رحمت کرنے پر قدرت رکھتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کیسا قادر ہے فیصلہ کرنے کے سارے اختیارات اُس کے پاس ہیں کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔ اُس نے اپنی قدرت سے اُصول بنائے ہیں جزا سزا اُن اُصولوں کے مطابق ہوگی۔

(2) یعنی حکم جزائی میں وہ منفرد ہے۔ یعنی وہ اکیلا ہے جو اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا کرتا ہے انہیں اپنی وسیع رحمت کے سائے میں لیتا ہے اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/2029)

(3) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام آسمان والوں اور اپنے تمام زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے، یہ اس کا ان پر ظلم نہیں ہوگا (کیونکہ سبھی اسی کی ملکیت ہیں)۔ (ابن ماجہ: 77)

(4) اللہ تعالیٰ ہی مختار کل ہے۔ وہی حاکم ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ کسی کو اس کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں۔ کوئی اللہ تعالیٰ سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ پیدا کرنا بھی اس کا کام ہے حکم دینا اور حکومت کرنا اسی کا کام ہے۔ اس کا ہر کام عدل پر مبنی ہے۔ وہ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا وہ کسی کو عذاب دے تو حق ہے کیونکہ اعمال کے مطابق ہوگا۔ کسی پر رحمت کرے تو اس کی مہربانی ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن جو کرتا ہے عدل کے ساتھ کرتا ہے۔

(5) ﴿وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ﴾ ''اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو تم نے لوٹ کر رب کے پاس جانا ہے اور رب کی رحمت نیک لوگوں کے لیے ہوگی پھر تم ان لوگوں میں شامل کیوں نہیں ہو جاتے۔ اور دیکھو بُرے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے پھر تم بُرائیاں کیوں نہیں چھوڑنا چاہتے۔

﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾

''اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ ہی آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے''(22)

سوال: ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ ہی آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے'' انسان زمین میں بھی عاجز ہے اور آسمان میں بھی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ﴾ ''اورتم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہواور نہ ہی آسمان میں'' اللہ تعالیٰ نے انسان کوشعور دلایا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے کاموں کوروک نہیں سکتا نہ زمین میں مخلوق کی پیدائش کوروک سکتا ہے نہ موت کو نہ دوبارہ زندگی کو۔

(2) یعنی اے جھٹلانے والے لوگو جو گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کرتے ہو! یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے غافل ہے یا تم زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کرسکو گے۔ تمہاری قدرت واختیار تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ تمہارے نفس نے جن امور کو مزین کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات کے بارے میں تمہیں فریب میں مبتلا کر رکھا ہے، وہ تمہیں دھوکے میں نہ رکھیں۔ کائنات کے تمام گوشوں میں تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ کرسکو گے۔ (تفسیر سعدی:2/2029)

(3) زمین وآسمان میں کوئی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کو عاجز کردے وہ بندوں پر غالب ہے۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔

(4)﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ تم مدد کے محتاج ہو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ ولی ہے نہ مددگار۔

(5) اللہ تعالیٰ ولی ہے۔ اسی سے دینی اور دنیاوی مصالح ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/2029)

رکوع نمبر 15

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اُس سے ملاقات کا انکار کیا یہی لوگ میری رحمت سے مایوس ہو گئے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' (23)

سوال 1:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اُس سے ملاقات کا انکار کیا یہی لوگ میری رحمت سے مایوس ہو گئے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ کی آیات اور ملاقات کا انکار کرنے والے اس کی رحمت سے مایوس ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا'' جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں جو رسول لے کر آئے۔

(2)﴿وَلِقَآئِهٖ﴾ ''اور اُس سے ملاقات کا'' یعنی بعث اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

(3) جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور ملاقات کا انکار کرتے ہیں۔

(4)﴿اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ﴾ ''یہی لوگ میری رحمت سے مایوس ہو گئے'' وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو گئے اگر اُمید ہوتی تو

اس کو حاصل کرنے کے لیے عمل کرتے یعنی اُن کے پاس کوئی ایسا سبب نہیں جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید رکھیں۔

(5) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کا اثر کافروں پر یوں ہوتا ہے کہ وہ ان سارے اسباب کو چھوڑ دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا۔'' (یوسف:87)

(6) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَـِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَـِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے۔ یقیناً وہ آخرت سے اسی طرح نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے وہ کافر نا امید ہو چکے جو قبروں والے ہیں۔'' (الممتحنۃ:13)

(7) گناہ گاروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ گناہوں کی کثرت انہیں وحشت میں مبتلا کرتی ہے اور ان کے دل ان گناہوں کے شدید احساس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ اس طرح ان کے دلوں میں مایوسی پیدا ہو جاتی ہے۔

(8) ﴿وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے والوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، دردناک عذاب ہے۔

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت تمام مخلوقات کو دی ہے اس کی وجہ سے وہ آپس میں محبت اور الفت کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنی اولاد سے الفت کرتے ہیں اور ماں اپنے بچے سے اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھی ہیں قیامت کے دن کے لیے کہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (ابن ماجہ 4293)

(10) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ ﷺ کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ''مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ملنے سے موت مراد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے) ہوتی ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے، اس وقت کوئی چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملنے کو ناپسند کرنے لگتا ہے، پس اللہ تعالیٰ بھی اس کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔'' (بخاری:6507)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کون لوگ نا اُمید ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ کی رحمت سے وہ لوگ نا اُمید ہوتے ہیں جو اللہ کے کلام، قرآن مجید کو سیکھنے، سکھانے، اس کے پیغام کو عام کرنے کی ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔ جو دنیا میں کھانا پینا، عیش کرنا اپنی ذمہ داریاں خیال کرتے ہیں، جو رزق کمانے میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ انہیں ایمانی رزق کمانے کا ہوش ہی نہیں رہتا۔

(2) جو لوگ موت اور موت کے بعد کی زندگی کو سوچنا نہیں چاہتے وہ ہر کام کو دنیا کے لیے ہی کرنا چاہتے ہیں اور تسکین حاصل نہیں کر پاتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''پھر اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''قتل کر دو اُسے یا جلا دو اُس کو،'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے نجات دی، بلاشبہ اس میں اُن کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں'' (24)

سوال1: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''قتل کر دو اسے یا جلا دو اس کو،'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے آگ سے نجات دی، بلاشبہ اس میں اُن کے لیے یقینا نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں'' قوم نے مار ڈالو یا جلا ڈالو کا جو بیانیہ دیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ﴾ ''پھر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''قتل کر دو اسے یا جلا دو اس کو'' قوم ابراہیم نے دعوت کا جواب ظلم و تشدد سے دیا کہ جلا ڈالو یا قتل کر ڈالو اسے۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو رب کی طرف بلایا۔ وہ صاحب اقتدار لوگ تھے انہوں نے بدترین طریقے سے انتقام لینے کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ کے خلیل نے اپنی جان کی قربانی پیش کر دی اور اپنا جسم آگ کے حوالے کرنے کے لیے پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دے دیا۔

(3) ﴿فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے نجات دی'' اللہ تعالیٰ کی عظیم قوت نے خوارق عادت معجزہ دکھایا جو انسانوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ ﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''ہم نے کہا: ''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا۔'' (الانبیاء:69)

(4)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں ان کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں'' یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ (i) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آگ سے نجات پانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں۔ (ii) دوسری نشانی یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کے پاس خواہ کتنی ہی قوت ہو اور وہ ایک مومن کے خلاف کتنی ہی قوت اکٹھی کر لیں کتنے قانون بنا لیں سب لوگ محاذ آرائی کر لیں اُس مومن کا کوئی بال بیکا بھی نہیں کر سکتا۔ (iii) تیسری نشانی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت نہ دینا چاہے تو بڑے سے بڑا معجزہ بھی مفید نہیں رہتا۔

(5) رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کی وجہ سے انہیں لوگوں کا امام، پیشوا اور راہ نما بنا دیا تمام مذاہب والے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے وہ اپنے مخلص لوگوں کو اپنی مہربانی سے بچا لیتا ہے اور امام بنا دیتا ہے۔

سوال 2: قوم ابراہیم نے انہیں جلانے کے لیے کیا کیا؟

جواب: اُنہوں نے آگ کا ایک بڑا الاؤ تیار کیا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس میں منجنیق کے ذریعے پھینک دیا۔

﴿وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّیَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ﴾

''اور اُس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو (معبود) بنایا ہے، دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے، قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔ اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' (25)

سوال 1: ﴿وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ ''اور اُس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو (معبود) بنایا ہے، دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے'' بت پرستی کی غرض دنیاوی محبت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ﴾ ''اور کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا﴾ ''کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو (معبود) بنایا ہے'' یعنی تم نے اپنے رب کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کو بنا لیا ہے۔

(3) ﴿مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ ''دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے'' تم نے بتوں کو دنیا کی زندگی میں آپس کی محبت کا دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ یہ دوستی اور محبت جلد ختم ہو جائے گی۔

سوال2:﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔ اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' قیامت کے دن معاملہ الٹ جائے گا، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ﴾ ''قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا'' قیامت کے دن معاملہ الٹ جائے گا، نہ محبت رہے گی نہ باہمی تعلقات، نہ دوستیاں قائم رہیں گی۔

(2)﴿وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ ''اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا'' عابد اور معبود ایک دوسرے سے بے زار ہوں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ معبود عابدوں کے دشمن اور عابد معبودوں کے دشمن بن جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:'' آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی:'' اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:'' ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' (الاعراف:38)

(3)﴿اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔'' (الزخرف:67)

(4)﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جب تمام انسان جمع کر دیئے جائیں گے، وہ اُن کے دشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6)

(5)﴿وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ﴾ ''اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی'' یعنی عابدوں اور معبودوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ کوئی حمایتی، کوئی ترس کھانے والا، کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

(6)﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے بتوں کی بندگی اختیار کرنے کی حقیقت کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ تم نے بتوں کی بندگی اپنے اطمینان کی وجہ سے عقیدتاً اختیار نہیں کی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ تم بتوں کی بندگی ایک دوسرے سے اتفاق کرتے ہوئے ایک دوسرے کا لحاظ رکھتے ہوئے اختیار کر رہے ہو۔

(3) بت تمہاری آپس کی دوستیوں کی بنیاد ہیں۔(4) یہ تمہارے قومی بت ہیں اگر ان کی بندگی چھوڑ دو گے تو تمہاری اجتماعیت قائم نہیں رہے گی۔
(5) آپس کی دوستیاں اور تعلقات سچائی کی حق تلفی سے قائم ہیں۔

﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾

''پھر لُوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا: ''یقیناً میں اپنے رب کے لئے ہجرت کرنے والا ہوں یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (26)

سوال 1: ﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''پھر لُوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا: ''یقیناً میں اپنے رب کے لئے ہجرت کرنے والا ہوں یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' سیدنا لوط علیہ السلام نے ایمان قبول کر لیا مہاجر ہو گئے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ﴾ ''پھر لوط اس پر ایمان لایا'' سیدنا لوط علیہ السلام نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔
(2) سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ دونوں ہی عراق کے شہر بابل کے رہنے والے تھے۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام آگ کے امتحان سے صحیح سلامت نکل آئے تو سیدنا لوط علیہ السلام نے ان پر ایمان لانے کا اعلان کیا۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس سے پہلے سیدنا لوط علیہ السلام پہلے مشرک تھے۔ کیونکہ نبیوں کی نبوت سے پہلے زندگی بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ایسی نجاستوں سے پاک ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور بھی کئی ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ جو شرک سے بے زار قلب رکھتے ہیں۔ لیکن ان کو صحیح راہ نمائی نہیں ملتی۔ دور نبوی میں بھی آپ کی نبوت سے پہلے ایسے چھ آدمی موجود تھے۔ (تیسیر القرآن: 3/183)
(3) ﴿وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ﴾ ''اور ابراہیم نے کہا: ''یقیناً میں اپنے رب کے لیے ہجرت کرنے والا ہوں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اب دعوت اثر انداز نہیں ہو رہی تو انہوں نے زمین کے برے علاقے کو چھوڑ کر برکت والی زمین شام کی طرف ہجرت کر لی۔
(4) مفسرین کہتے ہیں کہ ہجرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام نے مل کر کی تھی۔ اور یہ سفر ہجرت بابل سے فلسطین کی طرف تھا۔ اللہ کی حکمت اس میں تھی کہ آپ وہاں چلے جائیں۔ اسی مقام پر سیدنا لوط علیہ السلام کو بھی نبوت ملی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا لوط علیہ السلام کو سدوم کے علاقہ کی طرف بھیج دیا۔ (تیسیر القرآن 3/483)
(5) ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ ہی غلبہ رکھنے والا ہے۔ انسانوں کے دلوں پر، ان کے معاشروں پر، ان کے حالات پر وہی العزیز ہے انسان پر حالات نہیں رب کی ذات غالب آتی ہے، اس کے فیصلے غالب آتے ہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ہجرت میں رب کے غلبے کے شعور کو پختہ کیا تھا (ii) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے اس کے فیصلے دانائی پر مبنی ہوتے ہیں۔ سیدنا

ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کے فیصلے میں بھی اس کی حکمت کا شعور پایا۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ جو قوت کا مالک ہے تمہیں ہدایت دینے پر قادر ہے لیکن وہ حکمت والا ہے اور اس کی حکمت ایسا کرنے کی متقاضی نہیں۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو اسی حال میں چھوڑ کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس نے ان کو ہلاک کر دیا تھا بلکہ صرف یہ ذکر فرمایا کہ آپ وہاں سے ہجرت کر گئے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ رہا وہ قصہ جو اسرائیلیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم پر مچھروں کا دروازہ کھول دیا۔ وہ ان کا خون پی گئے، گوشت کھا گئے اور ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر ڈالا اس بارے میں حتمی رائے قائم کرنے کے لئے دلیل پر توقف کرنا چاہیے جو کہ موجود نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعے سے ان کو تہس نہس کیا ہوتا تو ضرور اس کا ذکر فرماتا جیسے دیگر جھٹلانے والی امتوں کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر کیا اس قصہ کا یہ راز تو نہیں کہ سیدنا خلیل علیہ السلام مخلوق میں سب سے زیادہ رحیم و شفیق، سب سے زیادہ افضل، سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ جلیل القدر لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے کبھی اپنی قوم کے لیے بددعا نہیں کی جیسے دیگر بعض انبیائے کرام نے بددعا کی اور نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کی قوم پر عذاب نازل فرمایا۔ اس موقف پر یہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے کہ جب فرشتے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے آپ کے پاس آئے تو آپ نے قوم لوط کی مدافعت کے لیے ان فرشتوں سے جھگڑا کیا حالانکہ وہ آپ کی قوم نہ تھی۔ اصل صورت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/2031,2032)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیوں ہجرت کی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی تاکہ اس کی عبادت کریں۔ اُنہوں نے جسمانی طور پر ہجرت سے پہلے شعوری طور پر ہجرت کی۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اسے دنیا میں بھی اس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' (27)

سوال 1: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اسے دنیا میں بھی اس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو صالح بیٹا اور پوتا عطا فرمایا گیا

وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ ''اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شام کی طرف ہجرت کے بعد رب العزت نے انہیں بیٹا سیدنا اسحٰق علیہ السلام اور پوتا سیدنا یعقوب علیہ السلام عطا فرما کر آپ علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔

(2)﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ ''اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے سیدنا اسحاق علیہ السلام ان کے بیٹے سیدنا یعقوب علیہ السلام ان کے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام سب نبی تھے اور دوسرے بیٹوں سے بھی نبوت کا سلسلہ چلا اور کتابیں آئیں۔ نبی ﷺ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی ہوئے اور آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ ''تو جب وہ ان سے جدا ہو گیا اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے۔ اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا۔'' (مریم:49)

(4)﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ(۷۱)وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔ اور ہم نے اسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب بھی! زائد انعام کی صورت میں! اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا۔'' (الانبیاء:72,71)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شریف بن شریف بن شریف بن شریف یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (بخاری:3390)

(6)﴿وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا﴾ ''اور ہم نے اسے دنیا میں بھی اُس کا اجر عطا کیا'' اللہ تعالیٰ نے دُنیا کا رزق بھی دیا اور ذکر خیر بھی دنیا میں سارے مذاہب کے لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں۔

(7) یعنی ہم نے آپ کو نہایت خوبصورت بیوی عطا کی جو حسن و جمال میں تمام عورتوں پر فوقیت رکھتی تھی، ہم نے آپ کو وسیع رزق اور اولاد سے سرفراز کیا جن سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی معرفت، محبت اور انابت سے نوازا۔ (تفسیر سعدی:2/2032)

(8)﴿وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' آخرت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے درجات پر بلند ہوں گے اور وہ نیک لوگوں میں ہوں گے۔

(9) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت کو جمع کر دیا۔

(10) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُسے دنیا میں بھلائی دی

اور بلاشبہ آخرت میں وہ یقیناً نیک لوگوں میں سے ہوگا۔'' (النحل:122)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کونسی کتابیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کو عطا کیں؟

جواب: تمام آسمانی کتابیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں آئیں تین بنی اسرائیل میں ایک بنی اسماعیل میں آئی ہے۔

﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور لوط (کو بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: ''یقیناً تم واقعی اُس بے حیائی کو آتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی؟'' (28)

سوال 1: ﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور لوط (کو بھیجا) جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: ''یقیناً تم واقعی اُس بے حیائی کو آتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی؟''

سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم کو جو وعظ دیا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلُوْطًا﴾ ''اور لوط (کو بھیجا)'' سیدنا لوط علیہ السلام کے قصے سے نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ سیدنا لوط علیہ السلام قوم کو برائی سے روکتے اور ایک اللہ کی طرف بلاتے تھے۔

(2) ﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا'' جب سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو حیا سوز شرمناک کام سے روکتے ہوئے کہا۔ (3) ﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً تم واقعی اُس بے حیائی کو آتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی'' تم ایسا بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔

(4) قوم لوط کا فرتھی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھٹلاتی تھی۔ وہ قافلے لوٹتے تھے، لوگوں کو قتل کرتے تھے، مجالس میں مردوں سے بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں بے حیائی کے کاموں سے روکا مگر انہوں نے نصیحت قبول نہ کی۔

سوال 2: سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کس بدکاری میں مبتلا تھی؟

جواب: سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم لواطت میں مبتلا تھی۔ ان سے پہلے کسی قوم نے مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم نہیں کئے تھے۔

﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''یقیناً کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بُرا کام کرتے ہو؟'' تو اس کی قوم کا جواب اس

کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ'' (29)

سوال: 1﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ﴾ ''یقیناً کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بُرا کام کرتے ہو'' لواطت، راہ زنی اور مجالس میں بے حیائی قومِ لوط علیہ السلام کے افعال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ﴾ ''یقیناً کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو'' سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم کو جھنجھوڑا کہ کیا تم مردوں کے پاس جاتے ہو یعنی تمہارے جنسی شہوت کی تسکین کے لیے جو اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا طریقہ ہے، بیویوں سے مباشرت کرنے کا، اُسے چھوڑ کر مردوں کے پاس غیر فطری طریقے سے جاتے ہو۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور لوط کو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم بے حیائی کو آتے ہو اور حالانکہ تم دیکھتے ہو۔'' (النمل:54)

(2)﴿وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ﴾ ''اور تم راستے کاٹتے ہو'' قوم لوط قافلے لوٹتی تھی۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم راہ زنی کرتے ہو۔ (3)(i) اس سے مراد یہ ہے کہ آنے جانے والے مسافروں کو لوٹ کر ان سے بے حیائی کے کام کرتے ہو۔ (ii) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ تم راستوں میں بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو۔

(4)(i) اس سے مراد قطع نسل بھی ہے کیونکہ مردوں سے شہوت پوری کر کے نسل کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے۔ (ii) آتے جاتے لوگوں کو لوٹ لینے سے، قتل کر دینے سے لوگ باہر نکلنا چھوڑ دیتے ہیں اس طرح راستے بند ہو جاتے ہیں۔ (iii) آتے جاتے لوگوں سے بے حیائی کے کام کرنے سے بھی لوگوں نے عملاً ان علاقوں سے گزرنا اور باہر نکلنا چھوڑ دیا یوں بھی قطع طریق ہو گیا یعنی راستہ بند ہو گیا۔

(5)﴿وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ﴾ ''اور اپنی مجلسوں میں بُرا کام کرتے ہو'' سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم سے کہا: تم حیا سوز شرمناک کام اپنی مجلس میں کھلم کھلا کرتے ہو بے ہودہ باتیں اور حیا سوز حرکتیں کرتے ہوئے تمہیں ذرا شرم نہیں آتی۔

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ہو فحش کسی چیز میں مگر خراب کر دیا اس کو اور نہ ہوئی حیا کسی چیز میں مگر زینت دے دی اس کو۔ (ترمذی:1974)

سوال 2: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ'' قومِ لوط کے جواب کی وضاحت کریں؟

جواب۔ (1)﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ﴾ ''تو اُس کی قوم کا جواب'' یعنی سیدنا لوط علیہ السلام کی اتنی تنبیہ اور روکنے کے باوجود قوم کا یہ جواب تھا۔ (2)﴿اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اگر تم واقعی سچوں

میں سے ہوتو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ'' قوم نے عذاب کا مطالبہ کر دیا اور اسے سیدنا لوط علیہ السلام کی سچائی کی دلیل ٹھہرایا۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔'' (الاعراف:81)

سوال 3: مجلسوں میں عام بے حیائی کے کیا کام ہوتے ہیں؟

جواب: مجلسوں میں عام بے حیائی کے کاموں میں اجنبی مسافروں کا مذاق اُڑانا، لوگوں کو کنکریاں مارنا، ایک دوسرے کے سامنے لواطت جیسی بے حیائی کا کام کرنا وغیرہ ہیں۔

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

''لوط نے کہا: ''اے میرے رب! فسادی قوم کے خلاف میری مدد فرما'' (30)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''لوط نے کہا: ''اے میرے رب! فسادی قوم کے خلاف میری مدد فرما'' اور سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنے رب سے مدد کی درخواست کر دی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم کی اصلاح سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے مدد کے لیے دعا کی۔

(2) ان کا نبی ان سے مایوس ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کی قوم عذاب کی مستحق ہے، ان کے بہت زیادہ جھٹلانے کی وجہ سے سیدنا لوط علیہ السلام بے قرار ہو گئے آپ نے ان کے لیے بددعا کی۔ (تفسیر سعدی:2034/2)

(3) اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی اور مفسد قوم کو ہلاک کرنے کے لیے فرشتے بھیج دیے۔

رکوع نمبر 16

﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾

''اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لائے تو اُنہوں نے کہا: ''ہم اس بستی کے لوگوں کو یقیناً ہلاک کرنے والے ہیں، اُس کے باشندے یقیناً ظالم ہیں'' (31)

سوال: ﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾

''اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لائے تو اُنہوں نے کہا: ''ہم اس بستی کے لوگوں کو یقیناً ہلاک کرنے والے

ہیں، اُس کے باشندے یقیناً ظالم ہیں'' فرشتے عذاب لے کر آ گئے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لائے'' فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے پاس جانے سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انھیں سیدنا اسحٰق علیہ السلام، سیدنا یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی۔

(2) سیدنا لوط علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیج دیا فرشتے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے۔

(3)﴿قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ﴾ ''تو انہوں نے کہا: ''ہم اس بستی کے لوگوں کو یقیناً ہلاک کرنے والے ہیں'' فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔

(4)﴿اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''اُس کے باشندے یقیناً ظالم ہیں'' انھوں نے کہا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے، اللہ کے رسول کو جھٹلا کر اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 146/20)

(5) یعنی وہ ظالم گناہوں میں ڈوبے ہوئے، بے حیائی کے کام کرتے ہیں، راہ زنی کرتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔

﴿قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾

''ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اُس میں لوط علیہ السلام بھی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہم زیادہ جاننے والے ہیں کہ اُس میں کون ہے؟ ہم یقیناً ضرور اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بچا لیں گے مگر اُس کی بیوی جو پیچھے رہنے والوں میں سے ہے'' (32)

سوال: ﴿قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اُس میں لوط علیہ السلام بھی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہم زیادہ جاننے والے ہیں کہ اُس میں کون ہے؟ ہم یقیناً ضرور اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بچا لیں گے مگر اُس کی بیوی جو پیچھے رہنے والوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''ابراہیم علیہ السلام نے کہا''

(2)﴿اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا﴾ ''اُس میں لوط علیہ السلام بھی ہے'' یعنی سیدنا لوط علیہ السلام ظالم نہیں، اللہ تعالیٰ کے صالح بندے ہیں اور وہ اس بستی میں موجود ہیں جس کو آپ ہلاک کرنے جا رہے ہو۔ (ایسر التفاسیر: 1137)

(3)﴿قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم زیادہ جاننے والے ہیں کہ اُس میں کون ہے؟'' فرشتوں نے جواب دیا ہمیں آپ سے زیادہ معلوم ہے کہ وہاں کون ہے۔

(4)﴿لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ﴾ ''ہم یقیناً ضرور اُسے اور اُسکے گھر والوں کو بچا لیں گے'' ہم سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو ہلاک نہیں

کریں گے۔انہیں ہم بچالیں گے۔

(5)﴿اِلَّا امْرَاَتَهٗ ؕ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''مگر اُس کی بیوی جو پیچھے رہنے والوں میں سے ہے'' سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہوگی کیونکہ وہ بغاوت میں ہاتھ بٹاتی تھی۔

(6) سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی مومنہ نہیں تھی اپنی قوم کی حمایت کرنے والی تھی اس لیے اسے بھی ہلاک کرلیا گیا۔

﴿وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾

''اور جب ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ اُن سے پریشان ہوا اور اُس کا دل تنگ ہوا اور اُنہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور نہ ہی غم کرو یقینا ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر تمہاری بیوی جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے''(33)

سوال: ﴿وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ اُن سے پریشان ہوا اور اُس کا دل تنگ ہوا اور اُنہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور نہ ہی غم کرو یقینا ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر تمہاری بیوی جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے'' اور فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے، واقعات کی وضاحت آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے'' فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے پاس نوجوان لڑکوں کے روپ میں گئے۔

(2)﴿سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا﴾ ''تو وہ اُن سے پریشان ہوا اور اُس کا دل تنگ ہوا'' (i) سیدنا لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے انہیں اپنی قوم کی بری عادت اور سرکشی کا علم تھا انہیں خوف محسوس ہوا کہ خوبصورت مہمانوں کو دیکھیں گے تو بے حیائی کا ارتکاب کریں گے جس سے رسوائی ہوگی۔ (ii) سیدنا لوط علیہ السلام کو اس لیے بھی غم تھا کہ قوم کی بری عادت سے مہمانوں کو بچانے کے لیے کوئی تدبیر انہیں نہیں سوجھ رہی تھی۔

(3)﴿وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور نہ ہی غم کرو'' فرشتوں نے کہا: ہمارے بارے میں آپ خوف زدہ نہ ہوں، نہ غم کریں۔

(4)﴿اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ﴾ ''ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو نجات دیں گے'' ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں، آپ کی مومن بیوی اور بیٹیوں کو بچالیں گے۔

(5)﴿اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''مگر تمہاری بیوی جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے'' آپ کے گھرانے سے صرف ایک عورت ہلاک ہوگی اور وہ آپ کی بیوی ہے جو قوم کے ساتھ مددگاروں میں شامل تھی۔

﴿اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾

''ہم اس بستی کے باشندوں پر یقیناً آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے'' (34)

سوال: ﴿اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ ''ہم اس بستی کے باشندوں پر یقیناً آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے'' ہم آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''ہم اس بستی کے باشندوں پر یقیناً آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں'' فرشتوں نے کہا اب تو ہم آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں لہٰذا آپ گھر والوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیں۔ (2)(i) آسمانی عذاب سے مراد کنکر پتھروں کی بارش ہے۔ (ii) ان کی بستیوں کو زمین سے اکھیڑ کر بلندیوں تک لے جا کر انہیں الٹانا ہے۔ (3) سیدنا جبریل علیہ السلام نے ان کو زمین سے اٹھا کر فضا میں لے جا کر پٹخ دیا، اور اللہ تعالیٰ نے پتھروں والی آندھی بھیج دی اور اس آبادی کی جگہ گندے بحیرہ نے لے لی۔

(4)﴿بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ ''اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے'' اس عذاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے تھے۔

﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾

''اور یقیناً ہم نے اس بستی کو کھلی نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں'' (35)

سوال: ﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم نے اس بستی کو کھلی نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں'' سیدنا لوط علیہ السلام کی بستی کھلی نشانی بنا دی گئی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً﴾ ''اور یقیناً ہم نے اس بستی کو کھلی نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے'' سیدنا لوط علیہ السلام کی بستی پر پانی کو چڑھا دیا گیا جو سخت بدبودار بحیرے میں تبدیل کر دیا گیا۔ سیاہ بدبودار پانی، پتھروں کی بارش اور الٹی ہوئی بستیاں سب صریح عبرت کی نشانیاں ہیں۔

(2)﴿لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں'' نشانیاں عقلمندوں کے لیے مفید ہوتیں ہیں کیونکہ وہ غور کرتے ہیں۔ اسباب اور عوامل کا تجزیہ کرتے ہیں اور نتائج کو دیکھتے ہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ (۱۳۷) وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۱۳۸)﴾''اور یقیناتم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو،اور رات کو بھی،تو کیاتم سمجھتے نہیں؟(الصفت:137-138)

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾

''اورمدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو(بھیجا)۔تو اُس نے کہا:''اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی اُمید رکھواورزمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگانہ کرو''(36)

سوال:﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾''اورمدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو(بھیجا)۔تو اُس نے کہا:''اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواور آخرت کے دن کی اُمید رکھواورزمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگانہ کرو''سیدنا شعیب علیہ السلام کے وعظ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾''اورمدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو(بھیجا)''مدین والے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے مدیان کی نسل سے تھے ان کی طرف سیدنا شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔

(2)﴿فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾''تو اُس نے کہا:''اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو''سیدنا شعیب علیہ السلام نے اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کا حکم دیا۔

(3)﴿وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾''اورآخرت کے دن کی اُمید رکھو''سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کو آخرت پر ایمان لانے کی اور اس دن کے عذاب اور انتقام سے بچنے کی دعوت دی۔(4)آخرت فراموشی کی وجہ سے لوگ گناہوں میں دلیر ہوجاتے ہیں۔

(5)﴿وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾''اورزمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگانہ کرو''زمین میں فساد کرنے سے مراد ہے:(i)زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنا۔(ii)ناپ تول میں کمی کرنا۔(iii)لوگوں کو کم دینا یہ وہ کام تھے جن کی وجہ سے قوم شعیب نے زمین کو فساد سے بھر دیا تھا۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾

''تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ایک زلزلے نے اُنہیں پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے رہ گئے''(37)

سوال:﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ایک زلزلے نے اُنہیں پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے رہ گئے'' قوم شعیب علیہ السلام کو زلزلے نے پکڑ لیا، واقعات کی وضاحت آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ ''تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا'' یعنی مدین والوں نے سیدنا شعیب علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔

(2)﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ﴾ ''تو ایک زلزلے نے اُنہیں پکڑ لیا'' قوم شعیب علیہ السلام کو زلزلے نے ہلاک کر ڈالا۔

(3)﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے رہ گئے'' یعنی وہ اپنے گھروں میں مردہ پڑے رہ گئے۔

﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾

''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کر دیا) اور تم پر اُن کے رہنے کی جگہیں واضح ہو گئی ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا تھا، پس انہیں راہِ راست سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے'' (38)

سوال1:﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾ ''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کر دیا) اور تم پر اُن کے رہنے کی جگہیں واضح ہو گئی ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا تھا، پس انہیں راہِ راست سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے'' عاد اور ثمود کی تباہی کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَا﴾ ''اور عاد اور ثمود کو'' عاد کے لوگ جزیرۂ عرب کے جنوب میں احقاف میں رہتے تھے ان کی بستی حضر موت یمن کے قریب ہے۔ قوم ثمود کی بستی حجر ہے یہ حجاز کے شمال میں ہے آج کل اسے مدائن صالح کہتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ (۵) وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (۶) سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۷) فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ (۸)﴾ ''سو جو ثمود تھے انہیں ایک حد سے بڑھی ہوئی آواز سے ہلاک کیا گیا۔ اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔ کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو؟'' (الحاقۃ:5-8)

(2)﴿وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ﴾ ''اور تم پر اُن کے رہنے کی جگہیں واضح ہو گئی ہیں'' یعنی اے کفار مکہ اور مشرکین قریش ان کے

گھر تمہارے سامنے خالی پڑے ہیں۔

(3) شام کے راستے میں خیبر و تیما سے تبوک تک قوم ثمود کے آثار پائے جاتے ہیں اور قوم عاد کے آثار جزیرہ عرب کے جنوبی علاقہ میں، جو احقاف اور حضر موت کے نام سے مشہور ہے، پائے جاتے ہیں اب اگر یہ آثار مٹ چکے ہوں تو نزول قرآن کے زمانہ میں تو ضرور پائے جاتے ہوں گے اور عرب کا بچہ بچہ ان سے واقف ہوگا۔ (اشرف الحواشی:479/1)

(4) ﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا تھا'' شیطان نے ان کے لیے اللہ کا انکار کرنا اور رسولوں کی تکذیب کرنا خوش نما بنا دیا تھا۔ (جامع البیان:149/20)

(5) شیطان نے ان کے لیے شرک، شر، ظلم، فساد اور اللہ کی راہ سے روکنا مزین کر دیا۔ (ایسر التفاسیر:1139)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو بت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی عرب میں پوجے جانے لگے۔ ودد دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔ سواع بنی ہذیل کا۔ یغوث بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی اجوف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے۔ ''یعوق'' ہمدان کا بت تھا۔ نسر حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ پانچوں سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے، جب ان کی موت ہوگئی تو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا کہ اپنی مجلس میں جہاں وہ بیٹھتے تھے ان کے بت قائم کر لیں اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے نام پر رکھ لیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی لیکن جب وہ لوگ بھی مر گئے جنہوں نے بت قائم کئے تھے اور علم لوگوں میں نہ رہا تھا تو ان کی پوجا ہونے لگی۔ (بخاری:4920)

(7) شیطان نے دونوں قوموں کو دھوکہ میں رکھا کہ دنیا کی تعمیر ہی ساری تعمیر ہے اگر دنیا بنا لی تو پھر کوئی مسئلہ نہیں یوں دونوں قوموں نے گھر بنانے کو ہی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ انہوں نے گھر بنانے کے راز کو جان لیا تھا مگر زندگی بنانے کے راز کو نہیں جان پائے تھے یہی تزئین اعمال ہے۔ حتیٰ کہ وہ سمجھنے لگے یہ اعمال ان سے افضل ہیں جو انبیاء لے کر آئے۔

(8) ﴿فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ''پس انہیں راہِ راست سے روک دیا'' شیطان نے ان قوموں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیا تھا۔ جو آگ سے نجات پانے کا راستہ ہے۔

(9) یہ راستہ ایمان اور تقویٰ کا راستہ ہے جو دنیا اور آخرت میں سعادت کا باعث ہے۔ (الحرر الوجیز:317/4)

(10) ﴿وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾ ''حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے'' یعنی جاہل اور بدھو قسم کے لوگ نہ تھے۔ بڑے ہنر مند اور ترقی یافتہ تھے اور اپنے دینوی معاملات بڑی ہوشیاری اور زیرکی سے سرانجام دیتے تھے مگر شیطان نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا تھا اس لئے وہ دین کی سچی راہ نہ پا سکے۔ (اشرف الحواشی:479/1)

(11) وہ دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار اور ماہر فن تھے۔ وہ اپنے اپنے دور کی ترقی یافتہ اور مہذب قومیں تھیں۔ سمجھدار تھے اور بالخصوص

سنگ تراشی کے فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔لیکن اللہ کے معاملہ میں شیطان نے ان کو مات دی تھی۔جیسا کہ آج کل عیسائی اقوام کے محققین جب تحقیق وتنقید کے میدان میں اترے تو بال کی کھال اتار کر رکھ دیتے ہیں۔مگر عقیدہ تثلیث کو عقلی طور پر ثابت کرنے کا وقت آیا تو بات کو گول کر جاتے ہیں اور ان کی عقلیں جواب دے جاتی ہیں۔پھر بھی اسی پر اصرار کرتے جاتے ہیں یا جیسے کہ آج کل کے ماہرین فلکیات ہیں جو بڑی سے بڑی طاقتور دوربینوں سے اجرام فلکی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ان میں سے بعض علمائے ہیئت کی تو اپنی مت ماری جاتی ہے کہ ایک طرف تو کائنات کے مربوط منظم نظام پر حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہیں مگر دوسری طرف یہ سب کچھ اتفاقات کا نتیجہ قرار دینے لگتے ہیں اور لطف یہ کہ اپنی انہی موہوم قیاسات کو علمی تحقیق کے نام سے دوسروں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔عاد اور ثمود کے محققین بھی کچھ ایسے ہی لوگ تھے۔(تیسیر القرآن:478,479/3)

سوال2:شیطان نے تزئین اعمال کے ذریعے کیا کیا؟

جواب:شیطان نے عادیوں اور ثمودیوں کا سارا وقت صلاحتیں،قوتیں،مال سبھی کچھ گھر بنانے میں لگوا دیا اور انہیں سیدھے راستے سے روک دیا عادی اور ثمودی دنیا کے گھر بناتے بناتے ہلاک ہو گئے اور اپنی جنت کے لیے کچھ کر نہ پائے،دنیا میں عذاب میں مبتلا ہوئے آخرت کا عذاب ان کا منتظر ہے۔

سوال3:عادی اور ثمودی آنکھوں والے اور ہوشیار تھے پھر زندگی کی حقیقت کو کیوں نہ سمجھ پائے؟

جواب:عادیوں اور ثمودیوں نے اپنی عقلمندی اور ہوشیاری سے دین کے معاملے میں کام نہیں لیا اسی وجہ سے وہ زندگی کے فریب میں مبتلا ہو گئے،ان کی عقل اور ان کا فریب ان کے کچھ کام نہ آیا۔

﴿وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ﴾

''اور قارون اور فرعون اور ہامان کو(ہم نے ہلاک کیا)،اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے''(39)

سوال1:﴿وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ﴾

''اور قارون اور فرعون اور ہامان کو۔اور موسیٰ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے'' قارون،ہامان اور فرعون نے تکبر کیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)قارون قوم موسیٰ علیہ السلام کا فرد تھا مگر اس نے اپنی قوم سے بغاوت کی۔فرعون ایک سرکش ڈکٹیٹر تھا،وہ ایسا حکمران تھا جو بنی

اسرائیل کے بچے قتل کرواتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ ہامان فرعون کا وزیر تھا۔ وہ فرعون کی ظالمانہ پالیسیوں کو نافذ کرتا تھا۔

(2) ﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''اور موسیٰ علیہ السلام اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے'' یعنی ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تاکہ ان کے پاس کوئی عذر نہ بچے۔

(3) ﴿فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا'' انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے تکبر کیا۔ (عمدۃ التفاسیر:424/2)

(4) انھوں نے حق اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کیا۔ (قرطبی:258/7)

(5) ﴿وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ﴾ ''حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے'' اللہ تعالیٰ سے وہ سبقت نہیں لے جا سکتے تھے، اس نے ان پر عذاب نازل کر دیا۔

سوال 2: فرعون، قارون اور ہامان وغیرہ کے تکبر پر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکے اور عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔

﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

''تو ہر ایک کو ہم نے اُس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر اُن میں سے بعض پر ہم نے پتھر زدہ ہوا بھیجی۔ اور اُن میں سے بعض کو زبردست چنگھاڑ سے پکڑ لیا۔ اور اُن میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔ اور اُن میں سے بعض کو ہم نے غرق کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے'' (40)

سوال 1: ﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''پھر ہر ایک کو ہم نے اُس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر اُن میں سے بعض پر ہم نے پتھر زدہ کرنے والی ہوا بھیجی۔ اور اُن میں سے بعض کو زبردست چنگھاڑ نے آلیا۔ اور اُن میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔ اور اُن میں سے بعض کو ہم نے غرق کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو اس کے گناہ کی مقدار اور اس کی مناسبت سے سزا میں پکڑ لیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكُلًّا﴾ ''پھر ہر ایک کو'' یعنی انبیاء کو جھٹلانے والی سب قوموں کو۔

(2) ﴿اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ﴾ ''ہم نے اُس کے گناہ میں پکڑا'' ان کے گناہوں کی مقدار اور اس کی مناسبت رکھنے والی سزا میں پکڑ لیا۔

(3) ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا﴾ ''پھر اُن میں سے بعض پر ہم نے پتھر زدہ کرنے والی ہوا بھیجی'' یعنی عاد پر شدید طوفانی ہوا بھیجی جو پتھراؤ کرتی تھی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔'' (الحاقۃ:7)

(5) قوم لوط کو بھی پتھراؤ سے ہلاک کیا گیا۔ ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ (۳۳) اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (۳۴)﴾ ''لُوط کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ یقیناً ہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، آلِ لُوط کے سوا، ہم نے اُن کو سحری کے وقت بچا لیا۔'' (القمر:34,33)

(6) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ﴾ ''اور اُن میں سے بعض کو زبردست دھماکے نے آلیا'' جیسے سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا گیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ ''بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئی۔'' (القمر:31)

(7) قوم شعیب کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی، اور ان کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔'' (ہود:94)

(8) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ﴾ ''اور اُن میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا'' جیسے قارون جس کو اس کے مال اور گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا رب العزت نے فرمایا: ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اُس کے لیے کوئی گروہ ایسا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہی اپنا بچاؤ کرنے والوں میں سے تھا۔'' (القصص:81)

(9) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا﴾ ''اور اُن میں سے بعض کو ہم نے غرق کر دیا'' جیسے قوم نوح، فرعون، ہامان اور ان کے لشکر ہلاک کیے گئے۔

(10) ﴿وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (۶۵) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (۶۶)﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو اور اُن سب کو جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔'' (الشعراء:65-66)

(11)﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، وہ عادل ہے اور مخلوق سے بے نیاز ہے۔ انھوں نے خود کو عبادت کے حق سے محروم کر کے خود پر ظلم کیا کیونکہ ان کی زندگی کا مقصد ہی عبادت ہے۔

(12) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک انکی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

سوال 2: جن قوموں کو اللہ نے اپنے عذاب سے ہلاک کیا ان کی ہلاکت کا سبب کیا تھا؟

جواب: قومیں کفر، شرک، نافرمانیوں اور جھٹلانے جیسے جرائم کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتی رہیں قوموں کی ہلاکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہ تھا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے۔ اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ اگر وہ جانتے ہوتے!'' (41)

سوال 1: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے۔ اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ اگر وہ جانتے ہوتے'' جھوٹے معبود کمزوری میں مکڑی کے جالوں کی طرح ہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جھوٹے معبود بناتے ہیں۔

(2)﴿كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا﴾ ''اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے'' اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی قوت کو تار عنکبوت سے اس لیے مثال دی ہے کہ اللہ کے سوا دوسری قوتیں اتنی ناتواں اور کچی ہیں جیسے مکڑی کا جال تو جو مکڑی کے جال کا سہارا لیتا ہے وہ کچی چیز کا سہارا لیتا ہے۔

(3)﴿وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ﴾ ''اور یقیناً گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے'' جھوٹے معبود کمزوری میں مکڑی کے جالوں کی طرح ہیں'' اللہ تعالیٰ نے خودساختہ معبودوں کی کمزوری کو مکڑی کے جال سے تشبیہ دی ہے۔کیا کوئی مکڑی کے گھر میں رہ کر موسم کے سرد وگرم سے بچ سکتا ہے نہیں بچ سکتا۔اسی طرح ان بتوں کے اختیار اور علم میں کچھ نہیں، وہ کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے، کسی کو عزت نہیں دے سکتے۔ان کے پاس کوئی قوت نہیں وہ کسی کو قوت کیسے دے سکتے ہیں۔

(4)﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش وہ لوگ جانتے ہوتے'' کاش وہ حقیقت کا علم رکھتے کاش وہ یقینی علم رکھتے۔اگر وہ ان ہستیوں کی بے بسی کے بارے میں جانتے تو انہیں معبود نہ بناتے۔

سوال2: مکڑی کا گھر کیسا ہوتا ہے؟

جواب: مکڑی کا گھر انتہائی کمزور اور ناپائیدار ہوتا ہے مکڑی کا گھر سب سے کمزور ہوتا ہے ہاتھ کے اشارے سے ختم ہو جاتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے سہارے کو مکڑی کے جال سے کیوں تشبیہ دی ہے؟

جواب: (1) غیر اللہ کا سہارا لینا بے فائدہ ہے۔(2) نہ وہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

(3) نہ وہ حاجت روا ہو سکتے ہیں نہ مشکل کشا۔(4) یہ سارے سہارے مکڑی کے جال کی طرح ناپائیدار ہیں۔

(5) یہ کچے سہارے ہیں کام آنے والے نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مکڑی کے جال سے تشبیہ دی ہے۔

سوال4: انسان غیر اللہ کی قوتوں سے کہاں کہاں دھوکہ کھاتا ہے؟

جواب: (1) انسان ریاستی قوت کو موثر دیکھتا ہے تو اس سے دھوکہ کھا جاتا ہے، اس لیے ان قوتوں کی حمایت میں لگ جاتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ اسکی حیثیت مکڑی کے جال جیسی ہے۔

(2) انسان دولت کی قوت کو موثر دیکھتا ہے اُسے لگتا ہے کہ دولت سے زندگی میں سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے اس لیے وہ دولت کو حاصل کرنے کیلئے کوششیں کرتے ہیں اور دولت ختم ہو جانے کے خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں دولت بھی تار عنکبوت کی طرح ہے انسان کو اس کے کچے پن کا احساس نہیں ہوتا تو وہ اسی کے پیچھے پوری زندگی لگا دیتا ہے۔

(3) انسان سائنس کی قوت کو موثر دیکھتا ہے پھر اسے لگتا ہے کہ جس کے پاس یہ قوت ہو وہی بڑا ہے، وہی پناہ دینے والا ہے پھر انسان اصلی قوت کو بھول جاتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔اور وہ سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے'' (42)

سوال1:﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔اور وہ سب پر غالب ہے،کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے شرک کو جانتا ہے وہ اس کی سزا دے گا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ لوگ اس کو چھوڑ کر کسے پکارتے ہیں،جنہیں پکارتے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ فرمایا:﴿اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی﴾ ''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں،ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی،نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔حالانکہ بلا شبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آچکی ہے۔'' (النجم:23)

(2)﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ﴾ ''سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے ، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے اور وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (یونس:66)

(3)﴿وَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ العزیز ہے اپنے کام پر پوری طرح غلبہ رکھتا ہے۔،وہ قوت کا مالک ہے،ساری مخلوق پر غالب ہے۔

(4)﴿الْحَكِیْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھتا ہے۔اس نے ہر چیز کو بہترین انداز میں پیدا کیا وہ اپنی مخلوق میں جو تدبیر اختیار کرتا ہے اس کی حکمت کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال2:''اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں ان کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے سوا لوگ جن کا سہارا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی حقیقت مکڑی کے جال سے زیادہ نہیں۔

سوال3:اللہ کی صفات العزیز اور الحکیم کا اللہ تعالیٰ نے کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب(1)اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ العزیز ہے اصل قوت اُسی کی ہے۔

(3)اللہ الحکیم ہے اسی کے فیصلے چلتے ہیں وہ لوگوں کو مہلت دیتا ہے۔

﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾

''اور یہ مثالیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اور انہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا'' (43)

سوال 1: ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ ''اور یہ مثالیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اور انہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا'' مثالوں کو گہرے علم والے ہی سمجھتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ﴾ ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ مثالیں لوگوں کے فائدے اور ان کی تعلیم کی خاطر بیان کی ہیں کیونکہ ضرب الامثال کو توضیح کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ ہے۔ ضرب الامثال کے ذریعے سے امور عقلیہ کو امور حسیہ کے قریب لایا جاتا ہے اور مثالوں کے ذریعے سے مطلوب بمعانی واضح ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2038/2)

(2) ﴿وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ ''اور انہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا'' ان مثالوں کو سمجھنے والے اور غور کرنے والے ہی گہرے علم والے ہیں۔ (3) عمرو بن مرہ فرماتے ہیں جب میں قرآن کی کوئی ایسی آیت پڑھتا جو میری سمجھ میں نہ آتی تو مجھے رنج ہوتا۔ کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ انھیں گہرے علم والے ہی سمجھتے ہیں۔ (ابن حاتم)

سوال 2: اللہ تعالیٰ مثالوں کو کیوں بیان فرماتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ مثالوں کو اس لیے بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ غفلت سے بیدار ہوں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے مثالوں کو بیان کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا راستہ دکھانے کے لیے مثالوں کو بیان کرتے ہیں۔

سوال 3: مثالوں کو علم والے ہی جانتے ہیں علم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے دلائل اور شریعت کا علم ہے جس کو سیکھنے اور اس پر غور وفکر کرنے سے انسان کو رب کی پہچان حاصل ہوتی ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

﴿خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ یقیناً اس میں ایمان والوں کے لیے ایک نشانی ہے'' (44)

سوال 1: ﴿خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ یقیناً ایمان والوں کے لیے اس میں ایک نشانی ہے'' آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بے مقصد تخلیق نہیں کیا اس نے زمین کے پہاڑوں، سمندروں، صحراؤں اور جنگلوں کو بے مقصد نہیں بنایا۔ اس نے آسمان کی بلندیوں، سورج، چاند، ستاروں، سیاروں کو بے مقصد نہیں بنایا، اس نے ہر چیز کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى﴾ ''تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی''۔ (طٰہٰ:15)

(3) ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ ''تاکہ جنہوں نے برائیاں کیں انہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔'' (النجم:31)

(4) اس نے کائنات کو اس لیے تخلیق کیا ہے کہ اس کا حکم اور شریعت نافذ ہو۔

(5) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً اس میں ایمان والوں کے لیے ایک نشانی ہے'' بے شک زمین وآسمان میں ایمان والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (۱۹۰) الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱)﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیں۔'' (آل عمران:190-191)

(6) ''اے اللہ آسمانوں کے رب اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب ہمارے رب اور ہر چیز کے پروردگار، دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے، تورات، انجیل اور فرقان کو نازل کرنے والے، میں ہر چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تو ہی اس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے۔ اے اللہ! تو ہی ایسا اوّل ہے جو تجھ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہ ہوگی اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے تیرے علاوہ کوئی چیز نہیں۔ ہمارے قرض کو دور کر دے اور ہمیں فقر سے مستغنی فرما۔'' (مسلم:6889)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو کس حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو با مقصد بنایا ہے، بے مقصد پیدا نہیں کیا۔

سوال 3: ایمان والوں کے لیے کس چیز میں بڑی دلیل ہے؟

جواب: ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت، اللہ تعالیٰ کی تخلیق، اس کی حکمتوں، اس کے علم کی دلیل ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے نہ مشکل کشا۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 21

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا" (پارہ21)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : اپریل 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

رکوع ❖ 1		9
رکوع ❖ 2		23
رکوع ❖ 3		36
سورۃ الروم		44
رکوع ❖ 4		44
رکوع ❖ 5		54
رکوع ❖ 6		61
رکوع ❖ 7		73
رکوع ❖ 8		93
رکوع ❖ 9		109
سورۃ لقمان		117
رکوع ❖ 10		117
رکوع ❖ 11		138
رکوع ❖ 12		156
رکوع ❖ 13		172
سورۃ السجدہ		180
رکوع ❖ 14		180
رکوع ❖ 15		193
رکوع ❖ 16		209
سورۃ الاحزاب		215

رکوع ❖	17	215
رکوع ❖	18	234
رکوع ❖	19	253
آخری آیات		267

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 1

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾

''آپ تلاوت کرو اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو یقیناً نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' (45)

سوال 1: ﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ ''آپ تلاوت کرو اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے'' تلاوت کتاب اور تبلیغ کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُتْلُ﴾ ''آپ تلاوت کرو'' اے رسول! آپ ﷺ تلاوت کریں۔

(2) ﴿مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ ''اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے'' یعنی تعلیم، تزکیہ، عبادت اور تقرب کے لیے اس کتاب کی تلاوت کریں جو آپ ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 11421) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص راہ چلے علم حاصل کرنے کے لیے (یعنی علم دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے) اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ سہل کر دے گا اور جو لوگ جمع ہوں اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھیں اور ایک دوسرے کو پڑھائیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اترے گی اور رحمت ان کو ڈھانپ لے گی اور فرشتے ان کو گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر کرے گا اپنے پاس رہنے والوں میں (یعنی فرشتوں میں) اور جس کا عمل کوتاہی کرے تو اس کا خاندان (نسب) کچھ کام نہ آئے گا۔'' (مسلم: 6853)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دس آیتوں (کی تلاوت) کے ساتھ قیام اللیل کرے گا وہ غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا، جو سو آیتوں (کی تلاوت) کے ساتھ قیام کرے گا وہ عابدوں میں لکھا جائے گا، اور جو ایک ہزار آیتوں (کی تلاوت) کے ساتھ قیام کرے گا وہ بے انتہاء ثواب جمع کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔'' (ابوداؤد: 1398)

(3) اے انسان اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے اس کتاب کی تلاوت کرو اور اس کے اسرار اور فوائد پر غور و فکر کرو اور لوگوں کو اس سے نصیحت کرو اور اس میں جو احکام، آداب اور مکارم اخلاق ہیں اس پر عمل کرنے کے لیے لوگوں کو آمادہ کریں۔ (تفسیر قاسمی: 152/13)

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی وحی و تنزیل یعنی اس کتاب عظیم کی تلاوت کا حکم دیتا ہے۔ یہاں اس کتاب عظیم کی تلاوت کا معنی یہ ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کیا جائے، اس کی ہدایت کو راہ نما بنایا جائے اس کی خبر کی تصدیق، اس

کے معانی میں تدبر اور اس کے الفاظ کی تلاوت کی جائے تب اس کے الفاظ کی تلاوت، معنی ہی کا جز شمار ہوگی جب تلاوت کا معنی مذکورہ بالا امور کو شامل ہے تو معلوم ہوا کہ مکمل اقامت دین تلاوت کتاب میں داخل ہے۔(سعدی:3/2045,2046)

(5) رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو کتاب اللہ کی آیات کو یاد رکھنے اور اس کا مذاکرہ کرنے کا حکم دیا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ سنایا جاتا ہے اُسے یاد رکھو۔'' (الاحزاب:34)

(6) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو عبدالرحمن سلمی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے حجاج بن یوسف کے عراق کے گورنر ہونے تک قرآن مجید کی تعلیم دی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہی حدیث ہے جس نے مجھے اس جگہ کے لیے بٹھا رکھا ہے۔'' (بخاری:5027)

(7) جو شخص قرآن مجید پڑھے اسے سیکھے اور اس کے مطابق عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا نورانی تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی طرح ہوگی اور اس کے والدین کو دو ایسے تاج پہنائے جائیں گے جن کی قیمت پوری دنیا بھی نہیں بن سکتی وہ دونوں کہیں گے یہ ہمیں کس وجہ سے پہنایا گیا؟ انہیں کہا جائے گا کہ تمہارے بیٹے کے قرآن مجید کو حاصل کرنے کی بنا پر۔'' (مستدرک حاکم صحیح علی شرط مسلم)

سوال 2: تلاوت وحی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) تلاوت وحی سے مراد وحی کی تبلیغ ہے یعنی لوگوں کو قرآن مجید پڑھ کر سنانا۔

(2) تلاوت وحی سے مراد قرآن مجید کی تبلیغ کے ذریعے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے باخبر کرنا ہے۔

سوال 3: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ ''اور نماز قائم کرو یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے'' نماز قائم کرنے کے حکم کی حکمت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' رب العزت نے نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس کے ارکان، اس کی شروط اور اس کے آداب کے ساتھ ادا کرو کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ''کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا، پھر پوچھا، اس کے بعد، فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔ پوچھا اس کے بعد، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا'' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ ﷺ اور زیادہ بھی بتلاتے۔ (لیکن میں نے بطور ادب خاموشی اختیار کی)۔ (بخاری:527)(صفوۃ التفاسیر:2/424)

(2) نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا: (i) نماز سے انسان کا اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق جڑ جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ

لِذِكْرِي﴾: ''میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' (ii) نماز سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ ''سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔'' (العلق:19) (iii) نماز سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا: ''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو۔'' (البقرہ:153) رسول اللہ ﷺ کو جو اہم معاملہ پیش آتا آپ ﷺ نماز کا اہتمام فرماتے تھے۔ (سنن ابی داود:1319) انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے تو انسان کو ہدایت ہوتی ہے (iv) نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے (v) نماز قبر میں روشنی کا سبب بنے گی (vi) نماز جنت میں داخلے کا سبب بنے گی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ سے نماز قائم کرنے کا حکم دیا۔

(3) ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ ''یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔'' ﴿الْفَحْشَآءِ﴾ سے مراد ہر وہ بڑا گناہ ہے جس کی قباحت مسلّم اور نفس میں اس کی چاہت ہو ﴿الْمُنْكَرِ﴾ سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس کو عقل و فطرت برا سمجھے۔ نماز کا فواحش و منکرات سے روکنے کا پہلو یہ ہے کہ بندۂ مومن جو نماز کو قائم کرتا ہے اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے ارکان و شرائط کو پورا کرتا ہے اس کا دل روشن اور پاک ہو جاتا ہے، اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، نیکیوں میں رغبت بڑھ جاتی ہے اور برائیوں کی طرف رغبت کم یا بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔ اس طریقے سے نماز پر دوام اور اس کی محافظت ضرور فواحش و منکرات سے روکتی ہے۔ پس فواحش و منکرات سے روکنا نماز کا سب سے بڑا مقصد اور اس کا سب سے بڑا ثمرہ ہے۔ نماز کو قائم کرنے میں ایک اور مقصد بھی ہے جو پہلے مقصد سے عظیم تر ہے اور وہ ہے نماز کا اللہ تعالیٰ کے قلبی، لسانی اور بدنی ذکر پر مشتمل ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور بہترین عبادت جو مخلوق کی طرف سے پیش کی جاتی ہے وہ نماز ہے نیز نماز کے اندر تمام جوارح کی عبودیت شامل ہوتی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں ہوتی۔ (سعدی:3/2045,2046)

(4) (i) اللہ تعالیٰ نے انسانی اعمال کو اپنے علم سے جوڑ کر انسان کو شعوری طور پر بے دار کیا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے اعمال کی نگرانی کا شعور دلا کر اعمال کی کوالٹی کو بہتر بنانے کی ترغیب دی۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا کہ ''فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب نماز اس کو چوری سے روک دے گی۔'' (مسند احمد:9792)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بھلا بتاؤ، اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو، جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی نہیں، اس کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (بخاری:528)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک کا دورانیہ، ان تمام (صغیرہ)

گناہوں کا کفارہ ہے۔ جو اس دوران میں ہوئے ہوں گے، اگر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔" (مسلم:550)

(8)(i) حالت نماز میں انسان بُرائی اور بے حیائی سے رُکتا ہے نماز کے بعد اگرچہ وہ اثرات نہیں رہتے لیکن نماز کے بعد اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے تو انسان بُرائی سے رک سکتا ہے (ii) نماز اُس وقت بُرائی اور بے حیائی سے روکتی ہے جب اُسے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق آداب وشرائط کے ساتھ پڑھا جائے۔

(9) ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے آیت کی تفسیر کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا "جسے اس کی نماز بے جا اور فحش کاموں سے نہ روکے تو سمجھ لو کہ اس کی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوئی، اور روایت میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہی دور ہوتا چلا جائے گا۔ ایک موقوف روایت میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو نمازی برے کاموں سے بچنے والا نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کی نماز اللہ تعالیٰ سے دور کرتی جا رہی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "جو نماز کی بات نہ مانے اس کی نماز نہیں۔ نماز بے حیائی اور بدفعلیوں سے روکتی ہے اس کی اطاعت یہ ہے کہ ان بے ہودہ کاموں سے نمازی رک جائے۔

(10) سیدنا شعیب علیہ السلام سے جب ان کی قوم نے کہا "کہ اے شعیب کیا تمہیں نماز حکم کرتی ہے؟ تو سفیان رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم نماز حکم کرتی ہے منع بھی کرتی ہے، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا فلاں شخص بڑی لمبی نماز پڑھتا ہے آپ نے فرمایا: "نماز اسے نفع دیتی ہے جو اس کا کہا مانے۔" (ابن کثیر:152/4)

سوال 4: ہماری نمازیں بے اثر کیوں ہو گئی ہیں؟

جواب: نمازیں اس لیے بے اثر ہو گئی ہیں کہ نمازوں میں صحت اور قبولیت کی شرائط کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔

سوال 5: نماز کی صحت اور قبولیت کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: (1) اخلاص (2) دل کی پاکیزگی (3) وقت کی پابندی اور جماعت کا اہتمام (4) ارکان صلوٰۃ میں اعتدال اور اطمینان (قرأت، رکوع، قومہ، سجدہ وغیرہ) (5) خشوع وخضوع (6) نمازوں کی پابندی (7) رزق حلال کا اہتمام

سوال 6: ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے" اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے" ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی یاد ہے نماز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ نماز بذات خود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ نماز کے باہر اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ "لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو۔" (البقرۃ:152)

(2) اللہ تعالیٰ کے تعلق کو مضبوط کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ذکر ہے۔ رب العزت نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔'' (آل عمران:190,191)

(3) رب العزت نے فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کثرت سے یاد کرنا۔'' (الاحزاب:41) (4) ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکہف:28)

(5) سیدنا ابوزرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس امر کی اساس نہ بتاؤں جس کے باعث تو دنیا اور آخرت کی بھلائی پائے گا۔ اہل ذکر کی مجالس کو اہم جانو اور جس وقت فارغ بیٹھو تو حسب طاقت اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متحرک رکھو، اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت رکھو اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے بغض۔ (مشکوۃ، کتاب الادب)

(6) سیدنا ابو ہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی گروہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نہیں بیٹھتا مگر یہ کہ فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون وطمانیت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا مقرب فرشتوں میں ذکر کرتا ہے۔'' (ترمذی)

(7) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے ''ہر چیز کی صفائی ہے اور دلوں کی صفائی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی ذکر الٰہی سے بہتر نہیں۔'' (مشکوۃ)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر سے حرکت کرتے ہیں۔'' (ابن ماجہ)

(9) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی جو نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔'' (بخاری:128/7)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ ''یقیناً میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' (طٰہٰ:14)

(11) سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ''یارسول اللہ ﷺ! احکام اسلامی زیادہ ہو گئے ہیں لہٰذا مجھے ایسی چیز کا حکم دیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔'' (ترمذی:3375)

(12) ﴿وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' یعنی تم جو خیر اور اطاعت کے کام کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے وہ اس کی جزا دے گا۔ (الاساس:8/4215)

(13) (i) اللہ تعالیٰ نے انسانی اعمال کو اپنے علم سے جوڑ کر انسان کو شعوری طور پر بیدار کیا ہے (ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی اعمال کی نگرانی کا شعور دلا کر اعمال کی کوالٹی کو بہتر بنانے کی ترغیب دی۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کی یاد انسان کے تصورات پر چھا جاتی ہے تو سچے مومن کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد کا چشمہ پھوٹ نکلتا ہے ایسے میں انسان اللہ تعالیٰ کی یاد میں جو کلمات زبان سے ادا کرتا ہے وہ ذکر بڑی چیز بن جاتا ہے۔ ایسے میں انسان جو اعمال کرتا ہے وہ بڑی چیز بن جاتے ہیں۔ ایسے میں نمازیں بہترین نمازیں، روزے بہترین روزے، جہاد بہترین جہاد بن جاتا ہے۔ اس ذکر کے ساتھ سارے ہی کام اعلیٰ ترین کام بن جاتے ہیں۔

﴿وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾

''اور تم اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز میں سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا اور کہہ دو کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں'' (46)

سوال 1: ﴿وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور تم اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز میں سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا اور کہہ دو کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں'' غیر مسلموں میں تبلیغ کرنے کا جو طریقہ سکھایا گیا اس کی

وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ ''اور تم اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز میں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ کتاب سے ایسی بحث کرنے سے روکتا ہے جو بصیرت کی بنیاد پر اور کسی مسلمہ قاعدے کے مطابق نہ ہو نیز اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ جب بھی اہلِ کتاب سے بحث کریں تو احسن انداز، حسن اخلاق اور نرم کلامی سے ان کے ساتھ بحث کریں اور دعوتِ اسلام بہترین طریقے سے پیش کریں اور باطل کو قریب ترین ذریعے سے رد کریں۔ اس بحث کا مقصد محض جھگڑنا اور مدمقابل پر غلبہ حاصل کرنا نہ ہو بلکہ اس کا مقصد حق کا بیان اور مخلوق کی ہدایت ہو۔ (سعدی:3/2046,2047)

(3)﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت یں اور ان سے اس طریقے سے بحث کریں۔ جو زیادہ اچھا ہوں یقیناً آپ کا رب ان کو زیادہ جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی جانتا ہے۔'' (النحل:125)

(4) سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو نصیحت کی﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾ ''پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔'' (طٰہٰ:44)

(5)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ ''سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا'' اہل کتاب میں سے ایسے آدمی کے سوا جو حق کے راستے سے ہٹ جائیں، دشمنی کی وجہ سے جھگڑا کریں، جان بوجھ کر اندھے بن جائیں، خیر خواہوں سے ضد اور تعصب سے لڑنے لگیں۔ ایسے لوگوں سے جس کے بحث کرنے کا مقصد حق کی وضاحت نہیں غلبہ حاصل کرنا ہو بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(6)﴿وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ﴾ ''اور کہہ دو کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب یہ کہہ دو کہ ہمارا اپنی اور تمہاری تمام آسمانی کتابوں پر ایمان ہے۔ ہم سب کا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور ہمارے یعنی مسلمانوں کے سامنے عربی میں اس کا ترجمہ کیا کرتے تھے، تو اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہ تم انہیں سچا کہو اور نہ جھوٹا، بلکہ تم یہ کہا کرو﴿اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور کہہ دو کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا۔ اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اور ہم اُس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں۔'' (العنکبوت:46) (بخاری:7362)

(7) عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ''(اے مسلمانو!) تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں سوالات کیوں کرتے ہو؟ جب کہ تم پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی ابھی کتاب نازل ہوئی ہے، جو بالکل خالص ہے، جس میں باطل نہ خلط ملط ہوا ور نہ ہو سکے گا اور تمہیں اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے دین کو بدل ڈالا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی کر دی ہے اور اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتاب کے متعلق کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تا کہ اس کے ذریعے سے دنیا کا حقیر فائدہ حاصل کریں۔ کیا تمہارے پاس (قرآن وحدیث کا) جو علم آیا ہے وہ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان سے (دینی) مسائل پوچھو؟ اللہ کی قسم! میں تو نہیں دیکھتا کہ اہل کتاب میں سے کوئی تم سے اس کے بارے میں پوچھتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔'' (بخاری: 7363)

(8) ﴿وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ﴾ ''اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے'' یعنی نبی ﷺ اہل کتاب سے کہہ دو کہ ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

(9) ﴿وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم اُس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر: 427/2)

(10) یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے، اسے ہی اپنا معبود بناتا ہے، اس کے رسولوں کی اطاعت کرتا ہے وہی سیدھے راستے پر ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو نہیں مانتا اور اطاعت نہیں کرتا وہ گمراہ ہے۔

سوال 2: اگر کوئی بحث ومجادلہ میں زیادتی کرے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ایسے موقع پر سخت انداز اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

سوال 3: ظالموں کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: ظالموں کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ وہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دیں۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کو کس چیز کا اعلان کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ اعلان کر دو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر بھی جو ہم پر نازل ہوئی۔ (2) ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ (3) آپ کہہ دیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ﴾

''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی، پھر جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان (اہل مکہ) میں

سے بھی جو اُس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' (47)

سوال: ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی، پھر جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اِن (اہلِ مکہ) میں سے بھی جو اُس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی'' رب العزت نے فرمایا اے نبی! ہم نے آپ ﷺ پر اسی طرح کتاب نازل کی ہے جیسے پہلے لوگوں پر کی تھی۔

(2)﴿فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ﴾ ''پھر جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی'' یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے انہوں نے اسے اس طرح پہچان لیا ہے جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے اور ان کے ہاں کسی حسد نے مداخلت کی ہے نہ خواہشاتِ نفس نے۔ (سعدی: 2048,2047/3)

(3) یعنی جو قرآن پر ایمان لائے ان میں عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ اور اہل کتاب کے کثیر علماء شامل ہیں اور مشرکوں میں سے جو ایمان لائے۔ (ایسر التفاسیر: 1143) (4)﴿وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ﴾ ''اور اِن (اہلِ مکہ) میں سے بھی جو اُس پر ایمان لاتے ہیں'' یعنی موجودہ لوگوں میں سے بھی جو ایمان لاتے ہیں یعنی جو اپنی بصیرت کی وجہ سے ایمان لاتے ہیں۔

(5)﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور ہماری آیات کا انکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' یعنی کافر اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے کے سوا کوئی اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار نہیں کرتا۔

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾

''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے'' (48)

سوال 1: ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے'' نبی ﷺ امی تھے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ﴾ ''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے'' اس عظیم کتاب کی صداقت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ اسے وہ نبی امی لے کر آیا ہے جس کی صداقت اور امانت کا اس کی پوری قوم اعتراف کرتی ہے، جس کے

پورے معمولات اور تمام احوال کو اس کی قوم اچھی طرح جانتی ہے وہ اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتا بلکہ وہ تو لکھا ہوا پڑھ نہیں سکتا۔ اس صورت حال میں ایک کتاب پیش کرنا سب سے بڑی اور قطعی دلیل ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب اور قابل ستائش ہے۔ (سعدی:2048/3) (2) نبی ﷺ نے نبوت سے پہلے چالیس سال گزارے تھے نبی ﷺ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ سب لوگ جانتے تھے کہ آپ ﷺ امی ہیں۔

(3) پہلی آسمانی کتابوں میں بھی، نبی ﷺ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ”جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“ (الاعراف:157)

(4) ﴿وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ﴾ ”اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے“ اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی ﷺ ہمیشہ لکھنے سے ہی دور رکھے گئے، ایک سطر کیا، ایک حرف بھی آپ ﷺ کو لکھنا نہ آتا تھا آپ ﷺ نے کاتب مقرر کر لیے تھے جو اللہ تعالیٰ کی وحی لکھتے تھے اور ضرورت کے وقت شاہان دنیا سے خط و کتابت بھی وہی کرتے تھے پچھلے فقہاء میں سے قاضی عبدالوحید باجی وغیرہ نے کہا کہ حدیبیہ والے دن خود رسول کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یہ جملہ صلح نامے میں لکھا تھا کہ: ﴿هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ﴾ یعنی وہ یہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ نے فیصلہ کیا لیکن یہ قول درست نہیں یہ وہم قاضی صاحب کو بخاری شریف کی اس روایت سے ہوا جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ﴿ثُمَّ اَمَرَ فَكُتِبَ﴾ یعنی آپ ﷺ نے پھر حکم دیا اور لکھا گیا مشرق و مغرب کے تمام علماء کا یہی مذہب ہے بلکہ باجی وغیرہ پر انہوں نے اس قول کا بہت سخت رد کیا ہے اور اس سے بے زاری ظاہر کی ہے۔ اور اس قول کی تردید اپنے اشعار اور خطبوں میں بھی کی ہے لیکن یہ بھی خیال رہے کہ قاضی صاحب وغیرہ کا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ اچھی طرح لکھنا جانتے تھے بلکہ وہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ کا یہ جملہ صلح نامے پر لکھ لینا آپ ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔ (ابن کثیر: 155/4)

(5) ﴿اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ”تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے“ یعنی اگر لکھ پڑھ سکتے تو نبی ﷺ کے مخالف اور باطل پرست یہ کہہ سکتے تھے کہ نبی ﷺ نے پہلی کتابوں سے یہ قرآن سیکھ لیا ہے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر جو کتاب نازل کی اس کے لیے مقابلے کی دعوت دی گئی مگر کوئی بھی چیلنج کو قبول نہیں کر سکا۔ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے کلام جیسا کلام کیسے لا سکتا ہے؟ اس کے باوجود جاہلوں نے کہہ دیا

﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۵) قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۶)﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناوہ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔'' (الفرقان:6,5)

سوال2: رسول اللہ ﷺ پہلے کتاب کیوں نہیں پڑھتے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے کسی انسان سے علم حاصل نہیں کیا تھا۔

سوال3: باطل پرست لوگ رسول اللہ ﷺ کے پڑھے لکھے ہونے کی وجہ سے کس شک میں پڑ سکتے تھے؟

جواب: باطل پرست لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ قران مجید فلاں شخص کی مدد سے یا فلاں شخص سے تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے سنا رہے ہیں۔

﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾

''بلکہ یہ اُن لوگوں کے سینوں میں واضح آیات ہیں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیات کا انکار ظالموں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' (49)

سوال1: ﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''بلکہ یہ اُن لوگوں کے سینوں میں واضح آیات ہیں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیات کا انکار ظالموں کے سوا کوئی نہیں کرتا۔'' قرآن مجید روشن آیات والا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ﴾ ''بلکہ یہ واضح آیات ہیں'' یہ قرآن مجید روشن آیات والا ہے، اس کی سچائی واضح ہے، اس کے احکامات سچے ہیں، اس کی خبریں روشن ہیں۔ (بخاری:4981)

(2)﴿فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''اُن لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا۔''

(3) اس آیت کے دو مطلب ہیں اگر ھُوَ کی ضمیر کو قرآن کی طرف راجع قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کی آیات بڑے واضح دلائل پر مشتمل ہیں اور یہ آیات اھل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں یعنی اہل علم نے تو ان آیات کو حفظ یا ازبر کر لیا ہے اور یہ قرآن اسی طرح سینہ بہ سینہ اہل علم میں منتقل ہوتا جائے گا اور یہ قرآن کی ایسی ناقابل تردید صفت ہے جو ابتدائے اسلام سے آج تک اور آئندہ بھی تا قیامت ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے اور کرتا رہے گا۔ ہر دور میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد حافظ قرآن رہی ہے۔اور یہی قرآن کی اعجازی حیثیت اور اس کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔قرآن کی حفاظت کا دوسرا ذریعہ کتابت قرآن ہے،لیکن رسول اللہ ﷺ نے حفاظت قرآن کے پہلے ذریعہ حفظ پر ہی نسبتاً زیادہ توجہ مبذول فرمائی تھی۔اب قرآن کے مقابلہ میں دوسری الہامی کتابوں کو دیکھئے ان کا شاذونادر ہی کوئی آپ کو حافظ

نظر آئے گا جیسے سیدنا عزیر علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ وہ تورات کے حافظ تھے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ھُوَ کی ضمیر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع قرار دیا جائے اور یہ تفسیر اس لحاظ سے راجح ہے کہ رابط مضمون اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل علم اور اہل دانش وبینش کے لیے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے ثبوت میں ایک نہیں بلکہ بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ وہ اس طرح کہ دنیا میں جتنے بھی نامور شخص گزرے ہیں ان کی شخصیت بنانے والے عوامل کا تاریخ سے پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ مگر یہاں یہ بات یکسر مفقود نظر آتی ہے مثلاً تمام مخالفین اسلام یعنی قریش مکہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ پڑھنا لکھنا تک نہیں جانتے تھے۔ علم، ادب، عربی سے یا تاریخ امم سے واقف ہونا تو دور کی بات ہے لیکن آپ ﷺ نے جو کلام پیش کیا بار بار چیلنج کے باوجود عرب بھر کے فصحاء اور بلغا اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہ گئے تھے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ آپ فن حرب ضرب سے قطعاً نابلد تھے، اور نہ ہی آپ کسی جرنیل ،فوجی یا کسی سپاہی کے گھر پیدا ہوئے تھے لیکن جب میدان جہاد میں فوجی لشکر کی قیادت آپ نے سنبھالی تو آپ نے ایسی جنگی تدابیر اختیار کیں کہ تمام جہانوں کے جرنیلوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ غرض یہ کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ایسے ہی حیران کن کمالات کا مجموعہ ہے۔ جن کے اسباب وعوامل تلاش کرنے پر دور تک کہیں نظر نہیں آتے۔ یہی وہ نشانیاں ہیں جو آپ ﷺ کی رسالت کا بین ثبوت ہیں اور ان کا انکار کوئی کٹر متعصب ہی کرسکتا ہے جب کہ اہل علم آپ کی ان خوبیوں کے دل وجان سے معترف ہوتے ہیں۔

یہ قرآن علماء اور حفاظ کے سینے میں محفوظ ہے۔ رب العزت نے قرآن کا پڑھنا اور یاد رکھنا آسان فرمادیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کردیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟‘‘ (القمر:17)

(4) ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾ ’’اور ہماری آیات کا انکار ظالموں کے سوا کوئی نہیں کرتا‘‘ اللہ تعالیٰ کی آیات کا ظالم ہی انکار کرتے ہیں اور انہیں ٹھکراتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۹۶) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (۹۷)﴾ ’’یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔‘‘ (یونس:97,96)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کون کرتا ہے؟

جواب: ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

’’اور انہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی جناب سے معجزات کیوں نہیں اُتارے گئے؟ آپ کہہ دیں کہ معجزات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس

ہیں اور میں صرف اور صرف کھلا ڈرانے والا ہوں'' (50)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی جناب سے معجزات کیوں نہیں اُتارے گئے؟ آپ کہہ دیں کہ معجزات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور میں صرف اور صرف کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' معجزے دیکھ کر بھی معجزوں کا مطالبہ، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی جناب سے معجزات کیوں نہیں اُتارے گئے'' جب نبی ﷺ قرآن مجید لے کر آئے تو اہل مکہ نے کہا کہ معجزہ کیوں نہیں لے کر آئے جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی، موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور عیسیٰ علیہ السلام کا مائدہ تھا۔

(2) ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کر دیں۔'' (بنی اسرائیل: 90)

(3) ﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ معجزات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں'' رب العزت نے فرمایا: کہ ''آپ ﷺ کہہ دیں معجزات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں رسول کے اختیار میں نہیں ہیں اور تمہارا مقصد امتحان ہے ایمان نہیں اس لیے تمہارے مطالبات پورے نہیں کیے جا سکتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ ''اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب چلا جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اُن کے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے۔'' (الکہف: 17)

(4) ﴿وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور میں صرف اور صرف کھلا ڈرانے والا ہوں'' یعنی میرا کام تو اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانا ہے میں تو صاف ڈرانے والا ہوں، اس کے علاوہ میرا کوئی فرض نہیں ہے۔

سوال 2: معجزہ نازل کرنے کی فرمائش پر اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: معجزات اور نشانات تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں۔

سوال 3: معجزات کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ معجزات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا اختیار نہیں۔

﴿اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾

''اور کیا اُنہیں یہ کافی نہیں ہے کہ یقیناً ہم ہی نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو اُنہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً رحمت اور نصیحت ہے اُس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' (51)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور کیا اُنہیں یہ کافی نہیں ہے کہ یقیناً ہم ہی نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو اُنہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً رحمت اور نصیحت ہے اُس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' سب سے بڑا معجزہ اللہ کی کتاب ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ﴾ ''اور کیا اُنہیں یہ کافی نہیں ہے کہ یقیناً ہم ہی نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو اُنہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے'' یعنی کیا میری اور اس کتاب کی سچائی کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ میں صبح و شام اس کتاب کو پڑھ کر سناتا ہوں جو عظیم ہے اور میں امی ہوں لکھ پڑھ نہیں سکتا اور تمہیں ایسی آیات پڑھ کر سناتا ہوں جو ہدایت اور نور ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1144,1145)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی کے مطابق لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن مجید) ہے (جو سب معجزوں سے بڑا معجزہ ہے) اسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے، اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت والے دن میرے ماننے والے دیگر نبیوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔'' (بخاری: 7274)

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تورات کے کچھ اوراق لائے اور انہیں پڑھنا شروع کیا آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھتے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں، ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، اور آپ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گئے اس پر آپ ﷺ کا غصہ فرو ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اگر آج سیدنا موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے اور آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کے سوا انہیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔'' (مشکوۃ۔ کتاب الایمان)

(4) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً رحمت اور نصیحت ہے اُس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' قرآن اس شخص کے لیے رحمت اور بھلائی ہے جو قرآن کو اپنے لیے کافی سمجھتا ہے اور اس سے راہ نمائی حاصل کرتا ہے۔

(5) یہ کتاب لامحدود بھلائیاں رکھتی ہے، یہ عقائد کی تطہیر کرتی ہے، قرآن قلب کا تزکیہ کرتا ہے، قرآن اخلاق کی تکمیل کرتا ہے، قرآن اسرار

ربانی کو کھولتا ہے۔قرآن کثیر علم رکھنے والی عظیم کتاب ہے جو عظیم نعمت ہے، جو حق اور صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

سوال 2: قرآن مجید کی نشانی کیسے کافی ہے؟

جواب :(1) قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔(2) قرآن مجید نے چیلنج دیا کہ اس جیسا قرآن یا ایک سورت لا کر دکھا دیں اب یہ لانے کے قابل نہیں ہیں۔

رکوع نمبر 2

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں'' (52)

سوال 1: ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ رسالت محمدی ﷺ کو خوب جانتے ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب :(1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ'' اے محمد! آپ ﷺ کہہ دیں۔

(2) ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ﴾ ''میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے'' اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے وہ میری رسالت کو بھی خوب جانتا ہے اور تمہاری تکذیب کا بھی خوب علم رکھتا ہے۔

(3) اگر میں جھوٹ بولوں تو وہ مجھ سے انتقام لے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾ ''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا۔'' (الحاقۃ:44) (4) اس لیے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، وہ سچ ہے۔

(5) ﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے'' اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دلیل کے لیے کافی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ تو وہ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

(6) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے'' باطل سے مراد شرک ہے یعنی جن کا ایمان باطل پر ہے وہ۔

(7) ﴿وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا'' وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کرتے ہیں جو حق ہے۔

(8)﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''وہی'' ایسے برے فہم والے عقلی فساد میں مبتلا ہیں۔

(9)﴿هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں'' ان کا خسارہ یہ ہے کہ انہوں نے ایمان کے بدلے کفر اور ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے۔

(10)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى(۱۴) لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى(۱۵) الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى(۱۶)﴾ ''پس میں نے تمہیں شعلہ مارتی آگ سے ڈرا دیا ہے جس میں اُس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔'' (اللیل:14-16)

(ایسر التفاسیر:1145)

سوال2: اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کس چیز کے لیے کافی ہے؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا ثبوت ہے۔(2)قرآن مجید کے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے پر اس کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے نے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔

سوال3: جولوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں وہ کس کا انکار کرتے ہیں؟

جواب: باطل پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔

﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے'' (53)

سوال1:﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے'' جلد عذاب کے مطالبے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ﴾ ''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں'' جولوگ اللہ تعالیٰ، اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور قرآن کو جھٹلاتے ہیں وہ جلد عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، جیسا کہ فرمایا:﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' (الملک:25)

(2)﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب

اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

(3)﴿وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آجاتا'' اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے ان کے اعمال تو اس لائق ہیں کہ فوراً عذاب بھیج دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق ہر ایک کو مہلت دیتے ہیں۔

(4)﴿وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے'' وہ عذاب ان پر اچانک آیا تھا جب وہ میدان بدر میں اتراتے ہوئے آئے اور ان کے بڑے بڑے سردار قتل ہوئے اور مکہ میں کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کو کوئی مصیبت نہ پہنچی ہو۔

(5)ان پر عذاب ایسے آیا کہ انہیں شعور تک نہیں تھا۔

سوال 2: لوگ بے باکی سے عذاب کیوں مانگتے تھے؟

جواب: عذاب کا مطالبہ کرنے والے ایمان نہیں لانا چاہتے اس لیے کہتے ہیں سچے ہو تو عذاب لے آؤ۔

﴿يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾

''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے'' (54)

سوال 1: ﴿يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ﴾ ''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں'' اس آیت میں عذاب سے مراد آخرت کا عذاب ہے جو ان پر لامحالہ آ کر رہے گا۔

(2)﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے'' جہنم کا عذاب ان سے ہٹایا نہیں جائے گا۔ وہ ان کو ہر طرف سے گھیر لے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے عذاب جلدی مانگنے کے مطالبہ کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تعجب کا اظہار کیا ہے کہ تم عذاب کے لیے جلدی مانگتے ہو حالانکہ جہنم تمہیں گھیرے میں لے چکی ہے۔

﴿يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''جس دن عذاب اُنہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو

(اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے" (55)

سوال 1: ﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ "جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے" ظالموں کے اوپر نیچے آگ کی چادریں ہوں گی، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾ "جس دن عذاب اُنہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی" جس دن عذاب یعنی آگ کی چادریں ان کے اوپر نیچے ہوگی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ "اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔" (الاعراف:41)

(2) ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ "اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو۔" (الزمر:16)

(3) ﴿وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے" یعنی شرک، نافرمانیوں کے بدلے میں لامحدود عذاب ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (13) هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (14) اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (15) اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ "جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔" (الطور:13-16)

(4) ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ﴾ "جس دن اُنہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا۔" (القمر:48)

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾

"اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین بہت وسیع ہے، چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو" (56)

سوال 1: ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ "اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری

زمین بہت وسیع ہے، چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو' جہاں دین پر قائم نہیں رہ سکتے وہاں سے ہجرت کر جانے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو!'' اے میرے بندو جو مجھ پر، میرے رسول ﷺ اور میری ملاقات پر ایمان لائے ہو۔

(2)﴿اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ﴾ ''بلاشبہ میری زمین بہت وسیع ہے'' ایمان والوں کو ہجرت کی دعوت دی جارہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ممکن نہیں رہا تو ایسی زمین میں چلے جاؤ جہاں اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکو۔

(3) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''تمام شہر اللہ تعالیٰ کے شہر ہیں اور کل بندے اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں جہاں تو بھلائی پا سکتا ہو وہیں قیام کر چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جب مکہ میں رہائش مشکل ہوگئی تو وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تا کہ امن وامان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہ سکیں وہاں کے سمجھدار دیندار بادشاہ اصحمہ نجاشی رحمہ اللہ نے ان کی پوری تائید ونصرت کی اور وہاں وہ بہت عزت اور خوشی سے رہے سہے۔(ابن کثیر:4/159)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا (۹۷) اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (۹۸) فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۹۹) وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۱۰۰)﴾ ''یقیناً جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں: ''تم کس حال میں تھے؟'' وہ جواب دیتے ہیں: ''ہم زمین میں کمزور تھے۔'' فرشتے اُن سے کہتے ہیں: ''کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟'' تو یہی لوگ ہیں ان ہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں چنانچہ یہ لوگ ہیں، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہوگیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (النساء:97-100)

(5)﴿فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو'' یعنی میرے لیے اپنی عبادت اور اطاعت کو خالص کرو میری نافرمانی میں مخلوق

میں سے کسی کی اطاعت نہ کرو۔ (جامع البیان:12/21)

سوال 2: ہجرت کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: (1) جس جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی اور دین پر قائم رہنا مشکل ہو تو اُس علاقے کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں آباد ہونا ہجرت ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی خاطر، اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ والوں کی نقل مکانی ہجرت ہے۔

سوال 3: یہ کیوں کہا گیا میری زمین وسیع ہے؟

جواب: جب کوئی انسان ہجرت کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو ملک چھوڑنے کا دُکھ چمٹ جاتا ہے ایسے میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ میری زمین وسیع ہے تم محبت اسی جگہ سے رکھو جس میں تم میری عبادت کر سکو اور تمہارے لیے عبادت کرنا آسان ہو۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے'' (57)

سوال: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے'' موت نہیں چھوڑے گی اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزار لو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے'' یعنی تم کہیں بھی چلے جاؤ موت تمہیں نہیں چھوڑے گی اس لیے جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزارو، اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیے ہیں اس پر عمل کریں اسی میں خیر ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ ''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے''۔ (الرحمن:26)

(3) ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، سوائے اُس کے چہرے کے۔'' (القصص:88)

(4) ﴿ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے'' پھر موت کے بعد لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تو سرخرو ہو کر جانا ہے تاکہ جنت کی بہاریں دیکھیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے ساتھ موت کا ذکر کیا ہے اپنی زمین چھوڑتے ہوئے انسان کے دل میں جو وسوسے آتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کہیں راستے میں موت نہ آ جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی کہ ہر ایک جان نے مرنا ہے ہجرت کرو یا نہ کرو جانا تو رب کے پاس ہے رب کی عبادت کرتے ہوئے موت آئے گی تو آخرت کی نعمتیں پاؤ گے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾

''اور جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں ہم ضرور جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا!'' (58)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، انہیں ہم ضرور جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا!'' نیک لوگوں کو عالی شان محلات میں بسایا جائے گا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں'' یعنی جن لوگوں نے عقیدے اور عمل کے اخلاص کو جمع کرلیا۔ (صفوۃ التفاسیر:429/2)

(2)﴿لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''انہیں ہم ضرور جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں'' جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن سے ظاہر باطن نظر آتا ہے۔'' (ابن کثیر:160/4)

(3) نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ عالی شان محلات میں بسائیں گے، جن کے نیچے صاف شفاف میٹھے پانی کی نہریں جاری ہوں گی، اسی طرح دودھ کی، شراب مطہر کی اور خالص شہد کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جن کو جنت والے اپنی مرضی کے مطابق جدھر چاہیں گے پھیر دیں گے۔

(4)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اُن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے'' جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے کبھی وہاں سے الگ ہونے کو ان کا دل نہیں چاہے گا۔ نہ وہاں سے نکالے جائیں گے، نہ اس میں موت آئے گی۔

(5)﴿نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا!'' ایمان والوں کے نیک عملوں کا کس قدر اچھا انعام ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1509/2)

سوال2: جنت کی ہمیشگی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ وہاں نہ موت کا خدشہ ہوگا نہ دوبارہ علاقہ چھوڑنے کا غم ہوگا نہ کسی قسم کا زوال آئے گا۔

سوال3: اچھے اعمال کرنے والوں کو کیا شعور دلایا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دیکھو نیک اعمال کا اجر کتنا اچھا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾

''جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں''(59)

سوال 1:﴿الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں'' جنت صبر اور توکل کا صلہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیْنَ صَبَرُوْا﴾ ''جن لوگوں نے صبر کیا'' یعنی جنہوں نے ایمان، ہجرت اور اطاعت پر صبر کیا۔(ایسر التفاسیر:1147)

(2) جو لوگ اپنے دین پر ثابت قدم رہے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا یقین تھا۔

(3)(i) صبر سے مراد دین پر مضبوطی سے قائم رہنا(ii) ہجرت کی تکلیفیں برداشت کرنا(iii) گھر، وطن اور گھر والوں سے اللہ تعالیٰ کی خاطر دوری برداشت کرنا۔

(4) نیک اعمال میں سرفہرست صبر ہے اور صبر کا لفظ بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خندہ پیشانی سے برداشت کرنا بھی صبر ہے اور احکام شریعت پر استقلال کے ساتھ کاربند رہنا صبر ہے اور مالی مفادات کے ضیاع کو درخور اعتناء نہ سمجھنا بھی صبر ہے۔(تیسیر القرآن:492/3)

(5)﴿وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں'' نیک اعمال میں سے دوسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ پر توکل کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں پر یقین کیا جائے جو اس نے اپنے فرماں بردار بندوں سے کر رکھے ہیں بالخصوص اس صورت میں جبکہ ان وعدوں کے پورا ہونے کے ظاہری اسباب بھی مفقود نظر آتے ہوں۔(تیسیر القرآن:492/3)

(6) عبودیت الٰہی پر ان کا صبر اس بارے میں سخت جدوجہد اور شیطان کے خلاف بہت بڑی جنگ کا تقاضا کرتا ہے جو اس عبادت میں خلل ڈالنے کے لیے ان کی دعوت دیتا رہتا ہے۔ ان کا توکل اللہ تعالیٰ پر ان کے بہت زیادہ اعتماد کا مقتضی ہے نیز اللہ تعالیٰ پر ان کا حسنِ ظن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ ان کے اعمال کو تحقق کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچائے گا جن کا انہوں نے عزم کیا ہے ہر چند کہ توکل، صبر کے اندر داخل ہے تاہم یہاں اس کو الگ بیان کیا ہے کیونکہ بندہ ہر فعل کے کرنے اور ترک کرنے میں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے توکل کا محتاج ہے اور کسی کام کو ترک کرنا یا اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا توکل علی اللہ کے بغیر اتمام پذیر نہیں ہوتا۔(سعدی:2054,2053/3)

(7) صبر اور توکل یعنی اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا کلی خیر ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے والوں کی کن صفات کا نمایاں طور پر ذکر کیا ہے؟

جواب:(1) صبر اور ثابت قدمی۔(2) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ۔

یہی دو صفات ہیں جس سے انسان تاحیات نیک عمل کرنے کے قابل رہتا ہے۔

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

''کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی اُنہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (60)

سوال 1: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی اُنہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا رزق اپنی مخلوق کے لیے عام ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا﴾ ''کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں رکھتے'' رب العزت نے ساری مخلوقات کا رزق اپنے ذمے لیا ہے۔ رزق کسی خاص جگہ کے ساتھ تو مخصوص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رزق اپنی مخلوق کے لیے عام ہے کتنے جاندار ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔

(2) اللہ تعالیٰ ہی روزگار کے مواقع بہم پہنچاتا ہے وہ اپنی ہر مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے۔ پرندوں کو ہواؤں میں، مچھلیوں کو پانی میں، چیونٹیوں کو بلوں میں رزق دیتا ہے۔ اس کا فرمان ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود:6)

(3) ﴿اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی اُنہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی'' اللہ تعالیٰ سب کو رزق دیتا ہے وہ سب کے لیے انتظام کرتا ہے۔ جیسے اس نے سب کو پیدا کیا اسی طرح وہ سب کو رزق دیتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔'' (الطلاق:3,2)

(5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرتے جیسا کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی اسی طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ صبح بھوکے جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔'' (ترمذی:2344)

(6) ﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کا سننے والا السمیع ہے اور وہ

سب کے حالات کو جاننے والا العلیم ہے اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے حوالے سے یہ کیوں کہا ہے کہ وہ اپنا رزق اُٹھائے نہیں پھرتے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے کہی ہے کیونکہ جانور ذخیرہ بھی نہیں کر سکتے، اُٹھا کر لے جانے کی ہمت بھی نہیں ہوتی، اُن کی فطرت میں بھی ذخیرہ کرنا نہیں ہوتا پھر بھی انہیں رزق ملتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ رزق کسی خاص جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہے جو جہاں بھی ہو اُسے رزق ملتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ہجرت کر جانے والوں کو کیسا رزق عطا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہجرت کر جانے والوں کو وسیع اور پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور ان میں سے بہت سوں کو حکمران بنا دیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کیسا رازق ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی روزی کا ذمہ دار ہے۔ کوئی گھر میں ہو یا باہر، کوئی ہواؤں میں ہے یا سمندر کی گہرائیوں میں سبھی کو رزق بہم پہنچاتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں بہکائے جا رہے ہیں؟'' (61)

سوال: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں بہکائے جا رہے ہیں؟'' توحید کی دلیل کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے'' یہاں توحید کی دلیل دی گئی ہے کہ اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ زمین، آسمان، سورج، چاند اور ہر چیز کو کس نے بنایا تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کچھ بنایا وہ خود بے ساختہ معبودوں کی بے بسی کا اعتراف کر لیں گے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مشرکین مکہ کہتے تھے ﴿لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ﴾ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: "خرابی ہو تمہاری یہیں تک رہنے دو۔" (یعنی آگے نہ کہو) اور وہ اس کے آگے کہتے تھے کہ مگر ایک شریک ہے تیرا کہ یا اللہ! تو اس کا مالک ہے اور وہ کسی شئے کا

مالک نہیں۔غرض یہی کہتے جاتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرتے جاتے تھے۔(مسلم:2815)

(2)﴿فَاَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ﴾ ''پھر وہ کہاں بہکائے جارہے ہیں؟'' یعنی توحید کے اقرار کے بعد وہ کیسے حق سے پھر جاتے ہیں؟

(3)ایسے لوگوں کا منہ موڑنا قابل تعجب ہے۔ایسے لوگ خود منہ نہیں موڑتے شیطان انہیں اُلٹے راستے پر چلاتا ہے۔

(4)اس خطاب کا روئے سخن مشرکین مکہ کی طرف سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تمہاری زندگی اور زندگی کی بقا کا سارا سامان تو اللہ تعالیٰ نے مہیا کیا ہے پھر تم اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے شریک اور مدمقابل کیسے ٹھہراتے ہو؟ یہ کہاں سے تمہیں عقل کا پھیر لگ جاتا ہے؟

(تیسیر القرآن:3/492,493)

﴿اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے''(62)

سوال1:﴿اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے'' کسی کو کم یا زیادہ رزق دینے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور بندوں کے مصالح کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ الرزاق ہے وہی رزق کی تدبیر کرتا ہے جسے چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے یہ اس کی حکمت ہے وہ ہر ایک کو جس حال میں رکھتا ہے وہی بندوں کے لیے درست اور مناسب ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا ہے، طاقت والا ہے، نہایت مضبوط ہے۔'' (الذّٰریٰت:58)

(3)﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے''۔(الشوریٰ:27)

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں کو جانتا ہے۔اس لیے وہ اس کے مطابق رزق کے فیصلے کرتا ہے۔

(5)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے سنا، فرمایا پروردگار نے: ''اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے

اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، تو تم مت ظلم کرو آپس میں ایک دوسرے پر۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جس کو میں راہ بتلاؤں تو مجھ سے راہ مانگو میں تم کو راہ بتلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں تو مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں، تو کپڑا مانگو مجھ سے میں پہناؤں گا تم کو۔ اے بندو میرے! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخشتا ہوں، تو بخشش چاہو مجھ سے میں بخشوں گا تم کو۔ اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھ کو فائدہ پہنچا سکتے ہو، اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تمہارا بڑا پرہیزگار شخص تو میری سلطنت میں کچھ افزائش نہ ہوگی اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تمہارا بڑا بدکار شخص تو میری سلطنت میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہوں، پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو جو مانگے سو دوں تب بھی میرے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہ ہوگا مگر اتنا جیسے دریا میں سوئی ڈبو کر نکال لو (تو دریا کا جتنا پانی کم ہو جاتا ہے اتنا بھی میرا خزانہ کم نہ ہوگا اس لیے کہ دریا کتنا ہی بڑا ہو آخر محدود ہے اور میرا خزانہ بے انتہا ہے پر یہ صرف مثال ہے) اے میرے بندو! یہ تو تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو تمہارے لیے شمار کرتا رہتا ہوں، پھر تم کو ان اعمال کا پورا بدلہ دوں گا، سو جو شخص بہتر بدلہ پائے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس کی کمائی بیکار نہ گئی اور جو برا بدلہ پائے تو اپنے ہی تئیں برا سمجھے۔" (کہ اس نے جیسا کیا ویسا پایا)۔ سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "کہ ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔ (صحیح مسلم:6572)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایک دفعہ ایک آدمی صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے ایک بدلی سے ایک آواز سنی، فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔ پس بادل کا یہ ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک سیاہ سنگلاخ زمین میں برسا دیا، پس ان نالوں میں سے ایک نالے نے سارا پانی اپنے اندر جمع کر لیا (اور پانی چلنے لگا)، یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا (آگے جا کر ایک مقام پر دیکھا) کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا، اپنے کسی اوزار) سے اپنے باغ کو پانی لگا رہا ہے۔ اس نے اس سے پوچھا: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بدلی سے سنا تھا۔ پس باغبان نے اس سے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل میں جس سے یہ پانی (یہاں بہتا ہوا آیا) ہے، ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر اور یہ وہی نام ہے جو تو نے اپنا بتلایا ہے، تو اس باغ میں ایسا کون سا عمل کرتا ہے؟ (کہ تیرے باغ کی سیرابی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بادل کو حکم دیا) اس باغ والے نے کہا: جب تو یہ کہہ رہا ہے تو (میں بتا دیتا ہوں کہ) میں اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاتا ہوں اور اس میں سے تیسرا حصہ صدقہ کرتا ہوں، تیسرا حصہ میری اور میرے اہل وعیال کی خوراک ہو جاتا ہے اور اس کا تیسرا حصہ اس باغ پر دوبارہ لگا دیتا ہوں۔" (مسلم:7473)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا، نبی ﷺ نے فرمایا "کہ جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔" (بخاری:5985)

(8) سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال آیا اور کوئی چیز آئی آپ ﷺ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس میں سے عطا کیا اور بعض کو کچھ نہیں دیا پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو آپ ﷺ نے نہیں دیا تھا انہیں اس کا رنج ہوا اس لیے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کی پھر فرمایا ''امابعد! اللہ تعالیٰ کی قسم میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا لیکن میں جس کو نہیں دیتا وہ میرے نزدیک ان سے زیادہ محبوب ہیں جن کو میں دیتا ہوں میں تو ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری اور لالچ پاتا ہوں لیکن جن کے دل اللہ تعالیٰ نے خیر سے بھرے اور بے نیاز بنائے ہیں میں ان پر بھروسہ کرتا ہوں'' سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میرے لیے رسول ﷺ کا یہ ایک کلمہ سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری:923)

سوال 2: مشرکین مسلمانوں پر اعتراض کرتے تھے کہ اگر تم حق پر ہو تو پھر مالی طور پر کمزور کیوں ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا کیا جواب دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا رزق کی کشادگی اور تنگی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ہے۔ (2) رزق کی تنگی کا تعلق اللہ کے غضب سے نہیں ہے۔ (3) رزق کی کشادگی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے نہیں ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اُس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں سمجھتے'' (63)

سوال 1: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اُس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں سمجھتے'' اللہ تعالیٰ ہی بارش سے زمین کو زندہ کرتا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اُس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے'' آسمان سے بارش برسا کر زمین کو زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے مشرک بھی ان باتوں کا اقرار کرتے ہیں۔

(2) ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' مشرکوں کے اقرار پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

(3) آسمان سے بارش برسنے اور زمین سے نباتات پیدا ہونے میں جتنی مخلوقات کو رب العزت نے لگا رکھا ہے اور اس سے جو فوائد حاصل

ہوتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

(4)﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں سمجھتے'' یعنی اگر وہ عقل رکھتے تو پتھر کے بت نہ پوجتے۔

(5) اللہ تعالیٰ تمہارا رزق دینے، بارش برسانے اور زمین سے نباتات اگانے پر قادر ہے وہی یہ حق رکھتا ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں۔

سوال 2: مشرکوں کو اللہ تعالیٰ نے بے عقل کیوں قرار دیا؟

جواب: مشرکوں کو اس لیے بے عقل قرار دیا گیا کہ وہ پتھروں، مردوں اور بتوں کو رب بناتے ہیں اس طرح انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں اگر عقل ہوتی تو ان کے سمجھنے اور عمل کرنے میں یہ کھلا فرق نہ ہوتا۔

رکوع نمبر 3

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل ہے اور یقیناً آخرت کا گھر ہی یقیناً اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے'' (64)

سوال 1: ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل ہے اور یقیناً آخرت کا گھر ہی یقیناً اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے'' دنیا کھیل تماشا ہے سچی زندگی آخرت کی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ﴾ ''اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے'' دنیا کی زندگی ناپائیدار ہے۔

(2)﴿اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ﴾ ''مگر ایک دل لگی اور کھیل ہے'' دنیا سے لوگوں کا دل بہلتا ہے اور اس سے ایسے خوش ہو جاتے ہیں جیسے بچے کھلونوں سے خوش ہوتے ہیں اچانک موت آتی ہے تو سارا کھیل ختم ہو جاتا ہے۔

(3)﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾ ''اور یقیناً آخرت کا گھر ہی یقیناً اصلی زندگی ہے'' آخرت کی زندگی، آخرت کا گھر حقیقی ہے آخرت کی زندگی سچی اور دائمی ہے نہ اس کے زوال کا خطرہ ہے، نہ ختم ہونے کا کوئی خوف ہے۔

(4) سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی رضا کی تلاش کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو گیا۔ پھر ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کوئی حصہ (مال غنیمت وغیرہ کی صورت میں) نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے اپنے پیچھے صرف ایک چادر چھوڑی تھی، تو جب ہم اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر ننگے ہو جاتے اور جب پیر ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ چنانچہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈال دیں اور بعض ہم میں سے وہ ہیں کہ ان کے پھل پک گئے ہیں اور وہ

انہیں چن رہے ہیں (یعنی ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں)۔(بخاری:4082)(مسلم:2177)

(5)﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش وہ جانتے ہوتے!'' یعنی اگر وہ سمجھتے تو دنیا کو آخرت پر کبھی ترجیح نہ دیتے۔ ہمیشہ کی زندگی کو چھوڑ کر کھیل تماشے کی طرف کبھی نہ مائل ہوتے۔(5) جو لوگ علم رکھتے ہیں انہیں آخرت کو ترجیح دینی چاہیے۔

(6) رب العزت نے فرمایا﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''خوب جان لو! یقیناً دنیا کی زندگی ایک کھیل اور دل لگی اور زینت اور تمہارا ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال اور اولاد کی زیادہ طلب ہی تو ہے جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس کی پیداوار نے کسانوں کو خوش کر دیا پھر وہ زرد ہو گئی اور پھر تم اُس کو زرد دیکھتے ہو پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20)

(7) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ بازار گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ کے دونوں طرف تھے آپ نے ﷺ بھیڑ کا ایک بچہ جو دو کانوں والا تھا اسے مرا ہوا دیکھا آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: ''تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''ہم میں سے کوئی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے کیونکہ یہ تو مردار ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کی قسم اگر یہ بھیڑ کا بچہ زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے اسے کون لے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔'' (صحیح مسلم:7418)

سوال 2: دنیا کی زندگی کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: (1) دنیا کی زندگی ایک کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں۔(2) انسان ساری زندگی دنیا کمانے میں مصروف رہتا ہے لیکن جب موت آتی ہے تو خالی ہاتھ چلا جاتا ہے جیسے ریت کے گھروندے بنانے والے آخر میں تھکن کے سوا کچھ لے کر نہیں جاتے۔

سوال 3: سچی زندگی کا گھر کون سا ہے؟

جواب: آخرت کا گھر جہاں موت نہیں آئے گی، جہاں کی صحت کو بیماری کبھی نہیں دبوچے گی، جہاں کی جوانی کو کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، جہاں کے مال کو کبھی زوال نہیں آئے گا، جہاں بے مثال زندگی اور لازوال خوشیاں ملیں گی۔

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾

''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں عبادت کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، پھر جب وہ اُنہیں نجات دے کر خشکی میں لے جاتا ہے تب وہ اچانک ہی شرک کرنے لگتے ہیں'' (65)

سوال 1: ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں دین کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے پھر جب وہ اُن کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تب وہ شرک کرتے ہیں'' مشرک بھی مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) مشرک بھی مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں جب کسی کی کشتی بھنور میں پھنس جائے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے'' (الاسرائیل:67)

(2) ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُن کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تب وہ شرک کرتے ہیں'' جب اللہ تعالیٰ غرق ہونے سے بچا کر خشکی پر لے آتے ہیں تو وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ (۳۳) لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۳۴)﴾ ''اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع کر کے پکارتے ہیں پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ اُنہیں چکھاتا ہے تو اچانک اُن میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ تاکہ ہم نے جو کچھ اُنہیں دیا ہے وہ اُس کی ناشکری کریں، سو تم مزے اُڑاؤ کہ جلد ہی تم جان لو گے۔'' (الروم:33-34)

(3) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (فتح مکہ کے موقع پر) سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے سب کے لیے امن کا اعلان کر دیا اور فرمایا ''فلاں لوگ چاہے کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی چمٹے ہوئے ہوں تب بھی ان کو قتل کر دو۔ وہ لوگ عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔ ان میں سے عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا، اسے قتل کرنے کو سعید بن حریث اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دوڑے، تو سعید رضی اللہ عنہ جیت گئے، وہ جوان تھے، سو انہوں نے ابن خطل کو قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو مجاہدین نے بازار میں دیکھ لیا تو اسے وہیں قتل کر دیا۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھاگ نکلا، وہ بحر احمر کے کنارے ایک کشتی پر سوار ہو کر علاقہ بدر ہونے لگا۔ کشتی جب سمندر میں گئی تو طوفان میں پھنس گئی، کشتی میں سوار لوگ کہنے لگے، اب صرف

ایک اللہ تعالیٰ کو پکارو، کیونکہ اس طوفان میں تمہارے مشکل کشا تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ یہ سن کر عکرمہ کہنے لگا، اگر سمندر میں ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا کشتی پار نہیں لگا سکتا تو اللہ تعالیٰ کی قسم! زمین پر بھی اس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی میری بگڑی نہیں بنا سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو مجھے میری اس مصیبت سے بچالے گا جس میں میں پھنسا ہوا ہوں تو میں محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ میں انہیں درگزر کرنے والا اور کریم و شفیق پاؤں گا۔ کشتی بہ سلامت کنارے لگ گئی، عکرمہ واپس پلٹا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ (نسائی:4072)

سوال 2: جب سارے اسباب کی نفی ہو جاتی ہے تو انسان کس حقیقت کو پالیتا ہے؟

جواب: انسان اسباب کی نفی میں ایک اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے جو نجات دینے والا ہے۔

سوال 3: جس کو اللہ تعالیٰ مصیبت سے بچالیتا ہے وہ جب ڈوبتی کشتی سے خشکی کی طرف بچا کر لایا جاتا ہے تو شرک کیوں کرتا ہے؟

جواب: مصیبت میں، اسباب کی نفی میں انسان رب کو پہچان جاتا ہے جب حالات نارمل ہوتے ہیں تو انسان اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے کسی کے آگے جواب دہ نہیں سمجھتا اور شرک کرتا ہے۔

سوال 4: نجات کے بعد انسان کے شرک کرنے کا سبب کیا ہوتا ہے۔

جواب: نجات کے بعد شرک کرنا ناشکری کے لیے ہے، دنیا کی لذتوں سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ہے۔

﴿لِيَكْفُرُوا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾

''تاکہ ہم نے جو انہیں دیا ہے اُس کی وہ ناشکری کریں اور تاکہ فائدہ اٹھالیں، سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' (66)

سوال 1: ﴿لِيَكْفُرُوا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''تاکہ ہم نے جو انہیں دیا ہے اُس کی وہ ناشکری کریں اور تاکہ فائدہ اٹھالیں، سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' ناشکری کر کے مزے لوٹنے کا انجام جلد ہی معلوم ہو جائے گا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَكْفُرُوا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ﴾ ''تاکہ ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اُس کی ناشکری کریں'' یعنی جب وہ مصیبت سے نجات پا جاتے ہیں یا غرق ہونے سے بچ جاتے ہیں تو نجات کے بعد کفر اور شرک کرنے لگتے ہیں اس لیے کہ وہ ناشکرے اور احسان فراموش ہیں۔

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو، وہ سب گم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو۔ اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل:67) ﴿وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾ ''اور جب انہیں کوئی موج

سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو اُن میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے۔'' (لقمان:32)

(2)﴿وَلِيَتَمَتَّعُوْا﴾ ''اور تا کہ فائدہ اٹھالیں'' یعنی دنیا کی زندگی اور اس کے ساز وسامان کے مزے لوٹیں۔

(3)﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' یعنی اپنی موت کے بعد انجام کو یعنی عذاب آخرت کو دیکھ کر انہیں پتہ چل جائے گا کہ دردناک عذاب اور غم کی شدت کیا ہوتی ہے۔

سوال 2: کوئی انسان اخلاص پر کیسے قائم رہ سکتا ہے؟

جواب: انسان شکر گزاری سے اخلاص پر قائم رہتا ہے اور ناشکرے پن سے کھوٹا پن آتا ہے۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴾

''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پُرامن بنایا ہے؟ حالانکہ لوگ اُن کے اردگرد سے اُچک لیے جاتے ہیں تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟'' (67)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پُرامن بنایا ہے؟ حالانکہ لوگ اُن کے اردگرد سے اُچک لیے جاتے ہیں تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟'' حرم میں بسنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا'' اللہ رب العزت نے قریش کو توجہ دلائی ہے کہ کیا انہیں معلوم نہیں ہے۔

(2)﴿اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا﴾ ''کہ یقیناً ہم نے پُرامن حرم بنایا ہے؟'' یعنی ہم نے انہیں پرامن حرم میں بسایا جہاں وہ پرامن زندگی بسر کر رہے ہیں۔

(3)﴿وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾ ''یقیناً ہم نے حرم کو پُرامن بنایا ہے حالانکہ لوگ اُن کے اردگرد سے اُچک لیے جاتے ہیں'' یعنی حرم کے اردگرد کے علاقوں کے لوگ خوف زدہ رہتے ہیں کیونکہ لوگوں کو قتل کر دیا جاتا ہے یا غلام بنا لیا جاتا ہے قافلے لٹ جاتے ہیں رب العزت نے فرمایا ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ (۱) اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (۲) فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ (۳) الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ

جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾﴾ ''قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور ان کو خوف سے امن دیا۔'' (قریش:1-4)

(4)﴿وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت پر چلنے لگیں تو اپنی زمین سے اچک لیے جائیں۔ کیا بھلا ہم نے ان کو پُرامن حرم میں جگہ نہیں دی؟'' (القصص:57)

(5) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (فتح مکہ کے موقع پر) سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے اللہ کے رسول ﷺ نے سب کے لیے امن کا اعلان کر دیا اور فرمایا: ''فلاں لوگ چاہے کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی چمٹے ہوئے ہوں تب بھی ان کو قتل کر دو۔ وہ لوگ عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔'' (نسائی:4072)

(6)﴿اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۫ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾﴾ ''یقیناً مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اُس کو حرمت دی اور ہر چیز اُسی کے لیے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں، پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو یقیناً وہ صرف اپنے لیے سیدھے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں۔'' (النمل:91,92)

(7)﴿اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟''

وہ باطل یعنی شرک پر تو ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی رسول کو نہیں مانتے۔

(8) انہیں خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے تھی اور رسول کی تعظیم کرنی چاہیے تھی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ان کی بے حسی کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کیا تم باطل پر یقین رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کیا ہے؟

جواب: شرک کرنا۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا حق کو جھٹلایا جب کہ وہ اُس کے پاس آ چکا ہو؟ کیا جہنم میں

کافروں کے لیے ٹھکانہ نہیں ہے؟''(68)

سوال1:﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ﴾ ''اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا حق کو جھٹلایا جب کہ وہ اُس کے پاس آچکا ہو؟ کیا جہنم میں کافروں کے لیے ٹھکانہ نہیں ہے'' نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا ظالم ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا'' اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھ کر کہے کہ اس پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر وحی نہ آتی ہو۔

(2)﴿اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ جَآءَهٗ ؕ﴾ ''یا حق کو جھٹلایا جب کہ وہ اُس کے پاس آچکا ہو؟'' اسی طرح اس سے بڑا بھی کوئی ظالم نہیں جس کے پاس حق آیا ہو یعنی اللہ کا رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور وہ اس کو جھٹلا رہا ہو۔

(3)﴿اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ﴾ ''کیا جہنم میں کافروں کے لیے ٹھکانہ نہیں ہے'' کیا حق کو جھٹلانے والوں کے لیے جہنم کا ٹھکانا کافی نہیں ہے ہاں وہ ضرور جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ وہاں رہیں گے۔

سوال2: افتراء اور تکذیب دونوں کا درجہ کیا ہے؟

جواب: دونوں ہی کفر ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾

''اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے''(69)

سوال1:﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے مشقت اٹھانے والوں کو وہ اپنا راستہ دکھائے گا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا﴾ ''اور جو لوگ ہماری خاطر مشقت اُٹھائیں گے'' جن لوگوں نے نفس، شیطان، خواہشات اور دین کے دشمنوں کے خلاف بھرپور کوشش کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکلیف اٹھانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلنے والے مسلمان ہیں۔

(2)﴿لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ''انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے'' جو کتاب وسنت کے مطابق عمل کرتے ہیں انہیں صراط مستقیم پر

چلائیں گے۔

(3)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے'' اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور نصرت نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

(4)﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾ ''اے اہلِ کتاب! یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے، جو کتابِ الٰہی میں سے بہت سی چیزیں تمہارے سامنے کھول کر بیان کرتا ہے اس میں سے جنہیں تم چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے، یقیناً تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا اور وہ اپنے حکم سے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (المائدہ:16,15)

(4) اس آیت کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کی احسن طریقے سے تعمیل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور ہدایت کے اسباب کو اس کے لیے آسان کر دیتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی شرعی علم کی طلب میں جدوجہد کرتا ہے اسے اپنے مطلوب و مقصود اور ان امور الٰہیہ کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی معاونت اور راہ نمائی حاصل ہوتی ہے جو اس کے مدارک اجتہاد سے باہر ہیں اور امور علم اس کے لیے آسان ہو جاتے ہیں کیونکہ شرعی علم طلب کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے بلکہ یہ جہاد کی دو اقسام میں سے ایک ہے جسے صرف خاص لوگ ہی قائم کرتے ہیں اور وہ ہے منافقین و کفار کے خلاف قولی اور لسانی جہاد۔ امورِ دین کی تعلیم کے لیے جدوجہد کرنا اور مخالفین حق خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں کے اعتراضات کا جواب دینا بھی جہاد ہے۔ (سعدی:2058/3)

سوال 2: یہاں مشقتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: مشقتوں سے مراد آزمائش، مشکلات اور دشواریاں ہیں جو دین پر عمل پیرا ہونے والوں کے راستے میں آتی ہیں۔

سوال 3: اپنے راستے دکھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ راستے دکھانا ہے جن پر چل کر اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

سوال 4: احسان سے کیا مراد ہے؟

جواب: احسان ایسی نیکی ہے جس میں کسی کو اس کے حق سے زیادہ دیا جاتا ہے مثلاً کسی کے ظلم کے جواب میں نیکی کے راستہ کو اپنانا، اپنا حق چھوڑ دینا احسان ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: احسان کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر ہر نیکی کے کام کو خلوص سے کرنا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا ساتھ

دیتا ہے، مواقع دیتا ہے، مدد کرتا ہے۔

اٰیاتها ٦٠ ﴿٣٠ سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ ٨٤﴾ رکوعاتها ٦

سوال1: سورہ الروم کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورہ الروم مکی سورت ہے اس میں 6 رکوع اور 60 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 30 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 84 ہے

رکوع نمبر 4

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم'' (1)

سوال1: ﴿الٓمّٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' حروف مقطعات میں سے ہیں جن کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

سوال2: سورتوں کی ابتدا میں حروف مقطعات کے لائے جانے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اول سورہ میں ان حروف کے لائے جانے کی حکمت یہی بیان کی ہے کہ ان کا مقصد قرآن کریم کا اعجاز ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب انہی حروف سے مرکب ہے جن سے تمہاری گفتگو کے کلمات بنتے ہیں۔ لیکن پھر بھی تم اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ (تیسیر الرحمن: 16/1)

(2) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جن سورتوں کی ابتدا ان حروف سے ہوئی ہے ان میں قرآن مجید کی عظمت اور اس کے اعجازی کلام ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ (ابن کثیر: 67/1)

سوال3: سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات کے بارے میں محتاط اور محفوظ مسلک کیا ہے؟

جواب: (1) بعض سورتوں کی ابتداء میں جو حروف مقطعات آئے ہیں ان کے بارے میں محتاط اور محفوظ مسلک یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل

کے ان کے معانی معلوم کرنے کے لیے تعرض نہ کیا جائے۔

(2) یہ عقیدہ بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حروف مقطعات کو بے فائدہ نازل نہیں فرمایا۔

(3) ان کے نازل کرنے میں کوئی حکمت پنہاں ہے۔ جو ہمارے علم کی دسترس سے باہر ہے۔ (سعدی:74/1)

﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾

''مغلوب ہو گئے رومی'' (2)

سوال 1: ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ ''مغلوب ہو گئے رومی'' رومیوں کی مغلوبیت کے بارے میں بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ ''مغلوب ہو گئے رومی'' یعنی رومی فارسیوں سے مغلوب ہو گئے۔

(2) اس زمانے میں ایران اور روم دنیا کی سب سے بڑی سلطنتیں تھیں ان دونوں کے درمیان اکثر جنگیں ہوتی رہتی تھیں جیسا کہ ہم پلہ سلطنتوں کے مابین اس قسم کی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ایرانی مشرک تھے اور آگ کی پوجا کرتے تھے۔ رومی اہلِ کتاب تھے اور اپنے آپ کو تورات اور انجیل کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اہلِ فارس کی نسبت رومی مسلمانوں کے زیادہ قریب تھے اس لیے مسلمان چاہتے تھے کہ رومی ایرانیوں پر فتح حاصل کریں چونکہ مشرکینِ مکہ اور اہلِ فارس شرک میں مشترک تھے اس لیے مشرکین مکہ رومیوں پر اہلِ فارس کی فتح چاہتے تھے۔ (سعدی:2059/3)

(3) یہ آیت نبوت کے دلائل میں سے ہے کیونکہ یہ غیب کی خبریں تھیں (تفسیر منیر:11/51)

سوال 2: رومی کون تھے؟

جواب: رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔

سوال 3: رومی اور ایرانی کیوں برسرِ پیکار تھے؟

جواب: رومی اور ایرانی اس دور کی دو بڑی طاقتیں تھیں۔ دونوں ہی اپنے آپ کو، اپنی بڑائی کو منوانا چاہتی تھیں اس لیے ان کے درمیان جنگ جاری تھی۔

سوال 4: مشرکین کی ہمدردیاں کس کے ساتھ تھیں؟

جواب: مشرکین کی ہمدردیاں ایرانیوں کے ساتھ تھیں۔

سوال 5: مشرکین کی ہمدردیاں ایرانیوں کے ساتھ کیوں تھیں؟

جواب: ایرانی آتش پرست مشرک تھے اور مشرکین بت پرست تھے دونوں کے درمیان نظریاتی اشتراک تھا جس کی وجہ سے مشرک اہل ایران

سے ہمدردی رکھتے تھے۔

سوال 6: مسلمانوں کی ہمدردیاں کس کے ساتھ تھیں؟

جواب: مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں۔

سوال 7: مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ کیوں تھیں؟

جواب: رومی اہل کتاب عیسائی تھے مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حامل تھے اور وحی اور رسالت پر یقین رکھتے تھے۔ اس لیے نظریاتی اشتراک کی وجہ سے مسلمانوں کو اہل کتاب سے ہمدردی تھی۔

سوال 8: یہ آیات کب نازل ہوئیں؟

جواب: نبی ﷺ کی بعثت کے چند سال بعد جب اہل فارس، رومیوں پر غالب آ گئے تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ﴾

''قریب کی سرزمین میں اور اپنی مغلوبیت کے بعد جلد ہی وہ غالب آ جائیں گے'' (3)

سوال 1: ﴿فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ﴾ ''قریب کی سرزمین میں اور اپنی مغلوبیت کے بعد جلد ہی وہ غالب آ جائیں گے'' غلبہ روم کی پیشین گوئی کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ﴾ ''قریب کی سرزمین'' یعنی شام کی سرزمین جو کہ فارس کے مقابلے میں قریب تھی۔ (ایسر التفاسیر: 1152)

(2) ﴿وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ﴾ ''اور اپنی مغلوبیت کے بعد جلد ہی وہ غالب آ جائیں گے'' یعنی فارس کے روم پر غلبے کے بعد جلد ہی روم فارس پر غالب آ جائے گا۔

(3) ایرانیوں کو رومیوں کے خلاف جنگی کامیابیاں حاصل ہوئیں لیکن انہیں مکمل فتح حاصل نہ ہوئی بلکہ ایران سے ملحق بعض رومی علاقے ایرانیوں کے قبضہ میں آ گئے اس پر مشرکین مکہ نے خوشیاں منائیں اور مسلمان اس فتح پر بہت رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ کیا بلکہ ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ عنقریب رومی اہل فارس پر فتح حاصل کریں گے۔ (سعدی: 2059/3)

﴿فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

''چند ہی برسوں میں، سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اُس دن مومن خوش ہوں گے'' (4)

سوال: ﴿فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''چند ہی برسوں میں، سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اُس دن مومن خوش ہوں گے'' رومیوں کے غلبے کے دن مسلمانوں کو خوشی

نصیب ہوگی، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ﴾ ''چند ہی برسوں میں'' چند برسوں میں یعنی آٹھ نو سال کی مدت میں، جو تین سال سے کم اور دس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔

(2) ﴿لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ﴾ ''سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، پہلے بھی اور بعد میں بھی'' یعنی روم پر فارس کا غلبہ اور فارس یعنی ایران پر روم کا غلبہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قضاوقدر پر مبنی ہے۔ فتح اور غلبہ کا تعلق محض اسباب پر نہیں ہوتا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کا فیصلہ بنیادی چیز ہے یعنی کوئی کام اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو اسباب اس کے مطابق وجود میں آتے ہیں۔ اختیار اللہ تعالیٰ کا ہی ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔

(3) ﴿وَیَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اُس دن مومن خوش ہوں گے'' یعنی جس دن روم کو ایران پر غلبہ حاصل ہوگا اور وہ ان کے خلاف فتح حاصل کریں گے اس دن مسلمان رومیوں کی فتح پر خوش ہو رہے ہوں گے اس دن مسلمانوں کو بھی خوشی نصیب ہوگی۔

(4) رومیوں کا غلبہ جنگ بدر کے دن ہوا تھا جس سے مسلمانوں کو دوہری خوشی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اسی دن مسلمانوں کو بھی مشرکوں پر غالب فرمایا تھا ایک تو اپنی فتح کی مسرت دوسری اہل کتاب کی فتح کی مسرت، مسرت پر مسرت تھی۔ (ابن جریر، ابن حاتم)

(5) الروم کی ان ابتدائی آیات میں ایسی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی رسالت کی حقانیت پر زبردست دلیل ہیں۔ ان میں پہلی پیشین گوئی یہ ہے کہ اگر آج روم شکست کھا گیا تو چند ہی سالوں میں روم، پھر سے ایران پر غالب آجائے گا اور دوسری پیشین گوئی یہ تھی کہ اگر آج مسلمان مشرکین مکہ کے ہاتھوں مظلوم ومقہور ہیں تو ان کو بھی اسی دن مشرکین مکہ پر غلبہ حاصل ہوگا جس دن روم ایران پر غالب آئے گا اور قرآن نے یہ دونوں پیشین گوئیاں ایسے وقت میں کی جب ان پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کے دور دور تک کہیں آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ (تیسیر القرآن: 498/3)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین کو یہ بات پسند تھی کہ فارس کے لوگ رومیوں پر غالب آجائیں، اس لیے کہ مشرکین اور فارس کے لوگ دونوں بت پرست تھے اور مسلمانوں کو پسند تھا کہ روم کے لوگ فارسیوں پر غالب ہوں، اس لیے کہ رومی اہل کتاب تھے تو اس کا ذکر انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ (یعنی رومی) عنقریب پھر غالب ہو جائیں گے۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر مشرکین سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی مدت ٹھہرالو، اگر اس مدت میں ہم (یعنی فارسی) غالب ہوئے تو ہم کو اتنا اتنا دینا اور اگر تم (یعنی رومی) غالب ہوئے تو ہم اتنا اتنا تمہیں دیں گے۔ الغرض پانچ برس مدت ٹھہری اور ہوا یہ کہ اس مدت میں روم کے لوگ غالب نہ ہوئے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے (اس طرح مدت) کیوں نہ ٹھہرائی کہ دس (سال) سے کم مدت میں ایسا ہو جائے گا۔ تو اس کے بعد رومی

غالب آ گئے۔(ترمذی:3193)

﴿بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مِنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے''(5)

سوال1:﴿بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مِنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے نصرت فرماتا ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿بِنَصْرِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی مدد سے'' یہ مسلمانوں کی جانب سے سچائی کا اظہار تھا جس کی انہوں نے مشرکوں کو خبر دی تھی کہ رومی فارسیوں پر غالب آ گئے ہیں۔(فتح القدیر:4/268)

(2)﴿يَنْصُرُ مِنْ يَّشَآءُ﴾ ''کہ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے نصرت یعنی مدد کرتا ہے یہ اس کی مشیت تھی کہ رومیوں اور مومنوں کی مدد کی جائے تو ایک ہی وقت میں دونوں کی مدد کی اور یہ چند سالوں کے اندر ہوا۔(ایسر التفاسیر:1153,1152)

(3)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے اور وعدے پورے کرنے کی پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

(4)یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جو عزت وغلبہ کی مالک ہے جس کی بنا پر وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے۔اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اقتدار عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت سے سرفراز کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔(سعدی:3/2059)

(5)﴿الرَّحِيْمُ﴾ ''رحم کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور صالح بندوں کے لیے نہایت رحم والا ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے لیے ایسے اسباب فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ غالب آتے ہیں اور فتح حاصل کرتے ہیں۔

(6)زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ آیت ان آیات میں سے ہے جو دلالت کرتی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیوں کہ ایسی خبر تھی جس نے ابھی واقع ہونا تھا جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(فتح القدیر:4/269,268)

سوال2:فتح کی پیشین گوئی اور اُس کا پورا ہونا کس چیز کی دلیل ہے؟

جواب:فتح کی پیشین گوئی قرآن حکیم کی سچائی کی دلیل ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کی مدد کس چیز کا ثبوت ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی مدد اس چیز کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب اور مہربان ہے۔

﴿وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں''(6)

سوال 1:﴿وَعْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ پکا اور سچا ہے اس کے وعدے پر یقین رکھو کہ وہ ضرور پورا ہوگا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو فارس پر غلبہ عطا کرنے کی جو خبر دی ہے وہ لامحالہ پوری ہو کر رہے گی۔

(3) اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو گروہ عدل اور صدق کے قریب ہوتا ہے اسی کو غلبہ دیتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1516)

(4)﴿لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے اور وقت آنے پر ساری رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔

(5)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی حقیقت کو نہیں جانتے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ مومنوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین کیا، اسے سچا مانا، اس کی تصدیق کی مشرکوں نے نہ مانا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا رومی غالب آ گئے اور ایرانی مغلوب ہو گئے۔

سوال 2: اکثر لوگ کیا نہیں جانتے؟

جواب:(1) اکثر لوگ آخرت کے معاملات کو نہیں جانتے جس کا انسان کو ہمیشہ کی زندگی میں فائدہ ہوتا ہے۔(2) اکثر لوگ دین سے بالکل بے خبر ہیں۔

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

''وہ دنیا کی زندگی میں سے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہی آخرت سے غافل ہیں''(7)

سوال 1:﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''وہ دنیا کی زندگی میں سے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہی آخرت سے غافل ہیں'' دنیا میں ماہر آخرت سے غافل آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''وہ دنیا کی زندگی میں سے ظاہر کو جانتے ہیں'' عام لوگ دنیا کی زندگی میں خوب ماہر ہوتے ہیں۔ ان کا علم بھی دنیا تک محدود ہوتا ہے۔ ان کی خواہشات اور ارادے دنیا کے لیے کام کرتے ہیں۔ ان کا علم کمائی اور روزگار سے آگے نہیں جاتا اور مال کمانے میں بہت ہوشیار ہوتے ہیں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا میں خوب ماہر ہیں اور آخرت کے معاملے میں جاہل ہیں۔(ابن ابی حاتم:9/3088)

(3)﴿وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''اور وہی آخرت سے غافل ہیں'' وہ آخرت کا علم نہیں رکھتے۔ ان کے پاس جنت کا علم نہیں جس

کی وجہ سے انہیں جنت کا شوق ہو۔ ان کے پاس جہنم کا علم نہیں جس کی وجہ سے انہیں جہنم کا خوف ہو۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہی کا خوف نہیں جس کی وجہ سے وہ کانپ اٹھتے ہوں۔ یہ آخرت سے غفلت ہی ان کی بدبختی کا باعث ہے۔ دنیا میں ان کے ہاتھوں عجائبات ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے انجام کے بارے میں سب سے کم علم رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کا انجام بھلا دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۱۹) لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۲۰)﴾ ''اور تم ان جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں، یہی لوگ نافرمان ہیں دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔ (الحشر:20,19)

(4) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جو شخص سب فکروں کو چھوڑ کر ایک فکر کرے گا یعنی آخرت کی فکر تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی فکریں اپنے ذمے لے لے گا، یعنی اس کی دنیا کی فکر پوری کر دے گا اور جو شخص طرح طرح کی دنیا کی فکروں میں لگا رہے گا اور آخرت کو بھول جائے گا تو اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا۔'' (ابن ماجہ:2)

(5) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اہم ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔'' (جامع ترمذی:2320)

(6) سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے سامنے ایسی ہے جیسے کوئی تم میں سے یہ انگلی ڈالے اور یحییٰ نے کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا دریا میں، پھر دیکھے تو کتنی تری دریا میں سے لاتا ہے'' (تو جتنا پانی انگلی میں لگا رہتا ہے وہ گویا دنیا ہے اور وہ دریا آخرت ہے۔ یہ نسبت دنیا کو آخرت سے اور چونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت دائمی باقی ہے اس واسطے اس سے بھی کم ہے)'' (مسلم:7197)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس اے اللہ تعالیٰ! انصار اور مہاجرین پر اپنا کرم فرما۔'' (بخاری:3795)

(8) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے غزوہ احد کے موقع پر پوچھا ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں قتل کر دیا گیا تو میں کہاں جاؤں گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''جنت میں''، انہوں نے کھجور پھینک دی جو ان کے ہاتھ میں تھی اور لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔'' (بخاری:4046)

سوال 2: اکثر لوگ کس چیز کو جانتے ہیں؟

جواب: اکثر لوگ دُنیا کے فائدوں کو جانتے ہیں۔

﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾

''کیاانہوں نے اپنے آپ میں غور وفکر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان کو برحق اور مدتِ مقررہ تک پیدا کیا ہے اور یقیناً بہت سے لوگ ہیں اپنے رب کی ملاقات کا یقیناً انکار کرنے والے ہیں''(8)

سوال1:﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ ''کیاانہوں نے اپنے آپ میں غور وفکر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان کو برحق اور مدتِ مقررہ تک پیدا کیا ہے اور یقیناً بہت سے لوگ ہیں اپنے رب کی ملاقات کا یقیناً انکار کرنے والے ہیں'' مخلوق خالق کے وجود کو بتا رہی ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''کیاانہوں نے اپنے آپ میں غور وفکر نہیں کیا'' کیا انہوں نے اپنی ذات پر غور وفکر نہیں کیا جس ذات نے انہیں نطفے سے علقہ اور گوشت کی بے شکل والی بوٹی کے مراحل سے گزار کر پورا انسان بنایا پھر اس میں اپنی روح پھونکی پھر بچپن سے لڑکپن اور بھرپور جوانی تک مختلف مراحل سے گزارا پھر انتہائی بڑھاپے تک لے گیا۔ کیا وہ جو عدم سے وجود میں لا کر زندگی کے بعد موت کے مرحلے تک لے جانے والا اور دوبارہ زندگی عطا کرنے والا ہے، انسان کو یوں ہی بے کار پیدا کر دیتا ہے؟ کیا اس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے؟ کیا اسے یوں ہی برباد ہونے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے؟ کیا اسے نیک کاموں کا حکم دے کر نیکی پر ثواب نہ دیا جائے؟ کیا اسے برے کاموں سے روک کر اس کی برائی پر اسے سزا نہ دی جائے؟

(2)﴿مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان کو برحق اور مدتِ مقررہ تک پیدا کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ ہر چیز کو بنایا اور حق ہی کے لیے بنایا ہے۔ حق سے مراد عدل اور حکمت ہے۔''

(3)فراء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ثواب اور عذاب کے لیے پیدا کیا ہے۔(فتح القدیر:4/269)

(4)﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً بہت سے لوگ ہیں اپنے رب کی ملاقات کا یقیناً انکار کرنے والے ہیں'' یعنی لوگوں میں سے کثیر لوگ ایسے ہیں جو بعث بعد الموت کا انکار کرتے والے ہیں اور یہ فکر کا نقص اور عقل کی کمی کی دلیل ہے۔ عقل مند وہ ہے جو مستقبل کی فکر کرتا ہے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرتا ہے اور دنیا کی زندگی پر غرور نہیں کرتا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ انہیں بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس نظام کا مقصد نیکوں کو اُن کی جزا تک اور بُروں کو سزا تک پہنچایا جائے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو بہترین قرینے سے پیدا کیا مقررہ وقت تک کے لیے کیوں پیدا کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے امتحان اور اس کی جزا کے لیے آسمان وزمین کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَکْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ فَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ﴾

''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا۔ وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے اور اُنہوں نے زمین کو خوب پھاڑا تھا اور اُسے ان سے زیادہ آباد کیا تھا اور اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لائے تو اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن اپنی جانوں پر وہ خود ہی ظلم کرتے تھے''(9)

سوال1: ﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا'' یعنی وہ زمین پر چل پھر کر دیکھیں اور ان لوگوں کے برے انجام پر غور کریں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت کی۔

(2)﴿کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا'' یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے کیسے ہلاک اور برباد کر دیا جو تم سے پہلے گزرے مثلاً قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب، قوم لوط، فرعون اور آل فرعون وغیرہ قومیں مٹ گئیں، ان کے آثار نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔

(3)﴿کَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے'' وہ دولت کی ریل پیل، لمبی عمروں اور صحت اور قوت میں تم سے بڑھ کر ہونے کے باوجود ہلاک کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔

(4)﴿وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَکْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا﴾ ''اور اُنہوں نے زمین کو خوب پھاڑا تھا اور اُسے ان سے زیادہ آباد کیا تھا'' یعنی ان سے پہلے کے وہ لوگ جنہوں نے زمین کو خوب آباد کیا، تعمیرات کیں، محلات بنائے، باغات اور کھتیاں اگائیں، کارخانے بنائے، نہریں کھودیں مگر رسولوں کو جھٹلایا تو ان کی قوت ان کے کسی کام نہ آئی۔

(5)﴿وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ﴾ ''اور اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لائے'' ان کے رسول ان کے پاس معجزات اور

آیات لے کر آئے مگر انہوں نے جھٹلا دیا۔

(6)﴿فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن اپنی جانوں پر وہ خود ہی ظلم کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے ان پر جو عذاب بھیجا وہ اس کا ظلم نہ تھا۔ انہوں نے اپنی ہلاکت کے اسباب پیدا کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا وہ اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے رسولوں کو، آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے، رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے ان ہی کاموں نے انہیں عذاب میں مبتلا کروا دیا۔

سوال 2: کافروں نے کیسے زمین کو زیادہ آباد کیا ہوا تھا؟

جواب: کافروں کی عمریں زیادہ تھیں انہیں معیشت کے اسباب بھی زیادہ ملے تھے اس طرح اُنہوں نے زمین کو زیادہ آباد کیا ہوا تھا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا عذاب اللہ کا ظلم نہیں تھا پھر یہ کس کے ارادے سے واقع ہوا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا عذاب اللہ تعالیٰ کے ارادے سے واقع ہوا تھا لیکن یہ لوگوں کا اپنی جانوں پر ظلم تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے رسولوں کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا تھا تا کہ وہ انسانوں کو بُرے انجام سے خبردار کر سکیں۔ اب جب انسانوں نے رسولوں سے پیغام سن لیا پھر بھی اپنی مرضی کی تو یہی ان کا ظلم تھا۔

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

''پھر جن لوگوں نے برے کام کیے، ان کا انجام بہت ہی برا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے''(10)

سوال: ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''پھر جن لوگوں نے برے کام کیے، ان کا انجام بہت ہی برا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے'' برے کاموں کا برا انجام، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا﴾ ''پھر جن لوگوں نے برے کام کیے'' جن لوگوں نے شرک اور نافرمانی کے کام کیے، رسولوں کو جھٹلایا اور آخرت کی ملاقات کا انکار کیا۔

(2)﴿السُّوْٓاٰى﴾ ''ان کا انجام بہت ہی برا ہو'' یعنی ہلاکت اور خسارہ۔

(3)﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' (الصف:5)

(4)﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں

بھٹکتے رہیں گے۔'' (الانعام:110)

(5)﴿اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے'' ان کے برے انجام کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

رکوع نمبر 5

﴿اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اُس کا اِعادہ کرے گا پھر اُس کی طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (11)

سوال 1:﴿اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اُس کا اِعادہ کرے گا پھر اُس کی طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے'' بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا لوٹانے پر قادر ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تخلیق کی ابتداء کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ بغیر نمونے کے تخلیق کی ابتدا کرنے والا ہے۔ وہ مخلوق کی ابتدا کرنے میں تنہا ہے۔(2)﴿ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ ''پھر وہ اُس کا اِعادہ کرے گا'' وہ ساری مخلوقات کو لوٹائے گا۔ وہ مخلوق کا اعادہ کرنے میں بھی تنہا ہے جیسے اس نے شروع میں پیدا کیا تھا ویسے ہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

(3)﴿ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر اُس کی طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے'' قیامت کے دن اسی کے پاس تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ وہ اس لیے لوٹائے گا تا کہ سب کو ان کے اعمال کی جزا سزا دے۔

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی، مجرم سخت مایوس ہوں گے'' (12)

سوال 1:﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی، مجرم سخت مایوس ہوں گے'' قیامت کے دن مجرم سخت مایوس ہوں گے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی'' جس دن قیامت قائم ہوگی اور لوگ اٹھائے جائیں گے۔

(2)﴿يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''مجرم سخت مایوس ہوں گے'' یعنی گناہ گار قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے۔

(3) قیامت کے دن گناہ گاروں کی حجت ختم ہو جائے گی وہ بات نہ کر سکیں گے اور نجات سے مایوس ہو جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر:1154)

(4) جن لوگوں نے زندگی میں گناہوں کے سوا کچھ نہیں بھیجا ہوگا جو نیکیوں میں مفلس ہوں گے سخت مایوس ہو جائیں گے۔

سوال2: ابلاس کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) ابلاس کہتے ہیں: حیران اور ساکت کھڑے ہونا۔ (2) ابلاس کا مطلب اپنے مؤقف کے لیے دلیل نہ پیش کرسکنا ہے۔ (3) ابلاس کا مفہوم مایوسی یا ناامیدی لیا جاتا ہے۔

سوال3: مبلس کون ہوگا؟

جواب: (1) مبلس وہ ہوگا جسے اپنے مشرکانہ مؤقف کے لیے دلیل نہ مل رہی ہوگی۔ (2) جو اپنے مشرکانہ افکار و خیالات کے ساتھ حیران کھڑا ہوگا۔ (3) جو ہر بھلائی سے مایوس ہو چکا ہوگا۔

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾

''اور اُن کے شریکوں میں سے کوئی سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنے والے ہو جائیں گے'' (13)

سوال1: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور اُن کے شریکوں میں سے کوئی سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنے والے ہو جائیں گے'' قیامت کے دن مشرک معبودوں کے منکر ہو جائیں گے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا﴾ ''اور اُن کے شریکوں میں سے کوئی سفارشی نہ ہوں گے'' قیامت کے دن جھوٹے معبودان کی سفارش نہیں کریں گے۔ جن کے بارے میں وہ دنیا میں گمان رکھتے تھے کہ وہ ان کی سفارش کریں گے۔

(2) ﴿وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنے والے ہو جائیں گے'' مشرک قیامت کے دن اپنے شرکاء سے اظہارِ بے زاری کریں گے اور ان کی پرستش کے قائل نہیں رہیں گے۔

(3) جھوٹے معبود بھی اپنے پجاریوں سے اظہارِ بے زاری کرتے ہوئے کہیں گے ﴿قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''جن پر بات ثابت ہو چکی وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم نے انہیں ویسے ہی بہکایا جیسے ہم خود بہکے ہوئے تھے، ہم آپ کے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے۔'' (القصص:63) وہ خود پر لعنت بھیجیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جائیں گے۔

سوال3: مشرک اپنے شریکوں کے منکر کیسے ہو جائیں گے؟

جواب: (1) مشرک جو بات دُنیا میں نہیں پا سکے گا کل جب غیب کا پردہ پھٹ جائے گا وہ معبودان باطل کا انکار کر دیں گے کیونکہ وہ دیکھ لیں گے کہ کوئی کسی کا فائدہ پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتا۔ (فتح القدیر)

(2) معبودان باطل بھی انکار کر دیں گے کیونکہ جو لوگ انہیں اللہ کا شریک سمجھ کر ان کی عبادت کرتے ہیں یہ شریک تو ان سے بے خبر ہیں۔

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے'' (14)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ 'اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے'' قیامت کے دن جنتیوں اور جہنمیوں میں دائمی جدائی ہو جائے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی'' جس دن قیامت قائم ہوگی اور لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

(2) ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ ''اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے'' قیامت کے دن مومنوں اور کافروں میں آخری ملاقات ہوگی۔

(3) رب العزت فرمائیں گے ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ 'اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔'' (یٰس:59)

جنتیوں اور جہنمیوں میں جدائی ہو جائے گی اور یہ ایسی جدائی ہوگی کہ پھر کبھی اکٹھے ہونا نصیب نہیں ہوگا۔

سوال 2: قیامت کے دن جماعتوں کے الگ الگ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد مؤمنوں اور کافروں کا الگ الگ ہونا ہے اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر، اہل شرک جہنم میں چلے جائیں گے۔

(2) اُس دن دونوں گروہوں میں ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جائے گی۔

(3) اُس دن ایک بار کی جدائی کے بعد یہ لوگ بھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ﴾

''مگر جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، پس وہی عالی شان باغ میں خوش رکھے جائیں گے'' (15)

سوال: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، پس وہی عالی شان باغ میں خوش رکھے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے'' جو لوگ سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کے رسولوں کی تصدیق کی، اس کی کتابوں کو سچا مانا، اس کے فرشتوں پر ایمان لائے اور آخرت کی ملاقات کی تصدیق کی۔

(2) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کیں'' جن لوگوں نے نیک اعمال سے قولی، قلبی اور بدنی عبادات اور اطاعت سے اپنے

ایمان کی تصدیق کی۔

(3)﴿فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ﴾ ''پس وہی عالی شان باغ میں خوش رکھے جائیں گے'' ایمان والوں کو جنت کی بہاروں میں لذیذ مشروبات، من بھاتے کھانوں، خدمت گاروں، خوب صورت مناظر، خوشبوؤں، لذتوں اور سرور انگیز نعمتوں میں رکھا جائے گا۔ یا اللہ! ہمیں اہل جنت میں سے کردے۔ ﴿اللھم اجعلنا منھم﴾

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾

''اور رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، تو یہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے'' (16)

سوال: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾ ''اور رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، تو یہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے'' کافر جہنم کے عذاب میں گرفتار کیے جائیں گے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا، اس کی آیات کا، اس کے رسولوں کا، اس کی ملاقات کا انکار کیا یعنی بعث، حساب اور جزا کا انکار کیا۔

(2)﴿فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾ ''تو یہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے'' کافر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں، جہنم میں، گرفتار ہوں گے اور ہولناک سزاؤں سے دائمی دوچار ہوں گے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل فرمائیں گے تو موت کو سینہ سے پکڑ کر لایا جائے گا اور ایک ایسی دیوار پر کھڑا کر دیا جائے گا جو اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان واقع ہوگی، پھر پکارا جائے گا، اے جنت والو! وہ گھبرائے ہوئے متوجہ ہوں گے۔ پھر پکارا جائے گا، اے جہنم والو! وہ خوشی سے متوجہ ہوں گے، وہ شفاعت کی امید کر رہے ہوں گے۔ پھر اہل جنت اور اہل جہنم سے پوچھا جائے گا، کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ دونوں فریق جواب دیں گے، ہاں! ہم اسے خوب پہچانتے ہیں، یہ موت ہے جسے (دنیا میں) ہم پر مسلط کیا گیا تھا۔ چنانچہ اسے (سب سے سامنے) دیوار پر لٹا دیا جائے گا، جو جنت اور جہنم کے درمیان ہوگی اور ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اعلان کیا جائے گا، اے جنت والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے، اب موت نہیں ہے اور اے جہنم والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو گے، اب موت نہیں ہے۔ (ترمذی: 2557)

(4)﴿وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾ ''اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔'' (الشوریٰ:7)

﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾

''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو'' (17)

سوال: ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے کرو جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو'' پانچ نمازوں کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرو وہ ہر برائی اور نقص سے پاک ہے اور اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو۔

(2)﴿حِيْنَ تُمْسُوْنَ﴾ ''جب تم شام کرتے ہو'' جب شام ہو جائے تو مغرب اور عشاء کی نمازیں اور شام کے اذکار اور تسبیحات ہیں۔

(3)﴿وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ ''اور جب تم صبح کرتے ہو'' اس سے مراد صبح کی نماز اور صبح کے اذکار اور تسبیحات ہیں۔

(4) صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے سے مراد کہ مستقل اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں۔

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا جنہوں نے شرعی احکام پر پورا عمل کیا، خلیل اللہ نام کیوں رکھا؟ اس لیے کہ آپ ﷺ روزانہ صبح وشام پڑھا کرتے تھے ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو اور آسمانوں اور زمین میں تمام تعریفیں اُسی کے لئے ہیں اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو۔'' (مسند احمد)

﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں تمام تعریفیں اُسی کے لیے ہیں اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو'' (18)

سوال: ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں تمام تعریفیں اُسی کے لیے ہیں اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو'' کائنات اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہی ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں تمام تعریفیں اُسی کے لیے ہیں'' یعنی کائنات کے پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ ہی کی حمد ہے۔ اس کی حمد آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔ نبی ﷺ جب تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو اس وقت

بھی یہی حمد کرتے۔﴿اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ، وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَوْ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ﴾ "اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے آسمان اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے، تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیاء سچے ہیں۔ محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کئے ہوئے دلائل کے ذریعہ بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ ظاہر ہوئی ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔" (بخاری:1120)

(2)﴿وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ "اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو" یعنی مکمل تاریکی اور ظہر مکمل نور۔ اللہ تعالیٰ ہی تاریکی اور روشنی کا خالق ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صبح وشام اور ظہر کے وقت اس کی تسبیح بیان کریں یہ پانچ نمازوں کے اوقات ہیں، ان میں فرائض بھی شامل ہیں جیسے پانچ وقت کی فرض نمازیں اور مستحبات بھی شامل ہیں جیسے صبح وشام کے اذکار اور تسبیحات اور فرض نمازوں کے بعد کے اذکار اور فرض نمازوں کے ساتھ سنت مؤکدہ بھی۔

(4) یہ پانچ افضل ترین اوقات ہیں اس لیے ان میں عبادات اور تسبیح وتحمید دوسرے اوقات کے مقابلے میں زیادہ فضلیت کے حامل ہیں۔

(5) ان اوقات میں عبادت سبحان اللہ پر مشتمل نہ بھی ہو تو وہ تسبیح ہوگی کیونکہ عبادت میں اخلاص اور انابت دراصل اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو۔

﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾

"وہ مُردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ میں سے مُردہ کو نکالتا ہے۔ اور وہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے" (19)

سوال:﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ ''وہ مُردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ میں سے مُردہ کو نکالتا ہے اور وہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے'' اللہ تعالیٰ کمال قدرت والا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ ''وہ مُردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کمال قدرت والا ہے۔اس نے اشیاء کو ان کی اضداد کے ساتھ پیدا کیا ہے مثلاً زندگی کے مقابل موت اور جان دار کے مقابلے میں بے جان ہے۔

(2)وہ زندہ نباتات کو مردہ زمین سے نکالتا ہے، درخت کو گٹھلی سے نکالتا ہے، چوزے کو انڈے سے نکالتا ہے اور مومن کو کافر سے نکالتا ہے۔

(3)﴿وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ ''اور زندہ میں سے مُردہ کو نکالتا ہے'' یعنی انڈے سے چوزے کو، نطفے کو انسان سے اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے۔

(4)﴿وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''اور وہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی قدرت، اس کے علم اور اس کی رحمت کے دلائل ہیں کہ وہ مردہ زمین کو بارش سے زندہ کرتا ہے۔وہ بارش برساتا ہے تو بنجر اور خشک زمین خوش منظر نباتات اُگاتی ہے۔

(5)﴿وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے'' یعنی جیسے اللہ تعالیٰ مردہ کو زندہ سے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے جیسے وہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے ایسے ہی وہ تمہیں زندہ کرے گا اور تمہاری موت کے بعد تمہیں حساب کتاب اور جزا کے لیے تمہاری قبروں سے نکالے گا۔جو پہلی بار پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ دوسری بار بھی پیدا کر سکتا ہے۔اس میں کوئی فرق نہیں۔

(6)﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ(۳۳) وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (۳۴)﴾ ''اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس میں سے اناج نکالا تو اس میں سے وہ کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیے۔'' (یٰس:34,33)

(7)﴿وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ(۵) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ(۶) وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ(۷)﴾ ''اور آپ زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور اُبھر آتی ہے اور وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگا دیتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الحج:5-7)

(8)سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا نشانی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو کبھی ایسی وادی سے گزرا ہے جو قحط سالی کی وجہ سے بنجر

بنادی گئی ہو؟ میں نے کہا کہ کیوں نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر (دوبارہ) تو اسی وادی سے گزرا ہو کہ وہ سرسبز لہلہا رہی ہو؟ میں نے کہا کہ کیوں نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہی اس کی مخلوق میں اس کی نشانی ہے۔"
(مستدرک حاکم: 560/4)

رکوع نمبر 6

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾

"اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکا یک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو" (20)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکا یک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو" اس نے مٹی سے نسل انسانی کا سلسلہ چلایا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ "اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا" اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے نسل انسانی کے جد امجد کی تخلیق مٹی سے کی۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ایک مٹھی مٹی کی لے کر اس سے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پس زمین کے مختلف حصوں کی طرح اولاد آدم کی رنگتیں مختلف ہوئیں کوئی سفید، کوئی سیاہ، کوئی خبیث، کوئی طیب، کوئی خوش خلق، کوئی بد خلق وغیرہ۔ (ابن کثیر: 173)

(2) ﴿ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ "پھر یکا یک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو" پھر اس نے تمہیں زمین کے کناروں تک پھیلا دیا جس ہستی نے مٹی سے پیدا کرنے کے بعد تمہاری نسل کا سلسلہ نطفے سے چلایا وہی تمہارا رب، تمہارا معبود، تمہارا پروردگار ہے۔ اس کے سوا کسی کا حق نہیں کہ تم اس کی عبادت کرو۔

سوال 2: ﴿اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿اِذَآ﴾ سے یہ مقصود ہے کہ بچہ کن مراحل سے گزر کر پورا انسان بنتا ہے۔ یعنی تم مٹی سے کیسے 'نطفہ' بنے؟ پھر جما ہوا خون 'علقہ' نے پھر 'مضغہ' بے شکل والی بوٹی پھر تمہاری ہڈیاں بنیں، پھر اُس پر گوشت چڑھایا گیا پھر تم پورے انسان بن گئے ہو۔

سوال 3: انسان کا چلنا پھرنا کیسے نشانی ہے؟

جواب: (1) انسان مٹی سے بنا ہے۔ مٹی کی کوئی ذاتی ضروریات نہیں ہوتیں لیکن اللہ تعالیٰ جب اُسے مختلف مراحل سے گزار کر انسان بنا دیتے ہیں تو اُس کو ضروریات ٹھہرنے نہیں دیتیں۔ (2) انسان کا مٹی سے جیتے جاگتے انسان کی صورت وجود میں آنا اللہ تعالیٰ کی عظیم

قدرت کی نشانی ہے۔انسان اس پر غور وفکر کرتا ہے تو انسان کا دل بے ساختہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم اُن سے سکون حاصل کر سکو اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں'' (21)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم اُن سے سکون حاصل کر سکو اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں'' رشتہ ازدواج اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں'' اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے علم اور حکمت کی دلیل ہے کہ اس نے رشتہ ازدواج بنایا اور تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اُس کی طرف سکون پائے، پھر جب اس نے اس (بیوی) کو ڈھانپ لیا تو اس نے ایک ہلکا سا حمل اُٹھا لیا، پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ اپنے رب سے دُعا کی: ''اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔'' (الاعراف:189) اگر شوہر اور بیوی ایک جنس سے نہ ہوتے تو ان میں وہ پیار، موافقت اور انس پیدا نہ ہوتا۔ایک ہی جنس سے ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی نشانیوں میں سے ہے۔

(2) ﴿لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا﴾ ''تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کر سکو'' رشتہ ازدواج میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کا سکون بیوی کے پاس رکھ دیا ہے۔یہ رشتہ اس لیے بنایا ہے تا کہ شوہر بیوی کے پاس جا کر سکون حاصل کرے۔

(3) ﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ ''اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی'' (i) مودت اس محبت کو کہتے ہیں جو جوانی کی وجہ سے انسان کے دل میں جنس مخالف کے لیے ہوتی ہے جیسے شوہر اپنی بیوی اور بیوی شوہر سے عام طور پر محبت کرتے ہیں۔(ii) وہ مودت جو

شوہر اور بیوی کے درمیان ہوتی ہے دنیا میں کہیں بھی اس رشتے کے علاوہ لوگوں کے درمیان نہیں ہوتی۔

(4) شوہر اور بیوی میں وہ محبت جو بغیر کسی غرض کے ہوتی ہے بڑھاپے کی محبت ہے جسے رب العزت نے رحمت کہا ہے۔

(5) مودت اور رحمت رشتہ ازدواج کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی (یعنی نکاح سے بہتر) کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔'' (ابن ماجہ:1847)

(7) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں'' بے شک جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے رشتہ ازدواج میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

سوال 2: ﴿مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد سیدہ حوا کو سیدنا آدم علیہ السلام سے پیدا کر کے ان کا جوڑا بنانا ہے۔

سوال 3: اگر شوہر اور بیوی ایک جنس سے نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟

جواب: اگر شوہر اور بیوی ایک جنس نہ ہوتے تو دونوں کے درمیان نفرت ہوتی دونوں ایک دوسرے سے کراہت محسوس کرتے۔

سوال 4: شوہر اور بیوی کا ایک جنس سے ہونا کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟

جواب: شوہر اور بیوی کے لیے خود ایک ہی جنس سے ہونا ممکن نہیں تھا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اُس نے انسانوں کی بیویاں انسان بنائیں۔

سوال 5: رحمت کسے کہتے ہیں؟

جواب: رحمت سے مراد بے غرض محبت ہے۔

سوال 6: مرد عورت کے لیے کیسے باعث رحمت بنتا ہے؟

جواب: مرد عورت کو اس کی ضروریات کے لیے جو سہولتیں بہم پہنچاتا ہے وہ رحمت کی وجہ سے ہی ممکن ہوتی ہیں۔

سوال 7: عورت مرد کے لیے کیسے باعث رحمت بنتی ہے؟

جواب: عورت مرد کی جو خدمت کرتی ہے۔ اُس کی ہر طرح کی ضروریات کا خیال رکھتی ہے یہ رحمت کا نتیجہ ہے۔

سوال 8: مرد اور عورت کے جوڑے میں محبت اور رحمت کس وجہ سے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: یہ محبت رشتہ نکاح کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

سوال 9: اسلام مرد اور عورت کے کس جوڑے کو جوڑا تسلیم کرتا ہے؟

جواب: اسلام مرد اور عورت کے اس جوڑے کو جوڑا تسلیم کرتا ہے جو نکاح کی وجہ سے بنتا ہے۔

سوال 10: مرد اور عورت کا نکاح کے بغیر جوڑے کی صورت میں رہنے کے بارے میں اسلام کا کیا نقطہ نظر ہے؟

جواب: اسلامی نقطہ نظر سے نکاح کے بغیر جوڑے کی صورت میں رہنا بدکاری اور زنا کاری ہے۔

سوال 11: مرد اور عورت کے جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے کیسے نشانی بنا دیا؟

جواب: (1) مرد اور عورت کے دل میں ایک دوسرے کے لیے فطری کشش اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

(2) مرد اور عورت کا ایک دوسرے کے لیے جذباتی میلان رکھنا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

(3) مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

(4) مرد اور عورت کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے رحمت کے جذبات اُمنڈنا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

(5) مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے سکون پانا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف، بلاشبہ اس میں علم رکھنے والوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں''(22)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف، بلاشبہ اس میں علم رکھنے والوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں'' تخلیق کائنات اللہ تعالیٰ کو پکار رہی ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی شفاف، وسیع اور بلند آسمان میں اس نے آسمانوں میں گردش کرنے والے اور ٹھہرے ہوئے روشن ستارے بنائے۔

(2) اس کی نشانیوں میں سے زمین ہے جس پر سمندر، صحرا، ریگستان، نخلستان، جنگل، بیابان چٹیل میدان ہیں۔

(3) ﴿وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾ ''اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف'' تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے حروف کے مخارج ایک ہوں تب بھی دو آوازیں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ دو رنگ ایک جیسے ہوں پھر ان کے درمیان فرق ضرور ملے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت ہے کہ اس نے زبانوں اور رنگوں کا اختلاف پیدا کیا۔ وہ جو چاہے کرتا ہے وہ اکیلا اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے ہر غور و فکر کرنے والا عظیم قوتوں کے مالک کو پہچان سکتا ہے اس کی صناعی سے اسے

جان سکتا ہے۔

سوال 2: آسمان اور زمین کی پیدائش کیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے؟

جواب: (1) آسمان کی پیچیدہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ (2) آسمان پر ستاروں اور سیاروں کے نظام میں کوئی خلل نہ آنا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی نشانی ہے۔ (3) افلاک کے نظام میں کوئی بے قاعدگی نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ (4) زمین اس کائنات میں ایک ایسے ذرّے کی طرح ہے جس کا نہ کوئی وزن ہے نہ سایہ اس زمین پر زندگی کے لیے انتظامات اور زندگی کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

سوال 3: زبانوں کا اختلاف کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟

جواب: (1) زبانوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے سب ہی سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن کسی کی زبان عربی ہے کسی کی انگریزی کسی کی ترکی وغیرہ زبانیں خود ہی مختلف نہیں ہو جاتیں کوئی زبانوں کا خالق ہے جس کی نشانی یہ زبانوں کا اختلاف ہے۔

(2) ہر زبان کے کئی لہجے ہوتے ہیں۔ لہجوں کا اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے زبان ایک ہونے کے باوجود لہجے خود ہی مختلف نہیں ہو جاتے کوئی اس اختلاف کا خالق ہے اُسی کی نشانی یہ لہجے ہیں۔

(3) انسان اپنے لہجوں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں کہ یہ فلاں علاقے اور فلاں ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ یوں زبان پہچان بن جاتی ہے۔ پہچان کا ہو جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی پہچان رکھنے والا ہے اس طرح لہجوں کی وجہ سے ہونے والی پہچان بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے۔

سوال 4: رنگوں کا اختلاف کیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے؟

جواب: (1) رنگوں کا اختلاف یہ بتاتا ہے کوئی ان رنگوں کا خالق ہے رنگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہیں۔

(2) انسانی رنگوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں یہ درجات کا ہونا اس امر کا ثبوت ہے کوئی رنگوں کے درجات رکھنے والا ہے یوں یہ رنگوں کے درجات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی بن جاتے ہیں۔

(3) ایک ہی رنگ رکھنے والے بہن بھائی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے کہ ایک ملک کے باشندے دوسرے ملک سے الگ پہچان لیے جاتے ہیں بہن بھائیوں کے اختلاف کا اُن کی پہچان بننا اور ملکوں کے باشندوں کا اپنے ملک کے لحاظ سے پہچانا جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اُس کے فضل میں سے تلاش کرنا۔ بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں'' (23)

سوال1:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اُس کے فضل میں سے تلاش کرنا بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں'' نیند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن کو سونا'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی نیند ہے اس نے نیند کو پیدا کیا۔ رات کو بھی سوتے ہو جس سے تمہاری تھکن دور ہو جاتی ہے اور تمہیں آرام ملتا ہے۔ اور تم دوپہر کو بھی سوتے ہو جس سے تمہیں سکون ملتا ہے اور تم دوبارہ تازہ دم ہو جاتے ہو۔

(2) نیند کیا چیز ہے اس کی کیفیت اور ماہیت کیا ہے؟ یہ ایسا سربستہ راز ہے جس کو انسان آج تک نہیں پا سکا۔ اس نے خواب آور دوائیں بھی دریافت کر لیں اور گولیاں بھی بنا لیں مگر وہ اس کی ماہیت کو نہیں پا سکا کہ خواب کے دوران انسان سے کیا چیز کم ہو جاتی ہے اس کے حواس کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر نیند کی حالت میں خواب دیکھنا دوسرا حیران کن مسئلہ ہے کہ یہ خواب انسان کن حواس سے دیکھتا ہے۔ انسان کو بس اتنا معلوم ہے کہ جب وہ زیادہ تھک جائے تو اس کی مرضی ہو یا نہ ہو نیند اسے آدبوچتی ہے۔ کام کاج کے دوران جو سیل انسان کے جسم سے جاتے ہیں ان کی مرمت شروع ہو جاتی ہے اور ان کے بجائے نئے سیل بن جاتے ہیں اور جب یہ سارا کام سرانجام پا جاتا ہے تو انسان کو خود بخود جاگ آجاتی ہے یعنی نیند کا آنا، نیند سے تھکن دور ہونا پھر تھکن دور ہونے پر تازہ دم ہو کر از خود ہی بیدار ہو جانا، یہ سب قوتیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں جو سراسر حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں اور ان میں کسی دوسرے الٰہ کا کوئی عمل دخل نہیں۔ آج کل انسان نے ایسے مصنوعی طریقے ایجاد کر لیے ہیں جس سے انسان رات کو کام کرنے کے قابل ہو گیا ہے اور دن کو بھی آرام کر سکتا ہے لیکن یہ غیر فطری طریقے ہیں اور اس سے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہے۔ دین کا نقصان یہ ہے کہ انسان محض طمع اور زیادہ حصول دولت کے لیے رات کو کام کرتا ہے اور مادہ پرستانہ دور کا ہی یہ تقاضا ہے۔ اس سے اتنا ہی انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو گیا ہے اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ اس سے انسان کی صحت پر ناخوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اور قوت انسانی وقت سے پہلے کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن ج3/508,509)

(3)﴿وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور تمہارا اس کے فضل میں سے تلاش کرنا'' یعنی دن میں معاش کے لیے چھوٹے بڑے سفر کرتے ہو اور معاش کے ظاہری اسباب فراہم کرتے ہو۔

(4)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ ''یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں'' آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت پر دلیل ہے اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ رات میں آرام اور دن میں کام ہو اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ رات دن ایک دوسرے کے پیچھے نہ آئیں اس میں نشانی ہے اس کی جس ہستی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہے وہی عبادت کا مستحق ہے۔

(5) یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔'' (القصص:73)

(6) یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور سے سنتے ہیں اور آیات کے معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال 2: انسان کی نیند کیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے؟

جواب: (1) نیند باعث سکون ہے سکون کا ہونا سکون کا انتظام کرنے والے کے وجود کو ثابت کرتا ہے۔

(2) رات کی نیند اور دن کی نیند کا فرق ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ ایک جیسی کیفیت ہے لیکن اوقات کے اختلاف سے ہی سکون میں کتنا فرق آجاتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد رزق تلاش کرنا۔

سوال 4: انسان کا رزق کے لیے خواہش رکھنا، پلاننگ کرنا، کوششیں کرنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: انسان کا رزق کے لیے خواہش رکھنا، پلاننگ کرنا، کوششیں کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی ان صلاحیتوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

سوال 4: نیند اور رزق کے کمانے میں سننے والوں کے لیے کیسے نشانی ہے؟

جواب: نیند میں سکون ہے اور رزق کمانے میں حرکت دونوں کا تعلق سننے سے ہے اس لیے اسے سننے والوں کے لیے نشانی قرار دیا۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں خوف اور اُمید کے ساتھ بجلی دکھاتا ہے اور وہ آسمان سے پانی اُتارتا ہے، پھر اس کے ساتھ زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتا ہے بلاشبہ اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں'' (24)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں خوف اور اُمید کے ساتھ بجلی دکھاتا ہے اور وہ آسمان سے پانی اُتارتا ہے، پھر اس کے ساتھ زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتا ہے بلاشبہ اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں'' بارش اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں خوف اور اُمید کے ساتھ بجلی دکھاتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت اور اس کی رحمت کی ایک نشانی بارش بھی ہے۔ بارش سے پہلے وہ بجلیاں دکھاتا ہے جس سے تمہیں نقصان کا خوف ہوتا ہے۔ کبھی تمہیں بارش سے امید ہوتی ہے کہ خشک سالی دور ہو جائے گی، ہر طرف پانی کی ریل پیل ہو جائے گی۔

(2)﴿وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور وہ آسمان سے پانی اُتارتا ہے'' وہ آسمان سے بارش کا پانی نازل کرتا ہے جو دراصل آسمان کا پانی نہیں زمین کا پانی ہے۔ کیسے سمندروں کا پانی بھاپ بن کر اوپر پہنچتا ہے۔ ٹھنڈا ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ پھر انہی بادلوں سے بارش برساتے ہیں۔ سمندروں کے پانی کے بھاپ بننے میں سورج کی حرارت کا جو دخل ہے اور بارش برسانے میں ہواوں کا جو تعلق ہے ان سب کے درمیان نظم وضبط کو اللہ تعالیٰ کے سوا کس نے قائم کیا۔

(3)﴿فَيُحْيِ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''پھر اس کے ساتھ زمین کو اُس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے'' بارش کے پانی سے کس طرح وہ مردہ زمین کو سرسبز وشاداب کرتا ہے اس سے باغات، پھل پھول، اجناس، سبزیاں کیا کچھ اگتا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر بارش برسا کر زمین کو زندہ کیا تو گویا اس نے تمام مخلوق کو زندہ کیا۔

(4)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں'' بارش یعنی watercycle میں، زمین کی روئیدگی میں، اللہ تعالیٰ کے احسانات، اس کی کمال درجے کی مہارت، اس کے لامحدود علم اور عظیم حکمت کی دلیل ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح سے مردوں کو زندہ کرے گا۔

(5) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو وہ لوگ سمجھتے ہیں جو کچھ سنتے اور سمجھتے ہیں اور عقل کے ذریعے اسے یاد رکھتے ہیں اور اس پر استدلال کرتے ہیں۔

سوال 2: بجلی کے چمکنے کی وجہ سے خوف کیوں ہوتا ہے؟

جواب:(1) خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ کہیں بجلی برباد نہ کر دے۔ (2) اور کہیں زیادہ بارشوں کی وجہ سے کھتیاں برباد نہ ہو جائیں۔

(3) اور سیلاب نہ آ جائیں۔

سوال 3: بجلیوں کی چمک کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟

جواب: بجلیوں کی چمک سے پیدا ہونے والا خوف اور اُمید یہ ثابت کرتے ہیں کہ کوئی خوف اور اُمید کا خالق ہے۔

سوال 4: آسمان سے ہونے والی بارش کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟

جواب: بارش کا عمل کائناتی عمل ہے وسیع پیمانے پر پانی کا سورج کی حرارت سے بھاپ بننا، اُوپر جا کر بھاپ کا ٹھنڈا ہونا بادلوں میں بدلنا اور ہواؤں کا بادلوں کو اُڑا کر لے جانا، پھر بادلوں سے بارش کا برسنا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی اس سسٹم کو چلانے والا ہے بارشوں کا برسنا اُسی کی نشانی ہے۔

سوال 5: عقل والے نشانیوں سے کیسے فائدہ اُٹھاتے ہیں؟

جواب: عقل والے غور وفکر کر کے اشیاء کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں حق پہچان لیتے ہیں اس لیے وہی نشانیوں سے رب تک پہنچتے ہیں۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی بار پکارے گا، تب تم اچانک نکل آؤ گے'' (25)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی بار پکارے گا، تب تم اچانک نکل آؤ گے'' آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں'' اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت اور اس کی رحمت کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں اس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے یہ کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں اور یقیناً اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا یقیناً، وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (فاطر:41)

(2) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے ''اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے زمین وآسمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔'' (ابن کثیر:175)

(3) ﴿ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ ''پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی بار پکارے گا، تب تم اچانک نکل آؤ گے'' اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ جب وہ مخلوق کو پکارے تو وہ زمین سے نکل کر کھڑی ہو جائے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ﴾ ''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔'' (المعارج:43)

(4) ﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف

کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے۔" (بنی اسرائیل:52)

(5)﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ(۶) خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ(۷) مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۘ(۸)﴾ "چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: "یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔" (القمر:6-8)

(6)﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ(۱۳) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۘ(۱۴)﴾ "چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔" (النازعات:13,14)

(7)﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ "نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔" (یٰس:53)

(8)﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ "اس دن سب لوگ بلانے والے کے پیچھے چل پڑیں گے، کسی میں کوئی کجی نہ ہوگی اور آوازیں رحمٰن کے لیے دب جائیں گی، چنانچہ آپ سرسراہٹ کے سوا کچھ نہ سنیں گے۔" (طٰہٰ:108)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔" (مسلم:7414)

(11) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھر صور میں پھونکا جائے گا اور جو جو اس کی آواز سنے گا وہ اپنی گردن ایک طرف جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اونچی کر دے گا (یعنی گر پڑے گا) سب سے پہلے صور کی آواز وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ بے ہوش ہو جائے گا اور پھر دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا، جو شبنم کا کام دے گی اور اس سے لوگوں کے بدن تیار ہو جائیں گے، پھر دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔" (مسلم:7381)

سوال 2: زمین و آسمان کا قائم ہونا کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے؟

جواب: زمین و آسمان کا قائم ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی قائم کرنے والا ہے۔ قیام اللہ تعالیٰ کی موجودگی کی نشانی ہے۔

﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾

''اوراس کے لیے ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اُسی کے لیے فرماں بردار ہیں'' (26)

سوال 1: ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾ ''اوراس کے لیے ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اُسی کے لیے فرماں بردار ہیں'' ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اوراس کے لیے ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے'' یعنی فرشتے، جن، انسان اور آسمان وزمین کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔

(2) ﴿كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾ ''سب اُسی کے لیے فرماں بردار ہیں'' سب اس کے مطیع اور فرماں بردار ہیں، خوشی یا ناخوشی سے سب اسی کے غلام ہیں۔

سوال 2: زمین وآسمان کا ہونا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: زمین وآسمان کا ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی اس کا پیدا کرنے والا اور کوئی اس کا مالک ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے لوگ کیسے بے بس ہیں؟

جواب: (1) زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے کوئی زندگی پیدا نہیں کرسکتا لوگ بے بس ہیں۔

(2) موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے کوئی موت کو روک نہیں سکتا لوگ بے بس ہیں۔

(3) صحت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملتی ہے انسان صحت کے لیے جتنی بھی کوششیں کرلیں۔ اُس کے حکم کے بغیر نصیب نہیں ہوسکتی۔ انسان بے بس ہے۔ (4) انسان کو عزت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملتی ہے عزت کے لیے جتنی بھی کوششیں کرلے اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو تو ذلت ہی ملتی ہے۔ انسان بے بس ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان تر ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (27)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان تر ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' زندگی کے بعد موت کی دلیل، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے

گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے'' پہلی بار کی نسبت دوسری بار کام کرنا آسان ہوتا ہے۔

(2)﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے ہر صفت کمال ہے اور اس کمال سے مخلص بندوں کے دلوں میں محبت، انابت کامل، ذکر جلیل اور ان کی عبادت میں کمال مراد ہے۔ یہاں (اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰی) سے مراد اس کے بلند ترین وصف اور اس پر مترتب ہونے والے آثار ہیں۔ اس لیے اہلِ علم اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں قیاس اولیٰ استعمال کرتے ہیں وہ کہا کرتے ہیں کہ مخلوقات کو ہر صفت کمال سے متصف کرنے والا، ان کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے اس طرح سے کہ کوئی اس کا اس صفت میں شریک نہیں ہوتا۔ ہر وہ نقص جس سے مخلوق اپنے آپ کو بچاتی ہے خالق کا اس وصف سے منزہ ہونا اولیٰ وانسب ہے۔ (سعدی:2069/3)

(3) اللہ تعالیٰ عالی شان والا ہے رب العزت نے فرمایا:﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اُس نے تمہارے لیے خود تم میں سے جوڑا جوڑا بنایا اور جانوروں میں سے بھی جوڑا جوڑا بنایا، وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے، اُس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (الشوریٰ:11)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس کی مثل اعلیٰ یہی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی نہیں۔ عبدالرزاق نے بروایت ابن ابی حاتم اس آیت کی تشریح میں قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ ﴿مَثَلُ الْأَعْلَى لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ کی شہادت ہے۔ (تیسیر القرآن:468/3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''اس کی شان ایسی اعلیٰ ہے کہ اس کے سوا نہ کوئی اور رب ہے نہ معبود وہ ایسا غالب ہے جس کو کوئی شکست نہیں دے سکتا اس کے کسی کام میں آڑے نہیں آسکتا وہ سب پر اپنی قدرت سے اور حکمت سے غالب ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1523/2)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لیے اولاد بتاتا ہے، میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لیے بیوی یا اولاد بناؤں۔'' (صحیح بخاری:4482)

(6)﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ اور مخلوق کے بارے میں تدبر اور تصرف میں حکمت سے کام لیتا ہے۔ (جامع البیان:49/21)

(7) وہ غلبۂ کامل اور بے پایاں حکمت کا مالک ہے اس نے اپنے غلبے کی بنا پر مخلوقات کو وجود بخشا اور مامورات کو ظاہر کیا اور اپنی حکمت کی بنا پر اپنی بنائی چیزوں کو مہارت سے بنایا، ان کے اندر اپنی شرع کو بہترین طریقے سے مشروع کیا۔ (سعدی:2069/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے لیے آسمانوں اور زمین میں اعلیٰ صفت ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ اس جیسا کوئی خالق نہیں۔ (2) دوبارہ پیدائش اُسی کے اختیار میں ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ ہی عظیم کمالات والا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ ہی عظیم قدرتوں والا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ تمام مثالوں سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ ﴿لیس کمثلہ شیء﴾ ''کوئی چیز اُس کی مثل نہیں۔''

سوال3: اللہ تعالیٰ ''العزیز'' اور ''الحکیم'' ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ تخلیق پر قدرت رکھتا ہے وہ تخلیق کے لیے ہر چیز کے مہیا کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے جس کو وہ پیدا کرنا چاہے اُس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا اُس کے حکم کے آگے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

(2) اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدائش پر قادر ہے۔ ذرّوں کو سمیٹنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر وہ قدرت رکھتا ہے وہ جسے سمیٹنا چاہے کوئی انکار نہیں کر سکتا وہ غلبہ رکھتا ہے وہ جسے دوبارہ وجود میں لانا چاہے اُس کے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا وہ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ ہر چیز کو وہی شکل دیتا ہے جو اس کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہو۔

(4) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ ہر ایک کو وہی کام تفویض کرتا ہے جو کام اُس کے لائق ہو۔

(5) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہی پہلی پیدائش کے بعد دوسری پیدائش کا فیصلہ کرنے والا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے اُسی نے ہر ایک کو جزا دینے کے لیے یہ نظام تخلیق کیا ہے۔

رکوع نمبر 7

﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس رزق میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کہ تم اُس میں برابر ہو؟ تم ایک دوسرے سے ڈرنے کی طرح اُن سے بھی ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں'' (28)

سوال1: ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس رزق میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے

تمہیں دے رکھا ہے کہ تم اُس میں برابر ہو؟ تم ایک دوسرے سے ڈرنے کی طرح اُن سے بھی ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں'' مشرکوں کی مثال وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے'' رب العزت نے شرک کی برائی واضح کرنے کے لیے مشرکوں کو اپنی ذات سے مثال دی ہے۔

(2)﴿هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ﴾ ''کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس رزق میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کہ تم اُس میں برابر ہو'' کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ تمہارا غلام تمہارے مال میں برابر کا شریک ہو جائے اور تمہیں یہ ڈر ہو کہ تمہارا غلام تمہارا آدھا مال بانٹ لے گا۔

(3)﴿تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''تم ایک دوسرے سے ڈرنے کی طرح اُن سے بھی ڈرتے ہو'' یعنی جس طرح حقیقی آزاد شریک اور اس کی تقسیم سے خوف آتا ہے کہ کہیں وہ تمام مال اپنے لیے مختص نہ کر لے۔ معاملہ ایسا نہیں کیونکہ تمہارے غلاموں میں سے کوئی غلام تمہارے اس رزق میں شریک نہیں بن سکتا جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے حالانکہ تم نے ان کو پیدا کیا ہے نہ تم ان کو رزق دیتے ہو نیز وہ بھی تمہاری طرح مملوک ہیں پھر کیونکر تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک بنانے پر راضی ہوتے ہو اور اس کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ہم مرتبہ اور اس کے برابر قرار دیتے ہو حالانکہ تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر قرار دینے پر راضی نہیں ہو۔ یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے اس کی سفاہت وحماقت پر سب سے بڑی دلیل ہے نیز اس نے جس چیز کو معبود بنایا ہے وہ باطل اور کمزور ہے وہ اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ کسی قسم کی عبادت کی مستحق ہے۔ (سعدی:2070/3)

(4) غلاموں کی شراکت تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے کیوں کرتے ہو۔ جس طرح غلام آقا کی پیروی نہیں کر سکتا ٹھیک اسی طرح کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ تعالیٰ کا ہم سر نہیں ہو سکتا۔ کتنا بڑا ظلم ہے جس سے خود چڑو اور نفرت کرو اسی کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرو جیسے خود تو بیٹیوں سے چڑتے اور گھبراتے ہو مگر فرشتوں کو جو اللہ تعالیٰ کے مقدس بندے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہو۔ (مختصر ابن کثیر:1524/2)

(5)﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اسی طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں'' اسی طرح ہم مثالوں کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہوں جو حقائق میں غور کر کے سمجھ جاتے ہیں۔

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے:﴿لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ﴾ ''اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا ہو، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔ (مسلم:2815)

سوال 2: اللہ تعالیٰ عقل والوں کے لیے نشانیاں کیوں کھول کر بیان کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نشانیاں تو سب کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں مگر اُن سے سبق فقط عقل والے لیتے ہیں۔

﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾

''بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا، وہ علم کے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ پھر کون اُس شخص کو راستہ دکھائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا؟ اور اُن لوگوں کے لیے کوئی مددگار نہیں'' (29)

سوال 1: ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا، وہ علم کے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں'' شرک خواہش پرستی ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا، وہ علم کے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں'' ظلم کرنے والے جہالت سے کام لیتے ہیں اور علم کے بغیر، یقین اور دلیل کے بغیر خواہشات نفس کے پیچھے بھاگتے ہیں۔

(2) انسان جب عقل سے ادراک نہیں کرتا تو خواہشات اس کا گھیراؤ کر لیتی ہیں۔ انسان پیچھے چلتا ہے اور خواہشات آگے بھاگتی ہیں۔ خواہشات کا نہ کوئی اصول ہوتا ہے نہ معیار۔ جب انسان اپنے اعمال کو کسی اصول ضابطے کے مطابق نہیں پرکھتا تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

(3) ﴿فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ﴾ ''پھر کون اُس شخص کو راستہ دکھائے گا'' جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اسے کوئی ہدایت کا راستہ نہیں دکھا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے ظلم کی وجہ سے گمراہ کر دیتے ہیں۔

(4) ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کے لیے کوئی مددگار نہیں'' ان کو عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(5) ﴿وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم اُن بتوں کی عبادت نہ کرتے اُنہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (الزخرف:20)

(6) ﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے اور وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (یونس:66)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے قیامت کے دن جب ملیں گے تو ان کے والد کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کیجیے وہ کہیں گے کہ میں آج آپ کی مخالفت نہیں کرتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن

رسوا نہیں کرے گا، آج اس رسوائی سے بڑھ کر اور کونسی رسوائی ہوگی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام قرار دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم علیہ السلام! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا ہوا وہاں پڑا ہوگا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری:3350)

سوال 2: انسان شرک کے راستے پر کیسے گامزن ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) علم سے دور رہ کر۔ (2) خواہش پرستی سے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے بھٹکا دینے سے۔

سوال 3: خواہش پرستی انسان کو کیسے گمراہ کر دیتی ہے؟

جواب: جب انسان سچائی کا، خدا پرستی کا علم حاصل نہیں کرتا تو وہ اپنی عقل کو صحیح معنوں میں کام میں لانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جب انسان عقل سے ادراک نہیں کر پاتا تو خواہشات انسان کا گھیراؤ کر لیتی ہیں۔ ان خواہشات کا نہ کوئی اُصول ہوتا ہے نہ معیار انسان کی خواہشات اُس کے آگے ہوتی ہیں انسان اُن کا پیچھا کرتا ہے۔ خواہشات جس طرف کو لڑھک جاتی ہیں انسان بھی اُن کے پیچھے لڑھکتا ہوا پہنچ جاتا ہے۔ ایسا انسان ذرا سی اُمید پر، ذرا سے لالچ پر حلال و حرام کی تمیز چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے اعمال کو کسی اُصول ضابطے کے مطابق نہیں پرکھتا۔ جب کوئی ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو گمراہ ہو جاتا ہے پلٹنا ممکن نہیں رہتا۔

سوال 4: ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ سے کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: اس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ جو شخص خواہش کے پیچھے بھاگتا ہے وہ خدا کے پیچھے نہیں رہتا۔ جو لوگ رب کی بات مانتے ہیں اُن کے لیے تو رب مددگار ہوتا ہے جو خواہش کی مانتے ہیں تو خواہش میں یہ قوت نہیں ہے۔ جب خواہش مدد نہیں کر سکتی تو خدا پرستی کو چھوڑ کر خواہش پرستی کا راستہ کیوں اختیار کریں۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

"چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (30)

سوال 1: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" دین ابراہیمی اختیار کرنے

کے حکم کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا﴾ ''چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں'' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنے چہروں کو دین حق یعنی اسلام پر قائم رکھو یعنی توحید اور عمل صالح پر اور کسی باطل دین کی طرف التفات نہ کرو۔

(2)﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ﴾ ''چنانچہ آپ اپنا رخ دین پر قائم رکھیں'' اپنے آپ کو دین کی طرف متوجہ رکھیے اور اس سے مراد اسلام، ایمان اور احسان ہے یعنی اپنے قلب وقصد اور بدن کے ساتھ ظاہری شرائع کو قائم کیجئے مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ اور اس کے ساتھ ساتھ باطنی شرائع پر عمل کیجئے مثلاً اللہ تعالیٰ سے محبت، اس سے خوف، اس پر امید اور اس کی طرف انابت وغیرہ۔ ظاہری اور باطنی شرائع میں احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو اس طرح اس کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''چہرے کو قائم رکھنے'' کا خاص طور پر ذکر کیا ہے؟ کیونکہ قلب کی توجہ، چہرے کی توجہ کی پیروی کرتی ہے اور ان دونوں امور پر بدن کی سعی مترتب ہوتی ہے اس لیے فرمایا:﴿حَنِيفًا﴾ ''یکسو ہو کر'' یعنی ہر طرف سے منہ پھیر کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتے ہوئے۔ (سعدی:3/2071,2072)

(3)﴿فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا'' یعنی دین حق کی طرف اپنے چہروں کو جمائے رکھو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی فطرت پر یعنی ایمان اور توحید پر پیدا کیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1161,1162)

(4) رب العزت نے دلوں میں حق کی محبت اور اس کو ترجیح دینا اور شریعت کے ظاہری اور باطنی احکامات کی طرف ساری مخلوقات کا میلان رکھ دیا ہے۔ (بخاری:4779)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تو وہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا اعمال کرنے والے ہیں۔'' (بخاری:1383)

(6) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر ہم ایسے باغ میں آئے جو ہرا بھرا تھا، اس میں موسم بہار کے سب پھول تھے، اس باغ کے درمیان ایک بہت لمبا شخص کھڑا تھا، اتنا لمبا کہ میرے لیے اس کا سر دیکھنا دشوار تھا کہ وہ آسمان سے باتیں کرتا تھا اور اس کے اردگرد بہت سے بچے تھے کہ اتنے میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے تو ان دونوں (فرشتوں) نے کہا کہ وہ لمبا شخص جو باغ میں نظر آیا تھا وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اس کے اردگرد جو بچے ہیں وہ تمام بچے ہیں جو (بچپن ہی میں) فطرت پر مر گئے۔ اس پر بعض مسلمانوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں داخل ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مشرکین کے بچے بھی (ان میں داخل ہیں)۔'' (بخاری:7047)

(7)﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں'' اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کو

نہیں بدل سکتا۔(جامع البیان:52/21)

(8)﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''یہی سیدھا دین ہے''یعنی یہی صراط مستقیم ہے جو اللہ تعالیٰ کے عزت والے گھر کی طرف پہنچاتا ہے جو کوئی اس دین پر یکسو ہو کر چلتا ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

(9)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ انسان کی فطرت کیا ہے انسان کو کس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اور دین قیم پر قائم رہنا کیوں ناگزیر ہے؟ ان ہی وجوہات کی بناء پر اسلام سے ناآشنا رہتے ہیں اور سچے دین کا علم حاصل نہیں کرتے۔

(10)رب العزت نے فرمایا﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' (الانعام:161)

(11)اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے'' (المائدہ:3)

(12)﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا۔ مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے''۔ (آل عمران:19)

(13)﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔'' (آل عمران:85)

(14)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دس خصلتیں فطرت سے ہیں: (i)مونچھیں کاٹنا (ii)داڑھی کو چھوڑ دینا (iii)مسواک کرنا (iv)وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنا (v)ناخن کاٹنا (vi)انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا (vii)بغل کے بال نوچنا (viii)زیر ناف بال مونڈنا (xi)استنجا کرنا۔ راوی مصعب بن شیبہ کہتا ہے کہ دسویں چیز مجھے بھول گئی ہے، شاید کہ وہ کلی کرنا تھی۔ (مسلم:604)

(15)سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا: سنو! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جو اس نے مجھے آج سکھایا ہے اور اس سے تم ناواقف ہو، وہ میں تمہیں سکھادوں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ) جو مال میں نے اپنے بندوں کو دیا ہے، وہ ان کے لیے حلال ہے (یعنی جو شریعت میں حرام نہیں ہے وہ حلال ہے) اور میں نے اپنے سب بندوں کو یک طرفہ و خالص

دین پر پیدا کیا ہے، پھران کے پاس شیطان آئے اورانہوں نے انہیں ان کے دین سے گمراہ کیااور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں وہ ان پر حرام کیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں، جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نگاہ ڈالی اور سوائے چند اہل کتاب کے لوگوں کے عرب وعجم سب کو ناپسند فرمایا، وہ فرماتا ہے، (اے محمد!) میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے ،تاکہ میں تیری آزمائش کروں اور تیرے ساتھ (تیری امت کی) آزمائش کروں۔ میں نے تجھ پر ایک کتاب اتاری ہے، جسے پانی نہیں دھوسکتا، تم سوتے اور جاگتے اس کی قراءت کرتے ہو۔اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قریش کو جلادوں (یعنی قتل کردوں)، تو میں نے کہا، اے میرے رب! (اگر میں نے ایسا کیا تو) وہ میرا سر کچل دیں گے اور روٹی کی طرح اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا، انہیں نکال دے جیسے انہوں نے تجھے نکالا، تو ان کے خلاف جہاد کر، ہم تیری مدد کریں گے اور تو خرچ کر، عنقریب تجھ پر خرچ کیا جائے گا اور تو (جہاد کے لیے) لشکر بھیج تو ہم اس جیسے پانچ لشکر بھیجیں گے اور جو لوگ تیری اطاعت کرتے ہیں، انہیں ساتھ ملا کر ان لوگوں سے لڑ جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ (مسلم:7207)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے دین پر قائم رہنے کا کیوں حکم دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس لیے دین پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے کہ دین ہی انسان کو خواہش پرستی سے بچا سکتا ہے۔

(2) دین علم اور تحقیق کی بنیاد پر ہوتا ہے۔خواہش پرستی حق کی بنیاد پر نہیں ہوتی۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر طرف سے رُخ پھیر کر دین اسلام کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا ہے۔

سوال3: فطرت کے کیا معنی ہیں؟

جواب: فطرت کے اصل معنی خلقت یعنی پیدائش کے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت پر پیدا کیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر پیدا ہونے والا بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔'' (بخاری:4775)

سوال5: ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں یعنی فطرت جو اسلام ہے اس سے نہ ہٹ جاؤ۔صحیح تربیت کے ذریعے اس کی نشوونما کرو تاکہ ایمان ہر بچے کے اندر پختہ ہوجائے۔

سوال6: اکثر لوگ کس بات کو نہیں جانتے؟

جواب: اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ انسان کی فطرت کیا ہے؟ انسان کو کس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے؟ اور دین قیم پر قائم رہنا کیوں ناگزیر ہے؟ ان ہی وجوہات کی بناء پر اسلام سے نا آشنا رہتے ہیں۔ سچے دین کا علم حاصل نہیں کرتے۔

﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

''اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہو کر اور اُسی سے ڈر جاؤ اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ'' (31)

سوال 1: ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہو کر اور اُسی سے ڈر جاؤ اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ'' توحید اور نماز کے حکم کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ﴾ ''اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہو کر'' اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرو اس کی طرف جھکے رہو، اس سے ڈرتے رہو، اس کی عبادت کرو، اسی کی رضا حاصل کرو۔

(2) ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اور اُسی سے ڈر جاؤ'' یعنی اسی سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رک جاؤ۔

(3) ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' یعنی نماز کو اوقات کی پابندی اور شرائط کا اہتمام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت سے ادا کرو۔

(4) اللہ تعالیٰ نے مامورات میں سے نماز کا خاص طور پر حکم دیا کیونکہ نماز ہی انابت اور تقویٰ کی طرف بلاتی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ ''آپ تلاوت کرو اس کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔'' (العنکبوت:45)

(5) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور کافروں کے درمیان عہد نماز ہے، جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔'' (ترمذی:2621)

(6) عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نماز کے علاوہ اعمال میں سے کسی چیز کو چھوڑنا کفر نہیں سمجھتے تھے۔ (ترمذی:2622)

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ

نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔(بخاری:25)

(8)﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ''اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے منہیات میں سے برائیوں کی جڑ یعنی شرک سے روکا ہے کیونکہ شرک انابت کی ضد ہے اور انابت کی روح اخلاص ہے۔

سوال2: انسان کے اندر تقویٰ کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: انسان جب ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا شعور ملتا ہے یہی باطنی شعور تقویٰ ہے۔

سوال3: انسان نماز قائم کرنے والا کیسے بنتا ہے؟

جواب: انسان جب اللہ تعالیٰ کا شعور حاصل کرتا ہے اُس سے اُمیدیں باندھتا ہے اُسی سے خوف محسوس کرتا ہے تو یہ چیز اُسے صلوٰۃ تک لے جاتی ہے۔

سوال4: نماز سے انسان کیسے توحید پرست بن جاتا ہے؟

جواب: نماز سے انسان کا اللہ تعالیٰ سے ایک تعلق بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز انسان کے شعور سے مٹتی چلی جاتی ہے۔ یوں انسان توحید پرست بن جاتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے دین پر قائم رہنے کے لیے کیا اُصول بتائے ہیں؟

جواب: (1) انابت الی اللہ (2) تقویٰ (3) اقامت صلوۃ (4) شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

﴿مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾

''اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور بہت سے گروہ بن گئے ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اُس کے پاس ہے''(32)

سوال1: ﴿مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ ''اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور بہت سے گروہ بن گئے ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اُس کے پاس ہے۔'' مشرکوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ﴾ ''اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا'' مشرکوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دین جو ایک ہے یعنی ایک اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنا۔ ایک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھروں، بتوں، سورج اور چاند کو معبود بنا بیٹھے۔ (2) ﴿وَكَانُوا شِيَعًا﴾ ''اور بہت سے گروہ بن گئے'' یعنی ہر ایک نے تعصب زدہ ہو کر اپنا گروہ بنا لیا۔

(3)﴿كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ''ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اُس کے پاس ہے'' یعنی وہ انبیاء کی لائی ہوئی وحی کی مخالفت کرتے ہیں اور اس پر خوش ہیں کہ وہ خود اور انبیاء کی مخالفت کرنے والے حق پر ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور گروہ گروہ بن گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، یقیناً ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے، پھر وہی ان کو بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:159)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور انبیاء علیہم السلام علاتی بھائیوں (کی طرح) ہیں۔ ان کے مسائل میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن دین سب کا ایک ہی ہے۔'' (بخاری:3443)

(6)﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور اپنے پاس واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا۔'' (آل عمران:105)

(7)﴿فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ''پھر انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی گروہوں میں ہو گئے ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہیں۔'' (المومنون:53)

(8)﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔'' (آل عمران:103)

(9)﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''لوگ ایک ہی اُمت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں اُنہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی جس میں اُنہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (البقرہ:213)

(10)﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور تمام لوگ ایک ہی اُمت تھے، پھر وہ الگ الگ ہو گئے اور اگر آپ کے رب کے پاس ایک بات پہلے ہی سے طے نہ ہوتی تو اس بارے میں

ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں''۔(یونس:19)

سوال2: کون لوگ اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں؟

جواب:(1)مشرکین اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیتے ہیں۔مثلاً بعض لوگ ملائکہ،انبیاء،اولیاء وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں بعض پیروں فقیروں کو بعض پتھروں اور بتوں کو۔(2)جو لوگ اصل دین کو چھوڑ کر دین میں من چاہی تبدیلیاں کر لیتے ہیں جیسے یہودی،عیسائی وغیرہ۔

سوال3: ہر گروہ اُسی چیز میں کیوں مگن ہے جو اُس کے پاس ہے؟

جواب: ہر گروہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور دوسرے باطل پر۔اپنے فرقے پر وہ مگن ہیں خوش ہیں اس کے لیے دلائل دیتے ہیں کیونکہ وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں۔

﴿وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾

''اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع کر کے پکارتے ہیں پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ اُنہیں چکھاتا ہے تو اچانک اُن میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے''(33)

سوال1:﴿وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع کر کے پکارتے ہیں پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ اُنہیں چکھاتا ہے تو اچانک اُن میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے''مصیبت میں رب یاد آتا ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ﴾ ''اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے'' جب لوگوں کو کوئی بیماری یا تکلیف پہنچتی ہے۔

(2)﴿دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ﴾ ''اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع کر کے پکارتے ہیں''مصیبت میں لوگ شرک چھوڑ کر رب کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔

(3)﴿ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً﴾ ''پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ اُنہیں چکھاتا ہے''یعنی جب اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے دیتے ہیں اور مصیبت سے نجات عطا کرتے ہیں۔

(4)﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ﴾ ''تو اچانک اُن میں سے ایک گروہ'' تب ایک گروہ رجوع الی اللہ کو چھوڑ کر۔

(5)﴿بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے'' ایسی ہستیوں کو رب کا شریک بنا دیتا ہے جو ان کی صحت، خوش بختی اور خوش حالی پر کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ وہ ناشکری کرتے ہیں حالانکہ شکر اور دائمی اخلاص کو اختیار کر سکتے ہیں۔

(6)﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔ پھر جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے تب تم میں سے ایک گروہ یکا یک اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔''
(النحل:53-54)

سوال 2: خواہش پرست انسان کا مصیبت میں کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب: خواہش پرست انسان کا عقیدہ مضبوط نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے اس کی شخصیت کے رنگ پکے نہیں ہوتے۔ وہ حالات کی وجہ سے بدلتا ہے۔ جب مصیبت آتی ہے تو رب کو یاد کرتا ہے اور مصیبت دور ہو جاتی ہے تو رب کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔

سوال 3: کون لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں؟

جواب: جو لوگ صحیح عقیدہ نہیں رکھتے وہ خوش گوار حالات میں رب کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دوسروں کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔

﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

''تاکہ ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے وہ اُس کی ناشکری کریں سو تم مزے اُڑاؤ کہ جلد ہی تم جان لو گے'' (34)

سوال 1: ﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''تاکہ ہم نے جو کچھ اُن کو دیا ہے اُس کی ناشکری کریں، سو تم مزے اُڑاؤ کہ جلد ہی تم جان لو گے'' شرک ناشکری ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ﴾ ''تاکہ ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے وہ اُس کی ناشکری کریں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کرنے کے لیے شرک کرتے ہیں۔ (2)﴿فَتَمَتَّعُوْا﴾ ''سو تم مزے اُڑاؤ'' دنیا میں اور چند دن مزے کر لو۔

(3)﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''کہ جلد ہی تم جان لو گے'' یعنی تم کفر کا اور کفران نعمت کا انجام جلد ہی جان لو گے۔ رب العزت نے فرمایا﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو پھر جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے تب تم میں سے ایک گروہ یکا یک اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔'' (النحل:53,54)

(4)﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں عبادت کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، پھر جب وہ اُنہیں نجات دے کر خشکی میں لے جاتا ہے تب وہ اچانک ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔(العنکبوت:65)

(5)﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۡ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ ''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے، پھر جب وہ اُسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ اُس کے راستے سے گمراہ کر دے آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اُٹھالو، یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو۔'' (زمر:8)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی رحمت پر لوگ ناشکری کا رویہ کیسے رکھتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت پر لوگ احسان ناشناسی سے ناشکری کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ﴾

''کیا ہم نے اُن پر کوئی دلیل نازل کی ہے؟ پھر وہ اُن کے بارے میں بتاتی ہے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں'' (35)

سوال: ﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے اُن پر کوئی دلیل نازل کی ہے؟ پھر وہ اُن کے بارے میں بتاتی ہے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں'' بلا دلیل شرک، بلا دلیل عبادت کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا﴾ ''کیا ہم نے اُن پر کوئی دلیل نازل کی ہے؟'' یعنی کیا ان پر ہم نے آسمان سے کوئی ظاہری دلیل اتاری ہے۔

(2)﴿فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر وہ اُن کے بارے میں بتاتی ہے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں'' وہ دلیل انہیں کہتی ہے کہ اپنے شرک پر قائم رہو، اپنے شک پر جمے رہو تمہارا موقف حق ہے اور جس چیز کی طرف تمہیں انبیاء و مرسلین دعوت دیتے ہیں وہ باطل ہے۔ کیا کوئی ایسی دلیل تمہارے پاس موجود ہے جو شرک کو سختی کے ساتھ پکڑے رکھنے کی موجب ہے؟ یا اس کے برعکس تمام عقلی و نقلی دلائل، تمام کتب الٰہی، تمام انبیاء و مرسلین اور بڑے بڑے لوگ شرک سے نہایت شدت کے ساتھ روکتے ہیں اور ان تمام راستوں پر چلنے سے باز رکھتے ہیں جن کی منزل شرک ہے اور ایسے شخص کی عقل و دین کے فساد کا حکم لگاتے ہیں جو شرک کا ارتکاب کرتا ہے؟

پس ان مشرکین کا شرک، جس پر کوئی دلیل اور برہان نہیں محض خواہشاتِ نفس کی پیروی اور شیطانی وسوسے ہیں۔(سعدی:2074/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، مجھے بھی دکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ۔'' (الاحقاف:4)

(4) ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''تم اللہ تعالیٰ کے سوا محض چند ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں، اُس نے حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (یوسف:40)

(5) ان کے پاس شرک کی کوئی عقلی نقلی دلیل نہیں ہے۔

﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾

''اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اُن کے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجا اُنہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو یکا یک مایوس ہو جاتے ہیں'' (36)

سوال 1: ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾ ''اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اُن کے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجا اُنہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو یکا یک مایوس ہو جاتے ہیں'' نعمتوں پر اتراہٹ، مصیبت پر مایوسی یہ کیا طرزِ عمل ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا﴾ ''اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اکثر لوگ نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہوئے خوشی کا اظہار نہیں کرتے تکبر کے ساتھ اتراتے ہوئے خوش ہوتے ہیں۔

(2) یہ مشرکوں، کافروں اور جاہلوں کی صورت حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، انہیں مالی وسعت عطا کرتے ہیں، صحت دیتے ہیں تو اتراہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

(3) ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾ ''اور اگر اُن کے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجا اُنہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو یکا یک مایوس ہو جاتے ہیں'' اگر انہیں اپنے اعمال کے باعث انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتے ہیں یعنی

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوجاتے ہیں۔

(4) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قنوط اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرائض کو چھوڑ دیتا ہے۔(فتح القدیر:4/282) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہوجاتا ہے اور اگر ان کو کوئی مصیبت آجاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے۔'' (الشوریٰ:48)

(5) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر کام اس کے لیے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔ (مسلم:7500)

سوال 2: خواہش پرستوں کا اللہ تعالیٰ کی رحمت پانے پر کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب: خواہش پرست اللہ تعالیٰ کی رحمت پا کر خوش ہوجاتے ہیں۔

سوال 3: خوش حالی اور بدحالی تو اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق آتی ہے پھر لوگ اندھے کیوں بن جاتے ہیں؟

جواب: لوگ زندگی کے فیصلے ظاہری حالات کے مطابق کرتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کی سنت کو سمجھتے ہیں نہ اس کی حکمت کو۔

سوال 4: خوش حالی اور بدحالی میں ایک معیار کے مطابق رویہ کون رکھتا ہے؟

جواب: خوش حالی اور بدحالی میں ایک اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والا اس کی تقدیر پر یقین رکھنے والا ایک معیار کے مطابق رویہ رکھتا ہے۔

سوال 5: خوش حالی اور بدحالی میں معیاری رویہ کیا ہے؟

جواب: (1) خوش حالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔ (2) بدحالی میں صبر کرنا۔ (3) خواہش پرستوں کو یہ معیار نصیب نہیں ہوتا۔

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے؟ بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں'' (37)

سوال 1: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے؟ بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں

جو ایمان لاتے ہیں'' رزق میں تنگی اور فراخی کا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ یَرَوْا﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا'' یعنی کیا انہوں نے غور نہیں کیا۔

(2)﴿اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ﴾ ''کہ یقیناً اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے۔ فراخی امتحان کے لیے ہے تا کہ وہ دیکھے کہ کون شکر ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے تنگی رزق بھی امتحان ہے تا کہ وہ دیکھے کہ کون صبر کرتا ہے اور کون ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اور کون بے صبری کرتا ہے۔ جب ان کی آنکھیں ہیں تو وہ ان سے دیکھ سکتے ہیں، جب ان کے پاس دل ہے تو وہ ان سے سمجھ سکتے ہیں تا کہ وہ تنگی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور کشادگی اور فراخی میں اتراہٹ اور تکبر میں مبتلا نہ ہوں۔

(3)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں'' یقیناً رزق کی فراخی اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں کہ وہ تقدیر کا مالک ہے وہی رزق کو مقدر کرتا ہے پھر جب خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو مایوسی کیوں؟

(4) ایمان والے ہی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق تنگی اور کشادگی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی رحمت کو دیکھتے ہیں۔

(5) ایمان والے نشانیوں پر غور و فکر کر کے اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر نظر رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ '' آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، وہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور وہی تنگ بھی کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (الشوریٰ:12)

(7) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھوایا کہ نبی کریم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾ ''اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اس کی ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ تعالیٰ جسے تو دے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور کسی مالدار کو اس کی دولت و مال تیری بارگاہ میں کوئی نفع نہ پہنچا سکیں گے۔'' (بخاری:844)

سوال 2: رزق کی کشادگی اور تنگی میں ایمان والوں کے لیے کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا اختیار نشانی ہے۔

ایمان والوں کے لیے رزق کے فیصلوں میں نشانی ہے بظاہر ایک جیسے اسباب ہونے کے باوجود رزق میں فرق آ جاتا ہے۔

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''چنانچہ رشتہ دار کو اور مسکین اور مسافر کو اُس کا حق دے دو اُن لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (38)

سوال 1: ﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''چنانچہ رشتہ دار کو اور مسکین اور مسافر کو اُس کا حق دے دو اُن لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' رشتے داروں کو ان کا حق دے کر صلہ رحمی کا حکم ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ ''چنانچہ رشتہ دار کو اُس کا حق دے دو'' اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ قرابت دار کو اس کی قرابت اور ضرورت کے مطابق اس کا حق ادا کرو جو شارع نے واجب قرار دیا ہے یا اس کی ترغیب دی ہے مثلاً نفقاتِ واجبہ اور صدقات کی ادائیگی کرنا، ہدیہ دینا، نیک سلوک کرنا، سلام کرنا، عزت وتکریم کرنا، دوسرے کی لغزش کو معاف کرنا اور اس کی بدکلامی پر رواداری سے کام لینا (سعدی: 3/2076,2077)

(2) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' (بخاری: 5986)

(3) ﴿وَالْمِسْكِيْنَ﴾ ''اور مسکین'' مسکین کا حق ادا کرو مسکین وہ ہے جس کے پاس یا تو کچھ نہ ہو یا ہو تو اس کے کھانے پینے اور لباس کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہو۔

(4) سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین پر صدقہ کرنے کا تو ایک ثواب ہے یعنی صرف صدقے کا، جب کہ رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے، صدقے کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔'' (ترمذی: 658)

(5) ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافر کو'' مسافر جس کا زادِ راہ ختم ہو گیا ہو اپنے شہر سے دور ہو جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ انتہائی ضرورت مند ہو گا اس کے پاس مال ہے نہ ہاتھ میں کوئی کسب جس کے ذریعے سے وہ دورانِ سفر اپنی ضروریات کا انتظام کر سکتا ہو برعکس اس شخص کے جو اپنے شہر میں رہتا ہے اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غالب حالات میں اس کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ کسی صنعت وحرفت کا کام کرتا ہو گا جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہو گی۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ میں مسکین اور مسافر کا (الگ الگ) حصہ رکھا ہے۔ (سعدی: 3/2076,2077)

(6)﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ﴾ ''اُن لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہیں'' یعنی ان حقوق کو اخلاص سے ادا کر کے جو کہ بہترین اعمال ہیں، جن کا دوسروں کو نفع پہنچتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا کرے گا۔

(7)﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' یہی لوگ دنیا و آخرت میں عذاب سے نجات پائیں گے اور آخرت میں جنت میں داخل ہوں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے مال خرچ کرنے کو کیوں کہا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ رزق تو اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے جب وہ انسان کو نصیب ہو جاتا ہے تو وہ محض اُس کا ذاتی حق نہیں ہوتا اس مال میں رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کا بھی حق ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ترغیب دلائی ہے یہ اُن لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہوں۔ (3) اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والوں کے بارے میں واضح کیا ہے ایسے لوگ نجات پانے والے ہیں۔

سوال 3: وہ مال جو انسان دوسروں پر خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے دوسروں کا حق کیوں قرار دیا ہے؟

جواب: مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کے پاس تو وہ رب کی امانت ہے جس کا مال ہے جہاں وہ چاہے خرچ کروالے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال کو دوسروں کا حق اس لیے قرار دیا کہ اگر رب نے مال والے کو مال دیا تو دوسرے کو محروم رکھا۔ اس لیے جو مال مال والے کے پاس ہے اس پر دونوں کا حق قائم ہے۔

سوال 4: رشتہ داروں کا حق کس لیے مقدم رکھا گیا؟

جواب: رشتے داروں کا حق رشتے کی وجہ سے مقدم رکھا گیا اسی وجہ سے رشتے دار کے ساتھ احسان کرنا دُہرے اجر کا باعث ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار پانا ہے۔

سوال 6: نجات پانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) نجات پانے سے مراد آخرت میں آگ کے عذاب سے نجات پانا ہے۔

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾

''اور سود پر جو تم دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو جائے سو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم زکوۃ سے دیتے ہو کہ

اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرتے ہو تو یہی لوگ ہیں جو کئی گنا بڑھانے والے ہیں'' (39)

سوال 1: ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ ''اور سود پر جو تم دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو جائے سو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم زکوٰۃ سے دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرتے ہو تو یہی لوگ ہیں جو کئی گنا بڑھانے والے ہیں'' عزت وجاہ اور ریا اور زیادتی کے خیال سے تحفہ دینے کی حقیقت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اور سود پر جو تم دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو جائے سو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا'' یعنی اپنی ضروریات سے زائد مال جو تم عطا کرتے ہو اور اس سے تمہارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمہارے مال میں اضافہ ہو جائے۔ تم انہی لوگوں کو مال عطا کرتے ہو جن سے تمہیں عطا کردہ مال سے زیادہ معاوضے کی امید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس عمل کے اجر میں اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اخلاص کی شرط معدوم ہے۔ اس قسم کے اعمال کے زمرے میں وہ اعمال آتے ہیں جو لوگوں کے ہاں عزت وجاہ اور ریا کے لیے کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان اعمال کے اجر میں اضافہ نہیں ہوتا۔ (سعدی: 2077/3)

(2) جس نے کسی کو اس خیال سے تحفہ بھیجا کہ وہ بدلے میں اس سے زیادہ دے گا، ایسے تحفے کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ نہیں اگرچہ ایسا کرنا جائز ہے حرام نہیں، اس طرح سے دینا لینا جائز ہے۔ مگر رحمت عالم ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے۔

(3) ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ﴾ ''اور جو تم زکوٰۃ سے دیتے ہو'' یعنی جو مال تم زکوٰۃ میں دیتے ہو وہ مال تمہیں بخل سے پاک کرتا ہے اور وہ مال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیا جاتا ہے اس میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

(4) ﴿تُرِيْدُوْنَ﴾ ''ارادہ کرتے ہو'' یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی سے تم ارادہ کرتے ہو۔

(5) ﴿وَجْهَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی رضا'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے مال دیتے ہو۔

(6) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جو کئی گنا بڑھانے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان کے مال کو کئی گنا بڑھا دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

(7) صرف مال عطا کرنا بھلائی نہیں ہے جب تک کہ مقصد پاک نہ ہو رب العزت نے فرمایا ﴿الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى﴾ ''جو اپنا مال دیتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔'' (اللیل: 18)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ دینے والے کے لیے اس کو پالتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنا بچھڑا پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری: 1410)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود زیادہ بھی ہو تو اس کا انجام بالآخر قلت ہی ہے۔ (مسند احمد: 3753:1/395)(ابن ماجہ: 2279)(مستدرک حاکم: 2262:2/37) سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیچنے والا اور خریدنے والا (سودا قائم رکھنے یا ختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں۔ اگر وہ سچ بولیں اور (سودے کی حقیقت کو) واضح کریں تو دونوں کو ان کے سودے میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ (کوئی عیب وغیرہ) چھپالیں (اور ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی کوشش کریں) اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے کی برکت مٹ جاتی ہے۔ (بخاری: 2114)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ دینے والے کے لیے اس کو پالتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنا بچھڑا پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری: 1410)(مسلم: 2342)

سوال 2: سود سے بظاہر اضافہ معلوم ہوتا ہے لیکن سود میں اضافہ کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: (1) سود کی اپنی ایک نحوست ہے۔ سودی نظام میں ہزاروں لوگوں کی آہیں، سسکیاں شامل ہوتی ہیں جس کی وجہ سے سود میں برکت نہیں ہوتی۔ (2) سود ایک غیر فطری نظام ہے اس میں جو اضافہ محسوس ہوتا ہے وہ اصل میں نہیں ہوتا۔

سوال 3: زکوٰۃ وصدقات سے دُہرا فائدہ کیسے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: زکوٰۃ وصدقات سے روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ باقی مال میں برکت ایسے ہوتی ہے کہ قیامت کے دن اجر وثواب میں کئی گنا اضافہ ہوگا۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اُن سے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں'' (40)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اُن سے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا'' اللہ تعالیٰ ہی انسان کا خالق اور رازق ہے وہ بھوکا، ننگا اور ناسمجھ پیدا کرتا ہے پھر وہ رزق فراہم کرتا ہے تاکہ تم غذا کے ذریعے اپنی زندگی کا تحفظ کرسکو، قیامت کے دن حساب اور جزا کے لیے پھر وہ موت دے دیتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا رب العزت نے فرمایا﴿قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'' (یونس:31)

(2)﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ ''اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں اور نہ وہ اپنے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نفع کا اور جو نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ اٹھائے جانے کا'' (الفرقان:3)

(3)﴿هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ﴾ ''کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو'' یعنی تمہاری تخلیق، تمہارے رزق، تمہاری زندگی، تمہاری موت اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے میں کوئی اور بھی شریک ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

(4)﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ ''پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اُن سے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ تخلیق، رزق، زندگی، موت دینے اور جلد اٹھانے میں یکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شریکوں سے پاک ہے جن کو لوگ اللہ تعالیٰ کے شریک قرار دے رہے ہیں کوئی ان کا افعال میں کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا۔

(5)﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں'' (الزخرف:87)

(6)﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی اُنہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (العنکبوت:60)

(7)﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا﴾ ''اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مرجائے، مقررہ وقت لکھا ہوا ہے''۔ (آل عمران:145)

رکوع نمبر 8

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہوگیا تا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض کاموں کا اُنہیں مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں'' (41)

سوال 1: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہوگیا تا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض کاموں کا اُنہیں مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں'' دنیا گناہوں سے بھر گئی، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ''خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہوگیا'' گناہوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا ہے یعنی پیداوار میں کمی بارشوں کا نہ برسنا جس کے نتیجے میں خوفناک قحط آجاتا ہے اور لوگ بھوکے مرنے لگتے ہیں۔ پانی کے جانوروں کا مرجانا جس کی وجہ سے غذائی ضروریات پوری نہیں ہو پاتیں۔ وباؤں کا پھیلنا، نئے نئے امراض کا وجود میں آنا گناہوں کی پاداش میں ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نے زمین خراب کردی ہے زمین وآسمان کی اصلاح اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا ''زمین پر ایک حد کا قائم ہونا چالیس دن کی عبادت سے بہتر ہے۔'' (ابوداؤد)

(4) حد جاری کرنے کی وجہ سے لوگ گناہوں سے ڈرنے لگ جاتے ہیں اور حرام کام چھوڑ دیتے ہیں۔ گناہوں کا چھوڑنا زمین وآسمان کی برکتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1529/2)

(5) ﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض کاموں کا اُنہیں مزہ چکھائے'' اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اعمال کی جزا کا نمونہ دکھایا ہے۔ شرک گناہوں اور نافرمانیوں کی پاداش میں جنگیں، قحط، وبائیں امراض اعمال کا بدلہ ہی تو ہیں۔

(6) ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''تا کہ وہ پلٹ آئیں'' شاید کہ وہ اپنے معاملات سیدھے کرلیں۔ شاید کہ وہ توبہ کرلیں۔

(7) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی آزمائش کے ذریعے سے انعام کیا اور اپنے عذاب کے ذریعے سے احسان کیا ورنہ اگر وہ ان کے تمام کرتوتوں کی سزا کا مزہ چکھاتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار نہ چھوڑتا۔ (سعدی: 2078/3)

(8) سیدنا قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ کے قریب سے لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کہ ''مستریح یا مستراح منہ ہے یعنی اسے آرام مل گیا'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! المستریح یا المستراح منہ کا مطلب کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''مومن بندہ دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں نجات پاجاتا ہے وہ مستریح

ہے اور مستراح جمع ہے وہ ہے کہ فاجر بندے سے اللہ تعالیٰ کے بندے، شہر، درخت اور چوپائے سب آرام پا جاتے ہیں۔" (بخاری:6512)

(9) یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور وہ اس وقت ہماری شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور اسلام یا تلوار کے سوا کچھ قبول نہیں کریں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس زمانے میں دجال اور اس کے پیروکاروں کو ہلاک کر دے گا اور یاجوج ماجوج کو بھی ختم کرے گا تو زمین سے کہا جائے گا کہ اب تو اپنے پھل اگا اور اپنی برکت کو لوٹا دے تو اس وقت اتنے بڑے بڑے انار ہوں گے کہ ایک انار کو لوگوں کی ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کے ساتھ سایہ حاصل کریں گے اور ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کے لیے کافی ہوگا۔ (مسلم:7373)

(10) سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بدکار انسان سے (جب وہ مرجاتا ہے تو) بندے، شہر، درخت اور جانور سب ہی راحت محسوس کرتے ہیں۔" (بخاری:6512)

(11) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ دو آدمی آئے، ایک فقر و فاقہ کی شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی، تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک راستوں کے غیر ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ کسی محافظ کے بغیر (حیرہ سے) مکہ کی طرف چلے گا (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا) اور رہا فقر و فاقہ تو قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک (مال و دولت کی) اتنی فراوانی نہ ہو جائے) کہ ایک شخص اپنا صدقہ لے کر کسی (غریب) کو تلاش کرے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ہوگا۔ (بخاری:1413)

سوال 2: خشکی سے کیا مراد ہے؟

جواب: خشکی سے مراد انسانی آبادیاں ہیں۔

سوال 3: تری سے کیا مراد ہے؟

جواب: تری سے مراد سمندری، ساحلی آبادیاں، سمندری راستے وغیرہ ہیں۔

سوال 4: فساد سے کیا مراد ہے؟

جواب: فساد سے مراد بگاڑ ہے یعنی ایسا بگاڑ جس سے انسانوں کا سکون لٹ جائے۔ جس سے انسانی معاشروں اور آبادیوں میں امن نہ رہے۔

سوال 5: فساد کا اطلاق کن کاموں پر ہوتا ہے؟

جواب: (1) فساد کا اطلاق نافرمانیوں اور برائیوں پر ہوتا ہے۔ (2) انسانوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا فساد ہے۔ (3) قتل و غارت گری فساد ہے۔ (4) زمینی و آسمانی آفات جو سزا اور تنبیہ کے طور پر نازل ہوتی ہیں۔ جیسے قحط، سیلاب کثرت اموات وغیرہ۔

سوال 6: جب فساد پھیل جاتا ہے تو کیسے حالات ہو جاتے ہیں؟

جواب(1)فساد پھیلنے کی وجہ سے خوف اور دہشت پھیل جاتی ہے۔(2)فساد پھیلنے کی وجہ سے امن وسکون ختم ہوجاتا ہے۔(3)فساد پھیل جاتا ہے تو آسمان سے آفتیں نازل ہوتی ہیں۔(4)فساد پھیلے تو قحط پھیل جاتا ہے۔(5)فساد پھیلے تو موتوں کی کثرت ہوجاتی ہے۔(6)فساد پھیلے تو خوف پھیل جاتا ہے۔(7)فساد پھیلتا ہے تو زلزلے آتے ہیں۔(8)فساد آئے تو سونامیاں آتی ہیں۔

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اس سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اُن میں سے اکثر مشرک تھے''(42)

سوال1:﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ﴾''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اس سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اُن میں سے اکثر مشرک تھے''نافرمانوں کے انجام پر غور کرو آیت کی روشنی میں وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو''زمین میں چلنے پھرنے کے حکم میں بدنی سیر اور قلبی سیر دونوں شامل ہیں۔قلبی سیر کا مقصد گزرے ہوئے لوگوں کے انجام پر غور وفکر ہے۔(سعدی:2078/3)

(2)﴿فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ﴾''پھر دیکھو کہ اس سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟''یعنی دنیا میں چل پھر کر لوگوں سے واقعات سن کر غور وفکر کرو کہ پہلے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کا نجام کیا ہوا؟عذاب نے ان کی جڑ کاٹ دی۔رسوائی اور لعنت ان کا پیچھا کرتی رہی۔

(3)﴿كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ﴾''اُن میں سے اکثر مشرک تھے''یعنی ہلاک ہونے والے کثیر لوگ مشرک تھے۔

(4)آپ ان لوگوں جیسے اعمال سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے تباہ ہونے والی بستیوں کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دے کر شعور کو کیسے بیدار کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اُن تباہ شدہ بستیوں کو چل پھر کر دیکھنے کی دعوت دی ہے جو اہل مکہ کے تجارتی سفروں میں اُن کے راستے میں پڑتی تھیں۔(2)اللہ تعالیٰ نے اُن بستیوں کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ ان کے رہنے والے لوگوں میں سے اکثر مشرک تھے۔

(3)بستیوں والے اگرچہ دوسرے جرائم بھی کرتے تھے لیکن خاص طور پر شرک کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ نے اُن کے شرک کی طرف توجہ دلا کر یہ بات چلنے پھرنے والوں پر چھوڑ دی ہے کہ اب وہ غور وفکر کریں کہ آخر کس وجہ سے شرک پر قائم رہتا ہے۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ﴾

''پس آپ اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا قائم رکھیں اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دن آئے جس کا ٹل جانا نہیں ہے، اُس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے'' (43)

سوال 1: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ﴾ ''پس آپ اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا قائم رکھیں اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دن آئے جس کا ٹل جانا نہیں ہے، اُس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے'' قیامت سے پہلے مسلمان ہو جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ﴾ ''پس آپ اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا قائم رکھیں'' دین قیم، مستقیم دین ہے یعنی صراط مستقیم پر جم جاؤ۔ دین کے ظاہری باطنی تمام اعمال کو ثابت قدمی سے ادا کریں۔ دل، زبان اور اعضاء کے اعمال کو درست کر لیں۔ نیکیاں کرنے میں جلدی کر لیں۔ اپنی جوانی، اپنے زمانے میں نیک اعمال کر لیں۔

(2) ﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دن آئے جس کا ٹل جانا نہیں ہے'' اس سے پہلے کہ قیامت آ جائے۔ جب وہ دن آ جائے گا۔ تو عمل کرنے والوں کو مہلت نہیں ملے گی۔

(3) ﴿يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ﴾ ''اس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے'' اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔'' (الشوریٰ: 7)

(4) ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الروم: 30)

سوال 2: دین قیم کی طرف رُخ جما دینے کے لیے قرآن مجید کیا صورت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے؟

جواب: (1) دین قیم کی طرف رُخ کرنے کے لیے قرآن مجید یہ واضح کرتا ہے کہ اس کے لیے چہرے کو، اپنے رُخ کو مضبوطی سے دین قیم پر جمانا ہے۔ یہی نجات کا راستہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی اور راستہ تلاش نہیں کرنا اس راستے سے پھسلنا بھی نہیں ہے مضبوط قدم جماتے رہیں۔ (2) دین قیم کی طرف مضبوطی سے رُخ جمانے کے لیے یہ احساس دلایا گیا کہ وہ دن قریب ہے جس کے لیے ٹل جانا ممکن نہیں جس دن سب جدا جدا ہو جائیں گے اس کے آنے سے پہلے اپنا رخ اپنے رب کی طرف کر دو اپنے آپ کو دین پر جما دو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا

راستہ اختیار کرلو۔

سوال3: قیامت کے دن کا ٹل جانا ممکن نہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ قیامت کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا۔

سوال4: قیامت کے دن لوگ کیسے متفرق ہو جائیں گے؟

جواب: لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے ایک مومنوں کا گروہ ہوگا دوسرا کافروں کا۔

﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾

''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے اور جس نے نیک عمل کیا تو وہ اپنے لیے سامان تیار کر رہے ہیں'' (44)

سوال1: ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے اور جس نے نیک عمل کیا تو وہ اپنے لیے سامان تیار کر رہے ہیں'' اعمال ہی کام آئیں گے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے'' یعنی کفر کا وبال کفر کرنے والے پر ہے اس کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے۔ اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل:15)

(2) ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ ''اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے لیے ہی سامان کر رہے ہیں'' جس نے نیک اعمال کیے قیامت کے دن ان ہی کے کام آئیں گے۔ وہ اپنی جنت آباد کر رہے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾ ''اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔'' (النساء:124)

(4) ﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا يَتَخَيَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟ یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟ کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو۔'' (القلم:35-38)

سوال2: دین حق پر قائم رہنے کی دعوت کیوں دی گئی ہے؟

جواب: یہ دعوت اللہ تعالیٰ نے اس لیے دی ہے تا کہ اس کا انکار کرنے والوں پر ان کے کفر کا وبال ہو اور تا کہ نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے۔

سوال3: نیک لوگ اپنی آرام گاہ کیسے سنوار رہے ہیں؟

جواب: یہاں آرام گاہ کے لیے مھد کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں فرش ہموار کرنا، راستہ بچھانا۔ اس کا مطلب ہے کہ عمل صالح کے ذریعے جنت میں جانے کا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔

﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، یقیناً وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا'' (45)

سوال1: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، یقیناً وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا'' جزا صرف اعمال پر منحصر نہیں اللہ تعالیٰ بے پایاں فضل سے جزا دے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے ان کو ایسی جزا دے گا جہاں تک اعمال کی رسائی ہی نہیں۔

(2) اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جزا صرف اعمال پر منحصر نہیں اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل سے جزا دے گا جہاں تک اعمال نہیں پہنچا سکتے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی، کیا آپ ﷺ کے اعمال بھی (آپ ﷺ کو جنت میں نہیں لے جائیں گے)؟ فرمایا: ''ہاں! (میرے اعمال بھی مجھے جنت میں نہیں لے جائیں گے) الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔'' (بخاری: 5673)

(4) اللہ تعالیٰ مومنوں سے محبت کرتا ہے اس لیے انہیں انعامات سے نوازے گا۔

(5) ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ کافروں سے ناراض ہے اس لیے انہیں عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور انہیں سزا دیتا ہے۔

سوال2: فضل سے جزا دینے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے ایک نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دینا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ ایمان لاکر نیک عمل کرنے والوں کو اپنے فضل سے کیوں جزا دیتے ہیں؟

جواب: (1) ایمان اور نیک اعمال سے ہی جزا مل سکتی ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کافروں کو ناپسند کرتے ہیں اس لیے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جزا دیتا ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے اور تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ رحمت کا مزہ چکھائے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تا کہ تم اُس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر گزار بنو'' (46)

سوال1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے اور تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ رحمت کا مزہ چکھائے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر گزار بنو' بشارت دینے والی ہوائیں اللہ تعالیٰ کی نشانی ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بارش سے پہلے ہواؤں کا بھیجنا ہے جو خوش خبری دیتی ہیں کہ عنقریب بارش ہونے والی ہے وہی بادلوں کو اکٹھا کرتی ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اُٹھا لیتی ہیں، ہم اُسے کسی مُردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اُتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے تا کہ تم نصیحت قبول کرو'' (الاعراف:57)

(2) ﴿وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ ''اور تا کہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے'' جب اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے تو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے۔ بارش سے زمین اور زمین کے رہنے والوں میں خوشی اور زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور بندے جان لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بندوں کو رزق فراہم کرتا ہے بندوں کو نیک اعمال کا مشتاق ہو جانا چاہیے کیونکہ نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے کھولتے ہیں۔

(3) ﴿وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اس کے ارادے، اس کی حکیمانہ

تدابیر سے کشتیاں چلیں۔

(4)﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور تا کہ تم اُس کا کچھ فضل تلاش کرو'' یعنی تم کشتیوں کو اور جہازوں میں تجارتی سامان لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاؤ اور رزق حاصل کرو۔

(5)﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور تا کہ تم شکر گزار بنو'' اس ہستی کے شکر گزار بنو جس نے تمہارے لیے یہ اسباب مہیا کیے اور تمہارے لیے رزق کے ذرائع پیدا کیے۔ نعمتوں سے مقصود یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اور زیادہ نعمتوں سے سرفراز کرے اور ان نعمتوں کو تمہارے پاس باقی رکھے۔ رہا نعمتوں کے مقابلے میں کفر اور معاصی کا ارتکاب کرنا تو یہ اس شخص کا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عنایات کے بدلے ناشکری کرتا ہے۔ اس کے اس رویے سے نعمتیں اس شخص سے کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔ (سعدی:3/2080)

(6)﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ اور اُس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اُس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔'' (ابراہیم:34)

سوال 2: اپنی رحمت کا مزا چکھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد بارش سے خوشی حاصل کرنا۔ (2) اسی سے مراد فصلوں کا لہلہا اُٹھنا ہے۔

سوال 3: ہواؤں کے ذریعے سے کون سی کشتیاں چلتی ہیں؟

جواب: (1) ہواؤں کے ذریعے بادبانی کشتیاں چلتی ہے۔ (2) مشینوں کے ذریعے چلنے والی کشتیوں اور جہازوں کے لیے بھی ہواؤں کا موافق ہونا ضروری ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتیاں چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ کشتی کا چلنا، رُکنا، ٹھہرنا اور ڈوب جانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔

(2) رب ہی چلانے پر قدرت رکھتا ہے۔

سوال 5: شکر گزاری کن نعمتوں پر ہوتی ہے؟

جواب: (1) شکر گزاری ہر نعمت پر ہوتی ہے۔ (2) ظاہری اور باطنی نعمتیں بے شمار ہیں۔

سوال 6: شکر گزاری سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں سب کچھ اس لیے عطا کیا ہے کہ اپنی زندگی میں اُن سے فائدہ اُٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی

اطاعت کرو اسی کے غلام بن جاؤ۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تھے پھر وہ اُن کے پاس واضح نشانیاں لائے تھے تو ہم نے اُن سے انتقام لیا جنہوں نے جُرم کیا اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے'' (47)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تھے پھر وہ اُن کے پاس واضح نشانیاں لائے تھے تو ہم نے اُن سے انتقام لیا جنہوں نے جُرم کیا اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے'' نبی ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تھے'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو جھوٹا کہتی ہے تو آپ غم نہ کریں یہ لوگوں کی عادت ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے۔

(2) ﴿فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''پھر وہ اُن کے پاس واضح نشانیاں لائے تھے'' وہ معجزات لے کر آئے لیکن ان کی قوموں نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔

(3) ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا﴾ ''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا جنہوں نے جُرم کیا'' جن لوگوں نے توحید کا انکار کیا اور رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(4) ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے'' یعنی اہلِ ایمان کی نصرت ہم نے خود اپنے آپ پر واجب کی اہلِ ایمان کی نصرت کو جملہ متعین حقوق میں شامل کیا اور ان کے ساتھ اس نصرت کا وعدہ کیا۔ پس اس کا واقع ہونا ضروری ہے۔ محمد مصطفی ﷺ کی تکذیب کرنے والو! اگر تم تکذیب کی روش پر قائم رہے تو تم پر عذاب نازل ہوگا اور ہم تمہارے خلاف محمد ﷺ کو فتح و نصرت سے کریں گے۔ (سعدی: 2081/3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور جب آپ کے پاس وہ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کہہ دیں تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے، یقیناً وہ جو تم میں سے نادانی میں کوئی بُرائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الانعام: 54)

سوال 2: اللہ تعالیٰ رسول کیوں بھیجتے ہیں؟

جواب: (1) انسانوں کو حق کا راستہ دکھانے کے لیے دلائل دینے کے لیے۔

(2) اللہ تعالیٰ راستہ دکھانے کے بعد گناہ گاروں سے انتقام لینا چاہتے تھے جس کے لیے رسولوں کو بھیجنا ناگزیر تھا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی مدد کرنے کے لیے رسولوں کو بھیجا۔

سوال 3: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ﴾ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو کیا تسلی دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ کافروں کے جھٹلانے سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد مومنوں کو حاصل ہوگی اور مجرم ہلاک کیے جائیں گے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں'' (48)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں'' بادل کیسے اٹھتے ہیں؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ وہ کیسے بادل اٹھاتا ہے؟ ہوائیں کیسے بادل اٹھاتی ہیں۔

(2) ﴿فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ ''پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ بادلوں کو جیسے چاہتا پھیلا دیتا ہے۔

(3) ﴿وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا﴾ ''اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے'' تھوڑے سے بادل تمام آسمان پر چھا جاتے ہیں جو ایک دوسرے پر جمے

ہوئے ہوتے ہیں۔

(4)﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے'' پھر آپ بادلوں کے درمیان سے چھوٹے چھوٹے قطرے گرتے دیکھتے ہو۔

(5)﴿فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ﴾ ''پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے'' پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برسا کر طرح طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔

(6)﴿اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں'' بارش برسنے پر لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ ابر کا کوئی ایسا ٹکڑا دیکھتے جس سے بارش کی امید ہوتی تو آپ ﷺ کبھی آگے آتے کبھی پیچھے جاتے کبھی گھر کے اندر تشریف لاتے کبھی باہر آ جاتے اور چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا لیکن جب بارش ہونے لگتی تو پھر یہ کیفیت نہ رہتی ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''میں نہیں جانتا ممکن ہے یہ بادل بھی ویسا ہو جس کے بارے میں قوم عاد نے کہا تھا جب انہوں نے بادل کی وادیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تھا۔ آخر آیت تک، کہ ان کے لیے رحمت کا بادل آیا ہے حالانکہ وہ عذاب کا بادل تھا۔'' (بخاری:3206)

سوال 2: ہوائیں بادل کو کہاں سے اُٹھاتی ہیں؟

جواب: بادل جہاں کہیں بھی ہوں ہوائیں انہیں اُٹھا لیتی ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ آسمان پر بادلوں کو کیسے پھیلا دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ بادلوں کو کبھی تہ بہ تہ کر دیتے ہیں کبھی ٹکڑے ٹکڑے آسمان پر بادلوں کی مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں کبھی چل پڑتے ہیں کبھی ٹھہر جاتے ہیں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾

''حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے اس سے پہلے ہی یقیناً وہ مایوس تھے'' (49)

سوال: ﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے اس سے پہلے ہی یقیناً وہ مایوس تھے'' جہاں بارش ہو گئی وہاں کے لوگ پہلے بارش سے ناامید تھے، وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے اس سے پہلے ہی یقیناً وہ مایوس تھے'' یعنی جہاں بارش ہو گئی ہے وہاں کے لوگ بارش سے پہلے ناامید تھے۔

(2) ناامیدی کے بعد بارش آئی تو لوگ کھل اٹھے۔

﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہوجانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (50)

سوال 1: ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہوجانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار سے قدرت تک کے سفر کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں'' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار سے مراد بارش ہے۔ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ سے کہا کہ بارش کی طرف دیکھو۔

(2) ﴿كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہوجانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟'' کیسے رب العزت نے بارش برسا کر مردہ زمین زندہ کردی۔ اسی سے مردوں کو زندہ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

(3) ﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ''بلاشبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے'' یعنی جو رب زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ وہی مُردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے۔

(4) ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی اس کی قدرت سے کچھ بھی باہر نہیں۔ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنی قدرت کو انسانوں کی عقل اور فہم کے قریب لانے کے لیے مثالوں سے سمجھاتا ہے۔ الحمدللہ

سوال 2: آثار رحمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ پھل اور غلے وغیرہ ہیں جو بارش سے پیدا ہوتے ہیں۔

سوال 3: پھل اور غلے رحمت کا سبب کیسے بنتے ہیں؟

جواب: پھل اور غلے خوش حالی کا باعث بنتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

سوال4: دیکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: دیکھنے سے مراد عبرت کی نظر سے دیکھنا ہے۔

سوال5: عبرت کی نظر سے دیکھنے کے کیا فوائد ہوتے ہیں؟

جواب: (1) عبرت کی نظر سے دیکھنے کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا قائل ہوجاتا ہے۔ (2) اس کی وجہ سے انسان یہ یقین کر لیتا ہے کہ جیسے رب زمین کو زندہ کرتا ہے ایسے ہی وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

﴿وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر ہم ہوا بھیج دیں، پھر وہ کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں تو اس کے بعد یقیناً وہ ناشکری کرتے رہ جائیں'' (51)

سوال1: ﴿وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم ہوا بھیج دیں، پھر وہ کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں تو اس کے بعد یقیناً وہ ناشکری کرتے رہ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا﴾ ''اور یقیناً اگر ہم ہوا بھیج دیں، پھر وہ کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق کا یہ حال بیان کرتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے سایہ کناں ہونے، زمین کے مرجانے کے بعد اس کے زندہ ہونے پر بہت خوش ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بارش کے بعد اگنے والی نباتات اور ان کی کھیتیوں پر نقصان دہ اور انہیں تلف کر دینے والی ہوا بھیج دے ﴿فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا﴾ ''پھر وہ کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں'' جو تلف ہونے کی حالت کو پہنچ چکی ہے۔ (سعدی: 2082/3)

(2) ﴿لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''تو اس کے بعد یقیناً وہ ناشکری کرتے رہ جائیں'' یعنی اگر ہرے بھرے کھیتوں پر خشک ہوائیں چلا دیں تو لوگ پچھلی نعمتیں بھول کر ناشکری پر اتر آتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ (63) ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (64) لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ (65) اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (66) بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (67)﴾ ''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم ہی اُس کو اُگاتے ہو یا اُگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اُس کو ریزہ ریزہ کر دیں۔ پھر تم تعجب سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ۔ یقیناً ہم پر تو ضرور تاوان ڈال دیا گیا۔ بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے۔'' (الواقعہ: 63-67)

﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾

''پس یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں'' (52)

سوال1: ﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''پس یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں'' مُردوں اور بہروں کو پکار نہیں سنا سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت

کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ ''پس یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے'' یعنی قبروں میں مردوں کو آپ سنا نہیں سکتے۔

(2)﴿وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''اور نہ ہی بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں'' بہروں کو آواز پہنچانا آپ کے بس میں نہیں۔ (3) جب انہیں حق کی دعوت پہنچائی جائے اور آخرت کا ذکر کیا جائے۔ (فتح القدیر: 290/4)

(4) یعنی کافروں کو ہدایت دینا آپ کے بس میں نہیں کیونکہ وہ حق سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ ۭ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔'' (الفرقان: 44)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کنویں پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''کیا جو کچھ تمہارے رب نے تم سے وعدہ کر رکھا تھا اسے تم نے سچا پا لیا؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں یہ اس وقت اسے سن رہے ہیں۔'' اس حدیث کا ذکر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ، رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا: ''انہوں نے اب جان لیا ہوگا کہ جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا وہ حق ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے والے ہوں۔'' (النمل: 80) اور یہ آیت بھی تلاوت کی: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور آپ اُن کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔'' (فاطر: 22) (بخاری 3980)

(7)﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سنیں بھی تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا۔'' (الفاطر: 14)

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے مقتولین کو تین دن یوں ہی پڑا رہنے دیا، پھر آپ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں پکار کر کہا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عقبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے وعدے کو سچا نہیں پایا؟ یقیناً میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو سچا پا لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کیسے سنیں گے اور کیا جواب دیں گے، یہ تو مردہ ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنے، البتہ یہ بات ہے کہ وہ جواب نہیں سکتے۔ (مسلم: 7223)

سوال 2: مردوں کو نہ سنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے مردے فہم اور شعور سے خالی ہوتے ہیں ایسے ہی یہ لوگ دعوت حق کو قبول کرنے اور سمجھنے سے قاصر ہیں۔

سوال 3: بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے بہرہ سننے کی صلاحیت سے محروم ہوتا آپ اسے سنا نہیں سکتے ایسے ہی آپ ﷺ کی نصیحت اُن کے لیے بے کار ہے جو سننا نہ چاہتے ہوں۔

سوال 4: حق کی دعوت کن لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے؟

جواب: حق کی دعوت ان لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوتی جو پیٹھ پھیر کر مڑنے والے ہوں۔

﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

''اور نہ ہی آپ اندھوں کو کبھی اُن کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں آپ کسی کو نہیں سنا سکتے اُن کے سوا جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، چنانچہ وہی اطاعت کرنے والے ہیں'' (53)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی آپ اندھوں کو کبھی اُن کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں آپ کسی کو نہیں سنا سکتے اُن کے سوا جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، چنانچہ وہی اطاعت کرنے والے ہیں'' اندھوں کو راستہ دکھانے پر آپ قادر نہیں، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ﴾ ''اور نہ ہی آپ اندھوں کو کبھی اُن کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں'' جو لوگ دل کی بینائی سے محروم ہوتے ہیں گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس گمراہی سے کوئی کیسے باہر لا سکتا ہے جب کہ دل دیکھنا نہیں چاہتے یعنی دل غور و فکر کرنا نہیں چاہتے۔ (2) اندھوں میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ایسے ہی گمراہوں میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔

(3) ﴿اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''آپ کسی کو نہیں سنا سکتے اُن کے سوا جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، چنانچہ وہی اطاعت کرنے والے ہیں'' یعنی ہدایت کا سنوانا صرف انہی لوگوں کو فائدہ دے سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے، ہمارے احکام کی تعمیل کرتے اور ہمارے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں کیونکہ ان کے اندر وعظ و نصیحت کو قبول کرنے کا قوی داعیہ موجود ہے اور وہ ہے ہر آیت پر ایمان لانے اور مقدور بھر اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے مستعد رہنا۔ (سعدی: 2083/3)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ ''بلاشبہ قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مُردوں کو تو اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔'' (الانعام: 36)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والا کس کو پیغام سنا سکتا ہے؟

جواب: (1) جولوگ پیغام سن کر ایمان لے آئیں وہی حقیقت میں سننے والے ہیں۔ (2) جو ماننا چاہتے ہوں ان ہی کو پیغام سنایا جاسکتا ہے۔

سوال 3: پیغام سن کر اطاعت کون لوگ کرتے ہیں؟

جواب: اطاعت وہ لوگ کرتے ہیں جو پیغام سن کر غور وفکر کرتے ہیں بات اُن کے دل کو اپیل کرتے ہی وہ اپنا طرز عمل بدلنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

رکوع نمبر 9

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (54)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' انسانی پیدائش کے مختلف مراحل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے نطفے سے پیدا کیا اور وہ کمزور پانی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟'' (المرسلات:20) اللہ رب العزت انسان کو پیدائش کے مختلف مراحل سے گزارتے ہیں وہ نطفے سے جمے ہوئے خون میں پھر اس سے گوشت کے لوتھڑے میں پھر ہڈیوں سے پیدا ہوتا ہے پھر اس پر گوشت چڑھایا جاتا ہے پھر روح پھونک دی جاتی ہے پھر وہ کمزور اور نحیف پیدا ہوتا ہے۔ تمام قویٰ کمزور ہوتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1537)

(2) ﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً﴾ ''پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی'' اللہ تعالیٰ انسان کی قوت میں اضافہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے ظاہری اور باطنی قویٰ مکمل ہو جاتے ہیں اور انسان جوان ہو جاتا ہے۔

(3) ﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً﴾ ''پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا'' یعنی جوانی کے بعد بڑھاپے میں لے جاتے ہیں تو قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ﴾ ''اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم

اُسے ساخت میں اُلٹ دیتے ہیں۔'' (یٰس:68)

(4)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے اور تم میں سے کوئی نکمی عمر کو لوٹا دیا جاتا ہے تا کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (النحل:70)

(5)﴿يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ ''وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ اپنی مرضی کے مطابق بندوں میں تصرف کرتا ہے۔

(6)﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ ''اور وہی سب کچھ جاننے والا، پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تبارک تعالیٰ اپنے وسعتِ علم، عظمت، آثار اور کمال حکمت کو بیان کرتا ہے کہ اس نے انسان کو کمزوری سے پیدا کیا اور وہ اس کی تخلیق کے ابتدائی مراحل ہیں یعنی اسے نطفے سے جما ہوا خون بنایا پھر گوشت کا لوتھڑا بنایا اور پھر رحم کے اندر زندہ انسان بنایا پھر اس کو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔ (سعدی:2083/3)

(7)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۚ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا تم اُن کو دیکھتے ہو۔ اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (لقمان:10-11)

(8)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۚ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگر چہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کا حق ہے، بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' (الحج:73-74)

سوال 2: بڑھاپے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بڑھاپے سے مراد عمر کا آخری دور ہے جس میں کمزوری بڑھ جاتی ہے، ہمت کم ہو جاتی ہے، ہاتھ پاؤں کی گرفت کمزور پڑ جاتی ہے۔ انسان کے بال سفید ہو جاتے ہیں اور انسان کی ظاہری اور باطنی صفات میں کمزوری بڑھ جاتی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور قدرت کو کیسے ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے کمزوری کی حالت سے توانائی کی حالت تک اور پھر بڑھاپے تک پہنچاتا ہے وہ ہر ایک چیز سے خوب واقف ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے'' (55)

سوال1: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے'' کافروں کی دنیا اور آخرت میں جہالت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی'' رب العزت نے قیامت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب قیامت قائم ہو جائے گی۔

(2) ﴿يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''مجرم قسمیں کھائیں گے'' مجرم اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے اور کہیں گے۔

(3) ﴿مَا لَبِثُوْا﴾ ''نہیں ٹھہرے'' یعنی دنیا میں نہیں رہے تھے۔

(4) ﴿غَيْرَ سَاعَةٍ﴾ ''ایک گھڑی کے سوا'' یعنی دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔

(5) کافر دنیا میں بھی جاہل رہے اور آخرت میں بھی محروم رہیں گے۔ آخرت میں بھی علم سے محروم رہیں گے۔ آخرت میں قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ ان پر حجت قائم نہیں ہوئی انہیں معذور سمجھا جائے۔

(6) ﴿كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے'' چونکہ ان کی یہ بات یعنی وہ دنیا کے اندر بھی ہمیشہ حقائق کو چھوڑ کر کذب بیانی کرتے رہے اور جھوٹ گھڑتے رہے دنیا کے اندر انہوں نے حق کی تکذیب کی جسے انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے اور آخرت میں وہ دنیا کے اندر طویل مدت تک رہنے کا انکار کریں گے۔ یہ ان کا بدترین خلق ہے اور بندہ اسی عادت اور ہیئت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرے گا۔ (سعدی:2084/3)

(7) ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا﴾ ''جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح'' (النازعات:46)

سوال2: قیامت کو ساعت کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: (1) قیامت کا وقوع اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ساعت میں ہوجائے گا۔ (2) قیامت کو اس لیے بھی ساعت کہا گیا ہے کہ یہ دنیا کی آخری گھڑی ہوگی۔

سوال 3: گناہ گار لوگ کیوں قسمیں کھائیں گے؟

جواب: گناہ گار لوگ عادتاً قسمیں کھائیں گے جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔

سوال 5: گناہ گار لوگ کیا قسمیں کھائیں گے؟

جواب: گناہ گار لوگ یہ قسمیں کھائیں گے کہ دُنیا کی زندگی میں ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں کے اندازوں پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: یہ لوگ بہکے ہوئے رہے یعنی دنیا میں بھی انہوں نے حقیقت کا غلط اندازہ لگایا انہوں نے اپنی عمر کو طویل سمجھا۔ دُنیا کی زندگی کو ہمیشہ کی زندگی سمجھا اور اب بھی دُنیا کی زندگی کے بارے میں غلط اندازہ لگایا کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو بلاشبہ یقیناً تم اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے ہو تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے لیکن تم جانتے نہ تھے'' (56)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو بلاشبہ یقیناً تم اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے ہو تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے لیکن تم جانتے نہ تھے'' ایمان والے اہل علم ہوشیاری سے جواب دیں گے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے'' نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''وہ انبیاء فرشتے اور ایمان والے ہوں گے۔'' (البحر المحیط: 402/8)

(2) ﴿لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو بلاشبہ یقیناً تم اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے ہو'' کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی کتاب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق بعث کے دن تک ٹھہرے ہو۔ تمہیں اتنی عمر ملی تھی کہ جس میں نصیحت حاصل کر سکتے تھے۔ ایمان والوں نے دنیا میں بھی ان پر حجت قائم کی تھی، قیامت کے دن بھی وہی بتا رہے ہوں گے کہ تم

بعث کے دن تک ٹھہرے ہو۔(3)﴿فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ﴾ ''تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے'' یعنی آج قیامت کا دن ہے۔
(4)﴿وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن تم جانتے نہ تھے'' یعنی دنیا میں بھی تم نے موت کے بعد کی زندگی کا انکار کیا اسی لیے توبہ نہ کی اور آج بھی تم نہیں جانتے۔

سوال2: ایمان والے اور علم والے کیا جواب دیں گے؟

جواب: ایمان والے اور علم والے جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تم یوم قیامت تک ٹھہرے رہے۔ آج کا دن یہ قیامت کا دن ہے لیکن تم علم نہیں رکھتے تھے۔

سوال3: علم والے قیامت کے دن کیوں سمجھائیں گے؟

جواب: علم والے دُنیا میں بھی سمجھاتے ہیں خیر خواہی کے جذبے کی وجہ سے کل قیامت میں بھی احساس دلائیں گے۔

سوال4: کتاب اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔(2) اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔(3) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

سوال5: قیامت تک ٹھہرے رہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد پیدائش کے دن سے قیامت کے دن تک ٹھہرنا ہے۔

سوال6: لوگ کس بات پر یقین نہیں رکھتے تھے؟

جواب: قیامت کے آنے پر یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ مذاق اُڑانے کے لیے مطالبہ کرتے تھے کہ لے آؤ عذاب اگر تم سچے ہو۔

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾

''تو اُس دن جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا'' (57)

سوال1: ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''تو اُس دن جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا'' قیامت کے دن کوئی عذر قبول نہ ہوگا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَيَوْمَئِذٍ﴾ ''پھر اُس دن'' یعنی بعث کے دن۔
(2)﴿لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ﴾ ''اُن لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی'' اس دن اپنے رویوں کی غلطی کا احساس ہو جائے اور معذرت کرنا چاہیں تو معذرت قبول نہیں کی جائے گی نہ یہ موقع دیا جائے کہ توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب

سے بچ جائیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جنہوں نے کفر کیا آج معذرت نہ کرو یقیناً تم اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے۔'' (التحریم:7)

(4) ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ﴾ ''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا۔'' (المؤمن:52)

(5) ﴿وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''اور نہ اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا'' قیامت کے دن عذر کام نہیں آئیں گے، توبہ قبول نہ ہوگی یعنی وہ ہمیشہ عتاب میں رہیں گے۔

سوال 2: قیامت کے دن توبہ قبول کیوں نہیں کی جائے گی؟

جواب: توبہ دارالامتحان کے لیے ہے۔ جب غیب کا پردہ پھٹ جائے اس دن تو حقیقت سب پر کھل جائے گی۔ اُس دن اپنے رویوں کی غلطی کا احساس ہو جائے اور معذرت کرنا چاہیں تو معذرت قبول نہیں کی جائے گی نہ یہ موقع دیا جائے کہ توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔

﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر چکے ہیں اور یقیناً اگر آپ اُن کے پاس کوئی معجزہ بھی لائیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ضرور کہیں گے کہ تم یقیناً باطل پرست ہو'' (58)

سوال: ﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر چکے ہیں اور یقیناً اگر آپ اُن کے پاس کوئی معجزہ بھی لائیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ضرور کہیں گے کہ تم یقیناً باطل پرست ہو'' کافر ایمان لانے والے نہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم بیان کر چکے ہیں'' یعنی ہم نے بیان کی ہیں۔

(2) ﴿لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ ''اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں'' یعنی قرآن میں لوگوں کے لیے طرح طرح کی مثالیں دی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات ہوتا ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایسی مثالیں بیان کر دی جن سے اللہ تعالیٰ

کی ذات کا اثبات ہوتا ہے (ii) جن سے رسولوں کی سچائی کا اظہار ہوتا ہے (iii) جن سے شرک کی حقیقت کھلتی ہے (iv) جن سے آخرت کی حقیقت کھلتی ہے (v) جن سے زندگی کی حقیقت اور اس کا مقصد واضح ہوتا ہے۔

(3) ﴿وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن کے پاس کوئی معجزہ بھی لائیں'' یعنی آپ ﷺ ان کے پاس کوئی معجزہ لے آئیں جو اس بات کی دلیل ہو کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

(4) ﴿لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ﴾ ''تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ضرور کہیں گے کہ تم یقیناً باطل پرست ہو'' کافر حق کو باطل ہی کہیں گے کیونکہ ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور وہ جہالت میں بہت بڑھ گئے ہیں۔

(5) انسان جب حقیقت کا ایک بار انکار کر دیتا ہے تو اُس کے دل میں رکاوٹ آجاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ایمان لانے کی توفیق نہیں دیتے ایسے لوگوں کے سامنے نشانیاں پیش کی جائیں تو وہ جھوٹا قرار دیتے ہیں۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر تیرے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (یونس:96)

(7) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اُگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:261)

(8) ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ۙ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا حِيْنَۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان کی ہے؟ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' (ابراہیم:24-25)

(9) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۴۱) اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۴۲) وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (۴۳)﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا، دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے، اگر وہ جانتے ہوتے یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں اور وہ سب پر غالب کمال حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے ہی بیان کرتے ہیں۔ اور اُنہیں علم

رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔" (العنکبوت:41-43)

(10)﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ(۱) وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ(۲)﴾ "بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: "یہ ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔" (القمر:1-2)

﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

"اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتے" (59)

سوال 1: ﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتے" علم نہ رکھنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتا" اللہ تعالیٰ علم نہ رکھنے والوں کے دلوں پر اس طرح مہر لگا دیتا ہے کہ نہ بھلائی ان میں داخل ہو سکتی ہے، نہ وہ حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ کو چھوڑ دیتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کے دل کی صفائی ہو جاتی ہے (سیاہ دھبہ مٹ جاتا ہے) اور اگر وہ گناہ دوبارہ کرتا ہے تو سیاہ نکتہ مزید پھیل جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے، اور یہی وہ "رَانَ" ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت ﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ "ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے" (المطففین:14) میں کیا ہے۔" (ترمذی:3334)

(3) ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ(۱۷۱) اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ(۱۷۲)﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی صادر ہو چکا۔ یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی۔" (الصافات:171-172)

سوال 2: کسی کے دل پر کب مہر لگائی جاتی ہے؟

جواب: کسی کے دل پر اس وقت مہر لگا دی جاتی ہے جب اُس کا کفر اور سرکشی آخری حدوں کو پہنچ جاتی ہیں۔ اس کے بعد حق کی طرف جانے والے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں۔

﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾

"پس آپ صبر کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کو وہ لوگ ہرگز ہلکا نہ پائیں جو یقین نہیں رکھتے" (60)

سوال1:﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ ''پس آپ صبر کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کو وہ لوگ ہرگز ہلکا نہ پائیں جو یقین نہیں رکھتے'' نبی ﷺ کو دی جانے والی تسلی کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاصْبِرْ﴾ ''پس آپ صبر کریں'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ لوگوں کی مخالفتوں، دشمنیوں اور ایذاؤں پر صبر کریں۔ (الاساس:8/4296) (2)﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وعدہ سچا ہے۔

(3)اس میں کوئی شک نہیں یہ چیز صبر میں مدد دیتی ہے کیونکہ جب بندے کو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کا عمل رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ اس کا اجر اسے کامل طور پر مل جائے گا تو اسے اس راستے میں جو تکالیف اور مصائب پہنچتے ہیں وہ اسے معمولی نظر آتے ہیں اس کے لیے ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے اور اسے ہر بڑا اور زیادہ عمل کم نظر آتا ہے۔(سعدی:3/2086)

(4)﴿وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور آپ کو وہ لوگ ہرگز ہلکا نہ پائیں جو یقین نہیں رکھتے'' یعنی وہ لوگ آپ ﷺ کو ہرگز ہلکا نہ پائیں گے۔ جن کا ایمان کمزور اور یقین بہت کم ہے، بنابریں ان کی عقل بہت خفیف اور ان میں صبر بہت کم ہے۔ پس یہ لوگ آپ ﷺ کو ہرگز کمزور نہ پائیں آپ ان سے بچتے رہیں اور ان کی پرواہ نہ کریں ورنہ وہ آپ کو بہت کمزور اور ہلکا سمجھیں گے اور آپ کو اوامر و نواہی میں عدم ثبات پر محمول کریں گے۔ اس بارے میں نفس ان کی معاونت کرتا ہے اور مشابہت اور موافقت تلاش کرتا ہے۔'' (سعدی:3/2086)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کو کس چیز پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا؟

جواب:(1)لوگوں کی مخالفت پر۔(2)لوگوں کی دشمنی پر۔(3)لوگوں کے طعنوں اور تکلیف دہ باتوں پر۔

سوال3: آپ ﷺ کو لوگ ہلکا نہ کریں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو یقین نہ رکھنے والے لوگ غصہ دلا کر صبر و تحمل ترک کرنے کے لیے مجبور نہ کریں۔

(2) آپ ﷺ حق پر ڈٹے رہیں، ثابت قدمی اختیار کریں۔

اٰیاتها ۳۴ ۳۱ سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ ۵۷ رکوعاتها ۴

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 34 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 31 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 57 ہے۔

رکوع نمبر 10

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم''(1)

سوال:﴿الٓمّٓ﴾''الم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معانی اور مراد کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾

''یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں''(2)

سوال1:﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾''یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں'' کتاب حکمت والی ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾''یہ کتاب کی آیات ہیں'' یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی آیات ہیں۔

(2)﴿الْحَكِيْمِ﴾''حکمت والی'' یعنی کمال حکمت والی کتاب، محکم کتاب ہے۔

(3) یہ کتاب اپنے احکامات، اپنے معالجات میں، اپنی آیات کی ترتیب میں، سورتوں کی ترتیب میں، اپنے الفاظ میں، مخاطب کرنے کے طریقے میں اور اس میں جو آیات ہیں، جو کچھ بوجوہ بیان کیا گیا، اپنے الفاظ کی روانی میں مثلی کہ زماں ومکاں میں فرق آ گیا، ہر چیز کو اپنی جگہ رکھنے میں، اور جو اس کتاب کے حامل ہیں انہیں ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنے کے قابل بنانے میں حکمت والی ہے۔(الاساس فی التفسیر:4309/8)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی آیات کے محکم ہونے سے کیا مراد ہے، وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ ان آیات کی تعظیم کے لیے ان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محکم آیات ہیں جو ایک حکمت والی اور باخبر ہستی سے صادر ہوئی ہیں۔ان آیات کے محکم ہونے سے مندرجہ ذیل امور مراد ہیں(i) یہ آیات نہایت واضح جلیل ترین اور فصیح ترین الفاظ میں آئی ہیں جو نہایت جلیل القدر اور بہترین معانی پر دلالت کرتی ہیں۔(ii) یہ آیات تغیر وتبدل، کمی بیشی اور تحریف سے محفوظ ہیں۔(iii) ان آیات میں گزشتہ زمانے اور آنے والے زمانے کے واقعات اور امور غیبیہ کے بارے میں خبریں دی گئی ہیں۔وہ واقعات کے مطابق اور واقعات ان کے مطابق ہیں۔کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے ان اخبار کی مخالفت نہیں کی۔اب تک کوئی علمی، حسی یا عقلی تحقیق ان امور کے متناقض نہیں جن پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں۔(iv) ان آیات نے جس چیز کا بھی حکم دیا ہے وہ خالص یا راجح مصلحت

پر مبنی ہوتی ہے اور جن امور سے روکا ہے وہ واضح یا راجح مفاسد پر مبنی ہوتے ہیں۔ بہت سے معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی حکمت اور ان کے فوائد کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح کسی چیز سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ضرر اور مفاسد سے آگاہ کیا ہے۔(v) قرآن کریم کی آیات میں ترغیب وترہیب اور مواعظ بلیغہ اس انداز میں جمع ہیں کہ نیک نفس لوگ اس کے ذریعے سے اعتدال اختیار کرتے ہیں، اس کو اپنا فیصل بناتے ہیں اور نہایت جزم واحتیاط کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کی آیات، اس کے قصص اور احکامات وغیرہ میں تکرار پایا جاتا ہے مگر ان کے مضامین میں اتفاق ہے اور ان میں کوئی تناقض اور کوئی اختلاف نہیں۔ صاحب بصیرت جتنا زیادہ اس کے اندر تدبر اور غور وفکر کرتا ہے اس کی آیات واحکام میں توافق وتطابق کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے اس کو یقین ہو جاتا ہے جس میں شک وریب کا کوئی شائبہ نہیں کہ یہ قرآن حکمت والی اور قابل تعریف ہستی کی طرف سے ہے۔ وہ حکمت سے لبریز ہے، وہ تمام اخلاقِ کریمہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور بُرے اخلاق سے روکتا ہے مگر اکثر لوگ اس کی راہ نمائی سے محروم ہیں اس پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے روگردانی کرتے ہیں البتہ وہ لوگ روگردانی نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز کر کے روگردانی سے بچایا۔ وہ اپنے رب کی عبادت میں احسان سے کام لیتے ہیں اور اس کے بندوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں۔ (سعدی: 2088,2087/3)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے بارے میں کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ یہ حکمت بھری کتاب کی آیات ہیں یعنی کتاب میں حکمت ہے۔ ان آیات میں حکمت ہے۔

﴿هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ﴾

''نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے''(3)

سوال 1: ﴿هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے'' قرآن مجید اخلاص والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿هُدًى﴾ ''ہدایت'' قرآن مجید ہدایت ہے ان کے لیے جو احسان کی صفت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب ان کی ہر معاملے میں راہ نمائی کرتی ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پہنچتے ہیں اور ہر تاریکی اور عذاب سے نکل آتے ہیں حیرت اور شک جیسا کوئی عذاب نہیں۔ (الاساس فی التفسیر: 4309/8)

(2) یہ کتاب ہدایت ہے سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور جہنم کی راہوں سے بچاتی ہے۔

(3) ﴿وَّرَحْمَةً﴾ ''اور رحمت'' یہ کتاب رحمت ہے اس کے ذریعے گمراہی اور بدبختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے ذریعے خیر کثیر نصیب ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سکون اطمینان اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ قرآن کے ذریعے دنیا اور آخرت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

(4)﴿لِّلْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کے لیے'' جو اپنے رب کی عبادت اخلاص سے کرتے ہیں جس میں شرک اور ریا کاری نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی عبادت کی کیفیات اور ان کے افعال اور ادائیگی کی پیروی کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1173,1172)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اور احسان کے متعلق پوچھا (مَا الْإِحْسَانُ؟) آپ ﷺ نے فرمایا:﴿أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ﴾ احسان یہ کہ ''تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔'' (بخاری:50)

سوال2: محسنین سے کون لوگ مراد ہیں؟ وہ کیسے کام کرتے ہیں؟

(1) محسن وہ ہے جو علم کامل یعنی یقین محکم رکھتے ہیں۔(2) محسن یعنی مخلص وہ ہیں جو شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عمل کرتے ہیں جو عمل اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف کا موجب ہے اس لیے وہ اس کی نافرمانیوں کو ترک کرتے ہیں۔(سعدی:2088/3)

(3) فرائض اور سنتوں کے ساتھ نفل نمازیں بھی پڑھتے رہتے ہیں۔

(4) اور حق تعالیٰ نے ان پر جو زکوٰۃ فرض کردی ہے اسے مستحق لوگوں کو برابر ادا کرتے ہیں۔

(5) صلہ رحمی قائم رکھتے ہیں، عزیزوں سے تعلقات میں کشیدگی پیدا نہیں ہونے دیتے۔

(6 آخرت کی جزا کا یقین کر کے ثواب کی خاطر ذوق وشوق سے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب رہتے ہیں۔(7) ریا کاری سے بچتے ہیں۔

(8) نہ عملوں کا لوگوں سے بدلہ طلب کرتے ہیں اور نہ شکریہ کے امیدوار رہتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1535/2)

سوال3: یہ کتاب کیا کام کرتی ہے؟

جواب:(1) یہ کتاب محسنین کے لیے ہدایت بنتی ہے۔(2) یہ کتاب محسنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے۔

سوال4: یہ کتاب احسان کرنے والوں کے لیے کیسے ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے؟

جواب:(1) یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کہ پہلے نماز قائم کر کے رب سے جڑ جاؤ۔

(2) یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کہ زکوٰۃ ادا کرو اور اس کے ذریعے اہل ایمان کے دل جوڑ دو۔

(3) یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کہ آخرت کے لیے زندگی گزارو۔

سوال5: احسان کسے کہتے ہیں؟

جواب:(1) احسان کا لفظ ''حسن'' سے ہے۔اس کا مطلب ہے نیکی کے کاموں کو احسن طریقے سے انجام دینے والا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی خلوص سے عبادت کرنے والا، عبادت میں خشوع وخضوع کرنے والا۔

(3) والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والا۔

(4) مستحقین اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا۔

﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾

''جولوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں''(4)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾''جولوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں''، محسنین، مخلصین کی صفات کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾''جولوگ نماز قائم کرتے ہیں''، محسن، مخلص وہ ہیں جو پانچ نمازیں شرائط اور ان کے ارکان کی پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس کی سنن واجبہ اور مستحبات کو پورا کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1173)

(2) نماز اخلاص، اللہ تعالیٰ سے مناجات، قلب وزبان اور جوارح کے تعبُّد عام کو شامل ہے اور باقی اعمال میں معاون ہے۔(سعدی:2088/3)

(3) نماز کو خلوص اور خشوع کے ساتھ ادا کرنے سے نماز کی حکمت نصیب ہوتی ہے جس کا اثر بندے کے شعور اور طرز عمل پر مرتب ہوتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوتا ہے۔یہی اخلاص ہدایت اور کامیابی کا سبب بنتا ہے۔

(4) نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور بندے کا حقیقی تعلق قائم ہوجاتا ہے۔اسی اُنس سے مٹھاس پیدا ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان رب کی رضا کے لئے ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے رب کی رضا کے لیے کام کرنے والا ہی ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

(5)﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾''اور زکوۃ ادا کرتے ہیں''یعنی وہ اپنے اموال کی زکوۃ نکالتے ہیں سونے چاندی، سامان تجارت، کھیتی سے کھجور زیتون اور دوسری اجناس، بکریوں، گائیوں اور اونٹوں وغیرہ سے۔(ایسر التفاسیر:1173)

(6) زکوۃ ادا کرنے والا بری صفات سے پاک ہوجاتا ہے مثلاً حرص اور بخل پر قابو پالیتا ہے۔

(7) زکوۃ کی وجہ سے انسان اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے اس طرح بندہ اسلام کے نظام کا حصہ بن کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

(8) زکوۃ کی وجہ سے بندہ مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہے ان کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

(9) زکوۃ یہ واضح کردیتی ہے کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی محبت کو مال کی محبت پر ترجیح دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے محبوب مال کو خرچ کرتا ہے۔(10)﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾''اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کے جزا اور ثواب کے وعدوں پر یقین رکھتے ہے۔

(12)(i) آخرت پر یقین تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔(ii) اس سے انسان کا شعور روشن اور دل بیدار ہوتا ہے۔(iii) انسان کی نظریں دنیا سے بہت

آگے آخرت پر ہوتی ہیں اس لیے دنیا کے عارضی سامان کے مقابلے میں انسان کی نظریں بہت بلند ہو جاتی ہیں۔ یوں انسان کی نظریں رب پر لگ جاتی ہیں تو انسان کے اعمال میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

سوال 2: نماز محسنین کے لیے کیسے ذریعۂ ہدایت بنتی ہے؟

جواب: (1) نماز کو خلوص اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنے سے نماز کی حکمت اور اس کا اثر انسانی شعور اور انسانی طرز عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوتا ہے یہی اخلاص ہدایت کا اور کامیابی کا سبب بنتا ہے۔

(2) نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور بندے کا حقیقی تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اسی اُنس سے مٹھاس پیدا ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان رب کی رضا کے لیے ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ رب کی رضا کے لیے کام کرنے والا ہی ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

''یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (5)

سوال 1: ﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ''یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' مخلص لوگوں کے لیے کامیابی کی بشارت ہے، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰئِكَ﴾ ''یہی لوگ'' یعنی مخلص لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں نماز ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

(2) وہ لوگ جو کامل علم رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں۔

(3) ﴿عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں'' وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ انہیں ایک واضح اور روشن راستہ مل گیا ہے جس پر وہ سوچ سمجھ کر ثابت قدمی سے چل رہے ہیں۔

(4) ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' جن لوگوں نے آگ سے نجات پائی۔

(5) جنہوں نے اپنے رب کی رضا، اس کے دنیاوی اور اخروی ثواب کو پالیا اور اس کی ناراضی اور عذاب سے بچ گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فلاح کے راستے پر گامزن ہو گئے جس کے سوا فلاح کا کوئی اور راستہ نہیں۔ (سعدی: 2088/3)

جو لوگ جنت میں نیک لوگوں کے ساتھ داخل ہوں گے۔ الٰہی! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما دینا تو کریم ہے، رحیم ہے، عظیم ہے۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا، دوزخ نے کہا، مجھ میں بڑے بڑے زور آور اور مغرور لوگ داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا، مجھ میں ناتواں اور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ

سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں جس کو چاہوں گا تجھ سے عذاب دوں گا اور جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے۔ میں جس پر چاہوں گا تجھ سے رحم کروں گا اور تم دونوں کو بھر دیا جائے گا۔'' (مسلم:7172)

سوال 2: ''یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' کی وضاحت کریں۔

جواب: (1) جن لوگوں نے رب کی ہدایت کے راستے کو اختیار کر لیا اُنہوں نے کامیابی کے راستے کو اختیار کر لیا۔

(2) کامیاب وہ ہے جو اپنے کام کو اپنے مشن کو پورا کر دے انسان کا دنیا میں کام رب کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا ہے۔ معاشرت، معیشت، سیاست اور زندگی کے ہر میدان میں جو انسان اپنی زندگی میں رب کی ہدایت پر گامزن ہو گیا وہ کامیاب ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' (6)

سوال 1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' غافل کر دینے والی مصروفیات اللہ تعالیٰ کے راستے کو گم کروا دیتی ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو'' لوگوں میں سے کوئی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے چھوڑ دیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے محروم ہے۔

(2) ﴿يَّشْتَرِيْ﴾ ''خریدتا ہے'' یعنی جو خود اسے اختیار کرتا ہے اور لوگوں کو اس میں خرچ کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔

(3) ﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ ''غافل کر دینے والی بات'' یعنی دلوں کو غافل کرنے اور ان کو جلیل القدر مقاصد سے روکنے والے قصے کہانیاں۔ اس آیتِ کریمہ میں ہر محرم کلام، ہر قسم کی لغویات، ہر قسم کے باطل ہذیانی اقوال جو کفر و فسوق اور عصیان کی ترغیب دیتے ہیں، ان لوگوں کے نظریات جو حق کو ٹھکراتے ہیں اور باطل دلائل کے ساتھ حق کو نیچا دکھانے کے لیے جھگڑتے ہیں، غیبت، چغلی، جھوٹ، سب و شتم، شیطانی گانا بجانا اور غفلت میں مبتلا کرنے والے قصے کہانیاں جن کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں داخل ہیں۔ لوگوں کی یہ صنف ہدایت کی باتوں کو چھوڑ کر کھیل تماشوں پر مشتمل قصے کہانیاں خریدتی ہے۔ (سعدی:2089/3)

(4) یعنی وہ باتیں جو خیر اور معروف کاموں سے روک دیتی ہیں اور وہ ہے گانا بجانا۔ (ایسر التفاسیر:1173)

(5) جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''لہو'' وہ چیز جس سے انسان لذت لیتا ہے پھر وہ اسے غافل کر دیتی ہے۔ پھر وہ روک لیتی ہے۔ (التعریفات:204)

(6) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہر لہو'' باطل ہے جب انسان اس میں مشغول ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے رک جاتا ہے۔ (فتح الباری:93/11)

(7) لہو ولعب کے نقصانات: (i) لہو ولعب آہستہ آہستہ بندے کا تعلق اپنے رب سے ایسے کاٹ دیتے ہیں جہاں سے اسے محسوس بھی نہ ہو۔ (ii) لہو ولعب میں مشغول رہنے والا شیطان کے گھیرے میں آجاتا ہے اور رحمٰن کے ذکر سے دور چلا جاتا ہے۔ (iii) لہو مسلمان کو باطل کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ (iv) لہو ولعب مال کے ضیاع اور ناحق خرچ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ (v) لہو مسلمان کے وقت کو بے فائدہ کاموں میں لگواتے ہیں اور اسے اطاعت اور بھلائی کے کاموں سے روک لیتے ہیں۔ (vi) لہو قلب میں نفاق کی کھیتی بو دیتا ہے اور اس کو شیطان نشوونما دیتا ہے اور اس کو خوب صورت اور مزین بناتا ہے حتیٰ کہ وہ خالص منافق بن جاتا ہے۔ (نعرۃ التعیم:5539/11)

(8) اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''قسم اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد گانا اور راگ ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ'' اس سے مقصد گانا اور راگ راگنیاں ہیں'' یہی قول سیدنا ابن عباس، سیدنا جابر رضی اللہ عنہم، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب، ولی بن ہزیمہ رحمہم اللہ کا ہے۔

(9) امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے باجوں گاجوں کے بارے میں اتری ہے

(10) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہی نہیں ہے جو اس لہو ولعب میں پیسے خرچ یہاں مراد خرید سے، اسے محبوب رکھنا اور پسند کرنا ہے۔ (ابن کثیر:188/4)

(11) ﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے'' یعنی اپنے فعل میں خود گمراہی کا راستہ اختیار کر کے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ اس کا گمراہ کرنے کا عمل خود اس کی اپنی گمراہی سے جنم لیتا ہے۔ اس کا اس لہو الحدیث سے گمراہ کرنے سے مراد اس کا فائدہ مند بات، عمل نافع، حق مبین اور صراطِ مستقیم سے روکنا ہے اور یہ سب اس وقت تک اس کے لیے تکمیل نہیں پاتا جب تک کہ وہ ہدایت اور حق میں (جسے اللہ تعالیٰ کی آیات لے کر آئی ہیں) جرح وقدح نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہیں اڑاتا یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور ان کو لانے والے کا تمسخر اڑاتا ہے۔ جب ایسے شخص میں باطل کی مداح، اس کی ترغیب، حق میں جرح وقدح، حق اور اہلِ حق کے ساتھ استہزاء وتمسخر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو وہ بے علم آدمی کو گمراہ کرتا ہے اور اسے ایسی بات بیان کر کے دھوکا دیتا ہے، جس میں گمراہ شخص امتیاز کر سکتا ہے نہ اس کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے۔ (سعدی:2090,2089/3)

(12) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں بے حیائی پھیلے بلاشبہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور

اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (النور:19)

(13) ﴿وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا﴾ ''اور اس (اللہ تعالیٰ کی راہ) کا مذاق بنائے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے راستے اسلام کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کا مومنوں کا اور آیات کا مذاق اڑاتے ہیں وہ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے، جہالت سے تمسخر اڑاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1174)

(14) یعنی گانا بجانا اس لیے اچھا سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر میں اس بہانے سے اپنی راہ سے رک جانا لکھا ہے اسی پر۔

(15) ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' دردناک عذاب کا سبب یہ ہے کہ وہ خود گمراہ ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا اور واضح طور پر انہیں جھٹلایا۔

(16) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''گانے والی لونڈیوں کو مت بیچو اور ان کو گانا مت سکھاؤ ان کی تجارت بہتر نہیں اور ان کی قیمت حرام ہے اور اسی باب میں اتری ہے یہ آیت: ومن الناس سے آخر تک یعنی بعض آدمی ایسا ہے کہ خریدتا ہے کھیل کی بات کو تاکہ گمراہ کرے اللہ کی راہ سے۔'' (جامع ترمذی:3195)

(17) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اللہ کی قسم انہوں نے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا کاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے اور کچھ متکبر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی صبح وشام لائیں گے اور لے جائیں گے، ان کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ ٹالنے کے لیے اس سے کہیں گے کہ کل آنا لیکن اللہ تعالیٰ رات کو ان کو (ان کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کر دے گا پہاڑ کو (ان پر) گرا دے گا اور ان میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سؤر کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔'' (صحیح بخاری:5590)

(18) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے میرے رب عزوجل نے باجوں گاجوں، مزامیر، بتوں اور صلیبوں اور امر جاہلیت کو مٹانے کا حکم دیا ہے اور میرے عزت اور بزرگی والے رب نے قسم کھائی ہے کہ مجھ کو میری عزت کی قسم میرے بندوں میں سے کوئی بندہ شراب کا ایک گھونٹ نہیں پئے گا مگر میں اس کو اس کی مانند پیپ سے پلاؤں گا اور جو میرے خوف کی وجہ سے اس کو چھوڑے گا مگر میں اس کو پاکیزہ حوضوں سے پلاؤں گا۔ (مشکوٰۃ:3486/20)

(19) سیدنا ابوعامر یا سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کر لیں گے۔'' (بخاری:5590)

(20) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرج (ایک گاؤں ہے ۷۸ میل پر مدینہ سے) مقام پر جا رہے تھے کہ اچانک سامنے سے ایک شاعر گزرا جو شعر پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شیطان کو پکڑ لو، یا فرمایا: ''اس

شیطان کو (اس کام سے) روکو، اگر کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو تو یہ بات اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ اس کا پیٹ (یعنی دماغ) شعروں سے بھرا ہو۔" (مسلم:5895)

(21) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پئیں گے اور گانے والیاں ساز بجا کر گانے سنائیں گی، تو اللہ تعالیٰ انہیں (اس جرم کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دے گا۔" (ابن ماجہ:4020)

(22) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو طرح کی آوازوں پر دنیا میں بھی (اللہ تعالیٰ کی) لعنت ہے اور قیامت کے دن بھی ان پر پھٹکار ہوگی، (پہلی قسم کی آواز) خوشی کے وقت مزمار (یعنی بانسری اور دیگر آلات موسیقی) کی آواز اور (دوسری قسم کی آواز) مصیبت کے وقت بین کرنا۔" (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی:427)

(23) سیدنا محمد بن حامد جحمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حرام اور حلال (نکاح) کے درمیان فرق صرف دف بجانے اور اعلان کرنے کا ہے۔" (ترمذی:1088)

(24) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دوزخیوں کی دو قسمیں میں نے نہیں دیکھیں، ایک تو وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے، ان سے وہ لوگوں کو (اپنی دھاک بٹھانے کے لیے) ماریں گے اور دوسری قسم ان عورتوں کی جنہوں نے لباس تو پہنا ہوگا لیکن وہ ننگی ہوں گی (یعنی وہ لباس مختصر، باریک اور تنگ ہوگا)، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔ ان کے سر بخت نصر کے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں جائیں گے اور نہ انہیں اس کی خوشبو نصیب ہوگی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اتنے فاصلے تک مہکتی ہوگی۔ (مسلم:5582)

سوال 2: میوزک کے بارے میں اسلام کا کیا مؤقف ہے وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) منتخب کنز العمال میں ہے ابو ملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب شیطان زمین پر اترا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے میرے رب! تو نے مجھے زمین پر اتار دیا اور مجھے مردود ٹھہرایا میرا کوئی گھر مقرر کر؟ فرمایا: غسل خانہ۔ بولا میرے بیٹھنے کی جگہ کونسی ہوگی؟ فرمایا: بازار اور چوک۔ کہنے لگا میرا کھانا؟ فرمایا: وہ کھانا جسے کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ بولا اور میرے پینے کی چیز کیا ہوگی؟ فرمایا: ہر نشہ آور چیز۔ کہنے لگا میرا ڈھنڈورچی، اعلان کرنے والا کون ہوگا؟ فرمایا: باجے۔ بولا میری تلاوت مقرر فرما دیجئے۔ فرمایا: برے شعر۔ شیطان نے کہا میری تحریر کیا ہوگی؟ فرمایا: انسانی جسم میں گود کر اس میں سرمہ بھرنا۔ بولا میری باتیں؟ فرمایا: جھوٹ کہا میرا پیغام رساں کون ہوگا؟ فرمایا: نجومی۔ کہا میرا اجال کون سا ہوگا؟ فرمایا: عورتیں۔ (مسند احمد:1241)

(2) میوزک جادو کی طرح انسان پر غلبہ پانے والی چیز ہے جیسے جادو غلبہ پاتا ہے لیکن جادو کا انسان کو پتہ نہیں چلتا میوزک کا پتہ چلتا ہے وہ

میوزک کو برتتا ہے، اس کو انجوائے کرتا ہے اور میوزک کے اثرات مرتب ہوتے ہیں لیکن اثرات ایک جیسے ہیں۔ میوزک کے اثرات زیادہ سخت قسم کے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔'' (بخاری:5146) جیسے جادو کا اثر ہوتا ہے ایسے ہی کسی کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جو ہمیں اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے۔ یہ آواز کا سحر ہے، جادو ہے کسی کی باتیں اتنی اچھی لگتی ہیں جیسے قرآن حکیم میں آتا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو پسند آتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ (جھگڑے میں) سخت جھگڑالو ہے۔'' (البقرہ:204)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو طرح کی آوازوں پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور قیامت کے دن بھی ان پر پھٹکار ہوگی۔ پہلی قسم کی آواز لحن اور سُروں سے گانا اور دوسری قسم کی آواز مصیبت کے وقت بین کرنا ہے۔''
(سلسلہ احادیث صحیحہ:427)

(4) اسی طرح سے میوزک اور گانے بجانے والوں کو ملعون قرار دیا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو آدمی گانے بجانے کا کام کرے یا اس کا اپنے گھر پر اہتمام کرے شادی پر یا کسی اور موقع پر ان دونوں پر لعنت ہے گانے والے پر بھی، اہتمام کرنے والے پر بھی۔'' (بیہقی)

(5) اسلام نے میوزک کو شیطانی اور بے ہودہ کام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک بار ایک گانے والی عورت گا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب یہ گا رہی تھی تو شیطان اس کے دونوں نتھنوں میں پھونک مار رہا تھا جیسے پھونکنی سے لکڑیوں کی آگ جلانے کے لیے اس کو بھڑکایا جاتا ہے ایسے ہی نتھنوں میں پھونک مار کے شیطان اور زیادہ شہوت کو ابھارتا ہے۔'' (مسند احمد)

(6) میوزک شیطانی آواز ہے۔ (i) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھنٹا شیطان کا باجا ہے۔ (مسلم) (ii) جب نبی ﷺ غزوہ بدر کے لیے نکلے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں اتار دیجائیں۔ (نسائی، ابن کثیر)

(7) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا لہو الحدیث سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے تین بار زور دے کر کہا: ''اللہ کی قسم وہ گانا بجانا ہے، اللہ کی قسم وہ گانا بجانا ہے، اللہ کی قسم وہ گانا بجانا ہے۔'' (ابن کثیر:4/188)

(8) یزید بن ولید کا قول ہے انہوں نے نصیحت کے طور پر کہا: اے بنو امیہ! راگ سے دور رہو کیونکہ اس سے شرم و حیا ختم ہو جاتی ہے، جنسی ہیجان بڑھتا ہے، وقار اور عزت ختم ہو جاتی ہے۔ شراب سے پیدا ہونے والی قباحتیں راگ سے پیدا ہوتی ہیں اگر تم اس قباحت سے باز نہیں آ سکتے تو کم از کم یہ ضرور کرو کہ تمہارا راگ عورتوں کے کانوں تک نہ پہنچے کیونکہ یہ زنا کا زبردست سبب ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

(9) میوزک باعثِ عذابِ الٰہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو گانے بجانے کی مجلس میں بیٹھے گا قیامت کے روز اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔'' (العلل المتناہیہ:2/300) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت

کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پئیں گے اور گانے والیاں ساز بجا کر گانے سنائیں گی، تو اللہ تعالیٰ انہیں (اس جرم کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دے گا۔" (ابن ماجہ:4020)

سوال 3: کامیڈی (استہزاء) اور مجالس استہزاء کے بارے میں اسلام کے موقف کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت کا فرمان ہے ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی دوسرے کا مذاق نہ اُڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ایک دوسرے کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ ہی اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد برا نام (پکارنا) بہت بری بات ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں سو وہی ظالم ہیں۔" (الحجرات:11)

(2) ﴿وَلَا تَلْمِزُوا﴾ لمز سے مشتق ہے اور لمز کہتے ہیں زبان کے ساتھ کسی کو طعن کرنے کو اور مراد یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی کسی کو برے عیب نہ لگائے اور ﴿تَنَابَزُوا﴾ سے مراد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی کو برے لقب سے نہ پکارے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ "ہلاکت ہے ہر طعنہ دینے والے، عیب نکالنے والے کے لیے۔" (الھمزۃ:1)

(3) "کسی آدمی کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔" (مسلم:2564)

(4) "تکبر کہتے ہیں حق کو قبول نہ کرنے اور لوگوں کو حقیر خیال کرنے کو۔" (مسلم:91)

(5) بعض لوگ حاضرین مجلس کو ہنسانے کے لیے کوئی نہ کوئی کام کرتے ہیں خواہ مزاح ہو یا استہزا ایسے لوگ فرضی قصے، بے حیائی کی باتیں، اور بے ہودہ گوئی کرتے ہیں۔ کبھی کسی شخص کو نشانہ بناتے ہیں اور اس کی نقلیں اتارتے ہیں ان کی چال چلتے ہیں اور ان جیسی آوازیں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو ہنسایا جائے ﴿إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا يَهْوِي بِهَا سَبْعِينَ خَرِيفًا فِي النَّارِ﴾ "بے شک کوئی شخص ایک کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس کے بولنے میں وہ کوئی حرج محسوس نہیں کرتا لیکن اس کے سبب آگ میں ستر برس گرتے رہنے کے برابر گر جاتا ہے۔" (ترمذی:2314)

(6) "اس شخص کے لیے بربادی ہے جو کوئی بات کرتے ہوئے اس غرض سے جھوٹ بولتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے، اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔" (ابوداؤد:4990)

(7) کامیڈی یعنی لوگوں کا مذاق اڑانے والا اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اس کے غضب کو آواز دے کر لوگوں کو راضی کرنے کے لیے ہنساتا ہے اور اپنی عزت اور وقار کھو بیٹھتا ہے۔

(9) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جس کا ہنسنا اور مسکرانا بڑھ جائے اس کی ہیبت کم ہو جاتی ہے، جو مزاح کرتا رہتا ہے اسے حقیر سمجھا جاتا ہے،

جو شخص کوئی کام کثرت سے کرے وہ اس کی علامت اور پہچان بن جاتی ہے اور وہ اس چیز سے پہچانا جاتا ہے، جس کا کلام زیادہ ہو جائے اس کی لغزشیں اور شرمندگی بھی بڑھ جاتی ہے اور جس کی شرمندگی و لغزشیں کثرت سے ہوں اس میں حیاء کم ہو جاتی ہے اور جس میں حیاء کم ہو جائے اس کا تقویٰ و پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اور جس کی پرہیزگاری کم ہو جائے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔

(10) زیادہ ہنستے رہنا آخرت سے غافل ہونے کی دلیل ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہیں وہ کچھ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسنے لگو اور زیادہ رونے لگو۔'' (بخاری: 4621)

(11) ﴿وَيَقُولُونَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً إِلَّآ أَحْصٰهَا﴾ ''اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے نہ چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے'' (الکہف: 49) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ صغیرہ اور چھوٹی چیز سے مراد ہے مؤمن کے ساتھ کیے جانے والے استہزاء پر تبسم کے انداز میں مسکرانا اور کبیرہ و بڑی چیز سے مراد ہے استہزاء مؤمن پر قہقہہ مار کر ہنسنا۔

(12) اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ (29) وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ (30) وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ (31) وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ (32) وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ (33) فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ (34) عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ (35) هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (36)﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے اور جب وہ اُن کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے اور جب اُنہیں دیکھتے تو کہتے: ''یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں'' حالانکہ وہ اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ سو آج جو لوگ ایمان لائے ہیں، کافروں پر ہنستے ہیں۔ تختوں پر بیٹھے وہ دیکھ رہے ہیں۔ کیا کافروں کو بدلہ مل گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟'' (المطففین: 29-36) کبھی استہزاء داڑھی اور پردے وغیرہ کے متعلق ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ایک مجلس میں کسی شخص نے کہا: میں نے ان قراء (قرآن کے قاری) حضرات جیسا عجیب شخص کوئی نہیں دیکھا جو اپنے پیٹوں میں بہت رغبت رکھتے ہوں۔ زبانوں میں بہت جھوٹے ہیں اور دشمن سے ملاقات کے وقت بہت بزدل ثابت ہوتے ہیں۔ اس کی یہ باتیں سن کر ایک دوسرا شخص اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا: تو جھوٹ بول رہا ہے بلکہ تو تو منافق محسوس ہوتا ہے میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور بتلا کے آتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ملی اور قرآن پاک بھی نازل ہوا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو خود دیکھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی اونٹنی کے پاس کھڑا ہے پالان کسنے والا چوڑا تسمہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہے نیچے سے پتھر اس کے پاؤں کو زخمی کر رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے کہ: اے اللہ کے پیغمبر! ہم تو بس یونہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے اور آپ ﷺ اسے یہ کہتے چلے جا رہے ہیں: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا

نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ''اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ درحقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو ایک گروہ کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔'' (توبہ:65،66)

(13) علمائے کرام کہتے ہیں کہ مومنوں کے ساتھ استہزاء کو، اللہ تعالیٰ، آیات قرآنیہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزاء شمار کیا گیا ہے۔
(ابن ابی حاتم:6/1929،1930)

(14) ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ ''تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اس استہزاء والے قول کی بنا پر کافر ہو چکے ہو اور اگر اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کو کچھ دیر کے لیے معاف کر دے تو، سب کے سب کو پھر بھی معاف نہیں کرے گا تم میں سے کسی نہ کسی کو عذاب پہنچتا ہی رہے گا کیونکہ تم اس فسق و فجور سے بھرپور اور گناہ سے بھرا ہوا قول ظاہر کر کے عظیم مجرم بن چکے ہو۔'' (تفسیر ابن کثیر:2/381،382)

سوال 4: خوش طبعی اور مزاح کے بارے میں اسلام کے موقف کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: ہنسی مزاح میں بسا اوقات خوش طبعی قلبی انشراح یقیناً موجود ہوتا ہے لیکن اس پر ہمیشگی و دوام اختیار کرنا مذموم خصلت ہے کیونکہ اس میں وقت بے کار جاتا ہے اور کھیل تماشے کی صورت بن کر آدمی ہمیشہ اس میں مشغول رہتا ہے اور ایسا شخص ہر وقت اس حالت پر بھی قائم نہیں رہ سکتا بلکہ بعض اوقات وہ حرام باطل اور مکروہ کام کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے نیز مزاح پر ہمیشگی و مواظبت کا نتیجہ ہر وقت ہنستے رہنے کی صورت میں سامنے آتا ہے اور یہ اکثر ہنستے رہنا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور خوف و ڈر ذہن سے ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ لڑائی جھگڑا وغیرہ تو اس لیے منع ہے کہ اس میں تکلیف و ضرر ہے کیونکہ اس کے ساتھ مدمقابل بھائی یا دوست کو جھوٹا کہنا پڑتا ہے اسے جاہل کہنا پڑتا ہے لیکن مزاح میں تو خوش طبعی، فرحت قلبی اور انشراح صدر وغیرہ جیسے مقاصد ہیں کسی کو اذیت نہیں دی جاتی تو اس سے کیوں منع کر دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے! مزاح ہر وقت کرتے رہنا اور اس پر ہمیشگی اختیار کرنا منع ہے اخلاقیات اور تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے اگر کبھی کبھار ہو جائے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔ ہمیشگی سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ کھیل تماشے کی ایک صورت ہے کھیل کود مباح ضرور ہے لیکن اس پر ہمیشگی کرنا مذموم خصلت ہے اور اکثر اس خصلت کو اپنائے رکھنا زیادہ ہنستے رہنے کا باعث ہے اور کثرت سے ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ بعض اوقات و حالات میں کسی کے دل میں یا اپنے دل میں کینہ و بغض پیدا کر دیتا ہے اور ہیبت و وقار کا جنازہ نکال دیتا ہے، تاہم جس مزاح میں ایسے نتائج سامنے نہ آئیں وہ مذموم بھی نہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ﴿اِنِّیْ لَاَمْزَحُ وَلَآ اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا﴾ ''یقیناً میں بھی مزاح اور خوش طبعی کر لیتا ہوں لیکن کہتا وہی ہوں جو حق اور سچ ہو۔'' (الاحیاء:127/3)

سوال 5: کیا نبی ﷺ مزاح کرتے تھے واضح کریں؟

جواب (1) نبی ﷺ خوش طبعی اور مزاح کر لیتے تھے لیکن سچ کہتے تھے۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کی درخواست کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا''، اس آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بھلا اونٹ کو اونٹنی کے سوا کوئی اور بھی جنتی ہے؟'' یہ آپ ﷺ کا اس سے ایک مزاح اور خوش طبعی کا انداز تھا۔ (ترمذی:1991)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر اخلاق حسنہ کے مالک تھے، میرا ایک بھائی تھا جسے ہم ابوعمیر کہا کرتے تھے راوی کہتے ہیں کہ غالباً انہوں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اس نے ابھی کچھ عرصہ پہلے ماں کا دودھ پینا ختم کیا تھا اس نے ایک نغیر نامی پرندہ یعنی چڑیا کا بچہ پال رکھا تھا، وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ جب اس کے پاس جاتے تو ازراہ خوش طبعی فرماتے ﴿یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ﴾ ''اے ابوعمیر! نغیر کا کیا بنا۔'' (بخاری:6203)

(4) نبی ﷺ بچوں اور خواتین سے خوش طبعی سے پیش آتے تھے کیونکہ ان کے دل کمزور ہوتے ہیں اور خوش طبعی سے وہ مانوس ہو جاتے ہیں۔

سوال 6: مزاح اور خوش طبعی کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

(1) مزاح میں نبی ﷺ کی سنت اختیار کرنے کا ثواب ہے اور اگر سنت اختیار نہ کر سکیں تو پھر ایسے مزاح کو ترک کر دیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہو۔

(2) (i) ایک آدمی نے اپنے بھائی سے کہا: ''اے میرے پیارے بھائی! کیا تمہارے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ تم آگ میں داخل ہونے والے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر اس نے پوچھا: کیا تمہارے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اس سے باہر نکل سکو گے؟ اس نے کہا: نہیں۔'' تو وہ کہنے لگا: پھر ہنسنا اور مسکرانا کاہے کا؟ تو منقول ہے کہ پھر وہ شخص موت تک کبھی ہنستا ہوا نہ دیکھا گیا۔

(ii) سیدنا وہیب بن ورد رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس گئے جو عید الفطر کے موقع پر ہنس کھیل رہے تھے تو وہ کہنے لگے: ''اگر ان لوگوں کو بخشش مل چکی ہے تو یہ شکر گزار لوگوں کا عمل نہیں اور اگر ان کے لیے بخشش نہیں فرمائی گئی تو یہ کام ڈر رکھنے والوں کا نہیں۔'' (iii) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص ہنستے ہوئے کوئی گناہ کرتا ہے وہ روتے ہوئے آگ میں داخل ہوگا۔ (iv) محمد بن واسع رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: جب تم جنت میں کسی شخص کو روتا دیکھو تو کیا تعجب نہیں کرو گے؟ کسی نے کہا: کیوں نہیں، تو وہ کہنے لگے کہ جو شخص دنیا میں ہنستا ہے حالانکہ اسے یہ بھی علم نہیں کہ میں جنت میں جاؤں گا یا نہیں تو وہ اس شخص سے بھی زیادہ قابل تعجب ہے۔ لہٰذا مذاق اور مزاح سے بچو تا کہ تمہیں حقیر نہ سمجھا جائے زیادہ مت ہنسو ورنہ تمہارا رعب ختم ہو جائے گا، بہت کھل کر مسکرانا ہنسنا اور قہقہے لگانا مذموم فعل ہے صرف اس قدر مسکرانا قابل مدح ہے جس میں صرف تبسم

ہو، ہونٹوں پر مسکراہٹ ہو لیکن آواز منہ سے خارج نہ ہو جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔(v) محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''مجھے میری والدہ نے کہا کہ بیٹا بچوں کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی نہ کرنا ورنہ تم ان کی نظروں سے گر جاؤ گے۔''(vi) سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا: ''بیٹا کسی معزز شخص سے مزاح نہ کرنا ورنہ وہ تیرے متعلق دل میں کینہ رکھے گا اور کسی (دین کے اعتبار سے) گھٹیا انسان سے مزاح نہ کرنا ورنہ وہ تجھ پر جرأت دکھائے گا اور تجھے بھی کچھ سننا پڑے گا۔''(vii) عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مزاح سے بچو کیونکہ یہ کینہ وحسد اور برے افعال کی طرف لے جانے کا باعث ہے۔ قرآن کے متعلق باتیں کیا کرو، اسی کے متعلق مجلس قائم کیا کرو، اگر یہ تم پر بوجھل محسوس ہونے لگے تو مردوں کی اچھی باتیں بیان کیا کرو۔''(viii) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مزاح کو مزاح کیوں کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں تو وہ فرمانے لگے کہ یہ مزاح آدمی کو حق سے ہٹا دیتا ہے (کیونکہ اس کا معنی ہٹا دینے کا ہے)''

(ix) کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر چیز کے بیج ہوتے ہیں اور دشمنی کا بیج یہ مزاح ہے۔(x) ایک قول زریں یہ بھی ہے کہ مزاح عقل کو سلب کرنے والا اور دوستوں کو منقطع کرنے والا ہوتا ہے۔ میں تمہیں خصوصی طور پر اس سے ڈراتا ہوں کہ تم علمائے دین سے مذاق اور استہزاء کر دحتی کہ کسی بھی مسلمان کا مذاق اڑانے سے پرہیز کرو خصوصاً جب کہ تمہارا یہ مذاق اس کے دین پر پابندی اختیار کرنے کے سبب سے ہو۔ میں تمہیں اس سے بھی ڈراتا ہوں کہ تم ان کے متعلق کوئی نکتہ یا قصہ پکڑ کر لوگوں میں مشہور کرو اور حاضرین مجلس کو خوش کرنے اور مسکرانے کے لیے ان کو سناؤ کیونکہ اس کام سے اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا مرتبہ ومقام خطرے میں پڑ جائے گا، بلکہ بعض اوقات اس استہزاء کے نتائج کی بنا پر ایسا عذاب لازم ہو جاتا ہے جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا اور اس عذاب سے بچانے کے لیے تمہارے وہ رفقائے مجلس بھی کچھ کام نہیں آ سکتے جن کو ہنسانے کے لیے یہ نکات اور قصے سنایا کرتے تھے اور ادھر علمائے کرام کا یہ فتویٰ بھی موجود ہے کہ جو شخص شریعت اسلامیہ کا مذاق کرتا ہے وہ کافر ہے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں''(7)

سوال: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں'' غافل کر دینے والے کاموں میں مصروف رہنے والے قرآن سے بے زار رہتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا﴾ ''اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' یعنی آیات سنا کر اسے ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے۔

(2)﴿وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا﴾ ''وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے'' یعنی وہ آیت کے مقابلے میں تکبر کرتا ہے اور انہیں ٹھکرا کر پیٹھ پھیر لیتا ہے۔

آیات اس کے دل پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لیے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت:44)

(3)﴿كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا﴾ ''گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں'' وہ ایسے سنتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

(4)﴿كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا﴾ ''گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے'' گویا وہ بہرہ ہے آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس کے لیے اسے ہدایت کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (۶) وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (۷) يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۸) وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۹) مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۰)﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟ ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے بڑی ہلاکت ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے توہین آمیز عذاب ہے۔ اُن کے آگے جہنم ہے اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنا لیا تھا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' (الجاثیہ:6-10)

(5)﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔'' (بنی اسرائیل:82)

(6)﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل

کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہوجاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کردیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (الزمر:23)

(7) لہو ولعب کا شیدائی، رقص وسرور کا متوالا اور گانے بجانے کا شوقین بھلا قرآن کیوں سنے گا، جب اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس سے منہ موڑ لیتا ہے بلکہ پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے اور بہرا بن جاتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں کیونکہ قرآن سننے سے اسے تکلیف پہنچتی ہے مزامار اور کنارقرآن سننے اور پڑھنے کا شوق ہی نہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1536)

(8) ﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیں'' یعنی اسے دردناک عذاب کی ایسی خوشخبری دے دیں جو اس کے دل کو غم سے بھر دے اور اس کے چہرے پر تاریکی کا سایہ ڈال دے۔

(9) یہ عذاب دل اور زبان دونوں کے لیے بہت دردناک ہوگا۔

(10) تمہیں قرآن سننے سے دکھ ہوتا تھا، تم قرآن سن کر غم زدہ اور اداس ہوجاتے تھے تمہارے چہرے پر تاریک سائے لہرانے لگتے تھے۔ یاد رکھو! کل قیامت کے دن کے دردناک عذاب میں ایسا دکھ محسوس کروگے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ فیصلہ کرلو کس دکھ کو برداشت کرسکتے ہو؟

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾

''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں'' (8)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں'' مومنوں کو نعمتوں بھرے باغات کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے'' یعنی جولوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان لائے، ان سے اعراض نہ کیا، انہیں قبول کیا اور ان پر عمل کیا۔ (فتح القدیر: 4/294)

(2) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' وہ لوگ جو نیک عمل کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

(3) یعنی جنہوں نے عبادت باطن کو ایمان کے ساتھ اور عبادت ظاہر کو اسلام اور عمل صالح کے ساتھ جمع کیا۔ (سعدی: 3/2090)

(4) ﴿لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾ ''اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں'' ان کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں جہاں دل کو سرور روح کو قرار اور بدن کو آرام ملے گا۔

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(9)

سوال 1: ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ نعمت بھری جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے، کبھی نکالے نہ جائیں گے، نہ کبھی اکتائیں گے۔

(2)﴿وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ پورا ہو کر رہے گا وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا وہ بڑے فضل و کرم اور بڑے احسان اور بڑے انعام والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(3)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' وہ کامل غلبے اور کامل حکمت کا مالک ہے یہ اس کا غلبہ اور حکمت ہے کہ اس نے جسے توفیق سے نوازنا چاہا نواز دیا، جسے اس کے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہونا چاہا الگ ہو گیا اور یہ سب کچھ ان کے بارے میں اس کے علم اور اس کی حکمت پر مبنی ہے۔ (سعدی: 2090/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الحکیم'' سے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ انسانوں کو انجام تک پہنچانے کے لیے قدرت رکھتا ہے غلبہ رکھتا ہے۔

(2)(i) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ اپنی حکمت سے انسانوں کو مواقع دیتا ہے۔(ii) ان کے لئے حکیمانہ کلام بھیجتا ہے۔(iii) انہیں حکیمانہ طریقے سے حق کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔(iv) انہیں حق کے راستے پر چلاتا ہے۔ انہیں ہدایت کے راستے پر چلاتے ہوئے جنت تک پہنچا دیتا ہے۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾

''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی''(10)

سوال 1: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے

ہوا اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی'' توحید کے دلائل کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو'' اس نے آسمانوں کو، ان کی وسعتوں کو، ان کی بلندیوں کو بغیر ستونوں کے بنایا یقیناً ساتوں آسمان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہیں اسی کی قدرت سے وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔

(2)﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ﴾ ''اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے'' اس نے پہاڑ زمین میں گاڑ دیئے تاکہ زمین جو پانی پر قائم ہے اس میں ذرا سا بھی خلل نہ آئے اس نے پہاڑوں سے زمین کو دبایا ہوا ہے۔

(3)﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ ''اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے'' اس نے زمین پر طرح طرح کے جاندار پیدا کر دیے جن کی شکلوں اور رنگوں اور ان کی تعداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر 2/1537)

(4)﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا'' اس نے حیوانات کی زندگی کے لیے آسمان سے بارشیں نازل کیں تاکہ زمین سے ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگیں۔

(5)﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی'' اور بارش کے پانی سے طرح طرح کی نفع مند اور خوبصورت نباتات اگائیں جن سے سارے جاندار روزی حاصل کرتے ہیں۔

سوال 2: زمین میں پہاڑوں کو رکھنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: زمین میں پہاڑوں کو بوجھ بنا کر رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ زمین ثابت رہے حرکت نہ کرے اور انسانوں کو حرکت نہ دے سکے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے جانور کس مقصد کے لئے پیدا کئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جانور اس لیے پیدا لیے کہ انسان ان میں سے کچھ کو خوراک بنا لے، کچھ کو سواری کے لیے استعمال کر لے اور کچھ کو زینت کے طور پر، خوشی کے حصول کے لیے اپنے پاس رکھے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتار کر کس قسم کے جوڑے پیدا کئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے جوڑے پیدا کئے جوڑوں کی صفت کریم بتائی جس سے مراد ان کے رنگوں کی خوبصورتی بھی ہے اور کثیر فوائد بھی۔

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں''(11)

سوال 1:﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' یہ ہے اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے کوئی جو اس جیسی مثال پیش کر سکے، واضح کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا﴾ ''یہ ہے'' یعنی آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کے لیے رزق کی فراہمی کا انتظام۔

(2)﴿خَلْقُ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی مخلوق'' سب کچھ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ جسے مشرک بھی مانتے ہیں۔

(3)﴿فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اُس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟'' یعنی جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے، جن کو تم اپنی حاجتوں میں پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ ان کی بھی کوئی تخلیق ہو جیسی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، ان کے یہ خود ساختہ معبود بھی رزق عطا کرتے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ رزق رسانی کرتا ہے۔ اگر تمہارے خود ساختہ معبودوں نے ان میں سے کوئی کام کیا ہے تو مجھے بھی دکھاؤ تا کہ تمہارا ان کے بارے میں یہ دعویٰ ثابت ہو کہ وہ عبادت کے مستحق ہیں۔

(سعدی:3/2092,2091) (4) یعنی دکھاؤ تمہارے شریکوں نے مچھر کا پر ہی بنایا ہو۔

(5)﴿بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' یہ ظاہر ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دکھا سکتے جو ان باطل معبودوں کی تخلیق ہو کیونکہ مذکورہ تمام اشیاء کے بارے میں وہ اقرار کر چکے ہیں کہ وہ اللہ وحدہ کی تخلیق کردہ ہیں اور ان اشیاء کے علاوہ وہاں کوئی چیز موجود ہی نہیں لہٰذا وہ کسی ایسی چیز کو ثابت کرنے سے عاجز ہیں جو عبادت کی مستحق ہو۔ ان کا ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرنا کسی علم اور بصیرت پر مبنی نہیں بلکہ جہالت اور گمراہی کی بنا پر ہے اس لیے فرمایا:﴿بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' یعنی جو بالکل صاف، ظاہر اور واضح ہے کیونکہ وہ ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی نفع کی مالک ہیں نہ نقصان کی، جن کے قبضۂ قدرت میں زندگی ہے نہ موت اور نہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں اور ان لوگوں نے اپنے خالق اور رازق کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیا جو تمام امور کا مالک ہے۔ (سعدی:3/2092)

(6)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے۔'' (فاطر:40)

(7)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (۵)﴾ ''اور کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، مجھے بھی دکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔'' (الاحقاف:5,4)

سوال2:﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد جانور، پودے، پہاڑ اور دیگر ساری مخلوقات جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری مخلوق پکارنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ پھر تم جن کو مدد کے لئے پکارتے ہو، جن کی عبادت کرتے ہو اُن کی بڑائی کا بھی کوئی ثبوت دو۔

سوال4: ظالموں سے یہاں کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ظالموں سے مراد مشرک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو عبادت کا مستحق سمجھتے ہیں۔

رکوع نمبر 11

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز بہت تعریفوں والا ہے'' (12)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے'' لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو حکمت عطا کی اس کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی'' لقمان رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے تھے جنہیں اس نے حکمت سے نوازا تھا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے لقمان رحمہ اللہ کو حکمت عطا کی اور وہ دین کی سمجھ ہے۔

(3)حکمت سے مراد اللہ تعالیٰ، اس کی توحید، اس کی عبادت اور اس کی اطاعت، اس کا ذکر کرنے پر اس کا شکر ادا کرنا ہے۔

(4)حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: حکمت سے مراد فہم، علم اور تدبر ہے۔(الاساس:4317/8)

(5)یہ احکام کے علم، ان کے اسرار نہاں اور ان کے اندر موجود دانائی کی معرفت کا نام ہے۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان صاحب علم ہوتا ہے مگر حکمت سے تہی دامن ہوتا ہے۔ رہی حکمت، تو یہ علم کو مستلزم ہے بلکہ عمل کو بھی مستلزم ہے بنابریں حکمت کی علم نافع اور عمل صالح سے تفسیر کی جاتی ہے۔(سعدی:2093/3)

(6)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشک جائز نہیں مگر دو شخصوں پر، ایک اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس بات کی توفیق و ہمت بھی عطا کی ہو کہ وہ اسے (راہ) حق میں صرف کرے اور دوسرے اس شخص پر جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلے (اور عمل) کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔(بخاری:73)

(7)﴿اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو'' اس نے تمہارے ہم جنسوں، ہم عمروں اور ہم عصروں میں مخصوص انعام فرما کر فوقیت عطا فرمائی۔(مختصر ابن کثیر:1538/2)

(8)رب العزت نے دو طرح کے لوگوں کے بارے میں فرمایا:﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا۔'' (الدھر:3)

(9)شکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچان کر اس کی حمد و ثنا کرنا صاحب قاموس نے لکھا ہے شکر کا معنی ہے احسان شناسی اور نعمت کو ظاہر کرنا۔(مظہری:171/9)

(10)شکر سے اطاعت کے لیے کوشش کرنا اور پوشیدہ اور مصیبت کے کاموں سے اجتناب کرنا۔(قرطبی:438/1)

(11)(i)وہ امور جو شکر کی طرف لے جاتے ہیں ان میں حلال رزق ہے، اپنے سے کم حیثیت کی طرف دیکھنا۔(ترمذی:2513)

(ii)قناعت کرنے سے انسان شکر گزار ہو جاتا ہے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابو ہریرہ! ورع و تقویٰ والے بن جاؤ، لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے، قانع بن جاؤ، لوگوں میں سب سے زیادہ شکر کرنے والے ہو جاؤ گے، اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، مومن ہو جاؤ گے، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، مسلمان ہو جاؤ گے، اور کم ہنسا کرو،

کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے"۔(ابن ماجہ:4217) (iii) اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ اس کا شکر ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿ابوء لك بنعمتك علي﴾ "مجھ پر تیری جو نعمتیں ہیں ان کا اقرار کرتا ہوں۔" (بخاری:630)

(iv) شکر ادا کرنے کی توفیق مانگنے سے انسان شکر ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "اے معاذ! قسم اللہ کی، میں تم سے محبت کرتا ہوں، قسم اللہ کی میں تم سے محبت کرتا ہوں"، پھر فرمایا: "اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں" ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا" ﴿اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾ "اے اللہ تعالیٰ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرما۔" (ابوداؤد: 1522)

(12) ﴿وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ﴾ "اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے" شکر کا نفع شکر کرنے والے کی طرف ہی لوٹتا ہے" (i) شکر کرنے والا روزہ دار کی طرح ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا (اجر و ثواب میں) صبر کرنے والے روزہ دار کے برابر ہے"۔ (ترمذی:2486) (ii) ہدایت کی نعمت شکر گزاروں کو ملتی ہے ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ﴾ "اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دوسرے سے آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟" (الانعام:53) (iii) شکر نعمت کا محافظ ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شکر کے ساتھ اور نافرمانی کو ترک کرنے کے ساتھ محفوظ کرو۔ (شعب الایمان:4546)

(iv) شکر سے نعمتوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ "اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے" (ابراہیم:7) (v) شکر گزاری کی وجہ سے انسان کا نفس پاک ہوتا ہے اور وہ نیک کاموں میں آگے بڑھتا ہے۔

(13) ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ "اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے" جو کوئی شکر ادا نہیں کرتا تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے جو کوئی اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اس کے بارے میں فیصلہ کرنے میں وہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے، اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی ذات کا لازمہ ہے اس کا اپنی صفات کمال اور خوبصورت کاموں میں قابل ستائش ہونا اس کی ذات کا لازمہ ہے۔ اس کے ان دونوں اوصاف میں سے ہر وصف صفت کمال ہے اور دونوں اوصاف کا مجتمع ہونا گویا کمال کے اندر کمال کا اضافہ ہے۔ (سعدی:3/2093)

(14) اللہ تعالیٰ ناقدروں، ناشکروں کی شکر گزاری کا محتاج نہیں وہ بے پناہ خوبیوں والا ہے۔ اگر ساری زمین کے انسان ناشکرے بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔

(15) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے

اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو، اگر تمہارے اگلے پچھلے اور تمہارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیزگار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور تمہارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سب سے بڑا بدکار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت کو کچھ نقصان نہیں ہوگا۔" (مسلم:6572)

سوال 2: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟

جواب: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے۔ ان کا تعلق عرب سے تھا۔ عرب میں ان کی دانائی، حکمت اور عقل وفہم ضرب المثل تھا۔ انہیں دینی بصیرت میں بھی نمایاں مقام حاصل تھا۔

سوال 3: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کو حکمت کہاں سے ملی؟

جواب: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی۔

سوال 4: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے حکمت کے حصول کے کیا اسباب بتائے؟

جواب: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ عقل وفہم کیسے حاصل ہوا انہوں نے کہا راست بازی، امانت اور بے فائدہ باتوں سے اجتناب کرنے اور خاموشی کی وجہ سے۔

سوال 5: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کا کوئی واقعہ تحریر کریں؟

جواب: یہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ غلام تھے ان کے آقا نے کہا کہ بکری ذبح کر کے سب سے بہترین دو حصے لاؤ چنانچہ وہ دل اور زبان نکال کر لے آئے ایک دوسرے موقع پر ان کے مالک نے ان سے کہا دو سب سے برے حصے نکال کر لاؤ تو وہ دل اور زبان نکال کر لے آئے۔ ان کے مالک نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ دونوں صحیح ہوں تو سب سے بہتر ہیں اور اگر بگڑ جائیں تو ان سے بری چیز نہیں۔

سوال 6: شکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) شکر سے مراد ہے اللہ کی نعمت کو پہچان کر اس کی حمد وثنا کرنا۔ (2) شکر سے مراد اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنا بھی ہے یہ عملی شکر ہے۔

سوال 7: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے کیا حکمت عطا کی تھی؟

جواب: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے منعم کے احسان کو پہچاننے کی حکمت دی تھی اسی وجہ سے فرمایا کی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے شکر ادا کرنے کے لیے کیسے ترغیب دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ کوئی شکر کرے یا نہ کرے اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کسی کے شکر کی وجہ سے فرق نہیں پڑتا۔ شکر تو

شکر ادا کرنے والے کے لئے ذخیرہ ہے۔شکر کے نتیجے میں خود شکر ادا کرنے والے کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال 9: ناشکری کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کون سی صفات یاد دلائی ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شکر کی ضرورت نہیں وہ بے نیاز ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے خود سے قابل تعریف ہے انسان کے ناشکرے پن سے اس کی ذات کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾

''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے''(13)

سوال 1: ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے'' شرک بہت بڑا ظلم ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ﴾ ''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا'' یاد کرو جب لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور اسے اوامر و نواہی سمجھائے۔ پدری شفقت کے تحت اسے حکمت کی بات سمجھائی۔ ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا'' سب سے پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے حق میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرنا ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو اخلاص کا حکم دیا۔

(2) ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے'' شرک سے ڈراتے ہوئے لقمان حکیم نے کہا کہ یہ ایسا ہلاک کرنے والا گناہ ہے کہ اس کے مقابلے کا کوئی اور گناہ نہیں اس لیے ہمیشہ شرک سے بچنا۔

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آیت ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ اتری تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین لرز گئے اور کہنے لگے ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو؟ (یعنی اس سے گناہ نہ ہوا ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا مطلب یہ نہیں جو تم خیال کر رہے ہو اس آیت میں ظلم کا مطلب وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ ''اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے'' ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔'' (بخاری: 4629)

(4) اس کے ظلم عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی بُرا نہیں جو مٹی سے بنی ہوئی مخلوق کو کائنات کے مالک کے مساوی

قرار دیتا ہے وہ اس ناچیز کو جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی اس ہستی کے برابر سمجھتا ہے جو تمام اختیارات کی مالک ہے۔ جو ناقص اور ہر لحاظ سے محتاج ہستی کو رب کامل کے برابر مانتا ہے جو ہر لحاظ سے بے نیاز ہے وہ ایسی ہستی کو جس کے پاس اتنا بھی اختیار نہیں کہ وہ ذرّہ بھر بھی کسی کو نعمت عطا کر سکے ایسی ہستی کے مساوی قرار دیتا ہے کہ مخلوق کے دین و دنیا، آخرت اور ان کے قلب و بدن میں جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے ہے اور اس ہستی کے سوا کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔ کیا اس سے بھی بڑا کوئی ظلم ہے؟ (سعدی:2094/3)

(5) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور میرے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے سوا اور کوئی چیز حائل نہیں تھی اسی حالت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یا معاذ! میں بولا یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں، آپ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے تیار ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے تھوڑی دیر تک چلتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا: یا معاذ! میں بولا یا رسول اللہ ﷺ! حاضر ہوں آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ''یا معاذ! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر کیا حق ہیں؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حق یہ ہیں کہ بندے خاص اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ''معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہیں معلوم ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ جب کہ وہ یہ کام کر لیں، میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا کہ پھر بندوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ کرے۔'' (بخاری کتاب الجہاد:5967)

(6) حضرت لقمان رحمہ اللہ کی وصیت سے والد کی ذمہ داریوں کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ بچوں کو شرک سے بچانا، شرک کی حقیقت کو سمجھانا، شرک نہ کرنے کی تعلیم دینا یہ والد کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾

''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' (14)

سوال 1: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اس کا

دودھ چھڑانا دوسال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو وصیت کی'' یعنی ہم نے اس سے عہد لیا اور ہم اس کے بارے میں سوال کریں گے کہ اس نے اپنے عہد کی حفاظت کی ہے یا نہیں؟

(2)﴿بِوَالِدَيْهِ﴾ ''اُس کے والدین کے بارے میں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔'' (بنی اسرائیل:23)

(3)﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ﴾ ''اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا'' رب العزت نے اس سبب کا ذکر فرمایا ہے جو ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کا موجب ہے تمہاری ماں نے تمہیں دکھ پر دکھ اٹھا کر تمہیں پیٹ میں رکھا اس کا کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا، کھا لیتی تھی تو دل متلاتا تھا، کھایا پیا قے کر دیتی تھی۔ تمہاری ماں تمہارے حمل کے دوران صحت سے زیادہ بیماری کے قریب رہتی تھی۔ کمزوری اور حمل کا بوجھ اٹھا کر مشقت والے دن بسر کرتی تھی اور وضع حمل کے وقت وہ زندگی سے زیادہ موت کے قریب تھی پھر ماں راتوں کو نیند حرام کر کے دن رات تمہاری خدمت میں لگی رہتی تھی اس لیے وہ تمہارے حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔

(4) نبی ﷺ سے کسی نے سوال کیا میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ۔'' (بخاری: 5971)

(5) اولاد ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے لیے اپنے رب سے دعا کرے جیسا کہ فرمایا ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ ''اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے اُنہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔'' (بنی اسرائیل:24)

(6) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا ہے۔ (بخاری:2548)

(7)﴿وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ﴾ ''اور اس کا دودھ چھڑانا دوسال میں ہے'' یعنی وہ اپنی ماں کی پرورش، کفالت اور رضاعت کا محتاج ہوتا ہے۔ کیا اس ہستی کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کیا جائے جو شدید محبت کے ساتھ اپنے بچے کی خاطر یہ سختیاں برداشت کرتی ہے اور اس کے بیٹے کو اس کے

ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید اور وصیت نہ کی جائے؟ (سدی:3/2095)

(8) دودھ پلانے کا حکم رب العزت نے دیا ہے ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ ''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ رکھے کہ رضاعت کی مدت کو پورا کرے۔'' (البقرۃ:233)

(9) ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ﴾ ''کہ میرا شکر ادا کرو'' یعنی میرے حقوق ادا کر کے، میری بندگی، میری اطاعت اور عبودیت کو قائم کر کے میرا شکر ادا کرو اور میری دی ہوئی نعمتوں کو معصیت اور گناہ کے کاموں میں استعمال نہ کرو۔

(10) ﴿وَلِوَالِدَيْكَ﴾ ''اور اپنے والدین کا بھی'' اور اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو، ان کے سامنے تواضع کے ساتھ رہو، ان کا اکرام اور عزت کرو، ان کی ذمہ داریوں کو اٹھاؤ، ان کے ساتھ بھلی بات کرو، ان کی خدمت کرو، ان کو وقت دو، ان کے ساتھ برا سلوک نہ کرو، ان کے ساتھ احسن کلام اور اچھے طرزِ عمل سے ان کا شکر ادا کرو۔

(11) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی، میں آپ ﷺ سے ہجرت اور جہاد کی بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا، دونوں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے ماں باپ کے پاس لوٹ جا اور ان سے نیک سلوک کر۔ (مسلم:6506)

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی لڑکا جھولے میں (یعنی شیر خوارگی میں) نہیں بولا: مگر تین لڑکے۔ ایک تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دوسرے، جریج کا ساتھی اور جریج کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک عابد شخص تھا سو اس نے ایک عبادت خانہ بنایا اسی میں رہتا تھا۔ اس کی ماں آئی وہ نماز پڑھ رہا تھا، ماں نے پکارا ''اے جریج!'' وہ بولا: اے رب! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں، آخر وہ نماز ہی میں رہا اس کی ماں پھر گئی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا، پھر آئی اور پکارا: اے جریج! وہ بولا: یا اللہ! میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں، آخر وہ نماز ہی میں رہا۔ اس کی ماں بولی: یا اللہ! اس کو مت مارنا جب تک بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھے۔ پھر بنی اسرائیل نے جریج کا اور اس کی عبادت کا چرچا شروع کیا۔ اور بنی اسرائیل میں ایک بدکار عورت تھی جس کی خوبصورتی سے مثال دیتے تھے۔ وہ بولی: اگر تم کہو تو میں جریج کو بلا میں ڈال دوں، پھر وہ عورت جریج کے سامنے گئی، لیکن جریج نے اس طرف خیال بھی نہ کیا۔ آخر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے عبادت خانہ کے پاس ٹھہرا کرتا تھا اور اجازت دی اس کو اپنے سے صحبت کرنے کی، اس نے صحبت کی، وہ پیٹ سے ہوئی اور جب بچہ جنا تو بولی: کہ یہ بچہ جریج کا ہے لوگ یہ سن کر جریج کے پاس آئے اور اس سے کہا: اتر اور اس کا عبادت خانہ گرا دیا اور اس کو مارنے لگے وہ بولا: کیا ہوا تم کو؟ انہوں نے کہا: تو نے زنا کیا اس بدکار عورت سے، وہ ایک بچہ بھی جنی ہے تجھ سے۔ جریج نے کہا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس کو لائے، جریج نے کہا: ذرا مجھ کو چھوڑو میں نماز پڑھ لوں، پھر نماز پڑھی اور آیا اس بچہ کے پاس اور اس کے پیٹ کو ایک گھونسا

دیا اور بولا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ وہ بولا: فلانا چرواہا ہے۔ یہ سن کر لوگ دوڑے جریج کی طرف اور اس کو چومنے چاٹنے لگے اور کہنے لگے تیرا عبادت خانہ ہم سونے سے بنا دیتے ہیں۔ وہ بولا: نہیں مٹی سے پھر بنا دو جیسا تھا۔ لوگوں نے بنا دیا۔ تیسرا ایک بچہ تھا جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اتنے میں ایک سوار نکلا عمدہ جانور پر ستھری پوشاک والا۔ اس کی ماں نے کہا: یا اللہ! میرے بیٹے کو ایسا کرنا۔ بچے نے یہ سن کر چھاتی چھوڑ دی اور اس سوار کی طرف دیکھا اور کہا: یا اللہ! مجھ کو ایسا نہ کرنا، پھر چھاتی میں جھکا اور دودھ پینے لگا۔" سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا میں نبی ﷺ کو دیکھ رہا ہوں اور نبی ﷺ اس بچے کے دودھ پینے کی نقل کرتے تھے اس طرح پر کہ کلمہ کی انگلی اپنے منہ میں ڈال کر چوستے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "پھر لوگ ایک لونڈی کو لے کر نکلے جس کو مارتے جاتے تھے اور کہتے تھے: تو نے زنا کرایا اور چوری کی۔ وہ کہتی تھی: اللہ مجھے کفایت کرتا ہے اور وہی میرا وکیل ہے۔ بچے کی ماں بولی: یا اللہ! میرے بچہ کو اس لونڈی کی طرح نہ کرنا۔ یہ سن کر بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: یا اللہ! مجھ کو اس لونڈی کی طرح کرنا۔ اس وقت ماں اور بیٹے میں گفتگو ہوئی۔ ماں نے کہا: او سر منڈے! جب ایک شخص اچھی صورت والا نکلا اور میں نے کہا: یا اللہ! میرے بیٹے کو ایسا کرنا تو تو نے کہا: یا اللہ! مجھ کو ایسا نہ کرنا اور یہ لونڈی کو لوگ مارتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں تو نے زنا کیا، چوری کی، تو میں نے کہا: یا اللہ! میرے بچے کو اس کی طرح نہ کرنا۔ تو کہتا ہے: یا اللہ! مجھ کو اس کی طرح کرنا (یہ کیا بات ہے؟)۔ بچہ بولا: وہ سوار ایک ظالم شخص تھا، میں نے دعا کی یا اللہ! مجھ کو اس کی طرح نہ کرنا اور لونڈی پر لوگ تہمت کرتے ہیں، کہتے ہیں تو نے زنا کیا، چوری کی، حالانکہ نہ اس نے زنا کیا ہے اور نہ چوری کی ہے، تو میں نے کہا: یا اللہ! مجھ کو اس کے مثل بنا۔" (مسلم:6509)

(13) سیدنا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟" ہم نے عرض کیا: ضرور بتائیے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے بتایا کہ "اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔" آپ ﷺ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے، اب آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: "آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی (سب سے بڑے گناہ ہیں) آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی۔ آپ ﷺ اسے مسلسل دہراتے رہے اور میں نے سوچا کہ آپ ﷺ خاموش نہیں ہوں گے۔ (بخاری:5976)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ناک خاک آلود ہو گئی، پھر ناک خاک آلود ہو گئی، پھر ناک خاک آلود ہو گئی۔" عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون آدمی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔" (مسلم:6510)

(15) ﴿اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ﴾ "میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے" اے انسان! تو نے لوٹ کر تو میرے پاس آنا ہے میں تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دوں گا میں تم سے تمہاری ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کروں گا کہ تو نے انہیں پورا کیا یا میرے حکم، میرے عہد، میری

وصیت کو ضائع کر دیا۔ اگر تو نے میرے حکم کو نہ مانا تو میں تجھے بدترین سزا دوں گا۔

(16) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شعور دلایا ہے کہ والدین کے ساتھ تعلق عارضی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے اس لیے جب لوٹنا اس کی طرف ہے تو سارے تعلقات کو اپنی حیات کو شعوری طور پر اس کی طرف لوٹا دو اس کے حوالے کر دو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین سے حسن سلوک کی وصیت کیوں کی ہے؟

جواب: (1) والدین اولاد کے لیے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ (2) والدین اولاد کی پرورش اور تربیت کے لیے بہت زیادہ مشقت اٹھاتے ہیں۔ (3) والدین اپنی جوانیاں گلاتے ہیں تب بچے جوان ہوتے ہیں والدین کا حق بنتا ہے کہ اولاد ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی۔ (4) والدین اپنی ہر قیمتی چیز بچوں کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔ (5) والدین بچوں پر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں احسان نہیں جتلاتے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

سوال 3: کمزوری پر کمزوری اٹھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ماں کے پیٹ میں جوں جوں بچہ بڑھتا جاتا ہے اُس سے ماں کمزور تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کو والدین کے شکریے پر کیوں مقدم رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اگرچہ والدین کا بڑا حق ہے لیکن رب کا حق سب سے بڑا ہے۔ اس لیے پہلے رب کا شکر ادا کرنا ہے۔

سوال 5: ﴿اِلَیَّ الْمَصِیْرُ﴾ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شعور دلایا ہے کہ والدین کے ساتھ تعلق عارضی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے اس لیے جب لوٹنا اس کی طرف ہے تو سارے تعلقات کو اپنی حیات کو شعوری طور پر اس کی طرف لوٹا دو اس کے حوالے کر دو۔

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۪ وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے'' (15)

سوال 1: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا﴾ ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں

اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو' والدین کے دباؤ سے نہ دین چھوڑو نہ حسنِ سلوک، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ﴾ ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں'' یعنی اگر تمہارے ماں باپ دونوں کوشش کریں تم پر دباؤ ڈالیں۔

(2)﴿عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ ''کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا'' یعنی اگر والدین شرک کی طرف یا اپنے دین کی طرف ترغیب دیں اور وہ چاہیں کہ آپ ان کے نقشِ قدم پر چلو اور ان کے دین پر قائم رہو تو آپ ان کی بات ہرگز نہ مانو۔

(3) آپ کہیں یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کے دین سے روکنے کے لیے اور شرک کے لیے والدین دباؤ ڈالیں تب بھی ان کی اطاعت کرنا حسن سلوک میں شامل ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا حق فائق ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:﴿لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ﴾ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (المعجم الکبیر:384)

(4) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیتیں نازل ہوئیں۔ وہ کہتے ہیں (ایک آیت اس وقت نازل ہوئی جب) ان کی ماں نے قسم کھائی کہ وہ ان سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی، جب تک وہ اپنا دین اسلام نہ چھوڑ دیں اور اس عرصہ میں وہ نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیئے گی، پھر وہ کہنے لگی، (سعد!) تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے ماں باپ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں اور میں تجھے اس بات کا حکم دیتی ہوں (کہ تو دین اسلام چھوڑ دے)۔ پھر تین دن تک وہ اس حالت میں رہی کہ نہ کچھ کھایا اور نہ پیا، یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی۔ آخر ان کا ایک بیٹا، جس کا نام عمارہ تھا، کھڑا ہوا اور اس نے اسے پانی پلایا۔ وہ (پانی پی کر) سعد کو بددعا دینے لگی، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (۱۴) وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (لقمان:15,14)(مسلم:6238)

(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مختصر لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر ایک انصاری صحابی (عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ) کو بنایا اور لشکریوں کو حکم دیا کہ سب اپنے امیر کی اطاعت کریں پھر امیر کسی وجہ سے غصہ ہو گئے اور اپنے فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں نبی ﷺ

نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں فرمایا ہے انہوں نے کہا پھر تم سب لکڑیاں جمع کرو، انہوں نے لکڑیاں جمع کیں تو امیر نے حکم دیا کہ اس میں آگ لگاؤ اور انہوں نے آگ لگا دی۔ اب انہوں نے حکم دیا کہ سب اس میں کود جاؤ۔ فوجی کود جانا ہی چاہتے تھے کہ انہی میں سے بعض نے بعض کو روکا اور کہا کہ ہم تو اس آگ ہی کے خوف سے نبی ﷺ کی طرف آئے ہیں! ان باتوں میں وقت گزر گیا اور آگ بھی بجھ گئی اس کے بعد امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا جب اس کی خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو پھر قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اطاعت کا حکم صرف نیک کاموں کے لیے ہے۔ (بخاری:4340)

(6) اللہ تعالیٰ نے یہ بھی اجازت نہیں دی کہ اگر وہ آپ پر دباؤ ڈالیں تو ان کی نافرمانی کرو اور بدسلوکی کرو۔

(7) ﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ ''اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ معروف طریقے سے برتاؤ کرتے رہنا'' دنیا میں ان کے ساتھ معروف طریقے سے رہنا اور اچھا برتاؤ کرنا ہے دنیا میں ان سے پیار محبت کے ساتھ رہو اور احسان کے بدلے احسان کرتے رہو۔

سوال 2: ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے'' دین میں ان لوگوں کی پیروی کرو جو میری طرف جھکے ہوئے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾ ''اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا'' یعنی محمد ﷺ کی پیروی کرو۔ (2) یعنی اس راستے کی پیروی کرو جو مجھ تک پہنچتا ہے یعنی توبہ اور اخلاص کے ساتھ میرے راستے پر چلو۔ (فتح القدیر:4/298)

(3) سارے جہان والوں کو وصیت ہے کہ انبیاء اور صالحین کی پیروی کریں۔ (الثعالبی:4/321)

(4) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اپنے رب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(5) ﴿ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ﴾ ''پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے'' یعنی فرماں بردار اور نافرمان اور وہ لوگ جن کے محرکات اور ارادے اللہ تعالیٰ کی مرضی کی طرف مائل ہیں اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔

(6) ﴿فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ سے کسی کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں وہ ہر ایک کو اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔

سوال 3: والدین کی اطاعت ختم ہونے کے بعد کس کی اطاعت اور پیروی کرنی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیروی اس شخص کے راستے کی کرو جو میری طرف جھکا ہوا ہو، میری طرف رجوع کرنے والا ہو اور مؤمن ہو۔

﴿یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾

''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (16)

سوال: ﴿یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو'' رائی کے دانے کے برابر عمل کو بھی اللہ تعالیٰ لے آئے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) لقمان حکیم رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے لطیف وخبیر ہونے کا شعور دلاتے ہوئے کہا اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو اور جو بہت ہی چھوٹا اور حقیر ذرہ ہے۔

(2) ﴿فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ﴾ ''پس وہ کسی چٹان میں ہو'' یعنی وہ ذرّہ کسی چٹان کے درمیان میں چلا جائے۔

(3) ﴿اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ﴾ ''یا آسمانوں میں'' یا آسمانوں میں، ستاروں اور سیاروں کے درمیان یا آسمان کی کسی بھی جہت میں ہو۔

(4) ﴿اَوْ فِی الْاَرْضِ﴾ ''یا زمین میں'' یا زمین کے نیچے، زمین کی تہوں میں کہ اگر ذرّہ زمین کی تہوں میں ہو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا۔

(5) ﴿یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا'' اللہ تعالیٰ اسے اپنے وسیع علم اور کامل خبر اور کمال قدرت سے اسے لے آئے گا۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن انصاف کے ترازو نصب کرے گا تو ظلم اور گناہ کو حاضر کر دے گا اور پورا پورا بدلہ دے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ﴾ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں'' (الانبیاء:47) ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا'' (الزلزال:8,7)
(مختصر ابن کثیر:2/1541)

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ باریک بیں، باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ باریک علم والا ہے۔ وہ آنکھ سے نظر نہ آنے والی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ تاریک رات میں چیونٹی کی چال کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ جو کالی رات کے اندھیرے میں مچھر کو اس کے پر پھیلاتے ہوئے دیکھتا ہے جو اس کی رگیں اس کے سینے میں دیکھتا ہے اور اس کے دماغ اور اس کی باریک ہڈیوں کے بیچ اور اس کے حلق کی رگوں میں خون دوڑتے ہوئے اور ایک جوڑ سے دوسرے جوڑ تک جاتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ جو بچے کو ماں کے پیٹ کے اندرونی اندھیرے میں پرورش پاتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اس کی تیز حرکات میں اس کے قدم دیکھتا ہے وہ جو تمام مخلوقات کو سمندر کی تاریک گہرائیوں کے نیچے دیکھتا

اور سنتا ہے۔

(8) اگر کوئی باریک سے باریک ذرہ بھی چٹان کے اندر ہو اللہ اپنے علم کی لطافت سے اسے ظاہر فرما دے گا نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی کسی ایسی ٹھوس چٹان میں جا کر عمل کرے جس کا نہ کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی سوراخ اس کو بھی اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دے گا خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ (مسند احمد)

(9) ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام: 59)

﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

''اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو یقیناً یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے'' (17)

سوال 1: ﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو۔ یقیناً یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے'' ہمت کے کاموں کی وصیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت کی کہ انسان اچھا یا برا کام خواہ کتنا ہی چھپ کر کرے اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتا اس کے سارے اعمال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جیسے رائی کے دانے کو نکال کر لے آئے گا ایسے ہی انسان کے عمل کو بھی اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا گہرا شعور دلانے کے بعد نماز قائم کرنے کا حکم دیا کہ یہی شعور نماز کو احسان کے درجے تک لے جاتا ہے جیسا کہ حدیثِ جبرائیل علیہ السلام میں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اور پوچھنے لگے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ''اسلام یہ ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ فرض ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔'' (بخاری: 50)

(2) ﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کرو'' لقمان نے نماز کی ترغیب دی کہ یہ سب سے بڑی بدنی عبادت ہے۔

(3) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ہر دین کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے

کو بان کی چوٹی جہاد ہے۔" (ترمذی:2616)

(4)﴿وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ "اور نیکی کا حکم دو" لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکامات کی اتباع کا حکم دو۔

(5)﴿وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ "اور برائی سے روکو" لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور حرام میں پڑنے سے روکو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ "اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔" (التوبہ:71)

(6) یہ آیتِ کریمہ اس بات پر دال ہیں کہ نیکی پر عمل کر کے اور برائی کو ترک کر کے خود اپنی ذات کی تکمیل کی جائے پھر نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر دوسروں کی تکمیل کی جائے چونکہ یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ جب بندہ نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا تو لامحالہ اسے آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا نیز اس راستے میں نفس کو مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے اس لیے اس کو اس پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (سعدی:3/2096) لہٰذا فرمایا،

(7)﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ﴾ "اور جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو" امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتے ہوئے جو مصیبت بھی تم پر آئے اس پر صبر کرو اور لوگوں کے تکلیفیں پہنچانے کی وجہ سے اس کام سے نہ رکنا۔

(8)﴿اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ "یقیناً یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے" یعنی نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں لوگوں کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرنا ایسے امور ہیں جن کا عزم کے ساتھ اہتمام کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کاموں کی توفیق اولوالعزم لوگوں کو دیتے ہیں۔

سوال 2: حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے بیٹے کو نصیحت سے والد کی ذمہ داریوں کے بارے میں کیا پتا چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ والد کو اپنی اولاد کے نماز قائم کرنے اور اصلاح معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرنا چاہیے۔ اپنی ذاتی اصلاح اور بین الانسانی تعلقات کی درستگی، رب کی اطاعت پر کاربند رہنے کے لیے صبر کرنے کا حکم ہے اس بارے میں بھی بتانا چاہیے۔

سوال 3: کون سا کام ہمت کے کاموں میں سے ہے؟

جواب: یہاں صبر کو ہمت کے کاموں میں سے قرار دیا گیا ہے۔

سوال 4: ہمت کے کاموں میں سے کون سا کام بڑا ہے؟

جواب: (1) ہمت کے کاموں میں سے بڑا کام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ (2) کیونکہ یہ پختہ عزم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

(3) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کام میں انسان کو تردد لاحق ہو جاتا ہے۔ انسان پختہ عزم کر لے تو پھر یہ راستہ طے ہوتا ہے۔ اس راہ کی

مشکلات کو برداشت کرنا ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' (18)

سوال 1: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' غرور سے اجتناب کی وصیت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو'' جب تم لوگوں سے بات کرو تو انہیں حقیر جان کر غرور سے منہ نہ پھیرو۔ (2) ﴿لَا تُصَعِّرْ﴾ 'صعر' سے مشتق ہے جو اونٹ کی ایک بیماری ہے جس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے جیسے انسانوں میں لقوہ معروف بیماری ہے جس سے چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے مراد اس سے رخ پھیر لینا ہے۔ (معارف القرآن: 7/3938)

(3) یعنی تکبر نہ کرو یعنی جب لوگ آپ سے کلام کریں تو ان سے منہ نہ موڑ لو۔ (الدر المنثور: 5/320)

(4) لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیار اور نرمی سے پیش آؤ۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا بھی نیکی ہے اور تہ بند لٹکانے سے بچنا کیونکہ یہ غرور کی نشانی ہے اور غرور کو حق تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ غرور نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو حقیر جانو اور بات کرتے وقت ان سے منہ پھیر لو، پیٹھ پھیر کر بات نہ کرو، تصنع سے باچھیں پھاڑ پھاڑ کر اور اترا اترا کر باتیں نہ کرو''۔ (سراج المنیر: 2/1541)

(5) سیدنا جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی نیکی کو حقیر مت جاننا، اپنے بھائی سے بات کرو، تو کھلے چہرے سے بات کیا کرو، بلاشبہ یہ نیکی ہے اور نیکی چادر آدھی پنڈلی تک اونچی رکھا کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو ٹخنوں تک (تو ضرور اونچی) رکھو، (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ (ابوداؤد: 4084)

(6) ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ ''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو'' یعنی خود پسندی کے ساتھ اتراتے ہوئے نہ چلو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا﴾ ''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، یقیناً تم زمین کو کبھی نہیں پھاڑ سکو گے اور نہ کبھی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ پاؤ گے۔'' (بنی اسرائیل: 37)

(7) رحمٰن نے اپنے خاص بندوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ زمین پر نرم چال چلتے ہیں ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ ''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں'' (الفرقان: 63)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سربلند

کر دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(9) ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کسی خود پسند سے محبت نہیں کرتا، جو تکبر کرتا ہے جو اپنی باتوں میں فخر کا اظہار کرتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی غرور ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اور اس کا جوتا اچھا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، غرور و تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' (مسلم:265)

(10) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے افراد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور ان کی طرف نظر نہیں کرے گا اور ان کو گناہوں سے پاک بھی نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ کلمات رسول اللہ ﷺ نے تین بار دہرائے۔ میں نے پوچھا، یہ لوگ نامراد ہو گئے اور انہوں نے نقصان اٹھایا، اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسبل یعنی چادر، تہ بند، شلوار یا پینٹ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا)، دوسرا احسان کر کے جتانے والا اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔'' (ابوداؤد:4087)

(11) سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عزت اللہ تعالیٰ کی ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر ہے اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص ان صفتوں میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔'' (مسلم:6680)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی غرور میں اپنی چادر لٹکا کر چلا جا رہا تھا کہ وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔ (بخاری:5789)

سوال 2: حضرت لقمان رحمہ اللہ نے دعوت الی اللہ تعالیٰ کے کام کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو اخلاقیات کے بارے میں خالص نصیحتیں کیوں کی تھیں؟

جواب: (1) یہ وہ کام ہیں جن میں عام طور پر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (2) دعوت الی اللہ تعالیٰ کا کام کرتے ہوئے لوگ ان غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (3) یہ نصیحتیں دعوت دینے والے کے لیے بہترین زادِ راہ ہیں۔

سوال 3: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس کا مطلب ہے کہ لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کریں۔ عام طور پر منہ اس لئے پھیرا جاتا ہے جب لوگ خود کو بڑا دوسروں کو چھوٹا سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے لقمان کی نصیحت کے حوالے سے سمجھایا ہے کہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان دوسروں کے مقابلے میں اپنی نیکیوں کو حقیر سمجھے اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو حقیر سمجھے اور لوگوں کے معاملات کا نگران بن جائے تو لوگوں

پر اپنی قیادت کا قہر نازل کرے۔

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں بلاتے ان میں بڑا بننے کا لوگوں سے منہ موڑنے کا رویہ زیادہ پایا جاتا ہے۔

(3) اس وصیت میں تکبر کی وجہ سے پھولے ہوئے گالوں سے تکبر کی ہوا نکالی گئی ہے۔

(4) اس وصیت کے ذریعے تکبر کے عمل سے نفرت دلائی گئی ہے تاکہ لوگ منہ پھیر کر بات کرنا چھوڑ دیں۔

﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾

''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بُری یقیناً گدھوں کی آواز ہے'' (19)

سوال 1: ﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ ''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک سب سے بُری یقیناً گدھوں کی آواز ہے'' درمیانی چال اور دھیمی آواز کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ﴾ ''اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو''۔

(2) مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''تواضع اختیار کرو یعنی درمیانی چال چلو نہ بالکل آہستہ نہ بھاگ کر چلو'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لیے (معمولی چال سے) چل پڑو۔ سکون اور وقار کو (بہر حال) پکڑے رکھو اور دوڑ کے مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو، اور جو نہ مل سکے اسے بعد میں پورا کر لو۔ (بخاری: 636)

(3) یعنی تکبر اور اتراہٹ کی چال نہ چلو بلکہ تواضع کے ساتھ چلو۔

(4) ﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ﴾ ''اور اپنی آواز کو پست رکھو'' اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کے ساتھ ادب کے طور پر اپنی آواز کو دھیما رکھو۔ (سعدی: 2097/3) (5) بلا ضرورت بلند آواز سے بات نہ کرو۔

(6) ﴿اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ ''یقیناً سب سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے'' بدترین آواز گدھے کی ہوتی ہے اور وہ چیختا چلاتا ہے۔ اس کی آواز بھی بری ہوتی ہے۔ اگر بلند آواز میں کوئی بہتری ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے گدھے کے ساتھ مختص نہ کرتا جس کی کم عقلی کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔'' (بخاری: 3303)

(8) یہ وصیتیں جو جناب لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے سے کی ہیں، حکمت کی بڑی بڑی باتوں کو بھی مستلزم ہیں جو یہاں مذکور نہیں۔ ہر وصیت کے

ساتھ ایک داعیہ موجود ہے جو امر کی صورت میں اس پر عمل کی دعوت دیتا ہے۔(سعدی:2097/3)

سوال 2: چال میں میانہ روی سے کیا مراد ہے؟

جواب :(1)اس سے مراد یہ ہے کہ نہ تو گردن اکڑا کر چلیں۔(2)نہ ہی چال میں سستی ہو کہ مریضانہ چال ہو۔(3)نہ اتنی تیزی ہو کہ وقار کے خلاف ہو اس سے مراد عام سیدھی سادی چال ہے

رکوع نمبر 12

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾

''کیا تم نہیں دیکھتے یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُس نے اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں، اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر کسی علم، اور بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے''(20)

سوال 1:﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ ''کیا تم نہیں دیکھتے یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُس نے اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں'' دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا تذکرہ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَوْا﴾ ''کیا تم نہیں دیکھتے۔'' اللہ رب العزت نے بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلوائی ہیں کہ ان پر غور کرو اور شکر ادا کرو۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا ؟ کیا آپ نے مشاہدہ نہیں کیا؟

(2)﴿اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ سب تمارے فائدے کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ آسمان کو مضبوط چھت بنا دیا، سورج کو تمہارے کام میں لگا دیا، اس کی روشنی، حرارت، تمہارا watercycle، بارشوں کا برسنا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چاند تمہارے کام میں لگا ہوا ہے۔ چاند کی روشنی جس سے کتنے ہی پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ ستارے جن سے راستوں کے لیے راہ نمائی لیتے ہو۔

(3)(i) تسخیر کا مطلب ہے فائدہ اُٹھانا جیسے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ایسے اُصولوں کا پابند بنا دیا ہے کہ وہ ہمارے لیے مفید کام کر رہے ہیں اور انسان ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

(ii) تسخیر کا مطلب تابع بنانا بھی ہے انسان زمین کی بہت سی مخلوقات کو اپنے تابع بناتا ہے یعنی ان سے فوائد حاصل کرتا ہے۔

(iii) تسخیر کا مفہوم ہے کہ آسمان اور زمین کو تمام مخلوقات انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں چاہے وہ انسان کے تابع ہوں یا نہ ہوں۔ چاہے وہ انسان کے استعمال میں آرہی ہوں یا نہ آرہی ہوں۔

(4) تسخیر کائنات کے دو مطلب ہیں (i) ایک یہ کہ کائنات کی ہر چیز انسان کی خادم ہے اور انسان مخدوم ہے۔ زمین، سمندر، پانی، ہوائیں، پہاڑ، چاند، سورج، ستارے یہی موٹی موٹی اشیاء کائنات گنی جاتی ہیں۔ ان کے انسان کا خادم ہونے کا ثبوت یہ ہے اگر ان میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا مگر انسان کے بغیر ان چیزوں میں سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ (ii) اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ زمین میں جتنی بھی اشیاء موجود ہیں خواہ وہ جمادات ہو یا نباتات ہوں یا حیوانات ہوں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی عقل عطا فرمادی ہے کہ وہ ان میں سے جس کو چاہے اپنے قابو میں لاسکتا ہے اور اس سے حسب ضرورت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 535/3)

(5) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۷۲) وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۷۳)﴾ ''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔'' (القصص: 72,73)

(6) ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۵) اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ (۶)﴾ ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں یقیناً رات اور دن کے اختلاف میں اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔'' (یونس: 6,5)

(7) ﴿وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جو کچھ زمین میں ہے'' یعنی زمین کے صحرا، دریا، پہاڑ، سمندر، درخت، کھیت، معدنیات، باغات، زمین کے جانور، پرندے، مچھلیاں کتنی نعمتیں ہیں۔ سب تمہارے لیے ہے جیسا کہ فرمایا ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے پھر اُس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی، پس اُس نے اُن کو درست کر کے سات آسمان بنا دیے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (البقرہ: 29)

(8) ﴿وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ ''اور اُس نے اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں'' ظاہری نعمتیں وہ ہیں جن کو ہم حواس خمسہ کے ذریعہ معلوم کر سکتے ہیں اور ان کا تعلق ہماری مادی زندگی اور معاشیات وغیرہ سے ہے اور یہ بھی لاتعداد ہیں اور باطنی سے

مراد وہ نعمتیں ہیں جن سے ہماری اخلاقی تربیت ہوتی ہے اور روح کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اور وہ بھی لاتعداد اور ان کا ذریعہ معلومات سے مراد وہ نعمتیں ہیں جن کا تعلق دونوں سے ہے مثلاً آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں یہ آنکھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن قوت باصرہ کا علم اس سے علیحدہ چیز ہے اسی طرح انسان کی قوت سامعہ، قوت ہاضمہ، قوت متخیلہ، قوت واقعہ وغیرہ بے شمار قوتیں انسان کے جسم کے اندر کام کر رہی ہیں اگر یہ ٹھیک کام کرتی رہیں تو انسان تندرست رہتا ہے اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی گڑبڑ ہو جائے تو انسان بیمار پڑ جاتا ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ تندرستی ہزار نعمت ہے یہی وہ قسما قسم کی نعمتیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا کہ ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔'' (النحل:18) (تیسیر القرآن:3/536)

(9) جس نے نعمتیں عطا کی ہیں اس منعم سے محبت کرو، اس کا شکر ادا کرو، اس کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں صرف نہ کرو، اس کی اطاعت کے کاموں میں ان نعمتوں کو استعمال کرو۔ (مسلم:7430)

سوال 2: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر کسی علم، اور بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔'' بلا علم، بلا دلیل جھگڑوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں پانے والے ایسے بھی ہیں جو شکر ادا نہیں کرتے اور ناشکری کرتے ہوئے اسی ہستی کا انکار کر دیتے ہیں جس نے نعمتیں عطا کیں، جس نے کتابیں نازل کیں اور رسول بھیجے۔

(2) ﴿مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے۔'' جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں تاکہ جو کچھ رسول لے کر آئے ہیں اس حق کا انکار کر دیں یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ٹھکرا دیں، عبادت کی دعوت کو قبول نہ کریں۔

(3) وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں۔

(4) ﴿بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بغیر کسی علم کے'' یعنی ان کا جھگڑا علم کی بنیاد پر نہیں علم کے بغیر ہی جھگڑتا ہے۔ اگر علم کے ساتھ جھگڑا ہوتا تو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا۔

(5) ﴿وَّلَا هُدًى﴾ ''اور بغیر کسی ہدایت کے'' یعنی اس کا جھگڑا ہدایت کی بنیاد پر بھی نہیں ہے۔ اگر ہدایت کی بنیاد پر ہوتا تو ہدایت یافتہ لوگوں کی بات مانی جاتی ہے اور ان کے پیچھے چلا جاتا ہے۔

(6) ﴿وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور بغیر کسی روشن کتاب کے'' ان کا جھگڑا کسی حق کو واضح کرنے والی کتاب پر مبنی بھی نہیں ہے۔ ان کا جھگڑا صرف آباء و اجداد کی تقلید پر نہیں ہے جو خود ہدایت یافتہ نہ تھے بلکہ وہ خود بھی گمراہ تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ﴾ ''اور لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے

اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔'' (الحج:3)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے بارے میں لوگ کیا جھگڑے کرتے ہیں؟

جواب: (1) لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔ (2) اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے میں جھگڑے کرتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔

سوال 4: لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیوں جھگڑے کرتے ہیں؟

جواب: (1) لوگ اپنی فطرت کے بگڑ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔ (2) لوگ اپنے آباؤ اجداد کے دین پر قائم رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اور کیا اگرچہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' (21)

سوال 1: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے'' آباؤ اجداد کی تقلید کیوں بری ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

(1) ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے'' جب جھگڑا کرنے والوں سے کہا جاتا ہے۔

(2) ﴿اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے'' یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر نازل فرمایا ہے اس کی اتباع کرو۔

(3) ﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' وہ اس دعوت کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

(4) ﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے'' یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم باپ دادا کے طریقے نہیں چھوڑ سکتے ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان

کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟'' (البقرۃ:170)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بت ہی بعد میں عرب میں پوجے گئے، ود، دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا، سواع، بنی ہذیل کا، یغوث، بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی جرف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے، یعوق، بنی ہمدان کا بت تھا اور نسر، حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک آدمیوں کے نام ہیں، جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے، وہاں ان کے بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان کے بزرگوں کے تھے۔ سو انہوں نے ایسا ہی کیا، تاہم اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوئی، لیکن بعد ازاں جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا تو تب ان کی پوجا ہونے لگی۔ (بخاری:4920)

(6) لوگوں کا یہ رویہ ذہنی غلامی اور عقلی قید کا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل کی آزادی دی ہے تاکہ وہ آزادانہ غور و فکر کر سکیں کہیں انسان اپنے ہاتھوں سے اپنی عقل کو بیڑیاں ڈال دیتا ہے اور زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے یہ غیر عقلی رویہ ہے۔

سوال 2: ﴿اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور کیا اگرچہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' اندھی تقلید کرنے والوں کو جو جواب دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب (1) رب العزت نے باپ دادا کی تقلید کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔

(2) ﴿اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور کیا اگرچہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' یعنی وہ پھر بھی باپ دادا کی تقلید کریں گے اگرچہ باپ دادا نے شیطان کی آواز پر لبیک کہا ہو اور وہ انہیں بھڑکتی آگ تک لے جا رہا ہو۔

(3) یعنی ان کے آباؤ اجداد نے شیطان کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے پیچھے چل پڑے اور یوں وہ شیطان کے چیلوں میں شامل ہو گئے اور ان پر حیرت و تردد نے غلبہ پا لیا۔ کیا یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ ان کی پیروی کی جائے اور ان کے طریقے پر چلا جائے یا یہ چیز ان کو ان کے آباء و اجداد کے مسلک پر چلنے سے ڈراتی ہے اور ان کی اور ان کے پیروکاروں کی گمراہی کا اعلان کرتی ہے؟ ان کے آباؤ اجداد کے لیے شیطان کی دعوت کسی محبت اور مودت کی بنا پر نہیں بلکہ یہ تو ان کے ساتھ عداوت اور فریب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے پیروکار اس کے دشمن ہیں جن پر قابو پانے میں وہ کامیاب ہوا ہے جب لوگ اس کی دعوت کو قبول کر کے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے مستحق بنتے ہیں تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ (سعدی:3/2099)

(4) کسی چیز کی صداقت کے لیے یہ دلیل درست نہیں ہے کہ وہ باپ دادا کے وقتوں سے چلی آ رہی ہے۔

(5) اس آیت میں دو باتوں کی صراحت کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ تقلید آباء بلا تحقیق اور شیطان کی پیروی ایک ہی چیز ہے اور دوسرے یہ کہ شیطان کی پیروی کا لازمی نتیجہ جہنم کا عذاب ہے گویا اس سے سوال یہ کیا جا رہا ہے کہ اگر شیطان تمہارے آباء و اجداد کو جہنم کی طرف لے

جارہا ہو تو بھی تم اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرو گے؟ (تیسیر القرآن: 3/536)

سوال 3: اللہ تعالیٰ انسانوں کو خود ساختہ قید سے کیسے آزاد کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ توجہ دلاتے ہیں کہ غور و فکر کر کے شعور کو روشن کریں کہ اگر چہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو پھر بھی وہ اسی کے کہے پر عمل کریں گے؟

﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے'' (22)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے'' مخلص لوگ مضبوط سہارا تھام لیتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے'' جو کوئی اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے اور عبادت کو اس کے لیے خالص کرتا ہے۔

(2) ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ''اور وہ ہو بھی نیک'' وہ اسلام میں محسن ہے کیونکہ اس کا عمل شرعی ہے اور وہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی عبادات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور وہ اپنی عبادات کو احسان کے درجہ تک لے جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہیں کر سکتا تو وہ اس طرح عبادت کرتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق قائم کر کے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے اور ان کے حقوق ادا کرتا ہے تینوں معانی میں تلازم پایا جاتا ہے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں سوائے اس پہلو سے کہ دونوں لفظوں کے مورد میں اختلاف ہے ورنہ قبول کرنے اور تکمیل کے لحاظ سے تمام معانی، دین کے تمام قوانین اور اصولوں کو قائم کرنے پر متفق ہیں۔ (سعدی: 3/2100)

(3) ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ''تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا'' جس نے اللہ تعالیٰ کا سہارا تھام لیا وہ نجات پا گیا، اسے ہر بھلائی نصیب ہوئی۔

(4) انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل کر کے اس کے نواہی سے رک کر اللہ تعالیٰ کے دین کا مضبوط کڑا پکڑ لیا۔ اب وہ جہنم میں نہیں

گریں گے۔

(5)﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ ''چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں۔'' (البقرۃ:256) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (ایک خواب میں) دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں، اس باغ کے بیچ میں ایک ستون ہے اور ستون کی چوٹی پر ایک کڑا لگا ہوا ہے۔ مجھ سے کہا گیا، اس پر چڑھ جاؤ، میں نے کہا ''میں نہیں چڑھ سکتا'' پھر ایک خادم نے آ کر میرے کپڑے میرے پیچھے سے اٹھائے تو میں چڑھ گیا اور اوپر جا کر کڑا مضبوطی سے پکڑ لیا میں اسے پکڑے ہوئے ہی تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ بعد ازاں میں نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''باغ تو اسلام کا باغ ہے اور ستون اسلام کا ستون ہے اور کڑا عروۃ الوثقیٰ ہے (مضبوط کڑا) ہے، تم مضبوطی کے ساتھ اسلام کو پکڑے رہو گے، یہاں تک کہ تمہیں موت آ جائے۔'' (بخاری:7014)

(6) جس نے اللہ تعالیٰ کا سہارا نہ تھاما یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل نہ کی، اس کے نواہی سے نہ رکا اس نے اللہ تعالیٰ کے دین کا مضبوط کڑا چھوڑ دیا وہاں اب اس کے لیے ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(7)﴿وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے'' یعنی تمام کاموں کی انتہا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرے گا اور ان کے اعمال کے مطابق جزا سزا دے گا۔

(8) اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہی سمجھایا کہ جب سارے معاملات کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کرے۔

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کے مضبوط سہارے کو کیسے تھام سکتا ہے؟

جواب: انسان اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر کے، اللہ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کر کے، اخلاص کے ساتھ اللہ کے سہارے کو تھام سکتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا مضبوط سہارا کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا مضبوط سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کی وجہ سے انسان کے دل کے اندر پختہ ہوتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا مضبوط سہارا وہ رابطہ ہے جو بندے اور رب کے درمیان ایک معاہدے کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے اور بندگی اور غلامی سے، اس سے مدد مانگنے سے یہ رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ جتنا زیادہ بندگی کا رنگ انسان پر گہرا ہوتا چلا جاتا ہے اتنا ہی انسان کا رابطہ رب سے مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔

﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''اور جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے، اُن سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ انہوں نے کہا ہم انہیں بتا دیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' (23)

سوال 1: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے، اُن سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ انہوں نے کہا ہم انہیں بتا دیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' لوگوں کا کفر آپ ﷺ کو صدمہ نہ پہنچائے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ﴾ ''اور جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر آپ کو غم زدہ نہ کرے'' یعنی اگر کافر اللہ تعالیٰ کو، اس کی شریعت کو نہیں مانتے تو آپ ﷺ غم زدہ نہ ہوں آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر دیا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کے مستحق ہو گئے آپ ﷺ جان لیں کہ اگر ان کے اندر بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دیتا۔

(2) ﴿اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ ''اُن سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے'' انہوں نے موت کے بعد ہمارے ہی پاس آنا ہے۔

(3) ﴿فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''پھر جو کچھ انہوں نے کہا ہم انہیں بتا دیں گے'' ہم انہیں ان کے کفر اور حق سے دشمنی اور رسولوں کو اذیت پہنچانے اور اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کی کوششوں سے انہیں آگاہ کر دیں گے۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' وہ سینوں کے راز جانتا ہے جن کو کوئی ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ ان کے بارے میں کیسے نہیں جانے گا جن کی مخالفت، حق دشمنی اور ایذا رسانی کو سب دیکھتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے شعور کو کیسے بے دار کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ﴿اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ ہماری ہی طرف انہیں لوٹ کر آنا ہے۔ اس سے یہ احساس دلایا ہے کہ جو کچھ کہتے ہو یا کرتے ہو جا اسی کی طرف رہے ہو۔ کیسی عجیب بات ہے رب کی طرف جاتے ہوئے سیدھے رخ سے جانے کی بجائے پشت پھیر کر جا رہے ہو اور عنقریب اس سے جا ملنا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ﴿فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ سے یہ احساس دلایا ہے کہ وہ عمل جو تم آج کر رہے ہو وہ اس دنیا کا ہی نہیں ہے۔ جب تم ہمارے پاس آؤ گے تو ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کر کے آئے ہو؟

(3) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ تمہارے دل کے حالات و معاملات بھی اللہ تعالیٰ سے چھپے ہوئے نہیں۔ ہر کام کے پیچھے تمہاری

سوچ، تمہارا میلان، تمہاری نیت، ارادہ، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ تم اللہ سے کچھ بھی چھپا نہیں سکتے۔ ان تین باتوں سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کافرانہ روش اختیار کرنے سے روکا ہے کہ نہ تمہارے دل میں ابھرنے والا خیال بچ کر کہیں جا سکتا ہے نہ تمہارا عمل، نہ تم خود۔ جب رب سے بھاگ نہیں سکتے تو مان جاؤ کفر چھوڑ دو۔

﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾

''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے'' (24)

سوال 1: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے'' کافروں کے لیے دنیا کی قلیل متاع ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں'' یعنی ہم کافروں کو دنیا میں تھوڑا سا فائدہ دیں گے تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کر لیں۔

(2) ﴿ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے'' پھر ان کی موت کے بعد انہیں ہولناک اور سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے۔

(3) ﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (٦٩) مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (٧٠)﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔'' (یونس: 70,69)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے حق کو قبول کرنے کے لیے انسان کو کیسے قائل کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ آخر دنیا میں کب تک رہو گے؟ (2) دنیا کی نعمتیں عارضی ہیں۔ کہاں تک ان سے فائدہ اُٹھاؤ گے؟ (3) دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے بعد ہمیشہ کا عذاب ہے پھر بتاؤ کہ آخر حق کو قبول نہ کر کے نقصان کس کا ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' بلکہ اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' (25)

سوال 1: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں: ''سب

تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے"۔ بلکہ اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے" کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ﴾"اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں" اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کا خالق کون ہے تو وہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں انہیں معلوم ہے کہ ان کے بتوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا پھر بھی وہ ان ہی کی عبادت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں رب العزت نے فرمایا﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾"اور اگر یقیناً آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا" (الزخرف:9)

(2)﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ آپ کہہ دیں:"سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے" آپ ﷺ ان کے اقرار کو ان ہی کے خلاف دلیل بنا کر کہہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے حق کو واضح کر دیا اور تمہاری جانب سے دلیل واضح ہو گئی ہے۔

(3)﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾"بلکہ اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے" یعنی وہ نہیں جانتے اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں اگر انہیں یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی تخلیق میں ایک ہے تو وہ عبادت میں بھی اسے دلیل کی رو سے ایک مان لیتے۔

سوال 2:﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ ہمارے جاننے اور اعتراف کرنے کی وجہ سے ہم پر حجت قائم ہو گئی ہے۔

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

"اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز، بے حد خوبیوں والا ہے" (26)

سوال:﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾"اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز، بے حد خوبیوں والا ہے۔" ساری کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾"اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے" ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے، اسی نے تخلیق کیا وہی مالک ہے، اسی کی عبادت (2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی وسعت اوصاف کے نمونے کے طور پر ان دو آیتوں کا ذکر فرمایا تا کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی معرفت، محبت اور دین میں اخلاص کی دعوت دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی عمومی ملکیت کا ذکر کیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے یہ تمام عالم علوی اور عالم سفلی کو شامل ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ احکام کونی وقدری، احکام دینی وامری اور احکام جزائی کے ذریعے سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ پس تمام مخلوق اس کی مملوک ہے جو اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہے اور وہ کسی چیز کی مالک نہیں۔ وہ بے حد بے نیاز ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں جس کی مخلوق محتاج ہوتی ہے۔﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾

''نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔'' (الذاریات:57) نیز انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے اعمال اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ ان کے اعمال کا فائدہ صرف انہی کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے اعمال سے بے نیاز ہے یہ اس کی بے نیازی ہے کہ اس نے انہیں ان کی دنیا و آخرت میں بے نیاز بنا دیا اور ان کے لیے وہ کافی ہو گیا۔ (سعدی:2102/3)

(3) ﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز، بے حد خوبیوں والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنی صفات میں قابل تعریف ہے، اس کی صفات کامل، اس کے احکامات کامل، اس کے اوامر و نواہی کامل، اس کے فیصلے کامل جو اس نے دنیا اور آخرت میں اپنے بندوں پر نافذ کیے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ الغنی ہے اپنے بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے وہ الحمید ہے ساری خوبیوں والا، کامل حمد و ثنا اسی کے لیے ہے۔ ﴿رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ﴾

﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

''اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے'' (27)

سوال: ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے کلمات کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ﴾ ''اور اگر واقعتاً روئے زمین کے تمام درختوں کی قلمیں ہوں'' یعنی زمین کے تمام درخت اگر لکھنے کے لیے قلم بن جائیں تو قلم ٹوٹ جائیں گے، ختم ہو جائیں گے۔

(2) ﴿وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ﴾ ''اور تمام سمندر اس کی سیاہی ہوں، اس کے بعد سات سمندر اور ہوں'' اور زمین کے سارے سمندر اور اس کے بعد سات سمندر اور بھی اگر روشنائی میں بدل جائیں اور اس سے لکھا جائے تو روشنائی ختم ہو جائے گی۔

(3) ﴿مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ ''تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی'' اللہ تعالیٰ کے کلمات سے مراد اس کے تخلیقی کارنامے اس کے عجائبات اور اس کے کرشمے اور اس کی خوبیاں ہیں اور ان کے بے شمار پہلو ہیں مثلاً انسان کے اندر کی دنیا کے عجائبات اور بیرونی دنیا کے

عجائبات انسان کی عقل اور علم ان دونوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔حیوانات کی تقریباً دس لاکھ قسم کی انواع ایسی ہیں جو انسان کے علم میں آچکی ہیں ان میں سے ہر ایک کی جسمانی ساخت اور نظام زیست دوسری تمام انواع سے الگ ہے۔یہی حال نباتات اور جمادات اور سمندری مخلوق کا ہے اور پھر بہت سی ایسی مخلوق ہے جو انسان کے علم میں آئی ہی نہیں اور نہ آسکتی ہے لہٰذا اس آیت میں جو بیان ہوا ہے کہ تمام درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سارے سمندر بلکہ اتنے اور بھی سیاہی بن جائیں تو یہ چیزیں تو ختم ہوسکتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔اس میں کچھ مبالغہ معلوم نہیں ہوتا یہ تو مسلمہ امر ہے کہ محدود چیز لامحدود کا کبھی احاطہ نہیں کرسکتی۔(تیسیر القرآن 538/3) ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر میرے رب کے کلمات کے لیے سمندر سیاہی ہوجائیں وہ بھی میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے یقیناً ختم ہوجائیں گے چاہے ہم اسی کے برابر اور سیاہی لے آئیں۔'' (الکہف:109)

(4) اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی وسعتوں کو سادگی کے ساتھ اپنے انداز میں بیان کیا کہ ہر ایک کو بات سمجھ آجاتی ہے اور دل کی گہرائیوں تک اترتی ہے اور انسانی عقل ورطۂ حیرت میں گم ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی عظیم ہے۔

(5) ﴿لَآ اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ﴾ ''ہم تیری ثناء بیان نہیں کرسکتے تو ایسے ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی ثناء بیان کی۔'' (مسلم:486)

(6) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے'' یعنی تمام عزت و غلبے کا وہی مالک ہے تمام عالم علوی اور عالم سفلی میں جو بھی قوت پائی جاتی ہے وہ اسی کی طرف سے ہے، وہی ہے جس کی توفیق کے بغیر گناہ سے بچنے کی ہمت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے وہ اپنے غلبے کے ذریعے سے تمام مخلوق پر غالب ہے ان میں تصرف اور ان کی تدبیر کرتا ہے۔اس نے اپنی حکمت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔اس تخلیق سے اس کی غرض وغایت اور مقصد بھی حکمت ہی ہے اسی طرح امر و نہی بھی اس کی حکمت ہی سے وجود میں آئے ہیں اور ان کو وجود میں لانے کی غایت مقصود بھی حکمت ہی ہے۔پس وہ اپنے خلق و امر میں حکمت والا ہے۔(سعدی:2104/3)

(7) اللہ تعالیٰ نے سات سمندروں پر، درختوں پر اور انسانی دلوں پر غلبے سے العزیز کی حقیقت کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے علم کا بیان لامحدود ہے۔قدرتوں اور تقدیر کا بیان لامحدود ہے وہی العزیز ہے جو سب پر غالب ہے اور کوئی اس پر غلبہ نہیں پاسکتا۔(i) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ غلبہ رکھنے کے باوجود انسان کو موقع دیتا ہے سنبھلنے کا۔(ii) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے اس کی قدرت کامل ہے اس کی تدبیر کامل ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ اپنے علم کی وجہ سے الحکیم ہے اس کا علم اور قدرت لامحدود ہے اس کی حکمت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾

''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (28)

سوال1:﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال قدرت والا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم اور کمال قدرت کا ذکر فرمایا ہے کہ اس کے لیے ساری انسانیت کی تخلیق بھی ایک انسان کی تخلیق کی طرح ہے اور بعث یعنی موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنا بکھر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا ایک نفس کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔ اس لیے جو اعمال کی جزا کو بعید سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کا درست اندازہ نہیں لگا پاتا۔ رب العزت نے فرمایا﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے۔'' (یٰس:82)

(2)﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۸) لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ (۳۹)﴾ ''اور جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ تاکہ وہ ان کے لیے واضح کردے جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے اور تاکہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ جان لیں کہ بلاشبہ وہی جھوٹے تھے۔'' (النحل:38,39)

(3)﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ﴾ ''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے۔'' (القمر:50)

(4)﴿فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (۱۴)﴾ ''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔'' (النازیات:13,14)

(5)﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سنتا اور سب کے کام دیکھتا ہے۔ جیسے وہ ایک کو سنتا اور دیکھتا ہے ایسے ہی وہ سب کی باتیں سنتا اور ان کے کام دیکھتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''سمیع'' اور ''بصیر'' کو کیسے سکھایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ سمیع ہے وہ ساری مخلوقات کی سنتا ہے پیدا کرنے کے بعد اس نے سب کو چھوڑ نہیں دیا وہ سب کی دعائیں سنتا ہے۔ ہر ایک کے مطالبات سنتا ہے ہر ایک کے مطالبات کو پورا کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی پیدائش سے یہ واضح کیا ہے کہ وہ بصیر ہے سب کو دیکھتا ہے۔ اس نے جو پیدا کیا ہے بے مثال ہے۔ یقیناً پیدا کرنے والا ہی سمیع اور بصیر ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے جو پیدا کیا وہ ان کے اعمال کو دیکھتا ہے وہ ان سارے اعمال کا حساب کتاب رکھتا ہے اور وہ حساب لے گا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۙ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا سب ایک مدتِ مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (29)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۙ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا سب ایک مدتِ مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے کائنات کو مسخر کر رکھا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' رات کو دن میں داخل کرنے سے مراد ہے رات کا کچھ حصہ لے کر دن میں شامل کر دینا جس سے دن بڑا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے جیسے گرمیوں میں دن لمبے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دن کا کچھ حصہ رات میں شامل کر دیتا ہے اس سے راتیں لمبی ہو جاتی ہیں جیسے سردیوں کی راتیں لمبی ہوتی ہیں۔

(2) ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا'' سورج کا تعلق دن کے اوقات سے ہے اور چاند کا رات کے اوقات سے اور یہی دو سیارے ہیں جو اہل زمین کو سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں اور اکثر ادوار میں ان دونوں کی ہی پوجا کی جاتی رہی ہے اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کام پر لگا دیا ہے جس سے وہ سرِ مو سرتابی نہیں کر سکتے۔ قابل غور و فکر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو مخلوق اپنے کاموں میں اس طرح جکڑی ہوئی ہو کیا وہ معبود ہونے کی اہلیت رکھتی ہے؟ اس آیت میں دہریوں کا رد بھی موجود ہے جو اس کائنات کو ازلی ابدی سمجھتے ہیں اور مشرکوں کا بھی رد ہے جو ان فانی چیزوں کو معبود سمجھے بیٹھے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 3/539)

(3) ﴿كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''سب ایک مدتِ مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں'' ہر ایک اپنی مقررہ مدت تک کے لیے گردش میں ہے۔ اس گردش میں کبھی کوئی خلل نہیں آیا جب ان کی مقررہ مدت پوری ہو جائے گی تو ان کی گردش ختم ہو جائے گی اور وہ دن ہو گا جب سورج لپیٹ دیا جائے گا جب آسمان پھٹ جائے گا جب تارے بے نور ہو جائیں گے، جب قیامت آ جائے گی۔

(4) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا کہ ''تم کو معلوم ہے کہ یہ سورج

کہاں جاتا ہے؟'' میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی علم ہے آپ ﷺ نے فرمایا'' یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے پھر (دوبارہ آنے کی) اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔'' (بخاری:3199)

(5)﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' تم جو نیکی بدی کرتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے وہ تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا وہ فرماں برداروں کو ثواب اور نافرمانوں کو سزا دے گا۔

سوال 2: مقررہ وقت تک چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قیامت تک چلنا ہے یعنی سورج اور چاند کا چلنا، رات اور دن کا باری باری آنا۔ موسموں کی تبدیلی قیامت تک جاری رہے گی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''خبیر'' کو کیسے سکھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کے بڑے چھوٹے ہونے سے۔ (2) سورج اور چاند کے مسخر ہونے سے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے ایک نظام میں بندھ کر مسلسل صحت کے ساتھ چلنے سے اپنی خبر کا شعور دلایا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً اُس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے'' (30)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً اُس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے جو اپنی صفات کو بیان کیا ہے۔

(2) ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ''اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے'' وہ اپنی ذات میں حق، اپنی صفات میں حق، اس کا دین حق، اس کے وعدے حق، اس کی وعیدیں حق، اس کے رسول حق، اس کی عبادت حق ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے برحق معبود ہونے کی دلیل ہے کہ اس نے دن رات کا نظام قائم کیا اور اس نے ہر چیز کو تخلیق کیا، ان کے لیے رزق کا اہتمام

کیا، اس نے کسی چیز کو بے مقصد نہیں بنایا۔

(4)﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ﴾ ''اور یقیناً اُس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے۔ انہیں الوہیت کا کوئی حق نہیں ان کی عبادت باطل ہے۔ وہ اپنی ذات میں باطل، اپنی صفات میں باطل اس لیے ان کی عبادت باطل ہے۔

(5)﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ''اُسی کو پکارنا برحق ہے اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں، اور کافروں کا پکارنا تو گمراہی میں ہے۔'' (الرعد:14)

(5)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے'' وہ تمام مخلوقات سے اوپر ہے۔ اس کی صفات اس سے بلند تر ہیں کہ ان پر مخلوق کی صفات کو قیاس کیا جائے۔ وہ مخلوق کے اوپر اور ان پر غالب ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات میں کبریائی کا مالک ہے اور زمین اور آسمان کی تمام مخلوق کے دل اس کی کبریائی سے لبریز ہیں۔ (سعدی:2105/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں کیوں ظاہر کی ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نشانیوں کو ظاہر کر کے یہ سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے جو ایک ہی ساری کائنات کا نظام چلانے والا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے نشانیاں اس لیے ظاہر کی ہیں تاکہ انسان جانیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے باطل ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کہ ماسوا ہر چیز کے باطل ہونے سے مراد یہ ہے کہ کسی مخلوق کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ (2) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ سب محتاج ہیں۔ (3) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ سب ماتحت ہیں۔ (4) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ کسی کے پاس کوئی ذاتی قوت نہیں۔ کوئی ایک ذرّے کو بھی ہلانے کی قوت نہیں رکھتا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے ''العلی'' اور ''الکبیر'' ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے انتظامات سے، اپنی تدبیر سے، اپنی شان کی برتری کا شعور دلایا ہے کہ وہ العلی ہے اور اپنی بڑائی کا شعور دلایا ہے وہ الکبیر ہے اس کے ماسوا ہر چیز فقیر ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اپنے ماسوا ہر چیز کو باطل قرار دے کر اپنی برتری اور بڑائی کا شعور دلایا ہے کہ اس کے ماسوا ہر چیز پست ہے نہ کسی کی قدرت ہے نہ اختیار، نہ قوت، نہ فیصلہ، نہ حکم۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہی حق ہے۔

رکوع نمبر 13

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناً کشتی سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر کرنے والے کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' (31)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناً کشتی سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر کرنے والے کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تمہارے تابع بنا دیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے'' اے محمد! کیا آپ ﷺ نے غور نہیں کیا ﴿اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً کشتی سمندر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چلتی ہے'' اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تمہارے تابع بنایا ہے تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتیوں اور جہازوں کی آمدورفت جاری رہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تر و تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔'' (النحل: 14) ﴿رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا (۶۶) وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا (۶۷)﴾ ''تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تا کہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو، یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل: 67,66)

(2) (i) کشتی سمندر میں ان قوانین کے مطابق چلتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہوا، زمین اور آسمانوں میں رکھ دیے ہیں۔ (ii) کشتی سمندر میں نہ ایک جگہ رہتی ہے نہ ڈوبتی ہے۔ (iii) کشتی اللہ تعالیٰ کے انعامات کی وجہ سے چلتی ہے، وہی کشتی کا حامی اور مددگار ہوتا ہے، وہی موجوں کی سرکشی کو روکتا ہے، وہی طوفانوں اور موسمی اثرات سے بچاتا ہے، وہی ہوا کے دباؤ کو مناسب رکھتا ہے، وہی درجہ حرارت کو کنٹرول میں رکھتا ہے پھر

کشتی سمندر میں چلتی ہے۔

(3)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بڑے شکر کرنے والے کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں'' اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو مصیبت پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر، اس کے نواہی سے رکنے پر اور مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور جو اس کی دینی اور دنیوی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں۔

(4) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔'' (مسلم:7500)

(5) شعبی رحمہ اللہ نے کہا ''صبر نصف ایمان ہے، شکر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول پر غور نہیں کیا ﴿وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (الذٰریٰت:20) (قرطبی:7/59,60)

سوال 2: سمندر میں کشتیوں کا چلنا کس چیز کا شعور دلاتا ہے؟

جواب: سمندر میں کشتیوں کا چلنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس کی قدرت اور اس کے لطف و کرم کا شعور دلاتا ہے۔

سوال 3: صبر اور شکر کرنے والے نشانیوں سے کیسے فائدہ اٹھاتے ہیں؟

جواب: صبر اور شکر کرنے والے مصیبت میں اپنے آپ کو نہیں رب کو دیکھتے ہیں وہ خود کو جزع فزع سے روک کر اپنے رب کی قدرتوں کو پا لیتے ہیں۔ شکر کرنے والے نعمتوں کو پا کر پھولنے کی بجائے رب کے احسانات کو دیکھتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کرنے کے قابل رہتے ہیں۔

﴿وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾

''اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے'' (32)

سوال 1: ﴿وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾ ''اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو

اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے'' کون طوفانوں سے بچا کر خشکی پر لے آتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''اور جب انہیں کوئی موج سائبانوں جیسی ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ وہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں'' رب العزت نے ان لوگوں کا حال بیان کیا ہے جو سمندری سفر کرتے ہیں اور پہاڑ جیسی موجیں اٹھ اٹھ کر ان پر چھا جاتی ہیں تو وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی نجات کے لیے دعائیں کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل:67)

(2)﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ﴾ ''پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہیں'' یعنی جب وہ خشکی پر لے آتا ہے تو کچھ لوگ شکر کرنے کا حق ادا نہیں کرتے اور گناہ کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں اور کچھ لوگ ناشکری کر کے اس کی نعمت کا ہی انکار کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں عبادت کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، پھر جب وہ اُنہیں نجات دے کر خشکی میں لے جاتا ہے تب وہ اچانک ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔'' (العنکبوت:65)

(3)﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾ ''اور نہیں انکار کرتا ہماری آیات کا مگر جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہے'' ان کی بدعہدی یہ تھی کہ اگر رب نے انہیں سمندر کی سختیوں سے نجات دے دی تو وہ شکر گزار بنیں گے۔ انہوں نے بدعہدی کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سخت ناشکرے ہیں۔

سوال 2: کشتی کے طوفان میں گھر جانے کے بعد لوگ اللہ تعالیٰ کو مخلصانہ کیسے پکارنے لگتے ہیں؟

جواب: عام حالات میں انسان کی فطرت پر غلط افکار خیالات کے پردے پڑے رہتے ہیں۔ سخت خطرے میں یہ پردے ہٹ جاتے ہیں اور انسان کی فطرت اپنے رب کی طرف رجوع کر لیتی ہے ایسے میں انسان اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر کے اس کو پکارتا ہے اور دوسرے تمام معبودوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

سوال 3: دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا۔

سوال 4: عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کے لیے شعور کو پاک کرنا پڑتا ہے۔ جب تک انسان کے شعور پر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ماسوا کسی اور کا تصور، کسی اور کی بڑائی حاوی رہتی ہے انسان کا شعور ناپاک رہتا ہے۔ اور شعور کی ناپاکی کے ساتھ عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نہیں ہو سکتی۔

سوال 5: ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ سے مراد اپنے عہد کو پورا کرنے والا۔ (2) توحید اور اطاعت کے عہد پر قائم رہنے والا۔ (3) اعتدال پر قائم رہنے والا۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والوں کی دو خصوصیات بیان کی گئیں اُن کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار خطا کار کرتے ہیں یعنی غدّار اور بدعہدی کرنے والے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار "کفور" یعنی ناشکری کرنے والے کرتے ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکہ باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے" (33)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا﴾ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا" اللہ تعالیٰ کا خوف رکھو اور آخرت کو یاد کرو آیت کی روشنی میں حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ﴾ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ" اے لوگو! اپنے رب سے ڈر کر اس کے روکے سے رک جاؤ اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو۔

(2) ﴿وَاخْشَوْا يَوْمًا﴾ "اور اُس دن سے ڈرو" قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے ڈر جاؤ۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ "اور ڈرو اُس دن سے جب

کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔" (البقرۃ:48)

(3)﴿لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا﴾ "جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا" جس روز کوئی باپ اپنے بیٹے کو اور بیٹا باپ کو چھڑانے کے لیے بدلہ دینا چاہے گا تو قبول نہیں کیا جائے گا کسی کو اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا رب العزت نے فرمایا:﴿فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ (33) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ (34) وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ (35) وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (36) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (37)﴾ "پس جب کان بہرے کر دینے والی آجائے گی۔ اُس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔" (عبس:33-37)

(4) جب یہ آیت﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلایا اور ہر ایک کا نام لے لے کر فرمایا تھا کہ اپنی فکر کر لو۔ اس دن میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

سوال 2:﴿إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکہ باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے" اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

(1)﴿إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے" اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اس میں شک نہ کرو۔

(2)﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا﴾ "چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے" دنیا کی زندگی کی ظاہری چکا چوند تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے جیسا کہ فرمایا: ﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۙ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ "جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔" (الحدید:20)

(3)﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾ "اور وہ بڑا دھوکہ باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے" یعنی شیطان کی طرف سے کبھی غافل نہ ہونا۔ وہ جھوٹی تمنائیں دلاتا ہے، وعدوں کے فریب دیتا ہے، کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''وہ انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں جھوٹی امیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا۔'' (النساء:120)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات تک پہنچنے کی رکاوٹوں کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دھوکے باز شیطان کا شعور دلایا ہے کہ کہیں وہ تمہیں دنیا کی زندگی کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ (2) کہیں شیطان تمہیں مال کے غرور میں مبتلا نہ کردے۔ (3) کہیں وہ تمہیں علم کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ (4) کہیں وہ تمہیں قوت کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے (5) کہیں وہ تمہیں خواہش پرستی کے دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ یہ ساری اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی رکاوٹیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مشکلات میں گھرے ہوئے انسان کے اندر سے ٹوٹتے پھوٹتے دکھایا ہے جب وہ سمندر کی موجوں میں گھر جاتا ہے اب جبکہ وہ اپنے دین کو خالص کر چکا تو دوبارہ اسی دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (34)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے'' اللہ تعالیٰ ہی غیب دان ہے اس کے سوا غیب کا علم کسی کو نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی

دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے'' (الانعام:59) قیامت کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:187) ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (۴۴)﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' (النازیات:42-44)

(2) ﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو۔'' (الاحزاب:63)

(3) ﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ ''اور وہی بارش برساتا ہے'' بارش کا برسانا اسی کے قبضے میں ہے۔ جب وہ بارش کا حکم دیتا ہے فرشتے اس کے حکم سے بارش برساتے ہیں۔

(4) ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ ''اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے'' ماں کے پیٹ میں پروان چڑھنے والے بچے کے وجود کے بارے میں، اس کی جنس کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے لیکن اس کی خوش بختی یا بدبختی کے بارے میں، اس کی زندگی یعنی عمر، اس کی تقدیر کے بارے میں سائنسی آلات کچھ بتانے سے عاجز ہیں۔

(5) ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا'' کسی کو معلوم نہیں وہ کل کیا نیکیاں کرے گا یا کیا بدیاں کرے گا۔

(6) سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے خالد بن ذکوان سے کہا: ''میری شادی کے وقت نبی ﷺ تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اس طرح بیٹھ گئے، جس طرح تم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہو۔ پھر ہماری چند بچیاں اس وقت دف بجانا شروع ہوئیں، وہ ہمارے ان بزرگوں کا ذکر کر رہی تھیں جو بدر کی لڑائی میں شہید کر دیے گئے تھے۔ تو اسی اثنا میں ایک لڑکی یہ گانے لگی، ہم میں ایک نبی ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو اور وہی گاؤ جو (پہلے) گا رہی تھیں۔'' (بخاری:5147)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ ایک نیا آدمی خدمت میں

حاضر ہوا اس نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب قائم ہوگی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کہ جس سے پوچھا جارہا ہے خود وہ سائل سے زیادہ اس کے واقع ہونے کے متعلق نہیں جانتا۔ البتہ میں تمہیں اس کی چند نشانیاں بتاتا ہوں۔ جب عورت ایسی اولاد جنے جو اس کے آقا بن جائیں تو یہ قیامت کی نشانی ہے، جب ننگے پاؤں، ننگے جسم والے لوگ لوگوں پر حاکم ہو جائیں تو یہ قیامت کی نشانی ہے۔ قیامت بھی ان پانچ چیزوں میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، بیشک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے رحم میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی)'' پھر وہ صاحب اٹھ کر چلے گئے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''انہیں میرے پاس واپس بلالاؤ۔'' لوگوں نے انہیں تلاش کیا تاکہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دوبارہ لائیں لیکن ان کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ صاحب جبرائیل تھے (انسانی صورت میں) لوگوں کو دین کی باتیں سکھانے آئے تھے۔'' (بخاری:4777)

(8) ﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾ ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟'' کسی کو معلوم نہیں اسے کس سرزمین میں موت آنی ہے۔

(9) سیدنا مطر بن عکامس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی موت کا کسی دوسری زمین میں فیصلہ کرتے ہیں تو اس زمین کی طرف اس کی کوئی ضرورت مقرر فرما دیتے ہیں۔'' (ترمذی:2146)

(10) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ اے میرے رب! یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں۔'' (ابن ماجہ:4263)

(11) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھنے والا ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی امور، تمام چھپی ہوئی اور تمام اسرار نہاں سے باخبر اور ان کو جانتا ہے۔ یہ اس کی حکمت کاملہ ہے کہ اس نے پانچ چیزوں کا علم بندوں سے چھپا رکھا ہے کیونکہ اس کے اندر ان کے مصالح پنہاں ہیں۔ صاحب تدبر پر یہ چیز مخفی نہیں۔ (سعدی:3/2108)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکی یا لڑکا)، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔'' (بخاری:1039)

سوال 2: کیا قیامت کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کا علم نہ کسی فرشتے کو دیا ہے نہ کسی نبی کو، نہ کسی اور ہستی کو۔

سوال 3: بارش کے بارے میں سائنسی تخمینے لگائے جاسکتے ہیں لیکن کیسے پتا چلتا ہے کہ یقینی علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو نہیں؟

جواب: آثار و علامات سے لگائے جانے والوں تخمینوں کے کبھی صحیح اور کبھی غلط ہونے سے یہ پتا چلتا ہے کہ یقینی علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

سوال4: ماں کے پیٹ میں جو کچھ ہے سائنسی آلات سے اس کا پتہ چل جاتا ہے پھر اس کا کون سا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں؟

جواب: ماں کے پیٹ میں پروان چڑھنے والے بچے کے وجود کے بارے میں، اس کی جنس کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے لیکن اس کی خوش بختی یا بدبختی کے بارے میں، اس کی زندگی یعنی عمر، اس کی تقدیر کے بارے میں سائنسی آلات کچھ بتانے سے عاجز ہیں۔

سوال5: آنے والے کل کے بارے میں کوئی خبر نہیں رکھ سکتا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ آنے والا کل انسان کی زندگی میں آئے گا یا نہیں وہ نہیں جانتا۔ (2) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ آنے والے کل میں انسان کیا کرے گا وہ نہیں جانتا۔

سوال6: انسان اپنی موت کے بارے میں کیا کچھ نہیں جانتا وضاحت کریں؟

جواب: (1) انسان یہ نہیں جانتا کہ موت کہاں آئے گی؟ (2) انسان یہ نہیں جانتا موت کب آئے گی؟ اپنے گھر میں یا وطن سے بھی باہر، جوانی میں یا بڑھاپے میں؟ اپنی تمناؤں کے پورا ہونے کے بعد یا پہلے؟ (3) انسان یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کی موت کیسے آئے گی؟

اٰیاتها ۳۰ ۳۲ سُوْرَةُ السَّجْدَة مَكِّيَّة ۷۵ رکوعاتها ۳

سوال1: سورۃ السجدہ کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ السجدہ مکی سورت ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 30 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 32 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 75 ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ﴿الٓمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ "پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری: کتاب الصلوٰۃ)

(2) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو سونے سے پہلے "الم، السجدہ اور الملک" پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی: 892)

رکوع نمبر 14

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم''(1)

سوال:﴿الٓمّٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الٓمّٓ﴾ حروفِ مقطعات ہیں یعنی کٹے ہوئے حروف۔اس کے مطلب کے بارے میں اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے،رسول اللہ ﷺ نے ان حروف کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اس کتاب کا نازل کرنا،جس میں کوئی شک نہیں،جہانوں کے رب کی طرف سے ہے''(2)

سوال1:﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اس کتاب کا نازل کرنا،جس میں کوئی شک نہیں،جہانوں کے رب کی طرف سے ہے'' قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ﴾ ''اس کتاب کا نازل کرنا'' یعنی قرآن مجید کا نزول۔

(2)﴿لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ''جس میں کوئی شک نہیں'' یعنی اس کتاب کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ کتاب کے مضامین میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔مشرکین مکہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ نے یہ خود تصنیف کرلی ہے اور کوئی عجمی سکھا جاتا ہے۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔'' (الفرقان:5) اس آیت میں رب العزت نے جواب دیا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ۔

(3)﴿مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جہانوں کے رب کی طرف سے ہے'' کہ یہ رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

(4)(i)اس کا ثبوت اس کا صدیوں بعد بھی اپنی اصل پر برقرار رہنا ہے۔قرآن مجید کے کسی لفظ،کسی حرف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود رب العالمین نے لیا ہے۔(ii) کتاب کی تلاوت کے وقت انسان کے دل پر طاری ہونے والی کیفیت یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کے اندر کوئی خفیہ قوت ہے۔اس کے اثرات کو ہر دور میں اہل زبان کے علاوہ بھی لوگ محسوس کرتے رہے ہیں۔

(iii) کتاب کو جب بھی کسی نے بلا تعصب سنا اس کے دل کے اندر اس کو قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کتاب،انسانی نہیں ہے۔(iv)اس کتاب کی تاثیر وقتی نہیں ہوتی۔جو شخص جتنا اس کتاب کو پڑھتا ہے غور وفکر کرتا ہے،اتنا ہی زیادہ اس کے دل پر اس کے بیان کردہ حقائق کے اثرات گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں۔(v) کتاب کے علمی مضامین کو کبھی غلط ثابت نہیں کیا جاسکا۔سینکڑوں برسوں میں

ایک بات بھی حقیقت کے متضاد نہیں ملی۔(vi) کتاب کا انداز بیان، اس کے کلمات کی ترتیب اس کا نہ نثر کی صنف میں ہونا نہ شعر ہونا اس کے باوجود کہیں قافیہ بندی کا ہونا انسان کے دل کو مسحور کر دیتا ہے۔ انسانی کلام اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں واضح فرق نظر آتا ہے۔

(vii) کتاب کا موضوع انسان ہے۔ انسان کے لیے یہ ذریعہ ہدایت ہے صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی اس کی ہدایت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہر دور کے لیے یکساں مفید ہے یقیناً یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ ''وہ بڑا بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تا کہ وہ تمام جہان والوں کو خبردار کرنے والا ہو۔'' (الفرقان:1)

سوال 2: کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: (1) اس کا ثبوت اس کا صدیوں بعد بھی اپنی اصل پر برقرار رہنا ہے۔ قرآن مجید کے کسی لفظ، کسی حرف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود رب العالمین نے لیا ہے۔

(2) کتاب کی تلاوت کے وقت انسان کے دل پر طاری ہونے والی کیفیت یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کے اندر کوئی خفیہ قوت ہے۔ اس کے اثرات کو ہر دور میں اہل زبان کے علاوہ بھی لوگ محسوس کرتے رہے ہیں۔

(3) کتاب کو جب بھی کسی نے بلا تعصب سنا اس کے دل کے اندر اس کو قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کتاب انسانی نہیں ہے۔

(4) اس کتاب کی تاثیر وقتی نہیں ہوتی۔ جو شخص جتنا اس کتاب کو پڑھتا ہے غور و فکر کرتا ہے، اتنا ہی زیادہ اس کے دل پر اس کے بیان کردہ حقائق کے اثرات گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں۔

(5) کتاب کے علمی مضامین کو کبھی غلط ثابت نہیں کیا جا سکا۔ سینکڑوں برسوں میں ایک بات بھی حقیقت کے متضاد نہیں ملی۔

(6) کتاب کا انداز بیان، اس کے کلمات کی ترتیب اس کا نہ نثر کی صنف میں سے ہونا نہ شعر ہونا اس کے باوجود کہیں قافیہ بندی کا ہونا انسان کے دل کو مسحور کر دیتا ہے۔ انسانی کلام اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں واضح فرق نظر آتا ہے۔

(7) کتاب کا موضوع انسان ہے۔ انسان کے لیے ہے ذریعہ ہدایت ہے صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی اس کی ہدایت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہر دور کے لیے یکساں مفید ہے یقیناً یہ ربّ العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾

''یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ گھڑ رکھا ہے؟ بلکہ وہ تیرے رب کی جناب سے حق ہے، تا کہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تا کہ وہ ہدایت پا جائیں''(3)

سوال 1: ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ﴾ ''یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ گھڑ رکھا ہے؟ بلکہ وہ تیرے رب کی جناب سے حق ہے، تا کہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تا کہ وہ ہدایت پا جائیں'' قرآن مجید خود ساختہ نہیں رب کا کلام ہدایت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ''یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ گھڑ رکھا ہے؟'' نبی ﷺ کو جھٹلانے والے کہتے تھے کہ یہ خود ساختہ ہے، جھوٹ ہے، کہانت ہے، اس میں من گھڑت قصے ہیں۔

(2) ﴿بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''بلکہ وہ تیرے رب کی جناب سے حق ہے'' قرآن مجید حق ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، انسانوں کی ہدایت کے لیے ہے۔ انسانی اخلاق کی تکمیل کے لیے آیا ہے۔

(3) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے۔ باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے۔

(4) ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''تا کہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا'' یعنی مشرکین عرب کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خبردار کر دو تا کہ وہ شرک اور کفر سے بچیں۔ انہیں قرآن کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اس سے پہلے ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا۔

(5) ﴿لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ ہدایت پا جائیں'' یعنی امید ہے کہ وہ ایمان لا کر حق کی طرف ہدایت پائیں گے پھر نجات پا جائیں گے۔

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۳۷) اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۳۸)﴾

''اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (یونس: 37-38)

سوال 2: قرآن مجید کیسے حق ہے؟

جواب: (1) قرآن انسان اور کائنات کے اندر پائے جانے والے فطری قوانین میں رابطہ پیدا کرتا ہے۔

(2) قرآن مجید کی سچائی کو جب انسان کی فطرت پالیتی ہے تو اس پر لبیک کہتی ہے۔

(3)اس سچائی میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں پوری انسانیت کے لیے راہنمائی ہے۔ یہ سچا نظام حیات ہے۔

(4)یہ حق ہے اس لیے کہ اس میں انسانوں کے جذبات میلانات، خواہشات کے مطابق ہدایت دی گئی ہے۔

(5)یہ حق ہے کہ اس میں ہر طرح کے انسانی حالات کے لیے راہنمائی ہے اصلاح کے حالات کے لیے بھی اور بگاڑ کے حالات کے لیے بھی۔

(6)قرآن مجید حق ہے کیونکہ اس میں مکمل عدل ہے۔

سوال3:﴿بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ کی بات کہہ کر رسول اللہ کو کیا اعزاز بخشا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ پر جو الزام اہل مکہ کی طرف سے لگایا گیا تھا کہ یہ قرآن اس نے خود گھڑ لیا ہے اُس کی نفی کی گئی اور یہ واضح کیا گیا کہ یہ تو آپ کے رب کی جانب سے ہے۔

سوال4: کیا عربوں کے پاس رسول اللہ ﷺ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے پہلے اہل مکہ کے پاس کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، اُس کے سوا تمہارا نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی سفارشی، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''(4)

سوال1:﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا اُس کے سوا تمہارا نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی سفارشی، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' جس میں سے پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ تھا۔

(2)ان ایام کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دنوں کے بارے میں فرمایا﴿فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ ''ایک دن تمہارے شمار کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔''(سجدہ:5)

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق فرمایا﴿هُمَا یَوْمَانِ ذَكَرَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ كِتَابِهٖ اَللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِهِمَا وَاَكْرَهُ اَنْ

اَقُوْلُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ مَالَا اَعْلَمُ﴾ ''یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کی حقیقت کو جانتا ہے اور میں اسی کو برا سمجھتا ہوں کہ قرآن میں وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔'' (معارف القرآن:61/7)

(4) ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ ''پھر وہ عرش پر بلند ہوا'' عرش تمام مخلوقات کی چھت ہے یہ عرش پہ مستوی ہونے کی کیفیت ایسی ہے جو اس کے جلال کے لائق ہے۔ (سعدی:2110/3)

(5) ﴿مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ﴾ ''اُس کے سوا تمہارا نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی سفارشی'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سفارشی نہیں سب کاموں کی ڈور اس کے ہاتھ میں ہے وہی خالق، وہی مدبر، وہی ہر چیز پر قادر ہے کوئی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔

(6) ﴿اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ﴾ ''کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے'' یعنی اس کی قدرت اور اس کی مخلوقات کے بارے میں اس کے کلی اختیارات کو نہیں سمجھتے۔ وہ تمہاری سرپرستی میں یکتا ہے سفارش کا مالک ہے اس لیے وہی عبادت کا مستحق ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ہاتھ تھام کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مٹی (یعنی زمین) کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، درختوں کو سوموار کے دن بنایا، بری و ناپسندیدہ چیزوں (یعنی ظلمت و تاریکی وغیرہ) کو منگل کے دن پیدا کیا، بدھ کے دن نور کو پیدا فرمایا، جمعرات کے دن زمین میں جانور پھیلائے اور سیدنا آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد بنایا، مخلوقات میں سب سے آخر میں اور جمعہ کے دن کی آخری گھڑیوں میں جو عصر اور رات کے درمیان ہیں۔ (مسلم:7054)

﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَہُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَہُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (۱۲)﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی مثل۔ اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔'' (الطلاق:12)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے ہاں دوست اور سفارشی نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی ایسا نہیں جو تمہاری مدد کر سکے۔ نہ دوست عذاب کو ٹال سکے گا۔ نہ سفارشی تمہاری سفارش کر سکے گا یعنی تم بے یار و مددگار ہو گے۔

سوال 3: ﴿اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ کیا پھر بھی تم اپنے شرک سے باز نہیں آتے؟ کیا پھر بھی اُن شریکوں کی عبادت سے گریز نہیں کرتے؟ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾

''وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ (کام) ایک دن میں اُس کی طرف اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے، اس میں سے جو تم شمار کرتے ہو'' (5)

سوال 1: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾

''وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر وہ (کام) ایک دن میں اُس کی طرف اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے اس میں سے جو تم شمار کرتے ہو'' آسمان سے زمین تک کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ ''وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے'' اس سے مراد احکامات نازل کرنا اور ان کو نافذ کرنا ہے۔

(2) امر کونی، دینی، امر شرعی کی ساری تدابیر وہ قادر مطلق کرتا ہے۔

(3) ﴿مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ ''آسمان سے زمین تک'' آسمان سے زمین تک کا سارا نظام اسی کی قضا وقدر سے چل رہا ہے۔

(4) وہ آسمانوں کے بلند حصے سے ساتوں زمینوں تک حکم نافذ کرتا ہے۔

(5) ﴿ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ ''پھر وہ (کام) ایک دن میں اُس کی طرف اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے، اس میں سے جو شمار کرتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ کا امر اسی کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور اسی کی طرف ایک لمحے میں چڑھ جاتا ہے۔ ایک دن میں چڑھتا ہے جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار برس ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمان اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھیں اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم: 6748)

سوال 2: اللہ تعالیٰ آسمان سے جہان کی تدبیر کیسے کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمان پر ہر چیز کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھ رکھی ہے۔ آسمان پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے وہیں سے ہر چیز کی تدبیر کرتا ہے، یعنی احکامات نازل کرتا ہے اور اُن کو نافذ کرتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ آسمان سے کس کس چیز کی تدبیر کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ زندگی اور موت کی تدبیر کرتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ صحت اور بیماری کی تدبیر کرتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ دولت مندی اور فقر کی تدبیر کرتے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ عزت اور ذلت کے لیے تدبیر کرتا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ جنگ اور صلح کے لیے تدبیر کرتا ہے۔

یوں اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین کے لیے تدبیر کرتے ہیں۔

سوال 4: زمین سے آسمان کی طرف کیا چڑھ کر جاتا ہے؟

جواب۔ زمین سے آسمان کی طرف اس کی تدبیر اس کا حکم چڑھ کر جاتا ہے۔

سوال 5: یہاں دن سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس دن سے مراد قیامت کا دن بھی ہوسکتا ہے جو دنیا کا آخری دن ہے جس دن انسان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جائیں گے۔

﴿ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

''وہی ہر غائب اور حاضر کا جاننے والا ہے، سب پر غالب، نہایت رحم کرنے والا ہے''(6)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''وہی ہر غائب اور حاضر کا جاننے والا ہے، سب پر غالب، نہایت رحم کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی منتقم ہے جو غیب اور حاضر کو جانتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''وہی'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا۔ جو اکیلا ہی سارے جہانوں کی تدبیر کرتا ہے۔ جو اپنے عرش پر مستوی ہے۔

(2) ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''ہر غائب اور حاضر کا جاننے والا ہے'' جس کا علم وسیع اور کامل ہے۔ جو لوگوں سے چھپ جاتا ہے یا ان کے سامنے ہوتا ہے۔ اس کے سامنے ہر چیز حاضر ہے۔

(3) ﴿الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''سب پر غالب، نہایت رحم کرنے والا ہے'' یعنی اپنی مراد پر غالب ہے وہ الرحیم ہے اپنی مخلوقات میں سے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔

(4) اس نے اپنی وسعتِ علم، اپنے کامل غلبے اور اپنی بے پایاں رحمت کی بنا پر ان مخلوقات کو وجود بخشا اور ان میں بے شمار فائدے ودیعت کیے اور ان کی تدبیر کرنا اس کے لیے مشکل نہیں۔ (سعدی: 2111/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الرحیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غیب اور حاضر کے علم سے اپنی گرفت اور غلبے کا احساس دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں وہ قدرت رکھنے والا ہے جو چاہے کرسکتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے، اپنی تدبیر سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کہ کیسے وہ وجود میں لاتا ہے اور مسلسل تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔

﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ﴾

''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء تھوڑے سے گارے سے کی''(7)

سوال1:﴿الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ﴾ ''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء تھوڑے سے گارے سے کی'' انسان کی پیدائش کا آغاز مٹی سے ہوا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ﴾ ''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی'' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو عمدہ، مضبوط اور کمال کے ساتھ بہترین تخلیق کیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے بارے میں یہ واضح کیا ہے کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ تخلیق کیا ہے، ہر چیز میں حسن ہے ان کی شکل میں، ہیئت میں، ان کے حجم میں، ان کے مقاصد میں بھی، اعمال میں بھی واقعات اور حرکات میں بھی، فرائض میں بھی، ذرّے سے لے کر بڑے اجسام تک حسن ہی حسن ہے ہر چیز کو اس نے حسین اور مکمل بنایا ہے۔ یہ کائنات جمیل ہے اس کا حسن و جمال ختم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی بنائی اس کی حکمت اور مصلحت کا تقاضا ہے۔ اس میں اپنا حسن اور انفرادیت ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اسے راستہ دکھایا۔'' (طٰہٰ:50)

(4)﴿وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ﴾ ''اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء تھوڑے سے گارے سے کی'' سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا۔﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً میں بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں۔'' (الحجر:28)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔'' (المومنون:12)

(5) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا جو اس نے ساری زمین سے اکٹھی کی تھی۔ (ترمذی:2955)

(6) انسان کے شرف کی بنا پر مخلوقات میں سے پہلے انسان کا ذکر فرمایا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الرحیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے غیب اور حاضر کے علم سے اپنی گرفت اور غلبے کا احساس دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں وہ قدرت رکھنے والا ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے، اپنی تدبیر سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کہ کیسے وہ وجود میں لاتا ہے اور مسلسل تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔

﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾

''پھر اُس نے اُس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی'' (8)

سوال 1: ﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''پھر اُس نے اُس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی'' انسان کی نسل نطفے سے چلائی گئی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ﴾ ''پھر اُس نے اُس کی نسل'' یعنی سیدنا آدم علیہ السلام کی نسل کو۔

(2) ﴿مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''ایک حقیر پانی کے خلاصے سے'' یعنی گندے اور بے وقعت پانی سے یعنی کمزور نطفے سے انسان کی نسل چلائی۔

(3) ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اہم تخلیقی کارناموں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو مختلف مراحل سے گزار کر انسان کا پتلا اپنے ہاتھ سے تیار کیا پھر اس میں اپنے ہاں سے روح پھونکی یا اپنی روح میں سے روح پھونکی تو ایک محیر العقول اور عظیم الشان چیز وجود میں آ گئی جس میں عقل و شعور، قوت ارادہ و اختیار اور قوت تمیز و استنباط سب کچھ موجود تھا وہ اس قابل بنا دیا گیا کہ وہ خلافتِ ارضی کا بار اٹھا سکے اور اللہ تعالیٰ کا دوسرا محیر العقول تخلیقی کارنامہ یہ ہے کہ پھر انسان کی نسل کو نطفہ اور توالد و تناسل سے چلا دیا۔ جس سے کروڑوں انسان پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نطفہ کیا ہے؟ حکماء کہتے ہیں کہ جو چوتھے ہضم کے نتیجہ میں ظہور میں آتا ہے جبکہ خون تیسرے ہضم کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس نطفہ کے ہر قطرہ میں ہزاروں جرثومے ہوتے ہیں اور ایک جرثومہ میں اصل انسان کی شکل و صورت، اس کی عادات اور اس کے خصائل موجود ہوتے ہیں۔ گویا نطفہ کا ایک ایک جرثومہ اس چیز کا چھوٹے سے چھوٹا اور مکمل ترین عکس ہوتا ہے جو صرف طاقتور خوردبین کے ذریعہ سے ہی نظر آ سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 547/3) ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نطفہ بنا دیا۔ پھر ہم نے نُطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔'' (المومنون: 14,13)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی پیدائش (بطور نطفہ) اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک پوری کی جاتی ہے، پھر چالیس دن تک وہ غلیظ اور جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو اس کے پاس چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے۔ تو وہ فرشتہ اس کے عمل، اس کی مدت زندگی، اس کی روزی اور یہ کہ وہ نیک ہوگا یا بدبخت، یہ سب چیزیں لکھ لیتا ہے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (بخاری: 3332)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الرحیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غیب اور حاضر کے علم سے اپنی گرفت اور غلبے کا احساس دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں وہ قدرت رکھنے والا ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے، اپنی تدبیر سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کہ کیسے وہ وجود میں لاتا ہے اور مسلسل تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔

﴿ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾

''پھر اُس کو درست کیا اور اُس نے اِس میں اپنی روح پھونکی اور اُس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' (9)

سوال 1: ﴿ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''پھر اُس کو درست کیا اور اُس نے اُس میں اپنی روح پھونکی اور اُس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کا احسان مانو، آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ سَوّٰهُ﴾ ''پھر اُس کو درست کیا'' یعنی انسان گوشت پوست، اس کے اعضا، اس کے اعصاب اور اس کی شریانوں کے نظام کو درست طور پر بنایا، اسے بہترین تخلیق و ہیئت سے سرفراز کیا اس کے ہر ہر عضو کو ایسے مقام پر رکھا جس کے سوا کوئی اور مقام اس کے لائق نہ تھا۔ (سعدی: 2111/3)

(2) ﴿وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ﴾ ''اور اُس نے اُس میں اپنی روح پھونکی'' یعنی اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو انسان کے اندر روح پھونکتا ہے تب وہ زندگی جیسی نعمت پا کر انسان بن جاتا ہے۔

(3) ﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ ''اور اُس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے'' یعنی جب اس نے روح پھونک دی تو کان، آنکھیں اور دل عطا کر دیے۔ یہ حواس ہیں جن سے تم سنتے، دیکھتے اور حق اور ہدایت کو سمجھتے ہو۔

(4) ﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کا احسان نہیں مانتے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کا احسان مانو خوش نصیب ہے وہ جو ان قوتوں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اپنے دین کی خدمت کرے۔''

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ ''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اسے آزمائیں، سو ہم نے اُس کو خوب سننے والا، دیکھنے والا بنایا'' (الدھر: 2) ﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ

جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کسی چیز کو جانتے نہ تھے۔ اور اُس نے تمہارے لیے سماعت اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں تا کہ تم شکر کرتے رہو۔'' (النحل:78)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کب انسان میں اپنی روح پھونکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں بچے کی نشوونما کرتے ہیں اور پھر اس میں روح پھونکتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں'' (10)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں'' زندگی بعد موت کے بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْٓا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا'' قیامت کو محال سمجھتے ہوئے جھٹلانے والوں نے کہا۔

(2) ﴿ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے'' کیا جب ہمارے بدن گل سڑ کر مٹی بن جائیں گے اور ایسی جگہوں پر چلے جائیں گے جن کے بارے میں ہم نہیں جانتے اور ہمارا نام ونشان تک نہ رہے گا۔

(3) ﴿ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے'' تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کر کے اس کام کو بعد از قیاس سمجھتے ہیں حالانکہ جو انہیں عدم سے وجود میں لا سکتا اس کی قدرت کے لیے زندگی بعد موت آسان ہے۔

(4) ﴿بَلْ هُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں'' حقیقت یہ ہے کہ وہ موت کے بعد کی زندگی کا حساب کتاب کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ اس لیے موت کے بعد کی زندگی کو نہیں مانتے۔ ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۷۷) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (۷۹)﴾ ''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہو گیا۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کا خوب جاننے والا

ہے۔'' (یٰس:77-79)﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (۴۹) قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا (۵۰) اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا (۵۱)﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش پر اُٹھائے جائیں گے؟ آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دل میں اس سے بھی سخت ہے۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ پھر جلد ہی وہ آپ کے سامنے سر ہلا ہلا کر کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں ممکن ہے کہ وہ بہت ہی قریب ہو۔'' (بنی اسرائیل:49-51)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنا شروع کر دیا، پھر کہنے لگا کہ اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس (ہڈی) کے فنا ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا اور (سن!) اللہ تعالیٰ تجھے فوت کرے گا، پھر تجھے زندہ کر کے جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔ (مستدرک حاکم:3606)

سوال 2: ضلالت کے کیا معنی ہیں؟

جواب: ضلالت کے معنی ہیں گم ہو جانا، یعنی ایک چیز دوسری پر اس طرح غالب آئے کہ پہلی کے اثرات مٹ جائیں یہ ضلالت ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے دوسری پیدائش پر شک کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ شک کو تو ویسے ہی اپنے اوپر طاری کر رہے ہیں دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کر لے گا چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے'' (11)

سوال: ﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کر لے گا چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے'' یعنی ملک الموت کے بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾ ''کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کر لے گا'' یعنی ملک الموت کو ارواح قبض کرنے کا کام سپرد کیا گیا ہے۔

(2) ملک الموت ایک معین فرشتہ ہے جس کا نام عزرائیل بھی آیا ہے دیگر فرشتے اس کے معاون بھی ہیں۔

(3) موت کے فرشتہ کے نام بعض آثار میں ''عزرائیل'' آیا ہے اور یہی مشہور ہے، حدیث میں ہے کہ ''ملک الموت'' کے بہت سے نائب

اور مددگار ہیں جو تمام جسموں سے روحیں نکالتے ہیں اور جب وہ گلے تک پہنچتی ہیں تو موت کا فرشتہ انہیں لے لیتا ہے۔(ابن کثیر)

(4) سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملک الموت نے اپنی وہ حسین صورت دکھائی جو مؤمن کی روح قبض کرتے وقت ان کی ہوتی ہے تو ان کی صورت پر ایسی چمک دمک اور رونق دیکھی جس کی کیفیت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور کافروں، فاجروں کی روح قبض کرنے کے وقت جو صورت ان کی ہوتی ہے جب وہ دکھائی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے، یہاں تک کہ آپ کے شانے لرزنے لگے اور پیٹ زمین کو لگا دیا، قریب تھا کہ آپ کی جان نکل جائے۔(مظہری:187/9)

(5) ﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے'' پھر تمہیں اعمال کی جزا دی جائے گی۔

(6) حدیث میں آیا ہے کہ آپ کے ماتحت فرشتے تمام جسم سے روح کھینچتے ہیں پھر جب روح حلق تک آجاتی ہے تو ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1553/2)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔(حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا اور آپ نے فرمایا: آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں، کوئی پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا۔ پھر فرشتے اپنے رب کے حضور اس روح کو لے جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی علیین میں) پہنچا دو اور جب کافر کی روح نکلتی ہے۔ حدیث کے راوی نے کافر کی روح کے نکلنے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی بدبو اور اس پر (فرشتوں کی) لعنت کا ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب اسے اوپر لے جایا جاتا ہے تو) آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ کوئی ناپاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آرہی ہے، پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم ہوتا ہے کہ اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی سجین میں) لے جاؤ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمایا تو (نفرت سے) اپنی چادر کا دامن اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا۔(مسلم:7221)

رکوع نمبر 15

﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾

''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں''(12)

سوال 1: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں'' قیامت کے دن مجرموں کی حاضری کو آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے قیامت کے دن مجرموں کی حاضری کا حال بیان فرمایا ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم'' یعنی اگر آپ ﷺ ان لوگوں کو دیکھیں جنہوں نے بڑے بڑے جرائم پر اصرار کیا۔

(2) ﴿نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے'' اس دن وہ لوگ بھی رب کے سامنے خشوع سے سر جھکائیں گے جنہوں نے زندگی میں کبھی سر نہیں جھکایا تھا اس دن جرائم کا اقرار اور واپسی کی درخواست کریں گے۔

(3) ﴿رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا'' یعنی اب سارا معاملہ ہماری سمجھ میں آ گیا، اب ہمیں یقین آ گیا ہے، اب تو آنکھوں سے دیکھ لیا ہے، اب ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (مریم:38)

(4) رب العزت نے فرمایا ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔'' (الملک:10)

(5) ﴿فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں'' وہ رب سے درخواست کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَي النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۷) بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۲۸) وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (۲۹) وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (۳۰)﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں اور انہوں نے کہا کہ زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ اور کاش آپ دیکھیں جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، وہ (اللہ) پوچھے گا: ''کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟'' وہ کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ

فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:27-30)

سوال 2: گناہ گار لوگ قیامت کے دن کن اعمال کی وجہ سے ندامت کے مارے سر جھکائے کھڑے ہوں گے؟

جواب: گناہ گار لوگ کفر، شرک اور نافرمانیوں کی وجہ سے ندامت کے مارے سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔

سوال 3: گناہ گاروں کے اس اعتراف کی وضاحت کریں کہ ''ہم نے دیکھ لیا اور سُن لیا''؟

جواب: (1) گناہ گار لوگ اعتراف کریں گے کہ ہم جس چیز کو جھٹلاتے تھے اُسے ہم نے دیکھ لیا اور سُن لیا ہے۔ (2) گناہ گار لوگ اعتراف کریں گے کہ ہم نے تیری وعیدوں کا انکار کیا آج ہم نے اُن کی سچائی کو دیکھ لیا ہے اور ہم نے تیرے پیغمبروں کو جھٹلایا لیکن اب پیغمبروں کی تصدیق کو سن لیا ہے۔

سوال 4: کیا رب کی باتوں پر موت کے بعد حشر کے میدان میں جا کر یقین کرنا کام آئے گا؟

جواب: موت کے بعد کے یقین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس وقت اپنے دنیا کے اعمال کی وجہ سے جرائم ثابت ہو چکے ہوں گے جن کے نتیجے میں عذاب بھگتنا ہوگا۔

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾

''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے لیکن میری طرف سے بات سچ ثابت ہوگئی کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' (13)

سوال 1: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے لیکن میری طرف سے بات سچ ثابت ہوگئی کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' جبری ایمان مطلوب نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے'' یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے کر سب کو ہدایت پر جمع کر دیتے جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے، تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔'' (یونس:99)

(2) ﴿وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ﴾ ''لیکن میری طرف سے بات سچ ثابت ہوگئی'' میری طرف سے یہ بات طے ہو چکی اب حکم ثابت ہو گیا

اب اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

(3)﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' یعنی جنوں اور انسانوں کی اکثریت زندگی کے امتحان میں ناکام ہوکر جہنم کا ایندھن بنے گی۔

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا ''دوزخ لگاتار یہی کہتی رہے گی'' ﴿هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ یعنی کیا کچھ اور بھی ہے؟'' یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا دوزخ کہے گی تیری عزت کی قسم! بس بس اور اس کا ایک حصہ سمٹ کر دوسرے حصے سے چمٹ جائے گا۔ (مسلم:7177)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''جب کوئی شخص مرتا ہے تو صبح شام دو وقت اس کو اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت میں اور اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ میں۔'' (بخاری:3240)

(6) (جہنم یاد آنے پر ابومیسرہ رحمہ اللہ کی خواہش ''کاش میری ماں مجھے نہ جنتی) ابومیسرہ رحمہ اللہ جب اپنے بستر پر جاتے تو کہتے ''اے کاش'' میری ماں مجھے نہ جنتی'' اور رونے لگتے ان سے کہا گیا۔ اے ابومیسرہ! کیوں روتے ہو؟ ابومیسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ ہم نے جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے لیکن یہ علم نہیں کہ نجات ہوگی کہ نہیں؟'' (حسن بصری رحمہ اللہ کا آگ کے ڈر سے رونا) حسن بصری رحمہ اللہ کو روتے دیکھ کر پوچھا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے مجھے جواب دیا مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے آگ میں نہ پھینک دے اور اللہ تعالیٰ کو تو کسی کی پرواہ نہیں۔ (کتاب النار:331-336)﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''ابلیس نے کہا: ''پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں اُن کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔ پھر میں لازماً اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اُن پر آؤں گا اور آپ اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نکل جاؤ یہاں سے، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، یقیناً جو بھی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو میں لازماً تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' (الاعراف:16-18)

سوال 2: اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو سب کو ہدایت نصیب فرما دیتے اس ہدایت کی نوعیت کیا ہے؟

جواب: دنیا میں اگر اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت نصیب فرما دیتے تو اس کی نوعیت جبری ہوتی یعنی لوگ اپنے اختیار سے ہدایت قبول نہ کرتے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہدایت قبول کرتے اس طرح امتحان کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ جہنم کو کن انسانوں اور جنوں سے بھر دیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان انسانوں سے جہنم کو بھر دیں گے جو جہنم میں جانے والے ہیں یعنی جن لوگوں نے ایسے اعمال کیے جو جہنم میں لے جانے

والے ہیں ان اعمال کی وجہ سے وہ جہنم میں بھر دیے جائیں گے۔

﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''سو اب مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اُس دن کی ملاقات کو بھلا دیا ہم نے بھی یقیناً تمہیں بھلا دیا ہے اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے''(14)

سوال1:﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''سو اب مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اُس دن کی ملاقات کو بھلا دیا ہم نے بھی یقیناً تمہیں بھلا دیا ہے اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' مجرموں سے کہا جائے گا عذاب کا مزہ چکھو، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ ''سو اب مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اُس دن کی ملاقات کو بھلا دیا'' مجرموں سے کہا جائے گا جو ندامت، شرمندگی اور ذلت اٹھا چکے ہوں گے اور دنیا کی طرف لوٹ جانے کی درخواست کر رہے ہوں گے۔

(2)﴿اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ﴾ ''ہم نے بھی یقیناً تمہیں بھلا دیا ہے'' ان سے کہا جائے گا وقت ختم ہو گیا تم نے اس دن کو بھلا دیا تھا۔ تم نے رب کو بھلا دیا، عمل چھوڑ دیا اور یہ یاد ہی نہ رکھا کہ حاضری دینی ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنی ہے جیسا کہ فرمایا﴿وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں'' (الجاثیہ:34)

(3)رب العزت نے فرمایا﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے وہ کہے گا: ''اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں یقیناً دیکھنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔'' (طٰہٰ:124-126)

(4)﴿وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' اب تم کفر اور جھٹلانے کی وجہ سے دائمی عذاب کا مزہ چکھو، رب العزت نے فرمایا﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۲۴) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (۲۵) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (۲۶) لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ

يَعْمَلُوْنَ﴿۷۰﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴿۷۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴿۷۹﴾ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴿۸۰﴾﴾ ''یا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں؟ آپ کہہ دیں اپنی دلیل لاؤ، یہ اُن لوگوں کی نصیحت بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں اور اُن کی نصیحت بھی جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر حق نہیں جانتے، چنانچہ وہ منہ موڑنے والے ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو اور اُنہوں نے کہا رحمن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں۔ وہ اس سے بات میں پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں اور ان میں سے جو کہتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں معبود ہوں تو اسی کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ظالموں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' (الانبیاء:24-30)

سوال 2: اللہ تعالیٰ مجرموں سے کہیں گے ہم نے تمہیں بھلا دیا۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں ہے۔ لوگوں کو بھلا دینے سے مراد یہ ہے کہ جیسے لوگ دنیا میں رب کو بھولے رہے ایسا ہی معاملہ رب کی طرف سے بھی ہوگا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ لوگوں کو کس وجہ سے عذاب دیں گے؟

جواب: لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے ہمیشگی کا عذاب دیا جائے گا۔

﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

''یقیناً ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے'' (15)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''یقیناً ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے'' قرآن مجید کی تصدیق کرنے والے سعادت مند لوگ آیت کی روشنی میں

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا﴾ ''یقیناً ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں'' ہماری آیات پر سچے دل سے ایمان وہ لوگ رکھتے ہیں۔

(2)﴿الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا﴾ ''جب انہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں'' جب ان کے سامنے قرآن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے یا انہیں جب نصیحت کی جاتی ہے تو غور سے سنتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں، اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت بخشی اور ان کی پیروی اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے عار نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا﴾ ''جنہیں جب اُن کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اُن پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے۔'' (الفرقان:73)

(3)﴿وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں'' وہ اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں، اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ رکوع اور سجدہ میں ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ﴾ پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری:794)

(4)﴿وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اور وہ تکبر نہیں کرتے'' وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾ ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' (المومن:60)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد آیات کی تصدیق کرنا ہے۔(2)اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیات سے فائدہ اُٹھانا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی آیات پر کون لوگ ایمان لاتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی آیات پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں اس کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

(2)جو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔(3)جو تکبر نہیں کرتے۔(4)جن کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں۔

(5)جو اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں۔(6)جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

سوال 4: نصیحت قبول کرنے والے تکبر کیوں نہیں کرتے؟

جواب: نصیحت قبول کرنے والے یہ شعور رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کرنا جہنم میں لے جانے کا سبب بنتا ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں تکبر نہیں کرتے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی حمد کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی نعمتوں پر کی جاتی ہے جیسے اس کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ہے اس پر نصیحت قبول کرنے والے ہی حمد کرتے ہیں۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کیسے کی جاتی ہے؟

جواب: (1) نماز میں دونوں سجدوں میں ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى﴾ کہہ کر تسبیح کی جاتی ہے۔ (2) نماز میں رکوع کی حالت میں ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ﴾ کہہ کر تسبیح کی جاتی ہے۔ (3) نماز میں رکوع سے اُٹھ کر ﴿حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ﴾ کہہ کر حمد کی جاتی ہے۔

﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾

''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' (16)

سوال 1: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾ ''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' تہجد گزار رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ ''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں'' قرآن مجید کی تصدیق کرنے والے سعادت مند لوگ اپنے بستروں پر بے قرار رہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات اور تہجد کی نماز میں قرآن پڑھنے سے لذت لیتے ہیں۔

(2) اس آیت میں بستروں سے الگ رہنے اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے مراد تہجد کی نماز ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿١٧﴾ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿١٨﴾﴾ ''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔'' (الذّٰریٰت: 17-18)

(3) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''جنت میں جھروکے ہیں کہ ان کے اندر سے باہر نظر آتا ہے اور ان کا اندر باہر سے۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کی کہ وہ کن لوگوں کے لیے ہے اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ ان کے واسطے ہیں کہ انہوں نے اچھا کلام کیا یعنی شیریں زبان سے حق گوئی کی اور کھانا کھلایا پے در پے روزے رکھے یعنی سوائے ایام ممنوعہ کے اور رات کو تہجد کی نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوتے ہیں۔'' (جامع ترمذی: 2527)

(4) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارا رب اس شخص سے خوش ہوتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، پھر اس کے ساتھی شکست کھا کر (میدان سے) بھاگ گئے اور وہ گناہ کے ڈر سے واپس آ گیا (اور لڑا) یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا

گیا، اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے ''میرے بندے کو دیکھو میرے ثواب کی رغبت اور میرے عذاب کے ڈر سے لوٹ آیا یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔'' (ابوداؤد:2536)

(5)﴿يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ ''وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اچھی امیدیں رکھتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کے عظیم الشان ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

(6)﴿وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنا مال لگاتے ہیں زکوۃ، کفارہ، اہل وعیال پر خرچ کرنا، بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا سب اسی میں شامل ہیں۔ وہ اپنے رشتے داروں پر بھی مال خرچ کرتے ہیں۔

(7) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا، ایک دن جب ہم چل رہے تھے، تو میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے دور کر دے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے بہت بڑا سوال کیا لیکن اللہ تعالیٰ جس پر آسان کر دے اس پر بہت آسان ہے (وہ عمل یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نمازوں کی پابندی کرو، زکوۃ ادا کرتے رہو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے بھلائیوں کے دروازے نہ بتلاؤں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ (کی آگ) کو بجھا دیتا ہے، جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدمی کا رات کے دوران میں نماز (تہجد) پڑھنا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ(۱۶) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں۔ اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن اعمال کے بدلے میں جو آنکھوں کی ٹھنڈک اُن کے لیے چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔'' (السجدۃ:17,16) پھر فرمایا: کیا اب میں تجھے اس امر (یعنی دین) کا سر، اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس تمام امر کا سر تو اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی اللہ تعالیٰ کی راہ کا جہاد ہے۔ پھر فرمایا: کیا اب میں تجھے وہ چیز نہ بتاؤں جس پر ان سب کا مدار ہے؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں، آپ نے اپنی زبان کو پکڑا، پھر فرمایا: اسے روک کر رکھ۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے! لوگوں کو (جہنم کی) آگ میں چہروں کے بل گھسیٹنے والی چیز ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلوں کے سوا اور کیا ہے؟ (ترمذی:2616) (ابن ماجہ:3973)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

مَحْذُوْرًا﴾ ''یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قُربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں، کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے۔'' (بنی اسرائیل:57)

سوال 2: اہل ایمان رب کو خوف اور امید کے ساتھ کیسے پکارتے ہیں؟

جواب: (1) اہل ایمان رب کی رحمت اور اُس کے فضل وکرم کی اُمید کے ساتھ اسے پکارتے ہیں۔ (2) اہل ایمان رب کے عذاب سے، اس کے مواخذے سے ڈرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔

سوال 3: اہل ایمان کی رب سے اُمید اور بے عمل لوگوں کی اُمید میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: اہل ایمان رب سے اُمید باندھتے ہیں تو بے عمل لوگوں کی طرح اپنے عمل سے بے پرواہ نہیں ہوتے۔

سوال 4: اہل ایمان کے خوف اور بے عمل لوگوں کے خوف میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: اہل ایمان رب کے مؤاخذے سے ڈرتے ہیں اور اُمید بھی رکھتے ہیں جب کہ بے عمل لوگ اتنا خوف طاری کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔ مایوسی گمراہی اور کفر ہے۔ اہل ایمان اس سے بچتے ہیں۔

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اُس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے'' (17)

سوال: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اُس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے'' نیک لوگوں کی لیے لذتیں اور نعمتیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا'' کوئی نہیں جانتا ان نعمتوں اور ان لذتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے لیے جنت میں چھپا کر رکھی ہیں جیسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھپا کر عمل کئے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نعمتیں اور لذتیں چھپا رکھی ہیں۔

(2) ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اُس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے'' اور ان کے عملوں کے مطابق ہے کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ملتی ہے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار

کر رکھی ہیں جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا اگر جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو پس کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ (بخاری:3244)

(4) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: ''اے باری تعالیٰ! ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو تمام جنتیوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا، اس سے کہا جائے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ'' وہ کہے گا اے اللہ تعالیٰ! کہاں جاؤں، ہر ایک نے تو اپنی اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں اس سے کہا جائے گا کہ ''کیا تو اس پر خوش ہے کہ تیرے لیے اتنا ہو جتنا دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا؟'' وہ کہے گا ''اے میرے رب! میں اس پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھے یہ سب کچھ دیا جاتا ہے اور اتنا، اور اتنا، اور اتنا، اور اتنا اور پانچویں بار یہ کہے گا، (بس بس) اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور جس چیز کو بھی تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں (وہ بھی تو لے لے) یہ کہے گا، میرے پروردگار! میں راضی ہو گیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا، پھر اے اللہ تعالیٰ! اعلیٰ درجے کے جنتی کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے خود چنا اور ان کی بزرگی و عزت کو میں نے اپنے ہاتھ سے جمایا اور اس پر اپنی مہر لگا دی ہے، پھر نہ تو وہ کسی کے دیکھنے میں آئی، نہ کسی کے سننے میں اور نہ کسی کے خیال میں۔ اور اس چیز کی تصدیق یہ آیت کرتی ہے ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (السجدۃ:17) ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اُس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔'' (مسلم:465)

(5) رب العزت نے فرمایا ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا﴾ ''اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے'' (الدھر:20)

(6) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ جو کوئی ہم میں سے (جہاد میں) مارا جائے گا، وہ جنت میں ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جن نعمتوں کے مثل اس نے کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی ہو گی۔ (بخاری:3159)

﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ﴾

''تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے'' (18)

سوال 1: ﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ﴾ ''تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے'' مومن اور فاسق برابر نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) مجرموں اور مومنوں کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عقل والوں سے سوال کیا ہے، کیا دو طرح کے لوگ برابر ہو سکتے ہیں۔

(2)﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا﴾ ''تو کیا جو شخص ایمان والا ہو'' یعنی وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتا ہو، جس کا دل ایمان کے نور سے بھر گیا۔

(3)﴿كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ ''اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟'' یعنی وہ اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کا دل غیر آباد اور خالی ہو جس میں ایمان نہیں، جو ظلم اور جہالت کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

(4)﴿لَا يَسْتَوٗنَ﴾ ''دونوں برابر نہیں ہوتے'' جیسے دن رات برابر نہیں ہو سکتے، جیسے روشنی اور اندھیرا برابر نہیں ہو سکتے، ایسے ہی مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔'' (الجاثیہ:21)

(5)﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟'' (ص:28)

(6)﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (الحشر:20)

(7)﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ (۳۵) مَا لَكُمْ ۠ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (۳۶)﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (القلم:36,35)

سوال 2: مومن اور فاسق کس اعتبار سے برابر نہیں ہوتے؟

جواب: (1) مومن اور فاسق اپنے مزاج، شعور اور طرزِ عمل کسی اعتبار سے برابر نہیں ہوتے۔ (2) مومن اور فاسق آخرت کی جزا میں بھی برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال 3: مومن کیا کام کرتے ہیں؟

جواب: (1) مومن اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتے ہیں۔ (2) اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ (3) اصلاح کا کام کرتے ہیں۔

سوال 4: فاسق کیا کام کرتے ہیں؟

جواب: (1) فاسق اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ (2) اپنی مرضی کے مطابق چلتے ہیں۔ (3) زمین میں فساد پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے انجام سے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ مومنوں اور کافروں کے انجام میں فرق ہوگا وہ برابر نہیں ہو سکتے۔

2۔مومن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی عزت ہوگی اور کافر بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے جہنم کی آگ میں جھلسیں گے۔بھلا بتاؤ کیا مومن اور فاسق برابر ہو سکتے ہیں۔

﴿اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی ؕ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾

''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں تو اُن کے لیے جنت کی قیام گاہیں ہیں مہمان نوازی کے طور پر اس بدلے میں جو وہ کام کرتے تھے''(19)

سوال:﴿اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی ؕ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں تو اُن کے لیے جنت کی قیام گاہیں ہیں مہمان نوازی کے طور پر اس بدلے میں جو وہ کام کرتے تھے''مؤمن عالی شان جنتوں میں ہوں گے،وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور محمد ﷺ کو اپنا نبی اور رسول مان لیا اور جو اسلام کے مطابق فرائض اور نوافل ادا کرتے رہے،جو شرک اور حرام کاموں سے اجتناب کرتے رہے۔

(2)﴿فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی﴾''تو اُن کے لیے جنت کی قیام گاہیں ہیں''جنتوں میں ان کے عالی شان،خوب صورت گھر ہوں گے۔اپنے بادشاہ،اپنے معبود کے قریب انہیں عالی شان مقام نصیب ہوگا۔

(3)رب العزت نے فرمایا،﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ ؕ وَلَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور اُن کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت،یہی لوگ جنت والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(یونس:26)

(4)﴿لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ﴾''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے اوپر بلند عمارتیں بنی ہوں گی،جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی،اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے،اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔''(الزمر:20)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''جو دشمن کے حملے سے ڈرا اور جو اول شب سے چلا وہ منزل کو پہنچا اور آگاہ رہو کہ پونجی اللہ تعالیٰ کی گراں قیمت ہے آگاہ رہو کہ پونجی اللہ تعالیٰ کی جنت ہے(ترمذی:2450)

(6)﴿نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''مہمان نوازی کے طور پر اس بدلے میں جو وہ کام کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک اعمال پر مہمان نوازی ہے۔ یہ عالی شان اعزاز ان کے لیے ہے جو دنیا میں نیک اعمال کرتے تھے جیسا کہ فرمایا:﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔'' (الزخرف:72)

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾

''رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے'' (20)

سوال 1:﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے'' فاسق جہنم میں جائیں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ﴾ ''رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل گئے، جن لوگوں نے شرک کیا اور نافرمانی کے کام کیے۔ جہاں ہر قسم کا عذاب ہوگا جو ان سے کبھی جدا نہ ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں تو آپ اُنہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔'' (آل عمران:21)

(2)﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾ ''جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں واپس دھکیل دیئے جائیں گے'' جب کبھی وہ جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے انہیں دوبارہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ''جب کبھی وہ سخت گھٹن کی وجہ سے ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکلیں، وہ اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور تم آگ کا عذاب چکھو۔'' (الحج:22)

(3)﴿وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے'' ان سے کہا جائے گا جس جہنم کے عذاب کا تمہیں یقین نہیں آتا تھا آج اس کے مزے چکھو۔

(4) اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھتے، پھر تین مرتبہ ﴿اَللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ﴾ ''اے اللہ جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچالے'' کہتے۔ (ابوداؤد:5045)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کی گرمی کا ستر واں حصہ ہے۔ صحابہ نے عرض کی، واللہ! یارسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی دنیا کی آگ کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: لیکن وہ دنیا کی آگ سے انہتر (69) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔ (مسلم:7165)

سوال 2: یہ بات کون کہے گا کہ اپنے جھٹلانے کے بدلے آگ کے عذاب کو چکھو؟

جواب: (1) یہ بات یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہی جائے گی۔ (2) یہ بات فرشتے رسوا کرنے کے لیے کہیں گے۔

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

''اور ہم اُنہیں بڑے عذاب سے پہلے ہی چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ پلٹ آئیں'' (21)

سوال 1: ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''اور ہم اُنہیں بڑے عذاب سے پہلے ہی چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ پلٹ آئیں'' بڑے عذاب کے علاوہ قریب والے عذاب کی وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ﴾ ''اور ہم اُنہیں بڑے عذاب سے پہلے ہی چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے'' ہم جھٹلانے والوں کو قیامت کے دن کے عذاب سے پہلے قریب کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے یعنی آفتیں، بیماریاں، مصائب وغیرہ۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض کاموں کا اُنہیں مزہ چکھائے تاکہ وہ پلٹ آئیں'' (الروم:41)

(2) قریب والے عذاب سے مراد موت کے وقت کا عذاب ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا

گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ ''نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے'' (الانعام:93)

(3)﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ پلٹ آئیں'' اللہ تعالیٰ قریب والے عذاب کا مزہ اس لیے چکھاتے ہیں کہ لوگ گناہ چھوڑ دیں، توبہ کر لیں۔﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم بہت سی اُمتوں میں رسول بھیج چکے ہیں پھر ہم نے اُن کو تنگ دستی اور تکلیف میں پکڑا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں۔ پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام:43,42)

(4)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا تو مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو سختی اور تکلیف کے ساتھ پکڑ لیا تاکہ وہ گڑگڑائیں۔'' (الاعراف:94)﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اسی طرح عذاب آتا ہے۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ جانتے۔'' (القلم:33)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ (قحط) اس لیے پڑا تھا کہ قریش جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول کرنے کے بجائے شرک پر جمے رہے تو آپ ﷺ نے ان کے لیے ایسے قحط کی بددعا کی جیسا قحط سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا۔ چنانچہ قحط کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ ہڈیاں تک کھانے لگے۔ لوگ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو انہیں بھوک وفاقہ کی شدت کی وجہ سے دھویں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ (بخاری:4821)

سوال 2: اللہ تعالیٰ بڑے عذاب سے پہلے قریب کا کیا عذاب چکھائیں گے؟

جواب: (1) قریب کے عذاب سے مراد دنیا کی مصیبتیں اور بیماریاں وغیرہ ہیں۔ (2) قریب کے عذاب سے مراد قتل بھی ہو سکتے ہیں۔ (3) اس سے مراد قحط سالی بھی ہو سکتی ہے جو اہل مکہ پر مسلط کی گئی۔ (4) امام شوکانی کے مطابق ساری صورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾

''اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اُس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے، پھر بھی وہ اُن سے منہ پھیر جاتا ہے؟ یقیناً ہم مجرموں سے ہم انتقام لینے والے ہیں'' (22)

سوال: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم

کون ہوگا جسے اُس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے، پھر بھی وہ اُن سے منہ پھیر جاتا ہے؟ یقیناً انہی مجرموں سے ہم انتقام لینے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ پھیرنے والا بڑا ظالم ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اُس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے، پھر بھی وہ اُن سے منہ پھیر جاتا ہے؟'' اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جنہیں رب کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں اور وہ ان سے منہ موڑ لے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے تو آیات اس لیے بھیجیں تھیں کہ اس پر وہ ایمان لاتے، ان کی پیروی کرتے۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایمان کی بجائے اعراض کرتے ہوئے ان آیات کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اسے ذہن سے اتار دیا گویا اسے معلوم ہی نہیں۔

(3)﴿اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ ''یقیناً انہی مجرموں سے ہم انتقام لینے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ گناہ گاروں سے مشرکوں اور نافرمانوں سے سخت بدلہ لینے والے ہیں۔

رکوع نمبر 16

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی چنانچہ آپ اُس کی ملاقات سے کسی شک میں نہ ہوں اور اُس کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا تھا'' (23)

سوال:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی چنانچہ آپ اُس کی ملاقات سے کسی شک میں نہ ہوں اور اُس کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا تھا'' شب اسراء میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی جو قرآن کی تصدیق کرتی ہے اور قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔

(2)﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ اُس کی ملاقات سے کسی شک میں نہ ہوں'' اے محمد ﷺ! آپ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے آپ ﷺ کی جو ملاقات شب اسراء میں ہوئی اس کے بارے میں شک میں مبتلا نہ ہوں۔ لوگوں کو بھی اس بارے میں شک میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

(3)﴿وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور اُس کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا تھا'' یعنی تورات کو رب العزت نے بنی

اسرائیل کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا تورات اس دور کے لیے ہدایت تھی۔اب قرآن مجید کے آنے کے بعد قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کی وہ راہ نمائی کرے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ ''اور یقیناً وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے یقیناً وہ بہت بلند،کمال حکمت والا ہے۔''(الزخرف:4)

(4) نبی ﷺ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:معراج کی رات میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا،وہ گندمی رنگ،طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والے شخص تھے،گویا ان کا تعلق شنوءہ کے لوگوں سے ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا،وہ درمیان قد،سرخ وسفید رنگت اور سیدھے بالوں والے تھے اور میں نے جہنم کے داروغے اور دجال کو بھی دیکھا،منجملہ ان آیات کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائی تھیں:﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾ ''پس تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو۔''(بخاری:3239)

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾

''اور ہم نے اُن میں سے راہ نما بنائے تھے جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے''(24)

سوال:﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن میں سے راہ نما بنائے تھے جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے'' اللہ تعالیٰ والے ہی راہ نمائی کے اہل ہیں،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً﴾ ''اور ہم نے اُن میں سے راہ نما بنائے تھے'' رب العزت نے بنی اسرائیل میں سے ایسے علماء کو راہ نما بنایا تھا۔(2)﴿يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ ''جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے'' جو ہدایت کے راستوں کا علم رکھتے تھے۔جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کتاب ہدایت تورات کے ذریعے راہ نمائی کرتے تھے۔

(3)﴿لَمَّا صَبَرُوْا﴾ ''جب انہوں نے صبر کیا'' انبیاء کے بعد سب سے بلند درجہ ان ہی راہ نماؤں کا ہے انہوں نے تعلیم اور دعوت کے راستے میں پیش آنے والی تکالیف اور اذیتوں پر صبر کیا۔

(4)﴿وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے'' وہ آیاتِ الٰہی پر ایمان میں درجۂ یقین پر پہنچ چکے تھے۔یقین سے مراد وہ علم تام ہے جو عمل کا موجب ہے۔وہ درجۂ یقین پر اس لیے پہنچے کہ انہوں نے صحیح طریقے سے علم حاصل کیا اور ان دلائل کے ذریعے سے مسائل کو اخذ کیا جو یقین کا فائدہ دیتے ہیں وہ مسائل سیکھتے رہے اور کثرت سے ان پر استدلال کرتے رہے یہاں تک کہ وہ درجۂ

یقین پر پہنچ گئے۔ پس صبر اور یقین کے ذریعے سے دین میں امامت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ (سعدی: 3/2120) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا اور ہم نے انہیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اور ہم نے انہیں دین کے بارے میں کھلے احکامات دیے پھر انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا تھا، آپس میں ضد کی وجہ سے، یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ (الجاثیۃ: 17,16)

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾

''یقیناً آپ کا رب ہی اُن کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے تھے'' (25)

سوال: ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''یقیناً آپ کا رب ہی اُن کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے تھے۔'' اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''یقیناً آپ کا رب ہی اُن کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا'' بنی اسرائیل میں جو اختلاف ہوا اس کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ وہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

(2) ﴿فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''جن میں یہ اختلاف کرتے تھے'' جو وہ اعتقادی اور عملی اختلافات کرتے تھے۔

(3) ﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ ''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آئی۔'' (البینۃ: 4)

(4) ''سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار ہو جاؤ! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ ملت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو گی۔ (72) آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔'' (ابوداود: 4597)

﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ﴾

''اور کیا اس نے ان کو ہدایت نہ دی کہ ہم نے کتنی ہی قوموں کو اُن سے پہلے ہلاک کر دیا؟ جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں؟'' (26)

سوال: ﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ﴾ ''اور کیا اس نے ان کو ہدایت نہ دی کہ ہم نے کتنی ہی قوموں کو اُن سے پہلے ہلاک کر دیا؟ جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں؟'' قوموں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرو، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ﴾ ''اور کیا اس نے ان کو ہدایت نہ دی'' کیا نبی ﷺ کو جھٹلانے پر واضح نہیں ہوا۔

(2) ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ﴾ ''کہ ہم نے کتنی ہی قوموں کو اُن سے پہلے ہلاک کر دیا؟'' یعنی ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کی جا چکی ہیں۔ کیا ان کی تباہی نے ان کی آنکھیں نہیں کھولیں۔

(3) ﴿يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ﴾ ''جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں'' تم ان علاقوں سے سفروں کے درمیان گزرتے ہو مدائن صالح، بلاد مدین، بحیرہ لوط وغیرہ کیسے انہوں نے شرک کیا اور جھٹلایا اور انہیں عذاب نے آلیا۔ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ ''کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو بھی محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں؟'' (المریم:98) ﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر یہ رہے ان کے گھر ویران پڑے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا، یقیناً اس میں ایک نشانی ہے ان کے لیے جو جانتے ہیں۔'' (النمل:52)

﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴾ ''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔'' (الحج:45)

(5) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں'' یقیناً قوموں کی ہلاکت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شدید انتقام کی نشانیاں ہی ہیں۔ (6) ﴿اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں؟'' اگر وہ اللہ تعالیٰ کی آیت کو توجہ سے سنتے تو وہ ایسے حالات میں نہ رہتے جہاں ہلاکت یقینی ہوتی ہے۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ﴾

''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم بنجر زمین کی طرف پانی ہانک کر لاتے ہیں پھر ہم اُس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے

اُن کے جانور بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی۔ تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟'' (27)

سوال: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم بنجر زمین کی طرف پانی ہانک کر لاتے ہیں پھر ہم اُس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے اُن کے جانور بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟'' اللہ تعالیٰ ہی پانی کو رواں کرتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم بنجر زمین کی طرف پانی ہانک کر لاتے ہیں'' کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کیسے بنجر زمین پر بارش برساتا ہے اور دریاؤں سے پانی پہنچاتا ہے۔

(2)﴿فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ﴾ ''پھر ہم اُس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے اُن کے جانور بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی'' اس پانی کے ذریعے سے رب العزت مختلف طرح کی نباتات اگاتے ہیں جو ان کے مویشوں اور آدمیوں کا کھانا ہے۔

(3)﴿اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟'' کیا وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر غور و فکر نہیں کرتے اس نے کیسے زمین کو اور بندوں کو زندگی عطا کی۔ جیسے زمین کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش کا پانی زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح دلوں کی زمین کو وحی کی بارش سیراب کرتی ہے۔

(4)﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:50)﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اُٹھا لیتی ہیں، ہم اُسے کسی مُردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اُتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔'' (الاعراف:57)

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' (28)

سوال: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' کافروں کو عذاب کی جلدی کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا'' کافر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم کہتے ہو کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ بتاؤ کب آئے گا؟ کب تمہارا غلبہ ہوگا۔

(2)﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو؟'' سچے ہو تو عذاب لاؤ۔ اگر عذاب نہیں آتا تو اس کا مطلب ہے کہ تم جھوٹے ہو۔

(3)﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ؕ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔ یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں''۔(النازعات:42-45)

(4)﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا﴾ ''تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔''(بنی اسرائیل:51)

﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن اُن کا ایمان اُنہیں کوئی فائدہ نہ دے گا جنہوں نے کفر کیا اور نہ ہی انہیں کوئی مہلت دی جائے گی''(29)

سوال:﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن اُن کا ایمان اُنہیں کوئی فائدہ نہ دے گا جنہوں نے کفر کیا اور نہ ہی انہیں کوئی مہلت دی جائے گی'' عذاب کے مطالبے کے جواب کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن اُن کا ایمان اُنہیں کوئی فائدہ نہ دے گا جنہوں نے کفر کیا'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کافروں سے کہہ دیں کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تمہارا ایمان تمہیں نفع نہ دے گا۔

(2)﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی انہیں کوئی مہلت دی جائے گی'' عذاب آنے کے بعد مہلت بھی نہیں ملے گی۔ اس لیے ابھی تلافی کر لو جبکہ معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔

(3)﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں، انہیں نجات دے۔''(الشعراء:118)﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(سبا:26)

﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴾

''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں اور انتظار کریں یقیناً وہ بھی منتظر ہیں'' (30)

سوال: ﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں اور انتظار کریں یقیناً وہ بھی منتظر ہیں'' اطمینان سے تبلیغ کریں، آیت کی روشنی میں اس بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں'' آپ ﷺ مشرکوں سے اعراض کریں۔ جب وہ عذاب کے لیے جلدی مچائیں تو آپ ﷺ منہ موڑ لیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ ''آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جا رہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔'' (الانعام:106)

(2)﴿وَانْتَظِرْ﴾ ''اور انتظار کریں'' انتظار کرو کب ان پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

(3)﴿اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ بھی منتظر ہیں'' وہ بھی آپ ﷺ کے بارے میں برے وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ انجام کار تقویٰ والوں کے لیے ہے۔

اٰیاتها ۷۳ | ۳۳ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ ۹۰ | رکوعاتها ۹

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مدنی ہے۔ اس میں 9 رکوع اور 73 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 33 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 90 ہے۔

رکوع نمبر 17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾

''اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،

کمال حکمت والا ہے"(1)

سوال 1: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾ "اے نبی! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے" تقویٰ کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہ آیت ابوسفیان عکرمہ ابن ابی جہل اور ابوالاعور السلمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ حضرات جنگ بدر کے بعد مدینہ آئے اور عبداللہ بن ابی کے ہاں ٹھہرے نبی کریم ﷺ نے ان کو شرط پر امان دی کہ وہ آپ ﷺ سے بات کریں گے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود بن ابی سرح رضی اللہ عنہ اور طعمہ بن ابی ابیرق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اس وقت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مجلس نبوی میں موجود تھے وہ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں، لات وعزیٰ کو برا بھلا کہنا ترک کر دیں اور یہ کہیں کہ جو ان کی عبادت کرے گا اس کی وہ سفارش بھی کریں گے۔ اور نفع بھی دیں گے۔ ہمیں آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے رب کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ان کی یہ باتیں نبی ﷺ کی طبیعت پر شاق گزریں، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں ان کو قتل کر دوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کو امان دے چکا ہوں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کو خدا کی لعنت اور غضب کے ساتھ نکال دیجئے، چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو مدینہ سے نکال دیا جائے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾ "اے نبی ﷺ" یعنی اے وہ ہستی! جس کو رب العزت نے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔

(2) ﴿اِتَّقِ اللّٰهَ﴾ "اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ" سیدنا طلق بن حبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "تقویٰ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دی ہوئی روشنی میں کام کرنا، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے ترک کرنا۔ (ابن کثیر تفسیر میسر: 248/11)

(3) ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ﴾ "اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو" یعنی کافروں اور منافقوں کی بات نہ سنیں، ان سے مشورہ نہ کریں رب العزت نے فرمایا ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرو گے جنہوں نے کفر کیا تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے۔" (آل عمران: 149)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے" اللہ تعالیٰ کاموں کے نتائج کا خوب علم رکھتا ہے اور وہ معاملات کی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ اس کے اقوال اور افعال حکمتوں والے ہیں۔

سوال 2: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو تقویٰ اور دعوت دین میں استقامت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال 3: تقویٰ کیا کام کرتا ہے؟

جواب: تقویٰ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور ہے جو انسان کے اندر ایک محافظ اور نگران کے طور پر کام کرتا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کے لیے تیار کرتا ہے۔

سوال 4: تقویٰ کی وجہ سے انسان کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) تقویٰ کی وجہ سے انسان اُس مقام پر آتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اُسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ (2) تقویٰ انسان کو رب کے قریب لے جاتا ہے۔

سوال 5: رسول اللہ ﷺ کو کفار اور منافقین کی اطاعت سے کیوں روکا گیا؟

جواب: کفار اور منافقین کا رسول اللہ ﷺ پر بڑا دباؤ تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ کو روکا گیا کہ ان کے دباؤ میں نہ آئیں تاکہ اسلامی نظام زندگی کی خالص پالیسی آگے بڑھے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ کی صفات ''علیم'' اور ''حکیم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ اعمال کے انجام کا علم رکھتا ہے اور ہر عمل کا اس کے انجام کے حوالے سے علم دیتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کے اقوال اور افعال حکیمانہ ہیں اس کے فیصلے حکمتوں والے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے اس نے مسلمانوں کو جو نظام زندگی دیا ہے علم اور حکمت کی بناء پر دیا ہے۔

﴿وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

''اور اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ سے پوری طرح خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (2)

سوال 1: ﴿وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''اور اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ سے پوری طرح خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' کتاب وسنت کی پیروی کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے'' قرآن ہدایت ورحمت ہے۔ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ قرآن کی پیروی کر کے رب سے ثواب کی امید رکھیں۔

(2)﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ سے پوری طرح خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین جو عمل کریں گے اللہ تعالیٰ سب کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے، اس سے کسی کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں۔

سوال 2: وحی کی پیروی کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: (1) وحی کی پیروی کا حکم اس لئے دیا گیا کہ وحی کی پیروی ہی اسلام ہے۔ (2) وحی میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اعتراف ہے۔ (3) وحی میں اللہ تعالیٰ کے حاکم ہونے کا اعتراف ہے۔ (4) وحی کی پیروی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے اور بندے اطاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ روکے تو بندے رُک جائیں یہی وحی کی پیروی ہے۔ یہی پیروی دین ہے۔

﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' (3)

سوال 1: ﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' توکل کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اپنے تمام کاموں میں، تمام معاملات میں، تمام حالات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔

(2) ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہونے کے لیے کافی ہے'' اللہ تعالیٰ کارساز ہے۔ وہ ایسے طریقے سے آپ کے کام بنائے گا جس پر بندہ قدرت نہیں رکھتا۔

(3) اس لیے تمام معاملات کو اسی کے سپرد کر دیجئے وہ ان کا اس طریقے سے انتظام کرے گا جو بندے کے لیے سب سے زیادہ درست ہوگا، پھر وہ ان مصالح کو اپنے بندے تک پہنچانے کی پوری قدرت رکھتا ہے جب کہ بندہ ان پر قادر نہیں۔ وہ اپنے بندے پر اس سے بھی کہیں زیادہ رحم کرتا ہے جتنا بندہ خود اپنے آپ پر رحم کر سکتا ہے یا اس پر اس کے والدین رحم کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے بندے پر ہر ایک سے زیادہ رحمت والا ہے خصوصاً اپنے خاص بندوں پر، جن پر ہمیشہ سے اس کی ربوبیت اور احسان کا فیضان جاری ہے اور جن کو اپنی ظاہری اور باطنی برکتوں سے سرفراز کیا ہے، خاص طور پر اس نے حکم دیا ہے کہ تمام امور اس کے سپرد کر دیئے جائیں، اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی تدبیر کرے گا۔ (سعدی: 2123/3)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''میرے سامنے

پیغمبروں کی امتیں لائی گئیں۔ بعض پیغمبر ایسے تھے کہ ان کی امت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور بعض پیغمبر کے ساتھ ایک یا دو ہی آدمی تھے اور بعض پیغمبر کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ اتنے میں ایک بڑی امت آئی۔ میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے مجھ سے کہا گیا کہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کی امت ہے، تم آسمان کے کنارے کو دیکھو، میں نے دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے، پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب دوسرے کنارے کی طرف دیکھو، دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ ہے تمہاری امت اور ان لوگوں میں ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔" پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے تو لوگوں نے گفتگو کی ان لوگوں کے بارے میں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے بعض نے کہا: شاید وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے، بعض نے کہا: نہیں شاید وہ لوگ ہیں جو اسلام کی حالت میں پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، بعض نے کہا: کچھ اور، اتنے میں رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: "تم لوگ کس چیز میں بحث کر رہے ہو؟" انہوں نے آپ ﷺ کو خبر دی تب آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں، جو نہ منتر کرتے ہیں، نہ منتر رکھتے ہیں، نہ کراتے ہیں، نہ بدشگون لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔" یہ سن کر سیدنا عکاشہ محصن کا بیٹا کھڑا ہوا اور اس نے کہا: آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھ کو ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو ان لوگوں میں سے ہے" پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا دعا کیجئے اللہ مجھ کو بھی ان لوگوں میں کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "عکاشہ تجھ سے پہلے یہ کام کر چکا۔" (مسلم:527)

(5)(i) اللہ تعالیٰ پر توکل ایمان کے بڑے واجبات میں سے ہے۔ توکل توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ سے توکل اور اس سے استعانت کے بغیر بندہ سارے کاموں کو انجام دینے کے قابل نہیں ہوتا۔ (iii) حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے کہا: توکل آدھا دین ہے انابت ہے۔ (iv) ابنِ رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ توکل دنیا اور آخرت کے تمام امور میں نفع کے حصول اور نقصان سے دور رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر دل کا سچا اعتماد ہے۔ (جامع العلوم والحکم:437) (v) رب العزت نے فرمایا ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾ "چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، یقیناً آپ واضح حق پر ہیں۔" (النمل:79) (vi) جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ (vii) اللہ تعالیٰ توکل کرنے والے کو دشمن کے مقابلے میں مدد دیتے ہیں۔ (viii) توکل کرنے والے کا دل سکون، اطمینان اور راحت میں رہتا ہے۔ (ix) توکل ہر مقام پر چاہیے عبادت کرتے ہوئے، فیصلے کرتے ہوئے، مشاورت کے موقع پر، مقامِ دعوت پر توکل، معاہدوں کے موقع پر توکل، صلح اور جنگ کے موقع پر، لین دین کے معاملات میں غرض ہر طرح کے حالات و معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہی توحید ہے۔

سوال 2: توکل سے کیا مراد ہے؟

جواب: توکل، وکالت سے ماخوذ ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں کو اپنا وکیل بنایا یعنی اپنا کام اس کے سپرد کیا۔ اس پر اعتماد کیا۔ توکل

کے معنی بھروسے کے ہیں۔توکل نام ہے کسی کام کو پورے ارادے،عزم،تدبیر اور کوشش کے ساتھ انجام دینے کا اور یہ یقین رکھنے کا کہ اگر اس کام میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ضرور کامیاب کردیں گے۔توکل خدا اعتمادی کا نام ہے۔

سوال 3: مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے وضاحت کریں؟

جواب: (1) مومن کا اصل رشتہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔(2) اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اس سے زیادہ کوئی اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرسکتا۔(3) اللہ تعالیٰ قوت رکھتا ہے اختیار رکھتا ہے اس لئے مومن اپنے سارے معاملات اس کے حوالے کرسکتا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھروسے کے لائق نہیں۔

سوال 4: توکل کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: توکل کے کئی درجات ہیں۔(1) پہلے درجے کا توکل: (i) یقین اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔(ii) یقین ہے کہ جس ذات پر بھروسہ کررہا ہوں اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔(iii) اس پر یقین کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے کامل ہے۔اس کے علم سے بڑھ کر کسی کا علم نہیں۔(iv) اس پر یقین کہ وہ قدرت رکھنے والا ہے۔اس کی قدرت سے زیادہ کسی کی قدرت نہیں۔(v) اس پر یقین کہ وہ رحمت کرنے والا ہے۔اس سے زیادہ کوئی رحمت کرنے والا نہیں۔(vi) اس یقین سے دل اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا اور کسی دوسری ہستی کی طرف توجہ نہ کرے گا۔

(2) دوسرے درجے کا توکل: توجہ کا مرکز بنالے اس ہستی کو جس پر اعتماد ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں جانتا اسی کے پاس شکایت لے کر جاتا ہے وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔اس کے دل میں کسی کے لئے گنجائش نہیں ہوتی۔اس درجے میں انسان سب سے منہ موڑ کر صرف اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(3) تیسرے درجے کا توکل: اپنی رائے،اپنی ہستی کو مٹا کر اللہ تعالیٰ پر ایسا اعتماد جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ انسان زندہ ہوتے ہوئے خود کو،اپنے مسائل کو جانتا ہے وہ رد تا ہے اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے اور میت خود کو نہیں جانتی۔یہ مقام انتہائی مشکل سے نصیب ہوتا ہے اور اگر ہو بھی جائے تو انسان اس حالت پر قائم نہیں رہتا۔

سوال 5: توکل انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: اعتماد،یقین،تسکین،اطمینان،بے خوفی،اُمید۔

سوال 6: توکل کا اظہار کیسے ہوتا ہے؟

جواب: (1) توکل کا پتہ انسان کی ان کوششوں سے لگتا ہے جو وہ اپنے مقاصد کے لئے کرتا ہے۔مثال کے طور پر انسان نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔کسی چیز کی حفاظت کی کوشش کرتا ہے۔کسی آنے والی تکلیف سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔بیماری ہونے پر علاج کروانے کی

کوشش کرتا ہے۔(2) توکل وہ کرتا ہے جو زمین میں بیج ڈال کر توکل کرتا ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کر کے انسان کیا کھو دیتا ہے؟

جواب: اپنا چین، اطمینان، سکون، امید، صحت۔

سوال 8: انسان کب توکل نہیں کر سکتا؟

جواب: (1) جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت اور رحمت پر پختہ یقین نہ ہو۔(2) جب انسان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سرسری توجہ ہو۔ (3) جب وہ ہر قسم کی کوششوں اور تدبیروں کو ترک کر دیتا ہے اور دھجیوں کی طرح زمین پر گر پڑتا ہے۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ ہی اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنا دیا ہے اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے''(4)

سوال 1: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ ہی اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنا دیا ہے اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے'' متبنّٰی بیٹا نہیں ہوتا، وضاحت کریں؟

سوال 2: یہ آیت کس موقع پر نازل ہوئی؟

جواب: (1) ایک منافق یہ دعویٰ کرتا تھا کہ اس کے دو دل ہیں ایک کافروں کے ساتھ ایک مسلمانوں کے ساتھ۔ یہ آیت اس کی تردید میں نازل ہوئی۔ (مسند احمد: 267)

(2) ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے'' جس طرح کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے، اسی طرح کسی انسان کے دل میں کفر اور ایمان، ہدایت اور گمراہی، انابت الی اللہ اور گناہوں پر اصرار اکٹھے نہیں ہوتے۔ (قرطبی: 88/7)

(3)اس میں اشارہ ہے کہ کسی دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے دشمنوں کی محبت اکٹھی نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے دشمنوں کی اطاعت اکٹھی نہیں ہوسکتی۔(ایسر التفاسیر:1198,1197)

(4)﴿وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ ''اور نہ ہی اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنادیا ہے'' جس طرح کسی انسان کے پہلو میں دو دل نہیں ہوتے اور اس کی بیوی جس کو وہ اپنی ماں کہہ بیٹھا ہے اس کی سچ مچ ماں نہیں بن جاتی۔

(5)یعنی تم میں سے کسی کا اپنی بیوی کو یہ کہنا ''تو میرے لیے ایسے ہے جیسی میری ماں'' تو یہ کہنے سے بیوی ماں نہیں بن جاتی۔تمہاری ماں تو وہ ہے جس نے تمہیں جنم دیا جیسا کہ فرمایا﴿اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ ''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں بلکہ اُن کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔''(المجادلہ:2)

(6)﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ﴾ ''اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے'' اسی طرح متبنّٰی تمہارا بیٹا نہیں ہوسکتا کسی کی اولاد کو اپنا بیٹا بنا لینے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔تمہارے بیٹے وہ ہیں جن کو تم نے جنم دیا، منہ بولے بیٹے تمہارے حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہیں۔یہ آیت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔(تفسیر منیر:254/11)

(7)﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ ''یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے'' یعنی یہ بے حقیقت بات ہے کہ تم غیر کی اولاد کو کسی کا بیٹا کہو یا جو کسی کا باپ نہیں اس کو کسی اور کے بیٹے (متبنّٰی) کا باپ بنادو۔رب العزت نے بے حقیقت باتوں سے روکا ہے کیونکہ اس پر شرعی برائیاں مرتب ہوتی ہیں۔

(8)﴿وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا قول، اس کی بات حق ہے۔وہ انصاف کی بات فرماتا ہے۔اس کی شریعت حق ہے اور اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

(9)﴿وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ﴾ ''اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سیدھا راستہ واضح کرتا ہے اور انہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

(10)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے (کیونکہ وہ آپ کے متبنّٰی تھے) یہاں تک کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا:﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ﴾ (الاحزاب:5)انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔(بخاری:4782)(مسلم:6262)

(11) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ (اے اللہ کے رسول! ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام) سالم حد بلوغت کو پہنچ گیا ہے اور مردوں کی باتیں سمجھنے لگا ہے اور وہ ہمارے گھر میں (ہمارے ساتھ ہی) ہے اور میرا خیال ہے کہ (میرے خاوند) ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ دل میں کچھ ناپسندیدگی محسوس کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سالم کو دودھ پلا دو، تاکہ تم اس پر حرام ہو جاؤ اور جو کراہت سیدنا ابوحذیفہ کے دل میں ہے وہ جاتی رہے گی۔'' (مسلم:3601) (ابوداؤد:2061)

''سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اپنے اصل باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔'' (بخاری:6766)

سوال 3: کسی کے دھڑ میں دو دل ہونے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: (1) اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں ایک اللہ تعالیٰ کی اور ایک اس کے دشمنوں کی۔

(2) اس کا مطلب ہے کہ ایک دل تو ایک تصور اور ایک ہی راستہ اور وہ صراط مستقیم ہے۔

(3) اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دل ہے تو اعمال کو ناپنے کے پیمانے بھی ایک ہیں۔

(4) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک انسان اخلاق و آداب کے اعتبار سے مسلمان ہو لیکن تجارت کے اُصولوں، معاشرت اور معیشت کے ضابطوں کے لیے وہ کسی اور نظام سے مدد لے رہا ہو۔ اگر مختلف طرح کے طریقے ایک دل میں نہیں بس سکتے۔

سوال 4: اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسا قرار دینا کیا کہلاتا ہے؟

جواب: بیوی کو ماں جیسے کہنے کو ظہار کہتے ہیں۔

سوال 5: کیا بیوی کو ماں کہہ دینے سے ظہار کے شرعی احکام جاری ہو جاتے ہیں؟

جواب: ظہار کرنے سے کسی کی بیوی پر وہ احکامات جاری نہیں ہو جاتے جو ماں کے لیے ہوتے ہیں۔

سوال 6: منہ بولے بیٹوں کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟

جواب: اسلام میں منہ سے بولنے کی وجہ سے رشتے وجود میں نہیں آتے اس لیے اس کی کوئی حیثیت نہیں نبوت کے شرعی احکام منہ سے بولنے کی وجہ سے نافذ نہیں ہوں گے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ کے حق بات کہنے اور سیدھا راستہ دکھانے کے تقاضے کیا ہیں؟

جواب: اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی پیروی کریں۔

سوال 8: السبیل سے کیا مراد ہے؟

جواب: زندگی کے ٹیڑھے راستوں کے درمیان سیدھی شاہراہ جو دراصل اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے۔

سوال 9: سیدھے راستے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدھا راستہ انسان کی فطرت کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ (2) یہ راستہ کائنات کی فطرت کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔

(3) یہ راستہ سیدھا اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے اس میں کوئی بھول بھلیاں اور موڑ نہیں۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ دین کی طرف کس کی راہ نمائی کرتے ہیں؟

جواب: جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی میں ہی سلامتی کے راستے ہیں یعنی اسلام۔

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے، چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے غلطی ہے لیکن جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (5)

سوال 1: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ﴾ ''منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے، چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی'' متبنّٰی کا الحاق اس کے والد سے کیا جائے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ ''منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو'' اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کرو جنہوں نے انہیں جنم دیا ہے۔

(2) ﴿هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو'' یعنی انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شریعت میں زیادہ انصاف والی بات ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1198)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے (کیونکہ وہ آپ کے متبنّٰی تھے) یہاں تک کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔'' (الاحزاب: 5) (بخاری: 4782)

(4)اس کے بعد نبی ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کہ تم حارثہ کے بیٹے زید رضی اللہ عنہ ہو۔'' (اشرف الحواشی:500/1)

(5)سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی اپنے اصل باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔ (بخاری:6766)

(6)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دوسرے شخص کو جان بوجھ کر اپنا باپ بنایا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور جو شخص اپنے آپ کو دوسری قوم کا فرد ظاہر کرے حالانکہ اس کا نسب ان سے نہیں ملتا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ (بخاری:3508)

(7)سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (بہت) بڑا بہتان ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ ظاہر کرے۔'' (بخاری:3509)

(8)ہاں تکریم و محبت کے طور پر کسی کو بیٹا کہہ کر پکارا جا سکتا ہے۔ (اشرف الحواشی:500/1)

(9)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو پکارا، تو فرمایا: ''اے میرے بیٹے!'' (مسلم:5623)

(10)﴿فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ﴾ ''چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی'' یعنی اگر باپ کا نام معلوم ہو تو ان کی نسبت سے پکارو اور اگر کسی کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو دینی اخوت اور اسلامی موالات پر اکتفا کرو۔

(11)متبنّٰی کے والد کا نام اگر معلوم نہیں ہے تو یہ عذر نہیں ہو سکتا کہ متبنّٰی بنانے والوں کی طرف منسوب کر کے پکاریں کیونکہ عذر سے حرمت زائل نہیں ہو سکتی۔ (12)انہیں بھائی یا دوست کہہ کر پکارو۔ (ابن کثیر) (اشرف الحواشی:500/1)

سوال2:﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے غلطی ہے لیکن جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں'' یعنی تم پر کوئی گناہ یا حرج نہیں ہے۔ ﴿فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ﴾ ''جس میں تم نے غلطی کی ہے'' یعنی تم میں سے کسی کا یہ کہنا کہ ''اے فلاں کے بیٹے'' یہ زبان کی غلطی ہے اور بے ارادہ نکلنے والی بات ہے، وہ حقیقتاً اس کا بیٹا نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر:1198)

(2)اگر تم سے اس نسبت میں غلطی ہو جائے تو اس کی پکڑ نہیں جب تم مقدور بھر پوری تحقیق و تفتیش کے بعد کسی کو اس کے باپ سے منسوب کر دو اور حقیقت میں وہ اس کا باپ نہ ہو تو یہ تمہاری اجتہادی غلطی ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1564/2)

(3)''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ''جب بندہ ایسے کہتا ہے:﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمیں نہ پکڑنا۔''(البقرۃ:286)تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''یقیناً میں نے ایسے کر دیا(یعنی معاف کر دیا)۔''(مسلم:330)

(4)''سیدا بوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت کو غلطی، بھول اور وہ کام معاف کر دیے ہیں جن پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔''(ابن ماجہ:2043)

(5)''سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر کسی فیصلے کے اجتہاد میں خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔''(بخاری:7352)

(6)﴿وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾''جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا''یعنی گناہ اس پر ہے جو تم دل کے ارادے سے کرو۔گناہ اس پر ہوتا ہے جو جان بوجھ کر غلط قدم اٹھاتا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہوگا چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو۔اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو،اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔''(المائدہ:89)

(7)﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے لیے غفور بے حد بخشنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ رحیم بے حد رحم والا ہے۔نافرمانوں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا شاید کہ توبہ کر لیں یا رجوع کر لیں۔

(8)اس نے تمہیں بخش دیا اور تمہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے۔لیا کیونکہ اس نے تمہیں تمہارے سابقہ گناہوں پر سزا نہیں دی تم نے جو غلطی کی اس پر درگزر کیا اور شرعی احکام بیان کر کے تم پر رحم کیا جن میں تمہارے دین اور دنیا کی اصلاح ہے۔(سعدی:3/2125-2126)

(9)''سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ عمرۂ قضا کے سال مکہ سے روانہ ہونے لگے تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی چچا چچا کہتی آپ ﷺ کے پیچھے آئی اور اس بچی کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو،انہوں نے اس کو اپنے ساتھ سوار کر لیا،پھر اسی بچی (کا کفیل بننے) کے بارے میں سیدنا علی،سیدنا زید اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا(اور ہر ایک نے اپنے کفیل بننے کی دلیل دی) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بچی کا میں زیادہ حق دار ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی

ہے۔سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی اور اس کی خالہ (یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا) میری بیوی ہے۔یہ دلائل سننے کے بعد نبی ﷺ نے اس بچی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے۔سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: شکل وصورت اور اخلاق میں تم میرے مشابہ ہو۔اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہمارے بھائی اور دوست ہو"۔(بخاری:2699)(مسلم:4629)

"سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چار باتیں میری امت میں امور جاہلیت میں سے ہیں جن کو یہ لوگ نہیں چھوڑیں گے۔(i)حسب پر فخر کرنا(ii)نسب پر طعن کرنا(iii)ستاروں کے ذریعے سے بارش طلب کرنا(iv)اور نوحہ کرنا۔(مسلم:2160)

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ ایسے کہتا ہے: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ "اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمیں نہ پکڑنا" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یقیناً میں نے ایسے کر دیا (یعنی معاف کر دیا)۔"(البقرۃ:286)(مسلم:330)

سوال3: جو شخص جان بوجھ کر کسی بچے کو اس کے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کرے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص گناہ گار ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جانتے بوجھتے اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے "غفور" اور "رحیم" ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ گناہوں کو ڈھانپ لیتا ہے اللہ تعالیٰ رحیم ہے اس کی رحمت گناہ گاروں کی معافی کا سبب بن جاتی ہے۔

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾

"نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں پر رشتے دار ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھنے والے ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے"(6)

سوال1: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ "نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں" اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ مومنوں پر شفیق ہیں اور آپ ﷺ کی بیویاں

مسلمانوں کی مائیں ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے'' رب العزت نے ایمان والوں کو نبی ﷺ کا مقام اور مرتبہ سمجھایا تا کہ وہ اس کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھ معاملہ کریں۔

(2) یعنی نبی ﷺ ایمان والوں کے سب سے زیادہ قریب اور ان کی اپنی جان سے بھی زیادہ مقدم ہیں کیونکہ ان پر مخلوق میں سب سے زیادہ احسان محمد ﷺ کا ہے ان کو جو بھلائی بھی ملی ہے نبی ﷺ کے توسط سے ملی ہے اور جو برائی دور ہوئی ہے نبی ﷺ کے توسط سے ہوئی ہے۔(3) نبی ﷺ ہر مومن کے خیر خواہ ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ہر مومن کا میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''نبی (ﷺ) مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔'' اس لیے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہیے کہ ورثاء اس کے مالک ہوں۔ وہ جو بھی ہوں اور جو شخص قرض چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں کہ ان کا ولی میں ہوں۔ (بخاری:2399)

(4) اہلِ ایمان پر واجب ہے کہ جب کسی کی، اپنی یا کسی دوسرے شخص کی مراد رسول ﷺ کی مراد سے مقابل ہو تو رسول اللہ ﷺ کو مقدم رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے قول سے کسی کے قول کا مقابلہ نہ کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا پھر یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔'' (سورۃ الاحزاب:36)

(5) جب تک آپ ﷺ بول نہ لیں اس وقت تک بات نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی بات سے آگے اپنی بات نہ رکھیں۔

(6) رسول اللہ ﷺ سے ساری مخلوق سے بڑھ کر محبت رکھیں اور ان پر اپنی جان، مال اور اولاد کو فدا کر دیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔'' (بخاری:15)

(7) سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے تمام جہاں سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری اپنی جان کے'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں عمر! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک کہ میں تیرے لیے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں'' یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اللہ کی قسم! آپ ﷺ اب مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! اب ٹھیک ہے۔'' (بخاری:6632)

(8)﴿وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ ''اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں'' یعنی نبی ﷺ کی بیویاں احترام اور ادب میں مسلمانوں کی مائیں ہیں وہ اپنی ماؤں کی طرح ان کی عزت وتوقیر اور احترام واکرام کریں۔لیکن بالاتفاق ان سے خلوت جائز نہیں اور ان کی بیٹیوں اور بہنوں کی حرمت بھی ثابت نہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/1565)

(9)﴿وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا﴾ ''اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔'' (الاحزاب:53)

(10)اب اس باپ ہونے پر یہ اصول مترتب ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہوں یعنی حرمت، احترام اور اکرام کے اعتبار سے نہ کہ خلوت ومحرومیت کے اعتبار سے۔گویا یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قصے کا مقدمہ ہے جو عنقریب آئے گا، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس سے پہلے زید بن محمد کے نام سے پکارے جاتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (الاحزاب:40)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نسب اور آپ ﷺ کی طرف انتساب دونوں منقطع کر دیے۔اس آیت کریمہ میں آگاہ فرما دیا کہ تمام اہل ایمان رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں کسی کو کسی دوسرے پر کوئی اختصاص حاصل نہیں اگرچہ کسی کا منہ بولا بیٹا ہونے کا انتساب منقطع ہو گیا مگر نسب ایمانی منقطع نہیں ہوا اس لیے اسے غم زدہ اور متاسف نہیں ہونا چاہیے۔اس آیت کریمہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہیں لہٰذا آپ ﷺ کے بعد وہ کسی کے لیے حلال نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں صراحت فرما دی۔﴿وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا﴾ ''اور نہ ہی جائز ہے کہ اس کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو'' (الاحزاب:53)

سوال2:﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں پر رشتے دار ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھنے والے ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے'' رشتہ داروں کے علاوہ حق وراثت کی تنسیخ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ﴾ ''اور رشتہ دار'' یعنی رشتہ دار ہوں یا دور کے رشتہ دار۔

(2)﴿بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رشتے دار ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھنے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی رو سے۔پس وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کریں گے۔قرابت کا تعلق دوستی اور حلف وغیرہ کے تعلق سے بڑھ کر ہے۔اس آیت کریمہ سے پہلے ان اسباب کی بنا پر رشتہ داروں کی بجائے منہ بولے بیٹے وارث بنتے تھے۔اس آیت کریمہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس توارث کو منقطع کر دیا۔اپنے لطف وکرم اور حکمت کی بنا پر حقیقی اقارب کو وارث بنا دیا کیونکہ اگر معاملہ سابقہ عادت

اور رواج کے مطابق چلتا رہتا تو شر اور فساد پھیل جاتا اور قریب کے رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے حیلہ سازی بکثرت رواج پا جاتی۔ (سعدی:3/2127,2128)

(3) ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ﴾ ''ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں پر'' یعنی قریبی مومن، رشتے دار مقدم ہیں مہاجر ہوں یا غیر مہاجر۔

(4) یہ آیت تمام معاملات میں (مثلاً نکاح اور مال وغیرہ کی ولایت) قریبی رشتہ داروں کی ولایت پر دلیل ہے۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ اور ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:33) اس سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس کے نزول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو ذوی الارحام کے علاوہ انصار و مہاجرین بھی ایک دوسرے کے وارث قرار پاتے تھے، اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی ﷺ نے ان میں کرائی تھی۔ اس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ (النساء:33) تو اس آیت نے ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ منسوخ کر دیا (یعنی بھائی چارے والی وراثت کو منسوخ کر دیا)۔'' (بخاری:6747)

(6) ﴿اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا﴾ ''مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو'' یعنی اہل شرک کے لیے وصیت ہے میراث نہیں۔ (جامع البیان:21/158)

(7) یعنی ان کا کوئی مقرر شدہ حق نہیں ہے۔ عطیہ دے سکتے ہو۔

(8) ﴿كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے'' یعنی قریبی رشتہ داروں کی وراثت کا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے کتاب میں لکھ دیا گیا ہے اس کا نفاذ لازمی ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ نے رشتے داروں کی وراثت کے حکم کو مقدم کر دیا۔ ہجرت اور مؤاخات کی بناء پر ثلث میں سے وصیت ہو سکتی ہے۔ ایسے شخص کے لیے بھی وصیت ہو سکتی ہے جس کا وراثت کا حق باطل ہو چکا ہو مثلاً غیر مؤمن رشتہ دار۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ آتا جو مقروض ہوتا تو آپ ﷺ پوچھتے: کیا اس شخص نے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ مال چھوڑا ہے؟۔ اگر لوگ کہتے، ہاں، اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے کہہ دیتے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتوحات سے نوازا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں مسلمانوں کا ان سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہوں، سو جو کوئی مومن فوت ہو جائے اور قرض دار مرے تو اس کا قرض مجھ پر ہے اور اگر مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔'' (بخاری:2298)

(11) ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ''اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔'' (الاحزاب:53)

(12) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ۔ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس کے نزول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو ذوی الارحام کے علاوہ انصار و مہاجرین بھی ایک دوسرے کے وارث قرار پاتے تھے، اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی ﷺ نے ان میں کرا دیا تھا۔ اس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ تو اس نے ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ کو منسوخ کر دیا (یعنی بھائی چارے والی وراثت کو منسوخ کر دیا)۔ (النساء:33) (بخاری:6747)

سوال 3: نبی ﷺ مومنوں پر سب سے زیادہ حق کیسے رکھتے ہیں؟

جواب: نبی ﷺ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہوتے ہیں اُن کے طرزِ عمل کو اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے لیے مثال بنایا۔ اُن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ لوگ اپنی جان سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ کریں۔ آپ ﷺ کے حکم کو سب پر مقدم نہ رکھیں، آپ ﷺ کی اطاعت کو سب سے اہم سمجھیں۔

سوال 4: پیغمبر کی بیویاں کیسے مسلمانوں کی مائیں ہیں؟

جواب: (1) پیغمبر کی بیویاں عزت و احترام کے اعتبار سے مومنوں کی مائیں ہیں۔ (2) پیغمبر کی بیویاں نکاح نہ کرنے میں مومنوں کی مائیں ہیں۔

سوال 5: رشتے داروں کا کتاب اللہ تعالیٰ نے کیا درجہ رکھا ہے؟

جواب: رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوں گے مہاجرت، اُخوت وغیرہ کی وجہ سے کتاب اللہ تعالیٰ نے وراثت ختم کر دی۔

سوال 6: دوستوں کے ساتھ اسلام کیسا طرزِ عمل رکھنے کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: دینی دوست وارثت میں تو حصہ تو نہیں پا سکتے لیکن احسان کا معاملہ کر سکتے ہیں ایک تہائی مال میں سے وصیت بھی کر سکتے ہیں۔

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾

''اور جب ہم نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بھی اور ہم نے اُن سے نہایت ہی پختہ عہد لیا تھا'' (7)

سوال 1: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ ''اور جب ہم نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بھی اور ہم نے اُن سے نہایت ہی پختہ عہد لیا تھا'' انبیاء سے عہد کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ﴾ ''اور جب ہم نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا'' رب العزت نے اس عہد و پیمان کو یاد دلایا ہے جو اس نے پیغمبروں سے لیا۔

(2)﴿وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ ''اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بھی '' یہ عہد پانچ اولوالعزم پیغمبروں سے لیا گیا۔

(3)﴿ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ ''اور ہم نے اُن سے نہایت ہی پختہ عہد لیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے تاکید کے لیے الفاظ کو دہرایا ہے کہ ان سے پختہ عہد لیا گیا۔

(4) انبیاء کا یہ عہد کیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اُس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اُس کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم نے اقرار کیا۔'' فرمایا: ''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔'' (آل عمران:81)

(5) انبیاء سے یہ عہد کب لیا گیا؟ رسولوں سے یہ عہد رسالت دیئے جانے کے بعد لیا گیا۔ یہ عہد عام انبیاء سے بھی لیا گیا اور پھر اولوالعزم پیغمبروں سے بھی لیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ ''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اُس کو راستہ دکھاتا ہے، جو رجوع کرتا ہے۔'' (الشوریٰ:13)

(6) جس حکم کو بجالانے کا عہد لیا گیا وہ یہ کہ (i) دین کو قائم رکھو (ii) دین میں پھوٹ نہ ڈالو۔

سوال2: نبیوں سے لیے جانے والے عہد سے کون سا عہد مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ عہد ہے جو ایک دوسرے کی مدد اور تصدیق کرنے کا انبیاء سے لیا گیا تھا۔

سوال3: عہد کب لیا جاتا ہے؟

جواب: جب معاہدے کے پورا کرنے کے Chances پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب کسی کو Chance دینا ہو کہ اب وہ کھل کر اس معاہدے کے اختیارات کو برت سکے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے ساتھ میثاق کی جزا کیا ہے؟

جواب: (1) چھوٹی موٹی غلطیاں معاف کر دی جائیں گی۔ (2) ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں۔

سوال5: اسلامی زندگی میں عہد کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: نبی ﷺ نے فرمایا! ﴿لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ﴾ ''اس کا دین نہیں جو عہد پورا نہیں کرتا۔''

﴿لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں سوال کرے اور کافروں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' (8)

سوال1: ﴿لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں سوال کرے اور کافروں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟ اللہ تعالیٰ رسالت کا پیغام پہنچانے کے بارے میں سوال کریں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّيَسْـَٔلَ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ سوال کرے'' یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال کریں۔

(2) ﴿الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''سچوں سے'' یعنی انبیاء سے ﴿عَنْ صِدْقِهِمْ﴾ ''اُن کی سچائی کے بارے میں'' ان کی تبلیغ اور رسالت کے بارے میں۔

(3) اللہ تعالیٰ اس عہد کے بارے میں انبیاء اور ان کے پیروکاروں سے سوال کرے گا کہ انہوں نے اس عہد کو پورا کیا کہ انہیں نعمت بھری جنتیں عطا کی جائیں یا انہوں نے کفر کیا تا کہ انہیں دردناک عذاب دیا جائے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا: ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں کچھ علم نہیں، بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں۔'' (المائدہ:109)

(4) یہاں رسولوں کے بجائے صادقین کا لفظ آیا ہے۔ گویا ہر ایمان دار سے اس کے عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پھر جب لوگوں نے

اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کیا ہوگا وہی لوگ صادق العہد قرار پائیں گے۔(تیسیر القرآن:563/3)

(5)﴿ وَاَعْتَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ ''اور کافروں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' یعنی کافروں کو جھٹلانے اور انکار کرنے کی پاداش میں سخت سزا دی جائے۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسولوں نے اپنے پیغام پہنچا دیئے۔انہوں نے حق پہنچا دیا اور ساری انسانیت کی خیر خواہی کی۔ یا ارحم الراحمین ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ہمیں ایمان پر ثابت قدمی عطا فرمایئے۔

(6)''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (روز قیامت) سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کی امت حاضر ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے میرا پیغام اپنی امت کو) پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں یا رب! اللہ تعالیٰ ان کی امت سے فرمائے گا، کیا انہوں نے تم لوگوں کو (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، نہیں ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا۔اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، تیرا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد ﷺ اور ان کی امت''۔(بخاری:3339)

سوال2: سچوں سے سچائی دریافت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے نبیوں سے پوچھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا سچا پیغام انسانوں تک پہنچا دیا تھا۔

(2)اس سے یہ مراد بھی ہے کہ نبیوں سے ان کی قوم کے ردعمل کے بارے میں پوچھا جائے کہ اُنہوں نے دعوت کا جواب کس طرح دیا۔ (تفسیر الخازن:410/3)

سوال3: سچوں سے سچائی کی دریافت کی بات میں حق کی دعوت دینے والوں کے لیے کیا تنبیہ ہے؟

جواب: اس میں تنبیہ یہ ہے کہ دعوت کا فریضہ پوری ذمہ داری اور اخلاص سے ادا کریں۔

سوال4: کافروں کے لیے کیا وعید ہے؟

جواب: دعوت حق کا انکار کرنے والوں کے لیے وعید ہے کہ اگر وہ اس دعوت کو قبول نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہوں گے۔

رکوع نمبر 18

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے''(9)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' غزوۂ احزاب کے بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں'' اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب جو کہ 5 ہجری میں پیش آیا اُس میں کیے جانے والے احسان کا ذکر کیا ہے جب فوجیں مدینہ پر چڑھ آئی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے تند و تیز آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہوں نے دشمن کو واپسی کا راستہ لینے پر مجبور کر دیا۔

(2) بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے جمع ہونے اور معاہدہ کر کے چلنے کی خبر سنی تو مدینہ کے باہر آپ ﷺ نے ایک خندق کھدوائی، خندق کھدوانے کا مشورہ رسول اللہ ﷺ کو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ (مظہری: 206/9)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ مہاجرین و انصار ایک ٹھنڈی صبح میں کھودنے کا کام کر رہے ہیں ان کے پاس غلام نہ تھے کہ ان کے بجائے غلام یہ کام کر دیتے۔ آپ ﷺ نے ان کی مشقت اور بھوک دیکھ کر فرمایا: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ﴾ ''اے اللہ تعالیٰ! یقیناً زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔'' انصار و مہاجرین نے اس کے جواب میں کہا: ﴿نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا﴾ ''ہم وہ ہیں کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے جب تک کہ باقی رہیں محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے۔ (صحیح بخاری: 588/2، 397/1)

(4) ''سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ خندق میں (خندق کی کھدائی کے وقت) رسول اللہ ﷺ مٹی اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بطن مبارک غبار سے اٹ گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے'' اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا، نہ ہم صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے پس تو ہمارے دلوں پر سکینت و طمانیت نازل فرما اور اگر ہماری کفار سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عنایت فرما جو لوگ ہمارے خلاف چڑھ آئے ہیں جب یہ کوئی فتنہ چاہتے ہیں تو ہم ان کی نہیں مانتے ﴿اَبَيْنَا اَبَيْنَا﴾ (ہم ان کی نہیں مانتے، ہم ان کی نہیں مانتے) پر آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی۔'' (بخاری: 4104)

(5) ''سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس وقت خوراک کی قلت کا یہ حال تھا کہ تھوڑے سے جَو بدبودار چربی میں ملا کر پکاتے۔ لوگ بھوکے ہوتے وہ اسے بھی کھا جاتے حالانکہ وہ بدمزا چربی حلق پکڑ لیتی اور اس سے خراب بو آتی تھی''۔ (بخاری: باب غزوۃ الخندق)

(6) ''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھود رہے تھے کہ ایک بہت سخت قسم کی چٹان نکلی (جس پر کدال اور پھاوڑے کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اس لیے خندق کی کھدائی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی) صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

آپ ﷺ سے عرض کیا کہ خندق میں ایک چٹان ظاہر ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں اندر اترتا ہوں" چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس وقت (بھوک کی شدت کی وجہ سے) آپ کا پیٹ پتھر سے بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے کدال اپنے ہاتھ میں لی اور چٹان پر اس سے مارا۔ چٹان (ایک ہی ضرب میں) بالو کے ڈھیر کی طرح بہہ گئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجیے، (گھر آ کر) میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج میں نے نبی کریم ﷺ کو (فاقوں کی وجہ سے) اس حالت میں دیکھا کہ صبر نہ ہو سکا۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں کچھ جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ، میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے، پھر گوشت کو ہم نے چولہے پر ہانڈی میں رکھا اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آٹا گوندھا جا چکا تھا اور گوشت چولہے پر پکنے کے قریب تھا نبی کریم ﷺ سے میں نے عرض کیا گھر کھانے کے لیے مختصر کھانا تیار ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اپنے ساتھ ایک دو آدمیوں کو لے کر تشریف لے چلیں آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کتنا ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو سب کچھ بتا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ تو بہت ہے اور نہایت عمدہ وطیب ہے" پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اپنی بیوی سے کہہ دو کہ چولہے سے ہانڈی نہ اتاریں اور نہ تنور سے روٹی نکالیں میں ابھی آ رہا ہوں" پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ "سب لوگ چلیں" چنانچہ تمام انصار و مہاجرین تیار ہو گئے جب سیدنا جابر رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو اپنی بیوی سے انہوں نے کہا اب کیا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ تو تمام مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر تشریف لا رہے ہیں انہوں نے پوچھا، نبی کریم ﷺ نے آپ سے کچھ پوچھا بھی تھا؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کہ "اندر داخل ہو جاؤ لیکن اژدہام نہ ہونے پائے" اس کے بعد آپ ﷺ روٹی کا چورا کرنے لگے اور گوشت اس پر ڈالنے لگے ہانڈی اور تنور دونوں ڈھکے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب کر دیا پھر آپ ﷺ نے گوشت اور روٹی نکالی، اس طرح آپ ﷺ برابر روٹی چورا کرتے جاتے اور گوشت اس میں ڈالتے جاتے یہاں تک کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شکم سیر ہو گئے اور کھانا بچ بھی گیا۔ آخر میں آپ ﷺ نے (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی سے) فرمایا کہ "اب یہ کھانا تم خود کھاؤ اور لوگوں کے یہاں ہدیہ میں بھیجو کیونکہ لوگ آج کل فاقہ میں مبتلا ہیں۔"

(7) ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا﴾ "چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی" مسلمانوں کی مدد کی جو دوسری اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی اور جس کا آیت میں ذکر ہے، یہ تھی کہ ٹھنڈی یخ ہوا اتنی تیز چلی کہ جس نے خیمے اکھاڑ دیئے، گھوڑوں کے رسے ٹوٹ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے ہنڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں، آگ بجھ گئی، ہوا اتنی سخت ٹھنڈی تھی کہ بدن کو چیرتی اور آر پار ہوتی معلوم ہوتی تھی غرض لشکر کفار میں سخت بدحواسی پھیل گئی اور بھگدڑ مچ گئی۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے پوچھا کہ کون ہے جو جا کر دشمن کی خبر لائے؟ مگر اتنی آندھی میں کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ آخر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ یہی سوال کیا تو بھی سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہی نے کہا، میں جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے سہ بار یہی سوال کیا تو پھر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا چنانچہ آپ ﷺ لشکر کفار کی طرف روانہ ہو گئے آپ ﷺ خود کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے قطعاً کچھ سردی محسوس نہیں ہو رہی تھی

آپ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر وہی حالات بیان کئے جو لوگ سن رہے تھے۔اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر پیغمبر کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔'' (بخاری۔کتاب المغازی)

(8)﴿وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ ''اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے میرے ماموں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خندق والی رات سخت جاڑے اور تیز ہوا میں مدینہ شریف بھیجا کہ کھانا اور لحاف لے آؤں، میں نے نبی ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ سے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''میرے جو صحابی تمہیں ملیں انہیں کہنا کہ میرے پاس چلے آئیں'' اب میں چلا ہوا میں زناٹے کی شائیں شائیں چل رہی تھیں، مجھے جو مسلمان ملا میں نے اسے نبی ﷺ کا پیغام پہنچا دیا جس نے سنا فوراً الٹے پاؤں نبی ﷺ کی طرف چل پڑا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا، ہوا میری ڈھال کو دھکے دی رہی تھی اور وہ مجھے لگ رہی تھی یہاں تک اس کا لوہا میرے پاؤں پر گرا جسے میں نے پھینک دیا اس ہوا کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل فرمائے تھے۔جنہوں نے مشرکین کے دل خوف سے بھر دیے یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے اپنے ماتحت سپاہیوں کو بلا بلا کر کہنے لگے ''نجات کی صورت تلاش کرو، بچاؤ کا انتظام کرو'' یہ تھا فرشتوں کا ڈالا ہوا ڈر اور رعب اور یہی وہ لشکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس لشکر کو تم نے نہیں دیکھا۔(ابن کثیر:225)

(9) چنانچہ ان حالات نے دشمن کو واپسی پر مجبور کر دیا اور وہ افراتفری کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے۔اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج کے دن کے بعد کفار ہم پر چڑھ کر نہیں آئیں گے بلکہ ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔'' (بخاری۔کتاب المغازی)

(10)﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے دیکھنے والا ہے'' یعنی وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے جیسے تم نے خندق کھودی۔

(11) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مدد بادِ صبا کے ساتھ کی گئی ہے اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔'' (بخاری:3205)(مسلم:2087) یزید بن شریک تیمی رحمہ اللہ نے کہا: ہم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ایک شخص بولا، اگر میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہوتا تو جہاد کرتا آپ ﷺ کے ساتھ اور کوشش کرتا لڑنے میں، حذیفہ نے کہا تو ایسا کرتا۔(یعنی تیرا کہنا معتبر نہیں ہو سکتا کرنا اور ہے اور کہنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کوشش کی تو اس سے بڑھ کر نہ کر سکتا) تم دیکھو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے احزاب (جمع ہے حزب کی، حزب کہتے ہیں گروہ کو، اس جنگ کو جو ۵ ھ ہجری میں ہوئی غزوۂ احزاب کہتے ہیں اس لیے کہ کافروں کے بہت سے گروہ نبی ﷺ سے لڑنے کو آئے تھے) کی رات کو اور ہوا بہت تیز چل رہی تھی اور سردی بھی خوب چمک رہی تھی۔اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر لائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔'' یہ سن کر ہم لوگ خاموش ہو رہے اور کسی نے جواب نہ دیا (کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ایسی سردی میں رات کو خوف کی جگہ میں جائے اور خبر لائے حالانکہ صحابہ کی جانثاری اور ہمت مشہور ہے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر میرے پاس

لائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔" کسی نے جواب نہ دیا سب خاموش ہو رہے۔ آخر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے حذیفہ! اٹھ اور کافروں کی خبر لا۔" اب مجھے کچھ نہ بنا کیوں کہ آپ ﷺ نے میرا نام لے کر حکم دیا، جانے کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جا اور خبر لے کر آ کافروں کی اور مت اکسانا ان کو مجھ پر (یعنی ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے ان کو غصہ آئے اور وہ تجھ کو ماریں یا لڑائی پر مستعد ہوں) جب میں آپ ﷺ کے پاس سے چلا تو ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی حمام کے اندر چل رہا ہے (یعنی سردی بالکل کافور ہو گئی بلکہ گرمی معلوم ہوتی تھی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تو نفس کو ناگوار ہوتی ہے لیکن جب مستعدی سے شروع کر دے تو بجائے تکلیف کے لذت اور راحت حاصل ہوتی ہے) یہاں تک کہ کافروں کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو ابوسفیان اپنی کمر کو آگ سے سینک رہا ہے۔ میں نے تیر کمان پر چڑھایا اور قصد کیا مارنے کا۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آیا کہ ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے ان کو غصہ پیدا ہو اگر میں مار دیتا تو بے شک ابوسفیان کو لگتا، آخر میں لوٹا۔ پھر مجھے ایسا معلوم ہوا کی حمام کے اندر چل رہا ہوں جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سب حال کہہ دیا اس وقت سردی معلوم ہوئی (یہ آپ ﷺ کا ایک بڑا معجزہ تھا) آپ ﷺ نے مجھے اپنا ایک فاضل کمبل اوڑھا دیا جس کو اوڑھ کر آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے میں اس کو اوڑھ کر جو سویا تو صبح تک سوتا رہا جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اٹھ بہت سونے والے۔" (مسلم:4640)

سوال 2: غزوۂ احزاب کیسے ہوا مختصراً بتائیں؟

جواب: غزوۂ احزاب میں اسلام دشمن گروہ جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس غزوے میں مسلمانوں نے اپنے بچاؤ کے لیے خندق بنائی تھی تاکہ دشمن مدینے کے اندر نہ آ سکے۔ یہودیوں کے قبیلے بنونضیر کو رسول اللہ ﷺ نے جلاوطن کر دیا تھا یہ قبیلہ خیبر میں جا کر آباد ہو گیا اس نے کفار مکہ کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ قبائل نجد کو بھی اپنی مدد کا یقین دلا کر قتال کرنے کے لیے آمادہ کیا اس طرح یہودی تمام اسلام دشمنوں کو اکٹھا کر کے مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ ابوسفیان نے مشرکین مکہ کی قیادت کی 10 ہزار کے لشکر نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا جب کہ مسلمان تین ہزار تھے۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ بنوقریضہ مدینہ میں آباد تھا۔ اسے یہودیوں کے بنونضیر قبیلے کے سردار حیی بن اخطب نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار کر لیا تھا۔ یوں مسلمان چاروں طرف سے خطرے میں گھر گئے تھے اس موقعے پر حضرت سلیمان فارسی علیہ السلام کے مشورے سے خندق کھودی گئی جس کی وجہ سے دشمن مدینہ کے اندر نہیں آ سکا۔ ایک ماہ تک یہ محاصرہ قائم رہا پھر اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد آئی۔ آندھی نے خیموں کو اکھاڑ پھینکا اس قدر تیز ہوا تھی کہ جانور رسیاں تڑوا کر بھاگ نکلے اور سب بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

سوال 3: ﴿جُنُوْدٌ لَّمْ تَرَوْهَا﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد فرشتے ہیں جو مسلمانوں کی مدد کے لیے تھے۔

سوال 4: فرشتوں کے لشکر نے کیا کام کیا؟

جواب: اُنہوں نے دشمن پر ایسا خوف طاری کیا کہ اُنہوں نے بھاگ جانے میں ہی خیریت سمجھی۔

سوال 5: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا تھا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: پریشانی اور گھبراہٹ میں مسلمانوں کے دل اور ان کے عمل کیسے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا اور واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ مسلسل نگرانی کر رہا تھا۔

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾

''جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے'' (10)

سوال 1: ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ''جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے'' متحدہ جماعتوں اور بنو قریظہ کی چڑھائی کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ ''جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی'' یعنی اوپر سے متحدہ جماعتیں تمہارے اوپر چڑھ آئیں اور نیچے سے بنو قریظہ چڑھ آئے۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آیت ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ''جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ''یہ آیت غزوہ خندق کے بارے میں نازل ہوئی۔'' (بخاری: 4103) (3) ﴿وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ﴾ ''اور جب آنکھیں پھر گئیں'' جب خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے آنکھیں پتھرا گئیں تھیں۔ (4) ﴿وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾ ''اور جب دل حلق تک پہنچ گئے'' اور شدتِ خوف سے کلیجے منہ کو آ گئے۔

(5)﴿وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ''اورتم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے'' اصحابِ نبی ﷺ میں سے کچھ برے گمان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تکمیل نہیں کرے گا۔(6) درحقیقت اس وقت مسلمان نہایت نازک صورت حال سے دوچار تھے، پیچھے بنوقریظہ تھے جن کا حملہ روکنے کے لیے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی نہ تھا، آگے مشرکین کا لشکر جرار تھا، جنہیں چھوڑ کر ہٹنا ممکن نہ تھا، پھر مسلمان عورتیں اور بچے تھے جو کسی حفاظتی انتظام کے بغیر بدعہد یہودیوں کے قریب ہی تھے اس لیے لوگوں میں سخت اضطراب برپا ہوا جس کی کیفیت اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔(الرحیق المختوم:419)

سوال2: دشمنوں کے اُوپر اور نیچے سے چڑھ آنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اس سے مراد ہے کہ دشمن ہر طرف سے چڑھ دوڑے تھے۔(2) اُوپر سے مراد غطفان، ہوازن اور نجد کے مشرکین ہیں۔ (3) نیچے سے مراد قریش اور ان کے مددگار ہیں۔ اُس وقت ایمان والے بُری طرح آزمائے گئے اور بُری طرح ہلا دیے گئے۔

سوال3: لشکروں کو دیکھ کر مسلمانوں کی کیا حالت تھی؟

جواب:(1) مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔(2) کلیجے منہ کو آ گئے تھے۔(3) مسلمان اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے تھے۔

﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾

''اُس وقت مومن خوب آزمائے گئے اور ہلا مارے گئے، سخت ہلایا جانا'' (11)

سوال1: ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ ''اُس وقت مومن خوب آزمائے گئے اور ہلا مارے گئے، سخت ہلایا جانا' غزوۂ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی پریشانی کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اُس وقت مومن خوب آزمائے گئے'' اس وقت مسلمانوں کو چاروں طرف سے دشمنوں نے گھیرا ہوا تھا۔ مسلمان انتہا کی پریشانی اور بے چینی کی حالت سے دوچار تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ بھی ان میں موجود تھے اس وقت مسلمانوں کو جانچا جا رہا تھا۔(مختصر ابن کثیر:2/1570)

(2) مسلمان آزمائش میں پورا اترنے لگے اور انہوں نے نبی ﷺ کا ساتھ دیا۔(i) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت ایمان لاتا ہے جب لوگ انکار کرتے ہیں (ii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت مانتا ہے جب نہ مان کر کچھ بگڑنے والا نہ ہو (iii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت یقین کر لیتا ہے جب لوگ شک میں مبتلا ہوتے ہیں (iv) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت اپنے آپ کو حوالے کرتا ہے جب بچانے کا وقت ہو (v) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت سر جھکا دیتا ہے جب سرکشی کا موقع ہے (vi) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس

وقت خرچ کرتا ہے جب مٹھی بند کرنے کی ضرورت ہو(vii) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت ثابت قدم ہوجاتا ہے جب فرار کے مواقع ہوں(viii) آزمائش میں پورا اُترنے والا سب کچھ لٹا کر ساتھ دیتا ہے۔

(3)﴿وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ ''اور ہلا مارے گئے، سخت ہلایا جانا'' مسلمانوں کو خوف، قلق اور بھوک کے ذریعے سے ہلا ڈالا گیا تا کہ ان کا ایمان واضح اور ان کے ایمان میں اضافہ ہو، ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ ان کے ایمان اور ان کے یقین کی پختگی اس طرح ظاہر ہوئی کہ وہ اولین و آخرین پر فوقیت لے گئے۔ جب غم کی شدت بڑھ گئی اور سختیوں نے گھیر لیا تو ان کا ایمان عین الیقین کے درجے پر پہنچ گیا۔﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ ''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا۔'' (الاحزاب:22) یہاں منافقین کا نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور وہ چیز سامنے آ گئی جسے وہ چھپایا کرتے تھے۔ (سعدی:3/2129,2130)

سوال 2: ایمان لانے کے بعد آزمایا کیوں جاتا ہے؟

جواب: (i) آزمائش سے کھوٹے کھرے کی پہچان ہوجاتی ہے (ii) آزمائش سے جھوٹے سچے کی پہچان ہوجاتی ہے (iii) آزمائش سے مومن اور منافق کی پہچان ہوجاتی ہے (iv) آزمائش سے خالص لوگ سامنے آتے ہیں (v) آزمائش سے دعوت دینے والوں کے دل صاف شفاف ہو جاتے ہیں (vi) آزمائش اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

سوال 3: مسلمانوں کو کیسے آزمایا گیا؟

جواب: (1) مسلمانوں کو خوف میں مبتلا کیا گیا۔ (2) مسلمانوں پر لشکر مسلط کیے گئے۔ (3) مسلمانوں کو بھوک اور محاصرے میں مبتلا کیا گیا۔

سوال 4: آزمائش میں پورا اُترنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: آزمائش میں پورا اترنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان قربانی کی سطح پر ایمان والا بن گیا ہے۔

سوال 5: انسان کے مومن ہونے کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا جاتا ہے؟

جواب: انسان کے مومن ہونے کا فیصلہ غیر معمولی حالات میں ایمان پر قائم رہنے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

سوال 6: آزمائش میں پورا اترنے والا خالص مومن کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: (1) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت ایمان لاتا ہے جب لوگ انکار کرتے ہیں۔ (2) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت مانتا ہے جب نہ مان کر کچھ بگڑنے والا نہ ہو۔ (3) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت یقین کر لیتا ہے جب لوگ شک میں مبتلا ہو

تے ہیں۔(4) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت اپنے آپ کو حوالے کرتا ہے جب بچانے کا وقت ہو۔(5) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت سر جھکا دیتا ہے جب سرکشی کا موقع ہے۔(6) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت خرچ کرتا ہے جب مٹھی بند کرنے کی ضرورت ہو(7) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت ثابت قدم ہو جاتا ہے جب فرار کے مواقع ہوں۔(8) آزمائش میں پورا اُترنے والا سب کچھ لٹا کر ساتھ دیتا ہے۔

﴿وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا﴾

''اور جب منافق اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا''(12)

سوال1:﴿وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''اور جب منافق اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا'' نازک دور میں نفاق ظاہر ہو گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ ''اور جب منافق کہہ رہے تھے'' اس نازک دور میں نفاق ظاہر ہو گیا، منافق کہنے لگے اور وہ لوگ (2)﴿وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی'' وہ جن کے دلوں میں شکوک اور شبہات تھے۔ (3)﴿مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا'' انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو وعدے کیے تھے وہ محض دھوکہ تھا، ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اب مدینہ میں ٹھہرنے کی کوئی صورت نہیں۔(4) مصیبت کے وقت منافق کا ایمان قائم نہیں رہتا اس وجہ سے اپنے وسوسوں اور شکوک کی تصدیق کرتا ہے۔

سوال2: منافق کسے کہتے ہیں؟

جواب:(1) جس کے دل میں برائی اور زبان پر اچھائی کا اظہار ہو۔(2) جس کی حقیقی وفاداری اپنے دنیاوی مفادات کے ساتھ ہو لیکن دین کے ساتھ بھی ظاہری رشتہ قائم رہے۔

سوال3: دل کی بیماری سے کیا مراد ہے؟

جواب: دل کی بیماری سے مراد منافقت ہے۔

سوال4: منافقوں نے دل کے روگ کا اظہار کیسے کیا؟

جواب: منافقوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا جو وعدہ تھا وہ فریب تھا۔

سوال 5: کتنے منافقین نے اللہ تعالیٰ کے وعدے کو فریب قرار دیا؟

جواب: تقریباً ستر منافقین تھے۔

﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾

''اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے اہلِ یثرب! تمہارے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں ہے، چنانچہ لوٹ جاؤ! اور اُن میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہ تھے، وہ بھاگنے کے سوا اور کچھ ارادہ نہ کر رہے تھے''(13)

سوال 1: ﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾ ''اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے اہل یثرب! تمہارے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں ہے، چنانچہ لوٹ جاؤ! اور اُن میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہ تھے، وہ بھاگنے کے سوا اور کچھ ارادہ نہ کر رہے تھے'' منافقوں کی فرار کی کوششوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ﴾ ''اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا'' یعنی منافقوں کی ایک جماعت نے قلتِ صبر کی بنا پر کہا۔ (2)﴿يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ﴾ ''اے اہلِ یثرب!'' انہوں نے مدینہ کا نام چھوڑ کر پرانے نام سے پکارا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان اور اخوت کی قدر نہیں تھی۔ ان کی بزدلی نے انہیں کہنے پر آمادہ کیا۔

(3)﴿لَا مُقَامَ لَكُمْ﴾ ''تمہارے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں ہے'' یعنی مدینے کے باہر جس خندق کے پاس ہو یہاں تمہیں نہیں ٹھہرنا۔ یعنی دشمن کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا۔ (4)﴿فَارْجِعُوْا﴾ ''چنانچہ لوٹ جاؤ!'' وہ انہیں مدینے کی طرف لوٹنے کا یعنی میدان چھوڑنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ (5)﴿وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ﴾ ''اور اُن میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا'' ان میں سے ایک گروہ تھا جسے بھوک نے ستا رکھا تھا وہ نبی ﷺ سے اجازت مانگ رہے تھے۔ (6)﴿يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ﴾ ''وہ کہہ رہے تھے کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں'' وہ عذر یہ کر رہے تھے کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں، غیر محفوظ ہیں، ہمیں یہ خطرہ ہے کہ پیچھے دشمن گھروں پر حملہ نہ کر دے۔ (7) وہ گھروں کی حفاظت کے عذر میں جھوٹے تھے اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ﴾ ''حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہ تھے'' کہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں۔

(6)﴿اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾ ''وہ بھاگنے کے سوااور کچھ ارادہ نہ کررہے تھے'' ان کے عذر محض فرار کے لیے تھے۔ وہ دشمن سے بھاگنا چاہتے تھے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ سارا عرب امڈ پڑا ہے۔ اب یہ استیصال کے بغیر نہیں جائیں گے۔ ان کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کررہا ہوں جو کھجوروں والی ہے، اس خواب کے بعد میرا وہ خیال جاتا رہا کہ ہجرت کی جگہ یمامہ یا ہجر ہوگی، اب پتا چلا کہ وہ تو یثرب (یعنی مدینہ) ہے۔'' (بخاری:3622)

سوال2: ایک گروہ نے یہ آواز کیوں لگائی تھی کہ اے اہل یثرب لوٹ چلو تمہارے لیے ٹھکانہ نہیں؟

جواب: مدینہ کا قدیم نام یثرب تھا عمالقہ میں سے کسی نے یہاں پڑاؤ کیا تھا جس کا نام یثرب بن عمیل تھا اہل یثرب سے اس لیے پکارا تا کہ آبائی دین پر واپس آجائیں۔

سوال3: منافقوں نے یہ کیوں کہا تھا کہ تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں لہٰذا لوٹ چلو؟

جواب: (1) لوٹ جانے سے مراد اپنے گھروں کو لوٹ جانا ہے۔ جب کہ مسلمان کا لشکر میں رہنا خطرناک ہے ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔

(2) یہ بات ذومعنی ہے یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اس دین پر ٹھہرنے کا موقع نہیں رہ گیا لہٰذا اس سے لوٹ چلو۔

سوال نمبر4: منافق کس طرح کے حالات میں ساتھ دینے کے لیے تیار ہوجاتا ہے؟

جواب: (1) منافق آسانی سے ہاتھ آنے والے فائدے کی وجہ سے ساتھ دیتا ہے۔ (2) منافق اگر تھوڑے کام سے بڑا کریڈٹ مل رہا ہو تو فوراً سفر کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

سوال5: مدینہ میں گھروں کے غیر محفوظ ہونے کی بات کس نے کی؟

جواب: یہ بات منافقوں نے کہی تھی۔

سوال6: مدینہ میں گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا خطرہ کس سے تھا؟

جواب: بنوقریظہ کی طرف سے جان، مال اور عزت وآبرو کا خطرہ تھا۔

سوال7: ایمان کے راستے سے فرار کس کے لیے ممکن نہیں ہوتا؟

جواب: ایمان کی حقیقت جس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اس کے لیے ایمانی راستے سے فرار ممکن نہیں رہتا۔

پھر اس موقع پر بعض منافقین کے نفاق نے بھی سر نکالا چنانچہ وہ کہنے لگے کہ محمد تو ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم قیصر وکسریٰ کے خزانے پائیں گے اور یہاں یہ حالت ہے کہ پیشاب پاخانے کے نکلنے کے لیے بھی جان کی خیر نہیں، بعض اور منافقین نے اپنی قوم کے سامنے یہاں

تک کہا کہ ہمارے گھر دشمن کے سامنے کھلے پڑے ہیں ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں کیونکہ ہمارے گھر شہر سے باہر ہیں تو بت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ بنو سلمہ کے قدم اکھڑ رہے تھے اور وہ پسپائی کی سوچ رہے تھے، ان ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾

''اور اگر مدینہ کے اطراف سے اُن پر کوئی (دشمن) گھس آتا پھر اُن سے فتنہ برپا (جنگ) کرنے کا سوال کیا جاتا تو وہ اُسے ضرور کر گزرتے اور اُس سے دیر نہ کرتے مگر تھوڑی'' (14)

سوال 1: ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾ ''اور اگر مدینہ کے اطراف سے اُن پر کوئی (دشمن) گھس آتا پھر اُن سے فتنہ برپا (جنگ) کرنے کا سوال کیا جاتا تو وہ اُسے ضرور کر گزرتے اور اُس سے دیر نہ کرتے مگر تھوڑی'' منافق خوف سے مرتد ہونے کو تیار ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا﴾ ''اور اگر مدینہ کے اطراف سے اُن پر کوئی (دشمن) گھس آتا'' یعنی اگر مدینہ کی ہر سمت سے ان پر دشمن چڑھائی کریں۔

(2) ﴿ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ﴾ ''پھر اُن سے فتنہ برپا (جنگ) کرنے کا سوال کیا جاتا'' پھر دشمن ان سے مشرک یا کافر ہونے کا مطالبہ کریں۔ ﴿لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾ ''تو وہ اُسے ضرور کر گزرتے اور اُس سے دیر نہ کرتے مگر تھوڑی'' تو یہ فوراً ہی شرک اور کفر کی طرف پلٹ جائیں گے۔ (3) وہ ایمان کی حفاظت نہیں کریں گے۔ ذرا سے خوف سے بھی یہ ایمان کو تھام نہیں سکیں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اندرونی حالت کی کیسے تصویر کشی کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے ابھی تو دشمن شہر سے باہر ہے اگر چاروں طرف سے شہر کے اندر گھس آئے اور ان سے مطالبہ کرے تو یہ کفر اور شرک کی طرف لوٹنے میں دیر نہیں لگائیں گے اس وقت تھوڑے ہی لوگ سوچتے یا تھوڑے لوگ ہی باقی رہ جاتے۔

(2) اگر ایسا فتنہ برپا ہو جائے تو گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا عذر نہیں کریں گے۔ شرک کے مطالبے کو تسلیم کر لیں گے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلی جھکاؤ اور محبت کو واضح کیا ہے کہ شرک اور کفر انہیں کس قدر عزیز ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا﴾

''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ سے یقیناً پہلے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہمیشہ سے پوچھا جانے والا ہے'' (15)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا﴾ ''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ سے یقیناً پہلے

عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہمیشہ سے پوچھا جانے والا ہے'' عہد شکنی اور غدار منافق کے طرزِ عمل کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ﴾ ''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ سے یقیناً پہلے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے'' منافقوں کو ان کا وعدہ یاد دلا کر غیرت دلائی جا رہی ہے کہ یاد کرو تم نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ میدانِ جنگ سے کبھی نہیں بھاگیں گے۔

(2)﴿وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہمیشہ سے پوچھا جانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عہد شکنی کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ ایمان اور عہد شکنی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ مومن غدار اور عہد شکن نہیں ہوتا۔

سوال 2: منافقین جو غزوۂ بدر تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہیں ان کا کون سا عہد یاد دلایا گیا ہے؟

جواب: غزوۂ بدر سے جب مسلمان فتح حاصل کر کے مالِ غنیمت لے کر آئے تو منافقوں نے یہ عہد کیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے ساتھ ایسے معرکوں میں مل کر ضرور لڑیں گے ان کو وہی عہد یاد دلایا گیا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے عہد کی باز پرس کیسے ہوتی ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کے پورا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا نہ کرنے پر سزا ہوتی ہے۔

سوال 4: عہد شکنی کی سزا کیا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور پھینک دیا جاتا ہے۔س(2) دل سخت کر دیئے جاتے ہیں۔

﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''آپ کہہ دیں کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا'' (16)

سوال 1:﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا'' فرار سے موت نہیں ٹلتی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں اے محمد ﷺ! منافقوں سے کہہ دیں۔

(2)﴿لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ﴾ ''اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا''

موت سے بھاگنا چاہتے ہو یا قتل ہونے سے بچنا چاہتے ہو، میدانِ جنگ سے بھاگ کر موت نہیں ٹل سکتی۔ فرار سے عمر میں اضافہ نہیں ہوتا اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھ دیا گیا وہ قتل ہوگا۔

(3)﴿وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا'' یعنی میدانِ جنگ سے بھاگنے کے بعد تمہیں دنیا سے تھوڑا سا فائدہ اٹھانے کا تو موقع دیا جائے گا مگر آخرت برباد ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر ابدی نعمتوں سے محروم کر کے بھاگنے سے تھوڑا فائدہ اٹھانا نفع کا سودا نہیں ہے۔ (4) فرار عمروں میں اضافہ نہیں کر سکتا اور جنگ عمر میں کمی نہیں کر سکتی۔

(5) جب تقدیر آجاتی ہے تو تمام اسباب ختم ہو جاتے ہیں۔

سوال 2: میدان جنگ سے فرار کے ارادے کا اللہ تعالیٰ نے کیسے علاج کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے موت سے فرار ممکن نہیں یعنی اللہ کی تقدیر سے تم بھاگ نہیں سکتے سارے واقعات اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق عمل میں آتے ہیں موت اور قتل ایک تقدیر ہے نہ وقت سے پہلے آئے گی نہ مؤخر کی جائے گی۔ فرار کی وجہ سے موت کا وقت مؤخر نہیں ہو گا۔

(2) اگر میدان جنگ سے بھاگ کر بھی آجاؤ گے تو کیا فائدہ موت کا وقت قریب ہے جنگ میں نہیں تو اپنی موت آپ مر جاؤ گے۔

سوال 3: منافق فرار کی خواہش کیوں رکھتے ہیں؟

جواب: منافق روحانی طور پر شکست خوردہ اور بزدل ہوتے ہیں منافقوں کو ہر وقت لگتا ہے کہ کوئی مصیبت پیچھا کر رہی ہے اس وجہ سے یہ خوفزدہ اور فرار کی حالت میں ہوتے ہیں۔

﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

''آپ کہہ دیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے یا تم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی دوست اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے'' (17)

سوال 1: ﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے یا تم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی دوست اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے'' آیت کی روشنی میں واضح کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی عطا کرنے والا اور محروم کرنے والا ہے؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو'' اے محمد ﷺ! آپ کہہ دیں۔

(2)﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا﴾ ''کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے'' جب اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو کون سا سبب تمہارے کام آئے گا؟ یہ بتاؤ کون تمہیں بچائے گا؟

(3)﴿اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً﴾ ''یا تم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے'' اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحمت کا ارادہ کرنا چاہے تو کوئی ایسا نہیں جو اس کی عطا کو روک سکے وہی عطا کرنے والا اور وہی محروم کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی بھلائی عطا نہیں کرسکتا، اس کے سوا کوئی برائی کو دور نہیں کر سکتا۔

(4)﴿وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی دوست نہ پائیں گے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا کارساز نہیں پائیں گے جو ان کی سرپرستی کرے یا ان کو نفع پہنچائے۔

(5)﴿وَّلَا نَصِیْرًا﴾ ''اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے'' یعنی وہ کون مددگار ہوگا جو ان سے اس مصیبت کو دور کردے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے ارادہ کیا ہے۔(6) اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں جس کی قضا وقدر نافذ ہے۔ جس کی ولایت چھوڑ کر کوئی ولی کام نہیں آسکتا۔ جس کی نصرت کو چھوڑ کر کوئی مددگار کام نہیں آسکتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جاری اپنے ارادے کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اس دنیا میں تمام کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اگر اللہ تمہیں برائی پہنچانا چاہے ہلاک کرنا چاہے، مالی نقصان پہنچانا چاہے، تو کون تمہیں برائی سے بچالے گا۔(3) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل کرنا چاہے تو کون اس کی رحمت کو تم سے روک سکتا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ رب سے بھاگنا چاہو تو نہ کوئی حمایتی پاؤ گے اور نہ کوئی مددگار۔

﴿قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآىِٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

''یقیناً تم میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آؤ اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں'' (18)

سوال 1:﴿قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآىِٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ''یقیناً تم میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آؤ اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں'' منافق رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ﴾ ''یقیناً تم میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے'' اللہ رب العزت نے وعید سنائی ہے ان لوگوں کو جو دوسروں کو جنگ میں شامل ہونے سے روک رہے ہیں۔

(2)﴿وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا﴾ ''اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آؤ'' یعنی ان لوگوں کو جانتے ہیں جو اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو آرام کرنے کے مشورے دے رہے ہیں۔

(3)﴿وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں'' وہ جنگ میں کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔ وہ ایمان اور صبر کے معدوم ہونے کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہتے ہیں اور اس لیے کہ ان کے دلوں میں نفاق ہے۔ نفاق بزدلی کا تقاضا کرتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو جانتا ہے حق سے روکنے والے کون ہوتے ہیں؟

جواب:(1) حق سے روکنے والے منافق ہوتے ہیں جو خود بھی حق سے رُکتے ہیں اور دوسروں کو بھی شرکت جہاد سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے پاس چلے آؤ۔(2) یہ وہ لوگ ہیں جو قربانی دینے سے خود رکتے ہیں دوسروں کو روکتے ہیں خود رُکنا کوتاہی ہے جب کہ دوسروں کو روکنا ڈھٹائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ڈھٹائی کی نفسیات کو کھول کر رکھ دیا ہے۔

﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾

''تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں چنانچہ جب کوئی خوف آجائے تو آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو، پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے تو مال کے حریص ہو کر تیز زبانوں کے ساتھ آپ کو تکلیف دیتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' (19)

سوال 1:﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ''تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں چنانچہ جب کوئی خوف آجائے تو آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو'' منافق بزدل اور بخیل ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ﴾ ''تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں'' بخل منافقین کا وصف ہے اس کے بعد ان کی بزدلی کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا۔ بخل اور بزدلی انسان کی دو بہت بری صفات ہیں۔

(2) منافق تمہاری خیر خواہی میں بخیل اور کنجوس ہیں۔ جہاد کے لیے، فقراء اور محتاجوں کے لیے خرچ نہیں کر سکتے۔ (ایسر التفاسیر: 1205,1204)

(3) منافق بزدل ہوتے ہیں خوف کے وقت کانپنے لگ جاتے ہیں۔

(4)﴿فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ﴾ ''چنانچہ جب کوئی خوف آجائے'' یعنی دشمنوں کے ہجوم کی وجہ سے ان کے خوف کی یہ حالت ہوگئی ہے۔

(5)﴿رَاَيْتَهُمْ﴾ ''آپ انہیں دیکھتے ہیں'' اے رسول ﷺ آپ انہیں دیکھو گے۔

(6)﴿يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ﴾ ''وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں'' حسرت بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتے ہیں۔

(7)﴿تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ﴾ ''ان کی آنکھیں گھومتی ہیں'' اور ادھر ادھر خوف اور مایوسی سے دیکھتے ہیں۔

(8)﴿كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ''اس شخص کی طرح جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو'' جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔ منافق بزدلی اور خوف کی تصویر ہے اس کا سبب اس کا کفر اور اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر اور بعث اور جزا پر ایمان نہ لانا ہے۔

سوال 2:﴿فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ﴾ ''پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے تو مال کے حریص ہو کر تیز زبانوں کے ساتھ آپ کو تکلیف دیتے ہیں'' منافق چرب زبان اور مال کے حریص ہوتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ﴾ ''پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے تو'' یعنی جب جنگ کے بادل ہٹ جاتے ہیں اور امن قائم ہو جاتا ہے۔

(2)﴿سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ﴾ ''تیز زبانوں کے ساتھ آپ کو تکلیف دیتے ہیں'' منافق ایسے موقع پر چرب زبانی سے شیخیاں بگھارتے ہیں۔ اور بار بار یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم نے جنگ میں بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔

(3)﴿اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ﴾ ''مال کے حریص ہو کر'' مال غنیمت کے سخت حریص ہوتے ہیں۔ بخل اور حرص کے مارے سارا مال ہتھیانا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بخیل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں بخیل ہوتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کرنے میں بخیل ہوتے ہیں منافق کیا ہے سراپا بخل سراپا بزدلی۔

سوال 3:﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' منافقوں کے اعمال ضائع کر دیئے گئے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب(1)﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا﴾ ''وہ لوگ ایمان نہیں لائے'' منافق ایمان نہیں رکھتے۔

(2)﴿فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیئے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال قبول نہیں کیے۔ان کا ثواب ضائع کر دیا کیونکہ مشرک کے اعمال باطل ہوتے ہیں۔﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾''اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالیٰ پر ان کے اعمال کو ضائع کر دینا بہت آسان ہے۔

(3) منافقوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے دلوں کو بخل سے اپنی حفاظت میں رکھا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔بھلائی کے ہر راستے میں اپنا مال نچھاور کرتے ہیں۔وہ اپنا علم بھی خرچ کرتے ہیں،اپنی جاہ بھی خرچ کرتے ہیں،وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے اپنے بدن کو بھی خرچ کرتے ہیں۔

سوال4: منافق کہاں کہاں بخیلی کرتے ہیں؟

جواب: جسمانی اور مالی تعاون میں بخیلی کرتے ہیں۔

جیسے وہ خندق کھودنے میں بھی پیچھے تھے اور مال خرچ کرنے میں بھی۔

سوال5: منافقوں کی بزدلی اور پست ہمتی کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جب ڈر اور دہشت کا موقع آئے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف نظریں جما دیتے ہیں۔اور ان کی آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں جیسے اس شخص کی جس پر غشی طاری ہو پھر جب خوف جاتا رہے تو اپنی تیز زبانوں سے بڑی باتیں بناتے ہیں۔ان کی بزدلی کی انتہا یہ ہے کہ کبھی ان کے اعضا پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے کبھی یہ کانپنے لگ جاتے ہیں خیر کا جذبہ ان کے اندر نہیں ہے اس کے لیے یہ بخیل ہیں۔

سوال6: خوف جانے پر منافق تیز زبانوں سے کیسے باتیں کرتے ہیں؟

جواب: (1) خوف کے وقت یوں لگتا ہے منافق کسی بل میں گھس گیا ہو،خوف ختم ہونے پر یہ پھول جاتے ہیں اپنی شجاعت اور مردانگی کے قصے سناتے ہیں جو جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں۔(2) غنیمت کی تقسیم کے موقع پر تیز زبانیں چلاتے ہیں تاکہ زیادہ مال حاصل کر سکیں۔

(3) دین کے لیے قربانی نہ دینا دنیا کی محبت کی وجہ سے ہوتا ہے منافق دین میں دنیا کا فائدہ جمع ہوتا دیکھتا ہے تو بولنے کا کمال دکھاتا ہے۔

سوال7: سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے منافقوں کی بزدلی اور بخیلی کو کیسے کھولا؟

جواب: سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غنیمت کی تقسیم کے موقع پر سب سے بخیل ہوتے ہیں۔اور لڑائی کے وقت سب سے زیادہ بزدل ساتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ جانے والے ہیں۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اعمال پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ لوگ ایمان لاتے ہی نہیں کیونکہ ان کے دل کفر اور دشمنی سے بھرے ہوئے ہیں۔(2) یہ مال کے بڑے حریص ہیں۔(3)اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے ہیں اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ پر کیا آسان ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ پر اُن کے اعمال کو برباد کر دینا آسان ہے۔

﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''وہ سمجھتے ہیں کہ فوجیں ابھی نہیں گئیں اور اگر فوجیں پھر آ جائیں تو وہ پسند کریں گے کہ کاش واقعی وہ بدوؤں کے ساتھ بادیہ نشین ہوں، کہ وہ تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھتے رہتے اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو بہت ہی کم لڑتے''(20)

سوال1:﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''وہ سمجھتے ہیں کہ فوجیں ابھی نہیں گئیں اور اگر فوجیں پھر آ جائیں تو وہ پسند کریں گے کہ کاش واقعی وہ بدوؤں کے ساتھ بادیہ نشین ہوں، کہ وہ تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھتے رہتے اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو بہت ہی کم لڑتے'' منافقوں کی بزدلی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا﴾ ''وہ سمجھتے ہیں کہ فوجیں ابھی نہیں گئیں'' منافقوں کو اس بات کا یقین نہیں آتا کہ حملہ آور چلے گئے ہیں ان کا خیال ہے کہ دور ہٹ گئے ہیں بعد میں حملہ کریں گے

(2)﴿وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ﴾ ''اور اگر فوجیں پھر آ جائیں تو'' اگر لشکر دوبارہ آ جائیں۔

(3)﴿يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ﴾ ''وہ پسند کریں گے کہ کاش واقعی وہ بدوؤں کے ساتھ بادیہ نشین ہوں'' ان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ مدینہ سے باہر جنگلوں میں دیہاتیوں کے ساتھ ہوتے۔

(4)﴿يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ﴾ ''کہ وہ تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھتے رہتے'' تمہاری خبریں اور تمہارے حالات جانتے رہتے کہ جنگ کا کیا انجام ہوا؟ کیا لشکر جیتے ہیں یا نہیں!

(5)﴿وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو بہت ہی کم لڑتے'' اگر یہ تمہارے درمیان ہوتے تو جنگ نہ کرتے بس دکھانے کے لیے کچھ ہاتھ پاؤں مارتے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے سارے حالات معلوم ہیں۔ ہلاکت اور بربادی ان لوگوں

کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں جن کی موجودگی اہمیت کی حامل ہوتی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اس گمان سے کہ لشکر ابھی نہیں گئے کیا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے خوف اور بزدلی کو واضح کیا ہے کہ اگرچہ کافر ناکام ہو کر جا چکے لیکن ان کا یہ گمان ہے کہ شاید ابھی بھی وہ اپنے مورچوں اور خیموں میں موجود ہیں ان کے دلوں کے کھوٹ کو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی دلی تمناؤں کو کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے لشکروں کے لوٹ آنے کے معاملے کو سامنے رکھ کر منافقوں کی تمناؤں کو واضح کیا ہے کہ اگر لشکر لوٹ آئیں تو یہ چاہیں گے کہ مدینہ چھوڑ کر صحراؤں میں جا بسیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کی بجائے بدوؤں کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیں گے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے منافق کی اس تمنا کو بھی واضح کیا ہے کہ وہ کیسے تمہاری ہلاکت چاہتے ہیں کہ اگر یہ بادیہ نشیں ہو جائیں تو پوچھتے رہیں گے کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھ ہلاک ہوئے یا نہیں اور کافروں کا لشکر کامیاب رہا یا ناکام۔

رکوع نمبر 19

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

''بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہو'' (21)

سوال 1: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ ''بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہو'' اتباع رسول ﷺ کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے''

(i) رسول اللہ ﷺ میدان جہاد میں ثابت قدم رہے آپ کی ثابت قدمی میں دوسروں کے لیے نمونہ ہے۔ (ii) رسول اللہ ﷺ کے صبر میں نمونہ ہے آپ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھے، آپ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا، آپ ﷺ کا دانت شہید ہو گیا، آپ ﷺ نے خندق اپنے ہاتھوں سے کھودی غرض آپ ﷺ زندگی کے ہر شعبے میں صبر کی لازوال مثال ہیں ان کے صبر میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے (iii) رسول اللہ ﷺ کی خوش خبریوں میں بھی ہمارے لیے نمونہ ہے رسول اللہ ﷺ پتھروں کی چمک میں اسلامی انقلاب کی وسعتیں دکھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے خوش خبری سنائی تھی جب آپ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کدال لے کر پتھر پر وار کیا اُس

کے نیچے سے دو دفعہ چمک نکلی تو آپ ﷺ نے مستقبل کا نقشہ واضح کیا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے ہاتھ لگیں گے اور یوں مسلمانوں کے دلوں میں یقین اور اُمید کے چشمے پھوٹ نکالے۔(iv) رسول اللہ ﷺ کی شجاعت اور توکل میں سب کے لیے نمونہ ہے۔

(2) یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت اور اتباع کے وجوب پر صریح اور قوی دلیل ہے۔﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ ''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا۔'' (الاحزاب:22) (تیسیر القرآن:3/570-571)

(3) اس آیتِ کریمہ سے اہلِ اصول نے رسول اللہ ﷺ کے افعال کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے اصول یہ ہے کہ احکام میں آپ ﷺ کا اسوۂ حجت ہے جب تک کسی حکم پر دلیل شرعی قائم نہ ہو جائے کہ یہ صرف آپ کے لیے مخصوص ہے۔ اسوہ کی دو اقسام ہیں: اسوۂ حسنہ اور اسوۂ سیئہ پس رسول اللہ ﷺ میں اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ کے اسوۂ کی اقتدا کرنے والا اس راستے پر گامزن ہے جو اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور وہ ہے صراطِ مستقیم۔ رہا آپ ﷺ کے سوا کسی دیگر ہستی کا اسوۂ تو اس صورت میں اگر وہ آپ کے اسوۂ کے خلاف ہے تو یہ ''اسوۂ سیئہ'' ہے مثلاً جب انبیاء و رسل مشرکین کو اپنے اسوۂ کی پیروی کی دعوت دیتے تو وہ جواب میں کہتے ''اسوۂ حسنہ کی صرف وہی لوگ پیروی کرتے ہیں جن کو اس کی توفیق بخشی گئی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور یومِ آخرت کی امید رکھتے ہیں کیونکہ ان کا سرمایۂ ایمان، اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا ڈر انہیں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ (3/3335-3336)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۵۷) قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (۱۵۸)﴾ ''جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ

اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' (الاعراف:158,157)

(5)﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے۔'' (آل عمران:31)

(6)﴿مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں (کے مال) سے لوٹا دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تا کہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان وہ گردش کرنے والا نہ رہے اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اُس سے رُک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے۔ (الحشر:7)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی کام کیا جس سے بعض لوگوں نے پرہیز کرنا اختیار کیا جب نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ایسی چیز سے پرہیز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں، واللہ! میں ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے متعلق علم رکھتا ہوں اور ان سے زیادہ خشیت رکھتا ہوں۔'' (بخاری:7301)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو دوسرے لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی، پھر آپ ﷺ نے پھینک دیا اور فرمایا: ''کہ میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا چنانچہ اور لوگوں نے انگوٹھیاں پھینک دیں۔'' (بخاری:7297)

(9)﴿لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ ''ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو'' آپ ﷺ کے ہر قول اور ہر فعل کی پیروی صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور آخرت کے دن کی امید رکھتے ہیں۔

(10) رسول اللہ ﷺ کی مبارک عادات کو وہ لوگ اپنے لیے نمونہ بناتے ہیں جن کا سرمایہ ایمان ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ جو اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔

(11) رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو رب کی رحمتوں اور برکتوں کی امید رکھتے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان ہے، آخرت پر یقین رکھتے ہیں، جو یقین رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا واجب ہے، جو کسی پر سے ساقط نہیں ہوتی۔

(12)﴿وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرے'' جو تمام اوقات اور ہر طرح کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔

(13)''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک کام کو چھوڑ دیتے تھے، حالانکہ آپ کو اس کا کرنا پسند ہوتا تھا، اس اندیشہ سے (اس کام کو چھوڑ دیتے تھے) کہ لوگ بھی اس کام کر کریں گے تو کہیں وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔'' (بخاری:1128)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نفل نماز پڑھی۔ لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر دوسری رات بھی آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور مقتدی بہت ہو گئے، پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے، لیکن آپ ﷺ باہر نہیں نکلے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہارا جمع ہونا دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے کسی چیز نے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر (یہ نماز) فرض نہ ہو جائے۔'' (بخاری:1129)

سوال 2: خوفناک اور جان لیوا حالات میں رسول اللہ ﷺ کی ذات مسلمانوں کے لیے کیسے نمونہ تھی؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے مصیبت کے مشکل وقت میں جو کردار ادا کیا وہ بے مثال ہے لازوال ہے دوسروں کے لیے نمونہ ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ میدان جہاد میں ثابت قدم رہے آپ کی ثابت قدمی میں دوسروں کے لیے نمونہ ہے۔

(3) رسول اللہ ﷺ کے صبر میں نمونہ ہے آپ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ آپ ﷺ کا دانت شہید ہو گیا۔ آپ ﷺ نے خندق اپنے ہاتھوں سے کھودی غرض آپ ﷺ زندگی کے ہر شعبے میں صبر کی لازوال مثال ہے ان کے صبر میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

(4) رسول اللہ ﷺ کی خوش خبریوں میں بھی ہمارے لیے نمونہ ہے رسول اللہ ﷺ پتھروں کی چمک میں اسلامی انقلاب کی وسعتیں دکھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے خوش خبری سنائی تھی جب آپ ﷺ نے سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کدال لے کر پتھر پر وار کیا اُس کے نیچے سے دو دفعہ چمک نکلی تو آپ ﷺ نے مستقبل کا نقشہ واضح کیا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے ہاتھ لگیں گے اور یوں مسلمانوں کے دلوں میں یقین اور اُمید کے چشمے پھوٹ نکالے۔

(5) رسول اللہ ﷺ کی شجاعت اور توکل میں سب کے لیے نمونہ ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کی ذات کو نمونہ بنانے کا حکم جنگ کے لیے ہے یا عام ہے؟

جواب: یہ حکم عام ہے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنانا ضروری ہے عقیدے میں، عبادت میں، معیشت، معاشرت اور سیاست میں۔ زندگی کے ہر میدان میں آپ کے اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے۔

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾

''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا'' (22)

سوال 1: ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا﴾ ''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا'' مومنوں کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ﴾ ''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا'' رب العزت نے لشکروں کو دیکھ کر منافقوں کی حالت کو بیان کرنے کے بعد مومنوں کی حالت بیان فرمائی ہے جن کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید ہے جو آخرت کی ملاقات کا اور اچھے انجام کا یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے جب لشکروں کو دیکھا تو کہا:

(2) ﴿قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ''تو انہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔'' ان ہی لشکروں پر فتح پانے اور انہیں شکست دینے کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ ہم سے اسی آزمائش کا وعدہ کیا گیا جس کے پیچھے فتح ہے۔

(3) ﴿وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا'' مومنوں نے کہا کہ ہم وہی کچھ دیکھ رہے ہیں جس کی ہمیں خبر دی گئی تھی۔

(4) ﴿وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا﴾ ''اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا'' آزمائش نے ان کے ایمان اور ان کی تسلیم و رضا میں اور اضافہ کر دیا۔

(5) ان کے دلوں میں ایمان بڑھ گیا اور جوارح میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت بڑھ گئی۔

(6) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔

(7) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ﴾ ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر اُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، اُن کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے''۔ (البقرۃ:214)

سوال 2: لشکروں کی آمد نے مسلمانوں کے ایمان اور اطاعت میں کیسے اضافہ کر دیا تھا؟

جواب: حالات کی شدت اور ہولناکی نے ایمان اور جذبہ اطاعت میں تسلیم ورضا میں اضافہ کر دیا۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۡ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾

''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کر دی ہے اور اُن میں سے ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا'' (23)

سوال 1: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۡ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ ''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کر دی ہے اور اُن میں سے ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا'' مومن وفادار اور ایفائے عہد کرنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی غداری اور عہد شکنی کا ذکر کیا تو اہل ایمان کا ذکر فرمایا کہ وہ وفادار اور ایفائے عہد کرنے والے ہیں فرمایا کہ (2) ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ﴾ ''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا'' مومنوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا۔ وہ قول کے پکے اور وفادار ہیں، وہ ایفائے عہد کی خاطر جانیں نچھاور کرنے والے ہیں، ان میں سے بعض ایسے ہیں، جنہوں نے جام شہادت نوش کر کے اپنے عہد کو پورا کیا۔

(3) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کر رہے تھے تو مجھے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت (کہیں لکھی ہوئی) نہیں مل رہی تھی میں وہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا تھا۔ آخر وہ مجھے سیدنا خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مومن مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ آیت یہ تھی ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ "اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے۔" (بخاری: 4784)

(4) ایمان والوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے پورے کئے اور جان کی بازی لگا دی اور خود کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے راستے پر چلایا۔

(5) ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾ ''چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کر دی ہے'' یعنی ایمان والوں میں سے ایسے لوگ تھے جنہوں نے اپنا ارادہ پورا کیا ان پر جو حق تھا وہ انہوں نے ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے۔

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا، جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے، تو یہ امر ان پر بہت شاق گزرا انہوں نے کہا، میں رسول اللہ ﷺ کی پہلی لڑائی سے غائب رہا اب اگر اللہ تعالیٰ دوسری کسی لڑائی میں مجھے آپ ﷺ کے ساتھ شریک کرے گا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں وہ اس کے سوا کچھ اور کہنے سے ڈرے پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احد کی لڑائی میں شریک ہوئے تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اے ابوعمرو! کہاں جا رہے ہو؟ پھر کہنے لگے، مجھے تو احد کی طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے پھر وہ لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (لڑائی کے بعد دیکھا) تو ان کے بدن پر اسی (80) سے زائد تلوار، نیزے اور تیر کے زخم تھے ان کی بہن یعنی میری پھوپھی سیدہ ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے اپنے بھائی کو نہیں پہچانا، مگر ان کی انگلیوں کی پوریں دیکھ کر (کیونکہ سارا بدن زخموں سے چور تھا) اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ ''مؤمنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کر دی ہے اور اُن میں سے ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا۔'' (الاحزاب:23) (مسلم:4918)

(7) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ ''اور اُن میں سے ہے جو انتظار کر رہا ہے'' یعنی ایمان والوں میں سے ایسے بھی ہیں جو شہادت کے منتظر ہیں۔

(8) ﴿وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ ''اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو تبدیل نہیں کیا جیسے منافق بدلے مومن نہیں بدلے۔

سوال 2: ﴿نَحْبَهٗ﴾ کے کیا معانی ہیں؟

جواب: اس کے معانی عہد، موت، نذر کے ہیں۔

سوال 3: کچھ لوگوں نے عہد کو پورا کیا اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ان لوگوں نے شہادتیں پیش کیں۔

سوال 4: مومنوں میں سے کن لوگوں نے اپنے عہد کو سچا کر دکھایا؟

جواب: مومنوں نے غزوۂ احزاب کے موقعے پر بہت جان نثاری کے مظاہرے کیے۔ ان میں سے کچھ لوگ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے لیکن اُنہوں نے دل میں یہ عہد کر رکھا تھا کہ اب موقع ملے گا تو جہاد میں بھرپور حصہ لیں گے ان لوگوں میں سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ تھے جن کے جسم پر شہادت کے بعد تلوار، نیزے اور تیروں کے 80 سے زیادہ زخم تھے ان کی شہادت کے بعد ان کی بہن نے انہیں انگلیوں کی پوروں سے پہچانا۔

سوال 5: مسلمان ہر حال میں کیسے فائدہ اُٹھاتے ہیں؟

جواب:(1)اگر فتح ملے تو کامیاب۔(2)اگر شہادت ملے تو کامیاب۔

﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا اُن کی توبہ قبول کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(24)

سوال1:﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا اُن کی توبہ قبول کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' خوف اور مصائب سے امتحان مطلوب ہے۔آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف اور مصائب کی بھٹی میں ڈال کر آزماتا ہے تا کہ کھرے کھوٹے کو، اچھے برے کو الگ کر دے اور ہر ایک کا حال اس کے ذاتی کاموں سے لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ یہ مومن ہے یہ منافق، یہ وفادار ہے اور یہ غدار، یہ ایمان دار ہے اور یہ خائن اور یہ سچا ہے اور یہ جھوٹا۔

(2)اللہ تعالیٰ لوگوں کو وجود میں لانے سے پہلے بھی ان کے احوال کے بارے میں جانتا ہے لیکن وہ اپنے علم پر جزا سزا نہیں دیتا جب تک کہ لوگ اس کے مطابق عمل نہ کر لیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے احوال کو جانچ لیں۔''(محمد:31)

(4)﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے اور کبھی ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کی اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے''(آل عمران:179)

(5)اللہ تعالیٰ لوگوں کے اپنے ساتھ معاملے میں ان کے صدق اور ظاہر و باطن کے ایک ہونے کے سبب جزا دیتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (المائدہ:119)

(6) اللہ تعالیٰ نے آزمائشیں اس لیے رکھی ہیں کہ سچا جھوٹا نکھر کر سامنے آجائے۔

(7) ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ﴾ ''اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے'' یعنی وہ لوگ جو آزمائش آنے کے بعد بدل جاتے ہیں وہ عہد شکن ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب دے اور ہدایت نہ دے اگر اللہ تعالیٰ عذاب دے تو اسے علم ہے کہ ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں اس لیے وہ انہیں ہدایت کی توفیق نہیں دے گا۔

(8) ﴿اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ''یا اُن کی توبہ قبول کرے'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دینا چاہے گا تو وہ انہیں توبہ اور انابت کی توفیق دے گا وہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔

(9) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا'' اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی بخش دیتا ہے جن کے گناہ بہت زیادہ ہوں مگر وہ توبہ کرلیں۔

(10) ﴿رَّحِيْمًا﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق بھی دیتا ہے پھر توبہ قبول کرتا ہے پھر گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ گناہوں کو ڈھانپ دیتا ہے ان پر رحم کرتا ہے، انہیں ایمان کا رزق دیتا ہے، توبہ کی توفیق دیتا ہے، توبہ کے بعد انہیں گناہ کی سزا نہیں دیتا۔

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو البتہ اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کردے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔'' (مسلم:6965)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب کی کیا حکمت بیان کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں کوئی واقعہ یوں ہی نہیں پیش آجاتا۔ مقررہ وقت پر آتا ہے اس کے پیچھے بامقصد تدبیر ہوتی ہے جس کے نتائج نکلتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو سچائی کی جزا دینا چاہتا ہے اور منافقوں کو چاہے تو سزا دے اور چاہے تو توبہ قبول کرلے اس لیے اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آزمائش میں ڈالنا ناگزیر خیال کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے واضح کیا ہے کہ جو لوگ عہد پورا نہیں کرتے ان کا انجام کیا ہوتا ہے اور جو لوگ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ

کے سپرد کر دیتے ہیں ان کا کیا انجام ہوتا۔

سوال 3: اللہ کی صفات ''غفور'' اور ''رحیم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ غلطیوں اور گناہوں کو معاف کر سکتا ہے وہ غفور ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مومنوں کو دنیا اور آخرت کی کامیابی عطا کرتے ہیں وہ رحیم ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق دیتے ہیں وہ رحیم ہیں۔

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے غصے کے ساتھ ہی لوٹا دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے اور مومنوں کی طرف سے قتال میں اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' (25)

سوال 1: ﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے غصے کے ساتھ ہی لوٹا دیا وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے اور مومنوں کی طرف سے قتال میں اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' غزوۂ احزاب کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے عظیم احسان کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں لوٹا دیا'' رب العزت نے غزوۂ احزاب کے موقع پر احسان عظیم فرمایا: ''ہوا اور غیبی لشکر بھیج کر کافروں کا زور توڑ کر رکھ دیا اگر نبی رحمت ﷺ نہ ہوتے تو یہ ہوا انہیں قوم عاد کی طرح اٹھا اٹھا کر پٹخ دیتی اور ان کا بھرکس نکال دیتی لیکن اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔'' (الانفال:33)

(2) وہ قریش، کنانہ، اسد اور غطفان قبائل تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا۔

(3) ﴿بِغَيْظِهِمْ﴾ ''ان کے غصے کے ساتھ'' یعنی انہیں مومنوں پر فتح حاصل نہ ہو پاتی وہ اس صدمے سے اور غم اور غصہ سے بھرے ہوئے واپس چلے جاتے وہ غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے اور یقینی طور پر اپنے آپ کو فتح پر قادر سمجھتے تھے اس لیے کہ ان کے پاس وسائل تھے ان کی بڑی بڑی فوجوں نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا ان کی جتھے بندیوں نے ان کو خود پسندی میں مبتلا کر دیا تھا انہیں اپنی عددی برتری اور حربی

سازوسامان پر بڑا ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت طوفانی ہوا بھیجی جس نے ان کے عسکری مراکز کو تلپٹ کر دیا، ان کے خیموں کو اکھاڑ دیا، ان کی ہانڈیوں کو الٹ دیا، ان کے حوصلوں کو توڑ دیا، ان پر رعب طاری کر دیا اور وہ انتہائی غیظ وغضب کے ساتھ پسپا ہو گئے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کی نصرت تھی۔ (سعدی: 3/2138,2139)

(4) ﴿لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا﴾ ''وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے'' انہیں فتح حاصل نہ ہو سکی جس کے وہ سخت حریص تھے۔

(5) ﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ﴾ ''اور مومنوں کی طرف سے قتال میں اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا'' رب العزت نے لڑنے کی نوبت ہی نہ آنے دی اللہ تعالیٰ نے خود لشکروں کو پیچھے ہٹا دیا اور مومنوں کی طرف سے وہ لڑنے کے لئے کافی ہو گیا اللہ تعالیٰ کی قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔

(6) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے امر میں قوی اور انتقام لینے پر غالب ہے۔ (جامع البیان 2: 184/2) جو کوئی اس پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے، جو کوئی اس سے مدد مانگتا ہے اسے غلبہ نصیب ہوتا ہے، وہ جس امر کا ارادہ کرتا ہے کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا اگر اللہ تعالیٰ اپنی قوت وعزت سے اہل قوت وعزت کی مدد نہ کرے تو ان کی قوت وعزت انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ (سعدی: 3/2138,2139) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (الاحزاب: 9)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ﴾ ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو فتح سے نوازا۔ اپنے بندے محمد ﷺ کی مدد فرمائی۔ اکیلے نے اتحادیوں کو بھگا ڈالا۔ اللہ کے بعد کوئی شے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتی۔'' (بخاری: 4114)

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اتحادیوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا کی: ﴿اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ! سَرِيْعَ الْحِسَابِ! اَللّٰهُمَّ هٰزِمِ الْأَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ﴾ ''اے اللہ! اے کتاب نازل فرمانے والے! جلد حساب لینے والے! اے اللہ! جماعتوں کو شکست دے، اے اللہ! انہیں شکست دے دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے۔'' (بخاری: 2933) (مسلم: 4542)

(8) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احزاب میں (کم سن ہونے کی وجہ سے) عورتوں کے ساتھ ٹھہرا دیا گیا، پھر میں نے دیکھا کہ (میرے والد) زبیر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہیں اور دو بار یا تین بار بنو قریظہ کے محلہ سے ہو کر آئے۔ جب میں لوٹ کر آیا تو میں نے کہا، ابا جان! میں نے دیکھا تھا کہ آپ بار بار آتے جاتے تھے (یہ کیا معاملہ تھا)؟ انہوں نے

کہا، بیٹا! تم نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے کہا، جی ہاں، انہوں نے کہا، ہوا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ہے جو بنو قریظہ کے محلہ میں جائے اور ان کی خبر لائے؟ تو میں گیا، جب لوٹ کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماں باپ دونوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں (بخاری:3720)(مسلم:6245)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب غزوۂ خندق سے لوٹے تو آپ ﷺ نے ہتھیار اتار دیے اور غسل فرمایا، تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''آپ ﷺ نے ہتھیار اتار ڈالے؟ ہم فرشتوں نے تو واللہ! ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے، ان کی طرف چلیے! آپ ﷺ نے پوچھا: کن کی طرف؟ انہوں نے کہا: بنو قریظہ کی طرف۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ان سے لڑنے کے لیے نکلے۔'' (بخاری:4117)

سوال 2: غزوۂ احزاب سے کافر واپس کیسے چلے گئے؟

جواب: (1) غزوۂ احزاب سے اللہ تعالیٰ نے مختلف اطراف سے جمع ہو کر آنے والوں کو ان کے غیظ و غضب سمیت لوٹا دیا۔

(2) کافر دنیا کا مال و متاع ساتھ لے کر نہ جا سکے ہے۔

(3) کافر قوت رکھنے کے باوجود مسلمانوں سے باقاعدہ جنگ کیے بغیر لوٹا دیے گئے۔

(4) کافر دل کی جلن لے کر لوٹا دیے گئے۔ (5) کافر کسی بھی قسم کی خیر حاصل نہیں کر سکے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی صفات ''قوی'' اور ''عزیز'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ قوت والا ہے اُس نے بڑے لشکروں کا اپنی آندھی سے رخ پھیر دیا وہ یقیناً قوی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ غالب ہے وہ طاقت رکھنے کے باوجود مسلمانوں کو ختم کرنے کی حسرت کے باوجود کافروں کو ان کے دل کی جلن کے ساتھ لوٹانے والا ہے وہ یقیناً عزیز ہے۔

﴿وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا﴾

''اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا اور اُس نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔ اُن کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے'' (26)

سوال 1: ﴿وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا﴾ ''اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا اور اُس نے

اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا اُن کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے" بنو قریظہ قتل ہو رہے تھے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ﴾ "اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی ،اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا" رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب سے واپسی پر ابھی غسل ہی کر سکے تھے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اُنہوں نے کہا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ابھی فرشتوں نے نہیں رکھے اب بنو قریظہ کے ساتھ نمٹنا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان کروایا کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھنی ہے ان کی آبادی مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر تھی وہ اپنے قلعوں پر بند ہو گئے مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا بالآخر اُنہوں نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم تسلیم کر لیا اُنہوں نے فیصلہ دیا کہ لڑنے والے لوگوں کو قتل اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے نبی ﷺ نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فیصلہ ہے اس کے مطابق ان کے جنگ جو افراد کو قتل کر دیا گیا اور مدینہ کو ان کے وجود سے پاک کر دیا گیا۔(صحیح بخاری، باب غزوہ الخندق)

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان اہل کتاب کو جنہوں نے کافروں کی مدد کی ان کے قلعوں سے مغلوب کر کے نیچے اتار دیا۔

(3) بنو قریظہ نے عہد شکنی کی تھی اور انہوں نے لشکروں سے الحاق کر لیا تھا۔اللہ رب العزت نے ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جس کو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

(4)﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ "اور اُس نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا" رب العزت نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ ان میں لڑنے کی قوت ہی نہ رہ گئی اور صورت حال یہ ہو گئی۔

(5)﴿فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ "اُن کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو" یعنی جتنے لڑائی کے قابل مرد تھے سب کو تم قتل کر رہے تھے۔

(6)﴿وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا﴾ "اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے" جو لوگ لڑائی کے قابل نہیں تھے یعنی عورتیں اور بچے مسلمان انہیں قیدی بنا رہے تھے یوں بنو قریظہ قتل ہو رہے تھے عہد شکنی کی سزا عبرت ناک ہے۔پوری قوم کا انجام قتل یا قید کون ہے جو اللہ رب العالمین پر یقین رکھتا ہو اور اس کے باوجود عہد شکنی کرنا چاہتا ہو؟

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے حملہ آوروں کا ساتھ دینے والے اہل کتاب کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے اُن کو ان کے قلعوں سے نکال دیا۔(2) اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو رُعب سے بھر دیا۔(3) مسلمانوں کے ہاتھوں ان کے ایک گروہ کو قتل کروایا اور ایک کو قید کروایا۔

﴿وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا﴾

''اور اُس نے تمہیں اُن کی زمین کا اور اُن کے گھروں کا اور اُن کے مالوں کا اور اس زمین کا وارث بنا دیا جس کو تم نے پامال نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (27)

سوال 1: ﴿وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا﴾ ''اور اُس نے تمہیں اُن کی زمین کا اور اُن کے گھروں کا اور اُن کے مالوں کا اور اس زمین کا وارث بنا دیا جس کو تم نے پامال نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' بنو قریظہ کی زمین ان کے گھروں اور مالوں کے مالک بدل دیے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَوْرَثَكُمْ﴾ ''وارث بنا دیا'' یعنی رب العزت نے تمہیں غنیمت میں عطا فرما دیا۔

(2) ﴿اَرْضَهُمْ﴾ ''اور اُس نے تمہیں اُن کی زمین کا'' یعنی ان کی زرعی زمینوں کو۔

(3) ﴿وَدِيَارَهُمْ﴾ ''اور اُن کے گھروں کا'' اور ان کی رہائش گاہوں کو۔

(4) ﴿وَاَمْوَالَهُمْ﴾ ''اور اُن کے مالوں کا'' اور ان کے منقولہ وغیر منقولہ اموال کو۔

(5) ﴿وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا﴾ ''جس کو تم نے پامال نہیں کیا'' یعنی خیبر کی زمین کو 6 ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد جب خیبر فتح ہوا تب عطا فرمائی۔

(6) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے، اپنے لطف کرم سے مومنوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور اپنی نعمتیں عطا فرمائیں اور ایمان والوں کے دشمنوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے اولیاء کی مدد اور دشمنوں کی ہزیمت پر پوری طرح قادر ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بنی قریظہ کو عہد شکنی کی کیا سزا دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ان کی زمینوں گھر بار اور مال کا وارث کر دیا۔

سوال 3: بنو قریظہ کیسے برے انجام کو پہنچے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب سے واپسی پر ابھی غسل ہی کر سکے تھے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اُنہوں نے کہا آپ ﷺ نے ہتھیار رکھ دیئے ابھی فرشتوں نے نہیں رکھے اب بنو قریظہ کے ساتھ نمٹنا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان کروایا کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھنی ہے ان کی آبادی مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر تھی۔ وہ اپنے قلعوں پر بند ہو گئے

مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا بالآخر انہوں نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا حکیم تسلیم کرلیا انہوں نے فیصلہ دیا کہ لڑنے والے لوگوں کو قتل اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کردیا جائے نبی ﷺ نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فیصلہ ہے اس کے مطابق ان کے جنگ جو افراد کو قتل کردیا گیا اور مدینہ کو ان کے وجود سے پاک کردیا گیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اور کون سی زمینوں کا مسلمانوں کو وارث بنادیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے خیبر کی زمین کا وارث کردیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے مکہ کی زمین کا مسلمانوں کو وارث کردیا۔ (3) اللہ تعالیٰ نے روم اور فارس مسلمانوں سے فتح کروائے۔ (4) اس سے مراد وہ ساری زمینیں ہیں جن کو قیامت تک مسلمان فتح کریں گے۔

آخری آیات

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال ومتاع دے دوں اور اچھے انداز سے تمہیں رخصت کردوں'' (28)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال ومتاع دے دوں اور اچھے انداز سے تمہیں رخصت کردوں'' رسول اللہ ﷺ نے امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کو جو اختیار دیا، چاہو تو دنیا اختیار کرلو، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج سے کہہ دیں کہ میں دو باتوں کا اختیار دیتا ہوں جس کو چاہو پسند کرلو۔

(2) اس آیت کے نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ کے عقد میں اس وقت نو بیویاں تھیں۔ پانچ قریش میں سے سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ اُم حبیبہ، سیدہ سودہ اور سیدہ اُم سلمیٰ رضوان اللہ علیہن چار قریش کے علاوہ تھیں سیدہ صفیہ، سیدہ میمونہ، سیدہ زینب اور سیدہ جویریہ رضوان اللہ علیہن۔ (تفسیر منیر: 315/11)

(3) ﴿اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا﴾ ''کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو'' یعنی اگر تمہیں دنیا اور اس کی خوب صورتیاں لبھاتی ہیں اور تم دنیا کی زندگی پر راضی ہو اور دنیا کے نہ ہونے پر ناراض ہو۔

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ آپ ﷺ کے دروازے پر جمع ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب اجازت ملی تو وہ اندر گئے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت مانگی، ان کو بھی اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے گرد آپ ﷺ کی بیویاں غمگین اور خاموش بیٹھی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں کہ نبی کریم ﷺ خوش ہو جائیں۔ انہوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کاش آپ دیکھتے خارجہ کی بیٹی کو (یعنی میری بیوی کو) کہ اگر وہ مجھ سے خرچ مانگتی تو میں اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سب میرے گرد بیٹھی ہوئی ہیں، جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ مجھ سے خرچ مانگ رہی ہیں تو سیدنا ابوبکر ﷺ کھڑے ہو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز مانگ رہی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے، وہ کہنے لگیں، اللہ کی قسم! ہم کبھی رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی، جو آپ ﷺ کے پاس نہ ہو پھر رسول اللہ ﷺ (اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر) ان سے ایک مہینہ یا انتیس دن تک علیحدہ رہے۔ (مسلم: 3690)

(5) ﴿فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ﴾ ''تو آؤ میں تمہیں کچھ مال و متاع دے دوں'' یعنی میرے پاس جو کچھ ہے میں وہ تمہیں عطا کر دیتا ہوں۔

(6) ﴿وَأُسَرِّحْكُنَّ﴾ ''تمہیں رخصت کر دوں'' یعنی میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں، الگ کر دیتا ہوں۔

(7) ﴿سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ ''اچھے انداز سے'' کسی ناراضگی کے بغیر خوش دلی سے میں تمہیں الگ کر دیتا ہوں۔

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے نبی سے کب نان و نفقہ کا مطالبہ کیا؟

جواب: جب مسلمانوں نے بہت علاقے خیبر، فدک وغیرہ فتح کیے تو مسلمانوں کے حالات کچھ بہتر ہوئے اُنہوں نے انصار اور مہاجرین کی خواتین کی طرح رسول اللہ ﷺ نے نان و نفقہ کا مطالبہ کیا۔

سوال 3: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے رسول اللہ ﷺ سے نان و نفقے کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟

جواب: ازواج مطہرات کے اندر انسان ہونے کے ناطے انسانی خواہشات موجود تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو اُنہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے مطالبات کیے۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ نے اس مطالبے پر کس ردعمل کا اظہار کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی سادگی پسند طبیعت پر یہ مطالبہ ناگوار گزرا آپ ﷺ نے بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی ایک مہینے تک یہ سلسلہ جاری رہا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

سوال 5: آیت نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کیا کہا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور کہا کہ اپنے طور پر فیصلہ کرنے کی بجائے والدین سے مشورہ کر کے کوئی قدم اُٹھانا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں مشورہ کرلوں؟ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ (صحیح بخاری تفسیر الاحزاب)

سوال 6: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے اختیار پا کر کیا کیا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے اختیار پا کر رسول اللہ ﷺ کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا دنیا کے عیش و آرام کو ترجیح نہیں دی۔

سوال 7: مرد جو علیحدگی کا اختیار عورت کو دیتا ہے کیا اُسے طلاق کہتے ہیں؟

جواب: 1۔ علیحدگی کے اختیار کے بعد اگر عورت علیحدگی اختیار کرلے تو پھر طلاق واقع ہوگی۔ لیکن یہ رجعی طلاق ہوگی۔

2۔ اگر عورت علیحدگی اختیار نہ کرنا چاہے تو طلاق نہیں ہوگی جیسے ازواج مطہرات نے علیحدگی کی بجائے رسول اللہ ﷺ کیساتھ رہنے کو اختیار کیا تھا تو اس اختیار کو طلاق شمار نہیں کیا گیا۔ (صحیح بخاری کتاب الطلاق)

سوال 8: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو کیا اختیار دیا گیا تھا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے یہ کہا گیا تھا کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں کچھ دے دلا کر رخصت کر دوں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' (29)

سوال 1: ﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' رسول اللہ ﷺ کا ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کا اختیار دینا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی

ہو'' نبی ﷺ نے اپنی ازواج کو دوسرے معاملے کا اختیار دیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو جب تم آخرت سے محبت کرو گی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرو گی تو تمہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس رہ کر جو تنگی ہے اسے برداشت کرنا ہوگا۔

(2)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف احسان پر اجر مرتب کیا ہے کیونکہ اس اجر کا سبب اور موجب یہ نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں بلکہ اس کا موجب یہی وصف ہے، احسان کا وصف معدوم ہوتے ہوئے مجرد رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہونا کافی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات کو اختیار دے دیا۔ تمام ازواجِ مطہرات نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو اختیار کر لیا ان میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہی۔ اس تخییر سے متعدد فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔ (i) اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ کے لیے اہتمام کرنا اور اس پر غیرت کا اظہار کرنا، آپ کا ایسے حال میں ہونا کہ آپ کی ازواجِ مطہرات کے بہت سے دنیاوی مطالبات کا آپ ﷺ پر شاق گزرنا۔ (ii) اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کا اپنی ازواجِ مطہرات کے حقوق کے بوجھ سے سلامت ہونا، اپنے آپ میں آزاد ہونا، اگر آپ ﷺ چاہیں تو عطا کریں اور اگر چاہیں تو محروم رکھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ﴾ ''نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے۔'' (الاحزاب:38) (iii) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا ان امور سے منزہ ہونا جو اگر ازواجِ مطہرات میں ہوتے مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دنیا پر ترجیح دینا تو آپ ﷺ ان کے قریب نہ جاتے۔ (iv) آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کا گناہ اور کسی ایسے امر سے تعرض سے سلامت ہونا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ پر ان کی ناراضگی کو ختم کر دیا جو آپ ﷺ کی ناراضگی کا موجب تھی۔ آپ ﷺ کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی عذاب کی موجب ہے۔

(v) ان آیاتِ کریمہ سے ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کی رفعت، ان کے درجات کی بلندی اور ان کی عالی ہمتی کا اظہار ہوتا ہے کہ انہوں نے دنیا کے چند ٹکڑوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کو اپنا مطلوب ومقصود اور اپنی مراد بنایا یعنی اگر آخرت کا گھر تمہارا مطلوب ومقصود ہے اور جب تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کا رسول ﷺ اور آخرت حاصل ہو جائیں تو تمہیں دنیا کی کشادگی اور تنگی، اس کی آسانی اور سختی کی پروا نہ ہو اور تم اسی پر قناعت کرو جو تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے میسر ہے اور آپ ﷺ سے ایسا مطالبہ نہ کرو جو آپ ﷺ پر شاق گزرے۔ (vi) ازواجِ مطہرات کا اس اختیار کے ذریعے سے ایک ایسے معاملے کو اختیار کرنے کے لیے تیار ہونا جو جنت کے درجات تک پہنچاتا ہے نیز اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ تمام ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن دنیا وآخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔

(vii) اس آیتِ کریمہ سے نبی ﷺ کے اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے درمیان کامل مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ

کامل ترین ہستی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ''آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات بھی کامل اور پاک عورتیں ہوں۔'' رب العزت فرماتے ہیں: ﴿وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔'' (النور:26)(viii) یہ تخییر قناعت کی داعی اور اس کی موجب ہے۔ جس سے اطمینانِ قلب اور انشراح صدر حاصل ہوتا ہے، لالچ اور عدم رضا زائل ہو جاتے ہیں جو قلب کے لیے قلق، اضطراب اور غم کا باعث ہوتے ہیں۔ (سعدی:3/2141,2142)

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے گوشہ نشینی اختیار کی تو میں مسجد میں داخل ہوا۔ لوگوں کو دیکھا کہ وہ کنکریاں الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دل میں سوچا کہ میں ضرور آج کا حال معلوم کروں گا۔ لہٰذا میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے ان سے کہا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی! تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے لگی ہو۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو تم سے اور تم کو مجھ سے کیا مطلب اے خطاب کے بیٹے! تم اپنی زنبیل (یعنی اپنی بیٹی) کی خبر لو۔ کہتے ہیں کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا، اے حفصہ! تو بت یہاں تک پہنچ گئی کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے لگیں؟ اللہ کی قسم! تم جانتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ تم کو نہیں چاہتے اور اگر میں نہ ہوتا تو اب تک تم کو طلاق دے چکے ہوتے۔ اس پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا، وہ اپنے بالاخانے میں تشریف فرما ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (حفصہ کے حجرے سے) باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس کے گرد لوگ بیٹھے ہیں، ان میں سے کچھ رو رہے ہیں میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا تو میں اٹھ کر اس بالاخانے کے پاس آیا جس میں آپ ﷺ فروکش تھے، میں نے اس کالے غلام سے کہا جو وہاں بیٹھا تھا کہ عمر کے لیے اجازت مانگ اس نے اندر جا کر رسول اللہ ﷺ سے بات کی پھر باہر نکلا تو کہنے لگا، میں نے آپ ﷺ سے تمہارا ذکر کیا لیکن آپ ﷺ خاموش رہے۔ چنانچہ میں لوٹ آیا اور منبر کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا اور میں بالاخانے کے پاس گیا اور اس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا، لیکن پھر ویسا ہی معاملہ ہوا۔ چنانچہ میں پھر ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا جو منبر کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے رہا نہ گیا، رنج نے غلبہ کیا، اس غلام کے پاس آیا اور میں نے کہا، عمر کے لیے اجازت مانگ! لیکن اب کے پھر وہی ہوا۔ آخر میں پیٹھ موڑ کر (مسجد کی طرف) چلا اس وقت غلام نے مجھے پکارا اور کہا، رسول اللہ ﷺ نے تم کو اجازت دے دی ہے۔ یہ سن کر میں آپ ﷺ کے پاس گیا۔ آپ ﷺ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر کوئی بچھونا وغیرہ نہیں تھا۔ چٹائی کے نشان آپ ﷺ کے پہلو پر پڑ گئے تھے۔ آپ ﷺ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے کھڑے ہی کھڑے آپ ﷺ کو سلام کیا اور پوچھا، کیا آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ آپ ﷺ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: نہیں۔ پھر میں

نے آپ ﷺ کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کھڑے ہی کھڑے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ دیکھئے! ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب تھے، پھر ہم ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کی عورتیں ان پر غالب ہیں یہ سن کر آپ ﷺ مسکرائے پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کاش! آپ ﷺ ملاحظہ فرماتے کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے کہا تو اپنی بھولی سے دھوکا نہ کھانا، وہ تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور رسول اللہ ﷺ تجھ سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں ان کی مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھی یہ سن کر آپ ﷺ پھر مسکرائے جب میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ پھر مسکرائے تو میں بیٹھ گیا اور آپ ﷺ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا، اللہ کی قسم! سوائے تین کھالوں کے اور کوئی چیز نظر نہ آئی میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ ﷺ کی امت کو فارغ البالی عطا فرمائے، ایران اور روم کے لوگ مال دار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت دے رکھی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ اس وقت آپ ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تم پر شک ہے؟ ان لوگوں کو تو ان کی نعمتیں دنیا کی زندگی ہی میں جلد دے دی گئی ہیں۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے استغفار کیجیے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کنکریاں الٹ پلٹ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تو کیا میں اتروں اور ان کو خبر دے دوں کہ آپ ﷺ نے ان کو طلاق نہیں دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر تم چاہو۔ میں آپ ﷺ سے باتیں کرتا رہا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے غصہ چلا گیا اور آپ ﷺ ہنسے، یوں کہ آپ ﷺ کے دانت دکھائی دیے، آپ ﷺ کی ہنسی تمام لوگوں کی ہنسی سے زیادہ خوبصورت ہوتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نیچے اترے اور میں بھی اترا، میں اس کھجور کے تنے کو پکڑتا ہوا اتر رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس طرح (بے تکلف) اتر رہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں۔ آپ ﷺ نے تنے کو چھوا تک نہیں۔ پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ بالا خانے میں انتیس دن رہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انتیس دن کے بعد آپ ﷺ پہلے میرے پاس آئے، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور ابھی تو انتیس ہی راتیں گزری ہیں، میں ان کو گنتی رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینہ انتیس دن کا ہے اور وہ مہینہ انتیس دن ہی کا تھا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اختیار کی آیت نازل کی تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مجھ ہی سے نے فرمایا: ''اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اس کے جواب میں تم جلدی نہ کرنا، اپنے والدین سے مشورہ کر لینا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں خوب جانتی تھی کہ میرے والدین رسول اللہ ﷺ سے جدا ہونے کی کبھی رائے نہیں دیں گے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ

اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴿۲۹﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال و متاع دے دوں اور اچھے انداز سے تمہیں رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''میں نے عرض کی، کیا میں اس سلسلہ میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ (بخاری:2468)

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو دنیا کے مقابلے میں اور کس چیز کی پیش کش کی گئی؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو اختیار دیا گیا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور آخرت کا گھر چاہیں تو نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں۔

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾

''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی، اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ کام ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' (30)

سوال 1: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی، اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ کام ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ﴾ ''اے نبی کی بیویو!'' رب العزت نے ازواج مطہرات کو خطاب کر کے نصیحت فرمائی ہے۔

(2) ﴿مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ ''تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو اختیار فرما لیا ہے کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں کا سا نہیں ہے۔ تمہارا معاملہ خاص ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہو یا کوئی بداخلاقی ہو۔

(3) ﴿يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾ ''اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا'' یعنی دوگنا سزا دی جائے گی۔

(4) ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر یہ کام ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے سارے کام آسان ہیں۔

(5) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا مقام اونچا ہے۔ سزا اس لیے ہے تا کہ مقام اونچا رہے۔

(6) جس طرح آپ ﷺ سے شرک کا صدور ممکن نہیں اس طرح نبی کی بیویوں سے زنا کا ارتکاب بھی ممکن نہیں اور یہ اندازِ خطاب تاکیدِ مزید کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ (تیسیر القرآن: 578/3)

سوال 2: ﴿فَاحِشَةٍ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن مجید میں ﴿فَاحِشَةٍ﴾ کا لفظ زنا کے لیے استعمال ہوا ہے اور ''فاحشہ'' نکرہ کی صورت میں استعمال ہو تو اس کے معنی نامناسب رویے اور بداخلاق کے ہیں۔

سوال 3: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو خاص طور پر نامناسب رویے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے نامناسب رویے سے نبی ﷺ کو ایذاء پہنچتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانا کفر ہے اس لیے انہیں خاص طور پر نامناسب رویے پر وعید سنائی گئی۔

سوال 4: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو دوہری سزا کی وعید کیوں سنائی گئی؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن پاکباز خواتین تھیں۔ پاک لوگوں کی معمولی غلطیاں بھی بڑی شمار ہوتی ہیں اس لیے انہیں دوہرے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

قرآن کی دو آیتیں سیکھنا بہترین مال ملنے سے بہتر ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز بطحان یا عقیق تک جائے اور وہاں سے کسی گناہ یا قطع رحمی کے بغیر دو بڑی کوہان والی اُونٹنیاں لے کر آ جائے؟'' ہم نے عرض کیا: ''یارسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم مسجد میں جا کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی دو آیتیں کیوں نہیں سیکھتے یا پڑھتے؟ یہ تمہارے لیے دو اُونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین آیتیں تین اُونٹنیوں سے اور چار چار سے بہتر ہیں اور جتنی آیتیں ہوں گی اتنی اُونٹنیوں سے بہتر ہیں

(مسلم:1873)

AL-NOOR INTERNATIONAL
النور

www.alnoorpk.com
Nighat Hashmi
0336-4033042-45
Nighat Hashmi
AlNoor International
AlNoor Products

000131



قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ''قُرْاٰنًا عَجَبًا'' (پارہ 22)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : اپریل 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : انور انٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

رکوع	❖	1	9
رکوع	❖	2	25
رکوع	❖	3	42
رکوع	❖	4	62
رکوع	❖	5	77
رکوع	❖	6	92
	سورہ سبا		99
رکوع	❖	7	99
رکوع	❖	8	110
رکوع	❖	9	124
رکوع	❖	10	136
رکوع	❖	11	144
رکوع	❖	12	157
	سورہ فاطر		166
رکوع	❖	13	167
رکوع	❖	14	177
رکوع	❖	15	193
رکوع	❖	16	207
رکوع	❖	17	223

سورہ یٰسٓ		166
رکوع	18	235
آخری آیات		247

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وُہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رکوع نمبر 1

﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾

''اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اُس کو ہم اُس کا دوبارا اجر دیں گے اور اُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے'' (31)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾ ''اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اُس کو ہم اُس کا دوبارا اجر دیں گے اور اُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا درجہ اعلیٰ علیین میں ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے گی'' یعنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت شعار ہوگی اور اوامر و نواہی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گی اور کسی کام میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہیں کرے گی۔

(2)﴿وَتَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کرے گی'' فرائض کی پابندی کرے گی اور نوافل اور دیگر بھلائیوں کا اہتمام کرے گی خواہ تھوڑا یا زیادہ۔

(3)﴿نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ﴾ ''اُس کو ہم اُس کا دوبارا اجر دیں گے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا مقام اور مرتبے کے مطابق ان کا اجر دو گنا ہوگا۔

(4)﴿وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾ ''اور اُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو جنت کی بشارت ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کی، اعمال صالح کیے۔ وہ نبی ﷺ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہوں گی۔ جو جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ یا ارحم الراحمین! اعلیٰ علیین والے کام کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور اس مقام اور مرتبے تک پہنچا دے، یقیناً تو رحیم ہے، تو کریم ہے، تو رب عرش عظیم ہے۔ (آمین)

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے لیے نیکیوں کا دوہرا اجر کیوں ہے؟

جواب: دوہری ذمہ داری کی وجہ سے جیسے گناہوں کا وبال دوگنا ہوگا ایسے ہی نیکیوں کا دوہرا اجر ہوگا۔

سوال 2: قنوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: قنوت کے معنی خشوع وخضوع اطاعت اور عمل صالح ہیں۔

سوال 3: اعمال صالح سے کیا مراد ہے؟

جواب: نیک اعمال کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارنا ہے مثلاً ہر وقت تمام اعضاء، زبان، ہاتھ، پاؤں Gestuers وغیرہ کو کنٹرول رکھنا۔ Interpersonal Relationship درست رکھنا۔ پوری سوسائٹی کی Overall ذمہ داریاں ادا کرنا۔

سوال 4: رزق کریم کا تعلق دنیا سے ہے یا آخرت سے؟

جواب: دنیا میں نیکیوں کا دہرا اجر ہے اور آخرت میں رزق کریم۔

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو'' (32)

سوال 1: ﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو گفتگو کے جو آداب سکھائے گئے ان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ﴾ ''اے نبی کی بیویو!'' رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

(2) ﴿لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ ''تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو'' تمہارا مقام عام عورتوں جیسا نہیں، تمہارا مرتبہ عظیم ہے، تمام عورتوں پر تمہیں فوقیت حاصل ہے تم امہات المومنین ہو کوئی عورت تمہارے درجے کو نہیں پہنچ سکتی کہ تم خاتم النبین کی ازواج ہو۔ اپنی قدر پہچانو اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت میں دوسری عورتوں سے بڑھ جاؤ۔

(3) ﴿اِنِ اتَّقَیْتُنَّ﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو'' اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقویٰ اختیار کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رک جاؤ۔

(4)﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ ''تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو'' مردوں کے ساتھ گفتگو میں، تم ان کے ساتھ براہ راست مخاطب ہو یا وہ تمہاری گفتگو سن رہے ہوں تو تم دھیمے لہجے میں، رغبت دلانے والی نرم کلامی نہ کرو۔

(5) یعنی نرم کلامی سے منع نہیں کیا: بلکہ ایسی نرم کلامی ممنوع ہے جس میں مرد کے لیے عورت کی اطاعت اور اس کے انکسار کی جھلک ہو۔ اطاعت منداور جھکنے والے کے بارے میں کسی قسم کا طمع کیا جا سکتا ہے بخلاف اس شخص کے جو کوئی ایسے نرم لہجے میں بات کرتا ہے جس میں اطاعت اور جھکاؤ کی جھلک نہیں ہوتی بلکہ اس میں ترفع اور مدمقابل کے لیے سختی ہوتی ہے۔ (سعدی:3/2145,2146)﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى(۴۳) فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى(۴۴)﴾ ''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ یقیناً وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔'' (ط:43,44)

(6)﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾ ''کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے'' یعنی جس کے دل میں نفاق ہے، یا جس کا ایمان کمزور ہے وہ لالچ میں پڑ جائے گا۔

(7) یعنی شہوات زنا کا مرض۔ بے شک ایسا شخص تیار رہتا ہے اور کسی ادنیٰ سے محرک کا منتظر رہتا ہے جو اس کو متحرک کر دے کیونکہ اس کا قلب صحت مند نہیں اور صحت مند قلب میں کسی ایسی چیز کی شہوت نہیں ہوتی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو۔ اس کے قلب کے صحت منداور مرض سے سلامت ہونے کی وجہ سے اسباب گناہ اسے حرام شہوت کے لئے متحرک کر سکتے ہیں نہ اسے اس کی طرف مائل کر سکتے ہیں، بخلاف اس قلب کے جو مریض ہے۔ وہ اس چیز کا متحمل نہیں ہو سکتا جس کا متحمل ایک صحت مند قلب ہو سکتا ہے، وہ اس چیز پر صبر نہیں کر سکتا جس پر ایک صحت مند صبر کر سکتا ہے، لہذا اگر ایک ادنیٰ سا سبب بھی اسے حرام کی طرف دعوت دے تو وہ اس کی دعوت پر لبیک کہے گا اور اس کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ (سعدی:3/2144)

(8)﴿وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ ''اور وہ بات کہو جو اچھی ہو'' (i) رب العزت نے مردوں سے نرم لہجے سے بات کرنے سے روکا ہے تو اس وہم کو بھی دور کیا گیا ہے کہ شاید درشت کلامی کا حکم ہے۔ رب العزت نے اسی لیے حکم دیا کہ معروف بات کرو۔ جس میں اگر دھیما پن اور نرم کلامی نہیں تو درشت لہجہ اور بداخلاقی پر مشتمل گفتگو بھی نہیں ہونی چاہیے۔ (ii) اسلام عوت کو مرد کے ساتھ ضرورت کے مطابق بات کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر معروف بات ہو۔

سوال 2: جس وقت اسلام آیا اُس دور میں عام عورت کی حالت کیا تھی؟

جواب: (1) جاہلی دور میں عام عورت کو گری ہوئی مخلوق سمجھا جاتا تھا۔

(2) عورت کو محض شہوت رانی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

(3) عورت اور مرد کے درمیان تعلق میں حیوانی پہلو کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔

سوال 3: اسلام نے خاندانی تعلقات کی تنظیم کیسے کی؟

جواب: (1) اسلام نے خاندان کو اجتماعی تعلقات کی بنیاد بنایا۔

(2) اسلام نے خاندان کو بنیادی نرسری قرار دیا۔

(3) اسلام نے انسانی شخصیات کی تربیت کے لیے اور انسانوں کو پاک اور صاف رکھنے کے لیے، ان کے خیالات اور شعور کو پاک رکھنے کے لیے انتظامات کیے۔

(4) اسلام نے خاندان کی روحانی پاکیزگی کے لیے اس تعلق کو عریانیت اور بے راہ روی سے پاک کیا گیا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے مثالی گھرانے کو منتخب کر کے اپنے ارادے کا اظہار کیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے بلند مقام کا ذکر کرنے کے بعد اس مقام بلند تک پہنچنے کے لیے کیا طریقہ بتایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن پر واضح کر دیا کہ وہ مقام بلند تک تقویٰ کے ذریعے پہنچ سکتی ہیں۔

سوال 5: تقویٰ کیا ہے؟

جواب: ایسی حالت ہے جس میں ایک انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عظمت اور خوف سے بھر جاتا ہے۔

تقویٰ بندے اور رب کے درمیان سچا رشتہ ہے۔

سوال 6: تقویٰ کی پابندی کیوں عائد کی گئی؟

جواب: تقویٰ کی وجہ سے ہی یہ فکر پیدا ہوتی ہے کہ آخرت برباد نہ ہو جائے۔ جن دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا انہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

سوال 7: اسلام نے مثالی گھرانے کے افراد کے تعلقات کی پاکیزگی کے لیے پہلا حکم کیا دیا؟

جواب: عورت کی آواز میں جو فطری دل کشی، نرمی اور نزاکت ہے وہ مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آواز کو پاک کرنے کا حکم دیا ہے کہ نرم لہجے سے بات نہ کرو۔

سوال 8: نرم لہجے سے بات کرنے کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے؟

جواب: نرم لہجے سے بات کرنے کی وجہ سے بیمار دلوں اور کمزور اخلاق کے لوگوں کے اندر لہجے کی نرمی سے بُرا خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ مائل ہو سکتے ہیں۔

سوال 9: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو مخاطب کر کے خاص طور پر نرم لہجے میں بات کرنے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا رابطہ بار بار دوسروں سے ہوتا تھا۔لوگ دینی اُمور میں راہ نمائی کے لیے ان کے پاس آتے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ نرم لہجے میں بات نہ کرو۔

سوال10: مردوں سے گفتگو کے وقت نرم لہجے کو کیسے کنٹرول کیا جائے؟

جواب: مردوں سے گفتگو کے وقت لہجے میں نرمی اور لطافت کی جگہ قدرے سختی اور روکھا پن رکھا جائے۔یہ کام ارادے سے ہوسکتا ہے۔

سوال11: کیا لہجے کی نرمی کو کنٹرول کرنے کے لیے عورت کی آواز کو پردہ بنایا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نرم لہجے پر پابندی عائد کی ہے جو بُرا خیال پیدا کرسکتا ہے مردوں کو عورتوں کی طرف مائل کرسکتا ہے اس کے لیے بات کرنے پر پابندی عائد نہیں کی ظاہر ہے جب بات ہوگی تو آواز آئے گی جب آواز ظاہر ہوگئی تو اس پر پابندی نہیں تو آواز کا پردہ نہیں نرم لہجے پر پابندی ہے۔

سوال12: کیا اسلام عورت کو مرد کے ساتھ بات کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: اسلام عورت کو مرد کے ساتھ ضرورت کے مطابق بات کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر معروف بات ہو۔

سوال13: معروف بات سے کیا مراد ہے؟

جواب: معروف بات سے مراد ایسی بات ہے جس میں کوئی لفظ معروف قاعدے اور اخلاق کے منافی نہ ہو۔

سوال14: معروف بات کیسے کی جاتی ہے؟

جواب: (1) معروف بات میں لہجہ نرم نہیں ہوتا لہجے میں روکھا پن ہوتا ہے لیکن گفتگو اخلاق کے دائرے کے اندر ہوتی ہے۔

(2) معروف بات میں کوئی منکر بات نہیں ہوتی۔

(3) معروف بات میں گپ شپ نہیں ہوتی۔

(4) معروف بات میں مزاح نہیں ہوتا۔

(5) معروف بات غیر سنجیدہ نہیں ہوتی۔

(6) معروف بات کا موضوع بے راہ روی کی طرف مائل کرنے والا نہیں ہوتا۔

﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾

''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاک کردے، پوری طرح پاک کرنا'' (33)

سوال 1: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ ''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاک کردے، پوری طرح پاک کرنا'' گھروں میں قرار پکڑنے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ ''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو'' یعنی گھر سلامتی اور حفاظت کا مقام ہے۔ گھر میں قرار پکڑیں اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں۔

(2) قرن کا مادہ اگر 'ق ر ر' سے مشتق قرار دیا جائے تو اس کا مطلب ہے گھروں میں قرار پکڑیں۔ اور اگر قرن کا مادہ 'و ق ر' سے مشتق سمجھا جائے تو اس کا مطلب ہے گھروں میں وقار کے ساتھ رہیں۔ دونوں صورتوں کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا دائرہ عمل گھر ہے۔ عورت گھر سے باہر ضرورت کے تحت جاسکتی ہے، بلاضرورت نہیں۔

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا گھر سے باہر بے حجاب پھرنا شاق گزرتا تھا۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے منہ سے سنی تو گھر آ کر رسول اللہ ﷺ سے کہا: میں ضرورت سے باہر نکلی تھی، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی ایسی گفتگو کی۔ اس وقت آپ ﷺ میرے گھر میں تھے اور بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک ہڈی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی، اسی حالت میں آپ ﷺ پر وحی آنا شروع ہوگئی، پھر وحی کی حالت موقوف ہوگئی اور ہڈی اسی طرح آپ کے ہاتھ میں تھی جسے آپ ﷺ نے ہاتھ سے رکھا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عورتوں کو ضرورت سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی'' (بخاری)

سوال 2: عورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے گھر کو جائے قرار بنایا عورت کے گھر میں رہنے کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: (1) عورت اپنی فطرت کے مطابق گھر میں رہنا پسند کرتی ہے گھر میں رہ کر عورت فطری زندگی گزارتی ہے۔

(2) گھر میں رہنے سے عورت غلط کاموں میں مصروف نہیں ہوتی۔

(3) گھر میں رہنے سے عورت معاش کی مشقتوں سے بچتی ہے۔ کیونکہ اسلام نے اسے عورت کا فرض قرار نہیں دیا۔ یہ عورت پر غیر ضروری بوجھ ہے۔ (4) گھر میں عورت وہ کام کرتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُسے پیدا کیا یعنی بچوں کی پرورش اور تربیت کا کام۔

(5) گھر میں عورت شوہر اور بچوں کی خوشیوں کے لیے کوشش کرتی ہیں یوں گھر پرسکون بنتے ہیں۔

سوال 3: کیا رسول اللہ ﷺ کے دور میں خواتین گھروں سے باہر نکلتی تھیں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کے دور میں خواتین نماز کے لیے نکلتی تھیں۔

(2) رسول اللہ ﷺ کے دور میں خواتین ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی گھروں سے باہر نکلتی تھیں۔

سوال 4: عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے آداب کیا ہیں؟

جواب: (1) دور جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کا اظہار کر کے نہ نکلیں۔

(2) بے حجاب باہر نہ نکلیں۔ (3) خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔

(4) سادگی کے ساتھ حجاب میں اس طرح باہر نکلیں کہ نہ زینت کا اظہار ہو نہ خوشبو، پیامبر بنے، نہ زیورات کے بجنے کی آواز ہو نہ ناز و انداز والی چال ہو نظروں کی اور زبان کی حفاظت ہو۔ راستے کے آداب کا خیال رکھا جائے۔

سوال 5: ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ ''اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو' جاہلی دور کی طرح زینت کا اظہار نہ کرو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ﴾ ''اور زینت ظاہر نہ کرو' تبرّ ج باب تفعل کا مصدر ہے۔ ﴿تَبَرَّجَتِ الْمَرْاَةُ﴾ لغت میں اس وقت کہا جاتا جب عورت اجنبیوں کو اپنی زینت اور اپنے محاسن دکھلائے اور تَبَرَّجَتِ السَّمَاءُ اس وقت کہا جاتا ہے جب ستاروں کے ساتھ آسمان مزین ہو جائے۔ اور برج الشیء کا لغت میں معنی کسی چیز کا ظاہر ہونا اور بلند ہونا ہے اور البرج کا معنی ستون، قلعہ، محل، مینار، گنبد ہے اور البارجۃ بڑی جنگی کشتی کو کہتے ہیں اور مافلان الا بارجۃ کا معنی ہے یعنی فلاں شخص شریر ہے تو خلاصہ کلام یہ نکلا کہ لغت میں تبرج کہتے ہیں عورت زیب و زیبائش کے ساتھ اس طرح غیر محرم اور اجنبی لوگوں کے سامنے ظاہر اور بلند ہو جس طرح ستون محل و مینار و گنبد و قلعہ اور جنگی کشتی دور سے نظر آتے ہیں۔ انسان کا دل للچانے لگتا ہے کہ کاش یہ مجھے مل جائے اور اس کے دل میں شرارت اور ہوس سی پیدا ہوتی ہے اور آخر کار دنیا اس کی طمع نظر بن جاتی ہے اور پھر دیوانوں کی طرح وہ دنیا کا پجاری بن جاتا ہے اور دین کو یکسر ترک کرنے لگتا ہے۔ (المعجم الوسیط 46/1,2)

(2) ''عورت اپنی اس زینت اور محاسن کو ظاہر کرے جس کو چھپانا اس پر واجب ہے تا کہ اس زینت و محاسن کے ظہور کے ساتھ مرد کی شہوت کو طلب اور للکارا جائے اور تا کہ اس ظہور سے مرد کی شہوت کا ابھرنا لازم قرار پائے۔'' (فتح القدیر: 365/4)

(3) ﴿تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ ''پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح'' یعنی زینت کر کے، خوشبو لگا کر بہت زیادہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلا کرو جیسا کہ جاہلی دور کی خواتین نکلتی تھیں جن کے پاس نہ علم تھا، نہ دین۔

(4) یہ حکم شرا اور اسکے اسباب کو روکنے کے لیے دیا گیا۔

(5) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے جہنم میں دیکھا تو ''دیکھا کہ اکثر عورتیں تھیں۔'' علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر تعلق چڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا سبب ایک تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت تھوڑی کرتی ہیں اور کثرت تبرج کی وجہ سے اور تبرج یہ ہے کہ جب گھر سے نکلنا چاہے تو افخر الثیبا ''بہتر لباس'' اور زیب وزینت کے ساتھ نکلے اور لوگوں کو فتنے میں ڈالے۔ اگر وہ خود لوگوں کے فتنے سے محفوظ بھی رہے تو ''لوگ اس کے فتنے سے محفوظ نہیں رہیں گے۔'' (الکبائر:44)

(6) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی خاتون عطر لگائے اور پھر وہ مردوں کے درمیان جائے تاکہ وہ مرد اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ خاتون ایسی ہے ایسی ہے یعنی آپ نے ایسی خاتون کو شدید برا کہا۔'' (ابوداود:4173)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو خاتون خوشبو کی دھونی حاصل کرے تو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شامل نہ ہو (بلکہ گھر ہی میں پڑھ لے)۔'' (ابوداود:4175)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ والوں کی دو قسمیں ایسی ہیں کہ جنہیں میں نے نہیں دیکھا: ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے کہ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جس سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں۔

اور دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہیں وہ سیدھے راستے سے بہکانے والی اور خود بھی بھٹکی ہوئی ہیں۔ ان عورتوں کے سر بختی اونٹوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہیں۔ وہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پا سکیں گی۔ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے (یعنی دور سے) محسوس کی جا سکتی ہے۔'' (صحیح مسلم:5582)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو (جسم) نیلا گوندیں اور نیلا گندوائیں اور محمد بن عیسیٰ نے اپنی روایت میں یہ بھی کہا اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو بالوں میں جوڑ لگائیں۔ عثمان نے فرمایا اور اپنے بال اکھاڑیں اور اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے دانتوں میں حسن و جمال کے لیے کشادگی کریں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت شکل بدلنے کے لیے۔ راوی کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت جس کا نام ام یعقوب تھا اس کو یہ اطلاع ہوئی وہ عورت قرآن کریم پڑھتی تھی وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی کہ تم نے گوندنا لگانے والی عورت پر لعنت کی ہے اور جس کے گوندنا لگایا جائے (یعنی جس کا جسم گوندا جائے)۔ اور محمد بن عیسیٰ نے یہ بھی کہا بالوں میں جوڑ لگانے والی پر اور عثمان نے کہا رونیں اکھاڑنے والی پر (اور لعنت فرمائی) دانتوں کے درمیان کشادگی کرنے والی پر۔ عثمان نے کہا جو کہ حسن و جمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل تبدیل کرے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کیوں لعنت نہ بھیجوں اس شخص پر جس پر نبی کریم ﷺ نے لعنت بھیجی ہو اور وہ کتاب اللہ کے اعتبار سے مستحق لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا کہ میں نے دونوں گتوں کے درمیان قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے یہ بات کہیں نہیں ملی۔ عبداللہ نے کہا واللہ اگر تم کتاب اللہ کو غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرتیں تو لازمی طور پر

تمہیں یہ حکم مل جاتا۔ پھر انہوں نے آیت کریمہ: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اس سے رک جاؤ۔'' تلاوت کی۔ اس نے کہا میں نے تمہاری بیوی کو اس میں سے بعض کام کرتے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا بہت بہتر تم اندر جاؤ اور دیکھو وہ اندر گئے پھر باہر آئی اور کہا (وہاں) کچھ نہیں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر وہ عورت اس قسم کی باتیں کرتی ہوتی تو ہمارے ساتھ نہ ہوتی۔ (الحشر:7)(ابوداود:4169)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان سے ایک عورت ملی جس سے آپ نے خوشبو پھوٹتے محسوس کیا، اور اس کے کپڑے ہوا سے اڑ رہے تھے تو آپ نے کہا: جبار کی بندی! تم مسجد سے آئی ہو؟ وہ بولی: ہاں، انہوں نے کہا: تم نے مسجد جانے کے لیے خوشبو لگا رکھی ہے؟ بولی: ہاں، آپ نے کہا: میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اس عورت کی نماز قبول نہیں کی جاتی جو اس مسجد میں آنے کے لیے خوشبو لگائے، جب تک واپس لوٹ کر جنابت کا غسل نہ کر لے۔'' (ابوداود:4174)

(11) سیدنا حمید بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حج کے سال منبر پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے بالوں کا ایک گچھا اپنے ہاتھ میں پکڑا جو ایک پہرے دار کے ہاتھ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اہل مدینہ؛ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ (جو تمہیں برائی سے روکتے نہیں) میں نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے کام سے منع کرتے ہوئے سنا اور آپ فرماتے تھے کہ بنو اسرائیل اس وقت ہی ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان کاموں کو اختیار کر لیا۔ (صحیح بخاری:5938)

(12) چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''وہ عورت جو اپنی زینت میں ناز سے اپنے اہل کے علاوہ میں چلتی ہیں وہ اس تاریکی کی طرح ہیں جو قیامت کو ہوگی جس کا نور نہیں ہوگا۔'' (ترمذی:1167)

(13) بے پردگی جہاں کبیرہ گناہ ہے وہاں جہنمیوں کی صفت بھی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''دو جہنمیوں کی ایسی قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کے کوڑے ہیں جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور (دوسری قسم) وہ عورتیں ہیں جو پاکیزہ کپڑوں میں ملبوس ننگی ہوں گی خود بھی مائل ہوتی ہیں اور ان کی طرف بھی مائل ہوا جاتا ہے ان کے سر بختی اونٹ (اونٹ کی قسم) کی جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہیں وہ جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو لمبی مسافت سے ہی پائی جائے گی۔'' (مسلم:1388)

(14) تبرج عورت کے ایمان کی کمزوری اور حیا کی کمی کی دلیل ہے۔

(i) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونے کا سبب ہے۔ (ii) جنت کے حرام ہونے اور دوزخ میں ڈالے جانے والا عمل۔

(iii) جاہلیت کے اعمال میں سے ہے۔ (iv) عورت کو زینت کے ساتھ ان مجرموں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جن کے دلوں میں نفاق ہے۔

(v) لوگوں کے درمیان فحش کی اشاعت کا سبب ہے۔ (vi) کافر اور فاجر عورتوں سے مشابہت ہے۔

(vii) اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے آداب کو چھوڑ کر عورت اللہ تعالیٰ کی رضا سے محروم ہو جاتی ہے۔

(viii) بے حیائی کو پھیلانے کے بڑے اسباب میں سے ہے۔

(15) ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (البقرۃ:268) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً جو لوگ اس بات سے محبت رکھتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں فحش پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (النور:19)

(16) مسلمان عورت زینت کی نمائش نہیں کرتی۔ زینت عورت کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ عورت کو یہ حق دیتا ہے لیکن اس کے دائرہ کار کا تعین کرتا ہے۔ حق اور ناحق کے فرق کو واضح کرتا ہے۔ اور واضح فرماتا ہے نامحرم مردوں کے سامنے کہ زینت کا اظہار ناحق ہے۔

(17) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان عورتوں کی مدد فرمائی ہے جو زینت کی نمائش نہیں کرتیں فرمایا ﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ﴾ ''جب کہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔'' (النور:60)

(18) زینت کا اظہار جس حلقے میں کیا جا سکتا ہے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مومنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور:31)

سوال 6: تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) مجاہد کہتے ہیں جاہلیت میں عورتیں گھروں سے باہر نکل کر مردوں کے اندر پھرتی تھیں۔ یہ تَبَرُّجُ الْجَاهِلِيَّةِ ہے۔

(2) قتادہ کہتے ہیں ناز و انداز سے چلتی تھیں۔

(3) مقاتل کہتے ہیں عورتیں سروں پر دوپٹے ڈالتی تھیں اور اسے اس طرح نہیں لپیٹتی تھیں کہ گردن یا کانوں کے زیورات کو چھپالے اس اعتبار سے گردن اور کانوں کے زیورات کا اظہار تبرج ہے۔

(4) ابن کثیر فرماتے ہیں عورتیں مردوں میں اس طرح نکلتی تھیں کہ ان کا سینہ کھلا ہوتا تھا اور اس کے اُوپر کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور بعض اوقات اس کی گردن اور بالوں کی مینڈھیاں ننگی ہوتی تھیں اور کانوں کے بُندے بھی ظاہر ہوتے تھے۔

سوال 7: جاہلیت کیا ہے؟

جواب: جاہلیت ایک حالت کا نام ہے جس میں لوگوں کے خاص تصورات اور رسوم و رواج ہوتے ہیں جن کا علم، عقل اور فہم سے تعلق نہیں ہوتا۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ جاہلیت کی سج دھج سے اسلامی معاشرے کو کیوں پاک کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلامی معاشرے کے آداب سکھانا چاہتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر وہ چیز جس کے آثار سے بھی فتنہ پیدا ہوسکتا ہے اس سے معاشرے کو پاک کیا جائے۔ جاھلیت کی سج دھج سے اجتماعی شعور خراب ہوتا ہے۔ اسلامی ذوق متاثر ہوتا ہے ذوق انسانی گر جاتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ جاہلیت کی سج دَھج سے معاشرے کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔

سوال 9: جاہلیت کے ذوق اور اسلامی ذوق میں کیا فرق ہے؟

جواب: جاہلیت کا ذوق حقیقی حسن کے شعور سے محروم ہوتا ہے جاہلی ذوق کے مطابق حسن صرف گوشت پوست میں ہوتا ہے اسی ذوق کی تسکین تب ہوتی ہے جب انسانی جسم کو ننگا دیکھا جائے۔ یہ نہایت مکروہ ذوق ہے جس میں پاکیزگی اور شعور کا ذوق نہیں ہوتا۔

اسلامی ذوق شعوری ذوق ہے جس میں پاکیزگی اور برکت ہے۔ یہ انسانی ذوق کی ترقی یافتہ شکل ہے جس کا احساس پاکیزہ ہے، شعور پاک ہے اس کے تصورات انسانی ہیں اسلامی ذوق کے مطابق سج دَھج دکھانا حیوانی سطح ہے اس لیے اسلام اس ذوق کی تطہیر کرنا چاہتا ہے۔

سوال 10: ﴿وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو'' نماز، زکوۃ اور اطاعت کے احکامات کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے سب سے بڑی عبادت اور اعلیٰ ترین نیکیاں نماز اور زکوۃ کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2) ﴿وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو'' پہلے برائیوں سے روکا، اب بھلائیوں کا حکم دیا۔

(3) نماز قائم رکھو جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جس میں معبود کے لیے اخلاص ہے۔

(4) مال کی زکوۃ نکالو جس سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک ہوتا ہے۔ زکوۃ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان ہے رب العزت

نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو اطاعت کا حکم دیا۔

(5)﴿وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو'' اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔

سوال 11: اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟

جواب: (1) نماز، زکوٰۃ اور اطاعت اللہ تعالیٰ سے رابطے کو مضبوط کرتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ سے مضبوط رابطے کی صورت میں ہی انسان کو یہ شعور ملتا ہے کہ یہ رابطہ پورے معاشرے اور خاندان سے اعلیٰ ہے اسی رابطے کی وجہ سے انسان دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق کی دعوت دیتا ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان پاکیزہ طرز زندگی اختیار کرتا ہے۔

سوال 12: اقامت صلوٰۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) پابندی کے ساتھ دل کی حاضری کے ساتھ نماز ادا کرنا۔

(2) اجتماعی طور پر نماز کا باقاعدہ نظام قائم کرنا۔

(3) اگر کسی علاقے میں تمام افراد اپنے گھروں میں نماز ادا کر رہے ہوں لیکن جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام نہ ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں نماز قائم کی جا رہی ہے۔

سوال 13: اقامت صلوٰۃ کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: (1) اقامت صلوٰۃ دنیا میں اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے مسلمانوں کے اُٹھنے کی علامت ہے۔

(2) اقامت صلوٰۃ مسلمانوں کی ولایت کے تعلق کی علامت ہے۔ (3) اقامت صلوٰۃ باہمی تعلق کی مضبوطی کی علامت ہے۔

(4) اقامت صلوٰۃ مشترکہ مقصد کی علامت ہے۔ (5) اقامت صلوٰۃ ایک قیادت کے زیر سایہ ایک ہونے کی علامت ہے۔

سوال 14: زکوٰۃ کیا ہے؟

جواب: اسلام نے معاشرے کے لیے سوشل سیکورٹی کا جو نظام تجویز کیا زکوٰۃ اسکا حصہ ہے۔

(1) زکوٰۃ انسان کے مال میں سے اسلام کا مقرر کردہ حصہ ہے جس کی ادائیگی فرض ہے۔

(2) یہ ایک ایسا ٹیکس ہے جو دولت مندوں سے لیا جاتا ہے اور محتاجوں کو دیا جاتا ہے۔

(3) زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام حکومت کا ہے بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو شریعت کو نافذ کرنے والی ہو اور زکوٰۃ اسلامی ضوابط کے مطابق وصول اور خرچ کرتی ہو۔

سوال 15: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ

رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاک کر دے، پوری طرح پاک کرنا'' اللہ تعالیٰ اہل بیت کو پاک کرنا چاہتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ﴾ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے'' رب العزت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، اس کی چاہت ہے، اس کا مقصد ہے۔ (2) ﴿لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ﴾ ''کہ تم سے گندگی کو دور کرے'' کہ تم سے گندگی، ناپاکی اور شر کو دور کر دے۔

(3) ﴿اَهْلَ الْبَیْتِ﴾ ''اے اہلِ بیت!'' اے نبی ﷺ کے گھر والو! اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ یہ آیات ان ہی کے بارے میں اتری ہیں۔

(4) ﴿وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ ''اور تمہیں پاک کر دے، پوری طرح پاک کرنا'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی طرح سے گناہوں اور نافرمانیوں سے پاک اور صاف کر دے اور تمہارے دلوں کی تعمیر ایمان کے نور سے کر دے۔

(5) یعنی تمہیں برائی سے پاک کر کے اپنی رحمت سے خاص کر لے۔

(6) اللہ تعالیٰ تمہارے اخلاق کی تطہیر کرنا چاہتا ہے اور تمہارا تزکیہ نفس کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ تم سب طاہر اور مطہر بن جاؤ۔

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک دن صبح کے وقت نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے، جس پر سیاہ بالوں سے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) آئے، تو آپ ﷺ نے ان کو چادر کے اندر کر لیا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، تو آپ نے ان کو بھی (چادر کے) اندر کر لیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو بھی اندر کر لیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنے اور تمہیں پوری طرح پاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ (الاحزاب:33) (مسلم:6261)

سوال 16: اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی کے لیے دلوں کے اندر اپنا خوف بٹھایا ہے؟

(2) اللہ تعالیٰ دلوں کو رب کے ساتھ جوڑنے کے لیے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

سوال 17: گندگی کب دور ہوتی ہے؟

جواب: (1) گندگی تب دور ہوتی ہے جب کوئی گندگی کو دور کرنے کے طریقے اختیار کرے۔

(2) جب لوگ خود اپنی عملی زندگی کو پاک کرنے کا ارادہ کریں۔

(3) جب لوگوں کے اندر پاکیزگی کا شعور ہو۔

(4) جب وہ اپنی زندگی کا رُخ اسلام کی طرف کر دیں۔

(5) جب اُن کا مقصد اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق گزارنا ہو جائے۔

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾

''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نہایت باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (34)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ ''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نہایت باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو جب بھلائی کے کام کرنے کا اور نواہی سے رکنے کا حکم دیا تو اس کا طریقہ سکھایا فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو'' یہاں آیات الٰہی سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے اور حکمت سے مراد نبی ﷺ کی سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار دلائل سے ثابت کیا کہ حکمت سے مراد سنت ہے۔ حکمت سے مراد قرآن کے اسرار بھی ہیں۔

(2) ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ ''اور تمہارے گھروں میں جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو'' رب العزت نے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا۔ (i) یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے ان آیات سے مدد لو جو تمہارے گھر میں تلاوت کی جاتی ہیں، یعنی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ (ii) تلاوت قرآن کے ذریعے سے لفظی ذکر کریں۔ (iii) قرآن مجید کے معنی پر غور کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، تو اس کے معنی کو سمجھ کر اس کا ذکر کریں۔ (iv) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھ کر اس کا ذکر کریں۔

(v) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں، تو قرآن مجید پر تدبر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

(vi) قرآن مجید پر عمل کر کے اس کا ذکر کریں۔ (vii) قرآن مجید کی تاویل، اس کی تفسیر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

(viii) نبی ﷺ کی سنت کو سمجھ کر، اس پر عمل کر کے، اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر جو رحمت کی ہے وہ جہان میں سے کسی پر نہیں کی۔ اس نے اپنے علم کے مطابق آپ لوگوں کو مقام عطا کیا اور ایسے گھروں میں رکھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو۔ (4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نہایت

باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے" اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن" کے ساتھ لطف وکرم کرنے والا ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں کے لیے چنا جس میں اس کی آیات اور حکمت کی تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خبیر ہے۔ اس نے تمہیں اپنے رسول کی ازواج کے لیے چنا ہے۔ (جامع البیان 22/11,12)

(5) اللہ تعالیٰ تمام معاملات کے اسرار نہاں، سینوں کے بھید، آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی تمام چیزوں اور تمام کھلے چھپے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اس کا لطف وکرم اور خبر گیری اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ انھیں اخلاص للہ اور اعمال کو چھپانے کی ترغیب دے، نیز تقاضا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی جزا دے۔ (اَللَّطِیْفُ) اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو اپنے بندے کو ایسے مخفی طریقے سے بھلائی عطا کرتی ہے اور شر سے بچاتی ہے، جس کا اسے شعور تک نہیں ہوتا، وہ اسے اس طرح رزق عطا کرتی ہے کہ اسے اس کا ادراک تک نہیں ہوتا اور وہ اسے ایسے اسباب دکھاتی ہے جسے نفس ناپسند کرتے ہیں، مگر یہ اسباب اس کے لیے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ (سعدی: 2147/3)

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی دینی اور علمی خدمات کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اسلام سے پہلے دنیا کی ترقی مرد کی اخلاقی اور دماغی قوتوں کا کرشمہ تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ مدینہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی لیکن جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیات نازل کیں تو ہم کو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس: 5843)

(2) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے جو علمی اور دینی خدمات انجام دیں وہ سنہرے الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

(3) سید سلیمان منصور پوری رحمۃ للعالمین ص ۱۶۰ پر امہات المؤمنین کے کاموں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

(i) اُمت کی خواتین کو تعلیم دینا۔ (ii) ان کے معروضات نبی ﷺ کو پہنچانا پھر جواب خواتین کو سمجھانا۔

(iii) نبیؐ کے اقوال، افعال اور عبادات کو وہ جو حجرات کے اندر کیا کرتے تھے حفظ اور اتقان کے ساتھ امت تک پہنچانا، مشکلات علمیہ میں فرزندان امت کی رہبری کرنا۔ (4) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ (ابن الاثیر: 586)

(5) تفسیر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص کمال حاصل تھا چنانچہ صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا معتد بہ حصہ منقول ہے۔

(6) حدیث میں ازواج مطہرات عموماً اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز تھیں۔ (طبقات الکبریٰ: 2/126)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات 2210 ہیں اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے 378 حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فقہ اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، ام ہانی رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس بھی کثیر الراویہ گزری ہیں۔

(8) فقہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ اس قدر ہیں کہ متعدد ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ (اعلام الموقعین: 12/1)

(9) رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے 48 سال بیوگی کی حالت میں بسر کیے۔ اس زمانے میں ان کی زندگی کا واحد مقصد قرآن وحدیث کی تعلیم تھا۔

(10) جامع ترمذی میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم کو کبھی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کوئی معلومات نہ ملی ہوں۔ (زرقانی: 267/3)

(11) امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔ (الطبقات: 126/2)

(12) سیدنا عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں ستارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ (المستدرک: 12/4)

(13) امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شہادت ہے: اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر ہوگا۔ (المستدرک: 12/4)

(14) ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں؛ ترمذی نے موسیٰ ابن طلحہ کا یہ قول نقل کیا ہے: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔ (ترمذی: کتاب المناقب: 3884)

(15) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ سے ایک چھوٹا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

(16) فرائض میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مہارت حاصل تھی اور بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے فرائض سے متعلق مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد: 126/2)

(17) محمود بن لبید کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی ازواج علم کا مخزن تھیں، تاہم عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں کوئی حریفِ مقابل نہ تھا۔ (الطبقات: 126/2)

(18) مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور اعلانیہ کہتا تھا: رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔ (مسند احمد: 317/6)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے مثالی گھرانے کو پاکیزہ زندگی گزارنے کا کیا مستقل منصوبہ دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پڑھی جاتی ہیں اُن کا ذکر کرتی رہو۔ اُن پر عمل کرتی رہو۔

رکوع نمبر 2

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' (35)

سوال 1: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ﴾ ''یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں'' آخرت کے ثواب کے اعتبار سے مردوں اور عورتوں میں مساوات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ﴾ ''یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں'' آخرت کے اجر و ثواب کے اعتبار سے مرد اور عورت کے درمیان مساوات ہے۔ اس سلسلے میں پہلی خصوصیت بیان فرمائی ہے۔

(2) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص رکھنے والے مرد اور اخلاص رکھنے والی عورتیں (الدر المنثور: 380/5)

(3) یعنی مسلمان وہ ہیں جو شریعت کے ظاہری احکام کو قول و عمل سے قائم کریں۔ (تفسیر المراغی 9,7/8)

(4) نسفی رحمہ اللہ نے کہا: مسلمان وہ ہے جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، اللہ تعالیٰ پر توکل کرے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَمَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''پس جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا'' اور جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے۔ اس کے احکامات میں سے کسی حکم کی مخالفت نہ کرے، اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور اس پر توکل کرے۔ (الاساس فی التفسیر: 427/8)

(5) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا، کیا بات ہے کہ قرآن میں ہمارا ذکر نہیں کیا جاتا ہے جس طرح مردوں کا کیا جاتا ہے؟ تو مجھے اس دن آپ کی کسی چیز نے خوف زدہ نہیں کیا، سوائے آپ کی ندا کے جو آپ نے منبر پر کی۔ میں اپنے سر میں کنگھی

کررہی تھی، میں نے اپنے بال لپیٹے، پھر میں اپنے گھر کے حجروں میں سے ایک حجرے میں گئی اور میں نے لکڑی کے پاس اپنے کان لگادیے۔آپ منبر پر فرمارہے تھے:اے لوگو!اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰت آخرآیت تک: اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾(الاحزاب:35)(مسند احمد:26659)

سوال2:اس آیت میں مردوں کے ساتھ خواتین کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

جواب(1)ان صفات کی اہمیت کی وجہ سے۔

(2)سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور بعض صحابیات نے کہا کہ کیا وجہ ہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ مردوں سے خطاب کرتا ہے عورتوں سے نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(مسند احمد :301/6)(ترمذی:2211)

(3)اس آیت میں مردوں کے ساتھ خواتین کا تذکرہ کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت،اُس کی اطاعت اور اعمال صالح کے اجر کے اعتبار سے مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔دونوں کے لیے ایک جیسے مواقع ہیں۔جنس کی بنیاد پر کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔

سوال3:اسلام کسے کہتے ہیں؟

جوب:اسلام سپردگی،حوالگی،مکمل اطاعت اور فرماں برداری کو کہتے ہیں۔

سوال4:مسلم کون ہوتا ہے؟

جواب:اپنی سوچ،اپنے خیال،اپنے جذبات،اپنے احساسات اور اپنے عمل کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے والا مسلم ہوتا ہے۔

سوال5:﴿وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾''اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں''آخرت کے ثواب کے اعتبار سے برابر نہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰت﴾''اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں''ایمان باطنی امور کے بارے میں ہے اور وہ عقائد اور اعمال القلوب ہیں۔(سعدی:2148/3)

(2)ایمان اس چیز کامل کی تصدیق کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت احکام اور آداب آئے ہیں اور یہ دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں ایک نہیں۔ایمان خاص ہے۔ایمان اعتقاد اور عملِ صالح کے ساتھ تصدیق کامل کو کہتے ہیں اور اسلام قول وعمل کو کہتے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''دیہاتیوں نے کہا:''ہم ایمان لائے''کہہ دو:''تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے۔اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا''(الحجرات:14)

سوال 6: مومن کون ہوتا ہے؟

جواب (1): مومن وہ انسان ہے جو اپنی ذات، کائنات اور حقیقت کو پا جائے۔

(2) مومن وہ ہے جو جان لے کہ،

(i) میں اور کائنات مخلوق ہیں اور ہمارا کوئی خالق ہے۔ (ii) میں اور کائنات غلام ہیں ہمارا کوئی مالک ہے۔

(iii) میں مرزوق ہوں اور میرا کوئی رازق ہے۔ (iv) میں بے زور ہوں اور مجھ پر کوئی زور آور ہے۔

(v) مجھے راہ نمائی کی ضرورت ہے اور کوئی میرا ھادی ہے۔

(3) مومن وہ ہے جو جان لے کہ میری زندگی کا کوئی مقصد ہے ۔

(i) جس نے زندگی دی زندگی اُسی کی مرضی کے مطابق گزارنی ہے۔

(ii) جس نے شعور عطا کیا اُسی کی مرضی کے مطابق شعور کو ڈھالنا ہے۔

(iii) جس نے موت کے بعد زندگی کا حساب کتاب لینا ہے زندگی اسی کی مرضی کے مطابق گزارنی ہے۔

(4) مومن وہ ہے جس کا دل، زبان اور عمل ایمان میں ڈھل جائے۔

(5) مومن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ والا بن جائے۔

سوال 7: ﴿وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ﴾ ''اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں'' قنوت میں مرد اور عورت کے درمیان ثوابِ آخرت کے اعتبار سے مساوات ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ﴾ ''اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں'' قنوت سکون کے ساتھ اطاعت کرنے کو کہتے ہیں۔ قنوت میں مداومت پائی جاتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''کیا بھلا جو شخص مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا ہے اور کھڑا رہنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے ربّ کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟'' (سورۃ الزمر:9)

(2) یعنی عبادت کرنے والے، اطاعت کرنے والے اور اطاعت پر مداومت کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (فتح القدیر:4/353)

(3) رب العزّت نے سیدہ مریم علیہا السلام کو صفت قنوت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَالَ مَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ ''اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو، سجدے کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو۔'' (آل عمران:43)

(4) یعنی خوشی اور تکلیف میں، نشاط اور کراہت میں، بشری طاقت کی حد میں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے مرد اور

عورتیں۔(ایسر التفاسیر:1212,1213)

سوال8:قنوت کسے کہتے ہیں؟

جواب:دل کی خوشی کے ساتھ کی جانے والی فرمانبرداری۔

سوال9:قانت کون ہوتا ہے؟

جواب:جو دل کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی ساری باتیں مان لے۔

سوال10:﴿وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ﴾''اور سچے مرد اور سچی عورتیں''سچائی میں مرد اور عورت کے درمیان آخرت کے ثواب کے اعتبار سے مساوات ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ﴾''اور سچے مرد اور سچی عورتیں''یعنی اپنے اقوال اور افعال میں سچے مرد اور سچی عورتیں(ایسر التفاسیر:1212)

(2)نسفی رحمہ اللہ نیتوں،اقوال واعمال میں سچے مرد اور سچی عورتیں۔(الاساس:44/8)

(3)اقوال واعمال میں سچائی ایمان کی علامت ہے جیسے جھوٹ نفاق کی نشانی ہے تو جس نے سچ بولا وہ نجات پا گیا۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"بلاشبہ سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے،یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔"(بخاری:6094)

سوال11:صدق کسے کہتے ہیں؟

جواب:صدق حق کو کہتے ہیں جو چیز حق کے مطابق ہوتی ہے وہ سچی ہے۔صدق انسان کو نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت تک لے جاتی ہے۔

سوال12:صدیقین سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)جن کا قول سچا ہو۔

(2)دعوی سچا ہو۔زبان کے ساتھ دل کی سچائی کی گواہی بھی ملتی ہے۔

(3)جن کا عمل سچا ہو۔(4)جن کے رویے سچے ہوں۔

(5)جو جھوٹ کا گواہ نہیں بنتا۔(6)جو سچ کی گواہی دینے والے ہوں۔

سوال13:سچے انسان کی سچائی کہاں کہاں نظر آتی ہے؟

جواب:(1)اپنی ذمہ داری نبھا کر

(2)وعدہ نبھا کر انسان وعدے میں سچا ہو سکتا ہے

(3)امانت پوری طرح ادا کر کے

(4)معاملات میں سچائی کا مظاہرہ کر کے

سوال14:﴿وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ﴾''اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں''صبر میں مرد اور عورت کے درمیان آخرت کے اجر وثواب کے اعتبار سے مساوات ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ﴾''اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں''صبر ثابت قدمی کی دلیل ہے۔صبر حق پر جم کر راہِ حق کی ہر دشواری برداشت کرنے کا نام ہے۔مصائب پر صبر رکھنا اور یہ یقین رکھنا کہ پیشانی کی تحریر تو ضرور پیش آنی ہے اس لیے ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے مصیبت سہہ لینا قابلِ تعریف عادت ہے۔ابتدائی صدمے کے وقت صبر کرنا انتہائی دشوار ہوتا ہے جو اصل صبر ہے پھر تو چار و ناچار صبر کرنا پڑتا ہے مگر جس نے شروع میں صبر کیا وہی صابر ہے۔(مختصر ابن کثیر 2/1584)

(2)اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جمے رہنا اور اس کے نواہی سے رُکے رہنا اور مصائب کو برداشت کرنا صبر ہے۔

سوال15:صبر کسے کہتے ہیں؟

جواب:(1)اپنے نفس پر قابو رکھنا[Self Control]۔

(2)اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کاربند رہنا اور جم جانا۔

(3)حق کی راہ میں استقامت دکھانا۔

(4)کسی مصیبت یا نقصان سے نہ ہارنا۔(5)ناکامی سے دل شکستہ نہ ہونا۔

(6)کسی لالچ سے نہ پھسلنا۔(7)حق کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا اگرچہ اس کی کامیابی کا کوئی امکان نظر نہ آئے۔

(8)دعوت اسلامی کی راہ میں اپنے فرائض سرانجام دینا۔(9)ناخوشگوار حالات کو برداشت کرنا۔

(10)غیر اللہ میں فائدہ دیکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے آپ کو باندھے رکھنا۔

سوال16:کون سی چیز انسان کے اندر صبر پیدا کرتی ہے؟

جواب:ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ جانے کا یقین انسان کے اندر صبر پیدا کرتا ہے۔

سوال17:صبر کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب:(1)صبر کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(2)انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے دلچسپی ہو جاتی ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کرنے پر اجر کی امید ہوتی ہے یہ امید رحمت ہے۔

(4)انسان آخرت کی تیاری کرنے لگتا ہے یہ رب کی خاص رحمت ہے۔

(5) صبر کرنے سے تین بنیادی خصوصیات پیدا ہوتیں ہیں: (i) ثابت قدمی۔ (ii) مشکلات میں بھی اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنا۔ (iii) انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوجاتا ہے کہ میرے رب نے میرے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔

سوال 18: ﴿وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ﴾ ''اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں'' خشوع میں مرد اور عورت آخرت کے ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ﴾ ''اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں'' خشوع کے معنی سکون، اطمینان، دل جمعی، تواضع، فروتنی اور مسکینی ہیں۔ اس کا باعث اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دیکھ رہا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ﴿ان تعبد الله كانك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك﴾ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ (بخاری: 50) (مختصر ابن کثیر: 2/1584)

(2) خشوع اللہ تعالیٰ کے لیے دل اور اعضاء سے تواضع اور اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا خوف ہے۔ (تفسیر المراغی: 8/9,7)

(3) اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرنے والے، اس کا خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خضوع کرنے والے۔ (فتح القدیر: 4/353)

سوال 19: خشوع کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) خشوع سے مراد اپنی بے بسی کے احساس اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے دل پر طاری ہونے والی کیفیت اور دل کا جھکاؤ۔

(2) خشوع سے مراد دل کی یکسوئی ہے۔ (3) خشوع سے مراد دل کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوجانا ہے۔

سوال 20: ﴿وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ﴾ ''اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں'' صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں'' آخرت کے ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ﴾ ''اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں'' صدقہ محتاج اور کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک ہے جن کی نہ خود اپنی کوئی کمائی ہو اور نہ ان کے لیے کوئی کمانے والا ہو۔ ایسوں کو اپنی ضرورتوں سے بچے ہوئے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور احسان کے طور پر کچھ دے دیا جائے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1584)

(2) مال سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے والے۔ (جامع البیان: 12/22) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے۔ جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے

کی بنیاد یہی (اللہ تعالیٰ کے لیے محبت) محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (بخاری:660)

(3) صدقہ فرض ہو یا نفل کثیر اجر وثواب کا حامل ہے۔ (ترمذی:2616)

سوال 21: صدقہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیا جانے والا مال صدقہ ہے۔

سوال 22: صدقہ کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: (1) صدقہ دینے سے دل کی تنگی دور ہوتی ہے انسان بخل سے بچتا ہے۔

(2) صدقہ دینے سے مال کی محبت پر چوٹ پڑتی ہے اس طرح انسان کی حرص میں کمی آتی ہے۔

(3) چھپا کر صدقہ کرنے سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔ انسان ریاکاری سے بچتا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے گناہوں سے دور کر دیتا ہے۔

سوال 23: ﴿وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ﴾ ''اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں'' روزے کے اخروی اجر وثواب میں مرد اور عورت برابر ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی نکاح کے لیے مالی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی نکاح کی بوجہ غربت طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا۔ (بخاری:5066)

(2) روزہ بدن کو طبی اور شرعی طور پر اخلاط سے پاک رکھتا ہے۔

سوال 24: ﴿وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ﴾ ''اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں'' حرام کاموں اور گناہوں سے محفوظ رہنے میں مرد اور عورت ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ﴾ ''اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں'' حفظِ فروج سے مراد پاک دامنی، حرام کاموں اور گناہوں سے محفوظ رہنا۔ (2) ربّ العزّت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ

لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۵) اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (۶) فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۷)﴾ ''اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (المومنون: 5-7)

سوال 25: ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں'' کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے اخروی ثواب میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں'' اللہ تعالیٰ کا دل، زبان اور اعضاء سے کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (جامع البیان: 12/22)

(2) نسفی رحمہ اللہ نے کہا: تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، قرأت قرآن اور علم کی مشغولیت ذکر ہے۔ (اساس: 4428/8)

(3) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں میں نہیں لکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرے۔

سوال 26: ذکر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ذکر اللہ تعالیٰ کی یاد کو کہتے ہیں۔

سوال 27: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: (1) انسان کے دل کو اطمینان ملتا ہے۔ (2) انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق چل سکتا ہے۔

(3) انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ (4) انسان کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔

(5) انسان دنیا کی محبت سے نکل آتا ہے۔ (6) انسان اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد رکھتا ہے۔

سوال 28: ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' وسیع مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان عظیم اعمال کے لیے جزا رکھی ہے کہ ان کے گناہوں کو بخش دیا ہے ان عظیم اعمال کا تعلق اعتقادات، دل کے اعمال، اعضاء کے اعمال اور زبان

کے اقوال اور بھلائی کے کام کرنے، شر کو ترک کرنے اور دوسروں کو نفع پہنچانے کے ساتھ ہے۔

(2) ﴿وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور بڑا اجر رکھا ہے'' یعنی آخرت میں بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں میں شامل فرما دے۔ (آمین)

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾

''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا'' (36)

سوال 1: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ﴾ ''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن کا اختیار باقی نہیں رہتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ﴾ ''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے'' کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لائق نہیں ہے اس کے سوا اس کے لیے کچھ اور مناسب نہیں ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کی تکمیل کریں۔ ان کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔

(2) ﴿اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا﴾ ''جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں'' جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا حتمی فیصلہ کر دیں کہ وہ اس پر عمل کرنے کو لازم کر دیں۔

(3) ﴿اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ ''تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو'' کہ وہ اس کام کو کریں یا نہ کریں یعنی ان کے لیے اس فیصلے پر عمل کا کوئی اختیار باقی رہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف سبقت کرنی چاہیے۔ ان کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ ان کی ناراضی سے بچنا چاہیے اور جس کام سے وہ روک دیں اس سے رک جانا چاہیے۔

(4) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کسی فیصلے کے بعد کسی مومن مرد کو یا عورت کو اختیار باقی نہیں رہتا۔ کسی رائے یا قول کا کیا کہنا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''پس! تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا'' (النساء:65) اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر سخت وعید آئی ہے۔ ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۗءِ بَعْضِكُمْ

بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کو کوئی فتنہ پہنچے یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے!'' (النور:63) (مختصر ابن کثیر:2/586)

(5) مومن مردوں اور عورتوں کو رسول اللہ ﷺ سے اپنے والدین، اپنی اولاد، دنیا کے کسی انسان حتیٰ کہ خود اپنے نفس سے بڑھ کر محبت کرنی ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ''تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔'' (بخاری:15)

(6) سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رحمۃ اللعالمین ﷺ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا پیام لے کر سیدہ زینب بنتِ جحش اسدیہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا پیام دیا۔ زینب نے کہا: میں تو اس سے نکاح نہیں کرتی۔ فرمایا: کیوں؟ انہی سے نکاح پر راضی ہو جاؤ۔ بولیں اچھا میں سوچوں گی۔ ابھی دونوں میں گفتگو ہو رہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت اتار دی۔ بولیں اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ﷺ اس سے نکاح پر راضی ہیں؟ فرمایا: بے شک۔ کہنے لگیں تب تو میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات نہ ٹالوں گی۔ میں بھی راضی ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ زینب نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے عار کی اور کہا میں نسب کے لحاظ سے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے بہتر ہوں، ان کے مزاج میں تیزی تھی۔ (مختصر ابن کثیر:2/1587)

سوال 1: یہ آیت کس موقعے پر نازل ہوئی؟

جواب: یہ آیت نکاح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بچپن میں بطور غلام بیچ دیا گیا تھا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے بعد سیدنا زید کو رسول ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ آپ نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جماعت مسلم کے درمیان پائے جانے والے فرق کو ختم کرنے کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینب کو نکاح کا پیغام دیا۔ سیدنا زید چونکہ آزاد کردہ غلام تھے اس لیے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی کو اپنی خاندانی وجاہت کی وجہ سے مناسب نہ لگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد اپنا اختیار استعمال کرے اس آیت کو سننے کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں نے اپنی رائے پر اصرار نہیں کیا اور ان کا نکاح ہو گیا۔

سوال 2: ﴿وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والا گمراہی میں پڑ گیا، آیت کی روشنی

میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناوہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا'' کسی مومن مرد اور مومن عورت سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کریں۔ اس نافرمانی سے روکنے والی دو چیزیں ہیں۔ ایک تو ایمان اور دوسری گمراہی سے ڈرنا کیونکہ گمراہی عذاب اور سزا تک لے جانے والی ہے۔

(2)﴿فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ''تو یقیناوہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر سخت وعید ہے کہ مخالفت کرنے والا سخت گمراہی میں پڑ گیا۔ وہ گمراہ ہوگیا کیونکہ اس نے صراطِ مستقیم کو چھوڑا ہے جو جنت تک لے جاتا ہے اور اس نے دوسرا راستہ اختیار کرلیا جو جہنم تک لے جاتا ہے۔

(3) رب العزت نے گمراہی سے ڈرا کر اطاعت پر مائل کیا ہے کیونکہ گمراہی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کروانے والی ہے۔

﴿وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾

''اور جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور آپ نے اس پر احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس سے ڈرو چنانچہ جب زید اُس سے غرض پوری کر چکا تو ہم نے اُس کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اُن سے غرض پوری کر چکیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے'' (37)

سوال 1: ﴿وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ﴾ ''اور جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور آپ نے اس پر احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اپنی بیوی اپنے پاس روکے رکھو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذْ تَقُوْلُ﴾ ''اور جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے'' یعنی اے نبی ﷺ یاد کرو جب تم کہہ رہے تھے۔

(2)﴿ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ﴾ س پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا'' یعنی جس کو ہم نے اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

(3)﴿وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ﴾ ''اور آپ نے اس پر احسان کیا تھا'' یعنی جسے تم نے آزاد کیا اور ان کی تعلیم و تربیت کی یعنی زید رضی اللہ عنہ

(4) سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے متبنیٰ بنا لیا تھا یعنی آزاد کر کے منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اس لیے انہیں زید بن محمد کہہ کر پکارا جاتا تھا پھر جب آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ؕ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ ''منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے، چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے غلطی کی ہے لیکن جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (الاحزاب:5) تب انہیں سیدنا زید بن حارثہ کہہ کر پکارا جانے لگا۔

(5)﴿اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ﴾ ''کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو'' یعنی بیوی کو طلاق نہ دو۔ اگر تلخی ہے تو صبر کر لو۔ سیدنا زید نبی ﷺ کے پاس مشورے کے لیے آئے تھے اور آپ ﷺ نے حکمت اور خیر خواہی سے انہیں بیوی کے ساتھ اختلافات میں صبر کرنے کا حکم دیا۔

(6) سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتایا گیا تھا کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دینی ہے پھر آپ ﷺ کا نکاح سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کی اجازت طلب کی۔

(7)﴿وَاتَّقِ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی اپنی بیوی کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تقویٰ ہی صبر پر آمادہ کرتا ہے۔

سوال 2: ﴿وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ﴾ ''اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ﴾ ''اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے'' جو چیز آپ ﷺ نے اپنے دل میں چھپائی تھی وہ یہ کہ جب سیدنا زید رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں گے تو آپ ﷺ کا نکاح ان سے کر دیا جائے گا۔

(2)﴿مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

طلاق کے بعد نبی ﷺ کی زوجہ ہوں گی۔اس کا مقصد متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل کرنا تھا۔

(3)﴿وَ تَخْشَى النَّاسَ﴾ ''اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے'' رب العزت نے واضح فرمایا کہ آپ ﷺ کے دل میں لوگوں کا ڈر ہے یعنی آپ ﷺ لوگوں کی باتوں سے ڈرتے ہو کہ اگر یہ معاملہ ظاہر ہو گیا تو وہ جو باتیں بنائیں گے اسلام کے راستے کی رکاوٹ بنیں گی۔

(4) نبی ﷺ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے محمد ﷺ نے اپنے متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔(ایسر التفاسیر:1213)

(5)﴿وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس سے ڈرو'' رب العزت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوف کا زیادہ حق رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہر برائی سے روکنے کا سبب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ہے جو ہر بھلائی کے عطا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ لوگوں سے کس بات سے ڈرتے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے اپنی بہو سے نکاح کر لیا۔

سوال4: لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت کیوں نہیں تھی؟

جواب: لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت اس لیے نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے سے اس رسم کا خاتمہ کرنے کے لیے ارادہ کر لیا تھا

سوال5:﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ ''چنانچہ جب زید اُس سے غرض پوری کر چکا تو ہم نے اُس کا نکاح آپ سے کر دیا تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اُن سے غرض پوری کر چکیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے'' متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل کر دینے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا﴾ ''چنانچہ جب زید اُس سے غرض پوری کر چکا'' یعنی جب زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا سے سیر ہو گئے اور سمجھانے بجھانے کے باوجود نکاح قائم نہ رکھ سکے اور انہوں نے بے رغبتی کے باعث طلاق دے دی۔

(2)﴿زَوَّجْنٰكَهَا﴾ ''تو ہم نے اُس کا نکاح تم سے کر دیا'' یعنی متبنّیٰ کے نکاح کی حرمت کو باطل کرنے کے لیے ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر نبی ﷺ کا نکاح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو آپ ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے میرا ذکر کرو۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس آیا تو وہ اپنے آٹے کا خمیر اٹھا رہی تھیں۔ میں ان کی عظمت کی وجہ سے انہیں نظر بھر کر نہ دیکھ سکا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یاد کیا تھا۔ پھر انہوں نے کہا زینب مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔ وہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں (استخارہ نہ کر لوں) پھر

وہ اپنی جائے نماز پر کھڑی ہوئیں تو قرآن اترا اور رسول اللہ ﷺ بغیر اذن کے ان کے پاس چلے گئے۔ (مسلم)

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بی بی زینب رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیویوں پر فخر کیا کرتیں کہ تم کو تو تمہارے اولیاء نے بیاہا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے بیاہ دیا۔ (بخاری:7420)

(5) یہ نکاح خود حق تعالیٰ نے کرایا تھا اس لیے اس میں ولی کی اور ایجاب وقبول کی اور گواہوں کی ضرورت نہ تھی۔

(6) اللہ تعالیٰ کا نکاح کرانا یہ ہے کہ اس نے آپ ﷺ پر وحی بھیجی کہ آپ ﷺ ان کے پاس چلے جائیں۔

(7) ﴿لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ﴾ ''تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے'' یعنی تا کہ مومنوں سے اس رکاوٹ کو ختم کر دیا جائے اور یہ کسی بڑے حادثے کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل سے اسے وجود میں لایا گیا جو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا تھا۔

(8) ﴿فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ﴾ ''اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے'' یعنی متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کرنے کی رکاوٹ کو مومنوں کے لیے دور کر دیا گیا۔ (9) ﴿إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا﴾ ''جب کہ وہ اُن سے غرض پوری کر چکیں'' یعنی جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں۔ (10) یہ دیکھ کر کہ نبی ﷺ نے زید بن حارثہ کی مطلقہ سے نکاح کر لیا جو اس سے قبل منہ بولا بیٹا تھا۔ مومنوں کی رکاوٹ دور ہو گئی اور متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل کر دیا گیا۔ الحمدللہ۔

(11) ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہونے ہی والا تھا'' اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوحِ محفوظ میں ثبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادے کے لیے سبب پیدا کر دیتا ہے اور اس کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

سوال 6: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیسے کر دیا تھا؟

جواب: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح، خطبہ نکاح، ولی کی موجودگی، حق مہر اور گواہوں کے بغیر ہوا یہ نبی ﷺ کی خصوصیت تھی جب کہ اُمت کے لیے یہ شرائط ضروری ہیں۔ اس کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔

سوال 7: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کیوں ہو کر رہنا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی تقدیر الٰہی میں یہ نکاح طے شدہ تھا اس لیے ہو کر رہنا تھا۔

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا﴾

''نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے (یہی) اُن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے

جواس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق طے کیا ہوا ہے''(38)

سوال: ﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا﴾ ''نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے (یہی) اُن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق طے کیا ہوا ہے'' طلاق یافتہ بیوی حرام نہیں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں'' یعنی نبی ﷺ کے لیے جو چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے مثلاً متبنّٰی کی بیوی سے نکاح آپ ﷺ کے لیے حلال کیا گیا۔ اب اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔ (2)﴿فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے جو بیویاں مقرر کی ہیں (تفسیر سعدی: 2152/3)

(3)﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے اُن لوگوں کے بارے میں جو اس سے پہلے گزر چکے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ کار پہلے نبیوں کے بارے میں بھی رہ چکا ہے کہ جن باتوں کا انہیں حکم تھا ان میں وہ اپنے لیے کوئی حرج اور گناہ نہیں سمجھا کرتے تھے۔ اس آیت کے لانے سے منافقوں کی اس بات کا رد مقصود ہے کہ لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح حرام ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ نکاح تمام انبیاء کی سنت ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1088/2)

(4)﴿وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق طے کیا ہوا ہے'' اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے کام وقت پر ہو کر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہوتی۔ اس میں رکاوٹ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر کاموں کا ہونا اور نہ ہونا موقوف ہوتا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾

''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور حساب لینے والا اللہ تعالیٰ کافی ہے''(39)

سوال: ﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں'' تبلیغ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں'' رب العزت نے ان لوگوں کی تعریف

کی ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات بتاتے ہیں اور اس کے احکامات پہنچاتے ہیں اور رب العزت کی امانت کو ادا کرتے ہیں

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے اس کی آیات اور دلائل کی تلاوت کرتے ہیں اور انہیں اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

(3) ﴿وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ﴾ اور اُس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے'' یعنی جو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ جو دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے۔ کسی کا رعب کسی کا غلبہ انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پہنچانے کے لیے رکاوٹ نہیں بنتا۔

(4) ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ ''اور حساب لینے والا اللہ تعالیٰ کافی ہے'' یعنی وہ حساب کے دن اپنے بندوں کے اعمال کا حساب لینے کے لیے کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال کی نگرانی کرنے والا، اپنے بندوں کا محاسبہ کرنے والا کافی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2153/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے حساب کتاب کی بات یہاں کس حوالے سے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جب میں حساب لینے والا ہوں تو لوگوں کا کام نہیں کہ وہ نبی ﷺ کا محاسبہ کریں۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (40)

سوال 1: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں''، متبنّٰی کو اصلی باپ سے منسوب کرو'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں'' یعنی آپ ﷺ کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں ہے اور لوگوں کو منع کیا گیا کہ آئندہ زید بن محمد ﷺ نہ کہنا کیونکہ آپ ﷺ زید کے والد نہیں ہیں۔

(2) یعنی آپ ﷺ نہ نسبت کے اعتبار سے کسی کے باپ ہیں، نہ منہ بولے بیٹے کے باپ ہیں۔

(3) نبی ﷺ کے بیٹے تو ہوئے مگر وہ کم سنی میں وفات پا گئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے تین بیٹے قاسم، طیب، طاہر تھے اور سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے۔

سوال 2: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' نبی ﷺ ختم الانبیاء ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ﴾ ''اور لیکن اللہ کے رسول ہیں'' یعنی نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ

حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے''۔(الانعام:124)

(2) یہ آپ کا مرتبہ مطاع ومتبوع کا مرتبہ ہے۔آپ پر ایمان لانے والا آپ کی پیروی کرتا ہے،آپ کی محبت کو ہر کسی کی محبت پر مقدم کرتا ہے۔اہل ایمان کے خیر خواہ ہیں،اپنی خیر خواہی اور حسن سلوک کی بناء پر گویا آپ ان کے باپ ہیں۔(تفسیر سعدی:2154/3،2153)

(3)﴿وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ''اور خاتم النبیین ہیں''یعنی نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔پھر جب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو رسول بھی بدرجہ اولی نہیں آئے گا کیونکہ مقام رسالت مقامِ نبوت سے خاص ہے۔ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔(مختصر ابن کثیر:1590/2)

(4) آپ ﷺ کے بعد قیامت تک جو بھی نبوت کا دعوی کرے وہ جھوٹا،کذّاب،مفتری اور دجال ہے۔وہ خود بھی گمراہ ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔یمن میں اسود عنسی نے یمامہ میں مسیلمہ کذّاب نے جھوٹا دعوی کیا تھا اور جھوٹوں کا یہ سلسلہ مسیح دجال پر ختم ہو جائے گا۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خوبصورت قصر ہو اس کی عمارت حسین ہو لیکن ایک اینٹ (لگانے) کی جگہ اس میں چھوڑی گئی ہو،دیکھنے والے آ کر اس کے گرداگرد گھومتے ہوں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہوں لیکن (ساتھ ہی) یہ بھی کہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔(حضور ﷺ نے فرمایا) پس اس ایک اینٹ کے مقام کو میں نے درست کر دیا اور مجھ پر پیغمبروں کا خاتمہ ہو گیا۔دوسری روایت میں آیا ہے میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔متفق علیہ۔(6) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے میرے (بہت) نام ہیں میں محمد ہوں،احمد ہوں،میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا،میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا،میں عاقب ہوں (سب سے پیچھے آنے والا) میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(7) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مختلف نام (صفات) بیان کرتے تھے آپ نے فرمایا تھا میں محمد ہوں،احمد ہوں،مقفی ہوں،حاشر ہوں،نبی التوبہ ہوں،نبی الرحمۃ ہوں۔(تفسیر مظہری:262/9)

(8) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے؟ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔(بخاری:4416)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے۔لوگوں نے عرض کی،اے اللہ کے رسول! مبشرات کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: نیک خواب۔(بخاری:6990)

(11)﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''یعنی اس کے علم نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے۔وہ جانتا ہے کہ اپنی رسالت کی ذمہ داری کیسے عطا کرے؟ کون اس کے فضل وکرم کا اہل اور کون اہل نہیں ہے؟(تفسیر سعدی:2154/3)

(12) اللہ تعالیٰ علیم ہے جو وہ خبر دیتا ہے حق ہے، جو وہ حکم دیتا ہے عدل ہے۔

رکوع نمبر 3

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا'' (41)

سوال 1: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا'' ذکر اللہ کی کثرت کی فضیلت آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر ایمان لائے ہو اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی اور رسول ہونے پر ایمان لائے ہو۔

(2) اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دل اور زبان سے تصدیق کی ہے۔

(3) ﴿اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا'' اللہ تعالیٰ کا دل، زبان اور اعضاء سے کثیر ذکر کرو اور جتنی تم میں طاقت ہے اپنے بدنوں کو کسی حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہ رکھو۔ (جامع البیان: 20/22)

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ تہلیل وتحمید اور تسبیح وتکبیر وغیرہ کے ذریعے سے کہ جن میں سے ہر کلمہ تقرب الٰہی کا وسیلہ ہے نہایت کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں۔ قلیل ترین ذکر یہ ہے کہ انسان صبح شام اور نمازوں کے بعد کے اذکار کا التزام کرے نیز مختلف عوارض اور اسباب کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ اور مناسب یہی ہے کہ تمام اوقات اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دوام کرے، کیونکہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے سے عمل کرنے والا آرام کرتے ہوئے بھی سبقت لے جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے، بھلائی پر مددگار ہے اور زبان کو گندی باتوں سے باز رکھتا ہے۔ (تفسیر سعدی 3/2154,2155)

(5) اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے، اپنے پہلوؤں پر، رات دن، خشکی تری میں، سفر وحضر میں، مال داری اور فقیری میں، صحت اور بیماری میں، اعلانیہ اور چھپے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ (فتح القدیر: 4/361، روح المعانی: 12/60)

(6) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو کبھی نہ بھلاؤ۔ (تفسیر الثعلبی: 4/350)

(7) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول ﷺ اللہ کی یاد ہر وقت کرتے تھے۔ (مسلم: 826)

(8) سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اللہ کے رسول! اسلام کے احکام وقوانین تو میرے لیے بہت ہیں، کچھ تھوڑی سی چیزیں مجھے بتا دیجیے جن پر میں (مضبوطی) سے جما رہوں، آپ نے فرمایا: ''تمہاری زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے تر

رہے۔" (ترمذی:3375)

(9) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ جیسی ہے۔" (بخاری:6407)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ مکہ کی راہ میں جا رہے تھے، آپ ﷺ ایک پہاڑ پر گزرے جس کو 'جمدان' (بضم جیم وسکون میم) کہتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "چلو یہ 'جمدان' ہے آگے بڑھ گئے 'مفرد'۔ لوگوں نے عرض کیا: 'مفرد' کون ہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: "جو مرد اللہ تعالیٰ کی یاد بہت کرتے ہیں اور جو عورتیں اللہ تعالیٰ کی یاد بہت کرتی ہیں۔" (مسلم:6808)

(11) سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر، تمہارے مالک (یعنی اللہ تعالیٰ) کو سب سے زیادہ پسند، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا، تمہارے لیے سونا اور چاندی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بہتر اور اس بات سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن کا مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (وہ عمل) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (ابن ماجہ:3790)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں تو وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت وافسوس کا باعث بنے گی۔ (مسند احمد:7112)

سوال 2: ذکر الٰہی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ذکر الٰہی اللہ تعالیٰ کی یاد کو کہتے ہیں یہ یاد بندے کے دل کو رب سے جوڑ دیتی ہے چاہے وہ زبان سے ذکر نہ بھی کرے۔

سوال 3: جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تو اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: انسان اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تو اس کا دل غافل ہو جاتا ہے۔ وہ دل خالی ہو جاتا ہے وہ حیران و پریشان ہو جاتا ہے پھر ایسا انسان لاپرواہ ہو جاتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اس کا دل پرسکون ہو جاتا ہے اُس کا خالی دل بھر جاتا ہے اُسے زندگی کا سیدھا راستہ معلوم ہو جاتا ہے۔

سوال 5: قرآن مجید میں ذکر الٰہی پر بہت زیادہ زور کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: قرآن مجید انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مربوط کرنا چاہتا ہے اسی لیے مصروفیت میں بھی ذکر الٰہی سے غافل رہنے سے بچاتا

ہے۔اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان اپنے مصروف ترین اوقات وحالات میں بھی رب سے جڑا رہے اس لیے ذکر الٰہی پر اتنا زیادہ زور دیا گیا ہے۔

﴿وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

''اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو'' (42)

سوال 1:﴿وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو'' صبح شام کی تسبیح کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو'' یعنی سبحان اللہ وبحمدہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ (الیسر التفاسیر:1216)

(2) کیونکہ صبح اور شام دونوں فضیلت کے حامل اوقات ہیں اور ان میں عمل کرنا بھی نہایت سہل ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2155/3)

(3) صبح وشام یعنی فجر اور عصر کی نمازوں کے اوقات تسبیح کے ہیں جن میں فرشتے جمع ہوتے ہیں رات کے فرشتے عصر کے وقت آتے ہیں اور دن کے فرشتے اس وقت جانے کی تیاری میں ہوتے ہیں۔رات کے فرشتے فجر کے وقت جانے کی تیاری میں ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں۔

(4) ذکر میں نمازیں، قرأت قرآن، مجالس علم، تسبیح، تحلیل، تحمید، تکبیر، استغفار، اور نبی ﷺ پر درود دعا، اطاعت کے سارے کام، عبادات وغیرہ آجاتے ہیں۔سب سے پہلی چیز فرائض کو قائم کرنا پھر سنت رسول ﷺ پر مداومت اختیار کرنی ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو۔'' (الروم:17)﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور جنہوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔'' (غافر:7)

سوال 2: صبح وشام تسبیح کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب:(1) صبح وشام کے اوقات میں انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوتا ہے اس لیے اس دل کی تسلی کے لیے حکم دیا گیا۔

(2) صبح وشام کے اوقات انسان کو یاد دلاتے ہیں کہ ہر چیز زوال پذیر ہے سوائے اللہ کی ذات کے اس موقع پر تسبیح سے انسان کو یقین کی پختگی نصیب ہوتی ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا﴾

وہی ہے جو تم پر صلوۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں اور وہ مومنوں پر ہمیشہ سے نہایت رحم والا ہے'' (43)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا﴾ ''وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں اور وہ مومنوں پر ہمیشہ سے نہایت رحم والا ہے'' ذکر اللہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی یاد کرتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ﴾ وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی'' یعنی ایمان والو تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت اور استغفار کرتے ہیں۔

(2) ﴿اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (۷) رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (۸) وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۹)﴾ ''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور جنہوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ اے ہمارے رب! اور انہیں ہمیشہ کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیک ہیں۔ یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور اُن کو بُرائیوں سے بچا لے اور جس کو تُو نے اُس دن بُرائیوں سے بچا لیا تو یقیناً اُس پر تُو نے رحم کیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (المؤمن: 7-9)

(3) ﴿لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں'' یعنی وہ تمہیں کفر اور نافرمانیوں کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور اطاعت کے نور میں لے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا ہی تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کا سبب بنی ہے۔

(4) ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا﴾ ''اور وہ مومنوں پر ہمیشہ سے نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ مومنوں پر مہربان ہے۔ اس کی رحمت کی نشانی ہدایت کی توفیق ہے۔ اس نے تمہیں سیدھا راستہ دکھایا جب کہ لوگ بھٹک گئے۔ آخرت میں بھی وہ مومنوں پر مہربان ہوگا۔ اس دن کی گھبراہٹ سے وہ امن میں رکھے گا۔

(5) فرشتوں کو وہ یہ حکم دے گا کہ جہنم سے نجات اور جنت کی کامیابی کی بشارت لے کر جاؤ اور ان کا استقبال کرو۔ یہ اس کی محبت، شفقت اور عنایت اور مہربانی کی علامت ہی تو ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1592)

سوال 2: اللہ تعالیٰ مومنوں پر کیوں رحمتیں نازل کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ مومنوں پر مہربان ہیں وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانا چاہتے ہیں اس لیے رحمتیں نازل کرتے ہیں۔

سوال 3: ملائکہ دُعائے رحمت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ملائکہ ایمان والوں کے دوست ہوتے ہیں انہیں یاد کرتے ہیں ان کے بلند مقام و مرتبے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتے ہیں کہ وہ مومنوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔

سوال 4: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نور کیا ہے؟

جواب: دنیا میں اللہ کا نور اللہ کا دیا ہوا علم ہے جو انسان کو اس کی زندگی کے بارے میں راہ نمائی دیتا ہے۔ اس دنیا میں اللہ کے دیئے ہوئے علم کے ماسوا جتنے افکار و خیالات ہیں سب ظلمات یعنی تاریکیاں ہیں۔

سوال 5: انسان کے دل اور اس کی زندگی کی تاریکیاں کیسے دور ہو سکتی ہیں؟

جواب: دلوں اور زندگی کی تاریکی دل کے اندر روشنی پھوٹ پڑنے کی وجہ سے دور ہو سکتی ہے۔ یہ تاریکی اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دُعاؤں سے دور ہو جاتی ہے۔

﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾

''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے'' (44)

سوال: ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾ ''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔'' اللہ تعالیٰ مومنوں کو سلام کرے گا اور باعزت اجر دے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ﴾ ''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہوگی'' ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مومنوں کو اللہ جل ثناؤ قیامت کے دن جنت میں سلام کریں گے۔ (جامع البیان: 22/20,21)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ''رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔'' (یٰس: 58)

(3) اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس دن مومن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے اس دن وہ خود انہیں سلام کرے گا۔

(4) جنت میں مومنوں کی زبان سے سبحان اللہ نکلے گا اور ان کی باہمی دعا اسلام علیکم ہوگی اور آخری بات الحمد اللہ رب العٰلمین ہوگی۔

(5) ﴿ وَاَعَدَّلَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔'' رب العزت نے جنت میں ان کے لئے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے یعنی جنت کی نعمتیں، کھانے پینے کے خوب صورت انتظامات حسین لباس، سحر انگیز محلات اور باغات، حور و غلمان اور لذت آفرین نعمتیں اور خوب صورت اور دلکش نظارے جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا نہ کسی کے تصور میں آیا، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾

''اے نبی! یقیناہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''(45)

سوال: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اے نبی! یقیناہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' نبی ﷺ کی صفات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رسالت کے لئے جن صفات کی ضرورت ہے نبی ﷺ کو رب العزت نے وہ صفات عطا فرمائیں۔ وہ پانچ صفات ہیں شاہد، مبشر، نذیر، داعیا الی اللہ، سراج منیر۔

(2) عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے کہا کہ نبی ﷺ کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں انہی کے بعض اوصاف آپ کے تواراۃ میں بھی ہیں، تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا، ڈرانے والا امتیوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے، تو میرا بندہ اور رسول ہے، میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے۔ نہ بازاروں میں شور مچانے والا، وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف فرماتا ہے اسے اللہ تعالیٰ قبض نہیں کرے گا جب تک لوگوں کے ٹیڑھا کر دیئے ہوئے دین کو اس ذات سے بالکل سیدھا نہ کر دے اور وہ لا الہ الا اللہ کے قائل نہ ہو جائیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے والے بن جائیں اور اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں۔ (ابن کثیر:257) (ابن ابی حاتم، بخاری، مسند احمد)

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ ''اے نبی!'' رب العزت نے نبی ﷺ کی تکریم کے لئے آپ ﷺ کو اے نبی! کہہ کر پکارا ہے۔

(4) ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾ ''یقیناہم نے آپ کو گواہی دینے والا'' شاہد نبی ﷺ کی صفت ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کو شاہد یعنی قیامت کے دن آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور لوگوں کے اعمال پر گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی آپ کا اپنی امت کے اچھے اور برے اعمال پر گواہ ہونا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔'' (البقرۃ:143)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے؟'' (النساء:41)

(6) شاہد کے لفظ کو غلط معنی بھی پہنائے گئے ہیں ''شاہد'' کا ترجمہ حاضر و ناظر کیا گیا یہ قرآن مجید کی معنوی تحریف ہے۔ یہ عقیدہ قرآن مجید کے بنیادی موضوع اور حق کے خلاف ہے۔

(7) ﴿وَمُبَشِّرًا﴾ ''خوش خبری دینے والا'' مبشر نبی ﷺ کی صفت ہے۔ آپ ﷺ ایمان والوں کو آخرت میں اجر کی، ثواب کی خوش خبری سناتے ہیں۔ آپ ﷺ مومنوں کو بشارت دینے کے لئے مبعوث کیے گئے، کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے اور وہ تمام امتوں سے بہتر ہیں۔ (8) ﴿الْمُبَشِّرُ﴾ ''جس کو خوش خبری دی گئی ہو'' سے مراد اہل ایمان اور اہل تقویٰ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع اور معاصی کو ترک کیا ہے۔ ان کے لیے دنیا ہی میں ہر قسم کے دینی اور دنیاوی ثواب کی بشارت ہے جو ایمان اور تقویٰ پر مترتب ہوتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ یہ سب کچھ اعمال کی تفاصیل تقویٰ کے خصائل اور ثواب کی اقسام کے ذکر کو مستلزم ہے۔ (تفسیر سعدی: 2156,2157/3)

(9) ﴿وَّنَذِيرًا﴾ اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' نذیر نبی ﷺ کی صفت ہے۔ آپ ﷺ کو اس لئے بھیجا گیا کہ آپ ﷺ کافروں کو بڑے عذاب کی وعید اور آپ ﷺ ہر اس شخص کو ڈرانے کے لئے، تنبیہ کرنے کے لئے بھیجے گئے جو اعراض کرتا ہے اور ایمان نہیں لاتا اور خیر کا کوئی کام نہیں کرتا آپ ﷺ انہیں ڈراتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو وہ عذاب دے گا۔

(10) (الْمُنْذِرُ) سے مراد مجرم، ظالم اور جاہل لوگ ہیں، جن کے لیے اس دنیا میں دینی اور دنیاوی عقوبات کے ذریعے سے ڈرانا ہے جو ظلم اور جہالت پر مترتب ہوتی ہیں اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والا دردناک عذاب ہوگا۔ (تفسیر سعدی: 2156/3)

سوال 5: رسول اللہ ﷺ کس کی گواہی دیں گے؟

جواب: (1) آپ اپنی اُمت کی گواہی دیں گے ایمان لانے والوں، جھٹلانے والوں دونوں کی گواہی دیں گے۔

(2) رسول اللہ ﷺ دیگر انبیاء کی بھی گواہی دیں گے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا یہ گواہی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق ہوگی۔

سوال 10: رسول اللہ ﷺ کن لوگوں کو ڈرانے والے ہیں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ غافل اور بے پرواہ لوگوں کو بُرے انجام سے ڈرانے والے ہیں کہ بُرے اعمال کے نتیجے میں اللہ کا عذاب ہے۔ (2) رسول اللہ ﷺ غافل لوگوں کو تنبیہ کرنے کے لیے ڈرانے والے ہیں تاکہ بُرے انجام کو دیکھتے ہوئے بُرے اعمال سے بچ جائیں اور اگر بُرے اعمال کو لوگ نہ چھوڑنا چاہیں تو اُن پر حجت تمام ہو جائے۔

﴿وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے'' (46)

سوال 1: ﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔'' نبی ﷺ پوری دنیا کی مشترک میراث ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا'' نبی ﷺ کی صفت داعیا الی اللہ ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس لیے مبعوث فرمایا تاکہ آپ مخلوق کو ان کے رب کی طرف دعوت دیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے اکرام وتکریم کا شوق پیدا کریں اور ان کو اس کی عبادت کا حکم دیں جس کے لیے ان کو تخلیق کیا گیا ہے۔ یہ چیز ان امور پر استقامت کا تقاضا کرتی ہے جن کی دعوت دی گئی ہے اور یہ چیز ان کے اپنے رب کی، اس کی صفات مقدسہ کے ذریعے سے معرفت اور جو صفات اس کے جلال کے لائق نہیں ان صفات سے اس کی ذات مقدس کی تنزیہ جیسے امور کی تفاصیل کا تذکرہ ہے جن کی طرف انھیں دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عبودیت کی مختلف انواع، قریب ترین راستے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، ہر حق دار کو اس کا حق عطا کرنے کا ذکر کیا ہے، نیز اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ دعوت الی اللہ اپنے نفس کی تعظیم کے لیے نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جیسا کہ اس مقام پر بہت سے نفوس کو کبھی کبھی یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2157,2156/3)

(3) ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور اُن سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو یقینا آپ کا رب اُن کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ (النحل: 125) آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلغوا عني ولو آية: مجھ سے پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو'' یہ آپ ﷺ کی طرف سے علم اور تربیت کی اجازت ہے۔ یہ وہ ادب ہے جس کی وارث یہ امت ہے۔

(4) ﴿وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ ''اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے'' نبی ﷺ کی صفت سراج منیر ہے یعنی جو بھی کامیابی کے راستے کی ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ آپ ﷺ سے راہ نمائی حاصل کر سکتا ہے جیسے سورج کی روشنی سے سب استفادہ کرتے ہیں ایسے ہی نبی ﷺ کی روشن شخصیت پوری دنیا کی مشترک میراث ہے۔

(5) یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ تمام مخلوق بہت بڑی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی جہاں روشنی کی کوئی کرن نہ تھی جس سے راہنما حاصل کی جا سکتی، نہ کوئی علم تھا کہ اس جہالت میں کوئی دلیل مل سکتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کا پردہ چاک کر دیا، آپ ﷺ کے ذریعے سے جہالتوں کے اندھیروں میں علم کی روشنی پھیلائی اور آپ ﷺ کے ذریعے سے گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔ پس اہل استقامت کے لیے راستہ واضح ہو گیا اور وہ اس راہنما ء کے پیچھے چل

پڑے۔انھوں نے اس کے ذریعے سے خیروشر،اہل سعادت اوراہل شقاوت کو پہچان لیا۔انھوں نے اپنے رب کی معرفت کے لیے اس سے روشنی حاصل کی اورانھوں نے اپنے رب کواس کے اوصاف حمیدہ،افعال سدیدہ اوراحکام رشیدہ کے ذریعے سے پہچان لیا۔(تفسیر سعدی:2157/3)

(6)اس مادی دنیایا کائنات میں اللہ تعالیٰ نے سورج کوسراج (چراغ) کا نام دیا جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ چاند اور ستارے بالواسطہ اسی سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور روحانی دنیامیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کوسراج منیر (چمکتا ہوا چراغ) کا لقب عطا فرمایا۔ گویا نبوت کے آفتاب آپ ﷺ ہیں آپ ﷺ کے طلوع ہونے کے بعداب کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی۔اب ہرانسان کواپنے شعبہ زندگی کے لئے ہدایت اسی آفتاب نبوت وہدایت سے حاصل کرنا ہوگی۔(تفسیر تیسیر القرآن:596/3)

سوال2:رسول اللہ ﷺ کا مشن کیا ہے؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کا مشن اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے انسانوں کواُن کے رب سے جوڑنا ہے انہیں مقصد زندگی کا شعور دلانا ہے انہیں بُرے انجام سے بچانا ہے اُنہیں ایسے اعمال کی ضرورت کا احساس دلانا ہے جو جنت جانے کے لیے ناگزیر ہیں انہیں بھلائی کے راستے پر چلنا سکھانا ہے

سوال3:داعی الی اللہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

جواب:(1)داعی الی اللہ کی ذمہ داری رب کی طرف بلانا ہے۔(2)داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کا پیغام صاف صاف پہنچادے۔

(2)داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کورب کا اُس کی عظمتوں،قوتوں،قدرتوں اور اختیارات کا شعور دے۔

(3)داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو کتاب اللہ سے جوڑنے کی کوشش کرے تاکہ لوگ اس کتاب کو پڑھیں،سمجھیں اس کے مطابق عمل کریں اور کتاب کودوسروں تک پہنچانے کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل ہوجائیں۔

(4)داعی الی اللہ کا کام ہے کہ لوگوں کوتعصب سے نکالے۔

(5)داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ صبر وتحمل سے کام لے اورانسانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔

(6)داعی الی اللہ کوانسانوں کے لیے خیرخواہ رہنا چاہیے۔

(7)داعی الی اللہ کوآخرت کی فکر دلانی چاہیے تاکہ لوگ آخرت کے لیے عمل کرنے کے قابل ہوسکیں۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾

''اورآپ مومنوں کوخوش خبری دے دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے''(47)

سوال:﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾''اورآپ مومنوں کوخوش خبری دے دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی

جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے'' مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیں'' یعنی ایمان کی بنیاد پر ایمان والوں کو خوش خبری دی گئی ہے۔ ایمان کے ساتھ عمل صالح لازم وملزوم ہیں یہ کہ وہ تمام امتوں سے بہتر ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

(2)﴿بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾ ''کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان امور کا بھی ذکر کیا جن کی خوش خبری دی گئی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اور جلیل القدر فضل، جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا مثلاً اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت، ہدایت قلوب، گناہوں کی بخشش، تکلیفوں کا دور ہونا، رزق کی کثرت اور ارزانی، خوش کن نعمتوں کا حصول، اپنے رب کی رضا اور اس کے ثواب کے حصول میں کامیابی اور اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے نجات۔ اور وہ امور ہیں جن کے ذکر سے عمل کرنے والوں کو نشاط حاصل ہوتا ہے، جن سے وہ صراط مستقیم پر گامزن ہونے میں مدد لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ جیسا کہ یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ ترہیب کے مقام پر عقوبتوں کا ذکر کرتا ہے جو ان افعال پر مترتب ہوتی ہیں جن سے ڈرایا گیا ہے تاکہ یہ ترہیب ان امور سے باز رہنے میں مدد دے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ (تفسیر السعدی: 2157/3)

(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ میرا کام ایک قیراط پر صبح سے دوپہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے صبح سے دوپہر تک کام کیا پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر کون میرا کام کرے گا، چنانچہ پھر یہ کام نصاریٰ نے کیا، پھر اس شخص نے کہا کہ عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا اور تم امت محمد یہ ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ درجہ حاصل ہوا اس پر یہود و نصاریٰ نے برا مانا، اور وہ کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ملے، پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارا حق تمہیں پورا نہیں ملا؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو پورا مل گیا اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔'' (بخاری: 2268)

﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' (48)

سوال 1: ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں'' یعنی کافر اور منافق رب کے حکم کے مخالف جو بات کریں آپ وہ نہ مانیں۔

(2) کافر اور منافق اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنے والوں کا راستہ روکنے کے لئے ہر دم تیار رہتے ہیں۔ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو ان کے برے منصوبوں سے آگاہ کیا ہے اور ان کی اطاعت کرنے سے روکا ہے۔

(3) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان انہیں اذیت دینے لگ جائیں حکم صرف یہ ہے کہ اطاعت نہیں کرنی۔

(4)﴿وَدَعْ اَذٰىهُمْ﴾ ''اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں'' یعنی ان کو اذیت دینی چھوڑ دیں اور اس پر صبر کریں یہاں تک کہ آپ ﷺ کا رب آپ کو حکم دے۔

(5) یعنی ان کی اذیتوں کو درگزر کر دیں کیونکہ یہی چیز ان کو قبولِ اسلام کی طرف لے آئے گی۔

(6)﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں'' اپنے سارے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔ اپنے کام کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں وہ آپ کے لئے کافی ہے۔

(7)﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے جو اس پر دنیا و آخرت کے معاملات میں توکل کرتا ہے (صفوۃ التفاسیر: 2/487)

(8) وکیل کسی کام کی نگرانی کرنے والے، کسی کام کے لئے کھڑے ہونے والے کہتے ہیں۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کافروں اور منافقوں کے بارے میں کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کو کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنے کی ہدایت دی گئی جیسا کہ سورۃ کے آغاز میں دی گئی تھی تاکہ آپ ﷺ اُن کا دباؤ قبول نہ کریں۔

(2) رسول اللہ ﷺ کو کافروں اور منافقوں کی اذیت کی پرواہ نہ کرنے کی ہدایت کی گئی۔

(3) رسول اللہ ﷺ کو اُن پر اعتماد کرنے سے روکا گیا اور حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔

سوال 3: وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ توکل کے لیے کافی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی قابل اعتماد ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ کو اپنے معاشرے کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات قبول کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا گہرا شعور دے کر آپ ﷺ کو مشن کی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے تیار کیا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ

عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں اس سے پہلے ہی طلاق دے دو کہ تم اُنہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو، چنانچہ اُنہیں کچھ سروسامان دے دو اور انہیں رخصت کردو، اچھے انداز سے رخصت کرنا'' (49)

سوال: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں اس سے پہلے ہی طلاق دے دو کہ تم اُنہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو، چنانچہ اُنہیں کچھ سروسامان دے دو اور انہیں رخصت کردو، اچھے انداز سے رخصت کرنا'' صحبت سے پہلے طلاق پر عدت نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی تصدیق کی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1217)

(2)﴿اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ ''جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں اس سے پہلے ہی طلاق دے دو کہ تم اُنہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو'' اللہ رب العزت نے مومنوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ جب وہ مومن عورتوں سے نکاح کریں اور چھوئے بغیر طلاق دے دیں تو اس صورت میں طلاق یافتہ عورتوں پر کوئی عدت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ متاع دے دلا کر رخصت کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ان کی دل شکنی کا ازالہ ہو جائے۔

(3)﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ (۲۳۶) وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲۳۷)﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو کہ تم نے ابھی انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو یا اُن کا مہر تک مقرر نہ کیا ہو اور اُن کو کچھ سامان دے دو، خوشحال پر اس کی کشائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے ساز وسامان دینا ہے نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔ اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ان کے لیے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا اس کا نصف (لازم) ہے مگر یہ کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ مرد معاف کر دے

جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کردو اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو یقیناً تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (البقرہ:236,237)

(4) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحبت سے پہلے طلاق دینا جائز ہے اور یہ کہ نکاح کے بغیر نہیں ہوتی۔ ''لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ : نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں۔'' (صحیح سنن ابن ماجہ البانی)

(5) ﴿فَمَتِّعُوْهُنَّ﴾ ''چنانچہ انہیں کچھ سروسامان دے دو'' اس آیت کریم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چھونے سے پہلے طلاق دے دی جائے تو شوہر کو اس کی حیثیت کے مطابق متاع دینا واجب ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔ اگر مہر مقرر کیا گیا ہو تو چھونے سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں بیوی کو نصف مہر دینا ہوگا۔ ایسی صورت میں ''مہر متاع'' کے لیے بھی کفایت کرتا ہے۔

(6) ﴿وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ ''اور انہیں رخصت کردو، اچھے انداز سے رخصت کرنا'' یعنی نہایت اچھے طریقے سے طلاق دیں اور اچھے طریقے سے رخصت کریں۔

سوال 4: چھونے یا ہاتھ لگانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: چھونا یا ہاتھ لگانا عقد اور جماع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے یہاں عقد کے معنوں میں ہے۔

سوال 6: جن عورتوں کو رخصتی سے قبل طلاق دی جارہی ہو اُن کا متعہ کتنا ہے؟

جواب: اگر ایسی عورتوں کا مہر مقرر کیا گیا ہو تو نصف مہر ہے ورنہ جتنی توفیق ہو کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

سوال 7: بھلے طریقے سے رخصت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ عزت واحترام سے رخصت کرو۔ (2) کسی قسم کی تکلیف دیئے بغیر الزام تراشی کے بغیر رخصت کرو۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ پر آپ کی وہ بیویاں حلال کردیں جن کے مہر آپ ادا کرچکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہے اُن میں سے جو اللہ تعالیٰ آپ پر لوٹا کر لایا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومن عورت

کہ اگر اپنا آپ نبی کے لیے ہبہ کردے اور اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرلے۔ دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً
آپ کے لیے ہے، یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو اُن پر فرض کیا ہے
تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (50)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۖ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ پر آپ کی وہ بیویاں حلال کردیں جن کے مہر آپ ادا کرچکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہے اُن میں سے جو اللہ تعالیٰ آپ پر لوٹا کر لایا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی کے لیے ہبہ کردے اور اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرلے۔ دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے، یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو اُن پر فرض کیا ہے تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' نبی ﷺ کے لیے حلال عورتوں کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ پر آپ کی وہ بیویاں حلال کردیں جن کے مہر آپ ادا کرچکے ہیں'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ پر واضح فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے لیے وہ عورتیں ہم نے حلال کردیں ہیں جن کے مہر آپ ﷺ ادا کرچکے ہیں۔

(2) اجر سے مراد مہر ہے۔ آپ ﷺ کی تمام عورتوں کے مہر پانچ پانچ درہم تھے سوائے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے جن کا مہر 400 دینار تھا جو نجاشی نے ادا کردیا تھا جو حبشہ کا بادشاہ تھا۔

(3) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح بغیر مہر کے ہوا تھا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا تھا۔ یہ ان امور میں ہے جو نبی ﷺ اور اہل ایمان میں مشترک ہے اہل ایمان کے لیے بھی وہی بیویاں حلال ہیں جن کے مہر انہوں نے ادا کردیئے ہیں۔

(4) ﴿وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ﴾ ''اور وہ عورتیں بھی جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہے اُن میں سے جو اللہ تعالیٰ آپ پر لوٹا کر لایا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں سے جو لونڈیاں آپ کو دیں غلام ہوں یا آزاد، ان کے شوہر ہوں یا نہ ہوں وہ بھی حلال

ہیں۔ دولونڈیوں سے آپ ﷺ نے آزاد کر کے نکاح کیا تھا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی کو آپ ﷺ نے خیبر کے قیدیوں میں سے چنا تھا پھران کی آزادی کو ان کا مہر بنا دیا تھا۔اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کی کتابت کی رقم سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا۔

(5) آپ ﷺ کے پاس سیدہ ریحانہ بنت شمعون اور سیدہ ماریہ قبطیہ لونڈیوں میں سے تھیں۔ یہ دونوں لونڈیاں ہی رہیں۔

(6) یہ معاملہ بھی ایمان والوں میں اور نبی ﷺ میں مشترک ہے۔

سوال 2:﴿وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ ''اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔''

نبی ﷺ کے لیے مباح عورتوں کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

(1)﴿وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ﴾ ''اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں'' اس میں قریب اور دور کے چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ بھی، سب شامل ہیں۔ (سعدی:2161/3)

(2)﴿الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ ''انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے'' یعنی جن عورتوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہے سو جن عورتوں نے ہجرت نہیں کی وہ آپ ﷺ کے لیے حلال نہیں ہیں۔(3) یہ قید نبی ﷺ کے لیے ہے اہل ایمان کے لیے نہیں۔

سوال 3:﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی کے لیے ہبہ کر دے اور اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کر لے۔ دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے۔'' نبی ﷺ کے علاوہ شوہر بلا مہر کے حرام ہیں۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ﴾ ''اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی ﷺ کے لیے ہبہ کر دے'' یعنی جو مسلمان عورت خود کو آپ ﷺ کے لیے بلا مہر کے ہبہ کر دے۔

(2)﴿ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا﴾ ''اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کر لے'' یعنی اگر نبی ﷺ نکاح کرنا چاہیں۔ آپ ﷺ کے ارادے اور رغبت پر منحصر ہے۔(3) اس میں دو شرائط ہیں ایک تو یہ کہ وہ عورت خود کو ہبہ کرے اور آپ ﷺ بھی نکاح کرنا چاہتے ہوں۔(4)﴿خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے'' ہبہ کرنے والی عورت خاص طور پر آپ ﷺ کے لئے جائز ہے۔ کسی اور مسلمان کے لئے نہیں ہے۔

(5) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میں اپنا نفس (آپ کے لیے) ہبہ کرتی ہوں۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہی تو ایک صحابی نے کہا، یا رسول اللہ! اگر آپ اس سے نکاح کا ارادہ نہیں رکھتے تو اسے میرے نکاح میں دے

دیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس میرے تہ بند کے سوا اور کچھ نہیں۔آپ نے فرمایا: یہ اگر تم اسے دے دو گے تو خود بند کے بغیر رہ جاؤ گے، سو کچھ اور تلاش کرو۔اس نے کہا، میں اور کچھ نہیں پاتا۔آپ نے فرمایا: تلاش تو کرو، اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔انہوں نے ہر چند کوشش کی، لیکن کچھ بھی نہ پایا۔آپ نے فرمایا: کیا قرآن کی کچھ سورتیں تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا ہاں! فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔آپ نے فرمایا: بس تو انہی سورتوں پر میں نے اسے تمہارے نکاح میں دیا۔(بخاری:5135)

سوال4: رسول اللہ ﷺ کے لیے وہ خاص احکامات کون سے ہیں جو مومنوں کے لیے نہیں؟

جواب: (1) چار سے زیادہ عورتیں کوئی بھی بیک وقت نکاح میں نہیں رکھ سکتا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

(2) نکاح کے لیے ولی، گواہ اور حق مہر ضروری ہیں ان کے بغیر نکاح صرف نبی ﷺ کی خصوصیت تھی۔

سوال5: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو اُن پر فرض کیا ہے تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' رب العزت نے تمہاری بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں تنگی کو کیسے ختم کیا وضاحت دیں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ﴾ ''یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو اُن پر فرض کیا ہے تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو۔'' رب العزت نے اہل ایمان پر واضح فرمایا ہے کہ اہل ایمان پر بیویوں اور لونڈیوں کی قلت وحرمت کے بارے میں ہم نے آگاہ کر دیا ہے کہ ان کے لیے کیا حلال ہے اور کیا نہیں؟۔بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ان کے فرائض سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔

(2) جو احکامات صرف نبی ﷺ کے لیے خاص ہیں اور جو مومنوں کے لئے مباح ہیں۔

(3) ﴿لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ﴾ ''تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو۔'' آپ کو جو وسعت دی گئی، دوسروں کو نہیں۔آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔

(4) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایمان والوں کی نصرت کرنے والا اور ہمیشہ سے رحم کرنے والا ہے۔

﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى

اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴾

''آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے، یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کریں اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو بھی آپ اُن سب کو دیں اور جو بھی تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے'' (51)

سوال 1: ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ کی وضاحت کریں؟ ''آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔'' نبی ﷺ پر باری مقرر کرنا واجب نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) نبی ﷺ کو رب العزت نے اس بات کی اجازت دی کہ باریوں کی تقسیم ترک کر سکتے ہیں۔ اگر اس کے باوجود باریاں مقرر کریں تو آپ ﷺ کی ان ازواج پر نوازش ہے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ازواج میں ہر چیز تقسیم کر رکھی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اے اللہ تعالیٰ! یہ میری تقسیم ہے ہے جو میرے بس میں ہے اور جو میرے بس میں نہیں اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔'' (ابوداؤد: 2134)

(2) یہاں رب العزت نے فرمایا: ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ﴾ ''آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں'' آپ ﷺ اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں۔ نہ اپنے پاس بلائیں اور نہ رات بسر کریں۔

(3) ﴿وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں'' یعنی جس کو چاہیں اپنے پاس بلائیں اور رات بسر کریں۔

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی جو اپنا نفس رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیتی تھیں اور مجھے بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں (خود ہی) اپنا نفس ہبہ کرتی ہیں؟ جب یہ آیت اتری: ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس ٹھکانہ دیں۔ اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو میں نے کہا (اے اللہ کے رسول!) اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔ (بخاری: 4788) (الاحزاب: 51)

سوال 2: ﴿وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ ''اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی باری مقرر کرنا نبی ﷺ پر واجب نہیں، آیت کی

روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ﴾ ''اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا'' اگرچہ باری مقرر کرنا آپ ﷺ پر واجب نہیں، اس کے باوجود آپ جس کو چاہو اپنے پاس بلا لو ان میں سے جن کو آپ نے الگ کیا تھا۔

(2)﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے'' یعنی آپ ﷺ کے لیے کوئی گناہ نہیں، کوئی حرج نہیں۔

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے اس آیت کے نازل بعد بھی کہ ان میں سے آپ جس کو چاہیں اپنے آپ سے دور رکھیں اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کر لیں جب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں اگر ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے کسی کی باری میں سے کسی دوسرے کے پاس جانا چاہتے تھے تو جن کی باری ہوتی ان سے اجازت لیتے تھے میں نے اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ایسی صورت میں آپ نبی ﷺ سے کیا کہتی ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں تو یہ عرض کر دیتی تھی کہ یا رسول اللہ! اگر یہ اجازت مجھ سے لے رہے ہیں تو میں اپنی باری دوسرے پر ایثار نہیں کر سکتی ۔ (بخاری:4789)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپ نے دوسری بیویوں سے بیماری میں میرے گھر رہنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت دے دی۔ (بخاری:2588)

سوال 3: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے باوجود ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے کیسا سلوک روا رکھا تھا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے اختیار ملنے کے باوجود ازواج کی باریاں ختم نہیں کی تھیں۔

(2) سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی تھی۔

(3) مرض وفات میں آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی اجازت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آخری دن گزارے۔

(4) آپ ﷺ نے خصوصی اختیار استعمال کرنے کی بجائے اپنی بیویوں کی آنکھیں ٹھنڈی رکھنے کے لیے اُن سے عدل کیا، حسن سلوک کیا، اُن کی دل جوئی کا اہتمام کیا۔

سوال 4: ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾ ''یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کریں اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو بھی آپ اُن سب کو دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى﴾ ''یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ'' یعنی جب ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو معلوم ہو جائے گا کہ تقسیم یا باریاں مقرر کرنا آپ ﷺ پر واجب نہیں ہے، پھر بھی آپ مساویانہ سلوک کر رہے ہیں تو اس حسن سلوک سے امید ہے۔

(2)﴿اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ﴾ ''اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں'' یعنی وہ خوش اور مطمئن ہو جائیں گی۔

(3)﴿وَلَا يَحْزَنَّ﴾ ''اور وہ غم نہ کریں'' اور وہ غم نہیں کریں گی۔

(4)﴿وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾ ''اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو بھی آپ اُن سب کو دیں'' یعنی آپ ﷺ کے عدل وانصاف پر آپ ﷺ کا احسان مانیں گی اور جو کچھ آپ انہیں دیں گے اس پر وہ خوش ہو جائیں گی۔

سوال4:﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا﴾ ''اور جو بھی تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے'' اللہ تعالیٰ دلوں کے حال جانتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''اور جو بھی تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ وہ دلوں کے حالات اور ان کے رجحانات سے خوب واقف ہے۔ تمہاری دلی محبت کو وہ خوب جانتا ہے۔

(2) حقوق واجبہ ومستحبہ کی ادائیگی اور حقوق میں مزاحمت کے وقت دلوں میں جو خیال گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ اس لیے اے اللہ کے رسول! آپ کے لیے یہ وسعت مشروع کی گئی ہے تاکہ آپ کی ازواج کا دل مطمئن رہے۔ (تفسیر سعدی:2163/3)

(3)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے معاملے میں انتہائی بردبار ہے۔

(4) یہ اس کا علم ہے کہ اس نے تمہارے لیے وہ چیز مشروع کی ہے جو تمہارے معاملات کے لیے درست اور تمہارے اجر میں اضافہ کرنے کی باعث ہیں اور یہ اس کا حلم ہے کہ تم سے جو کوتاہیاں صادر ہوئیں اور تمہارے دلوں نے جس برائی پر اصرار کیا، اس نے اس پر تمہاری گرفت نہیں فرمائی۔ (تفسیر سعدی:2163/3)

سوال5: رسول اللہ کے ایک سے زائد نکاح میں کیا حکمتیں ہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زائد نکاح کی حکمتیں:

(i) رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زائد نکاح شخصی ضروریات سے آگے بڑھ کر ہیں۔

(ii) آپ ﷺ کے نکاح تبلیغی اور تعلیمی ضروریات کے لیے تھے۔

(iii) آپ ﷺ کے نکاح اصلاح معاشرہ کے لیے تھے۔ (iv) آپ ﷺ کے نکاح جاہلانہ رسومات کو ختم کرنے کے لیے بھی تھے۔

(v) آپ ﷺ کے نکاح قبائلی عداوتوں اور تعصّبات کو ختم کرنے کے لیے بھی تھے۔ (vi) حقیقت یہ ہے کہ ایک جاہل قوم کو مہذب بنانے کے لیے مردوں کے ساتھ عورتوں کی تربیت کی ضرورت تھی اس کے لیے مخلوط تعلیم کا طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے مختلف عمر کی خواتین سے آپ ﷺ کے نکاح کیے گئے۔

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۭ

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴾

''اس کے بعد اور عورتیں آپ پر حلال نہیں اور نہ ہی آپ اُن کی جگہ دوسری بیویاں لا سکتے ہیں اگرچہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے سوائے اُن کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے'' (52)

سوال: ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾ ''اس کے بعد اور عورتیں آپ پر حلال نہیں اور نہ ہی آپ اُن کی جگہ دوسری بیویاں لا سکتے ہیں اگرچہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے سوائے اُن کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے'' نبی ﷺ پر ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو چھوڑ کر کسی اور عورت سے نکاح کرنے کو حلال نہیں رکھا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی قدر دانی کی ہے۔ انہیں دنیا و آخرت میں نبی ﷺ کے لئے منتخب فرمایا اب ان پر انحصار کرنے کا حکم دیا۔ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو چھوڑ کر کسی اور عورت سے نکاح کرنے کو نبی ﷺ کے لئے حلال نہ رکھا گیا۔

(2) ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ﴾ ''اس کے بعد اور عورتیں آپ پر حلال نہیں'' یعنی نبی ﷺ کے لئے ان ۹ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے بعد کسی اور عورت سے نکاح کو جائز نہ رکھا گیا۔ یہ ازواج کا اکرام تھا۔

(3) ﴿وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ﴾ ''اور نہ ہی آپ اُن کی جگہ دوسری بیویاں لا سکتے ہیں'' یعنی اب ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتے۔

(4) ﴿وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ ''اگرچہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے'' اگرچہ آپ ﷺ کو کتنی بھلی لگیں۔

(5) اس آیت کریمہ کی بنا پر وہ طلاق اور سوکنوں سے محفوظ و مامون ہو گئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فیصلہ فرما دیا کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔ آپ اور ان کے درمیان کبھی جدائی نہ ہوگی۔ (تفسیر سعدی: 2163/3)

(6) ﴿اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ﴾ ''سوائے اُن کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنے'' یعنی لونڈیاں حلال ہیں، جو بیویوں کے مقام پر نہیں ہیں۔

(7) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کامل علم رکھنے والا، کمال نگرانی کرنے والا ہے، وہ سارے امور کا علم رکھتا ہے، وہ سب امور کا نگہبان ہے۔ وہی ہمارا معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی کے لیے جینا اور اسی کے لیے مرنا ہے۔ اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

رکوع نمبر 4

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آ جاؤ، پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو، یقیناً یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے''(53)

سوال 1: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو'' بلا اجازت نبی ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہو جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اللہ رب العزت نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ اے لوگو! جنہوں نے اللہ کے وعدوں اور وعیدوں کی تصدیق کی اور اس کے نبی ﷺ پر اور جو وہ لے کر آیا ہے اس پر ایمان لائے ہیں۔

(2)﴿لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ ''نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب تمہیں اجازت دی جائے'' یعنی بلا اجازت نبی ﷺ کے گھروں میں نہ جاؤ جیسے دورِ جہالت میں اور اسلام کے ابتدائی دور میں لوگ اپنے گھروں میں بلا اجازت آنے جانے کے عادی تھے۔

(3)﴿اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ﴾ ''کھانے کی طرف، اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو'' کھانا تیار ہونے

اوراس کے پکنے کا انتظار نہ کیا کرواور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوٹنے میں تاخیر نہ کیا کرو۔اس کا معنی یہ ہے کہ تم دوشرائط کے ساتھ نبی ﷺ کے گھروں میں داخل ہوا کرو:(i)داخل ہونے کی اجازت ملنے کے بعد(ii)تمھارا آپ کے گھر میں بیٹھنا ضرورت کے مطابق ہو۔

(4)یعنی دعوت کے وقت جاؤ،اجازت لے کر جاؤ یہ نہیں کہ پکنے کا انتظار کرتے رہواور پک جائے تو فوراً چلے جاؤ۔

سوال2:اس آیت میں گھریلو معاشرت کے لیے مسلمانوں کو کیا آداب سکھائے گئے؟

جواب(1)دوسروں کے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہوں۔

(2)کھانے یا کسی اور ضرورت کے لیے بلایا جائے تو صرف ضرورت کے مطابق بیٹھیں۔

(3)کھانے یا ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد واپس چلے جائیں۔

(4)دوسروں سے ملاقات کے موقع پر غیر ضروری باتوں سے گریز کریں۔

(5)عورتوں سے کوئی کام ہو تو پردے کے پیچھے سے اس کو انجام دیں۔

سوال3:﴿وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آجاؤ،پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو،یقینا یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا'' دعوت قبول کرلو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا﴾ ''لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آجاؤ'' یعنی دعوت یا اجازت کے بغیر نہ جاؤ۔دعوت میں طفیلی بن کے جانا حرام ہے۔دعوت قبول کرلو تو جاؤ اور دعوت کھا کر واپس آجاؤ۔

(2)﴿فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾ ''پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ'' جب تم کھانا کھا کر فارغ ہو جاؤ تو اپنے گھروں کو اپنے کام کے لئے لوٹ جاؤ۔تم میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے۔

(3)﴿وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ﴾ ''اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو'' یعنی کھانے سے پہلے اور بعد میں باتیں نہ کرنے لگ جاؤ۔

(4)﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ﴾ ''یقینا یہ بات'' یعنی تمہارا وہاں زائد از ضرورت بیٹھنا۔

(5)﴿كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ﴾ ''نبی کو اذیت دیتی ہے'' یعنی تمہارا اپنے کام چھوڑ کر بیٹھنا نبی ﷺ پر گراں گزرتا ہے۔تمہاری یہ حرکت نبی ﷺ کو تکلیف پہنچاتی ہے۔

(6)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو قوم کو آپ نے دعوت ولیمہ دی،کھانا کھانے کے بعد لوگ (گھر کے اندر ہی) بیٹھے (دیر تک) باتیں کرتے رہے۔نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا گویا آپ اٹھنا

چاہتے ہیں (تاکہ لوگ سمجھ جائیں اور اٹھ جائیں) لیکن کوئی بھی نہیں اٹھا، جب آپ نے دیکھا کہ کوئی نہیں اٹھتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے، لیکن تین آدمی اب بھی بیٹھے رہ گئے۔ نبی کریم ﷺ جب باہر سے اندر جانے کے لیے آئے تو دیکھا کہ کچھ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ بھی اٹھ گئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی کہ وہ لوگ بھی چلے گئے ہیں تو آپ اندر تشریف لائے۔ میں نے بھی چاہا کہ اندر جاؤں، لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے اور میرے بیچ میں دروازہ کا پردہ گرا لیا، اس کے بعد آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی یٰأیها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی کہ "اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو۔" آخر آیت تک۔ (بخاری:4791)

(7) ﴿فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ﴾ "پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے" آپ سے شرم اور لحاظ کی وجہ سے نبی ﷺ کچھ نہیں کہتے یعنی نبی ﷺ کے گھر میں بلا اجازت آؤ گے تو انہیں دکھ ہوگا لیکن وہ مارے شرم کے روک نہیں سکیں گے۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ﴾ "اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا" رب العزت نے بلا اجازت داخلے پر پابندی، بن بلائے جانے پر اور دعوت میں دیر تک باتیں کرتے رہنے کی ممانعت نازل کر دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اسی وجہ سے اس نے تمہیں ان کاموں سے روک دیا۔

سوال 4: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ "اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے" ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے مخاطب ہونے کے آداب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ "اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو" ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے مخاطب ہونا ہو، ان سے کوئی چیز طلب کرنی ہو تو تمہارے اور ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جو نظر پڑنے سے بچائے کیونکہ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

(2) پردے کے پیچھے سے مراد دروازے کے پیچھے یا چادر وغیرہ کے پیچھے سے بات کریں۔ دیکھنا ممنوع ہے۔

(3) ان کو دیکھنے کی ممانعت کے ساتھ ان کے پاس جانے کی ممانعت بھی پتہ چل رہی ہے۔

(4) ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے مخاطب ہونے کی حقیقی ضرورت نہ ہو تو اس کو بھی ترک کر دینا چاہیئے۔

(5) ﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ "یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے" یہ طریقہ ہر قسم کے شبے سے پاک ہے کیونکہ برائی کی طرف دعوت دینے والے اسباب سے دور رہنے میں قلب کی سلامتی اور پاکیزگی ہے۔

(6) اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ برائی کے تمام وسائل، اسباب اور مقدمات ممنوع ہیں۔ ان سے دور رہنا بھی مشروع ہے۔

(7) یہ آیتِ حجاب ہے۔

سوال 5: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ''اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے'' مسلمانوں پر امہات المؤمنین حرام ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ﴾ ''اور تمہارے لیے جائز نہیں'' یعنی تمہارے لئے یہ درست بات نہیں ہے، یہ قبیح ترین بات ہے۔

(2) ﴿اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ ''کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو'' یعنی اپنے قول یا فعل سے نبی ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچاؤ۔

(3) ﴿وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا﴾ ''اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو'' اور یہ بات آپ کے لائق نہیں ہے کہ امہات المؤمنین میں سے کسی سے آپ ﷺ کے بعد نکاح کرو۔ زوجیت کا رشتہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے کیونکہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن دنیا اور آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں اس لیے وہ آپ ﷺ کی امت میں سے کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

(4) ﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ﴾ ''یقیناً یہ ہمیشہ'' یعنی رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینا اور آپ ﷺ کی ازواج میں سے آپ کے بعد نکاح کرنا۔

(5) ﴿كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی قضا، اس کی شریعت میں۔

(6) ﴿عَظِيْمًا﴾ ''بہت بڑی بات ہے'' یعنی عظیم گناہ ہے۔

سوال 6: مؤمنوں کو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے سے روکا۔ اس میں کون سے اُمور شامل ہیں؟

جواب: تکلیف خواہ کسی بھی اعتبار سے ہو مثلاً

(1) آپ ﷺ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا۔

(2) رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے بغیر گھر میں بیٹھے رہنا۔

(3) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے بغیر حجاب کے گفتگو کرنا وغیرہ۔

﴿اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا تم اُس کو چھپاؤ، تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (54)

سوال: ﴿اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا تم اُس کو چھپاؤ، تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ تُبْدُوْا شَیْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ ''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ'' رب العزت نے فرمایا اگر تم کسی چیز کو اپنی زبان سے ظاہر کرو۔﴿اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ ''یا تم اس کو چھپاؤ'' یا تم دلوں میں چھپالو۔

(2)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے حال کو جانتا ہے اور تمہارے رازوں سے واقف ہے۔اس سے کوئی بات چھپی نہیں ہوسکتی۔رب العزت نے فرمایا:﴿یَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ﴾ ''خیانت کرنے والی آنکھوں کو جانتا ہے اور جو راز سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔'' (سورۃ غافر:19)

(5)اس آیت میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جن کی طرف آیت ''ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ اور مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' میں ارشاد فرمایا ہے اگر تم آپ ﷺ آپ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے متعلق دل میں کوئی برا خیال رکھو گے تو اللہ تعالیٰ سے چھپا نہ رہے گا اور تمہیں اس کی ضرور سزا ملے گی۔(قرطبی)(اشرف الحواشی:509/1)

﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِیْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا﴾

''اُن عورتوں پر (سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں اُن کے باپوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بیٹوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھائیوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھتیجوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھانجوں کے بارے میں اور نہ اپنی عورتوں کے بارے میں اور نہ اپنے غلاموں کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے'' (54)

سوال1:﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِیْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا﴾ ''اُن عورتوں پر (سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں اُن کے باپوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بیٹوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھائیوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھتیجوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھانجوں کے بارے میں اور نہ اپنی عورتوں کے بارے میں اور نہ اپنے غلاموں کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے'' کن رشتہ داروں سے پردہ نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے کرنے کا حکم دیا کہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے کوئی چیز طلب کی جائے تو پردے کے پیچھے سے طلب کی جائے۔ضرورت پڑی کہ ان محرم رشتہ داروں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے جن سے پردہ نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اس لئے فرمایا:﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا

نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ ''اُن عورتوں پر (سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں اُن کے باپوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بیٹوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھائیوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھتیجوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھانجوں کے بارے میں اور نہ اپنی عورتوں کے بارے میں اور نہ اپنے غلاموں کے بارے میں'' اس آیت میں بھی ان ہی لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا جن کو سورہ النور:31 میں مستثنیٰ قرار دیا تھا۔ یعنی والد، بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، عورتیں اور غلام، جب تک غلام پورے کا پورا ان کی غلامی میں ہو۔

(2) سورۃ النور میں اس آیت سے زیادہ لوگوں کا بیان ہے۔ (3) ان دونوں آیات میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں۔

(4) جب خالاؤں اور پھوپھیوں پر بھتیجوں اور بھانجوں سے پردہ واجب نہیں تو چچا اور ماموں سے پردہ کرنا بدرجہ اولیٰ واجب نہیں۔ (تفسیر سعدی 3/2166)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد ابوالقیس کے بھائی افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی لیکن میں نے کہلوا دیا کہ جب تک اس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ حاصل کرلوں۔ ان سے نہیں مل سکتی، میں نے سوچا کہ ان کے بھائی ابوالقیس نے مجھے تھوڑا ہی دودھ پلایا تھا، مجھے دودھ پلانے والی تو ابوالقیس کی بیوی تھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے عرض کی یارسول اللہ! ابوالقیس کے بھائی افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی، لیکن میں نے کہلوا دیا کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ لوں ان سے ملاقات نہیں کرسکتی اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے چچا سے ملنے سے تم نے کیوں انکار کردیا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ابوالقیس نے مجھے تھوڑا دودھ پلایا تھا دودھ پلانے والی تو ان کی بیوی تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اندر آنے دو وہ تمہارے چچا ہیں عروہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اسی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رضاعت سے بھی وہ چیزیں حرام ہو جاتیں ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتیں ہیں۔ (بخاری:4796)

(6) ﴿وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو'' ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو تمام حالات میں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام ظاہری و باطنی اعمال کو دیکھ رہا ہے، ان کے تمام اقوال کو سن رہا ہے اور ان کی تمام حرکات کا مشاہدہ کر رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے تمام اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ (سعدی:3/2167)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تقویٰ کا حکم دے کر کیا واضح کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے حکم سے یہ واضح کیا ہے کہ تقویٰ کی وجہ سے تمہارے دل اور نظریں محفوظ رہیں گی۔

ورنہ محض پردے کی ظاہری پابندیاں گناہ میں ملوث ہونے سے نہیں بچا سکتیں۔

سوال 3: تقویٰ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: تقویٰ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور دیتا ہے اور انسان اس کی وجہ سے بُرائیوں سے بچتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا'' (56)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا'' نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے ہاں بلند درجات اور آپ ﷺ کی قدر و منزلت اور آپ ﷺ کے کمال کا ذکر فرمایا ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ ملاءِ اعلیٰ اور دیگر فرشتوں کے سامنے نبی ﷺ کی مدح وثنا بیان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کی تعریف کرنا، آپ ﷺ کی مدح کرنا اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنا ہے، اور دعا کرنا فرشتوں کا درود بھیجنا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ اس لیے فرشتے آپ ﷺ کی مدح وثنا کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(2) سیدنا ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی صلوۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے اور فرشتوں کی صلوۃ سے مراد ہے۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یصلون کا معنی یہ ہے کہ برکت کی دعا کرتے ہیں۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا'' رب العزت نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی اقتدا میں، آپ ﷺ کے بعض حقوق کی جزا کے طور پر، اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے، آپ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کے اکرام وتکریم کے اظہار کے لیے، اپنی نیکیوں میں اضافہ کرنے اور اپنی برائیوں کے کنارہ کے لیے اے مومنو تم بھی رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجا کرو۔ رسول اللہ ﷺ پر درود کی بہتر شکل وہ ہے جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تھا: یارسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَ(عَلٰى) اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''یا اللہ! محمد اور آلِ محمد پر اسی طرح رحمت فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمت فرمائی۔ تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔ یا اللہ! محمد اور آلِ محمد پر اسی طرح برکت نازل فرما جس

طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔ تو بزرگ ہے اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔'' (بخاری:3370) درود وسلام کا یہ حکم تمام اوقات میں شروع ہے اور بہت سے اہل علم نے اسے نماز کے اندر واجب قرار دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فرشتوں اور ملا اعلیٰ کے سامنے اپنے نبی محمد ﷺ کی مدح وثنا بیان کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے بہت محبت کرتا ہے۔ تمام فرشتے آپ کی مدح وثنا کرتے ہیں اور نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ ان آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے کمال، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ہاں آپ کے بلند درجات، آپ کی بلند قدر ومنزلت اور آپ کے ذکر رفیع کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ ﴾ (تیسیر سعدی:3/2167،2168)

(4) سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول ﷺ آئے آپ کے چہرے پر خوشی تھی۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے چہرے پر خوشی پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیشک میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور بولا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تم خوش نہیں ہوتے جو تم پر درود بھیجے گا ایک بار میں اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجوں گا اور جو تم پر سلام کرے گا ایک بار میں اس پر دس بار سلام کروں گا۔ (نسائی:1284)

(5) سلموا تسلیما کے بھی دو معنی ہیں۔ اور یہ درجہ ذیل حدیث سے واضح ہے کہ اس کے لئے سلامتی کی دعا کیا کریں۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ دل وجان سے اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں جیسا کہ سورۃ نساء کی آیت 65 میں ان الفاظ کے یہی معنی مراد ہیں: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ پھر نہیں قسم ہے تیرے ربّ کی! وہ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑے میں تمہیں فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں۔ پھر تم جو فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں۔ (تیسیر القرآن)

سوال 2: درود کس طرح پڑھنا چاہیے؟

جواب: سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو کہنے لگے: کیوں نہ میں تمہیں ایک تحفہ پہنچا دوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! مجھے ضرور ہدیہ دیجئے۔ کہنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا: ''یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ''یا اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح رحمت فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمت فرمائی۔ تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔ یا اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ تو بزرگ ہے اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔'' (بخاری:3370)

(2) سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ سے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ہم آپ ﷺ پر کیسے درود بھیجیں؟ یہ سننے کے بعد آپ ﷺ بالکل خاموش رہے اور ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم آپ سے نہ پوچھتے۔ پھر تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "اس طرح درود پڑھا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" یااللہ! تمام جہانوں میں محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح آلِ ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی، محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تو نے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ یقیناً تو قابلِ تعریف، بزرگ ہے۔" (مسلم:90)

(3) سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ "اے اللہ! محمد ﷺ اور ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر اپنی رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل کی اور محمد ﷺ اور ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ بلاشبہ تو تعریف کیا گیا شان وعظمت والا ہے۔" (مسند احمد:4/119)

(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کو سلام اس طرح کیا جاتا ہے لیکن آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجا جاتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَآلِ اِبْرَاهِيْمَ "اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر جو تیرے بندے ہیں اور تیرے رسول ہیں جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور برکت بھیج محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح برکت بھیجی تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر۔" (بخاری:6360)

(5) سیدنا عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ ﷺ پر سلام اور درود بھیجیں۔ ہم نے جان لیا کہ کیسے آپ ﷺ پر سلام بھیجیں لیکن آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجیں؟ فرمایا کہ یوں کہو: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ﴾ "اے اللہ! آلِ محمد ﷺ پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر رحمت فرمائی۔ اے اللہ! آلِ محمد ﷺ اے اللہ! آلِ محمد ﷺ پر برکت فرما جیسا کہ تو نے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت فرمائی۔ (بخاری:6358)

(6) سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: درود بھیجو اور کوشش کرو۔ پھر کہو: ﴿اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''اے اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ یقیناً تو قابلِ تعریف، بزرگی والا ہے۔'' (مسند احمد:1714)

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تم رسول اللہ ﷺ پہ درود (صلاۃ) بھیجو تو اچھی طرح بھیجو، تمہیں معلوم نہیں شاید وہ درود نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا جائے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے ان سے عرض کیا: پھر تو آپ ہمیں درود سکھا دیجیے، انہوں نے کہا: کہو: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''اے اللہ! اپنی عنایتیں، رحمتیں اور برکتیں رسولوں کے سردار، متقیوں کے امام خاتم النبیین محمد ﷺ پر نازل فرما، جو کہ تیرے بندے اور رسول ہیں، خیر کے امام و قائد اور رسول رحمت ہیں، اے اللہ! ان کو مقام محمود پر فائز فرما، جس پہ اولین و آخرین رشک کریں گے، اے اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد پر اپنی رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم پہ اپنی رحمت نازل فرمائی ہے، بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! تو محمد ﷺ اور آلِ محمد پہ برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم پہ نازل فرمائی ہے، بیشک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے''۔ (ابن ماجہ:906)

سوال 3: درود کن مواقع پر پڑھنا چاہیے؟

جواب: (1) دعا کرتے ہوئے۔ (2) اذان کے بعد۔ (3) مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اور نکلتے ہوئے۔

(4) مجلس میں (5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ لوگ مل کر بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں تو قیامت کے دن وہ مجلس ان لوگوں کے لیے باعث وبال ہوگی اگر اللہ چاہے تو انہیں سزا دے اور چاہے تو معاف فرمائے۔'' (ترمذی:2691)

(6) تشہد کے آخر میں۔ (7) نمازِ جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد۔ (8) صفا اور مروہ پر۔

(9) رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہونے پر: سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بخیل وہ ہے کہ جس کے آگے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔'' (ترمذی:3546)

(10) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام کے وقت مجھ پر درود بھیجا اسے

روزِ قیامت میری سفارش حاصل ہوگی۔'' (صحیح الجامع الصغیر للالبانی:6233)

(11) رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مبارک پر۔

(12) غم کی حالت میں اور مغفرت مانگتے ہوئے۔

(13) ہر جگہ اور ہر وقت ۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جب بھی میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجے گا تو یہ فرشتہ مجھے کہے گا: اے محمد ﷺ !فلاں بن فلاں نے فلاں وقت آپ پر درود بھیجا ہے۔'' (احادیث صحیحہ:1530)

(14) جمعہ کے دن اور رات میں: سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، جو آدمی جمعہ کے روز مجھ پر درود بھیجتا ہے، وہ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔'' (صحیح الجامع الصغیر:1219)

سوال 4: درود بھیجنے کے کیا فضائل ہیں؟

(1) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں ہوتی ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔'' (مسلم:912)

(2) تمام غموں اور گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ !میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں۔ اپنی دعا میں سے کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تو چاہے۔'' میں نے عرض کیا: ''ایک چوتھائی صحیح ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لیے اچھا ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''نصف وقت مقرر کردوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لیے اچھا ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''دو تہائی مقرر کردوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تو چاہے لیکن اگر زیادہ کرے تو تیرے ہی لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''میں اپنی ساری دعا کا وقت درود کے لیے وقف کرتا ہوں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تیرے سارے دکھوں اور غموں کے لیے کافی ہوگا اور تیرے گناہوں کی بخشش کا باعث ہوگا۔'' (ترمذی:1999)

(3) رسول اللہ ﷺ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم مؤذن سے آذان سنو تو جیسے وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس، دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے

وسیلہ مانگو کیونکہ وہ جنت کا ایک درجہ ہے اللہ کے بندوں میں صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا جو اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔'' (مسلم:849)

(4) دس درجات بلند ہوتے ہیں، دس برائیاں دور ہوتی ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا، اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا۔'' (سنن نسائی :1298)

(5) رسول اللہ ﷺ کے سامنے درود بھیجنے والے کا نام پیش کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جب بھی میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجے گا تو یہ فرشتہ مجھے کہے گا: اے محمد ﷺ! فلاں بن فلاں نے فلاں وقت آپ پر درود بھیجا ہے۔'' (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:1530)

(6) قبولیتِ دعا کا باعث ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے کوئی دعا قبول نہیں کی جاتی۔'' (سلسلۃ الاحادیث:2035)

سوال 5: رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے فائدے

(1) اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری ہوتی ہے۔

(2) درود بھیجنے میں فرشتوں کی موافقت ہوتی ہے۔

(3) درود بھیجنے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی موافقت ہوتی ہے اگرچہ دونوں طرح کے درود کی نوعیت میں فرق ہے۔

(4) رسول اللہ پر درود بھیجنے والے پر اللہ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

(5) یقیناً درود بھیجنے والے کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(6) یقیناً اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

(7) یقیناً اس کی دس برائیاں مٹا دی جاتی ہیں۔

(8) درود پڑھنا شفاعت کا سبب ہے جب وسیلے کا سوال ملایا جائے یا اس کو اکیلے پڑھا جائے۔

(9) بے شک وہ بندے کے لیے کفایت کا سبب ہے جس کا بندہ ارادہ کرتا ہے۔

(10) اس کے سبب سے انسان کو قیامت کے دن نبی ﷺ کا قرب حاصل ہوگا۔

(11) یہ گناہوں کے معاف ہونے کا سبب ہے۔

(12) دعا مانگنے سے پہلے درود پڑھا جائے تو ربّ العالمین سے دعا کی قبولیت کی امید کی جاتی ہے

(13) بے شک یہ بندے کو بھولی ہوئی چیز یاد کرانے کا سبب ہے۔

(14) بے شک یہ بندے کے لیے موت سے قبل جنت کی خوشخبری کا سبب ہے۔

(15) بیشک یہ درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور اس کے فرشتوں کی طرف سے رحمت کی دعا کرنے کا سبب ہے۔

(16) بے شک یہ تنگدست کے لیے صدقہ کے قائم مقام ہے۔

(17) درود اپنے پڑھنے والے کے لیے تزکیہ اور طہارت کا ذریعہ ہے۔

(18) بیشک یہ درود وسلام بھیجنے والے پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے درود وسلام کے لوٹائے جانے کا سبب ہے۔

(19) یہ حاجتوں کے پورا ہونے کا سبب ہے۔

(20) بے شک یہ قیامت کے دن کی ہولناکی سے نجات کا سبب ہے۔

(21) بے شک یہ اس مجلس کی نحوست سے نجات کا ذریعہ ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا نہ کی جائے اور اس کے رسول ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔

(22) بے شک یہ فقر کی نفی کا سبب ہے۔

(23) بے شک یہ اپنے پڑھنے والے کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور اس کے چھوڑنے والے کو اس سے بھٹکا دیتا ہے۔

(24) بے شک یہ سبب ہے بندے کے بخل کے نام کی نفی کا جب وہ آپ ﷺ کا ذکر ہونے پر آپ ﷺ پر درود بھیجے۔

(25) بے شک یہ مجلس کے پاک ہونے کا سبب ہے۔

(26) بے شک یہ درود بھیجنے والے کی ذات، اس کے عمل اور اس کی عمر میں برکت کا سبب ہے اس لیے کہ درود بھیجنے والا اپنے رب سے یہ دعا کرتا ہے کہ وہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر برکت نازل فرمائے اور یہ دعا قبول ہوتی ہے۔

(27) بے شک یہ بندے کو ظلم سے نکالنے کا سبب ہے۔

(28) بے شک یہ پل صراط پر وافر نور کا سبب ہے۔

(29) بے شک یہ زمین وآسمان کے درمیان شہرت حاصل کرنے کا سبب ہے۔

(30) بے شک یہ سبب ہے رحمت کے حصول کا۔

(31) بے شک یہ اس کلام کے مکمل ہونے کا سبب ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ پر درود کے ساتھ شروع ہو۔

(32) یہ رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ کی محبت اور اس کو بڑھانے اور کئی گنا کرنے کا سبب ہے۔

(33) بیشک یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے درود بھیجنے والے کا نام پیش کیے جانے کا سبب ہے۔

(34) بے شک آپ ﷺ پر درود بھیجنا بندے کے لیے آپ ﷺ کی محبت کا سبب ہے۔

(35) بے شک یہ بندے کی ہدایت اور اس کے دل کے زندہ ہونے کا سبب ہے۔ جو بندہ کثرت سے آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے اور آپ ﷺ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت غالب آتی ہے یہاں تک کہ اس کے دل میں آپ ﷺ کے احکامات سے اعراض باقی نہیں رہتا اور نہ اس چیز کے بارے میں کوئی شک رہتا ہے جو آپ ﷺ لے کر آئے بلکہ وہ آپ ﷺ کی لائی گئی تعلیمات کو اپنے دل میں لکھا ہوا پاتا ہے۔ وہ ان کے احوال پڑھتا رہتا ہے اور ان سے ہدایت، فلاح اور کئی طرح کے علوم حاصل کرتا ہے اور جتنا زیادہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے اتنا اس کی بصیرت اور معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(36) بے شک نبی ﷺ پر درود بھیجنا ان کے اس حق میں سے بہت تھوڑی ادائیگی کا باعث بنتا ہے جس کا کوئی علم، طاقت اور ارادہ احاطہ نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے بندوں سے راضی ہوا اور اپنے شکر اور حق کی آدائیگی کو آسان کر دیا۔

(37) بے شک یہ سیدھے راستے پر ثابت قدمی کا سبب ہے اور پل صراط سے گزرکا ذریعہ ہے۔

(38) تمام غموں اور گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

سوال 6: کیا نماز میں درود بھیجنا واجب ہے؟

جواب: تشہد میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے اگر وہ چھوٹ جائے گا تو نماز نہیں ہوگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا﴾

''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' (57)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' گناہ کر کے رسول اللہ ﷺ میں عیب نکال کر ایذا دینے والوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں'' رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اس کیلئے مناسب نہ تھا اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہ وہ کہتا ہے میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لئے اولاد بتاتا ہے میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لئے بیوی یا اولاد بناؤں۔ (بخاری:4482)

(3) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بری بات سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے، اس کے باوجود وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق دیتا ہے۔ (بخاری:6099)

(4) جو لوگ گناہ کر کے، گناہوں پر اصرار کر کے اللہ تعالیٰ کو دکھ پہنچاتے ہیں۔

(4) جو لوگ نبی ﷺ کو قولی اور فعلی اذیت دیتے ہیں آپ ﷺ کے دین پر آپ ﷺ میں عیب نکالتے ہیں۔

(5) ﴿لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا﴾ ''اُن پر دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ دنیا میں لعنت یہ ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل ہے۔

(6) ﴿وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ''اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اس اذیت رسانی کی جزا کے طور پر ایذا دینے والے کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ رسول ﷺ کو تکلیف پہنچانا کسی عام آدمی کو تکلیف پہنچانے کی مانند نہیں ہے کیونکہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاسکتا جب تک کہ وہ اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے۔ آپ کی تعظیم کرنا لوازم ایمان میں شامل ہے اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ کسی اور کی مانند نہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2168)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے کا مطلب ایسے کام کرنا ہے جس سے اُسے تکلیف ہوتی ہو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینے کے کام کون کرتا ہے؟

جواب: جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے جیسے مشرکوں یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کو ثابت کیا۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

''مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا ہو تو بلاشبہ انہوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے'' (58)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ ''مومن

مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا ہو تو بلاشبہ انہوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے'' الزام لگانے کی وعید، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا﴾ ''مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا یعنی جو لوگ کسی جرم کے بغیر بے گناہوں پر ناحق الزام لگا دیں جن کی انہیں خبر بھی نہ ہو۔

(2) ﴿فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ ''بلاشبہ انہوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے'' انہوں نے اپنے اوپر بڑا بھاری بہتان اور کھلا گناہ لے لیا۔ انہوں نے ایمان والوں کو بغیر وجہ کے تکلیف پہنچائی۔ ایمان والوں کی ہتک عزت کی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں احترام کرنے کا حکم دیا۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی نے کہا: اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس انداز سے اپنے بھائی کا تمہارا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے''، اس نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اگر وہ چیز اس میں موجود ہو جسے میں بیان کر رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''جو تم بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت (چغلی) کی، اور جو تم بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود نہیں ہے تو تم نے اس پر تہمت باندھی'' (ترمذی: 1934)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی کہ وہ گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس جان کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھا جانا، لڑائی کے موقع پر (کفار کے مقابلہ سے) بھاگنا اور مومن و پاک دامن غافل عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (بخاری: 6857)

رکوع نمبر 5

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (59)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے آپ کہہ

دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' پردے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ﴾ ''اے نبی! آپ کہہ دیں'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ عمومی طور پر حکم دیں۔ (2)﴿لِّاَزْوَاجِكَ﴾ ''اپنی بیویوں سے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو۔

(3)﴿وَبَنٰتِكَ﴾ ''اور اپنی بیٹیوں سے'' یعنی اپنی صاحبزادیوں کو کیونکہ وہ سب سے افضل اور اشرف ہیں۔

(4) یعنی دوسروں کو حکم دینے سے پہلے ابتداء گھر سے کریں جیسا کہ فرمایا﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔'' (التحریم:6)

(5)﴿وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور مومنوں کی عورتوں سے'' یعنی تمام مومن عورتوں کو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت صرف ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے لیے خاص نہیں ہے۔

(6)﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ ''کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں'' ''جلباب مع الاناء'' سے مراد تمام بدن کے ساتھ چہرے کو بھی ڈھانپنا ہے۔ واقعہ افک کی تفصیلات بتاتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتی ہیں: ''تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ کہنے کی وجہ سے بیدار ہو گئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''میں نے اس سے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے چھپا لیا۔'' (بخاری:2661) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے جلباب کا لفظ استعمال کیا۔

(7) اس آیت کی وضاحت میں علامہ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب وہ مسلمان عورتیں اپنی ضرورت کے تحت گھروں سے نکلیں تو لونڈیوں کے ساتھ لباس میں مشابہت اختیار کرتے ہوئے اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا نہ رکھیں، بلکہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو لٹکا لیا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور فاسقین کی اذیت دہ باتوں سے بچ سکیں۔'' (جامع البیان:22/50)

(8) الفراء لکھتے ہیں ''جلباب'' سے مراد چادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ کے بارے میں کہ انہوں نے (ابن سیرین سے) کہا کہ وہ (عورت) اپنی ایک آنکھ اور اپنی پیشانی کو ڈھانپے گی اور دوسری طرف کو بھی ڈھانپے گی سوائے ایک آنکھ کے۔'' (معانی القرآن:2/349)

(9) امام بغوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: 'جلابیب' جلباب کی جمع ہے اور یہ وہ چادر ہے جسے عورت اپنی قمیص اور دوپٹے کے اوپر اوڑھتی ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہروں کو اپنے جلباب (چادر)

سے ڈھانپیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد ہیں۔'' (معالم التنزیل:5/60)

(10) علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اور ﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ وہ ان جلابیب کو اپنے اوپر لٹکالیں اور ان کے ذریعہ اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں' کیونکہ جب عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کرو پس اگر تو یہ سوال کرے کہ ﴿مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ میں ''من'' کا کیا مطلب ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ''من'' یہاں تبعیض کے لیے ہے اور یہ ذہن میں رہے کہ یہاں تبعیض میں دو احتمالات ہیں ایک تو یہ کہ عورت کے پاس جو بہت سارے جلابیب ہیں ان میں سے ایک جلباب اوڑھ لے یعنی مراد یہ ہے کہ آزاد عورت لونڈی اور پیشہ ور خادمہ کی طرح (چہرہ کھلا رکھتے ہوئے صرف) ایک لمبی قمیص اور اوڑھنی میں باہر نہ نکلے جبکہ اس کے پاس گھر میں دو یا اس سے زائد جلباب موجود ہوں اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنے ایک ہی جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکالے یعنی گھونگھٹ نکال لے تاکہ اس میں اور لونڈی میں فرق ہو سکے''۔ (الکشاف:3/569)

(11) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات کہی جائے کہ ان کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ زانی عورتیں نہیں ہیں، کیونکہ جس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اس کے باوجود کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہے، اس سے یہ اُمید کبھی نہ کی جائے گی کہ وہ اپنے ستر کو کسی کے سامنے کھول دے گی' پس ان کو پہچان لیا جائے گا کہ وہ پردہ والی عورتیں ہیں اور ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہ ہوگا''۔ (الکبیر:25/230)

(12) بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''وہ اپنے چہروں اور بدنوں کو اپنی چادروں سے ڈھانپ لیں جبکہ وہ کسی حاجت کے لیے باہر نکلیں اور ''من'' یہاں پر تبعیض کے لیے ہے' یعنی عورت اپنی چادر کے بعض حصے کو لٹکا لے اور بعض کو لپیٹ لے۔'' (تفسیر بیضاوی:4/386)

(13) نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''﴿یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾ معنی یہ ہے کہ وہ جلابیب (چادروں) کو اپنے اوپر لٹکالیں اور اُن سے اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں۔ اگر عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کرو۔'' (مدارک التنزیل:5/138)

(14) تفسیر خازن اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ﴿یُدْنِیْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ لٹکائیں یا ڈھانپیں... (آگے چل کر اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اہل ایمان کی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں اور چہروں کو اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے' تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں'' (تفسیر خازن:3,437/436)

(15) البحر المحیط اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اور ﴿عَلَیْهِنَّ﴾ ان عورتوں کے سارے جسم کو شامل ہے یا ''علیھن'' سے مراد صرف چہرہ ہے' کیونکہ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ چہرہ ہی تھا''۔ (البحر المحیط:8/504)

(16) قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''چونکہ عرب خواتین میں (دور جاہلیت کا) کچھ چھچھورا پن باقی تھا اور وہ لونڈیوں

کی طرح اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور ان کے حوالے سے منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان کو اپنے اوپر چادروں کو لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ اپنی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کا ارادہ کریں''۔ (قرطبی:7/179)

(17) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے (اس آیت کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ظاہر کیا''۔ (ابن کثیر:3/569)

(18) ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں لونڈیوں کو نقاب پہننے سے منع کرتے تھے' تاکہ آزاد عورتوں سے ان کی مشابہت نہ ہو اور جو بھی ان میں سے نقاب اوڑھتی اس کو کوڑے سے مارتے تھے' پھر ان کے بعد یہ عمل ختم ہو گیا''۔ (التحریر والتنویر:22/107)

(19) اضواء البیان اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: ''عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ﴾ بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی''۔ (اضواء البیان:6/243)

(20) ﴿يُدْنِينَ﴾ ادناء سے مراد چہرے اور سارے بدن پر لٹکانا ہے اور زینت کو چھپانا ہے اسی وجہ سے اسے 'علیٰ' کے ساتھ متعدی کیا گیا۔ اور 'من' تبعیض کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ جب عورتیں گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو اپنے جلباب کے ایک حصے کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں سوائے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے۔ (تفسیر المنیر:22/106)

(21) اس آیت کے بارے میں سیر حاصل تفسیر بیان کرنے کے بعد خلاصہ کلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلنا پڑے تو بھی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ مروّجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے''۔ (معارف القرآن:7/235)

(22) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: ''آیت 59 میں حجاب یعنی پردہ کے احکام بیان فرمائے ہیں جو تمام مسلمان عورتوں کے لیے یکساں طور پر واجب ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر ڈال کر اپنا منہ چھپا لیا کریں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔ جمہور صحابہ و تابعین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے''۔ (ترجمان القرآن:3/215)

(23) ''اے نبی مکرم ﷺ! آپ اپنی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن، اپنی دخترانِ پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ

جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں۔ پھر اس کا ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تا کہ دیکھنے والوں کو پتا چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بد باطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی۔'' (ضیاء القرآن: 95/4)

(24) یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیں۔ (تفسیر عثمانی:568)

(25) یہ آیت مبارکہ امہات المومنین، جناب نبی ﷺ اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرہ چھپانے کے حکم کا واجب ہونا ثابت کر رہی ہے۔

(26) اس آیت مبارکہ کے شانِ نزول کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کے گھر میں نیک اور فاسق ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں' کاش کہ آپ ﷺ اُمہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیں' تو اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل فرما دی۔'' (بخاری)

(27) صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے ساتھ ساتھ عام اہل ایمان عورتوں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان عورتوں کا یہ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے احکامات ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی یہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ: ''ہم اپنے چہروں کو لوگوں سے ڈھانپ لیتی تھیں اور اس سے پہلے احرام کی حالت میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں''۔ (مستدرک حاکم: 454/1)

(28) اللہ رب العزت نے جب حجاب کا حکم دیا تو قریبی رشتہ داروں کی ایک فہرست بھی بیان کر دی جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔

(29) ''اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھیں' پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول دیتی تھیں۔'' (ابوداؤد۔ کتاب الحج)

(30) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے ''اور حالتِ احرام میں کوئی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔'' (بخاری۔ کتاب الحج)

(31) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا ان عورتوں میں معروف تھا جو کہ حالتِ احرام میں نہ ہوتی تھیں' اور یہ فعل اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپیں''۔ (مجموعہ رسائل فی الحجاب:80)

(32) ''اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی مہاجر عورتوں پر رحم کرے! جب یہ آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اُن کے دوپٹے بنا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ

لیا''۔(بخاری، کتاب تفسیر القرآن)

(33) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ اور مکہ کے درمیان مقام جعرانہ پر پڑاؤ ڈالا اور آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ایک پیالے میں پانی منگوا کر اس سے دونوں ہاتھ اور منہ دھوئے اور اس میں کلی بھی کی۔ پھر آپؐ نے ہم دونوں سے کہا کہ اس پانی کو پی لو اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور خوشخبری حاصل کرو، تو ہم نے ایسے ہی کیا۔ ''تو سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا تو انہوں نے اس میں سے کچھ پانی ان کے لیے چھوڑ دیا''۔(بخاری۔کتاب المغازی)۔''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا اس حال میں کہ اس عورت کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے'' تو اس عورت نے کہا کہ میں عورت ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو عورت ہے تو اپنے ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کرو (تاکہ مرد اور عورت میں فرق ہو سکے)۔''(سنن ابی داؤد)

(34) سیدنا مغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپؐ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ کیا جس سے میں منگنی کرنا چاہتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جا کر پہلے اس کو (ایک نظر) دیکھ لو یہ بات تمہارے مابین محبت کا باعث ہوگی''۔ میں انصار کی ایک عورت کے پاس آیا تو میں نے اس کے والدین سے نکاح کی بات کی اور انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بارے میں بتایا۔ والدین نے لڑکی کے دیکھنے کو ناپسند کیا۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے میری بات سن لی اور وہ پردے میں کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دیکھ لو اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔ گویا اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو بڑا جانا۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا۔''(سنن ابن ماجہ۔کتاب النکاح)

(35) ''سیدہ فاطمہ بنت منذر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔''(موطا امام مالک)

(36) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''ہم (خواتین) ۸ ذی الحجہ کو اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتی تھیں تو میں نے کہا اے اُم المؤمنین! یہاں ایک عورت ہے جو کہ اس بات سے انکاری ہے کہ حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی چادر اس کے سینے سے اٹھائی اور اس کے ساتھ اس کے چہرے کو ڈھانپ دیا''۔(التلخیص ابن حجر: 272/2)

(37) ''پردہ ایمان کی دلیل ہے حیاء ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں جانے کا سبب ہے۔''(السلسلۃ الصحیحۃ: 495)

(38) پردہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔

(39) پردہ پاک دامنی کی علامت ہے۔

(40) پردہ پاکیزگی اور طہارت ہے۔ پردہ جہاں پاکدامنی کی علامت ہے وہاں سراسر پاکیزگی اور طہارت بھی ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ ''اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے۔'' (الاحزاب:53)

(41) پردہ تقویٰ کی علامت ہے۔ پردہ جہاں طہارت و پاکیزگی ہے وہاں پرہیزگاری و تقویٰ بھی ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ﴾ ''اے اولادِ آدم! یقیناً ہم نے تم پر لباس اُتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت ہے اور تقویٰ کا لباس ہی بہترین ہے۔'' (الاعراف:26)

(42) پردہ شرم و حیا کی دلیل ہے۔ پردہ جہاں ایمان کی دلیل ہے وہاں شرم و حیا کی بھی دلیل ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''ہر دین کا کوئی نہ کوئی اخلاقی پہلو ہے اور اسلام کا اخلاقی پہلو حیا ہے۔'' (ابن ماجہ:4182)

(43) ''حیاء اور ایمان دونوں جوڑے گئے ہیں جوان دونوں میں سے ایک اٹھ جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔'' یعنی حیاء اور ایمان دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں ''میں اپنے گھر میں داخل ہوتی تھی جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور میرے باپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مدفون ہیں تو میں اپنے پردے کے کپڑے رکھ دیتی تھی اور کہتی کہ یہاں تو صرف میرے خاوند اور میرے باپ ہی تو مدفون ہیں لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو اللہ کی قسم! میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شرم و حیا کرتے ہوئے بدن اپنے کپڑوں کو خوب لپیٹ کر رکھتی تھی۔'' (مسند احمد:202/6) تو حیاء اور پردہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اگر حیاء نہیں تو پردہ کہاں اور اگر پردہ ہوگا حقیقی معنوں میں تو حیاء بھی ضروری ہوگی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''حیاء صرف خیر ہی لاتی ہے۔'' (بخاری:6117) ''حیاء ساری کی ساری خیر اور بھلائی ہے۔'' (مسلم:37)

''اللہ تعالیٰ ستیر اور باحیاء ہے اور ستر پوشی اور حیاء کو پسند کرتا ہے۔'' (نسائی:404)

(44) سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے حیاء کو کھینچ لیتے ہیں اور جب حیاء اس سے چھن جائے تو پھر تو اس کو عذاب میں لت پت اور معذب ہی پائے گا۔''

(45) پردہ جہاں حیا کی رسید و سند ہے وہاں غیرت مندی کی دلیل بھی ہے۔ چنانچہ سیدنا عبدالخبیر ثابت بن قیس شماس رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ''ایک عورت ام خلاد نامی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور وہ پردے میں لپٹی ہوئی تھی اور اپنے مقتول بیٹے کے بارے میں پوچھنے لگی تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے بعض صحابہ نے کہا کہ تو اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہے اور پھر بھی پردے میں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کی مصیبت ہی آئی ہے میری حیاء تو باقی ہے وہ تو قتل نہیں ہوئی۔'' (امخلد: ابوداؤد:2485)

(46) حجاب کن سے؟﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (النور:31)

(47)﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ ''یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں'' یعنی یہ پردہ ان کا امتیاز ہے جس کی وجہ سے وہ پہچان لی جائیں کہ وہ پاک دامن عورتیں ہیں لونڈیاں نہیں۔

(48) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ آیت کریمہ کا یہ جملہ عدم حجاب کی صورت میں وجود اذیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ پردہ نہیں کریں گی تو بسا اوقات ان کے بارے میں کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ یہ پاک باز عورتیں نہیں ہیں اور کوئی بدکردار شخص، جس کے دل میں مرض ہے، آگے بڑھ کر تعرض کر کے ان کو تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ ان کی اہانت بھی ہو سکتی ہے۔ شرارت پسند شخص ان کو لونڈیاں سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ برا سلوک کر سکتا ہے، اس لیے حجاب بدطینت لوگوں کی لالچ بھری نظروں سے بچاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2170/3)

(49)﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی دور جاہلیت میں لاعلمی کی وجہ سے جو گزر چکا سو گزر چکا۔ اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ ہمیشہ سے بہت بخشنے والا ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور وہ نہایت رحم والا ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے حلال و حرام کو واضح فرمایا ہے۔

سوال 2: پردہ کیوں ضروری ہے؟

جواب: ہر چیز کے لیے پردہ لازمی ہے۔ پردہ فطری تقاضا ہے۔ اُصول یہ ہے کہ جتنی قیمتی چیز ہوگی اتنا ہی گہرا پردہ ہوگا۔

جانوروں میں پردہ ان کے پر، بال، دُم کی وجہ سے ہوتا ہے۔

پھل غلافوں میں۔ زیادہ موٹی کھال بادام، اخروٹ۔

انسان: دل پھیپھڑے (ہڈیوں، پسلیوں کا بکس)

دماغ زیادہ قیمتی ہے الگ الگ جھلیوں میں، پھر کھال، پھر کھوپڑی، پھر بال، اگر صرف کھال ہی میں ہوتا تو۔

مرد کے دل میں عورت کے لیے خاص کشش رکھی ہے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے، عورت پر نگاہ پڑتے ہی مرد کے جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔

سوال 3: کیا آواز کا بھی پردہ ہے؟

جواب: اے نبی ﷺ کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو جس کے دل میں زنگ ہو وہ کوئی بُرا خیال ہے۔ نرم کلامی اور شیرینی سے میرا آواز کا غیر مردوں سے پوشیدہ رکھنا ضروری نہیں خواتین نبی ﷺ سے ہم کلام ہوتی۔

﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''یقیناً اگر منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو لازماً ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے'' (60)

سوال 1: ﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''یقیناً اگر منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو لازماً ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے۔'' بیمار دلوں کو تنبیہ کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے منافقوں کو تنبیہ کی ہے جو ظاہری طور پر مسلمان ہیں لیکن دل ان کے کافروں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جن کے دلوں میں کھوٹ ہے۔ ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''یقیناً اگر باز نہ آئے منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔'' اگر منافق اور دل کے بیمار یعنی جنہیں شبہات اور شہوات کا مرض لاحق ہے۔

(2) ﴿وَالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ ''اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے۔'' یعنی جھوٹی افواہوں کا بازار گرم کرنے والے باز نہ آئے۔

(3) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ آیت کریمہ کا یہ جملہ عدم حجاب کی

صورت میں وجوداذیت پردلالت کرتا ہے کیونکہ اگروہ پردہ نہیں کریں گی توبسااوقات ان کے بارے میں کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ یہ پاک بازعورتیں نہیں ہیں اورکوئی بدکردارشخص،جس کے دل میں مرض ہے،آگے بڑھ کرتعرض کرکے ان کوتکلیف پہنچاسکتا ہے۔ان کی اہانت بھی ہوسکتی ہے۔شرارت پسندشخص ان کولونڈیاں سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ براسلوک کرسکتا ہے،اس لیے حجاب بدطینت لوگوں کی لالچ بھری نظروں سے بچاتا ہے۔(تفسیرسعدی:2170/3)

(4)ہم انہیں سزادینے کے لیے آپ ﷺ کوان پرمسلط کردیں گے۔اورآپ ﷺ سے انہیں تباہ کروادیں گے،آپ ﷺ کوان پرغلبہ اورتسلط عطا فرمائیں گے۔ان میں آپ ﷺ کامقابلہ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔

(5)﴿ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ اِلَّا قَلِيلًا﴾ ''پھروہ اس شہرمیں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے'' وہ آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں کم ہی رہ سکیں گے یاتوآپ انہیں جلاوطن کردیں گے یاقتل کردیں گے۔

سوال2:مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے منافق کیاافواہیں اُڑاتے تھے؟

جواب:منافق یہ افواہیں اُڑاتے تھے کہ فلاں علاقے میں مسلمان مغلوب ہوگئے،فلاں علاقے سے مدینہ پرلشکرحملہ آورہونے کے لیے آرہا ہے وغیرہ۔

﴿مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾

''لعنت کیے ہوئے ہوں گے،جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گےاورٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے،
بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا''(61)

سوال:﴿مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ ''لعنت کیے ہوئے ہوں گے،جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گےاورٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے،بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا''وہ لعنت میں گرفتاررہیں گے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَّلْعُوْنِيْنَ﴾ ''لعنت کیے ہوئے ہوں گے۔''یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوررہیں گے۔

(2)﴿اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ ''جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گےاورٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا''یعنی جہاں بھی ملیں گے ذلت کی وجہ سے پکڑے جائیں گےاورٹکڑے ٹکڑے کردیے جائیں گے۔انہیں کبھی امن نہیں ملے گا۔قتل،قید،جلاوطنی یہی سزائیں ان کامقدربنیں گی۔

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾

''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے''(62)

سوال:﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے'' اللہ تعالیٰ کا دستور نہیں بدلتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے'' ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں اوباش قسم کے لوگوں کو پنپنے کا موقع نہیں دیا جاتا بلکہ پہلے تو انہیں سنبھلنے اور اپنی روش بدلنے کے لئے تنبیہ کی جاتی ہے اور اگر وہ باز نہیں آتے تو ان کا طاقت کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔(اشرف الحواشی:1/511)(ابن کثیر:11 اشرف)۔

(2)﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے'' پہلے لوگوں میں بھی ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے۔ ایمان والوں کو ایسے لوگوں پر مسلط کر دیا گیا۔ اب بھی کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے دستور میں تبدیلی نہیں آئے گی۔

﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾

''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟(63)

سوال:﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟'' قیامت کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ﴾ ''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں'' قیامت کو جھٹلانے والے آپ ﷺ کو عاجز سمجھتے ہوئے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

(2)﴿قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' آپ ﷺ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے سوا مقرب فرشتے، انبیاء بھی اس کا علم نہیں رکھتے۔

(3)﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ''اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟'' اللہ رب العزت نے قیامت کے بارے میں جو خبر دی ہے وہ یہ کہ وہ قریب ہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''بہت قریب آ گئی

قیامت اور چاند پھٹ گیا۔'' (القمر:1)﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:1)

(4)﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (۴۴)﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔ (النازعات:42-44)

سوال1: قیام قیامت کا علم کیسا ہے؟

جواب(1) یہ غیبی علوم میں سے ہے۔

(2) جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی۔

(3) اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(4) آپ ﷺ کو بس یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت قریب ہے تاکہ اس کی تیاری کریں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' (64)

سوال:﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے'' اللہ رب العزت نے خبر دی ہے کہ اس نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔

(2)﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' یعنی کافروں کے لیے آخرت میں بھڑکتے ہوئے شعلوں والی آگ تیار ہے۔

(3) اور اسی لعنت کا اثر ہے کہ بس فضول سے سوالات کیے جاتے ہیں جس سے ان کا مقصد محض شغل اور استہزاء ہوتا ہے۔ اور اس دوزخ کی آگ سے نہیں ڈرتے جو ان کے لیے تیار کی جا چکی ہے۔ (تیسیر القرآن:614/3)

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

''وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ، نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار'' (65)

سوال: ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ، نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار'' کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں رہیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ ''وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ'' کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں رہیں گے، نہ وہ اس سے نکل سکیں گے نہ وہ انہیں چھوڑے گی۔

(2)﴿لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار'' وہ اپنے لیے عذاب دور کرنے والا کوئی فریادرسی، کوئی حمایتی، کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔

سوال 1: کافروں کو کیسا عذاب دیا جائے گا؟

جواب (1) ہمیشہ کی آگ جس سے نکلنے کی کوئی اُمید نہ ہوگی۔

(2) نہ کوئی سرپرست پائیں گے نہ کوئی مددگار۔

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾

''جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی!'' (66)

سوال 1: ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾ ''جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی!'' میدان حشر کی تمنا کاش ہم نے رسولوں کا کہا مانا ہوتا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ ''جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے'' جس دن وہ منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے۔ (i) انسان کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے جو چہرے انہیں عزیز ہیں وہ پہچان ہی ختم کر دی جائے گی پھر اُن چہروں کی خاطر رب کے احکامات سے کیوں منہ موڑتے ہو؟

(ii) چہرے کے پردے کے احکامات کو قبول کرنے سے بھی خواتین گریز پا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آگ پر اُلٹنے پلٹنے کے منظر سے اپنے حکم کی اتباع کے لیے تیار کیا ہے۔

(2) آگ کا عذاب ان پر بھڑک اٹھے گا۔ آگ ان کے دل تک جا پہنچے گی وہ حسرت سے کہیں گے۔

(3)﴿يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول ﷺ

کی اطاعت کی ہوتی!''ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے تو ثواب کے مستحق ٹھہرتے اور اس عذاب سے بچ جاتے لیکن اس دن تمناؤں اور حسرتوں کا فائدہ نہیں ہوگا۔ (4)﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے''(الحجر:2)

سوال2: انسان کیوں یہ کہے گا کہ کاش ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی ہوتی ہے؟

جواب(1) انسان اس وقت پر حسرت کرے گا جو ہاتھ میں نہ ہوگا۔

(2) انسان کے سامنے سے غیب کا پردہ ہٹ جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی حقیقت سمجھ آ جائے گی اس لیے انتہائی حسرت سے کہے گا کاش میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔

﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا﴾

''اور کہیں گے:''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا''(67)

سوال:﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا﴾''اور کہیں گے:''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا''امراء اور علماء نے گمراہ کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا﴾''اور کہیں گے:''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی''اس دن ظالم لوگ کہیں گے ہم نے اپنے بڑوں کی، امراء، علماء اور سرداروں کی اطاعت کی۔ ہم نے گمراہی میں رسولوں کی مخالفت میں ان کی پیروی کی۔

(2)﴿فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا﴾''تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا'' انہوں نے ہمیں ہدایت کے راستے سے، اللہ تعالیٰ کی رضا سے بھٹکا دیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (۲۷) يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (۲۸) لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۹)﴾''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ یقیناً اس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔(الفرقان:27۔29)

﴿رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾

''اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت'' (68)

سوال1: ﴿رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾ ''اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت'' دوگنا عذاب اور سخت لعنت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ ''اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے۔'' جب وہ جان لیں گے کہ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا وہ خود بھی عذاب کے مستحق ٹھہرے ہیں تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! انہیں ہم سے دوگنا عذاب دے۔

(2)﴿وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾ ''اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت'' اور ان پر سخت لعنت فرما کیونکہ ان کے دلوں میں بھی کفر اور شرک تھا۔ انہوں نے ہمیں بھی گمراہ کیا۔

(3)﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (۳۸) وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (۳۹)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہوجاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔'' (الاعراف:38,39)

(4) انہیں کہا جائے گا ہر ایک کو دوہرا عذاب ہے کیونکہ تم جرم میں برابر کے شریک تھے۔

سوال2: کل اپنے بڑوں کے بارے میں انسان کی سوچ کیسے بدل جائے گی؟

جواب: کل لوگ اپنے رب سے کہیں گے کہ اے ہمارے انہیں دُوہرا عذاب دے اور ان پر لعنت فرما۔ انہیں اپنی رحمت سے دور کردے کاش آج یہ سمجھ آجائے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑوں کی اطاعت کر کے گمراہ ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو حشر کے میدان میں پہنچا کر یہ احساس دلایا ہے کہ دیکھو جب کل تمہیں یہ حقیقت سمجھ آئے گی کہ گمراہ کیسے

ہوتے ہیں۔اُس وقت تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوگا آج سمجھ جاؤ۔

رکوع نمبر 6

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا''(69)

سوال:﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا''یہودیوں کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو الزام تھا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' رب العزت نے اپنے مومن بندوں کو خبردار کیا ہے۔

(2)﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا﴾ ''اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کہیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے رسول محمد ﷺ کو جو معزز نہایت نرم دل اور رحیم ہیں، اذیت نہ پہنچائیں۔ان پر جو آپ کے لیے اکرام واحترام واجب ہے وہ اس کے برعکس رویہ سے پیش نہ آئیں اور ان لوگوں کی مشابہت اختیار نہ کرلیں جنہوں نے کلیم الرحمٰن سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اذیت پہنچائی مگر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی تکلیف دہ باتوں سے براءت دی۔(تفسیر سعدی 2173/3)

(3)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی شرم والے اور بدن ڈھانپنے والے تھے۔ان کی حیاء کی وجہ سے ان کے بدن کا کوئی حصہ بھی نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔بنی اسرائیل کے جو لوگ انہیں اذیت پہنچانے کے درپے تھے' وہ کیوں باز رہ سکتے تھے' ان لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اس درجہ بدن چھپانے کا اہتمام صرف اس لیے ہے کہ ان کے جسم میں عیب ہے یا کوڑھ ہے یا ان کے خصیتین بڑھے ہوئے ہیں یا پھر کوئی اور بیماری ہے۔ادھر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کی ہفوات سے پاکی دکھلائے۔ایک دن موسیٰ علیہ السلام اکیلے غسل کرنے کے لیے آئے ایک پتھر پر اپنے کپڑے (اتار کر) رکھ دیئے۔پھر غسل شروع کیا۔جب فارغ ہوئے تو کپڑے اٹھانے کے لیے بڑھے لیکن پتھر ان کے کپڑوں سمیت بھاگنے لگا۔موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اٹھایا اور پتھر کے پیچھے دوڑے۔یہ کہتے ہوئے کہ پتھر! میرا کپڑا دیدے۔آخر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ گئے اور ان سب نے آپ کو ننگا دیکھ لیا' اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر حالت

میں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی تہمت سے ان کی برات کر دی۔ اب پتھر بھی رک گیا اور آپ نے کپڑا اٹھا کر پہنا۔ پھر پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے۔ اللہ کی قسم اس پتھر پر موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے تین یا چار یا پانچ جگہ نشان پڑ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا﴾ "تم ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی تھی، پھر ان کی تہمت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری قرار دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی شان والے اور عزت والے تھے۔" میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ (بخاری:3404)

(4) ﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا" سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عزت والے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے، جو اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے ضرور مل جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اتنی عزت والے تھے کہ ان کے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کے حق میں ان کی سفارش کو قبول کر لیا گیا۔ ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا﴾ "اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون علیہ السلام نبی بنا کر اسے عطا کیا۔ (مریم:53) (مختصر ابن کثیر:2/1607)

(5) ایک دفعہ مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر ایک شخص نے کہا اس میں عدل و انصاف سے کام نہیں لیا گیا جب آپ کے پاس یہ الفاظ پہنچے تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر انہیں اس سے زیادہ ایذا پہنچائی گئی اور انہوں نے صبر کیا۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کہو" (70)

سوال 1: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کہو" تقویٰ اور قول حق کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ" رب العزت نے ایمان والوں کو ہر حال میں کھلے چھپے تقویٰ اور قول حق یعنی درست بات کہنے کا حکم دیا ہے۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اس کے فرائض کو ادا کرو اور محارم سے اجتناب کرو۔ (ایسر التفاسیر:1228)

(3) ﴿وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا﴾ "اور سیدھی بات کہو" (القول سدید) اس قول کو کہتے ہیں۔ جو صحیح اور حق کے موافق یا اس کے قریب تر ہو مثلاً قرات قرآن، ذکر الٰہی، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، علم کا سیکھنا پھر اس کی تعلیم دینا، علمی مسائل میں حق و صواب کے حصول کی حرص، ہر اس راستے پر گامزن ہونے کی کوشش کرنا جو حق تک پہنچتا ہو اور وہ وسیلہ اختیار کرنا جو حق کے حصول میں مددگار ہو۔ لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں نرم اور لطیف کلام بھی قول سدید کے زمرے میں آتا ہے، کوئی اسی بات کہنا جو خیر خواہی کو متضمن ہو، یا کسی درست تر امر کا مشورہ

دینا یہ سب قول سدید میں شامل ہیں۔ (سعدی:2174/3)

(4) سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا قول سدید لا الہ الا اللہ ہے۔ (جامع البیان:57/22)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کبھی ایسی بات منہ سے نکالتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوتی ہے، وہ اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا (اسے معمولی سمجھتا ہے) لیکن اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور کبھی بندہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات منہ سے نکال دیتا ہے اور وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرتا ہے۔ (بخاری:6478)

(6) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمام معاملات کے لیے استحکام کا سبب ہے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں (ضرور خبر دیجئے)؟ آپ نے اپنی زبان کو پکڑا اور پھر فرمایا: اس کو روکو۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا جو باتیں ہم کرتے ہیں، ان کا بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے (یعنی تجھ پر افسوس)! کیا لوگوں کو ان کے چہروں یا ان کے نتھنوں کے بل دوزخ میں الٹا ڈالنے والی سوائے زبان کی کھیتیوں کے کوئی اور چیز بھی ہے؟۔ (ترمذی:2616)

سوال 2: ایمان والوں کو اعمال کی اصلاح اور مغفرت کے لیے کیا کام کرنے کی تلقین کی گئی؟

جواب: ایمان والوں کو تلقین کی گئی کہ وہ (1) تقویٰ اختیار کریں۔

(2) سیدھی سچی باتیں کریں اسی سے اصلاح ہوگی اور مغفرت ہوگی۔

سوال 3: قول سدید کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) سدید سیدھے کو کہتے ہیں۔ سچی بات وہ ہے جو عین حقیقت کے مطابق ہو۔

(2) سچی بات وہ ہے جو ٹھوس دلائل کے ساتھ پیش کی جائے۔

(3) سچی بات وہ ہے جس میں کجی اور انحراف نہ ہو۔

(4) سچی بات وہ ہے جو واقعاتی تجزیے کے مطابق ہو۔

﴿يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

''وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی'' (71)

سوال1:﴿يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمھارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی، بہت بڑی کامیابی'' تقویٰ اور قول سدید پر مرتب ہونے والے امور کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟''

جواب:(1)﴿يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کردے گا'' رب العزت نے تقویٰ اور قول سدید پر مرتب ہونے والے امور کا ذکر فرمایا ہے کہ تمہارا رب تمہیں نیک اعمال کی توفیق دے گا۔

(2) تقویٰ اعمال کی اصلاح کا سبب اور ان کی قبولیت کا ذریعہ ہے کیونکہ تقویٰ کے استعمال ہی سے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف پاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2174/3)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کردے گا۔'' (الطلاق:4)

(4)﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ ''اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔'' یعنی تمہارے ماضی کے گناہ بخش دے گا جو تمہاری ہلاکت کا سبب ہیں۔ اور مستقبل کے گناہوں پر دل میں توبہ ڈال دے گا۔

(5)﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی، بہت بڑی کامیابی'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو جہنم سے بچا لیا جائے گا اور جنتوں تک پہنچا دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحجرات:14)

سوال2: انسان فوز عظیم کیسے حاصل کرسکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے نتیجہ میں اللہ کی اطاعت کرلینا بہت بڑی کامیابی ہے۔

سوال3: دُنیا میں انسان کی اصلاح اور آخرت میں گناہوں کی معافی کس طریقے سے ممکن ہے؟

جواب: تقویٰ اور قول سدید کی وجہ سے اعمال کی اصلاح اور مغفرت ہوسکتی ہے۔

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾

''یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا، یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑا ہی ظالم، بہت جاہل ہے'' (72)

سوال: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ ''یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا، یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑا ہی ظالم، بہت جاہل ہے۔'' انسان نے بار امانت اٹھالیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ﴾ ''یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی۔'' اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو بڑی بڑی مخلوقات آسمان، زمین اور پہاڑوں وغیرہ کے سامنے پیش کر کے اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا کہ اگر تم اسے قائم کرو گے اور اس کا جو حق ہے وہ ادا کرو گے تو تمہارے لیے ثواب ہے اور اگر تم اس کو قائم کر سکے نہ اسے ادا کر سکے تو تمہیں عذاب ملے گا۔ (تفسیر سعدی: 2175/3)

(2) ﴿فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا﴾ ''تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا۔'' رب العزت کی بڑی بڑی مخلوقات آسمان، زمین، پہاڑ، جن نہ اٹھا سکے انہوں نے معذوری کا اظہار کیا کہ ہم میں اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں۔ ہماری طاقت سے باہر ہے، ویسے ہم تیرے مطیع فرماں ہیں۔ وہ سب ڈر گئے۔ ان کا انکار نافرمانی کے طور پر نہیں تھا ثواب میں بے رغبتی کی وجہ سے تھا۔

(3) ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔'' (الحشر: 21)

(4) ﴿وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾ ''اور انسان نے اسے اٹھالیا'' یعنی سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کے سامنے جب امانت اسی شرط کے ساتھ پیش کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کر کے اس کا بار اٹھا لیا۔ اب لوگ امانت کو اٹھانے، اس کو قائم رکھنے نہ رکھنے کے بارے میں تین قسموں میں منقسم ہیں۔ منافق جو ظاہری طور پر امانت کو قائم رکھتے ہیں لیکن اندر سے ضائع کرتے ہیں۔ مشرک جنہوں نے مکمل طور پر امانت ضائع کر دی اور مومن جنہوں نے ہر لحاظ سے امانت کو قائم رکھا ہے۔

(5) ﴿اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ ''یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑا ہی ظالم، بہت جاہل ہے'' انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔ وہ انجام کو نہیں دیکھتا۔

انسان نے بھولے پن سے امانت کو اٹھالیا۔

(6) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو حدیثیں سنی ہیں ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے وقوع پذیر ہوتے دیکھ لیا ہے اور دوسری کے ظہور کا مجھے انتظار ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری، پھر لوگوں نے قرآن کو سیکھا اور حدیث کا علم حاصل کیا (یعنی ان کے ذریعے سے امانت کی مضبوطی ہوتی ہے) پھر آپ ﷺ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا: آدمی سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھائی جائے گی اور اس کا ہلکا سا نشان باقی رہ جائے گا، پھر ایک دفعہ اور سوئے گا تو اب اس کا نشان ایک چھالے کی طرح ہو جائے گا، جیسے تو کوئی انگارا اپنے پاؤں پر لڑھکائے تو ایک چھالا پھول پڑتا ہے، اب وہ بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ حال یہ ہو جائے گا کہ صبح اٹھ کر لوگ لین دین اور خرید و فروخت کریں گے، لیکن ایک بھی ایماندار نہیں ہوگا، یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا کہ فلاں قبیلے میں کوئی ایماندار ہے اور یہاں تک کہا جائے گا کہ یہ شخص کیسا عقلمند، کس قدر زیرک و دانا اور فراست والا ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ، دیکھو! اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار کر لیا کرتا تھا، کیونکہ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا اسلام اسے بے ایمانی سے روک دے گا اور اگر یہودی یا نصرانی ہے تو اس کا مددگار اسے بے ایمانی سے روک دے گا، لیکن اب تو میں صرف فلاں فلاں ہی سے معاملہ کروں گا۔ (بخاری: 6497)

سوال 2: امانت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) امانت سے مراد شرعی احکامات، فرائض اور واجبات ہیں جن کو ادا کرنے سے ثواب اور ادا نہ کرنے سے عذاب ہوگا۔

(2) ارادے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اطاعت کی ذمہ داریاں اُٹھانا اپنے میلانات اور خواہشات پر قابو پانا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے سامنے امانت کو کیسے پیش کیا؟

جواب: ہم اس کی کیفیت کو نہیں جان سکتے۔

سوال 4: آسمانوں اور زمین نے کیسے جواب دیا؟

جواب: ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے امانت کو زمین و آسمان اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو اُن کا ردعمل کیا تھا؟

جواب: وہ اس امانت کو اُٹھانے سے ڈر گئے اُنہوں نے انکار کیا۔

سوال 6: انسان نے امانت پر کس ردعمل کا اظہار کیا؟

جواب: انسان نے امانت کو اُٹھالیا۔

سوال 7: انسان نے کن صفات کی وجہ سے امانت کو اُٹھالیا؟

جواب: (1) ظلم (2) جہالت۔

سوال 8: انسان نے امانت کو کیوں اُٹھایا؟

جواب: انسان جلد باز ہے اُس نے انجام پر نظر رکھنے کی بجائے فضیلت کے شوق میں اسے اُٹھالیا۔

سوال 9: انسان نے امانت اُٹھا کر کیسے ظلم اور جہالت کا مظاہرہ کیا ہے؟

جواب: (1) انسان نے امانت کے تقاضوں سے منہ موڑ کر ظلم کیا۔

(2) انسان نے امانت کی ذمہ داریوں سے غفلت برت کر جہالت کا مظاہرہ کیا ہے۔

﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (73)

سوال: ﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' بار امانت اٹھانے کی وجہ کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔'' انسان نے یہ بار امانت اس لیے اٹھایا کہ اللہ تعالیٰ منافق اور مشرک مردوں عورتوں کو عذاب دے۔ (2) منافق وہ جس کے اندر شر ہے لیکن وہ مسلمانوں کے ڈر سے مومن ہو۔

(3) مشرک وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں اور شرک میں مبتلا ہیں۔

(4) ﴿وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔'' انسان نے یہ بار امانت اس لے اٹھایا تاکہ اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں پر رحم فرما کر ان کی توبہ قبول فرمائے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں اور امانت کو ادا کرتے ہیں۔

(5)﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ مومنوں کے گناہوں کو ڈھانپنے والا اور ان کی توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔ ان کے گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے اور ایمان والوں پر وہ بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(6) ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس آیت مبارکہ کو ان دو اسمائے حسنیٰ پر ختم کیا جو اللہ تعالیٰ کی کامل مغفرت بے پایاں رحمت اور لامحدود جود و کرم پر دلالت کرتے ہیں بایں ہمہ ان میں سے بہت سے لوگوں کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے نفاق اور شرک کے باعث اس مغفرت اور رحمت کے مستحق نہیں۔ (تفسیر سعدی:2175/3)

ایاتھا ۵۴ ۳۴ سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ ۵۸ رکوعاتھا ۶

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 54 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 34 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 58 ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 7

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ سب اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اُسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' (1)

سوال 1: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ سب اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اُسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' حمد اللہ تعالیٰ کی ہے جس کی ملکیت میں ساری کائنات ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے واجب ہے اور وہی اپنے اوصاف کی بنا پر حمد کا

مستحق ہے۔ وہ اپنے افعال کی بنا پر حمد کا مستحق ہے۔ اس کے تمام افعال کامل ہیں اس کے تمام افعال عدل پر مبنی ہیں جس کے لیے اس کی حمد ہے۔ اس کے افعال اس کے فضل پر مبنی ہیں، جس کے لیے اس کی حمد ہے اس کی حمد سے آسمان اور زمین گونجتے ہیں۔ الحمدللہ

(2) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا۔'' (الزمر:74)

(3) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا﴾ ''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی۔

(4) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔'' (فاطر:34)

(5) ﴿الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ ''کہ سب اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اسی کی تخلیق ہے، اسی کی ملکیت ہے، اس کا تصرف اور اسی کی تدبیر سے ہر چیز موجود ہے اور اپنے افعال انجام دے رہی ہے۔ اس نے فرمایا: ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں اور اُسی کی حکومت ہے اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (سورۃ القصص:70) وہ مالک ہے سب اس کے غلام ہیں۔ اس کے غلام اس کے احسان مند ہیں۔ اس کے احسانات پر اس کی حمد ہے۔ ﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ ''اور یقیناً آخرت اور دنیا ہمارے اختیار میں ہے۔'' (الیل:13)

(6) ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں بھی سب تعریف اُسی کے لیے ہے'' آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس کے کامل فیصلے اور کامل عدل میں اس کی حکمت کو دیکھ کر اس کی حمد بیان کرے گی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے!'' (الزمر:74)

(7) ﴿وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾ ''اور وہی کمال حکمت والا پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' اہل جنت اس کے لامحدود کمال کو دیکھیں گے تو سانس کی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد جاری ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے اقتدار اپنے احکام میں حکمت والا ہے۔

(8) ﴿الْخَبِیْرُ﴾ ''پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ خبیر ہے وہ تمام امور کی خبر رکھتا ہے، انہوں نے کیا عمل کیے اور کیا عمل کر رہے ہیں وہ ہر ایک چیز کی خبر رکھتا ہے۔ (جامع البیان:22/64)

سوال 2: زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کا کیا سبب بتایا گیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت کی وجہ سے اپنے ارادے اور اختیار کی وجہ سے یہ واضح کیا ہے کہ زمین و آسمان میں تعریف اسی کے

لیے ہے۔

(2) انسان کو جو کچھ ملا ہے مالک نے عطا کیا ہے۔ وہ احسان کرنے والا ہے۔ اسی لیے تعریف اسی ذات کی ہے۔

(3) زمین و آسمان کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہر چیز پر چلتا ہے، اسی کا اختیار ہے، اسی کا احسان ہے۔ اسی لیے تعریف اسی ذات کی ہے۔

(4) زمین و آسمان کی کسی چیز کی تعریف بھی اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے، کیونکہ ہر چیز اسی نے پیدا کی ہے۔ ہر چیز کے اندر جو وصف اور خوبی ہے اسی کی پیدا کردہ ہے اسی لیے ہر چیز کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الحکیم اور الخبیر کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت سے اپنی حکمت اور اپنی خبر کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات اور اپنے ارادوں سے اپنی حکمت اور اپنی خبر کا شعور دلایا ہے۔

﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ﴾

''وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اُس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے'' (2)

سوال: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اُس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے'' یعنی بارش، زمین میں جو کچھ بویا جاتا ہے، حیوانات وغیرہ۔

(2) ﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ''اور جو کچھ اُس میں سے نکلتا ہے'' یعنی مختلف قسم کے نباتات اور حیوانات وغیرہ۔

(3) ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ﴾ ''اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے'' یعنی آسمان سے جو فرشتے، رزق اور تقدیر اترتی ہے۔

(4) ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا﴾ ''اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے'' یعنی آسمان کی طرف جو فرشتے اور روحیں وغیرہ چڑھتی ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ ''اُسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اُس کو بلند کرتا ہے۔'' (فاطر:10)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے پاس رات اور دن کو باری باری فرشتے آتے جاتے ہیں اور وہ صبح اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہو جاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جو تمہارے پاس رات گزارتے ہیں، وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں: ہم انہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ کر آئے ہیں اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے، تب بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔'' (بخاری:555)

(7) ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔'' (المعارج:4)

(8) ﴿وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ﴾ ''اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے'' یعنی رحمت اور مغفرت جس کا وصف ہے اس کے بندے رحمت اور مغفرت کے تقاضوں کو جس قدر پورا کرتے ہیں، اس کے مطابق ہر وقت اس کی رحمت اور مغفرت کے آثار نازل ہوتے رہتے ہیں۔'' (سعدی:2177/3)

(9) وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا الرحیم ہے اور توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا الغفور ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے'' (3)

سوال: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے'' قیامت ضرور آئے گی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی'' جن لوگوں نے کفر کیا، رسولوں کی دعوت کو نہیں مانا انہوں نے کہا قیامت نہیں آئے گی، زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ انہوں نے مردوں کو زندہ

کرنے کی قدرت اور قیامت کا انکار کیا۔

(2)﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی'' رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے رب عظیم کی قسم کھا کر فرمائیں کہ قیامت ضرور آئے گی خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

(3) جیسا کہ فرمایا:﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۭ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ واقعی حق ہے؟ آپ فرمادیں کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناوہ حق ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں'' (یونس:53)

(4)﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے'' (التغابن:7)

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں کیونکر آرام کروں جب کہ نرسنگے والا نرسنگا منہ میں لیے ہوئے ہے یعنی صور اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لگائے ہوئے ہے منتظر ہے پھونکنے کا حکم ہو اور فوراً پھونک مار دے۔ مسلمانوں نے کہا کہ کیا کہیں ہم یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو کافی ہے ہم کو اللہ تعالیٰ اور کیا اچھا وکیل ہے توکل کیا ہم نے اللہ تعالیٰ پر وہ ہمارا پروردگار ہے اور کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا۔'' (ترمذی:3243)

(6) یعنی قیامت ضرور آئے گی مجھے عالم الغیب رب کی قسم ہے۔

(7)﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں'' اس کی نگاہوں سے، اس کے علم سے زمین و آسمان کی کوئی چیز اوجھل نہیں ہوتی۔

(8)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۵۹) وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۶۰)﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:59-60)

(9)﴿وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں

ہے'' رب العزت کی روشن کتاب میں ذرے سے چھوٹی اور ذرے سے بڑی ہر چیز لکھی ہوئی ہے وہ جانتا ہے کون زندہ ہیں اور کون جہان فانی سے جا چکے ہیں۔ وہ سب کو دوبارہ زندہ کرے گا تا کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا سزا دے۔

(10)﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور یقیناً قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اُنہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔'' (الحج:7)

سوال4: قیامت کیوں برپا ہوگی؟

جواب: (1) قیامت جزا کے لیے برپا ہوگی۔ تا کہ نیک لوگوں کو ان کی نیکی کی جزا اور بروں کو ان کی برائی کی سزا دی جا سکے۔

(2) اگر یہ دن نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نیک اور بد یکساں ہو گئے۔

(3) قیامت عدل کے لیے برپا ہوگی۔

﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور باوقار رزق ہے'' (۱)

سوال: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور باوقار رزق ہے'' زندگی بعد موت جزا سزا کے لیے ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے'' رب العزت نے قیامت اور زندگی بعد موت کے بارے میں واضح فرمایا کہ وہ جزا سزا کے لیے ہے۔ تو جو لوگ دل سے اپنے رب کی، اس کے رسولوں کی اور آخرت کی ملاقات کی تصدیق کرتے ہیں ان کو جزا دے۔

(2)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کیں'' اور اپنے ایمان کا ثبوت نیک اعمال کے ذریعے پیش کرتے ہیں۔

(3)﴿اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت ہے'' ان کے لیے ایمان اور نیک اعمال کے سبب گناہوں کی بخشش ہے۔ ان سے ہر برائی اور عذاب دور کر دیا جائے گا۔

(4)﴿وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور باوقار رزق ہے'' ان کو جنت میں رزق کریم دیا جائے گا۔ ان کی ہر آرزو پوری ہوگی۔

(5) یہ قیامت یا اخروی زندگی پر عقلی دلیل ہے۔ اس دنیا میں بے شمار ایسے افراد موجود ہیں جنھوں نے ایمان لا کر راہ حق میں بے شمار جانی

اور مالی قربانیاں دیں اور تمام عمر فقر و فاقہ پریشانیوں اور کفار کے ہاتھوں ظلم و ستم سہنے میں گزارے۔ کیا یہ انصاف کا تقاضا نہیں کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے؟ (تیسیر القرآن:3/620,621)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۤ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟'' (ص:28)

(7) ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (الحشر:20)

﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات میں کوشش کی اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے'' (5)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات میں کوشش کی اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات میں کوشش کی'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جادو گری، کہانت یا شاعری قرار دیا اور آیات لانے والے کو رسولوں کو نیچا دکھانے کے لیے زور لگایا۔ انہوں نے زندگی بعد موت کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی۔

(2) ﴿اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾ ''اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے'' ان کے لیے سخت تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔ ان کے دلوں کو سخت اذیت سے دوچار کیا جائے گا اور اجسام بھی کوئلہ ہو رہے ہوں گے۔ کہیں ان کی جلدیں بدل کر عذاب بڑھانے کی تیاری ہوگی، کہیں انہیں زقوم کھلایا اور پیپ پلائی جائے گی۔ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ النَّارِ

سوال 1: اللہ کی آیات کو نیچا دکھانے سے کیا مراد ہے؟

(1) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے مقابلے میں دوسرے کلاموں کو افضل ثابت کرتے رہے ہیں۔

(2)اللہ تعالیٰ کا کلام حق پر مبنی ہے، حق کی دعوت دیتا ہے، حق پر مبنی نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔اس کلام کو نیچا دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حق کی آواز کو دبانا چاہتا ہے، حق کے نظام کی مخالفت کرتا ہے، اور حق کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔حق کے مقابلے میں باطل کو، اس کے نظام کو قائم کرنا چاہتا ہے۔

﴿وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾

''اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو آپ کے رب کی جناب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ اس کے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو سب پر غالب، تمام خوبیوں والا ہے''(6)

سوال1: ﴿وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو آپ کے رب کی جناب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ اس کے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو سب پر غالب، تمام خوبیوں والا ہے'' علم والے جانتے ہیں رسول حق لے کر آئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) منکرین قیامت کو حق نہیں سمجھتے تھے اس کے مقابلے میں علم والوں کا حال بیان فرمایا ہے۔﴿وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ﴾ ''اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو آپ کے رب کی جناب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے'' علم والوں سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر جو کتاب نازل کی ہے وہ حق ہے۔یعنی کہ حق اسی کتاب میں ہے۔اس کے احکامات حق، اس کی خبریں حق، اس کے واقعات حق ہیں۔انہیں اپنے علم کی وجہ سے خبر دینے والے کی سچائی کا یقین ہے۔

(2) یہ اہل علم کی فضیلت ہے، جتنا کسی کے پاس علم زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی وہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے احکامات اور کتاب وسنت کی خبروں کی تصدیق کرتا ہے۔

(3)﴿وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور وہ اس کے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو سب پر غالب، تمام خوبیوں والا ہے'' یہ قرآن اسلام کا راستہ دکھاتا ہے جو اونچی عزت والے رب کا دین ہے۔وہ رب بے حد خوبیوں والا ہے وہ کسی سے دبتا نہیں اس کے کام میں کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا، اس کے ایک ایک فعل اور ایک ایک بات کی دنیا اور آخرت میں تعریف کی جاتی ہے۔

سوال2: علم والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: علم والوں سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین یا اہل کتاب میں سے ایمان والے یا سب ایمان والے جن کو اس بات پر یقین ہے۔

سوال3: حق کا راستہ کیا ہے؟

جواب: (1) حق کا راستہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا راستہ ہے۔

(2) حق کا راستہ اس رب کا راستہ ہے جو اس کائنات میں سب پر غلبہ رکھتا ہے اور قابل تعریف ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ حق کے راستے کی طرف کیسے راہ نمائی کرتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی جو اچھائی اور برائی کی تمیز کرتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر انسان کو برائی اور بھلائی کی تمیز دی ہے۔ اسی سے انسان حق کو پہچان سکتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعے حق کے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کتابیں بھیج کر حق کے راستے کی طرف مستقل طور پر راہ نمائی کی ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحمید کا کیسے شعور دلایا ہے؟

(1) اللہ تعالیٰ العزیز ہے۔ اس نے اہل علم کے حق کو شناخت کرنے سے اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔ وہ علم کی صلاحیت اور قوت دے کر اپنی پہچان کروانے پر، حق کی شناخت کروانے پر قدرت رکھتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ العزیز ہے۔ حق پر چلاتا ہے۔ اس کے لیے جتنا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔ اس کا کوئی شکر ادا نہ بھی کرے تو وہ خود ہی قابل تعریف کاموں والا ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ کیا جانا تو بلاشبہ تم یقیناً نئی تخلیق میں ہو گے'' (7)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ کیا جانا تو بلاشبہ تم یقیناً نئی تخلیق میں ہو گے'' زندگی بعد موت کا انکار کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا اور زندگی بعد موت کا انکار کیا انہوں نے کہا۔ (2) ﴿هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ﴾ ''انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں'' یعنی محمد ﷺ کے بارے میں بتائیں وہ کیا کہتا ہے؟

(3)﴿يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾ ''کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ کیا جانا'' یعنی زندگی بعد موت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کہتا ہے جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے۔ تمہارے جسم کا کوئی ذرہ باقی نہیں رہے گا۔

(4)﴿إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ﴾ ''تو بلاشبہ تم یقیناً نئی تخلیق میں ہو گے'' تب تم نئی پیدائش میں آؤ گے اور کھاؤ پیو گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' (یٰس:78)

سوال 2: کافروں نے کس سے کہا؟

جواب: کافروں نے ایک دوسرے سے کہا۔

سوال 3: کافروں نے موت کے بعد کی زندگی کو خبر کیوں قرار دیا؟

جواب: کافروں کے نزدیک موت کے بعد کی زندگی کا معاملہ عجیب و غریب تھا انہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ انہیں یہ ناقابل فہم خبر لگتی تھی۔

﴿اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ﴾

''کیا اُس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے یا اُس کو جنون ہے؟ بلکہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں'' (8)

سوال 1:﴿اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ﴾ ''کیا اُس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے یا اُس کو جنون ہے؟ بلکہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں'' وہ آخرت کے بارے میں دور کی گمراہی میں ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''کیا اُس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے'' اس شخص نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات منسوب کی ہے۔

(2)﴿اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ ''یا اُس کو جنون ہے؟'' وہ دیوانہ ہے کہتا ہے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی ہے۔

(3)﴿بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ﴾ ''بلکہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں'' جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے، اس کے بارے میں دور کی گمراہی میں ہیں وہ ظلم اور عناد کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں بے بنیاد باتیں کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت کی گواہی انہوں نے عمر بھر دی ہے۔ نبوت سے پہلے کی 40 سالہ زندگی میں یہ ایک جھوٹ ثابت نہیں کر سکتے۔ نیک اور صالح شخص کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ دیوانوں کی سی باتیں نہیں کرتا۔ وہ

تو سچا دین لے کر آئے ہیں تم دور کی گمراہی میں ہو۔

سوال 2: دور کی گمراہی سے کیا مراد ہے؟

جواب: دور کی گمراہی سے مراد حق سے حد درجہ کی دوری ہے یعنی ان کا انکار آخرت انہیں حق سے بہت دور لے جا رہا ہے۔

﴿اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ﴾

''تو کیا انہوں نے اپنے آگے اور اپنے پیچھے سے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا؟ اگر ہم چاہیں تو ہم انہیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے ٹکڑے اُن پر گرا دیں، یقیناً اس میں ضرور ہر اُس بندے کے لیے ایک نشانی ہے جو رجوع کرنے والا ہے'' (9)

سوال 1: ﴿اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ﴾ ''تو کیا انہوں نے اپنے آگے اور اپنے پیچھے سے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا؟ اگر ہم چاہیں تو ہم انہیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے ٹکڑے اُن پر گرا دیں، یقیناً اس میں ضرور ہر اُس بندے کے لیے ایک نشانی ہے جو رجوع کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ہمہ گیری کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''تو کیا انہوں نے اپنے آگے اور اپنے پیچھے سے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا؟'' رب العزت نے اپنی کامل قدرت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اپنے اوپر آسمان اور زمین پر غور تو کرو، آگے، پیچھے، دائیں، بائیں جہاں بھی جاؤ گے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مناظر نظر آئیں گے اوپر نیلا آسمان نیچے دریاؤں، صحراؤں، پہاڑوں، سمندروں سے مزین زمین جن کے بارے میں فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا اور یقیناً ہم ہی بلاشبہ وسعت والے ہیں۔ اور زمین کو ہم نے بچھایا، سو کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں (الذریات: 47-48)

(2) کیا زمین و آسمان اور اس میں موجود مخلوقات کی تخلیق مردوں کو زندہ کرنے سے زیادہ عظیم نہیں ہے پھر کیا چیز ہے جو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟ (3) ﴿اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ہم انہیں زمین میں دھنسا دیں'' اس کفری پاداش میں ہم چاہیں تو تمہیں زمین میں دھنسا دیں۔

(4) ﴿اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''یا آسمان سے ٹکڑے اُن پر گرا دیں'' یا آسمان سے عذاب کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ دونوں حکم عدولی نہیں کر سکتے۔ ہم ہر کام پر قادر ہیں۔ اس لیے باز آ جاؤ ورنہ سخت سزا دیں گے۔

(5)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ﴾ ''یقیناً اس میں ضرور'' یقیناً زمین وآسمان کی تخلیقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار ہیں۔

(6)﴿لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ﴾ ''ہر اُس بندے کے لیے ایک نشانی ہے جو رجوع کرنے والا ہے'' ہر اس بندے کے لیے نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھتا ہے، کس کی اطاعت کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ رب العزت موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ جتنا کوئی رجوع کرنے والا ہوا تنا ہی اس کی سمت اور ارادہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہتے ہیں۔ ہر معاملے میں رجوع کرنے والا رب کے قریب ہوجاتا ہے وہ اپنے رب کی رضا کے لیے ہر اس کام میں مشغول ہوجاتا ہے۔ جس کا اس نے حکم دیا ہے۔

سوال 2: آسمان وزمین پر غور وفکر کر کے انسان آخرت کی زندگی کا یقین کیسے حاصل کرسکتا ہے؟

جواب: آسمان وزمین کی وسعتیں خالق کی قدرت کا پتہ دیتی ہیں۔ جو ربّ اتنا وسیع آسمان پہلی بار پیدا کرسکتا ہے، کیا اپنی ہی پیدا کردہ چیز کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے ممکن نہیں؟

سوال 3: عبد منیب کسے کہتے ہیں؟

(1) عبد منیب اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے کو کہتے ہیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ خوشی میں بھی غم میں بھی۔ سفر میں بھی، حالت قیام میں بھی۔ اقتدار پا کر بھی، بے اختیار ہو کر بھی۔

(2) جو اپنے ربّ پر کامل بھروسہ رکھنے والا ہو۔

رکوع نمبر 8

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ﴾

''اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضل عطا کیا، اے پہاڑو اور پرندو! اُس کے ساتھ تسبیح دہراؤ اور ہم نے اُس کے لیے لوہا نرم کر دیا'' (10)

سوال: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ﴾ ''اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضل عطا کیا، اے پہاڑو اور پرندو! اُس کے ساتھ تسبیح دہراؤ اور ہم نے اُس کے لیے لوہا نرم کر دیا'' سیدنا داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے فضل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضل عطا کیا'' رب العزت نے اپنے بندے سیدنا داؤد علیہ السلام پر اپنے فضل کا ذکر فرمایا ہے کہ انہیں نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائی۔

(2)﴿یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ﴾ ''اے پہاڑو اور پرندو! اُس کے ساتھ تسبیح دہراؤ'' اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں، پرندوں اور حیوانات کو ان کے

ساتھ تسبیح کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو سر بفلک پہاڑ، اڑتے پرندے ٹھہر جاتے اور آنے جانے والے کھڑے ہو کر سننے لگتے اور وجد میں آ کر پرندے اپنی اپنی آواز ساتھ ملانے لگتے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "داؤد علیہ السلام کے لیے قرآن (یعنی زبور) کی قرآت بہت آسان کر دی گئی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسی جانے سے پہلے ہی پوری زبور پڑھ لیتے تھے اور آپ صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔" (بخاری:3417)

(3) یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے کہ اس نے پہاڑوں، حیوانات اور پرندوں کو حکم دیا کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی حمد تسبیح کی آواز کے ساتھ اپنی آواز ملائیں۔ یہ ایسی نعمت ہے جو آپ کے خصائص میں شمار ہوتی ہے اور یہ خصوصیت آپ سے پہلے کسی کو عطا کی گئی نہ آپ کے بعد۔ یہ آواز آپ کو اور دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر آمادہ کرتی تھی۔ جب وہ دیکھتے کہ یہ جمادات، پہاڑ اور حیوانات سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز کا جواب دیتے ہوئے اپنے رب کی تسبیح و تکبیر اور تمجید و تحمید کرتے ہیں تو یہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر پر آمادہ کرتی۔ بہت سے علماء کہتے ہیں کہ نعمت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز کی طرب خیزی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت خوبصورت آواز سے سرفراز فرمایا تھا اور انھیں اس میدان میں سب پر فوقیت حاصل تھی۔ جب آپ تسبیح و تہلیل اور تمجید و تحمید میں اپنی طرب انگیز آواز بلند کرتے تو جن و انس، پرندے اور پہاڑ آپ کی آواز پر جھوم اٹھتے اور اپنے رب کی تحمید و تسبیح بیان کرنے لگتے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی کہ آپ کی آواز پر طرب میں آ کر تسبیح و تحمید بیان کرنے والے جمادات و حیوانات کی تسبیح کا اجر بھی آپ کو حاصل ہوتا تھا کیونکہ آپ ان کی تسبیح و تحمید کا سبب تھے۔ (تفسیر سعدی: 3/2182,2183)

(4) سیدنا داؤد علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی۔ وہ بے حد عبادت گزار تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے کا سب سے پسندیدہ طریقہ سیدنا داؤد علیہ السلام کا طریقہ تھا ایک دن آپ روزہ رکھتے اور ایک دن بغیر روزے کے رہتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ طریقہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی نماز کا طریقہ تھا آپ علیہ السلام آدھی رات تک سوتے اور ایک تہائی حصے میں عبادت کیا کرتے تھے پھر بقیہ چھٹے حصے میں بھی سوتے تھے۔" (بخاری:3420) انہیں طاقتور حکومت اور جنگی طاقت بھی دی گئی۔ ان کے پاس بڑی فوج اور اکثر اسلحہ تھا۔ وہ ہاتھ سے روزی کما کر کھاتے تھے۔

(5) ﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾ "اور ہم نے اُس کے لیے لوہا نرم کر دیا" سیدنا داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کہ ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تاکہ وہ زرہیں تیار کریں۔

(6) آپ کے نیک اعمال میں سے ایک قابل ذکر نیک عمل یہ بھی تھا کہ آپ بادشاہ اور نبی ہونے کے باوجود بھی اپنی ذاتی اخراجات کا بار بھی بیت المال پر ڈالنا گوارا نہ کرتے تھے۔ بلکہ زرہیں بنا کر ان کی آمدنی سے بسر اوقات کرتے تھے جیسا کہ حدیث سے واضح ہے۔ سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے

کما کر کھاتا ہے، اللہ کے نبی سیدنا داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔'' (بخاری:2072)

﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾

''یہ کہ تم کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو اور نیک کام کیا کرو، یقیناً جو بھی تم عمل کرتے ہو میں اُس کو خوب دیکھنے والا ہوں'' (11)

سوال: ﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ ''یہ کہ تم کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو اور نیک کام کیا کرو، یقیناً جو بھی تم عمل کرتے ہو میں اُس کو خوب دیکھنے والا ہوں۔'' زرہوں میں زنجیریں ڈالنا سیدنا داؤد علیہ السلام کی ایجاد ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ﴾ یہ کہ تم کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو' اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو لوہے کے پگھلانے کا اور ڈھلائی کا کام سکھادیا تھا۔ آپ کا زمانہ اندازاً 1040ق م سے 945ق م تک ہے۔ جبکہ یہی زمانہ لوہے کا زمانہ (Agelron) کہلاتا ہے۔ اس سے بیشتر جو لوہے سے تلواریں اور نیزے یا دوسری اشیاء بنائی جاتی تھیں اس کا طریقہ کار یہ ہی تھا کہ لوہے کو آگ میں تپایا جاتا اور جب وہ آگ کی طرح سرخ ہو جاتا تو اس کو کوٹ کاٹ کر اشیاء بنائی جاتی تھیں لوہے کی ڈھلائی کے فن سے بھی اگرچہ چند ایک اقوام واقف ہو چکی تھی تاہم یہ سب کچھ صیغہ راز میں ہی رکھا جاتا تھا اور جنگی اغراض کے لیے زرہیں بنانے کا کام داؤد علیہ السلام نے ہی شروع کیا تھا۔ لڑائی کے دوران زرہ چونکہ ایک نہایت اہم ہتھیار ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہو کہ اس نے سیدنا داؤد علیہ السلام کے ذریعہ بنی نوع انسان کو زرہ سازی کا فن سکھادیا واضح رہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام بیت المال میں سے کچھ نہیں لیتے تھے بلکہ اپنے ہاتھ کی کمائی پر ہی گزر اوقات کرتے تھے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا داؤد علیہ السلام کی گزر اوقات صرف اپنے ہاتھ کی کمائی پر تھی۔'' (بخاری) (تیسیر القرآن 3/121,122)

(2) رب العزت نے آپ علیہ السلام کو زرہ کی صنعت کی تعلیم دی اور زرہ کے حلقوں کو اندازے پر رکھنا سکھایا یعنی آپ علیہ السلام اندازے کے ساتھ زرہ کا حلقہ بناتے تھے پھر ان کو ایک دوسرے میں داخل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اس کو تمہارے لیے زرہ بنانی سکھائی تا کہ تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھے، پھر کیا تم شکر گزار ہو؟'' (الانبیاء:80) (معدی:3/2182,2183)

(3) ﴿وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ ''اور نیک کام کیا کرو'' اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے خالص کام کرو، فرائض اور واجبات ادا کرو، گناہ اور حرام کام ترک کر دو۔ (4) ﴿اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ ''یقیناً جو بھی تم عمل کرتے ہو میں اُس کو خوب دیکھنے والا ہوں'' یعنی اپنے اعمال کو مفسدات

سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈریں کیونکہ وہ اعمال کو دیکھتا ہے۔اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾

''اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)، اُس کا صبح کو چلنا ایک مہینہ کا اور اُس کا شام کو چلنا بھی ایک ماہ کا تھا اور ہم نے اُس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور اُس کے رب کے حکم سے بعض جنات اُس کے سامنے کام کرتے تھے اور اُن میں سے جو ہمارے حکم سے سرکشی کرتا ہم اُسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے'' (12)

سوال: ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)، اُس کا صبح کو چلنا ایک مہینہ کا اور اُس کا شام کو چلنا بھی ایک ماہ کا تھا اور ہم نے اُس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور اُس کے رب کے حکم سے بعض جنات اُس کے سامنے کام کرتے تھے اور اُن میں سے جو ہمارے حکم سے سرکشی کرتا ہم اُسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے۔'' سیدنا سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے فضل کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ﴾ ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)'' رب العزت نے سیدنا سلیمان علیہ السلام پر اپنے فضل و کرم کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ہوا ان کے قبضے میں دے دی تھی، جو ان کے حکم پر چلتی تھی۔ جو آپ علیہ السلام کی فوج اور تخت کو لے کر ایک ماہ کی مسافت آدھے دن میں طے کر لیتی تھی۔ یوں دو ماہ کی مسافت ایک دن میں طے کر لیتی تھی۔

(2) ﴿غُدُوُّهَا شَهْرٌ﴾ ''اُس کا صبح کو چلنا ایک مہینہ کا۔'' دن کے آغاز سے زوال تک، کسی صبح دمشق سے سوار ہوتے اور اصطخر میں جا کر ناشتہ کر لیتے تھے۔ (3) ﴿وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ ''اور اُس کا شام کو چلنا بھی ایک ماہ کا تھا'' زوال آفتاب سے لے کر دن کے آخر تک یعنی زوال کے بعد اصطخر سے چلتے تو شام تک کابل پہنچ جاتے اور وہاں رات گزارتے۔ دمشق سے اصطخر تک پہنچنے میں ایک تیز رفتار مسافر کو پورا ایک ماہ لگتا۔ اس طرح اصطخر سے کابل تک ایک ماہ لگتا۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1614)

(4) رب العزت نے فرمایا: وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ''اور سلیمان کے لیے تیز ہوا کو مسخر کر دیا جو اُس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے۔'' (الانبیاء: 81)

(5) ﴿وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ ''اور ہم نے اُس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کا چشمہ جاری

کر دیا تھا۔اس طرح ان کے لیے برتن بنانے کے اسباب کو جاری کر دیا۔سیدنا سلیمان علیہ السلام اس سے مختلف طرح کے برتن بناتے تھے۔

(6)﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ﴾ ''اور اُس کے رب کے حکم سے بعض جنات اُس کے سامنے کام کرتے تھے۔'' رب العزت نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے اپنے حکم سے جنات اور شیاطین کو مسخر کر دیا تھا۔وہ ان کے حکم کو پورا کرتے تھے اور ان کے روکنے سے رک جاتے تھے۔وہ اپنے رب کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔

(7)﴿وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا﴾ ''اور اُن میں سے جو ہمارے حکم سے سرکشی کرتا۔'' جنوں میں سے جو ہمارے حکم سے سرکشی کرے گا جو ہم نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی فرماں برداری کے لیے دیا تھا۔(قرطبی:199/7)

(8)﴿نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''ہم اُسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے۔'' ہم اسے آخرت میں بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے اور وہ جہنم کی آگ ہے۔

(9)جو جن سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم سے منہ موڑتا تھا اس کو ایک فرشتہ آگ کا سوٹا مارتا تھا جس سے وہ جل کر راکھ ہو جاتا تھا۔(فتح القدیر)

(10)اس مقام پر جنوں کا لفظ آیا ہے۔جبکہ سورۃ انبیاء کی آیت 82 میں انہی معنوں میں شیاطین کا لفظ آیا ہے۔﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ﴾ اور شیاطین میں سے بھی، جو اُس کے لیے غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام کرتے تھے۔اور ہم ان کے نگہبان تھے۔'' بات ایک ہی ہے جن کا لفظ اسم جنس ہے۔جبکہ شیاطین کا اطلاق صرف سرکش اور متکبر قسم کے جنوں پر ہوتا ہے۔(اور شیاطین انسانوں میں سے بھی ہو سکتے ہیں) یہ جن معمولی قلیوں، خدمت گاروں اور مزدوروں کی طرح آپ کے کام کرتے اور آپ کے حکم پر چلتے تھے۔وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تابع بنا رکھا تھا اور وہ آپ کی اطاعت پر مجبور تھے۔اگر وہ ذرا بھی سرکشی کرتے تو آگ میں جھونک دیئے جاتے تھے۔(الانبیاء:82)(تیسیر القرآن:623,624/3)

﴿يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾

''وہ اُس کے لیے تیار کر دیتے تھے جو وہ چاہتا، عالی شان عمارتیں اور مجسمے اور حوض نما لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں اے آلِ داؤد! شکر کے لیے عمل کرو اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں'' (13)

سوال:﴿يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ''وہ اُس کے لیے تیار کر دیتے تھے جو وہ چاہتا، عالی شان عمارتیں اور مجسمے اور حوض نما لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں اے آلِ داؤد! شکر کے لیے عمل کرو اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں'' سیدنا سلیمان

علیہ السلام کے لیے جن بڑی بڑی تعمیرات کرتے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ﴾ ''وہ اُس کے لیے تیار کر دیتے تھے جو وہ چاہتا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے شیاطین اور جن وہ سارے کام کرتے تھے جن کا وہ حکم دیتے تھے۔

(2)﴿مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ﴾ ''عالی شان عمارتیں اور مجسمے اور حوض نما لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں۔'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے بڑی بڑی شاہی عمارتیں جنات تعمیر کرتے تھے، مسجدیں، حیوانات اور جمادات کی تماثیل، بڑے بڑے حوض جن میں کھانا ڈالا جاتا تھا، بڑی دیگیں جو اپنی جگہ سے ہلائی نہیں جا سکتی تھیں۔

(3) یہ جنات سیدنا سلیمان علیہ السلام کے آڈر کے مطابق بڑے بڑے محل، مساجد، قلعے، مختلف مسجدوں کے ماڈل یا سینریوں کے ماڈل، بڑے بڑے لگن اور اتنی بڑی دیگیں بناتے تھے جو بوجھل اور ناقابلِ حمل ونقل ہونے کی وجہ سے کسی خاص مقام پر نصب کر دی جاتی تھیں اور ان میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لشکروں کے لیے کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ بعض لوگوں نے جنوں یا شیاطین سے دیہاتی مضبوط قسم کے انسان مراد لیے ہیں یہ توجیہ غلط اور قرآن کے سیاق وسباق کے خلاف ہے۔ (تیسیر القرآن 624,623/3)

(4)﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾ ''اے آلِ داؤد! شکر کے لیے عمل کرو'' آل داؤد پر اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات ہیں۔ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ آل داؤد ان دینی اور دنیاوی نعمتوں کے شکر میں نیک عمل کرتے رہنا۔

(5) شکر فعل سے بھی ادا کیا جاتا ہے قول سے بھی اور قلب سے بھی۔

(6) شکر کی حقیقت یہ ہے کہ منعم کی نعمتوں کا اعتراف کیا جائے انہیں اس کی اطاعت کے کاموں میں استعمال کیا جائے اور نافرمانی کے کاموں میں استعمال نہ کیا جائے۔ (تفسیر منیر 488/11)

(7)﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ''اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں۔'' اکثر لوگ ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے جو اللہ رب العزت نے انہیں عطا کی ہیں۔

(8) اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے ان تکالیف پر جو اللہ تعالیٰ نے دور کر دی ہیں۔

(9) ابراہیم التیمی نے کہا کہ ایک شخص نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کہا: اے اللہ مجھے قلیل لوگوں میں شامل کر دے۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ تم کیسی دعا کر رہے ہو؟ اس نے کہا: میں نے یہ آیت پڑھی ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے قلیل لوگوں میں شامل کر دے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سب لوگ عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ (الدر المنثور 431/5)(الکشاف 583,582/3)

(10) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر قیام فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں یا (یہ کہا کہ) آپ کی دونوں پنڈلیوں پر ورم آ جاتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس قدر عبادت شاقہ نہ کیجیے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

جواب میں فرماتے: ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' (بخاری:1130)

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾

''پھر جب ہم نے اُس پر موت کا فیصلہ کیا تو کسی چیز نے اُن کو اُس کی موت کا پتہ نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اُس کے عصا کو کھا رہا تھا، پھر جب سلیمان گر پڑا تو جنوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے'' (14)

سوال: ﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ ''پھر جب ہم نے اُس پر موت کا فیصلہ کیا تو کسی چیز نے اُن کو اُس کی موت کا پتہ نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اُس کے عصا کو کھا رہا تھا، پھر جب سلیمان گر پڑا تو جنوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بیان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ﴾ ''پھر جب ہم نے اُس پر موت کا فیصلہ کیا'' رب العزت نے جب سیدنا سلیمان علیہ السلام کی موت کا فیصلہ کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات جنوں پر ظاہر نہیں ہونے دی جو سخت مشقت کے کاموں میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم کے تابع تھے۔ (3) سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے عصا کا سہارا لیے کھڑے تھے اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ جن جب وہاں سے گزرتے اور انہیں دیکھتے کہ وہ سہارا لیے کھڑے ہیں تو انہیں زندہ سمجھتے ہوئے ان سے ڈرتے رہے۔

(4) سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنی وفات کے بعد ایک زمانے تک عصا پر ٹیک لگائے کھڑے رہے۔ ایک قول کے مطابق جن سال بھر کام کرتے رہے۔

(5) ﴿مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ﴾ ''تو کسی چیز نے اُن کو اُس کی موت کا پتہ نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اُس کے عصا کو کھا رہا تھا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام جس عصا پر ٹیک لگائے کھڑے تھے اسے دیمک نے کھانا شروع کر دیا حتیٰ کہ عصا بالکل ختم ہو گیا۔

(6) ﴿فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ ''پھر جب سلیمان گر پڑا تو جنوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔'' عصا کے ختم ہونے کے ساتھ ہی سیدنا سلیمان

علیہ السلام کا جسد زمین پر آ رہا۔ جنوں کو تب معلوم ہوا کہ وہ تو بہت عرصے سے وفات پا چکے ہیں۔ اس وقت جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ جن غیب دان نہیں ہیں۔ لوگوں کو بھی یقین آ گیا کہ اگر جن غیب دان ہوتے تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کی موت کو جان لیتے اور سال بھر تک اس مشقت بھرے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۭ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ﴾

''بلاشبہ یقیناً سبا کے لیے اُن کے اپنے مسکن میں نشانی موجود تھی، دائیں اور بائیں دو باغ تھے، اپنے رب کے رزق میں سے کھاؤ اور اُس کا شکر ادا کرو، پاکیزہ شہر ہے اور رب ہے بے حد بخشنے والا'' (15)

سوال: ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۭ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ﴾ ''بلاشبہ یقیناً سبا کے لیے اُن کے اپنے مسکن میں نشانی موجود تھی، دائیں اور بائیں دو باغ تھے، اپنے رب کے رزق میں سے کھاؤ اور اُس کا شکر ادا کرو، پاکیزہ شہر ہے اور رب ہے بے حد بخشنے والا'' قوم سبا کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ﴾ ''بلاشبہ یقیناً سبا کے لیے اُن کے اپنے مسکن میں نشانی موجود تھی'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ قوم سبا کے لیے مساکن میں جہاں وہ آباد تھے ایک نشانی تھی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا اور ان کی تکالیف دور کی تھیں۔ (2) سبا ایک معروف قبیلہ تھا جو یمن کے قریب ترین علاقوں میں آباد تھا۔

(3) سبا والے یمن کے بادشاہ اور اس کے باشندے تھے۔ یہاں کے بادشاہ تبع کہلاتے تھے۔ بلقیس بھی جس کو سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اسلام کی دعوت دی تھی ملک سبا ہی کی ملکہ تھیں۔ یہ لوگ بڑے عیش و آرام سے اس علاقے میں رہتے تھے۔ ان کا ہرا بھرا اور سرسبز و شاداب علاقہ رشک آفرین تھا۔ روزیوں کی فراوانی، غلوں کی ارزانی، میووں اور پھلوں کی بہتات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسول بھیجے جو انہیں یہ ہدایت کرتے تھے کہ اللہ کی عطا کردہ روزیاں کھاؤ پیو اور اس کی توحید کے قائل ہو کر اسی کی عبادت کیے جاؤ تاکہ اس کی نعمتوں کا کچھ تھوڑا بہت شکر ادا ہو سکے چنانچہ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہا یہ توحید پرست رہے اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم رہے پھر انہوں نے انبیاء کی تعلیمات سے روگردانی کی۔ آخر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں جو ایک سیلاب کی شکل میں آیا تھا مبتلا ہو گئے اور یہاں سے ہجرت کر کے دنیا میں تتر بتر ہو گئے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1616)

(4) ﴿جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ﴾ ''دائیں اور بائیں دو باغ تھے'' ان کے پاس ایک وادی تھی جہاں بہت سی کثرت سے سیلاب آتے

تھے انھوں نے اس پانی کا ذخیرہ کرنے کے لیے ایک بہت مضبوط بند تعمیر کیا۔ چنانچہ سیلاب کا پانی آ کر اس وادی میں جمع ہو جاتا پھر وہ اس وادی کے دائیں بائیں لگائے ہوئے اپنے باغات کو اس پانی سے سیراب کرتے یہ دو عظیم باغ ان کے لیے اتنا پھل پیدا کرتے جو ان کی معیشت کے لیے کافی ہوتا۔ اس سے انھیں بہت مسرت حاصل ہوتی۔ (تفسیر سعدی:3/2186، 2187)

(5) ﴿كُلُوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهٗ﴾ ''اپنے رب کے رزق میں سے کھاؤ اور اُس کا شکر ادا کرو'' رب العزت نے حکم دیا تھا کہ اپنے رب کی پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرتے رہو کہ اس نے پھلوں کی فراوانی دی جو خوراک کا بڑا حصہ فراہم کرتے تھے۔

(6) ﴿بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ﴾ ''پاکیزہ شہر ہے'' یعنی یہ شہر پاکیزہ اور صحت افزا ہے۔ پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اس پر شکر ادا کرو کہ اس نے اس علاقے کی آب و ہوا کو معتدل، نہایت خوشگوار، پاکیزہ اور صاف بنایا تھا۔ وہاں مکھیاں، مچھر، لہو اور دیگر کیڑے مکوڑے نہیں تھے۔

(7) ﴿وَرَبٌّ غَفُوْرٌ﴾ ''اور رب ہے بے حد بخشنے والا'' رب العزت نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر وہ اس کا شکر ادا کریں گے تو وہ انہیں بخش دے گا۔

﴿فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ﴾

''پھر بھی وہ منہ موڑ گئے چنانچہ ہم نے اُن پر بند کا سیلاب بھیج دیا اور اُن کے دو باغوں کے بدلے ہم نے انہیں دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور تھوڑی سی بیریوں والے تھے'' (16)

سوال: ﴿فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ﴾ ''پھر بھی وہ منہ موڑ گئے چنانچہ ہم نے اُن پر بند کا سیلاب بھیج دیا اور اُن کے دو باغوں کے بدلے ہم نے انہیں دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور تھوڑی سی بیریوں والے تھے'' قوم سبا کی ناشکری اور سیلاب کی آمد آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ﴾ ''پھر بھی وہ منہ موڑ گئے چنانچہ ہم نے اُن پر بند کا سیلاب بھیج دیا'' قوم سبا نے توحید اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی پرستش کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سیلاب بھیج دیا جس نے سد مآرب کو توڑ دیا۔ (2) سد مآرب دو پہاڑوں کے درمیان مضبوط اور مستحکم دیوار تھی جس سے پانی محفوظ ہو گیا تھا اور اسی پانی سے نہروں کا جال میلوں تک پھیلے ہوئے باغات کو سیراب کرتا تھا۔

(3) جب اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیج کر انہیں سزا دینی چاہی تو دیوار میں سوراخ کر دیا۔ پانی کے زور سے دیوار ٹوٹ گئی اور پوری تباہیوں کے

ساتھ طوفان آ گیا۔(4)﴿وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ﴾ ''اور اُن کے دو باغوں کے بدلے ہم نے انہیں دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور تھوڑی سی بیریوں والے تھے۔'' جب سیلاب اتر گیا تو ہرے بھرے باغوں کی بجائے جھاؤ، جھاڑیاں اور کچھ جنگلی بدمزہ پھلوں کے درخت رہ گئے تھے یا پیلو کے اور ببول کے درخت اُگ آئے تھے۔ کفر اور شرک کا، حق کو جھٹلانے کا خوف ناک انجام ہے۔ یہ ان کی زرعی ترقی کا حشر تھا جس پر وہ پھولے نہیں سماتے تھے۔

﴿ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾

''یہ ہم نے اُنہیں اس کا بدلہ دیا جو انہوں نے ناشکری کی تھی اور یہ بدلہ ہم نہیں دیتے مگر جو بہت ناشکرا ہو؟'' (17)

سوال: ﴿ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾ ''یہ ہم نے اُنہیں اس کا بدلہ دیا جو انہوں نے ناشکری کی تھی اور یہ بدلہ ہم نہیں دیتے مگر جو بہت ناشکرا ہو؟'' ناشکری کی سزا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا﴾ ''یہ ہم نے اُنہیں اس کا بدلہ دیا جو انہوں نے ناشکری کی تھی'' یہ ان کے کفر، شرک اور حق کے جھٹلانے اور حق دشمنی کی جزا ہے۔(2)﴿وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾ ''اور یہ بدلہ ہم نہیں دیتے مگر جو بہت ناشکرا ہو؟'' یہ کفر کی سزا ہے۔ ایسی سزا ناشکروں کو ناقدروں کو ہی ملا کرتی ہے۔ ایسی سزا احسان فراموشوں کو ہی ملا کرتی ہے۔

(3) یہ سزا کچھ قوم سبا سے ہی مختص نہ تھی، بلکہ جو قوم بھی اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے بعد اپنے محسن حقیقی کو بھول جاتی ہے اور اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے سرکشی کی راہ اختیار کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ اس قوم کو ایسے ہی انجام سے دوچار کر دیتا ہے۔ (تیسیر القرآن 3/626، 627)

(4) سیدنا ابوخیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گناہوں کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آ جائے، روزگار میں تنگی واقع ہو لذتوں میں سختی آ جائے یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا فوراً کوئی زحمت آ پڑی اور مزہ مٹی ہو گیا۔ (ابن کثیر: 294)

﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن کے اور اُن کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نظر آنے والی بستیاں بنا دی تھیں اور ہم نے اُن میں چلنے کا اندازہ مقرر کر دیا تھا، اُن میں رات دن امن کے ساتھ چلتے پھرتے رہو'' (18)

سوال 1: ﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن کے اور اُن کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نظر آنے والی بستیاں بنا دی تھیں اور ہم

نے اُن میں چلنے کا اندازہ مقرر کر دیا تھا، اُن میں رات دن امن کے ساتھ چلتے پھرتے رہو' مآرب والوں کے عیش، امن وامان اور عافیت کے بیان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً﴾ ''اور ہم نے اُن کے اور اُن کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نظر آنے والی بستیاں بنادی تھیں'' مآرب والوں کے عیش وآرام ان کے امن وامان اور ان کی عافیت کا بیان ہے۔ وہ سونا اگلتی زمین میں عیش وآرام اور امن سے زندگی گزار رہے تھے۔ مسافروں کو سامان سفر ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ہر جگہ پانی اور پھل موجود تھے۔

(2) ان کی ترقی اور خوشحالی کی دوسری وجہ ان کا تجارتی نظام تھا۔ ان کے تجارتی قافلے اپنے علاقے (موجودہ یمن) سے لے کر شام تک جاتے تھے اور شام ہی کی سرزمین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ''ایسی زمین جسے ہم نے برکت دے رکھی ہے'' کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان دنوں یہ چار ماہ کا سفر تھا اور تجارتی شاہراہ کو اللہ نے ''امام مبین'' کے الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے اسی تجارتی شاہراہ پر قریش کے تجارتی قافلے مکہ سے شام تک سفر کرتے تھے۔ یہ تجارتی شاہراہ اس لحاظ سے تھی کہ برلب سڑک اور نزدیک نزدیک آبادیاں موجود تھیں۔ جہاں مسافروں کو کھانا پانی مل سکتا تھا ایک بستی پر انسان پہنچ جائے تو اگلی بستی اس کو سامنے نظر آنے لگتی تھی (اور یہ قری ظاہرۃ کا مطلب ہے) اس شاہراہ کی بڑی خوبی یہ تھی کہ کوئی شخص جس وقت بھی آرام کرنا چاہتا تو وہ کر سکتا تھا اور آرام کرنے کے لئے اگلی منزل اس کے قریب ہی ہوتی تھی۔ پھر چونکہ اس شاہراہ پر بکثرت آمد ورفت رہتی تھی اس لئے لوٹ مار کا بھی اتنا خطرہ نہیں ہوتا تھا جتنا کہ عرب کے دوسرے علاقوں میں تھا۔ اس لحاظ سے ان کا یہ تجارتی سفر دوسرے علاقوں کی نسبت بہت آسان بھی تھا اور پر امن بھی۔ (تیسیر القرآن 628/3)

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے اور برکت والی بستیوں کے درمیان دیہات بنائے تھے۔ ایک مقرر راستہ تھا جسے وہ پہچانتے تھے اور گھنی چھاؤں میں امن وامان کے ساتھ سفر کرتے تھے۔

(4)﴿وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ﴾ ''اور ہم نے اُن میں چلنے کا اندازہ مقرر کر دیا تھا'' یعنی ان کے لیے راستہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا تھا۔ وہ اسے چھوڑ کر ادھر ادھر نہیں ہوتے تھے۔

(5)﴿سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ﴾ ''اُن میں رات دن امن کے ساتھ چلتے پھرتے رہو' وہ ان میں دن رات بے خوف ہو کر امن اور اطمینان سے سفر کرتے تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم، اس کا احسان اور اس کی نعمتوں کی تکمیل تھی کہ اس نے انہیں امن دیا اور خوف سے مامون رکھا۔

سوال 2: اُن کے اور برکت والی بستیوں کے درمیان کون سی اور بستیاں آباد کی گئیں تھیں؟

جواب: یہ ملک سبا جو کہ یمن میں واقع تھا اور برکت والی بستیوں یعنی شام کے درمیان سڑک پر واقع بستیاں ہیں جن کے بارے میں رب

نے وضاحت کی ہے کہ وہ بستیاں ہم نے آباد کی تھیں۔

﴿فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾

''تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کے درمیان دوری پیدا کر دے'' اور انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا تو ہم نے اُنہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور ہم نے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر طرح سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بہت شکر کرنے والے کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں'' (19)

سوال 1: ﴿فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کے درمیان دوری پیدا کر دے'' اور انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا تو ہم نے اُنہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور ہم نے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر طرح سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بہت شکر کرنے والے کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں۔'' سبا والے قریب قریب کی بستیوں سے اکتا گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا﴾ ''تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کے درمیان دوری پیدا کر دے'' سبا والے قریب قریب کی بستیوں سے اکتا گئے تو تمنا کرنے لگے کہ ان کی بستیوں کے درمیان کا آسان سفر دور ہو جائے۔ سفر کے لیے لمبے چوڑے میدان اور بیابان ہوں تا کہ سفر کا حقیقی لطف اٹھائیں سامان سفر بھی ہو اور صعوبتیں بھی تو سفر کا مزہ آئے گا۔

(2) جب انسان مال و دولت کے نشہ میں مست ہوتا ہے اور اس کو ہر طرف سے آسودگی اور آسانیاں ہی میسر ہونے لگتی ہیں تو بعض دفعہ وہ اس مستی میں بعض انہونی باتیں بھی بکنے لگتا ہے کہ لوگ جو سفر سے متعلق ایسی مشکلات بیان کرتے ہیں کہ اتنے دن کچھ کھانے کو ملا نہ پینے کو، ہم فلاں مقام پر جا کر راستہ بھول گئے تو ہمیں کوئی آدم زاد نظر نہ آتا تھا جس سے راستہ ہی پوچھ سکیں وغیرہ وغیرہ چنانچہ وہ یہ آرزو کرنے لگے کہ ہمارا بھی کوئی سفر تو ایسا ہونا چاہیے ممکن ہے ان لوگوں نے یہ بات زبان قال سے نہ کہی ہو زبان حال سے کہی ہو۔ یعنی دل میں ایسے خیالات آنے لگتے ہوں۔ جب ان لوگوں کی زرعی معیشت تباہ ہوگئی تو یہی چیز ان کی تجارتی ترقی کی تباہی کا باعث بن گئی۔ جب اپنے مال کی پیداوار ہی ختم ہو جائے تو پھر تجارت کیسی؟ اگر بیرون ملک کی چیزیں ہی خریدی جائیں اور بیرون ملک ہی بیچی جائیں تو اس کا کتنا منافع ہو سکتا ہے اور اس کا دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثیر آبادیاں جو اس شاہراہ کے کنارے آباد تھیں۔ وہاں سے اٹھ کر دوسرے مقامات کی طرف چلی گئیں کیونکہ ان کی معیشت کا انحصار بھی زیادہ تر انہی تجارتی قافلوں کی اشیائے خوردنی کی خرید و فروخت پر تھا۔ اس طرح سبا کی تمام

نو آبادیاں تباہ و برباد ہو کر رہ گئیں۔ (تیسیر القرآن: 627/3)

(3) ﴿وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کر کے خود پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی نعمت کے ذریعے سزا دی جس نے انہیں سرکش بنا دیا تھا۔ رب العزت نے ان پر بند توڑنے والا منہ زور سیلاب بھیج دیا۔

(4) ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور ہم نے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر طرح سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا'' جب سیلاب آیا تو ان کے باغات جھاؤ اور جھاڑ جھنکار میں بدل گئے۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قصے کہانیاں بنا کر رکھ دیا۔ ان کی مثال دی جانے لگی ''تفرقوا ایدی سبا'' وہ ایسے بکھر گئے جیسے قوم سبا بکھر گئی۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ کو خط لکھا اور سیدنا عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے بحرین کے گورنر کے حوالے کر دے، تو بحرین کے گورنر نے اسے کسریٰ (شاہ ایران) کے پاس پہنچا دیا۔ تو جب اس نے خط پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔ (امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان (مجوسیوں) کے لیے بدعا کی: ﴿اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾ ''اے اللہ! وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو (کر تباہ ہو) جائیں۔ (بخاری: 4424)

(6) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بہت شکر کرنے والے کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں۔'' اس واقعے میں ہر صابر اور شکر گزار کے لیے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

(7) ناپسندیدہ امور اور سختیوں پر صبر کرنے والا، جو ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر برداشت کرتا ہے، ان پر ناراضی کا اظہار نہیں کرتا بلکہ ان پر صبر کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار اور اعتراف کر کے اس پر اس کا شکر ادا کرتا ہے، منعم کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے اور اس نعمت کو اس کی اطاعت میں صرف کرتا ہے۔ جب ان کا قصہ سنا جاتا ہے کہ ان کے کرتوت کیا تھے اور ان کے ساتھ کیا کیا گیا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کو یہ سزا اس بنا پر دی گئی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناسپاسی کی تھی، نیز یہ اس پر بھی دلیل ہے کہ جو کوئی اس قسم کا رویہ اختیار کرے گا اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا۔ (i) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ ''شکر'' اللہ تعالیٰ کی نعمت کی حفاظت اور اس کی ناراضی کو دور کرتا ہے۔ (ii) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اپنی خبر میں سچے ہیں۔ (iii) ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جزا حق ہے جیسا کہ اس کا نمونہ دنیا میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2187,2188/3)

سوال 2: ملک سبا کے لوگوں کی اس دعا کا کیا مطلب ہے کہ ''اے ہمارے رب ہمارے سفر دور دراز کر دے؟

جواب: اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سفر طویل ہو جائیں راستے میں بستیوں کی بجائے صحرا اور جنگلات ہوں۔

(2) اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سفر شدت والے ہو جائیں یعنی سردیوں میں شدید ٹھنڈی ہوائیں چلیں اور گرمیوں میں تپتی لو ہمیں

تکلیف دے۔(3)اس دعا کا یہ بھی مطلب ہے کہ ہمیں راستوں کی سختیاں برداشت کرنی پڑیں۔بھوک اور پیاس کے لیے کھانے پینے کا انتظام بھی خود کرنا پڑے۔(4)ان کی دعا بنی اسرائیل کی طرح ہے جیسے انہوں نے من وسلویٰ کی جگہ دالوں اور سبزیوں کا مطالبہ کیا تھا۔

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے اُن پر اپنا گمان سچ کر دکھایا،تو اہلِ ایمان کے ایک گروہ کے سوا اُن سب نے اُس کا پیچھا کیا''(20)

سوال:﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے اُن پر اپنا گمان سچ کر دکھایا،تو اہلِ ایمان کے ایک گروہ کے سوا اُن سب نے اُس کا پیچھا کیا'' ناشکروں نے شیطان کی بات سچ کر دکھائی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے اُن پر اپنا گمان سچ کر دکھایا'' رب العزت نے فرمایا کہ سبا ایسی قوم ہے جس پر ابلیس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا:﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ(۸۲) اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ(۸۳)﴾ ''اس نے کہا:''سو تیری عزت کی قسم!میں اُن سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔سوائے تیرے اُن بندوں کے جو خالص کر دیئے گئے۔'' (ص:82-83)(2)یہ شیطان کا گمان تھا جو یقین پر مبنی نہ تھا کیونکہ شیطان غیب کا علم جانتا ہے نہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خبر ہی آئی تھی کہ وہ ان سب کو بدراہ کرے گا سوائے ان مستثنیٰ لوگوں کے۔پس یہ لوگ اور ان جیسے دیگر لوگ،جن کے بارے میں شیطان کا گمان سچا ثابت ہوا،اس نے ان کو اپنے راستے پر چلنے کی دعوت دی اور ان کو بہکایا۔(تفسیر سعدی:2189/3)

(3)﴿ فَاتَّبَعُوْهُ﴾ ''سو اُس کا پیچھا کیا'' سبا والوں نے جب خواہش پرستی کی اور شیطان کے پیچھے چلے تو ان کا کتنا حسرت ناک انجام ہوا۔ان پر شیطان نے اپنا گمان سچ کر دکھایا﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اس نے کہا:کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔(بنی اسرائیل:62)

(4)﴿اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اہلِ ایمان کے ایک گروہ کے سوا'' سچے مومن ابلیس کی پیروی نہیں کرتے۔وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوتے ہیں اور شیطان ان کو اغوا کرنے کا راستہ نہیں پاتا کیونکہ مومن اس کی پیروی نہیں کرتے۔

﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾

''اور ابلیس کا اُن پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تا کہ ہم معلوم کر لیں کہ اُن میں سے کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے بارے میں شک

میں ہے؟ اور آپ کا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے'' (21)

سوال: ﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ ''اور ابلیس کا اُن پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تا کہ ہم معلوم کر لیں کہ اُن میں سے کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے بارے میں شک میں ہے؟ اور آپ کا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے'' شیطان مسلط کرنے کی حکمت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''اور ابلیس کا اُن پر کوئی غلبہ نہ تھا'' رب العزت نے شیطان کو مسلط کرنے کی حکمت واضح فرمائی ہے کہ شیطان کو ان پر کوئی غلبہ تو حاصل نہیں ہے نہ وہ کسی کو اپنے ارادے کے مطابق عمل کرنے کے لیے مجبور کر سکتا ہے۔ یہ تو اللہ کی حکمت ہے کہ وہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لیے انہیں فریب دیتا ہے۔

(2) ﴿اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ﴾ ''مگر تا کہ ہم معلوم کر لیں کہ اُن میں سے کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے بارے میں شک میں ہے؟'' تا کہ مومن اور کافر کا فرق واضح ہو جائے کہ کون بن دیکھے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور کون انکار کرتا ہے۔

(3) تا کہ امتحان کا بازار گرم رہے، سچے اور جھوٹے میں امتیاز واقع ہو جائے، وہ شخص پہچانا جائے جس کا ایمان صحیح ہے جو امتحان، آزمائش اور شیطانی شبہات کے وقت ثابت قدم رہا اور وہ شخص بھی پہچان لیا جائے جس کا ایمان صحیح نہیں جو ادنیٰ سے شبہے پر متزلزل ہو جاتا ہے اور اس سے متضاد تھوڑی سی دعوت پر اپنے موقف سے ہٹ جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے امتحان کا ذریعہ بنایا ہے جس سے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور پاک لوگوں میں سے ناپاک کو ظاہر کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2189/3)

(4) ﴿وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ ''اور آپ کا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے'' یعنی آپ کا رب محافظ ہے۔ اس کی حفاظت کے باوجود لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں مگر مومن اس کی حفاظت میں آ جاتے ہیں تو شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

(5) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی، ان کے اعمال کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

رکوع نمبر 9

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ﴾

''آپ کہہ دیں پکارو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کے بارے میں تم نے گمان کیا ہے، وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں

رکھتے اور نہ ہی اُن کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اُس کا مددگار ہے'' (22)

سوال: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ﴾ ''آپ کہہ دیں پکارو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کے بارے میں تم نے گمان کیا ہے، وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اُن کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اُس کا مددگار ہے۔'' اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں پکارو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کے بارے میں تم نے گمان کیا ہے'' اے ہمارے رسول ﷺ ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کو باطل کرنے کے لیے آپ کہہ دیں۔ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو اس کا شریک سمجھتے ہو انہیں پکار دیکھو۔ ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتا۔'' (فاطر:13)

(2) وہ بے بس ہیں، عاجز ہیں تمہاری پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔

(3) ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے''۔

(4) ﴿وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ﴾ ''اور نہ ہی اُن کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے'' زمین و آسمان میں نہ تو وہ کسی چیز کے مالک ہیں نہ ملکیت میں شریک ہیں۔ وہ زمین اور آسمان میں سے کسی ذرے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

(5) ﴿وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ﴾ ''اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اُس کا مددگار ہے'' ان میں سے کوئی رب کا مددگار نہیں ہے کہ ان کو پکارنا نفع مند ہو، ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ وہ اکیلا معبود ہے، وہ ایک ہے، بے نیاز ہے، اس کا کوئی نظیر نہیں۔ وہ تنہا بلا شرکت غیرے تمام کام کرتا ہے۔

﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے حتیٰ کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی

ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے ''حق'' اور وہ سب سے بلند، بہت بڑا ہے'' (23)

سوال: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے حتیٰ کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے ''حق'' اور وہ سب سے بلند، بہت بڑا ہے'' اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ ''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے'' اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کا جلال کا عالم ایسا ہوگا کہ کوئی اس کی مرضی کے بغیر زبان نہیں کھولے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس کی جناب میں سفارش کرے، وہ جانتا ہے جو اُن کے آگے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔'' (البقرۃ:255)

(2) فرشتوں کی سفارش بھی کام نہیں آئے گی فرمایا: ﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی مگر اُس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے۔'' (النجم:26)

(3) فرشتے ان کی سفارش کریں گے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ ''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:28)

(4) ﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾ ''اُس دن سفارش فائدہ نہ دے گی مگر جس کو رحمن اجازت دے گا اور اُس سے بات کرنا پسند کرے گا۔'' (طٰہٰ:109)

(5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو اس کے سامنے سجدے میں

گر پڑوں گا۔ مجھے میرا رب سجدے میں پڑا رہنے دے گا جب تک وہ چاہے گا۔ وہ میرا سینہ کھول دے گا اور مجھے اپنی حمد وثنا کے وہ اچھے اچھے کلمات سکھلائے گا جو اس نے مجھ سے پہلے کسی کو نہیں سکھلائے ہوں گے (اور میں ان کلمات کے ساتھ اس کی خوب حمد وثنا بیان کروں گا) پھر اللہ تعالیٰ کہے گا، اے محمد! اپنا سر اٹھایئے آپ بات کیجیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا، آپ شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' (بخاری:7410)

(6) یہ وہ تعلقات اور امیدیں ہیں جو مشرکین اپنے خود ساختہ معبودوں، بتوں، انسانوں اور شجر وحجر سے وابستہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام امیدوں کو منقطع کر دیا اور ان کے بطلان کو اچھی طرح واضح کر کے شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ چونکہ مشرک غیر اللہ کی عبادت صرف اس لیے کرتا ہے کہ اسے غیر اللہ سے کسی نفع کی امید ہوتی ہے اور یہی امید شرک کی موجب ہوتی ہے تو جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی، جسے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتا ہے، کسی نفع ونقصان کی مالک ہے نہ مالک کی ملکیت میں شریک ہے، نہ اس کی معاون اور مددگار ہے اور نہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکتی ہے تو اس کا یہ پکارنا اور اس کی یہ عبادت عقل کے مطابق گمراہی اور شرع کے مطابق باطل ہے۔ اس کے برعکس مشرک کو اس سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ اس کے مقصود ومطلوب کے بالکل الٹ ہوتی ہے۔ مشرک ان خود ساختہ معبودوں کے ذریعے سے نفع چاہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس نفع کا بطلان اور اس کا معدوم ہونا واضح کر دیا ہے اور بعض دیگر آیات میں ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرنے والے کے لیے ان کے ضرر کو بیان کر دیا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ قیامت کے روز یہ ایک دوسرے کا انکار کریں گے ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ فرمایا: ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6) بڑی عجیب بات ہے کہ مشرک آدمی تکبر واستکبار کی وجہ سے رسولوں کی اطاعت اس گمان سے نہیں کرتا کہ وہ بشر ہیں اور اس کا حال یہ ہے کہ وہ شجر وحجر کو پکارتا ہے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، محض تکبر کی بنا پر رحمان کے لیے اخلاص نہیں رکھتا مگر اپنے بدترین دشمن شیطان کی اطاعت کرتے ہوئے ان ہستیوں کی عبادت پر راضی ہو جاتا ہے جن کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔'' (سعدی:3/190،2191)

(7) ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ﴾ ''حتیٰ کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے ''حق''۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو سن کر جھکتے ہوئے عاجزی کرتے ہوئے اپنے بازو پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان انہیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ

تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ بہت اونچا، سب سے بڑا ہے۔ پھر ان کی یہی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن کر بھاگتے ہیں۔ شیطان آسمان کے نیچے یوں نیچے اوپر ہوتے ہیں، سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کو موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح سے شیاطین ایک کے اوپر ایک رہتے ہیں۔ پھر وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتاتے ہیں، اس طرح وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ کلمہ اپنے سے نیچے والے کو بتائیں، آگ کا گولہ انہیں آدبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ بتا لیتے ہیں تو آگ کا انگارہ ان پر پڑتا ہے۔ اس کے بعد کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ (ایک بات جب اس کاہن کی صحیح ہو جاتی ہے تو ان کے ماننے والوں کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ کیا اسی طرح ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، اسی ایک کلمہ کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنا تھا، کاہنوں اور ساحروں کی بات کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔'' (بخاری:4800) جن کی عظمت کے آگے مقرب فرشتے غش کھاتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ وہ حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ مشرکوں کو کیا ہے کہ وہ تکبر سے اپنے رب کی عبادت کا انکار کرتے ہیں۔

(8) قیامت کے روز جب مشرکین کی گھبراہٹ دور ہوگی اور انہیں ہوش آئے گا تو ان سے دنیا میں ان کے احوال کے بارے میں سوال کیا جائے گا، حق لانے والے رسولوں کی تکذیب کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا تو وہ اقرار کریں گے کہ کفر اور شرک پر مبنی ان کا موقف باطل تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور انبیاء و مرسلین نے اس کے بارے میں خبر دی تھی وہی حق تھا۔ تو اس سے پہلے جو کچھ وہ چھپایا کرتے تھے سب ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔ (تفسیر سعدی:3/2191)

(9) ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ ''اور وہ سب سے بلند'' اور وہ ساری مخلوقات سے اوپر ہے وہ عالی قدر ہے اپنی صفات کی عظمت اور بلندی کی بنا پر وہ سب پر غالب ہے۔ (10) ﴿الْكَبِيرُ﴾ ''بہت بڑا ہے'' وہ اپنی ذات میں کبیر ہے وہ اپنی صفات میں سب سے بڑا ہے۔ اس کا حکم سب پر غالب ہے۔

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰي هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''آپ کہہ دیں کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں'' (24)

سوال: ﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰي هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''آپ کہہ

دیں کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان سے سوال کرتے ہوئے کہیں۔

(2)﴿مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے'' کون ہے جو بارش نازل کر کے زمین سے تمہارے لیے رزق پیدا کرتا ہے۔

(3)﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی مشرک بھی یہی جواب دیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جو آسمان اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے، وہ دریاؤں کو چلاتا ہے، سبزیاں، اجناس اور پھل اگاتا ہے۔ وہ حیوانات کو تمہارے لیے نفع مند بناتا ہے تو جب تم اقرار کرتے ہو تو تمہیں یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق رکھتا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

(4)﴿وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں'' یعنی ہم دونوں میں سے ایک گروہ حق پر ہے اور ایک باطل پر۔ ہم نے توحید کی کھلی دلیل پیش کر دی ہے لہذا شرک کا راستہ غلط ثابت ہوا۔ (5) ہم نے وہ تمام دلائل واضح کر دیے ہیں جو ہم پیش کرتے ہیں اور جو تم پیش کرتے ہو۔ جن سے کسی شک کے بغیر یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ ہم میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ؟ حتیٰ کہ اس کے بعد تعیین ایسے ہو جاتی ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں۔'' (تفسیر سعدی: 3/2193، 2194)

﴿قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا'' (25)

سوال: ﴿قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا'' تمہارا راستہ الگ، ہمارا راستہ الگ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی آپ ﷺ کہہ دیں۔

(2)﴿لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا'' یعنی ہمارا راستہ الگ ہے، تمہارا الگ ہمارے جرائم کے بارے

میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔تمہارے اعمال کے بارے میں ہم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔چھوڑو اس بات کو کہ ہم کیا کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (۵۴) مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِىْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ''ہم نہیں کہتے مگر یہ کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کسی آفت میں مبتلا کر دیا ہے''اُس نے کہا:''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔''(ہود:55,54)

(3)﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّىْ عَمَلِىْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْۗـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔''(یونس:41)

(4)﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (۱) لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (۲) وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (۳) وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (۴) وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (۵) لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (۶)﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے کافرو!۔میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے''(الکافرون:1۔6)

(5)﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَاۗءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے کہ انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے؟ آپ کہہ دو:مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں،وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''(البقرہ:142)

(6)ہمارا مقصد صرف سچائی کی تلاش اور انصاف کے راستے پر چلنا ہونا چاہیے۔

(7)دنیا کے احکام ظاہر پر جاری رہتے ہیں جن میں حق کی پیروی کی جاتی ہے اور باطل سے اجتناب ہوتا ہے اور اعمال کا فیصلہ تو آخرت میں احکم الحاکمین کرے گا۔

﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾

''آپ کہہ دیں کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(26)

سوال:﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ہمارا رب ہمیں جمع

کرے گا پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا اور وہی ،سب کچھ جاننے والا ہے۔'' قیامت کے روز سعادت اور شقاوت کھلے گی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ کہہ دیجئے

(2)﴿يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا﴾ ''کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا'' قیامت کے دن وہ ساری مخلوق کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا اور ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرے گا۔ جس سے ہر ایک کو پتہ چل جائے گا سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ (۱۴) فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۱۵) لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ (۱۶)﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کرتا ہوں۔ چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔ اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو۔'' (الزمر:14۔16)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ (۱۴) فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (۱۵) وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (۱۶)﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، پس وہی ایک باغ میں خوش رکھے جائیں گے۔ مگر جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، سو یہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔ (روم:14۔16)

(4)﴿وَهُوَ الْفَتَّاحُ﴾ ''وہی خوب فیصلہ کرنے والا'' یعنی اللہ تعالیٰ حاکم اور عادل ہے وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ وہ یقیناً سب سے اچھے فیصلے کرنے والا ہے۔

(5)﴿الْعَلِيْمُ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے۔'' وہ حقائق، حالات اور امور سے واقف ہے وہ حالات کے حقائق سے خوب واقف ہے۔ وہ مخلوق کے حالات سے خوب واقف ہے، بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔

﴿قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ کہہ دیں کہ مجھے دکھاؤ جنہیں تم نے اُس کے ساتھ شریک بنا کر اس کے ساتھ ملایا ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (27)

سوال:﴿قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ مجھے دکھاؤ جنہیں تم نے اُس کے ساتھ شریک بنا کر اس کے ساتھ ملایا ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ! آپ ان مشرکوں سے کہہ دیں۔

(2)﴿اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ﴾ ''کہ مجھے دکھاؤ جنہیں تم نے اُس کے ساتھ شریک بنا کر اس کے ساتھ ملایا ہے'' مجھے اپنے معبود تو دکھاؤ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے برابر کا سمجھتے ہو، جنہیں تم نے اس کا شریک بنا رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے ما سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اُس سے جو وہ شریک بناتے ہیں'' (یونس:18)(3)﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے اور وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (یونس:66)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اسکا کوئی ہم سر نہیں۔ وہ اکیلا ہے، یکتا ہے، بے نیاز ہے، کسی میں اس کا شریک بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔(5)﴿بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' وہ العزیز ہے جو ہر چیز پر غالب ہے، اس کے سوا ہر چیز مقہور اور اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہے۔﴿الْحَكِيْمُ﴾ اس نے جو چیز بھی تخلیق کی نہایت مہارت سے تخلیق کی۔ اس نے جو شریعت بنائی، بہترین شریعت بنائی۔ اگر اس کی شریعت میں صرف یہی حکمت پنہاں ہوتی کہ اس نے اپنی توحید اور اخلاص فی الدین کا حکم دیا، اسی کو پسند فرمایا اور اسی کو نجات کی راہ قرار دیا ہے، اس نے شرک اور اللہ تعالیٰ کے ہمسر بنانے سے روکا اور اس کو ہلاکت اور بدبختی کا راستہ قرار دیا ہے۔ تو اس کے کمال حکمت کے اثبات کے لیے یہی دلیل کافی ہے۔ تب اس شریعت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس کے تمام اوامر و نواہی حکمت پر مشتمل ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2195)

(6) وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے، قدرتوں والا، حکمت والا مشرکوں کے بہتانوں سے پاک، سب سے بلند ساری کائنات سے اعلیٰ ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' (28)

سوال: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' نبی ﷺ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے نبی ﷺ کو ساری دنیا کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (الاعراف:157)

(2) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' (الفرقان:1)

(3) سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو عرب وعجم کے لیے رسول بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سب پر عزت دی تا کہ وہ سب ان کی اطاعت کرے۔ (جامع البیان:102/22)

(4) سیدنا عکرمہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو آسمان والوں پر اور نبیوں پر غرض سب پر فضیلت دی ہے لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔ تا کہ وہ اسے کھلم کھلا تبلیغ کر دے اور نبی ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (ابن کثیر) (تفسیر: اساس:4533/8)

(5) آپ ﷺ کو بشیر بنا کر بھیجا گیا تا کہ آپ ﷺ ان اعمال سے آگاہ کر دیں جو ثواب کا باعث بنتے ہیں۔

(6) آپ ﷺ کو نذیر بنا کر بھیجا گیا تا کہ آپ ﷺ ان کاموں سے ڈرا دیں، جو عذاب کا باعث بنتے ہیں۔

(7) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی ہے پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔ اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت عطا کی۔ اور تمام انبیاء اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (بخاری:335)

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور اس نے اونٹ کو مسجد (کے صحن) میں بٹھا کر باندھ دیا، پھر لوگوں سے پوچھنے لگا کہ تم میں سے محمد (ﷺ) کون ہیں؟ نبی ﷺ اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا، یہی سفید رنگ کے جو آدمی تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ آپ ﷺ سے کہنے لگا، اے عبدالمطلب کے بیٹے! آپ نے اس سے فرمایا: کہو میں سن رہا ہوں، وہ کہنے لگا، میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، لیکن قدرے سختی سے پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تمہارا جی چاہے پوچھو۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، ہاں! اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ رات اور دن میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، ہاں! پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ پورے سال میں ایک ماہ کے روزے رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، ہاں! پھر اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مال دار لوگ ہیں ان سے زکوۃ لے کر ہمارے محتاجوں میں تقسیم کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، ہاں! وہ شخص کہنے لگا، جو شریعت آپ لائے ہیں اس پر میں ایمان لایا، مجھے میری قوم کے لوگوں نے بھیجا ہے، جو یہاں نہیں آئے، میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میں بنو سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔ (بخاری:63)

(9) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ہر سیاہ سرخ (یعنی جن وانس یا عرب وعجم) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔'' (مسند احمد:2135)

(10) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' اکثر لوگ نہیں جانتے کہ آپ ﷺ کو ساری انسانیت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا؟'' (29)

سوال: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا؟ قیامت کو جھٹلانے کے لیے قیامت کا سوال'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ 'اور وہ کہتے ہیں'' کافر کہتے ہیں اہل مکہ بعث اور جزا کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے۔

(2)﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا'' عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا، قیامت کب آئے گی؟ وہ قیامت کو ناممکن سمجھتے ہوئے سوال کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ﴾ ''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔ سن لو! یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دُور کی گمراہی میں ہیں۔'' (الشوریٰ:18)

﴿قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ ہی آگے بڑھ سکو گے'' (30)

سوال: ﴿قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ ہی آگے بڑھ سکو گے'' وعدہ کا دن مقرر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان کو عذاب کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہوئے کہہ دیں۔ (2)﴿لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ ہی آگے بڑھ سکو گے'' یعنی تمہارے وعدے کا دن تو مقرر کیا جا چکا وہ لکھا جا چکا۔ شمار کیا جا چکا۔ اس کے وقت میں کمی بیشی ناممکن ہے۔ اس میں گھڑی برابر بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت جب آ جاتا ہے تو موخر نہیں کیا جاتا، کاش! تم جانتے ہوتے۔'' (نوح:4)

(3)﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ﴾ ''جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بدبخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔'' (ہود:105)

(4)﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً

وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''کہہ دو میں اپنی جان کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، ہر اُمت کے لیے ایک وقت ہے جب اُن کا وقت آ جاتا ہے تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔'' (یونس:49)

(5) اس دن سے ڈر جاؤ اور اس کے لیے تیاری کرو۔

رکوع نمبر 10

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اُس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! آپ دیکھیں جب ظالموں کو ان کے رب کے پاس کھڑا کیا گیا ہوگا ان میں سے ایک دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہوگا جو لوگ کمزور سمجھے گئے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے: ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے'' (31)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اُس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! آپ دیکھیں جب ظالموں کو ان کے رب کے پاس کھڑا کیا گیا ہوگا ان میں سے ایک دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہوگا جو لوگ کمزور سمجھے گئے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے: ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔'' کافر قرآن اور آخرت پر ایمان نہیں لائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا'' کافروں نے سرکشی سے کہا۔ یہی ہٹ دھرمی ان کے قرآن اور آخرت پر ایمان نہ لانے کا سبب ہے۔

(2) ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ﴾ ''کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اُس پر جو اس سے پہلے ہے'' کافروں نے اعلان کیا کہ ہم قرآن پر کبھی ایمان لانے والے نہیں جو محمد ﷺ پر نازل ہوا نہ ان پر ایمان لائیں گے جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں۔ انہوں نے تکبر اور عناد سے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

(3) ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ﴾ ''اور کاش! آپ دیکھیں جب ظالموں کو

ان کے رب کے پاس کھڑا کیا گیا ہوگا ان میں سے ایک دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہوگا'' رب العزت نے انہیں ڈرانے کے طور پر فرمایا ہے۔ کاش تم ان کافروں کو اس وقت دیکھو جب یہ رب کے سامنے ذلت سے کھڑے ہوئے جھگڑ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔

(4)﴿یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا﴾ ''جو لوگ کمزور سمجھے گئے'' یعنی پیروکار کہیں گے جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔

(5)﴿لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا﴾ ''وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے'' اپنے لیڈروں سے کہیں گے جن کی اتباع کی جاتی تھی۔

(6)﴿لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔'' یعنی تم ہمیں ایمان نہیں لانے دیتے تھے، تم تھے جنھوں نے کفر کو ہمارے لیے مزین کیا تم ہمارے اور ہمارے ایمان کے درمیان حائل ہو گئے۔ تمہارے پیچھے ہم نے کفر اختیار کیا۔

سوال 1: کافر تمام تر دلائل کے باوجود قرآن مجید اور آخرت پر ایمان کیوں نہیں لانا چاہتے تھے؟

جواب: (1) کافروں نے یہ پختہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم ہدایت کو نہیں مانیں گے اگرچہ پچھلی کتابوں میں اس کا ذکر ہو۔ نہ قرآن کو مانیں گے نہ پچھلی کتابوں کو۔

(2) کافروں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہدایت کے دلائل پر غور ہی نہیں کریں گے۔

سوال 2: پہلے کی کتابوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد تورات، زبور، انجیل وغیرہ ہیں۔

سوال 3: حقیقت کا انکار بڑا جرم ہے لیکن انسان بے دھڑک اس کا انکار کیوں کر دیتا ہے؟

جواب: دنیا میں حقیقت کے انکار کا انجام انسان کے سامنے نہیں آتا اس لیے وہ بے خوف ہو کر اس کا انکار کر دیتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے انکار کرنے والوں کو ان کے برے انجام کا خوف کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انکارِ حق کے برے انجام کو قیامت کے منظر میں دکھایا ہے جب انکار کرنے والے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔

(2) جب کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو انکار کے برے انجام کا اس طرح شعور دلایا ہے کہ وہ عجیب حال میں ہیں اور انجام ان پر ٹوٹ پڑا ہے۔

سوال 5: قیامت کے دن رب کے سامنے لوگ ایک دوسرے کو الزام کیوں دیں گے؟

جواب: قیامت کے دن کفر اور شرک پر اکٹھے ہونے والے ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اس لیے ایک دوسرے کو الزام دیں گے۔

سوال6: کمزورلوگ بڑے لوگوں سے یہ کیوں کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے؟

جواب: بڑے لوگ ہی دنیا میں پیغمبروں کی مخالفت کرتے ہیں اور حق کی طرف بلانے والوں کے پیچھے چلنے سے روکتے ہیں۔اسی وجہ سے کمزورلوگ یہ کہیں گے کہ تم نہ روکتے تو ہم نہ رُکتے۔

سوال7: کمزورلوگ بڑوں سے یہ کیسے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے؟

جواب: دنیامیں کمزوری حق بات کہنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔انسان آخرت میں خوفناک حالات سے دوچار ہوگا تو جھوٹی بڑائی کا پول کھل جائے گا۔مصیبت سر پر پڑے گی تو ان کی زبانیں حق کہنے لگ جائیں گی۔

سوال8: دنیامیں حق بات کہنے کی توفیق کیوں نہیں ملتی؟

جواب: دنیامیں انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل اور سمجھنے کی صلاحیتیں استعمال نہیں کرتا جس کی وجہ سے حق سمجھنے اور کہنے سے باز رہتا ہے۔

﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ﴾

''جولوگ بڑے بنتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے گئے: ''کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی؟ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے'' (32)

سوال1: ﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''جولوگ بڑے بنتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے گئے: ''کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی؟ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے'' سردار جواب دیں گے کیا ہدایت آنے کے بعد تمہیں ہم نے اس سے روکا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ﴾ ''جولوگ بڑے بنتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے گئے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی؟'' لیڈر اور سردار اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کیا ہم نے ہدایت آجانے کے بعد تمہیں اپنی قوت سے روکا تھا۔ہمیں تم پر کوئی اختیار تو نہیں تھا ہم نے تو تمہیں اپنے راستے پر چلنے کی دعوت دی تھی تمہارے سامنے کفر کو مزین کیا تھا۔تم نے بے دلیل آنکھیں بند کر کے ہماری بات مان لی اور جو کچھ رسول لائے تھے ان دل لگتے قطعی دلائل کو تم نے ٹھکرا دیا۔تم نے اپنی پسند، اپنے دلی رجحان کے مطابق یہ راستہ اختیار کیا۔

(2)﴿بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''بلکہ تم خود ہی مجرم تھے'' تمہارا دل رجحان ہدایت کی طرف نہیں تھا تو یہ تمہارا جرم تھا، تمہارے دلوں میں کھوٹ تھا تو یہ تمہارا جرم تھا۔ اس کا الزام ہمیں کیوں دیتے ہو، ہم نے جبراً تم سے کفر نہیں کروایا تھا۔ تم نے اپنے اختیار سے کفر کیا تھا اس لیے تم خود مجرم ہو۔

سوال 2: بڑے لوگ کمزور لوگوں کی گمراہی کی ذمہ داری کو قبول کرنے سے کیسے انکار کر دیں گے؟

جواب: بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ کیا ہدایت آ جانے کے بعد ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ تم اپنی خواہشات کی وجہ سے حق قبول کرنے سے گریز کرتے رہے ہو۔ اپنی مرضی سے تم نے جو چاہا کیا اس لیے مجرم تم خود ہی ہو۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے'' بلکہ دن رات کی مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اس کے ساتھ شریک بنائیں'' اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' (33)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا﴾ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے'' بلکہ دن رات کی مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اُس کے ساتھ شریک بنائیں'' اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' وہ دن رات کے دھوکے تھے جس سے تم ہمیں شر پر ابھارتے رہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا﴾ ''اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے'' پیروکار یعنی کمزور لوگ اپنے لیڈروں اور سرداروں کے جواب میں کہیں گے۔

(2)﴿بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا﴾ ''بلکہ دن رات کی مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اس کے ساتھ شریک بنائیں'' تم دن رات دھوکے دے کر ہمیں شر پر ابھارتے رہتے تھے۔ تم نے ہمیں یقین دلایا کہ یہ سیدھا راستہ ہے، تم ہمارے سامنے کفر کو مزین کرتے تھے جب کہتے تھے کہ ہم ہدایت اور صحیح دین پر ہیں۔ تم کہتے

تھے ہم حق پر ہیں۔تم ہی تو ہمیں حق کے خلاف بہکایا کرتے تھے۔تم ہی تو حق کو باطل قرار دیتے تھے۔تم ہی تو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ براہ راست نہیں ملتا۔اللہ والوں سے گناہ بخشواؤ۔تم ہی تو ہمارے دلوں میں شک پیدا کرتے تھے۔تم نے ہمارے خلاف جو دن رات سازشیں کیں اس سے ہم دھوکے میں مبتلا ہو گئے اس طرح تم نے ہمیں گمراہ کر کے فتنے میں ڈال دیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔''جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی:''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،''اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔''(الاعراف:38)

(3)﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰي يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا(۲۷) يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا(۲۸)﴾ ''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا۔وہ کہے گا:اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کیا ہوتا!ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا!''(الفرقان:28,27)

سوال2:﴿وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے''گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ''اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے''جب وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ لیں گے تو دل میں بہت پچھتائیں گے۔لیڈر بھی عوام بھی،سردار اور پیروکار،بڑے اور کمزور سب پشیمان ہوں گے کہ ہائے افسوس ہم اللہ کی راہ سے بھٹک گئے۔ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی نہ کی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو پہنچ گئے۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ(۱۰) فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور وہ کہیں گے:''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے''سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے،سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے''(الملک:11,10)

(2)﴿وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے''پھر کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے اور انہیں قیدیوں کی طرح زنجیریں پہنا دی جائیں جیسا کہ فرمایا﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ

وَالسَّلٰسِلُ ۬ یُسْحَبُوْنَ (۷۱) فِی الْحَمِیْمِ ۬ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ (۷۲)﴾ ''جب طوق اور زنجیریں اُن کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' (المؤمن:72.71)

(3)﴿هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' رب العزت ان کو مخاطب کر کے کہیں گے ہم تمہیں تمہارے اعمال کی سزا کے طور پر عذاب دے رہے ہیں۔ تم جو کفر، نافرمانیاں اور فسق کرتے تھے اس کے مطابق ہر ایک سزا دے رہے ہیں۔

سوال3: کافروں کو ان کے اعمال کا بدلہ کیسے دیا جائے گا؟

جواب: (1) ہر ایک کو بدلہ اس کے عمل کے مطابق ملے گا۔ بڑوں کو ان کے اعمال کے مطابق اور کمزوروں کو ان کے اعمال کے مطابق۔

(2) کافروں کو ایسی زنجیریں ڈال دی جائیں گی جو ان کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھ دیں گی۔

(3) کافروں کی گردن میں طوق ڈال دیئے جائیں گے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾

''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' (34)

سوال1: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' رسولوں کو پہلے مال دار ہی جھٹلاتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ﴾ ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: پچھلی امتوں میں بھی ہم نے جب کبھی کوئی خبردار کرنے والا بھیجا ان کی مخالفت کی گئی آپ ﷺ مخالفوں کی پرواہ نہ کریں رسولوں کی اتباع کریں۔

(2)﴿اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' مال دار لوگوں نے ہی رسولوں کی مخالفت کی۔ انہوں نے اپنی نعمتوں پر تکبر کر کے کفر کیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ؕ وَمَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑوں کو مجرم بنا دیا ہے تاکہ وہ اس میں مکر و فریب کریں اور جو مکر و فریب وہ کرتے ہیں اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں

اور وہ شعور نہیں رکھتے۔'' (الانعام:123)

(3)﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا﴾ ''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو اُس کے خوشحال لوگوں کو ہم حکم دیتے ہیں، چنانچہ وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں تو بات ان پر ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اُسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، بری طرح تباہ و برباد کرنا۔'' (بنی اسرائیل:16)

(4)﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔'' (ہود:27)

(5) اہل ثروت نے رسولوں سے بھی کہا جو توحید اور ایمان تم لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں (فتح القدیر 412/4)

(6) جیسا کہ صالح علیہ السلام سے کہا گیا:﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۸۵) وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (۸۶)﴾ ''اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے ان کے لئے جو ایمان لائے تھے ان سے کہا: ''کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''یقیناً ہم اس پر بھی ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ اُسے بھیجا گیا ہے۔'' ان لوگوں نے کہا جو بڑے ہوئے تھے ''بلاشبہ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں۔'' (الاعراف:76,75)

سوال 2: پچھلے ادوار کے خوش حال لوگوں کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کو کیسے تسلی دی گئی؟

جواب: پچھلے ادوار کے خوش حال لوگوں کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ مکہ کے سردار اگر ایمان نہیں لا رہے تو ہر دور کے خوش حال لوگوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے۔

﴿وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾

''اور انہوں نے کہا: ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' (35)

سوال:﴿وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم

ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' مال اور اولاد کی کثرت پر تکبر کر کے رسولوں کا انکار کر دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں'' تکبر کرنے والوں نے رسولوں کو نہیں مانا۔ انہوں نے مال اور اولاد کی کثرت پر فخر کیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے کرم کی نشانی سمجھا اور یہ سمجھا کہ جب دنیا میں ہمیں نوازا ہے تو آخرت میں بھی مہربانی کرے گا جیسا کہ فرمایا:﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ (۵۵) نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (۵۶)﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔'' (المومنون:55,56)

(2)﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔'' (التوبہ:55)

(3)﴿وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔'' یعنی اول تو آخرت آئے گی نہیں اور آگ آئے گی تو ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ ہمیں دنیا سے بھی بڑھ کر مال اور اولاد دیے جائیں گے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے شاہِ روم ہرقل کے نام خط لکھا تو اس وقت ابوسفیان بھی وہاں موجود تھا، ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر ان سے کئی سوال پوچھے، ان میں سے ایک سوال اس نے یہ پوچھا کہ کیا اس رسول کے پیروکار قوم کے امیر وطاقت ور لوگ ہیں یا غریب وکمزور؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ غریب وکمزور لوگ اس کے پیروکار ہیں۔ اس پر ہرقل نے کہا، دراصل غریب وکمزور لوگ ہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں۔ (بخاری:7)

سوال 2: کافر یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ مال اور اولاد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا؟

جواب: جن لوگوں کے پاس دنیا میں مال اور قوت آجاتی ہے انہیں دنیا میں برا مقام مل جاتا ہے یہ چیز انسان کو جھوٹے اعتماد میں مبتلا کر دیتی ہے انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ جس رب نے ہمیں دنیا میں مال اور اولاد سے نوازا ہے وہ قیامت کے دن بھی ہمیں عذاب نہیں دے گا وہ دنیا کے معاملے کے مطابق ہی آخرت کے معاملے کو لیتے ہیں انہیں یقین نہیں آتا کہ جب دنیا میں اللہ نے عزت دی ہے تو آخرت میں انہیں بے عزت کر دیا جائے گا۔ حالانکہ دنیا تو امتحان کی جگہ ہے اور آخرت جزا کی جگہ۔ یہاں انسانوں کو جو کچھ ملتا ہے آزمائش کے لیے ملتا ہے۔

سوال 2: جھوٹا اعتماد انسان کو کیا نقصان دیتا ہے؟

جواب: (1) جھوٹا اعتماد ہر دور میں بڑوں کے لیے حق قبول نہ کرنے کا سبب بنا ہے۔

(2) جب وقت کے بڑے حق کو کمتر سمجھ لیتے ہیں تو عوام بھی ان کے پیچھے حق قبول کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' (36)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' مال دوست دشمن سب کو ملتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے'' رب العزت نے فرمایا: آپ ﷺ جواباً یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ مال تو دوست دشمن سب کو دیتا ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔

(2) ﴿وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے کسی کو مال دار بنا دیتا ہے کسی کو فقیر۔ کسی کو اللہ تعالیٰ مال دے اس میں بھی حکمت ہے جس کی گہرائی تک لوگ نہیں پہنچ سکتے۔ مال اور اولاد کی کثرت اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں ہے

سوال 2: رزق کی کشادگی یا تنگی کے بارے میں کافروں کے مغالطے کو کیسے دور کیا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ رزق تو اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ملتا ہے جس کو چاہتا ہے تنگ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے۔ (2) رزق کا تعلق اللہ کی حکمت اور مشیت سے ہے اللہ کی رضا سے نہیں۔

(3) اللہ مال اس کو بھی دیتا ہے جس کو ناپسند کرتا ہے اور اس کو بھی جسے پسند کرتا ہے۔

(4) وہ جس کو چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محتاج کر دیتا ہے۔

(5) مال و اسباب کی زیادتی کسی کے مقرب ہونے کی اور کسی کے غیر مقرب ہونے کی دلیل نہیں۔

رکوع نمبر 11

﴿وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾

''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قُرب میں نزدیک کر دیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناء پر ان کی دوگنی جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پُر امن ہوں گے'' (37)

سوال1:﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قُرب میں نزدیک کردیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناء پر ان کی دوگنی جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پُرامن ہوں گے'' مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کرتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى﴾ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قُرب میں نزدیک کردیں'' مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی رضا کی نشانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی کا مقام اور مرتبہ مال اور اولاد کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

(2) مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کرتے جیسا کہ ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں'' (المومنون:55,56)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور مال نہیں دیکھتا وہ تمہارے دل اور اعمال دیکھتا ہے۔ (مسلم:6543)

(4)﴿اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے'' اللہ تعالیٰ کے ہاں جو چیز مرتبہ بڑھاتی ہے وہ انبیا کی دعوت پر ایمان اور نیک اعمال ہیں۔

(5)﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناء پر ان کی دوگنی جزا ہے'' صالحین کو ان کے اعمال کا بدلہ بڑھا چڑھا کر عطا کیا جائے گا۔ ان کی ہر نیکی کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال کے اجر کو جتنا چاہے بڑھا سکتا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(6)﴿وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پُرامن ہوں گے'' ایسے نیک لوگوں کو جنت کے عالی شان، بلند محلات میں امن و امان اور اطمینان سے بسایا جائے گا۔ انہیں کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

(7) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایسے کمرے ہیں جن کا بیرونی حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آئے گا''۔ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کن لوگوں کے لیے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس کے لیے ہوں گے جو اچھی گفتگو کرے، کھانا کھلائے، پابندی سے روزے رکھے اور جب لوگ سو رہے ہوں تو اللہ کی رضا کے لیے رات میں نماز پڑھے'' (ترمذی:2527)

(8) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی لوگ اپنے سے اوپر بالا خانوں میں رہنے والوں کو اس

طرح دیکھیں گے جس طرح وہ اس ستارے کو دیکھتے ہیں جو آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں صبح کے وقت باقی رہ جاتا ہے، کیونکہ ان میں سے بعض بعض سے افضل ہوگا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ محل (یعنی بالا خانے) تو انبیاء کے ہوں گے۔ جنہیں ان کے سوا اور کوئی بھی نہ پا سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ محل ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (بخاری:7144)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾ ''دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے؟ اور یقیناً آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے'' (بنی اسرائیل:21)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مال کے بارے میں غلط فہمی کو کیسے دور کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے مال اور اولاد تمہیں ہم سے قریب کرنے والے نہیں یعنی مال تمہیں محبت کی وجہ سے نہیں دیا گیا۔

(2) اس اعتبار سے یہ بھی واضح کیا گیا کہ مال کی کمی کسی کے رب سے دور ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کا تعلق رزق سے نہیں ہے۔

(4) حساب کتاب جزا و سزا کا معاملہ مال اور تنگدستی سے جدا ہے۔

سوال 3: یہاں ایمان اور عمل صالح کا ذکر کس نسبت سے کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کرنے کے لیے کہ اللہ کی محبت اور قرب کا ذریعہ مال نہیں ہے بلکہ ایمان اور عمل صالح ہے۔

سوال 4: ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے دوہرے اجر کا وعدہ ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد صرف دوگنا نہیں بلکہ کئی گنا۔ ایک نیکی کا اجر سات سو گنا یا اس سے زیادہ تک ہے۔

سوال 5: ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو کس بہترین جزا کی خوش خبری سنائی گئی؟

جواب: (1) نڈر اور بے خوف ہوں گے۔ (2) بالا خانوں میں رہیں گے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾

''اور جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں کوشش کر رہے ہیں اس حال میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جانے والے ہیں'' (38)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں

کوشش کر رہے ہیں اس حال میں کہ وہ نیچا دِکھانے والے ہیں وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جانے والے ہیں'' رسولوں کو عاجز کرنے والے عذاب میں حاضر کئے جائیں گے، آیت کی روشنی میں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں کوشش کر رہے ہیں اس حال میں کہ وہ نیچا دِکھانے والے ہیں'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو اور رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور انہیں عاجز اور بے بس کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں یعنی لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا:﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ ہی آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے'' (العنکبوت:22)

(2)﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوششیں کیں اس حالت میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں، وہی دوزخ والے ہیں'' (الحج:51)

(3)﴿اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾ ''وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جانے والے ہیں'' انہیں ان کے اعمال کے مطابق عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ انہیں جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے'' (السجدۃ:20)

سوال 2: اللہ کی آیات کو نیچا دکھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے کلام کے مقابلے میں دوسرے کلاموں کو افضل ثابت کرتے رہے ہیں۔

(2) اللہ کا کلام حق پر مبنی ہے، حق کی دعوت دیتا ہے، حق پر مبنی نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کلام کو نیچا دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حق کی آواز کو دبانا چاہتا ہے، حق کے نظام کی مخالفت کرتا ہے، اور حق کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔ حق کے مقابلے میں باطل کو، اس کے نظام کو قائم کرنا چاہتا ہے۔

سوال 3: عذاب میں حاضر کیے جانے کی بات یہاں کیوں کی گئی ہے؟

جواب: اہل مکہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے مؤاخذہ کرنے کی قدرت نہیں رکھے گا اس لیے ہمیں قیامت کے آنے کا ڈر کیوں ہو تو انہیں کہا گیا کہ یہ سب لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔

﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ

وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے بلاشبہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جو تم خرچ کرتے ہو پس وہی اُس کا بدلہ بھی دیتا ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' (39)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے بلاشبہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے'' کشادگی اور تنگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے بلاشبہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے خوب رزق میں اضافہ کرتا ہے، خوشحال اور فارغ البال کر دیتا ہے، خوب ہی حال دیتا ہے۔ (2) ﴿وَيَقْدِرُ لَهٗ﴾ ''اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے'' اور کسی کو کنگال اور کسی کو بدحال کر دیتا ہے۔

(3) جس کو چاہے شاہ بنا دے اور جس کو چاہے گدا بنا دے۔

(4) رزق کی تنگی بدبختی اور خوشحالی سعادت کی دلیل نہیں ہے۔

(5) رزق کی تنگی اور فراخی میں اللہ تعالیٰ کی گہری حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾ ''دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے؟ اور یقیناً آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے'' (بنی اسرائیل: 21)

(6) اصل فوقیت آداب کی ہے جہاں کوئی جنت کے محلات میں اور کوئی دوزخ کی بستیوں میں ہوگا۔

سوال 1: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور جو تم خرچ کرتے ہو پس وہی اُس کا بدلہ بھی دیتا ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' اے انسان! خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''اور جو تم خرچ کرتے ہو'' جو بھی تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو وہ کسی قریبی رشتہ دار پر کرو یا مسکین، یتیم پر، وہ کسی ہمسائے پر کرو یا اجنبی پر، واجب صدقہ کرو یا مستحب۔

(2) ﴿فَهُوَ يُخْلِفُهٗ﴾ ''پس وہی اُس کا بدلہ بھی دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اس کی جگہ رزق عطا کرے گا۔ خرچ کرنے سے تمہارے رزق میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے تمہیں اس کے بدلے میں زیادہ عطا فرمائے گا۔

(3) ﴿وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' وہ تمہیں ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے تم نے گمان بھی نہ کیا

ہو۔اس لئے اسی سے رزق مانگو اور اس رزق کو بڑھانے کے لئے کوشش کرو۔

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿قَالَ اللّٰهُ: اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم خرچ کرو تو میں تم پر خرچ کروں گا'' (بخاری:7496)

(5) اسماء بنت ابی بکر نے عرض کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا خرچ کیا کر، گنا نہ کر، تا کہ تمہیں بھی گن کر نہ ملے، اور جوڑ کے نہ رکھ، تا کہ تم سے بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو چھپا نہ لے۔ (بخاری:2591)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت و توفیق بھی دی اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے علم و حکمت سے نوازا اور وہ اس کے ساتھ ہی فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (بخاری:73)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان موجود بکریوں کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے وہ بکریاں اسے دے دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور جا کر کہنے لگا، اے میری قوم! اسلام قبول کر لو، اس لیے کہ محمد ﷺ اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ ایک آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے اسلام قبول کرتا ہے، لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرتا کہ اسلام اسے دنیا میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔ (مسلم:6021)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور عفو و درگزر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو ضرور اونچا کرتا ہے۔ (مسلم:6592)

سوال 2: رزق کی تنگی اور وسعت کیسے ممکن ہوتی ہے؟

جواب: رزق کی تنگی اور وسعت اللہ کی مشیت کے تحت ہوتی ہے اس کا اللہ کی رضامندی اور ناراضگی سے تعلق نہیں ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کبھی کافر کو خوب مال کیوں دیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ استدراج کے لیے آہستہ آہستہ انجام تک پہنچانے کے لیے کافر کو رزق میں وسعت دیتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کبھی مومن کو مال کی تنگی میں کیوں مبتلا کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ مومن کے اجر میں اضافے کے لیے کبھی مال کی تنگی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

سوال 5: مال کا حقیقی فائدہ انسان کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب: مال کا حقیقی فائدہ انسان کو تب حاصل ہوتا ہے جب انسان مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں خرچ کیے جانے والے مال کا بدلہ کہاں عطا کریں گے؟

جواب: یہ بدلہ دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کی ترغیب دینے کے ساتھ یہ وضاحت کی ہے کہ وہ بہترین رزق دینے والوں میں سے ہے اس کی حکمت واضح کریں۔

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دینے والے کے ذہن کے رخ کو درست کیا ہے کہ تم کسی کو دے کر اس کے رازق نہیں بن جاتے۔ رازق تو اللہ ہی ہے۔

(2) انسان اگر کسی کو کچھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے دیتا ہے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے دیتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ ایسا رازق ہے جو اپنے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے اور اس پر اجر بھی عطا فرماتا ہے یقیناً وہ بہترین رازق ہے۔

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾

''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' (40)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ ''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' فرشتوں نے اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا تھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا﴾ ''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا'' یعنی جس دن اللہ تعالیٰ مشرکوں اور ملائکہ پرستوں کو اکٹھا کرے گا۔ (تفسیر ماوردی: 4/455)

(2) ﴿ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ﴾ ''پھر وہ فرشتوں سے کہے گا'' اللہ تعالیٰ مشرکوں کے سامنے فرشتوں سے پوچھے گا۔

(3) ﴿أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' کیا تم نے ان لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا تھا تو یہ آپ لوگوں کی عبادت کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰٓؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے پھر وہ کہے گا: ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' (الفرقان: 17)

(4) یعنی کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود بھٹک گئے تھے۔

﴿قَالُوا سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِمْ ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ﴾

''وہ کہیں گے:''پاک ہے تیری ذات،اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے،ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے''(41)

سوال1:﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات،اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے،ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے''فرشتے برأت کا اظہار کیسے کریں گے،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''وہ کہیں گے''فرشتے کہیں گے۔

(2)﴿سُبْحٰنَكَ﴾''پاک ہے تیری ذات''اے اللہ! تیری ذات اس سے پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو تیرے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہو۔

(3)﴿اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ﴾''اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں''ہم تو تیرے محتاج ہیں تو ہمارا سرپرست ہے۔ہم تیرے سوا دوسروں کو اپنا سرپرست کیسے بنا سکتے ہیں۔ہم کسی کو اپنی عبادت کی دعوت کیسے دے سکتے ہیں؟

(4)﴿بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ﴾''بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے''وہ تو شیطان کی عبادت کرتے تھے۔ان بتوں کی خوبیاں شیطان نے ہی ان کے دلوں میں بٹھا رکھی تھیں۔انہوں نے شیطان کی اطاعت کی،اطاعت ہی تو عبادت ہے۔ان میں سے اکثر شیطان کو پوجتے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾''اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔''(یٰسٓ:61)

(6)﴿اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾''ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے''اکثر لوگ جنوں پر ہی ایمان رکھتے ہیں۔ان ہی کی مانتے ہیں اور ان ہی کی اطاعت کرتے ہیں۔

سوال2:فرشتے اپنی عبادت سے کیسے اظہار برأت کریں گے؟

جواب:(1)فرشتے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر کے اظہار برأت کریں گے اور کہیں گے کہ تو ہمارا ولی ہے۔ہمارا ان سے نہیں آپ سے تعلق ہے۔

(2)فرشتے یہ بھی واضح کریں گے کہ یہ ہماری نہیں جنوں کی عبادت کرتے تھے۔

سوال3:یہاں جنوں سے کیا مراد ہے؟

جواب:یہاں جنوں سے مراد شیاطین ہیں۔

سوال4:مشرکین تو بتوں کی عبادت کرتے تھے ان کو یہ کیوں کہا گیا کہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے؟

جواب: جن یعنی شیاطین ہی اصل میں بتوں کی عبادت کے لیے تیار کرتے تھے اور انہیں گمراہ کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ عورتوں کو ہی پکارتے ہیں۔ اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔ (النساء:117)

﴿فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾

''چنانچہ آج تم میں سے کوئی نہ ایک دوسرے کے لیے نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی نقصان کا، اور ہم اُن سے کہیں گے جنہوں نے ظلم کیا کہ اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے'' (42)

سوال 1: ﴿فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''چنانچہ آج تم میں سے کوئی نہ ایک دوسرے کے لیے نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی نقصان کا، اور ہم اُن سے کہیں گے جنہوں نے ظلم کیا کہ اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے'' آج کوئی کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّ لَا ضَرًّا﴾ ''چنانچہ آج تم میں سے کوئی نہ ایک دوسرے کے لیے نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی نقصان کا'' اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ان سے اظہار بے زاری کے بعد فرمائیں گے آج تمہارے تعلقات کٹ گئے۔

(2) آج کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکے گا یعنی شفاعت نہیں کر سکے گا، نجات نہیں دے سکے گا اور نہ کوئی کسی کو عذاب دے سکے گا اور نہ ہلاک کر سکے گا۔

(3) ﴿وَ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''اور ہم اُن سے کہیں گے جنہوں نے ظلم کیا'' یعنی جن لوگوں نے شرک کیا، غیر اللہ کی عبادت کی یعنی، انبیاء، اولیاء اور ملائکہ کی عبادت رب العزت ان سے فرمائیں گے۔

(4) ﴿ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''کہ اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے'' تم دنیا میں جس بعث اور جزا کو جھٹلاتے تھے اسے آج تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اب دوزخ کے عذاب کو چکھو جس سے نجات پانے کے لئے تم نے کوئی سبب اختیار نہیں کیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ کوئی بھی نفع ونقصان کا مالک نہ ہوگا اس کی حکمت واضح کریں۔

جواب: دنیا میں رب کو چھوڑ کر جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے اس غلط فہمی کی بنیاد پر کی جاتی ہے کہ یہ فائدہ پہنچائیں گے اور نقصان سے بچائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو آخرت کے منظر میں لے جا کر دکھا دیا ہے کہ دیکھو آج کوئی بھی کسی کے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ دیکھو آج جھٹلانے کی وجہ سے آگ کے عذاب کا مزہ چکھایا جا رہا ہے۔

سوال 3: مشرک جن کی عبادت کرتے ہیں ان سے کس نفع کی امید رکھتے ہیں؟

جواب: مشرک دنیا اور آخرت دونوں کے نفع کی امید رکھتے ہیں۔ دنیا میں وہ امید رکھتے ہیں کہ صحت، رزق میں برکت وغیرہ ان کے توسط سے ملے گی اور آخرت میں یہ امید رکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔

سوال 4: مشرک جھوٹے معبودوں سے کس نقصان سے بچانے کی امید رکھتے ہیں؟

جواب: مشرک دنیا اور آخرت کے نقصان سے بچانے کی امید رکھتے ہیں۔ دنیا کے نقصان مثلاً رزق میں تنگی، بیماریاں، دکھ، تکلیفیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلوانے کی امید رکھتے ہیں۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور جب ہماری واضح آیات اُن پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک آدمی ہی تو ہے جو ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں ان سے روک دے جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ محض ایک من گھڑت جھوٹ ہے اور ان لوگوں نے حق کے بارے میں کہا جنہوں نے کفر کیا، جب وہ ان کے سامنے آیا کہ یہ محض ایک کھلا جادو ہے'' (43)

سوال 1: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ﴾

''اور جب ہماری واضح آیات اُن پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک آدمی ہی تو ہے جو ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں ان سے روک دے جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے'' کافروں کا رسولوں پر جو الزام رہا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور جب ہماری واضح آیات اُن پر پڑھی جاتی ہیں'' رب العزت نے فرمایا کافر جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہیں۔ ان کے عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کی تلاوت کو سنتے تو انہیں جھٹلا دیتے تھے، جس میں قطعی دلائل پیش کئے جاتے تھے۔ جو بھلائی کی دعوت دیتے اور برائی سے روکتے تھے۔ آیات تو عنایات ربانی تھیں۔ ان آیات پر ایمان لا کر ان کی اطاعت کرنی تھی اور انہوں نے کیا کہا۔ (2) ﴿قَالُوْا﴾ ''تو کہتے ہیں'' کافروں نے کہا۔ (3) ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ﴾ ''کہ یہ ایک آدمی ہی تو ہے جو ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں ان سے

روک دے جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے'' یہ شخص تمہیں آباؤ اجداد کے دین سے ہٹانا چاہتا ہے۔

(4) یعنی جب وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا حکم دیا کرتا تھا تو اس وقت اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ تم اپنے باپ دادا کی عادات کو ترک کردو، جن کی تم تعظیم اور ان کی پیروی کرتے ہو۔ پس انھوں نے گمراہوں کے کہنے پر حق کو ٹھکرا دیا اور اس کو ٹھکراتے وقت انھوں نے کوئی دلیل اور برہان پیش کی نہ کوئی شبہ وارد کیا اور یہ کون سا شبہ ہے کہ جب رسول بعض گمراہ لوگوں کو اتباع حق کی دعوت دیں تو یہ لوگ دعویٰ کریں کہ گزشتہ زمانے میں ان کے بھائی بند بھی، جن کے یہ پیروکار ہیں، اسی طریقہ پر کاربند تھے؟ اگر آپ ان کی اس سفاہت، حماقت اور گمراہ لوگوں کے کہنے کی وجہ سے ان کے حق کو ٹھکرانے پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی حماقت کے ڈانڈے مشرکوں، دہریوں، فلسفیوں، صابیوں، ملحدوں اور اللہ تعالیٰ کے دین سے نکل بھاگنے والوں کے گمراہ نظریات سے جا ملتے ہیں۔ قیامت تک ہر شخص کے لیے یہی اسوہ رہے گا جو حق کو ٹھکراتا ہے۔ انھوں نے اپنے آباء اجداد کے افعال کو دلیل بنا کر انبیاء مرسلین کی دعوت کو ٹھکرایا اور اس کے بعد حق کو مطعون کیا۔ (تفسیر سعدی: 2/2202,2203)

سوال 2: ﴿وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ محض ایک من گھڑت جھوٹ ہے اور ان لوگوں نے حق کے بارے میں کہا جنہوں نے کفر کیا، جب وہ ان کے سامنے آیا کہ یہ محض ایک کھلا جادو ہے'' کافروں نے قرآن کو خود تراشیدہ کھلا جادو قرار دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' کافروں نے کہا۔

(2) ﴿مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى﴾ ''کہ یہ محض ایک من گھڑت جھوٹ ہے'' یعنی یہ تو خود تراشیدہ، گھڑا ہوا جھوٹ ہے

(3) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور ان لوگوں نے حق کے بارے میں کہا جنہوں نے کفر کیا، جب وہ ان کے سامنے آیا کہ یہ محض ایک کھلا جادو ہے'' جب محمد ﷺ قرآن لے کر آئے تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔ یہ بات وہ حق کو جھٹلانے اور لوگوں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کرنے کے لئے کہتے تھے۔

سوال 1: قرآن مجید کی آیات پڑھنے پر مشرک یہ کیوں کہتے تھے کہ یہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے؟

جواب: مشرک باپ دادا کے دین کو درست سمجھتے تھے اس لیے اس کے مقابلے میں آنے والے حق کے بارے میں تعصب میں مبتلا تھے۔ اپنے شعور کے دروازے بند کر کے بلا تحقیق بے دھڑک یہ کہتے تھے یہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

سوال 2: مشرک کسے جھوٹ قرار دیتے تھے؟

جواب: مشرک قرآن مجید کو گھڑا ہوا جھوٹ قرار دیتے تھے۔

سوال 3: مشرک رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے، آپ ﷺ کا پیغام سننے سے لوگوں کو کیسے روکتے تھے؟

جواب: مشرک کہتے تھے کہ یہ شخص تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے روک دینا چاہتا ہے۔

سوال 4: کافروں نے حق آجانے کے بعد اس کے بارے میں کیا کہا؟

جواب: کافروں نے قرآن مجید کی سچائی کے کھل جانے کے بعد یہ کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔

سوال 5: قرآن مجید کو کافروں نے پہلے گھڑا ہوا جھوٹ قرار دیا پھر جادو۔ دونوں الزامات کی حقیقت واضح کریں۔

جواب: (1) کافروں نے قرآن مجید کے مفہوم کے بارے میں یہ الزام لگایا کہ یہ سچ نہیں ہے، گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

(2) کافروں نے قرآن مجید کے اعجاز اور بلاغت سے اس کے معجزانہ نظم واسلوب کی وجہ سے یہ الزام عائد کیا کہ یہ گھڑا ہوا جادو ہے۔ (فتح القدیر)

﴿وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ﴾

''حالانکہ ہم نے اُنہیں کوئی کتاب نہیں دی جسے وہ پڑھتے ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے اُن کی طرف کوئی ڈرانے والا بھی نہیں بھیجا'' (44)

سوال 1: وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ''حالانکہ ہم نے اُنہیں کوئی کتاب نہیں دی جسے وہ پڑھتے ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے اُن کی طرف کوئی ڈرانے والا بھی نہیں بھیجا'' اہل عرب کس کتاب کی اور کس رسول کی تعلیمات یا طریقے سے شرک کو اختیار کئے ہوئے ہیں، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا﴾ ''حالانکہ ہم نے اُنہیں کوئی کتاب نہیں دی جسے وہ پڑھتے ہوں'' یعنی عربوں کو، مشرکین قریش کو رب العزت نے کوئی کتاب نہیں دی تھی جس میں وہ شرک کرنے کے بارے میں پڑھتے ہوں یا کسی کتاب میں وہ شرک کی اجازت اور مشروطیت کے بارے میں پڑھتے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟'' (الزخرف: 21)

(2) ﴿اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ (۳۷) اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا يَتَخَيَّرُوْنَ (۳۸)﴾ ''یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟ کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو'' (القلم: 38,37)

(3) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے اُن کی طرف کوئی ڈرانے والا بھی نہیں بھیجا'' یعنی ان کے پاس کوئی رسول بھی ایسا نہیں آیا تھا جو انہیں شرک کی اجازت دیتا یا وہ ان کے لئے شرک کا طریقہ چھوڑ جاتا، پھر یہ بتائیں وہ شرک کس بنیاد پر کرتے ہیں؟

سوال 2: اہل مکہ سے یہ بات کہی گئی کہ نہ تو کتاب دی جسے یہ پڑھتے ہوں نہ کوئی آگاہ کرنے والا آیا۔ اس کی حکمت واضح کریں۔

جواب: اہل مکہ یہ تمنا کرتے تھے کہ ان کے پاس بھی کوئی اللہ کی کتاب، اللہ کا کوئی رسول آئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا کو بے دار کرنے کے لیے یہ کہا کہ نہ تو کتاب آئی نہ رسول اس لیے اب کتاب اور رسول بھیجا ہے تاکہ تم قبول کرلو۔

﴿وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾

''اور ان لوگوں نے جھٹلا دیا جو اُن سے پہلے تھے، اور جو ہم نے انہیں دیا تھا یہ تو اُس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ہیں پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلا دیا، تو کیسا تھا میرا عذاب''؟ (45)

سوال 1: ﴿وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''اور ان لوگوں نے جھٹلا دیا جو اُن سے پہلے تھے، اور جو ہم نے انہیں دیا تھا یہ تو اُس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ہیں پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلا دیا، تو کیسا تھا میرا عذاب''؟ رسولوں کو جھٹلانے والوں پر عذاب آتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور ان لوگوں نے جھٹلا دیا جو اُن سے پہلے تھے'' یعنی ان سے پہلے کی قوموں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

(2) ﴿وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ﴾ ''اور جو ہم نے انہیں دیا تھا یہ تو اُس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ہیں'' جتنی ہم نے انہیں دنیا دے رکھی تھی یہ اس کے دسویں حصّے کو بھی نہیں پہنچے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۫ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُن چیزوں میں بھی اُنہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے اُن کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے اور اُنہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ (الاحقاف:26)

(3) ﴿فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلا دیا، تو کیسا تھا میرا عذاب؟'' یعنی امتوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو دیکھو ان کا کتنا برا انجام ہوا؟ گذشتہ قوموں کو اللہ تعالیٰ نے طوفانی ہوا سے، سخت طوفان سے، چنگھاڑ سے، زلزلے سے، زمین میں دھنسا کر، آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک کیا تھا۔ اے جھٹلانے والو بچ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤ گے اور عذاب سے بچ نہ پاؤ گے۔ (4) ﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾﴾ ''اور یقیناً تم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (الصفت:138,137)

(4) ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي

الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے، وہ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین کی یادگاروں میں ان سے زیادہ تھے۔ تو اُن کے کام نہ آیا جو وہ کمائی کرتے تھے۔'' (مؤمن:82)

سوال 2: اہل مکہ نے پیغمبر اور کتاب آنے کے بعد کیا کیا؟

جواب: اہل مکہ نے پیغمبر اور کتاب کو ماننے سے انکار کر دیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ان کی تکذیب پر کیسے تنبیہ کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو تنبیہ کی کہ انکار اور تکذیب کا راستہ خطرناک ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کے حوالے سے بھی واضح کیا کہ وہ بھی انکار کر کے، جھٹلا کر برباد ہوئیں تھیں۔ حالانکہ وہ مال و دولت اور قوت کے اعتبار سے تم سے بہت آگے تھیں تم تو ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔

(3) پہلی قومیں بھی رسولوں کو جھٹلانے کے بعد تباہ کر دی گئیں پھر رسول کو جھٹلا کر تم تباہی سے کیسے بچ سکتے ہو۔

رکوع نمبر 12

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کیا تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے؟ وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے'' (46)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کیا تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے؟ وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے'' محمد ﷺ کو جنون نہیں ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے رسول آپ ﷺ ان جھٹلانے والوں سے کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ ''کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں'' میں تمہیں اس کا مشورہ دیتا ہوں اور اس بارے میں تمہارے ساتھ خیر خواہی کرتا ہوں۔ یہی انصاف پر مبنی طریقہ ہے، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم میری بات مانو، نہ یہ کہتا ہوں کہ تم بغیر کسی

موجب کے اپنی بات چھوڑ دو، میں تم لوگوں سے صرف یہ کہتا ہوں۔ (تفسیر سعدی: 3/2204,2205)

(3) ﴿اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۛ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کیا تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے'' یعنی تعصب سے اوپر اٹھ کر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے، حق طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

(4) یعنی ہمت، نشاط، اتباع صواب کے قصد اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ، تحقیق و جستجو کی خاطر اکٹھے ہو کر اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ اور تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو مخاطب کرے۔ تم اکیلے اکیلے اور دور کھڑے ہو کر اپنی عقل و فکر کو استعمال کرو، اپنے رسول ﷺ کے احوال میں غور و فکر کرو کہ کیا وہ مجنون ہے؟ کیا اس کے کلام اور ہیبت و اوصاف میں مجانین کی صفات پائی جاتی ہیں؟ یا وہ سچا نبی ہے اور آنے والے سخت عذاب ضرر سے تمہیں ڈراتا ہے؟ اگر وہ اس نصیحت کو قبول کر کے اس پر عمل کریں، تو دوسروں سے زیادہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ مجنون نہیں ہیں، اس لیے کہ آپ کی ہیبت مجانین کی ہیبت کی مانند نہیں ہے۔ اس کے برعکس آپ کی ہیبت بہترین، آپ ﷺ کی حرکات و سکنات جلیل ترین، ادب، سکینت، تواضع اور وقار کے اعتبار سے آپ ﷺ کی تخلیق کامل ترین تھی۔ یہ صفات جلیلہ کسی نہایت عقل مند اور باوقار شخص ہی میں ہو سکتی ہیں۔ پھر وہ آپ ﷺ کے فصیح و بلیغ کلام، آپ ﷺ کے خوبصورت الفاظ اور آپ کے ان کلمات پر غور کریں جو دلوں کو امن و ایمان سے لبریز کر دیتے ہیں، نفوس کا تزکیہ اور قلوب کی تطہیر کرتے ہیں، جو انسان کو مکارم اخلاق اور اچھی عادات کو اختیار کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور اس کے برعکس برے اخلاق اور رذیل عادات سے روکتے ہیں۔ آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے ہیں تو ہیبت، جلال اور تعظیم کی بنا پر آنکھیں دیکھتی رہ جاتی ہیں۔ کیا یہ تمام چیزیں مجانین کی بکواس اور ان کی اخلاق سے گری ہوئی حرکتوں اور ان کے اس کلام سے مشابہت رکھتی ہیں، جو ان کے احوال سے مطابقت رکھتا ہے؟

(5) یعنی تعصب اور ضد چھوڑ کر غور و فکر کرو گے تو یہی بات ثابت ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو جنون نہیں ہے۔

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور (عرب کے دستور کے مطابق) با آواز بلند ''یَاصَبَاحَاهُ'' پکارا (جو اس بات کی علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لیے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہی قریش کے لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: اگر میں تمہیں خبر دوں کہ عجب نہیں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کر دے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے (بیک زبان) جواب دیا کہ کیوں نہیں، ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: (سنو!) میں تمہیں اس شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے آگے ہے۔ یہ سن کر ابولہب (ملعون) نے کہا کہ تو ہلاک ہو جائے، کیا اسی کے لیے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ اس پر سورۂ لہب نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝﴾ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ

ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو۔ اُس کا مال اور جو کچھ اُس نے کمایا اُس کے کسی کام نہ آیا۔ وہ جلد ہی بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اُس کی بیوی بھی جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔ اُس کی گردن میں چھال کی رسی ہوگی۔ (بخاری:4801)

(6)﴿اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ ''وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے'' یعنی آپ تو لوگوں کو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آگاہ کر دینے والے ہیں۔

(7) سیدنا ابوحازم نے بیان کیا ان سے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''میں اور قیامت اتنے نزدیک بھیجے گئے ہیں اور نبی ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کے اشارہ سے اس نزدیکی کو بتایا پھر ان دونوں ہاتھوں کو پھیلایا۔'' (بخاری:6503)

سوال 2: مشرکین مکہ کو حقیقت کی تلاش کے لیے ضد اور تعصب چھوڑنے کے لیے کیا راستہ بتایا گیا؟

جواب: (1) مشرکین مکہ کے لیے نبی ﷺ کو نصیحت کرنے کے لیے کہا گیا کہ فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ایک ایک دو دو ہو کر سوچو کہ میں نے تمہارے درمیان زندگی گزاری ہے مجھے دیوانگی لاحق نہیں ہے۔

(2) میں جو دعوت تمہیں دے رہا ہوں اس کے بارے میں بھی غور کرو کہ اس میں دیوانگی کا کون سا پہلو ہے۔

(3) اگر تم تعصب اور ضد سے بالاتر ہو کر سوچو گے تو تمہیں اپنے ساتھی کے کام کی حقیقت سمجھ آ جائے گی کہ وہ تو صرف برے انجام سے ڈرانے والا ہے۔

﴿قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں نے تم سے جو اجر مانگا ہے وہ تمہارے لیے ہی ہے، میرا اجر صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے'' (47)

سوال: ﴿قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں نے تم سے جو اجر مانگا ہے وہ تمہارے لیے ہی ہے، میرا اجر صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے'' میں تبلیغ کرنے پر تم سے مزدوری طلب نہیں کرتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ! آپ ﷺ مشرکوں سے کہہ دیں کہ میں تبلیغ کرنے پر، اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانے پر تم سے کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا۔ بلا معاوضہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا رہا ہوں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔'' (الفرقان:57)

(3) ﴿اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ﴾ ''میرا اجر صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہے'' یعنی یہ میرے اخلاص کی دلیل ہے کہ میں خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دے رہا ہوں۔ اور ہر طرح سے تمہارے ساتھ خیر خواہی کر رہا ہوں اس کا صلہ میں اپنے رب سے لوں گا۔

(4) ﴿وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے'' وہ میری سرگرمیوں پر بھی نگران ہے اور تمہاری مخالفت بھی اس کی نظر میں ہے یعنی وہ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اگر میں دعوت دینے کے عمل میں جھوٹا ہوا تو وہ اپنے عذاب سے گرفت کرے گا۔ وہ تمہارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ تمہیں ان کی خبر دے گا۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے اپنی بے غرضی کا اظہار کیسے کروایا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا آپ ﷺ کہہ دیں جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہارے لیے ہے۔

(2) میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ سے بے غرضی کا اظہار کیوں کروایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے بے غرضی کا اظہار شک اور شبے کو دور کرنے کے لیے کروایا گیا کہ نبوت کا مقصد کہیں دنیا کا مال کمانا تو نہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی صفت ''شھید'' کو رسول اللہ کے اعمال کے حوالے سے کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنی بے غرضی کا اظہار کرنے کا حکم دیا اور اس بے غرضی پر آپ ﷺ نے اللہ کو گواہ ٹھہرا کر یہ واضح کیا کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اسے دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ اس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا۔

﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾

''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب حق (دل میں) ڈالتا ہے وہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' (48)

سوال: ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب حق (دل میں) ڈالتا ہے وہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' میرا رب مجھ پر سچی وحی نازل کرتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب حق (دل میں) ڈالتا ہے وہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ مجھ پر سچی وحی نازل کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا دیتا ہے۔ اور حق کو ثبات دیتا ہے۔ حق سے وہ باطل کا سر پھوڑ کر رکھ دیتا ہے اس طرح باطل ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور حق کو ثبات ملتا ہے۔ (جامع البیان: 111/22)

(3) ﴿عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ ''وہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' وہ سب چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ دلوں میں پیدا ہونے

والے شبہات کو بھی جانتا ہے اور ان کے دلائل کو بھی جانتا ہے جو شبہات کو رد کرتے ہیں۔ جو شبہات کے مقابلے میں پیدا ہوتے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿رَفِيعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ﴾ ''بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔'' (غافر:15)

سوال 2: یقذف بالحق سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) قذف کے معنی تیر اندازی کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد کلام کرنا ہے۔

(2) یقذف بالحق سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ کلام کرتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ کیسے کلام کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں پر وحی نازل فرماتا ہے اور اس طرح لوگوں پر حق واضح کرتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے علّام الغیوب ہونے کی وضاحت کریں۔

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں وہ ہر چھپی ہوئی چیز کو جاننے والا ہے۔

﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾

''آپ کہہ دیں کہ حق آ گیا اور باطل نہ آغاز کر سکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کر سکتا ہے'' (49)

سوال: ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ حق آ گیا اور باطل نہ آغاز کر سکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کر سکتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی جانب سے عظیم شریعت آ گئی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ کہہ دیں۔

(2) ﴿جَآءَ الْحَقُّ﴾ ''کہ حق آ گیا'' حق آ گیا یعنی قرآن جو اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ (جامع البیان: 22/111)

(3) ﴿وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾ ''اور باطل نہ آغاز کر سکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کر سکتا ہے'' باطل یعنی خود ساختہ معبود کسی کو نہ پیدا کر سکتا ہے اور نہ موت کے بعد زندگی کا اعادہ کر سکتا ہے۔

(4) ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے'' (الانبیاء:18)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم جب مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے نبی ﷺ

اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ہر ایک کو ٹکراتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ ''حق آیا اور جھوٹ نابود ہو گیا بے شک جھوٹ نابود ہونے والا ہی تھا۔ حق آ گیا ہے اور باطل نہ آغاز کر سکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کر سکتا ہے۔'' (بخاری:4720)

سوال 2: باطل سے کیا مراد ہے؟

جواب: باطل سے مراد شرک اور کفر ہے۔

سوال 3: حق کے آنے سے باطل کیوں چلا جاتا ہے؟

جواب: حق ہی اس کائنات کی اصل حقیقت ہے۔ حق ہی کی بنیاد پر یہ کائنات بنی ہے اور یہاں ساری قوت حق کی ہے۔ یہاں باطل کا نہ کوئی زور ہے نہ اس کی کوئی دلیل ہے۔ یہاں عملاً ساری قوت حق کی ہونی چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان کی جگہ بنایا ہے یہاں باطل کو ابھرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جب بھی حق پر یقین رکھنے والے اٹھتے ہیں تو پھر حق آ جاتا ہے اور باطل چلا جاتا ہے۔ کیونکہ باطل کی کوئی اصل کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ باطل کی نہ تو کوئی ابتداء ہوتی ہے نہ آئندہ وہ سر اٹھانے کے قابل ہوگا۔

﴿قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىْٓ اِلَىَّ رَبِّىْ ۗ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اگر میں گمراہی پر ہوں تو اپنی جان پر ہی گمراہ ہوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی تو اس کی وجہ سے جو میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بلاشبہ وہ کچھ سننے والا، قریب ہے'' (50)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىْٓ اِلَىَّ رَبِّىْ ۗ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر میں گمراہی پر ہوں تو اپنی جان پر ہی گمراہ ہوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی تو اس کی وجہ سے جو میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بلاشبہ وہ کچھ سننے والا، قریب ہے'' حق وحی سے معلوم ہوتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی اے نبی آپ ﷺ اپنی قوم سے کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ﴾ ''کہ اگر میں گمراہی پر ہوں تو اپنی جان پر ہی گمراہ ہوں گا'' یعنی اگر میں ہدایت سے گمراہی کی طرف آ گیا ہوا اور میں حق کے علاوہ کسی اور راستے پر چلنے لگا ہوں تو میری گمراہی مجھ پر ہے، مجھے ہی اس کا نقصان پہنچے گا۔

(3) ﴿وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىْٓ اِلَىَّ رَبِّىْ﴾ ''اور اگر میں نے ہدایت پائی تو اس کی وجہ سے جو میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے'' اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کا سبب وحی ہے۔ جو میرے لیے اور سب لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

(4) ﴿اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ﴾ ''بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا قریب ہے'' یعنی میرا رب سنتا ہے جو تم کہتے ہو اور وہ اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور وہ

مجھے میری صلاحیت کی جزا دے گا۔ میں تمہیں جو کچھ کہتا ہوں اور تم جو کچھ کہتے ہو وہ سنتا ہے۔ وہ رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔

سوال 2: کہہ دو اگر میں بہک جاؤں تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہے۔ یہ بات کہہ کر کیا واضح کیا گیا؟

جواب: یہاں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ انسان اپنی گمراہی کا خود ذمہ دار ہے وہ کوتاہی کرتا ہے اور اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگ کر اپنی گمراہی کے لیے خود کوشش کرتا ہے اور اپنی گمراہی کا وبال بھی خود ہی برداشت کرے گا۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کے بارے میں کیا وضاحت کرنے کے کے لیے کہا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ واضح کر دیں کہ اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس وحی کی بنیاد پر جو مجھ پر نازل کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت اور بھلائی اللہ کی طرف سے ہے اور ہدایت کا راستہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے ملتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے سمیع اور قریب ہونے کو اس آیت کے ذریعے کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ قریب ہے انسانوں کی ہدایت اور گمراہی کے معاملے کو قریب سے دیکھتا ہے۔ ان کے مشورے، ان کی ترغیبات کو سنتا ہے وہ السمیع ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو چھوڑ نہیں رکھا ہے وہ بندوں کے قریب ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے، ہدایت کے تمنائی کی بھی اور گمراہ ہونے کے بعد بھٹکنے والے کی ذلت بھری آہوں کو بھی سنتا ہے۔ وہ السمیع ہے۔

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ﴾

''اور کاش آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے پھر بچ کر بھاگ نہ سکیں گے اور وہ قریب کی جگہ سے پکڑے جائیں گے'' (51)

سوال: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے پھر بچ کر بھاگ نہ سکیں گے اور وہ قریب کی جگہ سے پکڑے جائیں گے'' قیامت کے دن کافروں کی گھبراہٹ دیکھنے کے قابل ہوگی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے'' اے رسول ﷺ قیامت کے دن جھٹلانے والوں کی گھبراہٹ قابل دید ہوگی۔

(2) ﴿اِذْ فَزِعُوْا﴾ ''پھر بچ کر بھاگ نہ سکیں گے'' اس دن وہ کہیں بھاگ نہیں سکیں گے کسی آڑ کے پیچھے چھپ نہیں سکیں گے ان کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے

رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں'' (الانعام:27)

(3)﴿وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ﴾ ''اور وہ قریب کی جگہ سے پکڑے جائیں گے'' وہ فوراً پکڑے جائیں گے۔دنیا میں بھی وہ عذابوں میں پکڑے جائیں گے۔یہاں قیامت کے دن کی پکڑ مراد ہے۔

﴿وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾

''اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے'' (52)

سوال1:﴿وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے'' مشرک قیامت کے دن ایمان لے آئیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ﴾ ''اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں'' مشرک قیامت کے دن اللہ تعالی، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، اور اس کے فرشتوں پر ایمان لے آئیں گے۔

(2) جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' (السجدہ:12)

(3)﴿وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے'' یعنی اب وہ ایمان کی قبولیت والی جگہ سے دور ہٹ کر دوسرے جہان میں آ گئے ہیں۔یہ مقام جزا ہے، یہ جزا کا گھر ہے، امتحان کا نہیں۔اب ان کے لیے توبہ اور رجوع کہاں ہے؟

سوال2: تناوش کے معنی کیا ہیں؟

جواب: تناوش کے معنی پکڑنے کے ہیں۔

سوال3: حشر کے میدان میں لوگ ایمان لانا چاہیں گے لیکن کیوں نہیں لا پائیں گے؟

جواب: حشر کے میدان میں ایمان لانے کی جگہ نہیں، جزا سزا کی جگہ ہے۔جب دنیا میں ایمان نہ لائے تو میدان حشر دنیا کے مقابلے میں دور کی جگہ ہے جیسے دور سے کسی کو پکڑنا ممکن نہیں ایسے ہی دور سے ایمان لانا یا ایمان کو حاصل کرنا یا ایمان کو پکڑنا ممکن نہیں۔

﴿وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾

''حالانکہ یقیناً اس سے پہلے انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا اور وہ بن دیکھے دور کی جگہ سے پھینکتے رہے ہیں'' (53)

سوال 1: ﴿وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''حالانکہ یقیناً اس سے پہلے انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا اور وہ بن دیکھے دور کی جگہ سے پھینکتے رہے ہیں'' آخرت میں ایمان قبول نہیں کیا جا سکتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ﴾ ''حالانکہ یقیناً اس سے پہلے انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا'' یعنی جب دنیا میں ایمان لانے کا موقع تھا انہوں نے حق کی دعوت کو جھٹلا دیا۔ اب آخرت میں ان کا ایمان قبول نہیں کیا جا سکتا۔

(2) ﴿وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اور وہ بن دیکھے دور کی جگہ سے پھینکتے رہے ہیں'' یعنی وہ محض قیاس اور رائے سے رسولوں کی باتوں کو جھٹلاتے رہتے تھے جیسے بہت دور سے تیر اندازی کرنے والے کا تیر صحیح نشانے پر نہیں پڑتا اسی طرح جب یہ رسول اللہ ﷺ کو کاہن، شاعر، جادوگر اور دیوانہ کہتے رہے تو اس کی وجہ سے حقائق نہیں بدل گئے وہ جزا کے دن کے قائل نہیں تھے۔ وہ دیوانہ کہہ کر جزا کے دن کو تو دور نہیں کر سکے۔

سوال 2: کافر اپنے گمان سے کیا باتیں پھینکتے رہے؟

جواب: (1) کافر اپنے گمان سے یہ کہتے رہے کہ قیامت اور حساب کتاب نہیں ہے۔

(2) کافر اپنے گمان سے یہ کہتے رہے کہ قرآن جادو ہے، جھوٹ ہے۔

(3) کافر اپنے گمان سے یہ کہتے کہ محمد ﷺ جادوگر ہیں، شاعر ہیں، کاہن ہیں یا مجنون ہیں۔

﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ﴾

''اور اُن کے اور اُس چیز کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی جن کی وہ تمنا کر رہے ہوں گے جیسا کہ اس سے پہلے اُن جیسوں کے ساتھ کیا گیا بلاشبہ وہ بے چین کرنے والے شک میں تھے'' (54)

سوال 1: ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ﴾ ''اور اُن کے اور اُس چیز کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی جن کی وہ تمنا کر رہے ہوں گے جیسا کہ اس سے پہلے اُن جیسوں کے ساتھ کیا گیا بلاشبہ وہ بے چین کرنے والے شک میں تھے'' ان میں اور ایمان میں حجاب حائل ہو گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''اور اُن کے اور اُس چیز کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی جن کی وہ تمنا کر رہے ہوں گے'' یعنی اب تو ان میں اور ایمان میں حجاب حائل ہو گیا۔ اب تو ان میں اور ان کی خواہشات میں دیواریں کھینچ دی گئیں، دنیا

کی بہاریں چھین لی گئیں۔اب ایمان اور توبہ کی خواہش بے سود اور بے محل ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1632)

(2)﴿كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ﴾ ''جیسا کہ اُن جیسوں کے ساتھ کیا گیا'' یعنی پہلی قوموں پر بھی جب عذاب نازل ہوا وہ رسولوں کو جھٹلاتی تھیں۔عذاب کے وقت ان کی لذات وشہوات، مال واولاد کے درمیان حجاب حائل کر دیا گیا۔عذاب کے وقت ان کی تمنا تھی وہ ایمان لے آئیں لیکن ان کا ایمان قبول نہیں کیا گیا جیسا کہ فرمایا:﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ(۸۴) فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ(۸۵)﴾ ''پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کا انکار کیا جسے ہم اُس کے ساتھ شریک بناتے تھے۔پھر اُن کا ایمان نہ تھا کہ اُنہیں کوئی فائدہ دیتا جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اُس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے، اور اُس وقت کافر لوگ خسارے میں رہے۔'' (غافر:84۔85)

(3)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ﴾ ''بلاشبہ وہ بے چین کرنے والے شک میں تھے۔'' دنیا میں ان کے دلوں میں شکوک وشبہات تھے، انہیں بدگمانی تھی۔جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لائے اور انہوں نے توبہ نہیں کی۔اب عذاب کے وقت ان سے ایمان کیسے قبول کرلیا جائے

(4)جب وہ دارالجزا میں پہنچیں گے اس وقت بھی وہ تمنا کریں گے کاش وہ مومن ہوتے۔اس وقت ان کے اور ایمان کے درمیان حجاب حائل ہوجائے گا۔

سوال2: کافروں اور ان کی خواہش کے درمیان پردہ حائل کرنے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے ان کی خواہش رد کردی جائے گی۔

سوال3: ان جیسے پہلوں کے ساتھ کیا کیا گیا؟

جواب: پہلوں کا بھی ایمان قبول نہیں کیا گیا تھا جب وہ عذاب دیکھ کر ایمان لائے۔

سوال4: پہلوں کے ایمان قبول نہ کرنے کا سبب کیا تھا؟

جواب: وہ شک میں پڑے ہوئے تھے۔قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ریب اور شک سے بچو۔جو شک کی حالت میں فوت ہوگیا وہ اسی حالت میں اٹھے گا اور جو یقین پر مرے گا قیامت والے دن یقین پر ہی اٹھے گا۔(ابن کثیر)

۳۵ سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ ۴۳ | اٰياتها ۴۵ | ركوعاتها ۵

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔اس میں 5 رکوع اور 45 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 35 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 43 ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جو دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں۔ وہ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''(1)

سوال 1: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جو دو دو ہیں، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں۔ وہ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے وحی بھیجتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اللہ رب العزت نے اپنی ذات کی حمد بیان کی ہے کہ اس نے اپنی قدرت کے کمال سے زمین و آسمان بنائے۔ اس نے بغیر کسی نمونے کے زمین و آسمان ایجاد کیے اس نے اپنی حکمت سے اس میں ساری مخلوقات کو پیدا کیا۔ اس کا اقتدار وسعت والا ہے۔ وہ اپنے علم سے پوری کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

(2) ﴿جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا﴾ ''فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے'' حمد اس ذات کے لئے ہے جو فرشتوں کو پیغام رساں بنا کر انبیاء کے پاس بھیجتا ہے تاکہ وہ تیزی سے پیغام رسانی کر سکیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق انسانوں کو ان کی زندگی کی راہ نمائی کے لئے جس ہدایت کی ضرورت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہنچاتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ ''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا وہ کوئی

پیغامبر بھیجتا ہے۔ پھر وہ اُس کے حکم سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔ یقیناوہ برتر ہے، بہت دانا ہے۔'' (الشوریٰ:51)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کبھی تو اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹی کی جھنکار اور وحی کی کیفیت مجھ پر بڑی شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل ودماغ پر (اس فرشتے کے ذریعے سے) نازل شدہ وحی محفوظ ہوجاتی ہے اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے بات کرتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کرلیتا ہوں۔'' (بخاری:6059)

(5) فرشتے اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کرتے ہیں نافرمانی نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

(6) فرشتے کائنات کے معاملات کی تدبیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں اس لئے ان کی رفتار کی تیزی اور ان کی قوت کا ذکر فرمایا: ﴿اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ﴾ ''پروں والے'' فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہایت سرعت سے پرواز کرتے ہیں۔

(7) ﴿مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ ''جو دو دو، تین تین اور چار چار'' اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور ان کی ضرورت کے مطابق دو دو، تین تین اور چار چار پر دے رکھے ہیں۔

(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو (ان کی اصلی صورت میں) دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری:3232)

(9) ﴿يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ﴾ ''وہ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کردیتا ہے'' یعنی وہ جس کو چاہے زیادہ پر عطا کرسکتا ہے۔

(10) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کسی کا کوئی اختیار نہیں وہ جس پر چاہتا ہے اپنی قدرت کو نافذ کرتا ہے۔ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔

سوال 2: سورۃ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے کیا گیا۔ اس کی حکمت واضح کریں۔

جواب: (1) حمد سے سورۃ کا آغاز کرکے انسانی دل کو اللہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

(2) حمد سے اللہ کی نعمتوں اور رحمتوں کا شعور بیدار کیا گیا ہے۔

(3) حمد سے آغاز کرکے انسانی احساسات کو اللہ کی تخلیق اور اس کی قدرتوں کا احساس دلانا ہے تاکہ انسان اس کی حمد میں رطب اللسان ہو۔

سوال 3: فرشتوں کو اللہ نے کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے؟

جواب: فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات نافذ کرنے کے لیے اور پیغام رسانی کے لیے پیدا کیا۔

سوال 4: فرشتوں کی پیدائش اور ان کے کاموں کے بارے میں یہاں کیوں وضاحت کی گئی ہے؟

جواب: (1) فرشتوں کے بارے میں اہل عرب بہت ہی غلط فہمیوں میں مبتلا تھے۔ مثلاً

(i) فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس اعتبار سے ان کی حیثیت مستقل بالذّات ہے۔

(ii) فرشتے دنیا میں برکت کا سبب ہیں۔

(iii) فرشتے آخرت میں نجات کا سبب ہو سکتے ہیں۔

(2) فرشتوں کی مفروضہ عظمت پر یقین رکھنے والے ان کے بت بنا کر انہیں پوجنے لگ گئے تھے مثلاً لات اور منات وعزیٰ وغیرہ۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں کیا وضاحت کی؟

جواب: (1) فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

(2) فرشتوں کو اللہ تعالیٰ قاصد بناتا ہے۔

(3) فرشتوں کے پر ہوتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہے اضافہ کرتا ہے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت قدیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

(1) اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو ایجاد کرنے یعنی پہلے پہل بغیر نمونے کے پیدا کرنے سے اپنی صفت قدرت کا شعور دلایا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی اس ایجاد پر غور کرے تو اس کا دل پکار اٹھتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

(2) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی پیدائش سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے وہ جو چاہے پیدا کر سکتا ہے، اسی کی قدرت ہے، اسی کا اختیار ہے۔

﴿مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اُسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اُسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (2)

سوال 1: ﴿مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اُسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اُسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' تدبیر کائنات، عطا کرنے اور محروم کرنے میں اللہ تعالیٰ اکیلا اختیار کا مالک ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اس کائنات کی تدبیر کرتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہی عطا کرتا ہے اور وہی محروم کر دیتا ہے۔ اس کی عطا کو کوئی

روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک دے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ وہ اکیلا ہی سارے اختیار کا مالک ہے۔

(2)﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اُسے کوئی بند کرنے والا نہیں'' اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس کی بخشش کو کوئی روکنے والا نہیں۔

(3)﴿وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اُسے کوئی بھیجنے والا نہیں۔'' وہ جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ وہ جس کو نہ دینا چاہے، جس سے روک دے تو اس کی روکی ہوئی چیز کو کوئی دینے والا نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ ہی دینے والا اور روکنے والا ہے اور بندہ محتاج ہے۔ اس لئے بندے کو اسی کو پکارنا چاہیے، صرف اسی سے ڈرنا چاہیے صرف اسی سے امید باندھنی چاہیے۔

(5) رحمت کی مادی شکل بارش اور روحانی شکل وحی الٰہی ہے۔ باقی ہر طرح کی رحمتیں ان کے بعد ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں خالصتاً اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ جن میں مشرکوں کے معبودوں کا ذرہ بھر دخل نہیں۔ وہ چاہیں بھی کہ وحی الٰہی کو روک دیں تو کبھی نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی وہ یہ کر سکتے کہ اگر اللہ تعالیٰ قریش پر قحط مسلط کر دے تو وہ بارش برسا کر اپنے عبادت گزاروں کی تکلیف کو رفع کر دیں اور جو کچھ خود چاہتا ہے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق کرتا ہے اور جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کر گزرتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ سب پر غالب ہے۔ (تیسیر القرآن)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (یونس:107)

(7)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ العزیز ہے اپنی رحمت کو روک کر، برائیوں کو روک کر ان سے انتقام لے سکتا ہے۔ وہ ''الحکیم'' ہے اپنی مخلوق کے ساتھ حکمت سے تدبیر کرتا ہے اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے جب رحمت کے کھلنے میں بھلائی ہوتی ہے اور رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے جب بند کرنے میں حکمت ہوتی ہے۔ (جامع البیان:120/22)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی علامت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ ہے کہ انسان اس کی رحمت کو محسوس کرے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾

''اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو''(3)

سوال 1: ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو'' اللہ تعالیٰ ہی خالق وہی رزاق ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ﴾ ''اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' رب العزت نے حکم دیا ہے کہ ان نعمتوں کو یاد کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہیں۔ دل سے نعمتوں کا اعتراف کریں، زبان سے اس کی حمد کریں اور اعضاء سے اطاعت کر کے اس کا شکر ادا کریں۔ اس کے انعامات کو تم گن نہیں سکتے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ اور اس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔'' (ابراہیم:34)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔'' (النحل:18)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ یَعِظُكُمْ بِهٖ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ ''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور جو کتاب وحکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا، وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (البقرہ:231)

(4)﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا۔'' اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے وہی پیدا کرتا ہے، وہی رزق دیتا ہے۔ رب العزت نے توحید خالص، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دلیل دی ہے کہ جس طرح پیدا کرنے اور روزی دینے میں اسکا کوئی شریک نہیں ایسے ہی عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہونا چاہیے۔

﴿قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''آپ پوچھیں کہ تمہیں آسمان وزمین سے کون رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو سماعت اور آنکھوں پر اختیار رکھتا ہے؟ اور کون بے جان سے جان دار کو نکالتا ہے اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ اور کون معاملات کا انتظام کرتا ہے؟ سو جلد ہی وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'' (یونس:31)

(5)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی وہی معبود حقیقی ہے جو خالق اور رزاق ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لئے عبادت کو خالص کرو۔

(6)﴿فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو'' یعنی تم خالق اور رزاق کی عبادت کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو خود مخلوق ہے اور جو رزق کی محتاج ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو۔'' (المؤمن:62)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کثیر ہیں انسان ان کا تجربہ کرتا رہتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھنے کے لیے کیوں کہا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کثیر ہیں۔بہت واضح اور کھلی ہوئی ہیں۔انسان ان کا تجربہ کرتے ہیں مگر بھول جاتے ہیں ان کو یہ نعمتیں یاد نہیں رہتیں اس لیے انہیں یاد کرنے کو کہا گیا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو یاد دلا کر انسان کے شعور میں توحید کو کیسے پختہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کی توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ہر قسم کی نعمتیں پا رہے ہو ناں! یہ بتاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رازق ہے؟ مشرک بھی رازق کسی اور کو نہیں کہتے اس لیے اللہ تعالیٰ رزق کے بارے میں سوال کر کے انسان کو لا الہ الا اللہ تک پہنچاتے ہیں۔

سوال4: فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) پھر کہاں سے وہ الٹے پھرائے جاتے ہیں یعنی کہاں سے دھوکہ کھاتے ہیں؟

(2) افک جھوٹ اور بہتان کو کہتے ہیں جو حق اور سچ سے پھر جانے کا نام ہے۔حق اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ ہی خالق رازق ہے پھر تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور آخرت کا انکار کیسے کرنے لگے؟

﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾

''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے اور سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' (4)

سوال:﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے اور سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' پہلے رسول بھی جھٹلائے گئے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ آپ سے پہلے بھی بہت سے

رسول جھٹلائے گئے'' یعنی آج اگر مشرک آپ کو جھٹلائیں اور توحید کی مخالفت کریں۔

(2)﴿فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''تو بلاشبہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے'' تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ آپ سے پہلے رسولوں کی مثالیں موجود ہیں ان کی قوموں نے بھی توحید کے پیغام اور واضح معجزات کو جھٹلا دیا، رسولوں کی دعوت ٹھکرا دی اور ان کی مخالفت کی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾ ''اُن سے پہلے قومِ نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا۔ اور ثمود نے اور قومِ لوط نے اور ایکہ والوں نے، یہی جتھے تھے۔ ان سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب واقع ہو گیا۔'' (ص:12۔14)

(3)﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' تمام معاملات نے، تمام کاموں نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے وہ سب کو قرار واقعی سزا دے گا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

''اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی وہ بڑا دھوکے باز اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہیں دھوکے میں ڈالے'' (5)

سوال1:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی وہ بڑا دھوکے باز اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہیں دھوکے میں ڈالے'' لذات اور شہوات تمہیں تمہارے تخلیق کے مقصد سے غافل نہ کر دیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' اے لوگوں موت کے بعد کی زندگی کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ وہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کی جزا سزا دے گا۔

(2) جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تو اس کی تیاری کرو۔ نیک اعمال کی طرف سبقت کرو اس سے پہلے کہ کالی رات کی طرح فتنے تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی لٹیرا تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے۔

(3)﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''تو دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے'' ایسا نہ ہو کہ دنیا کی لذات اور شہوات اور نفسانی مطالبات تمہیں اپنی زندگی کے مقاصد سے غافل کر دیں اور کل جب تم رب کے پاس پہنچو تو کہو:﴿يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ﴾ ''وہ کہے گا: ''اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔'' (الفجر:24)

(4)﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''اور نہ ہی وہ بڑا دھوکے باز اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہیں دھوکے میں ڈالے'' وہ بڑا دھوکے باز کہیں تمہیں دھوکہ نہ دے دے۔ وہ شیطان ہے جو تمہارا دشمن ہے۔ دشمن سے بچ جاؤ۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾ ''اے انسان! اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے؟'' (الانفطار:6)﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' کہا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو'' چنانچہ اُن کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اُس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اور اُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔ وہ اُن کو آوازیں دیں گے: ''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار ہی کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور فضول تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور اُس دھوکے باز نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں دھوکہ دیا۔'' (الحدید:14,13)

سوال 2: دنیا کی زندگی کس چیز سے غافل کر سکتی ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی آخرت کی نعمتوں سے غافل کر سکتی ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کے کس دھوکے سے روکا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کی عارضی لذتوں میں کھو کر آخرت کی ہمیشہ کی نعمتوں کو نظر انداز کرنے سے روکا ہے۔

سوال 4: دنیا کی زندگی کا دھوکہ کیا ہے؟

جواب: انسان دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ لے اسی کے لیے محنت اور کوشش کرے، قوتیں اور مال لگائے اور آخرت کو بھول جائے۔

سوال 5: بڑے دھوکے باز کے دھوکے سے بچنے کا رب نے حکم دیا؟ وہ انسان کو کیسے دھوکے میں مبتلا کرتا ہے؟

جواب: شیطان انسان کو فریب دیتا ہے دنیا کی اس زندگی میں الجھا دیتا ہے اور آخرت کی نعمتوں سے غافل کر دیتا ہے اور اس طرح عارضی دنیا کا قیدی بناتا ہے اور آخرت کے لیے عمل کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے۔

﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾

'' یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنا لو اُسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے

ہو جائیں''(6)

سوال 1:﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اُسے، یقیناوہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں'' شیطان تمہارا دشمن ہے اسے دشمن بنالو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو'' درحقیقت تمہارا دشمن شیطان ہے۔اس کے دھوکوں سے بچ جاؤ۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ظالموں کے لیے بہت بُرا بدلہ ہے''(الکہف:50)

(3)﴿فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾''تو تم دشمن بنالو اُسے'' دشمن کو دشمن سمجھو اسے دشمن بنالو۔اس کی بات کی مخالفت کرو، اس کے دھوکوں سے بچ جاؤ۔اس کا مقصد ہے کہ تم کسی طرح سے گمراہ ہو جاؤ رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴿۱۷﴾﴾''ابلیس نے کہا: پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں ان کے لئے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔پھر میں لازماً ان کے آگے سے ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر آؤں گا اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیں گے۔''(الاعراف:16،17)

(4)﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾''اور یقیناً میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں حکم دوں گا سو وہ ضرور (میرے حکم سے) جانوروں کے کان چیریں گے اور یقیناً میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ شیطان کو دوست بناتا ہے تو بلاشبہ اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔''(النساء:119)

(5) تمہاری دشمنی یہ ہے کہ اس جنگ میں تم کبھی سست نہ پڑو۔وہ تمہاری گھات میں ہے اور تم بے خبر ہو۔وہ تمہیں دیکھتا ہے، تم اسے نہیں دیکھتے۔(6)﴿اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾''یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ

والوں میں سے ہو جائیں'' وہ لذات اور خواہشات کی طرف بلاتا ہے تا کہ تمہارا جھکاؤ دنیا کی طرف ہو جائے اور تم شہوات کی پیروی کرنے میں لگ جاؤ۔(7) اس کا مقصد سمجھو وہ چاہتا ہے کی تم اس کی پیروی کرو اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیے جاؤ۔

(8) شیطان کی دوستی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی ولایت میں آجاؤ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۚ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''بلاشبہ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے، جس نے یہ کتاب اتاری ہے اور وہی تمام نیک لوگوں کا مددگار بنتا ہے'' (الاعراف:196) یا اللہ! یا ارحم الرحمٰین ہمیں شیطان کے پھندوں سے بچالے اور ہمیں اپنی ولایت میں لے لے۔ (آمین)

﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ﴾

''جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں اُن کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے'' (7)

سوال 1: ﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں اُن کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے'' کافروں کے لیے عذاب اور مومنوں کے لئے مغفرت کی وضاحت آیت کی روشنی کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت کا انکار کیا۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی ملاقات کا انکار کیا اور جن لوگوں نے شیطان کی پیروی کی۔

(2) ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ﴾ ''ان کے لیے سخت عذاب ہے'' ان کے لئے سخت عذاب ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(3) ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے'' جن لوگوں نے سچے دل سے رسولوں کی دعوت کو قبول کیا، اس کی تصدیق کی۔

(4) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی'' جن لوگوں نے ان احکامات پر عمل کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کاموں سے رک گئے ہیں جن سے رب العزت نے روکا ہے۔ جو دنیا کے دھوکے سے بچ گئے، جنہوں نے شیطان کی دعوت قبول نہیں کی بلکہ انہیں اپنا دشمن بنالیا۔

(5) ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ اُن کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے'' ان کے لئے گناہوں سے مغفرت ہے۔

(6) ﴿وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ﴾ ''اور بہت بڑا اجر ہے'' ان کے نیک اعمال کی انہیں بہت بڑی جزا دی جائے گی۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''پھر جن لوگوں نے کفر کیا انہیں میں دنیا اور آخرت

میں سخت عذاب دوں گا اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، تو اُنہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' (ال عمران:57,56)

یا الرحم الرحمین! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما دینا جنہیں آپ اجر کبیر عطا فرمائیں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر کیوں کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کی اہمیت کو واضح کیا ہے تا کہ اہل ایمان اس کی طرف سے غافل نہ ہوں کیونکہ مغفرت اور اجر کبیر ایمان کے ساتھ عمل صالح پر ہے۔

رکوع نمبر 14

﴿اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۫ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ﴾

''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' (8)

سوال 1: ﴿اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۫ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾ ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو'' یعنی جس شخص کو شیطان اس کے برے عمل خوش نما بنا کر دکھائے اور جب وہ برائی کرے تو اسے بھلی لگے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ ''وہ جو گ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں کھو گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔'' (الکہف:104) وہ اپنے خیال میں برائی کو اچھا جان کر کریں تو یہ ان کی گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔

(2) کیا ایسا شخص جو بد عمل ہے جو صحیح اور غلط کی پہچان نہیں کر سکتا جو حق کو باطل اور باطل کو حق دیکھتا ہے اور اس کے مقابلے میں دوسرا شخص ہے

جو خیر و شر میں تمیز کر سکتا ہے کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

(3)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے'' جن کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو سیدھا راستہ نہیں دکھا سکتے۔ اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(4)﴿وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کا راستہ دکھا سکتا ہے۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے مطابق ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کون ہدایت کے لائق ہے اور کس کو گمراہ کرنا ہے۔

(5)﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ﴾ ''چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے'' جن لوگوں کے لیے شیطان نے ان کے برے عمل خوش نما بنا دیئے آپ ان گمراہ لوگوں پر حسرت اور غم سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں۔ آپ کا فرض ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

(6) رب العزت نے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا:﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ ''پس شائد آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟ (الکہف:6)

(7)﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟ (الشعراء:3)

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ وہ ان کے باطل کاموں کا بدلہ انہیں ضرور دے گا۔

سوال 2: برا عمل خوش نما کیسے بنتا ہے؟

جواب: (1) انسان جب اپنے سوچنے سمجھنے کی فطری صلاحیت کو استعمال نہیں کرتا تو حق اور ناحق کے درمیان تمیز نہیں کر سکتا۔

(2) انسان کے سامنے جب حق آتا ہے تو اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں یا تو وہ حق کا اعتراف کر لے ایسی صورت میں اس کا ذہن صحیح رخ پر چل نکلتا ہے اور وہ حق کے راستے پر چل پڑتا ہے یا پھر اگر کوئی مصلحت یا ذہنی رکاوٹ سامنے آئے تو اس سے متاثر ہو کر حق کا اعتراف کرنے سے رک جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا ذہن منفی رخ پر چل نکلتا ہے پھر وہ اپنے برے عمل کو اچھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ ایک نفسیاتی بیماری ہے جو لوگ اس بیماری میں مبتلا ہوں وہ ہمیشہ برے اعمال کو ہی خوش نما دیکھتے ہیں اور کبھی حق کا اعتراف نہیں کرتے۔

سوال 3: جو شخص برے اعمال کو خوش نما سمجھنا شروع کر دیتا ہے وہ اپنے کاموں کے بارے میں کیسے سوچتا ہے؟

جواب: (1) ایسا شخص اپنے تمام کاموں کو اچھا سمجھتا ہے۔

(2) کبھی اپنے کاموں کا جائزہ نہیں لیتا کہ کون سے غلطی کے مقامات ہیں کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ کبھی غلطی نہیں کرتا۔ ایسا شخص یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اور کرتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ (3) ایسا شخص اپنی باتوں اور اپنے اعمال پر اتراتا ہے۔

(4) ایسا شخص کبھی اپنا محاسبہ نہیں کرتا کیونکہ اسے اپنے کاموں سے بے حد محبت ہوتی ہے۔

(5) ایسا شخص اپنے خیالات اور اعمال سے کبھی رجوع نہیں کرتا۔

سوال 4: اپنے برے اعمال سے کوئی شخص کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: برے اعمال سے وہی شخص بچ سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے ہدایت اور بھلائی لکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کو ہدایت دیتے ہیں جو خود ہدایت کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہو۔

(1) لہذا سب سے پہلے ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کے لیے نیت اور پختہ ارادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ سے ہدایت کے لیے دعائیں کرنے کی ضرورت ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا علم حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ برے عمل کرنے کے لیے جہالت اور ظلم معاون ثابت ہوتے ہیں۔ جہالت کو علم کے ذریعے ہی دور کیا جا سکتا ہے اور ظلم کی پہچان بھی علم کے ذریعے ہوتی ہے اس لیے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے سے ہی انسان برائیوں کو چھوڑنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

(4) شیطان کے طریقہ واردات کو سمجھنے اور اس کے وسوسوں سے بچنے کی کوشش کر کے انسان بُرے اعمال سے بچ سکتا ہے۔

(5) اپنے اعمال کی نگرانی کر کے اپنا محاسبہ کر کے انسان برے اعمال سے بچ سکتا ہے۔

(6) انسان اپنی برائیوں پر استغفار کر کے آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم کر کے بُرے اعمال سے بچ سکتا ہے۔

(7) انسان مسلسل دعائیں کر کے اپنے برے اعمال سے بچ سکتا ہے

(8) انسان نیک لوگوں کی صحبت اختیار کر کے برے اعمال سے بچ سکتا ہے کیونکہ نیک لوگ تواصوا بالحق کر کے، نصیحت کر کے انسان کو اس کی برائیوں سے باز رکھ سکتے ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کسی کو کب ہدایت دیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے فضل وکرم سے اس وقت ہدایت دیتا ہے جب وہ ہدایت کا طلب گار ہوتا ہے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے کسی کی گمراہی پر حسرت اور افسوس کے اظہار سے کیسے روکا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کسی کی گمراہی پر حسرت میں مبتلا ہونے اور افسوس کر کے جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے اس لئے روکا ہے کہ اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے وہ کسی پر زیادتی نہیں کرتا وہ اسی کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہی کے لائق ہوتا ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور گمراہی کے حوالے سے اپنی صفت علیم کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس عمل سے واقف ہے جو انسان کرتے ہیں اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں نہ بات، نہ خیالات، نہ میلانات، نہ حالات وواقعات۔ وہ اپنے علم کی بنیاد پر ہدایت اور گمراہی کے فیصلے کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ انسانوں کے کام کو اس وقت بھی جانتے تھے جب وہ کام ابھی واقع نہیں ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ انسانوں کو مواقع دیتے ہیں پھر اُن کے اعمال کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾

''اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اُسے ایک بے آباد علاقے کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، جی اُٹھنا بھی اسی طرح ہوگا'' (۹)

سوال: ﴿وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اُسے ایک بے آباد علاقے کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، جی اُٹھنا بھی اسی طرح ہوگا'' بعث بعد الموت کی دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اُسے ایک بے آباد علاقے کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں۔'' رب العزت نے زمین کی زندگی سے موت کے بعد کی زندگی پر دلیل دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد کی زندگی کا نقشہ ذہن نشین کروایا ہے کہ دیکھو زمین خشک ہے اس میں روئیدگی کا نشان تک نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ وہ حکم پورا کرتی ہے۔ ہوا آتی ہے بادلوں کو اٹھا لیتی ہے ہوا تیار ہے، بادل بھی تیار ہیں، کہاں جانا ہے؟ حکم کا انتظار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے بے آباد علاقے کی طرف جانا ہے تو وہ مردہ زمین کی طرف چل پڑتے ہیں۔ بادلوں کے لشکر ہیں جو مردہ زمین کی طرف جا رہے ہیں جہاں نہ نباتات ہے، نہ کھیتیاں۔

(2) ﴿فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو بارش کے ذریعے زندہ کرتے ہیں۔ گھٹا جھک کر آتی ہے اور پانی ٹھنڈا کر دیتی ہے ہر طرف جل تھل ہے۔ وہی زمین جہاں خاک اڑ رہی تھی، جہاں زندگی کا نشان تک نہیں تھا سرسبز وشاداب ہوگئی لہلہانے لگی ہے۔ پانی اللہ تعالیٰ کا پابند ہے۔ اس کے حکم سے برسا ہے اور اب

ہر جگہ زندگی ہے، خوش نما نظارے ہیں اسی طرح انسان بھی دوبارہ پیدا ہو جائیں گے۔

(3) ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۪ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:50)

(4) ﴿كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾ ''جی اُٹھنا بھی اسی طرح ہوگا'' جیسے زمین کی زندگی پر تمہیں کوئی شک نہیں، تم شبہات میں مبتلا نہیں ہوتے ایسے ہی کل موت کے بعد بھی زندگی ہوگی اس میں بھی تمہیں شک نہیں ہونا چاہیے اللہ رب العزت جب تمہارے جسموں کو زندگی دینا چاہے گا تو ایک بارش برسائے گا اور تمام انسانوں کے جسم اسی طرح اپنی قبروں میں پیدا ہو جائیں گے۔ جیسے آج زمین میں دانہ بوئیں تو اگ آتا ہے۔

موت کو سمجھے ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم تمام گل سڑ جاتا ہے، لیکن اس کی ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی، اسی سے اسے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے دوبارہ ترکیب دیا جائے گا۔ (بخاری:4814)

(6) سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو رزین! کیا تم کبھی اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوتی ہے، پھر دوبارہ تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سرسبز ہوتی ہے اور لہرا رہی ہوتی ہے سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہاں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔ (مسند احمد:16200)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مرے ہوئے انسانوں کے جی اٹھنے کو سادہ اور دل لگتی دلیل کے ساتھ کیسے شعور میں اتارا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین کی زندگی کے لئے کئے جانے والے انتظامات سے جی اٹھنے کے معاملے کو واضح کیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو چلانے سے، بادلوں کو اُٹھانے سے پھر خشک زمین پر لے جانے سے، پھر بارش کے برسانے کے انتظامات کے ذریعے زمین کو زندہ کرنے سے جی اُٹھنے کے معاملے کو سمجھایا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جیسے پانی سے زمین زندہ ہوتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان زمین سے زندہ ہو کر اُٹھیں گے۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾

''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اُسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل

اس کو بلند کرتا ہے اور جو لوگ بُرائیوں کی خفیہ تدبیریں کرتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے
اور اُن کی تدبیریں خود ہی غارت ہو کر رہیں گی'' (10)

سوال 1: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ ''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دنیا اور آخرت کی عزت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ﴾ ''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو'' جو شخص عزت کا طلب گار ہے، جو عزت کو عزیز رکھتا ہے تو اسے عزت اس ہستی سے مانگنی چاہیے جس کے ہاتھ میں عزت ہے۔ عزت کی طلب ہے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے بھاگ دوڑ کرو۔

(2) ﴿فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ ''تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' کس کے پاس عزت تلاش کرتے ہو عزت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ اس کی اطاعت کے بغیر عزت حاصل نہیں ہوگی۔ اس کی اطاعت سے چمٹ جاؤ۔ وہ دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ وہ دنیا میں بھی عزت دے گا آخرت میں بھی۔ رب العزت نے فرمایا: (3) ﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو لازماً نکال دے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں (منافقون:8) ﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور ان کی بات آپ کو غم زدہ نہ کرے، یقیناً ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ وہ سب سننے والا، وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (یٰس:65) اللہ تعالیٰ دشمنوں کو عزت نہیں دے گا۔

سوال 2: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ ''اُسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے'' نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ ''اُسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے'' پاکیزہ اور طیب کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر ﴿سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر﴾ تلاوت قرآن وغیرہ۔

(2) ہر کلام جو اچھا اور پاک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے اور رب العزت ملاء اعلیٰ میں اس کی مدح وثنا کرتا ہے۔

(3) ﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ﴾ ''اور نیک عمل'' یعنی دل کے اعمال مثلاً اخلاص، توکل، اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ تعالیٰ سے امید، اللہ تعالیٰ کی رضا، صبر، شکر، تفکر، محاسبہ، اور اعضا کے اعمال نماز اور دیگر نیکی کے کام۔

(4) ﴿يَرْفَعُهٗ﴾ ''اس کو بلند کرتا ہے'' یعنی کلمات طیبہ کی طرح نیکی کے کاموں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف بلند کرتا ہے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یکے بعد دیگرے تمہارے پاس رات اور دن فرشتے کے آتے رہتے ہیں اور

یہ عصر اور فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر وہ اوپر چڑھتے ہیں۔ جنہوں نے رات تمہارے ساتھ گزاری ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں ان سے پوچھتا ہے حالانکہ اسے تمہاری خوب خبر ہوتی ہے، پوچھتا ہے کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (بخاری:7429)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی خیرات کی اور اللہ تعالیٰ کو حلال ہی کمائی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ قبول کر لیتا ہے اور خیرات کرنے والے کے لئے اسے بڑھاتا رہتا ہے جیسے کوئی تم میں سے اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری:7430)

سوال 3: ﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ ''اور جو لوگ بُرائیوں کی خفیہ تدبیریں کرتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُن کی تدبیریں خود ہی غارت ہو کر رہیں گی'' بری چالیں چلنے والوں کو پستی کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوگا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''اور جو لوگ بُرائیوں کی خفیہ تدبیریں کرتے ہیں'' جو لوگ مکر و فریب سے برائیاں کرتے ہیں یعنی شرک اور نافرمانی کے کام کرتے ہیں۔ (تیسیر التفاسیر:1253)

(2) یعنی جو ریا کار لوگوں کو دکھانے کے لیے بظاہر نیک عمل کرتے ہیں چونکہ ان کے عمل خلوص سے خالی ہیں اس لیے منہ پر دے مارے جاتے ہیں وہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ والے ہیں حالانکہ اس کی حضوری سے دور رہتے ہیں۔ ﴿وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم'' یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں مگر تھوڑا۔ (النساء:142) (مختصر ابن کثیر:2/1638)

(3) برے اعمال کرنے والا اپنے اعمال کے ذریعے بلند ہونا چاہتا ہے وہ جو چالیں چلتا ہے اور جو سازشیں کرتا ہے۔ اس کا مکر اسی پر الٹ جاتا ہے اور اسے پستی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(4) ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اُن کے لیے سخت عذاب ہے'' اسے سخت عذاب دیا جائے گا۔

(5) ﴿وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ ''اور اُن کی تدبیریں خود ہی غارت ہو کر رہیں گی۔'' ان کے اعمال فاسد اور باطل ہیں۔

(6) ان کا فریب بکھر جائے گا، ان کی سازشیں، ان کی چالیں انہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گی۔

سوال 2: جو انسان عزت حاصل کرنا چاہے اسے کیسے عزت حاصل کرنی چاہیے؟

جواب: (1) جو انسان دنیا اور آخرت میں عزت حاصل کرنا چاہے اسے جان لینا چاہیے کہ (i) عزت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے ساری عزت اسی کے پاس ہے۔ (ii) وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ (iii) جسے وہ ذلیل کر دے اسے دنیا کی کوئی طاقت عزت نہیں دے سکتی۔ (iv) جسے وہ عزت دینا چاہے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔

(2) جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزت کا مقام پانے کے لیے اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے ہی انسان کو عزت نصیب ہوتی ہے۔

سوال 3: پاکیزہ کلمات سے کیا مراد ہے؟

جواب: پاکیزہ کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح، کلام اللہ کی تلاوت، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے کلمات پاکیزہ کلمات ہیں۔

سوال 4: نیک عمل کس چیز کو بلند کرتا ہے؟

جواب: (1) نیک عمل پاکیزہ کلمات کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کرتا ہے یعنی زبان سے کیا جانے والا ذکر، تسبیح تبھی بلند ہوتی ہے، قبول ہوتی ہے جب اس کے ساتھ نیک کام ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل وغیرہ۔

(2) نیک عمل کو اللہ تعالیٰ کلمات طیبات پر بلند کرتے ہیں یعنی اسے ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نیک اعمال کی وجہ سے ہی انسان کے پاکیزہ کلمات کی اللہ تعالیٰ کے ہاں حیثیت بنتی ہے۔

سوال 5: مکر کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) کفر اور شرک کا ارتکاب مکر ہے کیونکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والوں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

(2) ریاکاری بھی مکر ہے۔ (3) کسی کو خفیہ طریقے سے نقصان پہنچانے کے لیے جو تدبیر کی جاتی ہے وہ بھی مکر ہے۔

سوال 6: بری تدبیریں اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح سے برے انجام سے خبردار کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ (2) ان کا مکر برباد ہوگا۔

سوال 7: مکر کے برباد ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ ان کے مکر کا وبال ان ہی پر ہوگا جو اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنائے اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے'' (11)

سوال 1: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنائے اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارا خالق علّام الغیوب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ (2)﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ''پھر نطفے سے'' پھر انسان کی نسل کا سلسلہ حقیر پانی کے قطرے سے چلایا۔

(3)﴿ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''پھر تمہارے جوڑے بنائے'' پھر اس نے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے۔

(4)﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ ''اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے'' کوئی مادہ جو حاملہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے، اس کے اذن سے جو مادہ بچہ جنتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اس کی قضاوقدر سے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (۸) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اُٹھاتی ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اُس کے یہاں ایک اندازے سے ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، بہت بڑا ہے، نہایت بلند ہے۔'' (الرعد:8،9)

(5)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔'' (النساء:1)

(6) اللہ تعالیٰ کو پیٹ کے بچوں کا بھی پورا علم ہے اور بچوں کے پیدا ہونے کا بھی۔

(7)﴿وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ﴾ ''اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے'' کسی بڑی عمر والے کو طویل عمر دی جاتی ہے یا اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے۔

(8) کوتاہ عمری یا طویل عمر کے اسباب ہیں مثلاً عمر میں کمی کا سبب کرنا والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی وغیرہ ہیں۔ صلہ رحمی عمر میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو، یا اس کی

عمر بڑھا دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔(بخاری:2067)

(10)﴿اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ﴾ ''مگر وہ ایک کتاب میں ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اس نے اپنی کتابِ تقدیر میں درج کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت وسیع ہے۔

(11)﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے'' یعنی لوگوں کے اعمال، ان کے بارے میں معلومات کا احاطہ کرنا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کو کس چیز سے وابستہ کر دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان اوّل سیدنا آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کی نسل کو قائم رکھنے کے لیے انسان کی تخلیق کو نطفے سے وابستہ کر دیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسانی نسل کے ارتقاء سے اپنے علم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حاملہ ہونے کے علم سے اور بچوں کی پیدائش کے علم سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ یقیناً کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔

سوال 4: عمر کی کمی بیشی کا تعلق کس چیز سے ہے؟

جواب: اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قضا سے ہے۔

سوال 5: عمر میں کمی کے کیا اسباب ہیں؟

جواب: عمر میں کمی کا سبب انسان کی نافرمانیاں ہیں۔

سوال 6: عمر کی کمی بیشی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا شعور کیسے دیا ہے؟

جواب: انسان اپنی عمر کا تعین خود نہیں کر سکتا اس سے پتہ چلتا ہے وہ کوئی اور ہے جو انسان کی عمر کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس میں کسی فرضی معبود کا تعلق نہیں وہی انسان کی تقدیر بنانے والا ہے جو کائنات کی تقدیر بنانے والا ہے اسی سے خوف رکھنا چاہیے اسی سے امیدیں باندھنی چاہئیں۔

﴿وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِیْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور دو سمندر یکساں نہیں ہیں یہ میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے اور یہ کھاری کڑوا ہے اور تم ہر ایک میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور تم زیورات نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تم اُس میں پانی کو چیرنے والے جہاز دیکھتے ہو

تا کہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو'' (12)

سوال 1: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ﴾ ''اور دو سمندر یکساں نہیں ہیں یہ میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے اور یہ کھاری کڑوا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے دریا پیدا کیے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ﴾ ''اور دو سمندر یکساں نہیں ہیں'' اللہ رب العزت کی عظیم قدرت اس کی وسیع رحمت اور حکمت ہے کہ اس نے زمین میں پانی کے بہت بڑے ذخائر بنائے اور ان کو ایک جیسا نہیں بنایا۔

(2) ﴿هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ﴾ ''جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے'' میٹھا پانی جو دریاؤں میں ہوتا ہے، پینے میں خوش گوار، پیاس بجھاتا ہے۔ کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرتا ہے۔

(3) ﴿وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ﴾ ''اور یہ کھاری کڑوا ہے'' سخت کھاری پانی سمندروں کا ہے، تلخ اور کڑوا ہے، سمندروں کے حیوانات کی زندگی کے لیے اور سمندری جانوروں کے مرنے سے یہ پانی خراب نہیں ہوتا ہے۔

(4) سمندر کا پانی تو تلخی کی وجہ سے نہیں پیا جا سکتا لیکن اس کے جانور مچھلی اور دیگر جانور بہت لذیذ ہوتے ہیں۔

(5) سمندر کا پانی ساکن ہوتا ہے۔ اس کا کھارا پن اسے خراب ہونے سے بچاتا ہے۔

سوال 2: ﴿وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا﴾ ''تم ہر ایک میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور تم زیورات نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو'' سمندر میں غذا اور زیورات کے بڑے ذخائر ہیں۔ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ كُلٍّ﴾ ''اور تم میں سے ہر ایک'' یعنی میٹھے اور کھاری پانیوں کے ذخائر سے۔

(2) ﴿تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا﴾ ''تازہ گوشت کھاتے ہو'' تم تر و تازہ مچھلی نکالتے ہو یعنی تمہارے لیے غذا کے ذخائر ہیں۔ گوشت وہ بھی تر و تازہ ہر وقت دستیاب ہے۔

(3) ﴿وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا﴾ ''اور تم زیورات نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو'' سمندروں میں موتیوں اور مونگوں کے بھی ذخائر ہیں جن کو زیورات کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ ''ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔'' (الرحمٰن: 22)

(4) ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ص وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں

جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اُس پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اُتارا، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔" (البقرہ:164)

سوال 3: ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ "اور تم اُس میں پانی کو چیرنے والے جہاز دیکھتے ہو تا کہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو" سمندر کا سیپ دیو تجارتی سفروں کے لیے تمہارے قبضے میں دے دیا، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ﴾ "اور تم اُس میں پانی کو چیرنے والے جہاز دیکھتے ہو" سمندر کا سیپ دیو ہے جس کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے۔ وہ دیکھو اس میں کشتیاں اور جہاز تیر رہے ہیں۔

(2) ﴿لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ "تا کہ تم اُس کا فضل تلاش کرو" تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش اور تجارتی سفروں سے مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر فروخت کرو۔

(3) ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ "اور تا کہ تم شکر ادا کرو" یعنی تم سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کر و رزق کماؤ گے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "اے معاذ! قسم اللہ کی، میں تم سے محبت کرتا ہوں، قسم اللہ کی میں تم سے محبت کرتا ہوں"، پھر فرمایا: "اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں: ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا: اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾ "اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرما"۔ (ابوداؤد:1522)

(4) ﴿اَللّٰهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ "اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اُس کے حکم سے کشتیاں اُس میں چلیں۔ اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر گزار بنو۔" (الجاثیہ:12)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد:4811) (6) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی خوشی کی بات آتی یا آپ ﷺ کو کوئی خوشخبری سنائی جاتی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے۔ (ابوداؤد:2774)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زمین پر موجود پانی کے وسیع ذخائر سے کیسے اپنی ذات کا شعور دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پانی سے حاصل ہونے والے فوائد سے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

(1) میٹھا پانی پیاس بجھاتا ہے۔

(2) کھارے پانی یعنی سمندروں کے پانی سے قیمتی موتی، مونگے اور دوسری چیزیں حاصل کرتے ہو جو زیورات کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔(3) کھارے اور میٹھے پانیوں سے بہت بڑی مقدار میں آبی جانور حاصل ہوتے ہیں جو انسان کی قیمتی خوراک ہیں۔

(4) سمندر آبی سڑکیں ہیں جن کی وجہ سے سفر اور تجارتی سامان کی نقل وحمل آسان ہوگئی ہے۔

سوال 3: آبی سڑکوں پر چلنے والی کشتیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا فضل ڈھونڈو۔

(2) اور تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

﴿يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ﴾

''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے'' (13)

سوال 1: ﴿يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ﴾ ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے''، عظیم غلبے اور کمال قدرت والا معبود ہے اور جھوٹے معبود کسی چیز پر قادر نہیں، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم غلبے اور کمال قدرت سے اپنی تاریکیوں اور دن کو اپنی روشنیوں کے ساتھ تمہارے قبضے میں دے دیا ہے۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، ایک جاتا ہے تو دوسرا آتا ہے۔ کبھی راتیں بڑی ہو جاتی ہیں، کبھی دن بڑے، کبھی راتیں بڑی ہو جاتی ہیں تو دن چھوٹے۔ اس سے انسانوں کے مصالح پورے ہوتے ہیں۔

(2) ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے'' رب العزت نے اپنی کامل قدرت اور عظیم غلبے سے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔(3) اسی طرح سورج اور چاند کی تسخیر میں روشنی اور نور، حرکت اور سکون کے مصالح حاصل ہوتے

ہیں، سورج کی روشنی میں بندے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے کے لیے پھیل جاتے ہیں۔ سورج کی روشنی میں پھل پکتے ہیں اور دیگر ضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کے فقدان سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2216/3)

(4) ﴿كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے۔'' یعنی سورج اور چاند دونوں قیامت تک اپنے اپنے مدار میں چلتے رہیں گے۔ قیامت آئے گی تو ان کا نور اور ان کی طاقت سلب کر لی جائے گی سورج لپیٹ دیا جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے۔ (5) ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے'' یعنی وہ ذات جس نے اپنے غلبے اور کمال قدرت سے اتنی عظیم مخلوقات بنائیں اور ان کو مسخر کیا، وہی تمہارا رب تمہارا معبود، تمہارا بادشاہ ہے۔

(6) ﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ ''اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے'' اللہ تعالیٰ کے سوا جن خود ساختہ معبودوں کو تم پکارتے ہو وہ تو اس چھلکے کے مالک بھی نہیں ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔ وہ زمین و آسمان کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ کسی چیز پر کیسے قادر ہوں گے؟

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے وسیع خلاء سے کیسے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے خلاء میں انسان کے فائدے کے لیے کیے جانے والے کاموں سے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے یعنی انسانوں کے کام میں لگا رکھا ہے جس سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لگانے سے انسانی فائدے کے لیے وسیع پیمانے پر کیے جانے والے کام سے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔ (3) وسیع کائناتی انتظامات صرف اللہ تعالیٰ کے قائم کرنے سے قائم ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو انسان کی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے کیے جانے والے کاموں سے اپنے رب ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اس کی وضاحت کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے رب ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(1) ہواؤں سے جس کے ذریعے بادل بھیجتا ہے۔ (2) بادلوں سے جس کے ذریعے بارش بھیجتا ہے۔

(3) مٹی سے جس کے ذریعے انسان کو پیدا کرتا ہے۔ (4) نطفے سے جس کے ذریعے انسانی نسل کو چلاتا ہے۔

(5) مرد اور عورت کے جوڑے بنانے سے جس کے ذریعے انسانی نسل اور اس کی تربیت اور حفاظت کا سلسلہ چلتا ہے۔

(6) عورتوں کے حاملہ ہونے سے جس کے ذریعے بچے کی زندگی کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔

(7) بچوں کی پیدائش سے جس کے ذریعے سے والدین کے لیے اُمید کے دیئے روشن ہوتے ہیں۔

(8)انسانی عمر سے جس کا حساب کتاب لوح محفوظ میں رکھا جاتا ہے۔

(9)سمندروں سے جس کے ذریعے انسان کی خوراک کے بڑے ذخیرے کا اہتمام کیا ہے۔

(10)موتیوں اور مونگوں سے جن کے ذریعے زیورات کا انتظام کیا ہے۔

(11)آبی سڑکوں سے جس کی وجہ سے سفر اور تجارت کا اہتمام کیا ہے۔

(12)سورج اور چاند سے جنہیں انسان کے کام میں لگا دیا ہے۔

(13)رات اور دن سے جس سے آرام اور کام کے اوقات کا تعین کیا ہے۔

(14)اپنی ملکیت سے جس کے ذریعے انسان کو غیروں کی غلامی سے آزاد کیا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب بادشاہت اسی کی ہے۔

﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾

''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سنیں بھی تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا''(14)

سوال1:﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سنیں بھی تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا'' جھوٹے معبود تمہاری دعائیں نہیں سنتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ﴾ ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے۔'' تو وہ تمھاری پکار نہیں سنتے کیونکہ وہ پتھر ہیں یا مرے ہوئے انسان یا فرشتے جو ہر وقت اپنے رب کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔(سعدی:3/2216)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔''(مریم:82,81)

(3)﴿وَلَوْ سَمِعُوْا﴾ ''اور اگر وہ سنیں بھی'' اگر وہ تمہاری پکار سن بھی لیں۔

(4)﴿مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ﴾ ''تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے'' وہ تمہاری دعائیں قبول نہیں کر سکتے۔ جو مرادیں مانگتے ہو ان کو

پورا نہیں کر سکتے۔ وہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے۔

(5)﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ (۵) وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ(۶)﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔ اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6,5)

(6)﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ﴾ ''اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے'' یعنی وہ قیامت کے دن تم سے اظہارِ بے زاری کرے گا۔ ﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ﴾ ''وہ کہیں گے: پاک ہے تیری ذات، ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں۔'' (سبا:41)

(7)﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ(۲۸) فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾ ''اور جس دن ہم اُن سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شریک بنائے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ رہو پھر ہم اُن کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور اُن کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے، بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے۔'' (یونس:28,29)

(8)﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔'' (الاعراف:197)

(8)﴿وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ ''اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا۔'' اللہ تعالیٰ علیم و خبیر سے بڑھ کر تمہارے کاموں کے نتائج کی تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔

(10) یہ آیات کریمہ روشن اور واضح دلائل پر مشتمل ہیں، جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی ہستی ذرہ بھر عبادت کی مستحق نہیں۔ اس کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل اور باطل سے متعلق ہے اور وہ اپنی عبادت کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ (سعدی:2217/3)

سوال:2 اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارا جاتا ہے وہ پکار کیوں نہیں سن سکتے؟

جواب:(1) بت پتھر کے ہوں لکڑی کے یا کسی دھات کے زندگی نہیں رکھتے جب کہ سننا زندہ چیزوں کی خصوصیت ہے اس لیے وہ سن نہیں سکتے۔ (2) وہ لوگ جو منوں مٹی کے نیچے ہیں اس لیے نہیں سن سکتے کہ اب وہ زندہ نہیں ہیں جب کہ سننا زندہ لوگوں کی خصوصیت ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں پکارا جاتا ہے اگر وہ بالفرض سن بھی لیں تو اُن کا سننا بے فائدہ کیوں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کام بنانے کا اختیار نہیں اس لیے پکارنا بے فائدہ ہے کہ کام نہیں بنا سکتے۔

سوال4: معبودان غیر اللہ قیامت کے دن شرک کا کیوں انکار کریں گے؟

جواب: معبودان غیر اللہ اپنی لاعلمی اور بے خبری کی وجہ سے شرک کا انکار کریں گے کیونکہ کہ وہ پکارنے والوں کی پکار نہیں سنتے، اُن کے اعمال سے بے خبر رہتے ہیں اس لیے انکار کر دیں گے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ جیسی خبریں کوئی اور کیوں نہ دے گا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ جیسا علم کسی کے پاس نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ جیسا حقیقت سے پوری طرح باخبر بھی اور کوئی نہیں۔

رکوع نمبر 15

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾

''اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' (15)

سوال1: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾ ''اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو'' اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔ تمہارا وجود نہیں تھا وجود میں آنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے۔

(2) تمہارے اعضا قوت کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ قوت نہ دے تو کام کرنے کی کوئی طاقت نہ ہو۔

(3) تمہیں زندگی کے لیے خوراک کی، رزق کی ضرورت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں رزق نہ دے، تمہاری غذا کے لیے اسباب پیدا نہ کرے تو کون تمہیں سب کچھ پیدا کر کے دے سکتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔

(4) تمہاری زندگی میں مصیبتیں، دکھ، تکالیف آتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان کو دور نہ کرے تو تم ہمیشہ مصیبتوں اور غموں میں گھرے رہو تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو وہ تمہاری تکلیفیں، تمہارے غم، تمہارے مصائب دور کرتا ہے۔

(5) ہم اس کو معبود بنانے کے محتاج ہیں۔ اس کی عبادت کرنے، اسے الٰہ بنانے کے ضرورت مند ہیں۔ اگر وہ توفیق نہ دے تو سب ہلاک

ہوجائیں۔

(6)تم اپنی زندگی کی اصلاح کے لیے اس کے علم کے محتاج ہو۔اگر علم نہ ہوتو عمل صالح کرنے کیسے ممکن ہوں!تم علم کے ضرورت مند ہو اگر اللہ تعالیٰ علم عطا نہ کرے تو کبھی علم حاصل کرنے کے قابل نہ ہوں۔

(7)تم عمل صالح کرنے کے ضرورت مند ہو۔عمل صالح کے بغیر نیکیوں کے بغیر ہمیشہ کی آگ ہے جس کا ایندھن بن جاؤ گے۔اگر اللہ تعالیٰ عمل صالح کی توفیق نہ دے تو کبھی نیکیاں نہ کرسکیں۔یا اللہ!ہم فقیر ہیں،ہم ضرورت مند ہیں۔لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے یا اللہ!تو ہمیں ہمارے نفس کے حوالے ایک لمحے کے لیے نہ کرنا ہمارے حالات کی اصلاح کردینا تیرے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں۔

(8)﴿وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے پروا،تمام تعریفوں کے لائق ہے'' اللہ تعالیٰ غنی ہے وہ اپنی تمام مخلوقات سے،تمہاری عبادات سے،تمہاری خدمات سے بے نیاز ہے۔

(9)اللہ تعالیٰ الحمید ہے۔وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔بے پناہ خوبیوں والا ہے۔یا اللہ!حمد تیرے لیے ہے تو زمین وآسمان کا نور ہے۔یا اللہ حمد تیرے لیے ہے تو زمین وآسمان کا مالک ان کا بادشاہ ہے۔

(10)سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے میرے بندو!میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے،پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔اے میرے بندو!تم سب گمراہ ہو سوائے ان کے جن کو میں ہدایت سے نواز دوں،پس تم مجھ سے ہی ہدایت طلب کرو،میں تمہیں ہدایت دوں گا۔اے میرے بندو!تم سب بھوکے ہو سوائے ان کے جن کو میں کھانا عطا کردوں،پس تم مجھ سے ہی کھانا مانگو،میں تمہیں کھلاؤں گا۔اے میرے بندو!تم سب برہنہ ہو سوائے ان کے جن کو میں پوشاک پہنا دوں،پس تم مجھ سے ہی پوشاک (لباس) مانگو، میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔اے میرے بندو!تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں،پس تم مجھ سے ہی مغفرت (بخشش) طلب کرو،میں تمہیں بخش دوں گا۔اے میرے بندو!تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو (یعنی تم مجھے نقصان یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں)۔اے میرے بندو!اگر تمہارے اول اور آخر،تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہوجائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتی۔اے میرے بندو!اگر تمہارے اول اور آخر،تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہوجائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر وفاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کرسکتی۔اے میرے بندو!اگر تمہارے پہلے اور پچھلے،انس وجن سب ایک کھلے میدان میں جمع ہوکر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کردوں تو اس سے

میرے خزانوں میں اتنی ہی کمی ہوگی جتنی کمی سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔اے میرے بندو! یقیناً تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے گن کر رکھتا ہوں، پھر تمہیں ان کا پورا بدلہ دیتا ہوں، پس جو بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے، پس وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے''۔(صحیح مسلم:6572)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کے فقیر اور اپنے غنی ہونے کا شعور کس مقصد کے تحت دلایا ہے؟

جواب: جس وقت لوگوں کو ہدایت کے راستے کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اس غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ہماری ہدایت کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہے اس لیے تو اللہ تعالیٰ رسول بھیجتا ہے اور وہ لوگوں کی ہدایت کے لیے دن رات کوشش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم فقیر ہو اللہ کو تمہاری ضرورت نہیں تم اس کے محتاج ہو وہ چاہے تو تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے۔انسان اللہ کی ہدایت کے محتاج ہیں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ضرورت ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الغنی اور الحمید کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے فقیر ہونے سے اپنے غنی یعنی بے نیاز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) وہ اتنا بے نیاز ہے کہ لوگ اس کے نافرمان ہو جائیں تب بھی اس کی بادشاہت میں کمی نہیں آتی اور لوگ فرمان بردار ہو جائیں تب بھی اس کی بادشاہت میں اضافہ نہیں ہوگا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے فقیر ہونے سے اپنے الحمید قابل تعریف ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی تعریف کی ضرورت نہیں۔وہ نہ تعریف کا محتاج ہے نہ کسی اور چیز کا وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے بندوں پر انعام کی ہیں حمد اور شکر کا مستحق ہے۔

﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾

''اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے''(16)

سوال1: ﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ ''اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے'' اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لا سکتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ﴾ ''اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے'' اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے۔کیا اوقات ہے تیری اے انسان! تیرے رب نے تجھے ہلاکت کی وعید سنائی ہے اور وہ قدرت رکھتا ہے۔

(2) ﴿وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ ''اور نئی مخلوق لے آئے'' وہ تمہاری جگہ ایسے لوگ لے آئے جو اس کے اطاعت گزار ہوں جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِیْرًا﴾ ''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو! اور

دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (النساء:133)

(3)﴿وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ أَنْشَأَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ﴾ ''اور آپ کا رب ہر طرح بے نیاز، کمال رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے جانشیں بنا دے جیسا کہ اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے۔'' (الانعام:133)

(4) رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی کو ثابت کیا ہے۔ وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس نے زندگی کے لیے جو وقت مقرر کیا ہے اس سے آگے پیچھے نہیں کرے گا یہ اس کا اختیار ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے غنی ہونے کی کیا مثال دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے بے نیاز ہونے کی مثال دی ہے کہ وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق پیدا کر دے جو اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار ہو فنا ہونے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم فنا ہو جاؤ گے تو وہ ایک نیا جہاں پیدا کر دے گا جس سے تم واقف نہیں ہو۔ پھر بتاؤ تمہیں رب کی ضرورت ہے یا رب کو تمہاری ضرورت ہے۔

﴿وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾

''اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں'' (17)

سوال: ﴿وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں'' اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی دشوار نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا ذٰلِكَ﴾ ''اور یہ'' یعنی تمہیں لے جانا اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آنا۔

(2)﴿عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں'' نئی تخلیق اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ ''اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا۔'' (محمد:38)

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ۭ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو، آپ درحقیقت صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے

اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''(18)

سوال 1:﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو'' قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی'' قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ '' آپ کہہ دیں کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا۔'' (سبا:25)

(2) تو کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اسلام میں آ کر نیک بات (یعنی کتاب وسنت کی بات) جاری کی اس کے لئے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے۔ اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں (اس کی دیکھا دیکھی) ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب گھٹے اور جس نے اسلام میں آ کر بری چال ڈالی (یعنی جس سے کتاب وسنت نے روکا ہے) اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بار ہے اور ان لوگوں کا بھی بار جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹے۔'' (مسلم:2351)

(4)﴿قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ '' آپ کہہ دیں جو جرم ہم نے کیا ان کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اس کے بارے ہم سے نہیں پوچھا جائے گا۔ (سبا:25)

(5)﴿وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی﴾ ''اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو'' اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا انسان اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو بوجھ اٹھانے کے لیے پکارے گا۔ مثلاً کوئی اپنے بیٹے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی تو اس کا وبال اسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الجاثیہ:15)

(6)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی

باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکے باز ہر گز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے۔'' (لقمان:33)

(7)﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (۳۴) وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (۳۵) وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (۳۶) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' (عبس:33_37)

سوال2:﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''آپ درحقیقت صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ ''آپ درحقیقت صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں'' رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: ''آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو نصیحت کرتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ ''آپ صرف اسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سو اسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں۔'' (یٰسٓ:11)

(2) آپ ﷺ قرآن مجید سے ان لوگوں کو بیدار کر سکتے ہیں جو عقل و ہوش رکھنے والے ہوں۔ اپنے رب سے ڈرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا﴾ ''یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں۔'' (النازعات:45)

(3) انذار کو وہ لوگ قبول کرتے ہیں جو کھلے چھپے رب سے ڈرتے ہیں۔

(4)﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرتے ہیں'' یہی لوگ نماز کو اس کے ارکان، شرائط، ظاہری و باطنی آداب یعنی پورے خشوع کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ (5) اللہ تعالیٰ کی خشیت ہر اس عمل سے دور رہنے کا تقاضا کرتی ہے جس کے کرنے پر سزا کا خوف ہو اور نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ کی خشیت ہر اس عمل کا تقاضا کرتی ہے جس کے ضائع ہونے پر سزا کا خوف ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز بھلائی کے کاموں کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ نیکیوں کا مزاج پیدا کرتی ہے۔

سوال3:﴿وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' تزکیہ نفس کا فائدہ خود انسان کو ہوتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ تَزَكّٰى﴾ ''اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے'' یعنی جس نے اپنے نفس کو شرک اور معاصی سے پاک کیا۔

(2)اپنے نفس کو برے اخلاق اور عیوب سے پاک کیا مثلاً جھوٹ، تکبر، ریاکاری، نفاق، دھوکا، بغض، حسد، کینہ اور دیگر زائل سے پاک کیا۔(3) جس نے اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے مزین کیا۔ مثلاً خلاص، تواضع، صدقہ، بندوں کی خیر خواہی اور انکساری۔﴿فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِهٖ﴾ ''تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے'' اپنی اصلاح کرنے کا فائدہ خود اسے ہی نصیب ہوگا۔ اسے دین پر استقامت نصیب ہوگی۔

(4) جس نے کفر اور گناہوں سے توبہ کرلی۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس کی اطاعت میں نیک اعمال کیے اس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔(جامع البیان 133/22)

(5)﴿وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' کوئی مومن ہو یا کافر ہر نیک اور برے انسان نے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہر اچھے برے اعمال کا حساب لے گا۔ کوئی عمل شمار کرنے سے نہیں چھوڑے گا۔ پھر اس کے مطابق بدلہ دے گا۔

سوال 4: کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ کیوں نہیں اُٹھا سکے گا؟

جواب: انسان مادی چیزوں کے بوجھ کو share کر سکتے ہیں مگر بُرے اعمال کے اثرات کو اور اس کی وجہ سے ہونے والی تکلیف اور رسوائی کو کیسے کسی سے share کر سکتا ہے۔ اس بُرے بوجھ کا کوئی حصہ دار نہیں بن سکتا۔

سوال 5: گناہوں سے گراں بار شخص اگر کسی رشتے دار کو بھی بلائے گا تو وہ بوجھ کیوں نہیں اُٹھائے گا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں انفرادی ذمہ داری کا اصول دیا ہے اس کے تحت کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

(2) قیامت کے دن لوگ اپنے بوجھوں کی وجہ سے پریشان ہوں گے دوسروں کے بوجھ اُٹھانے سے قاصر ہوں گے البتہ جن لوگوں نے دوسروں کو گمراہ کیا ہوگا وہ اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسروں کے بوجھ بھی اُٹھائیں گے۔

سوال 6: انفرادی ذمہ داری کے اصول کا انسان پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: (1) اس اصول کا انسان کے اخلاق پر بڑا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔

(2) اس کی وجہ سے انسان ہر دم بے دار رہتا ہے۔

(3) اس کی وجہ سے انسان جھوٹی اُمیدوں پر تکبر نہیں کرتا۔

(4) اس کی وجہ سے انسان مایوسی سے بچتا ہے اگر انسانوں کا محاسبہ بحیثیت جماعت کے ہو تو انسان کبھی کامیاب نہ ہونے پائے۔

سوال 7: پیغمبر کی دعوت سے کون لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

جواب: پیغمبر کی دعوت سے وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔(1) جو رب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے رب کو دیکھا نہیں۔﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِیْمٍ﴾ ''یقیناً تم صرف اُسی شخص کو خبردار کر سکتے ہو جو نصیحت کی

پیروی کرے اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرے۔ پھر اُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دو۔'' (یٰس:11) ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰهَا﴾ ''یقیناً تم تو ڈرانے والے ہو ہر اُس شخص کو جو اُس سے ڈر جائے۔ (النزیات:45)

(2) جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس طرح رب سے رابطہ قائم رکھتے ہیں۔

سوال 8: پاکیزگی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) یہاں اس سے مراد ظاہری صفائی بھی ہے اور قلب اور شعور کی صفائی بھی ہے۔ یعنی شرک وغیرہ سے پاک ہونا۔

(2) یہاں اس سے مراد رویوں کی صفائی بھی ہے۔

(3) یہاں اس سے مراد بے حیائی کی آلودگیوں سے پاک ہونا بھی ہے۔

سوال 9: پاکیزگی اختیار کرنے کا فائدہ کس کو ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ پاکیزگی اختیار کرنے کا نفع اسی کو ہوگا جو پاکیزگی اختیار کرے گا۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی اختیار کرنے کے لیے کیسے تیار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے جہاں اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ جہاں نیک اعمال والے جنت میں ہمیشہ کے لیے بسائے جائیں گے اور برے اعمال کرنے والے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں بسائیں جائیں گے لہٰذا پاکیزگی اختیار کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ﴾

''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں'' (19)

سوال 1: ﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ﴾ ''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔'' مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے مومن اور کافر کی مثال دی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اضداد برابر نہیں ہوتیں۔

(2) مومن بصیر ہے۔ وہ حق کا راستہ دیکھتا ہے۔ کافر اندھا ہے جو راستہ نہیں دیکھتا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

ایمان کا نور مومن سے نہیں چھپتا اور کافر اندھیرے میں ہوتا ہے۔ کافر کی حیرت ختم نہیں ہوتی۔

(4) مومن اور کافر عقلاً اور شرعاً برابر نہیں۔ (ایسر التفاسیر:1258)

(5) کافر کو علم کی بنیاد پر زندگی کے حقائق کا پتہ نہیں ہوتا۔ مومن کو حقیقی علم کی بنیاد پر پتہ ہوتا ہے۔ جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر کیسے ہو

سکتے ہیں۔

سوال 2: اندھا اور آنکھوں والا کیوں برابر نہیں ہو سکتے؟

جواب: اندھا کافر ہے اور آنکھوں والا مومن ہے اس کا مطلب ہے کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

کافر	مومن
(1) کافر تاریکی میں ہوتا ہے۔ اسے زندگی کے حقائق کا سچے علم کی بنیاد پر پتہ نہیں ہوتا۔	(1) مومن روشنی میں ہوتا ہے۔ اسے زندگی کے حقائق کا حقیقی علم کی بنیاد پر پتہ ہوتا ہے۔
(2) کافر حیرانی، پریشانی، بے چینی، اضطراب، تزلزل، اور بے اطمینانی میں ہوتا ہے۔	(2) مومن اطمینان، راحت اور سکون میں ہوتا ہے۔
(3) کافر کا ضمیر مردہ ہوتا ہے کیونکہ وہ شعوری زندگی کے سرچشمے اللہ تعالیٰ کی ہدایت، اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کٹ چکا ہوتا ہے۔	(3) مومن کا شعور اور ارادہ زندہ ہوتا ہے کیونکہ وہ شعوری زندگی کے سرچشمے اللہ کی کتاب سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔
(4) کافر بے مقصد زندگی گزارتا ہے۔	(4) مومن با مقصد زندگی گزارتا ہے۔
(5) کافر دنیا میں ہی جیتا اور دنیا میں ہی مرجانا چاہتا ہے۔	(5) مومن ہمیشہ کی زندگی کی کامیابی کے لیے جیتا ہے اور اس زندگی میں بھی کامیاب رہتا ہے۔

لہذا کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

﴿وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ﴾

''اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی'' (20)

سوال 1: ﴿وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ﴾ ''اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی'' یعنی مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا الظُّلُمٰتُ﴾ ''اور نہ اندھیرے'' یعنی کفر، شرک اور گمراہی کے اندھیرے۔

(2) ﴿وَلَا النُّوْرُ﴾ ''اور نہ روشنی'' جیسے ایمان۔

(3) روشنی اور اندھیرے کا مزاج مختلف ہے۔ (i) ایمان روشنی ہے جو دل، شعور اور اعمال میں بھر جاتی ہے جس سے زندگی روشن ہو جاتی ہے۔ جب کہ کفر تاریکی ہے جو دل، شعور اور اعمال میں بھر جاتی ہے۔ (ii) ایمان کی وجہ سے اشیاء کی حقیقت کھلتی ہے جبکہ کفر کی وجہ سے

حقیقت چھپ جاتی ہے۔(iii) ایمان کی وجہ سے انسان واقعات سے سبق لیتا ہے کہ اس کے حالات اچھے ہو جاتے ہیں۔کفر کی وجہ سے انسان واقعات کو سمجھتا ہی نہیں اس لیے سبق لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کی زندگی کے حالات اور اس کے اقدامات بگڑ جاتے ہیں اس لیے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔جیسے روشنی اور اندھیرے برابر نہیں ہو سکتے ایسے ہی ایمان اور کفر برابر نہیں۔اور ان کو کرنے والے کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال3: روشنی اور اندھیرے برابر کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب: روشنی اور اندھیرے کا مزاج مختلف ہے۔

(1) ایمان روشنی ہے جو دل،شعور اور اعمال میں بھر جاتی ہے جس سے زندگی روشن ہو جاتی ہے۔جب کہ کفر تاریکی ہے جو دل،شعور اور اعمال میں بھر جاتی ہے۔

(2) ایمان کی وجہ سے اشیاء کی حقیقت کھلتی ہے جبکہ کفر کی وجہ سے حقیقت چھپ جاتی ہے۔

(3) ایمان کی وجہ سے انسان واقعات سے سبق لیتا ہے کہ اس کے حالات اچھے ہو جاتے ہیں۔کفر کی وجہ سے انسان واقعات کو سمجھتا ہی نہیں اس لیے سبق لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کی زندگی کے حالات اور اس کے اقدامات بگڑ جاتے ہیں اس لیے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

﴿وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ﴾

''اور نہ سایہ اور نہ دھوپ''(21)

سوال:﴿وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ﴾''اور نہ سایہ اور نہ دھوپ'' کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا الظِّلُّ﴾''اور نہ سایہ''یعنی جنت۔

(2)﴿وَلَا الْحَرُوْرُ﴾''اور نہ دھوپ''یعنی جہنم۔جیسے جنت اور جہنم برابر نہیں ہو سکتے ایسے ہی مومن اور کافر اپنے انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے۔

(3) دھوپ اور سائے کا مزاج مختلف ہوتا ہے۔سائے میں یعنی ایمان کے مطابق انسان اطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے۔دھوپ یعنی کفر میں بے چینی اور اضطراب ہوتا ہے انسان تکلیف میں زندگی بسر کرتا ہے۔اس لیے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔جیسے جنت،دوزخ برابر نہیں ایسے ہی جنت اور دوزخ میں جانے والے مومن اور کافر برابر نہیں رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے۔''(الحشر:20)

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾

''اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں'' (22)

سوال: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں'' مومن اور کافر برابر نہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب (1) ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ﴾ ''اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں'' کافر مردہ اور مومن زندہ ہے۔ مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ (2) ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے کہا: زندہ عقل مند اور مردہ جاہل ہیں۔ (فتح القدیر: 4/433)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنا دی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام: 122)

(4) رب العزت نے اشیاء کے درمیان امتیاز واضح فرما دیا۔ عقل مند انسان کو اپنے لیے وہ چیز منتخب کرنی چاہیے جو ترجیح دیے جانے کے لائق ہو رب العزت نے فرمایا: ﴿مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''ان دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا دونوں مثال میں یکساں ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔'' (ہود: 24)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سناتا ہے'' اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اسے حجت یعنی دلیل سننے کی توفیق دیتا ہے۔ یقیناً وہی راہ دکھانے والا ہادی ہے اور وہی توفیق عطا کرنے والا رحیم و کریم ہے۔

(6) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں'' یعنی جن کے دل مردہ ہو گئے آپ ﷺ انہیں نہیں سنا سکتے جس طرح قبر کے مردوں کو بلائیں تو وہ جواب نہیں دیتے اسی طرح اعراض کرنے والے کو بلانا نفع نہیں دے گا۔ آپ ﷺ کا کام پیغام پہنچا دینا ہے خواہ لوگ قبول کریں یا نہ کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں۔ اور نہ آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔ (النمل 80)

سوال 2: احیاء سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مومن، عالم اور عقلمند لوگ ہیں۔

سوال 3: اموات سے کیا مراد ہے؟

جواب: اموات سے مراد کافر، جاہل اور بے عقل لوگ ہیں۔

سوال 4: زندہ اور مردہ برابر کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب: زندگی اور موت کا مزاج فرق ہے۔ زندگی یعنی ایمان والے کی زندگی میں شعور، ارادہ اور حرکت ہے جو رب کی طرف ہوتی ہے۔ موت یعنی کافر کا ضمیر مردہ ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں سنواتے ہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں اسے حق بات سننے، قرآن حکیم اور حدیث رسول کو سننے، دلیل اور حجت کو سننے اور اسے قبول کرنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔

سوال 6: قبروں والوں کو کوئی بات نہیں سنائی جا سکتی؟

جواب: (1) سننا زندگی کی خصوصیت ہے جن لوگوں کی زندگی ختم ہو گئی انہیں قبر میں جانے کے بعد بات نہیں سنائی جا سکتی۔

(2) جن کے دلوں کو کفر نے مردہ کر دیا ہے انہیں بھی حق بات نہیں سنائی جا سکتی یعنی ایسے لوگوں پر حق بات کی دعوت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

﴿اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ﴾

''آپ تو ایک خبردار کر دینے والے ہیں'' (23)

سوال: ﴿اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ﴾ ''آپ تو ایک خبردار کر دینے والے ہیں'' نبی کا کام پیغام پہنچا دینا ہے، آیت کی روشنی میں میں واضح کریں؟

جواب: ﴿اِنْ اَنْتَ﴾ ''آپ تو'' اے نبی آپ ﷺ کا کام۔

(2) ﴿اِلَّا نَذِیْرٌ﴾ ''ایک خبردار کر دینے والے ہیں'' رسول کا کام صرف دعوت و تبلیغ ہے رسول کے بس میں نہیں کہ کسی کو ہدایت دے سکے اس لیے وہ صرف نذیر کا کردار ادا کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ کا کام تبلیغ اور دعوت ہے۔ آپ ﷺ اپنا فرض ادا کریں۔ ہدایت دینا یا نہ دینا اللہ کا اختیار ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۬ؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ﴾

''یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی اُمت نہیں مگر اس میں ایک خبردار کرنے

والا گزرا ہے''(24)

سوال:﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾''یقیناہم نے آپ کوحق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی اُمت نہیں مگر اس میں ایک خبردار کرنے والا گزرا ہے۔'' نبی ﷺ بشیر اور نذیر ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ﴾''یقیناہم نے آپ کوحق کے ساتھ بھیجا'' یعنی ہم نے آپ ﷺ کو اس وقت بھیجا جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے حق گم ہوگیا تھا مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی اور محمد ﷺ کی بعثت کی ضرورت مند تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین قیم کے ساتھ جو حق ہے اور قرآن عظیم عطا فرمایا جو نصیحت اور حق پر مشتمل ہے۔

(2)﴿بَشِيْرًا﴾''خوش خبری دینے والا'' یعنی آپ ﷺ کو دنیا اور آخرت کے ثواب، اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوش خبری سنانے کے لیے بھیجا ہے تا کہ لوگ آپ ﷺ کی اطاعت کریں۔

(3)﴿وَّنَذِيْرًا﴾''اور ڈرانے والا'' یعنی آپ ﷺ کو لوگوں کو دنیا اور آخرت میں برے اعمال کے دنیوی اور آخروی عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کافروں اور ایمان نہ لانے والے نافرمانوں کو جہنم کے عذاب اور قہر سے ڈراتے ہیں۔

(4)﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾''وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تا کہ لوگوں کے لئے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:165)

(5)﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ اور کوئی اُمت نہیں مگر اس میں ایک خبردار کرنے والا گزرا ہے'' کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو تا کہ ان پر حجت قائم ہوجائے۔

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾''جب تم قریبی کنارے پر تھے اور وہ دور کے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ضرور تم وقتِ مقررہ میں آگے پیچھے ہوجاتے اور لیکن تا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کردے جو کیا جانے والا تھا، تا کہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناسب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الانفال:42)

(7)﴿فَلَمَّا جَاۗءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِيَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾''سو جب وہ

سلیمان کے پاس آیا تو اُس نے کہا: ''کیا میری مدد تم لوگ مال سے کرنا چاہتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اُس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو۔'' (النمل:36)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کی اللہ تعالیٰ نے کیسے وضاحت کی ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

سوال3: ہر قوم میں نذیر آیا ہے یہ بات کس وجہ سے بتائی گئی؟

جواب: (1) ہر قوم کے لیے کوئی ڈرانے والا آیا ہے یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس لیے واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بُرے انجام سے بچانے کے لیے، کوشش کرنے کے لیے آتے رہے ہیں آپ ﷺ کا آنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔

(2) ہر قوم کو ایمان اور کفر سے آگاہ کیا جاتا رہا ہے تاکہ ان پر حجت تمام کی جا سکے اب اہل مکہ کو بتایا گیا کہ آپ پر بھی حجت تمام کی جا رہی ہے۔

﴿وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ﴾

''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل اور صحیفوں اور روشنی کرنے والی کتاب کے ساتھ آئے تھے'' (25)

سوال1: ﴿وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل اور صحیفوں اور روشنی کرنے والی کتاب کے ساتھ آئے تھے'' پہلے رسول بھی جھٹلائے گئے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں'' اے رسول ﷺ اگر یہ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں۔

(2) ﴿فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ﴾ ''تو اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے تھے'' آپ ﷺ سے پہلے بھی رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے تھے۔ جو رسولوں کی صداقت پر دلالت کرتے تھے۔

(3) پہلے رسول اپنے دلائل کے ساتھ حق کی صداقت پر دلالت کرتے تھے

(4) ﴿وَبِالزُّبُرِ﴾ ''اور صحیفوں'' یعنی ایسی کتابیں جن کے بہت سے احکامات تھے ان کو لے کر آئے۔

(5) ﴿وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ﴾ ''اور روشنی کرنے والی کتاب کے ساتھ آئے تھے'' یعنی ایسی روشن کتاب کے ساتھ جو سچی خبروں میں پوری

طرح روشن ہے۔(6)وہ کتاب جو اپنے عدل پر مبنی احکامات کی وجہ سے پوری طرح روشن ہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تکذیب پر کیسے تسلی دی گئی؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کو کافروں کے جھٹلانے پر اس طرح سے تسلی دی گئی کہ آپ ﷺ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا حالانکہ پیغمبر روشن دلائل، صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے۔

سوال3:البینۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد مختلف طرح کے دلائل ہیں۔(2)اس سے مراد معجزات بھی ہیں وہ بھی دلائل ہوتے ہیں۔

سوال4:کتاب منیر سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات ہے۔

﴿ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾

''پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا تو کیسا تھا میرا عذاب؟''(26)

سوال:﴿ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾''پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا تو کیسا تھا میرا عذاب؟'' کافروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت تھا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾''پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا''جن لوگوں نے ظلم کی وجہ سے رسولوں کی دعوت کا انکار کیا۔اللہ تعالیٰ کی آیت کو جھٹلایا انہیں اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے عذابوں میں پکڑ لیا۔

(2)﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾''کیسا تھا میرا عذاب؟''دیکھو ان لوگوں کے لیے میری سزا کتنی سخت تھی۔

(3)رب العزت نے وعید سنا کر تنبیہ کی ہے کہ نبی کو جھٹلانے سے بچو ورنہ تم پر بھی وہی عذاب آجائے گا جو ان پر نازل ہوا۔

سوال1:اللہ تعالیٰ کا کافروں کے لیے کیسا عذاب تھا؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کی گرفت اتنی سخت تھی جس نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

رکوع نمبر 16

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اُس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے رنگ مختلف ہیں اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ قطعے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں اور کچھ سخت کالے سیاہ ہیں''(27)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اُس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے رنگ مختلف ہیں اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ قطعے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں اور کچھ سخت کالے سیاہ ہیں'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ہمہ گیری اور کمال کو آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا'' رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے رنگ رنگ کی چیزیں پانی سے پیدا کی ہیں۔ پانی جس کو وہ بارش کی صورت میں آسمان سے اتارتا ہے۔

(2)﴿فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا﴾ ''پھر ہم نے اُس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے رنگ مختلف ہیں'' ایک ہی پانی سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کرتا ہے۔ جن کے ذائقے، جن کی شکلیں، جن کی خوشبوئیں اور جن کے اثرات بھی مختلف ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، بعض کئی تنوں والے ہیں اور بعض ایک تنے والے ہیں، سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو مزے میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' (الرعد:4)

(3)﴿وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾ ''اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ قطعے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں اور کچھ سخت کالے سیاہ ہیں'' رب العزت نے رنگ رنگ کے پہاڑ پیدا کیے ہیں جو زمین کی میخیں ہیں۔ یہ پہاڑ ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں گویا وہ ایک ہی پہاڑ ہو۔ ان کے رنگ مختلف ہیں ان میں سفید، سرخ اور سیاہ رنگ کی دھاریاں ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تضادات سے کیا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تضادات سے یہ واضح کیا ہے کہ فقط انسانوں میں ہی تضاد نہیں کہ کوئی ایمان والا اور کوئی کافر ہو، کوئی نیک اور کوئی بد ہو یہ تضادات تو کائنات میں پائے جاتے ہیں مثلاً (1) پھلوں کے رنگ مختلف ہیں حالانکہ ایک پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔

(2) پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں سفید اور سرخ ان میں بھی کئی shades ہیں ان میں کئی بہت گہرے ہیں۔

(3)انسانوں، جانوروں، اور چوپاؤں کی رنگتیں بھی مختلف ہیں۔

سوال2: ایک ہی پانی سے پیدا ہونے والے پھلوں کی کس کس چیز میں اختلاف پایا جاتا ہے؟

جواب: (1) پھلوں کے رنگ مختلف ہیں۔ (2) پھلوں کے ذائقے مختلف ہیں۔

(3) پھلوں کی لذت مختلف ہے۔ (4) پھلوں کے خوشبوئیں مختلف ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ﴾

''اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، درحقیقت اللہ تعالی کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے''(28)

سوال1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ﴾ ''اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، درحقیقت اللہ تعالی کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' رنگوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ﴾ ''اور انسانوں اور جانوروں میں سے'' یعنی جانوروں، انسانوں اور مویشیوں میں سے کوئی سفید، کوئی سرخ اور کوئی کالا ہے۔

(2)﴿مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ﴾ ''رنگ بھی مختلف ہی ہیں'' جیسے پھلوں، پہاڑوں اور ان کے راستوں میں اختلاف ہے اسی طرح انسانوں، جانوروں اور مویشیوں کے رنگوں میں بھی اختلاف ہے۔ رنگوں کا تفاوت اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔ اس کی حکمت اور رحمت ہے کہ اس نے مخلوقات میں تفاوت رکھا جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔

(3)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف، بلاشبہ اس میں علم رکھنے والوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں۔'' (الروم:22)

سوال2: ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ﴾ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالی سے علماء ہی ڈرتے ہیں، آیت کی

روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق علم والے ہی ادا کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ معرفت رکھتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔ (2) علم والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھے اور اس کے حلال کو حلال سمجھے۔

(3) علم والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو یاد رکھے اور یقین رکھے کہ اس سے اس کے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔

(4) علم والا وہ ہے جو غائبانہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور ان چیزوں میں رغبت رکھتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کاموں سے رکتا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ کی خشیت گناہوں سے روکتی ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ کی خشیت اس کی ملاقات کی تیاری کے لیے تیار کرتی ہے۔

(7) جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ خشیت الٰہی اسے گناہوں سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنے کی موجب بنتی ہے۔ یہ آیت کریمہ علم کی فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ علم انسان کو خشیت الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ خشیت الٰہی کے حامل لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اکرام وتکریم کے اہل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہو گئے یہ اُسی شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' (البینۃ:8)(تفسیر سعدی:3/2223)

(8) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھنے والا العزیز ہے۔ اس نے متضاد مخلوقات کو ایک ہی مادے یعنی پانی سے پیدا کیا۔

(9) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے گناہ کو بخشنے والا الغفور ہے۔

سوال 3: انسانوں، جانوروں اور چوپایوں کے رنگوں میں کیا اختلافات پائے جاتے ہیں؟

جواب: انسان اور جانور بھی سرخ سیاہ، زرد اور سفید رنگ ہوتے ہیں۔

سوال 4: کس علم کی بنیاد پر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب، سنت رسول اور اسرار الٰہیہ کے علم سے انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی پہچان پیدا ہوتی ہے اسی سے رب کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔

سوال 5: جس علم سے اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا نہ ہو وہ علم کیسا ہوتا ہے؟

جواب: جس علم سے اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا نہ ہو وہ علم صحیح نہیں۔

سوال6: جس عالم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں کیا اس کا علم دین درست نہیں؟

جواب: جس عالم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہوتا وہ صحیح علم اور اس کی حقیقت کو پانے سے محروم ہیں۔

سوال7: علم والوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں علماء کی تین اقسام ہیں۔

(1) عالم باللہ اور عالم بامر اللہ: یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کے احکامات اور حدود و فرائض کو جانتا ہے۔

(2) عالم باللہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حدود اور فرائض نہیں جانتا۔

(3): عالم بامر اللہ: جو حدود و فرائض کو جانتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور غفور کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تضادات سے جو پھلوں، پہاڑوں، انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں میں پائے جاتے ہیں اس سے اپنی صفت عزیز کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم والے بندوں کے ڈر کی وجہ سے اپنی صفت غفور یعنی گناہوں کو معاف کرنے والے کا شعور دلایا ہے کہ اگرچہ وہ غلبہ رکھتا ہے لیکن معاف کر دیتا ہے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ نے علم والوں کے رب سے ڈرنے کا سبب کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عزیز کے توسط سے یہ واضح کیا ہے کہ وہ گناہ گاروں کو سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے وہ العزیز ہے لیکن اس کے باوجود توبہ کرنے والے کے گناہ معاف کر دیتا ہے اس لئے کہ وہ الغفور ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز برباد نہیں ہوگی'' (29)

سوال1: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز برباد نہیں ہوگی'' آخرت کی تجارت کرنے والوں کی سرگرمیوں کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں'' یعنی جولوگ قرآن مجید کی تلاوت میں مداومت کرتے ہیں۔ (الاساس:4595/8)

(2) جوشخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ خشیت الٰہی اسے گناہوں سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنے کی موجب بنتی ہے۔

(3)﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ﴾ ''اور نماز قائم کرتے ہیں'' یعنی وہ وقت کی پابندی، شرائط، ارکان، آداب اور خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں وہ دین کے ستون اور ایمان کی میزان کو پکڑ لیتے ہیں۔

(4)﴿وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً﴾ ''اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں'' جو زکوٰۃ وصدقات کھلے چھپے خرچ کرتے ہیں۔

(5)﴿یَّرْجُوْنَ﴾ ''وہ امید رکھتے ہیں'' یعنی وہ تلاوت قرآن، نماز اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے امید رکھتے ہیں۔

(6)﴿تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ﴾ ''ایسی تجارت جو ہرگز برباد نہیں ہوگی'' ایسی تجارت کی، جو کبھی کساد کا شکار ہوگی نہ فساد کا، بلکہ وہ سب سے بڑی، عالی شان اور افضل ترین تجارت ہے۔ آگاہ رہو کہ وہ تجارت ان کے رب کی رضا، اس کے بے پایاں ثواب کا حصول، اس کی ناراضی اور عذاب سے نجات ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان اہل ایمان کے اعمال میں اخلاص کی طرف اشارہ ہے نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ان اعمال میں ان کے مقاصد برے اور نیت فاسد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ وہ جس چیز کی امید کرتے تھے وہ ان کو حاصل ہوگئی۔ (تفسیر سعدی 2223,2224/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ سے کی گئی تجارت کبھی خسارے میں کیوں نہیں جاسکتی؟

جواب: تجارتی خسارہ تبھی ہوتا ہے جب کسی کے اصل زر میں کمی واقع ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کمی نہیں آتی وہ جو چاہے عطا کر سکتا ہے۔ وہ اعمال صالح پر پورا اجر عطا فرمائے گا۔ اس لئے اس سے کی گئی تجارت میں خسارے اور کمی کا امکان نہیں ہوتا۔

﴿لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ﴾

''تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اجران کو پورے کے پورے دے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے۔ یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' (30)

سوال 1: ﴿لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اجران کو پورے کے پورے دے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے۔ یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' یعنی اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اجران کو پورے کے پورے دے'' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے گا جن کا انہوں نے تصور بھی نہ کیا۔ (2)﴿وَيَزِيدَهُمْ مِّن فَضْلِهِ﴾ ''اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے اجر سے بڑھ کر نوازے گا۔

(3)﴿إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾ ''یقیناوہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے گا یقیناً وہ غفور ہے اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کو شرف قبولیت بخشے گا یقیناوہ شکور ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ انسان کی کوششوں کا پورا پورا بدلہ اور اس سے زیادہ کیوں عطا کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوریوں اور نقائص سے درگزر کرنے والا، بخشنے والا اور قدردان ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور شکور کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اعمال کے پورے اجر دینے سے یہ شعور دلایا ہے کہ وہ نقائص سے درگزر کرتا ہے اور مومن بندوں کے گناہ معاف کرتا ہے۔ اگر وہ سچے دل سے توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اعمال کے اجر کو اپنے فضل سے بڑھانے سے اپنی قدردانی کا شعور دلایا ہے کہ وہ تھوڑے کو قبول کرتا ہے وہ ایمان والوں کی اطاعت اور اور نیک اعمال کا قدردان ہے وہ اعمال کا اجر زیادہ دیتا ہے۔ وہ شکور ہے۔

﴿وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌۢ بَصِيرٌ﴾

''اور ہم نے آپ کو کتاب میں سے جو وحی کی ہے وہ حق ہے اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یقیناً پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (31)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌۢ بَصِيرٌ﴾ ''اور ہم نے آپ کو کتاب میں سے جو وحی کی ہے وہ حق ہے اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یقینا پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ﴾ ''اور ہم نے آپ کو کتاب میں سے جو وحی کی ہے وہ حق ہے اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے'' یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر واجب ہے کہ وہ اس پر عمل کریں۔ (ایسر التفاسیر: 1260/1261)

(2)﴿الْحَقُّ﴾ ''حق ہے'' کیونکہ وہ جن امور پر مشتمل ہے وہ حق ہیں اور اس نے حق کے تمام اصولوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ گویا تمام حق

صرف اسی کتاب کے اندر ہے، اس لیے تمھارے دلوں میں حق کے بارے میں کوئی تنگی نہ آئے اور تم حق سے تنگ آؤ نہ اسے ہیچ سمجھو۔ جب یہ کتاب حق ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ تمام مسائل الٰہیہ اور امور غیبیہ جن پر یہ کتاب دلالت کرتی ہے واقع ہوں، لہذا یہ جائز نہیں کہ اس سے کوئی ایسی مراد لی جائے جو اس کے ظاہر اور اس چیز کے خلاف ہو جس پر اس کا ظاہر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2225/3)

(3) ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے'' یعنی پہلی کتابوں تورات اور انجیل کی تصدیق کرنے والی ہے۔ گزشتہ کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی تھی۔ قرآن اس پیشن گوئی کی تصدیق کرتا ہے۔ اس لیے اب یہ ممکن نہیں کہ کوئی پہلی کتابوں پر ایمان لائے اور قرآن کا انکار کرے۔

(4) ﴿إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یقیناً پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو دیکھتا ہے اور ان کی خبر رکھتا ہے۔ اس لئے وہ ہر فرد کو وہی کچھ دیتا ہے جس کے وہ لائق ہو اور ہر قوم کو بھی وہی کچھ عطا کرتا ہے جو اس کے حالات کے مطابق ہو یہ امت چونکہ نرم ترین دلوں اور کامل ترین عقل کی حامل تھی اسی لئے رب العزت نے اسے دین اسلام کے لئے چنا۔

سوال 2: پہلی کتابوں کی تصدیق کس چیز کی دلیل ہے؟

جواب: پہلی کتابوں کی تصدیق اس بات کی دلیل ہے کہ پہلی کتابوں کی طرح اس کتاب کو نازل کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات خبیر اور بصیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں کے بعد قرآن مجید کو نازل کرنے سے اپنے خبیر اور بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ خبر رکھتے ہیں کہ پچھلی کتابیں تحریف اور تبدیلی کا شکار ہو گئی ہیں اس لئے اب وہ ہدایت کے قابل نہیں رہیں اور اب خبر رکھنے والے نے کتاب ہدایت نازل کر دی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ انسانوں کے حالات دیکھتا ہے، ان کی مشکلات کی خبر رکھتا ہے، وہ بصیر ہے، اس نے سب کچھ دیکھ کر، ہر چیز کی خبر رکھ کر کتاب نازل کی ہے۔

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۖ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾

''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ ان میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے،

یہی بہت بڑا فضل ہے''(32)

سوال1:﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ ''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ ان میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے'' قرآن پر عمل کرنے والے تین قسم کے لوگوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ ''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا'' یعنی اب قرآن مجید کا وارث ہم نے ان کو بنایا ہے جنہیں ہم نے چن لیا ہے۔ ان لوگوں سے مراد امتِ محمدیہ ہے۔ (2)﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ ''چنانچہ ان میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے'' یعنی وہ ایسے گناہ، نافرمانی اور بے حیائی کے کام کرتے ہیں جو کفر سے کم ہیں۔

(3) ظالم وہ ہے جو بعض واجبات میں بڑھ جاتا ہے اور بعض حرام کاموں کا اجتناب کرتا ہے۔

(4)﴿وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ﴾ ''اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے'' یعنی وہ جو حرام کاموں کو چھوڑ کر صرف واجبات ادا کرتے ہیں۔

(5)﴿وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ﴾ ''اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے'' جو ذوق وشوق سے فرائض اور نوافل ادا کرتے ہیں اور صغیرہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

(6) رب العزت نے اپنی کتاب کی وراثت کے لئے سارے لوگوں کو چن لیا ہے۔

(7) کتاب کی وراثت سے مراد کتاب کا علم حاصل کرنا، اس کے الفاظ کو سیکھنا، اس کے معنی کا استنباط کرنا، کتاب پر عمل کرنا۔

(8)﴿بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سبقت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کاموں کے قابل ہوتے ہیں اس لیے اپنے عمل کے بارے میں دھوکے میں نہ رہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

(9)﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ ''یہی بہت بڑا فضل ہے'' اس کتاب عظیم کی وراثت بہت بڑا فضل ہے۔

سوال2: کتاب کا وارث چنے ہوئے بندوں کو بنایا اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کی وراثت محمد الرسول اللہ ﷺ کی امت کو ملی ہے۔

(2) اس سے یہ مراد ہے کہ دوسری امتوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو چن لیا ہے۔

سوال3: کتاب کے وارثوں میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کون سے لوگ ہیں؟

جواب: (1) کتاب کے وارثوں میں سے جو اپنے فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں۔

(2) جو صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ (3) جو بعض حرام کاموں کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔

سوال4: کتاب کے وارثوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کیوں کہا؟

جواب: اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے اس لیے کہا کہ اپنی کچھ کوتاہیوں اور غلطیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اس بلند درجے سے محروم کر لیتے ہیں جو باقی لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں۔

سوال5: کتاب کے وارثوں میں سے متوسط درجے کے لوگ کون سے ہیں؟

(1) یہ وہ لوگ ہیں جو ملے جلے عمل کرتے ہیں۔ (2) یہ وہ لوگ ہیں جو فرائض پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

(3) یہ لوگ حرام کاموں کو ترک کرنے والے ہیں۔ (4) یہ لوگ کبھی مستحب کاموں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(5) یہ لوگ کبھی حرام کاموں کا ارتکاب بھی کر لیتے ہیں۔

سوال6: نیکیوں میں ترقی کرنے والے کون لوگ ہوتے ہیں؟

جواب: یہ وہ لوگ ہیں جو دین کے معاملے میں سبقت لے جانے والے، بڑھ چڑھ کر نیکیاں کرنے والے ہیں۔

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾

''ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' (33)

سوال1: ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ''ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' قرآن کے وارث جنت کے وارث ہوں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا﴾ ''ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کے اجر کا ذکر فرمایا جن کو اس نے یہ وراثت عطا کی ہے۔ ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا﴾ یعنی وہ ایسے باغات ہوں گے جو درختوں، گہرے سایوں، خوبصورت پھلواریوں، اچھلتی ہوئی ندیوں، عالی شان محلات اور آراستہ کیے ہوئے گھروں پر مشتمل ہوں گے، جو ہمیشہ رہیں گے اور کبھی زائل نہیں ہوں گے۔ وہاں ایک ایسی خوبصورت زندگی ہوگی جو کبھی ختم نہ ہو۔ (عدن) سے مراد ''اقامت'' (قیام کرنا) ہے تو

﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ﴾ ''یعنی باغات اقامت ہے۔'' باغات کی اقامت کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ دائمی اقامت اور ہمیشگی ان باغات اور ان کے رہنے والوں کا وصف ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2226)

(2) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس آیت ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ ''پھر ہم نے اللہ کے حکم سے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنا دیا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا تھا، تو ان میں سے بعض تو خود اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور ان میں سے بعض نیکی و بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والے لوگ ہیں'' کے سلسلے میں فرمایا: ''یہ سب ایک ہی درجے میں ہوں گے اور یہ سب کے سب جنت میں جانے والے لوگ ہیں۔'' (فاطر: 32) (ترمذی: 3225)

(3) ﴿يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ ''ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' جنت عدن میں رہنے والوں کو سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے جہاں تک مومن کے جسم پر وضو کا پانی پہنچے گا۔

(4) ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ ''اور ان میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' اہل جنت کو باریک اور موٹا سبز ریشم پہنایا جائے گا۔

سوال 2: کتاب کے وارثوں میں سے جنت میں کون لوگ جائیں گے؟

جواب: تینوں قسم کے لوگ جنتی ہیں۔

سوال 3: تینوں قسم کے لوگ کیسے جنت میں جائیں گے؟

جواب: (1) سابقون بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔

(2) متوسط درجے کے لوگ آسان حساب کتاب کے بعد جنت میں جائیں گے۔

(3) اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے شفاعت کے بعد سزا بھگت لینے کے بعد جنت میں جائیں گے۔

سوال 4: سونے کے کنگن اور ریشم جنتیوں کا پہناوا ہوں گے۔ دنیا میں ریشم اور سونے کے پہننے کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

جواب: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کتاب اللباس کی روایت ہے ''ریشم اور دیباج دنیا میں مت پہنو اس لئے کہ جو دنیا میں اسے پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔'' رسول اللہ نے فرمایا: ''ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے۔''

(5) سیدنا ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے۔ انہوں نے پانی مانگا۔ ایک دیہاتی چاندی کے برتن میں پانی لایا۔ انہوں نے اسے پھینک دیا اور کہا کہ میں نے صرف اسے اس لیے پھینکا ہے کہ میں اس شخص کو منع کر چکا ہوں (کہ چاندی کے برتن میں مجھے کھانا اور پانی نہ دیا کرو) لیکن وہ نہیں مانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''سونا، چاندی، ریشم اور دیباج ان (کفار) کے لیے دنیا

میں ہے اور تمہارے (مسلمانوں) کے لیے آخرت میں۔'' (بخاری:5831)

(6) نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو مرد ریشمی لباس دنیا میں پہنے گا وہ آخرت میں اسے ہرگز نہیں پہن سکے گا۔'' (بخاری:5832)

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ﴾

''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بلاشبہ ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' (34)

سوال1: ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ﴾ ''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بلاشبہ ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' جنتی خوف اور غم سے نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا'' اہل جنت اللہ تعالیٰ کی جنت میں ہر قسم کے حزن وغم سے نجات پانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔ جنت میں حسن و جمال میں، لذتوں میں، صحت میں کسی قسم کا نقص نہیں آئے گا جس کی وجہ سے غم لاحق نہیں ہوگا۔

(2) وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے ﴿اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ﴾ ''بے شک ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' وہ ہمارے عیبوں کی ستر پوشی کرنے والا ہے۔ ہمارا رب حسنات کی قدردانی کرنے والا شکور ہے۔

سوال2: جنتی کس غم کے دور ہونے پر اللہ کا شکر ادا کریں گے؟

جواب: (1) دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہو جانے کا غم۔ (2) حساب کتاب کا غم۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور شکور کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غموں سے بچنے پر اور جنت میں داخلے سے اپنے درگزر اور اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے کتاب کی وراثت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والوں کو اپنی قدردانی کا شعور دلایا ہے وہ شکور ہے سچا قدردان ہے۔

﴿الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۡ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ﴾

''جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ پر اتار دیا اس میں نہ ہمیں کوئی مشقت پہنچتی ہے اور نہ ہی اس میں ہمیں کبھی تھکاوٹ پہنچتی ہے'' (35)

سوال1:﴿الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ﴾ ''جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ پر اتار دیا اس میں نہ ہمیں کوئی مشقت پہنچتی ہے اور نہ ہی اس میں ہمیں کبھی تھکاوٹ پہنچتی ہے'' جنت میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ٹھہرائیں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا﴾ ''جس نے ہمیں اتار دیا'' جس نے ہمیں جنت میں ہمیشہ کے لئے مستقل طور پر ٹھہرایا ہے۔

(2)﴿دَارَ الْمُقَامَةِ﴾ ''ابدی قیام کی جگہ'' جہاں کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتوں اور خوشیوں اور بے شمار بھلائیوں کی وجہ وہاں قیام کی خواہش کی جاتی ہے۔(3)﴿مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اپنے فضل سے'' یعنی اعمال کی وجہ سے نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہمیں جنت عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو ہم کبھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کسی شخص کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کر سکے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ کا بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:نہیں ،میرا بھی نہیں،سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ لے۔'' (بخاری:5673)

(5)﴿لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ﴾ ''نہ ہمیں کوئی مشقت پہنچتی ہے اور نہ ہی اس میں ہمیں کبھی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔'' اس میں نہ ہمارے جسموں کو اذیت پہنچے گی نہ روح کو تکلیف ہوگی۔

(6)یعنی بدن،قلب اور دیگر قویٰ میں کثرت تمتع کی وجہ سے کوئی تھکاوٹ نہ ہوگی۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اہل جنت کے بدن کو کامل زندگی عطا کرے گا اور انھیں دائمی طور پر راحت کے اسباب مہیا کرے گا۔ان کے یہ اوصاف ہوں گے کہ ان کو کوئی کمزوری لاحق ہوگی نہ تھکن اور نہ کسی قسم کا حزن وغم۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جنت میں نیند نہیں آئے گی کیونکہ نیند تو صرف تھکن دور کرنے اور راحت حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔اور اہل جنت کو تو تھکن لاحق نہیں ہوگی۔اور نیند گویا ایک چھوٹی موت ہے اور اہل جنت کو کبھی موت نہیں آئے گی۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اہل جنت میں شامل کرے۔(آمین)(تفسیر سعدی:3/2227,2226)

سوال2:جنتی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کیسے کریں گے؟

جواب:(1)جنتی کہیں گے اس نے ہم سے غم دور کر دیا۔

(2)اس نے ہمیں ایسے مقام پر لا اتارا جہاں ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

(3)وہ کہیں گے جنت میں ہمیں کوئی خستگی نہیں پہنچے گی۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے کیسے جنت کی ترغیب دلائی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے اعتراف سے جنت کی ترغیب دلائی ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے جنت میں ملنے والے زیورات، اور لباسوں سے جنت کی ترغیب دلائی ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے غم دور ہونے پر اہل جنت کے شکر ادا کرنے سے جنت کی ترغیب دلائی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ہی جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' (36)

سوال1: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ہی جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' جہنمی نہ مریں گے، نہ ان کا عذاب ہلکا ہوگا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا۔

(2)﴿لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ﴾ ''ان کے لئے جہنم کی آگ ہے'' ان کے لئے جہنم کی آگ کا بدلہ ہے۔ جہاں انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔

(3)﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ﴾ ''نہ ان پر فیصلہ کیا جائے گا'' نہ تو موت سے ان کا قصہ پاک ہوگا۔

(4)﴿فَيَمُوْتُوْا﴾ ''کہ وہ مر جائیں'' کہ وہ مر کر آرام پالیں۔

(5)﴿وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا﴾ ''اور نہ ہی جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا'' ہر وقت ان کے عذاب میں دائمی شدت ہوگی ایسا نہیں ہوگا کہ جہنم کے عذاب میں کبھی کمی کی جائے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (٧٤) ۚ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ (٧٥) وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ (٧٦) وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ (٧٧)﴾ ''مجرم جہنم کے عذاب میں یقیناً ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اُس میں ناامید ہوں گے۔ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے۔ اور وہ پکاریں گے: ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے'' فرشتہ کہے گا: ''یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو'' (زخرف:74-77)

(7)﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمَ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے، پھر وہی ہدایت پانے والا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سرپرست ہرگز

نہیں پائیں گے، اور ہم قیامت کے دن انہیں اُن کو اُن کے چہروں کے بل اندھا، گونگا اور بہرہ اٹھائیں گے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب بھی وہ بجھنے لگے گی تو ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کر دیں گے۔'' (بنی اسرائیل: 97)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنت والے جنت کی طرف چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ کی طرف چلے جائیں گے پھر موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان لایا جائے گا پھر اسے ذبح کیا جائے گا پھر ایک پکارنے والا پکارے گا: اے جنت والو! اب موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں ہے تو پھر جنت والوں کی خوشی بڑھ جائے گی اور دوزخ والوں کی پریشانی میں زیادتی ہو جائے گی۔'' (مسلم:7184)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہاری آگ جسے ابن آدم روشن کرتا ہے، یہ جہنم کی گرمی کا ستر واں حصہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! (جلانے کے لیے) یہی آگ کافی تھی، آپ نے فرمایا: وہ تو اس سے انہتر (69) گناہ زیادہ گرم ہے اور ہر حصہ میں اتنی ہی گرمی ہے۔ (مسلم:7165)

(10) ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾ ''ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' اس طرح ہم اپنے رب کی آیات اور ملاقات سے کفر کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے برے انجام سے کیسے ڈرایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دوزخ کی آگ میں ڈالنے سے خوف دلایا ہے کہ نہ اس میں جئیں گے اور نہ مریں گے، نہ دوزخ کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر کے کہ ہر کافر کو ایسے ہی سزا ملتی ہے کفر کے انجام سے خوف دلایا ہے۔

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾

''اور وہ اس میں چیخ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال اس کے برعکس ہم نیک عمل کریں گے، جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آچکا تھا، چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' (37)

سوال 1: ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ''اور وہ اس میں چیخ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال اس کے برعکس ہم نیک عمل کریں گے، جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آچکا تھا، چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' اہل جہنم کی دوزخ میں چیخ و پکار، کی

وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا﴾ ''اور وہ اس میں چیخ رہے ہوں گے'' جہنم میں اہل دوزخ اونچی آواز میں چیخیں اور پکاریں گے وہ گڑگڑا کر بلک کر کہیں گے۔ (2)﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں نکال'' اے ہمارے رب ہمیں اس مصیبت سے نجات دے کر دنیا کی زندگی میں بھیج دے۔

(3)﴿نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ﴾ ''اس کے برعکس ہم نیک عمل کریں گے، جو ہم کیا کرتے تھے'' یعنی ہم اپنے عملوں کے برعکس نیک عمل کریں گے۔ یعنی شرک اور نافرمانیاں نہیں کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ﴾ ''کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تو نے ہمیں دو دفعہ زندگی دی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟'' (غافر:11)

(4)﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ﴾ ''اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا'' یعنی تم جہنم سے نکلنا چاہتے ہو تا کہ نیک عمل کرو۔ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ تم شرک اور نافرمانیوں سے بچ جاتے۔ (ایسر التفاسیر:1262)

(5)'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا عذر ختم کر دیا جسے اس نے ساٹھ برس کی عمر دے دی۔'' (بخاری:6419)

(6)﴿وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ﴾ ''اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آچکا تھا'' یعنی پہلے بیدار کرنے والے پیغمبروں کی طرح تمہارے پاس بھی پیغمبر آئے تھے یا جیسا کہ اہل جہنم خود اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے۔﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے میں پھٹ پڑے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے داروغہ اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! یقیناً ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تھا۔ پھر ہم نے (اُسے) جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں اُتاری۔ تم محض ایک بڑی گمراہی میں ہو۔'' (الملک:9,8) تمہیں نصیحت اور انذار نے فائدہ نہ دیا۔ تم نے ہماری طرف رجوع نہ کیا۔

(7)﴿فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ﴾ ''چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' تمہارے سامنے پے در پے اپنی نشانیاں ظاہر کیں اور تمہارے پاس ڈرانے والے بھیجے اور تمہیں سختی اور نرمی کے ذریعے سے آزمایا گیا تا کہ تم ہماری طرف رجوع کرو اور ہماری طرف لوٹو۔ مگر تمہیں کسی نصیحت اور انذار نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ (سعدی:3/2228)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کرنے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے چلانے سے کہ یا اللہ یہاں سے نکال دے ہم پہلے اعمال کے مقابلے میں مختلف عمل کریں گے یہ شعور دلایا

ہے کہ کل تو تم غیروں کی عبادت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہو گے۔کل تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بجائے اطاعت کرنا چاہو گے اور کل یہ موقع نہیں ملے گا پھر آج کیوں نہیں اپنے کفر کو چھوڑ دیتے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کافروں کی فریادوں کا کیا جواب دیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: (1) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا۔

(2) تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا۔(3) اب مزہ چکھو ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

سوال4: یہاں عمر سے کتنی عمر مراد ہے؟

جواب: عمر کا تعین کرنا درست نہیں اس لیے کہ لوگوں کو مختلف عمر ملتی ہے۔

سوال5: یہاں ڈرانے والے سے کون مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد نبی ﷺ ہیں جو حق کی طرف بلاتے رہے لیکن ان کی باتوں کی طرف نہ ان کی نصیحت کی طرف لوگوں نے توجہ کی۔

رکوع نمبر 17

﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے۔یقیناً وہ سینوں کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے''(38)

سوال1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے۔یقیناً وہ سینوں کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے کمال علم کا تذکرہ فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے ہر غیب کو جانتا ہے۔اسے تمام چھپی ہوئی باتوں کا علم ہے۔اس کے سامنے عیاں ہے جو مخلوق کے لئے غیب ہے۔جیسا کہ فرمایا: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا﴾ ''غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔'' (الجن:26)

(2) یہاں اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی بات اس مقصد کے لیے بھی ہوسکتی ہے کہ کافر دنیا میں واپسی کی آرزو کریں گے اور یہ دعوے کریں گے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ جو ماضی، حال اور مستقبل کا علم رکھتا ہے، جس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسا نہیں کریں گے بلکہ وہی کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں۔

(3)﴿اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناوہ سینوں کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے''(1) اللہ تعالیٰ نے سینوں کے راز جاننے کا ذکر اس حوالے سے کیا ہے کہ اس کے لیے نہ دل کی بات غیب ہے نہ خفیہ سے خفیہ معاملات۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے کہی کہ تمہارے دلوں کے اندر جو ربّ کا خوف ہے یا ایمان کی محبت اس کا رب کو علم ہے لہذا محض دعووں کی بنیاد پر تمہیں واپس نہیں بھیجا جا سکتا۔

(4)﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اس کو ظاہر کر دو، یقیناوہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔(الملک:13) وہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری پوری جزا دے گا۔

(5)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

سوال:2 یہاں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کے عالم ہونے کا ذکر کس سلسلے میں کیا گیا ہے؟

جواب: یہاں اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی بات اس مقصد کے لیے بھی ہو سکتی ہے کہ کافر دنیا میں واپسی کی آرزو کریں گے اور یہ دعوے کریں گے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ جو ماضی، حال اور مستقبل کا علم رکھتا ہے، جس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسا نہیں کریں گے بلکہ وہی کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾

''وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا پھر جو کوئی کفر کرے اُس کا کفر اُس پر ہے، اور کافروں کا کفر اُن کے رب کے ہاں ناراضگی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا اور کافروں کا کفر ان کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا ''(39)

سوال1:﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا پھر جو کوئی کفر کرے اُس کا کفر اُسی پر ہے، اور کافروں کا کفر اُن کے رب کے ہاں ناراضگی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا اور کافروں کا کفر ان کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا'' کفر رب کے ہاں غضب کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا'' خلیفہ سے مراد پچھلی قوموں کی جگہ وارث اور جانشین بنانا ہے۔ مراد ہے کہ پچھلی قوموں کے گزر جانے کے بعد تمہیں زمین میں آباد کیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر ہم نے تمھیں اُن کے بعد زمین میں جانشین بنا دیا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' (یونس:14)

(3) ﴿فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ﴾ ''پھر جو کوئی کفر کرے اُس کا کفر اُسی پر ہے'' کفر کرنے والے پر ہی اس کے کفر کا وبال ہے پڑتا ہے۔ ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا انکار اُسی پر ہے۔ اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے لیے ہی سامان کر رہے ہیں۔'' (الروم:44)

(4) ﴿وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا﴾ ''اور کافروں کا کفر اُن کے رب کے ہاں ناراضگی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا'' کافر اپنے کفر سے رب کے غضب میں ہی اضافہ کرتا ہے۔

(5) ﴿وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور کافروں کا کفر ان کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا'' یعنی وہ اپنی ذات، اپنے گھر والوں، اپنے اعمال اور جنت میں اپنی منازل کے بارے میں گھاٹے میں رہیں گے۔ کفار ہمیشہ بدترین بدبختی، گھاٹے، اللہ تعالیٰ کے ہاں رسوائی اور اس کی مخلوق کے ہاں محرومیوں میں مبتلا رہیں گے۔ (تفسیر سعدی:3/2229)

سوال 2: ایک قوم کے بعد دوسری قوم کیسے جانشین بنتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایک قوم کو زمین میں بسنے اور عمل کرنے کا موقع دیتے ہیں پھر جب وہ قوم نااہل ثابت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسری قوم کو آباد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو جانشین بنانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا

سوال 3: فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ جو کفر اختیار کرتا ہے اس کا انجام گھناؤنا ہے۔

(2) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔

سوال 4: کفر کس چیز میں ترقی کا سبب بنتا ہے؟

جواب: (1) کفر اللہ کی ناراضگی میں ترقی کا سبب بنتا ہے۔

(2) کفر انسان کے نفس کے لئے خسارے میں ترقی کا سبب بنتا ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی

السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾

''آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے'' (40)

سوال1:﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ �ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ''آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے شرک پر کوئی دلیل نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے رسول ﷺ آپ کہہ دیں۔

(2)﴿اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ﴾ ''کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا'' تم مجھے اپنے شریکوں کے بارے میں بتاؤ۔

(3)﴿الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو'' یعنی جن سے تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا دعائیں مانگتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو کیا وہ اس کے مستحق ہیں؟

(4)﴿اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ ''مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟'' انہوں نے کیا چیز بنائی ہے؟ وہ تو کھجور کی گٹھلی کا چھلکا بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ نہ انہوں نے کچھ بنایا ہے نہ وہ بنا سکتے ہیں۔

(5) زمین اور آسمان کی ہر چیز اپنے اندر ایسے آثار رکھتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے پیدا نہیں کیا۔ انسانوں کی صنعت میں ایسے آثار نہیں پائے جاتے۔ تخلیق رب ہی کی صفت ہے اس میں اسکا کوئی شریک نہیں۔

(6)﴿اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ''یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے'' جب ان خود ساختہ معبودوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے نہ خالق کی تخلیق میں یہ شریک ہیں تو پھر تم ان کی بے بسی کا اقرار کرنے کے باوجود ان کو کیوں پکارتے اور ان کی کیوں عبادت کرتے ہو؟ پس ان کی عبادت کے جواز کی دلیل ختم ہوگئی اور ان کی عبادت کا بطلان ثابت ہو گیا۔ (سعدی:3/2231،2230)

سوال2:﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے کفر اور شرک کرنے والے خواہشات کے پیروکار ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے غیر اللہ کی عبادت کی سمعی دلیل کو باطل کرتے ہوئے فرمایا:﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا﴾ ''یا ہم نے اُنہیں کوئی

کتاب''یعنی کیا ہم نے ان پر کتاب نازل کی تھی جو شرک کو جائز قرار دیتی ہو یا جو شرک کا حکم دیتی ہو ۔

(2)﴿فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ﴾''وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں''یعنی جب کسی کی آیت سے یہ شرک ثابت کرتے ہو یا ان کے پاس شرک کی کوئی دلیل ہو جو اس کے جواز کو ثابت کرتی ہو﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرح وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری عبادت کرو۔''(الانبیاء:25)

(3)تمام انبیاء اور آسمانی کتابیں متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اخلاص کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ﴾''اور اُنہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر کے یکسو ہو کر اُس کی عبادت کریں۔''(البینۃ:5)

(4)﴿بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾''بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے''جب عقلی اور نقلی دلائل سے شرک ثابت نہیں ہوا تو انہیں پھر کون سی چیز ہے جو شرک پر آمادہ کرتی ہے۔ یہ جھوٹی تمنائیں ہیں جو انہیں شیطان دلاتے ہیں۔ جو برے اعمال کو مزین کرتے ہیں۔ جو ان کے دلوں میں جڑ پکڑ لیتے ہیں تب انہیں دلوں سے نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(5)سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے(اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کرے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔(بخاری:4686)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے شرک کی حقیقت کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے مشرکوں سے دریافت کروایا ہے کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جس نے زمین میں سے کوئی حصہ بنایا ہو؟

(2)یا ان میں سے کوئی ایسا ہے جس کی آسمان میں کوئی حصہ داری ہو؟

(3)یا ان میں سے کوئی ایسا ہو جس کو ہم نے کتاب دی ہو اور یہ اسکی دلیل پر قائم ہوں؟

(4)جب ان میں سے کوئی بات نہیں تو سچی بات یہ ہے کہ باتوں سے ہی ایک دوسرے کو گمراہ کرتے ہیں۔

سوال4:کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ تخلیق کا کام کسی اور کے نام سے منسوب کیا جا سکتا ہے؟

جواب:زمین اور آسمان کی ہر چیز اپنے اندر ایسے آثار رکھتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے پیدا نہیں کیا۔ انسانوں کی صنعت میں ایسے آثار نہیں پائے جاتے۔ تخلیق رب ہی کی صفت ہے اس میں اسکا کوئی شریک نہیں۔

سوال5:کیا آسمانوں میں کسی کی شرکت ہو سکتی ہے؟

جواب: جب زمین کی کسی چیز کے بارے میں دعوی نہیں کیا جاسکتا تو آسمان کی کسی چیز کے بارے میں کیسے دعوہ کیا جاسکتا ہے؟

سوال6: کیا خودساختہ معبودوں کے اندھے عقیدے پر کوئی کتاب اتری ہے؟اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1)اس سے مراد یہ ہے کہ کیا شریکوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نازل کی ہے جو یہ بتاتی ہو کہ زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے کوئی حصہ دار یا شریک ہیں۔

(2)اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عقیدہ صرف اللہ تعالیٰ کی چاہت سے ہے اور اس کے لئے صریح ثبوت پیش کرنے کی ضرورت ہے جب کہ کتاب کی کوئی گواہی نہیں ہے تو شرکت کا دعوی غلط ہے۔

سوال7: یہاں وعدے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ بات ہے جس کا اظہار یہ ایک دوسرے کے سامنے کرتے تھے کہ مسلمانوں پر غالب آئیں گے اس سے انہیں کفر پر قائم رہنے کے لئے حوصلہ ملتا تھا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں اور اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا، یقیناً وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے'' (41)

سوال1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں اور اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا، یقیناً وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے'' آسمان اور زمین کو تھامنے والا اللہ تعالیٰ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) یہاں شرک کو رد کرنے کے لئے چھوٹے معبودوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا اظہار کیا گیا ہے۔فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت اور وسعت حلم اور کمال قدرت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ آسمان وزمین کو اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں دیتا جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو زمین میں ہے

اور کشتی کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے؟ اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر نرمی کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' (الحج:65)

(2) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک بار پکارے گا، تب تم اچانک نکل آؤ گے۔'' (الروم:25)

(3) ﴿وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اور اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا'' اگر وہ ٹل جائیں تو اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی ایسی نہیں جو انھیں روک سکے۔ ان کی طاقت اور ان کے قوی ان کے بارے میں عاجز آجائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ زمین و آسمان ویسے ہی رہیں جیسے وجود میں لائے گئے تاکہ مخلوق کو استقرار، فائدہ اور عبرت حاصل ہو، نیز وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سلطان، قوت اور قدرت کو جان لیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے جلال و تعظیم اور محبت و تکریم سے لبریز ہوں اور تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہ گاروں کو مہلت عطا ہونے اور نافرمانوں کو سزا دینے میں عدم عجلت کی بنا پر جان لیں کہ وہ کامل حلم و حکمت کا مالک ہے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے تو ان پر پتھروں کی بارش برسا دے اور اگر اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دے تو وہ ان کو نگل جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں مغفرت اور اس کا حلم و کرم ان پر سایہ کناں ہے۔ (تفسیر سعدی:2231/3)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا! اے محمد! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمین کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک انگلی، درخت اور نہروں کو ایک انگلی پر، درخت اور نہروں کو ایک انگلی پر رکھے گا، پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہے گا کہ میں بادشاہ ہوں۔ اس پر نبی ﷺ ہنس دیئے اور یہ آیت پڑھی ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ (جو سورہ الزمر میں ہے) (بخاری:7451)

(5) ﴿اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''یقیناً وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (i) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے شرک کے باوجود اتنے حلیم کا مظاہرہ کیا ہے کہ زمین و آسمان اتنے جھوٹے دعوے پر ٹل جاتے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں تھامے ہوئے ہے یقیناً وہ حلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مہلت دیتا ہے بُرے اعمال کی وجہ سے ختم نہیں کرتا توبہ کرنے کا موقع دیتا ہے وہ بہت بڑا حلیم ہے

(ii) اللہ تعالیٰ غفور ہے لوگوں کے شرک پر بھی وہ ان سے درگزر کرتا ہے جب بھی کوئی بھلائی دیکھے تو مغفرت فرماتا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ کا بے پایاں حلم اور مغفرت ہے جس کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا اظہار یہاں کس سلسلے میں کیا گیا؟

جواب: (1) یہاں شرک کو رد کرنے کے لئے چھوٹے معبودوں کے مقابلے میں اللہ کے کمال قدرت کا اظہار کیا گیا اللہ تعالیٰ زمین و آسمان

کوٹل جانے سے روکے ہوئے ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کے بعد کوئی ان میں سے ان دونوں کو تھامنے والا نہیں۔

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾

''اور انہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ یقیناً اگر اُن کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تو وہ یقیناً ضرور ہر اُمت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ایک خبردار کرنے والا اُن کے پاس آیا تو اُس نے اُن کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا'' (42)

سوال 1: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ ''اور انہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ یقیناً اگر اُن کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تو وہ یقیناً ضرور ہر اُمت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ایک خبردار کرنے والا اُن کے پاس آیا تو اُس نے اُن کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا'' رسول کی تمنا کرنے والوں نے رسول کو ٹھکرا دیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ﴾ ''اور انہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے پکی قسمیں کھاتے تھے۔

(2) ﴿لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ﴾ ''کہ یقیناً اگر اُن کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا'' اگر ان کے پاس کوئی بے دار کرنے والا نبی آتا۔

(3) ﴿لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ﴾ ''تو وہ یقیناً ضرور ہر اُمت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے'' تو دنیا کی سب قوموں سے بڑھ کر وہ ہدایت یافتہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی قسموں کو پورا نہیں کیا۔

(4) ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ ''پھر جب ایک خبردار کرنے والا اُن کے پاس آیا تو اُس نے اُن کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا'' جب ان کے پاس بے دار کرنے والا، ڈرانے والا نبی آ گیا تو وہ اپنی گمراہی پر جمے رہے۔ اس گمراہی نے ان کی نفرت میں ہی اضافہ کیا۔

(5) ان کا یہ قسمیں اٹھانا حق جاننے کے لیے نہیں تھا اگر ایسا ہوتا تو تمہیں اس کی توفیق دے دی جاتی۔ ان کا مقصد دھوکے کے سوا کچھ نہ تھا ﴿وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ (۱۶۸) لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (۱۶۹) لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (۱۶۹) فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً وہ کہا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص کیے گئے بندے ہوتے! تو اُنہوں نے اس کا انکار کیا سو جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' (الصّٰفّٰت: 167-170)

سوال4: جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیج دیا تو لوگوں کا رویہ کیسا ہو گیا؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو محمد رسول ﷺ بنا کر بھیجا تو لوگوں کی نفرت میں ہی اضافہ ہوا۔

﴿اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾

''زمین میں خود کو بڑا سمجھنے اور بُری تدبیر کرنے کی وجہ سے اور بری تدبیر اس کے کرنے والوں کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی نہیں وہ انتظار کرتے مگر پہلوں کے طریقے کا پس آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے کو بدلنے کا ہرگز کوئی راستہ نہ پائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے طریقے کو پھیرنے کا ہرگز کوئی راستہ نہ پائیں گے'' (43)

سوال1: ﴿اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ ''زمین میں خود کو بڑا سمجھنے اور بُری تدبیر کرنے کی وجہ سے اور بری تدبیر اس کے کرنے والوں کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی نہیں'' بری چال، چلنے والوں کو ہی گھیرتی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ﴾ ''زمین میں خود کو بڑا سمجھنے اور بُری تدبیر کرنے کی وجہ سے'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی پیروی کے مقابلے میں خود کو بڑا جانا۔ دوسرے لوگوں کو روکنے کے لیے چالیں چلتے رہے۔

(2) ﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ ''اور بری تدبیر اس کے کرنے والوں کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی نہیں'' بری چال چلنے والوں کو گھیرتی ہے جیسا کہ فرمایا۔ ''﴿إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم﴾ ''یقیناً تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف ہے۔'' (یونس:23)

(3) ﴿فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ﴾ ''چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا'' (الفتح:10)

(4) سازشوں کا وبال ان ہی پر پڑے گا۔ مکر و فریب کا وبال ان کی طرف ہی لوٹے گا۔

سوال2: لوگوں نے رسول اللہ کا انکار اور دین حق کی مخالفت کیوں کی؟

جواب: لوگوں نے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا انکار اور ان کی مخالفت کا راستہ اختیار کیا۔

سوال3: مَكْرَ السَّيِّئِ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد بُری تدبیر، حیلہ اور دھوکہ ہے۔

سوال4: بُری تدبیروں کا انجام کیا ہوتا ہے؟

جواب: بری تدبیروں کا وبال ان ہی پر پڑتا ہے جو بُری چالیں چلتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے بری تدبیروں سے روکنے کے لیے انسان کو کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ دیکھو پچھلی قومیں شرک کرتے ہلاک ہوگئیں تو اب کیا یہ لوگ بھی ہلاکت کا انتظار کرتے ہیں۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت اس کا دستور کبھی نہیں بدلے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی سنت کو اس کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کی سنت کو بدلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب کو رحمت سے بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

سوال8: اللہ تعالیٰ کی سنت کے منتقل ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کرنا۔

(2) اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو انسان اس کا رخ کسی دوسری قوم کی طرف نہیں کر سکتا۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کی سنت کی وضاحت کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اس سے اہل عرب کو ڈرانا مطلوب ہے کہ ابھی وقت ہے کفر اور شرک چھوڑ کر یہاں آئیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی سنت سے بچ نہ پائیں گے۔

﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَکَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا﴾

''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھیں کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزرے ہیں حالانکہ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ اُسے کوئی چیز عاجز کر دے، نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں یقیناً وہ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے''(44)

سوال1: ﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَکَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھیں کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزرے ہیں حالانکہ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے'' انبیا کو جھٹلانے کا برا انجام یاد رکھو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟'' کیا یہ مشرک، جھٹلانے والے زمین میں چلے پھرے نہیں۔ (2) ﴿فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''کہ وہ دیکھیں کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزرے

ہیں'' اللہ تعالیٰ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ محض غفلت کے ساتھ نہیں بلکہ عبرت حاصل کرنے کے لیے اپنے قلب وبدن کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں اور دیکھیں کہ ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔'' (تفسیر سعدی 3/2233)

(3)﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''پھر دیکھو اُن کی تدبیر کا انجام کیسا ہوا! یقیناً ہم نے اُن کو اور اُن کی پوری قوم کو ہلاک کر دیا۔'' (النمل:51)

(4)﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑا۔ پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا۔ پھر دیکھو کہ ظالموں کا کیا انجام ہوا۔'' (القصص:40)

(5)﴿وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''حالانکہ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے'' یعنی قوم صالح، قوم ثمود اور قوم ہود اور دوسری تباہ شدہ قومیں ان لوگوں سے زیادہ قوت والی تھیں۔

سوال 2:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ اُسے کوئی چیز عاجز کر دے، نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں یقیناً وہ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کوئی اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ اُسے کوئی چیز عاجز کر دے، نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں'' کوئی اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہیں سکتا، کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔

(2)﴿اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا﴾ ''وہ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یقیناً اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو جانتا ہے۔ اس کی قوت بڑی زبردست ہے جب وہ کسی کام کا ارادہ فرما لیتا ہے تو کائنات کی کوئی طاقت اسے ہرا نہیں سکتی۔ وہ ہر ایک پر غالب پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

سوال 3: زمین میں چلنے پھرنے کی دعوت کیوں دی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پچھلے لوگوں کا انجام دیکھنے کے لیے زمین میں چلنے پھرنے کی دعوت دی ہے کہ وہ قوت میں بڑھے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی اختیار نہ کرو۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات علیم اور قدیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے انجام تک پہنچانے والا ہے یقیناً وہ قدیر ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ لوگوں کے حالات کا علم رکھنے والا ہے ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دیتا ہے یقیناً وہ علیم ہے۔

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آجائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' (45)

سوال 1: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آجائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے فوراً نہ پکڑنے کی حکمت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا'' رب العزت نے اپنے کمال حلم کی وجہ سے گناہ گاروں کو دی جانے والی مہلت کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگوں کو ان کے گناہوں پر فوراً پکڑ لیتا۔

(2)﴿مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ''تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا'' تو آسمان اور زمین کی ساری مخلوقات کا رزق اور ان کی جانیں اس عذاب سے ختم ہو جائیں۔

(3)﴿وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''لیکن وہ انہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے یوں ہی نہیں چھوڑ دیتا اللہ تعالیٰ ایک وقت تک مہلت دیتا ہے۔

(4)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے وہ اپنے علم کے مطابق اچھے برے اعمال پر جزا سزا دے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا﴾ ''اور آپ کا رب بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو یقیناً ان پر جلدی عذاب بھیج دیتا، بلکہ ان کے وعدے کا ایک وقت ہے جس کے سوا وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے۔'' (الکہف:58)

(6)﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا ان کے ظلم کی بنیاد پر مواخذہ کرتا تو اس پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیتا ہے، چنانچہ جب ان کی مدت آجاتی ہے تو وہ اس سے ایک گھڑی بھی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔'' (النحل:61)

سوال 2: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال پر پکڑتا تو کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال پر پکڑتا تو روئے زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑتا۔

سوال3: معیادِ معین سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد دنیا کی مہلت بھی ہوسکتی ہے اور قیامت کا دن تو ہے ہی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ معیاد ختم ہونے پر کیا کریں گے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ معیاد ختم ہونے پر لوگوں کا محاسبہ کریں گے۔

(2) ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری جزا دے گا۔

(3) اہل ایمان کو اطاعت کا ثواب دے گا۔

(4) نافرمانی کرنے والوں کو اور کفر کرنے والوں عذاب دے گا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ لے گا اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ مومنوں کو تسلی دی جائے اور کافروں کو ڈرایا جائے۔

اٰیاتها ۸۳ | ۳۶ سُوْرَةُ یٰسٓ مَكِّيَّةٌ ۴۱ | رکوعاتها ۵

سوال1: سورۃ یٰس کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ یٰس مکی سورۃ ہے اس میں 5 رکوع اور 83 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 36 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 41 ہے۔

رکوع نمبر 18

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿یٰسٓ﴾

''یٰس'' (1)

سوال1: ﴿یٰسٓ﴾ ''یٰس'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یٰسٓ'' حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے۔

﴿وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾

''قسم ہے قرآن حکمت بھرے کی!'' (2)

سوال 1: ﴿وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾ ''قسم ہے قرآن حکمت بھرے کی!'' قرآن کا وصف حکمت ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾ ''قسم ہے قرآن حکمت بھرے کی!'' رب العزت نے قرآن حکیم کی قسم کھائی ہے۔ حکمت قرآن کا وصف ہے۔ حکمت سے مراد ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنا۔

(2) ﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ﴾ ''یہ ہے جو ہم پر حکمت آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں۔''

(آل عمران: 58)

(3) قرآن حکیم ہے یعنی حکمت والا ہے کیونکہ یہ ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھتا ہے مثلاً امر و نہی کو اس کے مقام پر، خیر اور شر کو اس کے مقام پر۔

(4) ﴿ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾ ''یہ اس میں سے حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو وحی کی ہے''

(بنی اسرائیل: 39)

(5) حکیم کے معنی محکم کے ہیں جو تبدیل نہیں ہوتا۔ جس میں باطل کا کسی گوشے سے بھی گزر نہیں ہوتا۔

(6) قرآن محکم ہے اس اعتبار سے رب العزت نے محفوظ اور پکے قرآن کی قسم کھائی ہے جو حکمت والے کی جانب سے نازل ہوا ہے۔

(7) اس قرآن کی حکمت یہ ہے کہ اس نے حکم اور حکمت کو اکٹھا کر دیا ہے۔

﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' (3)

سوال 1: ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' نبی ﷺ کی رسالت کی شہادت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں۔'' یہ وہ حقیقت ہے جس پر رب العزت نے قسم کھائی ہے کہ اے محمد ﷺ یقیناً آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، سیدھے راستے پر ہیں۔

(2) نبی ﷺ تمام رسولوں میں افضل مقام رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت پر جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے وہ قرآن حکیم ہے۔

(3) ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ ''آپ کو بھیجا نہیں گیا ہے۔'' (الرعد: 43)

﴿عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''سیدھے راستے پر ہیں'' (4)

سوال 1: ﴿عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''سیدھے راستے پر ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''سیدھے راستے پر ہیں'' یعنی آپ ﷺ مضبوط دین پر ہیں اور وہ اسلام ہے۔

(2) آپ ﷺ سیدھی شریعت پر ہیں جو مہربان رب کی جانب سے ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (٥٢) صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (٥٣)﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ آگاہ رہو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔'' (الشوریٰ: 53،52)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصاریٰ بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ (ابوداؤد: 4596)

﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾

''یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے'' (5)

سوال 1: ﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے'' یعنی یہ قرآن معزز اور مہربان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔

(2) اس نے اپنے بندوں کے صراط مستقیم پر چلنے کے لیے قرآن کو لائحہ عمل کے طور پر نازل فرمایا ہے۔

(3) یہ قرآن بندوں کو رب تک پہنچنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ (4) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ افکار وعمل کے مطابق زندگی بسر کرنا سکھاتا ہے۔

(5) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ افکار وعمل کو واضح کرتا ہے۔ اور ان سے بچنے کے راستے واضح کرتا ہے۔

(6) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے والوں کو ان کی منزل جنت سے متعارف کرواتا ہے اور اس کی رغبت دلاتا ہے۔

(7) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والوں کو جہنم سے متعارف کرواتا ہے اور اس کی ہولناکیوں کے تذکرے سے

اس سے بچنے کے راستے دکھاتا ہے۔

(8) یہ قرآن صراط مستقیم پر چل کر کامیاب ہونے والوں اور صراط مستقیم چھوڑ کر ناکام ہونے والوں کے تاریخی واقعات کو عبرت کے لئے سناتا ہے۔ (9) یہ قرآن واقعات، احکامات، مطالبات، عذاب اور انعامات پر مشتمل ہے۔

(10) رب العزت نے قرآن نازل کرنے والے کا تعارف کروایا ہے کہ وہ العزیز ہے یعنی کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے ایسا نہیں ہے کہ اس نے جو احکامات اور نصائح بھیجے ہیں ان کو قبول کر لو تو اچھا ہے اور نہ کرو تو کچھ بگڑے گا نہیں۔ وہ نہ ماننے والوں کو دنیا میں بھی عذابوں سے دوچار کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ الرحیم ہے وہ مومنوں پر دنیا میں بھی مہربان ہے اور آخرت میں بھی عذاب سے بچا کر کامیاب کرتا ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں بھری جنت ہوگی۔

﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

''تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کردیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں'' (6)

سوال: ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کردیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں'' قوم سے عرب مراد ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا﴾ ''تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کردیں'' تاکہ عربوں کو ڈرا دیں جن کے پاس کوئی رسول اور کتاب نہیں آئی تاکہ تم ایسی قوم کو خبردار کردو جن کے باپ دادا خبردار نہ کیے گئے تھے۔

(2) اس سے مراد وہ ''امی'' عرب ہیں جن میں کتابیں نازل ہوئی تھیں نہ رسول مبعوث ہوئے تھے گمراہی ان پر چھا گئی تھی، جہالت نے ان کو اندھا کر دیا تھا اور وہ اپنے اوپر اور اپنی بے وقوفی پر جگ ہنسائی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے ان کی طرف ایک رسول مبعوث فرمایا، تاکہ ان کو پاک کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے جبکہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے اور تاکہ وہ ''امی'' عربوں اور ان کے بعد آنے والے ہر امی کو گمراہی کے انجام سے ڈرائے۔ نیز اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو ان کتابوں کی یاددہانی کراتا ہے جو ان کے پاس ہیں۔ یہ کتاب حکیم تمام لوگوں کے لیے عام طور پر اور عربوں کے لیے خاص طور پر نعمت ہے مگر یہ لوگ جن کو برے انجام سے ڈرانے کے لیے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے، آپ کی دعوت اور انذار کے بعد دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 3/2235، 2236)

(3) جیسا کہ نوح علیہ السلام سے رب العزت نے ان کی قوم کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ اپنی قوم کو خبردار کردو اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آجائے۔'' (نوح: 1)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾''اور آپ اُن لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔''(مریم:39)

(5)﴿فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾''تو وہ غافل ہیں''یعنی اپنے کفر،فساد اور بعث اور معاد کو جھٹلانے کی وجہ سے وہ غافل ہیں۔(القاسمی:60/14)

(6)وہ حق،نور اور شریعت کی معرفت سے غافل ہیں جو انسانوں کے لیے دونوں جہانوں کی سعادت ہیں۔(تفسیر منیر:638/1:)

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۚ﴾''یقیناً جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس پر ہی مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ آگ ہے اس کے بدلے میں جو وہ کمایا کرتے تھے''(یونس:7،8)(8)وہ ایمان اور ہدایت سے غافل ہیں اسی وجہ سے وہ شرک اور بتوں کی عبادت میں مخبوط الحواس ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:5/3)

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''بلاشبہ یقیناً ان میں سے اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے''(7)

سوال:﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾''بلاشبہ یقیناً اُن میں سے اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے''اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ﴾''بلاشبہ یقیناً اُن میں سے اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے''جن لوگوں نے صراط مستقیم کی دعوت اور نبی ﷺ کے انذار کو قبول نہیں کیا ان میں سے اکثر لوگوں پر''حق''یعنی عذاب واجب ہو چکا ہے۔

(2)﴿فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾''سو وہ ایمان نہیں لائیں گے''اللہ رب العزت نے ام الکتاب(کتاب تقدیر)میں لکھ دیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اس لیے وہ ایمان لانے والے نہیں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے والے نہیں۔(مختصر ابن کثیر:1654/2)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾''یقیناً جن لوگوں پر تیرے رب کی بات ثابت ہو گئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''(یونس:96)

(4)یعنی ان میں اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر اور اس کی مشیت نافذ ہو گئی کہ وہ اپنے کفر وشرک پر جمے رہیں گے۔ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ثابت ہوا۔اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے حق پیش کیا،مگر انھوں نے حق کو ٹھکرا دیا تب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔(تفسیر سعدی:2236/3)

(5)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾''یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ گھڑ رکھا ہے؟ بلکہ وہ تیرے رب کی جناب سے حق ہے،تاکہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی

خبردار کرنے والا نہیں آیا تا کہ وہ ہدایت پا جائیں۔'' (السجدہ:3)

(6)﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' (البقرہ:7)

﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ﴾

''یقیناً ہم نے اُن کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سو ان کے سر اُٹھا دیے گئے ہیں'' (8)

سوال:﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے اُن کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سو ان کے سر اُٹھا دیے گئے ہیں'' ازلی بدبخت ایمان نہیں لاتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا﴾ ''یقیناً ہم نے اُن کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ایمان ان کے دلوں تک کیوں نہیں پہنچ سکا۔ یعنی ان بدبختوں کو ہدایت ملنا ناممکن ہے ان کی مثال تو ان لوگوں کی سی ہے جن کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے ہوں، سر اٹھے ہوں اور گردنوں میں طوق پڑے ہوں۔ (مختصر ابن کثیر:2/1654)

(2)﴿فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ﴾ ''پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سو ان کے سر اُٹھا دیے گئے ہیں'' گردنوں میں پڑے ہوئے طوق اتنے بڑے ہیں جن کی وجہ سے اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں طوقوں کی سختی کی وجہ سے وہ سر جھکا نہیں سکتے۔

(3) بغوی نے لکھا ہے اس آیت کا نزول ابوجہل اور اس کے ایک مخزومی ساتھی کے حق میں ہوا اور ابوجہل نے قسم کھا کر کہا تھا کہ میں جہاں بھی محمد کو دیکھ پایا پتھر سے ان کا سر کچل دوں گا چنانچہ حضور ﷺ کو نماز کی حالت میں اس نے دیکھ لیا۔ اس کے پاس ہی پتھر بھی پڑا ہوا تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کے سر پر مارنے کے لئے پتھر اٹھانا چاہا فوراً ہاتھ گردن سے چمٹ گیا اور پتھر چھوٹ کر ہاتھ سے گر گیا۔ ابوجہل فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ کر آیا اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا اور بیان کرتے کرتے ہی گر پڑا مخزومی بولا اب میں اسی پتھر سے آپ ﷺ کا سر کچل دوں گا چنانچہ وہ پتھر مارنے کے لئے حضور ﷺ کی طرف چلا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اللہ نے اس کو اندھا کر دیا حضور کی آواز تو اس کو سنائی دیتی تھی مگر آنکھوں کو کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا وہ بھی اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آیا لیکن ساتھیوں میں سے بھی وہ کسی کو نہ دیکھ سکا لوگوں نے اس کو آواز دی کہ تو نے کیا کیا اس نے کہا وہ تو مجھے نظر نہیں آئے ہاں انکی آواز میں نے ضرور سنی مگر میرے اور ان کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل تھی جیسے کوئی نر اونٹ ہو اور وہ اپنی دم ہلا رہا ہو اگر میں انکے قریب جاتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا اس پر یہ آیت ﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا﴾ نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری:358)(تفسیر الجامع الاحکام القرآن القرطبی:8/8)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جسے اس کے رب کی

آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیا اور وہ بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا۔ یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔'' (الکہف:57)

(5)﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' (الجاثیہ:23)

(6)﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔'' (الانعام:125)

(7)﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ ''آپ کہہ دیں میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی، نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (الاعراف:188)

(8)﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۛ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں دوڑ کر جاتے ہیں، اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں میں سے جو یہودی بن گئے، وہ جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں اور دوسرے لوگوں کے لئے بہت سننے والے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے، وہ کلام کو اس کے مقام کے بعد بدل دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اسے لے لو اور اگر تمہیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ، اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ جس کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ہرگز کسی چیز کے مالک نہیں

ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' (المائدہ:41)

(9)﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔'' (النحل:108)

(10)﴿أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ﴾ ''وہ زمین میں بے بس کردینے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار ہیں، ان کے لیے دوگنا عذاب کیا جائے گا، وہ نہ سننے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ دیکھتے تھے۔'' (ہود:20)

(11)﴿الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَن ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا﴾ ''وہ لوگ جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔'' (الکہف:101)

﴿وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾

''اور ہم نے ایک دیوار اُن کے آگے بنادی ہے اور ایک دیوار اُن کے پیچھے پھر ہم نے اُنہیں ڈھانپ دیا ہے تو وہ کچھ نہیں دیکھتے'' (9)

سوال:﴿وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ ''اور ہم نے ایک دیوار اُن کے آگے بنادی ہے اور ایک دیوار اُن کے پیچھے پھر ہم نے اُنہیں ڈھانپ دیا ہے تو وہ کچھ نہیں دیکھتے'' ایمان ازلی بدبختوں کے دلوں تک نہیں پہنچ سکتا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ایمان ازلی بدبختوں کے دلوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ان کو ہدایت ملنا اس لئے ناممکن ہے ﴿وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا﴾ ''اور ہم نے ایک دیوار اُن کے آگے بنادی ہے اور ایک دیوار اُن کے پیچھے۔''

(2) یعنی ہم نے ان کے چاروں طرف دیواریں کھڑی کردیں ہیں۔اسی وجہ سے وہ حق کو دیکھ نہیں سکتے اور شکوک وشبہات میں پھنس کر گمراہیوں میں بھٹک رہے ہیں اور آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں پھر بھلائی کی راہ کیسے پائیں اور اس سے کیسے فائدہ اٹھائیں۔

(مختصر ابن کثیر:2/1654)

(3) یہ ان لوگوں کے حالات ہیں جن کے لیے یہ دنیا کی زندگی کی زینتیں ہی سب کچھ ہیں۔وہ کچھ دیکھ نہیں پاتے۔ان کے آگے ایمان اور ترک شرک اور ترک معاصی ہیں لیکن دنیا کی زندگی کی زینتوں کی یہ دیوار انہیں ایمان تک نہیں پہنچنے دیتی۔ان کے پیچھے جو اعمال ہوئے ان سے توبہ کرنے کے راستے میں آخرت کا خوف نہ ہونا دیوار ہے جن کی وجہ سے وہ اپنے ماضی کے جرائم پر توبہ نہیں کر پاتے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ''اور ہم نے اُن پر کچھ ساتھی مسلط کردیئے تو انہوں نے

اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے ہر چیز کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا۔'' (فصلت:25)

(4)﴿فَاَغْشَيْنٰهُمْ﴾ ''پھر ہم نے اُنہیں ڈھانپ دیا ہے'' یہ ان کی گمراہی کے لیے مبالغہ ہے کہ ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ یہ پردہ رسول اللہ ﷺ سے اور جو وہ لے کر آئے اس سے نفرت کا ہے اس لئے وہ اندھے بن گئے ہیں۔اب دیکھتے نہیں۔ (ایسر التفاسیر:1267)

(5) سیدنا ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کے ایمان اور اسلام کے درمیان دیوار ہے اس لئے وہ خالص نہیں ہو پاتے اور انہوں نے یہ آیت تلاوت کی ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا، اُن پر برابر ہے کہ آپ نے انہیں ڈرایا ہو یا نہ ڈرایا ہو، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (البقرہ:6)

(6)﴿فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو وہ کچھ نہیں دیکھتے'' قتادہ اور مجاہد رحمہما اللہ نے فرمایا: کہ ہدایت کے لیے ان کی آنکھوں پر پردہ ہے جس کی وجہ سے وہ ہدایت سے نفع نہیں اٹھا پاتے۔ (ابن المنذر:487/5)

﴿وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور اُن پر برابر ہے خواہ آپ اُنہیں خبردار کریں یا نہ کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے'' (10)

سوال:﴿وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اُن پر برابر ہے خواہ آپ اُنہیں خبردار کریں یا نہ کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے'' دلوں پر مہر لگنے کی وجہ سے وہ نصیحت قبول نہیں کر سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اُن پر برابر ہے خواہ آپ اُنہیں خبردار کریں یا نہ کریں کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے'' وہ اس لیے نصیحت قبول نہیں کر سکتے کہ گمراہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ جس کے دل پر مہر لگا دی گئی ہو وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتا ہے۔ ایسے شخص سے ایمان لانے کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔

(2) اب آپ ﷺ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (٩٦) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (٩٧)﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو گئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آ جائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' (یونس:96،97)

(3)﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''آپ درحقیقت صرف انہیں لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (فاطر:18)

﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾

''آپ صرف اُسی شخص کوخبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمن سے بن دیکھے ڈرا سواُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں''(11)

سوال:﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾''آپ صرف اُسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سواُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں'' انذار قبول کرنے والوں کی خصوصیات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ﴾''آپ صرف اُسی شخص کوخبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی''یعنی آپ ﷺ کے انذار کو قبول کرنے والا، اس سے فائدہ اٹھانے والا تو وہی ہے جو حق کی اتباع کا ارادہ رکھتا ہے، جو قرآن کی ہدایت پر عمل کرتا ہے۔

(2)﴿وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ﴾''اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا''جو اپنی تنہائیوں میں بھی رب سے ڈرتا ہے۔آپ ﷺ کے انذار کا نفع وہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن پر ایمان لایا اور اس میں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں ان کی اتباع کی۔(جامع البیان:158/22)

(3)جس کے دل کو یقین ہے کہ الرحمٰن اس کے تمام اعمال سے واقف ہے۔وہ دلوں کے حال بھی جانتا ہے اور زبان اور اعضاء کے اعمال کو بھی جانتا ہے۔(4)وہ اللہ سے ڈرتا ہے جب لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا ہے۔

(5)﴿فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ﴾''سواُسے مغفرت کی بشارت دے دیں''ایسے شخص کو گناہوں کی بخشش اور معافی کی بشارت سنا دیں۔

(6)﴿وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾''اور باعزت اجر کی''عزت والے، باوقار، فراخ، نفیس اور عمدہ اجر کی خوشخبری دے دیں جو اچھی نیت اور نیک اعمال کا صلہ ہیں۔(7)انہیں نعمتوں بھری جنت دارالسلام کی خوشخبری دے دیں۔(ایسر التفاسیر:1268)

(8)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔''(الملک:12)

(9)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔(ترمذی:3334)

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾

''یقیناً ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور اُن کے آثار کو بھی اور ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں شمار کر رکھا ہے''(12)

سوال: ﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۗ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''یقیناً ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور اُن کے آثار کو بھی اور ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں شمار کر رکھا ہے'' اعمال اور آثار محفوظ کیے جا رہے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی﴾ ''یقیناً ہم مُردوں کو زندہ کریں گے'' یعنی موت کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کریں گے۔

(2) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔

(3) اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کافر کا دل زندہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور مردہ دلوں کو بھی زندہ کر کے حق کی راہنمائی فرما سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سنگدلی کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقین جانو اللہ تعالیٰ ہی زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، یقیناً ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو۔'' (الحدید: 17) (مختصر ابن کثیر: 2/1655)

(4) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَاَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ﴿۶﴾ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الحج: 6-7)

(4) ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا﴾ ''اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا'' یعنی دنیا میں جو اچھے برے اعمال کیے ہم انہیں لکھ رہے ہیں۔

(5) ﴿وَاٰثَارَهُمْ﴾ ''اور اُن کے آثار کو بھی'' اس سے مراد وہ آثار خیر اور آثار شر ہیں جنہیں وہ اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد وجود میں لانے کا سبب بنے۔ ان اعمال نے ان کے اقوال، افعال اور احوال سے جنم لیا۔ بھلائی کا ہر وہ کام آثار خیر میں شمار ہوتا ہے جو بندے کے علم، اس کی تعلیم، خیر خواہی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے سبب سے وجود میں آتا ہے یا وہ علم جسے وہ اپنے متعلمین میں ودیعت کرتا ہے یا اس کی تحریر کے سبب سے وجود میں آتا ہے جس سے اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد فائدہ اٹھایا جاتا ہے یا کوئی نیک عمل جسے بندہ سرانجام دیتا ہے مثلاً نماز، صدقہ، یا کوئی بھلی بات جس کی دوسرے لوگ پیروی کریں، یا کسی مسجد کی تعمیر، یا کسی ایسی جگہ کی تعمیر جس سے لوگ استفادہ کرتے ہوں یا اس قسم کے دیگر کام، یہ سب آثار خیر میں شمار ہوتے ہیں جن کو اس کے لیے لکھ لیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح آثار شر ہیں، جن کو لکھ لیا جاتا ہے۔ بنا بریں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دین اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کا اجر اسے عطا ہوگا اور اس کے بعد جو کوئی بھی اس پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی ان کے اجروں میں کمی کرنے کے بغیر اسے ملے گا۔ جس کسی نے دین اسلام میں کسی برائی کو رواج دیا اس کا گناہ اس کو ملے گا اور ان لوگوں کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے جب کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم: 1017) اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور ہر طریقے

اور ذریعے سے اس کی طرف جانے والے راستے کی نشاندہی کرنے کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ برائی کی طرف دعوت دینے اور اس کو رائج کرنے والا سب سے گھٹیا مخلوق، سب سے بڑا مجرم اور سب سے زیادہ گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/2237)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ تمام اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے: صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے نفع اُٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہے۔'' (مسلم: 4223)

(7) قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم اگر اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل ہوتا تو تیرے نشان قدم سے غافل ہوتا جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل نہیں ہے، تیرے جتنے قدم اس کی اطاعت میں اٹھتے ہیں اور جتنے قدم تو اسکی معصیت میں اٹھاتا ہے سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں، تم میں سے جس سے ہو سکے وہ اللہ کی فرمانبرداری کے قدم اٹھالے۔ سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر وہ نیکی جس کو اس نے جاری کیا اور اپنے بعد چھوڑ گیا۔ مجاہد: اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ گمراہ لوگ جو اپنی گمراہی باقی چھوڑ جائیں (الدر المنثور: 5/488,489)

(8) ﴿كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾ ''ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ہم ضرور لکھیں گے اور ہم اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے، بہت اضافہ کرنا۔'' (مریم: 79)

(9) ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہر چیز کو'' یعنی نیتوں اور اعمال کو۔

(10) ﴿أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ﴾ ''ہم نے ایک کھلی کتاب میں شمار کر رکھا ہے'' یعنی ہر چیز ہم نے ایک روشن کتاب میں لکھ لی ہے یعنی تمام کائنات اور مخلوقات ایک لکھی ہوئی کتاب میں مندرج ہے جو لوح محفوظ میں سب سے بڑی کتاب ہے، یہاں امام مبین سے ام الکتاب مراد ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1655)

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَابٍ ۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''اُس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھولتا ہے اور نہ وہ غلطی کرتا ہے۔'' (طٰہٰ: 52)

(12) ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾﴾ ''اور ہر وہ چیز جو اُنہوں نے کی وہ دفتروں میں درج ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔'' (القمر: 52، 53)

آخری آیات

﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ۘ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ﴾

''اور اُن کے لیے آپ بستی والوں کی مثال بیان کریں جب اُن کے پاس رسول آئے'' (13)

سوال:﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''اور اُن کے لیے آپ بستی والوں کی مثال بیان کریں جب اُن کے پاس رسول آئے'' رسولوں کو جھٹلانے والے واقعات سے عبرت، آیات کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ﴾ ''اور اُن کے لیے آپ بستی والوں کی مثال بیان کریں'' رسولوں کی دعوت کو جھٹلانے والوں کے سامنے پہلے جھٹلانے والوں کے واقعات بیان کریں۔

(2) بستی والوں کی مثال اہلِ مکہ کو سمجھانے کے لیے دی گئی۔ بستی والوں کے پاس بھی رسول آئے تھے اسی طرح محمد ﷺ بھی رسول ہیں۔ آپ ﷺ نہ تو پہلے رسول ہیں، نہ یہ سلسلۂ رسالت انوکھا ہے۔ رسالت اور نبوت کا سلسلہ قدیم ہے۔ (تفسیر منیر:11/646)

(3) یہ ایسی بستی والوں کی مثال ہے جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیا تھا۔

(4)﴿اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''جب اُن کے پاس رسول آئے'' اس بستی میں اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، اور دین کو اس کے لیے خالص کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور انہیں شرک اور معاصی سے منع کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2239)

﴿اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ﴾

''جب ہم نے اُن کے پاس دو رسول بھیجے۔ تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرے کے ساتھ اُنہیں قوت دی تو اُن سب نے کہا: ''یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں'' (14)

سوال:﴿اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ﴾ ''جب ہم نے اُن کے پاس دو رسول بھیجے۔ تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرے کے ساتھ اُنہیں قوت دی تو اُن سب نے کہا: ''یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں'' ہم آپ کی طرف بھیجے گئے ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ﴾ ''جب ہم نے اُن کے پاس دو رسول بھیجے۔ تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرے کے ساتھ اُنہیں قوت دی'' یعنی دو رسولوں کو جھٹلانے کے بعد تیسرے رسول کے ذریعے ان دونوں کو تقویت پہنچائی۔

(2) رب العزت نے ان پر خاص رحمت کی ان پر پے در پے رسول بھیجے۔

(3)﴿فَقَالُوْٓا﴾ ''تو اُن سب نے کہا'' رسولوں نے قوم سے کہا۔

(4)﴿اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں'' رسولوں نے قوم کو واضح کیا کہ ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اُن کے رسولوں نے کہا کہ کیا اُس اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے ہیں؟ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور تمہیں ایک مدتِ مقرر تک مہلت دے۔ انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہو، تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو، جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔'' (ابراہیم:10)

﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم محض جھوٹ بولتے ہو'' (15)

سوال: ﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم محض جھوٹ بولتے ہو'' تم بستی کے لوگوں نے رسولوں کی آمد پر کیسے ردِعمل کا اظہار کیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''اُنہوں نے کہا'' قوم نے کہا۔

(2) ﴿مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ﴾ ''تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو'' انہوں نے رسولوں کو ایسا جواب دیا جو ہر دور میں رسولوں کی دعوت کو جھٹلانے کے لئے مشہور ہے۔ بستی والوں نے کہا: (i) کہ تم تو ہماری طرح کے معمولی انسان ہو۔ (ii) انہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ (iii) انہوں نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔

(3) بستی والوں نے کہا: خاص طور پر تمہیں کیوں وحی کے لئے منتخب کیا گیا، اور دوسرے انسانوں کو چھوڑ دیا گیا ان کا خیال تھا کہ رسول انسانوں میں سے نہیں ہوتے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''تو اُس کی قوم میں سے جن سرداروں نے کفر کیا، انہوں نے کہا: ''یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کر لے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا۔'' (المومنون:24)

(4) ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (۹۴) قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (۹۵) قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا (۹۶)﴾ ''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو انہیں کسی چیز نے نہیں روکا اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے اُن پر کسی فرشتے کو رسول

بنا کر بھیجتے۔ آپ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے۔ یقیناً وہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:94:96)

(5)﴿لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ﴾ ''اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنہوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے۔ تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو؟'' (انبیاء:3)

(6) ہر دور میں لوگ انسان کے رسول بن جانے کو فضیلت کی بات نہیں سمجھتے اس لیے مطمئن نہیں ہوتے۔

(7)﴿وَمَا أَنزَلَ الرَّحْمَٰنُ مِن شَيْءٍ﴾ ''اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی'' یعنی رحمٰن نے کوئی وحی نازل نہیں کی، کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا۔ (8)﴿إِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ﴾ ''تم محض جھوٹ بولتے ہو'' یعنی تم رسالت کے بارے میں جھوٹ بولتے ہو۔

﴿قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''ہمارا رب جانتا ہے کہ بلاشبہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں'' (16)

سوال: ﴿قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''ہمارا رب جانتا ہے کہ بلاشبہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں'' ہمارا رب خوب جانتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوا﴾ ''اُنہوں نے کہا'' تینوں رسولوں نے جواب دیا۔

(2)﴿رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ﴾ ''ہمارا رب جانتا ہے کہ بلاشبہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں'' رسولوں نے انتہائی اطمینان اور اعتماد سے جواب دیا: ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:﴿قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' (العنکبوت:52)

(3) یعنی اگر ہم جھوٹ بولتے تو وہ ہم سے سخت انتقام لیتا لیکن وہ ہماری عزت افزائی کرنے والا ہے، اور ہمیں تم پر غلبہ عطا کرنے والا ہے۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انجام بہتر اور رشک آفریں ہوتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1656)

﴿وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾

''اور ہم پر ذمہ داری نہیں ہے مگر صاف صاف پہنچا دینا'' (17)

سوال:﴿وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور ہم پر ذمہ داری نہیں ہے مگر صاف صاف پہنچا دینا'' رسولوں کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام واضح طور پر پہنچا دینا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا عَلَيْنَآ﴾ ''اور ہم پر ذمہ داری نہیں ہے'' رسولوں نے اپنی ذمہ داری، اپنا کام واضح کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''مگر صاف صاف پہنچا دینا'' ہمارا کام تو واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا پیغام تمہیں سنا دیں گے، تو ہمارا فرض تو ادا ہو گیا۔ اگر تم اطاعت کرو گے تو دنیا و آخرت کی سعادتیں سمیٹ لو گے۔ اور سرکشی کرو گے تو اس کا نتیجہ بھی تمہارے سامنے آ جائے گا۔

﴿قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''بستی والوں نے کہا: ''بلاشبہ ہم نے تمہیں منحوس پایا ہے، یقیناً اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے اور یقیناً ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا'' (18)

سوال:﴿قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''بستی والوں نے کہا: ''بلاشبہ ہم نے تمہیں منحوس پایا ہے، یقیناً اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے اور یقیناً ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا'' انبیاء کو دی گئی دھمکی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْٓا﴾ ''بستی والوں نے رسولوں سے کہا''

(2)﴿اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾ ''بلاشبہ ہم نے تمہیں منحوس پایا ہے'' یعنی ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اگر کوئی برا معاملہ ہو تو تمہاری نحوست کی وجہ سے ہوگا۔ جب سے تم لوگ آئے ہمیں شر کے سوا کچھ نہیں ملا۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بیماری متعدی نہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں، الو کی نحوست کوئی چیز نہیں اور صفر کی نحوست کوئی چیز نہیں (بلکہ یہ محض وہم ہیں)۔'' (مسلم:5788)

(4) یہ عجیب ترین بات ہے کہ اس شخص کو جو ان کے پاس جلیل ترین نعمت لے کر آئے جس سے اللہ تعالیٰ بندوں کو نوازتا ہے۔ ان کو وہ بلند ترین اکرام عطا کرے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔ اور وہ اسی چیز کے ضرورت مند ہوں۔ یہ کہا جائے کہ وہ شر لے کر آیا ہے جس نے ان کے شر میں اضافہ کر دیا ہے۔ اور وہ اس کو نحوست خیال کریں۔ یہ لوگ صرف اور صرف خذلان اور عدم توفیق کی وجہ سے اپنے ساتھی کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جو دشمن کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر سعدی:3/2239، 2240)

(5) سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بھی ایسے ہی منحوس سمجھا گیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر جب ان پر خوشحالی آتی تو کہتے کہ یہ ہمارے لیے ہے اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کی نحوست ٹھہراتے جو اس کے ساتھ تھے۔ سن لو! یقیناً ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:131)

(6) سیدنا صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بھی منحوس قرار دیا: ﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔'' صالح نے کہا: ''تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو۔'' (النمل:47)

(6) ﴿لَّمْ تَنْتَهُوْا﴾ ''اگر تم لوگ باز نہ آئے'' انہوں نے رسولوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا اگر تم ان باتوں سے باز نہ آئے۔

(7) ﴿لَنَرْجُمَنَّكُمْ﴾ ''تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے'' ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔

(8) ﴿وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا'' یا ہم گالیاں دے کر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر دیں گے اور تمہیں ہماری جانب سے سخت تکالیف پہنچیں گی۔

﴿قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے؟ بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو'' (19)

سوال: ﴿قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے؟ بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو'' انبیاء نے دھمکی کا جواب دے دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' رسولوں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ﴾ ''تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے'' تمہاری نحوست تم پر لوٹا دی جائے گی۔

(3) یعنی تمہارا شرک اور نافرمانیاں جو عذاب کا موجب بنے اور اس کے واقع ہونے کا سبب بنتی ہیں، تم پر لوٹا دی جائیں گی۔

(4) ﴿اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ﴾ ''کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے؟'' تمہاری نحوست یعنی برے اعمال کا نتیجہ تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اسے نحوست سمجھتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی جائے۔ اور تمہیں خالص توحید کی، عبادت کی دعوت دی جائے۔

(5) ﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ ''بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو'' یعنی تم اس حد تک زیادتی کرنے والے ہو کہ نصیحت کے مقابلے میں تکبر، دعوت کے مقابلے میں نفرت میں اضافے کے سوا کچھ نہیں۔ تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ اور بے انصافی پر اتر آئے ہو۔

(6)لوگ نصیحتوں کا جواب دھمکیوں، تشدد اور قتل سے دے رہے تھے۔ یہی حد سے نکل جانا ہے۔

﴿وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا: ''اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو'' (20)

سوال: ﴿وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا: ''اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو'' نیک شخص نے رسولوں کی شہادت دی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى﴾ ''اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا'' شہر کے دور کے علاقے سے آنے والے نیک شخص کو جب یہ خبر ملی کہ بستی والوں نے رسولوں کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، تو وہ بھاگا رسولوں کی مدد کو آیا اس نے اپنی قوم سے کہا۔

(2)﴿يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو'' اس نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور انہیں رسولوں کی پیروی کا حکم دیا۔ (3)اس نے رسولوں کی رسالت کی شہادت دی اور کہا ان کی تابعداری کرو اور ان کا کہا مانو۔

﴿اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

''پیروی کرو اُن کی جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ سیدھا راستہ پانے والے ہیں'' (21)

سوال: ﴿اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''پیروی کرو اُن کی جو تم سے اجر نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں'' مخلص رسولوں کی پیروی کرو، آیت کی روشنی میں نیک آدمی کی خیر خواہی کو واضح کریں؟

جواب: (1)﴿اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ﴾ ''پیروی کرو اُن کی جو تم سے اجر نہیں مانگتے'' نیک شخص نے کہا: اس شخص کی پیروی کرو جو تم سے اجرت طلب نہیں کرتا۔ جو تمہارا خیر خواہ ہے۔

(2)﴿وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''اور وہ سیدھا راستہ پانے والے ہیں'' رسول تمہیں اس چیز کی دعوت دیتے ہیں جس میں تمہارے لیے خیر اور برکتیں ہیں۔ جس چیز کا حکم دیتے ہیں اس کے صحیح ہونے پر عقل گواہی دیتی ہے اور جس چیز سے روکتے ہیں اس کے قبیح ہونے پر عقل گواہی دیتی ہے۔ شاید اس شخص کی قوم نے نصیحت قبول نہ کی بلکہ الٹا وہ اسے رسولوں کی اتباع اور اخلاص پر ملامت کرنے لگے۔ (تفسیر سعدی: 2240/3)

(3)اس نے کہا رسول خیر خواہ ان کا کہنا مانو گے تو پھلو پھولو گے۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 23

وَمَالِیَ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ''قُرْاٰنًا عَجَبًا''(پارہ 23)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : مئی 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

رکوع ❖	1	9
رکوع ❖	2	20
رکوع ❖	3	39
رکوع ❖	4	52
سورۃ الصّٰفّٰت		69
رکوع ❖	5	69
رکوع ❖	6	85
رکوع ❖	7	114
رکوع ❖	8	138
رکوع ❖	9	150
سورۃ صٓ		174
رکوع ❖	10	174
رکوع ❖	11	184
رکوع ❖	12	197
رکوع ❖	13	216
رکوع ❖	14	236
سورۃ الزمر		252
رکوع ❖	15	252
رکوع ❖	16	274
رکوع ❖	17	291

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآن حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًاعَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر1

﴿وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اور مجھے کیا ہے کہ میں اُس ہستی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے؟''(22)

سوال1:﴿وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾''اور مجھے کیا ہے کہ میں اُس ہستی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے؟''نیک شخص نے سب کے سامنے توحید کا اقرار کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ﴾''اور مجھے کیا ہے کہ میں اُس ہستی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا''یعنی وہ کون ہے جو مجھے اس کی عبادت سے روک سکتا ہے جس نے مجھے پیدا کیا، جس نے مجھے وجود عطا کیا، جو مجھے رزق دیتا ہے۔

(2)﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾''اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے؟''اور اپنی موت کے بعد تم بھی اس کے پاس لوٹ کر جاؤ گے پھر وہ تمہارا حساب کتاب لے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا جو پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے، جو آخرت میں فیصلے کرے گا وہی یہ حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔(ایسر التفاسیر:1270)

(3)اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب اور اس کے عذاب سے ڈراوا ہے۔(تفسیر منیر:649/11)

سوال2:مرد مومن نے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر اپنی قوم کی کیسے صحیح راہنمائی کی؟

جواب:(1)مرد مومن نے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر خالق کی طرف توجہ دلائی۔اُس نے توحید کی دعوت دی کہ آخر کیوں نہ میں اُس ہستی کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔(2)مرد مومن نے خالق کی طرف لوٹ جانے کی حقیقت کو واضح کیا کہ اُسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

سوال3:مرد مومن نے جیسے رب کی طرف دعوت دی ایسی دعوت کون دے سکتا ہے؟

جواب:(1)ایسی دعوت وہ شخص دے سکتا ہے جسے خالق کائنات کا شعور حاصل ہو چکا ہو۔(2)ایسی دعوت وہ دے سکتا ہے جس نے اپنی زندگی کے مقصد کو پالیا ہو۔(3)ایسی دعوت وہ شخص دے سکتا ہے جس کی ذات پوری طرح اپنے مقصد زندگی اور اپنے رب کے ساتھ جڑ چکی ہو پھر وہ یہ پکار اٹھتا ہے آخر کیوں نہ میں اُس ہستی کی بندگی کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے۔

سوال4:انسان کو اپنے خالق کا شعور کب اور کیسے حاصل ہوتا ہے؟

جواب:(1)انسان کی فطرت خالق کی طرف توجہ کرتی ہے انسان اگر خالق کی طرف توجہ نہیں کرتا تو اس کے بیرونی اسباب ہوتے ہیں۔
(2)انسان خالق کا شعور سچے علم سے اللہ تعالیٰ کے کلام سے اور محمد ﷺ کی احادیث سے حاصل کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کے بغیر اس کا سچا شعور نصیب نہیں ہو سکتا۔
(3)انسان کو خالق کا شعور اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کے دل میں ایمان داخل ہو جائے۔

سوال5:انسان کو خالق کی طرف لوٹ جانے کا شعور کب اور کیسے حاصل ہوتا ہے؟

جواب:(1)انسان کی فطرت اس بات کو محسوس کرتی ہے کہ آخر کار انسان نے رب کی طرف لوٹنا ہے کیونکہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔(2)انسان کو لوٹ جانے کا شعور وحی سے حاصل ہوتا ہے۔

﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ﴾

''کیا میں اُس کے سوا معبود بنالوں اگر رحمٰن ارادہ کرے کسی نقصان کا تو نہ اُن کی کوئی سفارش میرے کام آئے گی اور نہ ہی وہ مجھے چھڑا سکیں گے''(23)

سوال1:﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ﴾''کیا میں اُس کے سوا معبود بنالوں اگر رحمٰن ارادہ کرے کسی نقصان کا تو نہ اُن کی کوئی سفارش میرے کام آئے گی اور نہ ہی وہ مجھے چھڑا سکیں گے''جھوٹے معبود سفارش نہیں کر سکتے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً﴾''کیا میں اُس کے سوا دوسرے معبود بنالوں؟''کیا میں اس ہستی کو چھوڑ کر جس نے مجھے پیدا کیا، ایسے معبود بنالوں جس کے اختیار میں نہ کوئی نفع ہے،نہ نقصان،نہ ان کے اختیار میں زندگی ہے نہ موت،نہ وہ کسی کو محروم کر سکتے ہیں،نہ عطا کر سکتے ہیں،نہ وہ سنتے ہیں،نہ دیکھتے ہیں۔
(2)﴿اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا﴾''اگر رحمٰن ارادہ کرے کسی نقصان کا تو نہ اُن کی کوئی سفارش میرے کام آئے گی''اگر میرا مہربان رب مجھے نقصان پہچانے کا ارادہ کرلے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آسکے گی۔
(3)﴿وَّلَا يُنْقِذُوْنِ﴾''اور نہ ہی وہ مجھے چھڑا سکیں گے''نہ وہ مجھے اس تکلیف سے چھڑا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ مجھے پہچانا چاہے۔

سوال2:مردِ مومن نے باطل معبودوں کی بے بسی کی کیسے وضاحت کی؟

جواب:مردِ مومن نے قوم سے سوال کیا کہ کیا میں خالق کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں حالانکہ اگر وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش نہ مجھے نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے پھر تو یقیناً میں کھلی گمراہی میں ہوں۔

سوال3: مردمومن خالق کی عبادت کرنے میں خودکوحق بجانب کیوں سمجھتا ہے؟

جواب: خالق کی عبادت کے لیے انسان کی فطرت اسے آمادہ کرتی ہے۔

سوال4: مردمومن نے غیراللہ کی عبادت پر تکذیب اور تشدد پر آمادہ لوگوں کے سامنے کیسے فطری فیصلہ دیا؟

جواب: (1) مردمومن نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اگر میں غیراللہ کی عبادت کروں تو میں گمراہ ہوجاؤں گا یہ تو نہایت گھاٹے کا سودا ہے۔

(2) مردمومن نے یہ فیصلہ اس لیے دیا کہ اس کا دل ایمان سے بھر چکا تھا اور اب کوئی دھمکی اس پر اثر انداز نہیں ہورہی تھی۔

﴿اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

''یقیناً میں تب ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا'' (24)

سوال: ﴿اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''یقیناً میں تب ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا'' جھوٹے معبودوں کی عبادت گمراہی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّیْٓ اِذًا﴾ ''یقیناً میں تب'' یعنی اگر میں نے جھوٹے معبودوں کی عبادت کی جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں۔

(2) ﴿لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا'' اگر میں بے بس اور محتاج معبود بنالوں جو مجھے دکھوں اور تکلیفوں سے نہیں بچا سکتے تب تو میں کھلی گمراہی میں مبتلا ہوجاؤں گا۔

(3) اس کے اس تمام کلام میں ان کی خیرخواہی، رسولوں کی رسالت کی گواہی اور رسولوں کی خبر پر صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے تعین کے ذریعے سے ہدایت کے اختیار کو جمع کرنا ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے دلائل، غیراللہ کی عبادت کا بطلان، اس کے دلائل وبراہین، غیراللہ کی عبادت کرنے والوں کی گمراہی کی خبر اور قتل کے خوف کے باوجود اس مردصالح کے ایمان کے اعلان کا ذکر ہے۔

(تفسیر سعدی: 2242/3)

﴿اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ﴾

''یقیناً میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں چنانچہ میری بات سنو!'' (25)

سوال1: ﴿اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ﴾ ''یقیناً میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں چنانچہ میری بات سنو!'' رب پر ایمان لانے کے اعلان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ﴾ ''یقیناً میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں چنانچہ میری بات سنو!'' ''یعنی میں یقیناً تمہارے اس پروردگار پر ایمان لاچکا ہوں جس نے تمہاری تخلیق کی۔ چنانچہ میری بات غور سے سنو! اور میری نصیحت پر عمل پیرا ہوجاؤ!''

(صفوۃ التفاسیر: 8/3)

(2)اس نے کہا!اے میری قوم میں تو اپنے رب پر ایمان لا چکا جس کو تم نہیں مانتے بس تم میری یہ بات سن لو۔

(3)اس نے کہا اے مقدس رسولو! میں تمہارے رب پر جس نے تم کو رسول بنا کر بھیجا، ایمان لے آیا۔تم اللہ تعالیٰ کے پاس میری گواہی دینا۔

(4)سیدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب اس مومن بندہ نے ان سے کہا تو وہ سارے اس ایک آدمی پر اس کو ضعیف اور کمزور جانتے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑے حتیٰ کہ قتل کر دیا اور کسی نے اس کا دفاع نہ کیا۔(جامع البیان:167/22)

(5)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس مومن بندے کو پاؤں سے روند روند کے پاخانہ نکال دیا۔معاذ اللہ (جامع البیان:167/22)(6)حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس کے گلے کو پھاڑ کر شہر کی فصیل سے لٹکا دیا۔اس کی قبر انطاکیہ میں موجود ہے۔(تفسیر قرطبی:16/8)

(7)سیدنا عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لیے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں؟ جواب دیا کہ نبی ﷺ اس کا تو خیال تک نہیں۔انہیں مجھ سے اس قدر الفت وعقیدت ہے کہ میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں،آپ ﷺ نے فرمایا اچھا پھر جائیے،یہ چلے،جب لات عزیٰ کے بتوں کے پاس سے ان کا گذر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آگئی قبیلہ ثقیف بگڑ بیٹھا۔انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو ترک کر دو یہ لات وعزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں،اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی، اے میرے بھائی بندو! یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے،ساری بھلائی اسلام میں ہے وغیرہ۔ابھی تو تین ہی مرتبہ صرف اس کلمہ کو دوہرایا تھا جو ایک بدنصیب تن جلے نے دور سے ایک تیر چلایا جو رگ اکحل پر لگا اور اسی وقت شہید ہو گئے،نبی ﷺ کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۂ یٰسین والا جس نے کہا تھا کاش کہ میری قوم میری مغفرت وعزت کو جان لیتی۔

(تفسیر ابن کثیر:342/4)(الاساس فی التفسیر:4629,4630/8)

(8)سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تھے جنہیں یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ حبیب بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے،ان سے اس کذاب نے حضور ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔اس نے کہا میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ تو سیدنا حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔اس نے کہا محمد (ﷺ) کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں،اس نے پھر پوچھا میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں نہیں سنتا اس ملعون نے کہا ان کی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت بہرا بن جاتا ہے۔ایک مرتبہ پوچھتا اور ان کے اس جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا پھر یہی پوچھتا پھر یہی جواب پاتا پھر ایک عضو بدن کٹواتا اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔(تفسیر ابن کثیر:342/4)(الاساس فی التفسیر:4630/8)

سوال2: مرد مومن نے اپنے ایمان کا آخری اعلان کیسے کیا؟

جواب: مرد مومن نے انتہائی اطمینان کے ساتھ اپنے ایمان کا اعلان کیا کہ میں تو تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں اس لیے میری بات سن لو یعنی تم بھی ایمان لے آؤ اس طرح اس نے ایک طرف رسولوں کو اپنے ایمان پر گواہ ٹھہرایا اور دوسری طرف اپنی استقامت کا اظہار کیا کہ جو میں نے کرنا تھا کر لیا اب جو تم کرنا چاہتے ہو وہ تم کر لو۔

﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ﴾

''کہا گیا: ''جنت میں داخل ہو جاؤ!'' اُس نے کہا: ''اے کاش میری قوم جان جاتی!''(26)

سوال1: ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کہا گیا: ''جنت میں داخل ہو جاؤ!'' اُس نے کہا: ''اے کاش میری قوم جان جاتی!'' کاش میری قوم جان جاتی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ ''کہا گیا: ''جنت میں داخل ہو جاؤ!'' فرشتوں نے موت کے وقت کہا: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ایسر التفاسیر:1270)

(2) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ﴿وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ﴾ کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ یہ اس وقت کہا جب اس نے بدلہ دیکھ لیا۔ (جامع البیان:167/22)

(3) جب وہ مومن بندہ جنت میں داخل ہوا تو اس نے اپنی آنکھوں سے اس کا نظارہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اسے عزت و شرف بخشا یہ اس کے ایمان اور اس پر صبر کی وجہ سے حاصل ہوا۔ (جامع البیان:167/22)

(4) ﴿قِيْلَ﴾ ''کہا گیا'' اس شخص سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا ﴿ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ ''جنت میں داخل ہو جاؤ!'' اس نے اپنی توحید پرستی اور اخلاص فی الدین کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہونے والے اکرام و تکریم کی خبر دیتے ہوئے اور اپنے مرنے کے بعد بھی اسی طرح اپنی قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے جیسے زندگی میں کیا کرتا تھا۔ (تفسیر سعدی:2242/3)

(5) ﴿قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اس نے کہا اے کاش میری قوم جان جاتی!'' جب اس شخص نے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیا تو آرزو کی کاش میری قوم کو بھی ان نعمتوں کا علم ہو جاتا۔

(6) اس نے کہا! کاش! میری قوم کو علم ہو جاتا کہ کن امور کی بنا پر میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھ سے عذابوں کو دور کر دیا۔

(7) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: قوم کے لوگ انہیں پتھر مارتے رہے اور وہ کہتے رہے: ﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ فَلَمْ يَزَالُوْا بِهٖ حَتّٰى مَاتَ رَحِمَهُ اللّٰهُ﴾ ''اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں۔ وہ یہی کہتے رہے یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ (تفسیر منیر:657/11)

(8) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی مرجاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنت والوں میں سے ہے تو جنت والوں کا مقام اور اگر وہ دوزخ والوں میں سے ہوتا ہے تو دوزخ والوں کا مقام اسے دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے اٹھا کر اس جگہ نہ پہنچا دے۔'' (مسلم:7211)

سوال 2: مرد مومن کی دعوت کا کیا اثر ہوا؟

جواب: مرد مومن کی دعوت توحید کے جواب میں قوم نے قتل کر دیا۔

سوال 3: مرد مومن کو کس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کر لیا گیا؟

جواب: مرد مومن نے اپنی قیمتی زندگی خطرے میں ڈال کر پیغمبروں کی دعوت کی تاکید کی تھی جس کی وجہ سے اُسے جنت میں داخل کر دیا گیا۔

سوال 4: جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی مرد مومن کی کیا خواہش تھی؟

جواب: (1) مرد مومن کی جنت میں داخلے کے بعد بھی یہ خواہش تھی کہ کاش لوگ جان لیتے کہ میرا انجام کیا ہے کس وجہ سے مجھے معاف کر کے عزت کا مقام دیا گیا۔

(2) مرد مومن اپنی قوم کی ہر حال میں خیر خواہی چاہتا ہے یہ ایک سچے مومن کی تصویر ہے وہ لوگوں کے ظالمانہ سلوک کے باوجود ان کا خیر خواہ ہوتا ہے۔

﴿بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾

''میرے رب نے کس چیز کی وجہ سے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کر دیا'' (27)

سوال 1: ﴿بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ ''میرے رب نے کس چیز کی وجہ سے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کر دیا'' کاش میری قوم کو ایمان کے نتائج پتہ چل جاتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ﴾ ''میرے رب نے کس چیز کی وجہ سے مجھے بخش دیا'' ابی مجلز کا قول ہے ﴿بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ﴾ کہ یہ مغفرت میرے رب پر ایمان لانے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ واللہ اعلم۔ (جامع البیان:22/168)

(2) اس شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

(3) یعنی ایمان، توحید اور صبر کی وجہ سے میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل فرمایا۔ (ایسر التفاسیر:1270)

(4) ﴿وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ ''اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کر دیا'' اور مختلف انواع کی مسرتوں اور ثواب کے ذریعے سے مجھے اکرام بخشا۔ اگر ان تمام امور کا علم میری قوم کے دلوں تک پہنچ جائے تو وہ کبھی بھی اپنے شرک پر قائم نہ رہے۔ (تفسیر سعدی:3/2242)

(5) اس شخص نے کہا! میں دنیا میں اپنے رب پر ایمان لایا تھا اور اس کے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔ اس کا مجھے آخرت میں یہ بدلہ ملا کہ

کیسے کیسے جلیل الشان انعامات اور اعزازات سے نوازا جا رہا ہوں کاش! میری قوم کو ایمان اور تصدیق کے یہ نتائج معلوم ہو جائیں۔ اگر انہیں یہ ثواب بے کراں یہ اجر غیر منقطع اور یہ دائمی اجر معلوم ہو جائیں تو شاید وہ بھی رسولوں کے پیروکار بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان سے راضی ہو جائے۔ آپ دل سے قوم کی ہدایت کے خواہش مند تھے۔ (مختصر ابن کثیر 2/1660)

(6) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ سر جھکائے چھڑی سے زمین پر لکیریں لگانے لگے، پھر فرمانے لگے: تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے اور کوئی بھی جان ایسی نہیں ہے کہ جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔ ایک شخص بولا، یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے ہی پر کیوں نہ بھروسہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں؟ (یعنی تقدیر کے روبرو عمل کرنا بے فائدہ ہے کہ ہوگا تو وہی جو قسمت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکیوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔ (مسلم:6731)

سوال 2: مرد مومن نے اپنی قوم کے ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا مستحق بننے کے لئے قوم کی کیسے خیر خواہی کی؟

جواب: مرد مومن نے اس جہان سے گزر کر بھی یہ چاہا کہ لوگ جان لیں میرے رب نے کس وجہ سے میری مغفرت فرما دی یعنی کاش لوگ ایک رب کی عبادت کی حقیقت کو سمجھ جائیں اور کاش انہیں یہ پتہ چل جائے کہ میرے رب نے مجھے معزز لوگوں میں شامل کر لیا ہے تاکہ وہ بھی اس عزاز کو حاصل کرنے کے لئے ایمان لے آئیں۔

﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾

''اور اُس کے بعد اُس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اُتاری اور نہ ہی ہم اُتارنے والے تھے'' (28)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾ ''اور اُس کے بعد اُس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اُتاری اور نہ ہی ہم اُتارنے والے تھے'' اللہ تعالیٰ کے ولی کی شہادت پر عذاب آ گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾ ''اور اُس کے بعد اُس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اُتاری اور نہ ہی ہم اُتارنے والے تھے'' اللہ کے ولی کی شہادت پر عذاب آ گیا یعنی جن لوگوں نے اللہ کے ولی کو قتل کر دیا ان پر اللہ تعالیٰ کا غصہ بھڑک اٹھا اور اس نے ان کی قوم سے انتقام لیا کیونکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور اس اللہ کے ولی کو شہید کر ڈالا تھا تو حق تعالیٰ نے ان پر آسمان سے فرشتے نہیں اتارے کہ وہ انہیں آ کر تباہ کریں اور نہ ہی کسی کو تباہ کرنے کے لیے آسمانی لشکر

کے اتارنے کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ اس کا تو حکم ہی کافی ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1660)

(2)یعنی ہم ان کے عذاب دینے کے لیے کسی تکلف کے محتاج نہیں کہ ہمیں ان کو ہلاک اور تلف کرنے کے لیے آسمان سے فوج اتارنی پڑے۔کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اقتدار کی عظمت اور بنی آدم کی شدت ضعف کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو آسمان سے فوج اتارنے کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ کا ادنیٰ سا عذاب بھی ان کے لیے کافی ہے۔(تفسیر سعدی:3/2242)

(3)سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان کے قتل کے بعد ان کی قوم پر کوئی عذاب (خفگی) نازل نہیں کیا سوائے ایک چیخ کے وہ سارے کے سارے اس سے ملیا میٹ ہو کر راکھ بن گئے۔(جامع البیان:3/23)

(4)امام رازی رحمہ اللہ کا فرمان ہے:''اس کے بعد آسان ترین صورت میں ان کی جلد ہلاکت کی طرف اشارہ ہے وہ اس لیے کہ ان کی ہلاکت کے لیے اللہ تعالیٰ کسی قسم کے لاؤ لشکر بھیجنے کا محتاج نہیں ہے۔''(تفسیر قاسمی:14/66)

سوال2:رسولوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

جواب:ان لوگوں کے خلاف لشکر کشی نہ کی گئی بس ایک دھماکے سے سب بجھ کر رہ گئے۔

﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ﴾

''وہ محض ایک ہی چیخ تھی پس اچانک وہ سب بجھے ہوئے تھے''(29)

سوال1:﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ﴾''وہ محض ایک ہی چیخ تھی پس اچانک وہ سب بجھے ہوئے تھے''ان کے دل سینوں میں پارہ پارہ ہو گئے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾''وہ محض ایک ہی چیخ تھی''یعنی وہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی چنگھاڑ تھی۔

(2)﴿فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ﴾''اچانک وہ سب بجھے ہوئے تھے''یعنی وہ سب کے سب مر گئے۔

(3)ان کے دل ان کے سینوں میں پارہ پارہ ہو گئے۔وہ اس چنگھاڑ کی آواز سے گھبرا اٹھے اور بے جان ہو گئے۔اس تکبر کے بعد ان کی کوئی آواز نہ تھی نہ ان کے اندر کوئی حرکت تھی۔اشرف المخلوقات کے مقابلے میں ظلم،تکبر،جبر اور ان کے ساتھ بدکلامی کے بعد ان میں زندگی کے آثار تک نہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾''ہائے افسوس بندوں پر! اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں''یعنی ان کی بدبختی کتنی بڑی،ان کا عناد کتنا طویل اور ان کی جہالت کتنی شدید ہے کہ وہ اس قبیح صفت سے متصف ہیں جو ہر بدبختی،ہر عذاب اور ہر سزا

کا سبب ہے۔(تفسیر سعدی:2242/3)

(4)بغوی نے لکھا علیہ السلام انطاکیہ والوں نے جب حبیب کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آ گیا اور فوری عذاب اس نے نازل کر دیا۔سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی ایک چیخ ماری جس سے سب مر گئے۔(تفسیر قرطبی:17/8)

(5)یعنی ایک گرج دار آواز سے ہی سب کے سب پتے پانی ہو گئے اور سب مرے کے مرے رہ گئے۔بادشاہ اپنے محل میں اور رعایا اپنے گھروں میں دم کے دم میں لوٹ پوٹ ہو گئے اور روئے زمین میں ایسے فنا ہوئے کہ ان میں سے ایک بھی تو نہیں بچا۔سب کی زندگی کے شعلے آن کی آن میں بجھ گئے۔(سیرت ابن اسحق)

سوال 2:سرکش لوگ کیسے بجھ کر رہ گئے؟

جواب:ایک دھماکہ ہوا پھر سخت چیخ اُٹھی اور سب بجھ کر رہ گئے۔

﴿یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا یَأْتِیهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ یَسْتَهْزِءُونَ﴾

''ہائے افسوس بندوں پر!اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں''(30)

سوال 1:﴿یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا یَأْتِیهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ یَسْتَهْزِءُونَ﴾''ہائے افسوس بندوں پر!اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں''ہائے افسوس!بندوں کے حال پر،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾''ہائے افسوس بندوں پر''ہائے افسوس!بندوں کے حال پر۔قیامت کے دن وہ خود افسوس کریں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کیوں نہ کیا اس کے احکامات کیوں ضائع کیے۔

(2)﴿مَا یَأْتِیهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ یَسْتَهْزِءُونَ﴾''ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں''قیامت کے دن جب لوگ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو کس کس طرح سے پچھتائیں گے کہ ہائے انہوں نے رسولوں کو کیوں جھٹلایا تھا؟کیوں انہوں نے رسولوں کو مذاق کا نشانہ بنایا تھا۔

(3)اللہ تعالیٰ کے فرمان﴿یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾کے بارے میں سیدنا قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے ان جانوں پر تاسف ہو!جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پامالی کی اور ذات الٰہی کے بارے میں کوتاہی سے کام لیا۔(الاساس فی التفسیر:4627/8)

(4)اللہ تعالیٰ کے فرمان﴿یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ ندامت و شرمندگی اُن بندوں کے لیے ہے جن کا یہ مزاج بن چکا ہو کہ ان کے پاس جو بھی رسول آیا،اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے تھے۔مزید کہتے ہیں:''ان

پرتا قیام قیامت پشیمانگی ہے۔" (الدر المنثور: 7/54، 55) (ابن ابی حاتم: 3193/10)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حسرت کا اظہار کیسے کیا ہے؟

جواب: ہائے افسوس بندوں کے حال پر جو رسول بھی ان کے پاس آیا اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔

سوال 3: حسرت کسے کہتے ہیں؟

جواب: حسرت ایک نفسیاتی کیفیت ہے جس میں انسان کو شدید افسوس ہوتا ہے لیکن وہ اپنے حالات بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا بس دیکھ کر کُڑھتا ہے اور اذیت برداشت کرتا ہے۔

سوال 4: حسرت تو انسانی کیفیت ہے اللہ تعالیٰ صاحب اختیار ہے جو چاہے کر سکتا ہے پھر بھی اُس نے حسرت کا اظہار کیا اس کی حقیقت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ایمان نہ لانے کی حسرت نہیں ہوتی بس لوگ قابل حسرت ہیں قابل افسوس ہیں لوگ اپنی گمراہی کی وجہ سے ہمیشہ کی مصیبت میں مبتلا ہونے والے ہیں اس لئے قابل رحم ہیں۔

سوال 5: پیغمبروں کا مذاق کیوں اُڑایا گیا؟

جواب: پیغمبروں کو لوگ حقیر سمجھتے ہیں اپنے زمانے کے لوگ کم حیثیت سمجھتے ہیں اس لئے مذاق اُڑاتے ہیں۔

﴿اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴾

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ کتنی ہی قومیں ہم نے اُن سے پہلے ہلاک کر دیں؟ یقیناوہ اُن کی طرف پلٹ کر نہیں آئے" (31)

سوال 1: ﴿اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴾ "کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ کتنی ہی قومیں ہم نے اُن سے پہلے ہلاک کر دیں؟ یقیناوہ اُن کی طرف پلٹ کر نہیں آئے" انہوں نے گزشتہ قوموں کی ہلاکت سے عبرت نہیں پکڑی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ یَرَوْا﴾ "کیا انہوں نے نہیں دیکھا" کیا اہل مکہ نے نہیں دیکھا۔

(2) ﴿کَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ﴾ "کہ کتنی ہی قومیں ہم نے اُن سے پہلے ہلاک کر دیں" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے انبیاء ورسل کی تکذیب کرنے والی گزشتہ قوموں کو دیکھ کر عبرت نہیں پکڑی، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالا، ان پر عذاب کا کوڑا برسایا اور وہ سب ہلاک اور برباد ہو گئیں۔ (تفسیر سعدی: 2243/3)

(3) یعنی کیا انہوں نے قوم نوح، عاد، ثمود اور اصحاب مدین کی تباہی کو نہیں دیکھا۔

(4)﴿اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ ''یقیناوہ اُن کی طرف پلٹ کرنہیں آئے'' وہ دنیا میں بار بارلوٹ کرآنے کی تمنا کریں گے مگر واپس نہیں بھیجے جائیں گے۔ دنیا میں تو جہالت کی وجہ سے گمان کرتے تھے۔﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ ''نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں'' (المومنون:37)

سوال2: اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ نے کیسے تنبیہ کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو رسالت کی تکذیب کی وجہ سے تنبیہ کی ہے کہ جیسے پچھلی قومیں تباہ ہوئیں یہ بھی ہو سکتے ہیں اور وہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے۔

سوال3: انسان اپنے جیسے انسانوں کی ہلاکتیں دیکھنے کے باوجود پھر اُسی راستے پر کیوں چلنا چاہتا ہے؟

جواب: ایک جانور دوسرے جانور کی موت سے کانپ اُٹھتا ہے اور استطاعت کے مطابق کوشش کرتا ہے کہ بچ جائے لیکن انسان اپنے غرور وتکبر اور لاپرواہی کی وجہ سے دھوکہ کھاتا ہے اور ہلاک ہونے والوں کے راستے پر چلتا ہے۔

﴿وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾

''اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں'' (32)

سوال1: ﴿وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ ''اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں'' تمام زمانوں کے لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں، آیت کی رشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنْ كُلٌّ﴾ ''اور یہ سب'' یعنی ہلاک ہونے والی ساری قومیں، سارے لوگ۔

(2)﴿لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ ''ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب دینے کے لیے حاضر کیے جائیں گے، مومن نجات پائیں گے اور کافر ہلاک ہو جائیں گے۔

(3)﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور یقیناً آپکا ربّ ان سب کو جب (وقت آئے گا) ان کے اعمال کا یقیناً پورا پورا بدلہ دے گا۔ یقیناوہ پوری طرح باخبر ہے اُس سے جو وہ کرتے ہیں'' (ہود:111)

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا'' (النساء:40)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے انسانوں کے بارے میں کیا تنبیہ کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تنبیہ کی ہے کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور ان سے حساب کتاب لیا جائے گا۔

رکوع نمبر 2

﴿وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ﴾

''اور اُن کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اُس میں سے وہ کھاتے ہیں'' (33)

سوال 1: ﴿وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اُس میں سے وہ کھاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی قدرت اور زندگی بعد موت پر دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰیَةٌ لَّهُمْ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی ہے'' یعنی موت کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے جانے، حشر اور حساب کے لیے رب العزت کے حضور کھڑے ہونے اور اعمال کی جزا سزا پر دلیل ہے۔ (2) یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کے کمال قدرت پر دلیل ہے۔

(3) ﴿الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ﴾ ''مردہ زمین'' جس پر گھاس کا ایک تنکا نہیں ہوتا، جہاں دھول اڑتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا ہے تو وہ لہلہانے لگتی ہے۔

(4) ﴿اَحْیَیْنٰهَا﴾ ''ہم نے اُسے زندہ کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتا ہے۔

(5) ﴿یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ ''وہ مُردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ میں سے مُردہ کو نکالتا ہے۔ اور وہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور ایسے ہی تم نکالے جاؤ گے۔'' (الروم:19)

(6) ﴿وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اُس میں سے وہ کھاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ اس زمین سے زرعی اجناس اور نفیس قسم کے عمدہ جوڑے پیدا کرتا ہے جنہیں لوگ اور جانور خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح تمہارے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے رزق پیدا کرتا ہے۔

(7) مردہ زمین کو زندہ کرنا، اس سے اناج اگانا، اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی قدرت اور الوہیت پر دلیل ہے۔ (فتح القدیر: 462/4)

سوال 2: مردہ زمین کس چیز کی نشانی ہے؟

جواب: (1) مردہ زمین میں زندگی کے آثار یعنی زرخیز مٹی کا جمع ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔ (2) مردہ زمین میں پانی، دھوپ، ہوا کا انتظام اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔ (3) مردہ زمین میں اُگنے والے بیج کے اندر نشوونما کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی

نشانی ہے۔(4)مردہ زمین کوزندہ کر کے اس سے سبزیاں اور پھل نکالنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔

(5)مردہ زمین کے سارے نظام انسان کے بنائے بغیر بنے ہیں۔کسی چیز کو وجود میں لانا اس کو قائم رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ﴾

''اور ہم نے اُس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیے''(34)

سوال1:﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ﴾'' اور ہم نے اُس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیے''اللہ تعالیٰ نے لذیذ پھل پیدا کر کے اپنی مہربانی کا ثبوت دیا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ﴾''اور ہم نے اُس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے''اللہ تعالیٰ نے مردہ زمین سے تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغات پیدا کیے۔

(2)﴿وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ﴾''اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیے''اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اسی مردہ زمین میں تمہارے لیے حسب ضرورت دریا جاری کر دیے تا کہ باغ اور کھیتیاں سیراب ہوں اور لوگ ان کے پھل کھائیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے مردہ زمین کو زندہ کرنے کے لیے کیا انتظام کیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مردہ زمین سے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کرنے کے لیے پانی کے چشمے جاری کر کے زندگی کا انتظام کر دیا۔

﴿لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾

''تا کہ وہ اُس کے پھلوں میں سے کھائیں،یہ سب اُن کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟''(35)

سوال1:﴿لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾''تا کہ وہ اُس کے پھلوں میں سے کھائیں،یہ سب اُن کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟''پھل کھاؤ اور شکر ادا کرو،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ﴾''تا کہ وہ اُس کے پھلوں میں سے کھائیں''یعنی رب العزت نے جو درخت اگائے کھجور،انگور اور دیگر پھلوں کے درخت،تو اس لیے کہ لوگ انہیں غذا کے طور پر بھی استعمال کریں اور ان سے لذت حاصل کریں۔

(2)﴿وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ﴾''یہ سب اُن کے ہاتھوں نے نہیں بنایا''یعنی اس میں تمہاری صنعت کاری کا،تمہاری محنت اور کوشش کا دخل نہیں۔یہ تو اللہ تعالیٰ کا کمال ہے۔

(3)حالانکہ ان پھلوں کو ان کے ہاتھوں نے تخلیق نہیں کیا،ان میں ان کی کوئی صنعت کاری ہے نہ ان کی کسی کاری گری کا عمل دخل،یہ تو

اللہ احکم الحاکمین اور خیر الرازقین کی تخلیق کا کمال ہے، نیز ان پھلوں کو ان لوگوں یا کسی اور نے آگ پر نہیں پکایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پھلوں کو اس طرح وجود بخشا ہے کہ ان کو آگ پر پکائے جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ان پھلوں کو درختوں سے توڑ کر اسی وقت اور اسی حال میں کھایا جا سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2244/3)

(4) یعنی نباتات کو پیدا کرنا انسان کا کام نہیں۔ نباتات اور پھلوں کی پیدائش میں جس قدر عناصر سرگرم عمل ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں تب جا کر نباتات وجود میں آتی، بڑھتی، پھلتی پھولتی اور انسانوں اور دوسرے جانداروں کا رزق بنتی ہے۔ اور مما کو موصولہ قرار دیا جائے تو پھر اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اگرچہ نباتات کو وجود میں لانے والے سارے عناصر اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ تاہم اس میں کچھ نہ کچھ کام انسان کا بھی ہوتا ہے۔ مثلاً انسان بیج ڈالتا ہے، ہل چلاتا ہے، زمین کی سیرابی اور فصل کی نگہداشت کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ غور کرے تو انسان کی یہ استعداد بھی اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے۔ اور انسان کے اتنا کام کرنے کے بعد بھی نباتات تب ہی اگ سکتی ہے جب پیداوار کے بڑے بڑے وسائل انسان کی اس حقیر سی کوشش کا ساتھ دیتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر بہر حال واجب ہوا۔ (تیسیر القرآن:682/3)

(5) ﴿اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' رب العزت نے پھل پیدا کر کے مہربانی کا ثبوت دیا ہے، اب تم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

(6) یعنی اس ہستی کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جس نے انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم سے غذا بھی دی اور اس میں لذت بھی دی۔

(7) کیا وہ ہستی جس نے بارش برسا کر زمین کو زندہ کیا، اس میں باغات اور کھیتیاں اگائیں۔ اس میں لذتوں بھرے پھل پیدا کیے جس نے زمین پر چشمے جاری کر دیے، کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ یقیناً وہ پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی پیدائش کو انسانی ہاتھوں کا کام قرار نہیں دیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: غلوں اور پھلوں کی پیداوار اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے انسانی ہاتھوں کا عمل نہیں۔ انسانی ہاتھوں نے تو بیج بو دیا۔ اُس کے بعد اس کا کوئی کام نہیں۔ تمام غلوں اور پھلوں کی پیداوار رب کی رحمت ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے پھل کھلا کر انسانوں سے کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شکر ادا کریں۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اُن میں سے بھی جو زمین اُگاتی ہے اور اُن کے اپنے نفسوں میں سے بھی اور اُن میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے'' (36)

سوال1:﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اُن میں سے بھی جو زمین اُگاتی ہے اور اُن کے اپنے نفسوں میں سے بھی اور اُن میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے'' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے'' پاک ہے وہ ذات جس نے ساری مخلوق کو جوڑا جوڑا بنایا، رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑے پیدا کیے ہیں تا کہ تم سبق حاصل کرو'' (الذاریات:49)

(2)﴿مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ﴾ ''اُن میں سے بھی جو زمین اُگاتی ہے'' یعنی زمین کی بے شمار اصناف جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، ان کو بھی جوڑا جوڑا بنایا۔

(3) ازواج کے کئی معنی ہیں مثلاً اس کا اطلاق نر و مادہ پر بھی ہوتا ہے۔ مرد، عورت کے لئے زوج ہے اور عورت مرد کے لئے۔ اور ان دونوں میں اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ایک دوسرے کے لئے کشش رکھ دی ہے۔ پھر اس زوج کے ایک دوسرے سے ملنے سے آگے مزید تخلیق کا سلسلہ چلتا ہے۔ مثلاً کھجور اور انار کے درخت نر بھی ہوتے ہیں اور مادہ بھی، جب پھل لگنے کا موسم ہوتا ہے تو ہوائیں نر درختوں کا بیج مادہ درختوں میں پھینک دیتی ہیں۔ تو مزید پیدائش عمل میں آتی ہے۔ اور نباتات کی ہر قسم میں یہ نر و مادہ کا سلسلہ موجود ہے خواہ اس کا ابھی تک انسان کو علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ پھر یہ سلسلہ جمادات حتیٰ کہ مادہ کے ایک ذرہ کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔ اس میں بھی مثبت اور منفی قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ جو آپس میں ایک دوسرے کے لئے کشش رکھتی ہیں۔ دوسرے زوج کا لفظ آپس میں مماثلت رکھنے والی چیزوں کے لئے بھی آتا ہے۔ مثلاً ایک جوتا دوسرے جوتے کا زوج ہوتا ہے۔ اور اس معنی میں یہ لفظ قرآن میں بھی موجود ہے جیسے فرمایا:﴿اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ﴾ یعنی اس سے ملتی جلتی دوسری چیزیں اور ازواج کا تیسرا معنی ایک دوسرے کے مخالف اشیاء جیسے دن رات کا زوج اور رات دن کا سایہ دھوپ کا اور دھوپ سایہ کا یا روشنی تاریکی کی زوج اور تاریکی روشنی کی گویا یہ زوج کا سلسلہ اتنا وسیع ہے جو نباتات اور حیوانات کے علاوہ بھی تمام اشیاء میں پایا جاتا ہے۔ خواہ تمہیں اس کا علم ہو یا نہ ہو سکے۔ اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ﴾ کا لفظ استعمال فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ایک ایسی ذات ہے جو ہر قسم کے زوج سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی مقابلہ ہے اور نہ مماثل۔ کیونکہ مقابلہ یا مماثلت ان چیزوں میں ہو سکتی ہے جو کسی درجہ میں فی الجملہ اشتراک رکھتی ہوں مگر خالق اور مخلوق کا کسی حقیقت میں اشتراک نہیں ہوتا اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ دنیا میں شرک کی جتنی بھی اقسام پائی جاتی ہیں ان میں سے ہر قسم میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی نہ کسی کمی، کمزوری، عیب یا نقص کا الزام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سبحان کا لفظ کہہ کر مشرکوں کے ہر قسم کے شرکیہ عقیدہ کی تردید فرما دی۔

(تیسیر القرآن:3/682،683)

(4)﴿وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُن کے اپنے نفسوں میں سے بھی اور اُن میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے'' رب العزت نے انسانوں کا جوڑا مرد اور عورت کی صورت میں بنایا اور ان کی تخلیق، ان کی فطرت اور ان کے ظاہری اور باطنی اوصاف میں فرق رکھا، رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے'' (النساء:1)

(5)﴿وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُن میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے'' اور ان مخلوقات کی اصناف کو پیدا کیا جو ہمارے علم کی گرفت سے باہر ہیں اور وہ مخلوقات جو اس کے بعد پیدا ہی نہیں کی گئیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی شریک، مددگار، معاون، وزیر، بیوی، یا کوئی بیٹا ہو، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی صفات کمال اور نعوت جلال میں اس کا ہمسر، مثیل یا کوئی مشابہت کرنے والا ہو یا اسے کوئی اپنے ارادے سے باز رکھ سکے۔ (تفسیر سعدی:3/2244)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا اُصول کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو جوڑے جوڑے بنایا ہے، انسانوں کو بھی، زمین کی پیداوار میں بھی اور جن چیزوں کو انسان نہیں جانتے۔

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ﴾

''اور اُن کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اُس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں'' (37)

سوال 1:﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اُس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں'' رات اور دن کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم کی نشانی ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی رات ہے'' اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی نشانی رات اور دن کا پیدا کرنا ہے، رات اندھیرے اور دن روشنی کو لے کر آتا ہے اور ایک دوسرے کے پیچھے باری باری آتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۡ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے

جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اُس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے" (الاعراف:54)

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نفاذ، اس کی قدرت کے کمال، مردوں کو اس کے دوبارہ زندہ کرنے پر ایک دلیل رات ہے۔ (تفسیر سعدی 2245/3)

(3) ﴿نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ﴾ "ہم اُس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں" یعنی جیسے بکرے کی کھال کھینچی جاتی ہے اسی طرح روشنی کو رات کے اوپر سے اتار دیتے ہیں تو اس کی جگہ اندھیرا لے لیتا ہے۔ (تفسیر الرازی 132/8)

(4) اللہ تعالیٰ دن کو تاریکی سے بدل دیتے ہیں جس نے ساری زمین کو روشن کر رکھا تھا۔

(5) ﴿فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ﴾ "تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں" اس طرح وہ تاریکیوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ رب العزت اسی طرح تاریکی کو سورج طلوع کر کے دور کر دیتے ہیں اور زمین روشن ہو جاتی ہے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ ٱلَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَآءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ (٧١) قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ ٱلنَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (٧٢) وَمِن رَّحْمَتِهِۦ جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (٧٣)﴾ "آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟ آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک تم پر ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے گا جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔" (القصص:71۔73)

سوال 2: رات اللہ تعالیٰ کی کیسی نشانی ہے؟

جواب: رات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ دن کو رات سے جدا کر دیتا ہے جس سے اندھیرا چھا جاتا ہے۔

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾

"اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے" (38)

سوال 1: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ "اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا

جارہا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے'' سورج اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾ ''اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے'' سورج دائمی طور پر اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ وہ اس سے تجاوز کرتا ہے نہ کوتاہی اور نہ وہ اپنے آپ پر تصرف کا اختیار رکھتا ہے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے دم مار سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2245/3)

(2) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے سورج غروب ہونے کے وقت پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا، اللہ کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر (مشرق سے نکلنے کی) اجازت مانگتا ہے، چنانچہ اس کو اجازت دے دی جاتی ہے اور وہ زمانہ قریب ہے کہ جب وہ سجدہ تو کرے گا، لیکن اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا اور بعد ازاں جب وہ مشرق سے نکلنے کی اجازت مانگے گا تو اس کو اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ حکم ہوگا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ چنانچہ وہ مغرب سے طلوع ہوگا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا:﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾ ''اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے، یہ سب پر غالب سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔'' (بخاری:3199)

(3) اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ سورج اور اسی طرح دوسرے سیاروں کی گردش میں محض کشش ثقل اور مرکز گریز قوت کا نتیجہ نہیں بلکہ اجرام فلکی اور ان کے نظام پر اللہ حکیم وخبیر کا زبردست کنٹرول ہے کہ ان میں نہ تو تصادم وتزاحم ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی مقررہ گردش میں کمی بیشی ہوتی ہے اور یہ اجرام اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت گردش کر رہے ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ قیامت سے پہلے ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس کے بعد نظام کائنات بگڑ جائے گا۔ (تیسیر القرآن:683/3-684)

(4)﴿ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾ ''یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے'' یہ کمال غلبہ رکھنے والی ہستی کا اندازہ ہے جس نے سورج جیسی مخلوق کی بہترین تدبیر اور انتظام کیا۔

(5) یہ غالب اللہ تعالیٰ کا اندازہ ہے جس کے کام میں نہ تو کسی کو مخالفت کی جرأت ہے اور نہ مزاحمت کی اور جو ایک ایک حرکت اور سکون سے واقف ہے اور اسی نے سورج کی رفتار مقرر فرمائی ہے اور اسے ایک مقررہ مدت تک باقاعدہ قرینے سے رکھا ہے جس میں نہ اختلاف ہو سکے اور نہ اس کے برعکس ہو سکے، رب العزت نے فرمایا:﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾ ''وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔'' (الانعام:96) (مختصر ابن کثیر:1663/2)

سوال 2: سورج کس ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے؟

جواب:(1) سورج کے ٹھکانے کے لیے لفظ مستقر استعمال ہوا ہے جس کا ایک مطلب ٹھکانہ ہے اور دوسرا مطلب ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

(2) پہلے مطلب کے لحاظ سے سورج اپنے اس ٹھکانے کی طرف چلتا چلا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے۔

(3) دوسرے معنی کے لحاظ سے سورج اپنے ٹھہرنے کی جگہ تک چلتا چلا جا رہا ہے جس کا مقام عرش کے نیچے ہے۔

سوال3: سورج کا چلنا کب تک ہے؟

جواب: سورج کا چلنا قیامت کے دن تک ہے۔ قیامت کے دن اس کی حرکت ختم ہو جائے گی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور العلیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت العزیز کا شعور سورج کے اپنے ٹھکانے کی طرف چلنے سے دلایا ہے کہ وہ غالب ہستی کی قدرت کی وجہ سے اپنے راستے پر چل رہا ہے۔ نہ ادھر اُدھر ہوتا ہے، نہ ٹکراتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے سورج کے پوری صحت کے ساتھ چلنے سے اپنی صفت علیم کا شعور دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔

﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾

''اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے''(39)

سوال1: ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾ ''اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے'' چاند کی منزلیں مقرر ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1) ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ﴾ ''اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں'' رب العزت نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ وہ ہر رات ایک منزل میں ہے۔ ابتداء میں چاند بڑا ہوتا ہے۔ پھر وہ ہر منزل میں کم ہوتا رہتا ہے۔

(2) ﴿حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾ ''یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے'' یہاں تک کہ وہ کھجور کی سوکھی شاخ کی طرح چھوٹا ہو جاتا ہے۔

(3) کھجور کی سوکھی شاخ کا حجم آہستہ آہستہ کم ہو جاتا ہے پھر وہ شاخ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ ''وہ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں۔'' (البقرہ:189)

(5) ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ ''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تاکہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو

اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے خوب کھول کر بیان کرنا۔" (بنی اسرائیل:12)

(6)﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝﴾ "وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کر دی ہیں تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ برحق ہی بنایا ہے۔ وہ ان کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔ یقیناً رات اور دن کے آنے جانے میں اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں ان کے لیے نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔" (یونس:5-6)

سوال2: چاند کی کتنی منزلیں ہیں؟

جواب: چاند کی 28 منزلیں ہیں۔

سوال3: چاند اپنی منزلیں کیسے طے کرتا ہے؟

جواب: چاند روزانہ ایک منزل طے کرتا ہے۔ پھر دو راتیں غائب رہ کر تیسری رات کو نکل آتا ہے۔

سوال4: چاند آخری منزل پر پہنچ کر کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب: چاند آخری منزل پر پہنچ کر باریک اور چھوٹا ہو جاتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹنے کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹ کر پتلے ہونے کو کھجور کی سوکھ کر ٹیڑھی ہونے والی شاخ سے تشبیہ دی ہے۔

سوال6: سورج اور چاند کی گردش سے انسانوں کا کیا تعلق ہے؟

جواب (1) سورج اور چاند کی گردش کی وجہ سے لوگ اپنے سالوں، مہینوں اور دنوں کا حساب لگاتے ہیں۔

(2) سورج اور چاند کی گردش سے عبادات کے اوقات کا تعین کیا جاتا ہے۔

﴿لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ﴾

"نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں" (40)

سوال1: ﴿لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ﴾ "نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے

ہیں''سورج اور چاند ایک دوسرے کو نہیں پکڑ سکتے ،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے''سورج اللہ تعالیٰ کا غلام ہے۔اس کی قدرت ،اس کی مجال نہیں کہ چاند کو جا پکڑے۔سورج کی ایک حد ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا،نہ اس حد میں وہ کمی کرتا ہے۔سورج رات کے وقت نہیں آسکتا۔

(2)﴿وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾''اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے''رات کی یہ مجال نہیں کہ وہ دن کے وقت آجائے۔

(3)اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے۔اُس نے ستاروں اور سیاروں کے درمیان فاصلے رکھے ہیں تاکہ انہیں ٹکرانے سے بچایا جاسکے۔سورج اور سارے سیارے ایک نظام میں بندھے ہوئے ہیں۔ان کو باندھنے والا رب ہی قدرت والا ہے۔

(4)﴿وَكُلٌّ﴾''اور سب''یعنی سورج اور چاند ،رات اور دن،روشنی اور اندھیرا ہر ایک کے لیے رب العزت نے اندازہ مقرر کر دیا ہے۔کوئی اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ہر ایک کے لیے وقت اور حد مقرر ہے جب ایک آتا ہے تو دوسرا چلا جاتا ہے۔

(5)﴿فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾''ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں''یعنی وہ دائمی طور پر اپنے راستے پر آجا رہے ہیں۔یہ سب کچھ خالق کائنات اور اس کے اوصاف کی عظمت کی ناقابل تردید دلیل اور برہان ہے۔خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت،حکمت اور اس موضوع کے متعلق علم کے اثبات کی دلیل ہے۔(تفسیر سعدی:2246/3)

(6)﴿يَسْبَحُ﴾کے معنی پانی یا ہوا میں نہایت تیز رفتاری سے گزر جانا یا تیرنا۔اور فلک کے معنی سیاروں کے مدارات یا ان کی گزرگاہیں (Orbits) ہیں۔اس آیت میں پہلے صرف سورج اور چاند کا ذکر فرمایا پھر کل کا لفظ استعمال فرمایا جو جمع کے لیے آتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج اور چاند کے علاوہ باقی سیارے بھی فضا میں تیزی سے گردش کر رہے ہیں۔اور چونکہ ہماری زمین بھی ایک سیارہ ہے لہٰذا یہ اب محو گردش ہے۔البتہ زمین کی گردش کے متعلق چند مخصوص وجوہ کی بنا پر استثناء ممکن ہے اور زمین کی گردش کے متعلق آج تک چار نظریے بدل چکے ہیں۔(تیسیر القرآن:685,684/3)

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا،وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج،چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں،سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''(الاعراف:54)

سوال 2:سورج کے بس میں کیوں نہیں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے؟

جواب:سورج کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت نہیں دی کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور اس کی روشنی ختم کر دے۔دونوں کے راستے جدا جدا ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے نہ ٹکرانے سے اپنی قدرت کا کیسے ثبوت دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے۔ اُس نے ستاروں اور سیاروں کے درمیان فاصلے رکھے ہیں تا کہ انہیں ٹکرانے سے بچایا جا سکے سورج اور سارے سیارے ایک نظام میں بندھے ہوئے ہیں۔ ان کو باندھنے والا رب ہی قدرت والا ہے۔

سوال4: رات دن سے پہلے کیوں نہیں آسکتی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کا ایسا نظام بنایا ہے کہ دونوں ہی ایک دوسرے سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔

سوال5: سارے سیارے ایک مدار میں کیسے تیرتے ہیں؟

جواب: (1) سیاروں کی حرکت ایسی ہی ہے جیسے کوئی جہاز سمندر میں تیرتا ہے۔

(2) زمین، چاند، سورج اور سب سیاروں کا ایک مدار مقرر ہے۔ سب اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔

(3) سارے سیارے کروڑوں سال سے اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں اور ان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔

سوال6: سیاروں کی گردش سے انسان کو کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: سیاروں کی گردش سے انسان کو ایک رب کی بے پناہ قدرت کا سبق ملتا ہے۔ وہی ایک ہے، سب سے بڑا ہے۔ وہی عظیم ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾

''اور اُن کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا'' (41)

سوال1: ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کشتیاں اور جہاز ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی کشتیاں اور جہاز بھی ہیں جو سمندر میں مال اور مسافر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر منتقل کرتے ہیں، کشتیوں اور جہازوں کے اس عظیم سفر کے لیے رب العزت نے سمندر انسان کے قبضے میں دے دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے ﴿اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا'' رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی پہلی کشتی میں نسل انسانی میں سے ایمان لانے والوں کو نجات دی تھی، رب العزت نے انہیں طوفان سے بچا لیا تھا اور باقی ساری دنیا ڈبو دی تھی۔

(3)نسل کوسوار کرنے سے مراد باپ دادا کوسوار کرنا ہے جن سے بعد میں آنے والے سارے انسانوں کی نسل چلی۔

(4) بھری ہوئی کشتی میں جانوروں کے جوڑے اور دیگر سامان تھا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے کس بھری ہوئی کشتی میں انسانی نسل کوسوار کروایا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی میں انسانی نسل کوسوار کروایا۔انسانوں کے آباء چونکہ اس کشتی میں موجود تھے اس لیے یہ فرمایا کہ انسانوں کوسوار کروایا۔(2) یہاں اس سے مراد یہ بھی ہے کہ انسان بھری ہوئی کشتیوں میں اپنے بچوں کے ساتھ سوار ہوتے ہیں۔

﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ﴾

''اور ہم نے اُن کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں''(42)

سوال1:﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ﴾''اور ہم نے اُن کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں''رب العزت نے ہرطرح کی سواریاں بنائیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ﴾''اور ہم نے اُن کے لیے پیدا کی ہیں''یعنی اللہ رب العزت نے ہرطرح کی سواریاں بنائیں۔

(2)﴿مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾''اس جیسی اور چیزیں''یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی کشتی بنانا انسان نے سیکھ لیا جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی تھی۔اس لحاظ سے سیدنا نوح علیہ السلام ہی کشتی یا جہاز کے موجد ہیں اور یہ مراد بھی لی جاسکتی ہے کہ کشتی جیسی کوئی اور چیز یا چیزیں بھی پیدا کیں اور اس سے مراد وہ تمام سواریاں لی جاسکتی ہیں جو سمندر یا خشکی یا فضا میں چلتی ہیں اور انسان ان پر سوار ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن،3/685)

(3)یعنی پہلے دور میں سواریوں کے لیے جانور تخلیق کیے جیسے اُونٹ اور بعد کے زمانے کے لیے اس کشتی جیسی اور سواریاں بھی ایجاد ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہوں گی،اللہ تعالیٰ نے ان سواریوں کی صنعت کی تعلیم دی۔

سوال2: کشتی جیسی اور کون سی سواریاں رب نے بنائی ہیں؟

جواب: کشتی کی طرح انسانوں اور سامانِ تجارت کو لے جانے والی سواریاں بحری جہاز، ہوائی جہاز، بسیں، ریل گاڑیاں، کاریں، راکٹس اور دیگر نقل وحمل کی اشیاء ہیں۔

﴿وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ﴾

''اور اگر ہم چاہیں تو اُنہیں غرق کردیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریادرس ہوگا اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے''(43)

سوال1:﴿وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ﴾''اور اگر ہم چاہیں تو اُنہیں غرق کردیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریادرس ہوگا اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ﴾''اور اگر ہم چاہیں تو اُنہیں غرق کر دیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریادرس ہوگا''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو مصیبت میں مبتلا شخص کی مدد کر سکے۔

(2) گہرے سمندر میں کشتی کی حیثیت ایسی ہوتی ہے جیسے طوفان میں ایک تنکے کی۔ گہرے سمندر میں کشتی خواہ کتنی ہی بھاری ہو، سائنسی اُصولوں کے مطابق بنی ہو، انسانی تدبیر کشتی کو سمندر میں ڈوبنے سے نہیں بچا سکتی۔ کوئی ڈوبتی کشتی کے لیے فریادرس نہیں ہوتا کہ وہ بچائے جا سکیں۔

(3)﴿وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ﴾''اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے''یعنی جو مصیبت میں مبتلا کو بچا سکے۔

(4)یعنی اگر اللہ تعالیٰ کشتی والوں کو ڈبو دے تو کوئی بچانے والا، کوئی فریادرس نہ ہوتا۔

﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ﴾

''مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے''(44)

سوال1:﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ﴾''مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے دیتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا﴾''مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے''رب العزت نے فرمایا یہ ہماری رحمت ہے کہ غرق ہونے والوں کو نجات دیتے ہیں۔

(2)﴿وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ﴾''اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے''یعنی غرق ہونے کے بعد جب وہ بچا لیتا ہے تو اپنے مقررہ وقت تک فائدہ اُٹھانے کی مہلت دیتا ہے۔

(3)یعنی اللہ تعالیٰ خشکی اور تری میں بحفاظت چلاتا ہے اور اپنے مقررہ وقت تک سلامت رکھتا ہے تاکہ لوگ معین وقت تک فائدہ اُٹھا لیں۔

سوال2: کشتی کو ڈوبنے سے کون بچاتا ہے؟

جواب: کشتی کو سمندر میں ڈوبنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بچاتی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی رحمت کب تک انسان کا ساتھ دیتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے انسان کو خاص وقت تک دنیا میں فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی رحمت پر غور و فکر کرنے سے انسان کو کیا فائدہ نصیب ہوتا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی رحمت پر غور و فکر کرنے کی وجہ سے انسان کو سرکشی چھوڑ کو تواضع اختیار کرنے کا موقع ملتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے انسان کا اپنے رب سے امید کا رشتہ جُڑ جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس سے بچو جو تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے تا کہ تم پر رحم کیا جائے''(45)

سوال1:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس سے بچو جو تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے لیے تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ﴾''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس سے بچو جو تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے'' یعنی جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت کے لیے تقویٰ اختیار کرنے کی رغبت دلائی کہ پچھلے گناہوں سے بچو پچھلے گناہوں سے توبہ کرلو اور آئندہ گناہ کرنے چھوڑ دو تو توقع ہے کہ تم پر رحمت کی جائے گی۔

(2)یعنی برزخ اور قیامت کے احوال اور دنیاوی سزاؤں سے اپنا بچاؤ کرو۔(تفسیر سعدی:2248/3)

(3)﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾''تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' یعنی تقویٰ اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے بچالے گا، تمہیں اپنی عافیت میں رکھے گا۔

(4)تقویٰ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے اسی لیے رب العزت نے تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

سوال2:انسان کو کس وجہ سے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرنے کی دعوت دی گئی؟

جواب:انسان کو اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرنے کی دعوت اس لیے دی گئی تا کہ اُن پر رحم کیا جائے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کے آگے اور پیچھے ہونے کا شعور انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:یہ شعور انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کر دیتا ہے۔

سوال4:انسانوں سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ گناہوں سے بچو تا کہ تم پر رحم کیا جائے تو ان کا کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب:عام طور پر انسان سنی اَن سنی کرتے ہیں۔

﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾

''اور اُن کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اُس سے منہ ہی موڑنے والے ہوتے ہیں''(46)

سوال1:﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾''اور اُن کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں

میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اُس سے منہ ہی موڑنے والے ہوتے ہیں'' نشانیاں دیکھ کر وہ منہ موڑ جاتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾''اور اُن کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی'' اللہ رب العزت نے اپنی رحمت سے اپنی آیات نازل فرمائیں تا کہ بندے دین و دنیا میں ان سے راہنمائی حاصل کریں لیکن لوگوں کا عجیب حال ہے کہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی بھی آجائے جس سے توحید کی حقیقت اور رسالت کی تصدیق ہوتی ہو تو وہ اس پر توجہ ہی نہیں کرتے۔

(2)﴿اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾''مگر وہ اُس سے منہ ہی موڑنے والے ہوتے ہیں'' وہ اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور اسے ٹھکرا دیتے ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی نشانیاں انسانوں کے اندر کیسی تبدیلی پیدا کر سکتی ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی نشانیاں انسان کو جھنجوڑتی ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ کی نشانیاں انسان کو کائنات کے ساتھ ہم آہنگ کر دیتی ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے انسان اپنے خالق کو پہچان لیتا ہے۔اس کی عظمت کی وجہ سے انسان کے دل میں ڈر پیدا ہوتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے نشانیوں پر انسان کے رویے کی وضاحت کیسے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اِعراض کو واضح کیا ہے کہ انسان نشانیوں پر غور نہیں کرتے۔اسی وجہ سے انہیں فائدہ نہیں ہوتا اور وہ نشانیوں سے منہ پھیر جاتے ہیں۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرو جنہوں نے کفر کیا اُن لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ کیا ہم اُس کو کھلائیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں''(47)

سوال1:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرو جنہوں نے کفر کیا اُن لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ کیا ہم اُس کو کھلائیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی عجیب دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اُس

میں سے خرچ کرو'' یعنی جب ان کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرو۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ وہ نبی تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، تو ابوسفیان نے کہا، وہ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ (مسلم:4607)

(3) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ﴾ ''جنہوں نے کفر کیا اُن لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ کیا ہم اُس کو کھلائیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟'' وہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ بھی مال دار ہوتے، ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں؟

(4) ﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں'' یعنی تمہارا یہ کہنا کہ غریبوں، مسکینوں، محتاجوں پر خرچ کرو، سراسر غلطی ہے۔

(5) ان کا یہ قول ان کی جہالت یا تجاہل پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ مشیت الٰہی کسی نافرمان کی نافرمانی کے لیے ہرگز دلیل نہیں۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا، تاہم اس نے اپنے بندوں کو اختیار عطا کیا ہے اور انہیں قوت سے نوازا ہے جس کے ذریعے سے وہ اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کر سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی ایسی چیز کو ترک کرتے ہیں جس کی تعمیل کا انہیں حکم دیا گیا ہے تو وہ اپنے اختیار سے ترک کرتے ہیں اور ان پر کوئی جبر نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:3/2248، 2249)

(6) ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔'' (الشوریٰ:27)

(7) ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى (۵) وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى (۶) فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى (۷) وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى (۸) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى (۹) فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى (۱۰)﴾ ''چنانچہ جس نے دیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا اور بھلائی کو سچ مانا۔ پھر جلد ہی ہم اُس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے۔ اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہوا۔ اور بھلائی کو جھٹلایا۔ تو ہم جلد ہی اُس کو سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔'' (اللیل:5-10)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب کون دلاتا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے لیے اِنفاق کا حکم دیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ غرباء، مساکین اور ضرورت مندوں کے لیے خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

سوال 4: انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے حکم پر کیسا رویہ اختیار کرتے ہیں؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے (اِنفاق) کے حکم پر اہلِ ایمان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں کیوں کھلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ (2) لوگ کہتے ہیں کہ تم کھلی گمراہی پر ہو۔

سوال 5: ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں خود کھلاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے کھلانا نہ چاہا، جن کو غریب رکھنا چاہا، ہم انہیں دے کر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف کیوں کریں۔

سوال 6: ''تم کھلی گمراہی میں ہو'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ تم غرباء کی مدد کر کے نادانی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔

سوال 7: خرچ کرنے کے حکم پر ایسا جواب کون دیتا ہے؟

جواب: ایسا جواب وہ لوگ دیتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ جو اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کی اُمید نہیں رکھتے۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' (48)

سوال 1: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' مشرک قیامت کو ناممکن سمجھتے ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' وہ قیامت کو جھٹلاتے ہوئے عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(2) ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' یعنی اگر تم بعث اور آخرت کے آنے کے بارے میں اپنے قول میں سچے ہو (ایسر التفاسیر: 1276)

(3) یہ بتاؤ قیامت کب آئے گی؟ لوگ آخرت کی طرف سے بے فکر ہیں۔ اپنی زندگی اور عیش و آرام میں مست رہنا چاہتے ہیں اس لیے غفلت میں ڈوبے ہوئے مذاق اُڑانے کے لیے پوچھتے ہیں کہ سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ قیامت کب آئے گی؟ کیونکہ وہ اس وعدے کو سچ نہیں سمجھتے۔

(4) ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

﴿یَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: ''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:187)

سوال2: ﴿الْوَعْدُ﴾ سے کون سا وعدہ مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قیامت کا وعدہ ہے۔

﴿مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ﴾

''نہیں وہ انتظار کرتے مگر ایک ہی چیخ کا جو اُن کو پکڑ لے گی اور وہ جھگڑتے ہی رہ جائیں گے'' (49)

سوال1: ﴿مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ﴾ ''نہیں وہ انتظار کرتے مگر ایک ہی چیخ کا جو اُن کو پکڑ لے گی اور وہ جھگڑتے ہی رہ جائیں گے'' صور ان کو آ پکڑے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ﴾ ''نہیں وہ انتظار کرتے مگر ایک ہی چیخ کا جو اُن کو پکڑ لے گی'' یعنی وہ صرف ایک چیخ، زوردار دھماکے کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں گھبراہٹ میں مبتلا کر دے گا۔

(2) ﴿وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ﴾ ''اور وہ جھگڑتے ہی رہ جائیں گے'' سیدنا قتادہ رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ ﴿مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ قیامت لوگوں پر اچانک واقع ہو جائے گی۔ لوگوں کی مصروفیت کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی شخص اپنے جانور کو پانی پلا رہا ہوگا، کوئی پانی کا حوض صاف کر رہا ہوگا، کوئی شخص دکان میں سامان ترتیب دے رہا ہوگا اور اسی طرح کوئی شخص ناپ تول میں مصروف ہوگا کہ قیامت بپا ہو جائے گی، ان لوگوں کو اتنی بھی مہلت نہیں ملے گی کہ وہ گھر واپس جا سکیں یا ان کو وصیت کر سکیں۔ (جامع البیان:23/15)

(3) سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً﴾ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿صَیْحَةً وَّاحِدَةً﴾ سے مراد ''نفخة واحدة'' ہے یعنی ایک صور۔ (جامع البیان:23/15)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾ ''وہ انتظار نہیں کر رہے مگر قیامت کا کہ اچانک اُن پر آ جائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں۔'' (الزخرف:66)

(5) یعنی لوگ اپنے معاملات میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ بازاروں میں بھی ایسی ہی کیفیت ہوگی کہ ناگہانی طور پر چیخ ان کو پکڑ لے گی اور وہ

انہی مقامات (جہاں کھڑے تھے) پر فوت ہو جائیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر:15/3)

(6)﴿اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ لینے والی آفت آ جائے یا اچانک ان پر قیامت ہی آ جائے اور وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں'' (یوسف:107)

سوال 2: قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا خبر دی ہے؟

جواب: قیامت اچانک آئے گی۔ لوگ تکرار میں مصروف ہوں گے کہ اچانک صور پھونک دیا جائے گا اور قیامت آ جائے گی ﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ ''جس دن تم اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی جسے وہ دودھ پلا رہی ہوگی اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی۔ اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا'' (الحج:2)

﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

''پھر نہ وہ وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے'' (50)

سوال 1: ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''پھر نہ وہ وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے'' صور پھونکا جائے گا تو وہ گھروں کو لوٹ نہیں سکیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً﴾ ''پھر نہ وہ وصیت کی طاقت رکھیں گے'' اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو یہ مشرکین اتنی ہمت نہیں کر سکیں گے کہ اپنے اموال میں سے کسی شخص کے لیے وصیت کر جائیں۔ (جامع البیان:16/23)

(2)﴿وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے'' ﴿وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ سے مراد ہے کہ جو شخص گھر سے باہر ہوگا وہ گھر نہیں آ سکے گا اس لیے کہ اسے اتنی مہلت نہیں دی جائے گی۔ بلکہ یہ لوگ بہت جلد اجل کے منہ میں چلے جائیں گے۔ (جامع البیان:16/23)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت (اتنی اچانک) قائم ہو جائے گی کہ کوئی شخص اونٹنی (کا دودھ) دوہ رہا ہوگا (اور بعد ازاں دودھ کا) برتن اس کے منہ تک نہ پہنچا ہوگا کہ قیامت آ جائے گی۔ اسی طرح دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور وہ ابھی خرید و فروخت کر ہی رہے ہوں گے کہ قیامت آ جائے گی اور کوئی شخص اپنا حوض درست کر کے

لوٹا نہیں ہوگا کہ قیامت آجائے گی۔(مسلم:7413)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے نہ نکلے گا۔جب سورج مغرب سے نکلے گا اور لوگ دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے،یہی وہ وقت ہوگا جب کسی کے لیے ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا یا جس نے ایمان کے بعد عمل خیر نہ کیا ہو۔پس قیامت آجائے گی اور دو آدمی کپڑا درمیان میں (خرید وفروخت کے لیے) پھیلائے ہوئے ہوں گے۔ابھی خرید وفروخت بھی نہیں ہو چکی ہوگی اور نہ انہوں نے اسے لپیٹا ہی ہوگا (کہ قیامت قائم ہو جائے گی) اور قیامت اس حال میں قائم ہو جائے گی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر آرہا ہوگا اور اسے پی بھی نہیں سکے گا اور قیامت اس حال میں قائم ہو جائے گی کہ ایک شخص اپنا حوض تیار کر رہا ہوگا اور اس کا پانی بھی نہ پی پائے گا۔قیامت اس حال میں قائم ہو جائے گی کہ ایک شخص اپنا لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھائے گا اور اسے کھانے بھی نہ پایا ہوگا۔(بخاری:6506)

سوال2: قیامت کتنی دیر میں آجائے گی؟

جواب: قیامت اتنی جلدی آئے گی کہ کوئی وصیت نہیں کر سکے گا،کوئی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آسکے گا۔

رکوع نمبر3

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ﴾

''اور صور میں پھونکا جائے گا سو یکا یک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے''(51)

سوال:﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ﴾''اور صور میں پھونکا جائے گا سو یکا یک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے''زندگی بعد موت کے صور کے بعد حالات کیسے بدل جائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾''اور صور میں پھونکا جائے گا''یعنی جب سیدنا اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔

(2)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دیہاتی نے سوال کیا''یا رسول اللہ ﷺ! صور کیا ہے''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا''یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔''(ترمذی:3244)

(3)﴿فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ﴾''سو یکا یک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے''یہ دوسری بار صور پھونکنے کی آواز ہوگی جو مردوں کے قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے کے لیے ہوگی۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ﴾''جس دن ان پر سے زمین پھٹ

جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے۔'' (ق:44)

(5)﴿خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝﴾ ''ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:7-8)

(6) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں کیونکر آرام کروں حالانکہ نر سنگھے والا نرسنگا منہ میں لیے ہوئے ہے (یعنی صور) اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لگائے ہوئے منتظر ہے پھونکنے کے حکم کا کہ فوراً پھونک دے'' مسلمانوں نے کہا: ہم کیا کہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہو کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا اچھا وکیل ہے توکل کیا ہم نے اللہ پر وہ پروردگار ہمارا ہے'' اور کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہم نے۔'' (ترمذی:3243)

﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾

''وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا'' (52)

سوال: ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا'' رسولوں کو جھٹلانے والے حسرت اور ندامت کا اظہار کیسے کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' رسولوں کو جھٹلانے والے حسرت اور ندامت سے کہیں گے۔ ہمیں ہماری قبروں سے کس نے اٹھا کھڑا کیا۔

(2)﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا'' مومن جواب دیں گے کہ یہی قیامت کا دن ہے جس کا وعدہ مہربان رب نے اور اس کے رسولوں نے کیا تھا۔

(3)﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝﴾ ''چنانچہ آپ ان سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:6-8)

(4)﴿یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ﴾ ''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جارہے ہیں۔'' (المعارج:43)

(5)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے سوال کیا، یارسول اللہ ﷺ! صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔ (ترمذی:3244)

(6)اللہ تعالیٰ کی صفت الرحمٰن کا تذکرہ محض قیامت کے وعدے کی خبر دینے کے لیے نہیں ہوگا بلکہ اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ایسے مناظر دیکھیں گے جو کبھی حاشیہ خیال سے بھی نہ گزرے ہوں جیسا کہ فرمایا:﴿وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِیْلًا﴾ ''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے، لگاتار نازل کیا جانا۔'' (الفرقان:25)

﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾

''نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے ہوئے ہوں گے'' (53)

سوال:﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ ''نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے ہوئے ہوں گے'' ایک چنگھاڑ سے مردے حاضر ہوجائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً﴾ ''نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ'' قبروں والے مردے ایک چنگھاڑ سے جی اٹھیں گے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (۱۴)﴾ ''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔'' (النازعات:13،14)

(3)﴿وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ﴾ ''اور قیامت کا معاملہ پلک جھپکنے جیسا ہے یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے'' (النحل:77)

(4)﴿فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ ''تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے ہوئے ہوں گے'' یعنی سب صرف ایک ڈانٹ سے اول وآخر، جن اور انسان سب حاضر ہوجائیں گے۔(5)اس حاضری کے بعد ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

﴿فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''چنانچہ آج کے دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا سوائے اس کے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' (54)

سوال:﴿فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ آج کے دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا سوائے اس کے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دی جائے گی، آیت کی روشنی

میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ﴾''چنانچہ آج کے دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا''یعنی کسی کا کوئی نیک عمل کم نہیں کیا جائے گا، نہ کسی کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔

(2)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے۔(مسلم:6572)

(3)﴿وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾''اور تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا سوائے اس کے جو تم عمل کیا کرتے تھے''ہر کسی کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی، جس نے کوئی برائی یا بھلائی کی ہوگی اسے اس کی جزا سزا ملے گی۔

﴿إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ﴾

''یقیناً آج اہلِ جنت اپنے شغل میں خوش ہیں''(55)

سوال:﴿إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ﴾''یقیناً آج اہلِ جنت اپنے شغل میں خوش ہیں''جنت والے سدا بہار باغوں میں بسائے جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے اعمال کی جزا کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے اہل جنت کے بارے میں فرمایا:﴿إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ﴾''یقیناً آج اہلِ جنت''جنت والے سدا بہار باغوں میں بسائے جائیں گے۔

(2)﴿الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ﴾''اپنے شغل میں خوش ہیں''اہل جنت ایسے مشاغل میں ہوں گے جس سے ان کے نفس اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گے۔ وہ لذتوں میں اس قدر خوش وخرم ہوں گے کہ ہر چیز سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے روز) ایک پکارنے والا (فرشتہ جنتی لوگوں کو) پکار کر کہے گا، تم لوگ ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی، ہمیشہ جوان رہو گے کبھی تم پر بڑھاپا نہیں آئے گا اور ہمیشہ مزے کرو گے کبھی رنجیدہ نہیں ہو گے۔(مسلم:7157)

(4)سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک پکارنے والا پکارے گا (یعنی جنت میں) کہ تمہارے لیے زندگی ہے کہ تم کبھی نہ مرو گے، اور تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے، اور تم جوان رہو گے کہ کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور تم ہمیشہ آرام میں رہو گے کہ کبھی تکلیف نہ پاؤ گے یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾''یعنی یہی جنت ہے کہ وارث ہوئے تم اس کے اپنے عملوں کے بدلے۔''(ترمذی:3246)

﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ﴾

''وہ اور اُن کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے گھنے سایوں میں ہوں گے'' (56)

سوال: ﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ﴾ ''وہ اور اُن کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے گھنے سایوں میں ہوں گے'' اہل جنت کمال راحت، اطمینان اور لذت میں ہوں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ﴾ ''وہ اور اُن کی بیویاں'' یعنی اہل جنت اور ان کی پاکیزہ، خوب صورت اور خوب سیرت بیویاں۔

(2) ﴿فِیْ ظِلٰلٍ﴾ ''گھنے سایوں میں ہوں گے'' جنت کے درختوں کی گھنی چھاؤں میں ہوں گے۔

(3) ﴿عَلَی الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ﴾ ''تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے'' وہ خوبصورت مسہریوں اور مسندوں پر بے فکری سے آرام کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ (4) مسند پر تکیہ لگانا کمال راحت، اطمینان اور لذت کی دلیل ہے۔

(5) ﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (۱۱) وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِیْرًا (۱۲) مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِكِ ۚ لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا (۱۳) وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا (۱۴)﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے اور اس کی وجہ سے جو اُنہوں نے صبر کیا بدلہ میں انہیں جنت اور ریشم دیا وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی۔ اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے۔ اور اُس کے خوشے اُن کے بالکل تابع کر دیئے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔'' (الدھر: 11-14)

﴿لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ﴾

''اُس میں ان کے لیے لذیذ پھل ہوں گے اور اُن کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ طلب کریں گے'' (57)

سوال: ﴿لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ﴾ ''اُس میں ان کے لیے لذیذ پھل ہوں گے اور اُن کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ طلب کریں گے'' تازہ پھل اور جو چاہیں گے پائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ﴾ ''اُس میں ان کے لیے لذیذ پھل ہوں گے'' جنت میں ان کے لیے ہر قسم کے لذیذ اور تازہ پھل تیار رہیں گے مثلاً انار انگور وغیرہ۔

(2) ﴿وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ﴾ ''اور اُن کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ طلب کریں گے'' جنت میں وہ جو چاہیں گے، جس کی تمنا ہوگی، جس کی خواہش کریں گے پالیں گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ﴾ ''اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی۔'' (الزخرف: 71)

(3)ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہش منداور اس کے لیے تیاریاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے؟ جس میں کوئی خوف وخطر نہیں، رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہے اس میں تازگیاں بے حد ہیں۔اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے اس کے بالاخانے مضبوط بلنداور پختہ ہیں اس کی نہریں بھری ہوئی اور بہہ رہی ہیں۔اس کے پھل ذائقے دار، پکے ہوئے اور بکثرت ہیں۔اس میں خوبصورت نوجوان حوریں ہیں اوران کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں،اس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں،وہ سلامتی کا گھر ہے،وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے،اس کی نعمتیں بہ کثرت اور عمدہ ہیں اوراس کے محلات بلند وبالا اور مزین ہیں۔یہ سن کر جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے سب نے کہا نبی کریم ﷺ ہم اس کے لیے تیاری کرنے اوراس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں، ہیں،آپ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ کہو چنانچہ انہوں نے کہا ان شاء اللہ۔(تفسیر ابن کثیر:4/351)

(4)﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۳۱) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (۳۲)﴾ ”ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔“(حم السجدۃ:31،32)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(قیامت کے روز) ایک پکارنے والا (فرشتہ جنتی لوگوں کو) پکار کر کہے گا تم لوگ ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی، ہمیشہ جوان رہو گے کبھی تم پر بڑھاپا نہیں آئے گا اور ہمیشہ مزے کرو گے کبھی رنجیدہ نہیں ہو گے۔(مسلم:7157)

﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾

”رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا“(58)

سوال:﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ”رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا“ جنت والوں کے لیے رب رحیم کے سلام کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿سَلٰمٌ﴾ ”سلام“ اہل جنت کی عزت اور لذت کا اس وقت کیا حال ہو گا جس وقت انہیں سلام کیا جائے گا۔

(2)﴿قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ”رب رحیم کی طرف سے کہا جائے گا“ مہربان رب اہل جنت کو سلام فرمائے گا اور ان سے کلام کرے گا۔

(3)مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: جنت کے ہر دروازہ سے ملائکہ یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے اے اہل جنت تم پر تمہارے رب رحیم کی طرف سے سلامتی ہے دوامی سلامتی ہے۔(تفسیر الوسیط:3/517)

(4)﴿قَوْلًا﴾ کے ذریعے سے مؤکد کیا اور جب رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام بھیجا جائے گا تو انہیں ہر لحاظ سے مکمل سلامتی حاصل

ہوگی۔ انہیں سلام کہا جائے گا جس سے بڑھ کر کوئی سلام نہیں اور اس جیسی کوئی نعمت نہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے بادشاہوں کے بادشاہ، رب عظیم اور رؤف رحیم کی طرف سے اکرام وتکریم کے گھر میں رہنے والے ان لوگوں کو بھیجا گیا سلام کیسا ہوگا، جن پر اس کی رضا سایہ کناں اور جن سے ناراضی ہمیشہ کے لیے دور ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے موت مقدر کی ہوتی یا فرحت وسرور کی وجہ سے حرکت قلب کا بند ہو جانا مقرر کیا ہوتا تو وہ خوشی سے ضرور مر جاتے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں ان نعمتوں سے محروم نہیں کرے گا اور ہمیں اپنے چہرہ اقدس کا دیدار کرائے گا۔'' (تفسیر سعدی: 2251/3)

(5) یا ارحم الراحمین ہمیں نعمت عظمیٰ عطا فرمانا۔

﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ﴾

''اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ'' (59)

سوال: ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ﴾ ''اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ'' قیامت کے دن کافر مسلمانوں سے دور کر دیے جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ﴾ ''اور آج تم الگ ہو جاؤ'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حکم دیں گے الگ ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔

(2) ﴿أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ﴾ ''اے مجرمو!'' حکم ہوگا اے مجرمو! مومنوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور اپنے ٹھکانے دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد کبھی ایمان والوں کے ساتھ تم اکٹھے نہیں ہو سکو گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔'' (الروم: 14)

(4) ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ﴾ ''پس آپ اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا قائم رکھیں اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دن آئے جس کا ٹل جانا نہیں ہے، اُس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے'' (الروم: 43)

(5) ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ﴾ ''اور جس دن ہم اُن سب کو جمع کریں گے۔ پھر جنہوں نے شرک کیا ہوگا اُن سے کہیں گے کہ تم بھی اور تمہارے شریک بھی اپنی اپنی جگہ رہو۔ پھر ہم اُن کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے۔'' (یونس: 28)

(6) ﴿احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ (22) مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ (23)﴾

''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے ساتھیوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے ماسوا پھر اُن کی

دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو۔" (الصافات:22,23)

﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

"اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے" (60)

سوال: ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ "اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے" کافروں کی ندامت کے لیے اللہ تعالیٰ کی ڈانٹ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ﴾ "کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی" قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کافروں سے کہے گا کیا میں نے تمہیں وصیت نہیں کی تھی، رسولوں کے ذریعے تمہیں حکم نہیں دیا تھا۔

(2) ﴿يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ﴾ "اے آدم کی اولاد! کہ شیطان کی عبادت نہ کرو" اللہ تعالیٰ جہنم میں جانے سے پہلے کافروں کو قائل کریں گے کہ اے آدم کے بچو! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا یعنی اس کی اطاعت، اس کی پیروی نہ کرنا۔

(3) ﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ "کہ شیطان کی عبادت نہ کرو" اس نے وسوسے ڈال کر کتنی کثیر مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ کیا میں نے تمہیں تمہارے دشمن سے بچانے کے لیے خبردار نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے تمہیں اس کے طریقہ واردات سے آگاہ نہیں کیا تھا؟ کیا پیغمبروں نے شیطان کی عبادت سے نہیں روکا تھا؟ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو روکا ﴿يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا﴾ "اے میرے ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں، یقیناً شیطان ہمیشہ سے رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے۔" (مریم:44)

(4) حشر کے میدان میں لوگ اعتراف کریں گے ﴿لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ "بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔" (الفرقان:29)

﴿وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾

"اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے" (61)

سوال: ﴿وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ "اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے" اللہ تعالیٰ کی عبادت کا راستہ ہی سیدھا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ﴾''اور یہ کہ تم میری عبادت کرو''رب العزت حشر کے میدان میں کافروں سے مخاطب ہوکر فرمائیں گے کہ میں نے تمہیں صرف اپنی عبادت کا حکم دیا تھا۔اپنی توحید اور اپنی اطاعت کا حکم دیا تھا اور یہ کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔

(2)﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾''یہ سیدھا راستہ ہے''میری عبادت سیدھا راستہ ہے۔یعنی شیطان کی عبادت چھوڑنے اور رحمٰن کی اطاعت کرنے کا راستہ ہی سیدھا دارالسلام تک پہنچاتا ہے مگر تم نے سیدھے راستے کو چھوڑ کر شیطان کا راستہ اختیار کرلیا۔

﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناوہ تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟''(62)

سوال:﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناوہ تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟''شیطان نے بہت سی مخلوق کو گمراہ کردیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا﴾''اور بلاشبہ یقیناوہ تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا''رب العزت قیامت کے دن فرمائیں گے شیطان نے اپنے رسولوں سے،تزئین اعمال سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کردیا۔

(2)تم نے میرے ساتھ کیے گئے عہد کی حفاظت نہ کی،تم نے میری اطاعت نہ کی،تم نے میری مخالفت کی اور میری خالص عبادت کو چھوڑ کر شیطان سے دوستی رکھی تو اس نے بہت زیادہ مخلوق کو گمراہ کردیا۔

(3)﴿اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾''تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے''یعنی اے شرک کرنے والو اس وقت تمہارے پاس عقل نہیں تھی جب تم نے شیطان کی اطاعت کرکے غیراللہ کو معبود بنایا تھا۔یہ تمہارے لائق نہ تھا کہ تم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی اطاعت کرو اور غیراللہ کی عبادت کرو۔(جامع البیان:25/23)(4)اگر تمہاری عقل درست ہوتی تو تم اپنے بدترین دشمن کو اپنا سرپرست نہ بناتے۔

(5)کیا تمہارے پاس عقل نہیں تھی کہ تم شیطان کی دشمنی کے بارے میں جانتے اور تم یہ جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے۔

(تفسیر قرطبی:36/8)

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

''یہ جہنم ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا''(63)

سوال:﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾''یہ جہنم ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا''یہی جہنم ہے جس سے رسول تمہیں ڈراتے تھے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ﴾''یہ جہنم ہے''رب العزت فرمائیں گے تم نے عقل سے کام نہ لیا،اپنے دشمن شیطان کی اطاعت کی۔تم نے

اپنے مہربان رب کی مخالفت کی، اس کے ساتھ ملاقات کا انکار کیا اور دارالجزا میں آ گئے ہو تو دیکھ لو یہی جہنم ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھو تمہارا پتہ پانی ہو جائے گا۔ یہی جہنم ہے۔

(2)﴿الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا'' تمہارے کفر پر، اللہ تعالیٰ کے انکار اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے پر تمہیں اس جہنم کی وعید دی جاتی تھی۔ جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (۴۲) وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۴۳)﴾ ''بے شک میرے بندوں پر تیرے لیے کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلیں گے۔ اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔'' (الحجر:42،43)

(3)﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا! پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تم سب کا پورا پورا بدلہ یقیناً جہنم ہی ہے'' (بنی اسرائیل:63)

﴿اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾

''آج اس میں داخل ہو جاؤ اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' (64)

سوال:﴿اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''آج اس میں داخل ہو جاؤ اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' کفر کے بدلے میں جہنم میں داخل ہو جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ﴾ ''آج اس میں داخل ہو جاؤ'' رب العزت حکم دیں گے کہ آج کے دن جہنم جاؤ اور جلو۔

(2)﴿بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' تم اللہ کی آیات کا اس کی ملاقات اور رسولوں کی رسالت کا انکار کیا کرتے تھے اپنے کفر کے بدلے میں جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے جھٹلانے کی وجہ سے آگ تیار ہے جسم کے ہر حصے کو جلائے گی جیسا کہ فرمایا:﴿یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (۱۳) هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۱۴) اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (۱۵)﴾ ''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟'' (طور:13-15)

﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾

''آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے'' (65)

سوال:﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ ''آج ہم اُن

کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے'' قیامت کے دن گویائی سلب کر لی جائے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَلْیَوْمَ﴾ ''آج'' یعنی قیامت کے دن۔

(2)﴿نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ﴾ ''ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے'' جب کافر اور منافق قسمیں کھا کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلائیں گے تو رب العزت فرمائیں گے آج تو ہم ان کے منہ پر مہر لگا کر انہیں گونگا بنا دیں گے۔ اب یہ انکار نہیں کر سکیں گے۔ اب یہ اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ جھٹلا سکیں۔

(3) مہر لگانے کی ضرورت اس لیے پیش آئے گی کہ ابتداء میں مشرکین قیامت کے دن جھوٹ بولیں گے۔

(4)﴿وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ﴾ ''اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے'' ان کے اعضاء ان کی نافرمانیوں اور دنیا میں کیے جانے والے گناہوں کی گواہی دیں گے۔ ہر عضو اپنی اپنی گواہی دے گا۔

(5) اعضاء کو رب العالمین قوت گویائی دے گا جس نے ہر چیز کو قوت گویائی عطا فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَیْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: ''تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟'' وہ کہیں گی: ''ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دے دی'' اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو'' (حم السجدہ:21)

(6)﴿وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ ''اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے'' یعنی دنیا میں جو گناہ کرتے تھے پاؤں بھی خلاف گواہی دے دیں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے۔'' (النور:24)

(7) ہر عضو اپنے جرم کی گواہی دے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جونہی وہ آجائیں گے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی اس کی جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' (حم السجدہ:20)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں دوپہر کے وقت میں جبکہ کوئی بادل نہ ہو، سورج کے دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جبکہ بادل نہ ہوں کوئی

مشقت ہوتی ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کہ تم لوگوں کو اپنے رب کو دیکھنے میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جتنا تمہیں سورج اور چاند میں کسی ایک کے دیکھنے میں حجاب ہوتا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد اللہ بندوں سے ملاقات (یعنی حساب) کرے گا اور فرمائے گا: اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تجھے جوڑا نہیں بنایا (یعنی تیری شادی نہیں کی) اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور تو ان سے چوتھائی حصہ لیتا تھا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں! اے پروردگار۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ وہ عرض کرے گا نہیں۔ پھر اللہ عزوجل فرمائیں گے: کہ میں تجھے بھلا دیتا ہوں جس طرح کہ تو نے مجھے بھلا دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ دوسرے سے ملاقات کرے گا۔ اور فرمائے گا: اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تجھے جوڑا نہیں بنایا (یعنی تیری شادی نہیں کی) اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور تو ان سے چوتھائی حصہ لیتا تھا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں! اے پروردگار۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ وہ عرض کرے گا نہیں۔ پھر اللہ عزوجل فرمائیں گے: کہ میں تجھے بھلا دیتا ہوں جس طرح کہ تو نے مجھے بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ تیسرے سے ملاقات کرے گا اور اللہ اسے بھی اسی طرح سے فرمائے گا وہ عرض کرے گا اے پروردگار میں تجھ پر اور تیری کتابوں پر، اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور میں نے روزہ رکھا اور میں نے صدقہ وخیرات کیا۔ اس سے جس قدر ہو سکے گی وہ اپنی نیکی کی تعریف کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے ابھی تیری نیکیوں کا پتہ چل جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اسے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں وہ اپنے دل میں غور وفکر کرے گا کہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران گوشت ہڈیوں سے کہا جائے گا بول۔ تو پھر اس کی ران اس کا گوشت، اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے بولیں گی اور یہ سب اس وجہ سے ہوگا کہ کوئی اپنے نفس کی طرف سے کوئی عذر قائم نہ کر سکے اور یہ منافق آدمی ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرمائے گا۔'' (مسلم:7438)

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ﴾

''اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً اُن کی آنکھوں کو مٹا دیں۔ پھر وہ راستے کی طرف بڑھیں تو وہ کہاں سے دیکھیں گے؟'' (66)

سوال 1: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً اُن کی آنکھوں کو مٹا دیں۔ پھر وہ راستے کی طرف بڑھیں تو وہ کہاں سے دیکھیں گے؟'' بینائی سلب کر لی جائے گی تو راستہ کہاں سے دیکھو گے؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ﴾''اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً اُن کی آنکھوں کو مٹا دیں''رب العزت نے فرمایا کہ ہم چاہیں تو بینائی سلب کرلیں۔کیا پہلے قوت گویائی سلب نہیں کرلی تھی۔

(2)یعنی اگر ہم چاہیں تو انہیں ہدایت سے اندھا کردیں اور انہیں دلیل کے راستے سے ہی گمراہ کردیں۔(جامع البیان:26/23)

(3)یعنی اگر ہم چاہیں تو انہیں ہدایت کے راستے سے ہٹا کر اندھا بنا دیتے۔﴿فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ﴾''پھر وہ راستے کی طرف بڑھیں''سیدھے راستے کی طرف بڑھو یہی راستہ جنت تک لے جاتا ہے۔

(4)﴿فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ﴾''تو وہ کہاں سے دیکھیں گے''یعنی ان کی بینائی تو سلب ہوگئی اب دیکھیں گے کہاں سے؟

(5)اندھا کیسے راستے کی ہدایت پاسکتا ہے۔ایسے ہی گمراہ بھی صراط مستقیم نہیں پاسکتا۔اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دیں۔دل عطا کیے جو باطن کی آنکھ ہے۔اب اگر کوئی خود آنکھیں بند کرلے تو راستہ کہاں سے پائے گا؟

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ﴾

''اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی جگہ پر ہی اُن کی صورتیں بدل دیں، پھر نہ وہ آگے چل سکیں گے اور نہ ہی پیچھے پلٹ سکیں گے''(67)

سوال1:﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ﴾''اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی جگہ پر ہی اُن کی صورتیں بدل دیں، پھر نہ وہ آگے چل سکیں گے اور نہ ہی پیچھے پلٹ سکیں گے''اللہ تعالیٰ صورتیں بدل سکتا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ﴾''اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی جگہ پر ہی اُن کی صورتیں بدل دیں''رب العزت نے اپنی قدرت اور اختیار کی وضاحت فرمائی ہے کہ تم جسے اپنا وجود سمجھتے ہو ہم چاہیں تو صورت بدل دیں۔(2)یعنی ہم چاہیں تو ان کی حرکت سلب کرلیں۔

(3)﴿فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا﴾''پھر نہ وہ آگے چل سکیں گے''جب حرکت نہیں ہوگی تو وہ کیسے چل پھر سکتے ہیں۔آگے کی جانب کیسے جائیں گے اور نہ پیچھے کی طرف جاسکتے ہیں۔

(4)﴿وَّلَا يَرْجِعُوْنَ﴾''اور نہ ہی پیچھے پلٹ سکیں گے''اور نہ آگ سے دور رہنے کے لیے پیچھے لوٹ سکیں گے۔معنی یہ ہے کہ ان کفار کے لیے عذاب ثابت ہوگیا لہٰذا ان کو ضرور عذاب دیا جائے گا اور اس مقام پر جہنم کے سوا کچھ نہیں جو سامنے ہے اور اس پر بچھے ہوئے پل کو عبور کیے بغیر نجات کا کوئی راستہ نہیں اور اہل ایمان کے سوا اس پل کو کوئی عبور نہیں کرسکے گا۔اہل ایمان اپنے ایمان کی روشنی میں پل کو عبور کریں گے۔رہے یہ کفار تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے نجات کا کوئی وعدہ نہیں۔اگر اللہ تعالیٰ ان کی بینائی کو سلب کرلے اور ان کی

حرکت کو باقی رکھے تب اگر یہ راستے کی طرف بڑھیں تو اس تک پہنچ نہیں پائیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی حرکت کو بھی سلب کر لے تب یہ آگے بڑھ سکیں گے نہ پیچھے لوٹ سکیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ کفار پل صراط کو عبور کر سکیں گے نہ انہیں جہنم سے نجات حاصل ہوگی (تفسیر سعدی:2253-2254)

سوال 2: مسخ کے کیا معنی ہیں؟

جواب: (1) اس سے مراد پیدائش میں تبدیلی کے ہیں۔ (2) اس سے مراد انسان سے پتھر یا جانور کی حالت میں بدلنا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے یہ کس مقصد کے لیے کہا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی صورتیں بدل دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے فرمایا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو تمہاری صورتیں بدل ڈالیں پھر تم نہ آگے جا سکو نہ پیچھے پلٹ سکو گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور کفر چھوڑ دو۔

رکوع نمبر 4

﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾

'' اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اُسے ساخت میں اُلٹ دیتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے ؟'' (68)

سوال 1: ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ '' اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اُسے ساخت میں اُلٹ دیتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے ؟'' بوڑھا بچہ بن جاتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ '' اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اُسے ساخت میں اُلٹ دیتے ہیں'' یعنی انسان کی عمر بڑھتی ہے تو قوت اور جوانی کے بعد وہ کمزور اور بوڑھا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا حال بالکل بچے جیسا ہو جاتا ہے۔ اس کا جسم کمزور، عقل میں کمی اور علم سے خالی ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـــًٔا﴾ '' اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تاکہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے

کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے۔'' (الحج:5)

(2)﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُس کو لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔'' (التین:5)(تفسیر القاسمی:85/14)

(3)﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا۔ پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور وہ علم والا، قدرت والا ہے۔'' (الروم:54)

(4)﴿اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ نہیں سمجھتے؟'' یعنی کیا وہ نہیں سمجھتے کہ دنیا کی ہر چیز زوال پذیر ہے۔ انسان کی قوتیں بھی زوال پذیر ہیں۔ دنیا میں کسی چیز کو بقا نہیں۔ انسان کو یہ جان لینا چاہیے کہ اسے ایک ایسے جہان کی طرف منتقل ہونا ہے جہاں پائیداری اور دوام مل جائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کی جھلک دکھا کر انسان کو کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو اُلٹ دیتے ہیں یعنی شکل بوڑھوں والی اور عقل بچوں جیسی ہو جاتی ہے لیکن انسان سبق نہیں لیتا۔ وہ یوں ہی سمجھتا ہے کہ میری قوتیں اور طاقتیں لازوال ہیں اور میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے مراحل سے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو تم کیسے رب کے اختیار میں ہو، اس کے باوجود رسولوں کا مذاق اُڑاتے ہو اور حق کو قبول نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور ہم نے اُس کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ اُس کے لائق ہے، یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور واضح قرآن'' (69)

سوال 1: ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور ہم نے اُس کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ اُس کے لائق ہے، یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور واضح قرآن'' نبی ﷺ شاعر نہیں تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ﴾ ''اور ہم نے اُس کو شعر نہیں سکھایا'' مشرکوں نے نبی ﷺ پر شاعر ہونے کا الزام لگایا تو رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے اسے شاعری نہیں سکھائی۔

(2)﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ﴾ ''اور نہ وہ اُس کے لائق ہے'' نہ شاعری اس کے شایانِ شان ہے۔ آپ ﷺ کا رجحان شاعری کی طرف نہیں تھا اور آپ ﷺ کو شعر سے محبت نہیں تھی۔ شعراء کے اوصاف کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ (۲۲۵) وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ (۲۲۶)﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناً وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں؟ اور یقیناً وہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں۔'' (الشعراء:225،226)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا پیٹ پیپ سے بھرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اسے شعر سے بھرے۔ (بخاری:6154)

(4) آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے طبیعت ہی ایسی بنائی تھی کہ آپ ﷺ شعر کو موضوع نہیں کر سکتے تھے اور اگر کبھی کوئی دوسرے شاعر کا شعر پڑھتے تو اس کا وزن توڑ دیتے تھے۔ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان اور صفوان اور عیینہ اور اقرع ان سب کو سو سو اونٹ دیئے اور عباس بن مرداس کو کچھ کم دیئے تو عباس نے یہ اشعار کہے۔ جو اوپر مذکور ہوئے تب آپ ﷺ نے ان کے سو اونٹ پورے کر دیئے۔ ترجمہ اشعار: آپ میرا اور میرے گھوڑے کا حصہ جس کا نام عبید تھا عیینہ اور اقراع کے بیچ میں مقرر فرماتے ہیں حالانکہ عیینہ اور اقرع دونوں مرداس سے یعنی مجھ سے کسی مجمع میں بڑھ نہیں سکتے اور میں ان دونوں سے کچھ کم نہیں ہوں اور آج جس کی بات نیچے ہو گئی وہ پھر اوپر نہ ہوئی۔ تب آپ ﷺ نے سو اونٹ پورے کر دیئے۔ (مسلم: کتاب الزکوۃ:2443)

(5) ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور واضح قرآن'' یعنی یہ چیز جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں ''ذکر'' ہے۔ جس سے عقل مند لوگ تمام دینی مطالب میں راہنمائی حاصل کرتے ہیں، وہ تمام دینی کام کرنے کے حکم اور برے کاموں سے ممانعت کے طور پر انسانی فطرت میں ودیعت کر دیا ہے۔ ﴿وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ اور واضح قرآن ہے۔ یعنی جن امور کی تبیین مطلوب ہے ان سب کو بیان کرتا ہے۔ یہاں اس لیے معمول کو حذف کر دیا تا کہ وہ اس حقیقت پر دلالت کرے کہ وہ پورے حق کو اور باطل کے بطلان کو اجمالی اور تفصیلی دلائل کے ذریعے سے بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول ﷺ پر اسی طرح نازل فرمایا۔ (تفسیر سعدی:2255/3)

سوال 2: شاعری کیا ہوتی ہے؟

جواب: شاعری تاثرات کا بیان ہے۔

سوال 3: وحی اور شاعری میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) وحی انسانوں کے لیے ایک مستقل پروگرام ہے اور شاعری بدلنے والے تاثرات کا بیان ہے۔ (2) وحی بدلتی نہیں اور شاعری بدلتی رہتی ہے۔ (3) وحی خواہشات کے مطابق نہیں، حقیقت کے مطابق ہوتی ہے جبکہ شاعری خواہشات کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال 4: مشرکینِ مکہ کے الزام پر کہ آپ ﷺ شاعر ہیں، اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ آپ ﷺ شاعر ہیں، نہ قرآن شعری مجموعہ ہے۔ قرآنِ مجید اس سے برتر ہے کہ اس کو انسانی شاعری قرار دیا جا سکے۔

سوال 5: قرآن مجید کیا ہے؟

جواب: قرآن مجید نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

سوال 6: شاعری اور شعراء کے بارے میں اسلام کا موقف واضح کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ (۲۲۵) وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ (۲۲۶)﴾ ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ یقیناوہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں؟ اور یقیناوہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں۔'' (الشعراء: 225، 226)

(2) بعض مواقع پر شعر کہنے مسنون ہیں مثلاً مشرکوں کی برائی میں جیسے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں نے شاعری کی۔

(3) وہ اشعار مسنون ہیں جن میں حکمتیں، نصیحتیں اور آداب ہوں۔ یہ وصف جاہلیت کے شاعروں میں بھی پایا جاتا تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شعراء کے کلام سے سچا کلمہ لبید کا مصرعہ ہے جو یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب معدوم وفنا ہونے والا ہے۔'' (بخاری: 6147) (4) امیہ بن ابی الصلت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کے اشعار مومن اور دل کافر ہے۔

(5) کسی شاعر نے آپ ﷺ کے سامنے جو شعر پڑھے آپ ﷺ اس سے لطف اندوز ہوتے رہے اور فرماتے رہے اور سناؤ۔

(6) سیدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ چل رہے تھے کہ آپ ﷺ کو پتھر سے ٹھوکر لگی اور آپ ﷺ گر پڑے، اس سے آپ ﷺ کی انگلی سے خون بہنے لگا، تو آپ ﷺ نے یہ شعر پڑھا:

ہل انت الا اصبع دمیت ۔ وفی سبیل اللہ ما لقیت (بخاری: 6146)

تو تو ایک انگلی ہے اور کیا ہے تو زخمی ہوگئی کیا ہوا اگر راہ مولیٰ میں تو زخمی ہوگئی

(7) سیدنا ابو اسحاق رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا ان کے یہاں ایک شخص آیا اور ان سے کہنے لگا کہ یا ابو عمارہ! کیا تم نے حنین کی لڑائی میں پیٹھ پھیر لی تھی؟ انہوں نے کہا، میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے۔ البتہ جو لوگ قوم میں جلد باز تھے، انہوں نے اپنی جلد بازی کا ثبوت دیا تھا، پس قبیلہ ہوازن والوں نے ان پر تیر برسائے۔ سیدنا ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سفید خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے ''میں نبی ہوں اس میں بالکل جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔'' (بخاری: 431)

(8) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خندق کے دن خندق سے مٹی منتقل کر رہے تھے اور آپ کا بطن اطہر گرد وغبار سے اٹا ہوا تھا، آپ گھنے بالوں والے تھے اور آپ مٹی منتقل کرتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اشعار گنگنا رہے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا ، فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا ، إِنَّ الْأُولَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ، وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا﴾ ''اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ ہم صدقہ دیتے نہ ہم نماز پڑھتے۔ اے اللہ! ہمارے اوپر سکون نازل فرما، اگر دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم

رکھنا۔مشرکوں نے ہم پر بغاوت کردی ہے،تاہم جب وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کرنا چاہیں گے تو ہم انکاری ہیں۔(بخاری:4106)(مسلم:4670)

(9)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجر وانصار مدینہ کے اردگرد خندق کھود رہے تھے اور مٹی منتقل کررہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ ﴿نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا﴾ ہم ہی وہی ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کی بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے،اور نبی ﷺ ان کا (پرجوش انداز میں) یوں جواب دیتے۔﴿اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ﴾ ”اے میرے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے،انصار ومہاجرین کو معاف کردے۔“(بخاری:4099،4100،مسلم:4676)

(10)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:بلاشبہ کئی بیان جادو ہوتے ہیں اور یقیناً کئی شعر حکمت ہوتے ہیں۔(ابوداؤد:5011،ترمذی:2028)

﴿لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾

”تاکہ وہ ہر اُس شخص کو خبردار کردے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہوجائے“(70)

سوال1:﴿لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ”تاکہ وہ ہر اُس شخص کو خبردار کردے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہوجائے“ قرآن سے فائدہ اٹھانے والوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا﴾ ”تاکہ وہ ہر اُس شخص کو خبردار کردے جو زندہ ہو“ یعنی یہ قرآن اپنی ڈراووں اور تنبیہات سے انہیں فائدہ پہنچائے جس کا دل اور ضمیر زندہ ہو۔ایسے شخص کے علم،ایمان،عمل اور تقویٰ میں اضافہ ہوتا ہے۔ایسے شخص کے دل کے لئے قرآن عمدہ زمین میں بارش کی حیثیت رکھتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ﴾ ”آپ صرف اس شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی“(یٰس:11)

(2)﴿وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ”اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں“(فاطر:22)

(3)﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ آپ صرف اُنہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔اور جو شخص پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً اپنے ہی لیے اختیار کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(فاطر:18)

(4)﴿وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ”اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہوجائے“ یعنی کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہوچکی ہے۔اس قرآن کے ذریعے کافروں پر حجت قائم ہوجاتی ہے۔

(5)قرآن ایمان والوں کے لئے رحمت اور کافروں کے لئے حجت ہے۔

سوال2:قرآنِ مجید کا مقصد کیا ہے؟

جواب:(1)قرآنِ مجید کا مقصد انسانوں کو بُرے انجام سے بچنے کے لیے نصیحت کرنا ہے۔

(2)قرآنِ مجید کے نزول کا مقصد کافروں پر حجت تمام کرنا ہے۔

سوال3: یہاں زندہ سے کون مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جس کا دل صحیح ہو جو حق کو قبول کرتا ہو اور باطل سے انکار کرتا ہو۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ﴾

''اور کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا، پھر وہ اُن کے مالک ہیں'' (71)

سوال1:﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا، پھر وہ اُن کے مالک ہیں'' چوپائے اللہ تعالیٰ نے بنائے اور وہ مالک بن گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ یَرَوْا﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا'' رب العزت نے اپنے بندوں کو غور وفکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے دیکھا نہیں؟ کیا انہوں نے غور وفکر نہیں کیا؟

(2)﴿اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ﴾ ''یقیناً ہم نے ان کے لیے پیدا کیے'' رب العزت نے فرمایا: کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے؟

(3)﴿مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا﴾ ''اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا'' یعنی جن کو ہم نے تخلیق کیا اور بغیر کسی کی شراکت اور واسطے کے بنایا ہے۔

(4)﴿فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ﴾ ''پھر وہ اُن کے مالک ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کو ان کے لیے مسخر کیا، انہیں مالک بنا دیا۔ اب وہ جیسے چاہتے ہیں انہیں استعمال کرتے ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے ہاتھوں سے بنانے کا ذکر کیوں کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے بنانے کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس میں کسی اور کی شرکت نہیں، نہ کسی اور کا ان کے بنانے میں کوئی حصہ ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے چوپائے جانور پیدا کیے اور اب لوگ ان کے مالک ہو گئے ہیں، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے کہ انسان جیسے چاہتے ہیں جانوروں کو استعمال کر لیتے ہیں۔

(2)اگر اللہ تعالیٰ چوپایوں میں بھی وحشی پن پیدا کر دیتے تو یہ انسانوں سے دور بھاگتے اور ان کی ملکیت میں نہ آسکتے۔

﴿وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ﴾

''اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں''(72)

سوال1:﴿وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ﴾''اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں''مویشی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ﴾''اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا''مویشی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں انسان کے تابع کر دیا ہے۔(2)﴿فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ﴾''سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں''وہ ان جانوروں پر سواری بھی کرتے ہیں اور بوجھ بھی لادتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''اور گھوڑے، خچر اور گدھے تاکہ تم اُن پر سواری کرو اور زینت کے لیے اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔''(النحل:8)

(3)﴿وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ﴾''اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں''ان میں سے بعض جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے تاکہ تم اُن میں سے کسی پر سواری کرو اور اُن میں سے کسی کو تم کھاتے ہو۔''(غافر:79)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کو کیسے انسان کا تابع فرماں بنا دیا ہے؟

جواب:مویشیوں سے انسان جیسے چاہیں فائدہ اُٹھاتے ہیں وہ انکار نہیں کرتے حتیٰ کہ مویشیوں کے چھوٹے بچے بھی انسانوں کو اُٹھائے پھرتے ہیں اور انسان انہیں ذبح کر کے کھا جاتے ہیں۔

﴿وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾

''اور اُن (جانوروں) میں اُن کے کئی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟''(73)

سوال1:﴿وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾''اور اُن (جانوروں) میں اُن کے کئی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟''مویشیوں کے فوائد کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب(1)﴿وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ﴾''اور اُن (جانوروں) میں اُن کے کئی فائدے ہیں''اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں بہت سے فوائد رکھے ہیں۔ان میں زینت اور جمال بھی ہے اور دیگر فوائد بھی۔ان کی ریشم، ان کے بال اور ان کی کھال سے ایک مدت تک فائدہ اٹھایا جاتا

ہے۔(2)﴿وَمَشَارِبُ﴾''اور پینے کی چیزیں بھی''ان مویشیوں کے دودھ کو وہ پیتے ہیں۔

(3)﴿اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ﴾''تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟''کیا وہ ان نعمتوں کو ایک اللہ تعالیٰ کی تخلیق نہیں سمجھتے اللہ تعالیٰ ہی نے یہ نعمتیں عطا کی ہیں۔اس لیے ان کو استعمال کرتے ہوئے غور وفکر کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔

سوال2:سواری اور کھانے کے علاوہ مویشیوں سے کیا فوائد حاصل کیے جاتے ہیں؟

جواب:(1)مویشیوں کے اون اور بالوں سے لباس بنتے ہیں،کارپٹ بنتے ہیں،اونٹ کے بالوں سے کلاسیاں بنتی ہیں۔

(2)اُن کی چربی سے تیل حاصل ہوتا ہے۔(3)یہ کھیتی باڑی کے کام بھی آتے ہیں۔

(4)یہ وزن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے کام بھی آتے ہیں۔

سوال3:﴿اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ﴾''تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟''کی وضاحت کریں؟

جواب:کیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شعور حاصل کر کے ان انعامات پر شکر ادا نہیں کریں گے۔

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تا کہ اُن کی مدد کی جائے''(74)

سوال1:﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تا کہ اُن کی مدد کی جائے''انہوں نے غیر اللہ کو روزی کی امید پر معبود بنا لیا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً﴾''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں''انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو معبود بنا لیا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پانے کے بعد ان کی عبادت کرتے ہیں۔

(2)﴿لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾''تا کہ اُن کی مدد کی جائے''وہ ان سے روزی کی اور اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے کی امید رکھتے ہیں کہ جھوٹے معبود ان کی مدد کریں گے اور ان کی سفارش کریں گے حالانکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے اگر کوئی انگارے پر بیٹھ جائے اس کے کپڑے جل جائیں اور اس کا اثر اس کی کھال تک پہنچے یہ اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔(مسلم:2248)

سوال2:انسان اللہ تعالیٰ کی ناشکری کیسے کرتے ہیں؟

جواب:(1)انسان اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بننے کی بجائے غیر اللہ سے اُمیدیں باندھتے ہیں اور انہیں معبود بناتے ہیں۔

(2)انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں لیکن اُس کے احسانات کا شعور نہیں رکھتے۔انہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد نہیں

رہتے۔اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کھوٹے خداؤں کی طرف لپکتے ہیں۔

﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ﴾

''وہ اُن کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں'' (75)

سوال1:﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ﴾ ''وہ اُن کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں'' جھوٹے معبود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ﴾ ''وہ اُن کی مدد نہیں کر سکتے'' یعنی جھوٹے معبود اپنی مدد پر قدرت نہیں رکھتے تو ان کی کیا مدد کریں گے۔کوئی کسی کی مدد تب کر سکتا ہے جب وہ مدد کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے پاس مدد کرنے کی استطاعت بھی ہو۔وہ نہ تو استطاعت رکھتے ہیں اور نہ اپنے عبادت گزاروں کی مدد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(2)﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ﴾ ''اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں'' یعنی وہ ان کے حاضر باش لشکر ہوں گے۔یہ مشرکین کے خود ساختہ معبودوں کے بطلان کا بیان ہے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور ان سے مدد اور سفارش کی امید رکھتے ہیں، حالانکہ وہ انتہائی عاجز ہیں۔(تفسیر سعدی:2256/3)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے جھوٹے خداؤں سے باندھی جانے والی توقعات کی نفی کیسے کی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ معبودان کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔(2)یہ خود ان کے لیے حاضر ہونے والے ہیں یعنی وہ معبودان کی کیا مدد کریں گے، یہ خود ان کی مدد کرتے ہیں، ان کی حمایت اور مدافعت کرتے ہیں ورنہ وہ تو اپنی مدد کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾

''چنانچہ اُن کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں، یقیناً ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں'' (76)

سوال1:﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ ''چنانچہ اُن کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں، یقیناً ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں'' آپ ﷺ کا دل ان کے غم میں مشغول نہ ہو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ﴾ ''چنانچہ اُن کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا دل ان کے غم میں مشغول نہ ہو کہ آپ ﷺ رسول نہیں ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ شاعر، جادوگر، کاہن وغیرہ ہیں۔

(2)﴿إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ ''یقیناً ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان

کے ظاہری باطنی حالات کا پوری طرح سے علم رکھتا ہے۔ جب قیامت آئے گی اور حساب کتاب ہوگا تو ہم انہیں ان کے کاموں کی سزا دیں گے۔ آپ ﷺ ان کی باتوں پر ان کے حسد، تکبر، عناد پر غم نہ کریں۔ ان کی باتیں آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

(3) ﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (۳۳) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ (۳۴)﴾ ''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً ان کی باتیں غم زدہ کرتی ہیں، تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا۔ تو انہوں نے اُس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں۔'' (الانعام:33،34)

(4) ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ ''پھر شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' (الکہف:6)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کافروں کی بے اعتنائی پر کیسے تسلی دی گئی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کو ان کی باتیں غم میں مبتلا نہ کریں۔

(2) ان کی کھلی اور چھپی باتوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وہ ان سے حساب لے لے گا۔

﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے'' (77)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے'' زندگی بعد موت کے انکار کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب (1) ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ﴾ ''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں'' کیا زندگی بعد موت کا انکار کرنے والا اور اس میں شک کرنے والا انسان غور نہیں کرتا تاکہ اسے یقین حاصل ہو۔

(2) ﴿اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ''کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا'' یعنی ہم نے انسان کی تخلیق کی ابتداء نطفے سے کی۔ اپنی پیدائش سے موت کے بعد کی زندگی پر استدلال کیوں نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی نمونے کے بغیر ایک حقیر پانی کی بوند سے پیدا کیا۔ کون اسکی

قدرت پر انگلی اٹھا سکتا ہے۔رب العزت نے فرمایا ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (٢٠) فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (٢١) اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (٢٢)﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا معلوم اندازے تک'' (المرسلات:22-20)

(3)﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا﴾ ''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ ہم اسے آزمائیں، سو ہم نے اس کو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنایا۔'' (الدھر:2)

(4)﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ (١٧) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (١٨) مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ (١٩) ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ (٢٠) ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (٢١) ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (٢٢)﴾ ''اللہ کی مار ہو انسان پر کس قدر وہ ناشکرا ہے! (اللہ تعالیٰ نے) اُسے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ اُسے ایک نطفے سے پیدا کیا، پس اُس کی تقدیر مقرر کی۔ پھر اس نے اُس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ پھر اُسے موت دی، پھر اُسے قبر میں رکھوایا۔ پھر جب وہ چاہے گا اُسے دوبارہ زندہ کرے گا۔'' (عبس:22-17)

(5)﴿فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تو اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے'' تو یکا یک وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھتا ہے۔اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے نطفے سے اس کی تخلیق کی ابتدا کی۔ اسے ان دو حالتوں کے تفاوت پر غور کرنا چاہیے اور اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ہستی جو اسے عدم سے وجود میں لائی ہے زیادہ قدرت رکھتی ہے کہ اس کے مرنے اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جانے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرے۔ (تفسیر سعدی:2257/3)

(6) ایک دن نبی ﷺ نے ہتھیلی پر تھوک کر اس پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان تو مجھے کہاں ہرا سکتا ہے۔ میں نے تجھے اس جیسے مادے سے پیدا کیا۔ یہاں تک کہ جب میں نے تجھے ٹھیک ٹھاک کر دیا اور درست اور برابر کر دیا تو تو لباس پہن کر اترا اترا کر چلنے لگا اور تو نے مال جوڑنا شروع کر دیا اور حقداروں کی حق تلفی کرنے لگا پھر جب تیرے حلق میں سانس آ کر اٹک گئی تو اب تو نے صدقے کی خواہش کی، اب صدقے کا وقت کہاں؟ (ابن ماجہ)

(7) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عاص بن وائل رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنے لگا، پھر کہنے لگا، اے محمد ﷺ! کیا اللہ اس ہڈی کو اس کے بوسیدہ ہونے کے بعد بھی زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا، (سن!) اللہ تعالیٰ تجھے موت دے گا، پھر تجھے زندہ کرے گا اور پھر تجھے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئیں: ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (یٰس:77)
(مستدرک حاکم:3606:429/2)

سوال 2: انسان کس بارے میں جھگڑے کرتا ہے؟

جواب: انسان جی اُٹھنے کے بارے میں جھگڑے کرتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی تخلیق کیوں یاد دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی تخلیق اس لیے یاد دلائی ہے کہ اسے کتنے حقیر مادے یعنی نطفے سے پیدا کیا ہے اور وہ صریح جھگڑالو بن گیا ہے۔

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾

''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' (78)

سوال1: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' زندگی بعد موت کو قدرت الٰہی سے باہر سمجھنا قابل تعجب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب (1) ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی'' اور اس نے ہمارے لیے مثال بیان کی۔ کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس قسم کی مثال بیان کرے اور وہ ہے خالق کی قدرت کا مخلوق کی قدرت کے ساتھ قیاس کرنا، نیز یہ قیاس کرنا کہ جو چیز مخلوق کی قدرت سے بعید ہے وہ خالق کی قدرت سے بھی بعید ہے۔ (تفسیر سعدی:2257/3)

(2) ﴿وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ﴾ ''اور اپنی پیدائش کو بھول گیا'' یعنی رب العزت نے جسے عدم سے وجود بخشا وہ اپنی پیدائش کو بھول کر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر تعجب کرتا ہے۔ جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ بوسیدہ ہڈیوں اور جسموں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔

(3) ﴿قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ ''اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' یعنی وہ کہتا ہے کہ مردہ ہڈیوں کو زندہ کرنے پر حیران ہے کہ کون ہے جو ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد انہیں دوبارہ پیدا کرے گا، وہ اپنی ابتدا کو بھول گیا کہ وہ تو کچھ بھی نہیں تھا جب اسے رب نے پیدا کیا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مثالیں بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے۔

سوال3: انسان جی اُٹھنے پر کیوں شک میں پڑ جاتا ہے؟

جواب: انسان کو مرنے کے بعد ہڈیوں کا بوسیدہ ہونا یاد رہتا ہے اور وہ اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے۔

﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾

''آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے'' (79)

سوال 1: ﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے'' پہلی بار پیدا کرنے والا دوسری بار پیدا کر سکتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ آپ ﷺ انہیں بتا دیں۔

(2) ﴿يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا'' جو رب پہلی بار پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے کیونکہ پہلی پیدائش آسان ہے۔ دوسری بار پیدا کرنا اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

(3) ﴿وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾ ''اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ میں سے دوسری دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی تمام مخلوقات کا، ان کے تمام احوال کا، تمام اوقات میں احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مردوں کے اجسادِ خاکی میں سے کیا چیز کم ہو رہی ہے اور کیا چیز باقی ہے۔ وہ غائب اور شاہد ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم علم کا اقرار کر لیتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو مردوں کو ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ عظیم اور زیادہ جلیل ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2257,2258)

(4) مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عقبہ بن عمرو نے کہا آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنایئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک شخص پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا پھر اسے سمندر میں بہا دینا، چنانچہ انہوں نے یہی کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے، اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ (تفسیر ابن کثیر: 4/359)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کافروں کا شک دور کرنے کے لیے کیا کہا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ انہیں بتا دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

(2) جس رب نے انسان کو حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے، وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ یقیناً وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔

﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ﴾

''جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے پھر اچانک تم اُس سے آگ جلاتے ہو'' (80)

سوال1: ﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ﴾ ''جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے پھر اچانک تم اُس سے آگ جلاتے ہو'' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا﴾ ''جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے'' یعنی قدرت والے اللہ تعالیٰ نے پانی سے درخت پیدا کردیے اور انہیں سرسبز وشاداب اور بارآور بنادیا پھر خشک کردیا، جن کی لکڑیوں سے تم آگ جلاتے ہو، بھلا کہاں تو وہ سرسبز، تر اور ہری بھری ٹہنیاں اور کہاں یہ آگ کی گرم وخشک چنگاریاں وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز بھاری نہیں۔ وہ جو چاہے کردے ہر چیز پر قادر ہے۔ خشک کو تر اور تر کو خشک بنانے پر بھی اور مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کرنے پر بھی۔ اس کے ارادے میں کوئی حائل نہیں ہوسکتا جو اس مردہ درخت سے زندہ آگ پیدا کرسکتا ہے۔ وہ زندگی بعد موت پر قادر ہے (مختصر ابن کثیر: 1675/2) یہ تیسری دلیل ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا دو قسم کے درخت ہیں ایک کو مرخ کہا جاتا ہے اور دوسرے کو عفار دونوں درختوں کی مسواک کی دو ہری شاخیں اتنی ہری کہ ان سے پانی ٹپکتا ہو کاٹ لی جائیں پھر مرخ کو عفار سے رگڑا جائے تو ان سے آگ نکلتی ہے۔ (تفسیر مظہری: 388,387/9)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور ہرے بھرے درختوں سے سلگائی جانے والی آگ سے کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عام مشاہدے کا معاملہ انسان کے سامنے رکھا کہ کیسے درخت سرسبز ہوتا ہے لیکن ایندھن کا خزانہ ہوتا ہے۔ وہ سورج کی تاب کاری سے طبیعی حرارت جذب کرتا ہے حالانکہ وہ پانی کے رس سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس درخت سے آگ کیسے پیدا ہوتی ہے؟ جو رب پانی سے بھرے ہوئے درخت سے آگ پیدا کرسکتا ہے، کیا وہ انسانوں کو دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا؟

﴿اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰی ۙ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ﴾

''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کرسکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (81)

سوال1: ﴿اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰی ۙ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ﴾ ''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کرسکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت ہمہ گیر ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' یعنی جس ہستی نے اپنی ہمہ گیر قدرت سے ساتوں آسمان بنائے ان میں ستارے، سیارے، سورج، چاند بنائے۔ جس نے ساتوں زمینیں پیدا کیں، پہاڑ، صحرا، دریا، ریگستان بنائے۔ یہ چوتھی دلیل ہے۔

(2)﴿بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ﴾ ''اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کر سکے؟'' یعنی کیا وہ انسانوں کو دوبارہ وجود عطا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق ان کی تخلیق سے بہت بڑی اور مشکل ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' (غافر:57)

(3)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (الاحقاف:33)

(4)﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا (۲۷) رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا (۲۸) وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا (۲۹) وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (۳۰) اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا (۳۱) وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا (۳۲) مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (۳۳)﴾ ''کیا تم تخلیق میں زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بنایا۔ اس نے اُس کی چھت بلند کی، پھر اسے ٹھیک ٹھاک ہموار بنا دیا۔ اور اُس کی رات کو تاریک کیا اور اُس کے دن کی روشنی کو نکالا۔ اور اس کے بعد اُس نے زمین کو بچھایا۔ اس سے اُس کا پانی اور اُس کا چارہ نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انہیں گاڑ دیا۔ جو تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان ہے۔'' (النازعات:27-33)

(5)﴿بَلٰى﴾ ''کیوں نہیں'' وہ ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

(6)﴿وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' یہ پانچویں دلیل خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے۔ تمام مخلوقات کو خواہ پہلے گزر چکی ہوں یا آنے والی، چھوٹی ہوں یا بڑی، سب کی سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور قدرت کے آثار ہیں۔ جب وہ کسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ مردوں کو زندہ کرنا اس کی تخلیق کے آثار کا حصہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2258/3)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس نے گالی دی حالانکہ اس کے لیے یہ بھی مناسب نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ پیدا نہیں کروں گا حالانکہ میرے لیے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا

بنایا ہے حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔ (بخاری:4974)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی وسعتوں سے انسان کو اپنی قدرتوں کا کیسے احساس دِلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے وسیع کائنات بنائی جہاں لاکھوں ملین اجناس اور مخلوقات موجود ہیں۔ کیا وسیع کائنات بنانے والا رب ان جیسے انسانوں کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جب کہ وہ ماہر خلّاق ہے؟

﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾

''یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے'' (82)

سوال 1: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے'' اللہ تعالیٰ کے ارادے اور حکم سے اشیاء وجود میں آتی ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا﴾ ''یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی شان عظیم ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔

(2) ﴿اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے'' تو وہ صرف ایک دفعہ حکم دیتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے یعنی اسے تاکید کی ضرورت نہیں پڑتی اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا مُوجد ہے اور وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کو وہ کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔'' (البقرہ:117)

(3) ﴿اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرلیں تو ہم اسے کہتے ہیں کہ ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے۔'' (النحل:40)

(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اگلے زمانے کے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال اولاد دی تھی۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا، باپ کی حیثیت سے میں نے اپنے آپ کو کیسا ثابت کیا؟ انہوں نے کہا، بہت اچھا۔ اس نے کہا، دیکھو! میں اللہ کی راہ میں کوئی نیکی ذخیرہ نہیں کرسکا، تو اس حالت میں اگر میں کہیں اللہ کے سامنے پہنچ گیا تو ضرور مجھے عذاب ہوگا۔ تم ایسا کرنا کہ جب میں مرجاؤں تو میری لاش کو جلا دینا، پھر جب میں جل کر کوئلہ ہوجاؤں تو خوب پیس کر باریک کردینا اور جب کبھی تیز آندھی آئے تو میری راکھ ہوا میں اڑا دینا۔ چنانچہ اس نے اپنی اولاد سے قسم دے کر یہ عہد لیا (اور پھر وہ

دنیا سے رخصت ہو گیا تو) اس کی اولاد نے اسی طرح کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کن" اور (یہ کلمہ کہتے ہی) وہ شخص (زندہ ہو کر) کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے میرے بندے! تو نے یہ کام کیوں کیا تھا؟ اس نے عرض کی، اے اللہ! تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خوف کا انعام یہ دیا کہ اس پر رحم فرمایا (اور اس کے گناہ معاف کر دیے)۔ (بخاری:6481)

(5) سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا، آپ نے قیام میں سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی۔ آپ جس کسی آیت رحمت سے گزرتے تو وہاں رکتے اور (اللہ کی رحمت کا) سوال کرتے اور جس کسی آیت عذاب سے گزرتے تو وہاں رکتے اور (اللہ کے عذاب سے) پناہ طلب کرتے، پھر آپ نے رکوع کیا، اس قدر لمبا جتنا کہ آپ کا قیام تھا، اپنے رکوع میں یہ دعا پڑھتے تھے: ﴿سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ﴾ "پاک ہے وہ ذات جو غلبہ وقوت، ملکیت، بڑائی اور عظمت والی ہے۔" پھر آپ نے سجدہ کیا، اس قدر لمبا جتنا آپ کا قیام تھا اور آپ اپنے سجدے میں بھی وہی دعا پڑھتے رہے، پھر کھڑے ہوئے اور سورۂ آل عمران کی تلاوت فرمائی، پھر ایک سورت پڑھی، (بعد ازاں) ایک اور سورت پڑھی۔ (ابوداؤد:873، نسائی:1050)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کیسے وجود میں لاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

"سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے" (83)

سوال 1: ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ "سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے" اللہ تعالیٰ خالق، قادر اور تمام عیبوں سے پاک ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ "سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہت ہے" یہ چھٹی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام چیزیں اس کی ملکیت اور اس کے غلام ہیں، وہ اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہیں، وہ ان کے اندر اپنے احکام کونی وقدری، احکام شرعی اور احکام جزائی کے ذریعے سے تصرف کرتا ہے۔ ان کی موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ وہ اپنی ملکیت کامل سے ان پر اپنا حکم جزائی نافذ کرے۔

(2) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے وہ دائمی حیات والا ہے، کائنات کا سنبھالنے والا ہے، وہی حاکم ہے اس کے ہاتھ میں زمینوں اور آسمانوں کی کنجیاں ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ "بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام

بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔" (الملک:1)

(3)﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ "آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جا سکتی اگر تم جانتے ہو؟" (المومنون:88)

(4)﴿وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ "اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے" اس کی طرف تمام باتیں لوٹ کر جاتی ہیں۔ اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹ کر جائیں گے۔ جہاں رب ذوالجلال والاکرام ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔

(5) یعنی تمہارا وجود مٹی میں گم نہیں ہو جائے گا بلکہ تمہیں دوبارہ وجود عطا کیا جائے گا۔ اُس سے تم کہیں بھاگ نہ سکو گے۔ تمہیں اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا ہوگا۔ لہٰذا

؎ اتنا بے سمت نہ چل لوٹ کے گھر جانا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ملکوت کے لفظ سے خالق اور مخلوق کے تعلق کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے اور مخلوق کے تعلق کو واضح کیا ہے کہ ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ کائنات کی تمام مخلوقات پر اس کا مکمل قبضہ اور کنٹرول ہے۔

اٰیاتھا ۱۸۲ ۳۷ سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۵۶ رکوعاتھا ۵

سوال: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس میں پانچ رکوع اور 182 آیات ہیں۔

سوال: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 37 ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 56 ہے۔

رکوع نمبر 5

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا﴾

"قسم ہے صف باندھنے والوں کی، خوب صف باندھنا" (1)

سوال1:﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا﴾ ''قسم ہے صف باندھنے والوں کی، خوب صف باندھنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالصّٰٓفّٰتِ﴾ ''قسم ہے صف باندھنے والوں کی'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مذکورہ آیات میں تینوں قسموں سے مراد فرشتے ہیں۔(ابن کثیر:361/4)

(2)الصّٰٓفّٰتِ سے مراد فرشتے ہیں جو آسمان میں اپنے رب کے لئے صفیں باندھ کر عبادت میں مشغول اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کائنات کی تدبیر کرنے میں مصروف ہیں۔

(3)اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور ربوبیت پر معزز فرشتوں کی قسم کھائی ہے۔

(4)سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں۔(ابن کثیر:361/4) جیسا کہ فرمایا:﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''(الزمر:75)

(5)سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ تمہیں اس طرح ہاتھ ہلاتے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر گھوڑوں کی دمیں ہیں؟ تم لوگ نماز میں پرسکون رہا کرو۔ایک مرتبہ پھر آپ ہمارے پاس آئے اور ہمیں کئی حلقوں میں (بیٹھا ہوا) دیکھا تو فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمہیں علیحدہ علیحدہ دیکھتا ہوں؟ پھر ایک مرتبہ آپ ہمارے درمیان تشریف لائے تو فرمایا: تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور صف بناتے ہیں؟ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! فرشتے اپنے رب کے حضور کس طرح صف بناتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے (پہلے) اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور وہ صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔(مسلم:968)

(6)سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں لوگوں پر تین باتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔

(i)ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی مثل ہوتی ہیں۔(ii)ہمارے لیے ساری زمین نماز کی جگہ بنا دی گئی ہے۔

(iii)اور ہمارے لیے زمین کی مٹی پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دی گئی ہے، اس وقت جب ہمیں پانی نہ ملے۔(مسلم:1165)

(7)انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں۔﴿مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''جو شخص قسم کھائے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے۔''(مسلم:4259)

سوال2: صف باندھنے والوں، ڈانٹنے والوں اور تلاوت کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو یہ خاص کام کرتے ہیں۔

سوال3: صفیں باندھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد عبادت کے لیے صفیں باندھنا ہے۔

(2)اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے انتظار میں صف بستہ ہوں۔

﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا﴾

''پھران کی جوڈانٹنے والے ہیں، زبردست ڈانٹا''(2)

سوال1:﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا﴾''پھران کی جوڈانٹنے والے ہیں، زبردست ڈانٹا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا﴾''پھران کی جوڈانٹنے والے ہیں، زبردست ڈانٹا''یعنی ان فرشتوں کی قسم جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کوڈانٹ کر ہانکتے ہیں۔

(2)یہ فرشتے لوگوں کو نافرمانیوں اور گناہوں سے روکنے کے لئے ڈانٹتے اور روکتے ہیں۔ان کا روکنا دلوں میں تاثیر اور الہام کے ذریعے ہوتا ہے۔

(3)یہ فرشتے شیاطین کو بھی ڈانٹتے ہیں تا کہ وہ بنی آدم کو شر اور ایذا نہ دیں۔

سوال2: کون سے فرشتوں کا گروہ ڈانٹنے کا کام کرتا ہے؟

جواب: یہ وہ گروہ ہے جو انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی سزاؤں کا نفاذ کرتا ہے۔

سوال3: فرشتے کس موقع پر ڈانٹتے ہیں؟

جواب:(1)فرشتے نافرمانوں کی روح قبض کرتے ہوئے ڈانٹتے ہیں۔

(2)فرشتے حشر کے میدان سے ڈانٹتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائیں گے۔(3)بادلوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈانٹ کر ہانکتے ہیں۔

(4)فرشتے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کسی بھی موقع پر ڈانٹتے ہیں۔

﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا﴾

''پھر جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں''(3)

سوال1:﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا﴾''پھر جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا﴾''پھر جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں''رب العزت نے ان فرشتوں کی قسم کھائی ہے جو نصیحت کے لئے قرآن لاکر سناتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾''پھر اُن کی! جو اللہ کی یاد ڈالنے والی ہیں۔''(المرسلات:5)

(2)اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں، ادھر آؤ! یہاں تمہاری مطلوبہ چیز موجود ہے۔ چنانچہ وہ اہل مجلس کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ (بخاری:6408)

(4)سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت ان پر چھا جاتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں (یعنی فرشتوں) میں فرماتے ہیں جو اس کے پاس ہیں۔ (مسلم:6855)

(5)چونکہ یہ فرشتے اپنے رب کی الوہیت کا اظہار کرتے ہیں، اس کی عبودیت میں مشغول رہتے ہیں اور ایک لمحے کے لیے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت پر ان کی قسم کھائی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2259)

سوال2: فرشتے کس چیز کی تلاوت کرتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے ذکر کی۔(2)قرآن مجید کی۔(3)پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ کی وحی اتارتے ہوئے تلاوت کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾

''بلاشبہ تمہارا معبود یقیناً ایک ہی ہے''(4)

سوال1:﴿اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ ''بلاشبہ تمہارا معبود یقیناً ایک ہی ہے'' سچا معبود ایک ہی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ ''بلاشبہ تمہارا معبود یقیناً ایک ہی ہے'' رب العزت نے قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ سچا معبود ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

(2) کیونکہ اہل مکہ کو شدید تعجب تھا کہ سارے بتوں کے مقابلے میں صرف ایک خدا جیسا کہ فرمایا:﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟ اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔'' (ص:5)

سوال2: فرشتوں کی قسم کھا کر کیا ثابت کیا گیا؟

جواب: فرشتوں کی قسم کھا کر یہ ثابت کیا گیا کہ انسانوں کا معبود ایک ہے۔

سوال3: قسم کیوں کھائی جاتی ہے؟

جواب: قسم شک دور کرنے کے لیے اور تاکید کے لیے کھائی جاتی ہے۔

سوال4: فرشتوں کی قسم کس شک کو دور کرنے کے لیے کھائی گئی؟

جواب: (1) فرشتوں کی قسم مشرکین مکہ کے شک کو دور کرنے کے لیے کھائی گئی جو وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں پھیلاتے تھے۔

(2) فرشتوں کی قسم ان کی حیثیت کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کے بارے میں کھائی گئی۔

سوال5: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کیوں نہیں کھائی جاسکتی؟

جواب: جس کی قسم کھائی جاتی ہے اسے گواہ بنایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گواہ نہیں بن سکتا کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور دوسرا کوئی غیب کو نہیں جانتا۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے سوا جن کی قسم کھائی ہے اس کی حقیقت واضح کریں؟

جواب: اس جہان میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہے وہ جس کو بھی گواہ بنا کر قسم کھانا چاہے کھا سکتا ہے۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ﴾

''وہ آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کا رب اور سارے مشرقوں کا رب ہے''(5)

سوال1: ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کا رب اور سارے مشرقوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کا رب ہے'' جو آسمانوں اور زمین کا اور ان کے درمیان کی مخلوق کا، تمام کائنات کا اور کائنات کے گوشے گوشے کا رب ہے۔ وہی سب کا مالک اور مختار ہے۔ وہی مخلوق میں ہر طرح کا تصرف کرتا ہے۔

(2) ﴿وَرَبُّ الْمَشَارِقِ﴾ ''اور سارے مشرقوں کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر مشرق کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ ستارے مشرق سے طلوع ہوتے ہیں۔

(3) اسی نے چلنے والے اور ٹھہرے ہوئے تاروں کو مسخر کر رکھا ہے کہ مشرق سے نکلتے ہیں اور مغرب میں ڈوب جاتے ہیں۔

(مختصر ابن کثیر:2/1677)

(4)سورج سال بھر تک روزانہ ایک نئے مقام سے طلوع ہوتا ہے اور پھر ساری زمین پر وہ بیک وقت طلوع نہیں ہوتا بلکہ زمین کے مختلف حصوں میں وہ مختلف اوقات میں طلوع ہوتا ہے اس لئے آیت میں المشارق (جمع) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (اشرف الحواشی:1/534)

(5)مشارق سے مراد بے شمار مشرق ہیں۔سورج ہمیشہ عین مشرقی سمت سے ہی طلوع نہیں ہوتا بلکہ گرمیوں میں اس کا مشرق شمال کی طرف سرکتا جاتا ہے اور سردیوں میں جنوب کی طرف۔سورج کے مشرق کا زاویہ ہر روز جداگانہ ہوتا ہے اس لحاظ سے سال بھر کے بعد 365 دن مشرق ہوئی۔پھر اس کائنات میں صرف سورج ہی گردش نہیں کر رہا اور بھی ہزاروں سیارے محوِ گردش ہیں۔اور ان کے اپنے اپنے مشرق یا طلوع ہونے کے مقامات ہیں۔علاوہ ازیں ان کے مشرقوں میں بھی سورج کے مشرقوں کی طرح تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔اس لحاظ سے مشرقوں کی تعداد ہمارے حساب سے باہر ہو جاتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے رب المشارق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام سیاروں کی نقل و حرکت کا وہی مالک ہے اور ان پر اسی کا کنٹرول ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مشارق کا مالک ہے مغرب کا بھی ہے۔ (تیسیر القرآن:3/698)

(6)﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ ''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ۔'' (المزمل:9)

(7)﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ ''دونوں مشرقوں کا وہی رب ہے اور دونوں مغربوں کا وہی رب ہے۔'' (الرحمن:17)

(8)﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی! بے شک ہم یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں۔'' (المعارج:40)

(9)الوہیت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔اس لئے اسی سے محبت کرو،اسی کا خوف رکھو،اسی پر توکل کرو،اسی سے امیدیں باندھو۔

سوال2:فرشتوں کی حیثیت بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا تعارف کیسے کروایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ وہ زمین،آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا رب ہے۔

سوال3:''وہ مشارق و مغارب کا رب ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)مشارق سے مراد سارے مشرقوں کا رب اور مغارب سے مراد سارے مغربوں کا رب ہے۔

(2)اس کائنات میں بے شمار مشارق و مغارب ہیں جیسے ہر ستارے کا ایک مشرق اور ایک مغرب ہے۔کچھ لوگوں نے سال کے دنوں کی تعداد کے برابر مشرق اور مغرب بتائے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم ہے وہ سب مشرقوں اور مغربوں کا بتانے والا،ان کی تدابیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

﴿اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ﴾

''یقیناہم نے آسمانِ دنیا کومزین کیاہے،تاروں کی زینت سے''(6)

سوال1:﴿اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ِالْکَوَاکِبِ﴾''یقیناہم نے آسمانِ دنیا کومزین کیاہے،تاروں کی زینت سے''آسمان کوتاروں سے زینت دی گئی،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا﴾''یقیناہم نے آسمانِ دنیا کومزین کیاہے''رب العزت نے آسمانِ دنیا کودیکھنے والوں کے لئے تاروں سے جگمگادیاہے۔

(2)﴿بِزِیْنَةِ الْکَوَاکِبِ﴾''تاروں کی زینت سے''ستارے آسمان کی زینت ہیں اگرستارے نہ ہوتے توآسمان میں اندھیراچھایارہتا اورکوئی روشنی نہ ہوتی۔

(3)رب العزت نے آسمان کی زینت کے لئے اوربحروبرکی تاریکیوں میں راستہ تلاش کرنے کے لئے ستارے بنائے۔

(4)﴿وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ﴾''اورہم نے قریب کے آسمان کوچراغوں سے سجایاہےاورہم نے اُن کوشیطانوں کے ماربھگانے کاذریعہ بنایاہےاورہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کاعذاب تیارکررکھاہے۔''(الملک:5)

(5)﴿اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾''توکیااُنہوں نے اپنے اوپرآسمان نہیں دیکھا؟کس طرح ہم نے اُسے بنایا؟اورہم نے اُسے زینت دی؟اوراُس کے لیےکوئی شگاف نہیں ہے۔''(ق:6)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کوتاروں سے کیسے زینت دی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے تاروں کوآسمان کی محبت بھری آنکھیں بنادیاہے جوکبھی بندہوتی ہیں اورکبھی کھلتی ہیں۔یہ انسان کی شعوری اورنفسیاتی غذاہے۔

﴿وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ﴾

''اورہرسرکش شیطان سے محفوظ کرنے کے لیے ہے''(7)

سوال1:﴿وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ﴾''اورہرسرکش شیطان سے محفوظ کرنے کے لیے ہے''ستارے سرکش شیاطین سے حفاظت کے لئے بنائے گئے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَحِفْظًا﴾''اورمحفوظ کرنے کے لیے ہے''ستاروں کاایک فائدہ حفاظت بھی ہے۔

(2)﴿مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ﴾''ہرسرکش شیطان سے''یعنی سرکش شیاطین سے حفاظت کے لئے ستارے یعنی شہاب ثاقب مارے

جاتے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ (۱۶) وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (۱۷) اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (۱۸)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔اور ہم نے ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی ہے۔مگر جو کوئی سنی ہوئی بات چُرا لے تو ایک روشن شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے۔'' (الحجر:16-18)

(3) سرکش شیاطین ﴿اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰى﴾ یعنی مقرب فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے سن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کو دور رکھنے کے لئے ان پر ستارے یعنی شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔

سوال 2: ستاروں کا ایک فریضہ حفاظت ہے وہ اس فرض کو کیسے انجام دیتے ہیں؟

جواب: ستارے عالم بالا کے فیصلوں سے سرکش شیاطین کو آگاہ نہیں ہونے دیتے۔وہ آسمان سے باتیں سننے کے لیے آنے والے شیاطین کے اوپر ٹوٹ پڑتے ہیں اس سے وہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

﴿لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾

''کہ وہ اوپر کی مجلس کی باتوں کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ہر جانب سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں'' (8)

سوال 1: ﴿لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾ ''کہ وہ اوپر کی مجلس کی باتوں کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ہر جانب سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں'' شیاطین ﴿اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰى﴾ کی باتیں نہیں سن سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى﴾ ''کہ وہ اوپر کی مجلس کی باتوں کی طرف کان نہیں لگا سکتے'' شیاطین آسمان کے فرشتوں کی اعلیٰ مجالس ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے۔انہیں اس وقت قریب بھی نہیں جانے دیا جاتا جب وہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔

(2) ﴿وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾ ''اور ہر جانب سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں'' یعنی ہر جانب سے انہیں دھتکارا جاتا ہے، انہیں ڈانٹا اور مارا جاتا ہے، اور مقرب فرشتوں کی باتیں سننے سے انہیں دور رکھا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ اس کے سُننے ہی سے دور رکھے گئے ہیں'' (الشعراء:212)

سوال 2: کیا شیاطین ملاءِ اعلیٰ کی باتیں سن لیتے ہیں؟

جواب: شیاطین ملاءِ اعلیٰ کی باتیں سننے کے لیے کان نہیں لگا سکتے ہر طرف سے شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتے ہیں اور ان کو ہانک دیتے ہیں۔

﴿دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ﴾

''دور بھگانے کے لیے اور اُن کے لیے دائمی عذاب ہے''(9)

سوال1:﴿دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ﴾''دور بھگانے کے لیے اور اُن کے لیے دائمی عذاب ہے''شیاطین کے لئے دائمی عذاب ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿دُحُوْرًا﴾''دور بھگانے کے لیے''شیاطین کو ذلت سے دھتکارا اور ہانکا جاتا ہے۔

(2)﴿وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ﴾''اور اُن کے لیے دائمی عذاب ہے''ان کی رب کی اطاعت سے سرکشی کی وجہ سے آخرت میں دائمی عذاب ہے جو سخت دردناک عذاب ہوگا جیسا کہ فرمایا:﴿وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾''اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے''(الملک:5)

سوال2:شیاطین کا پیچھا شہاب ثاقب کیوں کرتے ہیں؟

جواب:شیاطین کا پیچھا شہاب ثاقب اس لیے کرتے ہیں تا کہ انہیں بھگا دیا جائے۔

سوال3:شیاطین کا انجام کیا ہے؟

جواب:شیاطین کے لیے دائمی عذاب ہے۔

﴿اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾

''مگر جو کوئی شیطان اچانک اُچک لے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے''(10)

سوال1:﴿اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾''مگر جو کوئی شیطان اچانک اُچک لے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے''شہاب ثاقب شیاطین کا پیچھا کرتا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ﴾''مگر جو کوئی شیطان اچانک اُچک لے''یعنی کبھی کوئی شیطان شہاب ثاقب لگنے سے پہلے دوسرے کو بات بتا دیتا ہے۔اور کبھی بتائے بغیر ہی جل جاتا ہے۔

(2)یعنی کبھی کوئی ایک آدھ بات سننے اور چوری کرنے میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

(3)﴿فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾''تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے''کبھی اپنے دوستوں تک پہنچنے سے پہلے شہاب ثاقب انہیں پالیتا ہے اور آسمان کی خبر نیچے نہیں آتی جیسا کہ فرمایا:﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا(8)وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۚ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا(9)﴾''اور یقیناً ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا۔اور یقیناً ہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے تو اب

جوکوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے۔" (الجن:9,8)

(4) کبھی تو وہ انگارہ نیچے کے شیطان تک اس بات کو پہنچانے سے پہلے ہی لگ کر اسے ہلاک کر ڈالتا ہے اور کبھی پہنچانے کے بعد پھر جب کلمہ کاہن تک پہنچ جاتا ہے تو کاہن اس میں سو طرح کے جھوٹ ملا کر لوگوں کے درمیان پھیلا دیتا ہے۔ (اشرف الحواشی:534/1)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کچھ نہیں ہیں۔ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کبھی کبھی ان کی بتائی ہوئی بات سچ بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سچی بات وہ ہوتی ہے جو جن فرشتوں سے سن کر اڑا لیتا ہے، پھر وہ اس بات کو اپنے دوست (یعنی کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے، جس طرح ایک مرغ دوسرے مرغ کو دانے کے لیے بلاتا ہے۔ (یعنی جس طرح دوسرا کوئی ان مرغوں کی بات نہیں سمجھ پاتا ایسے ان شیطانوں کی بات کو بھی دوسرے لوگ نہیں سمجھ پاتے) پھر وہ کاہن اس ایک سچ میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ (بخاری:6213)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے انہیں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ صحابہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ستارہ ٹوٹا اور زبردست روشنی ہوگئی۔ آپ نے دریافت فرمایا: جاہلیت میں جب اس طرح کوئی ستارہ گرتا تو تم کیا کہتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں (کہ حقیقت کیا ہے)، تاہم ہم یہ کہتے تھے کہ رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے، یا کوئی بڑا آدمی فوت ہوا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ستارے کے گرنے کا تعلق کسی کی موت یا پیدائش سے نہیں ہوتا، دراصل بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ والے آسمان کے فرشتے (ان کی آواز سن کر) تسبیح کہتے ہیں، حتیٰ کہ یہ تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر وہ فرشتے جو عرش کو اٹھانے والے کے پاس ہوتے ہیں، وہ حاملانِ عرش سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ انہیں اس بات کی خبر دیتے ہیں جو رب نے فرمائی تھی۔ اس طرح ایک آسمان والے فرشتے (اپنے سے اوپر) دوسرے آسمان والوں سے دریافت کرتے جاتے ہیں، حتیٰ کہ یہ خبر آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے اور (بعض دفعہ اس خبر کو بعض جن چرا لیتے ہیں اور اپنے دوستوں (یعنی جادوگروں اور کاہنوں) کو بتا دیتے ہیں۔ انہیں ان ستاروں کے ذریعے سے مارا جاتا ہے۔ تو جو خبر یہ جن لاتے ہیں اگر اتنی ہی کہیں تو سچ ہے، لیکن وہ اس میں (سو) جھوٹ ملاتے ہیں اور اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ (مسلم:5819)

سوال 2: کیا شیاطین عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں اچک لیتے ہیں؟

جواب: بعض اوقات شیاطین کچھ باتیں لے اڑتے ہیں اسی وجہ سے شیاطین (شعلے) ان کا پیچھا کرتے ہیں۔

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾

''چنانچہ آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا وہ پیدائش میں زیادہ مشکل ہیں یا وہ جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ یقیناً ہم نے اُنہیں لیس دارگارے سے پیدا کیا'' (11)

سوال 1: ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا وہ پیدائش میں زیادہ مشکل ہیں یا وہ جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ یقیناً ہم نے اُنہیں لیس دارگارے سے پیدا کیا'' زندگی بعد موت کے ثبوت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے پوچھیں'' یعنی جو لوگ موت کے بعد دوبارہ زندگی کا انکار کرتے ہیں ان سے پوچھیں۔

(2) ﴿اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا﴾ ''کہ کیا وہ پیدائش میں زیادہ مشکل ہیں یا وہ جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے؟'' یعنی یہ بتاؤ کیا آسمان زمین کی، فرشتوں اور سرکش شیاطین کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا ان کو موت کے بعد زندہ کرنا زیادہ مشکل کام ہے جیسا کہ فرمایا ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' (غافر:57)

(3) لوگوں کو ماننا پڑے گا کہ بڑی بڑی مخلوقات کی تخلیق زیادہ مشکل کام ہے۔ اس طرح زندگی بعد کا اقرار لازم ہوگا۔

(4) ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''کیا بھلا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (یٰس:81)

(5) ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (الاحقاف:33)

(6) ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ ''کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کرے؟ اور اُس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں، پھر بھی ظالموں نے سوائے کفر کے ہر بات کا انکار کیا ہے'' (بنی اسرائیل:99)

(7) ﴿اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾ یقیناً ہم نے اُنہیں لیس دارگارے سے پیدا کیا'' انسان کو اپنی ذات کی حقیقت پر غور کرنا چاہیے کہ اسے ہم نے ایسی کمزور چیز سے بنایا جو ہاتھوں کو چپک جاتی ہے۔

(8)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾''اور ہم نے انسان کو بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا۔(الحجر:26)

سوال2:یہ سوال کس مقصد کے لیے کیا گیا کہ''کیا تمہاری تخلیق مشکل ہے یا جن چیزوں کو ہم نے پیدا کیا''؟

جواب:یہ سوال غافل لوگوں کی سرزنش کے لیے کیا گیا کہ جب تم مانتے ہو کہ فرشتے،شیاطین،آسمان،زمین،ستارے سیارے سب اللہ کی مخلوق ہیں تو بتاؤ تمہاری تخلیق زیادہ مشکل کام ہے یا اللہ کے ان جہانوں کی تخلیق؟

سوال3:اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے مادۂ تخلیق لیس دار مٹی کی یاد کیوں دلائی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے لیس دار مٹی کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ کافروں نے آخرت کی زندگی کو بعید از امکان سمجھا ہے۔اس لیے یاد دلایا کہ اپنی پیدائش کو تو دیکھو کیسی حقیر اور کمزور چیز سے پیدا ہوئے ہو اور پھر ایسی باتیں کرتے ہو۔

﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ﴾

''بلکہ آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اُڑاتے ہیں''(12)

سوال1:﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ﴾''بلکہ آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اُڑاتے ہیں''آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ عَجِبْتَ﴾''بلکہ آپ نے تعجب کیا''اے رسول!یا اے انسان!آپ کو ان لوگوں کی تکذیب پر تعجب ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو جھٹلاتے ہیں،حالانکہ آپ ان کو بڑی بڑی نشانیاں دکھا چکے ہیں اور ان کے سامنے واضح دلائل پیش کر چکے ہیں۔حیات بعد الموت ایک حقیقت اور تعجب کا مقام ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔(تفسیر سعدی:3/2261,2262)

(2)﴿وَيَسْخَرُوْنَ﴾''اور وہ مذاق اُڑاتے ہیں''یعنی آپ ان کی حالت پر افسوس اور تعجب کر رہے ہیں کہ وہ زندگی بعد موت پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور وہ پورے زور و شور سے آپ ﷺ کا اور جو حق آپ ﷺ لے کر آئیں ہیں اسکا مذاق اڑا رہے ہیں۔

﴿وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ﴾

''اور جب اُنہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے''(13)

سوال1:﴿وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ﴾''اور جب اُنہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے''وہ یاد دہانی کی طرف توجہ نہیں کرتے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا ذُكِّرُوْا﴾''اور جب اُنہیں نصیحت کی جاتی ہے''جب ان کی توجہ صاف اور روشن دلیل کی طرف کی جاتی ہے۔انہیں نصیحت کی جاتی ہے۔

(2)﴿لَا یَذْكُرُوْنَ﴾''تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے''لوگ غافل ہیں توجہ نہیں کرتے اس لیے نصیحت قبول نہیں کرتے۔

(3)یعنی جو چیز ان کی فطرت میں راسخ ہے اس کی نصیحت کی جاتی ہے تو اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

سوال2:لوگوں کو نصیحت کی جائے تو وہ کیوں نہیں قبول کرتے؟

جواب:لوگ غافل ہیں توجہ نہیں کرتے اس لیے نصیحت قبول نہیں کرتے۔

﴿وَاِذَا رَاَوْا اٰیَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ﴾

''اور جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو وہ خوب مذاق اڑاتے ہیں''(14)

سوال1:﴿وَاِذَا رَاَوْا اٰیَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ﴾''اور جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو وہ خوب مذاق اڑاتے ہیں''نشانیوں کا مذاق اڑاتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا رَاَوْا اٰیَةً﴾''اور جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں''یعنی جب وہ رسول ﷺ کے معجزات میں سے کوئی معجزہ دیکھتے ہیں۔(فتح القدیر:4/487)

(2)﴿یَّسْتَسْخِرُوْنَ﴾''تو وہ خوب مذاق اڑاتے ہیں''وہ قائل ہونے کے بجائے الٹا مذاق اڑاتے ہیں۔

(3)ان کی گردن نہیں جھکتی الٹا تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔

سوال2:لوگ واضح دلیل اور معجزات پر کیسے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں؟

جواب:لوگ واضح دلیل اور معجزات کا مذاق اڑاتے ہیں اور انہیں جادو قرار دیتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴾

''اور کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو''(15)

سوال1:﴿وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴾''اور کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو''انہوں نے قیامت کے بعد موت کو کھلا جادو قرار دیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْٓا﴾''اور کہتے ہیں''اور زندگی بعد موت کا انکار کرنے والوں نے کہا۔

(2)﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴾''کہ یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو''انہوں نے زندگی بعد موت کو کھلا جادو قرار دے دیا۔انہوں نے حق کو جادو سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔

سوال2:لوگ پیغمبر کی بات کو جادو کیوں قرار دیتے ہیں؟

جواب: لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے آثار نہیں دیکھتے، غافل رہتے ہیں اس لیے انہیں دنیا کی زندگی اور آخرت کے بارے میں پیغمبر کی بات سچ نہیں لگتی۔ اس لیے اسے جادو قرار دیتے ہیں۔

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾

''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے، کیا یقینا ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟''(16)

سوال1: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے، کیا یقینا ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' زندگی بعد موت پر تعجب کی حقیقت کو واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا﴾ ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے'' زندگی بعد موت کو جھٹلانے والوں نے کہا کہ جب ہم مرکر بوسیدہ ہڈیاں اور مٹی بن جائیں گے تو۔

(2) ﴿ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ ''کیا یقینا ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وہ کسی بھی دلیل کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

(3) انہوں نے زمین و آسمان کے رب کی قدرت کو انسان کی قدرت پر قیاس کرتے ہوئے زندگی بعد موت کو بعید سمجھا۔

سوال2: لوگ جی اٹھنے پر کس وجہ سے تعجب کرتے ہیں؟

جواب: لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجائیں گے ہماری ذات اور شخصیت مٹی میں گم ہوجائے گی اور ہم ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟

﴿اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾

''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟''(17)

سوال1: ﴿اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' یعنی کیا ہمارے آباؤ اجداد کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

(2) انہوں نے موت کے بعد کی زندگی کو عقل سے بعید جانا اور اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

سوال2: لوگوں کو باپ دادا کے بارے میں کیوں تعجب تھا کہ وہ بھی دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟

جواب: لوگ دنیا کی زندگی میں ہونے والے تجربات پر ہی آخرت کو قیاس کرتے ہیں۔ چونکہ باپ دادا جانے کے بعد لوٹ کر نہیں آتے اس لیے انہیں یہ بات تعجب میں مبتلا کرتی تھی کہ وہ کیسے دوبارہ اٹھائے جائیں گے جب کہ اس کا پہلے سے کوئی ثبوت موجود نہیں۔

﴿قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں: ہاں! اور تم ذلیل ہوگے''(18)

سوال1:﴿قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ﴾''آپ کہہ دیں: ہاں! اور تم ذلیل ہوگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ نَعَمْ﴾''آپ کہہ دیں: ہاں!'' رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ ہاں آپ کہہ دیں تمہیں اور تمہارے آباؤاجداد کو ضرور دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

(2)﴿وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ﴾''اور تم ذلیل ہوگے'' اس وقت تم ذلیل اور بے بس ہوگے نافرمانی نہ کر سکو گے۔

(3)﴿وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ﴾''اور سب اُس کے پاس ذلیل ہو کر چلے آئیں گے''(النمل:87)

سوال2: جی اُٹھنے کے معاملے کو قیامت کے منظر میں رکھ کر کیسے ثابت کیا گیا۔

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا گیا آپ ﷺ کہہ دو کہ ہاں انتہائی بے بسی اور ذلت کی حالت میں گرفتار ہو کر رب کے پاس پہنچو گے۔

﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾

''بس وہ ایک ڈانٹ ہوگی تو اچانک وہ سب دیکھتے ہوں گے''(19)

سوال1:﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾''بس وہ ایک ڈانٹ ہوگی تو اچانک وہ سب دیکھتے ہوں گے'' ایک ڈانٹ سے حشر ونشر کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾''بس وہ ایک ڈانٹ ہوگی'' اللہ تعالیٰ کی صرف ایک ڈانٹ سے سب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔

(2)﴿فَاِذَا هُمْ﴾''تو اچانک وہ'' یعنی وہ اپنی قبروں سے اٹھا کر کھڑے کر دیے جائیں گے۔

(3)﴿يَنْظُرُوْنَ﴾''سب دیکھتے ہوں گے'' وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔

(4) اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ جس طرح ابتدا میں تخلیق کیا گیا تھا، اسی طرح ان کو ان کے تمام اجزا سمیت، ننگے پاؤں، عریاں اور غیر مختون کھڑا کیا جائے گا۔ اس حالت میں وہ سخت ندامت کا اظہار کریں گے، انہیں سخت رسوائی اور خسارے کا سامنا ہوگا۔(تفسیر سعدی:2262/3)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴﴾''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے''(النازعات:14,13)

سوال2: زجرۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قیامت اور حشر کی سختیاں ہیں جو ڈانٹ کی طرح ہوں گی۔

سوال3: لوگ قبروں سے زندہ ہو کر کیسے نکل کھڑے ہوں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو سب اپنی آنکھوں سے قیامت کو دیکھ لیں گے۔

﴿وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾

''اور وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے''(20)

سوال1: ﴿وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے'' یہی جزا کا دن ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا﴾ ''اور وہ کہیں گے'' اس دن کافر اپنے اوپر ملامت کرتے ہوئے کہیں گے۔

(2) ﴿يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ ''ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے'' وہ کہیں گے ہائے افسوس یہی جزا کا دن ہے جس کا ہم دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے۔

سوال2: لوگ قیامت کو دیکھ کر کیا اعتراف کریں گے؟

جواب: لوگ بدحواس ہو کر کہیں گے ہائے ہماری خرابی یہ جزا کا دن ہے۔

سوال3: کیا اس دن ندامت کے اظہار کا کوئی فائدہ ہوگا؟

جواب: قیامت کے دن ندامت کے اظہار اور اعتراف کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾

''یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے''(21)

سوال1: ﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾ ''یہ وہی فیصلے کا دن ہے'' فرشتے اور مومن کافروں کو شرمندہ کرنے کے لیے کہیں گے یہی فیصلے کا دن ہے۔

(2)﴿الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''جسے تم جھٹلایا کرتے تھے'' اسی دن کو تو تم دنیا میں نہیں مانتے تھے تم اسے دور سمجھتے تھے۔

سوال 2: یہ بات کون کہے گا کہ یہ ہے فیصلے کا دن جس کو تم جھٹلاتے تھے؟

جواب: (1) یہ بات فرشتے کہیں گے۔ (2) یہ بات اہل ایمان کہیں گے۔ (3) یہ بات وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے۔

سوال 2: فیصلے کے دن کیا ہوگا؟

جواب: فیصلے کے دن انسان کے اعمال کے مطابق جنت دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔

رکوع نمبر 6

﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ﴾

''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے'' (22)

سوال 1: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ﴾ ''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے'' ظالموں کو جمع کرلو، آیت کی رشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے اثبات، اس کے علم، اس کی قدرت، اس کی وحدانیت اور قیامت کے اثبات کے بعد آخرت میں کافروں کے حالات کا ذکر کیا ہے کہ کیسے انہیں جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جائے گا اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا جو انہیں عذاب سے نجات دلا سکے۔ پھر وہ ایک دوسرے کو کیسے ملامت کریں گے اور تابع دار کیسے اپنے سرداروں کے ساتھ جھگڑا کریں گے اور وہ سب عذاب میں مشترکہ طور پر شریک ہوں گے۔ انہوں نے دنیا میں کلمہ توحید سے اعراض کیا اور تکبر کیا اور رسول اللہ ﷺ کو شاعر اور مجنون کہا اور اس حق کو جو آپ ﷺ لے کر آئے یعنی قرآن کو جادوگری قرار دیا۔

(2)﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا'' یعنی ان لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر کے، شرک اور کفر کر کے اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔

(3) یہاں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ ''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے'' (لقمان:13)

(4)﴿وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ ''اور اُن کے جوڑوں کو بھی'' یعنی جن کا عمل ان کے عمل کی جنس سے ہے یعنی ان جیسا ہے۔

(5) یعنی ایک ایک قسم کے گناہ گاروں کو علیحدہ کر دو، سود خوروں کو سود خوروں کے ساتھ، شرابی شرابیوں کے ساتھ، زنا کار زنا کاروں کے

ساتھ۔

(6)﴿وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے'' یعنی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اس سے بت اور شیاطین مراد ہیں۔

(7) خود ساختہ معبودوں کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

سوال 2: یہاں ظالموں سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں ظالموں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر، شرک اور نافرمانیاں کی ہوں گی۔

سوال 3: ظالموں کے ساتھیوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ظالموں کے ساتھیوں سے مراد شرک اور رسولوں کو جھٹلانے کے ساتھی۔ (2) اس سے مراد کفر اور شرک میں شامل ان کی بیویاں بھی ہو سکتی ہیں۔ (3) اس سے مراد جنات اور شیاطین بھی ہو سکتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے سوا کن کی عبادت کی جاتی ہے؟

جواب: بتوں کی، اللہ کے نیک بندوں کی۔

سوال 5: حشر کے دن ظالموں، اُن کے ساتھیوں اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے ان سب کو اکٹھا کیوں کیا جائے گا؟

جواب: (1) اُن سب کو ذلیل اور بے حیثیت ثابت کرنے کے لیے اکٹھا کیا جائے گا۔

(2) انہیں جہنم کا راستہ دکھانے کے لیے اکٹھا کیا جائے گا۔

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾

'' اللہ تعالیٰ کے ماسوا پھر اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو'' (23)

سوال 1: ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ماسوا پھر اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو'' سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ماسوا'' یعنی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

(2) ﴿فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾ ''پھر اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو'' ان سب کو اکٹھا کر کے جہنم کا راستہ دکھاؤ۔

(3) انہیں ہانک کر جہنم میں لے جاؤ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾

''اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست ہرگز نہیں پائیں گے، اور ہم قیامت کے دن اُنہیں اُن کے چہروں کے بل اندھا، گونگا اور بہرہ اُٹھائیں گے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب کبھی وہ بجھنے لگے گی تو ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کر دیں گے۔'' (بنی اسرائیل:97)

سوال2: سب کو جمع کر کے جہنم میں کیوں ڈال دیا جائے گا؟

جواب: (1) اپنے اعمال کی جزا کے لیے ڈالا جائے گا۔ (2) یہ عملی طور پر دکھانے کے لیے کہ بت یا شریک نفع یا نقصان پہنچانے پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

سوال3: کیا نیک لوگوں کو بھی جن کی دنیا میں عبادت کی جاتی تھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا؟

جواب: نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہنم سے دور رکھے گا کیونکہ نیک لوگ کبھی اپنی عبادت کی دعوت نہیں دیتے۔

﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ﴾

''اور انہیں ٹھہراؤ یقیناً وہ سوال کیے جائیں گے'' (24)

سوال1: ﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ﴾ ''اور انہیں ٹھہراؤ یقیناً وہ سوال کیے جائیں گے'' ان سب سے باز پرس کی جائے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ﴾ ''اور'' اور جب ان سب کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جہنم جانے والے ہیں تو کہا جائے گا۔

(2) ﴿قِفُوْهُمْ﴾ ''انہیں ٹھہراؤ'' یعنی جہنم میں جھونکنے سے پہلے انہیں پل صراط کے پاس ٹھہراؤ۔

(3) ﴿اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ سوال کیے جائیں گے'' ان سے ان کے اعمال کی باز پرس ہوگی جو یہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ یوں ان کی سرعام رسوائی ہوگی۔

(4) ان سے ان کے تمام اقوال اور افعال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (ایسر التفاسیر:1287)

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ہر راہ نما جس نے لوگوں کی کسی بات میں راہ نمائی کی ہوگی ان کے ساتھ قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا۔ وہ نہ انہیں چھوڑے گا، نہ ان سے علیحدہ ہوگا۔ خواہ اس نے کسی ایک ہی شخص کی راہ نمائی کی ہو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ (ترمذی)

سوال2: یہ بات کب کہی جائے گی انہیں ٹھہراؤ ان سے ضروری سوال کیے جانے والے ہیں؟

جواب: یہ حکم جہنم میں لے جانے سے پہلے ہوگا کیونکہ حساب کے بعد ہی وہ لوگ جہنم میں جائیں گے۔

﴿مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ﴾

''تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟''(25)

سوال1:﴿مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ﴾ ''تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟'' آج ایک دوسرے کی حمایت کیوں نہیں کرتے! آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا لَكُمْ﴾ ''تمہیں کیا ہوگیا ہے'' آج انہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم تو ایک دوسرے کی حمایت اور مدد کے بڑے دعوے کرتے تھے۔ آج وہ حمایت کیا ہوگی؟

(2)﴿لَا تَنَاصَرُوْنَ﴾ ''تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے'' یعنی آج تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ تم پر یہ کیا مصیبت آن پڑی کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے، حالانکہ تم تو دنیا میں اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ تمہارے معبود تم سے عذاب کو دور کر دیں گے، تمہاری مدد کریں گے یا اللہ کے ہاں تمہاری سفارش کریں گے؟ تو گویا وہ اس سوال کا جواب نہیں دیں گے کیونکہ ان پر ذلت اور بے چارگی چھائی ہوئی ہوگی اور وہ اپنے آپ کو جہنم کے عذاب کے حوالے کر رہے ہوں گے، وہ ڈرے ہوئے اور مایوس ہوں گے اور بول نہیں سکیں گے۔ (تفسیر سعدی:2264,2263)

سوال2: جہنم میں لے جانے سے پہلے کیا سوال کیا جائے گا؟

جواب: جہنم میں لے جانے سے پہلے یہ سوال کیا جائے گا کہ اب تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

﴿بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ﴾

''بلکہ وہ آج فرماں بردار ہیں''(26)

سوال1:﴿بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ آج فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ هُمُ الْيَوْمَ﴾ ''بلکہ وہ آج'' آج تو ان کے حالات ہی بدل گئے آج وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کو مان گئے۔ آج وہ عذاب پر یقین کرنے لگے۔

(2)﴿مُسْتَسْلِمُوْنَ﴾ ''فرماں بردار ہیں'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: کہ آج وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حوالے کر رہے ہیں۔

(3) خوف اور مایوسی سے ان کی بولتی بند ہو جائے گی اور وہ فرماں بردار بن جائیں گے۔

سوال2: جہنم کے راستے میں ٹھہرائے جانے والے لوگ جب سوال کا جواب نہیں دیں گے تو ان کی حالت پر کیا تبصرہ کیا جائے گا؟

جواب: ان لوگوں کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ لوگ تو اپنے آپ کو بے بسی میں ایک دوسرے کے حوالے کر رہے ہیں۔

﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾

''اوران کے بعض، بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے پوچھیں گے''(27)

سوال1:﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾''اوران کے بعض، بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے پوچھیں گے'' جہنم میں وہ ایک دوسرے سے کیسے جھگڑیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾''اوران کے بعض، بعض کی طرف متوجہ ہوں گے'' یعنی جن اور انسان ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔(جامع البیان:51/23)

(2) تابع دار اپنے سرداروں سے سوال کریں گے۔

(3)﴿يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾''ایک دوسرے سے پوچھیں گے'' یعنی وہ ان سے جھگڑیں گے اور انہیں ملامت کریں گے۔

سوال2: کون لوگ ایک دوسرے سے قیامت کے دن تکرار شروع کردیں گے؟

جواب: ظالم اوران کے ساتھی اور جن کی یہ پرستش کرتے تھے ایک دوسرے سے تکرار شروع کردیں گے۔ ہر کوئی دوسرے کو اپنی بربادی کا ذمہ دار ٹھہرائے گا۔

﴿قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ﴾

''وہ کہیں گے کہ یقیناً تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے''(28)

سوال1:﴿قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ﴾''وہ کہیں گے کہ یقیناً تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے'' جہنم کے گڑھوں کے جھگڑوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْٓا﴾''وہ کہیں گے'' تابع دار جہنم کے گڑھوں میں سرداروں سے جھگڑا کریں گے۔

(2)﴿اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ﴾''کہ یقیناً تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے'' تم ہمیں قوت اور جبر سے گمراہ کرتے تھے۔ تم ہمیں شرک اور برائیاں کرنے کا حکم دیتے تھے۔ تم نہ ہوتے تو ہم ایمان والوں میں سے ہوتے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ(۴۷) قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ(۴۸)﴾اور جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑے کریں گے تو کمزور لوگ اُن لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے: ''یقیناً ہم تمہارے پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹانے والے ہو؟'' جو لوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے: ''یقیناً ہم سب اس میں پڑے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان بلاشبہ فیصلہ کرچکا ہے۔''(غافر:48,47)

(3)رب العزت نے شیطان کے گمراہ کرنے کے طریقہ واردات کے بارے میں فرمایا:﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾ ''پھر میں لازماً اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اُن پر آؤں گا اور آپ اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔'' (الاعراف:17)

سوال2: دائیں طرف سے آنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے دین اور حق کے نام پر آنا۔

(2) کچھ لوگوں کا خیال ہے اس سے مراد صرف دائیں طرف سے نہیں ہر طرف سے آنا ہے۔

سوال3: ظالم اپنے لیڈروں سے کیا کہیں گے؟

جواب: ظالم اپنے لیڈروں سے کہیں گے کہ تم ہمیں یقین دلاتے تھے کہ یہی دین حق ہے۔

﴿قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾

''وہ کہیں گے کہ بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے'' (29)

سوال1:﴿قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''وہ کہیں گے کہ بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے'' سرداروں کے جواب کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے'' سردار اور پیشوا کہیں گے۔

(2)﴿بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''کہ بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے'' یعنی تم نے ایمان سے منہ موڑا تو ہم نے تمہاری کفر کی طرف راہ نمائی کی۔ تم نیک نہیں تھے تو ہم نے فساد بگاڑ کی طرف تمہاری راہ نمائی کی۔ تم توحید پر نہیں تھے تو ہم نے شرک کی طرف تمہاری راہ نمائی کی۔

(3)تمہارے دل میں ایمان تھا ہی کب جو ہم نے چھین لیا۔

(4)تمہارے دل ایمان سے خالی تھے ان میں کفر اور نافرمانیوں ہی کی صلاحیت تھی۔

(5)رب العزت نے جہنم کے جھگڑوں کے بارے میں فرمایا:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (۳۱) قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ (۳۲) وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ

اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اُس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! آپ دیکھیں جب ظالموں کو ان کے رب کے پاس کھڑا کیا گیا ہوگا ان میں سے ایک دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہوگا جو لوگ کمزور سمجھے گئے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے: ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔'' جو لوگ بڑے بنتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے گئے: ''کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تھی؟ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔'' اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے بلکہ دن رات کی مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اُس کے ساتھ شریک بنائیں،'' اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔'' (سبا:31-33)

سوال 2: گمراہوں کے لیڈر کیا جواب دیں گے؟

جواب: وہ کہیں گے: ''ایمان تم اپنی آزاد مرضی سے نہیں لائے اور آج اپنے جرم کا ذمہ دار ہمیں ٹھہرا رہے ہو؟''

﴿وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ﴾

''اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم خود ہی حد سے بڑھنے والے لوگ تھے'' (30)

سوال 1: ﴿وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ﴾ ''اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم خود ہی حد سے بڑھنے والے لوگ تھے'' تمہاری حدود کو پھلانگنے کی عادت تھی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا'' ہماری بات میں کوئی زور تو نہیں تھا۔ ہماری بات کوئی دلیل پر مبنی تو نہ تھی۔

(2) ہمارا تم پر کوئی زور تو نہیں تھا۔ نہ ہم میں تم سے کفر کروانے کی کوئی قوت یا اختیار تھا۔

(3) ﴿بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ﴾ ''بلکہ تم خود ہی حد سے بڑھنے والے لوگ تھے'' تم میں سرکشی اور غرور تھا، تمہیں حدود سے پھلانگنے کی عادت تھی، اسی وجہ سے تم نے رسولوں کو جھٹلایا حالانکہ ان کے پاس قوی دلائل تھے لیکن تم ان کی مخالفت پر ڈٹے رہے۔

سوال 2: لیڈر اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کے لئے کیا کہیں گے؟

جواب: لیڈر کہیں گے ہمارا تم پر کوئی زور تو نہیں چلتا تھا۔ ہماری بات تمہیں اپنے مزاج کے مطابق نظر آئی تو تم نے اسے مان لیا۔ دراصل تم نے ہمارا نہیں اپنی خواہشات کا ساتھ دیا بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔

﴿فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۚ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ﴾

''چنانچہ ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، یقیناً ہم (عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں''(31)

سوال1:﴿فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، یقیناً ہم (عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں'' ہماری قضاوقدر حق ثابت ہوگی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ﴾ ''چنانچہ ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی'' سردار تابع لوگوں سے کہیں گے کہ تم پر بھی اور ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کی بات واجب ہوگئی۔ ہماری تقدیر ہم پر حق ثابت ہوگئی۔

(2)﴿اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم (عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں'' ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو بھگتیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر میں ہم ازلی بدبخت ہیں۔ اور ہم پر یہ بات حق ثابت ہوگئی۔

سوال2: لیڈر قیامت کے دن پکڑے جانے کے بارے میں کیا اعلان کریں گے؟

جواب:(1) لیڈر کہیں گے اب ہم عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہم پر حق بن کر آ گیا۔

(3) اب ہمارے لئے عذاب کا مزا چکھنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔

﴿فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ﴾

''پس ہم ہی نے تمہیں بہکایا، بلاشبہ ہم خود ہی بہکے ہوئے تھے''(32)

سوال1:﴿فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ﴾ ''پس ہم ہی نے تمہیں بہکایا، بلاشبہ ہم خود ہی بہکے ہوئے تھے'' تم نے ہماری دعوت قبول کر لی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَغْوَيْنٰكُمْ﴾ ''پس ہم ہی نے تمہیں بہکایا'' ہم نے تمہیں گمراہی کی دعوت دی۔

(2)﴿اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم خود ہی بہکے ہوئے تھے'' کیونکہ ہم خود گمراہ تھے۔ ہم نے تو تمہیں اس راستے کی طرف بلایا جس پر ہم خود قائم تھے۔ تم نے ہماری دعوت قبول کر لی۔ اس لیے ہمیں نہیں خود کو ملامت کرو۔

سوال2: لیڈر گمراہ کرنے کا اعتراف کیسے کریں گے؟

جواب:(1) لیڈر اپنی بات کی خود نفی کریں گے پہلے تو انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا تم پر کون سا زور تھا کہ گمراہ کرتے۔

(2) اب یہاں اعتراف کریں گے کہ ہاں ہم نے تمہیں گمراہ کیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دیں گے کہ ہم نے تمہیں راہ حق سے بھٹکانا چاہا ہے تو تم ہمارے ساتھ بھٹکنے کے لئے تیار ہو گئے۔(3) ہمارا جرم تو یہ ہے کہ تم ہمارے پیچھے چلنے لگ گئے تھے۔

﴿فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾

''پھر یقیناوہ اُس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے''(33)

سوال1:﴿فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾''پھر یقیناوہ اُس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے'' وہ سب جہنم میں ہوں گے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ﴾''پھر یقیناوہ اُس دن''یعنی قیامت کے دن وہ سب تابع بھی اور سردار بھی۔

(2)﴿فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾''عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے''سب جہنم میں جائیں گے۔اس کے عذاب میں شریک ہوں گے۔جیسے دنیا میں وہ گمراہی میں ایک دوسرے کے شریک تھے۔

(3)وہ شرک،شراور فساد میں ایک دوسرے کے شریک تھے۔(ایسرالتفاسیر:1288)

سوال2:اس دن سب کے سب عذاب میں کیوں مشترک ہوں گے؟

جواب:اُس دن مشترکہ جرم یعنی شرک،شر،فساداور اللہ تعالیٰ کے نافرمانی کے کاموں کی وجہ سے سب لوگ عذاب میں مشترک ہوں گے۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾

''یقیناہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں''(34)

سوال1:﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾''یقیناہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ﴾''یقیناہم ایسا ہی کرتے ہیں''رب العزت نے فرمایا:ہمارا یہی دستور ہے،ہم ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔

(2)﴿بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾''مجرموں کے ساتھ''مجرموں کے ساتھ جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں۔ایمان کی بجائے کفراختیار کیاانہیں ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور انہیں اوران کے ساتھیوں کو آگ میں جمع کریں گے۔

سوال2:گناہ گاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب:گناہ گار لوگ عذاب میں مشترک ہوں گے۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

''یقیناوہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے''(35)

سوال1:﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''یقینا یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے''مشرک تکبر کرتے تھے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ﴾ ''یقینا یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ''یعنی جب دنیا میں غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں سے کہا جاتا تھا۔

(2)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے''یعنی جب انہیں کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی تھی تو اس کو قبول کرنے سے اعراض کرتے تھے،تکبر سے منہ پھیر لیتے تھے،ناک بھوں چڑھاتے تھے۔

(3)مشرک لا الہ الا اللہ سننے کے روادار نہ تھے اس لیے اس دعوت کو پیش کرنے والے کے ساتھ تکبر اور غرور سے پیش آتے تھے۔

(4)''سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ،ابوطالب کی بیماری کے زمانہ میں ایک بڑی جماعت قریش کی ابوطالب کے پاس گئی اور آپ ﷺ کے طرح طرح کی شکایت کی،ابوطالب نے نبی ﷺ سے اس شکایت کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تو ایک بات ایسی ان لوگوں کو بتلاتا ہوں،جس کے اختیار کرنے کے سبب سے سب ملک عرب وعجم ان کا تابعدار ہو جائے،جب ان جماعت کے لوگوں نے پوچھا کہ آخر وہ کیا بات ہے بیان تو کرو تو آپ نے کلمہ توحید پڑھ کر سنایا،یہ سنتے ہی بڑے تکبر سے ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ﴾ کہتے ہوئے یہ سب لوگ اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔''(احسن التفاسیر:6/6)(ترمذی،نسائی)

(5)''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا،وہ جنت میں نہیں جائے گا،ایک شخص نے کہا،ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو(تو کیا یہ تکبر ہے)؟آپ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے(اس لیے یہ تکبر نہیں ہے)،تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔''(مسلم:265)

سوال2:جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ کس کے مقابلے میں تکبر کرتے تھے؟

جواب:یہ تکبر رب کے مقابلے میں نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے پیغمبر کے مقابلے میں تھا۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾

''اور وہ کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے پیچھے واقعی اپنے معبود چھوڑ دیں؟''(36)

سوال1:﴿وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾ ''اور وہ کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے پیچھے واقعی اپنے معبود چھوڑ دیں؟''کیا ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر ہم اپنے معبود چھوڑ دیں،آیت کی روشنی میں مشرکوں کی مخالفت کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾''اور وہ کہتے تھے''مشرک کلمہ حق کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے تھے۔

(2)﴿اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا﴾''کہ کیا ہم واقعی اپنے معبود چھوڑ دیں؟''کیا ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے۔

(3)﴿لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾''ایک دیوانے شاعر کے پیچھے''۔اس سے وہ رسول اللہ ﷺ مراد لیتے تھے۔اللہ ان کا برا کرے۔انہوں نے صرف آپ ﷺ سے روگردانی اور مجرد آپ کی تکذیب ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے آپ پر بدترین حکم لگایا جو سب سے بڑے ظلم پر مبنی ہے۔انہوں نے آپ کو مجنون شاعر قرار دیا،حالانکہ انہیں خوب علم تھا کہ آپ شاعری جانتے ہیں نہ شعراء سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں اور نہ ان کی طرح شاعری کے کبھی اوصاف بیان کیے ہیں اور انہیں یہ بھی علم ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عقل منداور سب سے زیادہ عظیم رائے کے حامل ہیں۔(تفسیر سعدی:2265/3)

سوال2:کافروں نے حق قبول نہ کرنے کے لئے کیا حجت پیش کی؟

جواب:کافروں نے نبی ﷺ کو شاعر اور مجنون کہہ کر حجت پیش کی کہ اب اس کی خاطر تو ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔

سوال3:نبی ﷺ پر شاعری اور دیوانگی کے الزام کا کیا مطلب تھا؟

جواب:(1)اس کا مطلب یہ تھا کہ قرآن شعراء اور دیوانے کی دیوانگی ہے حالانکہ وہ شاعری نہیں حقیقت ہے اور دیوانگی نہیں عقل مندی اور حکمت ہے۔(2)اس کا یہ مطلب بھی تھا کہ اس دعوت کو اپنانے میں ہلاکت ہے حالانکہ یہی دعوت نجات کا ذریعہ تھی۔

﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''بلکہ وہ تو حق لے کر آیا تھا اور اُس نے رسولوں کی تصدیق کی''(37)

سوال1:﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾''بلکہ وہ تو حق لے کر آیا تھا اور اُس نے رسولوں کی تصدیق کی رسول اللہ ﷺ تو سچی باتیں لے کر آئے ہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ﴾''بلکہ''یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نہ دیوانے ہیں،نہ شاعر بلکہ:(2)﴿جَآءَ بِالْحَقِّ﴾''وہ تو حق لے کر آیا تھا''وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچی باتیں،سچی شریعت لے کر آئے ہیں۔

(3)وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ قرآن لے کر آئے ہیں۔(جامع البیان:54/23)

(4)آپ ﷺ کا آنا حق ہے اور آپ ﷺ کی کتاب اور شریعت حق ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۴۰) وَّمَا هُوَ

بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (41) وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (42) تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (43)﴾ ''یقیناوہ ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے۔اوروہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے،تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو۔اور نہ کسی کاہن کا قول ہے،تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے''۔(الحاقۃ:40۔43)

(5)﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (29) اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (30) قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ (31) اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (32) اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (33) فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (34)﴾ ''پس آپ نصیحت کریں کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔کیاوہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے۔جس پر ہم گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں۔آپ کہہ دیں کہ تم بھی انتظار کرو،پس بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔یا اُن کی عقل اُنہیں یہی حکم دیتی ہے یاوہ لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں؟ یاوہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اُسے گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے۔چنانچہ اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات ہی بنا کر لے آئیں۔(الطور:29-34)

(6)﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور یقینا جو صبر کرے اور معاف کردے،تو بلاشبہ یہ یقینا بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''(شوریٰ:43)

(7)﴿وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور اُس نے رسولوں کی تصدیق کی'' آپ ﷺ کی آمد سے رسولوں کی تصدیق ہوئی ہے۔تمام انبیاء نے آپ ﷺ کے آنے کی بشارت دی تھی،اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا کہ جس زمانے میں نبی ﷺ مبعوث ہوں گے تو وہ ضرور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ ﷺ کی مدد کریں گے۔اب آپ ﷺ حق لے کر آئے ہیں اور وہ توحید ہے جس کی سارے انبیاء نے دعوت دی۔آپ ﷺ سارے انبیاء کی رسالت پر ایمان لائے اور ان کی شریعت کی تصدیق کی۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی دعوت کے بارے میں کیا وضاحت کی؟

جواب:(1)پیغمبر حق ہی لایا ہے اور اس کو پیش کر رہا ہے اور یہ وہ سچی دعوت ہے جو پچھلے انبیاء بھی دیتے رہے۔

(2)تم جسے شاعر اور مجنون کہتے ہو کیا یہ حق کسی دیوانے کے پریشان خیالات کا نتیجہ ہو سکتا ہے؟

﴿اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ﴾

''یقیناتم دردناک عذاب چکھنے والے ہو''(38)

سوال1:﴿اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ﴾ ''یقیناتم دردناک عذاب چکھنے والے ہو'' قیامت کے دن وہ سب دردناک

عذاب میں مبتلا ہوں گے، آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّكُمْ﴾ ''یقیناتم'' یعنی مشرک، کافر، نافرمان سب۔

(2)﴿لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ﴾ ''دردناک عذاب چکھنے والے ہو'' سب دردناک اور بھیانک عذاب کا مزہ چکھو گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (۷۱) ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (۷۲)﴾ ''اورتم میں سے ہر شخص اُس پر سے گزرنے والا ہے، یہ ہمیشہ سے آپ کے رب کی حتمی بات ہے جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ پھر ہم اُن لوگوں کو بچالیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' (مریم:72,71)

سوال2: لوگوں کو کس جرم کی بناء پر دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جائے گا؟

جواب: لوگوں کو حق قبول نہ کرنے اور رسول کو شاعر اور دیوانہ کہنے اور اس کی تصدیق نہ کرنے کے جُرم میں دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جائے گا۔

﴿وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور تمہیں اُسی کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' (39)

سوال1:﴿وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور تمہیں اُسی کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا تُجْزَوْنَ﴾ ''اور تمہیں اُسی کا بدلہ دیا جارہا ہے'' یعنی یہ جو بھیانک عذاب ہیں تمہارا بدلہ ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (۳۸) اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (۳۹)﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا۔ مگر دائیں بازو والے۔'' (المدثر:39,38)

(2)﴿اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو تم عمل کیا کرتے تھے'' جو تم پر ظلم نہیں ہوگا وہ تمہارے ہی اعمال کا بدلہ ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (فصلت:46)

سوال2: لوگوں کو یہ کس وقت کہا جائے گا کہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہے؟

جواب: یہ جہنمیوں کو اس وقت کہا جائے گا جب وہ ایک دوسرے سے تکرار کررہے ہوں گے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ عذاب الیم چکھانے کے بارے میں کیا وضاحت کریں گے؟

جواب: یہ تمہارے اپنے اعمال کا بدلہ ہے اور عین عدل ہے۔

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''مگر اللہ تعالیٰ کے خالص کیے ہوئے بندے'' (40)

سوال1: ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ کے خالص کیے ہوئے بندے'' قیامت کے دن مخلص مسلمانوں کو نجات دی جائے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا﴾ ''مگر'' یعنی جو لوگ عذابوں کا مزہ نہیں چکھیں گے، جنہیں نجات دی جائے گی۔

(2) ﴿عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے خالص کیے ہوئے بندے'' وہ اللہ تعالیٰ کے مخلص اور بے لوث بندے ہیں جنہوں نے اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا اور اس کی طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنے لیے، اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیں گے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے خالص بندوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے خالص بندوں کو عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا۔ (2) ان کی غلطیوں اور کمیوں سے درگزر کیا جائے گا۔

(3) ان کی نیکیوں کا انہیں کئی گنا اجر دیا جائے گا۔

﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ﴾

''اُن ہی کے لیے معلوم رزق ہے'' (41)

سوال1: ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''اُن ہی کے لیے معلوم رزق ہے'' مخلص لوگوں کے لیے جنت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''یہی لوگ ہیں'' یعنی یہی مخلص لوگ ہیں۔

(2) ﴿لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''اُن ہی کے لیے معلوم رزق ہے'' جن کے لیے معلوم رزق یعنی جنت ہے جس میں وہ بڑی عزت سے رہیں گے۔

سوال2: جنتیوں کو کیا رزق دیا جائے گا؟

جواب: (1) جنتیوں کو ایسا رزق دیا جائے گا جو پہلے سے وہ جانتے ہوں گے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی کتاب کے توسط سے وہ اپنے رزق کے بارے میں جانتے ہوں گے۔ (3) جنتیوں کو جو رزق دیا جائے گا وہ غذا بھی ہوگی جسم کے لئے اور متاع بھی ہوگا۔

﴿فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ﴾

''لذیذ پھل ہیں اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے''(42)

سوال1:﴿فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ﴾''لذیذ پھل ہیں اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے''جنت والے عزت سے رکھے جائیں گے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَوَاكِهُ﴾''لذیذ پھل ہیں''یعنی جنت میں ان کا کھانا پینا لذت کے لیے ہوگا۔

(2)جنت میں تمام قسموں کے پھل ہوں گے جن کے رنگ خوب صورت اور ذائقے اعلیٰ ہوں گے جن سے وہ لذت لیں گے۔ان پھلوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا۔﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے۔''(الواقعہ:33)

(3)﴿وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ﴾''اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے''یعنی وہ جنت میں بڑی عزت اور شان وشوکت سے رہیں گے۔

(4)یعنی ان کی اہانت کی جائے گی نہ ان سے حقارت سے پیش آیا جائے گا بلکہ ان کی عزت،تعظیم اور توقیر کی جائے گی۔وہ ایک دوسرے کی تکریم کریں گے،مکرم فرشتے ان کی تکریم کریں گے،وہ جنت کے ہر دروازے سے داخل ہوں گے اور بہترین ثواب کے ذریعے سے ان کو خوش آمدید کہا جائے گا۔سب سے معزز اور باوقار ہستی انہیں اکرام بخشے گی اور انہیں انواع واقسام کی تکریم سے نوازے گی جس میں قلب وروح اور بدن کے لیے نعمت ہوگی۔(تفسیر سعدی:2267/3)

(5)یعنی ان کی خدمت کی جائے گی۔انعامات سے نوازا جائے گا،ان کا رتبہ بلند کیا جائے گا۔(الاساس فی التفسیر:4700/8)

سوال2:اہل جنت کو جنت میں کس طرح رکھا جائے گا؟

جواب:اہل جنت کو معزز مہمانوں کی طرح رکھا جائے گا۔

﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

''نعمت بھری جنتوں میں''(43)

سوال1:﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾''نعمت بھری جنتوں میں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾''نعمت بھری جنتوں میں''(i)جنت آرام کی جگہ ہوگی۔(ii)جنت میں کوئی مشقت نہ ہوگی۔(iii)جنت میں ہر طرح کی خواہشات کو پورا کیا جائے گا۔(iv)جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا ملے گی۔(v)جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

(2)جنت میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا،نہ کسی کے خیال میں گزریں۔

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں جتنی سی جگہ میں گھوڑا سوار اپنے گھوڑے کے کوڑا کور کھتا ہے،جنت کی

اتنی سی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے" (صحیح بخاری باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ:461/1)

﴿عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾

"تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے" (44)

سوال1:﴿عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾ "تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے" جنت کی مجلسوں کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلٰى سُرُرٍ﴾ "تختوں پر" اہل جنت کی مجلسوں کے لیے بلند بیٹھنے کی جگہیں ہوں گی، جو انتہائی خوب صورت ہوں گے۔ اہل ایمان سکون اور اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر وہاں بیٹھیں گے۔

(2)﴿مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾ "آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے" وہ ایک دوسرے کی عزت کریں گے۔ ان کے دل ہر قسم کی کدورت سے پاک ہوں گے۔ جنتی ایسی مجلسوں پر انتہائی خوش ہوں گے ان کے دل ایک دوسرے سے پہلو تہی نہیں کریں گے۔ وہ آپس میں محبت کریں گے اور ایک دوسرے کا ادب کریں گے جس کی وجہ سے چہرے بھی ہشاش بشاش ہوں گے۔

(3) یہ روحانی لذت ہے جس کا ادراک عقل والے ہی کر سکتے ہیں۔ (تفسیر مراغی:170/8)

سوال2: کیا اہل جنت کی آپس میں ملاقاتیں ہوں گی؟

جواب: اہل جنت کی آپس میں ملاقاتیں ہوں گی جن میں وہ آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ﴾

"اُن پر صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر پھرائے جائیں گے" (45)

سوال1:﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ﴾ "اُن پر صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر پھرائے جائیں گے" اہل جنت کے مشروبات اور ان کے جام کیسے ہوں گے؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ﴾ "اُن پر پھرائے جائیں گے جنت کے ویٹرز چاق وچوبند لڑکے ہوں گے جو اہل جنت کے پاس ان کے مشروبات لے کر آئیں جائیں گے جیسا کہ فرمایا:﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (۱۷) بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (۱۸) لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ (۱۹)﴾ "ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ اُن پر جاری چشمے کی شراب کے ساغر، صراحیاں اور جام پیش کریں گے۔ اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے۔" (واقعہ:17-19)

(2)﴿بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ﴾ "صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر" خوب صورت جاموں میں لذیذ مشروبات لیے آجا رہے ہوں گے جس میں انتہائی سرور ہوگا۔ جو پینے والوں کو اپنی لذت سے پر کیف، مخمور اور مسرور کر دے گی۔

(3)﴿مَّعِيْنٍ﴾یعنی جاری نہروں کی شراب ہوگی۔جس کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔

سوال2:اہل جنت کی ملاقاتوں کے دوران کیسی مہمان نوازی ہوگی؟

جواب:شراب کے ہروقت جاری رہنے والے چشموں سے شراب کے جام بھر بھر کر پلائے جائیں گے۔

﴿بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾

''سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی''(46)

سوال1:﴿بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾''سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی''جنت کی شراب کا کوئی نقصان نہیں ہوگا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَيْضَآءَ﴾''سفید''یعنی چمکتی ہوگی۔سفید شراب جس کی نہر بہہ رہی ہوگی جو دل فریب اور دیدہ زیب ہوں۔

(2)﴿لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾''پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی''جس کو پی کر اہل جنت لذت محسوس کریں گے۔

(3)جنت کی شراب کے مضر اثرات نہیں ہوں گے۔

(4)یہ شراب دنیا کی شراب کی طرح مکروہ نہیں ہوگی کہ دیکھتے ہی گھن آئے۔جنت کی شراب کا ذائقہ پاکیزہ اور خوشبو نہال کرنے والی ہوگی۔

سوال2:جنت کی شراب کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟

جواب:جنت کی شراب صاف ستھری،لذیذ اور خوش رنگ ہوگی۔

﴿لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ﴾

''نہ اُس میں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے''(47)

سوال1:﴿لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ﴾''نہ اُس میں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے''جنت کی شراب کا کوئی نقصان نہیں ہوگا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا فِيْهَا غَوْلٌ﴾''نہ اُس میں دردِ سر ہوگا''غول کے معنی خلاف طبیعت بات کے پیش آنے کے ہیں۔جنت کی شراب سے کوئی جسمانی تکلیف،پیٹ درد یا قولنج وغیرہ نہیں ہوگا،نہ سر چکرائے گا،نہ متلی آئے گی۔

(2)﴿وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ﴾''اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے''جنت کی شراب سے عقل زائل نہیں ہوگی کہ کوئی ناگوار صورتحال پیش آئے۔جنتیوں کے ہوش وحواس قائم رہیں گے۔ان کی عقلیں بہکے گی نہیں۔

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب میں چار باتیں پائی جاتی ہیں نشہ،سردرد،قے اور پیشاب اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کو ان

چاروں باتوں سے پاک صاف رکھا ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/684)

سوال2: جنت کی شراب کی کیا خاص باتیں بیان کی گئی ہیں؟

جواب: جنت کی شراب کے مضر اثرات نہیں ہوں گے۔

(1)اس میں نشہ نہیں ہوگا کہ اس سے سر چکرا جائیں۔(2)جنت کی شراب سے قے نہیں آئے گی۔

(3)جنت کی شراب بدمست نہیں کرے گی۔(4)جنت کی شراب سے بہکنے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔

﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ﴾

''اور اُن کے پاس نگاہیں بچانے والی موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی''(48)

سوال1:﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ﴾''اور اُن کے پاس نگاہیں بچانے والی موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی'' جنت کی حوریں کسی کو نگاہ غلط سے دیکھنا گوارا نہیں کرتیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے جنت کی نعمتوں کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے تاکہ لوگوں کے اندر ان کی نعمتوں کا شوق پیدا ہو۔

(2)﴿وَعِنْدَهُمْ﴾''اور اُن کے پاس'' اہل جنت کے پاس عورتیں ہوں گی۔

(3)﴿قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾''نگاہیں بچانے والی'' جو اپنی نظروں کو شوہروں پر مرکوز رکھیں گی اور کسی پر نگاہ غلط ڈالنا گوارا نہیں کریں گی۔

(4)جنتی عورت اپنے شوہر سے شدید محبت کرنے والی ہوگی یہ ان کی پاکیزگی کی دلیل ہے۔

(5)﴿عِيْنٌ﴾''موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی'' یعنی حوریں بڑی بڑی آنکھوں والی حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتی ہوں گی۔جیسا کہ فرمایا:﴿كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ﴾''گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں'' ان کی آنکھیں حسن، حیا اور پاکیزگی کا اظہار کرنے والی ہوں گی۔(الرحمٰن:58)

سوال2: اہل جنت کو کیسی عورتیں عطا کی جائیں گی؟

جواب: اہل جنت کو نگاہیں بچانے والی، بڑی اور موٹی آنکھوں والی حوریں عطا کی جائیں گی۔

سوال3: جنتی عورت کی حیا کے بارے میں کیا وضاحت کی گئی؟

جواب: جنتی عورت نگاہیں بچانے والی یعنی شوہر کے سوا کسی پر نگاہ ڈالنے والی نہ ہوگی۔

﴿كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾

''گویا وہ چھپا کر رکھے گئے انڈے ہیں''(49)

سوال1:﴿كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾''گویا وہ چھپا کر رکھے گئے انڈے ہیں''حوروں کے چہروں اور جسموں کی رونق کی جو مثال دی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَاَنَّهُنَّ﴾''گویا وہ''حوروں کے حسن کی مثال ہے۔

(2)﴿بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾''چھپا کر رکھے گئے انڈے ہیں''گویا کہ وہ حوریں چھپائے ہوئے انڈے ہیں۔یہ تشبیہ ان کے حسن،ان کے رنگ کی بے انتہا خوبصورتی اور اس کی تازگی کی بنا پر دی گئی ہے،اس میں کسی قسم کی کدورت اور میلا پن نہ ہوگا۔(تفسیر سعدی:2268/3)

(3)بعض مفسرین نے''بیض مکنون''کی تفسیر انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلی سے کی ہے اور اس کی یہی تفسیر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے''بیض مکنون''کا مطلب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''ان کی (یعنی جنت کی حوروں کی) نرمی اور نزاکت اس جھلی جیسی ہوگی جو انڈے کے چھلکے سے چپکی ہوتی ہے اور اسے''فرقی''کہا جاتا ہے۔(ابن جریر۔ابن کثیر)(اشرف الحواشی:536/1)

(4)حوروں کے رنگ کی مثال موتیوں سے دی گئی صاف شفاف جھلکتا ہوا رنگ جیسے ابھی تک کسی ہاتھ نے چھوا نہ ہو۔

سوال2:جنتی عورت کے بارے میں کیا وضاحت کی گئی؟

جواب:جنتی عورت انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلی کی طرح ہوگی جس کو نہ کسی کا ہاتھ لگ سکتا ہے نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور انتہائی نرم و نازک بھی ہوتی ہے۔

﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾

''پھر ان میں سے بعض،بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے''(50)

سوال1:﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾''پھر ان میں سے بعض،بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے''شراب کی مجلس میں اہل جنت کے سوال کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾''پھر ان میں سے بعض،بعض کی طرف متوجہ ہو کر''جب جنت میں اہل جنت شراب کی مجلس پر اکٹھے ہوں گے۔تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔جنت کے خادم کھانے اور مشروبات لے کر گھوم رہے ہوں۔ان کے لباس اور ان کی نعمتیں ایسی کہ کسی نے ان کا تصور تک نہ کیا ہو۔

(2)﴿يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾''ایک دوسرے سے سوال کریں گے''اس وقت شراب کے دور کے ساتھ انہیں دنیا یاد آئے گی کہ کیسے ہم دکھ اور تکلیفیں کاٹتے تھے اور چین سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔وہ ایک دوسرے سے دنیا کے حالات پوچھیں گے۔

سوال2:جنتی ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے کیا بات کریں گے؟

جواب: جنت میں اہل جنت ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر دنیا کے واقعات یاد کریں گے اور ایک دوسرے کو سنائیں گے۔

﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّیۡ كَانَ لِیۡ قَرِیۡنٌ﴾

''اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ یقینا میرا ایک ساتھی تھا'' (51)

سوال1: ﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّیۡ كَانَ لِیۡ قَرِیۡنٌ﴾ ''اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ یقینا میرا ایک ساتھی تھا'' جنتی دنیا کے ساتھی کو کیسے یاد کریں گے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ﴾ ''اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا'' مجلس میں سے ایک جنتی کہے گا۔

(2) ﴿اِنِّیۡ كَانَ لِیۡ قَرِیۡنٌ﴾ ''کہ یقینا میرا ایک ساتھی تھا'' دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ وہ میرے عقیدے پر میرا مذاق اڑاتا اور مجھے ملامت کرتا تھا۔

(3) قرین ایسے ساتھی یا دوست کو کہتے ہیں جو اپنا ہم عمر ہو یا بہادری، قوت اور اسی طرح کے دیگر اوصاف میں ہمسر ہو اور اس لفظ کا استعمال عموماً برے معنوں میں ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 707/3)

سوال2: جنتی ایک دوسرے کو اپنے بارے میں کیا بتائیں گے؟

جواب: جنتی ایک دوسرے کو ہر طرح کے واقعات بتائیں گے مثلاً دوستوں کے بارے میں جیسا کہ یہاں کہا گیا کہ میرا ایک دوست تھا۔

﴿یَّقُوۡلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِیۡنَ﴾

''وہ کہتا تھا کہ کیا یقینا تم واقعی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟'' (52)

سوال: ﴿یَّقُوۡلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِیۡنَ﴾ ''وہ کہتا تھا کہ کیا یقینا تم واقعی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟'' بعث اور جزا کے عقیدے پر ساتھی کی تنقید کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یَّقُوۡلُ﴾ ''وہ کہتا تھا'' یعنی قیامت کا منکر ساتھی کہتا تھا۔

(2) ﴿اَئِنَّكَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِیۡنَ﴾ ''کیا یقینا تم واقعی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟'' کیا تم بھی قیامت کو، موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کو مانتے ہو؟ بڑی حیرت کی بات ہے۔ تم ایسے ناممکن معاملے کی تصدیق کیسے کرتے ہو؟

﴿ءَاِذَا مِتۡنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیۡنُوۡنَ﴾

''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم یقینا واقعی جزا دیے جانے والے ہیں؟'' (53)

سوال: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ﴾ ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم یقیناواقعی جزادیے جانے والے ہیں؟'' مٹی ہوجانے کے بعد جزاسزا ہوگی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ءَاِذَا مِتْنَا﴾ ''کیا جب ہم مرجائیں گے'' جب ہم مرنے کے بعد بکھر جائیں گے۔

(2)﴿وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا﴾ ''اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے'' ہمارا گوشت مٹی اور ہم ہڈیوں کا پنجر ہوجائیں گے۔

(3)﴿ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ﴾ ''تو کیا ہم یقیناواقعی جزادیے جانے والے ہیں؟'' کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں گے تو ہمیں جزاسزادی جائے گی؟ کیا اس وقت ہمارا حساب کتاب ہوگا اور ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

(4) جنتی اپنے ساتھیوں سے کہے گا میں تو ایمان پر قائم رہا اور وہ قیامت کو جھٹلاتا رہا یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی اور اب ہمیں دوبارہ زندہ کیا گیا اور ہمارے رب نے اپنے وعدے کے مطابق ہمیں نعمتوں بھری جنت میں پہنچادیا۔ اس وعدے کے مطابق مجھے یقین ہے کہ میرا ساتھی عذاب میں مبتلا ہوگا۔

﴿قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ﴾

''وہ کہے گا کہ کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟'' (54)

سوال: ﴿قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ﴾ ''وہ کہے گا کہ کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟'' آؤ دوزخ میں اسے جھانک کر دیکھیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''وہ کہے گا'' یعنی جنتی کہے گا۔

(2)﴿هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ﴾ ''کہ کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟'' آؤ اس ساتھی کو دوزخ میں جھانک کر دیکھیں۔

(3) وہ اس لیے جھانک کر دیکھیں گے تاکہ جنت کے سرور میں اور اضافہ ہو۔ پھر وہ کافر ساتھی کا حال دیکھنے لگ جائیں گے۔

﴿فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ﴾

''پس وہ جھانکے گا تو اُسے جہنم کے درمیان میں دیکھے گا'' (55)

سوال: ﴿فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ﴾ ''پس وہ جھانکے گا تو اُسے جہنم کے درمیان میں دیکھے گا'' وہ اپنے ساتھی جہنم میں جھلستا پائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاطَّلَعَ﴾ ''پس وہ جھانکے گا'' وہ اپنے ساتھی کو جھانک کر دیکھے گا۔

(2)﴿فَرَاٰهُ﴾ ''تو اسے دیکھے گا'' جنتی اپنے ساتھی کو دیکھ لے گا۔

(3)﴿فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ﴾ ''جہنم کے درمیان میں'' وہ اسے جہنم کے بیچ میں جھلستا ہوا دیکھے گا جیسے کوئی انگارہ دہک رہا ہو۔

﴿قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ﴾

''کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! قریب تھا کہ تم واقعی مجھے تباہ کر دیتے'' (56)

سوال:﴿قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ﴾ ''کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! قریب تھا کہ تم واقعی مجھے تباہ کر دیتے'' تم مجھے تباہ کرنے والے تھے، جنتی کے قول کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ تَاللّٰهِ﴾ ''کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم!'' جنتی اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے گا۔

(2)﴿اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ﴾ ''قریب تھا کہ تم واقعی مجھے تباہ کر دیتے'' مومن اپنے جہنمی ساتھی سے کہے گا کہ تو تو مجھے شبہات سے ہلاک ہی کر ڈالتا۔ اگر میں تیری بات مان لیتا تو تو مجھے اپنے ساتھ لے ڈوبتا۔

﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ﴾

''اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی اُن حاضر شدہ لوگوں میں ہوتا'' (57)

سوال:﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ﴾ ''اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی اُن حاضر شدہ لوگوں میں ہوتا'' مومن اپنے جہنمی ساتھی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ﴾ ''اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا اور مجھے ایمان کی توفیق دی اور برے دوست سے دور رکھا۔

(2)﴿لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ﴾ ''تو میں بھی اُن حاضر شدہ لوگوں میں ہوتا'' یعنی اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا اور مجھے گمراہی سے نہ بچاتا تو میں تیرے ساتھ دوزخ میں جھلس رہا ہوتا۔

(3) یہ میرے رب کی رحمت ہے کہ اس نے مجھے ایمان پر جمائے رکھا اور مجھے توحید پر ثبات عطا فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے:''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے:''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے

تھے۔'' (الاعراف:43)

﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ﴾

''تو کیا ہم مرنے والے نہیں ہیں؟'' (58)

سوال: ﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ﴾ ''تو کیا ہم مرنے والے نہیں ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ﴾ ''تو کیا ہم مرنے والے نہیں ہیں؟'' مومن جنت کی رونقوں اور عزت والے گھر کی بہاروں سے خوش ہو کر کہے گا۔ اب ہم ہمیشہ جئیں گے، ہمیں کبھی موت نہیں آئے گی۔

﴿اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾

''مگر پہلی بار کی ہماری موت اور ہم کبھی عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' (59)

سوال: ﴿اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''مگر پہلی بار کی ہماری موت اور ہم کبھی عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' نہ موت کا اندیشہ، نہ عذاب کا خطرہ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى﴾ ''مگر پہلی بار کی ہماری موت'' یعنی دنیا میں جو موت آ گئی سو آ گئی اب کبھی موت نہیں آئے گی۔

(2) ﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''اور ہم کبھی عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' یعنی جنت میں داخل ہونے کے بعد اب ہمیں عذاب کا کوئی خطرہ نہیں۔

(3) سلامتی ہے، راحت ہے، خوش گوار اور سدا بہار زندگی ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

''یقینا یہی تو بڑی کامیابی ہے'' (60)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یقینا یہی تو بڑی کامیابی ہے'' جنت کا مل جانا بہت بڑی کامیابی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''یقینا یہی تو'' یعنی دوزخ سے نجات پانا اور دارالسلام (جنت میں) داخل ہونا بڑی کامیابی ہے جو دائمی نعمتوں کا گھر ہے۔

(2) ﴿لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''بڑی کامیابی ہے'' بے شک یہ البتہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ جس کے ذریعے سے ہر وہ بھلائی حاصل

ہوتی ہے جسے نفوس چاہتے ہیں اور ہر وہ چیز دور ہوتی ہے جس کو نفوس ناپسند کرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور کامیابی مطلوب ہو سکتی ہے؟ یا یہ سب سے بڑا مطلوب و مقصود ہے جہاں رب ارض و سما کی رضا نازل ہوتی ہے، جہاں اہل ایمان اس کے قرب سے فرحت، اس کی معرفت سے لذت، اس کے دیدار سے مسرت اور اس سے ہم کلام ہو کر طرب و راحت حاصل کریں گے۔ (تفسیر سعدی: 3/2270)

﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾

''ایسی کامیابی کے لیے تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں'' (61)

سوال: ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾ ''ایسی کامیابی کے لیے تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں'' جنت کے لیے عمل کرنے چاہئیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِمِثْلِ هٰذَا﴾ ''ایسی کامیابی کے لیے'' یعنی اس عطا اور عظیم فضل کے لیے۔

(2) ﴿فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾ ''تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں'' یہی مطلوب و مقصود سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے زندگی کے بہترین سانس صرف کیے جائیں اور سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ عقل مند اصحاب معرفت اس کے لیے جدوجہد کریں۔ نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ دور اندیش آدمی کے اوقات میں کوئی ایسا وقت گزرے جس میں وہ ایسے عمل میں مشغول نہ ہو جو اسے اس منزل مقصود تک پہنچاتا ہے، تب اس کا کیا حال ہے جو اپنے گناہوں کے ذریعے سے ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2270)

(3) یعنی جنت جیسی نعمت اور کامیابی کے لیے دنیا میں عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔

﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ﴾

''کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟'' (62)

سوال: ﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ﴾ ''کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟'' زقوم کی ضیافت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا﴾ ''کیا یہ ضیافت اچھی ہے'' رب العزت نے فرمایا کیا اہل جنت کی یہ میزبانی، ان کے کھانے پینے، مجلس اور لذتیں بہتر ہیں یا جہنم میں دیے جانے والے عذاب۔

(2) ﴿اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ﴾ ''یا تھوہر کا درخت؟'' جہنمیوں کا کھانا جو زقوم کا درخت ہے اور پیپ ملا کھولتا ہوا پانی اچھا ہے۔

(3) ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں ٹپکا دیا جائے تو باشندگان زمین کی ساری معاش

بگڑ جائے اس سے اندازہ کرو کہ جس کا کھانا زقوم ہو اس کی بدمزگی کراہت طبع اور ناگواری کی کیا حالت ہوگی۔ابوعمران خولانی کی روایت سے ابونعیم نے اورزوائیدالزہد میں عبداللہ بن احمد نے بیان کیا ہے کہ زقوم میں سے آدمی جتنا نوچے گا زقوم اس آدمی کا بھی اتنا ہی گوشت نوچ لے گا۔(تفسیر مظہری:23/10)(4) جنتیوں کا کھانا بہتر ہے یا جہنمیوں کا کھانا؟

﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ﴾

''ہم نے اُسے ظالم لوگوں کے لیے فتنہ بنایا ہے''(63)

سوال:﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ﴾''ہم نے اُسے ظالم لوگوں کے لیے فتنہ بنایا ہے'' زقوم گناہ گاروں کے لیے فتنہ ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً﴾''ہم نے اُسے فتنہ بنایا ہے''یعنی زقوم کے درخت کورب العزت نے گناہ گاروں کے لیے فتنہ بنارکھا ہے۔

(2)﴿لِّلظّٰلِمِيْنَ﴾''ظالم لوگوں کے لیے''یعنی جنہوں نے شرک،کفراور نافرمانی کے کام کیے اوراپنے اوپر ظلم کیاان کے لیے زقوم کوفتنہ بنادیا ہے۔

(3) کافر کہا کرتے تھے آگ تو درخت کوجلاڈالتی ہے پھرآگ کا درخت کیسے ہوگا؟ابن زبعری نے سرداران قریش سے کہا تھا کہ محمد ﷺ ہم کو زقوم سے ڈراتے ہیں حالانکہ برابری زبان میں زقوم کا معنی ہے مکھن اور کھجورابوجہل ابن زبعری کواپنے گھر میں لایااور باندی سے کہا جاریہ ہمارے لئے زقوم لاؤباندی مکھن اور کھجوریں لے آئی ،ابوجہل نے کہا زقوم کھاؤیہ وہ زقوم ہے جس سے محمد ﷺ تم کوڈراتے ہیں۔(تفسیر مظہری:23/10)

﴿اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ﴾

''یقیناوہ ایک درخت ہے جودوزخ کی تہ سے نکلتا ہے''(64)

سوال:﴿اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ﴾''یقیناوہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے''زقوم جہنم کی جڑ میں پیدا ہوتا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهَا شَجَرَةٌ﴾''یقیناوہ ایک درخت ہے''یعنی زقوم کا درخت۔

(2)﴿تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ﴾''جودوزخ کی تہ سے نکلتا ہے''زقوم جہنم کی جڑ میں پیدا ہوتا ہے اس کے اگنے کی جگہ جہنم کی جڑ یعنی عین وسط ہے۔اس کے اگنے کی جگہ بدترین ہے جواس کے بدترین اوصاف کی دلیل ہے۔

﴿طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ﴾

''اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں'' (65)

سوال: ﴿طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ﴾ ''اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں'' زقوم کی شاخوں کی مثال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿طَلْعُهَا﴾ ''اُس کا خوشہ ایسا ہے'' یعنی زقوم کی شاخیں۔

(2) ﴿كَاَنَّهٗ﴾ ''گویا وہ'' اس کی مثال ایسے ہے جیسے

(3) ﴿رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ﴾ ''شیاطین کے سر ہیں'' اصل میں لفظ ''رؤس الشیاطین'' استعمال ہوا ہے جس کا لفظی ترجمہ ''شیطانوں کے سر'' ہیں اللہ تعالی دوزخ میں پیدا ہونے والے تھوہر کی کلیوں کو ان کی انتہائی بھیانک شکل کا تصور پیش کرنے کے لئے شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دی ہے۔ (اشرف الحواشی: 536/1)

﴿فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾

''پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقینا کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں'' (66)

سوال: ﴿فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾ ''پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقینا کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں'' جہنمیوں کا کھانا زقوم ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنَّهُمْ﴾ ''پس بلاشبہ وہ'' یعنی شرک، کفر اور نافرمانی کرنے والے۔

(2) ﴿لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا﴾ ''اُس میں سے یقینا کھانے والے ہیں'' بھوک کی شدت کی وجہ سے زقوم سے کھانے والے ہیں۔

(3) ﴿فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾ ''پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں'' جہنمیوں کو زقوم سے پیٹ بھرنا ہی پڑے گا۔ وہ اس درخت سے کھائیں گے جو حلق میں اٹکنے والا، بے حد بدمزہ، انتہائی نقصان دہ، انتہائی سڑا ہوا ہوگا جیسا کہ فرمایا ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ (٦) لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ (٧)﴾ ''سوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا۔'' (الغاشیہ 7,6)

(4) ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (٤٣) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (٤٤) كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ (٤٥) كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (٤٦)﴾ ''یقینا زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔ کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح۔'' (الدخان: 46-43)

﴿ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ﴾

''پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے''(67)

سوال:﴿ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ﴾''پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے'' جہنمیوں کے مشروب کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا﴾''پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے''یعنی جہنمیوں کو زقوم کھانے کے لیے دیا جائے گا۔

(2)﴿لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ﴾''کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے''گرم، سخت کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (۱۵)﴾''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔''(محمد:15)

(3)﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا (۲۹)﴾''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔''(الکہف:29)

﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾

''پھر بے شک اُن کی واپسی یقیناً دوزخ کی طرف ہوگی''(68)

سوال:﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾''پھر بے شک اُن کی واپسی یقیناً دوزخ کی طرف ہوگی''جہنمیوں کے ٹھکانے کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ﴾''پھر بے شک اُن کی واپسی''یعنی پھر اس کے بعد وہ جہنم کی طرف لوٹیں گے جو ان کا ٹھکانہ ہے۔

(2)﴿لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾''یقیناً دوزخ کی طرف ہوگی''جہنم کی طرف ان کی واپسی ہوگی جو بھڑک رہی ہوگی، انگارے برسا رہی ہوگی۔

(3)بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے پہلے گرم پانی پلانے کے لئے ان کو کھولتے پانی کے مقام پر لے جایا جائے گا پھر لوٹا کر جحیم میں لے آیا جائے گا گرم پانی کا مقام جحیم سے باہر ہوگا۔(تفسیر مظہری:24/10)

﴿اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ﴾

''یقیناً اُن لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا''(69)

سوال:﴿اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ﴾''یقیناً اُن لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا''انہوں نے بے دلیل آباؤ اجداد کی پیروی کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ﴾''یقیناً اُن لوگوں نے اپنے باپ دادا کو پایا''انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا اس چیز نے انہیں جہنم میں پہنچا دیا۔جب انہیں کہا جاتا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو وہ تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے ہم نے اپنے باپ دادا کو یہ کرتے نہیں پایا۔

(2)انہوں نے بے دلیل آباؤ اجداد کی پیروی کی اور گمراہ ہو گئے۔

﴿فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ﴾

''پھر وہ اُن ہی کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے''(70)

سوال:﴿فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ﴾''پھر وہ اُن ہی کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے''وہ قدموں کے نشانات پر دوڑتے ہی چلے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ﴾''پھر وہ اُن ہی کے نقش قدم پر''وہ باپ دادا کے قدموں کے نشانات پر دوڑتے ہی چلے گئے۔انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف توجہ ہی نہ کی۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قابل اعتنا نہ سمجھا۔

(2)﴿يُهْرَعُوْنَ﴾''دوڑتے چلے گئے''وہ ان کے پیچھے گمراہی میں دوڑتے ہی چلے گئے اور جب خیر خواہوں نے ان کو توجہ دلائی تو انہوں نے کہا:﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (۲۳)﴾''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے جب اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔''(الزخرف:23)

﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے''(71)

سوال:﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے''ان کے پیش رو بھی گمراہ ہوئے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ﴾''اور بلاشبہ یقیناً اُن سے پہلے گمراہ ہو چکے''رب العزت نے ان سے پہلی قوموں کی خبر دی ہوئی ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ گمراہ ہو گئے۔

(2)﴿اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''پہلے لوگوں میں سے اکثر''یعنی پہلے لوگوں کی اکثریت گمراہ ہوئی۔ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائے۔ان میں سے کثیر لوگوں نے غیر اللہ کو اپنا معبود بنا لیا تھا۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ اُن میں ہم نے یقیناً ڈرانے والے بھیجے''(72)

سوال:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾''اور بلاشبہ اُن میں ہم نے یقیناً ڈرانے والے بھیجے''اللہ تعالیٰ نے ان میں انبیاء بھیجے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ﴾''اور بلاشبہ اُن میں ہم نے یقیناً بھیجے''رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ ہم نے ان میں انبیاء بھیجے۔

(2)﴿مُّنْذِرِيْنَ﴾''ڈرانے والے''جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تھے۔جو شرک اور بت پرستی کے برے انجام کی تنبیہ کرتے تھے۔جو انہیں گمراہی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب سے ڈراتے تھے۔

﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾

''سو آپ دیکھیں کہ اُن کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا!''(73)

سوال:﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾''سو آپ دیکھیں کہ اُن کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا!''جھٹلانے والوں کا برا انجام ہوا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَانْظُرْ﴾''سو آپ دیکھیں''یعنی آپ ﷺ غور فرمالیں۔

(2)﴿كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾''کہ اُن کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا!''جن لوگوں نے رسولوں کی مخالفت کی،اپنی ضد نہیں چھوڑی اور ہٹ دھرمی کی،انبیاء کو جھٹلایا آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔رسوائی اور تباہی کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے'' (74)

سوال: ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے'' مخلص مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے محفوظ رکھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ﴾ ''سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے بندے عذاب سے نجات پا گئے، وہ ہلاک نہیں ہوئے۔

(2) ﴿الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''جو خالص کر دیے گئے'' مخلص لوگ عقیدے کے اعتبار سے خالص ہوتے ہیں، اپنے اعمال کے اعتبار سے خالص ہوتے ہیں۔ (3) جنہوں نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا۔ (تفسیر قاسمی: 111/14)

(4) سوائے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے۔ یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص کا حامل بنایا اور ان کو ان کے اخلاص کے سبب سے، اپنی رحمت کے لیے مختص کیا۔ تب ان کا انجام قابل ستائش ہوا۔ (تفسیر سعدی: 2272/3، 2273)

رکوع نمبر 7

﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾

''اور نوح نے ہمیں پکارا یقیناً کیا ہی اچھے قبول کرنے والے ہیں!'' (75)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾ ''اور نوح نے ہمیں پکارا یقیناً کیا ہی اچھے قبول کرنے والے ہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول کر لی گئی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ﴾ ''اور نوح نے ہمیں پکارا'' رب العزت نے اپنے بندے سیدنا نوح علیہ السلام کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ انہوں نے ایک طویل مدت تک قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا مگر قوم کی نفرت میں اضافہ ہی ہوا۔ آخر کار انہوں نے اپنے رب سے دعا کی۔ ﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔'' (نوح: 26)

(2) ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''نوح نے کہا: اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔'' (المومنون: 26)

(3) سیدنا نوح علیہ السلام نے رب العزت سے دعا کی تھی ﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ تو اُس نے اپنے رب کو پکارا: میں بے بس

ہوں۔سوتو بدلہ لے لے!''(القمر:10)

(4)سیدنا نوح علیہ السلام کوان کی قوم نے جو ایذائیں دی تھیں اس کی وجہ سے وہ ان سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے ان کی ہلاکت کی بد دعا کی۔اس کی دو وجوہات تھیں(i)تا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین نافرمانوں سے پاک ہوجائے(ii)تا کہ وہ عبرت بن جائیں جن سے بعد آنے والی امتیں نصیحت حاصل کریں۔(تفسیر ماوردی:53/5)

(5)﴿فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾''یقینا کیا ہی اچھے قبول کرنے والے ہیں''رب العزت نے اپنی مدح بیان فرمائی ہے کہ ہم خوب سننے والے اور خوب جواب دینے والے ہیں۔(6)رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچالیا اور کافروں کو سیلاب میں غرق کر دیا۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کیسے قبول کی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کو طوفان بھیج کر ہلاک کر دیا۔

﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾

''اور ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی''(76)

سوال:﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾''اور ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی''نوح علیہ السلام اور اہل ایمان بچائے گئے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ﴾''اور ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی''رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول کر لی انھیں اور ان کے گھر والوں کو بچالیا گیا۔سیدنا نوح علیہ السلام کے اہل(گھر والوں)سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان پر ایمان لائے۔(شوکانی)(اشرف)

(2)سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ جن لوگوں کو بچایا گیا ان کی تعداد 80 بتائی جاتی ہے۔

(3)﴿مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾''بڑے غم سے''اور''کرب عظیم''بڑی مصیبت سے مراد طوفان میں غرق ہونا بھی ہوسکتا ہے اور قوم کا جھٹلانا اور ستانا بھی۔(شوکانی)

(4)اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو یعنی اہل ایمان کو کرب عظیم سے نجات دی کافروں کو سیلاب میں غرق کر دیا۔

﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُس کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا''(77)

سوال:﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ﴾''اور ہم نے اُس کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا''سیدنا نوح علیہ السلام آدم ثانی ہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ﴾''اور ہم نے اُس کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا''سیدنا نوح علیہ السلام کی نسل کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا۔(2)سام،حام اور یافث سے نسل چلائی۔(3)تمام انسان سیدنا نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾

''اور ہم نے پچھلوں میں اس کے ذکرِ خیر کو چھوڑ دیا''(78)

سوال1:﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾''اور ہم نے پچھلوں میں اس کے ذکرِ خیر کو چھوڑ دیا''سیدنا نوح علیہ السلام کو دائمی ثنائے حسن سے نوازا گیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ﴾''اور ہم نے اس کے ذکرِ خیر کو چھوڑ دیا''رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی ثنائے حسن باقی رکھی۔

(2)﴿فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾''پچھلوں میں''یعنی قیامت تک آنے والوں کے لیے۔

(3)قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو دائمی ثنائے حسن سے نوازا۔(جامع البیان:70/23)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کے ذکرِ خیر کو کیسے باقی رکھا؟

جواب:قیامت تک کے لیے سیدنا نوح علیہ السلام پر اہل ایمان سلام بھیجتے رہیں گے۔

﴿سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ﴾

''سلام ہے نوح پر تمام جہانوں میں!''(79)

سوال1:﴿سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ﴾''سلام ہے نوح پر تمام جہانوں میں!''نوح علیہ السلام پر سلامتی ہو،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ﴾''سلام ہے نوح پر''یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کے لیے تمام انسانوں اور تمام جہانوں میں سلام۔

(2)﴿فِي الْعٰلَمِيْنَ﴾''تمام جہانوں میں''یعنی قیامت تک کے لوگ سیدنا نوح علیہ السلام کے لیے سلامتی کی دعائیں کرتے رہیں گے۔(زادالمسیر:249/6)(3)تمام قومیں اور تمام مذاہب کے لوگ سیدنا نوح علیہ السلام کے ذکرِ خیر اور ثنائے حسن کو جاری رکھیں گے۔

سوال2:سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کر دیا اللہ نے ان کی قدر دانی کیسے کی؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے دور میں سیدنا نوح علیہ السلام کو بڑے طوفان اور لوگوں کی اذیتوں سے بچا لیا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ان کا ذکرِ خیر باقی چھوڑ دیا۔سیدنا نوح علیہ السلام پر سب سلام بھیجتے ہیں اور بھیجتے رہیں گے۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''یقیناہم نیکی کرنے والوں کوایساہی بدلہ دیتے ہیں''(80)

سوال1:﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾''یقیناہم نیکی کرنے والوں کوایساہی بدلہ دیتے ہیں''اللہ تعالیٰ محسنین کے ثنائے حسن کو پھیلاتا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا كَذٰلِكَ﴾''یقیناایساہی''یعنی جیسے ہم نے سیدنا نوح علیہ السلام کے لیے ذکرِ خیر،ثنائے حسن اور جہان والوں کی جانب سے سلامتی کی دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھاہے۔

(2)﴿نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾''نیکی کرنے والوں کو ہم بدلہ دیتے ہیں''محسنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔رب العزت ان کے احسان کے مطابق دنیامیں ان کے ذکرِ خیراور ثنائے حسن کو پھیلاتا ہے۔

(3)سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی لوگوں کو950سال رب العزت کی طرف بلایااور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ احسان کیا جیسا کہ فرمایا:﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔''(الرحمٰن:60)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾''یقیناللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جواس سے ڈرگئے اوران لوگوں کے جونیکی کرنے والے ہیں۔''(النحل:128)

(5)﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾''اورجنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گےاور بلاشبہ یقیناللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔''(العنکبوت:69)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی مثال سے احسان کرنے والوں کوکیا خوشخبری دی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی مثال سے احسان کرنے والوں کوخوش خبری دی ہے کہ جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول کی ایسے ہی محسنین کی دعائیں قبول ہوں گی۔(2)جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کی ذریت کو باقی رکھاایسے ہی محسنین کے لیے خوش خبری ہے۔

(3)جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کا ذکرِ خیر بعد کی نسلوں میں جاری رکھاایسے ہی احسان کرنے والوں کواللہ تعالیٰ بدلہ دیتے ہیں۔

﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا''(81)

سوال:﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا''سیدنا نوح علیہ السلام مومن بندے تھے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ﴾''یقیناوہ''یعنی سیدنا نوح علیہ السلام۔

(2)﴿مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' رب العزت نے ان کی ثنا ان کے ایمان کی وجہ سے بیان کی ہے کہ وہ ہمارے مومن بندے تھے۔انہیں ہماری ملاقات کا یقین تھا وہ توحید پرست تھے۔

(3)سیدنا نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں خالص تھے۔کامل ایمان اور یقین والے تھے۔

(4)اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ ایمان بندوں کے لیے بلندترین منزل ہے، جو تمام شرائع اور اس کے اصول وفروع پر مشتمل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی، ان کے ایمان کی بنا پر مدح وثنا کی ہے۔(تفسیر سعدی:3/2273,2274)

﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا''(82)

سوال:﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' باقی سب کا نام ونشان مٹ گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' قوم نوح کے کفر، شرک اور جھٹلانے کے بعد انہیں طوفان سے غرق کر دیا۔تمام نافرمان ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔

(2)ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا سب اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پکڑے گئے۔ان کا برائیوں کے ساتھ تذکرہ باقی ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ﴾ ''پھر انہوں نے اُسے جھٹلا دیا، تو ہم نے اُس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو ہم نے ڈبو دیا، یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔''(الاعراف:64)

﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ﴾

''اور یقیناً اُسی کے گروہ میں سے بلاشبہ ابراہیم تھا''(83)

سوال1:﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ﴾ ''اور یقیناً اُسی کے گروہ میں سے بلاشبہ ابراہیم تھا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی سیدنا نوح علیہ السلام کے دین اور سنت پر ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ﴾ ''اور یقیناً اُسی کے گروہ میں سے'' یہاں لفظ شیعہ استعمال ہوا ہے۔شیعہ ایسے فرقہ یا پارٹی کو کہتے ہیں جن کے عقائد آپس میں ملتے جلتے ہوں مگر دوسروں سے مختلف ہوں۔مطلب یہ ہے کہ توحید اور معاد کے بارے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھی وہی عقائد تھے جو سیدنا نوح علیہ السلام کے تھے اور یہ تو واضح سی بات ہے کہ تمام انبیاء کی اصولی تعلیم ایک ہی جیسی رہی ہے۔اور اسی اصولی

تعلیم کا نام دین ہے۔(تیسیر القرآن:711/3)

(2)﴿لَاِبْرٰهِيْمَ﴾ ''بلاشبہ ابراہیم تھا'' انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں، اور ہر پچھلا پہلے کی تصدیق وتائید کرتا ہے۔اسی لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا نوح علیہ السلام کے گروہ سے فرمایا:﴿وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''اور یقیناً یہ تمہاری اُمّت ایک ہی اُمّت ہے اور میں تمہارا رب ہوں۔سو تم مجھ سے ہی ڈرو۔'' (المومنون:52)(تفسیر عثمانی:457/2)

(3)سیدنا نوح علیہ السلام کے دین وسنت پر خلیل اللہ بھی ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1691/2)

(4)سیدنا نوح علیہ السلام اور ان لوگوں کے گروہ میں جو نبوت، رسالت، دعوت الیٰ اللہ اور قبولیت دعا میں آپ کے طریقے پر ہیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ بھی شامل ہیں۔(تفسیر سعدی:2275/3)

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی سیدنا نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے تھے۔اس گروہ کے لوگوں کی کیا خصوصیات تھیں؟

جواب:(1) یہ لوگ توحید پرست تھے۔(2) یہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔(3) ان لوگوں کی دعوت ایک تھی۔

﴿اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾

''جب وہ اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم لے کر آیا'' (84)

سوال1:﴿اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ''جب وہ اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم لے کر آیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام سلیم القلب تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ﴾ ''جب وہ اپنے رب کے پاس آیا'' یعنی وہ اپنے رب کے پاس شرک، شک اور غیر اللہ کی طرف التفات سے پاک ہو کر آئے۔(ایسر التفاسیر:1294)

(2)﴿بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ''قلبِ سلیم لے کر'' جب کہ وہ اپنے رب کے ہاں صاف دل لے کر آئے۔شرک شبہات وشہوات سے جو تصورِ حق اور اس پر عمل کرنے سے مانع ہیں۔جب بندۂ مومن کا قلب ہر برائی سے پاک اور سلامت ہوگا، تو اسے ہر قسم کی بھلائی حاصل ہو گی۔بندۂ مومن کا سلیم القلب ہونا یہ ہے کہ اس کا دل مخلوق کو دھوکہ دینے، ان سے حسد کرنے اور اس قسم کے دیگر برے اخلاق سے سلامت اور محفوظ رہے۔(تفسیر سعدی:2275,2274/3)

(3) قلب سلیم شرک اور برائی سے محفوظ دل کو کہتے ہیں جس میں یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقدارِ عبادت نہیں ہے۔اللہ برحق ہے اور زندگی بعد موت یقینی ہے۔(مختصر ابن کثیر:1691/2)

(4) ہر قسم کی علتوں اور آفات نفسہ سے سالم دل جیسے حسد، کینہ وغیرہ اور بری نیتوں سے پاک دل۔(تفسیر المراغی:1691/2)

(5)رب العزت نے قلب سلیم کی جزا کے بارے میں فرمایا:﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (۸۸) اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (۸۹)﴾ ''جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے۔'' (الشعراء:88,89)

(6)سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار ہو جاؤ! جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ (خوب) سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔ (بخاری:52)

(7)سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا سلیم (تندرست، صحت مند) دل مومن کا ہے اور بیمار دل کافر اور منافق کا (اس قول پر آیت میں ہر مومن مراد ہوگا)۔ ابوعثمان نیشاپوری رحمہ اللہ نے کہا سلیم (سالم خالی) دل اس کا ہے جو ہر بدعت سے خالی ہو اور سنت پر قائم ہو یعنی آیت میں اہل سنت و الجماعت مراد ہیں۔ (تفسیر مظہری:354/8)

سوال2: قلب سلیم کسے کہتے ہیں؟

جواب:(1) قلب سلیم سلامت دل جس کے اندر اخلاص ہو۔(2) جو دل دنیا کے فتنوں اور آلودگیوں سے پاک ہو۔

(3) جو دل اللہ کے آگے جھکا ہوا ہو۔(4) جو اللہ سے خالص محبت رکھے۔(5) جو دل کفر، شرک اور نفاق سے پاک ہو۔

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ﴾

''جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' (85)

سوال1:﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ﴾ ''جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' ابراہیم نے اپنے والد اور قوم پر کیسے حجت قائم کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ﴾ ''جب اُس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم پر حجت قائم کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿مَاذَا تَعْبُدُوْنَ﴾ ''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کر رہے ہو تم پر تعجب ہے۔

سوال2:﴿مَاذَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کے سوال سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو توجہ دلائی کہ ان چیزوں کی حقیقت کو دیکھیں۔ جن کی آپ پرستش کرتے ہیں۔ کیا یہ اس قابل ہیں کہ کوئی ان کی بندگی کرے یا یہ کہ کوئی ان کا غلام ہو؟

﴿اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ﴾

''کیا تم اللہ تعالیٰ کی بجائے من گھڑت معبودوں کو چاہتے ہو؟''(86)

سوال1:﴿اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ﴾''کیا تم اللہ تعالیٰ کی بجائے من گھڑت معبودوں کو چاہتے ہو؟''تم جھوٹے معبودوں کی عبادت کرتے ہو،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ﴾''کیا اللہ تعالیٰ کی بجائے من گھڑت معبودوں''تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو تمہارا سچا معبود ہے،جھوٹے معبودوں کی عبادت کرتے ہو۔

(2)﴿تُرِيْدُوْنَ﴾''تم چاہتے ہو؟''جن کے بارے میں تمہارا گمان ہے کہ وہ معبود ہیں وہ عبادت کا حق نہیں رکھتے تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتے ہو۔

سوال2:سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے والد کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے بت پرستی کی حقیقت کیسے واضح کی؟

جواب:سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے بارے میں واضح کیا کہ یہ بت پتھر کے ہی ہیں ناں!اور خود گھڑے ہیں۔ان کے من گھڑت ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو؟

﴿فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''تو تمہارا جہانوں کے رب کے بارے میں کیا گمان ہے؟''(87)

سوال:﴿فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''تو تمہارا جہانوں کے رب کے بارے میں کیا گمان ہے؟''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''تو تمہارا جہانوں کے رب کے بارے میں کیا گمان ہے؟''تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین کے بارے میں کہ وہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟تم غیر اللہ کی عبادت کرو اور تم اس سے نہ ڈرو۔

(2)جب تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اور اپنے شرک پر قائم ہو تو جانتے ہو اس کی کیا سزا ہے؟تمہارا کیا گمان ہے کہ تم نے جہانوں کے بادشاہ کے شریک بنا دیے جب تم اس کے حضور جاؤ گے وہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور شرک کے برے انجام سے بچ جاؤ۔

﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ﴾

''پس ابراہیم نے تاروں پر ایک نظر ڈالی''(88)

سوال1:﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ﴾''پس ابراہیم نے تاروں پر ایک نظر ڈالی''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً﴾''پس ابراہیم نے ایک نظر ڈالی''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نظر ڈالی۔

(2)﴿فِي النُّجُومِ﴾ ''تاروں پر'' یعنی تاروں کی طرف دیکھتے ہوئے موقع غنیمت جانا اور گھر رہنے کا فیصلہ کیا۔

(3)رسول اللہ ﷺ نے علم النجوم کی ممانعت کیوں فرمائی، تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ علم النجوم پر غور کرنے کے بعد لوگ حوادث کو ستاروں کی کارگزاری نہ سمجھنے لگیں۔ (تفسیر مظہری:25/10)

(4)سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حدیبیہ میں رات کو بارش ہوئی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو معلوم ہے فرمایا: میرے بندوں میں سے کچھ لوگوں نے مجھے مانا اور کچھ لوگوں نے نہیں مانا جن لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہم پر بارش ہوئی وہ مجھے ماننے والے اور ستاروں کو مؤثر حقیقی نہ ماننے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ان کا ایمان مجھ پر نہیں ہوا وہ ستاروں کو ماننے والے ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

سوال 2: یہ واقعہ کس وقت کا ہے؟

جواب: یہ واقعہ ان دنوں کا ہے کہ جن دنوں ان کی قوم عید کے طور پر قومی تہوار منایا کرتی تھی۔

﴿فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ﴾

تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں بیمار ہوں'' (89)

سوال 1: ﴿فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ﴾ تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں بیمار ہوں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کا عذر کیوں پیش کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَقَالَ﴾ ''تو اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

(2)﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ ''یقیناً میں بیمار ہوں'' تمام لوگ جب میلے میں جا رہے تھے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تنہائی میں بت توڑنے کے لیے ذو معنی فقرہ بولا جو اصل میں صحیح ہے انہوں نے آپ کو جسمانی طور پر بیمار سمجھا جب کہ وہ دلی بیماری میں مبتلا تھے۔ وہ اپنی قوم کی بت پرستی سے دل برداشتہ تھے۔

(3)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، سوائے تین موقعوں کے، ایک موقع پر فرمایا: ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ ''میں بیمار ہوں'' دوسرے موقع پر فرمایا: ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا﴾ ''بلکہ بتوں کے ساتھ یہ سلوک ان کے بڑے نے کیا ہے'' اور تیسرے موقع پر اپنی بیوی کے بارے میں فرمایا: یہ میری بہن ہے۔ (بخاری:3358)

﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ﴾

''چنانچہ وہ اُس سے منہ موڑ کر چلے گئے''(90)

سوال:﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ﴾''چنانچہ وہ اُس سے منہ موڑ کر چلے گئے''سب لوگ میلے میں چلے گئے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ﴾''چنانچہ وہ اُس سے منہ موڑ کر چلے گئے''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عذر کو قبول کر کے لوگ میلے میں چلے گئے۔(2)سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو موقع مل گیا کہ وہ خود ساختہ معبودوں کو توڑ سکیں۔

﴿فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾

''وہ اُن کے بتوں کی طرف چپکے سے گیا،تو اُس نے کہا:''کیا تم کھاتے نہیں ہو؟''(91)

سوال1:﴿فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾''وہ اُن کے بتوں کی طرف چپکے سے گیا،تو اُس نے کہا:''کیا تم کھاتے نہیں ہو؟''اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام بت خانے میں گھس گئے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ﴾''وہ اُن کے بتوں کی طرف چپکے سے گیا''سیدنا ابراہیم علیہ السلام تیزی سے،چپکے چپکے بت خانے میں گھس گئے اور بتوں کے پاس جا پہنچے۔

(2)﴿فَقَالَ﴾''تو اُس نے کہا''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تمسخر سے کہا۔

(3)﴿اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾''کیا تم کھاتے نہیں ہو؟''تم لوگ اپنے سامنے پڑے ہوئے قسم قسم کے کھانے کیوں نہیں کھاتے؟

(4)لوگ جاتے وقت بتوں کے پاس برکت کے لیے کھانے رکھ گئے تھے۔

سوال2:سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی طرف توجہ کر کے یہ کیوں کہا تھا کہ کیا تم کھاتے نہیں ہو؟

جواب:سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے دیکھے تھے جو انہیں پیش کیے گئے تھے۔اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا کہ پیش کیے گئے کھانوں کو کھاتے کیوں نہیں ہو۔

﴿مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ﴾

''تمہیں کیا ہے؟تم بولتے نہیں ہو''(92)

سوال1:﴿مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ﴾''تمہیں کیا ہے؟تم بولتے نہیں ہو''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا لَكُمْ﴾''تمہیں کیا ہے؟''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے سوال کیا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

(2)﴿لَا تَنْطِقُوْنَ﴾''تم بولتے نہیں ہو''تم جواب کیوں نہیں دیتے؟تم کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہو کہ کلام بھی نہیں کر سکتے۔

حیوانات تو کھاتے پیتے بولتے ہیں تم تو ان سے بھی گئے گزرے ہو پھر عبادت کے لائق کیسے ہو سکتے ہو؟

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی بے بسی کو کیسے واضح کیا اگر چہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس سوال سے کہ تم بولتے کیوں نہیں؟ ظاہر کیا ہے کہ وہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے تھے اس لیے انہوں نے جواب نہیں دیا۔

﴿فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ﴾

''پھر وہ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے اُن پر پل پڑا'' (93)

سوال 1: ﴿فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ﴾ ''پھر وہ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے اُن پر پل پڑا'' بت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَاغَ عَلَيْهِمْ﴾ ''پھر وہ اُن پر پل پڑا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام بتوں پر ٹوٹ پڑے۔

(2) ﴿ضَرْبًا بِالْيَمِينِ﴾ ''دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے'' انہوں نے سیدھے ہاتھ سے ضربیں لگا کر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ انہوں نے توڑ پھوڑ کر بتوں کو چھوڑ دیا، بس بڑے کو ہاتھ نہیں لگایا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں مار مار کر توڑ ڈالا۔

﴿فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ﴾

''پھر وہ دوڑتے ہوئے اُس کی طرف آئے'' (94)

سوال: ﴿فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ﴾ ''پھر وہ دوڑتے ہوئے اُس کی طرف آئے'' لوگوں کو بت شکن کی تلاش تھی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ﴾ ''پھر وہ اُس کی طرف آئے'' جب لوگ میلے سے واپس آئے اور انہوں نے اپنے خداؤں کا یہ حال دیکھا تو انہیں سمجھ نہیں آئی کہ یہ حرکت کس نے کی ہے کہنے لگے ﴿قَالُوا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظّٰلِمِينَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں میں سے ہے۔'' (الانبیاء:59)

ان سے کہا گیا: ﴿قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرٰهِيمُ﴾ ''لوگوں نے کہا: ''ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔'' (الانبیاء:60) انہوں نے کہا ایک نوجوان کہتا تھا: ﴿وَتَاللّٰهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوا

مُدْبِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے لیے ضرور ایک خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے۔'' (الانبیاء:57)

کھوج کرید کے بعد انہیں معاملہ سمجھ آیا کہ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سوا کسی کا کام نہیں ہوسکتا پھر وہ آپ کے پاس آئے۔

(2)﴿يَزِفُّوْنَ﴾ ''دوڑتے ہوئے'' لوگ بھاگے بھاگے آپ کے پاس آئے تاکہ آپ کو ڈانٹیں، دھمکائیں اور مزہ چکھائیں۔

(3)انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملامت کی تو انہوں نے کہا:﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (٦٣) فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (٦٤) ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ (٦٥) قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ (٦٦)﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''بلکہ اُن کے بڑے نے یہ کیا ہے چنانچہ اگر وہ بولتے ہیں تو اُنہی سے پوچھو۔'' تو وہ اپنے دلوں کی جانب مائل ہوئے سو انہوں نے کہا: ''یقیناً تم ہی ظالم ہو۔'' پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے، بلاشبہ یقیناً تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابراہیم نے کہا: ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ بھی نفع نہیں دے سکتے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں؟'' (الانبیاء:63-66)

﴿قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾

اُس نے کہا: ''کیا تم اُن کی عبادت کرتے ہو جن کو تم ہاتھ سے تراشتے ہو؟'' (95)

سوال1:﴿قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾ اُس نے کہا: ''کیا تم اُن کی عبادت کرتے ہو جن کو تم ہاتھ سے تراشتے ہو؟'' ہاتھوں سے تراش کر انہیں پوجتے ہو؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

(2)﴿اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾ ''کیا تم اُن کی عبادت کرتے ہو جن کو تم ہاتھ سے تراشتے ہو؟'' تم کیسے عجیب لوگ ہو تم نے سچے معبود کو تو چھوڑ دیا اور ان کے پیچھے پڑ گئے ہو جن کو ہاتھوں سے گھڑتے ہو؟ (3) تم کیسے ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے خلاف تعصب ہونے پر کیا حجت قائم کی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فطری دلیل دی انہوں نے کہا ہاتھ سے پہلے خود بناتے ہو پھر ان کی عبادت کرتے ہو۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو'' (96)

سوال1:﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو'' انسان اور اس کے کاموں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ﴾''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا''اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

(2)﴿وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾''اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو''اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی پیدا کیا ہے جن کو تم پوجتے ہو بت، ستارے سبھی کچھ اسی نے پیدا کیا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا، تمہارے اعمال کو بھی ہر چیز مخلوق ہے۔ یہ بتاؤ تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کیسے کرتے ہو؟ لوگو! تمہارے پاس عقل نہیں ہے کیا۔(صفوۃ التفاسیر:35/3)

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کی حقیقت کو کیسے واضح کیا؟

جواب:(1)سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا وہ تمہارا خالق ہے۔(2)سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے تو ان کو بھی پیدا کیا ہے جن کو تم بناتے ہو اب خود ہی انصاف سے کام لو کہ خالق عبادت کے لائق ہے یا مخلوق۔

﴿قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ﴾

''انہوں نے کہا:''اُس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اُسے آگ کے الاؤ میں پھینک دو''(97)

سوال1:﴿قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ﴾''انہوں نے کہا:''اُس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اُسے آگ کے آلاؤ میں پھینک دو''جھوٹے معبودوں کو توڑنے کی جو سزا تجویز کی گئی، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''انہوں نے کہا''معبودوں کو توڑنے کی سزا تجویز کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا﴾''اُس کے لیے ایک عمارت بناؤ''اس کے لیے عمارت یعنی بلند جگہ بناؤ۔

(3)﴿فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ﴾''پھر اُسے آگ کے الاؤ میں پھینک دو''عمارت کو لکڑیوں سے بھر کر اس میں آگ لگا کر اسے جہنم بنا دو پھر اس میں مجرم کو ڈال کر جلا دو۔ یہ ہے ہمارے معبودوں کو توڑنے کی سزا۔

(4)یہ ہمارے معبودوں کو توڑنے کی سزا ہے: مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ قوم سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پتھروں کا ایک احاطہ تعمیر کیا دیواروں کی بلندی تیس ہاتھ اور چوڑائی دس ہاتھ رکھی پھر اس احاطہ میں لکڑیاں بھر دیں اور لکڑیوں میں آگ لگا دی۔(تفسیر مظہری:29/10)

(5)پھر نمرودی آگ کو رب العزت نے گل وگلزار کر دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو تو وہ جلا نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیریں رائیگاں کر دیں تو وہ جل بھن کر رہ گئے۔

سوال2: قوم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دلیل پر کیا جواب دیا؟

جواب: قومی عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے ایک عمارت بناؤ اور اسے آگ کے الاؤ میں پھینک دو۔

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا استدلال سادہ تھا لیکن قوم نے کیوں توجہ نہ دی؟

جواب: قوم نے غفلت کی وجہ سے اور باطل پر نہ ہونے کی وجہ سے استدلال پر توجہ نہیں دی۔

سوال4: اہل باطل دلیل کے جواب میں تشدد پر کیوں اتر آئے؟

جواب: آگ اور تشدد کے سوا اہل باطل کے پاس کوئی استدلال نہیں تھا۔

﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ﴾

''پھر انہوں نے اُس سے ایک چال چلنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اُنہیں سب سے نیچا کر دیا'' (98)

سوال1: ﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ ''پھر انہوں نے اُس سے ایک چال چلنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اُنہیں سب سے نیچا کر دیا'' قوم کی سازش کو ناکام بنا دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾ ''پھر انہوں نے اُس سے ایک چال چلنے کا ارادہ کیا'' قوم ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اپنی تدبیر سے انہیں جلانا چاہا یعنی بدترین طریقے سے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''قتل کر دو اُسے یا جلا دو اُس کو،'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے نجات دی، بلاشبہ اس میں اُن کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔'' (العنکبوت:24)

(2) ﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں سب سے نیچا کر دیا'' رب العزت نے ان کی تدبیر کو خاک میں ملا دیا اور انہیں ذلیل اور پست کر دیا۔ (3) رب العزت نے آگ کو ٹھنڈا کر کے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی بنا دیا اور انہیں غلبہ عطا فرمایا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (۶۹) وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (۷۰)﴾ ''ہم نے کہا: ''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا اور انہوں نے اُس سے ایک سازش کا ارادہ کیا، چنانچہ ہم نے اُنہیں سب سے زیادہ خسارے والے بنا دیا۔'' (الانبیاء:70,69)

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کے خلاف چال چلی مگر وہ چال ان پر الٹی پڑ گئی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) انسان چالیں چلتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ کمزور انسانوں کی تدابیر کیا کر سکتی ہیں؟

(2) انسانوں کے مقابلے میں جب رب کی تدابیر آ جائیں تو انسانوں کی تدابیر الٹی پڑتی ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کو نیچا کر دیا؟

جواب: انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا اللہ نے اس کو گل وگلزار بنا دیا۔

﴿وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾

''اور اُس نے کہا: ''یقیناً میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' (99)

سوال 1: ﴿وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ ''اور اُس نے کہا: ''یقیناً میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ﴾ ''اور اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

(2) ﴿اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ﴾ ''یقیناً میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں'' یعنی میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر کے شام کی بابرکت زمین کی طرف جانے والا ہوں۔

(3) ﴿سَیَهْدِیْنِ﴾ ''وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' یعنی میرا رب ضرور میری ایسے امور کی طرف راہ نمائی فرمائے گا جس میں میرے لیے خیر اور بھلائی ہوگی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۫ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا﴾ ''اور میں تم سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں اور ان سے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم پکارتے ہو۔ اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں، اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں نامراد نہیں ہوں گا۔'' (مریم:48)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام رب کی طرف کیسے چلے گئے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام عراق میں تھے وہاں سے ہجرت کر کے شام کی طرف چلے گئے۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام رب پر کس اعتماد سے نکلے تھے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس اعتماد سے نکلے تھے کہ عنقریب رب راہنمائی فرمائے گا۔

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾

''اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما'' (100)

سوال: ﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما'' نیک اولاد کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبِّ﴾ ''اے میرے رب'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد دعا مانگی کہ اے میرے رب۔

(2)﴿هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما'' یعنی مجھے نیک اور صالح اولاد عطا فرما جو خاندان کا بدل ہو اور میری زندگی اور میری وفات کے بعد بھی زمین میں اصلاح کا کام کرے۔

﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾

''تو ہم نے اُسے ایک بُردبار لڑکے کی بشارت دی'' (101)

سوال1:﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ ''تو ہم نے اُسے ایک بُردبار لڑکے کی بشارت دی'' حلیم بیٹے کی بشارت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَبَشَّرْنٰهُ﴾ ''تو ہم نے اُسے بشارت دی'' رب العزت نے دعا قبول فرمائی اور بشارت دی۔

(2)﴿بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ ''ایک بُردبار لڑکے کی'' یعنی بردبار اور سنجیدہ بیٹے کی بشارت دی۔

(3)بلاشک اس سے مراد سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بشارت کے بعد ہی سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت بھی دی ہے نیز اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بارے میں اس طرح خوش خبری سنائی ہے:﴿وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ ''اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سو وہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحٰق اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی۔'' (ھود:71) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا اسحاق علیہ السلام ذبیح نہ تھے۔ (تفسیر سعدی:3/2277,2278)

(4)حلم اصلاح کی بنیاد اور فضیلت کی جڑ ہے۔ (تفسیر قاسمی:14/117)

(5)سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا حلم تھا کہ ان کے والد نے جب خواب دیکھا کہ میں اپنا بیٹا ذبح کر رہا ہوں تو انہوں نے خواب سن کر کہا: آپ کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُس کے ساتھ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا، تو اُس نے کہا: ''اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟'' اُس نے کہا: ''اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ وہ کریں، ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' (الصفت:102)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے صالح اولاد کے لیے کی جانے والی دعا کو کیسے قبول کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حلیم لڑکے کی بشارت دی۔ یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ بچہ بڑا ہو کر بردبار ہوگا۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''پھر جب وہ اُس کے ساتھ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا، تو اُس نے کہا: ''اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟'' اُس نے کہا: ''اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ وہ کریں، ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے'' (102)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُس کے ساتھ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا، تو اُس نے کہا: ''اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟'' اُس نے کہا: ''اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ وہ کریں ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے'' سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے خواب کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب (1): ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ ''پھر جب وہ اُس کے ساتھ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا'' جب وہ لڑکا جس کی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی گئی تھی، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گیا اور یہ وہ عمر ہوتی ہے جس میں کام کے لیے تعاون کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ (جامع البیان 79/23) وہ بھاگ دوڑ کی عمر ہے جس میں دیکھ بھال کم اور فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ (2) اس عمر میں بچہ والدین کو نہایت عزیز ہوتا ہے۔

(3) ﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ (4) ﴿يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ﴾ ''اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں''

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نیند میں انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

(6) محمد بن کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سوتے جاگتے وحی آتی تھی کیونکہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں مگر دل جاگتا ہے۔

(7) ﴿فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾ ''تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟'' یعنی سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کو پورا کرنا لازم ہے۔ (تفسیر قرطبی: 102/15)

(8) انہوں نے اس لیے مشورہ نہیں کیا تا کہ وہ اپنی رائے سے رجوع کر لیں بلکہ اس لیے کیا تھا تا کہ وہ یہ جان لیں کہ وہ جزع فزع کریں گے یا صبر۔ (الاساس فی التفسیر: 4715/8)

(9) ﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا۔

(10) ﴿يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ''اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ وہ کریں'' انہوں نے کہا: ابا جان آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے آپ خوشی خوشی کر ڈالیں۔ شوق سے آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیں۔ میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربان کر دوں گا۔

(11)﴿سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے والد صاحب کو آگاہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

(12) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ اپنے صبر کا معاملہ جوڑا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔

(13) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (٥٤) وَّكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (٥٥)﴾ ''اور آپ کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو۔ یقیناوہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتا تھا۔ اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا۔'' (مریم:55,54)

سوال 2: بھاگ دوڑ کی عمر تک پہنچنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد بلوغت کے قریب پہنچنا ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس وقت بچے کی عمر 13 برس ہوتی ہے۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا تو اس کے لیے بیٹے سے مشورہ کیوں طلب کیا؟

جواب: نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔ وحی کے ذریعے نبی کو حکم دیا جاتا ہے اور اس حکم پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

سوال 4: بیٹے سے مشورے کا مقصد کیا تھا؟

جواب: بیٹے سے مشورے کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ بیٹا اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے کتنا تیار ہے۔

سوال 5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے سامنے سر تسلیم خم کیوں کر دیا؟ وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پالیا تھا اس لیے باپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

سوال 6: سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے والد کو کیا جواب دیا؟

جواب: (1) سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ جو حکم ملا ہے کر ڈالیے۔ (2) انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾

''پھر جب دونوں نے اطاعت کی اور ابراہیم نے اُسے پیشانی کے بل گرا دیا'' (103)

سوال: ﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾ ''پھر جب دونوں نے اطاعت کی اور ابراہیم نے اُسے پیشانی کے بل گرا دیا'' ذبیح اللہ اور خلیل اللہ کے جذبہ ایثار کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا﴾ ''پھر جب دونوں نے اطاعت کی'' پھر جب دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کے لیے سر جھکا دیا۔

(2) ﴿وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾ ''اور ابراہیم نے اُسے پیشانی کے بل گرا دیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے بیٹے کو

ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تو ان دونوں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔

﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾

''اور ہم نے اُسے ندا دی کہ اے ابراہیم!'' (104)

سوال 1: ﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾ ''اور ہم نے اُسے ندا دی کہ اے ابراہیم!'' ابراہیم علیہ السلام کو رب نے کیسے ندا دی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادَيْنٰهُ﴾ ''اور ہم نے اُسے ندا دی'' اس دہشت ناک فضا میں رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آواز دی۔

(2) ﴿اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾ ''کہ اے ابراہیم!'' اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کر دکھایا۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کا حکم دیا گیا تو مقام سعی پر شیطان ان کے سامنے آیا اور اس نے ان کے ساتھ دوڑ لگائی، لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس پر سبقت لے گئے۔ پھر جبریل علیہ السلام انہیں جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے تو شیطان پھر ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلا گیا، پھر جمرہ وسطیٰ پر ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اسے (اس موقع پر بھی) سات کنکریاں ماریں اور (اس مقام پر) انہوں نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ تب سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے سفید قمیص پہن رکھی تھی، انہوں نے عرض کی: اے میرے باپ! میرے پاس اس قمیص کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں کہ جس میں آپ مجھے کفنا سکیں، اس لیے آپ اس کو اتار لیجیے، تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں۔ بہر حال وہ قمیص اتارنے کا ارادہ ہی فرما رہے تھے کہ انہیں پیچھے سے آواز دی گئی: ﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝۱۰۴ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۝۱۰۵﴾ ''اور ہم نے اُسے ندا دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچ کر دکھایا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو وہاں ایک سفید رنگ کا سینگوں اور موٹی آنکھ والا مینڈھا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یقیناً ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم اسی قسم کے مینڈھے خریدتے ہیں۔ (مسند احمد: 2711)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کب ندا دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس وقت ندا دی جب دونوں نے اپنا ارادہ اللہ تعالیٰ کی میزان میں رکھ دیا تھا اور رب نے جان لیا تھا کہ ان کے شعور کی کیا حالت ہے۔

﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''یقیناً تو نے خواب سچ کر دکھایا، بلاشبہ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' (105)

سوال 1: ﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناً تو نے خواب سچ کر دکھایا، بلاشبہ ہم نیکی کرنے

والوں کوایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' بیٹے کولٹاتے ہی خواب کی تعبیر پوری ہوگئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا﴾ ''یقینا تونے خواب سچ کردکھایا'' رب العزت نے فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام جب تم نے ارادہ کیا، جب بیٹے کولے کر نکلے اور زمین پر لٹایا اور اس کے حلق پر چھری رکھ دی تو آپ نے وہ کچھ کردکھایا جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔

(2) زمین پر لٹاتے ہی خواب کی تعبیر تو پوری ہوگئی اس لیے کہ آپ نے سارے اسباب اختیار کر لیے تھے صرف چھری چلانا باقی تھا۔

(3)﴿إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ ''بلاشبہ ہم نیکی کرنے والوں کوایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' یعنی جو احسان کے درجے پر فائز ہیں، جو اپنی خواہشات پر ہماری رضا کو بالاتر رکھتے ہیں۔ایسے نیک لوگوں کو ہم ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔مخلص لوگوں سے اسی طرح آزمائش اور پریشانیوں کو دور کر دیتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (۲) وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (۳)﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو اُن کو معروف کے مطابق روک لو یا معروف کے مطابق ان کو جدا کر دو اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنالو اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو۔اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے یقینا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔'' (الطلاق:3,2)

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواب کیسے سچ کردکھایا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دل کے ارادے سے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا۔اور یہ ثابت کر دیا کہ انہیں اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی چیز عزیز نہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ محسنین کو کیسے جزا دیتے ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ محسنین کے دل کو اپنے آگے بچھ جانے اور تسلیم ورضا کے لیے تیار کرتے ہیں یہ بہت بڑا کرم ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ محسنین کو بڑے کاموں کے لیے آمادہ کر کے ان پر کرم کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ محسنین کو بڑی قربانیوں کی توفیق دے کر انعام کرتے ہیں۔(4) اللہ تعالیٰ محسنین کو صبر کی توفیق دے کر جزا دیتے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ محسنین کو اطاعت کی توفیق دے کر جزا دیتے ہیں۔(6) اللہ تعالیٰ محسنین کو بڑے اجر کا مستحق قرار دے کر احسان کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾

''یقیناوہ بلاشبہ ایک کھلی آزمائش تھی''(106)

سوال1:﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾''یقیناوہ بلاشبہ ایک کھلی آزمائش تھی'' بیٹے کی قربانی بہت بڑی آزمائش ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰذَا﴾''یقیناوہ بلاشبہ''یعنی بیٹے کی قربانی سے۔

(2)﴿لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾''بلاشبہ ایک کھلی آزمائش تھی''البتہ وہ ایک واضح آزمائش تھی۔اس کے ذریعے سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اخلاص، اپنے رب کے لیے آپ کی کامل محبت اور آپ کی دوستی عیاں ہوگئی۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل عطا فرمائے۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے بے پناہ محبت کرتے تھے، وہ خود رحمن کے خلیل تھے اور خُلّت محبت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ایک ایسا منصب ہے جو مشارکت کو قبول نہیں کرتا اور تقاضا کرتا ہے کہ قلب کے تمام اجزا محبوب سے وابستہ رہیں۔چونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے کسی گوشے میں، آپ کے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی محبت جاگزیں تھی،اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو پاک صاف کرنے اور خلت کی آزمائش کا ارادہ فرمایا۔پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ہستی کو قربان کر دینے کا حکم دیا جو آپ کے رب کی محبت سے مزاحم تھی۔(تفسیر سعدی:3/2278,2279)

(3)سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی قربانی کے لیے تیزی سے حکم کی تعمیل کی تو رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى﴾''اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟''(النجم:37)

﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾

''اور ہم نے ایک بڑی قربانی اُس کے فدیے میں دی''(107)

سوال1:﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾''اور ہم نے ایک بڑی قربانی اُس کے فدیے میں دی''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ایک بڑی قربانی کا فدیہ دیا گیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواہشات پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے بیٹے کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا دل سے بیٹے کی وہ محبت دور ہوگئی جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے راستے کی رکاوٹ تھی۔اب بیٹے کو ذبح کرنے کا کوئی جواز نہ رہا تو رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو فدیہ دے دیا۔

(2)﴿بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾''ایک بڑی قربانی''یعنی ایک عظیم قربانی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں عطا ہوئی۔

(3)یہ قربانی اس لیے عظیم تھی کہ اسے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں قربان کیا گیا اور اس لیے بھی کہ قربانی عظیم عبادت ہے اور اس لیے بھی

کہ قیامت تک کے لیے سنت ابراہیمی ہے۔

سوال2: کون سی بڑی قربانی فدیے میں دی گئی؟

جواب: (1) بڑے مینڈھے کی قربانی فدیے میں دی گئی جس کو سیدنا جبرائیل علیہ السلام لائے۔ (ابن کثیر)

(2) مینڈھے کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کیا گیا تھا۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾

''اور ہم نے پچھلوں میں اس کا (ذکرِ خیر) چھوڑا ہے'' (108)

سوال1: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ ''اور ہم نے پچھلوں میں اس کا (ذکرِ خیر) چھوڑا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر اور ثنائے حسن کو آنے والے لوگوں میں کیسے باقی رکھا گیا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ﴾ ''اور ہم نے اس کا (ذکرِ خیر) چھوڑا ہے'' رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر اور ثنائے حسن کو باقی رکھا۔

(2) ﴿فِي الْآخِرِينَ﴾ ''پچھلوں میں'' آنے والے لوگوں میں بھی اسی طرح باقی رکھا جیسے گزرے ہوئے لوگوں میں رکھا تھا۔

(3) رب العزت نے قربانی کی سنت کو آنے والے لوگوں میں بھی یادگار کے طور پر باقی رکھا۔

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعریف بعد میں آنے والوں کے لیے کیسے چھوڑ دی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی کو جاری کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عمل کو قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنا دیا۔

﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾

''سلام ہے ابراہیم پر!'' (109)

سوال: ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ ''سلام ہے ابراہیم پر!'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَلَامٌ﴾ ''سلام ہے'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر سب کا سلام ہے، جن وانس اور ملائکہ کا۔ (تفسیر منیر: 13/12)

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ﴾ ''آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا۔'' (النمل: 59)

﴿كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

''نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں''(110)

سوال:﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾''نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں''نیک لوگوں کے لیے جو ثنائے حسن اور ذکرِ خیر ہے اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب(1):﴿كَذٰلِكَ﴾''اسی طرح''یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایمان، ان کی ہجرت، ان کے صبر اور ان کی اطاعت پر۔

(2)﴿نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾''نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں''ہم نیک لوگوں کی تکلیفیں اور مصائب دور کر دیتے ہیں ان کی سختیاں ختم کر دیتے ہیں اور انہیں ثنائے حسن اور ذکرِ خیر سے نوازتے ہیں۔

(3)سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ہر جزا عبادت میں احسان اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی بنیاد پر تھی۔

(4)اسی طرح اللہ تعالیٰ اطاعت گزاروں کی مشکلات اور سختیوں کو دور فرما دیتے ہیں۔

﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا''(111)

سوال1:﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایمان درجہ یقین پر تھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ﴾''یقیناوہ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔

(2)﴿مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''ہمارے مومن بندوں میں سے تھا''یعنی وہ ان چیزوں پر یقین کے درجے میں ایمان رکھتے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔(3)سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا حق ادا کرتے تھے۔ایمان اور توحید میں راسخ تھے۔(فتح القدیر:4/508)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾''اور ابراہیم کو اسی طرح ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔''(الانعام:75)

سوال2:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھا۔

﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُسے اسحٰق کی خوشخبری دی، صالحین میں سے ایک نبی ہوگا''(112)

سوال1:﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾''اور ہم نے اُسے اسحٰق کی خوشخبری دی، صالحین میں سے ایک نبی ہوگا''

سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ﴾''اور ہم نے اُسے اسحٰق کی خوشخبری دی''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو رب العزت نے ذبیح اللہ کے بعد سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔

(2)﴿نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾''صالحین میں سے ایک نبی ہوگا''رب العزت نے سیدنا اسحاق علیہ السلام کی نبوت کی بشارت دی ہے یعنی مستقبل میں وہ نبی ہوں گے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری کب دی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ خوش خبری آگ میں ڈالے جانے والے واقعے کے بعد دی۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسحاق علیہ السلام کے حوالے سے کیا خوشخبری دی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نبی ہوگا،صالحین میں سے ہوگا۔

﴿وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ﴾

''اور ہم نے اُس پر اور اسحٰق پر برکت نازل کی اور اُن دونوں کی نسل میں سے نیکیاں کرنے والے بھی ہیں اور خود پر صریح ظلم کرنے والے بھی''(113)

سوال1:﴿وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ﴾''اور ہم نے اُس پر اور اسحٰق پر برکت نازل کی اور اُن دونوں کی نسل میں سے نیکیاں کرنے والے بھی ہیں اور خود پر صریح ظلم کرنے والے بھی''سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں برکت کی خوش خبری کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ﴾''اور ہم نے اُس پر برکت نازل کی''یعنی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو برکت عطا فرمائی۔

(2)برکت سے مراد ان کے علم،عمل اور اولاد میں اضافہ ہے۔عربوں کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے پیدا کیا گیا۔

(3)﴿وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ﴾''اور اسحٰق پر''یعنی سیدنا اسحاق علیہ السلام کو برکت عطا فرمائی۔ان کی نسل سے بنی اسرائیل اور اہل روم میں۔

(4)ان دونوں کی نسل میں کثیر انبیاء آئے۔

(5)﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا﴾''اور اُن دونوں کی نسل میں سے''ذریتھما میں تثنیہ کی ضمیر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام اور سیدنا اسحٰق علیہ السلام کی طرف سے بھی۔جن سے دو بڑی قومیں پیدا ہوئیں۔ایک بنی اسمٰعیل اور دوسری بنی اسرائیل۔بنو اسمٰعیل میں صرف نبی آخر الزمان مبعوث ہوئے جبکہ بنی اسرائیل میں بے شمار انبیاء پیدا ہوئے۔اور اچھے اور برے لوگ ان

دونوں قوموں میں موجود رہے۔(تیسیر القرآن 717/3)

(6)﴿مُحْسِنٌ﴾''نیکیاں کرنے والے''یعنی ان کی نسل سے نیک لوگ بھی تھے۔

(7)﴿وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾''اور خود پر ظلم کرنے والے بھی''جو عدل وانصاف سے چلنے والے تھے۔

(8)﴿مُبِيْنٌ﴾''صریح''ان کی نسل سے ظالم لوگ بھی تھے۔ان کا ظلم ان کے کفر اور شرک کے ذریعے سامنے آیا۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسحٰق علیہ السلام پر کیسے برکت نازل کی؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے دونوں کی اولاد کو بہت پھیلایا۔(2)اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل میں بہت زیادہ انبیاء بھیجے۔

سوال 3:اللہ تعالیٰ نے دونوں کی نسل کے بارے میں کیا حقیقت واضح کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ ان میں سے نیک لوگ بھی ہیں اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے بھی ہیں۔

سوال 4:محسن کون ہے؟

جواب:(1)جو اللہ کے ساتھ خالص ہوتا ہے۔

رکوع نمبر 8

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا''(114)

سوال:﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا''سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو انعامات کی یاددہانی کیسے کروائی گئی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا﴾''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً احسان کیا''رب العزت نے اپنی نعمتیں اور احسانات یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے۔

(2)﴿عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾''موسیٰ اور ہارون پر''یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ان کو اور ان کی قوم کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دی۔ان کے دشمن کو ان کی نظروں کے سامنے سمندر میں غرق کر کے ان کی مدد فرمائی اور ان پر حق اور باطل کا فرق واضح کرنے والی کتاب تورات نازل فرمائی جو شرعی احکامات، مواعظ اور ہر چیز کی تفصیل پر مشتمل تھی۔اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائی تھی۔انہیں دین عطا کیا جو احکامات اور قوانین پر مشتمل تھا، جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس راستے پر گامزن کر دیا۔(تفسیر سعدی 2281/3)

﴿وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾

''اور ہم نے اُن دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات دی'' (115)

سوال 1: ﴿وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور ہم نے اُن دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات دی'' بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَجَّيْنٰهُمَا﴾ ''اور ہم نے اُن دونوں کو نجات دی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو رب العزت نے نجات عطا فرمائی۔

(2) ﴿وَقَوْمَهُمَا﴾ ''اور ان کی قوم کو'' یعنی بنی اسرائیل کو۔

(3) ﴿مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ ''بڑی مصیبت سے'' فرعون کے ظلم سے نجات عطا فرمائی جو ان کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا اور اسرائیلیوں سے حقیر اور گندے کام لیتا تھا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام پر کیا انعام فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور دیگر انعامات عطا کیے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اور ان کی قوم کو کس بڑی مصیبت سے نجات دلائی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعون کی غلامی سے نجات دی۔

﴿وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن کی مدد کی تو وہی غالب رہے'' (116)

سوال 1: ﴿وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ اور ہم نے اُن کی مدد کی تو وہی غالب رہے'' اسرائیلی کیسے غالب آ گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَصَرْنٰهُمْ﴾ ''اور ہم نے اُن کی مدد کی'' یعنی رب العزت نے فرعون کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کی مدد فرمائی۔

(2) ﴿فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ ''تو وہی غالب رہے'' اسرائیلی فرعونیوں پر غالب آ گئے۔ وہ ان کی جائیدادوں، عمر بھر کی کمائیوں اور مالوں پر غالب آ گئے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ان کی کیسے مدد کی جس کی وجہ سے وہ غالب آ گئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کو ڈبو دیا۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن دونوں کو واضح کتاب عطا کی'' (117)

سوال1:﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ﴾''اور ہم نے اُن دونوں کو واضح کتاب عطا کی''تورات کی بخشش کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا﴾''اور ہم نے اُن دونوں کو عطا کی''یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو عطا کی۔

(2)﴿الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ﴾''واضح کتاب''یعنی تورات عطا فرمائی جس میں ہدایت اور احکامات کی تفصیل تھی۔(جامع البیان:23/94)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو متقیوں کے لیے فرقان اور ذکر اور روشنی عطا کی۔''(الانبیاء:48)

(4)﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾''یقیناً ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء، اللہ والے اور علماء ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے۔اس لیے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا۔اور وہ اس پر گواہ بھی تھے۔چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور جو اُس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔''(المائدہ:44)

(5)یعنی ہم نے انہیں بیان کرنے والی کتاب دی۔

﴿وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾

''اور ہم نے اُن دونوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دی''(118)

سوال1:﴿وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾''اور ہم نے اُن دونوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دی''صراط مستقیم کی ہدایت کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهَدَيْنٰهُمَا﴾''اور ہم نے اُن دونوں کو ہدایت دی''یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو ہدایت دی۔

(2)﴿الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾''سیدھے راستے کی''یعنی دین اسلام کی جس میں کوئی کجی نہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے۔''(الکہف:17)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے کس سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی تھی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف آنے اور جنت کے راستے کی طرف ہدایت دی تھی۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ﴾

''اور ہم نے پچھلوں میں ان کا (ذکرِ خیر) چھوڑ دیا'' (119)

سوال 1: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ﴾ اور ہم نے پچھلوں میں ان کا (ذکرِ خیر) چھوڑ دیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا ہارون علیہ السلام کا ذکرِ خیر اور ثنائے حسن باقی رکھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا﴾ ''اور ہم نے ان کا (ذکرِ خیر) چھوڑ دیا'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کا ذکرِ خیر اور ثنائے حسن باقی رکھی۔

(2) ﴿فِي الْآخِرِينَ﴾ ''پچھلوں میں'' ان کے بعد آنے والے زمانوں اور لوگوں میں ان کی ثنائے حسن باقی رکھی جو نعمت عظمیٰ ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں میں کیسے ان کی تعریف چھوڑ دی؟

جواب: بعد میں آنے والوں میں اللہ تعالیٰ نے اُن کا ذکرِ خیر چھوڑ دیا۔

﴿سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾

''سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر'' (120)

سوال 1: ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾ ''سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَلَامٌ﴾ ''سلام ہے'' اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، انسانوں اور جنوں کی طرف سے ہمیشہ کے لئے سلام ہے۔

(2) ﴿عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾ ''موسیٰ اور ہارون پر'' ان دونوں پر بعد والوں میں سلام کو باقی رکھا ہے۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کیا انعام کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر سلام بھیجا۔

﴿إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

''یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں'' (121)

سوال 1: ﴿إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ ''یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں'' محسنوں کی جزا کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا كَذٰلِكَ﴾''یقیناً اسی طرح''یعنی جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو ابتلاء وآزمائش سے سلامتی عطا کی۔

(2)﴿نَجْزِی﴾''ہم جزا دیتے ہیں''ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں یعنی غم سے نجات اور اخلاص عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں بہترین جزا دیں گے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں''(النحل:128)

(4)ہم ایمان والوں اور اخلاص والوں کی محبت دلوں میں ڈال دیتے ہیں رہتی دنیا تک ان کا ذکر خیر جاری رہتا ہے۔

سوال2:سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے واقعے سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو بچا لیتے ہیں۔اور ان کے دشمنوں کو ڈبو دیتے ہیں۔

﴿اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''یقیناً وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے''(122)

سوال1:﴿اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''یقیناً وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهُمَا﴾''یقیناً وہ دونوں''سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام۔

(2)﴿مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''ہمارے مومن بندوں میں سے تھے''وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے وجود،اس کی توحید اور اس کی ملاقات پر یقین رکھنے والے تھے۔ان کا ایمان افضل تھا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جزا دینے کا کیا سبب بتایا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔یقیناً ایمان کے بغیر کسی عمل کے صلے کا کوئی تصور نہیں۔

﴿وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور یقیناً الیاس بلاشبہ پیغمبروں میں سے تھا''(123)

سوال:﴿وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾''اور یقیناً الیاس بلاشبہ پیغمبروں میں سے تھا''سیدنا الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ اِلْيَاسَ﴾''اور یقیناً الیاس''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سیدنا الیاس علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے۔

(2)سیدنا الیاس علیہ السلام،سیدنا ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ان کا زمانہ نبوت نویں صدی قبل مسیح ہے۔ان کا مرکز نبوت بعلبک شہر تھا جو شام

میں واقع تھا۔آپ کی قوم بعل نامی بت کی پرستار تھی اور یہی بعل ہی ان کا دیوتا تھا۔بعل کا لغوی معنی مالک، آقا، سردار اور خاوند ہے اور قرآن میں بعل کا لفظ متعدد مقامات پر خاوند کے معنوں میں استعمال ہوا ہے مگر قدیم زمانے میں سامی اقوام اس لفظ کو الٰہ یا خاوند کے معنوں میں استعمال کرتی تھیں۔ان لوگوں نے ایک خاص دیوتا کو بعل (یعنی دوسرے دیوتاؤں یا معبودوں کا سردار) کے نام سے موسوم کر رکھا تھا۔بابل سے لے کر مصر تک پورے شرق اوسط میں بعل پرستی پھیلی ہوئی تھی بنی اسرائیل جب فرعون سے نجات پا کر مصر سے فلسطین آ کر آباد ہوئے اور ان لوگوں سے شادی بیاہ ہوئے تو یہ مرض ان میں بھی پھیل گیا۔بعل کے نام کا ایک مذبح بھی بنا ہوا تھا جس پر قربانیاں کی جاتی تھیں۔عوام تو درکنار فلسطین کی اسرائیل ریاست بھی بعل پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی۔(تیسیر القرآن:718/3)

(3) الیاس اور الیاسین ایک ہی بات ہے۔الیاسین بھی سیدنا الیاس علیہ السلام ہی کا دوسرا نام ہے اور تلفظ کی ایسی کمی بیشی تقریباً سب زبانوں میں پائی جاتی ہے۔قرآن میں اس کی دوسری مثال طور سینا ہے جسے سورۃ التین میں سینین کہا گیا ہے۔(تیسیر القرآن:719/3)

(4) ﴿لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ پیغمبروں میں سے تھا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا الیاس علیہ السلام کو نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا۔(تفسیر سعدی:228/3)

(5) جب انہوں نے قوم کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا تو ان کا بادشاہ ایمان لے آیا مگر بعد میں مرتد ہو گیا۔(مختصر ابن کثیر 1698/2)

﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟'' (124)

سوال 1: ﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟'' اللہ تعالیٰ کا تقوی اختیار کرنے کی دعوت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا:'' سیدنا الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟'' کیا تمہیں غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ نہ آ جائے اور کہیں تمہیں شرک کی وجہ سے عذاب میں نہ پکڑ لے۔

(3) سیدنا الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا۔

سوال 2: کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

(2) کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت کا خوف نہیں آتا کہ اسے چھوڑ کر تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو۔

﴿اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾

''کیاتم لوگ بعل کو پکارتے ہواور سب سے اچھے خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟''(125)

سوال1:﴿اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾''کیاتم لوگ بعل کو پکارتے ہواور سب سے اچھے خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟''تم بعل کی عبادت کرتے ہو،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا﴾''کیاتم لوگ بعل کو پکارتے ہو''ابن زید رحمہ اللہ نے کہا:دمشق کے مغربی جانب ایک شہر بعلبک تھا جہاں بعل بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔(جامع البیان:96/23)

(2)سیدنا الیاس علیہ السلام نے فرمایا:تمہیں بعل کی عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں لگتا تم بعل کو پکارتے ہو۔

(3)﴿وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾''اور سب سے اچھے خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟''تم بہترین کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

(4)جس نے بہترین طریقے سے پیدا کیا،بہترین طریقے سے تربیت کی اور بہترین نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔اس کا کوئی شریک نہیں۔

سوال2:کیاتم بعل کو پکارتے ہو سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد یہ ہے کہ کیاتم اس کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہو۔

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ کیاتم اس کے نام کی نذریں نیازیں دیتے ہو۔

(3)اس سے مراد یہ ہے کہ کیاتم بعل کی عبادت اور پرستش کرتے ہو؟

سوال3:سیدنا الیاس علیہ السلام نے قوم کو ان کی بت پرستی پر آئینہ کیسے دکھایا؟

جواب:سیدنا الیاس علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم بعل کی پرستش کرتے ہواور جس نے سب کچھ پیدا کیا اس کو تم بھول جاتے ہواور چھوڑ دیتے ہو۔

﴿اَللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اللہ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے''(126)

سوال1:﴿اَللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''اللہ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے''رب عبادت کا حق دار ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)جو تمہارا اور تمہارے آباؤاجداد کا اور سب کا رب ہے جو عبادت کا حق رکھتا ہے۔جس کی یہ شان ہو کہ وہ نفع ونقصان کا مالک ہے جو رزق دیتا ہے اس کو چھوڑ کر تم بت کی عبادت کرتے ہو جو نہ کھا سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے کیا یہ بہت بڑی گمراہی نہیں ہے؟

(2)یعنی یوں تو دنیا میں آدمی بھی تحلیل وترکیب کرکے بظاہر بہت سی چیزیں بنالیتے ہیں۔مگر بہتر بنانے والا وہ ہے جو تمام اصول وفروع،

جواہر واعراض اور صفات وموصوفات کا حقیقی خالق ہے جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ پھر یہ کیسے جائز ہوگا کہ اس احسن الخالقین کو چھوڑ کر ''بعل'' بت کی پرستش کی جائے۔ (تفسیر عثمانی:2/463)

سوال 2: سیدنا الیاس علیہ السلام نے قوم کو توحید کی دعوت کیسے دی؟

جواب: سیدنا الیاس علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾

''تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا، سو یقیناوہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جانے والے ہیں'' (127)

سوال 1: ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ ''تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا، سو یقیناوہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جانے والے ہیں'' نبی کو جھٹلایا ہے حساب اور عذاب کے لئے حاضر ہوں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ ''تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا'' انہوں نے سیدنا الیاس علیہ السلام کی دعوت کو جھٹلا دیا اور ان کی بات نہ مانی۔

(2) ﴿فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ ''سو یقیناوہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جانے والے ہیں'' انہیں حساب اور عذاب کے لئے حاضر ہونا ہوگا۔

(3) انہیں آگ میں حاضر ہونا ہوگا۔ (ایسر التفاسیر:1299)

سوال 2: قوم نے سیدنا الیاس علیہ السلام کے سامنے کس ردِعمل کا اظہار کیا؟

جواب: قوم نے ان کو جھٹلا دیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے قوم کے جھٹلانے پر کیا وعید سنائی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو گرفتار کر کے حاضر کیا جائے گا۔

(2) ان کو توحید اور ایمان کے انکار پر اللہ تعالیٰ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے'' (128)

سوال 1: ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے'' اخلاص والے نجات پائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ﴾ ''سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے'' سوائے اللہ تعالیٰ کے توحید پرست بندوں کے جو اللہ تعالیٰ کو عبادت کا حقدار سمجھتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ انہیں آگ سے نجات دی جائے گی۔

(2)﴿الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''جو خالص کر دیے گئے'' اخلاص والے جنت کے باغوں میں ہوں گے۔ انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا، انہیں بہت بڑے اجر وثواب سے نوازا جائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی سزا سے کون بچ جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ چنے ہوئے بندوں، خالص بندوں کو گرفتار کر کے حاضر نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾

''اور ہم نے پچھلوں میں اس کا ذکرِ خیر چھوڑا ہے'' (129)

سوال: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''اور ہم نے پچھلوں میں اس کا ذکرِ خیر چھوڑا ہے'' سیدنا الیاس علیہ السلام کا ذکرِ خیر اور ثنائے حسن باقی رکھی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ﴾ ''اور ہم نے اس کا ذکرِ خیر چھوڑا ہے'' یعنی سیدنا الیاس علیہ السلام کا ذکرِ خیر اور ثنائے حسن باقی رکھی۔

(2)﴿فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پچھلوں میں'' آنے والے لوگوں میں، رہتی دنیا تک لوگ ان کی بڑائی بیان کرتے رہیں گے۔

﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ﴾

''سلام ہے الیاس پر!'' (130)

سوال 1: ﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ﴾ ''سلام ہے الیاس پر!'' سیدنا الیاس علیہ السلام پر سلامتی ہو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿سَلٰمٌ﴾ ''سلام ہے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہے۔

(2)﴿عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ﴾ ''الیاس پر!'' سیدنا الیاس علیہ السلام پر، الیاسین اور الیاس ایک ہی بات ہے۔

سوال 2: سیدنا الیاس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیا عزت بخشی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں سلام کیا ہے۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' (131)

سوال 1: ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّا كَذٰلِكَ﴾ ''یقیناً ہم ایسا ہی'' یعنی جیسے سیدنا الیاس علیہ السلام نے رب العزت کی طرف بلایا، اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور

شرک سے روکا تو ان کی اطاعت پر انہیں جزا دی۔

(2)﴿نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں'' اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان اور مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کرتے ہیں۔(3) اللہ تعالیٰ محسنین کا ذکر خیر اور ثنائے حسن لوگوں میں جاری کر دیتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو کیسا بدلہ دیتے ہیں؟

جواب: (1) ان کا ذکر خیر بعد کی نسلوں میں جاری کر دیتے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ ان کو سلام کہتے ہیں۔

﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' (132)

سوال 1: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' سیدنا الیاس علیہ السلام مومن بندے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ﴾ ''یقیناوہ'' یعنی سیدنا الیاس علیہ السلام۔

(2) ﴿مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھے جو ایمان لائے، جنہوں نے ہماری توحید کو مانا، ہماری اطاعت کی، ہمارے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔(جامع البیان:100/23)

(3) یعنی وہ ہمارے اکرام اور جزائے حسن کے مستحق ہیں کیونکہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا الیاس علیہ السلام کے احسان کا کیا سبب بتایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا الیاس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔

(2) ایمان کے بغیر احسان نہیں ہو سکتا۔

﴿وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾

''اور بلاشبہ لوط بھی یقینا رسولوں میں سے تھا'' (133)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ ''اور بلاشبہ لوط بھی یقینا رسولوں میں سے تھا'' سیدنا لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ لُوْطًا﴾ ''اور بلاشبہ لوط بھی'' اللہ تعالیٰ کی جانب سے سیدنا لوط علیہ السلام کی مدح کی گئی ہے۔

(2) ﴿لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ ''یقینا رسولوں میں سے تھا'' رب العزت نے سیدنا لوط علیہ السلام کو نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب

پر فائز فرمایا۔(3) سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی، شرک اور فواحش سے روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔

سوال 2: سیدنا لوط علیہ السلام کون تھے؟

جواب: سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے اور اللہ کے نبی تھے۔

﴿اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ﴾

''جب ہم نے اُسے اور اُس کے سب گھر والوں کو نجات دی'' (134)

سوال 1: ﴿اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ﴾ ''جب ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی'' سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ نَجَّيْنٰهُ﴾ ''جب ہم نے اُسے نجات دی'' جب ہم نے اپنے پیغمبر سیدنا لوط علیہ السلام کو بچا لیا، انہیں اپنے عذاب سے نجات دی۔

(2) ﴿وَاَهْلَهٗۤ﴾ 'اور اُس کے گھر والوں کو' سیدنا لوط علیہ السلام کو ان کی قوم نے نبی نہیں مانا انہیں جھٹلایا تو رب العزت نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا سوائے ان کی بیوی کے جسے قوم کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

(3) رب العزت نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو راتوں رات اس علاقے سے نکال کر بچا لیا جس پر بڑی بری بارش برسائی گئی۔

سوال 2: سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو کس سے نجات دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے بڑی قوم سے نجات دی۔

﴿اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ﴾

''سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی'' (135)

سوال 1: ﴿اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی'' سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی عذاب میں گرفتار کر لی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عَجُوْزًا﴾ ''سوائے ایک بڑھیا کے'' سوائے ایک بڑھیا کے جو سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی تھیں جو ان کے دین پر نہ تھیں۔

(2) ﴿فِي الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی'' وہ سیدنا لوط علیہ السلام کے ساتھ نکلی تھی مگر پیچھے رہ گئی اور اسے پتھروں نے مسخ کر دیا۔ (الدر المنثور: 539/5)

سوال 2: بڑھیا سے کون عورت مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی ہے جو اہل ایمان کے ساتھ بستی سے باہر نہیں گئی تھی اسے بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہونا تھا سو

ہلاک کردی گئی۔

﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو تباہ کر دیا'' (136)

سوال1:﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو تباہ کر دیا'' قوم لوط علیہ السلام کی بستی الٹ دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو تباہ کر دیا'' یعنی جن لوگوں نے سیدنا لوط علیہ السلام سے دشمنی رکھی ان سب کو ہلاک کر دیا گیا، ان کی بستی کو ان پر الٹ دیا گیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ ''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اُس کے اوپر کے حصے کو اُس کا نچلا کر دیا اور ہم نے اُس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔'' (ہود:82)

(3) رب العزت نے اس قوم کو کئی طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا۔ ان کے علاقے کو ایک بدبودار بحیرہ بنا کر چھوڑ دیا جو کریہہ المنظر ہے۔ اس کا مزہ بھی خراب ہے اور اس کی بدبو بھی دماغ کو خراب کرنے والی ہے۔ یہ سڑا ہوا بحیرہ ایک عام گزرگاہ کے پاس ہے۔ جہاں سے مسافر دن رات گزرتے رہتے ہیں۔

سوال2: دوسرے لوگوں کو تباہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو نکال کر باقی لوگ تباہ کر دیئے گئے۔

﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ﴾

''اور یقیناً تم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو'' (137)

سوال1:﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ﴾ ''اور یقیناً تم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو'' قوم لوط کے واقعہ سے عبرت پکڑو، آیت کی روشنی میں وضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ﴾ ''اور یقیناً تم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو'' یعنی قوم لوط کی بستیوں پر تمہارا گزر ہوتا ہے۔ (2) قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: شام جاتے ہوئے سدوم کا علاقہ آتا ہے یہ بستی قوم لوط کی ہے۔ (الدر المنثور:5/539)

(3) رب العزت نے فرمایا کہ تم کثرت سے اس علاقے سے گزرتے ہو ان کے واقعے سے عبرت پکڑو۔

سوال2: یہ بات کس سے کہی گئی کہ تم ان کی بستیوں سے گزرتے ہو؟

جواب: یہ بات اہل مکہ سے کہی گئی۔

سوال3: یہ بستیاں کہاں تھیں؟

جواب: یہ بستیاں اس مقام پر تھیں جہاں اب بحیرہ مردار ہے۔

﴿وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور رات کو بھی، تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (138)

سوال1: ﴿وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور رات کو بھی، تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' تم ہلاکت والے اعمال سے رک جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبِالَّيْلِ﴾ ''اور رات کو بھی'' یعنی تم کثرت سے اس علاقے سے گزرتے ہو۔

(2) ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' رب العزت نے مکہ کے مشرکوں سے خطاب کیا ہے جو تجارتی سفروں کے لئے شام اور فلسطین جاتے تھے اور بحر مردار سے گزرتے تھے جو قوم لوط کی ہلاکت کا مقام ہے۔ جنہیں بحر مردار میں دھنسا دیا گیا۔ (ایسر التفاسیر:1301)

(3) کیا تم آیات کو سمجھتے نہیں؟ اور کیا تم ان اعمال سے رکتے نہیں جو ہلاکت کے موجب ہیں۔ (تفسیر سعدی:2282/3)

(4) ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: کیا تم غور و فکر نہیں کرتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے کیسے ہلاک کیا گیا۔ (جامع البیان:101/23)

(5) اور آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہے جب وہ کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے۔ بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی سخت دردناک ہوتی ہے۔ (بخاری:4686)

سوال2: تم عقل سے کام نہیں لیتے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ تم نبیوں کو جھٹلانے والوں کے انجام کو دیکھتے ہو پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔

(2) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جو کام کر کے پہلی قومیں ہلاک ہو گئیں تم وہ کام کر کے کیسے اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہو؟

رکوع نمبر 9

﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور یقیناً یونس پیغمبروں میں سے تھا'' (139)

سوال1: ﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور یقیناً یونس پیغمبروں میں سے تھا'' سیدنا یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، آیت کی

روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ یُوْنُسَ﴾''اور یقیناً یونس'' رب العزت کی جانب سے اپنے بندے یونس بن متی علیہ السلام کی مدح ہے۔

(2)﴿لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾''پیغمبروں میں سے تھا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر فائز فرمایا۔

(3)سیدنا یونس علیہ السلام کو دنیاوی عقوبت میں مبتلا کیا گیا پھر ان کے ایمان اور اعمال صالح کی وجہ سے انہیں عذاب سے نجات دی۔

(4)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندے کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متی علیہ السلام سے افضل قرار دے۔(بخاری:3413)

سوال2: سیدنا یونس علیہ السلام کہاں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام عراق کے علاقے نینوی میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔

﴿اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾

''جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا''(140)

سوال1:﴿اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾''جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا'' سیدنا یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ اَبَقَ﴾''جب وہ بھاگ گیا'' یہاں بھاگنے کے لئے لفظ''ابق'' استعمال ہوا ہے جو دراصل غلام کے اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانے کے لئے بولا جاتا ہے۔سیدنا یونس علیہ السلام چونکہ اپنے آقا اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کئے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اس لئے ان کے چلے جانے کے لئے''ابق'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔(اشرف الحواشی:540/1)

(2)﴿الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾''ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف'' یعنی سامان اور مسافروں سے لدی ہوئی کشتی میں جا کر سوار ہو گئے۔ان کے سوار ہوتے ہی کشتی ڈانواڈول ہونے لگی۔ایسا طوفان آیا کہ کشتی کے مالک کو فکر لاحق ہوگئی کہ کہیں سب نہ ڈوب جائیں۔انہوں نے قرعہ اندازی کی کہ جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔

سوال2: سیدنا یونس علیہ السلام علاقے سے کیوں بھاگے تھے؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام آشوریوں کے پاتخت میں اللہ کی طرف سے ہدایت اور راہ نمائی کے لئے مقرر کئے گئے۔انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک لاکھ افراد کو قید کر رکھا تھا۔سیدنا یونس علیہ السلام عوت پر یہ قوم ایمان نہ لائی تو انہوں نے عذاب الٰہی سے ڈرایا۔اللہ کے عذاب آنے میں ابھی کچھ وقت تھا تو بغیر رب کی اجازت کے وہ اپنے علاقے سے چلے گئے اور ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار ہو گئے۔

سوال3: سیدنا یونس علیہ السلام کے علاقہ چھوڑ جانے کے لئے بھاگنے کے الفاظ کیوں لائے گئے؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام چونکہ اللہ کی اجازت کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ معاملہ اسی طرح کا ہے جیسے کوئی غلام اپنے مالک سے بھاگ کر چلا جاتا ہے اس لئے ان کے جانے کے لئے بھاگنے کا لفظ استعمال کیا گیا۔

﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾

''پھر انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا'' (141)

سوال1: ﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ ''پھر انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا'' قرعہ میں سیدنا یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَسَاهَمَ﴾ ''پھر انہوں نے قرعہ ڈالا'' جب کشتی والوں نے قرعہ اندازی کی۔

(2) ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ ''تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا'' قرعہ اندازی میں سیدنا یونس علیہ السلام مغلوب ہو گئے۔ کشتی والے ان کی پاکیزہ صورت دیکھ کر ہچکچائے تو وہ خود سمندر میں کود گئے۔

(3) اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔

سوال2: کشتی والوں کو قرعہ اندازی کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جواب: (1) جس کشتی میں سیدنا یونس علیہ السلام وار ہوئے تھے وہ سواروں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سمندر کی موجوں میں گھر گئی تو وزن کم کرنے کے لئے یہ طے پایا کہ ایک آدھ فرد کو کشتی سے سمندر میں پھینک دیا جائے تاکہ باقیوں کی جانیں بچ جائیں چونکہ یہ قربانی دینے کے لئے کوئی تیار نہیں تھا اس لئے قرعہ اندازی کرنی پڑی۔

(2) اس دور میں یہ بات مشہور تھی کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آتا ہے تو کشتی بھنور میں پھنس جاتی ہے بھاگے ہوئے غلام کی تلاش میں قرعہ اندازی کرنی پڑی۔

سوال3: قرعہ اندازی کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: قرعہ اندازی کے نتیجے میں سیدنا یونس علیہ السلام کا نام آیا۔

سوال4: کیسے مغلوب ہو گئے؟

جواب: (1) سیدنا یونس علیہ السلام کا نام قرعہ اندازی میں نکلا تو انہیں مجبوراً بھاگے ہوئے غلام کی طرح سمندر کی لہروں کے سپرد کرنا پڑا یوں وہ مغلوب ہو کر سمندر میں پھینک دیے گئے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ سیدنا یونس علیہ السلام کو نگل لے یوں سیدنا یونس علیہ السلام مغلوب ہو کر مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔

﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾

''چنانچہ اُس کو مچھلی نے نگل لیا اور اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا'' (142)

سوال 1: ﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ ''چنانچہ اُس کو مچھلی نے نگل لی اور اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا'' اور سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ﴾ ''چنانچہ اُس کو مچھلی نے نگل لیا'' جب سیدنا یونس علیہ السلام سمندر میں کودے تو کودتے ہی مچھلی نے انہیں سالم ہی نگل لیا مچھلی انہیں لے کر سمندر میں تیرتی رہی۔

(2) ﴿وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ ''اور اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا'' یعنی انہوں نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا تھا جس پر ملامت کی جاتی ہے اور وہ ہے آپ کا اپنے رب سے ناراض ہونا۔ (تفسیر سعدی: 2284/3)

(3) ﴿مُلِيْمٌ﴾ کا معنی وہ شخص ہے جس کا ضمیر خود ہی ملامت کر رہا ہو کہ وہ واقعی مجرم ہے اور کوئی ملامت کرے یا نہ کرے۔ اور سیدنا یونس علیہ السلام کو اپنی اجتہادی غلطی کا احساس بھاگنے کے فوراً بعد ہی ہو گیا تھا۔ اور قرعہ میں ہر بار آپ علیہ السلام کا نام نکلنے پر اس کا یقین ہو گیا۔ (تیسیر القرآن: 720/3)

(4) سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں خیال آیا کہ شاید وہ فوت ہو چکے ہیں۔ جب انہوں نے ہاتھ پاؤں ہلائے تو محسوس کیا کہ وہ زندہ ہیں۔ وہ اسی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ (5) سیدنا یونس علیہ السلام نے ایسی جگہ سجدے کیے جو کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔

سوال 2: سیدنا یونس علیہ السلام مچھلی نے نگل لیا تو انہوں نے کیا کیا؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام نے خود کو ملامت کرنا شروع کر دیا۔

﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ﴾

''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا'' (143)

سوال 1: ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ﴾ ''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا'' عافیت کے نیک اعمال کی برکت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ﴾ ''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا'' یعنی اگر یونس علیہ السلام نے عافیت کے دنوں میں یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے اپنے رب کی کثرت سے عبادت اور تسبیح و تحمید نہ کی ہوتی اور مچھلی کے پیٹ میں جانے کے بعد کثرت سے یہ دعا نہ کی ہوتی ﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو اُس نے اندھیروں میں پکارا: ''آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔'' (الانبیاء:87،88) تو قیامت کے دن مچھلی کے پیٹ سے پیدا ہوتے۔

﴿لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

''یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے'' (144)

سوال 1: ﴿لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے'' تسبیح نہ ہوتی تو مچھلی کا پیٹ سیدنا یونس علیہ السلام کی قبر ہوتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ﴾ ''یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا'' یعنی اگر سیدنا یونس علیہ السلام تسبیح وتحمید نہ کرتے تو مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔

(2) ﴿اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے'' یعنی مچھلی کا پیٹ ہی ان کی قبر بن جاتا۔

(3) رب العزت نے تسبیح کی وجہ سے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرمائی۔

(4) اللہ تعالیٰ اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیتا ہے۔ جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔'' (الطلاق:2)

سوال 2: سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ﴾

''پھر ہم نے اُسے ایک چٹیل زمین میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ بیمار تھا'' (145)

سوال 1: ﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک چٹیل زمین میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ بیمار تھا'' سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی نے اگل دیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک چٹیل زمین میں پھینک دیا'' رب العزت نے مچھلی کو حکم دیا کہ انہیں اگل دے تو مچھلی نے سیدنا یونس علیہ السلام کو ساحل پر آ کر ایک چٹیل میدان میں اگل دیا۔

(2)﴿وَهُوَ سَقِيْمٌ﴾ ''اس حال میں کہ وہ بیمار تھا'' مچھلی کے پیٹ میں سیدنا یونس علیہ السلام ایسے کمزور ہو گئے تھے جیسے مرغی کا چوزہ جس کے بال اور پر نہیں ہوتے، جیسے نومولود بچہ۔

(3) سیدنا یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں جانا اور وہاں زندہ رہنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بطور خرق عادت تھا۔ (اشرف الحواشی:540/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا یونس علیہ السلام کو کس حال میں چٹیل میدان میں لا ڈالا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حال میں چٹیل میدان میں لا ڈالا کہ وہ بیمار تھے، انتہائی کمزور اور ناتواں تھے جیسے کوئی پیدائش کے وقت ہوتا ہے۔

﴿وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ﴾

''اور ہم نے ایک بیل دار پودا اُس پر اُگا دیا'' (146)

سوال 1: ﴿وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ﴾ ''اور ہم نے ایک بیل دار پودا اُس پر اُگا دیا'' سیدنا یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل پھیلا دی گئی۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ﴾ ''اور ہم نے اُس پر اُگا دیا'' رب العزت نے سیدنا یونس علیہ السلام کے لیے ایک بیل اگا دی۔ جس نے انہیں ٹھنڈے سائے تلے لے لیا۔ اس بیل پر مکھیاں نہیں ہوتیں۔ رب العزت نے ان پر ایک اور احسان فرمایا۔

(2)﴿شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ﴾ ''ایک بیل دار پودا'' يَّقْطِيْنٍ اطلاق ہر اس پودے پر ہوتا ہے جس کا تنا نہ ہو مثلاً کدو، ککڑی، تربوز وغیرہ اور بالخصوص پیٹھا کدو کی بیل پر ہوتا ہے۔ اور مفسرین کی اکثر رائے کے مطابق یہی پودا وہاں اگ آیا تھا۔ اس کے پتے چوڑے چوڑے ہوتے ہیں جو دھوپ وغیرہ سے سایہ کا کام دیتی ہیں۔ نیز مکھی اس پودے کے نزدیک نہیں آتی۔ آپ کی خوراک کا انتظام اللہ نے کیا فرمایا؟ کتاب وسنت میں اس کی کوئی صراحت نہیں۔ (تفسیر تیسیر القرآن:721/3)

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت مرغوب تھا۔

﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾

''اور ہم نے اُسے ایک لاکھ لوگوں کی طرف بھیجا یا اس سے زائد ہوں گے'' (147)

سوال 1: ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُسے ایک لاکھ لوگوں کی طرف بھیجا یا اس سے زائد ہوں گے'' سیدنا یونس علیہ السلام کو قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَرْسَلْنٰهُ﴾ ''اور ہم نے اُسے بھیجا'' رب العزت نے سیدنا یونس علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا وہ اہل نینویٰ

تھے۔(ایسر التفاسیر:1302)

(2)﴿اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ﴾''ایک لاکھ لوگوں کی طرف بھیجا یا اس سے زائد ہوں گے''اس قوم کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔

﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ﴾

''سو وہ ایمان لائے تو ہم نے اُنہیں ایک خاص مدت تک فائدہ دیا''(148)

سوال1:﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ﴾''سو وہ ایمان لائے تو ہم نے اُنہیں ایک خاص مدت تک فائدہ دیا''قوم یونس علیہ السلام کی قوم ایمان لے آئی۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاٰمَنُوْا﴾''سو وہ ایمان لائے''جس قوم کی طرف سیدنا یونس علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا انہوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو وہ ایمان لے آئے۔ان کا ایمان لانا سیدنا یونس علیہ السلام کے اعمال نامے میں لکھا گیا۔جیسا کہ فرمایا:﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ١ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ﴾''سو کیوں نہ کوئی بستی ایسی ہوئی کہ ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو یونس کی قوم کے سوا کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور اُنہیں ایک وقت تک کے لیے سامانِ زندگی دے دیا۔''(یونس:98)

(2)﴿فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ﴾''تو ہم نے اُنہیں ایک خاص مدت تک فائدہ دیا''جب قوم یونس علیہ السلام ایمان لے آئی تو رب العزت نے ان سے عذاب ہٹا لیا اور انہیں ایک مدت تک دنیا کا فائدہ پہنچایا۔

سوال2:سیدنا یونس علیہ السلام کی قوم کی ایمان لانے کی کیفیت کیا تھی؟

جواب:قوم یونس عذاب دیکھ کر ایمان لائی جب کہ ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو قبول کر لیا۔

سوال3:کیا ایمان لانے کے بعد قوم یونس علیہ السلام کو زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا گیا؟

جواب:قوم یونس کو ایک زمانے تک زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا گیا۔

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ﴾

''سو آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں؟''(149)

سوال1:﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ﴾''سو آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں''فرشتے اللہ کے بندے ہیں بیٹیاں نہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسْتَفْتِهِمْ﴾''سو آپ اُن سے پوچھیں''رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ غیر اللہ کی عبادت کرنے

والوں سے پوچھیں جو فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

(2) ﴿اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ﴾ ''کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنادیں حالانکہ وہ اپنے لیے بیٹیوں پر راضی نہیں جیسا کہ فرمایا ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ پاک ہے اس کی ذات! اور ان کے لیے وہی ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔'' (النحل:57)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو رب کی بیٹیاں قرار دینے پر لوگوں کے سامنے ان کے غلط عقیدے کی حقیقت کو کیسے کھولا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ ان سے پوچھو کہ ان کے لیے بیٹے ہوں جو بے اختیار ہوں اور با اختیار رب کے لیے بیٹیاں ہوں۔

﴿اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ﴾

''کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ موجود تھے؟'' (150)

سوال 1: ﴿اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ موجود تھے'' کیا فرشتوں کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا﴾ ''کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے'' رب العزت نے فرمایا کیا فرشتوں کو ہم نے عورتیں بنایا اور وہ اس وقت حاضر تھے۔ (نعوذ باللہ)

(2) ﴿وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ﴾ ''اور وہ موجود تھے'' یعنی کیا وہ فرشتوں کی تخلیق کو دیکھ رہے تھے؟ وہ اس کے گواہ ہیں۔ ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں بنادیا؟ کیا اُن کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی اُن کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا۔'' (الزخرف:19)

(3) اگر ایسا نہیں ہے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بغیر علم کے بہتان لگایا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مؤنث ہونے کے غلط عقیدے کی حقیقت کو کیسے واضح کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے ان سے سوال کیا کہ یہ بتاؤ کیا اس وقت تم موجود تھے جب اللہ نے انہیں بیٹیاں پیدا کیا؟ کیا انہوں نے فرشتوں میں عورتوں والی خصوصیات بذات خود دیکھی ہیں۔

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ﴾

''سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت باتیں کہتے ہیں''(151)

سوال1:﴿اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ﴾''سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت باتیں کہتے ہیں'' وہ افترا پردازی کرتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ﴾''سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت باتیں کہتے ہیں'' یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے۔

(2)وہ تین جھوٹ بولتے ہیں(i)اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔(ii)فرشتے عورتیں ہیں۔(iii)فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

﴿وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾

''کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں''(152)

سوال1:﴿وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾''کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں'' وہ جھوٹے ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَدَ اللّٰهُ﴾''کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اولاد بنائی۔

(2)﴿وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں'' اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد بنانا جھوٹ ہے۔اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر فرشتوں کی عبادت کرنا جہنم تک لے جانے کے لیے کافی ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی اولاد کے غلط نظریے کے بارے میں کیا فیصلہ دیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی اولاد کو تصور کر کے حقیقت سمجھنے والے جھوٹے ہیں۔

﴿اَصْطَفَى الْبَنٰتِ عَلَى الْبَنِيْنَ﴾

''کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیاں پسند کی ہیں''(153)

سوال1:﴿اَصْطَفَى الْبَنٰتِ عَلَى الْبَنِيْنَ﴾''کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیاں پسند کی ہیں'' بیٹوں کو چھوڑ کر بیٹیاں پسند کر لیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَصْطَفَى الْبَنٰتِ﴾''کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں پسند کی ہیں'' اللہ کے لئے جس طرح لڑکیاں نہیں۔اسی طرح لڑکے بھی نہیں۔دونوں کی نفی اس لحاظ سے اگرچہ برابر ہے مگر ذہناً چونکہ لڑکیوں کو کم درجہ سمجھا جاتا ہے۔اس لئے اللہ کا اس سے منزہ ہونا بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگا۔(تفسیر کمالین جلالین:364/5)

(2)﴿عَلَى الْبَنِيْنَ﴾ ''بیٹوں پر'' رب العزت نے بیٹوں کو بیٹیوں پر کیوں ترجیح دی آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہیے۔رب العزت تو اولاد سے ہی پاک ہے۔بیٹے یا بیٹی کا سوال تو دور کا ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا﴾ ''کیا پھر تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا؟اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا؟ بلاشبہ تم یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو'' (بنی اسرائیل:40)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بودے نظریات کے بارے میں کیا وضاحت کی؟

جواب۔(1)اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ یہ خود تو اپنے لیے بیٹے پسند کریں اور بیٹیاں نہ چاہیں لیکن رب العالمین کے بارے میں یہ سوچیں کہ اس کی بیٹیاں ہیں۔(2)اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو وہ بیٹے ہوتے۔

﴿مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾

''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (154)

سوال1:﴿مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟تم کیسے فیصلہ کرتے ہو'' تمہارے فیصلے درست نہیں۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا لَكُمْ﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے'' تمھاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے تم غور وفکر کیوں نہیں کرتے۔

(2)﴿كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ ''تم کیسے فیصلہ کرتے ہو'' تم خلاف عقل فیصلے دے رہے ہو۔تم ظالمانہ فیصلے کرتے ہو۔تمہارے فیصلے درست نہیں باز آجاؤ۔نصیحت قبول کرلو۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عقیدے کی خرابیوں پر انہیں کیسے تنبیہ کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟

﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''تو کیا تم غور نہیں کرتے ہو؟'' (155)

سوال1:﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم غور نہیں کرتے ہو'' نصیحت قبول کرلو۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم غور نہیں کرتے ہو'' تم نصیحت قبول کرتے تو ایسی بات نہ کرتے۔

(2)تم نصیحت قبول کرتے تو اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ٹھہراتے۔(3)تمہیں کیا ہے کہ تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

سوال2:کیا تم سبق حاصل نہیں کرتے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ بھی ہے کہ تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ اللہ کی اولاد ہوتی تو نرینہ ہوتی۔

﴿اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾

''تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟'' (156)

سوال 1: ﴿اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے'' قتادہ نے فرمایا کہ کوئی واضح عذر ہے۔ (جامع البیان: 110/23)

(2) کیا تمہارے پاس اپنے دعوے کی کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے کی کوئی قوی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے آئی ہو یا اس نے اپنی کتاب میں نازل کی ہو جس سے تمہارے دعوے کی خبر ملتی ہو!

سوال 2: کیا تمہارے پاس کوئی صاف دلیل ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ سوال رد شرک کے لیے کیا ہے کہ کیا تمہارے پاس اپنی ملائکہ پرستی کی کوئی دلیل ہے؟

﴿فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''تو اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچے ہو!'' (157)

سوال 1: ﴿فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''تو اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچے ہو!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ﴾ ''تو اپنی کتاب لے آؤ'' قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اپنا عذر پیش کرو۔ (جامع البیان)

(2) ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو!'' یعنی اگر تم سچے ہو تو اپنے دعوے کی دلیل کے لیے کوئی کتاب پیش کرو۔ اگر اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے تو تم بلا دلیل اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔

(3) تمہارے لیے کوئی کتاب کیسے ہو سکتی ہے؟ تم نے تو اپنی کتاب سے کفر کیا ہے۔ جو تمہاری ہدایت کے لیے نازل ہوئی ہے اور وہ قرآن کریم ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہاری افترا پردازی کو قوی دلیل سے باطل کر دیا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1304)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کتاب لانے کا مطالبہ کس سلسلے میں کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کتاب لانے کا مطالبہ ملائکہ پرستی کی جڑ کاٹنے کے لیے کیا۔

(2) اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل اس عقیدے کو تسلیم نہیں کرتی کہ اللہ کی کوئی اولاد ہے۔

﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾

''اورانہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ بنادیا ہے اور بلاشبہ یقیناً جنوں کو معلوم ہے کہ یقیناً وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں''(158)

سوال:﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ ''اورانہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ بنادیا ہے اور بلاشبہ یقیناً جنوں کو معلوم ہے کہ یقیناً وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں'' مشرکوں نے جنوں کی اللہ تعالیٰ سے رشتے داری سمجھ لی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ﴾ ''اورانہوں نے اس کے درمیان رشتہ'' یعنی مشرکوں نے بنالیا اللہ تعالیٰ کے درمیان۔

(2)﴿وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ ''اور جنوں کے درمیان رشتہ بنادیا ہے'' اور جنات کے درمیان نسبی تعلق بنادیا ہے وہ کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے یہ کہ آیت کریمہ قریش کے تین قبیلوں سلیم، جہینہ اور خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ قریش کے امراء ورؤسا کہنے لگے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ان کی مائیں کون ہیں تو وہ بولے سادات جنات کی بیٹیاں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ (تفسیر ابن عباس:123/3)

(4)﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً جنوں کو معلوم ہے'' یعنی جنات کو معلوم ہے کہ وہی عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں آگ سے عذاب دے گا۔ پھر نسبی تعلق والا تو اس تعلق کی وجہ سے عزت کرتا ہے وہ آگ سے عذاب نہیں دیتا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی افتراء پردازی سے خود کو منزہ ثابت کیا۔ (ایسر التفاسیر:1304)

(5) حالانکہ جنات بھی جانتے ہیں کہ وہ جزاوسزا کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عاجز اور فروتر بندے ہیں۔ اگر ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی نسبی رشتہ ہوتا تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔ (تفسیر سعدی:2286/3)

سوال 2 :مشرکین نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان کونسی رشتے داری ٹھہرائی تھی؟

جواب:مشرکین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کی ہیں جس کے نتیجے میں بیٹیاں پیدا ہوئیں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے جنات کی رشتہ داری کی نفی کیسے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے غلط عقیدے کو ان کے سامنے کھولا ہے کہ اگر جنات کی رشتہ داری ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دیتا جبکہ جنات جانتے ہیں کہ انہیں اپنے کاموں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا عذاب بھگتنا ہوگا۔

﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں''(159)

سوال1:﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن باتوں سے جو لوگ بیان کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ پاک ہے''اللہ تعالیٰ جو ان کا رب،ان کا بادشاہ ہے ان تمام اوصاف سے پاک ہے جو مشرک اس سے منسوب کر رہے ہیں۔(2)یعنی اللہ تعالیٰ اولاد اور نسب سے پاک ہے(تفسیر قاسمی:2286)

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''مگر اللہ تعالیٰ کے خالص کئے گئے بندے''(160)

سوال:﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾''مگر اللہ تعالیٰ کے خالص کئے گئے بندے''اللہ تعالیٰ سے مخلص بندوں کی نسبت ہی درست ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ﴾''مگر اللہ تعالیٰ کے بندے''اللہ تعالیٰ سے مخلوق کی جو نسبت ہے وہ یہ کہ اس کے بندے ہیں۔

(2)﴿الْمُخْلَصِيْنَ﴾''مخلص کئے گئے''اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں نے اس کے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہی اس کے جلال کے لائق ہیں۔وہی اسے زیب دیتے ہیں جن کی وجہ سے اس کی پاک دامنی پر حرف نہیں آتا۔اس کے مخلص بندے اس حق کی پیروی کرتے ہیں جو رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۳۹) اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (۴۰) قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ (۴۱) اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (۴۲) وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۴۳)﴾''اس نے کہا:''اے میرے رب!اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بہکایا ہے،میں زمین میں ضرور ان کے لیے(گناہ)مزین کروں گا،اور میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا۔مگر ان میں تیرے وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''یہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے۔بے شک میرے بندوں پر تیرے لیے کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلیں گے۔اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔''(الحجر:39-43)

سوال2:اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں سے یہاں کون سے بندے مراد ہیں؟

جواب:(1)یہاں اس سے وہ بندے مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط عقیدہ نہیں رکھتے۔

(2)وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ حرام کردی ہے۔

﴿فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ﴾

''پس یقیناتم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو''(161)

سوال1:﴿فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ﴾''پھر یقیناتم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنَّكُمْ﴾''پھر یقیناتم''یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرائے ہیں۔

(2)﴿وَمَا تَعْبُدُوْنَ﴾''اور جن کی تم عبادت کرتے ہو''یعنی تمہارے خودساختہ معبود کسی بارے میں بھی قدرت نہیں رکھتے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے لوگوں اور معبودوں کا اکٹھے تذکرہ کیوں کیا؟

جواب:اس میں بڑی حکمت ہے یعنی معبود اور عبادت گزار دونوں مقام کے اعتبار سے برابر ہیں اور کاموں کے اعتبار سے بھی۔

﴿مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ﴾

''تم کسی کو فتنے میں ڈالنے والے نہیں ہو''(162)

سوال1:﴿مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ﴾''تم کسی کو فتنے میں ڈالنے والے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَآ اَنْتُمْ﴾''تم نہیں ہو''یعنی شرک کرنے والے۔

(2)﴿عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ﴾''اس پر فتنے میں ڈالنے والے''اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ان کا رب بادشاہ عظیم اور حلیم کامل ان تمام اوصاف سے منزہ اور پاک ہے جو مشرکین اس کے بارے میں بیان کررہے ہیں، جو ان کے کفر وشرک نے اس کے متعلق واجب ٹھہرایا ہے۔(تفسیر سعدی 2286/3)

رب العزت نے مشرکوں سے خطاب کرکے فرمایا ہے کہ تمہاری گمراہ کن باتیں وہ مانے گا جو تم سے زیادہ گمراہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے علم میں جہنم کا کوئلہ بننے والا ہوگا۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے،ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں۔''(الاعراف:179)

سوال2:مشرک اور ان کے جھوٹے معبود کن کو گمراہ کرسکتے ہیں؟

جواب: جولوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہی جہنم جانے والے ہیں اس وجہ سے وہ کفر اور شرک کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

﴿اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ﴾

''مگر وہ جو جہنم میں پہنچنے والا ہے'' (163)

سوال: ﴿اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ﴾ ''مگر وہ جو جہنم میں پہنچنے والا ہے'' مشرکوں کی باتیں ماننے والا دوزخ میں کوئلہ بنے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَنْ هُوَ﴾ ''مگر وہ جو'' یعنی جس کا مقدر ہے۔

(2) ﴿صَالِ الْجَحِيْمِ﴾ ''جہنم میں پہنچنے والا ہے'' یعنی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ ﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔'' (الحجر:43)

﴿وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ﴾

''اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک معلوم مقام ہے'' (164)

سوال: ﴿وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک معلوم مقام ہے'' فرشتوں کی برأت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مِنَّآ﴾ ''اور ہم (فرشتوں) میں سے'' یہ فرشتوں کا قول ہے۔

(2) ﴿اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''ہر ایک کے لیے ایک معلوم مقام ہے'' یعنی آسمان میں ہر فرشتے کا عبادت کا ایک مقام ہے، جس سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(3) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسمان پر چار انگلی کے برابر بھی جگہ نہیں ہے کہ جہاں کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کے لیے (اس کے سامنے) اپنی پیشانی رکھے سر بسجود نہ ہو۔ (ترمذی:2312)

(4) یہ فرشتوں کے بارے میں کفار کی بہتان طرازی سے برأت کا بیان ہے، نیز یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور لمحہ بھر کے لیے اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو ایک مقام اور کسی تدبیر کی ذمے داری سونپی ہے وہ اس سے تجاوز کر سکتے ہیں نہ انہیں کسی چیز کا کوئی اختیار ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2287)

﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم صف بستہ رہنے والے ہیں''(165)

سوال1:﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم صف بستہ رہنے والے ہیں''فرشتوں کی صف بندی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم''فرشتوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت،اطاعت اور خدمت میں۔

(2)﴿الصَّآفُّوْنَ﴾''صف بستہ رہنے والے ہیں''صفیں باندھتے ہیں۔

(3)سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:تم لوگ اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح بارگاہِ الٰہی میں فرشتے صف بستہ رہتے ہیں۔(مسلم:968)

(4)یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صفیں باندھے کھڑے ہیں۔

سوال2:فرشتوں کی زبان سے ان کی ذات کی حقیقت کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:(1)فرشتوں میں سے ہرایک کی جگہ مقرر ہے۔(2)فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے ہیں۔

(3)فرشتے صف بستہ کھڑے ہیں۔(4)فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں۔

﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم تسبیح کرنے والے ہیں''(166)

سوال1:﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم تسبیح کرنے والے ہیں''فرشتے تسبیح کرتے ہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم''فرشتوں نے کہا کہ ہم اپنی عبادت کی جگہ میں ثنا بیان کرتے ہیں۔(جامع البیان:115/23)

(2)﴿الْمُسَبِّحُوْنَ﴾''تسبیح کرنے والے ہیں''یعنی صفیں باندھ کر ہم اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اس کی عظمت اور تقدیس کرتے ہیں۔اس کو تمام برائیوں سے پاک سمجھتے ہیں۔

(3)﴿الْمُسَبِّحُوْنَ﴾میں زبان کی تسبیح اور نماز دونوں آجاتے ہیں۔اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں ہیں جیسے کفار فرشتوں کے بارے میں کہتے ہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں عقیدے کو کیسے درست کیا ہے؟

جواب: (1) فرشتے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ (2) فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

(3) تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں ہیں۔

﴿وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناوہ لوگ کہا کرتے تھے'' (167)

سوال1: ﴿وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناوہ لوگ کہا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناوہ لوگ کہا کرتے تھے'' یعنی کفار مکہ کہتے ہیں۔

(2) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار مکہ تمنا کرتے تھے کہ ہم میں کوئی نبی ہوتا جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام یاد دلاتا، اور وہ واقعات سناتا جو پہلی قوموں پر گزر چکے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1704)

سوال2: کفار کو کس قول کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے؟

جواب: کفار کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی ذکر ہوتا تو ہم بھی منتخب لوگ ہوجاتے۔

﴿لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''کہ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی'' (168)

سوال1: ﴿لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''کہ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی'' بعثت نبوی ﷺ سے پہلے قریش کی تمنا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا﴾ ''کہ اگر واقعی ہمارے پاس ہوتی'' نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش آرزو کرتے تھے کہ ہم میں کوئی نبی ہوتا جو ہمیں پچھلی قوموں کے واقعات سناتا۔

(2) ﴿ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''پہلے لوگوں کی نصیحت'' یعنی پہلی کتابوں میں سے کوئی کتاب ہوتی جیسے تورات اور انجیل ہیں یا کوئی نبی آتا جیسے یہود و نصاریٰ کے پاس آیا۔ (جامع البیان: 23/117)

سوال2: ذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: ذکر سے مراد کتاب الٰہی یا پیغمبر ہے۔

سوال3: کفار نزول قران سے پہلے کیا کہا کرتے تھے؟

جواب: کفار کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس بھی آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوتی تورات وغیرہ جیسی یا کوئی ہمیں بھی نصیحت کرتا تو ہم اللہ تعالیٰ کے خالص بندے بن جاتے۔

﴿لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص کیے گئے بندے ہوتے!''(169)

سوال1:﴿لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾''تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے!''ہم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی عبادت کو خالص کرتے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾''تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے!''اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ مشرکین اس تمنا کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس بھی کتابیں آتیں جیسے پہلے لوگوں پر کتابیں آئی تھیں تو ہم خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔بلکہ ہم حقیقی مخلص ہوتے۔وہ اس بارے میں جھوٹ بولتے ہیں ان کے پاس سب سے افضل کتاب آئی،مگر انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا،لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ رکھے ہوئے ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2287,2288)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾''اور انہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ یقیناً اگر اُن کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تو وہ یقیناً ضرور ہر اُمت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے،پھر جب ایک خبردار کرنے والا اُن کے پاس آیا تو اُس نے اُن کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا۔''(فاطر:42)

(3)یعنی نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے تو یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کتابیں آتیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے پھر جب نبی ﷺ آ گئے تو انہوں نے کفر کیا۔

سوال2:مخلص بندوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب:اس سے مراد چنے ہوئے لوگ ہیں۔

﴿فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾

''تو اُنہوں نے اس کا انکار کیا سو جلد ہی وہ جان لیں گے''(170)

سوال:﴿فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾''تو اُنہوں نے اس کا انکار کیا سو جلد ہی وہ جان لیں گے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَفَرُوْا بِهٖ﴾''تو اُنہوں نے اس کا انکار کیا''یعنی مشرکوں نے اس کتاب کا انکار کر دیا جو محمد ﷺ لے کر آئے

اور وہ قرآن ہے۔

(2)﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' یعنی اگر وہ توبہ نہیں کریں گے ایمان نہیں لائیں گے اس کی توحید پر ایمان نہیں رکھیں گے تو اپنے کفر کا انجام دیکھ لیں گے۔

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے صادر ہی ہو چکا'' (171)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا'' رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے وعدے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا'' کلمہ سے مراد وہ سنت الٰہی ہے جو اپنے رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرما دی ہیں۔ ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرا رسول ضرور غالب رہیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا ہے، زبردست ہے۔'' (المجادلہ:21)

سوال 2: رسولوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا کون سا وعدہ صادر ہو چکا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ یقیناً مدد کیے جائیں گے۔

﴿اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴾

''یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی'' (172)

سوال: ﴿اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی'' رسولوں اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّهُمْ﴾ ''یقیناً وہ وہی ہیں'' یعنی رسول اور مسلمان۔

(2)﴿لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴾ ''جن کو مدد دی جائے گی'' یعنی دنیا اور آخرت میں رسولوں اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی۔

﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾

''اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے'' (173)

سوال: ﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے'' میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا،

آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا﴾''اور بے شک ہمارا لشکر ہی''یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے اور اس کی فلاح یافتہ فوج۔

(2)﴿لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾''یقیناً غالب آنے والا ہے''وہ دنیا میں غالب رہیں گے۔

(3)انجام کار غلبہ ہمارا ہی ہے۔ یا آخر میدان ہمارے ہی ہاتھ ہوگا۔

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾

''چنانچہ آپ ایک وقت تک اُن سے منہ موڑ لیں''(174)

سوال:﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾''چنانچہ آپ ایک وقت تک اُن سے منہ موڑ لیں''ان کی ایذاؤں پر صبر کریں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ﴾''چنانچہ ان سے منہ موڑ لیں''یعنی ان سے اعراض کریں اور ان کی ایذاؤں پر صبر کریں بہت جلد آپ ﷺ کا غلبہ ہونے والا ہے، آپ ہی کا اقتدار ہوگا۔(2)﴿حَتّٰى حِيْنٍ﴾''ایک وقت تک''یعنی قلیل مدت تک انتظار کریں۔

(3)ان سے اعراض کریں یہاں تک کہ آپ کو قتال کا حکم دیا جائے۔

(4)مقررہ وقت فتح مکہ تک تھا پھر سب نے رسول اللہ ﷺ کو تسلیم کر لیا اور سارا عرب مسلمان ہو گیا۔

﴿وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾

''اور انہیں آپ دیکھتے رہیں پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے''(175)

سوال:﴿وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾''اور انہیں آپ دیکھتے رہیں پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے''وہ جلد ہی بدترین انجام دیکھنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَبْصِرْهُمْ﴾''اور انہیں آپ دیکھتے رہیں''یعنی انہیں دیکھو کیسا ان پر عذاب نازل ہوا۔(زادالمسیر:315/6)

(2)آپ ﷺ انہیں ڈھیل دے دیں پھر دیکھیں ان پر آپ ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے کیسے کیسے عذاب نازل ہوتے ہیں۔

(3)﴿فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾''پھر جلد ہی یہ خود بھی دیکھ لیں گے''رب العزت نے دھمکی دی کہ وہ جلد ہی اپنا بدترین انجام دیکھنے والے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1705/2)

﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾

''تو کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟'' (176)

سوال1: ﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟'' وہ عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں، آیات کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَبِعَذَابِنَا﴾ ''تو کیا وہ ہمارے عذاب کو'' جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کفار بولے محمد ﷺ جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں وہ ہمیں دکھائیں اور اس کو جلدی لے آئیں اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اسے شیخین نے صحیح قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن عباس: 124/3)

(2) ﴿يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''وہ جلدی مانگتے ہیں'' یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لیے جلدی ہے، کیونکہ یقین نہیں رکھتے۔ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کو جھٹلانے کی وجہ سے یہ عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں۔ ذرا سوچیں تو سہی ان کی رغبت عذاب میں ہے۔

(3) مانگنے والے نے عذاب مانگا ہے تو کیوں؟ ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (۱) لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ (۲)﴾ ''سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے۔ کافروں کے لیے، اس کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' (المعارج: 2،1)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے فرمایا کہ یہ اللہ کی نافرمانی کر کے اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔

﴿فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾

''پھر جب وہ اُن کے صحن میں اُترے گا تو اُن کی صبح بہت بُری ہوگی جن کو ڈرایا گیا تھا'' (177)

سوال1: ﴿فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُن کے صحن میں اُترے گا تو اُن کی صبح بڑی بُری ہوگی جن کو ڈرایا گیا تھا'' مشرکین کو عذاب کی وعید دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ﴾ ''پھر جب وہ اُن کے صحن میں اُترے گا'' یعنی جب عذاب ان کے صحنوں میں، ان کے علاقوں میں اترے گا۔

(2) ﴿فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''تو اُن کی صبح بڑی بُری ہوگی جن کو ڈرایا گیا تھا'' وہ دن، وہ تاریخ، وہ وقت اور وہ ساعت ان کے حق میں بدترین ثابت ہوگی اس وقت ہلاکت اور تباہی چھا رہی ہوگی۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے آپ وہاں رات کے وقت پہنچے (اور آپ کا معمول مبارک تھا کہ) آپ جب کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو (صبح ہونے کا انتظار کرتے رہتے اور) جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے، بہر حال

جب صبح ہوئی تو یہودی پھاوڑے اور ٹوکریاں لے کر نکلے۔انہوں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے،محمد!اللہ کی قسم محمد!اپنے لشکر سمیت۔نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ اکبر!خیبر(آج)تباہ و برباد ہونے والا ہے۔ہم لوگ جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو جو لوگ ڈرائے گئے ہوتے ہیں ان کی صبح(بہت)بری ہوتی ہے۔(بخاری:2945)

سوال2:عذاب کے اترنے کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جب عذاب آئے گا تو ان لوگوں کی صبح بہت بری ہوگی جنہیں ڈرایا گیا۔

﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾

''اور آپ ایک وقت تک اُن سے منہ موڑ لیں''(178)

سوال1:﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾''اور آپ ایک وقت تک اُن سے منہ موڑ لیں''کی وضاحت کریں

جواب:(1)﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ﴾''اور اُن سے منہ موڑ لیں''یعنی ان سے ایک وقت تک اعراض کریں۔

(2)﴿حَتّٰى حِيْنٍ﴾''ایک وقت تک''یعنی ایک مدت تک صبر کر لیں۔بہت جلد آپ ﷺ کا غلبہ ہونے والا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں کیا فیصلہ دیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فیصلہ دیا ہے کہ ان سے کچھ عرصے کے لیے کنارہ کشی اختیار کر لیں۔

﴿وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾

''اور دیکھتے رہیں،پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے''(179)

سوال1:﴿وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾''اور دیکھتے رہیں۔پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے''پھر وہ بدترین انجام دیکھیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَبْصِرْ﴾''اور دیکھتے رہیں''یعنی آپ ﷺ انہیں ڈھیل دے دیں اور دیکھیں کہ ان پر کیسے کیسے عذاب ٹوٹنے والے ہیں۔(2)آپ ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے یہ کتنے دردناک انجام کو پہنچنے والے ہیں۔

(3)﴿فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾''پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے''رب العزت نے ڈانٹ کر دھمکی دی ہے کہ جلد ہی بدترین انجام دیکھ لو گے۔

سوال2:کس چیز کو دیکھتے رہنے کے لیے کہا گیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے دنیا کے عذاب کو،اللہ تعالیٰ کے آخرت کے عذاب کو۔آپ بھی دیکھیں وہ بھی دیکھ لیں گے۔

﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

''پاک ہے ان باتوں سے آپ کا رب، عزت کا رب، جو لوگ بیان کرتے ہیں'' (180)

سوال 1: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''پاک ہے ان باتوں سے آپ کا رب، عزت کا رب، جو لوگ بیان کرتے ہیں'' رب العزت مشرکوں کی خرافات سے منزہ اور بلند و بالا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ﴾ ''پاک ہے آپ کا رب'' رب العزت نے اپنی مدح بیان فرمائی ہے اور تنزیہہ اپنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمہارا رب مشرکوں کی خرافات سے منزہ اور بلند و بالا ہے۔

(2) ﴿رَبِّ الْعِزَّةِ﴾ ''عزت کا رب'' تمہارا رب ہر چیز پر غالب ہے، وہ کمال درجہ کا غلبہ رکھتا ہے، وہ قوت والا ہے۔

(3) ﴿عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اُن باتوں سے جو لوگ بیان کرتے ہیں'' جو مشرک بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور ملائکہ اس کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ (۲۱) لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۲۲)﴾ ''یا انہوں نے زمین سے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ کسی کو زندہ کریں گے؟ اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا۔ سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (الانبیاء: 22,21)

(5) ﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''یا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔'' (الطور: 43)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا، چند کلمات ایسے ہیں کہ جو کوئی انہیں اپنی مجلس سے اٹھتے ہوئے تین بار پڑھ لے تو یہ اس کے لیے (مجلس کے گناہوں کا) کفارہ بن جائیں گے اور جو کوئی انہیں اپنی اسی مجلس کے دوران میں پڑھ لے، وہ مجلس خواہ خیر کی ہو یا ذکر کی تو یہ اس کے لیے ایسے ہوں گے جیسے کسی تحریر کو مہر بند کر دیا گیا ہو (یعنی اس کے لیے اس کا اجر اور گناہوں کا کفارہ ہونا محفوظ ہوگا۔ وہ کلمات یہ ہیں) ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ﴾ ''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، (میں گواہی دیتا ہوں کہ) تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔'' (ابوداود: 4857)

سوال 2: رب کس چیز سے پاک ہے؟

جواب: رب ہر اس چیز سے پاک ہے جو مشرکین بیان کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کسی

کا محتاج نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ اسے شریک کی ضرورت ہے۔

﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور سلام ہے رسولوں پر''(181)

سوال 1:﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾''اور سلام ہے رسولوں پر'' انبیاء کو سلامتی کی جو بشارت ہے، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾''اور سلام ہے رسولوں پر'' دنیا اور آخرت میں پیغمبروں پر سلامتی ہی سلامتی ہو، کیونکہ رب کے بارے میں ان کے اقوال وافعال شرک سے سلامتی والے اور صحیح وبرحق تھے۔

(2)اور سلام ہے رسولوں پر کیونکہ وہ گناہوں اور تمام آفات سے سلامت ہیں اور جن اوصاف سے مشرکین نے زمین اور آسمانوں کے خالق کو موصوف کیا ہے ان سے سلامت ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2288)

سوال 2: رسولوں پر کس وجہ سے سلام ہے؟

جواب: رسولوں پر اس لیے سلام ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا کو پہنچایا۔

﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے''(182)

سوال 1:﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے'' حمد وستائش صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے'' یعنی حمد وستائش کی تمام اقسام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یعنی تمام صفات کاملہ وعظیم، وہ تمام افعال جن کے ذریعے سے اس نے اس کائنات کی تربیت کی، ان کو لامحدود نعمتوں سے نوازا، ان سے بہت سی مصیبتوں کو دور کیا، اور اس نے ان کی تمام حرکات وسکنات اور ان کے تمام احوال میں ان کی تدبیر کی وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ وہ ہر نقص سے پاک اور ہر کمال کی بنا پر قابل تعریف ہے۔ اپنے بندوں کے نزدیک محبوب اور سزاوار تعظیم ہے۔ اس کے تمام رسول گناہ سے محفوظ ہیں۔ اور جو کوئی انبیاء ورسل کی اتباع کرتا ہے، وہ دنیا وآخرت میں سلامتی کا مستحق ہے۔ اور ان کے دشمنوں کے لیے دنیا وآخرت میں ہلاکت ہے۔(تفسیر سعدی:3/2288,2289)

(2)بڑائیاں ہر حال میں دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ چونکہ تسبیح میں کمیوں اور برائیوں سے برأت پائی جاتی ہے۔ جس کو

ثبوت کمال لازم ہے۔جیسے حمد کمال والی صفتوں پر دلالت کرتی ہے۔اور عیوب ونقائص سے پاکی کو لازم ہے اسی لیے تسبیح اور حمد کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔قرآن میں اکثر جگہ دونوں کا بیان ایک ساتھ ہی آیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی صفات کامل اور اس کے افعال عدل پر مبنی اور فضیلت والے ہیں اس لیے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔جیسا کہ اس کی ذات کے لائق ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں ادا کرنا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے احسانات کی وجہ سے۔(2) اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں پھر رسولوں نے پیغام پہنچایا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ہلاک کر کے پیغمبروں اور اہل ایمان کو بچالیا۔

اٰیاتها ۸۸ ﴿۳۸ سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸﴾ رکوعاتها ۵

سوال 1: سورۃ ص کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ ص مکی سورۃ ہے اس میں 5 رکوع اور 88 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورۃ کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورۃ کا نمبر 38 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے بھی اس کا نمبر 38 ہے۔

رکوع نمبر 10

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ﴾

''ص۔نصیحت والے قرآن کی قسم!''(1)

سوال 1: ﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ﴾ ''ص۔نصیحت والے قرآن کی قسم!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿صٓ﴾ حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(2) ﴿وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ﴾ ''نصیحت والے قرآن کی قسم!'' رب العزت نے قرآن حکیم کی قسم کھائی ہے کہ یہ سراسر نصیحت اور یاددہانی ہے۔

(3) یعنی یہ وہ قرآن ہے جس میں انسان کے لیے دنیا اور آخرت کے فائدے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (الانبیاء:10)

(4) قرآن بندوں کو یاددہانی کرواتا ہے ہر اس چیز کی جو انہیں ضرورت ہے جس کے وہ محتاج ہیں۔

(5) یعنی جو قدر عظیم اور شرف کا حامل ہے۔ جو بندوں کو ہر اس چیز کی یاددہانی کراتا ہے جس کے وہ محتاج ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال کا علم، احکام شرعیہ کا علم اور قیامت اور جزا وسزا کا علم۔ قرآن انہیں ان کے دن کے اصول وفروع کا علم عطا کرتا ہے۔ جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے یہاں اس کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی گئی ہے اور جس پر قسم کھائی گئی ہے دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں اور وہ ہے قرآن، جو اس وصف جلیل سے موصوف ہے۔ جب قرآن اس وصف سے موصوف ہے تو معلوم ہوا کہ بندوں کے لیے اس کی ضرورت ہر ضرورت سے بڑھ کر ہے اور بندوں پر فرض ہے کہ وہ ایمان اور تصدیق کے ساتھ اس کو قبول کریں۔ اس سے ان امور کا استنباط کریں جن سے نصیحت حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو ہدایت سے نوازا، اس کو اس کی طرف راہ دکھادی۔ (تفسیر سعدی 3/2289،2290)

سوال 2: ذی الذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے نصیحت والا جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔ (2) اس سے مراد ہے شان اور مرتبے والا۔

سوال 3: نصیحتوں بھرے قرآن مجید کی قسم کیوں کھائی گئی؟

جواب: کفار مکہ رسول ﷺ اللہ کا مذاق اُڑا رہے تھے آپ کو شاعر جادوگر اور جھوٹا قرار دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر یہ ثابت کیا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اُن پر یہ عظمتوں والا نصیحت بھرا قرآن نازل ہوا ہے۔

﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾

''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا سخت تکبر اور مخالفت میں ہیں'' (2)

سوال: ﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا سخت تکبر اور مخالفت میں ہیں'' کافر قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا'' یعنی کافروں نے قرآن کا اور اس ہستی کا انکار کر دیا ہے جس پر قرآن نازل ہوا۔

(2) ﴿فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾ ''سخت تکبر اور مخالفت میں ہیں'' قرآن کے انکار کی وجہ ان کا غرور، تکبر، ضد اور مخالفت ہے۔

(3) قرآن نصیحت والی کتاب ہے اس سے وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ جو مان لے اس کے لیے نصیحت اور

عبرت ہے۔ جو انکار کردے وہ اس قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ وہ اس کے مخالف ہیں اور خود کو اونچا سمجھتے ہیں۔

﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾

''اُن سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو اُنہوں نے پکارا اور وہ بچنے کا وقت نہیں تھا''(3)

سوال1:﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾''اُن سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو اُنہوں نے پکارا اور وہ بچنے کا وقت نہیں تھا'' مخالفت کی وجہ سے پچھلی قومیں ہلاک کر دی گئیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾''اُن سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا''یعنی قریش جنہوں نے محمد ﷺ اور قرآن کو جھٹلایا اور بہت سی قومیں ہلاک ہوئیں۔(جامع البیان:23/124)

(2)﴿فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾''تو اُنہوں نے پکارا اور وہ بچنے کا وقت نہیں تھا'' رب العزت نے واضح فرمایا کہ جب ان کی ہلاکت کے وقت نے آگھیرا تو چیخنے چلاتے اور عذاب کو لوٹانے کی التجائیں کرتے رہ گئے لیکن وہ عذاب کو دور کرنے کا وقت نہیں تھا۔اس لیے کفار کو ضد اور تکبر سے بچنا چاہیے۔

(3)﴿لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ﴾''بھاگو مت!اور واپس جاؤ اُس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔''(الانبیاء:13)

(4)﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ﴾''پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کا انکار کیا جسے ہم اُس کے ساتھ شریک بناتے تھے۔''(غافر:84)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے پہلے کی بہت سی امتوں کو کیوں تباہ کر ڈالا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کو ان کے کفر اور جھٹلانے کی وجہ سے تباہ کر ڈالا۔

﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾

''اور اُن لوگوں کو تعجب ہوا کہ اُن کے پاس ایک خبردار کرنے والا اُن ہی میں سے آیا ہے اور کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے''(4)

سوال:﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾''اور اُن لوگوں کو تعجب ہوا کہ اُن کے پاس ایک خبردار کرنے والا اُن ہی میں سے آیا ہے اور کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے''بعثت رسول پر تعجب کی

وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ ''اور اُن لوگوں کو تعجب ہوا کہ اُن کے پاس ایک خبردار کرنے والا اُن ہی میں سے آیا ہے'' یعنی جھٹلانے والوں کو تعجب ہے کہ ان کے پاس ایک تنبیہ کرنے والا ان ہی میں سے آ گیا تا کہ وہ اس سے حق کا علم حاصل کریں اور اس کی اتباع کریں۔ انہوں نے تعجب کیا جو تعجب کا مقام نہیں ہے۔

(2)﴿وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾ ''اور کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے'' اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرنے والوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے تو خارق عادت معجزے کیوں نہیں آتے؟ یہ تو جھوٹا جادوگر ہے۔

سوال2: انسانوں میں سے رسول بھیجنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: رسول انسانوں میں سے ہوتا ہے تو اس کی زندگی دوسروں کے لیے نمونہ بنتی ہے۔ قوم اور رسول کے درمیان رابطے پہلے سے موجود ہوتے ہیں اس لئے لوگ رسول کے طرز عمل کو اپنا سکتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ رسول ہمارے جیسا انسان ہے۔

سوال3: کافروں نے رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا، جادوگر کیوں قرار دیا؟

جواب:(1) کافروں نے رسول کو جھوٹا، جادوگر اس لئے قرار دیا کہ وہ اپنے جیسے انسان کی رسالت کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔

(2) یہ بات وہ اس لئے بھی کرتے تھے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے نفرت کرنے لگیں۔

(3) یہ بات وہ اس لئے بھی کرتے تھے تا کہ وہ سچائی کو لوگوں کی نظروں میں مشکوک بنا دیں۔

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾

''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟ اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے''(5)

سوال1: ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟ اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے'' توحید پر حیرت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ ''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟'' جب نبی ﷺ نے ان سے کہا: ﴿لا اله الا الله﴾ کہو فلاح پاؤ گے یعنی اللہ تعالیٰ ہی واحد معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا تو مشرکوں کو حیرت ہوئی کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے سے کیوں روکتا ہے اور اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص کا حکم کیوں دیتا ہے۔

(2)﴿اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے'' مشرکوں کو توحید پر حیرت ہوئی کیونکہ وہ شرک کے عادی تھے۔ انہوں نے باپ دادا سے بت پرستی سیکھی تھی اس لیے توحید کی دعوت انہیں عجیب لگی اور کہنے لگے یہ نئی بات ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو اور بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً اُن کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے۔کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے۔'' (یونس:2)

سوال2:مشرکین مکہ کے لئے کیا بات تعجب انگیز تھی؟

جواب:مشرکین مکہ کے لئے یہ بات تعجب انگیز تھی کہ:

(1)ایک اللہ ساری کائنات کا نظام چلانے والا ہے۔(2)ایک اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے۔(3)ایک اللہ ہی نذر و نیاز کا مستحق ہے۔

(4)ایک اللہ ہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

﴿وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ﴾

''اور اُن میں سے سردار یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر قائم رہو، بلاشبہ یقیناً یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے''(6)

سوال:﴿وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ﴾ ''اور اُن میں سے سردار یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر قائم رہو، بلاشبہ یقیناً یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے'' تم اپنے دین پر جمے رہو کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ﴾ ''اور اُن میں سے سردار یہ کہتے ہوئے نکل گئے'' یعنی قوم کے بڑے لوگ شرک پر آمادہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔

(2)﴿اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ﴾ ''کہ چلو اور اپنے معبودوں پر قائم رہو'' وہ ابو طالب کے گھر میں جمع تھے انہوں نے نبی ﷺ سے سنا تھا﴿لا اله الا الله﴾ تب انہوں نے کہا چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو۔اپنے دین پر جمے رہو اور محمد ﷺ کی دعوت قبول نہ کرو۔

(3)﴿اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے'' یعنی یہ بتوں کی عبادت سے روکنا کسی اور ہی مقصد کے لیے ہے۔

(4)یعنی اس بارے میں اس کا مقصد اور نیت درست نہیں۔یہ شبہ احمقوں کے ذہن ہی میں جگہ پا سکتا ہے۔اگر کوئی شخص کسی حق یا باطل

چیز کی دعوت دیتا ہے تو اس کی نیت میں جرح وقدح کرتے ہوئے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی نیت اور اس کا عمل اسی کے لیے ہے۔ اس کی دعوت میں جرح وقدح کرتے ہوئے اس کو رد کیا جا سکتا ہے جو اس کا فساد واضح کر کے اس کا ابطال کر سکیں اور ان کا مقصد تو صرف یہ بتانا تھا کہ محمد (ﷺ) صرف اس لیے دعوت دیتے ہیں کہ وہ تمہارے سردار، تمہارے بڑے اور تمہارے قائد بن جائیں۔ (تفسیر سعدی: 2291/3)

﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾

''ہم نے یہ پچھلے مذہب میں نہیں سنا، یہ کچھ نہیں مگر ایک من گھڑت بات ہے'' (7)

سوال 1: ﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾ ''ہم نے یہ پچھلے مذہب میں نہیں سنا، یہ کچھ نہیں مگر ایک من گھڑت بات ہے'' توحید کا مطالبہ تو نیا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ﴾ ''ہم نے یہ پچھلے مذہب میں نہیں سنا'' یعنی محمد ﷺ جس دین کی طرف دعوت دیتے ہیں اور توحید کا مطالبہ کرتے ہیں یہ تو نئی بات ہے۔ ہم نے پچھلے دین یعنی آبائی دین یا عیسائیت میں تو یہ بات نہیں پائی۔

(2) ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾ ''یہ کچھ نہیں مگر ایک من گھڑت بات ہے'' ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اس پر عمل کرتے نہیں دیکھا یہ تو جھوٹ اور من گھڑت ہے۔ یہ قرآن سچا ہوتا تو عیسائی اس کی سچائی کے بارے میں ضرور بتاتے۔ اس راستے پر چلتے رہو جس پر تمہارے آباء چلتے رہے وہی سچا راستہ ہے اور محمد ﷺ کی دعوت خود ساختہ اور جھوٹ ہے۔

سوال 2: توحید کو مشرکوں نے من گھڑت کیوں قرار دیا؟

جواب: توحید کو مشرکوں نے اس لئے من گھڑت قرار دیا کہ عیسائیت میں بھی ان کے خیال میں اللہ کے ساتھ ماں اور بیٹے کو یا روح القدس اور بیٹے کو شریک تسلیم کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ تثلیث من گھڑت تھا جس کو سند قرار دے کر وہ اصل دین کو من گھڑت قرار دے رہے تھے۔

﴿ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ﴾

''کیا ہمارے درمیان میں صرف اُس شخص پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ یہ میری نصیحت سے شک میں ہیں بلکہ اُنہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا'' (8)

سوال: ﴿ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ﴾ ''کیا ہمارے درمیان میں صرف اُس شخص پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ یہ میری نصیحت سے شک میں ہیں بلکہ اُنہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا'' محمد ﷺ ہی پر قرآن کیوں نازل ہوا؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا﴾ ''کیا ہمارے درمیان میں صرف اُس شخص پر ذکر نازل کیا گیا؟'' یعنی یہ عجیب بات

ہے کہ نہ تو وہ ہم سے بڑا ہے نہ زیادہ قابل احترام پھر محمد ﷺ پر قرآن کیوں اترا؟ کیا کوئی اور اس قابل نہ تھا۔

(2) یعنی محمد ﷺ کو ہم پر کون سی فضیلت حاصل ہے کہ اس پر قرآن اترا بلکہ وہ تو ملامت اور مذمت کا مستحق ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (۳۱) اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (۳۲)﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا؟ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر ان کے درجے بلند کیے ہیں تا کہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (الزخرف:32,31)

(3) یہ باطل شبہ ہے۔ اس میں قرآن کو، رسول کی دعوت کو رد کرنے کی کیا دلیل ہے؟

(4) ﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ﴾ ''بلکہ یہ میری نصیحت سے شک میں ہیں'' یعنی وہ وحی اور قرآن کی طرف سے شک میں ہیں۔

(5) ان کے پاس کوئی علم اور دلیل نہیں جب وہ شک میں مبتلا ہو کر اس پر راضی ہو گئے، ان کے پاس واضح اور صریح حق آ گیا اور وہ اپنے شک پر قائم رہے، تب انہوں نے کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ حق کو ٹھکرانے کے لیے یہ تمام باتیں کیں۔ ان کی یہ تمام باتیں بہتان طرازی کے زمرے میں آتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2291,2292)

(6) ﴿بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا'' رب العزت نے لوگوں کو عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: انہیں ایسی باتیں کرنے کی مہلت مل گئی کیونکہ ابھی انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ نہیں چکھا اگر عذاب نازل ہوتا تو کبھی جرأت نہ ہوتی۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ﴾

''یا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے اُن کے پاس ہیں جو سب پر غالب، بہت عطا کرنے والا ہے؟'' (9)

سوال 1: ﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ﴾ ''یا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے اُن کے پاس ہیں جو سب پر غالب، بہت عطا کرنے والا ہے؟'' کیا وہ رب کے خزانوں کے مالک ہیں؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ﴾ ''یا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے اُن کے پاس ہیں'' یعنی کیا وہ رب کے خزانوں کے مالک ہیں کہ وہ فیصلے کریں جسے چاہیں عطا کر دیں، جس سے چاہیں روک دیں؟

(2) اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ان کے قبضے میں نہیں ہے کہ وہ نزول قرآن کے معاملے میں دخل اندازی کر سکیں۔

(3)﴿الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ﴾ ''جو سب پر غالب، بہت عطا کرنے والا ہے؟'' یعنی وہ رب جو سب پر غالب ہے جو خوب دینے والا ہے جس کے آگے سب حقیر ہیں۔ وہ ایسا فیاض ہے جس کو جو چاہے عطا کر دے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔'' (الانعام:124)

(5)﴿اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (٥٣) اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (٥٤) فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا (٥٥)﴾ ''یا ان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے؟ تب وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے۔ یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے تو یقیناً ہم نے اولاد ابراہیم کو کتاب و حکمت دی ہے اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت سے بھی نوازا ہے۔ پھر ان میں سے کوئی ہے جو اس پر ایمان لایا اور ان میں کوئی ہے جو اس سے منہ موڑ گیا اور جلانے کو جہنم ہی کافی ہے۔'' (النساء:53-55)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کس مقصد کے لئے کیا ہے کہ کیا ان کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟

جواب: (1) یہ سوال رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر اعتراض کو غلط ثابت کرنے کے لئے کیا گیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ سوال اس لئے کیا ہے کہ اگر تو یہ رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہیں تو جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہے نہ دیں۔ لیکن اگر رب کی رحمت کے خزانوں کا وہ خود مالک ہے تو پھر وہ جس کو چاہے نبوت کی رحمت عطا کر دے پھر انہیں انکار کیوں ہے؟

﴿اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ﴾

''یا آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں کے درمیان کی بادشاہی اُن کے پاس ہے؟ تو ضرور وہ سیڑھیوں میں چڑھ جائیں'' (10)

سوال: ﴿اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ﴾ ''یا آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں کے درمیان کی بادشاہی اُن کے پاس ہے؟ تو ضرور وہ سیڑھیوں میں چڑھ جائیں'' اللہ بادشاہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''یا آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں کے درمیان کی بادشاہی اُن کے پاس ہے؟ یعنی یہ تو بتاؤ کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کی ملکیت میں ہے۔ کیا زمین و آسمان کی بادشاہی ان کے پاس ہے کہ جو چاہیں کریں۔

(2) ﴿فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ﴾ ''تو ضرور وہ سیڑھیوں میں چڑھ جائیں'' یعنی اگر ان کے پاس قدرت، قوت اور اختیار ہے تو رسیوں

کے ذریعے ساتویں آسمان تک چڑھ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رحمت نبی ﷺ پر نازل ہو رہی ہے اس کو بند کروا دیں۔

﴿جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ﴾

''یہ تو جتھوں میں سے ایک جتھہ ہے جو یہاں شکست کھانے والا ہے'' (11)

سوال 1: ﴿جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ﴾ ''یہ تو جتھوں میں سے ایک جتھہ ہے جو یہاں شکست کھانے والا ہے'' یہ جماعت شکست کھا جائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿جُنْدٌ﴾ ''ایک جتھہ ہے'' یعنی یہ معمولی سا لشکر، چھوٹی سی جماعت ہے۔ جو جھٹلانے پر تلی ہوئی ہے۔ جو غرور اور مخالفت پر تلے رہتے ہیں۔

(2) ﴿مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ﴾ ''یہ تو جتھوں میں سے ہے جو یہاں شکست کھانے والا ہے'' یہ شکست خوردہ بڑے لشکروں میں سے ایک معمولی لشکر تباہ و برباد، مغلوب اور ذلیل ہو جائے گا۔ ان کا باطل کے لیے تعاون کرنے کا مقصد کبھی پورا نہیں ہوگا۔ ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو پچھلی جھٹلانے والی قوموں کا ہوا جیسا کہ فرمایا: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ (44) سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (45) بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (46)﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لے کر رہنے والی جماعت ہیں؟ جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے۔'' (القمر: 44-46)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی مدد اور کافروں کی شکست کے لئے کیا وعدہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ بھی لشکروں میں سے چھوٹا سا لشکر ہے جو شکست پایا ہوا ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار کے لشکر کو حقیر کیوں ثابت کیا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار کے لشکر کو اس لئے حقیر ثابت کیا گیا تا کہ

(1) آپ ﷺ ان سے خوف نہ کھائیں۔

(2) ان کی کوئی پرواہ نہ کریں کیونکہ شکست ان کا مقدر ہے۔

سوال 4: یہاں کفار کی کس شکست کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے؟

جواب: کفار کی شکست سے مراد فتح مکہ یا جنگ بدر میں ہونے والی عبرتناک شکست ہو سکتی ہے۔

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ﴾

''اُن سے پہلے قومِ نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا''(12)

سوال1:﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ﴾''اُن سے پہلے قومِ نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا''سرکش قوموں نے جھٹلا دیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ﴾''اُن سے پہلے جھٹلایا''مشرکین عرب سے پہلے کی قوموں نے بھی جھٹلایا تھا۔رسول ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا۔پچھلی قومیں تم سے طاقت،مال اور اولاد میں بڑھ کر تھیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو کچھ بھی ان کے کام نہ آیا۔

(2)﴿قَوْمُ نُوْحٍ﴾''قومِ نوح''سیدنا نوح علیہ السلام جھٹلائے گئے تو رب العزت نے ان کی قوم کو پانی میں غرق کر دیا۔

(3)﴿وَّعَادٌ﴾''اور عاد''قوم عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ایک تیز ہوا کے طوفان نے انہیں کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح چھوڑ دیا۔

(4)﴿وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ﴾''اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا''یعنی جو بہت بڑی فوج اور ہولناک قوت کا مالک تھا۔رب العزت نے اسے اور اس کے لشکروں کو سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا۔

سوال2:فرعون کو میخوں والا کیوں کہا گیا؟

جواب:(1)فرعون جب کسی پر غضب کا اظہار کرتا تھا تو اس کے ہاتھوں،پاؤں اور سر میں میخیں ٹھونک دیتا تھا۔

(2)میخوں سے کسی چیز کو مضبوط کیا جاتا ہے اسی طرح فرعون کے لشکر اور اس کے پیروکار سلطنت کی قوت اور مضبوطی کا باعث تھے۔

﴿وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ﴾

''اور ثمود نے اور قومِ لوط نے اور ایکہ والوں نے۔یہی جتھے تھے''(13)

سوال:﴿وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ﴾''اور ثمود نے اور قومِ لوط نے اور ایکہ والوں نے۔یہی جتھے تھے''سرکش قوموں نے جھٹلایا اور برباد کی گئیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَثَمُوْدُ﴾''اور ثمود نے''ثمود کی طرف سیدنا صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا جب قوم نے جھٹلا دیا تو ایک چنگھاڑ نے ان کے دل سینوں میں پھاڑ دیے۔

(2)﴿وَقَوْمُ لُوْطٍ﴾''اور قومِ لوط نے''قوم لوط نے جھٹلایا تو رب العزت نے ان پر پتھراؤ کروایا،گویا کہ انہیں رجم کر دیا گیا پھر ان پر بحرِ مردار کے پانی کو چڑھا دیا گیا۔

(3)﴿وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ﴾''اور ایکہ والوں نے''اصحاب الایکہ سے سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم اور مدین کے اطراف کے باشندے مراد

ہیں۔ ایکہ والوں نے سیدنا شعیب علیہ السلام جھٹلایا تو ایک چھتری والے دن کے عذاب نے انہیں آلیا اور انہیں برباد کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِينَ (78) فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ (79)﴾ ''اور بے شک ایکہ والے یقیناً ظالم تھے۔ پھر ہم نے اُن سے انتقام لیا اور یقیناً یہ دونوں (بستیاں) کھلے راستے پر ہیں۔'' (الحجر:79,78)

(4) ﴿أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ﴾ ''یہی جتھے تھے'' جنہوں نے اپنی طاقت، افرادی قوت اور دنیاوی ساز و سامان کو حق کو نیچا دکھانے کے لیے جمع کیا، مگر یہ سب کچھ ان کے کسی کام نہ آیا۔ (تفسیر سعدی:2293/3)

(5) ان سب کے ہلاک کیے جانے کا سبب رسولوں کی تکذیب اور مخالفت تھی۔ اس لیے تم لوگوں کو مخالفت اور جھٹلانے سے بچنا چاہیے۔

﴿إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾

''اُن سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب واقع ہو گیا'' (14)

سوال: ﴿إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾ ''اُن سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب واقع ہو گیا'' رسولوں کی مخالفت نے عذاب کا مستحق بنا دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ﴾ ''اُن سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا'' ان میں سے سب کا جرم رسولوں کی تکذیب اور مخالفت تھا۔

(2) ﴿فَحَقَّ عِقَابِ﴾ ''تو میرا عذاب واقع ہو گیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کا۔ وہ کونسی چیز ہے جو انہیں پاک اور طاہر رکھ سکتی ہے کہ ان پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا۔ پس یہ لوگ انتظار کریں۔ (تفسیر سعدی:2293/3)

(3) صحیح مسلم کے حوالہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بدر کی لڑائی میں ہے کہ اس لڑائی میں بڑے بڑے سردار مشرکین مکہ جو مارے گئے ان کے نام پہلے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اللہ کے رسول نے صحابہ کو بتلا دیئے تھے اس روایت میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے لوگوں کے نام اور جس جس جگہ پر ان کی لاشوں کا پڑا رہنا ایک رات پہلے فرمایا تھا صبح کو لڑائی ختم ہو جانے کے بعد وہی حال ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ (مسلم، غزوہ بدر)

رکوع نمبر 11

﴿وَمَا يَنظُرُ هٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ﴾

''اور یہ لوگ بس ایک دھماکے کا انتظار کر رہے ہیں جس میں کوئی وقفہ نہ ہوگا'' (15)

سوال: ﴿وَمَا يَنظُرُ هٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ﴾ ''اور یہ لوگ بس ایک دھماکے کا انتظار کر رہے ہیں جس

میں کوئی وقفہ نہ ہوگا'' کافروں کو صور پھونکنے کا انتظار ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ﴾''اور یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں''یعنی مشرک اور کافر انتظار کر رہے ہیں۔

(2)﴿اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾''بس ایک دھماکے کا'' یعنی صور پھونکنے کے منتظر ہیں جو مقررہ وقت پر پھونکا جائے گا۔ بس ایک زور کی چنگھاڑ ہوگی۔

(3)﴿مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾''جس میں کوئی وقفہ نہ ہوگا'' فواق دراصل دودھ دوہتے وقت گائے کا ایک دفعہ تھن نچوڑنے اور دوسری دفعہ دہی تھن نچوڑنے کے درمیان کے وقفہ کو کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد انتہائی قلیل مدت لی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جب یہ دھماکہ یا کڑکا ہوگا تو یہ اس وقت تک مسلسل ہوتا رہے گا جب تک سارے مجرم ڈھیر نہ ہو جائیں اور اس میں معمولی سا وقفہ بھی نہ ہوگا۔ اور دوسرا مطلب یہ کہ انہیں ہلاک کرنے کے لئے ایک کڑکا ہی کافی ہوگا دوسری نوبت یا حاجت ہی پیش نہ آئے گی۔ (تیسیر القرآن:730/3)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں۔ اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب آ ہی جاتا۔ اور وہ اُن پر اچانک آئے گا اور وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے'' (العنکبوت:53)

(5)جب رب العزت سیدنا اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دیں گے تو سب بے ہوش ہو جائیں گے اور آسمان والوں اور زمین والوں میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا۔

﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾

''اور اُنہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے'' (16)

سوال:﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾''اور اُنہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے'' حق کو جھٹلانے والے عذاب کے لیے جلدی کا شور مچا رہے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْا﴾''اور اُنہوں نے کہا'' حق کو جھٹلانے والے عذاب کے لیے جلدی کا شور مچاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(2)﴿رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا﴾''اے ہمارے رب! ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے'' یعنی وہ اپنے اوپر بددعائیں کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ہمارے حصے کا عذاب ہمیں جلدی دے دے، مثلاً انہوں نے کہا:﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ

عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ''اور جب اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

(3)﴿قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''حساب کے دن سے پہلے ہی'' کافر قیامت کے آنے کو ناممکن سمجھتے تھے اور مذاق کے طور پر کہتے تھے کہ یوم حساب آنے سے پہلے پہلے ہمیں ہمارا حصہ یعنی ہمارے اعمال کے مطابق اچھی یا بُری سزا دے دے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ ''مانگنے والے نے واقع ہونے والا عذاب مانگا ہے۔'' (المعارج:1)

(5)﴿يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ''لوگ تم سے جلد عذاب مانگتے ہیں۔ اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے'' (العنکبوت:54)

﴿اِصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾

''جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اُس پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا،
یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' (17)

سوال 1:﴿اِصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ ''جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اُس پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' سیدنا داؤد علیہ السلام قوت والے، رجوع کرنے والے پیغمبر تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اُس پر صبر کریں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ پہلے انبیاء اور مرسلین کی طرح صبر کریں۔

(2) ان کی باتوں پر نہ غم کریں، نہ دل تنگ کریں۔ ان کی باتیں حق کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں، وہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:﴿فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ ''چنانچہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے۔'' (طٰہٰ:130)

(3)﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ﴾ ''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا'' قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو عبادت کی قوت اور اسلام میں سمجھ عطا فرمائی تھی۔ (جامع البیان:139/23)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین میں قوت دی تھی۔ (ایسر التفاسیر:1310)

(5) جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اپنے قلب و بدن میں عظیم طاقت رکھتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2294/3)

(6) لفظی معنی ہاتھوں والا ہے۔اور تقریباً ہر زبان میں ایسے لفظ بول کر قوت اور طاقت مراد لی جاتی ہے۔صاحب قوت سے مراد جسمانی قوت بھی ہوسکتی ہے۔چنانچہ آپ سے متعلق منقول ہے کہ بچپن میں جب آپ بکریوں کا ریوڑ چرایا کرتے تھے تو جب کوئی درندہ ان پر حملہ آور ہوتا آپ اس کے ایک جبڑے کو پکڑ کر دوسرے کو اس زور سے کھینچتے تھے کہ اسے چیر دیتے تھے پھر یہ بھی آپ کی جسمانی قوت ہی تھی کہ آپ نے میدان کارزار میں جالوت کو مار ڈالا تھا۔اور فوجی اور سیاسی قوت بھی مراد ہوسکتی ہے کہ آپ نے گردوپیش کی مشرک قوموں کو شکست دے کر ایک مضبوط اسلامی سلطنت قائم کر دی تھی۔(تیسیر القرآن:3/731)

(7) ﴿اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ ''یقیناوہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' یعنی تمام امور اور حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔(الاساس فی التفسیر:2/4772)(8) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گناہوں سے رجوع کرنے والے تھے۔(جامع البیان:23/140)

(9) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے مطیع کثرت سے نماز پڑھنے والے تھے۔(جامع البیان:23/140)

(10) ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ﴿اَوَّابٌ﴾ کثرت سے توبہ کرنے والا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔(جامع البیان:23/140)

(11) یعنی وہ تمام امور میں انابت، محبت، تعبد، خوف، امید، کثرتِ گریہ زاری اور کثرتِ دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔اگر عبادت میں کوئی خلل واقع ہوجاتا، تو اس خلل کو دور کر کے سچی توبہ کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔(تفسیر سعدی:3/2294)

(12) سیدنا داؤد علیہ السلام بڑے قوی علم وعمل والے تھے آپ عبادت میں بڑے چست تھے۔حق تعالیٰ نے آپ کو عبادت میں بے حد مستعد بنایا تھا اور دین کی سمجھ دی تھی۔آپ علیہ السلام نے رات کا 1/3 حصہ (ایک تہائی) عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا اور ایک دن کا ناغہ کر کے برابر روزے رکھتے تھے۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کو سب سے زیادہ محبوب نماز سیدنا داؤد علیہ السلام کی نماز اور سب سے زیادہ محبوب روزے سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔وہ نصف رات سوتے پھر اٹھ کر رات کا تہائی حصہ قیام کرتے پھر اس کے چھٹے حصے میں سوجاتے۔ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے اور جنگ میں فرار نہ ہوتے تھے۔(صحیح بخاری، کتاب الانبیاء)(مختصر ابن کثیر:2/1710)

سوال 2: رسول اللہ کو کن باتوں پر صبر کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ کو جادوگر، جھوٹا، شاعر، دیوانہ، کاہن کہنے پر صبر کرنے کے لیے کہا گیا۔

(2) اس بات پر صبر کہ یہ ہے وہ شخص جس پر ذکر نازل ہوا۔

سوال 3: رسول اللہ کو صبر کرنے کے لیے رسولوں کی مثالیں کیوں دی گئیں؟

جواب: صبر سارے رسولوں کی زندگی کا کام رہا ہے۔

﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾

''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے''(18)

سوال: ﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ ''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے'' سیدنا داؤد علیہ السلام کی صبح وشام اور چاشت کی نماز کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ﴾ ''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا'' سیدنا داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعام کا ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف شدید رغبت رکھتے تھے جیسا کہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے۔

(2) یہ ان کی اپنے رب کی طرف انابت اور اس کی عبادت ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا جو آپ کی معیت میں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی: 2294/3)

(3) ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ ''کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے'' تسبیح کے لیے دو اوقات کا تعین ان میں عبادت کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

(4) سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے خیال میں چاشت کے وقت نماز ہے۔ ثبوت میں یہ آیت پڑھی۔ پہلے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ چاشت کی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیدنا ابن حارث رضی اللہ عنہ آپ کو سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئے اور کہا کہ آپ نے جو حدیث اشراق کی نماز کے بارے میں مجھے سنائی تھی انہیں سنا دیجئے۔ کہنے لگیں فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پردے کا انتظام کر کے پردہ میں ایک لگن پانی رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کر کے گھر کے ایک گوشہ میں پانی چھڑک کر آٹھ رکعتیں پڑھیں جن کے قیام، قعود، رکوع اور سجدے سب برابر تھے۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ میں نے سارا قرآن پڑھا مگر مجھے اس میں چاشت کی نماز نہیں ملی تھی، آج مل گئی۔ پھر یہ آیت پڑھی میں کہا کرتا تھا قرآن میں اشراق کی نماز کہاں ہے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ اشراق کی نماز ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1710/2)

﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾

''اور پرندے جمع کیے گئے، سب کے سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے''(19)

سوال: ﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ ''اور پرندے جمع کیے گئے، سب کے سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے'' پرندے سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح خواں تھے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً﴾''اور پرندے جمع کیے گئے''رب العزت نے پرندوں کو بھی سیدنا داؤد علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا تھا۔

(2) پہاڑ اور پرندے سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے جیسا کہ فرمایا:﴿يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ﴾''اے پہاڑو! اُس کے اور پرندوں کے ساتھ تسبیح کرو۔''(سبا:10)

(3) جب سیدنا داؤد علیہ السلام اپنی سحر انگیز، دل کش آواز میں زبور پڑھتے تو فضا میں اڑتے ہوئے پرندے بھی ٹھہر جاتے اور پہاڑوں کا بھی یہی حال تھا۔

(4)﴿كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾''سب کے سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے''یعنی پہاڑ اور پرندے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔

(5) سیدنا داؤد علیہ السلام کا حسن ترتیل پرندوں کو تعجب میں مبتلا کرتا تھا تو انسانوں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾

''اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کی تھی اور اسے ہم نے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو دی''(20)

سوال1:﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾''اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کی تھی اور اسے ہم نے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ﴾''اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کی تھی''رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام کی بادشاہت کو استحکام عطا فرمایا تھا۔

(2) آپ کو جو اسباب، افرادی قوت اور دنیاوی ساز و سامان عطا کیا اس کے ذریعے سے ہم نے ان کی مملکت کو طاقت ور بنایا۔(تفسیر سعدی:2294/3)

(3) آپ کے ملک میں تمام شاہی ضروریات کی چیزیں مہیا کر دی گئیں تھیں۔آپ دنیا کے تمام بادشاہوں میں زبردست بادشاہ تھے۔ روزانہ چار ہزار یا 32 ہزار پہرے دار پہرہ دیا کرتے تھے۔اور ایک ایک سال ان کی باری نہیں آتی تھی (مختصر ابن کثیر:1711/2)

(4)﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ﴾''اور اسے ہم نے حکمت دی''رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام پر اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے انہیں حکمت یعنی فہم، صحیح بات کی سوجھ بوجھ، عقل عظیم علم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی پیروی اور نبوت عطا کی تھی۔

(5) حکمت یعنی علم کامل اور عمل کی مضبوطی عطا کی تھی۔

(6)﴿وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾''اور فیصلہ کن گفتگو دی''یعنی بات کا فیصلہ (سکھایا) یعنی لوگوں کے باہمی جھگڑوں میں فیصلہ کن بات کہنے کا ملکہ بخشا تھا۔(تفسیر سعدی:2294/3)(7) یعنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔(تفسیر قرطبی:120/8)

(8) یعنی بصیرت اور بہترین فیصلے کرنے کی صلاحیت اور اپنے کلام میں شافی بیان والے تھے۔(ایسر التفاسیر:1310)

(9) سیدنا داؤد علیہ السلام کو رب العزت نے فیصلہ کن بات کرنے کی توفیق دی تھی۔ وہ فیصلے کرنے میں بڑے معروف تھے۔

(10) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے۔ ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔(بخاری:73)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کی سلطنت کو کیسے مضبوط کر دیا تھا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کے لیے تمام مادی اور روحانی اسباب فراہم کر دیئے تھے۔

(2) سیدنا داؤد علیہ السلام کی سلطنت کی مضبوطی کا سبب وہ حکومتی پالیسی تھی جو حکمت اور ٹھوس فکر پر مبنی تھی۔

(3) سیدنا داؤد علیہ السلام کے فیصلے دوٹوک ہوتے تھے۔

(4) سیدنا داؤد علیہ السلام کی حکومت میں صداقت، قوت، حکمت اور نبوت جمع ہو گئی تھی۔ اس لیے سلطنت انتہائی مضبوط ہو گئی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو مضبوط حکومت کے لیے کون سی دو نعمتوں سے نوازا تھا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو حکمت عطا کی تھی یعنی بصیرت اور سمجھ عطا کی تھی۔

(2) سیدنا داؤد علیہ السلام کی فصل الخطاب یعنی استدلال اور بیان کی قوت اور مقدمات کے فیصلے کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔

﴿وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾

''اور کیا آپ کو جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں آ گئے''(21)

سوال 1: ﴿وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾ ''اور کیا آپ کو جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں آ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهَلْ اَتٰىكَ﴾ ''اور کیا آپ کو پہنچی ہے'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ کیا آپ ﷺ کے پاس خبر آئی ہے؟

(2) ﴿نَبَؤُا الْخَصْمِ﴾ ''جھگڑنے والوں کی خبر'' خصم بمعنی دعویدار، مدعی اور مدعا علیہ، دونوں میں سے کوئی ایک فریق مخالف خواہ ایک فرد ہو یا زیادہ ہوں نیز ایسا جھگڑا یا مقدمہ بھی جس میں فریقین کے حقوق زیر بحث ہوں۔(تیسیر القرآن:3/732)

(3) ﴿اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾ ''جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں آ گئے'' یعنی دو شخص جب سیدنا داؤد علیہ السلام کے عبادت کرنے کی جگہ میں اجازت لیے بغیر دیوار پھاند کر داخل ہوئے۔ وہ ان کی آمد سے گھبرا گئے۔

سوال2: جھگڑنے والوں کی خبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: سیدنا داؤد علیہ السلام اپنے وقت کا ایک حصہ مملکت کے کاموں کے لیے وقف کرتے تھے۔لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔آپ علیہ السلام کے سامنے مقدمات پیش ہوتے تھے۔آپ علیہ السلام ان کا فیصلہ کرتے تھے لیکن آپ علیہ السلام کچھ وقت تنہائی میں گزارتے اور اللہ کی عبادت کرتے تھے۔تنہائی میں کسی کو ان کے پاس آنے کی اجازت نہیں تھی۔ایک دن دو افراد دیوار پھاند کر ان کی خلوت گاہ میں گھس آئے اور سیدنا داؤد علیہ السلام پریشان ہو گئے۔ان دونوں نے آپ کو تسلی دی کہ ڈریں نہیں۔

سوال3: محراب سے کیا مراد ہے؟

جواب: محراب سے مراد کمرۂ عبادت ہے جس میں سیدنا داؤد علیہ السلام سب سے الگ ہو کر یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

سوال4: جھگڑنے والے دیوار پھاند کر کیوں آئے تھے؟

جواب: سیدنا داؤد علیہ السلام کے دروازے پر پہرے دار ہوتے تھے تاکہ اندر آ کر کوئی ان کی عبادت میں خلل نہ ڈالے۔اس وجہ سے جھگڑا کرنے والے دیوار پھاند کر پیچھے سے آ گئے۔

﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ﴾

''جب وہ داؤد کے پاس داخل ہوئے تو وہ اُن سے گھبرا گیا انہوں نے کہا: ''ڈریے نہیں، ہم دو جھگڑنے والے ہیں، ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور بے انصافی نہ کریں اور سیدھی راہ کی طرف ہماری رہنمائی کریں'' (22)

سوال: ﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ﴾ ''جب وہ داؤد کے پاس داخل ہوئے تو وہ اُن سے گھبرا گیا انہوں نے کہا: ''ڈریے نہیں، ہم دو جھگڑنے والے ہیں، ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور بے انصافی نہ کریں اور سیدھی راہ کی طرف ہماری راہ نمائی کریں'' ہمارے جھگڑے کا فیصلہ کر دیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ﴾ ''جب وہ داؤد کے پاس داخل ہوئے تو وہ اُن سے گھبرا گیا'' جب وہ عبادت خانے میں داخل ہوئے تو ان کے بلا اجازت آنے سے سیدنا داؤد علیہ السلام فطری طور پر گھبرا گئے اور ڈر گئے کہ شاید کسی برے ارادے سے داخل ہوئے ہیں۔

(2)﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ ۫ خَصْمٰنِ﴾''انہوں نے کہا:''ڈریے نہیں،ہم دو جھگڑنے والے ہیں''انہوں نے کہا آپ ہم سے خوف نہ کھائیں ہم تو دو جھگڑنے والے ہیں جو آپ سے فیصلہ چاہتے ہیں۔

(3)﴿بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ﴾''ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے''یعنی ہم میں سے ایک نے دوسرے پر ظلم کیا اور زیادتی کا ارتکاب کیا ہے۔

(4)﴿فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ﴾''سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں''آپ ہمارے درمیان حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔

(5)﴿وَلَا تُشْطِطْ﴾''اور بے انصافی نہ کریں''ابن زید رحمہ اللہ نے کہا:اس سے مراد ہے کہ حق سے نہ ہٹیں۔(جامع البیان:146/23)

(6)یعنی آپ ہمارے معاملے میں عدل کے ساتھ فیصلہ کریں۔

(7)﴿وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ﴾''اور سیدھی راہ کی طرف ہماری راہ نمائی کریں''یعنی آپ ہماری سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر دیں اور حق سے نہ ہٹیں۔سیدنا داود علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ان کا مقصد واضح حق ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ﴾

''یقیناً یہ میرا بھائی ہے،اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے۔تو اُس نے کہا کہ اُس کو بھی میرے حوالے کر دو اور اُس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا''(23)

سوال:﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ﴾''یقیناً یہ میرا بھائی ہے،اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے۔تو اُس نے کہا کہ اُس کو بھی میرے حوالے کر دو اور اُس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا''میرے بھائی نے مجھے گفتگو میں دبا لیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ﴾''یقیناً یہ میرا بھائی ہے''وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ میرا دینی بھائی ہے۔(جامع البیان:146/23)

(2)یعنی اس نے دین،نسب یا دوستی کی اخوت کا ذکر کیا جو تقاضا کرتی ہے کہ زیادتی نہ کی جائے۔اس بھائی سے زیادتی کا صادر ہونا غیر کی زیادتی سے بڑھ کر تکلیف دہ ہے۔(تفسیر سعدی:2296/3)

(3)﴿لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً﴾''اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں''یعنی اس کے پاس کثیر مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا جس پر اسے شکر ادا کرنا چاہیے اور قناعت کرنی چاہیے۔

(4)﴿وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ''اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے'' یعنی میرے پاس جو دنبی ہے میرا بھائی وہ بھی مجھ سے لے لینا چاہتا ہے۔
(5)﴿فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا﴾ ''تو اُس نے کہا کہ اُس کو بھی میرے حوالے کر دو'' یعنی میرا بھائی مجھ سے کہتا ہے کہ اس دنبی کو بھی میری کفالت میں دے دے۔(6)﴿وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ﴾ ''اور اس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا'' میرا بھائی گفتگو میں مجھ پر غالب آ گیا ہے اب یہ میری دنبی بھی مجھ سے لے لے گا۔

﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴾

''داؤد نے کہا: ''اس شخص نے تمہاری دُنبی کو اپنی دُنبیوں میں ملانے کا مطالبہ کر کے تم پر ظلم کیا ہے اور بلاشبہ باہم شراکت داروں میں سے اکثر یقیناً ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے ہیں سوائے اُن کے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں'' اور داؤد سمجھ گیا کہ یقیناً ہم نے اُس کا امتحان لیا ہے چنانچہ اُس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع کرتا ہوا گر گیا اور اُس نے رجوع کیا'' (24)

سوال1:﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ﴾ ''داؤد نے کہا: ''اس شخص نے تمہاری دُنبی کو اپنی دُنبیوں میں ملانے کا مطالبہ کر کے تم پر ظلم کیا ہے اور بلاشبہ باہم شراکت داروں میں سے اکثر یقیناً ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے ہیں سوائے اُن کے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں'' مل جل کر رہنے والے ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''داؤد نے کہا'' سیدنا داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کرنے کے لیے توجہ سے بات سنی اور فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا۔
(2)﴿لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ﴾ ''اس شخص نے تمہاری دُنبی کو اپنی دُنبیوں میں ملانے کا مطالبہ کر کے تم پر ظلم کیا ہے'' یعنی تمہاری دنبی کا مطالبہ کر کے اس نے تم پر ظلم کیا ہے۔
(3)﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''اور بلاشبہ باہم شراکت داروں میں سے اکثر یقیناً ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے ہیں'' خلطاء خلیط کی جمع ہے۔اور خلیط کا معنی جزوی شریک کار ہے۔یعنی ایسی کاروباری شراکت جس میں شریک کام کاج کے کچھ پہلوؤں میں تو آپس میں شریک ہوں اور کچھ پہلوؤں میں آزاد ہوں۔مثلاً زید اور بکر دونوں کے پاس الگ الگ ریوڑ ہے جو ان کی

اپنی اپنی ملکیت ہے لیکن ان کی حفاظت کے لئے جگہ مشترکہ طور پر کرایہ پر لے رکھی ہے۔ چرواہے کو مل کر معاوضہ ادا کرتے ہیں۔ تو ایسے شریک ایک دوسرے کے خلیط کہلاتے ہیں۔(تیسیر القرآن:3/733)(4)یعنی اکثر شریک ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہی رہتے ہیں۔

(5)﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے''یعنی ایمان اور تقویٰ والے ان زیادتیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح ہی ظلم سے باز رکھتے ہیں۔

(6)﴿وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ﴾''اور ایسے لوگ بہت کم ہیں''ایسے لوگ کم ہوتے ہیں یعنی صالح لوگ ہر دور میں ہی ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ﴾''اور میرے بندوں میں سے کم ہی شکر گزار ہیں۔''(سبا:13)

(7)سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سنا جو دعا کر رہا تھا اے اللہ! مجھے اپنے قلیل بندوں میں شامل کر دے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیسی دعا ہے! تو اس نے جواباً کہا: میں نے اس آیت کا ارادہ کیا ہے﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ﴾سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! لوگ تجھ سے بھی زیادہ سمجھدار ہیں۔

سوال 2: ایمان لا کر نیک عمل کرنے والے کیسے زیادتی کرنے سے بچے رہتے ہیں؟

جواب:(1)ایمان کی وجہ سے دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اور نیک عمل کرنے کی وجہ سے کسی پر زیادتی کرنا اور دوسروں کا مال کھا جانا ان کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے۔(2)ایمان والے دینے والے ہوتے ہیں لینے والے نہیں لیکن بلند کردار لوگ کم ہوتے ہیں۔

سوال 3:﴿وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴾''اور داؤد سمجھ گیا کہ یقیناً ہم نے اُس کا امتحان لیا ہے چنانچہ اُس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع کرتا ہوا گر گیا اور اُس نے رجوع کیا''سیدنا داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اور سجدے میں گر گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ﴾''اور داؤد سمجھ گیا کہ یقیناً ہم نے اُس کا امتحان لیا ہے''سیدنا داؤد علیہ السلام ان دونوں شریکوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے سمجھ گئے کہ رب العزت نے ان کی آزمائش کے لیے یہ مقدمہ بنا کر ان کے سامنے رکھا ہے۔

(2)﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ﴾''چنانچہ اُس نے اپنے رب سے بخشش مانگی''سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنی لغزش پر رب العزت سے توبہ کی اور بخشش طلب کی۔

(3)﴿وَخَرَّ رَاكِعًا﴾اور رکوع کرتا ہوا گر گیا''معافی طلب کرتے ہوئے آہ و بکا سے سجدے میں گر پڑے۔یہاں رکوع سے سجدہ مراد ہے۔

(4)﴿وَّاَنَابَ﴾''اور اُس نے رجوع کیا''سیدنا داؤد علیہ السلام نے رب العزت سے سچی توبہ کی، آہ و بکا کے ذریعے معافی طلب کی اور عبادت کے ذریعے اس کی طرف رجوع کیا۔

(5)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو سورہ ص میں (مذکورہ آیت پر) سجدہ کرتے دیکھا ہے۔(بخاری:3422)

(6) مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اس سورت (ص) میں سجدہ کرنے کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا تم نے (سورۃ الانعام) یہ نہیں پڑھا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ ''اور اس کی نسل میں سے داؤد کو، اور سلیمان کو، یہی (انبیاء) ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی۔ چنانچہ آپ بھی ان کی راہِ ہدایت پر چلیں'' تو سیدنا داؤد علیہ السلام بھی ان میں سے تھے جن کی اتباع کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، چونکہ (اس سورت میں یہ ذکر ہے کہ) سیدنا داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا تھا۔ (بخاری: 4807) سجدہ تلاوت کی دعا: ﴿سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ﴾ ''میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اپنی طاقت اور قوت سے اس کے کان اور آنکھ بنائے۔''

(7) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورۂ ص لکھ رہا ہوں۔ تو میں جب آیت سجدہ تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قلم، دوات اور میرے آس پاس کی دیگر تمام چیزوں نے سجدہ کیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت کے وقت برابر سجدہ کرتے رہے۔ (مسند احمد: 11747)

﴿فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾

''سو ہم نے اُسے وہ بخش دیا اور بلاشبہ ہمارے پاس اُس کے لیے یقیناً قرب کا مقام اور اچھا ٹھکانہ ہے'' (25)

سوال 1: ﴿فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ ''سو ہم نے اُسے وہ بخش دیا اور بلاشبہ ہمارے پاس اُس کے لیے یقیناً قرب کا مقام اور اچھا ٹھکانہ ہے'' سیدنا داؤد علیہ السلام کو قرب اور اعلیٰ مقام کی بشارت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ﴾ ''سو ہم نے اُسے وہ بخش دیا'' قرآن مجید اور حدیث رسول اس بارے میں خاموش ہیں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ہمیں بھی اس بارے میں خاموش رہنا چاہیے۔ یعنی اس غلطی سے ان کے تقرب اور مرتبہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔ صرف تھوڑی سی تنبیہ کر دی گئی ہے۔ کیونکہ مقربین کی چھوٹی سی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 733/3)

(2) جس راوی نے سیدنا داؤد علیہ السلام کے متعلق یہ بیان کیا کہ آپ اوریا کا قتل ہو جانا ہی چاہتے تھے تاکہ اس کی بیوی سے نکاح کر لیں اور اسی لئے انہوں نے بار بار میدان جنگ میں بھیجا یہ سراسر جھوٹ اور پیغمبر پر تہمت تراشی ہے اور آپ اس تہمت سے پاک تھے۔ قرآنی الفاظ سے تو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنے لئے وہ بات یعنی غیر عورت سے نکاح کی خواہش کی جو ان کو حاصل نہ تھی باوجود یکہ ان کو اس جیسی ننانوے (عورتیں) حاصل تھیں اس پر تنبیہ کرنے کے لئے اللہ نے مقدمہ کی شکل دے کر فرشتوں کو بھیجا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام فوراً متنبہ ہو گئے اور انہوں نے توبہ استغفار کی۔ (تفسیر مظہری: 72/10)

(3)﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾''اور بلاشبہ ہمارے پاس اُس کے لیے یقینا قرب کا مقام اور اچھا ٹھکانہ ہے''
رب العزت نے بشارت دی کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کا ہمارے یہاں خاص مرتبہ ہے یعنی اعلیٰ مرتبہ اور قرب کا مقام اور اچھا انجام ہے۔
(4)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناعادل لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے ممبروں پر ہوں گے، رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب (اور ذہن نشین رہے کہ) اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل وعیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں ان میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔(مسلم کتاب:4721)

سوال2: سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمتوں کا ذکر کیا وہ کون کون سی رحمتیں ہیں؟
جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔(2)اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا مرتبہ عطا کیا۔(3)اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لیے اچھا ٹھکانہ ہے۔

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾

''اے داؤد! یقینا ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دیں گی یقینا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے''(26)

سوال1:﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾''اے داؤد! یقینا ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دیں گی''اے داؤد لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ﴾''اے داؤد! یقینا ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے''
رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو بشارت دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور دینی اور دنیاوی احکامات نافذ کریں۔
(2)﴿فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾''سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو''یعنی لوگوں میں اس حق کے مطابق فیصلہ کریں جو

اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے اور کتاب وسنت سے انچ بھر سے نہ ہٹیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جائیں گے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1713)

(3) لہٰذا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیجئے۔ یعنی عدل وانصاف کے ساتھ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک واجب کا علم اور واقعہ کا علم نہ ہو اور حق کو نافذ کرنے کی قدرت نہ ہو۔ (تفسیر سعدی:3/2297)

(4) ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى﴾ ''اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو'' یعنی کسی دوستی، رشتہ داری یا کسی فریق کی مخالفت یا ناراض ہونے کی وجہ سے آپ حق سے نہ ہٹ جائیں۔ انسان جب اپنے رجحانات کا جائزہ نہیں لیتا تو اپنی ذہن سازی کے مطابق چلتے چلتے عدل سے ظلم کی زمین پر جا پہنچتا ہے۔ اس لیے رب العزت نے خواہشات کی اتباع سے، رجحانات کے پیچھے چلنے سے روکا ہے۔

(5) ﴿فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دیں گی'' یعنی آپ نے خواہشات رجحانات، قرابت داروں، دوستیوں، دشمنیوں اور مخالفتوں کو بنیاد بنایا تو آپ اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹ جائیں گے۔

سوال 2: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے'' حساب کے دن کو بھولنے والے گمراہوں کے لیے سخت عذاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں'' جو لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا راستہ گم کر دیتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔

(2) ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ ''اُن کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے'' ان کے لیے یوم الحساب کو بھول جانے، اس کی طرف سے غافل رہنے کی وجہ سے سخت عذاب ہے۔

(3) رب العزت نے سخت عذاب کا ڈراوا اور دھمکی دی ان لوگوں کو جو حق کے مطابق فیصلے کرنے سے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ خواہشات کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ حساب کتاب کو یاد رکھتے۔ ان کے دل میں رب العزت کے آگے جواب دہی کا خوف ہوتا تو خواہشاتِ نفس کبھی ظلم اور ناانصافی کی طرف مائل نہ کر سکتیں۔

(4) وہ یوم الحساب کو بھول گئے انہوں نے ایمان کو چھوڑا اس پر عمل کرنے کو چھوڑا اور عام لوگوں کی طرح ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی:8/140)

رکوع نمبر 12

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾

''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا سو جنہوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے'' (27)

سوال 1: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا سو جنہوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے'' دنیا پیدا کرنے میں حکمت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حکمت سے پیدا کیا ہے، ان کو بے مقصد نہیں بنایا۔ اس نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں'' (الذاریات:56)

(2) رب العزت نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا ہے۔ ان کو یوں ہی بے مقصد نہیں بنایا۔

(3) جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟'' (المومنون:115) اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اور حق کی خاطر تخلیق فرمایا ہے، ان کو اس لیے تخلیق فرمایا تا کہ بندوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کامل علم، کامل قدرت اور لامحدود قوت کا مالک ہے اور وہی اکیلا معبود ہے اور وہ معبود نہیں ہیں جو زمین و آسمان میں ایک ذرہ بھی تخلیق نہیں کر سکتے۔ حیات بعد الموت حق ہے اور قیامت کے روز اللہ نیکوکاروں اور بدکاروں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ کوئی جاہل شخص اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بارے میں یہ گمان نہ کرے کہ وہ اپنے فیصلے میں نیک اور بد کے ساتھ مساوی سلوک کرے گا۔ (تفسیر سعدی:2298/3)

(4) ﴿ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا'' کافر زندگی بعد موت کے قائل نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے قائم ہے۔

(5) ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾ ''سو جنہوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے'' رب العزت نے فرمایا ان کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔ وہ انہیں پوری طرح عذاب میں مبتلا کرے گی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو اس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

سوال 3: کافروں کا زمین و آسمان کی پیدائش کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: کافروں کے خیال میں زمین وآسمان اوران کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب باطل پر قائم ہے یعنی بے مقصد، خود بخود ہر چیز بن گئی ہے۔خود مختار ہے، نہ پیدائش کا کوئی مقصد ہے نہ اس کے اختتام کا کوئی پتہ ہے۔

سوال 4: کافروں کے لیے کیا سزا ہے؟

جواب: کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے

﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾

''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟''(28)

سوال 1: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾

''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟'' دو طرح کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' رب العزت نے فرمایا کیا ہم ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا کے ان کی تصدیق کی اور وہ عمل کیے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور ان کاموں سے رک گئے جن سے رب العزت نے روکا۔

(2)﴿كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح؟'' انہیں ان لوگوں کے برابر کر دیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔اس کی نافرمانیاں کرتے ہیں اور اس کے اوامر ونواہی کی مخالفت کرتے ہیں۔ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور حکم کے شایانِ شان نہیں۔

(3) انسانی عقل بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ متقی اور فاجر کو ایک برابر کر دیا جائے۔﴿اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟'' یعنی کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنے والا اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے رکنے والا ہو اور دوسری طرف فاجر جو نہ تو رب کی ملاقات کا یقین رکھتا ہے، نہ جزا سزا کا۔دونوں طرح کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔

(4) دنیا میں تو فرماں برداروں اور نافرمانوں دونوں کو رزق دیا جاتا ہے۔اکثر باتوں میں برابری ہے لیکن ایسے جہان کی ضرورت ہے جہاں

یہ برابری قائم نہ رہے جہاں فرماں برداروں کو نعمتوں اور بہاروں میں رکھا جائے اور نافرمانوں کو شعلے مارنے والی آگ میں۔رب العزت نے فرمایا﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ (۳۴) اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ (۳۵) مَا لَكُمْ ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ (۳۶)﴾''یقینا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کردیں گے؟تمہیں کیا ہے،تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟''

سوال2:کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں نیک اور مفسد،متقی اور فاجر برابر ہوسکتے ہیں؟

جواب:انسانی عقل بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ دو طرح کے لوگوں کا انجام ایک جیسا ہو۔جب ایک طرح کی حقیقت کو مان لینے والا شخص ہو اور دوسری طرف حقیقت کا انکار کرنے والا تو دونوں کا رویہ برابر کا تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔جب ایک طرف اپنے اختیار سے ایک شخص نیکی کا رویہ اختیار کرنے والا ہو اور دوسرا برائی کا رویہ اختیار کرنے والا ہو دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔جب ایک طرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے بے خوف انسان ہو جو بے قید ہوکر جو چاہے بولے،جو چاہے کام کرے دونوں رویوں کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں تو عمل کے اعتبار سے کیسے ایک جیسے ہوسکتے ہیں۔

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ لوگ اُس کی آیات پر غور وفکر کریں اور تاکہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں''(29)

سوال1:﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ لوگ اُس کی آیات پر غور وفکر کریں اور تاکہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں''قرآن کی نصیحتوں سے سبق لیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ﴾''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے''رب العزت نے فرمایا کہ یہ برکت والی کتاب،قرآن مجید آپ ﷺ پر ہم نے نازل کیا ہے۔

(2)دنیا وآخرت میں اس کی کثیر برکتیں ہیں۔(اضواء البیان:344/6)

(3)اس میں اشارہ ہے کہ قرآن حق کی میزان ہے(الاساس فی التفسیر:4777/8)

(4)یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے۔جو خیر کثیر اور علم بسیط کی حامل ہے۔اس کے اندر ہدایت،ہر بیماری کی شفا اور نور ہے جس سے گمراہی کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔اس کے اندر ہر وہ حکم موجود ہے،جس کے مکلفین محتاج ہیں اور اس کے اندر ہر مطلوب کے لیے

قطعی دلائل موجود ہیں۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا ہے۔ اس وقت سے لے کر اس کتاب سے زیادہ کوئی جلیل القدر کتاب نہیں آئی (تفسیر سعدی:2298/3)

(5) رب العزت نے برکت والی کتاب کے بارے میں فرمایا ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے، اُس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے۔'' (الانعام:92)

(6) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔'' (الانعام:155)

(7) ﴿لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ﴾ ''تاکہ لوگ اُس کی آیات پر غور و فکر کریں'' تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دلائل پر غور و فکر کریں اور جو کچھ اس نے اپنی شریعت میں سے مشروع کیا ہے اس سے وہ نصیحت حاصل اور اس پر عمل کریں۔ (جامع البیان:156/23)

(8) یہ معانی القرآن کی معرفت کے وجوب کی دلیل ہے۔ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: قرآن حکیم کی آیات میں تدبر اس کی اتباع کرنا ہے۔ (تفسیر منیر:214/12)

(9) یعنی اس کتاب جلیل کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں، اس کے علم کا استنباط کریں اور اس کے اسرار و حکم میں غور و فکر کریں۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں تدبر کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم میں تدبر اور غور و فکر کرنا سب سے افضل عمل ہے، نیز یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ قراءت جو تدبر و تفکر پر مشتمل ہو اس تلاوت سے کہیں افضل ہے جو بہت تیزی سے کی جاری ہو، مگر اس سے متذکرہ بالا مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو۔ (تفسیر سعدی:2299,2298/3)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ ''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں؟'' (محمد:24)

(11) ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ ''تو کیا وہ قرآن مجید میں غور و فکر نہیں کرتے؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔'' (النساء:82)

(12) ﴿اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَاۗءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَاۗءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی؟'' (المومنون:68)

(13) ﴿وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''اور تاکہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں'' تاکہ ارباب دانش اس کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ قرآن مجید سے ہر کوئی اپنی عقل کے مطابق نصیحت حاصل کرتا ہے۔

(14) سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے قرآن کے الفاظ حفظ کر لیے اور قرآن پر عمل نہیں کیا اس نے قرآن میں تدبر و غور بھی

نہیں کیا لوگ کہتے ہیں ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا لیکن قرآن کی ایک نصیحت یا قرآن کے ایک حکم کا نمونہ ان میں نظر نہیں آتا۔ اصل غور وخوض اور نصیحت وعبرت عمل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 4/398)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی کتاب کیوں نازل کی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی بابرکت کتاب اس نے اس لیے نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور وفکر کریں، عقل والے اس سے نصیحت قبول کریں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور وفکر کرنے والے کتاب سے کیا حاصل کرتے ہیں؟

جواب: کتاب سے شعور کی سچائی، عمل کی سچائی پا لیتے ہیں۔

سوال 4: کتاب سے عقل والے کیسے نصیحت حاصل کرتے ہیں؟

جواب: کتاب سے عقل والے غور وفکر کر کے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

سوال 5: کتاب کی برکت کیا ہے؟

جواب: (1) کتاب پر ہر عقل رکھنے والا غور وفکر کر سکتا ہے اور کروڑوں، اربوں انسان ہیں ہر ایک کے غور وفکر کے مطابق اس کو کتاب کا فہم ملتا ہے۔ جتنا جتنا کسی کا کتاب اللہ سے تعلق بڑھتا ہے اس پر اتنے ہی حکمت کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے علم، حکمت، اور فہم میں اضافہ کتاب کے بابرکت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(2) اس کتاب کے ساتھ تعلق کی وجہ سے انسان کے اندر خوف خدا میں اضافہ ہوتا ہے جتنا اس خوف میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی انسان کے عمل میں بہتری آتی ہے اور وہ معاشرے کا اتنا ہی مفید رکن ثابت ہوتا ہے۔ معاشرے کے لیے بہترین شخصیات کی تیاری، ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ کتاب کی برکتوں میں سے ہے۔

(3) اس کتاب کا نظام قائم کرنے کی صورت میں یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ قدموں تلے سے بھی رزق ابلے گا اور آسمان سے بھی برکتوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

کتاب ہر اعتبار سے بابرکت ہے۔ الحمد للہ۔

﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾

''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، بہترین بندہ تھا، بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' (30)

سوال 1: ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ ''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، بہترین بندہ تھا، بلاشبہ

وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ﴾ ''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا'' رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو سیدنا سلیمان علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا جیسا کہ فرمایا ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا اور اُس نے کہا: ''اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبانیں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں بلاشبہ یہ یقیناً کھلا فضل ہے۔'' (النمل:16)

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام نبی اور بادشاہ تھے۔

(3)﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ ''بہترین بندہ تھا'' رب العزت نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مدح وثنا بیان فرمائی ہے۔ حقیقتاً ان کے اندر وہ سارے اوصاف موجود تھے جو مدح وثنا کا مستحق بناتے ہیں۔

(4) یعنی وہ اپنے تمام احوال میں، تعبد، انابت، محبت، ذکر و دعا، آہ زاری، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنے اور اس کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھنے میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف نہایت کثرت سے رجوع کرنے والے تھے۔ (تفسیر سعدی:2300/3)

(5)﴿اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ ''بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے اور توبہ کرنے والے تھے۔ (تفسیر قاسمی:166/14)

(6) قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا وہ اللہ کے مطیع اور کثرت سے نماز ادا کرنے والے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ (جامع البیان:157/23)

سوال:2 سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ یہاں کس مقصد کے لیے کیا گیا؟

جواب:(1) سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ یہاں ان کی بندگی اور رب کی طرف رجوع کرنے کے حوالے سے کیا گیا۔

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام عظیم سلطنت کے حکمران تھے مگر اللہ تعالیٰ کے ایسے غلام تھے جن کے بارے میں رب نے فرمایا: نعم العبد ''کیا ہی اچھا بندہ۔'' یعنی بندگی کی بہترین مثال۔ (3) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے رجوع الی اللہ کو مواقع کے لحاظ سے سامنے رکھا گیا تاکہ انسان رجوع الی اللہ کر سکیں۔

﴿اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ﴾

''جب شام کے وقت اُس کے سامنے تیز رو، عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے'' (31)

سوال1:﴿اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ﴾ ''جب شام کے وقت اُس کے سامنے تیز رو، عمدہ گھوڑے پیش کیے

گئے'' سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں تیز رفتار گھوڑے پیش کئے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں ان کے معائنے کے لئے تیسرے پہر ایک پاؤں اٹھائے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔

(2) جب ان کی خدمت میں خوب تربیت یافتہ، تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے، جن کا وصف یہ تھا کہ جب وہ کھڑے ہوتے تو ایک پاؤں زمین سے اٹھائے رکھتے۔ ان کو پیش کیے جانے کا منظر نہایت ہی خوبصورت، خوش کن اور تعجب انگیز تھا، خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جنہیں ان گھوڑوں کی ضرورت تھی، مثلاً بادشاہ وغیرہ۔ (تفسیر سعدی: 2300/3)

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تو میرے طاقچے کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا کہ نگاہ تیز ہوا کے جھونکے سے پردے کا کنارہ ہٹ گیا۔ وہاں سامنے میرے کھلونے اور گڑیاں نظر آئیں، آپ ﷺ نے پوچھا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا، یہ میری گڑیاں ہیں، آپ ﷺ نے ان میں کپڑے کا گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پر تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: میں ان کے درمیان یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا، یہ گھوڑا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: اور اس کے اوپر کیا ہے؟ میں نے کہا، اس کے دو پر ہیں۔ آپ نے کہا۔ کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا آپ ﷺ نے سنا نہیں کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔ کہتی ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ میں نے آپ کی داڑھیں دیکھیں۔ (ابوداؤد: 3932)

سوال 2: سیدنا سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش کیے گئے گھوڑوں کی دو صفات کا تذکرہ کیا گیا ان کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی صفت الصافات ایسے گھوڑوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو تین ٹانگوں پر کھڑے ہوں یعنی ہر دم تیار رہنے والے گھوڑے الجیاد یہ جواد کی جمع ہے۔ یہ تیز رو گھوڑوں کے لیے استعمال ہونے والی صفت ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے اچھے سدھے ہوئے اور قیمتی تھے۔

﴿فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾

''تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں نے اس مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد کی وجہ سے محبوب رکھا ہے۔'' یہاں تک کہ وہ گھوڑے اوٹ میں اوجھل ہو گئے'' (32)

سوال 1: ﴿فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں نے اس مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد کی وجہ سے محبوب رکھا ہے'' یہاں تک کہ وہ گھوڑے اوٹ میں اوجھل ہو گئے'' گھوڑوں کی مصروفیت نے نماز عصر اور ذکر الٰہی سے غافل کر دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ﴾ تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں نے اس مال کی محبت کو محبوب رکھا ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں معائنے کے لئے گھوڑے پیش ہوتے رہے حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا گھوڑوں کی محبت اور مصروفیت نے ان کو نماز عصر اور ذکر الٰہی سے غافل کر دیا۔

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنی کوتاہی پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا میں نے مال سے یعنی گھوڑوں سے محبت کو اپنے رب کے ذکر اور نماز پر ترجیح دی ہے۔

(3)﴿عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ ''اپنے رب کی یاد کی وجہ سے، یہاں تک کہ وہ گھوڑے اوٹ میں اوجھل ہو گئے'' یعنی گھوڑوں کی مصروفیت نے مجھے اپنے رب کی یاد سے غافل کر دیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔

(5) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن سورج ڈوبنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میں تو عصر کی نماز بھی ادا نہیں کر سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہونے والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا۔ چنانچہ ہم بطحان میں گئے، وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔ (بخاری:596)

سوال 2: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے کس مقصد کے لیے پال رکھے تھے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے عمدہ، اصل اور تیز رو گھوڑے جہاد کے لیے پال رکھے تھے۔

سوال 3: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کے بارے میں یہ کب کہا کہ میں نے مال کی محبت رب کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے؟

جواب: یہ بات سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تب کی جب گھوڑے ان کے سامنے معائنے کے لیے پیش کیے گئے۔

سوال 4: رب کی یاد کی وجہ سے مال کی محبت کیسے اختیار کی جاتی ہے؟

جواب:(1) مال کی محبت تب رب کی یاد بن جاتی ہے جب مال کو رب کے راستے میں لگانا مطلوب ہو۔(2) جب مال کی وجہ سے دین کی سربلندی کے کام ہوں۔(3) جب مال کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کے کام ہوں۔(4) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے مال کی محبت یعنی گھوڑوں سے جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے محبت رکھی تھی۔ اس وجہ سے گھوڑے رب کی یاد کا ذریعہ بن گئے تھے۔

سوال 5: حتیٰ توارت بالحجاب سے کیا مراد ہے؟

جواب :(1) اس سے مراد یہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنے کے دوران اتنے گم ہو گئے کہ سورج مغرب میں چھپ گیا اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے وہ غافل رہے۔ جو کہ عصر کے وقت کا ذکر یا نماز تھی۔ اس کی تلافی کے لیے انہوں نے سارے گھوڑے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر ڈالے۔ امام شوکانی اور حافظ ابن کثیر نے اس کو ترجیح دی ہے۔

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ گھوڑوں سے محبت اللہ کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے۔حتیٰ کہ وہ گھوڑے دوڑتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے پھرانہیں دوبارہ طلب کیااورمحبت سے ان کی پنڈلیوں اورگردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔یہاں تورات کامرجع گھوڑے ہیں۔ امام ابن جریر طبری نے دوسری تفسیر کوترجیح دی ہے اور یہی درست لگتی ہے۔(واللہ اعلم)

﴿رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾

''اُنہیں میرے پاس واپس لاؤ'' چنانچہ وہ اُن کی پنڈلیوں اورگردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا''(33)

سوال1:﴿رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾''اُنہیں میرے پاس واپس لاؤ۔'' چنانچہ وہ اُن کی پنڈلیوں اورگردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا مسح سوق واعناق،کی تفسیر آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب:(1)﴿رُدُّوْهَا عَلَيَّ﴾''اُنہیں میرے پاس واپس لاؤ'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم پر گھوڑے واپس لائے گئے۔

(2)﴿فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾''چنانچہ وہ اُن کی پنڈلیوں اورگردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا''توسیدنا سلیمان علیہ السلام نے تلوار کے ساتھ ان کی ٹانگیں اورگردنیں کاٹنا شروع کردیں۔(تفسیر سعدی:2300/3)

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ علیہ السلام ان کی پیشانیوں اورٹانگوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں یہی قول صحیح ہے قتل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بلاوجہ کسی جان کو مارڈالنااوراللہ تعالیٰ کا مال ضائع کرنا محض اس بنا پر کہ ان کے معائنہ سے نماز جاتی رہی، روانہیں۔اس طرح بے گناہوں کاقتل جائزنہیں۔ہاں یہ ممکن ہے کہ ان کی شرع میں ہی یہ چیز جائز ہو۔خصوصاًاس صورت میں کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کیا تھا۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کوگھوڑوں سے بہترسواری عطافرمائی یعنی ہواکوآپ علیہ السلام کا تابعدار بنادیا جو آپ علیہ السلام کوآسانی سے جہاں چاہتے لے جاتی تھی(مختصرابن کثیر:1715/2)

سوال2:سیدنا سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ کیوں پھیرنے لگے؟

جواب:سیدنا سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے رب کی محبت میں پسند کیے تھے اپنی شان دکھانے کے لیے نہیں اس وجہ سے اللہ کی عظمت کے اعتراف کے طور پر گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

سوال3:سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے واقعہ سے ان کی عبودیت،بندگی اوراوّاب ہونے کا پتہ کیسے چلتا ہے؟

جواب:سیدنا سلیمان علیہ السلام کا گھوڑے پالنااورگھوڑوں سے محبت کرنا عام انسانوں سے مختلف تھا۔عام انسان جوکام اپنی شان کے لیے کرتے ہیں سیدنا سلیمان علیہ السلام وہ کام رب کی شان کے لیے کرتے تھے۔گھوڑوں کا پالنا،ان کی دوڑیں لگوانا،ان کا معائنہ کرنا انسان کے اندرغروراورتکبر کی ہوا بھرسکتا ہے خاص طور پرجس کے پاس حکومت اوراقتدارہووہ دشمن سے مقابلے کے لیے جب بہترین انتظام

رکھتا ہو تو اسے اپنی قوت پر مان ہونے لگتا ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام اس موقع پر رب کی قوت کو یاد کرنے لگتے ہیں یہی بندگی اور یہی رجوع الی اللہ ہے کہ انسان ہر چیز کا رخ اپنے رب کی طرف پھیر دے۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم نے سلیمان کی بھی آزمائش کی اور ہم نے اُس کی کُرسی پر ایک جسم لا کر ڈال دیا پھر اُس نے رجوع کیا'' (34)

سوال1:﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ﴾''اور بلاشبہ یقینا ہم نے سلیمان کی بھی آزمائش کی اور ہم نے اُس کی کُرسی پر ایک جسم لا کر ڈال دیا پھر اُس نے رجوع کیا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ﴾''اور بلاشبہ یقینا ہم نے سلیمان کی بھی آزمائش کی'' رب العزت نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کو حکومت اور ملک دے کر آزمایا۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بار سیدنا سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے یوں کہا کہ آج رات میں اپنی سو بیویوں یا (فرمایا) ننانوے بیویوں کے پاس ضرور گھوم کر آؤں گا (یعنی سب سے صحبت کروں گا) اور ہر ایک عورت ایک بیٹا پیدا کرے گی جو شہسوار بن کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ایک رفیق نے کہا، ان شاء اللہ کہیے، تاہم سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہ کہا، تو ان عورتوں میں سے صرف ایک کو حمل ٹھہرا اور اس سے بھی ادھورا بیٹا پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہتے تو سب عورتوں کے بیٹے ہوتے جو شہسوار بن کر جہاد کرتے۔ (بخاری:2819)

(3) یعنی ہم نے سیدنا سلیمان علیہ السلام سے ان کا اقتدار لے کر اس خلل کے سبب سے ان کو آزمایا، جس کا طبیعت بشری تقاضا کرتی ہے۔

﴿وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا﴾''اور ان کی کرسی پر ایک جسد ڈال دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قضاوقدر کے ذریعے سے مقدر کر دیا کہ ایک شیطان سیدنا سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر آپ علیہ السلام کی آزمائش کے عرصے کے دوران میں بیٹھے اور آپ کی سلطنت میں تصرف کرے۔ فاضل مفسر کا بیان اسرائیلی روایات ہی سے ماخوذ ہے جن سے مفسرین نے اپنی پوری تفسیر میں بجا طور پر اجتناب کیا ہے۔ پتا نہیں فاضل مؤلف نے یہاں اس پر اعتماد کر کے کیوں یہ بات لکھ دی ہے۔ یہ آزمائش کیا تھی؟ کرسی پر ڈالا گیا جسم کس چیز کا تھا؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی کوئی تفصیل قرآن کریم یا حدیث میں نہیں ملتی۔ اس لیے امام ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے میں اس پر خاموشی ہی بہتر ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2300)

(4)﴿ثُمَّ اَنَابَ﴾''پھر اُس نے رجوع کیا'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، توبہ کی۔ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف

رجوع کرنے والے تھے غفلت کی حالت میں بھی شکر ادا کرتے تھے۔آزمائش میں بھی اسی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

سوال2: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کیا تھی؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کے بارے میں ہمیں قرآن مجید یہ خبر دیتا ہے کہ ایک جسم کو کرسی پر لا ڈالا گیا۔

سوال3: یہ جسم کس چیز کا تھا اور اس کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس بارے میں کوئی تفصیل قرآن مجید یا حدیث میں نہیں ملتی۔

سوال4: سیدنا سلیمان علیہ السلام کو کیسے آزمایا گیا؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کو امور مملکت کے بارے میں آزمایا گیا۔

سوال5: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا مقصد کیا تھا؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا مقصد انہیں لغزشوں سے بچانا تھا۔

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو،
یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے''(35)

سوال1: ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے'' بے نظیر بادشاہت کی دعا کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ﴾ ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے رب سے بخشش مانگی اور ایسی بادشاہت جو بے مثال، بے نظیر ہے۔رب العزت نے دعا قبول کر لی ورا ان کی سلطنت انہیں واپس کر دی اور اقتدار اور سلطنت میں مزید اضافہ فرما دیا۔سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بعد ایسا اقتدار کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔شیاطین ان کے لیے مسخر کر دیے جو ان کے حکم سے سمندر میں غوطہ خوری کر کے موتی نکال کر لاتے تھے کوئی ان کی نافرمانی کرتا تو اسے زنجیروں میں جکڑتے تھے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات اچانک ایک سرکش جن میرے سامنے آیا۔یا ایسا ہی کوئی

اور کلمہ آپ نے ارشاد فرمایا، پھر فرمایا: وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا۔ میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں، تاکہ صبح تم سب لوگ اسے دیکھ لو۔ لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے۔'' (ص:35)

(تو اس دعا کے یاد آتے ہی میں نے اسے چھوڑ دیا) الغرض، اللہ تعالیٰ نے اسے نامراد کر کے لوٹا دیا۔ (بخاری:461)

(4) ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جب رب سے دعا کی تو الوھاب کا توسل اختیار کیا کہ تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

سوال 2: آزمائش کے بعد سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کیا کیا؟

جواب: (1) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف رجوع کر لیا۔ (2) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔

(3) انہوں نے رب سے دعا کی۔

سوال 3: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کا کہ ''مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو'' کیا مطلب ہے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام ایسی بااختیار بادشاہت چاہتے تھے کہ وہ بادشاہت ان کے سوا کسی کے پاس نہ ہو۔ یعنی حکومت چلانے کے لیے ایسی قوتیں عطا کر دے جس کی کوئی مثال نہ ہو۔

سوال 4: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا کس مقصد کے لیے تھی؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبے کے لیے تھی۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت الوھاب کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا سے جو مغفرت اور بادشاہت کے لیے تھی، اپنے وہاب یعنی بڑے ہی دینے والے کا شعور دلایا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا کہ ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑھ کر عطا کرنے والا ہے۔ وہ یقیناً الوھاب ہے۔

﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ﴾

''تو ہم نے اُس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اُس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی، جدھر وہ پہنچنا چاہتا تھا'' (36)

سوال 1: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ﴾ ''تو ہم نے اُس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اُس کے حکم

سے نرمی سے چلتی تھی، جدھر وہ پہنچنا چاہتا تھا'' ہوا کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ﴾ ''تو ہم نے اُس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا'' رب العزت نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا تابع کر دی۔

(2)﴿تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ﴾ ''جو اُس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی، جدھر وہ پہنچنا چاہتا تھا'' ہوا ان کے اشاروں پر چلتی تھی جہاں چاہتے تھے وہاں پہنچا دیتی تھی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا کیسے قبول کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی بادشاہت دی جس میں ہوا بھی ان کے ماتحت تھی۔

سوال 3: ہوا کے مسخر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہوا کا نرمی سے چلنا ہے۔

سوال 4: مسخر ہونے سے کیا مراد نہیں ہے؟

جواب: مسخر ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہوا اللہ تعالیٰ کے ارادے سے باہر آ گئی ہو۔

سوال 5: مسخر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز کسی کے لیے مسخر کر دی ہے اس شخص کا حکم اور کام اللہ تعالیٰ کے ارادے کے موافق ہو جائے تو ایسی حالت میں مسخر کردہ چیزیں بندے کے حکم کے ساتھ چلتی نظر آتی ہیں۔

سوال 6: ہوا کے نرمی سے چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر کر دی گئی تھی وہ جدھر چاہتے تھے ہوا ادھر چلتی تھی۔ کبھی تند ہوتی تھی کبھی نرم لیکن سیدنا سلیمان علیہ السلام کی چاہت کے مطابق چلتی تھی۔

﴿وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ﴾

''اور شیاطین کو بھی ہر قسم کے معمار اور ماہر غوطہ خور'' (37)

سوال 1: ﴿وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ﴾ ''اور شیاطین کو بھی ہر قسم کے معمار اور ماہر غوطہ خور'' شیاطین کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ﴾ ''اور شیاطین کو بھی ہر قسم کے معمار'' شیاطین ان کے حکم کے مطابق محلات اور حیرت انگیز عمارتیں تعمیر کرتے تھے، مسجدیں، خیمے اور حوض بناتے تھے۔ بڑے بڑے لگن اور بھاری دیگیں بنا کر حیرت میں ڈال دیتے تھے۔

(2)﴿وَّغَوَّاصٍ﴾ ''اور ماہر غوطہ خور'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شیاطین ان کے لیے سمندر سے زیورات نکال کر لاتے تھے۔ (جامع البیان:23/166)

(3) شیاطین یعنی جنات میں سے کچھ غوطہ خور تھے جو سمندر سے موتی، جواہرات اور قیمتی چیزیں نکال کر لاتے تھے۔

سوال 2: شیاطین کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کیا تھا وہ ان سے کیا کام لیتے تھے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام شیاطین سے تعمیر کا کام لیتے تھے۔ سمندر میں یہ ان کے لیے غوطے لگاتے تھے اور جو سیدنا سلیمان علیہ السلام چاہتے وہ نکال کر لاتے تھے۔

﴿وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾

''اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے تھے'' (38)

سوال 1: ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾ ''اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے تھے'' نافرمان جنوں کو زنجیروں میں جکڑتے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾ ''اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے تھے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام سرکش اور نافرمان جنوں کو جو یا تو کام نہیں کرتے تھے یا کام میں خرابی پیدا کرتے تھے۔ انہیں زنجیروں، طوقوں اور بیڑیوں میں جکڑتے تھے۔

سوال 2: سرکش جنوں کو زنجیروں میں کیوں جکڑا جاتا تھا؟

جواب: سرکش جنات کو بیڑیوں اور زنجیروں میں اس لیے جکڑا جاتا تھا تاکہ وہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم سے منہ نہ موڑیں۔

سوال 3: سرکش جنات کے قید ہونے سے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے اقتدار کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں امن وامان کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو قید کرنے اور پکڑنے کی پوری قدرت انہیں دے رکھی تھی۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور میں مجرم اکیلے یا اجتماعی طور پر پکڑ کر زنجیروں میں اور بیڑیوں میں قید کر دیئے جاتے تھے۔

﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''یہ ہماری عطا ہے سو احسان کرو یا روک رکھو، کوئی حساب نہیں ہے'' (39)

سوال 1: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''یہ ہماری عطا ہے سو احسان کرو یا روک رکھو، کوئی حساب نہیں ہے'' انوکھی بادشاہت تمہیں عطا کر دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا﴾ ''یہ ہماری عطا ہے'' رب العزت نے فرمایا یہ انوکھی بادشاہت ہے جو ہم نے تمہیں عطا کر دی۔

(2)﴿فَامْنُنْ﴾ ''سو احسان کرو'' جس کو چاہو دو، اس پر احسان کرو۔

(3)﴿اَوْ اَمْسِكْ﴾ ''یا روک رکھو'' جس کو چاہو نہ دو، روک لو۔

(4)﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''کوئی حساب نہیں ہے'' جو چاہو کرو یا نہ کرو تمہارے لیے جائز ہے اور جو فیصلہ کرو ٹھیک ہے تم سے کوئی حساب لینے والا نہیں (مختصر ابن کثیر: 1716/2)

(5)رب العزت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے کامل عدل اور بہترین فیصلوں کے بارے میں خوب جانتے تھے آخرت میں بھی انہیں خیر کثیر سے نوازا جائے گا۔

(6)ایک طرف اللہ تعالیٰ کے احسانات کا یہ حال تھا کہ بے حساب مال و دولت دے کر فرمایا کہ جیسے چاہو خرچ کرو آپ سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ دوسری طرف سیدنا سلیمان علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتے تھے بلکہ اپنے والد بزرگوار کی طرح اپنی کمائی سے کھاتے تھے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام تو زرہیں بنایا کرتے تھے اور آپ تانبے کی مصنوعات تیار کرتے تھے۔ (تیسیر القرآن: 738/3)

سوال 2: سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دولت کی تقسیم کے پورے اختیارات دے رکھے تھے۔ اس سے ان کی بادشاہت کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1)دولت کی تقسیم کے پورے اختیارات سے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی عظیم بادشاہت کا پتہ چلتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حکومت کے بارے میں یہ وضاحت بھی کر دی کہ جس سے وہ چاہیں دولت کو روک لیں اور جسے چاہیں دے دیں۔ اس پر کوئی حساب کتاب نہیں یعنی بے پناہ اختیارات عطا کر دیئے گئے۔

﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾

''اور بلاشبہ اُس کا ہمارے یہاں یقیناً بڑا قُرب ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے'' (40)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ ''اور بلاشبہ اُس کا ہمارے یہاں یقیناً بڑا قُرب ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام مقربین میں سے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى﴾ ''اور بلاشبہ اُس کا ہمارے یہاں یقیناً بڑا قُرب ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کو رب نے اپنا مقرب بنایا انہیں مختلف طرح کے عظیم الشان انعامات سے نوازا۔

(2)﴿وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ ''اور بہترین ٹھکانہ ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کو آخرت میں بہترین انجام تک پہنچایا جائے گا اور خیر کثیر سے نوازا

جائے گا۔﴿نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾یاارحم الرحمین! ہمیں بھی اوابین میں شامل فرمالے۔(آمین)

سوال 2: سیدنا سلیمان علیہ السلام کے واقعے میں کیا فوائد اور حکمتیں ہیں بیان کریں؟

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے قصے سے مندرجہ ذیل فوائد اور حکمتیں مستفاد ہوتی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفی ﷺ کے سامنے آپ سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ آپ ﷺ کی ہمت بندھاتا رہے اور آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی عبادت، ان کے صبر کی شدت اور ان کی انابت کا ذکر فرماتا ہے تاکہ آپ ﷺ میں آگے بڑھنے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا شوق اور اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر کا جذبہ پیدا ہو۔ بنابریں اس مقام پر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم کی اذیت رسانی، آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی دعوت کے بارے میں ان کی بدکلامی کا ذکر کیا تو آپ ﷺ کو صبر کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی تلقین کی کہ آپ اس کے بندے سیدنا داؤد علیہ السلام کو یاد کر کے اس سے تسلی حاصل کریں۔

(2) اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت میں استعمال ہونے والی قوت قلب اور قوت بدن کو پسند کرتا ہے اور اس کی مدح کرتا ہے، کیونکہ قوت کے ذریعے سے اطاعت الٰہی کے آثار، اس کی خوبی اور اس کی جو کثرت حاصل ہوتی ہے وہ کمزوری اور عدم قوت سے حاصل نہیں ہوتی، نیز آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ بندے کو چاہیے کہ وہ اسباب قوت کے حصول کی کوشش کرتا رہے اور نفس کو کمزور کرنے والی بے کاری اور سستی کی طرف مائل ہونے سے بچے۔

(3) تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اس کی خاص مخلوق کا وصف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کی بنا پر سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مدح وثنا کی ہے۔ اقتداء کرنے والوں کو چاہیے کہ ان کی اقتداء کریں اور اہل سلوک ان کی راہ پر گامزن ہوں۔﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔'' (الانعام:90)

(4) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا داؤد علیہ السلام کو بہت خوبصورت آواز سے نوازا تھا جس کے سبب سے ٹھوس پہاڑ اور پرندے جھوم اٹھتے تھے۔ جب آپ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تو پرندے اور پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔

(5) اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اسے علم نافع عطا کرے، اسے دانائی اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے سرفراز کرے، جیسا کہ اس نے اپنے بندے سیدنا داؤد علیہ السلام کو ان صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

(6) جب کبھی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں اور اس کے انبیاء ورسل سے کوئی خلل واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں آزمائش اور ابتلاء میں مبتلا کرتا ہے جس سے یہ خلل زائل ہو جاتا ہے۔ اور وہ پہلے حال سے بھی زیادہ کامل حال کی طرف لوٹ آتے ہیں جیسا کہ سیدنا داؤد علیہ السلام اور

سیدنا سلیمان علیہ السلام کو آزمائش پیش آئی۔

(7) انبیاء ومرسلین اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں خطا سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں، کیونکہ اس وصف کے بغیر رسالت کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، لیکن کبھی کبھی طبیعت بشری کے تقاضوں کی بنا پر کسی معصیت کا ارتکاب ہوجاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے فوراً اس کا تدارک کردیتا ہے۔

(8) آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام اپنے غالب احوال میں، اپنے رب کی عبادت کے لیے اپنے محراب میں گوشہ نشین رہتے تھے، اسی لیے دونوں جھگڑنے والے اشخاص کو دیوار پھاند کر محراب میں آنا پڑا، کیونکہ سیدنا داؤد علیہ السلام مقدمات آنے کے باوجود اپنا تمام وقت لوگوں کے لیے صرف نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنے لیے کچھ وقت مقرر کیا ہوا تھا جس میں خلوت نشین ہوکر اپنے رب کی عبادت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے تھے۔ یہ عبادت تمام امور میں اخلاص کے لیے ان کی مدد کرتی تھی۔

(9) سیدنا داؤد علیہ السلام کے قصے سے مستنبط ہوتا ہے کہ حکام کے پاس حاضر ہونے میں ادب کو استعمال میں لایا جائے، کیونکہ مذکورہ بالا دونوں اشخاص جب اپنا جھگڑا لے کر سیدنا داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عام دروازے اور اس راستے سے آپ کے پاس نہیں گئے جو عام طور پر استعمال میں آتا تھا، اس لیے سیدنا داؤد علیہ السلام ان کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ یہ چیز آپ پر نہایت گراں گزری، ان کے خیال میں یہ صورت حال آپ کے لائق نہ تھی۔

(10) جھگڑے کے کسی فریق کی طرف سوئے ادبی اور اس کا ناگوار رویہ حاکم کو حق کے مطابق فیصلہ کرنے سے نہ روکے۔

(11) ان آیات مبارکہ سے سیدنا داؤد علیہ السلام کے کمال حلم کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ جب مذکورہ بالا دونوں شخص آپ علیہ السلام کی اجازت طلب کیے بغیر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، حالانکہ آپ وقت کے بادشاہ تھے۔ تو آپ ان سے ناراض ہوئے نہ ان کو جھڑکا اور نہ انہیں کوئی زجر وتوبیخ ہی کی۔

(12) آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مظلوم کے لیے ظالم کو اس قسم کے الفاظ سے مخاطب کرنا جائز ہے۔ تو نے مجھ پر ظلم کیا۔ اے ظالم! اے مجھ پر زیادتی کرنے والے! وغیرہ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا ﴿خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''ہم دو جھگڑے والے ہیں، ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے۔'' (ص:22)

(13) کوئی آدمی خواہ وہ کتنا ہی جلیل القدر اور صاحب علم کیوں نہ ہو، جب کوئی شخص خیر خواہی کرتے ہوئے اس کو نصیحت کرے تو اسے ناراض ہونا چاہیے نہ یہ نصیحت اس کو ناگوار گزرنی چاہیے، بلکہ شکر گزاری کے ساتھ اسے قبول کرلینا چاہیے، کیونکہ مقدمے کے فریقین نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو نصیحت کی تو آپ نے برا مانا نہ ناراض ہوئے اور نہ اس چیز نے آپ کو راہ حق سے ہٹایا، بلکہ آپ نے صریح حق کے ساتھ فیصلہ کیا۔

(14) اس قصے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عزیز واقارب اور دوستوں کا باہمی اختلاط، دنیاوی اور مالی تعلقات کی کثرت ان کے درمیان

عداوت اور ایک دوسرے پر زیادتی کی موجب بنتی ہے، نیز یہ کہ اس قسم کی صورت حال سے صرف تقویٰ اور ایمان وعمل پر صبر ہی کے ذریعے سے بچا جا سکتا ہے اور یہی چیز لوگوں میں سب سے کم پائی جاتی ہے۔

(15) ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ استغفار اور عبادت، خاص طور پر نماز گناہوں کو مٹا دیتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داود علیہ السلام کی لغزش کی بخشش کو آپ کے استغفار اور سجود پر مترتب فرمایا۔

(16) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں سیدنا داود علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اکرام وتکریم، اپنے قرب اور بہترین ثواب سے سرفراز فرمایا۔ ان کے بارے میں یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کے ساتھ جو کچھ پیش آیا، اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجے میں کوئی کمی واقع ہوگئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مخلص بندوں پر کامل لطف وکرم ہے کہ جب وہ ان کی لغزشوں کو بخش دیتا ہے اور ان کے گناہوں کے اثرات کو زائل کر دیتا ہے تو ان پر مترتب ہونے والے تمام آثار کو بھی زائل کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ان اثرات کو بھی مٹا دیتا ہے جو مخلوق کے دلوں میں واقع ہوتے ہیں، کیونکہ جب مخلوق کو ان کے گناہ کا علم ہوتا ہے تو ان کے دلوں میں ان کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اس اثر کو زائل کر دیتا ہے اور کریم وغفار کے لیے ایسا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔

(17) لوگوں کے درمیان فیصلے کرنا ایک دینی منصب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور خاص بندوں کو مقرر فرمایا ہے، جسے یہ ذمہ داری سونپی جائے اسے حق کے ساتھ اور خواہشات نفس سے الگ ہو کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ حق کے ساتھ فیصلے کرنا امور شرعیہ کے علم، محکوم بہ مقدمے کی صورت کے علم اور اس کو حکم شرعی میں داخل کرنے کی کیفیت کے علم کا تقاضا کرتا ہے، لہٰذا جو شخص ان میں سے کسی ایک کے علم سے بے بہرہ ہے وہ فیصلہ کرنے کے منصب کا اہل نہیں۔ اسے فیصلہ کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

(18) حاکم کو چاہیے کہ وہ خواہش نفس سے بچے اور اس سے کنارہ کش رہے، کیونکہ نفس خواہشات سے خالی نہیں ہوتا، بالکلیہ وہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرے تاکہ حق ہی اس کا مقصود ومطلوب ہو۔ فیصلہ کرتے وقت مقدمے کے فریقین میں سے کسی کے لیے محبت یا کسی کے لیے ناراضی دل سے نکال دے۔

(19) سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا داود علیہ السلام کے فضائل ہی میں سے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سیدنا داود علیہ السلام پر احسان تھا کہ اس نے آپ علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اسے صالح اولاد عطا کرے اور اگر اولاد عالم فاضل ہو تو یہ نور علیٰ نور ہے۔

(20) ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مدح وثنا ہے، چنانچہ فرمایا ﴿نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ ''بہت اچھا بندہ اور نہایت کثرت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔''

(21) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے خیر کثیر اور ان پر احسان ہے کہ وہ انہیں صالح اعمال اور مکارم اخلاق کی توفیق سے

سرفراز کرتا ہے، پھر ان اخلاق واعمال کی بنا پر ان کی مدح وثنا کرتا ہے، حالانکہ وہ خود ہی عطا کرنے والا ہے۔

(22) ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت کو ہر چیز کی محبت پر ترجیح دیتے تھے۔

(23) ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے اپنے اندر مشغول کر لے وہ مذموم اور منحوس ہے۔ بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور اس چیز کی طرف توجہ دے جو اس کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔

(24) ان آیات کریمہ سے یہ مشہور قاعدہ مستفاد ہوتا ہے کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز ترک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرتا ہے''۔ چنانچہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقدم رکھتے ہوئے، سدھائے ہوئے تیز رفتار گھوڑوں کو ذبح کر دیا، جو نفوس کو بہت محبوب ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر عوض عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے نرم رفتار ہوا کو مسخر کر دیا، جو آپ کے حکم سے اسی سمت میں جس کا آپ قصد وارادہ کرتے، صبح کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو ایسے کام کرتے تھے جنہیں کرنے پر انسان قادر نہ تھے۔

(25) سیدنا سلیمان علیہ السلام ایک بادشاہ اور نبی تھے جو اپنی من مرضی کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے عدل وانصاف کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہ کیا۔ نبی عبد کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوتا ہے اس کا ہر فعل وترک صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے، جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کا حال تھا اور یہ کامل ترین حال ہے۔ (تفسیر سعدی: 2301/3-2305)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کو نبوت اور بادشاہت کے علاوہ کیا اعزاز بخشا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لیے بڑا تقرب کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ ان کے لیے بڑا اچھا ٹھکانہ ہے یعنی دنیا کے جاہ ومرتبہ کے علاوہ آخرت میں قرب خاص اور مقام خاص حاصل ہوگا۔

رکوع نمبر 13

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ﴾

''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو! جب اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے شیطان نے بڑا دکھ اور عذاب پہنچایا ہے'' (41)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ﴾ ''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو! جب اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے شیطان نے بڑا دکھ اور عذاب پہنچایا ہے'' سیدنا ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ﴾ ''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو'' اے نبی ﷺ! ہماری نصیحت والی کتاب میں ہمارے

بندے سیدنا ایوب علیہ السلام کو یاد کرو۔ سیدنا ایوب علیہ السلام کی مدح ہے کہ وہ کس قدر صبر کرنے والے جانثار بندے تھے۔ جب انہیں بیماری آئی تو انہوں نے اپنے رب سے شکوہ نہیں کیا۔ اس کے سوا انہوں نے کسی کا سہارا نہیں لیا۔

(2) ﴿اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ﴾ ''جب اُس نے اپنے رب کو پکارا'' یاد کرو جب سیدنا ایوب علیہ السلام نے عاجزی سے اپنے رب کو پکار کر کہا کہ مجھے بیماری نے گھیر لیا ہے اور تو سب سے شفیق اور مہربان ہے۔

(3) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ سخت آزمائش انبیائے کرام علیہم السلام پر آتی ہے، پھر ان پر جو (ان کے بعد) زیادہ نیک لوگ ہوں پھر ان پر جو ان سے کم درجے کے ہوں۔ (مستدرک حاکم:120)

(4) یعنی شیطان نے مجھے مشقت انگیز اور نہایت تکلیف دہ عذاب میں ڈال دیا ہے۔ شیطان کو آپ کے جسد پر تسلط حاصل ہو گیا اس نے پھونک ماری تو جسم پر پھوڑے بن گئے پھر ان سے پیپ بہنے لگی اور اس کے بعد معاملہ بہت سخت ہو گیا اور اسی طرح ان کا مال اور ان کے اہل وعیال بھی ہلاک ہو گئے۔ (تفسیر سعدی:2306/3)

(5) ہر مسلمان کے عقیدہ میں یہ بات شامل اور اس کے ایمان بالغیب کا ایک جزء ہے کہ رنج ہو یا راحت، برائی ہو یا بھلائی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن اس مشیت کا انحصار بھی بعض دفعہ انسان کے اپنے قصور یا شیطانی وساوس سے کسی نہ کسی درجہ میں ضرور ہوتا ہے۔ اور قرآن کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن امور میں کوئی پہلو شر، ایذا یا کسی صحیح مقصد کے فوت ہو جانے کا ہو ان کو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ادب کے نقطہ نظر کی خاطر کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ اسے اپنے نفس یا شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مرض کو اپنی طرف منسوب کیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یوشع بن نون نے مچھلی کے سمندر میں چلے جانے کی بات کو شیطان کی طرف منسوب کیا، اسی طرح ایوب علیہ السلام بھی اپنی بیماری اور تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صحیح طور پر عبادت گزاری سے قاصر رہے تھے تو اس قصور کا باعث شیطانی وساوس کو قرار دیا ہو۔ (تیسیر القرآن:739/3)

سوال 2: سیدنا ایوب علیہ السلام کس خاص صفت کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں؟

جواب: سیدنا ایوب علیہ السلام اپنے صبر کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔

سوال 3: سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنے رب سے کب دعا کی؟

جواب: سیدنا ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بیماری اور اہل ومال کی تباہی کے ذریعہ آزمایا حتیٰ کہ اُن کی ایک بیوی اُن کے ساتھ رہ گئی جو اُن کی خدمت بھی کرتی تھی اور ان کے لئے رزق کا انتظام بھی کرتی تھی ایک طویل عرصے کی بیماری اور مالی مشکلات کے بعد اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

سوال 4: سیدنا ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دو تکلیفوں کا ذکر کیا ﴿بِنُصْبٍ اور عَذَابٍ﴾ ان کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بِنُصْبٍ﴾ سے مراد جسمانی تکلیف ہے۔(2)﴿عَذَابٍ﴾ سے مراد مالی تکلیف ہے۔

سوال5: سیدنا ایوب علیہ السلام نے جسمانی اور مالی تکلیفوں کی نسبت شیطان کی طرف کیوں کی جب کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے؟

جواب:(1) سیدنا ایوب علیہ السلام نے یہ نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی کہ ممکن ہے کہ شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے کوئی ایسا کام نہ ہوا ہو جس کی وجہ سے یہ آزمائش ہو۔(2) سیدنا ایوب علیہ السلام نے ممکن ہے کہ ادب کے تقاضوں کی وجہ سے شر کی نسبت شیطان کی طرف کی ہو۔

﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾

''اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے''(42)

سوال1:﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ ''اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے'' رب العزت نے سیدنا ایوب ﷺ کے لئے چشمہ جاری کر دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ﴾ ''اپنا پاؤں مارو'' رب العزت نے آسمان سے فرشتے کو بھیجا جس نے کہا: زمین پر ایڑی ماریں۔

(2)﴿هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ ''یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے'' جونہی سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنی ناتواں ایڑی ماری۔ رب العزت نے اس جگہ ایک چشمہ جاری کر دیا اور فرمایا چشمے کا پانی پیو اور اس سے غسل کرو آپ کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ انہوں نے صاف شفاف پانی پیا تو وہ اکسیر ثابت ہوا۔ نہائے تو جسمانی بیماری اور تکلیف دور ہو گئی۔ اللہ شافی نے سیدنا ایوب علیہ السلام کو شفا عطا فرمائی۔ الحمد اللہ

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اہل و مال کی کمی کو کیسے پورا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے سے زیادہ مال اور اولاد عطا فرمائے یہ پہلے کے مقابلے میں دوگنا تھے۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾

''اور ہم نے اُسے اُس کے اہل و عیال عطا کر دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی، ہماری طرف سے رحمت ہے اور عقل مندوں کے لیے نصیحت''(43)

سوال1:﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''اور ہم نے اُسے اُس کے اہل و عیال عطا کر دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی، ہماری طرف سے رحمت ہے اور عقل مندوں کے لیے نصیحت ہے'' صبر کا اجر، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ﴾''اور ہم نے اُسے اُس کے اہل وعیال عطا کر دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی''رب العزت نے صبر کا بہترین اجر دنیا میں بھی عطا فرمایا انہیں ان کی ساری اولاد عطا فرما دی اور اتنے ہی بچے اور بھی دے دیے۔

(2)﴿رَحْمَةً مِّنَّا﴾''ہماری طرف سے رحمت ہے''رب العزت کی جانب سے سیدنا ایوب علیہ السلام پر رحمت تھی کیونکہ انہوں نے صبر کیا۔ انہیں دنیا اور آخرت میں بہترین اجر عطا فرمایا۔

(3)﴿وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾''اور عقل مندوں کے لیے نصیحت ہے''تاکہ عقل مند لوگ سیدنا ایوب علیہ السلام کی حالت سے نصیحت اور عبرت پکڑیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ جو کوئی مصیبت میں صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیاوی اور اخروی ثواب سے نوازتا ہے اور جب وہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2306/3)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام کو جو دوبارہ مال عطا کیا اُس کے مقاصد کیا تھے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مال دو مقاصد کے لئے عطا کیا۔(2)اپنی خاص رحمت کے اظہار کے لئے۔(3)عقل مند لوگوں کے نصیحت حاصل کرنے کے لئے۔

سوال3:رحمت کے اظہار کا انسان کے شعور پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب:(1)انسان جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ اس رحمت کے حصار میں آ جائے۔

(2)انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے۔

سوال4:عقل مند لوگوں کے لئے سیدنا ایوب علیہ السلام کے واقعے میں کیا نصیحت ہے؟

جواب:(1)سیدنا ایوب علیہ السلام کے واقعے میں نصیحت ہے۔(2)مصائب اور مشکلات میں صبر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔

(3)صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ مصائب اور شدائد کے بعد پہلے سے دوگنا عطا کرتے ہیں۔

﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾

''اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لو پھر اُس سے مارو اور قسم نہ توڑو، یقیناً ہم نے اُسے صابر پایا، کیا بہترین بندہ تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا''(44)

سوال1:﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾''اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لو پھر اُس سے مارو اور قسم نہ توڑو، یقیناً ہم نے اُسے صابر پایا، کیا بہترین بندہ تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا''سیدنا ایوب علیہ السلام نے بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا ایوب علیہ السلام ایک دفعہ اپنی بیوی سے ناراض ہو گئے تھے۔انہوں نے اپنے بالوں کی لٹ فروخت کر کے کھانا مہیا کیا تھا۔ جب سیدنا ایوب علیہ السلام کو پتا چلا تو وہ بہت ناراض ہوئے اور قسم کھائی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے گا تو وہ انہیں سو کوڑے ماریں گے۔

(2)سیدنا ایوب علیہ السلام کی بیوی ان کی ہمدرد اور غم گسار تھیں ان کے ساتھ یہ طرز عمل مناسب نہ تھا لیکن وہ قسم کھا چکے تھے رب العزت نے قسم سے نکلنے کا راستہ بنایا۔

(3)﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا﴾ ''اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لو'' یعنی ہم نے آپ کو بہت بڑی بیماری اور تکلیف کے ذریعے سے آزمایا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کیا۔(تفسیر سعدی:2306/3)

(4)امام مالک رحمہ اللہ تو قسم پوری کرنے کے لئے یہ صورت سیدنا ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص رکھتے ہیں۔لیکن امام اعظم رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ دونوں سیدنا عطا رحمہ اللہ کے قول سے اتفاق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب بھی کوئی ایسا حلف کرے تو اس کو ایسا ہی کرنے کی اجازت ہے۔(تفسیر کمالین جلالین:396,395/5)

(5)﴿إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا﴾ ''یقینا ہم نے اُسے صابر پایا'' رب العزت نے سیدنا ایوب علیہ السلام کی مدح بیان فرمائی کہ انہیں بڑی بیماری اور تکلیف کے ذریعے آزمایا گیا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کر لیا، نہ جزع فزع کیا نہ شکوہ۔

(6)﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ ''کیا بہترین بندہ تھا'' رب العزت نے سیدنا ایوب علیہ السلام کی ثنا بیان کی ہے کہ وہ خوشحالی اور بدحالی میں تندرستی اور بیماری میں، خوشی اور مصیبت میں عبودیت کے مراتب کی تکمیل کرنے والے تھے۔

(7)﴿إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ ''یقینا وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' یعنی آپ علیہ السلام اپنے دینی اور دنیاوی مطالب میں اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے، اپنے رب کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے، اس کو بہت زیادہ پکارنے والے، اس سے محبت اور اس کی عبادت کرنے والے تھے۔(تفسیر سعدی:2306/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام کو تنکوں کا ایک مٹھا لے کر مارنے کے لئے کیوں کہا؟

جواب:(1)سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کے دوران خدمت گار بیوی سے ناراض ہو کر سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی صحت یاب ہو کر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا سو تنکوں والی جھاڑو کا مٹھا لے کر مار دو تو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔

(2)اللہ تعالیٰ نے سو کوڑوں کو سو تنکوں سے اس لئے بھی بدل دیا تھا تا کہ وہ اپنی قسم پوری کریں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام کی تعریف کن صفات کی وجہ سے کی ہے؟

جواب:(1)صابر بندے تھے۔(2)بہت اچھے بندے تھے۔(3)اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

سوال 4: سیدنا ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف کب رجوع کیا؟

جواب: سیدنا ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف تب رجوع کیا جب لوگ مایوس ہوجاتے ہیں یہ صبر اور بندگی کی صفات کی وجہ سے ممکن ہوا۔

﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ﴾

''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوتِ عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے تھے'' (45)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ﴾ ''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوتِ عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے تھے'' عبادت گزار انبیاء کے بارے میں وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ ''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو'' رب العزت نے نیک اور عبادت گزار، صابر انبیاء کو یاد کرنے کا حکم دیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا، اس کی عبادت کو خالص کیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام خلیل ہیں۔ سیدنا اسحٰق علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اور سیدنا یعقوب علیہ السلام ان کے پوتے ہیں۔

(2) ﴿اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ﴾ ''جو قوتِ عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی بڑی قوت رکھتے تھے اور بصیرت والے اور عقل والے تھے۔ (جامع البیان: 174/23)

(3) وہ عبادت، اللہ تعالیٰ کے معرفت کے افکار میں قوت رکھتے تھے۔ کاشانی رحمہ اللہ نے کہا: عمل اور علم والے تھے۔ (تفسیر قاسمی: 178/1)

(4) یعنی نیک عمل والے، مفید علم والے، عبادت میں چست، کامل بصیرت رکھنے والے، قوت والے، دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے، حق والی نگاہ رکھنے والے اور نیکیوں میں سبقت کرنے والے مراد ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1719/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے خالص بندوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کی کیا خصوصیات بتائی ہیں؟

جواب: وہ قوتِ عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے تھے۔

سوال 3: ''قوتِ عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے'' ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بڑی قوت رکھنے والے تھے۔ (2) اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اعلیٰ بصیرت میں بڑی قوت رکھتے تھے۔ (3) یہ وہ لوگ ہیں جو نصرت دین میں قوت رکھتے تھے۔ (4) ﴿الْاَيْدِيْ﴾ سے مراد اگر نعم ہو تو اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص کام ہے۔ (5) یہ لوگ احسان کرنے والے ہیں۔

﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴾

''یقیناً ہم نے انہیں ایک خاص صفت کے ساتھ منتخب کیا تھا جو اصل گھر کی یاد ہے'' (46)

سوال1:﴿اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴾''یقیناہم نے اُنہیں ایک خاص صفت کے ساتھ منتخب کیا تھا جو اصل گھر کی یاد ہے'' آخرت کے گھر کی یاد سے انہیں خالص کیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ﴾''یقیناہم نے اُنہیں ایک خاص صفت کے ساتھ منتخب کیا تھا'' رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے انہیں خالص صفت کے ساتھ خاص کیا۔

(2)﴿ذِكْرَى الدَّارِ﴾''جو اصل گھر کی یاد ہے'' آخرت کی یاد ہے۔یعنی ہم نے آخرت کی یاد ان کے دلوں میں جاگزیں کردی، عمل صالح کو ان کے وقت کا مصرف، اخلاص اور مراقبے کو ان کا دائمی وصف بنادیا۔ہم نے ان کو اس طرح آخرت کی یاد بنادیا کہ نصیحت پکڑنے والا ان کے احوال سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے والا عبرت حاصل کرتا ہے اور یہ بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2307/3)

(3)سیدنا نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:انہیں ہم نے اپنے لئے خالص کرلیا تھا۔وہ لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے تھے اور وہ دنیا سے بے رغبتی رکھتے تھے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آخرت کا ذکر کثرت سے کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے اور دنیا کا ذکر بھول جاتے تھے۔

سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:انہیں ہم نے ایسا بنایا کہ وہ آخرت کے لئے عمل کرتے تھے۔(الاساس فی التفسیر:4784/8)

(4)مالک بن دینار رحمہ اللہ نے یہ مطلب بیان کیا کہ ہم نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت اور یاد نکال دی اور آخرت کی یاد و محبت کے لئے ان کو مخصوص کردیا۔مقاتل رحمہ اللہ نے کہا وہ لوگوں کو آخرت کی طرف بلاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف آجانے کی دعوت دیتے تھے۔سدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:آخرت کا ڈر رکھنے کے لئے انکو مخصوص کرلیا گیا تھا۔سیدنا ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:یہاں مضاف محذوف ہے یعنی ہم نے آخرت کی بہترین چیزوں کی یاد کے لئے ان کو مخصوص کرلیا تھا۔(تفسیر مظہری:86/10)

(5)انبیاء علیہم السلام کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے برابر خدا کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے۔(تفسیر عثمانی:480/2)

(6)یعنی آخرت کی یاد رکھنا ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو انسان کو اللہ کا برگزیدہ بنادیتا ہے۔ان برگزیدہ ہستیوں نے اس دنیا کو بس ایک مسافر خانہ کی طرح سمجھا اور آخرت کا گھر ہی ہمیشہ ان کا مطمع نظر رہا۔(تیسیر القرآن:741/3)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کس چیز کے لئے چن لیا تھا؟

جواب اللہ تعالیٰ نے ان کو آخرت کی یاد کے لئے چن لیا تھا۔

سوال3:آخرت کی یاد سے کیا مراد ہے؟

جواب:آخرت کی یاد سے مراد یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ ہر وقت ان کے تصور میں رہتا تھا۔ہر وقت آخرت کے معاملے میں جینا تقویٰ کی بنیاد ہے۔

سوال4: آخرت کی یاد کے لئے چنے ہوئے لوگ کیا کرتے تھے؟

جواب: آخرت کی یاد کے لئے چنے ہوئے لوگ انسانوں کو آخرت کے لئے بلاتے تھے۔

﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴾

''اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقینا بہترین برگزیدہ بندوں میں سے تھا'' (47)

سوال1: ﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴾ ''اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقینا بہترین برگزیدہ بندوں میں سے تھا'' بہترین چنے ہوئے لوگ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴾ ''اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقینا بہترین برگزیدہ بندوں میں سے تھا'' یعنی ہم نے انہیں بہترین مخلوق میں سے چن لیا۔ (2) وہ اللہ تعالیٰ کے ولی بہترین اور چنے ہوئے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1719/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسحاق علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کی تعریف کن الفاظ میں کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا چنے ہوئے لوگ تھے یعنی برگزیدہ اور بڑے خاص لوگ تھے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے دوسری تعریف کی کہ بہترین لوگ تھے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ اور بہترین قرار دے کر ان شخصیات کا تعارف کیوں کروایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے صفات اس لئے سامنے رکھی ہیں تاکہ لوگ ان کو نمونہ بنائیں۔

﴿وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ﴾

''اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو اور وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے'' (48)

سوال1: ﴿وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ﴾ ''اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو اور وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے'' نیک لوگوں کو یاد کریں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ﴾ ''اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو'' رب العزت نے نیک لوگوں کو یاد کرنے کا حکم دیا۔

(2) سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام تو معروف ہیں اور ان کا ذکر قرآن میں بہت جگہ آیا ہے۔ الیسع سیدنا الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے ان کا سلسلہ نسب چوتھی پشت پر جا کر سیدنا یوسف علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ بعد میں آپ کو نبوت بھی عطا ہوئی تھی۔ آپ کا حلقہ تبلیغ شام کا علاقہ تھا۔ اور ذوالکفل ان کے خلیفہ کا لقب ہے نام نہیں۔ اور ذوالکفل کا معنی صاحب نصیب ہے۔ آپ کا نام بشیر ہے اور سیدنا ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔

آپ الیسع کے خلیفہ تھے بعد میں نبی ہوئے شام کا علاقہ ہی آپ کی تبلیغ کا مرکز رہا۔عمالقہ شاہ وقت بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔آپ نے اس سے بنی اسرائیل کو آزاد کرایا پھر وہ بادشاہ بھی مسلمان ہوگیا اور حکومت آپ کے سپرد کی جس کے نتیجہ میں شام کے علاقہ میں پھر ایک دفعہ اسلام خوب پھیلا۔(تیسیر القرآن:124/3)

(3)﴿وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ﴾"اور وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے"رب العزت نے انبیاء کی مدح فرمائی ہے کہ وہ بہترین اخلاق اور عمل صالح کے حامل چنے ہوئے نیک لوگ تھے۔

(4)یعنی ان انبیائے کرام کو احسن طریقے سے یاد کیجئے اور بہترین طریقے سے ان کی مدح وثنا کیجئے، کیونکہ یہ سب بہترین لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے چن لیا، ان کو کامل ترین احوال، بہترین اعمال واخلاق، قابل تعریف اوصاف اور درست خصائل کا حامل بنایا۔ (تفسیر سعدی:2308,2307/3)

سوال2:ذوالکفل کون تھے؟

جواب:ذوالکفل کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں نبیوں کے ساتھ ذکر یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ نبی تھے۔

سوال3:اخیار کسے کہتے ہیں؟

جواب:اخیار خیر کو کہتے ہیں اور یہ بہتری اور بھلائی کو کہتے ہیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام، الیسع اور ذوالکفل کی کیا تعریف کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بہترین لوگ قرار دیا ہے۔

﴿هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾

"یہ ایک نصیحت ہے اور یقیناً متقیوں کے لیے بہترین ٹھکانہ ہے"(49)

سوال1:﴿هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾"یہ ایک نصیحت ہے اور یقیناً متقیوں کے لیے بہترین ٹھکانہ ہے" خوش نصیب لوگوں کا بہترین انجام ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا ذِكْرٌ﴾"یہ ایک نصیحت ہے"یعنی انبیاء اور مرسلین خوش نصیب ہستیاں ہیں۔ان کے اوصاف کا تذکرہ نصیحت ہے۔

(2)اس نصیحت کرنے والے قرآن کریم میں تاکہ ان کے احوال سے نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں، اقتدا کرنے والے ان کے اوصاف حمیدہ کی پیروی کے مشتاق ہوں اور ان کے اوصاف زکیہ اور ثنائے حسن کی معرفت حاصل ہو، جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو

سرفراز فرمایا۔ یہ بھی ذکر کی ایک قسم ہے، یعنی اہل خیر کا تذکرہ، اہل خیر اور اہل شر کی جزا وسزا کا تذکرہ بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے۔ (تفسیر سعدی: 2308,2307/3)

(3) ﴿وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور یقیناً متقیوں کے لیے'' یعنی تمام مومنین اور مومنات کے لئے جو تقوی کی صفت سے متصف ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔

(4) ﴿لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ ''بہترین ٹھکانہ ہے'' ان کے لوٹ جانے کی جگہ بہترین ہے جہاں وہ موت کے بعد جائیں گے۔ وہاں ان کے لئے ایسی نعمتیں ہیں جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی کے حاشیہ خیال میں آئیں۔

سوال 2: ﴿هٰذَا ذِكْرٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد تذکرہ ہے۔

سوال 3: پرہیزگاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کیسا مقام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے یہاں پرہیزگاروں کے لئے اچھا مقام ہے۔

﴿جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴾

''ہمیشہ کے باغات ہیں جن کے دروازے اُن کے لیے پورے کھلے ہوں گے'' (50)

سوال 1: ﴿جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴾ ''ہمیشہ کے باغات ہیں جن کے دروازے اُن کے لیے پورے کھلے ہوں گے'' سدا بہار جنتیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿جَنّٰتِ عَدْنٍ﴾ ''ہمیشہ کے باغات ہیں'' ہمیشہ سرسبز وشاداب رہنے والے سدا بہار باغات۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ''اور جن کو نیک بخت قرار دیا جائے گا وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک زمین وآسمان قائم ہیں مگر جو آپ کا رب چاہے ایسا عطیہ جو کبھی قطع کیا جانے والا نہیں۔'' (ہود: 108)

(3) ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ﴾ ''(ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہی اَبدی زندگی کا دن ہے۔'' (ق: 34)

(4) ﴿مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴾ ''جن کے دروازے اُن کے لیے پورے کھلے ہوں گے'' جن کے دروازے خوش نصیب لوگوں کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ جب وہ جنت میں پہنچیں گے تو ان کے لئے دروازے کھل جائیں گے۔

(5)یعنی اہل جنت بلا روک ٹوک اپنے اپنے گھروں میں آجاسکیں گے اور دروازوں کے کھلے ہونے یا رہنے کی تین صورتیں ممکن ہیں: ایک یہ کہ دروازے ہر وقت کھلے رہیں دوسری یہ کہ دروازے بند ہوں مگر جب اہل جنت گزرنا چاہیں تو وہ از خود کھل جائیں۔ اور تیسری یہ کہ جب اہل جنت گزرنا چاہیں تو فرشتے فوراً دروازے کھول دیں۔ (تیسیر القرآن:742/3)

(6)سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے۔ اس میں سے کوئی داخل نہیں ہوگا سوائے روزہ داروں کے۔ (بخاری:3257)

(7)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک جوڑا (کسی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغہ بلائیں گے۔ جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (اپنی طرف) بلائیگا کہ اے فلاں! اس دروازے سے آ۔'' اور جو مجاہد ہوا، اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والوں سے ہوا تو اسے صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزے داروں میں سے ہوا تو اسے باب الریان سے پکارا جائے گا۔ اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اگر کوئی ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے تو کوئی حرج نہیں (بلکہ بڑی بات ہے، تاہم پھر بھی) کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا کہ جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تو انہی میں سے ہوگا۔ (بخاری:1897)

سوال 2: پرہیزگاروں کے لئے کیسی جنت ہے؟

جواب: پرہیزگاروں کے لئے جنت کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

(1)جنت عدن یعنی ہمیشگی کی جنت ہے۔ (2)اس کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ان کے استقبال کے لئے جنت تیار ہے۔

﴿مُتَّكِـِٔيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ﴾

''وہ اُن میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہ اُن میں بہت سے پھل اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے'' (51)

سوال 1: ﴿مُتَّكِـِٔيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ﴾ ''وہ اُن میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہ اُن میں بہت سے پھل اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے'' جو چاہیں گے حاضر پائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مُتَّكِـِٔيْنَ فِيْهَا﴾ ''وہ اُن میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے'' وہ ایسی نشست گاہوں میں تختوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں گے جو ان کے لئے سجائی گئی ہوں گی۔

(2)﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ﴾ ''وہ اُن میں بہت سے پھل اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے'' جو وہ طلب کریں گے، جو وہ چاہیں گے حاضر پائیں گے۔ ان کے ارادہ کرتے ہی حاضر کر دیا جائے گا۔

(3)یعنی وہ اپنے خدام کو حکم دیں گے کہ وہ ان کی خدمت میں بکثرت پھل اور مشروبات پیش کریں جن کو ان کے نفس پسند کریں گے اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ وہاں ان کو کامل نعمت، کامل راحت وطمانیت اور کامل لذت حاصل ہوگی۔ (تفسیر سعدی:2308/3)

سوال2: جنت میں متقین کی سرگرمیاں کیا ہوں گی؟

جواب:(1)جنت عیش وعشرت کی جگہ ہے متقی وہاں بافراغت تکیے لگا کر بیٹھے ہوں گے۔(2)طرح طرح کے پھلوں اور شرابوں کی فرمائش کررہے ہوں گے۔

﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ﴾

''اور اُن کے پاس نگاہیں نیچی رکھنے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی''(52)

سوال1:﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ﴾''اور اُن کے پاس نگاہیں نیچی رکھنے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی''ان کے پاس ہم عمر بیویاں ہوں گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعِنْدَهُمْ﴾''اور اُن کے پاس''اہل جنت کے پاس ایسی پاک دامن عورتیں ہوں گی۔

(2)﴿قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾''نگاہیں نیچی رکھنے والی عورتیں''جو اپنے شوہروں کے سوا کسی کو نگاہ غلط سے نہیں دیکھیں گی۔

(3)یعنی دونوں میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے حسن وجمال اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے باعث نظریں جھکائے ہوئے ہوں گے۔ وہ دونوں میاں بیوی کسی اور طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے، وہ اپنے ساتھی کو بدلنا چاہیں گے نہ اس کے عوض کچھ اور چاہیں گے۔(4)یعنی وہ میاں بیوی ہم عمر ہوں گے۔ وہ جوانی کے بہترین دور اور انتہائی لذت انگیز عمر میں ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2308/3)

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (٣١) حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (٣٢) وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (٣٣) وَّكَاْسًا دِهَاقًا (٣٤)﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔''(النبا:31-34)

(6)﴿فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (٥٦) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٥٧) كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (٥٨)﴾''اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی، جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں۔''(الرحمٰن:56-58)

سوال2: جنتی لوگوں کی بیویاں کیسی ہوں گی؟

جواب: ان کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

(1)ان کی نگاہیں اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور پر نہ پڑیں گی۔(2)ہم عمر ہوں گی اور لازوال حسن کی مالک ہوں گی۔

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾

''یہ ہے وہ چیز جس کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے''(53)

سوال1:﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾''یہ ہے وہ چیز جس کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے''نیک لوگوں سے جنت کا وعدہ ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا﴾''یہ ہے''یعنی یہ نعمتیں اور جنت کی سدا بہار رونقیں۔

(2)﴿مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾''وہ چیز جس کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے''یعنی تقوی والوں سے جس حقیقت کا وعدہ کیا گیا ہے۔وہ زندگی بعد موت میں حساب کتاب ہونے کے بعد ملے گی۔

سوال2:حساب کتاب کے لیے کن چیزوں کا وعدہ دیا جاتا ہے؟

جواب:(1)ہمیشگی کی جنتوں کا۔(2)عیش وعشرت کی زندگی کا۔(3)بہترین بیویوں کا۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴾

''بلاشبہ یقینا یہی ہمارا رزق ہے جسے کبھی ختم نہیں ہونا''(54)

سوال1:﴿اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴾''بلاشبہ یقینا یہی ہمارا رزق ہے جسے کبھی ختم نہیں ہونا''جنت کا رزق کبھی ختم نہیں ہوگا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا﴾''بلاشبہ یقینا یہی ہمارا رزق ہے''یعنی وہ رزق جو ہم نے جنت والوں کو عطا کیا ہے۔

(2)﴿مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴾''جسے کبھی ختم نہیں ہونا''کبھی ختم نہیں ہوگا،نہ فنا ہوگا۔(ایسر التفاسیر:1319)

(3)یہ رزق کبھی منقطع نہ ہوگا بلکہ وہ دائمی ہوگا اور ہر آن اس میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔یہ سب کچھ رب کریم کے لیے کوئی بڑا کام نہیں ہے جو رؤف ورحیم،محسن وجواد،واسع وغنی،قابل تعریف،لطف عظیم کا حامل،نہایت مہربان بادشاہ،بااختیار،جلیل القدر،جمیل الشان،احسان کرنے والا،بے پناہ فضل اور متواتر کرم کا مالک ہے۔وہ ایسی ہستی ہے جس کی نعمتوں کو شمار کیا جاسکتا ہے نہ اس کے کسی احسان کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔(تفسیر سعدی:2309/3)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالی کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور جن لوگوں نے صبر کیا یقینا انہیں

ہم ضرور زیادہ اچھا بدلہ دیں گے اس کا جو وہ عمل کرتے تھے" (النحل:96)

سوال 2: جنت کے رزق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) جنت کا رزق اور وہاں کی نعمتیں غیر فانی ہوں گی۔ (2) جنت میں جو اعزاز عطا کیا جائے گا دائمی ہوگا۔

﴿هٰذَا ۬ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ﴾

"یہ ہے بدلہ، اور بلاشبہ سرکشوں کا یقیناً بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے" (55)

سوال 1: ﴿هٰذَا ۬ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ﴾ "یہ ہے بدلہ، اور بلاشبہ سرکشوں کا یقیناً بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے" بدنصیبوں کا ٹھکانا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا﴾ "یہ ہے بدلہ" یعنی اہل خیر کا، نیک لوگوں کا معاملہ تو ہم نے بتا دیا کہ انہیں جنتوں میں کبھی ختم نہ ہونے والا رزق ملے گا۔

(2) ﴿وَاِنَّ﴾ "اور بلاشبہ" یعنی حد سے بڑھے ہوئے سرکش لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں جو رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔

(3) ﴿لَشَرَّ مَاٰبٍ﴾ "سرکشوں کا یقیناً بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے" بدنصیبوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ کیسے کیسے عذاب اس میں برداشت کریں گے۔ یہ دنیا میں ہٹ دھرم تھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت میں انہیں لذت ملتی تھی۔

سوال 2: سرکشوں کے لئے کیسا ٹھکانہ ہے؟

جواب: سرکشوں کے لئے برا ٹھکانہ ہے۔

﴿جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

"جہنم جس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی برا بچھونا ہے" (56)

سوال 1: ﴿جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ "جہنم جس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی برا بچھونا ہے" جہنم بری قیام گاہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب (1) ﴿جَهَنَّمَ﴾ "جہنم" سرکشوں کا ٹھکانا جس میں ہر قسم کا عذاب ہوگا، شدید حرارت، شدید ٹھنڈک۔

(2) ﴿يَصْلَوْنَهَا﴾ "جس میں وہ داخل ہوں گے" سرکش جب اس میں داخل ہوں گے تو عذاب انہیں گھیر لے گا۔ اوپر آگ، نیچے آگ۔

(3) ﴿فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ "سو بہت ہی برا بچھونا ہے" ظالم لوگ اپنے لیے بدترین ٹھکانے کا انتظام کر رہے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ "اُن کے لیے جہنم

کا بچھونا ہے اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' (الاعراف:41)

﴿هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ﴾

''بدلہ، سو اسے وہ چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ'' (57)

سوال1: ﴿هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ﴾ ''بدلہ، سو اسے وہ چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ'' کھولتا پانی اور کچ لہو جہنمیوں کے مشروبات، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا﴾ ''بدلہ'' یعنی یہ بدترین مقام، عذاب، رسوائی اور ہمیشہ کی سزا۔

(2) ﴿فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ﴾ ''سو اسے وہ چکھیں، کھولتا ہوا پانی'' یعنی جہنمی انتہائی کھولتا ہوا پانی پئیں گے جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ دے گا۔

(3) ﴿وَّغَسَّاقٌ﴾ ''اور پیپ'' بے حد بدبودار، بدترین پینے کی چیز جو پیپ اور کچ لہو پر مشتمل ہوگی۔

(4) سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جس چیز کی بروودت انتہائی درجہ کی ہو وہ غساق ہے بعض نے کہا یہ ترکی لفظ ہے۔ ترکی زبان میں غساق انتہائی بدبودار چیز کو کہتے ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: غساق کا معنی ہے صباب یعنی سیال، غسقت وہ چیز بہہ گئی۔ اس جگہ مراد ہے وہ پیپ اور کچ لہو جو دوزخیوں کی کھال اور گوشت اور زانیوں کی شرمگاہوں سے بہے گا۔ (تفسیر مظہری:87/10)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (٢١) لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا (٢٢) لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا (٢٣) لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا (٢٤) اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا (٢٥) جَزَآءً وِّفَاقًا (٢٦)﴾ ''یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانہ ہے۔ جس میں وہ عرصہ دراز تک پڑے رہنے والے ہیں۔ اُس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کو چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کو۔ مگر کھولتا ہوا پانی اور بہتی پیپ۔ جو پورا پورا بدلہ ہے'' (النبا:21-26)

سوال2: جہنمیوں کا کھانا کیسا ہوگا؟

جواب: (1) حمیم: گرم کھولتا ہوا پانی جو آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔ (2) غساق: پیپ جہنمیوں کے جسم سے نکلنے والی پیپ اور کچ لہو۔

﴿وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ﴾

''اور اس شکل کی دوسری اور کئی قسمیں ہیں'' (58)

سوال1: ﴿وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ﴾ ''اور اس شکل کی دوسری اور کئی قسمیں ہیں'' طرح طرح کے عذابوں سے انہیں رسوا کیا جائے گا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ﴾ ''اور اس شکل کی دوسری'' یعنی آخری عذاب پہلے جیسا ہوگا۔

(2)﴿اَزْوَاجٌ﴾ ''کئی قسمیں ہیں''، یعنی قسم قسم کے عذاب جن سے انہیں رسوا کیا جائے گا اور انہیں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا جائے گا۔

سوال 2: جہنمیوں کے لئے کیا کچھ مہیا کیا جائے گا؟

جواب: جہنمیوں کے لئے پیپ، کچ لہو، اور کھولتے ہوئے پانی جیسے اور عذاب ہوں گے۔

﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴾

''یہ ایک گروہ تمہارے پاس گھسا چلا آنے والا ہے، اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں، یقیناوہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں'' (59)

سوال 1: ﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴾ ''یہ ایک گروہ تمہارے پاس گھسا چلا آنے والا ہے، اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں، یقیناوہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں'' جہنمی فوج کے لیے کوئی خوش آمدید نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ﴾ ''یہ ایک گروہ تمہارے پاس گھسا چلا آنے والا ہے'' ایک جماعت جب جہنم میں داخل ہو گی تو جہنمی سلام کی بجائے لعنت کریں گے اور کہیں گے وہ ایک فوج ہے جو تمہارے پاس آگ میں گھستی چلی آ رہی ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (۳۸) وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (۳۹)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہو گی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔''

(الاعراف: 39,38)

(3)﴿لَا مَرْحَبًا بِهِمْ﴾ ''اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں'' نہ خوش آمدید ہے، نہ کشادگی، نہ راحت، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو گئے ہو۔

(4)﴿اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴾ ''یقیناوہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں'' یعنی یہ آگ کے شعلوں اور حرارت میں جلیں گے۔ یہ دوزخ میں جلیں گے۔

سوال2: یہ بات کون کہے گا کہ یہ وہ قوم ہے جو تمہارے ساتھ آگ میں جانے والی ہے؟

جواب: (1) یہ بات جہنم کے دربان فرشتے گمراہوں کے لیڈروں اور کافروں کے راہنماؤں سے کہیں گے۔

(2) یہ بات گمراہوں کے لیڈر پیروکاروں کی طرف اشارہ کریں گے۔

سوال3: ﴿لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ﴾ ''اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) مرحبا خیر مقدمی الفاظ جو مہمان کے استقبال کے لئے کہے جاتے ہیں۔ (2) ﴿لَا مَرْحَبًۢا﴾ سے مراد کوئی استقبالیہ الفاظ نہیں۔

سوال4: ﴿لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ﴾ ''اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں'' کون کہے گا؟

جواب: یہ گمراہوں کے لیڈر جہنم میں داخل ہونے والے گناہ گاروں اور کافروں کے لئے کہیں گے۔

سوال5: خیر مقدم نہ کرنے کا کیا سبب بتایا ہے؟

جواب: اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہو رہے ہیں اور جس طرح لیڈر عذاب کے مستحق ہیں پیروکار بھی عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔

﴿قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾

''وہ کہیں گے بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں تم ہی اس کو ہمارے آگے لائے ہو پس کیا ہی بُری ہے جائے قرار!'' (60)

سوال1: ﴿قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ ''وہ کہیں گے بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں تم ہی اس کو ہمارے آگے لائے ہو پس کیا ہی بُری ہے جائے قرار!'' جہنمیوں کے جھگڑے کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے'' گھسنے والی فوج کہے گی۔

(2) ﴿بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا﴾ ''بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں تم ہی اس کو ہمارے آگے لائے ہو'' تمہارے لئے بھی کوئی خوش آمدید، کوئی خیر مقدم نہیں۔ تم ہی تو اس عذاب کو ہمارے سامنے لائے ہو۔ تم نے ہمیں گمراہ کیا اور ہمارے لیے عذاب کا باعث بنے ہو۔

(3) ﴿فَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ ''پس کیا ہی بُری ہے جائے قرار!'' کتنا ہی برا ٹھکانا ہے ہم سب کے لئے۔

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے آگ جلائی تو اس میں ٹڈی اور پتنگے گرنے لگیں اور وہ آدمی ان کو روکے اور میں بھی دوزخ کی آگ سے تمہاری کمروں کو تھامے ہوئے ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکلتے چلے جا رہے ہو۔ (مسلم:5958)

سوال2: پیروکار اپنے لیڈروں سے کیا کہیں گے؟

جواب:(1) پیروکار کہیں گے تمہارے لئے کوئی خوش آمدید نہیں۔(2) تم نے کفر اور گمراہی کو ہمارے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کیا تھا۔ (2) وہ یہ کہیں گے کہ بڑی بری رہنے کی جگہ ہے۔

﴿قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴾

''وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جو شخص اس کو ہمارے آگے لایا ہے، پس اُس کو آگ میں دوگنا عذاب زیادہ دے''(61)

سوال1: ﴿قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴾ ''وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جو شخص اس کو ہمارے آگے لایا ہے، پس اُس کو آگ میں دوگنا عذاب زیادہ دے'' یا اللہ انہیں دوگنا عذاب دے، آیت کی روشنی میں جہنمیوں کی دعا کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے'' وہ گمراہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔

(2) ﴿رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴾ ''کہ اے ہمارے رب! جو شخص اس کو ہمارے آگے لایا ہے، پس اُس کو آگ میں دوگنا عذاب زیادہ دے'' وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جو ہمارے آگے اس برے انجام کو لایا ہے اس کو دہرا عذاب دے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (٦٧) رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (٦٨)﴾ ''اور کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔'' (الاحزاب:67،68)

(4) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لیے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' (الاعراف:38)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام میں آکر نیک بات (یعنی کتاب وسنت کی بات) جاری کی اس کے لئے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے۔ اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں (اس کی دیکھا دیکھی) ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب گھٹے اور جس نے اسلام میں آکر بری چال ڈالی (یعنی جس سے کتاب وسنت نے روکا ہے) اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بار ہے اور ان لوگوں کا بھی بار جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹے۔ (مسلم:2351)

سوال2: ﴿مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: جس نے ہمارے لیے یہ راستہ نکالا۔

(1) اس سے مراد یہ ہے کہ جنہوں نے ہمیں کفر کی دعوت دی۔ (2) اس سے مراد یہ ہے کہ جنہوں نے ہمیں کفر کی طرف بلا کر ہمارے لیے یہ عذاب آگے بھیجا۔

﴿وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ﴾

''اور وہ کہیں گے کہ ہمیں کیا ہے؟ ہم اُن آدمیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے'' (62)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ﴾ ''اور وہ کہیں گے کہ ہمیں کیا ہے؟ ہم اُن آدمیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے'' جہنمی ان کو جہنم میں تلاش کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا﴾ ''اور وہ کہیں گے'' وہ جہنم کے اندر تلاش کرتے ہوئے کہیں گے۔

(2) ﴿مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ﴾ ''کہ ہمیں کیا ہے؟ ہم اُن آدمیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے'' ہم جنہیں برے لوگ سمجھتے تھے، جن کا ہم مذاق اڑاتے تھے جنہیں ہم جہنم کا مستحق سمجھتے تھے وہ ہمیں دوزخ میں دکھائی نہیں دے رہے۔ (3) ان کی مراد اہل ایمان ہوں گے جنہیں وہ جہنم میں تلاش کریں گے۔

سوال 2: اشرار سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد فقراء اور مومنین ہیں۔

سوال 3: کیا فقیری اور ایمان برائی ہیں؟

جواب: یہ ہر دور کے باطل پرستوں کے نزدیک برائی ہے۔

سوال 4: کل کن لوگوں کو اشرار کہا جاتا تھا؟

جواب: کل سیدنا خباب رضی اللہ عنہ، سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ اور مومنین وغیرہ کو اشرار کہا جاتا تھا۔

سوال 5: کیا آج بھی لوگ اہل حق کو اشرار کہتے ہیں؟

جواب: آج بھی اہل باطل حق پرستوں کو بنیاد پرست دہشت گرد وغیرہ جیسے القابات سے نوازتے رہتے ہیں۔

سوال 6: اہل جہنم حق پرستوں کو جہنم میں کیوں تلاش کریں گے؟

جواب: اہل جہنم حق پرستوں کو دنیا میں برا سمجھتے ہیں وہاں بھی وہ دیکھنا چاہیں گے کہ اُن کا کیا انجام ہوا۔

﴿اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ﴾

''کیا ہم نے اُن کا مذاق بنایا تھا یا اُن سے ہماری نگاہیں ہٹ گئی ہیں؟''(63)

سوال1:﴿اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ﴾''کیا ہم نے اُن کا مذاق بنایا تھا یا اُن سے ہماری نگاہیں ہٹ گئی ہیں؟'' وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ﴾''کیا ہم نے اُن کا مذاق بنایا تھا یا اُن سے ہماری نگاہیں ہٹ گئی ہیں؟'' وہ کہیں گے ہماری نگاہ ان سے چوک گئی ہے یا وہ ہمارے ساتھ ہی کہیں عذاب میں ہیں؟

(2)دوسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شاید وہ ہمارے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوں مگر وہ ہماری نظروں سے اوجھل رہ گئے ہوں۔ایک احتمال یہ ہے کہ ان کا اہل ایمان کے بارے میں یہ موقف، دنیا میں ان کے دلوں میں جڑ پکڑ کر عقائد میں ڈھل گیا تھا، انہوں نے اہل ایمان کے بارے میں نہایت کثرت سے جہنمی ہونے کا حکم لگایا، وہ ان کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا اور ان کے دل اسی رنگ میں رنگے گئے تھے۔اسی حال میں انہوں نے متذکرہ بالا الفاظ کہے۔یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا کلام، خلاف واقعہ اور ملمع سازی کے زمرے میں آتا ہے، جیسا کہ وہ دنیا میں ملمع سازی کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ انہوں نے جہنم میں بھی ملمع سازی کی، اسی لیے اہل اعراف اہل جہنم سے کہیں گے:﴿اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾''کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائیں تھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے''(الاعراف:49)(تفسیر سعدی:2311,2310/3)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (۱۰۹) فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ (۱۱۰)﴾''یقیناً میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تُو ہمیں معاف فرما دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے''(المومنون:109،110)

سوال2:اہل باطل نے کیا حق پرستوں کا مذاق بنا رکھا تھا؟

جواب:اہل باطل نے دنیا میں حق پرستوں کا مذاق بنا رکھا تھا۔

سوال3:ہماری آنکھیں دیکھتی نہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے وہ ہمارے ساتھ نہیں اور ہماری نظریں انہیں دیکھ نہیں پا رہیں۔

﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ﴾

''یقیناً اہلِ دوزخ کا آپس میں جھگڑنا حق ہے''(64)

سوال1:﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ﴾''یقیناً اہلِ دوزخ کا آپس میں جھگڑنا حق ہے'' دوزخیوں کے جھگڑے کی خبر سچی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ﴾''یقیناً یہ حق ہے'' رب العزت نے اپنی دی ہوئی خبر کے بارے میں تاکیداً فرمایا، کہ سچی خبر ہے جو دوزخیوں کے بارے میں ہے۔

(2)﴿تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ﴾''اہلِ دوزخ کا آپس میں جھگڑنا'' دوزخیوں کا جھگڑنا ایک دوسرے پر لعنت کرنا سچ ہے، اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

سوال2: اہل جہنم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حقیقت واضح کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جہنم والے ایک دوسرے سے تکرار بھی کریں گے اور ایک دوسرے کو طعنے بھی دیں گے۔

رکوع نمبر 14

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف ایک خبردار کرنے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، بڑے دبدبے والا ہے''(65)

سوال1:﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾''آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف ایک خبردار کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، بڑے دبدبے والا ہے'' نبی ﷺ اللہ واحد وقہار کے رسول ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾''آپ کہہ دیں'' اے رسول ﷺ! آپ جھٹلانے والوں سے کہہ دیجئے۔

(2)﴿اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ﴾''میں تو صرف ایک خبردار کرنے والا ہوں'' میں تو صرف برے انجام سے تنبیہ کرنے والا ہوں، میں تمہیں نیکی کی طرف بلاتا ہوں اور برائی اور شر سے روکتا ہوں۔ میں تمہیں بھلائی کی رغبت دلاتا ہوں اب جو ہدایت اختیار کرے تو اس کے اپنے لیے بھلائی ہے اور جو گمراہ ہوا اس کے اپنے لیے تباہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾''ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں جو لوگ باتیں بناتے ہیں اور آپ اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو آپ اس قرآن سے اُس شخص کو نصیحت کردو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے''(ق:45)

(3)﴿وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، بڑے دبدبے والا ہے'' میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلاتا ہوں یہ کہ تم لا الہ الا اللہ پر اعتماد رکھو۔(الاساس فی التفسیر 4804/8)

(4)اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت حق نہیں۔ وہی عبادت کا مستحق ہے۔

(5)اس قطعی دلیل و برہان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات ہے کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے، کیونکہ غلبہ وحدت کو مستلزم ہے، لہٰذا کبھی بھی یہ ممکن نہیں کہ دو ہستیاں مساوی طور پر غالب ہوں۔ پس وہ ہستی جو تمام کائنات پر غالب و قاہر ہے، وہ ایک ہی ہے، اس کی کوئی نظیر نہیں، وہی اس بات کی مستحق ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، جیسا کہ وہ اکیلی غالب ہے۔(تفسیر سعدی:2312,2311/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی صفات الواحد اور الغفار کا شعور کیسے دلایا گیا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یعنی وہ الواحد ہے اس کے سوا کوئی الوہیت کا حق نہیں رکھتا۔

(2)اللہ تعالیٰ القہار ہے غالب ہو کر رہنے والا ہے یعنی وہی الٰہ ہے معبود ہے۔ وہی معبود کے طور پر غالب ہونے والا ہے۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾

''وہ آسمانوں اور زمین کا اور اُن دونوں کے درمیان کا رب ہے، سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے''(66)

سوال 1:﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا اور اُن دونوں کے درمیان کا رب ہے، سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا رب ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا اور اُن دونوں کے درمیان کا رب ہے'' یعنی وہ سارے جہان کا خالق ہے، مالک ہے، متصرف ہے، رب ہے، رازق ہے، پرورش کرنے والا ہر چیز کی تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

(2)﴿الْعَزِيْزُ﴾ ''سب پر غالب'' اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ اس نے اپنی قوت اور غلبے سے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔

(3)﴿الْغَفَّارُ﴾ ''بے حد بخشنے والا ہے'' اس سے پہلی آیت میں اپنی صفت قہاری کا ذکر فرمایا۔ جبکہ مخاطب کافر تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دبا کر رکھنے والا ہے۔ کافر اس کی گرفت سے کسی وقت بھی بچ نہیں سکتے۔ اور اس آیت میں اپنی صفت غفاری کا ذکر فرمایا یعنی جو بندے ایمان لے آئیں اور اس کے بندے بن کر رہیں ان کے گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے۔(تیسیر القرآن:744/3)

(4)جو کوئی توبہ کر کے گناہوں سے باز آجاتا ہے وہ اس کے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ پس یہی وہ ہستی ہے جو ہر اس ہستی کے سوا عبادت اور محبت کیے جانے کی مستحق ہے، جو پیدا کر سکتی ہے نہ رزق دے سکتی ہے، جو نقصان پہنچا سکتی ہے نہ نفع، جسے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں، جس کے پاس قوت اقتدار ہے نہ اس کے قبضۂ قدرت میں گناہوں کی بخشش ہے۔(تفسیر سعدی:2313/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور القہار کا شعور کیسے دلایا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے سے العزیز اور القہار ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) رب وہ ہے جو بتدریج نشوونما کرنے والا ہے اس نشوونما کے عمل میں کوئی اس پر غالب نہیں وہ غلبہ رکھتا ہے۔

(3) وہ پروان چڑھاتا ہے تدبیر اور انتظام کرتا ہے کوئی اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں۔

(4) وہ آسمان کا رب ہے، زمین کا رب ہے اور ان دونوں کے درمیان ہر چیز کا رب ہے۔ وہ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے وہ العزیز ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے سے القہار ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(6) جو رب پرورش کرتا ہے۔ نشوونما کرتا ہے بتدریج بڑھاتا رہتا ہے وہ کمی کو مادی طور پر پورا کرتا ہے ایسے ہی وہ انسانوں کی کمیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرنے والا ہے یقیناً وہ الغفار ہے۔

﴿قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ﴾

''آپ کہہ دیں کہ وہ ایک بہت بڑی خبر ہے'' (67)

سوال1: ﴿قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ وہ ایک بہت بڑی خبر ہے'' وہ ایک بڑی خبر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں ہے'' اے نبی ﷺ! آپ انہیں بتا دیجئے۔

(2) ﴿هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ﴾ ''وہ ایک بہت بڑی خبر ہے'' یعنی میں نے تمہیں حیات بعد الموت، حشر ونشر اور اعمال کی جزا وسزا کے بارے میں جو خبر دی ہے، وہ بہت بڑی خبر ہے اور اس بات کی پوری پوری مستحق ہے کہ اس کے معاملے کو بہت اہم سمجھا جائے اور اس بارے میں غفلت کو جگہ نہ دی جائے۔ (تفسیر سعدی: 2313/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ ۝١ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝٢ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝٣ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝٤ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ﴾ ''کس چیز کے بارے میں وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں؟ بڑی خبر کے بارے میں۔ جس کے بارے میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے۔ پھر ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' (النبا: 1-5) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝١ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ

پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔" (الحج:1,2)

(5) یعنی آپ ﷺ فرمادیں کہ یہ ایک بڑی شان اور عظمت والی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری راہنمائی کے لیے رسول بنا کر بھیجا مگر افسوس تم اس سے منہ پھیر رہے ہو۔ (مختصر ابن کثیر:1722/2)

سوال 2: بہت بڑی خبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ایسی خبر ہے جس سے آخرت کے عذاب سے ڈرایا جارہا ہے۔

(2) اس سے مراد ہے کہ تمہیں توحید کی طرف بلایا جارہا ہے۔

﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴾

"جس سے تم منہ پھیرنے والے ہو" (68)

سوال 1: ﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴾ "جس سے تم منہ پھیرنے والے ہو" تم اس سے منہ موڑ رہے ہو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴾ "جس سے تم منہ پھیرنے والے ہو" یعنی تم غور وفکر نہیں کرتے کہ تمہیں میری نبوت کی صداقت کا علم ہو۔ (تفسیر الوسیط:568/3)

(2) یعنی تم اس کی سماعت میں اس کے معانی کو سمجھنے میں رغبت نہیں رکھتے (ایسر التفاسیر:1321)

(3) تم اس سے اعراض کرتے ہو۔ گویا تمہیں حساب کتاب اور ثواب وعذاب کا سامنا کرنا ہی نہیں اگر تمہیں میری بات میں کوئی شک اور میری خبر میں کوئی شبہ ہے تو میں تمہیں کچھ ایسی خبریں دیتا ہوں جن کا مجھے کچھ علم نہ تھا نہ میں نے ان کو کسی کتاب میں پڑھا۔ میری خبریں کسی کمی بیشی کے بغیر صحیح ثابت ہوئی ہیں یہ میری صداقت اور جو کچھ میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اس کی صحت پر سب سے بڑی اور واضح دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی:2313/3)

سوال 2: بڑی خبر سے اعراض کرنے کی طرف کیوں توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: بڑی خبر سے اعراض کرنے کی طرف اس لیے توجہ دلائی گئی ہے کہ لوگ اس سے منہ پھیر رہے ہیں جب کہ یہ ایک بڑی حقیقت ہے جس کی خبر دی جارہی ہے لہٰذا اس پر توجہ دو اور سنجیدگی سے غور کرو اس سے غافل نہ رہو۔

﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾

''مجھے اُس وقت کا کوئی علم نہیں ہے جب سب سے اونچی مجلس کے بارے میں وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے''(69)

سوال1:﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾''مجھے اُس وقت کا کوئی علم نہیں ہے جب سب سے اونچی مجلس کے بارے میں وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے''جب ملاءاعلیٰ میں جھگڑے ہوئے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾''مجھے اُس وقت کا کوئی علم نہیں ہے جب سب سے اونچی مجلس کے بارے میں وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے''یعنی اگر میرے پاس وحی نہ آتی تو مجھے کہاں سے علم ہوتا کہ ملاءاعلیٰ میں سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں جھگڑے ہوئے تھے۔ابلیس سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کرتا اور سیدنا آدم علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا رب کے سامنے اظہار کرتا ہے۔(مختصرابن کثیر:2/1722)

(2)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا:''یقیناً میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔''(البقرۃ:30)

سوال2:فرشتوں کی بحث وتکرار سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد وہ گفتگو ہے جو سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہوئی تھی۔

﴿إِنْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ﴾

''میری طرف وحی نہیں کی جاتی اس کے سوا کہ یقیناً میں صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں''(70)

سوال1:﴿إِنْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ﴾''میری طرف وحی نہیں کی جاتی اس کے سوا کہ یقیناً میں صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں''میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کرنے والا ہوں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿إِنْ يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾''میری طرف وحی کی جاتی ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی کی ہے۔

(2)﴿إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ﴾''اس کے سوا کہ یقیناً میں صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں''میں واضح طور پر تنبیہ کرنے والا ہوں نبی ﷺ سے زیادہ کوئی پیغام دینے والا نہیں ہے۔

سوال2:نبی کی طرف اس کے مقام اور مرتبے کے بارے میں کیا وحی کی جاتی ہے؟

جواب:نبی کی طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ وہ نذیر مبین ہے لہٰذا وہ''انذار''یعنی لوگوں کو برے انجام سے ڈرانے کا کام کریں۔

سوال3:نذیر مبین ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:نذیر مبین ہونے سے مراد ہے کہ صاف خبردار کرنے والا ہوں۔

سوال 4: نذیر مبین کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

جواب: (1) نذیر مبین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض سے آگاہ کردے جن کو ادا کر کے انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتا ہے۔

(2) نذیر مبین کی ذمہ داری ہے کہ وہ حرام چیزوں اور نافرمانیوں کے بارے میں آگاہ کردے جن کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور جن سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے۔

﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ﴾

''جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: ''یقیناً میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں'' (71)

سوال 1: ﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ﴾ ''جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: ''یقیناً میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں'' فرشتوں سے آدم علیہ السلام کی پیدائش کا تذکرہ، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ ''جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا'' یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں کو خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

(2) ﴿اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ﴾ ''یقیناً میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں'' یعنی میں ایک لیس دار چکنی مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔

(3) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو تمام زمین سے جمع شدہ مٹھی بھر خاک سے پیدا فرمایا۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کی اولاد بھی مٹی کی طرح مختلف ہے، (رنگت کے اعتبار سے) کوئی ان میں سے سرخ، کوئی سفید، کوئی سیاہ اور کوئی درمیانی رنگت والا، (طبیعت کے اعتبار سے) کوئی نرم خو، کوئی سخت مزاج اور کوئی درمیانی طبیعت والا اور (عمل کے اعتبار سے) کوئی انتہائی خبیث، کوئی بہت اچھا اور کوئی درمیانے عمل والا۔ (مسند احمد: 19663)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کیا کہا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ ارشاد فرمایا میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

سوال 3: انسان کو بشر کیوں کہا گیا؟

جواب: بشر زمین سے وابستگی کی وجہ سے کہا۔ انسان سب کچھ اس زمین پر کرتا ہے اس کی اصل مٹی ہے۔

﴿فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ﴾

''چنانچہ جب میں اُسے پورا بنادوں اور اُس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم اُس کے لئے سجدے میں گر جاؤ''(72)

سوال1:﴿فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ﴾''چنانچہ جب میں اُسے پورا بنادوں اور اُس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم اُس کے لئے سجدے میں گر جاؤ'' آدم کو سجدہ کرنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ﴾''چنانچہ جب میں اُسے پورا بنادوں''یعنی جب میں آدم کو پوری طرح تیار کرلوں۔اس کا جسم مکمل طور پر درست ہوجائے۔

(2)﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ﴾''اور اُس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں''یعنی جب میں سیدنا آدم علیہ السلام کے جسم میں روح پھونک دوں یعنی جان ڈال دوں۔

(3)﴿فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ﴾''تو تم اُس کے لئے سجدے میں گر جاؤ''تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔اس سجدے سے نئی مخلوق کی عزت مطلوب تھی۔

سوال2:جب میں اسے درست کرلوں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ اسے انسانی وجود میں ڈھال کر اس کے تمام حصے درست کرلوں۔

سوال3:اپنی روح پھونکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اپنی روح پھونکنے سے مراد ہے کہ جس روح کا میں مالک ہوں اس کے پھونکتے ہی انسان میں زندگی، حرکت اور توانائی پیدا ہوجائے گی۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونک کر اس کے ساتھ کیا احسان فرمایا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ اس میں جو روح پھونکی ہے اسے اپنی روح قرار فرمایا ہے۔

سوال5:فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا یہ کیسا سجدہ تھا؟

جواب:یہ سجدہ عبادت نہیں تھا یہ سجدہ تعظیمی تھا۔

سوال6:کیا اسلام میں سجدہ تعظیمی کی اجازت ہے؟

جواب:پہلے تھی اب نہیں،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اگر یہ سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''(مشکوۃ)

﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾

''پس سب کے سب فرشتوں نے اُسے سجدہ کیا''(73)

سوال1:﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾''پس سب کے سب فرشتوں نے اُسے سجدہ کیا''فرشتوں نے سجدہ کیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾''فرشتوں نے اُسے سجدہ کیا''جب فرشتوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی روح اور بدن کی تخلیق کو مکمل دیکھا اوران پر سیدنا آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہوگئی تو رب العزت نے حکم دیا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو انہوں نے سجدہ کیا۔

(2)﴿كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾''سب کے سب''جو کوئی آسمان میں تھے یا زمین میں سب نے سجدہ کیا۔(ایسر التفاسیر:1322)

سوال2:فرشتوں نے سجدے کے حکم کو کیسے پورا کیا؟

جواب:سب فرشتوں نے سجدہ کیا کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہا۔

﴿اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''سوائے ابلیس کے،اُس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا''(74)

سوال1:﴿اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾''سوائے ابلیس کے،اُس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا''ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾''سوائے ابلیس کے''ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔اس نے انکار کردیا۔

(2)﴿اِسْتَكْبَرَ﴾''اُس نے تکبر کیا''اس نے غرور،حسد اور تکبر سے سجدہ کرنے میں اپنی توہین سمجھی اور سیدنا آدم علیہ السلام کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار کیا۔

(3)﴿وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾''اور وہ کافروں میں سے ہوگیا''یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں تکبر کیا اور سجدے کے حکم کو ٹھکرا کر کافروں میں سے ہوگیا۔

سوال2:ابلیس نے سجدہ کیوں نہ کیا؟

جواب:ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کے جواب میں:(1)اس نے تکبر کیا تھا(2)وہ کافروں میں سے ہوگیا۔

سوال3:ابلیس اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار اور اطاعت گزار تھا وہ کیسے کافر ہوگیا؟

جواب:ابلیس اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرکے،اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرکے کافر ہوگیا۔

﴿قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے ابلیس!کس نے تجھے روکا کہ تُو اُسے سجدہ نہ کر جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا؟کیا تو بڑا بن گیا

تھا یا تو بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہے؟''(75)

سوال1:﴿قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ﴾'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ابلیس! کس نے تجھے روکا کہ تُو اُسے سجدہ نہ کر جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا؟ کیا تو بڑا بن گیا تھا یا تو بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہے؟'' ابلیس پر عتاب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا۔

(2)﴿یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ﴾ ''اے ابلیس! کس نے تجھے روکا کہ تُو اُسے سجدہ نہ کر جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا؟'' یعنی جسے میں نے عزت اور فوقیت دی اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے منع کیا؟

(3)﴿اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ﴾ ''کیا تو بڑا بن گیا تھا یا تو بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہے؟'' رب العزت نے سوال کیا کہ تجھے تکبر کی بیماری ہے یا تم بڑے درجے والوں میں سے ہو؟

(4) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں: اللہ تعالیٰ نے بڑی صراحت سے فرمایا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے پتلے کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ اس سے کائنات کی تمام اشیاء پر سیدنا آدم علیہ السلام اور بنی آدم کا شرف اور فضیلت ثابت ہوئی۔ دوسرے اس سے ڈارون کے نظریہ ارتقا کا رد ہوا۔ تیسرے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، آنکھیں اور پاؤں وغیرہ ہونے سے یکسر منکر ہیں۔ ان کی بنائے استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے تو اس کے ہاتھ پاؤں کیسے ہوں سکتے ہیں لامحالہ ایسی آیات اور ایسے الفاظ کی تاویل کرنا ضروری ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات علم اور قدرت وغیرہ کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے لیکن اس کی ذات عرش پر ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ خود اپنے ہاتھ پاؤں وغیرہ صراحت سے ذکر کرتا ہے تو دوسرا کون اس سے بڑھ کر اس کی تنزیہہ کر سکتا ہے۔ خواہ اس نے اپنے ہاتھ، پاؤں وغیرہ کا ذکر ہمارے سمجھانے کے لئے کیا ہوتا ہم کیا تو ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کے ہاتھ آنکھیں اور پاؤں کیسے ہیں۔ تو یہ بات ہم سمجھنے کے نہ مکلف ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں ہماری عافیت بس اس میں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ فرمائے اسے جوں کا توں تسلیم کر لیں (تیسیر القرآن 745/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کے اسباب کیسے دریافت کئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ پوچھا (1) تم تکبر میں مبتلا ہو گئے تھے۔ (2) یا تم بڑے درجے والوں میں سے تھے۔

﴿قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ﴾

''اُس نے کہا: ''میں اُس سے بہتر ہوں، تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے پیدا کیا'' (76)

سوال1:﴿قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ﴾ ''اُس نے کہا: ''میں اُس سے بہتر ہوں، تُو نے مجھے

آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے پیدا کیا'' میں اس سے بہتر ہوں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ﴾ ''میں اُس سے بہتر ہوں'' ابلیس نے رب العزت کے حکم کا انکار کرتے ہوئے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔

(2)﴿خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ ''تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے پیدا کیا'' یہ فاسد قیاس ہے، کیونکہ آگ کا عنصر شر، فساد، تکبر، طیش اور خفت کا مادہ ہے اور مٹی کا عنصر وقار، تواضع اور مختلف انواع کے شجر و نباتات کا مادہ ہے، مٹی آگ پر غالب ہے اسے بجھا دیتی ہے۔ آگ کسی ایسے مادے کی محتاج ہے جو اس کو قائم رکھے اور مٹی بنفسہ قائم ہے۔ یہ تھا کفار کے شیخ کا قیاس جس کی بنیاد پر اس نے اللہ تعالیٰ کے بالمشافہ حکم کی خلاف ورزی کی۔ اس قیاس کا بطلان اور فساد بالکل واضح ہے۔ جب ان کے استاد کے قیاس کا یہ حال ہے تو شاگردوں کا کیا حال ہوگا جو اپنے باطل قیاسات کے ذریعے سے حق کی مخالفت کرتے ہیں، ان کے قیاسات، اس قیاس کی نسبت زیادہ باطل ہیں۔ (تفسیر سعدی:2314/3)

سوال 2: ابلیس کو کس چیز کا تکبر تھا؟

جواب: ابلیس نے یہ سمجھا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور سیدنا آدم علیہ السلام مٹی سے آگ مٹی سے افضل ہے اس لئے میں سیدنا آدم علیہ السلام سے افضل ہوں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کے افضل ہونے کو کیسے ثابت کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا یعنی مٹی کو آگ کے مقابلے میں شرف حاصل ہے۔

﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر نکل جا یہاں سے! کہ یقیناً تو مردود ہے'' (77)

سوال 1:﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر نکل جا یہاں سے! کہ یقیناً تو مردود ہے'' ابلیس کو مردود قرار دے دیا گیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' رب العزت نے فرمایا۔

(2)﴿فَاخْرُجْ مِنْهَا﴾ ''پھر نکل جا یہاں سے!'' جنت سے یعنی عزت کے مقام سے نکل جاؤ۔

(3)﴿فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴾ ''یقیناً تو مردود ہے'' یعنی تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر کے ذلیل و خوار بنا دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے تکبر پر اسے کیا حکم دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں سے نکل جاؤ تم مردود ہو۔

﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾

''اور یقینا تجھ پر جزا کے دن تک میری لعنت ہے''(78)

سوال1: ﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''اور یقینا تجھ پر جزا کے دن تک میری لعنت ہے'' جزا کے دن تک لعنت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ﴾ ''اور یقینا تجھ پر میری لعنت ہے'' رب العزت نے ابلیس سے کہا: تجھ پر میری لعنت ہے۔ میں نے تجھے اپنی رحمت سے دور کر کے ذلیل وخوار کر دیا۔

(2) ﴿اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''جزا کے دن تک'' یعنی قیامت کے دن تک بلکہ دائمی ہے۔ کبھی یہ لعنت ختم نہیں ہوگی۔

﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

اُس نے کہا: ''اے میرے رب! پھر مجھے اُس دن تک مہلت دے جب لوگ اُٹھائے جائیں گے''(79)

سوال1: ﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ اُس نے کہا: ''اے میرے رب! پھر مجھے اُس دن تک مہلت دے جب لوگ اُٹھائے جائیں گے'' مجھے مہلت دے دیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' ابلیس نے کہا۔

(2) ﴿رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''اے میرے رب! پھر مجھے اُس دن تک مہلت دے جب لوگ اُٹھائے جائیں گے'' اے میرے رب! مجھے مہلت دے دے تاکہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں جس کے لیے تو نے گمراہ ہونا مقدر کیا ہو۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم عدولی پر کیا سزا دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ پر قیامت کے دن تک لعنت اور پھٹکار ہے۔

سوال3: ابلیس نے رب سے کیا مطالبہ کیا؟

جواب: ابلیس نے رب سے مطالبہ کیا کہ اے میرے رب مجھے لوگوں کے جی اُٹھنے تک مہلت دے

﴿قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس یقینا تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے''(80)

سوال1:﴿قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''پس یقینا تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے''تمہیں مہلت دے دی گئی،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا''رب العزت نے اپنی حکمت کے مطابق ابلیس کو مہلت دیتے ہوئے فرمایا۔

(2)﴿فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾''پس یقینا تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے''تجھے مہلت دے دی گئی۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے مطالبے کا کیا کیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مہلت دے دی۔

﴿اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾

ایک مقررہ وقت کے دن تک''(81)

سوال1:﴿اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾ایک مقررہ وقت کے دن تک''مقررہ مدت تک مہلت ہے،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾''ایک مقررہ وقت کے دن تک''یعنی اس دن تک تمہیں مہلت دی جاتی ہے جس کا وقت مقرر ہے۔

(2)جب سیدنا آدم علیہ السلام کی ذریت پوری ہوجائے گی تو امتحان بھی ختم ہوجائے گا۔

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''اُس نے کہا:''تو تیری عزت کی قسم!میں اُن سب کو ضرور گمراہ کروں گا''(82)

سوال1:﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''اُس نے کہا:''تو تیری عزت کی قسم!میں اُن سب کو ضرور گمراہ کروں گا''میں ان لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا،آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''اُس نے کہا''ابلیس نے سیدنا آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کے ساتھ اپنی دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''تو تیری عزت کی قسم!میں اُن سب کو ضرور گمراہ کروں گا''یعنی میں آپ کی عزت کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں کہ ساری نسل اور سیدنا آدم علیہ السلام کو گمراہ کروں گا۔

سوال2:ابلیس نے مہلت ملنے پر کیا وعدہ کیا؟

جواب:ابلیس نے مہلت ملنے پر اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہا میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا۔

﴿اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''سوائے تیرے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے'' (83)

سوال 1: ﴿اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''سوائے تیرے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے'' تیرے مخلص بندوں پر میرا زور نہیں چلے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''سوائے تیرے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے'' ابلیس جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کو بچا لے گا اس لیے اس نے مخلص بندوں کو مستثنیٰ کر دیا۔

سوال 2: ابلیس نے کن لوگوں کو شیطانی اغواء سے مستثنیٰ قرار دیا؟

جواب: ابلیس نے مخلص لوگوں کے بارے میں بتایا کہ ان کو میں گمراہ نہیں کر سکوں گا۔

سوال 3: مخلص لوگوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: مخلص لوگوں سے مراد ایسے لوگ ہیں جو چنے ہوئے اور پسندیدہ ہوتے ہیں۔

﴿قَالَ فَالْحَقُّ ۚ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو حق یہ ہے اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں'' (84)

سوال 1: ﴿قَالَ فَالْحَقُّ ۚ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ﴾ ''تو حق یہ ہے اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں'' اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' رب العزت نے فرمایا۔

(2) فَالْحَقُّ یعنی میں ہی حق ہوں۔

(3) ﴿وَالْحَقَّ اَقُوْلُ﴾ ''اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں'' یعنی میری ذات حق، میری بات حق، حق میرا وصف اور میرا قول ہے۔ میں حق بات کرتا ہوں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیسی اغواء کے پروگرام کا کیا جواب دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حق ہے اور میں سچ ہی کہتا ہوں یعنی میری بات غلط نہیں ہو سکتی۔

﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''کہ میں تجھ سے اور اُن تمام لوگوں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا جنہوں نے اُن میں سے تیری پیروی کی ہے'' (85)

سوال 1: ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''کہ میں تجھ سے اور اُن تمام لوگوں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا جنہوں نے اُن میں سے تیری پیروی کی ہے'' میں سب کو جہنم میں بھر دوں گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ﴾ ''کہ میں تجھ سے اور اُن تمام لوگوں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا'' رب العزت نے فرمایا میں تمہیں جہنم رسید کر دوں گا۔

(2) ﴿وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''جنہوں نے اُن میں سے تیری پیروی کی ہے'' تیری پیروی کرنے والے جنوں اور انسانوں کو جہنم سے بھر دوں گا جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے لیکن میری طرف سے بات سچ ثابت ہوگئی کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' (السجدہ:13)

(3) ﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا! پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تم سب کا پورا پورا بدلہ یقیناً جہنم ہی ہے۔'' (بنی اسرائیل:63)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیسی اغواء کے پروگرام پر کیا اعلان فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جہنم کو تجھ سے اور تیرے ماننے والوں سے بھر دوں گا۔

﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں'' (86)

سوال 1: ﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں'' میں تم سے اجر نہیں مانگتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے فرمایا: اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں۔

(2) ﴿مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ﴾ ''میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا'' میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا تم سے کوئی بدلہ، کوئی اجر نہیں مانگتا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔'' (الفرقان:57)

(3) ﴿قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں نے

تم سے جو اجر مانگا ہے وہ تمہارے لیے ہی ہے، میرا اجر صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔" (سبا:47)

(4)﴿وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ "اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں" یعنی میں ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا جس کا مجھے اختیار نہ ہو۔ نہ میں ایسی بات کی ٹوہ میں رہتا ہوں جس کا مجھے علم نہیں۔ میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔ (تفسیر سعدی:2316/3)

(5) سیدنا مسروق رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا اے لوگو! جس شخص کو کسی چیز کا علم ہو تو وہ اسے بیان کرے اگر علم نہ ہو تو کہے کہ اللہ ہی کو زیادہ علم ہے کیونکہ یہ بھی علم ہی ہے کہ جو چیز نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہہ دے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے بھی کہہ دیا تھا کہ "آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن یا تبلیغ وحی کی کوئی اجرت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والا ہوں۔" (بخاری:4809)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا، ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (بخاری:7293)

سوال 2: میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا" اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ میں حق کی دعوت دے کر دنیا کمانا نہیں چاہتا۔

سوال 3: میں تکلیف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: میں تکلیف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ میں کسی کمی بیشی کے بغیر حق بات تم تک پہنچا رہا ہوں۔

(1) اس سے مراد یہ ہے کہ میں باتیں گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر رہا۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ میں تم سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کر رہا جس کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

"یہ تو ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیے" (87)

سوال 1: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ "یہ تو ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیے" قرآن تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ هُوَ﴾ "یہ تو" یعنی یہ وحی اور قرآن۔ (2) ﴿اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ "ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیے" یعنی جہان والے اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور قرآن سارے جہان والوں کے لیے باعث عزت ہے۔

(3) ﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ

اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔'' (انعام:19)

(4)﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۫ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور ایک گواہ اس کی طرف سے اس کی تائید کر رہا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی جو رہنما اور رحمت تھی، یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے تو اس کے وعدے کی جگہ آگ ہے۔ چنانچہ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں، آپ کے رب کی طرف سے یقیناً یہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (ہود:17)

سوال 2: قرآن مجید کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حقیقت واضح کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن دنیا بھر کے انسانوں کے لئے نصیحت ہے۔

سوال 3: قرآن مجید کس کے لئے نصیحت بنتا ہے؟

جواب: قرآن اس کے لئے نصیحت بنتا ہے جو اس کی نصیحت حاصل کرنا چاہے۔

﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾

''اور یقیناً تم کچھ وقت کے بعد اُس کی خبر کو ضرور جان لو گے'' (88)

سوال 1: ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾ ''اور یقیناً تم کچھ وقت کے بعد اُس کی خبر کو ضرور جان لو گے'' بہت جلد قرآن کی صداقت اور شہرت کو جان جاؤ گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَتَعْلَمُنَّ﴾ ''ضرور جان لو گے'' رب العزت نے فرمایا کہ مشرک جلد ہی قرآن کے بارے میں اس کی صداقت اور شہرت کو جان جائیں گے۔ (2)﴿نَبَاَهٗ﴾ ''اُس کی خبر'' یعنی قرآن کی خبریں۔

(3)﴿بَعْدَ حِيْنٍ﴾ ''کچھ وقت کے بعد'' موت کے بعد یا قیامت کے دن۔

(4)بدر کے دن اور فتح مکہ کے دن سب نے جان لیا تھا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حقیقت کھلنے کے بارے میں فرمایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ کچھ عرصہ تک آپ کے سامنے قرآن مجید کے وعدوں اور وعید کی حقیقت کھل جائے گی۔

﴿ اٰیاتها ۷۵ ﴾ ﴿ ۳۹ سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ۵۹ ﴾ ﴿ رکوعاتها ۸ ﴾

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔اس میں 8رکوع اور 75 آیات ہیں۔

سوال2:مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 39اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 59 ہے۔

سوال3:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورت الزمر اور سورت بنی اسرائیل جب تک پڑھ نہ لیتے سوتے نہ تھے۔(ترمذی:3405)

رکوع نمبر 15

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾

''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''(1)

سوال1:﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''قرآن اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے بارے میں آگاہ کرتا ہے،آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ﴾''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے''یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۹۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (۱۹۴) بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (۱۹۵)﴾''اور بلاشبہ یہ یقیناً جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔واضح عربی زبان میں۔''(الشعراء:192-195)

(2)﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اس ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا جب کہ وہ اُن کے پاس آ گیا حالانکہ یقیناً وہ ایک باعزت کتاب ہے۔ باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔'' (فصلت:42,41)

(3)﴿تَنزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔'' (الحاقۃ:43)

(4)﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ ''الر۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔'' (ہود:1)

(5)﴿تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ''وسیع رحمت والے، بے حد رحم والے کی جناب سے اُتاری ہوئی ہے۔'' (فصلت:2)

(6)﴿الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کی عظمت اور اس ہستی کے جلال کے بارے میں آگاہ کرتا ہے جس نے اس قرآن کے ذریعے سے کلام کیا اور جس کی طرف سے یہ قرآن نازل ہوا۔ نیز اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ جو غالب اور حکمت والا ہے۔ مخلوق کے لیے الوہیت اس کا وصف ہے، کیونکہ وہ عظمت وکمال اور عزت وغلبہ کا مالک ہے جس کی بنا پر وہ تمام مخلوق پر غالب اور ہر چیز اس کی مطیع اور اس کے سامنے سرافگندہ ہے۔ اس کی تخلیق وامر حکمت پر مبنی ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ نے جس ہستی پر اسے نازل فرمایا ہے اس کے ذریعے سے اس کے کمال کو بیان فرمایا اور وہ ہستی محمد مصطفی ﷺ کی ذات بابرکات ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہے۔ (ii) یہ کتاب اپنی دعوت سمیت، تمام کتابوں میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہے اور یہ سراسر حق ہے۔ پس قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا جو اپنی سچی خبروں اور عدل وانصاف پر مبنی احکام پر مشتمل ہے تاکہ مخلوق کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لائے اور یہ کتاب اپنی اخبار صادقہ اور اپنے احکام عادلہ کے بارے میں حق پر مشتمل ہے۔ (تفسیر سعدی:2317/3)

(7) نازل کرنے والا چونکہ زبردست ہے اس لیے اس کتاب کے احکام پھیل کر اور نافذ ہو کر رہیں گے۔ کوئی مقابل ومزاحم اس کے شیوع ونفاذ کو روک نہیں سکتا۔ اور حکیم ہے اس لیے دنیا کی کوئی کتاب اس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (تفسیر عثمانی:485/2)

(8) رب العزت نے فرمایا﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لیے واقعی بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (الجاثیہ:3,2)

(9)﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ (۳)﴾ ''اس کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب کمال حکمت والا ہے۔ ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ایک وقت مقررہ کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہیں جس سے اُنہیں ڈرایا گیا ہے۔'' (الاحقاف:3,2)

(10)﴿حٰمٓ (۱) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۲) غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۳)﴾ ''حم۔ اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو سب پر غالب، ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا دینے والا، بڑے فضل والا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (المومن:1-3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نزول سے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا شعور دلایا۔

(2) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ غلبہ رکھتا ہے اُس نے انسانوں کے لیے زندگی گزارنے کا پروگرام دیا ہے۔

(3) وہ انسانوں کی زندگیوں، ان کی نفسیات، ان کی ضروریات ان کے میلانات، ان کے حالات، ان کے واقعات، ان کے ماضی، حال اور مستقبل کا علم رکھتا ہے۔ وہ اپنے علم کی بنیاد پر انسانی زندگی کے لیے حکمت بھرے فیصلے کرتا ہے یقیناً وہ العزیز اور الحکیم ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾

''یقیناً اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں
کہ اُسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو'' (2)

سوال 1: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ ''یقیناً اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں کہ اُسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو'' قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ ''یقیناً اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے'' قرآن کو حق کے ساتھ یعنی ''عدل'' کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ جو حق اور عدل کا حکم دیتا ہے۔ (جامع البیان:194/23)

(2) قرآن مجید میں توحید، رسالت، آخرت اللہ کے عائد کردہ فرائض، احکامات اور کائنات کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ سب حق ہے۔

(3) قرآن مجید کو حق کے ساتھ نازل کرنے تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کے عائد کردہ فرائض اور احکامات کی پابندی کریں کیونکہ یہ انسان کی

کامیابی کے لیے ضروری ہے۔(4) قرآن حق اور عدل کا حکم دیتا اس لیے ان کی اتباع اور اس پر عمل واجب ہے۔(تفسیر المراغی:240/8)

(5) یہ کتاب تمام مطالب علمیہ میں سے جس چیز پر دلالت کرتی ہے، وہ سب سے بڑا حق ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ چونکہ یہ قرآن حق کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، مخلوق کی ہدایت کے لیے حق پر مشتمل ہے اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہستی پر نازل کیا گیا ہے، اس لیے یہ نعمت بہت عظیم اور جلیل القدر ہے، اس کا شکر ادا کرنا فرض ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ دین کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا جائے۔(تفسیر سعدی:2317/3)

(6)﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں'' ہم نے آپ ﷺ کے اوپر سچی کتاب اتاری جو توحید کی دعوت دیتی اس لیے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں جو تنہا ہے اور جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں اور دنیا کے لوگوں کو بھی اس کی عبادت اور توحید کی دعوت دیں اور انہیں سمجھا دیں کہ انسان کو حق تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت لائق نہیں کیونکہ کسی غیر میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جاسکے، اللہ کا کوئی شریک وہمسر نہیں، نہ کوئی اس کے برابر کا ہے اور نہ مقابل کا۔(مختصر ابن کثیر:1726/2)

(7)﴿مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ ''کہ اُسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو'' اس حق اور عدل کا تقاضا ہے کہ دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔ کیونکہ بت کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے۔(جامع البیان:194/23)

(8) اخلاص یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کیا جائے اور کسی دوسری چیز کا ارادہ نہ کیا جائے۔(فتح القدیر:562/4)

(9) اپنے تمام دین یعنی ظاہری اور باطنی اعمالِ شریعت، (اسلام ایمان اور احسان) کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیجیے۔ ان تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھیے اور اس کے سوا آپ کا کوئی اور مقصد نہ ہو۔(تفسیر سعدی:2317/3)

(10) اخلاص یہ ہے کہ جس کام سے بھی اس کے تقرب کا ارادہ کیا جائے اسے ایک معبود کے لیے کیا جائے جیسا کہ فرمایا:﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ (۱۴) فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۱۵)﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کرتا ہوں۔ چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔''(الزمر:15,14)(اضواء البیان:352/6)

(11) یہ آیت نیت کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور نیت کو ہر آلائش سے پاک کرنا واجب ہے اخلاص دل کے اعمال میں سے ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر کسی کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اُس نے نیت کی۔(بخاری:1)(فتح القدیر:562/4)

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بعض اوقات کوئی صدقہ وخیرات

کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف وثناء کریں گے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے، جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو۔ پھر آپ نے آیت مذکورہ بطور استدلال کے تلاوت فرمائی۔ ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (تفسیر قرطبی)

(13) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو ساری قوم کے لوگوں پر عذاب نازل فرماتا ہے پھر (قیامت کے روز) لوگ اپنے اپنے (نیک یا برے) اعمال کے مطابق (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے (اور ان کو الگ الگ جزا و سزا ملے گی)۔ (مسلم:7234)

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾

''سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بہت ناشکرا ہو'' (3)

سوال 1: ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ ''سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے'' اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص پیدا کریں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ ''سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے'' یعنی خالص عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس لیے اپنی عبادت میں اخلاص پیدا کریں۔

(2) اخلاص عبادت کی روح اور اعمال کے قبول ہونے کی بنیاد ہے۔ اخلاص دین کی حقیقت ہے۔ رسولوں کی دعوت کا Key Point ہے۔ اخلاص دنیا اور آخرت کے شر سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(3) اخلاص یہ ہے کہ انسان اپنے عمل پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نگران نہ سمجھے۔ اور نہ اس کے سوا کسی اور کے لئے جائز سمجھے۔ (مدارج السالکین:92/2)

(4) حذیفہ المرعشی کہتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ ظاہر اور باطن میں بندے کے اعمال برابر ہو جائیں سلف صالحین سے اخلاص کے جو معانی ملتے ہیں ان سے یہ باتیں سامنے آتی ہیں۔ (i) عمل اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اس میں غیر اللہ کے لیے کچھ نہ ہو۔ (ii) مخلوق کے دیکھنے سے عمل پر اثر نہ پڑے، عمل کو اس سے صاف کر لیا جائے۔ (iii) عمل کو ہر شے سے صاف کر لیا جائے۔ (مدارج السالکین:92,91/2)

(5) ﴿وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾

''اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یکسو ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔'' (البینۃ:5)

(6) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ سردی کے موسم میں باہر نکلے، اس وقت پت جھڑ لگا ہوا تھا، نبی ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں تو اس سے پتے جھڑنے لگے، نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے ''کہا لبیک یا رسول اللہ ﷺ، فرمایا بندہ مسلم جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے یہ پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد:21889)

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری:1901)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلہ آئے گا، وہ ہوگا جسے شہید کر دیا گیا۔ اسے پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی (عطا کردہ) نعمت کی پہچان کرائے گا تو وہ اسے پہچان لے گا۔ وہ پوچھے گا تو نے اس نعمت کے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں لڑائی کی حتیٰ کہ مجھے شہید کر دیا گیا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا۔ تم اس لیے لڑے تھے کہ کہا جائے: یہ (شخص) جری ہے۔ اور یہی کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا تو اس آدمی کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا اور وہ آدمی جس نے علم پڑھا، پڑھایا اور قرآن کی قرأت کی، اسے پیش کیا جائے گا۔ (اللہ تعالیٰ) اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا، وہ پہچان کر لے گا، وہ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم پڑھا اور پڑھایا اور تیری خاطر قرآن کی قرأت کی، (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا، تو نے اس لیے علم پڑھا کہ کہا جائے (یہ) عالم ہے اور تو نے قرآن اس لیے پڑھا کہ کہا جائے: یہ قاری ہے، وہ کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا، اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور وہ آدمی جس کو اللہ نے وسعت دی اور ہر قسم کا مال عطا کیا، اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا، وہ پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے ان میں کیا کیا؟ کہے گا: میں نے کوئی راہ نہیں چھوڑی جس میں تمہیں پسند ہے کہ مال خرچ کیا جائے مگر ہر ایسی راہ میں خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے۔ تم نے (یہ سب) اس لیے کیا تا کہ کہا جائے، وہ سخی ہے، ایسا ہی کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا، تو اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا، پھر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم:4923)

(9) یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ نے عمل کی نیت کے لیے اہمیت کے پیش نظر فرمایا: نیت کو سیکھو یقیناً وہ عمل تک پہنچانے والی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء:25/3)

(10) نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک تو جو کچھ خرچ کرے اور اس سے تیری نیت اللہ کی رضا حاصل کرنی ہو تو تجھ کو اس کا ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اس پر بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے۔ (بخاری:56)

(11) آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا بھی وہ دین ہے جو قلب کی اصلاح کر کے اس کو پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی بھی قسم کی عبادت میں شرک کرنا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بری الذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا شرک سے کوئی تعلق نہیں اور وہ شریکوں سے، سب سے زیادہ بے نیاز ہے۔ شرک قلب و روح اور دنیا و آخرت کو فاسد کرتا ہے اور نفوس کو بدبختی کی انتہا تک پہنچا دیتا ہے، اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے توحید اور اخلاص کا حکم دیا ہے، وہاں شرک سے بھی روکا ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی خبر دی ہے، جنہوں نے شرک کا ارتکاب کیا۔ (تفسیر سعدی:3/2317,2318)

(12) ﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾﴾ ''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مومنوں کو اجرِ عظیم عطا کرے گا۔'' (النساء:145,146)

سوال 2: عبادت میں اخلاص کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) عبادت صرف اللہ کا حق ہے اس حق میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے کوئی بڑے سے بڑا رسول بھی اس کا حق نہیں رکھتا۔ رسول کے علاوہ اشخاص کی پھر کیا ہستی ہے۔

(2) اطاعت صرف اللہ کا حق ہے۔ اس ایک اللہ کے ماسوا دوسروں کی اطاعت نہ کی جائے۔ رسول کی اطاعت تو اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ جب تک اطاعت کو اللہ کے لیے خالص نہیں کیا جاتا دین اس کے لیے خالص نہیں ہو سکتا۔

سوال 3: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْٓنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا'' خود ساختہ معبود اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے، کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں'' بت پرستوں کے عقیدے کا بیان ہے کہ وہ خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہیں، ان کو اپنا مددگار بناتے ہیں اور وہ اس کے لیے اپنا عذر پیش کرتے ہیں۔

(2) ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْٓنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا'' یعنی یہ ان کا باطل خیال ہے کہ وہ ہماری دنیاوی حاجتیں اور مرادیں پوری کروا دیں گے۔ ہماری بلائیں اور

مصیبتیں ٹلوادیں گے، ہماری سفارش کریں گے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ نہ وہ کچھ پیدا کر سکتے ہیں، نہ رزق دے سکتے ہیں، نہ ہی انہیں کوئی اختیار حاصل ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اُس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (یونس:18)

(4) یعنی ان مشرکین نے اخلاص کو چھوڑ دیا جس کو اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ سب سے بڑی چیز، یعنی شرک کا ارتکاب کیا اور اس ہستی کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کیا جس کی نظیر کوئی چیز نہیں، جو عظیم بادشاہ ہے۔ وہ اپنی فاسد عقل اور سقیم رائے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ جس طرح بادشاہوں کی خدمت میں ان کے مقربین، سفارشیوں اور وزیروں کے بغیر حاضر نہیں ہوا جا سکتا جو رعایا کی ضروریات اور حاجتیں ان بادشاہوں تک پہنچاتے ہیں، رعایا کے لیے بادشاہوں سے رحم طلب کرتے ہیں ان بادشاہوں کے پاس رعایا کے معاملات پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان بادشاہوں کے مانند ہے۔

یہ فاسد ترین قیاس ہے، کیونکہ عقل و نقل اور فطرت کے مطابق خالق اور مخلوق کے درمیان عظیم فرق ہونے کے باوجود یہ قیاس خالق اور مخلوق میں مساوات کو متضمن ہے۔ بادشاہ براہ راست رعایا کے احوال نہیں جانتے، اس لیے انہیں اپنے اور رعایا کے درمیان واسطے کی ضرورت ہوتی ہے، رعایا کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو بادشاہوں تک ان کے حالات پہنچائیں۔ بسا اوقات ان بادشاہوں کے دلوں میں ضرورت مند کے لیے کوئی رحم نہیں ہوتا تب رعایا سفارش کرنے والوں اور وزراء وغیرہ کی ضرورت محسوس کرتے ہی اور ان سے ڈرتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہوں کے ہاں ان کے لیے مراعات کے حصول اور ان کی دل جوئی کے لیے واسطہ بننے والے سفارشیوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ بسا اوقات رعایا خود محتاج اور مفلس ہوتی ہے اس لیے وہ محتاجی کے ڈر سے ان کی خاطر و مدارات نہیں کر سکتی۔

جہاں تک رب تعالیٰ کا معاملہ ہے تو وہ ایسی ہستی ہے جس کے علم نے تمام امور کے ظاہر اور باطن کا احاطہ کر رکھا ہے، وہ کسی ایسی ہستی کا محتاج نہیں جو اسے اس کے بندوں اور اس کی رعایا کے احوال سے آگاہ کرے وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر سخی ہے، وہ مخلوق میں سے کسی ہستی کا محتاج نہیں جو اسے بندوں پر رحم کرنے پر آمادہ کرے، بلکہ رب تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتا ہے جتنا وہ خود اپنے آپ پر یا ان کے والدین ان پر رحم کرتے ہیں۔ وہ انہیں ترغیب دیتا ہے کہ وہ ایسے اسباب اختیار کریں جن کی بنا پر وہ اس کی رحمت کو حاصل کر لیں وہ ان کی بھلائی چاہتا ہے جو وہ خود بھی اپنے لیے نہیں چاہتے۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے جو کامل غنائے مطلق کا مالک ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ اگر اول سے لے کر آخر تک تمام مخلوق ایک میدان میں اکٹھی ہو جائے اور وہ اس سے اپنی اپنی ضرورت اور تمنا کے مطابق سوال کریں تو وہ سب کو عطا کرے گی۔ وہ اس کی غنا میں سے ذرہ بھر کمی کر سکتے ہیں نہ اس کے خزانوں میں، مگر اتنی سی کہ جو سمندر میں سوئی ڈبونے سے اس کے پانی میں کمی واقع ہوتی ہے۔ پھر تمام سفارشی اس سے ڈرتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔ تمام تر سفارش کا صرف وہی مالک ہے۔ اس فرق سے مشرکین کی جہالت، حماقت اور اللہ کے حضور کی جسارت ظاہر ہوتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ شرک کے مرتکب کے لیے عدم مغفرت میں کیا حکمت ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ شرک اللہ تعالیٰ کی ذات میں جرح وقدح کو متضمن ہے۔ (تفسیر سعدی:2317-2319)

سوال 4: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بہت ناشکرا ہو'' قیامت کے دن اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مختلف ادیان کے لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا اور انہیں وہ جزا دے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ (فتح القدیر:4/563)

(2) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اختلافات کا فیصلہ کر دے گا۔ ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری جزا مل جائے گی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اَهٰٓؤُلَاۗءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (۴۰) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (۴۱)﴾ ''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے۔'' (سبا:41,40)

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے کا اپنی کتاب میں علم دیا ہے کہ اخلاص والے جنت میں جائیں گے اور مشرکوں پر جنت حرام ہے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا'' اللہ تعالیٰ حق کی طرف، دین اسلام کی طرف، اپنی وحدانیت کے اقرار اور اس کے لیے توفیق کی طرف ہدایت نہیں دیتا۔

(5) ﴿مَنْ هُوَ كٰذِبٌ﴾ ''جو جھوٹا'' جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور باطل کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس کی طرف ان صفات کی اضافت کرتا ہے جو اس کی صفات نہیں اور یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔

(6)﴿كَفَّارٌ﴾ ''بہت ناشکرا ہو'' یعنی جو اس کی نعمتوں کا اور اس کی ربوبیت کا انکار کرتا ہے۔(جامع البیان:196/23)

(7) یعنی جس کا وصف کذب اور کفر ہے، اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور نصیحتیں آتی ہیں، مگر اس کے برے اوصاف دور نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ اسے بڑے بڑے معجزات دکھاتا ہے مگر یہ ان کا انکار کر دیتا ہے ان کے ساتھ کفر کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ پس ان حالات میں ایسے شخص کے لیے ہدایت کیسے ہو سکتی ہے جس نے اپنے لیے ہدایت کا دروازہ بند کر دیا ہو اور انجام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر لگا دی، لہٰذا وہ ایمان نہیں لائے گا۔(تفسیر سعدی:2319/3)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں وہ کام مردود ہے۔''(بخاری:2697)

(9) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''حمد و ثنا کے بعد (یاد رکھو) بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''(مسلم:2005)

(10) اللہ تعالیٰ نے جس دین کو پسند کیا وہ اسلام ہے پھر وہ کسی اور دین پر قائم رہنے والے کو کیسے ہدایت دے سکتا ہے جب کہ اس نے فرمایا: ﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ''اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا ہے۔''(المائدۃ:3)

سوال 5: جھوٹا کون ہے؟

جواب: جو یہ سمجھتا ہے کہ جھوٹے معبودوں کے ذریعے اللہ تک رسائی ہو جائے گی یا وہ ان کی سفارش کریں گے۔

سوال 6: ناشکری کیا ہے؟

جواب: بے اختیار لوگوں کو معبود سمجھنا بہت بڑی ناشکری ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ جھوٹوں اور ناشکروں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جھوٹوں اور ناشکروں کو ہدایت نہیں دیتے۔

﴿لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۙ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

''اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا کہ وہ کسی کو بیٹا بنا لے تو وہ ان میں سے جنہیں وہ پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ضرور منتخب کرتا۔ وہ پاک ہے، وہی اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہے، بہت غلبے والا ہے''(4)

سوال 1: ﴿لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۙ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا کہ وہ کسی کو بیٹا بنا لے تو وہ ان میں سے جنہیں وہ پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ضرور منتخب کرتا۔ وہ پاک ہے، وہی اللہ تعالیٰ

جو اکیلا ہے، بہت غلبے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اولاد والا نہیں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا کہ وہ کسی کو بیٹا بنا لے'' یعنی جیسا احمق لوگ خیال کرتے ہیں۔ مشرکوں نے کہا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، یہود نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

(2)﴿لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ ''تو وہ ان میں سے جنہیں وہ پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ضرور منتخب کرتا'' اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن کر اپنے لیے خاص کر لیتا اسے اپنا بیٹا بنا لیتا۔

(3) رب العزت نے فرمایا﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں! اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا۔'' (الزخرف:81)

(4)﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ ''وہ پاک ہے'' اللہ تعالیٰ اولاد سے اور ان تمام باتوں سے پاک ہے جن کا ملحد، کافر اور مشرک گمان کرتے ہیں۔

(5)﴿هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''وہی اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہے، بہت غلبے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنی قدرت سے اپنی مخلوق پر غالب ہے ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات، اپنے افعال میں ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شبیہ ہے نہ مثل۔

(7)﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ(۱۰۱) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ(۱۰۲)﴾ ''آسمانوں اور زمین کا وہی موجد ہے، اس کی کوئی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں! اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا خالق ہے، چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔'' (الانعام:102,101)

(8)﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ(۱۱۶) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، سب کے سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کو وہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔'' (البقرہ:117,116)

(9)﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''اگر ہم ارادہ کرتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اسے اپنے ہی پاس سے بنا لیتے اگر ہم کرنے ہی والے ہوتے۔'' (الانبیاء:17)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات 'الواحد' اور 'القہار' کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اولاد نہ ہونے سے اپنی صفت الواحد کا شعور دلایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے اولاد نہ ہونے سے اپنی صفت القہار کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قوت والا ہے کیونکہ اولاد کمزور اور ناتواں کی ضرورت ہے۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾

''اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنی مدّتِ مقررہ تک چلتا ہے، سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے''(5)

سوال1:﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ ''اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنی مدّتِ مقررہ تک چلتا ہے، سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے'' خالق کائنات اللہ ہی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ''اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ ہی خالق کائنات ہے اس نے کائنات کو حکمت اور مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ مالک اور بادشاہ ہے۔ اپنے بندوں پر اپنے ضابطے نافذ کرتا ہے اور ان کو ثواب وعذاب دے گا۔(2) جس نے حق کے ساتھ کائنات بنائی ہے اس نے حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے۔

(3)﴿يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ﴾ ''وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے'' یعنی وہ رات کو دن سے اور دن کو رات سے بدل دیتا ہے۔ رات اور دن کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے کبھی دونوں ایک نہیں ہوتے۔ ایک آئے تو دوسرا چلا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔'' (الاعراف:54)

(4)اس میں واضح اشارہ ہے کہ زمین گول ہے کیونکہ لپیٹنے کے لیے کسی چیز کا گول ہونا ضروری ہے(الاساس فی التفسیر:4856/9)

(5)﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو اس طرح مسخر کیا کہ دونوں ایک خاص رفتار سے انتہائی منظم طور پر مسخر ہیں۔

(6)﴿كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ہر ایک اپنی مدّتِ مقررہ تک چلتا ہے'' یعنی سورج اور چاند ایک مقررہ مدت تک چل رہے ہیں جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ جب ان کی مقررہ مدت پوری ہو جائے گی تو قیامت آجائے گی۔ تب اللہ تعالیٰ سورج، چاند اور ساری مخلوقات کو تباہ

کردے گا تا کہ وہ اپنے اپنے ٹھکانے میں چلے جائیں یعنی جنت اور جہنم میں۔

(7)﴿اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ ''سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے'' یعنی وہ العزیز یعنی غالب اور قادر ہے اور اپنی عزت وعظمت اور کبریائی کے ساتھ وہ ان نافرمانوں کو جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں بخشنے والا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:4856/9)

(8)﴿وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ ''اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔'' (طٰہٰ:82) یعنی میں اس شخص کو بھی بخش دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں کو دیکھنے اور شرک کرنے کے بعد ایمان لے آئے۔ (تفسیر سعدی:2321/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الغفار کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے وہ یقیناً تخلیق کے ہر کام پر غالب ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے رات اور دن پر اپنے مکمل غلبے سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو انسان کے کام میں لگا دینے سے اپنے غلبے یعنی العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے مقررہ مدت تک چلنے سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے یقیناً وہ جیسے چاہے، جب تک چاہے بڑے سے بڑی مخلوق کو چلا سکتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے گناہوں کے باوجود زمین وآسمان، سورج اور چاند کے انسان کی خدمت میں لگا دینے سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی خطاؤں سے درگزر کر سکتا ہے، گناہوں کو بخش سکتا ہے کیونکہ اگر وہ گناہوں پر پکڑنا چاہتا تو کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔ اور جہان کا یہ نظام یوں نہ چلتا۔

﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾

''اُس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اُس جان سے اس کا ایک جوڑا بنایا اور اُس نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ قسمیں (نر اور مادہ) اُتارے، وہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تاریکیوں میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، بادشاہی اُسی کی ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کِدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟'' (6)

سوال 1: ﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ﴾ ''اُس

نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اُس جان سے اس کا ایک جوڑا بنایا اور اُس نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ قسمیں (نر اور مادہ) اُتارے" اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ "اُس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا" دنیا میں انسانوں کی کثیر تعداد ہے جو مختلف علاقوں میں رہتے ہیں مختلف زبانیں بولتے ہیں، جن کی صورتیں مختلف، جن کے رنگ مختلف ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک جان یعنی سیدنا آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔" (النساء:1)

(2)﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ "پھر اُس جان سے اس کا ایک جوڑا بنایا" یعنی یہ اس ذات واحد کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے جوڑے بنائے تاکہ تم اس کے پاس سکون حاصل کرو جیسا کہ فرمایا:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔" (الروم:21)

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت سے بنی آدم کی روحوں کو نکالا، اور پھر جنتی اور دوزخ کی روحوں کو الگ الگ کیا، اس حدیث کے موافق صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے اور سیدہ حوا علیہا السلام کی جسمانی پیدائش سے پہلے تمام بنی آدم کی روحیں آدم علیہ السلام کی پشت میں پیدا کی جا چکی تھیں اس لئے پہلے ﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ فرما کر پھر سیدہ حوا علیہا السلام کی جسمانی پیدائش کا ذکر فرمایا۔ (جامع ترمذی تفسیر سورہ الاعراف: 155/2، احسن التفاسیر: 54/6)

(4)﴿وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ﴾ "اور اُس نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ قسمیں (نر اور مادہ) اُتارے" اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری یہ چار نوع ہیں ان کے نر و مادہ ملا کر کل آٹھ جوڑے ہوئے۔ یہی چار نوع یا آٹھ جوڑے تھے جو اہل عرب پالتے تھے۔ اور انہیں میں ان کی شرکیہ رسوم جاری تھیں۔ اسی لئے ان کا ہی ذکر کیا گیا جبکہ ہمارے ہاں اونٹ بہت کم ہوتا ہے اور دودھ وغیرہ کی اغراض کے لئے گائے کی بجائے بھینسیں زیادہ پالی جاتی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی ان جانوروں کا دودھ مزاروں پر چڑھایا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 37/4)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۴۴) قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۴۵)﴾ ''دو اُونٹ سے اور دو گائے سے، آپ پوچھیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی وصیت کی تھی؟'' چنانچہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تا کہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کر دے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ آپ کہہ دیں مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے پر حرام کیا گیا ہو کہ وہ اُس کو کھانے کے سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت کہ یقیناً وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا باعث ہو جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے کہ وہ نافرمانی کرنے والا نہ ہو اور حد سے گزرنے والا نہ ہو تو بلاشبہ آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الانعام:144,145)

سوال 2: ﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ ''وہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تاریکیوں میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، بادشاہی اُسی کی ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کِدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟'' تمہارا معبود حقیقی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ﴾ ''وہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تاریکیوں میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا معبود حقیقی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کے بعد دوسرے مرحلے سے گزار کر پیدا کرتا ہے۔ نطفے سے علقہ یعنی جما ہوا خون پھر مضغہ یعنی گوشت کی بوٹی پھر عظاما یعنی ہڈیاں پھر ہڈیوں کو گوشت چڑھایا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (۱۳) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (۱۴)﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نطفہ بنا دیا۔ پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔'' (المؤمنون:13,14) پھر اس کو دوسری مخلوق ہی بنا کر اٹھا کھڑا کرتا ہے۔ ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ ''سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔''

(2)﴿فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ ''تین تاریکیوں میں'' یعنی پہلا پیٹ کا اندھیرا، دوسرا رحم کا اندھیرا، تیسرا جھلی کا اندھیرا جس میں بچہ لپٹا رہتا ہے۔ جہاں کسی مخلوق کا ہاتھ نہیں چھو سکتا۔ جہاں کسی کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔

(3)﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ ''یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے'' یعنی وہ تمہارا خالق تمہارا معبود حقیقی ہے۔

(4)﴿لَهُ الْمُلْكُ﴾ ''بادشاہی اُسی کی ہے'' جس نے تمہیں بنایا، تمہارے والدین کو، پوری کائنات کو وہی مالک ہے، وہی بادشاہ ہے، کائنات میں اسی کی بادشاہت ہے وہی کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔

(5)﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اُس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے سوا کسی کی عبادت درست نہیں۔ (الیسر التفاسیر:326)

(6)﴿فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ ''پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟'' یعنی تم ہدایت سے گمراہی اور حق سے باطل کی طرف کیسے پھرائے جاتے ہو؟

(7) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ پیچھے جھانک کر دیکھو وہ کون ہے جس کی یہ کوششیں ہیں۔

﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۚ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اُس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔ پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً وہ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' (7)

سوال 1:﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۚ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ﴾ ''اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اُس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کفر اور ناشکری کو ناپسند کرتا ہے اور شکر سے راضی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ﴾ ''اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے'' اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز ہے تمہاری اطاعت اور شکر گزاری اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور تمہارا کفر اور ناشکری اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(2) اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال، تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے تم اس کے محتاج ہو کیونکہ کفر تمہیں نقصان پہنچاتا ہے اور ایمان تمہیں نفع دیتا ہے (الاساس فی التفسیر:9/485B) جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ فَاِنَّ

اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم بھی کفر کرو گے اور زمین کی تمام مخلوق بھی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ، بے حد تعریف والا ہے۔'' (ابراہیم:8)

(3) سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔'' سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوادریس خولانی رحمہ اللہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔ (مسلم:6572)

(4) ﴿وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ ''اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا'' یعنی وہ اپنے مومن بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ جو اس کے لیے اپنی عبادت اور اطاعت کو کفر سے خالص کرتے ہیں (جامع البیان:201/23)

(5) اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا، کیونکہ ان پر اس کا کامل احسان ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کفران کو ایسی بدبختی میں مبتلا کر دے گا کہ اس کے بعد انہیں کبھی خوش بختی نصیب نہ ہوگی، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہی وہ غرض وغایت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بندے اس مخلوق کو پکاریں جس کو اس مقصد کے لیے تخلیق نہیں کیا گیا۔ (تفسیر سعدی:2322/3)

(6) ﴿وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ ''اور اگر تم شکر کرو تو وہ اُس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے'' یعنی اگر تم ایمان، توحید، عبادت، عمل صالح اور اس کے لیے دین میں اخلاص کے ذریعے شکر کرو تو وہ تمہارے لیے شکر کو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا ذریعہ ہے اور تم ایسا کام کرو گے جس کے لیے تمہیں پیدا کیا گیا۔ وہ تمہیں جنت تک پہنچانے والا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شکر کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور اپنے فضل سے تمہاری نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:4858/9)

سوال 2: اللہ کی رضا حاصل کرنے کا کونسا راستہ ہے؟

جواب: اللہ کی رضا حاصل کرنے کا راستہ تو شکر ہی کا راستہ ہے۔

سوال 3: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ۚ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔ پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً وہ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ

دیا جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔'' یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر عدل اور اس کے مظاہر میں سے ہے۔(ایسر التفاسیر:1327)

(2) کسی کے گناہوں کا بوجھ دوسروں پر نہیں ڈالا جائے گا۔ گناہ تو گناہ گار پر ہی لادے ہوئے ہوں گے۔(مختصر ابن کثیر:2/1728)

(3)﴿ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ﴾ ''پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے'' یعنی موت کے بعد اپنے رب کے پاس ہی لوٹنا ہے۔

(4)﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے'' یعنی وہ تمہیں تمہارے کھلے چھپے، چھوٹے بڑے اعمال کی خبر دے گا۔ اس نے اپنے علم سے سب کے اعمال کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ معزز کاتبین نے انہیں درج کر رکھا ہے۔ تمہارے اعضاء بھی گواہی دیں گے۔ وہ رب تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

(5)﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناً وہ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سینوں کے اندر چھپی ہوئی نیکیوں اور بدیوں کو جانتا ہے۔ وہ ہر ایک کے خیالات اور رجحانات سے بھی واقف ہے۔ وہ تمہارے ساتھ عدل کرے گا۔ اس کا نظام جزا وسزا کامل عدل پر مبنی ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے رب کی چھاؤں تلے آنے کے لیے انسانی شعور میں کیا بات پختہ کی ہے؟

جواب:(1) ہر انسان اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے۔(2) کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے۔

(3) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یعنی بے فکر ہو کر رہا نہیں جا سکتا وہ بتلا دے گا کہ تم کیا کرتے تھے؟

﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾

''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے، پھر جب وہ اُسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ اُس کے راستے سے گمراہ کر دے آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اُٹھالو، یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو''(8)

سوال 1:﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ﴾ ''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا

ہے جو اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے'' مصیبت میں رب یاد آتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ﴾ ''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے پر اپنے فضل وکرم اور اپنے احسان اور بندے کی ناشکری کا ذکر کرتا ہے۔ بندے کو جب مرض اور فقر وفاقہ وغیرہ کی کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ سمندر وغیرہ میں گھر جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2323/3)

(2) ﴿دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ﴾ ''تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے'' اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت حال میں اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ تو نہایت عاجزی اور انابت کے ساتھ اسے پکارتا ہے اور اس مصیبت کو دور کرنے میں گڑگڑا کر اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2323/3)

(3) قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہو جاتا ہے۔ (الدر المنثور:604/5)

(4) یعنی عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس کا فرمابردار بن جاتا ہے، اس سے فریادیں کرتا ہے کہ وہ مصیبت اور سختی دور فرما دے۔ (تفسیر قرطبی:174/8)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو۔ ایسے ہی حد سے گزر جانے والوں کے لیے خوش نما بنا دیا گیا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔'' (یونس:12)

سوال 2: ﴿ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''پھر جب وہ اُسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ﴾ ''پھر جب وہ اُسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے'' یعنی جب اللہ تعالیٰ مصیبت دور کر دیتا ہے اور اسے نجات دیتا ہے۔

(2) ﴿نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا'' وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا چھوڑ دیتا ہے اور غیر اللہ کی عبادت کرنے لگتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ﴾ ''پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے صرف علم کی بناء پر ہی دی گئی ہے۔'' (الزمر:49)

(3)﴿وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ اُس کے راستے سے گمراہ کردے'' یعنی عافیت کی حالت میں شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں۔

سوال3: مصیبت کے بعد انسان کو جب خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو انسان اللہ کی طرف توجہ کرنا کیوں بھول جاتا ہے؟

جواب: مشکلات دور ہونے کے بعد خوش حالی کی وجہ سے انسان اپنی پہلی والی حالت میں آجاتا ہے اس پر خواہشات، مفادات اور اوہام وخرافات کے پردے پڑ جاتے ہیں اس لیے وہ اللہ کی طرف توجہ کرنا بھول جاتا ہے یا اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کو دور کرنے کے لیے سب کچھ چھوڑ کر اللہ سے دعا کرتا تھا۔

سوال4: ﴿قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۚ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اُٹھالو، یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو'' اپنے کفر سے فائدہ اٹھالو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اُٹھالو'' یعنی دنیا کی جن لذتوں اور چکا چوند میں ہو اس سے تھوڑا فائدہ اٹھالو یہ انتہا کی سخت دھمکی ہے۔

(2)﴿اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ ''یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو'' تمہارا انجام جہنم ہے۔ اب جتنا جی چاہے ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا لو یہ سب کچھ کل تمہارے کام نہیں آئے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں۔ آپ کہہ دیں مزے کرو! بلاشبہ آگ ہی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔'' (ابراہیم:30)

(4)﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' (لقمان:24)

(5)﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ چھوڑ دانہیں وہ کھائیں اور فائدے اُٹھائیں اور امیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' (الحجر:3)

(6)﴿اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ (۲۰۵) ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (۲۰۶) مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ (۲۰۷)﴾ ''تو کیا تو نے دیکھا اگر ہم انہیں کئی برسوں تک فائدہ دیں؟ پھر بھی وہ چیز اُن پر آجائے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ تو ان کے کس کام آئے گا وہ جو فائدہ دیے جاتے تھے۔'' (الشعراء:205-207)

﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى

﴿الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

''(کیا یہ اچھا ہے) یا جو شخص مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا اور قیام کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں''(9)

سوال1: ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ﴾ ''(کیا یہ اچھا ہے) یا جو شخص مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا اور قیام کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟'' فرماں بردار اور گناہ گار برابر نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ﴾ ''(کیا یہ اچھا ہے) یا جو شخص مطیع فرمان ہے'' یعنی جو مطیع ہے، نماز میں خشوع کرنے والا ہے، اپنے رب کی طرف بلانے والا ہے۔ نحاس رحمہ اللہ نے کہا: جو اطاعت کرنے والا ہے۔ (فتح القدیر: 4/568)

(2) ﴿اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا﴾ ''رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا اور قیام کرنے والا ہے'' یعنی جو تہجد گزار ہے رات کی گھڑیوں میں اپنے رب کی رضا کا امیدوار رہتا ہے۔

(3) ﴿يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ﴾ ''آخرت سے ڈرتا ہے'' جو آخرت میں اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے۔

(4) ﴿وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ﴾ ''آخرت سے ڈرتا ہے'' دوسری طرف وہ رب سے اچھی امیدیں بھی رکھتا ہے۔ عبادت میں خوف ورجاء کا ہونا ضروری ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1729)

(5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک نوجوان کے پاس آئے اور وہ سکرات کے عالم میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے کو کیسا پا رہے ہو؟'' اس نے عرض کیا: اللہ کی قسم، اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اللہ سے امید ہے اور اپنے گناہوں سے ڈر بھی رہا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دونوں چیزیں اس جیسے وقت میں جس بندے کے دل میں جمع ہو جاتی ہیں تو اللہ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے جس کی وہ اس سے امید رکھتا ہے اور اسے اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔'' (ترمذی: 983)

(6) یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور نافرمانی کرنے والے کے درمیان اور عالم اور جاہل کے مابین مقابلہ ہے، نیز اس کا شمار ایسے امور میں ہوتا ہے جن کا تضاد عقل انسانی میں راسخ اور ان کے درمیان تفاوت یقینی طور پر معلوم ہے۔ پس اپنے رب کی اطاعت روگرداں اور خواہشات کی پیروی کرنے والا اس شخص کے مانند نہیں ہو سکتا ہے جو افضل اوقات یعنی رات کے اوقات میں بہترین عبادت، یعنی نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین اعمال کو کثرت کے ساتھ بجالانے کے

وصف سے موصوف کیا، پھر اسے خوف اور امید کی صفات سے موصوف کیا، نیز ذکر فرمایا کہ خوف ان گناہوں کے بارے میں آخرت کے عذاب سے تعلق رکھتا ہے، جو اس سے سرزد ہو چکے ہیں اور امید کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2324/3)

(7) وہی شخص ہے جو تنگی ترشی اور خوشحالی غرض ہر طرح کے حالات میں صرف اللہ پر ہی تکیہ کرتا ہے اور اسے ہی پکارتا ہے۔ رات کے اندھیروں میں اس کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اسی سے ڈرتا ہے اور اسی سے اس کی رحمت کی توقع بھی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو "عالم یا جاننے والے" کے نام سے پکارتا ہے۔ اس مفہوم کی تائید قرآن کریم کے ایک اور جملہ ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ سے بھی ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اہل عقل وخرد کے سامنے یہ سوال رکھتا ہے کہ بتاؤ ان دونوں کی طرز زندگی ایک جیسی ہے یا ان دونوں کا انجام ایک جیسا ہو سکتا ہے؟ (تیسیر القرآن:39/4)

سوال 2: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ "آپ کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں" عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ "آپ کہہ دیں" اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجیے۔

(2) ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ﴾ "کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں وہ برابر ہو سکتے ہیں؟" جو علم رکھتے ہیں عالم تو حق کو پہچانتا ہے، استقامت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس کی اتباع کرتا ہے، اس پر عمل کرتا ہے۔ (تفسیر منیر:283/12)

(3) کہہ دیجیے کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں جو جانتے ہیں، جو اپنے رب، اس کے دین شرعی، دین جزائی اور دین کے اسرار اور حکمتوں کا علم رکھتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2325,2324/3)

(4) ﴿وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ "اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟" اور جو ان مذکورہ امور کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے؟ یہ دونوں قسم کے لوگ کبھی برابر نہیں ہوتے جس طرح رات اور دن، روشنی اور اندھیرا اور آگ اور پانی برابر نہیں ہوتے۔ (تفسیر سعدی:2325,2324/3)

(5) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا امام وہ آدمی بنے جو اللہ کی کتاب کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو، اور اگر قرآن مجید کے جاننے میں سب برابر ہوں تو پھر وہ آدمی بنے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو تو اگر سنت کے جاننے میں سب برابر ہوں تو وہ آدمی امام بنے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہو اور کوئی آدمی کسی کی سلطنت میں جا کر امام نہ بنے اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھے سوائے اس کی اجازت کے۔ (مسلم:1532)

(6) عالم اور جاہل، مشرک اور مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

(7) ﴿إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ "یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں" عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے" یعنی عالم اور

جاہل کا فرق تو عقل والے جانتے ہیں اسی لیے وہ توحید پر قائم اور شرک سے بے زار رہتے ہیں۔

(8) جو صاف ستھری اور تیز عقل کے مالک ہیں۔ پس یہی لوگ اعلیٰ کو ادنیٰ پر مقدم رکھتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ علم کو جہالت پر اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اس کی مخالفت پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان کی عقل ان کو عواقب میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس کے برعکس بے عقل شخص اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2325/3) (9) یعنی مومنوں میں سے عقل والے۔ (تفسیر قرطبی:176/8)

سوال 3: کافر کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے مومن کے کردار کی کیسے تصویر کشی کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر کے مقابلے میں ذرا مومن کو دیکھو۔

(1) رات کی گھڑیاں اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی اور فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہوئے گزارتا ہے۔

(2) سجدے اور قیام میں راتیں گزارتا ہے۔ (3) اس کے دل میں آخرت کا خوف بھی ہے اور رب کی رحمت کی اُمید بھی۔

کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

رکوع نمبر 16

﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا'' (10)

سوال 1: ﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی'' تقویٰ کا حکم آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ'' اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کہہ دیں اے اللہ تعالیٰ کے بندو جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر ایمان لائے ہو اپنے رب کے عذاب سے ڈر کر اس کے احکامات کو بجا لاؤ اور نواہی سے اجتناب کرو اور اس کی اطاعت اور تقویٰ پر چلتے رہو۔ (تفسیر منیر:290/1)

(2) یعنی اپنے اور عذاب کے درمیان ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے خوف الٰہی کو لے آؤ۔ (یسر التفاسیر:1329,1328)

(3) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اشرف المخلوقات یعنی اہل ایمان کو دینی امور میں سے سب سے بہتر چیز تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے کہہ دیجیے اور ان

کے سامنے اس سبب کا بھی ذکر کیجیے جو تقویٰ کا موجب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی نعمتوں کا اقرار، جو ان سے تقویٰ اختیار کرنے کا تقاضا کرتی ہیں اور ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا، جو تقویٰ کا موجب ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آپ کسی سخی شخص سے کہیں اے سخی! صدقہ کر اور کسی بہادر شخص سے کہیں اے بہادر! لڑائی کر، پھر اللہ تعالیٰ نے ثواب کا ذکر فرمایا جو دنیا میں ان کے اندر نشاط پیدا کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2325/3)

(4) ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے'' یعنی جنہوں نے دنیا میں اچھی عبادت کی ان کے لیے حَسَنَةٌ یعنی جنت ہے۔ (ایسر التفاسیر:1329)

(5) جنہوں نے دنیا میں احسان اور اخلاص والی زندگی گزاری ان کے لیے بھلائی اور لامحدود رزق ہے جیسا کہ فرمایا ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو اسے ہم ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور بدلے میں اُن کا اجر زیادہ اچھا دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (النحل:97)

(6) جو اخلاص والی زندگی بسر کریں ان کے لیے انشراح قلب اور اطمینان ہے۔

سوال 2: ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ کی زمین وسیع ہے، یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہجرت کر جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے'' یعنی اگر زمین کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تنگ کر دیا جائے تو دوسرے حصے میں ہجرت کر جاؤ تاکہ تم اپنے رب کی عبادت کر سکو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے۔ رب العزت نے فرمایا ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین بہت وسیع ہے، چنانچہ تم صرف میری ہی عبادت کرو۔'' (العنکبوت:56)

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝۹۷ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹۸ فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۹۹﴾ ''یقیناً جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں: ''تم کس حال میں تھے؟'' وہ جواب دیتے ہیں: ''ہم زمین میں کمزور تھے۔'' فرشتے اُن سے کہتے ہیں: ''کیا

اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟'' تو انہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ ہیں، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔ (النساء:97-99)

(3) اور چونکہ یہ نص ہے، لہٰذا اس مقام پر بعض لوگوں کے لیے یہ کہنے کی مجال تھی کہ جو شخص بھی نیک کام کرے گا اس کے لیے دنیا میں بھلائی ہے، تو اس شخص کا کیا حال ہے جو کسی خطۂ زمین میں ایمان لایا بایں ہمہ وہ مظلوم اور محکوم و مجبور ہے اور وہ اس بھلائی سے محروم ہے؟ اس لیے اس گمان کا جواب ان الفاظ میں فرمایا: ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اس بشارت کو ان الفاظ میں منصوص فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔ کسی کا ان سے علیحدہ ہونا اور مخالفت کرنا انہیں کوئی نقصان نہ دے سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچے گا اور یہ گروہ حق اسی نہج پر ہوگا۔ (بخاری:7460)

(4) ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا'' یعنی صبر کرنے والوں کو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہتے ہیں اس کے نواہی سے رکتے ہیں اور مصیبت میں جزع فزع نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضاوقدر پر صبر کرتے ہیں ایسے لوگوں سے رب العزت کا وعدہ ہے کہ ان کے لیے بے حساب اجر ہے۔ صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے مالا مال کر دے گا۔

سوال 3: ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: اللہ کا ڈر ہی ساری نیکیوں کی بنیاد ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان نافرمانیوں سے اجتناب کرتا ہے۔

سوال 4: احسان کرنے والوں کے لیے ''حسنہ'' بھلائی ہے اس سے انسان کو کس چیز کی طرف رغبت دلائی گئی ہے؟

جواب: انسان کو احسان کے بدلے میں ملنے والی نیکی سے تقویٰ کے فوائد سمجھائے گئے ہیں۔

سوال 5: نیک بدلے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ (2) اس سے مراد دنیا کا حسنہ بھی ہو سکتا ہے مثلاً صحت و عافیت، کامیابی اور غنیمت وغیرہ۔

سوال 6: ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ﴾ سے کس جانب اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب: (1) اس سے ہجرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر انسان کے لیے اپنے وطن میں ایمان اور تقویٰ پر قائم رہنا مشکل ہو گیا ہو تو وہاں سے ہجرت کر کے ایسے علاقے میں چلے جانا چاہیے جہاں یہ مشکلات نہ ہوں۔

سوال 7: صبر کرنے والوں کو کیسا بدلہ ملے گا؟

جواب: صبر کرنے والوں کو پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ یعنی اجر لامتناہی ہوگا جس کو شمار کرنا ممکن نہ ہوگا۔

سوال 8: انسان صبر کرنے کے لیے کیسے تیار ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) جزع فزع اور بے صبری سے کوئی مصیبت ٹل نہیں سکتی انسان سے جو خیر اور فائدہ چلا جاتا ہے وہ دوبارہ مل نہیں سکتا۔ جب یہ بات ہے تو صبر کر کے مزید اجر کیوں نہ حاصل کر لیں؟

ایمان اور تقویٰ کے راستے میں مشکلات پر صبر نہ ہو تو تقویٰ چھوٹ جاتا ہے۔ اس لیے صبر کرنا ضروری ہے۔

﴿قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ یقیناً مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کروں'' (11)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کروں'' اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ'' اے رسول ﷺ لوگوں سے کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ﴾ ''یقیناً مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کروں'' یعنی اپنے تمام دینی، ظاہری اور باطنی اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھوں۔ کیونکہ دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اسی نے فرمایا ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہوں۔'' (الزمر:2)

(3) خالص دین اللہ تعالیٰ کی محبت، اس سے خوف، اس سے امید، اس پر توکل، اس کی طرف انابت ہے یہی دین ہے جو دلوں کی اصلاح کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا ﴿قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۱۶۱) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۲) لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۶۳)﴾ ''آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' آپ کہہ دیں: ''بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے جو

جہانوں کا رب ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔'' (الانعام:161-163)

سوال 2: یہ اعلان کس کی طرف سے ہے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں، دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے؟

جواب: یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان ہے کیونکہ آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا۔

﴿وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ فرماں برداروں میں سے پہلا میں ہوجاؤں'' (12)

سوال 1: ﴿وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ فرماں برداروں میں سے پہلا میں ہوجاؤں'' مجھے سب سے پہلے اسلام لانے کا حکم دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاُمِرْتُ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے'' مجھے یہ حکم دیا گیا ہے۔

(2) ﴿لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''کہ فرماں برداروں میں سے پہلا میں ہوجاؤں'' کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا بنوں۔

(3) کیونکہ میں مخلوق کے لیے داعی اور ان کے رب کی طرف ان کی راہنمائی کرنے والا ہوں، یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس کام کا حکم دیا جائے میں تمام لوگوں سے پہلے اس حکم کی تعمیل کروں اور سب سے پہلے میں اس کے سامنے سر تسلیم خم کروں۔اس حکم کو بجالانا رسول اللہ ﷺ پر اور ان لوگوں پر لازم ہے جو آپ ﷺ کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ظاہری اعمال میں اسلام پر عمل کرنا اور ظاہری اور باطنی اعمال میں اللہ کے لیے اخلاص کو مدنظر رکھنا واجب ہے۔ (تفسیر سعدی:2327/3)

سوال 2: سب سے پہلے مسلمان ہوجاؤں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کر کے سب سے پہلے توحید کی دعوت پیش کرنے والا بن جاؤں۔

﴿قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' (13)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' نبی ﷺ نافرمانیوں سے ڈرتے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ﴾ ''اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً میں ڈرتا ہوں'' یعنی اگرچہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول

ہوں لیکن مجھے اس کی نافرمانی سے خوف آتا ہے کہ میں اس کی عبادت میں اخلاص اور توحید کو چھوڑ دوں۔

(3)﴿عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ ''ایک ہولناک دن کے عذاب سے'' یعنی قیامت کے دن دہشت ناک احوال سے ڈر لگتا ہے۔ کیونکہ جس نے شرک کیا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ جس نے گناہ کیے اسے عذاب دیا جائے گا۔

(4) مستدرک حاکم کے حوالے سے نعمان بن بشیر کی صحیح حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اکثر وعظ میں ایسے مصروف ہوتے تھے کہ آپ کی چادر کاندھے پر سے اتر کر گر پڑتی تھی اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ آجاتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے توحید اور دین کے احکام اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائے اسی تاکید سے اللہ کے رسول ﷺ نے وہ احکام لوگوں کو پہنچا دیئے۔ (احسن التفاسیر: 59/6)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں کیا اعلان کروایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ اعلان کروایا گیا کہ مجھے ڈر ہے اگر میں نافرمانی کروں تو مجھ پر بڑے دن کا عذاب آجائے گا۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کے اعلان کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: (1) اس اعلان کی وجہ سے مقام الوہیت اور مقام بندگی الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ (2) اس اعلان سے عقیدہ توحید اور عقیدہ رسالت واضح ہو جاتا ہے۔ (3) اس اعلان یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے بندے ہیں اور بندگی کی حد سے آگے نہیں جا سکتے۔ اور تمام انسان بھی بندگی کے مقام پر برابر ہیں اور اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کرتا ہوں'' (14)

سوال 1: ﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کرتا ہوں'' میں تو خلوص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلِ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے ہمارے رسول ﷺ مشرکوں سے کہہ دیں۔

(2) ﴿اللّٰهَ اَعْبُدُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی میں عبادت کرتا ہوں'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔

(3) ﴿مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ﴾ ''خالص کرنے والا ہو کر اس کے لیے اپنے دین کو'' یعنی میں صرف اس کی اطاعت کرتا ہوں۔

(4) یعنی میں خلوص سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے دوبارہ اعلان بندگی کیوں کروایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے دوبارہ اعلان بندگی اصرار کے لیے کروایا گیا۔

﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ﴾

''چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے''(15)

سوال 1: ﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ﴾ ''چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے'' اصل نقصان اسی کا ہے جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان پہنچائے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ ''چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو'' یعنی رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کی چاہو تم عبادت کرو۔ میں تو اخلاص سے صرف اس کی عبادت کروں گا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (۱) لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (۲) وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ (۳) وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (۴) وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ (۵) لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَ لِیَ دِیْنِ (۶)﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے کافرو! میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔'' (الکافرون 1-6)

(2)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں۔ (3)﴿اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ''کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں'' یعنی حقیقی نقصان اٹھانے والے جن کا دیوالیہ نکل جائے گا یہ وہ لوگ ہوں گے۔ (4)﴿الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے آپ کو'' یعنی جنہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ثواب سے محروم کر لیا اور گناہوں کی وجہ سے بدترین عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

(5)﴿وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن'' خسارے میں وہ لوگ ہوں گے جو اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان پہنچائیں گے۔ ایسے لوگوں کی کبھی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوگی۔

(6) بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کے لیے جنت میں ایک مکان اور متعلقین (بیوی وغیرہ) مقرر کر دیئے ہیں اب اگر بندہ اطاعت گزار رہے تو وہ مکان اور متعلقین اس کو مل جائیں گے اور اگر نافرمان ہے تو وہ گھر اور متعلقین کسی

دوسرے اطاعت گزار بندہ کو دے دیئے جائیں گے۔(تفسیر مظہری:104/10)

(7)﴿اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ ''سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔'' ایسا کوئی اور خسارہ نہیں کیونکہ دنیا میں جب ایک بار کسی کو خسارہ ہوتا ہے تو دوبارہ بہتری کے امکانات رہتے ہیں جب کے وہ خسارہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا جس کے بعد کبھی نفع نہیں ہوگا۔

سوال2: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنے کے انجام سے کیسے خبردار کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اللہ کی بندگی کرتا ہوں تم بھی جس راستے کو چاہو اپنالو۔لیکن تم عظیم نقصان سے دوچار ہوگے۔اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نقصان کروگے۔سب کو جہنم تک پہنچادوگے یہی کھلا خسارہ ہے۔

﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾

''اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو''۔(16)

سوال1: ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾

''اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو''۔ آگ انہیں اوپر نیچے سے گھیرے گی۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ﴾ ''ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے'' ازلی خسارے میں مبتلا ہونے والے لوگوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا ان کے اوپر آگ کے بادل ہوں گے۔

(2)﴿وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ ''اور ان کے نیچے بھی (آگ کے) سائبان ہوں گے۔'' ان کے نیچے بھی آگ کے بادل ہوں گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے۔اور ہم ظالموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔(الاعراف:41)

(4)﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور ان کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے۔'' (العنکبوت:55) (5)﴿ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ جہنمیوں کے حالات کے بارے میں خبر دے کر اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے تاکہ وہ

گناہوں سے باز آجائیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاسکیں، رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں اور آخرت کے عذاب سے نجات پالیں۔

(6) اے میرے بندو! ایمان اور تقوی کے ذریعے امن پاؤ۔ اپنے فرائض ادا کر کے مجھ سے بچ جاؤ۔

(7) یعنی جہنمیوں کے عذاب کا یہ وصف جو ہم نے بیان کیا ہے ایک ایسا کوڑا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے سائے کی طرف ہانکتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2328/3)

سوال 2: ظُلَلٌ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ظُلَلٌ۔ ظُلَّةٌ کی جمع ہے جس کا مطلب سایہ ہے۔ (2) فتح القدیر میں ہے یہاں اس سے اطباق النار مراد ہیں۔

سوال 3: اوپر اور نیچے آگ کے طبق ہوں گے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے ان کے اوپر اور نیچے آگ بھڑک رہی ہوگی۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کس چیز سے ڈراتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس آگ سے ڈراتے ہیں، خسران مبین اور عذاب ظلل سے ڈراتے ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیوں ڈراتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس لیے ڈراتے ہیں تاکہ وہ برے انجام سے بچ جائیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ﴾

''اور جن لوگوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ وہ اُس کی عبادت کریں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اُن کے لیے خوش خبری ہے سو آپ میرے بندوں کو بشارت سنا دیں۔'' (17)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ﴾ ''اور جن لوگوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ وہ اُس کی عبادت کریں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اُن کے لیے خوش خبری ہے سو آپ میرے بندوں کو بشارت سنا دیں۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کے لے بشارت ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا﴾ ''اور جن لوگوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ وہ اُس کی عبادت کریں'' یعنی جن لوگوں نے غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کیا۔

(2) طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اطاعت یا عبادت کی جاتی ہو یا خود اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنی اطاعت

یا عبادت لوگوں سے کروانا پسند کرتا ہے۔ گویا طاغوت سے مراد دنیادار چودھری اور حکمران بھی ہوسکتے ہیں کوئی ادارہ پارلیمنٹ بھی ہوسکتی ہے۔ بت، شیطان اور جن بھی ہوسکتے ہیں اور ایسے پیر و فقیر بھی ہوسکتے ہیں جو اللہ کے مقابلہ میں اپنی اطاعت کروانا پسند فرماتے ہیں اور شریعت پر طریقت کو ترجیح دیتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:41/4)

(3) ﴿وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اس کی طرف رجوع کیا، اس کی توحید کا اقرار کیا اس کی اطاعت والے اعمال کیے اور اس کے سوا دوسرے معبودوں سے برات کا اظہار کیا۔ (جامع البیان:209/23)

(4) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی عبادت اور اس کی توحید کے ذریعے اس کی طرف رجوع کیا۔ (ایسر التفاسیر:1330)

(5) یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(6) ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى﴾ ''اُن کے لیے خوش خبری ہے'' ان کے لیے ایسی خوش خبری ہے۔ جس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں اور صرف وہی لوگ اس سے واقف ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس خوش خبری سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس میں دنیا کے اندر وہ بشارت بھی شامل ہے جو بندہ مومن کو ثنائے حسن، سچے خوابوں اور عنایت ربانی کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ انہیں اس بشارت کے اندر صاف دکھائی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے بندوں کا اکرام چاہتا ہے۔ ان کے لیے موت کے وقت، قبر کے اندر اور قیامت کے روز خوش خبری ہے اور ان کے لیے آخرت کی بشارت ہے جو رب کریم ان کو اپنی دائمی رضا، اپنے فضل و احسان اور جنت کے اندر امان کی صورت میں دے گا۔ (تفسیر سعدی:2329/3) جیسا کہ فرمایا: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (یونس:64)

(7) ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ﴾ ''سو آپ میرے بندوں کو بشارت سنا دیں۔'' رب العزت نے مومنوں کو خوش خبری دی ہے اور اس صفت کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے وہ خوش خبری کے مستحق ٹھہرے۔

سوال 2: طاغوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر اس سرکش قوت کو جو بندگی کی حد سے تجاوز کر جائے۔

سوال 3: طاغوت کی بندگی سے اجتناب کرنے والے کون لوگ ہیں؟

جواب: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں۔ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کے لیے خوشخبری ہے۔

سوال 4: طاغوت کی بندگی سے رکنے والوں کے لیے کس نے خوشخبری دی ہے؟

جواب: خوشخبری اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے یہ خوش خبری دلوائی ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

''جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔''(18)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل والے ہیں'' جو قرآن کو غور سے سن کر، سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ﴾ ''جو بات کو غور سے سنتے ہیں'' یعنی جو قرآن کو غور سے سنتے ہیں، اسے اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں۔(2)﴿فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾ ''پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں'' وہ اس کی بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں یعنی کلام اللہ پر عمل کرتے ہیں رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرنے کے بعد فرمایا:﴿وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۚ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ اور ہم نے تختیوں میں اس کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی، سو ان کو قوت سے پکڑو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑے رکھیں، جلد ہی میں تجھے نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا۔(الاعراف:145)

(3)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ﴾ ''وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے'' ان لوگوں کو ہی اللہ تعالیٰ بہترین اخلاق، عمدہ اعمال کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔اس کے مقابلے میں جو لوگ حق کو نہیں سنتے وہ ایسے معبود بناتے ہیں جو نہ نفع دے سکیں اور نہ نقصان۔(جامع البیان: 210/23)

(4) ایسے لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت میں ہدایت ہے۔(5)﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''اور یہی لوگ عقل والے ہیں'' یعنی یہی لوگ سیدھی فطرت والے اور صحیح عقل وفہم والے ہیں۔

(6) اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔یعنی پاک عقل کے مالک ہیں۔یہ ان کی عقل مندی اور ان کا حزم واحتیاط ہے کہ انہوں نے قول حسن اور غیر حسن کو پہچان لیا اور پھر اس قول کو ترجیح دی جس کو ترجیح دی جانی چاہیے تھی اور یہ عقل مندی کی علامت ہے، بلکہ عقل مندی کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور علامت نہیں ہے، کیونکہ وہ شخص جو قول حسن اور غیر حسن میں امتیاز نہیں کر سکتا، ان لوگوں کے زمرے میں نہیں آتا جو عقل صحیح کے مالک ہیں یا وہ اچھی اور بری بات کے درمیان امتیاز تو کر سکتا ہے لیکن جب شہوت نفس وعقل پر غالب آجاتی ہے اور عقل شہوت کی محض

تابع ہوجاتی ہے تو وہ بہترین کلام کی تعظیم نہیں کرتا تب وہ ناقص العقل قرار پاتا ہے۔(تفسیر سعدی :2330/3)

(7)عباداللہ کی ابتدا سے انتہا تک کی صفات بتائی گئیں وہ ایمان، اتباع حسن، ان میں ہدایت کی علامات ہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے ایسے بندوں کی جو خوشخبری پاتے ہیں کیا صفات ہوتی ہیں؟

جواب:(1)یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بات کو غور سے سنتے ہیں پھر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔اپنے دلوں کو پاک اور طیب کرتے ہیں۔

(2)پاک اور طیب روحیں احسن باتوں کے لیے ہمیشہ کھلی ہوتی ہیں۔

سوال3:احسن سے کیا مراد ہے؟

جواب:احسن سے مراد اچھی اور پختہ بات۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کو کس وجہ سے ہدایت دی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھلائی کی محبت دیکھی انہیں خیر کی ہدایت دی انہوں نے اچھی باتوں کو سنا اور ہدایت کو قبول کرلیا۔

سوال5:عقل والوں کی عقل انہیں کس چیز کی طرف مائل کرتی ہے؟

جواب:عقل والوں کی عقل انہیں پاکیزگی کی طرف، نجات کی طرف مائل کرتی ہے۔اس طرح وہ اپنی عقل سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سوال6:مسلوب العقل لوگ کیسے ہوتے ہیں؟

جواب:مسلوب العقل لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنی عقل سے فائدہ نہیں اٹھاتے جو نجات اور کامیابی کی طرف میلان نہیں رکھتے۔ایسے لوگ اللہ کی تعالیٰ نعمت کا انکار کرتے ہوئے عملاً آگ تک پہنچ جاتے ہیں۔

﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ﴾

''تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہوگئی؟ تو کیا آپ ایسے شخص کو بچا ئیں گے جو آگ میں ہے؟''(19)

سوال1:﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ﴾''تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہوگئی؟ تو کیا آپ ایسے شخص کو بچا ئیں گے جو آگ میں ہے؟''ازلی بدبختوں کو گمراہی اور جہنم سے کوئی نہیں بچا سکتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ﴾''تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہوگئی؟''عذاب کے کلمے سے مراد اللہ تعالیٰ کا قول ہے جو اس نے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے موقع پر شیطان کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔یعنی اللہ تعالیٰ کے قول سے عذاب واجب ہوگیا کہ میں جہنم کو تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والوں سب سے بھر دوں گا۔(ایسر التفاسیر:1330)

(2) یعنی وہ شخص جس کے گمراہی، عناد اور کفر پر جمے رہنے کے باعث، اس پر عذاب کا حکم واجب ہو گیا، تو اس کی ہدایت کے لیے آپ کے پاس کوئی چارہ ہے؟ (تفسیر سعدی: 2330/3)

(3) ﴿اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ﴾ ''تو کیا آپ ایسے شخص کو بچا لیں گے جو آگ میں ہے؟'' یعنی کیا آپ اسے آگ سے بچا سکتے ہیں جو ازلی بدبخت ہو۔ کیا آپ ایسے شخص کو گمراہی اور ہدایت سے بچا سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

سوال 2: عذاب کی بات کن لوگوں پر ثابت ہو چکی ہے؟

جواب: (1) جن لوگوں نے کفر اور ظلم کیا۔ (2) جو جرائم میں اس انتہا کو پہنچ گئے جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ (3) جن پر اللہ کی تقدیر کی وجہ سے عذاب ثابت ہو چکا۔ (4) جن کی پوری زندگی کو گناہوں نے گھیر لیا وہ جہنمی ہیں۔

سوال 3: جن پر عذاب کی بات ثابت ہو جائے کیا انہیں کوئی آگ سے بچا سکتا ہے؟

جواب: ایسے لوگوں کو کوئی عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ کیونکہ تقدیر غالب آتی ہے۔

﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾

''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے اوپر بلند عمارتیں بنی ہوں گی، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا'' (20)

سوال 1: ﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾ ''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے اوپر بلند عمارتیں بنی ہوں گی، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا'' متقیوں کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ﴾ ''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کی اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے رہے۔

(2) جن لوگوں نے اپنے رب کا خوف کیا، ایمان لائے اور اس کی اطاعت کی۔ (ایسر التفاسیر: 1330)

(3) ﴿لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا﴾ ''اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں'' ان کے لیے عالی شان بلند و بالا محلوں پر بالا خانے ہیں جو سونے چاندی کی

اینٹوں سے تعمیر کیے گئے ہوں گے، جن کا گارا مشک ہے۔ جن کا حسن اور صفائی ایسی ہے کہ بلندی سے غروب ہونے والے تارے کی طرح نظر آئیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا (75) خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا (76)﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالاخانے ملیں گے۔ اور اس میں انہیں دُعا اور سلام پہنچایا جائے گا۔ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ بہت اچھی رہائش اور بہت ہی اچھا مقام ہے۔'' (الفرقان:76,75)

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایسے محل ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے ایک دیہاتی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ کن کے لیے ہیں؟ فرمایا انکے لیے جو نرم گفتگو کریں، کھانا کھلائیں، روزوں پر مداومت کریں اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں یہ اللہ کے لیے (اس کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑائیں اور) نماز پڑھیں۔ (ترمذی:2527)

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت والے اپنے اوپر کے بالاخانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے کہ جس طرح تم مشرقی یا مغربی کناروں میں چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ اس وجہ سے کہ جنت والوں کے درجات میں آپس میں تفاوت ہوگا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ انبیاء علیہم السلام کے درجات ہوں گے کہ جن تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ان لوگوں کو بھی وہ درجات عطا کیے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں۔'' (مسلم:7144)

(6) ﴿تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ''جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی'' ان کے نیچے سے تیزی سے رواں پانی کی نہریں بہہ رہی ہونگیں جو جنت کے خوب صورت باغات کو سیراب کر رہی ہوں گی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ (54) فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (55)﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔'' (القمر:54,55)

(7) ﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور پاکیزہ رہائش گاہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہونگیں اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

(8) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو (100) درجے ہیں ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں اور فردوس سب سے اوپر کا درجہ ہے۔ اس میں جنت کی چاروں طرف نہریں بہتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے پھر جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی:2531)

(9)﴿وَعْدَ اللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے''اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا۔

(10)﴿لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾''اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔''اللہ تعالیٰ نے متقیوں سے اجر وثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔وہ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا وعدہ ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔انہیں منزل پر منزل بنی ہوئی عمارتوں یعنی بالاخانوں میں بسایا جائے گا۔(2)ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔

سوال3:جنت کی نہریں کہاں سے بہتی ہوں گی؟

جواب:بالاخانوں کے نیچے سے دودھ،شہد،پانی اور شراب کی نہریں بہتی ہوں گی۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے بارے میں کیا خبر دی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی اُتارا پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں جاری کر دیا،پھر وہ اُس کے ساتھ مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے،پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے تو آپ اسے زرد دیکھتے ہیں پھر وہ اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے،بلاشبہ اس میں عقل مندوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔''(21)

سوال1:﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ﴾''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی اُتارا پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں جاری کر دیا''زمین میں آسمان کا پانی ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی اُتارا''رب العزت نے فرمایا کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا،زمین میں پانی آسمان سے آتا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَهُوَ

الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔'' (الفرقان 48)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں زمین میں جہاں بھی پانی ہے آسمان سے اترا ہوا ہے۔

(3) ﴿فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ﴾ ''پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں جاری کر دیا'' رب العزت اس پانی کو زمین میں چشموں کی صورت میں محفوظ کرتے ہیں۔ جہاں سے یہ پانی آسانی سے نکال دیا جاتا ہے۔ زمین کے پاس یہ پانی امانت ہے۔

سوال 2: ﴿ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ ''پھر وہ اُس کے ساتھ مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے تو آپ اسے زرد دیکھتے ہیں پھر وہ اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں عقل مندوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔'' اللہ تعالیٰ پانی سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کرتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ﴾ ''پھر وہ اُس کے ساتھ مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے'' اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہونے ہونے والے پانی سے طرح طرح کی اشیاء پیدا فرماتے ہیں جن کے رنگ، ذائقے شکلیں اور فوائد مختلف ہوتے ہیں۔

(2) اسی پانی سے غلے، پھل اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔

(3) ﴿ثُمَّ یَهِیْجُ﴾ ''پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے'' پھر کھیتیاں پوری طرح پک جاتی ہیں یا کسی آفت کی وجہ سے سوکھ جاتی ہیں۔

(4) ﴿فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا﴾ ''تو آپ اسے زرد دیکھتے ہیں پھر وہ اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے'' پھر لہلہانے والی کھیتیاں زرد پڑ جاتی ہیں پھر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔

(5) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ ''بلاشبہ اس میں عقل مندوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔'' عقل والے سمجھ لیتے ہیں کہ دنیا کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ (i) دنیا کی رونقیں، لذتیں، شادابیاں اور آسائشیں عارضی ہیں جن میں انسان کو دل نہیں لگانا چاہیے بلکہ موت کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیے۔ (ii) اس سے عقل والے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہر چیز کے مقررہ وقت اور کردار کی طرح انسانوں کا بھی وقت مقرر ہے اور اس کا بھی دنیا میں ایک کردار ہے جو مقررہ وقت پر ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں بہترین کردار ادا کر کے لوٹ جانے کی تیاری کرنی چاہیے کہ وہ زندگی لازوال ہے۔ (iii) فتح القدیر میں اس مثال کے بارے میں ہے کہ یہ قرآن اور اہل ایمان کے سینوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے قرآن مجید نازل کیا وہ مومنوں کے دلوں میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ذریعے حق باہر نکالتا ہے جو ایک دوسرے سے بہتر ہوتا ہے اس طرح مومن ایمان اور یقین میں بڑھ جاتے ہیں۔ جس کے دل میں روگ ہوتا ہے وہ اس طرح خشک

ہوجاتا ہے جیسے کھیتی خشک ہوجاتی ہے۔

(6)بلاشبہ عقل مندوں کے لیے البتہ اس میں نصیحت ہے۔وہ ان کھیتیوں کے ذریعے سے اپنے رب کی عنایات اور بندوں پر اس کی بے پایاں رحمت کو یاد کرتے ہیں کہ اس نے ان کے لیے اس پانی کے حصول کو آسان بنایا اور ان کے مصالح کے مطابق اس پانی کو زمین کے خزانوں میں جمع کیا۔اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو یاد کرتے ہیں کہ مردوں کو اسی طرح زندہ کرے گا جس طرح اس نے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا۔وہ یہ بھی یاد کرتے ہیں کہ ان تمام افعال کو سرانجام دینے والی ہستی ہی درحقیقت عبادت کی مستحق ہے۔

اے اللہ! ہمیں ان عقل مندوں میں شامل فرما،جن کا تو نے نام بلند کیا،انہیں عقل سے بہرہ مند کر کے راہ راست پر گامزن کیا اور ان کے سامنے اپنی عظیم کتاب کے اسرار اور اپنی آیات سے پردہ اٹھایا جن اسرار کی معرفت ان کے سوا کسی اور کو حاصل نہ ہوسکی، بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔(تفسیر سعدی:2331/3)

(7)﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ ”اور آپ انہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردیں،جیسا کہ پانی،جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا پھر اس سے زمین کی نباتات خوب گھنی ہوگئیں پھر وہ چورا ہوگئیں،جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔“(الکہف:45)

سوال3:زمین سے پانی کے چشمے کیسے ابلتے ہیں؟

جواب:پانی بارش کے ذریعے آسمان سے اترتا ہے وہ زمین میں جذب ہوجاتا ہے پھر چشموں کی صورت میں نکلتا ہے۔

سوال4:مختلف قسم کی کھیتاں اُگانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد وہ طرح طرح کے پھل،سبزیاں،اجناس ہیں جو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔جن چیزوں کے رنگ ذائقے اور خوشبوئیں مختلف ہوتی ہیں۔

سوال5:عقل رکھنے والوں کے لیے اس میں کیا سبق ہے؟

جواب:(1)عقل رکھنے والے سمجھ لیتے ہیں کہ دنیا کی مثال بھی اسی طرح ہے۔(2)دنیا کی رونقیں،لذتیں،شادابیاں اور آسائشیں عارضی ہیں جن میں انسان کو دل نہیں لگانا چاہیے بلکہ موت کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیے۔(3)اس سے عقل والے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہر چیز کے مقررہ وقت اور کردار کی طرح انسانوں کا بھی وقت مقرر ہے اور اس کا بھی دنیا میں ایک کردار ہے جو مقررہ وقت پر ختم ہوجاتا ہے۔لہذا دنیا میں بہترین کردار ادا کر کے لوٹ جانے کی تیاری کرنی چاہیے کہ وہ زندگی لازوال ہے۔(4)فتح القدیر میں اس مثال کے

بارے میں ہے کہ یہ قرآن اور اہل ایمان کے سینوں کی مثال ہے۔(5) اللہ تعالیٰ نے آسمان سے قرآن مجید نازل کیا وہ مومنوں کے دلوں میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ذریعے حق باہر نکالتا ہے جو ایک دوسرے سے بہتر ہوتا ہے اس طرح مومن ایمان اور یقین میں بڑھ جاتے ہیں۔جس کے دل میں روگ ہوتا ہے وہ اس طرح خشک ہو جاتا ہے جیسے کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔

رکوع نمبر 17

﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے) پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں''(22)

سوال1:﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے) پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں'' روشن دل اور سنگ دل برابر نہیں ہو سکتے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ ''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا'' یعنی جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اس کی وحدانیت اور ربوبیت کا اقرار کرے اور اس کی اطاعت کے لیے جھک جائے۔(جامع البیان:212/23)

(2) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت:﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ تلاوت فرمائی۔ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ سینہ کشادہ کیسے ہو جاتا ہے؟ فرمایا جب نور دل میں داخل ہو جاتا ہے۔ہم نے عرض کیا اس کی علامت کیا ہے؟ فرمایا دار الخلد (یعنی آخرت) کی طرف ہمہ تن رجوع اور دار الغرور (مقام فریب یعنی دنیا) سے دوری اختیار کرنا اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔(رواہ البغوی، الحاکم بیہقی، شعب الایمان)

(3) یعنی جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور اس کے قلب و ذہن میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے لیے قبولیت اور اس پر عمل کے لیے وسعت ہو اور وہ شرح صدر کے ساتھ اسلام کے راستے پر چل رہا ہو۔

(4)﴿فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے'' یعنی جن

کے دل قرآن قبول کرنے کے لیے سخت ہو گئے ہوں۔ وہ نہ ایمان لائیں اور نہ اس پر عمل کریں۔ (ایسر التفاسیر:1331)

(5) پس ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں۔ یعنی ان کے سخت دل اس کی کتاب کو سمجھنے کے لیے نرم ہوتے ہیں نہ اس کی آیات سے نصیحت پکڑتے ہیں اور نہ اس کے ذکر سے اطمینان ہی حاصل کرتے ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے رب سے روگردانی کر کے غیر کی طرف التفات کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے شدید ہلاکت اور بہت بڑی برائی ہے۔ (تفسیر سعدی:2332/3)

(6) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو کیونکہ کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے اور سخت دل والا اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہو جاتا ہے۔'' (ترمذی:2411)

(7) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کے سوا زیادہ کلام مت کرو اس لیے کہ ذکر الٰہی کے بغیر کثرت کلام دل کی سختی کا سبب ہے اور آدمیوں میں اللہ تعالیٰ سے دور تر سخت دل والا ہے۔ (ترمذی:2412)

(8) ﴿أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ''یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں'' اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں سخت ہو گیا ہو۔

(9) مالک بن دینار رحمہ اللہ نے کہا قساوت قلب سے بڑھ کر کوئی سزا (عقوبت) بندہ کے لیے مقرر نہیں کی گئی اور اللہ تعالیٰ کا غضب کسی قوم پر اسی وقت نازل ہوتا ہے جب ان کے دلوں سے نرمی ختم ہو جاتی ہے۔ (تفسیر مظہری:107/10)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنا دی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام:122)

(11) ﴿أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ ''تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟ یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟'' (الملک:22)

(12) ﴿فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔'' (الانعام:125)

(13) ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن

قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثریت نافرمان ہے۔'' (الحدید:16)

(14) دو طرح کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے روشن دل اور پتھر دل برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال 2: (شرح صدر) یعنی اسلام کے لئے سینہ کھل جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جس کو حق قبول کرنے کی اور خیر کا راستہ اپنانے کی توفیق مل گئی ہو۔

سوال 3: انسان رب کی روشنی میں کیسے آتا ہے؟

جواب: (1) رب کی روشنی اس کا دیا ہوا علم ہے جس کو قبول کرنے سے، اُس کے راستے کو اپنانے سے انسان رب کی روشنی میں آجاتا ہے۔

(2) رب کا دیا ہوا علم جب انسان کے دل تک پہنچتا ہے تو وہ چمک اُٹھتے ہیں۔ اس طرح انسان کے دل سے یہ روشنی اس کے عمل میں آتی ہے اور انسان رب کی روشنی میں آجاتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی یاد سے کن کے دل تنگ ہو جاتے ہیں؟

جواب: (i) اللہ تعالیٰ کی یاد کی وجہ سے اُس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے جس کو حق قبول کرنے کی توفیق نہ ملے۔

(ii) جس کو خیر کا راستہ اپنانے کی توفیق نہ ملے۔ (iii) جس کے پاس رب کا دیا ہوا علم نہ ہو۔ جو رب کے دیے ہوئے علم کو دل تک راستہ نہ دے۔ پھر دل تنگ ہو جاتا ہے اور ایسا انسان گمراہ ہو جاتا ہے اور تاریکیوں میں بھٹکتا ہے۔

سوال 5: ''اولئک فی ضلل مبین'' سے کیسے انسان کے شعور کو بے دار کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نور خیر لینے والوں کے مقابلے میں ''ضلل مبین'' گمراہی کے اندھیروں میں رہنے کی خبر سے انسانی شعور کو بے دار کیا گیا ہے کہ کیا روشنی میں رہنے والا فائدے میں ہے یا تاریکیوں میں بھٹکنے والا، راستہ گم کر دینے والا؟ یوں گمراہ ہونے والا اپنے حالات پر مطمئن نہیں رہتا اور روشنی کے اثرات کو دیکھتے ہوئے روشنی کی خواہش کو دل کے اندر اُبھرتا ہوا پاتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾

''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں'' (23)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے'' اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام اتارا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے۔ احسن الحدیث سے مراد قرآن مجید ہے۔

(2) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے۔ (مسلم: 2005)

(3) قرآن بہترین کلام اس لحاظ سے ہے کہ اس کی آیات ٹھوس حقائق پر مبنی ہیں۔ اس کا انداز بیان دلنشین ہے۔ اس کے دلائل عام فہم ہیں۔ جن سے ایک دیہاتی بھی ایسے ہی مستفید ہو سکتا ہے جیسے ایک جید عالم، اور اس کے احکام و فرامین دنیا میں بہترین زندگی کا راستہ بتاتے ہیں۔ نیز اسکے احکام محض نظریاتی نہیں بلکہ سب قابل عمل ہیں اور اگر ان پر عمل کیا جائے تو اخروی فلاح کے ضامن ہیں۔ (تیسیر القرآن: 44/4)

(4) ﴿كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا﴾ ''ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے'' یعنی آیت سے آیت اور حرف سے حرف مشابہ ہے۔

(5) اپنے حسن تالیف اور ہر لحاظ سے عدم اختلاف کے اعتبار سے اس کے تمام اجزا ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں حتی کہ اگر کوئی اس میں غور و فکر کرے تو اسے اس میں ایسی مہارت، اس کے معانی میں ایسی گہرائی نظر آئے گی جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔ اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ (بے عیب) کلام حکمت اور علم والی ہستی کے سوا کسی اور سے صادر نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر متشابہ سے یہی مراد ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ ''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اُتاری، جس میں سے بعض محکم آیات ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں'' (آل عمران: 7) تو اس سے مراد وہ آیات کریمہ ہیں جو بہت سے لوگوں کے فہم سے پوشیدہ اور مشتبہ ہوتی ہیں۔ یہ اشتباہ اس وقت تک زائل نہیں ہوتا جب تک کہ ان کو آیات محکمات کی طرف نہ لوٹایا جائے۔ (تفسیر سعدی: 2333,2332/3)

(6) ﴿مَّثَانِيَ﴾ ''جو بار بار دہرائی جانے والی ہے'' مثانی سے مراد ایک تو ایسی آیات ہیں جو بار بار پڑھی اور دہرائی جاتی ہیں۔ اسی لحاظ سے سورۃ فاتحہ کو سبع من المثانی کہا گیا ہے کہ سورت کم از کم نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ پھر نماز کے علاوہ بھی پڑھی جاتی ہے۔ دوسری

مرادوہ آیات ہیں جوقرآن میں بہ تکرار وارد ہیں۔مثلاً﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ یا﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ یا﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾اورایسی آیات جودو یا تین بار وارد ہیں وہ بہت ہیں۔تیسری مراداقوام سابقہ کے انجام سے خبردار کرنے والی آیات یاانبیاء کے قصص ہیں جوقرآن میں بار بار مختلف پیرایوں میں مذکور ہوئے ہیں۔ایسے ہی شرک کے ابطال اورتوحید کے دلائل ہرسورت کی بے شمار آیات میں مذکور ہیں۔جوسب ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں اور چوتھی مراد ایسی آیات ہیں جن میں نوعی تقابل پایاجاتا ہے۔مثلاجہاں اہل جنت کاذکر ہے وہاں اہل دوزخ کاذکر بھی آجاتا ہےاوراس کے برعکس بھی۔جہاں رات کاذکر ہے وہاں دن کا بھی ذکر ہے۔جہاں اللہ تعالیٰ کی صفت قہار کاذکر ہے تواگلی آیت میں صفت غفار یاغفور کا بھی ذکر آگیا ہے۔(تیسیرالقرآن:44/4)

(7)قرآن مجید ذہن نشین کرنے کے لیے ایک ہی مضمون کو بار بار دہراتا ہے تاکہ لوگ اچھے طریقے سے سمجھ لیں۔(مختصرابن کثیر:1734/2)

(8)یعنی اس بہترین کلام میں قصص واحکام،عدل ووعید،اہل خیر کے اوصاف اوراہل شر کے اعمال کو بار بار دہرایا جاتا ہے،نیز اللہ تعالیٰ کے اسماءوصفات کا بار بار ذکر کیاجاتا ہے۔یہ اس کلام کا حسن وجلال ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ مخلوق اس کلام کے معانی کے محتاج ہیں جودلوں کو پاک اوراخلاق کی تکمیل کرتے ہیں اس لیے اس نے ان معانی کودلوں کے لیے وہی حیثیت دی ہے جودرختوں اور پودوں کے لیے پانی کی ہے۔جس طرح درخت اور پودے عدم سیرابی کے باعث ناقص بلکہ بسااوقات تلف ہوجاتے ہیں اور پودوں کوجتنا زیادہ بار بار سیراب کیاجائے گااتنے ہی وہ خوبصورت ہوں گے اوراتناہی زیادہ پھل لائیں گے۔اسی طرح دل بھی کلام اللہ کے معانی کے تکرار کے ہمیشہ محتاج رہتے ہیں۔اگرتمام قرآن میں ایک معنی اس کے سامنے ایک ہی مرتبہ بیان کیاجائے تومعنی اس کی گہرائی میں جاگزیں ہوگانہ اس سے مطلوبہ نتائج ہی حاصل ہوں گے(تفسیرسعدی3/2332-2334)

سوال2:﴿تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾''اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جواپنے رب سے ڈرتے ہیں،پھراُن کی کھالیں اوراُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یادکی طرف نرم ہو جاتے ہیں''قرآن مجید کے اثرات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾''اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جواپنے رب سے ڈرتے ہیں'' قرآن مجید سن کراللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اوروہ کانپنے لگتے ہیں پھران کے جسم اوردل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے موم بن جاتے ہیں۔یہ نیکوں کی صفت ہے کہ وہ جبار وقہار اور رحمٰن وغفار کا کلام سن کر کانپ اٹھتے ہیں،کیونکہ اپنے کانوں سے رب کے وعدے اوراس کی دھمکیاں سنتے ہیں جن سے ان کے جسم کا رُواں رُواں کھڑا ہوجاتا ہےاوراللہ تعالیٰ سے ڈرکرلرزنے لگتے ہیں پھراس کے رحم کےامیدوار بن کردل وجان سے اس کی عبادت میں لگ جاتے ہیں۔(مختصرابن کثیر:1734/2)

(2)اس کے اندر بے قرار کردینے والاخوف اورڈر ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بندے کے بدن پر اللہ کے خوف سے بال کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

(4) ﴿ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ﴾ ''پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل نرم ہو جاتے ہیں'' یعنی ان کے دل اور جلدیں نرم پڑ جاتی ہیں۔

(5) ﴿اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اہل ایمان اور اہل تقویٰ کے لیے جنت اور جو کچھ اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ (ایسر التفاسیر 1332)

(6) اللہ تعالیٰ کا ذکر انہیں بھلائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے۔

(7) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی دراصل سچے مومن ہیں ان کے رب کے پاس ان کے درجات اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔'' (الانفال:2-4)

(8) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (٥٧) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ (٥٨) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ (٥٩) وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (٦٠) اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (٦١)﴾ ''یقیناً وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں۔'' (المؤمن:57_61)

(9) ﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (٨٣) وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاۗءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ (٨٤)﴾ ''اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے اور ہمیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر ہم ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے؟ جب کہ ہم یہ حرص رکھتے ہیں کہ

ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرلے۔'' (المائدۃ:84,83)

(10) رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا تو ان کی کیا حالت ہوتی تھی۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا ان کی حالت وہی ہوتی تھی جیسی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے میں نے کہا کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ بیہوش ہوکر گر پڑتے ہیں سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے (جواب میں) فرمایا میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں (یعنی یہ حرکت شیطان مردود کی ہے)۔ بغوی کا بیان ہے کہ ایک عراقی شخص گرا پڑا تھا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ادھر سے گزر ہوا دریافت فرمایا اس کی کیا حالت ہے لوگوں نے کہا اس شخص کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا ہے اور یہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو بیہوش ہوکر گر جاتا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم بھی اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن (قرآن سن کر بیہوش ہوکر نہیں گر پڑتے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیطان بعض لوگوں کے اندر گھس جاتا ہے اور بیہوش کرکے گرا دیتا) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تو ایسا نہیں کرتے تھے یہ فعل ان کا نہ تھا۔ (تفسیر مظہری:109/10)

(11) جب ابن سیرین رحمہ اللہ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کچھ لوگ قرآن سن کر بیہوش ہوجاتے ہیں تو فرمایا ایسے آدمی کو کسی چھت کے کنارے پر نیچے کو پاؤں لٹکا کر بٹھایا جائے پھر قرآن پڑھا جائے اگر وہ قرآن سن کر بیہوش ہوکر نیچے گر پڑے تو سمجھ لو سچا ہے (ورنہ جھوٹا ہے مکار ہے)۔ (تفسیر مظہری:109/10)

سوال 3: ﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کردیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں'' تاثیر قرآن اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے'' یہ قرآن کی تاثیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو اس کے فضل اور احسان میں سے ہے۔

(2) ﴿يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے تاثیر قرآن کے ذریعے ہدایت دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ﴾ ''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا۔'' (المائدۃ:16)

(3) ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اور جسے وہ گمراہ کردیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سوا کوئی راستہ نہیں جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہو، کتاب اللہ پر توجہ مرکوز کرنے کی توفیق بھی اسی سے ملتی ہے۔ پس اگر اللہ کی توفیق نصیب نہ ہو تو راہ راست پر چلنے کا کوئی طریقہ نہیں، تب واضح گمراہی اور رسوا کن بدبختی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (تفسیر سعدی:2334/3)

سوال4: ''احسن الحدیث'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

سوال5: کتاباً متشابہاً سے کیا مراد ہے؟

جواب: (i) اس سے مراد ملتی جلتی کتاب ہے جس کے سارے حصے اپنے معانی میں، حُسن کلامی میں، بلاغت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ (ii) اس سے مراد پچھلی آسمانی کتابوں سے ملنا بھی ہے۔

سوال6: کتاب کی صفت مُتشابہ (ملتی جلتی) سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب حقیقت پر مبنی ہے۔ اگر حقیقت نہ ہوتی تو اس کے اجزا میں اختلاف اور عدم یکسانیت ہوتی۔

سوال7: مَثانی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جس میں مضامین کو بار بار دُہرایا گیا ہو یعنی قصص، واقعات اور احکامات کو بار بار دُہرایا گیا ہو۔

سوال5: کتاب کی صفت مثانی سے اس کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کتاب نصیحت ہے کیونکہ نصیحت اس طرح کی جاتی ہے کہ سُننے والے کے دماغ میں بیٹھ جائے۔ اس مقصد کے لئے بار بار مضامین کو دُہرایا جاتا ہے۔ یہ حکمت کا اعلیٰ ترین انداز ہے۔

سوال6: انسان کے رونگٹے کب کھڑے ہوتے ہیں؟

جواب: انسان کی رونگٹے تب کھڑے ہوتے ہیں جب وہ کوئی دہشت ناک خبر سنتا ہے اس کی وجہ سے اس کے اندر عاجزی اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

سوال7: قرآن مجید سُن کر مومنوں کے رونگٹے کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں؟

جواب: مومن قرآن مجید کی وعیدوں کو سمجھتے ہیں وہ ان ڈراوں سے ڈر جاتے ہیں اور دہشت سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سوال8: مومنوں کے دل اور جسم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف کیسے نرم ہو جاتے ہیں؟

جواب: مومنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید پیدا ہوتی ہے تو اُن کے دلوں میں سوز اور گداز پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کی کتاب سے مومنوں کی حالت اور کم فہم لوگوں کی حالت میں کیسا فرق پیدا ہوتا ہے؟

جواب:

مومنوں کا سماع قرآن	کم فہم لوگوں کا سماع قرآن
(1) مومنوں کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپ اُٹھتے ہیں۔	(1) کم فہم لوگ بدحواس ہوجاتے ہیں۔
(2) مومنوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوجاتے ہیں۔	(2) کم فہم لوگ مدہوش ہوجاتے ہیں۔
(3) مومنوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔	(3) کم فہم لوگ لوگوں کو ''حال'' پڑجاتا ہے۔
(4) مومنوں کی جلدیں نرم پڑجاتی ہیں۔	(4) کم فہم لوگ وجد میں آجاتے ہیں۔
(5) مومن علم اور فہم سے سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔ (6) مومن سماع قرآن کے وقت ادب اور تواضع اختیار کرتے ہیں۔ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں۔	(5) کم فہم لوگ کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں۔ (6) کم فہم لوگ شور کرتے ہیں۔
(7) اہل ایمان کے علم وفہم میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ رب کے قریب ہوجاتے ہیں۔	(7) کم فہم لوگ لوگوں کے اندر شیطان داخل ہوجاتا ہے اور ان میں عقل وہوش باقی نہیں رہتا۔

سوال 10: ﴿ذلک ھدی اللہ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت'' یعنی ہدایت پانے کا راستہ، قرآن سننے کا راستہ، دلوں کے نرم ہونے کا راستہ اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے کا راستہ ہی ہدایت پانے کا راستہ ہے۔

سوال 11: ''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ارادے اور توفیق سے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے کسی ہدایت کی خواہش رکھنے والے، ہدایت کے لیے کوشش کرنے والے کو ضائع نہیں کرتا۔

سوال 12: ﴿ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔یعنی گمراہی بھی اللہ کے ارادے سے ملتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوجائے اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں کیونکہ کسی اور کا کوئی اختیار نہیں۔

﴿اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَقِیْلَ لِلظّٰلِمِیْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾

''تو کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کے ساتھ قیامت کے دن بُرے عذاب سے بچے گا (وہ جنت والے کی طرح

ہوسکتا ہے؟)اور ظالموں کے لیے کہہ دیا جائے گا کہ چکھو جو تم کمایا کرتے تھے"(24)

سوال1:﴿اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾"تو کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کے ساتھ قیامت کے دن بُرے عذاب سے بچے گا (وہ جنت والے کی طرح ہوسکتا ہے؟)اور ظالموں کے لیے کہہ دیا جائے گا کہ چکھو جو تم کمایا کرتے تھے"ظالم اور عادل برابر نہیں ہوسکتے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾"تو کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کے ساتھ قیام کے دن بُرے عذاب سے بچے گا (وہ جنت والے کی طرح ہوسکتا ہے؟)"یعنی جو شخص برے عذاب سے قیامت کے دن اپنا چہرہ بچانا چاہتا ہے اسے شرمندہ کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ آج اپنی اپنی کمائیوں کے مزے لوٹو۔

(2)﴿وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾"اور ظالموں کے لیے کہہ دیا جائے گا کہ چکھو جو تم کمایا کرتے تھے" آج اپنی اپنی کمائیوں کے مزے لوٹو۔

(3) کفر اور معاصی کے ذریعے اپنے اوپر ظلم کرنے والوں سے کہا جائے گا اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

(4) کیا یہ شخص ،جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور اپنے اکرام وتکریم کے گھر پہنچانے والے راستے پر گامزن ہونے کی توفیق سے بہرہ مند کیا ہے اور وہ شخص برابر ہوسکتے ہیں، جو اپنی گمراہی پر جما ہوا دائمی عناد میں سرگرداں ہے یہاں تک کہ قیامت آپہنچے اور بڑا عذاب اسے گھیر لے اور اپنے چہرے کو اس عذاب سے بچانے کی ناکام کوشش کرے؟ چہرہ تمام اعضاء میں سب سے زیادہ شرف کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ادنیٰ سا عذاب اس پر بہت زیادہ اثر کرتا ہے۔وہ اپنے چہرے کو بہت برے عذاب سے بچانے کی کوشش کرے گا لیکن اس کے ہاتھ اور پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے۔(تفسیر سعدی:2335/3)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"کیا جس اللہ تعالیٰ نے اسے اس دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن اسے اس کے چہرے کے بل چلا دے؟"(بخاری:4760)

سوال2: قیامت کے دن ظالم بدترین عذاب کی ڈھال اپنے چہرے کو کیوں بنائے گا؟

جواب:انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے چہرے کو چوٹ سے بچائے مگر قیامت کے دن انسان اپنے جسم کے کسی حصے کو عذاب کی زد میں آنے سے نہیں بچا سکے گا اس لئے وہ عذاب کے سامنے ایسے کھڑا ہوگا گویا اپنے چہرے کو ڈھال بنائے ہوئے ہے۔

سوال3: ظالموں سے کیا کہا جائے گا؟

جواب: ظالموں سے کہا جائے گا اپنے کیے کا وبال چکھو۔

﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلا دیا تو اُن پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہ تھے'' (25)

سوال 1: ﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلا دیا تو اُن پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہ تھے'' پہلے جھٹلانے والے لوگ بھی تباہ ہو گئے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلا دیا'' یعنی اہل مکہ سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ انہوں نے انبیاء کو نہیں مانا۔

(2) ﴿فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''تو اُن پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہ تھے'' یعنی اپنے دل میں وہ خود کو امن میں محسوس کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے غافل تھے۔ (3) ان پر یہ عذاب غفلت کے اوقات میں آیا تھا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (۲۶) ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ (۲۷)﴾ ''یقیناً ان لوگوں نے خفیہ تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے، تو اللہ تعالیٰ بنیادوں سے اُن کی عمارت کو آیا، پس ان کے اوپر سے چھتیں ان پر گر پڑیں اور ایسے رخ سے ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہیں تھے۔ پھر قیامت کے دن وہ اُن کو رسوا کرے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے؟ جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ یقیناً آج کے دن رسوائی اور بُرائی کافروں پر ہے۔'' (النحل: 27,26)

سوال 2: کفار مکہ کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟

جواب: کفار مکہ سے کہا گیا کہ پچھلی قوموں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہلاکت کو پہنچیں اور تم رسول کی تکذیب کر رہے ہو تو بُرے انجام سے بچ نہ پاؤ گے۔

﴿فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

''پس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے، کاش وہ جانتے ہوتے!'' (26)

سوال 1: ﴿فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے، کاش وہ جانتے ہوتے!'' دنیا کی رسوائی، آخرت کا عذاب۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ﴾''پس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مزہ چکھایا''یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انہیں اپنے عذاب کا مزہ چکھایا اور اس کے ذریعے۔

(2)﴿الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾''دنیا کی زندگی میں رسوائی کا''انہیں دنیا میں رسوا کیا یعنی مسخ، ذلت اور اہانت سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے درمیان رسوا ہو گئے۔

(3)﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ﴾''اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے''آخرت کا عذاب تو ان جیسوں کے لیے تیار ہے وہ تو بہت بڑا ہے۔

(4)﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾''کاش وہ جانتے ہوتے!''کاش انہیں سمجھ ہوتی تو وہ خاتم الانبیاء کو، قرآن کو، آخرت کو نہ جھٹلاتے اور نہ کفر کرتے۔

(5)سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا''آخرت کے عذاب کا پورا حال اگر میں لوگوں کے سامنے بیان کروں تو لوگ گھر بار چھوڑ کر جنگل کو نکل جائیں اور سوائے رات دن رونے کے اور کچھ کام ان سے نہ ہو سکے۔''(احسن التفاسیر)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے گذشتہ قوموں کے انجام سے کیسے ڈرایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا۔(2)آخرت کا عذاب بہت بھاری ہے اے کاش! کہ یہ لوگ سمجھ لیں۔

﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں کہ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں''(27)

سوال1:﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں کہ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں''شرک کی مثال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں پچھلی قوموں کی ہر طرح کی مثالیں دی ہیں یعنی اچھے اور برے لوگوں کی مثالیں، توحید اور شرک کی مثالیں جس سے ایک آدمی بھی اشیاء کے حقائق اور حکمتوں کو سمجھ جاتا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾''اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے ہی بیان کرتے ہیں اور انہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔''(العنکبوت:43)

(2)﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ

سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس رزق میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کہ تم اُس میں برابر ہو؟ تم ایک دوسرے سے ڈرنے کی طرح اُن سے بھی ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں۔'' (الروم:28)

(3)﴿لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' یعنی جب ہم انہیں حق سمجھائیں تو وہ اس کو قبول کریں اور اس پر عمل کریں۔

سوال 2: قرآن مجید میں طرح طرح کی مثالیں کیوں بیان کی گئی ہیں؟

جواب: قرآن مجید میں لوگوں کو سمجھانے کے لیے طرح طرح کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

(1) تاکہ لوگوں کے دلوں میں باتیں بیٹھ جائیں۔ (2) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾

''یہ عربی قرآن ہے جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تاکہ وہ بچ جائیں'' (28)

سوال 1: ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''یہ عربی قرآن ہے جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تاکہ وہ بچ جائیں'' قرآن فصیح ہے اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تاکہ وہ بچ جائیں'' قرآن فصیح ہے اس میں کوئی الجھاؤ نہیں۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ''یہ عربی قرآن ہے'' یعنی قرآن عظیم کو عربی زبان میں نازل کیا جو آسان اور واضح ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''جس آدمی کی طرف وہ غلط منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے۔'' (النحل:103)

(3) ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو'' (یوسف:2)

(4) ﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھو'' (الزخرف:3)

(5) ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے ہر حکم سے طرح طرح کی کچھ وعیدیں بیان کی ہیں، شاید کہ لوگ ڈر جائیں یا وہ (قرآن) ان کے لیے کوئی نصیحت پیدا کر دے۔'' (طٰہٰ:113)

(6) ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟۔'' (فصلت:44)

(7)﴿وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۱۹۲)نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ(۱۹۳) عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ(۱۹۴) بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ(۱۹۵)﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقیناً جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔اسے روح الامین لے کر اُترا ہے۔آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔واضح عربی زبان میں۔(الشعراء:192-195)

(8)﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا﴾ ''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی قرآن وحی کیا ہے تاکہ آپ بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اُس کے اردگرد رہنے والوں کو خبردار کردیں۔''(الشوریٰ:7)

(9)﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَىٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس کو ایک عربی فرمان بنا کر آپ پر نازل کیا ہے۔اور یقیناً اگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد بھی آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔''(الرعد:37)

(10)﴿غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ﴾ ''جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں'' اس کی الفاظ اور معانی میں کوئی ٹیڑھا پن اور الجھاؤ نہیں ہے یعنی وہ اسے سمجھ سکتے ہیں۔

(11)یعنی کسی بھی لحاظ سے اس میں کوئی خلل اور کوئی نقص نہیں ہے،نہ اس کے الفاظ میں اور نہ اس کے معنی میں۔یہ وصف اس کے کمال اعتدال اور کمال استقامت کو مستلزم ہے،جیسا کہ اللہ نے فرمایا:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؕ قَیِّمًا﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔بالکل سیدھی ہے۔''(الکہف:1,2)(تفسیر سعدی:2336/3)

(12)﴿لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ بچ جائیں'' تاکہ صاف اور روشن کتاب کے ڈراووں سے لوگ ڈر جائیں اور اس کے وعدوں پر عمل کریں۔(مختصر ابن کثیر:1736/2)

(13)شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں،،کیونکہ ہم نے ان کے لیے اس عربی قرآن مستقیم کے ذریعے سے،جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر مثال بیان کی ہے۔علمی اور عملی تقویٰ کی راہ استوار کردی ہے۔(تفسیر سعدی:2336/3)

سوال2:قرآن مجید کو عربی زبان میں کیوں نازل کیا گیا؟

جواب:(1)قرآن مجید کے پہلے مخاطب عرب تھے ان کے لیے اپنی زبان میں سمجھنا ہی ممکن تھا۔

(2)عربی زبان میں اظہار سے بات زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھ آسکتی تھی اس میں بلاغت زیادہ ہے۔

سوال3:قرآن مجید کی کن دو خصوصیات کو یہاں بیان کیا گیا؟

جواب:(1)عربی زبان میں ہے۔(2)اس میں انحراف نہیں،کجی نہیں۔

سوال4:قرآن مجید کی دو خصوصیات بیان کرکے اس کو بھیجنے کے مقصد کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ بچیں'' پرہیز گاری اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا مصداق بننے کے لیے عمل کریں۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کی مثال بیان کی ہے جس کی ملکیت میں کئی ایک دوسرے سے جھگڑنے والے آقا شریک ہیں اور ایک آدمی ہے، پورے کا پورا ایک آدمی کے لیے ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے، بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں جانتے'' (29)

سوال 1: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کی مثال بیان کی ہے جس کی ملکیت میں کئی ایک دوسرے سے جھگڑنے والے آقا شریک ہیں اور ایک آدمی ہے، پورے کا پورا ایک آدمی کے لیے ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں جانتے'' مشرک اور توحید پرست کی مثال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کی مثال بیان کی ہے'' رب العزت نے شرک اور توحید کو سمجھنے کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے۔

(2) ﴿فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ﴾ ''جس کی ملکیت میں کئی ایک دوسرے سے جھگڑنے والے آقا شریک ہیں'' یعنی ایک غلام کی مثال ہے جس میں کئی بدخصلت آقا شریک ہیں۔

(3) ایک دوسرے کی مخالفت کرنے والے بہت سے لوگ اس غلام کی ملکیت میں شریک ہیں جو کسی حالت میں کسی بھی معاملے پر متفق نہیں ہوتے کہ اس کے لیے آرام کرنا ممکن ہو سکے بلکہ وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے اور جھگڑتے ہیں۔ ہر ایک شریک کا اپنا اپنا مفاد ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تمہارے خیال میں، ان اختلاف کرنے والے اور جھگڑنے والے شرکا کے مابین، اس غلام کی کیا حالت ہوگی۔ (تفسیر سعدی: 2336/3)

(4) ﴿وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ﴾ ''اور ایک آدمی ہے، پورے کا پورا ایک آدمی کے لیے ہے'' یعنی دوسرا غلام ہے جس کی ملکیت میں کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنے مالک کے مزاج اور مقاصد کو سمجھ کر اسے آرام پہنچاتا ہے۔

(5)﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا﴾ ''کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟'' یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔اسی طرح مشرک بھی کئی معبودوں کا بندہ ہے۔

(6)یہ دونوں شخص کبھی برابر نہیں ہو سکتے ،مشرک کی یہی حالت ہے۔اس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والی بہت سی ہستیاں شریک ہیں۔وہ کبھی اس کو پکارتا ہے اور کبھی اس کو پکارتا ہے۔آپ دیکھیں گے کہ اسے قرار آتا ہے نہ کسی مقام پر اطمینان حاصل ہوتا ہے۔اس کے برعکس موحد اپنے رب کے لیے مخلص ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو غیر کی شرکت سے پاک رکھا ہے اس لیے وہ کامل راحت اور کامل اطمینان میں ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2336/3)

(7)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' حق ظاہر ہونے اور باطل کے بطلان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کا شکر ہے۔

(8)اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ وہ جاہلوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

(9)﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں جانتے'' مشرکوں پر حجت قائم ہو گئی مگر اکثر لوگ جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے یہاں کس کی مثال بیان کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مشرک یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے اور مخلص یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کی مثال دی ہے۔

سوال3:مثال کی وضاحت کریں؟

جواب:(i)مثال میں ایک غلام ہے جس کا کوئی ایک مالک نہیں کئی لوگوں کے درمیان مشترک ہے۔وہ آپس میں جھگڑتے رہتے ہیں۔

(ii)مثال میں دوسرا غلام ہے جس کا ایک آقا ہے اور اس کی ملکیت میں کوئی شریک نہیں۔(iii)کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟

(iv)اسی طرح وہ مشرک جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کرتا ہے۔اور مخلص مومن جو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال4:یہاں الحمد اللہ کہنے کا کیا سبب ہے؟

جواب:الحمد اللہ کہنے کا سبب کہ اللہ تعالیٰ نے حجت قائم کر دی ہے۔

سوال5:اکثر لوگوں کے علم نہ رکھنے کا کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب:اکثر لوگوں کے علم نہ رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾

''یقیناً آپ بھی مرنے والے ہیں اور یقیناً یہ لوگ بھی مرنے ہی والے ہیں''(30)

سوال1:﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾''یقیناً آپ بھی مرنے والے ہیں اور یقیناً یہ لوگ بھی مرنے ہی والے ہیں''ہر ایک کو مرنا ہے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ﴾''یقیناً آپ بھی مرنے والے ہیں''یعنی اپنے وقت پر آپ ﷺ کو بھی مرنا ہے۔

(2)﴿وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾''اور یقیناً یہ لوگ بھی مرنے ہی والے ہیں''یعنی جب تقدیر کا لکھا وقت آجائے گا تو وہ بھی مرجائیں گے۔ ہر ایک نے مرنا ہے۔

(3)﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی،سو کیا اگر آپ وفات پاجائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟''(الانبیاء:34)

(4)یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جن سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر استدلال کیا تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یقین آگیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوگئے ہیں۔اس موقعہ پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت بھی پڑھی تھی۔﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾''اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول،یقیناً اس سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں،تو کیا اگر وہ وفات پاجائے یا قتل کر دیا جائے تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پلٹے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔''(ال عمران:144)

سوال2:یہاں محمد ﷺ کی موت کا تذکرہ کس مقصد کے لیے کیا گیا؟

جواب:یہاں محمد ﷺ کی موت کا ذکر اللہ تعالیٰ کی توحید کے ثبوت میں کیا گیا ہے۔

سوال3:یہاں﴿وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾کی بات کیوں کی گئی؟

جواب:(1)یہاں ان سب کی موت کا تذکرہ اس لیے کیا گیا کہ موت کے معاملے میں تمام انسان برابر ہیں۔ ہر انسان کو یہ مزہ چکھنا ہے۔

(2)یہاں یہ تذکرہ اس لیے کیا گیا کہ باقی رہے نام اللہ تعالیٰ کا۔

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾

''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو گے''(31)

سوال1:﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو

گئے'' قیامت کے دن تم رب کے سامنے اپنے مقدمے پیش کرو گے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو گے'' تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے اور مقدمے پیش کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان عدل کرے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی، اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا۔ اور کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری:2449)

(3) بیہقی رحمہ اللہ نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ جب آیت ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ نازل ہوئی تھی تو ہم نے کہا تھا ہم آپس میں (قیامت کے دن) کیسے جھگڑیں گے ہمارا رب ایک ہے ہمارا دین ایک ہے اور ہماری کتاب ایک ہے یہاں تک کہ میں نے (اب) دیکھ لیا کہ ہم میں بعض بعض کے چہروں پر تلواریں مار رہے ہیں اب میں نے پہچانا کہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بھی اسی طرح آئی ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا ہم کہتے تھے ہمارا رب ایک ہے ہمارا نبی ایک ہے ہماری کتاب ایک ہے پھر (قیامت کے دن) یہ باہمی حق طلبی کیا ہوگی آخر جب جنگ صفین کا دن آیا اور ہم میں سے بعض نے بعض پر تلواروں سے حملے کئے تو ہم نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ (تفسیر مظہری:114/10)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''ہم میں سے مفلس وہ آدمی ہے جس کے پاس مال و اسباب نہ ہو۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز، روزے، زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم:6579)

سوال 2: قیامت کے دن رب کے سامنے کیا جھگڑے ہوں گے؟

جواب: وہ جھگڑے جن کا دنیا میں فیصلہ نہیں ہو سکا یعنی توحید اور شرک کا جھگڑا۔

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 24

فَمَنْ اَظْلَم



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا"(پارہ 24)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : مئی 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

رکوع ❖	1	9
رکوع ❖	2	19
رکوع ❖	3	34
رکوع ❖	4	47
رکوع ❖	5	55
سورۃ المومن		63
رکوع ❖	6	63
رکوع ❖	7	75
رکوع ❖	8	85
رکوع ❖	9	93
رکوع ❖	10	104
رکوع ❖	11	117
رکوع ❖	12	127
رکوع ❖	13	134
رکوع ❖	14	143
سورۃ حم السجدہ		148
رکوع ❖	15	148
رکوع ❖	16	154
رکوع ❖	17	163
رکوع ❖	18	170
رکوع ❖	19	177
آخری آیات		192

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 1

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾

''چنانچہ اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور سچائی کو جھٹلایا جب وہ اُس کے سامنے آئی؟ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا؟''(32)

سوال 1: ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''چنانچہ اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور سچائی کو جھٹلایا جب وہ اُس کے سامنے آئی؟ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا؟'' مشرک بڑے ظالم ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا'' رب العزت نے اپنے بندوں پر واضح فرمایا ہے کہ اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرے جو اس کی عزت اور اس کے جلال کے لائق نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی اولاد بنانا، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنانا حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے بری ہے یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو۔ اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے۔'' (الاعراف:33)

(2) ﴿وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ﴾ ''اور سچائی کو جھٹلایا جب وہ اُس کے سامنے آئی'' یعنی اس نے قرآن جیسی سچی کتاب کو، ہدایت اور دین حق کو جھٹلایا۔ حق کی تکذیب بہت بڑا ظلم ہے۔ اس نے حق کو رد کیا، جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔ ظلم در ظلم کیا۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔'' (لقمان:13)

(3) ﴿اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا'' رب العزت نے دھمکی دی ہے کہ کیا ایسے کافروں کے لیے جہنم کا ٹھکانہ نہیں ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

سوال 2: سچے دین کو جھوٹا بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: سچے دین سے مراد اسلام ہے۔

(1) جس کی بنیاد عقیدے پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے زندگی کی راہنمائی کے لیے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے کارندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالاتے ہیں۔ اس دنیا کے خاتمے کے بعد انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان کے اعمال کا حساب کتاب لیا جائے گا نیک اعمال کرنے والوں کو جنت میں اور برے اعمال کرنے والوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ یہ آخرت کی زندگی ابدی ہوگی۔

(2) حرام سے اجتناب کرنا (3) صلہ رحمی کرنا وغیرہ سچا دین ہے یہ دین محمد ﷺ لے کر آئے اس کو جھوٹا بتانا۔

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾

''اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور اُس نے اُس کی تصدیق کی، یہی لوگ متقی ہیں'' (33)

سوال 1: ﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ ''اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور اُس نے اُس کی تصدیق کی، یہی لوگ متقی ہیں'' کی صداقت لانے والے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ﴾ ''اور جو شخص سچائی لے کر آیا'' صداقت لانے والے نبی ﷺ یا جبریل علیہ السلام ہیں۔

(2) یعنی جو اپنے قول و فعل میں سچا ہے۔ (3) ﴿وَصَدَّقَ بِهِ﴾ ''اُس نے اُس کی تصدیق کی'' اس آیت میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکار شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خبروں اور احکامات کی تصدیق کرتے ہیں۔

(4) مسلمان قیامت کے دن تصدیق کریں گے کہ یہ قرآن ہمیں دیا گیا تھا! اور ہم اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

(5) انسان کبھی کبھی صاحب صدق تو ہوتا ہے مگر وہ صدق کی تصدیق نہیں کرتا اس کا سبب کبھی تو اس کا متکبر ہونا ہوتا ہے اور کبھی اس کا سبب وہ حقارت ہوتی ہے جو وہ صدق لانے والے کے لیے اپنے اندر رکھتا ہے اس لیے مدح میں صدق اور تصدیق دونوں لازم ہیں پس اس کا صدق اس کے علم اور عدل پر دلالت کرتا ہے اور اس کی تصدیق اور اس کے تواضع اور عدم تکبر پر دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2339/3)

(6) ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ ''یہی لوگ متقی ہیں'' یعنی وہ تقویٰ کی صفت سے متصف ہیں جو نجات کا عنوان ہے۔ (فتح القدیر: 581/4)

سوال 2: سچے دین کی تصدیق کرنے والے سے مراد کون ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی۔

(2) اس سے مراد وہ تمام ایمان والے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لاتے ہیں۔

سوال3: متقی لوگ کون ہیں؟

جواب:(1) جو سچے دین کی تصدیق کرے۔(2) جو سچے دین کی دعوت دے۔

﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے''(34)

سوال1: ﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے'' جنت میں وہ جو چاہیں گے پائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے'' یعنی متقی لوگ جنت میں جو چاہیں گے پائیں گے۔ان کے لیے ان کے رب کے پاس ایسا بدلہ ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی کے حاشیہ خیال میں آیا۔

(2) ﴿ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے'' یعنی یہ ان کی جزا ہے جو اعتقاد، قول اور عمل میں خالص ہیں۔

(3) یہ لوگ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرتے ہیں گویا وہ اسے دیکھتے ہوں اور اگر وہ نہیں دیکھتے تو ان کا رب تو انہیں دیکھتا ہے۔ دوسری طرف محسن اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ حسن معاملہ اور بھلائی کرتے ہیں۔

سوال2: محسن کسے کہتے ہیں؟

جواب:(1) جو ہر نیک عمل کو اچھے طریقے سے کرتا ہے (یعنی خشوع وخضوع سے مراد سنت کے مطابق کرنا)۔

(2) جو نیکیاں کرتا ہے۔(3) جو لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔(4) جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

سوال3: محسنین کی چاہت کیا ہوتی ہے؟

جواب:(1) گناہوں کی معافی (2) درجات کی بلندی (3) جنت میں داخلے کے بعد ہر مطلوبہ چیز کا مل جانا۔

﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''تاکہ اللہ تعالیٰ اُن سے وہ بدترین عمل دور کردے جو اُنہوں نے کیے اور اُنہیں اُن بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر دے جو وہ کیا کرتے تھے''(35)

سوال: ﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ اُن سے وہ بدترین عمل دور کردے جو اُنہوں نے کیے اور اُنہیں اُن بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر دے جو وہ کیا کرتے تھے'' مومنوں

کے برے اعمال کی جگہ اچھے اعمال لے لیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے وہ بدترین عمل دور کردے جو اُنہوں نے کیے'' اللہ تعالیٰ کا متقیوں پر یہ بھی فضل ہوگا کہ ان کے برے اعمال مٹا کر انہیں اچھے اعمال کا بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں ہم ان سے سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انہوں نے کیے اور اُن کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں، جنت والوں میں (ہوں گے)، سچے وعدہ کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا۔'' (الاحقاف:16)

(2)﴿وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اُنہیں اُن بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر دے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' یعنی ان کی نیکیوں اور ان کے تقویٰ کی وجہ سے ان کو پورا پورا بدلہ ملے گا جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔'' (النسا:40)

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾

''کیا اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور یہ لوگ اُس کے سوا آپ کو دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اُسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں'' (36)

سوال1:﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور یہ لوگ اُس کے سوا آپ کو دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اُسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں'' عبادت گزاروں کو اللہ تعالیٰ کافی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی ہے جو اس پر توکل کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کے تمام دینی اور دنیاوی امور میں ان کے لیے کافی ہوگا۔ آپ ﷺ کے دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی مدد کرے گا۔ آپ ﷺ کا مقام بلند ہے وہ آپ ﷺ کا ذکر بھی بلند کرے گا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ ''اور ہم نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔'' (الم نشرح:4)

(3)﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''پھر اُن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تم کو کافی ہے۔'' (البقرۃ:137)

(4)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اے نبی! تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔اور مومنوں میں سے ان کے لیے بھی جنہوں نے تمہاری پیروی کی ہے۔'' (الانفال:64)

(5)﴿وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''اور یہ لوگ اُس کے سوا آپ کو دوسروں سے ڈراتے ہیں'' یعنی مشرک اللہ تعالیٰ کے رسول کو خود ساختہ بتوں سے ڈراتے ہیں، وہ مومنوں کو بھی ان سے ڈراتے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ﴾ ''اور میں ان سے کیسے ڈر جاؤں جن کو تم نے شریک بنایا ہے؟ جب کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے نہیں ڈرتے۔'' (الانعام:81)

(6)﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اُسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں'' مشرکوں کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کردیا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے کون ہدایت کے راستے پر لاسکتا ہے۔

سوال2: جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت کیوں نہیں دے سکتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے پاس سارے اختیارات ہیں وہ جو چاہے کرسکتا ہے اس کا مقابلہ کرنے کا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ ہدایت اور گمراہی بھی اسی کے ہاتھ میں ہے جب وہ کسی کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرلے تو اس کے ارادے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔لہٰذا کوئی اللہ تعالیٰ کے گمراہ کیے ہوئے کا مددگار نہیں ہوسکتا۔

﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ﴾

''اور اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اسے پھر کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ تعالیٰ سب پر غالب، انتقام لینے والا نہیں ہے'' (37)

سوال1:﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اسے پھر کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ تعالیٰ سب پر غالب، انتقام لینے والا نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہوجاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اسے پھر کوئی گمراہ کرنے والا نہیں'' آپ ﷺ کو آپ کے رب نے ہدایت دی ہے۔کوئی ایسا نہیں جو آپ کو کبھی گمراہ کرسکے۔(ایسرالتفاسیر:1337)

(2)ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کردے۔جو وہ چاہتا ہے وہ ہوجاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

(3)﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ سب پر غالب، انتقام لینے والا نہیں ہے'' کیا اللہ تعالیٰ اپنے کام پر کمال درجے کا

غلبہ رکھنے والا نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے سخت نہیں ہے؟

(4) یعنی وہ کامل قہر اور غلبے کا مالک ہے جس کے ذریعے سے وہ ہر چیز پر غالب ہے اس غلبہ وقہر کی بنا پر وہ اپنے بندے کے لیے کافی ہے اور اس سے ان کی سازشوں اور مکر وفریب کو دور کرتا ہے۔ جو اس کی نافرمانیاں کرتے ہیں اس سے انتقام لیتا ہے اس لیے ان تمام امور سے بچو جو اس کی ناراضی کے موجب ہیں۔ (تفسیر سعدی:2340/3)

(5) اللہ تعالیٰ ہدایت اور گمراہی پر اپنے اختیار سے اپنے غلبے کا اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے یعنی نہ تو انسان خود نہ اس کائنات میں کوئی اور انسان کی ہدایت یا گمراہی پر کوئی اختیار رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے ارادوں سے انسانوں کے معاملے پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذی انتقام ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر لوگ کفر سے اور دشمنی سے باز نہ آئیں تو وہ اپنے دوستوں کی حمایت میں ان سے انتقام لے گا اور انہیں ایسے انجام تک پہنچائے گا جو عبرتناک ہو۔

سوال 2: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کیوں نہیں کر سکتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے کا ارادہ کر لے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا یعنی اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کا ارادہ چلتا ہے نہ کسی کے پاس کوئی اختیار ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾

''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پہ رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں'' (38)

سوال 1: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے'' اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا'' یعنی اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق کون ہے؟

(2)﴿لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے'' وہ ثابت نہیں کر پائیں گے کہ ان کی تخلیق میں خود ساختہ معبودوں کا قصہ ہے اس لیے اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا خالق ہے۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ انہیں نفع پہنچا سکتے ہیں، نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دور کر سکتے ہیں، نہ اس کا عذاب ہٹا سکتے ہیں۔ ان میں کوئی قدرت نہیں ہے۔

سوال 2: ﴿قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ﴾ ''آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پہ رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روکنے والی ہیں'' خود ساختہ معبود نفع و نقصان پر اختیار نہیں رکھتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو'' اے نبی ﷺ ان جھوٹے معبودوں کی بے بسی ثابت کرتے ہوئے کہہ دیں کہ کبھی تم نے غور کیا ہے کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کہ سوا پکارتے ہو۔

(2)﴿اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے'' اگر اللہ تعالیٰ نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے۔

(3)﴿هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖ﴾ ''کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ جو تکلیف پہنچائے اس کا یہ کوئی ازالہ کر سکتے ہیں؟

(4)﴿اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ﴾ ''یا وہ مجھ پہ رحمت کا ارادہ کرے'' اگر وہ میرے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے، صحت، عافیت، مالی یا کوئی دنیاوی فائدہ دینا چاہے۔

(5)﴿هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ﴾ ''تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روکنے والی ہیں'' یعنی یہ خود ساختہ معبود اللہ تعالیٰ کی رحمت کو مجھ تک پہنچنے سے روک سکتے ہیں؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ ہمارے معبود نہ نقصان کو دور کر سکتے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ہٹا سکتے ہیں۔ دلیل واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا خالق ہے، نفع و نقصان اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ خود ساختہ معبود نقصان پہنچانے یا رحمت روکنے سے عاجز ہیں تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی کفایت کے لیے دعا کرتے ہوئے کہہ دیں۔

(6)﴿قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کفایت کا مالک ہے وہ میرے سارے معاملات میں میرے لیے کافی ہے۔

(7)﴿عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ ''بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں'' یعنی توکل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بھروسے کے لیے کافی ہے۔ (8) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو، جب تو مدد چاہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد

طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔" (ترمذی:2516)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شرک سے پاک کرنے کے لئے اُن کے شعور کو کیسے بے دار کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے اُس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ تعالیٰ رحمت کا ارادہ کر لیں تو یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟

(2) اللہ تعالیٰ نے ان دو سوالوں سے عقل انسانی کو عاجز کر دیا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے جب ان سے یہ سوال کیے تو انہوں نے کہا کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو ٹال نہیں سکتے لیکن وہ سفارش کر سکتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے ان سوالات سے انسان کو اپنی ذات کے بارے میں کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ شعور دلایا ہے کہ اس کائنات میں ایک ارادہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا کوئی ارادہ نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس کائنات میں جس کے پاس جو اختیار ہے اُس کا ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سب بے اختیار ہیں اس لیے نہ رحمت کسی کے اختیار سے ہو سکتی ہے نہ کسی اور کے پاس رحمت کو روکنے کا یعنی نقصان پہنچانے کا اختیار ہے پھر ایک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انسان بے اختیار ہستیوں کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں؟

سوال 5: توکل کرنے والے اللہ تعالیٰ پر توکل کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے پاس سارے اختیارات ہیں۔ اُس ایک کا ارادہ ساری کائنات میں چلتا ہے۔ اُس کے سوا کسی پر بھروسہ کرنے کا فائدہ نہیں اس لیے اہل ایمان صرف اُس پر توکل کرتے ہیں اُس کے سوا کسی پر اُن کا اعتماد نہیں ہے۔

﴿قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

"آپ کہہ دیں کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں، پھر جلد ہی تم جان لو گے" (39)

سوال: ﴿قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ "آپ کہہ دیں کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں، پھر جلد ہی تم جان لو گے" میں اپنے دین پر قائم ہوں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ﴾ "آپ کہہ دیں کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو" اے رسول ﷺ! آپ ان سے

کہہ دیں اے میری قوم! تم جس حال میں رہنے پر راضی ہو اس کے مطابق عمل کرتے رہو یعنی خودساختہ معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔

(2)﴿اِنِّیْ عَامِلٌ﴾ ''یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں'' میں اپنے دین پر قائم ہوں اور تمہیں بتوں کی بندگی چھوڑنے کی دعوت دیتا رہوں گا۔

(3)﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر جلد ہی تم جان لوگے'' یعنی جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انجام اچھا ہے۔

﴿مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ﴾

''کس پر ایسا عذاب آتا ہے کہ وہ اُسے رُسوا کر دے گا؟ اور کس پر وہ عذاب آ پڑتا ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے'' (40)

سوال 1: ﴿مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ﴾ ''کس پر ایسا عذاب آتا ہے کہ وہ اُسے رُسوا کر دے گا؟ اور کس پر وہ عذاب آ پڑتا ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے'' کون عذاب کا مستحق بنے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ﴾ ''کس پر ایسا عذاب آتا ہے کہ وہ اُسے رُسوا کر دے گا؟'' یعنی کس پر ایسا عذاب آتا ہے جو دنیا میں اسے رسوا کر دے یعنی قتل، قید، بھوک، قحط وغیرہ۔

(2)﴿وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ﴾ ''اور کس پر وہ عذاب آ پڑتا ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے'' اور قیامت کے دن کس کو ہمیشہ کے عذاب میں ڈالا جائے گا جو نہ کبھی ختم ہوگا نہ ہٹایا جائے گا۔ مشرکوں کے لیے سخت وعید ہے۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو یہ کیوں کہا گیا کہ ابھی معلوم ہو جائے گا کہ رسوائی کا اور ہمیشگی کا عذاب کس پر آتا ہے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ سے یہ بات اس لیے کہی گئی کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے؟

(2) رسول اللہ ﷺ سے یہ بات اس لیے کہی گئی کہ جس چیز کا فیصلہ دلائل نہ کر سکے حالات اسے ثابت کریں گے لہٰذا کچھ انتظار کرو۔ عنقریب فیصلہ ہو جائے گا۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ﴾

''یقیناً ہم نے آپ پر تمام انسانوں کے لیے حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے، چنانچہ جو سیدھے راستے پر چلے تو وہ اپنی جان کے لیے اور جو گمراہ ہوگا تو یقیناً وہ اپنے لیے گمراہ ہوگا آپ ان پر ہرگز کوئی ذمہ دار نہیں'' (41)

سوال 1: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ ''یقیناً ہم نے آپ پر تمام انسانوں کے لیے حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کر کے حجت قائم کر دی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ ''یقیناً ہم نے آپ پر تمام انسانوں کے لیے حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے کتاب ہدایت، رسول رحمت ﷺ پر نازل فرمائی ہے جس میں حق پر مشتمل احکامات گذشتہ قوموں کے واقعات اور خبریں ہیں۔ ہر اس شخص کے لیے جو جنت جانا چاہتا ہے، قرآن اس کے لیے راہ نما ہے۔ اسے سچا علم دیتا ہے اس کی زندگی کو جنت میں بسائے جانے کے قابل بنانے کے لیے عمل کا راستہ دکھاتا ہے جو قرآن کو راہ نما نہیں بنانا چاہتا ان پر رب العزت نے حجت قائم کر دی۔ اب وہ رب کے پاس کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے۔

سوال 2:﴿فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ﴾ ''چنانچہ جو سیدھے راستے پر چلے تو وہ اپنی جان کے لیے اور جو گمراہ ہوگا تو یقیناً وہ اپنے لیے گمراہ ہوگا آپ ان پر ہرگز کوئی ذمہ دار نہیں'' اور گمراہی ہر ایک کے اپنے لیے ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنِ اهْتَدٰى﴾ ''چنانچہ جو سیدھے راستے پر چلے'' جس نے قرآن کی راہ نمائی سے فائدہ اٹھایا، اس کا نفع مند علم حاصل کر کے اس پر عمل کیا۔(2)﴿فَلِنَفْسِهٖ﴾ ''تو وہ اپنی جان کے لیے'' تو اس کا فائدہ اسی کو ہوگا۔

(3)﴿وَمَنْ ضَلَّ﴾ ''اور جو گمراہ ہوگا'' جو قرآن کے راستے سے بھٹک گیا۔

(4)﴿فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا﴾ ''تو یقیناً وہ اپنے لیے گمراہ ہوگا'' اس کی گمراہی کا نقصان اس کو ہے۔ وہ کسی اور کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(5)﴿وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ﴾ ''آپ ان پر ہرگز کوئی ذمہ دار نہیں'' اے نبی ﷺ آپ ﷺ لوگوں کو ہدایت دینے کے ذمہ دار نہیں۔ آپ کا کام پیغام پہنچا دینا ہے خواہ کوئی قبول کرے یہ نہ کرے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ وَضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ یَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِیْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ﴾ ''پھر شاید آپ اس کا کوئی حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کیا جاتا ہے یا اس پر آپ کا سینہ تنگ ہونے والا ہے کہ وہ کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ یقیناً آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے۔'' (ہود:12)(6)﴿وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ﴾ ''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھا لیں تو بلاشبہ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' (الرعد:40)

سوال 3: یہ بات رسول اللہ ﷺ سے کیوں کہی گئی کہ ہدایت کا نفع اور گمراہی کا وبال انسان کے اپنے لیے ہے اور تم ان پر وکیل نہیں ہو؟

جواب: یہ بات اس لیے کہی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کی ہدایت کی حرص تھی اور لوگ کفر پر ڈٹے ہوئے تھے اس لیے آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ اُن کو جبری ہدایت دینے کے پابند نہیں اگر یہ ہدایت کا راستہ اختیار کریں گے تو اپنے لئے نفع چاہیں گے اور اگر گمراہی

کا راستہ اختیار کریں گے تو خود نقصان اُٹھائیں گے آپ ﷺ ان پر وکیل نہیں۔

رکوع نمبر 2

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی اُن کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے پھر وہ اُسے روک لیتا ہے جس پر اُس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسروں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے، یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں'' (42)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی اُن کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے پھر وہ اُسے روک لیتا ہے جس پر اُس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسروں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے، یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے نافذ کرتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ وہ ایک ہے جو نیند اور بے داری، زندگی اور موت میں اپنے فیصلے نافذ فرماتا ہے اور لوگوں پر پورا اختیار رکھتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ موت کے وقت روحوں کو قبض کر لیتا ہے۔ اس نے اس مقصد کے لیے فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کر لے گا۔'' (السجدہ:11)

(3) ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔'' (الانعام:61)

(4) ﴿وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا﴾ ''اور جن کی موت نہیں آئی اُن کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے'' جب لوگ سوتے ہیں تو یہ نیند بھی عارضی موت ہوتی ہے تو وہ جسے نیند کے دوران موت نہیں آتی اس نفس کو اللہ رب العزت روک لیتا ہے۔

(5) سیدنا عبداللہ ابن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ نے، انہیں ان کے والد نے کہ جب سب لوگ سوئے اور نماز قضا ہو گئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ تمہاری روحوں کو جب چاہتا ہے روک دیتا ہے اور جب چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔ پس تم اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر وضو

کرو آخر جب سورج پوری طرح طلوع ہو گیا اور خوب دن نکل آیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔" (بخاری:7471)

(6)﴿فَيُمْسِكُ﴾ "پھر وہ اُسے روک لیتا ہے" یعنی دو میں سے اس نفس کو روک لیتا ہے۔

(7)﴿الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ﴾ "جس پر اُس نے موت کا فیصلہ کیا" جس پر حقیقی موت آتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر موت کا فیصلہ نافذ کر لیتا ہے اور اسے روک لیتا ہے یعنی جس کے لیے وہ موت کا ارادہ کرتا ہے اس جان کو قبض کر لیتا ہے اور اسے جسم میں واپس نہیں بھیجتا۔

(8)﴿وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ "اور دوسروں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے" یعنی دوسرا جسے موت نہیں آئی اسے ایک مقررہ وقت کے لیے بھیج دیتا ہے تا کہ اس کی زندگی کی مدت اور اور اس کے رزق کی تکمیل ہو۔ یعنی اگر وہ اس کی وفات کا ارادہ نہیں رکھتا تو اس جان کو واپس بھیج دیتا ہے، پھر وہ اپنے جسم میں لوٹ آتی ہے اور وہ ایک مقررہ وقت تک زندگی گزارتا ہے اور وہ اس کی زندگی کی انتہا ہے۔

(9)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ "یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں" یعنی روح کے قبض کرنے اور اسے واپس بھیجنے میں، زندگی اور موت میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ یہ کہ وہ پوری قدرت رکھنے والا ہے موت کے بعد زندگی دے گا جس کو مشرک جھٹلاتے ہیں اور یہ کہ جو ایسی عظیم قدرت والا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ اسی کی اطاعت اور عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی قدرت کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کی موت سے اور ان کی نیند اور بے داری سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔ اس کا مشاہدہ اور تجربہ انسان ہر روز کرتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی نیند سے اپنے غلبے اور اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے کہ جس وقت انسان سو جاتا ہے تو اس کی روح اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکل جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے احساس اور ادراک کی یعنی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ نیند گویا چھوٹی موت ہے جو انسان پر ہر روز طاری ہو جاتی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے دار ہونے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے کہ جب انسان نیند سے گویا چھوٹی موت سے بے دار ہوتا ہے تو اس کی روح اس کے اندر لوٹا دی جاتی ہے اس سے اس کے حواس بحال ہو جاتے ہیں۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں بے دار ہو جاتی ہیں۔

سوال 3: جن روحوں پر موت کا حکم نافذ ہو جاتا ہے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاتا ہے؟

جواب: انہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں روک لیا جاتا ہے ان پر موت طاری ہو جاتی ہے پھر وہ دوبارہ اس دنیا میں پلٹ کر اس وجود میں نہیں آسکتیں۔

سوال 4: جن روحوں پر موت کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا ان سے کیا معاملہ کیا جاتا ہے؟

جواب: جن پر موت کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا ان کی روحیں اس وقت تک کے لیے واپس ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ ان کے لوٹ جانے کا وقت نہیں آجاتا۔

سوال5:غور وفکر کرنے والوں کے لیے نیند اور بے داری اور روحوں کو قبض کرنے میں کیا نشانیاں ہیں؟

جواب:(1)غور وفکر کرنے والوں کے لیے روحوں کو قبض کرنے اور لوٹانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

(2)اس میں یہ نشانی بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن مردوں کو یقیناً زندہ کرے گا۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ﴾

''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کچھ سفارشی بنا لیے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اور کیا اگر چہ وہ نہ ملکیت رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہوں؟''(43)

سوال1:﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کچھ سفارشی بنا لیے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اور کیا اگر چہ وہ نہ ملکیت رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہوں؟'' کیا وہ سفارش کے لیے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ﴾ ''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کچھ سفارشی بنا لیے ہیں؟ رب العزت ان لوگوں پر ناراضی کا اظہار فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیروں کی عبادت کرتے ہیں۔ان کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں،ان سے مرادیں مانگتے ہیں،ان کو سفارشی بناتے ہیں۔

(2)رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ غیر اللہ کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ان کی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ کو ان سے راضی کر دیں گے حالانکہ کسی کو اس بات کا کوئی اختیار نہیں۔

(3)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ خود ساختہ معبودوں کے عبادت کا حق نہ رکھنے کی وضاحت کرتے ہوئے کہہ دیں۔

(4)﴿اَوَلَوْ كَانُوْا﴾ ''کہ اور کیا اگر چہ رکھتے ہوں'' جن کو تم نے شریک بنا رکھا ہے،جن کو تم سفارشی سمجھتے ہو۔

(5)﴿لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا﴾ ''نہ ملکیت رکھتے ہوں'' وہ زمین وآسمان میں ذرہ برابر چیز کے بھی مالک نہ ہوں۔

(6)﴿وَّلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور نہ کچھ سمجھتے ہوں؟'' یعنی وہ عقل اور سمجھ بھی نہ رکھتے ہوں کہ اپنے عبادت گزاروں کی باتیں سمجھ لیں۔کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ انہیں دیکھتے ہوں۔وہ محض جمادات،پتھر مٹی ہیں اور جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

(7)کیا معبود بنانے والا جاہل،گمراہ اور کم عقل نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی قوت،قدرت،ملکیت،تصرف کے،اختیار کے،ایک بے حقیقت شے کو

اپنا معبود سمجھ بیٹھا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سفارشی بنانے کو کیسے واضح کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہوں نے جن کو اللہ کے سوا سفارشی مقرر کر رکھا ہے خواہ وہ کچھ اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ کوئی اختیار نہیں رکھتے انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ شفاعت ہوتی کیا ہے کیونکہ وہ عقل نہیں رکھتے وہ پتھر ہیں یا بے خبر ہیں۔

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ سفارش ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے، پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' (44)

سوال 1: ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ سفارش ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے، پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں، اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ'' اے نبی! آپ ﷺ ان نادانوں سے کہہ دیں۔

(2) ﴿لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ ''سفارش ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے'' سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ سفارش تو اسی کی کارآمد ہوگی جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور وہ اپنے کسی مقرب بندے کو اجازت دے گا یعنی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں ہوگی۔ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اسی کی سفارش کی اجازت دے گا۔ مشرک سے اللہ تعالیٰ کبھی راضی نہیں ہوگا مشرک کی سفارش کوئی نہیں کرے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس کی جناب میں سفارش کرے۔'' (البقرہ:255)

(3) سفارش تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ کیونکہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ ہر سفارش کرنے والا اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس، اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحم کرنا چاہتا ہے تو معزز سفارشی کو اپنے ہاں سفارش کرنے کی اجازت عطا کرتا ہے۔ یہ اس کی طرف سے ان دونوں پر رحمت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے تحقق فرمایا کہ شفاعت تمام تر اسی کا اختیار ہے۔ (تفسیر سعدی:2344/3)

(4) ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے'' سفارش کو اس مالک سے طلب کرو جو

زمین وآسمان کا مالک ہے نہ کہ اس کے غلام اور مملوک سے اور نہ بے عقل سے جو سفارش کے مفہوم اور معنی سے بھی لا بلد ہو۔(ایسر التفاسیر:1339)
یعنی واجب ہے کہ جس کی ملکیت زمین وآسمان ہیں اس رب سے سفارش طلب کی جائے، اسی کے لیے عبادت کو خالص کیا جائے۔
(5)﴿ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' جب اس کے پاس جاؤ گے تو وہ اخلاص والوں کو کثیر ثواب عطا کرے گا اور شرک کرنے والوں کو ہمیشہ کے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت اور اسی کی طرف لوٹائے جانے سے کس چیز کا شعور دلایا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت سے یہ شعور دلایا ہے کہ باقی سب بے اختیار ہیں۔
(2) اپنی طرف لوٹ جانے سے اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ تم نے اپنے کیے کا حساب دینا ہے۔ چاہو یا نہ چاہو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے تم اس بارے میں بے اختیار ہو لہٰذا جو زمین وآسمان کا مالک ہے جس کی طرف تم نے لوٹ کر جانا ہے اس ایک اللہ تعالیٰ کی تم غلامی اختیار کرو پھر تمہیں سفارشی اور عارضی سہارے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش وخرم ہو جاتے ہیں'' (45)

سوال1: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش وخرم ہو جاتے ہیں'' مشرکوں کو توحید سے نفرت اور شرک سے رغبت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ ''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے'' رب العزت نے مشرکوں کی توحید سے نفرت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب وہ لا الہ الا اللہ کو سنتے ہیں تو ان کے چہرے غصے، نفرت اور دل کی تنگی کا اظہار ہوتا ہے۔
(2) یعنی جب دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے اور جھوٹے معبودوں کو چھوڑنے کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ اس دعوت سے بدکتے اور نفرت اور غرور کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے

کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔(الصٰفٰت:35)

(3)﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا﴾ اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا، اُسی ایک کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں۔" (بنی اسرائیل:46)

(4)﴿وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ "اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے" رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ انھیں شرک سے کتنی رغبت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ بتوں، جھوٹے معبودوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یہ کھل اٹھتے ہیں۔

(5)﴿اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ "تب وہ خوش وخرم ہو جاتے ہیں" وہ اپنے معبودوں کے ذکر کو غور سے سنتے ہیں، خوش ہوتے ہیں اور سر دھنتے ہیں کیونکہ شرک ان کی نفس کی خواہشات کے عین مطابق ہے۔یہ ان کے اللہ تعالیٰ کے حق کو بھول جانے کی وجہ سے ہے۔یہ بدترین حالت ہے۔جزا کے دن پتا چل جائے گا کہ معبود انہیں کیا فائدہ دے سکتے ہیں۔

سوال2: کافروں کے دل ایک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟

جواب: کافروں کو آخرت کا یقین نہیں ہے وہ دنیا کی زندگی ہی کو حقیقی زندگی سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو بااختیار۔ایک اللہ تعالیٰ کی مان کر انہیں بے اختیار ہونا پڑتا ہے۔جب کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا جن کو پکارا جاتا ہے وہ بااختیار نہیں وہ ان سے جو چاہیں کہہ لیں نہ وہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں، نہ وہ ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔اس طرح غیر اللہ کی عبادت سے انہیں اپنی مرضی پوری کرنے کا موقع ملا رہتا ہے اس لیے اکیلے اللہ تعالیٰ کے تذکرے سے بھی ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں۔

سوال3: کافروں کے دل غیر اللہ کے تذکرے سے کیسے خوش ہو جاتے ہیں؟

جواب: جب کافروں سے یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہے اور وہ کچھ اختیار رکھتا ہے یعنی مشکل کشائی یا حاجت روائی کر سکتا ہے تو مشرکوں کے دل بڑے خوش ہوتے ہیں۔

سوال4: کیا آج بھی مسلمان غیر اللہ کے تذکرے پر خوش ہوتے ہیں؟

جواب: مسلمان آج بھی یا اللہ مدد کہنے سے اچھا محسوس نہیں کرتے۔"یا علی مدد" یا "یا رسول اللہ مدد" یا اس کے علاوہ دوسروں کو پکارنے سے ان کے دل کھل اُٹھتے ہیں۔

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ

فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غیب اور حاضر کے جاننے والے! تُو اپنے بندوں کے درمیان اُس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے'' (46)

سوال 1: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غیب اور حاضر کے جاننے والے! تُو اپنے بندوں کے درمیان اُس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ ہی جھگڑوں کا فیصلہ فرمائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلِ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ آپ انہیں دعا کرتے ہوئے کہہ دیں۔

(2) ﴿اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے!'' اے اللہ! زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے، ان کی تدبیر اور انتظام کرنے والے۔

(3) ﴿عٰلِمَ الْغَيْبِ﴾ ''غیب کے جاننے والے!'' جو نظروں سے، حواس سے ہمارے علم سے پوشیدہ ہے ان سب کو جاننے والے۔

(4) ﴿وَالشَّهَادَةِ﴾ ''اور حاضر کے جاننے والے!'' اور جو ہماری نظروں، حواس کے سامنے ہے اور جو ہمارے علم میں ہے۔

(5) ﴿اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ﴾ ''تُو اپنے بندوں کے درمیان اُس چیز کا فیصلہ کرے گا'' تو اپنے بندوں میں سے جو مومن ہیں اور کافر ہیں ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ (6) ﴿فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''جس میں وہ اختلاف کرتے تھے'' یعنی ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کی ملاقات پر، آپ کی صفات پر، آپ کی عبادت، آپ کے وعدوں، آپ کی وعیدوں پر، ہماری راہ نمائی فرما دے جو حق کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں تو جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دے سکتا ہے۔ یعنی دین کے امور، عقائد اور عبادات میں جو اختلاف ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1340)

(7)(i) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی بن گئے اور صابی اور نصاریٰ اور مجوسی اور جنہوں نے شرک کیا، یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' (الحج: 17)

(ii) ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۖ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۗ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ (19) يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (20) وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ (21) كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا

عَذَابَ الْحَرِيْقِ(۲۲)إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ(۲۳)﴾ ''یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے، تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں کے اوپر ڈالا جائے گا۔ جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی۔ اور اُن کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔ جب کبھی وہ سخت گھٹن کی وجہ سے ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکلیں، وہ اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور تم آگ کا عذاب چکھو۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُنہیں اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔'' (الحج:19-23)

(iii)﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔'' (الانعام:82)

(iv)﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ''کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اُس پر اللہ تعالیٰ نے یقیناً جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (المائدہ:72)

(v) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے عموم تخلیق، عموم علم اور بندوں کے درمیان عموم حکم کا بیان تمام مخلوقات اس کی قدرت سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے اور دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ بندوں کے اچھے برے اعمال اور ان کی جزا و سزا اور اس کی تخلیق اس کے علم پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ (الملک:14) (تفسیر سعدی:3/2345,2346)

(8) سیدنا ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ جب رات کو اٹھتے تو اپنی نماز کے شروع میں کیا پڑھتے؟ انہوں نے فرمایا کہ ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ''یا اللہ! پالنے والے جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے (جبرائیل اور میکائیل دونوں رحمت کے فرشتے ہیں اور اسرافیل ان کے اور اللہ کے بیچ میں رسول ہیں) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ظاہر اور پوشیدہ کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ سیدھی راہ بتا جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں اپنے حکم سے بیشک تو ہی جسے چاہے سیدھی راہ بتاتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین)

سوال 2: اللہ تعالیٰ بندوں کے کن امور میں فیصلہ کرنے والا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ بندوں کے اختلافی امور میں فیصلہ کرنے والا ہے۔ جیسے توحید اور شرک۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کو فیصلہ کرنے کے لیے کن صفات سے پکارنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: (1)﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا۔

(2)﴿عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ غیب اور حاضر کا جاننے والا۔

﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ﴾

''اور اگر واقعی اُن کے پاس جنہوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اُس کے ساتھ اُس کی مانند اور بھی ہو تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے ضرور اُسے فدیے میں دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن پر وہ ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے'' (47)

سوال 1: ﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ﴾ ''اور اگر واقعی اُن کے پاس جنہوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اُس کے ساتھ اُس کی مانند اور بھی ہو تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے ضرور اُسے فدیے میں دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن پر وہ ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے'' قیامت کے دن بیش قیمت فدیہ قبول نہیں ہوگا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''اور اگر واقعی اُن کے پاس جنہوں نے ظلم کیا'' یعنی جنہوں نے شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم عظیم کیا ہے اور جو نافرمانیوں اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

(2)﴿مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ ''وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے'' یعنی زمین میں جو مال اور فدیے میں دینے کے لیے جو کچھ بھی زمین میں ہو سب کچھ دے دو۔

(3)﴿وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ﴾ ''اور اُس کے ساتھ اُس کی مانند اور بھی ہو'' اور فدیے میں دینے کے لیے زمین میں جتنا کچھ ہے اتنا ہی اور بھی ہو۔

(4)﴿لَافْتَدَوْا بِهٖ﴾ ''ضرور اُسے فدیے میں دے دیں گے'' سب کچھ فدیے میں دے دیں تا کہ وہ خود بچ جائیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِهٖ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے انکار کیا اور انکار کی حالت ہی میں مر گئے۔ اُن میں سے کوئی ایک زمین بھر سونا بھی اس کے فدیے میں دے تو قبول نہ کیا جائے گا۔'' (آل عمران:91)

(5)﴿مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے''یعنی قیامت کے دن کے سخت ترین اور بدترین عذاب سے بچنے کے لیے اپنا سب کچھ اور جو زمین میں ہے اور اس جیسا اور بھی ہو تو فدیے میں دے کر خود کو بچانا چاہیں گے۔ان سے وہ سب کچھ قبول نہیں کیا جائے گا۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ کسی سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی''(البقرہ:48)ان میں سے کچھ بھی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے کام آجائے۔جیسا کہ فرمایا:﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (۸۸) اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (۸۹)﴾ ''جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ ہی بیٹے۔مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے گا۔''(الشعراء:88,89)

(6)﴿وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن پر وہ ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے''یعنی انہیں تو یہ گمان بھی نہیں تھا کہ ان کے گناہوں کا انجام اتنا بھیانک ہوگا اتنی بڑی ناراضی کا تو انہیں گمان بھی نہیں تھا۔

سوال2:ظلم کرنے والے کل اپنے آپ کو بدترین عذاب سے بچانے کے لیے کیا کچھ فدیے میں دے دیں گے؟

جواب:ظلم کرنے والے وہ سب کچھ جو زمین پر ہے اور اس کے بعد اتنا ہی اور بھی ہو تو قیامت کے دن کے بڑے عذاب سے بچنے کے لیے فدیے میں دے دیں گے۔

﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

''اور جو اعمال انہوں نے کمائے ہیں اُن کی برائیاں اُن کے لیے ظاہر ہو جائیں گی اور وہ انہیں گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے''(48)

سوال1:﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور جو اعمال انہوں نے کمائے ہیں اُن کی برائیاں اُن کے لیے ظاہر ہو جائیں گی اور وہ انہیں گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے''عذاب انہیں گھیر لے گا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا﴾ ''اور جو اعمال انہوں نے کمائے ہیں اُن کی برائیاں اُن کے لیے ظاہر ہو جائیں گی''یعنی شرک،کفر،فسق اور نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر وہ امور ظاہر ہوں گے جو ان کو برے لگیں گے۔

(2)ان پر اپنے اعمال کے نتائج ظاہر ہو جائیں گے تو وہ شدید کرب اور عظیم غم میں مبتلا ہو جائیں گے۔

(3)﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور وہ انہیں گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' وہ عذاب اور وعید جس کا یہ مذاق اڑاتے تھے انہیں گھیر لے گا۔

سوال2: انسان جو کچھ دنیا میں کرتا ہے اس کی برائیاں اس پر کیسے کھل جائیں گی؟

جواب: (1) کل غیب کا پردہ پھٹ جائے گا اور حقیقت صاف نظر آنے لگے گی اس لیے برائیاں بھی کھل جائیں گی۔

(2) دنیا میں انسان جو حرام اور گناہ کے کام کرتا ہے کل ہر چیز کی سزا ان کے سامنے آجائے گی۔

﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے صرف علم کی بناء پر ہی دی گئی ہے بلکہ وہ آزمائش ہے لیکن اُن میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے'' (49)

سوال1: ﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے صرف علم کی بناء پر ہی دی گئی ہے بلکہ وہ آزمائش ہے لیکن اُن میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے'' مصیبت میں گڑگڑاتا ہے، نعمت ملے تو اتراتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا﴾ ''پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے'' رب العزت نے انسانوں کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے جب انسان کو کوئی بیماری یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مصیبت کو دور کرنے کے لیے گڑگڑاتا ہے دعائیں کرتا ہے، روتا دھوتا ہے۔

(2) ﴿ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا﴾ ''پھر جب ہم اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتے ہیں'' یعنی جب ہم اس کی تکلیف دور کر کے اسے نعمت عطا کرتے ہیں تو اب وہ بغاوت اور سرکشی پر اتر آتا ہے اور کہنے لگتا ہے۔

(3) ﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ﴾ ''تو وہ کہتا ہے کہ مجھے صرف علم کی بناء پر ہی دی گئی ہے'' وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم کے سبب دیا گیا ہے۔ مجھے معلوم ہی تھا کہ میں اس کا اہل ہوں، میں جانتا تھا کہ میں اس کا حق دار ہوں۔

(4) ﴿بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ﴾ ''بلکہ وہ آزمائش ہے'' رب العزت نے واضح فرمایا: نہ کسی کی برگزیدگی ہے، نہ علم یہ تو آزمائش ہے کہ کون شکر ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے۔

(5)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اُن میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے'' اس لیے وہ فتنہ اور آزمائش کو اللہ تعالیٰ کی نوازش سمجھتے ہیں، ان کے سامنے خالص بھلائی اس چیز کے ساتھ مشتبہ ہو جاتی ہے جو بھلائی یا برائی کا سبب ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2347,2348)

(6) سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ جو بنی عامر بن عدی کے حلیف تھے اور بدر کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے، انھوں نے انہیں خبر دی کہ نبی ﷺ نے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین وہاں کا جزیہ لانے کے لئے بھیجا' نبی ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور ان پر علاء بن الحضرمی کو امیر مقرر کیا تھا۔ جب سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے جزیہ کا مال لے کر آئے تو انصار نے ان کے آنے کے متعلق سنا اور صبح کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی اور جب نبی ﷺ جانے لگے تو وہ آپ کے سامنے آ گئے۔ نبی ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ ابوعبیدہ کے آنے کے متعلق تم نے سن لیا ہے اور یہ بھی کہ وہ کچھ لے آئے ہیں؟ انصار نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ! نبی ﷺ نے فرمایا، پھر تمھیں خوشخبری ہو تم اس کی امید رکھو جو تمھیں خوش کر دے گی، اللہ کی قسم، فقر و محتاجی وہ چیز نہیں ہے جس سے میں تمھارے متعلق ڈرتا ہوں بلکہ میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی' جس طرح ان لوگوں پر کر دی گئی تھی جو تم سے پہلے تھے اور تم بھی اس کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی اسی طرح کوشش کرو گے جس طرح وہ کرتے تھے اور تمھیں بھی اسی طرح غافل کر دے گی جس طرح ان کو غافل کیا تھا۔ (بخاری:6425)

(7) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور جنگ احد کے شہیدوں کے لئے اس طرح نماز پڑھی جس طرح مردہ پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر آپ ممبر پر تشریف لائے اور فرمایا آخرت میں میں تم سے آگے جاؤں گا اور میں تم پر گواہ ہوں گا، واللہ، میں اپنے حوض کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا (فرمایا کہ) زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! میں تمھارے متعلق اس سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ مجھے تمھارے متعلق یہ خوف ہے کہ تم دنیا کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگو گے۔ (بخاری:6426)

(8) نبی ﷺ نے فرمایا: ہر امت کی ایک آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔'' (ترمذی: مشکوۃ)

سوال 2: نعمت ملنے پر انسان سرکشی کیوں اختیار کرتا ہے؟

جواب: (1) نعمت ملنے پر وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کو محسوس کرنے کی بجائے اسے اپنے علم اور دانائی کا نتیجہ سمجھ لیتا ہے۔

(2) نعمت ملنے پر انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا مقام اور مرتبہ بڑا ہے اس لیے مجھے یہ سب حاصل ہوا ہے۔

سوال 4: نعمتیں کس اعتبار سے آزمائش ہیں؟

جواب: نعمتوں میں اس لحاظ سے آزمائش ہے کہ انسان شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری کرتا ہے۔

سوال 5: اکثر لوگ کس چیز سے لاعلم ہیں؟

جواب: اکثر لوگ اس بات سے لاعلم ہیں کہ انسان کو نعمتیں عطا کر کے اللہ تعالیٰ اس سے امتحان لیتے ہیں اور آہستہ آہستہ اسے انجام تک پہنچاتے ہیں۔

﴿قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

''بلاشبہ اُن سے پہلے لوگوں نے بھی یہ بات کہی تھی چنانچہ جو کچھ وہ کماتے تھے وہ اُن کے کسی کام نہ آیا'' (50)

سوال 1: ﴿قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اُن سے پہلے لوگوں نے بھی یہ بات کہی تھی چنانچہ جو کچھ وہ کماتے تھے وہ اُن کے کسی کام نہ آیا'' پہلے لوگوں نے انہیں ہلاک کروادیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''بلاشبہ اُن سے پہلے لوگوں نے بھی یہ بات کہی تھی'' پہلے لوگوں نے اس طرح کی بے بنیاد باتیں کیں۔ (2) جو لوگ مال کے بارے میں، زندگی کے بارے میں بے بنیاد نظریہ رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار نہیں کرتے۔ وہ اسکا حق بھی تسلیم نہیں کرتے۔ گزشتہ قوموں کی باتوں نے انہیں اس طرح ہلاک کروادیا۔

(3) ﴿فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''چنانچہ جو کچھ وہ کماتے تھے وہ اُن کے کسی کام نہ آیا'' یعنی جب ان پر ان کے اعمال کی وجہ سے عذاب آیا تو ان کی کمائی، ان کا جتھہ ان کے کام نہ آیا۔ آج کے لوگ بھی ان کے نقش قدم پر چلیں گے تو ان کی کمائی کا وبال بھی ان پر آپڑے گا۔

سوال 2: پہلے لوگوں میں سے کس نے کہا تھا کہ میں سب کچھ اپنے علم کی بنیاد پر دیا گیا ہوں؟

جواب: یہ بات قارون نے کہی تھی کہ مجھے جو کچھ دیا گیا ہے میرے علم کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔

سوال 3: کیا پھر ان کی کمائی کسی کام آئی؟

جواب: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھتے ہیں ان کی کمائی ان کے کسی کام نہیں آتی۔ مثلاً قارون کو ان کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔

﴿فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾

''تو اُن پر وبال آپڑا جو انہوں نے کمایا اور اِن میں سے بھی جنہوں نے ظلم کیا، جلد ہی اِن پر بھی وبال آپڑے گا جو انہوں نے کمایا اور وہ عاجز کر دینے والے نہیں ہیں'' (51)

سوال1:﴿فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''تو اُن پر وبال آ پڑا جو انہوں نے کمایا اور اِن میں سے بھی جنہوں نے ظلم کیا، جلد ہی اِن پر بھی وبال آ پڑے گا جو انہوں نے کمایا اور وہ عاجز کر دینے والے نہیں ہیں'' اعمال کے نتائج سامنے آ کر رہتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا﴾ ''تو اُن پر وبال آ پڑا جو انہوں نے کمایا'' ان کی کمائی کا وبال ان پر آ پڑا۔ اپنے برے اعمال کے نتائج انہوں نے دیکھ لیے۔(2) اس مقام پر سَيِّئَات سے مراد عقوبات ہیں کیونکہ یہ عقوبات ہی انسان کے لیے تکلیف دہ اور اس کو غم زدہ کرتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:2348/3)

(3) آج کے ظالموں پر بھی ان کے برے اعمال کا وبال پڑے گا ان کے اعمال کے نتائج بھی ان کے سامنے آ کر رہیں گے۔

(4) رب العزت نے قارون کے بارے میں فرمایا: جو اپنے مال کی وجہ سے اتراہٹ میں مبتلا تھا اور اسے اپنے علم کا نتیجہ سمجھتا تھا۔

﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۚ وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾﴾ ''یقیناً قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پس اس نے ان کے خلاف سرکشی کی اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ یقیناً اُن کی چابیاں بلاشبہ ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوئی تھیں، جب اُس کی قوم نے اُسے کہا: ''اِتراؤ مت! یقیناً اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اُس سے آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا میں سے اپنا حصہ مت بھلاؤ اور احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد تلاش نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔'' اُس نے کہا: ''بلاشبہ یہ مجھے ایک علم کی بنا پر ہی دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔'' اور کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُس سے پہلے یقیناً کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اُس سے زیادہ قوت اور اُس سے زیادہ جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے اُن کے گناہ پوچھے نہیں جاتے۔'' (القصص:76-78)

(5)﴿وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''اور اِن میں سے بھی جنہوں نے ظلم کیا'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ ان ظالموں پر جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، شرک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا، گناہوں اور نافرمانیوں میں ڈوب گئے۔

(6)﴿سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا﴾ ''جلد ہی اِن پر بھی وبال آ پڑے گا جو انہوں نے کمایا'' ان پر ان کے گناہوں، ان کے کفر، ان کے شرک کا وبال آ پڑے گا۔ یہ بھی اپنے اعمال کے نتائج دیکھ لیں گے۔

(7)﴿وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''اور وہ عاجز کر دینے والے نہیں ہیں'' یہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ رب العزت پر غالب نہیں آ سکتے۔

جیسا کہ فرمایا:﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ز وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی سرپرست اور مددگار نہیں ہے۔'' (العنکبوت:22)

سوال 2: مشرکین مکہ پر ان کی برائیاں کیسے آن پڑیں؟

جواب: (1) ان پر گذشتہ قوموں کی طرح قحط نازل ہوا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انہیں غزوہ بدر اور بعد کی جنگوں میں قتل کروایا۔

(3) بدر میں مشرکین قید ہوئے۔

سوال 3: ''وہ عاجز کر دینے والے نہیں ہیں'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر انہیں جو عذاب دینا چاہے یا اسے روک نہیں سکتے۔

﴿اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''اور کیا انہیں معلوم نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' (52)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور کیا انہیں معلوم نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' رزق اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا﴾ ''اور کیا انہیں معلوم نہیں'' کیا بھلا وہ نہیں جانتے کہ کمائی کے لیے حسن تدبیر میں تو کوئی کمی نہیں کرتا پھر رزق میں تنگی اور کشادگی کیوں ہوتی ہے۔

(2) کیا وہ نہیں جانتے کہ مال کسی کے اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھے حال کی دلیل نہیں ہے۔

(3) ﴿اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی یا بدی کی وجہ سے نہیں اپنی حکمت کے تحت جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے۔

(4) ﴿وَيَقْدِرُ﴾ ''اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے'' اور اپنی حکمت سے جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے کسی کا علم، کسی کی حسن تدبیر کام نہیں آتی جیسا کہ فرمایا:﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (سبا:36)

(5) اللہ تعالیٰ کا رزق ساری مخلوق کے لیے ہے مگر ایمان اور عمل صالح کے لیے مخلوق میں بہترین لوگوں کا انتخاب کرتا ہے۔

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ" جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔" (بخاری:5985)

(7) ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ "یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں" یعنی رزق کی کشادگی اور تنگی میں اہل ایمان کے لیے نشانیاں ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ رزق کی تنگی اور کشادگی کا مرجع محض اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت سے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال کو خوب جانتا ہے۔ کبھی کبھی اپنے بندوں پر لطف وکرم کی وجہ سے بھی رزق تنگ کر دیتا ہے کیونکہ ان کو اگر وہ کشادہ رزق دے تو زمین میں سرکشی کرتے ہیں۔ رزق کی اس تنگی میں اللہ تعالیٰ ان کے دین کی اصلاح کی رعایت رکھتا ہے جو ان کی سعادت اور فلاح کی بنیاد ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے یقین کرنے والے کیسے فائدہ اٹھاتے ہیں؟

جواب: (1) یقین کرنے والے غور وفکر کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(2) یقین کرنے والے اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(3) یقین کرنے والے بہترین اجر کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

رکوع نمبر 3

﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾

"آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (53)

سوال 1: ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ "آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" توبہ کی دعوت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے تمام انسانوں کو دعوت دی ہے کہ اب بھی وقت ہے توبہ کر لیں۔ اپنے رب کی طرف آ جائیں۔

(2) ﴿قُلْ﴾ "آپ کہہ دیں" اے نبی ﷺ! آپ انسانوں کو آگاہ کرتے ہوئے کہہ دیں۔

(3)﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ ''کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی'' یعنی جن لوگوں نے گناہ کیے، نافرمانیاں کیں، جنہوں نے کفر اور شرک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔

(4)﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ'' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔

(5) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو اور کہنے لگو کہ ہمارے گناہ بہت زیادہ اور ہمارے عیوب بہت بڑھ گئے اب ایسا کوئی طریقہ جس سے وہ گناہ زائل ہو جائیں پھر اس بنا پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مصر رہو اور اس طرح رحمن کی ناراضی مول لیتے رہو۔ (تفسیر سعدی: 3/2349,2350)

(6)﴿اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے'' یعنی اپنے رب کو پہچانو وہ کریم ہے، رحیم ہے وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے جو سچے دل سے توبہ کرنے کے بعد پاک زندگی گزارنے کا ارادہ کر لے اس کے لئے بشارت ہے کہ توبہ سے کفر، شرک، زنا، قتل، سود خوری، ظلم اور ہر قسم کے گناہوں کو وہ معاف کر دیتا ہے خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے'' (شوریٰ:25)

(7)﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور جو شخص کوئی برائی کرے اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا'' (النساء:110)

(8) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر تم میں سے جب کوئی بیدار ہوتے پر سنسان زمین میں اپنے گمشدہ اونٹ کو پالے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ (مسلم:6961)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب العزت سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا: کسی بندے نے گناہ کیا۔ پھر عرض کیا: اے اللہ! میرے گناہ کو معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے، پھر عرض کرتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہ کو معاف فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا' پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے، تو عرض کرتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہ کو معاف فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا' پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ تو جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کر دیا۔ عبداللہ الاعلیٰ رحمہ اللہ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ جو چاہو عمل کرو۔ (مسلم:6986)

(10)﴿اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی مغفرت اور رحمت دونوں اللہ تعالیٰ کے لازم اور ذاتی

اوصاف ہیں جو اس کی ذات سے کبھی جدا نہیں ہوتے ۔نہ ان کے آثار ہی زائل ہوتے ہیں، جو تمام کائنات میں جاری وساری اور تمام موجودات پر سایہ کناں ہیں۔دن رات اس کے ہاتھوں کی سخاوت جاری ہے، کھلے اور چھپے وہ اپنے بندوں کو اپنی لگاتار نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے۔عطا کرنا اسے محروم کرنے سے زیادہ پسند ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب اور اس پر سبقت لے گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے حصول کے کچھ اسباب ہیں، بندہ اگر ان اسباب کو اختیار نہیں کرتا تو وہ اپنے آپ پر عظیم ترین اور جلیل ترین رحمت ومغفرت کا دروازہ بند کر لیتا ہے۔ بلکہ خالص توبہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ،دعا اس کے سامنے عاجزی وانکساری اور اظہار تعبد کے سوا کوئی سبب نہیں ۔پس اس جلیل القدر سبب اور اس عظیم راستے کی طرف بڑھو۔(تفسیر سعدی:2349,2350/3)

(11)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنے پاس موجود اپنی کتاب میں لکھ دیا: میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہوگی۔(صحیح مسلم6969)

(12)مسند احمد کی حدیث میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ایک شخص نے سوال کیا کہ جس نے شرک کیا ہو؟ آپ نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا خبردار رہو جس نے شرک بھی کیا ہو تین مرتبہ یہی فرمایا۔(ابن کثیر:434/4)(مسند احمد:275/5)

سوال2:اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد یہ ہے کہ انسان نے خواہ کتنے ہی گناہ کیے ہوں اسے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میں بہت زیادہ گنہگار ہوں مجھے معافی کیسے مل سکتی ہے یہ احساس انسان کو مایوس کر دیتا ہے۔

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمیدی کی بجائے اُمید رکھنی چاہیے کہ اگر میں سچے دل سے توبہ کروں گا تو توبہ کا احساس پیدا ہونے سے پہلے میں نے کتنے ہی گناہ کیے ہوں، اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف کر دے گا۔

سوال3:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: کچھ کافر اور کچھ مشرک تھے جنہوں نے کثرت سے زنا کاری اور قتل جیسے گناہ کیے تھے۔وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ ﷺ کی دعوت صحیح ہے۔لیکن ہم بہت زیادہ گنہگار ہیں اگر ہم ایمان لے آئیں تو کیا ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(بخاری،تفسیر سورۃ الزمر)

سوال4:اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت سے لوگ کب غلط اُمیدیں باندھ لیتے ہیں؟

جواب:(1)جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی امید پر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور فرائض کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

(2)جب اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کے ضابطوں کو پامال کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے انتقام کو دعوت دی جائے اور اس کی رحمت

اور مغفرت کی امید رکھی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے مغفرت اور رحمت الٰہی سے غلط امیدیں باندھ لی ہیں۔

﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾

''اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اُس کے مطیع بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی'' (54)

سوال 1: ﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور اُس کے مطیع بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے۔ پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی'' نیک عمل اور توبہ میں جلدی کرلو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ﴾ ''اور پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف'' یعنی جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اب اپنے دلوں کا رخ اپنے رب کی طرف موڑ دو۔ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ لو۔ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔

(2) انابت، اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ (قرطبی: 196/8)

(3) ﴿وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ ''اور اُسکے مطیع بن جاؤ'' اپنے جوارح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ جن کاموں کا رب العزت نے حکم دیا ہے وہ کام کرلو اور جن سے روکا ہے ان سے رک جاؤ۔

(4) یعنی اپنے ظاہری اور باطنی اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرلو۔ اپنی محبت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرلو۔ اسی سے خوف رکھو، اسی پر اعتماد کرو، اسی کے لئے صبر کرو، نعمتوں پر اسی کا شکر ادا کرو، اس کے حلال وحرام کو قبول کرو، اسی کا تقویٰ اختیار کرو، اسی کی رضا کے لئے کام کرو۔ (5) اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ اخلاص پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اخلاص کے بغیر ظاہری اور باطنی اعمال کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ (تفسیر سعدی: 2350/3)

(6) رب العزت کا فرمان ہے ﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے'' (لقمان: 22)

(7) ﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جب اُس کے رب نے اُس سے کہا: ''فرماں بردار ہوجا'' تو اُس نے کہا: ''میں جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہوگیا۔'' (البقرہ: 131)

(8) ﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ﴾ ''اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے'' یعنی توبہ کرنے میں جلدی کرلو۔ اگر گناہ ہوجائے تو پر خلوص توبہ کرلو، معافی مانگ لو اور نیک کاموں میں سرگرم عمل ہوجاؤ، تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس جو کتاب آئی ہے اس کا

نفع مند علم حاصل کرو، اس کے معانی کو سمجھو، اس پر عمل کرو، اس کے پیغام کو پہنچاؤ، اس کی تعلیم کو عام کرو، اس سے پہلے کے تم پر عذاب آجائے اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔ گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرلو، کیا خبر پھر کبھی وقت ہاتھ آئے یا نہ آئے۔

(9)﴿ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ ''پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں تمہاری کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

سوال2: اللہ کی طرف رجوع اور اس کی فرمانبرداری کے لیے کیسے تیار کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے۔ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے رجوع الی اللہ یعنی توبہ اور فرماں برداری یعنی عمل صالح کا اہتمام کرلو کیونکہ عذاب آنے پر مدد نہ کی جائے گی۔

سوال3: انابت الی اللہ کے لیے انسان کیسے کوشش کرسکتا ہے؟

جواب: (1) انابت الی اللہ یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنے کے لیے اللہ کو یاد رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ہر کام کا آغاز اللہ کے نام سے کرنا اور اختتام اس کے شکر پر کرنا وغیرہ۔

(2) رجوع الی اللہ کے لیے مدد مانگنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ (3) رجوع الی اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ پر توکل کی ضرورت ہوتی ہے۔

(4) رجوع الی اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے خطاؤں کی معافی مانگنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(5) رجوع الی اللہ کے لیے دعائیں کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال4: انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کیسے کرسکتا ہے؟

جواب: (1) انسان اپنے آپ کو شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے فرمانبرداری کرسکتا ہے۔

(2) انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جان کر سمجھ کر اس کی فرماں برداری کرسکتا ہے۔

(3) انسان اللہ کے احکامات کو سنت کے مطابق انجام دے کر اللہ کی فرماں برداری کرسکتا ہے۔

(4) انسان اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے انجام کو جان کر فرماں برداری کرسکتا ہے۔

﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

''اور پیروی کرو سب سے اچھی بات کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ اچانک تم پر عذاب آجائے اور تم سمجھتے ہی نہ ہو'' (55)

سوال1: ﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾''

اور پیروی کرو سب سے اچھی بات کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ اچانک تم پر عذاب آجائے اور تم سمجھتے ہی نہ ہو'' بہترین کام کرنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اور پیروی کرو سب سے اچھی بات کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرو اور اس کے نواہی سے اجتناب کرو۔

(2) یعنی قرآن کے حلال کو حلال جانو اور اس کے حرام کو حرام کرلو۔(فتح القدیر:4/590)

(3) اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور رحمت کا وعدہ دو چیزوں سے متعلق رکھا ہے(1) انابت اور توبہ (2) احسن کی متابعت اور وہ قرآن ہے جیسا کہ فرمایا: ''﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے'' (الزمر:23) قرآن پورے کا پورا احسن ہے، اس کی اتباع کرو۔ اس پر عمل کرو جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرو۔(تفسیر السعدی:12/354،355)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۸) اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ (۱۹) لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ (۲۰) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (۲۱) اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۲۲) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۤ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (۲۳)﴾ ''جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔ تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہوگئی؟ تو کیا آپ ایسے شخص کو بچائیں گے جو آگ میں ہے؟ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے اوپر بلند عمارتیں بنی ہوں گی، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی اُتارا پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں جاری کر دیا، پھر وہ اُس کے ساتھ مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے تو آپ اسے زرد دیکھتے ہیں پھر وہ اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں عقل مندوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔ کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے) پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی

جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہوجاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کردیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (الزمر:18-23)

(5) یعنی باطنی اعمال کو بجالا کر جن کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، مثلاً محبت الٰہی، خشیت الٰہی، خوف الٰہی، اللہ تعالیٰ پر امید، اس کے بندوں کی خیر خواہی، ان کے لئے ہمیشہ بھلائی چاہنا اور ان امور سے متضاد اور امور سے اجتناب اور ظاہری اعمال بجالانا مثلاً نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا، صدقہ دینا اور بھلائی کے مختلف کام کرنا جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہی بہترین کام ہیں، جن کو ہمارے رب نے ہماری طرف نازل کیا ہے لہٰذا ان امور میں اپنے رب کے احکام کی تعمیل کرنے والا ''منیب اور مسلم ہے'' (تفسیر سعدی:2350/3)

(6) ﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ ''اس سے پہلے کہ اچانک تم پر عذاب آجائے اور تم سمجھتے ہی نہ ہو'' یعنی توبہ اور انابت میں جلدی کرو۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب واقع ہوجائے اور تم اسے روک نہ سکو۔

(7) رب العزت نے فرصت سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کیے ہوئے پر عمل کروانے کے لیے کیسے تیار کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اچانک آنے والے عذاب سے ڈرا کر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ بہترین چیز کی پیروی یا عمل کرنے کے لیے تیار کیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے عذاب کے علم و شعور بھی نہ ہونے سے انسان کو ڈرایا ہے کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ تمہیں خبر بھی نہ ہو اور تم عذاب میں مبتلا ہوجاؤ اس سے بچت اسی صورت میں ممکن ہوسکتی ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ بہترین چیز کی پیروی کرلو۔

﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ﴾

''یہ کہ کوئی شخص کہے: ''ہائے افسوس اُس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کی اور بلاشبہ میں مذاق اُڑانے والوں میں سے تھا'' (56)

سوال 1: ﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ﴾ ''یہ کہ کوئی شخص کہے: ''ہائے افسوس اُس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کی اور بلاشبہ میں مذاق اُڑانے والوں میں سے تھا'' اس دن ندامت کام نہیں آئے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی﴾ ''یہ کہ کوئی شخص کہے: ''ہائے افسوس'' رب العزت ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ اپنی غفلت پر جمے رہو کہ وہ دن آجائے اور کوئی کافر یا مجرم کہے ہائے افسوس!

(2)﴿عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ﴾ ''اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کی'' کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں جو کمی کی ہے۔میں نے اس کی اطاعت نہیں کی جیسے میں نے غیروں کی اطاعت کی۔(ایسر التفاسیر:1343)

(3)میں نے اللہ کے حکم،اس کی اطاعت میں،اس کی ذات کے بارے میں،اس کے رستے میں مجھے اس پر افسوس ہے۔جو زیادتی کی ہے یعنی توحید کے اقرار اور محمد ﷺ کی نبوت کے اقرار میں زیادتی کی ہے۔(الاساس فی التفسیر:4894/9)

(4)ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ جنب اللہ سے مراد ذکر اللہ عزوجل ہے انہوں نے کہا کہ قرآن اور اس پر عمل کرنے میں۔(تفسیر قرطبی:197/8)

(5)فراء رحمہ اللہ نے کہا:الجنب سے مراد جوار ہے یعنی میں نے اس کے قرب یعنی جنت کی طلب میں زیادتی کی ہے۔(تفسیر قرطبی:197/8)

(6)مسند احمد کی حدیث میں ہے حسرت وافسوس ہو۔اور اسی طرح ہر جنتی کو اس کی جہنم کی جگہ دکھائی جاتی ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو وہ جنت میں نہ آسکتا۔یہ اس لئے کہ وہ شکر اور احسان کے ماننے میں اور بڑھ جائے جب گنہگار لوگ دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو کریں گے۔اور اللہ کی آیتوں کی تصدیق نہ کرنے کی حسرت کریں گے۔اور اللہ کے رسولوں کو نہ ماننے پر کڑھنے لگیں گے۔تو اللہ سبحان وتعالیٰ فرمائے گا کہ اب ندامت لاحاصل ہے پچھتاوا بے سود ہے دنیا میں ہی میں تو اپنی آیتیں اتار چکا تھا۔اپنی دلیلیں قائم کر چکا تھا،لیکن تو انہیں جھٹلاتا رہا اور ان کی تابعداری سے تکبر کرتا رہا ان کا منکر رہا۔کفر اختیار کیا،اب کچھ نہیں ہوسکتا۔(ابن کثیر:437/4)

(7)﴿وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ میں مذاق اُڑانے والوں میں سے تھا'' یعنی میں دنیا میں موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کا مذاق اڑایا کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے اسے دیکھ لیا۔

(8)کاش میں بھی مخلص اطاعت گزار ہوتا،پیغمبروں کا مذاق نہ اڑاتا اور ایمان لے آتا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اللہ کے حق میں کی جانے والی کوتاہیوں کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل تم میں سے کوئی یہ کہے ہائے افسوس کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی۔کل کے افسوس سے آج شعور دلایا ہے کہ دیکھو آج کیا چیز کوتاہی کا سبب بن رہی ہے؟ دیکھو آج مذاق اُڑانے والوں میں شامل ہو کر کل کی حسرت کا کیسے انتظام کر رہے ہو۔

﴿اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

''یا کہے:''اگر واقعتا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہوتی تو میں یقینا متقیوں میں سے ہوتا''(57)

سوال1:﴿اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''یا کہے:''اگر واقعتا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہوتی تو میں یقینا متقیوں میں سے ہوتا'' کاش میں متقی ہوتا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ﴾ ''یا کہے: ''اگر واقعتا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہوتی'' یعنی تم یہ نہ کہو کہ کاش اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی ہوتی۔(2)﴿لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''تو میں یقیناً متقیوں میں سے ہوتا'' تو میں بھی متقی بن جاتا۔اور اس کے عذاب سے بچ جاتا اور ثواب کا مستحق بن جاتا۔

(3) کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت دیتا تو میں بھی متقی بن جاتا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے کل کی حسرت سے آج کے طرز عمل کی تبدیلی کی طرف کیسے توجہ دلائی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو حشر کے میدان میں لے جا کر حسرت میں مبتلا کر کے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقی ہوتا۔اس طرح احساس دلایا ہے کہ تقویٰ اختیار کرنا کتنا ضروری ہے۔

سوال3: اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا کے الفاظ سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہدایت نہ پانے کا سبب اللہ تعالیٰ میں تلاش کیا کہ اگر اللہ ہدایت دیتا تو تقویٰ اختیار کرتا۔

سوال4: کیا تقویٰ اختیار کرنا انسان کے بس میں ہے؟

جواب: تقوی اختیار کرنا انسان ہی کے کرنے کا کام ہے انسان جب اس کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتے ہیں۔

﴿اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''یا جب وہ عذاب دیکھے تو کہے: ''کاش واقعی مجھے ایک بار دنیا میں لوٹ جانا ہوتو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں'' (58)

سوال1:﴿اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''یا جب وہ عذاب دیکھے تو کہے: ''کاش واقعی مجھے ایک بار دنیا میں لوٹ جانا ہوتو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں'' ایک بار دنیا میں لوٹا دیں تو اللہ تعالیٰ کا مخلص اور فرمانبردار بن جاؤں گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ﴾ ''یا جب وہ عذاب دیکھے تو کہے'' یعنی جب عذاب دیکھ کر اسے یقین آجائے گا تو وہ کہے گا۔(2)﴿لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً﴾ ''کاش واقعی مجھے ایک بار دنیا میں لوٹ جانا ہو'' اگر ایک بار دنیا میں لوٹا دیں، مجھے دنیا میں واپس بھیج دیں۔

(3)﴿فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''تو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں'' وہ کہے گا کہ میں بھی نیک بن جاؤں گا۔

(4) میں اپنے رب کی اطاعت اخلاص سے کروں گا۔اور جن کاموں کا رسولوں نے حکم دیا ان پر عمل کروں گا۔(جامع البیان:19/24)

(5) قیامت کے دن جو کچھ لوگ کہیں گے۔رب العزت نے اس کی پہلے سے خبر دی ہے جیسے کہ فرمایا:﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری

پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سنیں بھی تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا۔'' (فاطر:14)

(6) مجرموں کی تمناؤں کا رب العزت نے جواب دیا: ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' (الانعام:28)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے عذاب دیکھ کر انسان کی تبدیلی کی خواہش پر کیا احساس دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عذاب دیکھ کر انسان کی اس خواہش پر کہ ''کاش کسی طرح لوٹ جانا مل جاتا تو میں بھی نیک لوگوں میں ہوتا۔'' اس پر احساس دلایا ہے کہ جب وقت ختم ہو جائے گا تو دوبارہ پانے کی حسرت ہوگی۔ پھر کیوں نہیں جب آج وقت ہے تو نیک لوگوں میں شامل ہو جائے۔

﴿بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''کیوں نہیں! بلاشبہ میری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تُو انکار کرنے والوں میں سے تھا'' (59)

سوال 1: ﴿بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''کیوں نہیں! بلاشبہ میری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تُو انکار کرنے والوں میں سے تھا'' دنیا کی طرف لوٹائے جانے کا مطالبہ عبث ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ﴾ ''کیوں نہیں! بلاشبہ میری آیات تمہارے پاس آئی تھیں'' رب العزت شرمسار بندے سے کہیں گے تمہارے پاس میری آیات آئی تھیں جو حق پر دلالت کرتی تھیں تم پر میری حجت قائم ہو گئی تھی۔ کوئی شک باقی نہ رہا۔

(2) ﴿فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ﴾ ''تو تُو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا'' تم نے ان آیات کو جھٹلا دیا اور ان کی پیروی کرنے سے تکبر کیا۔

(3) ﴿وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور تُو انکار کرنے والوں میں سے تھا'' تم نے میری آیات کا انکار کر دیا۔ اب دنیا میں لوٹائے جانے کا مطالبہ عبث ہے اب ندامت سے کوئی فائدہ نہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' (الانعام:28)

سوال 2: اللہ تعالیٰ انسان کی خواہش پر کیا جواب دیں گے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہارے پاس میری آیات آئی تھیں۔
(2)پھر تم نے غرور اور تکبر کیا۔(3)تم کافروں میں سے تھے۔

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾

''اور قیامت کے دن آپ اُن لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کہ اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟''(60)

سوال1:﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾''اور قیامت کے دن آپ اُن لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کہ اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟'' قیامت کے دن مشرکوں کے برے انجام کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ﴾''اور قیامت کے دن آپ اُن لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کہ اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اس کی اولاد بنائی۔ رب العزت نے ان کی رسوائی کو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن جب وہ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے آپ ان کے چہروں کو کرب اور غم سے سیاہ دیکھیں گے اور یہ علامت ہے کہ وہ اہل دوزخ ہیں جنہوں نے اپنے رب کو جھٹلایا۔
(2)﴿اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾''کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟''یعنی جن لوگوں نے ایمان اور عبادت سے تکبر کیا، کیا ان کے لئے جہنم ٹھکانا نہیں ہے۔ جہنم میں شدید عذاب، رسوائی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہوگی جہاں متکبرین کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کی کامیابی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے گا۔ نہ اُنہیں کوئی تکلیف چھوئے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''(61)

سوال1:﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾''اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کی کامیابی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے گا۔ نہ اُنہیں کوئی تکلیف چھوئے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''اللہ والوں کے احسن انجام کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ﴾''اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کی کامیابی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں نجات

دے گا'' اللہ تعالیٰ تقوی کی وجہ سے اللہ والوں کو نجات عطا فرمائیں گے۔

(2)﴿لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ﴾ ''نہ انہیں کوئی تکلیف چھوئے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' انہیں کوئی عذاب نہیں چھوئے گا۔

(3)﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' انہیں کوئی غم، کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب اور خوف کی نفی کر دی اور یہ امن کی انتہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب اور خوف کی نفی کر دی اور یہ امن کی انتہا ہے۔ اس کے لیے مکمل امن ہوگا اور یہ امن ان کے ساتھ رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ سلامتی کے گھر، یعنی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ تب وہ ہر تکلیف اور ہر برائی سے محفوظ و مامون ہوں گے اور ان پر نعمتوں کی تازگی چھا جائے گی اور وہ پکار اٹھیں گے۔

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ﴾ ''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بلاشبہ ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔'' (فاطر:34)(تفسیر سعدی:2352/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو کامیابی سے بچالیں گے؟

جواب: جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی کے ساتھ بچالے گا۔

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے'' (62)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق اور نگہبان ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے'' رب العزت نے اپنی ذات کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور کائنات میں ہر چیز اس کی تخلیق ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کا خالق، مربی اور مالک ہے، ہر چیز پر اسی کا اختیار ہے۔

(3)﴿وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے'' وہ ہر چیز پر قائم اور ہر چیز کا محافظ ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی قدرت عظیم ہے جس کا علم وسیع ہے۔ اسی کے لئے عبادت واجب ہے۔

(4) اور وہ ہر چیز پر وکیل ہے اور وکالت کامل میں وکیل کے لیے لازم ہے کہ وہ جس چیز کی وکالت کر رہا ہے اسے اس کا پورا علم ہو اور وہ اس کی تمام تفاصیل کا احاطہ کئے ہوئے ہو، جس چیز پر وہ وکیل ہے، اس میں تصرف کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو، اس کی حفاظت کر سکتا ہو، تصرف کے تمام پہلوؤں کی حکمت اور معرفت رکھتا ہو تا کہ بہترین طریقے سے اس میں تصرف اور اس کی تدبیر کر سکے۔ مذکورہ بالا تمام

امور کے بغیر وکالت کی تکمیل ممکن نہیں۔ان امور میں جتنا نقص واقع ہوگا اس کی وکالت بھی اتنی ہی ناقص ہوگی۔یہ چیز متحقق اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں سے ہر صفت میں ہر قسم کے نقص سے منزہ ہے۔پس اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ وہ ہر چیز پر وکیل ہے دلالت کرتا ہے کہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ ہر چیز کی تدبیر پر کامل قدرت اور کامل حکمت رکھتا ہے جس کے ذریعے سے اس نے تمام اشیا کو اپنے اپنے مقام پر رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:2353/3)

﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، وہی خسارہ پانے والے ہیں''(63)

سوال1:﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، وہی خسارہ پانے والے ہیں''اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں بادشاہت ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں''ہر کام کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے،اسی کی بادشاہت ہے،اسی کی تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر خوب قادر ہے۔(مختصر ابن کثیر:1747/2)

(2) آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔یعنی علم اور تدبیر کے لحاظ سے زمین و آسمان کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اس لیے۔﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اُسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اُسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔''اے لوگو!اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو،کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو؟''(فاطر:2)(تفسیر سعدی:2354،2353/3)

(3)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا''یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی،اس کی آیات کا انکار کیا جو سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں۔جو اللہ تعالیٰ کے دلائل کے آگے نہیں جھکے۔

(4)﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾''وہی خسارہ پانے والے ہیں''یعنی اس چیز کے بارے میں خسارے میں رہے جس سے قلوب کی اصلاح ہوتی ہے،یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے لیے اخلاص۔جس سے زبانوں کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہیں اور جس سے جوارح کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے بدلے انہوں نے ہر وہ چیز لے لی جو قلوب وابدان کو فاسد کرتی ہے،وہ نعمتوں بھری جنت سے محروم رہے اور اس کے بدلے انہوں نے دردناک عذاب لے لیا۔(تفسیر سعدی:2354،2353/3)

(5) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارہ دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی کنجیوں کا مالک ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ تمام معاملات اس کے ہاتھ میں ہیں۔

سوال 3: کون لوگ کامل خسارہ پانے والے ہوں گے؟

جواب: جو لوگ کرتے ہیں اس کے نتیجے میں وہ جہنم چلے جائیں گے۔

رکوع نمبر 4

﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اے جاہلو! تو کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟'' (64)

سوال 1: ﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے جاہلو! تو کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟ کیا تم غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے ہو؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ آپ ان لوگوں سے کہ دو جو غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔

(2) ﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ﴾ ''کہ اے جاہلو! تو کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے محمد ﷺ کیا تم اپنے آباء واجداد کو گمراہ بتاتے ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی اے جاہلو کیا پھر بھی تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا حکم کرتے ہو۔ (دلائل النبوۃ)

(3) یعنی یہ معاہدہ تمہاری جہالت کی بنا پر صادر ہوا ہے۔ ورنہ اگر تمہیں اس بات کا علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے کامل ہے وہی نعمتیں عطا کرتا ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے جو ہر لحاظ سے ناقص ہے جو نفع دے سکتی ہیں، نہ نقصان تب مجھے ان کی عبادت کا حکم کیوں دیتے ہو؟

سوال 2: غیر اللہ کی عبادت کی دعوت کون دیتا ہے؟

جواب: غیر اللہ کی عبادت کی دعوت کفار مکہ دیتے تھے کہ اپنے آبائی دین کو اختیار کر لیں یعنی بتوں کی عبادت کریں۔

سوال 3: غیر اللہ کی دعوت کے بارے میں آپ کو کیا جواب دینے کے لیے کہا گیا؟

جواب: آپ کو تلقین کی گئی کہ آپ کہہ دیں کہ غیر اللہ کی عبادت کی تجویز کس قدر جاہلانہ ہے کہ میں تمہارے الٰہوں کی بندگی کروں تو اس کے بدلے میں تم اللہ رب العالمین کی بندگی کرو۔

﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' (65)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' شرک کرو گے تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب :﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی'' رب العزت نے فرمایا: کہ شرک اعمال کو فاسد کر دیتا ہے۔ آپ سے پہلے بھی سارے انبیاء کو وحی کر کے بتا دیا گیا تھا۔

(2)﴿لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ ''کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا'' یعنی ساری نبوتوں میں یہ حکم تھا کہ شرک تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ اس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے راہ نمائی فرماتا ہے، اور اگر وہ شرک کرتے تو یقیناً اُن سے ضائع ہو جاتا جو وہ عمل کرتے تھے''۔ اگر انبیاء بھی شرک کرتے تو ان کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اور شرک کرنے والا جہنم کے عذاب کا مستحق بن جائے گا۔'' (الانعام:88) اگر انبیاء بھی شرک کرتے تو ان کے بھی سارے اعمال ضائع ہو جاتے۔

(3) انبیاء سے شرک کا صدور محال ہے۔ کیونکہ وہ جن مقاصد کے لیے مبعوث کئے جاتے ہیں ان میں اولین مقصد شرک کی بیخ کنی اور توحید کی ترویج ہوتا ہے۔ اسی بات پر وہ خود قائم رہتے اور دوسروں کو دعوت دیتے ہیں۔ یہاں جو آپ کو مخاطب کر کے یہ بات کہی گئی ہے۔ تو اس سے شرک کی انتہائی مذمت مقصود ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:4/60)

(4)﴿وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ''اور آپ ضرور خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' یعنی شرک سے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور شرک کرنے والا جہنم کے عذاب کا مستحق بن جائے گا۔

سوال2: ''اگر تو نے شرک کیا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ اگر آپ کی موت شرک پر آئی اور توبہ نہ کی تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور آپ نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (2) اس سے مراد اُمت کو سمجھانا ہے کیونکہ نبی تو شرک سے پاک ہوتا ہے اور اللہ کی حفاظت کی وجہ سے محفوظ بھی ہوتا ہے۔

﴿بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾

''بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں''(66)

سوال1:﴿بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾''بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں'' عبادت کر کے شکر گزار بن جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ﴾''بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو اخلاص کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

(2)﴿وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾''اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں'' خلوص سے ایک معبود کی عبادت کرو گے تو شکر گزار بن جاؤ گے۔(3) جس طرح دنیاوی نعمتوں، مثلاً جسمانی صحت وعافیت اور حصول رزق وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا ہے، بلکہ دینی نعمتیں ہی حقیقی نعمتیں ہیں اور یہ تدبر کرنا کہ یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ انسان کو غرور اور خود پسندی کی آفت سے محفوظ رکھتا ہے۔ بہت سے عمل کرنے والے اپنی جہالت کے باعث غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اگر بندہ حقیقت حال کی معرفت حاصل کر لے تو اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت پر غرور میں مبتلا نہ ہو جو زیادہ سے زیادہ شکر کی مستحق ہے۔(تفسیر سعدی:2355/3)

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کرنے کا حق ہے حالانکہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن اُس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں''(67)

سوال1:﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کرنے کا حق ہے حالانکہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن اُس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' انہوں نے اللہ کی قدر ہی نہ جانی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی''۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں جانی، اس کا مقام اور مرتبہ نہیں پہنچانا انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کی حالانکہ وہ سب سے بڑا ہر چیز کا مالک ہے، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(2)دنیا کی ہر چیز اس کی قدرت اور دائرے میں بند ہے۔

(3)اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ان مشرکین نے اپنے رب کی قدر اور تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر و تعظیم کا حق ہے بلکہ اس کے برعکس انہوں نے ایسے افعال سرانجام دیے جو اس کی تعظیم سے متناقض ہیں، مثلاً ایسی ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا جو اپنے اوصاف وافعال میں ناقص ہیں۔ان کے اوصاف ہر لحاظ سے ناقص ہیں اور ان کے افعال ایسے ہیں کہ وہ کسی کو نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان، وہ کسی کو عطا کر سکتی ہیں نہ محروم، وہ کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔(تفسیر سعدی:2355/3)

(4)﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾ ''حالانکہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن اُس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے''۔دنیا کی ہر چیز اس کے قبضے میں ہے اور قیامت کے دن رب رحمٰن کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اپنی عظمت اور وسعت کے باوجود اس کے دائیں ہاتھ پر لپٹے ہوئے ہونگے۔

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساری زمین کو اپنی مٹھی میں لے گا اور آسمان کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔پھر فرمائے گا' آج حکومت صرف میری ہے۔دنیا کے بادشاہ آج کہاں ہیں؟(بخاری:4812)

(6)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ علماء یہود میں سے ایک شخص رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد! ہم تورات میں پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اس طرح زمین کو ایک انگلی پر' درختوں کو ایک انگلی پر' پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر' پھر فرمائے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔نبی ﷺ اس پر ہنس دیئے اور آپ کے سامنے کے دانت دکھائی دینے لگے۔آپ کا یہ ہنسنا اس یہودی عالم کی تصدیق میں تھا۔پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔''اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہئے تھی اور حال یہ ہے کہ ساری زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اس کے دہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔وہ ان لوگوں کے شرک سے بالکل پاک اور بلند تر ہے۔''(بخاری:4811)

(7)﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''یعنی اللہ تعالیٰ شرک سے پاک اور بے حد بلند ہے۔

سوال2:انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے رب کی بات نہیں مانی جو اس نے پیغمبروں کے توسط سے پہنچائی تھی۔

(2)انہوں نے عبادت اللہ کے لیے خالص نہیں کی اس میں دوسروں کو شریک کیا۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کی قدر کرنے کا حق کیسے ادا ہوسکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی قدر کرنے کا حق تب ادا ہوسکتا ہے جب (1) انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔
(2) انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اُسے کبھی نہ بھلائے۔ (3) انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اس کی ناشکری نہ کرے۔
(4) انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اس کی نافرمانی نہ کرے۔

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾

''اور صُور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہوکر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صُور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے'' (68)

سوال 1: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ ''اور صُور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہوکر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صُور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے'' قیامت کے احوال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ ''اور صُور میں پھونکا جائے گا'' رب العزت نے قیامت کے احوال کے ذریعے سے اپنے بندوں کو ڈراتے ہوئے فرمایا کہ جب صور پھونکنے کا اور روح فرسا حادثہ ہوگا۔

(2) ﴿فَصَعِقَ﴾ ''تو وہ بے ہوش ہوکر گر جائے گا سیدنا اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اور اس کا عرش اٹھانے والوں میں سے ہیں وہ صور میں پھونک ماریں گے۔ ﴿مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' زمین اور آسمان کی ساری مخلوق بے ہوش ہوجائے گی یا مرجائے گی۔

(3) ﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ ''مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا'' یعنی شہدا یا بعض دیگر لوگ جن پر بے ہوشی طاری نہیں ہوگی۔

(4) ﴿ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى﴾ ''پھر اس میں دوسری بار صُور پھونکا جائے گا'' پھر صور میں جب دوسری بار پھونک ماری جائے گی۔ یہ نفخ البعث ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (١٣) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (١٤)﴾ چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔'' (النازعات: 14,13)

(5) ﴿فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ ''تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے'' تو لوگ حساب کتاب کے لئے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہوئی ہوں گی۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے؟

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' دونوں صوروں کے پھونکے جانے کا درمیانی عرصہ چالیس ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے پوچھا کیا چالیس دن مراد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں پھر انہوں نے پوچھا چالیس سال؟ اس پر بھی انہوں نے انکار کیا۔ پھر انہوں نے پوچھا چالیس مہینے؟ اس کے متعلق بھی انہوں نے کہا کہ مجھ کو خبر نہیں اور ہر چیز فنا ہو جائے گی' سوائے ریڑھ کی ہڈی کے کہ اسی سے ساری مخلوق دوبارہ بنائی جائے گی۔ (بخاری:4814)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' آخری مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد سب سے پہلے اپنا سر اٹھانے والا میں ہوں گا لیکن اس وقت میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ عرش کے ساتھ لپٹے ہوئے ہیں' اب مجھے نہیں معلوم کہ وہ پہلے ہی سے اسی طرح تھے یا دوسرے صور کے بعد (مجھ سے پہلے اٹھ کر عرش الٰہی کو تھام لیں گے) (بخاری:4813)

سوال 2: مگر جسے اللہ چاہے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو موت نہیں آئے گی جیسے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام وغیرہ۔

(2) کچھ لوگوں کے خیال میں رضوان فرشتہ۔ (3) کچھ لوگوں کے خیال میں عرش اُٹھانے والے فرشتے۔

(4) کچھ لوگوں کے خیال میں جنت اور جہنم پر مقرر فرشتے۔

﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور اُن کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا'' (69)

سوال 1: ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور اُن کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا'' زمین رب کے نور سے چمک اٹھے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا﴾ ''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی'' یعنی زمین اللہ تعالیٰ کے نور سے چمک اٹھے گی۔ (2) یہ وہ وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ جھگڑے چکانے کے لئے زمین پر تجلی فرمائے گا۔ اس کے نور سے زمین بقعہ نور بن جائے گی (3) اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ تمام روشنیاں قیامت کے روز مضمحل ہو کر ختم ہو جائیں گی حقیقت میں ایسا ہی ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے روز سورج بے نور ہو جائے گا، چاند کی روشنی ختم ہو جائے گی، ستارے بکھر جائیں گے اور لوگ تاریکی میں ڈوب جائیں

گے، تب اس وقت زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی جب وہ تجلی فرمائے گا اور بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے نازل ہوگا۔ اس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ایسی قوت اور ایسی تخلیق عطا کرے گا جس کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کو برداشت کرنے کی قوت سے سرفراز ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا نور ان کو جلا نہیں ڈالے گا، اس دن ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ممکن ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ کا نور اس قدر عظیم ہے کہ اگر وہ اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دے تو جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے اس کے چہرے کا نور تمام مخلوق کو جلا کر راکھ کر ڈالے۔ (تفسیر سعدی 3/2356،2357)

(4) ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ﴾ ''اور کتاب رکھ دی جائے گی'' حساب کتاب کے لئے کتاب اعمال لا کر رکھ دی جائے گی۔ یعنی نامہ اعمال کھول کر پھیلا دیا جائے گا۔ تاکہ لوگ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (۴۸) وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

(5) ﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ ''ہر شخص سے کہا جائے گا پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو۔ (بنی اسرائیل:14)

(6) ﴿وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ﴾ ''اور انبیاء کو لایا جائے گا'' انبیاء علیہم السلام کو گواہی کے لئے لایا جائے گا۔ ان سے ان کی امتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور وہ گواہی دیں گے۔

(7) ﴿وَالشُّهَدَاۗءِ﴾ ''اور گواہوں کو لایا جائے گا'' یعنی زمین فرشتے آسمان اور انسان کے اپنے اعضاء گواہی دیں گے جیسے کہ فرمایا: ﴿وَجَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗىِٕقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾ ''اور ہر شخص آئے گا اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہوگا۔'' (ق:21)

(8) ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''اور اُن کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا'' ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔

(9) یعنی پورے عدل اور کامل انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا کیونکہ یہ حساب ایسی ہستی کی طرف سے کیا جائے گا جو ذرہ بھر ظلم نہیں کرتی اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کی کتاب، یعنی لوح محفوظ ان کے تمام اعمال پر مشتمل ہے۔ کراماً کاتبین اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے۔ بندے جو عمل بھی کرتے ہیں یہ ان کے اعمال ناموں میں درج کر لیتے ہیں۔ عادل ترین گواہ اس فیصلے میں گواہی دیں گے اور فیصلہ وہ ہستی کرے گی جو اعمال کی مقدار اور ان کے ثواب وعقاب کے استحقاق کی مقدار کو خوب جانتی ہے۔ فیصلہ ہوگا اور تمام مخلوق اس کا اقرار کرے گی۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے عدل کا اعتراف کرے گی۔ وہ اس کی عظمت اس کے علم وحکمت، اور اس کی رحمت

کا اس طرح اعتراف کریں گے کہ دل میں کبھی اس کا خیال گزرا ہوگا نہ ان کی زبانوں نے کبھی اس کی تعبیر کی ہوگی۔ (تفسیر سعدی:3/2356,2357)

(10)﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ ''اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا'' سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ان کی نیکیوں میں کمی اور گناہوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ (قرطبی:8/206)

(11)رب العزت نے فرمایا﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ﴾ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی بھی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔'' (الانبیاء:47)

(12)﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔'' (النساء:40)

سوال3: لوگوں کے درمیان کیسے فیصلے کیے جائیں گے؟

جواب:(1)لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیے جائیں گے۔

(2)نبیوں اور گواہوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے میرا پیغام اپنی امتوں کو پہنچا دیا تھا اور انہوں نے دعوت کا کیا جواب دیا۔ امت محمدیہ کو بطور گواہ لایا جائے گا۔(3) کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾

''اور ہر شخص کو پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ اس کو خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں'' (70)

سوال1:﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ اور ہر شخص کو پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ اس کو خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں'' ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ﴾ اور ہر شخص کو پورا بدلہ دیا جائے گا'' جیسا کہ فرمایا﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۖ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ ''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے۔ جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔'' (آل عمران:25)

(2)﴿وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ ''اور وہ اس کو خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال سے پوری طرح آگاہ ہے اس کو سب کی خبر ہے۔

سوال2: جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بخوبی جاننے والا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے ذاتی علم کے مطابق لوگوں کے اعمال سے بخوبی واقف ہے اسے کسی کاتب اور گواہ کی ضرورت نہیں۔ اعمال نامے اور گواہ حجت کے طور پر پیش کیے جائیں گے اور نہ وہ بندوں کے حالات سے خوب واقف ہے۔

رکوع نمبر 5

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اُس کے محافظ اُن سے کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس خود تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے ربّ کی آیات پڑھ کر سناتے اور تمہیں تمہارے اُس دن کی ملاقات سے ڈراتے؟'' وہ کہیں گے:

''کیوں نہیں! مگر عذاب کا فیصلہ کافروں پر چسپاں ہو گیا'' (71)

سوال 1: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے کچھ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے ہوں اور تمہیں اُس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہو گئی'' قیامت کے دن لوگوں کو متفرق گروہوں کی صورت میں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے'' رب العزت جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیں گے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور انہیں گروہ در گروہ یعنی آگے پیچھے جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾ ''اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔'' (مریم:86)

(2) ﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا

وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست ہرگز نہیں پائیں گے، اور ہم قیامت کے دن اُنہیں اُن کے چہروں کے بل اندھا، گونگا اور بہرہ اُٹھائیں گے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب کبھی وہ بجھنے لگے گی تو ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کر دیں گے'' (بنی اسرائیل:97)

(3) اور جن لوگوں نے کفر کیا انہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ یعنی کافروں کو نہایت سختی سے جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ انتہائی سخت فرشتے کوڑوں سے مارتے ہوئے، بہت برے قید خانے، بدترین جگہ، یعنی جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ جہاں ہر قسم کا عذاب جمع ہوگا اور ہر قسم کی بدبختی موجود ہوگی۔ جہاں ہر سرور زائل ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا﴾ ''جس دن اُنہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا'' (الطور:13) یعنی ان کو دھکے دے کر جہنم میں پھینکا جائے گا کیونکہ وہ جہنم میں داخل ہونے سے مزاحمت کریں گے، ان کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ ﴿زُمَرًا﴾ ''متفرق جماعتوں کی صورت میں'' ہر گروہ اس گروہ کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کے اعمال مناسبت رکھتے ہوں گے اور جن کے کرتوت ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت اور ایک دوسرے سے برأت اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ (تفسیر سعدی:3/2358,2359)

(4) ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیے جائیں گے'' جب وہ جہنم کے قریب پہنچیں گے تو ان کے لیے دروازے کھول دیے جائیں گے تاکہ بغیر تاخیر کے عذاب میں گھس جائیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۭ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ﴾ ''اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے دعدے کی جگہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کا ان میں سے تقسیم شدہ حصہ ہے'' (الحجر:43,44)

(6) ﴿وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ﴾ ''اور اُس کے محافظ اُن سے کہیں گے'' جہنم کے سخت مزاج اور طاقت ور داروغے انہیں رسوا کرنے کے لیے ابدی عذاب کی بشارت دیں گے اور انہیں گرج دار آواز میں پوچھیں گے ﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ ''کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے'' کیا تمہارے پاس تمہاری جنس میں سے رسول نہیں آئے تھے جنہیں تم سچا جانتے اور ان سے دین سیکھتے تو آج عذاب سے بچ جاتے۔ (7) ﴿يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ﴾ ''جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے ہوں'' یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیات پڑھ کر سناتے جن میں حق کے واضح دلائل تھے۔

(8) ﴿وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ ''اور تمہیں اُس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں'' اور وہ تمہیں آخرت کے عذاب سے ڈراتے تو تم رسولوں کی پیروی کرتے۔

(9) ﴿قَالُوْا بَلٰى﴾ ''وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں'' وہ کہیں گے آئے تو تھے۔ رسولوں نے ہمیں ڈرایا تو تھا، اپنی رسالت کے دلائل دیے تھے لیکن ہم نے انہیں جھٹلایا ان کی مخالفت کی اور ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی ہم اسی کے مستحق تھے۔

(10)﴿وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی'' یعنی کفر کے سبب ان پر عذاب واجب ہوگیا۔ یہ عذاب ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہیں مانتا انہیں جھٹلاتا ہے اور ان کا انکار کرتا ہے۔

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (8) قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ (9) وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (10)﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو۔'' اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔'' (الملک:8-10)

سوال 2: ان کے پہنچتے ہی جہنم کے دروازے کیسے اور کیوں کھول دیئے جائیں گے؟

جواب: (1) ان کے پہنچتے ہی جہنم کے ساتوں دروازے کھول دیئے جائیں گے

(2) ان کے پہنچتے ہی دروازے اس لیے کھول دیئے جائیں گے تاکہ سزا میں تاخیر نہ ہو۔

﴿قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾

''کہا جائے گا: ''داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں، اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔'' چنانچہ بُرا ہے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ'' (72)

سوال 1: ﴿قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ ''کہا جائے گا: ''داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں، اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو'' چنانچہ بُرا ہے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ'' تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قِيْلَ﴾ ''کہا جائے گا'' انہیں رسوا کرتے ہوئے کہا جائے گا۔

(2) ﴿ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ﴾ ''داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں'' یعنی جہنم کے اس دروازے سے داخل ہو جاؤ جو تمہارے اعمال کے مطابق ہے۔ (3) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو'' اس میں ہمیشہ جلو گے، کبھی نکل نہیں سکو گے۔ نہ بچ سکو گے۔

(4) ﴿فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ ''چنانچہ بُرا ہے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ'' تکبر کرنے والوں کا بدترین ٹھکانہ ہے۔ انہوں نے حق کے مقابلے میں تکبر کیا اور جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔ انہوں نے حق کی توہین کی ہے جس کے بدلے میں ان کی توہین اور رسوائی کی جارہی ہے۔

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾

''ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈر کر رہے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''سلام ہو تم پر! پاکیزہ رہے تم، چنانچہ اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو'' (73)

سوال 1: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾ ''ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈر کر رہے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''سلام ہو تم پر! پاکیزہ رہے تم، چنانچہ اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو'' متقیوں کو اعزاز کے ساتھ گروہ در گروہ جنت میں لے جایا جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ﴾ ''ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈر کر رہے'' ملائکہ اعزاز کے ساتھ متقیوں کو وفود کی صورت میں لے جائیں گے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے مہمان عمدہ سواریوں پر جنت جا رہے ہوں گے سب سے آگے مقرب لوگ ہوں گے اور اونچے درجے کے نیک لوگ ہوں گے پھر اپنے مراتب کے اعتبار سے گروہ در گروہ جنت میں لے جائے جائیں گے۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں جانے والے سب سے پہلے گروہ کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح اور دوسرے گروہ کے چہرے آسمان پر چمکنے والے ستاروں میں سے روشن ستارے کی طرح چمکتے ہوں گے۔'' (بخاری: 3246)

(4) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے فرائض ادا کیے تھے اور نافرمانیوں سے اجتناب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو خالص کر کے اس کی عبادت کی۔ اور اس کی عبادت میں شرک نہیں کیا۔ (جامع البیان: 33/24)

(5) ﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے'' جب وہ وہاں تشریف لائیں گے تو دنیا کی سب سے باعزت مخلوق ہے ان کے لیے جنت کے دروازے اس وقت کھول دیے جائیں گے۔ (6) رہی جنت، تو یہ بہت ہی عالی مرتبہ مقام ہے، جہاں ہر شخص نہیں پہنچ سکتا۔ صرف وہی شخص جنت تک پہنچ سکتا ہے جو ان وسائل کو اختیار کرتا ہے جو جنت تک پہنچاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل تکریم ہستی کی سفارش کے محتاج ہوں گے۔ مجرد وہاں پہنچنے پر ان کے لیے جنت کے دروازے نہیں کھول دیئے جائیں گے بلکہ وہ جناب

محمد ﷺ سے سفارش کرائیں گے، آپ اہل ایمان کی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔

یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ جہنم اور جنت کے دروازے ہوں گے، جو کھولے اور بند کئے جاسکیں گے۔ اور ہر دروازے پر داروغہ مقرر ہوگا۔ یہ خالص گھر ہیں جہاں صرف وہی شخص داخل ہوسکے گا جو ان کا مستحق ہوگا بخلاف عام گھروں اور جگہوں کے، جہاں ہر کوئی داخل ہوسکتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2360،2361)

(7) سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازے کا نام ریان ہے۔ جس سے داخل ہونے والے صرف روزے دار ہوں گے۔'' (بخاری:3257)

(8) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو اس بات کا قائل ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کی بندی (سیدہ مریم) کے بیٹے اور کلمۃ اللہ ہیں جو اس نے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا تھا اور روح اللہ ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔'' (مسلم:140)

(9) ﴿وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ﴾ ''اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''سلام ہو تم پر! پاکیزہ رہے تم'' جنت کے دربان خوش کرتے ہوئے سلام کریں گے اور کہیں گے بہت اچھے رہے تم۔

(10) ﴿طِبْتُمْ﴾ تمہارے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت اور اس کی خشیت کے باعث، تمہاری زبانیں اس کے ذکر اور تمہارے جوارح اس کی اطاعت کے باعث اچھے رہے۔ (تفسیر سعدی:3/2360)

(11) ﴿فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾ ''چنانچہ اس میں داخل ہوجاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو'' فرشتے مبارک باد دیتے ہوئے کہیں گے اب تم ہمیشہ کے لیے جنت کی بہاروں میں خوشگوار زندگی گزارو گے یہاں سے کبھی کہیں اور نہیں بھیجے جاؤ گے۔

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک پکارنے والا پکارے گا (یعنی جنت میں) کہ تمھارے لیے زندگی ہے کہ کبھی نہ مرو گے تم اور تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے اور تم جوان رہو گے کہ کبھی بڈھے نہ ہو گے اور تم ہمیشہ آرام میں رہو گے کہ کبھی تکلیف نہ پاؤ گے یہی مراد ہے اس قول سے اللہ تعالیٰ کی ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ﴾ یعنی یہی جنت ہے کہ وارث ہوئے تم اس کے اپنے عملوں کے بدلے۔ (ترمذی:3246)

سوال 2: جنت کی طرف لے جانے والے گروہ کیسے ہوں گے؟

جواب: یہ گروہ ہم مرتبہ لوگوں پر مشتمل ہوں گے مثلاً انبیاء، صدیقین اور شہداء اپنے جیسوں کے ساتھ ہوں گے۔ علماء اپنے قرآن کے ساتھ ہوں گے یعنی ہر ایک اپنی طرح کے لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾

''وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں۔'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے'' (74)

سوال 1: ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں۔'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے'' جنت کے گھر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ﴾ ''وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا'' شکر ہے اس ذات کا جس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا، جس نے دارالامتحان میں رکھ کر نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائی، جس نے رسولوں کی زبان سے ہمارے ساتھ جو وعدے کیے تھے وہ ہمیں ایمان اور نیک اعمال پر جنت عطا فرمائے گا، اس نے ہم سے جنت کے وعدے کو سچا کر دیا جیسے دنیا میں دعا کرتے تھے۔ ﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ ''اے ہمارے رب! جو وعدہ تُو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے ہمیں وہ عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا بلاشبہ تُو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔'' (ال عمران:194)

(2) ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: ''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے: ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔'' (الاعراف:43)

(3) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾﴾ ''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بلاشبہ ہمارا رب

یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے اَبدی قیام کی جگہ پر اتار دیا، اُس میں نہ ہمیں کوئی مشقت پہنچتی ہے اور نہ ہی اُس میں ہمیں کبھی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔'' (فاطر:34,35)

(4)﴿وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ﴾ ''اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا'' تیرا شکر ہے تو نے ہمیں جنت کی زمین کا وارث بنا دیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً زبور میں ہم نے اس نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔'' (الانبیا:105)

(5)﴿نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ﴾ ''کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں'' تیرا شکر ہے کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں ٹھہر سکتے ہیں۔ اس کی چیزوں میں سے جو چاہیں لے سکتے ہیں۔

(6)﴿فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے'' پس نیک عمل کرنے والوں کے لیے بدلہ بھی کیسا خوب ہے۔ جنہوں نے ختم ہو جانے والی نہایت قلیل سی مدت میں اپنے رب کی اطاعت کے لیے کوشش کی اور اس کے بدلے انہوں نے خیر عظیم حاصل کی جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ یہ ہے وہ گھر جو حقیقی مدح کا مستحق ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو سرفراز فرمائے گا، جو اودو کریم اللہ نے ان کے لیے جنت کے گھر کی مہمانی کو پسند فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو نہایت بلند اور خوبصورت بنایا ہے۔ اس میں اپنے ہاتھوں سے انواع واقسام کے درخت اور پودے لگائے ہیں۔ اسے اپنی رحمت وتکریم سے لبریز کیا ہے جس کے ادنیٰ حصے سے غم زدہ کو فرحت حاصل ہوگی اور تمام تکدر ختم ہو کر صفا کی تکمیل ہو جائے گی۔ (تفسیر سعدی:3/2361)

(7) اس کی بنیاد اور عمارت موتیوں کے رنگ برنگ کے پتھروں سے ہوگی اور ہر پتھر علیحدہ رنگ کا ہوگا۔ اس محل میں ستر تخت ہوں گے۔ ہر تخت پر ستر ستر چھول داریاں ہوں گی اور ہر حور ستر ستر جوڑوں میں ملبوس ہوں گی، مگر پھر بھی اس کی ٹانگوں کا گودا جھلملاتا ہوگا۔ تمہاری دنیوی رات کی مقدار میں جنتی سب سے محفوظ ہوگا۔ اس قصر عالی شان کے نیچے صاف شفاف پانی کی لذیذ وتازہ اور گرم گرم دودھ کی اور پر کیف شراب کی جسے لوگوں نے پیروں سے روند کر نہ نچوڑا ہوگا۔ اور خالص شہد کی جو مکھیوں کے پیٹ سے نکلتا نہ ہوگا، نہریں جاری ہوں گی پھل اس قدر قریب ہوں گے کہ کھڑے بیٹھے لیٹے آرام سے توڑے جا سکیں فرمایا:﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾ ''اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے۔ اور اُس کے خوشے اُن کے بالکل تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا'' (الدھر:14) یعنی جنتی درختوں کے سائے ان کے قریب ہوں گے اور پھل ان کے حکم کے تابع ہوں گے جب جنتی کو کھانے کی خواہش ہوگی تو فوراً اس کے پاس سفید یا سبز پرندے آئیں گے اور اپنے بازو اٹھا کر کھڑے ہو جائیں گے۔ یہ ان کی کروٹوں سے جس قسم کا چاہے گا کھانا کھالے گا پھر وہ اڑ جائیں گے اور پھر فرشتہ آ کر سلام کرے گا اور پاکیزہ عملوں کی اور جنتوں کی بشارت دے گا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1752)

سوال 2: جنتی لوگ نگہبان فرشتوں کو کیا جواب دیں گے؟

جواب: جنتی لوگ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے وعدہ پورا کیا۔ ہمیں زمین کا وارث بنا دیا۔ جنت میں ہم جہاں چاہیں جگہ بنالیں۔ ہر عمل کرنے والوں کے لئے کتنا اچھا بدلہ ہے۔

﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے''(75)

سوال 1: ﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں'' فرشتے عرش کو گھیرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرنے میں مصروف ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں'' اے دیکھنے والے! آپ اس دن اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی پاک مخلوق عظیم فرشتوں کو دیکھو گے۔ (2) ﴿حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ﴾ ''کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے'' اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے سر جھکائے ہوئے، اس کی عظمت اور اس کے کمال کا اعتراف کرتے ہوئے، عرش کے اردگرد گھیرا ڈالے ہوئے ہوں گے۔

(3) ﴿يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ''وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی، بزرگی اور عظمت بیان کر رہے ہوں گے۔

سوال 2: ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے'' لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والے کے لیے حمد ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کے درمیان عدل سے فیصلہ فرما دیں گے۔ (2) ﴿وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''کہا جائے گا: ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے'' ملائکہ اور مومن اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ پھر جنت والے جنت میں رہیں گے اور جہنم والے جہنم میں۔

سوال 3: جب اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر و شرک جہنم میں چلے جائیں گے تو بعد میں کیا ہوگا؟

جواب:(1)فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کو گھیر لیں گے۔حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کریں گے۔
(2)فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جائے گا۔(3)اس وقت کہا جائے گا کہ ساری خوبی اللہ کی ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔
(4)ساری کائنات اللہ رب العالمین کی ثناء میں رطب اللسان ہو جائے گی۔
(5)اس وقت ہر ایک کو پتہ چل جائے گا کہ حمد کی مستحق صرف اللہ کی ذات ہے۔

اٰیاتها ۸۵ ۴۰ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ ۶۰ رکوعاتها ۹

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟
جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔اس میں نو رکوع اور 85 آیات ہیں۔
سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟
جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 40 ہے۔اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 60 ہے۔
سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟
جواب: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''جس نے سورۃ مومن کی (ابتدائی تین آیات) ﴿حٰمٓ﴾ سے ﴿اليه المصير﴾ تک اور آیت الکرسی صبح ہی صبح (بیدار ہونے کے بعد ہی) پڑھی تو ان دونوں کے ذریعہ شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی،اور جس نے ان دونوں کو شام ہوتے ہی پڑھا تو ان کے ذریعہ اس کی صبح ہونے تک حفاظت کی جائے گی۔''(ترمذی:2879)

رکوع نمبر 6

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿حٰمٓ﴾

''حٰمٓ''(1)

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ ''حٰمٓ'' کی وضاحت کریں؟
جواب: ﴿حٰمٓ﴾ ''حٰمٓ'' حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾

''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو سب پر غالب، ہر چیز کو جاننے والا ہے''(2)

سوال1:﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو سب پر غالب، ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے'' قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جسے اس نے اپنے بندے اور رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔

(2)﴿الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ ''جو سب پر غالب، ہر چیز کو جاننے والا ہے'' رب العزت نے نزول قرآن کے حوالے سے اپنے دو اوصاف کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ قرآن ایسی ہستی کی طرف سے نازل کردہ ہے جو بڑی عزت والا اور علم والا ہے۔ جو اپنے غلبے کی وجہ سے اپنی مخلوق پر غالب رہنے والا العزیز ہے۔ جو اپنے کاموں کو کر کے رہتا ہے۔ اس کے اور اُس کے کام کے درمیان کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔﴿الْعَلِيْمِ﴾ ''ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' جو اپنی مخلوق کی ضروریات اور مطالبات کو جانتا ہے اس نے لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے اس کتاب کو نازل کیا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور العلیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے کتاب کے نزول سے اپنی صفت العزیز کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے جس کی قوت اور غلبے کے سامنے کوئی پر نہیں مار سکتا وہی انسان کی زندگی کے لیے راہ نمائی کو نازل کرنے والا ہے۔ کوئی اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتا کوئی اس کو تبدیل نہیں کر سکتا وہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے اور سینکڑوں برسوں سے کتاب کا تحریف اور تبدیلی سے پاک ہونا اللہ تعالیٰ کے ''العزیز'' ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ اس نے انسان کو احساس دلایا ہے کہ وہ ان پر غالب ہے اور انسان اس سے بھاگ نہیں سکتے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے کتاب کے نزول سے اپنی صفت ''العلیم'' کو ثابت کیا ہے۔ وہ انسانی نفسیات، جذبات، میلانات، رجحانات کی باریکیوں سے واقف ہے وہی انسانی زندگی کی راہنمائی کی کتاب دے سکتا ہے وہ انسان کے ماضی، حال اور مستقبل سے واقف ہے اس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہو سکتی وہی بہترین راہنمائی کر سکتا ہے۔

﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾

''گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا دینے والا، بڑے فضل والا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''(3)

سوال1:﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا دینے والا، بڑے فضل والا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے

سوا کوئی معبود نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ﴾ ''گناہ بخشنے والا'' یعنی جو گناہ گار اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے، نافرمانیوں کے بعد اس کی اطاعت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس کے گناہ معاف کرنے والا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝﴾ ''میرے بندوں کو بتادیں بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہوں۔ اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے۔'' (الحجر:50,49)

(2)﴿وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾ ''اور توبہ قبول کرنے والا'' رجوع کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شامی کبھی کبھی آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ لمبی مدت تک وہ آیا ہی نہیں تو امیر المومنین نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا انہوں نے کہا کہ اس نے بہ کثرت شراب پینا شروع کر دیا ہے۔۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلوا کر کہا لکھو یہ خط ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف بعد از اسلام علیک میں تمھارے سامنے اس اللہ کی تعریفیں کرتا ہوں جس کے ساتھ کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو بخشنے والا توبہ کو قبول کرنے والا سخت عذاب والا بڑے احسان والا ہے جس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ خط اس کی طرف بھجوا کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنے بھائی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو متوجہ کر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے جب اس شخص کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملا تو اس نے اسے بار بار پڑھنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا بھی ہے اور اپنی رحمت کی امید دلا کر گناہوں کی بخشش کا وعدہ بھی کیا ہے کئی کئی مرتبہ اسے پڑھ کر رو دیئے پھر توبہ کی سچی پکی توبہ کی جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا اسی طرح کیا کرو۔ جب تم دیکھو کہ کوئی مسلمان بھی لغزش کھا گیا تو اسے سیدھا کرو اور مضبوط کرو اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ (ابن کثیر 4/450)

(4)﴿شَدِيْدِ الْعِقَابِ﴾ ''بہت سخت سزا دینے والا'' جو گناہوں سے توبہ کریں، بار بار گناہ کریں ان کو سخت سزا دینے والا ہے۔

(5)﴿ذِي الطَّوْلِ﴾ ''بڑے فضل والا ہے'' اللہ تعالیٰ بڑے احسان، فضل اور کرم کرنے والا ہے۔ اپنے بندوں پر کثیر احسانات کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (النحل:18)

(6)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اُس کے سوا کوئی معبود نہیں'' کسی معبود کی عبادت کرنا درست نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے جو العزیز، العلیم ہے۔

(7)﴿اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' سب لوگوں کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ ﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ﴾ ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ﴾ ہے گزشتہ گناہ معاف کرنے والا ہے۔ (2) وہ ﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ﴾ ہے گناہوں کو ڈھانپ دینے

والا ہے۔(3) وہ ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ﴾ انسان کو گناہوں کے اثرات سے نکالنے والا ہے۔(4) وہ ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ﴾ ہے انسان کی کمزوریوں سے واقف ہے۔(5) اپنے علم سے وہ یہ جانتا ہے کہ کون بخشش کا مستحق ہے(6) اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے لیے کافی ہے۔

سوال3: قابل التوب سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) توبہ قبول کرنے والا جو نافرمانوں پر مہربانی کرتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ قابل التوب ہے مستقبل میں ہونے والی خطاؤں کو معاف کرتا ہے۔(3) کافر و مشرک اگر توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔(4) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھولتے ہیں اور گناہ گاروں کو بھی بلا روک ٹوک اندر آنے دیتے ہیں یقیناً وہ قابل التوب ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے شدید العقاب کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے تکبر کرنے والوں کو سخت سزا دینے والا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والوں کے لیے شدید العقاب ہے۔(3) اللہ تعالیٰ سرکشی کا راستہ اختیار کرنے والوں کے لیے شدید العقاب ہے۔(4) اللہ تعالیٰ اسلام کے دشمنوں کے لیے شدید العقاب ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کے ذی الطول ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) طول کے معنی فراخی اور تونگری کے ہیں ذی الطول سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فراخی عطا کرنے والا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ ذی الطول ہے وہ لوگوں کی نیکیوں میں اضافہ کر کے ان پر انعام کرتے ہیں۔(3) اللہ تعالیٰ ذی الطول ہے وہ لوگوں کو اس قدر عطا کرتے ہیں کہ انعامات کا کوئی حساب نہیں۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے ذریعے اللہ اور بندے کے تعلق کو واضح کر کے کس مقصد کے لیے تیار کیا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے ذریعے انسانوں کے ذہن میں اپنا اور ان کا تعلق بٹھایا ہے۔ان کے شعور، ان کے ادراک میں اللہ تعالیٰ کا رابطہ بٹھا دیا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چوکنے ہو کر احتیاط سے معاملہ کریں۔(2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے تعلق کا شعور دلا کر یہ احساس دلایا ہے کہ وہ اس سے معاملہ کرتے ہوئے اور زندگی کو برتتے ہوئے ہمیشہ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس چیز سے ناراض ہوتا اور کس چیز سے راضی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی کا ہر کام کرے۔

﴿مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾

''اللہ تعالیٰ کی آیات میں نہیں جھگڑے کرتے مگر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو اُن کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے''(4)

سوال1:﴿مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغُرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی آیات میں نہیں جھگڑے کرتے مگر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو اُن کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے'' کافر اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑے کرتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی آیات میں نہیں جھگڑے کرتے مگر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا'' یعنی قرآن کی آیات میں کافر جھگڑے کرتے ہیں۔

(2) یہاں مجادلہ سے مراد ہے، آیات الٰہی کو رد کرنا اور باطل کے ذریعے سے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے جھگڑا کرنا اور یہ کفار کا کام ہے، رہے اہل ایمان تو وہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے سے باطل کو نیچا دکھائیں۔ انسان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے دنیاوی احوال سے دھوکہ کھائے اور یہ سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا دنیا میں اس کو اپنی نعمتوں سے نوازنا، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے اور وہ حق پر ہے۔ (تفسیر سعدی:2363/3)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ (الدر المنثور:646/5)

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو قرآن میں بحث کرتے سنا تو فرمایا تم سے پہلے کی امتیں اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں سے لڑایا حالانکہ اللہ کی کتاب اس طور پر نازل ہوئی تھی کہ ہر حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا تھا تم لوگ قرآن کے بعض حصوں کی دوسرے حصوں کے ذریعہ سے تکذیب نہ کرو اگر کچھ نہیں جانتے ہو تو کہہ دو نہیں جانتے تو اس شخص کے سپرد کر دو جو عالم ہو۔ (تفسیر مظہری:143/10)

(5)﴿فَلَا يَغُرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ ''تو اُن کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے'' ان کا دنیا میں عیش و آرام اور ساز و سامان دیکھ کر آپ دھوکہ نہ کھائیں۔ یہ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' (لقمان:24)

(6) یہاں مجادلہ سے مراد ہے، آیات الٰہی کو رد کرنا اور باطل کے ذریعے سے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے جھگڑا کرنا اور یہ کفار کا کام ہے، رہے اہل ایمان تو وہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے سے باطل کو نیچا دکھائیں۔ انسان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے دنیاوی احوال سے دھوکہ کھائے اور یہ سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا دنیا میں اس کو اپنی نعمتوں سے نوازنا، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے اور وہ حق پر ہے۔ (تفسیر سعدی:2363/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی آیات میں کون جھگڑے کرتا ہے؟

جواب: کافر اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں جبکہ پوری کائنات حق کا اعتراف کر رہی ہے۔

سوال3: شہروں میں ان کا چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ مشرک اور کافر جو تجارت کرتے ہیں جتنی وہ دوڑ دھوپ کرتے ہیں کثیر منافع حاصل کرتے ہیں۔ جتنے بھی اقتدار اور جاہ و مال کے وہ مالک ہوں آخر وہ تباہ ہونے والے ہیں لہذا آپ کسی دھوکے میں نہ رہیں۔ اس سے پہلے بھی ایسے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾

''اُن سے پہلے قوم نوح جھٹلا چکی اور اُس کے بعد دوسرے گروہوں نے بھی جھٹلایا، ہر قوم نے اپنے رسول کے متعلق ارادہ کیا کہ اُسے پکڑیں اور انہوں نے باطل کے ذریعے جھگڑا کیا تا کہ اُس کے ذریعے حق کو پھسلا دیں، تو میں نے انہیں پکڑ لیا، پھر کیسی تھی میری سزا؟''(5)

سوال1: ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ ''اُن سے پہلے قوم نوح جھٹلا چکی اور اُس کے بعد دوسرے گروہوں نے بھی جھٹلایا، ہر قوم نے اپنے رسول کے متعلق ارادہ کیا کہ اُسے پکڑیں اور انہوں نے باطل کے ذریعے جھگڑا کیا تا کہ اُس کے ذریعے حق کو پھسلا دیں، تو میں نے انہیں پکڑ لیا، پھر کیسی تھی میری سزا؟'' ہر قوم نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور اس کی مخالفت کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ''اُن سے پہلے قوم نوح جھٹلا چکی اور اُس کے بعد دوسرے گروہوں نے بھی جھٹلایا'' رب العزت نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو جھٹلاتی اور مخالفت کرتی ہے تو قوم نوح علیہ السلام کے بعد ہر قوم نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت کی۔ جیسے عاد، ثمود، قوم ابراہیم، قوم لوط، اصحاب مدین اور فرعون وغیرہ نے جھٹلایا۔ (2) ﴿وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ﴾ ''ہر قوم نے اپنے رسول کے متعلق ارادہ کیا کہ اُسے پکڑیں'' ہر گروہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے رسول کو گرفتار کر لیں یعنی اسے قتل کر دیں۔

(3) ﴿وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ﴾ ''اور انہوں نے باطل کے ذریعے جھگڑا کیا تا کہ اُس کے ذریعے حق کو پھسلا دیں'' سیدنا یحیی بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: انہوں نے انبیاء سے شرک کے ساتھ جھگڑا کیا تا کہ وہ ایمان کو باطل ثابت کریں۔ (تفسیر مراغی 295/8)

(4) طبرانی میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ جس نے باطل کی مدد کی تا کہ حق کو کمزور کرے اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ

بری الذمہ ہیں۔(ابن کثیر:451)

(5)﴿فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ ''تو میں نے انہیں پکڑ لیا، پھر کیسی تھی میری سزا؟'' میں نے ان کے گناہوں اور زیادتیوں پر پکڑ لیا اور انہیں برباد کر دیا کبھی طوفانی ہوا سے کبھی زمین نے اپنی گرفت میں لے لیا یا سمندر کو حکم دیا کہ انہیں غرق کر دے۔

سوال2: ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیوں کیا؟

جواب:(1) ہر امت نے اپنے رسول کو اس لئے گرفتار کرنا چاہا ہے تا کہ عام لوگوں کو دھوکہ دے سکیں اور حق کا مقابلہ کر کے اسے نیچا دکھائیں اور حق میں کیڑے نکال کر اسے کمزور کر دیں۔

(2) ہر دور میں رسولوں کو گرفتار کرنے کا ارادہ اس لئے بھی کیا گیا کہ وہ رسولوں کو سزا دیں یا قتل کر دیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے غلبے کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ﴿فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ کے الفاظ سے کہ پھر میری سزا کیسی سخت تھی کہہ کر یہ احساس دلایا کہ دیکھو گزشتہ اقوام کی تباہی کے آثار کیا بتاتے ہیں کہ اللہ کی سزا کتنی سخت تھی کس طرح اللہ نے انہیں حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور نشان عبرت بنا دیا۔

﴿وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾

''اور اسی طرح آپ کے رب کی بات اُن پر ثابت ہو گئی جنہوں نے کفر کیا کہ یقیناوہ جہنم والے ہیں''(6)

سوال1: ﴿وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ ''اور اسی طرح آپ کے رب کی بات اُن پر ثابت ہو گئی جنہوں نے کفر کیا کہ یقیناوہ جہنم والے ہیں۔'' جنہوں نے کفر کیا وہ جہنم والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ ''اور اسی طرح آپ کے رب کی بات اُن پر ثابت ہو گئی جنہوں نے کفر کیا'' کافروں پر یہ بات چسپاں ہو گئی ہے۔(2) ﴿اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ ''کہ یقیناوہ جہنم والے ہیں'' کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہیں، آگ میں جانے والے ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کافروں کے حق میں کیسے ثابت ہو گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کافروں کے لیے چسپاں ہوا۔ رب کا عذاب جب پچھلی امتوں پر ثابت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو گیا وہ قومیں ہلاک کر دی گئیں اور جھگڑا ختم ہو گیا۔ اب دنیا کے عذاب کے بعد ان کے لیے جہنم کا فیصلہ بھی چسپاں ہو گیا ہے اس طرح اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ باز نہ آئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ترک نہ کی اور جھگڑا ختم نہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی گرفت میں

آجائیں گے اور کوئی انہیں بچانے والا نہ ہوگا۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾

''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور جنہوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے'' (7)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور جنہوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے'' عرش اٹھانے والے فرشتوں کا اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعائیں کرنا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ﴾ ''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں'' رب العزت نے اپنے لطف وکرم کا ذکر فرمایا ہے کہ کیسے وہ ان کے لیے ایسے اسباب مہیا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ سعادت کے مستحق بنتے ہیں۔

(2) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ یعنی رحمٰن کا عرش، جو تمام مخلوقات کی چھت ہے۔ جو تمام مخلوقات میں سب سے بڑا سب سے وسیع، سب سے خوبصورت اور اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے، جو زمین وآسمان اور کرسی پر چھایا ہوا ہے۔ ان فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عرش اٹھانے پر مقرر کیا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب سے بڑے اور سب سے طاقتور فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ان فرشتوں کو اپنا عرش اٹھانے کے لیے چن لینا، ذکر میں ان کو مقدم رکھنا اور ان کو اپنے قرب سے سرفراز کرنا دلالت کرتا ہے کہ یہ سب سے افضل فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ ''اور اُس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائیں گے۔'' (الحاقۃ:17) ﴿وَمَنْ حَوْلَهٗ﴾ ''اور جو اس کے اردگرد ہیں۔'' (تفسیر سعدی:2366/3)

(4)﴿يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ''وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں'' یعنی وہ کثرت سے عبادت کرنے والے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ کہتے ہیں۔یہی ان کی نماز اور تسبیح ہے۔(ایسر التفاسیر:1352,1351)

(5)﴿وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ ''اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں'' اور وہ کیسے نہ ایمان رکھیں کہ وہ اس کے پاس ہیں۔

(6)فرشتوں کے بارے میں رب العزت نے تین چیزیں بتائی ہیں۔(I) تسبیح وتحمید (II) اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان (III) مومنوں کے لیے استغفار۔(تفسیر منیر:399/12)

(7)﴿وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ '' اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے'' یعنی قدرومنزلت اور فضیلت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ﴿يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں۔یہ ان فرشتوں کی، ان کی کثرت عبادت، خاص طور پر تسبیح وتحمید، کی بنا پر مدح ہے۔تسبیح وتحمید میں تمام عبادات داخل ہیں کیونکہ تمام عبادات کے ذریعے سے اس طرح اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کی جاتی ہے کہ بندہ اپنی عبادات کو غیر اللہ سے ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتا ہے، یہ عبادات اللہ تعالیٰ کی حمد ہیں بلکہ حمد ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔رہا بندے کا قول تو یہ بھی اسی میں داخل ہے اور جملہ عبادات میں شامل ہے۔(تفسیر سعدی:2366,2365/3)

(8)﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ '' اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے'' فرشتے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرے علم نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔تیری رحمت کائنات کی ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ تیرے علم سے کوئی چیز بھی اوجھل نہیں ہے۔

(9)﴿فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ﴾ ''چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے'' اے ہمارے رب! اپنی رحمت اور اپنے علم کی وجہ سے تو اپنی مخلوق کو جانتا ہے تو جن لوگوں نے شرک اور گناہوں سے توبہ کر لی۔

(10)﴿وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ﴾ ''اور جنہوں نے تیرے راستے کی پیروی کی'' جنہوں نے تیرے رسولوں کی اتباع کی اور تیری اطاعت کی۔

(11)﴿وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ''اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے'' یا اللہ! انہیں دوزخ کے عذاب سے اور اس کے اسباب سے بچالینا۔

سوال 2:عرش کو اٹھانے والے فرشتے کیا کام کرتے ہیں؟

جواب:(1)عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور جو عرش کے گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

(2)وہ ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔(3)وہ اہل ایمان کے جنت میں داخلے کے لیے دعا کرتے ہیں۔(4)وہ اہل ایمان کی بیویوں اور اولادوں کے ان کے ساتھ رہنے کی دعا کرتے ہیں۔(5)وہ اہل ایمان کو برائیوں سے بچانے کی دعا کرتے ہیں۔

سوال3: فرشتے اہل ایمان کے لیے کیسے مغفرت کی دعا کرتے ہیں؟

جواب: فرشتے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار کرتے ہیں کہ تیری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ اور یہ کہ اے اللہ تو نے اپنے علم سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے پھر آپ انہیں بخش دیں جو توبہ کریں اور جو آپ کے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالیں۔

سوال4: فرشتوں کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی قدر و منزلت کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: ایمان والوں کو کافر ہلکا سمجھتے ہیں ان کے خلاف محاذ آرائی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی دعاؤں سے ایمان والوں کی قدر و منزلت کا یقین دلایا ہے کہ جن کی مادی دنیا میں قدر نہیں مقرب فرشتے ان کی کیسے قدر کرتے ہیں۔

﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾

''اے ہمارے رب! اور انہیں ہمیشہ کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیک ہیں۔ یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(8)

سوال1: ﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''اے ہمارے رب! اور انہیں ہمیشہ کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیک ہیں۔ یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' مسلمانوں کی اولاد جنت میں ان کے ساتھ ہوگی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ﴾ ''اے ہمارے رب! اور انہیں ہمیشہ کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے'' فرشتے اہل ایمان کے لیے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے اپنے رسولوں کی زبان سے جو ہمیشہ رہنے والی جنت اور سعادت کا وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما دیجیے انہیں جنت میں داخل فرما دیجیے۔

(2) ﴿وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ﴾ ''جن کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیک ہیں'' یعنی جو ان کے والدین، بیویوں اور اولاد میں سے ایمان لا کر نیک عمل کرنے والے، اپنی اصلاح کرنے والے ہوں۔ انہیں بھی جنت میں اکٹھا فرما دے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِیٍٕ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے۔ ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے

کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔" (الطور:21)

(3)﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ "یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" اور جو اس کے اردگرد ہیں۔ (تفسیر سعدی:2366/3)

(4) ان کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی صفت عزت اور غلبہ سے توسل اختیار کرنا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1352)

سوال2: فرشتے اہل ایمان کے جنت میں ان کے داخلے کی دعا میں ان کے گھر والوں کو کیوں شامل کرتے ہیں؟

جواب: (1) جنت میں داخلہ بہت بڑی نعمت ہے اس کے لیے فرشتوں کی دعا ان کی ایمان اور ایمان والوں سے محبت کا ثبوت ہے۔

(2) آباء، ازواج اور اولاد کا جنت میں اکٹھے ہونا بہت بڑی نعمت ہے فرشتے یہ دعا اس لیے کرتے ہیں تا کہ اہل ایمان جنت میں جمع ہوں اور ان کی آنکھیں ایک دوسرے سے ٹھنڈی ہوں۔

سوال3: جنت میں آباء، ازواج اور اولاد کے اکٹھے ہونے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے پتہ چلتا ہے کہ آباء، ازواج اور اولاد کے رشتے دنیا میں خون کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں اور آخرت میں ایمان کی وجہ سے اگر ایمان نہ ہو تو رشتے کٹ جاتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آباء، ازواج اور اولاد کو جنت میں اکٹھا کرنے پر غالب ہونے سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رشتوں کو جوڑنے سے اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے اللہ الحکیم ہے وہ ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے جنت میں رشتوں کو اکٹھا کر دے گا۔

﴿وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

"اور اُن کو بُرائیوں سے بچالے اور جس کو تُو نے اُس دن بُرائیوں سے بچالیا تو یقیناً اُس پر تُو نے رحم کیا اور یہی بڑی کامیابی ہے" (9)

سوال1: ﴿وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ "اور اُن کو بُرائیوں سے بچالے اور جس کو تُو نے اُس دن بُرائیوں سے بچالیا تو یقیناً اُس پر تُو نے رحم کیا اور یہی بڑی کامیابی ہے" فرشتوں کی دعا: ایمان والوں کو برائیوں سے بچالے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ﴾ "اور بچالے ان کو برائیوں سے" السیئات کے تین معنی ہیں۔ (i) غلط عقائد، بگڑے ہوئے اخلاق اور برے اعمال، (ii) گمراہی اور اعمال بد کا وبال، (iii) آفات و مصائب اور تکلیفیں خواہ وہ دنیا کی ہوں، عالم برزخ کی ہوں یا عالم قیامت کی ہوں۔ یہاں تین قسم کی برائیاں مراد ہیں۔ روز محشر کی برائیوں سے مراد اس دن کی ہولناکیاں، انتہائی تپش اور شدت پیاس، اپنا محاسبہ کا خوف، مجرمین

کی برسرعام رسوائی وغیرہ ہیں۔(تیسیر القرآن:4/69)

(2)﴿وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ﴾ ''اور جس کو تو نے اُس دن بُرائیوں سے بچالیا'' جس کو تو نے قیامت کے دن کی برائیوں سے بچالیا اس کا مواخذہ نہ کیا۔(3)﴿فَقَدْ رَحِمْتَهٗ﴾ ''تو یقیناً اُس پر تُو نے رحم کیا'' یعنی تم نے اس کی ستر پوشی کی، اس کی رسوائی نہیں کی اسے معاف کیا اور عذاب نہیں دیا۔(ایسر التفاسیر:1352)

(4)﴿وَذٰلِكَ﴾ ''اور یہی یعنی برائیوں کا دور کرنا اور ان چیزوں کا حاصل ہونا جن میں رغبت ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہے۔

(5)﴿هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''وہ کامیابی ہے بڑی'' یعنی یہ اتنی بڑی کامیابی کہ اس جیسی کوئی اور کامیابی نہیں اور اس کے لیے سبقت لے جانے والوں کو سبقت لے جانی چاہیے۔

سوال2: فرشتوں کی دعا کی حیثیت واضح کریں؟

جواب:(1) فرشتوں کی یہ دعا اس حقیقت کو متضمن ہے کہ فرشتے اپنے رب کی کامل معرفت سے سرفراز ہیں وہ اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف سے اپنے اسماء کو وسیلہ بنانے اور جو دعا مانگی جارہی ہو اس کی مناسبت سے اسمائے الٰہی کو وسیلہ بنانے کو پسند کرتا ہے۔

(2) بندوں کی دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول اور نفوس بشری کے تقاضوں کے اثرات کے ازالے کے لیے ہوتی ہے، جن کے نقص اور ان کے تقاضوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، لہٰذا جب وہ ان معاصی اور ان کے مبادی واسباب کا تقاضا کرتے ہیں۔ جن کا اللہ تعالیٰ کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے۔ تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق کمال ادب کو متضمن کیا۔

(3) نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اختیار میں کچھ نہیں یہ تو ان کی اپنے رب کے سامنے دعا ہے جو ہر لحاظ سے ایک محتاج ہستی سے صادر ہوتی ہے، جو کسی بھی حال کو اپنا وسیلہ نہیں بنا سکتی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم واحسان ہے۔

(4) اپنے رب کے ساتھ ان کی موافقت، ان اعمال، یعنی عبادات سے محبت کو متضمن ہے جن کو وہ پسند کرتا ہے، جسے وہ قائم کرتے ہیں اور محبت کرنے والوں کی جدوجہد کی طرح جدوجہد کرتے ہیں، وہ ہیں اہل ایمان اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق میں سے انہی سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مکلف مخلوق کو ناپسند کرتا ہے مگر ان میں سے اہل ایمان کو پسند کرتا ہے۔

(5) فرشتوں کی اہل ایمان کے ساتھ محبت ہے کہ وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، ان کے احوال کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ کسی شخص کے لیے دعا کرنا، اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ دعا کرنے والا اس شخص سے محبت کرتا ہے کیونکہ انسان صرف اسی کے لئے دعا مانگتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2367)

سوال3: فرشتوں کی اس دعا کا کیا مطلب ہے کہ یا اللہ انہیں السَّيِّاٰتِ سے بچالے؟

جواب:(1)اس کا مطلب ہے کہ یا اللہ اہل ایمان کو عقوبات سے، آخرت کی سزاؤں سے اور برائیوں سے بچالے۔

(2)اس کا مطلب ہے کہ اللہ کا سزا سے بچانا ہی رحمت ہے۔

(3)اس کا مطلب ہے کہ سزا سے بچانا ہی بڑی کامیابی ہے۔

رکوع نمبر 7

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اُن کو پکارا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ تم پر تمہارے اپنے غصّے سے بہت زیادہ ہے جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا پھر تم کفر کرتے تھے''(10)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اُن کو پکارا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ تم پر تمہارے اپنے غصّے سے بہت زیادہ ہے جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا پھر تم کفر کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کا جہنم والوں پر غصہ بہت زیادہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے کافروں کی دنیا میں بھیجے جانے کی درخواست پر ان کی رسوائی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' یعنی جن لوگوں نے اپنے رب، اس کی ملاقات اور اس کی توحید کا انکار کیا۔

(2)﴿یُنَادَوْنَ﴾ ''اُن کو پکارا جائے گا'' جب وہ جہنم کی آگ کے شعلوں میں گھر جائیں گے اور اپنے آپ کو ملامت کریں گے تو فرشتے انہیں آوازیں دیں گے۔

(3)﴿لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ تم پر تمہارے اپنے غصّے سے بہت زیادہ ہے'' یعنی آج جتنا تمہیں اپنے اوپر غصہ ہے اللہ تعالیٰ کا غصہ تم پر اس سے بہت زیادہ ہے۔ تم نے خود اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سودا کیا۔

(4)﴿اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ﴾ ''جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا پھر تم کفر کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ تمہیں جب ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا، توحید اور اطاعت کی دعوت دی جاتی تھی تو تم کفر کرتے تھے اور تکبر کرتے تھے۔ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خود نکل گئے تو اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہو گیا اور آج تم اس کے نتیجے میں اس ذلت کے عذاب میں ہو۔

سوال2: کافروں کو کون پکار کر کہے گا کہ اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ناراض تھا بہ نسبت تمہاری ناراضگی کے جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا؟

جواب: کافروں کو مخلوق خدا پکار کر کہے گی کہ جب رسول تمہیں حق کی طرف بلاتے تھے تو تمہیں سخت تکلیف ہوتی تھی اور تمہارے رویے سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوئے۔

سوال3: کافروں کو کب اور کہاں پکارا جائے گا؟

جواب: کافر جب دوزخ کی آگ میں جلیں گے تو خود پر بے حد ناراض ہوں گے اس وقت انہیں پکارا جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نتیجہ ہے کہ تم آگ میں ہو۔

سوال4: مَقْتُ اللّٰهِ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) مقت سخت ناراضگی اور شدید ناپسندیدگی کو کہتے ہیں۔ (2) مقت اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی شدید ناپسندیدگی اور سخت ناراضگی ہے۔

﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾

کہیں گے: ''اے ہمارے رب! تُو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تُو نے ہمیں دو دفعہ زندگی دی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟'' (11)

سوال1: ﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''کہیں گے: ''اے ہمارے رب! تُو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تُو نے ہمیں دو دفعہ زندگی دی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟'' دو بار زندگی اور دو بار موت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿قَالُوْا﴾ ''کہیں گے'' جہنم میں جانے والے کہیں گے۔

(2) ﴿رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ﴾ ''اے ہمارے رب! تُو نے ہمیں دو دفعہ موت دی'' ایک قول کے مطابق اس سے مراد پہلی موت اور دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان کی موت ہے یا اس سے مراد ان کے وجود میں لائے جانے سے پہلے عدم محض اور وجود میں لائے جانے کے بعد کی موت ہے۔ (3) ﴿وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ ''اور دو مرتبہ تو نے ہمیں زندہ کیا'' یعنی دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی۔ (تفسیر سعدی: 2369/3)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اُس نے تمہیں زندگی عطا کی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ: 28)

(5) ﴿فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ

ہے؟'' جہنم میں داخل ہونے کے بعد اس کے عذابوں کو سہنے کے بعد بلک بلک کر اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور دعائیں کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ﴾ ''اور وہ اُس میں چیخ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال اس کے برعکس ہم نیک عمل کریں گے، جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آچکا تھا، چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (فاطر:37)

(6) ﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ (۱۰۷) قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ (۱۰۸)﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' (المومنون:108,107)

سوال 2: دو زندگیوں اور دو موتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) دو دفعہ کی موت میں سے پہلی موت اس زندگی سے پہلے کی حالت ہے یعنی عدم وجود، موت کی حالت تھی۔ (2) دوسری موت اس سے زندگی کے بعد آنے والی موت مراد ہے۔ (3) دو زندگیوں میں سے پہلی زندگی دنیا کی زندگی ہے جس کا آغاز پیدائش سے اور اختتام موت پر ہوتا ہے۔ (4) دوسری زندگی وہ ہے جو قیامت والے دن قبروں سے اٹھ کر حاصل ہوگی۔

سوال 3: جہنم میں کافروں کی کیا خواہش ہوگی؟

جواب: جہنم میں کافر یہ خواہش کریں گے کہ ایک دفعہ دنیا میں لوٹنا مل جائے تو ہم نیکیاں کما کر لائیں گے۔

﴿ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ﴾

''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً جب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر دوسروں کو شریک کیا جاتا اس کے ساتھ تو تم اُنہیں مان جاتے تھے چنانچہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے'' (12)

سوال 1: ﴿ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً جب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر دوسروں کو شریک کیا جاتا اس کے ساتھ تو تم اُنہیں مان جاتے تھے چنانچہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے'' تم دنیا میں لوٹا دیے جاؤ تو توحید کو ٹھکرا کر پھر شرک کرو گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذَٰلِكُمْ﴾ ''اس لیے ہے'' یعنی جس عذاب میں تم مبتلا ہو۔

(2) ﴿بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ﴾ ''کہ یقیناً جب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے'' اس وجہ سے کہ جب تمہیں

ایک اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم توحید کا انکار کرتے تھے۔

(3)﴿وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا﴾ ''اور اگر دوسروں کو شریک کیا جاتا تو تم اُنہیں مان جاتے تھے'' یعنی تم شرک کی دعوت کو قبول کر لیتے تھے۔ تمہارے اس رویے نے تمہیں جہنم تک پہنچا دیا۔ تم نے دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی ناراضی والے اسباب کو ترجیح دی۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا﴾ ''اور اگر وہ بھلائی کا راستہ دیکھ لیں (تو بھی) اس کو اپنا راستہ نہ بنالیں گے۔'' (الاعراف:146)

(5)﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ﴾ ''چنانچہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے'' اللہ تعالیٰ کا حکم ہی بلند ہے۔ وہ اپنے فیصلوں میں ظلم کرنے والا نہیں۔ وہ اپنی حکمت سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ وہ اپنی حکمت سے جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور جس پر چاہتا ہے اپنا قہر نازل فرماتا ہے۔

(6)﴿الْعَلِيِّ﴾ سے مراد وہ ہستی ہے جو علو ذات، علو قدر اور علو قہر، یعنی ہر لحاظ سے مطلق بلندی کی مالک ہے۔ اس کے علو قدر میں سے اس کا کمال عدل ہے کہ وہ تمام اشیا کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ وہ تقویٰ شعار لوگوں اور فاسق و فاجر لوگوں کو مساوی قرار نہیں دیتا۔ ﴿الْكَبِيْرِ﴾ وہ اپنے اسماء و صفات اور افعال میں کبریا اور عظمت و مجد کا مالک ہے۔ جو ہر آفت، ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔ جب فیصلے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم میں دائمی خلود کا فیصلہ کیا ہے تو اس کے فیصلے میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر سعدی:3/2369,2370)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے جہنم سے نکالے نہ جانے کا کیا سبب بیان کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ تم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرنے والے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم خوش ہو جاتے تھے۔

سوال 3: اہل جہنم کو اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے کیسے آگاہ کیا جائے گا؟

جواب: اہل جہنم سے کہا جائے گا کہ حکم ایک اللہ تعالیٰ کا ہے اب تمہارے لیے ہمیشہ کے لیے آگ کا عذاب ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العلی'' اور ''الکبیر'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فیصلے کے حوالے سے دو صفات کا ذکر کیا ہے۔ (2) العلی وہ ہے جو ان تمام باتوں سے بلند ہے کہ اس کی ذات یا صفات میں کوئی اس جیسا ہو۔ (3) الکبیر وہ ہے جو اس سے بڑا ہو کہ اس کی کوئی مثل بیوی یا اولاد ہو۔ (4) فیصلے وہی کر سکتا ہے جو العلی اور الکبیر ہو یعنی جو اپنی ذات اور صفات میں بڑا ہو اور جس کے بیوی اور اولاد بھی نہ ہو۔ جو بلند تر ہے وہی تعصبات سے آزاد ہو سکتا ہے۔ غیر جانبدارانہ حق کے مطابق فیصلے کر سکتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ﴾

''وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دِکھاتا ہے اور جو آسمان سے تمہارے لیے رزق اُتارتا ہے اور نصیحت نہیں قبول کرتا مگر جو رجوع کرتا ہے''(13)

سوال1:﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ﴾ ''وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دِکھاتا ہے اور جو آسمان سے تمہارے لیے رزق اُتارتا ہے اور نصیحت نہیں قبول کرتا مگر جو رجوع کرتا ہے'' صاحب بصیرت ہی عبرت حاصل کرتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ﴾ ''وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دِکھاتا ہے'' رب العزت تمہیں اپنی قدرت کے آثار دکھاتا ہے۔

(2)﴿وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا﴾ ''اور جو آسمان سے تمہارے لیے رزق اُتارتا ہے'' جب اس نے ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تو ایک بڑی نشانی کی طرف اشارہ کیا چنانچہ فرمایا:﴿وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا﴾ اور وہ آسمان سے تمہارے لیے رزق اتارتا ہے۔ یعنی وہ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے، جس سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے، جس سے تمہارے مویشی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں۔ دینی نعمتیں بھی اسی کی طرف سے ہیں۔ اس سے مراد دینی مسائل، ان کے دلائل اور ان پر عمل ہے اور دنیاوی نعمتیں بھی اسی کی طرف سے ہیں، مثلاً وہ تمام نعمتیں جو بارش سے وجود میں آتی ہیں، بارش سے زمین اور بندوں کو زندگی عطا ہوتی ہے اور یہ چیز قطعی طور پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اکیلا ہی معبود برحق ہے جس کے لیے اخلاص دین متعین ہے جیسا کہ وہ اکیلا ہی منعم حقیقی ہے۔ (تفسیر سعدی:2372/3)

(3)﴿وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ﴾ ''اور نصیحت نہیں قبول کرتا مگر جو رجوع کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے صاحب بصیرت ہی عبرت حاصل کرتے ہیں وہی اپنے خالق کو پہچان سکتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں اس کی خشیت اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

(4) سعدی کا قول ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قبول کرتا ہے وہی رجوع کرتا ہے۔ (جامع البیان:47/24)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اُتاری، جس میں سے بعض محکم آیات ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنہ کی تلاش کے لئے اور اس کی اصل مراد کی تلاش کے لئے، حالانکہ ان کی اصل مراد کو

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں پختگی رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے، سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت نہیں قبول کرتے مگر جو عقل مند ہیں۔" (آل عمران:7)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے نشانیاں دکھانے کو رزق نازل کرنے کے ساتھ جمع کر دیا ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا اظہار سارے ادیان کی بنیاد ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق ابدان کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں دونوں بنیادوں کو جمع کر دیا ہے۔ (فتح القدیر)

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾

"چنانچہ اللہ تعالیٰ کو پکارو کہ دین کو اُس کے لیے خالص کرنے والے ہو اور اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو" (14)

سوال 1: ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ "چنانچہ اللہ تعالیٰ کو پکارو کہ دین کو اُس کے لیے خالص کرنے والے ہو اور اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو" دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ "چنانچہ اللہ تعالیٰ کو پکارو کہ دین کو اُس کے لیے خالص کرنے والے ہو" یہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ، دونوں کو شامل ہے۔ اخلاص کا معنی ہے تمام عبادات واجبہ و مستحبہ۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں قصد کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرنا، یعنی وہ تمام امور، جن پر تم دین کے طور پر عمل کرتے ہو اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بناتے ہو، ان میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے کام لو۔ (تفسیر سعدی:2371/3)

(2) ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ "اور اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو" کافر ناپسند کریں تو ان کی ملامت تمہیں دین سے نہ روک دے۔ کافر اخلاص کو ناپسند کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ "اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش و خرم ہو جاتے ہیں۔" (الزمر:45)

سوال 2: ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: ایک اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کرنے والا ہے تو اسی ایک کو پکارنا ہے اگرچہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ﴾

"بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے

تا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے''(15)

سوال:﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ﴾''بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے تا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے''عرش والا روح کو ملاقات کے دن سے ڈرانے کے لئے اتارتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ﴾''بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال وکمال کا ذکر فرمایا جو عبادت میں اخلاص کا تقاضا کرتا ہے، چنانچہ فرمایا:﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ﴾وہ درجات عالی کا مالک اور صاحب عرش ہے۔یعنی وہ بلند اور اعلیٰ ہے جو عرش پر مستوی ہے، عرش اس کے لیے مختص ہے، اس کے درجات بہت بلند ہیں وہ ان کی وجہ سے مخلوقات سے علیحدہ ہے اور ان کے ساتھ اس کا مرتبہ بلند ہے۔اس کے اوصاف جلیل القدر ہیں اور اس کی ذات اس سے بلند تر ہے کہ اس کا قرب حاصل کیا جائے سوائے پاک اور طاہر ومطہر عمل کے ذریعے سے اور وہ ہے اخلاص جو مخلص مومنین کے درجات کو بلند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے اور تمام مخلوق پر فوقیت عطا کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2372/3)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عروج کے زینوں والا ہے''(المعارج:3)

(3)﴿يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾''وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے''رب العزت نے رسالت اور وحی کی نعمت کے بارے میں واضح فرمایا کہ جیسے جسم کے لئے روح کی حیثیت زندگی کے لئے ناگزیر ہے اسی طرح انسان کی روح اور اس کا دل وحی کے بغیر درست نہیں رہ سکتے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے یعنی رسولوں پر انسانوں کی فلاح کے لیے وحی نازل فرماتا ہے تا کہ وہ انسانوں کو اس کی طرف دعوت دیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (١٩٢) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (١٩٣) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (١٩٤)﴾''اور بلاشبہ یہ یقیناً جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔''(الشعراء:192-194)

(4)﴿لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ﴾''تا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے''قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے وحی نازل ہونے کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ رسول لوگوں کو اس دن سے ڈرائے جو اجتماع کا دن ہے۔جب خالق اور مخلوق کی ملاقات ہوگی اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔

سوال4:وحی کو روح کیوں کہا گیا؟

جواب:وحی کو روح اس لیے کہا گیا کہ جیسے روح کی وجہ سے زندگی ممکن ہوتی ہے اسی طرح وحی کی وجہ سے ان دلوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے جو پہلے کفر اور شرک کی وجہ سے مردہ ہوتے ہیں۔

سوال5: وحی کے نزول کا مقصد کیا ہے؟

جواب: وحی نازل کرنے کا مقصد لوگوں کو ملاقات کے دن سے خبردار کرنا ہے۔

﴿يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾

''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے''(16)

سوال1: ﴿يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے'' سب لوگ میدان حشر میں جمع ہوں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ﴾ ''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے'' جس دن سب لوگ میدان حشر میں جمع ہوں گے اور زمین پر ظاہر ہوں گے۔ (2)﴿لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی'' ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکے گی نہ ان کے اعمال، نہ ان کے اعمال کی جزا ہی اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی ہوگی۔ (3) اگلے پچھلے سب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوں گے۔ رب سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوگی۔

(4)﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ ''آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟'' رب العزت پوچھیں گے۔ آج بادشاہت کس کی ہے؟

(5)﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے'' اللہ اکیلے کے لیے جو سب پر غالب ہے۔ یعنی آج اقتدار کی مالک وہ ذات بابرکات ہے جو اپنی ذات، اسماء وصفات اور افعال میں منفرد ہے اور کسی بھی لحاظ سے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿الْقَهَّارِ﴾ تمام مخلوقات پر غالب وقاہر ہے، تمام مخلوقات اس کی مطیع، اس کے سامنے عاجز ہے خاص طور پر اس دن لوگوں کے سر اس حی وقیوم ہستی کے سامنے جھک جائیں گے اور اس روز اس کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔ (تفسیر سعدی: 2373/3)

سوال2: اس دن بے پردہ ہونے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: انسان اپنے اعمال اور حرکات کو اپنے وجود کی طرح چھپا کر رکھنا چاہتا ہے اگرچہ اس کا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ کل بے پردہ ہونے کے احساس سے انسان اپنے اعمال کے بارے میں بے پرواہ نہیں رہتا اسے سب کچھ کھل جانے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے خوف آنے لگتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے سوال کا کیا جواب آئے گا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور کہے گا میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟(بخاری)
(2)اس وقت کوئی نہیں بولے گا تو یہ جواب اللہ تعالیٰ خود دیں گے۔
(3) کچھ لوگوں کا خیال ہے یہ جواب ایک فرشتہ دے گا اور اس کے ساتھ ہی تمام مسلمان اور کافر یہ جواب دیں گے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''الواحد'' اور ''القھار'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہت سے اپنے الواحد اور اَلْقَهَّارِ ہونے کا شعور دلایا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے حشر کے میدان میں کسی کے لاجواب ہونے سے اپنے ''اَلْقَهَّارِ'' ہونے کا شعور دلایا ہے۔(3)اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہر چھپی بات کے ظاہر ہونے سے اپنے القھار ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

''آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا، آج کوئی ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے''(17)

سوال1:﴿اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا، آج کوئی ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' قیامت کے دن ہر شخص کے ساتھ انصاف ہوگا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ﴾ ''آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا'' آج ہر ایک کو اس کے نیک اور برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔
(2)﴿لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ ''آج کوئی ظلم نہیں'' یعنی کسی کی نیکیوں میں کمی کر کے اور برائیوں میں اضافہ کر کے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔
(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' رب العزت نے ہر چیز کا احاطہ اپنے علم سے کر رکھا ہے اس لئے اسے حساب لینے میں دیر نہیں لگے گی۔ اہل جنت کا حساب آدھے دن میں مکمل ہو جائے گا اور جنت میں دوپہر کو قیلولہ کریں گے۔ یا ارحم الرٰحمین ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما دینا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ جلد حساب لیں گے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کا حساب پہلے سے تیار ہے۔(2)اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی طرح غور و فکر کی ضرورت نہیں۔

﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۭ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ

وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾

''اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے'' (18)

سوال: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۭ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ ''اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے'' قیامت سے ڈرا دو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ﴾ ''اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس'' آزفۃ قیامت کا ایک نام ہے کیونکہ قیامت قریب ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ ''قریب آنے والی قریب آ گئی ہے۔ (النجم:57) (2) ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔'' (القمر:1)

(3) ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں'' (الانبیاء:1) (4) ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا سو اس کو تم جلدی طلب نہ کرو، وہ پاک ہے، اور بے حد بلند ہے اس سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (النحل:1)

(5) ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْۗـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ﴾ ''پس جب وہ اُس کو قریب سے دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے۔'' (الملک:27)

(6) رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: اے نبی ﷺ انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیں جو قریب آ گئی ہے۔ جب اس کے زلزلوں سے دل ہوا ہو جائیں گے، خوف سے آنکھیں چڑھ جائیں گی۔ کلیجے منہ کو آ جائیں گی۔

(7) ﴿كٰظِمِيْنَ﴾ ''غم سے بھرے ہوں گے'' وہ کلام نہیں کر سکیں گے سوائے اس شخص کے، جسے رحمٰن اجازت دے اور وہ درست بات کہے گا۔ وہ دلوں میں چھپے ہوئے خوف اور دہشت کو زبان پر نہیں لائیں گے۔ (تفسیر سعدی:3/2374)

(8) ﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ﴾ ''اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا'' یعنی شرک کرنے والے اور نافرمانیاں کرنے والے ظالم۔

(9) ﴿مِنْ حَمِيْمٍ﴾ ''نہ کوئی جگری دوست ہوگا'' یعنی کوئی دوست نہیں ہوگا۔

(10) ﴿وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ ''اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے'' جو سفارش کرے اور اس کی بات مانی جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سفارش پر راضی نہیں ہوگا۔

سوال2: قیامت کے دن دل غم سے بھرے ہوئے کیوں ہوں گے؟

جواب: قیامت کے دن لوگوں پر پریشانی، دہشت اور گھبراہٹ کی وجہ سے دباؤ ہوگا۔اس دن خوف کی وجہ سے دباؤ ہوگا۔اس دباؤ کی وجہ سے سینے پھٹ رہے ہوں گے۔کوئی دوست ایسا نہیں ہوگا جس کے سامنے دل کھول کر رکھ دیں۔اس وجہ سے غم سے دل بھر جائیں گے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے انسان کی تنہائی سے قیامت کے دن کی ہیبت کو دلوں پر کیسے بٹھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کی تنہائی سے قیامت کے دن کی ہیبت کو دلوں پر بٹھایا ہے کہ اس دن نہ کوئی دلی دوست ہوگا نہ کوئی سفارش کرنے والا جس کی بات مانی جائے۔

﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾

''اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں''(19)

سوال1: ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ﴾ ''اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے'' یعنی چور نظر کو جیسے کوئی اپنے قریبی شخص سے بھی چھپاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں بھی جانتا ہے۔

(2)﴿وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ ''اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں'' یعنی سینوں کے راز جنہیں بندہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔اللہ تعالیٰ سینوں میں چھپے بھیدوں کا علم رکھتا ہے۔

سوال2: سینوں کی باتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1)اس سے مراد وہ وسوسے ہیں جو انسان کے دل کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں۔

(2)اس سے مراد خفیہ میلانات اور رجحانات بھی ہیں۔

سوال3: کیا سینوں کی باتوں پر بھی مؤاخذہ ہوگا؟

جواب: سینوں کی باتیں جب تک آنے جانے والے خیالات کی صورت میں رہتی ہیں قابل مؤاخذہ نہیں ہوتیں لیکن جس کا دل ارادہ کر لے اس کے بارے میں مؤاخذہ ہوگا خواہ انسان کو عمل کرنے کا موقع نہ ملے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی خیانت اور سینوں کی باتوں کے جاننے سے کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نہ کوئی چھوٹا معاملہ چھپا ہوا ہے اور نہ بڑا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کے کامل علم کا انسان سے کیا مطالبہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے کامل علم کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

﴿وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾

''اور اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے''(20)

سوال1: ﴿وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ فیصلے کرتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کمال اور اپنے علم سے حق اور انصاف کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ (2) کیونکہ اس کا قول حق ہے، اس کا حکم شرعی حق ہے اور اس کا حکم جزائی بھی حق ہے۔ اس کا علم محیط ہے، اس نے ہر چیز کو لکھ رکھا ہے اور اس کے پاس ہر چیز محفوظ ہے۔ وہ ظلم، نقص اور تمام عیوب سے پاک ہے، وہی ہے جو اپنی قضاوقدر کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، جب وہ کوئی چیز چاہتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے، جب نہیں چاہتا تو نہیں ہوتی۔ وہ دنیا میں اپنے مومن اور کافر بندوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور فتح ونصرت کے ذریعے سے اپنے اولیاء اور محبوب بندوں کی مدد کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2374/3)

(3) ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ﴾ ''اور جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا لوگ حق کو پکارتے ہیں، جن کی عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے، عاجز اور بے بس ہیں۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال سنتا اور ان کے اعمال دیکھتا ہے اس لئے وہ حق کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ فیصلے کر سکتا ہے اور لوگ نہیں کر سکتے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے پاس سارے معاملات کا کلی اور جزوی علم ہے وہ دلوں کے چھپے ہوئے بھید تک جانتا ہے۔ ذاتی طور پر ہر ایک معاملے کو جانتا ہے اس لیے وہ حق کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہے جب کہ اس کے ماسوا جن کو پکارا جاتا ہے ان کے پاس نہ کلی علم ہے نہ دلوں تک رسائی ہے اس لیے وہ حق کے ساتھ فیصلے نہیں کر سکتے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے پاس اختیار ہے اسے فیصلہ کرتے ہوئے نہ کسی کا کوئی خوف ہے نہ حرص اس لیے وہ حق کے ساتھ فیصلے کر سکتا ہے جب کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا جن دوسروں کو پکارا جاتا ہے ان کے پاس اختیار نہیں ہے اس لیے وہ صحیح فیصلہ نہیں کر سکتے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات "السمیع" اور "البصیر" کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے حق پر مبنی فیصلوں سے اپنے "السمیع" اور "البصیر" ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) وہ ہر ایک کی سننے اور سب کچھ دیکھنے کی وجہ سے حقیقی علم رکھتا ہے اسی بناء پر صحیح فیصلے کر سکتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ سے نہ کسی کی بات چھپ سکتی ہے نہ سینوں کا راز۔ وہ منہ سے نکلنے والی ہر بات کو سننے والا "السمیع" ہے حتیٰ کہ وہ خفیہ سرگوشیاں اور دلوں کے اندر آنے والے وسوسوں تک کو سنتا ہے جو شیاطین کی طرف سے انسان کے دل پر ڈالے جاتے ہیں۔ اس کی سماعت سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اس لیے وہ بہترین فیصلے کر سکتا ہے۔ یقیناً وہ "السمیع" ہونے کی بنیاد پر بہترین فیصلے کرتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ سے لوگوں کے افعال چھپے ہوئے نہیں وہ زمین کی تہوں میں ہونے والے کاموں، سمندروں اور فضاؤں میں ہونے والے معاملات اور کائنات کے اندر ہونے والی ہر حرکت کا بصیر ہے، دیکھنے والا ہے۔ اپنے البصیر ہونے کی بنیاد پر ہی وہ بہترین فیصلے کرتا ہے۔

رکوع نمبر 8

﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾

"اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ پھر وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے، وہ اُن سے بہت زیادہ طاقت ور تھے اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے زبردست تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ تھا" (21)

سوال1: ﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ "اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ پھر وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے" جھٹلانے والوں کے برے انجام کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ﴾ "اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟" رب العزت نے فرمایا: کیا رسالت کو جھٹلانے والوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا۔ انہوں نے گزشتہ قوموں کے آثار سے عبرت حاصل نہیں کی کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

(2) ﴿فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ "پھر وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے" یعنی قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ کا کیا انجام ہوا؟ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ کیسے برباد کر دیے گئے۔

(3)﴿كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''وہ اُن سے بہت زیادہ طاقت ور تھے'' یعنی وہ جسمانی طور پر، تعداد اور ساز وسامان کے اعتبار سے ان سے زیادہ طاقتور تھے۔

(4)﴿وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے زبردست تھے'' یعنی انہوں نے شاندار عمارتوں کے آثار چھوڑے۔

(5)﴿فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے جھٹلانے، شرک اور نافرمانیوں پر اپنے ہولناک عذاب میں پکڑ لیا۔

(6)﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ ''اور اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ تھا'' انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے اور چھڑانے والا کوئی نہ تھا۔

سوال 2: گزشتہ اقوام کی ہلاکت سے اللہ تعالیٰ نے کیا سبق دیئے ہیں؟

جواب: گزشتہ اقوام کی ہلاکت سے اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ (1) اُن کے انجام کی طرف دیکھو۔

(2) وہ قوت اور طاقت کے اعتبار سے اور زمین میں اپنی یادگاروں کے اعتبار سے ان سے زیادہ تھے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے قوت اور طاقت ہونے کے باوجود انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اس لیے یہ سبق دیا گیا ہے کہ تم بھی اپنے گناہوں کی وجہ سے پکڑے جاؤ گے تمہاری طاقت اور قوت تمہیں بچا نہ پائے گی۔

(4) اللہ تعالیٰ نے طاقتوروں کو جب پکڑا تو انہیں بچانے والا کوئی نہ تھا تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے کون بچائے گا؟ لہٰذا اگر بچنا چاہتے ہو تو پچھلی قوموں کے انجام سے سبق لو۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

''اس لیے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لائے تھے تو اُنہوں نے کفر کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پکڑ لیا، یقیناً وہ بہت قوت والا، سخت سزا دینے والا ہے'' (22)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اس لیے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لائے تھے تو اُنہوں نے کفر کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پکڑ لیا، یقیناً وہ بہت قوت والا، سخت سزا دینے والا ہے'' جرم کی وجہ سے وہ پکڑے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''اس لیے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لائے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تو ان کے پاس واضح دلائل اور معجزات لے کر آئے تھے مگر انہوں نے کفر کیا۔

(2)﴿فَكَفَرُوْا﴾ ''تو اُنہوں نے کفر کیا'' یعنی آیات اور معجزات کا انکار کیا۔(ایسر التفاسیر:1357)

(3)توحید رسالت اور اطاعت کا انکار کیا۔(جامع البیان:2435)

(4)﴿فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پکڑ لیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے جھٹلانے پر عذاب میں پکڑ لیا۔

(5)﴿اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ ''یقیناوہ بہت قوت والا، سخت سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا ہے جس کے سامنے ان کی قوت کام نہ آئی۔ وہ سخت پکڑ والا ہے، اس کا عذاب بڑا سخت اور زبردست ہوتا ہے۔

سوال 2: رسولوں کے سلسلے کے خاتمے کے بعد اب اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑتا ہے یا رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین سے منہ موڑتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: رسولوں کے جانے کے بعد بھی رسولوں کا مشن جاری ہے یعنی دعوت وتبلیغ اور تذکیر کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی آیات اور دین اور شریعت کی طرف بُلانے اور اس کا علم دینے کا۔ اس کے بعد کوئی منہ موڑے گا تو اس کا انجام اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑنے والوں اور رسولوں کو جھٹلانے والوں سے مختلف نہیں ہوگا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات قوی اور ﴿شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طاقت اور قوت ہونے کے باوجود انہیں پکڑنے سے اپنی صفت ''قوی'' قوت والے کا شعور دلایا ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی اور طاقت ور نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کے طاقت ور لوگوں کی ہلاکت سے اپنے ﴿شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ جس کو پکڑے اس کی پکڑ سے کوئی بچانے والا نہیں مجرموں کے پشت پناہ نہ ہونے سے اس نے اپنے ﴿شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے قوی اور ﴿شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ ہونے سے کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے صفات کا شعور دلا کر مطالبہ کیا ہے کہ قوت والے کے آگے جب قوت بے بس ہو جائے گی۔ اس کے عذاب کے پھیر میں آجاؤ گے تو کوئی بچانے والا نہ ہوگا لہذا اس کے سامنے جھک جاؤ اس کی بات مان جاؤ، بندگی کا راستہ اختیار کر لو۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا'' (23)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا'' سیدنا موسیٰ آیات اور معجزات کے ساتھ بھیجے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا﴾"اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کواپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا"یعنی رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کواپنی آیات اورنشانیوں کے ساتھ بھیجا۔

(2)﴿وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾"اور کھلی دلیل کے ساتھ" سلطان کا معنی ایسی دلیل ہے جوسند یادستاویز کی حیثیت رکھتی ہواور جس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہوکہ یہ شخص جوکچھ کررہا ہے وہ صرف اپنی ہی نہیں کسی دوسری قوت کے بل بوتے پر کررہا ہے،اور ایسے حالات وواقعات سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بارہا پیش آئے تھے۔(تیسیرالقرآن:74/4)

سوال2: آیات سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد نونشانیاں ہوسکتی ہیں۔(2)اس سے مراد عصااور ید بیضا بھی ہوسکتے ہیں۔

(3)سلطان مبین سے مراد مضبوط دلائل جن کا کوئی جواب ممکن نہیں تھا۔

﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾

"فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف توانہوں نے کہا کہ جادوگر ہے، بہت جھوٹا ہے"(24)

سوال1:﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾"فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف توانہوں نے کہا کہ جادوگر ہے، بہت جھوٹا ہے" سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجے گئے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ﴾"فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف" ہامان فرعون کا وزیر تھااور قارون بنی اسائیل کا رئیس فرد تھا جوفرعون کے ساتھ جاملا۔قارون اور ہامان کا تذکرہ ان کے کفر کی وجہ سے کیا گیا۔وہ فرعون کی پیروی کرنے میں بہت مشہور تھے۔(البحرالمحیط7459)

(2)﴿فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾"توانہوں نے کہا کہ جادوگر ہے، بہت جھوٹا ہے" جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دلائل سے دعوت دی۔رب العزت نے فرمایا:﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (۵۲) اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (۵۳)﴾ اسی طرح ان لوگوں کے پاس جوان سے پہلے تھے،کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا:"یہ جادوگر ہے یادیوانہ ہے" کیاانہوں نے اس بات کی ایک دوسرے کووصیت کی ہے؟ بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں۔(الذاریات53,52)

سوال2: فرعون، ہامان اور قارون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر کس ردعمل کا اظہار کیا؟

جواب: تینوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کوجھٹلایا اورانہیں جادوگر اور جھوٹا کہا۔

سوال3: فرعون، ہامان، اور قارون نے سیدنا موسیٰ کوجھوٹا اور جادوگر کیوں قرار دیا؟

جواب: وہ حق کوتسلیم کرکے اپنی ذات کی نفی نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے حق کی دعوت اور دعوت دینے والوں پر الزام تراشی

شروع کردی تا کہ دوسرے لوگ بھی اس دعوت کو قبول نہ کر پائیں۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾

''پھر جب وہ ہماری طرف سے حق لے کر اُن کے پاس آیا تو اُنہوں نے کہا کہ قتل کر دو ان لوگوں کے بیٹوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور زندہ رہنے دو اُن کی عورتوں کو اور کافروں کی خفیہ تدبیر سراسر ناکام تھی'' (25)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ''پھر جب وہ ہماری طرف سے حق لے کر اُن کے پاس آیا تو اُنہوں نے کہا کہ قتل کر دو ان لوگوں کے بیٹوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور زندہ رہنے دو اُن کی عورتوں کو اور کافروں کی خفیہ تدبیر سراسر ناکام تھی'' کافروں کی تدبیر کے برعکس نتیجہ نکلا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا﴾ ''پھر جب وہ ہماری طرف سے حق لے کر اُن کے پاس آیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات اور پختہ دلائل لے کر آئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(2) ﴿قَالُوا﴾ ''تو اُنہوں نے کہا'' انہوں نے کہا اور قانون بنا دیا۔

(3) ﴿اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ﴾ ''کہ قتل کر دو ان لوگوں کے بیٹوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور زندہ رہنے دو اُن کی عورتوں کو'' بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کر دیے جائیں اور لڑکیاں زندہ رہنے دی جائیں یہ قانون ان کے یہاں دوسری دفعہ نافذ ہوا تھا جیسا کہ بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے کہا تھا۔ ﴿قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ موسیٰ کی قوم نے کہا: ''ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمہارے آنے کے بعد بھی۔'' موسیٰ نے کہا: ''قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں جانشیں بنا دے، پھر وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' (الاعراف:129)

(4) ﴿وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ''اور کافروں کی خفیہ تدبیر سراسر ناکام تھی'' کافروں نے تدبیر کی مگر نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔

سوال 2: فرعون اپنی اس تدبیر کے ذریعے سے کیا چاہتا تھا؟

جواب: (1) فرعون چاہتا تھا کہ بنی اسرائیل کی قوت میں اضافہ نہ ہو۔ (2) فرعون یہ چاہتا تھا کہ اس کی عزت میں کمی نہ ہو۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ

اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ﴾

''اور فرعون نے کہا: ''چھوڑو مجھے! میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکارے، یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے گا، یا وہ ملک میں فساد پھیلائے گا'' (26)

سوال1:﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''چھوڑو مجھے! میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکارے، یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے گا، یا وہ ملک میں فساد پھیلائے گا'' فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا عزم کر لیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''چھوڑو مجھے! میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکارے'' فرعون نے اپنی قوم کو دھوکہ دیتے ہوئے کہا: کہ مجھے اگر آپ کا خیال نہ ہوتا تو میں موسیٰ کو قتل کر دیتا۔ وہ بلانا چاہتا ہے تو اپنے رب کو بلا لے۔ فرعون یہ سمجھتا تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام دعا کرنا چاہتے ہیں کر لیں میں اپنے ارادے سے باز آنے والا نہیں۔

(2) بیضاوی نے لکھا ہے اس کلام سے مترشح ہو رہا ہے کہ فرعون کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا یقین تھا اس لئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے ڈرتا تھا یا اس کو یہ خیال تھا کہ موسیٰ کو قتل کرنا اس کے لئے آسان نہیں اگر اس نے ایسا ارادہ کیا تو کامیابی نہ ہوگی اس بات کی تائید﴿وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ﴾ کے الفاظ سے ہو رہی ہے فرعون نے اس فقرہ میں اپنی جرأت کا اظہار کیا اور یہ بات بتائی کہ مجھے پرواہ نہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو پکارے اور وہ اس کی مدد کو آ جائے۔ فرعون نے جو اہل دربار سے کہا:﴿ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى﴾ یہ محض اسکا فریب اور ملمع کاری تھی اور دکھانا چاہتا تھا کہ اس کے ساتھی اور اس کی قوم والے اس کو موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے روک رہے ہیں حالانکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینے کے حکم سے جو امر مانع تھا وہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا ڈر تھا جو فرعون کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ (تفسیر مظہری:154/10)

(3)﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ﴾ ''یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے گا'' فرعون نے کہا: کہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام تمہارا دین یعنی پوری سلطنت کا نظام ہی نہ بدل دے۔ اصل میں اسے ڈر تھا کہ مجھ سے حکومت جاتی رہے گی۔

(4)﴿اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ﴾ ''یا وہ ملک میں فساد پھیلائے گا'' فرعون نے کہا مجھے خطرہ ہے کہ وہ ملک میں خون ریزی اور تخریب کاری کرے گا۔ (5) بہت عجیب بات ہے کہ خیر خواہ کی پیروی سے روکنے کے لیے اسے بدخواہ بنایا جائے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''سو اُس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا چنانچہ انہوں نے اُس کی اطاعت کی۔ یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔'' (الزخرف:54)

سوال2: فرعون کو کس فساد کا اندیشہ تھا؟

جواب: فرعون کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر کچھ لوگوں نے توحید کو قبول کر لیا تو وہ قبول نہ کرنے والوں سے بحث ومباحثہ کریں گے جس سے لڑائی جھگڑا پیدا ہوگا۔ اس طرح اس نے توحید کی دعوت کو فساد کا سبب اور اہل توحید کو فسادی قرار دے دیا۔

﴿وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾

''اور موسیٰ نے کہا: ''یقیناً میں نے ہر متکبر سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لی ہے جو بھی حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا'' (27)

سوال1: ﴿وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا: ''یقیناً میں نے ہر متکبر سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لی ہے جو بھی حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا'' سیدنا موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ لے لی، آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا: یقیناً میں نے ہر متکبر سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لی ہے'' سیدنا موسیٰ نے اپنے رب کی پناہ لے لی۔

(2) ﴿مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''جو بھی حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا'' یعنی جو جزا کو اور حق کو نہ ماننے میں نے ان کے مقابلے میں اپنے رب کی پناہ لے لی۔

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کب یہ دُعا مانگی کہ میں اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ فرعون انہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو انہوں نے شر سے بچنے کے لیے یہ دُعا مانگی۔

سوال3: تکبر کرنے والا یوم حساب پر ایمان کیوں نہیں رکھتا؟

جواب: تکبر کرنے والا خود کو بڑا سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو کسی کے سامنے حساب کے لئے پیش کرنا خود کو چھوٹا بنانا ہے اس لیے ان دونوں کا بڑا گہرا تعلق ہے۔

سوال4: رسول اللہ ﷺ دشمن کے شر سے بچنے کے لئے کیا دعائیں کرتے تھے؟

جواب: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ﴾ ''اے اللہ ہم تجھ کو ان کے مقابلے میں کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔ (مسند احمد: 4/415)

رکوع نمبر 9

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۚ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ

بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾

''اور آلِ فرعون میں سے ایک مومن شخص نے جو اپنا ایمان چھپاتا تھا کہا: ''کیا تم ایک شخص کو صرف اس بات پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ میرا رب ہے؟ حالانکہ یقیناوہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جناب سے واضح دلائل لے کر آیا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اُس کا جھوٹ اُسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو اس میں سے تمہیں کچھ حصہ پہنچے گا جس کی وہ تمہیں دھمکی دیتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا، سخت جھوٹا ہو'' (28)

سوال1:﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۚ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اور آلِ فرعون میں سے ایک مومن شخص نے جو اپنا ایمان چھپاتا تھا کہا: ''کیا تم ایک شخص کو صرف اس بات پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ میرا رب ہے؟ حالانکہ یقیناوہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جناب سے واضح دلائل لے کر آیا ہے'' قبطی مومن کی حق گوئی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ﴾ ''اور ایک مومن شخص نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے۔

(2)﴿مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ ''آلِ فرعون میں سے'' فرعون کا چچازاد شمعان بھی تھا۔

(3)﴿يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ﴾ ''جو اپنا ایمان چھپاتا تھا'' جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا۔

(4)﴿اَتَقْتُلُوْنَ﴾ ''کیا تم قتل کر دو گے'' جو انہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے روکنے کے لیے یہ دلیل دے رہا تھا۔

(5)﴿رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ﴾ ''تم ایک شخص کو کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ میرا رب ہے؟ تم اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ اس شخص نے کہا: اللہ میرا رب ہے۔ (ایسر التفاسیر:1358,1359)

(6) یعنی تم ایسے شخص کے قتل کو کیوں جائز سمجھتے ہو؟ کیا اس کا یہی گناہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے!

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آلِ فرعون میں ایک تو یہ مرد ایمان دار تھا اور دوسرے فرعون کی بیوی ایمان لائی تھیں۔ تیسرا وہ شخص جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ سرداروں کا مشورہ تمہیں قتل کرنے کا ہو رہا ہے یہ اپنے ایمان کو چھپاتے رہتے تھے لیکن قتل موسیٰ کو سن کو ضبط نہ ہو سکا۔ اور یہی درحقیقت سب سے بہتر اور افضل جہاد ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انسان کلمہ حق کہہ دے۔ (ابن کثیر:460)

(8) سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ سخت معاملہ مشرکین نے کیا تھا؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اس نے آپ کا شانہ مبارک پکڑ کر آپ کی گردن

میں اپنا کپڑا لپیٹ دیا اور اس کپڑے سے آپ کا گلا بڑی سختی کے ساتھ گھونٹنے لگا۔ اتنے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور انہوں نے اس بدبخت کا مونڈھا پکڑ کر اسے نبی ﷺ سے جدا کیا اور کہا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کے پاس سے اپنی سچائی کے لئے روشن دلائل بھی ساتھ لایا ہے۔ (بخاری:4815)

(9) ﴿وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ حالانکہ یقیناوہ تمہارے پاس واضح دلائل لے کر آیا ہے'' یعنی وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس عصا اور ید بیضاء کا معجزہ لے کر آیا ہے۔

(10) ﴿مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''تمہارے رب کی جناب سے'' یعنی حق اس ذات کی طرف سے ہے جس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں۔

(11) مرد مومن نے دلیل دیتے ہوئے یہ بات کہی کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام تو تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں تو دلیل کا مقابلہ دلیل سے کرتے تو پھر پتہ چلتا کہ قتل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اب دلیل کے میدان میں وہ تمہیں نیچا دکھا چکا ہے اب اس کے قتل کو کیسے جائز قرار دو گے۔ مرد مومن نے ایسی بات کہی ہے جو ہر ایک کو مطمئن کرنے والی ہے۔

سوال 2: مرد مومن نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تجویز کو رد کرنے کے لیے کیا دلیلیں دیں؟

جواب: (1) مرد مومن نے کہا کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے۔

(2) اگر وہ جھوٹا ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے۔

(3) اگر وہ سچا ہو تو جس عذاب کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے وہ ضرور تم پر آ پڑے گا۔

سوال 3: مرد مومن نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ایمان کے بارے میں کیا وضاحت کی؟

جواب: مرد مومن نے وضاحت کی کہ وہ صرف اللہ کو رب نہیں کہتا بلکہ اس کے پاس اپنے موقف کے لیے مضبوط دلیلیں ہیں۔

سوال 4: ﴿وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ ''اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اُس کا جھوٹ اُسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو اس میں سے تمہیں کچھ حصہ پہنچے گا جس کی وہ تمہیں دھمکی دیتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا، سخت جھوٹا ہو'' اگر وہ سچا ہے تو عذاب آئے گا، جھوٹا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا﴾ ''اور اگر وہ جھوٹا ہے'' اگر یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

(2) ﴿فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ﴾ ''تو اُس کا جھوٹ اُسی پر ہے'' تو اس کے جھوٹ کا نقصان اسی کو ہے تمہیں اس کا کوئی وبال نہیں پہنچے گا۔

(3) ﴿وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا﴾ ''اور اگر وہ سچا ہے'' اگر وہ سچا ہے اور اس نے اپنے دعوے کے لیے دلائل بھی دیے ہیں اور دعوت قبول نہ کرنے

پر اس نے یہ وعید بھی سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں بھی عذاب دے گا اور آخرت میں جہنم کی آگ میں جلائے گا۔

(4)﴿يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ﴾ ''تو اس میں سے تمہیں کچھ حصہ پہنچے گا جس کی وہ تمہیں دھمکی دیتا ہے'' تو سچے کی وعید پوری ہوگی تمہیں دنیا میں بھی عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا مرد مومن نے ثابت کیا کہ دونوں لحاظ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قتل حماقت اور جہالت ہے۔

(5)﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا'' یعنی اللہ تعالیٰ راہ نمائی نہیں فرماتا۔

(6)﴿مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ﴾ ''اس شخص کو جو حد سے گزرنے والا'' جو ظلم اور زیادتی میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔

(7)﴿كَذَّابٌ﴾ ''سخت جھوٹا ہو'' جس نے زندگی جھوٹ پر گزاری ہو، جسے سچ کا پتہ ہی نہ ہو۔

(8) شرک اسراف میں سے ہے، کسی کا ناحق خون بہانا اسراف میں سے ہے اور یہ دونوں باتیں فرعون میں جمع تھیں (جامع البیان:57/24)

(9) یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے تو حق کی طرف راہ نمائی کی اس کے لیے دلائل دیے، وہ حد سے تجاوز کرنے والے اور کذاب نہیں ہیں۔

سوال 5: یہ بات مرد مومن نے کیوں کہی کہ اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے وہ تم پر آن پڑے گا؟

جواب: مرد مومن نے یہ بات اس لیے کہی کہ اگر وہ سچا ہے لیکن تم اس کی سچائی کے دلائل سے مطمئن نہیں ہو پھر بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے یعنی اسے نظر انداز کر دیں کیونکہ اگر وہ سچا ہے اور تم نے اسے تکلیف میں مبتلا کیا تو ممکن ہے وہ جن عذابوں سے ڈراتا ہے ان میں سے کوئی عذاب تم پر آ جائے۔

﴿يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا ۚ قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾

''اے میری قوم! آج تمہارے لیے بادشاہی ہے کہ زمین میں غالب ہو، سو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ہماری مدد کون کرے گا، اگر وہ ہم پر آ گیا؟'' فرعون نے کہا: ''میں تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جو میں رائے رکھتا ہوں اور میں تمہاری بھلائی کے راستے کی طرف ہی راہ نمائی کرتا ہوں'' (29)

سوال 1: ﴿يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا﴾ ''اے میری قوم! آج تمہارے لیے بادشاہی ہے کہ زمین میں غالب ہو، سو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ہماری مدد کون کرے گا، اگر وہ ہم پر آ گیا؟'' اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ہماری کون مدد کرے گا، مرد مومن کے قول کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ ''اے میری قوم! آج تمہارے لیے بادشاہی ہے'' مرد مومن نے اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے کہا: آج تمہاری بادشاہت ہے تمہارے نام کا سکہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر کرو۔

(2)﴿ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''کہ زمین میں غالب ہو'' تم مصر کی سرزمین پر اس کے باشندوں پر غالب ہو۔تم جو چاہتے ہو وہ قانون بنا کر نافذ کر دیتے ہو۔تمہیں بڑی عزت حاصل ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرو۔

(3)﴿فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا﴾ ''سو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ہماری مدد کون کرے گا، اگر وہ ہم پر آ گیا'' یعنی اگر تم نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ اگر عذاب آ گیا تو یہ لاؤ لشکر کسی کام نہیں آئیں گے۔

سوال 2:﴿قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ ''فرعون نے کہا: ''میں تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جو میں رائے رکھتا ہوں اور میں تمہاری بھلائی کے راستے کی طرف ہی راہ نمائی کرتا ہوں'' فرعون نے مرد مومن کی مخالفت کر دی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى﴾ ''فرعون نے کہا: ''میں تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جو میں رائے رکھتا ہوں'' فرعون نے مرد مومن کی مخالفت اور اس کی تردید کرتے ہوئے اس کے جواب میں کہا: میں تو تمہیں وہی مشورہ دیتا ہوں جو بھلائی مجھے اپنے لیے پسند ہے۔(2) فرعون نے اپنے لیے بھلائی اسی میں سمجھی کہ وہ اپنی قوم کو بے وقوف سمجھے تا کہ لوگ اس کے پیچھے چلیں اور اس کا اقتدار قائم رہے۔

(3) فرعون جانتا تھا کہ حق سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے، اسے یقین تھا لیکن اس نے انکار کر دیا جیسا کہ فرمایا:﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''ان کو نازل نہیں فرمایا مگر آسمانوں اور زمین کے پروردگار ہی نے، بصیرت (کا سامان ہیں)، اور اے فرعون! واقعی میں سمجھتا ہوں کہ تو یقینا ہلاک کیا ہوا ہے'' (بنی اسرائیل:102)﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے ان کا ظلم اور تکبر سے انکار کیا حالانکہ ان کے دل اس کا یقین کر چکے تھے پس آپ دیکھیں فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا!'' (النمل:14)

(4)﴿وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ ''اور میں تمہاری بھلائی کے راستے کی طرف ہی راہ نمائی کرتا ہوں'' فرعون نے اپنی رعایا کو دھوکہ دیا اور جھوٹ بولا کہ میں تمہیں صحیح راستہ بتا رہا ہوں، حق کا راستہ دکھا رہا ہوں۔اس کی احمق قوم نے فرعون کی بات کو سچ مان لیا اور اس کے آگے آگے سر جھکا دیا جیسا کہ فرمایا:﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ﴾ ''فرعون اور اس کے سرداروں کی جانب، تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم کسی طرح سے درست نہ تھا۔'' (ہود:97)

(5)﴿وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى﴾ ''اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور صحیح راہ نمائی نہ کی۔'' (طٰہٰ:79)

﴿وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ﴾

''اور جو شخص ایمان لایا اُس نے کہا: ''اے میری قوم! یقینا میں تم پر (سابقہ) گروہوں کے دن کی مانند سے ڈرتا ہوں'' (30)

سوال:﴿وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ﴾ ''اور جو شخص ایمان لایا اُس نے کہا: ''اے میری قوم! یقیناً میں تم پر (سابقہ) گروہوں کے دن کی مانند سے ڈرتا ہوں'' مردِ مومن نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا، آیت کی روشنی میں میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ﴾ ''اور جو شخص ایمان لایا اُس نے کہا'' مردِ مومن نے قوم کو سمجھاتے اور نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ﴾ ''اے میری قوم! یقیناً میں تم پر (سابقہ) گروہوں کے دن کی مانند سے ڈرتا ہوں'' مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر تم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا تو پچھلی قوموں کی طرح تم پر بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ آجائے۔ انہوں نے بھی جب انبیاء کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔

﴿مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ﴾

''قومِ نوح اور قومِ عاد اور قومِ ثمود اور اُن لوگوں کے حال کی مانند سے جو اُن کے بعد میں تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کسی طرح کے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا'' (31)

سوال1: ﴿مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ﴾ ''قومِ نوح اور قومِ عاد اور قومِ ثمود اور اُن لوگوں کے حال کی مانند سے جو اُن کے بعد میں تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کسی طرح کے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا'' قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود انبیاء کی تکذیب پر پکڑی گئیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ''قومِ نوح اور قومِ عاد اور قومِ ثمود اور اُن لوگوں کے حال کی مانند سے جو اُن کے بعد میں تھے'' جیسے تم سے پہلے کافروں کی عادت تھی وہ سب مثلاً قومِ نوح اور قومِ عاد اور قومِ ثمود اپنے کفر اور انبیاء کو جھٹلانے پر جمے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آگیا کس نے انہیں ہلاک کر دیا مجھے تمہارے بارے میں یہی ڈر لگتا ہے۔

(2)﴿وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کسی طرح کے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ کسی کو جرم اور گناہ کے بغیر نہیں پکڑتا تو دیکھ لو جرم واضح ہے اور گناہ تو سب کو معلوم ہی ہیں۔ یہ ہلاکت پچھلوں نے بھی خود بلائی تھی اور اب تمہارا بھی ایسا ہی حال ہے کہ تم سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا رہے ہو، ان کی مخالفت کر رہے ہو، بڑے گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہو یہ عذاب کو دعوت دینا ہی تو ہے جس کا مجھے تمہارے بارے میں ڈر ہے۔

﴿وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ﴾

''اور اے میری قوم! یقیناً میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں'' (32)

سوال: ﴿وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ﴾ ''اور اے میری قوم! یقیناً میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں'' مردِ مومن نے آخرت کے عذاب سے ڈرایا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيٰقَوْمِ﴾ ''اور اے میری قوم!'' مردِ مومن نے اپنی قوم کو دنیا کے عذاب سے ڈرانے کے بعد آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے کہا۔ (2) ﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ﴾ ''یقیناً میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں'' مجھے تمہارے بارے میں یومِ تناد یعنی قیامت کے دن کا ڈر ہے جب زمین میں صور پھونکنے کے بعد زلزلے آئیں گے تو لوگ بھاگیں اور ایک دوسرے کو پکاریں گے۔

(3) قیامت کے دن اہل جنت اہل جہنم کو پکاریں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ (۴۴) الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ (۴۵)﴾ ''جو وعدہ ہمارے ربّ نے ہم سے کیا تھا یقیناً ہم نے اس کو سچا پایا پھر کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہاں!'' پھر ایک پکارنے والا اُن کے درمیان میں پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے! جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے اور اُس میں کجی تلاش کرتے تھے اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے تھے۔'' (الاعراف 45,44)

(4) قیامت کے دن اہل جہنم اہل جنت کو پکاریں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاۗءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہا دو یا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے۔ وہ جواب دیں گے: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔'' (الاعراف:50)

(5) اہل جہنم، داروغہ جہنم کو پکاریں تو وہ انہیں جواب دے گا: ﴿اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ ''یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو'' (الزخرف:77)

(6) اور اہل جہنم اپنے رب کو پکاریں گے: ﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔'' (المومنون:107)

(7) مردِ مومن نے انہیں اس دن کا خوف دلایا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے شرک پر جمے رہے۔

﴿يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾

''جس دن تم پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگو گے، تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں'' (33)

سوال: ﴿يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''جس دن تم پیٹھ پھیرتے

ہوئے بھاگو گے، تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں''، تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ﴾ ''جس دن تم پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگو گے'' مردِ مومن نے اس دن کے عذابوں سے ڈراتے ہوئے کہا: اس دن تم چیخ وپکار میں پیٹھ پھیر کر بھاگو گے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب تمہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

(2)﴿مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ﴾ ''تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا'' یعنی تم اپنی طاقت سے اپنے آپ کو عذاب سے نہیں بچا سکو گے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہ ہوگا جو تمہیں عذاب سے نجات دے دے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ (۹) فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ (۱۰)﴾ جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ تو اُس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ ہی مددگار۔'' (الطارق:10,9)

(3)﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ ''اے گروہِ جنوں اور انس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے۔'' (الرحمن:33)

(4)﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں'' ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے فیصلوں میں عادل اور حکیم ہے۔ اگر اس نے تمہیں ہدایت نہ دی تو صاف ظاہر ہوگا کہ تم ہدایت کے لائق نہیں ہو۔ جس کو وہ ہدایت سے محروم کر کے گمراہ کردے اسے پھر کوئی ہدایت دینے والا نہیں جیسا کہ فرمایا:﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کردے تو وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔'' (الاعراف:178)

﴿وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے یوسف تمہارے پاس واضح دلائل کے ساتھ آیا تو تم اُس چیز کے بارے میں شک میں پڑے رہے جو وہ لے کر تمہارے پاس آیا، یہاں تک کہ جب اُس کی وفات ہوئی تو تم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُس کے بعد ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اُس شخص کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہو'' (34)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے یوسف تمہارے پاس واضح دلائل کے ساتھ آیا تو تم اُس چیز کے بارے میں شک میں پڑے رہے جو وہ لے کر تمہارے پاس

آیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام جو حق لے کر آئے تم اس کے بارے میں شک ہی کرتے رہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے یوسف تمہارے پاس واضح دلائل کے ساتھ آیا'' مردِ مومن نے کہا: اس سے پہلے سیدنا یوسف علیہ السلام مصریوں کے پاس کھلے دلائل لے کر آئے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ تم نے ان کی عظمت اور دبدبے کی وجہ سے اطاعت کی۔ تم نے نبی ہونے کی حیثیت سے ان کی اطاعت نہیں کی۔ (مختصر ابن کثیر:1767/2)

(2)﴿فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ﴾ ''تو تم اُس چیز کے بارے میں شک میں پڑے رہے جو وہ لے کر تمہارے پاس آیا'' یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام جو حق لے کر آئے تم اس میں شک کرتے رہے اس لیے نہ تم ایمان لائے نہ تم نے یقین کیا۔ (ایسر التفاسیر:1360)

سوال2:﴿حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ﴾ ''یہاں تک کہ جب اُس کی وفات ہوئی تو تم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُس کے بعد ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اُس شخص کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہو'' اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والے، شک کرنے والے کو گمراہ کر دیتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا﴾ ''یہاں تک کہ جب اُس کی وفات ہوئی تو تم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُس کے بعد ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا'' یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد تم نے کہا: اب اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول نہیں آئے گا۔ تم نے نہ زندگی میں ان کی نبوت کو تسلیم کیا، موت کے بعد سلسلہ نبوت کو ہی بند کر دیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہارا گمان باطل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول مبعوث کرتا ہے تاکہ وہ انہیں نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔(3)﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ اُس شخص کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہو'' اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والے، شک میں مبتلا ہونے والے کو گمراہ کر دیتا ہے، کیونکہ ایسے لوگ کسی چیز پر یقین نہیں کرتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر انبیاء کی صداقت اور ان کی رسالت پر شک کرتے ہیں۔

(4)﴿فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' (الصف:5)﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔'' (الانعام:110)

﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (تیسیر سعدی:2384,2384/3)

﴿الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ

﴿يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾

''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں بغیر کسی دلیل کے جو اُن کے پاس آئی ہو، جھگڑے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اہلِ ایمان کے نزدیک سخت ناراضگی کا باعث ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر، سرکش کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے''(35)

سوال1:﴿اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں بغیر کسی دلیل کے جو اُن کے پاس آئی ہو، جھگڑے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اہلِ ایمان کے نزدیک سخت ناراضگی کا باعث ہے'' بے دلیل جھگڑے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں بغیر کسی دلیل کے جو اُن کے پاس آئی ہو' رب العزت حد سے گزرنے والے شکی لوگوں کے طرزِ عمل کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ ان آیات میں جھگڑتے ہیں۔ جو حق اور باطل کا فرق واضح کرتی ہیں۔ وہ آیات کے واضح ہونے کے باوجود ان میں بے دلیل جھگڑے کرتے ہیں۔

(2)﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اللہ تعالیٰ کے اور اہلِ ایمان کے نزدیک سخت ناراضی کا باعث ہے'' یعنی جو لوگ باطل سے حق کو جھٹلاتے ہیں ان کا رویہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کے نزدیک بڑی سخت ناراضی کا باعث ہے۔

سوال2:﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر، سرکش کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ سرکش، تکبر کرنے والے کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ﴾ ''اسی طرح'' یعنی جیسے آلِ فرعون اور اس سے پہلے جھٹلانے والوں، تکبر کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگائی۔

(2)﴿يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ حق کو ٹھکرانے والے اور مخلوق کو حقیر سمجھنے والے متکبر اور ظلم کی انتہا کرنے والے جابروں کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔(3) جب مہر لگ جاتی ہے تو لوگ نہ اچھائی کو پہنچاتے ہیں، نہ برائی سے باز آتے ہیں۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ﴾

''اور فرعون نے کہا: ''اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا تاکہ میں راستوں تک پہنچوں''(36)

سوال:﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا تاکہ میں راستوں تک پہنچوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا فرعون نے مذاق اڑایا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ﴾ ''اور فرعون نے کہا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہوئے اور ان کی رب العالمین کا اقرار کرنے کی دعوت کو جھٹلاتے ہوئے فرعون نے کہا:(2)﴿يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا﴾ ''اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا'' فرعون نے سرکشی، ڈھٹائی اور تکبر کرتے ہوئے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لیے ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرو۔

(3)﴿لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ﴾ ''تا کہ میں راستوں تک پہنچوں'' تا کہ میں آسمان کے راستوں پر جا پہنچوں۔

﴿اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ﴾

''آسمانوں کے راستوں تک، پس میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں اور یقیناً میں اُسے جھوٹا خیال کرتا ہوں'' اور اس طرح فرعون کے لیے اُس کی بدعملی خوش نما بنا دی گئی اور وہ سیدھے راستے سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر محض تباہی میں تھی''(37)

سوال1:﴿اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾ ''آسمانوں کے راستوں تک، پس میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں اور یقیناً میں اُسے جھوٹا خیال کرتا ہوں'' فرعون سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا خیال کرتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ﴾ ''آسمانوں کے راستوں تک'' یعنی اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے فرعون نے کہا وہ راستے جو آسمان تک لے جائیں۔

(2)﴿فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ﴾ ''پس میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں'' یعنی میں عمارت کی چھت پر چڑھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو جھانک کر دیکھ لوں جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''اے اہل دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ، پھر میرے لیے محل بنوا دو تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں، اور یقیناً میں ضرور اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں۔'' (القصص:38) اس طرح اس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا مذاق اڑایا۔

(3)﴿وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾ ''اور یقیناً میں اُسے جھوٹا خیال کرتا ہوں'' میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس کے اس دعوے میں جھوٹا سمجھتا ہوں کہ ہمارا کوئی رب ہے اور وہ آسمانوں کے اوپر ہے مگر وہ چاہتا تھا کہ فرعون احتیاط سے کام لے کر معاملے کی خود خبر لے۔ (تفسیر سعدی:2386/3)

سوال2:﴿وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ﴾ ''اور اس طرح فرعون کے لیے اُس کی بدعملی خوش نما بنا دی گئی اور وہ سیدھے راستے سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر محض تباہی میں تھی'' فرعون کی

چال کا کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں تھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ﴾ ''اور اس طرح'' رب العزت نے فرعون کی سرکشی اور گمراہی کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ ہے وہ سبب جس نے اسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو جھٹلانے پر آمادہ کیا تھا۔

(2)﴿زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ﴾ ''فرعون کے لیے اُس کی بدعملی خوش نما بنا دی گئی'' شیطان اس کی بداعمالی کو سجاتا رہا، اس برے عمل کی طرف سے اسے دعوت دیتا رہا۔ اس عمل کو خوبصورت اور نیک عمل بنا کر اس کے سامنے پیش کرتا رہا حتیٰ کہ وہ اسے اچھا عمل سمجھنے لگا اور اس نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی اور اپنے اس عمل کے بارے میں اس طرح مناظرہ کرنے لگا جس طرح حق پرست مناظرہ کرتے ہیں، حالانکہ وہ سب سے بڑا مفسد تھا۔

(3)﴿وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور راہ راست سے روک دیا گیا'' اس باطل کے سبب سے، جو اس کے سامنے مزین کیا گیا تھا، راہ حق سے روکا گیا۔ (تیسیر سعدی:3/2386) (4)﴿وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ﴾ ''اور فرعون کی تدبیر محض تباہی میں تھی'' یعنی فرعون نے حق کے خلاف چال چلی اور لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ اس کا موقف درست اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ رسالت باطل ہے۔

(5) یہ چال دنیا اور آخرت میں خسارے کا باعث بنی۔ (6) اس چال کا کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں تھا۔

رکوع نمبر 10

﴿وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾

''اور جو شخص ایمان لایا تھا اُس نے کہا: ''اے میری قوم! تم میری پیروی کرو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا'' (38)

سوال 1:﴿وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ ''اور جو شخص ایمان لایا تھا اُس نے کہا: ''اے میری قوم! تم میری پیروی کرو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا'' مرد مومن نے اپنی قوم کو نصیحت کی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ﴾ ''اور جو شخص ایمان لایا تھا اُس نے کہا'' مرد مومن نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

(2)﴿يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ ''اے میری قوم! تم میری پیروی کرو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا'' اس نے واضح کیا کہ ہدایت کا راستہ وہ نہیں ہے جو فرعون بتاتا ہے۔ میری پیروی کرو میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی شریعت کی اتباع کا راستہ دکھاتا ہوں۔ فرمایا:﴿وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اُس نے کہا: ''اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو۔'' (یٰس:20)

(3)﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔ پھر ابراہیم

کے دین کی پیروی کرو جو یکسو تھا اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔" (آل عمران:95)

(4)﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ "اور پیروی کرو سب سے اچھی بات کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ اچانک تم پر عذاب آ جائے اور تم سمجھتے ہی نہ ہو۔" (الزمر:55)

(5)﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾ "اے میرے ابا جان! بلاشبہ میرے پاس یقیناً وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا چنانچہ آپ میرے پیچھے چلیں، میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔" (مریم:43)

سوال 2: مرد مومن کی طرح فرعون نے بھی یہ بات کہی تھی کہ میں سیدھے راستے کی طرف آپ کی راہ نمائی کروں گا، دونوں کے دعوے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: فرعون کا دعویٰ درست نہ تھا کیونکہ وہ بھٹکا ہوا تھا اور مرد مومن اسی راستے کی طرف بلا رہا تھا جس کی طرف سیدنا موسیٰ علیہ السلام دعوت دے رہے تھے اس لئے وہ سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کر رہا تھا۔

﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾

"اے میری قوم! یقیناً یہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا فائدہ ہے اور یقیناً ابدی قیام کا گھر تو آخرت ہی ہے" (39)

سوال 1: ﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾ "اے میری قوم! یقیناً یہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا فائدہ ہے اور یقیناً ابدی قیام کا گھر تو آخرت ہی ہے" دار قرار تو آخرت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ﴾ "اے میری قوم! یقیناً یہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا فائدہ ہے" اے میری قوم! یقیناً یہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا فائدہ ہے۔ دنیا کی زندگی ایک متاع ہے جس کی نعمتوں سے بہت کم فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، پھر یہ متاع مضمحل ہو کر منقطع ہو جائے گی، اس لیے یہ متاع دنیا تمہیں ان مقاصد کے بارے میں دھوکے اور فریب میں نہ ڈال دے جن کے لیے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2386/3)

(2)﴿وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾ "اور یقیناً ابدی قیام کا گھر تو آخرت ہی ہے" دنیا تو فنا کا گھر ہے۔ ہمیشہ کا گھر تو آخرت کا ہے اس لئے دار البقا کے لئے عمل کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے۔ آخرت کے لئے عمل کرو وہ اعمال تمہیں ابدی سعادت تک پہنچائیں گے۔ (3) سچی دعوت کی بنیاد یہی تصور ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان باقی رہنے والی دنیا کے لئے کام کرتا ہے اور ایک گھڑی کی زندگی کے لئے اپنے آپ کو ضائع نہیں کرتا۔

سوال2: مردمومن نے دنیا کی فانی اور آخرت کے باقی ہونے کا شعور کیوں دلایا؟

جواب: سچی دعوت کی بنیاد یہی تصور ہے۔اسی کی وجہ سے انسان باقی رہنے والی دنیا کے لئے کام کرتا ہے اور ایک گھڑی کی زندگی کے لئے اپنے آپ کو ضائع نہیں کرتا۔

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''جس نے برا عمل کیا تو وہ اُس کے برابر ہی بدلہ پائے گا اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت مگر وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اُس میں اُنہیں بے حساب رزق دیا جائے گا'' (40)

سوال1: ﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ ''جس نے برا عمل کیا تو وہ اُس کے برابر ہی بدلہ پائے گا'' برائی کا بدلہ برابر کی برائی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً﴾ ''جس نے برا عمل کیا'' جس نے گناہ، شرک، کفر، ظلم یا فسق کا ارتکاب کیا۔

(2) ﴿فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ ''تو وہ اُس کے برابر ہی بدلہ پائے گا'' اللہ تعالیٰ اس برائی پر اسے برابر کا بدلہ دے گا یعنی صرف اسی کی سزا دے گا جو اس نے برائی کی ہے۔اس کی مطابق ہی عذاب دے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا۔﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں تو برائی کا بدلہ اُس جیسا ہی ہوتا ہے۔اور اُن پر رسوائی چھائی ہوگی۔کوئی اُن کو اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوگا۔گویا اُن کے چہرے سیاہ رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے ہوں۔یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (یونس:27)

(4) ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہے۔پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔یقیناوہ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا۔'' (الشوریٰ:40)

(5) یہ اللہ رب العزت کا عدل ہے۔

سوال2: ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت مگر وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اُس میں اُنہیں بے حساب رزق دیا جائے گا'' نیکی کا صلہ بے حساب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى﴾''اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت''یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے گا،اس کے وعدوں اور وعیدوں پر یقین رکھے گا۔اس کی ملاقات اور اعمال کی جزا سزا پر یقین رکھے گا۔اس کی ملاقات اور اعمال کی جزا سزا پر یقین رکھے گا۔اللہ تعالیٰ پر توکل،اس سے محبت،اس کی خشیت،اس کا خوف،اس سے امید رکھے گا،اس کے لیے مصیبتوں پر صبر اور نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے،اس کے حلال وحرام کی پابندی کرے اس کی عبادت میں اخلاص کے لیے کوشش کرے اس کی یاد کے لیے صدقہ،اس کے لیے قربانی کرے،اس کی شریعت پر چلے۔

(2)﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾''مگر وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے،اُس میں اُنہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔''یعنی ایسے ایمان والے کو بے حساب صلہ یعنی اجر وثواب دیا جائے گا۔انہیں جنت میں داخل کر کے رب العزت ان پر مہربانیاں فرمائیں گے اور نیکی کا ثواب کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں مقدر کر دی ہیں اور پھر انہیں صاف صاف بیان کر دیا ہے پس جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مکمل نیکی کا بدلہ لکھا ہے اور اگر اس نے ارادہ کے بعد اس پر عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنے یہاں دس گنا سے سات سو گنا تک نیکیاں لکھی ہیں اور اس سے بڑھا کر اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنے یہاں ایک نیکی لکھی ہے اور اگر اس نے ارادہ کے بعد اس پر عمل بھی کر لیا تو اپنے یہاں اس کے لیے ایک برائی لکھی ہے۔''(بخاری:6491)

(4)﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہے۔اور جو برائی لے کر آئے گا تو اس کو بس اس کے برابر بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(الانعام:160)

﴿وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ﴾

''اور اے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو؟''(41)

سوال1:﴿وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ﴾''اور اے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو؟''دعوت نجات اور دعوت ہلاکت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ﴾''اور اے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں''یعنی میں تمہیں دنیا اور آخرت کے خسارے سے بچانا چاہتا ہوں اور یہ ایمان،عمل صالح،شرک اور نافرمانیوں کو چھوڑنے سے ہے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور تمام انسانوں کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی ہو۔ پھر پروانے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے ہوں۔ (بخاری:3426)

(3)﴿وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ﴾ اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو؟'' اور تم مجھے شرک اور کفر کے ذریعے آگ کی طرف بلاتے ہو۔

﴿تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ''تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے کفر کروں اور اُس کے ساتھ اُن کو شریک بناؤں جن کا مجھے علم نہیں۔ (ایسر التفاسیر:1363)

(4) میں تمہیں نجات کی دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے آگ کی ہلاکت کی دعوت دیتے ہو۔

سوال 2: مرد مومن نے اپنی اور اپنی قوم کی دعوت کے فرق کو کیسے واضح کیا؟

جواب: (1) مرد مومن نے واضح کیا کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے اور شرک کی دعوت دے رہے ہو اور میں تمہیں غالب اور بخشنے والے معبود کی طرف بلا رہا ہوں۔

(2) تم مجھے جس طرف بلا رہے ہو نہ دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے نہ آخرت میں، اور ہم نے لوٹنا تو اللہ ہی کی طرف ہے۔

(3) مرد مومن نے کہا کہ تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو اور میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں۔

﴿تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ﴾

''تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے کفر کروں اور اُس کے ساتھ اُن کو شریک بناؤں جن کا مجھے علم نہیں حالانکہ میں تمہیں سب پر غالب، بے حد بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں'' (42)

سوال: ﴿تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ﴾ ''تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے کفر کروں اور اُس کے ساتھ اُن کو شریک بناؤں جن کا مجھے علم نہیں حالانکہ میں تمہیں سب پر غالب، بے حد بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں'' دعوت الی اللہ اور دعوت کفر و شرک، کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ''تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے کفر کروں اور اُس کے ساتھ اُن کو شریک بناؤں جن کا مجھے علم نہیں'' تم مجھے دعوت دیتے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کروں اور کفر کروں جس کے لیے میرے پاس کوئی دلیل نہیں، جس کا مجھے علم نہ ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ کے بارے میں بلا علم بات کہنا سب سے بڑا اور انتہائی گھناؤنا گناہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2387/3)

(3) ﴿وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ﴾ ''حالانکہ میں تمہیں سب پر غالب، کی طرف بلاتا ہوں'' جو سب پر غالب ہے، ساری قوتوں کا مالک

ہے اور اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔

(4)﴿اَلْغَفَّارِ﴾ ''بے حد بخشنے والے کی طرف'' میں تمہیں اس رب کی طرف بلاتا ہوں جو برائیوں اور گناہوں کو بخش دیتا ہے، انہیں مٹا دیتا ہے۔ اور اس کی دنیاوی اور اخروی سزا سے بچا لیتا ہے۔

﴿لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾

''کوئی شک نہیں کہ یقیناً جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو اُس کے لیے نہ ہی دنیا میں دعوت ہے اور نہ ہی آخرت میں اور یقیناً ہم سب کو پلٹنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے، اور یقیناً حد سے گزرنے والے، وہی آگ والے ہیں'' (43)

سوال 1: ﴿لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ ''کوئی شک نہیں کہ یقیناً جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو اُس کے لیے نہ ہی دنیا میں دعوت ہے اور نہ ہی آخرت میں اور یقیناً ہم سب کو پلٹنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے، اور یقیناً حد سے گزرنے والے، وہی آگ والے ہیں۔'' خود ساختہ معبودوں کے لیے نہ دنیا میں دعوت ہے، نہ آخرت میں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَا جَرَمَ﴾ ''کوئی شک نہیں'' ﴿اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ﴾ ''یقیناً جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو'' جس ہستی کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ (3)﴿لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ﴾ ''اُس کے لیے نہ ہی دعوت ہے'' اس کی مستحق نہیں کہ ان کی طرف دعوت دی جائے یا ان کی پناہ لینے کے لیے رغبت دلائی جائے۔

(4)﴿فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ﴾ ''نہ ہی دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں'' یعنی نہ تو دنیا میں اس قابل ہیں کہ انہیں پکارا جائے، نہ وہ کسی کو نفع یا نقصان دے سکتے ہیں۔ نہ آخرت میں انہیں کسی قسم کا کوئی اختیار ہے۔ نہ وہ اپنے پکارنے والوں کے کچھ بھی کام آ سکتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ۝﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔ اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف: 6,5)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ﴾ ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سنیں بھی تو تمہاری درخواست قبول نہیں

کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا۔" (فاطر:14)

سوال 2: ﴿وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ "اور یقیناً ہم سب کو پلٹنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے، اور یقیناً حد سے گزرنے والے، وہی آگ والے ہیں" لوٹ کر تو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ﴾ "اور یقیناً ہم سب کو پلٹنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے" مرد مومن نے کہا اے میری قوم ہم سب نے لوٹ کر تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ تو واجب ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں، اس کی عبادت کریں، اس کو ایک مانیں ہمیشہ ہمارا رجوع اسی کی طرف ہونا چاہیے۔

(2) جب ہم لوٹ کر جائیں گے تو وہ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا۔

(3) ﴿وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ "اور یقیناً حد سے گزرنے والے، وہی آگ والے ہیں" یعنی وہ لوگ جنہوں نے کفر میں، شرک میں اور نافرمانیوں میں اسراف کیا وہی آگ والے ہیں۔ کہ وہ آگ سے جدا ہوں گے، نہ آگ ان سے جدا ہوگی۔ (ایسر التفاسیر:1563)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے دائمی جہنمی ہیں۔

سوال 2: حد سے گزر جانے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ اور ان کا انجام کیا ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد کافر اور مشرک ہیں جو نافرمانیوں میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔

(2) گناہ گار مسلمان جن کی نافرمانیاں حد سے تجاوز کر جائیں گی انہیں بھی کچھ عرصہ جہنم کی سزا بھگتنی ہوگی۔

﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾

"چنانچہ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں جلد ہی تم یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے" (44)

سوال: ﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ "چنانچہ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں جلد ہی تم یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے" تمہیں میری نصیحت یاد آئے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ﴾ "چنانچہ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں جلد ہی تم یاد کرو گے" مرد مومن نے کہا کہ وہ وقت دور نہیں جب تم میری خیر خواہی کو یاد کرو گے جب تم پر میری نصیحت کی حقیقت کھل جائے گی اور میں جن باتوں سے تمہیں روکتا ہوں اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ تب تم اپنے اعمال پر نادم ہو گے لیکن ندامت کام نہیں آئے گی۔

(2)﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَی اللّٰهِ﴾ ''اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں'' میں اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔ میں اسی سے مدد چاہتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ وہ مجھے ہر شر سے، ہر ضرر سے بچالے گا۔

(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی معاملات کو جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے کون ہدایت کے قابل ہے اور کسے گمراہ کرنا ہے۔ کون فرماں بردار ہے جو بہترین ثواب کا مستحق ہے اور کون نافرمان ہے جو سزا کا مستحق ہے۔ (جامع البیان:68/24) (4) وہ مجھے تمہارے شر سے بچالے گا اور میرے لیے کافی ہوگا۔

﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾

''تو اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو برے نتائج سے بچالیا جو انہوں نے تدبیریں کیں اور آلِ فرعون کو بُرے عذاب نے گھیر لیا'' (45)

سوال 1:﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو برے نتائج سے بچالیا جو انہوں نے تدبیریں کیں اور آلِ فرعون کو بُرے عذاب نے گھیر لیا'' اللہ تعالیٰ نے مردِ مومن کو بچا لیا اور آلِ فرعون کو گھیر لیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو برے نتائج سے بچالیا جو انہوں نے تدبیریں کیں'' رب العزت نے مردِ مومن کو ان کے شر سے بچالیا اس کے ایمان اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی وجہ سے اسے غرق ہونے سے بچالیا۔

(2) قوت والے اللہ تعالیٰ نے اس توفیق یافتہ مردِ مومن کو فرعون اور آلِ فرعون کی سازشوں سے بچالیا جو انہوں نے اس کو ہلاک کرنے کے لیے کی تھیں کیونکہ اس نے ان کے سامنے ایسے امور کا اظہار کیا تھا جو انہیں ناپسند تھے، ان کے سامنے وہی دعوت پیش کی جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پیش کی تھی۔ یہ ایک ایسا معاملہ تھا جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے اس وقت طاقت اور اقتدار ان کے پاس تھا اور اس نے ان کو سخت غضب ناک کر دیا تھا، چنانچہ انہوں نے اس کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھا، ان کی سازشیں اور منصوبے انہی پر الٹ گئے۔ (تفسیر سعدی:2388/3)

(3)﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾ ''اور آلِ فرعون کو بُرے عذاب نے گھیر لیا'' آلِ فرعون کو رب العزت نے برے عذاب میں مبتلا کیا۔ سب کو سمندر میں غرق کر دیا۔﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ﴾ ''پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا۔ پھر اُن کو سمندر کے پانی نے ڈھانپ لیا جیسا کہ ڈھانپ لیا۔'' (طٰہٰ:78)

﴿كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ﴾ ''آلِ فرعون اور ان سے پہلے لوگوں کے معاملے کی طرح اُنہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے اُن کو اُن کے

گناہوں کی وجہ سے ہلاک کیا۔اور ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا اور یہ سب لوگ ظالم تھے۔" (الانفال:54)

سوال 2: فرعون پر کون سا برا عذاب ٹوٹا؟

جواب: (1) دنیا میں سمندر میں غرقابی۔ (2) آخرت میں جہنم کا عذاب۔

﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾

"آگ ہے، جس پر وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) آلِ فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو" (46)

سوال: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ "آگ ہے، جس پر وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) آلِ فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو" آلِ فرعون کو برزخ میں صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ "آگ ہے، جس پر وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں" آلِ فرعون کو صبح وشام برزخ میں آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(2) یعنی صبح وشام ان کی روحوں پر قیامت تک جہنم پیش ہوتی رہے گی اور قیامت کے دن ان کی روحیں معہ اجسام کے جہنم میں اکٹھی ہو جائیں گی اور ان پر سخت ترین عذاب ہوگا معلوم ہوا عذاب قبر برحق ہے کیونکہ آیت مکی ہے اس میں کافروں کے عذاب قبر کا ثبوت ہے جس کی وجہ سے یہ لازم نہیں کہ مومنوں کو بھی گناہوں کی وجہ سے عذاب قبر ہو۔ البتہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ مومنوں کے بارے میں ہجرت کے بعد علم ہوا کہ انہیں بھی عذاب قبر بعض گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں ایک یہودی عورت کے ساتھ کچھ سلوک کرتی تو وہ مجھے یہ دعا دیتی اللہ تعالیٰ تمہیں قبر کے عذاب سے بچائے ایک دن میں نے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے پوچھا کیا قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے فرمایا کون کہتا ہے میں نے یہودیہ کا حوالہ دیا فرمایا جھوٹ بولتا ہے یہودی اکثر جھوٹی باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں قیامت سے پہلے عذاب نہیں پھر کچھ دن گزرنے کے بعد آپ ایک دن میں عین دوپہر کو تشریف لائے چادر میں لپٹے ہوئے تھے آنکھیں سرخ تھیں اور بلند آواز سے فرما رہے تھے کہ لوگوں اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح قبر ہے جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمھیں بھی معلوم ہو جائے تو ہنسنا چھوڑ دو اور روتے ہی رہو لوگو اللہ تعالیٰ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو یاد رکھو عذاب قبر برحق ہے۔

(مختصر ابن کثیر: 2/1770)

(7) ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ "اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) آلِ فرعون کو سخت

عذاب میں داخل کرو۔'' جب قیامت آئے گی تو رب العزت حکم دیں کہ آل فرعون کو شدید عذاب میں لے جاؤ۔ ایسی ہی سزائیں رسولوں کو جھٹلانے والوں کو دی جائیں گی۔

﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ﴾

''اور جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑے کریں گے تو کمزور لوگ اُن لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے: ''یقیناً ہم تمہارے پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹانے والے ہو؟''(47)

سوال: ﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ﴾ ''اور جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑے کریں گے تو کمزور لوگ اُن لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے ''یقیناً ہم تمہارے پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹانے والے ہو؟'' جہنم میں اہل جہنم کے جھگڑے کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے جہنم میں اہل جہنم کے جھگڑے کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے ﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ﴾ ''اور جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑے کریں گے'' دوزخ میں یہ جھگڑے سرداروں اور پیروکاروں کے درمیان ہوں گے۔

(2) ﴿فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا﴾ ''تو کمزور لوگ اُن لوگوں سے کہیں گے'' پیروکار کہیں گے۔

(3) ﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا﴾ ''جو بڑے بنے ہوئے تھے'' اپنے تکبر کرنے والے قائدین سے کہیں گے جنہوں نے انہیں گمراہ کیا تھا۔

(4) ﴿اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا﴾ ''یقیناً ہم تمہارے پیچھے چلنے والے تھے'' ہم تو تمہارے پیچھے چلنے والے تھے۔ تم نے ہمیں گمراہ کیا اور ہمارے سامنے شرک اور گناہوں کو آراستہ کر کے پیش کیا۔

(5) ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ﴾ ''تو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹانے والے ہو؟'' کیا تم دوزخ کے خوف ناک عذاب کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو۔

﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ﴾

جو لوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے: ''یقیناً ہم سب اس میں پڑے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان بلاشبہ فیصلہ کر چکا ہے''(48)

سوال:﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ﴾ ''جولوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے: ''یقیناً ہم سب اس میں پڑے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان بلاشبہ فیصلہ کر چکا ہے'' سردار کہیں گے فیصلہ ہو چکا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا﴾ ''جولوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے'' تکبر کرنے والے سردار خود کو بے بس محسوس کر کے جواب دیں گے۔(2)﴿اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ﴾ ''یقیناً ہم سب اس میں پڑے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان بلاشبہ فیصلہ کر چکا ہے'' ہم سب عذاب میں ہیں۔ ہر ایک کے لیے عذاب کا اپنا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے اب اس میں کوئی تبدیل نہیں آئے گی۔

(3)یعنی رب العزت نے نیک اعمال والوں کو جو ایمان لائے تقویٰ اختیار کیے ہوئے تھے۔ انہیں جنت میں اور اہل شرک اور نافرمانیاں کرنے والوں کو آگ میں بھیجا ہے۔

(4)اور یہ سب لوگ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ یقیناً ہم تمہارے پیروکار تھے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے ہمارے کچھ بھی کام آسکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہوتی تو ہم تمہیں بھی ہدایت دیتے۔ ہمارے لیے یکساں ہے کہ ہم بے قرار ہوں یا صبر کریں۔ ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔(ابراہیم:21)

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ﴾

''اور جولوگ آگ میں ہوں گے وہ جہنم کے نگہبانوں سے کہیں گے: ''تم اپنے رب سے درخواست کرو کہ وہ ہمارے عذاب میں سے ایک دن کی تخفیف کر دے''(49)

سوال:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ﴾ ''اور جولوگ آگ میں ہوں گے وہ جہنم کے نگہبانوں سے کہیں گے: ''تم اپنے رب سے درخواست کرو کہ وہ ہمارے عذاب میں سے ایک دن کی تخفیف کر دے'' ہمارے عذاب میں ایک دن کی تخفیف کر دی جائے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ﴾ ''اور جولوگ آگ میں ہوں گے وہ جہنم کے نگہبانوں سے کہیں گے'' اہل دوزخ جو تکبر کرنے والے تھے محافظوں سے کہیں گے۔

(2)﴿ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ﴾ ''تم اپنے رب سے درخواست کرو کہ وہ ہمارے عذاب میں سے ایک دن کی

تخفیف کردے'' تم ہمارے لیے ایک دن کے عذاب کی تخفیف کی درخواست کردو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی ہے۔ پھر نہ اُن کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ وہ مدد دیے جائیں گے۔''

(البقرہ:86) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے انکار کیا، اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ نہ اُن کا خاتمہ کیا جائے گا کہ پھر وہ مرجائیں اور نہ اُن کے لیے جہنم کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر کفر کرنے والے کو۔'' (فاطر:36)

﴿قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾

''وہ کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلیلیں لے کر نہیں آئے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں!'' وہ کہیں گے: ''پھر تم ہی دُعا کرو۔'' اور کافروں کی دُعا تو بے کار ہی ہے۔'' (50)

سوال: ﴿قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ''وہ کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلیلیں لے کر نہیں آئے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں!'' وہ کہیں گے: ''پھر تم ہی دُعا کرو۔'' اور کافروں کی دُعا تو بے کار ہی ہے۔'' کیا رسول واضح دلائل لے کر نہیں آئے تھے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا﴾ ''وہ کہیں گے'' جہنم کے محافظ انہیں ڈانٹیں گے اور شرمندہ کرنے کے لیے سوال کریں گے۔

(2) ﴿اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلیلیں لے کر نہیں آئے تھے؟'' کیا تمہارے پاس رسول واضح دلائل لے کر نہیں آئے تھے جن سے انہوں نے تم پر واضح کیا تھا کہ کون سے کام اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں؟ اور کون سے کاموں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے؟

(3) ﴿قَالُوْا بَلٰى﴾ ''وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں!'' وہ جواب دیں گے کیوں نہیں آئے تھے۔ مگر ہم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور حق سے دشمنی رکھی اور ہم پر حجت تمام ہوگئی۔

(4) ﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے'' جہنم کے محافظ جواب دیں گے۔

(5) ﴿فَادْعُوْا﴾ ''پھر تم ہی دُعا کرو'' تم خود ہی دعائیں کرو۔

(6)﴿وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ''اور کافروں کی دُعا تو بے کار ہی ہے'' یعنی کافروں کی دعا تو کبھی قبول ہونے والی نہیں ہے، کیونکہ کفر دعا کی قبولیت کے راستے میں حائل ہو جاتا ہے۔

(7)''سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنمیوں پر بھوک مسلط کر دی جائے گی اور یہ عذاب کے برابر ہو جائے گی جس سے وہ دوچار ہوں گے، لہٰذا وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ﴿ضریع﴾ (خاردار پودا) کے کھانے سے کی جائے گی جو نہ انہیں موٹا کرے گا اور نہ ان کی بھوک ختم کرے گا، پھر وہ دوبارہ کھانے کی فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی گلے میں اٹکنے والے کھانے سے کی جائے گی، پھر وہ یاد کریں گے کہ دنیا میں انکے ہوئے نوالے کو پانی کے ذریعہ نگلتے تھے، چنانچہ وہ پانی کی فریاد کریں گے اور ان کی فریاد رسی ﴿حمیم﴾ (جہنمیوں کے مواد) سے کی جائے گی جو لوہے کے برتنوں میں دیا جائے گا جب مواد ان کے چہروں سے قریب ہوگا تو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور جب ان کے پیٹ میں جائے گا تو ان کے پیٹ کے اندر جو کچھ ہے اسے کاٹ ڈالے گا، وہ کہیں گے: جہنم کے داروغہ کو بلاؤ، داروغہ کہیں گے: کیا تمہارے پاس رسول روشن دلائل کے ساتھ نہیں گئے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، داروغہ کہیں گے: پکارتے رہو، کافروں کی پکار بیکار ہی جائے گی''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہنمی کہیں گے: مالک کو بلاؤ اور کہیں گے: اے مالک! چاہیئے کہ تیرا رب ہمارا فیصلہ کر دے (ہمیں موت دیدے)''، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کو مالک جواب دے گا: تم لوگ (ہمیشہ کے لیے) اسی میں رہنے والے ہو''۔ اعمش کہتے ہیں: مجھ سے بیان کیا گیا کہ ان کی پکار اور مالک کے جواب میں ایک ہزار سال کا وقفہ ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہنمی کہیں گے: اپنے رب کو پکارو اس لیے کہ تمہارے رب سے بہتر کوئی نہیں ہے، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے اوپر شقاوت غالب آ گئی تھی اور ہم گمراہ لوگ تھے، اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال دے اگر ہم پھر ویسا ہی کریں گے تو ظالم ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ انہیں جواب دے گا: پھٹکارے ہوتم پر اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو''، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت وہ ہر خیر سے محروم ہو جائیں گے اور اس وقت گدھے کی طرح رینکنے لگیں گے اور حسرت و ہلاکت میں گرفتار ہوں گے۔'' (ترمذی:2586)

(8)﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اُس کے محافظ اُن سے کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس خود تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے اور تمہیں تمہارے اُس دن کی ملاقات سے ڈراتے؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! مگر عذاب کا فیصلہ کافروں پر چسپاں ہو گیا۔'' (الزمر:71)

رکوع نمبر 11

﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾

''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے'' (51)

سوال 1: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے'' اللہ والوں کی غیبی امداد کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی'' رب العزت نے رسولوں کے بارے میں اپنی سنت سے آگاہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتے ہیں، ایمان اور یقین سے، دلیل اور برہان سے، اور کافروں پر ان کو غلبہ دے کر، ان کی نصرت کر کے ان کی مدد کرتے ہیں۔

(2) ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا دنیا میں مدد کرنے سے مراد ہے دلیل برہان سے مدد کرنا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا غلبہ عطا کرنا مراد ہے۔ بیضاوی نے کہا اگرچہ کبھی کافروں کو بھی غلبہ عطا کیا گیا لیکن اعتبار انجام و مال اور کثرت کا ہے۔ (تفسیر مظہری: 164/10)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر اُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، اُن کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے۔'' (البقرہ: 214)

(4) ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تھے پھر وہ اُن کے پاس واضح نشانیاں لائے تھے تو ہم نے اُن سے انتقام لیا جنہوں نے جُرم کیا اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔'' (الروم: 47)

(5) ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اُس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی

ہیں۔'' (الانعام:34)

(6)﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مومنوں کے ذریعے آپ کو قوت دی۔'' (الانفال:62)

(7) جس وقت فارس وروم میں جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور کفار چاہتے تھے کہ فارسی غالب آجائیں کیونکہ فارسی مشرک تھے اور مسلمان چاہتے تھے کہ رومی غالب آجائیں کیونکہ رومی بہرحال اللہ تعالیٰ پر پیغمبروں پر، آسمانی کتابوں پر، اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کے دعویدار تھے لیکن غلبہ فارسیوں کو حاصل ہوتا جارہا تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری نازل فرمائی کہ چند برس بعد رومی غالب آجائیں گے، لیکن اسی ایک بشارت پر اکتفانہ کیا بلکہ اس ضمن میں یہ بشارت بھی نازل فرمائی کی رومیوں کے غلبے کے وقت اللہ تعالیٰ مومنین کی بھی خاص مدد فرمائے گا جس سے وہ خوش ہوجائیں گے، چنانچہ ارشاد ہے﴿وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ﴾ ''یعنی اس دن اہل ایمان بھی اللہ تعالیٰ کی (ایک خاص) مدد سے خوش ہوجائیں گے۔'' (الروم:4،5) (اور آگے چل کر اللہ تعالیٰ کی یہ مدد جنگ بدر کے اندر حاصل ہونے والی عظیم کامیابی اور فتح کی شکل میں نازل ہوئی۔) (الرحیق المختوم:177)

(8)﴿وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے'' یعنی آخرت میں بھی ان کی مدد فرمائیں گے جب فرشتے گواہ بن کر کھڑے ہوں گے کہ رسولوں نے پیغام پہنچایا تھا اور کافروں نے جھٹلایا تھا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ رسولوں اور ایمان والوں کی مدد دنیا کی زندگی میں کرتے ہیں۔ اس کی مثالیں دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مشیت کے تحت عارضی طور پر بعض اوقات کفار کو غلبہ دیتے ہیں لیکن بالآخر اہل ایمان ہی کامیاب ہوتے ہیں۔ (1) جیسے سیدنا یحییٰ اور زکریا علیہما السلام کے قاتلوں پر بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو غلبہ دے دیا جنہوں نے ان کو ذلیل ورسوا کیا۔ (2) یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو ان پر غلبہ دیا جنہوں نے انہیں خوب رسوا کیا۔

(3) رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی ہجرت پر مجبور ہوئے لیکن غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب، غزوہ خیبر اور پھر فتح مکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اہل ایمان کو غلبہ عطا فرمایا۔

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ﴾

''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا'' (52)

سوال1: ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ﴾ ''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ﴾ ''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی'' اس دن ان کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔کوئی معذرت فائدہ نہیں دے گی جیسا کہ فرمایا:﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ ''پھر ان کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے'' (الانعام:23)

(2)﴿وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ ''اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کی جنت سے دوری ہوگی۔

(3)﴿وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ ''اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا'' یعنی آخرت میں انہیں شدید عذاب ہوگا۔

سوال2: قیامت کے دن معذرت کیوں نہ فائدہ دے گی؟

جواب: قیامت کے دن معذرت کا فائدہ اس لئے نہیں ہوگا کہ وہ معذرت کی جگہ نہیں۔اس لئے ہر معذرت بے اثر رہ جائے گی۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنا دیا'' (53)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنا دیا'' بنی اسرائیل کو رب العزت نے کتاب کا وارث بنا دیا، آیت کی روشنی میں کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی'' رب العزت نے واضح فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت عطا فرمائی۔(2) ہدایت سے مراد نفع مند علم 'وحی' ہے جسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے۔

(3)﴿وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنا دیا'' رب العزت نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو کتاب یعنی تورات کا وارث بنا دیا جس میں عقل مندوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کس کتاب کا وارث بنایا؟

جواب(1): اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا جو ان کے بعد بھی باقی رہی۔

(2) کتاب سے مراد وہ کتابیں بھی ہوسکتی ہیں جو بنی اسرائیل کے پیغمبروں پر نازل ہوئیں ان کا وارث بھی بنی اسرائیل کو بنایا گیا۔

﴿هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾

''جو عقل مندوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے'' (54)

سوال1:﴿هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''جو عقل مندوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے'' تورات میں عقل والوں کے

لئے ہدایت اور نصیحت تھی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هُدًى﴾ ''ہدایت'' تورات ہدایت پر یعنی شریعت کے احکامات پر مشتمل تھی۔

(2)﴿وَّذِكْرٰى﴾ ''اور نصیحت'' تورات میں خیر اور بھلائی کے لئے یاد دہانی یعنی بھلائی کے لئے ترغیب اور برائی کے لئے ترہیب یعنی ڈراوے تھے۔(3)﴿لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''جو عقل مندوں کے لیے'' یعنی عقل والے ہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء، اللہ والے اور علماء ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے۔ اس لیے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ بھی تھے۔ چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور جو اُس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔'' (المائدہ:44)

سوال 2: تورات عقلمندوں کے لیے کیسے ہدایت اور نصیحت تھی؟

جواب: تورات سے عقل مند لوگ ہی فائدہ اُٹھاتے تھے کیونکہ جن کے پاس عقل سلیم ہوتی ہے وہی آسمانی کتابوں سے ہدایت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں باقی لوگ تو صرف جانوروں کی طرح کتاب کا بوجھ اُٹھاتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کتاب کے اندر کیا ہے۔

سوال 3: کتاب کیسے ہدایت بنتی ہے؟

جواب: (1) کتاب کی ہدایت سے انسان غلطیوں اور خرابیوں سے بچ جاتا ہے۔ (2) صحیح راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کی وجہ سے دنیا میں بھی کامیاب رہتا ہے اور آخرت میں بھی۔ (3) کتاب کی ہدایت پر عمل کرنے سے کتاب ہادی بن جاتی ہے۔

﴿فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾

''چنانچہ آپ صبر کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیں اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں'' (55)

سوال 1: ﴿فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیں اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں'' صبر، استغفار، صبح وشام حمد وتسبیح کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاصْبِرْ﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں''یعنی اے نبی ﷺ! آپ ﷺ صبر کریں جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا تھا۔

(2)﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔اللہ تعالیٰ اس دعوت کا بول بالا کرے گا اور آپ ﷺ کے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا کرے گا اور انہیں بہترین انجام تک پہنچائے گا۔

(3)اللہ تعالیٰ کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں کے کرنے اور ناپسند کاموں کو چھوڑنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔

(4)﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ ''اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیں'' انبیاء سے عمداً کسی گناہ کا سرزرد ہونا ناممکنات سے ہے ان کے گناہ سے مراد ان کی چھوٹی چھوٹی اجتہادی لغزشیں ہی ہوسکتی ہیں جو بھول چوک کی وجہ سے بھی ہوسکتی ہیں اور بشریت کا خاصہ ہے، یہاں ان لغزشوں کا تعلق یقیناً صبر سے ہے۔جیسے آپ کو کبھی کبھی یہ خیال آجاتا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کفار مکہ کے مطالبہ کے مطابق کوئی معجزہ عطا فرمادے تو اس سے اسلام کو کافی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔یا جب کفار آپ ﷺ سے سمجھوتہ کی راہیں ہموار کرنا چاہتے تھے تو آپ ﷺ کو ایسا خیال آنے لگا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے خیال سے بھی سختی سے روک دیا ہے۔اس بنا پر یہاں آپ ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

(5)﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ ''اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں'' رب العزت نے اپنی حمد کے ساتھ تسبیح کرنے کا حکم دیا۔خاص طور پر﴿بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ ''صبح اور شام کو'' جو بہترین اوقات ہیں اور یہی اوقات واجب اور مستحب اوراذکار و وظائف کے اوقات ہیں کیونکہ ان اوقات میں تمام امور کی تعمیل میں مدد ملتی ہے۔(تفسیر سعدی:2391/3)

(6) آیت کے اس ٹکڑے میں اجمالاً پانچوں نمازوں کا ذکر آگیا ہے۔ایک پہلے حصہ دن کی اور چار پچھلے حصہ دن کی۔یہ دراصل ان پانچ نمازوں اور ان کے اوقات کا تمہیدی حکم تھا جو بعد میں فرض کی گئیں۔(تیسیر القرآن:88,87/4) جیسا کہ فرمایا:﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ ''اور آپ نماز قائم کریں دن کے دونوں اطراف میں اور رات کی چند گھڑیوں میں، بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔''(ہود:114)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کو استغفار کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب:(1)استغفار بھی ایک عبادت ہے۔(2)استغفار کی وجہ سے اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے۔

(3)استغفار کا حکم اُمت کی راہ نمائی کے لیے ہے کہ وہ استغفار سے بے نیاز نہ ہوں۔

سوال3: صبح و شام تسبیح کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ تسبیح کرنا اپنا معمول بنالو۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾

''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں، بغیر کسی دلیل کے جواُن کے پاس آئی ہو، اُن کے دلوں میں صرف ایک بڑائی ہے جس کو وہ ہرگز پہنچنے والے نہیں ہیں، چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں، یقیناوہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (56)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں، بغیر کسی دلیل کے جواُن کے پاس آئی ہو، اُن کے دلوں میں صرف ایک بڑائی ہے جس کو وہ ہرگز پہنچنے والے نہیں ہیں، چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں، یقیناوہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' تکبر کرنے والے حق کو نہیں مانتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں، بغیر کسی دلیل کے جواُن کے پاس آئی ہو'' اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو باطل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی آیات کا ابطال کرنے کے لیے کسی دلیل اور حجت کے بغیر جھگڑتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2391)

(2) آیات الٰہی سے مراد یہاں دلائل توحید اور دلائل بعث بعد الموت ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/87,88)

(3)﴿اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ﴾ ''اُن کے دلوں میں صرف ایک بڑائی ہے جس کو وہ ہرگز پہنچنے والے نہیں ہیں'' ان کے سینوں میں تکبر ہے، وہ حق کی اتباع کرنے کو حقیر جانتے ہیں۔ ان کی نگاہوں نے اہل حق کو حقیر ٹھہرالیا ہے۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یعنی آپ ﷺ کی تکذیب پر آمادہ کرنے والا محض ان کا غرور اور تکبر ہے جو ان کے دلوں کے اندر بھرا ہوا ہے وہ اپنے کو آپ ﷺ سے بڑا جانتے ہیں اسی لیے آپ ﷺ کے پیروکار ہونے سے نفرت کرتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: یعنی وہ بڑے ہونے کے مدعی ہیں وہ بڑائی کو پہنچ نہیں سکتے اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے گا۔ سیدنا ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے کہا: ان کے دلوں میں تکبر ہے اور رسول اللہ ﷺ پر غالب آجانے کی خواہش ہے لیکن وہ اس بڑائی تک پہنچ نہیں سکیں گے۔ (تفسیر مظہری:165)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات میں آپس میں جھگڑے کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُن کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔'' (الشوریٰ:35)

(6)﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں'' آپ ﷺ ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیں، ان کا شر ان کا تکبر ہے جو حق کے مقابلے میں انہیں اٹھا کھڑا کرتا ہے۔ ان کے تکبر سے اور شیاطین جنوں اور انسانوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیں،

(7)﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ ''یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' وہ تمام آوازوں کو ان کے اختلاف کے

باوجود سنتا ہے ﴿اَلْبَصِیْرُ﴾ تمام مرئیات، خواہ وہ کسی بھی زبان و مکان میں ہوں، اس کی نظر میں ہیں۔ (تفسیر سعدی:2392/3)

(8) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات السمیع اور البصیر کا شعور حق اور باطل کے درمیان جھگڑے کرنے والوں کے ذریعے دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں فریقوں کی باتیں سنتا اور دیکھتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان جھگڑوں کا فیصلہ خود کرے گا۔

سوال 2: جھگڑے کرنے والے کس چیز تک پہنچنے والے نہیں ہیں؟

جواب: جھگڑے کرنے والے حق کو کمزور اور باطل کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں اس مقصد کو حاصل کرنے میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

سوال 3: جھگڑے کرنے والوں کے بارے میں کیا نصیحت کی گئی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات السمیع اور البصیر کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات السمیع اور البصیر کا شعور حق اور باطل کے درمیان جھگڑے کرنے والوں کے ذریعے دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں فریقوں کی باتیں سنتا اور دیکھتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان جھگڑوں کا فیصلہ خود کرے گا۔

﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' (57)

سوال 1: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' زندگی بعد موت کے دلائل کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ جس رب نے زمین و آسمان جیسی عظیم مخلوق ایجاد کی ہے اس کے لیے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا مشکل نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (یٰس:81)

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی دلیل بیان کرتا ہے۔ جو عقلاً ثابت ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق ان کی عظمت و وسعت کے ساتھ، انسانوں کی تخلیق سے زیادہ بڑا کرشمہ ہے کیونکہ انسان کی تخلیق آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی نسبت بہت معمولی ہے۔ پس وہ ہستی جس نے اتنے

بڑے بڑے اجرام فلکی کو نہایت مہارت سے تخلیق کیا ہے اس کا لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا، زیادہ اولیٰ ہے۔ یہ عقل مند کے لیے حیات بعد الموت پر قطعی اور عقلی دلیل ہے، جو حیات بعد الموت کے بارے میں کسی شک وشبہ کو قبول نہیں کرتی، جس کے وقوع کی انبیاء ومرسلین نے خبر دی ہے، مگر ہر شخص اس میں غور وفکر نہیں کرسکتا۔ (تفسیر سعدی:2392/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الاحقاف:33)

(4) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' یعنی اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ جس کی وجہ سے حقائق کو سمجھ نہیں پاتے۔

﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ۙ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نہ برائی کرنے والا تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو'' (58)

سوال 1: ﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ۙ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نہ برائی کرنے والا تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو'' نیک اور برے لوگ برابر نہیں اس لیے جزا کے دن کی ضرورت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ۙ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ ؕ﴾ ''اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نہ برائی کرنے والا'' یعنی جیسے اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوسکتا اسی طرح نیک اور برے لوگ برابر نہیں ہوسکتے اسی لیے جزا کے دن کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے موت کے بعد زندگی کا ہونا لازم ہے۔

(2) ﴿قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو'' تم کم ہی نصیحت پکڑتے ہو۔ ورنہ اگر تم معاملات کے مراتب، خیر وشر کے مقامات اور نیکوکاروں کا اور فاسقوں کے مابین فرق سے نصیحت پکڑتے اور تم اس کا عزم وارادہ کرتے تو تم ضرر رساں پر نفع رساں، گمراہی پر ہدایت کو اور فانی دنیا پر ہمیشہ رہنے والی سعادت کو ترجیح دیتے۔ (تفسیر سعدی:2392/3)

سوال 2: ''لوگ نصیحت کم ہی حاصل کرتے ہیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اکثر لوگ حقیقت کا علم نہیں رکھتے اس لیے نصیحت کم ہی حاصل کرتے ہیں۔(2)اکثر لوگ ذات کی بڑائی میں مبتلا ہیں اس وجہ سے کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔(3)اکثر لوگ باپ دادا کے طور طریقوں میں گم ہیں اس لئے کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے اُس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے''(59)

سوال:﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾''یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے اُس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے'' قیامت ضرور آئے گی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا﴾''یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے اُس میں کوئی شک نہیں'' قیامت آنے والی ہے آ کر رہے گی۔ اس کے بارے میں رب العزت نے انبیاء کے ذریعے سے خبریں دی ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ﴾'' اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ ہم تو ایک معمولی گمان رکھتے ہیں اور ہم پورا یقین کرنے والے نہیں ہیں''(الاحقاف:32)

(2)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾''لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے'' اکثر لوگ علم نہیں رکھتے اس کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ایمان نہیں ہوتا تو عمل اور اطاعت بھی نہیں ہوتی۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾

''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے''(60)

سوال1:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾
''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے'' دعا اور عبادت کے حکم کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو'' رب العزت نے حکم دیا ہے کہ مجھ

سے سوال کرو میں تمہیں عطا کروں گا۔

(2) یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف وکرم اور اس کی عظیم نصیحت ہے کہ اس نے انہیں اس چیز کی طرف دعوت دی جس میں ان کے دین ودنیا کی بھلائی ہے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس سے دعا کریں۔ یعنی دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ اور ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کی دعا قبول فرمائے گا اور ان متکبرین کو وعید سنائی ہے۔ جو تکبر کی بنا پر اس کی عبادت سے منہ موڑتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2393/3)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ﴾ ''دعا عبادت کا مغز ہے۔'' (ترمذی، کتاب الدعوات:3371)

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ کوئی ایسا نہیں کہ مانگے اللہ سے کوئی چیز مگر اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کو وہی چیز یا دور کر دیتا ہے اس کے برابر کوئی برائی جب تک کسی گناہ یا ناتا کاٹنے کے لیے دعا نہ کرے۔ (جامع ترمذی:3381)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے اچھا لگے (اور پسند آئے) کہ مصائب ومشکلات (اور تکلیف دہ حالات) میں اللہ اس کی دعائیں قبول کرے، تو اسے کشادگی وفراخی کی حالت میں کثرت سے دعائیں مانگتے رہنا چاہیئے۔'' (ترمذی:3382)

(6) جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے تھے کہ ''سب ذکروں میں افضل ہے ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ اور سب دعاؤں میں افضل ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾۔'' (ترمذی:3383)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''دعا قبول کی جاتی ہے تم میں سے ہر کسی کی جب تلک کہ وہ جلدی نہ کرے کہ میں نے دعا کی اور قبول نہ ہوئی۔'' (ترمذی:3387)

(8) ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ ''یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے'' یعنی جو لوگ عبادت سے اور دعا سے تکبر کرتے ہیں وہ رسوائی کے عذاب کو چکھیں گے۔

سوال 2: دعا کی قبولیت کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: (1) کھانے پینے اور پہننے میں حرام چیز سے پرہیز کرنا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''آدمی طویل سفر کرتا ہے بال پراگندہ اور غبار آلود ہوتے ہیں ایسی حالت میں وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے اور کہتا ہے اے رب لیکن اس کا کھانا حرام کا پینا حرام کا اور لباس حرام کا ہوتا ہے اور حرام مال سے ہی اس کی پرورش ہوتی ہے تو دعا کیسے قبول ہو۔'' (مسلم)

(2) دعا میں حضور قلب ہونا ضروری ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قبول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے دعا کیا کرو خوب سمجھ لو کہ غافل دل کی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔'' (ترمذی)

(3) قطعی دعا کی جائے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یوں نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ عزم رکھے (کہ خدا اس کی دعا قبول کرے) اور بڑی رغبت کے ساتھ دعا کرے کیونکہ جو کچھ

عطا فرماتا ہے اس کے لئے وہ چیز بڑی نہیں ہوتی۔" (مسلم) (تفسیر مظہری:172/10)

رکوع نمبر 12

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ﴾

"وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور دن کو دکھلانے والا بنایا، یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے" (61)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ﴾ "وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور دن کو دکھلانے والا بنایا، یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے" دن رات سے اللہ تعالیٰ کو پہچانو، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ﴾ "وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو" رب العزت نے رات کو لوگوں کے سکون کے لئے بنایا۔ دن بھر کی تھکن رات کو آرام کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔

(2) ﴿وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا﴾ "اور دن کو دکھلانے والا بنایا" رب العزت نے دن کو روشن بنایا تا کہ دن میں لوگ اپنے کام کریں، سفر کریں، تجارت اور روزی تلاش کریں۔

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے" اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے بڑے احسانات فرماتا ہے لیکن اکثر لوگ علم نہ ہونے یعنی جہالت اور ظلم کی وجہ سے شکر ادا نہیں کرتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ﴾ "اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں۔" (سبا:13)

(4) شکر گزار اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرتے ہیں اور نعمتوں کو رب کی رضا کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کائنات کو کیوں تخلیق فرمایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دو امور کی خاطر کائنات کو تخلیق فرمایا معرفت الٰہی اور عبادت الٰہی۔ یہی دو امور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقصد قرار دیا ہے۔ یہی دو امور ہر قسم کی بھلائی، خیر و فلاح، دینی اور دنیاوی سعادت کی منزل تک پہنچاتے ہیں۔ یہی

دوامور اللہ کریم کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے بہترین عطیہ ہیں۔اور یہی دوامور علی الاطلاق لذیذ ترین چیزیں ہیں۔اگر بندہ ان دو چیزوں سے محروم ہو جائے تو وہ ہر خیر سے محروم ہو کر ہر شر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2394/3)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے دن کو دیکھنے والا کیوں بنایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دن کو اس لیے دیکھنے والا بنایا تا کہ معاش کے لیے کی جانے والی محنت اور دیگر کاموں میں کوئی تکلیف نہ ہو۔

سوال4: اللہ تعالیٰ لوگوں پر کیسے فضل کرتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ لوگوں کو نعمتیں عطا کرتے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ ہدایت کے سیدھے راستے پر چلاتے ہیں۔(3) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جنت عطا کرتے ہیں یہ اس کا بڑا فضل ہے۔

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾

''یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو؟''(62)

سوال1: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو؟'' ہر چیز کا خالق سچا معبود ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ ''یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے'' جس نے تمہیں دعا کا حکم دیا جس نے رات اور دن بنائے جو ایک ہے وہی تمہارا رب ہے۔(2) ﴿خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''ہر چیز کا پیدا کرنے والا'' ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

(3) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اُس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

(4) ﴿فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''پھر تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو؟'' یعنی تمہیں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کہاں بہکایا جا رہا ہے حالانکہ وہ تمہارا رب، معبود ہے۔

سوال2: جب اللہ خالق ہے جو سب کا رب ہے پھر لوگ کدھر پھرائے جا رہے ہیں؟

جواب: اللہ خالق ہے اس کا انکار اکثر مشرک بھی نہیں کرتے۔لیکن اس کے باوجود شرک کرتے ہیں۔تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید سے شرک کی طرف پھیرائے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بہکائے جا رہے ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾

''ایسے ہی وہ سب لوگ بہکائے جاتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے''(63)

سوال:﴿كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ ''ایسے ہی وہ سب لوگ بہکائے جاتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے'' پہلے مشرک بھی گمراہ تھے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ ''ایسے ہی وہ سب لوگ بہکائے جاتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے'' یعنی جیسے پہلے لوگ ایمان اور توحید سے پھیرے گئے ایسے ہی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اور حق سے پھیرے جا رہے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1367)

(2) ان کے آیات الٰہی کے انکار اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ان کے ظلم وتعدی کی سزا ہے کہ ان کو توحید واخلاص سے پھیر دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''اور جب کوئی سورت اُتاری جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ کیا تمہیں کوئی ایک دیکھ رہا ہے؟ پھر وہ واپس پلٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے اس لیے کہ یقیناوہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔'' (التوبہ:127) (تفسیر سعدی:2396)

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا پھر اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں، پس بہت ہی اچھی تمہاری صورتیں بنائیں اور اُس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، پس بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ، سارے جہانوں کا رب ہے'' (64)

سوال1:﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا پھر اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں، پس بہت ہی اچھی تمہاری صورتیں بنائیں اور اُس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، پس بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ، سارے جہانوں کا رب ہے'' زمین وآسمان کا خالق ہی عبادت کے لائق ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ بنایا'' رب العزت نے زمین کو تمہارے لیے قرارگاہ بنایا۔ زمین ساکن ہے اس پر انسان عمارتیں بناتا ہے، کھیتیاں بوتا ہے، سفر کرتا ہے۔

(2)﴿وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾ ''اور آسمان کو چھت بنایا'' یعنی اس نے تمہارے لیے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا۔ اس کی علامات سے تم خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راہ نمائی حاصل کرتے ہو۔

(3)﴿وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾ ''پس بہت ہی اچھی تمہاری صورتیں بنائیں'' یعنی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری اچھی صورتیں بنائیں۔ بنی آدم سے بڑھ کر کوئی مخلوق خوبصورت نہیں جیسا کہ فرمایا:﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا'' (التین:4)

(4) اگر آپ انسان کی خوبصورتی جانچنا اور اللہ عزوجل کی حکمت کی معرفت چاہتے ہیں تو انسان کے ایک ایک عضو پر غور و فکر کریں کیا آپ کو کوئی ایسا عضو نظر آتا ہے، جو جس کام کے لائق ہے، اس کے علاوہ کسی اور جگہ موجود ہو؟ پھر آپ اس میلان پر غور کیجیے جو دلوں میں ایک دوسرے کے لیے ہوتا ہے کیا آپ کو یہ میلان آدمیوں کے سوا دوسرے جانداروں میں ملے گا؟ آپ اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، ایمان، محبت اور معرفت سے مختص کیا ہے، جو بہترین اخلاق میں خوبصورت ترین صورت سے مناسبت رکھتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2396/3)

(5)﴿وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور اُس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا'' رب العزت نے تمہیں کھانے پینے، پہننے اوڑھنے کی نفیس چیزیں عطا فرمائیں۔

(6)﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب'' وہی اللہ تعالیٰ جس نے یہ ساری نعمتیں رزق کے طور پر عطا کیں جو تمہارا خالق ہے، مالک ہے وہی تمہارا رب ہے، اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں۔ اور نہ تمہارا کوئی معبود ہے۔

(7)﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''پس بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ، سارے جہانوں کا رب ہے'' یعنی اللہ رب العزت بڑی برکت والا ہے۔ وہ ہر خوبی والی صفت میں سب سے اعلیٰ، بلند و بالا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زمین کو کیسے ٹھہرنے کی جگہ بنا دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کی رہائش کے قابل بنایا ہے۔ (2) انسان زمین پر رہتے بستے ہیں۔ (3) انسان زمین پر کاروبار کرتے ہیں۔ (4) انسان موت سے ہمکنار ہو کر بھی زمین کے اندر جا بستا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو کیسی چھت بنایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو قائم اور ثابت رہنے والی چھت بنایا۔ اگر آسمان کے گرنے کے اندیشہ ہوتا تو کوئی انسان چین سے نہ رہ سکتا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے انسان کی کیسی شکل بنائی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے مقابلے میں انسانوں کو زیادہ خوش عقل اور خوبصورت اور متناسب اعضاء والا بنایا۔

﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، چنانچہ اُسی کو پکارو کہ دین کو اُس کے لیے خالص کرنے والے ہو، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے''(65)

سوال1:﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، چنانچہ اُسی کو پکارو کہ دین کو اُس کے لیے خالص کرنے والے ہو، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے، وہ ہمیشہ رہے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الْحَيُّ﴾ ''وہی زندہ ہے'' رب العزت زندہ ہے وہ ایسی حیات کا مالک ہے جو کامل ہے۔اس کو کبھی موت نہیں آئے گی جب کہ انسان اور جن مرجاتے ہیں۔(2)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ رب العالمین کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(3)﴿فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''چنانچہ اُسی کو پکارو کہ دین کو اُس کے لیے خالص کرنے والے ہو'' یعنی اس ایک کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہ کرو۔

(4) یہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں کو شامل ہے۔﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝﴾ ''اور اُنہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یکسو ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔''(البینۃ:5)(تفسیر سعدی:2397/3)

(5)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے'' یعنی تمام قولی محامد اور مدح وثنا، مثلاً مخلوق کا اس کا ذکر کرتے ہوئے کلام کرنا اور فعلی محامد اور مدح وثنا جیسے اس کی عبادت کرنا یہ سب اللہ واحد کے لیے ہیں، جس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ وہ اپنے اوصاف وافعال اور مکمل نعمتیں عطا کرنے میں کامل ہے۔(تفسیر سعدی:2397/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوئی دوسرا شریک کیوں نہیں ہوسکتا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا اور سب کچھ عطا کرنے والا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ بناتا ہے کوئی اور اس کے اختیارات میں شریک نہیں۔لہٰذا عبادت کا مستحق بھی وہی ہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔

﴿قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ یقیناً مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی جناب سے واضح دلائل آ چکے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سارے جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو جاؤں'' (66)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ۫ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی جناب سے واضح دلائل آ چکے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سارے جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو جاؤں'' اللہ کے سوا کسی کی عبادت حرام ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو'' اے نبی آپ کہہ دیں کہ رب العزت نے مجھے غیر اللہ کی عبادت سے روکا ہے۔ اور خالص اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔

(2) ﴿لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ﴾ ''جب کہ میرے پاس میرے رب کی جناب سے واضح دلائل آ چکے'' یعنی جب میرے پاس توحید کے عقلی اور نقلی دلائل آ چکے ہیں۔ اس لیے توحید واجب ہے۔ (فتح القدیر: 627/4)

(3) ﴿وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سارے جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو جاؤں'' یعنی میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے چہرے کو اس کے لیے جھکا دوں، اس کو سونپ دوں اور اس کے لیے اپنے عمل کو خالص کروں (ایسر التفاسیر: 1369) (4) یعنی مجھے اپنے تمام اعضاء کے ساتھ رب العزت کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارا جاتا ہے ان کی عبادت سے کیوں روک دیا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے سوا پتھر کے بت پوجے جاتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے سوا قبروں والوں کو چاہے نبی ہو یا ولی اُن کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے سوا قبروں والوں کے لیے نذریں دی جاتی ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کے سوا قبروں والوں سے خوف رکھا جاتا ہے۔ اور اُن سے اُمیدیں باندھی جاتی ہیں۔ (5) اللہ تعالیٰ نے اُن سب کاموں سے روکا ہے کیونکہ یہ سب عبادت کی قسمیں ہیں اور عبادت صرف اللہ کا حق ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ نے ان سب کاموں سے اس لیے بھی روکا ہے کہ اب تو رب کی طرف سے دلائل پہنچ چکے ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

''وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی ہے جو اس سے پہلے ہی وفات دیا جاتا ہے اور تا کہ تم اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جاؤ اور تا کہ تم سمجھو''(67)

سوال1:﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا﴾ ''وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ'' رب العزت نے انسان کو مختلف مراحل میں تخلیق کیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا'' یعنی اپنی اصل کو دیکھو اور وہ سیدنا آدم علیہ السلام جنہیں مٹی سے پیدا کیا۔(2)﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ''پھر نطفے سے'' پھر منی سے پیدا کیا۔

(3)﴿ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ﴾ ''پھر جمے ہوئے خون سے'' جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے۔

(4)﴿ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ ''پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے'' یعنی جب تمہاری تخلیق مکمل ہو جاتی ہے تو تمہیں ماؤں کے پیٹوں سے نکالتا ہے۔(5)﴿ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ﴾ ''پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو'' یعنی تمہاری عقلوں اور جسموں کو مکمل کرتا ہے۔

(6)﴿ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا﴾ ''پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ'' یعنی جب تمہاری عمر بڑی ہو جائے تم ساٹھ برس کے ہو جاؤ تو تم بڑھاپے کو پہنچ جاؤ۔

سوال2:﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''جو اس سے پہلے ہی وفات دیا جاتا اور تا کہ تم اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جاؤ اور تا کہ تم سمجھو'' انسان اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور تقدیر میں بند ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى﴾ ''جو اس سے پہلے ہی وفات دیا جاتا ہے اور تا کہ تم اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جاؤ'' یعنی تم میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو بڑھاپے سے پہلے ہی وفات پا جاتا ہے تا کہ تم اپنی زندگی کے مراحل سے اپنی عمر کے اختتام تک جا پہنچو۔

(2)﴿وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور تا کہ تم سمجھو'' تا کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور و فکر کرو (جامع البیان:79/24)

(3) یعنی اپنے رب کی توحید، اپنی تخلیق میں اس کی قدرت کو پہچانو (فتح القدیر:627/4)

(4) زندگی بعد موت کو یاد رکھو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (مختصر ابن کثیر:2/1777)

(5) شاید کہ تم اپنے احوال کو سمجھو اور تمہیں معلوم ہو کہ تمہیں ان مراحل میں سے گزارنے والی ہستی کامل قدرت کی مالک ہے۔ وہی ہے جس کے سوا کوئی اور ہستی عبادت کے لائق نہیں اور تم ہر لحاظ سے ناقص ہو۔ (تفسیر سعدی:3/2398)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے رد شرک کے لیے انسانی پیدائش اور زندگی کے مختلف مراحل پر توجہ دینے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ دیکھو مٹی جیسی چیز سے تمھیں بنایا ہے۔ سننے والا، بولنے والا، سمجھنے والا اس کا کوئی شریک نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو نطفے سے وابستہ کر دیا یقیناً تخلیق کے کام میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں آنے والی جنین کی تبدیلی علقہ سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ نے انسان کے بچپن، جوانی اور بڑھاپے سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ کے سوا عبادت میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

﴿هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾

''وہی ہے جو زندگی دیتا ہے اور جو موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اُسے صرف یہی کہتا ہے: ''ہو جا'' پس وہ ہو جاتا ہے'' (68)

سوال: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''وہی ہے جو زندگی دیتا ہے اور جو موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اُسے صرف یہی کہتا ہے: ''ہو جا''، پس وہ ہو جاتا ہے'' زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ''وہی ہے جو زندگی دیتا ہے اور جو موت دیتا ہے'' زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ نہ کوئی عدم سے وجود میں لا سکتا ہے نہ اس کے اذن کے بغیر مار سکتا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ (۱۱)﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنائے اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے'' (فاطر:11)

(3) ﴿فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اُسے صرف یہی کہتا ہے: ''ہو جا'' پس وہ ہو جاتا ہے'' جب وہ کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو فقط ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے۔ اس کے حکم کی کوئی مخالفت

نہیں کرسکتا۔

رکوع نمبر 13

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ﴾

''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں آپس میں جھگڑا کرتے ہیں؟ کہاں سے وہ پھیرے جاتے ہیں؟''(69)

سوال1:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں آپس میں جھگڑا کرتے ہیں؟ کہاں سے وہ پھیرے جاتے ہیں؟'' گمراہوں کا حال عجیب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا'' رب العزت نے نبی ﷺ سے سوال کیا ہے کیا آپ ﷺ نے غور نہیں کیا۔

(2)﴿اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اُن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں آپس میں جھگڑا کرتے ہیں'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے اور انہیں جھٹلاتے ہیں۔

(3)﴿اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ﴾ ''کہاں سے وہ پھیرے جاتے ہیں؟'' کہاں سے وہ حق سے پھیرے جا رہے ہیں؟ یعنی ان آیات سے کیسے منہ موڑ رہے ہیں؟ اس کامل توضیح وتبیین کے باوجود وہ کدھر جا رہے ہیں؟ کیا ان کے پاس ایسے دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے متعارض ہوں؟ اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ یا وہ ایسے شبہات پاتے ہیں جو ان کی خواہشات کے موافق ہیں اور وہ اپنے باطل نظریات کی تائید میں ان شبہات کو لے کر چڑھ دوڑتے ہیں؟۔ بدترین ہے وہ چیز جو انہوں نے اپنے لیے اختیار کی اور کتاب اللہ اور رسولوں کی تکذیب کے بدلے حاصل کی جو رسول مخلوق میں سب سے افضل، سب سے سچے اور سب سے زیادہ خردمند ہیں۔ (تفسیر سعدی:2399/3)

سوال2:''وہ کہاں پھیر دیئے جاتے ہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ روشن دلائل اور حق کی وضاحتوں کے باوجود کیسے لوگ حق سے باطل کی طرف، توحید سے شرک کی طرف ہدایت سے گمراہی کی طرف پھیر دیئے جاتے ہیں۔

﴿الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾

''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلایا اور اُس چیز کو بھی جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا پھر عنقریب وہ جان لیں گے''(70)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب

کو جھٹلایا اور اُس چیز کو بھی جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا پھر عنقریب وہ جان لیں گے'' کتاب کو جھٹلانے والے عنقریب برے انجام کو جان جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلایا'' یعنی جو لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں۔

(2) کیونکہ سابقہ کتب سماوی کی بنیادی تعلیم وہی کچھ ہے جو قرآن کریم کی ہے اور ان لوگوں کا قرآن یا پہلی کتابوں کو جھٹلانا یہ ہے کہ وہ قرآن سے ہدایت لینے کے خواہشمند نہیں ہوتے بلکہ قرآن میں اپنے قائم کردہ نظریات کو داخل کرنا چاہتے ہیں۔(تیسیر القرآن:4/95)

(3)﴿وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا﴾ ''اور اُس چیز کو بھی جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت، اوامر ونواہی میں اس کی اطاعت، اور اس کی ملاقات پر ایمان کو انہوں نے جھٹلا دیا۔

(4)﴿فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر عنقریب وہ جان لیں گے'' یعنی جھٹلانے کے انجام کے بارے میں جلد ہی انہیں پتہ چل جائے گا۔ عذاب ان کے سروں پر ہے، جلد ہی انہیں دبوچ لے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔'' (المرسلات:15)

سوال 2: جو لوگ کتاب کو اور رسولوں کو جھٹلاتے ہیں انہیں کس بات کا علم ہو جائے گا؟

جواب: انہیں اپنے بُرے انجام کا علم ہو جائے گا۔

﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۘ یُسْحَبُوْنَ﴾

''جب طوق اور زنجیریں اُن کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے'' (71)

سوال:﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۘ یُسْحَبُوْنَ﴾ ''جب طوق اور زنجیریں اُن کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے'' طوق اور زنجیروں میں گھسیٹے جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ﴾ ''جب طوق اُن کی گردنوں میں ہوں گے'' یعنی وہ اپنے کفر اور جھٹلانے کا انجام جان لیں گے جب طوق ان کی گردن میں ہوں گے اور وہ اس کی وجہ سے حرکت نہیں کر سکیں گے۔

(2)﴿وَالسَّلٰسِلُ﴾ ''اور زنجیریں'' یعنی زنجیروں کے ساتھ انہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جائے گا۔

(3) زنجیر کا ایک سرا طوق میں اٹکا ہوا اور دوسرا فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس طرح مجرموں اور قیدیوں کی مانند لائے جائیں گے۔(تفسیر عثمانی:2/526)

﴿فِی الْحَمِیْمِ ۫ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ﴾

''کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے'' (72)

سوال1:﴿فِي الْحَمِيْمِ ۚ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾ ''کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے'' وہ کھولتے گرم پانی، اور آگ میں جھونکے جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِي الْحَمِيْمِ﴾ ''کھولتے ہوئے پانی میں'' محافظ فرشتے انہیں کبھی سخت کھولتے گرم پانی میں گھسیٹیں گے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ(۴۳) يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ(۴۴)﴾ یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرم جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ اُسی جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔'' (الرحمن:44,43)

(2)﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ یقیناً اُن کی واپسی دوزخ کی طرف ہوگی۔'' (الصافات:68)

(3)﴿خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ(۴۷) ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ(۴۸) اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ(۴۹) اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾ ''پکڑو اُسے۔ پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان لے جاؤ پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب اُنڈیل دو چکھ اُس کا مزہ۔ یقیناً تو بڑا زبردست معزز آدمی ہے یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔'' (الدخان:47-50)

(4)﴿ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾ ''پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے'' کبھی جہنم کی آگ کے خوفناک شعلوں میں گھسیٹے جائیں گے۔

سوال2: کھولتے ہوئے پانی کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

جواب: اہل جہنم کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور اس میں انہیں پھرایا جائے گا۔

سوال3: اہل جہنم کو آگ میں جلایا جائے گا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا مجاہد رحمہ اللہ اور سیدنا مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اہل جہنم کے ذریعے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ یعنی انسان اُس کا ایندھن بنیں گے۔

﴿ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴾

''پھر اُن سے کہا جائے گا: ''وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک کرتے تھے'' (73)

سوال1:﴿ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴾ ''پھر اُن سے کہا جائے گا: ''وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک کرتے تھے'' تمہارے خودساختہ معبود کہاں گئے، آیت کی روشنی میں واضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ﴾ ''پھر اُن سے کہا جائے گا'' یہ بات مشرکوں کو رسوا کرنے کے لئے کی جائے گی۔

(2)﴿اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴾ ''وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک کرتے تھے'' آج تمہارے خودساختہ معبود کہاں ہیں؟ وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ وہ تمہاری سفارش کرکے تمہیں عذاب سے چھڑا کیوں نہیں لیتے۔

سوال2: اہل جہنم سے آگ میں جلتے ہوئے، کھولتے ہوئے پانیوں کے درمیان زنجیروں اور طوق میں گھسیٹنے کے درمیان شرکاء کے بارے میں کیوں سوال کیا جائے گا؟

جواب: شرک بڑا جرم ہے اس جرم کے بارے میں سوال جواب انتہائی دہشت ناک ماحول میں ہوں گے۔ آج یہ سب کچھ اس لئے بتایا جارہا ہے تاکہ انسان شرک سے باز آجائیں۔

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کے ماسوا؟'' وہ کہیں گے: ''وہ ہم سے کھو گئے ہیں، بلکہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو پکارتے ہی نہ تھے۔'' اللہ تعالیٰ کافروں کو ایسے ہی گمراہ کرتا ہے'' (74)

سوال1: ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ماسوا؟'' وہ کہیں گے: ''وہ ہم سے کھو گئے ہیں، بلکہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو پکارتے ہی نہ تھے'' اللہ تعالیٰ کافروں کو ایسے ہی گمراہ کرتا ہے'' وہ ہم سے کھو گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ماسوا؟'' یعنی جن کی تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کرتے تھے، جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے، وہ کہاں ہیں؟ (2) ﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے'' شرک، ندامت سے جواب دیں گے۔

(3) ﴿ضَلُّوْا عَنَّا﴾ ''وہ ہم سے کھو گئے ہیں'' وہ تو ہم سے کھو گئے۔

(4) ﴿بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا﴾ ''بلکہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو پکارتے ہی نہ تھے'' بلکہ ہم اس سے پہلے کسی بھی چیز کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور وہ قسمیں کھائیں گے۔ ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ ''قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔'' (الانعام:23)

(5) ﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کافروں کو ایسے ہی گمراہ کرتا ہے'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔ یعنی اس گمراہی کے مانند جس میں یہ دنیا میں مبتلا تھے۔ یہ گمراہی سب پر واضح تھی، حتیٰ کہ خود ان پر بھی واضح تھی، جس کے بطلان کا اقرار یہ لوگ قیامت کے روز کریں گے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کررہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے۔'' (یونس:66) ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ﴾ ''اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کردیں گے'' (فاطر:14) اور یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون

ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے۔" (الاحقاف:5)

سوال 2: مشرک یہ کیوں کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے کسی کی عبادت نہ کرتے تھے؟

جواب: مشرک یہ بات اس لیے کہیں گے کہ بتوں کی عبادت کا باطل ہونا ان پر واضح ہو جائے گا۔ انہیں پتہ چل جائے گا کہ وہ جن کی عبادت کرتے رہے نہ وہ سنتے تھے نہ دیکھتے تھے نہ نفع پہنچا سکتے تھے نہ نقصان۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کافروں کو کیسے گمراہ کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کافروں کو جھٹلانے اور انکار کرنے کی وجہ سے گمراہ کرتا ہے۔ جھٹلانے اور انکار کرنے سے دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور پھر وہ ہمیشہ کے لئے حق قبول کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

﴿ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ﴾

"یہ اس لیے ہوا کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے" (75)

سوال 1: ﴿ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ﴾ "یہ اس لیے ہوا کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے" ناحق اترانے نے عذاب تک پہنچا دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ یہ اس لیے ہوا کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے" فرشتے اہل جہنم کو ڈانٹ کر کہیں گے کہ زمین میں ناحق خوش ہونے نے تمہیں عذاب کی اس منزل تک پہنچا دیا تم اپنے علوم کے ذریعے انبیاء کی مخالفت کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ "پھر جب اُن کے رسول اُن کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس پر پھول گئے جو کچھ علم میں سے ان کے پاس تھا" (المومن:83)

(2) جیسے قارون قابل مذمت خوشی کا شکار ہوا تو رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ "اِتراؤ مت! یقیناً اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (القصص:76) (3) وہ خوشی قابل رشک ہے جس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ "آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت سے ہے۔ سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں۔" (یونس:58) یہ خوشی نفع مند علم اور نیک اعمال سے ہوتی ہے۔

سوال 2: گمراہی کس چیز کا نتیجہ ہوتی ہے؟

جواب: (1) گمراہی کفر و تکذیب اور فسق و فجور میں بڑھنے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ (2) گمراہی کفر اور فسق پر خوش ہونے اور اترانے سے بڑھتی ہے۔

﴿اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾

''داخل ہوجاؤ جہنم کے دروازوں میں تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس تکبر کرنے والوں کا بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے''(76)

سوال1:﴿اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ﴾ ''داخل ہوجاؤ جہنم کے دروازوں میں تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس تکبر کرنے والوں کا بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے'' جہنم تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ ''داخل ہوجاؤ جہنم کے دروازوں میں تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو'' حکم دیا جائے گا کہ اپنے اعمال کے مطابق جہنم کے دروازوں سے داخل ہوجاو۔

(2)﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ ''تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو'' اب اس میں نہ تم مروگے، نہ نکلوگے۔(ایسر التفاسیر:1371)

(3)﴿فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ﴾ ''پس تکبر کرنے والوں کا بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے'' یعنی جہنم تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا ہے۔اور کتنا برا مقام ہے۔(4)سیدنا حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ وہ ایسے کمزور اور گمنام لوگ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کردے۔اور کیا میں تمہیں اہل دوزخ کے متعلق نہ بتاؤں۔ ہر اکھڑ مزاج، بدخلق اور متکبر دوزخی ہوتا ہے۔(بخاری، کتاب الادب باب الکبیر)

سوال2: یہ بات کون کہے گا کہ داخل ہوجاؤ جہنم میں؟

جواب: یہ بات جہنم پر مقرر کیے گئے فرشتے کہیں گے۔

﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ﴾

''چنانچہ آپ صبر کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پھر اگر ہم اُس کا کچھ حصہ واقعی آپ کو دِکھا دیں جس کا ہم اُن سے وعدہ کررہے ہیں یا ہم آپ کو وفات ہی دے دیں پھر بھی وہ ہماری طرف ہی لوٹائے جائیں گے''(77)

سوال1:﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پھر اگر ہم اُس کا کچھ حصہ واقعی آپ کو دِکھا دیں جس کا ہم اُن سے وعدہ کررہے ہیں یا ہم آپ کو وفات ہی دے دیں پھر بھی وہ ہماری طرف ہی لوٹائے جائیں گے'' نبی ﷺ کو صبر کا حکم اور فتح کی بشارت کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاصْبِرْ﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے پر اپنی قوم کی طرف سے جو اذیتیں پہنچتی ہیں ان پر صبر کریں۔

(2)﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' یقین رکھیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، کہ وہ آپ کے دین کی نصرت کرے گا، اور دین حق کو غلبہ عطا فرمائے گا، اگرچہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔

(3)﴿فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر اگر ہم اُس کا کچھ حصہ واقعی آپ کو دکھا دیں جس کا ہم اُن سے وعدہ کر رہے ہیں یا ہم آپ کو وفات ہی دے دیں پھر بھی وہ ہماری طرف ہی لوٹائے جائیں گے'' کفار مکہ پر عذاب کی تین صورتیں: ایک یہ کہ آپ کے جیتے جی ان پر عذاب آئے۔ جیسا کہ جنگ بدر، جنگ احزاب اور فتح مکہ کے وقت کافروں کی رسوائی ہوئی۔ دوسری صورت یہ کہ اس عذاب کا کچھ حصہ آپ کی زندگی کے بعد ان پر آئے۔ اور اس سے مراد وہ جنگیں ہیں جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مرتدین، ملحدین اور کافروں سے لڑیں اور اسلام کا پوری طرح بول بالا ہوا اور کافروں اور کفر کو رسوائی نصیب ہوئی۔ اور تیسری اور حتمی صورت یہ ہے کہ آخر مرنے کے بعد انہوں نے ہمارے ہی پاس آنا ہے (تیسیر القرآن: 97/4)

(4) جب وہ ہمارے پاس آئیں گے تو ہم انہیں ان کے اعمال کی سزا دیں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں'' (ابراہیم: 42)

سوال 2: کافروں سے انتقام کا وعدہ کب پورا ہوسکتا ہے؟

جواب: یہ وعدہ دنیا میں بھی پورا ہوسکتا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کافروں کو عذاب میں مبتلا کیا گیا یا جنگ بدر میں ستر کافر مارے گئے مکہ فتح ہوگیا عرب مسلمانوں کے زیر نگیں ہوگیا۔ قیامت والے دن پورا ہوگا بہر حال یہ امر یقینی ہے کافر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ کر نہیں جاسکتے آخرت میں ان کے لیے سخت عذاب تیار ہے۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم نے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو سنائے ہیں اور اُن میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں سنائے کسی رسول کے لیے بھی ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا، پھر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور وہاں اہل باطل خسارے میں رہے'' (78)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم نے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو سنائے ہیں'' انبیاء کے

تذکرے سے نبی ﷺ کو تسلی دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم نے بہت سے رسول بھیجے'' یعنی اے نبی ﷺ آپ ﷺ سے پہلے کئی قوموں کی طرف ان کے رسول بھیجے جو انہیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے۔ وہ انہیں جھٹلاتے اور اذیتیں دیتے تو وہ صبر کرتے تھے۔

(2)﴿مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ ''ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو سنائے ہیں'' یعنی کچھ انبیاء ایسے ہیں جن کے حالات و واقعات ہم نے آپ کو سنائے ہیں کہ کیسے انہوں نے رب کی طرف بلایا، اور کیسے لوگوں نے جھٹلایا، پھر کس طرح انہیں تباہ کر دیا گیا۔

سوال2:﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ''کسی رسول کے لیے بھی ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا، پھر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور وہاں اہل باطل خسارے میں رہے'' معجزات اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آتے ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اُن میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں سنائے کسی رسول کے لیے بھی ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا'' کوئی نبی اپنی نبوت کے ثبت کے لیے خود معجزات لے کر نہیں آیا۔(2) اس لیے رسولوں سے معجزات دکھانے کا مطالبہ کرنا، ظلم، تعنت اور تکذیب ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات کے ذریعے سے ان کی تائید کی ہے جو ان کی صداقت اور ان کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتی ہیں (تفسیر سعدی:2402/3)

(3)﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ﴾ ''پھر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا'' جب اللہ تعالیٰ کا حکم آجاتا ہے تو رسولوں اور ان کی قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

(4)﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ''اور وہاں اہل باطل خسارے میں رہے'' انبیاء پر ایمان لانے والوں کو نجات مل جاتی ہے، اور جھٹلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجاتا ہے۔

(5) جو لوگ باطل کی پیروی کرتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پکڑے جاتے ہیں اور خسارہ اٹھاتے ہیں۔

(6) جو لوگ باطل نظریات پر قائم ہیں انہیں ڈرنا چاہیے ورنہ وہ بھی خسارے میں پڑ جائیں گے۔

سوال3: رسول معجزات کیسے لاتے رہے؟

جواب: رسول معجزات اپنے اختیار سے یا قوموں کے مطالبے سے نہیں اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اختیار سے لاتے رہے بعض دو پیغمبروں کو ابتداء میں معجزات دے دیئے گئے بعض کو قوموں کے مطالبے پر اور بعض کو مطالبے کے باوجود نہیں دیئے گئے۔

رکوع نمبر 14

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے ہیں تا کہ تم اُن میں سے کسی پر سواری کرو اور اُن میں سے کسی کو تم کھاتے ہو'' (79)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے ہیں تا کہ تم اُن میں سے کسی پر سواری کرو اور اُن میں سے کسی کو تم کھاتے ہو'' جانور اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے ہیں'' رب العزت نے اپنے بندوں پر اپنے انعامات اور احسانات کا اظہار فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کیے۔

(2) ﴿لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا﴾ ''تا کہ تم اُن میں سے کسی پر سواری کرو'' جس کو تم سواری اور نقل وحمل کے لئے استعمال کرتے ہو۔

(3) ﴿وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''اور اُن میں سے کسی کو تم کھاتے ہو'' کچھ کے گوشت کھاتے ہو، کچھ کا دودھ پیتے ہو۔

﴿وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾

''اور تمہارے لیے اُن میں کئی فائدے ہیں۔ اور تا کہ تم اُن کے ذریعے سے اپنی ضرورت تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے اور اُن پر بھی اور کشتیوں پر بھی تمہیں سوار کیا جاتا ہے'' (80)

سوال 1: ﴿وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾ ''اور تمہارے لیے اُن میں کئی فائدے ہیں۔ اور تا کہ تم اُن کے ذریعے سے اپنی ضرورت تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے اور اُن پر بھی اور کشتیوں پر بھی تمہیں سوار کیا جاتا ہے'' جانوروں میں تمہارے لیے بہت سے فوائد ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ﴾ ''اور تمہارے لیے اُن میں کئی فائدے ہیں'' جانوروں کے بالوں، ان کی اون وغیرہ سے نفع اٹھاتے ہو، ان کی کھالوں کو اپنے استعمال میں لاتے ہو۔ جانور کتنی بڑی نعمت ہیں۔

(2) ﴿وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ﴾ ''اور تا کہ تم اُن کے ذریعے سے اپنی ضرورت تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے'' اور تا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت وضرورت کو پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے۔ یعنی تم ان دور دراز ملکوں میں پہنچ سکو جہاں پہنچنے کی اپنے دلوں میں ضرورت محسوس کرتے ہو اور تا کہ ان کے باعث ان کے مالکوں کو فرحت وسرور حاصل ہو۔ (تفسیر سعدی: 2403/3)

(3) ﴿وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾ ''اور اُن پر بھی اور کشتیوں پر بھی تمہیں سوار کیا جاتا ہے'' یعنی اونٹوں اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے

ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے انہیں مسخر کر دیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم جانوروں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔ یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (سورہ النحل:7)

سوال 2: سینوں میں چھپی ہوئی کون سی حاجتیں ہوتی ہیں جو جانوروں سے پوری ہوتی ہیں؟

جواب: ان حاجتوں سے مراد تجارت، میل، ملاقات یا دیگر مقاصد جن کے لیے سفر کیا جاتا ہے ان کی ضرورت دل کے اندر ہوتی ہے اور ان کو پورا کرنے کے لیے جب سفر کیا جاتا ہے تو جانور کام آتے ہیں۔

﴿وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۫ فَاَىَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی کن کن نشانیوں کا تم انکار کرو گے؟'' (81)

سوال 1: ﴿وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۫ فَاَىَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی کن کن نشانیوں کا تم انکار کرو گے؟'' تم اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے'' اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ جو اس کی واحدانیت اور اس کے اسماء وصفات پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو آفاق وانفس میں اپنی آیات کا مشاہدہ کرایا، بڑی بڑی نعمتوں سے بہرہ مند کیا اور ان نعمتوں کو شمار کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں، اس کا شکر ادا کریں اور اس کا ذکر کریں۔ (تفسیر سعدی:2403/3)

(2) ﴿فَاَىَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کی کن کن نشانیوں کا تم انکار کرو گے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور آیات میں سے کس کس کا تم انکار کرو گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانتے ہیں اور پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر کفر کرنے والے ہیں۔'' (سورہ النحل:83) آیات اور انعامات تو تقاضا کرتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نشانیاں کیوں دکھاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت کی دلیل کے طور پر نشانیاں دکھاتے ہیں جو کائنات میں بھی ہیں اور اپنی ذات میں بھی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے انکار کے بارے میں سوال کیوں کیا گیا؟

جواب: نشانیاں عام ہیں کثیر ہیں ان کا کوئی انکار نہیں کرسکتا یہ تو تنبیہ کے لیے ہیں۔

﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَانُوْۤا اَکْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾

''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے، وہ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین کی یادگاروں میں ان سے زیادہ تھے۔ تو اُن کے کام نہ آیا جو وہ کمائی کرتے تھے''(82)

سوال1: ﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَانُوْۤا اَکْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے، وہ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین کی یادگاروں میں ان سے زیادہ تھے۔ تو اُن کے کام نہ آیا جو وہ کمائی کرتے تھے'' جھٹلانے والوں کے برے انجام کی فضیلت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟'' رب العزت نے جھٹلانے والوں سے یہ کہا ہے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں۔

(2)﴿فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''کہ وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے'' یعنی وہ پچھلی تباہ شدہ قوموں کے انجام کو دیکھیں، قوم عاد، قوم ثمود، جن قوموں نے محلات، باغات، مال اور زمین میں آثار کے اعتبار سے بہت بڑھ کر تھیں۔

(3)﴿فَمَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾ ''تو اُن کے کام نہ آیا جو وہ کمائی کرتے تھے'' جو انہوں نے کمایا، ان کے کام کیوں نہ آیا، ان کی قوت، ان کا مال، ان کے قلعے، انہیں کیوں نہ بچا سکے۔

سوال2: پچھلی قوموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (1) وہ تعداد میں زیادہ تھے۔ (2) قوت میں سخت تھے۔

(3) انہوں نے زمین میں بہت سی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

سوال3: پہلے لوگوں نے زمین میں کون سی یادگاریں چھوڑی تھیں؟

جواب: پہلے لوگوں نے عمارتیں، کارخانے، کنیت وغیرہ ایسی یادگاریں ہیں جن کے کھنڈر آج بھی ملتے ہیں۔

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

''پھر جب اُن کے رسول اُن کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس پر پھول گئے جو کچھ علم میں سے ان کے پاس تھا اور اُنہیں اُس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' (83)

سوال1:﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

''پھر جب اُن کے رسول اُن کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس پر پھول گئے جو کچھ علم میں سے ان کے پاس تھا اور اُنہیں اُس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' عذاب نے انہیں گھیر لیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''پھر جب اُن کے رسول اُن کے پاس واضح دلائل لے کر آئے'' یعنی جب رسول ان کے پاس معجزات لے کر آئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفع مند علم وحی پر مبنی کتاب لے کر آئے۔ جو حق اور باطل میں فرق کرنے والا علم تھا۔(2)﴿فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ ''تو وہ اس پر پھول گئے جو کچھ علم میں سے ان کے پاس تھا'' یعنی وہ انبیاء ورسل کے دین سے متناقض اور باطل علمی نظریات ہی میں مگن رہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ ان کا اس نام نہاد علم پر خوش ہونا، اس علم پر ان کی رضا اور اس کے ساتھ تمسک اور حق کے ساتھ ان کی شدید عداوت پر دلالت کرتا ہے جسے لے کر رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے باطل نظریات کو حق قرار دیا اور یہ ان تمام علوم کے لیے عام ہے جن کے ذریعے سے انبیاء ورسل کے لائے ہوئے علم کی مخالفت کی جاتی ہے۔ ان کے ان علوم میں داخل ہونے کے سب سے زیادہ مستحق علوم فلسفہ اور منطق یونان ہیں جن کے ذریعے سے قرآن کی بہت سی آیات کو رد کیا جاتا ہے، دلوں میں قرآن کی قدر کم کی جاتی ہے۔ قرآن کے قطعی اور یقینی دلائل کو لفظی دلائل قرار دیا جاتا ہے جو یقین کا فائدہ نہیں دیتے اور ان دلائل پر اہل سفاہت اور اہل بطل کی عقل کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سب سے بڑا الحاد ان کی مخالفت اور معارضت ہے واللہ المستعان۔ (تفسیر سعدی:2405/3)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''وہ دنیا کی زندگی میں ظاہر کو جانتے ہیں۔'' (الروم:7)

(4)﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور اُنہیں اُس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' انہیں اس عذاب نے گھیر لیا جسے وہ جھٹلاتے تھے۔

سوال2: یہاں علم سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں علم سے مراد ان کے خود ساختہ دعوے، توہمات اور شبہات ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے توہمات اور شبہات کو علم کیوں قرار دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے استہزائیہ انداز میں انہیں علم قرار دیا کیونکہ وہ لوگ توہمات کو علمی دلائل سمجھتے تھے۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ﴾

''پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کا انکار کیا جسے ہم اُس کے ساتھ شریک بناتے تھے'' (84)

سوال: ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ﴾ ''پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کا انکار کیا جسے ہم اُس کے ساتھ شریک بناتے تھے'' عذاب دیکھ کر وہ ایمان لے آتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ ''پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھا'' جب جھٹلانے والوں نے اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھا۔

(2) ﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ﴾ ''تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کا انکار کیا جسے ہم اُس کے ساتھ شریک بناتے تھے'' اس وقت انہوں نے کہا ہم خود ساختہ معبودوں کا انکار کرتے ہیں، جن کو ہم نے شریک بنایا، اور ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ (3) انہوں نے کہا: اب ہم لا الٰہ کا اقرار کرتے ہیں۔

﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''پھر اُن کا ایمان نہ تھا کہ اُنہیں کوئی فائدہ دیتا جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اُس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے، اور اُس وقت کافر لوگ خسارے میں رہے'' (85)

سوال: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''پھر اُن کا ایمان نہ تھا کہ اُنہیں کوئی فائدہ دیتا جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اُس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے، اور اُس وقت کافر لوگ خسارے میں رہے'' عذاب دیکھ کر ایمان قبول نہیں ہوتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ ''پھر اُن کا ایمان نہ تھا کہ اُنہیں کوئی فائدہ دیتا جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا'' عذاب دیکھنے کے بعد انہیں ایمان نے کوئی نفع نہیں دیا۔

(2)﴿سُنَّتَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا طریقہ'' یہ اللہ تعالیٰ کی سنت، اس کا طریقہ اور اس کی عادت ہے۔

(3)﴿الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ﴾ ''جو یقیناً اُس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے'' یعنی پہلے جھٹلانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ گزر چکا ہے، جب عذاب نازل ہوتا ہے تو کسی کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ نہ انہیں عذاب سے نجات ملتی ہے۔

(4) جو ایمان نفع دیتا ہے وہ ایمان اختیاری ایمان ہے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو لے۔ جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایمان لائیں گے لیکن وہ وقت ہوگا جب کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان کوئی نفع نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہ رکھتا ہو۔'' (صحیح بخاری:6506)(6) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے بندے کی جب تک غرغرانہ لگے۔ (ترمذی:3537)

(7)﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور اُس وقت کافر لوگ خسارے میں رہے'' یعنی جب عذاب آتا ہے تو کافر خسارے میں رہتے ہیں۔ جو دائمی اور شدید عذاب ہے۔ ہمیشہ کی بدبختی۔

(8) زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کافر ہر وقت خسارہ (تباہی) میں ہے لیکن وہ اپنے خسارہ کو آنکھوں سے اس وقت دیکھتا ہے جب اس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ (شوکانی)(اشرف الحواشی:568/1)

اٰیاتها ۵۴ ۴۱ سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۱ رکوعاتها ۶

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 54 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 41 ہے۔ اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 61 ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: نبی ﷺ نے یہ سورت عتبہ بن ربیعہ کے سامنے تلاوت کی تھی۔ (الرحیق المختوم)

رکوع نمبر 15

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿حٰمٓ﴾

''حٰمٓ''(1)

سوال:﴿حٰمٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:حٰمٓ حروف مقطعات میں سے ہے۔اس کے معانی اور مراد کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

''وسیع رحمت والے، بے حد رحم کرنے والے کی جناب سے اتاری ہوئی ہے''(2)

سوال1:﴿تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ''وسیع رحمت والے، بے حد رحم کرنے والے کی جناب سے اتاری ہوئی ہے'' قرآن مجید بڑے مہربان اور انتہائی رحم والے نے نازل کیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ''وسیع رحمت والے، بے حد رحم کرنے والے کی جناب سے اتاری ہوئی ہے'' یعنی رب رحمٰن نے یہ قرآن اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔

(2)قرآن رحمٰن ورحیم کی طرف سے اتارا ہوا کلام ہے۔جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے، جس کی سب سے بڑی اور سب سے جلیل القدر نعمت یہ ہے کہ اس نے یہ کتاب نازل کی جس سے علم وہدایت، نور وشفا، رحمت اور خیر کثیر حاصل ہوتی ہے۔اور یہ دنیا وآخرت میں سعادت کی راہ ہے۔(تفسیر سعدی:2406/3)

(3)﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں روح القدس نے تمہارے رب کی جناب سے حق کے ساتھ اس کو اُتارا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہو۔''(النحل:102)

(4)﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۹۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (۱۹۴)﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقیناً جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔اسے روح الامین لے کر اُترا ہے۔آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔''(الشعراء:192-194)

﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

''ایک کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، اس حال میں کہ عربی زبان میں قرآن ہے، اُن لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں''(3)

سوال1:﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''ایک کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، اس حال

میں کہ عربی زبان میں قرآن ہے، اُن لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں'' قرآن مجید کی آیات اور احکامات واضح ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ﴾ ''ایک کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں'' یہ جلیل القدر، کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب میں ہر چیز کو تفصیل سے الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

(2)﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (یوسف:111)

(3)اس کے معانی واضح ہیں۔ اس کے احکام مضبوط ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:﴿الٓرٰ ۣ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ ''الر۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔'' (ہود:1)

(4)﴿الٓرٰ ۣ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ ''الر، یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔'' (یونس:1)

(5)﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ''عربی زبان میں قرآن ہے'' یعنی قرآن مجید فصیح عربی زبان میں ہے۔

(6)﴿لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''اُن لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں'' علم رکھنے والوں کے لیے یعنی یہ قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ علم رکھنے والے لوگوں پر جس طرح اس کے الفاظ واضح ہیں، اس کے معانی بھی واضح ہوں اور ان کے سامنے ہدایت اور گمراہی نمایاں ہو کر ایک دوسرے سے ممیز ہو جائیں۔ رہے جہلا جن کو ہدایت گمراہی میں اور بیان اندھے پن میں اضافہ کرتا ہے، تو ان لوگوں کے لیے یہ کلام نہیں لایا گیا۔﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقینا جن لوگوں نے کفر کیا، اُن پر برابر ہے کہ آپ نے انہیں ڈرایا ہو یا نہ ڈرایا ہو، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (البقرۃ:6)(سعدی:3/2406,2407)

﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾

''خوش خبری دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے، تو اُن میں سے اکثر لوگوں نے منہ موڑ لیا، چنانچہ وہ سنتے ہی نہیں ہیں'' (4)

سوال1:﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ ''خوش خبری دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے، تو اُن میں سے اکثر لوگوں نے منہ موڑ لیا، چنانچہ وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔''

جواب:(1)﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''خوش خبری دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے'' یعنی قرآن مجید اہل ایمان کے لئے جو نیک اعمال کرتے ہیں کامیابی کی بشارت دینے والا ہے قرآن مجید کافروں اور جھٹلانے والوں کے لئے خسارے کا ڈراوا دینے والا ہے۔

(2)﴿فَاَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ ''تو اُن میں سے اکثر لوگوں نے منہ موڑ لیا چنانچہ وہ سنتے ہی نہیں ہیں'' یعنی باوجود اس کے کہ قرآن مجید واضح اور روشن کتاب ہے، قریش اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ ہمارے دل اس سے پردے میں ہیں اُس چیز کی طرف سے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے، پھر تم عمل کرو، یقیناً ہم بھی عمل کرنے والے ہیں'' (5)

سوال 1:﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ ہمارے دل اس سے پردے میں ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے، پھر تم عمل کرو، یقیناً ہم بھی عمل کرنے والے ہیں'' ہم پر قرآن کا اثر نہیں ہوتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ ہمارے دل اس سے پردے میں ہیں'' اللہ تعالیٰ کی کتاب سے منہ موڑنے والے کہتے ہیں ہمارے دل ڈھکے ہوئے ہیں اس لیے اس قرآن کی دعوت ہم تک نہیں پہنچ سکتی۔

(2)﴿مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ﴾ ''اُس چیز کی طرف سے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو'' یعنی توحید، ایمان اور تقویٰ سے۔ (الاساس فی التفسیر: 4999/9)

(3)﴿وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ﴾ ''اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے'' یعنی ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں، بوجھ ہیں وہ سن نہیں سکتے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ﴿۴۶﴾﴾ ''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں اس سے کہ وہ اس سیر کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔'' (بنی اسرائیل:46,45)

(5)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا﴾ ''اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ نہ اس کو سمجھیں اور

ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (الانعام:25)

(6)﴿اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾ ''یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔'' (الکہف:57)

(7)﴿وَمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ﴾ ''اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے'' یعنی ہمارے اور آپ کے درمیان ایسا پردہ ہے جن کی وجہ سے ہم آپ کو دیکھ نہیں سکتے۔ (8)﴿فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ﴾ ''پھر تم عمل کرو، یقیناً ہم بھی عمل کرنے والے ہیں'' یعنی آپ اپنے دین پر عمل کریں، ہم اپنے دین پر عمل کرنے والے ہیں۔

(9) یعنی جیسے اپنے دین پر عمل کرنا تم پسند کرتے ہو ویسے ہی ہم بھی اپنے دین پر پوری رضامندی کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سب سے بڑی محرومی ہے کہ وہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی پر راضی ہو گئے، ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کیا اور دنیا کے بدلے آخرت کو بیچ دیا۔ (تفسیر سعدی:2407/3)

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ﴾

''کہہ دو کہ یقیناً میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، پھر تم اُسی کی طرف سیدھے رہو اور اُسی سے بخشش مانگو اور مشرکوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے'' (6)

سوال:﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''کہہ دو کہ یقیناً میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، پھر تم اُسی کی طرف سیدھے رہو اور اُسی سے بخشش مانگو اور مشرکوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے'' توحید کی دعوت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو کہ'' رب العزت نے نبی کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیں۔

(2)﴿اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''کہ یقیناً میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں'' یعنی میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں تمہارے جیسا انسان ہوں۔

(3)﴿يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے'' اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی کی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا

صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ ''کہہ دو کہ یقیناً میں تو تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پھر جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرے۔'' (الکہف:110)

(5)﴿فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ''پھر تم اُسی کی طرف سیدھے رہو'' یعنی اس کی اطاعت پر قائم ہو جاؤ اور اسی کی طرف رغبت کے ساتھ رخ کر دو اور اسی کی عبادت کرو۔ (جامع البیان:90/24)

(6) لہٰذا سیدھے اس طرف متوجہ رہو۔ یعنی میں جن امور کے بارے میں تمہیں خبر دے رہا ہوں ان کی تصدیق، اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کر کے، اس راستے پر گامزن ہو جاؤ، جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔

(7)﴿وَاسْتَغْفِرُوْهُ﴾ ''اور اُسی سے بخشش مانگو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے ان گناہوں کی مغفرت طلب کرو جو استقامت سے پہلے کے، یعنی شرک اور معاصی۔ (ایسر التفاسیر:1376)

(8)﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور مشرکوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے'' تباہی ہے مشرکوں کے لیے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

﴿الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

''جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں'' (7)

سوال:﴿الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں'' یہاں زکوٰۃ سے کلمہ توحید مراد ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ''جو زکوٰۃ نہیں دیتے'' عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے: جو لا الٰہ نہیں کہے۔ (جامع البیان:91/24)

(2) وہ اپنے مالوں اور نفسوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ جو شرک اور معاصی کے نقصان سے خود کو پاک کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔ (ایسر التفاسیر)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا دیکھو کہ تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب یہودی عیسائی ہیں اس لیے سب سے پہلے انہیں اللہ تعالیٰ کی دعوت دینا، جب وہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پہچان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ اسے بھی ادا کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے سرمایہ داروں سے لی جائے گی اور ان کے فقیروں میں تقسیم کی جائے گی جب وہ اسے بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرنا۔ البتہ ان کی عمدہ چیزیں زکوٰۃ میں لینے سے پرہیز کرنا۔ (بخاری:1458)

(4)﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی وہ بعث اور جزا پر ایمان نہیں رکھتے اسی لیے وہ برے کام نہیں چھوڑتے اور نہ بھلے کام کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾

''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے، اُن کے لیے اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے''(8)

سوال:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے، اُن کے لیے اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔'' اہل جنت کا اجر کبھی ختم ہونے والا نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے وعدوں، وعیدوں اور اس کی شریعت پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، فرائض ادا کیے، کثرت سے نوافل ادا کیے، شرک، کبیرہ گناہوں اور نافرمانیوں سے اجتناب کیا۔

(2)﴿لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ ''اُن کے لیے اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے'' یعنی ان کے ایمان اور نیک اعمال کا ثواب ختم نہیں ہو گا۔ اور اس سے مراد جنت اور اس کی نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہیں۔(ایسر التفاسیر:1377,1376)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ ''مگر جولوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔''(الانشقاق:25)﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ''اور جن لوگوں کو نیک بخت قرار دیا جائے گا تو وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ کبھی ختم نہ ہونے والی بخشش ہوگی۔''(ہود:108)

رکوع نمبر 16

﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ کیا واقعی تم اُس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا اور تم اُس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی تو سارے جہانوں کا رب ہے''(9)

سوال1:﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا واقعی تم اُس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا اور تم اُس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی تو سارے جہانوں کا رب ہے'' وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کو نہیں دیکھتے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا واقعی تم اُس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا'' اگر تم کفر کرتے ہو تو تمہارے کفر پر تعجب ہے۔تم اس کا انکار کرتے ہو جس نے اوپر والے اور نیچے والے جہان کو چھ دن میں پیدا کیا۔تمہاری عقلیں کہاں چلی گئیں؟ کیا تم اس کا انکار کرنے کی اور اس کی آیات کا انکار کرنے کی استطاعت رکھتے ہو اور کائنات کی ہر چیز اس کے وجود، اس کی قدرت، اس کے علم، اس کی حکمت کی گواہ ہے اور یہ ساری نشانیاں اس میں الوہیت اور ربوبیت کو واجب کرتی ہیں۔(ایسر التفاسیر:1378،1377)

(2)تم اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کر لیا۔

(3)﴿وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا﴾ ''اور تم اُس کے لیے شریک بناتے ہو؟'' تم اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو اور اس کے برابر قرار دیتے ہو حالانکہ وہ بت ہیں نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں۔تم اس کے برابر کیسے قرار دے سکتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔

(4)﴿اَنْدَادًا﴾ سے مراد نظیریں، مثالیں اور جھوٹے معبود ہیں جنہیں لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1785/2)

(5)﴿ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''وہی تو سارے جہانوں کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ ہی سارے جہانوں کا مالک ہے۔اس کے سوا ہر چیز اس کی مخلوق ہے۔وہ سب کا رازق ہے۔ہر چیز کی تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کفر اور شرک کی حقیقت واضح کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو کیا حکم دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دو کہ تم ایک ایسی ہستی کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں بنایا۔اس کے اندر پہاڑ پیدا کیے۔اس کے اندر برکتیں پیدا کیں۔اس سے رزق کی تمام ضروریات پیدا کیں۔جس نے آسمان بنائے اور تقدیر مقرر کی۔جو رب العالمین ہے اور تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔

﴿وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾

''اور اُس نے زمین میں اُس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنا دیے اور اُس میں برکتیں رکھ دیں اور اُس میں اُس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں چار دنوں میں، (جواب) برابر ہے سوال کرنے والوں کے لیے''(10)

سوال 1:﴿وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ ''اور اُس نے زمین میں اُس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنا دیے اور اُس میں برکتیں رکھ دیں اور اُس میں اُس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں چار دنوں میں، (جواب) برابر ہے سوال کرنے والوں کے لیے'' اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق مکمل کی آیت کی روشنی میں

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا﴾ ''اور اُس نے زمین میں اُس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنادیے'' رب العزت نے زمین اور آسمان چھ دن میں بنائے۔

(2)﴿وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا﴾ ''اور اُس نے زمین میں اُس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنادیے'' اس نے زمین کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں۔

(3)﴿وَبٰرَكَ فِيْهَا﴾ ''اور اُس میں برکتیں رکھ دیں'' یعنی بکثرت پانی، رزق، فصلیں اور بھلائیاں رکھ دیں۔(ایسر التفاسیر:1378)

(4)یعنی زمین میں خیر و برکت، نشوونما اور زرخیزی کی صلاحیت پیدا کی۔(مختصر ابن کثیر:2/1786)

(5)﴿وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ﴾ ''اور اُس میں اُس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں چار دنوں میں'' یعنی زمین پر رہنے والوں کا رزق فراہم کیا۔

(6)﴿فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ﴾ ''چار دنوں میں'' یہ چار دن ہمارے شمار کے اعتبار سے اتوار سے جمعرات تک۔

(7)﴿سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ ''(جواب) برابر ہے سوال کرنے والوں کے لیے'' یہ اس بارے میں سوال کرنے والوں کے لیے ٹھیک ٹھیک جواب ہے۔ تجھے یہ خبر ایک خبردار ہستی کے سوا کوئی نہیں دے سکتا اور یہ ایسی سچی خبر ہے جس میں کوئی کمی ہے نہ بیشی۔(تفسیر سعدی:3/2409)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے زمین میں ساری مخلوقات کے لیے خوراک کا اہتمام کیسے کر دیا؟

جواب:(1)رب العزت نے ساری مخلوقات کی خوراک کا وسیع پیمانے پر ایسا بندوبست کیا ہے کہ کوئی زبان اسے بیان نہیں کر سکتی۔

(2)اللہ تعالیٰ نے زمین کے بعض حصوں میں ایسی چیزیں پیدا کر دیں جو دوسرے حصوں میں نہیں تاکہ ہر علاقے کی مخصوص پیداوار ان علاقوں کی تجارت اور معیشت کا ذریعہ بن جائے۔

﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ﴾

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دُھواں تھا تو اُس نے اس سے اور زمین سے کہا: ''تم دونوں آجاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔'' دونوں نے کہا: ''ہم خوش ہو کر آگئے ہیں''(11)

سوال1:﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ﴾ ''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دُھواں تھا تو اُس نے اس سے اور زمین سے کہا: ''تم دونوں آجاؤ خوشی سے یا ناخوشی کی

سے۔'' دونوں نے کہا: ''ہم خوش ہو کر آ گئے ہیں'' زمین و آسمان نے کہا: ہم خوشی سے آتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ﴾ ''پھر'' یعنی زمین کو پیدا کرنے کے بعد۔ (2)﴿اسْتَوٰی﴾ ''متوجہ ہوا'' یعنی رب العزت نے ارادہ فرمایا۔

(3)﴿اِلَی السَّمَآءِ﴾ ''آسمان کی طرف'' آسمان کی تخلیق کا۔

(4)﴿وَهِیَ دُخَانٌ﴾ ''اور وہ ایک دُھواں تھا'' یعنی بھاپ کی شکل میں تھا جو پانی کی سطح پر اٹھ رہا تھا۔

(5)﴿فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا﴾ ''تو اُس نے اس سے اور زمین سے کہا: ''تم دونوں آجاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے'' یعنی آسمان اور زمین سے کہا کہ میرے حکم کی تعمیل کرو خوشی سے یا ناخوشی سے۔

(6) یہ اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت اور اس کی تقدیر کا اظہار ہے۔

(7) یہ زمین و آسمان کی ایجاد کے لیے کنایہ ہے۔ (تفسیر منیر:12/ 520)

(8)﴿قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ﴾ ''دونوں نے کہا: ''ہم خوش ہو کر آ گئے ہیں'' دونوں نے کہا ہم اپنے رب کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ (ایسر التفاسیر:1378)

(9) دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔ ہمارا ارادہ تیرے ارادے کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ (سعدی:3/2409)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بلایا تو وہ چلے آئے یہ آنا کیسا تھا؟

جواب: (1) آنے کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ (2) دونوں اللہ تعالیٰ کے پاس آئے جیسے اس نے چاہا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اطاعت کے لیے بُلایا تو وہ اطاعت گزار بن کر چلے آئے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا میرا سورج، چاند اور ستارے نکالو اور زمین میں نہریں جاری کرو اور پھل نکال دو۔ (ابن کثیر)

(5) آنے سے مراد وجود میں آنا ہے زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آ گئے۔

﴿فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۚ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾

''تو اُس نے دو دنوں میں اُن کو پورا سات آسمان بنا دیا اور اُس نے ہر آسمان میں اُس کا کام وحی کر دیا اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور محفوظ کر دیا، یہ اندازہ ہے سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا'' (12)

سوال: ﴿فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۚ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾ ''تو اُس نے دو دنوں میں اُن کو پورا سات آسمان بنا دیا اور اُس نے ہر آسمان میں اُس کا کام وحی کر دیا

اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور محفوظ کر دیا، یہ اندازہ ہے سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا'' اس نے ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کر دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ ''تو اُس نے دو دنوں میں اُن کو پورا سات آسمان بنا دیا'' رب العزت نے دو دن میں آسمان بنائے اور ان کی ضرورت کی چیزیں پیدا کیں۔

(2)﴿وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا﴾ ''اور اُس نے ہر آسمان میں اُس کا کام وحی کر دیا'' رب العزت نے ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کر دیا، ان کی طرف اس کے کام کا حکم بھیجا جو اس کی حکمت کا تقاضا تھا۔

(3)﴿وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا﴾ ''اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور محفوظ کر دیا'' یعنی آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا اور ان میں ستارے بنائے۔ آسمان کی شیطانوں سے حفاظت کی کہ وہ فرشتوں کی باتیں نہ سن سکیں۔

(4)﴿ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ ''یہ اندازہ ہے سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا'' یعنی تخلیق اور تقدیر ایک زبردست ہستی کا منصوبہ اور اس کا مقرر کردہ اندازہ ہے جو علیم بھی ہے۔ جو ہر چیز پر کمال درجے کا غلبہ رکھتی ہے۔ اس نے اپنی قوت اور غلبے سے ہر چیز کو تخلیق کیا۔(5) اس نے اپنے علم سے تمام مخلوقات کو گھیر رکھا ہے۔

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾

''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ میں نے تمہیں ایک کڑک سے ڈرا دیا ہے، عاد اور ثمود جیسی کڑک ہوگی'' (13)

سوال:﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ میں نے تمہیں ایک کڑک سے ڈرا دیا ہے، عاد اور ثمود جیسی کڑک ہوگی'' جھٹلانے والوں کو جو تنبیہ کی گئی، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑیں'' اگر وہ اس دعوت کے بعد عبادت، تقویٰ اور توحید سے منہ موڑیں۔

(2) اگر اللہ تعالیٰ کی طرف استقامت، اس سے استغفار سے منہ موڑیں اور اپنے موقف پر قائم رہیں۔ (الاساس فی التفسیر:5014/9)

(3)﴿فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ ''تو آپ کہہ دیں کہ میں نے تمہیں ایک کڑک سے ڈرا دیا ہے، عاد اور ثمود جیسی کڑک ہوگی'' تو کہہ دیجئے: میں تمہیں ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں، جو کہ عذاب ہے وہ تمہاری جڑ کاٹ کر رکھ دے جیسی کڑک قوم عاد اور ثمود پر گری تھی، عاد اور ثمود یہ دو معروف قبیلے تھے، ان پر ٹوٹنے والے عذاب نے ان کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا تھا اور انہیں سخت سزا دی گئی، یہ سب کچھ ان کے ظلم اور کفر کے باعث تھا۔ (تفسیر سعدی:2411/3)

(4) کفر پر اصرار دنیا اور آخرت میں عذاب کا سبب بنتا ہے۔

﴿اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾

''جب رسول اُن کے پاس اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے آئے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور فرشتے اُتار دیتا، چنانچہ یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے''(14)

سوال: ﴿اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''جب رسول اُن کے پاس اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے آئے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور فرشتے اُتار دیتا، چنانچہ یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' رسولوں نے اخلاص کی دعوت دی، لوگوں نے بشر کی رسالت کو رد کر دیا، آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ﴾ ''جب رسول اُن کے پاس اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے آئے'' یعنی جب ان کے پاس سیدنا ہود علیہ السلام اور سیدنا صالح علیہ السلام آئے اور انہوں نے ایمان اور توحید کی دعوت دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو وہی حقیقی معبود ہے اور اس کے ماسوا جو کچھ ہے باطل ہے۔ (ایسر التفاسیر:1379)

(3) رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا حکم دیا اور شرک سے روکا تو انہوں نے دعوت کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا: ﴿قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً﴾ ''انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور فرشتے اُتار دیتا'' یہ شبہ تمام کافر قوموں میں نسل در نسل متوارث چلا آ رہا ہے۔ اور یہ انتہائی کمزور شبہ ہے کیونکہ رسالت کے لیے یہ شرط نہیں کہ جس کو رسول بنا کر بھیجا جا رہا ہو وہ فرشتہ ہو۔ رسالت کی شرط صرف یہ ہے کہ رسول ایسی چیز پیش کرے جو اس کی صداقت کی دلیل ہو، لہٰذا اگر وہ کر سکتے ہوں تو ان کو چاہیے کہ وہ عقلی اور شرعی دلائل کی بنیاد پر جرح و قدح کریں، لیکن وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ (تفسیر سعدی:2411/3)

(4) ﴿فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' انہوں نے کہا ہم انسان کی رسالت کو نہیں مانتے اور صاف انکار کرتے ہیں کہ تم ہم جیسے بشر ہو ہم کس طرح تمہاری اتباع کر سکتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1788/2)

﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾

''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں ناحق ہی بڑے بن بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پیدا کیا وہ قوت میں اُن سے زیادہ ہے؟ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے'' (15)

سوال1: ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں ناحق ہی بڑے بن بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پیدا کیا وہ قوت میں اُن سے زیادہ ہے؟ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے'' قوم عاد کو اپنی قوت پر گھمنڈ تھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں ناحق ہی بڑے بن بیٹھے'' قوم عاد نے زمین میں ناحق تکبر کیا۔ وہ بغیر کسی حق کے بڑے بن بیٹھے۔

(2) انہوں نے ایمان لا کر عمل کرنے سے ناحق تکبر کیا۔ (زادالمسیر: 5/7)

(3)﴿وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟'' قوم عاد کو یہ غرور تھا کہ ہم سے بڑھ کر کوئی طاقت ور نہیں وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مقابلہ کر کے اسے ہٹا دیں گے۔

(4)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پیدا کیا وہ قوت میں اُن سے زیادہ ہے؟'' کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا وہ ان سے قوت والا ہے۔ اگر وہ پیدا ہی نہ کرتا تو یہ کیسے وجود میں آتے۔ اگر وہ غور کرتے تو اس دھوکے میں مبتلا نہ ہوتے۔

(5)﴿وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور رسولوں کی پیروی نہیں کی۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا اور یقیناً ہم ہی بلاشبہ وسعت والے ہیں۔'' (الذاریات: 47)

سوال2: قوم عاد نے زور آور ہونے کی بات کیوں کی؟

جواب: قوم عاد نے یہ بات اس لیے کہی کہ سیدنا ھود علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تھا تو انہوں نے جواباً یہ احساس دلایا تھا کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے ہم عذاب روکنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

سوال3: آیات کے انکار سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد کائنات کی نشانیاں ہیں۔(2)پیغمبروں کو دیئے جانے والے دلائل۔(3)معجزات اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾

''تو ہم نے اُن پر چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا بھیج دی تا کہ ہم اُن کو دنیا کی زندگی میں رُسوائی کا عذاب چکھا دیں اور یقینا آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رُسوا کن ہے اور اُن کی مدد نہیں کی جائے گی''(16)

سوال:﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''تو ہم نے اُن پر چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا بھیج دی تا کہ ہم اُن کو دنیا کی زندگی میں رُسوائی کا عذاب چکھا دیں اور یقینا آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رُسوا کن ہے اور اُن کی مدد نہیں کی جائے گی' عاد کی طاقت کا گھمنڈ توڑنے کے لیے تند و تیز سخت طوفانی ہوا بھیج دی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَرْسَلْنَا﴾''تو ہم نے بھیج دی'' قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا تو رب العزت نے ان پر طوفانی ہوا بھیج دی۔

(2)﴿عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا﴾''ان پر سخت طوفانی ہوا'' یعنی سخت سرد، تند و تیز آواز والی سخت تند و تیز ہوا کو ان پر بھیج دیا۔جیسا کہ فرمایا:

﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔''(الحاقۃ:7)

(3)﴿فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾''چند منحوس دنوں میں'' یہ دن ان کے لیے منحوس تھے۔بذات خود دن منحوس نہیں تھے ان کے لیے نحوست والے تھے۔ان دنوں میں ان کو ہلاک اور برباد کیا گیا۔ان کے اجڑے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

(4)﴿لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾''تا کہ ہم اُن کو دنیا کی زندگی میں رُسوائی کا عذاب چکھا دیں'' رب العزت ان کے غرور اور تکبر کا انہیں دنیا میں ہی مزہ چکھانا چاہتے تھے انہوں نے اس گھمنڈ کی وجہ سے رسوائی کا سامنا کیا۔

(5)﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى﴾''اور یقینا آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رُسوا کن ہے'' یعنی دنیا کے عذاب کے مقابلے میں آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور توہین آمیز ہے۔

(6)﴿وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾''اور اُن کی مدد نہیں کی جائے گی'' قوم عاد کے لیے کوئی مددگار نہیں رہا۔

﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

''اور جو ثمود تھے تو ہم نے اُنہیں ہدایت کا راستہ دکھا دیا پھر انہوں نے ہدایت پر اندھے رہنے کو پسند کیا تو اُن کو رسوائی کے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا، اُس کی وجہ سے جو وہ کمایا کرتے تھے''(17)

سوال: ﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

''اور جو ثمود تھے تو ہم نے اُنہیں ہدایت کا راستہ دکھا دیا پھر انہوں نے ہدایت پر اندھے رہنے کو پسند کیا تو اُن کو رسوائی کے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا، اُس کی وجہ سے جو وہ کمایا کرتے تھے'' قوم ثمود پر عذاب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ﴾ ''اور جو ثمود تھے تو ہم نے اُنہیں ہدایت کا راستہ دکھا دیا'' جہاں تک ثمود یعنی قوم صالح کا تعلق ہے تو انہیں ہدایت دی۔

(2) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ان کے لیے خیر اور شر کو واضح کیا تھا۔ سیدنا ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ثمود کو ہدایت اور گمراہی کا علم دیا۔ اور گمراہی کی اتباع کرنے سے روکا اور ہدایت کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ (جامع البیان:24/103)

(3) یہاں ہدایت سے مراد ہدایت بیان ہے۔ ہر چند کہ ہلاکت کا شکار ہونے والی تمام امتوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوئی اور راہ راست ان کے سامنے واضح کر دی گئی، مگر اللہ تعالیٰ نے ثمود کے لیے ہدایت کا ذکر اس لیے کیا کیونکہ ان کو بہت بڑا معجزہ عطا کیا گیا تھا۔ اس معجزے کو ان کے بچوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہدایت اور بیان کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ مگر انہوں نے اپنے شر اور ظلم کی وجہ سے ہدایت، یعنی علم و ایمان کی بجائے، اندھے پن، یعنی کفر اور گمراہی کو پسند کیا تو جو کچھ وہ کمایا کرتے تھے اس کی وجہ سے انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہ تھا۔ (تفسیر سعدی:3/2412,2413)

(4)﴿فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى﴾ ''پھر انہوں نے ہدایت پر اندھے رہنے کو پسند کیا'' یعنی انہوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کیا جب کہ کفر تاریکی اور ایمان نور ہے۔ انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں گمراہی کو پسند کیا اور اونٹنی کو مار ڈالا اور سیدنا صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ (ایسر التفاسیر:1380)

(5)﴿فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ﴾ ''تو اُن کو رسوائی کے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا'' اللہ رب العزت نے قوم ثمود کو ایک چنگھاڑ سے پکڑ لیا اور ایک ہولناک زلزلے سے انہیں ذلت کے ساتھ نشان عبرت بنا کر تباہ کر دیا۔

(6)﴿بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''اُس کی وجہ سے جو وہ کمایا کرتے تھے'' یہ ان کی کمائی کا نتیجہ تھا۔ وہ شرک، عناد، کفر اور ظلم کرتے تھے۔

﴿وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾

''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور وہ ڈرا کرتے تھے''(18)

سوال1:﴿ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور وہ ڈرا کرتے تھے'' رب العزت نے ایمان والوں کو نجات دی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے'' رب العزت نے ایمان والوں کو نجات دی۔

(2)﴿وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾''اور وہ ڈرا کرتے تھے'' جو شرک اور نافرمانیوں سے بچتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو سیدنا صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کی اتباع کرتے تھے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو کس وجہ سے نجات عطا کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تقویٰ کی وجہ سے نجات دی۔

رکوع نمبر 17

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾

''اور جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر اُن کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی''(19)

سوال:﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾''اور جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے پھر اُن کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی'' اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو جہنم کے محافظ فرشتے اکٹھا کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ﴾''اور جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے'' رب العزت نے قیامت کے دن کا ذکر فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو جہنم کے محافظ فرشتے جمع کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا﴿وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾''اور مُجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔''(مریم:86)

(2) اللہ تعالیٰ کے دشمن جو نہ ایمان لائے، اور نہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ رب العزت نے فرمایا﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾''جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔''(البقرۃ:98)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ﴾''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔''(الممتحنۃ:1)

(4)﴿ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے، اس میں اُن کے لیے ہمیشہ کا گھر ہے۔'' (فصلت:28)

(5)﴿فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''پھر اُن کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی'' ان کے پہلے شخص کو آخری شخص کے آنے تک روکے رکھا جائے گا اور آخری شخص پہلے شخص کی پیروی کرے گا، پھر نہایت سختی کے ساتھ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ وہ جہنم نہ سے بچ سکیں گے۔ وہ اپنی مدد خود کر سکیں گے نہ ان کی مدد کی جا سکے گی۔ (تفسیر سعدی:2414/3)

(6) روکنے کی دو صورتیں یا وجوہ ہو سکتی ہیں۔ (i) ایک یہ کہ مجرموں کی الگ الگ جرائم کے مطابق گروہ بندی کی جائے۔ (ii) دوسری یہ کہ پہلی نسل کو بعد میں آنے والی نسلوں تک روک دیا جائے۔ تاکہ پہلی نسلوں نے جو شرکیہ عقائد اور رسوم چھوڑے اور انہیں بعد والی نسلوں نے تقلید آباء کے طور پر قبول کیا۔ تو ان بعد والی نسلوں کے گناہوں کی سزا کا کچھ حصہ ان پہلی نسلوں پر بھی ڈالا جائے گا۔ جنہوں نے ان شرکیہ عقائد و رسوم کو رواج دیا تھا یا کسی دوسرے برے کام کی طرح ڈالی تھی۔ (تیسیر القرآن:108/4)

﴿حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''یہاں تک کہ جونہی وہ آجائیں گے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں اُن کے خلاف گواہی دیں گی اُس کی جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' (20)

سوال: ﴿حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جونہی وہ آجائیں گے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں اُن کے خلاف گواہی دیں گی اُس کی جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' اعضاء گواہی دیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا﴾ ''یہاں تک کہ جونہی وہ آجائیں گے'' یعنی جب وہ سب جہنم میں آجائیں گے اور چاہیں گے کہ اپنے برے اعمال کا انکار کر دیں۔

(2)﴿شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ﴾ ''تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں گواہی دیں گی'' تو ان کے سامنے کسی اور کو گواہ کے طور پر پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے کانوں ان کی آنکھوں اور ان کی جلدوں کو گواہ بنا کر لائے گا ان پر جو اعمال وہ کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے۔'' (یٰس:65)

(3) حدیث میں ہے کہ ایک روز نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اچانک مسکرائے اور پھر فرمایا ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں مسکرایا؟ ہم نے عرض کیا نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ، فرمایا ''میں اس گفتگو سے مسکرایا جو قیامت کے روز بندہ اپنے رب سے کرے گا، وہ کہے گا یا اللہ کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''ہاں'' بندہ کہے گا تو میں اپنے خلاف صرف اس گواہ کی گواہی تسلیم کروں گا جو خود میرا ہو'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''تیرے خلاف خود تیری اور تیرے فرشتوں کی گواہی کافی ہے۔'' پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں کو حکم دیا جائے گا کہ گواہی پیش کرو۔ وہ اس کے کرتوتوں کی ساری روداد پیش کر دیں گے تب بندہ اس سے کہے گا ''جاؤ مجھ سے دور ہو جاؤ میں تو جو کرتا تھا تمہارے ہی بچانے کو کرتا تھا۔'' (ابن کثیر)

(4)﴿بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو وہ کرتے رہے تھے'' یعنی جو گناہ اور نافرمانیاں وہ کرتے تھے ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ میں نے فلاں دن فلاں کام کیا۔

﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: ''تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟'' وہ کہیں گی: ''ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دے دی'' اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو'' (21)

سوال: ﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: ''تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟'' وہ کہیں گی: ''ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دے دی'' اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو'' اعضاء کو برا بھلا کہنے پر ان کا جواب، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا﴾ ''اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: ''تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟'' جب اعضاء انسان کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ اپنے اعضاء پر ناراض ہو کر کہے گا۔ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟

(2)﴿قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ وہ کہیں گی: ''ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دی۔'' اعضاء جواب دیں گے ہمارے لیے گواہی سے انکار ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی مجال نہیں کہ انکار کرنے کے بارے میں سوچ سکے۔

(3)﴿وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو'' یعنی

تمہیں پہلی بار اسی نے پیدا کیا، اسی نے موت دی اس نے دوبارہ زندہ کیا، اسی کی طرف تم لوٹ آئے ہو وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسی نے ہمیں قوت گویائی دی۔

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور تم اس لیے نہیں چھپا کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی بلکہ تم نے تو سمجھا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بھی بہت سے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے''(22)

سوال1:﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور تم اس لیے نہیں چھپا کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی بلکہ تم نے تو سمجھا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بھی بہت سے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے'' تم سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام نہیں جانتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ﴾ ''اور تم اس لیے نہیں چھپا کرتے تھے'' یعنی فحش اور گناہ کے کام کرتے ہو تم اس لیے تو نہیں چھپتے تھے کہ تمہارے کان، تمہاری جلدیں، تمہاری آنکھیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ اپنے اعضاء کی گواہی سے کون اپنے آپ کو چھپا سکتا ہے۔

(2)﴿وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''بلکہ تم نے تو سمجھا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بھی بہت سے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے'' یعنی فواحش کا ارتکاب کرتے تھے کیونکہ تم یہ گمان رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام نہیں جانتا۔ اس بدگمانی نے تمہیں ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تو بندے کے دل کے حالات، اس کے خیالات رجحانات تک کو جانتا ہے جو کہ عمل کے وجود میں آنے سے پہلے کے معاملات ہیں۔

سوال2: انسان گناہ کے کام کرتے ہوئے کیوں خوف محسوس نہیں کرتا؟

جواب:(1) انسان خود کو لوگوں کی نظروں سے چھپا لیتا ہے۔(2) انسان کو اس بات کا خوف نہیں ہوتا کہ اپنے ہی اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔(3) انسان یہ سمجھتا ہے کہ میرے بہت سے اعمال سے اللہ تعالیٰ بے خبر ہے۔

سوال3: انسان بے خوف ہو جائے تو اس کے اعمال کیسے ہو جاتے ہیں؟

جواب:(1) انسان بے خوف ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے۔(2) انسان بے خوف ہو کر نافرمانی کے کام کرتا ہے۔

(3) انسان بے خوف ہو کر ظالم بن جاتا ہے۔

﴿وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

''اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا، اُسی نے تمہیں برباد کر دیا، چنانچہ تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے''(23)

سوال1:﴿وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾''اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا، اُسی نے تمہیں برباد کر دیا، چنانچہ تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے''تمہارے گمان نے تمہیں خسارے میں ڈال دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ﴾''اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا، اُسی نے تمہیں برباد کر دیا''تم نے اپنے رب کے بارے میں بدگمانی کی جو اس کی ذات کے جلال کے لائق نہ تھی۔ وہی بدگمانی تمہیں لے ڈوبی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ''بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے زندگی میں کوئی نیکی کا کام نہ کیا تھا۔ اس نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میری لاش کو جلا کر آدھی راکھ دریا میں پھینک دینا اور آدھی ہوا میں بکھیر دینا۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے ایسی سزا دے گا جو سارے جہانوں میں سے کسی دوسرے کو نہ دی گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دریا اور ہوا کو حکم دیا اور اس کے تمام اجزاء اکٹھے کر لیے۔ پھر اسے اپنے پاس حاضر کر کے پوچھا: تم نے ایسا کام کیوں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے ڈر کی وجہ سے کیا تھا''پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔(بخاری4816)

(2)﴿فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾''چنانچہ تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے''تم نے اپنے آپ کو بھی خسارے میں ڈالا اپنے گھر والوں کو بھی یہ سب سے بڑا خسارہ ہے۔

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے آپ کی وفات سے تین دن پہلے سنا آپ ﷺ نے فرمایا''تم میں سے کوئی اس وقت تک نہ مرے، سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اچھا گمان رکھتا ہو۔(مسلم:7229)

سوال2:﴿فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے یعنی جو زندگی، رزق، مال، قوتوں اور صلاحیتوں جیسا سرمایہ زندگی پا کر ایسے کام کئے یعنی ایسی جگہوں پر سرمایہ زندگی لگایا کہ سب کچھ برباد ہو گیا۔ دیوالیہ ہو گئے اور اب جہنم کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

﴿فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ﴾

''پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ہی اُن کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کئے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے''(24)

سوال1:﴿فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ ۚ وَاِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ﴾ ''پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ہی اُن کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے'' وہ صبر کریں یا نہ کریں اب ان کے لیے جہنم ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ﴾ ''پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ہی اُن کا ٹھکانہ ہے'' اگر کسی حال میں صبر کا امکان فرض کرلیا جائے تاہم آگ کے سامنے صبر کرنا ممکن نہیں اور اس آگ پر صبر کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے جس کی حرارت بے انتہا شدید ہے، اس کی حرارت دنیا کی آگ کی حرارت سے ستر گنا زیادہ ہے۔اس کا پانی شدید گرم ہوگا، اس کی پیپ بے انتہا بدبودار ہوگی، جہنم کے ٹھنڈے طبقے کی ٹھنڈی کئی گنا زیادہ ہوگی، اس کی زنجیریں، طوق اور گرز بہت بڑے ہوں گے۔اس کے داروغے نہایت درشت مزاج ہوں گے اور ان کے دلوں سے ہر قسم کا رحم نکل چکا ہوگا اور آخری چیز یہ کہ جبار کی سخت ناراضی ہوگی، چنانچہ جب وہ اسے مدد کے لیے پکاریں گے تو وہ فرمائے گا:﴿اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو'' (المؤمنون:108)(تفسیر سعدی:3/2415,2416)

(2)﴿وَاِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ﴾ ''اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے'' ﴿یَّسْتَعْتِبُوْا﴾ کا مادہ عتب اور عتب کے یا عتاب کے معنی ناراضگی دور کرنے کے لیے میٹھے انداز میں خفگی کا اظہار کرنا ہے یعنی ایسی میٹھی میٹھی سرزنش اور ملامت جس کا مقصد بالآخر رضامند ہونا اور مان جانا ہے اور استعتب کے معنی کسی روٹھے ہوئے کو منالینا اور اعتب کے معنی سبب ناراضگی کو دور کرنا ہے۔اس لحاظ سے اس جملہ کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے۔دوسرا یہ کہ اگر وہ دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش کریں تو ان کی یہ خواہش تسلیم نہیں کی جائے گی اور تیسرا یہ کہ اگر وہ خوشامد یا منت سماجت کر کے منانا چاہیں جیسا کہ دنیا میں اس طرح بھی کام چل جاتا ہے تو ان کی خوشامد یا منت سماجت کا بھی کچھ اثر نہ ہوگا۔(تیسیر القرآن 4/111)

(3)رب العزت نے فرمایا﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ واپس بھیج دے جائیں تو یقینا دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقینا جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28)

سوال2:فیصلہ ہوجانے کے بعد جب لوگ جہنم چلے جائیں گے تو کیا ان کے عذر قبول ہوجائیں گے یا معاف کردیئے جائیں گے؟

جواب:(1)فیصلہ ہوجانے کے بعد کوئی عذر پیش کرے گا تو عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

(2)کوئی اللہ تعالیٰ کو منانا چاہے گا منا نہیں پائے گا۔(3)دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست بھی قبول نہیں ہوگی۔

(4)اُن پر کسی کو ترس بھی نہیں آئے گا۔(5)کسی بھی طریقے سے جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے نکل نہیں پائیں گے۔

(6)اگر صبر کریں تب بھی ٹھکانہ جہنم ہوگا۔عذر پیش کریں تب بھی ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن پر بُرے دوست مُسلط کر دیے ہیں تو انہوں نے اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے ہر چیز کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا، اور اُن پر وہی بات ثابت ہو گئی جو جنوں اور انسانوں کے اُن گروہوں پر ہو چکی جو اُن سے پہلے گزر چکے تھے، یقیناً وہ خسارہ اٹھانے والے تھے''(25)

سوال1:﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾''اور ہم نے اُن پر بُرے دوست مُسلط کر دیے ہیں تو انہوں نے اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے ہر چیز کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر شیاطین مسلط کر دیئے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ﴾''اور ہم نے اُن پر بُرے دوست مُسلط کر دیے ہیں'' قرناء قرین کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہم عمر ساتھی ہے جو بہادری، قوت اور دیگر اوصاف میں اس کا ہمسر ہو، ہمجولی اور اس لفظ کا استعمال برے معنوں میں ہوتا ہے یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول کر بداعمالیوں میں لگے رہتے ہیں تو ان کے ہمجولی بھی انہی کی قسم کے شیطان سیرت ہوتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:111/4)

(2) اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان پر دو شیطان مسلط کر دیئے تھے ایک انسانی شیطان ایک جن جو انہیں برے کام پر سراہتے رہتے تھے اور وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔

(3)﴿فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾''تو انہوں نے اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے ہر چیز کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا'' پس ان شیاطین نے دنیا اور اس کی خوبصورتی کو ان کی آنکھوں کے سامنے مزین کر دیا اور انہیں اس کی لذات و شہوات محرمہ کے حوالے کر دیا، یہاں تک کہ وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا اقدام کیا اور جیسے چاہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے خلاف جنگ کی راہ چل نکلے اور انہوں نے آخرت کو ان سے دور کر دیا اور اس کی یاد کو فراموش کرا دیا۔ بسا اوقات آخرت کے وقوع کے بارے میں ان کے دلوں میں شبہات پیدا کیے جس سے ان کے دلوں سے آخرت کا خوف چلا گیا اور ان کو لے کر کفر، بدعات اور معاصی کی راہوں پر گامزن ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ان مکذبین حق پر شیاطین کو مسلط کرنا، ان کی اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی آیات سے روگردانی اور ان کے انکار حق کے سبب سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اُس کا ساتھی اور وہ یقیناً لوگوں کو راہِ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ ہدایت یافتہ ہیں۔''(الزخرف:37,36)

(تفسیر سعدی:2416/3)

(4)رب العزت نے فرمایا﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے کافروں پر شیاطین بھیج دیئے ہیں جو انہیں اُبھار رہے ہیں، خوب ابھارنا۔''(مریم:83)

سوال2:﴿وَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ﴾''اور اُن پر وہی بات ثابت ہوگئی جو جنوں اور انسانوں کے اُن گروہوں پر ہو چکی جو اُن سے پہلے گزر چکے تھے، یقیناً وہ خسارہ اٹھانے والے تھے''اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر میں عذاب کا فیصلہ ان پر نافذ ہوگیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ﴾''اور اُن پر وہی بات ثابت ہوگئی''ان پر اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کا فیصلہ نافذ ہوگیا۔مشرک اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت سے گمراہ ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے تمام کام اس کی حکمت پر مبنی ہیں۔

(2)﴿فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾''جو جنوں اور انسانوں کے اُن گروہوں پر ہو چکی جو اُن سے پہلے گزر چکے تھے''یعنی جیسے پہلی قوموں پر عذاب کا حکم واجب ہوا تھا جو ان سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے تھیں۔ان کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔(3)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ﴾''یقیناً وہ خسارہ اٹھانے والے تھے''وہ خسارے میں پڑ گئے۔انہوں نے دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھایا۔

رکوع نمبر 18

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو تا کہ تم غالب آجاؤ''(26)

سوال1:﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو تا کہ تم غالب آجاؤ''کافر کہتے ہیں قرآن نہ سنو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا، انہوں نے اپنے دوستوں سے کہا۔(2)﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ﴾''کہ اس قرآن کو نہ سنو''کافر ایک دوسرے سے کہتے ہیں قرآن مت سنو، اس کی طرف کوئی توجہ نہ دو۔اگر اتفاقاً تم سن لو یا اس کو سننے کی دعوت دی جائے تو اسکی مخالفت کرو۔

(3)یعنی قرآن کی اطاعت نہ کرنا اور اس کے احکامات پر عمل نہ کرنا۔(مختصر ابن کثیر:2/1791)

(4)﴿وَالْغَوْا فِیْهِ﴾''اور اس میں شور کرو''یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو شور مچاؤ، سیٹیاں بجاؤ، تالیاں پیٹو، نکتہ چینی کرو، اس کو ماننے سے انکار کردو اور ہر طرح سے مخالفت کرو۔(5)یعنی اس کے الفاظ اور اس کے معنی کی تلاوت کی اجازت نہ دو۔

(6)﴿لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ ''تا کہ تم غالب آجاؤ'' تا کہ غلبہ تمہارا رہے۔

(7) یہ دشمنوں کی طرف سے گواہی ہے اور واضح ترین حق وہ ہوتا ہے جس کی گواہی خود دشمن دیں کیونکہ انہوں نے اس شخص پر، جو حق لے کر آیا، اپنے غلبے کا حکم صرف اعراض اور روگردانی کے حال میں ایک دوسرے کو روگردانی کی وصیت کی صورت میں لگایا۔ ان کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ اس کی تلاوت میں خلل نہ ڈالیں اور اسے غور سے سنیں تو وہ کبھی غالب نہیں آسکتے کیونکہ حق ہمیشہ غالب رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا۔ اس حقیقت کو اصحاب حق اور اعدائے حق سب جانتے ہیں۔ چونکہ یہ سب کچھ ان کے ظلم اور عناد کے باعث تھا، اس لیے ان کی ہدایت کی توقع باقی نہیں رہی اب ان کے لیے عذاب اور سزا باقی رہ گئی تھی۔ (تفسیر سعدی:3/2417,2418)

(8) رب العزت نے قرآن مجید کے بارے میں ایمان والوں کو حکم دیا:﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' (الاعراف:204)

سوال 2: کافروں نے یہ بات کیوں کہی کہ بے ہودہ گوئی کرو؟

جواب: انہوں نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ ہوسکتا ہے شور وغل کی وجہ سے تم غالب آجاؤ یعنی نہ تلاوت ہو نہ لوگ متاثر ہوں۔

﴿فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''چنانچہ جنہوں نے کفر کیا یقیناً ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اور ہم یقیناً اُن کو اُن کے عمل کا بدترین بدلہ ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے'' (27)

سوال 1:﴿فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ جنہوں نے کفر کیا یقیناً ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اور ہم یقیناً اُن کو اُن کے عمل کا بدترین بدلہ ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے'' رب العزت قرآن کی توہین پر شدید عذاب ضرور دیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ ''چنانچہ جنہوں نے کفر کیا یقیناً ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے'' جن کافروں نے قرآن حکیم کی توہین کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے ان کے بارے میں رب العزت نے شدید عذاب دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

(2) رب العزت نے قرآن حکیم کی عزت واحترام کے لیے حق کے دشمنوں کو ابدالآباد تک جلنے کی سزا دی ہے۔

(3)﴿وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم یقیناً اُن کو اُن کے عمل کا بدترین بدلہ ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے'' یعنی ان کی برائیوں اور ان کے گناہوں کے مطابق انہیں سزا دیں گے اور سب سے بڑا گناہ شرک اور کفر ہے۔

(4) یہ سزا ظلم نہیں ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے حق کے دشمنوں کی سازشوں پر انہیں کیا جواب دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

(2) ان کے بدترین اعمال کا بدلہ ضرور دیں گے جن میں قرآن مجید سے روکنے کا جُرم بھی ہے۔

(3) اُن کے اچھے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی مثلاً مہمانوں کی عزت کرنا اور صلہ رحمی کرنا وغیرہ۔

﴿ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے، اس میں اُن کے لئے ہمیشہ کا گھر ہے، اس کا بدلہ ہے کہ جو وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے'' (28)

سوال1: ﴿ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے، اس میں اُن کے لیے ہمیشہ کا گھر ہے، اس کا بدلہ ہے کہ جو وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کی اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے ساتھ جنگ کی ان کی جزا، ان کے کفر، تکذیب، مجادلہ اور جنگ کے سبب سے جہنم کی آگ ہے۔ (تفسیر سعدی: 2418/3)

(2) ﴿لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ﴾ ''اس میں اُن کے لئے ہمیشہ کا گھر ہے'' وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان سے عذاب لمحے بھر کے لیے بھی دور نہیں کیا جائے گا۔ (3) ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''اس کا بدلہ ہے کہ جو وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے'' آگ کا عذاب اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار کا بدلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ ان کا انکار کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے واضح دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ انبیاء پر نازل فرماتا ہے۔ (2) اس سے مراد معجزات بھی ہیں۔ (3) اس سے مراد کائنات میں موجود دلائل بھی ہیں۔ (4) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے کلام کی آیات بھی ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ان جنوں اور انسانوں میں سے وہ لوگ ہمیں دِکھادے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے رکھیں، تا کہ وہ ذلیل ہونے والوں میں سے ہوجائیں'' (29)

سوال1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ان جنوں اور انسانوں میں سے وہ لوگ ہمیں دِکھادے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے رکھیں، تا کہ وہ ذلیل ہونے والوں میں سے ہوجائیں'' گمراہی میں مبتلا، گمراہی کی طرف راہ نمائی کرنے والالوں کے خلاف سخت بغض رکھیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے'' گمراہی کے راستے پر چلنے والے کافر اپنے رہنماؤں کے بارے میں رب سے فریاد کریں گے۔

(2) ﴿رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ ''اے ہمارے رب! ان جنوں اور انسانوں میں سے وہ لوگ ہمیں دِکھادے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا'' اے ہمارے رب! جنہوں نے ہمیں گمراہی اور عذاب کی طرف دعوت دی ہمیں وہ لوگ دکھادے۔

(3) ﴿نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ ''ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے رکھیں، تا کہ وہ ذلیل ہونے والوں میں سے ہوجائیں'' یعنی ہم انہیں پاؤں تلے روند ڈالیں کیونکہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور ہمیں آگ کے گھر تک پہنچادیا۔ اب ہم ان سے انتقام لے کر انہیں رسوا کردیں۔ (4) جہنم میں جانے والے ایک دوسرے سے شدید بغض میں مبتلا ہوں گے۔

سوال2: اہل جہنم یہ کیوں چاہیں گے کہ گمراہ کرنے والوں کو دیکھ لیں تا کہ انہیں اپنے قدموں تلے روند کر سب نیچوں سے نیچ کر دیں؟

جواب: اہل جہنم کی یہ چاہت اس لئے ہوگی کہ انہیں اپنے لیڈروں پر غصہ ہوگا اور وہ اپنے دل کی تسلی کے لئے یہ چاہیں گے کہ قدموں تلے روند ڈالیں گمراہ کرنے والوں کو۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہوجاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا'' (30)

سوال1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ

كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا'' جو علم اور عمل میں استقامت کی راہ پر چلے انہیں فرشتے جنت کی بشارت دیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان لیا اور اس پر راضی ہو گئے پھر وہ علم اور عمل میں، اخلاق اور عقائد میں استقامت کے راستے پر چلے، اپنے اعمال میں مخلص رہے۔ جو خلوص سے سنت کے مطابق عمل کرتے رہے۔

(2)﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''ان پر فرشتے اُترتے ہیں'' موت کے وقت ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

(3)﴿اَلَّا تَخَافُوْا﴾ ہیں: (3)﴿اَلَّا تَخَافُوْا﴾ ''کہ نہ ڈرو'' فرشتوں کا یہ نزول بتکرار ہوتا ہے وہ ان کے پاس حاضر ہو کر خوش خبری دیتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2419/3) یعنی ان کا خوف دور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مستقبل کے بارے میں ڈر نہیں۔

(4)﴿وَلَا تَحْزَنُوْا﴾ ''اور نہ غم کرو'' جو ماضی میں گزر چکا اس پر غم نہ کھاؤ۔

(5)﴿وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا'' فرشتے بشارت دیتے ہیں خیر و برکت والی جنت مبارک ہو۔ دنیا میں جو تم نے اولاد، گھر والے، مال چھوڑا ہے اس کا غم نہ کرو۔ تمہارے لیے تو ہر تکلیف دور ہو گئی۔

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں اے پاکیزہ جسم کی پاکیزہ روح جس سے جسم آباد تھا رحمت اور الروزی کی طرف نکل آ اور اس رب کی طرف بھی جو آج تجھ سے ناراض نہیں ہے یا قبروں سے اٹھتے وقت فرشتے یہ بشارت دیں گے۔ (تفسیر ابن عباس) (مختصر ابن کثیر: 1793/2)

سوال 2: فرشتے کس بات پر غم نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں؟

جواب: فرشتے آخرت میں پیش آنے والے حالات کے خوف سے بچانے کے لیے، اور دنیا میں مال اور اولاد جو انسان چھوڑ جاتا ہے اس پر غم نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ﴾

''ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور

تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے"(31)

سوال1:﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ﴾ "ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے" فرشتے دنیا کی زندگی میں بھی ایمان والوں کے دوست ہیں اور آخرت میں بھی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ "ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی" فرشتے ایمان والوں کی استقامت اور ثابت قدمی کو بڑھاتے ہوئے اور خوش خبری دیتے ہوئے موت کے وقت کہیں گے۔ دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے دوست رہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم تمہیں ٹھیک راہ سمجھاتے رہے تمہیں اچھے عملوں کا شوق دلاتے رہے اور برائیوں سے حفاظت کرتے رہے۔ اسی طرح ہم آخرت میں بھی تمہارے مونس اور غم گسار ہیں۔ قبروں کی وحشت میں تمہارے انیس اور جلیس، صور پھونکے جانے کے وقت تمہارے رفیق و مصاحب اور قبروں سے اٹھتے وقت میدان محشر میں تمہیں تسلی دینے والے، تمہاری گھبراہٹ دور کرنے والے اور صراط مستقیم سے تمہیں عبور کرا کر نعمتوں والی جنت میں لے جانے والے ہوں گے۔(مختصر ابن کثیر:2/1792)

(2) وہ دنیا کے اندر انہیں بھلائی کی ترغیب دیتے ہیں اور بھلائی کو ان کے سامنے مزین کرتے ہیں۔ وہ ان کو برائی سے ڈراتے ہیں اور ان کے دلوں میں برائی کو قبیح بنا کر پیش کرتے ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اور مصائب اور مقاماتِ خوف میں ان کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ خاص طور پر موت کی سختیوں، قبر کی تاریکیوں، قیامت کے روز پل صراط کے ہولناک منظر کے وقت ان کی ہمت بڑھاتے ہیں اور جنت کے اندر ان کے رب کی طرف سے عطا کردہ اکرام و تکریم پر انہیں مبارک باد دیتے اور ہر دروازے میں سے داخل ہوتے ہوئے ان سے کہیں گے:﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ "تم پر سلامتی ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا، سو کتنا ہی اچھا ہے اس گھر کا انجام!"(الرعد:24)(تفسیر سعدی:3/2419)

(3)﴿وَلَكُمْ فِيْهَا﴾ "اور تمہارے لیے وہ ہے" فرشتے ان سے کہیں گے جنت میں تمہارے لیے وہ سب کچھ ہوگا۔

(4)﴿مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ﴾ "تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے" یعنی جو تمہارا دل چاہے گا وہ حاضر کر دیا جائے گا۔ جس نعمت کی خواہش ہوگی وہ تیار اور موجود ہوگی مہیا کر دی جائے گی۔

(5)﴿وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ﴾ "اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے" جیسا کہ فرمایا:﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(۷۱) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۷۲) لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ(۷۳)﴾ "ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے اور اُس میں ہر

وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمہارے لیے اُس میں بہت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو۔" (الزخرف:71-73) یعنی جس لذت میں تمہاری رغبت ہوگی، جس کا تم ارادہ کرو گے وہ تمہیں حاصل ہو جائے گی جنت کی نعمتیں تمہارے لیے ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی کے حاشیہ خیال سے گزریں۔

سوال 2: جنت میں انسان کے لیے سب سے خوش آئند بات کیا ہوگی؟

جواب: (1) جنت میں انسان کی ہر خواہش پوری ہوگی وہ جو چاہے گا ملے گا۔

(2) ہر چیز جس کی انسان تمنا کرے گا اسے عطا کر دی جائے گی۔

﴿نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ﴾

"بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر" (32)

سوال 1: ﴿نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ﴾ "بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر" رحم کرنے والے کی طرف سے ضیافت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿نُزُلًا﴾ یہ ضیافت، مہمانی ہمیشہ کے لیے ہے۔ تمہارا یہ ثواب کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(2) ﴿مِّنْ غَفُوْرٍ﴾ "بے حد بخشنے والے" گناہوں کو بخش دینے والی مہربان ہستی کی جانب سے جس نے تمہارے سارے گناہ بخش دیے ہیں۔

(3) ﴿رَّحِيْمٍ﴾ "بے حد رحم والے کی جناب سے" مہربان ہستی، سراپا رحمت، جس نے نیکیوں کی توفیق دی ہو قبول فرما لیا۔ اس نے گناہوں کو معاف کر دیا۔ خطاؤں اور غلطیوں سے دور کر دیا اور اپنی رحمت سے تمہیں جنت جیسا مقام عطا فرما دیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ "اُن کے رب کے پاس ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے اور وہ اس کی وجہ سے اُن کا مددگار ہے جو وہ عمل کرتے تھے۔" (الانعام:127)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور رحیم کا کیسے شعور دلایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جنت سے اپنی صفات کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے تمناؤں اور خواہشوں کے پورا کرنے سے اپنی صفات رحیم کا شعور دلایا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے جنت کی میزبانی سے اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے کیونکہ کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا جب تک کہ اسے اس کے گناہوں اور خطاؤں کی معافی نہ مل جائے۔ اور اسے جہنم سے چھٹکارا نہ مل جائے۔

رکوع نمبر 19

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

''اور بات میں اس شخص سے زیادہ اچھا کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور کہا کہ یقیناً میں فرماں برداروں میں سے ہوں'' (33)

سوال: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور بات میں اس شخص سے زیادہ اچھا کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور کہا کہ یقیناً میں فرماں برداروں میں سے ہوں'' صاحب عمل مبلغ سے اچھی بات کس کی ہوگی؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا﴾ ''اور بات میں اس شخص سے زیادہ اچھا کون ہے'' کس کی بات اس سے اچھی ہوسکتی ہے؟ کس کا کلام اس سے بہتر ہوسکتا ہے؟

(2) ﴿مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا'' جس نے اللہ کی طرف بلایا جو جہلا کو تعلیم کے ذریعے سے، غافلین اور اعراض کرنے والوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعے سے اور اہل باطل کو بحث و جدال کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام انواع کی عبادت کا حکم اور اس کی ترغیب دیتا ہے اور جیسے بھی ممکن ہو اس عبادت کی تحسین کرتا ہے اور ہر اس چیز پر زجر و توبیخ کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو اور ہر اس طریقے سے اس کی قباحت بیان کرتا ہے، جو اس کے ترک کرنے کا موجب ہے۔ خاص طور پر یہ دعوت اصول دین اسلام کی تحسین اور اس کے دشمنوں کے ساتھ احسن طریقے سے مباحثہ و مجادلہ کی دعوت، اس دعوت کے متضاد امور مثلاً کفر و شرک سے ممانعت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تفاصیل، اس کے لامحدود احسان، اس کی کامل رحمت، اس کے اوصاف کمال اور نعوت جلال کے ذکر کے ذریعے سے اس کے بندوں میں اس کی محبت پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے علم و ہدایت کے حصول کی ترغیب اور ہر طریقے سے اس پر آمادہ کرنا دعوت الی اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔ مکارم اخلاق کی ترغیب، تمام مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا، بھلائی کرنے والے کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا، صلہ رحمی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک دعوت الی اللہ کا حصہ ہے۔ مختلف مواقع، حوادث اور مصائب پر حالات کی مناسبت سے عام لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا دعوت الی اللہ میں شمار ہوتا ہے۔ الغرض ہر بھلائی کی ترغیب اور ہر برائی سے ترہیب دعوت الی اللہ میں شامل ہے۔ (تفسیر سعدی 3/2420،2421)

(3) ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیے'' جس نے اپنے رب کی رضا کے لیے نیک عمل کیے جس کا نفع اس کی ذات کو بھی ہے اور دوسروں کو بھی۔ (4) یعنی وہ صاحب عمل ہے۔ جو بات دوسروں کو کہتا ہے اس پر پہلے خود عمل کرتا ہے۔

(5) رسول اللہ ﷺ اس صفت میں سب لوگوں سے آگے ہیں۔

(6) ﴿وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ ''اور کہا کہ یقیناً میں فرماں برداروں میں سے ہوں'' وہ لوگوں کے سامنے اس بات کا اظہار کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے آگے سر جھکانے والوں میں سے ہوں۔

﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾

''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اُس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے'' (34)

سوال 1: ﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اُس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے'' برائی کو نیکی سے دور کرو، دشمن بھی دوست بن جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں'' یعنی نیکی اور اطاعت برابر نہیں ہو سکتے۔ ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ ''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کیا ہے؟'' (الرحمٰن:60) (تفسیر سعدی:3/2421)

(2) نیکی اور برائی میں بہت بڑا فرق ہے۔

(3) ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ ''برائی کو تم اُس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے'' جو آپ کے ساتھ برائی کرے آپ اس برائی کو اس کے ساتھ احسان کر کے دفع کریں۔

(4) آپ (بدی کا) ایسی بات سے دفاع کیجئے جو اچھی ہو۔ یعنی جب کبھی لوگوں میں سے کوئی شخص آپ کے ساتھ برا سلوک کرے، خاص طور پر وہ شخص، جس کا آپ پر بہت بڑا حق ہے، مثلاً عزیز و اقارب اور دوست احباب وغیرہ۔ یہ برا سلوک قول کے ذریعے سے ہو یا فعل کے ذریعے سے، اس کا مقابلہ ہمیشہ حسن سلوک سے کریں۔ اگر اس نے آپ سے قطع رحمی کی ہے تو آپ اس سے صلہ رحمی کریں اگر وہ آپ پر ظلم کرے تو آپ اس کو معاف کریں۔ اگر وہ آپ کے بارے میں آپ کی موجودگی یا غیر موجودگی میں کوئی بات کہے تو آپ اس کا مقابلہ نہ کریں بلکہ اس کو معاف کر دیں۔ اور اس کے ساتھ انتہائی نرمی سے بات کریں۔ اگر وہ آپ سے بول چال چھوڑ دے تو آپ اس سے اچھی طرح بات کریں اور اسے کثرت سے سلام کریں۔ جب آپ اس کی برائی کے بدلے حسن سلوک سے پیش آئیں گے تو آپ کو عظیم فائدہ حاصل ہوگا۔ (تفسیر سعدی:3/2421، 2422)

(5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو آپ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اس کا انجام ایسا نہیں جیسا تیرا ہے جب تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے۔ (تفسیر منیر:555/12)

(6) ﴿فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ ''تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے'' یعنی تم برائی کرنے والوں کے ساتھ احسان کرو گے تو وہ احسان اس کو نادم کر کے تمہاری محبت پر مجبور کر دے گا اور وہ تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1794)

(7) یعنی وہ تمہارا بہت محبت کرنے والا دوست بن جائے گا۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ ''درگزر کرو۔ اور نیکی کا حکم دیتے رہو۔ اور جاہلوں سے منہ موڑ لو۔'' (الاعراف:199)

سوال 2: نیکی اور بدی کے برابر نہ ہونے کا تذکرہ کس حوالے سے کیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا جب نیکی کرتا ہے تو اسے برے رویوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے اسی حوالے سے رب العزت نے نیکی اور بدی کی حقیقت کو واضح کیا کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتیں۔

﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾

''اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُس کو جو بڑے نصیب والا ہے'' (35)

سوال: ﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ ''اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُس کو جو بڑے نصیب والا ہے'' صبر کرنے والے ہی برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ ''اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کریں'' یعنی یہ صفت صرف صبر کرنے والوں کو ہی عطا کی جاتی ہے۔

(2) جو اپنے نفس کو ان امور کا پابند بناتے ہیں، جنہیں ان کے نفس ناپسند کرتے ہیں اور انہیں ایسے امور پر عمل کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ نفس انسانی کی جبلت ہے کہ وہ برائی کا مقابلہ برائی اور عدم عفو سے کرتا ہے، تب وہ احسان کیوں کر کر سکتا ہے؟ جب انسان اپنے نفس کو صبر کا پابند بنا لیتا ہے اور اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے بے پایاں ثواب کو جانتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ برا سلوک کرنے والے کے ساتھ اسی جیسا سلوک کرنا اسے کچھ فائدہ نہیں دے گا اور عداوت صرف شدت ہی میں اضافے کا باعث ہوگی اور یہ بھی

علم ہے کہ برا سلوک کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے اس کی قدر و منزلت کم نہیں ہوگی، بلکہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے رفعت عطا کرتا ہے، تب معاملہ اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس فعل کو سرانجام دیتے ہوئے لذت محسوس کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2422/3)

(3) ﴿وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ''اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُس کو جو بڑے نصیب والا ہے'' یعنی یہ مقام نصیب والوں کو ملا کرتا ہے جو دنیا میں اخلاق میں کمال درجے پر ہوں، ان لوگوں کے لیے یہ آخرت میں اجر عظیم ہے۔

﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

''اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اُکساہٹ ہو تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں، یقیناوہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (36)

سوال 1: ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اُکساہٹ ہو تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں، یقیناوہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' شیطان کی اکساہٹ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے انسان کو انسانوں میں سے دشمنی کرنے والے کے ساتھ برائی کے مقابلے میں حسن سلوک سکھایا ہے اور شیطان کو جو سب سے بڑا دشمن ہے اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کا حکم دیا ہے۔

(2) ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ ''اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اُکساہٹ ہو تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں'' یعنی شیطان کے وسوسوں اور اکساہٹوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ لے لو، وہ آپ کو دشمن سے بچا لے گا، آپ کی حفاظت فرمائے گا، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اگر شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی اُکساہٹ ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو۔ یقیناوہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔'' (الاعراف: 200)

(3) ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ (۹۶) وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ (۹۷) وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ (۹۸)﴾ ''تم بُرائی کو اس طریقے سے دور کرو جو اچھا ہو۔ جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں ہم اسے خوب جانتے ہیں۔ اور کہہ دو کہ اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اے میرے رب! کہ وہ میرے پاس آئیں'' (المومنون: 96-98)

(4) ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ ''پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو'' (النحل: 98)

(5)سیدنا عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی کریم کے صحابی ہیں انہوں نے کہا نبی ﷺ کے سامنے دو آدمیوں نے آپس میں گالی گلوچ دی ایک صاحب کو غصہ آ گیا اور بہت زیادہ آیا ان کا چہرہ پھول گیا اور رنگ بدل گیا، نبی ﷺ نے فرمایا مجھے ایک کلمہ معلوم ہے اگر ایک غصہ کرنے والا شخص اسے کہہ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے گا چنانچہ ایک صاحب نے جا کر غصہ ہونے والے کو نبی ﷺ کا ارشاد سنایا اور کہا شیطان سے اللہ کی پناہ: وہ کہنے لگا مجھ کو دیوانہ بنایا ہے کیا مجھ کو کوئی روگ ہو گیا ہے جا اپنا راستہ لے۔(بخاری:6048)

(6)شیطان برائی کو آراستہ کر کے پیش کرتا ہے اور نیکی کو بدنما کر کے پیش کرتا ہے اس کے کسی حکم کی اطاعت کا خدشہ بھی محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو۔

(7)﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''یقیناوہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کیونکہ وہ آپ کی بات اور عاجزانہ دعا کو سنتا ہے وہ آپ کے حال کو جانتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ اس کی حمایت وحفاظت کے ضرورت مند ہیں۔(تفسیر سعدی:2423/3)

سوال2:شیطان کس مقصد کے لیے وسوسہ ڈالنا چاہتا ہے؟

جواب:(1)شیطان رب کے راستے سے دور کرنے کے لیے وسوسے ڈالتا ہے۔(2)شیطان دعوت کے کام سے روکنے کے لیے وسوسے ڈالتا ہے۔(3)شیطان برائی کو بھلائی سے بدلنے کے کام کو ختم کرنے کے لیے وسوسے ڈالتا ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند، سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اُس اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا، اگر تم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہو''(37)

سوال:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند، سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اُس اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا، اگر تم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہو'' صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو قادر مطلق ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن'' رب العزت نے اپنی عظیم قدرت کی مثال دی ہے کہ اس نے رات کے اندھیرے کے ساتھ دن کے اجالے کو پیدا کیا۔

(2)دن کی روشنی اپنے نفع کی وجہ سے نشانی ہے کہ لوگ دن میں اپنے کام کرتے ہیں۔رات اپنے نفع کی وجہ سے نشانی ہے کہ رات میں مخلوق آرام کرتی ہے۔

(3)﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾''اور سورج اور چاند''سورج اور چاند اپنی روشنی کی وجہ سے نشانی ہیں۔سورج کے ساتھ زمین روشن ہے اس کی حرارت سے سمندروں کا پانی بھاپ بنتا ہے اور بارش برسانے کے لیے یہ پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اوپر فضا میں پہنچ کر ٹھنڈا ہوتا ہے،سورج کی وجہ سے فصلیں پکتی ہیں سورج اور چاند کی وجہ سے سالوں اور مہینوں کے اوقات کا حساب کتاب ہوتا ہے،سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانیوں میں سے ہیں۔

(4)﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ﴾''سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو''دونوں مخلوق ہیں۔اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔اس کے غلبے کے تحت ہیں۔مخلوق کو سجدہ نہ کرو۔خالق کے ساتھ مخلوق کو عبادت میں شریک نہ کرو۔

(5)﴿الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ﴾''جس نے انہیں پیدا کیا''اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اس کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت نہ کرو خواہ اس کے کتنے عظیم فوائد ہوں۔

(6)﴿اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾''اگر تم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہو''اسی کے لیے اپنی عبادت کو خالص کرو کیونکہ اسی کی عبادت حق ہے،اس کے سوا کسی کی عبادت درست نہیں۔

(7)﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چلنے والے جانور اور لوگوں میں سے بہت سے اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کردے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں۔یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''(الحج:18)

سوال2:سورج اور چاند کو سجدہ کرنے سے کیوں روکا گیا؟

جواب:(1)سورج اور چاند کوئی اختیار نہیں رکھتے۔(2)سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ﴾

''پھر بھی اگر وہ تکبر کریں تو جو(فرشتے)آپ کے رب کے پاس ہیں وہ دن رات اُس کی تسبیح کرتے ہیں اور کبھی نہیں اُکتاتے''(38)

سوال1:﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ﴾''پھر بھی اگر وہ تکبر کریں تو جو(فرشتے)آپ کے رب کے پاس ہیں وہ دن رات اُس کی تسبیح کرتے ہیں اور کبھی نہیں اُکتاتے''مقرب فرشتے دن رات

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا﴾ ''پھر بھی اگر وہ تکبر کریں'' اگر مشرک تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے نہ کریں۔

(2) اگر وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو تسلیم نہ کریں تو وہ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

(3) اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کریں تو وہ ان سے بے نیاز ہے۔ اسے کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں۔

(4)﴿فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ''تو جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں'' یعنی مقرب فرشتے۔

(5)﴿يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ﴾ ''وہ دن رات اُس کی تسبیح کرتے ہیں اور کبھی نہیں اُکتاتے'' فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے نہیں اکتاتے۔ وہ دن رات رب العزت کی تسبیح کرتے ہیں۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ﴾ ''یقیناً جو فرشتے تیرے رب کے پاس ہیں۔ وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔ اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔'' (الاعراف:206)

(7) یعنی فرشتوں میں عبادت کی شدید رغبت ہوتی ہے۔

سوال 2: جو لوگ رب کے پاس ہیں وہ کس اعتبار سے قابل عزت اور مثالی لوگ ہیں؟

جواب:(1) جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ اللہ کے سامنے تکبر نہیں کرتے جس طرح انسان تکبر کرتا ہے۔

(2) وہ رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ (3) وہ کبھی نہیں اکتاتے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بلاشبہ آپ زمین کو بنجر دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی اور پھولتی ہے، بے شک جس نے اُس کو زندہ کیا، یقیناً وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (39)

سوال 1:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بلاشبہ آپ زمین کو بنجر دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی اور پھولتی ہے، بے شک جس نے اُس کو زندہ کیا، یقیناً وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ

ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' زندگی بعد موت کی دلیل آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور تدبیر کائنات میں بے مثال ہونے کی ایک نشانی یہ ہے۔

(2)﴿اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً﴾ ''کہ بلاشبہ آپ زمین کو بنجر دیکھتے ہیں'' آپ زمین کو دیکھتے ہو اس میں کوئی نباتات نہیں ہوتی بالکل مردہ ہوتی ہے۔

(3)﴿فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ﴾ ''پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں'' یعنی جب ہم زمین پر بارش برساتے ہیں۔

(4)﴿اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ﴾ ''تو وہ لہلہاتی اور پھولتی ہے'' یعنی وہ نباتات کے ساتھ طرح طرح کے بیل بوٹے اور پھل پھول پیدا کرنے لگتی ہے۔ وہ زمین لہلہانے لگتی ہے اور ابھرنے لگ جاتی ہے۔

(5)﴿اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ''بے شک جس نے اُس کو زندہ کیا، یقیناً وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے'' جو رب مردہ زمین کو زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ اسی طرح مردوں کو بھی زمین سے زندہ کر کے نکالنے پر قدرت رکھتا ہے۔

(6) رب العزت نے فرمایا﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور وہ ذات ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اُٹھا لیتی ہیں، ہم اُسے کسی مُردہ زمین کی طرف ہانکتے ہیں۔ پھر ہم اس کے ذریعے پانی اُتارتے ہیں۔ پھر ہم اس کے ذریعے سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ اس طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے تاکہ تم سبق لو۔'' (الاعراف:57)

(7)﴿اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' جس طرح وہ مردہ زمین کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس سے عاجز نہیں اسی طرح انسانوں کو ان کی موت کے بعد زندگی دینے سے وہ عاجز نہیں ہے وہ اپنی قدرت سے مردوں کو زندہ کرے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مردہ زمین کو زندہ کرنے کے لیے کیسے اقدامات کیے ہیں؟

جواب: زمین کی مٹی پانی کو اپنے اندر داخل ہونے دیتی ہے۔ زمین کے اندر زرخیزی کی صلاحیت کو بارش کا پانی شاداب بنانے کا ذریعہ بنتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے پانیوں کو مٹی تک پہنچا کر سبزہ اُگاتے ہیں۔ ہر وقت زمین سے پھل، سبزیاں، اجناس وغیرہ کا اگنا اللہ تعالیٰ کے قدیر ہونے کا ثبوت ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

''یقیناجولوگ ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں،وہ ہم پر پوشیدہ نہیں رہتے،توکیاجوشخص آگ میں ڈالا جائے گاوہ بہتر ہے یاوہ شخص جوقیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا؟جوکچھ تم چاہوکرتے رہو،یقیناوہ اُس کوخوب دیکھنے والا ہے جوکچھ بھی تم عمل کرتے ہو''(40)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾''یقیناجولوگ ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں،وہ ہم پر پوشیدہ نہیں رہتے،توکیاجوشخص آگ میں ڈالا جائے گاوہ بہتر ہے یاوہ شخص جوقیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا؟جوکچھ تم چاہوکرتے رہو،یقیناوہ اُس کوخوب دیکھنے والا ہے جوکچھ بھی تم عمل کرتے ہو''تحریف اوربے دینی کی مذمت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا﴾''یقیناجولوگ ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں''اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحادسے مرادہے کہ ان کوکسی بھی لحاظ سے حق وصواب سے ہٹادینا۔یاتوان آیات الٰہی کاانکارکردینااوران آیات کولانے والے رسول کی تکذیب کرنا،یاان آیات الٰہی کوان کے حقیقی معانی سے ہٹاکر،ایسے معانی کااثبات کرناجواللہ تعالیٰ کی مرادنہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے الحادکرنے والوں کووعیدسنائی ہے۔کہ اس پرکوئی چیزمخفی نہیں،اسے اس کے ظاہروباطن کی اطلاع ہےاوروہ عنقریب اسے اس کے الحادکی سزادے گا۔(تفسیرسعدی:2425/3)

(2)﴿لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا﴾''وہ ہم پر پوشیدہ نہیں رہتے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحادکرکے،ان میں تحریف کرکےاللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے۔(3)اللہ تعالیٰ کووہ لوگ خوب معلوم ہیں جواس کی آیات میں اوراسماءوصفات میں الحادکرتے ہیں وہ آپ ان سے نمٹ لے گااورانہیں ضرورقراروالقعی سزادے گاقیامت کے دن یہ جہنم میں جھونکے جائیں گے۔(ابن کثیر:1797/2)

(4)﴿اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾''توکیاجوشخص آگ میں ڈالا جائے گاوہ بہتر ہے یاوہ شخص جوقیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا؟''کیاوہ جوآگ میں ڈالا جائے گاجواللہ تعالیٰ کی آیات کواپنے معنی پہناتا ہے وہ بہتر ہے یاوہ جوقیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہااوراس کے بہترین بدلے کامستحق ہے۔

(5)﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾''جوکچھ تم چاہوکرتے رہو''یعنی چاہوتوگمراہی کاراستہ اختیارکرلوجواللہ تعالیٰ کی ناراضی اورہمیشہ کی آگ کے مقام جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔یااللہ تعالیٰ کی رضااورجنت کولے جانے والے راستے کواختیارکرلو۔

(6)﴿اِنَّهٗ یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ ''وہ اُس کو خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھتا ہے وہ ان کے مطابق بدلہ دے گا۔﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے۔ پھر جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ کفر کرے۔'' (الکہف:29)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے ایمان اور کفر کے انجام سے انسانوں کو کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا آگ میں ڈالا جانے والا اچھا ہے یا جو قیامت کے دن امن کے ساتھ آگے جانے والا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال اس لیے کیا ہے تا کہ انسان سوچیں بھلا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ایک وہ جو شدید خوف کی لپیٹ میں ہو اور دوسرا جو امن میں ہو۔

سوال3: جو چاہو عمل کرو کی بات کیوں کی گئی؟

جواب: یہ بات اس لیے نہیں کہی گئی کہ لوگ کفر، شرک اور نافرمانی کا کام کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ یہ بات ڈراوے کے لیے کہی گئی تا کہ لوگ اپنے اعمال کے انجام پر غور کریں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے اس ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا جب کہ وہ اُن کے پاس آ گیا حالانکہ یقیناً وہ ایک باعزت کتاب ہے'' (41)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اس ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا جب کہ وہ اُن کے پاس آ گیا حالانکہ یقیناً وہ ایک باعزت کتاب ہے'' قرآن ایک زبردست کتاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اس ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا جب کہ وہ اُن کے پاس آ گیا'' جن لوگوں نے قرآن کے افضل ترین ہستی کے ذریعے آجانے کے بعد اس کا انکار کیا۔

(2) قرآن جو زندگی کی کتاب ہے جس میں زندگی کے لیے راہ نمائی ہے۔

(3)﴿وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ﴾ ''حالانکہ یقیناً وہ ایک باعزت کتاب ہے'' قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اعزاز دیا ہے، اس کی حفاظت فرمائی ہے۔ اس کو تحریف اور تبدیلی سے بچا کر رکھا ہے یہ باکمال کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے باطل سے بچا کر عزت دی ہے فرمایا:﴿لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔'' (حم السجدۃ:42)

(4)﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (الحجر:9)

﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾

''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے'' (42)

سوال: ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے'' قرآن عزت والی کتاب ہے اس میں باطل نہیں آسکتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے'' یعنی شیاطین اس کے معنی میں اضافے کی قدرت نہیں رکھتے۔ (2)﴿وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾ ''اور نہ اُس کے پیچھے سے'' اور نہ وہ اس میں کمی کی قدرت رکھتے ہیں۔

(3) قرآن مجید کے الفاظ اور معنی ہر تحریف سے محفوظ ہیں۔

(4) اس جملہ کے بھی کئی مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے دل پر نازل کیا۔ دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ جب سے قرآن نازل ہوا ہے۔ اسی وقت سے مسلمانوں کے سینوں کے اندر محفوظ ہو کر نسلاً بعد نسل تواتر کے ساتھ منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اور ہر زمانہ میں لاکھوں کی تعداد میں اس کے حافظ موجود رہے ہیں۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے جو حقائق بیان کیے ہیں، کوئی علم ایسا وجود میں نہیں آسکتا جو فی الواقع علم ہو اور قرآن کے بیان کردہ علم کی تردید کرتا ہو، کوئی تجربہ کوئی مشاہدہ ایسا نہیں ہوسکتا جو یہ ثابت کرے کہ قرآن نے عقائد، اخلاق، قانون، تہذیب وتمدن، معیشت ومعاشرت اور سیاست کے باب میں انسان کی جو راہ نمائی دی ہے وہ غلط ہے۔ (تیسیر القرآن:4/118,119)

(5)﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ﴾ ''کمال حکمت والے، کی جناب سے نازل کردہ ہے'' قرآن مجید اس ہستی نے نازل فرمایا ہے جو اپنے خلق میں اور امر میں حکمت والا ہے۔ (6)﴿حَمِيْدٍ﴾ ''تمام خوبیوں والے'' جو اپنی صفات کمال قوت جلال اور اپنے عدل، احسان پر قابل تعریف ہے۔ اس کی کتاب تمام تر حکمت، تحصیل مصالح ومنافع اور دفع مفاسد کی تکمیل پر مشتمل ہے جن پر وہ ہستی قابل تعریف ہے۔ (تفسیر سعدی 3/2426)

﴿مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ﴾

''آپ کو نہیں کہا جائے گا مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہا جاتا تھا، یقیناً تمہارا رب بڑی بخشش والا، اور بہت دردناک

عذاب والا ہے''(43)

سوال:﴿مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ﴾ ''آپ کو نہیں کہا جائے گا مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہا جاتا تھا، یقیناً تمہارا رب بڑی بخشش والا، اور بہت دردناک عذاب والا ہے'' نبی ﷺ کو صبر کا حکم جو دیا گیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَا يُقَالُ لَكَ﴾ ''آپ کو نہیں کہا جائے گا'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''آپ کو جھٹلانے والوں کی زبان سے جو باتیں آپ کے لیے نکل رہی ہیں۔''

(2)﴿إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ ''مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہا جاتا تھا'' یعنی جسے آپ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا۔﴿قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا ۙ وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ﴾ ''انھوں نے کہا: تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم محض جھوٹ بولتے ہو۔'' (یٰس:15) ''ان کا رسولوں سے معجزات کے مطالبے، وہی باتیں آپ سے بھی کہی جارہی ہیں جو آپ سے پہلے انبیاء سے کہی گئیں۔ انہوں نے اپنی قوم کی دی گئی ایذاؤں پر صبر کیا۔ آپ بھی دل میلا نہ کریں۔

(3)﴿إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ﴾ ''یقیناً تمہارا رب بڑی بخشش والا'' یعنی توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے اس لیے وہ جھٹلانے والوں کو ہلاک کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ تاکہ وہ توبہ کریں، ایمان لے آئیں۔

(4)﴿وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ﴾ ''اور بہت دردناک عذاب والا ہے۔'' اس شخص کے لیے وہ بہت دردناک سزا دینے والا ہے جو تکبر کرتا ہے اور اپنے گناہ پر اصرار کرتا ہے۔(5)﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ ۗ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ اور وہ بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی مانگتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرت ناک سزائیں گزر چکیں۔ اور یقیناً آپ کا رب لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے، اور یقیناً آپ کا رب بلاشبہ بہت سخت سزا والا بھی ہے۔'' (الرعد:6)

﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ﴾

''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں

بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے'' (44)

سوال 1: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟'' قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا تا کہ ہدایت کا راستہ واضح ہو جائے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟'' رب العزت نے اپنے فضل کا ذکر فرمایا ہے کہ عربی زبان میں قرآن نازل کرنے کا سبب یہ ہے کہ رسول عربی کی اور ان کی قوم کی زبان عربی ہے۔ اگر عجمی زبان میں بھیجا ہوتا تو جھٹلانے والے کہتے کہ کتاب کی آیات کو واضح طور پر کیوں نہیں سمجھایا گیا۔

(2) ﴿ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ﴾ ''کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟'' یعنی جھٹلانے والے کہتے کہ رسول عربی ہے اور قرآن عجمی۔ رب العزت نے اہل باطل کے لیے جھٹلانے کی گنجائش نہیں رکھی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ (۱۹۸) فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (۱۹۹)﴾ ''اور اگر ہم اُسے کسی عجمی پر اُتارتے۔ پس وہ اسے پڑھ کر ان کو سناتا تو وہ اُس پر ایمان لانے والے نہ بنتے۔'' (الشعراء 198،199)

(3) قرآن مجید میں فصاحت و بلاغت ہے پھر بھی جھٹلانے والے مشرک ایمان نہیں لائے۔

(4) قرآن مجید سے ایمان والے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ قرآن مجید انہیں بلند درجات تک لے جاتا ہے۔ الحمدللہ

سوال 2: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے'' ایمان لانے والوں کے لیے قرآن ہدایت اور شفا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے۔

(2) ﴿هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ﴾ ''جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔''

سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کتاب کو مومنوں کے لیے نور، برکت اور شفا بنایا ہے۔ (جامع البیان: 127/24)

(3) قرآن مجید گمراہی سے ہدایت اور جہالت کی بیماری کے لیے شفا ہے جس کا سبب شک، شرک، نفاق خود پسندی، ریا، حسد اور تکبر کے امراض ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1388،1389)

(4) رب العزت نے فرمایا: اور ہم اس قرآن میں سے وہ تھوڑا تھوڑا نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے

لیے خسارے کے سوا کچھ اور اضافہ نہیں کرتا۔ (بنی اسرائیل:82)

(5)﴿وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى﴾ ''اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھا پن ہے'' یعنی کانوں میں بوجھ ہے وہ سن نہیں سکتے اور ان کے حق میں اندھا پن ہے جس کی وجہ سے وہ اسے سمجھ نہیں سکتے۔ قرآن ان کی گمراہی میں اضافہ کرتا ہے۔ جب وہ قرآن کو جھٹلاتے ہیں تو ان کے اندھے پن میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

(6)﴿اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' اسی وجہ سے نہ وہ سنتے ہیں، نہ سمجھتے ہیں، نہ وہ اس کے نور سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قرآن مجید سے اعراض کی وجہ سے انہوں نے اس عظیم کتاب سے نفع اٹھانے کے سارے راستے بند کر دیے جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس ایک کتاب آ گئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب وہ چیز ان کے پاس آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، کفر کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' (البقرہ:89)

(7) سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مسلمان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس کا آخری وقت تھا اس نے یکا یک لبیک پکارا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تجھے کوئی دیکھ رہا ہے یا کوئی پکار رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں سمندر کے اس کنارے سے کوئی بلا رہا ہے تو آپ نے یہی جملہ پڑھا کہ ﴿اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ (ابن کثیر:499)

آخری آیات

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات پہلے ہی نہ ہو چکی ہوتی تو اُن کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً وہ لوگ اُس سے بے چین کرنے والے شک میں ہیں'' (45)

سوال 1:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات پہلے ہی نہ ہو چکی ہوتی تو اُن کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً وہ لوگ اُس سے بے چین کرنے والے شک میں ہیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بھی لوگوں نے کتاب کے بارے میں اختلاف کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' رب العزت نے واضح فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی تورات عطا کی گئی جیسے آپ ﷺ کو قرآن عطا کیا گیا۔

(2)﴿فَاخْتُلِفَ فِيْهِ﴾ ''تو اس میں اختلاف کیا گیا'' لوگوں نے تورات کے بارے میں اختلاف کیا۔ ان میں سے زیادہ لوگوں نے تورات کو جھٹلایا اور اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو ایمان لائے۔ انہوں نے نفع مند علم سے فائدہ اٹھایا۔ تورات کو سمجھا اور اس پر عمل کیا۔

(3)﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ''اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات پہلے ہی نہ ہو چکی ہوتی تو اُن کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا'' رب العزت نے اگر اپنے علم اور تقدیر کے فیصلے میں عذاب کو موخر نہ کیا ہوتا تو ایمان والوں اور کافروں میں فرق واضح ہو جاتا اور کافروں کو عذاب سے برباد کر دیا جاتا۔

(4) رب العزت سچے لوگوں کو نجات عطا فرماتے اور جھوٹے لوگوں کو ہلاک کر دیتے۔

(5) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہی اختلافات کے حقیقی فیصلے کرے گا جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''یقیناً آپ کا رب ہی ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے تھے۔'' (السجدہ:25)

(6)﴿وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ ''اور یقیناً وہ لوگ اُس سے بے چین کرنے والے شک میں ہیں'' وہ قرآن کے بارے میں ایسے قلق میں ڈالنے والے شک میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾

''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے'' (46)

سوال:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے'' انسان کی نیکی کا نفع اور بدی کا نقصان اسی کے لیے ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے'' رب العزت کی جانب سے بہت عظیم تسلی ہے۔ جس نے اپنی زندگی میں ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کیے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا تو دنیا اور آخرت میں

نیک عمل کا نفع اسی کے لیے ہے۔

(2)﴿وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ ''اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے'' جس نے برے اعمال کیے اس کا وبال اسی پر ہے۔ اس کا نقصان کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت میں عذاب اسی کے لیے ہوگا۔

(3) نیکی کا نفع نیک اعمال کرنے والے کے لیے ہے اور بدی کا نقصان برے اعمال کرنے والے کے لیے ہے۔

(4)﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ بے قصور کو سزا دے۔ اگر رسولوں کے آنے کے بعد کوئی انہیں جھٹلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کا حق دار قرار پاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنے آپ پر خود ہی ظلم کرتے ہیں۔'' (یونس:44)

(5) اس آیت کریمہ میں فعل خیر اور ترک شر کی ترغیب دی گئی ہے، نیز اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اصحاب اعمال اپنے نیک اعمال سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور برے اعمال سے ان کو ضرر پہنچتا ہے، نیز یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (تفسیر سعدی:2429/3)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو اور اگر اس برائی کو وہ میرے خوف سے چھوڑ دے تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھو اور اگر بندہ کوئی نیکی کرنا چاہے تو اس کیلئے ارادہ پر ہی ایک نیکی لکھو اور اگر وہ اس نیکی کو کرلے تو اس جیسی دس نیکیاں اس کے لیے لکھو۔ (بخاری:7501)

قرآن رمضان میں نازل کیا گیا

ربّ العزت کا ارشاد ہے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ج

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا،

جو انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کی

اور حق و باطل کا فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں

(البقرہ:185)



www.alnoorpk.com
Nighat Hashmi
0336-4033042-45
Nighat Hashmi
AlNoor International
AlNoor Products



فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 25

اِلَیۡہِ یُرَدُّ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا"(پارہ 25)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : اپریل 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

رکوع ❖	1	9
سورۃ الشوریٰ		23
رکوع ❖	2	23
رکوع ❖	3	34
رکوع ❖	4	58
رکوع ❖	5	76
رکوع ❖	6	89
سورۃ الزخرف		103
رکوع ❖	7	103
رکوع ❖	8	117
رکوع ❖	9	126
رکوع ❖	10	138
رکوع ❖	11	150
رکوع ❖	12	157
رکوع ❖	13	167
سورۃ الدخان		184
رکوع ❖	14	184
رکوع ❖	15	201
رکوع ❖	16	208

سورۃ الجاثیہ			216
رکوع	❖	17	216
رکوع	❖	18	227
رکوع	❖	19	242
رکوع	❖	20	250

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝۲۸ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝۲۹ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝۳۰﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 1

﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ﴾

''قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور نہ کسی قسم کا پھل اپنے شگوفوں سے نکلتا ہے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے ہوتا ہے۔ اور جس دن وہ انہیں پکارے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے آپ کو صاف بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا نہیں'' (47)

سوال 1: ﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ ''قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور نہ کسی قسم کا پھل اپنے شگوفوں سے نکلتا ہے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے ہوتا ہے۔'' قیامت کی تاریخ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کی انتہا ہے۔ تمام مخلوقات کا علم اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ قیامت کی تاریخ کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

(2) سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے جب انسانی شکل میں آ کر نبی ﷺ سے سوالات پوچھے، ان میں سے ایک سوال قیامت کے بارے میں تھا کہ وہ کب آئے گی تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ پوچھا جانے والا پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ (بخاری، مسلم)

(3) ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (۴۴)﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اُس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' (النازعات: 42-44)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے۔'' (سورہ لقمان: 34)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی ﷺ سے کہا: ''قیامت کب آئے گی؟'' اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' کہنے لگا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔'' فرمایا: ''تم اسی کے ساتھ

ہو گے جس سے تم نے محبت کی۔" (مسلم:6710)

(6)﴿وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا﴾ "اور نہ کسی قسم کا پھل اپنے شگوفوں سے نکلتا ہے" اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ شگوفوں میں سے جو پھل نکلتے ہیں۔ ان سب پھلوں کو جو نر علاقے کے درختوں پر لگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مکمل طور پر جانتا ہے۔

(7)﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ "اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے ہوتا ہے" ہر مادہ جو حمل اٹھاتی ہے خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا حیوانات میں سے، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ ہر حاملہ جب بچہ جنتی ہے اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس کو وہ نہ جانتا ہو۔

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔" (سبا:3)

(9)﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (۸) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ (۹)﴾ "اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اٹھاتی ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اُس کے یہاں پر ایک اندازے سے ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، بہت بڑا ہے، نہایت بلند ہے۔" (سورہ الرعد:8,9)

(10)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ "اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔" (الانعام:59)

(11)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنائے اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔" (فاطر:11)

(12)﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان:34)

(13)﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (یونس:61)

(14) اللہ تعالیٰ نے ان تین مثالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا علم کسی کے پاس نہیں نہ انبیاء کے پاس نہ کسی اور ہستی کے پاس۔ انبیاء بھی اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ پھر انبیاء کی وحی ان کی نبوت کے تقاضوں کی ادائیگی کے مطابق ہوتی ہے اس لئے کوئی نبی ایسا علم نہیں رکھتا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے پاس ہے۔

سوال 2: قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ قیامت کے واقع ہونے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کی تین مثالیں دے کر کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کی تین مثالیں دی ہیں جن کا تعلق غیب سے ہے۔

(1) قیامت کا علم غیب ہے جو مستقبل میں چھپا ہوا ہے اس کا علم اللہ کو ہے۔

(2) شگوفوں میں سے جو پھل نکلتے ہیں وہ مستقبل میں چھپے ہوئے ہیں اس کا علم اللہ کو ہے۔

(3) جو مادہ حاملہ ہوتی ہے اور جو بچے وہ جنتی ہے ان کا تعلق بھی غیب سے ہے جو چھپا ہوا ہے اس کا علم اللہ کو ہے۔

سوال 4: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں پکارے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے آپ کو صاف بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں پکارے گا'' رب العزت قیامت کے دن مشرکوں کے جھوٹ کو ظاہر کر دے گا اور انہیں پکارے گا۔

(2)﴿اَیْنَ شُرَكَآءِیْ﴾ ''کہاں ہیں میرے شریک؟'' جن کو تم میری عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے اور رسولوں سے جھگڑتے تھے۔

(3)﴿قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِیْدٍ﴾ ''وہ کہیں گے کہ ہم نے آپ کو صاف بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا نہیں'' اس وقت وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم اقرار کرتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی باطل معبودوں کے الوہیت میں شریک ہونے کی کوئی بھی گواہی دینے والا نہیں۔

(4) بعض علماء نے یہاں شہید سے شاہد مراد لیا ہے۔ یعنی آج ہمیں اپنے معبودوں میں سے کوئی بھی یہاں نظر نہیں آ رہا۔ (تیسیر القرآن 4:121/)

(5) یوں اللہ تعالیٰ نے شرک کی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ کل جس کی گواہی خود بھی نہیں دو گے آج اس کے علمبردار کیوں بنے ہوئے ہو؟

﴿ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (۷۴) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ (۷۵)﴾ ''پھر اُن سے کہا جائے گا: ''وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا؟'' وہ کہیں گے: ''وہ ہم سے کھو گئے ہیں، بلکہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو پکارتے ہی نہ تھے۔'' اللہ تعالیٰ کافروں کو ایسے ہی گمراہ کرتا ہے۔'' (المومن: 73-74)

(6)﴿وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ (۱۷) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے پھر وہ کہے گا: ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' وہ کہیں گے: ''پاک ہے آپ کی ذات، ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے۔ اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے۔'' (الفرقان 17،18)

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے شرک کے لئے خود مشرکوں کے گواہ نہ بننے سے کیسے شرک کی حقیقت کو واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو میدان حشر کے منظر میں پہنچایا ہے جہاں مشرک حاضر ہیں اور ان سے پوچھا جا رہا ہے

''میرے شریک کہاں ہیں؟''

وہ جواب دیں گے ''ہم نے آپ کو بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کا گواہ نہیں'' یوں اللہ تعالیٰ نے شرک کی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ کل جس کی گواہی خود بھی نہیں دو گے آج اس کے علمبردار کیوں بنے ہوئے ہو؟

﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ﴾

''اور اُن سے وہ سب گم ہو جائیں گے جنہیں وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے۔ اور وہ سمجھ لیں گے کہ اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں'' (48)

سوال 1: ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''اور اُن سے وہ سب گم ہو جائیں گے جنہیں وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے۔ اور وہ سمجھ لیں گے کہ اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ﴾ ''اور اُن سے وہ سب گم ہو جائیں گے'' یعنی ان سے غائب ہو جائیں گے۔

(2) ﴿مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''جنہیں وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے'' یعنی جن کو وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے آج میدان حشر میں وہ معبود نظر نہیں آئیں گے کہ انہیں کچھ فائدہ پہنچائیں اس طرح ان کے تمام اعمال رائیگاں جائیں گے اور ان کے گھڑے ہوئے معبودان کے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

(3) ﴿وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''اور وہ سمجھ لیں گے کہ اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں'' شرک کا ارتکاب کرنے والوں کا انجام ہے کہ ان کی کوئی جائے پناہ، عذاب سے نجات پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾ ''اور مجرم آگ دیکھیں گے، چنانچہ وہ یقین کر جائیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے کوئی پھرنے کی جگہ نہ پائیں گے۔'' (الکہف:53)

سوال 2: دنیا میں جن کو پکارا جاتا ہے کل حشر کے میدان میں ان کے کام آنے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: کل وہ سارے معبودان سے گم ہو جائیں گے یعنی ادھر اُدھر ہو جائیں گے۔ کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ اور مشرک سمجھ جائیں گے کہ اب ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

سوال 3: مشرک قیامت کے دن کیا یقین کر لیں گے؟

جواب: مشرک قیامت کے دن یقین کر لیں گے کہ اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔

﴿لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاۗءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾

''انسان بھلائی کی دُعا مانگنے سے نہیں تھکتا۔ اور اگر اُسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ انتہائی مایوس، انتہائی نا اُمید ہو جاتا ہے'' (49)

سوال 1: ﴿لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاۗءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾ ''انسان بھلائی کی دُعا مانگنے سے نہیں تھکتا۔ اور اگر اُسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ انتہائی مایوس، انتہائی نا اُمید ہو جاتا ہے'' بھلائی کی دعائیں کرنے والا انسان تکلیف پہنچتے ہی امید کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ﴾''انسان بھلائی کی دُعا مانگنے سے نہیں تھکتا''اس آیت کریمہ میں انسان کے مزاج کو واضح فرمایا ہے کہ اسے نہ خیر پر قرار ہے نہ شر پر سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس صورت حال سے نکال دے۔

(2)جو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا، نہ اپنے نفس کو پاک کرتا ہے نہ روح کو ایمان اور صالح اعمال سے پاک کرتا ہے وہ بھلائی کی دعائیں مانگتے نہیں تھکتا۔یعنی وہ مال، اولاد، صحت اور عافیت کی دعائیں مستقل مزاجی سے جاری رکھتا ہے۔اسے ساری دنیا بھی مل جائے اس کی طلب جاری رہتی ہے۔

(3)﴿وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾''اور اگر اُسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ انتہائی مایوس، انتہائی نا اُمید ہو جاتا ہے''یعنی اگر اسے بیماری، مالی تنگی اور مختلف مصائب لاحق ہوں۔

(4)﴿فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾''انتہائی مایوس، انتہائی نا اُمید ہو جاتا ہے''تب وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید اور مایوس ہو جاتا ہے اور ایسے اسباب اختیار کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

(5)اس رویے سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، ان لوگوں کو اگر کوئی بھلائی، نعمت اور کوئی محبوب چیز عطا ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور وہ اس چیز سے بھی ڈرتے ہیں کہ یہ نعمتیں کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور مہلت نہ ہوں۔اگر انہیں اپنی جان، مال اور اولاد میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو صبر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔(تفسیر سعدی:3/2431,2432)

(6)سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوشحالی نصیب ہو تو (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتا ہے تو (یہ شکر) اس کے لیے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔''(مسلم:7500)

سوال2:انسان بھلائی مانگتے ہوئے نہیں تھکتا۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:بھلائی سے مراد دنیا کی نعمتیں ہیں جیسے مال، اولاد، قوت، عزت، صحت وغیرہ مانگتا ہی رہتا ہے۔جب تک زندگی رہتی ہے وہ مانگنے سے نہیں تھکتا۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے یہ بات کیوں فرمائی ہے کہ انسان بھلائی کی دُعا مانگتے نہیں تھکتا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی ہے کہ انسان دنیا کی بھلائی کے لئے حریص ہے لیکن آخرت کی بھلائی کے لئے حریص نہیں ہوتا۔(2)انسان بھلائی کے لئے دُعا مانگتے نہیں تھکتا لیکن شر اسے چھو بھی جائے تو نا امید ہو جاتا ہے۔

سوال 4: انسان کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ کیسے مایوس اور نا میدہو جاتا ہے؟

جواب: (1) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اب تو مصیبت سے نکلنے اور بچنے کی کوئی امید نہیں۔

(2) انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ سارے اسباب اور وسائل کٹ گئے اس سے اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔

(3) انسان غم کرتا ہے اور اللہ کی رحمت اور مہربانی سے مایوس ہو جاتا ہے۔

سوال 5: انسان تکلیف پہنچنے پر مایوس اور نا امید کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) انسان تکلیف پہنچنے پر اس لئے مایوس اور نا امید ہو جاتا ہے کہ اس کا اپنے رب پر بھروسہ نہیں ہوتا۔

(2) انسان کا رب سے تعلق کمزور ہوتا ہے۔ (3) انسان کو لگتا ہے مجھے میری مصیبت سے کوئی نہیں نکال سکتا۔

(4) انسان سمجھتا ہے کہ اسباب اور وسائل کے کٹنے کے بعد اب دوبارہ کوئی ان کو درست کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

سوال 6: اللہ کے مخلص بندے تکلیف پہنچنے پر کیسا طرز عمل اختیار کرتے ہیں؟

جواب: (1) وہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے مایوس نہیں ہوتے۔

(2) وہ آزمائشوں کو بھی گناہوں کو دور کرنے کا سبب یعنی کفارہ سمجھ لیتے ہیں۔ (3) وہ آزمائشوں کو درجات کی بلندی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

سوال 7: انسان اپنے آپ کو مایوسی سے کیسے بچا سکتا ہے؟

جواب: (1) انسان رب پر توکل کر کے مایوسی سے بچ سکتا ہے۔ وہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ مشکل حالات سے نکالنے پر قدرت رکھتا ہے۔

(2) انسان اسباب اور وسائل کے کٹ جانے کے باوجود یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہے۔ اسباب پیدا کرنا میرے بس میں تو نہیں لیکن رب کے اختیار میں ہے۔

(3) انسان یہ یقین رکھے کہ جو رب اندھیرے کی گود سے صبح کو نکال لیتا ہے وہ مجھے بھی میرے مشکل حالات سے نکال لے گا۔

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۙ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾

”اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اُسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی۔ پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اور یقیناً ہم ضرور اُنہیں سخت عذاب میں سے

چکھائیں گے"(50)

سوال1:﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ "اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اُسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی۔ پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اور یقیناً ہم ضرور اُنہیں سخت عذاب میں سے چکھائیں گے" فراخی میں بغاوت کے رویے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ﴾ "اور یقیناً اگر چکھائیں ہم اسے" یعنی وہ شخص جو بھلائی کی دعا کرتے ہوئے نہیں اکتایا، وہ تکلیف پہنچنے پر مایوس ہو جاتا ہے۔

(2)﴿رَحْمَةً مِّنَّا﴾ "اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ" یعنی مصیبت کے بعد راحت، مرض سے شفا یا فقر کو دور کر کے اسے مال دار کر دیتا ہے۔

(3)﴿لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ﴾ "تو یقیناً وہ ضرور کہے گا یہ میرا حق ہے" فراخی کے بعد انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات پر وہ پھولا نہیں سماتا، اکڑ کر کہتا ہے یہ فراخیاں میرا حق ہیں۔ وہ شکر کی بجائے اتراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (٦) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ "ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناً انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہو گیا ہے۔" (العلق:6،7)

(4)﴿وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً﴾ "اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے" یعنی جو جی اٹھنے کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میری رائے میں قیامت قائم نہیں ہوگی۔

(5)﴿وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى﴾ "اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس بھی میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی" یعنی اگر قیامت آ بھی گئی! اور دوبارہ مجھے زندہ کیا گیا تو بھی میں عزت کی زندگی بسر کروں گا۔ جیسے آج میں عزت والا ہوں کل بھی مجھے یہ عزت حاصل ہوگی۔

(6)﴿فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ "پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اور یقیناً ہم ضرور اُنہیں سخت عذاب میں سے چکھائیں گے" یعنی قیامت کے دن جب وہ رب العزت کے حضور پیش ہوں گے وہ ضرور ہمارے سامنے حاضر ہوں گے۔

(7)﴿غَلِيْظٍ﴾ "سخت" غلیظ کے معنی موٹا، دبیز، گاڑھا، سخت اور گندہ سب کچھ آتا ہے۔ اور یہاں یہ لفظ سخت اور گندہ دونوں معنوں میں

استعمال ہوا ہے۔غلاظت مشہور لفظ ہے۔اور یہ عذاب گندہ اس لحاظ سے ہوگا کہ ایسے لوگوں کو پینے کے لیے پیپ، کچ لہو، زخموں کا دھوون، انتہائی متعفن بدبودار اور شدید ٹھنڈا پانی، ایسی ہی چیزیں پینے کو ملیں گی جن سے انسان کو گھن آتی ہے۔(تیسیر القرآن 124/4)

(8) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

سوال 2: مصیبت کے بعد جب انسان پر اللہ تعالیٰ رحمت کرتے ہیں تو انسان کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: (1) مصیبت کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پا کر انسان کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے۔ یہ تو مجھے میری صلاحیتوں کی وجہ سے ملا ہے یوں انسان متکبر بن جاتا ہے۔اتراتا ہے اور شکر ادا نہیں کرتا۔

(2) انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوں اسی لئے وہ مجھے اپنی نعمتیں عطا کر رہا ہے۔حالانکہ دنیا کی کمی بیشی انسان کی آزمائش کے لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھ لے کہ کون مصیبت میں صبر کرتا ہے اور کون نعمتیں پا کر شکر گزار بنتا ہے۔

سوال 3: انسان نعمتیں پا کر آخرت کو کیوں بھول جاتا ہے؟

جواب: انسان نعمتیں پا کر یہ سمجھتا ہے کہ مجھے دنیا میں بھلائیاں ملی ہیں تو آخرت میں بھی ملیں گی حالانکہ آخرت میں اس کا کوئی مقام نہ ہوگا۔

سوال 4: یہ بات کون کہتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کبھی قیامت آئے گی؟

جواب: یہ بات یا تو کافر کہہ سکتا ہے یا منافق۔مومن ایسی بات نہیں کر سکتا۔

سوال 5: انسان یہ بات کیسے سوچ لیتا ہے کہ اگر میں اللہ کے ہاں چلا گیا تو وہاں بھی باعزت لوگوں میں میرا شمار ہوگا؟

جواب: انسان بے جا غرور کی وجہ سے یہ بات سوچتا ہے کہ میں پلٹایا گیا تو وہاں بھی میرے لیے بہتری ہوگی۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے انسان کے غرور پر کیسے ضرب لگائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (1) ''پھر ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو انہوں نے عمل کیے''۔

(2) ''اور ہم ضرور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے''۔

﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ﴾

''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ جاتا ہے اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے''(51)

سوال 1: ﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ﴾ ''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ جاتا ہے اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے''

سرکشی کرنے والا بھی لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے۔آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ﴾''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں''یعنی جب اللہ رب العزت انسان کو مال، اولاد اور صحت وغیرہ کے انعامات دیتے ہیں۔

(2)﴿اَعْرَضَ﴾''وہ منہ موڑ جاتا ہے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کے شکر، اور ہماری اطاعت سے باہر نکل جاتا ہے۔

(3)﴿وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ﴾''اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے'' یعنی انسان اسے دور سمجھتے ہوئے اطاعت سے پھر جاتا ہے۔

(4)﴿وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ﴾''اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔''یعنی جب انسان کسی مصیبت میں گھر جاتا ہے تو ہر حالت میں کھڑے، بیٹھے اور لیٹ کر ہر ممکن طریقے سے اللہ تعالیٰ سے لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾''اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو۔ایسے ہی حد سے گزر جانے والوں کے لیے خوش نما بنا دیا گیا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔''(یونس12)

''سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوشحالی نصیب ہو تو (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتا ہے تو (یہ شکر) اس کے لیے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔''(مسلم:7500)

سوال2:اللہ تعالیٰ جب انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ کس چیز سے منہ پھیر لیتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ جب انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ حق سے منہ پھیر لیتا ہے۔

(2)اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔(3)تکبر کا اظہار کرتا ہے۔

سوال3:انسان پر جب مصیبت پڑتی ہے تو اس رویہ کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب:انسان پر جب مصیبت پڑتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگ جاتا ہے۔مصیبت کا لمحہ انسان کے لیے دریافت کا لمحہ ہوتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ وہ غلام ہے اور اللہ اس کا مالک ہے وہ سب کو بھول کر ایک اللہ کو یاد کرنے لگ جاتا ہے۔

سوال4:کیا مصیبت میں اپنی حیثیت پہچاننے والا، اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی تعلق بنا لیتا ہے؟

جواب:مصیبت میں شدت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ اپنی غلامی کی حیثیت کو پہچان چکا اب اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ بن گیا ہے لیکن حصول نعمت پر وہ اپنی گزشتہ حالت کو بھول جاتا ہے اور رب سے ملی ہوئی نعمت کو اسباب کے ساتھ جوڑ کر اسے اپنی تدبیر کا نتیجہ

سمجھ لیتا ہے۔انسان کی یہ کیفیت ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان نہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق درست نہیں، آخرت پر یقین نہیں، زندگی کے مقصد کا شعور نہیں۔اس حالت سے پتا چلتا ہے کہ جہالت بھی ہے اور ظلم بھی۔اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق نہیں بنا پاتا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق بنانے کے لیے کس چیز کی ضرورت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق کے لیے اللہ کی صفات کے علم کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھے بغیر انسان صفات کا حقیقی علم حاصل نہیں کر سکتا۔اللہ سے حقیقی تعلق کے لیے رسول اللہ کی تعلیمات کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان کے لئے تعلق کو برقرار رکھنا مشکل ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ ۰ بَعِيْدٍ﴾

''آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جناب سے ہوا، پھر بھی تم نے اس کا انکار کیا تو اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو انتہا درجے کی مخالفت میں ہو؟'' (52)

سوال 1: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ ۰ بَعِيْدٍ﴾ ''آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جناب سے ہوا، پھر بھی تم نے اس کا انکار کیا تو اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو انتہا درجے کی مخالفت میں ہو؟'' قرآن نہ ماننے والوں کے لیے جو وعید اس آیت میں دی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ کہہ دیں ان لوگوں سے جنہیں قرآن شاعری، جادوگری، یا پچھلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں لگتا۔

(2) ﴿اَرَءَيْتُمْ﴾ ''کیا خیال ہے تمہارا'' یعنی قرآن جس کو تم جھٹلا رہے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

(3) ﴿ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ﴾ ''پھر بھی تم نے اس کا انکار کیا'' یعنی علم کے بعد تم نے اس چیز کا انکار کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(4) ﴿مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ ۰ بَعِيْدٍ﴾ ''تو اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو انتہا درجے کی مخالفت میں ہو؟'' یعنی اگر یہ قرآن واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم نہیں مانتے تو یہ بتاؤ تم سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا، جو قرآن کی مخالفت میں، نبی ﷺ کی ممانعت میں دور تک نکل گیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پر ایمان نہ لانے والوں کو ان کی غلطی کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بے یقینی کی حالت سے نکالنے کے لئے سوال کیا ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور آپ نے نہ مانا تو یہ بتاؤ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو حق کی مخالفت میں دور نکل جائے۔یعنی تم ایک رخ سے دیکھ رہے ہو ذرا دوسرے رخ سے بھی دیکھو اگر ایسا ہو

گیا کہ قرآن کو جھٹلا کر، گمراہ ہو کر بدبختوں میں شامل ہو گئے تو سوچو پھر کیا انجام ہوگا۔

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

''جلد ہی ہم اُنہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، دنیا کے کناروں میں بھی اور اُن کی اپنی جانوں میں بھی، یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناوہ حق ہے اور کیا آپ کے رب کے بارے میں یہی بات کافی نہیں کہ یقیناوہ ہر چیز پر گواہ ہے'' (53)

سوال 1: ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''جلد ہی ہم اُنہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، دنیا کے کناروں میں بھی اور اُن کی اپنی جانوں میں بھی، یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناوہ حق ہے اور کیا آپ کے رب کے بارے میں یہی بات کافی نہیں کہ یقیناوہ ہر چیز پر گواہ ہے'' قرآن کی صداقت کے دلائل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ﴾ ''جلد ہی ہم اُنہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، دنیا کے کناروں میں'' اگر تمہیں اس کی حقیقت اور صحت میں کوئی شک ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور دلائل قائم کرے گا، مثلاً آسمان اور زمین کی نشانیاں اور ایسے بڑے بڑے حوادث دکھائے گا جنہیں اللہ تعالیٰ وجود میں لاتا ہے جو صاحب بصیرت کے لیے حق پر دلالت کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2433/3)

(2) یعنی آسمان و زمین کے کناروں میں نشانیاں دکھائیں گے جیسے سورج، چاند، ستارے، دن، رات، نباتات، جمادات، پہاڑ، درخت، ہوا، بارش، بجلی، کڑک، سمندر، خلاؤں، فضاؤں وغیرہ۔

(3) اس سے مراد مشرق و مغرب کے افق ہیں یعنی دور دراز علاقے جن کی فتح کو اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیا۔

(4) ﴿فِي الْاٰفَاقِ﴾ ''دنیا کے کناروں میں'' یعنی ہم آپ کو ایسی نشانیاں دکھائیں گے جو ہماری اور ہمارے رسول کی صداقت کو ظاہر کریں گی۔

(5) ﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور ان کی اپنی جانوں میں بھی'' یعنی اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔

(6) اس آیت کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی درست ہیں۔ ایک یہ کہ آفاق سے مراد عرب کے قرب و جوار کے ممالک مراد لیے جائیں اور انفس سے عرب قوم اور بالخصوص قریش قوم مراد لی جائے جس سے رسول اللہ ﷺ نسبی تعلق رکھتے تھے اس لحاظ سے اس آیت کا جو مطلب ہے وہ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے۔ چند ہی سالوں میں قریش سرداروں کو ذلت سے دوچار ہونا پڑا اور کفر و شرک کی کمر ٹوٹ گئی۔ آپ کی زندگی ہی میں کفر و شرک کو عرب کی سرزمین سے دیس نکالا مل گیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پے در پے فتوحات کے نتیجہ

میں عرب کے اردگرد کے ملکوں میں اسلام کا جو بول بالا ہوا وہ ہر ایک نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

دوسرا یہ کہ آفاقی آیات سے مراد کائنات میں ہر سو بکھرے ہوئے اللہ کے عجائبات مراد لیے جائیں اور آیات نفس سے مراد انسان کے اندر کی دنیا لی جائے۔ جنہیں بالترتیب عالم اکبر اور عالم اصغر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کائنات میں اور انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نشانیاں موجود ہیں۔ اور ان سب کا نہ انسان آج تک احاطہ کر سکا ہے اور نہ آئندہ کی کر سکے گا۔

انسان کو کائنات اصغر کہنے کی بھی کئی وجوہ ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ کائنات میں موجود چیزوں کی خصوصیات اس میں موجود ہیں۔ مثلاً زمین پر جو اشیاء پائی جاتی ہیں وہ یا جمادات سے تعلق رکھتی ہے یا نباتات سے اور حیوانات سے۔ جسامت کے لحاظ سے انسان جمادی ہے۔ پھر یہ بڑھتا بھی ہے۔ اس لحاظ سے اس کا نفس نباتی ہوا۔ پھر یہ حرکت بھی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ نفس حیوانی ہوا۔ پھر اس سے زیادہ کامل ہوا تو نفس انسانی ملا۔ (تیسیر القرآن 4/125)

(7) ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ ''یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناوہ حق ہے'' یعنی ان پر واضح ہو جائے گا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات سچی ہے۔ اس کی کتاب قرآن مجید سچا ہے، اس کے وعدے، وعیدیں سچی ہیں۔

(8) ﴿اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''اور کیا آپ کے رب کے بارے میں یہی بات کافی نہیں کہ یقیناوہ ہر چیز پر گواہ ہے'' اس جملہ کے تین مطلب ہو سکتے ہیں! ربط مضمون کے لحاظ سے یہ مطلب ہوگا کہ اگر یہ لوگ قرآن کی حقانیت کو تسلیم نہیں کرتے تو نہ کریں۔ اس کی حقانیت پر کیا تمہارے پروردگار کی گواہی کافی نہیں جو ہر جگہ موجود اور ہر چیز کو بچشم خود دیکھ رہا ہے؟ دوسرا مطلب یہ ہے کہ کیا ان لوگوں کو اپنے کرتوتوں سے رک جانے کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ آپ کا پروردگار ان کی ہر ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے؟ اور تیسرا مطلب یہ ہمیں معلوم ہے کہ کافر آپ کو کن کن طریقوں سے ستا رہے ہیں پھر کیا آپ ﷺ کے اطمینان کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خود گواہ ہے اور وہ انہیں ان کی کرتوتوں کی سزا دیئے بغیر چھوڑے گا نہیں؟ (تیسیر القرآن 4/126)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حقانیت کا یقین دلانے کے لیے کیا پیشن گوئی کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جلد ہی ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں یعنی عالم میں دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں، جس سے قرآن مجید کی سچائی اور اُس کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونا کھل جائے گا۔

سوال 3: ہم اپنی نشانیاں انفُس میں دکھائیں گے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ خود انسان کی اپنی ذات میں نشانیاں دکھائیں گے۔

(2) النفس سے مراد عرب کی زمین پر مسلمانوں کی فتوحات ہیں جیسے غزوہ بدر، فتح مکہ، غزوہ خیبر وغیرہ فتوحات عطا کی گئیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صداقت پر اپنی ذات کی گواہی کس طرح دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے آگاہ ہونا کافی نہیں ہے؟ یعنی اللہ اپنے بندوں کے حالات دیکھ رہا ہے اور اس بات کی گواہی دے رہا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے رسول محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ﴾

''سنو! یقیناوہ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں۔ سنو! یقیناوہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے'' (54)

سوال 1: ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ﴾ ''سنو! یقیناوہ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں۔ سنو! یقیناوہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ﴾ ''سنو! یقیناوہ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں'' یعنی وہ موت کے بعد کی زندگی اور قیامت پر انکار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔

(2) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو دوست رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ ﷺ کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ''مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ملنے سے موت مراد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے) ہوتی ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے، اس وقت کوئی چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملنے کو ناپسند کرنے لگتا ہے، پس اللہ تعالیٰ بھی اس کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔'' (بخاری: 6507)

(3) ﴿اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ﴾ ''سنو! یقیناوہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے علم، قدرت، عزت بادشاہت اور غلبے کی وجہ سے سب پر غالب ہے۔

سوال 2: لوگ رب کے حوالے سے شک میں ہیں یہ بات یہاں کس حوالے سے کہی گئی؟

جواب: یہ بات اس لئے کہی گئی ہے کہ لوگوں کے قرآن مجید پر ایمان نہ لانے اس پر عمل نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں کوئی خوف نہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنے محیط ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کی نفسیات کی باریکیوں سے واقف ہونے سے، انفُس وآفاق پر گرفت ہونے سے، لوگوں کے شعور کی خرابیوں سے آگاہ ہونے کے حوالے سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے وہ یقیناً محیط ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے محیط کی بات اس لئے بھی کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قیامت کا وقوع مشکل نہیں تمام مخلوقات پر وہ غالب ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اس کا اختیار ہے۔

﴿ اٰیاتھا ۵۳ ﴾ ﴿ ۴۲ سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی مَکِّیَّۃٌ ۶۲ ﴾ ﴿ رکوعاتھا ۵ ﴾

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں 5 رکوع اور 53 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 42 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 62 ہے۔

رکوع نمبر 2

﴿ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴾

﴿حٰمٓ﴾

"حٰمٓ" (1)

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: حٰمٓ کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿عٓسٓقٓ﴾

"عٓسٓقٓ" (2)

سوال: ﴿عٓسٓقٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿عٓسٓقٓ﴾حروف مقطعات میں سے ہیں جس کے معنی کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور اُن کی طرف جو آپ سے پہلے تھے، اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(3)

سوال1:﴿كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾''اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور اُن کی طرف جو آپ سے پہلے تھے اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' وحی کی حقیقت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ﴾''اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور اُن کی طرف جو آپ سے پہلے تھے'' یعنی ہمارے رسول! جس طرح یہ قرآن آپ ﷺ پر وحی کے ذریعے اتارا گیا ہے اس طرح پہلے انبیاء پر بھی کتابیں اور صحیفے نازل کیے گئے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾''ہم نے آپ کی طرف بھی بلاشبہ ایسے ہی وحی کی ہے جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف کی تھی۔'' (النساء:163)

(2) یعنی نہ تو محمد ﷺ پہلے رسول ہیں اور نہ قرآن پہلی کتاب ہے رب العزت نے فرمایا:﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں۔'' (الشوریٰ:13)

(3) ایک شخص حارث بن ہشام نامی نے نبی ﷺ سے سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر اس (فرشتے) کے ذریعے نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ میرے پاس فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑاکے کی سردی میں نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔ (بخاری:2)

(4)﴿اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ غلبہ رکھنے والا، حکمت والا ہے'' یعنی قرآن مجید اور ساری کتابیں اس ہستی کی طرف سے نازل کی گئی ہیں جو اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر غالب ہے اور اپنے اولیاء کے لیے تدبیر کرنے میں حکمت رکھنے والا ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ جس نے رسول بھیجے وہ کمال درجے کا غلبہ رکھنے والا اور حکمت کامل رکھنے والا ہے اس کا کوئی قول اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

سوال2: وحی کیا ہے؟

جواب: وحی اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو وہ فرشتے کے ذریعے اپنے پیغمبروں کے پاس بھیجتا رہا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں وحی کیوں بھیجی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی طرح اور آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کی طرف اس لیے وحی بھیجی ہے تاکہ انسان ہدایت پائیں اور کامیاب ہو جائیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسانوں کی راہنمائی کے لیے نازل کی جانے والی وحی سے اپنی حکمت اور اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ملکیت سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے نظام کے بے خطا چلنے سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾

''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ بے حد بلند، بڑی عظمت والا ہے''(4)

سوال1: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ ''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ بے حد بلند، بڑی عظمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' یعنی وہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا خالق ہے اور مالک بھی۔ کائنات کی ہر چیز اس کے آگے جھکی ہوئی ہے۔ ہر چیز اسکی تدبیر کے تحت ہے۔ ہر چیز اسی کے اختیار میں ہے، ہر چیز پر اس کا حکم چلتا ہے۔

(2)﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ﴾ ''اور وہ بے حد بلند'' وہ اپنی ذات اپنی قدرت اور قہر و غلبہ کے ساتھ بلند ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2435)

(3)﴿الْعَظِيْمُ﴾ ''بڑی عظمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ وہ جو بڑی کبریائی عظمت والا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ ہی العلی اور العظیم ہے، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ہی العلی اور بالاتر ہے۔ ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔ (2) اس کا اختیار ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے وہی العظیم ہے۔ (3) انسان سمجھتے ہیں کہ چیزیں ان کی ملکیت میں ہیں وہ ان سے جیسے چاہتے ہیں فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن یہ حقیقی ملکیت نہیں اللہ ہی مالک اعلیٰ ہے وہی الاعلیٰ ہے وہ عظمتوں والا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے عظیم ہے کہ اس کے مقابلے میں ہر چیز چھوٹی ہے۔ (5) اللہ العظیم ہے وہ کسی کے سوال کو رد نہیں کرتا اللہ الاعلیٰ ہے سارے اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

''قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور جو زمین میں ہیں اُن کے لیے بخشش کی دُعا کرتے ہیں، سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (5)

سوال1: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور جو زمین میں ہیں اُن کے لیے بخشش کی دُعا کرتے ہیں، سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے رعب سے فرشتے خوفزدہ رہتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ ''قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے قریب ہے آسمان اپنی مضبوطی کے باوجود پھٹ پڑیں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (88) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (89) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (90) اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (91)﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔ کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔'' (مریم:88-91)

(2) ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''اور فرشتے'' یعنی معزز اور مقرب فرشتے اللہ تعالیٰ کے رعب سے اسکے جاہ وجلال سے سہم جاتے ہیں۔

(3) ﴿يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں اور اسے ہر صفتِ کمال سے متصف قرار دیتے ہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ ''وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وقفہ نہیں کرتے۔'' (الانبیاء:20)

(4)﴿وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جو زمین میں ہیں اُن کے لیے بخشش کی دُعا کرتے ہیں''یعنی انسانوں کے لیے رب سے معافی مانگتے رہتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ''جو(فرشتے)عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے،اے ہمارے رب!تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے،چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور جنہوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔''(المؤمن:7)

(5)﴿اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''سن لو!یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''اللہ ہی بڑا بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔اگر اس کی عظمت اور رحمت نہ ہوتی تو مخلوق پر فوراً عذاب بھیج دیتا جو ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا۔(تفسیر سعدی:2435/3)

سوال2:آسمانوں کے اوپر سے پھٹ پڑنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

جواب:(1)آسمانوں کے پھٹ پڑنے کی وجہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال ہے۔

(2)انسانوں کی غفلت سے جو انہوں نے ذوالجلال کے ساتھ رویہ جاری رکھا ہوا ہے۔

سوال3:ملائکہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کیوں بیان کرتے ہیں؟

جواب:ملائکہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اس لیے کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں ان کا رب کتنا برتر اور عظیم ہے۔

سوال4:فرشتے زمین والوں کے لیے مغفرت کی دعائیں کیوں کر رہے ہیں؟

جواب:(1)ملائکہ اپنی مکمل فرماں برداری کے باوجود بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ان سے کوئی غلطی نہ ہو جائے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔(2)زمین والے خطا کار ہیں،ضعیف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور بھی ہیں ملائکہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے غضب سے بچنے کے لیے زمین والوں کے حق میں استغفار کرتے ہیں۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کی صفات مغفرت اور رحمت کو اس کی صفات عزت،حکمت،علو اور عظمت کے ساتھ کیوں جمع کیا گیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان صفات کو اس لیے جمع کیا ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کو پیش نظر رکھیں۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کس کے لیے غفور ورحیم ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور فرماں برداروں کے لئے غفور ورحیم ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ کفار اور نافرمانوں کو فوراً انہیں پکڑتا انہیں ایک وقت تک کے لیے مہلت دیتا ہے یہ بھی اس کی رحمت اور مغفرت ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾

''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنالیا اللہ تعالیٰ اُن پر نگران ہے اور آپ اُن پر کوئی ذمہ دار نہیں'' (6)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنالیا اللہ تعالیٰ اُن پر نگران ہے اور آپ اُن پر کوئی ذمہ دار نہیں'' مشرکوں کو اس آیت میں جو تنبیہ کی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنالیا'' ﴿اولیاء﴾ سرپرستوں سے مراد وہ بت اور دیوتا ہیں جن کی مشرکین پوجا کرتے ہیں۔ (اشرف الحواشی: 576/1)

(2) ولی کا لفظ بہت جامع ہے اور بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مثلاً کارساز دوست، حمایتی، مددگار اور سرپرست سب اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔ اور اس کا عام مفہوم وہ شخص ہے جو کسی کی موت، مصیبت اور سخت پریشانی کے وقت اس کی مدد کو پہنچے یا اس کی وراثت کا اولین حقدار ہو۔ اور یہ باپ اور بیٹے کے علاوہ کوئی شخص بھی ہوسکتا ہے جب کہ مشرکین اپنے بتوں اور معبودوں کو ایسا سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہر مصیبت میں ان کے کام آتے اور ان کی حاجات کو پورا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نیز قیامت کے دن ہم ان کی سفارش سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 128/4)

(3) جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا ولی بنا رکھے ہیں وہ ان کی اللہ تعالیٰ کی طرح عبادت کرتے ہیں خود ساختہ معبود کبھی کسی کا کام بنانے پر قدرت نہیں رکھتے اس لیے کہ وہ خود محتاج ہیں۔

(4) ﴿اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن پر نگران ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے افعال پر پوری طرح نگران ہے اور ان کے اعمال کی نگہبانی کرنے والا ہے۔ وہ انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ (جامع البیان 10/25)

(5) ﴿حَفِيْظٌ﴾ ''حفیظ'' کے معنی حفاظت کرنے والا' اور اعمال کا حساب رکھنے والا دونوں ہیں یہاں چونکہ ان کے ساتھ ''علیھم'' (ان پر) لفظ استعمال ہوا ہے اس لئے اس کے دوسرے ہی معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے تمام اعمال حساب کی غرض سے محفوظ ہیں وہ عنقریب انہیں بدلہ دے گا۔ (اشرف الحواشی: 576/1)

(6) ﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ ''اور آپ اُن پر کوئی ذمہ دار نہیں'' یعنی آپ ﷺ کا کام تو انہیں خبردار کرنا ہے۔ آپ ﷺ ان کے کاموں کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

(7) اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ میں مشرکوں کے اعمال کو خوب جانتا ہوں ان کی نگرانی کر رہا ہوں انہیں پورا پورا بدلہ دوں

گا۔آپ ﷺ کے ذمہ پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (۲۲) اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ (۲۳) فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ (۲۴) اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ (۲۵) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۲۶)﴾ ''آپ نصیحت کریں، یقینا آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔آپ اُن پر ہرگز کوئی نگران مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو عذاب دے گا، بہت بڑا عذاب یقیناً اُنہیں ہماری جانب ہی لوٹ کر آنا ہے۔پھر یقیناً اُن کا حساب بھی ہمارے ہی ذمے ہے۔'' (الغاشیہ:21-26)

سوال2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے اعمال کو محفوظ کر رہا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اعمال کو محفوظ کر رہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں۔

سوال3:﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کسی کو ہدایت کے راستے پر چلانے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نگران نہیں کہ ان کے گناہوں پر ان کا مواخذہ کریں یہ کام تو رب کا ہے۔

(3) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نگران نہیں آپ کا کام صرف پہنچا دینا ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾

''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی قرآن وحی کیا ہے تاکہ آپ بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اُس کے اردگرد رہنے والوں کو خبردار کر دیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا'' (7)

سوال1:﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ ''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی قرآن وحی کیا ہے تاکہ آپ بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اُس کے اردگرد رہنے والوں کو خبردار کر دیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا'' قرآن مجید کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے عذاب سے آگاہ کرنا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی قرآن وحی کیا ہے'' یعنی اے

ہمارے رسول ﷺ آپ پر یہ قرآن عظیم اسی طرح وحی کے ذریعے نازل کیا گیا جیسا کہ گذشتہ انبیاء پر نازل ہوا۔

(2)﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ''عربی قرآن'' یعنی قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا گیا کیونکہ جس قوم کی طرف بھیجا گیا وہ عرب قوم ہیں۔اس لیے قرآن کو ان کی زبان میں نازل کیا گیا تا کہ وہ اس میں ذکر کیے گئے اللہ تعالیٰ کے دلائل کو سمجھیں اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے قوم کی زبان میں رسول بھیجا تا کہ وہ ان پر حق کو واضح کر دے۔(جامع البیان:25/10)

(3)﴿لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ''تا کہ تم مکہ اور اُس کے آس پاس رہنے والوں کو خبردار کر دو'' یعنی قرآن کے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکامات شرک، کفر، ظلم اور فساد کے انجام اور اس کے ہولناک عذابوں سے مکہ والوں اور تمام دنیا کے انسانوں کو آگاہ کر دیں۔

(4)ام القریٰ کے لفظی معنی ہیں بستیوں کی ماں یا جڑ﴿وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ اس سے مراد ساری دنیا ہے۔مکہ کو ام القریٰ اس لیے کہا گیا کہ وہ روئے زمین تمام شہروں سے افضل ہے جسے نبی ﷺ نے مکہ کے بازار میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے مکہ! اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی ساری زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور افضل ہے اور تو مجھے بھی اللہ کی ساری زمین میں سے زیادہ محبوب ہے۔اللہ کی قسم! اگر مجھے تیرے اندر سے نہ نکالا جاتا تو تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔''(ابن ماجہ:3108،ترمذی:3925)

(5)﴿وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ''اور جمع ہونے کے دن سے ڈرا دو جس میں کوئی شک نہیں'' قرآن مجید کو آپ ﷺ پر نازل کرنے کا یہ مقصد بھی ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے دن سے لوگوں کو خبردار کر دیں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:''﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ ''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے۔اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔''(ہود:103)

(6)﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں'' یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی اتباع کی جو رسول ﷺ ان کے پاس لے کر آئے۔(جامع البیان:25/11)

(7)﴿وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ ''اور دوسرا گروہ دوزخ میں'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور اس چیز کی مخالفت کی جو رسول ان کے پاس لے کر آئے ہیں۔(جامع لبیان:25/1)

(8)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ لوگوں کی نظر میں اہل جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جہنم میں سے ہوتا ہے ایک دوسرا بندہ لوگوں کی نظر میں اہل جہنم کے سے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے اور اعمال کا اعتبار تو خاتمے پر ہی موقوف ہے۔(بخاری:6493)(9)سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت تمہارے جوتے کے تسمے سے زیادہ تم سے قریب ہے اور اسی طرح دوزخ بھی۔(بخاری6488)

(10) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے۔ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ان کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نہیں جانتے مگر یہ آپ ہمیں بتادیں، تو آپ نے اس کتاب کے متعلق جو آپ کے دائیں بائیں ہاتھ میں تھی فرمایا: ''یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے، اس میں جنت والوں کے نام ہیں، ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور پھر آخر میں ان کے میزان کا ذکر دیا گیا ہے اب نہ ان میں کسی شخص کا اضافہ کیا جائے گا اور نہ کمی کی جائے گی۔'' پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی فرمایا: ''یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں دوزخ والوں کے نام اور ان کے آباؤ اجداد اور قبیلوں کے ناموں کے ساتھ درج کر دیے گئے ہیں پھر آخر میں ان کے میزان کا ذکر دیا گیا ہے۔ اب نہ ان افراد میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کمی کی جائے گی۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ بے شک یہ تو ایسا امر ہے جو طے پا چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سیدھے راستے پر چلو اور حق کے قریب رہو اس لیے کہ جنت والوں کا انجام جنتیوں کے عمل پر کیا جائے گا، اگرچہ وہ خاتمہ سے پہلے کیسے ہی عمل کیوں نہ کرتا ہو اور دوزخ والے کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پہ کیا جائے گا، اگرچہ وہ خاتمہ سے پہلے کیسے ہی عمل کیوں نہ کرتا ہو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جھکایا اور ان دونوں کتابوں کو رکھ دیا پھر فرمایا: ''تمہارے رب نے بندوں کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔ ﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔'' (ترمذی:2141)

سوال 2: ام القریٰ کہنے کا سبب کیا ہے؟

جواب: عرب کی قدیم بستی ہے۔ یہ ان تمام بستیوں کی ماں ہے جنہوں نے اس سے جنم لیا۔

سوال 3: ومن حولھا سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مشرق و مغرب کے تمام علاقے ہیں۔

سوال 4: مکہ والوں اور اس کے اردگرد والوں کو کس چیز سے ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

جواب: ڈراوا یہ تھا کہ اگر انہوں نے کفر اور شرک سے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق قرار پائیں گے۔

سوال 5: قیامت کو جمع ہونے والا دن کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: قیامت میں اگلے پچھلے تمام انسان جمع ہونگے ظالم بھی مظلوم بھی، مومن بھی کافر بھی وہ اپنے اعمال کے مطابق جزا سزا پائیں گے۔

سوال 6: کونسا گروہ جنت میں جائے گا؟

جواب: جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوگی اور حرام کردہ کاموں سے دور رہا ہوگا۔

سوال 7: کونسا گروہ جہنم میں جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا اور حرام کام کرنے والا گروہ جہنم میں جائے گا۔

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار'' (8)

سوال 1: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار'' آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ساری دنیا کو ہدایت کے راستے پہ ڈال دیتا نہ کہ گمراہی کے راستے پر لیکن اس نے لوگوں میں فرق رکھا کسی کو ہدایت کی توفیق دی اور کسی کو گمراہی کا راستہ یعنی شیطان کا راستہ دکھایا ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یقیناً ان سب کو ہدایت پہ جمع کر دیتا۔'' (الانعام:35) ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے۔'' (السجدۃ:13)

(2) اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس نے ارادہ کیا کہ اپنی مخلوق میں سے کچھ بندوں کو اپنی رحمت کے سائے تلے لے لے تو اسے لے لیا۔

(3) ﴿وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنی رحمت یعنی اسلام میں جسے چاہتا ہے داخل فرماتا ہے اور آخرت میں اس کی رحمت جنت ہوگی۔ (ایسر التفاسیر :1395)

(4) ﴿وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار'' ظالموں سے مراد مشرک لوگ ہیں۔ اور وہ لوگ بھی ظالم ہیں جن سے کوئی نیکی نہیں ہوئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہیں گے ان کے لیے کوئی ''ولی'' نہ ہوگا جو ان کی مدد کر سکے اور ان کو اپنا مقصد حاصل ہو سکے اور نہ کوئی مددگار ہوگا جو ان سے کسی تکلیف کو دور کر سکے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ہی امت کیوں نہیں بنایا؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی امت بنا لیتا ایسی صورت میں قیامت والے دن ایک ہی گروہ ہوتا اہل جنت کا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس

چیز کو پسند نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آزمانے کے لیے ارادے اور اختیار کی آزادی دی جو اس کا درست استعمال کرتا ہے۔ اللہ کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے اور جو غلط استعمال کرتا ہے اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''(9)

سوال: ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ﴾ ''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں'' یعنی کیا ظالموں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ولی بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کی شفاعت کریں یہ ان کی جہالت ہے کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی رضا کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتا۔ ان کا کوئی ولی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی ولی ہے پھر اسے ولی کیوں نہیں بناتے! (ایسر التفاسیر 1395)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔'' (الحج:73)

(3) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا، دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔'' (العنکبوت:41)

(4) ﴿فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے'' اللہ تعالیٰ حقیقی ولی ہے وہ بگڑے کام بناتا ہے جو اس سے دشمنی رکھتا ہے تو اسے کسی کی نہ ولایت نفع دیتی ہے نہ تکلیف سے بچا سکتی ہے کسی کی عبادت ظلم ہے۔

(5) ﴿وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ''اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے'' مردوں کو زندہ کرتا ہے یعنی زندگی اور موت اس کے ہاتھ میں ہے۔

(6)﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی ہر چیز اس کے قابو اور اختیار میں ہے وہ اپنے تمام بندوں کا اپنی تدبیر اور اپنی قدرت کے نفاذ کے ذریعے سرپرست ہے۔

(7) جو اللہ تعالیٰ کے سوا ولی بناتے ہیں وہ سب سے بڑی غلطی کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں وہ ہر طریقے سے اور ہر وسیلے سے اس کے قرب کا ذریعہ اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا سرپرست بناتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ:257)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کو کیوں کارساز بنانا چاہیے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اختیار رکھتا ہے اور دوسرے معبود سننے اور نفع ونقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لیے اللہ ہی کو کارساز بنانا چاہیے۔ (2) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس لیے اسی کو کارساز بنانا چاہیے۔

رکوع نمبر 3

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾

''اور جس کسی بات میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے، وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں'' (10)

سوال 1:﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾ ''اور جس کسی بات میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے، وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں'' کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو اپنے جھگڑوں میں پنچ بنانے کا جو حکم دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور جس کسی بات میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے'' یعنی دین اور دنیا کے معاملات جن میں تم ایک دوسرے سے متفق نہ ہو تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی طرف لوٹا دو۔ کتاب وسنت کو اپنے جھگڑوں میں پنچ بناؤ ان دونوں کا فیصلہ حق ہے جو کچھ ان

دونوں کے خلاف ہے وہ باطل ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ ''پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔'' (النساء:59)

(2) ﴿ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي﴾ ''وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے'' اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

(3) ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''اُسی پر میں نے بھروسہ کیا'' میں نے اپنے سارے معاملات اس کے سپرد کر دیے وہ میرے لیے کافی ہے۔ میں نے اپنے سارے کام اس کے حوالے کر دیئے ہیں۔ میں پورے وثوق کے ساتھ اسی پر اعتماد کرتا ہوں۔

(4) ﴿وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ ''اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں'' میں اپنے سارے معاملات زندگی کے ہر لمحے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(5) یہ دو ایسے اصول ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں نہایت کثرت سے ذکر فرماتا ہے کیونکہ ان دونوں کے جمع ہونے سے بندۂ مومن کو کمال حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں کے نہ ہونے یا ان میں سے کسی ایک سے محروم ہونے سے بندۂ مومن کمال سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (الفاتحہ:4) اور فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔'' (ہود:123) (تفسیر سعدی:2438/3)

سوال 2: جس چیز میں انسانوں کا اختلاف ہو اس کا فیصلہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) انسانی اختلاف کا فیصلہ کرنے والا رب ہے۔ (2) اللہ نے اپنا فیصلہ اس قرآن مجید میں کر دیا ہے۔

(3) قرآن مجید انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے سچے اصول معیشت، معاشرت، قانون، سیاست، اخلاق، اور زندگی گزارنے کے امور اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں طے کر دیئے ہیں۔ اب اگر انسانوں کے درمیان اختلاف ہو تو قرآن مجید حق کا راستہ پہچاننے کے لئے کافی ہے۔

(4) اس دنیا میں لوگ اللہ کے سچے دین اور سچے کلام کو اپنا حکم اور ثالث ماننے کے لئے تیار نہیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔

(5) سچوں کو جنت میں اور باقی تمام لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔

سوال 3: ﴿ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي﴾ کی بات جب انسان کے شعور میں بیٹھ جاتی ہے تو اس کے کیا نتائج نکلتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان لینے سے انسان کا شعور اور اس کی سوچ بلند ہو جاتی ہے۔

(2) انسان پر صراط مستقیم کے نشانات واضح ہو جاتے ہیں۔ (3) انسان کو یہ شعور مل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا حامی، نگہبان اور محافظ ہے۔

(4) انسان کو یہ یقین نصیب ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو درست رکھنے والا ہے اور محمد ﷺ کے طریقے کی پیروی کروانے والا ہے۔ (5) انسان اپنے رب پر توکل کرتا ہے۔ (6) انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(7) انسان پھر یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اسلامی نظام زندگی کے سوا کوئی اور نظام، اللہ کے حکم اور فیصلے کے علاوہ کوئی اور فیصلہ بھی ہو سکتا ہے جس

کی طرف اختلاف کی صورت میں وہ دیکھ سکے جب کہ نبی ﷺ اپنے فیصلوں میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی طرف دیکھتے تھے۔

سوال4: نبی ﷺ کی زبان سے اقرار کے لوگوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) نبی ﷺ کی زبان سے اس بات کے اقرار پر کہ ''اللہ میرا رب ہے میں اس پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں'' بڑے گہرے نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ (2) لوگ یہ سوچتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی جو ہدایت پر ہیں وہ اپنے فیصلے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتے ہیں تو وہ اپنے معاملات میں کسی اور جانب کیسے جا سکتے ہیں؟

(3) لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اللہ ہی نبی ﷺ کو جدھر موڑنا چاہتا ہے موڑتا ہے تو ہماری زندگیوں کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جدھر چاہے موڑ سکتا ہے کہ وہ ہمارا رب ہے اسی پر ہمارا اعتماد ہے اس اسی کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں۔

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾

''وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اُس نے تمہارے لیے خود تم میں سے جوڑا جوڑا بنایا اور جانوروں میں سے بھی جوڑا جوڑا بنایا، وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے، اُس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (11)

سوال1: ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اُس نے تمہارے لیے خود تم میں سے جوڑا جوڑا بنایا اور جانوروں میں سے بھی جوڑا جوڑا بنایا، وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے اُس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' کائنات کے خالق کے احسانات بڑے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے'' یعنی عظیم قدرت ہے اس خالق کی اس نے اپنی حکمت اور مشیت سے آسمان اور زمین کو تخلیق کیا جیسا کہ فرمایا: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ (۱۰) هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۱۱)﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو۔ اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اگائی ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ یقیناً ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (لقمان:11,10)

(2)﴿جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اس نے تمہارے لیے خود تم میں سے جوڑا جوڑا بنایا'' اس نے تمہاری دل جوئی کے لیے تمہاری جنس سے تمہارے لیے جوڑے بنائے جیسے سیدنا آدم علیہ السلام کی پسلی سے سیدہ حوا علیہا السلام کو پیدا کیا بدتناسل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

(3) تمہیں جوڑا جوڑا اس لیے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کر سکو۔

(4)﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا﴾ ''اور جانوروں میں سے بھی جوڑا جوڑا بنایا'' اس نے جانوروں کی بھی دونوں اقسام بنائیں نر اور مادہ تا کہ ان کی نسل بڑھے اور تمہاری ضروریات پوری ہوں۔

(5) بڑے بڑے احسانات ہیں رب جلیل وکریم کے اس نے تم پر اپنی نعمت کی تکمیل ہے۔

(6)﴿يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ﴾ ''وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے'' یعنی وہ تمہیں بھی اس نظام سے بڑھاتا اور پھیلاتا ہے اور تمہارے مویشیوں کو بھی۔ پاک ہے وہ عظیم خالق ساری مصلحتوں کو جاننے والا، سارے انتظامات کرنے والا۔

(7)﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں'' یعنی مخلوق میں خالق کی نظیر، اس کی مثال نہیں۔

(8) یعنی نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں، نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے، نہ اس کا کوئی جوڑا ہم جنس ہے۔ (تفسیر عثمانی: 552/2)

(9) کائنات کی کوئی چیز رب جیسی نہیں کیونکہ ہر چیز مخلوق ہے اور مخلوق خالق کے جیسی نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں اپنی مثال آپ ہے۔ لہٰذا انسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بے مثال خالق کی طرف لوٹیں اور اپنے اختلافات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے فیصلے نہ لیں۔

(10) اسی نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے۔ تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کر سکو تمہاری نسل بڑھ سکے اور تمہیں فائدہ حاصل ہو۔ اسمائے حسنیٰ ہیں اور اس کی تمام صفات کمال وعظمت ہیں۔ اس نے اپنے افعال کے ذریعے سے اتنی بڑی کائنات کو بغیر کسی مددگار کے وجود بخشا۔ پس اس جیسی کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ ہر لحاظ سے اپنے کمال میں واحد اور منفرد ہے۔ (تفسیر سعدی: 2438/3)

(11)﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ﴾ ''اور وہ سب کچھ سننے والا'' یعنی وہ ساری مخلوقات کو سنتا ہے اگرچہ ان کی زبانیں مختلف، اگرچہ ان کی ضروریات مختلف ہیں۔ وہ ساری کائنات کا سننے والا ہے۔

(12)﴿الْبَصِيْرُ﴾ ''سب کچھ دیکھنے والا ہے'' وہ ساری کائنات کا دیکھنے والا وہ چھوٹے سے مچھر کے اندر رگوں میں دوڑتے خون کو اور درخت کی باریک ٹہنی میں سرایت کرتے پانی اور جسم میں سرایت کرتی ہوئی خوراک کو دیکھتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ زمین وآسمان کو پیدا کرنے والا ہے۔ (2) ان کے لئے تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کے لئے قانون بناتا ہے جو فیصلہ کن ہے۔ (4) لوگوں کی زندگیوں کے لئے بھی وہی قانون دیتا ہے۔

(5)لوگوں نے اپنے اختلافات میں اس کی طرف رجوع کرنا ہے کہ وہی اللہ جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے وہی انسانوں کو بنانے والا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے انسان کی جنس سے ہی اس کا جوڑا بنا کر کیا احسان کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان کیا ہے کہ اسی کی جنس سے جوڑا بنایا ورنہ اگر جوڑا کسی اور مخلوق سے بنتا تو وہ سکون حاصل نہیں ہوتا جو اپنے ہم جنس سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے چوپایوں میں بھی جوڑے بنائے اس سے اللہ کی تخلیق کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے نظام میں وحدت ہے اور پھر ہر نوع کا تسلسل یہ ظاہر کرتا ہے کہ سب کا خالق ایک ہے۔

سوال5: اللہ کی صفات السمیع اور البصیر کی وضاحت کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے وہ سارے فیصلے دیکھنے اور سننے والے کی طرح کرتا ہے وہی اختلافی معاملات میں فیصلہ کرتا ہے۔

﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، وہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور وہی تنگ بھی کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''(12)

سوال1: ﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، وہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور وہی تنگ بھی کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کائنات کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں'' آسمان اور زمین اور ساری کائنات کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ(٦٢) لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں۔''(الزمر:63,62)(2) اللہ تعالیٰ ساری دنیا کا حاکم، مالک اور مختار کل ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ظاہری اور باطنی نعمتوں، رحمت اور رزق کی کنجیاں ہیں۔ ساری مخلوقات ہر حال میں اس کی محتاج ہیں۔ اس کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔

(4) وہ عطا کرنے والا جب کسی کو دیتا ہے تو کوئی اس سے روک نہیں سکتا۔ جس سے وہ روک دے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت

میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد کوئی بھیجنے والا نہیں۔" (فاطر:2)

(5) وہ نفع اور نقصان کا مالک ہے۔ (6) انسانوں کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔

(7) ﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ "وہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے" جس کے لیے چاہتا ہے امتحان کی غرض سے اس کا رزق کشادہ کر دیتا ہے۔

(8) ﴿وَيَقْدِرُ﴾ "اور وہی تنگ بھی کر دیتا ہے" وہ جس کے لیے چاہتا ہے امتحان اور آزمائش کے طور پر رزق تنگ کر دیتا ہے۔ سب کچھ اس کی حکمت سے ہوتا ہے۔

(9) جب رزق کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ کھلاتا پلاتا ہے اور کفیل ہے تو انسان اُس کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف کیوں متوجہ ہوتے ہیں؟ وہ کیوں غیر اللہ سے اپنے معاملات کے فیصلے چاہتے ہیں؟ رزق دینے والے کی طرف ہی فیصلوں کے لئے رجوع کرنا چاہئے۔

(10) ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ "یقیناً وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے" ہر چیز کے بارے میں پوری طرح سے جانتا ہے اس کے علم کے دائرے میں ساری مخلوق گھری ہوئی ہے۔

(11) جس کے پاس ہر چیز کا علم ہے۔ زمین و آسمان کا، ان کی تدبیر اور انتظام کا، انسانوں اور جانوروں کے جوڑوں کا، اُن سے نسلوں کو چلانے کا، اُن کو رزق دینے کا۔ وہی فیصلہ کر سکتا ہے جو علم رکھتا ہے اسی کا فیصلہ عدل والا ہو سکتا ہے۔

سوال 2: "زمین اور آسمان کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں" اس سے اللہ تعالیٰ نے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس سے انسانوں کو شعور دلایا ہے کہ انسانوں کے اختیارات بھی اللہ ہی کے ہیں کیونکہ انسان بھی کائنات کا حصہ ہیں۔ انسانوں کی چابیاں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾

"اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اُس کو راستہ دکھاتا ہے، جو رجوع کرتا ہے" (13)

سوال1:﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾ ''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں'' توحید تمام انبیاء کا دین ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ﴾ ''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے'' اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جو تمام انبیاء کو سب پہلے اور پچھلے رسولوں کو دیا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء:25)

(2) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں الگ الگ ہیں اور ان کا دین ایک ہی ہے۔'' (بخاری:3443)

(3)﴿مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا﴾ ''جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کو شریعت دے کر بھیجا جو حلال کو حلال حرام کو حرام کرتی ہے یعنی توحید۔ (جامع البیان:16/25) دین اسلام، شریعت کے اصول جو انبیاء کے درمیان مختلف نہیں تھے، اس پر ساری کتابیں متفق ہیں۔ (فتح القدیر:662/2)

(4)﴿وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ ''اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے'' یعنی قرآن اور اسلامی شریعت اور شرک سے برأت۔ (فتح القدیر:663/4)

(5)﴿وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى﴾ ''اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا'' مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو نبی مبعوث کیا اسے اقامت صلوٰۃ، ادائیگی زکوۃ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وصیت کی۔ یہ وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لیے مشروع کیا۔ (فتح القدیر:663/4)

(5)﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ﴾ ''کہ دین کو قائم کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی توحید، اس کے رسولوں کی اطاعت اور اس کی شریعت کو قبول کرو۔

(6) اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دین کے تمام اصول وفروع کو قائم کرو۔ ان کو خود اپنی ذات پر نافذ کرو، پھر دوسروں پر نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کرو۔ نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو، گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (تفسیر سعدی:2440/3)

(7)﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ ''اوراس میں تفرقہ نہ ڈالو'' اور دین کے جو غیر متبدل اصول ہیں۔ یعنی توحید اور معاد وغیرہ ان میں اختلاف نہ ڈالو۔ اس جملہ کے مخاطب اگرچہ بظاہر انبیاء معلوم ہوتے ہیں تاہم اس کے مخاطب ان انبیاء کے متبعین ہیں اور یہ انداز مزید تاکید کے لیے ہے کیونکہ انبیاء کا تو مشن ہی یہ ہوتا ہے کہ سابقہ اختلاف کو ختم کریں تاکہ نئے اختلاف ڈالیں۔ (تیسیر القرآن:4/131,132)

(8) اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا تاکہ تم دین کے اصول وفروع پر متفق رہو، اس امر پر پوری توجہ رکھو کہ کہیں مسائل تم میں تفرقہ ڈال کر تمہیں گروہ در گروہ تقسیم نہ کر دیں اور یوں تم ایک دوسرے کے دشمن بن جاؤ باوجود کہ تمہارا دین ایک ہے۔ دین پر اجتماع اور عدم تفرقہ میں وہ اجتماعات عامہ بھی شامل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، مثلاً: حج، عیدین، جمعہ، نماز پنجگانہ اور جہاد وغیرہ۔ یہ ایسی عبادات ہیں جو اجتماع اور عدم تفرق کے بغیر مکمل نہیں ہوتیں۔ (تفسیر سعدی:3/2440)

(9) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے اور ان پر نگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے، چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ، تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔'' (المائدہ:48)

(10)﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾ ''مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ انہیں دعوت دیتے ہیں'' یعنی توحید کی دعوت کو اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص مشرکوں پر گراں ہے۔ (جامع البیان:10/25)

(11) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش وخرم ہو جاتے ہیں۔'' (الزمر:45)

(12) جیسا کہ مشرکین کہتے تھے﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب چیز ہے۔'' (ص:5)

سوال2:﴿شَرَعَ لَكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿شَرَعَ﴾ کے معنی ہیں واضح کیا،مقرر کیا،بیان کیا۔(2)﴿لَكُمْ﴾ تمہارے لئے یعنی محمد ﷺ کی اُمت کے لئے۔

سوال3:﴿الدِّيْنِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿الدِّيْنِ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ پر ایمان،توحید،رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور شریعت کو جاننا۔

سوال4:تمام انبیاء کا دین کیا تھا؟

جواب:تمام انبیاء کا دین اسلام تھا جس کی دعوت وہ اپنی قوم کو دیتے رہے اگرچہ ہر نبی کی شریعت اور منہج میں بعض جزوی اختلافات ہوتے رہے۔﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾"تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور طریقہ مقرر کر دیا ہے۔" (المائدہ:48)لیکن اصول سب کے درمیان مشترک ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:انبیاء کی جماعت اولاد علات ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔(بخاری:49)

سوال5:انبیاء کے ایک دین پر ہونے سے کیا حقائق سامنے آتے ہیں؟

جواب:(1)انبیاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔(2)انبیاء کے درمیان گہرے تعلقات ہیں۔

(3)اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ادیان کی جڑ ایک ہے۔

(4)اس سے مومنوں کا حال ماضی سے جڑ جاتا ہے اور ماضی حال سے جڑ جاتا ہے،اور یوں سب ایک ہی قافلے کے لوگ بن جاتے ہیں۔

(5)اس سے مومنوں کے سامنے یہ حقیقت آتی ہے کہ اس کا جن سے تعلق ہے وہ لوگ عظیم ہیں اور وہ عظیم لوگوں کا پیروکار ہے وہ انبیاء کے راستے پر چل رہا ہے اور جس قافلے کے ساتھ وہ چل رہا ہے وہ تاریخ انسانی کا عظیم قافلہ ہے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اس دین کی وصیت کن لوگوں کو کی تھی؟

جواب:اسی کی وصیت اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام،سیدنا ابراہیم علیہ السلام،سیدنا موسیٰ علیہ السلام،سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کی تھی۔

سوال7:اللہ تعالیٰ نے دین کے پیروکاروں کو کیا وصیت کی تھی؟

جواب:(1)اس دین کو قائم رکھنا۔(2)اس دین میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

سوال8:دین کو قائم رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:دین کو قائم رکھنے سے مراد دین کی جڑ اور بنیاد کو قائم رکھنا یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت،اس کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا ہی دین کی بنیاد ہے اور وحدت کی بنیاد ہے۔

سوال9: دین میں تفرقہ یا پھوٹ کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: دین کی بنیادوں میں اختلاف سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے مثلاً: (1) اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت سے گریز کرنا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں دوسروں کو شریک کرنا۔

(3) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جگہ کئی اطاعتیں کھڑی کر دینا دراصل دین میں پھوٹ ڈالنا ہے۔

سوال10: کس چیز کی طرف محمد ﷺ بلاتے تھے جو مشرکوں پر گراں گزرتی تھی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ توحید اور رسول کی اطاعت کی طرف بلاتے تھے جو مشرکوں پر گراں گزرتی تھی۔

سوال11: ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اُس کو راستہ دکھاتا ہے، جو رجوع کرتا ہے'' ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے۔ انتخاب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے لیے چن لیتا ہے اور اپنی ولایت کے لیے اس کو چن لیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔ (جامع البیان: 17/25)

(2) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ میں برگزیدہ بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں ان لوگوں کو اپنے لیے منتخب کرتا ہے جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ اس کی رسالت، اس کی ولایت اور اس کی نعمت کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ اس طرح اس نے اس امت کا انتخاب کیا اور اسے تمام امتوں پر فضیلت سے نوازا اور اس کے لیے بہترین دین چنا۔ (تفسیر سعدی: 2441.2440/3)

(3) ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ ''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' اور جس کو وہ چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ اور انہیں کوئی اختیار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (قصص: 68) ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے۔'' (الحج: 75) (تفسیر عثمانی: 552/2)

(4) ﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ ''اور اپنی طرف اُس کو راستہ دکھاتا ہے، جو رجوع کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کے راستے پر چلا دیتا ہے جس کے اندر ہدایت پر آنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جو حق کی تلاش میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کے راستے پر چلا دیتا ہے۔

(5) یعنی اپنے رب کی طرف تمام معاملات میں رجوع کرنے والے کو اطاعت کی توفیق ملتی ہے اسے اتباع رسول کی توفیق ملتی ہے۔

(6) رب العزت کا فرمان: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ''اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔'' (العنکبوت: 69)

(7)اور جو اس کی طرف رجوع کرے وہ اسے اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے۔ بندے کی طرف سے یہ ایسا سبب ہے جس کے ذریعے سے وہ ہدایت الٰہی کی منزل تک پہنچتا ہے، اپنے رب کی طرف انابت، دلی محرکات کا اس کی طرف کھنچنا اور اپنے رب کی رضا کو اپنا مقصد بنانا یہ تمام اسباب طلب ہدایت کے حصول کو آسان بناتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ﴾ ''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا۔'' (المائدۃ:16)(تفسیر سعدی:2441/3)

سوال12: اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے ہدایت کا مستحق سمجھنا۔(2) کسی کو ہدایت کے لیے چن لینا۔

﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾

''اور اُنہوں نے آپس میں تفرقہ نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مدتِ مقرر تک طے نہ ہوتی تو ضرور اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور یقیناً جن لوگوں کو اُن کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا وہ اُس کے بارے میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں'' (14)

سوال1:﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''اور اُنہوں نے آپس میں تفرقہ نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا'' اختلافات ضد اور بحث سے پیدا ہوتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''اور اُنہوں نے آپس میں تفرقہ نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا'' اختلافات حق آجانے کے بعد ایک دوسرے سے ضد اور بحث سے پیدا ہوئے۔

(2)اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں نے اپنے ادیان میں علم آجانے کے بعد اختلاف کیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ وہ علم جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور جس کے ساتھ سیدنا نوح علیہ السلام کو بھیجا تھا، وہ دین حق کو قائم کرنا تھا اور یہ کہ تم اس میں تفرقہ نہ کرو۔ (جامع البیان:17/25)

رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ ''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آئی۔ اور اُنہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔'' (البینۃ:5,4)

(3)اور یہ سب کچھ ان کی طرف سے بغاوت اور عدوان کی وجہ سے صادر ہوا کیونکہ انہوں نے آپس میں بغض کینہ اور حسد کا رویہ رکھا جس

سے ان کے درمیان عداوت پیدا ہوئی اور اس طرح اختلاف پیدا ہوا۔ اے مسلمانو! ان جیسا رویہ اختیار کرنے سے بچو۔ (تفسیر سعدی:2442/3)

(4) اہل کتاب نے کتاب نازل ہونے کے بعد اختلاف کیا حالانکہ کتاب ہی ان کے لیے اتحاد کا موجب تھی۔ ان کا عمل کتاب اللہ کے خلاف تھا۔ (5) ﴿بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''آپس کی ضد کی وجہ سے'' یعنی حسد اور اقتدار کی طلب میں انہوں نے اختلاف کیا۔

(6) سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مالوں کی کثرت کی وجہ سے انہوں نے ایک دوسرے پر زیادتی کی اور اختلاف کیا۔ (الدر المنثور:696/5)

سوال 2: کون لوگ علم آجانے کے بعد اختلاف کرتے ہیں؟

جواب: (1) یہودی اختلاف کرتے تھے۔ (2) مشرکین مکہ اختلاف کرتے تھے۔

سوال 3: ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ''اور آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مدتِ مقرر تک طے نہ ہوتی تو ضرور اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مدتِ مقرر تک طے نہ ہوتی تو ضرور اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا'' یعنی رب العزت کی جانب سے عذاب فیصلہ کن تک موخر کرنے کا فیصلہ نہ ہوتا۔

(2) ﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ''تو ضرور اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا'' یعنی ان کے اختلاف کا فیصلہ کر دیا جاتا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تو اس میں اختلاف کیا گیا۔ اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات پہلے ہی نہ ہو چکی ہوتی تو اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً وہ لوگ اُس سے بے چین کرنے شک میں ہیں۔'' (حم السجدۃ:45)

(3) اگر حساب کتاب کے لیے قیامت کا دن پہلے سے طے نہ ہوتا تو ظالموں کو ان کے برے عمل کی سزا فوراً دنیا میں ہی مل جاتی۔ (مختصر ابن کثیر:1807/2)

سوال 4: اختلاف میں حق کے حق اور باطل کے باطل ہونے کا فیصلہ اس زندگی میں کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو وقت معلوم تک مہلت دے دی ہے ورنہ اختلافات کا فیصلہ ہوتا۔

سوال 5: فیصلہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد عقوبت میں تاخیر کا فیصلہ ہے۔

سوال 6: تاخیر کا فیصلہ پہلے سے نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟

جواب: اگر عقوبت میں تاخیر کا فیصلہ پہلے سے نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ فوراً عذاب بھیج کر ہلاک کر دیتا۔

سوال 7: ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ اور یقیناً جن لوگوں کو اُن کے بعد کتاب کا

وارث بنایا گیا وہ اُس کے بارے میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ﴾''اور یقیناً جن لوگوں کو اُن کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا وہ اُس کے بارے میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں'' یعنی ان کے اسلاف نے ضد اور حسد کی وجہ سے اختلاف کیا اور اسلاف نے پیچھے آنے والوں سے جو شک اور ریب کی وجہ سے اختلاف کیا اختلاف ان کی پہچان تھی۔ اس میدان میں کوئی بھی پیچھے نہیں تھا۔

(2) جو لوگ اپنے بزرگوں کی کتابوں کے وارث ہوئے تھے دراصل ان کے مقلد ہیں۔ مقلد کا ایمان شکوک وشبہات سے پر ہوتا ہے دلیل پر نہیں ہوتا کہ درجہ یقین تک پہنچا ہوا ہو بلکہ یہ اپنے بزرگوں کے جو حق کو نہ ماننے والے تھے مخلص مقلد ہوتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/1807)

سوال 8: کتاب کے وارثوں میں سے کون لوگ اسے کتاب کے بارے میں اُلجھن والے شک میں پڑے ہوئے ہیں؟

جواب:(1) اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جو اپنے سے پہلے کے یہود و نصاریٰ کے بعد تورات اور انجیل کے وارث بنائے گئے وہ قرآن مجید کی طرف سے اُلجھن والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔

(2) اس سے مراد عرب بھی ہیں جن کی طرف قرآن مجید نازل کیا گیا وہ بھی اُلجھن والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔

﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا ۚ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ﴾

''چنانچہ آپ اُسی کی طرف دعوت دیں اور مضبوطی سے قائم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی میں اُس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے''(15)

سوال 1:﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ﴾

''چنانچہ آپ اُسی کی طرف دعوت دیں اور مضبوطی سے قائم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی میں اُس پر ایمان لایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ﴾''چنانچہ آپ اُسی کی طرف دعوت دیں'' یعنی اپنی امت کو اس دین قیم کی دعوت دیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کیں، رسول بھیجے اور انہیں اس دین کی رغبت دلائی۔

(2)﴿وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾ ''اور مضبوطی سے قائم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر استقامت اختیار کریں سفیان نے کہا کہ قرآن پر استقامت اختیار کریں ضحاک نے کہا: رسالت کا پیغام پہنچانے میں استقامت اختیار کریں۔ (فتح القدیر:4/664)(3) یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت پر اس کی دعوت دینے پر استقامت اختیار کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

(4) استقامت سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت ہے جس میں کوئی افراط وتفریط نہ ہو بلکہ اس میں دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب ہو، سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تعمیل کے لیے استقامت کے التزام اور دوسروں کی تکمیل کے لیے اس کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا، نیز یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیے گئے حکم کا اطلاق امت پر بھی ہوتا ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ حکم صرف آپ کے ساتھ مخصوص نہ ہو۔ (تفسیر سعدی:3/2442)

(5)﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں'' یعنی کفار، مشرکین اور منافقین کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ یہ اتباع اس طرح ہوتی ہے کہ آپ ان کے دین کے کسی حصے کی اتباع کریں یا دعوت الی اللہ کا کام چھوڑ دیں یا استقامت چھوڑ دیں۔ اگر علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کا شمار ظالموں میں سے ہوگا۔

(6) رب العزت نے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرنے کا حکم دیا ہے یہ نہیں کہا کہ ان کے دین کی پیروی نہ کرو اس لیے کہ ان کا دین خواہشات کا دین ہے اور انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا۔

(7)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی اگر وہ آپ سے بحث کریں تو انہیں کہہ دیں۔

(8)﴿اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی میں اُس پر ایمان لایا'' یعنی ان کے ساتھ آپ کی بحث اس بنیاد اس اصول پر ہونی چاہیے کہ میں کتاب پر ایمان رکھتا ہوں اور کتاب کو لانے والے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔

(9) کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں سے جو نازل کیا ہے میں اُس پر ایمان لایا۔ یعنی ان کے ساتھ آپ کا بحث ومناظرہ، اس عظیم اصول پر مبنی ہونا چاہیے جو اسلام کے شرف وجلال پر دلالت کرتا ہے اور تمام ادیان پر اس کے نگران ہونے کا اور یہ اہل کتاب جس دین پر چلنے کے دعویدار ہیں، وہ بھی اسلام کا ایک جزو ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے کہ اگر اہل کتاب بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لا کر اور دیگر کا انکار کر کے مناظرہ کریں تو یہ قابل قبول نہیں کیونکہ جس کتاب کی طرف یہ لوگ دعوت دیتے ہیں اور جس رسول کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، اس کی صداقت کی شرط یہ ہے کہ وہ اس قرآن کی اور اس کو لانے والے کی تصدیق کرتا ہو، پس ہماری کتاب اور ہمارا رسول ﷺ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تورات اور انجیل پر ایمان لائیں جن کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے، ان کے بارے میں یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ قرآن کی تصدیق اور اس کی صحت کا اقرار کرتی ہیں۔ مجرد تورات وانجیل اور سیدنا موسیٰ وسیدنا عیسیٰ علیہما السلام جو ہمارے اوصاف بیان کرتے ہیں نہ ہماری کتاب کی موافقت کرتے ہیں تو ان پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ

نے ہمیں حکم نہیں دیا۔ (تفسیر سعدی:3/2443)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کس وجہ سے داعی بنا کر اُٹھایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو اس وجہ سے دعوت دینے والا بنایا گیا کیونکہ لوگ اُلجھن آمیز شک میں پڑے ہوئے تھے۔

سوال 3: آپ ﷺ کو کس چیز کی دعوت کے لئے اُٹھایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو توحید کی دعوت دینے کے لئے اُٹھایا گیا۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کو کس چیز پر جمے رہنے کا حکم دیا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو توحید پر جمے رہنے کا حکم دیا گیا۔

سوال 5: لوگوں کی خواہشات کیا تھیں جن پر چلنے سے نبی ﷺ کو روکا گیا؟

جواب: لوگوں نے اپنی خواہش سے بتوں کی عبادت کا سلسلہ شروع کر لیا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

سوال 6: رسول اللہ ﷺ سے کیوں کہا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دیں میں اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا ہوں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ بات اس لیے کہی گئی کہ کتاب ہی نظام شریعت کی بنیاد تھی۔ اسی کتاب کو لے کر ہی حق کی دعوت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسانیت رب کی طرف لوٹتی ہے۔ یہی کتاب ہے جس کی وجہ سے عدل ہو سکتا ہے۔

سوال 7: ﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں'' یعنی ان معاملات میں فیصلہ کرتے وقت جن میں تم آپس میں اختلافات کر رہے ہو مجھے حکم دیا گیا کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

(2) تمہاری عداوت اور بغض مجھے تمہارے درمیان انصاف سے نہیں روک سکتا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے۔

جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے اور ان پہ نگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔" (المائدۃ:48) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو لوگوں نے کہا کہ اس کے بارے میں کون نبی ﷺ سے سفارش کرے گا؟ (کہ اسے سزا نہ ہو) پس کسی کو آپ ﷺ سے (یہ بات) عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی تو سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی تو آپ ﷺ سے فرمایا: "بے شک بنی اسرائیل میں بھی جب کوئی شریف (بااثر) شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب شخص چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتے، اگر (اس کی جگہ چوری کرنے والی میری بیٹی) فاطمہ بھی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔" (بخاری:3475،2648)

(5) ﴿اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے" یعنی اللہ تعالیٰ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی۔

(6) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں وہی ہر چیز کا رب اور اس کا مالک ہے (ایسر التفاسیر:1399،1398)

(7) ﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾ "ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں" یعنی ہمارے اعمال اور ان کا عذاب وثواب ہمارے لیے ہے اور تمہارے اعمال اور اس کا عذاب وثواب تمہارے لیے ہم تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ "اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔" (یونس:41)

(8) ﴿قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ "آپ کہہ دیں کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا۔" (سبا:25)

(9) ﴿لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ "ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں" یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان حقائق واضح ہونے کے بعد گمراہی میں سے ہدایت اور باطل میں سے حق واضح ہو جانے کے بعد کوئی جھگڑا نہیں۔ (تفسیر سعدی:2443/3)

(10) ﴿اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ "اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا ہم نے پلٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ "کہہ دو کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" (سبا:26)

(11) اس وقت اللہ تعالیٰ حق کا فیصلہ کر دے گا کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

سوال8: اسلام کی دعوت کے تین بنیادی اصولوں کی کیسے وضاحت کی گئی ہے؟

جواب: (1) اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔

(2) ہمارے لیے ہمارے اعمال تمہارے لیے تمہارے اعمال یعنی ذمہ داری انفرادی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

سوال9: ہمارے اور تمہارے درمیان جھگڑا کیوں نہیں ہے؟

جواب: جھگڑا نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ حق ظاہر ہو چکا ہے۔

سوال10: اللہ تعالیٰ کی طرف جمع ہونے اور لوٹنے کی بات سے کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: اس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ اگرچہ تم زمین پر رہتے ہو، زندگی بسر کرتے ہو لیکن تمہارے فیصلے آسمانوں پر ہوتے ہیں چونکہ اس کے پاس جمع ہونا ہے لوٹ کر جانا ہے لہٰذا اپنے اعمال کی فکر کرلو۔

سوال11: اس آیت سے اسلام کی دعوت کے مزاج کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دعوت نے اپنے راستے پر چلتے چلے جانا ہے۔

(2) اس دعوت نے انسانوں کی خواہشات کا لحاظ نہیں رکھنا۔ (3) اس دعوت کا مقصد عدل کرنا ہے۔

(4) اس دعوت سے ایک اللہ کو رب بنا کر اسی کی طرف توجہ کرنے اور کروانے کا سلسلہ جاری رکھنا ہے۔

(5) اس دعوت نے انفرادی ذمہ داری کا اصول دیا۔

(6) اس دعوت نے انسانوں کی وجہ کو جمع ہونے والے دن کی طرف مبذول کر دیا ہے جس دن انسانوں کا حساب کتاب ہوگا۔

سوال12: یہ آیت دس مستقل احکامات پر مشتمل ہے ان کی وضاحت کریں؟

جواب: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے اور ہر جملہ خاص احکام پر مشتمل ہے گویا اس ایک آیت میں احکام کی دس فصلیں مذکور ہیں۔ اس کی نظیر پورے قرآن میں ایک آیۃ الکرسی کے سوا کوئی نہیں۔ آیت الکرسی میں بھی دس احکام کی دس فصلیں آئی ہیں۔ (معارف القرآن: 7/680)

(1) پہلا حکم یہ ہے کہ آپ پر کوئی نئی وحی نہیں آئے گی سابقہ انبیاء پر بھی اسی طرح وحی آتی ہے اور آپ ﷺ کا دین کوئی نیا دین نہیں ہے سابقہ انبیاء کا بھی یہی دین تھا۔ اس لیے آپ ﷺ دنیا کو اس کی دعوت دیتے رہیں، اسی پر جمے رہیں اسی کے پھیلانے میں دوڑ دھوپ کرتے رہیں۔

(2) دوسرا حکم یہ ہے کہ توحید پر جم جائیں اور مسلمانوں کو اس پر جم جانے کی ترغیب دلاتے رہیں۔

(3) تیسرا حکم یہ ہے کہ مشرکوں کے اختلافات، حق کی تکذیب، افترا پردازی اور غیر اللہ کی عبادت سب خراب عادتیں ہیں۔ خبردار آپ ہرگز ان گندی عادتوں کے پیچھے نہ لگیں۔

(4) چوتھا حکم یہ ہے کہ آپ ڈنکے کی چوٹ پر اس عقیدے کا اعلان فرمادیں کہ میرا تمام الہامی کتابوں پر ایمان ہے میرا یہ ظرف نہیں ہے کہ ایک کو تو مان لوں اور باقی کتابوں کو جھٹلا دوں۔

(5) پانچواں حکم یہ ہے کہ میں تم میں وہی احکام پھیلانا چاہتا ہوں جو میرے پاس اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں اور سراسر عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔

(6) چھٹا حکم یہ ہے کہ سچا معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی سب کا مربی اور محسن ہے اگرچہ کوئی شخص اپنی خوشی سے اس کے آگے نہ جھکے مگر درحقیقت نہ صرف ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے آگے سرنگوں ہے۔ اور سجدہ کر رہی ہے۔

(7) ساتواں حکم یہ ہے کہ اپنی اپنی کرنی اور اپنی اپنی بھرنی۔ اس حیثیت سے ہم میں تم میں کوئی تعلق نہیں۔ فرمایا: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں جانشین بنادیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' (یونس:14)

(8) آٹھواں حکم یہ کہ ہم میں آپس میں کوئی جھگڑا نہیں اور کسی مناظرہ کی ضرورت نہیں۔

(9) نواں حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا۔ ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ ''ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (سبا:26)

(10) دسواں حکم یہ ہے کہ سب نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جانا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1808)

﴿وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپس میں جھگڑا کرتے ہیں بعد اس کے کہ اُس کو تسلیم کرلیا گیا، اُن کی دلیل اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے اور اُن پر غضب ہے اور اُن کے لیے بہت سخت عذاب ہے'' (16)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپس میں جھگڑا کرتے ہیں بعد اس کے کہ اُس کو تسلیم کرلیا

گیا،اُن کی دلیل اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے اوراُن پرغضب ہے اور اُن کے لیے بہت سخت عذاب ہے'' دین میں جھگڑنے والوں سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ﴾''اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپس میں جھگڑا کرتے ہیں'' جولوگ شریعت کے احکامات میں مسلمانوں سے جھگڑتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے دین میں رخنے لگاتے ہیں۔وہ باطل دلیلیں دیتے ہیں۔مختلف طرح کے شبہات پیدا کرتے ہیں۔تاکہ مسلمان ہدایت کے راستے سے بھٹک جائیں۔

(2)﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ﴾''بعداس کے کہ اُس کوتسلیم کرلیا گیا''یعنی اس کے بعد کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کوتسلیم کرلیا۔اور عقل مندلوگوں نے اس دعوت پرلبیک کہا،اللہ تعالیٰ نے جوروشن دلائل دیئے ان کے آنے کے بعدوہ حق کے ساتھ مجادلہ یعنی جھگڑا کرتے ہیں۔

(3)﴿حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ﴾''اُن کی دلیل باطل ہے''ان کی حجت باطل ہےاورنا قابل قبول ہےاورطمع رکھتے ہیں کہ لوگ جاہلیت کی طرف لوٹ جائیں۔دحض کے مفہوم میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔(i) پھسلنا(ii) کمزور ہونا(iii) زائل ہوجانااور یہ دحض الرجل سے مشتق ہے۔جس کے معنی ہیں کہ پاؤں نے ٹھوکر کھائی اوراپنی جگہ سے پھسل گیااور دا حضة کے معنی میں ایسی دلیل ہے جوحق کے مقابلہ میں اپنے پاؤں پرقائم نہ رہ سکے،پھسل کرکمزوراورزائل ہوجائے،یعنی زائل ہوجانے والی اور بودی دلیل۔(تیسیرالقرآن:134/4)

(4)﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾''ان کے رب کے نزدیک''اُن کی حجت اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے کیونکہ یہ ایسے امور پرمشتمل ہے جوحق کے خلاف ہیں اور جو چیز حق کے خلاف ہووہ باطل ہوتی ہے۔''(تفسیرسعدی:2444/3)

(5)﴿وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ﴾''اوراُن پرغضب ہے''یعنی ان کے دلائل کے جھٹلانے اوران نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہےاوران پراللہ تعالیٰ کاغضب ہے۔

(6)﴿وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾''اوراُن کے لیے بہت سخت عذاب ہے''جوشخص باطل دلائل سے حق کے خلاف جھگڑا کرتا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہے انہیں ایسی ہولناک سزائیں دی جائیں گی جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(7)ایک سچے اورکھرے مومن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا وہ پاکیزہ دین کوچھوڑ کر بدلا ہوا ملاوٹی دین قبول کرلے۔

سوال2:کون لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں؟

جواب:مشرکین اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔

سوال3:مشرکین کن لوگوں سے جھگڑتے ہیں؟

جواب:(1)مشرکین ان لوگوں سے لڑتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی بات مان لی ہے۔

(2) یہود و نصاریٰ لڑتے ہیں کہ ہمارا دین تمہارے دین سے، ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہم تم سے بہتر ہیں۔

سوال 4: مشرکین کے لڑنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مشرکین کے لڑنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ایمان والوں کو ہدایت کے راستے سے ہٹا دیں۔

سوال 5: جھگڑے کرنے والوں کی حجت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ یہ حجت کمزور ہے، باطل ہے اس کو کوئی ثبات نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں پر غضب ہے۔

(3) ان کے لئے شدید عذاب ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَ ؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا اور تمہیں کیا خبر شاید وہ قیامت قریب ہی ہو؟'' (17)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَ ؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا اور تمہیں کیا خبر شاید وہ قیامت قریب ہی ہو؟'' اللہ تعالیٰ کی کتاب حق کو معلوم کرنے کا معیار ہے اور قیامت قریب ہے لہٰذا حق قبول کرلو، اس دعوت کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے تو کتاب نازل کی جو برحق ہے یعنی باطل سے بہت دور ہے یا یہ مطلب ہے کہ حق عقائد اور صحیح احکام کی تعلیم دیتی ہے۔ (تفسیر مظہری: 215/10)

(2) کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے جو حق کے ساتھ نازل ہوا اور یہ حق، صدق اور یقین پر مشتمل ہے۔ تمام مطالب الٰہیہ اور عقائد دینیہ کے بارے میں وہ روشن نشانیوں اور واضح دلائل پر مشتمل ہے یہ کتاب عظیم بہترین مسائل اور واضح ترین دلائل لے کر آئی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2445/3)

(3) اللہ تعالیٰ نے صرف حق ہی نازل نہیں فرمایا بلکہ حق معلوم کرنے کا معیار بھی نازل فرمایا اور یہ معیار میزان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مادی میزان یا ترازو بھی اتاری جس میں اجسام تلتے ہیں اور علمی ترازو بھی جسے عقل سلیم کہتے ہیں عقل سلیم سرسری نظر میں ہی معلوم کر لیتی ہے کہ حق کس طرف ہے اور باطل کس طرف یا کسی چیز میں حق کتنا حصہ ہے اور باطل کتنا؟ علاوہ ازیں اخلاقی ترازو بھی ہے یعنی عدل و انصاف کی ترازو۔ اور سب سے بڑی ترازو کتاب و سنت ہے۔ جو خالق و مخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتی ہے جس میں بات پوری تلتی ہے نہ کم نہ زیادہ۔ (تیسیر القرآن: 135/4)

(4) میزان یعنی ترازو سے مراد عدل ہے کیونکہ ترازو کسی چیز کے دو برابر حصے کرنے کا آلہ ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۭ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ ''اور آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔ یہ کہ تم ناپ تول میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو اور ناپ تول میں گھاٹا نہ دو۔'' (الرحمن:7-9)

(5) تمام عقلی دلائل، انفس و آفاق نشانیاں میزان سے مراد عدل ہے جس میں احکامات اور حکمتیں میزان میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے نازل فرمایا تا کہ بندے اس کے مطابق اپنے اعمال کا وزن کریں کہ کون سے امور میزان پر اترتے ہیں اور کون سے امور ایسے ہیں جو میزان پر پورے نہیں اترتے۔

(6) ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف قائم کریں۔'' (الحدید:25)

(7) ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ﴾ ''اور تمہیں کیا خبر شاید وہ قیامت قریب ہی ہو؟'' یعنی میزان قائم ہونے کا وقت قریب ہے اس لیے دنیا سے دل نہ لگاؤ اپنے رب کو راضی کر لو یہی عملی میزان میں اعمال کو وزن دے گا۔

سوال 2: الکتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) الکتاب سے مراد ساری آسمانی کتابیں ہیں۔

(2) خاص مراد قرآن مجید ہے۔

سوال 3: عدل کو ترازو سے تولنے سے کیوں تعبیر کیا؟

جواب: میزان برابری اور انصاف کا آلہ ہے اسی کے ذریعے لوگوں کے درمیان برابری ممکن ہے۔

سوال 4: قیامت کے قریب ہونے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: (1) قیام قیامت غیب میں سے ہے اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا ہو سکتا ہے وہ قریب ہو۔

(2) قیامت کے قریب ہونے کا ذکر میزان کی وجہ سے بھی کیا گیا کہ دنیا میں شریعت نے لوگوں میں میزان لگا کر عدل کرنا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی میزان فیصلے کرے گی۔

﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾

''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناوہ حق ہے۔سن لو!یقینا جولوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناوہ دُور کی گمراہی میں ہیں''(18)

سوال1:﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناوہ حق ہے۔سن لو!یقینا جولوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناوہ دُور کی گمراہی میں ہیں'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا﴾''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے'' قیامت کے لیے جلدی مچانے والے حق کا انکار کرتے ہیں اور اس سے دشمنی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو قیامت قائم کرنے سے (نعوذ باللہ) عاجز سمجھتے ہوئے قیامت کا انکار کرتے ہیں۔

(2)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ﴾''اور جولوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں'' جولوگ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کی ہولناکیوں سے خوف کھاتے ہیں۔کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ جزا کا دن یقینی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾''اوراُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔''(المومنون:60)

(3)ان کے خوف کی وجہ سے ان کا یہ ایمان ہے کہ قیامت کے دن اعمال کی جزا سزا دی جائے گی۔وہ اس سے ڈر کر ایسے اعمال کرتے ہیں جو اس دن کام آئیں گے۔جس دن اعمال کا وزن ہوگا۔

(4)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ قیامت کب قائم ہو گی؟اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟انہوں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں،سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہارا حشر بھی ان کے ساتھ ہوگا جن سے تمہیں محبت ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں بھی اتنی خوشی کسی بات سے نہیں ہوئی جتنی آپ کی یہ حدیث سن کر ہوئی کہ تمہارا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ تمہیں محبت ہے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے اپنی محبت کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میرا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا اگرچہ میں ان جیسے عمل نہ بھی کرسکوں۔(بخاری:3688)

(5)﴿اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾''سن لو!یقینا جولوگ اس گھڑی کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ دُور کی گمراہی میں ہیں''یعنی جو قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ ہدایت کے راستے سے ہٹ گئے۔(جامع البیان:21/25)

(6)پس وہ دور کی مخالفت میں ہیں،یعنی صواب ودرستی کے قریب نہیں ہیں بلکہ حق سے انتہائی دور معاندانہ اور مخاصمانہ رویہ اپنائے ہوئے

ہیں۔اس شخص سے بڑھ کر حق سے کون دور ہوسکتا ہے جس نے آخرت کے گھر کو جھٹلایا جو حقیقی گھر ہے جو دائمی طور پر باقی رہنے اور خلود سرمدی کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور وہ دار الجزا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وعدل کو ظاہر کرے گا۔دنیا کے گھر کی اس کی اس دائمی گھر سے بس اتنی سی نسبت ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے سائے تلے آرام کرے پھر اس سایہ دار درخت کو چھوڑ کر کوچ کر جائے یہ تو عبوری گھر اور گزرگاہ ہے ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا نہیں۔چونکہ انہوں نے اس دار فانی کو دیکھا اور اس کا مشاہدہ کیا ہے اس لیے انہوں نے اس کی تصدیق کی اور آخرت کے گھر کو جھٹلایا جس کے بارے میں کتب الٰہی میں تواتر کے ساتھ اخبار وارد ہوئی ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں نے آگاہ کیا جو عقل میں سب سے زیادہ کامل،علم میں سب زیادہ وسعت کے حامل اور سب سے زیادہ فہم وفطانت رکھنے والے نفوسِ قدسیہ ہیں۔(تفسیر سعدی:2446/3)

سوال2: قیامت کے بارے میں کون جھگڑتے ہیں؟

جواب: قیامت کے بارے میں وہ لوگ جھگڑتے ہیں جو دلائل پر غور وفکر نہیں کرتے۔

سوال3: دلائل پر غور وفکر سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: دلائل پر غور وفکر سے یقین نصیب ہوسکتا ہے۔

سوال4: لوگ دور کی گمراہی میں کیسے جا پڑتے ہیں؟

جواب: لوگ رات دن مشاہدے میں آنے والے دلائل پر غور وفکر نہیں کرتے حالانکہ وہ انہیں سمجھ سکتے ہیں۔اس لئے وہ حق سے دور جا پڑتے ہیں۔

﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے،وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بڑی قوت والا،سب پر غالب ہے''(19)

سوال1: ﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بڑی قوت والا،سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ اس نے روزی کا انتظام کیا اس کے سوا کسی کے پاس کوئی قوت،کوئی اختیار نہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے لطف وکرم سے آگاہ فرماتا ہے تاکہ وہ اسے پہچانیں،اس سے محبت کریں اور اس کے فضل وکرم کے حصول کے درپے رہیں۔لطف وکرم اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے جس سے مراد وہ ہستی ہے جو دل کی باتوں اور چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جانتی ہے جو اپنے بندوں کو،خاص

طور پر اہل ایمان کو، اس مقام تک پہنچاتی ہے جس کے بارے میں انہیں کوئی علم ہوتا ہے نہ گمان۔ یہ بندۂ مومن پر اس کا لطف وکرم ہے کہ اس نے بھلائی کے اسباب مہیا کر کے اسے بھلائی کی راہ دکھائی، جس کا اس کے دل میں خیال تک نہیں آتا، اس کی فطرت میں موجود یہ اسباب محبت حق اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں۔ نیز یہ کہ اس نے اپنے مکرم فرشتوں کو الہام کیا کہ وہ اس کے مومن بندوں کو ثابت قدم رکھیں، انہیں بھلائی کی ترغیب دیں، ان کے دلوں میں حق کو مزین کریں تا کہ یہ تزئین حق اتباع کی دعوت دے۔ یہ اس کا لطف وکرم ہے کہ اس نے اہل ایمان کو اجتماعی عبادات کا حکم دیا جن کے ذریعے سے ان کے عزائم میں قوت آتی ہے، ان کی ہمتیں بیدار ہوتی ہیں، بھلائی میں رغبت پیدا ہوتی ہے، بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی پیروی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ اس نے اپنے بندے کو ہر سبب مہیا کیا جو اسے معاصی سے باز رکھتا ہے اس کے اور معاصی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا، مال ومتاع اور ریاست وغیرہ، جس کی خاطر دنیادار ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بندے کو اس کی اطاعت سے دور کر دیں گی یا اس میں غفلت پیدا کر دیں گی یا اسے معصیت پر ابھاریں گی تو وہ اس دنیا کو اس سے دور ہٹا دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2446، 2447)

(2) ﴿يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے کسی نہ کسی ذریعے سے رزق پہنچاتا ہے۔ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں بھولتا۔ وہ سب کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ ساری مخلوق اسی کا دیا ہوا رزق کھاتی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ ''زمین میں کوئی چلنے والا جان دار ایسا نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔'' (ہود: 6)

(3) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے فراخ رزق دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

(4) ﴿وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور وہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ تمام قوتوں کا مالک ہے۔ اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کو کوئی چھین نہیں سکتا۔ وہ طاقت ور ہے اس کی مدد کے بغیر اس کی مخلوق میں کسی کے پاس کوئی قوت نہیں۔ ساری مخلوق اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے، کائنات اس کی مطیع ہے کہ وہ ساری طاقتوں کا مالک اور مختار ہے وہ کمال درجے غلبہ رکھتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کیسا تعلق ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ لطیف ہے اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ جس کو جو چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ قوت والا ہے سب اس کی قوت کے آگے بے بس ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ العزیز ہے غلبہ رکھتا ہے کوئی اس پر غالب آنے والا نہیں لہٰذا سچا رشتہ رب سے ہی جڑ سکتا ہے۔

رکوع نمبر 4

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾

''جوکوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جوکوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں'' (20)

سوال 1: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ ''جوکوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جوکوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں'' شوق کی کھیتی دنیا یا آخرت آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ﴾ ''جوکوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے'' یعنی جو شخص آخرت کے گھر کی تلاش میں ہو اور نیک اعمال کی رغبت رکھے اللہ تعالیٰ اس کے شوق کی کھیتی میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے نیک اعمال کی توفیق دیتے ہیں اسے نیکیوں میں ترقی دیتے ہیں اور دنیا میں اسے اس کا مقررہ حصہ ضرور دے دیتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابل قدر ہے۔'' (بنی اسرائیل:19)

(3) ﴿وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ ''اور جوکوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں'' جس کا شوق دنیا اور متاع دنیا میں ہوتا ہے اور آخرت کے اعمال سے وہ بے نیاز ہوتا ہے وہ دنیا اور دین دونوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا کا ملنا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہوتا ہے۔ اور آخرت وہ خود برباد کر بیٹھتے ہیں۔ اگر کوئی دنیا کو شوق کی کھیتی بنانا چاہے تو ساری دنیا بھی آخرت کے مقابلے میں کچھ نہیں اور آخرت میں اس پر جنت حرام کر دی گئی اور وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا مستحق ٹھہرا۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ (۱۵) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا

صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(۱۶)﴾ ''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے، ہم اُن کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے اور اسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور انہوں نے جو کچھ دنیا میں بنایا وہ سب برباد ہو گیا اور باطل ہیں جو وہ عمل کرتے رہے تھے۔'' (ہود:16,15)

(4)﴿فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ(۲۰۰) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ(۲۰۱)﴾ ''پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباء واجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اُس سے بھی زیادہ یاد کرنا، پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے'' اور اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔'' (البقرہ:202,201)

(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھتیاں دو طرح کی ہیں دنیا کی کھیتی تو مال اور بیٹے ہیں اور آخرت کی کھیتی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ (الدر المنثور:5/698)

(6)﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا(۱۸) وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا(۱۹)﴾ ''جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے، پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا۔ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے۔'' (بنی اسرائیل:19,18)

(7) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس امت کو عظمت رفعت دین (اسلام) نصرت اور زمین میں غلبے کی بشارت سنا دو پس ان میں سے جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے لیے کرے گا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔'' (مسند احمد:21280، ابن حبان:405)

(8) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا مقصود دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے باعث اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے محتاجی رکھ دیتا ہے اور اس کے باعث اس کے دل میں پریشانی رکھ دیتا ہے اور اس کے پاس اتنا حصہ آتا ہے جتنا اس کا مقدر ہو۔ اور جس کا مقصود آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے باعث اس کے دل میں بے پروائی رکھ دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ (ترمذی:2465)

(9) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر کسی کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اُس نے نیت کی۔ پھر جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہوئی کہ اُسے حاصل کرے، یا عورت سے نکاح کے لیے، پھر اُس کی ہجرت اُسی طرف ہے جس کے لیے اُس نے ہجرت کی۔'' (صحیح بخاری:1)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے تو میری عبادت میں مشغول رہے گا تو میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تجھ سے محتاجی دور کر دوں گا اور اگر تو میری عبادت نہ کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھ محنت مزدوری میں لگا دوں گا اور نہ دور کروں گا تجھ سے محتاجی۔ (ترمذی:2466)

سوال2: حرث سے کیا مراد ہے؟

جواب: حرث سے مراد کھیتی ہے یہاں اعمال کے فوائد کے لیے حرث کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ آخرت کی کھیتی میں کیسے اضافہ کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا اجر دس گنا سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ عطا فرماتے ہیں۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''کیا اُن کے کچھ شریک ہیں جنہوں نے دین کا وہ طریقہ اُن کے لیے مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟ اگر فیصلے کی بات نہ ہوتی تو اُن کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے'' (21)

سوال1: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''کیا اُن کے کچھ شریک ہیں جنہوں نے دین کا وہ طریقہ اُن کے لیے مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟ اگر فیصلے کی بات نہ ہوتی تو اُن کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے'' لوگوں کے دین کی نہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کرنی چاہیے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا﴾ ''کیا اُن کے کچھ شریک ہیں'' کیا مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنوں، شیطانوں اور سرداروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ حالانکہ انہیں پیروی اللہ تعالیٰ کے دین کی کرنی چاہیے۔

(2) ﴿شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾ ''جنہوں نے دین کا وہ طریقہ اُن کے لیے مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟'' یعنی شرک اور بدعات کو رواج دیا، اپنی خواہشات نفس کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرایا اور اس کی محرمات کو حلال قرار دیا، حالانکہ دین وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ دین قرار دے تاکہ لوگ اسے دین بنائیں اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں۔ اس بارے میں اصول یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے کسی ایسی چیز کو شریعت قرار دینا ممنوع ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے نہ آئی ہو، تب ان فساق کو شریعت سازی کا کیوں کر اختیار دیا جا سکتا ہے جو کفار کے کفر میں شریک ہیں!

(تفسیر سعدی:3/2448,2449)

(3)﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (التوبہ:31)

(4)وہ اتنے نادان ہیں کہ انہوں نے جھوٹے معبودوں کے خود ساختہ احکام کو دین بنا رکھا ہے جسے وہ حرام کہتے ہیں اسے وہ حرام سمجھتے ہیں جسے وہ حلال کہتے ہیں اسے وہ حلال سمجھتے ہیں ان کے عبادت کے طریقے بھی خود ساختہ ہیں۔

(5)﴿وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ''اگر فیصلے کی بات نہ ہوتی تو اُن کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا'' یعنی اگر قیامت تک کی مہلت کا فیصلہ طے نہ کیا جا چکا ہوتا تو ان کے درمیان آخرت سے پہلے ہی فیصلہ کر دیا جاتا۔

(6)﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے'' یہ مشرکوں کے لیے وعید ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ موڑیں گے تو ان پر دردناک عذاب مسلط کر دیا جائے گا۔

(7)زہری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیّب رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر لحی خزاعی کو دیکھا کہ جہنم میں وہ اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا اور یہی عمرو وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ کی رسم نکالی۔

(بخاری:3521)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے ساتھ جن لوگوں کو شریک ٹھہرایا جاتا ہے کیا وہ انسانوں کے لئے احکام دین مقرر کر سکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت کا حق کسی کو نہیں دیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں پر کیسے گرفت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں سے پوچھا ہے کہ

(1)تمہاری شریعت کا ماخذ کیا ہے۔(2)کس نے تمہاری شریعت بنائی ہے۔

(3)کس نے تمہیں شریعت دی جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نہیں ہے۔

سوال4: اگر فیصلے کی بات نہ طے کر دی ہوتی تو لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا؟

جواب: وہ لوگ جو شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو دنیا میں ہی پکڑ لیا جاتا۔

سوال5: ظالموں کے لیے دردناک عذاب کیوں ہے؟

جواب:(1)ظالموں کے لیے دردناک عذاب اللہ تعالیٰ کا انصاف ہے۔

(2)عذاب ظالموں کے ظلم کی وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت کی اور غیر اللہ کی شریعت کی حمایت کی۔

﴿تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾

''آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو انہوں نے کمایا حالانکہ وہ عذاب اُن پر واقع ہونے والا ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے، اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا فضل ہے''(22)

سوال1:﴿تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ﴾''آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو انہوں نے کمایا حالانکہ وہ عذاب اُن پر واقع ہونے والا ہے''مشرک میدان حشر میں گھبرائے ہوئے ہوں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ﴾''آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو انہوں نے کمایا حالانکہ وہ عذاب اُن پر واقع ہونے والا ہے''مشرک میدان حشر میں گھبرائے ہوئے دہشت زدہ اور ڈرے ہوئے ہوں گے یہ ان کے شرک اور نافرمانیوں کی سزا ہوگی۔

(2)﴿وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ﴾''وہ عذاب اُن پر واقع ہونے والا ہے''یعنی عذاب لامحالہ ان پر واقع ہوگا کیونکہ انہوں نے عذاب کے لیے سارے اسباب اختیار کیے ہیں اور ان کی مہلت کا وقت ختم ہوگیا ہے۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں کوئی چیز بچا نہیں سکے گی۔انہیں ان کے اعمال کا مزہ چکھایا جائے گا۔

سوال2:ظالم اپنے اعمال سے کب ڈر رہے ہوں گے؟

جواب:ظالم قیامت کے دن اپنے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے۔

سوال3:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے، اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا فضل ہے''ایمان والے لذتوں اور نعمتوں میں سرشار ہوں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾اور جولوگ ایمان لائے ہیں''جولوگ اللہ تعالیٰ،اس کی کتابوں،اس کے رسولوں،اس کے فرشتوں،اس کی تقدیراورآخرت کے دن پرایمان لائے۔

(2)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''اورجنہوں نے نیکیاں کی ہیں''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کواس کی رضا کے لیے محمد ﷺ کی سنت کے مطابق پورا کیا جن لوگوں نے دل کی عبادات،جوارح کے اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دیئے۔

(3)﴿فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ﴾''وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے''وہ جنت کی نعمتوں اورلذتوں میں سرشار ہوں گے۔

(4)ان خوبصورت باغات کی خوبصورتی،ان میں اچھل کر بہتی ہوئی ندیاں،بیلوں سے ڈھکے ہوئے درختوں کے جھنڈ،حسین مناظر،پھلوں سے لدے ہوئے درخت،چہچہاتے ہوئے پرندے،طرب انگیز آوازیں،تمام دوستوں سے ملاقاتیں اوراس ہم نشینی سے حاصل ہونے والا بہرۂ کامل کیسا ہوگا؟وہ ایسے باغات ہوں گے کہ دور دور تک حسن ہی حسن ہوگا،ان باغات کے رہنے والوں میں ان باغات کی لذتوں کی چاہت اوراشتیاق میں اضافہ ہوگا۔(تفسیر سعدی:3/2449,2450)

(5)﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾''اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے''جنت والے جس چیز کا ارادہ کریں گے وہ فوراً انہیں حاصل ہوگی وہ جو چاہیں گے ملے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ(۳۱) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ(۳۲)﴾''ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اورآخرت میں بھی اورتمہارے لیے وہ ہے جوتمہارے دل چاہیں گے اورتمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جوتم طلب کروگے بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔''(حم السجدۃ:31,32)

(6)﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(۷۱) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۷۲)﴾''ان پرسونے کے تھال اور پیالے پھیرائے جائیں گے اوراس میں ہروہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اورآنکھیں لذت پائیں گی اورتم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جوتم عمل کرتے تھے۔''(الزخرف:71,72)

(7)﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾''یہی بڑا فضل ہے''اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی اور جنت میں ہر قسم کی نعمتوں کے ملنے سے بڑھ کر بھی کوئی فضل ہے جو کسی کو نصیب ہوسکتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل کیا ہے؟

جواب:(1)جہنم سے بچالیا جانا۔(2)جنت جیسے مقام کا نصیب ہونا۔

﴿ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا

﴿الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾

''یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا سوائے رشتہ داری کی وجہ سے دوستی کے اور جو کوئی بھلائی کمائے گا ہم اُس کے لیے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے''(23)

سوال1:﴿ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' ایمان والوں کو جنت کی بشارت دی گئی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایمان والوں کو عظیم بشارت دی ہے۔ جو نیک اعمال کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو محمد ﷺ کی سنت اختیار کرتے ہیں کہ ان کے لیے جنت کی سدا بہار نعمتیں ہیں۔(2) بشارت اس عظیم ہستی کی جانب سے ہے جو وسیع رحمت والا ہے۔

(3) یہ بشارت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے اس کے رسول ﷺ کی زبان پر دی گئی ہے۔

سوال2:﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾'' آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا سوائے رشتہ داری کی وجہ سے دوستی کے'' رشتہ داری کا لحاظ ہی کرلو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾'' آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے، قرآن پہنچانے کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ نہ میں تمہارا مال لینا چاہتا ہوں، نہ سرداری سے کوئی غرض ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے۔'' (الشعراء:145)

(2)﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾''سوائے رشتہ داری کی وجہ سے دوستی کے'' ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد ہو کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے ایک اجر کے، وہ تمہارے ہی لیے ہے، اس کا فائدہ بھی تمہیں ہی پہنچتا ہے، یعنی تم مجھ سے رشتہ داری کی وجہ سے محبت کرو اور یہ مودّت، ایمان کی مودّت سے زائد چیز ہے کیونکہ رسول ﷺ پر ایمان کی مودّت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد رسول کی محبت کو تمام محبتوں پر مقدم رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ایمان کی محبت سے زائد قرابت داری کی بنا پر اس سے محبت کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قریب ترین رشتہ داروں تک اپنی دعوت پہنچائی حتی کہ کہا جاتا ہے کہ قریش کے گھرانوں میں کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس

کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی مودّت ومحبت ہو اور یہ ایسی محبت ہے جس کی مصاحبت میں تقرب الٰہی اور توسل ہوتے ہیں جس کی بنیاد اطاعت ہے جو اس مودّت ومحبت کی صحت وصداقت کی دلیل ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ ''سوائے رشتہ داری کی وجہ سے دوستی کے'' دونوں اقوال کے مطابق، یہ استثناء اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اکرم ﷺ تم سے اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتے، سوائے اس چیز کے کہ جس کا فائدہ خود تم ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ یہ کسی بھی طرح کوئی اجر نہیں بلکہ یہ تو ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجر ہے۔ بھلائی میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو کھول دیتا ہے، اس کے معاملے کو آسان کر دیتا ہے اور یہ نیکی کسی دوسرے نیک عمل کی توفیق کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اس ذریعے سے مومن کے اعمال صالحہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے اور وہ دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2450، 2451)

(3) عبدالملک بن میسرہ نے بیان کیا کہ میں نے طاؤس رحمہ اللہ سے سنا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد 'سوائے رشتہ داری کی محبت کے'' متعلق پوچھا گیا تو سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آل محمد ﷺ کی قربت داری مراد ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر کہا کہ تم نے جلد بازی کی۔ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس قرابت داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرو جو میرے اور تمہارے درمیان میں موجود ہے۔ (بخاری: 4818)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ ﷺ کے قرابت والوں سے سلوک کرنا مجھ کو اپنے قرابت والوں کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ (بخاری: 3712)

سوال 3: ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی مدد نہیں مانگتا مگر محبت رشتے داری کی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تم سے تبلیغ کے کام پر اجرت نہیں مانگتا البتہ یہ ضرور کہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان یعنی قریش کے درمیان جو رشتے داری ہے اس کا لحاظ کرو۔

(2) اس سے مراد یہ تھی کہ رشتے داری کے تعلق کی وجہ سے مجھے ایذائیں پہنچانے سے درگزر کرو۔

(3) اس سے یہ مراد تھی کہ اگر تم میری دعوت کو قبول نہیں کرتے تو نہ کرو لیکن مجھے نقصان پہنچانے سے تو باز رہو۔

(4) اس سے یہ بھی مراد تھی کہ اگر تم میرے دست وبازو نہیں بن سکتے تو کم از کم قرابت داری کی وجہ سے میرے راستے کی رکاوٹ نہ بنو تاکہ میں خود رسالت کا فرض ادا کر سکوں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی یہ کہے ہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتے داری ہے اسے قائم رکھو۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ الشوریٰ)

سوال4: آل محمد ﷺ کی عزت وتوقیر کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

(1) آل محمد ﷺ کی عزت وتوقیر اور ان سے محبت ایمان کا جزو ہے۔

(2) نبی ﷺ نے ان کی عزت اور حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔

سوال5: کیا اس آیت میں آل محمد ﷺ کی محبت کی بات کی گئی ہے؟

جواب: آل محمد کی محبت کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال6: آل محمد ﷺ سے مراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ہیں؟

جواب: آل محمد ﷺ سے مراد محض یہ چار افراد نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے تمام افراد اس میں شامل ہیں۔

سوال7: کیا رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ سے اپنے گھرانے کی محبت کا سوال کیا تھا؟

جواب: یہ سوال نبی ﷺ کی ذات کے لئے زیبا نہیں کہ وہ اپنی تبلیغ کی اُجرت کے طور پر اپنے گھرانے کے افراد سے محبت کا سوال کریں۔

سوال8: ﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ ''اور جو کوئی بھلائی کمائے گا ہم اُس کے لیے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے۔'' یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے۔'' ایک نیکی دوسرے نیک اعمال کی توفیق کے لیے ذریعہ بن جاتی ہے آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً﴾ ''اور جو کوئی بھلائی کمائے گا'' جو کوئی ایک نیکی کرتا ہے، خالق کی عبادت یا مخلوق سے حسن سلوک۔

(2) ﴿نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا﴾ ''ہم اُس کے لیے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ اس ایک نیکی کے ذریعے دوسرے نیک اعمال کی توفیق دیتے ہیں۔ اور یوں مومن کے نیک اعمال میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مخلوق کے نزدیک اس کا مقام بلند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ثواب عطا فرماتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔'' (النساء:40)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ بخش دیتا ہے اور ان کی اطاعت اور نیکیوں کا قدردان ہے۔

سوال9: نیکی کے بعد اس نیکی کے حسن میں کیسے اضافہ ہوتا ہے؟

جواب: (1) نیکی کے بعد اس نیکی کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

(2) نیکی کے بعد مزید نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الغفور اور الشکور کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کی برائیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے وہ الغفور ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کی نیکی میں اضافہ کر دیتے ہیں وہ نیکیوں کا قدردان ہے یقیناً وہ الشکور ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نیکیوں کے اجر میں اضافہ کرتا ہے وہ الشکور یعنی بہترین قدردان ہے۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ ؕ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''یا لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے؟ تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر کر دے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے'' (24)

سوال 1: ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ ؕ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یا لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے؟ تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر کر دے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے'' نبی ﷺ پر قرآن گھڑنے کے الزام کی حقیقت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''یا لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے؟'' یعنی نادان لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو نبی ﷺ نے خود گھڑا تو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کو منسوب کر دیا۔ جب کہ محمد ﷺ اس سے بری ہیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت کو جانتے ہیں۔

(2) ﴿فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ﴾ ''تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر کر دے'' یہ قطعی بے بنیاد الزام ہے اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ ﷺ کے دل پر مہر لگا دیتا اور آپ ﷺ قرآن کو بھول جاتے اور اس میں سے کچھ بھی یاد نہ رہتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ (۴۴) لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ (۴۵) ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ (۴۶) فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ﴾ ''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا۔ تو یقیناً ہم اس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔'' (الحاقۃ: 44-47)

(3) ﴿وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کر دیتا

ہے" اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔ اگر یہ قرآن بھی باطل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے طریقے کے مطابق اس کو بھی مٹا دیتا۔

(4) اللہ تعالیٰ دلائل کے ذریعے سے باطل کو مٹا دیتا ہے۔

(5) ﴿وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ﴾ "اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کر دیتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے سچے وعدہ سے اور تکوینی احکامات سے حق کو حق کر دکھاتا ہے۔

(6) اس سے یہ مراد ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو کچھ بتا رہے ہیں وہ حق ہے، ثابت شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اگر وہ حق نہ ہوتا تو مٹ چکا ہوتا۔ اگر وہ حق نہ ہوتا تو قرآن سینہ محمد ﷺ سے مٹا دیا گیا ہوتا۔

(7) جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں، نیز اپنے ان کلمات دینیہ کے ذریعے سے بھی حق کو حق کر دکھاتا ہے جو ان احکام حق کو ثابت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مشروع کئے ہیں اور انہیں قلوب میں جاگزیں کرتے ہیں اور خردمندوں کو بصیرت سے بہرہ مند کرتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ کا حق کو حق ثابت کرنا یہ ہے کہ وہ حق کا مقابلہ کرنے کے لیے باطل کو مقرر کر دیتا ہے۔ جب باطل حق کا مقابلہ کرتا ہے تو حق اپنے دلائل و براہین کے ساتھ باطل پر حملہ آور ہوتا ہے، تب نور حق اور اس کی ہدایت ظاہر ہوتے ہیں جس سے باطل مضمحل ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے اور ہر ایک پر باطل کا بطلان واضح اور ہر ایک کے لیے حق پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2452،2451)

(7) ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ "یقیناً وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے" اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں سے خوب واقف ہے اور دلوں میں جو نیک اور برے اعمال ہیں ان کا علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ سب جانتا ہے جسے لوگ چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کیسا علیم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے سینوں کی باتوں کو جانتا ہے اس لئے وہ جانتا ہے کہ کہاں حق پروان چڑھ رہا ہے اور کہاں اس کے مقابلے میں باطل پروان چڑھ رہا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

"اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے" (25)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ "اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے" آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ "اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں میں سے جو سچی توبہ کرلے۔اپنے دل سے گناہ کو چھوڑنے کا پختہ ارادہ کرلے اور عملاً گناہ چھوڑ دے۔دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت کرلے اور عملاً اطاعت کرے۔

(2) بعض علماء نے لکھا ہے کہ توبہ کے معنی ہیں دل سے معاصی کو ترک کرنے کا پکا ارادہ کرنا اور عملاً گناہ کو ترک کرنا۔اور دل سے اطاعت کی پختہ نیت کرنا اور عملاً اطاعت کرنا۔توبہ سے مراد نافرمانیوں پر ندامت اور آئندہ اس کو نہ کرنے کا عزم۔سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا توبہ سے مراد ہے برے احوال کو چھوڑ کر اچھے احوال کی طرف منتقل ہوجانا۔

بیضاوی نے لکھا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے کے چھ معانی ہیں۔(i) فرائض کے ضائع کردینے پر پشیمانی۔(ii) فرائض کو دوبارہ ادا کرنا۔(iii) حقوق لوٹا کردے دینا۔(iv) جس طرح نفس کو گناہوں میں گھلایا ہوا اسی طرح نفس کو اطاعت میں پگھلانا۔(v) جیسے نفس کو گناہوں کی لذت چکھائی ہوا اسی طرح نفس کو اطاعت کی تلخی چکھانا۔(vi) جیسے ہنستا رہا تھا اسی طرح اب رونا۔بغوی نے شرح السنۃ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔ندامت توبہ اور گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہوجاتا ہے۔(تفسیر مظہری:221/10)

(3) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ رب العزت رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کرلے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔(یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔'' (صحیح مسلم:6989)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے وہ جس نے گناہ نہیں کیا۔'' (ابن ماجہ:4250)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے، جب وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے، اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جنگل بیابان میں اپنی سواری پر سوار ہو، اسی پر اس کے کھانے، پینے کا سامان بھی ہو کہ وہ سواری اس سے چھوٹ جائے (تلاش بسیار کے بعد) وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے تلے آکر لیٹ جائے جب کہ وہ سواری سے مایوس ہو چکا ہو کہ اتنے میں وہ سواری اس کے سامنے آکھڑی ہو۔وہ اس کی مہار پکڑ کر خوشی کی شدت میں کہہ ڈالے، اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب۔فرط خوشی میں وہ غلطی کر جائے۔(صحیح مسلم:6960)

(6) ''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ بندے کی توبہ تب تک قبول کرتے ہیں جب تک کہ غرغرہ نہ لگے۔'' (ترمذی:3537)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کرلے گا، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔(صحیح مسلم:6861)

(8)﴿وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ﴾ ''اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے گناہوں کا مواخذہ نہیں کرے گا اور برائیوں کے اثرات اور عذاب سے بھی بچالیتا ہے۔(التیسیر التفاسیر:1406)

(9)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب العزت سے حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کسی بندے نے گناہ کیا: پھر عرض کیا اے اللہ میرے گناہ کو معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے رب میرے گناہ کو معاف فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے رب میرے گناہ کو معاف فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ تو جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کر دیا۔(مسلم:6986)

(10)﴿وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے'' یعنی لوگ جو نیک اور برے کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کس توبہ کو قبول کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ خالص اور سچی توبہ قبول کرتے ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کس توبہ کو قبول نہیں کرتے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایسی توبہ کو قبول نہیں کرتے جس میں انسان زبان سے توبہ توبہ کہتا جائے لیکن عملاً گناہ کے کام نہ چھوڑے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کس کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جس کی توبہ قبول فرماتے ہیں اس کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہیں۔

سوال 5: ﴿يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ سچی توبہ کو بھی جانتا ہے گناہوں کو بھی جانتا ہے سرکشی کو بھی جانتا ہے وہ اپنے علم کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے۔

﴿وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾

''اور اُن لوگوں کی دُعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیکیاں کی ہیں اور اُنہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے۔ کافروں کے لیے بہت سخت عذاب ہے''(26)

سوال1:﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ ''اور اُن لوگوں کی دُعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اور اُنہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے۔ کافروں کے لیے بہت سخت عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ''اور اُن لوگوں کی دُعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے جو ایمان لا کر صالح اعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنے لیے دعائیں کریں یا دوسروں کے لیے کریں اللہ تعالیٰ مومنوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے رب العزت نے فرمایا﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔'' (البقرہ:186)

(2) ایک مرتبہ شام میں مسلمان جانبازوں یا مجاہدوں کے سامنے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے پر جوش تقریر کی جس میں بیان کیا کہ تم ایمان کی دولت سے مالا مال ہو اور جنتی ہو مجھے امید ہے کہ تمہارے یہ قیدی بھی عجب نہیں جنت میں چلے جائیں کیونکہ جب ان میں سے کوئی قیدی تمہارا کوئی کام یا کوئی خدمت انجام دیتا ہے۔ تو تم خوش ہو کر اسے دعا دیتے ہو اور کہتے ہو اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے اور تجھے برکت عطا فرمائے اور قرآن عظیم نے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی﴿الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ ''جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی سنتا ہے جو بات مان کر اسے عملی جامہ پہناتے ہیں۔'' (الزمر:18)(مختصر ابن کثیر:1813/2)

(3)﴿وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ﴾ ''اور اُنہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے'' یعنی جو وہ مانگیں انہیں عطا کرتا ہے اور انہیں وہ خیر بھی عطا کرتا ہے جس کا وہ سوال نہیں کرتے۔ (اسیر التفاسیر:1402)

(4) اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ اعمال کی توفیق دیتے ہیں اور اس کا اجر کثیر عطا فرماتے ہیں۔

(5)﴿وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ ''کافروں کے لیے بہت سخت عذاب ہے'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے ہر انکار پر انہیں شدید عذاب دیا جائے گا۔ (جامع البیان:30/25)

سوال2: ایمان والوں اور نیک لوگوں سے اللہ تعالیٰ کیا سنتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک لوگوں کی دعائیں سنتا ہے اور ان کی خواہشات اور آرزوں کو پورا کرتا ہے شرط یہ ہے کہ دعا کے آداب

شرائط کا خیال رکھا جائے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اپنے فضل سے اور بڑھا کر کیوں عطا کرتے ہیں؟

جواب: (1) ایمان والے اللہ کی دعوت کو قبول کرتے ہیں۔

(2) اللہ کی رضا کے لیے کام کرتے ہیں۔

(3) اس کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنے فضل سے بڑھا کر عطا کرتے ہیں۔

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے'' (27)

سوال1: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر شخص کو امیر نہیں بناتے اس کی حکمت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہر شخص کو مال دار کر دیتا تو مال کے نشے میں وہ زمین میں سرکش ہو جاتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو جاتے اور دنیا کی خواہشات کی تکمیل میں مشغول ہو جاتے۔

(2) خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اگر چاہے تو اپنے تمام بندوں کو غنی اور تونگر بنا دے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں کہ سب کو بے اندازہ روزی دے کر خوش عیش رکھا جائے۔ ایسا کیا جاتا تو عموماً لوگ طغیان و تمرد اختیار کر کے دنیا میں اودھم مچا دیتے۔ (تفسیر عثمانی 558/2)

(3) ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (۶) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (۷)﴾ ''ہرگز نہیں! بلاشبہ انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہے۔'' (العلق: 7,6)

(4) یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہر شخص کو مال دے دیتا تو ہر شخص فرعون بن جاتا اور زمین میں فساد کرتا۔

(5) ﴿وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ﴾ ''لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی قسمت کے

مطابق ایک اندازے سے رزق دیتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر ان کے درجے بلند کیے تا کہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (الزخرف:32)

(6) ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف غنا ہی کرتا ہے اگر میں انہیں فقر وفاقہ میں مبتلا کردوں تو یہ فقر وفاقہ انہیں فاسد کر کے رکھ دے گا اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح فقر کے سوا کوئی اور چیز نہیں کرتی اگر میں انہیں غنا عطا کردوں تو وہ ان کے ایمان کو خراب کردے اور میرے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کی اصلاح صحت کے سوا کسی چیز سے نہیں ہوتی اگر میں انہیں بیمار کردوں تو وہ انہیں فاسد کر کے رکھ دے اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف مرض سے ہوتی ہے اگر میں انہیں عافیت سے نوازدوں تو یہ عافیت ان کے ایمان کو فاسد کردے۔بندوں کے دلوں میں جو کچھ ہے، میں اس کے بارے میں اپنے علم کے مطابق بندوں کے امور کی تدبیر کرتا ہوں۔ بے شک میں خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہوں۔(فتح الباری:415/11)

(7)﴿اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناوہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں کی خبر رکھنے والا ہے۔ان کی تدبیر کو دیکھتا ہے اور انہیں ان کاموں کی طرف پھیر دیتے ہیں جن میں ان کی بھلائی ہو۔(جامع البیان:31/25)

سوال2: اگر اللہ تعالیٰ سب کی روزی فراخ کر دیتا تو کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی ضرورت سے زیادہ ایک جیسا کشادہ رزق عطا فرما دیتا تو اس کا یہ نتیجہ نکلتا کہ کوئی کسی کی ماتحتی قبول نہ کرتا ہر شخص شر اور فساد میں، زیادتی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوتا اور زمین فساد سے بڑھ جاتی۔

سوال3: اللہ تعالیٰ اندازے کے ساتھ جو چاہتا ہے نازل کر دیتا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو جانتا ہے ان کے ظرف کو جانتا ہے وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے ان کو خوب دیکھنے والا ہے اس لیے وہ جو چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کر دیتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

''اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام

تعریفوں کے لائق ہے"(28)

سوال1:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾"اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾"اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ بارش برسا کر زمین اور اس کے رہنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

(2)﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا﴾"لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد" یعنی کبھی بارش میں تاخیر ہوتی ہے تو لوگ مایوس ہو جاتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾"حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے ہی کہ ان پر برسائی جائے اس پہلے ہی یقیناً وہ مایوس تھے۔"(الروم:49)

(3)اللہ تعالیٰ کی رحمت وقدرت کی طرف سے مایوس ہو جانا کافروں کا شیوہ ہے لیکن ایک مومن کی نظر میں اسباب کا سلسلہ یاس انگیز ہو سکتا ہے۔(تفسیر عثمانی:559/2)

(4)﴿وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ﴾"اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے" جب بارش ہوتی ہے تو خشک سالی جاتی رہی ہے۔اللہ تعالیٰ اس بارش کے ذریعے خوراک کا سامان پیدا کرتے ہیں اور چاروں طرف رحمت ہی رحمت پھیل جاتی ہے۔

(5)﴿وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾"اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سرپرستی کرتا ہے اور ان پر اپنا فضل اور احسان کرتا ہے۔

﴿الْحَمِيْدُ﴾"تمام تعریفوں کے لائق ہے" وہ اپنی سرپرستی اور اپنے کمال رحمت، کمال ملکیت اور کمال درجے کے انعامات کی وجہ سے قابل ستائش ہے۔

سوال2:غیث سے کیا مراد ہے؟

جواب:غیث بارش کو کہتے ہیں تنگی اور غیث کے وقت امداد دینا غیث ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش کیوں برساتے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ بندے اُس کی نعمتوں کی قدر کریں۔اس کا شکر بجالائیں اس لئے محروم کر کے نعمتوں کا احساس دلاتا ہے۔

سوال4:رحمت کے پھیلانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد تر وتازگی، سرسبزی، اُمید، خوشی، پھلوں کا نکلنا۔ جسم اور روح کی تازگی اور دل کی خوشی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پھیلاؤ ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کیسا ولی اور حمید ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ولی ہے اپنے نیک بندوں کی کارسازی کرتا ہے۔ انہیں نفع عطا کرتا ہے ان کی حفاظت کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ بے پناہ احسانات کرنے پر قابل حمد وثنا ہے وہ رحمتیں نازل کرتا ہے وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے وہی حمید قابل حمد وثنا ہے وہ رحمتیں نازل کرتا ہے وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے وہی حمد کے قابل ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور جو اُس نے اُن دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ جب چاہے اُنہیں جمع کرنے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (29)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور جو اُس نے اُن دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ جب چاہے اُنہیں جمع کرنے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے'' آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کی ذات کی نشانی ہے۔ جیسے وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے ایسے ہی وہ ساری مخلوقات کا خالق ہے۔

(2) ﴿وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ''اور جو اُس نے اُن دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں'' مراد تمام فرشتے، انسان جن اور حیوانات ہیں جو زمین کے علاوہ آسمانوں کے بھی مختلف طبقات میں پھیلے ہوئے ہیں اور سب کی زبانیں شکلیں، رنگ اور جنسیں مختلف ہیں۔ یا دابہ سے مراد وہ جانور ہیں جو زمین پر ہی رہتے ہیں۔ (ابن کثیر) (اشرف الحواشی: 580/1)

(3) ﴿وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہ جب چاہے اُنہیں جمع کرنے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' وہ ساری مخلوقات کو فنا کرنے کے بعد زندہ کر کے دوبارہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن انہیں جمع کرے گا اور سب کے ساتھ انصاف کرے گا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی کن نشانیوں کا ذکر کیا ہے؟

جواب: (1) آسمان وزمین کی پیدائش نشانی ہے۔

(2) زمین میں جانداروں کا پھیلانا نشانی ہے۔ان میں جنوں اور انسانوں کے علاوہ سارے حیوانات شامل ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پھیلی ہوئی مخلوق کو جمع کرنے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

(2) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کو جمع کرے گا۔

رکوع نمبر 5

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾

''اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سے (قصوروں سے) درگزر کرتا ہے'' (30)

سوال1: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ ''اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سے (قصوروں سے) درگزر کرتا ہے'' دنیا کے دکھ گناہوں کا بدلہ ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ ''اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا'' یعنی انسان کو دنیا میں جو دکھ پہنچتے ہیں اس کے گناہوں کا بدلہ ہیں۔

(2) ﴿وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ ''اور وہ بہت سے (قصوروں سے) درگزر کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کثیر گناہوں کو معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر:45) اگر انسان کو ہر گناہ پر پکڑا جاتا تو وہ زمین میں زندہ نہ رہ پاتا۔

(3) اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ گناہوں کو وہ رب کریم ویسے ہی معاف فرما دیتا ہے یعنی آخرت میں ان پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

(4) ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے جسم میں تکلیف ہوئی اور لوگ ان کی عیادت کو گئے تو سیدنا حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ کی یہ حالت تو دیکھی نہیں جاتی ہمیں بڑا صدمہ ہو رہا ہے آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے اور ابھی

بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے، پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر:23,22)

(5) ایمان والوں کو جو تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی لغزشیں معاف فرما دیتا ہے۔

سوال 2: انسان پر مصائب کیوں آتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے موجودہ دنیا کو اسباب کے قانون کے تحت بنایا ہے۔ یہاں انسان پر جب مصیبت آتی ہے تو اپنی کوتاہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ مصائب مومن کے بعض گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

سوال 3: مصیبت گناہوں کا کفارہ بنتی ہے اس کے لئے کوئی دلیل دیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کو ذرا بھی تکلیف ہوتی ہے اور غم پہنچتا ہے حتیٰ کہ اس کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾

''اور تم ہرگز زمین میں عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔ اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار'' (31)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور تم ہرگز زمین میں عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔ اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور تم ہرگز زمین میں عاجز کر دینے والے نہیں ہو'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کو مؤخر کرنا بھول چوک یا عاجز ہونے کی بنا پر نہیں ہے تم اللہ تعالیٰ کو کبھی عاجز نہیں پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ جو حکم نافذ کرتا ہے تم اسے روک نہیں سکتے۔

(2) یعنی تم بھاگ کر کسی ایسی جگہ نہیں جا سکتے جہاں تم ہماری پکڑ میں نہ آ سکو یا جو مصیبت ہم تم پر نازل کرنا چاہیں اس سے تم بچ سکو۔

(3) ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سرپرست نہیں پاؤ گے جو تمہیں فوائد عطا کرے اور نہ کوئی مددگار پاؤ گے جو تم سے ضرر کو دور کرے۔

(4) اللہ ولی ہے مافوق الفطری طریقے سے انسان کی مدد کرتا ہے۔ اللہ کے ماسوا کوئی ولی نہیں یعنی انسان کی مدد کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ (5) اللہ نصیر ہے، مددگار ہے۔ جب اللہ مدد سے ہاتھ کھینچ لے تو نہ کوئی مددگار رہتا ہے اور نہ ولی۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الانعام:17)

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں یہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں''(32)

سوال:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ﴾''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں یہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں''سمندر اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ﴾''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں یہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ نے ٹھاٹھیں مارتے سمندر انسان کے تابع کر دیئے ہیں جن میں کشتیاں چلتی ہیں تو گویا پہاڑ چلتے ہیں۔

(2)اللہ تعالیٰ نے موجوں سے کشتیوں اور جہازوں کی حفاظت کی ہے وہ سامانِ تجارت کو دور دراز کے ملکوں اور شہروں تک لے جاتے ہیں۔

سوال2:سمندروں کے جہاز اور کشتیاں کیسے اللہ کی نشانیاں ہیں؟

جواب:(1)سمندروں میں پہاڑوں جیسی کشتیاں اور جہاز اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتے ہیں۔اللہ نے سمندروں کو ایسا بنایا کہ وہ اپنی پشت پر جہازوں اور کشتیوں کو لئے پھرتے ہیں۔(2)اگر اللہ تعالیٰ کا حکم چلانے کا نہ ہو تو جہاز سمندر میں ایسے ہی کھڑے رہیں۔

﴿اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾

''اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے تو وہ سمندر کی سطح پر ہی کھڑے رہ جائیں۔یقیناً اس میں ہر بہت صبر کرنے والے،

بہت شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں''(33)

سوال1:﴿اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾''اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے تو وہ سمندر کی سطح پر ہی کھڑے رہ جائیں۔یقیناً اس میں ہر بہت صبر کرنے والے،بہت شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ﴾''اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے تو وہ سمندر کی سطح پر ہی کھڑے رہ جائیں''اللہ تعالیٰ نے سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کے چلنے کے لیے ہوا کو سبب بنایا ہے۔اگر وہ ہوا کو ساکن کر دے تو کشتیاں اور جہاز سمندر کی سطح پر ٹھہر جائیں۔

(2)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾''یقیناً اس میں ہر بہت صبر کرنے والے،بہت شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں''یعنی جو شخص مصائب میں صبر کرتا ہے۔اور نعمت ملنے پر شکر ادا کرتا ہے اور نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق صرف کرتا ہے۔اس میں بڑی عبرت ہے وہ اپنے رب کی قدرت پر غور و فکر کر سکتا ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑنے والا ان سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

(4)صبار اور شکور دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور یہ دو ایسے الفاظ ہیں جن میں مومن کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔(تیسیر القرآن:142/4)

(5)''سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوشحالی نصیب ہو تو (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتا ہے (یہ شکر) اس کے لیے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے ثواب ہے۔'' (صحیح مسلم:7500)

سوال2:اس میں صبر اور شکر کرنے والے کے لئے کیا نشانیاں ہیں؟

جواب:(1)جہازوں کا چلانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہئے۔

(2)جہازوں کا روکنا ابتلاء اور مصیبت ہے جس پر انسان کو صبر کرنا چاہئے۔

سوال3:صبر اور شکر کا مزاج کس حوالے سے انسان کے لئے ضروری ہے؟

جواب:(1)زندگی کے واقعات سے نصیحت حاصل کرنے کے لئے صبر اور شکر کا مزاج ضروری ہے۔

(2)تکلیف کے موقع پر انسان ظاہری حالات سے اوپر اُٹھ کر دوسرے رخ سے دیکھنا سیکھ سکے یہ صبر کے بغیر ممکن نہیں۔

(3)اسی طرح ظاہر میں اپنی کوششوں سے ملنے والی چیز کو انسان صحیح رخ سے دیکھنے کے قابل ہو جائے یعنی ملنے والی چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت دے دینا شکر کی صفت کے بغیر ممکن نہیں۔

﴿اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ﴾

''یا وہ انہیں تباہ کر دے اس کی وجہ سے جو انہوں نے کمایا اور بہت سے لوگوں کو معاف کر دے''(34)

سوال1:﴿اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ﴾''یا وہ انہیں تباہ کر دے اس کی وجہ سے جو انہوں نے کمایا اور بہت سے لوگوں کو معاف کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا﴾''یا وہ انہیں تباہ کر دے اس کی وجہ سے جو انہوں نے کمایا''یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے گناہوں کی وجہ سے سمندر میں ہی کشتیوں اور جہازوں کو ڈبو دے۔

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سمندر کو حکم دے اس میں طغیانی آجائے اور یہ اس میں ڈوب جائیں۔

(3)﴿وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ﴾''اور بہت سے لوگوں کو معاف کر دے''یعنی اللہ تعالیٰ کثرت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔اس کی رحمت سے ہوائیں چلتی ہیں۔وہ قحط اور سیلاب سے بچاتا ہے۔وہ انسان کو طویل اور لمبے سفر طے کرواتا ہے۔

(4)یعنی اللہ تعالیٰ خطاؤں سے درگزر کرتا ہے تو لوگ سمندری سفر سے واپس آجاتے ہیں ورنہ سلامتی سے واپس نہ آپائیں۔

﴿وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾

''اور جو لوگ ہماری آیات میں آپس میں جھگڑے کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُن کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' (35)

سوال: ﴿وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات میں آپس میں جھگڑے کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُن کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات میں آپس میں جھگڑے کرتے ہیں وہ جانتے ہیں'' یعنی جو باطل دلیلوں کے ساتھ حق کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں اور نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔

(2) ﴿مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''اُن کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' وہ جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ ایسے مواقع پر تو کافر بھی مان جاتے ہیں۔

﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾

''چنانچہ جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ تو محض دنیا کی زندگی کا معمولی ساز و سامان ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں'' (36)

سوال 1: ﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''چنانچہ جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ تو محض دنیا کی زندگی کا معمولی ساز و سامان ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں'' آخرت کے مقابلے میں دنیا ناپائیدار اور حقیر ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''چنانچہ جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ تو محض دنیا کی زندگی کا معمولی ساز و سامان ہے'' یعنی دنیا اور اس کا مال و متاع، اس کی سرداری، اس کا مال جو کچھ بھی رب العزت کی جانب سے دیا گیا ہے ناپائیدار ہے، حقیر ہے، چھن جانے والا ہے، عارضی اور فانی ہے۔

(2) ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں جو آخرت میں ملنے والی ہیں وہ پائیدار اور بہتر ہیں۔ دنیا کی نعمتوں اور آخرت کی نعمتوں میں کوئی نسبت نہیں۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20)

(3) سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی یہ (شہادت والی) انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ وہ سمندر میں سے کتنی تری لے کر لوٹتی ہے۔'' (مسلم:7197)

(4) ''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا: ''دنیا میں ایسے رہو جیسے تو مسافر یا راستہ چلنے والا ہو'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کے وقت شام کے منتظر نہ رہو، اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے۔'' (بخاری:6416)

(5) ﴿الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں'' یعنی جنہوں نے ایمان صحیح جو ظاہری اور باطنی ایمان کے اعمال کو مستلزم ہے اور توکل کو جمع کر لیا ہے جو ہر عمل کا آلہ ہے، لہٰذا ہر عمل جس کی مصاحبت میں توکل نہ ہو غیر مکمل ہے۔ جس چیز کو بندہ پسند کرتا ہے اسے حاصل کرنے اور جسے ناپسند کرتا ہے اسے دور کرنے میں قلب کے اللہ تعالیٰ پر پورے وثوق کے ساتھ بھروسا کرنے کا نام توکل ہے۔ (تفسیر سعدی:2458/3)

سوال 2: جو کچھ رب کے پاس ہے وہ کیسے بہتر ہے؟

جواب: جو کچھ رب کے پاس ہے یعنی نیکیوں کا اجر و ثواب وہ پائیدار ہے اس لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کو زوال اور فنا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو۔

سوال 3: رب پر توکل انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) رب پر توکل انسان کو رب کے وعدوں کا یقین دیتا ہے۔ (2) رب پر توکل آخرت کے راستے پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

(3) رب پر توکل انسان کو یہ یقین دیتا ہے کہ وہ جتنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھوئے گا اس سے کہیں زیادہ پائے گا۔

سوال 4: ایمان کے انسان کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) ایمان وہ حقیقت ہے کہ جب انسان کے شعور میں بیٹھ جاتی ہے تو اُس کے لئے ممکن ہوتا ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کی حقیقی قدر

معلوم کر سکے۔(2) ایمان کی وجہ سے مومن کو نفسیاتی اطمینان اور نصب العین کا شعور ملتا ہے۔

(3) ایمان کی وجہ سے خواہشات، ذاتی اغراض، ذاتی مصلحتوں اور مفادات کے حصول سے انسان پاک ہو جاتا ہے تب وہ اعلیٰ مقاصد کے لئے کام کر سکتا ہے۔(4) ایمان کی وجہ سے اخلاق بہتر ہوتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾

''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں تو وہ درگزر کرتے ہیں''(37)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾ ''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں تو وہ درگزر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ﴾ ''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں'' اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ کبائر اور فواحش، دونوں کے گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود، فرق یہ ہے کہ فواحش وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن کے لیے نفس انسانی میں داعیہ موجود ہوتا ہے مثلاً: زنا وغیرہ اور کبائر گناہ ہیں جن کے لئے نفس میں داعیہ موجود نہیں ہوتا۔ یہ مفہوم دونوں کے اکٹھا استعمال کے وقت ہے اور رہا ان کا انفرادی وجود تو وہ سب کبائر میں داخل ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2458/3)

(2) فحاشی سے مراد ہر وہ کام ہے جو انسان کی قوت شہوانیہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اسلام نے جنسی چھیڑ چھاڑ اور حاجت پوری کرنے کے لیے شرعی نکاح کی راہ کھول دی ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی طریقے ممکن ہیں ان سب پر پابندی لگا دی ہے۔ مثلاً زنا، اغلام، لواطت، مشت زنی۔ عورتوں کی عورتوں سے ہم بستری۔ جانوروں سے بدفعلی وغیرہ۔ سب حرام اور بدترین جرم ہیں۔ اور ان سب کو 'فاحشہ مبینہ' کہا جاتا ہے اور جو باتیں زنا سے قریب لے جانے والی ہیں وہ سب فواحش میں داخل ہیں۔ (تیسیر القرآن: 144,143/3)

(3) ﴿وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾ ''اور جب بھی غصے ہوتے ہیں تو وہ درگزر کرتے ہیں'' یعنی وہ اپنے غصے پر کنٹرول کرتے ہیں۔ عفو و درگزر سے خود ان کی اپنی ذات کو نفع پہنچتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (۳۴) وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (۳۵)﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے۔ اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔'' (فصلت 34، 35)

(4) نبی ﷺ نے کبھی اپنی ذات کی خاطر انتقام نہیں لیا۔

(5)انہوں نے مکارم اخلاق اور محاسن عادات سے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے، حلم ان کی فطرت اور حسنِ خلق ان کی طبیعت بن گیا ہے حتی کہ جب کبھی کوئی شخص کسی قول یا فعل کے ذریعے سے انہیں ناراض کر دیتا ہے تو وہ اپنے غصے کو پی جاتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ قصور بخش دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حسنِ سلوک اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ پس اس عفو و درگزر پر خود ان کی ذات میں اور دوسروں میں بہت سے مصالح مترتب اور بہت سے مفاسد دور ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2458/3)

(6)رب العزت نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ ﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''وہ لوگ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (آل عمران:134)

(7)آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ کو ضبط میں رکھے۔ (بخاری:6114) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اس نے کئی مرتبہ اپنی درخواست دہرائی۔ آپ ﷺ نے ہر دفعہ اسے یہی وصیت فرمائی کہ غصہ نہ کیا کرو۔ (بخاری:6116)

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور اُن کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے اور جو ہم نے اُن کو رزق دیا ہے اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' (38)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور اُن کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے اور جو ہم نے اُن کو رزق دیا ہے اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' اہل جنت کی صفات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا'' جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول کے لیے کوششیں کرتے ہیں۔

(2)﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کی'' اللہ تعالیٰ کی دعوت کا جواب دینے والے نماز کے پابند ہوتے ہیں۔ ظاہر اور باطن، فرائض اور نوافل کو قائم کرتے ہیں۔ ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور وہ نماز قائم کرنے والے ہیں اور وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر وہ ایمان لانے والے

ہیں، یہی لوگ ہیں جلد ہی ہم اُن کو اجرِ عظیم دیں گے۔'' (النساء:162)

(3)﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ ''اور اُن کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے'' وہ اپنے اہم کاموں میں مشورے کے بغیر ہاتھ نہیں ڈالتے۔ رب العزت نے خود نبی ﷺ کو حکم دیا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ ''اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں۔'' (آل عمران:159)

(4) ان کے دینی اور دنیاوی معاملات باہم مشورے سے طے پاتے ہیں۔ یعنی مشترکہ امور میں ان میں سے کوئی بھی اپنے رائے کو مسلط نہیں کرتا۔ یہ وصف ان کی اجتماعیت، آپس کی الفت، مودت اور محبت ہی کا حصہ ہے۔ ان کی کمالِ عقل ہے کہ جب وہ کسی ایسے کام کا ارادہ کرتے ہیں جس میں غور وفکر کی ضرورت ہو تو وہ اکٹھے ہو کر اس کے بارے میں بحث وتمحیص اور آپس میں مشورہ کرتے ہیں، جب ان پر مصلحت واضح ہو جاتی ہے تو اسے جلدی سے قبول کر لیتے ہیں جیسے غزوہ، جہاد، امارت یا قضا وغیرہ کے لیے عمال مقرر کرنے میں مشورہ کرنا اور دینی مسائل میں بحث وتحقیق کرنا کیونکہ یہ اعمال مشترکہ امور میں شمار ہوتے ہیں تاکہ صحیح رائے واضح ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ یہ بھی اسی آیت کریمہ کے تحت آتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2459/3)

(5) مشورہ سے کام کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے دین کا ہو یا دنیا کا۔ نبی کریم ﷺ مہمات امور میں برابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں مشورہ کرتے تھے حروب وغیرہ کے متعلق بھی اور بعض مسائل اور احکام کی نسبت بھی۔ بلکہ خلافت راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں میں ہے جو مہتم بالشان ہوں اور جو قرآن وسنت میں منصوص نہ ہوں۔ جو چیز منصوص ہو اس میں رائے ومشورہ کے کوئی معنی نہیں اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل وعابد ہو۔ ورنہ اس کی بیوقوفی یا بددیانتی سے کام خراب ہو جانے کا اندیشہ رہے گا۔ (تفسیر عثمانی:562/2)

(6) مشورہ سے متعلق قابل ذکر امور یہ ہیں۔

(i) مشورہ انفرادی امور میں کیا جا سکتا ہے جیسا کہ واقعہ افک کے دوران کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا اور اجتماعی امور میں بھی جیسے اس آیت سے واضح ہے۔ (ii) مشورہ صرف اسی سے لینا چاہیے جو مشورہ دینے کی اہلیت رکھتا ہوں۔ ہر کس ناکس سے نہ مشورہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کوئی لیتا ہے۔ اجتماعی امور میں مومنوں کا امیر مجلس شوریٰ منتخب کرتا ہے اور اس سے مشورہ لیتا ہے۔

(iii) مشورہ صرف ایسے امور میں کیا جا سکتا ہے۔ جہاں کتاب وسنت میں کوئی صریح حکم موجود نہ ہو۔ اور اس کا تعلق بالعموم تدبیری امور سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اسارٰی بدر کے معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا جنگ احد کے متعلق یہ مشورہ کیا تھا کہ یہ جنگ مدینہ میں لڑی جائے یعنی صرف مدافعت کی جائے یا کھلے میدان میں لڑی جائے۔ (iv) مشورہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ زیر بحث مسئلہ کے سب پہلو سامنے آ جائیں۔ اور جو پہلو اقرب الی الحق ہو اسے اختیار کیا جائے۔ مختصر لفظوں میں اس کا مقصد دلیل کی تلاش ہوتا ہے۔ (v) یہ تشخیص کرنا کہ اقرب الی الحق ہو تو اسے ہی اختیار کیا جائے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اسارٰی بدر کے

موقع پر فرمایا تھا کہ اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ دونوں ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو میں اسی کے مطابق عمل کرتا۔ یا جنگ احد کے متعلق آپ کو یہ مشورہ دینے والے کہ جنگ کھلے میدان میں لڑی جائے چند جوشیلے نوجوان مسلمان تھے لیکن آپ نے ان کی قلت کے باوجود انہی کی رائے کو اختیار کیا۔(vi) آخری فیصلہ کا اختیار امیر مجلس کو ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔'' (آل عمران:159) جب کسی فریق کے پاس کوئی دلیل موجود نہ ہو یا دونوں کی طرف دلائل یکساں ہوں تو اس وقت کثرت رائے کے مطابق فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور ایسی صورت میں کثرت ہی بذات خود ایک دلیل بن جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 4/145)

(7) ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جو ہم نے اُن کو رزق دیا ہے اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' یعنی واجب اور مستحب صدقات کرتے ہیں۔ اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرتے ہیں۔ اور معاشرے کے محروم طبقات پر صدقہ کرتے ہیں۔

(8) اغنیاء کی طرف سے صدقہ کرنا امت کے لیے قوت کا باعث بنتا ہے۔ کمزوروں کا علاج ہوتا ہے۔ عام لوگوں کی مصلحت کے کام ہوتے ہیں، کمزوروں اور محتاجوں کی مدد ہوتی ہے، صلہ رحمی کے کام ہوتے ہیں۔ جنگی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جب اُن پر زیادتی واقع ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں'' (39)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جب اُن پر زیادتی واقع ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جب اُن پر زیادتی واقع ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں'' یعنی دشمنوں کی طرف سے جب ان پر کوئی زیادتی کی جاتی ہے تو وہ ان کے ظلم کو روکتے ہیں۔

(2) اپنی قوت اور طاقت سے بدلہ لیتے ہیں بدلہ لینے سے عاجز نہیں ہوتے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تنعیم کے پہاڑ سے مکہ والوں کے اسی آدمی جو کہ اسلحہ سے مسلح تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترے وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو غفلت میں دیکھ کر آپ پر حملہ کرنا چاہتے تھے آپ نے ان لوگوں کو پکڑ کر پھر چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی: ''اور وہی ہے (اللہ عزوجل) جس نے وادیٔ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا۔'' (مسلم:4679)

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے، پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناوہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' (40)

سوال: ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے، پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناوہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ ''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے'' یعنی یہ شرعی حکم ہے برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں، اپنے رسول کی زبان سے واضح فرمایا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1408)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''حرمت والا مہینہ، حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور تمام حرمتوں کا قصاص ہے، چنانچہ جو تم پر زیادتی کرتا ہے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔'' (البقرہ:194)

(3) ﴿فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے درگزر کرنے میں اصلاح کی شرط دلالت کرتی ہے کہ اگر مجرم عفو کے لائق نہ ہو اور مصلحت شرعیہ اس کو سزا دینے کا تقاضا کرتی ہو تو اس صورت میں وہ عفو پر مامور نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا معاف کرنے والے کو اجر عطا کرنا، عفو پر آمادہ کرتا ہے، نیز اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مخلوق کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو وہ اپنے بارے میں چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرے جو جیسا کہ وہ پسند کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے، لہٰذا اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کو معاف کردے اور جیسا کہ وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نرمی کرے، تب اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرے کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2460/3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندے کے معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ ''اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کردو۔'' (البقرہ:237)

(5) ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''یقیناوہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' جو شخص انتقام میں اصل برائی سے بڑھ جائے تو یہ ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کا دشمن ہے جو دوسروں پر زیادتی کی ابتدا کرتے ہیں یا جرم سے بڑھ کر بدلہ لیتے ہیں ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور اگر تم بدلہ لو تو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اسی قدر بدلہ لو اور اگر آپ صبر کریں تو یقیناوہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔'' (النحل:126)

﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾

''اور جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو یہی لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں'' (41)

سوال: ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''اور جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو یہی لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''اور جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو یہی لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں'' جو ظلم کے بعد بدلہ لیتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ ظلم و زیادتی کے بعد بدلہ لینا ضروری ہے۔

(2) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا غصے میں بھر کر بلا اطلاع کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں اور ان پر برس پڑیں۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کہہ سن چکیں تو رحمت عالم ﷺ نے صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم بھی اپنا بدلہ لے لو۔ اب جو سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دینا شروع کیا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا حلق خشک ہو گیا اور ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور آپ کے چہرے کے ملال کے آثار دور ہو گئے۔ (نسائی مختصر ابن کثیر: 2/1817)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ برائی کی بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (النساء: 148)

﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَي الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''یقیناً الزام ان لوگوں کے لیے ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں بغیر حق کے سرکشی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' (42)

سوال: ﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَي الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً الزام ان لوگوں کے لیے ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں بغیر حق کے سرکشی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' ظالم گناہ گار ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَي الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ﴾ ''یقیناً الزام ان لوگوں کے لیے ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں'' یعنی ظالم گناہ گار وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کریں۔

(2)''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہے۔'' (مسلم:6576)

(3)سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ،اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے میرے بندو!میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے،پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ (صحیح مسلم:6572)

(4)﴿وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾''اور زمین میں بغیر حق کے سرکشی کرتے ہیں''زمین میں ناحق سرکشی کرنا ظلم کی اقسام میں سے ہے۔یہ آیت لوگوں کے خون،مال،اور ناموس کے بارے میں ظلم وزیادتی کو شامل ہے۔

(5)﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾''یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے''یعنی ان کے ظلم اور زیادتی کے مطابق ان کے دلوں اور جسموں کو سخت تکلیف دینے والا عذاب دیا جائے گا۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو تو وہ (اس دنیا ہی میں)اس سے معاف کروالے،کیونکہ وہاں (میدان حشر میں)درہم ودینار نہیں ہوں گے اس سے پہلے پہلے کہ اس کے بھائی کے لیے اس کی نیکیاں لے لی جائیں اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔'' (بخاری:6534)

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

''اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کردے،تو بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے''(43)

سوال:﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾''اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کردے،تو بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے''صبر اور معافی انتقام سے بہتر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَلَمَنْ صَبَرَ﴾''اور یقیناً جو صبر کرے''یعنی جو مخلوق کی طرف سے ملنے والی اذیت پر صبر کرے۔

(2)﴿وَغَفَرَ﴾''اور معاف کردے''یعنی بدلہ لینے کی بجائے معاف کردے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بندے کے معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(3)﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾''بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے''نفس کے لیے قول یا فعل سے انتقام نہ لینا انتہائی باعثِ مشقت ہے اور اذیت پر صبر کرنا۔اس سے درگزر کرنا،اس کو بخش دینا اور اس کے مقابلے میں حسن سلوک سے پیش آنا تو بہت ہی پر مشقت کام ہے مگر یہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کردے اور وہ بھی اس وصف سے متصف ہونے کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔پھر بندہ جب اذیت برداشت کرنے کی حلاوت چکھ

لیتا ہے اور اس کے آثار دیکھ لیتا ہے تو اسے شرح صدر، کشادہ دلی اور ذوق وشوق سے قبول کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:24613)

رکوع نمبر 6

﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾

''اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کے بعد اُس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ وہ ظالم جب عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟'' (44)

سوال: ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کے بعد اُس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ وہ ظالم جب عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟'' اللہ تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کے بعد اُس کا کوئی مددگار نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ جسے اس کے ظلم کی وجہ سے سیدھے راستے سے ہٹادے اسے کوئی راستے پر چلا نہیں سکتا جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' (الاعراف:186)

(2) ﴿فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''تو اس کے بعد اُس کا کوئی مددگار نہیں ہے'' یعنی ایسے گمراہ کا کوئی دوست نہیں جو اس کی راہنمائی کر سکے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ ''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کردے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے۔'' (الکہف:17)

(3) ﴿وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ''اور آپ دیکھیں گے کہ وہ ظالم جب عذاب دیکھیں گے'' یعنی ظالم جب عذاب دیکھیں گے تو اپنے اعمال پر افسوس کریں گے۔

(4) ﴿يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''تو کہیں گے کہ کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟'' اس وقت ظالم تمنا کریں گے کاش ہم دنیا میں دوبارہ واپس بھیج دیے جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلیں گے اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہیں جھٹلائیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے

فرمایا:﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ(۲۷) بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ(۲۸)﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:27،28)

(5)﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''اور جب وہ لوگ عذاب دیکھیں گے جنہوں نے ظلم کیا تو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ کوئی مہلت دیے جائیں گے۔'' (النحل:85)

﴿وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ﴾

''اور آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو ذلت سے جھکے جا رہے ہوں گے، کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہیں گے کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا۔ سن لو! یقیناً ظالم دائمی عذاب میں ہوں گے'' (45)

سوال1:﴿وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ﴾ ''اور آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو ذلت سے جھکے جا رہے ہوں گے، کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہیں گے کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا سن لو! یقیناً ظالم دائمی عذاب میں ہوں گے'' جہنم کے کنارے پر مجرموں کے چہروں پر کیسے ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا﴾ ''اور آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے پیش کیے جائیں گے'' یعنی مشرک جہنم کے کنارے پر لائے جائیں گے۔

(2)﴿خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ﴾ ''تو ذلت سے جھکے جا رہے ہوں گے'' آپ ان کے جسموں پر اس ذلت کی وجہ سے عاجزی اور بے بسی کو دیکھیں گے جو ان کے دلوں میں ہے۔(3)ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی۔

(4)﴿یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ﴾ ''کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے'' یعنی وہ جہنم کو چوری چوری دیکھیں گے۔

سوال2:﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہیں گے کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا۔ سن لو! یقیناً ظالم دائمی عذاب میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہیں گے کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا'' مخلوق کے انجام کو دیکھ کر اہل ایمان کہیں گے۔ خسارے میں وہ لوگ ہیں جو خود بھی جہنم میں گئے اور اپنی اولادوں کو بھی جہنم میں پہنچا دیا۔

(2)﴿اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ﴾ ''سن لو! یقیناً ظالم دائمی عذاب میں ہوں گے'' اب یہ ظالم جنہوں نے کفر اور نافرمانی کے کام کر کے خود پر ظلم کیا ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے۔ اور کبھی وہاں سے نکل نہیں سکیں گے۔

(3) جو اللہ تعالیٰ کے حکم میں گمراہ ہوگا وہ کبھی وہاں سے نکل نہیں پائے گا۔

﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ﴾

''اور اُن کے کوئی حامی اور مددگار نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی مدد کریں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اُس کے لیے کوئی راستہ نہیں'' (46)

سوال1:﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ﴾ ''اور اُن کے کوئی حامی اور مددگار نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی مدد کریں گے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اُس کے لیے کوئی راستہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اُن کے کوئی حامی اور مددگار نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی مدد کریں'' اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہوگا جو ان کی مدد کر سکے۔ قیامت کے دن سب پر واضح ہو جائے گا جن سے ہم نے امیدیں وابستہ کی تھیں وہ تو ٹوٹ گئیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کوئی حمایتی نہ ہٹانے والا ہے، نہ اس میں تخفیف کروانے والا ہے۔

(2)﴿وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ﴾ ''اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اُس کے لیے کوئی راستہ نہیں'' جسے اللہ تعالیٰ گمراہ

کردے اس کے ہدایت پانے کا دنیا اور آخرت میں کوئی راستہ نہیں۔

(3) اس دن خود ساختہ معبودوں کی عاجزی ظاہر ہو جائے گی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اس بات کو کیسے سمجھایا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کے لیے کوئی راستہ نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ بات حشر کے منظر میں لے جا کر سمجھائی ہے جہاں ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے الگ ان کی امداد کر سکیں۔ بے یار و مددگار، بے بس، مصیبت زدہ انسان جو اپنے اعمال کی وجہ سے عذاب مقیم میں ہے اسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے لیے اب کوئی راستہ نہیں ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے کراہت دلائی ہے۔

﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ﴾

''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی'' (47)

سوال 1: ﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ﴾ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی'' قیامت سے پہلے نیک اعمال کر لو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ﴾ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو'' یعنی جب اللہ تعالیٰ کے بندے تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلائیں تو اس کی دعوت کو قبول کر لیں۔

(2) ﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں'' قیامت کا دن آنے سے پہلے نیک اعمال کر لو، اس کے لئے ہر وقت تیار رہو۔

(3) ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ﴾ ''اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی'' اس دن کوئی جائے پناہ نہ ہوگی اور نہ اپنے رب سے بھاگ سکو گے۔ اس دن پکار کر کہا جائے گا۔ ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ ''اے گروہ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے۔'' (الرحمٰن: 33)

(4)﴿وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ ''اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی'' نکیر کا مادہ نکر ہے اور اس میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں۔
(i) اجنبیت (ii) ناگواری (نکرہ کی ضد معرفہ ہے) نکر بمعنی ناگوار۔ ناز یبا اور نامعقول چیز اور نکیر کے معنی ناگوار، نازیبا، نامعقول چیز بھی اور ایسی چیز کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھانا یا ناراضگی کا اظہار کرنا بھی اور نکر کے معنی کسی چیز کو بگاڑ دینا اور اس کی شکل بدل دینا بھی ہے۔ اس لحاظ سے اس جملہ کے کئی معنی بن سکتے ہیں۔ ایک تو ترجمہ سے واضح ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم اجنبی نہیں ہوگے سب جانتے پہچانتے ہوگے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ بھیس بدل کر چھپ نہ سکو گے۔ چوتھا مطلب یہ ہے کہ اس دن تم جیسی بھی حالت میں ہوگے اس میں کوئی تبدیلی نہ لاسکو گے۔ (تیسیر القرآن: 4/148)

(5)﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ (۱۰) كَلَّا لَا وَزَرَ (۱۱) اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ (۱۲)﴾ ''اس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' ہرگز نہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں، اس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔'' (القیامہ: 10-12)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم منوانے کے لیے انسان کو کیسے قائل کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا مان جاؤ اپنے رب کی بات اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے یعنی جس کو ٹالنے کی، رد کرنے کی کوئی قوت نہیں رکھتا۔

(2) اُس روز تمہیں نہ کوئی جائے پناہ ملے گی نہ چھپ کر انجان بن جانے کی جگہ جہاں پہچانے نہ جاسکو یا نظر میں نہ آسکو۔ اس دن انسان کہے گا کہاں ہے جائے قرار لیکن کوئی جائے فرار نہ پائے گا۔

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ﴾

''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو کوئی مصیبت آجاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے'' (48)

سوال 1: ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا۔ آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں'' یعنی اب بھی اگر اس چیز سے منہ موڑ لیں جو ہم نے پیش کی ہے۔

(2) ﴿فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ ''تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا'' آپ ﷺ ان کے نگہبان نہیں ہیں کہ ان کو

ہدایت کے راستے پر لے آئیں آپ ﷺ کا کام محض پیغام پہنچانا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ ''آپ ان پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الغاشیہ:22)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی لیے ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں خرچ کرتے ہو اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا تمہیں بدلہ دیا جائے گا۔اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (البقرہ:272)

(4)﴿اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ ''آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں'' آپ ﷺ کی ذمہ داری تو پیغام پہنچا دینا ہے وہ آپ ﷺ نے پہنچا دیا ہے۔حساب لینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ ''تو بلاشبہ آپ کے ذمے پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' (الرعد:40)

سوال 2: لوگوں کے دعوت سے منہ موڑنے پر نبی ﷺ کو کیا سمجھایا گیا؟

جواب:(1) رسول اللہ کو سمجھایا گیا کہ ہم نے آپ ﷺ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

(2) آپ ﷺ کے ذمے تو صرف پیغام کو پہنچا دینا ہے۔

سوال 3: رسول اللہ کی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب:(1) رسول اللہ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دینا ہے۔(2) لوگوں کے نہ ماننے پر رسول اللہ ﷺ کی باز پرس نہیں ہوگی۔

(3) ہدایت دینا رسول کے اختیار میں نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔

سوال 4:﴿وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ﴾ ''اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو کوئی مصیبت آ جاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا﴾ ''اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہو جاتا ہے'' اللہ تعالیٰ انسان پر جب اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے یعنی اسے رزق کی کشادگی دیتا ہے، اسے عزت دیتا ہے، اسے صحت جیسی دولت عطا کرتا ہے تو وہ اس سے اتنا خوش ہو جاتا ہے کہ ان ہی چیزوں میں کھو جاتا ہے۔ان ہی میں اطمینان حاصل کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی جانب اس کی توجہ ہی نہیں رہتی۔خوشی کو منعم کی بجائے نعمت میں تلاش کرنے والے پر اس کے طرزِ عمل کے اثرات لازمی مرتب ہوتے ہیں۔ہر تعلق، ہر نسبت ہمیں اچھا یا برا Pay back کرتی ہے جو انسان مادی اشیاء کی محبت میں مبتلا ہوتا ہے۔اس کے اندر

فخر کی نفسیات ابھرتی ہے۔فخر کی نفسیات انسان کو خود پسند بناتی ہیں۔خود پسندی خود پرستی تک لے جاتی ہے۔اس کے مقابلے میں جو شخص نعمتیں عطا کرنے والے سے محبت کرتا ہے اس میں عاجزی کی نفسیات ابھرتی ہے۔یہ عاجزی اسے خدا پرستی تک لے جاتی ہیں۔

(2)﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ﴾ ''اور اگر ان کو کوئی مصیبت آ جاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے'' جب انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی سے مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے مثلاً مالی طور پر اسے نقصان ہوتا ہے یا بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اس تکلیف پر وہ اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو جاتا ہے۔جس رب کو وہ نعمت میں یاد نہیں کر سکا تھا، کھو جانے پر وہ یاد بھی آتا ہے تو صرف ناراضگی کے اظہار کے لئے، ناشکری کے لئے یہ کیسا تعلق ہے؟ یہ دینے والے سے کیسی نسبت ہے اصل میں اس نسبت کو تو انسان بھولتا ہے۔وہ دینے والے سے نہیں دی گئی چیز سے نسبت جوڑ لیتا ہے، تو حقیقی نسبت اس وقت یاد آتی ہیں جب دی گئی چیز چلی جاتی ہیں۔

(3)انسان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے (الا من شاء اللہ) کہ اللہ تعالیٰ انعام واحسان فرمائے تو اکڑنے اور اترانے لگتا ہے پھر جہاں اپنی کرتوت کی بدولت کوئی افتاد پڑ گئی، بس نعمتیں بھول جاتا ہے اور ایسا ناشکرا بن جاتا گویا کبھی اس پر اچھا وقت آیا ہی نہ تھا۔خلاصہ یہ کہ فراخی اور عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی۔اپنی حد پر قائم نہیں رہتا البتہ مومنین قانتین کا شیوہ یہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی کی حالت میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال میں اس کے انعامات واحسانات کو فراموش نہیں کرتے۔(تفسیر عثمانی:563/2)

(4)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کرتی رہا کرو اور کثرت سے استغفار کرتی رہا کرو کیونکہ میں نے دوزخ والوں میں سے زیادہ تر عورتوں کو دیکھا ہے۔'' ان عورتوں میں سے ایک عقلمند عورت نے عرض کیا کہ ہمارے کثرت سے دوزخ میں جانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم لعنت بہت کثرت سے کرتی ہو اور اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔'' بخاری میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور (ان کے) احسان کا انکار کرتی ہیں، اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ عمر بھر بھی حسن معاملہ کرو، پھر بھی تمہاری طرف سے کوئی چیز اس کے لیے ناگواری ہوئی تو کہہ دے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی راحت نہیں پائی۔'' (بخاری:5197)

(5)سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔(صحیح مسلم:7500)

سوال 5: نعمتیں پانے کے بعد انسان کا رویہ کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب: نعمتیں پا کر انسان اتراتا ہے، تکبر اور غرور کا اظہار کرتا ہے، ریاکاری کرتا ہے۔

سوال 6: کیا نعمتوں پر خوش ہونا ناپسندیدہ ہے؟

جواب: نعمتوں پر خوش ہونا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا پسندیدہ ہے۔

سوال 7: انسان کو اپنے اعمال کی وجہ سے کیسی مصیبتیں پہنچتی ہیں؟

جواب: انسان کو مال کی کمی یا اولاد سے محرومی یا بیماری یا اقتدار سے محرومی یا لوگوں میں عزت کے مقام سے محرومی وغیرہ۔

سوال 8: انسان کو مصیبت پہنچے تو وہ ناشکرا کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: نعمتیں پا کر انسان نعمتیں عطا کرنے والے کو اور خود نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ اور اگر اسے مصیبت پہنچتی ہے تو اسے لگتا ہے کبھی کوئی اچھا وقت ہی نہ تھا اس طرح انسان ناشکرا بن جاتا ہے۔

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ﴾

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے'' (49)

سوال 1: ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' کائنات کا خالق و مالک اور اس میں تصرف کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

(2) ﴿يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ ''جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جو وہ نہیں چاہتا اسے وجود نہیں ملتا۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

(3) اس سے یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ (i) کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور اللہ تعالیٰ کی مشیت چلتی ہے۔ (ii) کائنات میں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا کوئی دوسرا اس کائنات میں اختیار نہیں رکھتا۔

(4)﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے؟ پھر اس کو دوبارہ بناتا ہو؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ بناتا ہے تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟'' (یونس:34)

(5)﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ﴾ ''جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صرف بیٹیاں دیتا ہے جیسے سیدنا لوط علیہ السلام کو اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو۔

(6)اس آیت کریمہ میں، اللہ تعالیٰ کے لامحدود اقتدار اپنی مخلوق اور اپنی ملکیت میں اپنی مشیت کے مطابق تصرف کے نفاذ اور تمام امور کی تدبیر کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عمومی تدبیر اسباب سے پیدا شدہ ان اشیاء کو بھی شامل ہے۔ جنہیں بندے اختیار کرتے ہیں، پس نکاح اولاد کے لیے ایک سبب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں جو چاہتا ہے اولاد عطا کرتا ہے مخلوق میں کسی کو بیٹیاں عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے۔ کسی کو بانجھ رکھتا ہے اور ان کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ (تفسیر سعدی:2464/3)

سوال2: کسی کو بیٹے یا بیٹیاں دینا اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے کیا سمجھایا ہے؟

جواب:(1)اس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ بیٹے اور بیٹیاں جن پر انسان اپنا اختیار سمجھتا ہے اُن پر مکمل اختیار رب کا ہے۔

(2)جو انسان کو ملتا ہے رب کے ارادے سے رب کی تقسیم سے ملتا ہے۔

﴿اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾

''یا اُنہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناوہ سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت والا ہے'' (50)

سوال1:﴿اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ ''یا اُنہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناوہ سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا﴾ ''یا اُنہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جو چاہے کسی کو دیتا ہے۔

(2)جس کو چاہتا ہے دونوں دیتا ہے یعنی لڑکے اور لڑکیاں ملا دیتا ہے جیسے محمد ﷺ کو اور کسی کو بے اولاد رہنے دیتا ہے جیسے سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو۔ یہ فرق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو بدلنے پر قدرت نہیں رکھتی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

(3)﴿اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ﴾ ''یقیناوہ سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت والا ہے'' یقیناہر چیز کا علم رکھتا ہے اپنے علم سے وہ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے اپنی قدرت سے تمام مخلوقات پر تصرف رکھتا ہے۔

(4)وہ کمال درجے کا علم اور کمال قدرت والا ہے۔

(5)وہ مالک حقیقی ہی جانتا ہے کہ کس شخص کو کس حالت میں رکھنا مناسب ہے اور وہ ہی اپنے علم وحکمت کے موافق تدبیر کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے ارادہ کو روک دے یا اس کی تخلیق وتقسیم پر حرف گیری کر سکے، عاقل کا کام یہ ہے کہ ہر قسم کے نرم وگرم حالات میں اسی کی طرف رجوع کرے اور ہمیشہ اپنی ناچیز حقیقت کو پیش نظر رکھ کر تکبر یا کفران نعمت سے باز رہے۔(تفسیر عثمانی:564/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور قدیر ہونے کو کیسے ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تقسیم اولاد سے اپنے علم اور قدرت کو ثابت کیا ہے۔وہ قدرت رکھتا ہے اس لئے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے لیکن اس کے فیصلے اس کے علم کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾

''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر وہ اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے، یقیناوہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے''(51)

سوال1:﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ ''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر وہ اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے، یقیناوہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے'' کیفیت وحی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ یہود نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ ہیں تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ اللہ تعالیٰ سے کلام کیوں نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے؟ ہم آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ﷺ یہ کام کر نہیں دکھاتے ،آپ ﷺ نے فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا پھر آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔(آیات قرآن کے شان نزول:390)

(2)﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ﴾ ''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے'' نبی ﷺ کو جھٹلانے

والے پہلے انبیاء کو جھٹلانے والوں کی طرح کہتے تھے۔﴿لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟'' (البقرہ:118) رب العزت نے اس آیت کے ذریعے سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جہان میں صرف خاص بندوں سے یعنی رسولوں سے کلام کرتا ہے اور وہ بھی خاص صورتوں میں۔

(3) علامہ ابن قیم نے وحی کے مراتب ذکر کئے ہیں:

(i) سچا خواب: اسی سے نبی ﷺ کے پاس وحی کی ابتدا ہوئی۔

(ii) فرشتہ آپ کو دکھلائی دیے آپ کے دل میں بات ڈالتا تھا۔ مثلاً نبی ﷺ کا ارشاد ہے: روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی کہ کوئی نفس مر نہیں سکتا، یہاں تک کہ اپنا رزق پورا کر لے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلب میں اچھائی اختیار کرو اور رزق کی تاخیر تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اسے اللہ کی معصیت کے ذریعے تلاش کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

(iii) فرشتہ نبی ﷺ کے لئے آدمی کی شکل اختیار کر کے آپ ﷺ کو مخاطب کرتا پھر جو کچھ وہ کہتا آپ اسے اختیار کر لیتے، اس صورت میں کبھی کبھی صحابہ بھی فرشتہ کو دیکھتے تھے۔

(iv) آپ ﷺ کے پاس وحی گھنٹی کے ٹن ٹنانے کی طرح آتی تھی، وحی کی یہ سب سے سخت صورت ہوتی تھی، اس صورت میں فرشتہ آپ ﷺ سے ملتا تھا اور وحی آتی تھی تو سخت جاڑے کے زمانے میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ پڑتا تھا، اور آپ اونٹنی پر سوار ہوتے تو وہ زمین پر بیٹھ جاتی، ایک بار اس طرح وحی آئی کہ آپ ﷺ کی ران سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی ران پر تھی، تو ان پر اس قدر گراں بار ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ ران کچل جائے گی۔

''ابن شہاب رحمہ اللہ نے اور ان سے سیدنا سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے مروان بن حکم بن عاص کو مسجد میں دیکھا پھر میں ان کے پاس آیا اور ان کے پہلو میں بیٹھ گیا، انہوں نے مجھے خبر دی اور انہیں زید بن ثابت نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ آیت لکھوائی ''مسلمانوں میں سے گھر بیٹھ رہنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔'' ابھی آپ یہ آیت لکھوا رہے تھے کہ سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے اور عرض کیا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں جہاد میں شرکت کر سکتا تو یقیناً جہاد کرتا۔ وہ اندھے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وحی اتاری آپ کی ران میری ران پر تھی شدت وحی کی وجہ سے اس کا مجھ پر اتنا بوجھ تھا کہ مجھے اپنی ران کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو گیا آخر یہ کیفیت ختم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ''غیر اولی الضرر'' کے الفاظ نازل کئے۔ (صحیح بخاری:4592) آپ ﷺ فرشتے کو اس کی اصلی اور پیدائشی صورت میں دیکھتے تھے اور اسی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کی حسب مشیت آپ کی طرف وحی کرتا تھا۔ یہ صورت آپ کے پاس دو مرتبہ پیش آئی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ النجم میں فرمایا ہے۔

(4)وحی جو آپ پر معراج کی رات نماز کی فرضیت وغیرہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمائی جب آپ آسمانوں کے اوپر تھے۔

(5)فرشتے کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے آپ سے حجاب میں رہ کر براہ راست گفتگو کرتے جیسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی تھی، وحی کی یہ صورت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نص قرآنی سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔(الرحیق المختوم:103)

(6)﴿اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ ''یا پردے کے پیچھے سے'' جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے رب العزت نے کلام کیا۔

(7)﴿اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا﴾ ''یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے'' یعنی وہ کسی پیغام لانے والے فرشتے کو بھیجتا ہے مثلاً سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو یا فرشتوں میں سے کسی فرشتے کو۔

(8)﴿فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ﴾ ''پھر وہ اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے'' یعنی فرشتہ اپنی مرضی سے نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اس کے اذن سے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ وحی کو القا کرتا ہے۔

(9)﴿اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ﴾ ''یقیناً وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے'' بے شک وہ، اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف میں بہت بلند اور افعال میں بہت عظیم ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے اور تمام مخلوق اس کی مطیع ہے۔(تفسیر سعدی:2465/3)

سوال 2: وحی الٰہی کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

جواب:(1)دل میں کسی بات کا ڈالنا یا خواب کے ذریعے آگاہ کر دینا۔(2)پردے کے پیچھے سے کلام کرنا جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا۔

(3)فرشتے کے ذریعے پیغام بھیجنا جیسے سیدنا جبرئیل علیہ السلام پیغمبروں کے پاس وحی لے کر آتے تھے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العلی اور حکیم کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے وحی کے نزول کے حوالے سے سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ العلی ہے ناممکن ہے کہ کسی بندے سے کلام کرے مگر یہ کہ پردے کے پیچھے سے یا فرشتے کے ذریعے سے یا دل میں بات ڈال کر۔

(2)اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ انسانوں کے لئے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کو اپنی فطرت کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں''(52)

سوال1:﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں'' قرآن مجید وحی کے ذریعے نازل ہوا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح کی وحی کی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے روح یعنی قرآن مجید کو عظیم وحی کے ذریعے محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ قرآن سے دلوں اور روحوں کو زندگی ملتی ہے۔

(2)﴿مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ﴾ ''آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟'' آپ تو کتاب یعنی قرآن مجید اور ایمان کو جانتے نہیں تھے۔(3) ایمان سے مراد عقیدہ اور عمل ہے۔(ایسر التفاسیر 1412)

(4) نبی ﷺ کے پاس پہلی کتابوں کا علم نہیں تھا نہ آپ پہلی شریعتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ آپ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ پر کتاب یعنی قرآن مجید نازل ہوا۔

(5)﴿وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ ''لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں'' یعنی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نور بنا کر بھیجا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو ہدایت کے راستے پر چلاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھا پن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت:44)

(6)﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں'' اے محمد ﷺ آپ صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ اس کی ترغیب دلاتے ہیں اور اس پر چلنے والوں کو بشارتیں دیتے ہیں۔ اور اس کو چھوڑنے والوں کو ڈراوے دیتے ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے روح یعنی قرآن کو کیسے اتارا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے روح یعنی قرآن کو اتارا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعے اُسی کو ہدایت دیتے ہیں جس کے اندر تڑپ اور طلب ہوتی ہے۔

(2) جو قرآن مجید کو ہدایت حاصل کرنے کی نیت سے پڑھتے ہیں اور غور فکر کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لیے ہدایت کے راستے پر چلنا آسان کر دیتے ہیں۔

﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾

''اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سن لو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں'' (53)

سوال1: ﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سن لو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' صراط مستقیم وہ راستہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ یہ راستہ ہے جو جنت تک، رب العزت تک پہنچاتا ہے۔

(2) یہ اسی ہستی کا بنایا ہوا راستہ ہے جو کائنات کا بادشاہ اور مختار کل ہے۔ کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔

(3) ﴿اَلَآ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾ ''سن لو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں'' تمام کاموں کا انجام اچھے ہوں یا برے یہ کہ وہ اسی کے پاس جائیں گے وہی ہے جو فیصلے کرے گا۔ اچھا عمل ہوگا تو اچھا بدلہ اور برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔ وہ بلند و برتر ساری بڑائیوں والا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی نسبت اپنی طرف کی ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) صراط مستقیم کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے اس سے اس راستے کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ نجات کا واحد راستہ ہے۔

(3) اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہ زمین و آسمان کے ملک کا راستہ ہے۔

اٰیاتھا ۸۹ ﴿۴۳﴾ سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ ۶۳ رکوعاتھا ۷

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس میں 7 رکوع اور 89 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 43 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 63 ہے۔

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿حٰمٓ﴾

''حٰمٓ''(1)

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ ''ح۔م۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿حٰمٓ﴾ یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔

﴿وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ﴾

''قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے''(2)

سوال1: ﴿وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ﴾ ''قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے'' قرآن عظیم کتاب ہے جس کے بیانات سلجھے اور کھلے ہوئے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ﴾ ''قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے'' اللہ رب العزت نے قرآن عظیم کی قسم کھائی ہے کہ یہ واضح کتاب ہے جو دنیا و آخرت کی ہر اس چیز کو واضح کرتی ہے۔ جس کی انسانوں کو ضرورت ہے۔

(2) قرآن کے مضامین سلجھے اور کھلے ہوئے ہیں۔ یہ گمراہی کے راستے سے نکال کر ہدایت کے راستے پر کرتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین پر قسم کیوں کھائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قسم اس بات پر کھائی ہے کہ قرآن مجید کو عربی زبان میں بنایا ہے تاکہ تم سمجھو۔ یعنی جو حقائق اس کتاب میں بیان کئے

گئے ہیں اسے تمہاری زبان میں اس لئے پیش کیا گیا ہے تا کہ تم عقل سے کام لو۔

﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

''یقیناہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے تا کہ تم سمجھو''(3)

سوال1:﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾''یقیناہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے تا کہ تم سمجھو'' قرآن مجید کے نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگ اس میں غور وفکر کر کے اس کی نصیحت کو قبول کریں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا﴾''یقیناہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کو سب سے زیادہ زور بیان والی زبان میں، سب سے واضح اور فصیح زبان میں نازل فرمایا جیسا کہ فرمایا:﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾''واضح عربی زبان میں۔''(الشعراء:195)

(2)﴿لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾''تا کہ تم سمجھو'' عربی زبان میں نازل کرنے کی حکمت بیان فرمائی یہ کہ تم اس کے الفاظ کو آسان سمجھو، اس کے معنی کو ذہن سے قریب پاؤ تو سمجھ سکو۔

(3) قرآن مجید نازل کرنے کی غرض نصیحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل اس لیے فرمایا تا کہ لوگ آسان زبان کی وجہ سے نصیحت قبول کر لیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔''(حم السجدہ:44)

(4) کیونکہ عربی تمہاری مادری زبان ہے تمہارے ذریعہ سے دنیا کی قومیں اس کتاب کو سیکھیں گی۔(تفسیر عثمانی:568/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو عربی زبان میں کیوں نازل کیا؟

جواب:(1) قرآن حکیم کے اولین مخاطب عرب تھے۔

(2) عربی دنیا کی فصیح ترین زبان ہے۔ انسانی زبانوں میں سے فصیح ترین زبان میں ہی کلام اللہ کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

(3) قرآن مجید کو عربی زبان میں اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ لوگ اپنی زبان میں زیادہ اچھے انداز میں سمجھ سکیں۔

﴿وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾

''اور یقیناوہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے یقیناوہ بہت بلند، کمال حکمت والا ہے''(4)

سوال1:﴿وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ﴾ ''اور یقیناوہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے یقیناوہ بہت بلند،کمال حکمت والا ہے'' قرآن اونچے درجے والی عالی شان کتاب لوح محفوظ میں محفوظ ہے،وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا﴾ ''اور یقیناوہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے''ام الکتب (تمام کتابوں کی اصل کتاب) یعنی لوح محفوظ دوسری آیت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے فرمایا ہے ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور جس مخلوق کو آئندہ پیدا کرنا چاہتا تھا اس کو لکھ دینے کا قلم کو حکم دیا اس کے بعد آپ نے پڑھا﴿وانه فی ام الکتب﴾(تفسیر مظہری:235/10)

(2)﴿لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ﴾ ''یقیناوہ بہت بلند،کمال حکمت والا ہے'' رب العزت نے قرآن مجید کی قدرومنزلت بیان فرمائی ہے کہ یہ بڑے فضل اور شرف کی حامل کتاب ہے۔اس کتاب میں کوئی ایسا حکم نہیں جو حکمت پر مبنی نہ ہو۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (۱۱) فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (۱۲) فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ (۱۳) مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ (۱۴) بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ (۱۵) كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ (۱۶)﴾ ''ہرگز نہیں!یقیناً یہ(قرآن) ایک نصیحت ہے۔تو جو چاہے اس کو یاد رکھے۔ان صحیفوں میں ہے جو قابل احترام ہیں،بلند مرتبہ ہیں،پاکیزہ ہیں۔ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہیں۔جو معزز ہیں،نیک ہیں۔''(عبس:11-16)

(4)﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۹۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (۱۹۴) بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (۱۹۵) وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ (۱۹۶)﴾ ''اور بلاشبہ جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔واضح عربی زبان میں۔اور بلاشبہ وہ یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔''(الشعراء:192-196)

(5)﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ (۷۷) فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ (۷۸) لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۷۹) تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۸۰)﴾ ''یقیناوہ بلاشبہ قرآن ہے،بڑی عزت والا ہے۔ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے۔جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔''(الواقعہ:77-80)

سوال2:قرآن مجید کی عظمت،شان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔(1)قرآن مجید لوح محفوظ میں ہے۔

(2)قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ اور حکمت والی کتاب ہے۔

سوال3:قرآن مجید کی حکمت اور بلند مرتبہ ہونے کا تذکرہ کس مقصد کے لئے کیا گیا؟

جواب:(1)قرآن مجید کی حکمت اور بلند مرتبہ ہونے کا تذکرہ اس اعتبار سے کیا گیا تاکہ اہل زمین بھی اس کو اہمیت دیں۔

(2)اس کا تذکرہ اس لئے کیا گیا تا کہ زمین والے اس سے ہدایت حاصل کریں۔

سوال4: قرآن حکیم کا بلند اور پُرحکمت ہونا کس چیز کا ثبوت ہے؟

جواب: (1)قرآن حکیم کا بلند اور پُرحکمت ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔

(2)قرآن حکیم کے مضامین کی غیر معمولی عظمت اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔

﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ﴾

''تو کیا ہم تم سے نصیحت کو روک دیں، اعراض کرتے ہوئے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو؟''(5)

سوال1: ﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ﴾ ''تو کیا ہم تم سے نصیحت کو روک دیں، اعراض کرتے ہوئے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا﴾ ''تو کیا ہم تم سے نصیحت کو روک دیں، اعراض کرتے ہوئے'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے رسول بھیجے اور تمہاری سرکشی کے باوجود تمہیں نہیں چھوڑا۔ اگر ایسا ہوتا کہ اس امت کے پہلے لوگوں کے انکار پر قرآن اسی وقت اٹھا لیا جاتا تو ساری دنیا برباد ہو جاتی یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے نافرمانوں کے انکار کے باوجود نصیحت کرنا بند نہیں کیا تا کہ نہ ماننے والوں پر حجت قائم ہو جائے اور قبول کرنے والے اسے قبول کر لیں۔

(2)﴿اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ﴾ ''کہ تم حد سے گزرنے والے ہو؟'' یعنی کیا تمہارے حد سے گزرنے، منہ موڑنے اور اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے تمہاری طرف نصیحت نازل کرنی چھوڑ دیں۔ اور تمہیں ادب نہ سکھائیں اور بغیر عذاب کے ہی چھوڑ دیں۔ یعنی ہم تو تم پر کتاب نازل کریں گے اور تم پر ہر چیز کو واضح کریں گے۔

سوال2: ﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ﴾ ''کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس لئے ہٹا لیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس لئے ہٹا لیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' اس سے مراد یہ ہے: کہ تمہارے (1)اسراف پر ہم تمہیں کچھ نہ کہیں درگزر کریں۔ (2)ہم تمہیں ہلاک کر دیں اور کسی چیز کا تمہیں حکم نہ دیں۔

(3)تم گناہوں میں منہمک ہو اور ان پر اصرار کرتے ہو اس لئے تمہیں یہ گمان ہے کہ ہم تمہیں نصیحت کرنا چھوڑ دیں گے۔ (ابن جریر)

(4)تم قرآن پر ایمان لانے والے نہیں ہو اس لئے ہم نزول قرآن کا سلسلہ بند کر دیں گے۔ (ابن کثیر)

سوال3: لوگوں کے اعراض کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کیا کرم کیا ہے؟

جواب: لوگوں کے اعراض کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ذکر یعنی قرآن حکیم کی طرف دعوت دینے کا سلسلہ بند نہیں کر دیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے ذکر کا سلسلہ کیوں نہیں بند کیا؟

جواب: ذکر کا سلسلہ اس لئے بند نہیں کیا گیا تا کہ جس نے ہدایت اپنانی ہے وہ اپنا لے اور جن کے لئے بدبختی لکھی جا چکی ان پر حجت قائم ہو جائے۔

﴿وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اور ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے'' (6)

سوال 1: ﴿وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے'' رب العزت نے قوم کے جھٹلانے پر نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ہم نے پہلی قوموں میں بھی اپنی سنت کے مطابق انبیاء بھیجے ہیں کیونکہ ہم انسانوں کو بے کار نہیں چھوڑتے۔ وہ انبیاء انہیں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے تھے۔ انہیں شرک سے روکتے تھے۔ اس کے مقابلے میں گزشتہ قوموں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں تباہ کر دیا وہ لوگ آپ ﷺ کے دور کے لوگوں سے زیادہ طاقت ور تھے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے کیا سلسلہ جاری کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نبوت کا سلسلہ جاری کیا اور بہت سے پیغمبر مبعوث فرمائے۔

﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

''اور اُن کے پاس جب کوئی نبی آتا تھا تو وہ اُس کا مذاق اُڑاتے تھے'' (7)

سوال 1: ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور اُن کے پاس جب کوئی نبی آتا تھا تو وہ اُس کا مذاق اُڑاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور اُن کے پاس جب کوئی نبی آتا تھا تو وہ اُس کا مذاق اُڑاتے تھے'' رب العزت نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ غم نہ کریں۔ گزشتہ قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا۔ انہوں نے بھی اپنے انبیاء کا مذاق اڑایا تھا۔

(2) یعنی جو کچھ آپ ﷺ کے ساتھ ہو رہا ہے وہی صورت حال گزشتہ انبیاء کے ساتھ بھی پیش آئی۔ ان کے پاس جو نبی بھی آیا وہ ان کی دعوت کا انکار کرتے رہے اور حق کے مقابلے میں تکبر کرتے ہوئے ان کا مذاق اڑاتے۔

سوال 2: پچھلی قوموں کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

جواب: اہل مکہ کو سبق دیا گیا کہ تم سے طاقتوروں کو رسولوں کے جھٹلانے پر ہلاک کر چکے۔ اگر آپ نے بھی ہمارے رسول کو جھٹلانے کا سلسلہ جاری رکھا تو آپ کو بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔

﴿فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''تو ہم نے انہیں بھی ہلاک کر دیا جو ان سے زیادہ سخت پکڑ میں تھے اور پہلے لوگوں کی مثالیں گزر چکی ہیں'' (8)

سوال 1: ﴿فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''تو ہم نے انہیں بھی ہلاک کر دیا جو ان سے زیادہ سخت پکڑ میں تھے اور پہلے لوگوں کی مثالیں گزر چکی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ ''تو ہم نے انہیں بھی ہلاک کر دیا جو ان سے زیادہ سخت پکڑ میں تھے'' یعنی زمین کے اندر وہ زیادہ طاقت والے، زیادہ ہمت والے تھے۔ وہ اپنے افعال اور آثار کے لحاظ سے زیادہ قوت والے تھے۔

(2) ﴿وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور پہلے لوگوں کی مثالیں گزر چکی ہیں'' یعنی قرآنی آیات میں پہلے ہلاک ہونے والوں کی صفات گزر چکی ہیں مثلاً قومِ نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور اصحاب مدین اور الٹائی گئی بستیاں کیا آپ ﷺ کی قوم کے لیے اس میں عبرت نہیں؟ کاش کہ وہ عبرت پکڑتے۔ (ایسر التفاسیر: 1414)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے، وہ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین کی یادگاروں میں ان سے زیادہ تھے۔ تو اُن کے کام نہ آیا جو وہ کمائی کرتے تھے۔'' (غافر: 82)

(4) ﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا؟ جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں بھی عطا نہیں کیا اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے سے بہتی تھیں، پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا۔'' (الانعام: 6)

(5) ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا۔'' (الزخرف: 56)

(6)﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔'' (الفتح:23)

(7)یعنی عبرت کے لئے ان مکذبین کی تباہی کی مثالیں آ چکیں اور پہلے مذکور ہو چکیں جو زور وقوت میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکے تو تم کاہے کو مغرور ہوتے ہو۔ (تفسیر عثمانی:2/568)

سوال2: پچھلی قوموں نے رسولوں کا مذاق اُڑایا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب: پچھلی قومیں اگرچہ اہل مکہ سے طاقتور تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ﴾

''اور اگر یقیناً آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' (9)

سوال1:﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ﴾ ''اور اگر یقیناً آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات سمجھتے تھے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ﴾ ''اور اگر یقیناً آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' اللہ رب العزت نے یہ آیات مشرکوں کے اعمال اور قرآن سے ان کے اعراض پر نصیحت کے طور پر نازل فرمائی ہیں کیونکہ وہ خالق کے وجود کو مانتے ہیں۔

(2)﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ﴾ ''اور اگر یقیناً آپ اُن سے پوچھیں'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ اگر آپ ﷺ اپنی قوم کے مشرکوں سے پوچھیں۔

(3)﴿مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟'' یعنی کس نے ان کی تخلیق کی ابتدا کی، انہیں وجود بخشا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ ''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ

نے۔آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' (الزمر:38)

(4)﴿لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾ ''تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' یعنی کس نے ان کی تخلیق کی ابتدا کی، انہیں عزت اور علم والے نے تخلیق کیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1414)

(5) تو یقیناً وہ کہیں گے۔ان کو اللہ وحدہ لاشریک نے پیدا کیا جو غالب ہے جس کے غلبہ کے سامنے اولین وآخرین تمام مخلوقات اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ سرنگوں ہیں۔جب وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا، اس کی بیوی اور اس کے شریک کیسے ٹھہراتے ہیں؟ اور ان ہستیوں کو اس کا شریک کیوں قرار دیتے ہیں جو پیدا کرسکتی ہیں نہ رزق عطا کرسکتی ہیں اور نہ زندگی اور موت ان کے اختیار میں ہے؟ (تفسیر سعدی:3/2468)

سوال2: مشرکین مکہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو خالق تسلیم کرتے تھے پھر شرک کیوں کرتے تھے؟

جواب: مشرکین اللہ تعالیٰ کو خالق جانتے تھے لیکن ایسی صفات کو جو زندگی پر مثبت اثرات ڈالیں ان سے ناواقف تھے۔قرآن مجید نے ایسی صفات سے واقفیت دلائی ہے کہ اس کے بعد انہیں شرک کی ضرورت پیش نہ آئے۔

سوال3: اللہ توالیٰ کی صفات العزیز اور العلیم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ اپنے علم کی وجہ سے اپنی مخلوقات پر غلبہ رکھتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہے فیصلے کرسکتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ العلیم ہے مخلوقات کو ان کی ضروریات کو، ان کے میلانات کو، چھپے ہوئے خیالات کو وہ جانتا ہے۔اس لئے وہ ہر طرح کی ضروریات کو پورا کرسکتا ہے۔

﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

''وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تاکہ تم ہدایت پاؤ'' (10)

سوال: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تاکہ تم ہدایت پاؤ'' اللہ تعالیٰ نے زمین کو آرام دہ قرارگاہ بنایا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا﴾ ''وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا'' اللہ رب العزت نے زمین کی

اشیاء کو دلیل بنایا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

(2) اس نے زمین کو جھولے کی طرح آرام دہ بنایا اس نے زمین کو ایسی قرارگاہ بنایا جو ساکن منجمد اور مضبوط ہے، جس پر انسان چلتا پھرتا، سوتا جاگتا، اٹھتا بیٹھتا اور رہتا سہتا ہے۔ زمین خود پانی پر ہے۔ سر بفلک پہاڑوں کی میخیں اس میں نصب کر دی گئیں تا کہ اس کی حرکت سے انسان کے عیش و آرام میں خلل نہ پڑے۔

(3) گہوارہ میں بچہ بڑے آرام سے جھولے لیتا ہے، آرام کرتا اور سوتا ہے۔ اس لیے کہ جھولے کی رفتار میں یکسانیت ہوتی ہے۔ بالکل یہی صورت زمین کی ہے جو ایک بہت بڑا عظیم الجثہ کرہ ہے۔ اور فضائے بسیط میں معلق ہزار ہا میل فی منٹ کی تیز رفتاری سے محوگردش ہے۔ مگر اس کی اس تیز رفتاری میں بھی یکسانیت ہے۔ جس کی وجہ سے تمہیں اس کی یہ حرکت محسوس تک نہیں ہوتی اگر اس کے اندر سے کوئی آتش فشاں پہاڑ یا آتش گیر مادہ پھٹ پڑے اور اس میں زلزلہ پیدا ہو جائے تو اسی وقت تمہاری جان پر بن جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 4/155)

(4) ﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا﴾ ''اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے'' یعنی تمہارے لیے اس نے آسان راستے بنا دیئے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے پہاڑی سلسلے اور ان کے درمیان گزرگاہیں بنا دیں۔ تم اپنی تجارت اور معاش کے لیے ان سے گزر کر ملکوں ملکوں جاتے ہو۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ تمہیں لے کر ڈگمگانے نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' (النحل: 15)

(6) ﴿لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''تا کہ تم ہدایت پاؤ'' تا کہ تم اپنے سفروں کے درمیان گم نہ ہو جاؤ۔ تم اپنے راستے کے لیے راہ نمائی پاؤ اور چل پھر کر دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کریں۔

﴿وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾

''اور وہ جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اُس کے ساتھ مُردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے'' (11)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ ''اور وہ جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اُس کے ساتھ مُردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے'' زندگی بعد موت کی دلیل کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ﴾ ''اور وہ جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی اُتارا'' یعنی پانی جیسی

نعمت رب العزت ایک اندازے کے مطابق بارش برسا کر عطا کرتا ہے کہ تمہاری زراعت کو فائدہ پہنچے، پھلوں کی دولت ملے، تم اور تمہارے جانور میٹھا پانی پئیں۔ یہ پانی نہ تو کم ہوتا ہے کہ فائدے نہ ملیں نہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ نقصان پہنچے۔ اس پانی کے ذریعے اللہ تعالیٰ زمین کو سخت ہونے سے بچا لیتا ہے۔

(2) ﴿فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ ''پھر ہم نے اُس کے ساتھ مُردہ شہر کو زندہ کر دیا'' بارش ہی تو ہے جس سے اجڑی ہوئی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے باغات لہلہا اٹھتے ہیں۔ لذیذ اور خوش ذائقہ پھل پیدا ہوتے ہیں۔

(3) ﴿كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ ''اسی طرح تم نکالے جاؤ گے'' ایک دن اسی طرح قبروں سے اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۪ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:50)

(4) ﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ؕ﴿۱۸﴾﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اگایا ہے، خاص طریقے سے اگانا۔ پھر وہ تمہیں اس میں لوٹائے گا اور تمہیں نکالے گا خاص طریقے سے نکالنا۔'' (نوح:17،18)

(5) ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۙ﴿۹﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۙ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ ''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیے۔ اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں۔ جو بندوں کے لیے رزق ہے اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کر دیا، اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا۔'' (ق:9-11)

سوال 2: اگر پانی اندازے کے مطابق نازل نہ کیا جاتا تو کیا ہوتا؟

جواب: پانی اگر بے اندازہ نازل ہوتا تو کم ہونے کی صورت میں ضروریات پوری نہ ہوتیں اور زیادہ ہونے کی صورت میں سیلاب آ جاتے۔

سوال 3: بارش سے زمین پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: بارش سے زندگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔

سوال 4: انسانوں کو کیسے قبروں سے نکالا جائے گا؟

جواب: جیسے مردہ زمین پانی پی کر پھبک اُٹھتی ہے ایسے ہی مردوں (انسانوں) کو زمین سے نکالا جائے گا۔

﴿وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ﴾

''اور وہ جس نے سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو'' (12)

سوال 1: ﴿وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ﴾ ''اور وہ جس نے سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے اور سواریاں بنائیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ''اور وہ جس نے سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا'' اللہ رب العزت نے ہر چیز کے جوڑا جوڑا بنانے کو توحید کے لیے دلیل بنایا ہے کہ دیکھو زمین اور آسمان کا جوڑا ہے، رات اور دن کا جوڑا ہے، خیر اور شر کا جوڑا ہے، خوشی اور غم کا جوڑا ہے، صحت اور بیماری کا جوڑا ہے، عدل اور ظلم کا جوڑا ہے اور وہ تمام اشیاء جو زمین سے اگتی ہیں ان کا جوڑا ہے اور وہ اشیاء جن کا انسان کو علم نہیں ان کا بھی جوڑا جوڑا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔ اس کے سوا کوئی ایک نہیں۔

(2) ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ﴾ ''اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو'' اللہ رب العزت نے انسان کے لیے سواریاں بنائیں تاکہ انسان اپنے دور دراز کے سفر طے کر سکے۔

(3) یہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کی آخری دلیل ہے جو اس کے وجود، اس کی قدرت، اس کے علم پر دلیل ہے جو اس کی الوہیت کو واجب کرتی ہے جب اس نے لوگوں کے لیے کشتیاں بنائیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں اور سواری کے جانور مثلاً اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ۔ (ایسر التفاسیر: 1415)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ؕ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور گھوڑے، خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔'' (النحل: 8)

(5) اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں میں اور بھی فوائد رکھے ہیں انسان کچھ جانوروں کا دودھ پیتا ہے، کچھ اس کی سواری کے کام آتے ہیں کچھ جانور سامان اٹھا کر لے جاتے ہیں اور کچھ جانوروں پر سوار ہو کر تم لمبے لمبے سفر طے کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سمندری سفر کے لیے کشتیاں اور فضائی سفر کے لیے جہاز اور خشکی کے سفر کے لیے جانور بنائے۔ دنیا بھر کی نعمتیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے جوڑے کس بنیاد پر بنائے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تذکیر و تانیث کے اعتبار سے جوڑے بنائے۔ زندگی میں زوجیت کا نظام بالکل ظاہر ہے جسے نر اور مادہ کی صورت میں تقسیم کیا ہے۔

سوال 3: کشتیوں اور جانوروں کو انسانوں کی سواری بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی قوتیں تمہارے لئے مسخر کر دی ہیں تاکہ انسان شکر گزار بنیں۔

﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ﴾

''تاکہ تم اُن کی پشتوں پر جم کر بیٹھو، پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اُن پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے''(13)

سوال1:﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ﴾ ''تاکہ تم اُن کی پشتوں پر جم کر بیٹھو، پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اُن پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے'' سواری پر بیٹھنے کے آداب اور دعا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ﴾ ''تاکہ تم اُن کی پشتوں پر جم کر بیٹھو'' سواری پر بیٹھنے والوں کو رب العزت نے ادب سکھایا ہے کہ سواریوں کی پشت پر چڑھو تو جم کر بیٹھو۔

(2) سواریوں کی پشت میں جانوروں کی پشت، ان کا پیٹ اور کشتیوں کی پشت بھی شامل ہے۔

(3)﴿ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ﴾ ''پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اُن پر جم کر بیٹھ جاؤ'' یعنی جب سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرو کہ اس نے کیسے طاقت ور سواریاں تمہاری فرماں بردار بنا دیں۔

سیدنا علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا کہ سوار ہونے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے سواری لائی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب اپنا پاؤں رکاب میں ڈال لیا تو کہا: بسم اللہ پھر جب ٹھیک طرح سے اس پر بیٹھ گئے تو کہا: ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے تابع کیا اور ہم خود اس کو تابع کرنے والے نہ تھے، اور بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں'' پھر کہا: الحمد للہ تین بار۔ پھر کہا: اللہ اکبر تین بار۔ پھر کہا: ''اے اللہ! تو پاک ہے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو مجھے معاف فرما دے، بلاشبہ تیرے سوا اور کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش سکے۔ پھر آپ ہنسے۔ آپ سے کہا گیا: امیر المؤمنین! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے ایسے ہی کیا تھا جیسے کہ میں نے کیا ہے اور آپ ﷺ ہنسے (بھی) تھے، تو میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بلاشبہ تیرے رب کو اپنے بندے پر تعجب آتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے: (الٰہی!) میرے گناہ بخش دے، بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا۔ (ابوداؤد:3446)(4)﴿وَتَقُوْلُوْا﴾ ''اور کہو'' یعنی تم یہ دعا کرو۔

(5)﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے'' یعنی جس ذات نے ان سواریوں کو ہمارے لیے بے بس کر دیا وہ پاک ہے۔ اگر وہ ان کو ہمارے لیے مسخر نہ کرتا تو ہم طاقت اور قدرت نہیں رکھتے تھے کہ انہیں زیر کر سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمارے لیے سواریاں مسخر کر دیں وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اسی کے لیے نماز، اسی کے لیے رکوع، اسی کے لیے سجدے کیے جائیں اسی سے دعائیں کی جائیں۔

(6) قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے کہ جب تم کشتیوں پر سوار ہو جاؤ تو کہو جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''اور نوح نے کہا کہ سوار ہو جاؤ اس میں، اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا بھی ہے اور اس کا ٹھہرنا بھی، یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا ہے، نہایت رحم والا ہے۔'' (ہود:41) جب تم اونٹ پر سوار ہو تو یہ دعا کرو﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے'' اور اسی نے تمہیں تعلیم دی کہ جب تم کشتی اور جانور سے اترو تو کہو:﴿اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْنَا مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ ''اے اللہ! ہمیں اتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو اور تو بہترین اتارنے والا ہے۔'' (جامع البیان:56/25)

سوال 2: جانوروں کی پیٹھ پر بیٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا کیا مطالبہ ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان اپنے رب کی نعمت کو یاد کرے اور شکر ادا کرے۔

(2) انسان اپنے رب کے سامنے اعتراف کرے﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے'' اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں''۔

سوال 3: اس اعتراف کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا حالانکہ ہم اس پر قابو پانے کی قوت نہ رکھتے تھے؟

جواب: (1) انسان کے شعور میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سواریاں ہمارے بس میں کی ہیں۔ ہماری قوت نہیں اللہ تعالیٰ کی قوت ہے۔

(2) اس طرح انسان تکبر سے بچ جاتا ہے۔

﴿وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾

''اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں'' (14)

سوال1:﴿وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''اور یقینا ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''اور یقینا ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں'' یعنی اس سفر کے ساتھ سفر آخرت کو یاد کرلو کہ ہم مرنے کے بعد لوٹ کر آپ کے پاس واپس جانے والے ہیں۔

(2) نبی ﷺ سواری پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے پھر ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو کرنے والے نہ تھے۔اور یقینا ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں۔'' پھر یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ﴾ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے سفر میں نیکی کا اور ایسے عمل کا جسے تو پسند کرتا ہے سوال کرتے ہیں۔اے اللہ! اس سفر کو ہم پر آسان کر دے اس کی دوری کو لپیٹ دے۔اے اللہ! تو ہی سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور گھر والوں کا نگران ہے۔اے اللہ! سفر کی سختی سے، برے مناظر سے اور واپسی پر مال اور گھر میں بری تبدیلی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔(مسلم:3275)

سوال2: سواری کا رخ موڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسان کا ذہن کیسے اپنی طرف موڑ دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذہن میں سواریوں کے توسط سے یہ بات بٹھائی ہے کہ لوٹ کر رب کے پاس جانا ہے۔

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور اُن لوگوں کو اُس کے بندوں میں سے اُس کا جز بنا ڈالا، یقینا انسان بلاشبہ ناشکرا ہے'' (15)

سوال1:﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور اُن لوگوں کو اُس کے بندوں میں سے اُس کا جز بنا ڈالا، یقینا انسان بلاشبہ ناشکرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے مشرکوں کے قول کی قباحت بیان کی ہے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کا جز بنا ڈالا یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے رکھا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بے نیاز ہے، نہ اس کی بیوی ہے نہ بیٹا، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

(2)﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا﴾ ''اور اُن لوگوں کو اُس کے بندوں میں سے اُس کا جز بنا ڈالا'' اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے بندے ہیں اور بندگی اولاد ہونے کے منافی ہے بیٹا اپنے والد کا جز ہوتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے علیحدہ ہے وہ اپنی صفات کمال اور نعوتِ جلال میں تمام مخلوق سے الگ ہے جب کہ بیٹا والد کا جز ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا محال ہے۔(تفسیر سعدی:3/2470,2471)

(3)﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''یقیناانسان بلاشبہ ناشکرا ہے''یعنی انسان اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا پھر وہ اس کے بندوں کو اس کا جز بنا دیتا ہے۔یقیناً انسان کثیر الکفر ہے۔(التیسیر التفاسیر:1416)

(4)انسان کا کفران نعمت واضح ہے اگر وہ غور وفکر کرے تو سمجھ لے گا۔(جامع البیان:58/25)

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۝﴾ ''اوران لوگوں کو وہ ڈرائے جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد بنالی ہے''انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی ان کے باپ دادا کو۔بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ صرف جھوٹ ہی کہتے ہیں۔(الکہف:4،5)

سوال2:انسان کھلا ناشکرا ہے،اس کی وضاحت کریں؟

جواب:انسان اللہ تعالیٰ کے انعامات کو کسی اور میں دیکھتا ہے یا کسی اور کے نام منسوب کر کے اس کے لئے شکر گزار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کو تسلیم نہیں کرتا یوں کھلم کھلا ناشکری کرتا ہے جس کا شکوہ رب العزت نے کیا ہے۔

رکوع نمبر 8

﴿اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ﴾

''کیا اُس نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے اور تمہیں بیٹوں کے لیے چن لیا ہے؟''(16)

سوال1:﴿اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ﴾ ''کیا اُس نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے اور تمہیں بیٹوں کے لیے چن لیا ہے؟'' کفار نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنایا اس کی حقیقت آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ﴾ ''کیا اُس نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے اور تمہیں بیٹوں کے لیے چن لیا ہے؟''مشرکوں نے یہ سمجھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں حالانکہ لڑکیاں کمزور ترین صفت ہے اور ان کی نگاہوں میں پست اور ذلیل ہیں اسی لیے وہ اپنے لیے بیٹوں کے امیدوار رہتے ہیں رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى۝﴾ ''کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ تب تو یہ بڑی ناانصافی کی بات ہے۔''(النجم:21،22)

(2)یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہوں اور وہ ان کو بیٹے عطا کر کے فضیلت دے دے۔اس طرح تو مخلوق اللہ تعالیٰ سے افضل ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالاتر ہے رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ۝ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ۝ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۝﴾ ''سن لو!بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت

باتیں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا اور بلاشبہ یقیناوہ جھوٹے ہیں۔کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیاں پسند کی ہیں؟تمہیں کیا ہوگیا ہے؟تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (الصّٰفّٰت:151-154)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہرانے کے عقیدے کی خرابی کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کو واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہراتے ہیں حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو کیا ایسا ہی ہوتا کہ اس کے یہاں لڑکیاں ہوتیں اور تمہیں وہ لڑکے عطا کرتا۔

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾

''اور جب اُن میں سے کسی کو اُس چیز کی خوش خبری دی جائے جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے'' (17)

سوال1:﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾ ''اور جب اُن میں سے کسی کو اُس چیز کی خوش خبری دی جائے جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾ ''اور جب اُن میں سے کسی کو اُس چیز کی خوش خبری دی جائے جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے'' یعنی بیٹی کی خبر سن کر جن کے چہروں پر سخت ناپسندیدگی اور ناراضگی کی وجہ سے سیاہی چھا جاتی ہے انہیں فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں مقرر کرتے حیا نہیں آتی کہ بیٹی کے نام سے خود تو زمین میں گڑ جائیں اور بیٹی کو زندہ درگور کرنے کی فکر کریں اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں مقرر کرتے ہوئے انہیں خیال تک نہیں آتا کہ جسے اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے کیوں مقرر کرتے ہیں۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ(۵۷) وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ(۵۸) يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ(۵۹)﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔پاک ہے اس کی ذات!اور ان کے لیے وہی (بیٹے) ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔اس خوش خبری کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔کیا ذلت کے باوجود ہی اُسے رکھ چھوڑے یا اُسے مٹی میں دبا دے؟سُنو!بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' (النّحل:57-59)

(3) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ سے اپنی پیٹھ لگائے ہوئے کھڑے ہو کر یہ سنا، اے قریش کے لوگو! اللہ کی قسم میرے سوا اور کوئی تمہارے یہاں دین ابراہیم پر نہیں ہے اور زید بیٹیوں کو زندہ نہیں گاڑتے تھے اور ایسے شخص سے جو اپنی بیٹی کو مار ڈالنا چاہتا کہتے اس کی جان نہ لے اس کے تمام اخراجات کا ذمہ میں لیتا ہوں، چنانچہ اس لڑکی کو اپنی پرورش میں رکھ لیتے جب وہ بڑی ہو جاتی تو اس کے بعد اسے کہتے اب اگر تم چاہو تو میں تمہاری لڑکی کو تمہارے حوالے کر سکتا ہوں اور اگر تمہاری مرضی ہو تو میں اس کے تمام کام پورے کر دوں گا۔ (بخاری:3828)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے لڑکی کی پیدائش پر مشرکین کے ردعمل سے کیسے اس عقیدے کی خرابی کو واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو آئینہ دکھایا ہے کہ دیکھو لڑکی کی پیدائش پر تمہارا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور غمگین ہو جاتے ہو کہ تمہارا اولاد کے بارے میں کوئی اختیار نہیں۔ اسی کو رب کے نام منسوب کرتے ہو جو صاحب اختیار ہے اگر اس کے اولاد ہوتی تو پھر کیا لڑکیاں ہی ہوتیں؟

﴿اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ﴾

''اور کیا جس کی زیوروں میں پرورش کی جاتی ہے اور جو جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے؟'' (18)

سوال 1: ﴿اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ﴾ ''اور کیا جس کی زیوروں میں پرورش کی جاتی ہے اور جو جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ﴾ ''اور کیا جس کی زیوروں میں پرورش کی جاتی ہے'' یعنی وہ جو اپنے حسن و جمال کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہیں اور زیورات سے آرائش کرتی ہیں۔

(2) ﴿وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ﴾ ''اور جو جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے؟'' یعنی بحث اور جھگڑے کے موقع پر وہ اپنے مافی الضمیر کو کھول کر بیان نہیں کر سکتی مشرک اسے اللہ تعالیٰ سے کیسے منسوب کر سکتے ہیں۔

سوال 2: عورتوں کی زینت اور زیورات میں پرورش سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ شعور ملتے ہی عورت کی توجہ حسن اور خوبصورتی میں اضافہ کرنے والی چیزوں کی طرف ہو جاتی ہے یعنی عورت طبعاً آرائش پسند ہوتی ہے۔

سوال 3: عورت بحث و تکرار میں اپنا مدعا بیان نہیں کر سکتی، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ فریق مخالف کے دلائل کا توڑ نہیں کر سکتی یعنی مقابلے کے وقت پر زور انداز میں کلام نہیں کر پاتی۔

سوال 4: عورت صحیح طریقے سے اپنی بات کیوں نہیں واضح کر سکتی؟

جواب: عورت اپنے فطری حجاب کی وجہ سے اپنا مدعا واضح نہیں کر سکتی۔

سوال 5: اسلام میں ان خصوصیات کی بنیاد پر مرد اور عورت کے درمیان ذمہ داریوں کی تقسیم کیسے کی گئی ہے؟

جواب: اسلام میں ذمہ داریوں کی تقسیم یوں ہے کہ مرد بیرونی کام کا ذمہ دار ہے اور عورت اندرونی کام کی ذمہ دار ہے۔

﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟ کیا اُن کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی اُن کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا'' (19)

سوال 1: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟ کیا اُن کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی اُن کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا﴾ ''اور اُنہوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟'' مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی فرشتوں کو عورتیں سمجھ لیا ہے اور انہیں بندگی کے مرتبے سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بعض صفات میں اس کا شریک بنایا پھر ان کو مذکر سے مونث کے درجے پر لے آئے۔ رب العزت نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر جھوٹ باندھنے والوں کے جرم کو ظاہر کر دیا۔

(2) ﴿اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ﴾ ''کیا اُن کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟'' اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوے کا رد کرنے کے لیے ان سے سوال کیا کہ کیا تم ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے جو تم انہیں عورتیں بتاتے ہو؟ تو وہ اس وقت موجود نہیں تھے جب رب العزت نے فرشتوں کو بنایا پھر وہ ایسے معاملے میں کیسے بات کرتے ہیں جس کا انہیں کوئی علم نہیں۔

(3) ﴿سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''ضرور ہی اُن کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا'' ان سے فرشتوں کی تخلیق کے موقع پر حاضری کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا اور اس گواہی پر انہیں سزا دی جائے گی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ ''اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے؟'' (الزخرف: 45)

سوال2: مشرکین مکہ نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں بیٹیاں بنالیا اُن کے جھوٹے عقیدے کے دعوے کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے کیسے کھولا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ فرشتے رحمٰن کے بندے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ کیا ان فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ کیا ان کے جسم کی ساخت انہوں نے دیکھی ہے؟

(3) ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور انہیں جواب دہی کرنی ہوگی۔

سوال3: جھوٹا عقیدہ رکھنے والوں کو جوابدہی کیوں کرنی پڑے گی؟

جواب: جھوٹا عقیدہ رکھنے والوں کو جزا کے لئے جواب دہی کرنی ہوگی اور ان کے پاس فرشتوں کے بنات اللہ ہونے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوگی۔

﴿وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم اُن بتوں کی عبادت نہ کرتے اُنہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' (20)

سوال1: ﴿وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم اُن بتوں کی عبادت نہ کرتے اُنہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' مشرکوں کے اللہ تعالیٰ پر الزام کی حقیقت کو واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم اُن بتوں کی عبادت نہ کرتے'' انہیں مشرکوں نے فرشتوں کے بت بنائے ان بتوں کی پرستش کی اور یہ کہا کہ ہم ان کی عبادت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کر رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کی وجہ سے ناراض ہوتا تو وہ ہمیں عبادت نہ کرنے دیتا چونکہ اللہ تعالیٰ رکاوٹ نہیں ہے اس لیے ان کی عبادت بالکل صحیح ہے۔

(2) فرشتوں کی عبادت کرنے کے لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بنایا۔ مشرکین ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بناتے چلے آئے ہیں۔ یہ عقلی اور شرعی طور پر فی نفسہ باطل دلیل ہے۔ کوئی عقل مند شخص تقدیر کی دلیل کو قبول نہیں کرسکتا۔ اگر وہ کسی حالت میں اس راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ رہا شرعی طور پر مشیت الٰہی کو دلیل بنانا تو اللہ تعالیٰ نے مشیت کی دلیل کو باطل ٹھہرا دیا ہے۔ مشرکین اور رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے سوا کسی نے مشیت الٰہی کو دلیل نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت قائم کردی ہے۔ اب بندوں کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہی۔ (تفسیر سعدی: 2472/3)

(3) ﴿مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾ ''اُن کو اس معاملے کا کوئی علم نہیں'' مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ بتوں کو کچھ معلوم نہیں ہے۔

(ابن ابی حاتم:3282/10)(4)ان کے پاس باپ دادا کی تقلید کے ماسوا کسی چیز کا کوئی علم نہیں۔

(5)﴿اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ﴾''وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں''یعنی وہ صرف جھوٹ بولتے ہیں۔وہ ایک دوسرے کو جہالت ہی منتقل کرتے ہیں۔

سوال2:اپنی گمراہی پر اللہ تعالیٰ کی مشیت کا سہارا لینا کہ''اگر رحمن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کر سکتے''یہ کیسا عمل ہے؟

جواب:یہ عمل ایک دھوکہ ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کائنات میں ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ہدایت اور گمراہی کا معاملہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے۔چاہے تو انسان ہدایت کا راستہ اختیار کرلے اور چاہے تو گمراہی کا۔اللہ تعالیٰ نے انسان پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ ہدایت کا راستہ اختیار کرے اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اگر وہ گمراہ ہو تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نے ہدایت اور گمراہی دونوں کے قابل بنایا ہے۔اس لحاظ سے یہ عمل کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے سراسر دھوکہ ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے مشیت الٰہی سے دھوکے میں مبتلا ہونے والوں پر حقیقت کیسے واضح کی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ معاملے کی حقیقت کو نہیں جانتے۔(2)یہ اوھام اور خرافات پر یقین رکھتے ہیں۔(3)ان کا یہ ذاتی عقیدہ بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں کی عبادت کریں یہ تو صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا میں کیا فرق ہے؟

جواب:انسان دنیا میں جو کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اسے اختیار اور ارادے کی آزادی دی گئی ہے اس ارادے اور اختیار کا امتحان ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس امتحان کے لئے یہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے کام کون سے ہیں اور ناراضگی کے کون سے کام ہیں؟اب کوئی رضا کے کام کرنا چاہے اسے بھی آزادی ہے اور اگر کوئی ناراضگی کے کام کرنا چاہے اُسے بھی آزادی ہے۔اگر کوئی ناراضگی کے کام کرنا چاہے مثلاً چوری ڈاکہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت اُسے بھی یہ کام کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی کا ہاتھ نہیں پکڑتا لیکن اللہ تعالیٰ جن کاموں سے راضی نہیں ہوتا قیامت والے دن وہ ان کی سزا ضرور دے گا۔اور اگر انسان رضا کے کام کرے تو وہ ان کاموں سے راضی ہوتا ہے اس کی جزا بھی وہ قیامت والے دن دے گا۔

﴿اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾

''کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟''(21)

سوال1:﴿اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾''کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟''شرک کی کوئی نقلی دلیل ان کے پاس نہیں ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟'' یعنی قرآن سے پہلے انہیں کوئی ایسی کتاب نہیں دی جس کی وہ اپنے شرک پر کوئی دلیل لائیں۔

(2)﴿فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾ ''کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟'' یعنی اس کتاب میں جو کچھ آیا ہے کیا وہ اس کو مضبوط پکڑنے والے ہیں تو جواب یہ ہے کہ ایسا تو کبھی واقع نہیں ہوا۔ (ایسیر التفاسیر:1416)

(3) کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس سے سند پکڑتے ہیں؟ یعنی جو ان کے افعال کی صحت اور اقوال کی صداقت کے بارے میں خبر دیتی ہو مگر معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفی ﷺ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ کے سوا اور کوئی ڈرانے والا ان کے پاس نہیں آیا۔ جب عقل و نقل سے دونوں امور کی نفی ثابت ہوگئی، تب وہاں باطل کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ (تفسیر سعدی:2472/3)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے اُن پر کوئی دلیل نازل کی ہے؟ پھر وہ اُن کے بارے میں بتاتی ہے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (الروم:35)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی عبادت کرنے کی حقیقت کو مزید کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا ہے کہ کیا ان کے پاس قرآن سے پہلے کی کتاب ہے؟

(1) جس کی سند اپنے پاس رکھتے ہوں اور اس کے دلائل ان کے پاس موجود ہوں۔

(2) جس میں ان کو غیر اللہ کی عبادت کا اختیار دیا گیا ہو۔

(3) جسے انہوں نے مضبوطی سے تھام رکھا ہو۔

﴿بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

''بلکہ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور یقیناً ہم اُن کے نقش قدم پر ہدایت پانے والے ہیں'' (22)

سوال 1:﴿بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور یقیناً ہم اُن کے نقش قدم پر ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے'' یعنی رسولوں کی دعوت کو ٹھکرانے کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم اپنے آباء کی تقلید کرتے ہیں۔

(2) انہیں ہم نے اسی دین پر پایا ہے۔ (جامع البیان:26/6)

(3)﴿وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم اُن کے نقش قدم پر ہدایت پانے والے ہیں'' یعنی ہم اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اس لیے ہم اس کی پیروی نہیں کریں گے جو محمد ﷺ لے کر آئے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟'' (البقرہ:170)

(5)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اور کیا اگرچہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟'' (لقمان:21)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کی کیا دلیل سامنے رکھی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ملائکہ پرستی کے پیچھے آباء کی تقلید ہے جس میں یہ اس قدر پختہ تھے کہ اس پر رسول کی دلیل بھی انہیں مطمئن نہ کر سکی۔

سوال3: مشرکین مکہ اپنے آپ کو کس اعتبار سے ہدایت یافتہ سمجھتے تھے؟

جواب: مشرکین مکہ اپنے آپ کو باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہدایت یافتہ سمجھتے تھے۔

﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾

''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے جب اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں'' (23)

سوال1:﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے جب اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا﴾ ''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا'' یعنی ان سے پہلے کے مشرکوں اور عیش پرستوں کے پاس انبیاء کی تعلیم کے مقابلے میں بھی یہی دلیل تھی کہ ہم جو اپنے آباء کی تقلید کرتے ہیں۔ ہم ان ہی کے مسلک پر چلیں گے۔

(2)﴿وَّاِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں'' وہ اپنے آباء واجداد کی تقلید کو اپنے لیے دلیل بتاتے تھے۔ ان کا مقصد ہدایت کی پیروی کرنا نہیں تھا۔ وہ یہ بات مال ودولت پر غرور وتکبر کی وجہ سے کہتے تھے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (۵۲) اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (۵۳)﴾ ''اسی طرح اُن لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا: ''یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے'' کیا انہوں نے اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کی ہے؟ بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں۔'' (الذٰریٰت:53,52)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی اندھی تقلید کو پچھلی قوموں کے خوش حال لوگوں کی تقلید سے ملا کر کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام مشرکوں کی دلیل اور مزاج ایک ہی ہوتا ہے۔ سب آنکھیں بند کر کے نقالی کرتے ہیں۔ اس طرح عقل اندھی ہو جاتی ہے۔ اور وہ غور وفکر کے بغیر تقلید کرتے ہیں۔

﴿قُلْ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰی مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾

''اُس نے کہا اور کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ صحیح راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' (24)

سوال 1:﴿قُلْ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰی مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اُس نے کہا اور کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ صحیح راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' مشرک ضد اور تعجب کی وجہ سے حق قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰی مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ﴾ ''اُس نے کہا اور کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ صحیح راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟'' یعنی اگر باپ دادا سے زیادہ صحیح راستہ میں تمہیں بتاؤں تو کیا پھر بھی تم ان کے پیچھے چلو گے؟

(2) مشرک یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ انبیاء کی ہدایات اس تقلید سے بہتر ہیں مگر پھر بھی تعجب کی وجہ سے حق قبول نہیں کرتے۔

(3)﴿قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا کہ یقیناہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے''مشرکوں نے رسولوں کو جواب دیا جو کچھ تم لائے ہو ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

سوال2: رسول اللہ ﷺ نے اندھی تقلید سے نکالنے کے لئے قوم کو کیا احساس دلایا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے یہ احساس دلایا کہ اگرچہ میں تمہارے باپ دادا سے بہتر طریقہ لایا ہوں یعنی دیکھنا تو یہ ہے کہ کون سا طریقہ زیادہ بہتر ہے، منزل تک پہنچانے والا ہے، اور میں ایسا ہی طریقہ لایا ہوں۔

سوال3: قوم نے کیا ردعمل ظاہر کیا؟

جواب: قوم نے کہا ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جو تم ہمارے پاس لائے ہو۔

﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا سو آپ دیکھیں جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟''(25)

سوال1: ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا سو آپ دیکھیں جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ ''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا سو آپ دیکھیں جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟'' رب العزت نے فرمایا: ایسے ہٹ دھرم لوگوں سے ہم ضرور انتقام لیں گے۔ انہیں طرح طرح کے عذاب دیں گے۔

(2)﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''آپ دیکھیں جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟'' یعنی دیکھو تو سہی جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا لوگوں کو حق جھٹلانے سے بچنا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو جائے جیسا کہ پہلی قوموں پر نازل ہوا تھا۔

رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا﴾ ''اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا۔''(الفرقان:39)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے انتقام اور قوموں کی ہلاکت کی بات کیوں سامنے رکھی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شرک کا انجام اس لئے سامنے رکھا ہے تا کہ لوگ اس راستے پر چلنے کے انجام سے بچیں۔

رکوع نمبر 9

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾

''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''یقیناً میں اُن چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو''(26)

سوال1:﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا:''یقیناً میں اُن چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اعلان توحید کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)قریش کا خیال تھا کہ وہ دین ابراہیمی پر ہیں اس لیے اللہ رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے بارے میں آگاہ فرمایا:﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ﴾''اور جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی والد سے اور اپنی قوم سے کھلم کھلا کہا جنہوں نے خود ساختہ معبود بنا لیے تھے۔

(2)﴿اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾''یقیناً میں اُن چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو''یعنی میں ان معبودوں سے بے زار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔میں ان سے سخت نفرت کرتا ہوں اور ان کی عبادت کرنے والوں سے دشمنی رکھتا ہوں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾''تمہارے لیے ابراہیم میں اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے ان میں یقیناً اچھا نمونہ ہے،جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور ان سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو۔''(الممتحنۃ:4)

سوال2:سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنی قوم کو کس چیز کی دعوت دی؟

جواب:(1)سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی اور بتوں کی بندگی سے اپنی نفرت کا اظہار کیا۔

(2)سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آباؤ اجداد کے عقائد کو ترک کر کے صاف صاف الفاظ میں تردید کی۔

سوال3:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا ذکر یہاں کیوں کیا گیا؟

جواب:مشرکین مکہ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر فخر کرتے تھے اُن کو یہ شعور دلانے کے لیے کہ جس دعوت کو تم نیا سمجھ رہے ہو یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید ہے اور آباؤ اجداد کے طریقے پر تم جمنے کی بات کرتے ہو تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔

﴿اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ﴾

''سوائے اُس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا تو یقیناً وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا''(27)

سوال1:﴿اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ﴾''سوائے اُس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا تو یقیناً وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اعلان توحید کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ﴾''سوائے اُس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا''یعنی میرے رب نے مجھے پیدا کیا اور مجھے عدم سے وجود بخشا۔(صفوۃ التفاسیر:144/3)

(2)﴿فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ﴾ ''تو یقیناوہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' یعنی میں اپنے خالق کو ہی اپنا سرپرست اور اپنا راہنما مانتا ہوں مجھے امید ہے وہ مجھے دین حق پر قائم رہنے کے لیے، اس کے علم اور عمل کے راستے میں میری راہنمائی فرمائے گا۔

(3) یعنی وہ مجھے دین حق پر قائم رکھے گا اور مجھے ہدایت کے راستے کی پیروی کی توفیق دے گا۔ (تفسیر قاسمی:336/14)

(4) اس نے دین حق کی طرف میری راہنمائی کی ہے اور مجھے سعادت کے راستے کی ہدایت دی۔ (صفوۃ التفاسیر:144/3)

(5) جس طرح اس نے مجھے پیدا کیا اور ان امور کے ذریعے سے میری تدبیر کی جو میرے بدن اور میری دنیا کے لئے درست ہیں اسی طرح ﴿سَيَهْدِيْنِ﴾ وہ ان امور میں بھی میری راہ نمائی فرمائے گا جو میرے دین اور میری آخرت کے لئے درست ہیں۔ (تفسیر سعدی:2474/3)

(6)﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ (۷۶) اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ (۷۶) فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (۷۷) الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ (۷۸) وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ (۷۹) وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (۸۰) وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ (۸۱) وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (۸۲)﴾ ''ابراہیم نے کہا: تو کیا تم نے دیکھا جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ تم اور تمہارے پہلے باپ دادا بھی۔ سو بلاشبہ وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری راہ نمائی کرتا ہے۔ اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور جو مجھے موت دے گا پھر وہ مجھے زندہ کرے گا۔ اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا۔'' (الشعراء:75-82)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اعلان سے کہ ''میں صرف اس کی بندگی کروں گا جو میرا خالق ہے'' نمرودی معاشرے کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اعلان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نمرودی معاشرہ بالکل خدا کا انکار کرنے والا نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو عبادت میں شریک کرتا تھا۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کونسی دو صفات بیان کیں جو اس کی عبادت کے حق کو ثابت کرتی ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی پیدا کرنے والا ہے اس لئے بندگی اور حکم بھی اس کا چلنا چاہیے۔ (2) اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔ وہ مجھے اپنے دین کی سمجھ بھی دے گا اور ثابت قدم بھی رکھے گا۔ لہٰذا میں اسی کی عبادت کروں گا۔

﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

''اور اس (توحید کی) بات کو اُس نے اپنے پیچھے باقی رہنے والی بنا دیا تا کہ وہ رجوع کریں'' (28)

سوال 1: ﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور اس (توحید کی) بات کو اُس نے اپنے پیچھے باقی رہنے

والی بنا دیا تا کہ وہ رجوع کریں'' آل ابراہیم میں کلمہ توحید رہے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ﴾''اور اس (توحید کی) بات کو اُس نے اپنے پیچھے باقی رہنے والی بنا دیا'' آل ابراہیم کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: آپ ﷺ کی اولاد میں یہ کلمہ باقی رہے گا۔ آپ ﷺ ہی کی اولاد اس مقدس کلمہ کی نشر و اشاعت میں جان اور دھڑکی بازی لگاتی رہے گی اور سعید اور نیک لوگ اسی گھرانے سے توحید کا آب لال نوش فرمائیں گے خلاصہ یہ ہے کہ یہ گھرانہ معلم اسلام و دین قرار دے دیا گیا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1829)

(2) رب العزت نے کلمہ توحید کو ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ کے لیے قائم کر دیا۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توحید کی وصیت کی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ﴾''اور اس کی وصیت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کی۔'' (البقرہ:132) یعنی انہوں نے یہ وصیت کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور یہی کلمہ لا الہ الا اللہ جس کو ابراہیم نے اپنے بیٹوں کے لیے ورثے کے طور پر چھوڑا۔

(4)﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾''تا کہ وہ رجوع کریں'' یعنی وہ اس کلمے کی طرف رجوع کریں یعنی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی عبادت کو خالص کریں اور غیر اللہ سے برأت اور بے زاری کا اظہار ہے۔ (5) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں نے بھی اپنی اولاد کو اسی کلمے کی وصیت کی۔

(6) سیدنا یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا تذکرہ سورۃ البقرہ میں ملتا ہے۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کونسا کلمہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کلمہ توحید اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے، جس کے اوپر کائنات قائم ہے، جس پر زندگی قائم ہے، جس پر ہر چیز گواہی دے رہی ہے۔

سوال 3: پیچھے چھوڑ کر جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اس کلمہ (لا الہ الا اللہ) کی وصیت اپنی اولاد کو کر گئے تھے۔

سوال 4: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس کلمے کو اپنے پیچھے باقی رہنے والا کیسے بنا گئے؟

جواب: کلمہ توحید کا رواج سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا بڑا حصہ ہے۔ آپ کے بعد یہ کلمہ تمام نسلوں میں رائج ہوا اور آپ علیہ السلام کی اولاد کا اس کلمے کو رواج دینے میں بڑا حصہ ہے کیونکہ ان کی اولاد میں سے بے شمار رسول بھیجے گئے، ان کی اولاد میں سے بہت سے گمراہ ہوئے لیکن کلمہ باقی رہا۔ نہ یہ جڑ سے اُکھاڑ کر پھینکا جا سکا، نہ یہ باطل کے ساتھ مل سکا ہے۔

سوال 5: کلمہ کو باقی رکھنے کا مقصد کیا تھا؟

جواب: اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ (1) اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں کیونکہ اُس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اُن کا فرض ہے پیدا کرنے والے کو

پہچانیں اور سچائی کے راستے پر چلیں۔(2) دعوت توحید کی وجہ سے شرک سے باز رہیں۔

﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾

''بلکہ میں نے اُنہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا''(29)

سوال1:﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾''بلکہ میں نے اُنہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا'' کافروں کے شرک، کفر اور سرکشی کے سبب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ﴾''بلکہ میں نے اُنہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا'' کافروں کے شرک، کفر اور سرکشی کا سبب بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کو کفر اور شرک میں ہونے کے باوجود دنیا کے ساز و سامان اور عیش و آرام سے محروم نہیں کیا گیا۔

(2) بلکہ میں نے اُنہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا میں نے ان کو اور ان کے آباء و اجداد کو مختلف انواع کی شہوات سے متمتع ہونے دیا یہاں تک کہ یہی شہوات کا مطمع نظر اور ان کا مقصد بن گئیں۔ان کے دلوں میں ان شہوات کی محبت پھلتی پھولتی رہی حتیٰ کہ ان کی صفات اور بنیادی عقائد بن گئیں۔(تفسیر سعدی:2475/3)

(3)﴿حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾''یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا''یعنی ان کے پاس توحید کی دعوت اور قرآن آ گیا۔

(4)﴿وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾''اور کھول کر بیان کرنے والا رسول''یعنی محمد ﷺ آ گئے۔

(5)اور صاف صاف سنانے والا رسول۔یعنی آپ ﷺ کی رسالت واضح تھی آپ کے اخلاق و معجزات سے آپ کی رسالت پر واضح اور نمایاں دلائل قائم ہوئے جو آپ لے کر مبعوث ہوئے اور انبیاء و مرسلین نے آپ کی تصدیق کی اور خود آپ کی دعوت سے بھی آپ کی رسالت پر دلائل قائم ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2475/3)

(6)یعنی محمد ﷺ توحید اور اسلام کے ساتھ آئے جو اصل دین ابراہیمی ہے اور وہ کلمہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے پیچھے باقی رکھا ہے اور رسولِ مبین ان کے لیے وہ سب کچھ ان کے لیے واضح کرتا ہے جن کی انہیں حاجت ہے۔(تفسیر قرطبی:61/8)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو کن کن نعمتوں سے نوازا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں کو کثیر نعمتیں عطا کی تھیں حتیٰ کہ سب سے بڑی نعمتیں اُن کے پاس آ گئیں یعنی حق اور واضح بیان کرنے والا رسول۔

سوال3: حق سے کیا مراد ہے؟

جواب: حق سے مراد قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔

سوال4: مبین سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ رسول اللہ ﷺ کی صفت ہے اس کا مطلب ہے کھول کر بیان کرنے والا جن کی رسالت میں نہ کوئی شبہ ہے نہ کوئی چیز چھپی ہوئی ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾

''اور جب اُن کے پاس حق آ گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اور یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' (30)

سوال1: ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جب اُن کے پاس حق آ گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اور یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جب اُن کے پاس حق آ گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اور یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی جب دین حق ان کے پاس آ گیا یعنی قرآن جس کے دلائل واضح ہیں۔ جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے جس کو لے کر محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔

(2) ﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اور یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی جب قرآن آیا تو قریش نے کہا یہ جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ جس چیز نے انہیں جادو کہنے پر ابھارا وہ ان کی سرکشی اور ان کے آباواجداد کو دنیا کے ساز وسامان سے نوازنا تھا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ (٧٦) قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ جب ہمارے پاس سے حق اُن کے پاس آ گیا تو انہوں نے کہا یقیناً یہ ضرور کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ کیا تم حق کو یہ کہتے ہو جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکا ہے؟ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے۔'' (یونس:76،77)

سوال2: حق کو جادو قرار دینے کی وجہ کیا تھی؟

جواب: (1) جادو قرار دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم کو دھوکہ دے کر فقط اپنے پیچھے چلانا چاہتے تھے تاکہ قوم ان کی فرمانبردار رہے۔

(2) قوم کو بے وقوف بنانے کے لیے حق کو جادو قرار دیتے تھے تاکہ وہ ان کے دائرہ اختیار سے نہ نکلیں کیونکہ کلمہ توحید کو قبول کرنے کی صورت میں صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی ہوگی۔

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾

''اورانہوں نے کہا کہ یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا؟''(31)

سوال1:﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾''اورانہوں نے کہا کہ یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا؟''مشرکوں نے قرآن پر اعتراض کیا کہ یہ مکہ اور طائف کے رئیسوں پر کیوں نہیں اتارا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْا﴾''اورانہوں نے کہا''انہوں نے اپنی فاسد رائے کے مطابق کہا۔

(2)﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾''کہ یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا؟''ابن منذر رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمد جو بات کہہ رہے ہیں اگر وہ صحیح ہوتی تو یہ قرآن حکیم مجھ پر یا مسعود ثقفی پر نازل کیا جاتا تب یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر ابن عباس:200/3)بغوی نے لکھا ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کافروں کی مراد یہ تھی کہ مکہ میں عتبہ بن ربیعہ پر اور طائف میں عبد یالیل پر نازل ہوتا۔بعض نے کہا مکہ میں ولید بن مغیرہ پر اور طائف میں حبیب بن عمرو بن عمید ثقفی پر قرآن کا نزول مراد تھا۔ایک روایت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس آخری قول کی نسبت کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مذکورہ قول کی تردید میں فرمایا۔(تفسیر مظہری:243/10)

سوال2:دو بستیوں سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔

سوال3:قرآن مجید کے دو بستیوں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر نازل ہونے کی بات کیوں کہی گئی؟

جواب:اس اعتراض کے پیچھے قوم کی دنیا پرستی تھی اور آسمانی دعوت کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا معاملہ تھا۔

سوال4:دعوت اسلامی کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:(1)دعوت اسلامی خدا پرستی کی دعوت ہے۔(2)دعوت اسلامی آخرت کے لیے جینے کی دعوت ہے۔

سوال5:قرآن مجید کی حقیقت نہ سمجھنے والے اس کے نزول کے بارے میں کیا خواہش رکھتے تھے؟

جواب:وہ یہ خواہش رکھتے تھے کہ قرآن مجید کسی صاحب اقتدار اور صاحب مال پر نازل ہوتا تو یہ دعوت قبول کی جاسکتی تھی۔

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾

''کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں اُن کی معیشت کو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر اُن کے درجے بلند کیے تا کہ اُن کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں'' (32)

سوال 1: ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں اُن کی معیشت کو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر اُن کے درجے بلند کیے تا کہ اُن کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں'' مشرکوں کے نزول قرآن کے اعتراض پر جواب کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ ''کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟'' اللہ رب العزت نے مشرکوں کے اعتراض کا جواب دیا ہے کہ یہ بتاؤ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مالک ہو اس پر اختیار رکھتے ہو کہ اب وہ اسے تقسیم کر دیں کہ جس کو چاہیں نبوت اور رسالت عطا کر دیں اور جس کو چاہیں محروم کر دیں۔

(2) یہ سوال انکار کے لیے کیا گیا کہ یہ رحمت کو تقسیم کرنے والے نہیں کہ نبوت کے بارے میں خود فیصلے کرنے لگیں۔ رب علیم جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے وہ انسانوں کو خوب اچھی طرح سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ وہ بہتر فیصلہ کر سکتا ہے کہ کس کو یہ نعمت عطا کرنی ہے۔

(3) ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی میں اُن کی معیشت کو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کیا ہے'' یعنی بندوں کا دنیا کا رزق تو اللہ تعالیٰ ہی تقسیم کرتے ہیں۔

(4) ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا﴾ ''اور ہم نے ایک دوسرے پر اُن کے درجے بلند کیے تا کہ اُن کا بعض، بعض کو تابع بنالے'' اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے اس کو تنگ کر دیتا ہے۔ یعنی جس کو چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے فقیر کر دیتا ہے۔

(5) اگر وہ سارے غنی اور مال دار ہوتے تو کوئی کسی کی خدمت نہ کرتا اور زندگی کا سلسلہ معطل ہو جاتا۔ (ایسر التفاسیر: 1420)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا تا کہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الانعام: 165)

(7) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق کو بھی تقسیم کیا ہے۔ جیسے تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت نہیں کرتا اور دین وہ اس کے سوا کسی کو نہیں دیتا جس سے وہ محبت کرتا ہے جس کو وہ دین عطا کرتا ہے یقیناً وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ (الدر المنثور: 723/5)

(8) دنیا میں مادی برتری کسی کے درست ہونے کی دلیل نہیں اللہ تعالیٰ کی میزان دنیا اور اس کے مال و دولت کی قیمت نہیں۔

(9) ﴿وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں'' یعنی نبوت تو مقدس ترین نعمت ہے جو سب سے مقدس انسان کو دی جاتی ہے جس کا نفس جس کا قلب، جس کی روح پاک اور صاف ہو جو پاکیزہ گھرانے اور پاکیزہ اصل والا ہو۔

(10) حق دار رسالت کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی کمال حکمت اور کمال علم سے فیصلہ کرتا ہے۔ ان کی جمع کی ہوئی دولت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت بہتر ہے اگر کوئی دنیا میں عزت و جاہ والا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی حیثیت نہیں۔ اگر کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے تو اس کے پاس سب کچھ ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1830/2)

(11) ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔'' (الانعام: 124)

سوال 2: رحمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: رحمت سے یہاں مراد سب سے بڑی نعمت نبوت ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی میں معیشت کے ذرائع کو کیسے تقسیم کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی میں لوگوں کے درمیان فرق رکھا ہے۔ یہ فرق عقل و فہم میں بھی ہے۔ مال میں بھی، جاہ و منصب میں بھی۔

(2) اس فرق کا مقصد یہ ہے کہ عقل و فہم والا اپنے سے کم شعور رکھنے والوں سے، زیادہ مال والا کم مال والوں سے، جاہ و منصب والا اپنے سے کم منصب والوں سے کام لے سکے۔ (3) اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت اس فرق کی وجہ سے کائنات کا نظام حُسن و خوبی سے چلاتے ہیں۔

سوال 4: اگر معیشت کے ذرائع کی تقسیم میں فرق نہ ہوتا تو کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: (1) فرق نہ ہونے کی وجہ سے کوئی کسی کا کام کرنے کے لیے تیار نہ ہوتا۔

(2) اس کی وجہ سے کم اور حقیر سمجھے جانے والے کام کوئی نہ کرتا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے فرق اور تفاوت کی بنیاد پر دنیا کے نظام کو کیسے قائم رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرق اور تفاوت کے اندر انسانی احتیاج کو رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے انسان دوسرے انسان کا محتاج ہے اور کوئی ایک

دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں کرسکتا اسی کی وجہ سے دنیا کا نظام قائم ہے۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ﴾

''اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہوجائیں گے تو جو لوگ رحمن کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم اُن کے لیے اُن کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنادیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں'' (33)

سوال1: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ﴾ ''اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہوجائیں گے تو جو لوگ رحمن کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم اُن کے لیے اُن کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنادیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں'' مال و دولت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہوجائیں گے'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ مال و دولت اس کے راضی ہونے کی علامت نہیں ہے۔

(2) اگر اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ لوگ دولت کو میری رضا کی دلیل سمجھ کر مال داروں کی طرح بن جائیں۔ یعنی کفر پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر: 421 (مختصر ابن کثیر 2/1830)

(3) ﴿لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ﴾ ''تو جو لوگ رحمن کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم اُن کے لیے اُن کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنادیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں'' یعنی ان کو سونے اور چاندی سے مالا مال کردیتا حتیٰ کہ ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنادیتے۔

سوال2: لوگوں کے ''اُمت واحدۃ'' یعنی ایک ہی اُمت ہونے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے مال و متاع میں رغبت کی وجہ سے لوگ دنیا کے طلب گار ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کو بھول جائیں گے۔

سوال3: اگر سب کے دنیا کے طلب گار بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کافروں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور زینے چاندی کے بنا دیتے۔(2)ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے۔(3)ان کے ساز وسامان کا کثیر حصہ سونے کا ہوتا۔

﴿وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ﴾

''اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں''(34)

سوال1:﴿وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ﴾''اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ﴾''اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے سونے اور چاندی کی حیثیت پر کاہ کے برابر بھی نہیں۔وہ ان کے گھروں کے تمام دروازے اور تخت سونے اور چاندی کے بنا دیتے۔

سوال2:دنیا کے مال کے بے وقعت ہونے کو اللہ تعالیٰ نے کیسا واضح کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ سونا چاندی اتنے حقیر ہیں کہ اگر تمام لوگوں کے دنیا کے طلب گار ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو ان کے گھروں کے دروازے اور بیٹھنے والے تخت تک سونے چاندی کے بنوا دیتے یعنی یہ دنیا اتنی بے وقعت ہے کہ کافروں کو خوب دولت دی جاتی لیکن اس میں خطرہ یہی تھا کہ لوگ دنیا کے پرستار بن جائیں گے۔ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے:''اگر دنیا کی اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی حیثیت ہوتی جتنی مچھر کے ایک پر کی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی پینے کو نہ دیتا۔''

﴿وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ نہیں مگر دنیا کی زندگی کا سامان اور آپ کے رب کے نزدیک آخرت متقی لوگوں کے لیے ہے''(35)

سوال1:﴿وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾''اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ نہیں مگر دنیا کی زندگی کا سامان اور آپ کے رب کے نزدیک آخرت متقی لوگوں کے لیے ہے'' دنیا کا مال ومتاع تقوی والوں کے لیے ہی آخرت کے انعامات ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟(35)

جواب:(1)﴿وَزُخْرُفًا﴾''اور سونے کے بھی''سونا یعنی مختلف انواع کی خوبصورتی کے ذریعے سے ان کی دنیا کو آراستہ کر دیتا اور انہیں وہ سب کچھ عطا کر دیتا جو وہ چاہتے۔مگر بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت نے ایسا کرنے سے روک دیا کہ کہیں وہ دنیا کی محبت کے باعث کفر اور معاصی میں ایک دوسرے پر سبقت نہ کرنے لگیں۔(تفسیر سعدی:3/2477،2478)

(2)﴿وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور یہ سب کچھ نہیں مگر دنیا کی زندگی کا سامان'' یعنی یہ دنیا کا سامان ہے اور دنیا رب العزت کے نزدیک حقیر اور ناپائیدار ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20)

(3) مستورد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی مثال آخرت کے سامنے ایسی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ اس کی انگلی سمندر کا کتنا پانی اپنے ساتھ لائی۔ (جامع ترمذی:2323)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے بیشک دنیا ملعون ہے جو کچھ اس میں ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور جو اس کی مدد کرے اور عالم یا شاگرد عالم کا۔ (ترمذی:2322)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ (جیل) ہے اور کافر کے لیے جنت (باغ و بہار) ہے۔'' (ترمذی:2324)

(6)﴿وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور آپ کے رب کے نزدیک آخرت متقی لوگوں کے لیے ہے'' یعنی جنت اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رک جائے۔

(7) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ کیونکہ یہ ان (کافروں) کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں۔ (بخاری:5426)

(8) ابن ابی لیلی نے بیان کیا کہ سیدنا حذیفہ مدائن میں تھے انہوں نے پانی مانگا۔ ایک دیہاتی چاندی کے برتن میں پانی لایا۔ انہوں نے اسے پھینک دیا اور کہا کہ میں نے صرف اس لئے پھینکا ہے کہ میں اس شخص کو منع کر چکا ہوں کہ مجھے چاندی کے برتن میں پانی نہ دیا کرو لیکن وہ نہیں مانا رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ سونا چاندی ریشم دیبا کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے مسلمانوں کے لئے آخرت میں۔ (صحیح بخاری:5831)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کے بارے میں کیا حقیقت واضح کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تھوڑا سا ہے اور آخرت میں جنت کی نعمتیں جن کو زوال نہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں، شرک اور نافرمانیوں سے اجتناب کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کے لیے ہیں۔

رکوع نمبر 10

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾

''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں
چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے'' (36)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے'' اللہ تعالیٰ سے غافل رہنے والے پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّعْشُ﴾ ''اور جو اندھا بن جاتا ہے'' یہاں یعش سے مراد جان بوجھ کر دیکھنے کی کوشش نہ کرنا اور آنکھیں بند کر لینا۔

(2) ﴿عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ﴾ ''جو شخص رحمان کے ذکر سے'' جو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے اور اپنے مہربان رب سے بے پروائی کرتا ہے۔

(3) جو قرآن عظیم سے جو سب سے بڑی رحمت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رحمان نے اپنے بندوں پر رحم کیا ہے جو کوئی اس کو قبول کرے وہ بہترین عطیے کو قبول کرتا ہے اور وہ سب سے بڑے مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جو کوئی اسے ٹھکرا دے وہ خائب و خاسر ہوتا ہے اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔

(4) ﴿نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا﴾ ''اللہ تعالیٰ اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے'' جیسا کہ فرمایا: ﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''شیطان اُن پر قابو پا چکا ہے۔ چنانچہ اُس نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی ہے۔ یہ شیطانی لشکر ہیں۔ یاد رکھو! شیطان کا لشکر ہی یقیناً خسارہ پانے والا ہے۔'' (المجادلہ:19)

(5) ﴿فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ ''چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے'' جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن پر بُرے دوست مُسلط کر دیے ہیں تو انہوں نے اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے ہر چیز کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا، اور اُن پر وہی بات ثابت ہو گئی جو جنوں اور انسانوں کے اُن گروہوں پر ہو چکی جو اُن سے پہلے گزر چکے تھے، یقیناً وہ خسارہ اٹھانے والے تھے۔'' (فصلت:25)

(7) ﴿وَمَنْ يَّعْشُ﴾ ''اور جو اندھا بن جاتا ہے'' ﴿وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ

الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَاۗءَ قَرِيْنًا﴾ ''اور جولوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے۔'' (النساء:38)

(8) یہ شیطان جو ہر وقت اس کے ساتھ لگا رہتا ہے کوئی جن بھی ہوسکتا ہے اور انسان بھی (تیسیر القرآن 4/162)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ اس کا (ہمزاد) جن ساتھی مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا اور میرے ساتھ بھی مگر اللہ نے مجھے اس پر مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہوگیا۔ پس وہ مجھے نیکی ہی کا حکم کرتا ہے۔ (مسلم:7108)

سوال 2: ﴿يَعْشُ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿عَشَا يَعْشو﴾ اس کے معنی ہیں آنکھوں کی بیماری رتوندھا جس کی وجہ سے اندھاپن ہوجاتا ہے۔

سوال 3: رحمن کے ذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد رحمٰن کی یاد ہے۔ (2) اس سے مراد رحمٰن کی نصیحت ہے۔

سوال 4: رحمٰن کی نصیحت سے کون اندھا بن جاتا ہے؟

جواب: (1) وہ جو حق کی دلیل کا انکار کرتا ہو۔ (2) وہ جو اپنی مصلحتوں کا تحفظ کرنے کے لیے اس کا انکار کرتا ہو۔

سوال 5: رحمٰن کی یاد سے غفلت برتنے والے پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے کیسے؟ وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ کی یاد سے غافل انسان پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے۔ شیطان اسے نیک کاموں سے روکتا ہے اور بُرے کاموں کی طرف رغبت دلاتا ہے۔

(2) انسان خود شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔ ہر معاملے میں اس کی بات مانتا ہے۔ تمام وسوسوں میں اس کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اور اس کی پیروی کرتا ہے۔

سوال 6: غافل انسان پر شیطان کب اور کیسے مسلط کیا جاتا ہے؟

جواب: غافل انسان جب رحمٰن کے ذکر کو قبول نہیں کرتا، مصلحتوں کے تحت اسے نظر انداز کر دیتا ہے۔ ایسا شخص اپنے آپ کو درست ثابت کرنے کے لیے رحمٰن کے ذکر کے خلاف، اسے لے کر اُٹھنے والوں کے خلاف جھوٹی باتیں کرتا ہے۔ یہی وہ موقع ہوتا ہے جب شیطان اس پر مسلط ہوجاتا ہے۔

سوال 7: شیطان انسان پر مسلط ہو کر کیا کرتا ہے؟

جواب: شیطان انسان پر مسلط ہو کر اس کی عقل کو غلط رخ پر ڈال دیتا ہے۔ وہ انسان کے سامنے اس کے بُرے عمل کو خوب صورت بنا کر دکھاتا ہے مثلاً رحمٰن کا ذکر چھوڑنے پر اُسے یقین دلاتا ہے کہ تم حق پر ہو تمہارے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ تم زندگی کی اتنی مصروفیات میں سے وقت نکال سکو اور یہ تعلیم تو خواتین کی ذمہ داری ہی نہیں، رسول اللہ ﷺ کے دور میں کب خواتین تعلیم کے لیے گھروں سے نکلا کرتی تھیں۔ پھر حقوق العباد تو اللہ نے معاف نہیں کرنے بندوں کے حقوق ہی پورے نہیں ہوتے اتنا وقت کہاں سے لگائیں؟ اللہ تعالیٰ تو غفور و رحیم ہے وہ ہمارے حالات کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسانیاں کر دیتا ہمارے لیے تو ہم بھی کچھ کر لیتے۔ اتنے مشکل حالات میں ہمارے لیے کچھ کرنا کتنا مشکل ہے۔ آخر ہمارے بڑوں نے بھی تو زندگی گزاری ہے۔ دین میں اتنی بھی سختی نہیں یہ اور اس جیسے سینکڑوں عذر رحمٰن کے ذکر سے دور رہنے کے لیے انسان کا گھیراؤ کیے رکھتے ہیں یہی غفلت کا انجام ہے۔

﴿وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناوہ انہیں ضرور راہِ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناوہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں'' (37)

سوال 1: ﴿وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناوہ انہیں ضرور راہِ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناوہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور بلاشبہ یقینا وہ انہیں ضرور راہِ حق سے روکتے ہیں'' ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیطان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکتے ہیں اور حق کے راستے سے روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی اطاعت سے انہیں روکتے ہیں۔ (جامع البیان: 225/74)

(2) یعنی اس کی اطاعت والے کام کرنے سے یعنی وہ انہیں صراط مستقیم اور دین قیم سے روکتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2478/3)

(3) رب العزت نے پہلی قوموں کی تباہی کا سبب بتاتے ہوئے فرمایا: ﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾ ''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کر دیا) اور تم پر ان کے رہنے کی جگہیں واضح ہو گئی ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوشنما بنا دیا تھا۔ پس انھیں راہ راست سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے۔'' (العنکبوت: 38)

(4) ﴿وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناوہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں'' یعنی جو قرآن اور اس کے دلائل سے رحمٰن کے ذکر اور اطاعت سے غافل ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پانے والے ہیں یعنی وہ حق پر ہیں اور ان کے لیے ان کے ساتھی شیطان کی تزئین ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1422,1421)

(5)رب العزت نے پچھلی قوموں کے لیے شیطان کی اسی تزئین کے اثرات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی بہت سی اُمتوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے پھر شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا، چنانچہ وہی آج ان کا سرپرست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (النحل:63)

(6)یعنی دنیا میں اپنے شیطان ساتھی کے ساتھ رہتے ہوئے وہ حق کو بدلتے رہے اور گمراہی کی حالت میں رب کے پاس جا پہنچے۔

سوال2: کون السبیل یعنی اللہ کی راہ سے روکتا ہے؟

جواب: شیاطین انسان اور رب کے راستے کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں اور اس راستے سے انہیں روکتے ہیں مستقل انہیں سمجھاتے ہیں کہ تم حق پر ہو یہاں تک کہ ایسے انسان کو اپنے بارے میں گمان ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔

سوال3: رحمٰن کے ذکر سے منہ موڑنے والا کس کے بارے میں یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ حق پر ہے؟

جواب:(1)رحمٰن کے ذکر سے منہ موڑنے والا اپنے بارے میں یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔

(2)ایسا شخص رحمٰن کی، اُس کے ذکر کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ حق پر ہیں اور ان کی اطاعت کرنے لگ جاتا ہے۔(3)ایسا شخص دین حق کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ وہ حق پر ہیں پھر اُن کی رہنمائی کو قبول کرنے لگ جاتا ہے اس طرح اُن کی اطاعت کرنے لگ جاتا ہے۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾

''یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا!
چنانچہ بہت ہی بُرا وہ ساتھی ہے'' (38)

سوال1:﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا! چنانچہ بہت ہی بُرا وہ ساتھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا'' یعنی جب وہ قیامت کے دن ہمارے پاس آئے گا۔

(2)﴿قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ﴾ ''تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر رہے گا۔ کاش میں اپنے ساتھی کی شکل نہ دیکھوں اور ہمارے درمیان مشرق و مغرب کا بعد پیدا ہو جائے۔

(3)﴿قَيِّضْ لَهُ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ﴾ ''چنانچہ بہت ہی بُرا وہ ساتھی ہے'' یعنی تو بدترین ساتھی ہے کاش میں نے تجھ جیسے کو دوست نہ بنایا ہوتا اسی کیفیت کو رب العزت نے سورۃ الفرقان میں واضح فرمایا ہے ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (٢٧) يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (٢٨) لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (٢٩)﴾ ''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آچکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔'' (الفرقان:27-29)

سوال 2: دنیا میں حق کی دشمنی پر اکٹھے ہونے والوں کا آخرت میں ایک دوسرے کے ساتھ کیسا رویہ ہوگا؟

جواب: دنیا میں جو لوگ حق کی دشمنی پر اکٹھے ہوتے ہیں ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو حق پر سمجھتے ہیں آخرت میں ایسے لوگ چاہیں گے کہ وہ ایک دوسرے سے اتنا دور ہو جائیں جتنا مشرق و مغرب میں دوری ہے۔ ایک دوسرے کی شکل تک دیکھنا نہ چاہیں گے، آواز سننے سے نفرت کریں گے، ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے یہ ہے انجام حق کی دشمنی پر اکٹھے ہونے کا۔

﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾

''اور آج تمہیں یہ بات ہرگز فائدہ نہ دے گی جب کہ تم نے ظلم کیا کہ یقیناً تم سب عذاب میں اکٹھے ہو'' (39)

سوال 1: ﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾ ''اور آج تمہیں یہ بات ہرگز فائدہ نہ دے گی جب کہ تم نے ظلم کیا کہ یقیناً تم سب عذاب میں اکٹھے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾ ''اور آج تمہیں یہ بات ہرگز فائدہ نہ دے گی جب کہ تم نے ظلم کیا کہ یقیناً تم سب عذاب میں اکٹھے ہو'' یعنی جہنم میں تمہارا جمع ہو جانا اور عذاب میں مشترک ہونا آپ کو نفع نہیں دے گا۔

(2) قیامت کے روز تمہارا اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ عذاب میں اشتراک تمہارے کسی کام نہ آئے گا۔ چونکہ تم ظلم میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے اس لئے اس عذاب میں بھی ایک دوسرے کے ساتھی ہو مصیبت میں تسلی بھی تمہارے کوئی کام نہ آئے گی۔ کیونکہ جب دنیا میں مصیبت واقع ہوتی ہے اور مصیبت زدگان اس میں مشترک ہو جاتے ہیں اور ساتھی بن جاتے ہیں تو ان کی مصیبت قدرے ہلکی ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہیں۔ آخرت کی مصیبت میں تو ہر قسم کی عقوبت جمع ہوگی اس میں ادنیٰ سی راحت بھی نہ ہوگی یہاں تک کہ یہ دنیاوی راحت بھی نہ ہوگی اے ہمارے رب! ہم تجھ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں تو ہمیں اپنی رحمت سے راحت عطا کرنا۔ (تفسیر سعدی:2479/3)

﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

''کیا پھر آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راستہ دکھائیں گے؟ اور اُن لوگوں کو جو کھلی گمراہی میں پڑے ہیں'' (40)

سوال 1: ﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''کیا پھر آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راستہ دکھائیں گے؟ اور اُن لوگوں کو جو کھلی گمراہی میں پڑے ہیں'' ازلی بدبخت ایمان نہیں لا سکتے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ﴾ ''کیا پھر آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راستہ دکھائیں گے؟'' یعنی جس کے سننے کی صلاحیت کو رب العزت نے سلب کر لیا ہو آپ اسے کیسے سنا سکتے ہو آپ ﷺ اسے کیسے ہدایت کا راستہ دکھا سکتے ہو جو دل اندھا ہو ان پر شیطان غالب آ گیا ہے اس لیے وہ آپ ﷺ کی راہنمائی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

(2) ﴿وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور اُن لوگوں کو جو کھلی گمراہی میں پڑے ہیں'' اور جو کھلی گمراہی میں پھنسے ہوئے ہیں، جو سیدھی راہ سے ہٹ چکے ہیں وہ آپ ﷺ سے حق کو کیسے قبول کر سکتے ہیں؟

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ (۸۰) وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۸۱)﴾ ''یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راستہ دکھانے والے ہیں، آپ صرف اُنہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتا ہے، چنانچہ وہی فرماں بردار ہیں۔'' (النمل: 81,80)

(4) ﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۫ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، اُن کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور اُن کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔'' (الاعراف: 179)

(5) آپ ﷺ کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ ہر کوئی آپ ﷺ کی ہدایت کی طرف راہ نمائی کرنے والی صدا کو قبول کرے جو ہدایت کے راستے سے بھاگنا چاہے آپ ﷺ اس پر کیوں کڑھتے ہیں آپ ﷺ کی ذمہ داری پیغام پہنچانا ہے، ہدایت دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں ہدایت دے دیتا۔ اس کے تمام کام حکمت پر مبنی ہیں اس لیے فرمایا: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ

﴿وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اُن میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رُخی کرنے والے ہوتے۔'' (الانفال:23)

سوال2: نصیحت کے اعتبار سے کون بہرہ اور اندھا بن جاتا ہے؟

جواب: نصیحت کے اعتبار سے وہ بہرہ اور اندھا بن جاتا ہے۔

(1) جس کے لیے ہمیشہ کی بدبختی لکھ دی گئی ہو۔ (2) جو کھلی گمراہی میں ہو۔

سوال3: کس کو نصیحت کرنا، سمجھانا فائدہ نہیں دے سکتا؟

جواب: (1) جس شخص کی آنکھیں ہوں لیکن حق دیکھنے کے لیے آنکھیں بند ہو جائیں۔

(2) جس کے کان ہو لیکن حق سننے کے لیے کان بند ہو جائیں۔

(3) جس شخص کے پاس عقل ہو اور وہ عقل کو معطل کر کے خواہش کے مطابق چلنے لگے تو ایسے شخص کو سمجھانا فائدہ نہیں دیتا۔ سمجھنے کا کام عقل کے ذریعے ہوتا ہے۔ جب عقل ہی کام نہ کرے اس پر خواہشات غالب آ جائیں تو وہ دعوت و تبلیغ سے سیدھے راستے پر نہیں آ سکتا۔

سوال4: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو کیا سمجھایا گیا؟

جواب: (1) اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ کسی کو ہدایت دینا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اور پھر ایسے شخص کو جو اندھا بہرہ ہو اور کھلی گمراہی میں ہو۔ (2) یہ ایک اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی بھی ہے کہ ایسے لوگوں کے کفر سے آپ ﷺ پریشان نہ ہوں۔

﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ﴾

''پھر اگر ہم آپ کو لے جائیں تو یقیناً ہم اُن سے انتقام ہی لینے والے ہیں'' (41)

سوال1: ﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ﴾ ''پھر اگر ہم آپ کو لے جائیں تو یقیناً ہم اُن سے انتقام ہی لینے والے ہیں اللہ تعالیٰ ظالموں سے پوری طرح انتقام لینے پر قادر ہے'' آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ﴾ ''پھر اگر ہم آپ کو لے جائیں تو یقیناً ہم اُن سے انتقام ہی لینے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ظالموں سے انتقام لے کر رہیں گے کیونکہ انہوں نے جو بُرے عقائد گھڑ لیے اس کی وجہ سے ان کے اندر بری صفات پیدا ہو گئیں جو ان کے اور ہدایت کے درمیان رکاوٹ ہیں اور ان کو عذاب کا حق دار بنانے والی ہیں عذاب آپ ﷺ کی زندگی میں دکھا دیں یا بعد میں، وہ تو آ کر رہے گا۔

(2) یعنی انہیں ویسے ہی عذاب دیا جائے گا جیسا کہ پچھلی قوموں کو دیا گیا جنہوں نے رسولوں کو نکالا تھا (ایسر التفاسیر:1423)

سوال 2: ہم تمہیں یہاں سے لے جائیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ آپ ﷺ کو مکہ سے لے جائیں۔

(2) اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ کو دنیا سے لے جائیں یعنی موت آ جائے۔

﴿اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾

''یا ہم آپ کو واقعی وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو یقیناً ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں'' (42)

سوال 1: ﴿اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾ ''یا ہم آپ کو واقعی وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو یقیناً ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾ ''یا ہم آپ کو واقعی وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو یقیناً ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں'' یعنی جس عذاب کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اس کے دکھانے سے ہم عاجز نہیں ہم دکھا سکتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو اٹھا لیں تو ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔'' (یونس:46)

(3) سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ستارے آسمان کے بچاؤ کا سبب ہیں جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز واقع ہو جائے گی جس کا وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی آسمان پھٹ جائے گا) اور میں اپنے اصحاب کے لیے ذریعہ امن ہوں میرے جانے کے بعد میرے صحابہ پر وہ دور آ جائے گا جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں۔'' (مسلم:6466)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ سب پر قابو رکھتے ہیں عذاب میں جلدی یا دیر اس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔

سوال 2: یہاں کس وعدے کی بات کی گئی ہے؟

جواب: یہاں عذاب کے وعدے کی بات کہی گئی ہے کہ مکہ میں آپ ﷺ کے رہتے ہوئے عذاب بھیج دیں یا آپ ﷺ کی موت کے بعد بہر حال ہم اُن پر قدرت رکھتے ہیں۔

سوال 3: ﴿فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: یقیناہم ان پر قدرت رکھتے ہیں یعنی جب چاہیں عذاب نازل کر سکتے ہیں۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کافروں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کیسے کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کافر بدر کی جنگ میں عبرت ناک اور ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوئے۔

﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''تو آپ اُس کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، یقیناً آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں'' (43)

سوال 1: ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''تو آپ اُس کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے یقیناً آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں۔'' قرآن جنت کا سیدھا راستہ ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ﴾ ''تو آپ اُس کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے'' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ اس قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور اس کے پابند رہیں یہ جنت کا سیدھا راستہ ہے قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

(2) آپ اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جن کی طرف یہ کتاب دعوت دیتی ہے اسے دوسروں تک پہنچانے کی خواہش رکھیں۔

(3) ﴿اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''یقیناً آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں'' یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام پر قائم ہیں۔

(4) بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو آپ پر اس سے تمسک کرنے اور اس سے راہ نمائی حاصل کرنے کو اور زیادہ واجب کرتی ہے۔ جب آپ جانتے ہیں کہ یہ حق، عدل اور سچائی ہے تو آپ اسی اصلِ اصیل پر قائم رہیں جبکہ دوسرے لوگوں نے شرک، اوہام اور ظلم و جور کو بنیاد بنا رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2482,2481/3)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو وحی کے بارے میں کیا ہدایت دی گئیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ جو وحی آپ ﷺ کی طرف کی گئی ہے اسے مضبوطی سے تھامے رہیں کیونکہ آپ ﷺ راہ راست پر ہیں۔

سوال 3: وحی کو مضبوطی سے کیسے تھاما جا سکتا ہے؟

جواب: وحی کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے اس کے احکامات کو یاد رکھنا، اسے لوگوں تک پہنچانا اس کی تعلیم دینا، لوگوں کی زندگیوں کو پاک کرنا، وحی کے مطابق معاشرے کے نظام کو چلانا ضروری ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ﴾

''اور یقیناوہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے واقعی ایک نصیحت ہے اور جلد ہی تم سے پوچھا جائے گا''(44)

سوال1:﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ﴾''اور یقیناوہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے واقعی ایک نصیحت ہے اور جلد ہی تم سے پوچھا جائے گا'' قرآن آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی قوم کے لیے باعث عزت وشرف ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾''اور یقیناوہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے واقعی ایک نصیحت ہے۔'' یعنی یہ قرآن آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی قوم کے لیے باعث شرف ہے۔(جامع البیان:77/25)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾''حالانکہ وہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت کے علاوہ کچھ نہیں۔''(القلم:52)

(3)﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾''بلاشبہ ہم نے کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''(انبیاء:10)

(4)یہ قرآن تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی کو واضح کرتا ہے عزت وشرف کا باعث ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت قرآن ہے﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۠ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اچھے طریقے سے انہیں روک لو یا اچھے طریقے سے انہیں چھوڑ دو اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو کہ تم زیادتی کرو اور جو ایسا کرے تو یقیناً اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور جو کتاب وحکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا، وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''(البقرہ:231)

(6)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ(۵۷) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ(۵۸)﴾''اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آگئی ہے اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے، جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔''(یونس:58,57)

(7)قرآن مجید کی تعلیمات کو پھیلنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے کمال حکمت والے، تمام

خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔'' (حم السجدہ:42)

(8) قیامت کے روز قرآن مجید اہل قرآن کی بخشش کے لیے سفارش کرے گا۔ (مسلم:1874)

(9) قیامت کے دن قرآن مجید عمل کرنے والوں کے حق میں گواہی دے گا۔ (مسلم:534)

(10) قرآن مجید کی پیروی کرنے والے ہمیشہ سیدھے راستے پر رہیں گے۔ (مسلم:6228)

(11) قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کو دنیا میں غلبہ حاصل ہوگا۔ (مسلم:1897)

(12) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کیے گئے کہ (انہیں دیکھ کر لوگ) ان پر ایمان لائے (بعد کے زمانے میں ان کا کوئی اثر نہیں رہا) اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے (اس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا) اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے تابع فرمان لوگ دوسرے پیغمبروں کے تابع فرمانوں سے زیادہ ہوں گے۔ (بخاری:4981)

(13) ﴿وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ﴾ ''اور جلد ہی تم سے پوچھا جائے گا'' یعنی آپ لوگوں سے سوال کیا جائے گا کہ قرآن مجید جیسی نعمت مل جانے کے بعد کتنا فائدہ اٹھایا۔ (14) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اوامر و نواہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (تفسیر مراغی:77/9)

(15) یعنی اس نعمت قرآن کے ملنے پر کتنا شکر ادا کیا۔ (تفسیر الثعالبی:184/5)

(16) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ﴾ ''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم اُن کے سامنے پورے علم کے ساتھ ضرور بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔'' (الاعراف:7,6)

سوال 2: یہ بات کیوں کی گئی کہ یہ آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی قوم کے لیے نصیحت ہے؟

جواب: قرآن حکیم کے پہلے مخاطب قریش تھے اس لیے انہیں یہ بات کہی گئی ورنہ قرآن مجید تو جہان والوں کے نصیحت ہے۔

سوال 3: ذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: ذکر سے مراد شرف ہے۔

سوال 4: قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کی قوم کے لیے کیسے باعث عزت ہے؟

جواب: (1) قرآن مجید اُن کی زبان میں نازل ہوا۔ (2) وہ سب قرآن مجید کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

(3) وہ اس کے ذریعے پوری دنیا پر فضل اور اور برتری حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ۚ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾

''اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا کیا ہم نے رحمٰن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے؟'' (45)

سوال 1: ﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ ''اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا کیا ہم نے رحمن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے؟ تمام انبیا کا کام توحید ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ﴾ ''اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا'' یعنی تمام انبیاء کا ایک ہی پیغام ہے توحید پر سب کا اتفاق ہے آپ ﷺ انبیاء سے سوال کر کے دیکھ لو۔

(2) ﴿اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے رحمٰن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے یعنی انبیاء میں سے کسی نے بھی غیر اللہ کی عبادت کی دعوت نہیں دی اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء:25)

(3) ہر رسول نے توحید کی دعوت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''بلاشبہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔'' (النحل:36)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ پیغمبروں سے پوچھو جنہیں آپ ﷺ سے پہلے بھیجا گیا تھا آپ ﷺ نے پیغمبروں سے کب سوال کیا؟

جواب: (1) پیغمبروں سے یہ سوال معراج کے موقع پر بیت المقدس یا آسمانوں میں کیا گیا ہوگا جہاں رسول اللہ ﷺ کی پیغمبروں سے ملاقاتیں ہوئیں۔

(2) یہ سوال پیغمبروں کے پیچھے چلنے والوں سے پوچھا گیا ہوگا۔ یعنی اہل کتاب، یہود و نصاریٰ سے کیونکہ وہ نبیوں کی تعلیمات کو جاننے والے ہیں اور ان ہی کے پاس پیغمبروں پر نازل کی ہوئی کتابیں بھی موجود ہیں۔

سوال 3: پیغمبروں سے کیا سوال کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: پیغمبروں سے یہ سوال کرنے کے لیے کہا گیا کہ کیا رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کیے گئے تھے جن کی عبادت کی جائے؟

سوال 4: پیغمبروں سے یہ سوال کرنے کے لیے کیوں کہا گیا؟

جواب: یہ سوال اس لیے کرنے کے لیے کہا گیا کہ پیغمبروں کے ماننے والے اس تعلیم کا جائزہ لیں جو انبیاء نے دی۔ کیونکہ انہوں نے شرک کی

تعلیم نہیں دی تھی۔اس لیے سچ ثابت ہوجاتا ہے کہ توحید ہی حق ہے کیونکہ ہر نبی نے توحید ہی کی تعلیم دی۔

رکوع نمبر 11

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں جہانوں کے رب کا رسول ہوں'' (46)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں جہانوں کے رب کا رسول ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون اور آل فرعون کے پاس توحید کا پیغام لے کر آئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) قریش نے نبی ﷺ کی نبوت کو طعنوں کا نشانہ بنایا تھا کہ آپ ﷺ فقیر ہو گئے، مال اور عزت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسی سے مشابہت رکھنے والا واقعہ فرعون بیان فرمایا ہے کہ جب فرعون کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی تو اس نے جواب میں کہا: کہ میں بڑا مال دار ہوں میرا مال اور میری عزت دیکھو۔اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا حال بیان فرمایا ہے۔

(2)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ﴾''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف بھیجا'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنے معجزات دے کر بھیجا تا کہ وہ انہیں توحید کی دعوت دیں اور شرک سے بچائیں۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نو بڑے معجزات دیئے گئے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾''پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔'' (الاعراف:133)

(4) انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا مذاق اڑایا اور ان کی توہین کی۔آخر کار ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔

(5)﴿فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں رب کائنات کا رسول ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اس کے سرداروں اور نبی ﷺ کو کہا کہ میں رب العالمین کی جانب سے رسول ہوں۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے واحد معبود ہونے اور شرک کے باطل ہونے کی دعوت دی۔

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یہاں کس مقصد کے تحت لایا گیا ہے؟

جواب:(1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی تھی جس نے کہا تھا ''میں موسیٰ سے بہتر ہوں'' اور یہ مجھ سے کم تر ہے یہ تو صاف بات بھی نہیں کر سکتا۔ اہل مکہ نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نبی بنا کر بھیجتا۔ اس اعتبار سے دونوں واقعات میں مشابہت ہے جس کے لیے واقعہ دہرایا جا رہا ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی بھی ہے کہ جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بہت زیادہ آزمائشوں سے گزرنا پڑا اور انہوں نے صبر کیا تھا اسی طرح نبی ﷺ سے کہا گیا کہ اپنے رب کے حکم پر صبر کریں تو جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلے میں کامیاب ہوئے تھے ایسے ہی آپ ﷺ کے مقابلے میں اہل مکہ ناکام ہوں گے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ﴾

''تو جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا تو تب وہ اُس پر ہنس رہے تھے(47)

سوال1: ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ﴾ ''تو جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا تو تب وہ اُس پر ہنس رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ﴾ ''تو جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا'' یعنی جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے انکار کیا۔

(2) ﴿اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ﴾ ''تو تب وہ اُس پر ہنس رہے تھے'' یعنی انہوں نے تکبر اور ظلم سے ان نشانیوں کا مذاق اڑایا۔

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نشانیاں لانے پر لوگوں نے ان کا مذاق کیوں اُڑایا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اُن لوگوں نے رسول ہونے کی دلیل طلب کی تھی پھر جب انہوں نے معجزات دکھائے تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے یہ تو جادو کے زور سے ہم بھی پیش کر سکتے ہیں۔

﴿وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

''اور ہم انہیں کوئی نشانی نہیں دِکھاتے تھے مگر وہ اپنے جیسی (نشانی) سے بڑی ہوتی تھی۔ اور ہم نے اُنہیں عذاب کے ساتھ پکڑ لیا تا کہ وہ لوٹ آئیں''(48)

سوال1: ﴿وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور ہم انہیں کوئی نشانی نہیں دِکھاتے تھے مگر وہ اپنے جیسی (نشانی) سے بڑی ہوتی تھی۔ اور ہم نے اُنہیں عذاب کے ساتھ پکڑ لیا تا کہ وہ لوٹ آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا نُرِيهِم مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا﴾ ''اور ہم انہیں کوئی نشانی نہیں دکھاتے تھے مگر وہ اپنے جیسی (نشانی) سے بڑی ہوتی تھی'' ہم نے فرعون اور آل فرعون کو جو نشانیاں دکھائیں ان میں سے ہر نشانی پہلی نشانی سے زیادہ بڑی ہوتی تھی، تاکہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلیل بھی ہو اور ان کے لیے باعث عبرت بھی ہو۔

(2) ان پر طوفان آیا جو موسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر بڑی دلیل تھی کیونکہ وہ پچھلی نشانیوں سے زیادہ بڑی نشانی تھی۔ (ایسر التفاسیر 1424)

(3)﴿وَأَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ﴾ ''اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑ لیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں اس لیے مبتلا کیا تاکہ وہ کفر سے اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی اطاعت، اور ان کاموں پر توبہ کی طرف لوٹیں جس پر وہ ابھی تک قائم رہتے۔ (تفسیر الرافی:800/9)

(4)﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''تاکہ وہ لوٹ آئیں'' کہ وہ اسلام کی طرف لوٹیں اور اس کی اطاعت کریں تاکہ ان کا شرک اور شر زائل ہو۔ (تفسیر سعدی 2483/3)

سوال 2: کون سی نشانیاں تھیں جو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوتی تھیں؟

جواب: ان نشانیوں سے مراد نو نشانیاں ہیں جو طوفان، ٹڈی، جوؤں، مینڈک اور خون وغیرہ کی شکل میں بعد میں آئیں۔ بعد میں آنے والی ہر نشانی پہلے سے بڑھی ہوئی ہوتی تھی یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کی دلیل تھی۔

﴿وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ ۖ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ﴾

''اور انہوں نے کہا: ''اے جادوگر! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو اس عہد کی وجہ سے جو اس نے تم سے کیا، یقیناً ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں'' (49)

سوال 1:﴿وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ ۖ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''اے جادوگر! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو اس عہد کی وجہ سے جو اس نے تم سے کیا، یقیناً ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''اے جادوگر!'' یعنی جب ان پر عذاب نازل ہوتا تو وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کہتے: اے جادو کا علم رکھنے والے، اے جادوگر! کیونکہ وہ معجزات کو جادو سمجھتے تھے۔ ان کی اکثر کا یہ عالم تھا کہ التجا کے وقت بھی وہ آپ کو ''ساحر'' ہی کہتے تھے۔ جیسا کہ تمام انبیاء کو اس لقب سے نوازا جاتا رہا ہے۔ (تیسیر القرآن:166/4)

(2) ''ساحر'' ان کے محاورات میں عالم کو کہتے تھے۔ کیونکہ بڑا علم ان کے نزدیک یہ سحر تھا۔ شاید اس خوشامد اور لجاجت کے وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بظاہر تعظیمی لقب سے پکارا ہو اور خبث باطن سے اشارہ اس طرف بھی کیا ہو کہ ہم تجھ کو نبی اب بھی نہیں سمجھتے۔ (تفسیر عثمانی:575/2)

(3)﴿اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ﴾ ''ہمارے لیے دعا کرو اس عہد کی وجہ سے جو اس نے تم سے کیا'' یعنی جب ان پر عذاب آتا وہ تڑپ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور خوشامد کرتے ہوئے کہتے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں فضیلت عطا کی ہے اس کے ذریعے دعا کرو کہ ہم پر سے اللہ تعالیٰ عذاب دور کر دے۔

(4)﴿اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں'' یعنی وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے عذاب ہٹانے پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے اور اپنے اعمال پر توبہ کرتے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی ان کے لیے دعا کرتے۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قوم جادوگر کہہ کر کیوں مخاطب کرتی تھی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو قوم نے جادوگری سے تعبیر کیا تھا اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر قرار دیتے تھے۔

(2) اس دور میں جادو کو برا خیال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ جادوگر اور عالم ہم معنی ہی خیال کیے جاتے تھے اس لیے وہ تعظیماً جادوگر کہتے تھے۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے جب قوم کے لوگ دُعا کرنے کے لیے کہتے تھے تو ''اپنے رب کے الفاظ کیوں استعمال کرتے تھے جبکہ رب تو ان کا بھی تھا؟

جواب: ان الفاظ کی وجہ یہ تھی کہ مشرکوں کے رب مختلف ہوتے تھے انہوں نے مشرکانہ ذہنیت کی وجہ سے ہی یہ بات کہی تھی کہ اپنے رب سے ہر کام کروالو۔

سوال 4: ﴿اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: یقیناً ہم ہدایت پانے والے ہیں یعنی اگر عذاب ہم سے دور کر دیا گیا تو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور آپ کو سچا رسول مان لیں گے۔

﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ﴾

''پھر جب ہم اُن پر سے عذاب ہٹا دیتے تو اچانک وہ اپنا عہد توڑ دیتے تھے'' (50)

سوال: ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ﴾ ''پھر جب ہم اُن پر سے عذاب ہٹا دیتے تو اچانک وہ اپنا عہد توڑ دیتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ﴾ ''پھر جب ہم اُن پر سے عذاب ہٹا دیتے تو اچانک وہ اپنا عہد توڑ دیتے تھے'' یعنی جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب ٹل جاتا تو وہ عہد شکنی کرتے اور اپنے کفر پر قائم رہتے۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ﴾ ''پھر جب ہم ان

سے ایک وقت عذاب کو دور کر دیتے جس کو وہ پہنچنے والے ہی تھے تو اچانک وہ عہد کو توڑ دیتے تھے۔" (الاعراف:135)

﴿وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

"اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی، اس نے کہا: "اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟ تو کیا تم لوگ دیکھتے نہیں؟" (51)

سوال: ﴿وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ "اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی اس نے کہا: "اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟ تو کیا تم لوگ دیکھتے نہیں؟" فرعون نے اپنی قوم کے سامنے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو فوقیت جتلائی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ﴾ "اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا:" یعنی فرعون نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا اس نے اپنے اقتدار کے فریب میں مبتلا ہو کر اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ﴾ "اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے" یعنی کیا میں مصر کا تنہا بادشاہ نہیں ہوں؟

(3) ﴿وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ﴾ "اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟" یعنی کیا دریائے نیل میرے محل کے نیچے نہیں بہتا؟ اس سے مراد نیل سے نکلنے والی نہریں ہیں جو محلات اور باغات میں سے ہو کر بہہ رہی تھیں۔

(4) ﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ "کیا پھر تم لوگ دیکھتے نہیں؟" کیا تم میری عظمت، میری قدرت اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر میری فضیلت کو نہیں دیکھتے؟

(5) فرعون نے ایسے معاملے پر فخر کیا جو اس کی ذات سے باہر تھا۔ اس نے اوصاف حمیدہ اور افعال سدیدہ کی بجائے اپنی عظمت کا سبب اپنے مال اور اقتدار میں بنایا تو رب العزت نے فرمایا: ﴿فَحَشَرَ ۔ فَنَادٰى (۲۳) فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (۲۴) فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (۲۵)﴾ "پھر اس نے جمع کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔" (النازعات:23-25)

﴿اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ﴾

"یا میں ہی اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلیل و حقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ واضح بات کرے"؟ (52)

سوال: ﴿اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ﴾ ''یا میں ہی اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلیل وحقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ واضح بات کرے'' فرعون نے اپنی برتری کا یقین دلانے کے لیے جو دلیل دی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ﴾ ''یا میں ہی اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلیل وحقیر ہے'' فرعون نے کلیم اللہ یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم اور جلیل القدر پیغمبر کو حقیر قرار دیتے ہوئے خود کو غالب اور قوت والا قرار دیتے ہوئے پوچھا کہ ہم میں سے کون بہتر ہے۔

(2) ﴿وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ﴾ ''اور صاف بول نہیں سکتا'' یہ فرعون کا جھوٹ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام صاف بول نہیں سکتے اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے پر پوری طرح قدرت نہیں رکھتے۔

(3) یہ فرعون کا پروپیگنڈا تھا ورنہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام فصیح اللسان تھے، بڑے باوقار، وجیہ اور بارعب تھے۔

(4) جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تو انہیں یہ دعا سکھائی گئی تھی۔ ﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ (۲۷) یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (۲۸)﴾ ''اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔ تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔'' (طٰہٰ: 28,27)

(5) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور ان کی زبان کا بوجھل پن ختم ہو گیا۔

﴿فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ﴾

''تو کیوں نہیں اُس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے؟ یا فرشتے اُس کے ساتھ جمع ہو کر کیوں نہ آئے؟'' (53)

سوال: ﴿فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ﴾ ''تو کیوں نہیں اُس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے؟ یا فرشتے اُس کے ساتھ جمع ہو کر کیوں نہ آئے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ ''تو کیوں نہیں اُس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے؟'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اہل مصر کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کو اپنا سردار بناتے تھے تو اس کو سونے کے کنگن اور طوق پہناتے تھے سردار ہونے کی یہ علامت تھی اسی لئے فرعون نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے رب نے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو واجب الاطاعت سردار بنایا ہے تو اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے۔ (تفسیر مظہری: 252/10)

(2) ﴿اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ﴾ ''یا فرشتے اُس کے ساتھ پرے باندھ کر کیوں نہ آئے؟'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرشتے ہوتے جو ہمیں یقین دلاتے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو ہم یقین کرتے۔ اس طرح فرعون نے اپنی قوم کو اپنا ہم نوا بنا لیا۔

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ﴾

''سواُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی، یقیناوہ نافرمان لوگ تھے''(54)

سوال:﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾''سواُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی، یقیناوہ نافرمان لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ﴾''سواُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی'' پس بے وقوف بنایا اس نے اپنی قوم کو اور وہ اس کے کہنے میں آ گئی۔یعنی فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کو عقلی حقیر جانا اور یوں اس نے ان کے سامنے ان شبہات کا اظہار کیا جن کا کوئی فائدہ اور ان کی کوئی حقیقت نہیں، یہ شبہات حق پر دلالت کرتے تھے نہ باطل پر۔یہ صرف کم عقل لوگوں کو متاثر کر سکتے تھے۔فرعون کے اقتدار اور اس کے محلات میں نہروں کے بہنے میں اس کے برحق ہونے کی کون سی دلیل ہے؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی ثقالت، ان کے متبعین کی قلت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونے کے کنگنوں سے آراستہ نہ کرنے میں ان کی دعوت کے بطلان کی کون سی دلیل ہے؟(تفسیر سعدی:2484/3)(2)فرعون نے مکروفریب سے قوم کو اپنا مطیع بنالیا۔ان کی اطاعت، ان کی عقل کی کمی کی دلیل تھی۔

(3)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾''یقیناوہ نافرمان لوگ تھے'' فاسق ہمیشہ شیطان کی پکار پر لبیک کہتا ہے۔قوم فاسق تھی اس لیے فاسق کی پکار کو قبول کر لیا۔

﴿فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا چنانچہ ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا''(55)

سوال:﴿فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا چنانچہ ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا﴾''پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا'' یعنی جب انہوں نے کفر، تکبر، ظلم اور دیگر نافرمانیوں کی انتہا کر کے ہمیں ناراض کر دیا۔

(2)﴿انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا چنانچہ ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے ان سے اس طرح انتقام لیا کہ سب کے سب پانی میں ڈبوئے گئے جس پر فرعون ناز کرتا تھا کہ مصر کی نہریں میرے محلات کے نیچے بہتی ہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ﴾''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے''(الاعراف:136)(4)گناہ گار کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے۔

(5) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کو اللہ دنیا دیتا چلا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر جما ہوا ہو تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے پھر نبی ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن ابی حاتم) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اچانک موت کا ذکر آیا تو فرمایا ایمان دار پر تو یہ تخفیف ہے اور کافر پر حسرت ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کو پڑھ کر سنایا۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انتقام غفلت کے ساتھ ہے۔ (ابن کثیر:43)

﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے اُن کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا'' (56)

سوال: ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا'' یعنی فرعون اور اس کے بعد آنے والوں کے لیے نشانہ عبرت اور بعد میں آنے والوں کے لیے مثال بنا دیا تا کہ وہ ان کا حشر دیکھ کر ایسے کام کبھی نہ کریں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا باعث بن جاتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (65) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (66) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (67) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (68)﴾ ''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اور اُن سب کو جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ اور بے شک آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔'' (الشعراء:65-68)

(3) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے تا کہ وہ خوب نافرمانی کر لے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ (بخاری:4686)

رکوع نمبر 12

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾

''اور جب ابنِ مریم کی مثال دی گئی اچانک آپ کی قوم کے لوگ اس پر شور مچا رہے تھے'' (57)

سوال 1: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾ ''اور جب ابنِ مریم کی مثال دی گئی اچانک آپ کی قوم کے لوگ اس پر شور مچا رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے فرمایا ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ ''اور جب ابنِ مریم کی مثال دی گئی'' یعنی جب سیدہ مریم علیہما السلام

کے بیٹے کی عبادت سے منع کیا گیا۔

(2)﴿اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾ ''آپ کی قوم کے لوگ اس پر شور مچا رہے تھے'' تو آپ ﷺ سے جھٹلانے والے لوگوں نے اس ضرب المثل کی وجہ سے جھگڑا کیا۔انہوں نے شور مچا کر یہ سمجھا کہ انہوں نے دلیل کے زور سے غلبہ حاصل کر لیا ہے۔

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قریش سے فرمایا کہ ''اے معشر قریش! اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی عبادت (پوجا) کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے'' قریش نے کہا کہ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عبد نبی اور عبد صالح تھے، اگر وہ آپ کے زعم کے مطابق ایسے تھے تو وہ بھی ان کے ایک معبود ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:390)(ابن عباس:213/3)

(4)ایک دفعہ نبی ﷺ ولید بن مغیرہ اور دیگر اکابر قریش کے پاس تشریف لے گئے اتنے میں نذر بن حارث بھی آ گیا آپ ﷺ سے جھگڑنے لگا۔آپ ﷺ نے اسے لاجواب کر دیا۔پھر یہ آیات سنائیں ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ (۹۸) لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۹۹) لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ(-۱۰۰)﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہی سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اس میں ان کے لیے گدھے کی سی آواز ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے'' (الانبیاء:98-100) آپ ﷺ وہاں سے اٹھ آئے۔

سوال 2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مثال سے اہل مکہ کیوں خوشی سے چیخنے لگے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی خدا کا درجہ دیتے ہیں۔مشرکین مکہ اور عیسائیوں کے درمیان شرک میں مماثلت کی وجہ سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی مثال پر خوشی سے چیخنے لگ گئے تھے۔

﴿وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾

''اور انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ انہوں نے آپ کے لیے وہ مثال نہیں بیان کی مگر جھگڑے کے لیے، بلکہ وہ لوگ جھگڑالو ہیں'' (58)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ انہوں نے آپ کے لیے وہ مثال نہیں بیان کی مگر جھگڑے کے لیے، بلکہ وہ لوگ جھگڑالو ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ علیہ السلام)؟'' اللہ رب العزت نے

جب خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے منع کیا اور انہیں وعید دی گئی تو لوگ کہنے لگے کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام؟

(2) ان کی اس بے موقع دلیل کی توجیہ یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ تمہارے نزدیک اور ہمارے نزدیک یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان مقرب بندوں میں سے ہیں جن کا انجام بہت اچھا ہے، پھر تو نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے معبودوں کو ان کی عبادت کی ممانعت میں برابر کیوں کر قرار دے دیا؟ اگر تیری دلیل باطل نہ ہوتی تو اس میں کوئی تناقض نہ ہوتا۔ اور تو نے یہ کیوں کہا: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو'' (الانبیاء:98) ان کے زعم کے مطابق یہ حکم عیسیٰ علیہ السلام اور تمام بتوں کو شامل ہے، تب کیا یہ تناقض نہیں؟ اور دلیل کا تناقض دلیل کے بطلان پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بعید ترین دلیل ہے جس کے ذریعے سے لوگ اس شبہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس پر یہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شور مچا رہے ہیں اور ایک دوسرے کو خوشخبری دے رہے ہیں، حالانکہ شبہ۔ الحمد اللہ۔ کمزور ترین اور باطل ترین شبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا مسیح علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور بتوں کی عبادت کو مساوی قرار دیا ہے چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے انبیاء و مرسلین اور دیگر کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں۔ اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور دیگر خود ساختہ معبودوں کی ممانعت کے مساوی ہونے میں کون سا شبہ ہے؟ (تفسیر سعدی:3/2485,2486)

(3) ﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا﴾ ''انہوں نے آپ کے لیے وہ مثال نہیں بیان کی مگر جھگڑے کے لیے'' یعنی اس مثال کو وہ آپ ﷺ کے سامنے جھگڑے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

(4) ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ لوگ جھگڑالو ہیں'' یعنی وہ شدید جھگڑالو لوگ ہیں۔ (ترمذی:3253)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو آدمیوں میں سے زیادہ ناپسند وہ ہے جو ہٹ دھرم اور سخت جھگڑالو ہو۔'' (مسلم:6780)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کسی میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی گئی اس میں نفاق میں سے ایک خصلت پائی گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو وفا نہ کرے اور جب اختلاف ہو تو جھگڑا کرے۔'' (بخاری:34)

سوال 2: مشرکین مکہ نے یہ کیوں کہا تھا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام؟

جواب: مشرکین مکہ نے یہ بات جھگڑے کی غرض سے کہی تھی کہ اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قابل روح ہیں جب کہ عیسائیوں نے انہیں معبود بنا رکھا ہے تو آخر ہمارے معبود ہی کیوں برے ہیں؟ کیا وہ بھی بہتر نہیں ہیں؟ اور اگر ہمارے معبود جہنم میں جائیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام

بھی کیا جہنم میں جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو جھگڑالو لوگوں کا جھگڑا قرار دیا۔

سوال 3: کیا نیک لوگ جو زندگی میں توحید کی دعوت دیتے رہے لیکن بعد والوں نے انہیں معبود بنالیا وہ بھی جہنم میں جائیں گے؟

جواب: نیک لوگوں کا شرک میں کوئی قصور نہیں تھا قرآن حکیم نے واضح کیا ہے وہ جہنم سے دور رہیں گے۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾

''نہیں مگر وہ ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا'' (59)

سوال 1: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''نہیں مگر وہ ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا'' عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے تھے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ ''نہیں مگر وہ ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا'' یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جنہیں اس نے نبوت عطا فرمائی۔

(2) ﴿وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا'' جنہیں رب العزت نے بن باپ کے پیدا کر کے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا اور اپنی قدرت پر دلیل بنایا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا﴾ بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا'' (مریم:30)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کو کیسے واضح کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سیدنا عیسیٰ ﷺ بھی صرف بندہ ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے قدرت کا نشان بنا دیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کیسے اپنی قدرت کا نشان بنا دیا تھا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس اعتبار سے اپنی قدرت کا نشان بنا دیا تھا کہ ان کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان کو معجزات عطا کیے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان تھے۔ خاص طور پر مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ قابل ذکر ہے۔

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾

''اور اگر ہم چاہیں تو تمہارے اندر سے ضرور فرشتے بنا دیں جو زمین میں جانشین ہوں'' (60)

سوال 1: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو تمہارے اندر سے ضرور فرشتے

بنادیں جو زمین میں جانشین ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو تمہارے اندر سے ضرور فرشتے بنادیں جو زمین میں جانشین ہوں'' یعنی اگر ہم یہ چاہتے کہ زمین پر تمہاری جگہ فرشتے آباد ہوں تو ہم فرشتوں کو جانشین بنا کر مقرر کر دیتے۔ وہ زمین میں رہتے۔ زمین میں ہی ان کی آبادی ہوتی۔ پھر فرشتوں میں سے رسول بنا کر بھیجتے۔

(2) اب جب کہ تم انسان ہو تو تمہاری یہ طاقت کہاں کہ فرشتوں کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جائے اور تم ان سے سیکھو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے رسول بنا کر بھیجا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اس بات سے کیا سمجھایا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو فرشتے زمین میں تمہاری جانشینی کرتے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ فرشتوں کا آسمان پر رہنا ایسا شرف نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کی عبادت کی جائے یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے آسمان اور ہمارے لیے زمین پر رہنے کا فیصلہ کیا ورنہ فرشتے بھی زمین پر آباد کیے جا سکتے تھے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾

''اور یقیناوہ (عیسیٰ) بلاشبہ قیامت کی ایک نشانی ہے تو تم اُس میں ہرگز شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو، یہی سیدھا راستہ ہے'' (61)

سوال 1: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ ''اور یقیناوہ (عیسیٰ علیہ السلام) بلاشبہ قیامت کی ایک نشانی ہے تو تم اُس میں ہرگز شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو، یہی سیدھا راستہ ہے۔'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا وجود قیامت کی دلیل ہے، قیامت سے پہلے وہ آسمان سے اتریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ ''اور یقیناوہ (عیسیٰ) بلاشبہ قیامت کی ایک نشانی ہے'' یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہیں۔ اس سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے آسمان سے اترنا مراد ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اُس پر ضرور ایمان لائے گا اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا'' (النساء:159)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جو مریم کے بیٹے ہیں منصف اور حاکم بن کر نہ نازل ہوں۔ وہ صلیب توڑ دیں گے، سور کو قتل کریں گے اور جزیہ لینا بند کر دیں گے۔ تب مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔'' (بخاری:2476)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ دن قریب

ہے کہ جس میں عیسیٰ ابنِ مریم علیہما السلام تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے ،وہ صلیب کوتوڑ دیں گے ، سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔اس وقت مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہوگا۔(بخاری:3448)

(4)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا،وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا اور قیامت تک غالب رہے گا اور فرمایا کہ پھر سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اتریں گے۔لوگوں کا امیر ان سے نماز پڑھانے کے لیے عرض کرے گا۔آپ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں بلکہ تم ایک دوسرے پر امیر ہو،یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمایا ہے۔(مسلم کتاب 395)

(5)﴿فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾ ''تو تم اُس میں ہرگز شک نہ کرو''یعنی قیامت کے آنے اور اس کے قریب ہونے کے بارے میں شک نہ کرو۔

(6)﴿وَاتَّبِعُوْنِ﴾ ''اور میرے پیچھے چلو''یعنی میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے اس کی اطاعت کرو اور جس سے روکا ہے اس سے رک جاؤ (جامع البیان:93/25)

(7)﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ ''یہی سیدھا راستہ ہے''(i)یعنی قیامت کو ماننا اور میری اطاعت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

(ii)یعنی یہ وہ راستہ ہے جو سیدھا اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔(iii)اس راستے میں کوئی کجی نہیں نہ عقائد،نہ عبادات میں،نہ شریعت میں،یہ سیدھا راستہ ہے۔(iv)یعنی اللہ تعالیٰ پر،آخرت پر یقین اور اللہ کی فرماں برداری کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے اپنی تابعداری کے لیے کیا حکم دیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنی تابعداری کے لیے قیامت کے آنے کے بارے میں شک نہ کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ قیامت میں شک ہو تو اللہ تعالیٰ کے آگے اعمال کی پیشی خود ہی مشکوک ہو جاتی ہے اور جب جزا سزا کا تصور ہی خراب ہو جائے تو فرماں برداری بھلا کیسے ہو سکتی ہے؟

﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

''اور شیطان تمہیں روک نہ دے،یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے''(62)

سوال:﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور شیطان تمہیں روک نہ دے، یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ﴾ ''اور شیطان تمہیں روک نہ دے''یعنی میں تمہیں جو حکم دیتا ہوں اور جن سے روکتا ہوں اس کی اطاعت سے شیطان تمہیں روک نہ دے۔(2)کہیں شیطان تمہیں قیامت پر ایمان سے نہ روک دے۔

(3)﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے''بے شک شیطان تمہیں گمراہ کرنے کی حرص رکھتا ہے وہ تمہارا دشمن ہے۔پوری پوری کوشش کر رہا ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''اور جب عیسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آیا تو اُس نے کہا کہ یقیناً میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تا کہ میں تم پر بعض اُن باتوں کی وضاحت کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، سو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' (63)

سوال: ﴿وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور جب عیسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیاں لے کر آیا تو اُس نے کہا کہ یقیناً میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تا کہ میں تم پر بعض اُن باتوں کی وضاحت کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، سو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''اور جب عیسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آیا'' یعنی جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم معجزات اور شریعت لے کر آئے۔ (ایسر التفاسیر: 1428,1427)

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی نبوت پر جو دلائل لے کر آئے وہ ان کے معجزات تھے۔ مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفایاب کرنا وغیرہ۔ (3) ﴿قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ﴾ ''تو اس نے کہا کہ یقیناً میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ میں حکمت یعنی نبوت کے ساتھ تمہاری راہنمائی کے لیے آیا ہوں۔

(4) ﴿وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ﴾ ''اور تا کہ میں تم پر بعض اُن باتوں کی وضاحت کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو'' یعنی دینی امور اور تورات کے احکامات میں تمہارے درمیان جو اختلافات ہیں ان میں حق بات بتانے کے لیے مجھے بھیجا گیا۔

(5) یعنی دینی باتیں بالبعض وہ چیزیں جن کو شریعت موسویہ نے حرام ٹھہرایا تھا ان کا حلال ہونا بیان کرتا ہوں۔ ﴿وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور تا کہ میں تمہارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں۔'' (آل عمران: 50) (تفسیر ثنائی: 578/2)

(6) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ اسے ڈرو اس معاملے میں جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں سے پہنچا ہے اور میری اطاعت کرو۔ (ایسر التفاسیر: 1428،1427)

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، چنانچہ اُس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے'' (64)

سوال: ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، چنانچہ اُس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، چنانچہ اُس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے'' یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا بھی لہٰذا اسی کی عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔ اس آیت کریمہ میں توحید ربوبیت کا اقرار ہے، اللہ تعالیٰ مختلف انواع کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوق کی تربیت کرتا ہے، نیز توحید عبودیت کا اقرار ہے، یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے خبر دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا تین میں سے تیسرا نہیں ہیں جیسا کہ نصاریٰ کا خیال ہے اور یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ یہی راستہ سیدھا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2488/3)

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یعنی وہ میرا بھی الٰہ ہے اور تمہارا بھی اس کے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔

﴿فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ﴾

''پھر کئی گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو بڑی تباہی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا'' (65)

سوال: ﴿فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ﴾ ''پھر کئی گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو بڑی تباہی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لوگوں کی مختلف آراء ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ﴾ ''پھر کئی گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جب توحید کی دعوت لے کر آئے تو ان کی بات سن کر لوگوں نے اختلاف کیا کچھ نے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ، اس کا نبی اور اس کا کلمہ کہا اور بعض نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا لیا۔ صرف مومن تھے جنہوں نے ان کی رسالت کی گواہی دی اور ان کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول کہا۔

(2) ﴿فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ﴾ ''سو بڑی تباہی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا'' رب العزت نے انہیں جہنم کی گھاٹی ''ویل'' کی وعید دی ہے۔

(3) سورۃ مریم میں رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ

عَظِيْمٍ﴾ ''پھر گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا تو اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا ایک بڑے دن کی حاضری سے ہلاکت ہوگی۔'' (مریم:37)

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''وہ انتظار نہیں کر رہے مگر قیامت کا کہ اچانک اُن پر آجائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں'' (66)

سوال 1: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''وہ انتظار نہیں کر رہے مگر قیامت کا کہ اچانک اُن پر آجائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں'' قیامت اچانک آجائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''وہ انتظار نہیں کر رہے مگر قیامت کا کہ اچانک اُن پر آجائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں'' یعنی کیا وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ توبہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اپنی دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں۔ (2) قیامت اچانک آجائے گی پھر ان کے لیے نصیحت کا موقع کہاں ہوگا؟

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ﴾ ''سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کر رہے ہیں، بے شک اس کی علامات تو آچکی ہیں، پھر جب وہ اُن کے پاس آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟'' (محمد:18)

(4) ﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ اچانک ان پر آجائے گی چنانچہ وہ انہیں بدحواس کر دے گی پھر وہ اسے دفع کرنے کی طاقت نہ رکھیں اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔'' (الانبیاء:40)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کس سے کیا ہے کہ کیا اب وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں؟

جواب: یہ سوال مشرکین مکہ سے کیا ہے جو قیامت کے بارے میں شک کر رہے تھے انہیں بتایا گیا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں اور سارے اختلافات کی حقیقت واضح کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ اب بھی تسلیم نہیں کریں گے جب کہ قیامت اچانک آجائے گی اور انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔ پھر تسلیم کرنے کا آخر کونسا موقع باقی رہ جائے گا۔

﴿اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾

''تمام دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے'' (67)

سوال 1: ﴿اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''تمام دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے'' قیامت کے دن دوست دشمن بن جائیں گے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ ''تمام دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے''یعنی قیامت کے دن غیراللہ کی وجہ سے جن کے درمیان دوستی ہوگی وہ سب دشمن بن جائیں گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّیَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ﴾ ''اوراس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو معبود بنایا ہے،دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے،قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔اور تمہارے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا۔''(العنکبوت:25)

(2)﴿اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴾ ''سوائے متقی لوگوں کے''یعنی جولوگ نافرمانیوں سے بچتے رہے۔ان کی محبت اور دوستی دائمی ہوگی کیونکہ جس ہستی کی خاطر محبت کی ہوگی۔اس کو دوام ہے۔ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں دو ایماندار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے اے اللہ فلاں شخص میرا دلی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے پس اے باری تعالیٰ تو اسے راہ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھائے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی اسی طرح راضی ہوجائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے''تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔اس کے لیے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو تو بہت ہنستا اور بالکل آرزدہ نہ ہوتا۔''پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ''تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔''پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔دو کافر جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم کی خبر دیا جاتا ہے تو اسے بھی اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالیٰ فلاں شخص میرا دوست تھا تیری اور تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا،برائیوں کی رغبت دلاتا تھا،بھلائیوں سے روکتا تھا،اور تیری ملاقات نہ ہونے کا مجھے یقین دلاتا تھا،پس تو اسے میرے بعد ہدایت نہ کرنا کہ وہ بھی دیکھے جو میں نے دیکھا ہے اور اس پر تو اسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضب ناک ہوا۔پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں جمع ہوتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر دوستی قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیزگاروں کی دوستیاں ابن عساکر میں ہے جن دو شخصوں نے اللہ کے لیے آپس میں دوستانہ کر رکھا ہے خواہ وہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کر کے فرمائے گا کہ یہ ہے جسے تو میری وجہ سے چاہتا تھا۔(ابن کثیر:47)

سوال2: متقی لوگ ایک دوسرے کے دشمن کیوں نہیں بنیں گے؟

جواب: تقوی اللہ کے ڈر کو کہتے ہیں۔تقوی کی وجہ سے جو دوستیاں وجود میں آتی ہیں وہ خالصتاً اللہ کی رضا اور اس کی محبت کی بنیاد پر وجود میں آتی ہیں۔اللہ کی رضا اور تقوی ہی کل جنت میں لے جانے کا سبب ہوگا اس لئے ان کی دوستیاں برقرار رہیں گی۔

رکوع نمبر 13

﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾

''اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے'' (68)

سوال1: ﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ ''اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے'' قیامت کے دن نیک لوگوں کو غم اور خوف سے آزاد ہونے کی جو خوش خبری اس آیت میں دی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ ''اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے'' قیامت کے دن نیک لوگوں سے کہا جائے گا کہ آج غم اور خوف تمہارے پاس بھی نہیں آئے گا خوش رہو۔

(2) معمر بن سلیمان نے اپنے باپ کی روایت سے بیان کیا۔معمر کے باپ نے کہا میں نے سنا ہے کہ جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا ہر ایک گھبرایا ہوا ہوگا۔اس وقت (اللہ کی طرف سے) ایک منادی ندا دے گا۔﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ یہ سن کر لوگوں کو کچھ امید بندھے گی لیکن فوراً ہی منادی اس کے بعد کہے گا یہ سن کر سوائے اطاعت گزار مومنوں کے سب مایوس ہو جائیں گے۔ (تفسیر مظہری:257/10)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے کن بندوں کو یہ کہا کہ خوف اور غم نہ کرو؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں سے یہ کہا ہے کہ نہ آج تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غم زدہ ہوں گے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو خوف اور غم سے کس وجہ سے بچایا جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے لیے بغض اور اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کو رسول اللہ ﷺ نے ایمان کے کمال کی بنیاد کہا ہے۔﴿مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ﴾ ''جس نے اللہ کی خاطر محبت کی اور اللہ کی خاطر بغض رکھا اور اللہ کی خاطر دیا اور اللہ کی خاطر روک لیا۔اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔'' (ابوداود:4681)

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ﴾

''وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرماں بردار تھے''(69)

سوال:﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ﴾''وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرماں بردار تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا﴾''وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے''یعنی جو قرآن پر ایمان لائے تھے۔(ایسر التفاسیر:1429)

(2)﴿وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ﴾''اور فرماں بردار تھے''اور جو ظاہری اور باطنی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے تھے۔

(3)تمہارے ایمان اور تمہارے نیک اعمال، تمہاری صالح زندگی کی وجہ سے تمہیں یہ بہاریں نصیب ہوئی ہیں۔

(4)جن کے دل اللہ تعالیٰ کے لیے خضوع کرنے والے ہیں جب ان کے رب کی طرف سے ان کے رسول احکامات لے کر آئے تو وہ انہیں قبول کرنے والے ہوتے ہیں خلیل الرحمٰن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں یک سو ہیں، نہ یہودی، نہ عیسائی اور نہ بت پرست ہیں۔(تفسیر قاسمی:352/14)

﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ﴾

''تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ، تم خوش کیے جاؤ گے''(70)

سوال1:﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ﴾''تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ، تم خوش کیے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ﴾''تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ''صالحین سے کہا جائے گا جنہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگے ہوئے گزاری کہ تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جائیں اور وہاں کی بہاروں میں رہیں۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ(۵۵) هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ(۵۶)﴾''یقیناً آج اہل جنت اپنے مشغلوں میں خوش ہیں۔وہ اور اُن کی بیویاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے سایوں میں ہوں گے''(یٰس:56,55)

(3)﴿تُحْبَرُوْنَ﴾''تم خوش کیے جاؤ گے''ابن زید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تمہیں اور تمہاری بیویوں کو نعمتیں عطا کی جائیں گی۔(جامع البیان:97/25)

سوال2:﴿اَزْوَاجُكُمْ﴾سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)ازواج سے مراد بیویاں ہیں۔(2)ازواج سے مراد مومن دوست ہیں۔(3)ازواج سے مراد حور عین بھی لی گئی ہیں۔یہ سارے

مفہوم ہی درست ہیں۔

سوال3: مومنوں کو جنت میں خوشی کس بنیاد پر حاصل ہوگی؟

جواب: مومنوں کی خوشی جنت کی نعمتوں اور وہاں ملنے والی عزت کی وجہ سے حاصل ہوگی۔

﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

''ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو'' (71)

سوال1: ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو'' جنت کے ماحول کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ﴾ ''ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے'' یعنی ملائکہ سونے کے تھال لے کر گھومیں گے جس میں انتہائی لذیذ کھانا ہوگا اور سونے کے پیالے ہوں گے جس میں لذیذ شراب ہوگی۔ (ایسر التفاسیر:1429)

(2) ﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾ ''اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی'' ابن ابی حاتم میں ہے کہ نبی ﷺ نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا فلاں قسم کا کھانا ہوتا تو اچھا ہوتا چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہ چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔

(3) مسند احمد میں ہے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: سب سے ادنیٰ مرتبے کے جنتی کے بالاخانے کی سات منزلیں ہوں گی یہ چھٹی منزل میں ہوگا اور اس کے اوپر ساتویں ہوگی اس کے تیس خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لیے طعام و شراب پیش کریں گے ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب و غریب اور نہایت لذیذ کھانا ہوگا اول سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہا ویسے ہی رہے گی۔ اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی۔ وہ بھی ایک سے ایک سوا ہوگی۔ یہ کہے گا اے اللہ اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں، سب بھی اگر میرے ہاں کھا جائیں تو بھی میرے کھانے میں کمی نہیں آسکتی، اور اس کی بہتر بیویاں حور عین میں سے ہوں گی، اور دنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی، ان میں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ

میں بیٹھے گی۔ پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا یہ نعمتیں بھی ہمیشہ رہنے والی ہیں اور تم بھی یہاں ہمیشہ رہو گے۔ (ابن کثیر:48)

(4)﴿وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو'' سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو نمکین رنگ کے ایک دنبے کی شکل میں لایا جائے گا ابوکریب کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اس دنبے کو جنت اور دوزخ کے درمیان لاکر کھڑا کر دیا جائے گا اللہ فرمائے گا: اے جنت والو! کیا تم اسے پہنچانتے ہو؟ جنتی اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے جی ہاں یہ موت ہے پھر اللہ کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ اسے ذبح کر دیا جائے (پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا) پھر اللہ فرمائے گا اے جنت والو! اب جنت میں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب تمہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے اب موت نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم 7181)(بخاری 6548)

(5) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنت والے جنت کی طرف چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ کی طرف چلے جائیں گے تو پھر موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان لایا جائے گا پھر اسے ذبح کیا جائے گا پھر ایک پکارنے والا پکارے گا اے جنت والو! اب موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو اب موت نہیں ہے تو پھر جنت والوں کی خوشی بڑھ جائے گی اور دوزخ والوں کی پریشانی میں اور زیادتی ہو جائے گی۔ (مسلم:7184)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں تو اُن کے لیے جنت کی قیام گاہیں ہیں مہمان نوازی کے طور پر اس کے بدلے میں جو وہ کام کرتے تھے۔'' (السجدۃ:19)

سوال 2: اہل جنت کی مہمان نوازی کیسے ہو گی؟

جواب: (1) اُن کے چاروں طرف سے سونے کے برتنوں کا دور چلایا جائے گا۔

(2) اُن کا دل جس چیز کو چاہے گا اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی سب کچھ انہیں دیا جائے گا۔

سوال 3: صحاف کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿صِحَافٍ صَحْفَةٌ﴾ کی جمع ہے ایسی ڈش کو کہتے ہیں جس میں پانچ آدمیوں کا کھانا آ جائے۔

سوال 3: جنت کی نعمتیں کب تک انسان کو حاصل رہیں گی؟

جواب: جنت کی نعمتیں ہمیشہ کے لئے انسان کو نصیب ہوں گی۔

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے''(72)

سوال:﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾''اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾''اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے'' ان سے کہا جائے گا کہ جنت جس کا تمہیں وارث بنایا گیا تمہارے اعمال صالح کا نتیجہ ہے اور تمہارے اعمال تمہارے ایمان صادق اور اخلاص کامل کا نتیجہ ہیں۔(ایسر التفاسیر:1429)

(2)سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صراط سے تم اللہ کے عفو و درگزر سے گزرو گے اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے داخل ہو گے اور تمہارے درمیان جنت کی منزلیں تمہارے اعمال کی وجہ سے تقسیم کی جائیں گی۔(الدر المنثور:734/5)

(3)سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ایک منادی ندا کرے گا (اے اہل جنت) بے شک اب تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں پڑو گے تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی تم جوان رہو گے تمہیں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا تم عیش میں زندگی گزارو گے تمہیں حزن و ملال کبھی نہیں ہوگا۔'' یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا:﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾''اور وہ پکارے جائیں گے:''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے''(الاعراف:43)(مسلم:7157)

(4)ابن ابی حاتم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دوزخی جنت میں اپنے گھر کو دیکھے گا وہ اس کے لیے حسرت بن جائے گا تو وہ کہے گا﴿اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾''یا کہے: اگر واقعتا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہوتی تو میں یقینا متقیوں میں سے ہوتا۔''(الزمر:57)اسی طرح اہل جنت جہنم میں اپنے گھر کو دیکھیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے۔﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے:''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقینا ہمارے رب کے رسول یقینا حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے:''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔''(الاعراف:43)

(5)ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں کافر مومن کی جہنم والی جگہ پائے گا اور مومن کافر کی جنت والی جگہ پر قابض ہو جائے

گا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے اپنے اعمال کی وجہ سے جنت کے وارث بنائے گئے ہو۔ (مختصر ابن کثیر:3/1838)

﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ﴾

''تمہارے لیے اُس میں بہت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو'' (73)

سوال: ﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ ''تمہارے لیے اُس میں بہت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ ''تمہارے لیے اُس میں بہت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو'' یعنی جنت میں پھلوں کی کثرت ہوگی اہل جنت کو ان کی خواہش کے مطابق پھل دیے جائیں گے رب العزت نے فرمایا: ﴿فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ﴾ ''دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔'' (الرحمٰن:52)

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾

''مجرم جہنم کے عذاب میں یقیناً ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (74)

سوال: ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾ ''مجرم جہنم کے عذاب میں یقیناً ہمیشہ رہنے والے ہیں'' نافرمانوں کا انجام ہمیشہ کی آگ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾ ''مجرم جہنم کے عذاب میں یقیناً ہمیشہ رہنے والے ہیں'' مجرم یعنی اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔ نہ انہیں موت آئے گی۔ نہ وہاں سے نکلیں گے۔

﴿لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾

''وہ اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اُس میں نا اُمید ہوں گے'' (75)

سوال: ﴿لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾ ''وہ اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اُس میں نا اُمید ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ﴾ ''وہ اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا'' یعنی مجرموں کے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی۔

(2) ﴿وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾ ''وہ اُس میں نا اُمید ہوں گے'' یعنی وہ نجات سے مایوس ہو جائیں گے۔ (تفسیر بیضاوی:5/153)

(3) وہ جہنم کے ہولناک گڑھے میں مایوس پڑے ہوں گے اپنے رب کو پکاریں گے۔ ﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ﴾ (۱۰۷)

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (۱۰۸)﴾ ''اے ہمارے ربّ! ہمیں یہاں سے نکال ، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' (المومنون:108,107)

(4) اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ ان کے برے اعمال اور اپنی جانوں پر ظلم کا نتیجہ ہوگا۔

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے'' (76)

سوال 1: ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا'' یعنی جہنم کا عذاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

(2) ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''لیکن وہ خود ہی ظالم تھے'' یعنی یہ تو ان کے اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے یعنی کفر اور توحید سے انکار کا نتیجہ ہے۔ (جامع البیان:100/25)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنے آپ پر خود ہی ظلم کرتے ہیں۔'' (یونس:44)

(4) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کیا ہے اور میں نے اسے تم پر بھی حرام کر دیا ہے سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔'' (مسلم:6572)

سوال 2: اہل جہنم کو ہلاکت خیز گھاٹ تک لے جانے کا ظلم کون کرے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ مجرم لوگ خود ظالم ہیں اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں مظلوم نہیں ہیں۔

﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾

''اور وہ پکاریں گے: ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔'' فرشتہ کہے گا: ''یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو'' (77)

سوال 1: ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ ''اور وہ پکاریں گے: ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔'' فرشتہ کہے گا: ''یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ ''اور وہ پکاریں گے: ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے'' اہل جہنم داروغہ جہنم کو چیخ چیخ کر پکاریں گے کہ تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔

(2) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبا خواب بیان کیا، اس میں آپ ﷺ نے یہ بھی بیان کیا: ''پھر ہم آگے بڑھے اور ایک نہایت بدصورت آدمی کے پاس پہنچے۔ اتنا کہ جتنے تم نے دیکھے ہوں گے ان میں سب سے زیادہ بدصورت، اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے جلا رہا تھا اور اس کے چاروں طرف دوڑ رہا تھا میں نے ان (جبرائیل اور میکائیل) سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا وہ شخص جو جہنم میں آگ بھڑکا رہا ہے اور اس کے چاروں طرف چل رہا ہے وہ جہنم کا داروغہ ہے۔'' (بخاری:7047)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا، اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ نہ اُن پر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ہی جہنم کا عذاب اُن سے ہلکا کیا جائے گا۔ ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اور وہ اُس میں چیخ رہے ہوں گے، اے ہمارے ربّ! ہمیں نکال، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے برعکس جو ہم کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آچکا تھا، چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (فاطر:37,36)

(4) ﴿قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ فرشتہ کہے گا: ''یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو'' سیدنا یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر یہ آیت کی تلاوت فرمائی: ''اور یہ لوگ پکاریں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے۔'' وہ کہے گا بے شک تم یہیں ٹھہرنے والے ہو۔'' (بخاری:4819)

(5) ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾﴾ ''اور بدبخت اُس سے علیحدہ رہے گا۔ وہ جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر اُس میں نہ مرے گا، نہ جیئے گا۔'' (الاعلیٰ:13-11)

سوال 2: یہ چیخ کہاں سے اُٹھے گی کہ اے میرے مالک تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کر دے؟

جواب: یہ چیخ جہنم کی تہوں سے آئے گی جس کے دروازے بند ہو چکے ہوں گے۔

سوال 3: کون لوگ چیخ کر آواز دیں گے؟

جواب: مجرم اور ظالم لوگ چیخ کر آواز دیں گے۔

سوال 4: یہ آواز اور پکار کس مقصد کے لیے ہوگی؟

جواب: (1) یہ پکار نجات کے لیے نہیں ہوگی۔ (2) یہ پکار کسی امداد کے لیے نہیں ہوگی یہ پکار خاتمے کے لیے ہوگی۔

سوال5: اہل جہنم اپنی موت کے لیے کیوں فریاد کریں گے؟

جواب: اہل جہنم موت کے لیے اس لیے فریاد کریں گے تاکہ عذاب سے نجات مل جائے۔

سوال6: اپنی موت کے لیے کون دعا نہیں کرسکتا ہے؟

جواب: موت کے لیے وہی دعا نہیں کرسکتا ہے جس کی حالت خراب ہو چکی ہو جس کے ہوش ٹھکانے نہ ہوں جس کی قوت برداشت جواب دے جائے۔

سوال7: جہنم کا داروغہ کیا جواب دے گا؟

جواب: وہ کہے گا تمہیں تو ہمیشہ یہاں رہنا ہے یعنی یہاں موت کہاں؟

﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾

''بلاشبہ یقینا ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے مگر تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے'' (78)

سوال1: ﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقینا ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے مگر تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''بلاشبہ یقینا ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں'' یعنی ہم نے تمہارے پاس اپنے رسول بھیجے ہیں جو تمہیں ایمان اور عمل صالح اور نفس کی پاکیزگی کی طرف بلاتے ہیں۔

(2) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''مگر تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے'' یعنی تم نے ناپسند بھی کیا تو حق کو! تمہیں برے بھی لگے تو اہل حق! تم نے حق سے بھاگنے کے لیے نفرت کا یہ کیسا انداز اختیار کیا! تم نے پسند بھی کیا تو باطل کو! تمہیں ساری خیر اور بھلائیاں اہل باطل میں نظر آئیں! تم نے باطل سے محبت کی تمہیں دنیا کی شہوتوں نے گھیرا تو تمہارا خاتمہ کفر اور شرک پر ہوا۔ تم نے حق کو قبول نہ کیا تو کیسی بدبختی کا شکار ہوئے۔ تم اہل حق سے بے زار تھے۔ تم باطل پرستوں کے دوست تھے۔ ان کی دوستی نے تمہیں بدبختی کا شکار کر دیا اب تمہارے لیے کوئی سعادت نہیں ہے۔

سوال2: ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے'' یہاں حق سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) یہاں حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین اور اس کا پیغام ہے جو وہ رسولوں کے توسط سے انسانوں کو پہنچاتا رہا ہے۔

(2) آخری حق قرآن مجید اور اسلام ہے۔

سوال3: یہ کس کا قول ہے کہ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے؟

جواب:(1) یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہوسکتا ہے۔(2) یہ قول فرشتے کا بھی ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کا فرض ادا کر رہا ہو۔

سوال4: اکثر لوگ حق سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟

جواب:(1) اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے وہ اس سے لاعلم ہوتے ہیں۔(2) اکثر لوگوں کو حق پسند نہیں ہوتا کیونکہ حق خواہشات کے خلاف ہوتا ہے اور اکثر لوگ اپنی خواہشات اور اپنی ضروریات کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔

﴿اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ﴾

''یا انہوں نے کسی کام کی تدبیر کر لی ہے؟ تو یقیناً ہم بھی پختہ تدبیر کرنے والے ہیں'' (79)

سوال1: ﴿اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ﴾ ''یا انہوں نے کسی کام کی تدبیر کر لی ہے؟ تو یقیناً ہم بھی پختہ تدبیر کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا﴾ ''یا انہوں نے کسی کام کی تدبیر کر لی ہے؟'' کیا انہوں نے حق کے خلاف چال چلی ہے اور حق لانے والوں کے خلاف سازش کی ہے تاکہ وہ باطل کو دلچسپ بنا کر حق کو نیچا دکھا سکیں۔

(2) ﴿فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ﴾ ''تو یقیناً ہم بھی پختہ تدبیر کرنے والے ہیں'' یعنی ہم بھی ایک بات کو محکم بنا رہے ہیں اور ایسی تدبیر کر رہے ہیں جو ان کی تدبیر پر غالب ہے اور اس کو توڑ کر باطل کر کے رکھ دے گی اور وہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرنے اور باطل کے ابطال کے لیے اسباب اور دلائل مقرر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ﴾ ''بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے۔'' (الانبیاء:18) (تفسیر سعدی:2491/3)

(3) یعنی ان کے مکر و فریب کا وبال ہم نے خود ان پر ڈال دیا رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔'' (النمل:50)

(4) ﴿اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ﴾ ''یا وہ کسی چال کا ارادہ رکھتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔'' (طور:42)

سوال2: ابرام کسے کہتے ہیں؟

جواب: ابرام کہتے ہیں پختہ اور مضبوط کرنے کو۔

سوال3: جہنمیوں نے کس کام کا پختہ ارادہ کر لیا تھا جس کا سوال ان سے کیا گیا؟

جواب: جہنمیوں نے حق کو ناپسند کرنے کی وجہ سے حق کے خلاف پختہ اور منظم تدبیریں اور سازشیں کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

سوال 4: حق کے خلاف لوگوں کی تدبیروں کا مقابلہ کون کرتا ہے؟

جواب: حق کے خلاف اُٹھنے والی ہر آواز، ہر تدبیر کا مقابلہ خود رب کائنات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا کہ ہم بھی پختہ کام کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ پختہ تدبیر اور پختہ کام کس کا ہو سکتا ہے؟

﴿اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ﴾

''کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم اُن کے راز اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیوں نہیں! اور ہمارے فرشتے اُن کے پاس ہی لکھتے رہتے ہیں'' (80)

سوال 1: ﴿اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ﴾ ''کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم اُن کے راز اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیوں نہیں! اور ہمارے فرشتے اُن کے پاس ہی لکھتے رہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ﴾ ''کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم اُن کے راز اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟'' یعنی کیا وہ یہ سمجھتے ہیں ان کے دلوں کے رازوں کو ہم نہیں سنتے اور ان کی خفیہ سازشیں اور مشورے ہم سے چھپے ہوئے ہیں ہم انہیں نہیں جانتے۔ ہم تو ان کی رگ رگ سے واقف ہیں۔

(2) ﴿بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ﴾ ''ہمارے معزز فرشتے ان کے سارے اعمال لکھتے ہیں'' نہ دل کا عمل چھوڑتے ہیں نہ زبان کا نہ اعضاء کا عمل ہر عمل کو محفوظ رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن اپنے تمام اعمال کو موجود پائیں گے۔

(3) ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ کعبہ مکرمہ اور اس کے غلاف کے درمیان تین شخص تھے جن میں دو قریشی اور ایک ثقفی یا ایک قریشی اور دو ثقفی تھے ان میں سے ایک کہنے لگا کہ تمہاری کیا رائے ہے اللہ تعالیٰ ہماری باتوں کو سنتا ہے تو دوسرا کہنے لگا کہ جس وقت تم زور سے کہتے ہو تو سنتا ہے اور جب آہستہ بات کرتے ہو تو نہیں سنتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے ہم ان کی چپکے چپکے کی جانے والی باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے۔ (تفسیر ابن عباس: 217/3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ(۱۷) مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ(۱۸)﴾ ''جب کہ دو ضبط کرنے والے اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔ کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے'' (ق: 18,17)

سوال 2: پوشیدہ باتوں اور خفیہ سرگوشیوں کا سلسلہ کس ذہنیت کے ساتھ جاری رہتا ہے؟

جواب: پوشیدہ باتیں سازشیں، خفیہ سرگوشیاں تب جاری رہتی ہیں جب لوگوں کے اندر یہ گمان ہوتا ہے کہ ہماری بات کسی نے نہیں سنی۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے نہ سننے کی غلط فہمی کو کیسے دور کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو تمہاری باتوں کو نہیں سنا ہم سب سنتے اور جانتے ہیں۔

(2) ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں، یعنی اعمال نامہ تیار ہو رہا ہے حساب ہوگا اور سزا ملے گی۔

﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں! اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا'' (81)

سوال1: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں! اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ﴾ ''آپ کہہ دیں! اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا'' اے ہمارے رسول ان مشرکوں سے کہہ دو جنہوں نے یہ گمان کیا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور کچھ نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو۔

(2) ﴿فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ ''تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا'' تو میں ساری مخلوق سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے میں سب سے آگے ہوں۔ اب تم دیکھ رہے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے کی نفی کرنے میں سب سے آگے ہوں تو اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ تمہارا قول باطل ہے۔

(3) حقیقت یہ ہے کہ انبیاء انسان کامل تھے۔ نیکیوں پر عمل پیرا ہونے اور برائیوں کو ترک کرنے میں سب سے آگے تھے۔ اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو انبیاء میں سب سے افضل محمد ﷺ اس کی عبادت کرنے میں سب سے آگے ہوتے۔

سوال2: اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو رسول سب سے پہلے کیوں عبادت کرتے؟

جواب: رسول سب سے زیادہ فرماں بردار ہوتے ہیں اس لئے اولاد ہونے کی صورت میں وہ پہلے عبادت گزار ہوتے۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ کیوں کہلوایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں عبادت کرتا؟

جواب: یہ بات شرک کو روکنے کے لیے اور ان کے عقیدے کو غلط ثابت کرنے کے لیے کہلوائی گئی جو کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔

﴿سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

''آسمانوں اور زمین کا رب عرش کا رب پاک ہے اُن باتوں سے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں'' (82)

سوال: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا رب عرش کا رب پاک ہے اُن باتوں سے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا رب عرش کا رب پاک ہے اُن باتوں سے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اور زمین کا اور عرش بریں کا رب ہے اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ وہ ایک ہے، بے مثال ہے، نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد، وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ان تمام چیزوں سے پاک ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

﴿فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ﴾

''چنانچہ آپ اُنہیں چھوڑ دو، وہ فضول بحث کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اُس دن سے جا ملیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے'' (83)

سوال:﴿فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ﴾ ''چنانچہ آپ اُنہیں چھوڑ دو، وہ فضول بحث کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اُس دن سے جا ملیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا﴾ ''چنانچہ آپ اُنہیں چھوڑ دو، وہ فضول بحث کریں اور کھیلتے رہیں'' یعنی یہ باطل میں مبتلا ہو کر محال امور سے کھیلتے ہیں، ان کے علوم ضرر رساں ہیں ان میں کوئی نفع نہیں، وہ ایسے علوم میں بحث کرتے اور ان میں مشغول ہوتے ہیں جن کے ذریعے سے یہ لوگ حق اور دعوت کی مخالفت کرتے ہیں جو انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔ ان کے اعمال محض لہو و لعب ہیں جو نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں نہ ان سے معارف حاصل ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2492/3)

(2) یعنی آپ انہیں جہالت اور دنیاوی مشغلوں میں مشغول رہنے دیں۔

(3) ﴿حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ﴾ ''یہاں تک کہ وہ اپنے اُس دن سے جا ملیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے'' یعنی بے خبری میں ان پر قیامت آجائے گی تب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہمیشہ کی بدبختی میں گھر گئے ہیں رب العزت نے فرمایا:﴿فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ (۱۱) الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ (۱۲) يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (۱۳) هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ (۱۴)﴾ ''چنانچہ اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں۔ جس دن اُنہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔'' (الطور:11-14)

﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ إِلٰهٌ وَفِي الْاَرْضِ إِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾

''اور وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (84)

سوال:﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ إِلٰهٌ وَفِي الْاَرْضِ إِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾ ''اور وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور

زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' رب العزت کی عظمت اور جلال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ﴾ ''اور وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے'' یعنی آسمانوں میں بھی اس عظیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے اور زمین میں بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے جیسا کہ فرمایا:﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور وہ جو ان میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے (بنی اسرائیل:44)

(2) ساری مخلوق خوشی اور ناخوشی سے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے جیسا کہ فرمایا﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے۔'' (الرعد:15)

(3) آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں، زمین والوں کا بھی وہی معبود ہے، وہ اپنے عرش پر ہے۔

(4)﴿وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اور وہ حکمت والا ہے جس نے اپنی مخلوق کو نہایت محکم طور پر تخلیق کیا اور اپنی شریعت کو نہایت مہارت سے وضع کیا۔ اس نے جو چیز بھی پیدا کی کسی حکمت ہی کی بنا پر پیدا کی، اس کا حکم کونی وقدری، حکم شرعی اور حکم جزائی تمام تر حکمتوں پر مشتمل ہے۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، وہ ہر بھید اور مخفی معاملے کو جانتا ہے عالم علوی اور عالم سفلی میں چھوٹی یا بڑی ذرہ بھر چیز بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں۔ (تفسیر سعدی:2493/3)

﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اور بہت بابرکت ہے وہ ذات جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے اور قیامت کا علم اُسی کے پاس ہے اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے'' (85)

سوال:﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور بہت بابرکت ہے وہ ذات جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے اور قیامت کا علم اُسی کے پاس ہے اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''اور بہت بابرکت ہے وہ ذات جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے۔'' بڑا بابرکت والا ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے جو آسمانوں اور زمینوں

اوران کے درمیان جو کچھ موجود ہے سب کا بادشاہ ہے۔

(2) تبارک کے معنی ہیں بہت بڑا، بہت بلند، بے شمار بھلائیوں والا، لامحدود صفات والا، جس کی سلطنت عظیم ہے۔

(3) ﴿وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''اور قیامت کا علم اُسی کے پاس ہے'' یعنی وہ کمال درجے کا علم رکھتا ہے۔ اس کے سوا کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ کسی مقرب فرشتے، کسی پیغمبر کو غیب کا کوئی علم نہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: ''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:187)

(4) وہ دنیا اور آخرت کا مالک کامل اقتدار والا ہے وہی قیامت کو اپنے وقت پر لائے گا۔

(5) ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے'' یعنی سب انسان اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جب سب اس کے پاس چلے جائیں گے تو وہ سب کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور اُس کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جو حق کے ساتھ گواہی دیں اور وہ علم بھی رکھتے ہیں'' (86)

سوال: ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُس کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جو حق کے ساتھ گواہی دیں اور وہ علم بھی رکھتے ہوں باطل معبودوں کی شفاعت کی تردید کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ﴾ ''اور اُس کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی سفارش کا اختیار نہیں رکھتے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کا کوئی اختیار نہیں وہ کامل اقتدار کا مالک ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کی جناب میں سفارش نہیں کر سکے گا۔ یعنی فرشتے، انبیاء اور دیگر جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے ان میں سے کوئی بھی سفارش اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا۔ سفارش صرف اس کے حق میں ہوگی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور اس سے

راضی ہوگا۔

(2)﴿اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''مگر جو حق کے ساتھ گواہی دیں اور وہ علم بھی رکھتے ہیں'' یعنی جس نے دل سے حق کا اقرار کرتے ہوئے اور جس امر کی شہادت دی جارہی ہے اس کا علم رکھتے ہوئے زبان سے حق کی شہادت دی اور اس شرط کے ساتھ کہ یہ شہادت حق کے ساتھ شہادت ہو اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی وحدانیت کی شہادت، اس کے رسولوں کے لئے ان کی نبوت و رسالت کی شہادت اور دین کے اصول و فروع، اس کے حقائق اور شرائع کی شہادت جنہیں لے کر وہ معبوث ہوئے ہیں۔ پس یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں سفارش کرنے والوں کی سفارش فائدہ دے گی اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پائیں گے اور اس کا ثواب حاصل کریں گے۔ (تفسیر سعدی:2494/3)

(3)﴿وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ علم بھی رکھتے ہوں'' یعنی وہ اس چیز کی شہادت اپنی زبان سے دیں گے جس کا وہ علم رکھتے ہوں گے۔ جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:﴿وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ﴾ ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔'' (المائدہ:117)

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے،
پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟'' (87)

سوال:﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے'' یعنی آپ ان لوگوں سے سوال کرو جو ایسی مخلوقات کی عبادت کرتے ہیں جن کے پاس کوئی قدرت اور اختیار نہیں کہ یہ تو بتاؤ کہ کائنات کا خالق کون ہے اور انہیں کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

(2)﴿فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟'' جب اس کے خالق ہونے کا اعتراف کرتے ہو پھر یہ بتاؤ کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کیوں موڑتے ہو؟ جب پیدا کرنے والا وہ ہے تو عبادت کا حقدار بھی وہی ہے عجیب بات یہ ہے کہ جو پیدا کرے، اس کو خالق مان کر غیروں کے آگے جھک جاتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ کہاں سے تم پھرائے جاتے ہو؟

﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''قسم ہے رسول کے اس قول کی اے میرے رب! یقینا یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے'' (88)

سوال: ﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''قسم ہے رسول کے اس قول کی اے میرے رب! یقینا یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے'' نبی ﷺ کے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''قسم ہے رسول کے اس قول کی اے میرے رب! یقینا یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے'' یعنی نبی ﷺ نے اپنی قوم کے نہ ایمان لانے کا شکوہ کیا۔

(2) قیامت کے دن رب العزت کے حضور نبی ﷺ فرمائیں گے۔ ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ ''اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب! یقینا اس قرآن کو میری قوم نے چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا۔'' (الفرقان:30)

﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾

''چنانچہ آپ اُن سے درگزر کریں، اور سلام کہہ دیں، پس جلد ہی وہ جان لیں گے'' (89)

سوال: ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے درگزر کریں، اور سلام کہہ دیں، پس جلد ہی وہ جان لیں گے'' مشرکوں کو جو دھمکی رب العزت نے دی اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ﴾ ''آپ اُن سے درگزر کریں'' یعنی مشرکوں سے درگزر کرو ان کی جانب سے جو اذیت بھی پہنچتی ہے ان سے درگزر کر کے انہیں معاف کر دو یعنی ان کی ہر زبان کا جواب نہ دو ان کے ساتھ نرمی برتو۔

(2) ﴿وَقُلْ سَلٰمٌ﴾ ''اور سلام کہہ دیں'' ان کے لیے سلامتی کی دعا کر دو جیسا کہ اہل بصیرت جاہلوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو۔'' (الفرقان:63) (3) آپ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں جاہلوں کی اذیتوں کے مقابلے میں درگزر کیا اور آپ ﷺ اخلاق کے عظیم مرتبے پر پہنچ گئے۔ (4) ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''پس جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' اس آیت میں مشرکوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا اور انہیں معلوم ہو گیا جب بدر میں ان کے بڑے بڑوں کا فیصلہ ہوا، جب دین اسلام کا بول بالا ہوا۔ جب اسلام کی روشنی مکہ سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل گئی جب مسلمان قوی ہوتے گئے جب لوگ فوج در فوج دین میں شامل ہوتے گئے۔ جب مشرق اور مغرب میں محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین اور آپ کے اخلاق کی روشنی پھیل گئی۔

اٰیاتھا ۵۹ ﴿۴۴﴾ سُوْرَۃُ الدُّخَانِ مَکِّیَّۃٌ ۶۴ رکوعاتھا ۳

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے اس میں 3 رکوع اور 59 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 44 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 64 ہے۔

رکوع نمبر 14

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿حٰمٓ﴾

''حٰمٓ''

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿حٰمٓ﴾ حروف مقطعات میں سے ایک ہے جس کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ﴾

''واضح کتاب کی قسم!''(2)

سوال: ﴿وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ﴾ ''واضح کتاب کی قسم!'' قرآن مجید واضح کتاب ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ﴾ ''واضح کتاب کی قسم!'' اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی قسم کھائی ہے جو واضح بیان کرنے والی ہے ہر اس چیز کو جس کی وضاحت اور بیان کی ضرورت ہے۔ (2) قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت کو بلند فرمایا ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ﴾

''یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے یقیناً ہم ڈرانے والے تھے''(3)

سوال: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔ یقیناً ہم ڈرانے

والے تھے'' قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾''یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے'' رب العزت نے قرآن مجید کو برکت والی رات میں نازل فرمایا جو کہ لیلۃ القدر ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾''یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔'' (القدر:1)(2) لیلۃ القدر رمضان کی ایک رات ہے جیسا کہ نزول قرآن کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' (البقرہ:185)

(3) دوسری آسمانی کتابیں تورات، زبور، انجیل اور صحف ابراہیم بھی رمضان میں نازل ہوئے اس اعتبار سے یہ بہت بابرکت مہینہ ہے جس میں برکت والی کتابیں نازل ہوئیں۔ سیدنا واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صحف ابراہیم ماہ رمضان کی پہلی رات میں نازل کیے گئے۔ تورات اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے چھ (6) دن گزر چکے تھے۔ انجیل تب نازل کی گئی جب رمضان کے 13 دن گزر چکے تھے۔ زبور اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے اٹھارہ (18) دن گزر چکے تھے اور قرآن اس وقت نازل کیا گیا جب رمضان کے چوبیس دن گزر چکے تھے۔ (صحیح الجامع الصغیر:1497، الصحیحہ:1575)(احمد:17109)

(4) لیلۃ القدر یعنی مرتبے والی رات رمضان میں آتی ہے رب العزت نے فرمایا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾'' رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' (البقرہ:185)

(5) یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام کو سب راتوں اور دنوں سے افضل رات میں مخلوق میں سے افضل ترین ہستی پر، معزز ین اہل عرب کی زبان میں نازل فرمایا تا کہ (6)﴿اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ﴾''یقیناً ہم ڈرانے والے تھے'' اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے اور قرآن نازل فرمایا تا کہ لوگوں کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرایا جائے۔ کسی کو نجات نہیں مل سکتی جب تک کہ وہ ایمان لا کر عمل صالح نہ کرے اور ان دونوں کی پہچان وحی کے بغیر نہیں ہو سکتی اس کے لیے رسول بھیجنا ناگزیر تھا اور رسول کے پاس وحی بھیجنا کیونکہ وحی میں ایمان اور عمل صالح کی اقسام کا بیان ملتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1434,1435)(7)''یقیناً ہم ڈرانے والے تھے'' یعنی لوگوں کو برائی بھلائی اور نیکی بدی معلوم کرا دیتے ہیں تا کہ حجت قائم ہو جائے اور لوگ شرعی علم حاصل کریں۔ (مختصر ابن کثیر:2/1843)

﴿فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ﴾

''اس رات میں ہر محکم کام کا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے'' (4)

سوال:﴿فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ﴾''اس رات میں ہر محکم کام کا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے'' لیلۃ القدر فیصلوں کی رات ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ﴾''اس رات میں ہر محکم کام کا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے'' اس رات میں ہر محکم اور پختہ بات

کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے یعنی ہر کام لوح محفوظ سے لکھنے والے فرشتوں کو دے دیا جاتا ہے، اور سال بھر کے تمام اہم کام جیسے عمر، روزی اور موت وغیرہ اسی رات میں طے پا جاتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1843/2)

(2) عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر حکم کا فیصلہ کیا جاتا اور ممیز کیا جاتا ہے، ہر کونی وقدری اور شرعی حکم کو جس کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ کتابت اور تفریق وامتیاز جو لیلۃ القدر کو ہوتی ہے، ان کتابات لکھائیوں میں سے ایک ہے جسے لکھا جاتا اور ممیز کیا جاتا ہے۔ وہ اولین کتاب کے مطابق ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تقدیر، ان کا وقت مقرر، ان کا رزق، ان کے اعمال اور ان کے اموال وغیرہ درج کر دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیے ہیں کہ جو بندے پر گزرے گا وہ لکھ دیتے ہیں اور جب بندہ ماں کے پیٹ سے باہر دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر کراماً کاتبین مقرر کر دیتا ہے۔ جو اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ (تفسیر سعدی 2496,2497/3)

﴿اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾

''ہماری طرف سے حکم ہے، یقیناً ہم ہی رسول بھیجنے والے تھے'' (5)

سوال: ﴿اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾ ''ہماری طرف سے حکم ہے، یقیناً ہم ہی رسول بھیجنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ''ہماری طرف سے حکم ہے'' نقاش نے کہا: الامر سے مراد قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے نازل فرمایا۔ اور ابن عیسیٰ نے کہا: اس سے مراد وہ امر ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو وہ بندوں کے احوال کے بارے میں لیلۃ المبارکۃ میں فرماتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: 94/8)

(2) اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کو سال بھر میں پیش آنے والے واقعات کو مقدر کر دیتا ہے۔ یہ سب اس کے کمال علم، کمال حکمت، اس کی بہترین حفاظت اور اپنی مخلوق کے ساتھ کامل اعتنا کی بنا پر ہے۔ یعنی حکمت سے لبریز یہ حکم، ہماری طرف سے صادر ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2497/3)

(3) ﴿اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم ہی رسول بھیجنے والے تھے'' یعنی رسول اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچانے میں انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات سکھاتے ہیں جن کی انہیں از حد ضرورت ہے اور اس کی تقدیر کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں۔

﴿رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

''آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے، یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (6)

سوال: ﴿رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے، یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' انبیاء کی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾''آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے''رسولوں کا آنا اور کتابوں کا نازل کرنا آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے ہے۔(2)تمام کتابوں میں افضل ترین کتاب قرآن مجید ہے۔

(3)بندوں پر اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی رحمت نہیں کہ وہ انہیں رسولوں اور کتابوں کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔یقیناً ہر بھلائی کا سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

(4)﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾''یقیناً وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے''یعنی وہ تمام آوازوں کو سنتا ہے اور تمام ظاہری اور باطنی امور کو جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ بندوں کو اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں کی ضرورت ہے۔پس اس نے ان پر رحم کرتے ہوئے احسان فرمایا۔اللہ تعالیٰ ہی حمد وستائش اور احسان کا مالک ہے۔(تفسیر سعدی:2497/3)

(5)اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بندوں کو ہدایت اور راہ نمائی کی ضرورت ہے۔اس نے اپنے سمیع وعلیم ہونے کی وجہ سے ساری کتابیں اور سارے رسول بھیجے تاکہ وہ انہیں زندگی کے مقصد اور اس کے انجام سے آگاہ کریں۔

﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾

''آسمانوں کا اور زمین کا رب اور ان دونوں کے درمیان کا رب ہے،اگر تم یقین کرنے والے ہو''(7)

سوال:﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾''آسمانوں کا اور زمین کا رب اور ان دونوں کے درمیان کا رب ہے،اگر تم یقین کرنے والے ہو''آسمانوں اور زمین کے رب پر یقین کرنے والے جانتے ہیں کہ قرآن رب کی رحمت ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾''آسمانوں کا اور زمین کا رب اور ان دونوں کے درمیان کا رب ہے''یعنی آسمانوں اور زمین کا رب اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں ان سب کا رب ان کو پیدا کرنے والا اور ان کی تدبیر کرنے والا ہے۔اسی کی تدبیر ہے کہ بندوں کے لیے آخری کتاب قرآن حکیم نازل کی گئی اور محمد ﷺ کو سب رسولوں کے آخر میں بھیجا گیا تاکہ رب کی رحمت سے بندے ہدایت پائیں اور رب کی رحمت سے جنت اور رب کی رضا کو حاصل کریں۔

(2)﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾''اگر تم یقین کرنے والے ہو''یعنی اگر تم رب کے بارے میں ایسا علم رکھتے ہو جو تمہیں یقین تک پہنچا دے تو جان لو کہ وہ ساری مخلوقات کا خالق،مالک،رب اور معبود حقیقی ہے۔

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں،وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے،وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے

باپ دادا کا بھی رب ہے''(8)

سوال:﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے'' سچا معبود وہی ہے جس کے قبضے میں موت وحیات ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ وہ عبادت کا حق رکھتا ہے اس لیے کہ

(2)﴿يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾''وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے'' اس کے قبضے میں موت وحیات ہے۔

(3)وہ اکیلا ہی زندگی عطا کرتا اور موت دیتا ہے۔ وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں اکٹھا کرے گا اور تمہارے اعمال کی جزا وسزا دے گا۔ اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا ہوگی اور اگر اعمال برے ہوئے تو بری جزا ہوگی (تفسیر سعدی:2497/3)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں! اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' (الاعراف:158)

(5)﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے'' یعنی وہی جو تمہارا رب ہے وہی تمہارے باپ دادا کا بھی رب ہے۔ وہ اوّل وآخر سب کا رب ہے۔

(6)وہ رب ہے جو خالق بھی ہے مالک بھی، وہ آقا بھی ہے مدبر بھی، وہ تربیت کرنے والا بھی ہے اور سختیوں کو دور کرنے والا بھی، وہی سب کو پالتا پوستا اور پروان چڑھاتا ہے۔

﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾

''بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں''(9)

سوال:﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾''بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں'' کافر شک میں ڈوبے ہوئے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾''بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں'' اللہ رب العزت نے اپنی الوہیت وربوبیت کے علم

کے ذریعے شک کو دور فرمایا ہے اور کافر اس ساری وضاحت کے باوجود اس حالت میں ہیں ﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں'' یعنی وہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو کر ان مقاصد سے غافل ہیں جن کے لئے انہیں تخلیق کیا گیا ہے اور لہو ولعب میں مشغول ہیں جو انہیں نقصان کے سوا کچھ نہیں دیتے۔ (تفسیر سعدی: 2497/3)

(2) کافروں کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر یقین نہیں وہ محض اپنے آباء کی تقلید کرتے ہیں۔

(3) کافر توحید، بعث اور اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کے منکر ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۡ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۡ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝﴾ ''اُن کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر اُن کے پاس نہیں آتا مگر وہ اُس کو مشقت سے سنتے ہیں، اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنہوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے؟ تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو؟ رسول نے کہا میرا رب آسمان میں اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ وہ اِس نے گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، چنانچہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جیسا کہ پہلے (رسولوں) کو بھیجا گیا تھا'' (الانبیاء: 2-5)

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾

''چنانچہ آپ انتظار کریں اُس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا'' (10)

سوال: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''چنانچہ آپ انتظار کریں اُس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا'' کافروں کو دھویں والے دن سے آگاہ کرنے کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''چنانچہ آپ انتظار کریں اُس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا'' امام بخاری نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب قریش نے رسول اکرم ﷺ پر زیادتیاں کیں تو آپ نے ان کے لیے قحط سالی کی بددعا کی جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی تھی چنانچہ ان پر ایسا قحط آیا کہ انہوں نے ہڈیاں تک کھالیں اور آدمی جب اس حالت میں آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو اسے اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کی شدت کی وجہ سے دھواں سا نظر آتا تھا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں چنانچہ اس کے بعد یہ لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مضر کے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجیے کیوں کہ وہ تو ہلاک ہو گئے چنانچہ آپ نے بارش کی دعا فرمائی

بارش ہوگئی اس کے بارے میں یہ جملہ نازل ہوا﴿اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ﴾اس کے بعد جب ان پر فراخی کا دور آیا تو پھر اپنی پچھلی حالت پر آ گئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾یعنی غزوہ بدر کے دن ہم ان سے بدلہ لیں گے۔(تفسیر ابن عباس:220/3)

(2)قیامت کی پانچ علامتیں گزر چکی ہیں الدخان،''دھواں''الروم ''غلبہ روم''،القمر''چاند کا ٹکڑے ہونا''والبطشه'' پکڑ'' واللزام ''ہلاکت اور قید۔''(بخاری:4820)

(3)سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھیں اس بات کی خبر ہوئی کہ''ایک شخص نے مقام کندہ میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز دھواں پیدا ہوگا،جس سے منافقوں کے تو کان اور آنکھیں بالکل بیکار ہو جائیں گی اور مومنوں کو زکام کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی،(یعنی ان کے کم گھسے گا جب یہ خبر انھیں پہنچی اور وہ اس وقت)تکیہ لگائے بیٹھے تھے،وہ (یہ سن کر)غصے ہوئے اور سیدھے ہو کر بیٹھے پھر کہا کہ آدمی کو چاہیے کہ وہی بات کہے جو جانتا ہو اور جو بات نہ جانتا ہو تو کہہ دے کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ بھی علم کی بات ہے کہ جس چیز کو نہ جانے اس کے بارے میں کہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے''کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس (وعظ ونصیحت) کی کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ ہی میں خود سے کوئی بات بناتا ہوں''(ص:68)(اصل قصہ دھویں کا یوں ہے کہ)قریش نے ایمان لانے میں دیر کی تو نبی ﷺ نے بددعا کی کہ''اے اللہ!قریش کے لوگوں کے مقابل میری مدد اس طرح کر کہ ان پر یوسف علیہ السلام کے سات سالہ قحط کی طرح سات سال کا قحط نازل کر دے''چنانچہ قحط پڑ گیا اور(اتنا سخت کہ)جس میں وہ تباہ ہو گئے اور مردار گوشت ہڈیاں تک کھا گئے اور(بھوک کے مارے) آدمی کا یہ حال تھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک دھواں سا دکھائی دیتا۔آخر کار ابوسفیان نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد!تم تو ہمیں آپس میں رشتہ ناتا جوڑنے کی تلقین کرتے ہو اور اب تو تمہاری قوم کے بہت سے لوگ(قحط کی وجہ سے)تباہ ہو گئے،اللہ تعالیٰ سے دعا کرو (کہ وہ اسے دور کر دے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی)پھر یہ آیت پڑھی﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (۱۰) يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۱) رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ (۱۲) اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (۱۳) ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (۱۴) اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ (۱۵)﴾''چنانچہ آپ انتظار کریں اُس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا۔وہ لوگوں پر چھا جائے گا یہ ہے دردناک عذاب۔(کہیں گے)اے ہمارے رب!ہم پر سے عذاب ہٹا دے،یقیناً ہم ایمان لانے والے ہیں۔اُن کے لیے نصیحت کہاں؟حالانکہ تحقیق اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے۔پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا اور کہا:''سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں۔بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو۔''(الدخان:10-15)(سیدنا مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں)تو کیا آخرت کا عذاب ان پر سے کچھ عرصہ کے لیے ہٹ جائے گا اور وہ لوگ پھر اپنے کفر پر ہی قائم رہیں گے؟(تو اس سے مراد یہ دھواں ہے نہ کہ قیامت کے روز دھواں ہونا)پھر اللہ تعالیٰ

نے جو یہ فرمایا کہ ''جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمادی، بارش ہوئی مگر جب انہیں فارغ البالی حاصل ہوئی تو وہ لوگ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ سو یہ آیت اس سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔ (بخاری:4824)

(4) سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہم باہم گفتگو کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کس بات کا تذکرہ کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لو گے۔ پھر دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نازل ہونے اور یاجوج وماجوج اور تین جگہوں کے دھنسنے، ایک دھنسنا مشرق میں اور ایک دھنسنا مغرب میں اور ایک دھنسنا جزیرۃ العرب میں ہونے اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر فرمایا جو لوگوں کو جمع ہونے کی جگہ کی طرف لے جائے گی۔ یہ لوگ جہاں رات گزاریں گے آگ بھی وہیں رات کے وقت رک جائے گی اور جہاں یہ دوپہر کو قیلولہ کریں گے آگ بھی وہیں ان کے ساتھ ٹھہرے گی۔ (مسلم:7285)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے اعمال کی سبقت کرو: دجال، دھواں، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور عام لوگوں سے پیش آنے والا معاملہ یعنی قیامت اور خاص کسی ایک کی موت۔ (مسلم:7398)

﴿يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ہے دردناک عذاب'' (11)

سوال: ﴿يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ہے دردناک عذاب'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّغْشَى النَّاسَ﴾ ''وہ لوگوں پر چھا جائے گا'' یعنی اس مصیبت اور مشقت کی وجہ سے جو انہیں پہنچے گی عذاب ان کی آنکھوں پر چھا جائے گا۔ (جامع البیان:118/25)

(2) ﴿هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''یہ ہے دردناک عذاب'' یعنی اس دن کافروں کو کہا جائے گا جو شک میں مبتلا تھے کہ یہ دردناک عذاب ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔'' (الطور:14,13)

﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ﴾

''اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب ہٹا دے، یقیناً ہم ایمان لانے والے ہیں'' (12)

سوال: ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب ہٹا دے، یقیناً ہم ایمان لانے والے

ہیں'' کافر عذاب کو دیکھ کر اس کے ہٹانے کی کیسے دعائیں کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب ہٹا دے'' یعنی اے ہمارے رب! ہم سے عذاب کو ہٹا دے ہم آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان لے آئیں گے۔

(2)﴿إِنَّا مُؤْمِنُونَ﴾ ''یقیناً ہم ایمان لانے والے ہیں'' یعنی آپ کے رسول پر اور جو وہ ہدایت اور دین حق میں سے لے کر آیا ہے اس پر ایمان لے آئیں گے۔

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔'' (الانعام:27)

(4)﴿وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ﴾ ''اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب اُن پر عذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑا قریب کے وقت تک مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟'' (ابراہیم:44)

﴿أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ﴾

''اُن کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ بلاشبہ اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے'' (13)

سوال:﴿أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ﴾ ''اُن کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ بلاشبہ اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے'' رسولوں کے وضاحت سے بیان کرنے کے بعد نصیحت اب کہاں؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ﴾ ''اُن کے لیے نصیحت کہاں؟'' یہ الفاظ انہیں قیامت کے دن اس وقت کہے جائیں گے جب وہ دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے۔ اس وقت کہا جائے گا اب ایسے لوگوں کے لیے نصیحت کہاں ہے؟ جیسا کہ فرمایا:﴿وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ﴾ ''اور اُس دن جہنم کو لایا جائے گا، اُس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب اُس کے لیے نصیحت کہاں؟'' (الفجر:23)

(2)﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ۖ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ

﴿بَعِيْدٍ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے پھر بچ کر بھاگ نہ سکیں گے اور وہ قریب کی جگہ سے پکڑے جائیں گے۔اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے؟'' (سبا:52,51)

(3)﴿وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے'' یعنی اس سے پہلے کہ ہم عذاب بھیجتے ہم نے اپنا رسول بھیجا جس نے نہایت وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، اس کے انصاف کے دن کے بارے میں پوری وضاحت سے آگاہ فرمایا۔رسولوں کی بات نہ ماننے کے بعد اب نصیحت کہاں؟

﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ﴾

''پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے''(14)

سوال:﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ﴾ ''پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے'' رسول کو پہچان کر اسے دیوانہ کہنے والوں کے طرزِ عمل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾ ''پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا'' یعنی انہوں نے حق سے، رسول سے اس وقت منہ موڑا جب وہ پہچان چکے تھے کہ رسول حق پر ہیں اور سچ کہتے ہیں پھر انہوں نے رسول سے اور جو وہ اپنے رب کی طرف سے لے کر آئے سب سے منہ موڑ لیا۔

(2)﴿وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ﴾ ''اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے'' یعنی ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ شخص کسی دوسرے شخص سے سیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول نہیں ہے۔انہوں نے رسول کو دیوانہ کہا۔اس لیے ان کے لیے نصیحت کارگر نہیں ہو سکتی اور اب ان کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

﴿اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ﴾

''یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو''(15)

سوال:﴿اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو'' عذاب ہٹا بھی دیا جائے تم پھر بھی وہی نافرمانی کرو گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو'' یعنی اگر ہم تم سے عذاب ہٹا کر تمہیں دنیا میں واپس بھیج دیں تو وہاں جا کر پھر وہی کچھ کرو گے، وہی نافرمانیاں، وہی مذاق اڑانا اور وہی سرکشی اور تکبر اختیار کرو گے۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے، اس حالت میں کہ وہ بھٹک رہے ہوں گے۔'' (المومنون:75)

(3)﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28) (4) یعنی تم دوبارہ شرک کرو گے اور اہل اسلام کی مخالفت اور ان سے جنگیں کرنے سے بھی گریز نہیں کرو گے۔

﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾

''جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں'' (16)

سوال: ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ ''جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى﴾ ''جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے'' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ بڑی پکڑ سے مراد بدر کے دن قریش کی پکڑ ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ (جامع البیان:121/25)

(2) ﴿اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں'' یعنی قیامت کے دن جب ہم تمہیں بری طرح سے پکڑیں گے اس دن تم سے انتقام لیں گے۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے قومِ فرعون کو آزمائش میں ڈالا تھا اور اُن کے پاس ایک باعزت رسول آیا'' (17)

سوال: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے قومِ فرعون کو آزمائش میں ڈالا تھا اور اُن کے پاس ایک باعزت رسول آیا'' قوم فرعون کو بھی ایک معزز رسول بھیج کر آزمائش میں مبتلا کیا گیا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے قومِ فرعون کو آزمائش میں ڈالا تھا اور اُن کے پاس ایک باعزت رسول آیا'' قریش مکہ نے جب اپنے کفر پر اصرار کیا تو انہیں بتایا گیا کہ رسولوں کو جھٹلانے میں آپ کی مثال قوم فرعون کی سی ہے جنہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور فرعون کو غرق کر کے سب کے لیے باعث عبرت بنا دیا۔ اس قصے کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قریش جھٹلانے سے باز آ جائیں۔

(2) ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے قومِ فرعون کو آزمائش میں ڈالا تھا'' یعنی ان سے پہلے

قبطیوں کی طرف سیدنا موسیٰ بن عمران کو مبعوث کر کے انہیں آزمائش میں مبتلا کیا۔

(3)﴿وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور اُن کے پاس ایک باعزت رسول آیا۔'' یعنی ان کے پاس موسیٰ بن عمران آئے جو کریم اخلاق والے تھے۔ وہ اپنی قوم میں کریم تھے۔ وہ عفو و درگزر کی انتہاء پر تھے۔ رب العزت نے انہیں معزز مقام عطا فرمایا اور انہیں نبوت اور اپنے سے ہم کلام ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

﴿اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾

''یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو، یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں'' (18)

سوال: ﴿اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ ''یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو، یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے وعظ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ﴾ ''یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر دو اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔ وہ اس زمانے کے معزز لوگ ہیں تم انہیں آزاد کر دو تا کہ وہ اپنے رب کی عبادت کریں تا کہ وہ سیدھے راستے پر چلیں اور امن سے رہیں۔

(2)﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہے'' یعنی میں خود تمہارے پاس نہیں آیا مجھے تو رب العالمین نے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کا امین بنا کر تمہارے پاس تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ میں تمہیں شریعت کے احکامات کا علم دینے اور ان پر عمل کرنا سکھانے کے لیے آیا ہوں۔ میری نبوت کی صداقت معجزات سے ظاہر ہے۔

﴿وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾

''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، یقیناً میں تمہارے پاس واضح دلیل لانے والا ہوں'' (19)

سوال: ﴿وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، یقیناً میں تمہارے پاس واضح دلیل لانے والا ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سرکشی چھوڑ کر اطاعت کی دعوت کے لیے دلیل دی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو'' تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی نہ کرو کہ تم اس کا انکار کرو اور اس کی نافرمانی کر کے اس کی مخالفت کرو۔ (جامع البیان: 122/25)

(2)اس کی عبادت سے منہ موڑنے والے دنیا میں بھی ذلیل رہتے ہیں اور آخرت میں سخت عذاب ملتا ہے۔

(3)﴿اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''یقیناً میں تمہارے پاس واضح دلیل لانے والا ہوں۔'' یعنی میں تمہارے پاس اپنی نبوت کی واضح دلیل لے کر آیا ہوں یعنی واضح معجزات اور ناقابل تردید دلائل لایا ہوں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ مُوْسٰۤى یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۰۴) حَقِیْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ (۱۰۵) قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۰۶) فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ (۱۰۷) وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ (۱۰۸)﴾ ''اور موسیٰ نے کہا: ''اے فرعون! یقیناً میں جہانوں کے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ اس بات پر پوری طرح قائم ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں، یقیناً میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔'' فرعون نے کہا: ''اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو وہ لے آؤ، اگر تم سچوں میں سے ہو۔'' تو موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدھا تھی۔ اور اس نے اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکتا ہوا تھا'' (الاعراف:104۔108)

﴿وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ﴾

''اور یقیناً میں نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے کہ تم مجھے سنگسار کرو'' (20)

سوال:﴿وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ﴾ ''اور یقیناً میں نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے کہ تم مجھے سنگسار کرو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کی اذیتوں سے رب کی پناہ مانگی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ﴾ ''اور یقیناً میں نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے کہ تم مجھے سنگسار کرو'' جب قوم فرعون نے ان کو جھٹلایا اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ تم مجھے بدترین طریقے سے قتل کرو یعنی رجم کرو تو میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کے طعنوں اور تہمتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ ان کی زبان اور ان کے ہاتھ کی ایذاء سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اور سنگسار ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ یقیناً سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اسوہ سب کے لیے قابل تقلید ہے۔

﴿وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ﴾

''اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے پھر مجھ سے الگ ہی رہو'' (21)

سوال:﴿وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ﴾ ''اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے پھر مجھ سے الگ ہی رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ﴾''اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے پھر مجھ سے الگ ہی رہو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے اور اس کو نہیں مانتے جو میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں تو میرا راستہ چھوڑ دو۔(ایسر التفاسیر)

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے علیحدگی کا فیصلہ کرتے ہوئے انہیں کہا تھا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عمر کا قیمتی حصہ ان کی ہدایت کے لیے کوششیں کرنے میں گزارا اور وہ بدبختی میں ڈوبے رہے تو اس موڑ پر انہوں نے کہا مجھے چھوڑ دو۔

﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ﴾

''پھر اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں''(22)

سوال:﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ﴾''پھر اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور قوم کا جو حال بیان کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ﴾''پھر اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں۔'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رسالت کا پیغام پہنچانے میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ ہر طرح قوم کو سمجھایا۔ ان کے ساتھ خیر خواہی کی، ان کی ہدایت کے لیے انتھک کوششیں کیں۔ اس کے باوجود جب وہ کفر اور سرکشی میں بڑھتے ہی چلے گئے تو ان کے حق میں بددعا کی۔''پھر اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں۔'' انہوں نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جو فوری سزا چاہتا ہے۔ اب یہ قوم ایمان لانے والی نہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (۸۸) قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال دیے ہیں اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں؟ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، سو وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ تم دونوں کی دُعا قبول کر لی گئی چنانچہ تم دونوں ثابت قدم رہو اور اُن کے راستے کی ہرگز اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے۔''(یونس:89,88)

(2) اس مقام پر تو رب العزت نے صبر کا حکم دیا اور یہاں یہ جواب ملا کہ اسرائیلوں کو لے جاؤ۔

﴿فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾

''(حکم ہوا) پھر آپ میرے بندوں کو راتوں رات لے چلو، یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا''(23)

سوال:﴿فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾''(حکم ہوا) پھر آپ میرے بندوں کو راتوں رات لے چلو، یقینا تمہارا پیچھا کیا جائے گا''بنی اسرائیل کو لے جانے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا﴾''(حکم ہوا) پھر آپ میرے بندوں کو راتوں رات لے چلو'رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کا جواب دیا کہ میرے بندوں کو راتوں رات چپکے سے نکال کر لے جاؤ۔

(2)﴿اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾''یقینا تمہارا پیچھا کیا جائے گا''فرعون اور اس کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے لیکن تم نے گھبرانا نہیں۔نڈر اور بے باک ہو کر دریا پار کر جانا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰی﴾''اور بلاشبہ یقینا ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے۔''(طٰہٰ:77)

﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ﴾

''اور دریا کو تھما ہوا چھوڑ دینا، یقینا وہ لشکر غرق ہونے والا ہے''(24)

سوال:﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ﴾''اور دریا کو تھما ہوا چھوڑ دینا، یقینا وہ لشکر غرق ہونے والا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا﴾''اور دریا کو تھما ہوا چھوڑ دینا''سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق راتوں رات لے کر نکلے تو فرعون نے تعاقب کیا۔رب العزت نے حکم دیا سمندر پر اپنا عصا ماریں۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا مارا تو اس میں کشادہ سڑک بن گئی اور ارد گرد پانی پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔رب العزت نے اس وقت یہ حکم دیا کہ سمندر کو کھلا چھوڑ دو۔یعنی ابھی کام ختم نہیں ہوا ابھی فرعون اور اس کے لشکر نے اس راستے میں داخل ہونا ہے۔

(2)دریا میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اتر گئے۔جب آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گزر گئے اور عصا مارنا چاہا تو رب العزت نے فرمایا دریا کو کھلا چھوڑ دو۔(3)﴿اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ﴾''یقینا وہ لشکر غرق ہونے والا ہے''فرعون کو جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے جانے کی خبر ملی تو وہ ایک لشکر جرار لے کر تعاقب کے لیے نکلا انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو دریا پار کرتے دیکھا تو ان کا پیچھا کیا۔اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سمندر میں غرق کر دیا۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ﴾''چنانچہ

ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے" (الاعراف:136)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ: "یہ کیا (وجہ ہے کہ تم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہو؟)" انھوں نے کہا کہ یہ ایک عمدہ دن ہے، یہ وہ دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی لہٰذا موسیٰ علیہ السلام اس دن روزہ رکھتے تھے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: "میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کا حق دار ہوں۔" پس آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری:2004)

﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

"وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے" (25)

سوال: ﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ "وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ "وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے" یعنی فرعون اور اس کا لشکر ایسی تباہی کے گھاٹ اترے کہ پیچھے کتنے ہی لہلہاتے باغات ہرے بھرے کھیت اور چشمے چھوڑ گئے۔ ان نعمتوں نے ہی تو رب کو بھلا دیا تھا دیکھو آج خود بھولی بسری داستان اور عبرت کا نشان بن گئے ہو۔ اور جن کے لیے عمر گنوا دی وہ تمہاری تباہی کے باوجود لہلہا رہے ہیں اور چشموں کا پانی جاری ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان کے گرد پھیلے ہوئے باغات، مکانات اور خوش حالی کے آثار کے بارے میں شعور دلایا ہے کہ دیکھو سب کچھ یہیں رہ گیا اور وہ سب ڈوب گئے، دنیا میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو رب نے پانیوں میں ڈبو دیا اور عبرت باقی رہ گئی۔

﴿وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾

"اور کھیتیاں اور شان دار قیام گاہیں" (26)

سوال: ﴿وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾ "اور کھیتیاں اور شان دار قیام گاہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾ "اور کھیتیاں اور شان دار قیام گاہیں" تمہارے ہرے بھرے کھیت موجود ہیں کھیت والے کہاں ہیں؟ تمہاری حسین مجلسیں اور مزین محفلیں اور خوب صورت گھر کہاں ہیں؟

(2) جس علاقے میں فرعون اور آل فرعون بستے تھے وہ زرخیز وادی تھی اس میں زراعت بہت زیادہ ہوتی تھی اور دوسری طرف اُن کے عالی شان گھر اُن کی دنیا کی دلچسپی اور محبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ دیکھو جس دنیا کے پیچھے اپنا وقت، صلاحتیں، مال سب کچھ

لگا دیا وہ دنیا ابھی تو موجود ہے لیکن اپنا سرمایہ زندگی لگا دینے والے باقی نہیں۔

(3) نیل کے کناروں پر دور تک پھیلے باغات اور بہتے چشموں نے عمر لے لی، وقت لے لیا، باغوں اور چشموں اور حسین مجلسوں والوں کو کیا ملا؟ تباہی، بربادی، ہمیشہ کا عذاب اور رسوائی! کتنا برا سودا ہے! کتنا بڑا خسارہ ہے!

﴿وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ﴾

''اور وہ سامانِ عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے'' (27)

سوال: ﴿وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ﴾ ''اور وہ سامانِ عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ﴾ ''اور وہ سامانِ عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے'' یعنی عظیم نعمتیں اور عیش وعشرت کے سامان جن میں وہ مزے کر رہے تھے جن کے لیے وہ جیتے تھے جن کے درمیان زندگی گزارنا وہ اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔ کہاں گیا وہ سب کچھ؟ اور کہاں گئے وہ لوگ؟ کہاں رہ گئے وہ مقاصد؟

(2) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے یہ شعور دلایا ہے کہ دیکھو اس آرام وعیش کیلئے یہ لوگ جیتے تھے۔ یہی ان کی زندگی کا مقصد تھا لیکن زندگی چلی گئی تو بتاؤ بھلا اسی لئے زندگی ملی تھی کہ عیش وآرام کا انتظام کر لیں خواہ خود اپنی زندگی ہی نہ رہے۔

﴿كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾

''اسی طرح ہم نے دوسری قوم کو اُن کا وارث بنا دیا'' (28)

سوال: ﴿كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''اسی طرح ہم نے دوسری قوم کو اُن کا وارث بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''اسی طرح ہم نے دوسری قوم کو اُن کا وارث بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری دولت اور حکومت اسرائیلوں کو دے دی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اس طرح ہوا اور ہم نے بنی اسرائیل کو اُن چیزوں کا وارث بنا دیا۔'' (الشعراء:59)

(2) ﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُنہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' (الاعراف:137)

﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾

''پھر نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین۔ اور نہ وہ مہلت دیے گئے'' (29)

سوال: ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ ''پھر نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین۔ اور نہ وہ مہلت دیے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ﴾ ''پھر نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین'' جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا تو ان پر آسمان رویا نہ زمین، یعنی ان کے لئے کسی نے حزن و غم کا اظہار کیا نہ ان کی جدائی پر کسی کو افسوس ہوا بلکہ ان کی ہلاکت اور بربادی پر سب خوش ہوئے حتیٰ کہ زمین و آسمان نے بھی مسرت کا اظہار کیا کیونکہ انہوں نے اپنے پیچھے ایسے کرتوت چھوڑے ہیں جو ان کے چہروں کو سیاہ کرتے ہیں اور ان پر لعنت اور لوگوں کی ناراضی کا موجب ہیں۔ یعنی عذاب کو ٹال کر ان کو مہلت نہ دی گئی بلکہ اسی وقت ان کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ (تفسیر سعدی: 2502/3)

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ نہ تو ان کے اعمال ایسے تھے کہ وہ آسمان پر چڑھتے اور اب ان کے مرنے کے بعد سلسلہ رک جانے کی وجہ سے آسمان روتا۔ اور نہ ان کے اعمال ایسے تھے کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تو عبادت کے سلسلے کے ختم ہونے پر زمین روئے گی۔ وہ اتنے بے ہمت ہو گئے کہ ان کے جانے سے جہان میں کوئی فرق ہی نہ پڑا۔

(3) یعنی ان کی حسرت ناک اور عبرتناک موت پر نہ زمین و آسمان روئے۔

(4) ﴿وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ ''اور نہ وہ مہلت دیے گئے'' انہیں مہلت نہیں دی بلکہ عذاب میں پکڑ لیا گیا۔

(5) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ہر انسان کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک سے روزی اترتی ہے اور ایک سے عمل چڑھتے ہیں جب یہ مرجاتا ہے اور ان دروازوں سے عمل اور رزق کا چڑھنا اترنا بند ہو جاتا ہے تو یہ روتے ہیں پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ (مسند ابو یعلیٰ) (مختصر ابن کثیر: 1847/2)

رکوع نمبر 15

﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رُسوا کن عذاب سے نجات دی'' (30)

سوال: ﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رُسوا کن عذاب سے نجات دی'' بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے احسان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے بنی اسرائیل کورُسوا کن عذاب سے نجات دی''بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان کیا تھا کہ انہیں فرعون جیسے ظالم دشمن کے شکنجے سے آزاد کروایا۔وہ انہیں ذلیل کرتا تھا اوران سے ادنیٰ کام کرواتا تھا۔

﴿مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

''فرعون سے یقیناوہ حد سے گزر جانے والوں میں سے بڑا سرکش آدمی تھا''(31)

سوال:﴿مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾''فرعون سے یقیناوہ حد سے گزر جانے والوں میں سے بڑا سرکش آدمی تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مِنْ فِرْعَوْنَ﴾''فرعون سے''یعنی فرعون کے اس عذاب سے جووہ بنی اسرائیل پرنازل کرتا تھا۔(ایسرالتفاسیر:1439)

(2)﴿اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾''یقیناوہ حد سے گزر جانے والوں میں سے بڑا سرکش آدمی تھا''فرعون جبار،سرکش،کفراورظلم میں حد سے گزر جانے والوں میں سے تھا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَاۗىِٕفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَاۗءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَاۗءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾''یقیناًفرعون نے زمین میں سرکشی کی۔اوراُس نے وہاں کے رہنے والوں کوکئی گروہ بنادیا،اُن میں سے ایک گروہ کونہایت کمزور کررکھا تھا،وہ اُن کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا تھا اوراُن کی عورتوں کوزندہ رہنے دیتا تھایقیناوہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔''(القصص:4)

(3)فرعون کی قوم بھی اس کا ساتھ دیتی تھی اس لیے اس نے بڑا سر اٹھار کھا تھا۔

﴿وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم نے اُن کوعلم کی بناپر جہان والوں پرترجیح دی تھی''(32)

سوال:﴿وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے اُن کوعلم کی بناپر جہان والوں پرترجیح دی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے اُن کوعلم کی بناپرترجیح دی تھی''اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پردوسرا بڑا احسان یہ تھا کہ اس نے انہیں دنیاپرفوقیت عطا کی تھی۔انہیں پاک صاف کرکے منتخب کرلیا تھا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَي الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾''اورہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پراحسان کریں جوزمین میں نہایت کمزور

کر دیے گئے تھے۔ اور ہم اُنہیں رہنما بنا دیں اور ہم اُنہیں وارث بنا دیں۔ اور ہم اُنہیں زمین میں اقتدار دیں۔ اور ہم فرعون، ہامان اور اُن دونوں کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دِکھلا دیں، جس سے وہ ڈرا کرتے تھے۔'' (القصص:6,5)

(2)﴿عَلٰی عِلْمٍ﴾ ''علم کی بنا پر'' اپنے علم کی بنا پر اور اس فضیلت کا حق رکھنے کی بنا پر انہیں چن لیا۔

(3)﴿عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''جہان والوں پر'' ہر زمانے کو عالم کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے زمانے کے لوگوں پر فضیلت عطا کی۔

﴿وَاٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ﴾

''اور ہم نے اُن کو ایسی نشانیاں عطا کیں جن میں واضح آزمائش تھی'' (33)

سوال: ﴿وَاٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ﴾ ''اور ہم نے اُن کو ایسی نشانیاں عطا کیں جن میں واضح آزمائش تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ﴾ ''اور ہم نے اُن کو ایسی نشانیاں عطا کیں جن میں واضح آزمائش تھی'' اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل پر تیسرا بڑا احسان یہ کیا کہ اس نے ایسے ایسے معجزے عطا کیے جو بڑے واضح تھے جن میں ایمان والوں کے لیے کھلی آزمائش تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا﴾ ''اور تاکہ وہ ایمان والوں کو اچھے انعام سے نوازے۔'' (الانفال:17) (2)﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً﴾ ''اور ہم تمہیں اچھی اور بری حالت میں آزماتے ہیں۔'' (الانبیاء:35)

(3) رب العزت نے بنی اسرائیل پر جو احسانات کیے اس میں ان کے لیے مدد بھی تھی اور آزمائش بھی اور یہ وہ احسانات تھے جو ان پر میدان تیہ میں کیے گئے جن کے بغیر ان کی زندگی ممکن نہیں تھی۔

﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَیَقُوْلُوْنَ﴾

''یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں'' (34)

سوال: ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَیَقُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَیَقُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں'' یعنی یہ مشرکین قریش کہتے ہیں۔

(2) قصہ فرعون و موسیٰ علیہ السلام جس میں قریش کے لیے نصیحت تھی اس کا ذکر کرنے کے بعد دوبارہ بعث اور قیامت میں شک اور کفار کے اصرار کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

﴿اِنْ هِیَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِیْنَ﴾

''ہماری پہلی موت کے سوا کچھ نہیں اور ہم دوبارہ اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں''(35)

سوال:﴿اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ﴾''ہماری پہلی موت کے سوا کچھ نہیں اور ہم دوبارہ اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى﴾''ہماری پہلی موت کے سوا کچھ نہیں''یعنی بعث کو جھٹلانے والے کہتے ہیں کہ ہماری موت کے بعد ہم اٹھائے نہیں جائیں گے۔

(2)﴿وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ﴾''اور ہم دوبارہ اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں''یعنی ہماری قبروں سے ہمیں زندہ کر کے اٹھایا نہیں جائے گا اور اگر اے محمد! تم موت کے بعد زندگی پر اصرار کرتے ہو تو ہمارے آباء کو جنہیں موت آ چکی، زندہ کر کے لے آؤ۔

﴿فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ اگر تم سچے ہو''(36)

سوال:﴿فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾''تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ اگر تم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾''تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ اگر تم سچے ہو''یعنی اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ۔(2) یہ عناد پسند جہلاء کا مطالبہ تھا جو بہت دور کی کوڑی لائے تھے۔رسول کریم ﷺ کی صداقت اور ان جہلاء کے آباء اجداد کو زندہ کر کے ان کے سامنے لانے میں کون سا تلازم ہے؟ آپ کی دعوت کی صداقت پر آیات و دلائل ہر لحاظ سے نہایت تواتر سے دلالت کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2503/3)

(3)﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾''اگر تم سچے ہو''یعنی اگر مسلمان موت کے بعد دوبارہ زندگی کے دعوے میں سچے ہیں۔

(4)ان کی دلیل کی کمزوری ظاہر ہے۔موت کے بعد کی زندگی قیامت کے بعد شروع ہوگی۔

﴿اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾

''کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو اُن سے پہلے تھے؟ ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا، یقیناً وہ مجرم لوگ تھے''(37)

سوال:﴿اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾''کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو اُن سے پہلے تھے؟ ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا، یقیناً وہ مجرم لوگ تھے''مشرکین کو عذاب کی جو دھمکی دی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ﴾''کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم''قوم تبع سے مراد یمن کی قوم سبا ہے جس کی تباہی کا حال سورہ سبا

میں گزر چکا ہے۔ تبع دراصل اس قوم کے قبیلہ حمیر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ عموماً مورخین نے ان کا زمانہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بتایا ہے۔ ان میں سے ایک بادشاہ نے دنیا میں بہت فتوحات حاصل کی تھیں اور اسی نے شہر سمرقند بسایا۔ اس نے خانہ کعبہ کا طواف بھی کیا اور واپس یمن پہنچ کر یہودی مذہب کی تبلیغ بھی کی۔ چنانچہ یمنی عوام نے یہ دین اختیار کر لیا لیکن اس کی وفات کے بعد پھر کافر ہو گئے۔ اسی بادشاہ کے متعلق مسند احمد طبرانی وغیرہ میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''تبع کو گالی نہ دو، اس لئے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم! (صحیح الجامع الصغیر: 7319) (تفسیر ترجمان القرآن: 362,361/13)

(2) تبع شاہان یمن کا لقب ہے جو حمیری قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جیسے ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ، روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر اور حبشہ کے بادشاہوں کا لقب نجاشی تھا۔ تبع، قوم تبع کے جد امجد کا نام تھا۔ یہ بذات خود ایک ایماندار آدمی تھا اور اپنے وقت میں اس کا ڈنکا بجتا تھا۔ اس نے بہت سے علاقے بھی فتح کر لیے تھے۔ مگر اس کے بعد میں آنے والے لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے اور اللہ سے سرکشی کی راہ اختیار کر لی تھی۔ ان بادشاہوں کا زمانہ 115 ق م سے 300ء تک ہے۔ عرب میں صدیوں تک ان کی عظمت کے افسانے زد خلائق رہے۔ (تیسیر القرآن: 183/4)

(3) ﴿وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور جو اُن سے پہلے تھے؟'' یعنی قوم عاد۔

(4) ﴿اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ ''ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا، یقیناً وہ مجرم لوگ تھے'' یعنی ان پر ہم نے عذاب بھیجے یقیناً وہ مجرم تھے۔ اس آیت میں دھمکی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی سرکشی کر کے پہلی قوموں کی طرح بے نام و نشاں ہو جاؤ۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾

''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا'' (38)

سوال: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا'' اس جہان کو اللہ تعالیٰ نے حکمت سے بنایا ہے واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا'' اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اس نے جہان کو اپنے عدل کے تقاضے کے مطابق حکمت سے بنایا ہے، بے مقصد نہیں بنایا جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (۱۱۵) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (۱۱۶)﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہ حقیقی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے۔'' (المومنون: 116,115)

(2)﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾

''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا سو جنہوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے۔'' (ص:27)

﴿مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''ہم نے تو اُن کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' (39)

سوال: ﴿مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہم نے تو اُن کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہم نے تو اُن کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' یعنی ہم نے تو زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ ان کی تخلیق، ان کا وجود حق پر مشتمل ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ حکم دے اور اس کو ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے لوگ اپنے کیے کا بدلہ پائیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ امتحان کے لیے پیدا کیا ہے ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' کیونکہ وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر نہیں کرتے۔

(3)﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ ''کیا انہوں نے اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کے درمیان کو برحق اور مدّتِ مقررہ تک پیدا کیا ہے اور یقیناً بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کا یقیناً انکار کرنے والے ہیں۔'' (الروم:8)

﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے'' (40)

سوال: ﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے'' فیصلے والا دن قیامت کا دن ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے'' بے شک فیصلے کا دن اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان حق اور انصاف سے فیصلے فرمائے گا ہر ایک کو اپنے کیے کی جزا ملے گی۔

(2) وہ ایک مقررہ وقت ہے جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سب کو جمع کرے گا۔

﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾

''جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی'' (41)

سوال: ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا﴾ ''جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا'' اس دن کوئی رشتہ دار کسی رشتہ دار کے، دوست دوست کے کام نہیں آئے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ہرگز فائدہ نہ دیں گی، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا اور اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (الممتحنہ:3)

(2) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' (المومنون:101)

(3) ﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی'' انہیں کہیں سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔ کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ (4) ﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا (۱۰) يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (حالانکہ) وہ انہیں دکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔'' (المعارج:11,10)

(5) ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔'' (البقرہ:48)

﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

''مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (42)

سوال: ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ﴾ ''مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا'' مگر جس پر اللہ مہربانی کرے، وہ تو غالب، مہربان ہے۔ پس یہی

لوگ ہوں گے جو فائدہ اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بلند مراتب پر فائز ہوں گے جس کو انہوں نے دنیا کے اندر مراتب کے حصول کا سبب بنایا اور اس کے لئے پوری کوشش کی۔ (تفسیر سعدی:2504/3)

(2)﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''یقیناوہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ بڑے غلبے والا ہے اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور اپنے اولیاء کے ساتھ رحیم ہے۔ (ایسر التفاسیر:1440)

رکوع نمبر 16

﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ﴾

''یقیناً زقوم کا درخت'' (43)

سوال: ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت'' قیامت کے دن مشرکوں کو گناہوں کی سزا کے طور پر زقوم کا درخت کھانے کو ملے گا۔ اس کا ذائقہ بدبودار پیپ کی مانند ہے۔ بدذائقہ اور سخت گرم ہوگا۔ (2) دنیا میں گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہوں گے۔

﴿طَعَامُ الْاَثِيْمِ﴾

''گناہ گار کا کھانا ہے'' (44)

سوال: ﴿طَعَامُ الْاَثِيْمِ﴾ ''گناہ گار کا کھانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿طَعَامُ الْاَثِيْمِ﴾ ''گناہ گار کا کھانا ہے'' یعنی زقوم کا پھل گناہ گاروں کا کھانا ہوگا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (٦٢) اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ (٦٣) اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (٦٤) طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ (٦٥) فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (٦٦) ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ (٦٧)﴾ ''کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟ یقیناً ہم نے اُسے ظالم لوگوں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے۔ اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں۔ پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقیناً کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے'' (الصافات:62,67)

(3) ''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی یعنی ''اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا کے گھر میں ٹپکا دیا جائے تو اہل دنیا پر ان کی معیشت بگڑ جائے پھر اس کا کیا حال ہوگا جس کی وہ غذا ہوگی؟'' (ترمذی:2585)

﴿كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ﴾

''پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا'' (45)

سوال: ﴿كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ﴾ ''پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ﴾ ''پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا'' یہ کھانا تلچھٹ جیسا ہوگا جو اپنی حرارت، کڑواہٹ، بدمزگی اور نقصان کی وجہ سے پیٹ میں ہانڈی کی طرح کھولتا رہے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1849)

(2) ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا ۙ أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۖ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکہف: 29)

﴿كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾

''کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح'' (46)

سوال: ﴿كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾ ''کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾ ''کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح'' یہ کھانا پیٹ میں کھولتے ہوئے پانی کی طرح جوش کھائے گا۔

﴿خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾

''پکڑو اُسے، پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ'' (47)

سوال: ﴿خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ ''پکڑو اُسے، پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ ''پکڑو اُسے، پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ'' اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دیں گے کہ اس مجرم کو پکڑ لو تو ستر ہزار فرشتے فوراً لپکیں گے اور اسے جہنم کے درمیان میں لے جائیں گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (١٣) هَٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ (١٤) أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنتُمْ لَا تُبْصِرُونَ﴾ ''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے

تھے۔تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟'' (الطور:13-15)

﴿ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ﴾

''پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو'' (48)

سوال: ﴿ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ﴾ ''پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ﴾ ''پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو'' (i) یہ عذاب ذلت کے لئے دیا جائے گا کیونکہ یہی وہ سر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اُٹھتے ہیں اور سرکشی کے مظاہرے کرتے ہیں۔اسی سر میں رب کی نافرمانیوں کے خیالات اُبھرتے ہیں۔(ii) سر کے عذاب کا اثر پورے وجود پر ہوتا ہے انسان کو بھون کر رکھ دیتا ہے اس لئے یہاں اس کا ذکر کیا گیا۔

﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾

''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے'' (49)

سوال: ﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ ''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ ''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے'' عذاب میں گرفتار مجرم کو مزید رسوا کرنے کے لیے کہا جائے گا اب مزہ چکھتے رہو تم بڑی عزت والے تھے، اب بتاؤ کہاں گئی وہ عزت؟

(2) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت دشمن خدا ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے یہ کہا تھا کہ کیا محمد مجھے ڈراتا اور دھمکاتا ہے، خدا کی قسم ہے ہم مکہ کے ان پہاڑوں کے درمیان بسنے والے لوگوں میں سب زیادہ باعزت ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوجہل سے ملاقات ہوئی تو ابوجہل نے کہا کہ آپ کے علم میں ہے کہ میں اہل بطحہ میں سب سے زیادہ طاقتور ہوں اور میں عزیز و کریم ہوں، سیدنا عکرمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدر کے دن اس کو قتل کروا کے ذلیل و خوار کیا اور اس بات کو قابل مذمت قرار دیا اور اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:391)

(3) ﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ ''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے'' عذاب میں گرفتار مجرم سے کہا جائے گا! اس دردناک عذاب اور بدترین سزا کا مزا چکھ تو اپنے آپ کو بڑا معزز اور شریف سمجھتا تھا۔یعنی تو اپنے زعم کے مطابق بہت زبردست اور طاقتور تھا اور سمجھتا تھا کہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو بہت باعزت سمجھتے ہوئے

خیال کرتا تھا کہ وہ تجھے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ آج تجھ پر واضح ہو گیا کہ تو انتہائی ذلیل و رسوا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2505/3)

﴿اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾

''یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے'' (50)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾ ''یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾ ''یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے'' کافروں سے کہا جائے گا لو دیکھو یہ ہے جہنم جس کا تم یقین نہیں کرتے تھے انہیں دوزخ میں جھونک کر کہا جائے گا یہ ہے وہ آگ جس کا تمہیں یقین نہیں آتا تھا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (١٣) هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (١٤)﴾ ''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔'' (طور: 14,13)

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ﴾

''بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے'' (51)

سوال: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ﴾ ''بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ﴾ ''بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے'' یعنی جو دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت سے اس کی اطاعت کرتے رہے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے رہے۔

(2) یعنی جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے نیک عمل کیے، انہوں نے شرک اور نافرمانیوں سے اجتناب کیا امن کے مقام میں ہوں گے انہیں کسی حال میں بھی خوف نہیں ہوگا۔

(3) امن کی جگہ سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں نہ کوئی موت کا کھٹکا ہوگا نہ غم اور پریشانی اور نہ محنت و مشقت، حدیث میں ہے کہ اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ یہاں تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے ہمیشہ خوشحال رہو گے کبھی خستہ حال نہ ہو گے ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ (ابن کثیر) (اشرف الحواشی: 594/1)

(4) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (٥٤) فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (٥٥)﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔'' (القمر: 55,54)

﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''باغوں اور چشموں میں'' (52)

سوال: ﴿فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ﴾ ''باغوں اور چشموں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ﴾ ''باغوں اور چشموں میں'' اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کو جنت میں ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جن کے سائے طویل، جن کے پھل کبھی ختم نہ ہونے والے ہوں گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔'' (القمر: 55,54)

﴿یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾

''وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے'' (53)

سوال: ﴿یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ ''وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے'' اہل جنت کا لباس اور ان کی مجلسیں کیسی ہوں گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ﴾ ''وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے'' جنت میں اللہ تعالیٰ سے امید باندھنے اور خوف رکھنے والے متقیوں کے لیے سبز ریشم اور اطلس کے لباس ہوں گے۔ جن میں باریک ریشم کا لباس بھی ہوگا اور دبیز جھلملاتے ریشم کے لباس بھی ہوں گے۔

(2) ﴿مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ ''آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے'' اہل جنت کے چہرے بھی ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے اور ان کے دل بھی کدورت، رنجشوں، بدگمانیوں، غم اور غصے سے پاک ہوں گے۔ وہ محبت اطمینان اور بہترین حسن معاشرت کے ساتھ جذب باہم سے سونے سے بنے ہوئے تختوں پر عزت کے ساتھ مجالس میں ایک دوسرے کے سامنے رونق افروز ہوں گے۔ کسی کی دوسرے کی طرف پشت نہیں ہو گی انہیں ہر طرح کا عیش وآرام اور راحت واطمینان نصیب ہوگا۔

(3) انسان کی فطرت ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان رہنا چاہتا ہے۔ دوستوں کی مجلس اسے بھلی لگتی ہے جنت کے مناظر کو یہاں سامنے رکھا گیا تا کہ اس خوب صورت زندگی کے لئے لوگ یہاں کوششیں کریں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ ''اُن ہی کے لیے معلوم رزق ہے۔ لذیذ پھل ہیں اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے۔ نعمت بھری جنتوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔'' (الصفات: 41-44)

﴿كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ﴾

''اسی طرح ہے اور ہم اُن کو بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے'' (54)

سوال: ﴿كَذٰلِكَ ۖ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ ''اسی طرح ہے اور ہم اُن کو اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ ۖ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ ''اسی طرح ہے اور ہم اُن کو اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے'' یعنی اہل جنت کو اتنے انعامات کے ساتھ گورے گورے جسم والی، بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں بھی ملیں گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ ''اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی، جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں۔'' (الرحمن:56)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں ایک شام گزار دینا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ برابر جگہ یا کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا میں اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہے اور اگر اہل جنت میں سے کوئی عورت (یعنی حور) زمین والوں کی طرف جھانک لے تو وہ تمام فضا کو جو آسمان و زمین کے درمیان ہے، روشن کر دے اور اس کو خوشبو سے بھر دے اور بے شک اس کا دوپٹا جو اس کے سر پر ہے۔ تمام دنیا والوں اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے بہتر ہے'' (بخاری:2796)

﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾

''اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے'' (55)

سوال: ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾ ''اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے'' جنت کے پھلوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾ ''اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے'' وہ جنت میں جس پھل کی خواہش کریں گے اپنے سامنے موجود پائیں گے۔ جنت میں ہر طرح کا پھل ہوگا۔

(2) ان پھلوں کے کم یا ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾ ''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے'' (الواقعہ:33) طلب کے ساتھ ہی حاضر کر دیے جائیں گے اور ارادے کے ساتھ ہی موجود ہوں گے۔

﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾

''وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچا لے گا'' (56)

سوال: ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾ ''وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ﴾ ''وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے'' اہل جنت کو موت نہیں آئے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لا کر جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ (بخاری، تفسیر سورۃ مریم)

(2) یعنی دنیا میں کوئی موت سے مستثنیٰ نہیں موت تو ہر ایک کو آئے گی ہاں جنت وہ مقام ہے جہاں نہ وہ بیمار ہوں گے، نہ بوڑھے اور نہ انہیں موت آئے گی۔

(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا ان کے درمیان میں کھڑا ہو کر پکارے گا کہ اے جہنم والو! اب تمہیں موت نہیں آئے گی بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہوگا۔ (بخاری: 6544)

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک آواز دینے والا آواز دے گا اے جنت والو تمہارے لئے یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ تم صحت مند رہو اور کبھی بیمار نہ ہو گے اور تم زندہ رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے اور تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے، کہ آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے نیک اعمال کے بدلے میں جنت کے وارث ہوئے۔ (مسلم: 7157)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جنت میں جائے گا وہ سکون سے ہوگا اور بے غم رہے گا نہ کبھی اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی زوال پزیر ہوگی۔'' (مسلم: 7156)

(6) ﴿وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾ ''اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا'' اہل جنت کے لیے سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے بچالے گا۔

﴿فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

''آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے، یہی بڑی کامیابی ہے'' (57)

سوال: ﴿فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے، یہی بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے'' جہنم سے نجات دینا اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کا فضل ہے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے

عرض کیا آپ کو بھی نہیں یارسول اللہ ﷺ ؟ فرمایا مجھے بھی نہیں سوا اس کے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں لے لے، پس تم کو چاہئے کہ درستی کے ساتھ عمل کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔ صبح اور شام، اسی طرح رات کو ذرا سا چلا کرو منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔ (بخاری:6463)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ''چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔'' (ال عمران:185)

﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''پھر یقیناً ہم نے اسے آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں'' (58)

سوال: ﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً ہم نے اسے آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں'' قرآن آسان ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً ہم نے اسے آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں'' اللہ رب العزت نے یہ قرآن آپ ﷺ کی زبان میں آپ تک پہنچایا ہے تا کہ آپ کی قوم اسے سمجھے، نصیحت اور عبرت حاصل کرے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرے۔

(2) قرآن آسان بنایا گیا ہے دلائل سے مزین ہے فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے تا کہ لوگ آسانی سے سمجھ کر اس پر خوشی خوشی عمل کریں۔

(3) ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر:22)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہو پھر جتنا قرآن تم با آسانی پڑھ سکتے ہو پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو اور پھر بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ اس کے بعد اطمینان سے سجدہ کرو اور پھر اطمینان سے قعدہ میں بیٹھو اسی طرح اپنی نماز میں کیا کرو۔'' (مسلم:885)

﴿فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ﴾

''پھر آپ بھی انتظار کریں، یقیناً وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں'' (59)

سوال: ﴿فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ﴾ ''پھر آپ بھی انتظار کریں، یقیناً وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ﴾ ''پھر آپ بھی انتظار کریں، یقیناً وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں'' یعنی اگر لوگ اب بھی قرآن کو نہیں مانتے اسے جھٹلاتے ہیں تو آپ انہیں تنبیہ کر دیں کہ آؤ ہم انتظار کرتے ہیں اور آپ بھی انتظار کرو پھر دیکھتے ہیں کہ کس کا بول بالا ہوتا اور

کون ہلاک ہوتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔'' (المجادلہ:21)

(2) ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (۵۱) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ (۵۲)﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا۔'' (غافر:52,51) اللہ رب العزت انبیاء اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کا بول بالا کر دیتا ہے۔

آیاتها ۳۷ | ۴۵ سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۵ | رکوعاتها ۴

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 37 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 45 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 65 ہے۔

رکوع نمبر 17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿حٰمٓ﴾

''حٰمٓ'' (1)

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ ''حٰمٓ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: حٰمٓ حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾

''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (2)

سوال 1: ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' قرآن مجید غالب اور کمال حکمت والے کا کلام ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی یہ کلام محمد ﷺ کا نہیں اللہ تعالیٰ کا ہے جو العزیز ہے۔(i) اللہ تعالیٰ ﴿الْعَزِيْز﴾ ہے غلبہ رکھتا ہے لہٰذا اس نے جو کتاب نازل کی ہے اُس کو کوئی زیر نہ کر سکے گا کیونکہ یہ کسی بے زور بادشاہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ ہر حال میں اپنے مخالفوں پر غالب آ کر رہے گا۔ تاریخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کی دعوت کو سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔(ii) ﴿الْحَكِيْمِ﴾ کی طرف سے کتاب نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مضامین، ان کی ترتیب، ان کی پیش کش سب عقل پر مبنی ہے۔ قرآن مجید کی کوئی بات گزشتہ ڈیڑھ ہزار برس سے غلط ثابت نہیں کی جا سکی۔

سوال 2: کتاب کا نزول کس کی طرف سے ہے؟

جواب: کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ غالب اور دانا کی طرف سے ہے۔

﴿اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''یقیناً آسمانوں اور زمین میں اہلِ ایمان کے لیے واقعی بہت سی نشانیاں ہیں''(3)

سوال 1: ﴿اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین میں اہلِ ایمان کے لیے واقعی بہت سی نشانیاں ہیں'' زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین میں'' یعنی زمین و آسمان کی ایجاد میں، ان کی تخلیق میں۔

(2)﴿لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اہلِ ایمان کے لیے واقعی بہت سی نشانیاں ہیں'' اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی صفات، اس کے اسماء اور اس کے افعال کی نشانیاں ہیں جن پر ایمان والے غور و فکر کرتے ہیں ایمان نے انہیں یقین تک پہنچا دیا ہے۔

(3)﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے۔'' (المومن:57) (4)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (الاحقاف:33)

(5)﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (آل عمران:190)

سوال 2: آسمان اور زمین میں ایمان والوں کے لئے کون سی نشانیاں ہیں؟

جواب: آسمان اور زمین کی پیدائش میں، انسان کی اپنی پیدائش میں، جانوروں کے پھیلانے میں، رات اور دن کے اختلاف میں، آسمانی بارش کے ذریعے زمین کے زندہ ہونے میں، ہواؤں کے بدلنے میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

سوال3: نشانیاں ایمان لانے والوں کو ہی کیوں فائدہ دیتی ہیں؟

جواب: (1) ایمان والے زندگی کی بنیادی حقیقتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ (2) حقیقت کے بارے میں ان کا نظریہ درست ہوتا ہے۔ (3) ایمان ہی وہ قوت ہے جو دلوں کے دروازے کھولتی ہے۔ اسی سے انسان کے دل کے اندر روشنی آسکتی ہے پھر انسان کائنات کی نشانیوں کو دیکھ سکتا ہے۔

﴿وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ﴾

''اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور اُن جانوروں میں جنہیں وہ زمین میں پھیلاتا ہے، نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں'' (4)

سوال1: ﴿وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ﴾ ''اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور اُن جانوروں میں جنہیں وہ زمین میں پھیلاتا ہے، نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔'' انسانوں اور حیوانات کی تخلیق پر غور و فکر کرنے والے یقین کے درجے تک پہنچتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَفِیْ خَلْقِكُمْ﴾ ''اور تمہاری اپنی پیدائش میں۔'' یعنی انسان کی تخلیق میں یعنی اس کی پیدائش کے مختلف مراحل میں نطفے سے علقہ تک، علقہ سے مضغہ تک اور مضغہ سے کامل انسان بننے تک، اس کی سماعت، بصارت نطق اور رنگ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

(2) ﴿وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ''اور اُن جانوروں میں جنہیں وہ زمین میں پھیلاتا ہے۔'' زمین پر پھیلے ہوئے مختلف قسم کے جانوروں، درندوں اور سمندری اور خشکی کے جانوروں کے اختلاف میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

(3) ﴿لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ﴾ ''نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔'' یعنی اشیاء کی حقیقت کے دلائل ان لوگوں کو نفع دیتے ہیں جو یقین کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 145/25)

سوال2: انسان کی اپنی پیدائش میں کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: انسان کے جسم کی بناوٹ میں، اس کے اعضاء کے کام کرنے میں، اعضاء کے پیچھے کام کرنے والے نظاموں میں بے شمار نشانیاں ہیں۔ انسان ان پر غور و فکر کر کے ایک خالق کو پالیتا ہے۔

سوال3: جانوروں کے پھیلانے میں کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: ہر جانور اپنی عمر، جنس، جسم، کاموں، قوتوں اور اپنی عمر کے اعتبار سے خالق کی نشانی ہے۔ جانوروں کے پھیلنے کے لئے رب نے کیسے ان جانوروں اور حشرات کی پیدائش کا نظام بنایا ہے کہ زندگی ممکن رہے مثلاً گدھ اور باز مضر پرندے ہیں ان کی عمر لمبی ہے لیکن آبادی کم ہے اگر یہ تعداد میں زیادہ ہوتے تو دنیا میں شاید چھوٹے بڑے کسی پرندے کی نسل نہ ہوتی۔ اسی طرح اگر شیر بکریوں یا ہرنوں کی طرح تعداد میں زیادہ ہوتے تو دوسرے جانوروں کی زندگی خطرے میں ہوتی۔ مکھی اپنی زندگی میں لاکھوں انڈے دیتی ہے اس کی زندگی دو ہفتے تک ہوتی ہے۔ اگر مکھی کی زندگی طویل ہوتی تو انسانی جسموں کو ڈھانپ دیتیں، آنکھیں کھا جاتیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نشانی پکار پکار کر کہتی ہے ہم میں غور و فکر کرو یہ نشانیاں یقین لانے والوں کے لئے ہیں۔

سوال 4: یقین رکھنے والوں کو نشانیوں کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: یقین رکھنے والے دل تیار اور مائل ہوتے ہیں، احساس کرتے ہیں، متاثر ہوتے ہیں۔ ایمان اور یقین دلوں کو ثابت، برقرار اور مطمئن رکھتا ہے۔ ایسے دلوں سے پریشانی اور بے چینی ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے دل اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین کر لیتے ہیں۔

﴿وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾

''اور رات اور دن کے بدلنے میں اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے رزق نازل کیا پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں'' (S)

سوال 1: ﴿وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اور رات اور دن کے بدلنے میں اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے رزق نازل کیا پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور رات اور دن کے بدلنے میں'' یعنی رات اور دن کے آنے جانے میں، اور ان کے بڑے چھوٹے ہونے میں نشانیاں ہیں۔ (2) ﴿وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے رزق نازل کیا۔'' یہاں رزق سے مراد پانی ہے جس سے زمین میں رزق کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ بارش کے نزول میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ (3) ﴿فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کر دیا۔'' یعنی بارش کے بعد زمین کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ (4) خشک زمین بارش کے بعد سبزے سے لہلہانے لگتی ہے۔

(5)﴿وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ﴾ ''اور ہواؤں کے پھیرنے میں'' یعنی ہوائیں اسی کے اختیار میں ہیں۔ کچھ ہوائیں ایسی ہیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہے اور کچھ ایسی ہیں جو ان کا پانی نچوڑ دیتی ہیں۔ کون چلاتا ہے ان ہواؤں کو جو روح کو سرور سے بھر دیتی ہیں۔ کس کے حکم سے چلتی ہیں۔

(6)﴿اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' یعنی ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت کے دلائل ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل اور فطرت سلیم رکھتے ہیں اور جن لوگوں کے پاس عقل نہیں تو وہ ان آیات کو نہیں دیکھتے نہ ان کے علاوہ دوسری نشانیوں کو دیکھتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1445)

(7)امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو ان دلائل کو سمجھو اور اگر آپ مومن نہیں ہو بلکہ حق اور یقین کی طلب رکھنے والے ہو تو ان دلائل کو سمجھو۔ اگر تم مومن ہو نہ یقین رکھنے والے ہو اور تم عقل مندوں کے زمرے میں ہو تو ان دلائل کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ (تفسیر منیر:272/13)

(8)﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اُس پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اُتارا، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' (البقرہ:164)

سوال2: رات اور دن کے بدلنے میں کس چیز کی نشانی ہے؟

جواب: (1)رات اور دن کے بدلنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

(2)رات اور دن کے بدلنے کی وجہ سے زمین پر زندگی ممکن ہوئی۔

(3)اگر رات اور دن کی موجودہ گردش اس نظام اور رفتار سے نہ ہوتی تو زمین پر موجود ہر چیز بدل جاتی، انسانی زندگی ختم ہو جاتی۔ یقیناً رات اور دن کی گردش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

سوال3: آسمان سے کون سا رزق نازل ہوتا ہے؟

جواب: آسمان سے بارش کا پانی نازل ہوتا ہے جس کی وجہ سے زمین پر رزق پیدا ہوتا ہے۔ اس بارش کے برسنے میں سورج کا، سمندر کا، فضاؤں کا کتنا دخل ہے اتنے وسیع پیمانے پر ہونے والے کائناتی انتظامات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

سوال4: ہواؤں کی گردش میں کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: ہوائیں شرقاً غرباً بھی چلتی ہیں، شمالاً جنوباً بھی چلتی ہیں۔ گرم اور سرد بھی چلتی ہیں۔ ہواؤں کے چلنے کا زمین کی محوری گردش سے تعلق ہے۔ ان کا تعلق رات اور دن کی گردش سے بھی ہے۔ اور اس رزق سے بھی جو آسمانوں سے نازل ہوتا ہے۔ یقیناً اس میں عقل رکھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں کہ کیسے حرارت، ہوا اور رات دن مل کر کام کرتے ہیں۔ کون ہے ان سے کام لینے والا۔ یقیناً وہی جو ہر چیز کا خالق ہے وہی مدبر اور منتظم بھی ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ جس کے پاس سارے اختیارات ہیں اور کوئی دوسرا ان اختیارات میں ادنیٰ سا بھی تصرف نہیں رکھتا۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟''(6)

سوال1: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟'' مشرک قرآن سن کر ایمان نہیں لاتے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔'' یعنی یہ آیات اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کے علم، اس کی قدرت، اس کی مخلوق پر اس کی ربوبیت کو واجب کرنے والے دلائل ہیں سو وہ معبود حقیقی ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ (ایسر التفاسیر:1446,1445)

(2)﴿نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ﴾ ''جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔'' یعنی سچائی کے ساتھ جس میں کوئی باطل اور جھوٹ نہیں ہے۔ (3)﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟'' یعنی یہ مشرک اگر اللہ تعالیٰ کو رب اور الٰہ نہیں مانتے اور قرآن کی صاف ستھری، سلجھی ہوئی آیات پر ایمان نہیں رکھتے جن میں ہدایت، بھلائی اور نور ہے تو یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد کون سی چیز ہے جو ایمان اور یقین کے قابل ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو حق کے ساتھ سنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کر رہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی آیات کیا ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل جو اللہ تعالیٰ کے قرآن میں موجود ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل تسلیم نہ کرنے والوں سے کیا کہا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ بتاؤ اس کے بعد کون سی نشانیاں ہیں جن پر تم ایمان لاؤ گے؟

سوال 5: ﴿بَعْدَ اللّٰهِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کی آیات کے بعد کس چیز پر ایمان لائیں گے۔

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾

''ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے بڑی ہلاکت ہے'' (7)

سوال: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾ ''ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔'' مشرکوں کے لیے ''ویل'' کی وعید کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ﴾ ''ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے'' یعنی ہر جھوٹے شخص کے لیے ویل ہے، بربادی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے بارے میں بے دلیل بولتا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 387/14)

(2) سیدنا معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: ''ہلاکت ہے اس کے لیے جو اس غرض سے جھوٹ بولے کہ اس سے لوگ ہنسیں۔ ہلاکت ہے اس کے لیے! ہلاکت ہے اس کے لیے!'' (ابوداؤد: 4990)

(3) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف منہ کر کے فرماتے: ''تم میں سے کسی نے اگر آج شب کو کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرے۔'' سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو وہ اسے بیان کر دیتا پھر جو کچھ اللہ چاہتا، آپ ﷺ اس کی تعبیر بیان فرماتے پس اسی دستور کے موافق ایک دن آپ ﷺ نے ہم سے دریافت فرمایا: ''تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟'' ہم نے عرض کی کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مگر میں نے آج شب دو اشخاص کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ کو پکڑ لیا اور مجھے ایک مقدس زمین میں لے گئے۔ یکا یک میں وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہے اور دوسرا آدمی ہاتھ میں لوہے کا ایک آنکڑا لیے کھڑا ہے وہ اسے اس بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں داخل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی گدی تک پہنچ جاتا ہے تو اس سے ایک طرف کا جبڑا پھاڑ دیتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتا ہے اور اس دوران اس کا پہلا جبڑا مندمل ہو جاتا ہے۔ پھر دوبارہ وہ ایسا ہی کرتا ہے تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے تو ان دونوں نے مجھے جواب دیا کہ وہ شخص جس کا جبڑا پھاڑا جا رہا ہے تو وہ جھوٹ بولنے والا ہے، دنیا میں جھوٹی باتیں کیا کرتا تھا اور وہ اس سے آگے نقل کی جاتی تھیں یہاں تک کہ تمام اطراف عالم میں پہنچ جاتی تھیں۔ لہٰذا روز قیامت تک ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جو آپ نے دیکھا۔'' (بخاری: 1386)

(4) ﴿اَثِيْمٍ﴾ ''گناہ گار'' یعنی استدلال کو چھوڑ کر گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔

﴿يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

''جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں'' (8)

سوال 1: ﴿یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰی عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰی عَلَیْهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتے ہیں اور غور و فکر کرنا تو دور کی بات ہے ان سے ایسے منہ پھیر لیتے ہیں گویا کہ سنا ہی نہیں۔ ایسے لوگوں پر آیات کے سننے سے حجت قائم ہو جاتی ہے۔

(2) ﴿ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا﴾ ''پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں'' آیات کے اثرات جو تکبر کی وجہ سے مرتب ہوتے ہیں وہ کتنے مختلف ہیں ان اثرات سے جو ایمان اور یقین کے ساتھ عاجزی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(3) وہ یوں سنتے ہیں گویا کہ انہوں نے سنا ہی نہیں یعنی قرآن سن کر بھی تکبر اور سرکشی پر اڑے رہتے ہیں۔ یہ آیات ان کے تکبر میں مزید اضافہ کرتی ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو دل کی پاکیزگی کے لیے نہیں سنا اس لیے انہیں آیات کے بارے میں کچھ علم ہوتا ہے تو وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ (4) ﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر جھوٹے گناہ گار کے لیے وعید ہے جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں۔ رب العزت نے انہیں وعید دی ہے کہ میں قیامت کے دن انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کروں گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔'' (لقمان:6,7)

سوال 2: جھوٹے گناہگار کے لئے ہلاکت کیوں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی آیات پر غرور کرتا ہے اور ایسے اڑا دیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

سوال3: جھوٹا گناہگار کس چیز پر اڑا رہتا ہے؟

جواب: جھوٹا گناہگار اپنے کفر پر اڑا رہتا ہے۔

سوال4: کفر پر لوگ کیوں اڑے رہتے ہیں؟

جواب: کفر پر اڑے رہنے والے حق کے مقابلے میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں۔

سوال5: رسول اللہ ﷺ کو ایسے افراد کے بارے میں کیا فرمایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو عذاب کی خوشخبری پہنچا دیں۔

﴿وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾

''اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے توہین آمیز عذاب ہے''(9)

سوال1: ﴿وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾ ''اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے توہین آمیز عذاب ہے'' قرآن کا مذاق اڑانے والوں کے لیے توہین آمیز عذاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْـًٔا﴾ ''اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے'' یعنی جب جھوٹا گناہ گار ہماری آیات میں سے کچھ سنتا ہے اسے کوئی خبر ملتی ہے تو وہ انہیں سمجھ نہیں پاتا۔

(2)﴿اتَّخَذَهَا هُزُوًا﴾ ''تو وہ اُس کا مذاق بنا لیتا ہے'' وہ ان آیات کا مذاق اڑاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی توہین کرتے ہیں جیسے ابو جہل نے جب یہ آیات سنیں ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ الْاَثِیْمِ (۴۴)﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے'' (الدخان:44,43) تو اس نے اپنے ساتھیوں کے لیے کھجور اور مکھن منگوایا تو اس نے کہا: اس زقوم کو کھاؤ جس کی محمد ﷺ وعید دیتا ہے۔ اور جب اس نے یہ آیت سنی ﴿عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ ''اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں۔'' (المدثر:30) تو اس نے کہا کہ اگر وہ انیس ہیں تو میں اکیلا ہی انہیں قابو کر لوں گا۔ (تفسیر مراغی:120/9)

(3)﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لئے توہین آمیز عذاب ہے۔'' یعنی ان جھوٹے گناہ گاروں کے لیے توہین آمیز عذاب ہے۔

سوال2: قرآن مجید کی کسی بات کا علم ہونے پر جھوٹے گناہگار کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: جھوٹا اور گناہگار شخص کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے۔ اوّل تو وہ غور سے سنتا ہی نہیں۔ لیکن اگر کوئی علم والی بات اس کے

کان میں پڑ جائے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے۔

سوال 3: ایسا شخص علم والی باتوں کا کس وجہ سے مذاق اُڑاتا ہے؟

جواب: (1) ایسا شخص اپنی کم عقلی اور کم فہمی کی وجہ سے مذاق اُڑاتا ہے۔

(2) کفر اور نافرمانی کی وجہ سے مذاق اُڑاتا ہے۔

(3) تکبر کی وجہ سے مذاق اُڑاتا ہے۔

﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''اُن کے آگے جہنم ہے اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنالیا تھا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے''(10)

سوال 1: ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اُن کے آگے جہنم ہے اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنالیا تھا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ﴾ ''اُن کے آگے جہنم ہے'' یعنی جھوٹے اور گناہ گار لوگوں کے لیے جہنم کافی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔

(2) ورآء کے معنی آگے کے بھی اور پیچھے بھی، ادھر بھی اور ادھر بھی۔ اس لحاظ سے اس کے دو مطلب ہوئے۔ ایک یہ کہ ایسے لوگوں کو دنیا میں ذلت کا عذاب ہوگا اس کے بعد ان کے لیے عذاب جہنم بھی تیار ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ اس ذلت کے عذاب کے بعد جہنم بھی ان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ (تیسیر القرآن: 191/4)

(2) ﴿وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا﴾ ''اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا'' یعنی ان کے لیے، ان کے مال، ان کی اولادیں اور ان کی جاہ اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کمایا کفایت نہیں کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں بچا نہیں سکے گا۔

(3) ﴿وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ ''اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنالیا تھا'' ان کے معبود جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے عذاب کو کچھ بھی دور نہیں کر سکیں گے۔

(4) یہ اولیاء بھی دو قسم کے ہوتے ہیں: (i) وہ ہستیاں جن کی سفارش پر اعتماد کر کے لوگ بے دھڑک گناہ کے کام کرتے رہتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ فلاں حضرت کی بیعت ہیں وہ ہمیں سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے بچا لیں گے۔

(ii) وہ دوسری قسم کے لوگ یا حکمران یا سیاسی لیڈر جن کی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اس لیے اطاعت کی جاتی ہے کہ اطاعت کرنے والوں کے دنیوی مفادات ان سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کارساز وہاں کام نہ آئے گا۔ (تیسیر القرآن 191/4)

(5) ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ''اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے'' یعنی انہیں جہنم میں بڑے بڑے عذاب سہنے پڑیں گے۔ اور جس کو رب العزت نے عظیم کہا اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

سوال 2: ان کے پیچھے دوزخ ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ ایسے کردار کے لوگوں کے لئے قیامت میں جہنم ہے۔ (2) جو کچھ وہ کمائیں گے انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔

(3) نہ وہ لوگ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا۔ (4) ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

سوال 3: دوزخ میں جانے والوں کو ان کی کمائی نفع نہ دے گی اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ جو مال انہوں نے کمائے اُس کا نفع انہیں آخرت میں نہیں ملے گا۔ وہ کام نہیں آئیں گے۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی اولاد جس پر وہ فخر کرتے رہے ہوں گے وہ قیامت کے دن فائدہ نہ دیں گے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز اولیاء بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد وہ دوست ہیں جن سے کام بنانے کی مدد کی توقع ہوگی وہ کام نہ آئیں گے۔

(2) اس سے مراد ہے کہ جن کو معبود اور مددگار بنا رکھا تھا کہ وہ مصیبت کے وقت مدد کریں گے وہ کام نہ آئیں گے۔ قیامت کے دن تو انہیں نظر ہی نہیں آئیں گے۔ مدد کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

سوال 4: ان کے پیچھے دوزخ ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ ایسے کردار کے لوگوں کے لئے قیامت میں جہنم ہے۔ (2) جو کچھ وہ کمائیں گے انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔

(3) نہ وہ لوگ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا۔ (4) ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز اولیاء بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد وہ دوست ہیں جن سے کام بنانے کی مدد کی توقع ہوگی وہ کام نہ آئیں گے۔

(2) اس سے مراد ہے کہ جن کو معبود اور مددگار بنا رکھا تھا کہ وہ مصیبت کے وقت مدد کریں وہ کام نہ آئیں گے۔ قیامت کے دن تو انہیں نظر ہی نہیں آئیں گے۔ مدد کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

﴿هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾

''یہ ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات سے کفر کیا، اُن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے''(11)

سوال 1: ﴿هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾ ''یہ ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات سے کفر کیا، اُن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے۔'' قرآن ہدایت ہے جس کو نہ ماننے والوں کے لیے دکھ بھرے عذاب ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا هُدًى﴾ ''یہ ہدایت ہے'' یعنی یہ قرآن جس کو محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے وہ ہدایت ہے، بیان ہے اور حق پر دلیل ہے، اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ جو اس کی پیروی کرے اور اس پر عمل کرے۔ (جامع البیان: 147/25)

(2) قرآن گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لاتا ہے اور کفر سے ایمان کی طرف اور شرک سے توحید کی طرف لاتا ہے۔ اس میں ہدایت اور نور ہے۔ (3) قرآن حق، عدل اور خیر کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(4) یہ قرآن ہدایت ہے۔ اور یہ سارے قرآن کا عمومی وصف ہے کہ وہ اپنی صفاتِ مقدسہ اور افعالِ حمیدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے رسولوں، اس کے اولیاء اور ان کے اوصاف کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ قرآن نیک اعمال کی معرفت عطا کرتا ہے اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے، برے اعمال کو بیان کرتا ہے اور ان سے روکتا ہے۔ قرآن اعمال کی جزا و سزا کو بیان کرتا ہے، جزائے دنیوی اور جزائے اخروی کو واضح کرتا ہے۔ پس ہدایت کے متلاشی لوگوں نے قرآن کے ذریعے سے ہدایت پائی اور یوں وہ فلاح اور سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ (تفسیر سعدی: 2509/3)

(5) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات سے کفر کیا'' یعنی جن لوگوں نے انکار کیا اور قرآن سے منہ موڑا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور مخلوق پر حجت ہیں۔

(6) ﴿لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾ ''اُن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے'' جو لوگ قرآن کو نہیں مانتے ان کے لیے دکھ بھرے عذاب ہیں۔

رکوع نمبر 18

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اُس کے حکم سے اس میں جہاز چلیں اور تا کہ تم اُس کا کچھ فضل

تلاش کرو اور تا کہ تم شکر گزار بنو" (12)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اُس کے حکم سے اس میں جہاز چلیں اور تا کہ تم اُس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر گزار بنو" اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو اس لیے مسخر کیا تا کہ انسان شکر گزار بنیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ﴾ "اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا" اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر انعامات میں سے ہے کہ اس نے سمندروں کو انسان کے لیے مسخر کیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت اور اپنے بندوں پر اتمام نعمت کا ذکر کیا ہے اور واضح فرمایا ہے کہ جو اس نے پیدا کیا اپنی مخلوق کے منافع کے لیے پیدا کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی: 120/8)

(3) ﴿لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ﴾ "تا کہ اُس کے حکم سے اس میں جہاز چلیں" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے یہ آسانی پیدا کی ہے کہ انسان سمندروں میں کشتیاں اور جہاز چلا سکیں۔

(4) ﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ "اور تا کہ تم اُس کا کچھ فضل تلاش کرو" یعنی تم رزق کے حصول کے لیے ملکوں ملکوں جا سکو۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا﴾ "تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تا کہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو، یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے۔" (بنی اسرائیل: 66)

(6) ﴿وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تر و تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔" (النحل: 14)

(7) ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "اور تا کہ تم شکر گزار بنو" یعنی تم اللہ تعالیٰ کے احسان کو مانو کہ سمندر اس کے ہیں جس نے انہیں انسانوں کے لیے مسخر کر دیا۔ (8) اور جب تم اس کا شکر ادا کرو تو وہ تمہیں اور زیادہ دے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ﴾ "یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا۔" (ابراہیم: 7)

(9) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جس میں دو خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھے گا اور جس میں نہ ہوں گی اسے نہ لکھے گا جس

نے دین میں اس شخص کی طرف نظر کی جو اس سے کم ہے اور حمد کی اللہ تعالیٰ کی تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھے گا اور جس نے نظر کی اس شخص کی طرف جو اس سے زیادہ ہے اور پھر اس پر افسوس نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو شاکر و صابر لکھے گا۔ (ترمذی:2512)

سوال2: سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: (1) سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے کشتیوں کا چلنا ممکن ہے، ورنہ وہ اگر موجوں کو سرکش بنا دے تو کوئی کشتی اور جہاز ٹھہر نہ سکے۔ (2) اگر مستقل طور پر موجوں میں طغیانی رہتی تو سمندری سفر ممکن نہ ہوتے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو کیوں مسخر کر دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو اس لیے مسخر کیا ہے تا کہ:

(1) سمندری تجارت سے انسان کو فائدہ ہو۔ (2) اور تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ (3) تا کہ مچھلی کا شکار کر کے فائدہ حاصل کرے۔

(4) تا کہ غوطہ خوری کر کے موتی نکالے جا سکیں۔

سوال4: یہاں شکر ادا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ سمندر کے مسخر ہونے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کیا یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں'' (13)

سوال1: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کیا یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں'' کائنات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر کیا تا کہ وہ لوگ اس میں غور و فکر کریں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کیا'' رب العزت نے سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، دریا، حیوانات، معدنیات، نباتات اور بے شمار اشیاء انسان کے لیے مسخر کی ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔرُوْنَ﴾ ''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف

گڑگڑاتے ہو۔'' (النمل:53)

(2)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں'' ہر چیز انسان کی خدمت کے لیے مامور ہے تا کہ انسان اپنی ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ کے انتظامات اور اس کے انعامات پر غور وفکر کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔

(3) یعنی کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے وجود، اس کی الوہیت کے دلائل ہیں۔ ان پر غور وفکر کرو تا کہ تم یقین کر لو کہ اس کے سوا اس کائنات میں کوئی معبود نہیں۔

(4) آدمی دھیان کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ چیز اس کے بس کی نہ تھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ سے یہ اشیاء ہمارے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ تو لامحالہ ہم کو بھی کسی کے کام لگنا چاہئے وہ کام یہ ہی ہے کہ اس منعم حقیقی اور محسن علی الاطلاق کی فرماں برداری اور اطاعت گزاری میں اپنی حیات مستعار کے لمحات صرف کر دیں تا کہ آئندہ چل کر ہمارا انجام درست ہو۔ (تفسیر عثمانی:593/2)

سوال 2: ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تابع کر دیا ہے۔ یہاں اپنی طرف سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اپنے فضل سے ہے اپنی رحمت خاص ہے۔

سوال 3: غور وفکر کرنے والے نشانیوں کو کیسے پالیتے ہیں؟

جواب: غور وفکر کرنے والے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا علم رکھتے ہیں۔ جب اس کی قدرت کو کام کرتا دیکھتے ہیں تو اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی نشانی کو پہچان جاتے ہیں۔

﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾

''ان لوگوں سے کہہ دو جو ایمان لائے کہ وہ ان سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے تا کہ وہ کچھ لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے تھے'' (14)

سوال 1: ﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ ''ان لوگوں سے کہہ دو جو ایمان لائے کہ وہ ان سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے تا کہ وہ کچھ لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ﴾ ''ان لوگوں سے کہہ دو جو ایمان لائے کہ وہ ان سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے'' ''ایام اللہ'' (اللہ کے دنوں) سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے

دشمنوں کو کوئی خاص سزا دے، یا اپنے فرماں برداروں کو کسی خصوصی انعام واکرام سے سرفراز فرمائے۔ (تفسیر عثمانی:2/594,593)

(2) رب العزت نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ ان لوگوں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرو جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا یقین نہیں رکھتے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول کی کوشش نہیں کرتے۔

(3) سیدنا عطاء رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا﴾ بالخصوص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور ﴿لِّلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ﴾ سے عبداللہ بن ابی مراد ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر لوگ ایک کنوئیں کے پاس ٹھہرے جس کا نام "مریسیع" تھا۔ عبداللہ بن ابی نے اپنا غلام پانی لانے کیلئے بھیجا غلام نے آنے میں دیر کی جب آیا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ دیر سے کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غلام کنوئیں کے پاس بیٹھا تھا اس نے کسی کو بھی پانی لینے نہیں دیا جب تک کہ اس نے نبی ﷺ کے مشکیزے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشکیزے اور خود اپنے آقا کے مشکیزے بھر نہیں لئے، عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ہماری اور ان کی مثال اس کہاوت جیسی ہے، کہتے ہیں "سمن کلبک یاکلک" یعنی کتے کو خوب موٹا تازہ کرتا کہ وہ تجھے کھالے۔ یہ بات حضرت عمر تک پہنچ گئی، انہوں نے تلوار نیام سے نکالی اور عبداللہ بن ابی کی طرف جانے کا ارادہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کی۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:391,393)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دنوں کی یاد دلاؤ، یقیناً اس میں ہر اُس شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے۔" (ابراہیم:5)

(5) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں لوگوں کو ایام اللہ کے ذریعے سے نصیحت کر رہے تھے اور ایام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی (بھیجی ہوئی) مصیبتیں ہیں۔ (مسلم:6165)

(6) ﴿لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ "تاکہ وہ کچھ لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے تھے" اللہ تعالیٰ نے عفو و درگزر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ان کی سزا تو قیامت کے دن تک مؤخر کر دی گئی ہے اور انہیں بری سزا دی جائے گی کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیتیں دیں۔

(7) اس آیت میں رب العزت نے صبر کی عادت پیدا کرنے اور مخالفین کی تلخ باتیں سننے اور ان کی اذیتیں سہہ لینے کے بعد انہیں معاف کرنے کا حکم دیا۔ یہ اس وقت کا حکم ہے جب مسلمان کمزور تھے بعد میں ہجرت اور جہاد کے احکام بھی نازل ہوئے۔

(8) صبر و تحمل اخلاق حسنہ میں سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کی توہین دیکھ کر صبر کرنا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے دنوں کی توقع نہ رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ وہ جو اس بات کا یقین نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی مدد کر سکتا ہے اور اس بات کا خوف نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔

سوال 3: اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: اس سے مراد کافر ہیں۔

سوال 4: ایام اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایام اللہ سے مراد وہ خاص دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو نجات عطا کرتا ہے، اور کافروں کو ہلاک کرتا ہے۔ جیسے قوم نوح کو تباہ کیا، قوم عاد، قوم ثمود اور اس فرعون کو تباہ کیا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے آخرت سے بے خوف لوگوں کے مقابلے میں کیسا رویہ رکھنے کا حکم دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آخرت سے بے خوف لوگوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو عفو و درگزر سے کام لینے کا حکم دیا یہ ابتدائی حکم تھا جب مسلمان کمزور تھے پھر جب مسلمانوں نے قوت پکڑ لی تو انہیں کافروں سے ٹکرا جانے کا حکم دیا گیا۔

سوال 6: مسلمانوں کے عفو و درگزر اور صبر کی وجہ سے کیا مطلوب تھا؟

جواب: مسلمانوں کے عفو و درگزر اور صبر کی وجہ سے یہ مطلوب تھا کہ سارے گناہ کافروں کے ذمہ رہیں جس کی سزا قیامت کے دن انہیں دی جائے۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾

''جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے بُرائی کی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' (15)

سوال 1: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے بُرائی کی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' انسان اپنے اچھے برے اعمال کا خود ذمہ دار ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ ''جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے'' جو اس دنیا میں نیک عمل کرے گا یعنی ایمان اور اوامر و نواہی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ خود کو جنت میں داخلے کا اہل بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

(2)﴿وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ ''اور جس نے برائی کی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے۔'' جو اپنی زندگی میں نہ ایمان لایا، نہ اس نے نیک عمل کیے کہ وہ اپنے نفس کو پاک کر لیتا تو اس کی برائی یعنی شرک اور نافرمانی کے کاموں کا وبال اسی پر ہوگا۔ وہ آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈالا جائے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''جس نے برا عمل کیا تو وہ اُس کے برابر ہی بدلہ پائے گا اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت مگر وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اُس میں اُنہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔'' (المومن:40)

(4)﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۖ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا﴾ ''اگر تم نے بھلائی کی، تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے، چنانچہ جب دوسرا وعدہ آ گیا (تو ہم نے اور لوگ تم پر مسلط کر دیے) تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور تا کہ جس چیز پر بھی وہ غلبہ پائیں اُسے برباد کر دیں بری طرح تباہ و برباد کرنا۔'' (بنی اسرائیل:7)

(5)﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے اور جس نے نیک عمل کیا تو وہ اپنے لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔'' (الروم:44)

(6)﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (فصلت:46)

(7)﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ ''تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا'' (زلزال:8,7)

(8)﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' اے لوگو! اس زندگی میں جو تم نے اچھے برے کام کیے، اس کے بعد تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ تمہیں تمہارے اعمال کی اچھی بری جزا دے گا۔

سوال 2: ہر فرد یا ہر گروہ کے اچھے برے عمل کا فائدہ یا نقصان اس کے کرنے والے کو پہنچے گا اس کے توسط سے کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: اس کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے نیکی کی ترغیب دلائی ہے اور برائی سے ڈرایا ہے، تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ نیکیاں مفید اور برائیاں غیر مفید ہیں۔

سوال 3: سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں لوٹائے جائیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سب اس لیے لوٹائے جائیں گے تا کہ ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری پوری جزا ملے۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ہم نے اُنہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا اور ہم نے اُنہیں جہانوں پر فضیلت بخشی''(16)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ہم نے اُنہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا اور ہم نے اُنہیں جہانوں پر فضیلت بخشی'' یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے بنی اسرائیل کو دی'' یعنی ہم نے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو دیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر انعامات کا تذکرہ کیا ہے۔(2)﴿الْكِتٰبَ﴾ ''کتاب'' سے مراد یعنی تورات جو کہ شریعت کے احکامات کی کتاب تھی۔(3)﴿وَالْحُكْمَ﴾ ''اور حکم'' اس سے مراد حکمت اور فقہ ہے یعنی لوگوں کے درمیان جھگڑوں کے فیصلے۔(الاساس:5222/9)

(4)یعنی انہیں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت دی۔

(5)﴿وَالنُّبُوَّةَ﴾ ''اور نبوت'' نبوت کی وجہ سے وہ پوری دنیا میں اپنی پہچان رکھتے ہیں۔سب سے زیادہ انبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے آئے۔(6)﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور ہم نے اُنہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا'' یعنی انہیں کھانے پینے کے لیے پاکیزہ اور بہترین غذائیں دیں۔انہیں اچھے ملبوسات اور برتنے کی عمدہ چیزیں دیں۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا تھا،باعزت ٹھکانا اور اُنہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا تھا تو اُنہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا،یقیناآپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔''(یونس:93)

(8)﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُنہیں جہانوں پر فضیلت بخشی'' یعنی بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قبطی قوم پر،اور اپنے دور کے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔یہ فضیلت امت مسلمہ کے سوا دیگر امتوں پر ہے۔

(9)رب العزت نے فرمایا:﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اے بنی اسرائیل!یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور یقیناًمیں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی۔''(البقرہ:47)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کیا احسان کیے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں (1) کتاب (2) حکمت (3) نبوت عطا کی اور انہیں (4) پاکیزہ روزی دی تھی۔ (5) دنیا والوں پر فضیلت دی تھی۔ (6) دین کی واضح دلیلیں دی تھیں۔

سوال3: کتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: کتاب سے مراد تورات ہے۔

سوال4: حکم سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) حکم سے مراد حکومت اور بادشاہت ہے۔ (2) حکم سے مراد فیصلے کرنے کی صلاحیت ہے۔ (3) حکم سے مراد فہم ہے۔

سوال5: پاکیزہ روزیوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد من وسلویٰ کا نزول ہے۔

سوال6: دنیا پر بنی اسرائیل کو فضیلت دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اپنے دور کے لوگوں پر انہیں فضیلت دی تھی۔

﴿وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾

''اور ہم نے انہیں دین کے بارے میں کھلے احکامات دیے پھر انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا تھا، آپس میں ضد کی وجہ سے، یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے'' (17)

سوال1: ﴿وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور ہم نے انہیں دین کے بارے میں کھلے احکامات دیے پھر انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا تھا، آپس میں ضد کی وجہ سے، یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے'' بنی اسرائیل سے اختلافات سے امت مسلمہ کو سبق دیا گیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ ''اور ہم نے انہیں دین کے بارے میں کھلے احکامات دیے'' یعنی رب العزت نے انہیں

تورات اور انجیل عطا فرمائی ان کے پاس دین کی روشن دلیلیں بھیجیں۔

(2) یہ آیات وہ معجزات ہیں جن کا انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے مشاہدہ کیا، یہ ان سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ بہترین طریقے سے ان کو قائم رکھیں، حق پر مجتمع رہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے واضح کیا ہے مگر انہوں نے اس کے برعکس حق کے ساتھ اس سے متضاد معاملہ کیا جو ان پر واجب تھا۔ پس جس معاملے میں ان کو مجتمع رہنے کا حکم دیا گیا تھا اس میں انہوں نے اختلاف کیا۔ (تفسیر سعدی: 2512/3)

(3) امر سے مراد اقامت دین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو دنیا میں قائم اور نافذ کرنے کے لیے انہیں تمام ہدایات دے دی گئی تھیں اور یہ ہدایت بالکل واضح تھیں۔ (تیسیر القرآن: 194/4)

(4) ﴿فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''پھر انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا تھا، آپس میں ضد کی وجہ سے'' یعنی انہوں نے حق کا علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد اور باہمی تعصب کی وجہ سے اختلاف کیا۔ ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی نے انہیں اختلاف پر آمادہ کیا تو ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور وہ کئی گروہوں میں بٹ گئے۔

(5) امت مسلمہ کو خبردار کیا گیا ہے کہ کہیں تم اختلاف نہ کر لینا۔

(6) ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن اُن کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے سارے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا اور وہ حق پر عمل کرنے والوں کو باطل پرستوں اور خواہش پرستوں سے الگ کر دے گا۔

سوال 2: دین کی صاف دلیلوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد حلال و حرام ہیں (2) اس سے مراد معجزات ہیں (3) نبی ﷺ کی بعثت کا علم ہے (4) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے ثبوت ہیں (5) آپ ﷺ کے مقام ہجرت کا تعین ہے۔

سوال 3: بنی اسرائیل نے کس چیز سے اختلاف کیا؟

جواب: بنی اسرائیل نے نبی ﷺ کی رسالت کا انکار کیا، یہی انکار اختلاف کا سبب تھا۔

سوال 4: اختلافات کا فیصلہ کیسے ہوگا؟

جواب: اختلافات کا فیصلہ اہل باطل کو برا بدلہ دے کر اور اہل حق کو اچھی جزا دے کر ہوگا۔

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''پھر ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک شریعت (واضح راستے) پر کر دیا ہے چنانچہ آپ اُسی کی پیروی کریں اور اُن لوگوں کی

خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے'' (18)

سوال1:﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک شریعت (واضح راستے) پر کر دیا ہے چنانچہ آپ اُسی کی پیروی کریں اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ ''پھر ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک شریعت (واضح راستے) پر کر دیا ہے'' ہم نے آپ کے لیے ایک شریعت کامل کو مشروع کیا جو ہمارے حکم شرعی سے، ہر بھلائی کی طرف بلاتی ہے اور ہر برائی سے روکتی ہے۔ پس اس کی اتباع کرو۔ کیونکہ اس کی اتباع میں ابدی سعادت، صلاح اور فلاح ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2513)

(2) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: شریعت سے مراد فرائض، حدود اور اوامر و نواہی ہیں۔

(3)﴿فَاتَّبِعْهَا﴾ ''چنانچہ آپ اُسی کی پیروی کریں'' یعنی اس کی پیروی کرو اسی میں فلاح ہے۔

(4)﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے'' یعنی خواہش پرستوں سے کوئی مطلب نہ رکھیں۔ یہ لوگ علم نہیں رکھتے جاہل ہیں جیسا کہ رؤسائے قریش اور بنو قریظہ کے جہلاء وغیرہ تھے۔ رؤسائے قریش نے کہا تھا۔ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ چلو۔ (البحر المحیط:9/419)

(5) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس سرزمین میں کبھی اس کی بندگی کی جائے لہذا اب وہ اس بات پر مطمئن ہے کہ شرک کے علاوہ وہ اعمال جنہیں تم معمولی سمجھتے ہو ان میں اس کی پیروی کی جائے لہذا شیطان سے ہر وقت خبردار رہو اور سنو میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں جسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔ (مستدرک حاکم)

سوال2: شریعت کے کیا معنی ہیں؟

جواب:(1) شریعت کے معنی ملت، منہاج، اور راستے کے ہیں۔(2) شاہراہ کو شارع کہتے ہیں کیونکہ وہ منزل تک پہنچاتی ہے۔

سوال3: شریعت سے کیا مراد ہے؟

جواب: شریعت سے مراد وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرما دیا ہے، تاکہ لوگ اس دین پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکیں۔

سوال4:﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کو دین کے ایک ایسے راستے پر چلا دیا ہے جو آپ کو حق تک پہنچائے گا۔

سوال 5: رسول اللہ ﷺ کو شریعت کے معاملے میں کیا ہدایات دی گئیں؟

جواب: آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ نادانوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

سوال 6: یہاں نادانوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کا علم نہیں رکھتے۔ اس سے ناواقف ہیں، یعنی کفار مکہ اور ان کے ساتھی۔

﴿اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾

''بلاشبہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور یقیناً ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے'' (19)

سوال 1: ﴿اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''بلاشبہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور یقیناً ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''بلاشبہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے'' یعنی اگر آپ ان کی پیروی کر دو گے تو ایسا عذاب واجب ہو جائے گا جو آپ ﷺ سے کبھی دور نہیں کیا جا سکے گا۔

(2) خواہشاتِ نفس کی پیروی اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی فائدہ نہیں دے گی اس لیے ان کے ساتھ دوستی نہ رکھیں یہ آپ کے کام آنے والے نہیں۔

(3) ﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ ''اور یقیناً ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں'' ان کی دوستیاں آپس میں ہیں یہ دوسروں کے نقصان کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

(4) یہ لوگ باطل اور شر پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ آخرت میں ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ: 257)

(6)﴿وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے مددگار اور معاون ہیں۔ اور متقیوں سے مراد جو شرک اور نافرمانی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ:257)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کی خواہشات کی پیروی سے روکنے کے لیے کیا سمجھایا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کو سمجھایا گیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ ﷺ کے ہرگز کام نہیں آسکتے۔

(2) یہ ظالم ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں (3) اللہ سے ڈرنے والوں کا دوست اللہ ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ولایت سے ظالموں اور متقیوں کو کیسے الگ الگ کر دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ عقیدہ اور نظریہ ایک کرتا ہے لہٰذا ظالم آپس میں دوست ہیں، اور مومن متقی چونکہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے اس لیے اس کی ولایت، دوستی اللہ تعالیٰ ہی سے ہوسکتی ہے۔

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ﴾

''یہ لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں اور اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں'' (20)

سوال 1: ﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ﴾ ''یہ لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں اور اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں'' قرآن یقین کرنے والوں کے لیے دلائل کا سرچشمہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ﴾ ''یہ لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں'' اے محمد ﷺ! یہ کتاب جو ہم نے آپ ﷺ پر نازل کی ہے لوگوں کے لیے بصیرت کی روشنی ہے وہ اس کے ساتھ حق کو باطل سے نمایاں دیکھتے ہیں اور وہ ہدایت کے راستے کو پہچانتے ہیں۔ (جامع البیان:152/25) (2) یہ قرآن تو دلوں کی آنکھ ہے جس سے اشیاء کی حقیقت کو دیکھتے ہیں۔ (تفسیر الاساس:5225/9)

(3) سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: قرآن سارے کا سارا قلب ہے اور سماعت اور بصارت بھی قلب میں ہوتی ہے۔ اور انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل

اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (الحج:46)

(4) ﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں'' یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور ایمان والے اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

(5) وہ اس کے ذریعے سے دین کے اصول وفروع میں صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں بھلائی، مسرت اور سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور یہ رحمت ہے، پس اس سے ان کے نفس پاک ہوتے ہیں، اس سے ان کی عقل میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ان کا ایمان ویقین بڑھتا ہے اور اس پر حجت قائم ہوتی ہے، جو گمراہی پر اصرار کرتا اور عناد سے کام لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2513/3)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۵۷) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (۵۸)﴾ ''اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آ گئی ہے اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (یونس:58,57)

سوال 2: قرآن مجید لوگوں کے لیے کیسے بصیرت کا سامان ہے؟

جواب: (1) قرآن مجید میں ایسے دلائل ہیں جو دین کے احکامات سے متعلق ہیں۔

(2) قرآن مجید میں ایسے دلائل ہیں جو زندگی کی ضروریات سے متعلق ہیں، جب وہ احکامات واضح ہوتے ہیں تو زندگی آسان ہو جاتی ہے۔

سوال 3: قرآن مجید کیسے ہدایت اور رحمت ہے؟

جواب: قرآن مجید دنیا میں ہدایت کا سیدھا راستہ بتانے والا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب بننے والا ہے۔

سوال 4: قرآن مجید کن لوگوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بصیرت کا ذریعہ بنتا ہے؟

جواب: قرآن مجید ان لوگوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بصیرت کا ذریعہ بنتا ہے جو لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں۔

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں'' (21)

سوال1:﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنادیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں'' مومن اور کافر برابر نہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنادیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' یعنی ہم گناہ گاروں اور اپنے رب کے حقوق میں کمی کرنے والوں کو ہم ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لا کر نیک عمل کرتے رہے یعنی جنہوں نے اپنے رب کے حقوق ادا کیے، اس کی ناراضگی سے بچے اور اس کی رضا کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی۔

(2)﴿سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ﴾ ''ان کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے'' یعنی کیا دنیا اور آخرت میں ان کے حقوق برابر ہوں گے، ان کا اندازہ بہت برا ہے مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل سے بدگمانی ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (الحشر:20)﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ﴾ ''تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے۔'' (السجدہ:18)

(4)﴿سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ ''بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں'' ان کا اندازہ اور ان کا یہ گمان بہت برا ہے۔ اور بہت برا ہے وہ فیصلہ جو انہوں نے کیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو احکم الحاکمین سب سے بڑھ کر عادل ہستی کی حکمت کے خلاف، عقل سلیم اور فطرت مستقیم کے متناقض اور ان اصولوں کے متضاد ہے جنہیں لے کر کتابیں نازل ہوئیں اور جن کے بارے میں انبیاء و مرسلین نے آگاہ کیا۔ فی الواقع قطعی فیصلہ یہ ہے کہ اہل ایمان جو نیک عمل کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے لئے اس کی نیکی کے مطابق نصرت، فلاح، سعادت اور دنیا و آخرت کا ثواب ہے اور برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی، رسوائی، عذاب اور بدبختی ہے۔ (تفسیر سعدی:2514/3)

(5)﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ (۳۵) مَا لَكُمْ ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ (۳۶)﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (القلم:36,35)

(6)﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟'' (ص:28)

(7)طبرانی کی روایت ہے کہ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ اس آیت کو رات بھر پڑھتے رہے اور روتے رہے یہاں تک صبح ہوگئی۔(ابن کثیر:70)

سوال2: ایمان والوں اور برے کام کرنے والوں کو ایک کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے کہ دنیا وآخرت میں ایمان والوں اور برے کام کرنے والوں میں کوئی فرق نہ کریں۔

(2)اس سے مراد یہ بھی ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ جیسے دنیا میں لوگ برابر ہیں ایسے ہی آخرت میں بھی برابر ہوجائیں یعنی مرکر مومن بھی ختم ہو جائیں اور کافر بھی ختم ہوجائیں۔(3)اس سے یہ بھی مراد ہے کہ بدکار کو سزا نہ ملے اور نیکوکار کو انعام نہ ملے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے برے کام کرنے والوں کے بارے میں کیا فیصلہ دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا۔ برا ہے وہ فیصلہ جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

رکوع نمبر 19

﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا تا کہ ہر شخص کو اُس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا''(22)

سوال1:﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا تا کہ ہر شخص کو اُس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ نے دنیا عدل وحکمت کے ساتھ بنائی ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا'' یعنی اللہ رب العزت نے آسمانوں اور زمین کو عدل اور حکمت کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے تا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، تا کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ جیسا کہ فرمایا:(2)﴿وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ﴾''تا کہ ہر شخص کو اُس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا'' یعنی اللہ تعالیٰ انسانوں کا حساب لیں کہ اس نے جو نعمتیں لوگوں کو عطا کی ہیں وہ اس کا شکر ادا کر کے اس کی اطاعت کرتے ہیں یا نافرمانی کر کے اس کی سزا کے مستحق بنتے ہیں۔(3)اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا عدل وحکمت کے ساتھ بنائی ہے تا کہ لوگ اپنے کیے ہوئے کاموں کا پورا بدلہ پائیں۔

(4)﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾''اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ کی عدالت الٰہیہ میں قیامت کے دن عدل کی بنیاد پر فیصلے ہوں گے کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (۳۸) مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۹) اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو

اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔ ہم نے تو اُن کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے۔'' (الدخان:38-40)

(5)﴿اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا کَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴾ ''آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا، آج کوئی ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' (المومن:17)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو عدل کے ساتھ کیوں پیدا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو عدل کے ساتھ اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہر شخص کو اس کے کام کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔

سوال 3: عدل کیا ہے؟

جواب: عدل بے لاگ فیصلہ ہے۔ ہر ایک کو پورا پورا اس کا حق دینا۔

سوال 4: قیامت کے دن کیسے عدل ہوگا؟

جواب: (1) ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

(2) قیامت کے دن یکساں سلوک نہیں ہوگا کہ نیک اور بد برابر ہو جائیں کیونکہ دونوں کو برابر رکھنا ظلم ہے جو عدل کے خلاف ہے۔

سوال 5: قیامت کے دن لوگوں پر کیسے ظلم نہیں ہوگا وضاحت کریں؟

جواب: (1) قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (2) قیامت کے دن یکساں سلوک نہیں ہوگا۔

(3) قیامت کے دن کوئی کسی کے بدلے میں کام نہیں آئے گا۔ (4) قیامت کے دن کسی کی مدد نہیں کی جائے گی۔

﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ؕ فَمَنْ یَّہْدِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ﴾

''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' (23)

سوال 1: ﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً فَمَنْ یَّہْدِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟

اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' خواہشات کو معبود بنانے والوں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟'' یعنی کیا آپ نے کسی ایسے گمراہ شخص کو دیکھا ہے جو اس راستے پر چلتا ہے جہاں چلنے کو اس کا جی چاہتا ہے خواہ اللہ تعالیٰ اس راستے پر چلنے کو ناپسند کرتا ہو۔ (2) یعنی خواہش کے پیچھے بھاگنے والے کو دیکھو من چاہا کھائے اور جو من نہ چاہے اس پر منہ چڑھائے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۫ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ ۭ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے؟ یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔'' (الفرقان: 44,43) (3) جو حلال و حرام اور اوامر و نواہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں سمجھتا۔

(4) ابن منذر رحمہ اللہ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قریش ایک زمانہ تک ایک پتھر کو پوجتے تھے پھر جب اس سے اچھا پتھر مل جاتا تو اس پہلے پتھر کو پھینک دیتے اور دوسرے کو پوجنا شروع کر دیتے اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس: 230/2)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی حال کافر کا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور کسی دلیل کے بغیر ہی اپنا کوئی دین بنا رکھا ہو۔ (الدر المنثور 7/429، فتح القدیر 5/12)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو اُس کو ان آیات کے ذریعے بلند کر دیتے مگر وہ تو زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا تو اس کی مثال کتے جیسی ہے اگر آپ اس پر بوجھ ڈالیں تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دیں تو بھی وہ زبان نکالے ہانپتا ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا۔ لہٰذا آپ اُن کو واقعات بیان کر دیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔'' (الاعراف: 176)

(7) ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۚ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے

پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکہف:28)

(8)﴿یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ﴾ ''اے داؤد! یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گی یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔'' (ص:26)

(9)﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا۔'' اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت کے قابل نہ جانتے ہوئے اسے گمراہی میں پھینک دیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے وہ جانتا ہے کہ کون پاک ہو سکتا ہے اور کون نہیں؟

(10)﴿وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ﴾ ''اور اُس کے کان پر مہر لگا دی'' اسی وجہ سے ایسا شخص کوئی ایسی بات نہیں سن سکتا جو اس کے لیے نفع مند ہو۔

(11)﴿وَقَلْبِهٖ﴾ ''اُس کے دل'' اور اس کے دل میں کوئی بھلائی کی بات نہیں ٹھہرتی وہ اسے یاد نہیں رکھ پاتا۔

(12)﴿وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً﴾ ''اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔'' یعنی بے شمار دلائل ہونے کے باوجود وہ کوئی دلیل دیکھ نہیں پاتا۔

(13)﴿فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟'' جب اللہ تعالیٰ کسی پر ہدایت کے دروازے بند کر دیتا ہے اور گمراہی کے دروازے کھول دیتا ہے تو ایسے شخص کو بھلا کون ہدایت پر لا سکتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ وَیَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اُس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' (الاعراف:186)

(14)﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' یعنی کیا تم وہ چیز اختیار نہیں کرتے جو تمہیں فائدہ دے اور تم اس چیز سے اجتناب نہیں کرتے جو تمہیں نقصان دے۔

(15) سیدنا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:﴿لَا یُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى یَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ﴾ ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہشات کو اس کے تابع نہ بنا لے جو میں لے کر آیا ہوں۔'' (تفسیر منیر:13/297,298)

(16) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا: آپ ﷺ نے فرمایا:﴿ما عبد تحت السماء اله ابغض الى الله من الهوى﴾ ''آسمان کے نیچے جتنے معبود پوجے جاتے ہیں ان میں سب سے بڑی خواہش ہے۔'' (تفسیر منیر:13/297,298)

(17) سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو رام کر لے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے اور عاجز و بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات پر لگا دے اور رحمت الٰہی کی آرزو رکھے''۔ (جامع ترمذی:2459)

سوال2:﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ اللہ کے ازلی علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ وہ گمراہ ہوگا۔تو اللہ نے اسے اسی گمراہی کے راستہ پر چلا دیا جس پر وہ چل رہا تھا۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص خیر وشر کی پوری تمیز اور اس کا علم رکھتا تھا۔لیکن جب وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گیا تو اللہ نے اسے اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا۔تیسرا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے منکرین اور دہریوں کا بھی فلسفہ ہوتا ہے جو انہیں گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔اور اللہ بھی ایسے لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔اور چوتھا یہ کہ سب مذہبی فرقوں کے بانی عموماً عالم اور ذہین لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کر کتاب وسنت میں تاویل کر کے اپنا نظریہ کشید کر لیتے ہیں۔(تیسیر القرآن:4/1977)

سوال3:خواہش نفس کو معبود بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے کہ خواہش جس طرف لے جائے اس طرف چل پڑنا۔

(2)جو نفس کہے اسے اچھا سمجھنا،یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں دل کی مرضی اور اپنی خواہش کو ترجیح دینا۔

(3)اپنی عقل کو اہمیت دینا جب کہ عقل بھی مفادات کی قیدی ہوتی ہے،متاثر ہوتی ہے،اور جیسے خواہش نفس انسان کو غلط راستے پر ڈالتی ہے ایسے ہی عقل بھی غلط راستے پر ڈال سکتی ہے۔

(4)اس سے یہ مراد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین اور اس کی ہدایات کے مقابلے میں اپنی مرضی کے دین کو اختیار کرے۔

سوال4:انسان مرضی کا دین کیسے اختیار کرتا ہے؟

جواب:(1)انسان جس کو مناسب خیال کرے اسے اپنا لے تو اس کا یہ مطلب ہے اس نے مرضی کا دین اختیار کر لیا۔

(2)انسان جب مصلحتوں اور مفادات کے مطابق دین کا پسندیدہ ایڈیشن تیار کر لے تو یہ مرضی کا دین ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ علم کے باوجود لوگوں کو کیسے گمراہ کر دیتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ علم کے باوجود لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

(1)ان کے کانوں اور دل پر مہر لگا دیتا ہے۔(2)ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

سوال6:کانوں اور دل پر مہر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ کان نصیحت سننے سے اور دل ہدایت قبول کرنے سے محروم ہیں۔

سوال7:اللہ تعالیٰ انسان کی آنکھوں پر کیسے پردے ڈال دیتا ہے؟

جواب: انسان حق کو دیکھتا ہے اور دیکھ نہیں پاتا یعنی اس کی نفسیاتی رکاوٹیں آجاتی ہیں کہ انسان کو نہ سنتا ہے نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ دل سمجھنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

سوال 8: جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے کیا اسے کوئی ہدایت دے سکتا ہے؟

جواب: جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ جیسے سورۃ الاعراف میں فرمایا: ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۾ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۭ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دو: ''میں اپنے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے اپنے لیے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو بس ایک خبردار کرنے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (الاعراف:188)

سوال 9: ''کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ کیا تم اب بھی غور و فکر نہیں کرتے کہ تم پر حقیقت واضح ہو جائے۔

﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾

''اور انہوں نے کہا کہ یہی بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا حالانکہ اس بارے میں انہیں کوئی علم نہیں، وہ محض گمان کی باتیں کرتے ہیں'' (24)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ یہی بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا حالانکہ اس بارے میں انہیں کوئی علم نہیں، وہ محض گمان کی باتیں کرتے ہیں'' زندگی بعد موت اور قیامت کا انکار کرنے والوں کی اس آیت میں تردید کی گئی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ یہی بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا۔'' دہریوں اور مشرکوں کے عقیدے کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا جو موت کے بعد کی زندگی اور قیامت کو نہیں مانتے اور یہ کہتے ہیں کہ زندگی تو بس یہی ہے۔ موت اور زندگی دنیا میں ہی ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔ اسی دنیا میں ہم پیدا ہوتے ہیں اور یہ گردش لیل و نہار ہے کہ کچھ لوگ مر جاتے ہیں اور کچھ پیدا

ہوجاتے ہیں۔(2)وہ مرنے کے بعد گل سڑ جانے کو تو مانتے ہیں لیکن اعمال کی جزا سزا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے کو نہیں مانتے۔
(3)وہ کہتے ہیں زمانے کی گردش سے جب ہم بوڑھے ہوجاتے ہیں اور جب اتنے کمزور ہوجاتے ہیں کہ زندہ نہیں رہ سکتے تو مرجاتے ہیں(موضع)(اشرف الحواشی:597/1)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔''(مسلم:5862)

(5)حدیث قدسی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے جب وہ زمانے کو برا بھلا کہتا ہے(حالانکہ زمانہ بجائے خود کوئی چیز نہیں)میں زمانہ ہوں میرے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں۔رات اور دن بھی میں پھیرتا ہوں۔(بخاری تفسیر سورۃ الجاثیہ)
(صحیح مسلم:31271)(6)﴿وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾''حالانکہ اس بارے میں انہیں کوئی علم نہیں''وہ یہ بات علم کے بغیر کہتے ہیں۔
(7)﴿اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾''وہ محض گمان کی باتیں کرتے ہیں''انہوں نے آخرت کا انکار کیا اور کسی دلیل کے بغیر رسولوں کو جھٹلایا۔ان کا وہم وگمان ہے جو حقیقت سے خالی ہے۔

سوال2:خواہش نفس کو معبود بنانے کا بنیادی سبب کیا ہے؟

جواب:خواہش نفس کو معبود بنانے کا سبب دنیا پرستی ہے،یہ سوچ کہ زندگی تو بس دنیا کی زندگی ہے۔اسی میں ہم جیتے اور مرتے ہیں۔ہمیں صرف زمانے کی گردش ہلاک کرتی ہے۔

سوال3:اس بات کا کیا مطلب ہے کہ ہمیں صرف زمانے کی گردش ہلاک کرتی ہے؟

جواب:اس کا مطلب یہ ہے کہ موت وحیات کا سلسلہ زمانے کی گردش کا نتیجہ ہے۔

سوال4:زمانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا علم دیا ہے؟

جواب:حدیث قدسی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے جب وہ زمانے کو برا بھلا کہتا ہے(حالانکہ زمانہ بجائے خود کوئی چیز نہیں)میں زمانہ ہوں میرے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں۔رات اور دن بھی میں پھیرتا ہوں۔(مسلم کتاب الالفاظ من الادب)

سوال5:لوگوں کی فکری کجی کو اللہ تعالیٰ نے کیسے واضح کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہیں اس کا کچھ علم نہیں(2)یہ لوگ محض قیاس آرائیاں کررہے ہیں۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور جب ہماری واضح آیات انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُن کے پاس کوئی دلیل اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے

باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو'' (25)

سوال 1: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور جب ہماری واضح آیات اُنہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُن کے پاس کوئی دلیل اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو'' دہریوں اور مشرکوں کے پاس دلائل قیامت کا جواب نہیں۔ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور جب ہماری واضح آیات اُنہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' یعنی جب اللہ کے رسول ﷺ ان پر قرآن کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں جو بعث اور جزا پر دلالت کرتی ہیں اور جو اس ایمان اور اعتقاد کی دعوت دیتی ہیں۔ (2) ﴿مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''تو اُن کے پاس کوئی دلیل اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو'' ان کے پاس ہمارے رسول ﷺ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی حجت، کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہمارے بزرگوں میں سے کسی کو زندہ کر کے دکھا دو۔

سوال 2: واضح اور روشن آیات کی تلاوت پر دنیا پرستوں، خواہشات کو معبود بنانے والوں کا کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب: جب روشن آیات کی تلاوت ہوتی ہے تو لوگوں کے پاس انکار کرنے کے لیے ایک ہی دلیل ہوتی ہے کہ سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ۔

سوال 3: کیا باپ دادا کو دنیا میں لانا ہی عقیدہ بعث بعد الموت ہے؟

جواب: باپ دادا کو دنیا میں زندہ کرنا بعث بعد الموت کا عقیدہ نہیں ہے۔ اس سے مراد قیامت کے دن زندہ کرنا ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دیتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر وہی تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' (26)

سوال 1: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دیتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر وہی تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' اس آیت میں زندگی بعد موت کی جو دلیل ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دیتا ہے۔'' اللہ رب العزت نے بعث کا انکار کرنے والوں کو

دلیل دی ہے کہ وہ اللہ ہے جس نے تمہیں زندگی دی جب کہ تم مردہ نطفہ تھے۔

(2)﴿ثُمَّ يُمِيتُكُمْ﴾ ''پھر وہی تمہیں موت دے گا'' پھر تمہیں بے اختیار کر کے موت دے گا۔

(3)﴿ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ ''پھر وہی تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں'' یعنی وہ حساب کتاب اور جزا کے لیے تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

(4)﴿وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' لوگ وحی کو جھٹلاتے ہیں، غور و فکر نہیں کرتے اس لیے آخرت کا علم ان کے دل کی گہرائیوں تک نہیں پہنچتا۔

(5) زندگی بعد موت کا عقیدہ دنیا میں زندگی کے لیے نہیں ہے کہ تم کہو کہ ہمارے بزرگوں کو زندہ کر کے دکھا دو۔ دنیا تو دار العمل ہے۔ زندگی بعد موت تو دار الجزا کے بارے میں ہے جب اعمال کی جزا سزا ملے گی۔

(6) دنیا کی زندگی تو اس لیے ملی ہے کہ تھوڑے سے وقت میں آخرت کے لیے تیاری کر لیں جو جزا کا دن ہے۔ دنیا عمل کے لیے اور آخرت بدلے کے لیے ہے اس لیے اسے جزا کا دن کہا جاتا ہے۔ لہٰذا قیامت کا انکار کرنے کی بجائے زندگی بعد موت کو مان لینا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ۖ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ''تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اُس نے تمہیں زندگی عطا کی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:28)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فکری کجی کی اصلاح کیسے کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ زندہ کرتا ہے یعنی زندگی تمہیں رسول نے نہیں دی۔ (2) وہی مارتا ہے یعنی موت تمہیں انسان نہیں رب دیتا ہے۔ (3) پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا یعنی قیامت کا جمع کرنا جی اٹھنے کے بعد ہوگا۔ اور یہ کام بھی رسول کا نہیں ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

رکوع نمبر 20

﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ﴾

''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن اہلِ باطل خسارہ پائیں گے'' (27)

سوال 1:﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین

کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن اہلِ باطل خسارہ پائیں گے" رسولوں کا انکار کرنے والے سخت خسارہ اٹھائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے" یعنی اللہ تعالیٰ کی بادشاہت وسیع ہے۔ وہ کائنات کا ازلی وابدلی بادشاہ ہے۔ وہ اکیلا کائنات کی تدبیر کرنے والا اس میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔ اس نے خبر دی ہے۔

(2)﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ "اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن اہلِ باطل خسارہ پائیں گے" جس دن ساری مخلوق حشر کے میدان میں جمع ہوگی تو وہ لوگ جنہوں نے انبیاء کو نہیں مانا، کتابوں کا انکار کیا، جو آخرت کی جزا سزا کو نہیں مانتے تھے سخت خسارہ اٹھائیں گے۔ ان کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے کیونکہ وہ باطل سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن انہیں سخت عذاب ہو گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم نے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو سنائے ہیں اور اُن میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں سنائے کسی رسول کے لیے بھی ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا، پھر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور وہاں اہل باطل خسارے میں رہے۔" (المؤمن:78)﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ "اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔" (الکہف:49)

(3) ایک دفعہ سیدنا سفیان ثوری رحمہ اللہ مدینہ آئے انہیں معلوم ہوا کہ معافری ایک ظریف الطبع آدمی ہیں جو اپنی شگفتہ باتوں سے لوگوں کو ہنساتے رہتے ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس دن اہل باطل نقصان اٹھائیں گے معافری کے دل پر نصیحت کا ایسا اثر ہوا جسے وہ آخری سانس تک نہیں بھولے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1858)

سوال 2: زمین وآسمان کی بادشاہت کا قیامت سے تعلق واضح کریں؟

جواب: زمین وآسمان کا بادشاہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، اختیار رکھتا ہے، فیصلے کر سکتا ہے۔ اسی نے انسانی زندگی کی جزا سزا کا فیصلہ کیا ہے۔ اس نے قیامت برپا کرنی ہے۔

سوال 3: قیامت برپا ہو جائے گی تو نہ ماننے والوں کا کیا معاملہ ہوگا؟

جواب: قیامت برپا ہوگی تو انکار کرنے والے خسارے میں پڑ جائیں گے۔

﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے ہر اُمت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی آج تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے'' (28)

سوال 1: ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے ہر اُمت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی آج تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے'' قیامت کی دہشت انگیزیوں کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ ''اور آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے'' اے رسول ﷺ! قیامت کے دن ہر ملت اور ہر دین کے لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔ (2) یہ حساب کتاب کا وقت ہوگا۔ (جامع البیان: 159/25)

(3) ﴿كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا﴾ ''ہر اُمت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی'' پھر لوگ جدا جدا گرا دیے جائیں گے اور تمام امتیں گھٹنوں پر جھک جائیں گی اور ہر گروہ کو پکار پکار کر نامۂ اعمال دیا جائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور اُن کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الزمر: 69) (4) ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔'' (القیامہ: 13)

(5) ہر گروہ اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا۔ یعنی ہر امت کو اس کے نبی کی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جسے لے کر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا تھا کہ آیا انہوں نے اس شریعت کو قائم کیا تھا کہ ان کو ثواب اور نجات حاصل ہو یا انہوں نے اسے ضائع کر دیا، تب ان کو خسارہ حاصل ہو؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت موسیٰ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت عیسیٰ اور محمد ﷺ کی امت کو شریعت محمدی کی طرف بلایا جائے گا۔ اسی طرح دیگر تمام امتوں کو ان کی اپنی اپنی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جس کے وہ مکلف تھے۔

اس آیت کریمہ میں ایک اور معنی کا احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے مراد یہ ہے کہ ہر امت اس کے نامۂ اعمال اور خیر و شر کی طرف جو ان کے نامۂ اعمال میں درج کیا گیا تھا، بلایا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے گی۔ (تفسیر سعدی: 2581/3)

(6) ﴿اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''آج تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ﴿یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ﴾ ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔'' (بنی اسرائیل:71) اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے ایک آدمی کو بلایا جائے گا اس کے دائیں ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا اور اس کا بدن ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا اس کا چہرہ روشن کیا جائے گا، تو اس کے سر پر موتیوں کا چمکتا ہوا تاج پہنایا جائے گا اور وہ اپنے دوستوں کی طرف جائے گا اور وہ اسے دور ہی سے دیکھ کر کہیں گے یا اللہ! ہمیں بھی ایسی ہی نعمتیں عطا فرما اور اس میں ہمیں برکت دے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آئے گا اور ان سے کہے گا تم کو خوشخبری ہو تم میں سے ہر ایک کے لیے ایسا ہی انعام ہے جبکہ اس دن کافر کا منہ کالا ہوگا اور اس کا بدن سیدنا آدم علیہ السلام کے قد کی مانند ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا اور اسے بھی ایک تاج پہنایا جائے گا لیکن اس کے دوست جب اسے دیکھیں گے تو کہیں گے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس شر سے، اے اللہ! یہ ہمارے پاس نہ آئے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر وہ ان کے پاس آئے گا وہ کہیں گے یا اللہ! اسے ذلیل فرما تو وہ کہے گا آج اللہ تعالیٰ نے تم سب کو ذلیل کیا ہے کیونکہ تم سب کے لیے اسی طرح کی ذلت ہے۔'' (ترمذی کتاب تفسیر القرآن باب بنی اسرائیل:3136)

سوال 2: میدان حشر میں لوگ گھٹنوں کے بل کب گریں گے؟

جواب: جب جہنم گھسیٹ کر میدان محشر میں لائی جائے گی اور وہ ایک انگڑائی لے گی تو لوگ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اس وقت خلیل اللہ اور روح اللہ بھی نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے صاف فرما دیں گے کہ یا اللہ آج ہم تجھ سے بخیر ہی سلامتی کے اور کچھ نہیں مانگتے روح اللہ فرمائیں گے کہ سچے معبود میں اپنی والدہ محترمہ کے لیے بھی کچھ نہیں سوال کرتا میری جان بچ جائے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1859)

سوال 3: ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ خوف اور دہشت کی وجہ سے ہر امت گھٹنوں کے بل اللہ تعالیٰ کے حضور گری ہوئی ہوگی۔

(2) ہر امت میں انبیاء کے ماننے والے اور مخالف سبھی آجاتے ہیں۔

سوال 4: امتیں کب تک گھٹنوں کے بل گری رہیں گی؟

جواب: جب تک حساب کتاب کے لیے نہیں بلایا جاتا سب گھٹنوں کے بل گرے رہیں گے۔

سوال 5: ہر گروہ کو نامہ اعمال دینے کے لیے بلایا جائے گا تو انہیں کیا کہا جائے گا؟

جواب: ہر گروہ سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''یہ ہمارا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے، یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے'' (29)

سوال1:﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہ ہمارا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے، یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے'' اعمال ناموں کی پیشی کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''یہ ہمارا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے'' رب العزت فرمائیں گے یہ اعمال نامہ ہے جسے معزز اور امین فرشتوں نے لکھا ہے۔ان میں تمہارے اعمال کا ٹھیک ٹھیک حساب کتاب ہے۔یہ تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک گواہی دینے والی کتاب ہے۔

(2)﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے'' یعنی ہمارے فرشتوں نے تمہارے اعمال کو لکھ رکھا ہے اس دن کہا جائے گا۔﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ ''پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو۔'' (بنی اسرائیل:14)

(3)﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

سوال2: کتاب سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: کتاب سے مراد وہ رجسٹر ہیں جس میں انسان کے سب اعمال درج ہوں گے جیسا کہ فرمایا:﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور کتاب رکھ دی جائے گی۔اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا۔اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الزمر:69)

سوال3: اعمال ناموں میں کیا ہوگا؟

جواب:(1)اعمال ناموں میں انسانوں کی زندگی کا پورا اور مکمل ریکارڈ ہوگا۔(2)اعمال ناموں میں کوئی کمی بیشی نہ ہوگی۔

سوال4: انسان کا اعمال نامے کو دیکھ کر کیا حال ہوگا؟

جواب: انسان پکار اٹھے گا:﴿مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا﴾ ''ہائے ہماری کم بختی! کیسی ہے یہ

کتاب کہ اس نے نہ چھوٹی بات چھوڑی ہے اور نہ بڑی بات مگر اس کو شمار کر رکھا ہے۔'' (الکہف:49)

سوال 5: اعمال نامے کیسے تیار کروائے جاتے ہیں؟

جواب: اعمال نامے فرشتے تیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر چیز نوٹ کرتے ہیں۔ ان کا ریکارڈ بناتے ہیں۔

سوال 6: اعمال ناموں کے علاوہ انسانی اعمال کا علم کسی اور کو بھی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو براہ راست ہر ایک کے اعمال کا علم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کے علاوہ تیاری ہے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ﴾

''پھر وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، سو اُن کا رب اُنہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی واضح کامیابی ہے'' (30)

سوال 1: ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ﴾ ''پھر وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، سو اُن کا رب اُنہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی واضح کامیابی ہے'' اخلاص والوں کی بشارت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''پھر وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں'' یعنی جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی توحید کی تصدیق کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا۔

(2) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا اس کے مطابق انہوں نے عمل کیا اور اس سے رک گئے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا۔ (جامع البیان: 161/25) (i) اعمال صالح کے بغیر ایمان کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ (ii) ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان ان احکامات پر عمل کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لازم قرار دیئے ہیں۔

(3) ﴿فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''سو اُن کا رب اُنہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا'' یعنی اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ (4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت سے فرمایا: ''تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے سے رحم کروں گا۔'' (بخاری: 4850)

(5) ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ﴾ ''یہی واضح کامیابی ہے'' یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخلہ ہونا یہی کامیابی، نجات اور فلاح ہے۔ جسے جنت مل گئی اسے ہر بھلائی مل گئی اور وہ ہر برائی سے دور ہو گیا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پر خلوص ایمان والوں کو جو سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کرتے ہیں انہیں جنت کی بشارت دی ہے جو

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جسے وہ چاہتا ہے اس میں داخل کرتا ہے۔

سوال 2: کون سے اعمال صالح نہیں ہوتے؟

جواب: (1) وہ اعمال جنہیں انسان خود اچھا سمجھ لے اور نہایت ذوق وشوق سے انہیں انجام دے۔

(2) وہ اعمال جن کو انسان سنت رسول ﷺ کے مطابق انجام نہ دے وہ صالح نہیں ہوتے۔

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾

''اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (اُن سے کہا جائے گا) تو کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر تم نے تکبر کیا اور تم لوگ مجرم تھے'' (31)

سوال 1: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (اُن سے کہا جائے گا) تو کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر تم نے تکبر کیا اور تم لوگ مجرم تھے'' قیامت کے دن کافروں کو جو چارج شیٹ دی جائے گی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا'' قیامت کے دن کافروں کو چارج شیٹ دی جائے گی اور زجر وتوبیخ کرتے ہوئے اس بارے میں ان سے سوال کیا جائے گا۔ (فتح القدیر: 14/5)

(2) ﴿اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''تو کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟'' یعنی تمہاری زندگی کی ناکامی کا بڑا اور پہلا بنیادی سبب یہ تھا کہ تم نے کتاب زندگی کی موافقت نہیں کی اس کی آیات جو تمہیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں، جن میں تمہارے لیے بھلائی تھی، جس میں تمہیں ہر اس کام سے روکا گیا جو تمہیں نقصان پہنچانے والا تھا۔ سب سے بڑی نعمت کو تم نے قبول نہیں کیا۔

(3) تمہاری ناکامی کا دوسرا بڑا سبب یہ تھا کہ تم نے تکبر کیا تم نے سرکشی کی اور کتاب کی ہدایت کو ماننے کی بجائے تمہارے دل غرور سے بھر گئے۔

(4) تم نے ان کو سننے اور ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ (جامع البیان: 162/25)

(5) تم نے کتاب کی آیات پر ایمان لانے اور انہیں قبول کرنے سے تکبر کیا۔ (فتح القدیر: 14/5)

(6) ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ﴿۷﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا ِۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾﴾ ''ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے

جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں۔اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنالیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے توہین آمیز عذاب ہے۔ان کے آگے جہنم ہے اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنالیا تھا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات سے کفر کیا، اُن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے۔'' (الجاثیہ:7-11)

(7)﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور جب اُنہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں میں جن لوگوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لیں گے وہ قریب ہیں کہ اُن لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں، آپ کہہ دیں تو کیا میں تمہیں اس سے بُری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔'' (الحج:72)

(8)﴿وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''پھر تم نے تکبر کیا اور تم لوگ مجرم تھے'' تم نے گناہ کمائے، اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، معاد کی تصدیق نہیں کی، عذاب وثواب پر ایمان نہ لا کر مجرم بن گئے۔(9) مجرم مسلم کی ضد ہے وہ گناہ گار ہے جس نے کفر کیا۔(تفسیر قرطبی:128/8)

سوال2: کافروں سے یہ کیوں جائے گا کہ کیا تمہیں میری آیات نہیں سنائی جاتی تھیں؟

جواب: یہ بات کافروں کو حقیقت کا شعور دلانے کے لیے کہی جائے گی کہ نادانو! تمہیں عقل دی تھی، سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں دی تھیں، تمہارے پاس رسول آئے تھے تمہیں آیات سنائی جاتی تھیں لیکن تم نے پرواہ ہی نہیں کی۔اور آج اس مقام تک آن پہنچے ہو کہ آگ تمہارا مقدر ہے۔

سوال3: حق کی قبولیت کے راستے کی رکاوٹ کیا ہے؟

جواب: (1) حق کے مقابلے میں خود کو بڑا سمجھنا۔(2) ایمان نہ لانا۔(3) گناہگار ہونا۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ﴾

''اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ ہم تو ایک معمولی گمان رکھتے ہیں اور ہم پورا یقین کرنے والے نہیں ہیں'' (32)

سوال1: ﴿وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا

﴿وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ﴾ ''اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ ہم تو ایک معمولی گمان رکھتے ہیں اور ہم پورا یقین کرنے والے نہیں ہیں'' قیامت پر بے یقینی تمہیں مجرم بنا گئی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا﴾ ''اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں'' ان کی ناکامی کا تیسرا بڑا سبب آخرت پر بے یقینی ہے اسی کے بارے میں فرمایا اللہ والے تمہیں قیامت کا یقین دلاتے اور سمجھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، قیامت کا آنا برحق ہے۔ زندگی بعد موت، حشر اور جزا سزا کا معاملہ سچا ہے یہیں آنے والا ہے تو تم جو اب دیتے تھے۔

(2)﴿قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ﴾ ''تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ ہم تو ایک معمولی گمان رکھتے ہیں اور ہم پورا یقین کرنے والے نہیں ہیں'' جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے، سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (یونس:55) تو تم کہتے تھے ہمیں نہیں معلوم قیامت کیا ہے؟ اگرچہ ہمیں وہم سا ہے، کچھ خیال آتا ہے مگر ہمیں یقین نہیں ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''اور وہ سچا وعدہ قریب آجائے گا اچانک ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا، ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔'' (الانبیاء:97)

(4)﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا حتیٰ کہ جب قیامت ان پر اچانک آجائے گی تو وہ کہیں گے: ہائے افسوس اس کے بارے میں جو ہم نے کوتاہی کی! اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے۔ سن لو برا ہے جو بوجھ وہ اٹھائیں گے!'' (الانعام:31)

سوال 2: کافروں کو جب قیامت پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے تو ان کا کیا ردِّعمل ہوتا ہے؟

جواب:(1) کافر کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہوتی ہے؟ (2) ہمیں لگتا ہے ہے کہ یہ ظن وتخمین ہے۔ (3) ہمیں یقین نہیں ہے کہ یہ واقعی ہوگی۔

﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

''اور جو کچھ انہوں نے کیا اُس کی بُرائیاں اُن پر ظاہر ہو جائیں گی اور اُنہیں وہی گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' (33)

سوال 1: ﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ انہوں نے کیا اُس کی بُرائیاں اُن پر ظاہر ہو جائیں گی اور اُنہیں وہی گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' جب برائیاں ظاہر ہو جائیں گی تو عذاب نازل ہو جائے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا﴾ ''اور جو کچھ انہوں نے کیا اُس کی بُرائیاں اُن پر ظاہر ہو جائیں گی'' قیامت کے دن ان کی برائیوں، ان کے جھٹلانے، ان کے تکبر کرنے اور آخرت پر بے یقینی جیسے اعمال کی سزا ظاہر ہو گئی اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

(2) ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور اُنہیں وہی گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' تو جس عذاب کو وہ نہیں مانتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے اسی عذاب نے انہیں گھیر لیا۔

سوال 2: اپنے اعمال کی برائیاں لوگوں پر کب کھل جائیں گی؟

جواب: جب قیامت آئے گی تو ہر چیز لوگوں پر کھل جائے گی۔ اپنے برے اعمال جنہیں انسان دنیا میں اچھا سمجھتا ہے ان کی برائیاں بھی کھل کر سامنے آ جائیں گی۔

سوال 3: کونسی چیز کافروں کو گھیر لے گی؟

جواب: قیامت کا عذاب جس کا وہ مذاق میں اڑاتے تھے اسی میں وہ گھر جائیں گے۔

﴿وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾

''اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں'' (34)

سوال 1: ﴿وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ﴾''اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں''اس دن انہیں صاف صاف کہا جائے گا۔آج کے دن ہم تمہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے یعنی تمہیں بھول جائیں گے۔

(2)﴿كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ﴾''جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔''جیسے تم نے یہ دن بھلا دیا تھا،جیسے تم اسے نہیں مانتے تھے اس لیے تم نے اس کے لیے کوئی تیاری نہیں کی تم نے میرا ذکر اور میری اطاعت چھوڑ دی آج ہم تمہیں آگ میں چھوڑ دیتے ہیں اور جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾''سو اب مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اُس دن کی ملاقات کو بھلا دیا ہم نے بھی یقیناً تمہیں بھلا دیا ہے اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے۔''(السجدہ:14)

(3)﴿الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾''جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔''(الاعراف:51)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ (اپنے بعض بندوں سے قیامت کے دن) فرمائے گا اے فلاں! بھلا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی اور تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ اور تجھے بیوی نہیں دی تھی اور گھوڑوں اونٹوں کو تیرا مطیع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تجھے چھوڑا کہ تو حکومت کرتا تھا اور چوتھا حصہ (بطور ٹیکس) لیتا تھا؟ بندہ کہے گا کیوں نہیں۔'' آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو مجھ سے ملاقات کرنے کی امید رکھتا تھا؟ وہ کہے گا نہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں بھی تجھے بھول جاؤں گا تو جیسے مجھے بھول گیا تھا۔''(مسلم:7438)

(5)﴿وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ﴾''اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے''اب تمہارے ٹھہرنے کی جگہ جہنم ہے۔

(6)﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾''اور تمہارا کوئی مددگار نہیں''یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں ملے گا جو عذاب کو تم سے دور کر سکے۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے قیامت کے منظر میں لے جا کر کیا شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اس منظر میں لے جا کر شعور دلایا ہے کہ قیام قیامت کو گمان سمجھنے کا آخر کیا فائدہ ملا! خسارہ ہی خسارہ ہے قیامت کو ماننا تو تمہاری زندگی بدلنے والا ہے۔اسی میں تمہارے اعمال کی تبدیلی کا راز چھپا ہوا ہے پھر کھیل تماشا سمجھ کر کیا حاصل ہوا! آگ؟ کیا زندگی اسی آگ کے لیے دی تھی؟ کیا قوتیں صلاحیتیں اسی آگ کے لیے ملی تھیں؟ کیا وقت،عمر،جوانی،صحت،مال سبھی کچھ اس آگ کے لیے ملا تھا؟ ذرا سوچو تو تم

نے کتنے گھاٹے کا سودا کرلیا ہے؟ لوٹ آؤ دھوکے سے نکل آؤ۔

﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا تھا چنانچہ آج نہ ہی وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اُن سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا'' (35)

سوال 1: ﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا تھا چنانچہ آج نہ ہی وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اُن سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا'' عذاب کی وجہ زندگی کا جو دھوکہ تھا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا تھا'' یعنی یہ عذاب جس میں تمہیں مبتلا کیا گیا ہے اس کی وجہ تمہارے اپنے جرائم ہیں۔ دیکھو! تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا یہ تمہارا پہلا جرم تھا۔

(2) ﴿وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا تھا'' اور دوسرا جرم یہ تھا کہ دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا۔ کیا تم اطمینان میں نہیں تھے؟ تم دنیا کی زندگی پر واقعی مطمئن تھے۔ کیا آخرت کا تمہیں دھیان تھا؟ تمہیں تو دھیان تک نہ تھا۔ کیا تم غفلت میں ڈوبے ہوئے نہیں تھے؟ لو دیکھو! لذتوں اور شہوتوں نے تمہیں کس دھوکے میں ڈال دیا اور تم دنیا کے لیے عمل کرتے رہے اور مطمئن ہو گئے۔ تمہیں ہمیشہ کے گھر کا خیال ہی نہ آیا۔ اس لیے اس کے لیے عمل کرنا بھی چھوڑ بیٹھے۔

(3) ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''چنانچہ آج نہ ہی وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اُن سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا'' آج کے دن کوئی مہلت نہیں۔ ایسا نقصان ہے جو کبھی ختم ہی نہیں ہوگا اب جہنم ہے جہاں سے کبھی آزاد نہ کیے جاؤ گے۔ اب کبھی تمہیں دنیا کی طرف لوٹایا نہیں جائے گا کہ توبہ کر کے، یا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے نیک عمل کرلو۔

(4) عتب کے معنی سرزنش کرنا، خفگی کرنا اور عاتب کے معنی ملامت کرنا اور غصہ کرنا بھی ہے اور ناز سے خطاب کرنا بھی (گویا یہ لغت اضداد سے ہے) اور عتب کے معنی ناراضگی کو دور کرنا اور استعتب کے معنی کسی کو راضی کر لینا اور روٹھے ہوئے کو منا لینا ہے۔ گویا ان دوزخ میں پڑے ہوئے لوگوں کو کوئی ایسا موقع نہ دیا جائے گا کہ معذرت اور منت سماجت کر کے یا توبہ کر کے اپنے پروردگار کو راضی کر لیں۔ (تیسیر القرآن 201/4)

(5) ﴿فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ﴾ ''پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ہی اُن کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کئے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے۔'' (حم السجدہ: 24)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں دوپہر کے وقت میں جبکہ کوئی بادل نہ ہو، سورج کے دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جبکہ بادل نہ ہوں کوئی مشقت ہوتی ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کہ تم لوگوں کو اپنے رب کو دیکھنے میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جتنا تمہیں سورج اور چاند میں کسی ایک کے دیکھنے میں حجاب ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد اللہ بندوں سے ملاقات (یعنی حساب) کرے گا اور فرمائے گا: اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تجھے جوڑا نہیں بنایا (یعنی تیری شادی نہیں کی) اور تیرے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور تو ان سے چوتھائی حصہ لیتا تھا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں! اے پروردگار۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ وہ عرض کرے گا نہیں۔ پھر اللہ عزوجل فرمائیں گے: کہ میں تجھے بھلا دیتا ہوں جس طرح کہ تو نے مجھے بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ تیسرے سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے بھی اسی طرح سے فرمائے گا وہ عرض کرے گا اے پروردگار میں تجھ پر اور تیری کتابوں پر، اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور میں نے روزہ رکھا اور میں نے صدقہ وخیرات کیا۔ اس سے جس قدر ہو سکے گی وہ اپنی نیکی کی تعریف کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے ابھی تیری نیکیوں کا پتہ چل جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اسے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں وہ اپنے دل میں غور وفکر کرے گا کہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران گوشت ہڈیوں سے کہا جائے گا بول۔ تو پھر اس کی ران اس کا گوشت، اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے بولیں گی اور یہ سب اس وجہ سے ہوگا کہ کوئی اپنے نفس کی طرف سے کوئی عذر قائم نہ کر سکے اور یہ منافق آدمی ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرمائے گا۔'' (مسلم:7438)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے برے انجام کے کیا اسباب بتائے ہیں؟

جواب: (1) تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا۔ (2) دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈالا۔ یہ دو جرم ہیں جنہوں نے تمہیں جہنم کا مستحق بنا دیا ہے۔ لہٰذا نہ دوزخ سے نکالے جاؤ گے نہ معذرت قبول کی جائے گی۔

سوال 3: ﴿وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ان سے توبہ کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا۔ نہ رجوع کرنے کا موقع دیا جائے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام کر کے اسے راضی کر لو۔

سوال 4: قیامت کے دن توبہ اور معذرت کیوں فائدہ نہیں دے گی؟

جواب: قیامت کا دن بدلے کا دن ہے۔توبہ اور معذرت سے بدلے میں رکاوٹ آتی ہے۔جب کہ بدلے کے دن فیصلے نہیں بدلیں گے۔ بدلے کے دن توبہ قبول نہیں کی جائے گی نہ معذرت فائدہ دے گی۔

﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''پس تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا اور رب ہے تمام جہانوں کا''(36)

سوال1:﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''پس تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا اور رب ہے تمام جہانوں کا'' اللہ تعالیٰ ہی سارے جہانوں کا رب ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ﴾''پس تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جیسی اس کی عظمت اور اس کے جلال کے لائق ہے۔(2)﴿يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ﴾''اے میرے رب! میں تیری ایسی تعریف کرتا ہوں جو تیری ذات کے جلال اور تیری سلطنت کی عظمت کے لائق ہے۔''(ابن ماجہ:3801)

(3)﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ﴾''جو رب ہے آسمانوں کا'' ہر طرح کی بڑائی اس کے لیے ہے جو آسمانوں کا رب،ان کا مالک،مختار،سید،آقا ان کا انتظام کرنے والا ہے۔

(4)﴿وَرَبِّ الْاَرْضِ﴾''اور رب ہے زمین کا'' جو زمین کا رب ہے،اسے بندوں کے لیے قیام گاہ بنانے والا مخلوق کے لیے روزی کا انتظام کرنے والا،ان کی ضروریات کے لیے تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

(5)﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور رب ہے تمام جہانوں کا'' جو سارے جہانوں کا رب ہے جو پوری کائنات کا مربی ہے۔جس نے ہر چیز کو تخلیق کیا جس نے ہر چیز بنائی اور اس کو ہدایت دی۔جس نے ضروریات پیدا کیں اور ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام کیا جس نے ہر چیز کی تربیت کی اور انہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔

سوال2: یہاں اللہ تعالیٰ کی حمد کس حوالے سے کی گئی ہے؟

جواب: یقیناً اللہ تعالیٰ ہر حال میں حمد کے لائق ہے یہاں اللہ تعالیٰ کی حمد کی بات اس لیے کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایمان اور اعمال صالح کی ضرورت نہیں۔انسان خود محتاج ہے وہ بے نیاز ہے۔اس کے لیے تمام جہان شکر ادا کرنے والا ہے۔تعریف بیان کرنے والا ہے۔

﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''(37)

سوال1:﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾''اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' آسمانوں وزمین میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے بڑائی ہے'' آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے لیے بڑائی ہے۔اس کی عظمت اور سلطنت آسمانوں اور زمین میں ہے وہ عظمت اور بزرگی والا ہے۔

(2)حدیث قدسی ہے: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''عزت اس اللہ تعالیٰ کی ازار ہے اور بزرگی اس اللہ تعالیٰ کی چادر ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کروں گا۔''(مسلم:6680)

(3)یعنی وہی جلال، عظمت اور مجد کا مالک ہے۔پس حمد میں صفاتِ کمال کے ذریعے سے اللہ کی ثنا، اس کی محبت اور اس کا اکرام اور کبریائی میں اس کی عظمت اور اس کا جلال ہے۔عبادت دو ارکان پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے سامنے اظہار تذلل اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کے جلال اور اس کی کبریائی کے علم سے پیدا ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:25203)

(4)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾''اور وہی سب پر غالب'' یعنی وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتا ہے، نہ اسے کوئی روک سکتا ہے نہ اس پر کوئی غالب آسکتا ہے۔وہ شدید انتقام لینے والا ہے۔

(5)﴿الْحَكِيْمُ﴾''کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے احکام، اقوال، افعال، شرع اور تقدیر میں حکیم ہے۔(الاساس:5230/9)

(6)وہ اپنی مخلوق کے بارے میں اپنی تدبیر اور اپنی مخلوق پر تصرف رکھتے ہیں حکمت والا ہے، وہ جو چاہتا ہے اس میں حکمت ہے، جیسے وہ چاہتا ہے اس میں حکمت ہے۔(7)اس نے ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھا ہے۔اس نے ہمیں جو حکم دیا ہے اس میں ہمارے لیے نفع ہے۔اس نے جو چیز پیدا کی اس میں حکمت ہے اس میں ہمارے لیے نفع ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔اس کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی کبریائی سے اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے کامل نظام اور قیام قیامت سے اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے۔

قرآن کا ماہر کاتب فرشتوں کے ساتھ ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے،

مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی ہے

اور جو شخص قرآن مجید بار بار پڑھتا ہے پھر بھی اس کے لیے دشوار ہے

تو اسے دوگنا ثواب ملے گا

(بخاری: 4937)



www.alnoorpk.com
Nighat Hashmi
0336-4033042-45
Nighat Hashmi
AlNoor International
AlNoor Products



فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 26

حٰمٓ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا"(پارہ 26)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : اپریل 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

رکوع ❖	1	9
رکوع ❖	2	20
رکوع ❖	3	35
رکوع ❖	4	42
سورۃ محمد		54
رکوع ❖	5	54
رکوع ❖	6	71
رکوع ❖	7	87
رکوع ❖	8	99
سورۃ الفتح		115
رکوع ❖	9	115
رکوع ❖	10	131
رکوع ❖	11	144
رکوع ❖	12	160
سورۃ الحجرات		169
رکوع ❖	13	169
رکوع ❖	14	192
سورۃ ق		220
رکوع ❖	15	221

رکوع ❖ 16		233
رکوع ❖ 17		245
سورۃ الذّاریات		259
رکوع ❖ 18		259
آخری آیات		273

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا،
کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں
نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآن حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

اٰیاتها ۳۵ ﴿۴۶ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ۶۶﴾ رکوعاتها ۴

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 4 رکوع اور 35 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 46 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 66 ہے۔

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿حٰمٓ﴾

''حٰمٓ''(1)

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ ''حٰمٓ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''حٰمٓ'' حروف مقطعات میں سے ایک ہے۔ ان کا معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾

''اس کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب کمال حکمت والا ہے''(2)

سوال: ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''اس کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب کمال حکمت والا ہے'' قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''اس کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور اس سے راہ نمائی حاصل کریں۔

(2)(i) کتاب اس رب نے نازل کی ہے۔ جو العزیز ہے وہ بے زور ناصح نہیں غلبہ رکھتا ہے۔ حکم دیتا ہے اور نافرمانی کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔ (ii) کتاب اُس رب نے نازل کی ہے۔ جو الحکیم ہے جس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ اس نے انسان کو ایسے احکامات دیئے ہیں جو اس کے لیے مفید ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی جن احکامات پر عمل کرنا آسان ہے۔

(iii) کتاب کا نزول گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ العزیز اور الحکیم ہے۔

(3) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کا کوئی قول اور کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔

﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾

''ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ایک وقت مقررہ کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہیں جس سے اُنہیں ڈرایا گیا ہے''(3)

سوال 1: ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾ ''ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ایک وقت مقررہ کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہیں جس سے اُنہیں ڈرایا گیا ہے'' کائنات کی ہر چیز خاص حکمت سے پیدا کی ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ایک وقت مقررہ کے لیے پیدا کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے کتاب کے نزول کے ساتھ زمین وآسمان کی تخلیق کا ذکر فرمایا اس نے خلق اور امر کو جمع کر دیا فرمایا: ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الاعراف:154) اور فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی مثل۔ اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔'' (الطلاق:12)

(3) ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ﴾ ''وہ فرشتوں کو اپنے حکم سے وحی کے ساتھ اتارتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کہ خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو مجھ ہی سے ڈرو'' (النحل:2)

(4) رب العزت نے انسانوں کو پیدا کیا اور ان کے لیے زمین وآسمان کی ہر چیز کو مسخر فرمایا انسان کو عقل عطا فرمائی، بھلائی برائی کی پہچان دی اور انسانوں کے لیے رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں اور انہیں آگاہ کیا کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے یہاں ہر شخص جو عمل کر رہا ہے اسے اپنے اعمال کے لیے جوابدہی کرنی ہے پھر اس کی موت کے بعد جب اسے دوبارہ زندگی دی جائے گی وہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ اس زندگی میں جو

کچھ ملے گا اس جہان میں کیے جانے والے اعمال کی جزا کے طور پر، رب العزت کی رحمت سے ملے گا اور جن کو برے اعمال کا بدلہ ملے گا عدل کے ساتھ ملے گا۔اس لیے اس نے زمین وآسمان کی تخلیق کو ہمارے سامنے رکھا ہے تا کہ ہم اسے محض روٹین کا معاملہ نہیں سنجیدہ معاملہ سمجھیں۔اس نے فرمایا﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾''ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بے کار پیدا نہیں کیا۔اس نے یہ سب کچھ حکمت اور مخلوق میں عدل کے لیے پیدا کیا ہے تا کہ اس کے بندے جان لیں جہان بنانے والا عظیم ہے۔جو یہ زمین وآسمان پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔وہ انسانوں کی جزا سزا کے لیے قیامت کے بعد دوسرا جہاں پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔وہ قیامت کے بعد اس جہاں میں سب انسانوں کو زندہ کرے گا اور انہیں ان کے اعمال کی جزا سزا دے گا۔

(5)اس نے زمین وآسمان ہمیشہ کے لیے نہیں بنائے، ان کا وقت مقرر ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾''ایک وقت مقررہ کے لیے''یعنی اس کی تقدیر میں زمین وآسمان کا وقت مقرر ہے جس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

(6)وہ ہر چیز کو اپنے وقت پر فنا کر دے گا اور وہ قیامت کا دن ہے۔

(7)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہیں جس سے اُنہیں ڈرایا گیا ہے''جن لوگوں نے زمین وآسمان بنانے والے کی وحدانیت کو ٹھکرا دیا ہے، اس کا انکار کیا ہے، اس کی تنبیہات کا انکار کیا ہے وہی منہ موڑنے والے ہیں۔وہ اس سے نہ تو نصیحت حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی غور وفکر کرتے ہیں۔جہاں تک اہل ایمان کا تعلق ہے انہوں نے رب العزت کی نصیحتوں کو قبول کیا، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور ہر بھلائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

سوال2: کافروں کو کس چیز سے ڈرایا جاتا ہے؟

جواب: کافروں کو جی اُٹھنے سے، حساب کتاب سے اور جزا سزا سے ڈرایا جاتا ہے۔

سوال3: کافروں کا ڈراوے پر کیا ردعمل ہوتا ہے؟

جواب:(1)کافر ڈراوے کی پرواہ نہیں کرتے۔(2)کافر آخرت کے عذاب سے بچنے کی تیاری نہیں کرتے۔

(3)کافر ایمان نہیں لاتے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، مجھے بھی دکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا

آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ'' (4)

سوال 1: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، مجھے بھی دکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ'' جھوٹے معبودوں کی بے بسی کی حقیقت بیان کی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو'' یعنی آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے خود ساختہ معبود بنا رکھے ہیں جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں، نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں۔ جن کے اختیار میں نہ زندگی ہے، نہ موت جو اتنے بے بس ہیں کہ کچھ تخلیق نہیں کر سکتے، نہ تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے۔

(2) ﴿اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ''مجھے بھی دکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے'' مجھے دکھاؤ تو سہی کہ زمین کا کونسا ٹکڑا انہوں نے بنایا ہے؟ کیا انہوں نے سمندر بنائے یا پہاڑ جمائے یا دریا چلائے یا درخت اگائے؟ کونسا حصہ ہے آسمان کا جہاں ان کا قبضہ ہے! کیا انہوں نے تخلیق کے کسی کام میں معاونت کی ہے؟ وہ تو کسی ذرے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ پوری کائنات کا مالک وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی اور کا کوئی اختیار نہیں پھر کیوں انہیں پکارتے ہو! کیوں ان سے جڑتے ہو؟ کیوں مصیبت میں انہیں پکارتے ہو؟ وہ تو خود تمہارے محتاج ہیں۔

(3) یہ تو بتاؤ یہ شرک تمہیں کس نے سکھایا؟ کس نے تمہیں تعلیم دی ہے! ﴿اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ'' کوئی کتاب لے آؤ جو قرآن سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

(4) ﴿اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ ''یا علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ'' یا پہلے لوگوں کے علمی آثار میں سے کچھ دکھا دو جو بتوں کی عبادت کے لیے تمہارے دعوے کی درستگی پر دلیل ہوں۔ (5) ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو'' یعنی اپنے اس دعوے میں کہ بتوں کی عبادت تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1457)

(6) قرآن مجید تو یہ تعلیم نہیں دیتا چلو تم کوئی اور آسمانی دلیل لے آؤ پہلے انبیاء کی تعلیمات ہی کو دیکھ لو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہو

گئی سوتم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟'' (النمل:36)

(7) ہر رسول نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی ہے ﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔'' (الاعراف:59)

(8) اگر شرک درست ہوتا تو تمہارے پاس سینکڑوں دلائل ہوتے۔

سوال 2: مشرکین سے ان کی صداقت کے لیے شرک پر کیا ثبوت مانگا گیا ہے؟

جواب: (1) پہلے کی کسی کتاب سے دلیل لے آؤ۔ (2) کوئی عقلی یا نقلی دلیل لے آؤ۔

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾

''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں'' (5)

سوال 1: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں'' اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور کو طاقت ور سمجھ کر اسے پکارنے والا مشرک سب سے بڑا گمراہ ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے'' اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو رب العزت کو چھوڑ کر دوسروں کو طاقت ور اور قوت والا سمجھ کر اس کو مدد کے لیے پکارے۔

(2) ﴿مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے'' یعنی جو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے۔

(3) ﴿وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں'' کیونکہ نہ وہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں کہ اپنی ضرورت کے بارے میں سوال کر سکیں۔ یعنی نہ تو وہ پکار سنتے ہیں کہ سن کر جواب دے سکیں نہ پکار سن کر قبول کر سکتے ہیں کہ پھر اس پر عمل درآمد کروا سکیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں، پس تم

انہیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمہاری دُعا قبول کریں، اگر تم واقعی سچے ہو۔" (الاعراف:194)

سوال 2: بڑے گمراہ سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو پتھر کے بتوں یا مردوں سے مدد مانگتے ہیں۔

﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾

"اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے" (6)

سوال 1: ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ "اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے" قیامت کے دن خود ساختہ معبود اپنے عبادت گزاروں کے دشمن بن جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً﴾ "اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے" یعنی قیامت کے دن جب سب قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں جمع ہوں گے تو خود ساختہ معبود اپنے عبادت گزاروں کی عبادت کا انکار کریں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے۔

(2) ﴿وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ "اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے" یعنی جھوٹے معبود کہیں گے یہ ہماری پرستش تو نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾﴾ "اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔" (مریم:81,82)

(3) ﴿وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ "اور اس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو (معبود) بنایا ہے، دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے، قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔ اور تمھارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا" (العنکبوت:25)

(4) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۭ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾ "جن پر بات ثابت ہو چکی وہ کہیں گے: "اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم نے انہیں ویسے ہی بہکایا جیسے ہم خود بہکے ہوئے تھے، ہم آپ کے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے۔" (القصص:63)

(5)﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ (۲۸) فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (۲۹)﴾ ''اور جس دن ہم اُن سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شریک بنائے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ رہو پھر ہم اُن کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور اُن کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے، بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے۔'' (یونس:28,29)

سوال2: حشر کے دن معبودان غیر اللہ لوگوں کی پرستش کا صاف انکار کر جائیں گے کیسے؟ وضاحت کریں؟

جواب: معبودان غیر اللہ میں وہ معبود بھی شامل ہیں جو لکڑی، پتھر کے بے جان بت ہیں یا مظاہر قدرت جیسے سورج، چاند، ستارے وغیرہ۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ بولنے کی قوت عطا فرمائے گا اور یہ چیزیں خود بول کر بتائیں گی کہ ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ ہماری عبادت کرتے تھے۔ معبودان غیر اللہ میں انبیاء، فرشتے اور نیک لوگ شامل ہیں جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام وغیرہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور انکار کریں گے کہ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور جب ہماری کھلی کھلی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کو جبکہ وہ اُن کے پاس آ چکا کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے'' (7)

سوال1: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور جب ہماری کھلی کھلی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کو جبکہ وہ اُن کے پاس آ چکا کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے'' مشرک قرآن کو جادو کس وجہ سے کہتے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور جب ہماری کھلی کھلی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' یعنی جب جھٹلانے والوں پر ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو اتنے ہٹ دھرم ہیں کہ جس چیز کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا اس کے متعلق کہتے ہیں۔

(2)﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کو جبکہ وہ اُن کے پاس آ چکا کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں اور اس کی ملاقات کا انکار کرتے ہیں وہ حق یعنی قرآن کے لیے کہتے ہیں کہ یہ کھلا جادو، خود ساختہ کلام ہے۔

(3) کفار مکہ کے قرآن کو صریح جادو کہنے کی دو وجوہ تھیں ایک یہ کہ اس کلام میں بلا کی تاثیر تھی جو بھی یہ کلام سنتا اس کے دل میں اتر جاتا تھا۔ کافر

خود بھی اس کی تاثیر سے معترف اور اس سے متاثر ہو جاتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ جادوگروں کا عموماً یہ کام ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان پھوٹ ڈال دیں یا رشتہ داروں کو آپس میں لڑا دیں۔ ادھر صورت حال یہ تھی کہ جو شخص اسلام لے آتا تھا۔ وہ اس کے مقابلہ میں اپنے کسی رشتے دار کی پروا نہ کرتا تھا۔ اس لحاظ سے بھی کافر قرآن کو جادو اور آپ ﷺ کو جادوگر کہہ دیتے تھے۔ (تیسیر القرآن :4/206)

(4) ان کا یہ قول قلب حقائق کے زمرے میں آتا ہے، جو ضعیف العقل لوگوں میں رواج پا سکتا ہے ورنہ حق، جسے نبی ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اور جادو کے مابین بہت بڑا تفاوت اور مناقات ہے جو زمین و آسمان کے تفاوت سے بڑھ کر ہے۔ وہ حق جو غالب ہے اور افلاک کی بلندیوں پر پہنچا ہوا ہے، جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہے، جس کی حقانیت پر دلائل آفاق اور دلائل النفس دلالت کرتے ہیں، جس کے سامنے اصحاب بصیرت اور خردمند لوگ سرنگوں ہیں اور اس کا اقرار کرتے ہیں، اسے باطل پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ جو جادو ہے، جو ظالم، گمراہ، خبیث النفس اور خبیث العمل شخص کے سوا کسی اور سے صادر نہیں ہو سکتا۔ پس جادو ایسے ہی شخص کے لئے مناسب اور اس کے موافق حال ہوتا ہے۔ کیا یہ باطل کے سوا کچھ اور ہے؟ (تفسیر سعدی :3/2524,2525)

سوال 2: کیا ایک نبی کی دعوت اور جادو ایک جیسی چیزیں ہیں؟

جواب: اسلام کی دعوت کی نوعیت اور جادو کی نوعیت، اسلام کا مقصد اور جادو کا مقصد ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان دونوں میں کوئی قدر مشترک نہیں جس کی وجہ سے انہیں ایک جیسا قرار دیا جا سکے۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ اُس نے خود ہی اُسے گھڑا ہے؟ کہہ دو اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا تم کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، تم اُس کے بارے میں جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں زیادہ جانتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر وہی کافی ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (8)

سوال 1: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اُس نے خود ہی اُسے گھڑا ہے؟ کہہ دو اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا تم کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، تم اُس کے بارے میں جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں زیادہ جانتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر وہی کافی ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اس آیت میں جادو کے الزام کا جواب دیا گیا، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اُس نے خود ہی اُسے گھڑا ہے'' یعنی کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی نہیں بلکہ گھڑا ہوا کلام ہے؟

(2)﴿قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''کہہ دو اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا تم کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے'' یعنی اگر آپ لوگ یہ سمجھتے ہو کہ یہ کلام میں نے گھڑا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہوں تو مجھے اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ساری دنیا مل کر بھی مجھے اس کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتی تھی۔ جیسا کہ فرمایا:﴿قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (۲۲) اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (۲۳)﴾ ''کہہ دو کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ہرگز کوئی نہیں بچائے گا اور میں اُس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دینا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے بلاشبہ جہنم کی آگ ہے، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (الجن:23,22)

(3)﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (۴۴) لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (۴۵) ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (۴۶)﴾ ''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا تو یقیناً ہم اُس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے۔'' (الحاقۃ:44-46)

(4)﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ﴾ ''تم اُس کے بارے میں جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں زیادہ جانتا ہے'' رب العزت نے جھوٹا الزام لگانے والوں کو دھمکی دی ہے کہ تمہاری مکاریوں کا رب العزت کو خوب علم ہے۔

(5)﴿كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ ''میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر وہی کافی ہے'' یعنی مجھ پر اور تم پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے وہی ہمارے درمیان صحیح فیصلہ کرے گا۔

(6)﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' رب العزت نے توبہ کی ترغیب دلائی ہے کہ اب بھی وقت ہے باز آ جاؤ۔ سچے دل سے توبہ کر لو۔ گناہوں کو چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم پر رحم فرمائے گا۔

(7) اللہ تعالیٰ اُس کے لئے الغفور ہے جو توبہ کرے، ایمان لے آئے اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ سچا کلام مان لے۔ توبہ کر کے مغفرت کا مستحق بننے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ رحمت کرنے والا ہے۔

(8) وہ تمہیں بھلائی کی توفیق بھی دے گا اور اجر بھی عطا فرمائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض پر کہ قرآن مجید گھڑا ہوا کلام ہے کیا جواب دینے کے لئے کہا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہہ دو کہ اگر یہ کلام میرا گھڑا ہوا ہے تو میں اللہ تعالیٰ کا مجرم ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے مجرم کو پکڑے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اس معاملے میں تم بھی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے کے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

(2)تم اس قرآن کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اُسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ کی گواہی میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے۔

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''کہہ دو میں رسولوں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا؟ میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو محض ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں'' (9)

سوال:﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہہ دو میں رسولوں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا؟ میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو محض ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں'' نبوت پر تعجب کیوں ہے بدکتے کیوں ہو؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ ''کہہ دو میں رسولوں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں'' رب العزت نے نبی ﷺ سے یہ سوال کرنے کے لیے فرمایا ہے کہ تمہیں میری نبوت پر اس قدر تعجب کیوں ہے۔ میں کوئی پہلا نبی تو نہیں ہوں مجھ سے پہلے ہزاروں رسول آ چکے پھر میری دعوت کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہ بتاؤ کہ مجھ سے اتنا بدکتے کیوں ہو؟

(2)﴿وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ﴾ ''اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا'' یعنی میں تو ایک بشر ہوں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے اور تمہارے ساتھ کیا! میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہی مجھ پر اپنے فیصلے نافذ کرتا ہے۔ اور تم پر بھی۔

(3)سیدنا خارجہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کی ایک رشتہ دار ایک عورت ام علاء نامی نے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت بھی کی تھی، انہیں خبر دی کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے یہاں ٹھہرانے کے لئے پانسے ڈالے تو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قیام ہمارے حصے میں آیا۔ ام علاء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے گھر ٹھہرے اور کچھ مدت بعد وہ بیمار پڑ گئے۔ ہم نے ان کی تیمارداری کی مگر کچھ دن بعد ان کی وفات ہوگئی۔ جب ہم انہیں کفن دے چکے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں نے کہا ابوالسائب !(عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت) تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، میری گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے یہاں تمہاری ضرور عزت اور بڑائی کی ہوگی۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا۔ یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت اور بڑائی کی ہوگی میں نے عرض

کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، مجھے یہ بات کسی ذریعہ سے معلوم نہیں ہوئی ہے پھر نبی ﷺ نے فرمایا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا جہاں تک معاملہ ہے تو اللہ گواہ ہے کہ ان کی وفات ہو چکی اور میں ان کے بارے میں اللہ سے خیر ہی کی امید رکھتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ہونے کے باوجود مجھے یہ علم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ ام علاء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں، اللہ کی قسم! اب اس کے بعد میں کسی شخص کی پاکی کبھی بیان نہیں کروں گی۔'' (بخاری:2687)

(4)﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ﴾ ''میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے'' یعنی میں اپنی طرف سے کچھ بھی پیش نہیں کرتا میں تو وحی کی پیروی کرتا ہوں۔

(5)﴿وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ ''اور میں تو محض ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں'' یعنی میرا کام تو خبردار کرنا ہے۔ اگر تم میری رسالت قبول کر لو تو یہ دنیا و آخرت میں تمہارے لیے باعث سعادت ہے۔ جہاں تک میرے فرائض کا تعلق ہے تو میں انہیں پورا انجام دے رہا ہوں۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''کہہ دو کیا تم نے دیکھا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو اور تم نے اس کا کفر کیا حالانکہ اس جیسے کلام پر بنی اسرائیل کے ایک گواہ نے گواہی بھی دی، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (10)

سوال1:﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''کہہ دو کیا تم نے دیکھا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو اور تم نے اس کا کفر کیا حالانکہ اس جیسے کلام پر بنی اسرائیل کے ایک گواہ نے گواہی بھی دی پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو حق ہے، جو اسے نہیں مانتے وہ ظالم ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ﴾ ''کہہ دو کیا تم نے دیکھا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو اور تم نے اس کا کفر کیا'' یعنی واقعی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہو اور تم نے اس کا انکار کیا تو یہ بتاؤ تمہارا کیا حشر ہوگا؟ جس رب نے مجھے یہ کلام دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے اور تم نہیں مانتے تو یہ بتاؤ وہ تمہیں کیا سزا دے گا۔

(2)﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ﴾ ''حالانکہ اس جیسے کلام پر بنی اسرائیل کے ایک گواہ نے گواہی بھی دی'' یعنی

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اس کی گواہی دے دی ہے اور وہ عبداللہ بن سلام تھے اور گواہی یہ تھی کہ تورات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور قرآن اس کی مثل ہے۔

(3)﴿فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ﴾ ''پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا'' یعنی وہ تو قرآن کو پہچان کر اس پر ایمان لے آئے اور ہدایت پا گئے۔ جب کہ ان کے مقابلے میں تم نے تکبر کیا۔ تمہارا یہ رویہ ظلم کے سوا اور کیا ہے؟ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے بارے میں جو زندہ ہو اور زمین پر چل پھر رہا ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی اس کا جنتی ہونا نہیں سنا، سوائے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس جیسے (کلام) پر بنی اسرائیل کے ایک گواہ نے گواہی دی ہے۔ پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (بخاری:3812)

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' تم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (5) اور یہ ظلم ہے کہ حق قبول کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود تکبر سے اسے ٹھکرا دیا جائے۔ (تفسیر سعدی:2526/2)

سوال 2: قرآن مجید پر ایمان نہ لانے والوں کے ظلم کو نبی ﷺ کی زبان سے کیسے ثابت کروایا گیا؟

جواب: قرآن مجید پر ایمان نہ لانے والوں کے ظلم کو ثابت کرنے کے لئے یہ دلائل دینے کو کہا۔

(1) اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور تم نے نہ مانا تو؟

(2) بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس کی گواہی بھی دے چکا اور وہ ایمان بھی لا چکا اور تم نے سرکشی کی ہو تو؟

(3) یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

رکوع نمبر 2

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ﴾

''اور کافروں نے ایمان والوں کے متعلق کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے اور جب اُنہوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور وہ کہیں گے: ''یہ تو پرانا جھوٹ ہے'' (11)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ﴾ ''اور کافروں نے ایمان والوں کے متعلق کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے اور جب اُنہوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور وہ کہیں گے: ''یہ تو پرانا جھوٹ ہے'' مشرکوں کے اس قول کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ﴾ ''اور کافروں نے ایمان والوں کے متعلق کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے'' مشرکوں نے کہا تھا کہ قرآن میں خیر و برکت ہوتی تو ہم پہلے ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بن جاتے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ، سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ، سیدنا خباب رضی اللہ عنہ وغیرہ ہم سے آگے نہ بڑھتے۔ ہم ان سے زیادہ عقل مند ہیں۔ یہ ہم سے کیسے آگے بڑھ سکتے ہیں۔

(2)ان کا یہ قول ایک لحاظ سے باطل ہے۔کون سی دلیل اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حق کی علامت یہ ہے کہ اہل تکذیب اہل ایمان پر سبقت لے جائیں؟ کیا وہ زیادہ پاک نفس اور عقل و خرد میں زیادہ کامل ہیں؟ کیا ہدایت ان کے ہاتھ میں ہے؟ مگر یہ کلام جوان سے صادر ہوا، جسے وہ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اس شخص کے کلام کی مانند ہے جو کسی چیز پر قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ اس چیز کی مذمت کرنا شروع کر دے۔ (تفسیر سعدی:3/2526,2527)

(3)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں، اُن کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں، پس آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے'' (الانعام:52)

(4)﴿وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ﴾ ''اور جب اُنہوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور وہ کہیں گے: ''یہ تو پرانا جھوٹ ہے'' یعنی ان کے حق قبول نہ کرنے، قرآن کی راہ سے فائدہ نہ اٹھانے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو جھوٹ، جادو اور گھڑا ہوا کلام کہا۔ حالانکہ قرآن حق ہے۔ جس میں شک نہیں۔

(5)وہ اپنی ازلی بدبختی کی وجہ سے ایمان نہیں رکھتے اور اپنی ندامت کو دور کرنے کے لیے قرآن کو پرانے لوگوں کی کہانیاں قرار دیتے ہیں۔ یہی ان کا تکبر اور غرور ہے کہ وہ حق کو نہیں مانتے۔

(6)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تکبر حق کا انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔'' (مسلم:265)

سوال2: کیا مال و دولت کو پانا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کی دلیل ہے؟

جواب: دنیا میں مال و دولت کا پانا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کی دلیل نہیں۔

سوال3: لوگ اس غلط فہمی میں کیوں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ دولت اور مرتبے کا ہونا اللہ تعالیٰ کے یہاں معزز ہونے کی دلیل ہے؟

جواب: لوگ اس غلط فہمی میں اس لئے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ شیطان اس کے لئے کوششیں کرتا ہے اور لوگ شیطان کے جھانسے میں آ جاتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کے لئے کن خصوصیات کی ضرورت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کے لئے ایمان اور اخلاص کی ضرورت ہے۔

﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ﴾

''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب راہ نما اور رحمت تھی اور یہ تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے تا کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ اُنہیں ڈرائے اور نیکی کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہو'' (12)

سوال: ﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب راہ نما اور رحمت تھی اور یہ تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے تا کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ اُنہیں ڈرائے اور نیکی کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہو'' تورات کی طرح قرآن بھی امام اور رحمت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً﴾ ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب راہ نما اور رحمت تھی'' یعنی قرآن سے پہلے تورات نازل ہوئی جو امام اور رحمت تھی اگر وہ اس کی ہدایت پر چلتے تو سعادت اور کمال تک پہنچتے۔

(2) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ﴾ ''اور یہ تصدیق کرنے والی کتاب'' یہ قرآن تمام الہامی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی انہیں سچی کتابیں مانتا ہے اور ان کی موافقت کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝﴾ ''اُس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اُس نے تورات اور انجیل بھی نازل کی۔ اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اُسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اُتارا ہے، یقیناً جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا، اُن کے لیے زبردست عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔'' (آل عمران 3:4)

(3) ﴿لِّسَانًا عَرَبِيًّا﴾ ''عربی زبان میں ہے'' یعنی عربی زبان کی وجہ سے اس کا علم حاصل اور اس سے نصیحت پکڑنا آسان ہے۔

(4) یہ اظہار اس لئے کیا گیا تا کہ اہل عرب پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا اظہار کیا جائے کہ ان کی زبان میں قرآن مجید کا نازل ہونا اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے۔ (5) ﴿لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''تا کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ اُنہیں ڈرائے'' تا کہ ان لوگوں کو برے انجام سے خبردار کرے جنہوں نے شرک کیا اور نافرمانیاں کیں اور اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر وہ اپنے ظلم پر قائم رہتے تو اللہ تعالیٰ انہیں دردناک عذاب

دے گا۔(6)﴿وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور نیکی کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہو'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص سے کرتے ہیں اور مخلوق کو نفع پہنچانے اور ان سے حسن سلوک کرنے میں مخلص ہیں۔ جو اپنے عقیدے، اقوال اور اعمال میں مخلص ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر ثابت قدم رہے تو اُن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' (13)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر ثابت قدم رہے تو اُن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر ثابت قدم رہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتے ہیں اور اس کی اطاعت پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔

(2) یعنی انہوں نے توحید کو جو علم کا خلاصہ ہے اور استقامت کو جو عمل کی انتہا ہے، جمع کر دیا ہے۔ (تیسیر الکریم الرحمٰن: 14/15)

(3) رسول اللہ ﷺ نے استقامت کو ایمان کے بعد دین کی سب سے بڑی حقیقت قرار دیا۔ نبی ﷺ کے ایک ارشاد گرامی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استقامت تکمیل دین ہے۔ سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام میں ایک ایسی بات بتا دیجئے پھر میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جا۔'' (مسلم: 159)

(4) نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے استقامت کا شاندار نمونہ قائم کیا۔ کتب حدیث و سیرت میں ایسے واقعات موجود ہیں جن سے آپ ﷺ کی بے مثال استقامت کا ثبوت ملتا ہے۔ مشرکین مکہ نے جب جناب ابوطالب پر بے پناہ دباؤ ڈالا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو دعوت کے کام سے روکیں تو اس انتہائی مایوس کن صورت حال میں آپ ﷺ کا بیان استقامت کی لازوال مثال ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عم محترم! بخدا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دعوت کو غالب کر دے یا میں اس کی راہ میں ختم ہو جاؤں۔'' آپ ﷺ نے مشکلات و مصائب، ایذا رسانیوں اور ستم رانیوں کا مکی دور استقامت سے گذارا اور اب مدنی دور میں کفر کی ان تدابیر کا سامنا تھا جن کے ذریعے وہ مسلمانوں اور اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ یہی وہ پر آشوب دور ہے جس میں آپ ﷺ کو اپنے پیروؤں کے ساتھ میدان جنگ میں مسلح تصادم کا سامنا کرنا پڑا۔ ان جنگوں میں ایسے شدید مراحل آئے جہاں بہادر سے بہادر انسان بھی اپنی جگہ سے ہٹنے پر مجبور ہو جاتا لیکن ان مقامات و مواقع پر حضور ﷺ کی شان استقامت کے

شاندار مظاہر نظر آتے ہیں۔غزوہ حنین میں جب قبیلہ ہوازن کے تیراندازوں کی بوچھاڑ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی قدم اکھڑ گئے تو آپ ﷺ استقامت کے کوہ گراں کی طرح میدان جنگ میں جمے رہے اور اس وقت زبان مبارک پر: ﴿اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ﴾ آپ ﷺ کے بے مثال اسوۂ نے آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ استقامت پیدا کی کہ وہ تاریخ انسانی کے لیے روشن مثالیں بن گئے۔آل یاسر رضی اللہ عنہ، سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ، سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سمیت بعض جلیل القدر اور ذو نسب صحابہ بھی مشرکین مکہ کی ایذاء رسانیوں اور ظلم وستم کے سامنے عظمت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔(انسان کامل:643)

(5)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ(۳۰) نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ(۳۱) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ (۳۲) ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (حم السجدہ:30-32)

(6)﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾ ''اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے۔'' (الجن:16)

(7)﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ ''تو اُن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' ان کے لیے نہ آنے والے شر کا خوف ہے اور نہ اس پر غم ہے جو پیچھے چھوڑ دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنانے سے انسان کی زندگی میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) سب سے پہلی تبدیلی تو انسان کے شعور میں آتی ہے۔انسان کی سوچ کا رخ رب کی طرف ہو جاتا ہے تو رب اُس کی زندگی کا محور و مرکز بن جاتا ہے۔(2) انسان کی گفتگو میں تبدیلی آجاتی ہے۔اُس کی گفتگو رب کی یادوں کا عکس ہوتی ہے۔وہ جہاں بھی ہو رب کی بڑائی بیان کرنے والا بن جاتا ہے۔

(3) انسان کی سرگرمیوں کا رخ بدل جاتا ہے۔ ہر سرگرمی کا ایک ہی عنوان ٹھہرتا ہے۔﴿رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔

(4) انسان کے تعلقات کی بنیاد رب کی محبت بن جاتی ہے۔

(5) انسان ہر معاملے میں اُس سے اُمید باندھنے لگ جاتا ہے۔

(6) انسان رب کی ناراضگی سے ڈرنے لگ جاتا ہے۔

(7)انسان رب کی رضا کے لئے بڑے سے بڑا کام کر گزرتا ہے۔

(8)انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو جاتا ہے۔

(9)انسان کا سب سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانا بن جاتا ہے۔

(10)انسان انبیاء کو اپنے لئے راہ نما بنا کر اُس راستے پر چل نکلتا ہے۔

(11)اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنالینا تو ایک life style ہے۔ یہ محض زبانی اقرار نہیں زندگی کے ہر میدان میں خدائی زندگی اختیار کرتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر استقامت اختیار کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1)استقامت اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر، اسلام کو دین کے طور پر اختیار کر لینا۔

(2)استقامت اختیار کرنے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر محمد ﷺ کو اپنا راہ نما، ہادی اور راہبر تسلیم کرنے اور اُن کی سنّت کی مستقل پیروی کرنا۔(3)استقامت سے مراد دل اور نفس کے اسلام پر اطمینان کے بعد ہر قسم کے شک کا دور ہو جانا۔ اور خیالات اور تصورات کا اسلام کی حقانیت پر جم جانا۔(4)استقامت سے مراد تمام دوسری کوششوں اور دلچسپیوں، رجحانات اور میلانات کا محور و مرکز اسلام اور اسلامی مشن کا بن جانا۔(5)استقامت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر کے حق پر جم جانا۔

﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''یہی لوگ جنت والے ہیں، اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اُن اعمال کی جزا میں جو وہ عمل کیا کرتے تھے''(14)

سوال1: ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہی لوگ جنت والے ہیں، اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اُن اعمال کی جزا میں جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''یہی لوگ جنت والے ہیں، اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی وہ ہمیشہ رہنے والی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ وہاں سے کبھی نکلنا نہیں چاہیں گے نہ انہیں نکالا جائے گا۔ وہ اس مقام کو کبھی بدلنا نہیں چاہیں گے۔

(2)﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اُن اعمال کی جزا میں جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' ان کی جزا اعمال صالحہ کرنے اور اعمال فاسدہ چھوڑنے پر ہوگی کہ انہیں کوئی غم اور خوف نہ ہوگا۔

سوال2: جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخلہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

جواب: جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخلہ نیک اعمال کی وجہ سے ممکن ہو سکتا ہے۔ اور نیک اعمال کی بنیاد اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنا کر اُس پر جم جانا ہے۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، اُس کی ماں نے ناگواری کی حالت میں اُس کو پیٹ میں رکھا اور ناگواری کی حالت میں ہی اُس کو جنم دیا اور اُس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا، اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر دے، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی اور یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں'' (15)

سوال 1: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، اُس کی ماں نے ناگواری کی حالت میں اُس کو پیٹ میں رکھا اور ناگواری کی حالت میں ہی اُس کو جنم دیا اور اُس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے'' ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے حکم کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) توحید، اخلاص اور استقامت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ہے۔ ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی'' یعنی ہم نے تاکید کے ساتھ وصیت کی ہے کہ والدین کے ساتھ حسن معاملہ کریں۔

(2) اور یہ تب ممکن ہے جب ان کو ایذا دینے سے رکیں۔ اور ان دونوں کو خیر پہنچائیں اور معروف میں ان کی اطاعت کریں اور موت کے بعد بھی ان کے لیے نیکیاں کریں۔ لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اس وصیت پر عمل کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اس وصیت کو نافذ نہیں کرتے۔ (ایسر التفاسیر: 1462/1463)

(3) یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم اور والدین کی قدر و توقیر ہے کہ اس نے اولاد کو حکم دیا اور ان کو اس امر کا پابند کیا کہ وہ نرم و ملائم بات، مال و نفقہ اور دیگر طریقوں سے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ (تفسیر سعدی: 2529,2528/3)

(4) ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے

ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔'' (بنی اسرائیل:23)

(5)﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا﴾ ''اُس کی ماں نے ناگواری کی حالت میں اُس کو پیٹ میں رکھا'' یعنی ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور نیکیوں کو واجب کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کی ماں نے 9 ماہ تک حمل کی مشقت اٹھا کر طرح طرح کے درد برداشت کیے اور اس کی پیدائش کی مشقت اٹھائی کوئی سنگ دل ہی ماؤں کی تکلیفوں سے ناواقف رہتا ہے۔

(6)(i) حمل کی مشقتیں: حمل کے فوراً بعد انسان کے ابتدائی cells رحم مادر کی دیواروں سے چمٹ جاتے ہیں اور اسے دیمک کی طرح کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ ماں کے رحم میں خون کا ایک حوض بن جاتا ہے جس وقت ماں کچھ کھاتی ہے اس سے تازہ خون بنتا ہے اور وہ جرثومہ خون کو چوسنا اور بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ پھر جب ہڈیاں بننے کا وقت آتا ہے اُس وقت وہ زیادہ خون چوسنا شروع کرتا ہے تاکہ جسمانی ڈھانچہ تیار ہو۔ اس دوران ماں کی مشقت کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے رکھ کر اُس سے حُسن سلوک کا مطالبہ کیا ہے۔

(ii) وضع حمل کی مشقتیں: وضع حمل کا موقع ایسا ہوتا ہے جب عورت کی زندگی داؤ پر لگ جاتی ہے لیکن وہ اپنے بچے کی محبت میں یہ مشقت برداشت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مشقت کو ﴿كُرْهًا﴾ کے الفاظ سے انسان کے سامنے رکھ کر اس سے حُسن سلوک کا مطالبہ کیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اُس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔'' (لقمان:14)

(7)﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ ''اور اُس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے'' حمل، رضاعت اور پرورش میں ابتدائی طور پر 30 ماہ لگ جاتے ہیں۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ انھوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں۔ انھوں نے پوچھا پھر اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ ہے۔'' (بخاری:5971)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (مسلم:252)

(10) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا۔'' (ترمذی:1955)

(11) مذکورہ مشقت تھوڑی سی مدت، گھڑی دو گھڑی کے لئے نہیں بلکہ وہ طویل مدت ہے جس کا عرصہ ﴿ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ جن میں سے غالب طور پر نو ماہ کے لگ بھگ حمل اور باقی مہینے رضاعت کے لئے ہیں۔ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ ''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں'' کے ساتھ ملا کر استدلال کیا جاتا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، کیونکہ رضاعت کی مدت کو، جو کہ دو سال ہے، تیس مہینوں میں سے نکال دیا جائے تو حمل کی مدت چھ ماہ بچتی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2528,2529)

سوال 2: ﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا، اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر دے، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی اور یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں'' 40 سال کی عمر میں خلوص سے توبہ کرنے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا'' یعنی جب وہ پوری قوت والے دور کو پہنچ گیا جب عقل پوری ہو جاتی ہے اور سمجھ بوجھ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ بردباری کا دور ہے۔

(2) تب وہ دعا کرتا ہے۔ ﴿قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ﴾ ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی'' یہ ایمان توحید اور اسلام کی نعمت ہے۔ وہ دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما جو تو نے مجھ پر کی ہیں۔

(3) ﴿وَعَلٰي وَالِدَيَّ﴾ ''اور میرے والدین پر'' اور میرے والدین پر کی ہیں۔ یعنی میں تیری نعمتوں کو تیری اطاعت میں صرف کروں اور تیری حمد و ثنا کروں۔ والدین پر انعامات اولاد ہی پر انعامات ہیں کیونکہ ان کے آثار اولاد تک پہنچتے ہیں۔ خاص طور پر ایمان اور اسلام کی نعمت۔ کیونکہ والدین کے نیک ہونے کی وجہ سے ان کی اولاد کے نیک ہونے کا سبب بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

(4) ﴿وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ﴾ ''اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے'' یعنی مجھے توفیق دے کہ میں ایسے نیک اعمال کروں جو تجھے پسند آ جائیں۔

(5) یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے کام ہیں۔ (جامع البیان:26/16)

(6)﴿وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ﴾ ''اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر دے'' یعنی میری نسل اور آخر تک آنے والی میری اولاد کی اصلاح فرمانا۔(7)﴿اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ﴾ ''بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی'' یعنی میں گناہوں اور نافرمانیوں سے تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور تیری فرماں برداری کا اقرار کرتا ہوں۔

(8)﴿وَاِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ ''اور یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں'' یہ اللہ تعالیٰ سے توسل ہے اپنی دعا کی قبولیت کے لیے، شرک اور کفر سے توبہ اور توحید اور ایمان کی طرف آنا اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنا ہے۔

(9)اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو 40 سال کی عمر میں سچی توبہ کرنی چاہیے اور دینی کاموں میں زیادہ دلچسپی لینی چاہیے اور ان میں استقامت اختیار کرنی چاہیے۔

(10)اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سلیم الفطرت انسان کیسے اپنے رب کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے کا شعور رکھتا ہے۔ یہ دُعا ظاہر کرتی ہے کہ سلیم الفطرت انسان کو اپنی قوتوں کے ضائع ہونے کا کتنا شعور ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے دُعا کرتا ہے کہ کہیں وہ شکر ادا کئے بغیر ضائع نہ ہو جائے۔

سوال3: کیا ماں کی مشقتوں کا صلہ اولاد دے سکتی ہے؟

جواب: ماں کی مشقتوں اور قربانیوں کا صلہ اولاد نہیں دے سکتی خواہ کتنی کوشش کرے وہ کوشش کم ہی ہوگی۔ ایک شخص طواف کرتے ہوئے اپنی ماں کو اُٹھائے ہوئے تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا تو کہہ دیا کہ میں نے اپنے ماں کا حق ادا کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں صرف ایک سانس لینے کے برابر بھی نہیں۔ (مسند البزار)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ﴾

''یہی لوگ ہیں ہم ان سے سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انہوں نے کیے اور اُن کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں، جنت والوں میں (ہوں گے)، سچے وعدہ کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا'' (16)

سوال1: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں ہم ان سے سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انہوں نے کیے اور اُن کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں، جنت والوں میں (ہوں گے)، سچے وعدہ کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا'' تھوڑے اعمال سے ان لوگوں کو جنت ملتی ہے جو توبہ کرتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ ''یہی لوگ ہیں ہم ان سے سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انہوں نے کیے'' یہ وہ لوگ ہیں جن کے تھوڑے اعمال کو بھی قبول کیا جاتا ہے۔

(2)اس سے مراد نیکیاں ہیں کیونکہ وہ اس کے علاوہ بھی نیک عمل کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2529/3)

(3)﴿وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''اور اُن کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں'' یعنی ان کی برائیوں پر مواخذہ نہیں کریں گے، بلکہ ان کی مغفرت کریں گے یعنی اکثر خطائیں معاف کردیں گے۔

(3)﴿فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ﴾ ''جنت والوں میں (ہوں گے)'' یعنی حسب وعدہ انہیں جنت والوں میں شامل کردیا جائے گا۔

(4)﴿وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ ''سچے وعدہ کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا'' یہ وعدہ ہے جو قطعی سچا ہے جو دنیا میں رسولوں کے توسط سے کیا جاتا ہے۔

(5)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔'' (التوبہ:72)

(6)یہ اس ہستی کا وعدہ ہے جس نے کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔جو اپنے وعدوں میں سچا ہے۔

(7)﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے:''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنادیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں۔'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے!'' (الزمر:74)

﴿وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا:''تم پر افسوس ہے، کیا تم دونوں مجھے یہی دھمکی دیتے رہتے ہو کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا؟ حالانکہ مجھ سے پہلے بھی قومیں گزر چکی ہیں'' اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ''تیری بربادی ہو! ایمان لے آ، اللہ تعالیٰ کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے۔'' تو وہ کہتا ہے:''یہ تو پہلے لوگوں کے فرضی قصوں کے سوا کچھ نہیں'' (17)

سوال1:﴿وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا:''تم پر افسوس ہے، کیا تم دونوں مجھے یہی دھمکی دیتے رہتے ہو کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا؟ حالانکہ مجھ سے پہلے بھی قومیں گزر چکی ہیں'' اور وہ

دونوں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ ''تیری بربادی ہو! ایمان لے آ، اللہ تعالیٰ کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے۔'' تو وہ کہتا ہے: ''یہ تو پہلے لوگوں کے فرضی قصوں کے سوا کچھ نہیں'' گستاخ اولاد کے معاملات، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ﴾ ''اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: ''تم پر افسوس ہے، کیا تم دونوں مجھے یہی دھمکی دیتے رہتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا'' رب العزت نے فرماں بردار اولاد کا ذکر کرنے کے بعد نافرمان اولاد کے حالات کو سامنے رکھا ہے کہ جب اس کے والدین نے اسے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور برے اعمال کی سزا سے خوف دلایا جو والدین کا اولاد پر احسان ہے کہ وہ انہیں ابدی فلاح کی طرف بلاتے ہیں اس کے جواب میں اولاد برے طریقے سے پیش آتی ہے یہ کہ تمہارے لیے ہلاکت ہو اور وہ دعوت برباد ہو (نعوذ باللہ) جسے تم پیش کرتے ہو پھر آخرت کو محال سمجھتے ہوئے کہا: کیا تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو کہ قیامت کے دن مجھے میری قبر سے نکالا جائے گا۔

(2) اللہ رب العزت نے والدین کے نافرمان اور بعث اور جزا کے منکر کے بارے میں خبر دی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1464/1465)

(3)﴿وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ﴾ ''حالانکہ مجھ سے پہلے بھی قومیں گزر چکی ہیں'' یعنی اس سے پہلے بہت لوگ گزر چکے اور ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی قبر سے نہیں نکلا۔

(4)﴿وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ﴾ ''اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ ''تیری بربادی ہو! ایمان لے آ'' اس کے والدین اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے فریادیں کرتے ہیں اور بیٹے سے کہتے ہیں ایمان لے آؤ۔

(5) یعنی وہ اس کی ہدایت کے لئے انتہائی جدوجہد اور پوری کوشش کر رہے تھے حتی کہ اس کے ایمان کی سخت حرص کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مدد مانگ رہے تھے جیسے ڈوبتا ہوا شخص مدد کے لئے پکارتا ہے۔ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہے تھے جیسے کوئی اچھولگا ہوا شخص سوال کرتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو ملامت کرتے تھے، اس کے لئے سخت دردمند تھے۔ (تفسیر سعدی: 2530/3)

(6)﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ان کی واپسی اور ان کے اعمال کے محاسبے اور جزا کا جو وعدہ دیا ہے وہ سچا ہے۔

(7) مگر بیٹے کی نفرت اور سرکشی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے﴿فَیَقُوْلُ﴾ ''تو وہ کہتا ہے'' وہ تکبر سے کہتا ہے۔

(8)﴿مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ ''یہ تو پہلے لوگوں کے فرضی قصوں کے سوا کچھ نہیں'' یعنی تم مجھے ایمان کی جو دعوت دیتے ہو یہ فرسودہ خیالات ہیں پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

(9) ایسا شخص جو غور و فکر نہیں کرتا۔ جو عقل کی پختگی کی عمر کو پہنچ کر بھی عقلی طور پر نابالغ رہتا ہے نہ کائنات کی نشانیوں پر غور و فکر کرتا ہے نہ رب کے کلام سے سبق حاصل کرتا ہے اور حق سے دور رہتا ہے۔

(10) سیدنا یوسف بن مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مروان کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجاز کا امیر (گورنر) بنایا تھا۔ اس نے ایک موقع پر خطبہ دیا اور خطبہ میں یزید بن معاویہ کا بار بار ذکر کیا، تاکہ اس کے والد (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ) کے بعد اس سے لوگ بیعت کریں۔ اس پر سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اعتراضاً کچھ فرمایا۔ مروان نے کہا اسے پکڑ لو۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی بہن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں چلے گئے تو وہ لوگ پکڑ نہیں سکے۔ اس پر مروان بولا کہ اسی شخص کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی تھی کہ ''اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا تف ہے تم پر کیا تم مجھے خبر دیتے ہو'' اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہمارے (آل ابی بکر کے) بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی آیت نازل نہیں کی بلکہ ''تہمت سے میری برأت ضرور نازل کی تھی۔'' (بخاری: 4827)

سوال 2: مجھ سے پہلے اُمتیں گزر چکی ہیں، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے لوگ جب مر گئے تو دنیا میں دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آئے۔ حالانکہ دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ قیامت اور حساب کتاب کے دن سے متعلق ہے۔

سوال 3: آخرت کے عقیدے کے متعلق والدین سے کون سی اولاد تکرار کرتی ہے؟

جواب: عام طور پر یہ تکرار اُس وقت ہوتی ہے جب والدین مسلمان ہوں اور اولاد کافر ہو۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ﴾

''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی، جن وانس کے ان گروہوں میں جو ان سے قبل گزر چکے ہیں، یقیناً وہ خسارہ پانے والے تھے'' (18)

سوال: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی، جن وانس کے ان گروہوں میں جو ان سے قبل گزر چکے ہیں، یقیناً وہ خسارہ پانے والے تھے'' نافرمان اولاد اور بعث کا انکار کرنے والے جہنم میں جائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ﴾ ''یہی لوگ ہیں'' یعنی یہ نافرمان لوگ۔

(2) ﴿حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾ ''جن پر اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی'' جن پر عذاب کی بات واجب ہو گئی۔

(3) ﴿قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ﴾ ''جن وانس کے ان گروہوں میں جو ان سے قبل گزر چکے ہیں'' یعنی وہ لوگ نافرمان جنوں اور انسانوں کے گروہ میں شامل ہو گئے جنہوں نے خود کو نقصان پہنچایا اور اپنے گھر والوں کو بھی خسارے میں ڈالا۔

(4)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ ''یقیناوہ خسارہ پانے والے تھے'' وہ خسارہ پانے والے ہیں۔یعنی وہ ایمان سے محروم ہو گئے اور جہنم کے عذاب سے بچ نہیں سکے۔(5)یعنی نافرمان اولاد اور قیامت کے منکر جہنم میں جائیں گے۔

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

''اور ہر ایک کے لیے درجات ہوں گے اُن کے اعمال کے لحاظ سے جو انہوں نے کیے اور تا کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا''(19)

سوال1:﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہر ایک کے لیے درجات ہوں گے اُن کے اعمال کے لحاظ سے جو انہوں نے کیے اور تا کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا﴾ ''اور ہر ایک کے لیے درجات ہوں گے اُن کے اعمال کے لحاظ سے'' یعنی آخرت میں اچھے اور برے لوگوں کو اپنے اعمال کے لحاظ سے درجہ ملے گا۔

(2)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہر ایک کے لیے اس کے درجات ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے عمل کیے اور آپ کا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں۔''(الانعام:132)

(3)﴿وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور تا کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے'' یعنی ان کے اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی۔نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(ال عمران:25)

(4)﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' یعنی نیکیوں میں کمی کر کے اور برائیوں میں اضافہ کر کے ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو بُرائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(الانعام:160)

(6)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملے میں بھی ظلم نہیں کرے گا، وہ اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا جبکہ کافر کو اس کی ان نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کی ہوگی دنیا

میں ہی دے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔" (مسلم:7089)

﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾

"اور جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور ان سے فائدہ اُٹھا چکے، چنانچہ آج تمہیں توہین کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم ناحق زمین میں تکبر کیا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے" (20)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾ "اور جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور ان سے فائدہ اُٹھا چکے، چنانچہ آج تمہیں توہین کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم ناحق زمین میں تکبر کیا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے" کفار کو ان کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ﴾ "اور جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا" یعنی اے ہمارے رسول ان انکار کرنے والوں سے کہہ دو کہ جب انہیں جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا۔

(2) ﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ "تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے" تم نے اپنے اعمال کے بدلے میں دنیا کی زندگی کی نعمتیں لے لیں۔ جن پر تم مطمئن ہو گئے۔ تم نے لذتوں سے دھوکہ کھایا اور اس دنیا کی طیبات یعنی اچھی چیزوں نے تمہیں آخرت کے لیے کوششیں کرنے سے غافل کر دیا۔

(3) ﴿وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾ "اور ان سے فائدہ اُٹھا چکے" یعنی تم نے دنیا کی نعمتوں سے ایسے ہی فائدہ اٹھایا جیسے جانور کھاتے پیتے اور اپنے لیے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اب آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔

(4) سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا ان کا روزہ تھا۔ انہوں نے کہا سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (اُحد کی جنگ میں) شہید کر دیے گئے وہ مجھ سے افضل اور بہتر تھے لیکن انہیں جس چادر کا کفن دیا گیا (وہ اتنی چھوٹی تھی کہ) اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا

تو پاؤں کھل جاتا اور اگر پاؤں چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا تھا میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی (اسی جنگ میں) شہید کیے گئے وہ مجھ سے بہتر اور افضل تھے پھر جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو ہمارے لیے دنیا میں کشادگی دی گئی یا انہوں نے یہ کہا کہ پھر جیسا کہ تم دیکھتے ہو ہمیں دنیا دی گئی ہمیں تو اس کا ڈر ہے کہ کہیں یہی ہماری نیکیوں کا بدلہ نہ ہو جو اسی دنیا میں ہمیں دیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد آپ اتنا روئے کہ کھانا نہ کھا سکے۔ (بخاری:4045)

(5) ﴿فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾ ''چنانچہ آج تمہیں توہین کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا'' آج تمہیں ایسا عذاب دیا جائے گا جو تمہیں ذلیل کر کے رکھ دے گا۔

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' (مسلم:7008)

(7) ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''اس وجہ سے کہ تم ناحق زمین میں تکبر کیا کرتے تھے'' یعنی یہ تم تھے جو تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور اس کی توحید پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ (فتح القدیر:27/5)

(8) ﴿وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾ ''اور اس لیے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے'' یعنی ان کے تکبر غرور اور فسق کی وجہ سے انہیں ذلت کی سزا ملے گی۔

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور اور تکبر ہوگا۔ ایک شخص نے کہا ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا عمدہ ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے فرمایا: ''اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' (مسلم:265)

(10) یعنی تم دنیا میں عزت والے بنتے تھے تو آج ذلت تمہارا مقدر ہے۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکلے تھے۔ آج جہنم کے سب سے نچلے درجے میں جھونک دیے جاؤ گے۔ یا اللہ ہمیں محفوظ رکھنا۔

سوال 2: کافر کی نعمتیں دنیا میں ختم ہو جاتی ہیں اور مومن کو دنیا اور آخرت میں نعمتیں ملتی ہیں، اس فرق کا سبب کیا ہے؟

جواب: (1) کافر کو دنیا میں نعمتیں ملتی ہیں تو وہ ناشکری کرتا ہے سرکش اور باغی بن جاتا ہے جس کی وجہ سے آخرت میں اس سے یہ نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ (2) مومن کو دنیا میں نعمتیں ملتی ہیں تو وہ آخرت کی فکر کے ساتھ انہیں استعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کر کے شکر ادا کرتا ہے۔ اس طرح دنیا میں بھی وہ نعمتوں کا مستحق بنا رہتا ہے اور آخرت میں اُسے ہمیشہ کے لئے یہ نعمتیں عطا کر دی جاتی ہیں۔

رکوع نمبر 3

﴿وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

''اور عاد کے بھائی کو یاد کرو جب اُس نے احقاف میں اپنی قوم کو خبردار کیا اور خبردار کرنے والے بلاشبہ اُس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی گزر چکے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' (21)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور عاد کے بھائی کو یاد کرو جب اُس نے احقاف میں اپنی قوم کو خبردار کیا اور خبردار کرنے والے بلاشبہ اُس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی گزر چکے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لیے قوم عاد کا ذکر کیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ﴾ ''اور یاد کرو'' یعنی اے محمد ﷺ آپ اپنی قوم کو عبرت اور نصیحت کے لیے ذکر کریں۔

(2) ﴿اَخَا عَادٍ﴾ ''عاد کے بھائی'' یعنی سیدنا ہود علیہ السلام کا جن کی اخوت نسبی تھی دینی نہیں تھی۔ (التفسیر المیسر: 1465)

(3) سیدنا ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی دعوت دینے اور مخلوق کی راہ نمائی کرنے کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی تھی۔

(4) ﴿اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم کو خبردار کیا'' یعنی جب انہوں نے قوم عاد کو خبردار کیا یعنی انہیں کہا کہ اگر توبہ نہیں کرو گے، اس کی توحید کا اقرار نہیں کرو گے تو تم پر عذاب آئے گا۔

(5) ﴿بِالْاَحْقَافِ﴾ ''احقاف میں'' یعنی وہ علاقہ جہاں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے ہیں۔ اس سے مراد یمن کا حضر موت والا علاقہ ہے۔

(6) یہی علاقہ قوم عاد کا مسکن تھا۔ جو کسی زمانہ میں سرسبز اور شاداب علاقہ تھا۔ قوم عاد نے اسی جگہ زمین دوز مکان بنا رکھے تھے۔ یہ علاقہ جنوبی عرب میں حضر موت کے شمال میں واقع ہے۔ اور آج کل وہاں ریت ہی ریت کے ٹیلے ہیں جو سینکڑوں میل تک پھیلتے چلے گئے ہیں۔ اس علاقہ کو آج کل ربع خالی بھی کہتے ہیں۔ کوئی شخص اس صحرا میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتا۔ اور جو چیز اس ریت میں گر پڑے وہ بھی ریت میں دھنس کر ریت ہی بن جاتی ہے۔ جیسے کوئی چیز نمک کی کان میں گر پڑے تو وہ بھی نمک ہی بن جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 4/213)

(7) ﴿وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ﴾ ''اور خبردار کرنے والے بلاشبہ اُس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی گزر چکے ہیں'' یعنی ہود علیہ السلام کوئی پہلے خبردار کرنے والے نہ تھے۔ نہ ان کی امت پہلی امت تھی۔ جن کو عذاب سے ڈرایا گیا۔

(8) سیدنا ہود علیہ السلام کی مثال دے کر رب العزت نے تسلی دی ہے کہ سیدنا ہود علیہ السلام اپنی قوم کے جھٹلانے سے غم نہ کھائیں۔ پہلے انبیاء کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا کچھ انبیاء کو تو لوگوں نے شہید بھی کر ڈالا۔

(9)﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' یعنی تمام رسولوں نے شرک کے برے انجام سے ڈرایا اور انہیں حکم دیا وہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور یہی معنی ہیں لا الہ الا اللہ کے جس کی طرف محمد ﷺ نے اپنی امت کو بلایا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔

(10)﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' یعنی سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی تو ان پر سخت عذاب نازل ہوگا وہ قیامت کے دن نازل ہوگا جو عظیم ہے۔

(11) جیسا کہ فرمایا:﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ میں نے تمہیں ایک کڑک سے ڈرا دیا ہے، عاد اور ثمود جیسی کڑک ہوگی۔'' (فصلت:13)

﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے؟ اگر تو واقعی سچا ہے تو جس (عذاب) کی ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ'' (22)

سوال 1:﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے؟ اگر تو واقعی سچا ہے تو جس (عذاب) کی ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا'' انہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے؟ اگر تو واقعی سچا ہے تو جس (عذاب) کی ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ'' سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا کہ تمہارے پاس کوئی واضح ایجنڈا نہیں ہے تم ہمیں ہمارے معبودوں کی عبادت سے پھیرنا چاہتے ہو۔

(2)﴿فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ﴾ ''تو جس (عذاب) کی ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ'' یعنی ہمیں عذاب کی کوئی پرواہ نہیں ہے جس کا آپ کو ڈر ہے۔ وہ ہم پر لے آؤ جیسا کہ فرمایا:﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔ سن لو! یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دُور کی گمراہی میں ہیں۔'' (الشوریٰ:18)

(3)﴿اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تو واقعی سچا ہے'' یعنی اگر تم اپنے وعدوں اور وعیدوں میں سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ۔

سوال2: قوم نے سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کا کیا جواب دیا؟

جواب: (1) قوم نے کہا کہ کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں کی پرستش سے ہٹا دو؟

(2) اگر آپ سچے ہو تو جس عذاب کا وعدہ دیتے ہو وہ ہم پر لے آؤ۔

﴿قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۫ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾

''اُس نے کہا: ''اُس کا علم تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور میں صرف وہ پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' (23)

سوال1: ﴿قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۫ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾ ''اُس نے کہا: ''اُس کا علم تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور میں صرف وہ پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اُس نے کہا: ''اُس کا علم تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' ان کی جہالت کا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے یہ جواب دیا کہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے کہ عذاب آئے گا یا نہیں۔ وہ با اختیار ہے اس کے ہاتھ میں تمام معاملات کی پوری قدرت ہے وہ چاہے تو عذاب بھیج دے گا۔

(2) ﴿وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ﴾ ''اور میں صرف وہ پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے'' یعنی توحید کا حکم دینا اور شرک اور نافرمانیوں سے روکنا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۫ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' (الملک:26)

(3) ﴿وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾ ''لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' یعنی میں تمہیں جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھتا ہوں جس کی وجہ سے تم عذاب کا مطالبہ کرنے کی جرأت کر رہے ہو۔

سوال2: نادانی کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) نادانی سے مراد کفر پر اصرار ہے۔ (2) نادانی سے مراد ایسی چیز کا مطالبہ ہے جو اختیار میں نہیں ہے۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''تو جب اُنہوں نے بادل کی شکل میں اُسے اپنی وادیوں میں آتے ہوئے دیکھا تو کہا: ''یہ ہم پر بارش برسانے والا بادل ہے۔'' بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جسے تم نے جلدی طلب کیا تھا، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے'' (24)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''تو جب اُنہوں نے بادل کی شکل میں اُسے اپنی وادیوں میں آتے ہوئے دیکھا تو کہا: ''یہ ہم پر بارش برسانے والا بادل ہے'' بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جسے تم نے جلدی طلب کیا تھا، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ﴾ ''تو جب انہوں نے دیکھا اسے'' پھر جب انہوں نے عذاب آتے دیکھا۔

(2) ﴿عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ﴾ ''بادل کی شکل میں اُسے اپنی وادیوں میں'' یعنی ایسا بادل ہے۔ جو وادیوں کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے اور پھیلتا جا رہا ہے۔ جہاں سے وہ اپنے کھیتوں کو پانی دیتے تھے اور جن کنوؤں سے پانی پیتے تھے۔

(3) ﴿قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا﴾ ''تو کہا: ''یہ ہم پر بارش برسانے والا بادل ہے۔ وہ خوشی کے مارے چلا کر کہنے لگے یہ بادل ہے جس کا رخ ہماری طرف ہے یہ ہم پر بارش برسائے گا۔

(4) ﴿بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جسے تم نے جلدی طلب کیا تھا، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے'' بلکہ وہ عذاب تھا جو ایسی ہوا کی شکل میں تھا۔ جس نے ہر چیز کو برباد کر ڈالا۔

(5) یہ بادل اللہ تعالیٰ کا غضب تھا جس نے اس بدنصیب قوم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾ ''کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی۔'' (الذریت: 42) (6) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے مشرق سے آنے والی ہوا سے مدد دی گئی ہے اور عاد کو مغرب سے آنے والی ہوا سے ہلاک کیا گیا۔'' (بخاری: 3205)

(7) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب لوگ بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ اس سے بارش برسے گی لیکن اس کے برخلاف آپ کو میں دیکھتی ہوں کہ جب آپ ﷺ بادل دیکھتے ہیں تو ناگواری کا اثر آپ ﷺ کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! کیا ضمانت ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ ایک قوم (عاد) پر ہوا کا عذاب آیا تھا۔ انہوں نے جب عذاب دیکھا تو بولے کہ یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ (بخاری: 4829)

(8) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کے حلق کا کوا نظر آ جائے بلکہ آپ ﷺ تبسم فرمایا کرتے تھے، بیان کیا کہ جب بھی آپ ﷺ بادل یا ہوا دیکھتے

تو (گھبراہٹ اور اللہ کا خوف) آپ ﷺ کے چہرے مبارک سے پہچان لیا جاتا۔ (بخاری:4828)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہوائیں چلتیں تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے: ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ﴾ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کو یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔'' (مسلم:2084)

﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ﴾

''جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی، چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ اُن کے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، مجرموں کے گروہ کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں'' (25)

سوال 1: ﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ﴾ ''جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی، چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ اُن کے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، مجرموں کے گروہ کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا﴾ ''جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی'' یعنی اپنے رب کے حکم سے یہ ہوا جس چیز سے گزرتی تھی۔ اپنی شدت اور نحوست کی وجہ سے ہر چیز کو غارت کر کے رکھ دیتی تھی۔

(2) ﴿فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ﴾ ''چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ اُن کے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا'' ان کے گھر، مال مویشی اور خود وہ گھر والے سب تباہ ہو گئے۔ ان میں سے کوئی نہ بچ سکا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ ۙ حُسُومًا ۖ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ ۙ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔'' (الحاقۃ:7)

(4) ﴿كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ﴾ ''مجرموں کے گروہ کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ مجرموں کو ان کے ظلم کی وجہ سے نافرمانیوں اور جرائم کی وجہ سے سزا دیتے ہیں۔ ان کو رب العزت نے نعمتوں سے نوازا انہوں نے اس کا ذکر کیا نہ شکر ادا کیا۔ وہ مٹی کے پتلے اپنی ذات کے غرور میں جل کر راکھ ہو گئے۔

سوال 2: قوم ہود پر ہوا چلی تو لوگوں کی کیا صورت حال ہو گئی؟

جواب: قوم ہود پر ہوا چلی تو ان کے گھر عبرت کے طور پر باقی رہ گئے۔ گھروں میں بسنے والے وہاں کے مکین سب تباہ ہو گئے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ مجرموں کو کیسے سزا دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ مجرموں کو اپنی سنت کے مطابق اپنی تقدیر کے مطابق سزا دیتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۫ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم نے اُن چیزوں میں بھی اُنہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے اُن کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے اور اُنہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے''(26)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۫ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے اُن چیزوں میں بھی اُنہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے اُن کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے اور اُنہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' بڑی بڑی قومیں عذاب سے تباہ ہو گئیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے اُن چیزوں میں بھی اُنہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی'' یعنی پہلی امتوں کو جو نعمتیں عطا کیں، زمین میں جو اختیار انہیں دیا گیا وہ تمہیں نہیں دیا گیا۔ قوت والوں نے عمر پائی مگر یہ نعمت حاصل نہ کی نہ ہدایت پائی۔

(2) انہوں نے اقتدار پایا مگر کچھ بھی ان کے کام نہ آیا۔

(3) ﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً﴾ ''اور ہم نے اُن کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے'' تمہارا اقتدار تمہارے کام آئے گا یعنی ہم نے انہیں آنکھیں، کان، اور دل دیئے۔ بصارت اور ذہانت میں کوئی کمی نہیں تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے حق کو نہیں پہچانا۔

(4)انہوں نے اپنے رب کی نصیحتیں نہیں سنیں اور آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل نہیں دیکھے اور اپنے دل سے انہوں نے اپنے نفع ونقصان کو نہیں سمجھا۔(جامع البیان:89/26)

(5)﴿فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے''یعنی ان کی سماعت، بصیرت، اور ذہانت ان کے کسی کام نہ آئی جس کا سبب یہ تھا۔

(6)﴿اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے''یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو ٹھکرا دیا جو اس کی توحید اور عبادت کا مستحق ہونے پر دلالت کرتی تھیں۔

(7)یعنی انہوں نے علم پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے حق کو چھوڑ دیا۔

(8)حق قبول کرنے کی توفیق تو اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

(9)﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور انہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے''اللہ تعالیٰ کے ان عذابوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

(10)اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ قریش کے لیے وعید ہے۔ان سے کہا گیا بچ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو جائے جیسا قوم عاد پر آیا تھا۔(11) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پکڑے جاؤ پھر تمہارا نام ونشان تک مٹ جائے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے انجام سے کیسے عبرت دلائی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم عاد کو قوت، مال، علم، زندگی کا ساز وسامان تم سے بڑھ کر دیا تھا۔

(2)انہیں سُننے، دیکھنے اور سمجھنے کی قوتیں دی تھیں لیکن انہیں اس سے کوئی نفع نہ پہنچا جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔

(3)جس چیز کا وہ مذاق اُڑاتے تھے وہ اُن پر اُلٹ پڑی۔لہٰذا تم اپنی فکر کر لو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والوں کا یہی انجام ہے۔

رکوع نمبر4

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

''اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کر دیں اور ہم نے پھیر پھیر کر اپنی آیات بیان کیں، شاید کہ وہ لوٹ آئیں''(27)

سوال:﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کر دیں اور ہم نے پھیر پھیر کر اپنی آیات بیان کیں، شاید کہ وہ لوٹ آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ﴾ ''اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کر دیں اور ہم

نے پھیر پھیر کر اپنی آیات بیان کیں" اللہ رب العزت نے عرب اور غیر عرب کے مشرکوں کو ڈرایا ہے۔ کہ جن لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

(2) آس پاس والی بستیوں پر نگاہ ڈال کر تو دیکھو۔

؎ مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

کس کس طرح بستیاں تباہ کر دی گئیں۔ یمن کی تاریخ میں عاد کا تذکرہ تو پڑھو۔ ثمود کے مشرکوں کے گھروں کو دیکھو مدین والوں کے انجام پر غور کرو۔ تم تجارتی سفر کرتے ہو اور قومیں تمہاری تجارتی شاہراہ کے کناروں پر آباد تھیں ان سے عبرت حاصل کرو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا﴾ "اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا؟ اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے" (بنی اسرائیل:17)

(4) ﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ "کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ کتنی ہی قومیں ہم نے اُن سے پہلے ہلاک کر دیں؟ یقیناً وہ اُن کی طرف پلٹ کر نہیں آئے۔" (یٰس:31)

(5) ﴿وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ﴾ "اور ہم نے پھیر پھیر کر اپنی آیات بیان کیں" ہم نے اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں جس کا مقصد یہ ہے۔

(6) ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ "شاید کہ وہ لوٹ آئیں" تاکہ لوگ برائیاں چھوڑ دیں۔ کفر اور تکذیب سے باز آجائیں اور بھلائی کا راستہ اختیار کریں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بستیوں والوں کے رجوع کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے طرح طرح سے دلائل پیش کئے، نشانیاں بیان کیں تاکہ وہ توبہ کر لیں۔ لیکن انہوں نے توبہ نہ کی۔

﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

"چنانچہ جن کو انہوں نے قرب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا تھا اُنہوں نے اُن کی مدد کیوں نہ کی؟ بلکہ وہ اُن سے گم ہو گئے اور یہ تھا ہی اُن کا جھوٹ اور جو وہ بہتان باندھتے تھے" (28)

سوال 1: ﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ "چنانچہ جن کو انہوں نے قرب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا تھا اُنہوں نے اُن کی مدد کیوں نہ کی؟ بلکہ وہ اُن

سے گم ہو گئے اور یہ تھا ہی اُن کا جھوٹ اور جو وہ بہتان باندھتے تھے'' مصیبت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کام نہیں آتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً﴾ ''چنانچہ جن کو انہوں نے قرب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا تھا اُنہوں نے اُن کی مدد کیوں نہ کی؟'' یعنی جن سے نفع اٹھانے کے لیے لوگ ان کی عبادت کرتے تھے انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی! لوگ جو ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان کی عبادت کرتے تھے ان جھوٹے خداؤں نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟

(2) رب العزت نے ان کے غلط عقیدے کی وضاحت فرمائی۔ ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۬ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ ''سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بہت ناشکرا ہو۔'' (الزمر:3)

(3) ﴿بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ﴾ ''بلکہ وہ اُن سے گم ہو گئے'' مشرکوں نے تو اس گمان پر غیر اللہ کی عبادت شروع کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے۔ لیکن عذاب نازل ہونے کے وقت وہ ان سے غائب ہو گئے۔ انہوں نے ان کی کسی پکار کا کوئی جواب نہ دیا۔

(4) ﴿وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور یہ تھا ہی اُن کا جھوٹ اور جو وہ بہتان باندھتے تھے'' وہ جھوٹ گھڑتے تھے کہ ان کے اعمال انہیں فائدہ دیں گے۔ جس کی بناء پر وہ سمجھتے تھے وہ انہیں فائدہ دیں گے۔ وہ سارے اعمال کتنا بڑا دھوکہ ثابت ہوئے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بتوں کو جھوٹ اور بہتان قرار دے کر کیا واضح فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بتوں کو جھوٹ اور بہتان قرار دے کر یہ واضح فرما دیا کہ یہ ناجائز اور حرام ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے بتوں کی مدد کی حقیقت کو کیسے کھولا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس موقع پر انہوں نے مدد نہیں کی بلکہ خود گم رہے دراصل وہ ہیں ہی جھوٹے اور افترا پرداز۔

﴿وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾

''اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر

اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے''(29)

سوال:﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾ ''اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے'' قرآن سننے کے لیے جنوں کی ایک جماعت نے توجہ کی، کیسے وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے'' اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے دو نوع ایسی ہیں جو شریعت الٰہی کی مکلف ہیں۔ایک جن، دوسرے انسان۔پھر انسانوں کی پیدائش سے پہلے جن ہی اس زمین پر آباد تھے اور ان کی طرف بھی پیغمبر مبعوث ہوتے تھے۔اور جس طرح انسانوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہی رہی ہے۔اسی طرح جنوں کی اکثریت بھی نافرمان ہی تھی اور اب بھی ہے۔(تیسیر القرآن:216/4)

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی ﷺ کو تمام مخلوق، یعنی انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، اس لئے تمام مخلوق کو نبوت ورسالت کی تبلیغ ضروری ہے۔انسانوں کو دعوت دینا اور ان کو برے انجام سے ڈرانا تو آپ کے لئے ممکن ہے۔رہے جنات تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو آپ کی طرف پھیر دیا۔(تفسیر سعدی:2536/3)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے چند صحابہ کے ہمراہ عکاظ کے بازار جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ان دنوں شیطانوں کو آسمانوں کی خبر ملنا بند ہو گئی اور ان پر انگارے پھینکے جاتے تھے وہ (زمین کی طرف) لوٹے اور آپس میں کہنے لگے۔یہ کیا ہو گیا ہمیں آسمانوں کی خبر ملنا بند ہو گئی اور ہم پر انگارے پھینکے جاتے ہیں ضرور کوئی بات واقع ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمیں آسمان کی خبر ملنا بند ہو گئی اب یوں کرو کہ ساری زمین مشرق اور مغرب میں پھر کر دیکھو کہ وہ کیا نئی بات واقع ہوئی ہے ان میں سے کچھ شیطان تہامہ (حجاز) کی طرف بھی آئے اور آپ ﷺ تک پہنچ گئے۔اس وقت آپ ﷺ نخلہ میں تھے اور عکاظ کے بازار جانے کا قصد رکھتے تھے۔آپ ﷺ اپنے صحابہ کو نماز فجر پڑھا رہے تھے جب ان جنوں نے قرآن سنا تو ادھر کان لگا دیا۔پھر کہنے لگے یہ وہی چیز ہے جس کی وجہ سے ہم پر آسمان کی خبر ملنا بند کر دی گئی۔پھر اسی وقت وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہنے لگے ﴿يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾ ''تک اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر سورۂ جن نازل فرمائی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنوں کی گفتگو آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوئی۔'' (بخاری:773، بخاری کتاب التفسیر)

(4)﴿فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا﴾ ''تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا'' یعنی جنات نے کلام اللہ سننے کے لیے ایک دوسرے کو چپ رہنے کی تلقین کی۔

(5)﴿فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ﴾ ''پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے'' یعنی جب جنوں کی ایک جماعت کو رب العزت نے آپ ﷺ کی طرف متوجہ فرما دیا۔ تو وہ آپ ﷺ سے بہت توجہ کے ساتھ قرآن سن رہے تھے جب قرآن سننے سے فارغ ہو گئے تو اپنی قوم کے پاس چلے گئے اور انہیں اعمال کے انجام سے خبردار کیا۔

(6) سیدنا عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لیلۃ الجن میں تھے؟ تو علقمہ نے کہا: میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم میں سے کوئی لیلۃ الجن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ لیکن ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم نے رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا تو ہم نے آپ ﷺ کو پہاڑی وادیوں اور کھائیوں میں تلاش کیا۔ ہم نے کہا کہ آپ ﷺ کو جن لے گئے یا کسی نے دھوکے سے شہید کر دیا۔ بہر حال ہم نے وہ رات بدترین رات والی قوم کی طرح گزاری۔ جب ہم نے صبح کی تو آپ ﷺ حراء کی طرف سے تشریف لائے ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو گم پایا اور آپ ﷺ کو تلاش کیا اور آپ ﷺ کو نہ ڈھونڈ سکے ہم نے رات اس طرح گزاری جیسے کوئی قوم سخت بے چینی میں رات گزارتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جنات کی طرف سے بلانے والا آیا، میں اس کے ساتھ چلا گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی۔ فرمایا: پھر وہ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے اور ہمیں اپنے جنات کے نشانات اور آگ کے نشانات دکھائے۔ جنات نے آپ ﷺ سے اپنے کھانے کی چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: وہ ہڈی جس کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذبح کیا گیا ہو تمہارے ہاتھوں میں آتے ہی وہ گوشت سے پُر ہو جائے گی اور ہر مینگنی تمہارے جانوروں کی خوراک ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ دونوں تمہارے بھائیوں (جنات) کا کھانا ہیں۔ (مسلم:1007)

سوال 2: کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس اس واقعے کے علاوہ بھی جن آتے تھے؟

جواب: کچھ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ جنوں کی دعوت پر ان کے ہاں تشریف لے گئے تھے انہیں جا کر اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا اور متعدد بار جنات کے وفود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔ (فتح الباری)

سوال 3: جن اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے کب لوٹ گئے؟

جواب: جب رسول اللہ ﷺ نے تلاوت کا سلسلہ ختم کر دیا۔

﴿قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

''انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والی

ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے''(30)

سوال:﴿قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے'' جنوں کے وعظ کی حقیقت کو اس آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو سیدنا موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے'' جنوں نے کہا! اے قوم ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہونے والی کتاب سنی ہے۔

(2) جنوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب تورات کا نام لیا انجیل کا نام نہیں لیا۔ اس لیے سابقہ آسمانی کتابوں میں سے کوئی کتاب احکام وشرائع کے لحاظ سے تورات جیسی جامع اور اس کے ہم پلہ نہیں تھی۔ اسی پر علمائے بنی اسرائیل کا عمل رہا۔ خود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا تھا کہ میں تورات کو بدلنے نہیں آیا بلکہ اس کی تکمیل کرنے آیا ہوں۔ اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے وقت سے جنوں میں تورات ہی مشہور چلی آتی تھی۔ نیز خود تورات میں رسول اللہ ﷺ کی آمد سے متعلق جو پیشین گوئی مذکور ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''(اے موسیٰ) میں تیری جانب ایک نبی بھیجوں گا'' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن پہلے تورات اور کتب سماویہ پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جب قرآن سنا تو انہیں فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ وہی تعلیم ہے جو سابقہ انبیاء دیتے چلے آ رہے ہیں۔ لہٰذا وہ فوراً ایمان لے آئے۔ (تیسیر القرآن 218/4)

(3)﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''اس کے لیے تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے'' جنوں نے کہا کہ وہ کتاب مقدس کتابوں کو سچا مانتی ہے۔(4)﴿يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے'' یعنی وہ عقائد اور احکامات میں سیدھے راستے پر چلاتی ہے۔

﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

''اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا''(31)

سوال:﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ﴾ ''اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو'' اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ انسانوں اور جنوں دونوں کے رسول بنائے گئے۔

(2) یعنی جو رب کی طرف بلاتا ہے وہ کسی لالچ کے لیے تمہیں دعوت نہیں دیتا وہ تو تم سے تمہاری برائیاں دور کر دیتا ہے اور تمہیں ثواب عطا کروانا چاہتا ہے۔(3)﴿وَاٰمِنُوْا بِهٖ﴾ ''اور اُس پر ایمان لاؤ'' یعنی جو کچھ رسول تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرو۔

(4)﴿یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ ''وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا'' یعنی جو داعی کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اس کے گناہ بخش دے گا۔

(5)﴿وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا'' یعنی تمہیں دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ وہ تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گا۔

سوال 2: کیا انسانوں کے علاوہ جنات کو بھی ثواب اور عذاب ہوگا؟

جواب: یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ احکامات اور ان پر عمل کرنا، ثواب و عذاب جنات کے لئے بھی ہوگا۔

سوال 3: کیا جنات میں رسول آئے تھے؟

جواب: جنات میں کوئی رسول نہیں آیا۔ آیات قرآن سے ہی واضح ہوتا ہے کہ جتنے رسول بھی آئے وہ انسان تھے۔﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے وہ آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔ پھر اہلِ علم سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے۔'' (النحل:43)

﴿وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں'' (32)

سوال 1:﴿وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے'' یعنی جو مسلمان نہیں ہوگا، جو ایمان کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کو ہرا

نہیں سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اندر ہے۔

(2)﴿وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ﴾ ''اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں'' اللہ تعالیٰ اس پر غالب ہے کوئی اسے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے نہیں بچا سکتا نہ وہ خود بچ سکتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا ۚ لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ﴾ ''اے گروہِ جن و انس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے۔'' (الرحمن:33)

(4)﴿أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ''اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں'' یعنی یہ لوگ کھلے دھوکے میں ہیں۔ اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جسے انبیاء نے رب کی دعوت دی اور اس نے تکبر کا مظاہرہ کیا۔

سوال 2: جنات نے اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے والے کی بات نہ ماننے کی صورت میں کیا نتیجہ سامنے رکھا؟

جواب: جنات نے کہا جو اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے والے کی بات نہ مانے گا۔

(1) وہ زمین میں بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا (2) اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں (3) یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

سوال 3: یہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے مددگار نہ ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے پر قدرت رکھتا ہو نہ کسی دوسرے کی مدد کی وجہ سے اس کا کوئی امکان پیدا ہو سکتا ہے۔

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (33)

سوال: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' موت کے بعد کی زندگی کی دلیل کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب(1)﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے'' یعنی کیا قیامت کا انکار کرنے والوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بلند آسمان بنائے، زمین بنائی اور ان کی تخلیق نے اسے کچھ بھی نہ تھکایا تو مرنے کے بعد زندگی کا اعادہ کرنا اسے کیسے عاجز کرسکتا ہے۔

(2)﴿بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' وہ کامل قدرت والا موت وحیات اور زندگی بعد موت پر قادر ہے۔(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' (غافر:57)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اپنی قدرت کا اظہار کیسے کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو آسمانوں اور زمین کی تخلیق کو۔ جو رب انہیں پیدا کرتے ہوئے نہیں تھکا وہ یقیناً مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہ ہر چیز ہر قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾

''اور جس دن ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا آگ پر پیش کیا جائے گا، کیا یہ حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''چنانچہ تم عذاب کا مزہ چکھو اس کے بدلے میں جو تم کفر کیا کرتے تھے'' (34)

سوال:﴿وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور جس دن ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا آگ پر پیش کیا جائے گا، کیا یہ حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''چنانچہ تم عذاب کا مزہ چکھو اس کے بدلے میں جو تم کفر کیا کرتے تھے'' جہنم کے کنارے پر جہنمیوں سے جو سوال کیا جائے گا آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ﴾ ''اور جس دن ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا آگ پر پیش کیا جائے گا'' جہنم میں جھونکے جانے سے پہلے کافروں کو جہنم کے کنارے پر لاکر کھڑا کیا جائے گا! اور انہیں شرمندہ کرنے کے لیے سوال کیا جائے گا۔

(2)﴿اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ﴾ ''کیا یہ حق نہیں ہے؟'' یہ تو بتاؤ کہ اب تم نے مشاہدہ کرلیا ہے۔ ہمارے عذاب سچے ہیں؟ کیا رسولوں نے سچ کہا تھا؟ کیا اب یقین آگیا ہے کیا یہ حق نہیں ہے؟

(3)﴿قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا﴾ ''کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم!'' وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے کہیں گے ساری باتیں سچ ہیں۔ اب ہم نے مان لیا ہمارے دل ایمان سے بھر گئے۔ ہمیں ذرا سا بھی شک نہیں اے ہمارے رب!

(4)﴿قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''چنانچہ تم عذاب کا مزہ چکھو اس کے بدلے میں جو تم کفر کیا کرتے تھے'' یعنی اب ہمیشہ رہنے والے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ملاقات کا انکار کرتے تھے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (۴۹) اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ (۵۰) اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ (۵۱) فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۵۲) يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (۵۳) كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (۵۴) يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ (۵۵) لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۵۶)﴾ ''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے۔ یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہے اور ہم اُن کو اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔ اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے۔ وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچا لے گا۔'' (الدخان:49-56)

(6)﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں ان کا ٹھکانا آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اس سے نکلیں تو اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔'' (السجدہ:20)

سوال 2: کافر جہنم کا یقین کب کریں گے؟

جواب: جس وقت کافروں کو جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا پھر اُن سے اللہ تعالیٰ سوال کریں گے کیا یہ حق نہیں ہے؟ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو جواب دیں گے ہاں قسم ہے ہمارے رب کی حق ہے۔

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''چنانچہ آپ صبر کریں جیسے پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور اُن کے لئے تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو، جس دن یہ لوگ وہ (عذاب) دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے، پیغام پہنچا دینا ہے چنانچہ

نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا" (35)

سوال 1: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ "چنانچہ آپ صبر کریں جیسے پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا" صبر وضبط کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ "چنانچہ آپ صبر کریں جیسے پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا" رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اگر آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کی قدر نہیں پہچان پائی اور آپ ﷺ کو اذیت دینے پر تل گئی ہے، آپ ﷺ کو جھٹلاتی ہے تو آپ ﷺ اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر کریں۔ انھوں نے کیسی کیسی اذیتیں سہیں کیسی کیسی مخالفتیں برداشت کیں۔

(2) آپ ﷺ سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یاد کریں اور ان کی پیروی کریں۔ وہ بلند ہمت پیغمبر تھے، ان کا صبر عظیم تھا، یقین کامل تھا۔ اس لیے ان کی پیروی کریں۔

(3) آپ ﷺ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا صبر کیا کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے ایسا صبر نہیں کیا۔ آپ ﷺ کے تمام دشمنوں نے آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے، ان سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا راستہ روکا، محاربت اور عداوت میں ان سے جو کچھ ممکن تھا انہوں نے کیا۔ مگر رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بیان کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے رہے اور جو اذیتیں آپ کو پہنچتیں ان پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زمین پر اقتدار سے سرفراز فرمایا، اس نے آپ کے دین کو تمام ادیان پر اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر غالب کر دیا۔ (تفسیر سعدی: 2538/3)

(4) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "انبیاء علیہم السلام کی پھر ان کی جن کا درجہ ان سے کم ہے، پھر ان کی جو ان سے کم درجے کے ہیں، دراصل آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق کی جاتی ہے، اگر کوئی آدمی دین میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش بھی زیادہ سخت ہوگی اگر کوئی آدمی دین کے اعتبار سے کمزور ہے تو اس کے دین کے مطابق ہی آزمائش میں ڈالا جائے گا۔ آدمی پر آزمائشیں آتی رہتی ہیں حتی کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔" (ترمذی: 2398)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کیا آپ ﷺ پر کوئی دن یوم احد سے بھی زیادہ سخت آیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے تمھاری قوم کی طرف سے بہت اذیت پہنچی ہے اور سب سے بڑی اذیت مجھے یوم عقبہ کو پہنچی، جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو میں وہاں سے شدید رنجیدہ ہو کر واپس ہوا، پھر جب میں قرن الثعالب (میقات اہل نجد) کے قریب پہنچا تو تب مجھے کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ

ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس میں مجھے سیدنا جبریل علیہ السلام نظر آئے۔ انھوں نے مجھے پکارا اور کہنے لگے، آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ سے جو کچھ کہا ہے اور آپ سے جو سلوک کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور اس نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے، تاکہ آپ ان لوگوں کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم صادر فرمائیں۔ چنانچہ اس پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کرنے کے بعد کہا، اے محمد ﷺ آپ جیسے چاہیں گے اسی طرح ہوگا، اگر آپ ﷺ کی منشا ہو تو میں دونوں پہاڑوں کو ان پر آپس میں ملا دوں (اور یہ سب ان کے درمیان ہلاک ہو جائیں)۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔'' (بخاری:3231)

(6) ﴿وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾ ''اور اُن کے لئے تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو'' آپ ﷺ کو صبر کا حکم دے کر فرمایا ان کے لیے عذاب مانگنے میں جلدی نہ کریں۔

(7) یعنی عذاب کے لئے جلدی مچانے والے اہل تکذیب کے لئے جلدی نہ کیجئے یہ سب ان کی جہالت اور حماقت کے سبب سے ہے، وہ اپنی جہالت کی بنا پر آپ کو ہلکا اور حقیر نہ سمجھیں۔ ان کا جلدی مچانا آپ کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ آپ ان کے لئے بددعا کریں، کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2538/3)

سوال 2: ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''جس دن یہ لوگ وہ (عذاب) دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے، پیغام پہنچا دینا ہے چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ''جس دن یہ لوگ وہ (عذاب) دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے'' یعنی جس دن یہ عذاب اور جہنم دیکھ لیں گے۔ اس دن انھیں معلوم ہوگا کہ دنیا میں دن کا کچھ حصہ ہی گزارا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟'' (النازعات:46)

(3) ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ ''اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کرے گا، گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن میں بس ایک گھڑی، اس میں وہ ایک دوسرے کو پہچانتے رہے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا یقیناً وہ خسارے میں پڑے رہے اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے'' (یونس:45)

(4)﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ(۱۱۲)قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ(۱۱۳)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں'' (المومنون:113,112)

(5)﴿بَلٰغٌ﴾ ''پیغام پہنچا دینا ہے'' یعنی یہ قرآن لوگوں کے پاس پہنچا دینے کے لیے ہے۔ تبلیغ میں دو احتمال ہیں یہ دنیا کی عمر صرف پیغام پہنچا دینے کے لیے ہے۔ یہ قرآن عظیم صرف پہنچا دینے کے لیے ہے یعنی اس کی ہر ہر آیت لوگوں تک پہنچا دی جانی چاہیے کہ یہ سراسر تبلیغ ہے۔

(6)﴿فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ کا عدل ہے صرف اسے تباہ کرتا ہے جو خود تباہ ہونا چاہتا ہے اور وہ فاسق ہیں جن کے علاوہ کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔ فاسق اس لیے ہلاک ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے نکل گئے ہیں اور انھوں نے اس حق کو قبول نہیں کیا جو رسول لے کر آئے۔

یا ارحم الراحمین ہمیں فسق سے بچا لینا۔ اپنی ناراضگی سے بچا لینا۔ آمین!

اٰیاتها ۳۸ ﴿۴۷﴾ سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ ۹۵ رکوعاتها ۴

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 38 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 47 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 90 ہے۔

رکوع نمبر 5

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾

''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے'' (1)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اور غیر اللہ کی عبادت کی، خود رکے، انکار کیا اور دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکا۔

(2) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی انبیاء کی دعوت سے انکار کیا، خود رکے اور دوسروں کو روکا۔ (3) جن لوگوں نے دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے پھیر دیا۔ (4)﴿اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیئے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا اور ان کی وجہ سے انہیں بدبختی میں مبتلا کر دیا کیونکہ وہ شیطان کے راستے پر تھے۔ اور اولیاء اللہ کے خلاف خفیہ تدبیریں اور سازشیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا وہ اپنے مقصد کو نہیں پا سکے۔ انہوں کے حق کے مقابلے میں باطل کی مدد کی اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

(5) سارے اعمال مثلاً مکارمِ اخلاق، صلہ رحمی، مہمان نوازی، قیدیوں کو چھڑانا، مسجدِ حرام میں پانی پلانا اور حاجیوں کی خدمت کرنا وغیرہ۔ یہ اعمال کفر اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے ساتھ قبول نہیں ہوتے۔ (تفسیر منیر:13/399)

(6)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا وہ یقیناً گمراہ ہو گئے، بہت دور کا گمراہ ہونا'' (النساء:167)

(7) ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تورات کے چند اوراق لائے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر پڑھنے لگے جوں جوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پڑھتے جاتے آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تمہیں گم کرنے والیاں گم پائیں کیا تم رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کو نہیں دیکھتے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کے چہرہ کی طرف دیکھا تو کہنے لگے کہ ''میں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے پناہ پکڑتا ہوں۔ ہم اللہ کے پروردگار ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر آج خود سیدنا موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم مجھ کو چھوڑ کر اس کی پیروی کرو تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو انہیں میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا'' (دارمی بحوالہ مشکوۃ)

سوال 2: یہاں کفر کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب:(1) یہاں اس سے مراد کفارِ قریش ہیں۔ (2) یہاں اس سے مراد اہلِ کتاب ہیں۔ (3) اس سے مراد تمام کافر ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب کے، اللہ کے نبی ﷺ کی تعلیمات کے راستے سے روکنا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے سے مراد جنت کے راستے سے، ہمیشہ کی کامیابی کے راستے سے روکنا ہے۔

سوال4: انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیسے روکا جاتا ہے؟

جواب: (1) خود اسلام کی سچائی کا انکار کیا جاتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلانے کے لئے جو لوگ اُٹھتے ہیں اُن کے مقابلے میں اُٹھ کر ان پر اعتراضات کیے جاتے ہیں اور ان کے خلاف پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔

(3) انسانیت کو سیدھے راستے سے روکنے کے لیے دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے جاتے ہیں۔

(4) انسانوں کو بے فائدہ اور فضول کاموں میں اُلجھا دیا جاتا ہے مثلاً لہو ولعب، موسیقی وغیرہ۔

(5) طاقت کے ذریعے زبردستی اسلام کے راستے سے روک دیا جاتا ہے۔

سوال5: انسانیت کو سیدھے راستے سے روکنے کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں؟

جواب: (1) جب بھی انسانوں کو سیدھے راستے (اسلامی نظامِ حیات) سے روکا گیا تو ان کے معاملات خراب ہوجاتے ہیں۔ ان کے اندر سے استقامت ختم ہوجاتی ہے۔

(2) اچھائی اور برائی کے پیمانے خراب ہوجاتے ہیں۔

(3) زمین کے نظام کا ہر شعبہ ٹیڑھا ہوجاتا ہے (مثلاً تعلیمی اور معاشی نظام خراب ہوجاتا ہے)۔

(4) انسانی زندگی میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ یہ زندگی سیدھے راستے کی بجائے کجی یعنی ٹیڑھ پر قائم ہوگی۔

(5) انسانی تصورات میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ (6) انسانی ضمیر اور اَخلاق میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

(7) انسان کے طرزِ عمل اور اس کے تعلقات میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کا راستہ کون سا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا راستہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ قرآن کا راستہ ہے جس کو انسان شعوری طور پر قبول کرتا ہے۔

(2) اسلام انسان کی سوچ، فکر اور شعور کو اُس کی فطرت کے مطابق سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

(3) اسلام انسان کو انفرادی طور پر، گھر کے اندر، معاشرے میں رہنے، کمانے اور خرچ کرنے کے اس طریقے پر چلاتا ہے جو بالکل انسان کی فطرت کے مطابق سیدھا ہے۔

(4) اسلام معاشرے میں امن، انصاف اور خوشحالی کا ایسا پروگرام دیتا ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

(5) اسلام لوگوں کی کوششوں کے رُخ کو سیدھا کرتا ہے تاکہ انسان کی زندگی، صلاحیتیں، قوتیں اور مال فضول مقاصد کے لیے نہ لگ جائیں۔

(6)اسلام انسان کو دُنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کے ڈھنگ دیتا ہے اور آخرت میں اس کامیاب زندگی کی جزا کے طور پر جنت کی ضمانت دیتا ہے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ کے راستے پر کیسے چلا جاسکتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کے لیے قرآنِ مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو سمجھنا ضروری ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کے لیے اللہ والوں کے ساتھ مل کر چلنا ضروری ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا ضروری ہے۔اس راستے پر چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُمت کا فرض ٹھہرایا ہے کہ وہ بہترین امت ہونے کے ناطے بھلائی کی دعوت دے،نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

(4)اس راستے پر چلنے کے لیے راستے کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔یہ راستہ چونکہ قرآن کا راستہ ہے لہٰذا قرآنِ مجید کی تعلیمات کو عام کرنا،دنیا بھر تک پہنچانا اور اس کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے کوششیں کرنا ضروری ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ کے راستے پر چل کر ہی انسانیت کو کامیابی نصیب ہوسکتی ہے۔

سوال8:اعمال کے برباد ہونے کے اسباب کیا ہیں؟

جواب:اعمال کی بربادی کے دو اسباب اللہ تعالیٰ نے بیان کیے ہیں:(1)کفر (2)اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾

''اور جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور وہ اس چیز پر بھی ایمان لائے جو محمد پر نازل کی گئی اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے،اس نے اُن سے اُن کی بُرائیاں دور کردیں اور اُن کا حال درست کردیا''(2)

سوال:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور وہ اس چیز پر بھی ایمان لائے جو محمد پر نازل کی گئی اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے،اس نے اُن سے اُن کی بُرائیاں دور کردیں اور اُن کا حال درست کردیا'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا حال سنوار دے گا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے اعمال کیے اور اس کے اوامر اور نواہی کی پیروی کی۔(جامع البیان:40/26)

(2)اللہ تعالیٰ ایمان لاکر سنت کے مطابق عمل کرنے والوں کے حالات سنوار دے گا۔

(3)﴿وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ﴾ ''اور ایمان لائے اُس چیز پر جو نازل کی گئی محمد پر'' یعنی جو قرآن کریم اور سنت صحیحہ پر ایمان لائے کیونکہ وہ وحی الٰہی ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے سیکھا اور صحیح حدیث میں ہے۔﴿أَلَا وَإِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ﴾ ''یعنی میں قرآن اور اس کی مثل جیسا دیا گیا ہوں۔(ابن کثیر:1472,1471)

(4)﴿وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''اور وہ حق ہے اُن کے رب کی طرف سے'' یعنی قرآن حق ہے جو رب العزت کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں دلیل ہے کہ محمد ﷺ کا دین کبھی منسوخ نہیں ہوگا۔(تفسیر منیر:401/13)

(5)یعنی جن لوگوں نے قرآن کو دل وجان سے مان لیا جو سراپا صداقت ہے، رب العزت کا کلام ہے۔

(6)﴿كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''اس (اللہ تعالیٰ) نے اُن سے اُن کی بُرائیاں دور کردیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کے چھوٹے بڑے گناہ مٹا کر انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات دی۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''اور یقیناً اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کردیتے اور اُن کو ضرور نعمتوں بھرے باغات میں داخل کرتے۔''(المائدہ:65)

(8)﴿وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾ ''اور اُن کا حال درست کردیا'' لغزشوں کی معافی اور اللہ تعالیٰ ان کے دین ودنیا، ان کے قلوب اور ان کے اعمال کی اصلاح کرے گا، ان کے ثواب کو نشوونما دے کر اس کی اصلاح کرے گا، نیز اللہ تعالیٰ ان کے تمام احوال کی اصلاح کرے گا۔ (تفسیر سعدی:2540/3)

(9)سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہو کر عرض کی کہ اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ آپ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ شرط کہ کیا میرے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام لانے سے اس (شخص) کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور ہجرت سے اس کے سارے گزشتہ گناہ اور حج کرنے سے بھی اس کے گزشتہ سارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔''(مسلم:321)

(10)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی چھینکے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی (راوی کو شبہ تھا) یرحمک اللہ کہے۔ جب ساتھی یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے تو اس کے جواب میں چھینکنے والا﴿يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ

بَالَكُمْ﴾ کہے(بخاری:6224)

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ﴾

''یہ اس وجہ سے ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا بلاشبہ انہوں نے باطل کی پیروی کی اور جو لوگ ایمان لائے یقیناوہ اپنے رب کی طرف سے حق کے پیچھے چلے، اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اُن کی مثالیں بیان کرتا ہے''(3)

سوال 1:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا بلاشبہ انہوں نے باطل کی پیروی کی اور جو لوگ ایمان لائے یقینا وہ اپنے رب کی طرف سے حق کے پیچھے چلے، اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اُن کی مثالیں بیان کرتا ہے'' ایمان والوں کی برائیاں اور کافروں کی نیکیاں مٹانے کی وجہ کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی کافروں کے اعمال کو مٹانا اور ایمان والوں کی برائیوں کو مٹانے کی وجہ۔

(2)﴿بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ﴾ ''اس وجہ سے کہ یقینا جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے باطل کی پیروی کی'' ان کافروں کے اعمال کو ضائع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ باطل کی پیروی کرتے ہیں۔ شیطان ان کے لئے کفر، شرک اور نافرمانیوں کو مزین کرتا ہے اور وہ اس کے پیچھے چلتے ہیں۔

(3)﴿وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''اور یقینا جو لوگ ایمان لائے انہوں نے اُس حق کی پیروی کی جو اُن کے رب کی طرف سے ہے'' ایمان والوں سے ان کی برائیاں اس لئے مٹادی جائیں گی اور ان کا حال اس لیے سنوارا جائے گا کیونکہ انہوں نے حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس آیا ہے جو نور اور برہان ہے۔(جامع البیان:41/26)

(4) یعنی انہوں نے قرآن وسنت کی پیروی کی جو صدق اور یقین ہے۔

(5) جو ان کے رب کی طرف سے صادر ہوا ہے۔(تفسیر سعدی:2540/3)

(6)﴿كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ﴾ ''اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اُن کی مثالیں بیان کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مومنوں کے حالات کھول کر سامنے رکھ دیے ہیں، خسارہ اور نجات کو واضح کر دیا ہے تا کہ وہ کامیابی اور نجات کے راستے پر چلیں اور خسارے کی راہ پر چلنے سے بچیں۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ''تا کہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیلِ روشن کے

ساتھ ہلاک ہو۔ اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیلِ روشن کے ساتھ زندہ رہے۔" (الانفال:42)

سوال2: باطل سے کیا مراد ہے؟

جواب: باطل سے مراد کفر اور شرک ہے۔

سوال3: باطل کی پیروی کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: باطل کی پیروی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اعمال برباد کر دیتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے حق کی پیروی کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: حق کی پیروی کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ برائیاں دور کرتے ہیں اور حال درست کر دیتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں کیوں بیان کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ مثالیں اس لیے بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ کافروں کے انجام سے بچیں اور حق کا راستہ اپنا ئیں جس پر چل کر کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾

"تو جب ملوان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم اُنہیں خوب قتل کر چکو تو مضبوطی سے باندھ دو پھر اس کے بعد یا احسان ہے یا فدیہ ہے یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے، یہی (حکم) ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سے بدلہ لے لیتا لیکن تا کہ وہ تمہارے ایک کو دوسرے سے آزمائے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے تو اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا" (4)

سوال1: ﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾ """تو جب ملوان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم اُنہیں خوب قتل کر چکو تو مضبوطی سے باندھ دو پھر اس کے بعد یا احسان ہے یا فدیہ ہے یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے" اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی جانے والی جنگی حکمتِ عملی کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾ "پھر جب تمہاری اُن سے مڈبھیڑ ہو جنہوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا

ہے''یعنی جب کافروں سے میدانِ جنگ میں روبرولڑائی ہوجائے توان کی گردنیں اڑادو۔

(2)﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾''یہاں تک کہ جب تم اُن کوخوب قتل کرچکوتو(قیدیوں کے)بندھن مضبوط کرلو''یہاں تک کہ جب آپ ان کی کمرتوڑ دواورتم ان کودیکھ لوکہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے ہیں توان کی طاقت توڑنے کے بعدان کے باقی ماندہ افراد کوقید کرلو۔جب انہیں قید کرلیا جائے گاتومسلمانوں کی طرف سے جنگ اوران کے شر سے محفوظ ہوجائیں گے۔

(3)قیدی بنانے کے لئے رب العزت نے پالیسی دی ہے﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۡ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۶۷)لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ(۶۸)﴾''کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) خوب قتل کرلیتے۔تم لوگ دنیا کے سامان کا ارادہ رکھتے ہو۔اوراللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ رکھتا ہے۔اوراللہ تعالیٰ بڑاز بردست، بڑی حکمت والا ہے۔اگراللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا پہلے ہی موجود نہ ہوتا تو جو(فدیہ)تم نے وصول کیا ہے اس کی وجہ سے تمہیں بڑا عذاب پہنچ جاتا'' (الانفال:167-168)

(4)﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً﴾''پھراس کے بعد یا تو احسان کرنا ہے یا فدیہ لینا ہے''یعنی جب تمہاری قید میں آجائیں تو تمہیں اختیار ہے کہ بغیر کچھ لیے احسان کرکے چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے لو۔یعنی ان کو اس وقت تک نہیں چھوڑو گے جب تک وہ اپنا فدیہ ادا نہ کریں یا ان کے سابق فدیے میں کچھ مال نہ دے لیں یا مسلمان قیدیوں کو جوان کے پاس ہوں انہیں آزاد نہ کروالیں۔اور یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے۔

(5)سیدنا مروان بن حکم اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہوازن قبیلے کا ایک مسلمان وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے اموال اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''میرے لیے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو لہٰذا تم دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک اختیار کرلو یا قیدی یا مال۔'' (بخاری:2308,2307)

(6)﴿حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾''یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے''حتی کہ جنگ باقی نہ رہے اور تمہارے درمیان صلح اور امن قائم ہوجائے کیونکہ ہر مقام کے لئے قول اور ہر صورت حال کے لیے ایک حکم ہے۔گزشتہ صورت حال اس وقت تھی جب جنگ اور قتال کی حالت تھی۔جب کسی وقت، کسی سبب کی بنا پر جنگ اور قتال نہ ہو تو قتل اور قیدی بنانے کا فعل بھی نہ ہوگا۔(تفسیر سعدی:2541/3)

سوال2:فدیے کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب:(1)فدیہ کی بھی کئی صورتیں ہیں:ایک یہ کہ ان سے زرفدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔جیسا کہ بدر کے قیدیوں سے لیا گیا تھا اور زرفدیہ ہر شخص سے اس کی حیثیت کے مطابق لیا جائے گا۔دوسری یہ کہ ان قیدیوں سے پیسہ کی بجائے کوئی اور خدمت لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے جیسا کہ بدر کے موقعہ پر جن لوگوں کے پاس زرفدیہ کی رقم نہیں تھی۔ان سے خدمت لی گئی کہ ایسا ہر قیدی مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے اور تیسری یہ کہ یہ جنگی قیدیوں کا آپس میں تبادلہ کرلیا۔اس کے لیے یہ ضروری نہیں ایک مسلمان کے بدلے میں ایک

کافر چھوڑا جائے بلکہ ایک دفعہ آپ نے دو مسلمانوں کے بدلہ میں ایک کافر چھوڑا تھا۔ یہ ہیں وہ مختلف صورتیں جو اس آیت کے اس مختصر سے جملہ میں داخل ہیں۔ ان تمام صورتوں میں سے جو صورت بھی حالات کے مطابق اور مسلمانوں اور اسلام کے حق میں بہتر ہو، امام وہی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/223)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے (جو تعداد میں تیس تھے) یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا پکڑ کر لائے۔ انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور (تیسرے روز ثمامہ کی نیک طبیعت دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ (رہائی کے بعد) وہ مسجد نبوی سے قریب ایک کھجور کے باغ تک گئے اور وہاں غسل کیا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا: ﴿أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ﴾ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں'' (بخاری:462)

سوال 3: ﴿ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''یہی (حکم) ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سے بدلہ لے لیتا لیکن تاکہ وہ تمہارے ایک کو دوسرے سے آزمائے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے تو اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہی (حکم) ہے'' یعنی یہ حکم کہ کافروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالیں گے۔

(2) ﴿وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُن سے بدلہ لے لیتا'' یعنی اب ہو سکتا تھا کہ کافروں کو زمین میں دھنسا دیا جاتا یا ان پر کوئی وبا آجاتی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے بدلہ لے لیا کیونکہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

(3) ﴿وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾ ''مگر اس لیے کہ وہ تم لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزمائے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ہے یہ حکم تمہاری آزمائش کے لیے ہے کہ کون تم میں سے مجاہد اور صابر ہے جو جنت تک پہنچ جاتا ہے اور کافر قتل ہو کر آگ میں داخل ہو جاتے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک اُن کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو'' (آل عمران:142) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو رازدار نہیں بنایا اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' (التوبہ:16)

(5)﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''تم اُن سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں اُن کو عذاب دلوائے گا اور انہیں رُسوا کرے گا اور اُن کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا'' (التوبہ:14)

(6)﴿وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں تو وہ (اللہ تعالیٰ) اُن کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا'' جنگ میں مسلمان شہادت پاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو بھی ضائع نہیں کرے گا ان کے اعمال انہیں بڑھا کر دیے جائیں گے۔

(7) نبی ﷺ نے فرمایا شہید کو چھے باتیں عطا کی جاتی ہیں اس کے خون کے پہلے قطرے سے اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ اسے اس کا جنت والا گھر دکھایا جاتا ہے۔ اور اس کا بڑی بڑی آنکھوں والی، اور گورے جسم والی حوروں سے جوڑا لگا دیا جاتا ہے۔ وہ عظیم گھبراہٹ اور عذاب قبر سے بے خوف رہتا ہے اور اسے ایمان کے حلے سے سجا دیا جاتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل ہنستا ہے دو شخصوں کو دیکھ کر ایک نے دوسرے کو قتل کیا پھر دونوں جنت میں گئے۔'' لوگوں نے عرض کیا، یہ کیسے ہوگا؟ یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص لڑا اللہ کی راہ میں پھر شہید ہوا اب جس نے اس کو شہید کیا تھا وہ مسلمان ہوا اور لڑا اللہ کی راہ میں اور شہید ہوا۔'' (مسلم:4892)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم شہید کس کو سمجھتے ہو۔'' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو میری امت میں بہت کم شہید ہوں گے۔'' لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! پھر شہید کون کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مر جائے (مثلاً حج یا جہاد کو جاتے ہوئے) وہ بھی شہید ہے، طاعون (وبا) میں مرے وہ بھی شہید ہے، جو پیٹ کے عارضے سے مرے وہ بھی شہید ہے، جو ڈوب کر مرے وہ بھی شہید ہے۔'' (مسلم:4941)

(8) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! دشمن سے بھڑنے کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت مانگو لیکن اگر بھڑ جاؤ تو پھر ثابت قدم رہو اور جان لو کہ بہشت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

سوال 4: قتل کرنے کی بجائے گردنیں مارنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: گردنیں مارنے کے حکم سے زیادہ سختی اور شدت کا اظہار کرنا مطلوب ہے۔

سوال 5: میدانِ جنگ میں مسلمانوں کو کب قیدی بنانے کا حکم دیا گیا؟

جواب: قیدی بنانے کا حکم اس صورت میں دیا گیا جب زیادہ سے زیادہ لوگ قتل ہو چکیں۔ ان کے جو لوگ پکڑے جائیں انہیں قیدی بنا لیں۔

سوال6: قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ بغیر فدیہ کے یعنی مالی معاوضہ لیے بغیر چھوڑ دیا جائے۔

سوال7: قیدیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا اختیار دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے بارے میں اختیار دے دیا کہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں وقت اور حالات کے لحاظ سے جو فیصلہ مناسب ہو، وہ اختیار کر لیں۔ چاہے تو معاوضہ لے کر چھوڑ دیں اور چاہے تو بغیر معاوضہ لئے احسان کر کے چھوڑ دیں۔

سوال8: جنگ کے ہتھیار رکھ دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد کافروں کے ساتھ جنگ کا ختم ہو جانا ہے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ چاہتا تو کافروں سے کیسے بدلہ لے لیتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ چاہتا تو کافروں کو عذاب میں مبتلا کر دیتا اور تمہیں لڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

سوال10: اللہ تعالیٰ بعض کا بعض کے ذریعے امتحان کیوں لینا چاہتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ امتحان کے ذریعے سے یہ جاننا چاہتا ہے کہ کون اس کے راستے میں لڑنے والے ہیں تا کہ آئندہ ان کو اجر و ثواب دے اور کافروں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کرے۔

﴿سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾

''وہ ضرور ہی اُن کی راہ نمائی کرے گا اور اُن کا حال درست کر دے گا'' (5)

سوال1: ﴿سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾ ''وہ ضرور ہی اُن کی راہ نمائی کرے گا اور اُن کا حال درست کر دے گا'' ایمان اور عمل صالح کرنے والے جنت کا راستہ پالیں گے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿سَيَهْدِيهِمْ﴾ ''وہ ضرور ہی اُن کی راہ نمائی کرے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے راستے پر چلنے کی توفیق دے گا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اُن کا رب انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت دے گا، نعمت کے باغوں میں ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' (یونس:9)

(2) ﴿وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾ ''اور اُن کا حال درست کر دے گا'' اللہ تعالیٰ ان کے احوال اور معاملات کی اصلاح کرے گا، ان کا ثواب درست اور کامل ہوگا، جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی تنگی ہوگی نہ تکدر۔ (تفسیر سعدی:2542/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ہدایت دے گا اور ان کے حالات سیدھے کر دے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیے جانے والوں کو ہدایت دے گا اور ان کے حالات سیدھے کر دے گا یعنی ایسے کام کرنے کی توفیق دے گا جس سے جنت کا راستہ آسان ہو جائے گا۔

﴿وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾

''اور وہ اُس جنت میں انہیں داخل کرے گا جس سے وہ اُنہیں واقف کرا چکا ہے'' (6)

سوال1: ﴿وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾ ''اور وہ اُس جنت میں انہیں داخل کرے گا جس سے وہ اُنہیں واقف کرا چکا ہے'' صالحین جنت میں اپنا گھر پہچان جائیں گے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ﴾ ''اور وہ اُس جنت میں انہیں داخل کرے گا'' یعنی جس جنت کی طرف ان کی راہنمائی کی تھی اس میں انہیں داخل فرما دے گا۔

(2) ﴿عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾ ''جس سے وہ اُنہیں واقف کرا چکا ہے'' یعنی صالحین جنت میں اپنا گھر پہچان جائیں گے جس کو رب العزت نے ان کے لیے تجویز فرمایا۔ انہیں یوں لگے گا جیسے شروع سے وہیں رہتے بستے چلے آ رہے ہیں۔

(3) یعنی ان کے سامنے جنت کے اوصاف اور اس جنت تک پہنچنے کے اعمال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اس کو شوق پیدا کر کے اس سے متعارف اور واقف کرایا اور ان جملہ اعمال میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو بجالانے کی توفیق عطا کی اور ان میں رغبت پیدا کی۔ پھر جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی منازل، ان کے اندر موجود نعمتوں اور ہر قسم کے تکدر سے پاک زندگی سے متعارف کرائے گا۔ (تفسیر سعدی: 2542/3)

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مومنین جہنم سے چھٹکارا پا جائیں گے لیکن دوزخ و جنت کے درمیان ایک پل پر انہیں روک لیا جائے گا اور پھر ایک کے دوسرے پر ان مظالم کا بدلہ لیا جائے گا جو دنیا میں ان کے درمیان آپس میں ہوئے تھے اور جب کانٹ چھانٹ کر لی جائے گی اور صفائی ہو جائے گی تب انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! جنتیوں میں سے ہر کوئی جنت میں اپنے گھر کو دنیا کے اپنے گھر کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طریقے پر پہچان لے گا۔'' (بخاری: 6535)

سوال2: شہید کے لیے آخرت میں کیا جزا ہو گی؟

جواب: آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں ایسی جنتوں میں لے جائے گا جن سے اس نے انہیں واقف کروا دیا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا'' (7)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا'' دین کے مددگار بنو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا'' یعنی اے وہ لوگو! جو اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو اور جنہوں نے اسلام کو دین کے طور پر تسلیم کر لیا اور جو محمد ﷺ کو اپنا رسول مانتے ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے، اس کے نبی اور اس کے اولیاء کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

(2) جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اُس کی مدد کرے گا'' (الحج:40)

(3) ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے'' (المؤمن:51)

(4) ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ بدر میں بھی تمہاری مدد فرما چکا ہے حالانکہ تم نہایت کمزور تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم شکر کرو'' (آل عمران:123)

(5) ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں میں تمہاری مدد کی ہے اور حنین کے دن بھی جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسند بنا دیا پھر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے'' (التوبہ:25)

(6) ﴿وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ ''اور تمہارے قدم جما دے گا'' کیونکہ بدلہ عمل کی جنس سے ملتا ہے اس لیے فرمایا کہ وہ تمہارے قدم جما دے گا۔ (جنگ میں مدد ہو گی تو دشمن کے مقابلے پر تمہارے پاؤں جم جائیں گے اور تم جی کھول کر لڑو گے) حدیث میں ہے جو کسی بڑے شخص کے پاس اس کی درخواست پہنچا دے، جو خود اس تک نہ پہنچ سکتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے پاؤں پل صراط پر جما دے گا۔ (مختصر ابن کثیر 2/188)

(7) یعنی اللہ تعالیٰ طمانیت اور ثبات کے ذریعے سے ان کے دلوں کو مضبوط کرے گا، ان کے اجساد کو ان امور کو برداشت کرنے کی قوت

عطا فرمائے گا اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے گا۔ (تفسیر سعدی:2542/3)

(8)﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' (ابراہیم:27)

(9) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لئے حکم ہے کہ وہ اقامت دین، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور اس کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کے ذریعے سے اس کی مدد کریں اور ان تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ (تفسیر سعدی:2542/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے مدد کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد: (1) کافروں پر فتح اور غلبہ حاصل کرنا ہے۔ (2) مومن جب کبھی بھی دین کے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کا ہو جاتا ہے۔ (3) مومن جب دین کو غالب کرنے کی کوششیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا پر غلبہ عطا فرماتا ہے۔

سوال 3: قدم جمانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے اسلام یا پل صراط پر ثابت قدم رہنا۔ (2) اس سے مراد جنگ میں ثابت قدم رہنا بھی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے'' (8)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے'' کافروں کے قدم نہیں جمتے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے ہلاکت ہے'' تعسا کے معنی ٹھوکر کھا کر گرنا اور پھر اٹھ نہ سکنا ہے یا کسی گڑھے میں گر کر ہلاک ہو جانا ہے (مفردات)، گویا اللہ کے دین کی مدد کرنے والوں کے تو اللہ تعالیٰ پاؤں جما دیتا ہے اس کے برعکس منکروں کو منہ کے بل گرا کر ہلاک کر دیا جاتا ہے اور مومنوں کی تو مدد کی جاتی ہے جبکہ کافروں کے سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:224/4)

(2) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا ان کے لئے ہلاکت ہے۔ وہ رسوائی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال برباد کر دے گا۔ دنیا میں تباہی، شکست بربادی اور آخرت میں اعمال کی تباہی ہے۔

(3) ﴿وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے'' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال باطل کر دے گا اور ان کی تدبیریں ان

پر الٹا دے گا۔ان کی سازشیں کامیاب نہ ہو پائیں گی۔

سوال2: کافروں کا کیا انجام ہے؟

جواب:(1) کافروں کے لیے ہلاکت ہے۔(2) اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ضائع کر دے گا۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾

''یہ اس لیے کہ انہوں نے اُس کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کے اعمال ضائع کر دیے''(9)

سوال1:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''یہ اس لیے کہ انہوں نے اُس کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کے اعمال ضائع کر دیے'' حق کو ناپسند کرنے والوں کے اعمال ضائع ہو جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''یہ اس وجہ سے کہ یقیناً انہوں نے اُس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے'' حق کو ناپسند کرنے والوں کے نیک اعمال بھی بے کار ہیں جنہیں قرآن پسند نہیں، جن لوگوں نے قرآن کو قبول نہیں کیا، جنہوں نے قرآن سے بغض رکھا۔

(2)﴿فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''تو اس (اللہ تعالیٰ) نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے'' اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال بھی ضائع کر دیں گے اور وہ دونوں جہانوں کا خسارہ اٹھائیں گے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کافروں کے اعمال کو کیوں ضائع کر دے گا؟

جواب:(1) اعمال اگر نیک ہوں تب بھی ایمان کی وجہ سے قبول ہوتے ہیں۔

(2) کافروں کے نیک اعمال بھی اس لئے ضائع ہو گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب سے ناخوش ہوئے یعنی انہوں نے قرآن اور ایمان کو ناپسند کیا۔

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا﴾

''کیا وہ زمین میں چلتے نہیں کہ وہ دیکھیں ان سے پہلوں کا انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لیے بھی اس جیسی (تباہی) ہے''(10)

سوال1:﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا﴾ ''کیا وہ زمین میں چلتے نہیں کہ وہ دیکھیں ان سے پہلوں کا انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لیے بھی اس جیسی (تباہی) ہے'' جھٹلانے والوں کے لئے پہلی قوموں میں عبرت ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''کیا پھر یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ پھر وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے؟'' یعنی نبی ﷺ کو جھٹلانے والے زمین میں چلتے پھرتے کیوں نہیں۔انہوں نے پہلے لوگوں کے انجام پر کبھی غور نہیں کیا؟ انہیں شرک اور انبیاء کی مخالفت کی وجہ سے کیسے کیسے عذابوں میں مبتلا کیا گیا۔

(2)﴿دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن پر تباہی ڈال دی'' یعنی ان کے گھروں، مالوں اور اولادوں کو اللہ تعالیٰ نے کیسے برباد کر دیا۔

(3)رب العزت نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ان کے مالوں اور گھروں کو برباد کر دیا گیا رب العزت نے ایمان والوں کو نجات عطا کی۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾﴾ ''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (الحج:46,45)

(5)﴿اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْۤاٰۤی اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا۔وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے اور اُنہوں نے زمین کو خوب پھاڑا تھا اور اُسے ان سے زیادہ آباد کیا تھا اور اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لائے۔تو اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن اپنی جانوں پر وہ خود ہی ظلم کرتے تھے۔پھر جن لوگوں نے بُرے کام کیے تھے، اُن کا انجام بہت ہی بُرا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ اُن کا مذاق اُڑاتے تھے'' (الروم:10,9)

(6)﴿وَلِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا﴾ ''اور کافروں کے لیے بھی اس جیسی (تباہی) ہے'' کافروں کے لئے ان جیسی بہت سی مثالیں ہیں کہ نافرمان کیسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جہنم میں پہنچے۔

سوال2: کافروں کو چل پھر کر گزشتہ قوموں کے عبرتناک انجام کی طرف دیکھنے کے لئے کیوں توجہ دلائی گئی؟

جواب: جس دور میں قرآنِ مجید نازل ہوا اس دور میں تباہ شدہ اقوام کے کھنڈر موجود تھے۔اس لئے انہیں غوروفکر کی دعوت دی گئی کہ شاید انہیں دیکھ کر ایمان لے آئیں۔

سوال3: کافروں کی سزاؤں سے اہلِ مکہ کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟

جواب: کافروں کی سزاؤں سے اہلِ مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم باز نہ آئے تو گزشتہ قوموں کی طرح تمہیں بھی ہلاک کیا جاسکتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾

''یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اُن لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور کافروں کا یقیناً ان کے لیے کوئی مددگار نہیں''(11)

سوال1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اُن لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور کافروں کا یقیناً ان کے لیے کوئی مددگار نہیں'' اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں۔

جواب: (1)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اُن لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے'' یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کا کارساز ہے رب العزت نے اپنی خاص رحمت سے ان کی سرپرستی کی۔ان کے نیک اعمال کی جزا اور ان کی نصرت کی ذمہ داری لی۔(2)﴿وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور یقیناً کافروں کا'' یعنی جن لوگوں نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے بند کر لئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے تعلق کاٹ لیا۔

(3)﴿لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ ''ان کے لیے کوئی مددگار نہیں'' یعنی ان کا کوئی کارساز، کوئی مددگار، کوئی راہ نما نہیں جو انہیں سلامتی کا راستہ دکھائے۔

(4) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (احد کی جنگ کے بعد) ابوسفیان نے پہاڑی پر سے آواز دی، کیا تمہارے ساتھ محمد ﷺ موجود ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے، پھر انہوں نے پوچھا، کیا تمہارے ساتھ ابن ابی قحافہ موجود ہیں؟ نبی ﷺ نے اس کے جواب کی بھی ممانعت فرمادی۔انہوں نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ ابن خطاب رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ یہ سب قتل کر دیے گئے اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بے قابو ہو گئے اور فرمایا، اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ابھی انہیں ذلیل کرنے کے لیے باقی رکھا ہے۔ابوسفیان نے کہا، ہبل (ایک بت) بلند رہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کا جواب دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو، اللہ سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔ابوسفیان نے کہا، ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا اس کا جواب دو۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیا جواب

دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو، اللہ ہمارا حامی و مددگار ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔ (بخاری:4043)

سوال 2: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں یہ بات کیوں کہی گئی؟

جواب: یہ بات اس لیے کہی گئی کہ اللہ اپنے دوستوں کی حفاظت کرتا ہے اور کافروں کا کوئی دوست نہیں اس لیے وہ ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔

رکوع نمبر 6

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾

''جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے انہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ مزے لوٹ رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور آگ ہی اُن کے لیے ٹھکانہ ہے'' (12)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے انہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' صالح اعمال والے جنتی ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے انہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' یعنی قیامت والے دن ایمان والے اور صالح اعمال والے ہی جنت میں جائیں گے۔

(2) یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا جو ایمان والوں کا سرپرست ہے کہ قیامت والے دن انہیں جنت کے باغوں میں داخل فرمائے گا۔ ان محلات کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جو خوبصورت باغات کو سیراب کریں گی۔

سوال 2: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ مزے لوٹ رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور آگ ہی اُن کے لیے ٹھکانہ ہے'' کفار لذتوں اور شہوات میں ڈوبی زندگی گزار کر آگ میں پہنچیں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ مزے لوٹ رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں'' کافروں کا کوئی کارساز نہیں اس لئے دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں۔ جانوروں کی طرح

عقل سے محروم ہونے کی وجہ سے لذتوں اور شہوتوں میں گم رہ لیں۔

(2)﴿وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ ''اور آگ ہی اُن کے لیے ٹھکانہ ہے'' لوٹ کر آگ کے گھر جانا ہے۔

(3) یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا اور اس کے رسول کی تکذیب کی ان کی کیفیت یہ ہے کہ اس دنیا سے بے تحاشا کھانے، تفاخرانہ لباس اور ناپائیدار زیب وزینت کی صورت میں متمتع ہو رہے ہیں اپنے انجام سے بے خبر ہو کر کھانے پینے میں مصروف ہیں اور انہوں نے مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ دلائل کو بھی نا قابل اعتبار سمجھا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی صداقت کا پتہ دیتے تھے۔ یہ تو ان چوپاؤں کی طرح سے ہیں جو ہمیشہ اپنی چراگاہوں میں کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں حتی کہ ان کو یہ بھی فکر نہیں رہتی کہ کب انہیں ذبح کر دیا جائے۔ تو ان مشرکین کا بھی یہی حال ہے کہ وہ کھانے پینے اور لذت حاصل کرنے میں اس قدر مگن ہیں کہ جہنم کا عذاب بھول چکے ہیں۔ (تفسیر مراغی:183/9)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن ایک آنت میں کھاتا ہے، جبکہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔'' (بخاری:5396)

(5) یعنی وہ قیامت کے دن کے بارے میں غفلت کرتے ہیں، اللہ کے راستے کو نہیں اپناتے گویا کہ ان کی غفلت جانوروں جیسی ہے جو ذبح ہونے سے بھی غافل رہتے ہیں۔ نتیجتاً ان کے پاس ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں بچا۔ (تفسیر قاسمی)

(6) دنیا کے مزے لوٹنے اور کھانے پینے کی طرف توجہ کرنے والوں کا کوئی مقصدِ زندگی نہیں ہوتا۔ وہ آخرت سے غافل ہوتے ہیں۔ حیوانی سطح پر زندگی گزارتے ہیں۔ اُصولوں کا لحاظ نہیں کرتے۔ اگر انسان ایسی باتوں کو گم کر دے تو گویا اس نے مقامِ انسانیت کو گم کر دیا۔ اُس نے اپنے انسان ہونے کو نہیں پہچانا۔ اپنی زندگی کے مقصد کو پورا نہیں کیا۔ جو چیز اپنے مقصدِ زندگی کو پورا نہ کرے بے کار ہو جاتی ہے اور بے کار چیزوں کا انجام بربادی ہے۔ اس لئے محض دنیا کے مزے لوٹنے اور جانوروں کی طرح کھانے پینے والوں کا ٹھکانہ آگ ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ جنت کے باغات میں کن خصوصیات کی وجہ سے داخل کریں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایمان اور عملِ صالح کی وجہ سے جنت کے باغات میں داخل کریں گے۔

سوال 4: کافروں کی سرگرمیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) دنیا کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ (2) جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں۔

سوال 5: کافروں کے کھانے کو جانوروں کے کھانے سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟

جواب: (1) جانوروں کا مقصدِ زندگی کھانے پینے اور جنس کے تقاضے پورے کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا۔ یہی حال کافروں کا ہے۔ اُن کی زندگی کا مقصد بھی کھانے پینے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا۔ اس لئے کافروں کے کھانے پینے کو جانوروں کے کھانے پینے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(2) جانور کھانے پینے میں حلال وحرام کی تمیز نہیں رکھتے اس لئے کہ ان کے پاس زندگی کے وہ اصول نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کیے ہیں۔ انسان بھی اگر کھانے پینے میں حلال وحرام کا فرق نہ کریں تو ان کا معاملہ بھی جانوروں جیسا ہے۔

(3) جانور کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں اس وجہ سے کھڑے ہو کر کھانے پینے کے عمل کو جانوروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾

''اور کتنی ہی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تمہیں نکال دیا ہے ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا پھر اُن کے لیے کوئی مددگار نہ تھا'' (13)

سوال 1: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تمہیں نکال دیا ہے ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا پھر اُن کے لیے کوئی مددگار نہ تھا'' جب ماضی میں طاقت ور لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں برباد کر دیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تمہیں نکال دیا ہے'' اللہ رب العزت نے مشرکوں کو ڈرایا ہے کہ تم سے زیادہ طاقت ور لوگوں نے جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ اگر تم خاتم الانبیاء کو جھٹلاتے رہے ہو تو کیا تم پر دنیا و آخرت کا عذاب نہیں آئے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''وہ زمین میں بے بس کر دینے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار ہیں، ان کے لیے دوگنا عذاب کیا جائے گا، وہ نہ سننے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ دیکھتے تھے'' (ہود:20)

(2) ﴿اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ ''ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا پھر اُن کا کوئی مددگار نہ تھا'' یعنی جب انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں برباد کر دیا انہیں نصیحت نے کوئی فائدہ نہیں دیا اور ان کا کوئی مددگار نہیں تھا۔

سوال 2: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ یہ مکّہ اور مدینہ کے درمیان اُس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ ہجرت کا سفر کر رہے تھے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ بظاہر یہ لوگ بڑے نظر آتے ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے لیکن یہ جبار بڑے کمزور ہیں۔

سوال3: پہلی بستیاں جنہوں نے رسولوں کو نکال دیا تھا، ان کے بارے میں رب العزت نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: رب العزت نے وضاحت کی ہے کہ (1) وہ بستیاں مکّہ سے زیادہ زور آور تھیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ (3) اُن کا کوئی مددگار نہ تھا۔

﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾

''تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اُس کی طرح ہے جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا؟ اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی؟''(14)

سوال1: ﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اُس کی طرح ہے جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا؟ اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی؟'' حق پرست اور خواہش پرست برابر نہیں ہو سکتے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے دین کا علم اور سمجھ بوجھ رکھتا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی وجہ سے سمجھ بوجھ کر نیک اعمال کر رہا ہو اور اسے حق پر چلنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا یقین ہو۔

(2) ﴿كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ﴾ ''اُس کی طرح ہے جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا'' یعنی وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے لئے شیطان نے اس کے برے عمل کو خوش نما بنا دیا ہو۔

(3) ﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی'' یعنی ایسی نفسانی خواہشات جن پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ عبادت کرتے ہیں ان کی جنہوں نے ان کو پیدا نہیں کیا۔ (البحر المحیط: 465/9)

(4) ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات پر بصیرت رکھتا ہو ہدایت و علم کی صورت میں اور اسے اللہ تعالیٰ نے فطرت سلیمہ بھی عطا کی ہو اور وہ اس بات پر بھی پختہ یقین رکھتا ہو کہ اس کا حقیقی فائدہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے اور یہی جنت کا راستہ ہے، اور اس بات کا علم بھی رکھتا ہو بُرے اعمال کا بدلہ جہنم ہے کیا یہ شخص اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جسے شیطان اس کے بُرے اعمال اچھے بنا کر پیش کرتا ہے۔ تاکہ وہ اسے اچھا خیال کرتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہو جائے، بُری سیرت کا مالک ہو، خواہشات کی پیروی کرنے والا ہو اور پھر اس کی شہوات بھڑکتی ہیں اور وہ گناہوں کا عادی ہو جاتا ہے بلکہ گناہوں کی وادیوں میں گر جاتا ہے پھر وہ کسی ناصح اور گناہوں سے روکنے والے کی طرف التفات نہیں کرتا۔ (تفسیر المراغی: 184/9) (5) یقیناً دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۰ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟''(ص:28)

(7)﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''(الجاثیہ:21)

(8)﴿اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً آپ پر جو آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا وہی حق ہے، اس شخص جیسا ہے جو اندھا ہے؟ بلاشبہ نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں''(الرعد:19)(9)﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں''(الحشر:20)

سوال2:''بُرے عمل'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد شرک اور نافرمانی کے کام ہیں۔

سوال3:جس کے لئے بُرا عمل خوش نما بنا دیا جائے وہ کیا کام کرتا ہے؟

جواب:جس کے لئے بُرا عمل خوش نما بنا دیا جائے وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۬ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ﴾

''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا''(15)

سوال1:﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں'' جنت کی نہروں کی وضاحت اس آیت کے اس حصے کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے'' مومنوں اور کافروں کا ہدایت ورشد اور گمراہی وضلالت کے اعتبار سے فرق بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان دونوں گروہوں کی جزا (بدلہ) وسزا (عذاب) اور ان کے ابدی ٹھکانوں اور مقامات کا تذکرہ فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے لئے جنت کی مختلف قسم کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور کفار کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہنے اور انتہائی سخت گرم پانی کے پینے کا ذکر کیا ہے جو پیتے ہی ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا۔ اس بیان کے متصل قبل اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ﴾'' یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جزا اور بدلے کا ذکر کر رہے ہیں اور یہاں ان جنتوں کی خوبیوں کو نمایاں کیا جا رہا ہے جن کا متقین اور پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (تفسیر منیر: 423/13)

(2) یعنی وہ دنیا میں اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے اور گناہوں سے بچتے ہوئے اپنے انجام پر توجہ دیتے ہیں۔ (جامع البیان: 50/26)

(3) ﴿فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ﴾ ''اس میں پانی کی نہریں ہوں گی جو خراب نہیں ہوگا'' یعنی ایسے صاف پانی کی نہریں ہوں گی جو ذرا بھی گدلا نہیں ہوگا، موتی کی طرح چمک دار ہوگا۔

(4) عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنتی نہریں مشک کے پہاڑ سے نکلتی ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1883/2)

(5) جنت کی نہروں کا پانی شفاف، شیریں، خوشبودار اور لذیذ ہوگا۔

(6) ﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ﴾ ''اور ایسے دودھ کی نہریں جس کا مزہ بدلا نہیں ہوگا'' دنیا میں دودھ جانوروں کے تھنوں سے نکلتا ہے اور کچھ دیر کے بعد خراب ہو جاتا ہے۔ جنت کا دودھ نہروں میں ہوگا، خراب ہونے سے محفوظ ہوگا اور لذیذ ہوگا۔

(7) جنت کا دودھ انتہائی سفید، میٹھا اور لذت والا ہے۔

(8) ﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ ''اور ایسی شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی'' جنت کی شراب دنیا کی شراب کی طرح تلخ اور بدبودار نہیں۔ وہ دیکھنے میں خوبصورت، ذائقے میں لذیذ اور کمال درجے کی خوشبودار ہے۔

(9) جنت کی شراب قدموں سے روند کر نہیں نچوڑی گئی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ﴾ ''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے۔'' (الواقعہ: 19)

(10) ﴿بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ ''سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی'' (الصّٰفّٰت: 46)

(11) جنت کی شراب پینے والوں کو سرور اور کیف بخشنے والی ہے۔ دیکھنے میں وہ سفید ہے۔

(12)﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ ''اور ایسے شہد کی نہریں جو صاف کیا گیا ہوگا'' جنت میں صاف شفاف اور خالص شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں جو ہر قسم کے میل کچیل اور موم سے پاک ہوگا۔

(13)ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکلا۔ بلکہ قدرتی ہے۔ جنت کا شہد صاف شفاف خوش رنگ، خوش ذائقہ، خوشبودار ہے۔ (ابن کثیر، اشرف الحواشی)

(14)سیدنا حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب کے دریا ہیں جن سے نہریں پھوٹتی ہیں۔'' (ترمذی:2571)

(15)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔ اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں'' (بخاری:2790)

(16)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کوثر کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک نہر ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے دی ہے یعنی جنت میں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس میں ایسی چڑیاں ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی سی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ تو بڑی نعمت میں ہیں۔'' (ترمذی:2542)

سوال2:﴿وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ﴾ ''اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ ''اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں'' جنت میں طرح طرح کے پھل ہوں گے جن کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ رب العزت کے فرمایا:﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾ ''اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے'' (الدخان:55)

(2)﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾ ''دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں'' (الرحمن:52)

(3)﴿وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے'' یعنی تمام گناہوں کے لئے مغفرت ہوگی جس سے خوف زدہ کرنے والے اور ڈرانے والے امور زائل ہو جائیں گے۔

(4)﴿كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ﴾ ''کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا'' کیا یہ لوگ ان کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں جھلسنے والے ہیں جس کی حرارت شدید ہوگی اور انہیں جہنم میں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے آنتیں کٹ جائیں گی۔ رب العزت نے

فرمایا: ﴿فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (۶۶) ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ (۶۷)﴾ ''پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقیناً کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں، پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے'' (الصّٰفّٰت:66,67)

(5) ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ (۵۱) لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (۵۲) فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (۵۳) فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ (۵۴) فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (۵۵) هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (۵۶)﴾ ''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو، پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو، پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو، یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن۔'' (الواقعہ:51-56)

(6) پس پاک ہے وہ ذات جس نے دونوں گھروں یعنی جنت اور جہنم، دونوں قسم کی جزاؤں، دونوں قسم کے عمل کرنے والوں اور دونوں قسم کے اعمال میں تفاوت رکھا۔ (تفسیر سعدی:2546/3)

سوال 3: جنت جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں سے کیا گیا ہے، اس کی کن صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

جواب: (1) جنت میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو بدبودار نہیں ہوگا۔ (2) جنت میں دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلے گا۔

(3) جنت میں شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لئے لذت ہے۔ (4) جنت میں صاف شہد کی نہریں ہیں۔

(5) جنت میں ہر طرح کے پھل ہیں۔ (6) جنت میں رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔

سوال 4: کیا جنت میں جانے والا جہنم میں جانے والے جیسا ہوسکتا ہے؟

جواب: جنت میں جانے والے ہمیشہ کی نعمتوں میں ہوں گے اور جہنم میں جانے والوں کو کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا جو آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ انجام کے اعتبار سے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

سوال 5: جہنمیوں کو اتنی سخت سزا کیوں دی جائے گی؟

جواب: جہنمی دنیا میں انتہائی سختی اور ہٹ دھرمی کا ثبوت دینے والے ہوتے ہیں۔ ان کا مقصدِ زندگی کھانے پینے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے سزا بھی سخت ہے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ﴾

''اور اُن میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو اُن سے جنہیں علم عطا کیا گیا کہتے ہیں: ''اُس نے ابھی کیا کہا تھا؟'' یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلے'' (16)

سوال1:﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ﴾ ''اور اُن میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو اُن سے جنہیں علم عطا کیا گیا کہتے ہیں: ''اُس نے ابھی کیا کہا تھا؟'' یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلے'' منافقوں کی حماقت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) مومنین کے دنیا اور آخرت میں اوصاف حمیدہ اور کفار کے اوصاف قبیح کا تذکرہ کرنے کے بعد منافقین کے حالات وواقعات اور اعمال قبیح کو اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ منافقین کفار میں سے ہیں اور یہ جاہل ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات مبارکہ کو سننے کے باوجود بھی نہیں سمجھتے۔ یہ سنتے ہیں لیکن اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بیانات وارشادات معمولی چیزیں ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں اور یہ مذاق اور تمسخر کے لائق ہیں۔ان کے برعکس مومن ہدایت یافتہ ہیں، جو کچھ سنتے ہیں اسے سمجھتے ہیں اور جو سیکھ لیتے ہیں اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقین کو مخاطب کرتے ہوئے ہدایت کی ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ وہ نصیحت اور عبرت حاصل کرلیں اور روز قیامت برپا ہونے سے قبل اپنا محاسبہ کرلیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ صحیح عقیدہ جس پر آپ مستقیم ہیں ثابت قدم رہیں اور اپنے مومنین اور مومنات کے لئے توبہ واستغفار کرتے رہیں۔(تفسیر منیر:430/13)

(2)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ﴾ ''اور اُن میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں'' ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: منافقین اور مومنین نبی کریم ﷺ کے پاس جمع ہوتے تھے۔ مومن جو چیز آپ ﷺ سے سنتے اسے یاد کرلیتے اور جو منافقین سنتے وہ اسے بھلا دیتے۔ان کا سب نسی منسی ہوجاتا۔ جب وہ باہر آتے تو منافقین صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کرتے آپ ﷺ نے ابھی ابھی کیا کہا ہے۔اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ﴾(تفسیر منیر:429/13)

(3) منافقوں کی حماقت کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے پاس اگر سنتے بھی ہیں تو سمجھتے نہیں اس لیے کہ وہ قبول کرنے کی غرض سے نہیں سنتے۔

(4)﴿حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ تمہارے پاس سے نکلے تو انہوں نے اُن لوگوں سے کہا جنہیں علم عطا کیا گیا: ''اُس نے ابھی کیا کہا تھا؟'' پھر جب مجلس ختم ہوجاتی ہے تو اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً سیدنا عبداللہ ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے ہیں ابھی ابھی انھوں نے کیا کہا تھا یہ قول ان کی بدنیتی کا عکاس ہے کیوں کہ اگر وہ ایمان اور حب رسول ﷺ رکھتے تو انہیں پتہ ہوتا کہ ابھی ابھی آپ ﷺ نے کیا کہا۔

(5) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ ان منافقین کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ لوگ دو قسم کے ہیں یا دو شخصوں کی طرح ہیں۔(i) ایک وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ سے رشتہ ناطہ جوڑ لیا اور جو کچھ اس نے سماع کیا اس سے فائدہ اٹھایا۔(ii) دوسرا وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ سے بے رغبتی اختیار کی یعنی کوئی چیز نہ سمجھا اور نہ سمجھنے کی کوشش کی تو پھر اس سے فائدہ بھی ایسا ہی حاصل کیا۔اور ایک قول یہ ہے کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔(i) سننے

والے اور اس پر عمل کرنے والے۔(ii) سننے والے اور اس پر غور وخوض کرنے والے۔(iii) غفلت سے سننے والے اور ترک کر دینے والے۔(جامع البیان:52/26)

(6)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔'' ان کی خواہش پرستی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

(7)﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی'' یعنی وہ ہدایت کی طلب نہیں رکھتے جس کی وجہ سے خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

(8) لوگ اندھے اور بہرے ہونے کی وجہ سے خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اس لئے ہدایت نہیں پاتے۔

(9) دو متضاد اور مختلف اشیاء کا مقارنہ اور موازنہ کرنا قرآن کریم کا منہج اور اسلوب ہے تا کہ ان کے درمیان فرق واضح ہو سکے جیسے مذکورہ بالا آیات میں مومنین اور کفار کے اعمال کا موازنہ کیا گیا ہے یا مومنین اور فجار کا مقارنہ کیا گیا ہے۔ یہاں قابل ذکر جو چیز ہے وہ ہدایت یافتہ مومنین اور منافقین کا موازنہ اور مقارنہ ہے۔ منافقین وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مہریں لگا دی ہیں اور انہوں نے کفر کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی اتباع و پیروی کی اور مومن وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے اعتبار سے بڑھا دیا۔ جو چیز وہ سنتے ہیں سمجھتے ہیں اور جس کو جان لیتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور پرہیز گاری سے نوازا ہے یعنی ان کو تقویٰ و عمل کی توفیق دی ہے جو ان پر فرض کیا گیا ہے۔(تفسیر منیر:434/13)

سوال2: منافق یہ کیوں پوچھتے تھے کہ ابھی انہوں نے یعنی نبی ﷺ نے کیا کہا تھا؟

جواب: منافق کند ذہن ہوتا ہے۔ وہ حق بات کو سمجھنا نہیں چاہتا۔ ان کی نیت درست نہیں ہوتی۔ اس لئے نبی ﷺ کی باتیں انہیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔ اس لئے وہ مجلس سے باہر آ کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے تھے کہ ابھی ابھی انہوں نے کیا کہا ہے؟

سوال3: اللہ تعالیٰ نے منافقوں پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ(1) ان کے دلوں پر رب نے ٹھپہ لگا دیا ہے۔(2) یہ لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ﴾

''اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی، اس نے ان کو ہدایت میں بڑھا دیا اور انہیں اُن کو تقویٰ عطا کیا''(17)

سوال1: ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی، اس نے ان کو ہدایت میں بڑھا دیا اور انہیں اُن کو تقویٰ عطا کیا'' ہدایت کے متلاشی ہدایت پا جاتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی'' یعنی جو صحیح ایمان لا کر عمل صالح کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق انہیں ہدایت میں بڑھا دیتے ہیں جیسا کہ وہ اشیاء کی نشوونما کرتا ہے انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں بڑھاتا ہے(ایسر التفاسیر:1478,1477)

(2)رہے وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے حق کی اتباع کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اے محمد ﷺ! ان کے سینوں کو ایمان اور کلام پاک سننے اور سمجھنے کے لیے کھول دیا ہے جو آپ ان پر تلاوت فرماتے ہیں وہ اس کو سنتے ہیں۔(جامع البیان:53/26)

(3)﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا﴾ سے مراد ہے حق کی اتباع کرنا اور دلائل و براہین کے مطابق زندگی بسر کرنا۔(تفسیر القاسمی:49/15)

(4)ایک قول یہ ہے،ان کو حقیقت تقویٰ معلوم ہو جانا تقویٰ ہے۔اس کا معنیٰ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تقویٰ کو واضح اور عیاں کر دیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ جو ان کی رشد و ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے اس میں چار قول ہیں۔(i)ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''ان کا علمی اضافہ مراد ہے''(ii)ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کا سن کر اسے سمجھ لینا مراد ہے۔(iii)کلبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے ''ان کا دینی لحاظ سے بصیرت و فہم میں اضافہ اور نبی ﷺ کی تصدیق مراد ہے''(iv)ایک قول یہ ہے کہ ایمان کے لحاظ سے شرح صدر مراد ہے۔(تفسیر قرطبی:172/8)

(5)﴿وَاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ﴾ ''اور اُن کو ان کا تقویٰ عطا کیا۔'' اس کا معنیٰ و مفہوم یہ ہے کہ ان کو تقویٰ عطا کیا اور اس پر ان کی مدد و نصرت فرمائی

''تقویٰ'' کے بارے میں مفسرین کے کافی اقوال ہیں۔

(i)سیدنا ربیع رحمہ اللہ کہتے ہیں ''تقویٰ خوف و خشیت کا نام ہے۔''

(ii)سیدنا ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں۔تقویٰ آخرت کے ثواب کو کہا جاتا ہے۔

(iii)سیدنا مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں تقویٰ سے مراد نیک عمل کی توفیق مل جانا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

(iv)ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ ناسخ پر عمل کرنے اور منسوخ کو ترک کر دینے کا نام ہے۔

(v)ایک قول یہ ہے کہ رخصت کو ترک کرتے ہوئے عزیمت کو اپنا لینا تقویٰ ہے۔(فتح القدیر:44/5)

سوال 2:اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کو ہدایت میں ترقی اور پرہیزگاری کیوں عطا فرماتے ہیں؟

جواب:جو لوگ ہدایت حاصل کرنے کی نیت رکھتے ہوں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت حاصل کرنے کی توفیق دیتا ہے۔انہیں ثابت قدمی اور پرہیزگاری عطا فرماتا ہے۔یوں انسان اگر ارادہ کرے،کوشش کرے تو رب رحمت کرتا ہے۔

﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ

اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ﴾

''سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کر رہے ہیں، بے شک اس کی علامات تو آ چکیں، پھر جب وہ ان کے پاس

آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟''(18)

سوال1:﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ﴾''سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کررہے ہیں، بے شک اس کی علامات تو آچکیں، پھر جب وہ ان کے پاس آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟''اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً﴾''سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کررہے ہیں''یعنی کیا جھٹلانے والے منتظر ہیں کہ قیامت کی گھڑی اچانک بے شعوری کے عالم میں ان پر آئے اور انہیں پتہ ہی نہ چلے یعنی وہ قیامت کی گھڑی سے غافل ہوں۔

(2)﴿فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا﴾''بے شک اس کی علامات تو آچکیں''یعنی قرب قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوچکی ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى (۵۶) اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (۵۷)﴾''یہ بھی پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے۔قریب آنے والی قریب آگئی ہے۔''(النجم:57,56)

(3)﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾''بہت قریب آگئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔''(القمر:1)

(4)﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔''(الانبیاء:1)

(5)﴿اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا سو اس کو تم جلدی طلب نہ کرو، وہ پاک ہے، اور بے حد بلند ہے اس سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔''(النحل:1)

(3)سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہم باہم گفتگو کررہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:تم کس بات کا تذکرہ کررہے ہو؟انہوں نے عرض کیا:ہم قیامت کا تذکرہ کررہے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:وہ ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لوگے۔پھر دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نازل ہونے اور یاجوج وماجوج اور تین جگہوں سے دھنسنے، ایک دھنسنا مشرق میں اور ایک دھنسنا مغرب میں اور ایک دھنسنا جزیرۃ العرب میں ہونے اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر فرمایا جو لوگوں کو جمع ہونے کی جگہ کی طرف لے جائے گی۔(مسلم:7285)

(4)سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:میری امت کے لوگ شراب پئیں گے لیکن اس کا نام کچھ اور رکھ دیں گے ان کی سرپرستی میں باجے بجیں گے گانے والیاں گائیں گی، اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کو بندر اور خنزیر بنادے گا۔

(ابن ماجہ:3247/2)

(5)﴿فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ﴾ ''پھر جب وہ ان کے پاس آجائے گی تو اُن کے لیے نصیحت قبول کرنے کا موقع کہاں؟'' یعنی جب قیامت آجائے گی تو نصیحت مان لینے سے کیا حاصل ہوگا! جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ﴾ ''مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا'' (الفجر:23)

(7)﴿وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے؟'' (سبا:52)

سوال2: قیامت آنے پر نصیحت قبول کرنے کا موقع کہاں ہوگا؟ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت آجانے کے بعد نصیحت حاصل نہیں کی جا سکے گی یعنی توبہ قبول نہ ہوگی۔ توبہ کرنے کا وقت اب ہے۔ قیامت آنے کے بعد کی گئی توبہ غیر مفید ہے۔

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ﴾

''پس آپ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ٹھکانوں کو بھی'' (19)

سوال1:﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ﴾ ''پس آپ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ٹھکانوں کو بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''پھر جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی اے محمد ﷺ آپ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر چیز کا مالک ہے۔

(2) علم میں اقرار قلب اور اس معنی کی معرفت، جو علم اس سے طلب کرتا ہے، لازمی امر ہے اور علم کی تکمیل یہ ہے کہ اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے اور یہ علم جس کے حصول کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم ہے اور ہر انسان پر فرض عین ہے اور کسی پر بھی، خواہ وہ کوئی بھی ہو، ساقط نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کے لئے اس کا حصول ضروری ہے۔ اس علم کے حصول کا طریق کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، چند امور پر مبنی ہے:(i) سب سے بڑا امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات اور افعال میں تدبر کیا جائے جو اس کے کمال اور اس کی

عظمت وجلال پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اسماء وصفات میں تدبر عبادت میں کوشش صرف کرنے اور رب کامل کے لئے تعبد کا موجب ہوتا ہے جو ہر قسم کی حمد ومجد اور جلال وجمال کا مالک ہے۔

(ii) اس حقیقت کا علم کہ اللہ تعالیٰ تخلیق وتدبیر میں منفرد ہے، اس کے ذریعے سے اس بات کا علم حاصل ہوگا کہ وہ الوہیت میں بھی منفرد ہے۔

(iii) اس امر کا علم کہ ظاہری اور باطنی، دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا کرنے میں وہ منفرد ہے۔ یہ علم دل کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے، اس سے محبت کرنے، اس اکیلے کی عبادت کرنے کا موجب بنتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

(iv) ہم یہ جو دیکھتے اور سنتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے، جو اس کی توحید کو قائم کرتے ہیں، فتح ونصرت اور دنیاوی نعمتیں ہیں اور اس کے دشمن مشرکین کے لئے سزا اور عذاب ہے۔ یہ چیز اس علم کے حصول کی طرف دعوت دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام تر عبادت کا وہی مستحق ہے۔

(v) ان بتوں اور خود ساختہ ہم سروں کے اوصاف کی معرفت، جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے اور انہیں معبود بنا لیا گیا ہے، کہ یہ ہر لحاظ سے ناقص اور بالذات محتاج ہیں، یہ خود اپنے لیے اور اپنے عبادت گزاروں کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے، ان کے اختیار میں زندگی ہے نہ موت اور نہ یہ دوبارہ زندگی ہی عطا کر سکتے ہیں، یہ ان لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے جو ان کی عبادت کرتے ہیں، بھلائی عطا کرنے اور شر کو دور کرنے میں ان کے ذرہ بھر کام نہیں آسکتے کیونکہ ان اوصاف کا علم، اس حقیقت کے علم کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں، نیز یہ علم اللہ کے ماسوا کی الوہیت کے بطلان کا موجب ہے۔

(vi) حقیقت توحید پر اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اتفاق کرتی ہیں۔

(vii) اللہ تعالیٰ کے خاص بندے، جو اخلاق، عقل، رائے، صواب اور علم کے اعتبار سے اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ کامل ہیں، یعنی انبیاء ومرسلین اور علمائے ربانی، اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں۔

(viii) اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو دلائل فقیہ اور نفسیہ قائم کیے ہیں، جو توحید الٰہی پر سب سے بڑی دلیل ہیں، اپنی زبان حال سے پکار پکار کر اس کی باریک کاریگری، اس کی عجیب وغریب حکمتوں اور اس کی انوکھی تخلیق کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ وہ طریقے ہیں، جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کثرت سے اس امر کی دعوت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، ان کو اپنی کتاب میں نمایاں طور پر بیان کیا ہے اور بار بار ان کا اعادہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض پر غور وفکر کرنے سے بندے کو علم اور یقین حاصل ہونا ایک لازمی امر ہے، تب بندے کو کیوں کر علم اور یقین حاصل نہ ہوگا جب دلائل ہر جانب سے مجتمع اور متفق ہو کر توحید پر دلالت کرتے ہوں۔ یہاں بندہ مومن کے دل میں توحید پر ایمان اور اس کا علم راسخ ہو کر پہاڑوں کی مانند بن جاتے ہیں، شبہات وخیالات انہیں متزلزل نہیں کر سکتے اور باطل شبہات کے بار بار وارد ہونے سے ان کی نشوونما اور ان کے کمال میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اگر آپ اس عظیم دلیل اور بہت بڑے معاملے کو دیکھیں۔ اور وہ ہے قرآن عظیم میں تدبر اور اس کی آیات میں غور وفکر تو یہ علم توحید تک پہنچنے کے لئے بہت بڑا دروازہ ہے، اس کے ذریعے سے توحید کی وہ تفاصیل حاصل

ہوتی ہیں جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر سعدی:3/2547،2549)

(3) ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور معافی مانگو اپنے گناہ کے لیے بھی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی'' اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں اور گناہوں کو چھوڑ کر مغفرت کے اسباب پر عمل کریں۔

(4) مومن مرد اور مومن عورتیں ایمان کی وجہ سے سب مسلمانوں پر زیادہ حق رکھتے ہیں، ان کے حقوق میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ ان کے گناہوں کی بخشش مانگی جائے۔

(5) جب آپ ان کے لیے استغفار پر مامور ہیں، جو ان سے گناہوں اور ان کی سزا کے ازالے کو متضمن ہے، تب اس کے لوازم میں سے ہے کہ ان کی خیر خواہی کی جائے، ان کے لیے بھلائی کو پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں، ان کے لیے برائی کو ناپسند کریں جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں، انہیں ان کاموں کا حکم دیں جن میں ان کے لیے بھلائی ہے اور ان کاموں سے روکیں جن سے ان کو ضرر پہنچتا ہے، ان کی کوتاہیوں اور عیبوں کو معاف کر دیں، ان کے ساتھ اس طرح اکٹھے رہنے کی خواہش رکھیں جس سے ان کے دل اکٹھے رہیں اور ان کے درمیان کینہ اور بغض زائل ہو جو عداوت اور ایسی مخالفت کا سبب بنتا ہے جس سے ان کے گناہ اور معاصی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ (سعدی:3/2547،2549)

(6) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یوں دعا کیا کرتے تھے: ''اے اللہ! میری خطا اور نادانی اور میرے کاموں میں زیادتی سے درگزر فرما اور اس گناہ سے بھی جس کا علم مجھ سے زیادہ تجھے ہے۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما اس بات سے جس کو میں نے ارادے اور سنجیدگی سے کیا اور اس سے بھی جس کو ہنسی اور دل لگی میں کیا اور ان کاموں سے بھی جنہیں میں نے بھول چوک میں کیا اور ان سے بھی جنہیں میں نے دانستہ طور پر کیا'' (بخاری:6399)

(7) ''اے اللہ! تو میرے اگلے پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر، تمام گناہ معاف فرما اور جو میں نے زیادتی کی اور وہ گناہ جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے وہ بھی معاف فرما تو ہی اپنی بارگاہ عزت میں آگے کرنیوالا اور اپنی بارگاہ جلال سے پیچھے کرنیوالا ہے۔ صرف تو ہی سچا معبود ہے۔'' (مسلم:1812)

(8) سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا تناول کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اپنے لیے بھی استغفار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور تمہارے لئے بھی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری تمام تر سرگرمیوں سے باخبر ہے جو تم بیداری کی حالت میں سرانجام دیتے ہو اور تمہاری جائے استقرار سے بھی یعنی رات کو جہاں تم آرام کرتے ہو۔ اس پر تمہارے شب و روز کی کوئی سرگرمی مخفی نہیں ہے۔ وہ ان سب امور کے بارے میں تم کو بدلہ دے گا۔ (جامع البیان:26/55)

(9) امام نسفی رحمہ اللہ نے کہا ہے: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے پیغمبر آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے علم پر ثابت قدم رہیے اسی طرح عاجزی وانکساری

کے اور اپنے گناہوں اور اپنے دین کے ماننے والوں کے گناہوں سے استغفار کے ساتھ تزکیہ نفس کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ ''شرح التاویلات'' میں ہے کہ ہوسکتا ہے آپ کی کوئی غلطی ہو جو ہمارے علم میں نہیں ہے لیکن اللہ کے علم میں ہو اُس وجہ سے اُس نے آپ ﷺ کو استغفار کا حکم دیا ہے۔ تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انبیاء کا گناہ، قباحت کا ارتکاب کرنے کی بجائے کسی افضل شے کے ترک کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ ہمارے گناہوں کو چھوٹی اور بڑی قباحتوں کے ارتکاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (الاساس:5324/9)

(10) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم کثرت سے ''لا الہ الا اللہ'' اور ''استغفار'' کا ورد کیا کرو کیونکہ شیطان کہتا ہے میں گناہوں کے ذریعے سے لوگوں کو ہلاکت میں ڈالتا ہوں اور لوگ ''لا الہ الا اللہ'' اور ''استغفار'' کے ذریعے مجھے ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ (تفسیر مراغی:189/9)

(11) ایک حدیث سے یوں روایت کیا جاتا ہے: شیطان نے کہا: اے اللہ! مجھے تیری عزت وجلالت کی قسم! میں لوگوں کو تب تک بہکاتا رہوں گا جب تک اُن کی روحیں ان کے جسموں سے الگ نہیں ہو جاتیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا: مجھے اپنے عزت وجلالت کی قسم! میرے بندے جب تک مجھ سے بخشش طلب کرتے رہیں گے میں تب تک ان کو معاف کرتا رہوں گا۔ (تفسیر مراغی:189/9)

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس صدقہ وخیرات کرنے کے لئے کوئی شے نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مومن پر ضروری ہے کہ وہ اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے کیونکہ یہ صدقہ کے قائم مقام ہے۔ (تفسیر الثعالبی:237/5)

(13) ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہاری سرگرمیوں کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ٹھکانوں کو بھی'' یعنی اللہ تعالیٰ دن میں معاش کے لیے تمہاری سرگرمیوں کو جانتا ہے اور تمہارا لوٹنا اور بستروں پر آرام کرنا بھی اس لیے اس سے ڈرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے۔ اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے۔ پھر وہ اس میں تمہیں اُٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے۔ پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے۔ پھر وہ تمہیں اس سے باخبر کردے گا جو تم کرتے رہے تھے۔ (الانعام:60)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کو جان لینے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: یہی بنیادی عقیدہ ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان توحید پر کاربند رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔

سوال 3: نبی ﷺ کو کس کے لیے اِستغفار کا حکم دیا گیا؟

جواب: یہ حکم آپ ﷺ کے لیے بھی تھا اور مومنین کے لیے بھی۔

رکوع نمبر 7

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کر دی گئی؟ چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتار دی جاتی ہے اور اس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو، پس اُن کے لئے بہت بہتر ہے'' (20)

سوال 1: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کر دی گئی؟ چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتار دی جاتی ہے اور اس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو، پس اُن کے لئے بہت بہتر ہے'' جہاد سے لوگوں کی گھبراہٹ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اسلام میں، توحید، محشر، بعث اور اس کے علاوہ اصول عقیدہ کے بارے میں نازل ہونے والی آیات سنتے وقت کافر، منافق اور ہدایت یافتہ لوگوں کے حالات و تاثرات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عملی معاملات یعنی جہاد، نماز، زکوٰۃ اور اس جیسے دوسرے اعمال سے متعلق نازل ہونے والی آیات سنتے وقت مذکورہ گروہوں کے تاثرات بیان فرمائے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مومن ایسی آیات کے نزول کا انتظار کرتا ہے اور جب ایسے احکام مؤخر ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کیوں نہیں اللہ تعالیٰ عبادات میں سے کسی عبادت کو واجب کرتے تاکہ ہم اس کا تقرب حاصل کر سکیں جبکہ منافق جب ایسی آیات نازل ہوتی ہیں جسے بجالانے میں وہ جسمانی و مالی مشقت سمجھتا ہے، ناپسند جانتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ دونوں گروہوں میں علم اور عمل کے اعتبار سے تباین ہے، نہ تو منافق کے پلّے علم پڑتا ہے اور نہ ہی وہ عمل کرتا ہے جبکہ مومن علم بھی رکھتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے۔ (تفسیر منیر: 438,437/13)

(2) ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں'' یعنی مخلص مومن مشکل کاموں پر جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(3) ﴿لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ﴾ ''کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کر دی گئی؟'' یعنی کوئی ایسی سورت کیوں نہیں نازل ہوتی جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو۔ (4) ﴿فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ﴾ ''چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتار دی جاتی ہے'' یعنی اپنے بیان اور فرائض کے اعتبار

سے پختہ سورت نازل کی جاتی ہے جس پر عمل کو لازم ٹھہرایا گیا ہو اور اس میں جہاد کا ذکر کیا گیا ہو۔

(5) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تمام وہ سورتیں جن میں جہاد کا ذکر کیا گیا ہے، پختہ ہیں اور منافقین کے اعتبار سے قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سے زیادہ سخت ہیں۔" (غرائب القرآن: 137/6)

(6) ﴿رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ "آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو" یعنی قتال کی شدت اور اس کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کمزور ایمان والے ثابت قدم نہ رہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً﴾ "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پس جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا تب ان میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا!" (النساء: 77)

(8) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ ﴿یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ﴿اِلَیْكَ﴾ سے مراد محمد ﷺ ہیں ﴿نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ یعنی اس خوف سے کہ آپ ان کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کا حکم دیں گے گویا کہ وہ دشمن کے ساتھ مقابلے سے ڈرے ہوئے ہیں اور آپ کی طرف وہ ڈرے ہوئے آدمی کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ﴿مِنَ الْمَوْتِ﴾ یعنی موت کے خوف سے۔ ایسا فعل (پہلے آرزو کرنا پھر دامن بچانا) منافق ہونے کی علامت ہے۔ (جامع البیان: 55/26)

(9) ﴿فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾ "پس اُن کے لئے بہت بہتر ہے" یعنی بزدلی اور نفاق بربادی لانے والا ہے۔

(10) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾ سے مراد ان کا بیان وعید ہے۔ (جامع البیان: 55/26)

سوال 2: ایمان والے کیوں کہتے تھے کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کی گئی؟

جواب: ایمان والے جہاد کی اجازت چاہتے تھے اور جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے کہتے تھے کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کی گئی جس میں جہاد کا حکم ہو۔

سوال 3: ﴿سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ﴾ "پختہ سورت" سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسی سورت ہے جس کے احکامات منسوخ نہیں ہوتے۔

سوال 4: جہاد کا حکم کن لوگوں پر گراں گزرتا تھا؟

جواب: جہاد کا حکم منافقین پر گراں گزرتا تھا۔

سوال5: جہاد کے حکم پر منافقوں کی کیا حالت ہوگئی تھی؟

جواب: جہاد کے حکم پر منافق رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسے دیکھتے تھے جیسے اس شخص کی نظر ہوتی ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔

﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۭ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۭ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾

''حکم ماننا اور بھلی بات کہنا، پھر جب حکم جہاد پختہ ہوجائے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سچے رہیں تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوگا'' (21)

سوال1: ﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۭ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۭ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ ''حکم ماننا اور بھلی بات کہنا، پھر جب حکم جہاد پختہ ہوجائے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سچے رہیں تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ ''حکم ماننا اور بھلی بات کہنا'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ یہ آیت ﴿فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ﴾ نازل ہونے سے پہلے جب منافقین سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کرنے والے ہیں تو یہ کہتے ہم سمع واطاعت کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے محکم سورۃ نازل فرمادی جس میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا تو ان پر یہ بہت گراں گزرا اور انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ یعنی ان منافقین کے ہاں سمع واطاعت جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھی جب فرض کر دیا گیا تو یہ اسے ناپسند جاننے لگے اور اسے اپنے لئے تکلیف دہ عمل سمجھنے لگے۔ (جامع البیان: 56/26)

(2) یعنی اب تو ان کے لیے حکم پر عمل کرنا واجب ہوگیا ہے اس لیے وہ حکم کی تعمیل کریں۔

(3) ﴿فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ﴾ ''جب حکم جہاد پختہ ہوجائے'' یعنی جب کوئی سخت اور واجب معاملہ آ گیا تو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرکے اور اس کی اطاعت میں پوری کوشش کے ذریعے سے، اس کے ساتھ صدق کا معاملہ رکھتے۔ (تفسیر سعدی: 2551/3)

(4) ﴿فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ﴾ ''تو اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سچے رہیں'' یعنی اگر وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے۔

(5) ﴿لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ ''تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا'' یعنی جہاد کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے نیک نیتی اور اخلاص کا ثبوت دیتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔

سوال2: جہاد کے حکم پر لوگوں کے لیے کیسا رویہ اختیار کرنا بہتر تھا؟

جواب: جہاد کے حکم پر لوگوں کے لیے زیادہ مناسب تھا کہ وہ سنتے اور اطاعت کرتے۔

سوال3: بھلی بات کہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم ماننے کی بات کرتے۔

سوال4: ''پختہ فیصلہ ہونے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جہاد کی تیاری مکمل ہو جائے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ سے سچے رہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں کھوٹ کو دور کر لیں یعنی نفاق کو چھوڑ دیں اور خالص ہو جائیں۔

(2) اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر لڑنے کے لئے جو رسول سے معاہدہ کیا ہے اس میں سچے رہیں۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ سے سچا رہنا کس کے مقابلے میں بہتر ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے سچا رہنا اس سے مخالفت اور کھوٹ کے مقابلے میں بہتر ہے (2) توبہ اور اخلاص نفاق سے بہتر ہے۔

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾

''پھر بلاشبہ تم سے توقع ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم زمین میں فساد برپا کر دو گے اور اپنے رشتوں کو توڑ دو گے'' (22)

سوال 1: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ ''پھر بلاشبہ تم سے توقع ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم زمین میں فساد برپا کر دو گے اور اپنے رشتوں کو توڑ دو گے'' فساد اور قطع رحمی کی ممانعت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب (1): ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ پھر بلاشبہ تم سے توقع ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ'' اگر ﴿تَوَلَّيْتُمْ﴾ کا معنی پھر جانا اور اعراض کرنا لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر تم جہاد سے بدک کر اسلام سے پھر جاؤ تو تمہارے متعلق یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ تم پر پھر اسلام سے ماقبل کی حالت عود کر آئے۔ انہی پہلی سی قبائلی جنگوں میں تم پڑ جاؤ جن سے نکلنے کی تمہیں کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ (تیسیر القرآن 4/231)

(2) ﴿أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ ''تو تم زمین میں فساد برپا کر دو گے'' یعنی زمین میں شرک اور نافرمانیاں کرو گے۔

(3) ﴿وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ ''اور اپنے رشتوں کو توڑ دو گے'' اور رشتہ داریوں کو کاٹیں گے قطع رحمی کر کے اپنی جاہلیت والی زندگی کی طرف لوٹ جاؤ گے یعنی یہ احتمال کرتے اگر تم جہاد نہ کرو تو ملک میں بدامنی پھیلاؤ گے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب مخلوقات کی تخلیق فرمائی تو جب اس کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ فارغ ہوئے تو رحم کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کوکھ یعنی پہلو سے تخلیق فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے کیا ہے تو رحم نے کہا قطع رحمی کے بعد میرا لوٹنے کا یہی ٹھکانہ اور مکان ہے تو اللہ جل شانہ نے فرمایا کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہے کہ جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹ دوں گا اور جو تجھے قائم رکھے گا میں اس کو قائم رکھوں گا تو رحم نے کہا ہاں ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرے لیے ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تمہیں پسند ہے تو یہ آیت کریم تلاوت فرما لیں۔ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا

اَرْحَامَكُمْ﴾(بخاری:4830)

(5)سیدنا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''سرکشی اور قطع رحمی دوسرے گناہوں کی بہ نسبت زیادہ لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مرتکب کو دنیا میں بھی جلد سزا دے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کے لیے اس سزا کو ذخیرہ رکھے۔''(مسند احمد:20423)

(6)امام حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے نصیحت فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا''نماز قائم کر، زکوۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ، بیت اللہ کا حج کر، والدین کے ساتھ نیکی کر، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر، مہمانوں کی توقیر کر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے اور جب تک تو زندہ ہے ہمیشہ حق کا ساتھ دینا۔''(تفسیر الدر المنثور:51/6)

(7)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو خوش ہو جاتا ہوں اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، مجھے کسی چیز کے بارے میں خبر دیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے، میں نے کہا مجھے ایسا عمل بتایئے جو میں کروں تو جنت کا حقدار بن جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا سلام کو عام کر، حاجت مندوں کو کھانا کھلا، صلہ رحمی کر، اور جب لوگ سو رہے ہوں تو تو قیام کر، (تو ان امور کو بجالانے سے) تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوگا۔(بیہقی)

(8)طیالسی، حاکم اور بیہقی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے نسبوں کی پہچان رکھو، صلہ رحمی کیا کرو، جب آپس میں دوری بڑھ جائے تو اس وقت صلہ رحمی کرو اگرچہ وہ تمہارے قریبی ہی کیوں نہ ہوں، اور جو باہم ملے ہوئے ہیں ان کے درمیان دوری نہ ڈالو اگرچہ وہ تمہارے لئے اجنبی ہی کیوں نہ ہوں۔امام ترمذی رحمہ اللہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کے عرش کے ساتھ معلق ہے جب رشتہ داری جوڑنے والا آتا ہے تو اسے اس کے ساتھ خوشخبری دی جاتی ہے اور جب رشتہ داری توڑنے والا آتا ہے تو اس سے اسے روک لیا جاتا ہے۔(الدر المنثور:51/6)

(9)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حقیقتاً صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی احسان کے بدلے احسان کرے بلکہ (صحیح معنوں میں) رشتے ناطے ملانے والا وہ ہے جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔''(بخاری:5991)

(10)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔رحم رحمٰن کی طرف سے ہے۔اس کے ملانے والے کو اللہ ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والے کو اللہ خود توڑتا ہے۔''(ترمذی:(1924)

سوال2:﴿تَوَلَّيْتُمْ﴾''اگر تمہیں حکومت مل جائے'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:اگر تمہیں حکومت مل جائے یعنی اقتدار اور اختیار مل جائے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ گے یعنی قتل وغارت گری کرو گے اور رشتے داری

کو کاٹو گے۔

سوال3: رشتوں کو کیسے توڑا جاتا ہے؟

جواب: جب انسان اللہ تعالیٰ کے آگے رشتوں کے بارے میں جواب دہی کا احساس نہیں کرتا تو رشتوں کو توڑنا آسان ہو جاتا ہے۔

سوال4: رشتہ داری کیسے مضبوط کی جاسکتی ہے؟

جواب: (1) صلہ رحمی حُسنِ سلوک سے ہوتی ہے۔ (2) رشتے داروں کے ساتھ دُکھ سکھ میں شریک ہونے سے رشتہ داری جڑتی ہے۔

(3) رشتے داروں پر مال خرچ کر کے رشتہ داری جڑتی ہے۔

سوال5: رشتہ دار کیسے مضبوط کی جاسکتی ہے؟

عقیدہ کو مضبوط کر کے رشتہ داری مضبوط کی جاسکتی ہے۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾

''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے پس اُنہیں بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا'' (23)

سوال1: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے پس اُنہیں بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے'' ایسے فساد کرنے والوں اور رشتہ داریاں توڑنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔

(2) ﴿فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ ''پس اُنہیں بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا تو اب نہ وہ ایسی بات کو سنتے ہیں جو انہیں فائدہ دے، نہ وہ دیکھتے ہیں کہ دیکھنا انہیں نفع دے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے کان پھوڑ دیے ہیں اور آنکھیں اندھی کر دی ہیں اس آیت میں فساد مچانے کی عموماً اور قطع رحمی کی خصوصیت سے ممانعت ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1886)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں پر لعنت کی ہے اُن سے کیا معاملہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے کانوں کو حق سننے سے بہرہ کر دیا۔ آنکھوں کو حق دیکھنے سے اندھا کر دیا۔

سوال3: کانوں کے بہرہ کرنے اور آنکھوں کے اندھا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حواس کو معطل کر دیا ہے۔

(2)اس سے مراد ہے کہ ان کے حواس اپنا فرضِ منصبی ادا نہیں کر رہے۔

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾

''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں''(24)

سوال1:﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں'' قرآن مجید میں غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)منافقین کی بھلائی کے کاموں اور سماعتِ قرآن سے بے رخی کی حالتِ زار بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن میں غور وفکر کی دعوت پیش کی ہے اور قرآن سے بے رخی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔وہ اس لئے کہ کہیں وہ ہلاکت خیز گناہوں کی دلدل میں نہ پھنس جائیں۔پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ ان کے لئے درحقیقت اسلام اپنے تمام تر روشن دلائل و براہین کے ساتھ آشکار ہو چکا تھا۔یا وہ صفات محمد ﷺ جو تورات میں موجود تھیں وہ بھی اُن کے لئے اپنے تمام تر روشن معجزات کے ساتھ واضح ہو چکی تھیں لیکن اس کے بعد بھی انہوں نے کفر وارتداد کی راہ اختیار کی ہے۔بعدازاں اُن کے ارتداد کی وجہ بھی بیان کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودیوں سے کہا تھا کہ:ہم بعض معاملات وحالات میں تمہاری فرمانبرداری کریں گے۔''(تفسیر المنیر:445/13)

(2)﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے''یعنی وہ قرآن میں غور کر کے حق اور باطل کی پہچان کر لیتے۔مسلمانوں اور غیر مسلموں پر واجب ہے کہ وہ قرآن میں تفکر وتدبر سے کام لیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اغراض ومقاصد سے معرفت حاصل کر سکیں۔اور اس بات سے بھی آگاہ ہو سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام سے راہِ فرار اختیار کرنے والوں کے لئے کیسی کیسی سزائیں تیار کر رکھی ہیں۔لہٰذا اگر وہ (یعنی مسلمان وغیر مسلم) قرآن کی فہم وتفہیم اور تفکر وتدبر کی راہ اختیار نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں کو کفر وعناد کے ایسے تالوں سے مقفل کر دے گا جس کے بعد وہ عقل وخرد سے عاری نظر آئیں گے۔(تفسیر منیر:450/13)

(3) کتاب اللہ سے روگردانی کرنے والے یہ لوگ کتاب اللہ میں تدبر اور غور وفکر کیوں نہیں کرتے،جیسا کہ غور وفکر کرنے کا حق ہے اگر انہوں نے اس میں اچھی طرح تدبر کیا ہوتا تو یہ بھلائی کی طرف ان کی راہ نمائی کرتی،انہیں ہر برائی سے بچاتی،ان کے دلوں کو ایمان سے اور ان کی عقلوں کو ایقان سے لبریز کر دیتی،وہ انہیں بلند مقاصد اور انمول عطیات تک پہنچاتی،ان کے سامنے وہ راستہ روشن کر دیتی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے نیز اس جنت کی تکمیل کرنے والے امور پر اور اس کو فاسد کرنے والے امور پر دلالت کرتی،انہیں وہ راستہ بھی دکھاتی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف جاتا ہے اور یہ بھی بتاتی کہ جس چیز کے ذریعے سے اس سے بچا جائے۔وہ انہیں ان کے رب،اس کے اسماء وصفات اور اس کے احسان کی معرفت عطا کرتی،ان میں بے پایاں ثواب حاصل کرنے کا شوق پیدا کرتی

اور انہیں دردناک عذاب سے ڈراتی۔ (تفسیر سعدی:2552/3)

(4)﴿اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ ''یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں'' سیدنا مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی دل پر مہر لگادی گئی ہے اور اقفال دل کے بند ہونے سے استعارہ لیا گیا ہے جو اسلام اور قرآن کی معرفت سے بند ہے۔ اور تنکیر القلوب کا معنی ہے دلوں کا یہ ارادہ فرمانا اور اسی طرح کی جو دوسری مثالیں ہیں۔ (تفسیر الوسیط:127/4)

(5) سیدنا خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص کی چار آنکھیں ہوتی ہیں دو آنکھیں اس کے سر میں ہیں جو وہ اپنی دنیا اور عیش و معیشت کے لئے بروئے کار لاتا ہے اور انہیں استعمال کرتا ہے۔ اور دو آنکھیں اس کے دل میں اس کے دین کی اصلاح کے لیے ہوتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے اس سے غیب کا وعدہ فرمایا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی سے فلاح و کامیابی اور بھلائی کا ارادہ و قصد فرمالیتا ہے تو اس کے دل کی دونوں آنکھوں کو کھول دیتا ہے اور جب اس سے اس کے علاوہ کوئی ارادہ فرماتا ہے تو ان دونوں آنکھوں کو جکڑ دیتا ہے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (تفسیر الطبری:58/26)

(6) امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ ابن جریر ہشام سے اور وہ اپنے باپ عروہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اس آیت کریم کی تلاوت فرمائی ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ تو اہل یمن سے ایک نوجوان نے کہا بلکہ اس پر تالا لگ گیا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول دیا اور اس کو آزاد کر دیا تو وہ نوجوان اپنی پوری زندگی اسی طرح رہا یہاں تک کہ وہ ولی بن گیا اور اس سے مدد لیتا رہا۔ (الاساس فی التفسیر:5326/9)

(7) یعنی کیا ان کی عقلوں پر تالے لگ گئے ہیں کہ وہ قرآن حکیم کی نصیحتوں اور دلائل کو نہیں سمجھتے۔ اگر وہ پڑھتے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے دروازے کھول دیتا اور وہ ہدایت اور گمراہی کو پہچان جاتے۔ اب جب کہ ان کے دلوں پر تالے ہیں تو ہدایت دلوں میں کبھی داخل نہیں ہوگی۔

سوال 2: قرآنِ مجید پر کیسے غور و فکر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: (1) غور و فکر کرنے کے لیے سنجیدگی ضروری ہے۔ اگر کسی بھی وجہ سے انسان کے اندر کوئی غلط جذبہ بیدار ہو جائے تو وہ غور و فکر نہیں کر سکتا خواہ قرآنِ مجید کو کتنے ہی اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہو۔

(2) قرآنِ مجید پر غور و فکر کرنے کے لیے آنکھوں کے پردوں کا زائل ہونا ضروری ہے۔

(3) قرآنِ مجید پر غور و فکر کرنے کے لیے اس کو سننا ضروری ہے۔ جب کان سنتے ہیں تو قرآنِ مجید کی روشنی تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے، انسان کے شعور میں ہلچل پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے قرآنِ مجید کے معانی اور مفاہیم سمجھ آنے لگتے ہیں۔

سوال 3: دل پر تالے لگنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد انسان کی وہ نفسیاتی حالت ہے جس میں وہ کچھ سننے، پڑھنے اور سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی ۙ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰی لَهُمْ ﴾

''یقیناً جولوگ اپنی پشتوں پر پھر گئے اس کے بعد کہ اُن کے لیے ہدایت واضح ہوگئی، اُن کے لیے شیطان نے (ان کا عمل) خوش نما بنادیا اور ان کے لیے مہلت لمبی بتائی۔''(25)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی ۙ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰی لَهُمْ ﴾ ''یقیناً جولوگ اپنی پشتوں پر پھر گئے اس کے بعد کہ اُن کے لیے ہدایت واضح ہوگئی، اُن کے لیے شیطان نے (ان کا عمل) خوش نما بنادیا اور ان کے لیے مہلت لمبی بتائی'' اس آیت میں مرتد ہونے کی مذمت ہے وضاحت کریں؟

جواب:(1) شانِ نزول: کہا گیا ہے یہ منافقین کے بارے میں ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ اُن منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا پھر اُن کے دِل مردہ ہوگئے تھے۔(تفسیر منیر:447/13)

(2)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی ﴾ ''یقیناً جولوگ اپنی پشتوں پر پھر گئے اس کے بعد کہ اُن کے لیے ہدایت واضح ہوگئی'' یعنی وہ اسلام سے جاہلیت کی طرف لوٹ گئے۔ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: انہوں نے علیحدگی اختیار کی اور راہِ کفر پر گامزن ہوئے۔(الاساس فی التفسیر:5315/9)

(3) یعنی جن کے دل کفر کی طرف لوٹ گئے لیکن زبانیں نہیں لوٹیں اور وہ منافق ہیں۔ یہ معاملہ تب ہوا جب ان پر ہدایت واضح ہوگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور ان کے دین اسلام کی صحت (ایسر التفاسیر:1481/1480)

(4) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں مروی ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی ﴾ کہ ان سے مراد، اللہ تعالیٰ کے دشمن اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اچھی طرح واقف تھے لیکن اس کے باوجود بھی آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔(جامع البیان:59/26)

(5)﴿الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰی لَهُمْ ﴾ ''ان کے لیے شیطان نے (ان کا عمل) خوش نما بنادیا اور ان کے لیے مہلت لمبی بتائی'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ ان کا کفر کی طرف لوٹنا کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کے دشمن ابلیس نے انہیں گمراہ کیا اور برائیوں کی ترغیب دلائی۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْ ؕ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ ''وہ انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے۔اور شیطان ان سے دھوکہ کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتا۔''(النساء:120)

سوال2: ایمان لانے کے بعد الٹے پاؤں پھرنے کا سبب کیا ہے؟

جواب: (1) شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسے ڈالے۔ (2) شیطان نے انہیں لمبی آرزوؤں کے دھوکے میں مبتلا کیا۔

سوال3: شیطان نے کب لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کی؟

جواب: شیطان نے ایمان لانے اور ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد وسوسہ اندازی کی۔

سوال4: شیطان کی وسوسہ اندازی کس بارے میں تھی؟

جواب: (1) شیطان کی وسوسہ اندازی جہاد کے بارے میں تھی۔

(2) شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا تھا کہ ابھی تمہاری اتنی عمر پڑی ہے کیوں جہاد میں اپنی جان گنواتے ہو۔

سوال5: شیطان کی وسوسہ اندازی کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: شیطان کی وسوسہ اندازی کے نتیجے میں منافق یہودی سازش میں شریک ہوگئے اور انہوں نے وعدہ کرلیا کہ جو منصوبہ بندی وہ کریں گے یہ ان کی اطاعت کریں گے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۖ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ﴾

''یہ اس وجہ سے کہ بیشک انہوں نے اُن لوگوں سے کہا، جنہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی کہ بعض معاملات میں ہم جلد ہی تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اُن کے رازوں کو جانتا ہے''(26)

سوال1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۖ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ﴾ ''یہ اس وجہ سے کہ بیشک انہوں نے اُن لوگوں سے کہا، جنہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی کہ بعض معاملات میں ہم جلد ہی تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اُن کے رازوں کو جانتا ہے'' نفاق کی نحوست کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی یہ وبال (2) ﴿بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ﴾ ''اس وجہ سے کہ بے شک انہوں نے اُن لوگوں سے کہا، جنہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی'' انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے نفرت کرتے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کو برا جانا۔

(3) یہ نفاق کا وبال جو ان کے دلوں پر چھا رہا تھا جس کی وجہ سے ان کا ظاہر اور باطن ایک نہیں تھا۔

(4) ﴿سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ﴾ ''کہ بعض معاملات میں ہم جلد ہی تمہاری اطاعت کریں گے'' یعنی جو کام ان کی خواہشات کے مطابق ہیں ان کے بارے میں کافروں سے کہتے تھے عنقریب ہم کچھ باتوں میں تمہارا ساتھ دینے والے ہیں۔

(5)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اُن کے رازوں کو جانتا ہے'' رب العزت نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ ان کی چھپی باتوں کو جانتا ہے۔

سوال2: کن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو بُرا سمجھا؟

جواب: مدینہ کے یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو بُرا سمجھا۔

سوال3: مدینہ کے یہودیوں نے کتاب کے نزول کو کیوں بُرا سمجھا؟

جواب: (1) یہودی یہ سمجھتے تھے کہ آخری رسول یہودی ہوگا۔ رسالت کا خاتمہ ان پر ہوگا۔

(2) یہودی یہ توقع رکھتے تھے کہ کافروں پر مکمل فتح آخری رسول کے دور میں ہوگی اور وہ پوری دنیا پر غالب ہوگا۔ اس طرح پوری دنیا پر یہودیوں کی حکومت قائم ہوگی۔ جبکہ اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دوسری شاخ بنی اسرائیل سے آگئے۔ پھر وہ ہجرت کر کے جب مدینہ آئے تو یہودیوں کا اثر ورسوخ ختم ہوگیا اس وجہ سے یہ کتاب کے نزول کو بُرا سمجھتے تھے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے خفیہ سازشوں پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں جانتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ یہ دراصل دھمکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قوت کے مقابلے میں کوئی قوت نہیں۔

﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾

''تو کیا ہوگا جب فرشتے ان کی ارواح قبض کریں گے، ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے'' (27)

سوال1: ﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾ ''تو کیا ہوگا جب فرشتے ان کی ارواح قبض کریں گے، ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَيْفَ﴾ ''تو کیا ہوگا'' یعنی ان کا بُرا حال آپ دیکھیں گے۔

(2) ﴿اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''جب فرشتے ان کی ارواح قبض کریں گے'' یعنی جب روح قبض کرنے والے مقررہ فرشتے ان کی جانیں قبض کریں گے۔

(3) ﴿يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾ ''ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے'' یعنی جب روحیں جسموں میں چھپتی پھریں گی اور فرشتے انہیں مار مار کے نکالیں گے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں جلنے کا عذاب چکھو'' (الانفال:50) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ

اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا، اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ ''نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے'' (الانعام:93)

(4) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کیفیت کو بیان کیا ہے کہ جب فرشتے ان کی ارواح کو قبض کرنے آئیں گے، اپنی خواہشات کی پیروی اور اپنے رب کی ناراضگی کی وجہ سے وہ فرشتے ان کے چہروں پر تھپڑ ماریں گے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت کے ساتھ موت کے وقت اُن کے رسوا کن حالات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور مکمل صراحت کے ساتھ اُن کے لئے اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ دنیا، ایک امتحان گاہ ہے جس میں اوامر و نواہی کے ساتھ امتحان مقصود ہے جیسا کہ جہاد وغیرہ جیسے مشکل ترین امور ہیں۔ ان سب باتوں کا مقصد یہ تھا کہ ایک سچا مجاہد اپنے ایمان کے بارے میں اور ایک صابر جو مصائب و آلام پر صبر کرتا ہے اپنے ایمان کے بارے میں علم و آگاہی حاصل کر لیں۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ منافقین بھی اپنے اچھے اور بُرے اعمال کا اور وہ باتیں جن کو وہ ادھر اُدھر پھیلا رہے ہیں۔ اِن سب امور کا دنیا میں ہی موازنہ کر لیں۔ بصورت دیگر روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان سے اُن کے اعمال کا حساب و کتاب ضرور لے گا۔ (تفسیر منیر:446/13)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اُلٹے پاؤں پھرنے والوں کو ان کے انجام کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ربّ العزت نے موت کے منظر میں لے جا کر آج کے عمل کا انجام دکھایا ہے کہ جب فرشتے روحیں قبض کریں گے۔ اپنی موت کے وقت کیسے بے بس ہوں گے۔ فرشتے ان کی نئی زندگی کے آغاز پر اُن کے چہروں اور کمروں پر ماریں گے۔ اس وقت جب روح بچنے کے لیے جسم کے اندر چھپتی پھرے گی، اِدھر اُدھر بھاگے گی تو فرشتے زور زور سے پکڑ پکڑ کر کھینچیں گے اور ماریں گے۔ موت کے اس دردناک منظر کو دکھا کر عبرت دلائی گئی ہے کہ دیکھو اُلٹے پاؤں پھرنے کی کیا سزا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾

''یہ اس وجہ سے کہ یقیناً اُنہوں نے اُس کی پیروی کی جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا اور اُنہوں نے بھی اُس کی رضا کو بُرا جانا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیئے'' (28)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''یہ اس وجہ سے کہ یقیناً اُنہوں نے اُس

کی پیروی کی جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا اور اُنہوں نے بھی اُس کی رضا کو بُرا جانا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی یہ عذاب جس کے وہ مستحق بن گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے۔

(2)﴿بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ﴾ ''اس وجہ سے کہ یقیناً اُنہوں نے اُس کی پیروی کی جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا'' کہ انہوں نے ہر کفر اور گناہ کا کام کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔

(3)﴿وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ﴾ ''اور اُنہوں نے بھی اُس کی رضا کو بُرا جانا'' یعنی انہیں ایسے کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنتے ہیں مثال کے طور پر جہاد فی سبیل اللہ۔

(4)﴿فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے'' اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ ان امور کی پیروی کرنے والوں کی برائیاں دور کر دے گا اور انھیں کئی گنا ثواب عطا کرے گا۔

سوال2: برے انجام کا سبب کیا ہے؟

جواب:(1) یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اس طریقے کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہے۔

(2) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ اختیار کرنا پسند نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال ضائع کر دیے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا راستہ کون سا ہے؟

جواب:(1) نفاق، شرک، کفر اور نافرمانی کا راستہ۔

(2) اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دین کے دشمنوں کے ساتھ مل کر سازشیں تیار کرنا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ کس کو ملتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رضا یعنی اسلام کا، محمد رسول اللہ ﷺ کا راستہ اُسی کو ملتا ہے جو اس کے لیے کوششیں کرے۔

رکوع نمبر 8

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ﴾

''یا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے کینوں کو ہرگز باہر نہیں نکالے گا؟'' (29)

سوال1:﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ﴾ ''یا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے کینوں کو ہرگز باہر نہیں نکالے گا؟'' اللہ تعالیٰ منافقوں کا پول کھول کر رہے گا، آیت کی روشنی

میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''یا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کیا ہے''یعنی جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے کیا وہ گمان کرتے ہیں۔

(2)﴿اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ اُن کے کینوں کو ہرگز باہر نہیں نکالے گا'' کہ اللہ تعالیٰ ان کی منافقت کا پول نہیں کھولے گا اور ایمان والوں پر ان کے دلی بغض اور دلی حسد کی حقیقت کو ظاہر نہیں کرے گا۔

(3) ان کے دلوں میں اسلام اور اہلِ اسلام کے لئے اور جو اسلام کی اعانت کرتے ہیں اور اس کی نشر و اشاعت کے کام کرتے ہیں ان کے خلاف جو کینہ اور دشمنی ہے اللہ تعالیٰ اسے ظاہر نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سچ اور جھوٹ کو واضح کرتے ہیں۔ اس کے لئے امتحانی صورت حال پیدا کر دی جاتی ہے۔ جو امتحان میں کامیاب ہو وہ سچا مومن ہے اور جو کامیاب نہ ہو اس کے دل کا بغض اور کینہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

سوال2:﴿اَضْغَان﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد حسد، کینہ اور بغض ہے۔

سوال3: منافقین مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو چھپانے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا شعور دلایا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا کہ تمہارے دلوں کے اندر جو کینہ، بغض اور حسد ہے اور اوپر سے تم نے اسلام کا جھوٹا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تو کیا وہ اسے ظاہر کرنے پر قادر نہیں ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ وہ سارے راز کھول سکتا ہے اور مسلمانوں کو یہ بتا سکتا ہے کہ ان منافقوں کے دلوں میں کتنا بغض بھرا ہوا ہے۔

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ﴾

''اور اگر ہم چاہیں تو ضرور آپ کو وہ سب دکھا دیں پھر اُن کے چہرے کی علامات سے آپ اُنہیں ضرور پہچان لیتے اور آپ انہی کے اندازِ کلام سے ضرور اُنہیں پہچان جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو جانتا ہے''(30)

سوال1:﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو ضرور آپ کو وہ سب دکھا دیں پھر اُن کے چہرے کی علامات سے آپ اُنہیں ضرور پہچان لیتے اور آپ انہی کے اندازِ کلام سے ضرور اُنہیں پہچان جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو جانتا ہے'' کیا نبی ﷺ کو منافقوں کی صورتیں دکھائی گئیں

ہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو ضرور آپ کو وہ سب دکھادیں پھر اُن کے چہرے کی علامات سے آپ اُنہیں ضرور پہچان لیتے'' یعنی اے اللہ کے نبی ﷺ! اگر ہم چاہیں تو منافقوں کی صورتیں آپ کو دکھادیں۔ آپ ان کی علامات سے انہیں پہچان لوگے۔

(2) منافقین کی جماعت کے بارے میں حدیث پاک سے ثابت ہے امام احمد عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''تم میں منافقین موجود ہیں جس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہوتا جائے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا فلاں کھڑا ہوجائے، فلاں کھڑا ہوجائے، فلاں کھڑا ہوجائے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے 36 آدمیوں کا نام لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم میں ابھی بھی منافق موجود ہیں اللہ سے ڈر جاؤ (تقویٰ اختیار کرلو)۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان منافقین میں سے ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ اس وقت اپنا چہرہ کپڑے سے لپیٹے ہوئے تھا۔ آپ اسے خوب جانتے تھے۔ پوچھا کیا ہے؟ تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی اوپر والی حدیث بیان کی۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے غارت کرے۔ (مسند احمد 237/5، تفسیر المراغی: 196,197/9)

(3) جب غزوہ تبوک سے واپسی پر منافقوں نے آپ ﷺ کو ایک گھاٹی کی راہ پر ڈال کر ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی تو اس وقت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اور آپ ﷺ کے کہنے پر ان منافقوں کی سواریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے پے در پے وار کررہے تھے۔ بعد میں یہی منافق اہل عقبہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان چودہ پندرہ منافقوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام بھی بتادیئے تھے۔ تاہم آپ ﷺ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ تاکید بھی کردی تھی کہ ان ناموں کو دوسروں پر ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ اسی لیے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو رازدان رسول ﷺ بھی کہا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 233,234/4)

(4)﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ ''اور تم اُن کے اندازِ کلام سے ضرور اُن کو پہچان لوگے'' یعنی آپ ان کے دل کی بات یعنی کینہ، حسد، بغض اور مسلمانوں کے بارے میں تو زبان کی لغزش سے پہچان لوگے۔

(5) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث اور امیر المومنین فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی پوشیدگی کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے پر اور اس کی زبان پر ظاہر فرمادیتا ہے۔ (تفسیر المراغی: 196/9)

(6)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے خطاب کرکے فرمایا ہے کہ وہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے وہ تمہیں اس کے مطابق تمہیں جزا دے گا۔ اس پہ ایمان اور تقویٰ پر صبر کرو۔ (ایسر التفاسیر: 1482)

سوال 2: اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو تو وہ منافقوں کے بارے میں کیسے آگاہ کرسکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم چاہیں تو (1) تمہیں آنکھوں سے دکھادیں۔ (2) تم اُن کو چہرے سے پہچان لو۔ (3) ایک ایک کی شخصیت

تمہیں بتادیں۔(4)تم انہیں علامتوں سے پہچان لو۔

سوال3: تمام منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیوں نہیں کیا؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کے ستّار العیوب ہونے کے خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ پردہ پوشی فرماتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ منافقین سے کیسا معاملہ کرنے کا حکم دیتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ منافقوں اور عام انسانوں کے ساتھ اُن کے ظاہر کے مطابق معاملہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

(2)باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اُس کے سپرد کردیا جائے۔

سوال5: انسان دوسرے انسانوں کو کیسے پہچان جاتے ہیں؟

جواب:(1)انسان لہجے اور اندازِ گفتگو سے پہچان لیتے ہیں کیونکہ یہ دل کی عکاسی کرتے ہیں۔

(2)انسان دل کی باتیں چھپانا بھی چاہیں تو حرکات وسکنات اور مخصوص کیفیات اس کے دل کے حالات کو ظاہر کردیتی ہیں۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاَخْبَارَكُمْ﴾

''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے احوال کو جانچ لیں''(31)

سوال1: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاَخْبَارَكُمْ﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے احوال کو جانچ لیں'' اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے انسان ممتاز ہوجاتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے'' اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ ضرور اپنے بندوں کو آزماتا ہے اس لئے اس نے سب سے بڑے عمل پر اپنے بندوں کی آزمائش کی اور وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ اس آیت کریم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے اہل ایمان کا تذکرہ فرمارہے ہیں ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾ ''اے مومنو! اللہ تعالیٰ تمہیں دشمن سے جہاد وقتال سے آزمائے گا۔''(جامع البیان:62/26)

(3)رب العزت نے فرمایا ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے ﴿حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاَخْبَارَكُمْ﴾ ''یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں۔اور ہم تمہارے احوال کی جانچ کرلیں'' یعنی تمہارے ایمان اور صبر کا امتحان لیں گے۔اللہ تعالیٰ اپنے احکامات اور ممانعتوں سے آزماتے ہیں۔یہ مومن جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے وہ کسی امر کے واقع

ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ مومنوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون! جو مخلص ہو وہ اللہ تعالیٰ کے دین کا مددگار ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے جہاد کرتا ہے اور جو سستی سے کام لیتا ہے اس کے ایمان میں کمزوری ہوتی ہے۔

(4) سیدنا ابراہیم بن اشعث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے جب اس آیت کریم کی تلاوت فرمائی تو رو پڑے۔ پھر فرمایا اے اللہ ہماری آزمائش نہ کرنا اگر ہم آزمائش میں ڈالے گئے تو ہماری برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور ہمارے پردے کھل جائیں گے۔ (تفسیر منیر 450/13)

(5) دنیا کی زندگی دار الامتحان اور دار التوبہ ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے آزمائے۔ اور اس طرح آزمائے کہ کون اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سلف صالحین کو مختلف امور کے انجام سے آزمایا۔ اور اسی طرح مجاہدین کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہادری دکھانا اور مختلف مصائب و آلام میں صابرین کا صبر کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی جس پر وہ پورا اترے ان کو ان کے غیر سے آزمایا گیا اور ملائکہ کے لئے ان کے امتحان کا اظہار کیا گیا جہاد ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ہر سچا اپنے ایمان کو جان لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اٰمَنَّا﴾ وہ شخص جو ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور کفر کو چھپائے ہوئے ہے اس کی پہچان ہو جائے گی۔ (تفسیر منیر: 452/13)

سوال 2: اللہ تعالیٰ آزمائش میں کیوں ڈالنا چاہتے تھے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ حالات کو جانچنا چاہتے تھے۔ (2) اللہ تعالیٰ مجاہد اور ثابت قدم لوگوں کو جانچنا چاہتے تھے۔

سوال 3: یہاں اللہ تعالیٰ کے علم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو سارے حالات کا پہلے سے علم ہے۔ وہ خفیہ حالات کو جاننے والا ہے۔ اس کے علم میں سبھی کچھ ہے۔ یہاں علم سے مراد اس کا واقع ہونا اور ظاہر ہونا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ﴾

”یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ہدایت اُن پر واضح ہو چکی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ضائع کر دے گا“ (32)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ”یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ہدایت اُن پر واضح ہو چکی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ضائع کر

دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین پھر منافقین کا تذکرہ فرمایا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی ایک جماعت جو بنونضیر اور بنوقریظہ کے قبائل پر محیط تھی اس کا ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے پہلے تو خود کفر کیا پھر دیگر لوگوں کو ایمان واسلام قبول کرنے سے روکا۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مغلوب کرتے ہوئے ختم فرمادیا۔کیونکہ انہوں نے حق کو جان لینے کے بعد اس کو ترک کردیا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کچھ صحابہ کا تذکرہ فرمایا۔اور اس سے مراد بنوسعد قبیلہ کے صحابہ ہیں وہ اسلام قبول کرنے سے روکے گئے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے نوازا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے بارے میں حکم نازل فرمایا جن کو کفر پر موت آئی تھی۔ان کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی معاف نہیں فرمائے گا اور وہ دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار ہوں گے۔اور کوئی بھی ان کی کمزوری وضعف اور ذلت ورسوائی کی صدائیں بلند کرنے والا نہیں ہوگا۔اور مومن دنیا وآخرت میں مضبوط قوت وغلبہ اور فوقیت وبرتری کے حامل ہوں گے۔(تفسیر منیر:455/13)

(2)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا''یعنی اللہ تعالیٰ،اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور جو وہ دینِ حق میں سے لے کر آئے۔(ایسر التفاسیر:1481,1482)

(3)﴿وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾''اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا''یعنی جو لوگوں کو اسلام سے پھیرتے ہیں۔

(4)اس کا مطلب ہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور لوگوں کو ہدایت وارشاد کے راستے سے روکا۔(صفوۃ التفاسیر:198/3)

(5)﴿وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی﴾''اور رسول کی مخالفت کی جب کہ ہدایت اُن پر واضح ہوچکی تھی''یعنی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی ان سے دشمنی رکھی۔ہدایت پاجانے کے بعد بھی انہوں نے دشمنی جاری رکھی۔

(6)﴿لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا﴾''وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچاسکتے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے۔اس سے اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(7)﴿وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ﴾''اور جلد ہی وہ (اللہ تعالیٰ) اُن کے اعمال کو ضائع کردے گا''قیامت کے دن انہیں ناکامی اور دیوالیہ پن کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔وہ اس دن خالی ہاتھ ہوں گے۔

(8)یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے لیے نہایت سخت وعید ہے جن میں ہر قسم کا شر جمع ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا' جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تک پہنچانے کے لیے مقرر کیا ہوا ہے۔(تفسیر سعدی:2555/3)

(9)ارتداد سے پہلے کے نیک عمل مرتد ہونے کی وجہ سے برباد کردیے جائیں گے اور انہیں ان کے اعمال کا مچھر کے برابر بھی ثواب نہیں ملے گا۔جس طرح نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں اسی طرح ارتداد اور کفر نیکیوں کو مٹاسکتا ہے۔سیدنا ابوالعالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ خیال تھا کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں جس طرح شرک کے ساتھ کوئی نیک عمل مفید نہیں۔اس پر یہ آیت اتری پھر صحابہ رضی اللہ عنہم ڈرنے لگے

کہ کہیں گناہ نیکیوں کو نہ کھا جائیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ہمارا یہ خیال تھا کہ ہر نیکی مقبول ہے یہاں تک کہ یہ آیت اتری۔

سوال 2: یہاں کافروں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے مراد مشرکینِ مکہ ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے کن اعمال کا تذکرہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے اور رسول کی مخالفت کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔

سوال 4: کافروں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لیے کیا کیا؟

جواب: (1) کافر اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لیے سچائی کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے والے بن کر بیٹھ گئے۔

(2) انہوں نے حق بات سے روکنے کے لیے کوششیں کیں۔

(3) انہوں نے اپنی قوت اور وسائل جھونک دیئے تاکہ اسلام کا پیغام پھیلنے نہ پائے۔

سوال 5: کافروں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کیسے کی؟

جواب: (1) کافروں نے رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی مخالفت کی۔ (2) انہوں نے اسلامی شریعت کی مخالفت کی۔

(3) انہوں نے اسلامی نظام کی مخالفت کی۔ (4) انہوں نے سنتِ رسول ﷺ کی مخالفت کی۔

(5) انہوں نے دعوت دینے والوں کی مخالفت کی۔

سوال 6: ہدایت واضح ہو جانے کے بعد لوگوں نے کیوں مخالفت کی؟

جواب: (1) ہدایت واضح ہو جانے کے بعد لوگوں نے ضد اور تعصب کی وجہ سے مخالفت کی۔ (2) انہوں نے خواہشات میں اندھا ہو جانے کی وجہ سے مخالفت کی۔ (3) انہوں نے دنیوی مفادات اور مصلحتوں کی وجہ سے مخالفت کی۔

سوال 7: کافروں کے اعمال کیوں برباد ہو جائیں گے؟

جواب: اسلام کا راستہ روکنے اور رسول اللہ ﷺ سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے ان کے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو'' (33)

سوال 1: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے مراد ہے اخلاص کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مکمل پیروی کرتے ہوئے احکامات پر عمل کرنا اور نواہی سے اجتناب کرنا۔

(2)﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ﴾ کا مطلب اور مفہوم ہے کہ قرآن کریم کے احکام کو بجالاؤ﴿وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ سے مراد ہے کہ احکامات وزندگی میں آپ ﷺ کی اطاعت کرنا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنت کی اتباع و پیروی کرنا۔(الاساس:5327/9)

(3)﴿وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اور اپنے اعمال ضائع نہ کرلو'' یعنی اپنے اعمال کو شرک، ریاکاری اور نافرمانیوں سے باطل نہ کرلو۔(ایسر التفاسیر:1483)(4)یعنی اپنے اعمال کا ثواب ضائع نہ کرو۔

(5)اس کا مطلب ہے کہ اپنے اعمال حسنہ کو معصیات کا ارتکاب کر کے ضائع نہ کرو۔یہ قول سیدنا امام حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے۔ امام زہری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کبائر کا ارتکاب کر کے اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔سیدنا مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کسی پر احسان جتلا کر اور کسی کو اذیت اور تکلیف پہنچا کر اپنے عملوں کو برباد نہ کرو۔سیدنا عطا رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: منافقت اور شرک کا ارتکاب کر کے اپنے عمل ضائع نہ کرو۔سب سے اچھا اور اولیٰ قول یہ ہے کہ ہر اس سبب سے اور ہر اس چیز کے ارتکاب سے اجتناب کرنا جس سے عمل باطل ہو جاتے ہوں۔(تفسیر المراغی:199/9)

(6)یعنی اپنے اعمال کو ریاکاری اور منافقت سے باطل نہ کرلو۔

(7)اللہ تعالیٰ کے فرمان میں نہی عمل کو بجا لانے کے بعد اس کو فاسد کرنے والے امر کے ذریعے سے اس کے باطل کرنے کو شامل ہے، مثلاً نیکی کرنے کے بعد احسان جتلانا، تکبر، فخر اور شہرت کی خواہش کرنا وغیرہ، نیز ایسے گناہوں کا ارتکاب جو نیک اعمال کو مضمحل کر کے ان کے اجر وثواب کو ضائع کر دیتے ہیں۔نیز یہ نہی عمل کے وقوع کے وقت، اس کو فاسد کرنے کو بھی شامل ہے، مثلاً عمل کو مکمل کیے بغیر چھوڑ دینا یا کسی ایسے امر کا ارتکاب کرنا جو اس عمل کی مفسدات میں شمار ہوتا ہے۔پس نماز، روزہ اور حج کو باطل کرنے والے امور اسی زمرے میں آتے ہیں اور ان سے روکا گیا ہے۔اس آیت کریمہ سے فقہاء بغیر کسی موجب کے فرض کو منقطع کرنے کی تحریم اور نفل کو منقطع کرنے کی کراہت پر استدلال کرتے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ نے اعمال کو باطل کرنے سے روکا ہے تو اس نے گویا اعمال کی اصلاح، اس کی تکمیل واتمام اور ان کو اس طرح بجالانے کا حکم دیا ہے جو علم وعمل کے اعتبار سے درست ہو۔(تفسیر سعدی:2555/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے حکم سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

(2)اُس دور میں ایسے لوگ موجود تھے جو مکمل اطاعت نہیں کرتے تھے۔بعض لوگوں کو قربانیاں ضرورت سے زیادہ لگ رہی تھیں۔بعض

لوگوں کو رشتے برادری کے تعلقات کو کاٹنا مشکل لگ رہا تھا۔

سوال 3: اعمال کیسے باطل ہو جاتے ہیں؟

جواب: کوئی عمل خواہ کتنا ہی بہتر عمل کیوں نہ لگے اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے سے باہر ہے تو وہ باطل ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے دراصل کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے استقامت کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہی تھے اللہ تعالیٰ اُن کو ہرگز نہیں بخشے گا'' (34)

سوال 1: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہی تھے اللہ تعالیٰ اُن کو ہرگز نہیں بخشے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کیا اور مخلوق کے سامنے باطل کو مزین کر کے اس کی دعوت دے کر حق سے دور کیا۔ مخلوق کو دین سے شریعت اور اس کی دعوت سے دور کیا۔

(2) ﴿ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ ''پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہی تھے اللہ تعالیٰ اُن کو ہرگز نہیں بخشے گا'' یعنی وہ اس حال میں مر گئے کہ انہوں نے کفر سے توبہ نہیں کی تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔ جہنم میں ان کا ہمیشہ رہنا لازم ہو گیا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے بند ہو گئے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (161) خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ (162)﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' (البقرۃ: 161,162)

(4) آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ اپنی موت سے پہلے توبہ کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا، ان پر رحم کر کے جنت میں داخل کر دے گا خواہ انہوں نے اپنی عمریں کفر، اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کیوں نہ گزاری ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیے، اس نے کسی شخص پر، جب تک وہ زندہ ہے اور توبہ

کرنے پر قادر ہے، اپنی رحمت کے دروازوں کو بند نہیں کیا۔ اور پاک ہے وہ ذات جو نہایت حکم والی ہے، جو گناہ گاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتی، بلکہ ان کو معاف کرتی ہے اور انہیں رزق عطا کرتی ہے، گویا انہوں نے کبھی اس کی نافرمانی کی ہی نہیں، حالانکہ وہ ہستی ان پر پوری قدرت رکھتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2556/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور توبہ کا دروازہ کب تک کھلا ہے؟

جواب: گناہ گاروں کے لیے مغفرت اور توبہ کا دروازہ سکراتِ موت تک کھلا رہے گا۔

﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۚ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۚ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾

''چنانچہ تم کمزور نہ بنو اور نہ تم صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی سب سے بلند ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا'' (35)

سوال: ﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۚ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۚ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ ''چنانچہ تم کمزور نہ بنو اور نہ تم صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی سب سے بلند ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ﴾ ''چنانچہ تم کمزور نہ بنو اور نہ تم صلح کی طرف بلاؤ'' یعنی اپنے دشمن کے ساتھ جہاد کرنے میں سستی کا اظہار نہ کرو، کمزور بن کر صلح کی درخواست نہ کرو، نہ خوف کھاؤ، صبر کرو اور ثابت قدم رہو۔

(2) ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۚ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ﴾ ''اور تم ہی سب سے بلند ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے'' یعنی تم غالب رہو گے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو'' (ال عمران:139)

(4) ﴿وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا'' وہ تمہارے اعمال کے اجر کو کم نہیں کرے گا بلکہ تمہیں پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا۔ (ایسر التفاسیر:1483)

(5) اس آیت کے مفہوم سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اسلام صلح پسندی کے خلاف ہے بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت میں صلح جوئی جائز نہیں ہے جب اسے کمزوری پہ محمول کیا جائے اور دشمن اور زیادہ دلیر ہو جائیں بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ پہلے اپنی طاقت کا لوہا منوالیں اور پھر صلح کے لئے بات چیت کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ (ترجمان القرآن:387/3)

سوال2: امن اور صلح کون لوگ چاہتے تھے؟

جواب: (1) جو لوگ جہاد کی مسلسل مشقتوں کو بوجھ محسوس کر رہے تھے، جن کے اِرادوں میں کمزوری تھے، وہ امن چاہتے تھے تاکہ جنگ سے بچ کر آرام میں رہیں۔ (2) کچھ لوگوں کی مشرکین کے ساتھ رشتہ داریاں تھیں اور مالی معاملات میں حصہ داری تھی جس کی وجہ سے یہ لوگ صلح اور امن کو پسند کرتے تھے۔

سوال3: مسلمانوں کو صُلح کرنے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہونے کے لیے ہے۔ اس لیے وہ چاہتا ہے کہ دین سربلند ہو، غالب اور برتر ہو، اس لیے صلح کرنے سے روکا گیا ہے۔ (2) مسلمان غالب اور برتر ہوں تو ایسی صورت میں صلح فقط کمزوری کا اظہار ہوا کرتی ہے۔ اس لیے کفر پر کاری ضرب لگانے کا حکم ہے۔ (3) کفر کے ساتھ مصالحت کا مطلب اس کا اثر ونفوذ بڑھانا ہے اور یہ ایک جرم ہے۔

سوال4: کیا اسلام کافروں کے ساتھ صُلح کی اجازت نہیں دیتا؟

جواب: اسلام اجازت دیتا ہے لیکن اس وقت جب مسلمان تعداد میں کم ہوں اور وسائل میں کمی ہو۔ ایسے حالات میں لڑائی کی نسبت صلح میں فائدہ ہے تاکہ مسلمان موقعے سے فائدہ اٹھا کر تیاری کر لیں جیسے نبی ﷺ نے کفارِ مکہ سے جنگ نہ کرنے کا دس سالہ منصوبہ کیا تھا۔

﴿اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ﴾

''بلاشبہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور دل لگی ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا اور وہ تمہارے تمام مال تم سے نہیں مانگے گا'' (36)

سوال: ﴿اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ﴾ ''بلاشبہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور دل لگی ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا اور وہ تمہارے تمام مال تم سے نہیں مانگے گا'' دنیا میں نہ عزت وعظمت ہے نہ پائیداری ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جہاد کے حکم اور دشمنانِ اسلام سے صلح جوئی اور آمنے سامنے ہو کر اُن سے مقابلہ بازی کرنے میں کمزوری اور بزدلی اور بزدلی دکھانے سے منع کرنے کے بعد، جان ومال کے ساتھ جہاد کرنے پر انفاق فی سبیل اللہ پر، اہل ایمان کی آنکھوں میں دنیا کی بے ثباتی پر اور ایمان وتقویٰ پر ترغیب دلائی ہے تاکہ اہل ایمان کو مذکورہ اعمال کا فائدہ حاصل ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے اختتام کی اس بات کے ساتھ حد بندی کر دی ہے کہ اگر تم نے ایمان، جہاد اور تقویٰ سے بے رخی اختیار کی تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایسی قوم کو لائے گا جو اس کے دین کی اقامت اور اس کی دعوت کی نصرت کے لئے تم سے زیادہ افضل ترین اور موزوں ترین ہوں

گے۔(تفسیر منیر:461/13)

(2)﴿اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ﴾ ''بلاشبہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور دل لگی ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو اس دنیا کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہ دنیا محض لہوولعب ہے یعنی بدن کے لیے لعب اور قلب کے لئے لہو، اس میں زہد کی ترغیب ہے۔ پس بندہ اپنے مال ومتاع، اولاد، اپنی زیب وزینت، اپنی بیویوں، ماکولات مشروبات سے حصول لذت، اپنے مساکن ومجالس، مناظر اور ریاست میں مگن ہوکر غافل اور ہر بے فائدہ عمل میں کھیلتا رہتا ہے بلکہ وہ بے کاری، غفلت اور گناہوں کے دائرے میں گھرا رہتا ہے، یہاں تک کہ اپنی دنیا کی زندگی کو مکمل کرلیتا ہے اور اس کی اجل آجاتی ہے۔ جب یہ تمام چیزیں منہ موڑ کر بندے سے جدا ہوجاتی ہیں اور بندے کو ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کا خسارہ اور محرومی واضح ہوجاتی ہے اور اس کا عذاب آموجود ہوتا ہے تو یہ چیز خردمند شخص کے لیے، دنیا میں زہد، عدم رغبت اور اس کے معاملے میں اہتمام کی موجب ہے۔(تفسیر سعدی:2558/3)

(3) رب العزت نے دنیا کی حقارت اور ناپائیداری کو بیان فرمایا ہے کہ نہ تو اس میں عزت ہے، نہ عظمت اور نہ پائیداری ہے اس کی مثال بچوں کے گھروندے کی سی ہے کہ کھیلا تو کھیل لیا اور اکتا گئے تو توڑ دیا۔ وہ دنیا جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کی جائے عظمت والی ہے۔ اس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا جو عظیم ہوگا۔ اس لئے فرمایا۔

(4)﴿وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ﴾ ''اور اگر تم لوگ ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا'' یعنی اگر تم ایمان لاکر گناہوں سے بچتے رہے تو قیامت کے دن تمہیں تمہاری نیکیوں کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(5) یہ دنیا، لہوولعب اور شغل وشہوت کی جگہ ہے۔ سعادت مند وہی ہے جو اس دنیا کو آخرت کے لئے اچھا استعمال کرلے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی ضرورت وحاجت کے مطابق اس دنیا سے اپنے حق کو پس پشت نہیں ڈالتا۔ لہٰذا جس شخص نے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان رکھا اور فرائض کی ادائیگی اور نواہی سے اجتناب کے ساتھ اپنے رب سے تقویٰ اختیار کیا، تو وہ ابدی گھر یعنی آخرت میں بہت بڑے ثواب سے ہمکنار ہوگا۔(تفسیر منیر:464/13)

(6)﴿وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ﴾ ''اور تمہارے مال تم سے نہ مانگے گا'' یعنی وہ تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا کہ تمہارے مال لے کر تمہیں چھوڑ دے جس سے تمہیں نقصان پہنچے۔ وہ تمہارے مال سے بے نیاز ہے جو تمہارے پاس ہے وہ بھی اس کا دیا ہوا ہے۔ جو تم صدقہ کرتے ہو وہ بھی اس کو نہیں چاہیے۔ وہ تو تمہارے محتاج بہن بھائیوں کی ہمدردی کے لئے فرض کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن تمہیں اس کا پورا پورا اجر ملے گا۔

سوال 2: دنیا کی زندگی کے ﴿لَعِبٌ وَّلَھْوٌ﴾ (کھیل تماشا) ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ دنیا کی زندگی ایک دھوکہ ہے، فریب ہے۔ (2) اس سے مراد ہے دنیا میں کسی چیز کو ثبات نہیں۔

(3)اس سے مراد ہے دنیا میں کسی چیز کی نہ کوئی بنیاد ہے نہ کسی چیز کا کوئی اعتبار ہے۔

سوال3:﴿لَعِبٌ وَّلَهْوٌ﴾ یعنی کھیل تماشے سے کیا چیز نکالتی ہے؟

جواب:لھوولعب سے ایمان اور تقویٰ نکالتا ہے۔

﴿اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ﴾

''اگر وہ تم سے تمہارا سارا مال مانگے اور اصرار کے ساتھ مانگے تو تم بخل کرنے لگ جاؤ گے اور وہ تمہارے دلوں کے کینوں کو باہر نکال دے گا''(37)

سوال1:﴿اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ﴾ ''اگر وہ تم سے تمہارا سارا مال مانگے اور اصرار کے ساتھ مانگے تو تم بخل کرنے لگ جاؤ گے اور وہ تمہارے دلوں کے کینوں کو باہر نکال دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا﴾ ''اگر وہ تم سے اسے (تمہارے مال) مانگ لے، پھر وہ تم سے اصرار کر کے مانگے تو تم لوگ بخل کرنے لگو گے'' ﴿يُحْفِكُمْ﴾ حفا کا لغوی معنی کسی چیز کی طلب میں مبالغہ اور اصرار ہے پھر اسی مبالغہ اور اصرار سے بعض دفعہ تنگ کرنے کے معنی بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تم سے سارے ہی مال کا مطالبہ کر لیتا کیونکہ یہ مال اسی کا دیا ہوا تھا تو اکثر لوگ ایسے ہوں گے جو بخل اور تنگ دلی کا ثبوت دیں گے۔(تیسیر القرآن:4/236)

(2)سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ: درحقیقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کل مال کے سوال سے اسلام کے خلاف کینہ پروری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے وہ اس لیے کہ مال سے محبت انسانی فطرت وجبلت میں راسخ ہوتی ہے۔اگر ہم کسی شخص کی محبوب ترین چیز بھی مال کو اس طرح تقسیم کریں گے یعنی کل مال کا مطالبہ کریں گے تو وہ فوراً اسلام کے خلاف اپنے بغض وعناد کا اظہار کر دے گا۔(تفسیر المراغی:9/201)

(3)﴿وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے شدید کینے کو باہر نکال دے گا'' یعنی اگر وہ تم سے تمہارے مال کا مطالبہ کرتا اور تمہیں مجبور کرتا تو تمہارے دلوں کے کینے ظاہر ہو جاتے۔

(4)اس آیت میں ان لوگوں کے لیے دور رس درس ہے جو جہاد میں مصروف عمل ہوتے ہیں کہ وہ لوگوں کو زیادہ مال خرچ کرنے کا مکلف نہ بنائیں کیونکہ یہ روش انکی بخیلی وعداوت پر منتج ہوگی۔اس آیت میں ایک دوسرا درس بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں مخفی نفاق کو جاننے کے لیے مال کثیر کے مطالبے کے ساتھ اس کا امتحان لیا جا سکتا ہے۔اس آیت میں ایک نیا درس یہ بھی ہے کہ منافق آدمی کی اس کی قولی غلطی کی وجہ سے معرفت ہو جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کے فیصلے کے بارے میں اپنے طریقے کی وضاحت کر دی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا جو مال و دولت کی کمی کا باعث بن سکے۔تاہم یہ بات بھی تمہارے علم میں ہونی چاہیے کہ مسلمانوں کو اپنے اموال اللہ کے

راستے میں خرچ کرنے کی دعوت دی گئی ہے وہ اس لیے کہ جہاد، مال کا محتاج ہوتا ہے۔ (تفسیر الاساس:9/5329)

سوال 2: اگر اللہ تعالیٰ کل مال کا مطالبہ اصرار کے ساتھ کرے تو انسان کا کیا ردِّعمل ہو سکتا ہے؟

جواب: انسانی فطرت میں بخل ہے۔ اگر کل مال کا مطالبہ ہو تو انسان بخل بھی کر سکتا ہے اور اسلام کے خلاف غم و غصے کا اظہار بھی کر سکتا ہے۔

سوال 3: انسان کے دل کا کینہ کیسے ظاہر ہو سکتا ہے؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ سارا مال مانگ لے تو انسان کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہو جائیں اور دلوں کا کینہ ظاہر ہو جائے۔

﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾

''سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے'' (38)

سوال: ﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ﴾ ''سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو'' یعنی جب تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور نیکی کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (البقرہ:195)

(2) ﴿فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ﴾ ''تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں'' تو تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو سکڑنے اور بخل کرنے لگتے ہیں۔ یہ دراصل اپنی جان کے لئے سکڑنا اور بخل کرنا ہے۔

(3) ﴿وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''اور جو بخل کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے آپ سے ہی بخل کرتا ہے'' کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ثواب سے محروم کر لیا اور اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی۔ وہ انفاق فی سبیل اللہ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان

نہیں پہنچا سکتا۔ (تفسیر سعدی:2595/3)

(4) رب العزت نے فرمایا ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ ''تم پر فرض کیا گیا جب تم میں سے کسی ایک کو موت آئے اگر اُس نے کچھ مال چھوڑا تو والدین اور رشتے داروں کے لیے اچھے طریقے سے وصیت کرنا ہے، یہ متقی لوگوں پر لازم ہے'' (البقرہ:180)

(5) ﴿وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اور تم لوگ محتاج ہو'' انسان محتاج ہے اور رب بے نیاز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خرچ کی ترغیب اس لیے نہیں دیتا کہ اسے تمہارے مال کی ضرورت ہے۔ وہ تو انسانوں کے نفع کے لیے حکم دیتا ہے تاکہ ان کے نفس پاک ہوں اور پھر ضرورت مندوں کی ضروریات پوری ہوں۔ تم اپنے دشمن پر غالب اور برتر رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا محتاج نہیں، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد کے محتاج ہو۔

سوال 2: ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾ ''اور اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا دوسری قوم کو بدل کر لے آئے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا﴾ ''اور اگر تم منہ موڑو گے'' یعنی اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیا۔ تم نے ایمان اور نیک اعمال سے منہ موڑ لیا تم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا۔

(2) ﴿يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا دوسری قوم کو بدل کر لے آئے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے'' وہ عزت کا مالک تمہاری جگہ ایسی قوم لے آئے گا جو نافرمان اور سرکش نہیں ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سنیں گے، ان کو جانیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے ہوں گے، جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، وہ مومنوں پر بہت نرم اور کافروں پر بہت سخت ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (المائدہ:54)

(3) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو اس نزول کی بہت خوشی ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کا نزول دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (تفسیر منیر:465/13)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کے لیے بلائے جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے زکوٰۃ کے طور پر مال خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو۔

(2) کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو۔

سوال3: بخیلی کرنے والا دراصل کیا کام کرتا ہے؟

جواب: (1) بخیلی کرنے والا خود کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے محروم رکھتا ہے۔ یوں اس کے اجر سے بھی محروم رہتا ہے۔

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں دراصل اپنے لیے ہی آخرت کا سرمایہ جمع کرتے ہیں۔ یہ اس دن ان کے کام آئے گا جب ان کو زمین سے اٹھایا جائے گا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم فقیر ہو اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خرچ کی ترغیب اس لیے نہیں دیتا کہ اسے تمہارے مال کی ضرورت ہے۔ وہ تو انسانوں کے نفع کے لیے حکم دیتا ہے تاکہ ان کے نفس پاک ہوں اور پھر ضرورت مندوں کی ضروریات پوری ہوں۔ تم اپنے دشمن پر غالب اور برتر رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا محتاج نہیں، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد کے محتاج ہو۔

سوال5: منہ پھیرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سے مراد ہے کہ اگر تم اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف پھر جاؤ۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منہ موڑنے کی صورت میں کیا خوفناک دھمکی دی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ یعنی

(i) اللہ تعالیٰ کے زیادہ اطاعت گزار ہوں گے۔ (ii) رسول اللہ ﷺ کے زیادہ فرمانبردار ہوں گے۔

(iii) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوب خرچ کرنے والے ہوں گے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر خیرِ اُمت ہونے کی ذمہ داری نہ نبھائی، دعوت اسلامی کا کام نہ کیا، عظیم امانت کا حق ادا نہ کیا تو تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئیں گے۔

سوال7: ایمان کے چھن جانے کا نقصان کون محسوس کر سکتا ہے؟

جواب: ایمان کے چھن جانے کا نقصان وہی محسوس کر سکتا ہے جس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا ہو۔ ایمان بہت بڑی دولت ہے۔ اس کا کوئی بدل پوری کائنات میں نہیں۔ اس لیے یہ بہت بڑی دھمکی ہے جو ایمان والوں کو دی گئی۔

اٰیاتھا ۲۹ ﴿۴۸ سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۱﴾ رکوعاتھا ۴

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 29 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 48 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 111 ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ سورت فتح صلح حدیبیہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (بخاری:4834)

(2) سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن سورۂ فتح خوب خوش الحانی سے پڑھی سیدنا معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ تمہارے سامنے نبی ﷺ کے اس موقع پر طرز قرأت کی نقل کروں تو کر سکتا ہوں۔ (بخاری:4839)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آج رات مجھ پر وہ سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے۔'' (بخاری)

رکوع نمبر 9

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾

''یقیناً ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا کی ہے''(1)

سوال1: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ ''یقیناً ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ ''یقیناً ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا کی ہے'' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم غزوہ حدیبیہ سے واپس لوٹے اور ہمیں ادائیگی عمرہ سے روک دیا گیا۔ تو ہم انتہائی رنجیدہ اور پریشان تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کر دیں ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل کی گئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ (جامع البیان:71/26)

(2) اس فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ جب مشرکین مکہ نے نبی ﷺ کو عمرہ کرنے سے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے

ساتھ دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرلیا اس شرط پر کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ حالت امن میں دعوت دین کا دائرہ وسیع ہوگا۔اس مدت کے دوران لوگ فوج درفوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوں گے۔رب العزت نے اس صلح کو فتح مبین کے نام سے موسوم کیا۔

(3)مسلمانوں کو جب یہ سورت سنائی گئی تو وہ حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ ایسی صلح ''فتح مبین'' ہوسکتی ہے؟

(4)یہ صلح اللہ تعالیٰ کی وحی اور ارادے کے مطابق ہوئی۔آپ ﷺ ہجرت مدینہ کے 6 سال بعد تک ہنگامی حالات میں زندگی گزار رہے تھے۔آپ ﷺ کے دشمنوں میں سب سے بڑے قریش تھے۔آپ ﷺ چاہتے تھے ان کی طرف سے امن نصیب ہوتا کہ دوسرے دشمنوں سے نمٹا جاسکے۔یہاں سے واپسی کے بعد آپ ﷺ نے بنونضیر کی سرکوبی کی اور خیبر فتح ہوا۔

(5)اس صلح کے بعد آپ ﷺ نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے۔(6)صلح حدیبیہ نے یہ ثابت کردیا کہ مسلمان امن پسند ہیں اس کے بعد بڑے بڑے سردار ایمان لائے مثلاً سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

(7)مشرکوں کے شہر فتح کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کا اعزاز اور مسلمانوں کی نصرت ہے اور یہ مقصد اس فتح سے حاصل ہوگیا۔(تفسیر سعدی:2560/3)

(8)سیدنا ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ صفین کے دن سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرتے ہوئے کہا:اے لوگو!اپنے نفسوں کو متہم کرو۔میں نے صلح حدیبیہ کے دن محسوس کیا اگر لڑائی کرنا بہتر ہوتا تو ہم ضرور لڑتے۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا:یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتولین شہدا جنت میں نہیں ہیں؟ کیا ان کے مقتولین جہنم میں نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں،سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:تو پھر ہم انہیں اپنے دین میں سے کیوں کچھ دیں اور ہمارے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوئے بغیر ہی لوٹ جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اے ابن خطاب! یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں،اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔راوی کہتا ہے۔چنانچہ سورت الفتح نازل ہوئی۔نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور سورت الفتح پڑھ کر سنائی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:ہاں!(بخاری:3182)

(9)اس آیت مبارکہ کے بارے میں سیدنا عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وہیں اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کردیا اور سر کا حلق کروالیا۔(جامع البیان: 70/26)

(10)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم غزوہ حدیبیہ سے واپس لوٹے اور ہمیں ادائیگی عمرہ سے روک دیا گیا۔تو ہم انتہائی رنجیدہ اور پریشان تھے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کردیں ''﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''مجھ پر ایک ایسی آیت نازل کی گئی

ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے''۔(جامع البیان:71/26)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو کھلی فتح کیوں قرار دیا؟

جواب:صلح حدیبیہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اس لیے اسے فتح مبین قرار دیا۔اس کے دو سال بعد مکہ فتح ہو گیا تھا اور مسلمان فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے۔اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ آپ لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہیں لیکن ہم حدیبیہ کی صلح کو فتح شمار کرتے ہیں۔

﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بخش دے آپ کا کوئی گناہ، جو پہلے ہو چکا اور جو بعد میں ہوا اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرے''(2)

سوال1:﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾''تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بخش دے آپ کا کوئی گناہ، جو پہلے ہو چکا اور جو بعد میں ہوا اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرے''نبی ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾''تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بخش دے''یعنی آپ ﷺ کے شکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے سبب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی مغفرت فرما دے۔

(2)﴿مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾آپ کا کوئی گناہ جو پہلے ہو چکا اور جو بعد میں ہوا''یعنی جو فتح سے پہلے ہوئے اور فتح کے بعد ہوئے۔(ایسر التفاسیر:1485)

(3)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو کھڑے رہتے یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں میں ورم آ جاتا میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں آپ کے تو اللہ نے پہلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''(مسلم:7126)

(4)﴿وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ﴾''اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے''یعنی آپ ﷺ کے دشمنوں پر آپ ﷺ کو فتح نصیب کرے اور آپ ﷺ کے دین کو غلبہ عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرے۔(ایسر التفاسیر:1485)

(5)یعنی آپ ﷺ کے کلمے کو وسعت عطا کر کے آپ ﷺ پر اپنی نعمت پوری کرے۔

(6)﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾''آج میں نے تمہارے لیے

تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کا دین ہونا پسند کیا ہے۔'' (المائدہ:3)

(7)(i) صلح حدیبیہ کی وجہ سے جس دین کی طرف نبی ﷺ دعوت دے رہے تھے وہ غالب آ گیا۔ اس طرح غلبہ دین کی نعمت کی تکمیل کا سبب بنا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کر کے نعمت کو مکمل کیا۔ (iii) مغفرت، ہدایت اور استقامت یہ نعمت کی تکمیل ہے۔

(8) ﴿وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾ ''اور آپ ﷺ کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرے'' یعنی دین کے ایسے طریقے کی طرف راہ نمائی کرے جس میں کوئی کجی نہیں اور آپ ﷺ کو رب تک پہنچا دے۔

(9) یعنی آپ ﷺ کو عظیم شریعت اور دین قیم عطا کرے۔ (الاساس:5348/9)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کھلی فتح عطا کرنے کے کیا اسباب بتائے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (1) تاکہ وہ آپ ﷺ کی اگلی پچھلی سب کوتاہیاں معاف کر دے۔

(2) آپ ﷺ پر اپنی نعمت پوری کرے۔ (3) آپ ﷺ کو سیدھا راستہ دکھا دے۔ (4) آپ ﷺ کی زبردست مدد کرے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کے گناہوں یا کوتاہیوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ معاملات ہیں جنہیں آپ ﷺ نے اپنے فہم و اجتہاد سے کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں کیا۔ اگرچہ وہ کام گناہ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان کی وجہ سے انہیں کوتاہیاں شمار کیا۔

سوال 4: صلح حدیبیہ گناہوں کی معافی کا سبب کیسے بنی؟

جواب: (1) صلح حدیبیہ گناہوں کی معافی کا سبب اس لیے بنی کہ اس صلح کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا جس سے آپ ﷺ کے اجرِ عظیم میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ (2) نیکیاں گناہوں کے کفارے کا سبب بنتی ہیں۔

سوال 5: سیدھے راستے پر چلانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے ہدایت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجات تک پہنچانا۔ (2) اس سے مراد ہے استقامت نصیب فرمانا۔

﴿وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا زبردست مدد'' (3)

سوال 1: ﴿وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا زبردست مدد'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا زبردست مدد'' نصر عزیز سے مراد ایسی مدد ہے جو بظاہر دشمن کو اپنی فتح نظر آ رہی ہو مگر اس کی جڑ کاٹ دینے والی اور اس کو مغلوب کرنے والی ہو۔

(2)اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دشمن کے مقابلے میں آپ ﷺ کی مدد کی اور آپ ﷺ کی دعوت کے پھیلاؤ میں آپ ﷺ کی ایسی مدد کی جس میں اس دین کی، نبی ﷺ کی عزت ہے ذلت نہیں۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سربلند فرما دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

سوال 2: اس فتح مبین کے نتیجے میں نبی ﷺ کو کیا انعامات کیے گئے؟

جواب: اس فتح مبین کے نتیجہ میں چار چیزیں عطا فرمائیں۔

(1) سابقہ اور آئندہ لغزشوں کی معافی (2) اتمام نعمت، نعمت سے مراد یہ ہے کہ آئندہ اب مسلمانوں پر ہنگامی فضا مسلط نہ رہ سکے گی اور وہ اپنی جگہ ہر طرح کے خوف اور بیرونی مداخلت سے محفوظ و مامون رہ کر پوری طرح اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی قوانین واحکام کے مطابق آزادنہ زندگی بسر کر سکیں گے اور اعلانیہ کلمۃ اللہ کا فریضہ بجا لا سکیں گے۔

(3) اس مقام پر آپ کو سیدھا راستہ دکھانے کا مطلب آپ کو فتح وکامرانی کی راہ دکھانا ہے۔ یعنی فتح مبین کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے وہ راہ ہموار کر دی جس سے تمام اسلام دشمن طاقتیں مغلوب ہوتی جائیں۔ (4) ﴿نَصْرًا عَزِيزًا﴾ سے مراد ایسی مدد ہے جو بظاہر دشمن کو اپنی فتح نظر آ رہی ہے مگر حقیقت میں وہی اس کی جڑ کاٹ دینے والی اور مغلوب کرنے والی ہے۔ (تیسیر القرآن:243/3)

سوال 3: یہ فتح مبین کن چیزوں کے نتیجے میں مرتب ہوئی؟

جواب: یہ فتح چار چیزوں کی وجہ سے مرتب ہوئی۔ (1) گناہوں کی مغفرت (2) بادشاہت اور نبوت کا اجتماع (3) صراط مستقیم کی ہدایت (4) عزت (تفسیر مراغی:210,211/9)

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی زبردست مدد سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی زبردست مدد سے مراد فتح کا مکمل ہونا ہے اور لوگوں کا جوق در جوق اسلام قبول کرنا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل کی تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمانوں اور زمین کے لشکر اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (4)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ''وہی ہے جس نے مومنوں کے

دلوں میں سکینت نازل کی تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں''، صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل سکون سے لبریز تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ''وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل کی تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں'' رب العزت نے اپنے احسان سے آگاہ فرمایا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی بات مان لی۔ رب العزت نے ان کے دل سکون، اطمینان، رحمت اور وقار سے لبریز کر دیئے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/ 1894)

(2) سکینت سے مراد وہ سکون، اطمینان اور ثبات ہے جو مضطرب کر دینے والے مصائب و محن اور ایسے مشکل امور کے وقت بندہ مومن کو حاصل ہوتا ہے، جو دلوں کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں، عقل کو سوچنے سمجھنے کی قوت سے عاری اور نفس کو کمزور کر دیتے ہیں۔ پس اس صورت حال میں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کے لیے نعمت ہے کہ وہ اس کو ثابت قدم رکھتا ہے، اس کے قلب کو مضبوط کرتا ہے تا کہ وہ ان مصائب کا سامنا کر سکے اور اس حال میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کرنے کے لیے مستعد رہے، اس سے اس کے ایمان میں اضافہ اور اس کے ایقان کی تکمیل ہو۔ (تفسیر سعدی: 3/2560,2561)

(3)﴿لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ''تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں'' اس آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے پر استدلال کیا ہے۔

(4) جب رسول اللہ ﷺ اور مشرکوں کے مابین، صلح کی یہ شرائط طے ہوئیں، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے بظاہر ذلت آمیز اور ان کے مرتبے سے فروتر تھیں، تو ان شرائط پر ان کے نفوس صبر کرنے کی قوت نہیں پا رہے تھے۔ جب انہوں نے ان شرائط کو صبر کے ساتھ قبول کر لیا اور اپنے نفوس کو ان کی قبولیت پر آمادہ کر لیا تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔

سوال 2: مومنوں کو کن چیزوں کی وجہ سے کامیابی ملی؟

جواب:(1) طمانیت اور وقار (2) ایمان میں اضافہ (3) جنت میں داخلہ (4) گناہوں کی معافی (تفسیر مراغی: 9/210,211)

سوال 3:﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمانوں اور زمین کے لشکر اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمانوں اور زمین کے لشکر'' اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں کمی نہیں آتی۔ آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ اس کا ایک فرشتہ سب کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے مگر اس نے اپنی خاص رحمت سے مومنوں پر جہاد فرض کیا ہے۔

(2)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جانتا ہے۔ وہ اپنے اولیاء کے لیے اپنی تدابیر میں حکمت والا ہے۔(3) اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ لوگوں کے درمیان دنوں کو گھمایا پھرایا جاتا رہے۔(4) اس کا کوئی کام علم اور حکمت سے خالی نہیں۔

سوال 3: یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بات کس حکمت کے تحت کی ہے کہ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ کے ہیں؟

جواب: یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس لیے کی ہے کہ وہ چاہے تو اپنے کسی لشکر سے مثلاً فرشتوں سے کافروں کو ہلاک کروادے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا محتاج نہیں۔ وہ اپنے پیغمبر اور اپنے دین کی مدد کا کام کسی سے بھی لے سکتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات علیم اور حکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے لشکروں کی موجودگی میں بھی مومنوں کو قتال کا حکم دے کر اپنی صفت حکیم کا شعور دلایا ہے کہ یہ اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ فرشتوں سے یا دیگر مخلوقات سے کافروں کو ہلاک نہ کروائے۔

(2) اللہ تعالیٰ ایک کافر گروہ کو دوسرے کافر گروہ پر مسلط کر کے مسلمانوں کی مدد کی صورت نکالتا ہے۔ یقیناً وہ علیم ہے۔

﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾

''تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور وہ اُن کی برائیاں اُن سے دور کردے اور ہمیشہ ہی سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے''(5)

سوال 1: ﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور وہ اُن کی برائیاں اُن سے دور کردے اور ہمیشہ ہی سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے'' جہاد کی فرضیت کی حکمتوں کو آیات کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۔۔ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ اس وقت آپ ﷺ صلح حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ غمگین اور افسردہ تھے اور آپ ﷺ نے حدیبیہ ہی میں ہدی کو نحر کر دیا تھا کیونکہ کافروں نے آپ ﷺ کو مکہ میں ہی جانے سے روک دیا تھا تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔'' اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا اے

اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ہوئی آپ کے لیے ہمارے لیے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''تا کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور وہ اُن کی برائیاں اُن سے دور کردے اور ہمیشہ ہی سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے'' (مسلم:4637، بخاری:4172)

(2)﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''تا کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' جہاد کو فرض کرنے کی ایک مصلحت یہ ہے کہ اہل ایمان کو جنت کی بہاریں اور ایسے باغات مل جاتے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ''چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا'' (آل عمران:185)

(3)﴿وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''اور وہ اُن کی برائیاں اُن سے دور کردے'' جہاد کو فرض کرنے کی دوسری مصلحت یہ ہے کہ اس بہانے ان کے گناہ مٹ جائیں۔ انسان کے گناہوں کا مٹایا جانا بہت بڑی کامیابی ہے اس لیے فرمایا:

(4)﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''اور ہمیشہ ہی سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے'' یعنی جنت میں داخلہ اور گناہوں کا مٹایا جانا فوز عظیم ہے۔

سوال 2: مومن مردوں اور عورتوں کے لیے کیا خوشخبری ہے؟

جواب: مومن مردوں اور عورتوں کے لیے خوشخبری ہے کہ: (1) انہیں ان جنتوں میں لے جایا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ (2) جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (3) اللہ تعالیٰ ان سے ان کے گناہ دور کردے گا۔ (4) اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی کامیابی ہے۔

﴿وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾

''اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان رکھنے والے ہیں، بُرا گمان، بُرائی کا چکر دراصل اُن ہی پر ہے اور اُن پر اللہ تعالیٰ غصے ہوا اور اُس نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے لیے جہنم تیار کردی ہے اور بہت ہی بُرا وہ ٹھکانہ ہے'' (6)

سوال 1:﴿وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ

﴿وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان رکھنے والے ہیں، بُرا گمان، بُرائی کا چکر دراصل اُن ہی پر ہے اور اُن پر اللہ تعالیٰ غصے ہوا اور اُس نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے لیے جہنم تیار کر دی ہے اور بہت ہی بُرا وہ ٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾ ''اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے'' جہاد کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ منافقوں اور مشرکوں کو عذاب ملے۔

(2)﴿الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان رکھنے والے ہیں بُرا گمان'' یعنی عذاب دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں سے بدگمان ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا﴾ ''بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے'' (الفتح:12)

(3) رہے منافق مرد اور منافق عورتیں، مشرک مرد اور مشرک عورتیں، تو اللہ تعالیٰ ان کو اس فتح مبین کے ذریعے سے عذاب دے گا، انہیں ایسے ایسے امور دکھائے گا جو ان کے لیے نہایت تکلیف دہ ہوں گے، چونکہ مشرکین کا مقصد یہ تھا کہ مومنین بے یار و مددگار رہ جائیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ برا گمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد کرے گا نہ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا اور اہل باطل کو اہل حق پر غلبہ عطا کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گمان کو الٹ دیا اور دنیا ہی میں ان پر برا وقت آ گیا۔ (تفسیر سعدی 2562/3)

(4)﴿عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ﴾ ''بُرائی کا چکر اُن ہی پر ہے'' یعنی منافق تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے تو یہ سارا ہنگامہ ختم ہو جائے گا تو رب العزت نے فرمایا ''ان کی بدگمانی ان پر ہی لوٹ آئے گی ان کا دنیا سے نام و نشان مٹا دیا جائے گا ان کے لیے ذلت اور عذاب ہے۔''

(5)﴿وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور اُن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوا'' ان پر اللہ تعالیٰ کا قہر اور عتاب ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی رکھی۔

(6)﴿وَلَعَنَهُمْ﴾ ''اور اُس نے اُن پر لعنت کی'' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

(7)﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''اور اُن کے لیے جہنم تیار کر دی ہے اور بہت ہی بُرا وہ ٹھکانہ ہے'' جہنم ان کی منتظر ہے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔

سوال 2: کفار کی جزا کن چار چیزوں پر مرتب ہوئی؟

جواب: (1) عذاب (2) غضب (3) لعنت (4) جہنم میں داخلہ (تفسیر مراغی 211,210/3)

سوال3: منافق مرد اور منافق عورتیں، مشرک مرد اور مشرک عورتیں اللہ تعالیٰ سے برے گمان کیوں رکھتے ہیں؟

جواب: منافق اور مشرک اللہ تعالیٰ کے احکامات کی وجہ سے اس سے برے گمان رکھتے ہیں۔

سوال4: منافق اور مشرک اللہ تعالیٰ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا برے گمان رکھتے تھے؟

جواب: منافق اور مشرک یہ گمان رکھتے تھے کہ: (1) اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ (2) مسلمان مغلوب ہو جائیں گے۔

(3) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم قتل ہو جائیں گے۔

سوال5: منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے کیا وعید سنائی ہے؟

جواب: منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی ہے کہ: (1) اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دوزخ تیار کی ہے جو بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾

''اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (7)

سوال1: ﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں'' آسمان اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ (2) فرشتے، انسان، جن، شیاطین وہ رب العزت سب کے معاملات کی جیسے چاہتا ہے تدبیر کرتا ہے بعض کو بعض پر مسلط کرتا ہے اور بعض کو بعض کے ذریعے سے گھیر لیتا ہے۔ (فتح القدیر: 56/5)

(3) اللہ تعالیٰ اپنے لشکروں سے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1487)

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتکرار آگاہ فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر موجود لشکر، اسی کی ملکیت ہیں، تاکہ بندے اس حقیقت کو جان لیں کہ وہی عزت عطا کرنے والا اور وہی ذلت سے دوچار کرنے والا ہے۔ وہ عنقریب اپنے ان لشکروں کو فتح ونصرت سے ہم کنار کرے گا جو اس کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب آکر رہے گا'' (تفسیر سعدی: 2563/3)

(5) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ طاقت ور زبردست اور ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے وہ اپنی قوت اور غلبہ کے باوجود اپنی تخلیق اور تدبیر میں حکمت والا ہے۔ وہ اپنی حکمت اور مہارت کے مطابق فعل انجام دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2563/3)

سوال2:''زمین وآسمان کے لشکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں'' یہ بات اللہ تعالیٰ نے کس وجہ سے ارشاد فرمائی ہے؟

جواب: یہ بات اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور مشرکوں پر ناراضگی کے اظہار کے لیے ارشاد فرمائی ہے کہ تمہاری ہلاکت کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان وزمین کے لشکر ہیں لیکن اس نے اپنی حکمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور حکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عزیز کا شعور اس بات سے دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کے لشکروں کا مالک ہے۔قوت والا ہے، غالب ہے۔اسلام کے دشمن مشرک، منافق اور کافر اُسے عاجز نہیں کر سکتے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور مشرکوں کی پوشیدہ سرگرمیوں سے شعور دلایا ہے کہ وہ علیم ہے۔اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾

''یقیناہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے''(8)

سوال1:﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾''یقیناہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾''یقیناہم نے آپ کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے''یعنی اے نبی ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو اپنی امت پر شاہد بنایا۔(جامع البیان:28/75)

(2)یعنی آپ کی امت جو نیکی پابندی کرتی ہے، ہم نے آپ کو اس پر گواہ بنا کر بھیجا نیز تمام حق اور باطل مقالات اور مسائل پر، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ہر لحاظ سے اس کے اپنے کمال میں منفرد ہونے پر آپ کو گواہ بنا کر مبعوث کیا۔(تفسیر سعدی: 2563/3) رب العزت نے فرمایا﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔''(النساء:41)

(3)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن سیدنا نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: لبیک وسعدیک یارب! اللہ رب العزت فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ سیدنا نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ''پہنچا دیا تھا۔'' پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا:''کیا انہوں نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا تھا؟'' وہ لوگ کہیں گے کہ''ہمارے یہاں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔'' اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا کہ''آپ علیہ السلام کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ محمد ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول یعنی نبی ﷺ اپنی امت

کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے :﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں افضل ترین اُمت بنایا ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں'' (بخاری:4487)

(4)﴿وَّمُبَشِّرًا﴾ ''اور بشارت دینے والا'' جو دین کی دعوت قبول کر لیں انہیں جنت کی خوشخبری دینے والا ہے (جامع البیان:75/26)

(5)﴿وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' یعنی کفر اور نافرمانی سے بچا کر جہنم سے ڈرانے والا (6) رب العزت نے فرمایا﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اے نبی ﷺ! یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' (الاحزاب:45)

(7) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے ''اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' تو نبی ﷺ کے متعلق یہی اللہ تعالیٰ نے تورات میں بھی فرمایا تھا ''اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ان پڑھوں عربوں کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے ہیں اور میرے رسول ہیں ۔میں نے آپ کا نام متوکل رکھا، آپ نہ بدخو ہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عربی) کو سیدھا نہ کر لیں یعنی جب تک وہ ان سے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کا اقرار نہ کر ڈالیں پس اس کلمہ توحید کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔'' (بخاری:4838)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کے شاہد ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سب پر گواہ ہیں جن کی طرف آپ ﷺ کو بھیجا گیا۔

(2) آپ ﷺ ان پر گواہی دیں گے کہ جو پیغام آپ ﷺ کو دیا گیا تھا آپ ﷺ نے لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔

(3) یہ گواہی بھی دیں گے کہ آپ ﷺ کا پیغام ملنے پر لوگوں کا ردِّ عمل کیا رہا ہے۔ کون کافر بنے؟ کون منافق؟ اور کون مومن؟

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کے مبشر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ خوشخبری دینے والے ہیں اچھے انجام کی، اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی، ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کے نذیر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کافروں، منافقوں اور مشرکوں کو برے انجام سے ڈرانے والے ہیں کہ ان کے لیے لعنت

اور سخت سزا ہے۔

﴿لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

''تاکہ تم سب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو اور اُس کی تعظیم کرو اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو'' (9)

سوال 1: ﴿لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''تاکہ تم سب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو اور اُس کی تعظیم کرو اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''تاکہ تم سب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ'' یعنی یہ رسالت بھیجنے کی علت ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1488,1487) (2) یعنی نبی ﷺ آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور ان کی اطاعت کرو (3) ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ﴾ ''اور اُس کی مدد کرو'' تاکہ آپ نبی کی تعظیم کرو (4) تاکہ تم ان کی مدد کرو (ایسر التفاسیر: 1487)

(5) ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ﴾ تعزیر سے مشتق ہے (معارف: 71/8)

(6) ﴿وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ ''اور اُس کی تعظیم کرو'' تاکہ آپ نبی ﷺ کا ادب واحترام کرو آپ کو مرتبے میں بڑا تسلیم کرو اور ان کے حقوق ادا کرو کیونکہ ان کا آپ پر بہت احسان ہے۔

(7) ﴿وَتُسَبِّحُوْهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو'' اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔ تسبیح اور تقدیس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ سبحان اللہ کہنے سے تسبیح ہوتی ہے۔ اور نماز اور ذکر سے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے سے اور اللہ وحدہ سے دعا کرنے سے

(8) ﴿بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو'' یعنی صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو۔

(9) آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وہ حق بیان کیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان مشترک ہے، یعنی ان دونوں پر ایمان۔ ایک حق وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مختص ہے اور وہ ہے آپ کی تعظیم وتوقیر اور ایک حق وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اور وہ ہے نماز وغیرہ کے ذریعے سے اس کی تسبیح وتقدیس۔ (تفسیر سعدی: 2564,2563/3)

(10) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ایمان لانا ان کا ادب احترام تعظیم وتوقیر اور ان کے حقوق ادا کرنا واجب ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1488)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''بلاشبہ وہ لوگ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، اُن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو بہت

جلد اللہ تعالیٰ اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے''(10)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، اُن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے'' بیعت رضوان کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں'' یعنی صلح حدیبیہ کے موقع پر جن لوگوں نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت رضوان کی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر ہی بیعت کی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا﴿ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا﴾ ''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔'' (النساء:80)

(2) اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ کہ وہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوں گے خواہ تھوڑے لوگ باقی رہ جائیں۔

(3) یہ ایک خاص معاہدہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ﴾ ''اُن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے'' یعنی وہ ہر وقت ان کی باتیں سنتا اور جانتا ہے۔ اور انہیں ان کی جگہ دیکھتا ہے۔ اس لیے رسول کے ہاتھ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے ہی بیعت کی جاتی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ؗ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ذمے پکا وعدہ ہے، اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التوبہ:111)

(4) اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ کرنے والوں نے گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصافحہ کیا ہے۔ یہ زیادہ تاکید اور اس بیعت کو پورا کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے فرمایا۔ (5) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر مکہ والوں کے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عزت والا اور بااثر ہوتا تو نبی ﷺ اسی کو ان کی جگہ وہاں بھیجتے۔ یہی وجہ ہوئی تھی کہ نبی ﷺ نے قریش سے باتیں کرنے کے لیے مکہ بھیج دیا تھا اور جب بیعت

رضوان ہو رہی تھی تو عثمان رضی اللہ عنہ مکہ جا چکے تھے اس موقع پر نبی ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا تھا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔(بخاری:3699)

(6) سیدنا یزید بن ابی عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو مسلم! اس دن تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے تھے؟ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا موت پر۔(بخاری:2960)

(7) سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے درخت والے دن اپنے آپ کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ جب لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو میں درخت کی ٹہنیوں میں ایک ٹہنی کو آپ کے سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا اس دن ہماری تعداد چودہ سو تھی، ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی بلکہ ہم نے یہ بیعت اس بات پر کی تھی کہ میدان جنگ سے بھاگیں گے نہیں۔(مسلم:4817)

(8) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا جو ایک انصاری شخص کے پاس تھا، انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم نہ تھا، پس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر لی، پھر گھوڑا لینے گئے اور اس کو لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور وہ زرہ پہنے ہوئے تھے ہتھیار پہن رہے تھے تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ یہ وہ قصہ ہے کہ جس کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے۔(بخاری:4186)

(9) رسول اللہ ﷺ بیعت لے رہے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کے ہاتھ کو سہارا دیے ہوئے تھے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چودہ سو آدمی تھے ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور یہ بیعت کیکر کے ایک درخت کے نیچے کی جا رہی تھی۔(مسلم:4807)

(10) سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ پہنچے ہم چودہ سو آدمی تھے اور وہاں ہمارے پاس پچاس بکریاں تھیں جن کو کنویں کا پانی سیر نہیں کر سکتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے آپ نے دعا کی یا کنویں میں تھوکا تو کنواں پانی سے ابلنے لگا ہم نے جانوروں کو پانی پلایا اور خود بھی پیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیعت کے لیے ایک درخت کے نیچے بلایا میں نے لوگوں میں سب سے پہلے آپ ﷺ سے بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی۔ آپ ﷺ بیعت لیتے رہے یہاں تک کہ آدھے آدمیوں نے بیعت کر لی۔ اس وقت آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے سلمہ! بیعت کرو۔'' میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! میں تو لوگوں سے پہلے ہی آپ سے بیعت کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر بھی۔'' آپ ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ نے ایک بڑی یا چھوٹی ڈھال مجھے دے دی۔ پھر آپ ﷺ بیعت لینے لگے یہاں تک کہ لوگ ختم ہونے لگے اس وقت

آپ ﷺ نے پھر مجھ سے فرمایا: ''اے سلمہ رضی اللہ عنہ کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرو گے؟'' میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میں تو آپ ﷺ سے شروع میں بھی بیعت کر چکا ہوں اور درمیان میں بھی کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر سہی۔'' غرض کہ یہ میں نے تیسری مرتبہ آپ ﷺ سے بیعت کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے سلمہ! تمہاری وہ بڑی یا چھوٹی ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟'' میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے چچا عامر مجھے ملے تو وہ بے ہتھیار تھے چنانچہ میں نے وہ ڈھال انہیں دے دی یہ سن کر آپ ہنسے اور فرمایا: ''تمہاری مثال تو اس اگلے شخص کی سی ہے جس نے دعا کی تھی یا اللہ! مجھے ایسا دوست دے جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو۔'' (مسلم:4678)

(11) ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہوئے سنا ''ان شاء اللہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا جنہوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی تھی''۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے انہیں جھڑکا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ یعنی تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر پیش نہ کیا جائے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تحقیق اللہ رب العزت نے نے فرمایا ہے ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ﴾ ''پھر ہم پرہیزگاروں کو جہنم سے نجات دے دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل اس میں چھوڑ دیں گے۔'' (مسلم:6404)

(12) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاطب کی شکایت کرنے کے لیے حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حاطب تو جہنم میں داخل ہو جائے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے جھوٹ کہا، وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا۔'' (مسلم:6403)

(13) ﴿فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ﴾ ''چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا'' یعنی جس نے عہد توڑا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ یعنی جو کوئی رسول اللہ اور مومنوں کے ساتھ جہاد نہیں کرے گا تو اس نقض عہد کا بدلہ دیا جائے گا۔ (ایسر التفاسیر:1487)

(14) رب العزت نے فرمایا ﴿بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷۶ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۷﴾ ''کیوں نہیں؟ جو بھی اپنا عہد پورا کرے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نہ اُن سے بات کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی اُن کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔'' (ال عمران:76,77)

(15) ﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو بہت

جلد اللہ تعالیٰ اُس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے" یعنی جو معاہدے پر کامل طور پر عمل پیرا ہوگا۔ تو اسے جنت جیسا اجرِ عظیم دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے بڑھ کر کوئی اجر نہیں۔

سوال 2: "ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے" اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اس معاہدے میں دوسرا فریق اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اپنے علم کی وجہ سے سب کچھ جانتا ہے۔ ان کی باتیں سنتا ہے۔ ان کے ظاہر اور باطن سے آگاہ ہے اور مسلمان رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا رسول سمجھتے ہیں۔ ان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھتے ہیں۔ یوں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت دراصل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت تھی۔

سوال 3: عہد توڑنے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سے مراد بیعت کو توڑ دینا ہے۔

سوال 4: بیعت کو توڑ دینے کا کیا مطلب تھا؟

جواب: بیعت کو توڑ دینے کا مطلب تھا کہ اب عہد کے مطابق لڑائی میں حصہ نہیں لینا۔

رکوع نمبر 10

﴿سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

"دیہاتیوں میں سے جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اب جلد ہی تم سے کہیں گے: "ہمارے اموال اور ہمارے گھر والوں نے ہمیں مشغول کر دیا تھا سو آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کریں۔" یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ آپ کہہ دیں کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہارے ساتھ کسی نقصان کا ارادہ کرے یا تمہارے ساتھ کسی نفع کا ارادہ کرے؟ بلکہ جو اعمال تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے" (11)

سوال 1: ﴿سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ "دیہاتیوں میں سے جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اب جلد ہی تم سے کہیں گے: "ہمارے اموال اور ہمارے گھر والوں نے ہمیں مشغول کر دیا تھا سو آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کریں" یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں

میں نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) صلح حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کے واقعات ہیں۔رب العزت نے ضعیف الایمان بدویوں کی مذمت کی ہے۔

(2)﴿سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ﴾ ''دیہاتیوں میں سے جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اب جلد ہی تم سے کہیں گے'' ان پیچھے رہ جانے والوں سے مراد عرب دیہات کے باشندے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خروج کرنے سے اس لئے باز رہے کہ ان کو شکست ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں۔انہوں نے حدیبیہ سے پیچھے رہنے کے بعد عذر اور حیلہ یہ کیا کہ وہ اپنے اہل وعیال اور اپنے مالوں میں مشغول تھے اس لئے شرکت نہیں کر سکے اور غزوۂ خیبر اور اس کے غنائم میں شرکت کا مطالبہ کرتے تھے۔اور وہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ سخت جنگجو قوم سے قتال کریں گے۔پھر اللہ تعالیٰ نے عذر کرنے والوں کو ترک جہاد کی بنا پر مستثنیٰ قرار دے دیا۔(تفسیر منیر:495/13)

(3) یہ غفار، مزینہ، جہینہ اور اشجع والے دیہاتی تھے۔(4) انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے معذرت کرتے ہوئے کہا﴿شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا﴾ ''ہمارے اموال اور ہمارے گھر والوں نے ہمیں مشغول کر دیا تھا سو آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کریں'' ہمارے مال اور اہل وعیال کی مصروفیات نے ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنے سے روکا۔اصل بات یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی کی اور گھروں میں رہنا پسند کیا۔اور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کے لئے استغفار کریں۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''پیچھے چھوڑ دیے گئے لوگ، اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے اپنی بیٹھنے کی وجہ سے خوش ہو گئے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ گرمی میں اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔کاش وہ سمجھتے ہوتے!'' (التوبہ:81)

(6) رسول اللہ ﷺ سے استغفار کی درخواست کرنا دراصل اپنے گناہ کا اقرار کرنا ہے جس کے لئے توبہ اور استغفار کی ضرورت تھی۔

(7)﴿يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ''یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے'' یعنی ان کے دلوں میں توبہ نہیں تھی۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استغفار کی جو درخواست کی تھی وہ جھوٹ تھا۔وہ اپنے بچاؤ کے لئے جھوٹا عذر پیش کر رہے تھے۔ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی تھی۔اس لئے جہاد چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ورنہ دل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے اور رسول اللہ ﷺ ان کے لیے استغفار کرتے تو ان کے لیے ضرور نفع مند ہوتا۔

سوال2:﴿قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

خَبِيْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہارے ساتھ کسی نقصان کا ارادہ کرے یا تمہارے ساتھ کسی نفع کا ارادہ کرے؟ بلکہ جو اعمال تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا﴾ آپ کہہ دیں کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہارے ساتھ کسی نقصان کا ارادہ کرے یا تمہارے ساتھ کسی نفع کا ارادہ کرے؟'' اللہ تعالیٰ نے ہر طرف سے گھیراؤ کر کے کھوٹے لوگوں کو بے بس کیا ہے۔

(2) رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان سے پوچھیں نفع اور نقصان کا مالک کون ہے؟ ان کی اصل خرابی ان کے ایمان میں تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مالک نہیں سمجھا۔ انھوں نے قوت اور اختیار کا مالک کسی اور کو سمجھا۔ ان کے اوپر کافروں کا رعب تھا۔ ان کا گمان تھا کہ کفر کی طاقتیں مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیں گی۔

(3) رب العزت نے ان کی بیماری پر چوٹ لگوانے کے لئے نبی ﷺ کو سوال کرنے کا حکم دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان پہنچانے یا نفع کا ارادہ کرلے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون ہے جو تمہیں نقصان سے بچائے گا یا نفع چھیننے کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟

(4) ﴿بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''بلکہ جو اعمال تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے رازوں سے باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کا سب حال معلوم ہے۔ استغفار کی درخواست کر کے مسلمانوں کو ظاہری ایمان سے دھوکہ دینا چاہتے ہو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے تمہیں ان کی جزا دے گا۔

سوال 3: دیہاتی پیچھے کیوں رہ گئے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے جب عمرہ پر جانے کا ارادہ کیا تو عام منادی کرا دی۔ دیہاتی قبائل نے یہ سوچا کہ یہ وقت مکہ جانے کے لیے مناسب نہیں۔ ابھی کافروں کا غلبہ ہے۔ مسلمان کمزور بھی ہیں اور ہتھیار بھی نہیں لے جا سکتے۔ خالی ہاتھ مقابلہ نہیں ہو سکتا اس لیے وہ پیچھے رہ گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ عمرے کے لیے نہ گئے۔

سوال 4: دیہاتیوں نے اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کی کیسے کوشش کی؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے دیہاتیوں کی کوششوں کے بارے میں یہ واضح کیا کہ یہ آپ ﷺ سے کہیں گے کہ ہم اپنے مال واولاد میں لگے رہ گئے۔ (2) آپ ﷺ ہمارے لیے مغفرت طلب کیجئے۔

سوال 5: کیا مال واولاد میں مشغول ہونا معقول عذر ہے؟

جواب: مال واولاد میں مشغولیت معقول عذر نہیں۔ سبھی کے مال واولاد تو ہوتے ہی ہیں۔

سوال 6: اگر سب لوگ مال واولاد کی مشغولیت کا عذر سامنے رکھیں تو کیا اسلام کی دعوت کی ذمہ داریوں کو کوئی ادا کر پائے گا؟

جواب: اگر سب لوگ مال واولاد کی مشغولیت کا عذر سامنے رکھیں تو دعوت کی ذمہ داریوں کو کوئی پورا نہیں کر سکتا۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے دیہاتیوں کی رسول اللہ ﷺ سے استغفار کی درخواست کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ یہ زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں۔

سوال 8: دیہاتیوں کے دلوں میں کیا تھا؟

جواب: دیہاتیوں کے دلوں میں موت کا خوف اور نفاق تھا۔

سوال 9: اللہ تعالیٰ نے دیہاتیوں کے دلوں کے کھوٹ کا کیا علاج کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دیہاتیوں کے کھوٹ کا علاج اپنی تقدیر سے کیا ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اُس کی تقدیر کو کوئی نہیں روک سکتا، نہ جنگ سے پہلے نہ بعد میں۔

(2) اگر وہ نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ (3) اگر نفع پہنچانا چاہے تو اس کا اختیار ہے۔

یوں اللہ تعالیٰ نے ہر طرف سے گھیراؤ کر کے کھوٹے لوگوں کو بے بس کیا ہے۔

سوال 10: سچے مومن کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: (1) سچے مومن کو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا چاہیے۔

(2) سچے مومن کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل فوراً کرنی چاہیے۔ (3) سچے مومن کو عذر پیش نہیں کرنے چاہئیں۔

(4) اسلام کی دعوت کے میدان میں اپنی ذمہ داریاں آگے بڑھ کر ادا کرنی چاہئیں۔

﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا﴾

''بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہ تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا گیا اور تم نے بہت ہی برا گمان کیا تھا اور تم برباد ہونے والے لوگ تھے'' (12)

سوال 1: ﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ''بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہ

تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا گیا اور تم نے بہت ہی برا گمان کیا تھا اور تم برباد ہونے والے لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا﴾ ''بلکہ تم سب نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں کی طرف کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے'' یعنی تم نے جہاد چھوڑنے کے لئے برا گمان کیا اور گھر بیٹھے رہے۔ تم نے سمجھا کہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کو کافر طاقتیں نیست و نابود کر دیں گی، ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ وہ اس پر مطمئن ہو گئے حتیٰ کہ یہ بدگمانی ان کے دلوں میں جڑ پکڑ گئی۔

(2)﴿وَزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ﴾ ''اور یہ تم لوگوں کے دلوں میں خوش نما بنا دیا گیا اور تم سب نے بہت برا گمان کیا'' یعنی شیطان نے تمہارے دلوں میں یہ خیال اس طرح مزین کر دیا کہ تم اسے حقیقت میں دیکھتے تھے۔ تم نے بہت ہی برا گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور مومن قریش سے نجات نہیں پائیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے ربّ کے متعلق کیا تھا، اُسی نے تمہیں برباد کر دیا، چنانچہ تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔'' (فصلت:23)

(3)﴿وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ''اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے'' تم اس بدگمانی کی وجہ سے برباد ہونے والے لوگ تھے۔ اب تم میں کوئی خیر باقی نہیں۔

(4) اس کی تفسیر یہ ہے کہ تم نے اپنے آپ، اپنے دلوں اور اپنی نیتوں میں فساد برپا کر لیا ہے اور ان کا استعمال بھی غلط کر رہے ہو، تم سے خیر اور بھلائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ تم اللہ کے ہاں ہلاک و تباہ و برباد ہونے والے ہو اور تم اللہ کے عذاب و عتاب کے مستحق ہو۔ (الاساس 5362/9)

(5) ان کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کے دین کی نصرت اور اس کے کلمے کی بلندی کے بارے میں یقین کمزور ہے۔

سوال 2: منافقوں کی بدگمانی کا سبب کیا تھا؟

جواب: منافقوں کی بدگمانی کا سبب دو امور ہیں: (i) وہ ﴿قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ہلاک ہونے والے لوگ ہیں، ان میں کوئی بھلائی نہیں، اگر ان میں کسی قسم کی بھلائی ہوتی تو ان کے دلوں میں یہ بدگمانی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے، دین کے لئے اس کی نصرت اور کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے بارے میں ان کا ایمان اور یقین کمزور ہے۔ (ii) دوسرا سبب اللہ تعالیٰ کے وعدے، اس کے اپنے دین کی مدد کرنے اور اپنے کلمے کو بلند کرنے پر ان کے ایمان اور یقین کا کمزور ہونا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2565,2566/3)

سوال 3: دیہاتیوں کی بدگمانیوں کو علیم و خبیر نے کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا کہ تمہارا یہ گمان تھا کہ پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کا گھروں کی طرف لوٹ کر آنا قطعاً ناممکن ہے۔

(2) یہ خیال تمہارے دلوں میں رَچ بس گیا تھا۔ یہی تمہاری بدگمانی تھی۔

سوال4: دیہاتیوں کی یہ بدگمانی کس بنیاد پر تھی کہ پیغمبر ﷺ اور مسلمان گھر نہیں آسکیں گے؟

جواب: دیہاتیوں کی یہ بدگمانی اس بنیاد پر تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی مدد نہیں کرے گا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے بدگمان دیہاتیوں کے بارے میں کیا فیصلہ دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بدگمان دیہاتیوں کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ وہ ہیں ہی برباد ہونے والے۔یعنی ان کی تقدیر میں ہلاکت ہے۔اگر دنیا میں بچ بھی گئے تو آخرت میں پکڑے جائیں گے۔

سوال6: بُور کسے کہتے ہیں؟

جواب: بُور ہلاک ہونے والوں کو کہتے ہیں۔ایسی زمین جو بنجر ہو جہاں کوئی پھل، پھول، سبزی، ہریالی نہ ہو۔

سوال7: منافقوں کو کیوں کہا گیا: وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا؟

جواب: منافقوں کو اس لیے قَوْمًۢا بُوْرًا کہا گیا کہ ان کے دلوں میں کوئی سرسبزی نہیں ہوتی، نہ اُمید، نہ حسنِ ظن۔بنجر دل مردہ اُمیدیں۔ آخر انہوں نے برباد ہی ہونا ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو ہم نے کافروں کے لیے بلاشبہ بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے''(13)

سوال1: ﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو ہم نے کافروں کے لیے بلاشبہ بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' نفاق کے انجام کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لایا'' یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے یعنی ظاہری اور باطنی طور پر خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے عمل نہیں کرتے تھے۔

(2) ﴿فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾ ''تو ہم نے کافروں کے لیے بلاشبہ بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' یعنی رب العزت نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

(3) امام عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں ''وہ شخص جس کا ظاہری اور باطنی عمل اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہ ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ دہکتی ہوئی آگ کا عذاب دیں گے اگرچہ وہ ظاہری طور پر لوگوں کی طرح عمل کرتا ہو (یعنی ریاکاری کا مرتکب ہو) اور حقیقت حال اس کے برعکس اور خلاف ہو۔(الاساس: 5362،5363/9)

سوال2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لانے کے نتیجے میں کیا وعید سنائی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے جہنم کی آگ کی تیاری کی وعید سنائی ہے اور اس طرح یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد نے تمہیں یہاں تو مصروف رکھا۔ یہ بتاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے تو مال اور اولاد جہنم میں تمہارے کس کام آئیں گے۔

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جس کو وہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے'' (14)

سوال 1: ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جس کو وہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہر چیز ہے۔ وہ اکیلا زمین و آسمان کے اقتدار کا مالک ہے جیسے چاہے اپنے احکامات نافذ کرتا ہے۔

(2) ﴿يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''جس کو وہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ معافی پر قادر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتا ہے وہ اسے بخش دیتا ہے۔

(3) ﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جسے وہ چاہتا ہے سزا دیتا ہے'' وہ عذاب پر قدرت رکھتا ہے۔ جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ اسے عذاب دیتا ہے۔ (4) امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے سے پیچھے رہنے والوں کو توبہ اور انابت الی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی ترغیب دے رہا ہے وہ ان سے فرماتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے سے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے فوری توبہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخشش سے نوازتا ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں اور معصیات سے توبہ و مغفرت کرتے رہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور رحمت ہے کہ وہ ان کو معصیات اور نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب و عتاب کرنے کی بجائے بخشش و مغفرت سے نوازے۔ (تفسیر قاسمی: 80/15)

(5) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون شخص مرار کی گھاٹی پر چڑھ جاتا ہے کہ اس کے گناہ ایسے معاف ہو جائیں جیسے بنی اسرائیل کے معاف ہو گئے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے پہلے اس گھاٹی پر ہمارے گھوڑے چڑھے یعنی قبیلہ خزرج کے لوگوں کے، پھر لوگوں کا تار بندھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی بخشش ہو گئی مگر لال اونٹ والے کی نہیں۔

ہم اس شخص کے پاس گئے اور ہم نے کہا کہ چل رسول اللہ ﷺ تیرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ وہ بولا کہ اللہ کی قسم! میں اپنی گمشدہ چیز پاؤں تو مجھے تمہارے صاحب کی دعا سے زیادہ پسند ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ شخص اپنی گمشدہ چیز ڈھونڈھ رہا تھا (وہ منافق تھا تبھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی بخشش نہیں ہوئی اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے آپ ﷺ نے جیسا فرمایا تھا وہ شخص ویسا ہی نکلا) (مسلم 7038)

(6) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے'' اس کا وصف لازم ہے جس کی بنا پر مغفرت اور رحمت کبھی اس سے جدا نہیں ہوتے۔ وہ ہر وقت گناہ گاروں کے گناہ بخشتا ہے، خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اس کی بے پایاں بھلائی رات دن نازل ہوتی رہتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2566/3)

(7) جو اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت کے آنسو بہائے خالص توبہ کرے وہ اپنی رحمت اور مغفرت سے اسے معاف کر دیتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہت اور اپنے اختیارات کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پر اپنی بادشاہت سے اپنے اختیارات کا شعور دلایا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔

(2) وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے۔ اس نے اپنی مطلق العنان بادشاہت اور اختیارات کا شعور دلایا ہے۔

﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''جب تم مالِ غنیمت کی طرف چلو گے تاکہ تم اُسے حاصل کرو پیچھے رہ جانے والے جلد ہی کہہ اُٹھیں گے: ''ہمیں بھی اجازت دو ہم بھی تمہارے پیچھے آئیں۔'' وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں کہہ دو: تم ہمارے پیچھے ہرگز نہیں آؤ گے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فرما دیا ہے، تو جلد ہی وہ کہیں گے: ''بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو۔'' بلکہ یہ لوگ کم ہی بات کو سمجھتے ہیں'' (15)

سوال 1: ﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ ''جب تم مالِ غنیمت کی طرف چلو گے تاکہ تم اُسے حاصل کرو پیچھے رہ جانے والے جلد ہی کہہ اُٹھیں گے: ''ہمیں بھی اجازت دو ہم بھی تمہارے پیچھے آئیں'' وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں'' جہاد میں شامل نہ ہونے والے مال غنیمت کی تقسیم پر نادم ہوں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ﴾ ''جب تم مالِ غنیمت کی طرف چلو گے

تا کہ تم اُسے حاصل کرو پیچھے رہ جانے والے جلد ہی کہہ اُٹھیں گے: ''ہمیں بھی اجازت دو ہم بھی تمہارے پیچھے آئیں'' غنائم سے مراد جنگ خیبر کی غنیمتیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ 5 ہجری ذوالحج کے مہینے میں حدیبیہ سے واپس پلٹے اور اس مہینے کے باقی ایام اور محرم الحرام کے ابتدائی ایام مدینہ میں قیام فرمایا۔ پھر جو صحابہ رضی اللہ عنہم حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کیا جس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو فتح نصیب ہوئی اور غنیمت میں بہت زیادہ مال ملا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس مال کو حدیبیہ والوں کے لئے خاص فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان اور کلام میں تبدیلی سے مراد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کو خیبر کے مال غنیمت میں شامل کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے کلمے کی مدد و نصرت کرنا کلام اللہ کی تبدیلی کے دائرہ میں نہیں آتا۔ (تفسیر الرافی: 216/9)

(2) رب العزت نے جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کو دنیا میں سزا دی اس بارے میں فرمایا کہ جب نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غنیمتوں کے لئے آگے بڑھیں گے۔ جس میں جنگ نہیں ہوگی۔ تو یہ درخواست کریں گے کہ مالِ غنیمت جمع کرنے میں شامل کرلیا جائے۔

(3) ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ ''یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو بدل دینا چاہتے ہیں جو اس نے اہل حدیبیہ کے لئے کیا کہ خیبر کی غنیمتیں خاص ان کے لئے ہوں گی۔

سوال 2: ﴿قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''کہہ دو: تم ہمارے پیچھے ہرگز نہیں آؤ گے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فرما دیا ہے، تو جلد ہی وہ کہیں گے: ''بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو'' بلکہ یہ لوگ کم ہی بات کو سمجھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو'' رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔

(2) ﴿لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا﴾ ''تم ہمارے پیچھے ہرگز نہیں آؤ گے'' یعنی آپ لوگ ہمارے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک نہیں ہو سکتے۔

(3) ﴿كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فرما دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ہمیں پہلے ہی اطلاع دے دی تھی لہٰذا اس جرم کی پاداش میں کہ تم نے پہلی بار جہاد کو ترک کیا۔ تم لوگوں کو غنیمتوں سے محروم کیا جاتا ہے۔

(4) ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا﴾ ''تو جلد ہی وہ کہیں گے: ''بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو'' یعنی انہیں جب جنگ میں شریک ہونے سے روک دیا گیا تو وہ کہیں گے مال غنیمت کے بارے میں آپ ہم سے جلتے ہو اور حسد کرتے ہو اور ہمیں اس لئے شریک نہیں کرنا چاہتے۔ (5) ﴿بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''بلکہ یہ لوگ کم ہی سمجھتے ہیں'' اگر وہ سمجھ رکھتے تو انہیں پتا چلتا کہ مال غنیمت سے محرومی کا سبب ان کی نافرمانی ہے۔

(6) اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ امور دینیہ کو نہیں جانتے یعنی جہاد و قتال اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو کر کرنا اور اپنی نیتوں کی اصلاح

کرنا اور اپنے ایمانوں کو سچ کر دکھانا اور اگر چہ وہ اپنے دنیوی امور جانتے اور سمجھتے ہوں۔ (تفسیر منیر:499/13)

سوال3: مالِ غنیمت کی طرف چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) مالِ غنیمت کی طرف چلنے سے مراد غزوۂ خیبر کے لیے جانا ہے جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے سنائی۔

(2) مالِ غنیمت کی طرف چلنے سے مراد خیبر کی غنیمتیں ہیں جو آسانی سے ہاتھ آنی تھیں۔

سوال4: منافقین غزوۂ خیبر میں کیوں شامل ہونا چاہتے تھے؟

جواب: منافقین غنیمتوں کے حصول کے لیے غزوۂ خیبر میں شامل ہونا چاہتے تھے۔

سوال5: منافقین اللہ تعالیٰ کی کون سی بات بدلنا چاہتے تھے؟

جواب: (1) منافقین مالِ غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بدلنا چاہتے تھے۔

(2) مالِ غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا کہ خیبر کا مال حدیبیہ والوں کے لیے ہے۔ یہ منافق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بدلنا چاہتے تھے۔

سوال6: منافقوں کو غزوۂ خیبر سے کیسے روکا گیا؟

جواب: منافقوں سے کہا گیا کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں چل سکتے۔

سوال7: پیچھے رہنے والے منافقوں نے غزوۂ خیبر سے روکے جانے پر کس ردِّ عمل کا اظہار کیا؟

جواب: منافقوں نے کہا کہ تم حسد کی وجہ سے ہمیں لے جانا نہیں چاہتے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے دیہاتیوں کی اصل خرابی کو کیسے واضح کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پابندی حسد کی وجہ سے نہیں ناسمجھی کی وجہ سے لگائی جا رہی ہے۔

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دو عنقریب تمہیں ایک انتہائی سخت جنگجو قوم کی طرف بلایا جائے گا تم اُن سے جنگ کرو گے یا وہ اسلام لائیں گے پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا اجر دے گا اور اگر تم منہ موڑو گے جیسا کہ تم اس سے

پہلے منہ موڑ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا، دردناک عذاب'' (16)

سوال 1: ﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دو عنقریب تمہیں ایک انتہائی سخت جنگجو قوم کی طرف بلایا جائے گا، تم اُن سے جنگ کرو گے یا وہ اسلام لائیں گے پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا اجر دے گا اور اگر تم منہ موڑو گے جیسا کہ تم اس سے پہلے منہ موڑ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا، دردناک عذاب'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾ ''آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دو عنقریب تمہیں ایک انتہائی سخت جنگجو قوم کی طرف بلایا جائے گا'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ پیچھے بیٹھ رہنے والے بدوی عربوں سے کہہ دیں جو معذرتیں پیش کرتے ہیں کہ عنقریب ان لوگوں کو جہاد کے لئے بلایا جائے گا جو سخت لڑاکا قوم ہوگی۔ وہ اہل فارس، اہل روم اور ان جیسی قومیں ہوں گی۔

(2) ﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ﴾ ''تم اُن سے جنگ کرو گے یا وہ اسلام لائیں گے'' تم ان کے خلاف جنگ کرو یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد ترک لوگ ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی اور ناک بیٹھی ہوئی ہوگی، ان کے منہ مثل تہ بہ تہ ڈھالوں کے ہوں گے۔ سیدنا سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ترکی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ تمہیں ایک قوم سے جہاد کرنا پڑے گا جن کی جوتیاں بال دار ہوں گی۔ (تفسیر ابن کثیر: 127/5)

(4) مسیلمہ کذاب کے قبیلہ بنو حنیفہ کے لوگ ہوازن غطفان وغیرہ قبائل جن سے حنین وغیرہ میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا وہ مرتدین جن پر نبی ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی اکثر مفسرین نے اس سے مراد بنو حنیفہ کو لیا ہے کیونکہ وہ جنگجو بھی تھے اور ان سے معرکہ بھی اس واقعہ کے بعد جلد ہی پیش آیا۔ (شوکانی، اشرف الحواشی)

(5) ﴿فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا﴾ ''پھر اگر تم سب اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا اجر دے گا'' یعنی اگر تم رسول اللہ ﷺ کی بات مانتے اور جہاد کر لیتے تو تمہیں اچھا بدلہ ملتا۔

(6) ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور اگر تم سب منہ موڑو گے جیسا کہ پہلے منہ موڑ گئے تھے تو (اللہ تعالیٰ) تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا'' اگر جہاد کے حکم کی اطاعت نہیں کرو گے اور رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ لو گے جیسا کہ حدیبیہ جانے پر تم نے منہ موڑا تھا تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

سوال2: دیہاتیوں کوان کے ردِّعمل کی وجہ سے اجر پانے کے لیے کیا راستہ اختیار کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: دیہاتیوں سے کہا گیا کہ: (1) عنقریب تمہیں سخت طاقت وَر قوم کی طرف بلایا جائے گا۔ پھر تم ان سے جنگ کروگے یا وہ اسلام لائیں گے۔ (2) اگر تم اطاعت کروگے تو اچھا اجر ہے۔ (3) اگر منہ موڑو گے تو اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔

سوال3: پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کیا کہا گیا ہے؟

جواب: پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہا گیا ہے کہ جلد ہی تمہیں ایک طاقت ور قوم سے مقابلے کے لیے بلایا جائے گا۔ اگر وہ قوم مسلمان نہ ہوئی تو تمہاری اور ان کی جنگ ہوگی۔

سوال4: ''اگر تم اطاعت کروگے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ خلوصِ دل کے ساتھ فرمانبرداری کروگے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑو گے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کے اجر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد دنیا و آخرت کا اجر ہے۔

(2) دنیا میں مالِ غنیمت دے گا۔ (3) آخرت میں گناہوں کی معافی اور جنت دے گا۔

سوال6: منہ پھیر لینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اطاعت سے منہ پھیرنا ہے۔ یہاں خاص مراد جنگ سے منہ پھیرنا ہے جیسے مکہ جانے سے تم نے گریز کیا اسی وجہ سے حدیبیہ کے اجر سے محروم رہے۔

سوال7: منہ پھیر لینے کی صورت میں کس چیز کی دھمکی دی گئی؟

جواب: منہ پھیر لینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا جو اُس نے تیار کر رکھا ہے۔

﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''نہ اندھے پر کوئی تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی ہے اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو منہ موڑے گا اُسے وہ دردناک عذاب دے گا'' (17)

سوال1: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾ ''نہ اندھے پر کوئی تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی ہے اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو منہ موڑے گا اُسے وہ دردناک عذاب دے گا'' ترک جہاد کے شرعی عذر کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں رب العزت نے ترک جہاد کے شرعی عذر واضح فرمائے ہیں۔ یہ عذر دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ بیماری جس کے کچھ دن بعد انسان صحت مند ہو جاتا ہے اور دوسرے وہ عذر جو لازمی ہیں جیسے پیدائشی اندھا پن یا لنگڑا پن وغیرہ۔ تو اپنے عذر کی بنا پر اگر یہ لوگ جہاد کے لئے نکلنے سے معذور ہوں تو ان پر کوئی حرج نہیں۔

(2) اس سے مراد یہ ہے جن لوگوں میں یہ عذر پائے جاتے ہیں ان پر (جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے) کوئی گناہ اور حرج نہیں۔ ان میں جو لازمی اور دائمی عذر ہیں وہ اندھا پن اور لنگڑا ہونا ہے۔ یا کوئی ایسا مریض جس کو شفایاب ہونے کی امید نہیں تو وہ جہاد سے مستثنیٰ رہے گا حتیٰ کہ وہ شفایاب ہو جائے ان پر جہاد میں عدم شرکت کا گناہ اور حرج اس لئے نہیں ہے کیونکہ اس کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتے۔ اس آیت کریمہ میں اندھے کو لنگڑے پر مقدم اس لئے رکھا گیا ہے۔ (تفسیر منیر:501/13)

(3) سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے ہیں ''﴿لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ﴾ ''جہاد فی سبیل اللہ کے بارے ان پر کوئی حرج نہیں (دیگر امور تمام کے لئے اپنی حقیقت پر قائم ہیں (جامع البیان:86/26)

(4) فقہاء نے اس سے مزید استدلال کیا ہے کہ: ''﴿لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ﴾'' میں معذوروں پر فرضیت جہاد عائد کرنے سے معاف اور مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ اور اس حکم میں اندھا اور دائمی لنگڑا اور دیر تک باقی رہنے والی بیماری یا عارضی اور وقتی بیماری جو جہاد میں شرکت سے روک دے حتیٰ کہ وہ شفایاب ہو جائے (تمام معذور اسی کے حکم میں آتے ہیں) (یعنی مذکورہ بالا تمام معذوروں کو جہاد میں عدم شرکت کی اجازت ہے) نص قرآنی نے ان تین اصناف اور اقسام اقتصار کیا ہے۔ کیونکہ عذر یا تو قوت وطاقت ختم ہونے اور دھوکہ دینے یا عضو کے کٹ جانے کے سبب سے ہوتا ہے اور جو بھی ان کے معنی میں اور ان کے مشابہ ہوگا وہ عذر انہی کے ضمن میں آئے گا جیسے فقیری، تطوع اور نفلی جہاد کے وقت اسلحہ حاضر کرنے سے روکتی ہے۔ اور صاحب حاجت اور ضعیف و کمزور کا مشغول ہو جانا بچے اور مریض کے زمرے میں آتا ہے اور اسی طرح جو بھی غور و فکر کرنے سے معلوم ہوگا۔ اور فقہاء نے جہاد سے روکنے والے اعضاء کو نقل کیا ہے اگرچہ وہ مانع اور روکنے والی اشیاء حسی ہوں یا حکمی ہوں۔ (تفسیر منیر:505/13)

(5) ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی'' یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پابندی کرے اور نواہی سے اجتناب کرے ان اطاعت گزاروں کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ جس کی نفس خواہش

کریں گے۔

(6)﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور جو منہ موڑے گا اُسے وہ دردناک عذاب دے گا'' اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے منہ موڑے تو اللہ تعالیٰ جہاد میں شامل ہونے کی بجائے کاروبار میں مصروف ہونے والوں کو دنیا میں ذلیل فرمائے گا اور آخرت میں آگ میں جھونک دے گا۔

(7) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن دوزخ والوں میں سب سے ہلکا عذاب اس آدمی کو ہوگا جس کے پاؤں کے نیچے آگ کے دو انگارے ہوں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (مسلم:516)

رکوع نمبر 11

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو جو ان کے دلوں میں تھا وہ جان گیا تو اس نے ان پر سکینت نازل کر دی اور بدلے میں انہیں قریبی فتح عطا فرمائی'' (18)

سوال 1: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو جو ان کے دلوں میں تھا وہ جان گیا تو اس نے ان پر سکینت نازل کر دی اور بدلے میں انہیں قریبی فتح عطا فرمائی'' بیعت رضوان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کی بشارت دی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوگیا'' اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو اپنی رضا کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔

(2) حدیبیہ والے سال پیچھے رہنے والے لوگوں کی صورتحال کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حال کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور سابقہ چیزوں کا تذکرہ کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کہا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی دینی اور اخروی جزا کو واضح کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقام خیبر سے بہت زیادہ مال غنیمت سے سرفراز کیا تھا اور آخرت میں ان اہل بیعت کے لیے اپنی خوشنودگی کا اظہار کر دیا ہے۔ اسی طرح بیعت میں ان کے سچے ایمان

اور اخلاص کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر طمانیت نازل کی اور ان کے دلوں اور قدموں کو ثابت قدمی عطا کی۔ خلاصہ کلام: جب اللہ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے رسول ﷺ کی معیت میں سفر کرنے سے راہ فرار اختیار کی تو اللہ نے مخلص مومنین کا بھی تذکرہ کر دیا جنہوں نے آپ کی معیت میں رخت سفر باندھا چنانچہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضامندی واجب ہوگئی ہے اس وجہ سے اس بیعت کو بیعت رضوان کہا گیا ہے۔ (تفسیر منیر:508,509/13)

(3) ﴿اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ ''جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے'' یعنی جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ایسی بیعت کر رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوئے، جس کی وجہ سے اسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اسے بیعت شجرہ بھی کہتے ہیں۔

(4) حدیبیہ کے دن نبی ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان بات چیت شروع ہوئی۔ نبی ﷺ نے قریش کے پاس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا یہ پیغام دے کر کہ ہم جنگ کرنے نہیں آئے بیعت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ اس دوران آپ ﷺ کے پاس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خبر پہنچی کہ مشرکوں نے انہیں قتل کر دیا ہے، اس پر آپ ﷺ نے مومنوں کو جمع کیا اور ایک درخت کے نیچے مشرکوں کے خلاف قتال پر بیعت لی کہ وہ مرتے دم تک فرار نہیں ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

(5) سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن کو خبر دی گئی کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (بیعت رضوان) میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد پندرہ سو تھی۔ تو سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھول ہوگئی بلکہ انہوں نے تو مجھ سے کہا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چودہ سو تھی۔ (بخاری:4153)

(6) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن ہم سے فرمایا: (آج) تم تمام زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔ (بخاری:4154) (7) سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ''انشاء اللہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا''۔ (مسلم:6404)

(8) طارق بن عبدالرحمن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حج کو گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ نماز ادا کر رہے ہیں۔ پوچھا، یہ مسجد کیسی ہے؟ جواب ملا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کی تھی۔ میں نے واپس آ کر یہ قصہ سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا، میرے والد بھی ان بیعت کرنے والوں میں تھے۔ ان کا بیان ہے کہ بیعت کے دوسرے سال ہم وہاں گئے، لیکن ہم وہ جگہ بھول گئے اور وہ درخت ہمیں نہ ملا۔ پھر سیدنا سعید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، تعجب ہے کہ اصحاب رسول ﷺ (یعنی بیعت کرنے والے) تو اس جگہ کو نہ پا سکیں اور انھیں معلوم نہ ہو، لیکن تم لوگ جان لو، گویا تم اصحاب رسول ﷺ سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔ (بخاری:4163)

(9) ﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ''تو جو ان کے دلوں میں تھا وہ جان گیا'' ﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ صحابہ کے دلوں میں جو سچائی اور وفا تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے جان لیا؛ یہ فراء کا قول ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: معنی ہے بیعت کے حکم پر ان کے راضی ہونے کو جان لیا کہ وہ

راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان کی بیعت کی ناپسندیدگی کو جان لیا کہ وہ موت تک آپ ﷺ کی معیت میں جنگ کرتے رہیں گے۔ (قرطبی 8/199,200)

(10) یعنی اللہ تعالیٰ نے جب ان کے دلوں میں موجود ایمان، صدق ووفا، اخلاص وتقویٰ اور جذبہ سمع واطاعت کو جان لیا تو ان پر طمانیت نازل کر کے ان کے نفسوں کو سکون باہم پہنچایا مزید براں حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد ان کو خیبر کی فتح، مکہ کی فتح، تمام شہروں اور صوبوں کی فتح یابی سے ہم کنار کیا۔ (تفسیر منیر: 13/509,510)

(11) ﴿فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ﴾ ''تو اس نے ان پر سکینت نازل کر دی'' اللہ رب العزت نے ان کے دلوں کے ایمان کی قدردانی کے لیے سکینت نازل فرمائی۔ جس کی وجہ سے انہیں سخت غم اور بے چینی میں بھی ثبات اور اطمینان نصیب فرمایا۔

(12) ﴿وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ ''اور بدلے میں انہیں قریبی فتح عطا فرمائی'' یعنی تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان صلح کرا دی جس کی وجہ سے دائمی خیر وبرکت حاصل ہوئی اس کا سلسلہ خیبر کی فتح سے شروع ہوا پھر مکہ فتح ہوا پھر تمام ممالک کی فتوحات کے دروازے کھل گئے اور مسلمان دنیا وآخرت میں سرخرو ہوئے۔

سوال 2: بیعت رضوان کیا ہے؟

جواب: (1) بیعت رضوان حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے ہوئی۔

(2) یہ اس بات کی بیعت تھی کہ مسلمان قریشِ مکہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے لڑیں گے اور فرار کا راستہ اختیار نہیں کریں گے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی رضا کی مومن کی زندگی میں کیا اہمیت ہے؟

جواب: (1) مومن کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ (2) وہ اسی لئے جیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

(3) وہ اسی رضا کے حصول کے لئے مرجانا چاہتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کے اعلان کی مومنوں کی زندگی میں کیا حیثیت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا اعلان مومن کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے کیونکہ یہ اس کی سچائی، اِخلاص، استقامت اور شفاف کردار کا سرٹیفکیٹ ہے۔

سوال 5: قریبی فتح سے کیا مراد ہے؟

جواب: قریبی فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے جس کو مسلمانوں نے حدیبیہ سے واپسی پر فتح کر لیا تھا۔

سوال 6: قریبی فتح عطا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ خیبر یہودیوں کا گڑھ تھا جو مسلمانوں سے شدید دشمنی رکھتے تھے۔ مسلمانوں کا اُن پر قابو پانا اللہ تعالیٰ کی مدد

سے ممکن ہوا اس لئے خیبر کی فتح کو قریبی فتح عطا کرنا کہا گیا۔

﴿وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾

''اور بہت سے اَموالِ غنیمت بھی، جنہیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (19)

سوال 1: ﴿وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''اور بہت سے اَموالِ غنیمت بھی، جنہیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا﴾ ''اور بہت سے اَموالِ غنیمت بھی، جنہیں وہ حاصل کریں گے'' چنانچہ حدیبیہ کے تین ماہ بعد ہی رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ خیبر فتح کرایا، بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور اس کے علاوہ بہت سے باغ بھی ملے اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تھا ان مسلمانوں پر جنہوں نے حدیبیہ کی کٹھن مہم میں نبی ﷺ کا ساتھ دیا تھا۔

(قرطبی، اشرف الحواشی: 612/1)

(2) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور کمال حکمت والا ہے اپنی زمین پر انہیں غلبہ عطا فرماتا ہے جو مالک ارض وسماوات کے فرامین کو جاری کریں۔

(3) یعنی طاقت اور قدرت کا وہی مالک ہے، جس کی بنا پر وہ تمام اشیاء پر غالب ہے، اگر وہ چاہے تو ہر اس معرکے میں، جو کفار اور مسلمانوں کے درمیان برپا ہوتا ہے، کفار سے انتقام لے سکتا ہے، مگر وہ حکمت والا ہے وہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے سے آزماتا ہے اور مومن کا کافر کے ذریعے سے امتحان لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2570/3)

سوال 2: غنیمت کسے کہتے ہیں؟

جواب: غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو جنگ میں فاتح قوم کے ہاتھ آئے۔

سوال 3: یہاں غنیمتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں غنیمتوں سے مراد خیبر سے حاصل ہونے والی غنیمتیں ہیں۔

سوال 4: خیبر سے کتنا مالِ غنیمت ملا؟

جواب: خیبر سرسبز وشاداب علاقہ تھا۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کو کثیر مالِ غنیمت حاصل ہوا۔

سوال 5: خیبر کا مالِ غنیمت کن لوگوں میں تقسیم ہوا؟

جواب: خیبر کا مالِ غنیمت حدیبیہ والوں میں تقسیم کیا گیا اسی لئے رب العزت نے انہیں خوش خبری دی تھی کہ تم کثیر مالِ غنیمت حاصل کرو گے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور حکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے خیبر کے کثیر مالِ غنیمت کے حصول سے اپنے عزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے معاہدے سے اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے جس کی وجہ سے صلح کا معاہدہ ہوا۔

(3) مسلمانوں نے صلح کی مدت میں عرب قبائل کو فتح کر لیا۔

(4) دعوتِ اسلام کا کام تیزی سے ہوا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے فتحِ مکہ کا راستہ ہموار کروایا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بہت سے اَموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے جسے تم حاصل کرو گے چنانچہ اُس نے جلدی تمہیں یہ (فتح) دے دی اور اُس نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ مومنوں کے لیے یہ ایک نشانی بن جائے اور اللہ تعالیٰ سیدھی راہ پر تمہیں چلا دے'' (20)

سوال1: ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بہت سے اموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے جسے تم حاصل کرو گے چنانچہ اُس نے جلدی تمہیں یہ (فتح) دے دی اور اُس نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ مومنوں کے لیے یہ ایک نشانی بن جائے اور اللہ تعالیٰ سیدھی راہ پر تمہیں چلا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس نے مراد بہت زیادہ اموالِ غنیمت، فتوحاتِ اسلامیہ اور اہل ایمان کے لیے ان کے علاوہ اور بہت سی نعمتیں ہیں۔ (تفسیر منیر 511/13)

(2) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل حدیبیہ سے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ کیا اور اس کے علاوہ دیگر بہت سارے انعامات کا جو یہ ہیں۔ (i) جو اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح اور غنیمت کے مال کی صورت میں انعام دیا تھا یہ مکمل نہیں تھا بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت ساری نعمتوں کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا جن میں سے کچھ یہ تھیں باقی تمام اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہیں۔ (ii) ان مسلمانوں سے ہوازن، فارس اور روم جو عنقریب فتح ہونے والے تھے کی غنیمتوں کا بھی وعدہ کیا گیا تھا۔ (iii) مسلمانوں کی مدد اور کفار کی ذلت و شکست جو اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے۔ (iv) حدیبیہ کے مشرکین کے حملوں سے مسلمانوں کا تحفظ؟ (تفسیر منیر: 514,515/13)

(3) ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بہت سے اَموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے جسے تم حاصل کرو

گئے" یہ ان تمام غنیمتوں کو شامل ہے جو قیامت کے روز تک مسلمانوں کو حاصل ہوں گی۔ (تفسیر سعدی:2/2570)

(4)﴿فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾ "چنانچہ اُس نے جلدی تمہیں یہ (فتح) دے دی" یعنی خیبر کی غنیمت۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا تو مال غنیمت میں سونا چاندی نہیں ملا، بلکہ بیل، اونٹ، سامان اور باغات بطور غنیمت حاصل ہوئے۔ (بخاری:4234)

(6)﴿وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ﴾ "اور اُس نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے" یعنی تمہارے دشمنوں نے تم سے جنگ کرنے کے لئے جو کچھ سوچا اس سے وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ مکہ میں گھرے ہوئے تمہارے بیوی بچوں سے بھی تمہارے دشمنوں کے ہاتھ روک دیئے اور مدینہ کے منافقوں کے شر سے بھی تمہیں بچا لیا۔

(7)﴿وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور تا کہ مومنوں کے لیے یہ ایک نشانی بن جائے" اس سے مراد اہل ایمان کی نصرت و امانت پر علامت ہے (الثعالبی:5/256)

(8)﴿اٰيَةً﴾ یعنی اہل ایمان کے لیے ایسی علامت بن جائے جس کے ذریعے سے وہ رسول اللہ ﷺ کی صداقت کو پہچان سکیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت و حراست کو بھی اچھی طرح جان سکیں۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اہل ایمان کی، اُن کی حاضری اور غیر حاضری میں نگرانی کرتا ہے۔ مزید ان اہل ایمان کی بھی معرفت حاصل کر سکیں جو اس کے بعد آئیں گے اور جن کا یہ خیال ہوگا کہ وہ جتنی دیر تک میدان میں برسر پیکار رہیں گے اللہ تعالیٰ کی حفاظت و حراست ان کے شامل حال رہے گی۔ (المراغی:9/222)

(9) اللہ تعالیٰ یہ بات بطور احسان مسلمانوں سے فرما رہے ہیں کہ اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ تمہاری پوزیشن اتنی مضبوط نہ تھی کہ کفر کے سب سے بڑے مرکز میں تم دشمن کی تاب لا سکتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جنگ کی صورت ہی پیدا نہ ہونے دی۔ اور یہ بھی ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی مدد تھی۔ دوسرے یہ کہ تم مدینہ کا مرکز چھوڑ کر بہت دور نکل آئے تھے۔ جنگ کی صورت میں یہ بھی ممکن تھا کہ تمہارے دوسرے دشمن تمہاری غیر حاضری میں مدینہ پر چڑھ آتے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تم سے روک دیا۔ (تیسیر القرآن:4/256)

(10)﴿وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ سیدھی راہ پر تمہیں چلا دے" یعنی توکل علی اللہ کے راستے پر اور کھلے چھپے ہر حال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کے ایسے راستے پر چلا دے گا جس میں کوئی کجی نہیں۔ (ایسر التفاسیر:1493)

سوال 2: یہاں اللہ تعالیٰ نے کن غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مسلمانوں کو حاصل ہونے والی غنیمتوں کی خوش خبری دی ہے۔

سوال 3: کیا چیز اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر عطا فرما دی؟

جواب: (1) فتح خیبر (2) صلح حدیبیہ۔

کیونکہ فوری طور پر یہی مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کے ہاتھ مسلمانوں سے روک دیئے تھے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں کافروں کے ہاتھ مسلمانوں سے روک دیئے تھے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے خیبر میں یہودیوں کے ہاتھ مسلمانوں سے روک دیئے تھے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاتھ مسلمانوں سے کیسے روک دیئے تھے؟

جوا: (1) اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمتیں توڑ دی تھیں۔

(2) وہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کر سکے تھے۔

سوال6: مومنوں کے لئے صلح حدیبیہ کس چیز کی نشانی ہے؟

جواب: (1) مومنوں کے لئے صلح حدیبیہ اللہ تعالیٰ کی مدد کی نشانی تھی کہ وہ اسباب، وسائل اور تعداد کی کمی کے باوجود مومنوں کی مدد فرماتے ہیں۔ (2) مومنوں کے لئے صلح حدیبیہ رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی نشانی ہے۔

سوال7: سیدھے راستے کی طرف ہدایت بخشنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: سیدھے راستے کی طرف ہدایت بخشنے سے مراد استقامت عطا کرنا ہے اور ہدایت میں اضافہ کرنا ہے۔

﴿وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرًا﴾

''اور کئی اور (غنیمتیں) بھی جس پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً اُن کو گھیر رکھا ہے اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (21)

سوال1: ﴿وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرًا﴾ ''اور کئی اور (غنیمتیں) بھی جس پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً اُن کو گھیر رکھا ہے اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا﴾ ''اور کئی اور (غنیمتیں) بھی جس پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے'' رب العزت نے قیامت تک کی فتوحات کی بشارت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں آسان فرمائے گا۔

(2) یعنی ان غنیمتوں کا بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے جس پر مسلمان ابھی قادر نہیں تھے اور وہ روم اور فارس کی غنیمتیں ہیں۔

(3) ﴿قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً اُن کو گھیر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ ان ساری غنیمتوں پر پوری طرح قدرت رکھنے والا

ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں، اس کی تدبیر کے تحت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کا پورا ہونا لازم ہے کیونکہ وہ ایسے اقتدار کا مالک ہے جو بہت قوت والا، وسعت والا کبھی ختم نہ ہونے والا ہے۔

(4)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾ ''اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری قلیل تعداد کے باوجود اس وقت کی دو بڑی قوموں فارس اور روم کی غنیمتیں دلوانے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے دوسری فتوحات کو کیسے گھیر رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے گھیر رکھنے سے یہ تصور دیا ہے کہ گویا اُس نے قید کر کے قابو میں کر رکھا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ ابھی اُن لوگوں تک وسیع نہیں ہوا لیکن وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا غلبہ عطا کر دے گا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت قدیر کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غنیمتوں اور فتوحات کے عطا کرنے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان فتوحات کو جو ابھی مسلمانوں کے دائرۂ اختیار میں نہیں، اُن کو گھیر رکھنے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا کرنے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے کیونکہ وہ قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

''اور اگر تم سے لڑتے وہ جنہوں نے کفر کیا تو ضرور وہ پیٹھیں پھیر جاتے پھر کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار پاتے'' (22)

سوال1: ﴿وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''اور اگر تم سے لڑتے وہ جنہوں نے کفر کیا تو ضرور وہ پیٹھیں پھیر جاتے پھر کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار پاتے'' مسلمان کافروں سے مرعوب نہ ہوں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ﴾ ''اور اگر تم سے لڑتے وہ جنہوں نے کفر کیا تو ضرور وہ پیٹھیں پھیر جاتے'' رب العزت نے ایمان والوں کو خوش خبری دی ہے کہ اگر مشرک ان کے مقابلے پر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے گا۔ کافر بدحواس ہو کر بھاگیں گے اور شکست کھائیں گے۔

(2)﴿ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''پھر کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار پاتے'' اس لئے ایمان والے کافروں سے ہرگز مرعوب نہ ہوں۔ وہ تنہا اور مغلوب چھوڑ دیے جائیں گے۔

(3) کافر اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور ایمان والوں سے لڑ رہے ہیں۔ تمہارے خلاف جنگ میں کوئی ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی

سنت ہے اس کے لشکر ہی غالب آئیں گے۔

سوال 2: حدیبیہ میں جنگ ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جنگ ہونے کی صورت میں قریش پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور کوئی ان کا حامی و مددگار نہ ہوتا۔

سوال 3: قریش اپنا کوئی حامی و مددگار کیوں نہ پاتے؟

جواب: (1) کافروں کا کوئی حامی کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

(2) کافروں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد کرتا ہے۔ پھر کافر کیسے مسلمانوں کے مقابلے میں ٹھہر سکتے ہیں!

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾

''اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو پہلے ہی سے گزر چکا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے'' (23)

سوال 1: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو پہلے ہی سے گزر چکا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے'' اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر غالب کرتے ہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو پہلے ہی سے گزر چکا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کے بارے میں میرا طریقہ کار یہ ہے کہ میں اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہوں اور اپنے دشمنوں کو ذلیل کرتا ہوں۔ (الوسیط: 141/4)

(2) اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار ہے جب کفر اور ایمان، حق اور باطل، روشنی اور اندھیرا ٹکرائیں تو اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر غالب کر دیتا ہے جیسا کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

(3) ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے'' اللہ تعالیٰ کی سنت میں تبدیلی نہیں آتی کیونکہ وہ قادر ہے۔ اُس پر کوئی قدرت حاصل کر کے اُس کے طریقۂ کار کو بدل نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق مسلمانوں کی ہر جگہ مدد کی گئی جیسے بدر میں، اَحزاب میں، حدیبیہ میں اور فتح مکہ کے موقع پر۔

سوال 2: پہلے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی کیا سُنت چلی آ رہی ہے؟

جواب: پہلے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت چلی آ رہی ہے کہ جب ایمان اور کفر کی جنگ ہو تو اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد کرتے ہیں اور حق کو سربلند کرتے ہیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا﴾

''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیے اس کے بعد کہ وہ تمہیں اُن پر فتح عطا کر چکا تھا اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (24)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیے اس کے بعد کہ وہ تمہیں اُن پر فتح عطا کر چکا تھا اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ رب العزت نے مشرکوں کے ہاتھ مومنوں تک پہنچنے نہیں دیے۔ اس کے عظیم احسان کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ﴾ ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیے اس کے بعد کہ وہ تمہیں اُن پر فتح عطا کر چکا تھا'' اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ میرا احسان نہ بھولو میں نے مشرکوں کے ہاتھ تم تک نہیں پہنچنے دیے اور ان سے کوئی ایذا تمہیں نہ ہونے دی اور تم کو ہی حرمت والی جگہ جنگ کرنے سے روک دیا اور دونوں میں صلح کرا دی جس میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں خیر و برکت ہے۔ صلح کی برکتوں کا ظہور امن و ایمان اور عافیت و سلامتی کے سبب میں ہوا جو مسلمانوں کے لیے خیر کثیر کا سبب بنا۔ (مختصر ابن کثیر، 2/1902)

(2) تمہیں ان پر قدرت حاصل ہوگئی تو کسی معاہدے کے بغیر وہ تمہاری ولایت میں آ گئے۔ تقریباً اسی لوگ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے مگر انہوں نے مسلمانوں کو باخبر پایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ مسلمانوں نے گرفتار کرنے کے باوجود انہیں چھوڑ دیا اور قتل نہیں کیا۔

(3) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا﴾ ''اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے مقام پر ہونے والے ایک ایک واقعے سے جیسے کافروں کو مسلمانوں سے بچانا، مسلمانوں کو کافروں سے بچانا، کافروں کا صلح کے لئے آنا، بیعتِ رضوان، دلوں کے حالات سے واقفیت اور اپنی رضا سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔ گویا زمین پر ہونے والے ایک ایک واقعے کو نظر میں رکھ کر اللہ تعالیٰ اپنے ارادے سے حالات کا رخ جس طرف پھیرنا چاہ رہے تھے پھیر رہے تھے۔

(4) اللہ تعالیٰ بصیر ہے وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیسے کافروں کو روک دیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کافروں سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی اور مسلمانوں سے کافروں کو روک دیا۔ حدیبیہ میں 80 افراد ہتھیاروں سے

لیس اس نیت سے کافروں نے بھیجے کہ دھوکے سے نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کوئی کاروائی کریں۔ چنانچہ یہ مسلح گروہ تنعیم کی طرف سے حدیبیہ میں آیا۔ مسلمانوں کو علم ہوا تو انہوں نے ان افراد کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اُن کا جرم ایسا تھا کہ شدید سزا دینی چاہیے تھی لیکن سزا کی صورت میں جنگ ناگزیر ہو جاتی۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ صلح چاہتے تھے اس لئے مسلمانوں کے مفاد میں انہیں معاف کر کے چھوڑ دیا۔ (صحیح مسلم)

سوال 3: مکہ کی وادی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد حدیبیہ ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے کافروں سے مسلمانوں کو کیوں روک دیا تھا؟

جواب: حدیبیہ کے موقع پر صلح میں مسلمانوں کا مفاد تھا۔ اس لئے غلبہ حاصل کر لینے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو روک دیا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے غلبہ حاصل کرنے کے باوجود مسلمانوں کو کافروں سے روک کر کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی قدرت، اپنے غلبے کا یقین دلایا ہے کہ اس کائنات میں ہر کام اُس کے ارادے، اُس کی قدرت اور اجازت سے انجام پاتا ہے۔

﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجدِ حرام سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو جو اس سے روکے ہوئے تھے کہ وہ اپنی قربان گاہ پر پہنچیں اور اگر کچھ مومن مرد اور کچھ مومن عورتیں (مکہ میں) موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے، یہ کہ تم بے خبری میں ہی انہیں کچل ڈالو گے تو اُن کی وجہ سے بے خبری میں تمہیں تکلیف پہنچتی تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے اور اگر وہ الگ الگ ہوتے تو اُن میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ہم اُن کو لازماً دردناک عذاب دیتے'' (25)

سوال 1: ﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجدِ حرام سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو جو اس سے روکے ہوئے تھے کہ وہ اپنی قربان گاہ پر پہنچیں اور اگر کچھ مومن مرد اور کچھ مومن

عورتیں (مکہ میں) موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے، یہ کہ تم بے خبری میں ہی انہیں کچل ڈالو گے تو اُن کی وجہ سے بے خبری میں تمہیں تکلیف پہنچتی تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے اور اگر وہ الگ الگ ہوتے تو اُن میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ہم اُن کو لازماً دردناک عذاب دیتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے مشرکوں کی مذمت کرتے ہوئے ان امور کا ذکر فرمایا جو مشرکوں کے خلاف جنگ کا باعث بنیں۔

(2) ﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا'' یعنی قریش کے مشرک اور ان کا ساتھ دینے والے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پیدا کرنے والے، اپنے رب کا انکار کیا۔

(3) ﴿وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور تمہیں مسجدِ حرام سے روک دیا'' یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا حالانکہ تم اس کے زیادہ حق دار ہو۔

(4) ﴿وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ﴾ ''اور قربانی کے جانوروں کو جو اس سے روکے ہوئے تھے کہ وہ اپنی قربان گاہ پر پہنچیں'' یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جو حرم پر اپنا حق ثابت کرتے ہیں اور حرم کی طرف آنے والے قربانی کے جانوروں کو مکہ مکرمہ جہاں قربانیوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ اپنی بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے انہوں نے قربانی کے ستر اونٹوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

سوال 2: ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ﴾ ''اور اگر کچھ مومن مرد اور کچھ مومن عورتیں (مکہ میں) موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ﴾ ''اور اگر کچھ مومن مرد اور کچھ مومن عورتیں (مکہ میں) موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے'' یعنی اگر مکہ میں مومن مرد اور عورتیں گھرے ہوئے نہ ہوتے۔ جو ایمان کو اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ جو اپنی جانوں کے خوف سے ایمان کو ظاہر نہیں کرتے۔ ان کی وجہ سے تمہیں جنگ کی اجازت نہیں دی گئی۔

(2) اگر تمہیں ان پر مسلط کر دیا جاتا تو تم بے خبری میں ان کا نام ونشان تک مٹا دیتے۔ تم انہیں قتل کرتے اور تمہیں خبر تک نہ ہوتی۔

(3) یعنی تم لاعلمی میں مسلمانوں کو بھی شہید کر ڈالتے اور گناہ اور دیت تمہارے سر آجاتا اور مشرکوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ مسلمان تو اپنے بھائیوں کو بھی مار ڈالتے ہیں۔

(4) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک بڑے احسان کا ذکر کیا ہے وہ یہ کہ کفار اور مسلمانوں کو آپس میں مڈبھیڑ سے بچائے رکھا اور ان کے درمیان میثاق صلح حدیبیہ کروایا اور اس معاہدے کے اسباب اور مصلحتیں بھی ذکر کی ہیں، اس آیت میں ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ﴾ کہ ان مسلمانوں کی حفاظت مطلوب تھی، دین اسلام کی نشر واشاعت مقصود تھی، اسی طرح کفار کو اسلام کی طرف لانا، جاہلی آثار وحمیت کو ختم کرنا جو عقل معقول کے لیے ناقابل قبول تھی، اطمینان وسکون کا نزول، رسول اللہ ﷺ کے دل کی ثابت

قدمی، مومنوں کا ان کی اتباع کرنا اور وعدہ وعہد کو ہمیشہ وفا کرنا، اس دن اور میثاق کی حکمتوں اور مصلحتوں میں سے ہوئے۔ (تفسیر منیر:521/13)

سوال 3: ﴿لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے اور اگر وہ الگ الگ ہوتے تو اُن میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ہم اُن کو لازماً دردناک عذاب دیتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے'' یعنی تمہیں قتال کی اجازت نہیں دی گئی تو ان لوگوں کو موقع دے دیا گیا جو ایمان لانا چاہتے ہیں وہ ایمان لے آئیں۔

(2) ﴿لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اگر وہ الگ الگ ہوتے تو اُن میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کو لازماً دردناک عذاب دیتے'' یعنی اگر وہ ہٹ جاتے یا ان کی اور کافروں کی پہچان ہوتی تو ہم کافروں کو دردناک عذاب میں مبتلا کر دیتے، یعنی تمہیں ان پر مسلط کر دیتے اور تم ان میں سے ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ (مختصر ابن کثیر:2190/3)

(3) اس آیت کے نزول ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ﴾ کے بارے میں طبرانی اور ابو یعلیٰ رحمہما اللہ میں ابو جمعہ جنید بن سبع رحمہ اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں دن کے شروع میں کفر کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑا اور دن کے آخری حصے میں اسلام کی حالت میں آپ ﷺ کی معیت میں لڑا۔ ہم تین آدمی اور سات عورتیں تھیں اور ہمارے بارے میں یہ آیت ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ﴾ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ ہم تین آدمی اور نو عورتیں تھیں اور ہمارے بارے میں یہ آیت ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ﴾ نازل ہوئی اسے طبرانی، ابو یعلیٰ اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔ (تفسیر منیر:521/13، المراغی:228/9)

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کی صلح کے بارے میں کیا واضح کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اُس نے تمہاری ان لوگوں سے صلح کروائی ہے جنہوں نے کفر کیا، تمہیں مسجد حرام سے روکا، تمہارے قربانی کے جانور روکے۔ اب ان ہی کو اللہ تعالیٰ صلح کے لئے تمہارے پاس لایا ہے۔

سوال 5: ھدی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ھدی قربانی کے جانور کو کہتے ہیں جو حاجی یا عمرہ کرنے والا مکہ لے جاتا تھا۔

سوال 6: مَحِلّہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قربان گاہ ہے۔ یہ عمرہ کرنے والوں کے لیے مروہ پہاڑی کے پاس اور حاجیوں کے لیے منیٰ تھا۔ یہیں پر جانور ذبح کیے جاتے تھے۔

سوال 7: حدیبیہ میں عمرے کے لیے آنے والوں کو اور ہدی کے جانوروں کو کافروں نے کیوں روکا تھا؟

جواب: (1) کافروں نے مسلمانوں کے خوف سے انہیں روکا تھا۔

(2) کافروں نے اسلام دشمنی کی وجہ سے صدیوں کی روایت کو توڑا تھا۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر تک اور ان کی قربانیوں کو ذبح ہونے کے لیے نہیں پہنچنے دیا تھا۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے قربانی کے جانوروں اور مسلمانوں کو روکنے کی کیا وجہ بتائی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ہدی اور مسلمان اللہ تعالیٰ کی حکمت سے، اس کے ارادے سے روکے گئے۔

(2) اس میں حکمت یہ تھی کہ مومن مرد اور عورتیں مکہ میں موجود تھے جنہوں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا۔ انہیں بچانا مطلوب تھا۔

(3) اگر مسلمان مکہ پر چڑھائی کرتے، خون ریزی ہوتی تو مسلمانوں پر بے خبری میں مسلمانوں کو قتل کرنے کا الزام آتا۔

(4) حدیبیہ کی صلح اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔ کفار کے ساتھ لڑائی کی صورت میں امکان تھا کہ مومنینِ مکہ بھی مارے جاتے اور آپ ﷺ کو بھی نقصان پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں نقصان سے بچالیا۔

سوال 9: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کردے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ایمان قبول کرنے کی توفیق عطا کردے۔ جیسے اہلِ مکہ کو مہلت دی گئی کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔

سوال 10: ''اگر یہ الگ الگ ہوتے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ مکہ میں آباد مومن اگر کافروں سے الگ رہائش پذیر ہوتے۔

سوال 11: اگر مومن اور کافر الگ الگ ہوتے تو حدیبیہ میں آنے والے مسلمانوں کو کیا حکم دیا جاتا؟

جواب: اگر مومن اور کافر الگ الگ ہوتے تو اہلِ مکہ سے لڑنے کی اجازت دے دی جاتی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں کافر قتل ہوتے۔ انہیں دردناک سزا دی جاتی۔

سوال 12: عذابِ الیم سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں عذابِ الیم سے مراد قتل کرنا، قیدی بنانا ہے۔

﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾

''جب اُن کافروں نے اپنے دلوں میں ضد رکھ لی اور وہ بھی جاہلیت کی ضد تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر سکینت نازل کی اور اُنہیں تقویٰ کی بات کا پابند رکھا اور وہ اُس کے زیادہ حق دار اور اس کے زیادہ اہل تھے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''(26)

سوال1:﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''جب اُن کافروں نے اپنے دلوں میں ضد رکھ لی اور وہ بھی جاہلیت کی ضد تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر سکینت نازل کی اور اُنہیں تقویٰ کی بات کا پابند رکھا اور وہ اُس کے زیادہ حق دار اور اس کے زیادہ اہل تھے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' جاہلیت کی حمایت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ ''جب اُن کافروں نے اپنے دلوں میں ضد رکھ لی اور وہ بھی جاہلیت کی ضد'' جاہلیت کی حمایت یہ تھی کہ سہیل نے صلح نامے کی دستاویز پر ''﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾'' لکھنا گوارا نہیں کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے لفظ کا لکھنا بھی ناپسند کیا اس پر مسلمان مشتعل ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں صبر و تحمل پیدا کر دیا۔(مختصر ابن کثیر:2/1904)

(2) قریش نے نبی ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔اس قسم کے تمام امور جاہلیت کے ہیں جو ان کے دلوں میں موجود تھے اور بے شمار گناہوں کا باعث بن رہے تھے۔

(3) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بیت اللہ کے نزدیک گھیر لیا گیا تو اہل مکہ نے آپ ﷺ سے ان باتوں پر صلح کر لی کہ آپ ﷺ مکہ میں داخل ہو کر صرف تین دن قیام کریں گے اور مکہ میں تلواروں کے ساتھ داخل نہ ہوں گے سوائے اس کے کہ تلواریں نیاموں میں ہوں اور اہل مکہ میں سے کسی کو بھی آپ ﷺ لے کر نہ جائیں گے اور (مسلمانوں میں سے) جو مکہ میں ٹھہرنا چاہے اسے منع بھی نہ کریں گے جو آپ ﷺ کے ساتھ آئے ہوں۔آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان شرائط کو ہمارے درمیان تحریر کر دو۔﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ یہ وہ شرائط ہیں جن کا فیصلہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔آپ ﷺ سے مشرکین نے کہا: اگر ہم آپ ﷺ کو رسول اللہ جانتے ہوتے تو آپ ﷺ کی اتباع کر لیتے بلکہ محمد بن عبداللہ لکھو۔آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اسے مٹانے کا حکم دیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نہیں! اللہ کی قسم میں تو اسے نہ مٹاؤں گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس لفظ کی جگہ مجھے دکھاؤ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس لفظ کی جگہ دکھائی تو آپ ﷺ نے خود اسے مٹا دیا اور ابن عبداللہ لکھ دیا گیا۔(مسلم:4631)

(4) یعنی مراد سہیل بن عمرو ہے کہ جب یہ جاہلی غیرت میں آ گیا تھا معاہدے کے دوران بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ ﷺ لکھتے ہوئے اور اسی طرح قریش مکہ مراد ہیں جو اس سال مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دینے پر غیرت میں آ گئے تھے۔(جامع البیان:26/105)

(5) زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کی حمیت جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت ﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ﴾ میں ذکر کیا ہے وہ یہی تھی کہ انہیں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنا نہ تھا اور وہ مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل تھے۔ (جامع البیان:105/26)

(6) ﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ "تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر سکینت نازل کی" رب العزت نے ایمان والوں کے دلوں میں سکون پیدا کیا۔ اس طرح کفار کے برتاؤ کی وجہ سے ان پر غصہ غالب نہ آ سکا، انہوں نے صبر کیا۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم تھی۔

(7) یہاں ﴿سَكِیْنَتَهٗ﴾ سے مراد اطمینان، وقار اور بردباری ہے اور یہ وہی سکینت ہے جو انہوں نے کفار کی جاہلی غیرت کے مقابلے میں دکھائی۔ (الاساس:5370/9)

(8) (i) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں پر اس لیے سکون نازل کیا کیوں کہ خطرہ تھا کہ مسلمانوں کے جذبات میں شدت نہ آ جائیں اور وہ بھی اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنا کر مکہ جانے کے لیے اصرار نہ کریں۔ اگر ایسا ہوتا تو جنگ چھڑ جاتی اور وہ مسلمانوں کے لیے خطرناک ہوتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے سکون نازل فرما دیا۔ انہیں صبر و تحمل کی توفیق دی جس کی وجہ سے انہوں نے مکہ جانے کی کوشش نہیں کی۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس وقت بھی حوصلہ دیا جب قریش مکہ نے صلح کے معاہدے کے وقت ناقابل برداشت رویہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو برداشت کرنے کا ظرف اس سکون کی وجہ سے عطا فرمایا۔

(9) ﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى﴾ "اور انہیں تقویٰ کی بات کا پابند رکھا" اس سے مراد کلمہ (لا الہ الا اللہ) اور اس کے حقوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لازم ٹھہرایا کہ کلمہ اور اس کے حقوق کو ادا کریں۔ پس اہل ایمان نے ان حقوق کا التزام کر کے ان کو قائم کیا۔ (سعدی: 2573/2)

(10) تقویٰ والا کلمہ لا الہ الا اللہ ہے سیدنا ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے یہی تفسیر فرمائی ہے۔

(11) ﴿وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا﴾ "اور وہ اُس کے زیادہ حق دار اور اس کے زیادہ اہل تھے" یعنی کلمہ توحید اور کلمہ تقویٰ کے مسلمان زیادہ اہل ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1495)

(12) علی ازدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ اور منیٰ کے درمیان مازمین کے مقام پر تھا کہ انہوں نے لوگوں کو "لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" کہتے ہوئے سنا تو فرمانے لگے، یہی یہی، میں نے کہا کیا مراد ہے؟ تو فرمایا یہی ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہی (اللہ) اس کا زیادہ حق دار اور اہل ہے۔ (جامع البیان:108/26)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خبر ملی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں لوگوں سے تب تک قتال کروں گا جب تک وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں اور جس نے اس بات کا اقرار کر لیا تو اس کا مال اور جان مجھ سے محفوظ ہو گئی الا یہ کہ کوئی شرعی تقاضا ہو، اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ (مسلم کتاب الایمان)

(14)﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' یعنی بندوں کے امور کو اللہ تعالیٰ پوری طرح جانتا ہے۔ وہ مومنوں کی اہلیت کو بھی خوب جانتا ہے اور ان کے کلمہ تقویٰ کا زیادہ حق دار ہونے کا پورا علم رکھتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1495)

سوال2: کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی حمیت کو کیسے جگہ دی؟

جواب: کافروں نے مسلمانوں کے لیے اپنے دلوں میں جاہلیت کی حمیت کو جگہ دی۔ انہوں نے کہا: لات وعزیٰ کی قسم! ہم ان کو یہاں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے ہمارے باپ بیٹے قتل کیے۔ یوں انہوں نے اسے اپنی عزت اور وقار کا مسئلہ بنالیا۔

سوال3: کیا بیت اللہ میں عبادت کے لیے آنے والوں کو روکنے کا کسی کو حق تھا؟

جواب: بیت اللہ میں عبادت کے لیے آنے والوں کو روکنے کا حق کسی کو نہیں تھا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کے کلمے پر کیسے جمائے رکھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر سکون نازل کر کے انہیں صبر و وقار عطا کیا جس کی وجہ سے انہوں نے معاہدے کو پورا کیا۔ ایفائے عہد پر ثبات ہی تو تقویٰ ہے۔

رکوع نمبر 12

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ سچ کر دکھایا۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں سر منڈواتے ہوئے، بال ترشواتے ہوئے، امن کی حالت میں داخل ہو گے کہ تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا، تو اس نے جانا جو تم نے نہیں جانا چنانچہ اُس نے پہلے تمہیں قریبی فتح عطا کر دی''(27)

سوال1: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ سچ کر دکھایا۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں سر منڈواتے ہوئے، بال ترشواتے ہوئے، امن کی حالت میں داخل ہو گے کہ تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا، تو اس نے جانا جو تم نے نہیں جانا چنانچہ اُس نے پہلے تمہیں قریبی فتح عطا کر دی'' نبی ﷺ کا خواب سچا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ سچ کر دکھایا'' یعنی جو خواب نبی ﷺ نے دیکھا اس کا پورا ہونا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات سچ ہے۔

(2) اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا اور آپ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو اس خواب سے آگاہ فرمایا کہ وہ عنقریب مکہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ جب حدیبیہ کے دن ان کے درمیان صلح ہوئی اور اہل ایمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس لوٹے تو اس بارے میں ان سے بہت سی باتیں صادر ہوئیں حتیٰ کہ انہوں نے ان باتوں کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی اظہار کیا چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی تھی کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''کیا میں نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال بیت اللہ کی زیارت اور طواف سے بہرہ مند ہوں گے؟'' انہوں نے جواب دیا ''نہیں'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عنقریب بیت اللہ کی زیارت کے لیے جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' (سعدی:2574/3)

(3)﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾ ''ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں سر منڈواتے ہوئے، بال ترشواتے ہوئے، امن کی حالت میں داخل ہو گے'' یعنی تم ضرور مسجد حرام میں سر منڈوا کر داخل ہو گے یا بالوں کو ترشوا کر مناسک ادا کر رہے ہوں گے اور تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔

(4) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر اپنی رحمت فرما'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! بال کتروانے والوں پر بھی رحمت کی دعا فرمایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحمت نازل فرما'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! بال کتروانے والوں پر بھی رحمت کی دعا فرمایئے تو آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا: ''بال کتروانے والوں پر بھی رحمت فرما''۔ (بخاری:1727)

(5)﴿لَا تَخَافُوْنَ﴾ ''کہ تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا'' یعنی تم بے خوف ہو کر مکہ میں داخل ہو گے۔

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ تشریف لائے تو مشرکین نے کہا کہ تمہارے یہاں وہ لوگ آ رہے ہیں جنہیں یثرب (مدینہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلا جائے اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان حسب معمول چلیں۔ تمام چکروں میں اکڑ کر چلنے کا حکم آپ نے اس لیے نہیں دیا کہ کہیں یہ (امت پر) دشوار نہ ہو جائے۔ اور حماد بن سلمہ نے ایوب سے اس حدیث کو روایت کر کے یہ اضافہ کیا ہے۔ ان سے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ اس سال عمرہ کرنے آئے جس میں مشرکین نے آپ ﷺ کو امن دیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اکڑ کر چلو تا کہ مشرکین تمہاری قوت کو دیکھیں۔ مشرکین جبل قعیقعان کی طرف

کھڑے دیکھ رہے تھے۔(بخاری:4256) نبی ﷺ نے 7ھ میں ذی قعدہ میں عمرۃ القضا ادا فرمایا اور مسلمان امن وامان سے مکہ داخل ہوئے پھر بے خوف ہو کر تین دن وہاں ٹھہرے۔(مختصر ابن کثیر:2/1905)

(7)﴿فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا﴾ ''تو اس نے جانا جو تم نے نہیں جانا'' نبی ﷺ نے حدیبیہ سے واپس جانے کے بعد 7ھ میں خیبر فتح کیا اور مال غنیمت کو صرف حدیبیہ والے مسلمانوں پر تقسیم فرمایا۔ رب العزت نے اسی بارے میں فرمایا: کہ تمہیں باتیں معلوم نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔(8)﴿فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ ''چنانچہ اُس نے پہلے تمہیں قریبی فتح عطا کر دی'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمہیں قریبی فتح عطا فرما دی۔ حدیبیہ سے واپس کرنے اور دوبارہ مکہ آنے میں جو حکمتیں، مصلحتیں اور بھلائیاں تھیں انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا کون سا خواب سچ کر دکھایا تھا؟

جواب: واقعہ حدیبیہ سے پہلے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہو کر طواف اور عمرہ کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ اسے بشارت سمجھتے ہوئے فوراً عمرہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے عام منادی کروادی اور عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ پھر حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ مسلمانوں کو اس کا بہت رنج تھا کہ ہم بیت اللہ میں جانے کی بجائے گھر واپس جا رہے ہیں۔ اس پر رب العزت نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خواب سچ کر دکھایا۔ خواب عمرے کے بارے میں تھا۔ جب بھی ہو، وقت کا تعین نہیں تھا۔ مسلمانوں نے حدیبیہ کے اگلے سال عمرہ کیا اور یوں رسول اللہ ﷺ کا خواب سچ ہو گیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عمرے کے بارے میں کیا تسلی دی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم پورے امن وامان کے ساتھ حرم میں داخل ہو گے۔

(2) سر منڈواؤ گے یا بال کٹواؤ گے۔(3) چین کے ساتھ نڈر ہو کر داخل ہو گے۔

سوال4: قریب کی فتح نصیب کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد فتح خیبر اور فتح مکہ سے پہلے صلح ہے جس کے نتیجے میں لوگوں نے کثرت سے اسلام قبول کیا۔ اس فتح کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ یقیناً یہ ایک عجیب فتح تھی جو اللہ تعالیٰ نے نصیب کی۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُس کو ہر دین پر غالب کر دے اور اس

پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے" (28)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ "وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُس کو ہر دین پر غالب کر دے اور اس پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے۔" رب العزت نے ایمان والوں کو دنیا پر چھا جانے کی بشارت دی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ﴾ "وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا" اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو خوشخبری دی ہے کہ وہ اپنے رسول کو نہ صرف قریش پر بلکہ تمام لوگوں پر فتح نصیب فرمائے گا کیونکہ اس نے آپ ﷺ کو نفع مند علم اور نیک عمل کے ساتھ بھیجا ہے۔ (2) ﴿بِالْهُدٰى﴾ "ہدایت کے ساتھ" یعنی ایسے نفع مند علم کے ساتھ جو گمراہی میں سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور خیر اور شر کے سارے راستے واضح کر دیتا ہے۔

(3) ﴿وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ "اور دینِ حق کے ساتھ" اور اس نے نبی ﷺ کو ایسے دین کے ساتھ بھیجا ہے جو حق ہے۔ یعنی وہ دین عدل، احسان اور رحمت ہے۔

(4) اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جو دلوں کو پاک، نفوس کی تطہیر، اخلاق کی تربیت اور اقدار کو بلند کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2574,2575)

(5) ﴿لِيُظْهِرَهٗ﴾ "تا کہ وہ اُس کو غالب کر دے" یعنی اس دین کو غلبہ عطا فرمائے۔

(6) ﴿عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ "ہر دین پر" یعنی دنیا بھر کے دینوں پر محمد ﷺ کا دین غالب رہے۔

(7) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رات اور دن ختم نہ ہوں گے جب تک لات اور عزیٰ (یہ دونوں بت تھے جاہلیت کے) پھر نہ پوجے جائیں گے" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں تو سمجھتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ "وہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُس کو ہر دین پر غالب کر دے اگرچہ مشرک لوگ برا جانیں۔" (التوبہ: 33) آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسا ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے ہر مؤمن مر جائے گا یہاں تک کہ ہر وہ شخص جس کے دل میں دانے برابر بھی ایمان ہوگا مر جائے گا اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں بھلائی نہیں ہے، پھر وہ لوگ اپنے مشرک باپ دادا کے دین پر لوٹ جائیں گے۔" (صحیح مسلم: 7299)

(8) ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ "اور اس پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے" یعنی محمد ﷺ کے رسول ہونے کی خود اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اور اس کی گواہی کافی ہے اگر آج لوگ آپ ﷺ کو رسول نہیں مانتے تو کل انھیں ماننا پڑے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ کیوں بھیجا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ اس لیے بھیجا ہے تا کہ وہ دوسرے اَدیان پر دینِ اسلام کو غالب کر دے۔

سوال 3: اسلام کے غلبے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد دلیل کا غلبہ بھی ہے۔

(2) اس سے مراد فوجی اور دنیوی لحاظ سے غلبہ ہے جو مسلمانوں کو اس وقت حاصل ہوا جب وہ اپنے دین پر قائم رہے۔

سوال 4: غلبۂ دین کے مراحل کیا ہیں؟

جواب: (1) غلبۂ دین کا آغاز دین کے علم سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت حدیث کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

(2) اسلام علمی تحریک ہے۔ جب تک مسلمان علمی میدان میں ترقی نہیں کریں گے غلبہ مقدر نہیں ہو سکتا۔

(3) اسلام کے غلبے کے لئے ایسی شخصیات کی تیاری کی ضرورت ہے جو غلبۂ دین کے لئے کام کریں، جن کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، جو مومن، مخلص اور محسن ہوں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غلبۂ دین کے لیے تعلیم کے ساتھ تربیت ضروری ہے۔

(4) اسلام کے غلبہ کے لئے Knowledge کی Islamisation ضروری ہے۔ علم کی بنیادوں کو عقیدے کی بنیاد پر درست کئے بغیر غلبے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(5) غلبۂ اسلام کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ کار اختیار کرنا ضروری ہے یعنی دعوت اور جہاد۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ کی گواہی کے کافی ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی گواہی سے مراد اس کی monitoring ہے۔ وہ مسلسل ہمارے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں ہو سکتی۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، آپ اُنہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کو ڈھونڈتے ہیں، سجدوں کے اثرات سے اُن کے چہروں

میں ان کی شناخت ہے۔اُن کی یہ مثال تورات میں ہے اور انجیل میں اُن کی مثال ایک کھیتی جیسی ہے جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنہوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے''(29)

سوال1:﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ﴾ ''محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، آپ اُنہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کو ڈھونڈتے ہیں، سجدوں کے اثرات سے اُن کے چہروں میں ان کی شناخت ہے۔اُن کی یہ مثال تورات میں ہے'' رب العزت نے محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور تورات میں صحابہ کے اوصاف کا جو ذکر کیا ہے آیت کے اس حصے کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾'' محمد اللہ کا رسول ہے''یعنی محمد ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رسول امین ہیں۔

(2)﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ﴾''اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں''یعنی آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو مہاجرین اور انصار میں سے ہیں۔

(3)﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾''وہ کفار پر سخت''یعنی دین کی فتح کے لیے سخت محنت کرنے والے کفار کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے ہیں۔ان کے دشمن ان کے سامنے ذلیل ہوئے وہ ان کی قوت توڑ کر ان پر غالب آ گئے۔

(4)﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾''آپس میں نہایت رحم دل ہیں''یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی، شفقت اور رحمت کا معاملہ کرنے والے ہیں۔وہ ایک جسم کی طرح ہیں ان میں سے ہر کوئی اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

(5) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت پہنچاتا ہے۔اور آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔(بخاری:2446)

(6) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تو مومنوں کو باہمی رحم دلی، دوستی اور باہمی مہربانی میں ایک جسم کی مانند پائے گا۔جب کسی عضو کو دکھ درد پہنچتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور تپ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''(بخاری:6011)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا:اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت رکھے، تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔" (بخاری:16)

(8) ﴿تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾ "آپ انہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں" ان کا اپنے خالق کے ساتھ کیسا تعلق ہے۔ آپ ﷺ انہیں رکوع اور سجدوں میں دیکھو گے۔

(9) یعنی نماز کی کثرت ان کی نمایاں خصوصیت ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ثواب کی امید رکھ کر رکوع اور سجدے کرتا ہے۔

(10) ﴿يَبْتَغُوْنَ﴾ "ڈھونڈتے ہیں" وہ نماز کے رکوع اور سجدوں کے ذریعے سے طلب گار ہیں۔

(11) یعنی وہ اپنے ایمان کے بعد اپنے سجدوں اور باہمی محبت کی وجہ سے طلب گار ہیں۔

(12) ﴿فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ "اللہ تعالیٰ کے فضل سے" یعنی اللہ تعالیٰ کی جنت کے طلب گار ہیں۔

(13) ﴿وَرِضْوَانًا﴾ "اور رضا" اس کی رضا کے طلب گار ہیں جو سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے" (التوبہ:72)

(14) ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ "سجدوں کے اثرات سے اُن کے چہروں میں ان کی شناخت ہے" سجدوں کے اثرات ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ گویا یہ ان کی علامت ہے۔

(15) حسن عبادت اور اس کی کثرت نے ان کے چہروں پر اثر کیا ہے حتی کہ وہ منور ہو گئے ہیں، چونکہ نماز کے نور سے ان کے باطن روشن ہیں۔ لہذا اجلال سے ان کے ظاہر منور ہیں۔ (تفسیر سعدی:2576.2585)

(16) مراد وہ نور اور وقار ہے جو کثرت عبادت سے انسان کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہرے اس اعتبار سے ممتاز نظر آتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فوجیں شام میں داخل ہوئیں تو وہاں کے عیسائی انہیں دیکھ کر کہنے لگے ہمیں مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی جو شان معلوم ہے ان کی شان اس سے بھی کہیں زیادہ ہے" (مختصر ابن کثیر، اشرف الحواشی:614/1)

(17) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے کچھ لوگوں پر اپنی رحمت کرنا چاہیں گے فرشتوں کو حکم دیں گے کہ ان کو دوزخ سے نکال دیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا اور ان میں سے جس پر اللہ اپنا رحم فرمائیں اور جو ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہتا ہوگا فرشتے ایسے لوگوں کو پہچان لیں گے اور ایسوں کو بھی پہچان لیں گے کہ ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہوں گے۔ (بخاری:806)

(18) یعنی وہ اچھے اخلاق والے، خشوع و خضوع اور تواضع والے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیتوں میں خلوص اور عملوں میں احسان تھا۔ جو شخص انہیں دیکھتا ان کے اخلاق و طریقے پر گرویدہ ہو جاتا تھا۔ (مختصر ابن کثیر:1906/2)

(19)﴿ ذٰلِكَ ﴾ ''یہ'' یعنی یہ احوال۔﴿مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ﴾ ''اُن کی یہ مثال تورات میں ہے'' یعنی یہ ان کی مثال سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات میں ہے۔

سوال2:﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''اور انجیل میں اُن کی مثال جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے'' انجیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف کا جو ذکر کیا گیا ہے۔ آیت کے اس حصے کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''اور انجیل میں اُن کی مثال جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے'' انجیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف کمال اور ان کے تعاون کی مثال ایک کھیتی سے دی گئی ہے۔

(2)﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ﴾ ''جس نے اپنی کونپل نکالی'' یعنی اس نے اپنی جڑ سے شاخیں نکالی ہیں۔

(3)﴿فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ﴾ ''پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی'' پھر یہ کھیتی طاقت ور اور مضبوط ہوگئی۔ دن بدن فربہ اور تن آور ہوتی گئی۔(4)﴿فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ﴾ ''پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی'' یعنی اپنی جڑوں پر کھڑی ہوگئی یعنی یہ کھیتی مضبوط ہوگئی اور اس کے تنے اپنے بل پر کھڑے ہوگئے۔

(5)﴿يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ ''کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے'' جس کا مالک اسے دیکھ کر باغ باغ ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت پہنچائی۔ آپ کو زور آور بنایا۔

(6) جو اپنے کامل طور پر سیدھا کھڑا ہونے اور اپنے حسن اعتدال کی بنا پر کاشتکاروں کو بھلی لگتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مخلوق کو نفع پہنچانے اور لوگوں کا ان کی طرف ضرورت مند ہونے کی وجہ سے، کھیتی کی مانند ہیں۔ ان کی قوت ایمان اور قوت عمل پودے کی رگوں اور اس کے تنوں کی مانند ہے۔ وہ کم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جن کا اسلام متاخر تھا، جنہوں نے بزرگ صحابہ کرام کی پیروی کی، ان کے ہاتھ مضبوط کیے، اقامت دین اور دعوت دین میں ان کی مثال اس کھیتی کی مانند ہے جس نے اپنی جڑوں سے سوئے نکالے، پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی۔ (تفسیر سعدی:2576/3)

(7)﴿لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''تاکہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے'' جب کافر ان کی دین کے دشمنوں پر سختی اور بہادری دیکھتے ہیں تو ان کے دل جلتے ہیں۔

سوال3:﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنہوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنہوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں سے ان کے گناہوں کی مغفرت اور اجر عظیم یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

(3) پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت، جس کا لازمہ دنیا و آخرت میں ہر قسم کے شر سے حفاظت اور دنیا و آخرت کے اندر اجر عظیم کو جمع کیا۔(تفسیر سعدی:2576/3)

(4) جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلا اور ان جیسا راستہ اختیار کیا وہ انہیں کے حکم میں ہے۔لیکن فضیلت اور فوقیت انہیں کو ہے۔جو مقام اور کمال انہوں نے پیدا کیا تھا اس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا انہیں خوش فرمائے اور ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس میں بنائے۔(آمین)

(5) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کو برا بھلا مت کہو۔اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔(بخاری:3673)

سوال4: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ دینے والوں کی کیا خصوصیات اللہ تعالیٰ نے واضح کی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا ساتھ دینے والوں کی یہ خصوصیات واضح کی ہیں:

(1) کافروں پر سخت (2) آپس میں رحیم اور شفیق (3) رکوع اور سجدے کرنا (4) اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی تلاش میں رہنا۔

(5) سجدوں کے اثرات کا چہرے سے ظاہر ہونا۔

سوال5: کافروں پر سخت ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے:(1) دین کے معاملے میں ان سے کوئی سودے بازی نہ کرنا۔(2) ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنا۔

سوال6: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کافروں کے لیے سخت اور آپس میں رحیم و شفیق تھے۔اس سے ان کے رویے کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے رویے اُصول کے تحت متعین کرتے تھے جبکہ عام لوگ خواہشات اور جذبات سے متعین کرتے ہیں۔

سوال 7: کونپل نکالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: کونپل نکالنے سے مراد ہے کہ دانے کو پھاڑ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو پودا باہر نکلتا ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ کی دعوت سے جو دل سچے ایمان سے بیدار ہوتے ہیں اور اس ایمان کی وجہ سے جو تبدیلی آتی ہے۔ اس کی وجہ سے اس گروہ کے لوگ اپنے ماحول میں ابتداء میں اجنبی ہو جاتے ہیں لیکن پھر آہستہ آہستہ ایمان والوں کا یہ گروہ پھلتا پھولتا ہے تو وہ ایک پروان چڑھتی ہوئی فصل بن جاتا ہے جس کو دیکھ کر کاشت کرنے والے کو خوشی ہوتی ہے اور جسے دیکھ کر کافر جلتے ہیں کیونکہ اس گروہ کی وجہ سے دوسروں کو خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔

سوال 8: مضبوط کرنے، موٹا ہونے اور اپنے تنے پر سیدھا ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کا مضبوط ہونا ہے۔ جیسے کھیتی ابتدا میں کمزور ہوتی ہے ایسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی کمزور تھے، پھر وہ قوی ہو گئے۔

سوال 9: کافر مسلمانوں پر کیوں غضبناک تھے؟

جواب: کافر مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کی وجہ سے غضبناک تھے کیونکہ اسلام کا دائرہ پھیل رہا تھا اور کفر کا دائرہ سمٹ رہا تھا۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے کس چیز کا وعدہ کر رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان سے بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔

اٰیاتها ۱۸ ۴۹ سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۶ رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس میں 2 رکوع اور 18 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 49 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 106 ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(1)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو'' اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ادب سکھایا ہے۔ اور ان امور کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان جن کا تقاضا کرتا ہے۔

(2) یہ آیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ادب، عزت واحترام اور آپ ﷺ کی تعظیم کا تقاضا کرتی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ادب کا تقاضا ہے کہ اس کے احکامات کی اطاعت کریں اور جس چیز سے اس نے روکا ہے اس سے اجتناب کریں۔

(4) محمد ﷺ کے ادب کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کریں۔

(5) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھیں یعنی کاموں میں اور معاملات میں رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھیں بلکہ تمام کاموں میں اور تمام معاملات میں نبی ﷺ کے پیچھے چلیں، آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلیں، آپ ﷺ کی پیروی کریں۔

(6) رسول اللہ ﷺ کے شرعی ادب کا تقاضا ہے کہ شریعت کے احکام میں نبی ﷺ کے قول اور فعل پر کسی اور کے قول وفعل کو ترجیح نہ دیں۔ (7) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے پہلے کسی کام کا حکم نہ دیں رسول اللہ ﷺ کی بات سے پہلے کوئی بات نہ کریں۔ یہی حقیقی ادب ہے۔ اسی میں فلاح اور کامیابی ہے۔

(8) نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا اور آپ ﷺ کی رائے اور آپ ﷺ کی بات پر کسی اور کو مقدم نہ رکھنا۔ اور ہمیشہ نبی ﷺ کی بات کو مقدم رکھنا واجب ہے۔

(9) ابن زید رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تم کوئی بھی معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بغیر منقطع نہ کرو۔ (جامع البیان: 120/26)

(10) یعنی تم اپنے دینی معاملات اور جنگی چالوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے کوئی فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرو۔ ممکن ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کوئی فیصلہ کر بیٹھو۔ (جامع البیان: 119/26)

(11) مجاہد رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ ﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تم نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی

امر میں فتویٰ نہ دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر فیصلہ کر دے۔ (جامع البیان:26/119)

(12) یعنی تم کوئی بھی معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بغیر نہ تو ختم کرو نہ ہی شروع کرو۔ (فتح القدیر:5/73)

(13) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے گا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟'' سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ کی کتاب میں تم نہ پا سکو؟'' تو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر سنت رسول ﷺ اور کتاب اللہ دونوں میں نہ پا سکو تو کیا کرو گے؟'' انہوں نے عرض کیا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا سینہ تھپتھپایا، نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کو راضی اور خوش کرتی ہے۔'' (ابوداؤد:3592)

(14) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی کو چھوڑ دو۔

(15) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ قبیلہ بنی تمیم کے سواروں کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا امیر آپ سیدنا قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کو بنا دیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بلکہ سیدنا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو امیر بنائیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ مقصد تو صرف میری مخالفت ہی کرنا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آپ کے خلاف کرنے کی غرض سے یہ تمہیں کہا ہے۔ اس پر دونوں میں بحث چلی گئی اور آواز بھی بلند ہو گئی۔ اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو۔'' آخر آیت تک۔ (بخاری:4847)

(16) ﴿إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمام آوازوں کو سننے والا سمیع ہے۔ کسی مقام اور کسی جہت، کسی وقت میں اس کی سماعت میں کمی نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن، گزرے ہوئے واقعات ہوں یا آنے والے معاملات وہ ہر چیز کا کلی علم رکھتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دے کر اطاعت کے لیے تیار کیا ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) تقویٰ کا شعور یعنی اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی وہ بنیاد ہے جس پر خدا رُخی زندگی تعمیر ہوتی ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ہی انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی سے رُک سکتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ہی انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں اپنی رائے کو ترجیح دینے سے رُک سکتا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ہی انسان دین کے معاملے میں خود فیصلے کرنے سے رُک سکتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کی بجائے دین کے معاملے میں اپنے طور پر فیصلہ کرنا۔ (2) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں اپنی رائے کو ترجیح دینا۔

(3) دین میں اضافہ یا بدعات کو ترجیح دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی کرنا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا کرو جیسے تم میں سے بعض، بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو'' (2)

سوال1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا کرو جیسے تم میں سے بعض، بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنے اور آپ ﷺ سے گفتگو کرتے وقت یا آپ ﷺ کی موجودگی میں آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی جب تم ان کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو تو اپنی آوازوں کو پست رکھو تا کہ نبی کریم ﷺ کی آواز غالب محسوس ہو اور دیگر سے ممتاز ہو۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ﴾ کے الفاظ ہیں۔ بعض اہل علم نے نبی ﷺ کی قبر کے پاس آواز بلند کرنے کو ناپسند کیا ہے اور بعض اہل علم نے علماء کے احترام میں ان کی مجالس میں آواز بلند کرنے کو ناپسند کیا ہے کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔ (قرطبی:220/8)

(2) اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کو ان کے نام سے خطاب نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں تعظیم و تکریم والے القاب سے مخاطب کرتا ہے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ ''اے نبی!'' (التوبۃ:73) ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ﴾ ''اے پیغمبر!'' (المائدۃ:41) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ''اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے!'' (المزمل:1) جب کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے کر خطاب کرتا ہے۔ ﴿وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ﴾ ''اور ہم نے کہا: ''اے آدم!'' (البقرۃ:35) ﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ﴾ ''اور ہم نے اُسے ندا دی کہ اے ابراہیم!'' (الصافات:104) ﴿قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! یقیناً وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔'' (ہود:46) ﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ

اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا﴾ ''کہا گیا: اے نوح! اُتر جاؤ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ۔'' (ہود:48) قرآن مجید میں بطور خطاب آپ ﷺ کا نام ایک دفعہ بھی مذکور نہیں ہے۔ بااسلوب دیگر ذکر کیا گیا ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ''اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔'' (ال عمران:144) ﴿وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ﴾ ''اور ایمان لائے اُس چیز پر جو نازل کی گئی محمد پر۔'' (محمد:2) ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ ''محمد اللہ کا رسول ہے۔ اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں۔'' (الفتح:29، تفسیر اضواء البیان:402/7)

(3) ﴿وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ﴾ ''نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا کرو جیسے تم میں سے بعض، بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے'' نبی کریم ﷺ کو یا محمد یا محمد کہہ کر نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بے تکلفی سے پکارتے ہو۔ بلکہ ادب واحترام اور سکون ووقار کے ساتھ یارسول اللہ یا نبی اللہ جیسے اچھے القاب سے پکارو۔ (جامع البیان:120/26)

(4) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے آپ ﷺ کی قبر کے پاس اور آپ ﷺ کی حدیث کی قرأت کے وقت آواز بلند کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کا احترام کرنا فرض تھا ویسے ہی آپ ﷺ کی موت کے بعد بھی فرض ہے۔ ابوحیان نے کسی عالم دین کی موجودگی میں بھی آواز بلند کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ (الاساس:5425/9)

(5) قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی حرمت وتعظیم ویسی ہی واجب ہے جیسی آپ ﷺ کی زندگی میں تھی۔ اور آپ ﷺ سے منقول ومرفوع احادیث کا وہی حکم ہے جو آپ ﷺ کی زندگی میں سنے ہوئے الفاظ کا تھا۔ جب آپ ﷺ سے ثابت احادیث پڑھی جارہی ہوں تو ہر سامع پر واجب ہے کہ وہ اپنی آواز پست کرے۔ اور اس سے لاپرواہی نہ کرے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر غور سے سننا واجب تھا اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تمام ازمنہ میں دائمہ حرمت وتعظیم کا دھیان رکھنے کا حکم دیا ہے ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔'' (الاعراف:204) آپ ﷺ کا کلام وحی الٰہی ہے اور آپ ﷺ کے کلام (یعنی حدیث) میں بھی قرآن مجید کی مانند حکمتیں چھپی ہوئی ہیں سوائے چند مستثنیٰ معنی کے جن کا تفصیلی بیان کتب فقہ میں موجود ہے۔ (تفسیر قرطبی:221,220/8)

(6) ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ﴾ ''کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں'' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ اس آیت مبارکہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ انسان کوئی عمل کرے اور اسے معلوم نہ ہو، کافر اگر ایمان لاتا ہے تو وہ اپنے اختیار سے ایمان کو کفر پر ترجیح دیتے ہوئے ایمان لاتا ہے اس طرح اگر کوئی مومن کفر کا ارتکاب کرتا ہے تو اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص لاعلمی میں کافر نہیں رہتا یعنی اسے اپنے کفر کا علم ہی نہ ہو۔ (تفسیر قرطبی:221/8)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے لیے ان کی خبر لاتا ہوں۔ پھر وہ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے یہاں آئے دیکھا کہ وہ گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں پوچھا کیا حال ہے؟ کہا کہ برا حال ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آواز کے مقابلہ میں بلند آواز سے بولا کرتا تھا اب سارے نیک عمل اکارت ہوئے اور اہل دوزخ میں قرار دے دیا گیا ہوں۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس کی اطلاع آپ کو دی۔ سیدنا موسیٰ بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ شخص اب دوبارہ ان کے لیے ایک عظیم بشارت لے کر ان کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم اہل دوزخ میں سے نہیں ہو بلکہ تم اہل جنت میں سے ہو۔ (بخاری:4846)

(8) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ بات کرتے کہ آپ ﷺ کو ان سے دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش آتی لیکن انہوں نے اپنے نانا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق اس سلسلے میں کوئی چیز بیان نہیں کی۔ (بخاری:4845)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی بات کرتا ہے، اس کی طرف اس کی توجہ بھی نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے کئی درجے بلند فرما دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والی بات کرتا ہے جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔'' (بخاری:6478)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کے ادب اور تعظیم کے لیے آپس کی گفتگو کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا راہ نمائی کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرنے کا حکم دیا ہے یعنی نبی ﷺ کی موجودگی میں آپس کی گفتگو میں بھی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہو۔ (2) ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کی طرح نبی ﷺ سے بات نہ کریں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرنے کے حکم کی کیا حکمت سمجھائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری آواز بلند ہو جائے اور تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾

''یقیناً جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے، اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے'' (3)

سوال 1: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ﴾ ''یقیناً جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ﴾ ''یقیناً جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے

ہیں'' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے چن لیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2587/3)

(2) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی آواز پست رکھنے کا حکم دے کر ان کے دلوں کے تقویٰ کو جانچ لیا ہے جس طرح سونے کو بھٹی میں ڈال کر کھوٹے اور کھرے کو جانچا جاتا ہے۔ (جامع البیان:123/26)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمایا اور ان کا امتحان لیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دل تقویٰ کے لیے درست پائے' پھر اس نے ان کے ساتھ ان کے گناہوں کی بخشش کا وعدہ کیا جو ہر قسم کے شر اور ناپسندیدہ امر کے زائل ہونے اور اجر عظیم کے حصول کو متضمن ہے' جس کے وصف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسی میں ہر محبوب چیز کا حصول ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ امر و نہی اور مصائب و محن کے ذریعے سے دلوں کو آزماتا ہے پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اوامر کا التزام کرتا ہے' اس کی رضا کی اتباع کرتا ہے' اس کی تعمیل کے لیے جلدی سے آگے بڑھتا ہے' اسے اپنی خواہشات نفس پر مقدم رکھتا ہے تو وہ تقوی کے لیے پاک صاف ہے اور اس کا قلب صحیح اور درست ہے اور جو کوئی ایسا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ وہ تقویٰ کے قابل نہیں۔ (تفسیر سعدی:2587/3)

(4) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ چار چیزیں اعظم شعائر اللہ سے ہیں قرآن، پیغمبر، کعبہ اور نماز۔ ان کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقویٰ سے مالا مال ہو۔ ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ''یہ ہے بات اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کا احترام کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے'' (الحج:32) یہاں سے بھی یہ معلوم ہو گیا کہ جب نبی ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ ﷺ کے احکام و ارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا گناہ ہوگا۔ (تفسیر عثمانی:640/2)

(5) ﴿امْتَحَنَ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اپنے محبوب امر کے لیے خالص کر لیا ہے۔ (جامع البیان:123/26)

(6) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے شہوت کو دور کر دیا ہے قاضی ابو محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اپنی شہوت اور غصے پر قابو پا لیا وہی اس آیت کا مصداق ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے اس سے انسان میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ (المحرر الوجیز:145/5)

(7) امام احمد رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک مراسلہ لکھا گیا کہ اے امیر المومنین! ایک آدمی گناہ کی خواہش رکھتا ہے مگر وہ اس گناہ پر عمل نہیں کرتا، جب کہ ایک آدمی نہ تو گناہ کی خواہش رکھتا ہے اور نہ ہی گناہ پر عمل کرتا ہے۔ ان دونوں میں کون افضل ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب لکھا کہ گناہ کی خواہش رکھنے کے باوجود گناہ نہ کرنے والے لوگ زیادہ افضل ہیں۔ (تفسیر منیر:550/13، مسند احمد:287/3)

(8)اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دلوں کو آزمایا جاتا ہے بعض دل اپنی آزمائش میں ناکام ہوجاتے ہیں اور بعض دل اپنی آزمائش میں کامیاب رہتے ہیں۔اس کی دلیل ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دلوں پر بار بار فتنے پیش کیے جاتے ہیں پس جس دل نے اس فتنے کو قبول کرلیا اس پر سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے اور جس نے انکار کردیا اس پر سفید نکتہ لگا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ دلوں کی دو حالتیں بن جاتی ہیں بعض دل چمکتے پتھر کی مانند صاف ہوجاتے ہیں تو قیامت تک کوئی فتنہ انہیں ضرر نہیں دے گا بعض دل انتہائی کالے ہوجاتے ہیں جو نہ نیکی کو جانتے ہیں اور نہ ہی برائی سے رکتے ہیں مگر جو ان کی خواہش کے مطابق ہو یہ آیت مبارکہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ کامیاب دل کی علامت نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم ہے۔(الاساس فی التفسیر:5425/9)

(9)﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے'' یعنی جنت ہے۔ان کے لیے سابقہ گناہوں سے معافی اور اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔''اجر عظیم'' بڑا اجر یعنی جنت ہے۔(جامع البیان:123/26)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کے سامنے جو لوگ اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ کس چیز کا خیال رکھتے ہیں؟

جواب: وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ادب، تعظیم، احترام اور تکریم کا خیال رکھتے ہیں جو ہر مسلمان کا فرض ہے۔

سوال3: تقویٰ کے اعزاز کے لیے اللہ تعالیٰ کن دِلوں کا انتخاب کرتے ہیں؟

جواب: (1)تقویٰ کا اعزاز انہیں دیا جاتا ہے جو اس نعمت کو پانے کے لیے تیار ہوں۔

(2)تقویٰ کا اعزاز اخلاص کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔(3)تقویٰ کا اعزاز دل کی پاکیزگی کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔

سوال4: تقویٰ کا اعزاز عطا کرتے ہوئے کس چیز کی خوش خبری دی گئی ہے؟

جواب: تقویٰ کا اعزاز عطا کرتے ہوئے مغفرت اور اجرِ عظیم کی خوش خبری دی گئی ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے پہلے انتہائی ڈراوے دیئے اور اس آیت میں گہری ترغیب دی گئی ہے۔اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ڈراوے اور ترغیب سے دِلوں کی تربیت کی ہے۔اسی اندازِ تربیت کی وجہ سے ابتدائی دور کے لوگ ہدایت یافتہ ہوئے تھے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

''جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں بلاشبہ اُن میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے''(4)

سوال1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں بلاشبہ اُن میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ﴾ ''جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں'' ''الحجرات'' سے مراد نبی کریم ﷺ کے گھر ہیں جن کی تعداد نو تھی۔ حجرہ اس گھر کو کہتے ہیں جو زمین سے بلند ہو اور چار دیواری سے گھرا ہوا ہو۔(البحر المدید:511/9)

(2) یہ آیت کریمہ اعراب یعنی عرب دیہاتیوں میں سے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے جفا سے موصوف کیا ہے۔ وہ اس لائق ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حدود نہ جانیں جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں۔ یہ عرب دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد بن کر آئے اور انہوں نے آپ کو اپنے گھر میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس پایا تو انہوں نے ادب کو ملحوظ نہ رکھا اور آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار نہ کر سکے اور پکارنا شروع کر دیا ''اے محمد! اے محمد! ﷺ ہمارے پاس آؤ، پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی عدم عقل کی بنا پر مذمت کی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول کے ساتھ ادب واحترام کو نہ سمجھ سکے۔ جیسا کہ ادب کا استعمال عقل مندی میں شمار ہوتا ہے بندے کا باادب ہونا اس کی عقل کا عنوان ہے۔(تفسیر سعدی:2588,2587/3)

(3) اللہ رب العزت نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔

(4)﴿اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اُن میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے'' یعنی ان میں سے اکثر اللہ کے دین سے جاہل ہیں۔(جامع البیان124/26)

(5) یعنی ان میں سے اکثر نبی ﷺ کے مقام اور آپ ﷺ کے بلند مرتبے کو نہیں سمجھتے۔(ایسر التفاسیر:1502)

سوال2: حجروں کے باہر سے پکارنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی ہے کہ حجروں کے باہر سے پکارنے والوں میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔

سوال3: یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟

جواب: یہ آیت بنو تمیم کے دیہاتیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ایک روز دوپہر کے قیلولے کے وقت حجرے سے باہر کھڑے ہو کر ''یا محمد'' ''یا محمد'' پکارا تھا تاکہ آپ ﷺ باہر تشریف لے آئیں۔(مسند احمد:394/3)

سوال4: اس آیت میں کس چیز کو نا سمجھی اور بے عقلی قرار دیا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر نہ رکھنے کو بے عقلی قرار دیا گیا۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور بے شک اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود اُن کے پاس باہر نکلتے تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(5)

سوال1:﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور بے شک اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ

آپ خود اُن کے پاس باہر نکلتے تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ ''اور بے شک اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود اُن کے پاس باہر نکلتے تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا'' یعنی اگر لوگ آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے تو یہ دنیا و آخرت میں ان کے لیے بہتری کا ذریعہ ہوتا اور اسی میں مصلحت ہے۔

(2) نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صبر کا معنی ہے کہ نفس کو خواہشات کی طرف مائل ہونے سے روکنا۔ (الاساس فی التفسیر: 5403/9)

(3) سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری خواہش ہے کہ اس دن ان لوگوں کو اسی حال پر چھوڑ دیا جاتا اور مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ سے لوگ آ کر خود دیکھتے کہ کس احسن طریقے سے نبی کریم ﷺ نے ان سے دفاع کیا یہ واقعہ مفاخرت اور تکاثر کرنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ (تفسیر الراغی: 239/9)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (الاعراف: 157)

(5) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾﴾ ''درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو وہاں سے وہ نہیں جاتے حتیٰ کہ اُس سے اجازت طلب کر لیں یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے

کو بلاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کو کوئی فتنہ پہنچے یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے۔" (النور:63,62)

(6)﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۵۱) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ(۵۲)﴾ "درحقیقت مؤمنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب اُنہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔" (النور:52,51)

(7)﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ "اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔" (الاحزاب:36)

(8)﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" یعنی بندوں سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں اور ان سے ادب میں جو خلل واقع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا ہے، وہ ان پر بہت مہربان ہے کہ وہ ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ (تفسیر سعدی:2588/3)

(9) یعنی اللہ تعالیٰ وسیع و بلیغ مغفرت و بخشش والا ہے۔ اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی بخشش ان کے لیے تنگ نہ ہوگی۔ (الاساس فی التفسیر:5403/9)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں تم کسی گروہ کو لاعلمی سے کوئی نقصان (نہ) پہنچا دو پھر جو کچھ تم نے کیا ہو اُس پر پشیمان ہو جاؤ" (6)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں تم کسی گروہ کو لاعلمی

سے کوئی نقصان (نہ) پہنچادو پھر جو کچھ تم نے کیا ہو اُس پر پشیمان ہو جاؤ'' بلاتحقیق فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کریں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) عمومی ادب یہی ہے کہ سنی سنائی خبروں کی تحقیق کرنا واجب ہے۔ (تفسیر منیر: 554/13)

(2) اس آیت کی ماقبل سے مناسبت یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دو چیزوں کا حکم دیا:

(i) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ (ii) نبی کریم ﷺ کا احترام کرتے ہوئے اپنی آواز کو پست رکھو۔

مذکورہ دونوں آداب بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیسرا ادب یہ بیان کیا ہے کہ اخبار کی تحقیق کرنا واجب ہے اور فتنے سے بچنے کے لیے بلاتحقیق کسی بات پر اعتماد نہ کیا جائے۔ یہ ایک اجتماعی اور ضروری ادب ہے۔ وحدت امت اور تنازعات سے بچنے کے لیے اس پر عمل کرنا ضروری اور واجب ہے۔ (تفسیر منیر: 557/13)

(3) اس آیت مبارکہ کے شان نزول کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متعدد مفسرین کی یہی رائے ہے کہ یہ آیت سیدنا عقبہ بن ابومعیط رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے انہیں بنوالمصطلق کی طرف عامل زکوۃ بنا کر بھیجا۔ یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے ان میں سب سے بہترین طریق وہ ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے بنوالمصطلق کے سردار سیدنا حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ سیدہ ام المومنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے باپ سے نقل کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حارث بن ابوضرار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے مجھے اسلام لانے کی دعوت دی جسے میں نے قبول کرلیا اور مسلمان ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے زکوۃ ادا کرنے کی دعوت دی تو میں نے اس کو بھی تسلیم کرلیا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہا کہ میں اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ جاتا ہوں اور انہیں اسلام لانے اور زکوۃ دینے کی دعوت دیتا ہوں جس شخص نے میری دعوت کو قبول کرلیا میں اس کی زکوۃ کو جمع کرلوں گا اور آپ ﷺ فلاں فلاں وقت میرے پاس اپنا قاصد بھیج دیں جو میرے پاس جمع شدہ زکوۃ کو آپ ﷺ کے پاس لے آئے گا جب سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے زکوۃ جمع کرلی اور وعدے کا وقت آن پہنچا تو وعدے کے مطابق نبی کریم ﷺ کا قاصد نہ آیا جس سے سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان سے ناراض ہوگئے ہیں۔ چنانچہ سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے چند نمایاں افراد کو اکٹھا کیا اور بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے میرے ساتھ فلاں فلاں دن کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنا قاصد بھیج دیں گے جو میرے پاس جمع شدہ زکوۃ لے جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ناراضگی کی وجہ سے اپنا قاصد نہ بھیجا ہو چلیں ہم سب نبی کریم ﷺ کے پاس چلتے ہیں ادھر نبی ﷺ نے سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حارث رضی اللہ عنہ کے پاس صدقات وصول کے لیے بھیجا کہ ان کے پاس جمع زکوۃ کا مال لے آئیں۔ سیدنا ولید رضی اللہ عنہ چلتے چلتے راستے میں ڈر گیا اور وہیں سے واپس لوٹ آیا اور آ کر نبی کریم ﷺ کو کہا سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا اس پر نبی کریم ﷺ کو انتہائی غصہ

آیا اور آپ ﷺ نے ایک لشکر تیار کر کے سیدنا حارث رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔ ابھی لشکر مدینہ سے تھوڑا سا ہی باہر نکلا تھا کہ آگے سیدنا حارث رضی اللہ عنہ اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ آ رہے تھے جب ان کا آمنا سامنا ہوا تو سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب تیری طرف۔ سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو مال زکوۃ کی وصولی کے لیے بھیجا تھا اور آپ نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کی یہ سن کر سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے میں نے بالکل اسے نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ میرے پاس آیا ہے جب سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس داخل ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو نے زکوۃ بھی روک لی اور میرے قاصد کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے اسے دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی وہ میرے پاس آیا ہے میں اس لیے آپ ﷺ کے پاس خود چل کر آیا ہوں کہ جس مقررہ وقت پر آپ ﷺ کا قاصد نہیں پہنچا تو میں نے سوچا کہ شاید اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ناراض ہو گئے ہوں اس لیے انہوں نے قاصد نہ بھیجا ہو راوی فرماتے ہیں کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔ (الاساس فی التفسیر:9/5426,5427)

(4) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو'' یہ بھی ان آداب میں شامل ہے جن پر عقل مند لوگ عمل پیرا ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی فاسق شخص خبر لے کر آئے تو وہ اس کی خبر کی تحقیق کر لیا کریں اور تحقیق کے بغیر اس پر عمل نہ کریں، کیونکہ اس میں بہت بڑے خطرے اور گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے، کیونکہ جب فاسق و فاجر شخص کی خبر کو صادق اور عادل شخص کی خبر کے طور پر لیا جائے، اور اس کے موجب اور تقاضے کے مطابق حکم لگایا جائے، تو اس کی خبر کے سبب سے ناحق جان و مال کا اتلاف ہوگا جو ندامت کا باعث ہوگا۔ فاسق و فاجر کی دی ہوئی خبر سننے کے بعد اس کی تحقیق و تبیین واجب ہے۔ اگر دلائل اور قرائن اس کی صداقت پر دلالت کرتے ہوں تو اس پر عمل کیا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے اور اگر دلائل و قرائن اس کے کذب پر دلالت کریں تو اس کو جھوٹ سمجھا جائے اور اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ صادق و عادل کی خبر مقبول، کاذب کی خبر مردود اور فاسق کی خبر میں توقف ہے۔ بنابریں سلف نے خوارج کی بہت سی روایات کو قبول کیا ہے، جو صداقت میں معروف تھے، اگرچہ وہ فاسق تھے۔ (تفسیر سعدی:3/2588)

(5) اس آیت میں خبر واحد کو قبول کرنے پر دلیل موجود ہے بشرطیکہ اسے روایت کرنے والا راوی عادل ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کو فاسق کی نقل کردہ خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس شخص کا فسق ثابت ہو جائے اس سے منقول خبر بالاجماع باطل ہے۔ کیونکہ خبر امانت ہے۔ اور فسق ایک ایسا قرینہ ہے جو اسے باطل کر دیتا ہے۔ (تفسیر منیر:13/559,560)

(6) ﴿اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ﴾ ''تم کسی گروہ کو لاعلمی سے کوئی نقصان (نہ) پہنچا دو'' کسی خبر کی تحقیق میں جلدی کرنے والا عموماً ندامت

کا سامنا کرتا ہے۔اور جلد بازی کو نبی کریم ﷺ نے ناپسند کیا ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے''بردباری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔'' (تفسیر بغوی:559/13)

(7)﴿فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾''پھر جو کچھ تم نے کیا ہو اُس پر پشیمان ہو جاؤ'' تم اپنے فعل پر نادم ہو گے اور کچھ کر نہیں پاؤ گے کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا ہوگا۔

سوال2:خبروں اور اطلاعات کے بارے میں اسلام کا مؤقف کیا ہے؟

جواب:خبروں اور اطلاعات کے بارے میں اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ ان کی تحقیق کی جائے تا کہ غلط فہمی میں کسی کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہو جائے۔یہ ذمہ داری افراد کی بھی ہے اور حکومت کی بھی۔

سوال3:خبروں اور اطلاعات کے بارے میں تحقیق کا حکم دینے کی کیا مصلحت بتائی گئی؟

جواب:تحقیق کی یہ حکمت بتائی گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو لاعلمی سے کوئی نقصان پہنچاؤ۔پھر اپنے کیے پر نادم ہو۔

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾

''اور جان لو!یقیناتم میں اللہ کا رسول ہے۔اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہاری بات مان لیا کرے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے اور اس نے کفر،گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں''(7)

سوال1:﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾''اور جان لو!یقیناتم میں اللہ کا رسول ہے۔اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہاری بات مان لیا کرے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾''اور جان لو!یقیناتم میں اللہ کا رسول ہے'' یہ جھوٹ کی وعید اور رسوائی اور بدنامی کی دھمکی ہے یعنی ایسا آدمی جو جھوٹ کی صورت میں کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان سے اسے رسوائی کی دھمکی دی ہے۔(الحرر الوجیز)

(2)یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرو ان کا ادب کرو ان کے حکم کی تعمیل کرو کیونکہ وہ تمہاری مصلحتوں کو جانتے ہیں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے اندر موجود ہیں وہ ایسے رسول ہیں،جو صاحب کرم،نیک طینت اور راہِ راست دکھانے والے ہیں،جو تمہاری

بھلائی چاہتے ہیں اور تمہارے خیر خواہ ہیں جبکہ تم اپنے لئے شر اور ضرر چاہتے ہو جس پر رسول تمہاری موافقت نہیں کر سکتے۔ اگر رسول ﷺ بہت سے معاملات میں تمہاری اطاعت کرنے لگے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے مگر رسول اللہ ﷺ تمہیں رشد و ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2589)

(3) ﴿لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾ ''اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہاری بات مان لیا کرے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ'' وہ تم پر مہربان ہے اور ان کی رائے تمہاری رائے سے قیمتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ ''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے۔'' (الاحزاب:6)

(4) ابو نضرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾ ''جان لو تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے، اگر وہ بیشتر معاملات میں تمہاری بات ماننے لگ جائے تو تم مشقت و تکلیف میں پڑ جاؤ گے۔'' (الحجرات:7) تلاوت کی اور اس کی تشریح میں کہا: یہ تمہارے نبی اکرم ﷺ ہیں، ان پر وحی بھیجی جاتی ہے اور اگر وہ بہت سارے معاملات میں تمہاری امت کے چیدہ لوگوں کی اطاعت کرنے لگیں گے تو تم تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ گے، چنانچہ آج اب تمہاری باتیں کب اور کیسے مانی جا سکتی ہیں۔ (ترمذی:3269)

(5) یعنی اگر نبی ﷺ تمہاری اکثر باتیں مان لے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ﴾ ''اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب میں فساد برپا ہو جاتا بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں۔'' (المومنون:71)

سوال 2: ﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے اور اس نے کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایمان کو محبوب بناتا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں حق کی محبت اور اس کی ترجیح و دیعت کی ہے، اس نے حق پر جو شواہد اور دلائل قائم کیے ہیں، جو اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں اور قلوب اور فطرت اس کی قبولیت کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انابت کی جو توفیق عطا کرتا ہے وہ ان کے ذریعے سے تمہارے دلوں میں ایمان مزین کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2589)

(2) خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایمان کی تکمیل تین چیزوں یعنی زبان سے اقرار دل سے تصدیق اور اعضاء کے ساتھ عمل کرنے کا نام ہے۔ ایمان کی دلوں میں تزئین سے مراد یہ ہے کہ اس کی دل سے تصدیق کی جائے۔ فسوق سے مراد جھوٹ ہے۔ یہ اقرار باللسان کے مقابلے میں ہے عصیان (نافرمانی) یہ عمل بالارکان کے مقابلے میں ہے۔ (تفسیر المراغی: 243/9)

(3) ﴿وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ ''اور اس نے کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایمان کا تذکرہ کرنے کے بعد تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے کفر فسوق اور عصیان، ایمان تین چیزوں کا مرکب ہے دل سے تصدیق زبان سے اقرار اور انسانی اعضاء کے ساتھ عمل کرنے کا نام ایمان ہے۔ کفر سے مراد انکار ہے اور یہ دل سے تصدیق کرنے کے مقابلے میں ہے۔ فسوق زبان سے اقرار کرنے کے مقابلے میں ہے اور عصیان بدنی عمل کرنے کے مقابلے میں ہے اور اس سے مراد ہے کہ احکام شرعیہ کی اطاعت کرنا چھوڑ دینا اور یہ تمام نافرمانیوں کی جڑ ہے۔ (تفسیر منیر: 562/13)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں شر کی جو کراہت پیدا کی ہے اس کے ذریعے سے وہ گناہوں، کفر اور فسق کے کاموں کو ناپسندیدہ بناتا ہے۔

(5) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں'' یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر سے نفرت راسخ کر دی گئی ہے اور ان کے اعمال درست ہو گئے ہیں وہی دین پر قائم ہیں۔ اور چیزوں کے فسق کا ارتکاب کیا ان کے دلوں پر رب العزت نے مہر لگا دی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' (الصف: 5)

(6) امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ انہوں نے راہ حق کو اختیار کیا اور استقامت کو نہیں چھوڑا اور ''رشد'' سے مراد راہ حق میں پتھروں جیسی مضبوطی کے ساتھ استقامت اختیار کرنا ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 5406/9)

سوال 3: اللہ کے رسول ﷺ کے موجود ہونے کی بات یہاں کس لحاظ سے کی گئی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے موجود ہونے کی بات اس لیے کی گئی کہ اُن کی موجودگی کے کچھ تقاضے ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرو۔

(2) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اس لیے کہ وہ تمہارے معاملات کو زیادہ اچھے طریقے سے جانتے ہیں۔

(3) ان کی اتباع کرو یعنی ان کے پیچھے چلو کیونکہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔

(4) رسول اللہ ﷺ کو اپنے پیچھے چلانے کی کوشش نہ کرو اس لیے کہ اگر وہ آپ کے پیچھے چلیں گے تو آپ لوگ مشقت میں پڑ جاؤ گے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کیا رحمتیں نازل کیں جن کی وجہ سے وہ ہدایت یافتہ ہو گئے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ایمان کو ان کے دلوں میں محبوب بنا دیا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو مرغوب بنا دیا۔

(3)اللہ تعالیٰ نے کفر، فسق اور نافرمانی سے انہیں نفرت دلائی۔

﴿فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''(8)

سوال1:﴿فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾''اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً﴾''اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے'' یعنی ان کی ہدایت اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت ہے۔

(2)یعنی ہر بھلائی جو رب العزت نے ان پر کی ہے وہ اس کا فضل اور احسان ہے۔

(3)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ اس شخص کو جانتا ہے جو اس نعمت کی قدر کرتا ہے۔ پس وہ اسے نعمت کی توفیق سے نواز دیتا ہے اس شخص کو بھی جانتا ہے جو اس نعمت کی قدر نہیں کرتا اور یہ نعمت اس کے لائق نہیں ہوتی۔ پس وہ اپنے فضل وکرم کو اس مقام پر رکھتا ہے جہاں اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:2590/3)

سوال2:اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس چیز کو فضل اور نعمت قرار دیا گیا ہے؟

جواب:ایمان کی محبت اور کفر، نافرمانی اور فسق سے نفرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل اور نعمت قرار دیا گیا ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کے فضل اور نعمت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رشد وہدایت پر تھے۔

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

''اور اہلِ ایمان میں سے دو گروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو اُن دونوں کے درمیان صلح کراؤ، اُن دونوں میں سے ایک گروہ اگر دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اُس گروہ سے لڑو جس نے زیادتی کی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، چنانچہ اگر وہ پلٹ آتا ہے تو اُن دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے''(9)

سوال1:﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ ''اور اہلِ ایمان میں سے دوگروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو اُن دونوں کے درمیان صلح کراؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فاسق کی خبر سے بچنے اور پھر اس خبر سے پیدا ہونے والے فتنے اور پھر نزاع حتّٰی کہ کبھی قتل کی صورت میں لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچنے کی وضاحت کرنے کے بعد اس بات کی رغبت دلائی ہے کہ نصیحت ،وعظ ،ارشاد اور فیصلے کی صورت میں ٹھوس وسائل کے ساتھ فریقین میں صلح کروائی جائے پھر اگر دونوں میں سے کوئی بغاوت پر اترتی ہے تو بغاوت وظلم کرنے والی جماعت کو قتل کر دیا جائے پھر اللہ تعالیٰ نے صلح کے معاملے کو فریقین کے درمیان اخوت و یگانگت اور لڑائی کے اسباب اور مختلف جہتوں اور خوف الٰہی اور اطاعت الٰہی کے ساتھ معلل کیا ہے۔(تفسیر منیر:13/567)

(2)سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کہا گیا کہ اگر آپ ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ﷺ اس کی طرف تشریف لے گئے اور گدھے پر سوار ہوئے کئی اور مسلمان بھی ساتھ گئے اور وہ دلدلی زمین تھی پس جب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے تو اس نے کہا مجھے آپ ﷺ کے گدھے کی بو نے تکلیف دی ہے تو ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم !رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی بو تیری بو سے زیادہ پاکیزہ ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن ابی کی قوم سے ایک آدمی غضب ناک ہو گیا پھر کہا کہ ان دونوں آدمیوں کو غضب ہوا اور ان دونوں کے درمیان کھجور کی ٹہنی ہاتھوں اور جوتوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی چنانچہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ یعنی نصیحت اور حکم الٰہی کی طرف دعوت سے صلح کرواؤ۔(بخاری:2691)

(3)﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ ''اور اہلِ ایمان میں سے دوگروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو اُن دونوں کے درمیان صلح کراؤ'' یہاں طائفہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔اور طائفہ عموماً چھوٹی جماعت کو کہتے ہیں۔حتّٰی کہ بعض مفسرین کے خیال کے مطابق اس لفظ کا اطلاق ایک فرد پر بھی ہو سکتا ہے۔یعنی اگر دو مسلمانوں میں لڑائی ہو تب بھی یہی حکم ہے اور یہ تو واضح ہے کہ صلح کرنے والا کوئی غیر جانبدار ہی ہو سکتا ہے۔خواہ یہ ایک آدمی ہو یا جماعت ہو پھر صلح کرانے والے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ فریقین پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔(تیسیر القرآن:4/271)

(4)یہ آیت کریمہ اہل ایمان کو ایک دوسرے پر زیادتی کرنے اور ایک دوسرے سے لڑائی کرنے سے روکنے کو متضمن ہے نیز یہ کہ جب اہل ایمان میں سے دوگروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دیگر اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ ان دوگروہوں کے درمیان پڑ کر جس کے ذریعے سے ان کے مابین صلح ہو جائے اور ان کے درمیان اصلاح کے ذریعے سے اس بہت بڑے شر کی تلافی کریں اور وہ ذرائع اختیار کریں جو صلح پر منتج ہوتے ہیں۔اگر وہ دونوں گروہ باہم صلح کر لیں تو بہت اچھی بات ہے۔(تفسیر سعدی:3/2590،2591)

(5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم مظلوم کی مدد تو کر سکتے ہیں لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ظالم کا ہاتھ پکڑ لو یہی اس کی مدد ہے۔" (بخاری:6952)

(6) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قبا نے آپس میں جھگڑا کیا حتی کہ ایک دوسرے کو پتھر مارنے لگے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ہمیں ان کے پاس لے چلو، ہم ان کے درمیان صلح کراتے ہیں۔" (بخاری:2693)

(7) حدیث میں مرقوم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کی عیب جوئی کرتا ہے اور نہ اس کو ذلیل و رسوا کرتا ہے اور نہ ہی اس کی اجازت کے بغیر اپنی عمارت و مکان کو اونچا کرتا ہے تاکہ اس کی طرف آنے والی ہوا کو روک دے اور نہ ہی اپنی ابلنے والی ہنڈیوں کی خوشبو کے ساتھ اس کو تکلیف دیتا ہے۔ مگر یہ کہ اس کو بھی شوربہ بھیج دیتا ہے اور وہ اپنے بچوں کے لیے پھل نہیں خریدتا تاکہ اس کے بچے اس کو لے کر ہمسائے کے بچے کو دکھلائیں اور ان کو نہ کھلائیں۔ پھر آپ نے کہا ان باتوں کو یاد رکھنا مگر تم میں سے تھوڑے ہی ان باتوں کو یاد رکھیں گے۔ (احمد المسند: 4/123)

(8) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا آپ ﷺ کے ساتھ منبر پر سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے آپ ﷺ کبھی ان کی طرف اور کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظیم ترین جماعتوں میں صلح کروائے گا اور کبھی یہ بھی فرمایا کہ طویل جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے شامیوں اور عراقیوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ (بخاری:2704)

(9) سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اس آدمی علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہوا۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ مجھ سے راستہ میں ملے تو کہنے لگے: اے احنف رضی اللہ عنہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے چچازاد یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نصرت کا ارادہ کرتا ہوں۔ تو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: اے احنف رضی اللہ عنہ! واپس لوٹ جا کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب دو مسلمان باہم ایک دوسرے سے اپنی تلواروں سے جنگ کریں گے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یا آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یہ تو قاتل ہے مگر مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیونکہ اس نے بھی اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ (مسلم:7252)

سوال 2: ﴿فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ "اُن دونوں میں سے ایک گروہ اگر دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اُس گروہ سے لڑو جس نے زیادتی کی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ "اُن دونوں میں سے ایک گروہ اگر دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اُس گروہ سے لڑو جس نے زیادتی کی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ

آئے'' یعنی باغی جماعت سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ وہ حق کی طرف نہ لوٹ آئے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کو نہ ماننے لگے اور حق بات سن کر اس کی مطیع ومنقاد نہ ہو جائے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1912)

(2) یعنی اس حد کی طرف لوٹ آئیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے یعنی فعل خیر اور ترک شر اور سب سے بڑا شر آپس میں لڑنا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2590)

سوال 3: ﴿فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ ''چنانچہ اگر وہ پلٹ آتا ہے تو اُن دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ﴾ ''چنانچہ اگر وہ پلٹ آتا ہے تو اُن دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ'' یعنی صلح میں عدل وانصاف کرو کیونکہ کبھی صلح تو ہوتی ہے مگر عدل نہیں ہوتا بلکہ کسی ایک فریق پر ظلم ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں جماعتوں میں عدل کے ساتھ صلح کرواؤ۔

(2) سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا جائز ہے لیکن ایسی صلح جائز نہیں جو حلال کو حرام کر دے اور حرام کو حلال کر دے۔'' (ترمذی:1352)

(3) سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ''جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔'' (بخاری:2692)

(4) ﴿وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ ''اور انصاف کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے'' عادل وہ ہے جو لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے ہوئے اور ذمہ داریوں میں انصاف سے کام لیتے ہیں جن پر انہیں فائز کیا جاتا ہے۔

(5) اس میں وہ عدل بھی شامل ہے جو انسان گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی میں کرتا ہے۔

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں نور کے منبروں پر فائز ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں اپنے اہل وعیال میں اور منصبی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں۔'' (مسلم:4721)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ

چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔" (بخاری:1423)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ "اور جو برائی لے کر آئے گا تو ان کے چہرے اوندھے منہ آگ میں ڈال دیے جائیں گے تمہیں سزا نہیں دی جائے گی مگر وہی جو تم کیا کرتے تھے۔" (النمل:90)

(9) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔" (المائدہ:8)

سوال 4: مسلمانوں کے گروہوں میں صلح کروانے کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: صلح کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں گروہوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف بلایا جائے یعنی قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے اختلاف کا حل تلاش کیا جائے۔

سوال 5: "اگر ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادتی کرے" اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اگر ایک گروہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کی بجائے اختلاف کرنے پر آمادہ ہو اور بغاوت کی روش اختیار کرے تو دوسرے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ زیادتی کرنے والے گروہ سے لڑیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے لیے تیار ہو جائے۔

سوال 6: "پھر اگر وہ پلٹ آئے" یہاں پلٹ آنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد باغی گروہ کا بغاوت سے باز آنا ہے۔

(2) اس سے مراد باغی گروہ کا اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آنا ہے۔

سوال 7: پلٹ آنے کی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: پلٹ آنے کی صورت میں حکم ہے کہ انصاف کے ساتھ صلح کروا دو۔

سوال 8: انصاف کے ساتھ صلح کروانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں دونوں گروہوں کے درمیان صلح کروانا۔

سوال 9: اللہ تعالیٰ نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے یہاں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سے مراد زندگی کے ہر معاملے میں انصاف کرنا ہے۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''بلاشبہ مومن بھائی بھائی ہیں، چنانچہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' (10)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''بلاشبہ مومن بھائی بھائی ہیں، چنانچہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ ''بلاشبہ مومن بھائی بھائی ہیں'' یعنی دین اسلام میں داخل ہونے والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(2) یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے درمیان قائم کیا ہے زمین کے مشرق یا مغرب میں کوئی بھی شخص جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مومنوں کا بھائی ہے۔ یہ ایسی اخوت ہے جو اس بات کی موجب ہے کہ مومن اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور وہ چیز اس کے لیے ناپسند کریں جسے وہ اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں۔ بنابریں رسول اللہ ﷺ نے اسی اخوت ایمان کی بنا پر حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''باہم حسد نہ کرو، مال کی خرید وفروخت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ دو، ایک دوسرے سے ناراض نہ ہو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ مومن مومن کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔'' (بخاری: 1543) رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''مومن مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جو ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈال کر دکھایا۔ (بخاری: 6026) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا کہ تمام مومنین ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کریں اور ایک دوسرے سے ایسا سلوک کریں جس سے باہمی الفت، محبت اور باہمی میل جول پیدا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک دوسرے کے حقوق کی تائید ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2590)

(3) مومنوں کی اخوت نسب کی بجائے دین وحرمت کے کاموں میں ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ دینی اخوت نسبی اخوت سے زیادہ پائیدار ہوتی ہے کیونکہ دین الگ الگ ہونے کی وجہ سے نسبی اخوت ٹوٹ جاتی ہے مگر نسب الگ الگ ہونے کی وجہ سے دینی اخوت

نہیں ٹوٹتی۔(تفسیر قرطبی:322/16)

(4)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو،حسد نہ کرواور نہ قطع تعلق کرو بلکہ اللہ کے بندو!سب بھائی بھائی بن جاؤ نیز کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ ناراض ہو۔''(بخاری:6076)

(5)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے،پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے،اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔(بخاری:2442)

(6)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''کسی نیک کام کو حقیر نہ سمجھو،اگرچہ وہ کام اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔''(مسلم:6690)

(7)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔(صحیح بخاری:13)

(8)﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾''چنانچہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ''یعنی لڑنے والی جماعتوں میں صلح کروادو۔

(9)اہل ایمان کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب وہ آپس میں کسی ایسی لڑائی میں مبتلا ہو جائیں جو دلوں میں تفرقہ باہم ناراضی اور ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنے کی موجب ہو تو اہل ایمان اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کریں تاکہ ان کی باہمی دشمنی ختم ہو جائے۔(تفسیر سعدی:2590/3)

(10)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے''پھر اللہ رب العزت نے تقویٰ کا حکم دیا اور تقویٰ اور ایمان والوں کے حقوق کی ادائیگی پر رحمت کا وعدہ فرمایا۔

(11)﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾''تاکہ تم پر رحم کیا جائے''اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہو جاتی ہے تو دنیا و آخرت کی ہر بھلائی حاصل ہو جاتی ہے یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کے حقوق کی عدم ادائیگی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ان دو آیات کریمہ میں مذکورہ بالا فوائد کے علاوہ بھی بعض فوائد ہیں:(i)اہل ایمان کا ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا،اخوت کے منافی ہے'اس لیے یہ سب سے بڑا گناہ ہے(ii)ایمان اور اخوت ایمانی آپس کی لڑائی کے باوجود زائل نہیں ہوتے جیسے دوسرے کبیرہ گناہوں سے ایمان زائل نہیں ہوتا جو شرک سے کم تر ہوں۔یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔(iii)یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ مومنوں کے

درمیان عدل وانصاف کے ساتھ صلح کرانا واجب ہے۔(iv) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ باغیوں کے خلاف لڑنا واجب ہے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف نہ لوٹ آئیں۔(v) نیز یہ آیات کریمہ اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اگر باغی غیر اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں یعنی وہ اس طرح رجوع کریں جس پر قائم رہنا اور اس کا التزام جائز نہ ہو تو غیر اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔(vi) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ باغیوں کے اموال معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بغاوت پر جمے رہنے کی بنا پر اُن کے اموال کی بجائے خاص طور پر ان کے خون کو مباح قرار دیا ہے۔(تفسیر سعدی:2590/3)

سوال2: مومنوں کے آپس میں بھائی بھائی ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ مومنوں کے تعلقات کی بنیاد ایمان ہے۔

سوال3: جو تعلقات ایمان کی بنیاد پر اُستوار ہوئے ہوں ان کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: (1) جو تعلقات ایمان کی بنیاد پر اُستوار ہوئے ہوں ان کا تقاضا یہ ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ پر، ایک دین پر ایمان رکھنے والے آپس میں نہ لڑیں۔

(2) اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے ایک دوسرے کے ہمدرد، غمگسار، خیر خواہ اور معاون بن کر رہیں۔

(3) اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مومنوں کے درمیان کبھی نفرت یا دُوری پیدا ہو جائے تو اسے دور کیا جائے اور ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بننے کے لیے کیا چیز ناگزیر ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بننے کے لیے اُس کا خوف ناگزیر ہے۔

سوال5: اس آیت میں باغی گروہ سے قتال کا حکم ہے۔ مسلمان کے مسلمان سے قتال کا کیا درجہ ہے؟

جواب: (1) مسلمان جب مسلمان سے قتال کرتا ہے تو کفر کرتا ہے جب یہ بغیر کسی وجہ کے ہو۔

(2) بغاوت کی بنیاد پر نہ صرف قتال جائز ہے بلکہ اس کا حکم ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے باغی گروہ کو مومن قرار دیا، اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: بغاوت اگرچہ کبیرہ گناہ ہے لیکن اس کی وجہ سے کوئی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔

رکوع نمبر 14

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ

يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی دوسرے کا مذاق نہ اُڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ایک دوسرے کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ ہی اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد برا نام (پکارنا) بہت بری بات ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں سو وہی ظالم ہیں'' (11)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی دوسرے کا مذاق نہ اُڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ایک دوسرے کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں'' اللہ رب العزت نے مذاق اڑانے اور حقیر جاننے کی ممانعت کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) آیت کی غرض وغایت مومن کا مومن کے ساتھ اور باقی تمام کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے پر ابھارنا ہے۔ (تفسیر منیر: 576/13)

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' اگلے احکامات ایمان لانے کا تقاضا ہیں اس لیے مومنوں کے باہمی حقوق کی طرف توجہ دلانے کے لئے ان کے ایمان سے انہیں ندا دی گئی۔

(3) ﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾ ''کوئی قوم کسی دوسرے کا مذاق نہ اُڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں'' ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت وفد تمیم کے بارے میں نازل ہوئی اس کا ذکر سورۃ کے شروع میں آیت کے شان نزول کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ کہ یہ لوگ غریب صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذاق کیا کرتے تھے ان میں سیدنا عمار، خباب، ابن فہیر، بلال، صہیب، سلمان فارسی، سالم رضی اللہ عنہم جو ابو حذیفہ کے غلام تھے شامل ہیں جب اس وفد نے ان بوسیدہ حال صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذاق کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر)

(4) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد غنی یعنی مالدار کا فقیر یعنی غریب کو مذاق کرنا ہے۔ (تفسیر منیر)

(5) سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے شخص کے لیے مناسب نہیں جس کے گناہ اللہ تعالیٰ نے چھپا رکھے ہیں کہ وہ ایسے شخص کو مذاق کرے جس کے گناہ اللہ تعالیٰ ظاہر کر دیتے ہیں۔ شاید کہ جس کے گناہ ظاہر کیے گئے ہیں وہ اسی کے لیے آخرت کے اعتبار سے بہتر ہو دنیا کے مقابلے میں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جسے ایک آدمی نے اس کی ماں کے بارے میں عار دلائی جو زمانہ جاہلیت میں اسی طعنہ دینے والے کے ساتھ تھی تو جسے طعنہ دیا گیا تھا وہ بہت شرمندہ ہوا اسی سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر)

(6) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت سیدنا عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ مسلمان ہوکر مدینہ میں آیا مسلمان جب اسے دیکھتے تو کہتے یہ اس امت کا ابن فرعون ہے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر)

(7) خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ اسباب نزول کے لیے کوئی چیز مانع نہیں ہے یعنی یہ ہوسکتے ہیں بسا اوقات ایک آیت کے بہت سارے شان نزول ہوتے ہیں اس لیے کہ لفظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ خاص سبب کا۔ (تفسیر منیر:579/13)

(8) یعنی کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی کسی قسم کی گفتگو سے یا اپنے قول وفعل سے کسی مسلمان کا مذاق اُڑائے یا اس کی تحقیر کرے۔

(9) مذاق اُڑانا اس بات کی دلیل ہے کہ تمسخر اُڑانے والا خود پسند ہے۔

(10) مذاق صرف وہی اڑاتا ہے جس کا دل برے اخلاق سے بھرا ہوا ہو جو اخلاق کریم سے بالکل خالی ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا کسی شخص کے لیے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے۔ (مسلم:2564)

(11) امام مسلم رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کتنے ہی پراگندہ حالت والے ہیں جن پر دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ پر قسم دے دیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اس قسم سے بری فرمادے گا۔ (تفسیر منیر:582/13)

(12) امام مسلم رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور مال نہیں دیکھتے بلکہ وہ تمہارے دل اور اعمال دیکھتے ہیں۔ یعنی امتیاز کی وجہ نفس کا خلوص دل کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعمال کا خالص کرنا ہے نہ کہ ظاہریت پسندی، حال، رنگ خاندانی شرافت اور جنس ہے۔ (تفسیر منیر:583/13)

(13) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرایا جائے اور لوگوں کو ذلیل وخوار سمجھا جائے۔ (مسلم:121)

(14) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دسویں تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا، خطبہ میں آپ ﷺ نے پوچھا "لوگو! آج کونسا دن ہے؟ لوگ بولے یہ حرمت کا دن ہے آپ ﷺ نے پھر پوچھا اور یہ شہر کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا شہر ہے، آپ ﷺ نے پوچھا یہ مہینہ کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا مہینہ ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا بس تمہارا خون تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے اس کلمہ کو آپ ﷺ نے کئی بار دہرایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ! کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچادیا اے اللہ! کیا میں نے پہنچادیا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نبی ﷺ کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لیے ہے کہ حاضر (اور جاننے والے) غائب (اور ناواقف لوگوں کو اللہ کا پیغام) پہنچادیں آپ ﷺ نے پھر فرمایا دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا۔" (بخاری:1739)

(15)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بندہ کسی بندے کے عیب نہیں چھپاتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔'' (مسلم:6594)

(16)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فاسق یا کافر کہے اور وہ شخص فاسق یا کافر نہ ہو تو تہمت کا وہ کلمہ خود کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔ (بخاری:6045)

(17)اس آیت کو سن کر سلف صالحین کا حال یہ ہو گیا تھا کہ سیدنا عمرو بن شرجیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اگر کسی شخص کو بکری کے تھنوں سے منہ لگا کر دودھ پیتے دیکھوں اور اس پر مجھے ہنسی آجائے تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں ایسا ہی نہ ہو جاؤں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اگر کسی کتے کے ساتھ بھی استہزاء کروں تو مجھے ڈر ہوتا ہے کہ میں خود کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ (قرطبی، معارف القرآن:116/8)

(18)امام نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس بات پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ کے ہاں مذاق کرنے والے سے جس کو مذاق کیا جا رہا ہوتا ہے بہتر ہوتا ہے اس لیے کہ لوگ تو ظاہر سے واقف ہوتے ہیں اور انہیں پوشیدہ صفات کا علم نہیں ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اصل اجر خلوص کا ہے جو پوشیدہ ہوتا ہے۔ (الاساس:5413/9)

(19)﴿وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ﴾ ''اور نہ عورتیں ایک دوسرے کا مذاق اُڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں'' پھر خاص طور پر وضاحت فرمائی مذاق اڑانے اور حقیر جاننے کا حکم سب کے لیے ہے کہ کسی مومن عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنی مومنہ بہن کو حقیر جانے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہتر ہو۔ لوگوں کی نظروں میں مقام کی حقیقت ہی کیا ہے اصل مقام تو اس کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں معتبر ہے۔

(20)سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور فرمانے لگیں کہ اے اللہ کے رسول عورتیں مجھے اے یہودن اور دو یہودیوں کی بیٹی کہہ کر شرمسار کرتی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو انہیں کیوں نہیں کہتی کہ ہارون میرے باپ ہیں موسیٰ میرے چچا ہیں اور محمد ﷺ میرے شوہر ہیں۔ تو اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی ان بیویوں کے متعلق نازل ہوئیں جو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو چھوٹے قد کا طعنہ دیتی تھیں۔ (تفسیر المراغی: 247/3)

سوال2:﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو ایمان کے بعد برا نام (پکارنا) بہت بری بات ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں سو وہی ظالم ہیں'' ایک دوسرے کی عیب چینی کرنے اور برا لقب دینے کی ممانعت کی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اور نہ ہی اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ'' (اَللَّمْزُ) قول کے ذریعے سے عیب چینی کرنا (اَلْهَمْزُ) فعل

کے ذریعے سے عیب چینی کرنا۔ یہ دونوں امور ممنوع اور حرام ہیں جن پر جہنم کی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ ''ہلاکت ہے ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے عیب جو کے لئے۔'' مسلمان بھائی کو مسلمان بھائی کے لیے نفس سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ تمام اہل ایمان کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ جسد واحد کی مانند ہوں نیز جب وہ کسی دوسرے کی عیب چینی کرے تو یہ چیز اس بات کی موجب ہوگی کہ دوسرا اس کی عیب چینی کرے لہٰذا وہی اس عیب چینی کا سبب بنے گا۔ (الحجرات 1:49)(تفسیر سعدی:2594,2593/3)

(2) السخریہ اور لمزہ میں فرق یہ ہے کہ سخریہ مطلقاً کسی شخص کو مذاق کرنا ہے اس کی موجودگی میں اس کی نصیحت کے لیے جب کہ لمزہ کسی کو اس کے عیب پر متنبہ کرنا ہے، چاہے وہ از روئے نصیحت ہو یا اس کے علاوہ چاہے وہ اس کی موجودگی میں ہو یا عدم موجودگی میں۔ اس فرق کے اعتبار سے لمزہ سخریہ کے مقابلے میں عام ہے۔ اور عطف العام علی الخاص یعنی عام کا عطف خاص پر ہے شمولیت کی غرض سے۔ (تفسیر منیر 583/13)

(3) ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ ''اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو'' سیدنا ابو جبیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ یہ ہم، بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں آئے تو یہاں ہر شخص کے دو دو تین تین نام تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی کو کسی نام سے پکارتے تو لوگ کہتے، اے اللہ کے رسول! اسے اس نام سے نہ بلایئے، کیونکہ یہ تو اس نام سے چڑتا ہے، چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسند احمد:18318، ابوداؤد:4962)

(4) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی یہودی یا عیسائی مسلمان ہوتا تو بعد از اسلام مسلمان اسے اے یہودی یا اے عیسائی کہہ کر پکارتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ (جامع البیان:137/26)

(5) رہے اچھے القابات جیسے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فاروق، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذوالنورین، سیدنا خزیمہ رضی اللہ عنہ کا صاحب شہادتین سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا صاحب شمالین، سیدنا خرباق بن عمرو رضی اللہ عنہ کا ذوالیدین، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسد اللہ اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا سیف اللہ ہے یہ تمام جائز ہیں۔ اور یہ عرب و عجم میں مقبول و معروف ہیں اس لیے مذکورہ آیت میں اچھے ناموں سے پکارنا مطلوب ہے۔ زمخشری ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ مومن کا مومن پر حق ہے کہ اسے اچھے ناموں سے پکارا جائے۔ کنیت رکھنا سنت ہے۔ اور بہترین ادب ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کنیتوں کو عام کرو یہ شناخت کا ذریعہ ہیں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق اور عتیق کا لقب دیا گیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ کا سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا۔ جاہلیت اور اسلام میں بہت کم مشاہیر ایسے ہیں جن کا لقب نہیں تھا عرب و عجم میں ہمیشہ تمام امتوں میں اچھے القاب رہے ہیں جن کے ساتھ وہ اپنے مخاطبین اور مکاتبین کو بغیر کسی تذبذب کے بلاتے تھے۔ (تفسیر منیر:592/13)

(6) ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ﴾ ''ایمان کے بعد برا نام (پکارنا) بہت بری بات ہے'' یعنی کتنی بری ہے وہ چیز جو تم نے ایمان اور شریعت پر عمل کے بدلے حاصل کی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے اعراض کے ذریعے سے فسق و عصیان کے نام کی مقتضی

ہے جو کہ تنابز بالالقاب ہے۔(تفسیر سعدی:2594,2593/3)

(7)اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جس نے مومنوں کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کیا، ان کو طعنے مارے اور برے ناموں سے پکارا تو ایسا شخص فاسق ہے ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ﴾ تم برے القاب سے مت پکارو اگر ایسا کیا تو فسق کے نام سے موسوم ہونے کے مستحق ٹھہرو گے۔(جامع البیان:137/26)

(8)﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ﴾ ''اور جو لوگ توبہ نہ کریں'' جو مسلمانوں کو حقیر جانے، اُن کا مذاق اُڑانے، اُن پر نکتہ چینی کرنے اور برے لقب رکھنے سے باز نہیں آئیں گے۔

(9)﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''سو وہی ظالم ہیں'' ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔

(10)اور یہی چیز بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنے مسلمان بھائی سے اس کے حق کو حلال کرا کے، اس کے لئے استغفار کر کے، اور اس کی جو مذمت کی گئی ہے اس کے مقابلے میں اس کی مدح وستائش کر کے اس کا حق ادا کرے۔﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ لوگوں کی دو اقسام ہیں:(i)اپنی جان پر ظلم کرنے والا وہ شخص جو توبہ نہیں کرتا۔(ii)توبہ کر کے فوز وفلاح سے بہرہ مند ہونے والا۔ان دو اقسام کے سوا اور کوئی قسم نہیں۔(تفسیر سعدی:2594,2593/3)

(11)یہ ہیں وہ اسلامی آداب واخلاق جن کی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تعلیم دی ہے۔(تفسیر منیر:582/13)

سوال3:ایک انسان دوسرے انسان کا مذاق کب اُڑاتا ہے؟

جواب:انسان دوسرے انسان کا مذاق تب اڑاتا ہے جب وہ خود کو دوسرے سے بہتر اور اس کو اپنے سے حقیر اور کم تر سمجھے۔

سوال4:انسان دوسرے انسانوں کا مذاق کیسے اڑاتا ہے؟

جواب:(1)دوسرے انسان کا مذاق اڑانے کے لیے عام طور پر کوئی ایک کمزور پہلو پکڑ لیا جاتا ہے۔پھر اسے خوب نمایاں کیا جاتا ہے اور اس طرح دوسرے کو کم تر ثابت کر کے خود کو بڑا ثابت کیا جاتا ہے۔

(2)دوسرے کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کے بُرے نام رکھے جاتے ہیں، پھبتیاں کسی جاتی ہیں۔چوٹیں کی جاتی ہیں، آنکھوں سے اشارے کیے جاتے ہیں، عیب لگائے جاتے ہیں اور مقصد اپنے بڑائی کے جذبے کی تسکین حاصل کرنا ہوتا ہے۔

سوال5:انسان جب دوسرے کو برا کہہ رہا ہوتا ہے تو خود کو اچھا سمجھ رہا ہوتا ہے۔اس طرح وہ اچھائی یا برائی کے لیے معیار کس کو بناتا ہے؟

جواب:ایک انسان دوسرے کو برا ثابت کرنے اور خود کو اچھا ثابت کرنے کے لیے معیار اپنے دل کی مرضی کو بناتا ہے لیکن اچھائی اور برائی کا وہ معیار نہیں جو انسان خود مقرر کرے۔

سوال6: اچھائی اور برائی کا معیار کیا ہے؟

جواب: (1) اچھا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں اچھا ہو۔ (2) بُرا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں برا ہو۔

سوال7: کیا انسان کے پاس خود کو بہتر سمجھنے اور دوسروں کو کم تر سمجھنے کا کوئی جواز ہے؟

جواب: انسان کے پاس خود کو بہتر اور دوسرے کو کم تر سمجھنے کا کوئی جواز نہیں کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کون ایمان اور عمل کے اعتبار سے بہتر ہے۔

سوال8: عورتوں کا الگ سے ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: عورتوں کا الگ سے اس لیے ذکر کیا گیا کہ ان میں عام طور پر مذاق اڑانے کی یہ بیماری زیادہ ہوتی ہے۔

سوال9: رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حقیر سمجھنے کو کس چیز سے تعبیر کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حقیر سمجھنے کو "کبر" سے تعبیر کیا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

سوال10: مذاق اُڑانے سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیسے تیار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے سے کم تر سمجھتے ہوئے تم جن کا مذاق اڑانا چاہتے ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ تم سے بہتر ہوں۔

سوال11: طعنہ دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: طعنہ دینے سے مراد کسی کو اس کی ماں، خاندان، شکل وصورت، مالی حیثیت یا معاشرتی حیثیت کی عار دِلانا ہے۔

سوال12: ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے: (1) اچھے ناموں کو بگاڑ کر بولنا۔ (2) کسی کا مذاق اڑانے یا اسے کم تر ثابت کرنے کے لیے لوگوں کے ایسے نام رکھنا جو انہیں ناپسند ہوں۔

سوال13: اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بعد نافرمانی میں نام پیدا کرنے کی بات کیوں کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے کی کہ لوگ مذاق اڑانے سے، طعنے دینے سے اور برے لقب سے یاد کرنے سے باز آجائیں۔

سوال14: ایمان کے بعد نافرمانی میں نام پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: نافرمانی میں نام پیدا کرنے سے مراد فاسقانہ اور نافرمانی کے کاموں میں شہرت حاصل کرنا ہے۔

سوال15: کون توبہ نہیں کرتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے وہ توبہ نہیں کرتا جو ظلم کرتا ہے، جو خود کو بڑا سمجھتا ہے۔

سوال16: انسان سے اپنی بڑائی کا جذبہ کیسے چھن سکتا ہے؟

جواب: (1) انسان اگر اپنی پیدائش کی حقیقت کو سمجھ لے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(2) انسان اپنی خوراک کی حقیقت کو سمجھ لے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(3) انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچان جائے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(4) انسان موت کی حقیقت پر غور کرے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(5) انسان آخرت کو یاد رکھے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(6) انسان اگر یہ یاد رکھے کہ انسانوں کے مرتبے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہونے والا ہے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(7) انسان اگر یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے میں اگر وہ معزز ہو جسے میں حقیر سمجھتا ہوں تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت گمان کرنے سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور جاسوسی نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اُس کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے''(12)

سوال1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت گمان کرنے سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں'' بدگمانی کی ممانعت جو اس آیت کے اس حصے میں کی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت گمان کرنے سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں'' اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو بدگمانی سے روکا ہے۔ اس لیے کہ دل کے اندر بدگمانی کے جڑ پکڑنے سے بات دل کے اندر نہیں رہتی زبان پر بھی آتی ہے پھر دل کے اندر بدگمانی صرف گمان تک نہیں رہتی وہ بغض و عداوت، کینہ و حسد اور انتقام تک پہنچا دیتی ہے۔

(2) ظن کی کئی قسمیں ہیں پہلی قسم واجبی گمان: جسے اللہ تعالیٰ نے مومنین کے متعلق اچھا گمان جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے جس کو بخاری و مسلم، نسائی و ترمذی اور ابن ماجہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق

ہوں۔جابر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اس حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ تم اللہ سے اچھا گمان کرتے ہو۔ (رواہ احمد،مسلم،ابوداؤد،ابن ماجہ) سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اچھا گمان اچھی عبادت ہے (عبادت کا حسن ہے) مثلاً عادل آدمی کی شہادت قبول کرنا۔قبلہ کی تلاش،ضائع شدہ مال کا اندازہ رکھنا اور جرائم کی شریعتوں میں غیر مقرر شدہ دیتوں میں حسن ظن رکھنا۔(تفسیر المیر :593/13)

دوسری قسم حرام ظن جیسے اللہ تعالیٰ اہل اصلاح اور مسلمانوں کے ساتھ بُرا گمان کرنا نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا خون اور عزت حرام کی ہے اسی طرح مسلمان کے ساتھ بدگمانی کو بھی حرام کیا ہے۔(ذکرہ القرطبی والالوسی) اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت ہے (نبی ﷺ نے فرمایا) جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ برا گمان رکھتا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان رکھتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم بہت زیادہ بدگمانی سے بچو۔(تفسیر منیر:593/13)

تیسری قسم مندوب ہے جیسے اپنے مسلمان بھائی کے لیے حُسن ظن اور برا ظن کرنا جب کہ وہ ظاہری فسق کرے۔

چوتھی قسم مباح: جیسے اجتھاد کے ذریعے شرعی احکام کو منطبق کرنے میں ظن کرنا اور غالب ظن پر عمل کرنا جیسے معلوم نہیں کہ رکعتیں کتنی پڑھی ہیں تین یا چار۔(تفسیر منیر:594/13)

(3) سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف کرتے تھے اور میں آپ ﷺ کی زیارت کے لیے رات کو آپ ﷺ کے پاس آئی اور میں نے آپ ﷺ کے ساتھ باتیں کیں اور لوٹنے کے لیے کھڑی ہوئی پس آپ ﷺ بھی میرے ساتھ کھڑے ہوئے تا کہ مجھے وہ لوٹائیں۔اوران کی رہائش اسامہ کے گھر میں تھی۔انصار کے دو آدمی چل رہے تھے پس جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو دوڑے تو نبی ﷺ نے فرمایا ٹھہر جاؤ یہ سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں بے شک شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے میں ڈرا یہ کہ وہ تمہارے دلوں میں بدگمانی نہ ڈال دے۔(احکام القرآن:406/13)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بدگمانی سے بچتے رہو بدگمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو،کسی کا عیب خواہ مخواہ مت ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ اور حسد نہ کرو،بغض نہ رکھو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔(بخاری:6066)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ کیا کرو،حسد نہ کیا کرو۔ بلکہ اللہ کے بندو! آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گزارو اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑے۔(بخاری:6065)

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَاِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ﴾ گمان کرنے سے بچو۔(بخاری،مسلم)

(7) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور بلند آواز سے فرمایا اے جماعت جنہوں نے زبان سے اسلام کا

اقرار کیا لیکن ان کا دل ایمان نہ لایا مسلمانوں کو تکلیف نہ دو، ان کو عار نہ دلاؤ اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو۔ پس جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا عیب تلاش کرتے ہیں وہ ذلیل ہو جاتا ہے چاہے گھر کے وسط میں ہی کیوں نہ ہو۔ سیدنا نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تیری عظمت و حرمت بہت بڑی ہے لیکن ایک مومن کی حرمت اللہ کے ہاں تجھ سے بھی بڑی ہے۔ (ترمذی:2032)

(8) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جہاں تک ہو سکے مسلمان کی بات کو اچھائی اور خیر خواہی پر محمول کرنا چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر:2/1913)

سوال 2: کون سا شخص بدگمانی سے نہیں بچ سکتا؟

جواب: (1) وہ شخص جو خبیث چیزوں کا اظہار کرتا ہے۔

(2) وہ شخص جو شک میں مشغول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو تہمت اور شک کے مواقع سے بچاتے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور جاسوسی نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اُس کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ ''اور جاسوسی نہ کرو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مومنین کے عیوب و نقائص تلاش کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ (جامع البیان)

(2) مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ کہتے ہیں جو بھی ظاہری اور اعلانیہ عمل ہو اس کو تسلیم کر لو اور جو بھی پوشیدہ عمل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھا ہوا ہے اس کو چھوڑ دو۔ (جامع البیان)

(3) قتادہ رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے مروی ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ تجسس کیا ہے؟ فرمایا اس سے مراد ہے کہ کسی کے عیوب و نقائص تلاش کرنا تاکہ تم اس کی پوشیدہ باتوں اور رازوں سے مطلع ہو سکو۔ (جامع البیان)

(4) سیدنا سفیان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ اس سے مراد جاسوسی کرنا اور بحث کرنا ہے۔ (جامع البیان)

(5) سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تو اس کے بارے میں غور و فکر کرے اور اس سے سوال کرے یہاں تک کہ تو اس کے حق اور باطل کو پالے فرماتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے تجسس کا نام دیا ہے۔ وہ اس طرح جاسوسی کرتا ہے جیسے کتے کسی چیز کو تلاش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت فرمائی۔ (جامع البیان:13/139)

(6) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا بھی دیکھ لیتا ہے جبکہ اسے اپنی آنکھ میں تنا بھی نظر نہیں آتا اور اسی طرح کہا جاتا ہے کہ انسان کی بلندی اور سعادت اسی میں ہے کہ وہ دوسروں کو چھوڑتے ہوئے اپنے عیوب کی طرف توجہ کرے۔ (تفسیر المراغی:248/9)

(7) سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں ایک دن پہرہ دیا جب ہمیں معلوم ہوا کہ گھر میں چراغ جل رہا ہے اور لوگوں کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں اور وہ مختلف قسم کی آوازیں نکال رہے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ گھر سیدنا ربیعہ بن امیہ بن خلف رضی اللہ عنہ کا ہی ہے اور وہ شراب پی رہے ہیں اس بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ تو میں نے کہا ہم وہ بات کر رہے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ اور ہم جاسوسی کر رہے ہیں۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہیں سے پھر گئے اور ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ (تفسیر المراغی:252/9)

(8) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدگمانی سے بچتے رہو، کیونکہ گمان (بدظنی) سب سے جھوٹی بات ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی برائی کی تلاش میں نہ لگے رہو نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرو، بلکہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔" (بخاری:6724)

(9) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک امیر جس وقت لوگوں کے عیوب تلاش کرتا ہے تو وہ ان کو خراب کر دیتا ہے۔ (تفسیر منیر:587/13)

(10) ایک دوسری حدیث میں ہے اگر تم لوگوں کے پوشیدہ حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گئے تو تم انہیں بگاڑ دو گے۔ خصوصاً حکمران جب لوگوں کے اندر شبہات تلاش کرتا ہے تو انہیں بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ (ابن کثیر)

(11) ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ "اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے" غیبت کا معنی یہ ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تو اپنے بھائی کی کسی ایسی خامی کا ذکر کرے جس کے ظاہر کرنے کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ خواہ وہ خامی اس کے اندر موجود ہو۔" (صحیح مسلم:2589)

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟" لوگوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ (اگر وہ سامنے ہو تو) اس کو ناگوار گزرے۔" کسی شخص نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں، تو تب؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو تم کہہ رہے ہو اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو تب تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔" (مسلم:6593)

(13) غیبت جھوٹ اور بہتان کے درمیان فرق یہ ہے کہ غیبت اس بات کو کہتے ہیں کہ ایک انسان اپنے بھائی کے بارے وہ بات کہے جو اس میں پائی جاتی ہے۔ اور جھوٹ یہ ہے کہ تو اس کے بارے میں وہ بات کہے جو تجھے اس کے بارے میں ملی ہے۔ اور بہتان یہ ہے کہ تو اپنے

بھائی کے بارے میں وہ بات کرے جو اس میں نہیں ہے۔ (تفسیر منیر:595/13)

(14) حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: غیبت تین قسم کی ہے تینوں اقسام کتاب اللہ میں موجود ہیں: (i) غیبت (ii) افک (جھوٹ باندھنا) (iii) بہتان۔ اس بات میں علماء کا اتفاق ہے کہ غیبت کبائر میں سے ہے مگر اس کا حل اور علاج یہ ہے کہ اللہ سے توبہ کی جائے اور جس کی غیبت ہوئی ہے اس سے معافی طلب کی جائے۔ سیدنا شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میرے پاس سے کوئی ہاتھ کٹا گزرے تو میں اس کے بارے میں کہہ دوں کہ یہ ہاتھ کٹا ہے تو یہ اس کی غیبت ہوگی۔ سیدنا شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات ابو اسحاق سے کی تو انہوں نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے۔ (تفسیر الرازی:252/9)

(15) مسلم اور ترمذی میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقاطعہ نہ کرو۔ ایک دوسرے کے پس پشت غیبت نہ کرو۔ اور تم ایک دوسرے کے خلاف کینہ بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے کے خلاف حسد نہ کرو۔ اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (تفسیر منیر:586/13)

(16) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا میں یہی کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں۔ مسدد کے علاوہ راوی کہتے ہیں، یعنی کم قامت، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو یہ اسے بھی بگاڑ دے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے سامنے کسی شخص کی نقل اتاری، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا، خواہ مجھے اس کے عوض اتنا اتنا مال بھی ملے۔'' (ابوداؤد:4875، ترمذی:2502)

(17) سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے وہ لوگو، جن کی زبانیں تو ایمان لا چکی ہیں لیکن دل ایمان دار نہیں ہوئے! تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنا چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید نہ کیا کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دے گا اور جس کے عیبوں کو اللہ ظاہر کر دے تو اسے اس کے گھر والوں میں بدنام کر دے گا۔'' (ابوداؤد:4880)

(18) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہیں، میں نے پوچھا، جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہیں؟ فرمایا، یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں سے کھیلتے تھے۔'' (ابوداؤد:4878)

(19) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: بے شک تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح یہ دن تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں قابل احترام ہے۔ (بخاری:1739)

(20) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک بدبودار لاش کی بدبو بلند ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ بدبو کیسی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔'' (مسند احمد:14796)

(21) سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دوسرے کی غیبت کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے اسے کہا غیبت سے اجتناب کرو یہ کتوں کی

خصوصیت ہے۔سیدنا عمرو بن عبید رضی اللہ عنہ کے لیے کہا گیا کہ آپ کے بارے فلاں نے غیبت کی ہے لیکن میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔(تفسیر مراغی:253/9)

(22)﴿اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اُس کو ناپسند کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے یہ غیبت سے نفرت دلانے کے لئے مثال دیتے ہوئے غیبت کرنے کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، جو نفوس انسانی کے لئے انتہائی ناپسندیدہ چیز ہے۔پس جس طرح تم اپنے بھائی، خاص طور پر بے جان اور مردہ بھائی کا گوشت کھانا ناپسند کرتے ہو اسی طرح تمہیں اس کی غیبت کرنا اور زندہ حالت میں اس کا گوشت کھانے کو ناپسند کرنا چاہیے۔(تفسیر سعدی:2595,2594/3)

(23) غیبت کبیرہ گناہ ہے اس لیے غیبت سے سختی سے ڈرایا گیا اور مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔

(24) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کفارہ غیبت کا یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرے اور یوں کہے کہ یا اللہ ہمارے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔'' (معارف القرآن:123/8)

(25) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے منافق کے مقابلے میں جو غیبت کر رہا تھا مومن کی حمایت کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کا گوشت جہنم کی آگ سے بچائے گا اور جس نے کسی مومن پر الزام لگایا جس سے اس کو ذلیل کرنا چاہتا تھا اللہ تعالیٰ اس کو پل صراط پر روک لے گا جب تک کہ بدلہ نہ لیا جائے۔(مسند احمد:1914/2، مختصر ابن کثیر)

(26) جو کسی مسلمان کی کسی جگہ توہین کرے جس سے اس کی آبرو ریزی ہوتی ہو۔اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ رسوا کرے گا جہاں اس کو اپنی حمایت و آخرت محبوب ہوگی اور جو کسی مسلمان کی اس جگہ حمایت کرے گا جہاں اس کی عزت میں فرق آ رہا ہو اور آبرو ریزی کی جا رہی ہو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد فرمائے گا جہاں اس کو اپنی مدد کی ضرورت ہوگی۔(ابوداؤد)

(27) غیبت کی حرمت سے استثناء کی صورتیں: علماء نے ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے جو غیبت کے حکم میں نہیں آتیں۔غیبت جب کسی صحیح شرعی مسئلے کے لئے ہو تو یہ حرام نہیں ہے اور یہ چھ امور ہیں۔

(i) جس نے اپنے اوپر ظلم کو ختم کرنے کے لیے حاکم کے سامنے شکایت کی۔

(ii) منکر کے بیان کو تبدیل کرنے پر مدد طلب کرنا اس طور پر کہ وہ اس کو ذکر کرے جو اس نے گمان کیا ہے اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق: ''اللہ تعالیٰ بدگوئی کا اظہار کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو۔'' (النساء:148)

(iii) فتویٰ دینا کہ وہ مفتی سے کہے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس طرح حق حاصل کرنے کے لیے فتویٰ لینا۔

(iv) فسق سے ڈرانا۔جیسے فاسق فاجر کے لیے مثلاً ہمیشہ شراب پینے والا اور فسق و فجور کی جگہوں پر آنے والا۔ابن عدی نے بہز بن حکیم سے

نقل کیا ہے تم فاسق کی وہ بات ذکر کرو جو اس میں موجود ہوتا کہ اس بات سے لوگ ڈر جائیں۔

(v) عام شر سے ڈرانا جیسے گواہوں، راویوں، انصاف کرنے والوں اور مفتیوں کی جرح کرنا اہلیت کے نہ ہونے کے سبب۔

(vi) مشہور لقب سے تعریف کرنا جب اس لقب کے علاوہ کوئی دوسرا لقب مشہور نہ ہو۔ جیسے لنگڑا کمزور اور ٹیڑھا وغیرہ اسی طرح بدعت کرنے والے کے لیے مناسب ہے کہ لوگ اس کا فساد اور عیب مشہور کریں جس بات کا علم غیبت کرنے والے کے پاس ہے تو اس کو غیبت نہیں کہیں گے۔

یہ فرق ہے غیبت حرام اور اس غیبت کے درمیان جو حرام نہیں ہے۔

(29) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے بچ جاؤ کیونکہ غیبت مسلمانوں میں فساد پیدا کرنے والا سب سے بڑا عامل ہے۔

(30) اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی ہے جو انسان سے برائیوں کو دور کرنے کے لیے ندامت پیدا کرتا ہے اور پھر انسان توبہ کرتا ہے۔

(31) نسفی رحمہ اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے اسے ترک کر دو۔ اور اپنے کیے پر نادم ہو جاؤ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا اور تمہاری توبہ قبول کر لے گا۔ اور تمہیں توبہ کرنے والوں اور متقیوں کے ثواب سے نوازے گا۔ (الاساس: 5415/9)

(32) ﴿اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے ﴿تَوَّابٌ﴾ ''وہ ہستی ہے جو اپنے بندے کو توبہ کا حکم دے کر اسے توبہ کی توفیق سے نوازتی ہے، پھر اس کی توبہ قبول کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے، وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے کہ اس نے ان کو اس چیز کی طرف بلایا جو ان کے لئے فائدہ مند ہے اور ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ (تفسیر سعدی: 2595,2594/3)

(33) یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی انابت اور توبہ قبول کرتے ہیں ''رحیم'' جو اللہ کی طرف رجوع اور انابت کرتا ہے اور اس پر اعتماد کرتا ہے وہ اس پر رحم کرتا ہے۔ نسفی رحمہ اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے اسے ترک کر دو۔ اور اپنے کیے پر نادم ہو جاؤ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا اور تمہاری توبہ قبول کر لے گا۔ اور تمہیں توبہ کرنے والوں متقیوں کے ثواب سے نوازے گا۔ (الاساس: 5415/9)

سوال 4: گمان کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ نیک لوگوں کے بارے میں ایسے گمان رکھنا جو برے ہوں۔ اسی وجہ سے اسے بدگمانی کہا جاتا ہے۔

سوال 5: انسان کیسے بدگمان ہوتا ہے؟

جواب: انسان کے ذہن میں ایک منفی سوچ [negative thought] آتی ہے، ایک غلط خیال یا وسوسہ آتا ہے تو اس کا ذہن منفی راہ پر چل نکلتا ہے۔ پھر وہ دوسرے انسان کے کمزور پہلو، اس کے عیب تلاش کرنے لگتا ہے اور اسے آسانی سے عیب مل جاتے ہیں کیونکہ بدگمان

ہونے کے بعد اسے دوسرے انسان کی ہر بات غلط معلوم ہونے لگتی ہے۔ پھر اس کی بے عزتی کرنا اس کو اچھا لگتا ہے۔ کچھ لوگوں کا تو یہ محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔

سوال 6: رسول اللہ ﷺ نے بدگمانی کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟

جواب: (i) رسول اللہ ﷺ نے بدگمانی کو اکذب الحدیث قرار دیا۔

(ii) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ﴾ ''گمان کرنے سے بچو۔'' (بخاری)

سوال 7: کیا فاسقوں اور فاجروں سے ان کے گناہوں کی وجہ سے بدگمانی رکھنا بھی درست نہیں؟

جواب: فاسقوں اور فاجروں سے بدگمانی رکھنا وہ گناہ نہیں جس سے روکا گیا ہے۔ تفسیرِ قرطبی میں ہے: جس کا ظاہر اچھا ہے اس کے بارے میں بدگمانی جائز نہیں۔ البتہ جس کا ظاہر برا ہے اس کے بارے میں بدگمانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال 8: تجسس کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: تجسس کرنے سے مراد کسی کی خامی یا عیب کی ٹوہ لگانا ہے تاکہ اسے بدنام کیا جائے۔

سوال 9: تجسس کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: تجسس بدگمانی کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔

سوال 10: تجسس کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہ فلاں ہے۔ اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہمیں تجسس سے منع کیا گیا ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کی خفیہ باتوں کے پیچھے پڑو گے تو ان کو برباد کر دو گے۔ (ابوداود)

سوال 11: غیبت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: غیبت کا مطلب ہے کہ دوسروں کے سامنے کسی کی برائیوں کا ذکر کیا جائے جو اگر متعلقہ شخص کے سامنے کی جائیں تو اسے بری لگیں۔

سوال 12: اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنے کی دعوت کیوں دی گئی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی ہے جو انسان سے برائیوں کو دور کرنے کے لیے ندامت پیدا کرتا ہے اور پھر انسان توبہ کرتا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾

''اے لوگو! یقیناہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں قومیں اور برادریاں بنادیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، پوری طرح خبر رکھنے والا ہے''(13)

سوال 1:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''اے لوگو! یقیناہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں قومیں اور برادریاں بنادیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ ''اے لوگو: ابن ابی حاتم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ نے فرمایا جب فتح مکہ کا دن تھا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ سیاہ غلام کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دے گا! اور بعض نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا یا اس کے علاوہ کسی اور کام کا ارادہ کرے گا تو اس کو تبدیل کردے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور حسب نسب کثرت مال اور فقراء کی تحقیر کی وجہ سے انہیں ڈانٹا۔

(2) ابن عساکر اپنی مبہمات میں فرماتے ہیں مجھے ابن بشا کی تحریر میں یہ بات ملی کہ ابوبن ابی داؤد اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ آیت ابوہند کے بارے میں نازل ہوئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کی شادی اس سے کردیں تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اپنی بیٹیوں کی شادیاں آزاد کردہ غلاموں سے کردیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خاص طور پر ابوہند کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر:581/13)

(3)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى﴾ ''اے لوگو! یقیناہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا'' ساری مخلوق سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کی اولاد ہے۔ سب ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے۔

(4) اسلام کے سیاسی اور جمہوری اصولوں میں سے ایک اصول مساوات ہے اس اصول کے تحت تمام انسان کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں۔ وہ تمام ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور تمام کے حقوق برابر اور مساوی ہیں۔ (تفسیر منیر:596/3)

(5) اس بارے میں اللہ کا واضح ارشاد موجود ہے کہ اللہ نے تمام لوگوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اگر وہ چاہتا تو تمام انسانوں کو ایسے ہی پیدا کردیتا جیسے آدم کو پیدا کیا (یعنی مرد وعورت کے بغیر) یا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بغیر باپ کے پیدا کردیتا یا حوا کی طرح بغیر ماں کے پیدا کرسکتا تھا۔ (تفسیر منیر:596/13)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے دورِ جاہلیت کے تکبر اور غرور اور اپنے

آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا۔ اب انسان دو قسم کے ہیں یا مومن متقی ہے یا فاجر بدبخت ہیں (یاد رکھو) تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش خاک سے ہوئی۔" (ابوداؤد:5116)

(7) ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ "اور ہم نے تمہیں قومیں اور برادریاں بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو" اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قبیلوں، برادریوں اور گروہوں میں تقسیم کیا تا کہ وہ ایک دوسرے کی پہچان رکھیں۔

(8) اگر ہر شخص اپنی انفرادی حیثیت کو قائم رکھے گا تو وہ تعارف حاصل نہیں ہو سکتا جس پر ایک دوسرے کی مدد، باہمی تعاون، باہمی توازن اور عزیز و اقارب کے حقوق کا قیام مرتب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو قوموں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تا کہ وہ امور حاصل ہو سکیں جو باہمی تعارف اور الحاق نسب پر موقوف ہیں مگر عزت کا معیار تقویٰ ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2593)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(لوگو!) تم اپنے حسب نسب کا علم حاصل کرتے رہا کرو، جن کے ذریعے سے تم صلہ رحمی کرتے ہو، (سنو!) یقیناً صلہ رحمی کرنا رشتہ داروں میں محبت، مال میں اضافے اور زندگی میں برکت کا باعث ہے۔" (ترمذی:1979)

(10) ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے" اس سے مراد ہے کہ بے شک تم میں سے افضل اور معزز وہ ہے جو تقویٰ اور عمل میں افضل ہے نہ کہ نسب میں۔ (تفسیر الماوردی:5/336)

(11) ابونضرہ منذر بن مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی جس نے ایام تشریق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ بھی ایک ہے، خبردار ہو جاؤ! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، نہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، (کسی کو کسی پر کوئی فضیلت) ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر۔ (مسند احمد:23550)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔" (مسلم:6543)

(13) طبرانی نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حسب و نسب اور مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے پس جو نیک دل ہو اللہ کی اس پر رحمت ہے اور بے شک تم آدم علیہ السلام کے بیٹے ہو اور تم میں سے اللہ کے ہاں وہ محبوب ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ (مسلم کتاب البر:34)

(14) ترمذی نے سیدنا ثمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسب حال اور عزت کا پیمانہ تقویٰ ہے۔ (ترمذی)

(15) اور ایک روایت میں ہے کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی عزت کریں تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے: اے لوگو بے شک

میں نے ایک نسب بنایا اور ایک تم نے اپنے لیے نسب بنایا میں نے تمہیں معزز اور متقی بنایا لیکن تم نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں چنانچہ آج کے دن میں تمہارے بنائے ہوئے نسبوں کو ختم کرتا ہوں۔ متقی کہاں ہیں؟ متقی کہاں ہیں؟ (تفسیر منیر:597/13)

(17) طبرانی کی ایک روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میں اولیاء متقی ہوں گے اگرچہ کسی اور کا نسب ان کے نسب سے زیادہ قریب ہی کیوں نہ ہو۔ لوگ قیامت کے دن اپنے اپنے اعمال لے کر آئیں گے اور تم دنیا کو اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ گے تو تم کہو گے اے محمد ﷺ! پس میں تم سے اعراض کرلوں گا۔ (تفسیر منیر:597/13)

(18) ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے رُک جائیں بے شک وہ جہنم کے انگارے ہیں ورنہ وہ اللہ کے سامنے اس سیاہ کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائے گا جو اپنی ناک سے گندگی کو بڑھاتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا فخر و غرور ختم کر دیا ہے اب کوئی تو مومن و متقی ہے کوئی بدکار و بدبخت۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔ (ابوداود:752/2)

(19) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا سب سے معزز شخص کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب عزت وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہمارا آپ سے سوال یہ نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ معزز سیدنا یوسف علیہ السلام ہیں جو خود بھی نبی تھے ان کے باپ دادا اور پردادا خلیل اللہ بھی نبی تھے۔ لوگوں نے کہا ہمارا آپ ﷺ سے سوال یہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھے عربوں میں سے بہترین لوگوں کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ لوگوں نے کہا جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے جو زمانہ جاہلیت میں بہترین تھے وہ جب دین کو سمجھ جائیں تو وہی قبول اسلام کے بعد بھی بہترین ہوں گے۔ (تفسیر الدر المنثور:109/6)

(20) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جن کا لوگ انکار کریں گے اذن عام اور فرمایا تم میں سے زیادہ معزز اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو زیادہ متقی ہو لوگ کہتے ہیں تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو گھر میں معزز ہے۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تیسری چیز مجھے بھول گئی ہے۔ (جامع البیان:145/26)

(21) ابو ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جلوہ فروز ہو کر اذان دی سیدنا عتاب ابن اسید رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھتے ہیں تو کلمات شکر کے ساتھ کہتے ہیں اچھا ہوا میرے باپ کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوا حارث بن ہشام چلایا کیا محمد ﷺ کو اس کالے کوے کے علاوہ کوئی موذن نہیں ملا سہیل بن عمر کف افسوس ملتے ہوئے کہتا ہے کاش کہ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ کوئی دوسرا ارادہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام امین کے ذریعے فوراً وحی کا نزول کیا اور ان کے خیالات سے نبی ﷺ کو مطلع فرمایا اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کے ذریعے انہیں ڈانٹ پلائی اور انہیں نسب میں فخر کرنے مال کی کثرت پر نازاں ہونے اور فقراء سے سخت روی اختیار کرنے پر منع فرمایا، اور فضیلت

کادارومدار تقویٰ اختیار کرنے پر رکھا۔(تفسیر الراغی:255/9)

(22)امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا دیکھ تو کسی سرخ یا سیاہ سے صرف اس صورت میں بہتر ہوسکتا ہے جب تو اللہ تعالیٰ سے اس کی نسبت زیادہ ڈرتا ہو۔(المسند:158،تفسیر القاسمی:138/15)

(23)سیدنا عبد بن حمید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنے خطبے میں فرمایا: اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارا جاہلیت کا عیب اور اپنے اباؤاجداد کی (حد سے زیادہ) تعظیم کا خاتمہ کردیا ہے لہٰذا لوگوں کی دو قسمیں ہیں نیک اور متقی آدمی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں اور بدکار آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل ہے۔(قاسمی:138/15)

(24)امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آیت ﴿اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى﴾ سے دلیل لی ہے کہ شادی میں کفو(برابری) سے مراد نسب نہیں بلکہ دین ہے۔اس ضمن میں وہ فرماتے ہیں کہ غلاموں کا آزاد عربی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔چنانچہ سیدنا سالم رضی اللہ عنہ جو کہ غلام تھے انہوں نے انصار کی ایک عورت ہند بن ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے شادی کی اسی طرح سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن سے شادی کی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو معلوم ہوا کہ کفاءت کا خیال صرف دین میں معتبر سمجھا جائے گا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے اس کے حسب،نسب،مال،حسن وجمال اور دین کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے پس تو دین کو ترجیح دینا۔اس کو احمد اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔(تفسیر منیر:597/13)

(25)سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف ان کی بیٹی کے ساتھ منگنی کا پیغام بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کرلیا عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو انہوں نے معاملے کو ملتوی کردیا پھر بعد میں راضی ہوگئے لیکن سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے نکاح نہ کیا۔(احکام القرآن:160/4)

(26)سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بکیر کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو اس کے بھائیوں نے انکار کردیا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنوبکیر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے ان کی بہن سے شادی کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے انکار کر کے مجھے دکھ پہنچایا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی خاطر غصے میں آگئے جب انہیں خبر پہنچی تو وہ اپنی بہن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تجھے علم ہے کہ تیری وجہ سے ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی خاطر ہم سے ناراض ہوگئے ہیں۔ان کی بہن نے کہا میرا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے شادی کردی۔(احکام القرآن:160/4)

(27)جب ہند نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیعت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا تم ابوہند کو رشتہ دو اور اس کے ہاں شادی کرو اور وہ بنو بیاضہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔(احکام القرآن:160/4)

(28)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' اے لوگو اللہ تم میں سے متقی اور معزز کو جانتے ہیں تمہاری اور تمہارے مصالح کی خبر رکھنے والے ہیں اور اس کے علاوہ جو امور ہیں ان سے بھی باخبر ہیں۔اس اللہ تعالیٰ سے

ڈر جاؤ جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔(جامع البیان:145/26)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے ایک مرد اور عورت سے پیدا کر کے انسان کی قومیں اور برادریاں بنائیں۔اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اس طرح انسانوں کے لیے ایک دوسرے کو پہچاننے کی صورت نکال دی۔ یہ محض تعارف کا ذریعہ ہیں برتری کے اظہار کا ذریعہ نہیں۔ایک دوسرے پر نسب کی وجہ سے برتری کا اظہار کرنا جاہلیت ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کے ہاں برتری کا کیا معیار ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے ہاں برتری کا معیار تقویٰ ہے جس کو اختیار کرنا انسان کے بس میں ہے۔

سوال4:ایک مرد اور عورت سے پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام سے پیدا کرنا ہے۔(2)اس سے مراد ہے کہ تم سب کی اصل ایک ہے۔ یعنی تمہیں نسب پر فخر کرنے کا حق نہیں،سب کا نسب سیدنا آدم علیہ السلام سے ملتا ہے۔

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''دیہاتیوں نے کہا:''ہم ایمان لائے۔'' کہہ دو:''تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا'' اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''(14)

سوال1:﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''دیہاتیوں نے کہا:''ہم ایمان لائے۔'' کہہ دو:''تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا'' اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اس آیت مبارکہ کی ماقبل کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے تو اللہ کے اس حکم پر اعراب نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہمارا نسب نامہ اور ہم معزز ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کی مذمت کرتے ہوئے ان کے ایمان کی کمزوری کو واضح کیا ہے اور ایمان صحیح کے اصولوں کی تجدید کر دی ہے۔وہ اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول کی تصدیق کی جائے۔دل میں اخلاص ہو اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کیا جائے اور اللہ کی فرمانبرداری کی جائے اور اس کے حکم کو دنیا میں سربلند کیا جائے۔ان اصولوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ اللہ تمہاری ظاہری اور چھپی ہوئی تمام باتوں کو جانتا ہے اور ان کی کمزوری ایمان سے بھی باخبر ہے۔لہٰذا کسی شخص کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ ایمان لا کر نبی ﷺ پر احسان جتلائے جب کہ اسے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا احسان مند ہونا چاہیے۔(تفسیر منیر:600/13)

(2)﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا﴾ اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ بنو اسد بن خزیمہ کے کچھ لوگوں کا وفد قحط سالی کے زمانہ میں مدینہ منورہ آیا اور انہوں نے شہادتین کا اقرار کیا۔یعنی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا حالانکہ وہ اندر سے مومن نہ تھے وہ نبی کریم ﷺ کو کہنے لگے کہ ہم تیرے پاس اہل وعیال سمیت سب کچھ لے آئے ہیں اور ہم نے تمہارے ساتھ بنو فلاں کی مانند جنگ بھی نہیں کی لہٰذا آپ ﷺ ہمیں اموال صدقہ میں سے کچھ دیں اور نبی کریم ﷺ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان جتلانے لگے جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔(اسباب النزول للواحدی:225)

(3)﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا﴾ ''دیہاتیوں نے کہا:''ہم ایمان لائے'' اللہ تبارک وتعالیٰ بعض ان عرب دیہاتیوں کے قول کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی بصیرت کے بغیر اسلام میں داخل ہوئے اور ان امور کو قائم نہ کیا جن کا قیام واجب اور جن کے قیام کا تقاضا ایمان کرتا ہے اور اس کے باوجود انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا''ہم ایمان لائے''یعنی کامل ایمان جو تمام امور کو پورا کرتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان کے اس قول کی تردید کر دیں۔(تفسیر سعدی:2597,2596/3)

(4)﴿قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''کہہ دو:''تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا''یعنی تم اپنے کامل ایمان کا دعویٰ نہ کرو۔

(5)﴿وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا﴾ ''بلکہ کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں''یعنی اتنا کہنا کافی ہے کہ ہم اسلام لے آئے۔

(6)اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾''اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا''یعنی تمہارے ایمان کا سبب کوئی خوف یا کسی قسم کی امید ہے ابھی ایمان کی مٹھاس تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوئی۔

(7)ابن زید رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں چونکہ انہوں نے اپنے اعمال کے ساتھ اپنے ایمان کی تصدیق نہیں کی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو مسترد کر دیا تھا۔اور انہیں خبر دی کہ درحقیقت مومن وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اعمال کے ساتھ اپنے ایمان کو سچ کر دکھایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک وشبہ کا اظہار نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا یہی سچے لوگ ہیں۔اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے آپ کو مومن کہتا ہے تو وہ اپنے قول میں سچا ہے۔تاہم جو شخص ایمان کا دعویٰ کرتا ہے لیکن نیک اعمال نہیں کرتا تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔﴿وَلٰكِنْ

﴿قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا﴾ ابراہیم سے منقول ہے یعنی ہم مطیع ہوتے ہیں۔(جامع البیان:146/26)

(8)امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسلام سے مراد کلمہ ہے۔اور ایمان سے مراد قول اور عمل ہے۔(جامع البیان:145/26)

(9)اس آیت مبارکہ کی مناسبت سے ہم کہتے ہیں کہ اسلام کامل ہی ایمان کامل ہے۔اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ایمان کامل میں تصدیق القلب اور تصدیق الجوارح بالعمل دونوں ہی داخل ہیں جبکہ اسلام کامل میں ایمان باللہ کے ساتھ دل مطیع ہوجاتا ہے اور عمل کے ساتھ تمام اعضاء مطیع ہوجاتے ہیں۔سورۃ الذاریات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو عین اسلام قرار دیا ہے، ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ(۳۵) فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ(۳۶)﴾ ''پھر ہم نے اس میں سے جو مومن تھے اُن کو نکال لیا۔پھر ہم نے اس میں ایک گھرانے کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔''(الذاریات:35،36)تاہم اگر اسلام سے عمل الجوارح مراد لیا جائے اور ایمان سے تصدیق بالقلب مراد لی جائے تو اس سورۃ میں دونوں اسلام اور ایمان کے معانی ومفاہیم مختلف ہوں گے جیسا کہ حدیث جبرائیل میں وارد ہے جب جبرائیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے سوال کیا: اسلام کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے زکوۃ ادا کرے رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرے جبرائیل علیہ السلام نے پھر سوال کہ ایمان کیا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں اس کے رسولوں پر یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لے آئے اس حدیث مبارکہ میں اسلام ایک شے ہے اور ایمان اس سے مختلف دوسری شے ہے اگرچہ ان دونوں کے درمیان حقیقت میں ارتباط موجود ہے سورۃ حجرات کی یہ آیت مبارکہ لفظ اسلام اور ایمان کے درمیان اس فرق کی طرف اشارہ کررہی ہے اور اس امر کو واضح کررہی ہے کہ ایمان قلبی کی طرف عمل الجوارح سے راستہ جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا'' یہ آیت مبارکہ تربیت اسلامیہ میں ایک زریں اصول کی حیثیت رکھتی ہے انسانی دل مردہ ہوجاتا ہے یا اس پر غفلت چھا جاتی ہے اس مردہ دل کو زندہ کرنے کا علاج یہ ہے کہ ذکر واذکار نماز روزہ حج، انفاق فی سبیل اللہ جیسے نیک اعمال کیے جائیں ان نیک اعمال کی بجا آوری سے دل ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے یہاں تک کہ ایمان کامل تک جا پہنچتا ہے اگر آپ اس حدیث مبارکہ میں غور کریں تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ دل چار قسم کے ہوتے ہیں: 'قلب اجرد' یعنی گناہوں سے خالی دل 'قلب منکوس' یعنی الٹا کیا ہوا دل 'قلب اغلف' یعنی لپٹا ہوا دل 'قلب مصفح' یعنی چوڑا دل، قلب اجرد تو مومن کا دل ہے اور قلب منکوس منافق کا دل ہے جو حق کو پہچان لینے کے بعد اس کا انکار کردیتا ہے اور قلب مصفح وہ ہے جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہوں اس دل میں ایمان کی مثال ترکاری کی مانند ہے جس کی پاکیزہ پانی پرورش کرتا ہے اور نفاق کی مثال پھوڑے کی ہے جس کی نشوونما پیپ اور خون کرتا ہے۔اب دونوں میں سے جو غالب آجائے وہ اس کی طرف ہوجاتا ہے۔اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور امام ابن کثیر نے اس کی سند کو حسن

کہا ہے۔ مذکورہ تمام معنی کا ادراک کر لینے سے اس آیت مبارکہ ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا کا معنی سمجھ آجاتا ہے۔ کہ ابھی تک ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اگر وہ مسلسل عمل کرتے رہیں تو بہت جلد وہ ان کے دلوں میں داخل ہو جائے گا۔ (الاساس:5438,5437/9)

سوال2: ﴿وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو'' یعنی ایمان اور فرائض قائم کر کے اور محارم سے اجتناب کر کے تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

(2) ﴿لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا﴾ ''تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا'' یعنی تمہارے اعمال کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

(3) ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے غفور ہے جو توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ رحیم ہے جو ان پر رحم کرنے والا ہے جو اپنے ایمان میں سچے ہوتے ہیں۔

(4) اے اعرابیو! اللہ تعالیٰ فرمانبرداری کرنے والوں کے تمام پرانے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ اور ان کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ لہٰذا تم بھی اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا ﴿رَحِيمٌ﴾ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے لہٰذا تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرو۔ وہ تمہارے اوپر رحم کرے گا۔ (جامع البیان:147/26)

سوال3: اعراب سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب:(1) اس سے مراد دیہاتی لوگ ہیں۔ (2) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے مراد نئے اسلام لانے والے ہیں۔

سوال4: یہ بات کیوں کہی گئی کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ مطیع ہوئے؟

جواب:(1) یہ بات اس لیے کہی گئی کہ ان لوگوں نے قحط سالی میں صدقات کی وصولی کے لیے یا قتل ہونے اور قیدی بننے سے بچنے کے لیے اسلام قبول کیا تھا۔ یوں وہ کراہت سے مطیع ہوئے تھے۔

(2) یہ بات اس لیے بھی کہی گئی کہ ان کے دل ایمان اور اِخلاص سے خالی تھے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے نئے اسلام لانے والوں کو کیا یقین دہانی کروائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کمی نہ کرے گا۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

''یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں پھر اُنہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور اُنہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں'' (15)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ ''یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں پھر اُنہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور اُنہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ﴾ ''یقیناً مومن وہ ہیں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان رکھتے ہیں۔

(2) ﴿اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور الٰہ مانتے ہیں اور نبی ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔

(3) ﴿ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا﴾ ''پھر اُنہوں نے کوئی شک نہیں کیا'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں شک نہیں کیا۔ (جامع البیان: 148/13)

(4) سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات بتا دیجئے کہ پھر میں اس کو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہہ! میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہ۔'' (مسلم: 159)

(5) ﴿وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اُنہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا'' وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کو یکجا کیا اور جس نے کفار کے ساتھ جہاد کیا تو یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اس کے دل میں کامل ایمان ہے کیونکہ جو کوئی اسلام، ایمان اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے کے لئے دوسروں سے جہاد کرتا ہے تو اس کا اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ جو کوئی جہاد کی قوت نہیں پاتا تو یہ اس کے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے عدم شک وریب کی شرط عائد کی ہے کیونکہ ایمان نافع سے مراد ہے اس معاملے میں قطعی یقین سے بہرہ ور ہونا، جس پر اللہ تعالیٰ نے ایمان رکھنے کا حکم دیا ہے، جس میں کسی لحاظ سے بھی شک کا شائبہ نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 597/3)

(6) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ

كَرِيْمٌ﴾ ''اور جو (مہاجرین) ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اور جن (انصار) نے پناہ دی اور مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ان کے لیے مغفرت اور بہترین رزق ہے۔'' (الانفال:74)

(7)﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں'' یعنی وہ اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1508)

(8)یعنی جنہوں نے اعمال کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی، کیونکہ ہر معاملے میں صدق ایک بڑا دعویٰ ہے، جس میں صاحب صدق کسی دلیل و برہان کا محتاج ہوتا ہے اور ایمان کا دعویٰ تو سب سے بڑا دعویٰ ہے جس پر بندے کی سعادت، ابدی کامیابی اور سرمدی فلاح کا دارومدار ہے۔پس جو کوئی ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے واجبات ولوازم کو قائم کرتا ہے۔وہی حقیقی اور سچا مومن ہے۔اور جو کوئی ایسا نہیں تو وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں اور اس کے اس دعوائے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ایمان دل کے اندر ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔اس لئے ایمان کا اثبات کرنا یا اس کی نفی کرنا، گویا دل میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور بدظنی ہے۔(تفسیر سعدی:2597/3)

(9)مذکورہ اعمال سرانجام دینے والے ہی اپنے اس قول کہ ہم مومن ہیں میں سچے ہیں۔نہ کہ وہ لوگ جو تلوار کے خوف سے اپنے اموال اور اپنی جانوں کو بچانے کے لیے اسلام میں داخل ہوئے۔(جامع البیان:148/26)

(10)ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اعمال کے ساتھ اپنے قول کو سچ کر دکھایا ہے۔(جامع البیان:149/26)

(11)یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمانی دعوے کو سچ کر دکھایا کیونکہ ان کے افعال اور اعمال اس پر گواہ ہیں اس آیت میں اس بات کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ اعراب اپنے ایمانی دعوے میں جھوٹے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کلام حصر استعمال کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ فقط یہی مومن لوگ ہی سچے ہیں۔نہ کہ وہ اعراب۔اس آیت میں اس امر پر دلیل پائی جاتی ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔(تفسیر تاکی:142/15)

(12)امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں مومنوں کی تین اقسام ہیں(i)اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔پھر انہوں نے اس میں شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا(ii)ان سے لوگوں کے مال اور جانیں محفوظ ہوگئیں۔(iii)جب کسی مقام لالچ پر مطلع ہوتے ہیں تو اسے اللہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔(الاساس:5438/9)

سوال2: سچے مومن کون ہیں؟

جواب:(i)سچے مومن وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر یقین ہو جائے۔(ii)جن کے دلوں میں کوئی شک باقی نہ رہے۔
(iii)جس ایمان کے نتیجے میں نفس اور مال کے ساتھ جہاد جیسے اعمال پیدا ہوں۔

﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾

''کہہ دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین سے آگاہ کر رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے'' (16)

سوال 1: ﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ ''کہہ دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین سے آگاہ کر رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ﴾ ''کہہ دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین سے آگاہ کر رہے ہو؟'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ آپ ان بدویوں سے کہہ دیجیے جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ابھی ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دین داری سے آگاہ کر رہے ہو۔

(2) ﴿وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے'' حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے بخوبی واقف ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

(3) ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم کلی ہے وہ زمین و آسمان اور ان کے مابین جو کچھ ہے ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور وہ دل کے اندر کے ایمان اور کفر، نیکی اور بدی سے واقف ہے۔ جو سب کچھ جانتا ہے وہ ان اعمال کی جزا بھی دے گا۔ اور یہ ہر اس شخص کا معاملہ ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس میں ایمان نہیں ہوتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ایمان کے دعووں کا علاج کیسے کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین اور ایمان سے آگاہ کر رہے ہو۔ اپنے دلوں کی کیفیات اللہ تعالیٰ کے آگے رکھ رہے ہو؟ جب کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے دیہاتیوں پر کیا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان پر واضح کیا ہے کہ تمہارے ایمان کی اور دلوں کی کیفیات سے وہ آگاہ ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی وسعتوں کے علم سے اپنے علم کی وسعت کا شعور دلایا ہے۔

﴿یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، کہہ دو کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کے لیے ہدایت دی ہے، اگر تم سچے ہو''(17)

سوال1:﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، کہہ دو کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کے لیے ہدایت دی ہے، اگر تم سچے ہو'' توفیق اسلام اللہ تعالیٰ کا احسان ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا﴾ ''یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے'' یعنی یہ بدوی، دیہاتی آپ ﷺ پر اپنے اسلام، اطاعت اور مدد کا احسان رکھتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کی تردید فرمائی ہے۔

(2)﴿قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ﴾ ''کہہ دو کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو'' یعنی تمہارا حق نہیں ہے کہ تم اپنے اسلام کا احسان مجھ پر رکھو۔

(3) اسے خوب معلوم ہے کہ تمہارا ایمان کتنے پانی میں ہے اور تم کہاں تک دل سے اسلام کی پیروی کر رہے ہو لہٰذا کسی پر احسان جتلانے کی ضرورت نہیں جو مانگنا ہے سیدھی طرح مانگو۔(اشرف الحواشی:617/1)

(4)﴿بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت دی ہے، اگر تم سچے ہو'' یعنی یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت دی اگر تم ایمان لانے کے دعوے میں سچے ہو۔

(5) سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ حنین کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو جو غنیمت دی تھی، آپ ﷺ نے اس کی تقسیم کمزور ایمان کے لوگوں میں (جو فتح کے بعد ایمان لائے تھے) کر دی اور انصار کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ اس کا انہیں کچھ ملال ہوا کہ وہ مال رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کو دیا انہیں کیوں نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے اس کے بعد انہیں خطاب کیا اور فرمایا: ''اے انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے ذریعے سے ہدایت نصیب کی اور تم میں آپس میں دشمنی اور نا اتفاقی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تم میں باہم الفت پیدا کی اور تم محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعے غنی کیا۔ آپ ﷺ کے ایک ایک جملے پر انصار کہتے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہم سب سے زیادہ احسان مند ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری باتوں کا جواب دینے سے تمہیں کیا چیز مانع رہی؟ بیان کیا کہ آپ ﷺ کے ہر اشارے پر انصار عرض کرتے جاتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہم سب سے زیادہ احسان مند ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہتے تو مجھ سے اس اس طرح بھی کہہ سکتے تھے (کہ آپ ﷺ آئے تو لوگ آپ ﷺ کو جھٹلا رہے تھے لیکن ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی وغیرہ) کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جب لوگ اونٹ اور بکریاں لے جا رہے ہوں گے تو تم اپنے گھروں کی طرف اللہ کے رسول ﷺ کو لے جا رہے ہو گے؟ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک آدمی بن جاتا۔ لوگ خواہ کسی گھاٹی یا وادی میں چلیں، میں تو انصار کی گھاٹی اور وادی میں چلوں گا۔ انصار اس کپڑے کی طرح ہیں یعنی استر جو ہمیشہ جسم سے لگا رہتا ہے اور دوسرے لوگ اوپر کے کپڑے کی طرح ہیں یعنی ابرہ۔ تم لوگ (یعنی انصار) دیکھو گے کہ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ تم ایسے وقت میں صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر آملو۔" (بخاری:4330)

سوال2: دیہاتی رسول اللہ ﷺ پر اپنے ایمان کا احسان کیسے رکھا کرتے تھے؟

جواب: دیہاتی کہتے تھے کہ دیکھو ہم مسلمان ہو گئے۔ ہم نے آپ ﷺ کی مدد کی ایسے وقت میں جب کہ سارا عرب آپ ﷺ سے جنگ کر رہا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کا کیسے رد کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو اس لیے کہ اسلام لانے کا فائدہ تمہیں ہی ہو گا اگر تم مخلص ہو کر ایمان لائے ہو۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنا کیا احسان یاد دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

"یقین مانو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے" (18)

سوال1: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ "یقین مانو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ "یقین مانو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے" یعنی جو چیز آسمانوں اور زمین میں غائب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہوتی۔

(2) اللہ تعالیٰ سے کوئی معاملہ چھپا نہیں ہوتا کون اپنے ایمان میں سچا ہے اور کون جھوٹا! اور کون رغبت سے ایمان لایا اور کون خوف سے اسلام

لایا اسے سب معلوم ہے۔(ایسر التفاسیر:1508)

(3)اللہ تعالیٰ ان تمام امور کو جانتا ہے جو کائنات کے اندر چھپے ہوئے اور مخلوق سے مخفی ہیں، جو سمندروں کی موجوں میں، بیابانوں کی سختیوں میں، رات کے اندھیروں میں اور دن کی روشنیوں میں ہیں۔ وہ بارش کے قطروں، ریگزاروں کے ذروں، سینوں کے بھیدوں اور تمام چھپے ہوئے امور کو جانتا ہے۔(تفسیر سعدی:2598/3)

(4)﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے جمع اعمال جو تم کرتے ہو کو دیکھتا ہے اعلانیہ ہوں یا چھپ کر اللہ کی اطاعت میں ہوں یا معصیت میں وہ تمام اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ اور ان کا بدلہ دینے والا ہے۔ بھلائی کا بدلہ بھلائی سے برائی کا بدلہ برائی سے۔(جامع البیان:151/26)

(5)وہ تمہارے اعمال کو شمار کرتا ہے، وہ تمہیں پورے پورے لوٹائے گا اور اپنی بے پایاں رحمت اور حکمتِ بالغہ کے تقاضوں کے مطابق تمہیں ان اعمال کی جزا دے گا۔(تفسیر سعدی:2589/3)

(6)اس آیت میں دوسری دفعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وسیع علم کی خبر دی کہ تمام آسمان وزمین کے غیب سے وہ واقف اور آگاہ ہے اور تمہارے ایک ایک عمل سے باخبر ہے۔(مختصر ابن کثیر:1917/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے غیب کے علم کا ذکر کس حوالے سے کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دلوں میں پوشیدہ رازوں کے بارے میں اور ہر چھپی ہوئی بات کے بارے میں آگاہ کیا کہ اس کو ہر چیز کا علم ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنے بصیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ہر بھید کے عیاں ہونے سے، ہر غیب کے ظاہر ہونے سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے اعمال کے پیچھے لگا دیا ہے کہ تمہارا کوئی عمل ایسا نہیں جو رب سے چھپ سکے۔ تمہارے تمام کام اس کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔

اٰیاتها ۴۵ ۵۰ سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ ۳۴ رکوعاتها ۳

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں تین رکوع اور 45 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 50 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 34 ہے۔

سوال3:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

(1)سیدنا عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا،رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز میں کیا پڑھتے تھے؟انہوں نے بتایا،آپ ان میں ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾اور ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ پڑھتے تھے۔(مسلم:891)

(2)سیدنا عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا کی بہن کہتی ہیں کہ میں نے سورۃ ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سن کر یاد کی ہے۔ہر خطبہ جمعہ میں منبر پر اس سورت کو پڑھنا آپ ﷺ کا معمول تھا۔(مسلم:872)

(3)سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں سورۃ ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ پڑھتے تھے اور اس کے بعد کی باقی نمازیں ہلکی پڑھتے تھے۔(مسلم:458)

رکوع نمبر 15

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قٓ ۟ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾

''ق۔قسم ہے قرآنِ مجید کی جو بڑی شان والا ہے''(1)

سوال1:﴿قٓ ۟ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ ''ق۔قسم ہے قرآنِ مجید کی جو بڑی شان والا ہے'' قرآن عزت والی کتاب ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)قٓ حروف مقطعات میں سے ایک ہے جس کے معنی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(2)﴿وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ ''قرآنِ مجید کی جو بڑی شان والا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:کوئی چیز نہ اس سے احسن ہے اور نہ اس سے افضل ہے۔

(3)قرآن مجید کی ایک صفت ''مجید'' بھی ہے۔یعنی بلند مرتبہ اور کثیر العطاء۔قرآن کا نظم اور معنی کے اعتبار سے اعجاز اس کے بلند مرتبہ ہونے کی دلیل ہے۔اور قرآن مجید کی اس اتباع سے جو فوائد اور منافع حاصل ہوتے ہیں۔وہ بجائے خود ہی اس کے کثیر العطاء ہونے کی دلیل ہیں۔اس بناء پر قرآن مجید کو ہی نبی ﷺ کی رسالت پر بطور دلیل پیش کیا گیا ہے اور پھر بتایا کہ یہ پیغمبر تمہی میں سے ہے اس کی باتوں پر غور کرو۔(ترجمان القرآن:405/3)

(4) یعنی اس کے معانی بہت وسیع عظیم اور اس کے پہلو بے شمار ہیں، اس کی برکات بے پایاں اور اس کی عنایات بہت زیادہ ہیں (مجید) کا معنی ہے اوصاف کی وسعت اور ان کے عظمت (مجد) سے موصوف ہونے کا سب سے زیادہ مستحق کلام اللہ یعنی قرآن ہے جو اولین و آخرین کے علوم پر مشتمل ہے جس کی فصاحت کامل ترین جس کے الفاظ عمدہ ترین اور جس کے معانی عام اور حسین ترین ہیں۔ یہ اوصاف اس کی کامل اتباع اس کی فوری اطاعت اور اللہ تعالیٰ کے احسان پر شکر کے موجب ہیں۔ مگر اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ (تفسیر سعدی: 2599/3)

(5) عزت والے قرآن کی قسم جو حق ہے، عزت اور حکمت والے رب کی طرف سے اتارا گیا۔

سوال 2: قرآنِ مجید کی قسم کس بات پر کھائی گئی ہے؟

جواب: قرآنِ مجید کی قسم جس بات پر کھائی گئی ہے آیت میں وہ بات موجود نہیں ہے۔ البتہ بعد میں جو بات کی گئی وہ اس کا جواب ہے یعنی نبوت اور مرنے کے بعد جی اٹھنے کا ثبوت۔

﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾

''بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن ہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آ گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ بڑی عجیب چیز ہے'' (2)

سوال 1: ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾ ''بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن ہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آ گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ بڑی عجیب چیز ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ ''بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن ہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آ گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ بڑی عجیب چیز ہے'' نبی ﷺ کو جھٹلانے والے کافروں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول آ گیا ہے۔ جو بشر ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم محض جھوٹ بولتے ہو۔'' (یٰس: 15)

(2) جو ان امور کے بارے میں تنبیہ کرتا ہے جو نقصان دہ ہیں۔ ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''تا کہ آپ اس قوم کو خبردار کر دیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں'' (یٰس: 6)

(3) وہ ایسے کاموں کا حکم دیتا ہے جو مفید ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہو گئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرا دو اور بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً اُن کے لیے ان کے رب کے پاس

سچا مرتبہ ہے۔کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے۔'' (یونس:2)

(5)﴿فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾ ''تو کافروں نے کہا کہ یہ بڑی عجیب چیز ہے'' یعنی جو لوگ بعث کا انکار کرتے ہیں کہ یہ بڑی انوکھی چیز ہے۔

(6)ان کا اس کو انوکھا اور نادر سمجھنا دو امور میں سے کسی ایک پر مبنی ہے۔(i) یا تو وہ اپنے تعجب اور اسے انوکھا سمجھنے میں سچے ہیں، تب یہ چیز ان کی جہالت اور کم عقلی پر دلالت کرتی ہے، اس پاگل اور مجنون شخص کی مانند، جو عقل مند شخص کے کلام پر تعجب کرتا ہے، اس بزدل شخص کی مانند جو شہسواروں کے شہسواروں کے ساتھ بھڑ جانے پر تعجب کرتا اور اس کنجوس کی مانند جو سخی لوگوں کی سخاوت پر تعجب کرتا ہے، جس کا حال یہ ہے، اس کے تعجب کرنے سے کون سا نقصان ہے؟ کیا اس کا تعجب اس کی بہت زیادہ جہالت اور اس کے ظلم کی دلیل نہیں؟ (ii) یا ان کا تعجب اس لحاظ سے ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی غلطی کو جانتے ہیں، تب یہ سب بڑا اور بدترین ظلم ہے۔(تفسیر سعدی:3/2599,2600)

سوال2: کافروں کو کس بات پر تعجب ہوا؟

جواب: کافروں کو تعجب اس بات پر ہوا کہ اُن ہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آ گیا۔

سوال3: کافروں نے کس کے بارے میں یہ بات کہی تھی کہ یہ عجیب چیز ہے؟

جواب: کافروں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر تعجب کا اظہار کیا تھا حالانکہ یہ قابلِ تعجب بات نہیں ہے۔

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾

''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی ہو جائیں گے؟ یہ واپسی بہت دور ہے'' (3)

سوال1: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾ ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی ہو جائیں گے؟ یہ واپسی بہت دور ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)انہوں نے موت کے بعد کی زندگی کو ناممکن سمجھا ہے اور کہا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا دوبارہ پیدا کیے جائیں گے یہ واپسی تو بعید از مکان ہے۔

(2)انہوں نے اس ہستی کی قدرت کو، جو ہر چیز پر قادر اور ہر لحاظ سے کامل ہے، محتاج بندے کی قدرت پر قیاس کیا ہے جو ہر لحاظ سے عاجز ہے اور جاہل کو، جسے کسی چیز کا علم نہیں، اس ہستی پر قیاس کیا ہے جو ہر چیز کا علم رکھتی ہے اور برزخ میں قیام کی مدت کے دوران زمین ان کے اجساد میں کمی کرتی ہے وہ اسے بھی جانتی ہے (تفسیر سعدی:3/2600)

(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

(4)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (الاحقاف:33)

(5) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''(پہلے لوگوں میں سے) ایک شخص مرنے لگا تو جب اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا تو اپنے گھر والوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو بہت ساری لکڑیاں اکٹھی کرنا، پھر آگ سلگانا (مجھے اس میں ڈال دینا) جب آگ میرا گوشت کھا کر ہڈی تک پہنچ جائے اور ہڈی بھی جل کر کوئلہ ہو جائے تو ہڈیاں لے کر خوب پیسنا پھر جس دن زور کی ہوا چلے دیکھتے رہنا، اس دن وہ راکھ دریا میں اڑا دینا (کچھ ہوا میں پھیل جائے اور کچھ سمندر میں) اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سارا بدن اکٹھا کر لیا اور اس سے فرمایا: ''تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ پروردگار تیرے ڈر سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔'' (بخاری:3452)

سوال 2: کافروں کو کیا بات بعید از عقل لگی؟

جواب: کافروں کو جی اُٹھنا عجیب لگا۔ اس لئے کہ اُن کا خیال یہ تھا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے، پھر ہمارا وجود تو ختم ہو جائے گا۔ وجود کے خاتمے کے بعد واپسی کیسے ممکن ہے؟

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ﴾

''بلاشبہ ہمیں معلوم ہے جتنا زمین اُن میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک محفوظ کرنے والی کتاب ہے'' (4)

سوال 1: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ﴾ ''بلاشبہ ہمیں معلوم ہے جتنا زمین اُن میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک محفوظ کرنے والی کتاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ﴾ ''بلاشبہ ہمیں معلوم ہے جتنا زمین اُن میں سے گھٹاتی ہے'' یعنی ہمیں علم ہے کہ زمین میں ان کے جسموں کے ذرات کہاں کہاں ہیں اور کس حالت میں ہیں؟

(2)﴿وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ﴾ ''اور ہمارے پاس ایک محفوظ کرنے والی کتاب ہے'' یعنی ہمارے پاس تقدیر کی کتاب ہے جس میں ہر چیز لکھی ہوئی ہے اور ہمارا علم سب کو گھیرے ہوئے ہے۔

(3)یعنی زمین کا کھایا ہوا ہمارے سامنے ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ زمین ان کے چمڑے، گوشت ہڈیاں اور بال کھا جاتی ہے پھر ان کے جسموں کے ذرات کہاں بکھر جاتے ہیں اور کس حال میں ہوتے ہیں۔ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو اس کی محافظ ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں درج کر رکھا ہے یعنی جو کچھ ان کی زندگی اور موت میں ان کے ساتھ وقوع پذیر ہوگا، اس کے بارے میں یہ کتاب ہر قسم کے تغیر وتبدل سے محفوظ ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کے کامل اور وسیع علم کے ذریعے سے، جس کا اس کے سوا اور کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، اس کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت پر استدلال ہے۔(تفسیر سعدی:3/2600)

سوال2: زمین جسموں میں سے کیا گھٹاتی ہے؟

جواب: زمین جسموں میں سے گوشت، ہڈیاں، بال وغیرہ بوسیدہ کر کے گھٹا دیتی ہے یعنی اسے کھا کر ختم کر دیتی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے لئے اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ زندہ کر دینا کیوں مشکل نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لئے انسان کے اجزاء کو جمع کرنا اس لیے مشکل نہیں کہ انسان کا جسم ختم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔پھر اس کا ریکارڈ بھی موجود ہے۔دوبارہ ان اجزاء کو اکٹھا کرنا اُس کے لئے مشکل کام نہیں۔

﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾

''بلکہ اُنہوں نے سچی بات کو جھٹلایا جب کہ وہ اُن کے پاس آئی چنانچہ وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں''(5)

سوال1: ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے سچی بات کو جھٹلایا جب کہ وہ اُن کے پاس آئی چنانچہ وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے سچی بات کو جھٹلایا جب کہ وہ اُن کے پاس آئی'' یعنی مشرکوں نے حق کو جھٹلایا اور اس کے بعد کہ ان کے پاس سب سے بڑی سچائی آ گئی انہوں نے اسے نہیں مانا۔

(2)﴿فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾ ''چنانچہ وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں'' ﴿مَّرِيْجٍ﴾ یعنی مختلف منکر، مضطرب، اور خلط ملط۔

(3)یعنی وہ ایک مختلف اور مشتبہ معاملے میں پڑے ہوئے ہیں، کسی چیز پر انہیں ثبات حاصل ہے نہ قرار۔کبھی تو آپ کے بارے میں الزام تراشی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''تو جادوگر ہے'' کبھی کہتے ہیں: ''تو پاگل ہے'' اور کبھی کہتے ہیں: ''تو شاعر ہے'' اسی طرح انہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، ہر کسی نے اپنی فاسد رائے کے تقاضے کے مطابق اس میں کلام کیا۔اسی طرح ہر وہ شخص جس نے حق کی تکذیب کی، وہ مشتبہ معاملے میں پڑا ہوا ہے، اسے کوئی راہ سجھائی دیتی ہے نہ قرار آتا ہے، اس لئے تو ان کے معاملات کو باہم متناقض اور اُلٹ و بہتان پر مبنی پائے گا۔جو کوئی حق کی اتباع اور اس کی تصدیق کرتا ہے، اس کا معاملہ درست اور اعتدال کی راہ پر ہوتا ہے، اس کا فعل

اس کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2600)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ(۸) يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ(۹)﴾''بلاشبہ تم یقیناً مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو۔ اس (قیامت) سے وہی بہکایا جاتا ہے جو پہلے ہی بہکا دیا گیا۔''(الذاریات:9,8)

(5)قرآن کی اتباع سے وہی رکتا ہے جس کو بھلائی سے موڑ دیا گیا ہو۔(مختصر ابن کثیر:2/1919)

سوال2:حق سے کیا مراد ہے؟

جواب:حق سے مراد قرآنِ مجید، اسلام یا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ہے۔

﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾

''تو کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا؟ اور ہم نے اُسے زینت دی؟ اور اُس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے''(6)

سوال1:﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾''تو کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا؟ اور ہم نے اُسے زینت دی؟ اور اُس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا﴾''تو کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا''یعنی جن لوگوں کو موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں آتا، جنہیں رسول کے آنے پر تعجب ہے اور بعث کو محال سمجھ رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اس سے زیادہ بڑے نشان یعنی اپنے سروں پر آسمان کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسے بنایا یعنی اس کی بناوٹ پر غور کرو کہ گول اور ہموار ہے، جو اپنے کناروں پر برابر اور مضبوط ہے۔

(2)﴿وَزَيَّنّٰهَا﴾''اور ہم نے اُسے زینت دی''اور ہم نے کیسے اسے تاروں سے زینت دی ہے۔ وہ تارے جو چلتے اور غائب ہو جاتے ہیں جو جگہ جگہ روشن نظر آتے ہیں۔

(3)﴿وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾''اور اُس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے''یعنی آسمان میں نہ کوئی شگاف ہے اور نہ دراڑ۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ(۳) ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ(۴) وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ(۵)﴾''وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے تم رحمان کی تخلیق

میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟ پھر بار بار نگاہ لوٹاؤ! نگاہ تمہاری طرف نامراد ہو کر اس حال میں کہ وہ تھکی ہوئی ہوگی پلٹ آئے گی۔ اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (الملک:3-5)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو کیسا بنایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بنایا ہے۔ اس کے لئے کوئی سہارا نہیں ہے۔

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ﴾

''اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں گڑے ہوئے پہاڑ رکھے اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیز اُگا دی'' (7)

سوال 1: ﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ﴾ ''اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں گڑے ہوئے پہاڑ رکھے اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیز اُگا دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا﴾ ''اور زمین کو ہم نے پھیلایا'' یعنی زمین کی طرف دیکھیں کیسے ہم نے اسے کھینچ کر پھیلا دیا، وہ کتنی کشادہ ہے۔ ہر جاندار کے لیے اس کے مصالح زمین میں موجود ہیں۔ کیسے رب العزت نے زمین کو سکون اور قرار کی جگہ بنا دیا۔

(2) ﴿وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ﴾ ''اور اس میں گڑے ہوئے پہاڑ رکھے'' یعنی زمین میں جگہ جگہ پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔ اس میں ایسے پہاڑ ہیں جس کی وجہ سے زمین ٹھہری رہے اور ہلے نہیں۔

(3) ﴿وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ﴾ ''اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیز اُگا دی'' یعنی زمین پر انسانوں اور جانوروں کے فائدے کے لیے مختلف طرح کی کھتیاں اگائیں قسم قسم کے پھل اور نباتات پیدا کر دیں۔

(4) ﴿بَهِيْجٍ﴾ سے مراد خوب صورت، خوش نما، خوش منظر اور رونق دار۔ (سراج المنیر: 1920/2)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تا کہ تم سبق حاصل کرو'' (الذاریات:49)

سوال 2: آسمان اور زمین کا مشاہدہ کرنے سے انسان کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

جواب: آسمان اور زمین کے مشاہدے اور بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھنے سے (1) انسان کے اندر بصیرت پیدا ہوتی ہے۔

(2) اس کی سمجھ روشن ہوتی ہے۔ (3) اور وہ نصیحت ماننے کو تیار ہوتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1920/2)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی بڑی بڑی نشانیاں بصیرت اور نصیحت قبول کرنے کے لیے بنائیں ان نشانیوں سے کوئی کون

فائدہ اُٹھا سکتا ہے؟

جواب: (1) نشانیوں سے وہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ جو اللہ کی حد سے آگے نہ گزرے۔

(2) جس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والا ہے عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرنے والا ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 1926/2)

سوال 4: زمین کا بچھانا، پہاڑوں کا جمانا اور خوش منظر نباتات کا اُگانا کس مقصد کے لیے ہے؟

جواب: سب کچھ بصیرت کے لیے ہے، یاد دہانی کے لیے ہے، رب کو پہچاننے اور اُس کی طرف لوٹ جانے کے شعور کو پانے کے لیے ہے۔

﴿تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾

''دکھانے اور یاد دلانے کے لیے ہر اس بندے کو جو رجوع کرنے والا ہے'' (8)

سوال 1: ﴿تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾ ''دکھانے اور یاد دلانے کے لیے ہر اس بندے کو جو رجوع کرنے والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَبْصِرَةً﴾ ''دکھانے'' یعنی جس کے ذریعے بندہ جہالت کے اندھے پن میں بصیرت حاصل کرتا ہے۔ (سعدی: 2600/3)

(2) ﴿وَّذِكْرٰى﴾ ''اور یاد دلانے کے لیے'' یعنی جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی چیزوں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔ وہ نصیحت جو دین میں فائدہ دیتی ہے۔

(3) ﴿لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾ ''ہر اس بندے کو جو رجوع کرنے والا ہے'' یعنی نصیحت اس کے لیے مفید ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف، محبت، خوف اور رجا کے ساتھ توجہ کرنے والا ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی ہر آواز پر لبیک کہنے والا ہو۔

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ﴾

''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیے'' (9)

سوال 1: ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ﴾ ''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا﴾ ''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا'' یعنی رب العزت نے آسمان سے کثیر، نفع بخش اور برکت والا پانی اتارا۔ (2) یہی پانی ہے جس کے نتیجے میں زمین پر دریا بہتے ہیں۔

(3) ﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ﴾ ''پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیے'' اس پانی سے ہرے بھرے باغات، لہلہاتے کھیت اور کھجوروں کے لمبے لمبے درخت پیدا کیے۔

(4)اس پانی میں زندگی کا راز ہے۔اسی کے ذریعے باغات اور کٹنے والی کھیتیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تیار ہوتی ہیں۔اسی کے ذریعے کھجوروں کے درخت اوران کے پختہ پھلوں کو پیدا کیا جاتا ہے۔پانی جس کا کوئی رنگ نہیں اُس سے کتنے رنگ جنم لیتے ہیں، پانی جس کی کوئی بو نہیں اس سے کتنی خوشبوئیں جنم لیتی ہیں اور پانی جس کا کوئی ذائقہ نہیں اس سے کتنے ذائقے جنم لیتے ہیں۔یقیناً پانی مبارک ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے برکت والا بنایا ہے۔(5)رب العزت اس پانی کے ذریعے کھیتی کا اناج ہم تک پہنچاتے ہیں۔

سوال2: کٹنے والی کھیتیوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد گندم، چاول، دالیں، مکی وغیرہ ہے۔

﴿وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ﴾

''اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں''(10)

سوال:﴿وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ﴾''اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ﴾''اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں'' ﴿طَلْعٌ﴾ کھجور کے اس گدرے گدرے پھل کو کہتے ہیں جو پہلے پہل لگتا ہے۔(i)یہ تذکرہ عرب میں کھجور کی خاص اہمیت کی وجہ سے کیا گیا۔(ii)یہ تذکرہ مبارک پانی کی وجہ سے آنے والی تبدیلیوں پر غور و فکر کرنے کے لیے کیا گیا۔

(2)یعنی اللہ تعالیٰ نے کھجور کے بلند و بالا درخت پیدا کیے جن میں طرح طرح کی کھجوریں اور تہہ بہ تہہ خوشے لگتے ہیں۔

﴿رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾

''جو بندوں کے لیے رزق ہے اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کر دیا، اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا''(11)

سوال:﴿رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾''جو بندوں کے لیے رزق ہے اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کر دیا، اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ﴾''جو بندوں کے لیے رزق ہے''یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین اگاتی ہے اس میں بندوں کی روزیاں ہیں۔خواہ وہ مومن ہوں یا کافر مومن کھا کر شکر ادا کرتا ہے۔اور کافر کھا کر ناشکری اور دینے والے ہی کا انکار کر دیتا ہے۔

(2)﴿وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾''اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کر دیا''یعنی اس پانی کے ذریعے سے ہم مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔پھر سے اس طرح طرح کی خوش نما بوٹیاں اگتی ہیں، رنگ رنگ کے پھول اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔

(3)﴿كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ ''اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا'' یعنی جس طرح ہم مردہ زمین کے پانی سے نباتات اگاتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن تمہیں تمہاری قبروں سے نکالیں گے۔ آسمان سے بارش آئے گی پھر تم بھی زمین سے ایسے ہی اگو گے جیسے سبزی اگتی ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بلاشبہ آپ زمین کو بنجر دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی اور پھولتی ہے، بے شک جس نے اُس کو زندہ کیا، یقینا وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناوہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (حم السجدہ:39)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان چالیس برس کی مدت ہوگی۔ (اتنی مدت گزرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' (مسلم:2955)

(6) سیدنا ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا نشانی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم کبھی ایسی وادی سے نہیں گزرے جو قحط سالی کی وجہ سے بنجر بنا دی گئی ہو؟'' کہتے ہیں کہ میں نے کہا، کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو وہاں سے دوبارہ گزرا ہو تو وہ سرسبز لہلہا رہی ہو؟'' میں نے کہا کہ کیوں نہیں (ایسا ہی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہی اس کی مخلوق میں نشانی ہے۔'' (مستدرک حاکم:8682)

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ﴾

''اُن سے پہلے قومِ نوح اور اصحابُ الرس اور ثمود نے جھٹلایا'' (12)

سوال: ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ﴾ ''اُن سے پہلے قومِ نوح اور اصحابُ الرس اور ثمود نے جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اُن سے پہلے قومِ نوح اور اصحابُ الرس اور ثمود نے جھٹلایا'' یعنی اے ہمارے رسول آپ کی قوم سے پہلے بھی قوم نوح، قوم ثمود اور اصحاب الرس بھی بعث، توحید اور نبوت کو جھٹلایا۔

(2) امام ابن جریر کی تحقیق کے مطابق اصحاب الرس اور اصحاب الاخدود ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ قریش کو ان عذابوں سے ڈرا رہا ہے جو دنیا میں ان سے پہلے ان جیسے جھٹلانے والوں پر آچکے ہیں۔ مثلاً قوم نوح کو ایک عام سیلاب میں ڈبو دیا گیا جو اس وقت آباد زمین پر پھیلا ہوا تھا۔ اسی طرح اصحاب الرس کو تباہ کر دیا گیا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1921)

(4)اس آیت سے آخرت کے امکان پر تاریخی استدلال ہے۔عرب اور اس کے گردوپیش کی قوموں کے تاریخی انجام کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ آخرت کا عقیدہ عین حقیقت کے مطابق ہے کیونکہ اس کے منکرین میں ایسا اخلاقی بگاڑ پیدا ہوا کہ وہ بالآخر وبرباد ہو گئے۔
(ترجمان القرآن:3/406,407)

﴿وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ﴾

''اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے''(13)

سوال:﴿وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ﴾''اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے''یعنی عاد،فرعون اور برادران لوط سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

(2)برادران لوط سے مراد سیدنا لوط علیہ السلام کے امتی ہیں یعنی سدوم والے جنہیں زمین میں دھنسا دیا گیا پھر اس زمین کو ایک سڑا ہوا بدبودار بحیرہ بنا دیا گیا یہ سارا وبال ان کے کفر،سرکشی اور حق کی مخالفت کا تھا۔(مختصر ابن کثیر:2/1921)

﴿وَّاَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ﴾

''اور اہل ایکہ اور قوم تبع نے،ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید سچ ثابت ہوئی''(14)

سوال:﴿وَّاَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ﴾''اور اہل ایکہ اور قوم تبع نے،ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید سچ ثابت ہوئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَّاَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ﴾''اور اہل ایکہ''اصحاب الایکہ سے مراد سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم ہے جو جنگل میں رہتی تھی۔

(2)﴿وَقَوْمُ تُبَّعٍ﴾''اور قوم تبع نے''تبع یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا جیسے مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔قوم تبع سے مراد قوم سبا ہے۔(3)﴿كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ﴾''ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید سچ ثابت ہوئی''سب قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث کیا تھا۔

(4)سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم اصحاب الایکہ اور تبع والوں کو رب العزت نے تباہ کر دیا۔

(5)یہ سارا وبال ان کے کفر،سرکشی اور حق کی مخالفت کا تھا۔اس لیے اللہ تعالیٰ کی وعید اور اس کی سزا واجب ہو گئی۔

(6)محمد ﷺ کو جھٹلانے والوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم گزرے ہوئے لوگوں سے بہتر نہیں ہو۔اس لیے جھٹلانے کے جرم سے بچو،ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو گزرے ہوئے لوگوں پر نازل ہوا تھا۔

﴿اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾

''تو کیا ہم پہلی بار کی تخلیق سے تھک گئے ہیں؟ بلکہ وہ ایک نئی تخلیق سے شک میں ہیں'' (15)

سوال: ﴿اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ ''تو کیا ہم پہلی بار کی تخلیق سے تھک گئے ہیں؟ بلکہ وہ ایک نئی تخلیق سے شک میں ہیں'' اللہ تعالیٰ کے لیے دوبارہ پیدا کرنا آسان ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ﴾ ''تو کیا ہم پہلی بار کی تخلیق سے تھک گئے ہیں'' اللہ رب العزت نے پہلی پیدائش کے ذریعے آخرت کی تخلیق پر عقلی استدلال کیا ہے۔ جس طرح تمہارا رب عدم سے وجود میں لاتا ہے اسی طرح موت کے بعد وہ دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ کو نہ پہلی تخلیق نے تھکایا ہے نہ کوئی کام اسے تھکا سکتا ہے دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار کی پیدائش سے زیادہ آسان ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (الروم:27)

(4) ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ؕ بَلٰۤی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ '' اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الاحقاف:33)

(5) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۫ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں۔'' (ق:38)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس نے گالی دی۔ حالانکہ اس کے لیے یہ بھی مناسب نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ نہیں پیدا کروں گا حالانکہ میرے لیے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے۔ حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں نہ میرے کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔ (بخاری:4974)

(7) ﴿بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ ''بلکہ وہ ایک نئی تخلیق سے شک میں ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر نئی تخلیق کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اعادہ ابتداء سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ (۷۸) قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ (۷۹)﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن

ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔" (یٰس:78,79)

رکوع نمبر 16

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں" (16)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے" یعنی ہم نے مخلوق میں اپنی سنت کے مطابق اپنی قدرت اور علم سے، حکمت کے تقاضے کے مطابق انسان کو تخلیق کیا اور اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ (ایسر التفاسیر:1514)

(2) اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنے اختیار اور قدرت کی خبر دی ہے کہ وہ انسان کا خالق ہے۔

(3) ﴿وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ﴾ "اور ہم اُن کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم انسان کے دلی خیالات اور رجحانات کو، رازوں، ارادوں اور اس کی تمام باتوں کو جانتے ہیں۔

(4) انسان کے نفس میں کیا خیالات آتے ہیں اس کا نفس اسے کیسے وسوسوں میں مبتلا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان سارے حالات کو جانتا ہے۔

(5) ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ سے ملنے آئی جبکہ آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے جب میں واپس آنے لگی تو آپ ﷺ میرے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ مجھے گھر پہنچائیں جب ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب پہنچے تو دو انصاری مرد سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمار بن بشر رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور آگے نکل گئے آپ ﷺ نے انہیں فرمایا "ذرا ٹھہر جاؤ، یہ عورت میری بیوی ہے" انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یا رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کا یہ وضاحت فرمانا انہیں شاق گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "شیطان خون کی طرح آدمی کے بدن کی ہر رگ میں پہنچتا ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔" (بخاری:3101)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں آنے والے خیالات سے درگزر فرمالیا ہے، جب تک کہ وہ زبان سے وہ بات نہ نکالیں یا اس پر عمل نہ کریں۔'' (بخاری:2528)

(7) ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ ''اور ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں'' یعنی جو انسان کے سب سے قریب والی رگ ہے (تفسیر سعدی: 2604/3)

(8) ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(9) رب العزت نے مرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور ہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔'' (الواقعہ:85)

سوال 2: ''ہم نے انسان کو پیدا کیا'' اس سے کیا بتانا مقصود ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کو ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے، اس کے اسرار و رُموز سے واقف ہے۔

سوال 3: وسوسہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وسوسہ دل میں گزرنے والے خیال کو کہتے ہیں جس کا علم انسان کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہوتا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے وسوسے کے بارے میں کیا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ ان وسوسوں کو جانتا ہے۔

سوال 5: وسوسوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے دل میں گزرنے والے خیالات کو معاف کر دیا ہے (صحیح بخاری) یعنی وہ ان پر گرفت نہیں کرے گا جب تک کہ وہ زبان سے اس کا اظہار نہ کریں یا عمل نہ کریں۔

سوال 6: ﴿وَرِيْدِ﴾ کسے کہتے ہیں؟

جواب: ورید رگ جان کو یا شہ رگ کو کہتے ہیں جو حلق کے ایک کنارے سے انسان کے کندھے تک ہوتی ہے۔

سوال 7: ﴿وَرِيْدِ﴾ کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: ورید کے کٹنے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

سوال 8: ''ہم اُس کی رگ جان سے بھی قریب ہیں'' اس قربت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس قربت سے مراد علمی قربت ہے یعنی اللہ تعالیٰ علم کے لحاظ سے انسان کے اتنے قریب ہیں کہ اُس کے نفس، اُس کے دل کی

باتوں کو بھی جانتے ہیں۔

(2) امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم انسان کے حالات کو فرشتوں کے ریکارڈ کے بغیر بھی جانتے ہیں۔ فرشتے تو صرف حجت تمام کرنے کے لئے مقرر کیے گئے ہیں۔

سوال 9: ﴿نَحْنُ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو انسان کے دائیں بائیں ہر وقت موجود رہتے ہیں، جو انسان کی ساری باتیں نوٹ کرتے رہتے ہیں۔

﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ﴾

''جب کہ دو ضبط کرنے والے اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں'' (17)

سوال 1: ﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ﴾ ''جب کہ دو ضبط کرنے والے اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ﴾ ''جب کہ دو ضبط کرنے والے'' دو لینے والوں سے مراد وہ دو فرشتے ہیں جو انسان کا نامہ اعمال لکھتے ہیں یعنی کراماً کاتبین ایک دائیں کندھے پر اور ایک بائیں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور انسان کی ایک ایک بات اور ایک ایک عمل لکھا جا رہا ہے ہر ایک دائیں جانب کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں جانب کا برائیاں لکھتا ہے اور ان میں سے ہر ایک مستعد ہے۔

(2) انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ کراماً کاتبین کی عزت کریں اور ہر ایسے قول اور فعل سے بچیں جس سے رب العالمین ناراض ہوں اور فرشتے اسے لکھ لیں۔

سوال 2: ﴿يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد دو اخذ کرنے والے اور لکھنے والے فرشتے ہیں۔

(2) اس سے مراد رات اور دن کے فرشتے ہیں۔ رات کے دو فرشتے الگ اور دن کے دو فرشتے الگ ہیں۔

سوال 3: دائیں بائیں کے فرشتے کیا لکھتے ہیں؟

جواب: انسان کے اچھے اعمال دائیں طرف والا فرشتہ لکھتا ہے اور بُرے اعمال بائیں طرف والا فرشتہ لکھتا ہے۔

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾

''کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے'' (18)

سوال1:﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ ''کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ﴾ ''کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا'' یعنی انسان کی زبان سے ادھر خیر یا شر کا کوئی لفظ نکلا۔

(2)﴿اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ ''مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے'' یعنی ادھر نگران فرشتے موجود ہوتے ہیں جو اسی کام پر مقرر ہیں کچھ بھی لکھے بغیر نہیں چھوڑتے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (۱۰) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (۱۱) يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (۱۲)﴾ ''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں معزز لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو'' (الانفطار:10-12)

(4)اللہ تعالیٰ کے فرشتے کسی قول اور فعل کو لکھے بغیر نہیں چھوڑتے۔ انسان کو خبر تک نہیں ہوتی اور اس کی زندگی کے لمحے لمحے کو ریکارڈ کر لیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس کا ریکارڈ سامنے لا کر رکھ دیا جائے گا۔

(5)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فرشتہ اس کی ہر بات لکھتا ہے حتّٰی کہ اس کا یہ کہنا بھی میں نے کھانا کھایا میں نے پانی پیا وغیرہ پھر جمعرات کے روز اپنا لکھا ہوا ریکارڈ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے اور پھر اپنی باتوں کو باقی رکھتا ہے جن کا تعلق عقاب یا ثواب سے ہوتا ہے اور دوسری باتوں کو مٹا دیتا ہے یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ''کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے دل میں آنے والے خیال معاف کر دے جب تک انہیں منہ سے نہ نکالے یا ان پر عمل نہ کرے۔ (شوکانی، اشرف الحواشی:619/1)

(6)مسند احمد میں ہے انسان ایک کلمہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا کہہ گزرتا ہے جسے وہ کوئی بڑا اجر کا کلمہ نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنی رضامندی اس کے لیے قیامت تک کی لکھ دیتا ہے اور کوئی برائی کا کلمہ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اسی طرح بے پرواہی سے کہہ گزرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی اس پر اپنی ملاقات کے دن تک کی لکھ دیتا ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے تھے اے ابن آدم تیرے لیے صحیفہ کھول دیا گیا ہے اور دو بزرگ فرشتے تجھ پر مقرر کر دیئے گئے ہیں، ایک ایک تیرے داہنے دوسرا بائیں۔ دائیں طرف والا تو نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور بائیں طرف والا برائیوں کو دیکھتا رہتا ہے اب تو جو چاہے عمل کی کمی کر یا زیادتی کر جب تو مرے گا تو یہ دفتر لپیٹ دیا جائے گا اور تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو اپنی قبر سے اٹھے گا تو یہ تیرے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا﴾ ''انسان کی شامت اعمال کی تفصیل ہم نے اس کے گلے لگا دی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے سامنے نامہ اعمال کی ایک کتاب پھینک دیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ پھر اس سے کہیں گے کہ اپنی کتاب پڑھ لے آج

تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے۔'' پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم اس نے بڑا ہی عدل کیا جس نے خود تجھے ہی تیرا محاسب بنا دیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو کچھ تو بھلا برا کلمہ زبان سے نکالتا ہے وہ سب لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ تیرا یہ کہنا بھی کہ میں نے کھایا، میں نے پیا، میں گیا، میں آیا، میں نے دیکھا۔ پھر جمعرات والے دن اس کے اقوال وافعال پیش کئے جاتے ہیں، خیر وشر باقی رکھ لی جاتی ہے اور سب کچھ مٹا دیا جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 169/5)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ خیر کی بات کہے یا خاموش رہے۔ (بخاری: 6018)

(8) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان کی چیز زبان کی اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز شرمگاہ کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (بخاری: 6474)

(9) سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم جو کچھ کہتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''تمھاری ماں تمہیں گم پائے، زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی کے علاوہ بھلا اور کون سی چیز لوگوں کو نتھنوں کے بل آگ میں گرائے گی؟'' (ترمذی: 2616)

سوال 2: کیا انسان کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ محفوظ ہوتا ہے؟

جواب: (1) پہلی بات تو یہ ہے کہ دو محافظ یا نگران انسان کے قول یا عمل کا انتظار کرتے ہیں، ہر وقت حاضر رہتے ہیں اور ریکارڈ بناتے ہیں۔

(2) سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان ایک لفظ بولتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ہوتا ہے۔ اُسے یہ یقین نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک کے لئے اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور دوسرا انسان ایک لفظ بولتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کتنی ہی باتیں ہیں جن کے کہنے سے میں حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے رُک گیا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾

''اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا'' (19)

سوال 1: ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ ''اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءَتْ﴾ ''اور آ پہنچی'' یعنی آج تو شک ہے موت آئے گی تو یقین آئے گا۔

(2) ﴿سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ ''اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی'' یعنی کتنی ہی طویل عمر ہو موت تو آ کر ہی رہے گی اس کا آنا حق

ہے اس وقت کہا جائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قریب پانی کا ایک پیالہ تھا، جب آپ ﷺ پر موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو اس پیالے میں داخل کر کے بھگوتے اور پھر اپنے چہرے پر ان گیلے ہاتھوں کو پھیرتے جاتے اور فرماتے جاتے: ''لا الہ الا اللہ'' موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ (بخاری:4449)

(3) ﴿ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ ''یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا'' یعنی یہی تو ہے جس سے تم بھاگتے تھے آج نہ تم بھاگ سکتے ہو نہ چھپ سکتے ہو۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو تو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے پھر تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے'' (الجمعہ:8)

(5) ﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا۔ اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا۔'' (الاحزاب:16)

(6) طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس شخص کی مثال جو موت سے بھاگتا ہے اس لومڑی جیسی ہے جس سے زمین اپنا قرضہ طلب کرنے لگی اور یہ اس بھاگنے لگی۔ بھاگتے بھاگتے جب تھک گئی اور بالکل چکنا چور ہو گئی تو اپنے بھٹ میں جا گھسی۔ زمین چونکہ وہاں بھی موجود تھی اس نے لومڑی سے کہا میرا قرض دے تو یہ وہاں سے پھر بھاگی سانس پھولا ہوا تھا حال برا ہو رہا تھا آخر یونہی بھاگتے بھاگتے بے دم ہو کر مر گئی۔ الغرض جس طرح اس لومڑی کے لیے زمین سے بھاگنے کی راہیں بند تھیں اسی طرح انسان کے لیے موت سے بچنے کے راستے بند ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر:5/170)

سوال 2: موت کیسی حقیقت ہے؟

جواب: (1) موت ایسی حقیقت ہے جس سے ساری مخلوقات ڈرتی ہیں۔

(2) موت کا تصور ساری مخلوقات عام طور پر ذہن سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ (3) موت انسان کے لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہی ہے۔

سوال 3: سکراتِ موت کسے کہتے ہیں؟

جواب: موت کے وقت کی مدہوشی اور جان نکلنے کی حالت کو سکراتِ موت کہتے ہیں۔

سوال 4: ''موت کی سختی حق کے ساتھ آ پہنچی'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ موت کے وقت آخرت کا جہان نظر آنے لگتا ہے۔ سارے پردے ہٹ جاتے ہیں۔ حق واضح ہو جاتا ہے۔ وعدوں کی سچائی ظاہر ہو جاتی ہے لیکن وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ وہ وعدے ظاہر ہو جاتے ہیں جو جنت و دوزخ کے بارے میں انبیاء علیہم السلام

کرتے رہے ہیں۔(2)اس سے مراد موت کی بے ہوشیاں بھی ہیں۔

سوال5:انسان کا موت کے بارے میں کیا ردّعمل ہوتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے انسان کے ردّعمل کو ظاہر کیا ہے کہ انسان موت سے بِدکتا اور بھاگتا ہے لیکن بھاگتے بھاگتے بھی موت آلیتی ہے۔

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ﴾

''اور صور میں پھونک دیا جائے گا، یہ وعدہ عذاب کے دن ہوگا''(20)

سوال1:﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ﴾''اور صور میں پھونک دیا جائے گا، یہ وعدہ عذاب کے دن ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾''اور صور میں پھونک دیا جائے گا'' قیامت کے قریب صور پھونکا جائے گا۔

(2)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دیہاتی نے سوال کیا''یارسول اللہ ﷺ! صور کیا ہے'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا''یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی''۔(ترمذی:3244)

(3)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیونکر آرام کروں حالانکہ ترسنگے والا نرسنگا منہ میں لیے ہوئے ہے یعنی صور اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لگائے ہوئے پھونکنے کے حکم کا منتظر ہے کہ فوراً پھونک دے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''کہو ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا وکیل ہے۔ہم نے اللہ پر توکل کیا اور وہ ہمارا پروردگار ہے اور کبھی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا ہم نے۔(ترمذی:3243)

(4)﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ﴾''یہ وعدہ عذاب کے دن ہوگا''یعنی یہ وہ دن ہے جب کافروں کو عذاب دیا جائے گا۔

(5)﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ(۶۸)وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْۗءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ(۶۹)وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ(۷۰)﴾''اور صور میں پھونکا جائے گا۔پھر وہ سب بے ہوش ہوکر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی۔اور کتاب رکھ دی جائے گی۔اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا۔اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔اور ہر شخص کو پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ اُس کو خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں''(الزمر:68-70)

سوال2: صور پھونکنے والا دن کیسا ہوگا؟

جواب: صور پھونکنے والا دن ڈرانے کا ہوگا۔

﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾

''اور ہر شخص آئے گا اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہوگا''(21)

سوال1: ﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾ ''اور ہر شخص آئے گا اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ﴾ ''اور ہر شخص آئے گا اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا'' سَآئِقٌ سے وہ فرشتہ مراد ہے جو انسان کو گھیر کر حشر کے میدان میں لائے گا کوئی اس سے بچ کر نہیں رہ سکے گا۔

(2)﴿وَّشَهِيْدٌ﴾ ''اور ایک گواہی دینے والا ہوگا'' شہید سے اس کے اعمال پر گواہ فرشتہ مراد ہے جو اس کے اچھے برے اعمال پر گواہ ہوگا یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی طرف اعتناء اور اس کی طرف سے ان کے اعمال کی حفاظت اور نہایت عدل وانصاف سے اس کو جزا وسزا دینے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ اس کا اہتمام کرے۔(سعدی:2605/3)

سوال2: یہاں ہر شخص کے ﴿سَآئِقٌ اور شَهِيْدٌ﴾ کے ساتھ آنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد دو فرشتے ہیں۔ ان میں سے ایک انسان کو حشر تک ہانکنے والا اور دوسرا گواہی دینے والا ہے۔

﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ﴾

''بلاشبہ یقیناً اُس سے تو غفلت میں تھا سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے تو تیری نگاہ آج خوب تیز ہے''(22)

سوال1: ﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس سے تو غفلت میں تھا سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے تو تیری نگاہ آج خوب تیز ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس سے تو غفلت میں تھا'' یہ خطاب کافر سے بھی ہے اور ہر نیک و بد سے بھی ہے۔ دنیا کے مقابلے میں آخرت ایسی ہے جیسے خواب کے مقابلے میں بیداری۔

(2) یعنی تم دنیا میں آخرت کی طرف سے غافل تھے۔

(3)﴿فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ﴾ ''سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے'' یعنی جس پردے نے تیرے دل کو ڈھانپ رکھا تھا آج وہ ہٹا دیا گیا۔

(4)﴿فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ﴾ ''تو تیری نگاہ آج خوب تیز ہے'' آج تمہاری نگاہ اتنی تیز ہے کہ تم دنیا میں جو کفر کرتے تھے اسے دیکھتے ہو اور مختلف قسم کے عذابوں کو دیکھ کر تم گھبرا رہے ہو اور یاد کر رہے ہو کہ دنیا میں کون کون سے فرائض سے غفلت برتی تھی۔

(5) رب العزت نے فرمایا﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ(۳۸) وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(۳۹)﴾ ''وہ خوب سنتے اور خوب دیکھتے ہوں گے جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے لیکن آج یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں اور آپ اُن لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔'' (مریم:38-39)

(6)﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے ربّ کے پاس سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔ اے ہمارے ربّ! ہم نے دیکھ لیا ہے اور ہم نے سن لیا ہے چنانچہ ہمیں لوٹا تا کہ ہم نیک عمل کریں یقیناً ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' (السجدۃ:12)

سوال2: انسان کس چیز سے غفلت میں ہوتا ہے؟

جواب: (1) انسان فرشتوں کے ریکارڈ بنانے سے غفلت میں ہوتا ہے۔

(2) موت کی طرف سے غافل ہوتا ہے۔ (3) حساب کتاب کی طرف سے غافل ہوتا ہے۔

سوال3: ''آج تیری نظر بڑی تیز ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ یہ نظر تو پردوں کے پار تک دیکھ رہی ہے۔

﴿وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴾

''اور اُس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا'' یہ حاضر ہے جو میرے پاس تھا۔'' (23)

سوال1: ﴿وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴾ ''اور اُس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا: ''یہ حاضر ہے جو میرے پاس تھا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالَ قَرِيْنُهٗ﴾ ''اور اُس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا'' یعنی جس فرشتے کو جھٹلانے والے کافر پر مقرر کیا گیا تھا، قیامت کے دن وہ اس کے اعمال کی گواہی دے گا اور کہے گا۔

(2)﴿هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴾ ''یہ حاضر ہے جو میرے پاس تھا'' یعنی جس کام پر مجھے مقرر کیا گیا تھا وہ سب کچھ میں نے پیش کر دیا ہے۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے اب اسے اس کے اعمال کی جزا دی جائے۔

سوال2: فرشتہ انسان سے کیا کہے گا؟

جواب: فرشتہ انسان سے کہے گا کہ یہ تمہارا سارا ریکارڈ ہے جو میرے پاس تھا۔

﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ﴾

''تم دونوں جہنم میں ڈال دو ہر زبردست ناشکرے کو، بہت عناد رکھنے والے کو'' (24)

سوال1: ﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ ''تم دونوں جہنم میں ڈال دو ہر زبردست ناشکرے کو، بہت عناد رکھنے والے کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ﴾ ''تم دونوں جہنم میں ڈال دو'' رب العزت ان دونوں کو حکم دیں گے کہ سرکش اور کافر کو جہنم میں ڈال دو۔

(2) ﴿كُلَّ كَفَّارٍ﴾ ''ہر زبردست ناشکرے کو'' سے مراد بڑے کفر والا، کثرت سے کفر اور تکذیب کرنے والا۔

(3) ﴿عَنِيْدٍ﴾ ''بہت عناد رکھنے والے کو'' اس سے مراد حق کا مخالف اور جان بوجھ کر باطل کو حق پر ترجیح دینے والا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1924/2)

سوال2: جہنم میں لے جانے والی خصوصیات کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ناشکرا پن جو اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف نہیں کرتا۔

(2) عناد سے یہاں مراد حق سے دشمنی رکھنا ہے۔

﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ﴾

''خیر سے بہت روکنے والے، حد سے گزرنے والے، شک کرنے والے کو'' (25)

سوال1: ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ﴾ ''خیر سے بہت روکنے والے، حد سے گزرنے والے، شک کرنے والے کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ ''خیر سے بہت روکنے والے'' یعنی خیر کے کاموں کو کثرت سے روکنے والا۔

(2) یعنی وہ مال یا معروف کسی بھی چیز کو قطعاً دوسروں تک نہیں پہنچنے دیتا۔

(3) یعنی حقوق واجبہ ادا نہ کرنے والا، نہ کسی سے حسن سلوک کرنے والا، نہ صلہ رحمی کرنے والا، نہ صدقہ وخیرات کرنے والا۔ (مختصر ابن کثیر: 1924/2)

(4) ﴿مُعْتَدٍ﴾ ''حد سے گزرنے والے'' یعنی اسراف کرنے والا اور گفتگو میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پرواہ نہ کرنے والا۔

(5) وہ جو باطل پر خرچ کرتے ہوئے حد سے بڑھ جاتا ہے۔

(6) لوگوں پر ظلم کر کے ان کے حقوق غصب کرنے والا، ان کی عزتوں، جانوں اور مالوں میں انہیں اذیت دینے والا۔ (ایسر التفاسیر: 1515)

(7)﴿مُّرِيْبِ﴾ ''شک کرنے والے کو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید میں شک کرنے والے کے پاس جو بھلائی موجود ہے وہ اسے روکتا ہے، جس میں سے سب سے بڑی بھلائی اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے اور وہ اپنے مال اور بدن کے فائدے لوگوں تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2606/3)

اس میں کوئی ایمان ہے نہ احسان، بلکہ اس کا وصف کفر، عدوان، شک وریب، بخل اور رحمان کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کا ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت میں شک کرنے والا۔

سوال 2: جہنم میں لے جانے والی خصوصیات، ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾، ﴿مُعْتَدٍ﴾ اور ﴿مُّرِيْبِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ سے مراد خیر سے روکنے والا۔ ﴿مُعْتَدٍ﴾ سے مراد ہر معاملے میں حد سے گزرنے والا۔ ﴿مُّرِيْبِ﴾ سے مراد نہایت درجے کا شکی انسان۔

﴿الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ﴾

''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا، سو تم دونوں اُسے سخت عذاب میں ڈال دو'' (26)

سوال 1: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا، سو تم دونوں اُسے سخت عذاب میں ڈال دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی عبادت کر کے شرک کرنے والا۔

(2) جو دوسروں کو نفع نقصان، زندگی اور موت اور دیگر قوتوں اور اختیارات کا مالک سمجھنے والا۔

(3) ﴿فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ﴾ ''سو تم دونوں اُسے سخت عذاب میں ڈال دو'' اس کے دونوں ساتھیوں سے کہا جائے گا اسے سب سے سخت اور برے عذاب میں ڈال دو۔

سوال 2: جہنم میں لے جانے والی خصوصیات کس طرح سے پیدا ہوتی ہیں؟

جواب: انسان جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے میں بڑی خوبیاں تلاش کرنا شروع کر دے تو اُس کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے بنیادی عقیدے کی خرابی کو واضح کیا ہے۔

سوال 3: کون سی چیز اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گی؟

جواب: انسان کا عقیدہ اسے اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا مثلاً عقیدۂ شرک۔

﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾

''اُس کا ساتھی کہے گا: ''اے ہمارے رب! میں نے اُسے سرکش نہیں بنایا بلکہ خود ہی یہ دُور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا'' (27)

سوال 1: ﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اس کا ساتھی کہے گا: ''اے ہمارے رب! میں نے اُسے سرکش نہیں بنایا بلکہ خود ہی یہ دُور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ﴾ ''اُس کا ساتھی کہے گا'' قرین سے مراد وہ شیطان ہے جو دنیا میں انسان کو گمراہ کیا کرتا تھا۔ یہ شیطان انسان کو دیکھ کر قیامت کے دن اپنی برأت ظاہر کرے گا (تفسیر ابن کثیر: 1924/2) اور اسی کو گمراہی اور گناہ کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے کہے گا۔

(2) ﴿رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ﴾ ''میں نے اُسے سرکش نہیں بنایا'' یعنی اے میرے رب! میرا تو اختیار نہیں تھا میں نے تو اسے سرکش نہیں بنایا یہ خود اپنے اختیار سے گمراہ ہو کر حق سے دور نکل گیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ﴾ ''اور شیطان کہے گا جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، سچا وعدہ کیا۔ اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تو میں نے تمہارے ساتھ اس کی خلاف ورزی کی۔'' (ابراہیم: 22)

(3) شیطان کہے گا میرا کوئی دباؤ تو نہیں تھا۔ بس میں نے پکارا تو اس نے میری مان لی۔ اب مجھے ملامت نہ کرو خود کو ملامت کرو اور میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا۔ (4) ﴿وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''بلکہ خود ہی یہ دُور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔'' یعنی یہ خود ہدایت سے دور شرک اور شر میں مبتلا تھا۔

﴿قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ﴾

''ارشاد ہوگا: ''میرے پاس جھگڑا نہ کرو اور میں نے تمہاری جانب ڈرانے کا پیغام پہلے بھیجا تھا'' (28)

سوال 1: ﴿قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ﴾ ''ارشاد ہوگا: ''میرے پاس جھگڑا نہ کرو اور میں نے تمہاری جانب ڈرانے کا پیغام پہلے بھیجا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''ارشاد ہوگا: رب العزت فرمائیں گے۔

(2) ﴿لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ﴾ ''میرے پاس جھگڑا نہ کرو'' میرے پاس نہ جھگڑو کیونکہ آج جھگڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(3) ﴿وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ﴾ ''اور میں نے تمہاری جانب ڈرانے کا پیغام پہلے بھیجا تھا'' یعنی میں نے تو پہلے ہی رسول اور کتابیں بھیج کر حجت تمام کر دی اور جہنم سے تمہیں متنبہ کر دیا تھا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ یہ بات کس سے کہیں گے کہ میرے حضور جھگڑا نہ کرو؟

جواب: یہ بات اللہ تعالیٰ کافروں اوران کے دوست شیطانوں سے کہیں گے کہ یہاں انصاف کی عدالت میں جھگڑے کی ضرورت نہیں، نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہونے والا ہے۔ میں نے تمہیں پہلے ہی رسولوں کے توسط سے تنبیہات کردی تھیں۔

﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾

''نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے اور میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم ڈھانے والا نہیں ہوں'' (29)

سوال1: ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے اور میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم ڈھانے والا نہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾ ''نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے'' میری بات سچی ہے، بدلنے والی نہیں، میں نے فیصلہ کررکھا ہے، ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَــَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور تیرے ربّ کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے ضرور بھر دوں گا'' (ھود:119)

(2) ﴿وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''اور میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم ڈھانے والا نہیں ہوں۔'' میں کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے اسے عذاب دینے والا نہیں ہوں۔ ہر کسی کو اس کے گناہ پر عذاب میں مبتلا کیا جائے گا (مختصر ابن کثیر:1925/2) اچھے برے اعمال پر جزا سزا دیتا ہوں ان کی برائیوں میں اضافہ یا نیکیوں میں کمی نہیں کرتا۔

(3) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے، سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ (مسلم:2577)

سوال2: ''میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ جو وعدے میں نے کیے تھے ان کے خلاف نہیں ہوگا۔ ہر صورت میں وعدے پورے کیے جائیں گے۔ اسی اُصول کے تحت میری طرف سے تمہارے لیے عذاب کا فیصلہ ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

سوال3: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ بغیر جرم کے، بغیر گناہ کے سزا دینے والا نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ اسی گناہ پر سزا دینے والا ہے جو انسان نے خود کیا ہو۔ (3) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ذرّہ برابر ظلم کرنے والا نہیں کیونکہ اُس نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔

رکوع نمبر 17

﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾

''جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: ''کیا تو بھر گئی؟'' اور وہ کہے گی: ''کیا کچھ مزید ہے''(30)

سوال1: ﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ ''جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: ''کیا تو بھر گئی؟'' اور وہ کہے گی: ''کیا کچھ مزید ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ﴾ ''جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: ''کیا تو بھر گئی؟'' اللہ رب العزت قیامت کے دن جہنم سے پوچھے گا کہ بھری ہو یا نہیں؟ یہ سوال جہنم میں ڈالے گئے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگا۔

(2)﴿وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ ''اور وہ کہے گی: ''کیا کچھ مزید ہے؟'' وہ جواب میں کہے گی۔یعنی جب اس میں ہر کافر، جن اور انسان کو ڈال دیا جائے گا تو وہ اپنے اندر مجرموں کے اضافے کا مطالبہ کرتی رہے گی۔ رب العزت نے جہنم کو بھرنے کا جو وعدہ کر رکھا ہے۔﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' (السجدۃ:13) اس کی وجہ سے جہنم جب اپنے رب کو ناراض اور غیض وغضب میں دیکھے گی تو ﴿هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ کیا کچھ مزید ہے؟ کا مطالبہ کرتی رہے گی جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو سفیان حمیری اکثر اس حدیث کو نبی ﷺ سے موقوفاً ذکر کرتے تھے کہ جہنم سے پوچھا جائے گا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھے گا اور کہے گی بس بس۔ (بخاری:4849)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(ایک مرتبہ) دوزخ اور جنت میں بحث ہوئی۔ دوزخ نے کہا، مجھ میں تو وہ لوگ آئیں گے جو بڑے مغرور اور سرکش ہونگے۔ جنت نے کہا میرا کیا حال ہے؟ مجھ میں تو وہ لوگ آئیں گے جو غریب اور دھتکارے ہوئے ہوں گے؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے سے رحم کروں گا۔ اور دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعے سے اپنے جن بندوں کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور میں تم دونوں کو بھر دوں گا، لیکن دوزخ نہیں بھرے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس میں رکھ دے گا۔ اس وقت وہ کہے گی کہ بس بس بس! اور اس کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے پر چڑھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ رہی جنت تو (اس میں بھی جگہ بچ جائے گی، یہاں تک کہ) اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا (اور اس جگہ کو آباد کرے گا)۔'' (بخاری:4850)

سوال2: جہنم کی اس بات کا کیا مطلب ہوگا کہ کیا کچھ اور ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لئے میرے پاس بڑی گنجائش ہے۔

سوال3: جہنم سے اللہ تعالیٰ کی گفتگو اور جہنم کا جواب دینا کیا حقیقت رکھتا ہے؟

جواب: یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾

''اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی'' (31)

سوال: ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ ''اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ ''اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی'' اس دن جنت نیک لوگوں کے قریب کردی جائے گی جو دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر نیک کام کرتے رہے اور عذاب کے خوف سے اللہ تعالیٰ کے نواہی سے رکتے رہے۔ (2) نیک لوگوں سے جنت اتنی قریب کردی جائے گی کہ وہ اس کا مشاہدہ کرسکیں گے۔

(3) جو چیز یقینی طور پر آنے والی ہو وہ دور نہیں ہوتی قریب ہوتی ہے۔

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ﴾

''یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا، بڑی حفاظت کرنے والا ہو'' (32)

سوال: ﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ﴾ ''یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا، بڑی حفاظت کرنے والا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ﴾ ''یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا، بڑی حفاظت کرنے والا ہو'' یعنی یہ جنت اور اس کی ساری نعمتیں جس کا اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے وعدہ کر رکھا ہے جو ﴿اَوَّابٍ﴾ اور ﴿حَفِيْظٍ﴾ ہو۔ (2) ﴿اَوَّابٍ﴾ سے مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والا، توبہ کرنے والا، گناہوں سے باز رہنے والا، تمام اوقات میں محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا، اس سے استعانت طلب کرنے والا، اس سے خوف رکھنے والا، اس سے امید باندھنے والا اور اس پر توکل کر کے اس سے دعائیں مانگنے والا ہے۔

(3) ﴿حَفِيْظٍ﴾ سے مراد اخلاص اور تکمیل کے ساتھ کامل ترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرتا ہے نیز اس کی حدود کی حفاظت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی 3/2608)

(4) جو اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کے ساتھ کیے گئے عہد کی حفاظت کرتا ہے۔

﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ﴾

''جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنیوالا دل لایا'' (33)

سوال1: ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ﴾ ''جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنیوالا دل لایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ﴾ ''جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا'' یہ اواب اور حفیظ کا بیان ہے جو اپنے رب کی پوری معرفت اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اس سے ڈرتا ہے، اپنی حالت غیب یعنی جب وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے، تو خشیت الٰہی کا التزام کرتا ہے اور یہی حقیقی خشیت ہے۔ رہی وہ خشیت جس کا اظہار لوگوں کی نظروں کے سامنے اور ان کی موجودگی میں کیا جائے تو اس میں کبھی کبھی ریا اور شہرت کی خواہش کا شائبہ آجاتا ہے۔ یہ حقیقی خشیت پر دلالت نہیں کرتی۔ فائدہ مند خشیت تو صرف وہی ہے جو کھلے اور چھپے ہر حال میں ہو۔ (تفسیر سعدی:2608/3)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۖ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّأَجْرٍ كَرِيمٍ﴾ ''آپ صرف اُسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سو اُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں'' (یٰس:11)

(3) یعنی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھا اور اس کو یاد کر کے اس کی آنکھیں بہہ نکلیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔ (ان میں سے) ساتواں آدمی وہ ہوگا جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔'' (بخاری:660)

(4)﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ﴾ ''اور رجوع کرنیوالا دل لایا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والا دل لے کر آیا۔ اس حال میں کہ اس کے دل کی ہر خوشی، اس کا ہر داعیہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں جذب ہو گیا ہو۔

(5) سیدنا ابو بکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منیب کی علامت یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ادب کو ہر وقت مستحضر رکھے، اور اس کے سامنے تواضع اور عاجزی سے رہے، اور اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے۔ (معارف القرآن:147/8)

سوال2: جنت لے جانے والی خصوصیات رحمٰن سے بن دیکھے ڈرنا اور مُنیب کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رحمٰن سے بن دیکھے ڈرنے سے مراد ہے دنیا میں آنکھوں سے دیکھے بغیر اُس کی صفات کے علم کی وجہ سے ڈرنا۔

(2) مُنیب سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا، اطاعت گزار۔ اس سے مراد قلب سلیم رکھنے والا بھی ہے یعنی ایسا دل جو شرک اور نافرمانیوں سے پاک ہو۔

﴿ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ﴾

''(ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہی اَبدی زندگی کا دن ہے''(34)

سوال1: ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ﴾ ''(ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہی اَبدی زندگی کا دن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ﴾ ''(ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ'' خوش نصیب لوگوں سے کہا جائے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(2) جنت میں داخلے کے وقت فرشتے بھی سلام کریں گے۔ (البحر المحیط:540/9)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنت میں جائے گا وہ ہمیشہ سکون سے رہے گا، اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی کبھی ختم ہوگی۔ (مسلم:7156)

(4)﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ﴾ ''یہی اَبدی زندگی کا دن ہے'' یعنی ایسا دن جسے کبھی زوال نہیں آئے گا، نہ موت نہ کسی قسم کی کوئی تکلیف۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت والوں کو جنت میں اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان کھڑا ہوگا اور کہے گا، اے جنت والو! اب موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں ہے۔ اب ہر ایک ہمیشہ اسی حال میں رہے گا جس حال میں وہ ہے۔ (مسلم:7183)

سوال2: سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اب کسی خوف اور خطرے، کسی اندیشے کے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ۔

﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾

''اُن کے لیے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس مزید بھی ہے''(35)

سوال1: ﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾ ''اُن کے لیے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس مزید بھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا﴾ ''اُن کے لیے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے'' جنتی جو چاہیں گے جنت میں پائیں گے۔ یعنی ہر وہ چیز جس سے خواہش و چاہت وابستہ ہوگی۔

(2)﴿وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾ ''اور ہمارے پاس مزید بھی ہے'' یعنی ثواب، جسے رحمن و رحیم ان کے لیے بڑھاتا رہے گا، جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی اس کا گزر ہوا ہے۔ سب سے بڑا سب سے جلیل اور سب سے افضل ثواب

اللہ تعالیٰ کے چہرہ انور کا دیدار، اس کے کلام کی سماعت اور اس کے قریب کی نعمت ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی انہی لوگوں میں شامل کردے۔ (تفسیر سعدی:3/2608,2609)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مزید سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرے پر نظر ڈالنے اور اس کے دیدار کی نعمت ہوگی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے۔'' (یونس:26)

(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنت والوں سے کہے گا اے جنت والو! وہ بولیں گے حاضر تیری خدمت کے لیے مستعد، ساری بھلائی تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا تم خوش ہو؟ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں ہم خوش ہوں گے اے رب! اور تو نے ہمیں وہ چیزیں عطاء کی ہیں جو کسی مخلوق کو نہیں عطاء کیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں اس سے افضل انعام نہ دوں؟ جنتی پوچھیں گے اے رب! اس سے افضل کیا چیز ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں اپنی خوشی تم پر اتارتا ہوں اور اب کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ (بخاری:7518)

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾

''اور ہم نے اُن سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کردیا جو پکڑنے میں اُن سے زیادہ سخت تھیں چنانچہ وہ شہروں میں ڈھونڈتے ہی رہ گئے کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے؟'' (36)

سوال 1: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''اور ہم نے اُن سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کردیا جو پکڑنے میں اُن سے زیادہ سخت تھیں چنانچہ وہ شہروں میں ڈھونڈتے ہی رہ گئے کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''اور ہم نے اُن سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کردیا'' یعنی ان سے پہلے بھی جھٹلانے والی بہت سی قوموں کو ہلاک کردیا۔

(2) ﴿هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ ''جو پکڑنے میں اُن سے زیادہ سخت تھیں'' جو ان سے تعداد میں زیادہ تھیں، جو ان سے قوت میں بڑھ کر تھیں، جنہوں نے زمین کو ان سے زیادہ آباد کر رکھا تھا۔ اور دنیا میں بڑی یادگاریں چھوڑ گئی تھیں۔

(3) ﴿فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ﴾ ''چنانچہ وہ شہروں میں ڈھونڈتے ہی رہ گئے'' یعنی وہ زمین میں دور دراز ملکوں تک لمبے تجارتی سفر کرتے تھے۔

(4) انہوں نے نہایت مضبوط قلعے اور بلند عمارتیں تعمیر کیں، باغات لگائے، نہریں نکالیں، کھیت اگائے، زمین کو آباد کیا اور ہلاک ہو گئے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دردناک سزا اور سخت عذاب کے

ذریعے سے گرفت میں لے لیا۔(تفسیر سعدی 2609/3)

(5)﴿هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے؟﴿مَّحِيْصٍ﴾ کے معنی جائے پناہ کے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں آ گھیرا تو اس وقت بھاگنے کی، بچنے کی جگہیں ہی تلاش کرتے رہے۔بھلا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کوئی بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے!

(6) پہلی قوموں کے واقعات میں اہلِ بصیرت کے لئے بڑی بصیرت ہے۔

سوال 2: شہروں کو چھان مارنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد تجارت کرنا ہے۔اس سے مراد یہ بھی کہ وہ اہلِ مکہ کے مقابلے میں تجارت کے لیے مختلف شہروں میں آتے جاتے تھے لیکن جب عذاب آیا تو پھر انہیں کوئی بھاگنے کی جگہ نہ ملی۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾

''بلاشبہ اس میں ہر اُس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو'' (37)

سوال 1:﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر اُس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر اُس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو'' قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے یعنی اس میں زندہ دل رکھنے والوں کے لئے بڑا سبق ہے۔(جامع البیان 181/26)

(2) یعنی ایک عظیم، زندہ، ذہین اور پاک دل، جب آیات الٰہی میں سے کوئی آیت اس پر گزرتی ہے، تو اس سے نصیحت حاصل کر کے فائدہ اٹھاتا ہے اور بلند مقام پر فائز ہوتا ہے اور اسی طرح جو کوئی کان لگا کر آیات الٰہی کو اس طرح غور سے سنتا ہے جس سے رشد و ہدایت حاصل ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی 2609/3)

(3)﴿اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾ ''یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو'' یعنی سن کر سمجھنے والوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو غور سے سنتا ہے اس کے لئے نصیحت ہے۔یعنی اس کا قلب﴿شَهِيْدٌ﴾ حاضر رہنے والا ہو تو وہ بھی تذکر، نصیحت، شفاء اور ہدایت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔رہا روگردانی کرنے والا شخص جو آیات الٰہی کو غور سے نہیں سنتا تو اس شخص کو آیات الٰہی کوئی فائدہ نہیں دیتیں، کیونکہ اس کے پاس قبولیت کا مادہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اس شخص کی ہدایت کا تقاضا نہیں کرتی جس کا یہ وصف ہو۔(سعدی 2609/3)

(4) یعنی سنتے وقت جس کا دل حاضر ہو اور پورے حواس میں رہ کر سنے۔(ایسر التفاسیر: 1517)

(5) ابو صالح نے کہا مومن قرآن سنتا ہے اور وہ اس پر گواہ ہوتا ہے (جامع البیان 18/26)

سوال2: کس چیز میں انسانوں کے لیے نصیحت ہے؟

جواب: قوموں کے عروج وزوال میں انسانوں کے لیے بڑی نصیحت ہے۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں'' (38)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا'' یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی خبر ہے۔ اس نے اپنی تمام مخلوقات کو اپنی مشیت اپنی قدرت سے تخلیق کیا ہے۔

(2) ﴿وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ ''اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں'' اللہ رب العزت نے یہود کو خبردار کیا ہے جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق کو جمعہ کے دن مکمل کیا اور ہفتے کو آرام کیا۔ اس وجہ سے وہ ہفتے کے دن آرام کرتے ہیں (ایسر التفاسیر 1518)

(3) اللہ تعالیٰ کو تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں۔ (4) اس آیت میں قیامت کا اور زندگی بعد الموت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ جو آسمان وزمین کی مخلوق بنانے پر قادر ہو اور تھکان محسوس نہ کرے وہ مردے زندہ کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہوگا (مختصر ابن کثیر 1927/2)

سوال2: تھکاوٹ کیوں ہوتی ہے؟

جواب: تھکاوٹ نقص ہے۔ انسان کے اندر کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے تھکاوٹ ہوتی ہے۔ ربّ کے اندر کمی نہیں، وہ عظیم ہے، اس لیے اُسے تھکاوٹ نہیں ہوتی۔

سوال3: ''اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا بھی نہیں'' اس سے کس چیز کا اظہار ہوتا ہے؟

جواب: اس سے رب کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾

''جو کچھ وہ کہتے ہیں سو اس پر صبر کرو اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے'' (39)

سوال1:﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ ''جو کچھ وہ کہتے ہیں سو اس پر صبر کرو اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''جو کچھ وہ کہتے ہیں سو اس پر صبر کرو'' یعنی آپ جھٹلانے والوں کی باتوں پر صبر کریں اور انہیں احسن طریقے سے چھوڑ دیں۔

(2)﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے'' اور سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں اور نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کریں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی یاد انسان کے دل کو اطمینان دیتی ہے اسے سکون ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انسان کے لئے صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(4) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (اور چاند کی چودہ تاریخ تھی) آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے، جیسے اس چاند کو بے تکلف دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے، میں تمہیں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو کہ سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز قضا نہ ہونے دو۔'' اس کے بعد سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے'' (بخاری:4851)

(5) مجاہد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں تمام نمازوں کے بعد تسبیح پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ آپ کا مقصد اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَأَدْبَرَ السُّجُوْدِ﴾ کی تشریح کرنا تھا۔ (بخاری:4852)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، لیکن میزان میں بڑے بھاری اور رحمن کو بہت پیارے ہیں (اور وہ ہیں) ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ۔ اللہ پاک ہے، عظمتوں والا ہے۔'' (مسلم:6847، بخاری:6406)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ یہ کلمات پڑھے: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ ''تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔'' (بخاری:6405)

(8) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتلاؤں جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''بے شک اللہ کو سب سے زیادہ محبوب کلام ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ ہے۔'' (مسلم:1436)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کو کس چیز کی تلقین کی گئی ہے؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ لوگوں کی باتوں پر صبر کریں۔(2)اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔

سوال3: یہاں طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے عصر اور فجر کی نماز پڑھیں۔

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾

''اور رات کے کچھ حصے میں بھی اور سجدوں کے بعد بھی اُس کی تسبیح کرو''(40)

سوال1:﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾''اور رات کے کچھ حصے میں بھی اور سجدوں کے بعد بھی اُس کی تسبیح کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾''اور رات کے کچھ حصے میں بھی اور سجدوں کے بعد بھی اُس کی تسبیح کرو''یعنی رات میں بھی نماز پڑھو جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا ربّ آپ کو مقامِ محمود پر فائز کردے۔''(بنی اسرائیل:79)

(2)سجدوں کے بعد بھی یعنی نماز کے بعد تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے۔

(3)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سجدہ اور رکوع میں اکثر یہ پڑھا کرتے تھے:﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ﴾(اس دعا کو پڑھ کر) آپ قرآن حکیم کے حکم پر عمل کرتے تھے۔(بخاری817)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی نے ہر نماز کے بعد تینتیس(33)مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس(33)مرتبہ الحمدللہ اور تینتیس(33)مرتبہ اللہ اکبر کہا تو یہ ننانوے(99)(کی تعداد)کلمات ہوگئے اور سو(100)کا عدد پورا کرنے کے لیے﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾آخر تک کہہ لیا تو اس کے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔(مسلم:1352)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس غریب مہاجر آئے اور انہوں نے کہا، یارسول اللہ! مال دار لوگ بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل کرچکے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا مطلب؟''انھوں نے کہا، وہ نماز پڑھتے ہیں، جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں، جیسے ہم رکھتے ہیں، لیکن(مال دار ہونے کی وجہ سے)وہ صدقہ دیتے ہیں، جو ہم نہیں دے سکتے۔وہ غلام آزاد کرتے ہیں، جو ہم نہیں کرسکتے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا میں تمھیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں کہ(جب تم اسے کرو تو)تم ان(کے

مقام) کو پالو جو تم سے آگے ہیں اور ان سے ہمیشہ (مقام میں) آگے رہو جو تم سے پیچھے ہیں اور تم سے کوئی بھی افضل نہیں ہوگا، سوائے اس کے جو یہی عمل کرے؟'' انھوں نے کہا کہ ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ ''سبحان اللہ'' ''الحمدُ للہ'' ''اللہ اکبر'' پڑھ لیا کرو۔'' وہ غریب مہاجر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی اس عمل کے متعلق سن لیا ہے اور انہوں نے بھی اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دے۔'' (بخاری:843)

سوال3: ﴿اَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مغرب کے بعد دو رکعتیں ہیں۔

﴿وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ﴾

''اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا'' (41)

سوال1: ﴿وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ﴾ ''اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ﴾ ''اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا پکارے گا'' یعنی جب سیدنا اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو ان کی پکار کو غور سے سنو۔

(2) ﴿مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ﴾ ''قریب کی جگہ سے'' یعنی آج تو قیامت کے بارے میں شک ہے جب وہ صور کی آواز سنیں گے تو کسی ایسی جگہ سے جو ان کے قریب ہوگی۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے'' (بنی اسرائیل:52)

سوال2: کان لگا کر سننے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ وحی کو توجہ سے سنیں۔

سوال3: قریب کی جگہ سے کون پکارے گا؟

جواب: (1) قریب کی جگہ سے پکارنے والے اسرافیل علیہ السلام یا جبرائیل علیہ السلام ہوں گے جو صور میں پھونک ماریں گے تو سب لوگ میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ (2) اس سے مراد صخرہ بیت المقدس ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ آسمان کے قریب ترین جگہ ہے۔

(3)ہر شخص آواز ایسے سنے گا جیسے قریب سے آرہی ہو۔

﴿يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾

''جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے، وہی نکلنے کا دن ہوگا'' (42)

سوال1:﴿يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ ''جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے، وہی نکلنے کا دن ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ﴾ ''جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے'' جس دن وہ صورِ اسرافیل کو سن لیں گے اور یہ بعث کے لیے ہوگا۔ ساری مخلوقات وہ ہولناک چنگھاڑ سنیں گی۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(2)﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا۔ تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' (الزمر:68)

(3)﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ ''وہی نکلنے کا دن ہوگا'' یعنی وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔ (مسلم:5940)

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ﴾

''یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' (43)

سوال:﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ﴾ ''یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ﴾ ''یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی تخلیق کیا اور وہی موت دے گا اور دوبارہ زندہ کرے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان تر ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے۔ اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

(2)﴿وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ﴾ ''اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' یعنی ساری مخلوق اعمال کی جزا کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جائے گی

اور وہ اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ﴾

''جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے'' (44)

سوال: ﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ﴾ ''جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا﴾ ''جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے'' یعنی جس دن زمین پھٹے گی تو لوگ آواز دینے والے کی طرف دوڑیں گے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔ (مسلم: 5940)

(3) ﴿ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ﴾ ''یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں کوئی تھکان یا مشقت نہیں۔ یہ حشر بہت آسان ہے اس کے لیے جو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ ''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے۔'' (القمر: 50)

(4) ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (لقمان: 28)

﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾

''ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں لوگ جو باتیں بناتے ہیں اور آپ اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو آپ اس قرآن سے اُس شخص کو نصیحت کردو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے'' (45)

سوال 1: ﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾ ''ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں لوگ جو باتیں بناتے ہیں اور آپ اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو آپ اس قرآن سے اُس شخص کو نصیحت کردو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ﴾ ''ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں لوگ جو باتیں بناتے ہیں'' یعنی ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں تب آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم آپ پر کیسی عنایت رکھتے ہیں، آپ کے معاملات کو کیسے آسان بناتے ہیں اور آپ کو آپ کے دشمنوں کے خلاف

کیسے مدد سے نوازتے ہیں۔ پس آپ کے دل کو خوش اور آپ کے نفس کو مطمئن ہونا چاہیے اور تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ ہم آپ ﷺ پر اس سے زیادہ رحمت ورافت رکھتے ہیں جو آپ خود اپنے آپ پر رکھتے ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے وعدے کے انتظار اور اولوالعزم رسولوں کی سیرت کے ذریعے سے تسلی حاصل کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے۔ (سعدی:2611/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (۹۷) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (۹۸) وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (۹۹)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔'' (الحجر:97-99)

(3) یہ کفار کے لیے وعید ہے اور نبی ﷺ کے لئے تسلی ہے (البحر المحیط:544/9)

(4) ﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ﴾ ''اور آپ اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو'' یعنی آپ کو لوگوں پر مسلط نہیں کیا گیا کہ آپ انہیں مومن اور متقی بنائیں۔

(5) ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ ''آپ اس قرآن سے اُس شخص کو نصیحت کردو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے'' یعنی اے محمد ﷺ! آپ قرآن کے ذریعے انہیں اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرائیں ان لوگوں کو جو میرے احکامات کی مخالفت اور میری نافرمانی سے ڈریں۔

(6) یہاں تذکیر سے مراد وہ نصیحت ہے جو عقل وفطرت میں راسخ ہے یعنی نیکی سے محبت کرنا، اس کو ترجیح دینا اور اس پر عمل کرنا نیز بدی کو ناپسند کرنا اور اس سے دور رہنا اس تذکیر سے وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرتے ہیں اور رہے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے خائف ہیں نہ اس پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو نصیحت کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ ان پر حجت قائم ہوتی ہے، تاکہ وہ یہ نہ کہیں ﴿مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ﴾ ''ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا'' (المائدۃ:19) (تفسیر سعدی:2611/3)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (۲۲)﴾ ''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الغاشیہ:21,22)

(8) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کو سن کر یہ دعا کرتے: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَّخَافُ وَعِيْدَكَ وَيَرْجُوْا مَوْعِدَكَ يَا بَارُّ يَا رَحِيْمُ﴾ یعنی اے اللہ تو ہمیں ان میں سے کر جو تیری سزاؤں کے ڈراوے سے ڈرتے ہیں اور تیری نعمتوں کے وعدے کی امید لگائے ہوئے ہیں، اے بہت زیادہ احسان کرنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے۔ (ابن کثیر:178/5)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ ہم جانتے ہیں جو باتیں یہ بناتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ:

(1) آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں۔ (2) آپ ﷺ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔

اٰیاتها ٦٠ ٥١ سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ٦٧ رکوعاتها ٣

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس کے تین رکوع اور ساٹھ آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 51 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 67 ہے۔

رکوع نمبر 18

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا﴾

''قسم ہے ان ہواؤں کی جو اُڑا کر بکھیرنے والی ہیں'' (1)

سوال 1: ﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا﴾ ''قسم ہے ان ہواؤں کی جو اُڑا کر بکھیرنے والی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا﴾ ''قسم ہے ان ہواؤں کی جو اُڑا کر بکھیرنے والی ہیں'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی عظیم مخلوقات پر قسم ہے جن کو اس امر پر دلیل بنایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا جو وعدہ کیا ہے وہ سچا ہے۔ اس کو آنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

(2) ﴿وَالذّٰرِيٰتِ﴾ سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو اڑا کر بکھیر دیتی ہیں۔

(3) ﴿ذَرْوًا﴾ ''جو اُڑا کر بکھیرنے والی ہیں'' اپنی نرمی اپنے لطف اپنی قوت اور زور سے چلتی ہیں (سعدی: 2612/3)

(4) رب العزت نے ہوا کی قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔

سوال 2: قسم کس وجہ سے کھائی گئی ہے؟

جواب: قسم کھانے کا مقصد اُس چیز کی سچائی کو بیان کرنا ہوتا ہے جس کے لئے قسم کھائی جاتی ہے۔

﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾

''پھر بڑے بوجھ کو اُٹھانے والی ہیں''(2)

سوال1:﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾''پھر بڑے بوجھ کو اُٹھانے والی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾''پھر بڑے بوجھ کو اُٹھانے والی ہیں''اس سے مراد بادل ہیں جو پانی کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس پانی سے زمین پر زندگی کے نظام کو چلاتے ہیں اور انسانوں اور جانوروں اور دیگر مخلوقات کو بہت سا فائدہ پہنچاتے ہیں۔

(2)رب العزت نے بادلوں کی قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ سمندروں کے کھاری پانی کو نفع بخش بنانے اور انسانوں تک پہنچانے کے لیے کیسے water cycle کام کرتا ہے اور لاکھوں ٹن پانی کیسے انسانوں کے پاس ان کے علاقوں میں،ان کے فائدے کے لیے پہنچایا جاتا ہے۔

سوال2:حاملات سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہوائیں ہیں جو بادلوں کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔

(2)اس سے مراد بادل ہیں جو پانی کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔

﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾

''پھر جو آسانی سے چلنے والی ہیں''(3)

سوال1:﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾''پھر جو آسانی سے چلنے والی ہیں'' کی وضاحت ہے؟

جواب:(1)﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾''پھر جو آسانی سے چلنے والی ہیں''اس سے مراد کشتیاں ہیں جو سمندروں میں سہولت سے چلتی ہیں۔
(جامع البیان 26/192)

(2)وہ ستارے جو نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ چلتے رہتے ہیں،جن سے آسمان مزین ہوتے ہیں،جن کی مدد سے بحر و بر کی تاریکیوں میں راہیں تلاش کی جاتی ہیں،اور ان کے ذریعے سے فائدے اٹھائے جاتے ہیں(تفسیر سعدی:3/2612)

(3)رب العزت نے ستاروں کے نظام کی قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔جو رب اتنا بے خطا نظام بنا سکتا ہے۔اس نظام کو انسانوں کے لیے مفید بنا سکتا ہے،وہ ہر چیز کو اس کے انجام تک پہنچا سکتا ہے،اس دنیا کا نظام بھی قیامت کے دن انجام تک پہنچا دے گا۔

سوال2:جاریات سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد پانی میں چلنے والی کشتیاں ہیں۔

﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾

''پھر بڑے کام (بارش) کو تقسیم کرنے والی ہیں''(4)

سوال1:﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ ''پھر بڑے کام (بارش) کو تقسیم کرنے والی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ ''پھر بڑے کام (بارش) کو تقسیم کرنے والی ہیں'' ملائکہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو مخلوق پر تقسیم کرتے ہیں۔(جامع البیان:192/26)(2)ملائکہ جو رزق، بارش وغیرہ کو اپنے رب کے حکم سے تقسیم کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1520)

(3)اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے اوامر و تدبیر کو نافذ کرتے ہیں۔ان میں ہر فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے امور میں سے کسی امر کی تدبیر پر مقرر کر رکھا ہے اس لیے جو حدود مقرر کر دی گئی ہیں وہ ان سے تجاوز کر سکتا ہے نہ ان میں کچھ کمی کر سکتا ہے۔(سعدی:2612/3)

(4)رب العزت نے ملائکہ اور ان کی ذمہ داریوں کی قسم کھا کر قیامت کا یقین دلاتے ہیں کہ جو رب زندگی کے سپورٹ سسٹم کے لیے اپنے فرشتوں کی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔وہ موت کے لیے اور قیامت کے لیے ایک حکم دے گا اور قیامت واقع ہو جائے گی۔

سوال2:فرشتے کون سے کام تقسیم کر لیتے ہیں؟

جواب:فرشتے کائنات کے کاموں کو تقسیم کر لیتے ہیں مثلاً کوئی پانی کا فرشتہ ہے، کوئی ہواؤں کا، کوئی رحمت کا فرشتہ ہے اور کوئی عذاب کا، کوئی موت اور کوئی حادثات کا۔

﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ﴾

''تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ بلاشبہ سچا ہے''(5)

سوال1:﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ﴾ ''تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ بلاشبہ سچا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ ''تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے'' یہ جواب قسم ہے۔یعنی آپ کے رب نے آپ سے جو وعدے کیے ہیں وہ سچے ہیں وہ وعدے خیر کے ہوں یا شر کے، اس کے لیے برابر ہیں۔(ایسر التفاسیر:1519)

(2)اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے قیامت کا دن آنے والا ہے۔

سوال2:یہاں کس وعدے کی سچائی کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب:یہاں قیامت کے وعدے کی سچائی کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ ضرور برپا ہو کر رہے گی۔

سوال3:قیامت کے واقع ہونے پر کیا دلائل دیئے گئے ہیں؟

جواب:ہواؤں کا چلنا، بادلوں کا پانی اُٹھانا، سمندروں میں کشتیوں کا چلنا، فرشتوں کا مختلف کام انجام دینا قیامت کے واقع ہونے پر دلیل

ہے کیونکہ جس ذات کے یہ سارے کام ہیں اُسی ذات نے تمام انسانوں کو زندہ کرنا ہے۔

﴿وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ﴾

''اور بے شک جزا واقع ہونے والی ہے''(6)

سوال1:﴿وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ﴾ ''اور بے شک جزا واقع ہونے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور بے شک جزا واقع ہونے والی ہے'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ وہ قیامت کا دن ہے جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔(جامع البیان:192/26)

(2)مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حساب،ثواب وعقاب واجب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔(جامع البیان:192/26)

(3)قیامت کا دن یقینا آنے والا ہے،اسے آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

سوال2: جزا کے دن کیا ہوگا؟

جواب: جزا کے دن انصاف کیا جائے گا۔

سوال3: جزا کے دن انصاف ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب: جزا اُس نے دینی ہے،انصاف اُس رب نے کرنا ہے جو انصاف کے ساتھ ہواؤں کو چلاتا ہے،بادلوں کو پانیوں سمیت اُٹھاتا ہے، کشتیوں کو چلاتا ہے،جو رب دنیا میں انصاف کرتا ہے وہ آخرت میں بھی انصاف کرے گا۔

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾

''آسمان کی قسم! جو راستوں والا ہے''(7)

سوال1:﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾ ''آسمان کی قسم! جو راستوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''آسمان کی قسم! جو راستوں والا ہے'' یعنی ساتوں آسمانوں کی قسم۔(تفسیر طبری:196/26)

(2)اور آسمان خوب صورت اور ہموار ہے،اس کی بناوٹ عمدہ ہے،مضبوط ہے،وسیع ہے،تاروں سے جگمگاتا ہے۔

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے بہت خوب صورت ہے سعید بن جبیر نے رحمۃ اللہ علیہ کہا زینت ہے۔(جامع البیان:195/26)

(4)خوبصورت راستوں والے آسمان کی قسم! یہ راستے ریگزاروں کے راستوں اور چشموں کے پانی سے جب ان کو نسیم سحر نے چھیڑا ہو مشابہت رکھتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2612/3)

(5)''حبک'' حبیکہ کی جمع ہے کپڑے کی بناوٹ میں جو دھاریاں ہو جاتی ہیں ان کو حبک کہا جاتا ہے وہ چونکہ راستہ اور سڑک کے مشابہ

ہوتی ہیں اس لئے راستوں کو بھی حبک کہہ دیا جاتا ہے، بہت سے حضرات مفسرین نے اس جگہ یہی معنی مراد لئے ہیں کہ قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے، راستوں سے وہ راستے بھی مراد ہو سکتے ہیں جن سے فرشتے آتے جاتے ہیں اور اس سے مراد ستاروں اور سیاروں کے راستے اور ان کے مدار بھی ہو سکتے ہیں، جو دیکھنے والوں کو آسمان میں نظر آتے ہیں۔ (مظہری، تفسیر معارف القرآن 158/8)

سوال 2: آسمان کے راستے کون سے ہیں؟

جواب: آسمان کے راستے چاند، سورج اور ستاروں کے راستے ہیں۔

سوال 3: آسمان کی رونق اور خوبصورتی کیا ہے؟

جواب: آسمان کی رونق، خوب صورتی اور زینت کا باعث، ستارے، سیارے، چاند، سورج وغیرہ ہیں۔

﴿اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ﴾

''بلاشبہ تم یقیناً مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو'' (8)

سوال 1: ﴿اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ﴾ ''بلاشبہ تم یقیناً مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''بلاشبہ تم یقیناً مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو'' یعنی اہل مکہ قرآن اور نبی ﷺ کے بارے میں تمہارے قول مختلف ہیں تم میں سے کوئی کہتا ہے۔ قرآن جادو، شعر اور کہانت ہے اور کوئی کہتا ہے یہ نبی ﷺ جھوٹا جادوگر یا شاعر ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1520)

(2) قرآن کے بارے میں لوگوں کے قول مختلف ہیں کوئی ایسا ہے۔ جو اس کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی اس کو جھٹلاتا ہے۔ (تفسیر طبری: 117/26)

(3) ﴿اِنَّكُمْ﴾ ''بلاشبہ'' یعنی اے رسول اللہ کو جھٹلانے والے مشرکو!

(4) ﴿لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ﴾ ''تم یقیناً مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو'' ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تم میں سے کوئی کہتا ہے جادوگر ہے۔ کوئی کہتا ہے کاہن ہے، کوئی کہتا ہے شاعر ہے۔ (تفسیر طبری: 446/11)

(5) تمہارے قول مختلف ہیں کسی ایک بات پر تم متفق نہیں ہو۔

سوال 2: مختلف بات میں کون پڑا ہوا تھا؟

جواب: مختلف باتوں میں اہل مکہ پڑے ہوئے تھے۔

سوال 3: اہل مکہ کون سی مختلف باتوں میں پڑے ہوئے تھے؟

جواب: (1) اہل مکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مختلف باتوں میں پڑے ہوئے تھے۔ کوئی شاعر کہتا تھا، کوئی جادوگر اور کوئی کاہن۔

(2) اہل مکہ میں سے کوئی قیامت کی نفی کرتا ہے کوئی صرف شک کا اظہار کرتا ہے۔

(3)ایک طرف اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے ہو دوسری طرف اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔

﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ﴾

''اس (قیامت) سے وہی بہکایا جاتا ہے جو پہلے ہی بہکا دیا گیا''(9)

سوال1:﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ﴾''اس (قیامت) سے وہی بہکایا جاتا ہے جو پہلے ہی بہکا دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے گمراہ وہی ہوتا ہے جو خود بہکا ہوا ہو۔مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اس سے دور وہی ہوتا ہے جو بھلائیوں سے دور ڈال دیا گیا ہے۔حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:قرآن سے وہ ہٹتا ہے جو اسے پہلے ہی سے جھٹلانے پر کمر کس لیے ہو۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:یعنی شک کرنے والے ملعون ہیں۔سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے تھے کہ یہ دھوکے والے اور بدگمان لوگ ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:180/5)

(2)پس اس سے وہی پھرتا ہے جو ایمان سے پھرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یقینی دلائل و براہین سے منہ موڑتا ہے ان کے قول میں اختلاف اس کے فاسد اور باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے جس طرح حق جسے رسول مصطفی محمد ﷺ لے کر آئے ہیں متفق علیہ ہے اس کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اس میں کوئی تناقص ہے نہ کسی قسم کا اختلاف اور یہ چیز اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾''اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ بہت زیادہ اختلاف پاتے''(النساء:82)(سعدی:2613/3)

(3)یعنی ایسی حالت گمراہ شخص ہی کی ہوتی ہے کیونکہ باطل کا وہی مطیع ہوتا ہے اور جو صحیح راہ سے بھٹک جاتا ہے اور صحیح سمجھ اور تجربہ سے محروم ہوتا ہے۔فرمایا:﴿فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ (161) مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ (162) إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ (163)﴾''پس یقیناً تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو۔تم کسی کو فتنے میں ڈالنے والے نہیں ہو۔مگر وہ جو جہنم میں پہنچنے والا ہے۔''(الصفت:161۔163)

سوال2:یہاں پھیر دیئے جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد اختلاف سے پھیر دیا جانا ہے۔

(2)ایمان سے پھیر دیا جانا ہے۔

(3)اس سے مراد حق سے پھیر دیا جانا ہے۔

(4)اس سے مراد توحید اور آخرت سے پھیر دیا جانا ہے۔

سوال3:اختلاف سے کون پھیر دیا جاتا ہے؟

جواب: اختلاف سے وہ پھیر دیا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾

''مارے گئے بے دلیل بات کرنے والے''(10)

سوال1:﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾ ''مارے گئے بے دلیل بات کرنے والے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)خراصون یعنی جھوٹے۔(2)﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾ ''مارے گئے بے دلیل بات کرنے والے''یعنی غارت ہوں جھوٹ بولنے والے جو موت کے بعد کی زندگی کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت میں شک کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔(مختصر ابن کثیر:1930/2)

(4)اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان لوگوں پر جو جھوٹ باندھتے ہیں اور باطل پر خوش ہوتے ہیں۔(جامع البیان:197/26)

سوال2:الخراصون سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب:(1)اس سے مراد خیال آرائیاں کرنے والے ہیں۔(2)اس سے مراد بے سند باتیں کرنے والے ہیں۔

سوال3: قیاس سے حکم لگانے سے کیسے خوف دلایا گیا ہے؟

جواب: رب العزت نے فرمایا مارے گئے قیاس سے حکم لگانے والے۔

﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ﴾

''وہ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں''(11)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ﴾ ''وہ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ﴾ ''وہ جو غفلت میں''یعنی وہ کفر، جہالت، شک، کفر اور گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

(2)﴿سَاهُوْنَ﴾ ''بھولے ہوئے ہیں''اور آخرت سے غافل ہیں، اسے بھولے ہوئے ہیں۔

سوال2:غفلت میں رہنے والے اور بھولے ہوئے لوگ کیا کرتے ہیں؟

جواب:غفلت میں ڈوبے ہوئے اور بھولے ہوئے لوگ بے سند باتیں کرتے ہیں، شک کرتے ہیں، بے مقصد زندگی گزارتے ہیں۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ﴾

''پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب آئے گا؟(12)

سوال1:﴿يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ ''پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب آئے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَسْئَلُوْنَ﴾ ''پوچھتے ہیں'' وہ شک، انکار اور جھٹلانے کی غرض سے پوچھتے ہیں۔

(2)﴿اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ ''کہ جزا کا دن کب آئے گا'' جزا کا دن کب آئے گا جب انہیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

(3) یہ سوال انہوں نے موت کے بعد کی زندگی کو بعید سمجھتے ہوئے کیا تھا۔

﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ﴾

''جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے''(13)

سوال1:﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ﴾ ''جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ﴾ ''جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے'' انہوں نے استہزا کے طور پر سوال کیا تھا کہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ ان کو جواب دیا گیا: جس دن وہ آگ پر تپاتے جائیں گے جیسے سونے کو آگ پر تپاتا جاتا ہے۔

سوال2: جزا کے دن کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟

جواب: جزا کا دن وہ ہے جب لوگ آگ پر اُلٹے سیدھے پڑیں گے۔

سوال3: یُفتَنُون سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے وہ جانچے جائیں گے۔

سوال4: غافلوں کو کہاں جانچا جائے گا؟

جواب: غافلوں کو آگ پر جانچا جائے گا۔

﴿ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾

''چکھو اپنے جلنے کا مزہ، یہ وہی ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے''(14)

سوال1:﴿ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''چکھو اپنے جلنے کا مزہ، یہ وہی ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ﴾ ''چکھو اپنے جلنے کا مزہ'' یعنی اپنے عذاب اور جلنے کا مزہ چکھو۔

(2) فتن کے لغوی معنی سونا یا چاندی کو کٹھالی میں ڈال کر تپانا، گلانا اور کھوٹ معلوم کرنا ہے۔ سابقہ آیت میں یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور فتنہ کا لفظ دراصل آزمائش کے معنی میں آتا ہے جس میں سختی بھی پائی جائے اور اکثر برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی آزمائش،

دکھ، رنج، رسوائی، شرارت، عبرت، عذاب، مرض ہے اور فتان بمعنی شر انگیز انسان اور شیطان ہے (منجد) اس لحاظ سے اس لفظ کا ایک وہی مطلب ہے جو ترجمہ سے واضح ہے اور دو رعذاب لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنی شرارتوں کا بدلہ یا عذاب چکھو۔ (تیسیر القرآن 4/294)

(3)﴿هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''یہ وہی ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا عذاب جس میں تمہیں ڈالا گیا ہے وہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ﴾

''یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے'' (15)

سوال 1: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ﴾ ''یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ﴾ ''یقیناً پرہیزگار'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔

(2)﴿فِیْ جَنّٰتٍ﴾ ''باغوں میں'' ایسے باغات میں ہوں گے جس کے پھل کبھی ختم نہ ہوں گے۔ جن کی مثال اس دنیا میں ملتی ہے یا ایسے جن کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

(3)﴿وَّعُیُوْنٍ﴾ ''اور چشموں میں ہوں گے'' یعنی وہ بہتے ہوئے چشموں میں ہوں گے جن سے باغوں کو سیراب کیا جائے گا اور متقی ان سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکال لیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ (۱۶) فٰكِهِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (۱۸) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۹) مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ (۲۰)﴾ ''متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے وہ اُن نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہوں گے اس سے جو اُن کے رب نے انہیں دیا، اور اُن کے رب نے اُنہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا ہے خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اُس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔'' (الطور: 17۔20)

﴿اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ﴾

''لینے والے ہیں جو کچھ اُن کا رب اُنہیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے'' (16)

سوال 1: ﴿اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ﴾ ''لینے والے ہیں جو کچھ اُن کا رب اُنہیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ﴾ ''لینے والے ہیں جو کچھ اُن کا رب اُنہیں دے گا'' اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ اہل جنت کا آقا، ان کی نعمتوں کے بارے میں تمام آرزوئیں پوری کرے گا اور وہ اپنے آقا سے راضی ہو کر یہ نعمتیں قبول کریں گے، اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، ان کے نفوس خوش ہوں گے، وہ ان کو بدلنا چاہیں گے نہ اس سے منتقل ہونے کی خواہش کریں گے۔ (جنت میں) ہر شخص کو اتنی نعمتیں عطا ہوں گی کہ وہ اس سے زیادہ طلب نہیں کرے گا۔ (تفسیر سعدی:3/2615,2614)

(2) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائے گا، اے جنتیو! وہ کہیں گے، اے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے، ہم کیسے راضی نہ ہوں؟ ہم کو تو تو نے اتنا کچھ دیا کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تم کو اس سے بھی بہتر کوئی چیز دوں؟ وہ عرض کریں گے، اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ کہ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں اور میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (مسلم:7140)

(3)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے'' یعنی جنت کی نعمتیں پانے سے پہلے دنیا میں خلوص کے ساتھ عمل کرتے تھے۔ (4) یعنی وہ رب کی عبادت ایسے کرتے تھے گویا اسے دیکھ رہے ہوں اور اگر اسے دیکھنے کی کیفیت پیدا نہیں کر سکتے تھے تو یہ کیفیت لیے ہوئے ہوتے تھے کہ ان کا رب انہیں دیکھ رہا ہے۔

(5) وہ انسانوں کے ساتھ نیکی، بھلائی اور خیر خواہی کا معاملہ کرتے تھے۔ اپنے علم، مال و جاہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے فائدہ پہنچاتے تھے۔

سوال 2: تقویٰ والے جنت میں کیا لے رہے ہوں گے؟

جواب: تقویٰ والے جنت میں وہ سب کچھ لے رہے ہوں گے جو رب عطا کرے گا۔

سوال 3: تقویٰ والوں پر جنت میں احسانات کیوں کیے جائیں گے؟

جواب: رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ دنیا میں احسان کرنے والے یعنی محسن تھے۔

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾

''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے'' (17)

سوال 1:﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ ''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے'' یعنی رات کے کچھ حصے میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے۔ کوئی رات ایسی نہیں ہوتی جس

میں وہ تہجد نہ پڑھیں۔

(2)﴿كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ﴾ ''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے'' خالق کی عبادت میں احسان کی بہترین نوع، تہجد کی نماز ہے جو اخلاص اور قلب ولسان کی موافقت پر دلالت کرتی ہے۔اس لئے فرمایا ان کی راتوں کی نیند بہت کم ہوتی تھی۔رات کے اکثر حصے میں نماز قرأت، دعا، اور آہ وزاری کے ذریعے سے اپنے رب کے حضور جھکے رہتے تھے۔(تفسیر سعدی:2615/3)

(3) سیدنا زید بن اسلم رحمہ اللہ سے قبیلہ بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا: اے ابوسلمہ یہ صفت تو ہم میں نہیں پائی جاتی کہ ہم رات کو بہت کم سوتے ہوں بلکہ ہم تو بہت کم وقت عبادت میں گزارتے ہیں تو آپ نے فرمایا: وہ شخص بھی بہت ہی خوش نصیب ہے جو نیند آئے تو سو جائے اور جاگے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں جھروکے ہیں کہ جن کے اندر سے ان کا باہر نظر آتا ہے ان کے باہر سے ان کا اندر نظر آتا ہے سو آپ ﷺ کے سامنے ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کی اے نبی اللہ ﷺ! وہ کن لوگوں کے لیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے لیے ہے جنہوں نے اچھا کلام کیا یعنی شیریں زبانی سے حق گوئی کی اور کھانا کھلایا اور پے در پے ہمیشہ روزے رکھے یعنی سوائے ایام ممنوعہ کے اور رات کو جب سب سوتے ہیں اللہ کے لیے نماز پڑھی یعنی تہجد۔(ترمذی:2527)

(4) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو آپ ﷺ کی طرف لوگ دوڑے اور کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ آئے ہیں۔چنانچہ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا کہ آپ ﷺ کو دیکھوں۔پھر جب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک مجھ پر ظاہر ہوا تو میں نے پہچانا کہ یہ چہرہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں اور آپ ﷺ نے جو کلام پہلے کیا وہ یہ تھا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ اور تہجد کی نماز پڑھو جب لوگ سوتے ہوں سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔(ترمذی:2485)

سوال 2: راتوں کو کون سوتا ہے؟

جواب: غافل شخص راتوں کو سوتا ہے۔عیش وعشرت کرنے والا راتوں کو سوتا ہے۔

سوال 3: راتوں کو کم سونے والے کیا کرتے ہیں؟

جواب: راتوں کو کم سونے والے رات کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں اور اس کے آگے آہ وزاری کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔

سوال 4: راتوں کو جب لوگ سو جائیں جاگ کر نماز پڑھنے والوں کی کیا فضیلت رسول اللہ ﷺ نے بیان کی ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، سلام پھیلاؤ، رات کو اُٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔(مسند احمد:451/5)

﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

''اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے''(18)

سوال1:﴿وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾''اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَبِالْاَسْحَارِ﴾''اور سحری کے اوقات میں''یعنی فجر طلوع ہونے سے بڑی دیر پہلے۔

(2)﴿هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾''وہ بخشش مانگا کرتے تھے''وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔وہ اپنی نماز کو طلوع سحر کے وقت تک لمبا کرتے تھے۔پھر قیام اللیل کے بعد بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے تھے۔سحر کے وقت استغفار میں ایسی فضیلت اور خاصیت ہے جو کسی اور وقت استغفار کرنے میں نہیں،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان واطاعت کے وصف میں فرمایا(تفسیر سعدی:2615/3)

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے،ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مجھ سے کسی چیز کا سوال کرنے والا کہ میں وہ چیز اسے دے دوں؟ کیا ہے کوئی مجھ سے(اپنے گناہوں کی)معافی طلب کرنے والا کہ میں اسے معاف کردوں؟ فجر طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے۔''(بخاری:1145)

(4)سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کرلے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔(یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا)جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔''(مسلم:6989)

سوال2:سحری کا وقت کس اعتبار سے افضل ہے؟

جواب:سحری کا وقت قبولیت دُعا کا وقت ہوتا ہے۔

﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾

''اور اُن کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق تھا''(19)

سوال1:﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾''اور اُن کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ﴾''اور اُن کے مالوں میں''اللہ والوں کی پہلی صفت بیان کرنے کے بعد کہ وہ راتوں کو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں دوسری صفت بیان کی کہ ان کے مالوں میں سب کا حصہ ہے۔وہ لوگوں کے حقوق کو نہیں بھولتے،وہ واجب حق یعنی زکوٰۃ بھی نکالتے ہیں اور مستحب حق بھی نکالتے ہیں یعنی وہ حسن سلوک بھی کرتے ہیں اور صلہ رحمی بھی۔

(2)﴿لِّلسَّآئِلِ﴾''سائل''ان محتاجوں کے لیے جو لوگوں سے سوال کرتے ہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا:سائل کا حق ہے خواہ وہ گھوڑے پر

سوار ہو کر آئے۔

(3)﴿وَالْمَحْرُوْمِ﴾ ''اور محروم کا حق تھا'' یعنی ان محتاجوں کے لیے جو لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر کاٹتا پھرتا ہے، تاکہ اسے دو لقمے یا ایک کھجوریں مل جائیں، بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے بے پروا ہو جائے اور نہ لوگوں کو علم ہے کہ وہ مسکین ہے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہے۔ (بخاری:1479)

سوال 2: محروم سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) محروم سے مراد ایسا شخص ہے جو ضرورت مند تو ہے مگر سوال نہیں کرنا چاہتا۔ اسی وجہ سے مستحق ہونے کے باوجود لوگ اسے نہیں دیتے۔ (2) اس سے مراد ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جس پر کوئی آفت ٹوٹ پڑے اور اس کا سب کچھ تباہ ہو جائے۔

سوال 3: مال میں سوال کرنے والوں اور محروموں کے حق کو کون تسلیم کرتا ہے؟

جواب: مال میں سائلوں اور محروموں کا حق وہ تسلیم کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے عظیم ہونے اور آخرت کی جواب دہی کا شعور ہو۔

﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾

''اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں'' (20)

سوال 1: ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں'' یقین کرنے والوں کے لیے زمین کا ہر ذرہ خالق کی پکار ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں'' یعنی یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں خالق کی قدرت کے بہت نشانات ہیں یہ پہاڑ، سمندر، دریا، درخت نباتات، قسم قسم بوٹیاں، طرح طرح کے حیوانات سر بفلک چوٹیاں، لوگوں کی زبانوں، رنگوں اور عادات کے اختلافات، لوگوں کی عقلوں اور حرکتوں کا فرق، سعادت اور بدبختی میں فرق، خالق کی عظمت، اس کی طاقت اور قدرت کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں۔ اس نے کسی مخلوق کو بے کار پیدا نہیں کیا۔

﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

''اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟'' (21)

سوال: ﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور خود تمہاری ذات میں بھی'' یعنی اے لوگو! تمہاری اپنی ذات میں خالق کا ثبوت ہے۔ اپنے اندر

جھانک کر دیکھو۔(2)﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو'' یعنی اگر تم غور وفکر کرو تو تم اپنے خالق کی واحدانیت کو جان لو گے۔

(3) سیدنا ابن زید رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں یہ آیت تلاوت کی وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکا یک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو۔'' (الروم:20)

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾

''اور آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو'' (22)

سوال: ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ ''اور آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ﴾ ''اور آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے'' رزق سے مراد جو آسمان سے نازل ہوتا ہے بارش دینی رزق اور دنیاوی رزق ہے۔(2)﴿وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ ''اور وہ بھی جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو'' یعنی ثواب وعقاب اللہ تعالیٰ کے پاس آسمانوں میں ہیں۔لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔

(3) یعنی دنیا وآخرت میں جزا وسزا کا جو وعدہ کیا گیا ہے، یہ جزا وسزا دیگر تقدیروں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے آیات الٰہی کو بیان کر کے ان پر اس طرح متنبہ فرمایا جس سے عقل منداور ذہین شخص تنبیہ حاصل کرتا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ اس کا وعدہ اور اس کی جزا وسزا حق ہیں۔تب ظاہر اور واضح ترین چیز سے اس کو تشبیہ دی اور وہ نطق ہے۔(سعدی:2616/35)

﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ﴾

''چنانچہ قسم ہے آسمان وزمین کے رب کی! بالکل حق ہے اس کی طرح کہ یقیناً تم باتیں کرتے ہو'' (23)

سوال: ﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ قسم ہے آسمان وزمین کے رب کی! بالکل حق ہے اس کی طرح کہ یقیناً تم باتیں کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ قسم ہے آسمان وزمین کے رب کی! بالکل حق ہے اس کی طرح کہ یقیناً تم باتیں کرتے ہو'' یعنی جیسے تمہیں اپنی زبان کے بولنے میں شک نہیں اسی طرح تمہیں جزا سزا میں شک نہیں ہونا چاہیے۔(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت والی ذات کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ اس نے ان سے جو قیامت کا اور زندگی بعد الموت اور جزا کا وعدہ کر رکھا ہے وہ برحق ہے، ضرور پیش آنے والا ہے۔جس طرح گفتگو کے وقت گفتگو میں شک نہیں کیا جاتا اسی طرح اس میں شک نہ کیا جائے۔

آخری آیات

﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴾

''کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟''(24)

سوال:﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴾ ''کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هَلْ اَتٰىكَ﴾ ''کیا آپ کو پہنچی ہے'' کیا آپ کے پاس نہیں آئی؟

(2)﴿حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴾ ''ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر'' یعنی ان فرشتوں کی خبر نہیں پہنچی جو سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ان معزز فرشتوں کو رب العزت نے حکم دیا تھا کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر جائیں فرشتے معزز مہمانوں کی شکل میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(3)اس سوال سے نبی کو بتایا جا رہا ہے کہ آپ اس قصے کے بارے میں نہیں جانتے۔وحی کے ذریعے آپ کو خبر دی جا رہی ہے۔

﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴾

''جب وہ اُس کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کہا، اُس نے بھی سلام کہا، کچھ اجنبی لوگ ہیں''(25)

سوال:﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴾ ''جب وہ اُس کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کہا، اُس نے بھی سلام کہا، کچھ اجنبی لوگ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''جب وہ اُس کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کہا'' جب فرشتے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس تو انہوں نے سلام کہا۔

(2)﴿قَالَ سَلٰمٌ﴾ ''اُس نے بھی سلام کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں جواب پڑھا دیا تو کہا کہ تم پر بھی سلام ہو۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾ ''اور جب تمہیں سلامتی کی کوئی دُعا دی جائے تو تم اس سے بہتر سلامتی کی دُعا دو یا اُتنا ہی لوٹا کر دو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے۔''(النساء:86)

(3)﴿قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ ''کچھ اجنبی لوگ ہیں'' یعنی تم اجنبی لوگ ہو اپنا تعارف کرواؤ۔

﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴾

''پس وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا تو وہ ایک موٹا تازہ (بھُنا ہوا) بچھڑا لے آیا''(26)

سوال: ﴿فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ﴾ ''پس وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا تو وہ ایک موٹا تازہ (بھُنا ہوا) بچھڑا لے آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ﴾ ''پس وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا'' وہ چپکے سے اپنے گھر گئے تا کہ مہمانوں کی ضیافت کا سامان کر سکیں۔(2)﴿فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ﴾ ''تو وہ ایک موٹا تازہ (بھُنا ہوا) بچھڑا لے آیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے جانوروں میں سے ایک موٹا تازہ بچھڑا بھون کر مہمانوں کے سامنے لے کر گئے جیسا کہ سورۃ ہود میں رب العزت نے فرمایا ﴿وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴾ ''اور اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے چنانچہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے بُرے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں قریب کا عذاب پکڑ لے گا۔''(ہود:64)

﴿فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾

''پھر اُسے اُن کے قریب کیا اُس نے کہا: ''کیا آپ کھاتے نہیں؟''(27)

سوال: ﴿فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''پھر اُسے اُن کے قریب کیا اُس نے کہا: ''کیا آپ کھاتے نہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ﴾ ''پھر اُسے اُن کے قریب کیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑے کو فرشتوں کے قریب کر کے فرمایا:

(2)﴿قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''اُس نے کہا: ''کیا آپ کھاتے نہیں؟'' کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟

﴿فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾

''تو اُس نے اُن سے دل میں خوف محسوس کیا، اُنہوں نے کہا: ''ڈریے نہیں!'' اور اُنہوں نے اُسے ایک صاحبِ علم لڑکے کی خوشخبری دی''(28)

سوال: ﴿فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾ ''تو اُس نے اُن سے دل میں خوف محسوس کیا، اُنہوں نے کہا: ''ڈریے نہیں!'' اور اُنہوں نے اُسے ایک صاحبِ علم لڑکے کی خوشخبری دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً﴾ ''تو اُس نے اُن سے دل میں خوف محسوس کیا'' جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا تو جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴾ ''تو جب دیکھا ان کے ہاتھ اُس کی طرف نہیں پہنچ رہے تو انہیں اجنبی جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس

کیا، انہوں نے کہا: ''ڈرو نہیں بلاشبہ ہمیں قومِ لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' (ہود:70) انہیں خوف محسوس ہوا۔

﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ڈریے نہیں'' فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صورت حال بھانپ کر کہا خوف نہ کریں۔ انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس مقصد سے آگاہ فرمایا جس کے لیے وہ آئے تھے۔ یعنی انہوں نے بتایا کہ ہم سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ (3) ﴿وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾ ''اور انہوں نے اُسے ایک صاحبِ علم لڑکے کی خوشخبری دی'' اس سے مراد سیدنا اسحٰق علیہ السلام ہیں۔

(4) یہ خوش خبری سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سیدہ سارہ علیہ السلام نے سنی۔

﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ﴾

''تو اُس کی بیوی حیرت میں آگے بڑھی پس اس نے اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا: ''بانجھ بڑھیا ہوں'' (29)

سوال: ﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ﴾ ''تو اُس کی بیوی حیرت میں آگے بڑھی پس اس نے اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا: ''بانجھ بڑھیا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَقْبَلَتْ﴾ ''تو آگے بڑھی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی خوشی سے فرشتوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔

(2) ﴿فِيْ صَرَّةٍ﴾ ''حیرت میں'' یعنی انہوں نے چیخ ماری۔

(3) ﴿فَصَكَّتْ وَجْهَهَا﴾ ''پس اس نے اپنے منہ پر ہاتھ مارا'' یہ اس نوع کی کیفیت ہے جو خوشی اور مسرت کے ایسے اقوال و افعال کے وقت طاری ہو جایا کرتی ہے جو طبیعت اور عادت کے خلاف ہوا کرتے ہیں۔

(4) ﴿وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ﴾ ''اور کہا: ''بانجھ بڑھیا ہوں'' ﴿قَالَتْ يٰوَيْلَتٰى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾ ''اُس نے کہا: ''ہائے میری بربادی! کیا میں جنم دوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب چیز ہے۔'' (ہود:72) اور کہا مجھے بیٹا کیوں کر ہو سکتا ہے، میں تو ایک بڑھیا ہوں اور ایسی عمر کو پہنچ گئی ہوں جس عمر میں عورتیں بچوں کو جنم نہیں دیتیں، مزید برآں میں تو بانجھ ہوں اور میرا رحم بچوں کو جنم دینے کے قابل نہیں۔ پس یہاں دو اسباب ہیں، دونوں ہی بچے کی ولادت سے مانع ہیں۔ سورہ ہود میں سیدہ سارہ نے ایک تیسرے مانع کا بھی ذکر کرتے ہوئے فرمایا؟ (تفسیر سعدی:2617/3)

﴿قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾

'' انہوں نے کہا: ''ایسے ہی آپ کے رب نے کہا ہے، بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا، بے حد علم والا ہے'' (30)

سوال: ﴿قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ایسے ہی آپ کے رب نے کہا ہے، بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا، بے حد علم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ﴾ ''انہوں نے کہا:''ایسے ہی آپ کے رب نے کہا ہے''انہوں نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے وہ تقدیریں بنانے والا جس کے لیے جو چاہتا ہے مقدر کر دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

(2)﴿اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾''بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا، بے حد علم والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے۔جو چیزوں کو ان کے مقام اور مرتبے پر رکھتا ہے اس نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے اس کی حکمت کے سامنے سر جھکا دو اور اس کے انعامات کا شکر ادا کرو۔

(3)(i)اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں بیٹے کی خوش خبری سے اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے کہ آنے والے بچے نے اس دنیا میں کیا کردار ادا کرنا ہے اس کو ماں تو نہیں جانتی لیکن اللہ الحکیم ہے۔وہ ساری ضرورتوں، مصلحتوں کو خوب سمجھتا ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ نے علم والے لڑکے کی بشارت دے کر اپنے العلیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ ہر ایک کا علم اس کے پاس ہے۔اسی کے علم سے جہان بھر میں ہر طرح کے فائدے حاصل کیے جاتے ہیں۔(iii)اللہ تعالیٰ نے علم والے لڑکے کی بشارت دے کر یہ شعور دلایا کہ ہر زمانے کے حالات کا علم رب کو ہے وہی اپنے علم کے مطابق جہان میں لانے کے فیصلے کرتا ہے۔

جس دل میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک وہ شخص جس کے
دل میں قرآن کا کچھ حصہ نہ ہو،
وہ ویران گھر کی طرح ہے

(ترمذی:2913)



www.alnoorpk.com
Nighat Hashmi
0336-4033042-45
Nighat Hashmi
AlNoor International
AlNoor Products



فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 27

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

﴿ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (31)﴾

ابراہیم نے کہا:''اے(فرشتو)! آپ کا کیا معاملہ ہے؟''(31)

سوال:﴿ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴾''ابراہیم نے کہا:''اے(فرشتو!) آپ کا کیا معاملہ ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے پوچھا۔(2)﴿فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾''اے(فرشتو!) آپ کا کیا معاملہ ہے؟'' تمہارا کیا مقصد ہے؟ یعنی ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام یہ جان گئے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو کسی اہم معاملے کے لیے ہی آتے ہیں۔ بیٹے کی بشارت سے خوف تو دور ہو گیا تھا لیکن ابھی حیرت باقی تھی۔

﴿ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (32)﴾

انہوں نے کہا:''بلاشبہ ہمیں گناہ گار لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے۔''(32)

سوال1:﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴾''انہوں نے کہا:''بلاشبہ ہمیں گناہ گار لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''انہوں نے کہا:''بلاشبہ ہمیں گناہ گار لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے'' مجرم قوم سے مراد کافر قوم ہے جو بڑے جرائم کا ارتکاب کرتی تھی اور کھلی بے حیائی میں مبتلا تھی۔(ایسر التفاسیر:1524)(2) مجرم قوم سے مراد قوم لوط ہے۔ان کے بڑے جرائم میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، رسول کو جھٹلانا اور اس بدکاری کا ارتکاب کرنا تھا جو ان سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کی تھی۔

سوال2:قوم لوط کا جُرم کیا تھا؟

جواب:قوم لوط اس بدکاری میں مبتلا تھی جسے لواطت کہتے ہیں۔

﴿ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (33)﴾

''تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر پھینکیں۔''(33)

سوال:﴿ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ﴾''تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر پھینکیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ ﴾ ''تا کہ ہم ان پر پھینکیں'' فرشتوں نے اپنی آمد کا مقصد واضح کر دیا کہ وہ عذاب برسانے کے لیے آئے ہیں۔(2)﴿ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴾ ''مٹی کے پتھر'' یعنی وہ پتھر جو آگ پر پکائے گئے ہوں۔(ایسر التفاسیر:1524)(3)یعنی ایسے نوکیلے اور چبھ جانے والے کنکر جو ابھی پوری طرح پتھر نہ بنے ہوں اور ان کا کچھ حصہ مٹی سے پتھر بن رہا ہو۔(تفسیر کمالین جلالین:299/6)

﴿مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ (34)﴾

''جو حد سے گزرنے والوں کے لئے آپ کے رب کی جناب سے نشان زدہ ہیں۔''(34)

سوال:﴿مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴾''جو حد سے گزرنے والوں کے لئے آپ کے رب کی جناب سے نشان زدہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ﴾''جو آپ کے رب کی جناب سے نشان زدہ ہیں'' یعنی ہر پتھر رب العزت کی جانب سے نامزد تھا۔ ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا تھا جس کو اس پتھر کا شکار ہونا تھا۔(2)﴿ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴾''حد سے گزرنے والوں کے لئے'' گناہ میں حد سے بڑھنے والوں کے لیے جنہوں نے تمام حدود پار کر لی تھیں۔(3)جو لوگ کفر اور نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے تھے جیسے وہ مردوں کے پاس آتے تھے۔(4)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل نے کہا:**للمسرفین** سے مراد ہے **للمشرکین** اور شرک زیادہ بڑا گناہ ہے۔(تفسیر وسیط:178/4)

﴿ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (35)﴾

''سو ہم نے اس میں جو ایمان والا تھا اسے نکال لیا۔''(35)

سوال:﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾''سو ہم نے اس میں جو ایمان والا تھا اسے نکال لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے اس بستی سے مومنوں کو نکال لیا۔(2)یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جب عذاب آتا ہے تو وہ ایمان والوں کو بچا لیتا ہے۔(3)قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا:اس گھر میں زیادہ افراد بھی ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتا تاکہ وہ جان لیں کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے۔ایمان والوں کو ضائع نہیں کیا جاتا۔(طبری:27/3)

﴿ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (36) ﴾

''تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔''(36)

سوال1:﴿ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾''تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1) یہ لوط علیہ السلام کے گھرانے کے افراد تھے۔(2) لوط علیہ السلام کی دونوں بیٹیوں اوران کے ساتھ جو مومن تھے انہیں بچالیا گیا۔(3) ان کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں شامل تھی۔

﴿ وَتَرَكْنَا فِيهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (37)﴾

''اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔''(37)

سوال1: ﴿وَتَرَكْنَا فِيهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَتَرَكْنَا فِيهَآ اٰيَةً﴾ ''اور ہم نے اس میں نشانی چھوڑ دی'' یعنی ان کی ہلاکت کی علامت سیاہ پانی ہے۔آج اسے بحرمیت کے نام سے آپ جانتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1525)(2) وہ نشانی یہ تھی کہ جب فرشتوں نے اس پورے خطہ زمین کو اٹھا کر اور بلندی پر لے جا کر پھر اس کو الٹا کر زمین پر دے مارا تو یہ پورا خطہ زمین کے اندر دھنس گیا اور سطح سمندر سے چار سو کلومیٹر نیچے چلا گیا اور اس کے اوپر کالا پانی چڑھ آیا جو ایک سمندر کی شکل اختیار کر گیا۔پانی کے اس ذخیرہ کو بحرمیت یا بحیرہ مردار یا غرقاب لوطی کہا جاتا ہے۔اس بحیرہ مردار(dead Sea) کا جنوبی علاقہ آج بھی عظیم الشان تباہی کے آثار پیش کر رہا ہے۔(تیسیر القرآن:4/299)(3) ﴿لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں'' اس سے وہ عبرت حاصل کرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے اور اس کے رسول سچے ہیں جن کی تصدیق کی گئی ہے۔(تفسیر سعدی:3/2618)(4) اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی ہلاکت کے آثار زمین پر باقی رہنے دیے، تاکہ بعد میں آنے والی قومیں جو وہاں سے گزریں ان آثار کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔چنانچہ اب ان بستیوں کی جگہ کالا بدبودار پانی بہتا ہے، جسے آج کل ''بحرمیت'' کہتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:1273,1472)(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں ارشاد فرمایا:''ان عذاب یافتہ لوگوں کے علاقے میں داخل ہونا پڑے تو صرف روتے ہوئے داخل ہوا کرو، اگر رونا نہ آئے تو ان کے علاقے میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔''(بخاری: 433؛ مسلم:7464)

سوال2: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے ہی آیات اور علامات کیوں مفید ہوتی ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے نصیحت کا اثر قبول کرتے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے غور وفکر کرتے ہیں اس لئے آیات اور علامات ان ہی کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔

سوال3: ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے ہمیں کیا عبرت ملتی ہے؟

جواب:(1)اللہ تبارک وتعالیٰ کے اپنے بندوں کے سامنے نیک اور بدلوگوں کے واقعات بیان کرنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ بندے ان سے عبرت حاصل کریں اورتا کہ معلوم ہوجائے کہ ان کے احوال نے انہیں کہاں پہنچادیا۔(2)اس قصے میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے قصے کی ابتدا کی جواس قصے کی اہمیت کی دلیل ہے اوراس کی طرف اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا اظہار ہوتا ہے۔(3)یہ قصہ ضیافت کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے، نیز اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی۔اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ اورآپ کی امت کوحکم دیا ہے کہ وہ ملت ابراہیم کی اتباع کریں اوراس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو مدح وثنا کے سیاق میں بیان کیا ہے۔(4)اس واقعہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ قول وفعل اوراکرام وتکریم کے مختلف طریقوں سے مہمان کی عزت وتکریم کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا یہ وصف بیان فرمایا کہ وہ قابل تکریم تھے،یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کی عزت وتکریم کی۔اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قول وفعل سے کس طرح ان کی مہمان نوازی کی، نیز یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ مہمان اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اکرام وتکریم سے بہرہ مند تھے۔(5)اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا گھر رات کے وقت آنے والے مسافروں اور مہمانوں کا ٹھکانا تھا کیونکہ وہ اجازت طلب کیے بغیر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے اورسلام میں پہل کرنے میں ادب کا طریقہ استعمال کیا اورسیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی کامل ترین سلام کے ساتھ ان کو جواب دیا کیونکہ جملہ اسمیہ اثبات اوراستمرار پر دلالت کرتا ہے۔(6)یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ انسان کے پاس جوکوئی آتا ہے یا اسے ملتا ہے تو اس سے تعارف حاصل کرنا مشروع ہے کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔(7)یہ واقعہ بات چیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے آداب اورآپ کے لطف وکرم پر دلالت کرتا ہے۔آپ نے (اپنے مہمانوں سے) فرمایا:﴿قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ کچھ اجنبی لوگ ہیں(الذاریات:25)اور یہ نہیں فرمایا کہ:اَنْكَرْتُكُمْ میں تمہیں نہیں پہچانتا اوردونوں جملوں میں جوفرق ہے وہ مخفی نہیں۔(8)یہ واقعہ مہمان نوازی میں جلدی کرنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بہترین نیکی وہ ہے جس پر جلدی سے عمل کیا جائے،اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے سامنے ضیافت پیش کرنے میں عجلت کی۔(9)اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا ذبیحہ (یا کھانا) جوکسی اور کے لیے تیار کیا گیا ہو، اسے مہمان کی خدمت میں پیش کرنے میں، اس کی ذرہ بھرا ہانت نہیں بلکہ اس کی عزت وتکریم ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اوراللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مکرم مہمان تھے۔(10)اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بکثرت رزق سے نواز رکھا تھا اور یہ رزق ان کے پاس گھر میں ہروقت تیار اور موجود رہتا تھا،انہیں بازار سے لانے کی ضرورت ہوتی تھی نہ پڑوسیوں سے مانگنے کی۔(11)اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بنفس نفیس مہمانوں کی خدمت کی، حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل اورمہمان نوازوں کے سردار تھے۔(12)اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کو اسی جگہ ضیافت پیش کی جہاں وہ موجود تھے۔کسی اور جگہ ضیافت کے لیے انہیں نہیں بلایا کہ آیئے تشریف لایئے، کیونکہ مہمان کو اس کی جگہ کھانا پیش کرنے

میں مہمان کے لیے زیادہ آسانی اور بہتر ہے۔(13)اس واقعہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ مہمان کے ساتھ نرم کلامی اور ملاطفت سے پیش آنا چاہیے، خاص طور پر کھانا پیش کرتے وقت کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نہایت نرمی سے اپنے مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا تھا اور کہا تھا: ﴿اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''آپ تناول کیوں نہیں کرتے'' (الذاریات:27) اور یہ نہیں کہا تھا: كُلُوا ''کھانا کھالو'' بلکہ آپ نے اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے جن میں درخواست اور التماس کا مفہوم پایا جاتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''آپ کھانا تناول کیوں نہیں کرتے؟'' (الذاریات:27) چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ وہ بہترین الفاظ استعمال کرے جو مہمان کے لیے مناسب اور لائق حال ہوں، مثلاً: آپ کا مہمانوں سے کہنا: کیا آپ کھانا تناول نہیں کریں گے؟ ہمیں شرف بخشئے اور ہم پر عنایت کیجئے، اور اس قسم کے دیگر الفاظ۔(14)اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص، کسی بھی سبب کی بنا پر کسی سے خوف زدہ ہو جائے تو خوف زدہ کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ اس کے خوف کو زائل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے سامنے ایسی باتوں کا ذکر کرے جس سے اس کا خوف دور ہو اور وہ پرسکون ہو جائے۔جیسا کہ فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا جب وہ ان سے خوف زدہ ہو گئے تھے۔﴿لَا تَخَفْ﴾ ''ڈریئے مت!'' (الذاریات:28) اور انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو وہ خوش کن خبر سنائی۔(15)یہ قصہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ کی بے انتہا مسرت وفرحت پر دلالت کرتا ہے حتیٰ کہ انہوں نے خوشی میں چلا کر بے ساختگی سے اپنا چہرہ پیٹ ڈالا۔(16)اس قصہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی زوجۂ محترمہ کو ایک علم رکھنے والے بیٹے کی بشارت سے نوازا۔(تفسیر سعدی:3/2620,2619)

﴿وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (38)﴾

''اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے)۔جب ہم نے اسے واضح دلیل کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا۔'' (38)

سوال: ﴿وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے)۔جب ہم نے اسے واضح دلیل کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَفِيْ مُوْسٰٓى﴾ ''اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے)'' یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جو آیات اور معجزات عطا فرمائے اس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف رکھنے والوں کے لیے نشانی ہے۔(2)﴿اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ﴾ ''جب ہم نے اسے فرعون کے پاس بھیجا'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب معجزات کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا تو فرعون نے جھٹلایا اور کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے غرق کر دیا اور ایک کھلی نشانی آیۃ سدوم کو چھوڑ دیا۔(ایسر التفاسیر:1525)(3)﴿بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''واضح دلیل کے ساتھ'' نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس سے مراد ظاہری دلائل اور معجزات ہیں یعنی عصا اور ید بیضاء۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: واضح دلیل اور قطعی حجت عطا کی۔(الاساس فی التفسیر:10/5521)

﴿ فَتَوَلّٰی بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (39)﴾

''تواس نے اپنے اقتدار کی وجہ سے منہ پھیرلیااور کہا:''جادوگر ہے یادیوانہ ہے۔''(39)

سوال:﴿فَتَوَلّٰی بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴾''تواس نے اپنے اقتدار کی وجہ سے منہ پھیرلیااور کہا:''جادوگر ہے یادیوانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَتَوَلّٰی﴾''تواس نے منہ پھیرلیا''فرعون نے موسیٰ علیہ السلام پرایمان لانے سے اعراض کیا۔(2)﴿بِرُكْنِهٖ﴾''اپنے اقتدار کی وجہ سے''اصل میں لفظ''رکن'' کے لفظی معنی گوشہ کے ہیں اوراس سے مراد ہر وہ چیز ہوتی ہے جس کا آدمی سہارالے۔اس موقع پرمفسرین نے اس کے معنی لاؤلشکر بھی کئے ہیں اورقوت اوربل بوتا بھی۔(شوکانی الحواشی:623/1)(3)مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:اللہ تعالیٰ کے دشمن نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روگردانی کی۔(4)اس نے اپنی قوت اوراقتدار کی وجہ سے اعراض کیا۔(5)﴿وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴾''اورکہا:''جادوگر ہے یادیوانہ ہے''فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پرتنقید کرتے ہوئے کہا:جادوگر یادیوانہ یعنی دومیں سے ایک ضرور ہے یاجادو ہے حق نہیں یانعوذ باللہ موسیٰ علیہ السلام کی عقل کام نہیں کرتی وہ مجنون ہے یعنی جو کچھ وہ کہتا ہے اس کی کسی بات کو نہ مانا جائے۔فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سچا سمجھنے کے باوجود سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزامات لگائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ﴾''اور انہوں نے ان کا ظلم اورتکبر سے انکار کیا حالانکہ ان کے دل اس کا یقین کر چکے تھے۔''(النمل:14)(6)سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیا:﴿ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾''موسیٰ نے کہا:''ان کو نازل نہیں فرمایا مگر آسمانوں وزمین کے پروردگار ہی نے،بصیرت (کا سامان ہیں)،اوراے فرعون!واقعی میں سمجھتا ہوں کہ تو یقیناً ہلاک کیا ہوا ہے۔(بنی اسرائیل:102)

﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ (40)﴾

''چنانچہ ہم نے اسے اوراس کے لشکروں کو آ پکڑا،پھر ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا۔''(40)

سوال:﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴾''چنانچہ ہم نے اسے اوراس کے لشکروں کو آ پکڑا،پھر ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْيَمِّ ﴾''چنانچہ ہم نے اسے اوراس کے لشکروں کو آ پکڑا،پھر ہم نے انہیں

سمندر میں پھینک دیا'' اللہ تعالیٰ نے فرعون اوراس کےلشکروں کو پکڑ لیا اورانہیں سمندر میں غرق کر دیا۔(2)﴿وَهُوَ مُلِيمٌ﴾''اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا'' فرعون قابل ملامت تھا یعنی وہ سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے آگے سرکشی کرنے والا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے پکڑ لیا۔(3) فرعون کے قصّے میں ظالموں کی دریا میں غرقابی اور مومنوں کی نجات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامت ہے۔

﴿ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (41) ﴾

''اور عاد میں بھی (ایک نشانی ہے)۔ جب ان پر ہم نے ایک بے برکت ہوا بھیجی۔''(41)

سوال1:﴿وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ﴾''اور عاد میں بھی (ایک نشانی ہے)۔ جب ان پر ہم نے ایک بے برکت ہوا بھیجی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَفِيْ عَادٍ﴾''اور عاد میں'' عاد ایک معروف قبیلہ تھا جو یمن میں وادی احقاف میں آباد تھا۔(2) رب العزت نے واضح فرمایا کہ عاد کے قصے میں بھی نشانی ہے۔(3) اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف سیدنا ہود علیہ السلام کو بھیجا تو انہوں نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بے خیر ہوا بھیجی۔(4) ریح العقیم لفظی معنی بانجھ ہوا۔ یعنی ایسی ہوا جو ہر طرح کی خیر و برکت سے خالی ہو۔ اور اس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہو۔(تیسیر القرآن:299/4)(5) عقیم بانجھ عورت کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس ہوا سے کسی چیز کی پیداوار کا اثر اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھا تھا بلکہ وہ خاص عذاب کی ہوا تھی جس پر وہ ہوا گزرتی اس کو خاک سیاہ کر دیتی تھی۔ زمین کی پیداوار جب سوکھ جاتی ہے تو رمیم کہتے ہیں۔(احسن التفاسیر:25/7)(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مدد بادصبا (یعنی مشرقی ہوا) کے ذریعے سے کی گئی اور قوم عاد بادد بور (یعنی مغربی ہوا) کے ذریعے سے ہلاک کی گئی تھی۔(بخاری:1035)(7) قبیلہ بنی ربیعہ کے ایک شخص نے کہا کہ میں مدینہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (دوران گفتگو) میں نے قوم عاد کے قاصد کا ذکر کیا، اور میں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں عاد کے قاصد جیسا بن جاؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاد کے قاصد کا قصہ کیا ہے؟ میں نے کہا: (اچھا ہوا) آپ نے واقف کار سے پوچھا (میں آپ کو بتاتا ہوں) قوم عاد جب قحط سے دوچار ہوئی تو اس نے قیل (نامی شخص) کو (امداد اور تعاون حاصل کرنے کے لئے مکہ) بھیجا، (وہ آکر) بکر بن معاویہ کے پاس ٹھہرا، بکر نے اسے شراب پلائی، اور دو مشہور مغنیاں اسے اپنے نغموں سے محظوظ کرتی رہیں، پھر قیل نے وہاں سے نکل کر مہرہ کے پہاڑوں کا رخ کیا (مہرہ ایک قبیلہ کے دادا کا نام ہے) اس نے (دعا مانگی) کہا: اے اللہ میں تیرے پاس کوئی مریض لے کر نہیں آیا کہ اس کا علاج کراؤں، اور نہ کسی قیدی کے لئے آیا ہوں کہ اسے آزاد کرالوں، تو اپنے بندے کو پلا (یعنی مجھے) جو پلانا ہے اور اس کے ساتھ بکر بن معاویہ کو بھی پلا (اس نے یہ

دعا کر کے)اس شراب کا شکریہ ادا کیا، جو بکر بن معاویہ نے اسے پلائی تھی، (انجام کار)اس کے لئے (آسمان پر) کئی بدلیاں چھائیں، اور اس سے کہا گیا کہ تم ان میں سے ایک کو اپنے لئے چن لو، اس نے ان میں سے کالی رنگ کی بدلی کو پسند کر لیا، کہا گیا: اسے لے لو اپنی ہلاکت اور بربادی کی صورت میں، عاد قوم کے کسی فرد کو بھی باقی نہ چھوڑے گی، اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ عاد پر ہوا (آندھی) اس حلقہ یعنی انگوٹھی کے برابر ہی چھوڑی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (۴۱) مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ (۴۲)﴾ ''جب اُن پر ہم نے ایک بے برکت ہوا بھیجی۔ کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی۔'' (الذاریات:42-41) پڑھی۔ (جامع ترمذی:3273)

سوال 2: قوم عاد میں ہمارے لئے کیا علامت اور نشانی ہے؟

جواب: قوم عاد پر آنے والی بے خیر ہوا میں ہمارے لئے نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کو ہلاک کرنے اور مومنوں کو نجات دینے کی قدرت رکھتا ہے۔

﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ (42)﴾

''کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی۔'' (42)

سوال: ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾ ''کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی'' قوم عاد پر جو نا مبارک ہوا بھیجی گئی اس نے ہر چیز کو ریزہ ریزہ کر کے بوسیدہ کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو جو دنیا کی قوموں میں بڑی قوت رکھتی تھی، طاقت رکھنے کے باوجو د ہلاک کر دیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ وہ نافرمانی کرنے والوں کو عذاب دینے پر قدرت رکھتا ہے (3) رب العزت نے اس قوم کی ہلاکت کے بارے میں فرمایا: ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ ''پھر نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ وہ مہلت دیے گئے (الدخان:29)

﴿وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ (43)﴾

''اور ثمود میں بھی (ایک نشانی ہے)۔ جب ان سے کہا گیا: ''ایک وقت تک فائدہ اٹھالو۔'' (43)

سوال: ﴿وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ''اور ثمود میں بھی (ایک نشانی ہے)۔ جب ان سے کہا گیا: ''ایک

وقت تک فائدہ اٹھالو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَفِیْ ثَمُوْدَ ﴾''اورثمود میں بھی (ایک نشانی ہے)'' قوم ثمود عادثانیہ کے نام سے معروف تھی۔وہ حجر کے علاقے میں آباد تھے۔قوم عاد کی تباہی کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی طرف صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا۔(2)﴿ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ﴾''جب ان سے کہا گیا:''ایک وقت تک فائدہ اٹھالو'' قوم ثمود نے صالح عَلَیْہِ السَّلَام کو جھٹلا دیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اونٹنی کو نشانی بنایا اور کہا کہ تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔اللہ تعالیٰ کی زمین سے کھائے پھرے اور ایک دن اس کے پانی لینے کا ہوگا اور دوسرا دن تمام لوگوں کے لیے مقرر ہوگا۔پھر تمام لوگ اس کے تھنوں سے دودھ پئیں گے۔قوم ثمود کو سیدنا صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے نصیحت کی کہ اونٹنی کو تکلیف نہ دینا ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آ پکڑے گا۔انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیے تو سیدنا صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں کہا:﴿ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ (۶۵)﴾''توانہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو صالح نے کہا تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اٹھالو،یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔''(ہود:65)

﴿ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ (44) ﴾

''سوانہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی،تو ایک زبردست کڑک نے انہیں جا پکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے۔''(44)

سوال:﴿ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴾''سوانہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی،تو ایک زبردست کڑک نے انہیں جا پکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ ﴾''سوانہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی،تو ایک زبردست کڑک نے انہیں جا پکڑا''قوم ثمود نے رب کی نافرمانی کی اور سرکشی کی تو انہیں صاعقہ نے آن پکڑا۔(2)صاعقہ آسمان سے گرنے والی بجلی کو کہتے ہیں اور وہ جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔قوم ثمود کا قصہ بھی پہلے بہت سے مقامات پر گزر چکا ہے۔ان پر جو عذاب نازل ہوا اس کے لیے کہیں صیحة (زبردست چیخ۔کڑک۔دھماکہ) کا لفظ آیا ہے اور کہیں رجفة (زلزلہ) کا۔گویا ان پر زمین سے عذاب آیا تھا اور آسمان سے بھی اور ہر مقام پر کسی ایک پہلو کا ذکر کر دیا گیا ہے۔(3)﴿وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴾''اور وہ دیکھ رہے تھے'' وہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

﴿ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ (45)﴾

''پھر نہ انہوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ ہی وہ بدلہ لینے والے تھے۔''(45)

سوال: ﴿ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴾ ''پھر نہ انہوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ ہی وہ بدلہ لینے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''پھر نہ انہوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ ہی وہ بدلہ لینے والے تھے'' قوم ثمود کے پاس اٹھنے کی سکت بھی نہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات کے لیے کوششیں کرتے۔ (2) یعنی عذاب سے دہشت کا یہ عالم تھا کہ جو بیٹھا تھا اس کو اٹھ کر کھڑا ہونے کی بھی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ کہیں جا کر عذاب سے پناہ لینا تو دور کی بات ہے۔ انتصار کا لفظ دو معنوں میں آتا ہے، ایک یہ کہ اگر کوئی حملہ کرے تو اس سے اپنا بچاؤ کرنا اور دوسرا یہ کہ جو حملہ کرے اس سے بدلہ لینا۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ یہ قوم مضبوط جسم والی، بڑے ڈیل ڈول والی، اپنی طاقت وقوت پر فخر و ناز کرنے والی تھی اور ڈھینگیں مارنے والی تھی۔ پھر جب ان پر ہمارا عذاب نازل ہوا تو یہ بدلہ تو نہ لے سکی۔ (تیسیر القرآن: 300/4) (3) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی بے بسی کا شعور دلایا ہے اور یہ سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (46) ﴾

''اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہم نے ہلاک کیا) یقیناً وہ بھی نافرمان لوگ تھے۔'' (46)

سوال: ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴾ ''اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہم نے ہلاک کیا) یقیناً وہ بھی نافرمان لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہم نے ہلاک کیا) یقیناً وہ بھی نافرمان لوگ تھے'' یعنی نوح علیہ السلام جو اولین رسول تھے ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو رب العزت نے ان کی طرف سیلاب بھیجا جس نے کافروں کا ایک بھی گھر بستا ہوا نہ چھوڑا سب کو غرق کر دیا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے جب قوم کے جھٹلانے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ میرے اور میری قوم کے درمیان فیصلہ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم شخص کی پکار پر پوری دنیا ڈبو دی۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ (117) فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (118) فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (119) ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ (120) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (121) ﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ چنانچہ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں، انہیں نجات دے۔'' پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں نجات دی۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ (الشعراء: 121-117)

رکوع نمبر:2

﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (47)﴾

''اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا اور یقیناً ہم ہی بلاشبہ وسعت والے ہیں۔''(47)

سوال1: ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا اور یقیناً ہم ہی بلاشبہ وسعت والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْيْدٍ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا'' اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرمایا کہ ہم نے آسمان کو عظیم قدرت وقوت کے ساتھ پیدا کیا اور اسے زمین اور دوسری مخلوقات کے لیے چھت بنایا۔(2) یہاں آسمان سے مراد فضائے بسیط ہے جس میں لاتعداد مجمع النجوم اور کہکشائیں ہیئت دانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال کر ان کے علم کو ہر آن چیلنج کر رہی ہیں۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ ہئیت دان جوں جوں پہلے سے زیادہ طاقت ور اور جدید قسم کی دوربینیں ایجاد کر رہے ہیں توں توں اس بات کا بھی انکشاف ہو رہا ہے کہ کائنات میں ہر آن مزید وسعت پیدا ہو رہی ہے، سیاروں کے درمیانی فاصلے بھی بڑھ رہے ہیں اور نئے نئے اجرام بھی مشاہدہ میں آ رہے ہیں۔(تیسیر القرآن:301/4)(3) ﴿وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم ہی بلاشبہ وسعت والے ہیں'' اور ہم اس کو اس کے کناروں اور گوشوں تک وسعت دیتے ہیں، نیز ہم اپنے بندوں کے لیے بھی رزق کو وسیع کرتے ہیں۔ بیابانوں کے چٹیل میدانوں میں، سمندروں کی سرکش موجوں میں اور عالم علوی اور عالم سفلی میں ان کے کناروں تک کوئی جان دار ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا رزق بہم نہ پہنچایا ہو جو اس کے لیے کافی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے احسان سے نہ نوازا ہو جو اسے بے نیاز کرتا ہو۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کا جود وکرم تمام مخلوقات کے لیے عام ہے اور نہایت بابرکت ہے وہ ہستی جس کی بے پایاں رحمت تمام جان داروں پر سایہ کناں ہے۔(تفسیر سعدی:2623/3)(4) یعنی ہم نے اسے بغیر ستونوں کے کھڑا کر دیا اور اسے کناروں سے وسیع کر دیا۔

سوال2: ''اور یقیناً ہم ہی بلاشبہ وسعت والے ہیں'' سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اس سے مراد آسمان میں کشادگی کرنا ہے جب کہ آسمان پہلے ہی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ ہم اس کو اس سے زیادہ وسیع کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ کیسا یقین ہے جو رب العزت دلا رہے ہیں کہ آپ یہ دیکھو کہ جو رب اتنے وسیع آسمانوں کو وسعت دے سکتا ہے، کیا وہ تمہیں وسعت نہ دے گا؟ تمہارے رزق میں وسعت نہیں دے سکتا؟ تمہاری صلاحیتوں میں، قوتوں میں وسعت نہیں دے سکتا؟ تمہارے وقت میں وسعت نہیں دے سکتا؟ تمہارے کام میں وسعت اور برکت پیدا نہیں کر سکتا؟(2) اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ آسمانوں سے بارش برسا کر رزق کو کشادہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔(3) اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ ہم ایسے ہی آسمان بنانے کی

قدرت اور طاقت رکھتے ہیں یعنی اتنا وسیع آسمان بنا کر تھکے نہیں، عاجز نہیں آئے اور کشادگی کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

﴿وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ (48)﴾

''اور زمین کو ہم نے بچھایا، سو کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں۔'' (48)

سوال1: ﴿وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾ ''اور زمین کو ہم نے بچھایا، سو کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا﴾ ''اور زمین کو ہم نے بچھایا'' اللہ تعالیٰ نے زمین کو ساری مخلوقات کے لیے فرش بنایا ہے۔ اس نے زمین کو ہر لحاظ سے بہترین طریقے سے ہموار کیا ہے۔ (2) ﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾ ''سو کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں'' زمین کا فرش کتنا عمدہ ہے! اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے زمین کو ہموار کیا یقیناً وہ بہترین بچھانے والا ہے۔

سوال2: زمین کو فرش سے تشبیہ دینے میں کیا حکمت ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) فرش انسان کے لئے آرام کا باعث ہوتا ہے۔ (2) زمین کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تیار اور ہموار کر دیا ہے کہ وہ اپنی سہولتوں کے ساتھ زندگی کا گہوارہ ہے اسی لئے اسے فرش سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ (3) زمین کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے زندگی کی کفالت کے لئے تیار کیا ہے اسی لئے اسے فرش سے تشبیہہ دی گئی ہے۔

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (49)﴾

''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تا کہ تم سبق حاصل کرو۔'' (49)

سوال1: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تا کہ تم سبق حاصل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾ ''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حیوانات میں نر اور مادہ کی دو قسمیں پیدا کیں اور ان جوڑوں کی تخلیق کو جان داروں کی بقا کا سبب بنایا۔ اسی وجہ سے انسان ان جان داروں کی افزائش اور ان کی خدمت میں مصروف ہوتا ہے اور ان جانوروں کی وجہ سے اسے نفع حاصل ہوتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو جوڑا جوڑا بنایا مثلاً آسمان اور زمین، دن اور رات، سورج اور چاند، اجالا اور اندھیرا، کفر اور ایمان، خوش نصیبی اور بدنصیبی، موت اور زندگی، جنت اور جہنم وغیرہ۔ (3) زوج کا لفظ عربی زبان میں تین معنوں میں آتا ہے۔ (الف) متضاد اشیاء جیسے دن اور رات، دھوپ اور سایہ، روشنی اور تاریکی، سیاہی اور سفیدی، خوشی اور رنج، خوش حالی اور تنگ دستی وغیرہ۔ (ب) ہم مثل اشیاء کے لیے جیسے پاؤں کے دونوں جوتے ایک دوسرے کے زوج ہیں۔ اس

طرح ہر دور کے مشرک ایک دوسرے کے زوج ہیں۔ایک ہی نوعیت کے مجرم ایک دوسرے کا زوج ہیں۔(ج)نر و مادہ کے لیے مثلاً خاوند بیوی کا زوج ہے، بیوی خاوند کا زوج ہے۔ ہر نر مادہ کا زوج ہے اور ہر مادہ نر کا زوج ہے اور اس آیت میں غالباً اسی قسم کے زوج مراد ہیں۔ (تیسیر القرآن:302/4)(4)﴿ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''تا کہ تم سبق حاصل کرو'' تا کہ تم جان لو کہ ان سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو صرف ایک ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔(مختصر ابن کثیر:1937/2)(5)یعنی شاید ان جوڑوں کو دیکھ کر تم غور و فکر کرو۔(6)تا کہ تم غور و فکر کر کے اس نتیجہ پر پہنچ سکو کہ تمہاری عبادت کا مستحق صرف رب ذوالجلال ہے جس نے ہر چیز کو جوڑا پیدا کیا ہے یعنی یا تو انہیں مذکر و مونث بنایا ہے، یا ایک دوسرے کا مخالف بنایا ہے، جیسے آگ پانی کا، موت زندگی کا، ایمان کفر کا اور جنت جہنم کی مخالف ہے۔(تیسیر الرحمٰن:1474)

سوال2: ہر چیز کے جوڑا جوڑا ہونے کا کیا تقاضا ہے؟

جواب: اس کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کے مقابلے میں دوسری زندگی یعنی آخرت کی زندگی ہو۔تزویج کا اصول آخرت کے آنے کا تقاضا کرتا ہے۔

سوال3: تزویج کے اصول میں کیا نصیحت ہے؟

جواب: تزویج کے اصول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا صرف ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔

﴿ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (50)﴾

''تو اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو، بلاشبہ میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔''(50)

سوال1:﴿ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ﴾''تو اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ﴾''تو اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو''یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آؤ اور اپنے تمام امور میں اسی پر توکل کرو۔(2)اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی تخلیق پر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔غور و فکر کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اس کی پناہ لے، اسی کا خوف رکھے، اسی کی طرف فرار ہو یعنی ظاہری اور باطنی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ امور، ناپسندیدہ افراد، ناپسندیدہ مقامات، ناپسندیدہ حالات اور ناپسندیدہ معاملات سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنا مثلاً نافرمانی کے کاموں سے بھاگ کر اس کی اطاعت کی طرف آنا، جہالت سے بھاگ کر علم کی طرف آنا، غفلت سے فرار ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف آنا، کفر، شرک اور بدعات سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی طرف آنا۔(3)اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رجوع کرنے کو فرار کا نام دیا ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف فرار اختیار کرتا ہے اس کا خوف دور ہو جاتا ہے اور جو غیر اللہ کی طرف بھاگتا ہے اسے خوف اور ناپسندیدہ امور اور حالات و معاملات سے واسطہ پیش آتا ہے۔(4)جو اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتا ہے وہ خوشی، امن، خوش نصیبی اور فوز و فلاح پاتا ہے۔اس لیے رب العزت نے حکم دیا اللہ تعالیٰ کی

طرف بھاگو۔(3)محمد بن حامد نے کہا: فرارالی اللہ کی حقیقت نبی ﷺ نے بیان فرمائی۔ والجأت ظهری الیک۔ میں نے اپنی پشت کو تیری پناہ میں دے دیا۔(مسلم:6882)(6)نبی ﷺ نے فرمایا:﴿ اَللّٰهُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ ﴾"اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا ہے، تجھ پر ایمان لایا ہوں، تجھ پر ہی میرا بھروسہ ہے، تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا ہے اور تیرے ہی بل پر (دشمنوں سے) جھگڑتا ہوں"۔ (مسلم:6899)(7)نبی ﷺ کی دعا ہے: ﴿اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ﴾"تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں یہ کہ تو مجھے گمراہ کردے۔ تیری ایسی ذات ہے جسے موت نہیں اور جن وانس فنا ہوجائیں گے۔ (بخاری:7383)(8)ایک انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ دوڑ تب کرسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ دوڑ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے کفر سے ایمان کی طرف بھاگ دوڑ کرو۔(2)اس سے مراد ہے گناہوں سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاؤ۔(3)اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلو تاخیر نہ کرو۔

سوال3: انسان کے اوپر کون سے بوجھ ہیں جس کی وجہ سے وہ بھاگ دوڑ نہیں کرسکتا؟

جواب: بوجھل انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ دوڑ نہیں کرسکتا۔ بھاگ دوڑ کے لیے بوجھ اتارنے کی ضرورت ہے۔(1)انسان کے اوپر گناہوں کے بوجھ ہیں۔(2)انسان کے اوپر غیر اللہ کی غلامی کا بوجھ ہے۔(3)انسان کے اوپر خواہشات نفس کا بوجھ ہے۔(4)انسان کے اوپر شرک اور معصیت کے بوجھ ہیں۔(5)انسان کے اوپر جہالت کا بوجھ ہے۔(6)انسان کے اوپر ظلم کا بوجھ ہے۔

سوال4: انسان بوجھوں سے آزاد کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق کی حقیقت کا علم حاصل کرکے، دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر، آخرت کا یقین حاصل کرکے نیت اور ارادے کے ساتھ، رب سے دُعائیں کرکے ایسے لوگوں کے ساتھ جڑ کر جو بوجھوں سے آزاد ہونے کی کوشش کررہے ہیں خود بھی آزاد ہوسکتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ دوڑ میں کون کون سی چیزیں رکاوٹ ہیں؟

جواب: سورۃ التوبہ کی آیت 24 میں رب العزت نے اس کی وضاحت کی ہے۔"آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

سوال6: اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کو فرار سے کیوں تعبیر کیا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کو فرار سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ انسان کو ناجائز طور پر پابندیوں میں جکڑا گیا ہے۔ (2) اُسے ناجائز بیڑیاں پہنائی گئی ہیں۔ (3) اُسے زمین کے ساتھ چپکا دیا گیا ہے۔ خاص طور پر اپنے حصے کا ظاہری رزق حاصل کرنے کے لئے مال ودولت کے لالچ میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ (4) انسانوں کو ان پابندیوں سے آزاد کروانے کے لئے ایک زوردار دعوت کی ضرورت تھی اس لئے یہ فرمایا گیا کہ بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف، شدّت سے بھاگ دوڑ کرو۔

سوال7: ﴿ اِنِّیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴾ ''بلاشبہ میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں، اس میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے، یہ مثال ہے میری اور تمہاری، میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم نہیں مانتے، اسی میں گھسے جاتے ہو۔'' (مسلم: 5957)

﴿ وَلَا تَجۡعَلُوۡا مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ (51)﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ۔ یقیناً میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' (51)

سوال1: ﴿ وَلَا تَجۡعَلُوۡا مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَر ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَلَا تَجۡعَلُوۡا مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَر ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (2) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف فرار میں شمار ہوتا ہے، بلکہ یہی اس کی طرف حقیقی فرار ہے کہ بندہ غیر اللہ کو معبود بنانے کو، یعنی بتوں، اللہ تعالیٰ کے خود ساختہ ہمسروں اور قبروں وغیرہ کو جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، چھوڑ کر اپنے رب کے لیے اپنی عبادت، اپنے خوف ورجا، دعا اور انابت کو خالص کرے۔ (تفسیر سعدی: 2624/3) (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا ﴾ آپ فرما دیں کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، چنانچہ جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے۔ (الکہف: 110)

سوال2: ﴿ اِنِّیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس فریضے پر مامور ہوں کہ تمہیں ہر بات کھول کھول کر سمجھا دوں سو میں نے تمہیں تنبیہ کر دی ہے۔

﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (52)﴾

''اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا: ''یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔'' (52)

سوال 1: ﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ ''اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا: ''یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا: ''یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ مشرک آپ ﷺ کو جادوگر اور دیوانہ کہہ رہے ہیں یہ تو پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ہوا۔ جھٹلانے والوں نے ہر رسول کو جادوگر اور دیوانہ قرار دیا۔

سوال 2: ہر قوم نے یکے بعد دیگرے رسولوں کو جھٹلانے کا راستہ کیوں اختیار کیا؟

جواب: ہر قوم نے سرکشی سے رسولوں کو جھٹلانے کا راستہ اختیار کیا۔

﴿اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (53)﴾

''کیا انہوں نے اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کی ہے؟ بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں۔'' (53)

سوال 1: ﴿اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾ ''کیا انہوں نے اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کی ہے؟ بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَتَوَاصَوْا بِهٖ﴾ ''کیا انہوں نے اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کی ہے؟'' یعنی کیا اگلے لوگوں نے بعد میں آنے والوں کو وصیت کی ہے کہ اپنے رسولوں کو جادوگر اور دیوانہ قرار دینا؟ تو ایسا نہیں۔ (2) ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں'' اصل بات یہ ہے کہ ان کا سرکشی پر اتحاد ہے جو کہ کفر میں حد سے گزر جانا ہے۔ (اضواء البیان: 442/7) (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (۱۱۸)﴾ ''اور جو لوگ علم نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح ان کی بات کی طرح ان لوگوں نے کہا جو ان سے پہلے تھے، ان سب کے دل ایک جیسے ہو گئے۔ یقیناً ہم نے آیتیں صاف صاف بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں۔'' (البقرۃ: 118) (4) پہلے اور بعد میں آنے والے لوگوں کے دل

ایک ہیں اس لیے ان کے معاملات بھی ایک جیسے ہیں۔اے نبی! آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں انہیں نصیحت کرتے رہیں۔

سوال2: قوموں کے درمیان رسولوں کی مخالفت پر سمجھوتہ کیوں محسوس ہوتا ہے؟

جواب: قوموں کے درمیان سمجھوتہ اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل ملتے جلتے ہیں اور اُن کے طور طریقے ملتے جلتے ہیں اسی وجہ سے پہلے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کی بات ایک ہوگئی ہے۔

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (54)﴾

''آپ ان سے منہ موڑیں کہ آپ ہرگز ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔''(54)

سوال1: ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ﴾ ''آپ ان سے منہ موڑیں کہ آپ ہرگز ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب رسول ﷺ پر یہ آیت ﴿فَتَوَلَّ﴾ ''آپ ان سے منہ موڑیں'' بہت گراں گزری۔انہوں نے سمجھا کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (۵۵)﴾ ''اور نصیحت کریں، یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔(الذاریات:55)(جامع البیان)

(2) رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والوں کے بارے میں حکم دیا ہے: ﴿فَتَوَلَّ﴾ ''آپ ان سے منہ موڑیں'' آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں، ان سے منہ موڑ لیں یعنی اپنے معاملات کی طرف توجہ دیں۔(3) ﴿فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ﴾ ''کہ آپ ہرگز ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قابل ملامت نہیں۔آپ ﷺ کا کام تو پیغام پہنچا دینا ہے۔

سوال2: نبی ﷺ کو لوگوں کی سرکشی کے مقابلے میں کیا حکم دیا گیا؟

جواب: نبی ﷺ کو لوگوں کی سرکشی کے مقابلے میں حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ ان سے منہ پھیر لیں آپ ﷺ پر کچھ ملامت نہیں ہے۔

﴿وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (55)﴾

''اور نصیحت کریں، یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔''(55)

سوال: ﴿وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نصیحت کریں، یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّذَكِّرْ﴾ ''اور نصیحت کریں'' نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قرآن مجید سے نصیحت کرو۔(2) نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ ان کے عمل میں اضافہ کرتی ہے۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ مومنوں کے دلوں کو فائدہ دیتی ہے۔(الاساس فی التفسیر:5523/10)(3) تذکیر کی دو اقسام ہیں:

(الف) ایسے امور کے ذریعے سے تذکیر جن کی تفصیل کی معرفت حاصل نہیں، البتہ وہ فطرت اور عقل کے ذریعے سے مجمل طور پر معروف ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عقل میں خیر سے محبت اور خیر کو ترجیح دینا، شر کو ناپسند کرنا اور اس سے دور بھاگنا ودیعت کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اس کے موافق ہے۔ پس شریعت کا ہر امر و نہی، تذکیر ہے۔ تذکیر کامل یہ ہے کہ مامورات شریعت میں بھلائی، حسن اور انسانی مصالح پوشیدہ ہیں ان کا ذکر کیا جائے اور منہیات میں جو نقصانات پنہاں ہیں ان کا ذکر کیا جائے۔ (ب) تذکیر کی دوسری قسم ان امور کے ذریعے سے تذکیر ہے جو اہل ایمان کو معلوم ہیں۔ مگر غفلت اور مدہوشی نے انھیں ڈھانپ رکھا ہے، ان کو ان امور کی یاددہانی کرائی جاتی ہے، ان کے سامنے ان باتوں کو مکرر بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ باتیں ان کے ذہن میں راسخ ہو جائیں، ان کو تنبیہ ہوتی رہے اور جن باتوں کی انھیں یاددہانی ہوئی ہے ان پر عمل پیرا ہوں، نیز یہ کہ ان میں نشاط اور ہمت پیدا ہو جو ان کے لیے فائدے اور بلندی کی موجب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ نصیحت اور تذکیر مومنوں کو فائدہ دیتی ہے کیونکہ ان کے پاس جو سرمایہ ایمان، خشیت الٰہی، انابت الی اللہ اور اتباع رسول ہے، یہ تمام اوصاف اس بات کے موجب ہیں کہ تذکیر ان کو فائدہ دے اور نصیحت ان کے دل میں اتر جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (۹) سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (۱۰) وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (۱۱) ﴾ ”چنانچہ آپ نصیحت کرو بلاشبہ نصیحت فائدہ دیتی ہے۔ وہ شخص جلد ہی نصیحت قبول کرے گا جو ڈرتا ہے۔ اور بدبخت اس سے گریز کرے گا۔ (الاعلیٰ:11-9) جس میں ایمان کی رمق ہے نہ نصیحت قبول کرنے کی استعداد، اس کو تذکیر اور نصیحت کوئی فائدہ نہیں دیتی، وہ اس شورزدہ زمین کے مانند ہے جس کو بارش سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اس قسم کے لوگوں کے پاس اگر تمام نشانیاں بھی آ جائیں تو وہ پھر بھی اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ (تفسیر سعدی:3/2625,2626)(4) ﴿ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے“ یعنی آپ ﷺ کا کام نصیحت کرنا ہے اور نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔ جس میں نصیحت قبول کرنے کی استطاعت نہ ہو اس کو نصیحت فائدہ نہیں دیتی۔ ایسے لوگوں کے پاس اگر ساری نشانیاں بھی آ جائیں تو بھی وہ ایمان نہیں لاتے۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (56) ﴾

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔“ (56)

سوال 1: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی کسی ضرورت کے لیے پیدا نہیں کیا۔ ان کی زندگی کا مقصد عبادت ہے۔ اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث کیا۔ (2) رسول ایک

اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف ہی دعوت دیتے رہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہر ایک بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالتے ہیں، جیسے چار پاؤں والا جانور ہمیشہ سالم جانور جنتا ہے، کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا ہوا جانور ملتا ہے۔'' (مسلم:2658) (3) عبادت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبت اور انابت سے ہے۔(4) عبادت میں کمال اسی کو نصیب ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے۔(5) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کی تعریف یوں کرتے ہیں: عبادت ان تمام کاموں کے لیے جامع اسم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔خواہ وہ اقوال ہوں یا ظاہری یا باطنی اعمال ہوں۔ (رسالۃ العبودیہ:149/10) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرا دل غنا سے بھر دوں گا اور تیرا افلاس مٹا دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرا دل پریشانیوں سے بھر دوں گا اور تیری ضرورت رفع نہ کروں گا۔ (ترمذی:2466، ابن ماجہ:4107)

سوال 2: جنوں اور انسانوں کے وجود کا مقصد کیا ہے؟

جواب: جنوں اور انسانوں کے وجود کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بندگی ہے۔

سوال 3: وجود کا مقصد پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا انتظام کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرائض مقرر کر دیئے۔اب جو فرائض ادا کرتا ہے وہ وجود کے مقصد کو پورا کر دیتا ہے اور جو ان سے منہ موڑ لیتا ہے وہ زندگی کے مقصد کو گم کر دیتا ہے اور بے کار ہو جاتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی عبادت یا بندگی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد شعوری اقرار ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ میرا خالق اور مالک ہے اور میں اُس کے حکم کا پابند ہوں۔(2) اس سے مراد دل، جسم اور زندگی کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دینا ہے۔ایک اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا۔اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی بڑائی کو اپنے دل سے نکال دینا۔ایک اللہ تعالیٰ کی خاطر جینا اور اُسی کی خاطر مرنے کے لئے کوششیں کرنا بندگی ہے۔(3) اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے جو طریقے محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھائے اُن کی پیروی کر کے ہی اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جا سکتی ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے سے انسان کے شعور میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: انسان اپنے ہر کام میں نیت اور ارادے کو دیکھتا ہے لیکن نتائج سے بے پرواہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا کام بندگی ہے اور انجام تک پہنچانا رب کا کام ہے۔نتائج سے بے پرواہ ہونا انسان کے لیے انتہائی مشکل ہے لیکن جو انسان ہر کام میں رب کی رضا کو دیکھتا ہے اس کے لیے نتائج سے بے پرواہ ہو کر کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

﴿ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ (57)﴾

''نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔'' (57)

سوال1: ﴿ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴾ ''نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴾ ''نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں''یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کا محتاج نہیں۔ وہ بے نیاز ہے۔ بندے اپنی ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اسی کے در کے فقیر ہیں۔(2) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: اگر ابن آدم اپنے رزق سے اس طرح بھاگے جیسے موت سے بھاگتا ہے تو اس کا رزق اسے اسی طرح پالے گا جیسے موت اسے پالیتی ہے۔ (البانی صحیح الجامع:5240)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے عبادت کے مطالبے کے ساتھ یہ کیوں کہا ہے کہ میں ان سے رزق نہیں چاہتا؟

جواب: دنیا میں جتنے معبود پوجے جاتے ہیں اُن کی پوجا کا مقصد ہی رزق کا حصول ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ مجھے کما کر کھلائیں۔ عبادت سے فائدہ اُن کو ہوگا اُن کی اپنی آخرت سنورے گی، رب کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (58)﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔'' (58)

سوال1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاق ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا ہے'' الرزاق وہ ہے جو اپنے رزق میں کامل ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے۔ (سبا:39) (2) وہ ایسے خزانوں سے رزق دیتا ہے جو ختم نہیں ہوتے۔(3) اللہ تعالیٰ کا رزق کثیر ہے اور یہ رزق پانے والوں کے اعتبار سے ہے۔ وہ کثیر بھی ہیں اور مختلف ضروریات رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود:6) (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ

رِزْقَهَا ز ق اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ز صلے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ’’کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(العنکبوت:60)(5)﴿ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ ’’طاقت والا، نہایت مضبوط ہے‘‘ وہ تمام قوت اور قدرت کا مالک ہے۔جس نے اس قدرت کے ذریعے سے عالم علوی اور عالم سفلی کے بڑے بڑے اجسام کو وجود بخشا، اس قدرت کے ذریعے سے وہ ظاہر و باطن میں تصرف کرتا ہے اور اس کی مشیت تمام مخلوق پر نافذ ہے۔اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، کوئی بھاگنے والا اسے بے بس کر سکتا ہے نہ کوئی اس کے تسلط سے باہر نکل سکتا ہے۔یہ اس کی قوت کا کرشمہ ہے کہ اس نے تمام کائنات کو بہم رزق پہنچایا۔یہ اس کی قدرت وقوت ہے کہ وہ مردوں کو دوبارہ زندگی بخشے گا جب کہ بوسیدگی نے ان کو ریزہ ریزہ کر دیا ہوگا، ہوائیں ان (کے ذرات) کو اڑا کر بکھیر چکی ہوں گی، پرندے اور درندے انھیں نگل چکے ہوں گے اور وہ چیٹل بیابانوں اور سمندر میں بکھر چکے ہوں گے۔ان میں کوئی ایک بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔ان کے اجساد کو جو زمین کم کر رہی ہے، وہ اسے خوب جانتا ہے، پاک ہے وہ ذات جو قوت والی اور طاقت ور ہے۔(تفسیر سعدی:3/2626,2627)(6) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذیت کی بات سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔لوگ اس کے لیے بیٹا بناتے ہیں اور وہ پھر بھی ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔(بخاری:7378)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے کن صفات کا شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت الرزاق کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے ہر ایک چیز کے خزانے اُس کے پاس ہیں وہ دیتا ہے لیتا نہیں۔سب اُس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔لہٰذا ہر ایک اپنی احتیاج کے لئے اُسی کو پکارے، اُسی سے مدد مانگے، اُسی سے اُمیدیں باندھے، اُسی کے آگے جھک جائے۔(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ذوالقوۃ کا شعور دلا کر عبادت کا مطالبہ کیا ہے۔قوت والا اختیار رکھتا ہے اور با اختیار کی طرف لوگ رجوع کرتے ہیں۔کمزور سے لوگ مدد نہیں مانگتے، طاقت ور سے طلب کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت کا شعور دلا کر مطالبہ کیا ہے کہ وہی عبادت کے لائق ہے۔(3) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت المتین کا شعور دلا کر عبادت کا مطالبہ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ زور آور ہے اس کا زور دوسروں پر چلتا ہے اور اس پر کسی کا زور نہیں چلتا۔مدد کے لئے اُسی کو پکارا جا سکتا ہے، جھکا اُسی کے آگے جا سکتا ہے جو خود زور رکھتا ہو۔اللہ تعالیٰ نے اپنے زور آور ہونے سے اپنی عبادت کا مطالبہ کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ وہی عبادت کے لائق ہے۔

﴿فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ (59) ﴾

’’چنانچہ یقیناً ان لوگوں کے لیے بھی جنہوں نے ظلم کیا، بلاشبہ ان کے دوستوں کے حصے جیسا حصہ ہے، چنانچہ وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں۔

(59)''

سوال: ﴿ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴾ ''چنانچہ یقیناً ان لوگوں کے لیے بھی جنہوں نے ظلم کیا، بلاشبہ ان کے دوستوں کے حصے جیسا حصہ ہے، چنانچہ وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''چنانچہ یقیناً ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا'' جن لوگوں نے نبی ﷺ کو جھٹلا کر ظلم کیا۔ (2)﴿ذَنُوْبًا﴾ ''حصہ'' عذاب کا حصہ ہے یعنی اس عذاب کے لیے جلدی نہ مچائیں۔ان کے حصے کا عذاب انہیں مل کر رہے گا۔(3) ﴿مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ﴾ ''ان کے دوستوں کے حصے جیسا حصہ'' یعنی پہلی قوموں کو جو عذاب ملا۔قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ۔(4)﴿فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴾ ''چنانچہ وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں'' یعنی عذاب کے لیے جلدی نہ مچائیں، ہر جھٹلانے والے کے لیے عذاب ہے جو توبہ نہیں کرتا اور اپنے کفر، شرک اور تکذیب پر اصرار کرتا ہے۔ایسے تمام لوگوں پر عذاب ضرور واقع ہوگا۔عذاب تو چار و ناچار انہیں ملنے ہی والا ہے۔

﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ (60)﴾

''پھر بلاشبہ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا تباہی ہے، ان کے اس دن سے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔''(60)

سوال: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴾ ''پھر بلاشبہ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا تباہی ہے، ان کے اس دن سے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''پھر بلاشبہ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا تباہی ہے'' یعنی قیامت کے دن کافروں کے لیے بڑی ہلاکت ہے، بربادی ہے، تباہی ہے۔(2) ویل جہنم کی وادی ہے جہاں اہل دوزخ کا پسینہ، کچ لہو اور زخموں کا دھوون بہتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔(ایسر التفاسیر:1530)(3)﴿مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴾ ''ان کے اس دن سے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' وہ دن جس کا وعدہ دیا گیا قیامت کا دن ہے۔یہ وہ دن ہے جس کے عذابوں کی وعیدیں سنائی گئیں۔اور جس دن کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہوگا۔

سورہ الطّور

سوال1: سورہ الطّور کب اور کہاں نازل ہوئی؟

جواب:(1) سورہ الطّور مکہ میں اور سورہ السجدہ کے بعد نازل ہوئی۔

سوال2: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:اس سورت میں دو رکوع اور 49 آیات ہیں۔

سوال3:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب:نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 76 نمبر پر ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 52 ویں سورت ہے۔

سوال4:سورہ الطّور کا نام الطّور کیوں ہے؟

جواب:سورۃ الطّور کا آغاز اللہ تعالیٰ کی جبل طور کی قسم سے ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ یہ اس پہاڑ کا عظیم شرف ہے۔(تفسیر منیر:55/14)

سوال5:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:(1)سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیماری کی شکایت کی۔فرمایا:لوگوں کے پیچھے پیچھے سوار ہو کر طواف کر لو۔چنانچہ میں نے طواف کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی ایک طرف نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ الطّور کی تلاوت کر رہے تھے۔(بخاری)
(2)سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں سورۃ الطّور پڑھتے ہوئے سنا۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے زیادہ پیاری کسی کی آواز یا قرأت نہیں سنی۔(بخاری ومسلم)

رکوع نمبر:3

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَالطُّوْرِ(۱)﴾

''قسم ہے طور کی!''(1)

سوال:﴿وَالطُّوْرِ﴾ ''قسم ہے طور کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)طور کے معنی عبرانی زبان میں پہاڑ کے ہیں جس پر درخت اگتے ہوں۔(قرطبی)(2)طور وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ہم کلام ہوا اور اس نے ان کی طرف وحی بھیجی اور ان پر احکام شریعت نازل فرمائے۔یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیاں اور اس کی نعمتیں ہیں، بندے جن کو شمار کر سکتے ہیں نہ ان کی قیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2628/3)(3)اللہ رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا پر کوہ طور کی قسم اٹھائی ہے۔

﴿وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ(2)﴾

''اور لکھی ہوئی ایک کتاب کی!''(2)

سوال: ﴿ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴾ ''اور لکھی ہوئی ایک کتاب کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)لکھی ہوئی کتاب سے مراد لوح محفوظ اور ساری الہامی کتابیں ہیں۔(2)لکھی ہوئی کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جو سب سے فضیلت والی کتاب ہے۔جو پہلے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کی خبر دیتا ہے۔

﴿فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ (3)﴾

''ایسے کاغذ میں جو کھلا ہوا ہے۔''(3)

سوال:﴿فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ﴾ ''ایسے کاغذ میں جو کھلا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِیْ رَقٍّ﴾ ''ایسے کاغذ میں'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رق سے مراد صحیفہ ہے۔(جامع البیان:18/27)(2)نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یا جلد جس پر لکھا جاتا ہے۔(3)﴿ مَّنْشُوْرٍ ﴾ ''جو کھلا ہوا ہے'' اس سے مراد کھلی ہوئی ہے کہ جس پر کوئی مہر نہیں یا واضح جس میں کچھ بھی چھپا نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کچھ باطل نہیں کہ اس میں سے باطل ظاہر نہ ہو جائے یہاں تک کہ اسے چھپا لیا جائے اور اسے ظاہر نہ کیا جائے۔(الاساس فی التفسیر:5541/10)

﴿ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ (4) ﴾

''اور آباد گھر کی!''(4)

سوال:﴿ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴾''اور آباد گھر کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بیت المعمور عرش کے محاذ میں ایک گھر ہے جسے فرشتے آباد رکھتے ہیں، روزانہ اس میں ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔پھر کبھی ان کی باری نہیں آتی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: جانتے ہو بیت المعمور کیا ہے؟ بولے: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔فرمایا: کعبہ کے مقابلے میں آسمان کی مسجد ہے۔اگر گرے تو کعبہ پر ہی گرے۔اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں پھر جب اس سے نکل آتے ہیں تو پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آتی۔(مختصر ابن کثیر:1940/2)(2)کہا جاتا ہے کہ ''بیت المعمور'' سے مراد بیت اللہ ہے جو ہر وقت طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں، ذکر کرنے والوں اور حج وعمرہ کے لیے آنے والوں سے آباد رہتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں قسم کھائی ہے:﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ (۳) ﴾''اور اس پرامن شہر کی قسم!''(التین:3)بیت معمور وہ گھر ہے جو روئے زمین کے تمام گھروں سے افضل ہے، لوگ حج اور عمرہ کے لیے اس کا قصد کرتے

ہیں جو اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن اور اس کی ان عظیم بنیادوں میں سے ہے جن کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا، یہ وہ گھر ہے جس کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے جمع ہونے اور امن کی جگہ مقرر فرمایا، یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھائے اور اس کی عظمت کو بیان فرمائے جو اس گھر کے اور اس کی حرمت کے لائق ہے۔ (تفسیر سعدی:2628/3) (3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ فرشتوں نے پوچھا، کون ہے؟ جواب دیا: جبریل۔ پوچھا، تمھارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتوں نے کہا، کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔ پھر (جب) ہمارے لیے دروازہ کھلا تو میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، وہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ بیت المعمور وہ مکان ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں (جب وہ اس میں سے نکل آتے ہیں تو) پھر دوبارہ اس میں داخل نہیں ہوتے۔'' (مسلم:411)

﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ (5)﴾

''اور اونچی اٹھائی ہوئی چھت کی!'' (5)

سوال: ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ ''اور اونچی اٹھائی ہوئی چھت کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) بلند چھت سے مراد آسمان ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ج صلے وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ (الانبیاء:32) (2) آسمان کو رب العزت نے زمین کے رہنے والوں کے لیے بنیاد بنایا۔ زمین کی کتنی ہی سرگرمیاں آسمان سے متعلق ہیں۔ آسمان سے بارش برستی ہے۔ آسمان کے سورج سے روشنی اور حرارت آتی ہے۔

﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ (6)﴾

''اور لبالب بھرے ہوئے سمندر کی!'' (6)

سوال: ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾ ''اور لبالب بھرے ہوئے سمندر کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور لبالب بھرے ہوئے سمندر کی'' پانی سے لبریز سمندر جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے زمین پر پھیل جانے کی اجازت نہیں دی تاکہ مخلوقات زندہ رہ سکیں۔ (2) مسجور سے مراد بھڑکتے ہوئے سمندر بھی ہیں جیسے قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔ (التکویر:6) (3) یعنی وہ سمندر جس میں قیامت کے دن آگ بھڑکائی جائے گی اور اس میں شعلے

بھڑک رہے ہوں گے۔

﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ(7)﴾

''بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے''(7)

سوال:1﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ﴾''بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے طور، آسمان، بیت معمور، بحر مسجور اور کتاب کی جو قسمیں کھائی ہیں وہ اس بات پر دلیل ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حیات بعد الموت کے دلائل ہیں۔اسی لیے فرمایا:﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ﴾''بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب لازماً واقع ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی بات اور اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

سوال:2 ربّ کے عذاب یقینی طور پر واقع ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کیا دلائل دیے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کے دلائل دیئے ہیں(i)طور،(ii)لکھی ہوئی کتاب جو باریک جھلی میں ہے(iii)،آباد گھر،اونچی چھت اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ تیرے ربّ کا عذاب یقیناً واقع ہونے والا ہے۔اس کا اس نے وعدہ کیا ہے۔

﴿ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ(8)﴾

''اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔''(8)

سوال:﴿مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾''اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹانے والا کوئی نہ ہوگا۔کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے بھاگ سکے یا اس کی قدرت کا مقابلہ کر سکے۔(2)سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روز سورہ طور پڑھی۔ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا رب کعبہ کی قسم سچی ہے۔سواری سے اترے اور ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے رہے جب اس آیت پر پہنچے تو ایک آہ سرد بھری جس کے بعد بیس روز تک بیمار رہے،لوگ عیادت کو آتے مگر یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ بیماری کیا ہے۔(ابن کثیر)(3)سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ اس لئے آیا کہ رسول اللہ ﷺ سے بدر کے قیدیوں کے متعلق گفتگو کروں ،میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھ رہے تھے اور آواز مسجد سے باہر تک پہنچ رہی تھی،جب یہ آیت پڑھی﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ،مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴾ اچانک میری یہ حالت ہوئی کہ گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائے گا،میں نے فوراً اسلام قبول کیا مجھے اس وقت

یہ محسوس ہورہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا کہ مجھ پر عذاب آجائے گا۔(قرطبی)

﴿ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (۹)﴾

''جس دن آسمان لرزے گا،سخت لرزنا۔''(9)

سوال:﴿ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴾''جس دن آسمان لرزے گا،سخت لرزنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴾قیامت کا روز مراد ہے۔اس کا تھرتھر کانپنا معنی متبادر کے اعتبار سے ہے یا اس کا پھٹنا مراد ہے جیسا کہ﴿ اذاالسماء انشقت ﴾میں فرمایا گیا ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان دونوں تفسیروں میں کوئی تعارض نہیں ہے بطور تعاقب دونوں کا تحقق ہوسکتا ہے۔(تفسیر کمالین جلالین:810/6)(2)یعنی جس دن آسمان زور زور سے کانپے اور گھومے گا اور مسلسل حرکت میں رہے گا حتیٰ کہ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے یا گھومے گا۔

﴿ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (10)﴾

''اور پہاڑ چلیں گے،بہت چلنا۔''(10)

سوال:﴿وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا﴾''اور پہاڑ چلیں گے،بہت چلنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)'اور پہاڑ چلیں گے،بہت چلنا'یعنی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے یعنی بکھری ہوئی ریت اور اڑتے ذروں کی طرح ہوجائیں گے۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْمِنْهُمْ اَحَدًا (۴۷)﴾''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے،چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔(الکھف:47)(3)پہاڑ بادلوں کی طرح چلنے لگیں گے اور دھنکی ہوئی اون کی طرح غبار بن جائیں گے۔(4)پہاڑوں کی یہ حالت قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوگی۔استغفراللہ۔

﴿فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۱۱)﴾

''چنانچہ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔''(11)

سوال:﴿فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾''چنانچہ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)الویل ہر قسم کی عقوبت،حزن وغم،عذاب اور خوف کے لیے ایک جامع کلمہ ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں کا وصف

بیان فرمایا جو اس ویل کے مستحق ہیں۔(تفسیر سعدی:2629/3)(2) قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی و بربادی ہے۔

﴿ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ(12) ﴾

''جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں۔''(12)

سوال: ﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ﴾ ''جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں''یعنی جو لوگ اپنے کفر میں مشغول ہیں اور باطل میں کھیل رہے ہیں۔(ایسر التفاسیر: 1530)(2) یعنی وہ باطل میں گھس کر اس سے کھیل رہے ہیں، پس ان کے تمام علوم اور ان کی تمام ضرر رساں علمی تحقیقات تکذیب حق اور تصدیق باطل کو متضمن ہیں، ان کے تمام اعمال، جہلاء، سفہا اور لہو ولعب میں مشغول لوگوں کے اعمال ہیں، بخلاف ان اعمال کے جن پر اہل تصدیق اور اہل ایمان کاربند ہیں، یعنی علوم نافعہ اور اعمال صالحہ۔(تفسیر سعدی:2629,2630/3)(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾ چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دو، وہ فضول بحث کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔(الزخرف:83)

﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (13) ﴾

''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔''(13)

سوال: ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا﴾ ''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا''یعنی جس دن انہیں دھکے دے کر جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔انہیں چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور نہایت سختی سے آگ کی طرف ہانکا جائے گا۔(2) دع بمعنی دھکے مار کر نکال دینا۔سختی سے رفع کرنا۔(فقہ اللغۃ) (3) یعنی کافر جہنم کی طرف جانے کو تیار نہ ہوں گے تو انہیں دھکے مار کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔(تیسیر القرآن:307)

﴿ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (14)﴾

''یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔''(14)

سوال: ﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے''اہل جہنم کوملامت کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی تمہیں اس آگ سے ڈراتے تھے۔ یہ وہ جہنم ہے جس کوتم نہیں مانتے تھے۔ یہ وہ آگ ہے جس کا عذاب دائمی ہے۔

﴿ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (15)﴾

''تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟''(15)

سوال1: ﴿ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾''تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَسِحْرٌ هٰذَآ﴾''تو کیا یہ جادو ہے''یعنی یہ عذاب جس کوتم دیکھتے ہو جس کے بارے میں تمہیں قرآن میں بتایا گیا، یہ بتاؤ کیا یہ جادو ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں؟(2)﴿اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾''یا تم دیکھتے ہی نہیں؟''یعنی اب تم نے آگ کو دیکھ لیا ہے یہ بتاؤ کیا دنیا میں اس کا علم نہیں رکھتے تھے یا تمہارے اندر کوئی بصیرت نہیں تھی؟ کیا انبیاء نے تمہیں اس کے بارے میں علم نہیں دیا؟ کیا دلائل سے اس کا حق ہونا ثابت نہیں کیا؟

سوال2: یہ بات کیوں کہی جائے گی کہ کیا یہ جادو ہے یا تمہیں نظر نہیں آتا؟

جواب: یہ بات انہیں ڈانٹنے اور حسرت میں مبتلا کرنے کے لیے کہی جائے گی ورنہ آنکھوں سے تو وہ دیکھ رہے ہوں گے اور حقیقت کو پہچان رہے ہوں گے۔

سوال3:''تم دیکھتے ہی نہیں'' کے الفاظ سے کیا احساس دلایا گیا ہے؟

جواب: اس سے یہ احساس دلایا گیا ہے کہ دنیا میں تو تمہیں حق نظر نہیں آتا تھا کیا اب عذاب دیکھنے سے بھی اندھے ہو گئے ہو؟ تم اس آگ کو اُسی طرح نہیں دیکھ رہے ہو جیسے تم قرآن کو نہیں دیکھتے تھے۔ کیا یہ آگ بھی محض جادو ہے جیسے تم قرآن کو جادو کہا کرتے تھے؟

﴿ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ج سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ط اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (16)﴾

''اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔''(16)

سوال1:﴿اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ج سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ط اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾''اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِصْلَوْهَا﴾''اس جہنم میں داخل ہو جاؤ''یعنی جہنم میں داخل ہو جاؤ تا کہ اس کی آگ تمہیں گھیرے میں لے حتیٰ کہ دلوں تک پہنچ جائے اور تم اس میں جھلستے رہو۔(2)﴿ فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ج سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے''اب

جہنم میں تمہیں صبر فائدہ نہیں دے گا، نہ تم اس آگ سے نجات پا سکو گے، نہ تمہارے عذاب میں کمی کی جائے گی۔(3) صبر کرو یا نہ کرو عذاب کی شدت برقرار رہے گی اور مشقت کم نہیں ہوگی۔(4) ﴿ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے'' یعنی آج تم جس آگ کے حق دار ہو وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر ظلم نہیں کیا۔

سوال2: جہنمیوں کو صبر کرنے یا نہ کرنے سے کیسے حسرت میں مبتلا کر دیا جائے گا؟

جواب: جہنمیوں کو احساس دلایا جائے گا: (1) دنیا میں جیسے تمہارے لیے نصیحت کرنا یا نہ کرنا برابر تھا، ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر تھا ایسے ہی آج صبر کرو گے تو وہی آگ ہے اور نہ کرو گے تو وہی آگ ہے یعنی برابر ہے۔(2) انہیں احساس دلایا جائے گا کہ چیخو یا چپ رہو جہنم میں رہنا مقدر ہے۔(3) دنیا میں تو صبر کرنے پر ثواب ہے آخرت میں کوئی جزا نہیں ہوگی حتیٰ کہ صبر کی وجہ سے انسان کے عذاب میں بھی کوئی تخفیف نہیں ہوگی۔

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (17)﴾

''متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔''(17)

سوال1: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴾ ''متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''متقی لوگ بلاشبہ'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کے کام کیے اور وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی کے کام چھوڑ دیے۔(2) اہل تقویٰ وہ ہیں جنہوں نے ایک رب کی عبادت کی فرائض ادا کیے اور نواہی سے اجتناب کیا۔(ایسر التفاسیر:1532)(3) جنہوں نے تقویٰ کو اپنا شعار بنا لیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کی ناراضی سے بچنے کے لیے ان کاموں سے رکتے رہے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔(4) ﴿ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴾ ''باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے'' وہ باغات میں ہوں گے، ان باغات کی روشوں کو گھنے درختوں نے ڈھانپ رکھا ہوگا، ان میں اچھلتی کودتی ندیاں ہوں گی، چار دیواری سے گھرے ہوئے محل اور آراستہ کیے ہوئے گھر ہوں گے، ﴿وَّنَعِيْمٍ﴾ یہ قلب کی نعمت اور روح و بدن کی نعمت کو شامل ہے۔(تفسیر سعدی:2631/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنے والوں کے لیے کیا کچھ تیار کیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنے والوں کے لیے باغات اور نعمتیں ہیں ان کے گھر، ان کے لباس، کھانے، حسین و جمیل بیویاں یہ نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے بہت بڑھ کر ہوں گی جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا نہ دل نے ان کا اندازہ لگایا۔

﴿ فَاكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (18) ﴾

''وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہوں گے اس سے جو ان کے رب نے انہیں دیا، اور ان کے رب نے انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچالیا ہے۔''(18)

سوال1: ﴿فَاكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ﴾ ''وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہوں گے اس سے جو ان کے رب نے انہیں دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاكِهِيْنَ﴾ ''وہ لطف اندوز ہونے والے ہوں گے'' اس میں اشارہ ہے کہ وہ ان کا نہ مشغلہ ہوگا نہ مشقت بلکہ وہ اس میں لذت لیں گے، خوشی اور فرحت حاصل کریں گے۔(تفسیر مراغی:1308/9)(2) ﴿بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ﴾ ''اس سے جو ان کے رب نے انہیں دیا''، یعنی جو نعمتیں انہیں ان کا رب دے گا جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے اس کے بدلے میں جو انہوں نے اپنے رب کی پسند کے کام کیے اور اس کی ناراضگی کے کاموں کو چھوڑ دیا۔

سوال2: ﴿وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ''اور ان کے رب نے انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچالیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت انہیں آگ کے عذاب سے بچالے گا جو کہ بہت بڑی نعمت ہے۔

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا ۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (19)﴾

''خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے۔''(19)

سوال: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا ۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ ''کھاؤ اور پیو'' یعنی طرح طرح کے نفیس اور لذیذ کھانے کھاؤ اور جو تمہارا دل چاہے پیو۔(2) ﴿هَنِيْٓـًٔا﴾ ''خوب مزے سے''، مزے سے، خوشی اور سرور سے۔(3) ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے''، یعنی یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا ۢ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ ''مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے۔(الحاقۃ:24)(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا آپ

ﷺ کے اعمال بھی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اعمال بھی مجھ کو جنت میں نہیں لے جائیں گے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی مجھے ڈھانپ لے۔ (بخاری، کتاب الرضیٰ)

﴿ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (20) ﴾

''وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔'' (20)

سوال 1: ﴿ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾ ''وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ﴾ ''وہ تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے'' الاتکاء سے مراد ہے آرام اور سکون کے ساتھ جم کر بیٹھنا۔ (2) ﴿ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ﴾ ''صف بہ صف تختوں پر'' سُرُرٍ سے مراد وہ تخت ہیں جو خوب صورت بچھونوں سے سجائے گئے ہوں گے۔ ﴿مَّصْفُوْفَةٍ﴾ ''صف بہ صف'' یعنی جڑاؤ تختوں پر بے فکری اور آرام سے بیٹھے ہوں گے۔ (3) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: جنتی کو جنت میں ٹیک لگائے ہوئے آرام سے بیٹھے چالیس سال گزر جائیں گے۔ انہیں ہلنے جلنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ ایک وضع پر بیٹھنے سے وہ اکتائیں گے۔ جس چیز کو دل چاہے گا وہی آموجود ہوگی۔ آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کی لذت آنکھوں کے سامنے ہوگی۔ (مختصر ابن کثیر: 1942/2) (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (١١) وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا (١٢) مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (١٣)﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کی مصیبت سے انہیں بچایا اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے۔ اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں انہیں جنت اور ریشم دیا۔ وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی۔ (الدھر: 13-11)

سوال 2: ﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾ ''اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت کی جانب سے بدن اور روح کی ساری نعمتیں اکٹھی ہو جائیں گی تو خوب صورت اور خوب سیرت گوری اور بڑی آنکھوں والی حوریں انہیں دے دی جائیں گی جو ان کا دل لبھائیں گی اور ہر وقت ان کی خاطر مدارات کریں گی۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (21) ﴾

''اور جولوگ ایمان لائے اوران کی اولاد جوایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کوان کے ساتھ ملادیں گے اوران کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے۔ ہر شخص اس کے بدلے جواس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔''(21)

سوال1: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾''اور جولوگ ایمان لائے اوران کی اولاد جوایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کوان کے ساتھ ملادیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾''اور جولوگ ایمان لائے''یعنی جن لوگوں نے ایمان لانے کا حق ادا کیا جو کہ دل کا یقین، زبان کا قول اور ارکان پرعمل ہے۔(2)﴿وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ ﴾''اوران کی اولاد جوایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی''یعنی جن لوگوں کی اولاد نے ایمان لانے میں ان کی اتباع کی۔(3)﴿اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾''ہم ان کی اولاد کوان کے ساتھ ملادیں گے''اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اولاد کو بھی ماں باپ کے مرتبے تک پہنچادیں گے اگرچہ اولاد کے اعمال ان جیسے نہ ہوں۔انہیں دیکھ کر ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔یہ اہل جنت کی نعمتوں کی تکمیل ہے۔

سوال2: ﴿وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴾''اوران کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اوران کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے''یعنی ان کے ماں باپ کے اعمال اور مرتبوں میں کمی نہیں کی جائے گی۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآءِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾''اے ہمارے رب!اورانہیں ہمیشہ کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اوران کے والدین اور بیویوں اوراولاد میں سے بھی جو نیک ہیں۔یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(المؤمن:8)(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آدمی جب جنت میں داخل ہوگا تو اپنے والدین، بیوی اوراولاد کے بارے میں دریافت کرے گا۔اس سے کہا جائے گا کہ وہ تیرے درجہ اوراور عمل کونہیں پہنچے۔وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ!میں نے اپنے لئے اوران کے لیے عمل کیا تھا۔اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ انہیں بلند درجہ دے کران کے ساتھ ملادیا جائے۔اس کے بعد سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی۔ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کا درجہ بلند فرمائے گا۔وہ عرض کرے گا''یہ بلند درجہ مجھے کیسے مل گیا؟''اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''تیرے لڑکے کے تیرے لئے استغفار کی وجہ سے۔'' (شوکانی، اشرف الحواشی:625/1) (4)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں:صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جواس کے لیے دعا کرتی رہے۔(مسلم: 4223)

سوال3:اللہ تعالیٰ اہل جنت کی اولاد کے درجات کو بلند کرکے ان پر کیسے احسان فرمائیں گے؟

جواب:اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر جو تقویٰ اوراخلاص کی وجہ سے اوراپنے اعلیٰ اعمال کی وجہ سے جنت کے اعلیٰ درجوں تک پہنچیں گے اوران کی

اولاد بھی ایمان والی ہوں گی تو اگران کی اولاد کم تر درجے میں ہوگی تو ان کی اولاد کوان کے والدین سے ملادے گا۔اس طرح ایمان والوں پر دوگنا احسان ہوگا ایک تو ان کی اولاد ان سے ملادی جائے گی اور دوسرا ان کے درجات بلند کر دیئے جائیں گے۔

سوال4: یہ احسان صالحین کی اولاد پر کس وجہ سے کیا جائے گا؟

جواب: صالحین پر یہ انعام ان کے والدین کے اعمال کی برکت کی وجہ سے کیا جائے گا۔

سوال5: ﴿ كُلُّ امْرِئٍۢ م بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے''یعنی ہر شخص اپنے عمل ہی کا رہن ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل کی خبر دی ہے۔اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے مقام فضل کی خبر دی تھی کہ ایمان والی اولاد کو ماں باپ کے بلند درجے تک پہنچائے گا۔اس رتبے کی بلندی کا سبب ان کے اعمال نہیں اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوگا۔(2) رب العزت نے خبر دی ہے کہ کوئی کسی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا۔ہر شخص اپنے اعمال میں گرفتار ہوگا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ م بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (۳۸) اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (۳۹)﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا۔مگر دائیں باز و والے۔(المدثر:38,39)

﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ(22)﴾

''اور جو پھل اور گوشت وہ چاہیں گے ہم انہیں زیادہ دیتے رہیں گے۔''(22)

سوال: ﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴾ ''اور جو پھل اور گوشت وہ چاہیں گے ہم انہیں زیادہ دیتے رہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ﴾''اور ہم انہیں زیادہ دیتے رہیں گے''یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جنت والوں کو اور نعمتیں عطا فرمائیں گے۔(2) آباء اور ابناء جنت کے رہائشی بن جائیں گے۔(ایسر التفاسیر)(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ (41) فَوَاكِهُ ج وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ (42) فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (43) عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (44) يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (45) م بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (46) لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (47) وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ (48) كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ (49)﴾ ''ان ہی کے لیے معلوم رزق ہے۔لذیذ پھل ہیں اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے۔نعمت بھری جنتوں میں۔تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ان پر صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر پھرائے جائیں گے۔سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔نہ اس میں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے۔اور ان کے پاس نگاہیں بچانے والی موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔گویا وہ چھپا کر رکھے

گئے انڈے ہیں۔(الصافات: 49-41)(4)﴿ بِفَاكِهَةٍ ﴾''پھل''یعنی قسم قسم کے مرغوب اور لذیذ پھل۔(4)﴿ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴾'' اور جو گوشت وہ چاہیں گے'' پرندوں اور مختلف طرح کے گوشت وہ خود طلب کریں گے۔

﴿ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ (23)﴾

''وہ ایک دوسرے سے جام شراب چھینیں جھپٹیں گے جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا''(23)

سوال1:﴿ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴾''ایک دوسرے سے جام شراب چھینیں جھپٹیں گے جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا ﴾''وہ ایک دوسرے سے جام شراب چھینیں جھپٹیں گے''جنت میں شراب کے جاموں کا دور چلے گا اور اہل جنت ایک دوسرے سے لپک لپک کر جام لے رہے ہوں گے۔ان کے خدمت گاران کے لیے شراب کے جام لیے گھوم رہے ہوں گے۔(2)﴿ لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾''جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا''اہل جنت شراب پی کر لغو باتیں نہیں کریں گے یعنی بے فائدہ باتیں۔(3) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہ بے ہودہ باتیں ہوں گی، نہ گناہ کی باتیں۔دنیا میں باطل شیطان کے ساتھ ہوتا ہے۔ (جامع البیان:31/27)(4) رب العزت نے جنت کی شراب کے بارے میں فرمایا:﴿بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (46) لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (47)﴾''سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔نہ اس میں دردسر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے۔(الصافات:46,47)

(5)﴿ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴾اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے۔(الواقعہ:19)

سوال2:اہل جنت ایک دوسرے سے جام شراب لپک لپک کر لیں گے اس سے ان کے تعلقات کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل جنت میں گہری محبت ہوگی۔

سوال3:جنت کی شراب دنیا کی شراب سے کس اعتبار سے مختلف ہے؟

جواب:جنت کی شراب میں دنیا کی شراب کی طرح بہکنے اور گناہ کے کام کرنے کی تاثیر نہ ہوگی۔جنت کی شراب پی کر نہ کوئی بہکے گا نہ فضول گفتگو کرے گا نہ اتنا مست ہوگا کہ گناہ کا ارتکاب کرے کیونکہ انسان غفلت میں گناہ کرتا ہے۔جنت کی شراب کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (24) ﴾

''اور ان کے لیے نوعمر غلام پھر رہے ہوں گے گویا وہ چھپا کر رکھے موتی ہوں۔''(24)

سوال:﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾''اور ان کے لیے نوعمر غلام پھر رہے ہوں گے گویا وہ چھپا

کر رکھے موتی ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ ﴾''اوران کے لیےنوعمر غلام پھر رہے ہوں گے''اہل جنت کے خدمت گاروں کی خبر دی گئی ہے کہ وہ اطاعت شعار ہوں گے۔(2)﴿ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾''گویا وہ چھپا کر رکھے موتی ہوں''یعنی یہ خدمت گار حسن و جمال میں سیپ سے نکلے ہوئے موتی کی طرح ہوں گے۔(4)خدمت گزاروں کا حسن،زینت،صفائی ستھرائی،رونق اور لباسوں کی خوب صورتی دیکھنے کے قابل ہوگی۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا(19)﴾''اوران کے آس پاس کم سن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے،جب آپ انہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔''(الدھر:19)

﴿ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (25)﴾

''اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے،وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے۔''(25)

سوال1:﴿ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴾''اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے،وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے،وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے''اہل جنت ایک دوسرے سے دنیا کے حالات اور معاملات کے بارے میں بات چیت کریں گے یعنی شراب کے جام پی کر گذشتہ واقعات یاد کریں گے کہ کیسے دنیا میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔

سوال2:اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر دنیا کے حالات کے بارے میں کیا پوچھیں گے؟

جواب:اہل جنت ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ انہوں نے کن حالات میں زندگی گزاری ہے؟ایمان اور عمل کے تقاضے کیسے پورے کیے ہیں؟

﴿ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ(26)﴾

وہ کہیں گے:''اس سے پہلے ہم اپنے اہل وعیال میں ڈرنے والے تھے۔''(26)

سوال1:﴿ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴾''وہ کہیں گے:''اس سے پہلے ہم اپنے اہل وعیال میں ڈرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالُوْٓا ﴾''وہ کہیں گے''یعنی وہ ان یادوں کو دہرائیں گے یعنی وہ کام جنہوں نے ابدی خوشی کے مقام تک پہنچادیا۔(2)﴿ اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴾''اس سے پہلے ہم اپنے اہل وعیال میں ڈرنے والے تھے''یعنی ہم دنیا میں اپنے گھر والوں کے درمیان اوراپنی اولاد کے ساتھ رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہتے تھے۔(ایسرالتفاسیر:1533)

سوال2:اہل جنت گھر والوں کے درمیان رہتے ہوئے ڈر کر کیوں زندگی گزارتے ہیں؟

جواب:اہل جنت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو ہے ہی ڈرنے کے لائق۔

سوال3:اہل جنت اپنے خوف کی وجہ سے دنیا میں کیسے عمل کرتے ہیں؟

جواب:(1)اہل جنت اپنے خوف کی وجہ سے دنیا میں عذاب سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں۔(2)وہ ایسے کام کرتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات مل جائے۔

﴿ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (27) ﴾

''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچالیا۔''(27)

سوال1:﴿ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴾''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچالیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ﴾''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا''یعنی اللہ تعالیٰ نے ہماری مغفرت کر کے ہم پر احسان کیا ہے۔(2)﴿وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴾''اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچالیا''یعنی دوزخ کے عذاب سے ہمیں نجات دلائی ہے جس کی حرارت جسم کے مساموں میں گھس جاتی ہے۔(ایسرالتفاسیر:1533)(3)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر سموم کے عذاب میں سے اللہ تعالیٰ ایک پور برابر دنیا والوں پر ڈال دے تو زمین سمیت سب جل کر راکھ ہو جائیں۔(شوکانی،اشرف الحواشی:626/1)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ (41) فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ (42) وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (43)﴾''اور بائیں ہاتھ والے،کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے!وہ انتہائی گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں۔اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔(الواقعہ:43-41)

سوال2:اہل جنت اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اعتراف کیسے کریں گے؟

جواب:اہل جنت کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا۔ہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچالیا۔

﴿ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (28) ﴾

''بلاشبہ ہم پہلے ہی اس سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ بہت احسان کرنے والا، نہایت رحم والا ہے''(28)

سوال1: ﴿ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ﴾ ''بلاشبہ ہم پہلے ہی اس سے دعائیں کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''بلاشبہ ہم پہلے ہی اس سے دعائیں کیا کرتے تھے''یعنی دنیا میں گڑگڑاتے اور دعائیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب سموم سے بچائے اور نعمت بھری جنتوں میں داخل کردے۔ یہ جملہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں کو شامل ہے۔(تفسیر سعدی:2634/3)

(2)اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں پوری کردیں اور ہمیں کامیاب کردیا۔

سوال2: ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴾ ''یقیناً وہ بہت احسان کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ محسن الصادق ہے۔ ہم پر اس کا احسان اور رحمت ہے کہ اس نے ہمیں اپنی رضا اور جنت سے بہرہ ور کیا اور اپنی ناراضی اور جہنم کے عذاب سے بچایا۔(تفسیر سعدی:2634/3)

سوال3: اہل جنت اپنے جنت تک پہنچنے کے معاملے کو کیسے واضح کریں گے؟

جواب: اہل جنت کہیں گے کہ یقیناً ہم صرف اسی کی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔

سوال4: اہل جنت اپنے ربّ کا کیسے شعور رکھتے ہیں؟

جواب:(1)اہل جنت اپنے ربّ کو البر یعنی محسن سمجھتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احسان سے دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کرتا ہے اور راضی ہوجاتا ہے۔(2)اہل جنت اللہ تعالیٰ کو الرحیم سمجھتے ہیں اس کی رحمتوں کا گہرا شعور رکھنے کی وجہ سے ہی دنیا میں اس کے ساتھ جڑے رہتے ہیں اور امید کا رشتہ باندھتے ہیں۔غم، خوف اور مصیبت میں بھی اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور جنت میں داخلے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھتے ہیں۔

رکوع نمبر:4

﴿ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ(29)﴾

''پس آپ نصیحت کریں کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔''(29)

سوال: ﴿ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴾ ''پس آپ نصیحت کریں کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَذَكِّرْ ﴾ ''پس آپ نصیحت کریں'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ تمام لوگوں کو، مسلمانوں اور کافروں کو نصیحت کرتے رہیں۔قرآن سنا سنا کر انہیں سمجھاتے رہیں تاکہ لوگ آپ ﷺ کی نصیحت سے سیدھا راستہ پالیں اور ظالموں پر

حجت قائم ہوجائے۔(2)﴿ فَمَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّکَ بِکَاهِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ ﴾ ''کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں'' مشرک جو آپ ﷺ پر دیوانگی اور کہانت کا الزام لگا رہے ہیں سراسر جھوٹ ہے۔آپ ﷺ ان جھٹلانے والوں کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ان باتوں سے وہ لوگوں کو آپ ﷺ کی بات ماننے سے روکتے ہیں۔آپ ﷺ اپنے رب کے فضل سے دیوانے اور کاہن نہیں ہیں۔(3) کاہن تو وہ ہوتا ہے جس کے پاس شیطان یا جنوں کا سردار آتا ہو۔اور اسے کوئی آسمانی خبر سناتا ہو اور وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہو۔آپ ﷺ تو صادق ہیں اور آپ ﷺ پر شیاطین نہیں اترتے۔آپ ﷺ تو شیاطین سے سب سے زیادہ دور ہیں۔(4)﴿ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ ﴾ ''اور نہ ہی دیوانے ہیں'' اور نہ آپ ﷺ دیوانے، فاتر العقل ہیں۔آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ عقل اور حکمت والے ہیں۔آپ ﷺ سے بڑھ کر کون ہے جو صداقت اور امانت میں کامل ہو!

﴿ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيۡبَ الۡمَنُوۡنِ (30)﴾

''کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس پر ہم گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں۔'' (30)

سوال1:﴿ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ ﴾ ''کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ ﴾ ''کیا وہ کہتے ہیں'' کیا جاہل لوگ آپ ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں۔(2)﴿ شَاعِرٌ ﴾ کہ آپ ﷺ شعر کہتے ہیں یعنی آپ ﷺ کے پاس جو کلام آتا ہے وہ شاعری ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهٗ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ وَّقُرۡاٰنٌ مُّبِيۡنٌ ﴾ ''اور ہم نے اس کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ اس کے لائق ہے۔(یسین:69)

سوال2:اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ پر شاعری کا الزام کیوں لگایا تھا؟

جواب:رسول اللہ ﷺ جو کلام پیش کر رہے تھے وہ کلام نادر تھا، دلوں کو چھو رہا تھا اور آپ ﷺ کا دور شاعری کا دور تھا، اس لیے اہل مکہ نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو شاعری اور آپ ﷺ کو شاعر قرار دیا۔

سوال3:﴿ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيۡبَ الۡمَنُوۡنِ ﴾ ''ایک شاعر جس پر ہم گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''جس پر ہم گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں'' یعنی جس کے بارے میں تم انتظار کر رہے ہو کہ اسے موت آجائے اور معاملہ ختم ہوجائے۔(2)﴿الۡمَنُوۡنِ﴾ موت کے ناموں میں سے ہے اور یہی ابن عباس نے اس کی تفسیر کی ہے۔(3)المنون زمانے کے ناموں میں سے ہے۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔(المحرر الوجیز:5/191)(4)ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش جب رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں دارالندوہ میں مشورہ کے لیے جمع ہوئے تو ان میں سے کسی نے کہا کہ ان کو نعوذ باللہ مضبوط زنجیروں میں باندھ دو پھر ان کی موت کا انتظار کرو تاکہ یہ بھی اسی طرح ہلاک ہوجائیں جیسا کہ پہلے شعراء میں سے

زہیراورنابغہ ہلاک ہوگئے کیوں کہ یہ بھی ان ہی کی طرح ہیں اس پراللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیرمنیر:80,79/14)(تفسیرابن عباس:297/3)

﴿قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ (31)﴾

''آپ کہہ دیں کہ تم بھی انتظار کرو، پس بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔''(31)

سوال:﴿قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ﴾''آپ کہہ دیں کہ تم بھی انتظار کرو، پس بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾''آپ کہہ دیں'' آپ ﷺ ان کے الزامات کے جواب میں کہہ دیں۔(2)﴿تَرَبَّصُوْا﴾''تم بھی انتظار کرو''یعنی آپ لوگ میری موت کا یا گردش دوراں کا انتظار کرو۔ یہ وعید ہے۔(3)﴿فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ﴾''پس بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''ہم بھی تمہارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں تمہیں عذاب دیتا ہے۔

﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (32)﴾

''یاان کی عقل انہیں یہی حکم دیتی ہے یا وہ لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں؟''(32)

سوال:﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾''یاان کی عقل انہیں یہی حکم دیتی ہے یا وہ لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ﴾''یاان کی عقل انہیں یہی حکم دیتی ہے''یعنی اتنی بے بنیاد باتیں کیا ان کی عقلیں انہیں سکھاتی ہیں۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کو وہ خود بھی غلط سمجھ رہے ہیں۔(2)﴿اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾''یا وہ لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں؟''یعنی یہ ان کی سرکشی ہے جو انہیں حکم دیتی ہے اور وہ باطل،شر اور فساد کہتے اور کرتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:1535)(3)یعنی کیا ان کا آپ کو یہ جھٹلانا اور ان کی یہ باتیں جو وہ (آپ کے بارے میں) کرتے ہیں،ان کی عقل وخرد سے صادر ہوئی ہیں؟ کتنی بری ہے ان کی عقل وخرد جس کے نتائج اور یہ ثمرات ہیں کیونکہ ان کی عقلوں ہی نے تو مخلوق میں سے زیادہ کامل العقل کو مجنون اور سب سے بڑی صداقت اور سب سے بڑے حق کو جھوٹ اور باطل قرار دیا،ایسی (فاسد) عقلوں سے تو مجانین بھی منزہ ہیں۔یا اس پر جس چیز نے ان کو آمادہ کیا ہے وہ ان کا ظلم اور سرکشی ہے؟اور فی الواقع ظلم اور سرکشی ہی اس کا سبب ہے۔پس سرکشی ایک ایسی چیز ہے جس کی کوئی حد نہیں جہاں آکر وہ رک جائے۔ایک سرکش

اورحدود سے تجاوز کرنے والے شخص سے کسی بھی قول وفعل کا صدور ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔(تفسیر سعدی:3/2635,2636)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے ان کے کردار کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دوسوال کیے ہیں:(1) کیاان کی عقلیں انہیں جھوٹ کہنے اور غلط باتیں کرنے کا حکم دیتی ہیں؟(2) یاانہیں سرکشی اور گمراہی جھوٹے پروپیگنڈے پر امادہ کرتی ہے اس طرح ان کے کردار کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ بے عقل ہیں، سرکش ہیں اور گمراہ ہیں۔

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (33)﴾

''یاوہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اسے گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے۔''(33)

سوال1: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یاوہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اسے گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ﴾ ''یاوہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اسے گھڑ لیا ہے؟'' اور جواب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود اسے گھڑ لیا ہے تو یہ وہ بات ہے جو ان کی عقلوں نے انہیں سکھائی اور نہ ان کی عقلوں سے صادر ہوئی ہے بلکہ یہ ان کا کفر اور تکذیب ہے۔(ایسر التفاسیر:1535)(2) یعنی کیا ان نادانوں کا یہ خیال ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن خود بنالیا ہے دراصل ان کے سینوں میں ایمان نہیں اور کفر کی وجہ سے اس قسم کی باتیں کررہے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/1945)(3) ﴿بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے'' یعنی اگر وہ ایمان لاتے تو ایسی باتیں نہ کرتے۔

سوال2: مشرکین مکہ نے قرآن گھڑ لانے کا الزام کیوں لگایا؟

جواب: ربّ العزت نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ دراصل یہ نہ ایمان لاتے ہیں نہ لانا چاہتے ہیں۔ان کا کفر انہیں اس الزام تراشی پر آمادہ کرتا ہے۔

﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (34)﴾

''چنانچہ اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات ہی بنا کر لے آئیں۔''(34)

سوال1: ﴿فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾ ''چنانچہ اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات ہی بنا کر لے آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ ﴾ ''تو اس جیسی ایک بات ہی بنا کر لے آئیں''یعنی اس قرآن کی مانند کلام لے آئیں۔(2)﴿ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾''اگر وہ سچے ہیں''یعنی اگر وہ اپنی بات میں سچے ہیں کہ محمد ﷺ نے (نعوذ باللہ) خود قرآن گھڑ لیا ہے تو قرآن جیسا کلام لے آئیں۔(3) قرآن کی مثل یعنی اس کے نظم اور بلاغت کے اوصاف اور معانی اور پچھلی قوموں کے حالات اور غیبی معاملات کی خبروں کی صحت کی مثل کلام لے آئیں۔(البحر المحیط :574/9)(4)یعنی تم نہایت فصیح عرب اور بڑے بلیغ لوگ ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں مقابلے کی دعوت بھی دی ہوئی ہے کہ تم اس جیسا کلام بنالاؤ تا کہ تمھاری مخالفت کی صداقت ثابت ہو ورنہ تم قرآن کی صداقت کو تسلیم کرلو اور اگر تم تمام انسان اور جنات اکٹھے ہو جاؤ، تب بھی تم اس کا معارضہ کر سکتے ہو نہ اس جیسا کلام بنا کر لا سکتے ہو۔تب اس وقت تمہارا معاملہ دو امور میں سے ایک ہے یا تو اس کو تسلیم کرتے ہو اور اس کی ہدایت کی پیروی کرتے ہو یا تم عناد رکھتے ہوئے باطل کی اتباع کرتے ہو۔(تفسیر سعدی:2636/3)(5)رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۳) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۱۴)﴾''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو؟ چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟ (ہود:13,14)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے قرآن گھڑنے کا الزام لگانے والوں کو کیسے بے بس کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان کو ابھارا ہے کہ سچے ہو تو ایسا کلام لا کر دکھاؤ، جس کے مضامین انسانی زندگی کی اصلاح کرنے والے ہوں؟ جس کے بیان کی بلاغت بے مثال ہو، جس کا اسلوب نادر ہو، جس میں کائناتی حقائق اور زندگی کے مسائل کا حل ہو۔

﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ (35)﴾

''کیا وہ کسی (خالق) کے بغیر ہی پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود ہی پیدا کرنے والے ہیں؟''(35)

سوال1:﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ﴾''کیا وہ کسی (خالق) کے بغیر ہی پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود ہی پیدا کرنے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ ﴾''کیا وہ کسی (خالق) کے بغیر ہی پیدا کیے گئے ہیں''(1)یعنی کیا یہ خالق کے بغیر خود ہی تخلیق ہو گئے ہیں؟ کیا یہ موجد کے بغیر خود ہی موجود ہو گئے ہیں؟(2)﴿ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ﴾''یا وہ خود ہی پیدا کرنے والے ہیں؟''یعنی کیا انہوں نے خود اپنے آپ کو ایجاد کیا۔کیا انہوں نے خود اپنے آپ کو تخلیق کیا ہے؟(3)حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ خود بخود وجود میں آئے نہ اپنے آپ کے موجد

ہیں، نہ اپنے خالق ہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ان کا تو کوئی وجود نہیں تھا، اللہ تعالیٰ انہیں عدم سے وجود میں لے کر آیا ہے۔(4) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ مغرب کی نماز میں سورہ الطّور پڑھ رہے تھے۔جب آپ اس آیت پر پہنچے: کیا یہ لوگ بغیر کسی کے پیدا کئے پیدا ہو گئے یا یہ خود (اپنے) خالق ہیں؟ یا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کر لیا ہے۔اصل یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں۔کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ حاکم ہیں۔'' تو میرا دل اڑنے لگا۔سیدنا سفیان نے بیان کیا لیکن میں نے زہری سے سنا ہے وہ محمد بن جبیر بن معطم سے روایت کرتے تھے' ان سے ان کے والد (سیدنا جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مغرب میں سورہ والطّور پڑھتے سنا (سفیان نے کہا کہ) میرے ساتھیوں نے اس کے بعد جو اضافہ کیا ہے وہ میں نے زہری سے نہیں سنا۔(بخاری:4854)(5) یہ ان کے سامنے ایک ایسی چیز کے ذریعے سے استدلال ہے جس میں حق کو تسلیم کیے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہیں یا اس سے ان کا عقل و دین کی موجبات سے نکلنا ثابت ہو جائے گا۔اس کی توضیح یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء و رسل کو جھٹلاتے ہیں اور یہ اس حقیقت کے انکار کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔شریعت کے ساتھ ساتھ عقل میں بھی یہ چیز متحقق ہے کہ ان کی تخلیق تین امور میں سے کسی ایک سے خالی نہیں: (الف) ان کو کسی چیز کے بغیر پیدا کیا گیا ہے، یعنی ان کا کوئی خالق نہیں جس نے ان کو تخلیق کیا ہو بلکہ وہ کسی ایجاد اور موجد کے بغیر وجود میں آئے ہیں اور یہ عین محال ہے۔(ب) انھوں نے خود اپنے آپ کو تخلیق کیا ہے اور یہ بھی محال ہے کیونکہ اس بات کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی اپنے آپ کو بذات خود وجود بخشے۔(ج) جب مذکورہ بالا دونوں امور باطل ہو گئے اور ان کا محال ہونا ثابت ہو گیا تو تیسری بات متعین ہو گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان کو تخلیق کیا۔جب یہ بات متعین ہو گئی تو معلوم ہوا کہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے جس کے سوا کسی اور ہستی کی عبادت مناسب ہے نہ درست۔(تفسیر سعدی:2636/3)

سوال2: یہ سوال کیوں کیا گیا کہ کیا وہ بغیر کسی خالق کے بغیر پیدا ہوئے ہیں؟

جواب: یہ سوال اس لیے کیا گیا کہ خالق کی ہدایت کے مطابق تو چلنا پڑتا ہے اب جب یہ اپنے خالق کی ہدایت پر نہیں چل پاتے تو یہ بتائیں کہ کسی خالق کے بغیر پیدا ہو گئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر کسی کا بھی حق نہیں کہ انہیں کسی چیز کا حکم دے یا کسی چیز سے روکے لیکن اگر انہیں ایک خالق نے پیدا کیا ہے تو ان کے پیدا کرنے کا ایک مقصد ہے خالق پیدا کر کے یونہی کیسے چھوڑ سکتا ہے؟

سوال3: یہ سوال کیوں کیا گیا کہ کیا یہ اپنے خود خالق ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شعور کو بیدار کیا ہے کہ کیا یہ خود خالق ہیں؟ اس طرح یہ احساس دلایا ہے کہ وہ خود نہیں اللہ تعالیٰ خالق ہیں۔

﴿ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ (36)﴾

''یا آسمانوں اورزمین کوانہوں نے پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین ہی نہیں رکھتے۔''(36)

سوال1:﴿ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ﴾''یا آسمانوں اورزمین کوانہوں نے پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین ہی نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾''یا آسمانوں اورزمین کوانہوں نے پیدا کیا ہے؟''اوراس کا جواب''نہیں'' ہے۔جب وہ ایک مکھی پیدا کرنے سے بھی عاجز ہیں تو آسمان اورزمین کو پیدا کرنے سے اس سے کہیں زیادہ عاجز ہیں۔(ایسرالتفاسیر:1536)(2)یعنی انہوں نے آسمان اورزمین کو پیدانہیں کیا۔اورجب وہ پیدا کرنے والےنہیں تو کیسےاللہ تعالیٰ کے شریک بن گئے؟(3)﴿ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ﴾ ''بلکہ وہ یقین ہی نہیں رکھتے''یعنی یہ حق کوجھٹلانے والے،حقیقی علم سے محروم لوگ ہیں جس کی وجہ سےانہیں عقلی اورشرعی دلیلوں کوسمجھنا نصیب نہیں ہوتا۔(4)یعنی جب آسمان اورزمین اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں تو پھراس کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہو؟تمہارے یقین نہ لانے نے تمہیں شرک پرمجبور کررکھا ہے۔(5)حق یہی ہے کہ صرف آسمان اورزمین کا خالق ہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اورزمین کی تخلیق کےسوال سے کیا شعوردلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا آسمانوں اورزمین کوانہوں نے پیدا کیا ہے؟اس طرح ان کے دل سے اعتراف کروایا ہے کہ آسمانوں اورزمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔یوں ان کے نہ ماننے کا سبب خود ہی سامنے آجاتا ہے کہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

﴿ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ(37)﴾

''یاان کے پاس آپ کے رب کےخزانے ہیں یاوہی حکم چلانے والے ہیں؟''(37)

سوال1:﴿ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ ﴾''یاان کے پاس آپ کے رب کےخزانے ہیں یاوہی حکم چلانے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّکَ﴾ ''یاان کے پاس آپ کے رب کےخزانے ہیں''یعنی کیا دنیا میں رب کی رحمت کے اختیارات ان کے پاس ہیں یعنی رزق،بھلائیاں،فضیلتیں ان کے اختیار میں ہیں جس کو چاہے دے دیں اور جسے چاہے محروم کردیں۔جیسا کہ رب العزت نےفرمایا:﴿اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ط وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴾''کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کوہم نے ان کے درمیان تقسیم کیا ہےاورہم نے ایک دوسرے پران کے درجے بلند کیے تاکہ ان کا بعض،بعض کوتابع بنالےاورآپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جووہ لوگ جمع کرتے ہیں۔(الزخرف:32)(2)﴿ اَمْ هُمُ

الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴾ ''یاوہی حکم چلانے والے ہیں؟''یعنی کیاوہ غالب اورزورآور ہیں اس لیے جیسے چاہیں ملک میں تصرف کرلیں؟ کیاان کے پاس غیب کے خزانوں کی چابیاں ہیں جس کی وجہ سے یہ مخلوق کا حساب کرنے والے ہیں تواس کا جواب نہیں ہے۔تو پھران کا یہ فیصلہ غلط ہے۔(3)یعنی وہ غالب ارباب ہیں حتیٰ کہ وہ ربوبیت کے امور کی تدبیر کرتے ہیں اورامور ان کے ارادے پرمبنی ہیں؟ابن عطیہ نے کہا: کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے سارے امور کی دولت ہے، کیونکہ مال،صحت،قوت وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔(البحر المحیط:575/9)

سوال2: یہ سوال کیاشعوردلانے کے لیے کیا گیا کہ کیا تیرے رب کے خزانے ان کے پاس ہیں؟

جواب: یہ سوال اس لیے کیا گیا کہ جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہ اختیار رکھتاہے تو کیارب کی رحمت پران کا اختیار ہے جس کو چاہیں نبوت دیں جس کو چاہیں نہ دیں یا جس کو چاہیں رزق دے دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں؟

﴿ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (38) ﴾

''یاان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر(چڑھ کر) وہ غور سے سنتے ہیں؟ تو ان کے سننے والے کو چاہیے کہ واضح دلیل لائے۔''(38)

سوال1: ﴿ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ﴾ ''یاان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر(چڑھ کر) وہ غور سے سنتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یاان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر(چڑھ کر) وہ غور سے سنتے ہیں؟یعنی کیاانہیں غیب کاعلم ہےاور وہ ملاءاعلیٰ کی باتیں سنتے ہیں اورایسےامور کے بارے میں خبریں دیتے ہیں جنہیں ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(تفسیرسعدی:2637/3)

سوال2: ﴿ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''توان کے سننے والے کو چاہیے کہ واضح دلیل لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ ﴾ ''توان کے سننے والے کو چاہیے کہ لائے''یعنی اگر کوئی سیڑھی لگا کر آسمانوں تک جاتا ہےاور فرشتوں کی باتیں سنتاہےتواس پر وہ کوئی آسمانی دلیل پیش کرے۔(2)﴿بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾''واضح دلیل''اور یہ دلیل کہاں سے آسکتی ہے؟اللہ تعالیٰ ہی غیب اورموجود کاعلم رکھتاہے، وہ کسی پرغیب کوظاہرنہیں کرتاسوائے کسی رسول کے جس پر وہ غیب کوظاہر کرنے پرراضی ہو،وہ اپنے علم میں سے جو چاہتاہےاس کے بارے میں اس رسول کوآگاہ کرتاہے۔جب کہ محمد مصطفیٰ ﷺ رسولوں میں سب سے افضل،سب سے زیادہ علم رکھنے والےاوران کے امام ہیں،آپ اللہ تعالیٰ کی توحید،اس کے وعدےاوروعید کے بارے میں سچی خبریں دینے والے ہیں اورآپ کی تکذیب کرنے والے جہالت،ضلالت،گمراہی اورعناد میں مبتلا ہیں،تب دونوں خبر دینے والوں میں سے کون زیادہ مستحق ہے کہ اس کی خبرقبول کی جائے،خاص طور پر جب کہ رسول اللہ ﷺ نے جن امور کی خبر دی ہے،ان پر دلائل وبراہین قائم ہیں جواس بات کے

موجب ہیں کہ یہ عین الیقین، حقیقت اور کامل ترین صداقت ہے۔ان کا اپنے دعوے (انبیاء کے جھوٹے ہونے) پر دلیل قائم کرنا تو کجا، وہ اس میں کوئی شبہ تک پیدا نہیں کر سکتے۔(تفسیر سعدی:2637/3)

سوال3: یہاں سیڑھی لگانے کی بات کیوں کی گئی ہے؟

جواب: یہاں سیڑھی لگانے کی بات اس لیے کی گئی ہے کہ وحی آسمان سے آتی ہے۔محمد ﷺ پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے اور اگر ان کے پاس کوئی زور ہے تو آسمانوں پر جائیں فرشتوں کی باتیں سن کر آئیں اور وحی کے بارے میں معلومات لے کر آئیں۔

﴿ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَـكُمُ الْبَنُوْنَ (39)﴾

''کیا اس کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے؟''(39)

سوال1: ﴿ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَـكُمُ الْبَنُوْنَ ﴾''کیا اس کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ ﴾''کیا اس کے لیے بیٹیاں ہیں''یعنی کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں۔(2)﴿ وَلَـكُمُ الْبَنُوْنَ ﴾''اور تمہارے لیے بیٹے؟''پس تم قابل احتراز امور کو جمع کر رہے ہو یعنی تمہارا اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا اور ناقص ترین صفت کو اس کی طرف منسوب کرنا، رب کائنات کی تنقیص کے بعد بھی کوئی غایت و انتہا ہے۔(تفسیر سعدی:2638/3) (3) رب العزت نے فرمایا :﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ (۵۷) وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (۵۸) يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۵۹)﴾''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں، پاک ہے اس کی ذات! اور ان کے لیے وہی ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کیا ذلت کے باوجود ہی اسے رکھ چھوڑے یا اسے مٹی میں دبا دے؟ سن لو ! بہت ہی برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔(النحل:59-57)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی فکری خرابی کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں ان کے غلط موقف کو سامنے رکھا ہے کہ تم بے زور ہو اور اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کو نہ اولاد کی ضرورت ہے نہ اس کی اولاد ہے اس کے لیے تم خود بیٹھ کر بیٹوں کی بجائے بیٹیاں تصنیف کرتے ہو۔ذرا غور تو کرو ربّ کے بارے میں تمہارا تصور کتنا گھٹیا ہے!

﴿ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ(40)﴾

''یا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟ کہ وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں۔''(40)

سوال1: ﴿ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ﴾ ''یا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟ کہ وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا ﴾ ''یا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟''یعنی کیا آپ ﷺ دعوت وتبلیغ اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے اجر طلب کرتے ہیں؟(2)﴿فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ﴾ ''کہ وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں''جس کے بوجھ تلے یہ لوگ دبے جارہے ہیں۔آپ ﷺ تو بغیر کسی معاوضے کے علم سکھانا چاہتے ہیں۔آپ ﷺ تو پیغام پہنچانے کے لیے مال لگاتے ہیں اور آپ ﷺ تو زکوٰۃ میں سے بھی ان کافروں کے لیے خرچ کرتے ہیں جن کے دلوں کو نرم کرنا مطلوب ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان راسخ ہو جائے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے ایمان نہ لانے پر تاوان کا سوال کیوں کیا ہے؟

جواب: تاوان کا سوال اس لیے کیا ہے کہ مالی بوجھ عام طور پر ناقابل برداشت ہو جاتا ہے تو کیا تم رسول کی بات اس لیے قبول نہیں کر رہے کہ تاوان پڑ گیا ہے اور اس کی ادائیگی ان کے لیے مشکل ہے اگر ایسی بات نہیں تو غور کرو یہ انکار اور تکذیب آخر کس لیے ہے؟

﴿ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ(41)﴾

''یا ان کے پاس کوئی غیب ہے کہ وہ لکھتے ہیں؟''(41)

سوال1: ﴿ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴾ ''یا ان کے پاس کوئی غیب ہے کہ وہ لکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴾ ''یا ان کے پاس کوئی غیب ہے کہ وہ لکھتے ہیں'' کیا یہ غیب کا علم رکھتے ہیں؟ تو آسمان اور زمین میں غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔(2) یعنی کیا انہیں ایسے امور کا علم ہوتا ہے جن کا رسول اللہ کو علم نہیں ہوتا تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا نبی ﷺ کو غیب سے آگاہ فرمایا اتنا مخلوق میں سے کسی ہستی کو نہیں دیا۔

سوال2:غیب کے علم کے بارے میں سوال کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: یہ سوال اس لیے کیا گیا کہ جو غیب کا علم رکھتا ہے تقدیر کے فیصلے وہ کرتا ہے۔ جب تم غیب نہیں جانتے تو تقدیر کے فیصلے نہیں کر سکتے لہٰذا نہ تم محمد ﷺ کے خلاف اب کچھ کر سکتے ہو نہ ان کے مستقبل کے خلاف کوئی سازش کر سکتے ہو۔

﴿اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًاؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ (42)﴾

''یاوہ کسی چال کاارادہ رکھتے ہیں؟ توجن لوگوں نے کفرکیاوہی چال میں آنے والے ہیں۔''(42)

سوال: ﴿اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًاؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ﴾''یاوہ کسی چال کاارادہ رکھتے ہیں؟ توجن لوگوں نے کفرکیاوہی چال میں آنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا﴾''یاوہ کسی چال کاارادہ رکھتے ہیں؟'' کیاوہ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے دین اور جو کتاب آپ ﷺ لائے ہیں اس کے ساتھ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں،یعنی یہ کہ وہ آپ ﷺ کوقتل کردیں یا آپ ﷺ کے دین کو باطل قرار دے دیں۔(2)﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ﴾''توجن لوگوں نے کفرکیاوہی چال میں آنے والے ہیں''یعنی سازشیں کافروں کے سینوں میں ہی رہیں گی۔کافروں نے نبی ﷺ کواوران کے لائے ہوئے دین کونقصان پہنچانے کے لیے ہرچال چلی مگراللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کوفتح ونصرت عطا کی۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ اورانہوں نے خفیہ تدبیر کی اوراللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اوراللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر ہے۔(آل عمران:54)(4)﴿وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (۴۶) فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ (۴۷)﴾''اور بلاشبہ انہوں نے تدبیر کی اوراللہ تعالیٰ کے پاس اپنی تدبیر ہے ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ پہاڑ اس سے ٹل جائیں۔چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھیں کہ وہ اپنے رسولوں سے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے،یقیناً اللہ تعالیٰ سب پرغالب،انتقام لینے والا ہے۔(ابراہیم:47,46)

﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (43)﴾

''یاان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جووہ شرک کرتے ہیں۔''(43)

سوال1:﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾''یاان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جووہ شرک کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ﴾''یاان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہے؟''یعنی کیاان کے اللہ تعالیٰ کے سوااور معبود ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔(ایسرالتفاسیر:1537)(2)﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾''پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جووہ شرک کرتے ہیں''اللہ رب العزت ان کے شرک سے پاک ہے جن کووہ شریک ٹھہراتے ہیں جو نہ سنتے ہیں،نہ دیکھتے ہیں۔(3)اقتدار میں کوئی

اس کا شریک ہے نہ وحدانیت اور عبودیت میں۔ یہی وہ مقصد ہے جس کی خاطر یہ کلام لایا گیا اور وہ ہے قطعی دلائل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ہستی کی عبادت کا بطلان اور اس کے فاسد ہونے کا بیان۔ جس موقف پر مشرکین قائم ہیں وہ باطل ہے۔ وہ ہستی جس کی عبادت کی جانی چاہیے، جس کے لیے نماز پڑھنی چاہیے، جس کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہیے، دعا، یعنی دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ کو اسی کے لیے خالص کرنا چاہیے، وہ اللہ تعالیٰ معبود حقیقی کی ہستی ہے جو اسماء وصفات میں کامل، بے شمار نعوت حسنہ اور افعال جمیلہ کا مالک، صاحب جلال واکرام، قوت وغلبے کا مالک جس کو مغلوب کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا جا سکتا جو اکیلا، یکتا، متفرد، بے نیاز، بہت بڑا، قابل حمد وثنا اور مالک مجد وجلال ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2639,2638) (4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب ہوتا تو کیا تو اسے (اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لیے) فدیہ میں دے دیتا؟ وہ کہے گا، ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا کہ تم شرک نہ کرنا۔ میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا مگر تو نہ مانا اور شرک پر بضد رہا۔ (مسلم:7083)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبودوں کی بات کیوں کی گئی؟

جواب: معبود نقصان بچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کوئی اور معبود ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے گا؟

﴿ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ(44) ﴾

''اور اگر وہ آسمان سے ایک ٹکڑا گرتا بھی دیکھیں تو کہیں گے: ''تہ بہ تہ بادل ہیں۔'' (44)

سوال1: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ﴾ ''اور اگر وہ آسمان سے ایک ٹکڑا گرتا بھی دیکھیں تو کہیں گے: ''تہ بہ تہ بادل ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے ان مشرکوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے سرکشی کی کہ اگر حق کو ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کے دلائل قائم کر دیے جائیں پھر بھی وہ اس کی مخالفت کریں گے۔ (2) ﴿وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا﴾ ''اور اگر وہ آسمان سے ایک ٹکڑا گرتا بھی دیکھیں''، یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے آسمان کا کوئی ٹکڑا اپنے اوپر گرتا ہوا دیکھ لیں۔ (3) ﴿يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ﴾ ''تو کہیں گے: ''تہ بہ تہ بادل ہیں''، تو وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر سبق حاصل کرنے کی بجائے کہیں گے یہ تو گہرا بادل ہے۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (14) لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (15)﴾ ''اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پس وہ اس میں چڑھنے والے ہو جائیں۔ تو بھی وہ

کہیں گے بلاشبہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہے۔'' (الحجر:14,15)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے تصور کی خرابی کو ان پر کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مثال کو واضح کیا ہے کہ اگر آسمان سے ٹکڑے گرتے دیکھ لیں تب بھی یہ کہیں گے کہ یہ بادل ہے جو امنڈتا چلا آرہا ہے جیسے قوم عاد کا تصور خراب تھا ایسے ہی ان کا حال ہے۔

﴿فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ(45)﴾

''چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں حتیٰ کہ اس دن کو جا ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے۔'' (45)

سوال: ﴿فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں حتیٰ کہ اس دن کو جا ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذَرْهُمْ﴾ ''چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں''، یعنی وہ بحثیں کریں اور جھوٹی امیدیں انہیں دھوکے میں ڈالے رکھیں۔ (2) اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں چھوڑ دیں۔ (3) ﴿حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ﴾ ''حتیٰ کہ اس دن کو جا ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے'' یہاں تک کہ وہ دن آجائے جس دن ان پر عذاب نازل ہوگا یعنی قیامت کا دن یا موت کا وقت۔

﴿يَوْمَ لَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ(46)﴾

''جس دن ان کی اپنی تدبیر ہی ان کے کچھ کام نہیں آئے گی اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔'' (46)

سوال1: ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''جس دن ان کی اپنی تدبیر ہی ان کے کچھ کام نہیں آئے گی اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ﴾ ''جس دن ان کی اپنی تدبیر ہی ان کے کچھ کام نہیں آئے گی''، جس دن ان کی کوئی چال ان کے کام نہیں آئے گی۔ دنیا کی قلیل زندگی میں انہوں نے سازشیں کیں۔ قیامت کے دن ان کی بھاگ دوڑ کام نہیں آئے گی۔ (2) ﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی''، یعنی جن کی حمایت کے لیے آج یہ شرک کر رہے ہیں کل وہ ان کے لیے کھڑے نہ ہوں گے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے ان کی چالوں کی ناکامی اور ان کے بے یار و مددگار ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے منظر میں حاضر کر کے انہیں دکھایا ہے کہ دیکھو آج نہ کوئی چال کام آ رہی ہے اور نہ کوئی اور مدد کرنے والا ہے آج بے یار و مددگار رہ گئے ہو ناں! یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں پلٹ آنے پر آمادہ کیا۔

﴿ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (47) ﴾

''اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے، بلاشبہ ان کے لیے اس (آخرت) کے علاوہ بھی ایک عذاب ہے لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی۔''(47)

سوال1: ﴿ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ ﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے، بلاشبہ ان کے لیے اس (آخرت) کے علاوہ بھی ایک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ ﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے، بلاشبہ ان کے لیے اس (آخرت) کے علاوہ بھی ایک عذاب ہے'' اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کے عذاب کا ذکر فرمایا تو آگاہ کیا کہ ظالموں کے لیے اس عذاب سے پہلے اور عذاب ہیں۔ مثلاً اپنے گھروں سے نکالے جانے، قتل کیے جانے، قیدی بنائے جانے کا، قبر اور برزخ کا عذاب وغیرہ۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ ''اور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے ہی چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ پلٹ آئیں۔(السجدہ:21)(2) آخرت کے عذاب سے پہلے اللہ تعالیٰ دنیا میں اس لیے عذاب دیتے ہیں تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

سوال2: ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی'' یعنی اکثر لوگ ان کاموں سے بے خبر رہتے ہیں جو عذاب کا باعث بنتے ہیں اسی وجہ سے وہ عذاب ہٹ جانے پر پہلے سے بھی زیادہ برے کام کرنے لگتے ہیں۔(2) یعنی وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اس کا عذاب واجب ہو جاتا ہے اور اس کی پکڑ آ جاتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1948)(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق جب بیمار ہو کر صحت مند ہو جاتا ہے تو اس کی مثال اونٹ کی سی ہے وہ یہ نہیں جانتا اسے رسیوں سے باندھا کیوں گیا ہے اور کھولا کیوں گیا ہے۔(سنن ابی داؤد:3089)

سوال3: عذاب اور مصائب کیوں آتے ہیں؟

جواب: عذاب اور مصائب اس لیے آتے ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں لیکن اس بات کو کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے مزید گناہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ(48)﴾

''اوراپنے رب کاحکم آنے تک آپ صبر کریں، بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں،اوراپنے رب کی حمد کے ساتھ آپ تسبیح کیا کریں، جب آپ اٹھیں۔''(48)

سوال1:﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾''اوراپنے رب کاحکم آنے تک آپ صبر کریں، بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ﴾''اوراپنے رب کاحکم آنے تک آپ صبر کریں''اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کوحکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان کی ایذاؤں پرصبر کریں،ان مشرکوں کی پرواہ نہ کریں۔(2) آپ ﷺ کوحکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین رکھتے ہوئے کہ وہ آپ ﷺ کے لیے کافی ہے،صبر کریں۔(3)﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ﴾''بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں'' آپ ﷺ ہروقت ہماری حفاظت میں، ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔

سوال2:﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴾''اوراپنے رب کی حمد کے ساتھ آپ تسبیح کیا کریں،جب آپ اٹھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴾''اوراپنے رب کی حمد کے ساتھ آپ تسبیح کیا کریں،جب آپ اٹھیں''یعنی آپ ﷺ سبحان اللہ وبحمدہ کہا کریں جب آپ ﷺ نیند سے اٹھیں،اپنی مجلس سے اٹھیں اور رات کواٹھیں۔(ایسرالتفاسیر:1538)(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب نماز شروع کرتے تو آپ ﷺ کہتے:﴿سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ﴾''میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ، بہت بابرکت ہے نام تیرااور بہت بلند ہے شان تیری۔اورنہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا۔(ابوداؤد:776)(3) سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آخری ایام میں جب کسی مجلس سے اٹھتے تو یہ کلمات پڑھتے تھے:﴿سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ﴾ اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ یہ کلمات کہتے ہیں جو پہلے نہیں کہا کرتے تھے(اس کی کیا وجہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دعا اس چیز کے کفارے کے لیے ہے جو مجلس میں ہوجاتی ہے۔(ابوداؤد:4859)(4) آیت کریمہ میں رات کے قیام کا ذکر ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نماز پنجگانہ کے لیے کھڑے ہوں اوراس کی دلیل اگلی آیت ہے۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ کومخالف ماحول میں اپنا دعوتی مشن جاری رکھنے کے لیے کیا ہدایات دی گئیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا:(1) صبر کرو۔(2) تسبیح کرو۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس آیت میں کس اعزاز سے نوازا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ہماری نگاہوں میں ہو یعنی تمہارا صبر اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے۔

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُوْمِ (49)﴾

''اور رات کو بھی اس کی تسبیح کریں اور ستاروں کے جانے کے بعد بھی۔''(49)

سوال: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾ ''اور رات کو بھی اس کی تسبیح کریں اور ستاروں کے جانے کے بعد بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور رات کو بھی اس کی تسبیح کریں اور ستاروں کے جانے کے بعد بھی'' یعنی رات کے وقت اس کی پاکی بیان کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، قرآن مجید کی تلاوت کرو، اس کا ذکر کرو اور نماز پڑھو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ق صلے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کر دے۔ (بنی اسرائیل:79) (2) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا کرے ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کے لیے ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت'' پھر یہ پڑھے ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ﴾ ''اے اللہ میری مغفرت فرما'' (یا یہ کہا کہ) کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر اگر اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو نماز بھی مقبول ہوگی۔'' (بخاری:1154) (3) یعنی رات کے آخری حصے میں اور اس میں فجر کی نماز داخل ہے۔

سورۃ النجم

سوال: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے تین رکوع اور 62 آیات ہیں۔

سوال: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 53 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 23 ویں سورت ہے۔

سوال: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی ،سجدہ والی سورت ''سورۂ النجم'' ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تلاوت کے بعد) سجدہ کیا اور جتنے لوگ آپ کے پیچھے تھے سب ہی نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا، سوائے ایک شخص کے، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھائی اور اسی پر سجدہ کرلیا۔ بعد میں (بدر کی لڑائی میں) میں نے اسے دیکھا کہ کفر کی حالت میں وہ قتل کیا ہوا پڑا ہے۔ وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ (بخاری:4863)

رکوع نمبر 5

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى(1)﴾

''قسم ہے تارے کی جب وہ گرے''!(1)

سوال1: ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى﴾ ''قسم ہے تارے کی جب وہ گرے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى﴾ ''قسم ہے تارے کی جب وہ گرے!'' رب العزت نے ستارے کے ٹوٹنے کی یعنی اس وقت کی قسم کھائی ہے جب رات کے جانے اور دن کی روشنی پھیلنے کا وقت ہوتا ہے کیونکہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔ (2) نجم سے مراد ستاروں کی جنس ہے۔ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ (75) وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ (76) اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (77) فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ (78) لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (79) تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (80)﴾ ''پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی۔ اور یقیناً وہ اگر تم جانتے ہو تو واقعتاً ایک بہت بڑی قسم ہے۔ یقیناً وہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ (الواقعہ:75,80)

سوال2: رب العزت نے کس چیز پر اور کس وجہ سے ستاروں کی قسم کھائی ہے؟

جواب: (1) رب العزت نے اس وحی کی صحت پر قسم کھائی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ (2) وحی الٰہی اور ستاروں کے درمیان ایک عجیب مناسبت ہے۔ رب العزت نے ستاروں کو آسمان کی زینت کا سلسلہ بنایا اور وحی اور اس کے اثرات کو زمین کے لیے زینت کا سبب بنایا۔ (3) اگر انبیاء کی جانب وحی نہ آتی تو لوگ جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہوتے اور جہالت کی تاریکی رات کی تاریکی سے زیادہ گہری ہوتی ہے۔

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (2)﴾

''تمہارا ساتھی نہ ہی بھٹکا ہے اور نہ ہی بہکا ہے''۔(2)

سوال 1: ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾ ''تمہارا ساتھی نہ ہی بھٹکا ہے اور نہ ہی بہکا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ﴾ '' تمہارا ساتھی نہ ہی بھٹکا ہے''، جس امر پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے رسول اللہ ﷺ کا اپنے علم میں ضلالت اور اپنے قصد میں گمراہی سے منزہ اور پاک ہونا اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ اپنے علم میں راست رو، راست کی طرف رہنمائی کرنے والے، حسن قصد رکھنے والے اور مخلوق کی خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ اس کے برعکس فساد علم اور سوء قصد کا راستہ وہ ہے جس پر گمراہ لوگ گامزن ہیں۔(تفسیر سعدی:2641/3) (2) یعنی آپ ﷺ عیسائیوں کی طرح گمراہ نہیں ہیں۔(3) ﴿صَاحِبُكُمْ﴾ یہ کہہ کر اس تعلق کو یاد دلایا گیا ہے کہ نبوت سے پہلے کے چالیس برس اُس نے تمہارے درمیان گزارے ہیں۔ اپنے ساتھی کے بارے میں تم بخوبی جانتے ہو۔ اُن کے اَخلاق و کردار کے تم خود گواہ ہو۔ تمہارا اُنہیں ''صادق'' اور ''امین'' کہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ بے داغ کردار کے مالک ہیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور امانت کو واضح کیا گیا ہے کہ جس نے سچائی پر مبنی زندگی گزاری ہے اُس سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ اب وہ جھوٹ بولے گا۔ نہ وہ بہکا ہے نہ گمراہ ہوا ہے۔(4) ﴿وَمَا غَوٰى﴾ اور نہ ہی بہکا ہے''، یعنی آپ ٹھیک صراط مستقیم پر چل رہے ہیں، نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ راستے سے بہکے ہوئے ہیں۔(5) یعنی آپ ﷺ یہودیوں کی طرح جان بوجھ کر حق کے خلاف چلنے والے نہیں ہیں آپ ﷺ کی شریعت معتدل اور سیدھی ہے۔(مختصر ابن کثیر:1949/2)

سوال 2: ضَلَّ کی وضاحت کریں؟

جواب: ضلالت حق سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں یعنی راستہ گم کر دینا جو جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

سوال 3: غَوٰى کی وضاحت کریں؟

جواب: غوایت جانتے بوجھتے حق کو چھوڑ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے حق پر ہونے کے لئے کون سی گمراہیوں سے آپ ﷺ کے پاک ہونے کی گواہی دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ضلالت یعنی جہالت، اور غوایت یعنی جانتے بوجھتے حق کو چھوڑنے سے نبی ﷺ کے پاک ہونے کی گواہی دی ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (3)﴾

''اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا''(3)

سوال:﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾''اوروہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اوروہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا''یعنی آپ ﷺ اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے۔(2)یعنی آپ ﷺ کی بات کسی غرض یا خواہش پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ آپ ﷺ بلاکم وکاست وحی کے مطابق بات کرتے ہیں۔جوفرض آپ کے سپرد ہے۔اس کی تبلیغ فرماتے ہیں۔(مختصرابن کثیر:2/1949)(3)جوشخص خواہش نفس سے بات کرتا ہے وہ گمراہ ہوجاتا ہے پھر نبی ﷺ کیسے بات کرسکتے تھے ؟جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾''اورخواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کروکہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکادے گی''(ص:26)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (4)﴾

''وہ صرف ایک وحی ہے جونازل کی جاتی ہے''(4)

سوال1:﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾''وہ صرف ایک وحی ہے جونازل کی جاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''وہ صرف ایک وحی ہے جونازل کی جاتی ہے''یعنی آپ اسی ہدایت اورلوگوں کے بارے میں تقویٰ کی پیروی کرتے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔(2)یہ آیت دلیل ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ بھی اللہ رب العزت کی جانب سے بھیجی گئی وحی ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾''اوراللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کونازل کیا''۔(النساء:113)

(4)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جوکچھ سنتا تھااسے حفظ کرنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھاتو(بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکااورکہا کہ)تم جوکچھ بھی سنتے ہواسے لکھ لیتے ہو،حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک انسان ہیں ،وہ غصے اورخوشی (دونوں حالتوں)میں گفتگوکرتے ہیں۔چنانچہ اس پر میں لکھنے سے رک گیا،پھر بعدازاں میں نے اس کا ذکررسول اللہ ﷺ سے کیاتو آپ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:لکھا کرو،اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!میری زبان سے سوائے حق کے اورکوئی کلمہ نہیں نکلتا۔(ابوداؤد:3646)(4)سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشادفرماتے ہوئے سنا:ایک شخص کی شفاعت کے ساتھ،جو نبی نہیں ہوگا،ربیعہ ومضر جیسے دوقبیلوں یاان میں سے ایک قبیلے کے برابرلوگ جنت میں ضرورداخل ہوں گے۔ایک شخص نے عرض کی،اے اللہ کے رسول!کیاربیعہ کاتعلق بھی قبیلۂ مضرہی سے نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا:میں جوکچھ کہتا ہوں وہ(وحی الٰہی کی روشنی میں)کہتا ہوں۔(مسند احمد:22278)(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یوں روایت کیا کہ ایک آدمی نے پوچھا:یارسول اللہ!بتایئے اگرمیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ماراجاؤں۔اورمیں صبرکرنے والا،ثواب کی نیت رکھنے والا،آگے بڑھنے والا، پیٹھ نہ پھیرنے والا ہوں۔توکیااللہ تعالیٰ میرے سب گناہ معاف کردے گا؟آپ ﷺ نے فرمایا''ہاں'' وہ شخص چلا

گیا تو آپ ﷺ نے اسے پھر آواز دے کر بلایا اور فرمایا ''مگر قرضہ معاف نہ ہوگا۔ جبریل نے ابھی مجھے اس طرح بتایا ہے۔(مسلم کتاب الامارۃ)(6) نیز یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت کے بارے میں خبر دینے میں معصوم ہیں کیونکہ آپ کا کلام کسی خواہش نفس سے صادر نہیں ہوتا یہ تو وحی الٰہی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:2642/3.)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کے گمراہ نہ ہونے کے لئے ربّ العزت نے دو دلائل دیئے۔ان کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) آپ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔(2) آپ ﷺ وہی کہتے ہیں جو وحی کی جاتی ہے۔

سوال3: خواہش سے بولنے کا گمراہی سے کیا تعلق ہے؟

جواب:(1) خواہش سے بولنا دراصل ناحق پر بولنا ہے۔(2) جو شخص خواہش سے بولتا ہے وہ حق سے ہٹ جاتا ہے اس طرح انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔

سوال4: کیا رسول اللہ ﷺ مزاح اور خوش طبعی کے موقعوں پر بھی خواہش سے نہیں بولتے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے مزاح اور خوش طبعی کے موقعوں پر بھی حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا۔(ترمذی،ابواب البر)

سوال5: کیا رسول اللہ ﷺ حالت غضب میں بھی حق کے سوا کچھ نہیں کہتے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو اپنے جذبات پر اتنا کنٹرول تھا کہ آپ ﷺ کی زبان سے کوئی خلافِ واقعہ بات نہیں نکلتی تھی۔(سنن ابی داؤد، کتاب العلم)

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى (5)﴾

''اُس کو نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے تعلیم دی ہے''(5)

سوال: ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ ''اُس کو نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے تعلیم دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اُس کو نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے تعلیم دی ہے''یعنی جبرائیل جو روح الامین ہیں انہوں نے نبی ﷺ پر وحی نازل کی۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۱۹) ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (۲۰) مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (۲۱)﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ ایک معزز پیغام پہنچانے والے کا قول ہے۔ جو قوت والا ہے،عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے،امانت دار ہے۔(التکویر:21,19)(2) ﴿شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ ''مضبوط قوتوں والے''یعنی جبرائیل علیہ السلام ظاہری اور باطنی قوت والے ہیں۔وہ اس حکم کو نافذ کرنے میں طاقت ور ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے۔انہوں نے وحی کو شیاطین کے اچک لینے اور ان کی دخل اندازی سے محفوظ رکھا۔(3) اللہ رب العزت نے وحی کی حفاظت کے لیے ایسے فرشتے کو بھیجا جو نہایت قوت والا اور امانت دار ہے۔

﴿ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰی(6)﴾

''جو بڑی طاقت والا ہے، چنانچہ وہ بلند ہوا''(6)

سوال: ﴿ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰی﴾ ''جو بڑی طاقت والا ہے، چنانچہ وہ بلند ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذُوْ مِرَّةٍ﴾ ''جو بڑی طاقت والا ہے'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ قوت والے ہیں یعنی جبرائیل علیہ السلام۔ (2) قتادہ نے کہا وہ خلق حسن والے ہیں۔ (جامع البیان: 45/27) (3) یعنی وہ ظاہری اور باطنی حسن والے ہیں۔ (4) ﴿فَاسْتَوٰی﴾ چنانچہ وہ بلند ہوا'' یعنی جبرائیل علیہ السلام اپنی اس صورت میں جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا سیدھے کھڑے ہوئے۔ (5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری: 4856) (6) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ وحی بند رہنے کا تذکرہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بار میں نے راستے میں چلتے چلتے آسمان سے ایک آواز سنی۔ نگاہ اٹھائی تو آسمان کی طرف اسی فرشتے کو دیکھا جو حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر (معلق) تھا۔ میں اتنا ڈر گیا کہ ڈر کے مارے زمین پر گر گیا پھر میں اپنے گھر آیا اور گھر والوں سے کہا: ''مجھے کمبل اوڑھا دو، کمبل اوڑھا دو'' چنانچہ انہوں نے مجھے کمبل اوڑھا دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ **یایھا المدثر** '' سے ''**فاھجر** '' تک۔ اس کے بعد وحی گرم ہوگئی، برابر لگاتار آنے لگی۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی(7)﴾

''اس حال میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا''(7)

سوال: ﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی﴾ ''اس حال میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اس حال میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا'' افق اعلیٰ سے مراد آسمان کا وہ کنارہ ہے جہاں سے صبح صادق نمودار ہوتی ہے اور سورج نکلتا ہے۔ (2) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دو ہی دفعہ دیکھا ہے۔ ایک دفعہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق روح الامین آپ کو اپنی اصلی صورت میں دکھائی دیئے۔ آپ علیہ السلام سے تمام مشرقی افق بھرا ہوا تھا اور دوسری دفعہ معراج کے موقع پر جب علیہ السلام آپ کو لے کر آسمان پر چڑھے تھے۔

﴿ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی(8)﴾

''پھر وہ قریب آیا پس وہ اُتر آیا''(8)

سوال:﴿ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی﴾ ''پھر وہ قریب آیا پس وہ اُتر آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ ثُمَّ دَنَا ﴾'' پھر وہ قریب آیا''یعنی جبرائیل افق اعلیٰ سے آپ کے قریب آئے اور وحی پہنچائی۔(2)﴿ فَتَدَلّٰی﴾'' پس وہ اُتر آیا''یعنی وہ آپ ﷺ سے قریب ہوئے اور زیادہ قریب ہوئے۔(ایسر التفاسیر:1537)

﴿ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی(9)﴾

''چنانچہ وہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے زیادہ قریب ہو گیا''(9)

سوال1:﴿ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾''چنانچہ وہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے زیادہ قریب ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَکَانَ﴾ ''چنانچہ وہ ہو گیا''یعنی جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے قریب ہو گئے۔(2)﴿قَابَ قَوْسَیْنِ ﴾ ''دو کمانوں کے برابر قریب ہو گیا''یعنی جبرائیل علیہ السلام اور آپ ﷺ کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔(3)﴿اَوْ اَدْنٰی ﴾ ''یا اس سے زیادہ قریب''یا اتنے قریب کہ یہ فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم رہ گیا۔(4) یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی ایسی ملاقات ہوئی جس میں آپ ﷺ کے اور جبرائیل علیہ السلام کے درمیان کوئی واسطہ نہیں تھا۔(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جبرئیل کو(ان کی اصلی شکل میں) دیکھا ان کے چھ سو بازو(پر) تھے۔(بخاری کتاب التفسیر)(6) مسروق سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے ایمان والوں کی ماں! کیا محمد ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا تھا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے کیا تم ان باتوں سے بھی ناواقف ہو؟ جو شخص بھی تم میں سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے☆ جو شخص یہ کہتا ہو کہ محمد ﷺ نے شب معراج میں اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے۔ پھر انہوں نے آیت ﴿لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ج وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (۱۰۳)﴾''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (الانعام:103) سے لے کر﴿وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے'' (الشوریٰ:51) تک کی تلاوت کی اور کہا کہ کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بات کرے سوا اس کے کہ وحی کے ذریعہ ہو یا پھر پردے کے پیچھے سے ہو۔ اور جو شخص تم سے کہے کہ نبی ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے وہ بھی جھوٹا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے آیت ﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط﴾''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا'' (لقمان:34) یعنی اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا'' کی تلاوت فرمائی۔ اور جو شخص تم سے کہے کہ نبی ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی وہ بھی جھوٹا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی۔﴿ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ

لاَ یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ (٦٧) ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (المائدہ:67) یعنی اے رسول! پہنچا دیجئے وہ سب کچھ جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا ہے''۔ ہاں نبی ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا تھا۔ (صحیح بخاری:4855) (7) سیدنا نازر بن حبیش نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت ﴿ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ﴾ '' چنانچہ وہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے زیادہ قریب ہو گیا'' یعنی ''صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل کی جو کچھ بھی نازل کیا'' کے متعلق بیان کیا کہ ہم سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھا تھا ان کے چھ سو پر تھے۔ (صحیح بخاری:4856)

سوال2: یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ قَابَ قَوۡسَیۡنِ سے مراد نبی ﷺ کی سیدنا جبریل علیہ السلام سے قربت ہے؟

جواب: یہ آیت کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں صرف سیدنا جبریل علیہ السلام کی نبی ﷺ سے قربت کو بیان کیا گیا ہے۔

سوال3: قَابَ قَوۡسَیۡنِ کا واقعہ کس دور کا ہے؟

جواب: یہ واقعہ نبوت کے ابتدائی دور کا ہے جب نبی ﷺ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھا تھا۔

سوال4: رسول اللہ ﷺ نے اس کے علاوہ کس موقع پر سیدنا جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھا تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کو معراج کے موقع پر ان کی اصل شکل میں دیکھا تھا۔

﴿ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی (10) ﴾

''سو اُس نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی جو کچھ بھی اُس نے وحی کی'' (10)

سوال: ﴿ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی ﴾ ''سو اُس نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی جو کچھ بھی اُس نے وحی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ ﴾ '' سو اُس نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی'' یعنی رب العزت نے اپنے بندے محمد ﷺ پر جبرائیل علیہ السلام کے توسط سے اور بلا واسطہ جو وحی کی وہ حق ہے۔ (2) ﴿ مَاۤ اَوۡحٰی ﴾ '' جو کچھ بھی اُس نے وحی کی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی طرف جو احکامات بھیجے۔ پچھلی اقوام کی جو خبریں دیں، مستقبل کے بارے میں جو کچھ بتایا، جو شریعت دی، وہ سب حق ہے۔

﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (11)﴾

''دل نے جھوٹ نہیں بولا جو اُس نے دیکھا'' (11)

سوال 1: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ ''دل نے جھوٹ نہیں بولا جو اُس نے دیکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''دل نے جھوٹ نہیں بولا جو اُس نے دیکھا'' یعنی آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، آپ کے مبارک دل نے حق کو قبول کیا اور اسے ہی بیان کیا۔ (2) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جو وحی بھیجی، اس پر آپ کا قلب مبارک، آپ کی رؤیت، آپ کی سماعت اور آپ کی بصارت متفق تھے۔ یہ اس وحی کے کامل ہونے کی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجی، نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے وحی کو اس طرح حاصل کیا کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہ تھا۔ آپ کی آنکھ مبارک نے جو کچھ دیکھا، آپ کے قلب مقدس نے اس کو نہیں جھٹلایا اور نہ اس میں کوئی شک ہی کیا۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ بڑی بڑی آیات الٰہی ہوں جو اس رات آپ کو دکھائی گئیں جس رات آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا، آپ کو اپنے قلب مبارک اور رؤیت کے ساتھ، اس کے حق ہونے کا یقین تھا، آیت کریمہ کی یہی تفسیر صحیح ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2642,2643) (3) اس سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے ظاہری آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے بلکہ آپ ﷺ نے اپنے قلب مبارک سے اپنے رب کو دیکھا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (11)﴾ اور ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (13)﴾ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے رب تعالیٰ کا اپنے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیدار کیا۔ (مسلم)

سوال 2: نبی ﷺ نے کیا دیکھا تھا جس میں دل نے جھوٹ نہیں ملایا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا تھا۔ اُن کے چھ سو پر تھے اور ایک پر مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلے جتنا تھا۔ (2) رسول اللہ ﷺ کے دل نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم کر لیا تھا۔ (3) رسول اللہ ﷺ کے دل نے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کو نہیں جھٹلایا تھا۔

سوال 3: یہ بات کیوں کہی گئی کہ ''جو کچھ اُس نے دیکھا دل نے اُس میں جھوٹ نہیں ملایا''؟

جواب: جو چیز نظر سے دیکھی جاتی ہے اُس میں فریب ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دل سے بھی دیکھا تھا اور دل کی بات میں فریب نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے دیکھا اور آپ ﷺ کے دل نے یقین کر لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہے، وحی لے کر آیا ہے۔

﴿ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (12)﴾

''کیا پھر تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے''؟(12)

سوال:﴿ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى﴾ ''کیا پھر تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''کیا پھر تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟''یعنی نبی ﷺ نے جو کچھ شب معراج میں دیکھا وہ حق ہے۔ اس بنیاد پر بہت سے علماء رسول اللہ ﷺ کے لیے دنیا میں دیدار الٰہی کو ثابت کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہیں۔آپ ﷺ نے دو مرتبہ انہیں دیکھا۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:''وہ تو سراپا نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟(مسلم:443)

﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (13)﴾

''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُس (رسول) نے ایک مرتبہ اور بھی اُسے (جبریل) اُترتے ہوئے دیکھا تھا۔''(13)

سوال1:﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ ''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُس (رسول) نے ایک مرتبہ اور بھی اُسے (جبریل) اُترتے ہوئے دیکھا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُس (رسول) نے ایک مرتبہ اور بھی اُسے (جبریل) اُترتے ہوئے دیکھا تھا''یعنی نبی ﷺ نے جبرائیل کو دوسری بار بھی اپنی طرف اترتے دیکھا تھا۔(2) دوسری بار شب معراج میں دیکھا تھا پہلی بار غار حرا میں ابتدائے نبوت میں۔(تفسیر مراغی: 320/9)(3) مسروق سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ایمان والوں کی ماں! کہ محمد ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا تھا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے کیا تم ان باتوں سے بھی ناواقف ہو؟ جو شخص بھی تم میں سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے جو شخص یہ کہتا ہو کہ محمد ﷺ نے شب معراج میں اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے۔پھر انہوں نے آیت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۱۰۳)﴾''نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے''(الانعام:103) سے لے کر﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے''(الشوریٰ:51) تک کی تلاوت کی اور کہا کہ کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بات کرے سوا اس کے کہ وحی کے ذریعہ ہو یا پھر پردے کے پیچھے سے ہو اور جو شخص تم سے کہے کہ نبی ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے وہ بھی جھوٹا ہے۔اس کے لئے انہوں نے ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾یعنی''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا'' کی تلاوت فرمائی۔☆اور جو شخص تم میں سے کہے کہ نبی ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی وہ بھی جھوٹا ہے۔پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (٦٧) ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچادو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (المائدہ:67) ہاں نبی ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا تھا۔ (ترمذی:3278، صحیح بخاری:4855)

﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى(13)﴾

''انتہائی حد کی بیری کے پاس'' (13)

سوال: ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾ ''انتہائی حد کی بیری کے پاس'' کی وضاحت کریں؟

جواب (1) ''انتہائی حد کی بیری کے پاس'' سدرہ المنتہیٰ عرش کے دائیں طرف ہے۔ کوئی فرشتہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ (ایسر التفاسیر:1539) (2) سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر بیری کا بہت بڑا درخت ہے اور اسے سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہا جاتا ہے کہ زمین سے جو چیز اوپر کی طرف عروج کرتی ہے، اس کے پاس آ کر رک جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی وغیرہ نازل ہوتی ہے یہاں آ کر ٹھہر جاتی ہے۔ یا اس بنا پر اسے سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے کہ یہ مخلوقات کے علم کی انتہائی حد ہے، نیز اس نام سے موسوم کیے جانے کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ یہ آسمانوں اور زمین کے اوپر واقع ہے اور سدرۃ المنتہیٰ اس کی بلندی کی انتہا ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی سبب ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم (تفسیر سعدی:2643/3)

﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى(15)﴾

''اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے'' (15)

سوال: ﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى﴾ '' اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے'' جنت الماویٰ کے پاس نبی ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا۔ (2) وہ بلند روحوں شہدا، متقین اور اولیاء کا مقام ہے جو پاک ہے جہاں شیاطین اور خبیث روحیں نہیں جاسکتیں۔

﴿ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى(16)﴾

''جب کہ سدرہ (بیری) کو ڈھانپ رہا تھا وہ جو ڈھانپ رہا تھا'' (16)

سوال:﴿ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی﴾ ''جب کہ سدرہ (بیری) کوڈھانپ رہا تھاوہ جوڈھانپ رہا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''جب کہ سدرہ (بیری) کوڈھانپ رہا تھاوہ جوڈھانپ رہا تھا''یعنی اللہ تعالیٰ کے نور میں سے تھا جو چھا رہا تھا۔ (ایسر التفاسیر:1539)(2)اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک عظیم چیز نے اسے ڈھانپ رکھا تھا جس کی صفت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو(معراج کے لئے) سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ کوسدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جو کہ چھٹے آسمان میں واقع ہے۔زمین سے اوپر چڑھنے والی چیزاوراوپر سے نیچے آنے والی چیز یہاں آکررک جاتی ہے۔پھراسے لے جایا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِذْیَغْشَی السِّدْ رَۃَ مَایَغْشٰی ﴾''جب کہ سدرہ (بیری) کوڈھانپ رہا تھاوہ جوڈھانپ رہا تھا''سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:یعنی سونے کے پتنگے۔راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کوتین چیزیں عطا کی گئیں:(ا)پانچ نمازیں۔(2)سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔(3)اورآپ ﷺ کی امت میں ہرایک ایسے آدمی کوبخش دیا گیاجواللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک نہ کرے اور کبیرہ گناہوں سے بچارہے۔(صحیح مسلم:431)

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (17)﴾

''نگاہ نہ ہی اِدھراُدھر ہوئی اور نہ ہی وہ حد سے بڑھی''۔(17)

سوال1:﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾'' نگاہ نہ ہی اِدھراُدھر ہوئی اور نہ ہی وہ حد سے بڑھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ ﴾'' نگاہ نہ ہی اِدھراُدھر ہوئی''یعنی نگاہ اپنے مقصد سے نہیں ہٹی۔(2)﴿وَمَا طَغٰی﴾'' اور نہ ہی وہ حد سے بڑھی''اور نہ اپنے مقصود ومطلوب سے آگے بڑھی۔(3)اور نہ نگاہ نے اپنے مقصود سے تجاوز ہی کیا۔یہ رسول اللہ ﷺ کا کمال ادب ہے کہ آپ اس مقام پر کھڑے رہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کوکھڑا کیا،آپ اس مقام سے پیچھے ہٹے نہ اس سے تجاوز کیااور نہ ادھرادھرانحراف ہی کیا۔یہ کامل ترین ادب ہے جس میں آپ اولین وآخرین پرفوقیت لے گئے۔مندرجہ ذیل امور میں سے کسی ایک پرعمل کرنے سے کمال ادب میں خلل واقع ہوتا ہے۔(i)بندہ ان امور پر قائم نہ رہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔(ii)اس میں کوتاہی کرے۔(iii)اس میں افراط سے کام لے۔(iv)اس پرقائم رہتے ہوئے دائیں بائیں التفات کرے۔مذکورہ تمام امور میں سے ایک بھی نبی ﷺ کے اندر موجود نہ تھا۔(تفسیر سعدی:3/2643,2644)

سوال2:ربّ العزت نے رسول اللہ ﷺ کی نگاہوں کی کیا تعریف کی؟

جواب:ربّ العزت نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہیں نہ حد سے بڑھیں،نہ دائیں بائیں ہوئیں،نہ بلند ہوئیں۔جوحد آپ ﷺ کے لئے مقرر کی گئی تھی اسی کے اندر رہیں۔

﴿ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی (18)﴾

''بلاشبہ یقیناً اُس نے اپنے رب کی کچھ بہت بڑی نشانیاں دیکھیں'' (18)

سوال1:﴿ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے اپنے رب کی کچھ بہت بڑی نشانیاں دیکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ یقیناً اُس نے اپنے رب کی کچھ بہت بڑی نشانیاں دیکھیں''یعنی نبی ﷺ نے معراج کی رات بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کیا جن میں آیات الٰہی جنت، جہنم وغیرہ شامل ہیں۔سفرمعراج کے لیے رب العزت نے فرمایا:﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ ''پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو ایک رات مسجدِ حرام سے دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(بنی اسرائیل:1)(2)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لیے براق لایا گیا۔ براق ایک سفید لمبا گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا جانور ہے۔منتہائے نگاہ تک اپنے پاؤں رکھتا ہے۔میں اس پرسوار ہوکر بیت المقدس آیا اور اسے اس حلقہ سے باندھا جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے جانور باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔ میں نے اس میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر میں نکلا تو سیدنا جبریل علیہ السلام دو برتن لائے ایک برتن میں شراب اور دوسرے برتن میں دودھ تھا۔میں نے دودھ کو پسند کیا۔سیدنا جبریل علیہ السلام کہنے لگے کہ آپ ﷺ نے فطرت کو پسند کیا۔ پھر سیدنا جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ آسمان کی طرف چڑھے۔فرشتوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو فرشتوں نے پوچھا: آپ کون؟ کہا: جبریل علیہ السلام۔کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔فرشتوں نے پوچھا کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو ہم نے سیدنا آدم علیہ السلام سے ملاقات کی۔آدم علیہ السلام نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا گیا تو فرشتوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پھر پوچھا آپ کون؟ کہا: جبریل علیہ السلام اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔انہوں نے پوچھا کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے دونوں خالہ زاد بھائیوں سیدنا عیسیٰ ابن مریم اور سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو دیکھا۔ دونوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ تیسرے آسمان پر گئے تو دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا جبریل۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔فرشتوں نے پوچھا کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن

کا آدھا حصہ عطا فرمایا تھا۔انہوں نے مجھے خوش آمدید کہااور میرے لیے دعائے خیر کی۔پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیاتو پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا:جبریل علیہ السلام۔پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔فرشتوں نے پوچھا: کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا:ہاں بلائے گئے ہیں۔پھر ہمارے لیے دروازہ کھلاتو میں نے سیدنا ادریس علیہ السلام کو دیکھا۔انہوں نے مجھے خوش آمدید کہااور میرے لیے دعائے خیر کی۔سیدنا ادریس علیہ السلام کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (۵۷)﴾''اور ہم نے اُسے بہت عالی مقام تک بلند کیا'' (مریم:57) پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔جب جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہاتو پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہاجبریل۔پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔پوچھا گیا کیا بلائے گئے ہیں؟ کہاہاں بلائے گئے ہیں۔پھر ہمارے لیے دروازہ کھولاتو میں نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو دیکھاانہوں نے مجھے خوش آمدید کہااور میرے لیے دعائے خیر کی۔پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف چڑھایا گیاجب جبریل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہاتو پوچھا گیا کون؟ کہا جبریل۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔پھر پوچھا کیاان کو بلایا گیا ہے؟ کہاہاں بلائے گئے ہیں۔ہمارے لیے دروازہ کھولاتو میں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔انہوں نے مجھے خوش آمدید کہااور میرے لیے دعائے خیر کی۔پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔جب جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کا کہاتو فرشتوں نے پوچھا کون؟ کہاجبریل۔پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ۔پوچھا گیا کہ کیاان کو بلایا گیا ہے؟ کہاہاں ان کو بلانے کا حکم ہوا ہے پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیاتو میں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کی طرف پشت کیےاور ٹیک لگائے بیٹھے دیکھااور بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اورانہیں دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملتا(فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے) پھر سیدنا جبریل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گئے۔اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح بڑے بڑے تھےاوراس کے پھل بیر جیسےاور بڑے گھڑے کے برابر تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس درخت کواللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھانکا گیاتواس کا حال ایساپوشیدہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس کے حسن (خوبصورتی) کو بیان کر سکے پھراللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی۔ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔پھر وہاں سے واپس موسیٰ علیہ السلام تک پہنچاتوانہوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں دن رات میں۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رب کے پاس واپس جاکران سے کم کا سوال کریں۔اس لیے کہ آپ ﷺ کی امت میں اتنی طاقت نہ ہوگی کیونکہ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکااور آزما چکا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے پھر واپس جاکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری امت پر تخفیف فرمادیں تواللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔میں پھر واپس آکر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیااور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ کی امت میں اس کی بھی طاقت نہیں۔اپنے رب کے پاس جاکران میں تخفیف کا سوال کریں۔آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اس طرح اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس سے موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور موسیٰ کے پاس

سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آتا جاتا رہا اور پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد! ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور ہر نماز کا ثواب اب دس نمازوں کے برابر ہے۔ اس طرح (ثواب کے اعتبار سے) پچاس نمازیں ہوگئیں اور جو آدمی کسی نیک کام کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کر سکے تو میں اسے ایک نیکی کا ثواب عطا کروں گا اور جو آدمی برائی کا ارادہ کرے لیکن اس کا ارتکاب نہ کرے تو اس کے نامہ اعمال میں یہ برائی نہیں لکھی جاتی اور اگر برائی اس سے سرزد ہو جائے تو میں اس کے نامہء اعمال میں ایک ہی برائی لکھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پھر واپس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کا سوال کریں تو رسول اللہ ﷺ فرمایا: میں اپنے پروردگار کے پاس (اس سلسلہ میں) بار بار آ جا چکا ہوں۔ یہاں تک کہ اب مجھے اس کے متعلق اپنے اللہ (عزوجل) کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (مسلم:411) (3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت کی سیر کر رہا تھا کہ ایک نہر میرے سامنے لائی گئی، اس کے دونوں طرف موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا، یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔ پھر انھوں نے ہاتھ ڈالا اور اس کی مٹی نکالی تو وہ مشک تھی۔ پھر میرے لیے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا اور میں نے اس پر ایک بڑا نور دیکھا'' (ترمذی:3360)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے ربّ العزت کی نشانیوں میں سے کون سی بعض نشانیاں دیکھ لیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے: (1) سیدنا جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ (2) سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى کو دیکھا۔ (3) آپ ﷺ نے بعض واقعات دیکھے جیسے فرعون اور آلِ فرعون کو جہنم پر پیش ہوتے دیکھا، جیسے سود خور کا انجام، زنا کاروں کا انجام وغیرہ دیکھے جن کا تذکرہ صحیح احادیث میں ملتا ہے۔

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى (19) ﴾

''کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا؟'' (19)

سوال 1: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴾ ''کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا'' رب العزت نے نبی ﷺ پر نازل ہونے والی وحی یعنی ہدایت اور دین حق کا ذکر فرمانے کے بعد مشرکوں کے غلط عقائد کے باطل ہونے کو واضح فرمایا: یعنی وہ ہستیاں جو محض نام ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو جن کے اندر اور کوئی کمال نہیں جو نہ نفع دے سکتی ہیں اور نہ نقصان، جن کو مشرکوں کے آباؤ اجداد نے اپنی طرف سے خدا بنا لیا ہے۔ ان کے لیے نام بھی انہوں نے خود تجویز کیے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ (2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لات اور عزیٰ کے حال میں کہا کہ ''لات'' ایک شخص کو کہتے تھے جو حاجیوں کے لیے ستو گھولتا تھا۔ (بخاری:4859) (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قسم کھائے اور کہے کہ قسم ہے

لات اورعزیٰ کی تو اسے تجدید ایمان کے لئے کہنا چاہئے (لا الہ الا اللہ) اور جو شخص اپنے ساتھی سے یہ کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اسے صدقہ دینا چاہئے۔ (صحیح بخاری:4860) (4) غزوہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے کہا، ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزی نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا جواب دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا کہ کہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و مددگار ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔ (بخاری:4043) (5) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہو ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دو اور (شیطان سے) اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔'' (نسائی:3803)

سوال 2: یہاں مشرکین کے معبودوں کا تذکرہ کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: یہ مشرکین کو ان کے عقیدے کے ناقص ہونے کا احساس دلانے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو یہ شان ہے جس نے اپنے پیغمبر کو آسمانوں پر بُلا کر اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ وہی ربّ اُن پر وحی بھی نازل کرتا ہے اور دوسری طرف جن کی تم عبادت کرتے ہو، کیا ان کے اندر بھی ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں؟

سوال 3: لات سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) لات سے مراد اہلِ عرب کا بت ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سَتُّو گھولنے والا ایک نیک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی قبر کو عبادت گاہ بنالیا۔ پھر اس کے مجسمے اور بت بنالیے گئے۔ (2) بعض کے نزدیک لات کا لفظ اللہ سے ماخوذ ہے۔ (3) بعض کے نزدیک یہ لات یلیت سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''موڑنے'' کے ہیں۔ پجاری اس کی طرف گردنیں موڑتے ہیں۔

سوال 4: لات کس قبیلے کا بُت تھا؟

جواب: لات بنو ثقیف کا سب سے بڑا بُت تھا۔

سوال 5: عُزّیٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) عُزّیٰ اللہ تعالیٰ کے نام العزیز سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی ہیں: عزیزہ۔ (2) غطفان میں ایک درخت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ (3) کچھ لوگوں کے خیال میں یہ سفید پتھر تھا۔ (4) کچھ کے خیال میں یہ بھوتنی تھی جو درختوں میں ظاہر ہوتی تھی۔

سوال 6: عُزّیٰ کس قبیلے کا بُت تھا؟

جواب: عُزّیٰ قریش اور بنو کنانہ کا خاص معبود تھا۔

﴿ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى(20)﴾

''اورایک تیسری منات کو؟''(20)

سوال1:﴿ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴾''اورایک تیسری منات کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اورایک تیسری منات کو'' منات ایک بت تھا جو قدید کے پاس مکہ اور مدینہ کے درمیان متصل تھا۔جاہلیت میں اوس اور خزرج اس کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یہیں سے بیت اللہ کے حج کے لیے احرام باندھا کرتے تھے یہ ان کا میقات تھا۔(مختصر ابن کثیر:2/1953)(2)عروہ نے بیان کیا کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ منات بت کے نام پر احرام باندھتے جو مقام مشلل میں تھا،وہ صفا اور مروہ کے درمیان (حج وعمرہ میں) سعی نہیں کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی۔'' بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں'' چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے درمیان طواف کیا اور مسلمانوں نے بھی طواف کیا۔سفیان نے کہا کہ ''مناۃ'' مقام قدید پر مشلل میں تھا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔اسلام سے پہلے انصار اور قبیلہ غسان کے لوگ منات کے نام پر احرام باندھتے تھے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ قبیلہ انصار کے کچھ لوگ منات کے نام کا احرام باندھتے تھے۔منات ایک بت تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان رکھا ہوا تھا۔اسلام کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم منات کی تعظیم کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہیں کیا کرتے تھے۔(بخاری:4861)

سوال2:رسول اللہ ﷺ نے بُت پرستی کا خاتمہ کیسے کیا؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد تمام بتوں کا خاتمہ کیا۔(2)بُتوں کے لئے جو عمارتیں اور قبے بنے ہوئے تھے انہیں مسمار کروادیا۔(3)جن درختوں کی تعظیم کی جاتی تھی انہیں کٹوادیا۔(4)جہاں جہاں بُت تھے وہاں وہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ،سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بھیجا تاکہ وہ بُتوں کے آثار اور مظاہر مٹادیں۔لہٰذا انہوں نے جا کر بتوں سے متعلقہ سب کچھ ڈھادیا اور عرب سے شرک کا نام ونشان مٹادیا۔

﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى(21)﴾

''کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اُس کے لیے لڑکیاں''؟(21)

سوال1:﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى﴾''کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اُس کے لیے لڑکیاں؟ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اُس کے لیے لڑکیاں''یعنی تم اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور جس کی پیدائش پر تمہارے

اوسان خطا ہوجاتے ہیں۔وہ بیٹیاں رب کے نام منسوب کرتے ہو۔رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (۵۸) يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ط اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ط اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۵۹)﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں، پاک ہے اس کی ذات! اور ان کے لیے وہی ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سُنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کیا ذلت کے باوجود ہی اُسے رکھ چھوڑے یا اُسے مٹی میں دبا دے؟ سن لو! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں'' (النحل:57,59)﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ط اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا (۴۰)﴾ ''کیا پھر تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا ہے؟ اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا؟ بلاشبہ تم یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو۔(بنی اسرائیل:40)

﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (22)﴾

''تب تو یہ بڑی ناانصافی کی تقسیم ہے'' (22)

سوال:﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾ ''تب تو یہ بڑی ناانصافی کی تقسیم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''تب تو یہ بڑی ناانصافی کی تقسیم ہے''یعنی اگر تم آپس میں بھی ایسی تقسیم کرو تو یہ ظالمانہ تقسیم ہے اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوسکتا ہے کہ خالق کے مقابلے میں مخلوق کو افضل سمجھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بلند ہے ان باتوں سے جو لوگ ظالم ہیں۔

﴿اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ج وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى (23)﴾

''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آچکی ہے۔'' (23)

سوال1:﴿اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط ﴾ ''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ ﴾''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے''یعنی یہ تو چند نام ہیں لات، منات، عزیٰ، جن کی کوئی حقیقت نہیں۔(2)﴿اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ ﴾'' جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں''یعنی تم نے اور تمہارے

باپ دادا نے اپنی طرف سے نام گھڑے ہیں ورنہ وہ دیویاں معبود نہیں ہیں۔(3)﴿ مَّآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ﴾''ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی''یعنی تمہارے مذہب کے اور تمہارے معبودوں کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں ہے اور ہر وہ امر جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ ہو وہ فاسد اور باطل ہوتا ہے اسے دین نہیں بنایا جا سکتا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے بتوں کی حقیقت کیسے واضح کی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ یہ صرف نام ہیں جو تم لوگوں نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کے لئے کوئی دلیل نہیں اُتاری۔(3)بُت پرستی تو گمان کی پیروی ہے۔(4)بُت پرستی دراصل خواہش پرستی ہے۔

سوال3:﴿ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ﴾''نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ﴾ ''نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے''یعنی مشرک محض وہم وگمان خیال آرائیوں جہالت اور جھوٹ کی بنیاد پر بتوں کی بندگی کرتے ہیں۔(2)﴿ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ﴾ ''اور جو ان کے دل چاہتے ہیں''یعنی ان کی دلیل ان کی خواہش نفس ہے۔(3)ان کے مشرکانہ عقائد، بدعات اور نظریات کی دلیل خواہش نفس ہے جو علم اور ہدایت کی کمی کی دلیل ہے۔محض وہم وگمان سے جو خواہش نفس کی پیروی کو دین بنوا رہا ہے۔(4)ان کے مذہب کی غرض وغایت محض گمان کی پیروی ہے جو سفاہت اور ظلم ہے۔

سوال4: بت پرستی کی حقیقت واضح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتوں کی بندگی سے روکنے کے لئے کیا دلیل دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دیکھو ان کے ربّ کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔

سوال5:﴿ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰى ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آ چکی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آ چکی ہے''یعنی محمد ﷺ نے تمہیں سیدھا راستہ بتا دیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، وہ ایک ہے، اس نے تمہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔(2)وہ ہدایت جو محمد ﷺ تمہیں دیتے ہیں وہ تمہارے رب کی جانب سے ہے۔اس لیے اپنے مقصد زندگی کو پورا کرو۔تم نے لوٹ کر رب کے پاس ہی جانا ہے۔

﴿اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰى(24)﴾

''یا انسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے؟''(24)

سوال1:﴿ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴾''یا انسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یاانسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے''یعنی تم جھوٹی آرزوؤں میں گم ہو،خودفریبی میں مبتلا ہو،نیکی کے دعوے سے نیکی پرثواب نہیں ملتا۔(2)اللہ تعالیٰ نے اس بات کورد کیا ہے جو سمجھتا ہے کہ اس کی آرزوئیں پوری کرنے والا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ ''نہ تمہاری تمناؤں پر(مدار)ہےاور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر،جوکوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزادی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوانہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار''۔(النساء:123)

سوال2:''کیاانسان کے لئے وہی ہے جس کی وہ خواہش کرے؟''اس سے کیامراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ اگران کی خواہش ہے کہ دنیامیں معبودانہیں فائدہ پہنچائیں تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟اس سے مراد یہ بھی ہے کہ اگران کی تمنا ہے کہ آخرت میں ان کی شفاعت کی جائے تو ایسا ممکن نہیں کہ ان کی چاہت پر شفاعت ہوجائے۔

﴿فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى (25)﴾

''سوآخرت اوردنیاتو بس اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں''(25)

سوال1:﴿فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴾''سوآخرت اوردنیاتو بس اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''سوآخرت اوردنیاتو بس اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں''یعنی دنیااورآخرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے محروم کردیتا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ کا حکم ان کی آرزوؤں اور خواہشات کے تابع نہیں ہے۔(3)تمہاری آرزو یہ ہے کہ تمہارے معبود ایسے ہوں جو تم پر کوئی پابندی نہ لگائیں تو کیا یہ تمہاری تمنا پوری ہوسکتی ہے؟(4)کیا تمہیں یہ حق حاصل ہے کہ جسے چاہو معبود بنالو؟ کیا معبود کے لیے بھی انتخاب ہوگا؟۔(5)دنیااورآخرت میں کلی اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

سوال2:یہ بات کیوں کہی گئی ہے کہ''اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آخرت اوردنیا''؟

جواب:یہ بات اس لئے کہی گئی کہ جس کے ہاتھ میں دنیاوآخرت کے اختیارات ہیں،اس کی چاہت کے مطابق ہی سب کچھ ہوگا۔تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک وہ نہ چاہے۔

رکوع نمبر 6

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى(26)﴾

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی مگر اُس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے''۔(26)

سوال: ﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی مگر اُس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا﴾ ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی'' جو لوگ فرشتوں اور بتوں کی عبادت کرتے اور گمان کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے روز ان کی سفارش کریں گے تو وہ جان لیں آسمان میں بے شمار فرشتے ہیں جو شفاعت کر ہی نہیں سکتے اگر اللہ تعالیٰ انہیں اجازت نہ دے۔(2)﴿اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ ''مگر اُس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے'' شفاعت کی اجازت اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط﴾ ''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس کی جناب میں سفارش کرے۔(البقرہ:251)(3)﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ ''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔(سبا:23)(4)جب بڑے فرشتوں کا یہ حال ہے تو بتوں پر کیوں فخر کرتے ہو؟(5)شفاعت کے لیے دو شرائط کا مجتمع ہونا ضروری ہے:(i)شفاعت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت کا ہونا۔(ii)جس کی شفاعت کی جارہی ہو،اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ہونا۔یہ امر متحقق ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور صاحب شریعت ﷺ کے طریقے کے موافق ہو۔چنانچہ مشرکین شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے بہرہ مند نہیں ہوسکیں گے کیونکہ انھوں نے خود ہی اپنے اوپر،سب سے رحیم ہستی کی رحمت کے دروازے بند کر لیے ہیں۔(تفسیر سعدی:2646)(5)﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (٢٨)﴾ ''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔''(انبیاء:28)

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی (27) ﴾

''یقیناً جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، بلاشبہ وہ فرشتوں کے عورتوں کے سے نام رکھتے ہیں''(27)

سوال:﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی ﴾ ''یقیناً جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، بلاشبہ وہ فرشتوں کے عورتوں کے سے نام رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ ﴾ ''یقیناً جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے'' شرک کرنے والے آخرت پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ وہ رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتے ہیں۔(2)﴿لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی ﴾ ''بلاشبہ وہ فرشتوں کے عورتوں کے سے نام رکھتے ہیں'' وہ کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔انہوں نے فرشتوں کو خدائی اختیارات دے کر ان کی پرستش شروع کر دی اور یہ نتیجہ نکالا کہ وہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کر سکتی ہیں اور اگر قیامت آئی تو وہ سفارش کر کے ہمیں بچالیں گے۔انہوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد بنایا تو ان کی عزت نہیں کی۔(3) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی کا، رسولوں کی دی ہوئی تعلیم کا علم نہیں رکھتے۔وہ عقل اور فطرت سے بھی راہ نمائی نہیں لیتے۔(4) اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ اسے کسی نے جنم دیا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔(5) فرشتے اللہ تعالیٰ کے معزز اور مقرب بندے ہیں جو اس کی اطاعت پر مامور ہیں۔رب العزت نے فرمایا: ﴿لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ (۶)﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔(التحریم:6)

﴿وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا (28)﴾

''حالانکہ اُنہیں اُس کا کوئی علم نہیں، وہ محض اپنے ہی گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا''۔(28)

سوال:﴿ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ﴾ ''حالانکہ اُنہیں اُس کا کوئی علم نہیں، وہ محض اپنے ہی گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ﴾ ''حالانکہ اُنہیں اُس کا کوئی علم نہیں''یعنی ان کے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں۔ان کے پاس نہ کتاب کا علم ہے نہ نبی کی ہدایت ہے، اور نہ عقل اور فطرت کی کوئی دلیل ہے۔(2)﴿اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ﴾ ''وہ محض اپنے ہی گمان کے پیچھے چلتے ہیں''مشرک صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ انہیں حق سے، اس کی اتباع سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ان کا مقصد تو صرف خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔(3)﴿ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ﴾ ''اور بلاشبہ گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا'' گمان حق کے مقابلے میں کوئی کام اس لیے نہیں دیتا کیونکہ گمان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی اور حق کے لیے ایسا یقین ہونا ضروری ہے

جس کے لیے روشن دلائل ہوں۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (۱۲)﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت گمان کرنے سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور جاسوسی نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اُس کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(الحجرات:12)(5)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بدگمانی سے بچتے رہو، بدگمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو، کسی کا عیب خواہ مخواہ نہ ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ اور حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔(بخاری:6066)

﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا (29)﴾

''چنانچہ اس سے منہ پھیر لو جو ہماری نصیحت سے منہ موڑتا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا''۔(29)

سوال:﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴾''چنانچہ اس سے منہ پھیر لو جو ہماری نصیحت سے منہ موڑتا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ عَنْ ذِكْرِنَا﴾''چنانچہ اس سے منہ پھیر لو جو ہماری نصیحت سے منہ موڑتا ہے''یعنی قرآن اور ہماری عبادت سے۔(ایسر التفاسیر)(2)یعنی آپ ان سے منہ موڑ لیں جنہوں نے حق سے منہ موڑا ہے اور اسے چھوڑ دیا ہے۔(3)ذکر سے مراد قرآن کریم بھی ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی اور رسول اللہ کی زبان سے حق کی دعوت بھی گویا ایسے شخص نے نفع مند علم سے منہ موڑ لیا۔(4)﴿ وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا﴾''اور دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا''یعنی جس کے ارادے کی انتہا دنیا ہے اس پر اپنا وقت ضائع نہ کریں۔(5)انسان صرف اسی چیز کے لیے عمل کرتا ہے جس کے لیے وہ ارادہ کرتا ہے۔(6)ان کی کوشش، ان کی دوڑ دھوپ، دنیا کی لذتیں اور شہوات ہیں۔ جہاں سے بھی اس مقصد کے حصول میں آسانی ہوگی یہ اسی طرف لپکیں گے۔(7)رب العزت نے ان کی ذہنیت کو واضح فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں﴿اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ﴾''زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔(الانعام:29)اور یہ کہ رب العزت کا فرمان ہے:﴿ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ﴾''کیا دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو''؟(التوبہ:38)(8)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا: نبی ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا(آخرت میں) گھر نہ ہو اور دنیا اس کا مال ہے جس کا مال(آخرت میں) نہ ہو(مسند احمد)(9)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام آپ ﷺ کے دونوں طرف تھے۔آپ ﷺ نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا اسے مرا ہوا دیکھا۔آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا:تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:ہم میں کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے۔(کیونکہ یہ تو مردار ہے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ کی قسم! اگر یہ (بھیڑ کا بچہ) زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے (اسے کون لے گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔(مسلم:7418)(10) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے:'﴿اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا﴾'' اے اللہ! ہمارا سب سے بڑا مقصود اور ہمارے علم کی انتہا دنیا ہی کو نہ بنا دینا۔'' (ترمذی:3502)

﴿ ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اھْتَدٰی(30)﴾

''یہ اُن کے علم کی حد ہے، بلاشبہ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ راہِ راست پر کون ہے''؟(30)

سوال:﴿ ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اھْتَدٰی﴾ ''یہ اُن کے علم کی حد ہے، بلاشبہ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ راہِ راست پر کون ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط﴾ ''یہ اُن کے علم کی حد ہے'' یعنی ان کے علم کا مقصد اور منتہا یہی ہے کہ وہ دنیا طلب کریں۔یہی لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔وہ ایسے علوم حاصل کرتے ہیں جس کی وجہ سے زیادہ مال و دولت کما سکیں جب کہ اس کے مقابلے میں عقل مند لوگوں کی ہمتیں اور ارادے آخرت کے لیے رہتے ہیں۔اور وہ قرآن وسنت جیسے افضل علوم حاصل کرتے ہیں۔(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے:﴿اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا﴾ ''اے اللہ! ہمارا سب سے بڑا مقصود اور ہمارے علم کی انتہا دنیا ہی کو نہ بنا دینا۔'' (ترمذی، کتاب الدعوات:3502)(3)﴿ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اھْتَدٰی﴾ ''بلاشبہ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون

بھٹک گیا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ راہِ راست پر کون ہے'' یعنی اگر وہ یہ سمجھیں کہ وہی صحیح راستے پر ہیں تو یہ فیصلہ کرنا ان کا اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کو بہتر طور پر جانتا ہے کہ ہدایت یافتہ کون ہے اور گمراہ کون۔ وہ ساری کائنات کا خالق ہے جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی(31)﴾

''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تا کہ جنہوں نے برائیاں کیں اُنہیں اس کا بدلہ دے جوانہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے''۔(31)

سوال1: ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تا کہ جنہوں نے برائیاں کیں اُنہیں اس کا بدلہ دے جوانہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'' اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہی دنیا کا خالق و مالک ہے۔ وہی بادشاہ، اقتدار کا مالک ہے۔ وہ اپنی مخلوقات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ وہ بندوں پر انصاف سے حکومت کرتا ہے۔ وہ شرعی احکام جاری کرتا ہے، ان پر اپنی تقدیر کو نافذ کرتا ہے۔ وہ فرماں بردار کو ثواب اور نافرمان کو عذاب دیتا ہے۔(2)﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ (۱) ۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ (۲)﴾ ''بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔(الملک:1,2)(3)﴿لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''تا کہ جنہوں نے برائیاں کیں اُنہیں اس کا بدلہ دے جوانہوں نے عمل کیا'' اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اس لیے بنائی ہے تا کہ آخرت میں بروں کو ان کی برائی کا بدلہ دے۔(4)﴿وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی﴾ ''اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے'' اور اچھے لوگوں کو جنہوں نے اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور مخلوق کو نفع پہنچایا انہیں ان کی اچھائیوں کا بدلہ دے۔(5) سب سے بڑا بدلہ اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ رب العزت نے فرمایا ﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ ؕ وَلَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (۲۶)﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ

مزید ہے اور اُن کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (یونس:26) (6) ﴿نَبِّیۡءۡ عِبَادِیۡۤ اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّ عَذَابِیۡ هُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ ﴿۵۰﴾﴾ ''آپ میرے بندوں کو بتا دیں بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے۔ (الحجر:49,50)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پر اپنے اختیارات کی بات کی ہے، حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پر اپنے اختیار کی بات اس لئے کی ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ فیصلے کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور لوگ تسلیم کرلیں کہ ان کی زندگیوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق دنیا پرستوں کو دوست نہیں بنانا۔

﴿اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِکُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَاِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّةٌ فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِکُمۡ ۚ فَلَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾﴾

''وہ لوگ جو کسی چھوٹے سے گناہ کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، یقیناً تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے، وہ تمہیں اُس وقت سے زیادہ جاننے والا ہے جب اُس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، سو اپنے نفس کی پاکیزگی کے دعوے نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے، اس کو جس نے تقویٰ اختیار کیا۔'' (32)

سوال1: ﴿اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ ؕ﴾ ''وہ لوگ جو کسی چھوٹے سے گناہ کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، یقیناً تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾ ''وہ لوگ جو کسی چھوٹے سے گناہ کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں'' اللہ رب العزت نے اس آیت میں اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والوں کی تعریف کی ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں۔ یعنی وہ گناہ جس پر کوئی حد ہو یا اس کے کرنے والے پر لعنت کی گئی ہو یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید دی گئی ہو۔ (2) یہ وہ لوگ ہیں جو حرام کام نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے اگر کوئی چھوٹا گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دیتا ہے اور ان پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ (3) ﴿اللَّمَمَ﴾ سے مراد ایسے چھوٹے گناہ ہیں جو بندہ بار بار نہیں کرتا۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبٰٓئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَنُدۡخِلۡکُمۡ مُّدۡخَلًا کَرِیۡمًا ﴿۳۱﴾﴾ ''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کر دیں گے اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔'' (النساء:31) (5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں' بچتے

رہو۔صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھایارسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک ٹھہرانا' جادوکرنا' کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے' سودکھانا' یتیم کا مال کھانا' لڑائی میں سے بھاگ جانا' پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پرتہمت لگانا۔(صحیح بخاری:2766)(6)﴿اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾" یقیناً تیرارب وسیع مغفرت والا ہے"یعنی وہ گناہ گاروں کووسعت سے معاف کرنے والا ہے جن کے گناہ فواحش اور کبائر تک نہیں پہنچتے۔(جامع البیان:73/27)(7)اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت نہ ہوتی تو اس کے بندے ہلاک ہوجاتے۔اگراس کا عفونہ ہوتا تو زمین میں کوئی جاندارزندہ نہ بچتا۔(8)اس بناپر کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ان احوال کا علم رکھتا ہے،حکمت الٰہی اور جودربانی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنی رحمت ومغفرت،اپنے عفوودرگزراوراپنے احسان سے ڈھانپ لے اورتم سے تمام جرائم اور گناہوں کودورکردے۔خاص طور پر جب کہ ہروقت بندے کا مقصداپنے رب کی رضا کاحصول ہو،ہرآن ایسے اعمال کی کوشش کرنا ہوجواس کے قریب کرتے ہیں اورایسے گناہوں سے فرارہونا ہوجواس کے آقا کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں،پھراس سے لغزش صادرہوجائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا کریم اورسب سے بڑا جواد ہے وہ اپنے بندوں پراس سے زیادہ رحیم ہے جتنی ماں اپنے بچے پرہوتی ہے۔پس اس قسم کے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کی مغفرت کے قریب رہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام احوال میں اس کی دعائیں قبول کرے۔(تفسیرسعدی:2648،2649/3)(9)رب العزت کا فرمان ہے:﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (۵۳)﴾" آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پرزیادتی کی،اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ،یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کوبخش دیتا ہے۔یقیناًوہی بڑا بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(الزمر:53)(10)نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:"پانچوں نمازیں،جمعہ سے جمعہ تک اوررمضان سے رمضان تک،ان کے درمیان ہونے والے تمام(صغیرہ)گناہوں کا کفارہ ہیں،اگر کبائر سے اجتناب کیا جائے۔"(صحیح مسلم:233)

سوال2:﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ج فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی﴾" وہ تمھیں اُس وقت سے زیادہ جاننے والا ہے جب اُس نے تمھیں زمین سے پیدا کیااور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے،سو اپنے نفس کی پاکیزگی کے دعوے نہ کرو،وہ زیادہ جاننے والا ہے ، اس کوجس نے تقویٰ اختیارکیا" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ﴾"وہ تمھیں اُس وقت سے زیادہ جاننے والا ہے جب اُس نے تمھیں زمین سے پیدا کیااور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے"یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے حالات خوب جانتا ہے۔اس نے تمھیں اورتمہاری جبلتوں کو پیدا کیا،وہ تمہاری سستی اور کمزوری کو،حرام کاموں کی طرف راغب کرنے والے جذبات کوخوب جانتا ہے۔وہ جانتا ہے تمھیں اس وقت سے جب سے اس نے تمھیں زمین سے نکالا ہےاور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں تھے کہ تمہارے اندر

کمزوری ہے۔(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ سچے تھے اور آپ ﷺ سے جو وعدہ کیا گیا وہ بھی سچا تھا ''تم میں سے ہر ایک کا مادہ (نطفہ) اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز جمع کیا جاتا ہے۔ پھر چالیس دن تک وہ خون کی پھٹکی رہتا ہے۔ پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کے اعمال کیسے ہوں گے؟ رزق کتنا ہوگا؟ عمر کتنی ہوگی؟ اور آیا وہ نیک بخت ہوگا یا بدبخت؟ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے پھر (دنیا میں آنے کے بعد) تم میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو زندگی بھر تک نیک کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ بہشت اس سے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جاتی ہے۔ پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے تو وہ کوئی دوزخیوں کا سا کام کر بیٹھتا ہے۔ اور کوئی بندہ زندگی بھر برے کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ دوزخ اس سے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جاتی ہے پھر تقدیر کا لکھا غالب آتا ہے اور وہ بہشتیوں کا سا کام کرتا ہے۔'' (اور بہشت میں چلا جاتا ہے۔ (بخاری کتاب بدء الخلق) (4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جنگ خیبر میں موجود تھے۔ جب آپ ﷺ نے اپنے ایک ساتھی (قزمان) کے حق میں فرمایا جو اسلام کا دعوی کرتا تھا (لیکن حقیقتاً منافق تھا) کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ یہ شخص خوب جم کر لڑا اور زخمی ہوا حتیٰ کہ بعض لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک سے متعلق شک پیدا ہونے لگا۔ پھر لوگوں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ جب اسے زخموں سے زیادہ تکلیف ہوئی تو اس نے اپنی ترکش میں ہاتھ ڈال کر ایک تیر نکالا اور اس سے اپنی گردن کو زخمی کر کے خودکشی کر لی۔ یہ صورت حال دیکھ کر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے آپ ﷺ کی بات سچی کی۔ اس شخص نے خودکشی سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا۔ آپ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: ''اٹھ اور لوگوں میں منادی کر دے ''بہشت میں وہی جائے گا جو مومن ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت یہ ہے کہ وہ بدکار آدمی سے بھی اپنے دین کی مدد کرا دیتا ہے۔ (بخاری کتاب المغازی) (5) ﴿فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''سو اپنے نفس کی پاکیزگی کے دعوے نہ کرو'' یعنی لوگوں کو اپنے نفس کی پاکیزگی کی خبریں نہ دو تا کہ لوگ تمہاری تعریف کریں۔ (6) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (۴۹)﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (النساء:49) (7) محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا تو زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع کیا ہے۔ میرا نام بھی برہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اپنی پاکی نہ جتایا کرو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے نیک کون ہے۔'' لوگوں نے کہا کہ پھر ہم اس کا نام کیا رکھیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس کا نام زینب رکھو۔'' (مسلم:5609) (8) ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ ''وہ زیادہ جاننے والا ہے اس کو جس نے تقویٰ اختیار کیا'' تزکیہ کی اصل تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے تقویٰ کو زیادہ جانتا ہے۔ (9) جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اسے وہ خوب جانتا ہے۔ (10) تقویٰ کا مقام دل ہے، اللہ تعالیٰ اس سے مطلع ہے۔ دل کے اندر جو نیکی، بدی یا تقویٰ موجود ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے

گا۔رہے لوگ تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمھارے کسی کام نہیں آسکتے۔(تفسیر سعدی:2649/3)

رکوع نمبر 7

﴿ اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی (33)﴾

''تو کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جس نے مُنہ موڑا؟''(33)

سوال1:﴿ اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی﴾''تو کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جس نے مُنہ موڑا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی﴾''تو کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جس نے مُنہ موڑا''یعنی کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے منہ پھیرا، جب کہ اسے اپنے رب کی عبادت کا اور توحید کا حکم دیا گیا تھا۔(2)یعنی جس نے حق کی پیروی کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے سے انکار کیا۔(تفسیر ابی السعود:169/6)(3)مجاہد رحمتہ اللہ علیہ اور ابن زید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ولید مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے دین محمدی کو قبول کیا۔(تفسیر منیر:137/14)

سوال2:﴿الَّذِیۡ تَوَلّٰی﴾ سے مراد کون ہے؟

جواب:اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو دینِ اسلام کے راستے میں خرچ کرے پھر رُک جائے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا شخص قابلِ تعجب ہے۔

﴿وَاَعۡطٰی قَلِیۡلًا وَّاَکۡدٰی(34)﴾

''اور اس نے تھوڑا سا دیا اور رُک گیا۔''(34)

سوال1:﴿وَاَعۡطٰی قَلِیۡلًا وَّاَکۡدٰی﴾''اور اس نے تھوڑا سا دیا اور رُک گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور اس نے تھوڑا سا دیا اور رُک گیا''اکدیٰ کدیہ سے مشتق ہے۔ کدیہ اس سخت پتھر کو کہا جاتا ہے جو کوئی کنواں یا بنیاد کھودتے ہوئے زمین میں نکل آئے اور کھدائی کے لئے رکاوٹ بن جائے۔اس لئے اکدیٰ کے معنی یہ ہوئے کہ پہلے کچھ دیا پھر دینے سے رک گیا۔(تفسیر معارف القرآن:216/8)(2)اگر اس کا نفس قلیل سے عمل پر آمادہ ہوا بھی تو اس پر قائم نہ رہا بلکہ اس نے بخل سے کام لیا اور اپنے ہاتھ کو روک لیا کیونکہ احسان اس کی عادت اور فطرت نہیں،اس کی فطرت تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی اور نیکی پر عدم ثبات ہے۔بایں ہمہ وہ اپنے نفس کو پاک گردانتا ہے اور اسے وہ منزلت عطا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں کی ۔ (تفسیر سعدی:2651/3) (3)یعنی

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جس نے مال خرچ نہیں کیا اور بخیل بن گیا۔ کبھی کبھار تھوڑا سا دیا اور رک گیا۔

﴿ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى (35)﴾

''کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے؟'' (35)

سوال1: ﴿ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴾ ''کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے'' یعنی کیا بخیل کے پاس علم غیب ہے جس کی وجہ سے وہ مستقبل میں دیکھ رہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا تو فقیر ہو جاؤں گا؟ یہی ڈر تو ہے جس نے خرچ کرنے سے روک کر نیکیوں کا سلسلہ روکا ہوا ہے۔ صدقے کا سلسلہ بخل کی وجہ سے رکتا ہے کیونکہ غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ (2) نبی ﷺ نے فرمایا: حلال خرچ کرتا رہ۔ عرش والے کی طرف سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ (ریفرینس:) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۳۴) وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (۳۵) قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۶)﴾ ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے۔'' اور انہوں نے کہا: ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (سبا:34,36) (3) کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ غیب کو دیکھ رہا ہے اور اس کے بارے میں خبر دیتا ہے؟ یا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتا ہے یا وہ دونوں باتوں کو جمع کرنے کی جسارت کرتا ہے، یعنی برائی اور طہارت نفس کے دعوے کو اور فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ اس کے پاس غیب کا کچھ بھی علم نہیں اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسے غیب دانی کا دعویٰ ہے تو علم غیب کے متعلق قطعی اور یقینی خبریں جو نبی معصوم کی طرف سے دی گئی ہیں، اس کے قول کے تناقض پر دلالت کرتی ہیں اور یہ اس کے قول کے بطلان کی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی:2651/3)

سوال2: انسان کے پاس غیب کا علم تو نہیں ہے۔ پھر وہ کس وجہ سے خرچ کرنے سے رُکتا ہے؟

جواب: انسان خرچ کرنے سے اس لئے رُکتا ہے کہ: (1) اُسے دنیا سے محبت ہے۔ (2) وہ بخل میں مبتلا ہے۔ (3) اُسے آخرت پر یقین نہیں۔

﴿ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى (36)﴾

''یا اُن باتوں کی اُسے خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے؟''(36)

سوال1:﴿اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی﴾ ''یا اُن باتوں کی اُسے خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ﴾ کیا دعویٰ کرنے والے کو وہ خبریں نہیں پہنچیں؟(2)﴿بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی﴾ ''جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے''یعنی جو کچھ موسیٰ کی طرف وحی کی گئی اور اس میں یہ بھی ہے کہ ہر انسان اپنی کوشش کا بدلہ پائے گا۔

سوال2: موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کی خبر کی بات یہاں کیوں کی گئی؟

جواب:(1) یہ بات اس لئے کی گئی کہ جو آج بتایا جارہا ہے وہی اُصولی دین ہے اور دین میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔(2) تمام رسول ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔(3) دین کی دعوت میں کوئی فرق نہیں۔

﴿وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی (37)﴾

''اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟''(37)

سوال1:﴿وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی﴾ ''اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے وفا کا حق ادا کر دیا''یعنی ابراہیم علیہ السلام نے کیسے دل کی خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اس کی وحی پہنچائی، ساری آزمائشوں میں پورے اترے۔شریعت اور دین کے جن احکام کا حکم دیا گیا انہوں نے اس کی تعمیل کی۔(2) ابن ابی حاتم نے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی﴿وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی﴾ اور پھر ان سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ وفی کا مطلب کیا ہے؟ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ''انہوں نے اپنے دن کے اعمال کی تکمیل اس طرح کر دی کہ شروع دن میں چار رکعت نماز اشراق پڑھ لیں۔''(ابن کثیر)(3) ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر روز وہ دن نکلتے ہی چار رکعت ادا کیا کرتے تھے یہی ان کی وفاداری تھی۔ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لئے لفظ﴿وَفّٰۤی﴾ اس لئے فرمایا کہ وہ ہر صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ختم کی۔(تفسیر ابن کثیر:214/5)(4) رب العزت نے فرمایا﴿وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط قَالَ

اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ط قَالَ لَا یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ (۱۲۴) ﴾ ''اور جب ابراہیم کو اُس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اُس نے اُن سب کو پورا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً میں تمہیں سب لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں''، ابراہیم نے کہا: ''اور میری اولاد میں سے بھی''؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا''(البقرہ:124)(5)﴿ ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ط وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ﴾ ''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' (النحل: 123)

سوال2: یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی وفا کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: وفا کا ذکر ''اَکّٰدٰی'' کے مقابلے میں کیا گیا۔ ''اَکّٰدٰی'' رُک جانے، ہٹ جانے کو کہتے ہیں اور وفا پورا پورا ادا کرنے کو کہتے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے پورا پورا حق ادا کر دیا۔

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟

جواب: اگلی ساری ہدایات وہی ہیں جو ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی آئی تھیں۔

﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی (38) ﴾

''یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی'' (38)

سوال1: ﴿ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی﴾ ''یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں یہ بھی ہے کہ ہر انسان اپنے کیے کا بدلہ پائے گا، کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ط فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ز صلے فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌۢ م بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ (۸) ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔'' (فاطر:8)

سوال2: کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ کیوں نہیں اُٹھائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اِنفرادی ذمہ داری کا اُصول رکھا ہے۔ ہر کوئی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ کوئی شخص دوسرے گناہ گار کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (39)﴾

''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی''۔(39)

سوال1: ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ ''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ ''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنی کوششوں کا بدلہ ملے گا جس طرح کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اسی طرح کسی کی نیکی کا ثواب نہیں ملے گا۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن کی تلاوت سے مردوں کو ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ تلاوت مردوں کا عمل وکسب نہیں اسی وجہ سے نہ تو نبی ﷺ سے اس کا جواز ثابت ہے نہ آپ ﷺ نے امت کو شوق دلایا اور نہ ہی صراحت سے یا اشارے کنائے سے اس پر ابھارا۔ (2) ایصال ثواب کے لیے تلاوت صحابہ سے بھی ثابت نہیں ہے۔ اگر یہ عمل خیر ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے پہلے اس میں سبقت لے جاتے۔ یاد رکھو! نیکیوں کے کام قرآن وحدیث کے صاف صاف حکم سے ثابت ہوتے ہیں۔ یہاں قیاس اور رائے کی گنجائش نہیں البتہ دعاؤں اور صدقہ کا ثواب میت کو ضرور ملتا ہے جو حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1957) (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں۔ صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔ (مسلم: 4223) (4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر چیز جو تم کھاتے ہو وہ تمہاری کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے۔'' (ترمذی: 1358) (5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (۱۵)﴾ ''جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے بُرائی کی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (الجاثیہ: 15) (16)﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ (۴۴)﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے اور جس نے نیک عمل کیا تو وہ اپنے لیے سامان تیار کررہے ہیں۔'' (الروم: 44) (7)﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۙ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا (۷)

﴾''اگر تم نے بھلائی کی ،تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے، چنانچہ جب دوسرا وعدہ آ گیا (تو ہم نے اور لوگ تم پر مسلط کر دیے) تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور تا کہ جس چیز پر بھی وہ غلبہ پائیں اُسے برباد کر دیں بری طرح تباہ و برباد کرنا۔''(بنی اسرائیل:7)(8) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دوران قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے تو ایسے وقت جب کہ میرا باپ بوڑھا ہو چکا ہے۔ وہ اونٹنی پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔(بخاری کتاب المناسک)(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا کہ میری ماں ناگہاں مر گئی اور میں سمجھتا ہوں اگر وہ بات کر سکتی تو ضرور صدقہ دیتی اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے ثواب ملے گا؟''۔آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' اور دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے پوچھا تھا کہ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو مجھے ثواب ملے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔(مسلم کتاب الوصیۃ)

سوال 2: آخرت میں انسان کو اجر کس چیز کا ملے گا؟

جواب: آخرت میں انسان کو اپنی محنت کا اجر ملے گا۔یعنی ہر فرد جو نیک کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کرے گا اُسی پر آخرت میں وہ اجر پائے گا۔

﴿ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (40)﴾

''اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔''(40)

سوال: ﴿ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴾ ''اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی'' یعنی آخرت میں انسان کو اس کی کوششوں کا انجام دکھایا جائے گا (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (١٠٥) ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تم عمل کرو پھر عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور تمام اہلِ ایمان تمہارا عمل دیکھیں گے اور تم جلد ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، چنانچہ وہ تمہیں بتا دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔''(التوبہ:105)(3) دنیا میں انسان نے جو کچھ بھی کیا، چاہے سب کے سامنے کیا ہو یا چھپ کر، اچھا کیا ہو یا برا، سب سامنے آ جائے گا۔

﴿ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى (41)﴾

''پھراُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔''(41)

سوال:﴿ ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى﴾ ''پھراُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھراُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ''یعنی ایسی کامل جزا ہوگی کہ اس میں کچھ کمی نہ ہوگی۔رب العزت نے فرمایا:﴿ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۱۱۱)﴾ ''جس دن ہرنفس اپنے بارے میں جھگڑا کرتا ہوا آئے گا اور ہرنفس کو جو اُس نے کیا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(النحل:111)(2)﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۲۵)﴾ ''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(آل عمران:25)

﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى(42)﴾

''اور بلاشبہ آپ کے رب تک ہی انتہا ہے۔''(42)

سوال1:﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى﴾ ''اور بلاشبہ آپ کے رب تک ہی انتہا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اور بلاشبہ آپ کے رب تک ہی انتہا ہے''یعنی قیامت کے دن سب لوگ لوٹ کر اپنے رب کے پاس جائیں گے اور تمام معاملات کو رب العزت ہی کے پاس لوٹنا ہے۔علم کی انتہا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہے،تمام کمالات کی انتہا بھی،حکم اور رحمت کی انتہا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (۶) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (۷) اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى (۸)﴾ ''ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناً انسان سرکش ہو جاتا ہے۔کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہوگیا۔یقیناً تیرے رب ہی کی طرف واپسی ہے۔''(العلق:6-8)(2)﴿ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (۴) لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (۵) يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۶)﴾ ''کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناً وہ اُٹھائے جانے والے ہیں؟ ایک بہت بڑے دن میں۔جس دن تمام لوگ جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''(المطففین:4-6)

سوال2:''آخرِ کار پہنچنا تیرے ربّ کے پاس ہی ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ جانے کا تصور انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ جانے کا تصور انسان سے وہ سارے کام کروالیتا ہے جو اُس کے بس میں ہوں۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی (43)﴾

''اور یہ کہ بے شک اسی نے ہنسایا اور اسی نے رُلایا۔''(43)

سوال: ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی﴾ ''اور یہ کہ بے شک اسی نے ہنسایا اور اسی نے رُلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور یہ کہ بے شک اسی نے ہنسایا اور اسی نے رُلایا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو رونے اور ہنسنے کی صلاحیتیں دی ہیں اور اس کے اسباب عطا کرنے والا بھی وہی ہے۔ (2) یعنی وہی ہے جو ہنسنے اور رونے کے اسباب وجود میں لاتا ہے، یہ اسباب خیر، شر، فرحت، مسرت اور حزن وغم پر مشتمل ہیں اور ہنسانے اور رلانے کے اندر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پوشیدہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2652/3) (3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کا ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا جو ہنس رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر تم وہ باتیں جو میں جانتا ہوں جان لو تو بہت زیادہ رویا کرو اور بہت کم ہنسا کرو' پھر جبریل علیہ السلام مذکورہ آیت لے کر اترے، پھر آپ ﷺ ان کی طرف واپس آئے اور فرمایا کہ ''میں چالیس قدم نہیں چلا تھا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی﴾'' یعنی وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔ (تفسیر المنیر :138/14) (4) اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کے اندر ہنسنے اور رونے کی صلاحیت رکھی ہے۔ انسان یہ نہیں جانتا کہ وہ کس طرح ہنستا اور کس طرح روتا ہے۔ (5) ہنسنے اور رونے کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے۔ جب وہ ہنسنے کے اسباب پیدا کرتا ہے تو انسان ہنستا ہے اور جب رونے کے اسباب پیدا کرتا ہے تو انسان روتا ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ ہنساتا اور رُلاتا ہے یعنی انسانی شعور کو ایک حالت میں نہیں رہنے دیتا۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا (44)﴾

''اور یہ کہ بے شک اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی دی۔''(44)

سوال1: ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا﴾ ''اور یہ کہ بے شک اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '(1) 'اور یہ کہ بے شک اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی دی'' یعنی موت اور حیات کو وجود میں لانے والا وہی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ (۲)﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے''۔ (الملک:2) (2) وہی ہے جس نے ساری مخلوقات کو زندگی عطا کی۔ وہی موت کے بعد زندگی عطا کرے گا اور ہر ایک کو اس کے

اعمال کی پوری جزا دے گا۔(3) رب العزت نے فرمایا:﴿ اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰہُ وَ جَعَلۡنَا لَہٗ نُوۡرًا یَّمۡشِیۡ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنۡ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡہَا ؕ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنادی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے، اُس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام:122)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی دینے کی بات کس حوالے سے سامنے رکھی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کی بات اس لئے کی ہے کہ یہ دونوں راز ہیں۔ موت کی حقیقت اور زندگی کی حقیقت کوئی پا نہیں سکا۔ زندگی آتی کہاں سے ہے اور زندگی کیسے چلی جاتی ہے؟ کوئی نہیں جان سکا۔ وہ زندہ کرتا ہے۔ زندگی کی لاکھوں اور کروڑوں صورتیں ہیں اور موت کی بھی لاکھوں صورتیں ہیں۔ یقیناً وہ بے مثال قدرت والا ہے۔

﴿وَاَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی (45)﴾

''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا۔'' (45)

سوال1: ﴿وَاَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے ہر جان دار کا جوڑا بنایا اور وہی ہے جس نے اس کا جوڑا بنایا۔

سوال2: نر اور مادہ کی پیدائش کے تذکرے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: نر اور مادہ کی پیدائش ایک معجزہ ہے۔ جس وقت پیدائش کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اُس وقت سے یہ عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ نطفے کا مرد یا عورت بن جانا یقیناً اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے اسی وجہ سے اس کا تذکرہ کیا گیا۔

﴿ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اِذَا تُمۡنٰی (46) ﴾

''ایک نُطفے سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے۔'' (46)

سوال: ﴿ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اِذَا تُمۡنٰی ﴾ ''ایک نُطفے سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''ایک نُطفے سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے'' یعنی نطفے میں پورا انسان چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اُس کی ہڈیاں، گوشت، اَعصاب، رَگیں، بال، ناخن، صلاحیتیں، اَخلاق، مزاج۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت اور کمال درجے کے غلبہ کی دلیل، کہ اس نے نہایت حقیر پانی یعنی نطفے سے سارے حیوانات کو وجود عطا کیا۔ وجود کے آغاز سے اس کے اعادہ پر دلیل

دی گئی ہے۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (۳۶) اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی (۳۷) ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی (۳۸) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی (۳۹) اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ َ الْمَوْتٰی (۴۰)﴾ ''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟ پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا۔ پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟'' (القیامۃ:36-40)

﴿وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی(47)﴾

''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی کے ذمے ہی دوبارہ پیدا کرنا ہے'' (47)

سوال1:﴿وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی کے ذمے ہی دوبارہ پیدا کرنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنَّ عَلَیْهِ﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی کے ذمے ہی'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ہے۔(2)﴿النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی﴾ دوبارہ پیدا کرنا ہے'' یعنی جو بغیر نمونے کے پہلی بار پیدا کرسکتا ہے۔ وہ قیامت آنے کے بعد سب کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا اور ان کی نیکی بدی کی جزا دے گا۔(3)﴿ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَمَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۶۴)﴾ ''یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔'' (النمل:64)

سوال2: دوسری زندگی کے لئے کیا دلیل ہے؟

جواب:(1) پہلی زندگی دوسری زندگی کے لئے دلیل ہے۔(2) جس قوت نے ایک بار پیدا کیا، وہ دوسری بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی (48)﴾

''اور یہ کہ بے شک اسی نے مال دار کیا اور خزانہ بخشا'' (48)

سوال1:﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی﴾ ''اور یہ کہ بے شک اسی نے مال دار کیا اور خزانہ بخشا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی﴾ '' یہ کہ بے شک اسی نے مال دار کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو لوگوں کے معاشی حالات میں آسانی پیدا کر کے روپیہ ان کے ہاتھ میں دیتا ہے۔(2)﴿وَاَقْنٰی﴾ ''اور خزانہ بخشا'' یعنی روپیہ جو سرمایہ کے طور پر ان کے پاس رہتا ہے۔(3) یہ چیز

بندوں پر واجب کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ﴾ ''جولوگ ایمان لائے اوران کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔'' (الرعد:28)

سوال2: دولت اور سرمایہ کیسے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس طرح دولت دیتا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔اس کی سب ضرورتیں پوری ہوجاتی ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ کسی کو اتنی دولت دیتا ہے کہ اس کی ضروریات سے زائد اس کے پاس جمع ہوجاتا ہے۔یہ سرمایہ ربّ دیتا ہے۔اُس کی قدرت ہے جس کو جتنا چاہے عطا کردے۔اُس کی بخشش بے مثال ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعۡرٰی (49)﴾

''اور یہ کہ بے شک وہی شِعریٰ (ستارہ) کا رب ہے۔'' (49)

سوال1: ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعۡرٰی﴾ ''اور بے شک وہی شِعریٰ (ستارہ) کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور یہ کہ بے شک وہی شِعریٰ (ستارہ) کا رب ہے'' یعنی شعریٰ کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔(2) شعریٰ روشن ستارہ ہے جسے جاہلیت میں عرب کے جرہم قبیلے کے لوگ پوجتے تھے۔(2) یعنی شعریٰ نہیں تمہارا رب تمہاری قسمتیں بناتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ربّ ہے۔اُس نے یہاں خاص طور پر ﴿ شِعۡرٰی ﴾ ستارے کا نام کیوں لیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ﴿ شِعۡرٰی ﴾ کا نام اس لئے لیا ہے کہ عربوں میں سے بعض ﴿ شِعۡرٰی ﴾ کو ربّ بناتے تھے۔اس لئے وضاحت کی کہ وہ شِعۡرٰی کا ربّ ہے۔

﴿وَاَنَّهٗۤ اَهۡلَكَ عَادَ ۨ الۡاُوۡلٰی (50)﴾

''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا ہے'' (50)

سوال1: ﴿وَاَنَّهٗۤ اَهۡلَكَ عَادَ ۨ الۡاُوۡلٰی﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا ہے'' قوم عاد سے مراد ہود کی قوم ہے۔ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے سخت سزا سے انہیں ہلاک کرڈالا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (٦) اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ (٧) الَّتِیۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ (٨)﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ عاد ارم جو ستونوں والے تھے۔وہ کہ ان

جیسا کوئی شہروں میں پیدانہیں کیا گیا۔(الفجر:6-8)

سوال2:قومِ عادکواولیٰ کیوں کہا گیا ہے؟

جواب:(1)قومِ عادقومِ ثمود سے پہلے آئی تھی اس لئے اسے اولیٰ کہا گیا۔(2)قومِ عادقومِ نوح کے بعدسب سے پہلے ہلاک ہوئی۔(3) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عادکی دوقومیں گزری ہیں :ایک وہ جسے تیز آندھی سے ہلاک کیا گیااوردوسری جوبکھرجانے کے باوجودموجودرہی۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے عادِاولیٰ کو ہلاک کیا۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے حفاظت ربّ کی ذمہ داری ہے ایسے ہی نافرمانوں کو ہلاک کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔

﴿وَثَمُوْدَاْ فَمَآ اَبْقٰی (51)﴾

''اورثمودکوبھی، چنانچہ کسی کو باقی نہ چھوڑا''(51)

سوال1:﴿وَثَمُوْدَاْ فَمَآ اَبْقٰی﴾''اورثمودکوبھی، چنانچہ کسی کو باقی نہ چھوڑا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَثَمُوْدَ﴾''اورثمودکوبھی'' قوم ثمودصالح علیہ السلام کی قوم تھی۔انہوں نے معجزے کےطور پرآنے والی کواونٹنی کو ہلاک کرڈالا ۔(2)﴿فَمَآ اَبْقٰی﴾''چنانچہ کسی کو باقی نہ چھوڑا''اللہ تعالیٰ نے ان سب کوتباہ وبرباد کردیا،کسی کو باقی نہ رکھا۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ (٦٧) كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاْ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ (٦٨)﴾''اورجن لوگوں نےظلم کیا تھاانہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑلیاتو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔گویاان میں وہ بسے ہی نہ تھے۔سن لو!بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا تھا،سن لو!دُوری ہے ثمود کے لیے۔''(ہود:67,68)

سوال2:قومِ ثمودکی ہلاکت کے لئے یہ کیوں کہا گیا کہ کسی کو باقی نہ چھوڑا؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی قدرت اوراس کے اختیار کوثابت کرنے کے لئے کہا گیا کہ وہ کیسی سزا دینے والا ہے۔

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی (52)﴾

''اوراُن سے پہلےقومِ نوح کو، بلاشبہ وہ بہت زیادہ ظالم اور بہت حد سے بڑھے ہوئے تھے''(52)

سوال1:﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی﴾''اوراُن سے پہلےقومِ نوح کو، بلاشبہ وہ بہت زیادہ ظالم اور بہت حد سے بڑھے ہوئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ﴾ ''اوراُن سے پہلے قوم نوح کو'' اللہ تعالیٰ نے قوم عاد،قوم ثمود اور قوم لوط سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کردیا۔(2)﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴾ ''بلاشبہ وہ بہت زیادہ ظالم اور بہت حد سے بڑھے ہوئے تھے''یعنی وہ بعد میں آنے والوں سے زیادہ سرکشی میں بڑھے ہوئے تھے۔ان کو طوفان نے نہیں چھوڑا اور وہ تباہ کردیے گئے۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴾ ''اورنوح نے کہا:''اے میرے رب!تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔'' (نوح:26)

سوال2:قوم نوح پر اللہ تعالیٰ نے ہلاکت کے لئے کیا فردِ جرم عائد کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بڑے ظالم اور سرکش لوگ تھے۔

﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى (53)﴾

''اوراس نے اُلٹ جانے والی بستی کو گرادیا'' (53)

سوال1:﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴾''اوراس نے اُلٹ جانے والی بستی کو گرادیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ ﴾ ''اوراُلٹ جانے والی بستی'' قتادہi نے کہا وہ قوم لوط تھی۔(2)اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب بھیجا جو دنیا کی کسی قوم پر نہیں بھیجا۔(3)﴿اَهْوٰى ﴾'' اس نے بستی کو گرادیا'' اللہ تعالیٰ نے لوطیوں کے شہروں کو تلپٹ کردیا۔نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے کردیا۔

﴿فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى (54)﴾

''سواُس نے ڈھانپ دیا اسے جس سے ڈھانپا'' (54)

سوال1:﴿ فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى﴾''سواُس نے ڈھانپ دیا اسے جس سے ڈھانپا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''سواُس نے ڈھانپ دیا اسے جس سے ڈھانپا'' اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے کھنگر پتھروں کی بارش برسائی۔اس سے ان کے شہر چھپ گئے۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾''اور ہم نے اُن پر بارش برسائی،زبردست بارش سو ڈرائے جانے والوں کی بہت ہی بُری بارش تھی۔'' (النمل:58)(3)ان شہروں میں 4 لاکھ انسان آباد تھے۔آبادی کی ساری زمین آگ،گندھک اور تیل بن کر ان پر بھڑک اٹھی،جس سے سب ہلاک ہوگئے۔(ابن ابی حاتم)

سوال2:قوم لوط پر کیا چیز چھا گئی تھی؟

جواب: قومِ لوط پر عذاب چھا گیا تھا۔ اُن پر اللہ تعالیٰ نے پتھر برسائے اور سمندر کا پانی ان پر چڑھا دیا جس نے اُن کو ڈھانپ لیا۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی (55)﴾

''پس اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس میں آپ شک کرو گے؟'' (55)

سوال1: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی﴾ ''پس اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس میں آپ شک کرو گے؟ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''پس اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس میں آپ شک کرو گے'' یعنی اے انسان! اللہ تعالیٰ جس نے ساری نعمتیں دی ہیں جو ظاہر ہیں،، جس میں کوئی شک نہیں، اس کی کس کس نعمت پر شک کرو گے۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ '' تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (الرحمٰن:13)

سوال2: ربّ کی نعمتوں کے بارے میں جھگڑنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ربّ کی نعمتوں میں جھگڑنے سے مراد اُن میں شک کرنا اور اُن کو جھٹلانا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے ربّ کی نعمتوں میں جھگڑے کرنے کی بات کیوں کہی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں، اس کی نشانیاں اتنی عام ہیں کہ ان کا انکار کرنا ممکن نہیں۔

﴿ ھٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی (56)﴾

''یہ بھی پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے'' (56)

سوال1: ﴿ھٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی﴾ ''یہ بھی پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''یہ بھی پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے'' یعنی محمد ﷺ کوئی انوکھے رسول نہیں، پہلے انبیاء کی طرح آپ بھی نذیر ہیں یعنی برے انجام سے ڈرانے والے۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ ط اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (۹) ﴾ ''کہہ دو میں رسولوں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو محض ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں۔'' (الاحقاف:9) (3) یعنی سب رسولوں کی دعوت ایک ہے، تب آپ کی رسالت کا کس وجہ سے انکار کیا جا سکتا ہے؟ آپ کے اخلاق انبیاء سے اعلیٰ، آپ کی کتاب کامل پھر آپ ﷺ کی رسالت کو کس بنیاد پر جھٹلاؤ گے؟ یہ بتاؤ جن لوگوں نے پہلے انبیاء کو ہلاک کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک نہیں کر دیا؟ اب یہ بتاؤ کہ محمد ﷺ کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل ہونے

سے کون روکنے والا ہے؟(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے دور ہٹاتا رہے، میں بھی تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جاتے (اور نارِ جہنم میں گرتے جاتے) ہو۔(صحیح مسلم:5958)

(5) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور جو کچھ کلام اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے (تمہارے دشمن کا) لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح ڈرانے والا ہوں۔ پس بھاگو، پس بھاگو (اپنی جان بچاؤ) اس پر ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور رات ہی رات اطمینان سے کسی محفوظ جگہ پر نکل گئے اور نجات پائی۔ لیکن دوسری جماعت نے اسے جھٹلایا اور دشمن کے لشکر نے صبح کے وقت اچانک انہیں آلیا اور تباہ کر دیا۔(بخاری:6482)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کے منصب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ یہ نبی ﷺ بھی پہلے ڈرانے والے نبیوں میں سے ہیں یعنی جیسے پہلی قوموں کو ڈرایا گیا ایسے ہی تمہیں بھی ڈرایا جا رہا ہے۔

﴿ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (57)﴾

''قریب آنے والی قریب آ گئی ہے''۔(57)

سوال1: ﴿ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ ''قریب آنے والی قریب آ گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''قریب آنے والی قریب آ گئی ہے'' ازفة قیامت کا ہی صفاتی نام ہے اور ازف میں وقت کی تنگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/331) یعنی قیامت قریب آ گئی اسے کوئی ہٹانے والا نہیں، اس کے مقررہ وقت سے کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ اس کا وقت آ گیا ہے۔(2) قیامت کی علامات واضح ہو گئی ہیں۔ اس کی ہولناکیوں کو دیکھ کر محمد ﷺ لوگوں کو غفلت سے بیدار کر رہے ہیں۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱) لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (۲)﴾ ''جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔ اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے'' (الواقعہ:1,2)(4) ﴿فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ (۱۱)﴾ ''چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا'' (القمر:11)(5) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے قریب والی انگلی کے اشارے سے فرما رہے تھے کہ میں ایسے وقت میں مبعوث ہوا ہوں کہ میرے اور قیامت کے درمیان صرف ان دو کے برابر فیصلہ ہے۔'' (صحیح بخاری:4936)

سوال2: قیامت کے قریب آنے کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: قیامت کے قریب آنے کا ذکر ڈراوے کے طور پر کیا گیا کہ اب قیامت کا وقت قریب ہے۔کوئی اس وقت کو دور نہیں کرسکتا۔

﴿ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ (58)﴾

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اُس کو ظاہر کرنے والا نہیں ہے''۔(58)

سوال:1﴿ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اُس کو ظاہر کرنے والا نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اُس کو ظاہر کرنے والا نہیں ہے''یعنی جب قیامت آئے گی تو اسے کوئی ہٹانے والا نہیں ہوگا۔(2)اللہ تعالیٰ کے سوا اس وقت کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہوگا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ج لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ط ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ط يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۱۸۷)﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں:''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے۔اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا،وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے،تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔آپ کہہ دیں:''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(الاعراف:187)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قیامت کا وقت ظاہر کرنے والا نہیں۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کی گھڑی کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔(2) قیامت کے وقت کو نہ کوئی ہٹانے والا ہے،نہ کوئی کھولنے والا ہے۔یہ وقت اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کا اظہار کرنے والا ہے۔

﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ (59)﴾

''تو کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو؟''(59)

سوال: 1﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴾ ''تو کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'(1)'تو کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو'رب العزت نے محمد ﷺ اور قرآن کو جھٹلانے والوں کو تنبیہہ کی ہے یعنی کیا اس کلام پر تعجب کرتے ہو جو افضل ترین کلام ہے اور اسے معروف حقائق کے خلاف قرار دیتے ہو جب کہ یہ سراسر سچا کلام ہے،حق کو باطل سے جدا کرنے والا ہے۔یہ قرآن ہے جو کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا جاتا تو خوف الٰہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔(2) رب العزت نے فرمایا:﴿لَوْ

اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔'' (الحشر:21)

سوال2: قرآن پر تعجب کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اس کی تعلیمات پر حیرت کا اظہار کرنا ہے حالانکہ نہ اس میں کوئی تعجب والی بات ہے نہ مذاق والی۔

﴿وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ (60)﴾

''اور ہنستے ہو؟ اور روتے نہیں ہو؟'' (60)

سوال1: ﴿وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴾ ''اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَضْحَكُوْنَ﴾ ''اور ہنستے ہو'' یعنی تم استہزا کرتے ہو۔ (2) ﴿وَلَا تَبْكُوْنَ﴾ اور روتے نہیں ہو' اور تم یقین کرنے والوں کی طرح خشوع نہیں کرتے۔ (3) نبی ﷺ نے فرمایا: دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی۔ وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رو پڑی۔ اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں حفاظت کے لیے رات بھر بے دار رہی۔ (ترمذی:125/4)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے ہنسنے پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے نہ رونے کے بارے میں کیوں پوچھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے پوچھی ہے کہ قرآنِ مجید دوٹوک سنجیدہ بات ہے، ہنسی دل لگی نہیں۔ اس کے عظیم نتائج ہیں اور بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ اس زمین کے لوگوں نے اس بارے میں جواب دینا ہے۔ اس لئے یہ ہنسنے کا نہیں رونے کا مقام ہے۔

﴿وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ (61)﴾

''اور تم غافل ہو'' (61)

سوال1: ﴿وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ﴾ ''اور تم غافل ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور تم غافل ہو'' یعنی تم قرآن سے غافل اور مفرور ہو۔ (2) یعنی تم اس سے اور اس پر تدبر کرنے سے غافل ہو، یہ غفلت تمھاری قلت عقل اور تمھارے دین کی کھوٹ پر دلالت کرتی ہے۔ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوتی اور اپنے تمام احوال میں اس کی رضا کے طلب گار رہے ہوتے تو تمھیں یہ بدلہ نہ ملتا جسے عقل مند لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2654/3) (3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سَمَدگانے کو کہتے ہیں یہ یمنی لغت ہے' آپ سے ''سَمِدُوْنَ'' کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی مروی ہیں۔

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غفلت کرنے والے۔ (ابن کثیر: 217)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے ساتھ کس رویے پر حیرت کا اظہار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زندگی بدلنے والی عظیم کتاب کے ساتھ غفلت اختیار کرنے پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔

﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (62)﴾

''تو اب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو اور اُسی کی عبادت کرو''۔ (62)

سوال 1: ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾ ''تو اب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو اور اُسی کی عبادت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ﴾ ''تو اب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو'' یعنی اس کو سجدہ کرو جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں رزق دیا لہٰذا تم بتوں کی بندگی نہ کرو۔ (2) ﴿وَاعْبُدُوْا﴾ ''اور اُسی کی عبادت کرو'' اللہ تعالیٰ نے عام عبادت کا حکم دیا ہے جو تمام ظاہری، باطنی اعمال، اقوال کو شامل ہے۔ (3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمان، مشرک، جن اور انسان (جو بھی اس وقت موجود تھے) سب نے سجدہ کیا۔ (بخاری، کتاب التفسیر) (4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی سجدہ والی سورت ''سورۂ ''نجم'' ہے۔ بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تلاوت کے بعد) سجدہ کیا اور جتنے لوگ آپ کے پیچھے تھے سب ہی نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا، سوائے ایک شخص کے، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھائی اور اسی پر سجدہ کر لیا۔ بعد میں (بدر کی لڑائی میں) میں نے اسے دیکھا کہ کفر کی حالت میں وہ قتل کیا ہوا پڑا ہے۔ وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ (بخاری: 4863)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تعظیم کے لئے کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ اور اس کی عبادت کرو۔

سورۃ القمر

سوال: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی؟ اس کے تین رکوع اور 55 آیات ہیں؟

سوال: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 54 ویں نمبر پر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 37 ویں نمبر پر ہے۔

سوال: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: نبی ﷺ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں سورۃ ق اور سورۃ القمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (مسلم)

رکوع نمبر 8

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (1)﴾

''بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا''۔(1)

سوال 1: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ ''بہت قریب آ گئی قیامت'' رب العزت نے قرب قیامت اور دنیا کے خاتمے کی خبر دی ہے کہ وقت آ گیا ہے۔ قیامت قریب ہے۔ اس سے مراد ہے کہ زمانے کا زیادہ حصہ گزر چکا اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔ (2) جیسے رب العزت نے فرمایا: ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (1)﴾ ''اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا سو اس کو تم جلدی طلب نہ کرو، وہ پاک ہے، اور بے حد بلند ہے اس سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔ (النحل:1) (3) ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (1)﴾ ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں'' (الانبیاء:1) (4) یعنی قیامت قریب ہے اور جھٹلانے والے جھٹلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے بڑی نشانیاں دکھا رہا ہے جن کو دکھانا کسی انسان کے بس میں نہیں ہے، جو قیامت کے واقع ہونے پر دلیل ہیں۔ (5) ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا جب کہ سورج ڈوبنے والا تھا بس تھوڑا سا کنارہ باقی رہ گیا تھا۔ فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! گزری ہوئی دنیا کے مقابلے میں باقی دنیا صرف اتنی ہی سی ہے جتنا آج کے گزرے دن کے مقابلے میں باقی دن رہ گیا ہے۔ (مسند بزار بحوالہ مختصر ابن کثیر:2/1961) (6) نبی ﷺ نے شہادت کی اور درمیانی انگلی ملا کر فرمایا میں قیامت کے ساتھ اس طرح مبعوث کیا گیا ہوں۔ (مسلم:7403، بخاری:6563) یعنی میرے اور قیامت کے درمیان اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ (7) ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''اور چاند پھٹ گیا'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا تو چاند مکہ میں دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (ترمذی) (8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑوں میں پھٹ گیا تو قریش والوں نے کہا ابن ابی کبشہ نے جادو کر دیا ہے، تم پر جادو ہو گیا ہے۔ تم مسافروں سے سوال کرو۔ تو جب انہوں نے مسافروں سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا ہاں ہم نے اسے دو ٹکڑوں میں تقسیم دیکھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی۔ (بخاری)

﴿ وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ (2)﴾

''اوراگروہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: ''یہ ایک جادو ہے جوگزر جانے والا ہے۔''(2)

سوال1:﴿ وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ﴾ ''اوراگروہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: ''یہ ایک جادو ہے جوگزر جانے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً یُّعۡرِضُوۡا ﴾'' اوراگروہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ جاتے ہیں'' نبی ﷺ کو جھٹلانے والوں نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ کوئی خلاف عادت معجزہ دکھائیں جو آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت اور قرآن کے من جانب اللہ ہونے پر دلالت کرے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دوٹکڑے ہوگیا۔ایک جبل ابی قیس کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر چلا گیا۔مشرکین اس کو دیکھ رہے تھے۔انہوں نے اس سے پہلے نہ کبھی ایسا واقعہ سنا تھا، نہ دیکھا تھا۔اس معجزے کو دیکھ کر وہ مغلوب ہوئے لیکن ہدایت حاصل کرنا ان کا مقصد نہیں تھا اس لیے ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا۔انہوں نے منہ موڑا اور بہتان طرازی کی۔(2)﴿وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ﴾'' اور کہتے ہیں: ''یہ ایک جادو ہے جوگزر جانے والا ہے'' انہوں نے معجزے کا انکار کیا اور سرکشی سے کہا: محمد نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔وہ ایک معجزے کا انکار کرنے والے نہیں تھے۔ہر معجزے کا انکار کرنے کے لیے تلے بیٹھے تھے۔انہوں نے کہا چلتا ہوا جادو ہے، دھوکہ ہے، باطل ہے۔

سوال2: معجزات کو کب جھٹلایا جاتا ہے؟

جواب:(1)جب حق اور ہدایت کی پیروی کرنا کسی کا مقصد نہیں ہوتا۔(2)جب کوئی خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے۔(3)جب اللہ تعالیٰ کسی کی بھلائی نہیں چاہتا۔(4)جب لوگ عقل سلیم کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں تو معجزات کا انکار کر دیتے ہیں۔

سوال3: نشانی یعنی معجزات کو نہ ماننے والے انہیں جادو کیوں قرار دیتے ہیں؟

جواب: نشانی یعنی معجزات کو تسلیم نہ کرنے والے ان پر ایمان نہ لانے کے لئے انہیں جادو قرار دیتے ہیں۔

﴿وَکَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ وَکُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ (3)﴾

''اوراُنہوں نے جھٹلایا اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلے، اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے''۔(3)

سوال1:﴿وَکَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ وَکُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ﴾ ''اوراُنہوں نے جھٹلایا اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلے، اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ﴾ ''اور اُنہوں نے جھٹلایا'' انہوں نے حق کو جھٹلا دیا اور اسے ٹھکرا دیا۔(2)﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ﴾ ''اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلے'' انہوں نے اپنی نادانی سے خواہشات کی پیروی کی اور حق کو چھوڑ دیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآئَهُمْ ط وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (القصص:50)(3)اگر ان کا مقصد حق کی پیروی کرنا ہوتا تو وہ ایمان لے آتے۔(4)﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ﴾ ''اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلے'' کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی خواہشات کو ترجیح دیتے ہوئے اور ان کی اتباع و پیروی کرتے ہوئے اس کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا، حالانکہ ان کو محمد ﷺ کی نبوت کی صحت کا یقین ہو چکا تھا اور ان کو اس چیز کا بھی یقین ہو چکا تھا جو چیز محمد ﷺ کے پاس ان کے ربّ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔(جس چیز کو رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے لے کر آئے تھے۔)(تفسیر جامع البیان:94/27)(4)﴿وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ ''اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے'' یعنی ہر کام کو ٹھہرا دیا گیا ہے۔خیر اور بھلائی کے راستوں پر چلنے والوں کے لیے بھلائی اور شر چاہنے والوں کے لیے شر مقرر کر دیا گیا ہے۔(5)یعنی اب تک معاملہ اپنی انتہا کو نہیں پہنچا۔جب اپنے انجام کو پہنچے گا تو خیر کے راستے پر چلنے والے نعمت بھری جنتوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے زیر سایہ زندگی گزاریں گے اور جھٹلانے والے ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے۔(6)اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر اچھی اور بری چیز کا اپنا اپنا ٹھکانہ ہے جس میں وہ ٹھہری ہوئی ہے اور اس کو روکنے والی چیز اس کی انتہا اور حد ہے۔خیر اپنے اہل کے پاس جنت میں ہے اور شر اپنے اہل کے پاس جہنم میں ہے۔(تفسیر جامع البیان:94/27)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے جھٹلانے کی کیا وجہ بتائی ہے؟

جواب:لوگوں کے جھٹلانے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے'' اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی کہ ہر ایک کام کا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ہر ایک کام کی کوئی نہ کوئی انتہا ہے۔انتہا خواہ اچھی ہو یا بُری، نتیجہ ضرور سامنے آتا ہے خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں۔(2)اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی کہ قریش نے حق کو جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی تو انہیں یہ احساس دلایا گیا ہے کہ اس عمل کا نتیجہ لازماً نکلے گا۔دنیا میں نہیں تو آخرت میں ضرور نکلے گا۔یوں اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھٹلانے اور خواہشات کی تردید کے لئے یہ ارشاد فرمایا۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ (4)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں جن میں نصیحت ہے۔''(4)

سوال1:﴿وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں جن میں نصیحت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں''یعنی ان جھٹلانے والوں کا مقصد ہدایت کی پیروی کرنا نہیں ہے تو اب ان کے پاس رسولوں کو جھٹلانے والی قوموں کی خبریں، معجزات اور ان کا ہولناک انجام آئے گا۔(2)﴿مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ﴾ ''جن میں نصیحت ہے''یعنی تباہی کے واقعات میں ان کے لیے نصیحت بھی ہے اور ان کی گمراہی پر تنبیہ بھی ہے۔(3) گزشتہ قوموں کی ہلاکت سے جو عبرت حاصل کرنا چاہے وہ سبق لے کر شرک سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ سکتا ہے۔

سوال2: گزشتہ قوموں کی ہلاکت سے جو عبرت اور نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ کیا سبق لے سکتا ہے؟

جواب: گزشتہ قوموں کی ہلاکت سے جو عبرت حاصل کرنا چاہے وہ سبق لے کر شرک سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ سکتا ہے۔

﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ(5)﴾

''کامل دانائی کی بات ہے، پھر بھی تنبیہات انہیں فائدہ نہیں دیتیں''۔(5)

سوال1:﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾ ''کامل دانائی کی بات ہے'' پھر بھی تنبیہات انہیں فائدہ نہیں دیتیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ﴾ ''کامل دانائی کی بات ہے،یعنی جو خبریں ان کے پاس آئی ہیں وہ حکمت بالغہ ہیں۔یعنی کامل حکمت۔(ایسر التفاسیر:1549)(2) یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے تاکہ تمام جہانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے اور رسولوں کے مبعوث کیے جانے کے بعد کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔(تفسیر سعدی:2656,2657/3)(3)﴿فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾ ''پھر بھی تنبیہات انہیں فائدہ نہیں دیتیں''یعنی وہ قوم جس نے جھٹلایا ہے اور خواہشات کی پیروی کی، انہیں کوئی چیز کام نہیں آئی۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ(۹۶) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ(۹۷)﴾''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔(یونس:96,97)(4) جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دے انہیں کون ہدایت پر لا سکتا ہے۔(5)﴿فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾''کامل دلیل اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے''(الانعام:149)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے اور گمراہ کرنے میں کیسے حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اُسی کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہ ہونا چاہتا ہے اور جس میں گمراہ ہونے کا میلان موجود ہوتا ہے۔ اور وہ اُسی کو ہدایت دیتا ہے جو ہدایت چاہتا ہے اور جس میں ہدایت حاصل کرنے کا میلان موجود ہوتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے اور گمراہ کرنے میں بڑی حکمت ہے۔

سوال 3: تنبیہات کس کے کام نہیں آتیں؟

جواب: (1) جس کے لئے اللہ تعالیٰ بدبختی لکھ دے۔ (2) جس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دے اُس کو پیغمبروں کی نصیحت فائدہ نہیں دیتی۔

﴿فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ يَدۡعُ الدَّاعِ اِلٰى شَىۡءٍ نُّكُرٍ (6)﴾

''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا''۔(6)

سوال: ﴿فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ يَدۡعُ الدَّاعِ اِلٰى شَىۡءٍ نُّكُرٍ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اب جنہوں نے جھٹلا دیا ان کی ہدایت کا کوئی امکان نہیں لہٰذا ﴿فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں یعنی آپ ان سے اعراض کریں اور اس دن کا انتظار کریں۔ (2) ﴿يَوۡمَ يَدۡعُ الدَّاعِ﴾ ''جس دن پکارنے والا پکارے گا'' یعنی جس دن سیدنا اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور انہیں حشر کے میدان کی طرف بلائیں گے۔ (3) ﴿اِلٰى شَىۡءٍ نُّكُرٍ﴾ ''ایک سخت ناگوار چیز کی طرف'' تو اس سے برا کوئی منظر نہیں ہوگا۔ جب مردے اپنی قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں ٹڈیوں کی طرح دوڑ کر پھیل جائیں گے۔ اس میدان میں گھبراہٹ ہوگی اور مصائب ہوں گے۔

﴿خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ كَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ (7)﴾

''ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔''(7)

سوال: 1 ﴿خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ كَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ﴾ ''ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ﴾ ''ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی'' یعنی دہشت اور گھبراہٹ کے باعث لوگ جھکی آنکھوں کے ساتھ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (2) ﴿يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ﴾ ''وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے'' وہ اپنی قبروں سے یوں نکلیں گے۔ (3) ﴿كَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ﴾ ''گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں'' گویا وہ ٹڈی دل ہیں۔ لوگ کثیر ہوں گے، بے ترتیب ہوں گے، زمین

پر پھیلے ہوئے ہوں گے۔ٹڈیوں کی طرح بلانے والے کی آواز پر دوڑے چلے جائیں گے،مخالفت نہیں کریں گے۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾ ''جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے۔(القارعہ:4)﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ (۵۱) قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْ م بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سکته هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (۵۲) اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ (۵۳)﴾ ''اورصور میں پھونکا جائے گا سو یکا یک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے۔ وہ کہیں گے:''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کئے ہوئے ہوں گے۔(یٰسین:51۔53)

﴿مُّهْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ ط یَقُوْلُ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ (8)﴾

''گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے،کافر کہیں گے:''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔''(8)

سوال1: ﴿مُّهْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ ط یَقُوْلُ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ﴾ ''گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے،کافر کہیں گے:''یہ تو بڑا مشکل دن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مُّهْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ﴾ ''گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے''یعنی پکارنے والا جب پکارے گا اورانہیں حکم دے گا کہ حشر کے میدان میں حاضر ہو جاؤ تو سب پکار پر لبیک کہیں گے اور پکارنے والے کی طرف دوڑیں گے۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ (۴۱) یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ط ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ (۴۲)﴾ ''اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا۔جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے،وہی نکلنے کا دن ہوگا''۔(ق:41,42)(3)﴿یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ ج وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (۱۰۸)﴾ ''اس دن سب لوگ بلانے والے کے پیچھے چل پڑیں گے،کسی میں کوئی کجی نہ ہوگی اور آوازیں رحمٰن کے لیے دب جائیں گی،چنانچہ آپ سرسراہٹ کے سوا کچھ نہ سنیں گے۔(طٰہٰ:108)(4)﴿یَقُوْلُ الْکٰفِرُوْنَ﴾ ''کافر کہیں گے''یعنی وہ کافر جن کے سامنے ان کا عذاب موجود ہوگا کہہ رہے ہوں گے(5)﴿هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ﴾ ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے'' آج کا دن تو بڑا بھاری اور سخت ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ (۱۰)﴾''کافروں پر آسان نہ ہوگا''(المدثر:10)(6)اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ایمان والوں پر بھی وہ دن سخت نہیں ہوگا۔

سوال2: یہ کس شخص کا قول ہے: هٰذَا یَوْمٌ عَسِر ؟

جواب: یہ ایسے شخص کا قول ہے جو غفلت میں ڈوبا ہوا گویا بوجھل قدموں سے سولی چڑھنے کے لئے جا رہا ہو۔

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (9)﴾

''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تھا تو اُنہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا: ''دیوانہ ہے۔'' اور اُسے جھڑکا گیا'' (9)

سوال:1﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ﴾ ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تھا تو اُنہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا: ''دیوانہ ہے۔'' اور اُسے جھڑکا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ﴾ ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تھا'' سیدنا نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو بت پرست قوم کی طرف بھیجا گیا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا اور بتوں کی عبادت سے روکا تو انہوں نے کہا ﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (۲۳)﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَد کو چھوڑنا اور نہ سُواع کو اور نہ ہی یغوث اور یعوق اور نسر کو۔'' (نوح:23) (2)﴿فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا﴾ ''تو اُنہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا'' یعنی نوح علیہ السلام نے انہیں کھلے چھپے دعوت دی مگر ان کی دشمنی اور سرکشی میں اضافہ ہی ہوا اور انہوں نے ہمارے بندے یعنی نوح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ (3) عبد کے لفظ سے سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق ظاہر ہو رہا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے واقعۂ اسراء میں رسول اللہ ﷺ کے لیے عبد کا لفظ استعمال کیا۔ فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ ''پاک ہے وہ جو ایک رات اپنے بندے کو لے گیا۔'' (الاسراء:1) (4) صاحب تفسیر البحر المحیط فرماتے ہیں: لفظ ''عبدنا'' آپ کے شرف و کمال اور عبودیت کا وصف بیان کرنے کے لیے ہے۔ (تفسیر البحر المحیط:176/8) (5)﴿وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ﴾ ''اور کہا: ''دیوانہ ہے'' نوح علیہ السلام ان کے پاس جو کچھ لے کر آئے تھے وہ ثابت شدہ حقائق تھے جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتے تھے لیکن انہوں نے کہا کہ نوح جو کچھ لے آئے ہیں وہ جہالت اور گمراہی ہے جو دیوانوں سے سرزد ہو سکتی ہے۔ (6)﴿وَّازْدُجِرَ﴾ ''اور اُسے جھڑکا گیا'' نوح کو بہت برا بھلا کہا گیا۔ وہ کبھی سنگسار کرنے کی دھمکی دیتے ،کبھی قتل کی، کبھی اس بات پر ڈانٹتے کہ تم اس کام سے باز کیوں نہیں آتے؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (۱۱۶)﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے نوح! یقیناً اگر تم باز نہیں آؤ گے تو یقیناً ضرور تم سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔'' (الشعراء:116) (7) انبیاء کے دشمنوں کا ان کے ساتھ ہر دور میں یہی طرز عمل رہا ہے۔

﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (10)﴾

تو اُس نے اپنے رب کو پکارا: ''میں بے بس ہوں سو تو بدلہ لے لے!'' (10)

سوال:﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ ''تو اُس نے اپنے رب کو پکارا:''میں بے بس ہوں سوتو بدلہ لے لے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ﴾ ''تو اُس نے اپنے رب کو پکارا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے جب پوری زندگی کی مشقت کے بعد بھی خود کو مغلوب دیکھا اور اپنی طاقت میں کمی دیکھی تو رب العالمین سے دعا کی۔(2)﴿اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ﴾ ''میں بے بس ہوں'' مغلوب ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ لوگ سیدنا نوح علیہ السلام کو ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکنے میں کامیاب ہو گئے تھے کیونکہ عموماً لوگ نافرمانی کرتے ہوئے دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہم پر لوگ غالب آ گئے ہیں۔مغلوب ہونے سے مراد ہے کہ لوگ حق کی دعوت کو قبول نہیں کرتے، سرکشی کرتے ہیں اور میں انہیں حق کی طرف لانے میں کامیاب نہیں ہوں۔(3)﴿فَانْتَصِرْ﴾ ''سوتو بدلہ لے لے'' یعنی اے اللہ میری مدد فرما: میری طرف سے بدلہ لے لے۔سیدنا نوح علیہ السلام کی ایک اور دعا سے اس کا اظہار ہوا﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اور نوح نے کہا:''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ''۔(نوح:26)

﴿فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ(11)﴾

''چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا''(11)

سوال1:﴿فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ﴾ ''چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)'چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی اور موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے۔(2)ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان نے اپنے دہانے کھول دیے ہیں۔(3)اس طرح ان کی قوم سے بدلہ لے لیا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے آسمان کو سیدنا نوح علیہ السلام کا کیسے معاون بنا دیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے چالیس دن تک موسلا دھار بارش برسائی۔

﴿وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ(12)﴾

''اور ہم نے زمین کو چشموں سے پھاڑ دیا تو اس کام پر جو طے ہو چکا تھا سارا پانی مل گیا''۔(12)

سوال1:﴿وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ﴾ ''اور ہم نے زمین کو چشموں سے پھاڑ دیا تو اس کام

پر جو طے ہو چکا تھا سارا پانی مل گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا﴾ ''اور ہم نے زمین کو چشموں سے پھاڑ دیا'' آسمان سے اتنا پانی برسا کہ تمام روئے زمین پر جگہ جگہ چشمے پھوٹ پڑے حتیٰ کہ تنور سے بھی چشمہ پھوٹ نکلا جو آگ کی جگہ ہے جہاں چشمہ تو کجا پانی بھی نہیں ہوسکتا۔(2)﴿فَالْتَقَى الْمَآءُ﴾ ''تو سارا پانی مل گیا'' آسمان سے نازل ہونے والی بارش اور زمین پر جمع ہونے والا پانی مل گیا اور پانی کی سطح اتنی بلند ہوگئی کہ چھوٹے پہاڑ ڈوب گئے۔(3)﴿عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ﴾ ''اس کام پر جو طے ہو چکا تھا'' جسے اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں ظالموں کی سزا کے لیے مقدر کر رکھا تھا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے زمین کو سیدنا نوح علیہ السلام کے لئے کیسے معاون بنا دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے اور یوں خوب پانی جمع ہو گیا۔

سوال3: آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کے حکم پر اُس کے بندوں سے کیسے تعاون کرتے ہیں؟

جواب: آسمان اور زمین مل کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کر کے تعاون کرتے ہیں۔

﴿وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (13)﴾

''اور نوح کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا''۔(13)

سوال1:﴿وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴾ ''اور نوح علیہ السلام کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور نوح علیہ السلام کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے نوح علیہ السلام کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کر دیا۔(2)اس کشتی کو کیلوں کے ذریعے جوڑا گیا اور تسموں سے باندھا گیا۔

سوال2: سیدنا نوح علیہ السلام کو طوفان سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا انتظام کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو بہت بڑی کشتی پر سوار کر دیا۔

سوال3: وہ کشتی کہاں سے آئی تھی جس میں سیدنا نوح علیہ السلام نے مومنوں کو سوار کیا تھا؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیلوں اور میخوں کی مدد سے تختے جوڑ کر کشتی بنائی تھی۔اس لیے اسے کیلوں اور میخوں والی کہا گیا۔

﴿تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ (14)﴾

''وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی، یہ تھا بدلہ اُس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا''(14)

سوال1:﴿ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴾ ''وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی، یہ تھا بدلہ اُس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ﴾ ''وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی''یعنی وہ کشتی جس پر نوح علیہ السلام نے ایمان والوں کو سوار کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں چل رہی تھی۔اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے کشتی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔سیدنا نوح علیہ السلام کو اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ہم نے کس منزل تک پہنچنا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے سہارے کشتی میں بیٹھے تھے۔یقیناً اللہ تعالیٰ بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور بہترین کام بنانے والا ہے۔(2)﴿جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴾ ''یہ تھا بدلہ اُس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا۔'' یہ اس کا بدلہ ہے جس کو جھٹلایا گیا، جس کا انکار کیا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ثابت قدم رہے اور کوئی انہیں اپنے مقصد سے نہیں ہٹا سکا ۔رب العزت نے فرمایا:﴿ قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۴۸)﴾ ''کہا گیا:''اے نوح! ہماری جانب سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اُتر جاؤ تم پر اور اُن گروہوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں اور کچھ گروہ ایسے ہیں کہ جلد ہی ان کو ہم ساز و سامان دیں گے پھر اُنہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔''(ہود:48)(3)اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم نے نوح کی قوم کو ہلاک کیا اور ہم نے ان کو عذاب اور رسوائی میں ڈالا، ان کے کفر اور عناد کی جزا کے طور پر۔ یہ معنی اس شخص کی قراءت پر مبنی ہے جس نے كَفَرَ کے کاف کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔(تفسیر سعدی:2960/3) (4)اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے بے یار و مددگار نہیں۔اللہ تعالیٰ کی نُصرت آتی ہے اور قوم کی ناقدری پر اللہ تعالیٰ ایسی قدر کرتے ہیں کہ دنیا میں ایسے انسان کی زندگی دوسروں کے لیے مثال بن جاتی ہے۔

سوال2:''یہ تھا بدلہ اُس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا''اس سے ہمیں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے بے یار و مددگار نہیں۔اللہ تعالیٰ کی نُصرت آتی ہے اور قوم کی ناقدری پر اللہ تعالیٰ ایسی قدر کرتے ہیں کہ دنیا میں ایسے انسان کی زندگی دوسروں کے لیے مثال بن جاتی ہے۔

﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (15)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اُس کو ہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''(15)

سوال1:﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُس کوہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُس کوہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے'' اللہ تعالیٰ اس آیت میں ذکر فرما رہے ہیں کہ ہم نے اس کشتی کو جس میں نوح علیہ السلام اور اس کے ساتھی سوار تھے آئندہ کے لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا یعنی نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی امتوں کے لیے عبرت بنا دیا تا کہ یہ امتیں اس سے عبرت پکڑیں اور نصیحت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے جس راستے پر یہ چل رہے ہیں اس سے باز آجائیں۔انبیاء ورسل کو جھٹلانا چھوڑ دیں ورنہ ان کے لیے بھی وہی سزا ہوگی جو ان سے پہلوں کے لیے تھی۔(جامع البیان:100/27)(2)﴿تَّرَكْنٰهَآ﴾ ''چھوڑ دیا ہم نے اس کو'' کی ضمیر کشتی اور اس کی جنس کی طرف لوٹتی ہے اس لیے کہ کشتی کی صنعت کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سیدنا نوح علیہ السلام کو دی، پھر اس صنعت اور اس کی جنس کو لوگوں میں باقی رکھا تا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر رحمت اور عنایت، اس کی کامل قدرت اور انوکھی صنعت پر دلالت کرے۔(تفسیر سعدی:2660/3)(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (١١) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (١٢)﴾ بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا۔تا کہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں۔(الحاقۃ:11,12)(4)اس کشتی کو ہم نے قدرت کی نشانی بنا کر چھوڑ دیا۔کہتے ہیں کہ یہ کشتی جودی پہاڑ پر ایک مدت تک رہی اور اسے اس امت کے لوگوں نے بھی دیکھا۔آج بھی اس کے بعض تختوں کی تلاش جاری ہے۔(شوکانی،اشرف،637/1)(5)﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا'' یعنی کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے اور اپنے قلب وذہن کی توجہ اس جانب کرے تو اسے حقیقت سمجھ آئے اور وہ نصیحت مان لے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے طوفانِ نوح کے تذکرے کے بعد کس چیز کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے طوفانِ نوح کے تذکرے کے بعد توجہ دلائی ہے کہ کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (16)﴾

''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا!''(16)

سوال1:﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا!'' اللہ تعالیٰ نے قومِ نوح پر آنے والے عذاب کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کیسی دنیا سے محبت تھی، کیسی تمنائیں تھیں، سب غرق ہوگئیں۔کہیں تم بھی خواہشات میں غرق نہ ہو جانا۔(2)پس اے مخاطب! تو نے اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب اور اس کی اس تنبیہہ کو کیسا دیکھا جو کسی کے لیے کوئی حجت نہیں چھوڑتی؟(تفسیر سعدی:2660/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے عذاب کی طرف کیوں توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس لیے توجہ دلائی ہے تا کہ لوگ ڈریں اور نافرمانیوں اور سرکشیوں سے باز آجائیں۔

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ(17)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا''؟(17)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا'' ابن کثیر فرماتے ہیں یعنی ہم نے نصیحت وعبرت حاصل کرنے والوں کے لیے اسے آسان بنا دیا ہے ایسے وعظ کے ساتھ جو کافی وشافی ہے اور ہم نے اس میں وعدو وعید کا بھی ذکر کیا ہے۔(الاساس فی التفسیر: 10/5609) (2) صاحب محرر الوجیز فرماتے ہیں: اس سے مراد ہے کہ ہم نے قرآن مجید میں بہترین نظم وضبط اور اعلیٰ معانی کو اس کے لیے آسان کر دیا ہے اس سے دلوں کو مٹھاس ملتی ہے اور عقل سلیم اسے قبول کرتی ہے۔(المحرر الوجیز: 215/5) (3) ہم نے اس قرآن کے الفاظ کو یاد کرنے، ان کو ادا کرنے اور اس کے معانی کو علم وفہم کی خاطر نہایت آسان اور سہل بنایا کیونکہ قرآن لفظ کے اعتبار سے اچھا، معنی کے اعتبار سے سب سے سچا اور تفسیر کے اعتبار سے سب سے واضح کلام ہے۔ جو کوئی قرآن کریم پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مطلوب ومقصود کو حد درجہ آسان اور سہل کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی: 3/2660)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے قصے کے ذریعے سے کیا سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس قصے میں دو چیزوں کا ذکر کیا ہے۔(1) مخلوق کو تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی نوعیت کیسی ہوگی؟ (2) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے والوں اور حفظ کرنے والوں کے لیے آسان بنا دیا ہے اور جو حفظ کرنا چاہتا ہے اس پر اس کی مدد بھی کرتا ہے۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید جتنی واضح کوئی چیز نہیں لکھی۔ اور یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے اسے حفظ کرنا آسان بنا دیا ہے تا کہ جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے اس سے نصیحت حاصل کی جا سکے۔ کیا ہے کوئی پڑھنے والا جو اسے پڑھے! اور نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اس آیت کو اس سورت میں تکرار سے لانے کا مقصد تنبیہ اور تفہیم ہے۔(تفسیر منیر: 14/172)

﴿كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (18)﴾

''عاد نے جھٹلایا تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟''(18)

سوال1:﴿كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''عاد نے جھٹلایا تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ عَادٌ﴾ ''عاد نے جھٹلایا'' عاد یمن کا ایک معروف قبیلہ ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو انہیں توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے مگر انہوں نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلایا۔(تفسیر سعدی:2661/3)(2) یعنی قوم نوح کی طرح قوم عاد نے بھی جھٹلایا تھا۔(3) ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا'' اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد پر آنے والی طوفانی ہوا کے عذاب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سات راتوں اور آٹھ دن تک چلنے والی تیز ہوا کی وجہ سے ہر چیز کی بربادی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھو دنیا کی محبت کی فصل کٹی پڑی ہے۔ کہیں تم تو دنیا سے محبت نہیں کرتے کیونکہ یہ فصل تو ایسے ہی کٹا کرتی ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کے عذاب کی طرف کیوں توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس لیے توجہ دلائی ہے تاکہ لوگ اُس کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے رویے کو بدلیں۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (19)﴾

''اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تند و تیز ہوا بھیج دی۔(19)

سوال1:﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ﴾ ''اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تند و تیز ہوا بھیج دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ﴾ ''اور یقیناً ہم نے ان پر تند و تیز ہوا بھیج دی'' اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر سخت آندھی کا عذاب مسلط فرما دیا۔(2)﴿رِيْحًا صَرْصَرًا﴾ ''تند و تیز ہوا'' یعنی سخت ٹھنڈی اور طوفانی ہوا بھیجی۔(3)﴿فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ﴾ ''نحوست کے دن'' یعنی ایسے دن جو برکت سے خالی تھا۔ وہ عذاب کا دن، نحوست کا تھا اور قوم عاد کے لیے بہت بدبختی والا تھا۔(4)﴿مُّسْتَمِرٍّ﴾ ''دائمی'' جو مسلسل ایک ہفتہ جاری رہا یعنی سات راتیں اور آٹھ دن ہوا انہیں فنا کرنے کے لیے چلتی رہی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ

(۱۶)﴾ ''تو ہم نے اُن پر چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا بھیج دی تا کہ ہم اُن کو دنیا کی زندگی میں رُسوائی کا عذاب چکھا دیں اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رُسوا کن ہے اور اُن کی مدد نہیں کی جائے گی۔'' (فصلت:16)(5)﴿ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔ (الحاقۃ:7)

سوال2: کیا کوئی دن بذات خود منحوس یا سعد ہوتا ہے؟

جواب: (1) ایک ہی دن ایک قوم کے حق میں منحوس ہوتا ہے اور وہی دن دوسری قوم کے حق میں سعد ہوتا ہے۔ مثلاً یہی دن سیدنا ہود علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کے حق میں سعد تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے بچا لیا تھا یا مثلاً دس محرم کا دن فرعون اور آل فرعون کے لیے منحوس تھا مگر یہ دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لیے سعد اور انتہائی خوشی کا دن تھا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی دن ایسا پیدا نہیں کیا جو سب کے لیے نحس یا سعد ہو۔ (3) یہ نجومی اور سیاروں کے انسانی زندگی پر اثرات تسلیم کرنے والوں کی تقسیم ہے کہ فلاں دن نحس اور فلاں سعد۔ شریعت ایسی تقسیم کو شرک قرار دیتی ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:4/338)

﴿تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (20)﴾

''وہ لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اُکھڑے ہوئے تنے ہوں۔'' (20)

سوال: ﴿ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴾ ''وہ لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اُکھڑے ہوئے تنے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ تَنْزِعُ النَّاسَ ﴾ ''وہ لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک رہی تھی'' قوم عاد پر چلنے والی ہوا کیا تھی اللہ تعالیٰ کا قہر تھا۔ وہ قلعوں میں اور گھروں میں بند انسانوں کو اٹھا کر اتنا بلند لے جاتی کہ وہ نگاہوں سے غائب ہو جاتے پھر ان کو سر کے بل زمین پر اس زور سے پٹختی تھی کہ ان کا دماغ کچلا جاتا اور سر دھڑ سے الگ جا پڑتا۔ (2)﴿ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴾ ''گویا وہ کھجور کے اُکھڑے ہوئے تنے ہوں'' یعنی ان کی ہلاکت کے بعد ان کی لاشیں ایسی دکھائی دے رہی تھیں گویا کہ کھجور کے جڑ سے اکھڑے ہوئے تنے ہوں۔ (3) جب بندے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی اور نافرمانی کرتے ہیں تو وہ کتنے حقیر ہو جاتے ہیں۔ یا ارحم الراحمین ہمیں اپنے غضب اور اپنی ناراضگی سے بچا لینا اور ہمیں عافیت عطا فرمانا۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (21)﴾

''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟'' (21)

سوال1:﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾" پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ﴾" پھر کیسا تھا میرا عذاب" یعنی تم نے دیکھا اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کا انجام۔(2)﴿وَنُذُرِ﴾ اور کیسا تھا میرا ڈرانا" اور ڈراووں کا نتیجہ۔(2) اللہ کی قسم! دردناک عذاب اور تنبیہہ تھی جس نے کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہنے دی۔(تفسیر سعدی:2661/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے کس عذاب اور کن ڈرانے والی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد پر آنے والی طوفانی ہوا کے عذاب اور ہلاکتوں کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں۔

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (22)﴾

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟" (22)

سوال1:﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ﴾" اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا" قوم عاد کا بدترین انجام اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ ان اسباب و وجوہ کو تلاش کیا جائے جن کے باعث ان کا یہ بدترین انجام ہوا اور اسے سمجھنا بالکل آسان ہے کیونکہ قرآن مجید کے تمام واقعات و قصص کو سمجھنا بالکل آسان امر ہے۔ کیا ہے کوئی عبرت پکڑنے والا۔(تفسیر منیر:176/14)(2)﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾"تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا" نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی قوم کو سلام کہتے تو تین مرتبہ کہتے اسی طرح فرمایا: خبردار جھوٹی بات سے بچو خبردار جھوٹی بات سے بچو خبردار جھوٹی بات سے بچو۔ اس طرح مذکورہ تمام مثالوں میں تاکید اور ترغیب کے اصول کو استعمال کیا گیا ہے۔(تفسیر المحرر الوجیز: 217/5)(3) یعنی ہم نے اس کے الفاظ آسان کر دیئے ہیں اور اس کے معنی سہل بنا دیئے ہیں ہم نے اس میں مختلف انواع کی عبرت اور وعظ و نصیحت کی ہے کہ جو چاہتا ہے وہ اس سے عبرت پکڑے اور جو چاہتا ہے وہ غور و فکر کر کے اس کا فہم حاصل کر لے۔(تفسیر مراغی:359/9)

سوال2: قرآنِ مجید کی نصیحت کو کون قبول کر سکتا ہے؟

جواب: قرآنِ مجید کی نصیحت کو وہ قبول کر سکتا ہے:(1) جس کی نیت صاف ہو۔(2) جس کے دل میں اس سے ہدایت حاصل کرنے کی تمنا ہو۔(3) جس کے کان توجہ سے سنیں۔(4) جو اس پر کھلے دل سے غور و فکر کرے۔

سوال3:قومِ عاد کے واقعے کا تذکرہ کرنے کے بعد دوبارہ یہ بات کیوں کہی گئی:''اور ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان بنادیا ہے۔ پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''

جواب: یہ بات اس لیے کہی گئی کہ قومِ عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلا کر، نصیحت قبول نہ کر کے ہلاکت خریدی تھی۔ اب تم دیکھ لو تمہارے پاس قرآنِ مجید کی نصیحت آ گئی ہے۔ قبول نہیں کرو گے تو برے انجام کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب بتاؤ کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

رکوع نمبر 9

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ (23) ﴾

''ثمود نے خبردار کرنے والوں کو جھٹلایا'' (23)

سوال:﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ﴾''ثمود نے خبردار کرنے والوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''ثمود نے خبردار کرنے والوں کو جھٹلایا'' یہاں سے صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے۔ یہ تیسرا قصہ ہے یا انبیاء کرام کو جھٹلانے والی اقوام کی تیسری مثال ہے۔ ان اقوام کی عادت تھی کہ وہ ہر نبی کی تکذیب کرتے اور تمام رسولوں کے منکر تھے۔ انہوں نے نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام اور ان کی لائی ہوئی شریعتوں کو جھٹلا دیا۔ دراصل ایک رسول یا نبی کی تکذیب تمام انبیاء کرام کی تکذیب ہے کیونکہ تمام انبیاء کرام عقیدہ اور دین کے اصولوں میں متحد ہیں۔ سیدنا صالح علیہ السلام کا معجزہ ایک عجیب وغریب اونٹنی تھی جو ایک دن میں اکیلی ساری نہر کا پانی پی جاتی تھی (اور دوسرے دن لوگ پانی پیتے تھے) اور اتنا زیادہ دودھ دیتی تھی کہ سارے قبیلے کو کافی ہو جاتا تھا۔ بلکہ ان سے زیادہ ہو جاتا تھا۔ انہوں نے اس اونٹنی کو قتل کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کی چیخ کے ذریعے ان کو عذاب دیا اور وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ (تفسیر منیر:177/14) (2)﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ﴾''ثمود نے خبردار کرنے والوں کو جھٹلایا'' اس آیت میں ثمود سے مراد معروف قبیلہ ہے جو حجر کے علاقے میں آباد تھا۔ جب ان کے نبی سیدنا صالح علیہ السلام نے ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا جس کا کوئی شریک نہیں اور مخالفت کی صورت میں انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے سیدنا صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور استکبار کا مظاہرہ کیا اور تکبر سے ڈینگیں مارتے ہوئے کہا کہ ہم ایک بشر کی اتباع کیسے کر سکتے ہیں؟ (تفسیر سعدی:2662/3)

(3) قوم ثمود نے تین وجوہات کی بنا پر صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ یہ وجوہات اگلی آیات میں بیان کی گئی ہیں۔

﴿ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (24) ﴾

''پس انہوں نے کہا:''کیا ہم ہی میں سے ایک انسان ہو ہم اس کے پیچھے چلیں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے'' (24)

سوال1:﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾ ''پس انہوں نے کہا:''کیا ہم ہی میں سے ایک انسان ہو ہم اس کے پیچھے چلیں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ﴾ ''پس انہوں نے کہا:''کیا ہم ہی میں سے ایک انسان ہو ہم اس کے پیچھے چلیں'' انہوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنے جیسے ایک شخص کی بات مان لیں اور اس کے پیچھے چلیں جو بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے۔اس میں تو ہم کوئی مافوق الفطرت بات نہیں دیکھتے۔(2)﴿اِنَّآ اِذًا﴾ یعنی اگر ہم نے اس حالت میں اس کی پیروی کی۔(3)﴿لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾ ''گمراہی اور دیوانگی میں ہوں' اگر ہم نے اس کی بات مان لی تو ہم گمراہ اور دیوانے ہوں گے۔اس طرح انہوں نے تکبر کی وجہ سے رسول کی پیروی سے انکار کیا اور بتوں کے پجاری بنتے ہوئے ایک لمحے کے لئے بھی ان کی عقل نے ان کا ساتھ نہ دیا۔

سوال2:قومِ ثمود نے کس چیز کو گمراہی اور دیوانگی قرار دیا؟

جواب:قومِ ثمود نے ایک انسان کو رسول مان لینے کو گمراہی اور دیوانگی قرار دیا۔

سوال3:لوگ اپنے جیسے ایک انسان کی پیروی کرنے کو گمراہی اور دیوانگی کیوں سمجھتے ہیں؟

جواب:(1)لوگوں کے خیال میں ایک انسان کو رسول تسلیم کرنے کا مطلب اسے اپنے سے بڑا مقام دینا ہے۔اپنے سے بڑا مقام دینے پر اپنی بڑائی کا راستہ گم ہو جاتا ہے۔اس لیے لوگ انسان کو رسول تسلیم کرنے کو دیوانگی قرار دیتے ہیں۔(2)انسان کو رسول تسلیم کرنے کی وجہ سے اس کی سننی اور ماننی پڑتی ہے۔جو لوگ اپنے آپ کو اور اپنے آباء واَجداد کو بڑا سمجھتے ہیں،اُن کے نزدیک ایک انسان کی اطاعت دیوانگی ہے۔

﴿ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ (25)﴾

''کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا،خود پسند ہے۔''(25)

سوال1:﴿ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ﴾ ''کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا،خود پسند ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا﴾ ''کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟''یعنی اللہ تعالی نے کس خصوصیات کی بنا پر صالح علیہ السلام پر وحی نازل کی ہے اور بڑے بڑوں کو چھوڑ دیا ہے۔یہ بات تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔(2)انبیاء کی دعوت پر یہ اعتراض ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾' 'ان کے

رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم کچھ نہیں مگر تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے پاس اذنِ الٰہی کے بغیر کوئی دلیل لائیں اور اللہ تعالیٰ ہی پر تو لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں۔'' (ابراہیم:11) (3) اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ایسے اوصاف، اخلاق اور کمالات سے نوازا ہوتا ہے جن کی بنا پر وہ اپنے رب کی رسالت اور اس کی وحی کے اختصاص کی صلاحیت رکھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے کہ رسول نوع بشری میں سے ہیں۔ اگر رسول فرشتوں میں سے ہوتے تو انسانوں کا ان سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہوتا۔ اگر فرشتوں کو رسول بنایا ہوتا تو جھٹلانے والوں پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا۔ (تفسیر سعدی:3/2662,2663) انہوں نے صالح علیہ السلام کے بارے میں کہا: وہ حق کو ٹھکرا دینے والا متکبر ہے اس کا ہم پر عظیم ہونا جھوٹ ہے۔ (الاساس:10/5611) (4) ﴿بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ﴾ ''بلکہ وہ بڑا جھوٹا، خود پسند ہے'' قوم ثمود نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کے بارے میں جو اعتراض کیے اس کا مقصد محض انہیں جھٹلانا تھا۔ دراصل وہ خود اتنے ظالم تھے کہ سچے خیر خواہ کو نہیں پہچان سکے۔ ایسے ہی اعتراضات اہل مکّہ نبی ﷺ پر کر رہے تھے۔ (5) ان کی سرکشی جب حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

سوال 2: وحی آنے پر قومِ ثمود نے پیغمبر پر کیا الزام لگائے؟

جواب: (1) وحی آنے پر قومِ ثمود نے کہا کہ اُس نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام نازل ہوتا ہے۔ (2) انہوں نے کہا اس کا مقصد ہم پر اپنی بڑائی جتانا ہے۔

سوال 3: قومِ ثمود نے پیغمبر پر یہ الزامات کیوں لگائے؟

جواب: قومِ ثمود نے یہ الزامات اس لیے لگائے تا کہ پیغمبر پر ایمان نہ لانا پڑے۔

﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ(26)﴾

''جلد ہی کل وہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے؟'' (26)

سوال: ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ ''جلد ہی کل وہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا﴾ ''جلد ہی کل وہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے'' یعنی کل آخرت میں تمہیں پتہ چل جائے گا۔ کل سے مراد عذاب کا دن بھی ہو سکتا ہے اور قیامت کا دن بھی مراد ہے۔ (2) جلد ہی پتہ چل جائے گا۔ ﴿مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ ''کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے'' اصل میں جھوٹا، شیخی خور، ڈینگیں مارنے والا کون تھا۔ اس آیت میں زبردست دھمکی ہے۔

﴿اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ (27)﴾

''یقیناً ہم ایک اُونٹنی اُن کی آزمائش کے لیے بھیجنے والے ہیں، چنانچہ آپ انتظار کریں اور اچھی طرح صبر کریں'' (27)

سوال1: ﴿اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ﴾ ''یقیناً ہم ایک اُونٹنی اُن کی آزمائش کے لیے بھیجنے والے ہیں، چنانچہ آپ انتظار کریں اور اچھی طرح صبر کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ﴾ ''یقیناً ہم ایک اُونٹنی بھیجنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبہ پر ان کے لئے چٹان سے اونٹنی پیدا کردی جو دس ماہ کی گابھن تھی۔ اونٹنی ان کے لئے نعمت تھی۔ وہ اس کا دودھ دوہتے جو سب کے لئے کافی ہوجاتا تھا۔ اب ان کا فرض تھا کہ وہ صالح علیہ السلام کو سچا نبی مان لیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کردی تھی۔ (2) ﴿فِتْنَةً لَّهُمْ﴾ ''اُن کی آزمائش کے لیے'' اونٹنی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش پوری کردی۔ (3) ﴿فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ﴾ ''چنانچہ آپ انتظار کریں اور اچھی طرح صبر کریں'' یعنی آپ دعوت دیتے رہیں اور انتظار کریں کہ ان پر کیا عذاب نازل ہوتا ہے یا دیکھتے رہیں کہ وہ ایمان لاتے ہیں یا کفر پر قائم رہتے ہیں۔

سوال2: معجزات کیوں دکھائے جاتے ہیں؟

جواب: معجزات حق کو ثابت کرنے کے لیے اور رسولوں کی مدد کے لیے دکھائے جاتے ہیں۔

سوال3: لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان کیوں نہیں لاتے؟

جواب: لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے کیونکہ ایمان لانے کا معاملہ عقل وشعور کا ہے۔ جب انسان عقل وشعور سے حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا تو معجزات سمجھانے میں ناکام رہتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے سیدنا صالح علیہ السلام کو کیا ہدایات دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا صالح علیہ السلام سے فرمایا کہ اب دیکھتے رہنا یہ اپنے وعدے کے مطابق ایمان لاتے ہیں یا نہیں اور دوسرا یہ کہ ان کی دی ہوئی تکلیفوں پر صبر کرو۔

﴿وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ ۚ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (28)﴾

''اور اُنہیں بتادیں کہ پانی اُن کے (اور اونٹنی کے) درمیان تقسیم ہوگا، ہر ایک کے پینے کی باری حاضر کی گئی ہے'' (28)

سوال1: ﴿وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ ۚ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ﴾ ''اور اُنہیں بتادیں کہ پانی اُن کے (اور اونٹنی کے) درمیان تقسیم ہوگا، ہر ایک کے پینے کی باری حاضر کی گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ م بَيْنَهُمْ﴾ ''اوراُنہیں بتادیں کہ پانی اُن کے(اوراونٹنی کے)درمیان تقسیم ہوگا''یعنی آپ انہیں بتادیجئے کہ اب پانی تقسیم ہوگا ایک دن ان کے پینے کے لئے اورایک دن اونٹنی کے پینے کا ہوگا۔(2)اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''صالح نے کہا:''یہ ایک اونٹنی ہے ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اورایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے۔''(الشعراء:155)یعنی جب اونٹنی کی باری ہوتو اس کا دودھ ملے گا اور جب اس کی باری نہیں ہوگی تو پانی حاضر ہے۔(مختصرابن کثیر:1962)(3)﴿كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ﴾ ''ہرایک کے پینے کی باری حاضر کی گئی ہے''یعنی ان کو آگاہ کردیجئے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم ہوگا،یعنی ان کا پانی پینے کا چشمہ اب ان کے اوراونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا۔ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اورایک دن ان کے پانی پینے کے لیے ہے۔(تفسیرسعدی:3/2663)(4)اس سے مراد یہ ہے کہ ہرکوئی اپنی باری پرحاضرہوکراپناحصہ وصول کرے گااور باری کے علاوہ نہیں آئے گا۔

سوال2:اونٹنی اورقومِ صالح کا پانی کی باری کا دن الگ الگ مقررکرنے میں کیا حکمت تھی؟

جواب:یہ اس قوم کی آزمائش کے لیے تھا جس نے معجزہ طلب کیا تھا کہ اب جب انہیں معلوم ہوگیا کہ یہ اونٹنی ربّ کے حکم کے تحت آئی ہے ،ربّ کے حکم کی ظاہری صورت ہے، پھربھی یہ حکم کو مانتے ہیں یانہیں۔

﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ(29)﴾

''اُنہوں نے اپنے ساتھی کو پکاراسواُس نے اسے پکڑاپس اُس نے (اُونٹنی کو) کاٹ ڈالا''(29)

سوال1:﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ﴾ ''اُنہوں نے اپنے ساتھی کو پکاراسواُس نے اسے پکڑاپس اُس نے (اُونٹنی کو) کاٹ ڈالا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ﴾ ''اُنہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا''انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا﴾ ''جب اُس کا بدبخت ترین آدمی اُٹھا۔''(الشمس:12)(2)سیدنا عبداللہ زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا،آپ نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اس قوم کے ایک عزت دار، زورآور،صاحب قوت شخص نے اس کے مارنے کا ذمہ لیا(اوروہ ایسا ہی تھا)جیسا کہ(ہمارے زمانے میں)ابوزمعہ ہے۔''(بخاری:3345)(3)﴿فَتَعَاطٰى﴾ ''سواُس نے اسے پکڑا''قوم ثمود نے اونٹنی کو مارڈالنے کا جوحکم دیا تھا تو اس نے تیر سے اسے مارڈالا۔(4)﴿فَعَقَرَ﴾ ''پس اُس نے (اُونٹنی کو) کاٹ ڈالا''اس نے اونٹنی کے پاؤں کی رگوں کو کاٹ ڈالا۔

سوال2:قومِ ثمود نے اونٹنی کو کیوں قتل کیا؟

جواب: قومِ ثمود نے اونٹنی کو اس لیے قتل کر دیا کہ پانی کی باریاں نہ رہیں ہم اپنی مرضی کے مطابق جب چاہیں جتنا چاہیں پانی لے سکیں۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ (30)﴾

''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟'' (30)

سوال1: ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟'' اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر آنے والی چنگھاڑ کے عذاب کی طرف توجہ دلائی ہے جس نے ہر چیز کو باڑے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح کر دیا۔ تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں۔ (2) یعنی یہ سخت ترین عذاب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت چنگھاڑ اور زلزلہ بھیجا جس نے ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا صالح علیہ السلام اور ان لوگوں کو بچا لیا جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ (تفسیر سعدی: 2664/3) (3) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو ان کا انجام تمہارے سامنے ہے یہ بتاؤ کفر اور تکذیب کرنے پر میرا عذاب اور میرے ڈراوے کیسے رہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے کس عذاب اور کن ڈرانے والی باتوں کے بارے میں توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر آنے والی چنگھاڑ کے عذاب کی طرف توجہ دلائی ہے جس نے ہر چیز کو باڑے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح کر دیا تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ (31)﴾

''بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے'' (31)

سوال1: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ ''بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ ''بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی'' یہ جبریل علیہ السلام کی چنگھاڑ تھی جس نے ان کے دل پھاڑ دیئے۔ (ایسر التفاسیر: 1554) (2) ﴿فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ ''چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے'' یعنی وہ بھوسے کی طرح اڑا دیے گئے وہ ایک دوسرے پر گرنے لگے اور ایک دوسرے سے روندے جانے لگے جیسے کسی کھیت کے گرد لگی ہوئی باڑھ جو چند دن میں روندے جانے کی وجہ سے چورا چورا ہو جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 340/4) (3) ﴿محتظر﴾ یعنی خشک گھاس کی طرح جل کر راکھ بن کر ہوا میں اڑ جائے۔ (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (٦٧) كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ط اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاْ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ط اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ (٦٨)﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ گویا ان میں وہ بسے ہی نہ تھے۔ سن لو! بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا تھا، سن لو! دُوری ہے ثمود کے لیے۔'' (ھود:68,67)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وجہ سے قومِ ثمود کی کیا حالت ہوگئی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایک چنگھاڑ بھیجی جس کی وجہ سے وہ ایسے چور چور ہو گئے جیسے باڑ بنانے والے کی خشک لکڑیاں اور گھاس مسلسل روندے جانے کی وجہ سے چورا چورا ہو جاتی ہیں۔

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (32)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (32)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '(1)' اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' یعنی ہر انسان پر اس حقیقت کا ادراک کرنا آسان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عذاب الیم کے اسباب کو صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ یہ کتاب آسان ترین ماخذ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے قصص وغیرہ کو سمجھنا آسان کر دیا ہے۔ کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ یہاں تکرار تاکید اور تذکیر کے لیے ہے۔ (تفسیر المنیر :183/14) (2) ﴿الذِّكْرِ﴾ حلال وحرام کے احکام، امر و نہی، جزا و سزا کے احکام، مواعظ، عبرت انگیز واقعات، عقائد نافعہ اور اخبار صادقہ کو شامل ہے۔ بنابریں قرآن کریم کا علم، حفظ اور تفسیر کے اعتبار سے بہت آسان اور علی الاطلاق جلیل علم ہے۔ قرآن کا علم بہت نفع مند علم ہے۔ بندہ مومن جب اسے طلب کرتا ہے تو اس کی مدد کی جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2660/3) (3) ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا'' اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سلف میں سے کسی کا قول ہے: کیا کوئی علم کا طالب ایسا ہے جس کی اس بارے میں مدد کی جائے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی طرف توجہ مبذول کرنے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا'' (تفسیر سعدی::2660,2661/3)

سوال 2: قرآن مجید کی نصیحت کو کون قبول کر سکتا ہے؟

جواب: (1) قرآنِ مجید کی نصیحت وہ قبول کر سکتا ہے جس کا نصیحت قبول کرنے کا ارادہ ہو۔ (2) قرآنِ مجید کی نصیحت وہ قبول کر سکتا ہے جو اسے زندگی کی کتاب سمجھتا ہو۔ (3) قرآنِ مجید کی نصیحت وہ قبول کر سکتا ہے جو اس پر کُھلے دل و دماغ سے غور و فکر کرے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو نصیحت کے لئے کیسے آسان کر دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے لوگوں کے لئے قرآنِ مجید کو آسان بنایا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے علم کو محفوظ کر دیا ہے۔ اسے انسانی دست بُرد سے محفوظ رکھا ہے۔ (3) دلوں کے بھید جاننے والے نے انسانی ضروریات اور حالات کے پیشِ نظر ہدایات دے کر اسے آسان کر دیا ہے۔

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍم بِالنُّذُرِ(33)﴾

''لُوط کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔'' (33)

سوال: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍم بِالنُّذُرِ﴾ ''لُوط کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''لُوط کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا'' یہ چوتھا قصہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے جرائم اور انجام کا تذکرہ کیا ہے۔ قوم لوط کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور فحاشی کا ارتکاب کیا، جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک وتباہ وبرباد کر دیا، تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اور جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کرنے سے پہلے اپنے نبی کے ذریعے عذاب الیم سے ڈرایا تھا۔ لیکن انہوں نے نبی کی بات کو جھٹلا دیا اور ہلاک وبرباد ہو گئے۔ (تفسیر منیر: 185/14) (2) جب سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا اور انھیں شرک اور فحش کام سے روکا جو دنیا میں ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، تو انھوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ پس انھوں نے آپ کو جھٹلایا اور اپنے شرک اور فواحش پر جمے رہے حتیٰ کہ وہ فرشتے جو خوبصورت مہمانوں کی شکل میں آئے تھے ان کی آمد کے بارے میں جب سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم نے سنا تو جلدی سے آئے اور وہ ان مہمانوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ان کا برا کرے۔ وہ ان مہمانوں کے بارے میں آپ کو فریب دینا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا، انھوں نے ان کو اندھا کر ڈالا، ان کے نبی نے ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور سزا سے ڈرایا ﴿فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ﴾ تو انہوں نے ڈراوے میں شک کیا۔ (تفسیر سعدی: 2664/3)

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ط نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ(34)﴾

''یقیناً ہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، آلِ لُوط کے سوا، ہم نے اُن کو سحری کے وقت بچا لیا'' (34)

سوال1: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ط نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ﴾ ''یقیناً ہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، آلِ لُوط کے سوا، ہم نے اُن کو سحری کے وقت بچا لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا ﴾ ''یقیناً ہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی'' حاصبا اسی سے محصب ،حجاز کی ایک جگہ کا نام ہے۔حاصب، ہوا کا جھکڑ جس میں پتھر، آگ برسے۔ باب ضرب سے ہے۔(تفسیر کمالین جلالین:368/6)(2)جب انہوں نے تنبیہات کو جھٹلایا اور اپنے کفر پر اصرار کیا اور بے حیائی کے کام کیے تو اللہ تعالیٰ نے اوپر سے پتھروں کی بارش برسائی۔(3)﴿اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ﴾ ''آل لُوط کے سوا'' اس سے مراد لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور ان پر جو لوگ ایمان لائے تھے،ان کی بیٹیاں وغیرہ۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔(ایسر التفاسیر:1555)(4)﴿ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ﴾ ''ہم نے اُن کو سحری کے وقت بچالیا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں رات کے آخری حصے میں نجات دی۔

سوال2: آلِ لوط کو کیوں بچالیا گیا؟

جواب: انہیں سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لانے کی وجہ سے بچالیا گیا۔

﴿ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ (35)﴾

''اپنی جانب سے فضل کر کے بچایا ہے،ہم ایسے ہی ہر اُس شخص کو جزا دیتے ہیں جو شکر کرے''(35)

سوال1:﴿ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴾ ''اپنی جانب سے فضل کر کے بچایا ہے،ہم ایسے ہی ہر اُس شخص کو جزا دیتے ہیں جو شکر کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ''اپنی جانب سے فضل کر کے بچایا ہے''یعنی لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور آل لوط کی نجات،ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور انعام تھا۔(2)﴿كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴾ ''ہم ایسے ہی ہر اُس شخص کو جزا دیتے ہیں جو شکر کرے''یعنی اس طرح ہم دنیا کے عذاب سے بھی لوگوں کو نجات دیتے ہیں۔سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام ایمان،اعمال صالح اور اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار تھے اور اس کے قریب تھے۔(ایسر التفاسیر:1555)﴿نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴾ ''ہر اُس شخص کو جزا دیتے ہیں جو شکر کرے''یعنی ہم ایمان اور عمل صالح کے انعامات عطا کرتے ہیں۔(تفسیر ابی السعود:170/6)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے۔'' (لقمان:12)

(4)رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت یہ دعا پڑھی:﴿اَللّٰهُمَّ ! مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ ،لَا شَرِيْكَ لَكَ،فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْر ﴾ اے اللہ! مجھ پر یا تیری مخلوق میں سے کسی پر جس نعمت نے بھی صبح (شام) کی ہے وہ صرف تیری طرف سے ہے،تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، پس تیرے ہی لیے حمد ہے اور تیرے ہی لیے شکر ہے۔'' تو اس نے اس دن کا شکر ادا کر دیا اور جس نے شام کے وقت ایسا ہی کہا تو اس نے اس رات کا شکر ادا کر دیا۔(ابوداؤد:5073)(5) سیدنا ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ

نبی ﷺ کو جب کوئی مسرت کی بات پیش آتی یا آپ ﷺ کوخوش خبری دی جاتی تو آپ ﷺ شکرانے کے طور پر سجدہ میں گر جاتے۔ (ابوداؤد:2774)

سوال2: اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو کیسا بدلہ دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو اپنی طرف سے احسان کر کے اپنے عذاب سے بچا لیتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ (36)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً لُوط نے اُنہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو اُنہوں نے ڈراوے میں شک کیا'' (36)

سوال1: ﴿ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً لُوط نے اُنہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو اُنہوں نے ڈراوے میں شک کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً لُوط نے اُنہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا'' یعنی ہم نے کسی کو ظلم سے نہیں پکڑا بلکہ ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑا ہے۔ (2) یعنی لوط علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرایا تھا اور ہمارا قہر اور عذاب یاد دلا کر بھی تنبیہات کی تھیں مگر انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ (3) ﴿ فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴾ ''تو اُنہوں نے ڈراوے میں شک کیا'' انہوں نے مذاق اڑایا، جھٹلایا اور جھگڑا کیا ان کے نبی ہونے میں شک کیا۔

سوال2: سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو کس چیز سے ڈرایا؟

جواب: سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے یعنی عذاب آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت سے ڈرایا۔

سوال3: لوط علیہ السلام کی قوم نے کس ردّعمل کا اظہار کیا؟

جواب: (1) لوط علیہ السلام کی قوم نے ڈراوے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ (2) قوم نے سیدنا لوط علیہ السلام کے بارے میں شک کیا۔ (3) قوم سیدنا لوط علیہ السلام سے جھگڑتی ہی رہی۔

سوال4: لوط علیہ السلام کی قوم نے ربّ کی پکڑ سے خوف محسوس کیوں نہیں کیا؟

جواب: لوط علیہ السلام کی قوم کی رب کی پکڑ سے بے خوفی کا سبب اُن کی سرکشی، تکبر اور غرور تھا۔

﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ (37)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اُنہوں نے لوط کو اُس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی، تو ہم نے اُن کی آنکھیں مٹا دیں، سو چکھو میرا عذاب

اور میرا ڈرانا'' (37)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُنہوں نے لوط کو اُس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی، تو ہم نے اُن کی آنکھیں مٹا دیں، سو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُنہوں نے لوط کو اُس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی'' عذاب والی رات جبریل، میکائیل اور اسرافیل خوب صورت لڑکوں کی صورت میں ان کے پاس پہنچے تو سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں گھر ٹھہرا لیا۔ لوگ چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور ان بدبختوں نے دروازہ توڑنے کا قصد کیا۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کر ان کی حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے لیکن وہ اپنے نشے میں مدہوش تھے۔ (2) ﴿فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ﴾ ''تو ہم نے اُن کی آنکھیں مٹا دیں'' سیدنا جبریل علیہ السلام نے اپنے پروں کے کنارے ان کی آنکھوں پر مار دیے جس سے ان کی آنکھیں پھوٹ نکلیں۔ (3) سیدنا جبریل علیہ السلام نے فرشتوں سے بدفعلی کی نیت کرنے پر اُن کو اپنے پَر کا ایک حصہ مارا۔ اس سے اُن کی آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکل آئے۔ یہ عام عذاب سے پہلے خاص عذاب تھا۔ (4) ﴿فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''سو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا'' یعنی جن لوگوں نے لوط علیہ السلام کے مہمانوں سے بدی کا مطالبہ۔ وہ میرا عذاب اور میری ڈراؤنی باتوں کا مزا چکھیں اور باقی امت ان کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے عذاب آنے پر انہیں کیا کہا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عذاب آنے پر انہیں کہا کہ پہلے تمہیں یقین نہ تھا۔ اب میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو۔

﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (38)﴾

''بلاشبہ یقیناً صبح سویرے ہی ایک نہ ٹلنے والے عذاب نے اُن پر حملہ کر دیا۔'' (38)

سوال: ﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اور صبح سویرے ہی ایک نہ ٹلنے والے عذاب نے اُن پر حملہ کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: 'بلاشبہ یقیناً اور صبح سویرے ہی ایک نہ ٹلنے والے عذاب نے اُن پر حملہ کر دیا'' یعنی صبح کے وقت جو عذاب آیا تو ایک کے بعد ایک عذاب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو تلپٹ کر کے رکھ دیا۔ پھر پتھروں کی بارش برسائی جو نشان زدہ تھے۔ پھر ان پر سمندر کا پانی چڑھا دیا۔

﴿فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ (39)﴾

''سواب چکھومیراعذاب اورمیراڈراوا۔''(39)

سوال:﴿ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴾''سواب چکھومیراعذاب اورمیراڈراوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''سواب چکھومیراعذاب اورمیراڈراوا''یعنی تم جومذاق اڑاتے تھے،مانتے نہ تھے،سرکشی کرتے تھے اب میراعذاب اورمیراڈراوا چکھو۔

﴿ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (۴۰)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن کونصیحت کے لیے آسان کردیا تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''(40)

سوال1:﴿ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن کونصیحت کے لیے آسان کردیا تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن کونصیحت کے لیے آسان کردیا''یعنی قرآن کے حفظ اورفہم کوآسان کردیاہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔(2)﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴾''تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''تو کیا کوئی ایسا ہے جونصیحت قبول کرکے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اوراللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز آجائے۔(3)اس قصے سے مقصودنصیحت وعبرت حاصل کرنا ہے اوراللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کوعبرت پکڑنے والوں کے لیے آسان کردیاہے۔لیکن کتنے ہی نصیحت آموز قصے ہیں جن سے نصیحت نہیں پکڑی جاتی۔یہاں اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ کوتنبیہ اورتاکید کے لیے مکررلائے ہیں۔(تفسیرمنیر:189/14)(4)ضحاک سیدنا ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:کہ اگراللہ تعالیٰ قرآن کریم کوانسانوں کی زبانوں پرآسان نہ کرتا تو کوئی بھی استطاعت نہیں رکھتا تھا کہ وہ اللہ کے کلام کے ساتھ کلام کرے۔(تفسیرالراغی:359/9)رب العزت کا فرمان ہے:(5)﴿ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۲۹)﴾''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کوہم نے آپ کی طرف نازل کیاہے تاکہ لوگ اُس کی آیات پرغوروفکرکریں اورتاکہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں''۔(ص:29)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کونصیحت کے لئے کیسے آسان کردیاہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ہردور کے لوگوں کے لئے قرآنِ مجید کوآسان بنادیاہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے ہرعمر کے لوگوں کے لئے قرآنِ مجید کوآسان بنادیاہے۔(3)اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مضامین کوآسان طریقے سے پیش کیاہے۔(4)اللہ تعالیٰ نے ایسی تعلیمات دی ہیں جو ہردور کے لوگوں کے لئے یکساں مفید ہیں۔

سوال3:قرآنِ مجید کی نصیحت کوکون قبول کرسکتا ہے؟

جواب:(1)قرآنِ مجید کی نصیحت وہ قبول کرسکتا ہے جس کے لئے قرآن زندگی کی کتاب ہو۔(2)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جواس کتاب کو حجت سمجھتا ہو۔(3)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جس کے کان توجہ سے سُنیں۔(4)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جس کے دل میں تعصب نہ ہو۔(5)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جواس پر عمل کرنا چاہتا ہو۔(6)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جواس پیغام کو دوسروں تک پہنچانا چاہتا ہو۔

سوال4:اس سورت میں قرآنِ مجید کو آسان کرنے کا بار بار ذکر کیا گیا۔اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب:اس کا مقصد یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو سمجھنا اور اس کا حفظ کرنا آسان ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے آسان کیا، یہ اُس کا عظیم احسان ہے۔اس احسان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

رکوع نمبر 10

﴿وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ (41)﴾

''اور آلِ فرعون کے پاس ڈرانے والے آئے تھے''(41)

سوال:﴿وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ﴾''اور آلِ فرعون کے پاس ڈرانے والے آئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور آلِ فرعون کے پاس ڈرانے والے آئے تھے''فرعون بھی اپنے ملک میں خدا بن بیٹھا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے پاس بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو ڈرانے والے بنا کر بھیجا تھا کہ اگر ایمان لاؤ گے تو جنت کی خوش خبری ہے اور اگر کفر اور شرک پر قائم رہو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے قہر سے ڈراتے ہیں۔

﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ(42)﴾

''اُنہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے اُنہیں پکڑ لیا،سب پر غالب، بے حد قدرت والے کی طرح پکڑنا''(42)

سوال1:﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ﴾''اُنہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے اُنہیں پکڑ لیا،سب پر غالب، بے حد قدرت والے کی طرح پکڑنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا﴾ ''انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا''یعنی وہ ہماری آیات پر ایمان لانے کی بجائے انہیں جھٹلانے لگ گئے۔ان کے پاس اللہ تعالیٰ نے نو نشانیاں بھیجی تھیں مگر انہوں نے سب معجزات کو جھٹلا دیا۔(2)﴿فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ﴾'' تو ہم نے انہیں پکڑ لیا،سب پر غالب، بے حد قدرت والے کی طرح پکڑنا''یعنی ہم نے انہیں عذاب سے پکڑ لیا،انہیں غرق کر دیا۔وہ بے نیل ومرام ہوئے۔ان میں سے ایک بھی نہ بچا جو ہلاک ہونے والوں کی خبر دیتا ہو۔یہ ایک قوی صاحب اقتدار کی پکڑ ہے جو ہر ایک کو عاجز کر دیتی ہے۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا،پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔''(الاعراف:136)

سوال2:آلِ فرعون کے پاس کون سی نشانیاں آئی تھیں؟

جواب:آلِ فرعون کے پاس سیدنا موسیٰ علیہ السلام نو نشانیاں لے کر آئے تھے تاکہ آلِ فرعون کو ڈرائیں۔

سوال3:آلِ فرعون نے نشانیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب:آلِ فرعون نے نشانیوں کو جھٹلا دیا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے آلِ فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے آلِ فرعون کو ہلاک کر دیا۔

﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ(43)﴾

''کیا تمہارے کافر اُن سے بہتر ہیں؟ یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں معافی ہے؟''(43)

سوال1:﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ﴾ ''کیا تمہارے کافر اُن سے بہتر ہیں؟ یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں معافی ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ﴾'' کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں؟''یعنی اے محمد ﷺ کے مخاطبین! یہ بتاؤ کہ تمہارے کافر ان کافروں سے بہتر ہیں جن کی ہلاکت کا ذکر تمہارے سامنے کیا ہے؟(2)اس آیت مبارکہ میں قریش مکہ کو ڈانٹ ڈپٹ ہے۔اور متقین ومجرمین کے انجام کا تذکرہ ہے۔(تفسیر منیر:189/14)(3)انبیاء کرام کو جھٹلانے کا سبب،سابقہ اقوام کی ہلاکت اور تباہی وبربادی کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ بطرق استفہام انکار،قریش مکہ کو ڈانٹ رہے ہیں کہ ان کی مانند تم پر بھی عذاب نازل ہوسکتا ہے کیونکہ جس راستے پر وہ چل رہے تھے یعنہ وہی راستہ تم نے اختیار کر رکھا ہے۔اگر قریش مکہ اپنے کفر پر ڈٹے رہے اور اپنی گمراہی پر مصر رہے تو عنقریب

انہیں دنیا میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت میں سخت ترین عذاب سے دوچار ہوں گے۔(تفسیر المنیر :195/14)(4)﴿ اَمْ لَـــكُـمْ بَـرَآءَةٌ فِـى الـزُّبُـرِ ﴾ " تمہارے لیے اگلی کتابوں میں معافی ہے؟''یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں تمھارے ساتھ کوئی عہد اور میثاق کر رکھا ہے جو گزشتہ انبیاء پر نازل ہوئی ہیں جن کی بنا پر تم یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اس خبر کی وجہ سے عذاب سے بچ جاؤ گے؟ مگر یہ غیر واقع چیز ہے بلکہ یہ عقلاً اور شرعاً غیر ممکن امر ہے کہ ان کتب الٰہیہ میں ان کی براءت لکھ دی گئی ہو جو عدل وحکمت کو متضمن ہیں۔ یہ حکمت کے منافی ہے کہ ان جیسے معاندین حق کو نجات حاصل ہو جنھوں نے افضل الانبیاء سید المرسلین نبی ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام انبیاء ومرسلین سے بڑھ کر صاحب تکریم ہیں، کو جھٹلایا۔ پس اب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کے پاس کوئی قوت ہو جس سے وہ مدد حاصل کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿نـحـن جـمـيـع مـنـتـصـر ﴾''ہم بدلہ لے کر رہنے والی جماعت ہیں ''(تفسیر سعدی:2666/3)

سوال2:''یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں معافی ہے؟'' کا سوال کیوں کیا گیا؟

جواب: یہ سوال اس لئے کیا گیا کہ قریش کفر پر مُصر تھے اور اپنی مرضی کر رہے تھے۔ اُنہیں احساس دلایا گیا کہ کیا من چاہے کاموں پر معافی لکھ دی گئی ہے جو بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رہے ہو؟ اگر پہلے لوگ کفر پر ہلاک کر دیئے گئے تو تم کفر کر کے سلامتی کی اُمید کیسے رکھ سکتے ہو؟

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ (44) ﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لے کر رہنے والی جماعت ہیں؟''(44)

سوال1:﴿اَمْ يَـقُـوْلُـوْنَ نَـحْـنُ جَـمِـيْـعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴾ " یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لے کر رہنے والی جماعت ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لے کر رہنے والی جماعت ہیں؟''یعنی کیا تم اپنی جماعت کو زبردست سمجھ رہے ہو کہ ان کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا؟(مختصر ابن کثیر:1968/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے سے کیا چیز روکتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے سے تعداد کی کثرت اور وسائل کی قوت روکتی ہے جیسے یہاں اللہ تعالیٰ نے دل کی چُھپی بیماری کو کھولا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم ایسی جماعت ہیں جو بدلہ لے کر رہنے والی ہے۔

سوال3:''بدلہ لے کر رہنے والی جماعت'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)س سے مراد یہ ہے کہ کوئی اور ہم پر غالب نہیں آ سکتا۔(2)ہم دشمن سے انتقام لینے پر قدرت رکھتے ہیں۔

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ(45)﴾

''جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے''(45)

سوال:﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ ''جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ﴾ ''جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی'' ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ بدر کے دن کفار نے کہا کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہے گی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر ابن عباس:313/3)(2)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن آپ ﷺ ایک خیمہ میں مقیم تھے۔آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: یااللہ! میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کی قسم دیتا ہوں، یااللہ! اگر تو چاہے تو (ان تھوڑے سے مسلمانوں کو ہلاک کر دے) تو پھر آج کے بعد کوئی تیری پرستش کرنے والا نہ رہے گا''۔پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ اب بس کیجئے، آپ نے اپنے پروردگار سے التجا کرنے میں حد کر دی۔آپ ﷺ اس دن زرہ پہنے ہوئے چل رہے تھے۔آپ خیمہ سے باہر نکلے تو یہ آیت پڑھ رہے تھے۔﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ (بخاری: کتاب التفسیر)(3)اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی طرح واقع ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔پس اس نے ان کی بہت بڑی جماعت کو غزوہ بدر کے روز زبردست ہزیمت سے دوچار کیا، ان کے بڑے بڑے بہادر اور ان کے سرکردہ سردار قتل ہو کر ذلیل وخوار ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے دین، اپنے نبی اور اہل ایمان پر مشتمل اپنے گروہ کو فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا۔(تفسیر سعدی:2666/3)

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ(46)﴾

''بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے''(46)

سوال1:﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ﴾ ''بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ﴾ ''بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانے والوں کو دنیا میں تو جو سزا ملی اور اصل سزا تو قیامت کو ملنے والی ہے جو اس سزا سے زیادہ دہشت ناک ہوگی اور دردناک بھی ہوگی۔(تیسیر القرآن:342/4)(2)قیامت کے دن انہیں جزا دی جائے گی جو مصائب میں مبتلا رہے اور جنہیں لذات والی زندگی دی گئی رب العزت ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کریں گے

۔(3)﴿وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ﴾ ''اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے''یعنی قیامت اتنی دہشت ناک آفت ہے جو نہایت مشقت والی ہے اور ہر اس چیز سے بڑھ کر تلخ ہے جو تصور میں آسکتی۔(4) یوسف بن ماھک سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے فرمایا: جس وقت آیت: ''لیکن ان کا اصل وعدہ تو قیامت کے دن کا ہے اور قیامت زیادہ بڑی اور زیادہ تلخ چیز ہے'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں نازل ہوئی تو میں بچی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔(صحیح بخاری:4876)

سوال2: کفار سے قیامت کا وعدہ کیوں کیا گیا؟

جواب: کفار کو یہ بتایا گیا کہ یہ جنگ اور اس میں ہونے والے قتل اور قیدی بنالیا جانا آخری سزا نہیں ہے۔اس سے زیادہ سخت سزائیں آخرت میں ملیں گی۔اسی کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

سوال3: قیامت کی دو صفات یہاں بیان کی گئیں۔ان کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اَدْهٰى سے مراد سخت رسوا کرنے والا۔(2) اَمَرّ سے مراد نہایت کڑوا، تلخ۔

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (47)﴾

''بلاشبہ مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی میں ہیں''(47)

سوال1:﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾''بلاشبہ مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ﴾''بلاشبہ مجرم لوگ''یعنی وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا، کبیرہ گناہ کیے اور کثرت سے جرائم کا ارتکاب کیا (2)﴿فِيْ ضَلٰلٍ﴾'' گمراہی میں ہیں''یعنی وہ دنیا میں علم اور عمل کی گمراہی میں مبتلا تھے۔(3)﴿وَّسُعُرٍ﴾''اور دیوانگی میں ہیں''قیامت کے دن بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔یہ آگ ان کے جسموں سے بھڑکائی جائے گی جو دلوں تک پہنچے گی۔(4)سُعُر۔سعر بمعنی آگ کا بھڑکنا اور شعلے نکالنا۔پھر یہ لفظ مجازاً اشتعال دلانے اور مشتعل ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور﴿سُعُرٍ﴾ سے مراد ایسی دیوانگی ہے کہ کسی بات پر انسان فوراً مشتعل ہو کر غلط کام کرنے لگے اور اس کی عقل صحیح کام نہ کرے۔یعنی ان مجرموں کی کیفیت ہوگئی ہے کہ ہدایت کی کسی بات پر غور کرنے سے پہلے ہی سیخ پا ہو جاتے ہیں۔(تیسیر القرآن:4/343)

سوال2: مجرموں نے کون سا راستہ گم کر دیا ہے؟

جواب: مجرموں نے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا راستہ گم کر دیا ہے۔

﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ط ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (48)﴾

''جس دن اُنہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا'' (48)

سوال 1: ﴿یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ط ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ﴾ ''جس دن اُنہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یَوْمَ﴾ یعنی قیامت کے دن۔ (2) ﴿یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ﴾ ''اُنہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چہرہ تمام اعضاء میں سب سے زیادہ بڑھ کر ہے۔ چہرے کو عذاب دے کر انہیں ذلیل ورسوا کیا جائے گا۔ انہیں خبر نہیں ہوگی کہ کہاں گھسیٹ کر لے جایا جارہا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ لا اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا (۳۴)﴾ ''جولوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے وہی لوگ ٹھکانے میں بدترین اور راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔'' (الفرقان:34) (3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح جمع کیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ ہستی جس نے اس کو (دنیا میں) اس کے دو پیروں پر چلایا، اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اس کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل چلائے؟'' (مسلم:7087) (4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین قریش رسول ﷺ سے تقدیر کے بارے میں جھگڑا کرنے کے لئے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ط ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (48) اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ جس دن اُنہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا، ہم نے بلاشبہ ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ (مسلم:6752) (5) ﴿ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ﴾ ''چکھو آگ کا چھونا'' انہیں رسوا کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ اب آگ میں جلنے کا مزہ چکھو۔ (6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم:7164) (8) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آتش جہنم کا ذکر کیا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور کراہت ظاہر کی، پھر آپ نے فرمایا: ''جہنم سے بچو۔'' پھر آپ ﷺ نے (دوبارہ) اس کا ذکر کیا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور کراہت ظاہر کی، یہاں تک ہم نے یہ گمان کیا کہ جیسے آپ اسے دیکھ رہے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم جہنم سے بچو، اگرچہ کھجور کا آدھا حصہ صدقہ کرکے ہی اور جس شخص کو یہ بھی نہ ملے تو وہ ایک اچھا کلمہ کہہ کر ہی اپنے آپ کو جہنم سے بچالے۔'' (بخاری:6563)

سوال 2: مجرموں کو منہ کے بل آگ میں کیوں گھسیٹا جائے گا؟

جواب: مجرم عقل کے صحیح استعمال نہ کرنے کی وجہ سے آگ میں جائیں گے اس وجہ سے انہیں منہ کے بل کر دیا جائے گا کہ جس کی وجہ سے آگ میں پہنچے ہو، آج وہی سب سے زیادہ تکلیف کا ٹے۔

﴿ اِنَّا كُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ (49)﴾

''ہم نے بلاشبہ ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے''(49)

سوال:﴿اِنَّا كُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾''ہم نے بلاشبہ ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''ہم نے بلاشبہ ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے''یعنی ہم نے ہر چیز کو پہلے سے لکھی گئی تقدیر کے مطابق پیدا کیا ہے اور وہ تحریر لوح محفوظ میں زمین وآسمان کی پیدائش سے پہلے سے موجود ہے۔ ہر چیز اسی طرح واقع ہوتی ہے جیسے اس کی کمیت،صورت،وقت ،جگہ طے کر دی گئی ہوتی ہے۔(ایسر التفاسیر:1557)(2) یہ آیت کریمہ،تمام مخلوقات،تمام علوی اور سفلی کائنات کو شامل ہے،تمام کائنات کو اکیلے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا،اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا خالق نہیں اور نہ اس کی تخلیق میں کسی کی کوئی شراکت ہی ہے۔اس نے اس کائنات کو ایسی قضاوقدر کے ساتھ پیدا کیا،جس کے بارے میں اس کا علم سبقت کر گیا،اس کی مقدار،وقت اور اس کے تمام اوصاف کو اس کے قلم نے درج کر لیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان تھے۔(تفسیر سعدی:2667/3)(3) رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا ﴾''وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے اولاد نہیں بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا،پورا اندازہ''۔(الفرقان:2)(3)﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَی (۱) الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی (۲) وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی (۳)﴾''اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بُلند ہے۔ وہ ذات جس نے پیدا کیا پھر درست بنایا۔اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی تو راہ دِکھائی''۔(الاعلیٰ:1,3)(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے سب مخلوقات کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بھی پچاس ہزار سال قبل لکھا تھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔''(مسلم:6748)(6) سیدنا طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات کی۔ وہ کہتے تھے ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے اور میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے یہاں تک کہ عجز یا قدرت یا قدرت اور عجز۔(مسلم:6751)(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاقتور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور پسندیدہ ہے اور ہر ایک طرح کا مسلمان بہتر ہے۔ان چیزوں کی حرص کرو جو تمہارے لئے نفع مند ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو اور اس سے عاجز مت ہو اور اگر تم پر کوئی مصیبت آ جائے تو یہ نہ کہو،کاش میں ایسا کر لیتا بلکہ یہ کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے وہ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ کاش شیطان کا دروازہ کھولتا ہے۔(مسلم:6774)(8) جناب نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا شام میں ایک دوست تھا،جو ان سے خط وکتابت کرتا رہتا تھا۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں لکھا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے

تقدیر کے بارے میں باتیں کی ہیں۔(تم تقدیر کو جھٹلاتے ہو)لہذا میری طرف آئندہ کوئی خط نہ لکھنا،کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:''عنقریب میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تقدیر کی تکذیب کریں گے۔''(مسند احمد:5641)(9)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''خوب جان لو کہ اگر ساری امت تمھیں نفع پہنچانے پر اتفاق کرے،تو وہ تمھیں صرف اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسمت میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب تمھیں نقصان پہنچانے پر اتفاق کرلیں،تو وہ تمھیں صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسمت میں لکھ دیا ہے۔قلمیں خشک ہوگئی ہیں اور صحیفے لپیٹ دیے گئے ہیں۔''(ترمذی:2516)

﴿وَمَآ اَمۡرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍ م بِالۡبَصَرِ (50)﴾

''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے''۔(50)

سوال:﴿وَمَآ اَمۡرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍ م بِالۡبَصَرِ﴾''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَمۡرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ﴾''اور ہمارا حکم ایک ہی بار''رب العزت نے فرمایا جب ہم کسی چیز کو تخلیق کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمارا ایک ہی حکم کہ ہو جا اسے مکمل طور پر وجود میں لے آتا ہے۔(2)﴿كَلَمۡحٍ م بِالۡبَصَرِ﴾''پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے''یعنی اس کام میں کسی رکاوٹ کے بغیر پلک جھپکنے کی طرح وقت لگتا ہے۔(3)رب العزت نے فرمایا کہ:﴿اِنَّمَآ اَمۡرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيۡـًٔا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾''کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے''ہو جا''تو وہ ہو جاتی ہے۔''(یٰسین:82)

﴿وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَآ اَشۡيَاعَكُمۡ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ (51)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً تمہارے جیسی جماعتوں کو ہم ہلاک کر چکے،تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''(51)

سوال1:﴿وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَآ اَشۡيَاعَكُمۡ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ﴾''اور بلاشبہ یقیناً تمہارے جیسی جماعتوں کو ہم ہلاک کر چکے،تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَآ اَشۡيَاعَكُمۡ﴾''اور بلاشبہ یقیناً تمہارے جیسی جماعتوں کو ہم ہلاک کر چکے''یعنی تم جیسے اعمال کرنے والے لوگوں کو ہم پہلے ہلاک کر چکے ہیں انہوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا جیسے تم نے جھٹلایا۔(2)﴿فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ﴾''تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا''یعنی کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے اس بات سے کہ پہلے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک ہی سنت رہی ہے۔(3)اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو ان کے شرک کی وجہ سے ہلاک کیا تو ان کو ہلاک کرنا ناگزیر ضرورت تھی۔(4)کیا تم اس بات سے نصیحت

حاصل نہیں کرتے کہ دو گروہوں کے رویوں میں کوئی فرق نہیں۔

سوال 2: تم جیسے بہت سوں کو ہلاک کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ پہلی قوموں کے کافروں کو یعنی جن کے درمیان کفر ہی مماثلت کی وجہ تھی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے نصیحت قبول کرنے کا کہا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کو ہلاک کرنے سے سبق لینے اور نصیحت قبول کرنے کا کہا ہے۔

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ (52)﴾

''اور ہر وہ چیز جو اُنہوں نے کی وہ دفتروں میں درج ہے''۔ (52)

سوال: ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ ''اور ہر وہ چیز جو اُنہوں نے کی وہ دفتروں میں درج ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ہر وہ چیز جو اُنہوں نے کی وہ دفتروں میں درج ہے'' یعنی جو کچھ یہ عمل کرتے ہیں سب کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے جو فرشتوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں۔ (2) یعنی وہ جو نیکی بدی کرتے ہیں سب اعمال نامے میں محفوظ ہو جاتا ہے اور وہ سب کچھ صحیفہء تقدیر میں لکھا ہوتا ہے۔

﴿وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ (53)﴾

''اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے'' (53)

سوال: ﴿وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾ ''اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے'' یعنی اعمال نامہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں چھوٹے بڑے تمام اعمال جمع کر دیے جاتے ہیں۔ اس میں ہر چھوٹا بڑا عمل درج کیا جاتا ہے۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ ''کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اس کے پاس ہوتا ہے''۔ (ق:18) (3) ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ج وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔ (الکھف:49) (4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! معمولی سمجھے جانے والے گناہوں سے بچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی مؤاخذہ ہوگا۔'' (مسند احمد:25231)

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (54)﴾

''بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے'' (54)

سوال: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنے والے اور اس کے عذاب کے خوف سے گناہوں سے رکنے والے جو صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔ (2) ﴿ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴾ ''باغوں اور نہروں میں ہوں گے'' وہ نعمتوں بھری جنتوں میں ہوں گے جس میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی آدمی کے حاشیہ خیال ہی میں ان کا گزر ہوا ہے۔ یعنی ان جنتوں میں پکے ہوئے پھلوں سے لدے ہوئے درخت، بہتی ہوئی نہریں، بلند و بالا محلات، خوبصورت آرام گاہیں، نہایت لذیذ ماکولات و مشروبات، حسین و جمیل حوریں، خوبصورت باغات، جزا و سزا سے نوازنے والے بادشاہ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول میں کامیابی، یہ سب کچھ ہوگا۔ (تفسیر سعدی:3/2667,2668) (3) ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۱۵) اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ (۱۶) ﴾ یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہیں جو کچھ ان کا رب انہیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے۔ (الذاریات:15) (4) ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (۱۷) فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ج وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۱۸) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا م بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۹) مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ج وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (۲۰) ﴾ ''متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہوں گے اس سے جو ان کے رب نے انہیں دیا، اور ان کے رب نے انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا ہے۔ خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔'' (الطور:17,20) **اللّٰهم اجعلنا منهم**

﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (55)﴾

''صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس''۔ (55)

سوال 1: ﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ ''صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ﴾"صدق کی مجلس میں"یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور عزت والے گھر اور اس کے احسان اور فضل والے گھر میں۔(2)﴿عِنۡدَ مَلِیۡکٍ مُّقۡتَدِرٍ﴾"بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس" یہ وہ گھر ہے جو اس عظیم بادشاہ کے پاس ہے جو تمام کائنات کا خالق ہے،تمام چیزوں کے اندازے مقرر کرنے والا ہے اور جس چیز کو چاہے اس پر قادر ہے۔جنت والوں کی،متقیوں کی،محسنوں کی،مقرب بندوں کی ہر خواہش پوری کرے گا اور ہر تمنا کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا۔(مختصر ابن کثیر:2/1970)(3)اس کے بعد مت پوچھئے کہ ان کا رب اپنی طرف سے کیسی کیسی عزت وتکریم اور جود وکرم سے نوازے گا اور ان پر اپنے بے پایاں احسانات اور نوازشات میں اضافہ کرتا چلا جائے گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے،ہمارے دامن میں جو برائیاں ہیں ان کی بنا پر ہمیں ان بھلائیوں سے محروم نہ کرے جو اس کے سایہ رحمت میں ہیں۔(آمین)(تفسیر سعدی:3/2668)(4)سیدنا عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا:انصاف پسند اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے جو رحمان کی سیدھی طرف رکھے ہوئے ہوں گے۔رحمان کے دونوں ہاتھ سیدھے ہی ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے حکموں میں بچوں کے ساتھ اور ماتحتوں کے ساتھ انصاف سے کام لیا کرتے تھے۔(مسند احمد،نسائی)

سوال2:﴿مَقۡعَدِ صِدۡقٍ﴾سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد عزت کی جگہ یا حق کی مجلس ہے جس میں نہ گناہ کی بات ہوگی نہ کسی قسم کی لغو بات۔اس سے مراد جنت ہے۔

سوال3:﴿مَلِیۡکٍ مُّقۡتَدِرٍ﴾سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد قدرت والا بادشاہ ہے۔(2)ہر چیز پر اختیار رکھنے والا جو چاہے کر سکتا ہے۔

سورۃ الرحمٰن

سوال:یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:یہ سورت مکی ہے۔اس کے تین رکوع اور 78 آیات ہیں۔

سوال:مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 55 ویں نمبر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 97 ویں سورت ہے۔

سوال:اس سورت کا نام"الرحمٰن" کیوں ہے؟

جواب:سورۃ رحمٰن کا نام"الرحمٰن"اس لیے رکھا گیا کیونکہ اس کا آغاز اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم کے ساتھ ہو رہا ہے اور وہ اسم"الرحمٰن" ہے۔یہ رحمت سے اسم مبالغہ ہے جس میں"رحیم" کے مقابلے میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ جو منعم(نعمت دینے والا)ہے۔اس نے اپنی تمام مخلوق کو جلیل القدر نعمتوں سے نوازا ہے۔جبکہ"الرحیم" کا معنی یہ ہے کہ وہ منعم جس نے اپنے خاص بندوں یعنی

اہل ایمان کو خاص نعمتوں سے نوازا ہے۔(تفسیر منیر:205/14)

سوال:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:سورۃ رحمٰن مکی سورتوں میں سے ایسی سورۃ ہے جو عقیدہ اسلامیہ کے اصول وقواعد کا علاج معالجہ کرتی ہے۔(یعنی عقائد کی اصلاح کرتی ہے)یہ تمام سورتوں میں دلہن کی مانند ہے اسی لیے حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں:''ہر چیز کی دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن سورۃ رحمٰن ہے۔''(صفوۃ التفاسیر:274/3)(الاساس فی التفسیر:5639/10)(2)امام طبری نے کہا ہے کہ''رحمٰن''تمام خلقت کے لیے ہے جبکہ''رحیم''صرف اہل ایمان کے لیے ہے۔اس سورت کا نام ایک اور حدیث میں امام بیہقی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کچھ اس طرح مرفوع نقل کیا ہے کہ یہ قرآن کی دلہن ہے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ہر چیز کی دلہن ہے اور قرآن کی دلہن''سورۃ رحمٰن''ہے۔''(تفسیر منیر:205/14)(3)سیدہ اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا اس وقت آپ ﷺ کو یہ حکم نہیں ملا تھا کہ''فاصدع بماتؤمر''چنانچہ مشرکین بھی آپ ﷺ کی قرأت سن رہے تھے اور آپ ﷺ یہ آیت پڑھ رہے تھے''فبای آلاء ربکما تکذبان''۔(تفسیر الدر المنثور:189/6)(4)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی معیت میں تھے اور آپ ﷺ نے ان کو سورۃ الرحمٰن شروع سے آخر تک پڑھ کر سنائی مگر وہ خاموش رہے تب آپ ﷺ نے فرمایا:کیا بات ہے تم خاموش کیوں کھڑے ہو؟ حالانکہ میں نے اس سورت کو جنات پر تلاوت کیا تھا اور انہوں نے سن کر اچھا جواب دیا تھا کہ میں جب بھی اس آیت''فبای آلاء ربکما تکذبان''سے گزرا تو وہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار!ہم تیری کسی بھی نعمت کی تکذیب نہیں کرتے اور تمام تر تعریفات کا تو ہی لائق ہے۔''(تفسیر الدر المنثور:189،190/6)(5)سیدنا انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نو رکعات نماز وتر ادا کرتے تھے پھر جب آپ ﷺ بڑی عمر کو پہنچے اور بھاری بدن والے ہو گئے تو آپ ﷺ سات رکعت نماز وتر ادا کیا کرتے تھے اور دو رکعت بیٹھ کر نماز پڑھتے اور ان میں سورۃ رحمٰن اور سورۃ واقعہ کی قرأت کیا کرتے تھے۔(تفسیر الدر المنثور:190/6)(6)مہایمی نے کہا ہے کہ:قرآن کی دلہن اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ سورۃ جلیل القدر نعمتوں کے تذکرے سے بھری ہوئی ہے۔(تفسیر قاسمی:278/15)

رکوع نمبر 11

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلرَّحْمٰنُ (۱)﴾

''وسیع رحمت والے نے''۔(۱)

سوال1:﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾''وسیع رحمت والے نے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ ''وسیع رحمت والے نے''اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک نام ہے۔(2)سورۃ کا آغاز﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ سے ہوا ہے جو اس کی بے پایاں رحمت،عمومی احسان، بے شمار بھلائیوں اور وسیع فضل وکرم پر دلالت کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا جو اس کی رحمت اور اس کے آثار،یعنی دینی، دنیاوی اور اخروی نعمتوں پر دلالت کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں تک پہنچایا۔اپنی ان نعمتوں کی ہر جنس اور نوع کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دونوں جماعتوں یعنی،جن وانس کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کریں، چنانچہ فرماتا ہے:﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ (تفسیر سعدی:3/2668,2669)(3)اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وشفقت کی خبر دی ہے۔(4)رحمت وہ رقتِ قلب ہے جو احسان کرنے کا تقاضا کرے۔(مفردات القرآن)(5)رب العزت نے فرمایا:﴿کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ط لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ﴾''اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے، وہ قیامت کے دن ضرور بہ ضرور تمہیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا ہے وہی اس پر ایمان نہیں لاتے۔''(الانعام:12)(6)اور اس کی رحمانیت میں سے اس کا پرندوں پر لطف وکرم کرنا ہے۔﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ط اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ بَصِیْرٌ﴾''اور کیا اُنہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا انہیں کوئی نہیں تھامتا، بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔(الملک:19)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ﴾''رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے۔زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا''۔(ترمذی:1924)رحمت بے لوث محبت کو کہتے ہیں۔بغیر کسی مطالبے کے جو شفقت اور عنایت کی جاتی ہے اس کو رحمت کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رحمت بندۂ مومن کو اس کا شکر ادا کرنے پر ابھارتی ہے۔اسے یہ یقین آجاتا ہے کہ میرا ربّ مجھے،میرے وقت،میرے مال،میری صلاحیتوں اور میری قوتوں کو رائیگاں نہیں جانے دے گا۔وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس زندگی کے ہر عمل کو فائدہ مند بنادے گا۔

سوال2:سورۃ کا آغاز الرّحمٰن سے کیا گیا،اس کی کیا وجہ بنی تھی؟

جواب:مشرکینِ مکہ نے یہ سوال کیا تھا کہ الرّحمٰن کیا ہے۔اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں جس میں رحمٰن کے نام سے اللہ تعالیٰ نے واقف کروایا ہے۔

سوال3:الرّحمٰن کون ہے؟

جواب:(1)الرّحمٰن وہ ہے جو وسیع رحمت والا ہے۔(2)الرّحمٰن وہ ہے جس کی رحمت ایمان والوں کے لئے قرآنِ مجید کی صورت میں

آئی۔(3)الرحمٰن وہ ہے جس کی رحمت اولاد کو والدین کا فرماں بردار بنا دیتی ہے۔(4)الرحمٰن وہ ہے جس کی رحمت شوہر اور بیوی کے رشتے کو مضبوط کر دیتی ہے۔(5)الرحمٰن وہ ہے جس کی رحمت سے بعض لوگ بعض سے زیادہ خاص ہو جاتے ہیں۔(6)الرحمٰن کی رحمت سے محمد رسول اللہ ﷺ رحمت للعالمین بنے۔(7)الرحمٰن وہ ہے جس کی رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔

﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (2)﴾

''قرآن کی تعلیم دی۔''(2)

سوال1: ﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''قرآن کی تعلیم دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(ا)یعنی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو قرآن کریم کے علم سے نوازا اور محمد ﷺ نے اپنی امت مسلمہ کو اس کی تعلیم دی۔(تفسیر مراغی:377/9)(2)زجاج کہتے ہیں ﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ کا معنی ہے کہ میں نے اسے آسان کر دیا ہے کیونکہ یہ نصیحت ہے۔(معانی القرآن للزجاج ورقۃ:232)(3)اے لوگو! وہ رحمٰن ہے جس نے اپنی رحمت سے تم کو قرآن سکھایا ہے۔تم پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا ہے۔جب تم نے اس میں غور وغوض اور فکر وتدبر کیا تو تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کو پایا۔اور جب تم نے اس میں غور وفکر کیا تو تم نے اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کی معرفت وآشنائی حاصل کی۔تاکہ جو کچھ اس میں بیان کیا جا رہا ہے اس کی اطاعت وپیروی کو بجالاؤ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور جس کا اس نے حکم دیا ہے اس پر عمل پیرا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، عتاب وعذاب سے اجتناب کیا جا سکے۔تاکہ ان احکام پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر اجر عظیم سے نوازا جائے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب وناراضگی سے اجتناب ہو سکے۔(جامع البیان:120/27)(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (5)قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں''(الفرقان:5،6)(5)﴿الٓرٰ ق كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ ''الٓرٰ۔ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں''(ہود:1)(6)قرآن کریم کی تعلیم جلیل القدر ارفع واعلیٰ مقام کی حامل ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یہ چیز عیاں کی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نصیحت ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ج وَمِنْهُمْ سَابِقٌ م بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ ''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ اُن میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں سے کوئی میانہ رَو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ

کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔'' (فاطر:32) (7) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس چیز کا علم دیا ہے کہ وہ اس نعمت عظمیٰ کی وجہ سے اس کی تعریف کریں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صورت میں نازل فرمائی ہے۔ (اضواء البیان:7/489) اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ (الکھف:1) ﴿ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ یُّلْقٰٓى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴾ ''اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، چنانچہ آپ کافروں کے لیے مددگار نہ بنیں۔ (القصص:86) ﴿ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ (۵) ﴾ (الدخان:5,6) (8) وہ قرآن کی تعلیم ہے جو دلوں کی شفا ہے۔ (تفسیر البحر المحیط:10/54) (9) ''رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم) (الحر الوجیز:5/223) (10) پچھلی سورۃ کا افتتاح ایسے معجزہ سے ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہیبت وعظمت پر دلالت کر رہا ہے اور وہ چاند کا پھٹنا ہے اور اس سورۃ کا افتتاح ایسے معجزہ سے ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت پر دلالت کر رہا ہے اور وہ قرآن کریم جیسی بابرکت کتاب ہے جس میں دلوں کی شفا اور گناہوں سے پاکیزگی کا سامان موجود ہے۔ اور یہ منصب ومقام کے لحاظ سے تمام نعمتوں سے زیادہ صاحب سبقت وجلالت ہے۔ پچھلی سورۃ اور اس سورۃ میں اس لحاظ سے ایک دوسری مناسبت بھی پائی جاتی ہے کہ اُس (پچھلی) سورۃ میں ایسی باتوں کا تذکرہ ہے جو انتقام الٰہی اور غضب خداوندی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴾ ''سو اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا'' (القمر:39) ﴿ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴾ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا! (القمر:21) اور اس سورۃ میں ہر نعمت کو شمار کرنے کے بعد ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' کا ذکر ہے یعنی نعمت پر نعمت کی یاددہانی کا، کیونکہ یہ چیز غفلت ونسیان میں مبتلا لوگوں کی غنودگی کو احساس بیداری عطا کرتی ہے۔'' (غرائب القرآن:6/227) (11) اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے قرآن کے الفاظ اور معانی کو اپنے بندوں کے لیے آسان کر دیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو ہر بھلائی پر مشتمل ہے اور ہر برائی سے روکتی ہے۔ (12) الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان کر دیا ہے۔ (13) قرآن کا اتارنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے۔ ہر مالک کا اپنے مملوک کو یہ بتانا ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے اور کس مقصد کے لیے اسے بنایا گیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا انسانوں کو یہ بتانا ضروری تھا کہ ان کا مقصد حیات کیا ہے اور یہ ضرورت قرآن اتار کر پوری کر دی گئی۔ (تیسیر القرآن:4/345)

سوال 2: اس سورت کے آغاز میں ہی قرآنِ مجید سکھانے کی بات کیوں کی گئی ہے؟

جواب: اس سورت کے آغاز میں ہی قرآنِ مجید سکھانے کی بات اس لئے کی گئی کہ اہلِ مکہ کہتے تھے یہ قرآن محمد ﷺ کو کوئی اور سکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ یہ محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خود سکھایا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا۔ سب سے پہلے قرآنِ مجید کی تعلیم کا ذکر کیوں کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی ضرورت اور اہمیت کی وجہ سے اس کا ذکر آغاز میں کیا۔ (2) انسانی زندگی کے لئے سب سے زیادہ فائدہ مند نعمت قرآنِ مجید ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا آغاز میں ذکر کیا۔ (3) قرآنِ مجید کی تعلیم سے ہی انسان صحیح معنوں میں انسان بن سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا آغاز میں ذکر کیا۔

﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ (۳) ﴾

''اس نے انسان کو پیدا کیا''۔ (3)

سوال1: ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴾ ''اُس نے انسان کو پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اُس نے انسان کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت میں، کامل اعضا اور پورے اجزا کے ساتھ نہایت محکم بنیاد پر تخلیق فرمایا، باری تعالیٰ نے انسان کو پوری مہارت کے ساتھ بنایا اور اسے تمام حیوانات پر امتیاز بخشا۔ (تفسیر سعدی: 2669/3) (2) جب تعلیم قرآن کا تذکرہ فرمایا تو معلم کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس کا ذکر بعد والے فرمان ''خلق الانسان'' سے کیا، تاکہ جو مقصود تعلیم ہے وہ سکھلائے اور جب انسان کو دین اور تعلیم قرآن کے لیے تخلیق کیا گیا ہے تو گویا ان کی تخلیق کے سبب کو اس کی تخلیق سے قبل ذکر کیا۔'' (تفسیر البحر المحیط: 54/10)

سوال2: انسان کیا ہے؟

جواب: انسان رحمٰن کی تخلیق ہے۔

سوال3: انسان کو رحمٰن نے کیسے بنایا ہے؟

جواب: انسان اپنی تخلیق کے وقت ایک خلیہ ہوتا ہے جو باپ کی پیٹھ سے ماں کے رحم میں منتقل ہوتا ہے اور انتہائی کمزوری سے اس کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ cell سے کئی cell، پھر جما ہوا خون، پھر گوشت کی بوٹی، پھر ہڈیاں، عُضلات اعصاب وغیرہ بنتے ہیں۔ پھر حیرت انگیز سننے، دیکھنے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے کے کام شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر شعور ملتا ہے اسی cell کو جو نہ نظر آتا تھا نہ اظہار کر سکتا تھا۔ یہ cell کہاں سے آیا؟ خلیے سے انسان کیسے بنا؟ انسان رحمٰن کے پاس سے آیا ہے۔ انسان کو رحمٰن نے تخلیق کیا ہے۔

سوال4: انسان کی تخلیق کے بارے میں ڈارون کا نظریۂ ارتقاء کیا کہتا ہے؟

جواب: انسان کے بارے میں ڈارون کا نظریۂ ارتقاء کہتا ہے کہ انسان بندر سے ترقی کرتے کرتے اس مقام تک پہنچا ہے۔

سوال5: اسلام کا نظریۂ انسان کیا ہے؟

جواب: اسلام کا نظریۂ انسان یہ ہے کہ وہ: (1) اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ (2) جانوروں سے مختلف مخلوق ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے اسے ایسے

ہی پیدا کیا جس شکل وصورت میں وہ اب ہے۔

﴿عَلَّمَهُ الْبَيَان (4)﴾

''اُسے بولنا سکھایا''(4)

سوال: ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَان﴾ ''اُسے بولنا سکھایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''اُسے بولنا سکھایا'' قرآن مجید کی تعلیم کا بیان ہے اور تعلیم زبان سے ادا کرنے پر موقوف ہے، جس کا دارومدار قوت گویائی کو آسان بنانے پر اور حلق، زبان اور ہونٹوں سے ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنے کو آسان کرنے پر ہے۔ مخارج مختلف ہیں اور زبان سے ادا کیے جاتے ہیں۔ مختلف قسم کے مخرجوں کو ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے انسان کو بتا دیا۔ اب آسانی سے زبان مخرج ادا کر دیتی ہے۔ خواہ وہ ہونٹوں سے نکل رہا ہو، یا حلق سے یا نوک زبان سے۔ (مختصر ابن کثیر: 1972/2) (2) یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کی تخلیق کی اور اسے نطق اور مافی الضمیر بیان کرنے کی قوت عطا فرمائی تا کہ وہ دیگر انسانوں کے ساتھ مخاطب ہو سکے۔ اور معاشرے کے امور کو سمجھے اور ان کے درمیان باہمی تعاون، اخوت اور محبت کی فضا قائم ہو۔ تعلیمی عناصر بھی اس سے مکمل ہوتے ہیں۔ (تفسیر منیر: 212/14) (3) اور جب انسان بنیادی طور پر مدنی الطبع اور معاشرت پسند ہے تو پھر اس کے لیے کسی بات کے افہام کے لیے کسی زبان کی ضرورت ہے جس سے وہ اپنی جنس کی بات کو سمجھے اور اس سے اپنی خط وکتابت کا سلسلہ جاری وساری رکھے خواہ وہ اسی ملک میں ہو یا بیرون ملک یا دوسرے شہروں میں ہو اور علوم سلف کو اس کے لیے محفوظ کیا جائے تا کہ خلف (بعد میں آنے والے) اس سے مستفید ہوں اور ان چیزوں کو محفوظ کیا جائے جو تاریخی ہیں، جو پہلے ہو چکی ہیں۔ (تفسیر المراغی: 377/9) (4) البیان سے مراد نطق، کتابت، خط اور کلام کو سمجھنا اور سمجھانا ہے۔ یعنی یہ امر واضح ہو جائے کہ متکلم کیا کہنا چاہتا ہے اور اسے کیا کہا جا رہا ہے۔ یہ قول ابوالعالیہ، مرۃ، حسن اور السدی کا ہے۔ (تفسیر وسیط: 217/4) (5) سیدنا قتادہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے ہیں ''علمه البيان'' اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت کا بیان حلال وحرام کے درمیان سکھایا تا کہ مخلوق کے خلاف اس کو حجت بنایا جائے۔ (تفسیر جامع البیان الطبری: 120/27) (6) سیدنا قتادہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''علمه البيان'' کے بارے میں فرماتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ نے خیر وشر کو واضح کر دیا جس کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور جس سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ (تفسیر جامع البیان الطبری: 121/27) (7) ''علمه البيان'' ابن زید کا قول ہے بیان سے مراد کلام ہے (اس کو کلام کرنا سکھایا)۔ (تفسیر جامع البیان: 121/27) (8) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں جو صحیح اور درست قول ہے وہ یہ ہے کہ اس کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی حاجت وضرورت کا بیان کرنا سکھایا خواہ وہ امور دنیا سے تعلق رکھتی ہو یا آخرت کے امور سے یا وہ حلال سے تعلق رکھتی ہو یا حرام سے، خواہ اقتصاد ومعیشت کے متعلق ہو یا بولنے کے گویا انسان کی ہر حاجت وضرورت جو بھی اس کو پیش آسکتی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز سے خاص نہیں کیا۔ کہ اس نے بعض چیزوں کی تعلیم

دے دی اور بعض کو خیر باد کہہ دیا بلکہ اسے عام رکھا ہے۔فرمایا:''علمه البيان''(تفسیر جامع البیان:121/27)

﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ(5)﴾

''سورج اور چاند ایک حساب سے ہیں''(5)

سوال:﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾''سورج اور چاند ایک حساب سے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سورج اور چاند ایک حساب سے ہیں''یعنی سورج اور چاند متعین کردہ برجوں میں رواں دواں رہتے ہیں اور بندوں کی مصلحت کی خاطر اپنی منازل میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے مقررہ نظام کے تحت رواں دواں رہتے ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرتے۔(صفوۃ التفاسیر:276/3)(2)﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔''(یٰسین:40)(3)ایک خاص حساب اور باضابطہ نظام ہے جس میں یہ دونوں عظیم الشان سیارے جکڑے ہوئے ہیں چنانچہ ایک خاص وقت میں طلوع اور غروب ہوتے ہیں۔ایک معین راستہ پر چلتے ہیں۔اسی وجہ سے انسان اس قابل ہوا ہے کہ وقتوں،دنوں،تاریخوں اور موسموں کا حساب رکھ سکے۔(ابن کثیر)(4)﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ج وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾''وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے،یہ سب پر غالب،سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔''(الانعام:96)

﴿ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ (6) ﴾

''اور بے تنے کے پودے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں''(6)

سوال:﴿ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ﴾''اور بے تنے کے پودے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)'' اور بے تنے کے پودے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں''یعنی ستارے اور درخت دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ستارے مختلف ابراج میں منتقل ہونے اور درخت پھل دینے میں حکم الٰہی کے پابند ہیں۔(صفوۃ التفاسیر: 3 / 6 7 2)(2)مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:ان کے سجدہ کرنے سے مراد تذلل اور فرمانبرداری ہے۔(تفسیر الثعالبی:346/5)(3)یسجدان سے مراد ان کے سائے کا سجدہ ہے۔جیسا کہ فرمایا:﴿اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ ﴾ اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کے

سائے اللہ تعالیٰ کوسجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں اس حال میں کہ وہ سب عاجزی کرنے والے ہیں۔(النحل:48)﴿ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيۡرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيۡرٌ حَقَّ عَلَيۡهِ الۡعَذَابُ ؕ وَمَنۡ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّكۡرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفۡعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی ،اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کر دیتا ہے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (الحج:18)(الوسیط:218/14) (4) آسمان کے ستارے اور زمین کے درخت سب اپنے رب کو پہچانتے ہیں،اس کو سجدہ کرتے ہیں،اس کی اطاعت کرتے ہیں،اس کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مصالح اور منافع کے لیے ان کو مسخر کر رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:2669/3) (5) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے پھر (دوبارہ آنے کی) اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔(صحیح بخاری:3199) (6) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی مطیع اور فرمانبردار ہیں لہٰذا تم بے دین لوگوں کی طرح ستاروں اور درختوں کی عبادت نہ کرو۔(قرطبی:114/9)

﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الۡمِيۡزَانَ (7)﴾

''اور آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی''۔(7)

سوال: ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الۡمِيۡزَانَ﴾ ''اور آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا﴾ ''اور آسمان کو اس نے بلند کیا'' یعنی زمین والوں کے لیے آسمان کو بلند کیا۔(2) ﴿وَوَضَعَ الۡمِيۡزَانَ﴾ ''اور میزان قائم کر دی'' لفظ میزان کی تفسیر اس آیت میں سیدنا قتادہ، مجاہد، سدی وغیرہ نے عدل سے کی ہے کیونکہ میزان کا اصل مقصد عدل ہی ہے ،اور بعض حضرات مفسرین نے یہاں میزان کو اپنے معروف معنی میں لیا ہے اور حاصل اس کا بھی وہی ہے کہ حقوق میں عدل وانصاف سے کام لیا جائے۔اور میزان کے معنی میں ہر وہ آلہ داخل ہے جس سے کسی چیز کی مقدار معین کی جائے خواہ وہ کوئی دو پلڑے والی ترازو ہو یا کوئی جدید آلہ پیمائش۔(معارف القرآن:245/8) (3) امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان

سمیت ہر شے کو عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے۔(الاساس فی التفسیر:5647/10)(4)اور اللہ تعالیٰ نے ترازو وضع کیا،یعنی بندوں کے درمیان اقوال وافعال میں عدل جاری کیا۔اس سے مراد صرف معروف میزان ہی نہیں بلکہ وہ معروف میزان،ناپ تول جس کے ذریعے سے اشیاء اور دیگر مقداروں کو ناپا جاتا ہے،دیگر پیمانے جن کے ذریعے سے مجہولات کو منضبط کیا جاتا ہے اور اس میں وہ حقائق بھی داخل ہیں جن کے ذریعے سے مخلوقات میں فرق کیا جاتا ہے اور ان کے ذریعے سے ان کے درمیان عدل قائم کیا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2669/3)(5)رب العزت نے فرمایا:﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا۔اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان بھی نازل کی تاکہ لوگ انصاف قائم کریں اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت لڑائی کا (سامان) اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون بن دیکھے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا،سب پر غالب ہے''۔(الحدید:25)(6)اس آیت میں میزان سے اکثر مفسرین نے میزان عدل مراد لی ہے جس کے سہارے یہ زمین وآسمان قائم ہیں۔اس صورت میں ان کے عدل سے مراد وہ توازن وتناسب ہے۔جو ہر سیارے میں قوت جاذبہ یعنی کشش ثقل اور مرکز گریز قوت کے درمیان رکھ دیا گیا ہے۔علاوہ ازیں ہر سیارے کا درمیانی فاصلہ،ان کی رفتار اور ان میں باہمی تعلق بھی شامل ہے اور یہ اتنا لطیف اور خفیف تعلق ہے جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے اور اس توازن وتناسب کو میزان کے لفظ سے اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ انسان کو سمجھانے کے لیے اس لفظ کے مفہوم کے قریب تر کوئی لفظ نہ تھا۔(تیسیر القرآن:346/4)

﴿ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ ﴾

''کہ تم ناپ تول میں حد سے تجاوز نہ کرو''۔(8)

سوال:﴿اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴾''کہ تم ناپ تول میں حد سے تجاوز نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّا تَطْغَوْا﴾''کہ تم حد سے تجاوز نہ کرو''یعنی انصاف سے تجاوز نہ کرو۔(تفسیر بیضاوي:273/5)(2)﴿اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴾ پہلی آیت میں جو میزان پیدا کرنے کا ذکر تھا اس جملے میں اس کے مقصد کو واضح کیا گیا ہے۔تطغوا طغیان سے مشتق ہے جس کے معنی بے انصافی اور ظلم کے ہیں۔مراد یہ ہے کہ میزان کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بنایا کہ تم وزن میں کمی بیشی کر کے ظلم وجور میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔(تفسیر معارف القرآن:8/245)(3)یعنی اللہ تعالیٰ نے میزان نازل فرمائی تاکہ تم حقوق اور دیگر معاملات میں حد سے تجاوز نہ کرو۔اگر معاملہ تمھاری عقل اور آراء کی طرف لوٹتا تو ایسا خلل واقع ہوتا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آسمان،زمین اور ان کے رہنے والے فساد کا شکار ہو جاتے۔(تفسیر سعدی:2669/3)(4)اللہ تعالیٰ نے دنیا حق واعتدال پر پیدا کی ہے تاکہ تمام چیزیں اعتدال پر آجائیں۔(مختصر ابن

کثیر:2/1972)

﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹﴾

''اورانصاف کے ساتھ وزن قائم کرواور ناپ تول میں گھاٹا نہ دو''۔(9)

سوال1:﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ ''اورانصاف کے ساتھ وزن قائم کرواور ناپ تول میں گھاٹا نہ دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ﴾ ''اورانصاف کے ساتھ وزن قائم کرو''یعنی عدل قائم کرو۔(2)یعنی جہاں تک تمھاری قدرت،طاقت اورتمھارے امکان میں ہے،وزن کوانصاف کے ساتھ قائم رکھو۔(تفسیرسعدی:3/2669)(3)امام قتادہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:اے ابن آدم عدل کر!جس طرح تجھے پسند ہے کہ تیرے ساتھ عدل کیا جائے اور پورا پورا دے جس طرح تجھے پسند ہے کہ تجھے پورا پورا دیا جائے بے شک عدل کرنے میں لوگوں کی اصلاح ہے۔(تفسیرمنیر:14/215)(4)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو جھکے ہوئے ترازو کے ساتھ وزن کم کرتا تھا انہوں نے اسے فرمایا:ترازو کے دستے کوسیدھا کرکے وزن کرجس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے :''واقیموا الوزن بالقسط'' (تفسیرالدرالمنثور:6/191)(5)﴿وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ ''اورناپ تول میں گھاٹا نہ دو''یعنی وزن میں کمی بیشی نہ کرو۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ اور جب ماپ کروتو پورا پورا ماپ کرواور سیدھی ترازو سے تولا کرو یہی بہتر ہے اورانجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔(بنی اسرائیل:35)(6)یعنی اسے کم نہ کرو کہ اس کی ضد پر عمل کرنے لگو،اس سے مراد ظلم وجوراور سرکشی ہے۔ (تفسیرسعدی:3/2669،2670)

سوال2:تول میں کمی نہ کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب:(1)تول میں کمی سے ہی بے انصافی کا آغاز ہوتا ہے۔(2)تول میں کمی کی وجہ سے معاشی معاملات خراب ہوتے ہیں۔(3)تول میں کمی کی وجہ سے زمین میں فساد پھیلتا ہے۔

﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰﴾

''اورزمین کواُس نے مخلوق کے لیے بچھادیا۔''(10)

سوال1:﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ﴾ ''اورزمین کواُس نے مخلوق کے لیے بچھادیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا﴾ ''اورزمین کواُس نے بچھادیا''یعنی خالق نے جیسے آسمان بلند کیے ایسے ہی زمین بچھادی اوراس میں

سر بفلک پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں تا کہ جاندار چل سکیں اور راحت سے زندگی بسر کر سکیں پھر انسان بھی مختلف شکل و رنگ والے، مختلف زبانوں والے زمین کے تمام گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1972/2) (2) یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کی کثافتوں، اس کے استقرار اور اس کے اوصاف و احوال سمیت بنایا۔ (3) ﴿لِلْاَنَامِ﴾ ''مخلوق کے لیے'' تا کہ وہ زمین کو ٹھکانہ بنائے، زمین ان کے لیے ہموار فرش کا کام دے، یہ اس پر عمارتیں تعمیر کریں، زمین پر کھیتی باڑی کریں، باغات لگائیں، کنویں کھودیں، اس کے راستوں پر چلیں، اس کی معدنیات اور ان تمام چیزوں سے فائدہ اٹھائیں جن کی انھیں حاجت اور ضرورت ہو۔ (تفسیر سعدی: 2670/3) (4) انام سے مراد ہر وہ جاندار مخلوق ہے جو روئے زمین پر پائی جاتی ہے۔ خواہ وہ چرند ہوں، یا پرند، مویشی ہوں یا درندے، انسان ہوں یا جن اور انام سے مراد انسان اور جن لینا اس لحاظ سے زیادہ مناسب ہے کہ آگے انہیں دو انواع کا ذکر آ رہا ہے۔ (تیسیر القرآن: 346/4)

سوال 2: مخلوقات کے لئے زمین بچھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ زمین کو مخلوق کے کام میں لگا دیا ہے۔ زمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کی خدمت میں مصروف ہے، کمی نہیں کرتی۔

﴿فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ (11)﴾

''اس میں پھل ہیں اور کھجور کے درخت غلافوں والے (خوشوں پر) ہیں''۔ (11)

سوال 1: ﴿فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ﴾ ''اس میں پھل ہیں اور کھجور کے درخت غلافوں والے (خوشوں پر) ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْهَا فَاكِهَةٌ﴾ ''اس میں پھل ہیں'' یعنی زمین سے مختلف قسم کے رنگوں، ذائقوں اور خوشبوؤں والے پھل پیدا کر دیے ہیں۔ (2) ﴿وَّالنَّخْلُ﴾ ''اور کھجور کے درخت'' یعنی خوشے والی کھجوریں بھی۔ کھجور کو خاص طور پر اس لیے بیان کیا گیا کہ اسے پھلوں پر یک گونہ فوقیت حاصل ہے اس سے لوگ، لگنے کے بعد سے خشک ہونے تک فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1972/2) (3) ﴿ذَاتُ الْاَكْمَامِ﴾ ''غلافوں والے (خوشوں پر) ہیں'' اکمام وہ غلاف ہیں جن میں کھجور کا خوشہ پھوٹنے کے وقت چھپا ہوتا ہے۔ (احسن التفاسیر: 66/7)

(4) یعنی غلاف والی کھجوریں جو گچھے سے پھوٹتی ہیں جو تھوڑی تھوڑی کر کے نکلتی ہیں یہاں تک کہ مکمل ہو جاتی ہیں، تب وہ خوراک بن جاتی ہیں جس کو کھایا جاتا ہے، اس کو ذخیرہ کیا جاتا ہے، مقیم اور مسافر اس کو توشہ بناتے ہیں۔ کھجور بہترین پھلوں میں سے نہایت لذیذ پھل ہے۔ (تفسیر سعدی: 2670/3)

سوال 2: پھل اور کھجوریں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: پھل انسان کی خوراک کا بہترین حصہ ہیں۔ان میں مزہ،حُسن ،خوشبواورقوت ہے۔اللہ تعالیٰ نے اتنی خصوصیات کو پیدا کر کے انسان پر رحمت کی ہے۔

﴿وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (۱۲)﴾

''اور بھوسے والا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں'' (12)

سوال:﴿وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ﴾ ''اور بھوسے والا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْحَبُّ﴾ ''اوراناج ہے''یعنی اناج اوردانے جوانسان کی خوراک بنتے ہیں۔(2)﴿ذُو الْعَصْفِ﴾ ''اور بھوسے والا''یعنی جانوروں کے بھوسے کے لیے اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔اس میں گیہوں ،چاول،مکئی،جو، چناوغیرہ شامل ہیں ۔(3) ﴿وَالرَّيْحَانُ﴾ ''اورخوشبودار پھول ہیں''اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے رزق کی تمام اقسام مراد ہوں جس کو آدمی کھاتے ہیں۔تب یہ خاص طور پر عطف عام کے باب میں شمار ہوگا اوراس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عمومی اور خصوصی خوراک اور رزق سے نوازا ہے۔یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد معروف ریحان ہو۔اللہ تعالیٰ نے مختلف انواع کی خوش کن اور فاخرہ خوشبوؤں کو زمین میں سے مہیا کر کے،ان سے اپنے بندوں کو نوازا ہے جو روح کو مسرت عطا کرتی ہیں اوران سے نفوس میں انشراح پیدا ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی: 2670/3)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (13)﴾

''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (13)

سوال1:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' میں جنوں اورانسانوں دونوں مخلوقات کو خطاب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(تفسیر جامع البیان:130/27)

(2) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس آئے اوران کے سامنے سورت الرحمٰن پڑھنا شروع سے آخر تک پڑھی۔لوگ (سن کر) چپ رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں نے یہ سورت اپنی جنوں سے ملاقات والی رات میں جنوں کو پڑھ کر سنائی تو انہوں نے مجھے تمہارے مقابلے میں اچھا جواب دیا۔جب بھی میں پڑھتا﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ تو وہ کہتے:''لَا بِشَيْءٍ مِّنْ

نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ" اے ہمارے رب تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کرتے، تیرے ہی لیے ساری تعریفیں ہیں۔ (ترمذی:3291)(3)﴿اٰلَآءِ رَبِّکُمَا﴾ ''اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو'' آلاء سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان کی ضرورت مہیا کرتی ہیں اور پے در پے آتی رہتی ہیں اور اسے زندگی بسر کرنے کے لیے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔(فقۃ اللغہ) اور یہ لفظ بالعموم جمع ہی استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی نعمت ایک تو ہے نہیں لہٰذا ہمیشہ ﴿آلاء﴾ آتا ہے۔ اور یہ آیت اس سورۃ میں اکتیس مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ کہیں آلاء کا لفظ عظیم الشان نعمتوں کے معنوں میں اور کہیں قدرت کی نشانیوں کے معنوں میں اور کہیں بیک وقت دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:347/4)(4)﴿تُکَذِّبٰنِ﴾ ''تم دونوں جھٹلاؤ گے'' تکذیب نعم سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا ہے کیونکہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے۔ نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے اور شکریہ ادا کرنا عبادت الٰہی ہے۔(تفسیر الراغی:380/9)(5) اللہ تعالیٰ نے یہ سوال شہادت قائم کرنے کے لئے کیا ہے ورنہ کوئی جن اور انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جھٹلا نہیں سکتا۔ (6) اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں گنوا کر پوچھا ہے کیونکہ اس نے مسلسل احسانات کئے ہیں: کیا تمہیں میری فلاں نعمت یاد نہیں؟ کیا تم اس نعمت کا بھی انکار کرتے ہو؟ (7) یہ آیت اس سورۃ میں اکتیس بار آئی ہے۔ اسے سن کر ''لا بشیء من نعمک ربنا نکذب ولک الحمد'' کہنا مستحب ہے۔(ابن کثیر)

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ (14)﴾

اُس نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری جیسی تھی۔(14)

سوال1:﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ﴾ ''اُس نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری جیسی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اُس نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری جیسی تھی'' بڑے جہان زمین و آسمان کو پیدا کرنے اور بنی آدم پر اپنی نعمتیں گنوانے کے بعد اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کی توضیح کر رہے ہیں۔ ان نعمتوں میں سے عظیم الشان نعمت تخلیق جن وانس ہے۔ اس طرح مشرق ومغرب سمندر اور اس میں موجود موتیوں اور زمین میں موجود پہاڑوں کی تخلیق بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جو اس کی قدرت ووحدت پر دلالت کرتی ہیں۔(تفسیر منیر:218/14)(2) یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمت ہے کہ اس نے انھیں اپنی قدرت اور کاریگری کے آثار دکھائے کہ ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ﴾ انسان کے جد امجد سیدنا آدم علیہ السلام کو گیلی مٹی سے پیدا کیا، جس کے نم کو مہارت کے ساتھ محکم کیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ خشک ہوگئی اور اس میں آگ پر پکائے گئے ٹھیکرے کی آواز کے مانند کھنکھنانے کی آواز پیدا ہوگئی۔ (تفسیر سعدی:2671/3)(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے نور سے، جنات آگ سے اور انسان اس مٹی

سے پیدا کیے گئے ہیں جس کا ذکر تمہارے سامنے ہو چکا ہے۔'' (مسند احمد:25248) (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ اور ہم نے انسان کو بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا۔ (الحجر:26) (5) امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ ''من صلصال کالفخار'' ٹھیکری کی مانند آواز دینے والی مٹی سے'' اور ان آیات مبارکہ ''من حمأ مسنون'' سڑے ہوئے گارے سے ''من طین لازب'' لیس دار مٹی سے ''من تراب'' مٹی سے'' کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان سب کا ایک ہی معنی ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے مٹی سے پیدا کیا پھر اس مٹی کو لیس دار بنایا پھر اسے سڑے ہوئے گارے کی مانند بنایا پھر اسے آواز دینے والے ٹھیکری کی مانند تیار کر دیا۔ (الاساس فی التفسیر:5650/10)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کس انسان کو ٹھیکری کی طرح کھنکھنانے والی خشک مٹی سے پیدا کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا۔ پہلے ان کا پُتلا مٹی سے بنایا، پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی۔

سوال 3: سیدنا آدم علیہ السلام کے بعد باقی انسان کیسے وجود میں آئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے سیدہ حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ پھر ان دونوں سے انسانی نسل چلائی۔

﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (15)﴾

''اور اُس نے جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔'' (15)

سوال: ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ ''اور اس نے جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ﴾ ''اور اس نے جن کو پیدا کیا'' اور جنات کے باپ ابلیس کو۔ (2) ﴿مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ ''آگ کے شعلے سے'' آگ کے صاف شعلے سے یعنی لکڑی اور کوئلے سے پیدا ہونے والی عام آگ سے نہیں بلکہ گرم تر لطیف حصے سے بنایا گیا۔ (3) یہ آیت کریمہ انسان کے شرف پر دلالت کرتی ہے جسے مٹی سے پیدا کیا گیا جس میں وقار، بوجھ اور منافع کا مقام ہے جب کہ آگ میں طیش، شر اور فساد کا مقام ہے۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (16)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''؟ (16)

سوال 1: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''تواے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''اللہ تعالیٰ ان الفاظ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' کوتاکید کرنے،دلوں کو بیدار کرنے،اورنفوس کومتحرک کرنے کے لیے مکرر لاتے ہیں اور یہ طریقہ بلاغت میں عام استعمال ہوتا ہے۔کلام عرب حدیث نبوی ﷺ اور کتاب اللہ میں متعدد مقامات پر اس کی مثالیں موجود ہیں۔بعض اہل علم کی رائے کے مطابق مذکورہ تکرار اس لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے،اوران نعمتوں میں سے ہر نعمت کو ذکر کرنے کے بعد یہ الفاظ لائے ہیں اور یہی قول بہتر ہے۔(المحرر الوجیز:226/5)(2)حسین بن فضیل فرماتے ہیں یہ تکرار تاکید کرنے اور غفلت دور کرنے کے لیے ہے۔(تفسیر الثعالبی:349/5)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے یہاں انسانوں اور جنوں سے کس نعمت کے جھٹلانے کا سوال کیا ہے؟

جواب:پیدائش نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں سے اُن کی پیدائش کے بارے میں سوال کیا ہے کہ کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (17)﴾

''دونوں مشرقوں کا وہی رب ہے اور دونوں مغربوں کا وہی رب ہے''(17)

سوال:﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ ''دونوں مشرقوں کا وہی رب ہے اور دونوں مغربوں کا وہی رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رب المشرقین﴾''دومشرقوں کا ربّ''دومشرقوں سے مراد سردی اور گرمی دونوں موسموں میں سورج طلوع ہونے کی جگہ ہے۔(تفسیر جامع البیان:134/27)(2)﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا رب ہے جس پر سورج،چاند اور روشن ستارے طلوع اور غروب ہوتے ہیں اور وہ سب کچھ جس کے اندر چاند سورج ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہاں مشرق اور مغرب کو سورج کے گرمیوں اور سردیوں کے مقامات طلوع وغروب کے مختلف ہونے کے اعتبار سے تثنیہ ذکر کیا ہے۔واللہ اعلم۔(تفسیر سعدی:2671/3)(3)حسین بن فضیل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مشرقین اور مغربین کو خصوصاً اس لیے بیان کیا کیونکہ یہ دونوں تمام مخلوقات سے عظیم مخلوق ہیں۔(تفسیر الثعالبی:349/5)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (18)﴾

''اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(18)

سوال1:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب: ''اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' ''لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ'' اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے چنانچہ تو ہی ہر قسم کی حمد وثنا کا مستحق ہے۔(ترمذی:3291)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے یہاں کس نعمت کے جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہاں مشرق ومغرب کی وجہ سے وجود میں آنے والے دنوں اور موسموں اور دیگر مصلحتوں کو نعمت قرار دیا ہے اور ان کے بارے میں سوال کیا ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ (19)﴾

''دو سمندروں کو اُس نے ملا دیا، جو ایسے باہم مل جاتے ہیں۔(19)

سوال1: ﴿مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ﴾ ''دو سمندروں کو اُس نے ملا دیا، جو ایسے باہم مل جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''دو سمندروں کو اُس نے ملا دیا، جو ایسے باہم مل جاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ ہے دو دریا مل کر بہہ رہے ہیں لیکن عجیب بات ہے دونوں کا پانی آپس میں نہیں ملتا۔(2)''بحرین'' سے مراد میٹھے پانی کا سمندر ہے اور نمکین پانی کا سمندر ہے جو آپس میں مل جاتے ہیں۔(3)اس سے مراد دو الگ الگ دریا ہیں جیسے میٹھے پانی کے دریا جن سے فصلیں اُگتی ہیں، کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں اور انسان پینے اور دیگر ضروریات کے لئے استعمال کرتا ہے۔دوسری قسم سمندروں کا پانی ہے جو کھارا ہے جس کے اپنے فوائد ہیں۔یہ دونوں آپس میں نہیں ملتے۔

سوال2: مرج سے مراد کیسے ملنا ہے؟

جواب: مرج کا مطلب ہے دو چیزوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ ان کی انفرادی حیثیت برقرار رہے۔

﴿بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ (20)﴾

''کہ اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے۔''(20)

سوال1: ﴿بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ﴾ ''کہ اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے'' دونوں کے درمیان ایک ایسا پردہ حائل ہے جس کی وجہ سے دونوں دریا اپنی حد میں رہتے ہیں۔(2) دریا کا میٹھا پانی نمکین سمندر میں گرتا ہے پھر دونوں قسم کے پانی ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے

ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان زمین کو ایک رکاوٹ بنا رکھا ہے، ایک پانی دوسرے پانی پر سرکشی نہیں کرتا اور یوں دونوں پانیوں کی منفعت حاصل ہوتی ہے۔ لوگ میٹھے پانی کو خود پیتے ہیں اور اس سے اپنے باغات اور کھیتی باڑی کو سیراب کرتے ہیں، کھاری پانی فضا کو پاک صاف کرتا ہے، اس میں وہیل، مچھلیاں، موتی اور گھونگے پیدا ہوتے ہیں اور یہ کشتیوں اور دیگر بحری سواریوں کے لیے مستقر اور مسخر ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2672/3)

سوال2: دو دریاؤں کے آپس میں نہ ملنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اس سے مراد سمندروں میں ہی میٹھے پانیوں کے دریاؤں کا بہنا ہے۔ کھارا اور میٹھا پانی ایک جگہ موجود رہتا ہے لیکن آپس میں نہیں ملتا۔(2) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ بسا اوقات کھارے پانیوں کے نیچے میٹھے پانیوں کے چشمے ہوتے ہیں اور وہ آپس میں نہیں ملتے۔(3) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ جن مقامات پر دریاؤں کا پانی سمندروں میں گرتا ہے تو کھارا اور میٹھا پانی میلوں تک ساتھ چلتا ہے وسیع وعریض سمندر میں یہ نہیں ملتا۔

سوال3: کھارے اور میٹھے پانیوں کے نہ ملنے کا کیا سبب بتایا گیا ہے؟

جواب: ربّ العزت نے فرمایا کہ ان دونوں میں آڑ ہے جس کی وجہ سے وہ حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ میٹھا اپنی جگہ اور کھارا اپنی جگہ رہتا ہے۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (21)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''؟(21)

سوال: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کھارے اور میٹھے پانیوں کے الگ الگ فوائد انسانوں کو پہنچائے ہیں۔ یقیناً یہ ایسے انعامات ہیں جن کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

﴿یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (22)﴾

''اُن دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں''۔(22)

سوال: ﴿یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ ''اُن دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اُن دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں'' یعنی دونوں دریاؤں سے مونگے اور موتی نکلتے ہیں جب کسی ایک میں سے نکلتے

ہیں تو کہنا درست ہوگا کہ مجموعہ میں سے برآمد ہوئے۔(2) موتی اور مونگے کھارے پانی میں پائے جاتے ہیں موتی تو مشہور اور معروف ہے اور مرجان چھوٹا موتی یا بڑا عمدہ آب دار موتی یا سرخ جواہر یا سرخ مہرہ ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1974/2)(3) مرجان دراصل جمادات اور نباتات کے درمیان برزخی پیدائش ہے۔جس طرح سب موتی پتھروں ہی کی قسم ہوتے ہیں، مرجان بھی پتھر ہی کی قسم ہے لیکن یہ نباتات کی طرح بڑھتا ہے جمادات کی طرح جامد نہیں۔مرجان کا ایک چھوٹا سا پودا ہوتا ہے جس کی شاخیں بھی ہوتی ہیں۔موتی اور مرجان عموماً کھاری پانی کی پیداوار ہے مگر اسی کھاری پانی کے نیچے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے میٹھے پانی کے چشمے بھی ابل رہے ہوتے ہیں۔یا ساتھ ساتھ دریا رواں ہوتے ہیں۔اسی لیے منھما کا لفظ ارشاد فرمایا یعنی یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے حیرت انگیز تخلیقی کارناموں کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں جن سے انسان فائدہ اٹھا رہا ہے۔(تیسیر القرآن:348/4)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (23)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''(23)

سوال:﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' موتی اور مونگے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں کیونکہ یہ زیب وزینت اور خوبصورتی کا اظہار کرتے ہیں۔ان کو حُسن اور خوب صورتی میں اضافے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے موتی اور مونگوں کی نعمت کا ذکر کر کے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ اور کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یعنی یہ سب تو تم پر رحمٰن کی رحمتیں ہیں۔

﴿وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ (24)﴾

''اور سمندر میں پہاڑوں جیسے بلند کھڑے جہاز اُسی کے ہیں''(24)

سوال:﴿وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ﴾ ''اور سمندر میں پہاڑوں جیسے بلند کھڑے جہاز اُسی کے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ﴾ ''اور سمندر میں کھڑے جہاز اسی کے ہیں'' ﴿الْمُنْشَئٰتُ﴾ وہ کشتیاں ہیں جن کا بادبان اٹھا دیا گیا ہو یا مخلوقات یا وہ جو نمایاں نظر آئیں۔(2)﴿کَالْاَعْلَامِ﴾ ''پہاڑوں جیسے'' اعلام یعنی پہاڑ، جہاز سمندر میں پہاڑوں کی طرح کھڑے معلوم ہوتے ہیں جو سینکڑوں من وزنی مال ادھر سے ادھر منتقل کرتے ہیں جس سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ ان کی وجہ

سے ان کی ضروریات دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جاتی ہیں اور ہر شخص آسانی سے اپنی ضرورتیں مہیا کر لیتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ تصرف میں ہیں۔ یہ کتنی جلیل الشان نعمت ہے۔(مختصر ابن کثیر:1974/2)(3)یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے سمندروں میں چلنے والی کشتیوں کو مسخر کیا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کے سینے کو چیرتی چلی جاتی ہیں جن کو آدمیوں نے بنایا ہے، جو اپنی عظمت کی وجہ سے بڑے بڑے پہاڑوں کے مانند دکھائی دیتی ہیں۔لوگ ان کشتیوں پر سواری کرتے ہیں اور ان پر اپنا سامان، مال تجارت اور دیگر اشیاء لادتے ہیں جن کی وہ ضرورت اور حاجت محسوس کرتے ہیں۔آسمانوں اور زمین کی حفاظت کرنے والی ہستی ان کشتیوں کی حفاظت کرتی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔(تفسیر سعدی:2672/3)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (25)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''؟(25)

سوال:﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''یعنی اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر نعمتیں ہیں اب بتاؤ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(2)عمرہ بن سوید کہتے ہیں کہ میں ساحل فرات پر علی کے ساتھ تھا۔اتنے میں ایک بہت بڑی کشتی آئی جس کے بادبان اٹھے ہوئے یعنی کھلے ہوئے تھے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے یہ آیت پڑھ کر فرمایا:اس کی قسم جس نے ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو سمندر کی موجوں میں چلایا۔(مختصر ابن کثیر:1974/2)

رکوع نمبر 12

﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ (26)﴾

''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے''(26)

سوال1:﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ﴾''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے''یعنی زمین کے تمام باشندے فنا ہو جائیں گے۔آسمان والے بھی ختم ہو جائیں گے مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں تو وہ زندہ رکھیں۔(2)زمین پر ہر ذی روح ہلاک ہو جائے گا نہ اس کی روح رہے گی، نہ ذات۔(ایسر التفاسیر:1561,1562)

سوال2:ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔اس کے باوجود اس کا موجود ہونا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔اس کے باوجود اس کا موجود ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا غیر فانی ہے۔

﴿وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (27)﴾

''اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو بڑی شان والا اور عزت والا ہے'' (27)

سوال1:﴿ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ ''اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو بڑی شان والا اور عزت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ﴾ ''اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا''یعنی اللہ تعالیٰ کی زندہ جاوید ہستی وہ عزت والی ذات ہمیشہ باقی رہے گی۔(2) سیدنا شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ پڑھو تو خاموش نہ ہو جاؤ جب تک ﴿ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ نہ پڑھ لے۔(مختصر ابن کثیر:1975/2)(3) رب العزت فرماتے ہیں:﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے، فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(القصص:88)(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے:﴿اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ،الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ،وَالْجِنُّ وَ الْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ﴾ ''تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں، تیری ایسی ذات ہے جسے موت نہیں اور جن وانس فناہ ہو جائیں گے''۔(بخاری:7383)(5)﴿یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا بَدِیعَ السَّمٰوٰاتِ وَالارضِ ، یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ، بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیثُ ، اَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا کُلَّهُ ، وَلَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَیْنٍ ، وَلَا اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ﴾ ''اے ہمیشہ زندگی والے! اے کائنات کو سنبھالنے والے! اے آسمان اور زمین کو ایجاد کرنے والے اور اے جلال و عزت والے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں۔ہم تیری رحمت مانگتے ہیں ہماری پوری حالت سنوار دے، ہمیں ایک لمحے کے لیے بھی ہمارے نفسوں کے حوالے نہ کرنا اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کے حوالے کرنا۔(مختصر ابن کثیر)(6)﴿ ذُو الْجَلَالِ ﴾ جو عظمت اور کبریائی کی مالک ہے جو مجد اور بزرگی کی مالک ہے جس کی بنا پر اس کی تعظیم اور عزت کی جاتی ہے اور اس کے جلال کے سامنے سر تسلیم خم کیا جاتا ہے۔﴿وَالْاِكْرَامِ﴾ سے مراد بے پایاں فضل اور جود ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء وخواص کو مختلف انواع واکرام کے ذریعے سے تکریم بخشتا ہے جس کی بنا پر اس کے اولیاء وخواص اس کی تکریم کرتے، اس کے جلال کا اقرار کرتے ہیں، اس کی تعظیم کرتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں، اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2673,2672/3)(7) حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان اسماء الحسنیٰ کے ذریعہ سے دعا کیا کرو اور بعض آثار میں ہے کہ یاذاالجلال والاکرام کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے۔(قرطبی)(اشرف الحواشی:635/1)(8) ربیعہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿اَلِظُّوا بِیَا ذاالجلال والاکرام

﴾ جس کے معنی لازم پکڑنے کے ہیں مراد حدیث کی یہ ہے کہ اپنی دعاؤں میں یاذالجلال و الاکرام کو یاد رکھو اور اس کے ساتھ یہ دعا کیا کرو۔(کیونکہ وہ اقرب الی القبول ہے)(ترمذی)(مظہری)

سوال2: دنیا کی ہر چیز کا خالق کیسا ہے؟

جواب: دنیا کی ہر چیز کا خالق غیر فانی ہے۔اگر ہر چیز کا خالق غیر فانی نہ ہوتا تو اشیاء کا وجود نہ ہوتا اور اگر ہوتا بھی تو اب تک مٹ چکا ہوتا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے فانی ہونے سے اور اپنے باقی ہونے سے اپنی عظمت کا شعور دلایا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جو چیز فنا ہو جانے والی ہے اس کی عزت بھی ختم ہونے والی ہے۔عزت تو اُسی کے لئے ہے جو باقی رہنے والا ہے۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (28) ﴾

تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(28)

سوال1: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' چونکہ لوگوں کی موت اور قیامت کے دن انصاف کی خبر دی گئی اور موت وزندگی بعد موت ایک نعمت عظمیٰ ہے کیونکہ انصاف سے عملوں کا بدلہ موت وزندگی بعد الموت ہی کے بعد پورا پورا ملتا ہے اس لیے فرمایا کہ رب کی کس کس نعمت سے منہ موڑو گے؟(مختصر ابن کثیر:2/1975)

﴿یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (29)﴾

''آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی ہے سب اُسی سے مانگ رہا ہے۔وہ روزانہ ایک نئی شان میں ہے''۔(29)

سوال1: ﴿یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴾ ''آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی ہے سب اُسی سے مانگ رہا ہے۔وہ روزانہ ایک نئی شان میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی ہے سب اُسی سے مانگ رہا ہے'' اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، وہ بے نیاز ہے اور ساری مخلوقات اس کی محتاج ہیں۔اس جود وکرم والے کی بے شمار نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ہر کسی کے ہاتھ اپنی ضروریات کے لیے اسی کے آگے اٹھتے ہیں۔ہر کوئی اسی کے سامنے گڑگڑاتا ہے کوئی بھی لمحہ بھر اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

(2)﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ ''وہ روزانہ ایک نئی شان میں ہے'' ایک دفعہ رسول ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے سوال کیا کہ نبی ﷺ وہ شان کیا ہے؟ فرمایا: گناہوں کا بخشنا، دکھ کو دور کرنا، کسی کو عروج دینا اور کسی کو پست کرنا۔ (ابن کثیر:234) (3) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: ہر روز وہ دعائیں قبول کرتا ہے، کرب دور کرتا ہے، بے قرار کی سنتا ہے، گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ (4) یعنی وہ محتاج کو غنی کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2673/3) (5) ہر وقت وہ کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے۔ کسی کو زندگی دیتا ہے کسی کو موت دیتا ہے، کسی کو صحت دیتا ہے کسی کو بیمار کر دیتا ہے، کسی کو مال دیتا ہے کسی کو فقیر کر دیتا ہے، کسی کو بلندیوں تک لے جا رہا ہے کسی کو پستیوں میں گرا رہا ہے۔ ساری کائنات میں ہر لمحہ اُس کے کام جاری وساری ہیں۔

سوال2: ''آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوقات ہیں۔ انسان، جن، جانور، پرندے، فرشتے اور تمام وہ مخلوقات جن کو ہم نہیں جانتے۔

سوال3: آسمان اور زمین والے اُسی سے مانگتے ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں۔ سب ہی اُس کے دَر کے فقیر ہیں۔

سوال4: كُلَّ يَوْمٍ ''ہر روز'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہر وقت ہے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (30)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (30)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں نعمت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہر وقت اپنے بندوں کے معاملات کی تدبیر میں لگے رہنا ہے۔ کہاں وہ عظیم ذات اور کہاں اُس کے فانی بندے۔ یقیناً یہ اس کی بہت بڑی نعمت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ (31)﴾

''اے دو بھاری گروہو! ہم جلد ہی تمہارے لئے فارغ ہوئے چاہتے ہیں''۔ (31)

سوال1:﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ﴾ ''اے دو بھاری گروہو! ہم جلد ہی تمہارے لئے فارغ ہوئے چاہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اے دو بھاری گروہو! ہم جلد ہی تمہارے لئے فارغ ہوئے چاہتے ہیں'' امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے، ہم تمہارا محاسبہ کریں گے، کیونکہ اسے کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف خیال کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی، یہ تو محاورہ کلام عرب میں مشہور ہے، کہا جاتا ہے کہ میں فارغ ہو کر تجھ سے نبٹ لوں گا، حالانکہ اسے کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، وہ کہتا ہے کہ میں تجھے اچانک پکڑ لوں۔(بخاری :4878)(2) یہاں جنوں اور انسانوں کے لئے ''ثقلان'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ''زمین کے دو بوجھ'' ان کی قدر و منزلت اور وقار کی وجہ سے ان کو ثقلان فرمایا یہ کہ دوسری مخلوق پر ان کا درجہ بھاری ہے۔(اشرف الحواشی:635/1)(3) یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے لیے وعید ہے۔

سوال2: جنوں اور انسانوں کو الثَّقَلٰنِ کیوں کہا گیا ہے؟

جواب:(1) جنوں اور انسانوں کو زمین کے بوجھ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کو شریعت کا پابند کیا گیا ہے۔ اس پابندی یا بوجھ سے دوسری مخلوق آزاد ہے۔(2) ان کو اس لئے بھی بوجھ کہا گیا ہے کہ زندہ ہوں یا مُردہ زمین پر بوجھ ہیں۔

سوال3: فارغ ہونے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: فراغت سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فراغت نہیں ہے۔ یہ وعید کے لئے بولا گیا ہے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (32)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''؟(32)

سوال1:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' یعنی تم اپنے رب سے غافل ہو کر کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے کہ تم شکر کرو، نہ عبادت کرو، نہ تقویٰ اختیار کرو گویا کہ نہ حساب ہے اور نہ رب حساب لینے والا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کو جھٹلانے کا سوال کس فضا میں کیا ہے؟

جواب: یہ سوال غضب اور انتقام کی فضا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی ہے کہ ہم تم سے حساب لینے کے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں۔ یہ بتاؤ تم اپنے ربّ کی کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ؕ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ (33)﴾

''اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے'' (33)

سوال: ﴿یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ؕ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ﴾ ''اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو'' جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا تو ان کی کمزوری اور بے بسی کو ظاہر کرنے کے لیے فرمائے گا کہ اگر تمہیں زمین اور آسمان میں کوئی راستہ، کوئی سوراخ ملتا ہے جہاں تم اللہ تعالیٰ کی بادشاہت سے بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو۔ (2) ﴿فَانۡفُذُوۡا﴾ ''تو نکل جاؤ'' نفذ بمعنی آر پار نکل جانا جیسے لوہے کی سلاخ کے ایک سرے کو آگ پر گرم کیا جائے تو تھوڑی دیر بعد حرارت دوسرے سرے تک از خود جا پہنچتی ہے۔ اور نفاذ بمعنی قوت سے کسی چیز کا اجراء ہونا، جیسے کہتے ہیں کہ اس ملک میں کل سے فلاں قانون نافذ ہو چکا ہے اور بمعنی چیز کا بسرعت داخل ہونا اور آر پار ہو جانا جیسے برقی رو آر پار نکل جاتی ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 350/4) (3) ﴿لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ﴾ ''کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے'' سُلطٰن'' بمعنی غلبہ اور شدید قوت بھی اور اتھارٹی لیٹر یا پروانہ راہداری بھی۔ اب اگر اس آیت کا اطلاق اس مادی دنیا پر کیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ زمین و آسمان کے کناروں تک پہنچنے کے لیے انتہائی قوت کی ضرورت ہے، جیسے انسان چاند پر، جو زمین کا سب سے قریبی سیارچہ ہے، پہنچنے میں کامیاب ہوا ہے اور اس کے لیے انتہائی قوت اور بل بوتے کی ضرورت ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 350/4) (4) یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے حکم سے نہیں بھاگ سکتا اللہ تعالیٰ سب کو گھیرے ہوئے ہے اس کا فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا۔ جدھر بھاگ کر جاؤ گے پکڑے جاؤ گے۔ میدان محشر میں ساری مخلوق کو چاروں طرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے۔ کوئی شخص اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکے گا۔ (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ (10) کَلَّا لَا وَزَرَ (11) اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِ نِ الۡمُسۡتَقَرُّ (12)﴾ اس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ اُس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ (القیامۃ: 10,12) (6) ﴿وَالَّذِیۡنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ م بِمِثۡلِهَالا وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّۃٌ ؕ مَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ ۚ کَاَنَّمَآ اُغۡشِیَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا مِّنَ الَّیۡلِ مُظۡلِمًا ؕ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ﴾ اور جن لوگوں نے بُرائیاں کمائیں تو

بُرائی کا بدلہ اُس جیسا ہوگا اور اُن کو رسوائی ڈھانپے ہوگی، کوئی اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوگا، گویا اُن کے چہرے سیاہ رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیے گئے ہیں۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (یونس:27) (7) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے کی ہے کہ بُرے لوگ برائیوں سے باز آجائیں اور نیک لوگ زیادہ نیکیاں کمائیں۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (34) ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' (34)

سوال1: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' یعنی موت کے بعد زندگی کی نعمت کو یا صالحین کی عزت واکرام کو اور فاسدوں کی اہانت کو جھٹلاؤ گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے جس کے برابر دنیا کی زندگی میں نہ کوئی رحمت ہے اور نہ نعمت۔ (ایسر التفاسیر:1562)

سوال2: یہاں کون سی نعمتوں کو جھٹلانے کی بات کی گئی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حساب کتاب کے لئے فارغ ہونے کی دھمکی دی ہے۔ یہ نعمت ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان زندگی میں سنبھلتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو قضا سے بھاگ نہ سکنے کا شعور دلایا ہے جو نعمت ہے کیونکہ انسان خود کو بے اختیار سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے: یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ (35)﴾

''تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا، پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے'' (35)

سوال1: ﴿یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ﴾ ''تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا، پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا، پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے'' یعنی تم پر آگ کے شعلے اور دھواں ملے شعلے چھوڑے جائیں گے جو انہیں گھیر لیں گے۔ (2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شواظ سے مراد وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو۔ سیدنا مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نحاس سے مراد پیتل ہے جو پگھلایا جائے گا اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ (ابن کثیر:236) (3) شواظ: بمعنی خالص

آگ کا شعلہ جس میں دھوئیں کی آمیزش نہ ہواور اگر آمیزش ہوتو اسے نحاس کہتے ہیں۔مگراس کی بھی صورت یہ ہونی چاہیے کہ آگ زیادہ اوردھواں کم ہو۔ایسی آگ کی رنگت تانبے جیسی ہوجاتی ہےاورنحاس تانبے کوبھی کہتے ہیں۔(4)﴿فَلَا تَنْتَصِرٰنِ﴾ ''پھرتم مقابلہ نہ کرسکو گے'' پھرنہ تم خودمدد کرسکو گےاور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تمہارامددگار ہوگا۔(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''لوگوں کا حشر تین فرقوں میں ہوگا،ایک(فرقہ میں)توامید رکھنے والے اورڈرنے والے لوگ ہوں گے اور(دوسرافرقہ)ان لوگوں کا ہوگا جودودو،تین تین،چار چاراوردس دس ایک ایک اونٹ پرسوار ہوں اور باقی لوگوں کوآگ اکٹھا کرے گی۔جہاں وہ آرام کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ شام کرے گی۔(اور بالآخران کومیدان حشر تک پہنچا کردم لے گی)۔''(بخاری:6522)(6)یعنی انسان مجبوراور بےبس ہوگا حساب وکتاب یااللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگنے کی کوشش میں کامیاب نہ ہوگا۔

سوال2:قیامت کے دن بھاگنے والوں کوکیسے روکا جائے گا؟

جواب:(1)قیامت کے دن آگ کے شعلےاوردھواں بھاگنے والوں پرچھوڑا جائے گا۔(2)قیامت کے دن پگھلا ہوا تانبا سروں پرڈال کر واپس لایا جائے گا۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (36)﴾

''تواے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کوجھٹلاؤ گے''(36)

سوال:﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ ''تواے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کوجھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''تواے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کوجھٹلاؤ گے''چونکہ اپنے بندوں کے لیےاللہ تعالیٰ کی تخویف،اس کی طرف سےان کے لیےایک نعمت اورایک کوڑا ہے جوانھیں بلندترین اوربہترین مواہب کے حصول کے لیےرواں دواں رکھتا ہے۔اس لیےاپنے احسان کاذکرکرتے ہوئےفرمایا:﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾(تفسیرسعدی:3/2674,2675)

﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ (37)﴾

''پھرجب آسمان پھٹ جائے گا تووہ سُرخ چمڑے جیساسُرخ ہوجائے گا''(37)

سوال:﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ ''پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سُرخ چمڑے جیسا سُرخ ہوجائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ﴾ ''پھر جب آسمان پھٹ جائے گا'' جب قیامت کے روز آسمان پھٹ جائے گا، سورج اور چاند بےنور ہوجائیں گے، جب تارے جھڑ جائیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۱) وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (۲)﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔(الانفطار:1,2)(2)﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۱) وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (۲)﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور یہی اُس کا حق ہے۔(الانشقاق:1,2)(3)﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾ اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے، لگاتار نازل کیا جانا۔(الفرقان:25)﴿فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ ''تو وہ سُرخ چمڑے جیسا سُرخ ہوجائے گا'' تو خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے تانبے اور پگھلے ہوئے سیسے کی طرح لال ہوجائے گا، تب سیاروں کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ عالم بالا میں یوں لگے گا کہ آگ لگی ہوئی ہے۔(5) مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگ قیامت کے دن اُٹھائے جائیں گے اور آسمان ہلکی بارش کی طرح برستا ہوگا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرخ چمڑے کی طرح ہوجائے گا۔ ابوصالح فرماتے ہیں کہ پہلے گلابی رنگ ہوگا پھر سرخ ہوجائے گا۔(ابن کثیر)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (38)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''(38)

سوال:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہاں اس جہان کی ہر چیز کے فنا ہونے کو نعمت قرار دیا ہے کیونکہ فانی جہان کے خاتمے کے بعد ابدی جہان کا آغاز ہوگا۔ اس اعتبار سے یہ نعمت ہے اور رب العزت نے سوال کیا ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (39)﴾

''پھر اس دن نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے اُس کے گناہ کا پوچھا جائے گا'(39)

سوال:﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ﴾ ''پھر اُس دن نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے اُس کے گناہ

کا پوچھا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَيَوْمَئِذٍ﴾'' پھر اُس دن''یعنی جس دن قبروں سے نکلیں گے۔(2)﴿لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ﴾'' نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے اُس کے گناہ کا پوچھا جائے گا''ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا لوگ اپنی سیاہ یا سفید رنگت سے پہچانے جائیں گے اور حساب کتاب کے وقت سوال کیے جائیں گے۔(ایسر التفاسیر:1563)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (۳۵) وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (۳۶)﴾یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے۔اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں۔(المرسلات:35,36)(4)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ہنسے اور(ہم سے)پوچھا:''کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟''ہم نے عرض کی،اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:''(قیامت کے روز)بندے کی اپنے رب سے ہونے والی گفتگو پر مجھے ہنسی آئی ہے۔انسان کہے گا،اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی(یعنی تیرا وعدہ ہے کہ میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا)؟اللہ تعالیٰ فرمائے گا،ہاں! کیوں نہیں۔انسان کہے گا،میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی جائز نہیں سمجھتا،سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے،اچھا آج تیری ذات کی گواہی ہی تیرے لیے کافی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی(اس پر زائد ہوگی)چنانچہ انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا کو حکم دیا جائے گا،بولو۔چنانچہ وہ انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔اس کے بعد انسان کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے اعضا سے مخاطب ہو کر کہے گا،ہلاکت ہو تمھارے لیے اور دوری ہو،میں تمھاری خاطر ہی جھگڑا کر رہا تھا(کہ تم جہنم سے بچ جاؤ)۔''(مسلم:7439)(6)رب العزت کا فرمان ہے:﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۹۲) عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۳)﴾ سو قسم ہے آپ کے رب کی!یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔اس کے متعلق جو وہ عمل کرتے تھے۔(الحجر:92,93)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (40)﴾

''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(40)

سوال:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اعمال کے ریکارڈ کو نعمت قرار دیا ہے جس کے مطابق مجرموں کو پہچان لیا جائے گا۔

﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ (41)﴾

''مجرموں کوان کی علامت ہی سے پہچان لیا جائے گا، پھر اُنہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا''(41)

سوال:﴿یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ﴾ ''مجرموں کوان کی علامت ہی سے پہچان لیا جائے گا، پھر اُنہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ﴾ ''مجرموں کوان کی علامت ہی سے پہچان لیا جائے گا'' رب العزت نے قیامت کے دن اچھے برے لوگوں کی کچھ ایسی علامات رکھی ہیں جو چہروں پر ظاہر ہوں گی۔فرمایا:﴿یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے،تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے پوچھا جائے گا کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔(آل عمران:106)(2)﴿وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا﴾ ''اور اس دن ہم اس حال میں مجرموں کو جمع کریں گے کہ وہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے''۔(طٰہٰ:102)(3)﴿فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ﴾ ''پھر اُنہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا'' مجرم اس دن جکڑ دیے جائیں گے۔دوزخ کے فرشتے ان کے قدموں کو پیشانی کے پاس لاکر جکڑ دیں گے اور دوزخ میں دھکیل دیں گے،سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی پیشانیوں اور پیروں کو پکڑ کر لکڑی کی طرح توڑ کر جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔(مختصر ابن کثیر:2/1978)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ(42)﴾

''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''؟(42)

سوال:﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' یہاں اللہ تعالیٰ نے مجرموں پر اپنی گرفت کو نعمت قرار دیا ہے۔اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے سوال کریں گے کہ اب بتاؤ کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے!

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ(43)﴾

''یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے''(43)

سوال1:﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَاالْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''یہ وہی جہنم ہے جس کو لوگ جھٹلایا کرتے تھے'' اس وقت ان سے کہا جائے گا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو جھٹلایا کہ یہی جہنم ہے جس کے تم قائل نہیں تھے دیکھو موجود ہے! اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اس وقت رسوا کرنے کے لیے ان سے یہ سب کچھ کہا جائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کو جہنم کا یقین شعوری طور پر کس ماحول میں لے جا کر دِلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو جہنم پہنچا کر اس کا یقین دِلایا ہے کہ یہ ہے وہ جہنم جس کو تم جھوٹ قرار دیا کرتے تھے۔ اب تو تم نے نظروں سے دیکھ لی۔

﴿یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ (44)﴾

''اُس کے اور کھولتے گرم پانی کے درمیان میں وہ چکر کھاتے رہیں گے'' (44)

سوال 1: ﴿یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ﴾ ''اُس کے اور کھولتے گرم پانی کے درمیان میں وہ چکر کھاتے رہیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَاوَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ﴾ ''اُس کے اور کھولتے گرم پانی کے درمیان میں وہ چکر کھاتے رہیں گے'' یعنی وہ جہنم اور اس کے شعلوں کے درمیان گھومیں گے۔ (2) کبھی انہیں سخت کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گھمایا جائے گا جس کی حرارت انتہا کی ہو گی۔ (3) حمیم پگھلے ہوئے تانبے جیسا مشروب جو آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔ (4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ (۷۱) فِی الْحَمِیْمِ ۙ۬ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ (۷۲)﴾ جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔ (المؤمن:71,72) (5) ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ز فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ ط یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ (۱۹) یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ﴾ یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے، تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں کے اوپر ڈالا جائے گا۔ جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی۔ (الحج:19,20) (6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کھولتا ہوا پانی کافروں کے سروں پر ڈالا جائے گا، جو سر کو چھید کر پیٹ تک پہنچے گا اور پیٹ میں جو کچھ ہوگا اسے کاٹ ڈالے گا اور وہ سب کچھ (اس کی پیٹھ سے نکل کر) قدموں میں جا گرے گا۔'' (مسند احمد:8886) (7) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آسمان اور زمین کی ابتدائی پیائش کے وقت سے

آج تک وہ گرم کیا جارہا ہے۔محمد بن کعب فرماتے ہیں: بدکار شخص کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے اس گرم پانی میں ایک غوطہ دیا جائے گا تمام گوشت گل جائے گا اور ہڈیوں کو چھوڑ دے گا۔(ابن کثیر)

سوال2: جہنم اور اس کے کھولتے ہوئے پانی میں لوگ کیسے گردش کرتے رہیں گے؟

جواب: یہ اس طرح ہوگا کہ کبھی انہیں سخت کھولتا ہوا گرم پانی پینے کو دیا جائے گا جو اَنتڑیوں کو کاٹ دے گا اور کبھی جہنم کا عذاب دیا جائے گا۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (45)﴾

''پس اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''(۴۵)

سوال: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ ''پس اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے انجام تک پہنچنے کو نعمت قرار دیا ہے۔(2) کبھی جہنم میں جھونک کر کبھی گرم کھولتے ہوئے پانی میں گھما کر ان سے پوچھا جائے گا تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

رکوع نمبر 13

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (46)﴾

''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اُس کے لیے دو باغ ہیں''(46)

سوال: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ ''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اُس کے لیے دو باغ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اُس کے لیے دو باغ ہیں'' یعنی اس شخص کے لیے جو اپنے رب اور اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، اس نے نواہی کو ترک کر دیا اور جس کام کا اسے حکم دیا گیا، اس کی تعمیل کی، دو جنتیں ہیں جن کے برتن، زیورات، عمارتیں اور ان میں موجود تمام چیزیں سونے کی ہوں گی۔ایک جنت ان کو اس امر کی جزا کے طور پر عطا کی جائے گی کہ انھوں نے منہیات کو ترک کیا اور دوسری نیکیوں کی جزا ہوگی۔(تفسیر سعدی:2677/3) (2) صحیح بخاری تفسیر سورۃ الرحمٰن میں ہے'' دو باغ چاندی کے ہیں جن میں برتن اور جو کچھ ہے سب کچھ چاندی کے ہوں گے دو باغ سونے کے ہیں جن میں برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے

کے ہوں گے۔سونے کے باغ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنے والے خاص یعنی مقرب مومنوں کے لئے ہوں گے اور چاندی کے باغ عام مومنوں یعنی اصحاب الیمین کے لئے ہوں گے۔(3)ایک جنت عدن اور دوسری جنت نعیم یا ایک بلند اور دوسرا پائیں باغ یا ایک روحانی اور دوسرا جسمانی باغ۔یا ایک مردانہ باغ اور دوسرا زنانہ باغ ایک اطاعت کے بدلہ میں اور دوسرا ترک معصیت کے بدلہ میں یا ایک باغ صحت عقیدہ کے بدلہ میں اور دوسرا نیک عمل کے بدلہ میں ۔دو باغوں کے مفسرین نے یہ سب معنی بیان کئے ہیں ۔واللہ اعلم (شوکانی)

(4)﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (۴۱)﴾"لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور جس نے نفس کو بری خواہشات سے روکا۔تو یقیناً جنت اُس کا ٹھکانہ ہوگی" (النازیات:40,41)

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ(47) ﴾

"تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" (47)

سوال:﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾"تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)"تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" یہاں اللہ تعالیٰ نے ،اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والوں کے لئے تیار کیے گئے باغات کو اپنی نعمت قرار دے کر یہ سوال کیا ہے کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (48) ﴾

"دونوں ہی بہت شاخوں والے ہیں" (48)

سوال:﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴾"دونوں ہی بہت شاخوں والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)"دونوں ہی بہت شاخوں والے ہیں" افنان۔فن کی جمع ہے یعنی بہت بڑا اور لمبا ٹہنا یعنی ان دو باغوں کے جتنے درخت ہوں گے ان سب کے دو بڑے بڑے ٹہنے ہوں گے پھر ان ٹہنوں کی چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں نکلیں گی۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا اظہار ہے کہ ان باغوں کے درختوں کی نشو ونما میں ایک دوسرے سے پوری طرح یکسانیت اور ہم آہنگی ہوگی۔(تیسیر القرآن:4/353)

(2)افنان۔لمبی شاخ کو کہتے ہیں یہاں حقیقی معنی ہیں یا کنایہ ہے ہر قسم کی نعمتوں پر مشتمل ہونے سے۔(تفسیر کمالین جلالین:6/390)

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ(49) ﴾

''تواے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(49)

سوال: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ ''تواے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''تواے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اللہ تعالیٰ نے بہت سی شاخوں والے، بہت پھلوں والے، بہت گھنے سائے والے باغات کی نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے۔

﴿فِیۡهِمَا عَیۡنٰنِ تَجۡرِیٰنِ (50)﴾

''اُن دونوں میں دو چشمے بہہ رہے ہیں۔''(50)

سوال: ﴿فِیۡهِمَا عَیۡنٰنِ تَجۡرِیٰنِ﴾ ''اُن دونوں میں دو چشمے بہہ رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اُن دونوں میں دو چشمے بہہ رہے ہیں'' جنتوں کے اندر دو چشمے جاری ہوں گے۔ ایک کا نام تسنیم اور دوسرے کا سلسبیل۔ یہ کبھی خشک نہیں ہوں گے۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (51)﴾

''تواے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(51)

سوال: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ ''تواے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تواے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' یہاں اللہ تعالیٰ نے دو بہتے چشموں تسنیم اور سلسبیل کی نعمت کا ذکر کیا ہے جن کا پانی رواں ہوگا، بکثرت ہوگا۔

﴿فِیۡهِمَا مِنۡ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوۡجٰنِ (52)﴾

''دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔''(52)

سوال: ﴿فِیۡهِمَا مِنۡ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوۡجٰنِ﴾ ''دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فِیۡهِمَا مِنۡ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوۡجٰنِ﴾ ''دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں'' ان جنتوں میں ہر قسم کے پھلوں کی دو دو قسمیں ہیں۔ ہر ایک کا اپنا رنگ، اپنی لذت، اپنا رنگ، اپنا مزہ اور اپنی خوشبو ہوگی، جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (53) ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (53)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے پھلوں اور ذائقوں کی نعمتوں کے تذکرے کے بعد سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍ م بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ط وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ (54)﴾

''وہ مسندوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جن کے اَستر موٹے ریشم کے ہوں گے اور دونوں باغوں کے تروتازہ پھل بالکل ہی قریب ہوں گے۔'' (54)

سوال: ﴿مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍ م بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ط وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴾ ''وہ مسندوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جن کے اَستر موٹے ریشم کے ہوں گے اور دونوں باغوں کے تروتازہ پھل بالکل ہی قریب ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍ م بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ﴾ ''وہ مسندوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جن کے اَستر موٹے ریشم کے ہوں گے'' اہل جنت کے بچھونوں اور ان بچھونوں پر ان کے بیٹھنے کا وصف ہے، نیز یہ کہ وہ تکیے لے کر ان بچھونوں پر بیٹھیں گے، یعنی ان کا بیٹھنا تمکنت، قرار اور راحت کا بیٹھنا ہوگا، جیسے بادشاہ تختوں پر بیٹھتے ہیں ان بچھونوں کا وصف اور حسن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ ان کے نیچے والے حصے جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں، استبرق کے ہوں گے جو ریشم کی خوبصورت ترین اور اعلیٰ ترین قسم ہے تب ان بچھونوں کے ظاہری حصے جن پر بیٹھا جاتا ہے ان کی خوبصورتی کیسی ہوگی؟ (تفسیر سعدی: 2677/3) (2) ﴿ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴾ ''اور دونوں باغوں کے تروتازہ پھل بالکل ہی قریب ہوں گے'' ان باغوں کے پھل اتنے جھکے ہوئے ہوں گے کہ جب چاہیں جو چاہیں پکے ہوئے پھل توڑ لیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا ﴾ '' اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے۔ اور اُس کے خوشے اُن کے بالکل تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا'' (الدھر: 14) (3) ﴿ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴾ ''جس کے پھل قریب ہوں گے۔'' (الحاقۃ: 23)

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (55) ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (55)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ '' تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت

کریں؟

جواب: رب العزت نے جنتیوں کے فرش کی نعمت اور پھلوں کے قریب ہونے کی نعمت کا احساس دلا کر سوال کیا ہے کہ اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یعنی اس انعام واکرام کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ(56)﴾

''اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی، جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں۔'' (56)

سوال1: ﴿فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ ''اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی، جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾ ''اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی'' یعنی ان کی نگاہیں، اپنے حسن و جمال اور اپنے شوہروں کے ساتھ کامل محبت کی بنا پر صرف انہی پر لگی ہوئی ہوں گی، اسی طرح ان کے شوہروں کی نگاہیں بھی ان کے حسن و جمال، ان کے وصل کی لذت اور ان کے ساتھ شدید محبت کی بنا پر صرف انہی پر جمی ہوئی ہوں گی۔ (تفسیر سعدی: 2678/3) (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا م بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (١٩) مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ج وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ ''خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اُس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔'' (الطور: 19۔20) (3) ﴿وَحُوْرٌ عِيْنٌ (٢٢) كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ (٢٣) جَزَآءًم بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور گورے جسم، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں (ہوں گی)۔ گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں۔ اُن کاموں کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الواقعہ: 22۔24) (4) ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ ''جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں'' یہ دوشیزائیں بالکل اچھوتی ہوں گی۔ ان کے شوہروں سے پہلے ان کو کسی انسان یا جن نے چھوا نہیں ہو گا۔ ہم عمر اور دل ربا ہوں گی۔

سوال2: جنتی عورت کی کیا خصوصیات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: (1) جنتی عورت نگاہیں نیچے رکھنے والی اور شرمیلی ہو گی۔ اس کی نگاہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور پر نہیں پڑے گی۔ اس کو اپنے شوہر سے زیادہ نہ کوئی حسین لگے گا، نہ محبوب ہو گا۔ (2) جنتی عورت کو کسی انسان یا جن نے نہ چھوا ہو گا۔

سوال3: یہاں جنوں کے نہ چھونے کا تذکرہ کیا گیا۔ اس سے کیا حقیقت کھلتی ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایمان والے جن بھی جنت میں جائیں گے اور ان کے لئے بھی وہاں وہی نعمتیں ہوں گی جو مومن انسانوں

کے لئے ہوں گی۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (57) ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(57)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' یعنی تم اس انعام کو جھٹلاؤ گے۔ (2) یہاں جنتی عورت کی پاکیزگی کی نعمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ آخر کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ کَاَنَّھُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (58) ﴾

''گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں۔''(58)

سوال: ﴿ کَاَنَّھُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴾ ''گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں'' جنتی عورت کا حسن، صفائی اور پاکیزگی یاقوت کی طرح ہوگی۔ گورے پن میں اور سفیدی میں موتی کی طرح ہوگی۔ (2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی اور اس کے بعد والی جماعت آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کی مانند، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ دو دو بیویاں عطا فرمائے گا کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے نظر آ رہا ہوگا اور جنت میں کوئی شخص بھی بیوی کے بغیر نہیں ہوگا۔''(مسلم:2834) (3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اہل جنت میں سے کوئی عورت (یعنی حور) زمین والوں کی طرف جھانک لے تو وہ تمام فضا کو جو آسمان وزمین کے درمیان ہے، روشن کر دے اور اس کو خوشبو سے بھر دے اور بے شک اس کا دوپٹا جو اس کے سر پر ہے تمام دنیا والوں اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے۔''(بخاری:2796)

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (59) ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(59)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جنتی عورت کے حسن کا تذکرہ کر کے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ (60)﴾

''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے''(60)

سوال:﴿هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ﴾''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ﴾''نیکی کا بدلہ''یعنی ایمان،اطاعت اورعبادت کی جزا۔(2)﴿اِلَّا الۡاِحۡسَانُ﴾''نیکی ہی ہے''یعنی کیااس شخص کی جزاجس نے بہترین طریقے سے اپنے رب کی عبادت کی اوراس کے بندوں کوفائدہ پہنچایا،اس کے سوا کچھ اور ہوسکتی ہے کہ ثواب جزیل،فوزکبیر،نعمتیں،اورتکدر سے سلامت زندگی عطا کرکے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے؟پس یہ دوبلندمرتبہ جنتیں مقربین کے لیے ہیں۔(تفسیرسعدی:2678/3)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (61)﴾

''تواے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کوجھٹلاؤ گے؟''(61)

سوال:﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾''تواے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کوجھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی اے جن وانس نیکی کے بدلے یعنی جنت کی کون کون سی نعمتوں کوکب تک جھٹلاؤ گے؟

﴿وَمِنۡ دُوۡنِهِمَا جَنَّتٰنِ(62)﴾

''اوراُن دو کے علاوہ اور بھی دوباغ ہیں۔''(62)

سوال:﴿وَمِنۡ دُوۡنِهِمَا جَنَّتٰنِ﴾''اوراُن دو کے علاوہ اور بھی دوباغ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اوراُن دو کے علاوہ اور بھی دوباغ ہیں''عربی زبان میں''دون'' کالفظ اگرچہ ماسوااورعلاوہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال ایک چیز کے دوسری چیز کے مقابلہ میں نیچے یابلحاظ مرتبہ کم ہونے کے معنی میں ہوتا ہے اس لئے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوباغ پہلے دوباغوں سے نیچے یاان کے مقابلے میں کم مرتبہ ہوں گے۔ایک حدیث میں ہے کہ دوجنتیں معہ اپنے ساز وسامان کے۔شاید پہلی جنتیں مقرب لوگوں کے لیے ہیں اور دوسری اصحاب الیمین کے لئے۔واللہ اعلم(ابن کثیر)(اشرف الحواشی:636/1)(2)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جنت میں سو درجے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں،ہر دودرجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے۔پس جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اوراعلیٰ حصہ ہے۔''(بخاری:2790)

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ(63) ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(63)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے سوال کیا ہے کہ دو باغوں جیسی عظیم نعمت کو جس کا یقین دل کے اندر نہیں بیٹھ رہا کب تک جھٹلاؤ گے؟

﴿مُدْهَآمَّتٰنِ (64)﴾

''دونوں سیاہی مائل گہرے سبز ہیں۔''(64)

سوال: ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ ﴾ ''دونوں سیاہی مائل گہرے سبز ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''دونوں سیاہی مائل گہرے سبز ہیں'' ان دونوں باغوں کے پتے اپنی سیرابی کی وجہ سے اتنے گہرے سبز ہوں گے کہ سیاہ ہو رہے ہوں گے۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (65)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(65)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جنت کے دو دوسرے باغوں کی سرسبزی اور شادابی کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ آخر کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ(66) ﴾

''اُن دونوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں۔''(66)

سوال: ﴿فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴾ ''اُن دونوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اُن دونوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں'' نضخ کا معنی پانی کا چشمہ سے زور سے پھوٹنا۔ مگر نضخ میں جوش مارنے کی وجہ کثرت آب اور دباؤ ہوتی ہے نہ کہ حرارت، اور نضاخ موسلا دھار بارش کو بھی کہتے ہیں۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ چشموں کے سوراخ تنگ اور پانی کی کثرت روانی کی تیزی کی وجہ سے وہ چشمے جوش مار رہے ہوں گے۔ (تیسیر القرآن:354/4) (2) یعنی ان جنتوں میں ابلتے ہوئے چشمے یعنی فوارے ہوں گے۔ (3) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خیر و برکت سے جوش مار رہے ہوں گے۔ (تفسیر مراغی:395/9)

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (67) ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (67)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں اللہ تعالیٰ نے جوش سے اُبلنے والے پانی کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِیۡهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخۡلٌ وَّرُمَّانٌ (68) ﴾

''ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں۔'' (68)

سوال 1: ﴿فِیۡهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخۡلٌ وَّرُمَّانٌ ﴾ ''ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں'' فکہ بمعنی خوشی طبعی، خوش مزاجی اور ہنسنے ہنسانے والا ہونا اور فکہ کے معنی کسی کو میوہ کھلانا بھی اور اپنے شریں کلام سے کسی کو خوش کرنا اور فواکہ سے مراد ایسے پھل ہیں جن کے کھانے کا اصل مقصد لذت وسرور اور لطف حاصل کرنا ہو نہ کہ غذائیت حاصل کرنا۔ (تیسیر القرآن: 355/4) (2) کھجور کے ساتھ انار کا پانی مل جائے تو کھانا پینا اور لطف وسرور سب حاصل ہو جاتا ہے۔

سوال 2: دوسرے دو باغوں میں جنت کے کن پھلوں کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: دوسرے دو باغوں میں کھجور اور انار کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ پہلے دو باغوں میں ہر پھل کی دو قسموں کا ذکر ہے۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (69)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (69)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہاں کھجور، انار اور دوسرے پھلوں کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِیۡهِنَّ خَیۡرٰتٌ حِسَانٌ (70)﴾

''اُن میں کئی خوب سیرت، خوب صورت عورتیں ہیں'' (70)

سوال: ﴿فِیۡهِنَّ خَیۡرٰتٌ حِسَانٌ ﴾ ''اُن میں کئی خوب سیرت، خوب صورت عورتیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''اُن میں کئی خوب سیرت، خوب صورت عورتیں ہیں'' یعنی جنت میں بہترین اخلاق اور خوب صورت چہروں والی عورتیں ہوں گی۔ ان کا ظاہری اور باطنی حسن ،ان کا حسن خلق اور حسن خلقت اپنے کمال پر ہو گا۔(2) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں یہ ترانہ گاتی ہیں ہم خوبصورت اور نیک سیرت حوریں اپنے محبوب شوہروں کے لئے محفوظ کی گئی ہیں۔(طبرانی)(3) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے اس آدمی کی بیوی کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے اسے تکلیف نہ دے یہ چند روز کے لیے تیرے پاس ہے عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔(ابن ماجہ)

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (71) ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(71)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہاں نیک کردار اور خوب صورت عورت کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ آخر کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ (72)﴾

''گوری سیاہ آنکھوں والی عورتیں، خیموں میں روکی ہوئی ہیں۔''(72)

سوال: ﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴾''گوری سیاہ آنکھوں والی عورتیں، خیموں میں روکی ہوئی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''گوری سیاہ آنکھوں والی عورتیں، خیموں میں روکی ہوئی ہیں'' یعنی وہ حوریں موتیوں کے خیموں میں مستور ہوں گی جنھوں نے اپنے آپ کو اپنے شوہروں کے لیے تیار کر رکھا ہوگا۔ان کا خیموں میں مستور ہونا، ان کے جنت کے باغات میں نکلنے کے منافی نہیں، جیسا کہ باپردہ شہزادیوں کی عادت ہے۔(تفسیر سعدی:2679/3)(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جنت میں موتیوں کے خیمے ہوں گے۔ان کا عرض ساٹھ میل ہوگا۔اس کے ہر کونے میں جنتی کے گھر والے ہوں گے جس کو دوسرے کونے والے نہیں دیکھ سکیں گے۔مومن اس میں گھومے گا۔''(صحیح مسلم)

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (73) ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(73)

سوال: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہاں گوری رنگت کی خیموں میں ٹھہرائی ہوئی حور کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ(74)﴾

''ان سے پہلے کسی انسان اور کسی جن نے اُنہیں چھوا تک نہیں۔''(74)

سوال:﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ ''ان سے پہلے کسی انسان اور کسی جن نے اُنہیں چھوا تک نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''ان سے پہلے کسی انسان اور کسی جن نے اُنہیں چھوا تک نہیں'' اہل جنت کو ملنے والی حوریں کنواری ہوں گی۔طمث کے معنی حیض کا خون بھی ہے اور عورت کا حیض والا ہونا بھی اور مرد کا، عورت کا پردہ بکارت زائل کرنا بھی۔گویا یہ لفظ پہلی بار مجامعت سے مخصوص ہے۔(تیسیر القرآن:355/4)(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (۳۱) حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (۳۲) وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (۳۳) وَّكَاْسًا دِهَاقًا (۳۴)﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔باغات اور انگور ہیں۔اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔(النباء:34-31)(3)﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً (۳۵) فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (۳۶) عُرُبًا اَتْرَابًا (۳۷)﴾ ''بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے۔پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔''(الواقعۃ:35۔37)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ(75)﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(75)

سوال:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہاں جنتی عورت کی نعمت کی بات کی ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ(76)﴾

''نادر ونفیس، خوب صورت سبز قالینوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔''(76)

سوال:﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾ ''نادر ونفیس، خوب صورت سبز قالینوں پر تکیہ لگائے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ﴾ ''نادر ونفیس، خوب صورت سبز قالینوں پر تکیہ لگائے ہوں گے'' زخرف، گدے، مسندیں اور جنت کے باغات۔اہل جنت سبز رنگ کے بیش بہا قالینوں اور مسندوں پر ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھے یا لیٹے ہوں گے۔یہ وہ جگہیں ہیں جو بلند جگہوں کے نیچے ہوں گی۔ان کے بیٹھنے کی جگہ کے پیچھے خوب صورت پردے لٹک رہے ہوں گے۔(2)﴿وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾ غالیچہ

،قالین منقش ریشم۔عبقری ہر اس بنے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں جسے خوب صورت طریقے سے بنا گیا ہو۔اس کے لمس میں ملائمت ہو اور دیکھنے میں ورطۂ حیرت میں گم کر دینے والا ہو۔(3)﴿عبقری﴾عرب کے دور جاہلیت کے انسانوں میں جنوں کے دارالسلطنت کا نام عبقر تھا جہاں صرف جن اور پریاں ہی رہتے تھے جسے ہم اردو میں پرستان بھی کہتے ہیں یعنی پریوں کے رہنے کی جگہ۔پھر لفظ عبقری کا اطلاق ہر نفیس اور نادر چیز پر ہونے لگا تو یہ پرستان کی چیز ہے جس کا مقابلہ دنیا کی عام چیزیں نہیں کر سکتیں۔پھر اس لفظ کا اطلاق ایسے آدمی پر بھی ہونے لگا جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہو۔اسی لیے اہل عرب کو جنت کے سروسامان کی غیر معمولی نفاست اور خوبی کا تصور دلانے کے لیے یہاں عبقری کا لفظ آیا ہے۔(تیسیر القرآن:4/355)﴿عَبۡقَرِیٍّ﴾ ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو کہا جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لئے یہ لفظ استعمال کیا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''میں نے کوئی ایسا عبقری نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو۔''(بخاری)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ(77)﴾

''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(77)

سوال:﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾''تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہاں جنتیوں کے فرش کی بات کی ہے کہ آخر کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿تَبٰرَکَ اسۡمُ رَبِّکَ ذِی الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ(78)﴾

''آپ کے رب کا نام بڑا ہی بابرکت ہے جو بڑی شان والا اور بڑی عزت والا ہے۔''(78)

سوال:﴿تَبٰرَکَ اسۡمُ رَبِّکَ ذِی الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ﴾''آپ کے رب کا نام بڑا ہی بابرکت ہے جو بڑی شان والا اور بڑی عزت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَبٰرَکَ اسۡمُ رَبِّکَ﴾''آپ کے رب کا نام بڑا ہی بابرکت ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات کا بابرکت نام الرحمٰن (2)﴿ذِی الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ﴾''جو بڑی شان والا اور بڑی عزت والا ہے''اپنے اولیاء کے لیے عظمت واکرام والا اور اپنے بندوں پر احسان کرنے والا۔(ایسر التفاسیر:1566)(3)سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز سے سلام پھیرتے تو (پہلے) تین بار استغفار پڑھتے،پھر یہ دعا پڑھتے:﴿اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ السَّلَامُ وَمِنۡکَ السَّلَامُ تَبَارَکۡتَ یَاذَاالۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَامِ﴾''یا اللہ!تو ہی سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے،اے بزرگی اور عزت والے!تو بڑی برکت والا ہے۔''(صحیح مسلم:1334)(4)اللہ تعالیٰ بڑی بزرگی اور عزت والا ہے،عزت عطا کرنے والا ہے،لطف واحسان کرنے والا ہے۔اس کا نام بابرکت ہے تو اس کی ذات کتنی با

برکت ہوگی۔ یاالرحم الراحمین ہمیں اپنی خیر و برکت اور رحمت میں رکھیے۔ آمین۔ الحمدللہ رب العالمین

سورۃ الواقعہ

سوال: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے تین رکوع اور 96 آیات ہیں۔

سوال: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 56 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 46 ویں سورت ہے۔

سوال: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سورہ ہود، سورہ واقعہ، سورہ مرسلات، سورہ نبا اور سورہ تکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔'' (ترمذی: 3297) (2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رات کو سورہ واقعہ کی تلاوت کی اسے کبھی فاقہ کی نوبت نہ آئے گی''۔ سورہ واقعہ سورۃ الغنٰی (تونگری کی سورہ ہے) تم اسے خود بھی پڑھا کرو اور اپنے بچوں کو بھی سکھاؤ۔'' (ابن عساکر) (اشرف الحواشی: 637/1)

رکوع نمبر 14

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱)﴾

''جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' (1)

سوال: ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''''جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' واقعہ قیامت کے ناموں میں سے ہے کیونکہ اس کے قیام اور وقوع میں یقین ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1982/2) (2) (i) قیامت کے لازماً واقع ہونے کی وجہ سے اس کا نام الواقعہ ہے۔ (ii) الواقعہ ہر قسم کے شک کو ختم کر دیتا ہے۔ اس لئے الواقعہ کے نام سے قیامت کو موسوم کیا گیا۔ (iii) الواقعہ کا نام انسان کو یقین دیتا ہے۔ اس لئے قیامت کا نام الواقعہ ہے کیونکہ قیامت یقینی امر ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔'' (الحاقۃ: 15)

﴿لَيۡسَ لِوَقۡعَتِهَا كَاذِبَةٌ (2)﴾

''اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے''۔(2)

سوال:﴿ لَيۡسَ لِوَقۡعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴾''اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے'' یعنی جب اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرنا چاہے گا تو کوئی اسے ٹالنے والا اور جھٹلانے والا نہ ہوگا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِسۡتَجِيۡبُوۡا لِرَبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمۡ مِّنۡ مَّلۡجَاٍ يَّوۡمَئِذٍ وَّمَا لَكُمۡ مِّنۡ نَّكِيۡرٍ(47)﴾ اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی۔(الشوریٰ:47)(2)﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (۱) لِّلۡكٰفِرِيۡنَ لَيۡسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾ سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے۔کافروں کے لیے،اُس کو ہٹانے والا کوئی نہیں۔(المعارج:1,2)

﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ(3)﴾

''پست کرنے والی،بلند کرنے والی ہے۔''(3)

سوال1:﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴾''پست کرنے والی،بلند کرنے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)ابن ابی حاتم نے عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قیامت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آگ میں گرائے گی اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو جنت کی بلندی تک پہنچائے گی۔(فتح القدیر:5/186)(2)یعنی قیامت کا واقعہ کچھ لوگوں کو اسفل السافلین تک پہنچا دے گا اور کچھ کو اعلیٰ علیین کی بلندیوں تک پہنچائے گا۔

سوال2:پستی اور بلندی کا کیا مطلب ہے؟

جواب:پستی کا مطلب ذلت اور بلندی کا مطلب عزت ہے۔

سوال3:قیامت کس کو پست کردے گی؟

جواب:قیامت اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو پست کردے گی یعنی کفر کرنے والوں کو قیامت ذلیل ورسوا کردے گی۔

سوال4:قیامت کس کو بلند کردے گی؟

جواب:قیامت اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کو بلند کردے گی۔یعنی اہلِ ایمان کو،اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزاروں کو وہاں معزز مقام ملے گا۔

﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا(4)﴾

''جب زمین سخت ہلادی جائے گی۔''(4)

سوال:﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾''جب زمین سخت ہلادی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''جب زمین سخت ہلادی جائے گی''یعنی جب قیامت آئے گی تو زمین پر خوب زلزلے آئیں گے جو مقامی طور پر نہیں بلکہ عالمی طور پر آئیں گے۔تب ساری زمین ہچکولے کھانے لگے گی۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ﴾اے لوگو!اپنے رب سے ڈرو،یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔(الحج:1)(3)﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾جب زمین پوری شدت سے ہلادی جائے گی اس کا سخت ہلایا جانا۔(الزلزال:1)

﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا(5)﴾

''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے،خوب ریزہ ریزہ کیا جانا''۔(5)

سوال:﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے،خوب ریزہ ریزہ کیا جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پہاڑ ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے،خوب ریزہ ریزہ کیا جانا''یعنی پہاڑوں کی زمین پر گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔رب العزت نے فرمایا:﴿یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا﴾ جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہوجائیں گے۔ (المزمل:14) (2)﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳) وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (۱۴)﴾چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا،ایک بار پھونکنا۔اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرادیے جائیں گے،ایک ہی بار ٹکرادینا۔(الحاقۃ:13,14)

﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا(6)﴾

''چنانچہ وہ اڑتا ہوا غُبار بن کر رہ جائیں گے''(6)

سوال:﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾''چنانچہ وہ اڑتا ہوا غُبار بن کر رہ جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''چنانچہ وہ اڑتا ہوا غُبار بن کر رہ جائیں گے''یعنی پہاڑوں کے پتھر ایک دوسرے پر گر کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر ہوا پہاڑوں کے ذرات کو اڑا لے جائے گی۔اس طرح ان کا وجود غبار ہوجائے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے۔(القارعۃ:5)کیا اس وقت زمین پر کسی کا رہنا ممکن ہوگا؟(2)زمین پر نہ

پہاڑ رہے گا نہ کھائیاں بس ہموار چٹیل میدان ہوگا۔

﴿وَّكُنتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً(۷)﴾

''اورتم تین قسموں میں ہوجاؤ گے''۔(7)

سوال:﴿وَّكُنتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾''اورتم تین قسموں میں ہوجاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اورتم تین قسموں میں ہوجاؤ گے''یعنی تم اپنے اعمال کے اعتبار سے تین گروہوں میں تقسیم ہوجاؤ گے۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ ''پھرہم نے اس کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ اُن میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے،اوران میں سے کوئی میانہ رَو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے،یہی بہت بڑا فضل ہے۔(فاطر:32)(3)قیامت کے دن لوگ مقرب ،اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال میں تقسیم ہو جائیں گے۔

﴿ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (۸)﴾

''پس دائیں ہاتھ والے،کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!''(8)

سوال1:﴿ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴾ '' پس دائیں ہاتھ والے،کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾'' پس دائیں ہاتھ والے''یعنی جن لوگوں کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ (2)﴿ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾ یعنی دائیں ہاتھ والے کیا ہی خوب ہیں۔یہ وہ لوگ ہوں گے جو آدم علیہ السلام کی دائیں کروٹ سے نکلے۔یہ تمام جنتی ہیں جو دائیں جانب چلائے جائیں گے۔(3)دائیں ہاتھ والوں یعنی اہل جنت کی خوش نصیبی اور خیر و برکت کا کیا کہنا۔اوران کے حالات کی برتری کو یہ سوال ظاہر کررہا ہے۔ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب جگہ ملے گی۔

سوال2:دائیں ہاتھ والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب:دائیں ہاتھ والوں سے مراد مومن ہیں۔

سوال3:مومنوں کو دائیں ہاتھ والا کیوں کہا گیا ہے؟

جواب:(1)مومنوں کا اعمال نامہ اُن کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس لئے انہیں دائیں ہاتھ والے کہا گیا ہے۔(2)دایاں ہاتھ خوش بختی کی علامت ہے اور دائیں ہاتھ والے کامیاب ہونے کی وجہ سے خوش بخت ہوں گے۔

﴿وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ (۹)﴾

''اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے''!(9)

سوال1: ﴿وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ﴾''اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ﴾''اور بائیں ہاتھ والے'' یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔اور بائیں جانب چلائے جائیں گے۔یہ عام جہنمی لوگ ہوں گے۔(اَللّٰھُمَّ اَجِرۡنَا مِنَ النَّارِ اے اللہ ہمیں جہنم سے بچا)۔(2)﴿مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡئَمَةِ﴾''کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے!'' بدبخت گروہ والوں کی شقاوت کا نہ پوچھو، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بائیں جانب کھڑا کرے گا۔

سوال2: بائیں ہاتھ والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: بائیں ہاتھ والوں سے مراد کافر ہیں۔

سوال3: کافروں کو بائیں ہاتھ والا کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: کافروں کو بائیں ہاتھ والا اس لئے کہا گیا کہ اُن کا نامۂ اعمال انہیں بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا۔

﴿وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ (۱۰)﴾

''اور جو سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں''(10)

سوال: ﴿وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ﴾''اور جو سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور جو سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں''اس سے مراد خاص مومن ہیں۔یہ تیسری قسم کے لوگ ہیں جو دوسروں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔سابقون ایمان میں سبقت لے جانے والے ہیں۔سابقون نیکی کے کاموں میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہیں۔(2)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ قیامت کے روز ظل اللہ کی طرف سبقت کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا:اللہ ورسولہ

اعلم آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو حق کی طرف دعوت دی جائے تو اس کو قبول کریں اور جب ان سے حق مانگا جائے تو ادا کردیں اور لوگوں کے معاملات میں وہ فیصلہ کریں جو اپنے حق میں کرتے ہیں۔(مسند احمد)(3) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ سابقین سے مراد انبیاء ہیں، ابن سیرین نے فرمایا کہ جن لوگوں نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی ہے وہ سابقین ہیں اور سیدنا حسن وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر امت میں سابقین ہوں گے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ مسجد کی طرف سب سے پہلے جانے والے سابقین ہوں گے۔(تفسیر معارف القرآن:270/8)(4) یہ وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی دعوت میں سبقت کرنے والے، بھلائیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾''اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''(آل عمران:133)(5)﴿سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے، اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے۔(الحدید:21)

﴿اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (11)﴾

''یہی لوگ مقرب ہیں''۔(11)

سوال:﴿اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾''یہی لوگ مقرب ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یہی لوگ مقرب ہیں'' سابقون کو ربّ تعالیٰ کے قرب کی نعمت سے نوازا جائے گا۔یہ قرب سب سے بڑا اعزاز ہے۔(2) سابقون سدا بہار جنتوں میں ہوں گے۔اعلیٰ علیین میں بلند مقام پر ہوں گے۔

﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (12)﴾

''نعمت بھری جنتوں میں ہیں''(12)

سوال:﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾''نعمت بھری جنتوں میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''نعمت بھری جنتوں میں ہیں''یعنی نعمتوں بھرے دائمی باغات میں ہوں گے۔(2) مقرب لوگوں کی بہت عزت کی جائے گی۔(ایسر التفاسیر:1568) ان کے درجات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند ہوں گے۔(فتح القدیر:183/5)(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک خیمے میں تقریباً چالیس آدمی ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تمھاری تعداد اہل جنت کی چوتھائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ تمہاری تعداد اہل جنت کی ایک تہائی ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ ﷺ نے (تیسری بار) فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تمہاری تعداد اہل جنت کی نصف ہوگی۔ اور یہ اس لیے کہ جنت میں صرف وہی جائے گا جو مسلمان ہے اور مسلمان مشرکوں کے اندر ایسے ہیں جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں ہو یا ایک سیاہ بال ایک لال بیل کی کھال میں ہو'' (مسلم:530) (4) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا سب زمانوں سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔'' (بخاری:3650) (5) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ (حق پر رہ کر) غالب رہے گی۔ (ان کے دشمن انہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہیں کر سکیں گے) یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ لوگ غالب ہی رہیں گے۔'' (بخاری:7311۔ مسلم:395) (6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔'' (مسلم:520)

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ(13)﴾

''پہلے لوگوں میں سے بڑی جماعت ہیں''۔(13)

سوال: ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''پہلے لوگوں میں سے بڑی جماعت ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُلَّةٌ﴾ سے مراد ایسا گروہ ہے جس کو گننا ناممکن ہے۔ (2) ﴿مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ سے مراد سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت کے لوگ ہیں۔ (3) امام احمد بن منذر اور ابن ابی حاتم نے سند غیر معروف کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۱۳ لا وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ تو یہ چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گراں گزری اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۱۳ لا وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ.﴾ (4) ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' میں اسی سند کے ساتھ جس میں نظر ہے بطریق عروہ بن رویم جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت سورہ واقعہ نازل ہوئی اور اس میں ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۱۳ لا وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ ایک بڑا گروہ اگلوں میں سے اور تھوڑا سا ہم میں سے تو اس پر سورت کا آخری حصہ ایک سال تک رکا رہا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۱۳ لا وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ تب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر آؤ اور جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسے سنو یعنی ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۱۳ لا

وَقَلِيلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْن ﴾ اورابن ابی حاتم نے عروہ بن رویم سے مرسلاً اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے بعث میں عطاء مجاہد سے روایت نقل کی ہے۔ کہ جب اہل طائف نے اس وادی کی درخواست کی جو کہ ان کے لیے تیار کی جائے اور اس میں شہد ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ بہت اچھی وادی تھی تو لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ جنت میں ایسی ایسی چیزیں ہیں اس پر اور لوگوں نے کہا کاش جنت میں ہمارے لیے اس وادی کی طرح وادی ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی ''اور جو دائیں والے ہیں۔ وہ دائیں والے کچھ اچھے ہیں'' اور امام بیہقی نے دوسرے طریق سے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لوگ وادی بوج اور اس کے سایہ اور اس کے کیلوں اور بیروں پر تعجب کیا کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور جو داہنے والے ہیں۔۔۔۔ (الخ) (تفسیر ابن عباس:3/ 323,324)

﴿ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (14)﴾

''اور پچھلے لوگوں میں سے کم ہیں'' (14)

سوال: ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْن﴾ ''اور پچھلے لوگوں میں سے کم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور پچھلے لوگوں میں سے کم ہیں'' یہ آیت کریمہ اولین کی آخرین پر فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ (2) ان آیات میں اولین اور آخرین کی تعیین میں اختلاف کی بناء پر ان آیات کے تین مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اولین سے مراد سابقہ امتوں کے لوگ لیے جائیں اور آخرین سے مراد اس امت کے۔ اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ سابقہ انبیاء پر ایمان لانے والوں، حق کے معرکہ میں دوسروں سے آگے نکل جانے والوں اور خیر و بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے والوں کی تعداد اس امت کے سابقین کی تعداد سے بہت زیادہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اولین اور آخرین سے مراد ہماری ہی امت مسلمہ کے لوگ ہوں۔ اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اس کے اولین یعنی صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین میں سے سابقین کی تعداد آخرین سے بہت زیادہ ہوگی۔ تیسرے یہ کہ اولین اور آخرین سے مراد ہر نبی کی امت کے اولین اور آخرین لیے جائیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک اصل بن جائے گا۔ یعنی ہر نبی کی امت کے اولین میں سے سابقین کی تعداد آخرین میں سابقین کی تعداد سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/358) (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہم دنیا میں تمام امتوں کے بعد ہونے کے باوجود قیامت میں سب سے آگے رہیں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کتاب انہیں ہم سے پہلے دی گئی تھی۔ یہی (جمعہ) ان کا بھی دن تھا جو تم پر فرض ہوا ہے لیکن ان کا اس کے بارے میں اختلاف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتایا دیا اس لئے لوگ اس میں ہمارے تابع ہوں گے۔ یہود دوسرے دن ہوں گے اور نصاریٰ تیسرے دن۔ (صحیح بخاری:876)

﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ(15)﴾

''سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے تختوں پر ہوں گے۔''(15)

سوال:﴿عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾''سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے تختوں پر ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے تختوں پر ہوں گے''﴿مَّوْضُوْنَة﴾باریک بنی ہوئی یا سونے کے تاروں سے بنی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔(2)مقربین جو اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ہیں وہ سونے اور موتیوں اور یاقوت سے بُنے ہوئے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ (16)﴾

''تکیہ لگائے ہوئے اُن پر وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے''۔(16)

سوال:﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ﴾''تکیہ لگائے ہوئے اُن پر وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''تکیہ لگائے ہوئے اُن پر'' یعنی وہ ان تختوں پر انتہائی اطمینان اور آرام سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔(2)﴿مُتَقٰبِلِيْنَ﴾''وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے''باہمی محبت اور ایک دوسرے کا ادب اور لحاظ رکھنے کی وجہ سے کوئی کسی کی طرف پشت نہیں کرے گا۔ہر ایک کا چہرہ دوسرے کی طرف ہوگا۔(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۴۵) اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ (۴۶) وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (۴۷)﴾بلاشبہ متقی باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔سلامتی اور امن کے ساتھ ان میں داخل ہو جاؤ۔ اور ان کے سینوں میں سے کینہ ہم کھینچ نکالیں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی ہوں گے۔(الحجر:45-47)

﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (17)﴾

''ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔''(17)

سوال:﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَان مُّخَلَّدُوْنَ﴾'' ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)'' ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے''جنت میں اہل جنت کی خدمت کے لئے انتہائی حسین وجمیل لڑکے گھومیں گے۔(2)جن کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾'' اور اُن کے لیے نوعمر غلام پھر رہے ہوں گے گویا وہ چھپا کر رکھے موتی ہوں''۔(الطور:24)(3)﴿مُّخَلَّدُوْنَ﴾''جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے

جائیں گے''یعنی ایک ہی عمر میں رہنے والے۔نہ ان کی شکلیں بدلیں گی نہ ان پر جوانی آئے گی نہ بڑھاپا۔وہ ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔(4)جنت کے خدمت گار مشروبات لے کر ان کے درمیان گھومیں گے۔

﴿ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (18)﴾

''اُن پر جاری چشمے کی شراب کے ساغر،صراحیاں اور جام پیش کریں گے''۔(18)

سوال:﴿بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ﴾ ''اُن پر جاری چشمے کی شراب کے ساغر،صراحیاں اور جام پیش کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بِاَكْوَابٍ﴾''ساغر''یعنی ایسے پیالوں کے ساتھ جن کے ہینڈل نہیں ہوتے۔(2)﴿وَّاَبَارِيْقَ﴾''صراحیاں''اور ایسی صراحیوں کے ساتھ جن کے ہینڈل ہوتے ہیں۔(3)﴿وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ﴾ ''اور جام پیش کریں گے جاری چشمے کی شراب کے''اور ایسے جام جن میں شراب طہور چھلک رہی ہوگی۔جو شراب کی جاری نہر سے بھرے جائیں گے۔(4)یہ شراب انتہائی لذیذ ہوگی جس میں نشہ نہیں ہوگا۔(5)اس شراب کو نازک اندام ساقی اہل جنت کو پیش کریں گے۔

﴿ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ (19)﴾

''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے۔''(19)

سوال:﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ﴾''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا﴾''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کو چار عیبوں سے محفوظ رکھا ہے۔نشہ،سر درد،قے،پیشاب۔(2)دنیا کی شراب کی طرح جنت کی شراب سر درد میں مبتلا نہیں کرے گی۔(3)اس شراب کو پینے سے عقل زائل ہوگی نہ ہوش وحواس ساتھ چھوڑیں گے۔(4)یہ بے پناہ سرور اور کیف کرنے والی پاک شراب ہوگی۔(5)رب العزت کا فرمان ہے:﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَ هُمْ (١٥)﴾''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش

ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔ (محمد:15)(6)﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (۴۵) م بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (۴۶) لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (۴۷)﴾ ''ان پر صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر پھرائے جائیں گے۔ سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اُس میں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے۔ (الصافات:47۔45)

﴿وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ(20)﴾

''اور پھل بھی جو وہ پسند کریں گے'' (20)

سوال: ﴿وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ﴾ ''اور پھل بھی جو وہ پسند کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَفَاكِهَةٍ﴾ '' اور پھل'' اہل جنت کو ان کی پسند کے پھل پیش کئے جائیں گے۔ (2)﴿مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ﴾ جو وہ پسند کریں گے۔ وہ لذیذ اور خوش ذائقہ پھل منتخب کریں گے۔ انہیں یہ پھل انتہائی قرینے سے پیش کئے جائیں گے۔

﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ(21)﴾

''اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے''۔ (21)

سوال: ﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ '' اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ﴾ ''اور پرندوں کا گوشت'' اہل جنت کو ہر قسم کے پرندوں کا گوشت پیش کیا جائے گا۔ (2)﴿مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''جس کی وہ خواہش کریں گے'' جنتی جس قسم کا گوشت چاہیں گے انہیں سلیقے سے پیش کیا جائے گا۔ (3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی طرح ہوں گے اور وہ جنت کے درختوں سے چریں گے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ پرندے تو خوب موٹے تازے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہیں کھانے والے ان سے بھی بڑھ کر صحت مند ہوں گے۔'' یہ آپ نے تین بار فرمایا: ''البتہ مجھے امید ہے کہ تم بھی اے ابوبکر! ان کھانے والوں میں سے ہو گے۔'' (مسند احمد:13316)(4) پرندوں کا گوشت لذت، غذائیت اور قوت تینوں اعتبار سے چوپاؤں کے گوشت سے اعلیٰ اور عمدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بالخصوص پرندوں کے گوشت کا ذکر کیا گیا۔ (تیسیر القرآن:4/359)

﴿وَحُوْرٌ عِيْنٌ (22)﴾

''اور گورے جسم، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں (ہوں گی)'' (22)

سوال:﴿وَحُوْرٌ عِيْن﴾" اور گورے جسم، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں (ہوں گی)" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَحُـوْرٌ﴾" اور گورے جسم والی عورتیں" جنت میں بڑی بڑی آنکھوں والی، گوری عورتیں اہل جنت کے لئے ہوں گی۔(2) اَلْحَوْرَاء اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں سرمگیں ہوں اور ان میں ملاحت اور حسن و جمال ہو۔ بڑی بڑی حسین آنکھوں والی عورتوں کو کہا جاتا ہے۔(3)﴿عِيْنٌ﴾ عورت کی آنکھوں کا حسن، اس کے حسن و جمال کی سب سے بڑی دلیل ہے۔(تفسیر سعدی:2684/3)

﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ (23)﴾

"گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں۔"(23)

سوال:﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ﴾"گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)"گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں" چھپے ہوئے موتیوں کو سنبھال کر رکھا جاتا ہے جن کو نہ چھوا جاتا ہے نہ اُن پر نظر پڑتی ہے۔ جنتی عورت کی پاکیزگی کو واضح کرنے کے لئے چھپے ہوئے موتی سے تشبیہ دی گئی کہ اُس عورت کو نہ کسی نے چھوا ہے نہ اُس پر کسی کی نظر پڑی ہے۔ اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت قیمتی متاع ہے جس تک نہ ہر نظر کی رسائی ہونی چاہئے نہ ہاتھوں کی رسائی ممکن ہونی چاہئے۔ عورت قیمتی ہے، چھپا کر رکھے جانے کے لائق ہے۔ قیمتی چیز کی حفاظت ضروری ہے۔ اسی لئے اسلام نے عورت کو باہر نکلنے کی صورت میں حجاب کا اور بصورتِ دیگر گھروں میں وقار کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے۔(2) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا ہے: رسول اللہ حور عین کی خبر مجھے دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گورے رنگ کی ہیں، بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں، سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے گدھ کا پر۔ میں نے کہا: لـو لـو مـكـنـون کی بابت خبر دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی صفائی اور جوت مثل اس موتی کے ہیں جو سیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو، میں نے کہا خیـــرات حســـان کی کیا تفسیر ہے ؟ فرمایا: خوش خلقی خوبصورت۔ میں نے کہا بیض مکنون سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ان کی نزاکت اور نرم انڈے کی اس جھلی کی مانند ہوں گے جو اندر ہوتی ہے، میں نے عربا اترابا کے معنی دریافت کئے، فرمایا اس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا پھوس تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں خاوندوں کی چہیتیاں اور خاوندوں سے عشق رکھنے والیاں اور ہم عمر بنا دیں، میں نے پوچھا یا رسول اللہ دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حور عین؟ فرمایا دنیا کی عورتیں حور عین سے بہت افضل ہیں جیسے استر سے ابر بہتر ہوتا ہے، میں نے کہا اس فضیلت کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: نمازیں، روزے اور اللہ تعالیٰ کی عبادتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے نور سے اور ان کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں۔(ابن کثیر:255)

﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (24)﴾

''اُن کاموں کے بدلے جووہ کیا کرتے تھے''۔(24)

سوال: ﴿جَزَآءً م بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اُن کاموں کے بدلے جووہ کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اُن کاموں کے بدلے جووہ کیا کرتے تھے۔''اہل جنت کو تحفے اورانعام میں جنت دی جائے گی۔(2)جوان کے رب کی طرف سے ایمان لانے کے بعد نیک اعمال،توحیداورنافرمانیوں کوچھوڑنے کی جزاہوگی۔(ایسرالتفاسیر: 1569)(3) ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ (۱۷) وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (۱۸) وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (۱۹)﴾ ''رات کووہ بہت کم سویا کرتے تھے۔ اورسحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔اوراُن کے مالوں میں سائل اورمحروم کاحق تھا۔''(الذاریات:17۔19)

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا(25)﴾

''نہ اُس میں وہ بے ہودہ گفتگوسُنیں گےاورنہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات۔''(25)

سوال:﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا﴾ ''نہ اُس میں بے ہودہ گفتگوسُنیں گےاورنہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا﴾ ''نہ اس میں وہ سنیں گے''یعنی وہ نعمتوں بھری جنت میں کوئی ایسی چیزنہیں سنیں گے جوان کی زندگی کی لذتوں کومکدر کردے۔(2)﴿لَغْوًا﴾ ''بے ہودہ گفتگو''یعنی فحش کلام:لغو بیکار باتیں،کمزوری یابرائی کا کوئی کلام ان کے کانوں نہیں پڑے گا۔(3)﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً (۱۱)﴾ ''اُس میں وہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔''(الغاشیہ: 11) (4) ﴿وَّلَا تَاْثِيْمًا﴾ '' اورنہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات'' جو کہنے سننے والے کو گناہ گار کردے۔(5)جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جس کا قرآن مجید میں بہ تکرارذکرآیاہے،یہ ہے کہ وہاں کی سوسائٹی نہایت پاکیزہ اخلاق والی ہوگی۔ان میں بدتمیزی اور بدزبانی کانام ونشان تک نہ ہوگا۔ان کی گفتگوہرقسم کےعیوب سے پاک ہوگی۔(تفسیرترجمان القرآن:3/439.440)

﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (26)﴾

''مگر یہ کہنا کہ سلام ہے،سلام ہے''۔(26)

سوال: ﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ ''مگر یہ کہنا کہ سلام ہے،سلام ہے'' کی وضاحت کریں ؟

جواب:(1)''مگر یہ کہنا کہ سلام ہے،سلام ہے''اہل جنت کوچاروں طرف سے سلام پرسلام کی آواز آئے گی۔(2)اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کوسلام کریں گےتواس کی آوازیں کانوں میں پڑیں گی۔(2)﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ج

وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اُن کی دعااس میں یہ ہوگی''پاک ہے تو اے اللہ''!ان کی آپس کی دعااس میں سلام ہوگی اوراُن کی دعا کا اختتام یہ ہوگا کہ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے''۔(یونس: 10)(3)اہل جنت کی ہر بات گناہ سے سلامتی والی ہوگی۔(4)یعنی سوائے اچھی بات کے،کوئی بات نہیں سنیں گے کیونکہ یہ پاک لوگوں کا گھر ہوگا،اس میں صرف پاک چیزیں ہوں گی۔یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اہل جنت ایک دوسرے سے مخاطب ہونے میں حسن ادب سے کام لیں گے،ان کا کلام بہترین کلام اوردلوں کوخوش کرنے والا ہوگا،ہرقسم کی لغویات اورگناہ سے پاک ہوگا،ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی اہل جنت میں شامل کرے۔(تفسیر سعدی:2685/3)

﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (27)﴾

''اوردائیں ہاتھ والے،کیاہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!''(27)

سوال:﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴾''اوردائیں ہاتھ والے،کیاہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾''اوردائیں ہاتھ والے''اس سے مرادتمام مومن ہیں۔(2)﴿مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴾''کیاہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!''یعنی نیک لوگوں کا حال بھی کتنا شان دار ہوگا۔

﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (28)﴾

''وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں''۔(28)

سوال:﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴾''وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سِدْرٍ﴾بیری کے درخت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں۔(2)﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴾''وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں''یعنی بیری کے کانٹے اوردی قسم کی ضرر رساں شاخیں تراش دی گئی ہوں گی اوران کی جگہ نہایت لذیذ پھل لگادیے جائیں گے۔گہرا سایہ اورراحت جسم،بیری کے درخت کے خواص میں شمار ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2685/3)

(3)سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپس میں کہا کرتے تھے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ ہمیں بدوؤں کے مسائل دریافت کرنے سے بڑا فائدہ پہنچاتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ ایک بدو نے نبی ﷺ سے عرض کیا''اے اللہ کے رسول ﷺ!اللہ تعالی نے قرآن میں ایک ایسے درخت کا ذکر فرمایا ہے جو جنت میں ہوگا حالانکہ وہ تکلیف دہ درخت ہے۔''رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا''وہ

کون سا؟ کہنے لگا ''بیری!اس لئے کہ اس میں تو کانٹے ہوتے ہیں جو چبھتے ہیں۔''فرمایا''کیا اللہ تعالیٰ نے''مخضود''نہیں فرمایا یعنی یہ کہ اس بیری کے کانٹے صاف کردیئے جائیں گے؟اللہ تعالیٰ ہر کانٹے کی جگہ ایک بیرا گائے گا اور ہر بیر میں بہتر کھانوں کے مزے ہوں گے ''۔(شوکانی)(اشرف الحواشی:638/1)(4)﴿مَّخْضُوْدٍ﴾ ''جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں''اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹوں کی جگہ پھل پیدا کیے ہیں۔ان بیروں کے ذائقے الگ الگ ہوں گے۔

﴿وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (29)﴾

''اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے۔''(29)

سوال:﴿وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾''اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّطَلْحٍ﴾''اور کیلوں میں ہوں گے''معروف درخت ہے،یہ بہت بڑا درخت ہوتا ہے جو صحراؤں میں اگتا ہے،اس کی شاخیں لذیذ اور مزیدار پھل سے لدی ہوئی ہوتی ہیں۔(تفسیر سعدی:2685/3)(2)﴿مَّنْضُوْدٍ﴾''تہ بہ تہ لگے ہوئے''یعنی تہہ بہ تہہ پھلوں والا ،پھلوں سے لدا پھندا جیسے کیلوں کا خوشہ ہوتا ہے کہ اس پر اوپر تلے پھلیاں ہوتی ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1988/2)(3)ان دونوں درختوں کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا کہ قریش ان کی میٹھی اور گھنی چھاؤں کو پسند کرتے تھے۔(4)ابوسعید کہتے ہیں طلح یا کیلا،یمن والے کیلے کو طلح اور حجازی موز کہتے ہیں۔(السراج المنیر:1988/2)

﴿وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (30)﴾

''اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں''(30)

سوال:﴿وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾''اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں''ابن مسعود کہتے ہیں جنت میں ایسا سماں رہے گا۔جیسے طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے درمیان رہتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (۵۷)﴾اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے انہیں جلد ہی ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی،ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ،اُن کے لیے اس میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔(النساء:57)﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ط تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوا ق صلے وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ﴾ جنت

کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے، اُس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اُس کا پھل اور اُس کا سایہ دائمی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔ (الرعد:35) ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴾ بلاشبہ متقی لوگ سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔ (المرسلات:41) (السراج المنیر :1988/2) (2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک درخت طویل ہوگا سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلے گا اور پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا اور اگر تمہارا جی چاہے تو آیت ظل ممدود کی قرأت کرلو۔ (صحیح بخاری:4881) (3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں اگر عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو برس تک چلتا رہے تو پھر بھی اس سائے کو طے نہیں کر سکے گا۔'' (بخاری:6535)

﴿ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ (31) ﴾

''اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے'' (31)

سوال: ﴿ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴾ ''اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے'' یعنی بہت سے چشموں اور بہتی ہوئی ندیوں کا بہتا اور اچھلتا ہوا پانی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2685/3) (2) یہ پانی ہموار زمین پر بہتا ہے گڑھوں میں نہیں۔ (السراج المنیر :1988/2)

﴿وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ (32)﴾

''اور کثیر پھلوں میں۔'' (32)

سوال: ﴿ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴾ ''اور کثیر پھلوں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور کثیر پھلوں میں'' یعنی اہل جنت کے پاس قسم قسم کے کثیر پھل ہوں گے جن کو آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے نہ سنا اور نہ دل میں کبھی ان کا تصور آیا۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا لا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ لا وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ط وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ق وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۲۵) ﴾ اور اُن لوگوں کو خوشخبری دے دو جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ یقیناً اُن کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جب کبھی اُن میں سے کوئی پھل اُنہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: ''یہ وہی پھل ہیں جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیئے گئے تھے'' اور انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا اور اُن کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (البقرہ:25)

﴿ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (33)﴾

''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے''(33)

سوال: ﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾ ''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے'' یعنی سدا بہار درخت ہوں گے جو پھل ختم ہوگا فوراً دوسرا تیار ہو جائے گا۔(2) نہ ان کا موسم ختم ہوگا اور نہ وہ ختم ہوں گے۔(3) یعنی یہ پھل دنیا کے پھلوں کے مانند نہیں ہوں گے جو کسی وقت ختم ہو جاتے ہیں اور ان کو تلاش کرنے والوں کے لیے ان کا حصول مشکل ہو جاتا ہے بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے موجود رہیں گے، ان کو بہت قریب سے چنا جا سکے گا، بندہ مومن ہر حال میں ان کو حاصل کر سکے گا۔(تفسیر سعدی:2686/3)(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم نے دیکھا کہ آپ نے اس جگہ کسی چیز کو پکڑا، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے انگوروں کے ایک خوشے کو پکڑ لیا اور اگر میں اسے پکڑے رہتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔''(بخاری:748)

﴿ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (34)﴾

''اور بلند مسندوں میں۔''(34)

سوال: ﴿ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴾ ''اور بلند مسندوں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور بلند مسندوں میں'' یعنی بلند و بالا، نرم و نازک فرش ہوں گے۔(2) ابی سعید نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا و فرش مرفوعه یعنی بچھونے اونچے (یعنی جنتیوں کے) آپ ﷺ نے فرمایا: بلندی ان کی ایسی ہے جیسے زمین سے آسمان اور ان دونوں کے بیچ میں فاصلہ ہے پانچ سو برس کا۔(جامع ترمذی:3294)(3) یعنی ان بچھونوں کو بہت بلند تختوں سے بھی بلند کیا گیا ہوگا۔ یہ بچھونے ریشم، سونے، موتیوں اور ایسی ایسی چیزوں سے بنے ہوئے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(تفسیر سعدی:2686/3)

﴿ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً (35)﴾

''بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے''۔(35)

سوال: ﴿ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴾ ''بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جنت کی عورتوں کو رب العزت نے اس طرح تخلیق کیا ہے کہ ان کو فنا نہیں۔ یہ دنیا کی تخلیق سے مختلف ہے۔

﴿ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (36)﴾

پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔(36)

سوال: ﴿ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴾ ''پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے'' جنت کی عورتیں دوشیزائیں ہوں گی۔

﴿عُرُبًا اَتْرَابًا (37)﴾

شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔(37)

سوال: ﴿عُرُبًا اَتْرَابًا ﴾ ''شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں'' **العروب** اس عورت کو کہا جاتا ہے جو اپنے حسن ہیئت، اپنی ناز وادا، اپنے جمال اور اپنی محبت کی وجہ سے شوہر کو بہت محبوب ہو، یہی وہ عورت ہے کہ جب وہ بات کرتی ہے تو عقلوں کو غلام بنالیتی ہے اور سننے والا چاہتا ہے کہ اس کی بات کبھی ختم نہ ہو، خاص طور پر جب کہ وہ اس نرم اور مترنم آوازوں میں طربیہ نغمے گا رہی ہوں گی جب اس کا شوہر اس کے ادب، اس کی ہیئت اور اس کے ناز وادا کی طرف دیکھتا ہے تو اس کا دل فرحت وسرور سے لبریز ہو جاتا ہے، جب وہ اس جگہ سے کسی اور جگہ منتقل ہو جاتی ہے تو وہ جگہ اس کی خوشبو اور نور سے لبریز ہو جاتی ہے، اس میں جماع کے وقت ناز وادا بھی داخل ہے۔ اور ﴿اَلْاَتْرَابُ﴾ ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جو ایک ہی عمر میں ہوں، یعنی تینتیس سال کی عمر میں ہوں گی جس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ تمنا کی جاتی ہے اور یہ جوانی کی کامل ترین عمر کی انتہا ہے۔ پس ان کی بیویاں ان کو بہت محبوب، ہم عمر، اتفاق اور الفت کرنے والی، راضی رہنے والی ہوں گی اور ان کے شوہر ان پر راضی ہوں گے بلکہ وہ دلوں کی فرحت، آنکھوں کی ٹھنڈک اور نگاہوں کی روشنی ہوں گی۔ (تفسیر سعدی:2686/3) (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (۳۱) حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (۳۲) وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (۳۳) وَّكَاْسًا دِهَاقًا (۳۴)﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔ (النباء:34-31)

﴿ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (38)﴾

''دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی۔''(38)

سوال: ﴿ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴾ ''دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی'' یعنی یہ دوشیزائیں دائیں ہاتھ والے نیک لوگوں کے لیے ہوں گی۔

رکوع نمبر:15

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (39)﴾

''پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے''(39)

سوال:﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے'' یعنی ماضی کی امتوں میں سے۔(ایسر التفاسیر:1571)(2) اولین میں مقربین زیادہ ہوں گے اور اصحاب الیمین میں بھی بہت سے ہوں گے۔

﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (40)﴾

''اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے۔''(40)

سوال:﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے'' آخرین میں مقربین کم ہوں گے جب کہ اصحاب الیمین میں سے بہت ہوں گے۔(2) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک قیامت کے دن سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائے گا، اے آدم وہ عرض کریں گے، میں حاضر ہوں اے رب! تیری فرماں برداری کے لئے۔ پروردگار آواز سے پکارے گا یا فرشتہ پروردگار کی طرف سے آواز دے گا: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا جتھا نکالو۔ وہ عرض کریں گے اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں؟ حکم ہوگا: ہر ہزار آدمیوں میں سے نوسو ننانوے۔ یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ پیٹ والی کا حمل گر جائے گا اور بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور تو قیامت کے دن لوگوں کو ایسے دیکھے گا جیسے وہ نشے میں متوالے ہو رہے ہوں حالانکہ ان کو نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ایسا سخت ہوگا۔ یہ حدیث جو صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر تھے ان پر سخت گزری۔ ان کے چہرے مارے ڈر کے بدل گئے۔ اس وقت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا تم اتنا کیوں ڈرتے ہو؟ اگر یاجوج ماجوج کی نسل تم سے ملائی جائے تو ان میں سے نوسو ننانوے کے مقابل تم میں سے ایک آدمی پڑے گا، غرض تم لوگ حشر کے دن دوسرے لوگوں کی نسبت ایسے ہو گے جیسے سفید بیل کے جسم پر کالا بال ہوتا ہے یا جیسے کالے بیل کے جسم پر ایک دو سفید بال ہوتے ہیں اور مجھ کو امید ہے تم لوگ سارے جنتیوں کا چوتھائی حصہ ہو گے۔ یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تم تہائی ہو گے۔ ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر فرمایا نہیں بلکہ آدھا حصہ ہو گے۔ ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا!(صحیح بخاری:4741)

﴿وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ (41)﴾

''اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے!''(41)

سوال:﴿وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے'' یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں میدان حشر میں قیامت کے دن بائیں ہاتھ رکھا جائے گا اور وہ اہل شرک اور نافرمان لوگ ہوں گے۔(ایسر التفاسیر:1571)(2)﴿مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ﴾ ''کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے'' کتنے ہی حقیر ہوں گے بائیں ہاتھ والے جن کے منحوس اعمال انہیں دوزخ کی آگ میں لے جائیں گے۔

﴿فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّحَمِیۡمٍ (42)﴾

''وہ انتہائی گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے''(42)

سوال:﴿فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّحَمِیۡمٍ﴾ ''وہ انتہائی گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِیۡ سَمُوۡمٍ﴾ ''وہ انتہائی گرم ہوا میں ہوں گے'' یعنی جہنم کی آگ کی لو کی تپش میں ہوں گے۔ وہ اس آگ میں جھلس رہے ہوں گے اور سخت عذاب میں ہوں گے۔(2) ﴿وَّحَمِیۡمٍ﴾ ''اور کھولتے ہوئے پانی میں'' وہ ایسے کھولتے پانی میں ہوں گے جو ان کے دماغ پگھلا دے گا اور انتڑیاں کاٹ ڈالے گا۔

﴿وَّظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ (43)﴾

''اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے''(43)

سوال:﴿وَّظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ﴾ ''اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔'' یحموم۔حم کے بنیادی معنوں میں سے ایک معنی سیاہ ہونا بھی ہے اور حمة بمعنی کوئلہ، راکھ اور آگ میں جلی ہوئی ہر شے اور یحموم ایسے دھوئیں کو کہتے ہیں جو گرم بھی ہو، سیاہ بھی اور غلیظ بھی، یعنی دوزخ کی آگ سے جو سیاہ دھواں اٹھے گا وہ اس کے سایہ میں پناہ لینے جائیں گے۔(تفسیر تیسیر القرآن:361/4)(2) رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی مَا کُنۡتُمۡ بِهٖ تُکَذِّبُوۡنَ (۲۹) اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ (۳۰) لَّا ظَلِیۡلٍ وَّلَا یُغۡنِیۡ مِنَ اللَّهَبِ (۳۱) اِنَّهَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ کَالۡقَصۡرِ (۳۲) کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ (۳۳) وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ﴾ ''تم چلو اُس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ تم چلو

ایک سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلوں سے (بچانے کے) کام آ سکتا ہے۔ بلاشبہ وہ آگ محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی۔ گویا وہ زرد اُونٹ ہیں۔ اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔'' (المرسلات:29۔34)

﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ (44)﴾

''نہ ہی ٹھنڈا ہے اور نہ ہی باعزت ہے'' (44)

سوال: ﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ﴾ ''نہ ہی ٹھنڈا ہے اور نہ ہی باعزت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''نہ ہی ٹھنڈا ہے اور نہ ہی باعزت ہے'' یعنی نہ تو وہ سایہ ٹھنڈا ہے جو کہ سائے کا مقصد ہے کہ انسان اس میں سکون محسوس کرے اور نہ خوبصورت خوشگوار کہ آنکھوں کو اچھا لگے یعنی وہاں کوئی بھلائی نہیں ہوگی بلکہ غم اور گھبراہٹ ہوگی۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ (45)﴾

''اس سے پہلے بلاشبہ وہ نعمتوں میں پالے ہوئے تھے'' (45)

سوال: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ﴾ ''اس سے پہلے بلاشبہ وہ نعمتوں میں پالے ہوئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهُمْ﴾ ''یقیناً وہ'' یعنی وہ لوگ اتنی ہولناک سزاؤں کے مستحق کیوں بنیں گے؟ کن اعمال نے انہیں اس حالت تک پہنچا دیا؟ رب العزت نے فرمایا: (2) ﴿كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ﴾ ''اس سے پہلے تھے'' یعنی دنیا میں۔ (3) ﴿مُتْرَفِيْنَ﴾ ''وہ نعمتوں میں پالے ہوئے تھے'' یعنی نعمتوں میں پل رہے تھے۔ شہوتوں اور لذتوں میں گم، مست اور مگن تھے۔ دنیا کی لذتوں پر قربان تھے۔ (4) خوش حالی کی وجہ سے انسان غافل ہو جاتا ہے اور اگر تھوڑی سی غفلت اور ہو تو تکبر کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ غفلت اور تکبر حق کے معاملے میں ہوتا ہے۔ ایسے لوگ کبھی حق کو قبول نہیں کرتے۔

﴿وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ (46)﴾

''اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اِصرار کیا کرتے تھے'' (46)

سوال: ﴿وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اِصرار کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اِصرار کیا کرتے تھے'' حنث سے مراد ایسا گناہ ہے جس کا تعلق عہد و پیمان یا قسم توڑنے

سے ہو۔اور ایسے گناہ سب کے سب کبیرہ یا عظیم ہی ہوتے ہیں۔(تفسیر تیسیر القرآن)(2) یعنی عظیم گناہ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ (جامع البیان:200/27)(3) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ بڑا گناہ جس سے وہ توبہ نہیں کرتے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (النحل:38)

﴿وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۝ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ(47)﴾

''اور وہ کہا کرتے تھے:''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے،تو کیا واقعی ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہوں گے؟''(47)

سوال:﴿وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۝ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴾ ''اور وہ کہا کرتے تھے:''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہوں گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور وہ کہا کرتے تھے:''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے،تو کیا واقعی ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہوں گے؟'' وہ موت کے بعد جی اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بات عقل سے بعید تر ہے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟(2)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے،کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔'' (السجدہ:10)

﴿ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ (48)﴾

''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟''(48)

سوال:﴿ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ ''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وہ موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کیا ہمارے بزرگ بھی زندہ کئے جائیں گے؟

﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ(49)﴾

''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے''(49)

سوال:﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ﴾''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ﴾''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے'' آدم علیہ السلام سے لے کر تمہارے باپ دادا، تم اور تمہارے بعد میں آنے والی تمہاری اولاد اور آخری انسان تک سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔(ایسر التفاسیر:1527)

﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (50)﴾

''ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں۔''(50)

سوال:﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾''ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ﴾''یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں''تمام مخلوقات کے ختم ہو جانے کے بعد سب لوگ میدان حشر میں جمع کیے جانے والے ہیں۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ط ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا''۔(ہود:103)(3)﴿وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔(الکھف:47)(4)﴿اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾''ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر''یعنی ایک مقرر دن ان اعمال کی جزا و سزا دینے کے لیے جو دنیا میں کیے تھے سب کو اکٹھا کیا جائے گا۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ط وَمَنْ یُّؤْمِنْ م بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾''جب اجتماع کے دن کے لیے وہ تم سب کو جمع کرے گا، وہی ہار جیت کا دن ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، تو وہ اُس کی برائیاں اُس سے دور کر دے گا اور اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اُس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''(التغابن:9)(6)﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴾''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا''(النساء:87)

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ (51)﴾

''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو!''(51)

سوال:﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ﴾''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو!''اللہ تعالیٰ نے گمراہی اور تکذیب کو اُن کی شناخت بنا کر اسی سے انہیں پکارا ہے۔ (2)﴿الضَّآلُّوْنَ﴾''اے گمراہو!''جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے۔(3)﴿الْمُكَذِّبُوْنَ﴾''جھٹلانے والو!'' جو بعث اور جزا کو جھٹلاتے ہیں۔(ایسر التفاسیر 1527)(3)یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اور ہلاکت کا راستہ اختیار کیا اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حق کو اور وعدہ و وعید کو جھٹلایا۔

﴿لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (52)﴾

''یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو''(52)

سوال:﴿لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ﴾''یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو''زقوم بمعنی تھوہر کا درخت جس کے پتے چوڑے، موٹے، بڑے بڑے اور خاردار ہوتے ہیں۔ذائقہ میں نہایت کڑوا اور اس کا لعاب زہریلا ہوتا ہے۔بدن کے کسی حصے سے لگ جائے تو پھوڑے اور پھنسیاں نکل آتی ہیں۔(تفسیر تیسیر القرآن 362/4)(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (٦٤) طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ (٦٥)﴾''یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے۔اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں''(الصافات:64,65)(3)﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (٤٣) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (٤٤) كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ (٤٥) كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (٤٦)﴾''یقیناً زقوم کا درخت۔گناہ گار کا کھانا ہے۔پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح۔''(الدخان 43۔46)(4)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اگر تھوہر کا ایک قطرہ دنیا میں گرا دیا جائے تو ساری دنیا کے جانداروں کے اسباب زندگی یعنی خورد و نوش کی چیزیں تباہ کر دے،تب اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی تھوہر ہو؟''(ترمذی:2585)

﴿فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (53)﴾

''پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو۔''(53)

سوال:﴿فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾''پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھراسی سے پیٹ بھرنے والے ہو'' یعنی جو چیز اس گندے درخت کوکھانے پر مجبور کرے گی وہ شدید بھوک ہے جس سے ان کی آنتیں کٹی جارہی ہوں گی۔(2)اس کھانے سے وہ اپنی بھوک مٹائیں گے جو نہ ان کوموٹا کرے گا اور نہ بھوک مٹائے گا۔

﴿فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ (54)﴾

''پھراس پرکھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو''(54)

سوال:﴿فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ﴾''پھراس پرکھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھراس پرکھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو'' زقوم کھانے کے بعد وہ کھولتا ہوا پانی پئیں گے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (۵) لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ (۶) لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ (۷)﴾''کھولتے ہوئے چشمے سے اُنہیں پانی پلایا جائے گا۔سُوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا۔جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا۔(الغاشیہ:5۔7)

(2)کیا ہی بدترین مشروب ہے۔

﴿فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (55)﴾

''پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو۔''(55)

سوال:﴿فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾''پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو۔''الْهِيْمِ سے مراد ایک بیماری ہے جو اونٹوں کو لاحق ہوتی ہے،اس بیماری کی وجہ سے پانی پینے سے اونٹ کی پیاس نہیں بجھتی۔(تفسیر سعدی:2689/3)(2)وہ شدید پیاسے اونٹ کی طرح وہ پانی پئیں گے جس سے ان کی پیاس کبھی نہیں بجھے گی۔

﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (۵۶)﴾

''یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن۔''(56)

سوال :﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾''یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن'' جزا کے دن ان کی یہی مہمان نوازی ہوگی۔(2)یہ اس کا صلہ ہوگا جو زندگی میں انہوں نے اپنے لئے آگے بھیجا تھا۔(3)اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مہمان نوازی کے بارے میں فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (۱۰۷) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (۱۰۸)﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُن کی میزبانی کے لیے فردوس کی جنتیں ہیں۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔'' (الکھف:107۔108)

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ (57)﴾

''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے تو تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟'' (57)

سوال: ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ ''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے تو تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ﴾ ''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے'' یعنی تم اعتراف کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اس لیے کہ جب تم سے ہم سوال کرتے ہیں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اب یہ بتاؤ ﴿فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ ''تو تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟'' یعنی تم بعث اور دوسری زندگی کی تصدیق کیوں نہیں کرتے جب کہ وہ پہلی بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو اس کا اعادہ کرنے پر بھی وہ قادر ہے۔ یہ ہماری قدرت کی دلیل ہے۔ تم پہلے اس پر غور وفکر کرو۔ (ایسر التفاسیر:1574) (2) رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی کی عقلی دلیل دی ہے کہ جب ہم نے پیدا کیا ہے۔ تم ایک بار کی تخلیق کو مانتے ہو تو دوسری زندگی کی تصدیق کیوں نہیں کرتے!

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ (58)﴾

''تو کیا تم نے دیکھا کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو؟'' (58)

سوال: ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو کیا تم نے دیکھا کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو؟'' یعنی یہ بتاؤ کہ رحم میں انسان تم بناتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ کیا تم نے منی کے ذریعے تخلیق کی ابتدا پر غور کیا؟ کیا اس منی کے خالق تم ہو یا اس کے جو اس منی کو مختلف مراحل سے گزارنے کے بعد وجود میں آتا ہے۔ کیا تم خالق ہو یا اللہ تعالیٰ؟

﴿ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ (59)﴾

''کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' (59)

سوال: ﴿ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ﴾ ''کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿ءَ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ﴾ ''کیاتم اُسے پیدا کرتے ہو''یعنی کیا بچہ تم بناتے ہو؟(2)﴿اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ﴾ ''یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' یہ بتاؤ کہ انسان کا نطفہ بذاتِ خود کیا چیز ہے! وہ کن چیزوں سے بنتا ہے؟ جن چیزوں سے نطفہ بنتا ہے وہ زندہ تھیں یا مردہ؟ اور اس نطفے کے بننے میں یا بنانے میں تمہارا بھی کچھ عمل دخل یا اختیار تھا؟ پھر اس نطفہ کو رحم مادر میں ٹپکانے کی حد تک تو اختیار انسان کو ہے ۔اس کے بعد پھر کلی اختیار ختم ہو جاتا ہے۔نطفہ کا ایک قطرہ لاکھوں جراثیم یا کیڑوں پر مشتمل ہوتا ہے جو صرف طاقتور خوردبین سے نظر آسکتے ہیں۔اسی طرح رحم مادر میں نسوانی بیضہ کا وجود بھی خوردبین کے بغیر نظر نہیں آسکتا۔نطفہ کا ایک جرثومہ جب نسوانی بیضہ میں داخل ہوتا ہے پھر ان دونوں کے ملنے سے ایک چھوٹا سا زندہ خلیہ(cell)بن جاتا ہے۔یہی انسانی زندگی کا نقطہ آغاز ہے اور اس کا نام استقرار حمل ہے۔نطفہ ٹپکانے کی حد تک تو مرد کو اختیار ہے مگر یہ طاقت نہ مرد میں ہے نہ عورت میں، نہ دنیا کی کسی اور طاقت میں کہ وہ نطفہ سے حمل کا استقرار کر دے۔(3)پھر اس نقطہ آغاز سے ماں کے پیٹ میں بچے کی درجہ بدرجہ پرورش ہر بچے کی الگ الگ صورت گری، ہر بچے کے اندر مختلف ذہنی اور جسمانی قوتوں کو ایک خاص تناسب کے ساتھ رکھنا جس سے وہ امتیازی انسان بن کر اٹھے۔کیا یہ ایک خالق کے سوا کسی اور کا کام ہوسکتا ہے یا اس میں ذرہ برابر کسی اور کا عمل دخل ہے؟(4)پھر یہ فیصلہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ بچہ لڑکی ہو یا لڑکا؟ خوش شکل ہو یا بد شکل۔اس کے نقوش تیکھے ہوں یا بھرے۔طاقت ور قد کاٹھ والا ہو یا کمزور ونحیف اور تھوڑے وزن والا۔تندرست ہو یا اندھا بہرا لنگڑا ہو ،ذہین ہو یا کند ذہن۔یہ سب ایسی باتیں ہیں جو خالصتاً اللہ تعالیٰ خالق کائنات کے اختیار میں ہیں۔(5)کیا ان سب باتوں کو سمجھ لینے کے بعد بھی انسان یہ تصدیق نہیں کرسکتا کہ اسے پیدا کرنے والا اللہ رب العالمین ہی ہوسکتا ہے!(تیسیر القرآن:4/362,363)

﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ(60)﴾

''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔''(60)

سوال:﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾ ''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ﴾ ''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے''یعنی ہم نے موت کو تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور تم پر مقرر کر دیا ہے اور ہم نے ہر ایک کے لئے اجل مقرر کر دی ہے۔اس سے نہ ایک گھڑی پہلے آسکتی ہے نہ ایک گھڑی بعد میں۔(2)﴿وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾ ''اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں''موت پر اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں کرسکتا۔(3)اللہ تعالیٰ نے موت کی بات اس لئے کی ہے کہ ہر شخص کی موت کا جو وقت مقرر ہے اسے آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا۔یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ کسی کو بچپن میں، کسی

کو جوانی اور کسی کو بڑھاپے میں موت آتی ہے۔کوئی اللہ تعالیٰ کی بنائی تقدیر بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا۔انسان اپنی روزمرّہ زندگی میں اس کا تجربہ کرتا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے موت کے تذکرے سے انسان کو اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

﴿عَلٰٓی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (61)﴾

''اس سے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے۔''(61)

سوال:﴿عَلٰٓی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اس سے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلٰٓی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ﴾ ''اس سے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور پیدا کر دیں''یعنی تم جس صورت اور تخلیق میں ہو ہم اسے تبدیل کر سکتے ہیں۔(2)﴿وَنُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے'' یعنی تمہارے طریقہ تخلیق کو ہی یکسر بدل ڈالیں اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے۔پہلے تمہاری تخلیق ماں کے پیٹ میں ہوئی تھی دوبارہ تمہاری تخلیق زمین کے پیٹ میں ہوگی۔ماں کے پیٹ میں تمہارے تخلیقی مراحل اور قسم کے تھے۔(3) زمین کے پیٹ میں تمہارے تخلیقی مراحل، ان مراحل سے بالکل جداگانہ ہوں گے۔پہلے تم بچے کی صورت میں پیدا ہوئے تھے اور دوبارہ تم اس حالت میں پیدا ہوگے جس حالت میں تم مرے تھے اور اسی قدوقامت کے ساتھ پیدا ہوگے۔(4) پھر رحم مادر کی تخلیق کے بعد جو طبعی قوانین تمہارے لئے مقرر تھے دوسری بار کی پیدائش کے لئے طبعی قوانین بھی جداگانہ ہوں گے۔اس دنیا میں موت تمہارے لئے مقدر تھی اور موت سے فرار ممکن نہ تھا۔آخرت میں زندگی مقدر ہوگی اور موت کبھی نہ آئے گی۔(5) اس دنیا میں تمہاری آنکھوں کے سامنے غیب کے پردے حائل تھے۔اُس دنیا میں تمام حقائق واشگاف نظر آنے لگیں گے حتیٰ کہ انسان اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بھی مشرف ہو سکے گا۔اگر تم اپنی پہلی تخلیق کا بنظر غائر مطالعہ کر لو گے تو تمہیں دوسری تخلیق میں کوئی بات ناممکن نظر نہیں آئے گی۔(تیسیر القرآن:4/363۔364)

﴿وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ الۡاُوۡلٰی فَلَوۡلَا تَذَکَّرُوۡنَ (62)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اپنی پہلی پیدائش کو تم جانتے ہی ہو تو کیوں نہیں تم سبق حاصل کرتے؟''(62)

سوال:﴿وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ الۡاُوۡلٰی فَلَوۡلَا تَذَکَّرُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اپنی پہلی پیدائش کو تم جانتے ہی ہو تو کیوں نہیں تم سبق حاصل کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اپنی پہلی پیدائش کو تم جانتے ہی ہو''یعنی تم جانتے ہو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تو

کیسے تمہیں تکمیل تک پہنچایا اور اب تم کیسے ہو؟(2)﴿ فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیوں نہیں تم سبق حاصل کرتے؟'' تم جانتے ہو کہ جس ذات نے پہلی بار پیدا کیا وہ تمہاری موت اور فنا کے بعد تمہیں دوسری بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1573)(3) رب العزت نے فرمایا:﴿ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴾ ''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟''(مریم:67)(4)﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۷۷) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ط قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ (۷۹)﴾ ''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔''(یٰس:77۔79)(5)﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (۳۶) اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (۳۷) ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (۳۸) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (۳۹) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى (۴۰)﴾ ''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟ پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا۔ پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟''(القیامہ:36۔40)

﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ (63)﴾

''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟''(63)

سوال:﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟'' یعنی زمین کا جوتنا، اسے تیار کرنا پھر اس میں قاعدے سے بیج بکھیرنا تو تمہارا کام ہے پھر اس میں بکھرا ہوا بیج اگانا اور اسے پروان چڑھانا ہمارا کام ہے۔(السراج المنیر:2/1993)(2) یہ بتاؤ کہ بکھرا ہوا بیج تم اگاتے ہو۔ سخت اور بے جان زمین سے نرم و نازک کونپل جو زمین سے باہر آجاتی ہے اس کو تم باہر نکالتے ہو یا ہم! پھر اس کے پھول اور پھل تم اگاتے ہو یا ہم! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میں نے بویا کہہ سکتے ہو میں نے اگایا نہیں کہہ سکتے''۔(مسند بزار) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنا کر اس آیت کی تلاوت کی۔(3) یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر احسان ہے جس کے ذریعے سے وہ انھیں اپنی توحید، اپنی عبادت اور اپنی طرف رجوع کی دعوت دیتا ہے کہ اس نے ان کے لیے کھیتی باڑی اور باغات کو میسر کر کے انہیں نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کھیتی باڑی

اور باغات سے خوراک، رزق اور پھل مہیا ہوتے ہیں جوان کی ضرورت، حاجات اوران کے مصالح میں شمار ہوتے ہیں۔ان کا شکر ادا کرنا اوران کا حق ادا کرنا تو کجا، وہ ان نعمتوں کو شمار تک نہیں کر سکتے۔(تفسیر سعدی:2990/3)

﴿ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (64)﴾

''کیاتم ہی اس کو اگاتے ہو یا اگانے والے ہم ہیں؟''(64)

سوال:﴿ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾''کیاتم ہی اُس کو اُگاتے ہو یا اُگانے والے ہم ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''کیاتم ہی اُس کو اُگاتے ہو یا اُگانے والے ہم ہیں؟''یعنی تمہارا کام صرف زمین میں بیج ڈالنا ہے پھر اس کے بعد زمین کی تاریکیوں میں اس بیج پر جو تخلیقی مراحل آتے ہیں یا جو تغیرات واقع ہوتے ہیں ان کا نہ تمہیں علم ہے اور نہ ہی کچھ تمہارا دخل ہے۔دانہ سے نازک سی کونپل کیسے بنتی ہے اور اس نازک سی کونپل میں اتنا زور کہاں سے آتا ہے کہ وہ زمین کو پھاڑ کر باہر نکل آتی ہے۔بیج بے جان اور مردہ تھا۔اس سے جاندار نباتات پیدا ہوگئیں جو پھلتی پھولتی اور بڑھتی ہیں اور تمہارے لئے رزق کا سامان مہیا کرتی ہیں۔اب دیکھئے لاکھوں کی تعداد میں مردہ بیج زمین کے پیٹ میں دفن کئے جاتے ہیں۔پھر اس زمین کے قبرستان سے وہی مردہ بیج نئی زندگی اور نئی آن بان سے تمہارے سامنے پیدا ہو رہے ہیں۔پھر بھی تمہیں اس بات میں شک ہے کہ تم زمین میں دفن ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کئے اور زمین سے نکالے نہیں جا سکتے۔(تیسیر القرآن 364/4)(2) یعنی کیاتم نے اس کو اگا کر زمین سے نکالا ہے؟ کیاتم نے اس کو نشوونما دی ہے؟ کیاتم ہو جنھوں نے اس کے خوشوں اور اس کے پھل کو نکالا، یہاں تک کہ وہ تیار شکل میں اناج اور پکا ہوا پھل بن گیا؟ یا یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے جو یہ سب کچھ سرانجام دینے میں منفرد ہے اور اسی نے تمھیں ان نعمتوں سے نوازا ہے؟ تمھارے فعل کی غایت اور انتہا تو بس یہ ہے کہ تم زمین میں ہل چلاتے اور اسے پھاڑ دیتے ہو اور پھر اس میں بیج ڈال دیتے ہو، تمھیں کوئی علم نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے اور اس سے زیادہ پر تمھیں کوئی قدرت واختیار نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ فرمایا کہ کھیتی خطرات کی زد میں رہتی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کر کے، تمھاری گزران اور ایک مدت مقررہ تک استعمال کے لیے اسے باقی نہ رکھتا (تو یہ کھیتی کبھی محفوظ نہ رہتی۔)(تفسیر سعدی:2990/3)

﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ (65)﴾

''اگر ہم چاہیں تو ضرور اُس کو ریزہ ریزہ کر دیں۔پھر تم تعجب سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ۔''(65)

سوال:﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ﴾''اگر ہم چاہیں تو ضرور اُس کو ریزہ ریزہ کر دیں۔پھر تم تعجب سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ضرور اس کو کر دیں'' اگر ہم چاہتے تو کاشت کی گئی کھیتی کو مضبوط تنے پر کھڑا ہونے سے پہلے اور پھل کے پکنے سے پہلے ہی۔(2)﴿حُطَامًا﴾ ''ریزہ ریزہ'' اسے ریزہ ریزہ کر کے دکھا دیتے جس میں کوئی فائدہ نہیں۔(3)﴿فَظَلْتُمْ﴾ ''پھر تم رہ جاؤ'' پھر کھیتی کے سوکھ جانے پر اس پر کئے جانے والے اخراجات اور مشقت کی وجہ سے تم ہو جاتے۔(4)﴿تَفَكَّهُوْنَ﴾ ''تعجب سے باتیں ہی بناتے'' حسرت میں مبتلا ہونے والے یعنی تم افسوس کرتے اور باتیں بناتے رہ جاتے۔(5)اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے اختیار کا شعور دلایا ہے کہ دیکھو جب کھیتی پک جاتی ہے اور تم اُس سے اُمیدیں باندھ لیتے ہو، اُس وقت کون ہے جو اُسے ریزہ ریزہ کر سکتا ہے اور اگر وہ ریزہ ریزہ کر دے تو تم اپنی بے اختیاری پر باتیں بنانے کے سوا کر ہی کیا سکتے ہو؟ کرنے والا اپنے اختیار کا بے دریغ استعمال کر سکتا ہے۔(6)تفکھہ یعنی ملامت کرنا اور پچھتانا یعنی یا تو تم بیج کے برباد ہو جانے پر پچھتاتے یا گناہوں پر نادم ہوتے کہ ہمارے عملوں کی شامت ہمارے سامنے آئی۔(السراج المنیر :2/1992)

﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (66)﴾

''یقیناً ہم پر تو ضرور تاوان ڈال دیا گیا''(66)

سوال:﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم پر تو ضرور تاوان ڈال دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً ہم پر تو ضرور تاوان ڈال دیا گیا'' یعنی تم کہتے کہ ہائے ہماری شامت! ہمارا تو بیج بھی واپس نہ لوٹا اور ہم محنت کر کے تھک کے بیٹھ گئے اور سرمایہ الگ غارت ہوا۔ہم پر تاوان پڑ گیا کاش کہ ہم بیج نہ ڈالتے۔ہمیں کس بات کی سزا ملی اور کیوں برباد کیا گیا۔(السراج المنیر :2/1993)(2)یعنی ہم نے نقصان اٹھایا اور اس مصیبت نے ہمیں ہلاک کر دیا۔

﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (67)﴾

''بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے۔''(67)

سوال:﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے'' یعنی تم یہ کہتے کہ ہمارے حصے کچھ بھی نہ آیا ہم تو محروم ہی ہو کر رہ گئے۔

﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ (68)﴾

''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟''(68)

سوال: ﴿ اَفَرَءَ یۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اَفَرَءَ یۡتُمُ الۡمَآءَ ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی''یعنی کبھی تم نے پانی پر غور کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ ﴿الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ﴾ ''جو تم پیتے ہو؟''یعنی وہ پانی جو تمہاری زندگی کی ناگزیر ضرورت ہے۔جو تمہارا مشروب ہے۔یہ پانی تمہارے لئے قابل استعمال کیسے بنایا جاتا ہے۔اس کا حاصل کرنا آسان ہے۔اگر رب العزت نے اس کا حصول مشکل بنایا ہوتا تو تمہاری زندگی کس قدر مشکلات کا شکار ہو جاتی۔(2)اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے بندوں کو طعام کی نعمت سے نوازا ہے تو اس نے اس خوشگوار شیریں پانی کی نعمت کا بھی ذکر فرمایا جسے وہ پیتے ہیں،اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو حاصل کرنا آسان اور سہل نہ بنایا ہوتا تو اس کے حصول کا تمھارے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔وہی ہے جس نے بادل میں سے اس کو نازل کیا۔اللہ تعالیٰ ہی بارش نازل کرتا ہے۔پھر روئے زمین پر اور زمین کے نیچے،اس پانی سے بہتے ہوئے دریا اور ابلتے ہوئے چشمے بن جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2991/3)

﴿ءَ اَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡهُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ (69)﴾

کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟(69)

سوال: ﴿ءَ اَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡهُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ ﴾ ''کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ءَ اَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡهُ مِنَ الۡمُزۡنِ ﴾ ''کیا اُسے (بادلوں) سے تم نے نازل کیا ہے''یعنی کیا یہ پانی جو بارش کی صورت میں نازل ہوتا ہے اس کے لئے تم انتظام کرتے ہو؟ سمندروں کے کھارے پانی کو آبی بخارات میں تبدیل کرنے کا انتظام آپ نے بنایا؟ یا اس عمل کے لئے کچھ تمہارا حصہ بھی شامل ہے؟(2)سورج کس کے حکم کا پابند ہے جس کی حرارت کی وجہ سے بخارات اٹھتے ہیں۔وہ کون ہے جو بخارات کو بادلوں میں تبدیل کرتا ہے؟ کہیں آپ کا حصہ بھی ہے؟ اس وقت جب یہ بادل اپنے اندر کا پانی بارش کی صورت میں برساتے ہیں اس وقت تمہاری کسی کوشش کا دخل ہوتا ہے؟(3)﴿ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ﴾ ''یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟'' مان لو کہ وہی ہے جو کھارے پانی کو سورج کی حرارت سے آبی بخارات میں تبدیل کرتا ہے۔وہی ہے جو بخارات کو بادلوں میں اور بادلوں سے بارش میں برساتا ہے۔یہ water cycle ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے۔وہی بارش برساتا ہے اور پھر زمین کے اوپر اور نیچے اس پانی سے چشمے اور دریا تمہارے لئے بہاتا ہے۔(4)رب العزت نے فرمایا:﴿ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمۡ مِّنۡهُ شَرَابٌ وَّمِنۡهُ شَجَرٌ فِیۡهِ تُسِیۡمُوۡنَ ﴾ ''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اس میں سے تمہارے لیے پینا ہے اور اسی سے پودے ہوتے ہیں جن میں تم (جانور) چراتے ہو۔''(النحل:10)

﴿لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰهُ اُجَاجًا فَلَوۡلَا تَشۡكُرُوۡنَ (70)﴾

''اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنادیں پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟'' (70)

سوال: ﴿لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰهُ اُجَاجًا فَلَوۡلَا تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنادیں پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰهُ اُجَاجًا﴾ ''اگر ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنادیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے پانی کو میٹھا خوشگوار اور شیریں بنایا اگر وہ چاہتا تو اسے کڑوا بنادیتا تو آب ماہی کے قابل ہوتا، نہ پینے کے قابل۔ (2) ﴿فَلَوۡلَا تَشۡكُرُوۡنَ﴾ ''پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟'' پھر تم اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جو اس نے تمہیں عطا کی ہے۔ (3) رسول اللہ ﷺ پانی پی کر یہ دعا فرماتے تھے۔ ﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَهٗ عَذْبًا فُرَاتًا، وَلَمْ یَجْعَلْهُ اُجَاجًا﴾ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا اور صاف بنادیا اور اسے کڑوا نہیں بنایا۔ (ابن ابی دنیا:70)

﴿اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ (71)﴾

''تو کیا تم نے وہ آگ دیکھی ہے جو تم سلگاتے ہو؟'' (71)

سوال: ﴿اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ﴾ ''تو کیا تم نے وہ آگ دیکھی ہے جو تم سلگاتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ﴾ ''تو کیا تم نے وہ آگ دیکھی ہے'' تیسری نعمت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے رب العزت نے فرمایا کہ کبھی تم نے آگ پر غور کیا ہے؟ جسے تم جلاتے ہو اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہو۔ دوسری کوئی مخلوق آگ سے یہ فوائد حاصل نہیں کرسکتی۔ (2) یہ ایک ایسی نعمت ہے جو ضروریات زندگی میں داخل ہے جس سے مخلوق مستغنی نہیں رہ سکتی کیونکہ اپنے بہت سے امور اور حوائج میں اس کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے آگ کی نعمت کو متحقق کیا ہے کس کو اس نے درختوں کے اندر وجود بخشا مخلوق میں یہ قدرت نہ تھی کہ وہ اس درخت کو پیدا کرتے۔ یہ تو اللہ ہی ہے جس نے سرسبز درخت سے آگ کو پیدا کیا، تب یکا یک یہ بندوں کی ضرورت کے مطابق جل اٹھتی ہے، جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوتے ہیں تو اس کو بجھا دیتے ہیں۔ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿نِ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡهُ تُوۡقِدُوۡنَ (80)﴾ ''جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے پھر اچانک تم اُس سے آگ جلاتے ہو۔'' (یسین:79,80)

﴿ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ (72)﴾

''کیاتم نے اُس کا درخت پیدا کیا؟ یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟''(72)

سوال:﴿ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ﴾ ''کیاتم نے اُس کا درخت پیدا کیا؟ یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا﴾ ''کیاتم نے اُس کا درخت پیدا کیا؟''یعنی آگ کے لئے درخت تم نے ایجاد کئے؟ وہ تم ہو جنہوں نے سرسبز درخت سے آگ کو پیدا کیا۔(2)﴿اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ﴾ ''یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ درخت جس سے تم آگ سلگاتے ہو،اس کی پیدائش میں تمہارا حصّہ کیا ہے؟تم اس درخت کو پیدا کرنے والے ہو یا ہم؟اختیار تمہارا ہے یا ہمارا؟قدرت تمہاری ہے یا ہماری؟اللہ تعالیٰ نے عام زندگی کے تجربے سے انسان کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ (73)﴾

''ہم ہی نے اُسے نصیحت اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز بنایا ہے۔''(73)

سوال:﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ ''ہم ہی نے اُسے نصیحت اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً﴾ ''ہم ہی نے اُسے نصیحت بنایا''یعنی ہم نے اس آگ کو یاددہانی کرنے والی بنایا۔اسے دیکھ کر جہنم کی آگ یاد کرو۔(2) یہ آگ اللہ تعالیٰ کی یاددہانی کا ایسا عصا ہے جو اس کے بندوں کو جنت کی طرف ہانکتا ہے۔(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تمہاری آگ (کی گرمی) جہنم کی آگ کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے'' عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! دنیا کی آگ ہی جلانے کے لیے کافی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:''وہ اس پر انہتر حصے بڑھا دی گئی ہے، ہر ایک حصہ اسی کے برابر گرم ہے''(بخاری:3265)(4) درختوں کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے،جن کی پیدائش میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں۔(5)﴿مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ '' اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز''یعنی مسافروں اور فائدہ اٹھانے والوں کے لئے زندگی کا سامان بنادیا۔(6) مقوین کہتے ہیں ان لوگوں کو جو رزق کی تلاش میں ادھر ادھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔(7) مقوین کے اصلی معنی قواء یعنی بیابان میں ٹھہرنے یا رہنے والے لوگ ہیں جیسے مسافر یا خانہ بدوش۔کوئی شک نہیں کہ آگ کی ضرورت ہر ایک کو پڑتی ہے لیکن ان لوگوں کو اس سے زیادہ کام لینا پڑتا ہے خصوصاً سردی کے موسم میں۔اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔(ابن کثیر)(8) رسول اللہ ﷺ نے جن تین چیزوں کو عام رکھنے اور ان سے کسی کو نہ روکنے کا حکم دیا ہے ان میں پانی اور گھاس کے علاوہ آگ بھی ہے۔(سنن ابوداؤد)

﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ (74)﴾

''چنانچہ آپ اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کریں۔''(74)

سوال:﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ﴾''چنانچہ آپ اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَبِّحۡ﴾''چنانچہ آپ تسبیح کریں''اللہ تعالیٰ نے تسبیح کرنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ ربّ عظیم ہے،نقص سے پاک ہے اورانسان نقص والا ہے۔(2)﴿بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ﴾''اپنے ربِ عظیم کے نام کی''یعنی اپنے رب عظیم کی تنزیہہ بیان کیجئے جو اسماء وصفات میں کامل اور بے پایاں احسانات اور بھلائیوں کا مالک ہے۔اپنے دل،زبان اور جوارح کے ساتھ اس کی حمد وستائش بیان کیجئے کیونکہ وہ اس کا اہل اوراس بات کا مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے،اس کی ناشکری نہ جائے،اس کو یاد رکھا جائے،اس کو فراموش نہ کیا جائے اوراس کی اطاعت کی جائے،نافرمانی نہ کی جائے۔(تفسیر سعدی:2992/3)(3)یعنی تمہیں چاہیے کہ اتنی بڑی وسیع قدرت والے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہو جس نے اپنی ہمہ گیر قدرت سے یہ متضاد چیزیں پیدا کر کے تمہیں عیش وآرام پہنچایا۔آسمان سے صاف،میٹھا اور خالص پانی برسایا۔اگر وہ چاہتا تو اس پانی کو سمندر کے پانی کی طرح کڑوا بنا دیتا اور پتھروں میں،لوہے میں،اور دھاتوں میں اور سرسبز ٹہنیوں میں آگ ودیعت فرمادی۔جسے انسان کے استعمال کے قابل بنایا کہ وہ اس سے اپنی دنیوی زندگی میں ہر طرح کا فائدہ اٹھاتے اور اسے دیکھ کر جہنم کی آگ یاد کر کے اپنی اخروی زندگی سنوار لے۔(سراج منیر:1994/2)

رکوع نمبر16

﴿فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ (75)﴾

''پس نہیں!میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی''(75)

سوال:﴿فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ﴾''پس نہیں!میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَاۤ﴾سے مراد کسی بات کی نفی ہے اور یہ وہی بات ہے جو مکہ میں ہر طرف سے کہی جارہی تھی کہ قرآن کہانت ہے یا جادو یا شاعری ہے۔یہاں یہ کہا گیا ہے کہ نہ یہ شاعری ہے،نہ جادو ہے،نہ کہانت بلکہ میں تاروں کے مقامات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ قرآن بڑا عظیم ہے۔(2)﴿اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ﴾''میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کی اوران کی منازل،یعنی ان کے غروب کے مقامات اوران کے سقوط کی جگہ کی قسم کھائی ہے۔علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ان حوادث کی قسم کھائی ہے جو ان اوقات میں واقع ہوتے ہیں جو اس کی عظمت،اس کی کبریائی اوراس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں۔

(تفسیر سعدی:3/2693)(3)مواقع النجوم کامعنی ستاروں کے گرنے کی جگہ بھی ہوسکتا ہے۔فضائے بسیط میں بے شمار سیارے ایسے ہیں جو ہر وقت ٹوٹتے اور گرتے رہتے ہیں۔اوراس کا دوسرا معنی ستاروں کے ڈوبنے کی جگہ بھی اوروقت بھی ۔یعنی افق مغرب جہاں ہمیں ستارے ڈوبتے نظر آتے ہیں یا صبح کی روشنی کے نمودار ہونے کا وقت ،جب ستارے غائب ہوجاتے ہیں،جو معنی بھی لیے جائیں اس سے مراد ستاروں کی گردش اوراپنے اپنے مدارات میں سفر کرنے کا وہ پیچیدہ اورحیران کن مربوط اورمنظّم نظام ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:4/365,366) (4) تاروں اور ستاروں کے مواقع (مقامات ومنازل) کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عالم بالا میں اجرام فلکی کا نظام نہایت محکم اور مضبوط ہے۔ویسا ہی مضبوط اور محکم یہ کلام بھی ہے۔جس خدا نے وہ نظام بنایا ہے،اسی خدا نے یہ کلام بھی نازل کیا ہے۔کائنات کی بیشمار کہکشاؤں اوران کے اندر بے حدوحساب تاروں اور سیاروں میں جو کمال درجہ ربط ونظم قائم ہے اسی طرح یہ کتاب بھی ایک کمال درجہ منظّم اور مضبوط ضابطہ حیات پیش کرتی ہے۔جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مفصل ہدایات دی گئی ہیں حالانکہ یہ نظام فکر 23 سالہ دور نبوت میں پھیلا ہوا ہے۔(تفسیر ترجمان القرآن:3/443,444) (5) کسی چیز کی قسم کھانا اس کی عظمت کی دلیل ہے۔ اس اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن حکیم کے بارے میں آپ لوگوں کا گمان غلط ہے۔یہ عزت والا قرآن ہے۔

﴿ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ (76) ﴾

''اور یقیناً وہ اگر تم جانتے ہو تو واقعتاً ایک بہت بڑی قسم ہے'' (76)

سوال:﴿ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴾''اور یقیناً وہ اگر تم جانتے ہو تو واقعتاً ایک بہت بڑی قسم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ ﴾''اور یقیناً وہ واقعتاً ایک قسم ہے''یعنی وہ عظیم قسم ہے اور قسم کھانے والا عظیم ہے اور یہ اس کا قول ہے۔(2)﴿لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ﴾''اور یقیناً وہ اگر تم جانتے ہو تو بہت بڑی''اور یہ قسم صرف اس لیے عظمت کی حامل ہے کہ ستاروں،ان کی رفتار اوران کے غروب کے مقامات میں ان کے سقوط کی جگہوں میں بہت سی نشانیاں اور عبرتیں ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔جس امر پر قسم کھائی گئی ہے،وہ ہے قرآن کا اثبات،نیز یہ کہ قرآن حق ہے جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ۔یہ کریم ہے،یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہت زیادہ علم والا ہے،ہر بھلائی اور ہر علم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2693)(3)اگر تمہیں اس کی عظمت اور قدر معلوم ہو تو جواب قسم کو بھی عظیم سمجھو اور قرآن کے رب کی طرف سے اتارے جانے میں قطعی شک نہ کرو۔(السراج المنیر :2/1995)

﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (77)﴾

''یقیناً وہ بلاشبہ قرآن ہے،بڑی عزت والا ہے'' (77)

سوال:﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴾ ''یقیناً وہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''یقیناً وہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے'' یعنی یہ باطل پرستوں کے قول کے مطابق شاعری، جادوگری یا جھوٹ نہیں ہے۔(ایسر التفاسیر:1526)(2) یہ قرآن کریم ہے۔ بڑی عزت والا ہے اور یہ عزت والی لوح محفوظ میں درج ہے جس کی فرشتے بھی بہت عزت کرتے ہیں۔(3) زہری نے کہا کہ کریم جامع نام ہے جس کی تعریف کی جائے۔ قرآن کریم ہے، اس کی تعریف کی جاتی ہے اس بنا پر کہ اس میں ہدایت ہے، روشن دلائل، علم اور حکمت ہے، فقیہہ اس سے استدلال اور استنباط کرتے ہیں، دانا اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اور ادیب اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس سے تقویٰ حاصل کرتے ہیں۔ ہر عالم اس کو حاصل کرتا ہے اور اس کے علم کی بنیاد یہی ہے۔(تفسیر مراغی:414/9)(4) مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو عزت دی کیونکہ یہ اس کا کلام ہے۔(معالم التنزیل:289/4)(5) یہ بلند پایہ کتاب ہے جو اللہ رب العزت نے انسانوں کی ہدایت اور فلاح کے لیے نازل فرمائی ہے۔

﴿ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ (78) ﴾

''ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے''(78)

سوال:﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴾ ''ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے'' یعنی یہ قرآن لوح محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے جو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ اور ملاء اعلیٰ میں فرشتوں کے ہاں قابل عظمت ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ کتاب ہو جو ان فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی وحی اور رسالت کے لیے نازل کرتا ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ کتاب شیاطین سے مستور ہے۔ شیاطین کو اس میں تغیر وتبدل، کمی بیشی اور چوری کرنے کی قدرت حاصل نہیں۔(تفسیر سعدی:2693/3)

﴿لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (79)﴾

''جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا''(79)

سوال:﴿لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ ''جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا'' اس کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ پاکیزہ لوگوں سے مراد فرشتے ہیں یعنی یہ کتاب قرآن کریم لوح محفوظ میں ثبت ہے اور وہاں سے پاکیزہ فرشتے ہی اسے لاکر رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے مضامین ومطالب تک رسائی صرف ان لوگوں کی ہوسکتی ہے جن کے خیالات پاکیزہ

ہوں، کفر وشرک کے تعصّبات سے پاک ہوں، عقل صحیح اور قلب سلیم رکھتے ہوں۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں یا چھونا چاہیے۔ مشرک اور ناپاک لوگوں کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے۔ اسی آیت سے بعض علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ بے وضو لوگوں کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے۔ لیکن راجح تر بات یہی ہے کہ بے وضو بھی قرآن کو چھو سکتا اور تلاوت کر سکتا ہے۔ صرف جنبی اور حیض ونفاس والی عورت قرآن کو چھو نہیں سکتے جب تک پاک نہ ہوں۔ البتہ حیض ونفاس والی عورت زبانی قرآن پڑھ بھی سکتی ہے اور پڑھا بھی سکتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 366/4) (2) یعنی قرآن کریم کو صرف ملائکہ کرام ہی چھوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام آفات، گناہوں اور عیوب سے پاک کیا ہے۔ جب قرآن کو پاک ہستیوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا اور ناپاک اور شیاطین اس کو چھو نہیں سکتے تو آیت کریمہ تنبیہاً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پاک شخص کے سوا کسی کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2693/3)

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (80)﴾

''تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے'' (80)

سوال: ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے'' نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یعنی یہ قرآن اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ وہ ویسا نہیں ہے جو وہ کہتے ہیں کہ یہ جادوگری، کہانت یا شاعری ہے بلکہ وہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں اور نہ اس کے ماوراء کوئی نفع دینے والا حق ہے۔ (الاساس: 5701/10) (2) یہ قرآن جوان صفات جلیلہ سے موصوف ہے، رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے جو دینی اور دنیاوی نعمتوں کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تربیت کرتا ہے، وہ جلیل ترین چیز جس کے ذریعے سے اس نے اپنے بندوں کی تربیت کی، اس قرآن کو نازل کرنا ہے جو دونوں جہانوں کے مصالح پر مشتمل ہے، جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایسا رحم فرمایا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ ان پر واجب ہے کہ وہ اس قرآن کو قائم کریں، برسر عام اس کا اعلان کریں، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اور اس کو کھلم کھلا بیان کریں۔ (تفسیر سعدی: 2693,2694/3) (3) قرآن مجید میں جو صداقت ہے اس سے زیادہ کوئی صداقت ہو نہیں سکتی۔

﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ (81)﴾

''تو کیا تم اس کلام سے بے اعتنائی برتنے والے ہو؟'' (81)

سوال: ﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾ ''تو کیا تم اس کلام سے بے اعتنائی برتنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ﴾ یعنی قرآن۔(2)﴿اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾ ''تم اس سے بے اعتنائی برتنے والے ہو؟''یعنی تم نے جھٹلانے والوں کے لیے نرمی اختیار کر لی ہے جس سے ان کے دل اس کو جھٹلانے اور اس کا انکار کرنے سے بھر گئے ہیں۔(ایسر التفاسیر :1576)(3)مدھنون۔دھن بمعنی روغن، تیل، چکنائی اور ادھن بمعنی کسی چیز کو تیل لگا کر نرم کرنا۔مداہنت کے کئی معنی ہیں۔مثلاً کسی بات میں لچک پیدا کر لینا۔ڈھیلا پڑنا۔منافقت کا رویہ اختیار کرنا۔کسی چیز کو اپنی سنجیدہ توجہ کے قابل ہی نہ سمجھنا۔(تفسیر تیسیر القرآن:4/366)(4)یعنی کیا تم اس کتاب عظیم اور ذکر حکیم کو مخلوق کے خوف، ان کی عار اور ان کی زبانوں کے ڈر سے چھپاتے ہو؟ایسا کرنا مناسب ہے نہ لائق شان ہے۔لائق شان اور مناسب تو یہ ہے کہ اس بات میں مداہنت کی جائے جس کے بارے میں انسان کو وثوق حاصل نہ ہو۔رہا قرآن کریم تو یہ ایسا حق ہے کہ جب بھی کوئی مقابلہ کرنے والا اس قرآن کے ذریعے سے مقابلہ کرتا ہے تو یہی غالب آتا ہے اور کوئی بھی حملہ آور اگر اس قرآن کے ساتھ حملہ کرتا ہے تو یہ اپنے مدمقابل کے مقابلے میں کامیاب رہتا ہے۔قرآن ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں مداہنت کی جائے نہ اسے چھپایا جائے بلکہ برسر عام اس کا اعلان کیا جائے۔(تفسیر سعدی:3/2694)

﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (82)﴾

''اور تم اپنا حصہ یہی ٹھہراتے ہو کہ یقیناً تم اسے جھٹلاتے رہو''(82)

سوال:﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ '' اور تم اپنا حصہ یہی ٹھہراتے ہو کہ یقیناً تم اسے جھٹلاتے رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ﴾ '' اور تم اپنا حصہ یہی ٹھہراتے ہو''یعنی تم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے۔(2)﴿اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''یقیناً تم اسے جھٹلاتے رہو''یعنی تم اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتے ہو کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی۔(3)سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تم اپنے رزق کا شکریوں ادا کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو کہ مینہ ہم پر فلاں پچھتر اور فلاں ستارے کے سبب سے برسا ہے۔(ترمذی۔ابواب التفسیر)

﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ (83)﴾

''پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے''(83)

سوال:﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ﴾ ''پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے''یعنی ایک شخص جو اپنی زندگی کے اختتام کو پہنچ گیا۔سکرات کا عالم ہے، آخری

سانسیں ہیں۔روح حلق تک آن پہنچی ہے۔اردگرد سب بیٹھے حسرت سے دیکھ رہے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (26) وَقِيْلَ مَنْ سكنة رَاقٍ (27) وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (28) وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (29) اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ (30)﴾ ''ہرگزنہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اورکہاجائے گا:''کون ہے دم کرنے والا؟''اوروہ یقین کرے گا کہ یقیناً اب جدائی کا وقت ہے۔اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی۔اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے۔''(القیامۃ:26۔30)(2)سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہاہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے۔ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اورہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں(نہایت پرسکون اور خاموشی سے بیٹھے تھے) آپ ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ اس سے زمین کریدرہے تھے آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ اللہ سے عذاب قبر کی امان مانگو۔آپ نے یہ دو یا تین بار فرمایا۔پھر فرمایا کی بندہ مومن جب سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے''جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں'' آتے ہیں،ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی حنوط ہوتی ہے،تاحد نگاہ وہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ !اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف نکل چل،چنانچہ اس کی روح اس طرح بہہ کر نکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے، ملک الموت اسے پکڑ لیتے ہیں اور دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کی روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ ان سے لے کر اسے کفن میں لپیٹ کر اس پر اپنی لائی ہوئی حنوط مل دیتے ہیں،اور اس کے جسم سے ایسی خوشبو آتی ہے جیسے مشک کا ایک خوشگوار جھونکا جو زمین پر محسوس ہو سکے۔اور جب کوئی کافر شخص دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کہ قریب ہوتا ہے تو اس کہ پاس آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے اتر کر آتے ہیں جن کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں،وہ تاحد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس خبیثہ !اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے کی طرف چل، یہ سن کر اس کی روح جسم میں دوڑنے لگتی ہے،اور ملک الموت اسے جسم سے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے گیلی اون سے سیخ کھینچی جاتی ہے،اور اسے پکڑ لیتے ہیں،فرشتے ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی اسے ان کے ہاتھ نہیں چھوڑتے اور اس ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں،اور اس سے مردار کی بدبو جیسا ایک ناخوشگوار اور بدبودار جھونکا آتا ہے۔(مسند احمد:18733)

﴿وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ (84)﴾

''اورتم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو''(84)

سوال:﴿وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ﴾''اورتم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اورتم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو''یعنی موت کے وقت تم اپنے مریض کے پاس بیٹھے سکرات موت کو دیکھ رہے ہوتے ہو۔ (2)یعنی تم اس وقت اللہ تعالیٰ کے اختیار،اس کے حکم اوراس کی بادشاہت کو میت میں دیکھ رہے ہوتے ہو۔

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (85)﴾

''اورہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے'' (85)

سوال:﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اورہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ﴾ ''اورہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں'' یعنی ہم اپنے فرشتوں اوراپنے علم اوراپنی قدرت کے ذریعے تم سے زیادہ مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں۔(2)﴿وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''لیکن تم نہیں دیکھ سکتے''لیکن تم فرشتوں کو دیکھ نہیں سکتے۔(3)اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں۔یہاں آکر انسان کے علم اورقدرت کی حدود ختم ہوجاتی ہیں،جھگڑا ختم ہوجاتا ہےاورانسان زبانِ حال سے اعتراف کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ محدودقوت کا مالک ہے۔(4)﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (٦١) ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ ط اَلَا لَهُ الْحُكْمُ قف وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ (٦٢)﴾ ''اوروہ اپنے بندوں پر غالب ہےاوروہ تم پرنگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے،ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کرلیتے ہیں اوروہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ پھروہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جوان کا حقیقی مالک ہے،سُن لو!حکم اُسی کا ہےاوروہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔''(الانعام:61,62)

﴿فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ (86)﴾

''سوکیوں نہیں!اگرتم کسی کے محکوم نہیں ہو'' (86)

سوال:﴿فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ﴾ ''سوکیوں نہیں!اگرتم کسی کے محکوم نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''سوکیوں نہیں!اگرتم کسی کے محکوم نہیں ہو''یعنی اگرتم سب حساب دینے والے نہیں ہواورتمہیں تمہارے اعمال کی جزا نہیں ملنی۔ (2)یہ سوال ایسے موقع پر کیا گیا ہے جب انسان کی روح بھی اعتراف کرلیتی ہے کہ میری قوت محدود ہے،کوئی لامحدودقوت والا ہے جس کا مجھ پراورمجھ جیسوں پر پورااختیار ہے۔ایسے موقع پر کہا گیا کہ تم اگرکسی کے محکوم نہیں ہواور اپنی بات میں سچے ہوتو اس جان

کولوٹالاؤ۔(3)یعنی بھلاجب تم اس زعم باطل میں مبتلا ہو کہ تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا نہ تمھارا حساب کتاب کر کے تمھیں جزاوسزادی جائے گی تو تم روح کو بدن میں واپس کیوں نہیں لے آتے۔(تفسیر سعدی:2694/3)

﴿تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (87)﴾

''اگر تم اس میں سچے ہو تو اس جان کو واپس لوٹالاتے''(87)

سوال:﴿تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾''اگر تم اس میں سچے ہو تو اس جان کو واپس لوٹالاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَرْجِعُوْنَهَا﴾''تو اس جان کو واپس لوٹالاتے''یعنی اگر موت کے بعد کی زندگی اور جزاسزا کو نہیں مانتے تو روح کو نکلنے کیوں دیتے ہو۔اسے واپس کیوں نہیں لاتے۔(2)جب تمہارا موت اور زندگی میں کوئی دخل نہیں تو موت کے بعد کی زندگی کو کیوں نہیں مانتے؟ (3)﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾''اگر تم اس میں سچے ہو''موت کے وقت تم سچائی کے تجربے سے گزرتے ہو۔میت کا مشاہدہ تمہیں یقین دلاتا ہے کہ اس بدن میں روح ڈالنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اپنے حکم سے اسے نکلوا رہا ہے۔تمہیں اپنی بے بسی کا یقین بھی آجاتا ہے تو پھر محمد ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے مان کیوں نہیں لیتے؟اس کا اقرار کرلو۔اگر نہیں مانو گے تو دیکھ لو ایسے ہی تم نے بھی اپنے رب کے پاس چلے جانا ہے۔پھر سوچو تمہارا کیا انجام ہوگا؟

﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۸۸)﴾

''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے''(88)

سوال:﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے''اللہ رب العزت نے اس سورت کے آغاز میں جن تین گروہوں کا ذکر فرمایا تو آخر میں موت کے وقت کا ذکر کیا جب بندہ اپنے انجام کو پہنچتا ہے اس وقت کیا کیفیت ہوگی؟حقیقت یہ ہے کہ کسی راستے کا تعین اس کے انجام کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔(2)رب العزت نے فرمایا:اگر مرنے والا مقرب بندوں میں سے ہوگا یعنی وہ اپنی زندگی میں واجبات ومستحبات پر عمل کرنے والا اور حرام اور مکروہ اور بے فائدہ مباحات سے بچنے والا ہوگا۔(3)اللہ تعالیٰ کے قرب کے راستوں میں سے پہلا راستہ واجبات کا ہے پھر مستحبات کا اور قرب کے لیے حرام اور مکروہات اور بے فائدہ کاموں سے اجتناب ضروری ہے۔

﴿فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ (89)﴾

''تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے'' (89)

سوال: ﴿ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴾ ''تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَرَوْحٌ ﴾ ''تو راحت'' مقرب لوگوں کے لیے راحت، سرور اور قلبی، ذہنی اور روحانی نعمتیں ہوں گی۔ (2) ﴿ وَّرَيْحَانٍ ﴾ ''اور خوشبودار پھول'' اس سے مراد معروف خوشبو ہے۔ (3) ﴿ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴾ ''اور نعمت والی جنت ہے'' یعنی اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان نے ان کا تصور کیا ہے۔ (4) مقربین کو سکرات موت کے وقت فرشتے مبارک دیتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں کہ تم راحت اور سرور کی زندگی کی طرف چلو۔ ﴿ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۷) ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۸) فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ (۲۹) وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (۳۰) ﴾ ''اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ، راضی ہونے والی، پسند کی ہوئی ہو۔ چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (الفجر:27۔30) (5) ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۳۰) نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۳۱) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (۳۲) ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (حم السجدہ:30۔32)

﴿ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (90) ﴾

''اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو'' (90)

سوال: ﴿ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴾ ''اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو'' اصحاب الیمین وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کو ادا کیا اور اس کے حرام کردہ امور کو ترک کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے کچھ حقوق کے بارے میں کوتاہی ہوئی لیکن اس سے ان کے ایمان میں جو کمی آئی وہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کے ذریعے اور بعد میں نیک اعمال کے ذریعے پوری کر لی۔ (2) فرشتے اصحاب الیمین کو خوشخبری دیتے ہیں کہ آپ کے لیے امن اور سلامتی ہے۔

﴿ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (91) ﴾

''تو سلام ہے تجھ پر! کہ تو دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے''(91)

سوال:﴿فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ﴾''تو سلام ہے تجھ پر! کہ تو دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''تو سلام ہے تجھ پر! کہ تو دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ سلام اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے ہوگا۔(جامع البیان:220/2)(2)سلام یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہیں۔(3)امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:﴿فَسَلٰمٌ لَّکَ﴾ کے معنی ہیں: تیرے لیے یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ تو اصحٰب الیمین سے ہے۔اس میں لفظ اِن حذف کر کے اس کے معنی قائم رکھے گئے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کہے: میں اب تھوڑی دیر میں سفر کرنے والا ہوں تو تو اس سے کہے انت مصدق مسافرعن قلیل یہاں بھی ان کا لفظ محذوف ہے۔کبھی سلام کا لفظ بطور دعا بھی استعمال ہوتا ہے اگر مرفوع ہو جیسا کہ فسقیا من الرجال نصب کے ساتھ ہو تو دعا کے معنی میں آتا ہے۔(بخاری:تفسیر سورۃ الواقعہ)

﴿وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ(92)﴾

''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہوا''(92)

سوال:﴿وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ﴾''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہوا''یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور بعث اور آخرت کو جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوا جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے، حق کو جھٹلا کر دور نکل گئے۔

﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ(93)﴾

''تو کھولتے ہوئے پانی سے ضیافت ہے''(93)

سوال:﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ﴾''تو کھولتے ہوئے پانی سے ضیافت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''تو کھولتے ہوئے پانی سے ضیافت ہے'' یعنی جھٹلانے والے گمراہوں کی مہمان نوازی کھولتے ہوئے پانی سے ہو گی۔(2)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ج اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَ تْ مُرْتَفَقًا (۲۹)﴾'' اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے

جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکہف:29)

﴿ وَّتَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ (94)﴾

''اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے'' (94)

سوال ﴿ وَّتَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ ﴾ ''اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے'' یعنی جہنم کی آگ انہیں گھیر لے گی۔ ان کی کھال کو بھون دے گی۔ (2) وہ آگ کی خوفناک لپٹوں میں جلتے بھنتے رہیں گے اور آگ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی۔

﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ (۹۵) ﴾

''یقیناً یہی قطعی حق ہے'' (95)

سوال: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ ﴾ ''یقیناً یہی قطعی حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''یقیناً یہی قطعی حق ہے'' یعنی لوگوں کا تین گروہوں میں بٹ جانا ثابت شدہ حق ہے۔ اعمال کی جزا و سزا حق ہے۔ ان کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (2) جیسے موت ایک اٹل حقیقت ہے اسی طرح جی اٹھنا بھی حق ہے۔

﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ (96)﴾

''چنانچہ اپنے ربِ عظیم کے نام کی آپ تسبیح کریں'' (96)

سوال: ﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ﴾ ''چنانچہ اپنے ربِ عظیم کے نام کی آپ تسبیح کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''چنانچہ اپنے ربِ عظیم کے نام کی آپ تسبیح کریں'' اللہ تعالیٰ نے حقائق کا علم دیا، اس کا فہم عطا کیا اور یقین نصیب فرمایا۔ اس پر اس کی حمد و ثنا ہے۔ یقیناً ہمارا رب پاک ہے، عظیم ہے اور بہت بلند ہے ان باتوں سے جو مشرک بناتے ہیں۔ (2) عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ﴾ (الواقعہ:74) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو رکوع میں پڑھا کرو اور جس وقت آیت کریمہ ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بحالت سجدہ پڑھا کرو۔ (ابوداؤد:869)

سوال: العظیم اور الاعلیٰ میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) العظیم قرب پر دلالت کرتا ہے اور الاعلیٰ بُعد یعنی دوری پر۔ (2) پس وہ پاک ہے ہر ممکنہ قریب چیز سے زیادہ قریب ہے اور ہر چیز

سے زیادہ قریب ہے اور وہ اعلیٰ ہے ہمارا ادراک اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ وہ ہر چیز کی بُعد (دوری) کی انتہا پر ہے۔ (تفسیر منیر:306/14)

سوال: تسبیح وتحمید کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، لیکن میزان میں بڑے بھاری اور رحمٰن کو بہت پیارے ہیں (اور وہ ہیں) ﴿سبحانَ اللهِ وَبِحمدِهِ، سُبْحَانَ الْعظِيْمِ﴾ ''اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ۔ اللہ پاک ہے، عظمتوں والا ہے۔'' (مسلم:6847، بخاری:6406) (2) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب کلام کی خبر نہ دوں؟ بے شک اللہ تعالیٰ کو جو سب سے زیادہ کلا محبوب ہے۔ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ﴾ اور ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ کون سا کلام افضل ہے؟ فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے پسند فرمایا: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ﴾ '' اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے''۔ (مسلم) (3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو/100 مرتبہ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ﴾ '' اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے'' پڑھا اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے اگرچہ زیادتی میں سمندر کے جھاگ کے برابر بھی کیوں نہ ہو۔ (بخاری، مسلم) (4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دنیا کی تمام چیزیں جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے ان سب چیزوں کے مقابلے میں مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر﴾ کہوں۔ (مسلم) (5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ﴿سُبْحَانَ اللّٰه﴾ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے'' کہے اس کے اعمال نامہ میں ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا ایک ہزار گناہ معاف کئے جائیں گے۔ (مسلم)

سورۃ الحدید

سوال: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس کے 4 رکوع اور 29 آیات ہیں۔

سوال: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 57 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 94 ہے۔

سوال: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب تک مسبحات پڑھ نہ لیتے سوتے نہ تھے آپ ﷺ فرماتے تھے: ان میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔ (ترمذی:3406) (السراج المنیر:1997/2)

رکوع نمبر 17

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (۱)﴾

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے''(1)

سوال1: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے'' یعنی زمین وآسمان کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح زبان حال اور زبان قال سے کر رہی ہے۔(ایسر التفاسیر:1528,1529)(2)اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عظمت وجلال اور اپنی لامحدود قوت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات، حیوانات ناطقہ اور جمادات وغیرہ، اپنے رب کی حمد وستائش کے ساتھ، اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور ان اوصاف سے اسے منزہ قرار دے رہے ہیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں، نیز یہ کہ تمام موجودات اپنے رب کی مطیع اور اس کے غلبے کے سامنے سرنگوں ہیں۔ان موجودات میں اس کی حکمت کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔(تفسیر سعدی:2698,2697/3)(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا﴾ ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔(بنی اسرائیل:44)(4)﴿وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے'' اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام مخلوقات اپنے تمام احوال میں ہر لحاظ سے اپنے رب کی محتاج ہیں۔ اس کے لامحدود غلبہ وقہر نے تمام اشیاء کو مغلوب ومقصور کر رکھا ہے۔اس کی حکمت عامہ اس کے خلق وامر میں جاری وساری ہے۔ (تفسیر سعدی:2698,2697/3)(5)چونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا اس پر پورا پورا تصرف اور اختیار بھی رکھتا ہے اور ہر چیز کو جس مقصد کے لئے اس نے بنایا ہے اس سے وہ کام لے رہا ہے۔اس قدر بے پناہ اور ہمہ گیر قوت اور غلبہ کے باوجود اس نے کبھی اس قوت کا غلط استعمال نہیں کیا بلکہ جو چیز بھی بنائی اس میں کئی حکمتیں مضمر ہوتی ہیں خواہ وہ انسان کے علم میں آچکی ہوں یا نہ آئی ہوں اور وہ ہمیشہ اپنی تخلیق کا مقصد پورا کرتی اور مثبت نتائج پیدا کرتی ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت پر دلیل ہے۔(تیسیر القرآن:369/4)

سوال2:اس کائنات میں کون کون اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کررہا ہے؟

جواب:اس کائنات کی ہر وہ چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کررہی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کی تسبیح سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔(2)اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے تسبیح میں متفق ہونے سے اپنے الحکیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ہر چیز اس کی تسبیح کررہی ہے یقیناً وہ حکمت والا ہے جس نے ہر چیز کو یہ شعور عطا کیا اور ہر ایک کو اس کام پر متحد کردیا۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (2)﴾

''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے،وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے''(2)

سوال1:﴿ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے''یعنی وہ سارے آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جیسا چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1579)(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴾اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں،خوب بڑائی بیان کرنا۔''(بنی اسرائیل:111)(3)﴿يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾''وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے''وہ عدم کے بعد زندہ کرتا ہے اور ایجاد اور زندگی کے بعد موت دیتا ہے۔(4)﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾''اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عظیم قدرت والا ہے۔اس کے زندگی دینے،موت دینے،عزت دینے اور ذلت دینے کے ارادے میں کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔(جامع البیان: 223/27)(5)یعنی دنیا میں اسی کا اختیار ہے،وہی اس کا مالک ہے،موت اور زندگی اسی کے قبضے میں ہے اور جسے جس قدر چاہے،دینا دلانا اسی کو زیبا ہے۔وہ ہر چیز پر قادر ہے۔اس نے جو چاہا ہو گیا اور جو نہ چاہا،نہ ہوا،وہی مختار کل ہے۔(السراج المنیر: 1998/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے اثرات کہاں کہاں نظر آتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی بادشاہت آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی اس لیے وہ ان کو جیسے چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا اندازہ اس کی ملکیت سے ہوتا ہے۔ آسمان اور زمین میں رزق کے خزانے اس کی ملکیت میں ہیں وہ جس کی چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ ہی زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے اس سے اس کی ذات کے بارے میں کیا اندازہ ہوتا ہے؟

جواب: زندگی اور موت دینے سے اس کی ملکیت اور اختیارات کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس کی قدرت کی کارفرمائی کہاں کہاں نظر آتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کارفرمائی ہر جگہ نظر آتی ہے۔ (2) اس کا آسمان اور زمین میں اختیار ہے اس لیے کہ وہ ان کا مالک ہے، بادشاہ ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کی قدرت زندگی اور موت میں نظر آتی ہے۔ نہ زندگی اس کے سوا کسی کے حکم سے آتی ہے نہ اس کے سوا کسی کے حکم سے موت آتی ہے یقیناً وہی قادر مطلق ہے۔

﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (3)﴾

''وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (3)

سوال1: ﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴾ ''وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ هُوَ الْاَوَّلُ ﴾ ''وہی اوّل ہے'' یعنی ہر چیز سے پہلے بغیر حد کے۔ (2) ﴿ وَالْاٰخِرُ ﴾ ''اور وہی آخر ہے'' ہر چیز کے بعد بغیر انتہا کے۔ کیونکہ وہ تھا جب اس کے سوا کچھ بھی موجود نہ تھا اور وہ ہر چیز کے فنا ہونے کے بعد بھی ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے، فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (القصص:88) (3) ﴿ وَالظَّاهِرُ ﴾ ''وہی ظاہر ہے'' یعنی جس کے اوپر کچھ نہیں۔ (4) ﴿ وَالْبَاطِنُ ﴾ ''اور وہی باطن ہے'' یعنی وہ جس کے ماسوا کچھ نہیں۔ (ایسر التفاسیر:1579) (5) ''وہی ظاہر ہے اور وہی باطن'' اور وہ اس لحاظ سے کہ اس کی کاریگری کے آثار کھلے ہوئے ہیں اور اس کی ذات ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ''ظاہر'' کی تفسیر بلند اور غالب سے کی ہے، ایک ماثور دعا میں ہے: ''تو ہی ظاہر ہے اور تیرے اوپر کوئی چیز نہیں۔'' (ابن کثیر) (صحیح مسلم:2713) (6) ﴿ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴾ ''اور وہی ہر چیز

کوخوب جاننے والا ہے'' یعنی جس کے علم سے آسمان وزمین میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ (ایسرالتفاسیر:1597) (7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کبھی تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کے معاملے میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو یہ آیت آہستہ سے پڑھ لیا کرو: ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ (ابن کثیر) (8) سہیل کہتے ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی سونے لگتا تو ابو صالح اسے حکم دیتے کہ دائیں کروٹ پر لیٹ کر کہو: ''اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ السَّمَا وَا تِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَیءٍ،فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی، وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقَانِ، اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَیءٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَا صِیَتِهِ،اَللّٰهُمَّ ! اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ ،وَاَنْتَ الْآخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ ،وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ ،وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ .اِقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ'' اے آسمانوں کے رب اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب، ہمارے رب اور ہر چیز کے پروردگار۔ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے، تورات، انجیل اور فرقان کو نازل کرنے والے، میں ہر چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تو ہی اس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے، اے اللہ! تو ہی ایسا اول ہے کہ جو تجھ سے پہلی کوئی چیز نہ تھی اور تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہ ہوگی اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے تیرے علاوہ کوئی چیز نہیں۔ ہمارے قرض کو دور کردے اور ہمیں فقر سے مستغنی فرما۔ (صحیح مسلم:2713)

سوال4: اللہ تعالیٰ کے باطن ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ باطن کی یعنی دل کی اور چھپی ہوئی سب باتوں کو جانتا ہے۔ (2) جو کچھ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے اس کو بھی جانتا ہے۔ (3) جو کچھ ان کی عقلوں سے پوشیدہ ہے اس کو بھی جانتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے اوّل وآخر ہونے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ (1) جو سب سے پہلے تھا اس کا علم فائق ہے۔ (2) جو سب سے آخر میں ہوگا اس کا علم باقی ہے۔ (3) جو ظاہر ہے، غلبہ رکھتا ہے اس کا علم عظیم ہے۔ (4) جو باطن ہے اس کا علم قوی ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ط وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (4)﴾

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اُس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اُس میں چڑھتا ہے اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم عمل کرتے

ہواللہ تعالیٰ اُسے خوب دیکھنے والا ہے''(4)

سوال1: ﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ﴾''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی پیدائش کو چھ دنوں میں مکمل کر کے عرش پر مستوی ہوا۔(2) جس کا پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا۔(ایسر التفاسیر:1529)(3)﴿ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ﴾''پھر وہ عرش پر بلند ہوا''یعنی عرش پر بلند ہوا۔(ایسر التفاسیر:1529)(4) تمام مخلوقات کے اوپر وہ استوا جو اس کے جلال کے لائق ہے۔(تفسیر سعدی:2698/3)

سوال2:﴿یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ﴾''وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اُس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اُس میں چڑھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ ﴾''وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے''یعنی جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے مثلاً بارش کے قطرے، بیج، مردے وغیرہ اللہ تعالیٰ کو ان سب کی تعداد معلوم ہے۔(2)﴿وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا ﴾''اور جو اُس سے نکلتا ہے''یعنی وہ سب کچھ جو زمین سے باہر نکلتا ہے مثلاً نباتات، حیوانات، بوٹیاں، پھل وغیرہ اللہ تعالیٰ کو ان سب کی تعداد معلوم ہے۔(3) اللہ تعالیٰ زمین میں جانے والی چیزوں کے بارے میں ہر طرح کا علم رکھتا ہے مثلاً ان کی کمیت اور کیفیت کا۔(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ط وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴾اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔(الانعام:59)(5)﴿ وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ ﴾''اور جو آسمان سے اُترتا ہے''یعنی آسمان سے اترنے والی بارش، رزق، تقدیریں، فرشتے اور وہ احکامات جو بزرگ فرشتوں کے ساتھ اتارے جاتے ہیں۔رحمت اور عذاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو پورا علم ہے۔(6)﴿وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ﴾''اور جو اُس میں چڑھتا ہے''یعنی فرشتے، نیک اعمال، دعائیں اور روحیں وغیرہ آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کے بارے میں خوب جانتا ہے۔(7) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کر دیے جاتے ہیں۔(مسلم:445)

سوال3:﴿وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴾''اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسے خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾''اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے''یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنے علم سے تمہارے ساتھ ہے۔(2)تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ کا علم تمہارے ساتھ ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ج ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ اُن کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ اُن کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اُس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ اُن کو بتادے گا جو اُنہوں نے عمل کیے۔اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔(المجادلہ:7)(3)یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے یعنی وہ تمہارا نگران ہے اور تمہارے عملوں کے وقت اس کا علم موجود ہے۔تم جس حالت میں ہو، جہاں کہیں بھی ہو، خواہ خشکی میں ہو یا تری میں، رات میں ہو یا دن میں، گھروں میں ہو یا چٹیل میدانوں میں اور خلوت میں ہو یا جلوت میں۔ہر حال، ہر عمل کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔اس کی آنکھیں ہر وقت اور یکساں تمہارے ساتھ ہیں اور اس کے کان تمہاری ہر بات یکساں سن رہے ہیں۔وہ تمہاری باتیں سن رہا ہے۔تمہارے عمل دیکھ رہا ہے۔تمہارے رازوں سے آگاہ ہے اور تمہاری سرگوشیوں سے واقف ہے۔(السراج المنیر: 1999/2)(9)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾''جو تم عمل کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں کے ظاہری اور باطنی اعمال چھپے ہوئے نہیں ہیں۔(ایسر التفاسیر:1579)(10)یعنی وہ اپنے بندوں کے چھوٹے بڑے تمام اعمال پر نگہبان ہے۔(11)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے متعلق سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا:تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔(بخاری:50)(12)اللہ تعالیٰ نے زمین سے نکلنے اور اس میں داخل ہونے، آسمانوں پر چڑھنے اور اترنے سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔

سوال4:اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ کیسے ہوتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ اپنے علم و بصارت کے لحاظ سے انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ انسان کے ایک ایک عمل کو دیکھتا اور سنتا ہے۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (5)﴾

''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں''(5)

سوال1:﴿ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْر ﴾''آسمانوں کی اورزمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہےاورتمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض ﴾''آسمانوں کی اورزمین کی بادشاہت اسی کے لیے ہے''یعنی اللہ تعالیٰ دنیااورآخرت کا مالک ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ط وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴾''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ سب اُسی کا ہے جوآسمانوں میں ہےاورجوزمین میں ہےاورآخرت میں بھی سب تعریف اُسی کے لیے ہےاوروہی کمال حکمت والا پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔''(سبا:1۔2)(2)﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴾''اوریقیناً آخرت اوردنیاہمارے اختیار میں ہے۔''(اللیل:13)(3) ملکیت،تخلیق اورعبدیت کے اعتبار سے آسمانوں اورزمین کی ہرچیز اسی کی ہے،وہ اپنے اوامرکونی وقدری اوراوامرشرعی جوحکمت ربانی کے مطابق جاری وساری ہیں،کے ذریعے سے ان میں جوچاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔(تفسیرسعدی:3/2698.2699)(4)﴿ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾''اورتمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں'' یعنی تمام لوگ اوران کے اعمال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔سب کے اعمال کا ریکارڈ تو پہلے ہی اس کے پاس موجود ہے۔ہر کام کا،ہرمعاملے کاانجام بھی اسی کی طرف ہے۔وہ پاک اورناپاک کوالگ کردے گا پھراپنی مخلوق کاانصاف سے فیصلہ فرمائے گا۔ایک ایک نیکی کادس دس گنااجرعطافرمائے گااوربدکاروں کوان کی بدی کابدلہ دے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤاٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (۹۳) لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا (۹۴) وَكُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا (۹۵)﴾''آسمان اورزمین میں جوکوئی بھی ہے،رحمٰن کے پاس غلام بن کرہی آنے والا ہے۔بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کررکھا ہےاوراُس نے ان سب کوخوب اچھی طرح شمارکرکے گن رکھا ہے۔اوراُن میں سے ہرایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''(مریم:93۔95)(5)سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہوکر چار باتیں ارشادفرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سوتانہیں اورنہ ہی سونااس کی شان کے لائق ہے۔اللہ تعالیٰ میزان اعمال کواونچانیچا کرتا ہے،دن کے اعمال رات اوررات کے اعمال دن کواس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔(مسلم:447)

سوال2:اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا بادشاہ ہےاس سے کیا حقائق واضح ہوتے ہیں؟

جواب:اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہےاوراختیار رکھتا ہے۔وہ جوچاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

سوال3:تمام کام اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں لوٹائے جاتے ہیں؟

جواب:تمام کام اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیےلوٹائے جاتے ہیں کہ وہ مالک ہے،بادشاہ ہےاوربادشاہ ہی فیصلے کرتے ہیں۔

﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ط وَهُوَ عَلِيْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (6)﴾

"وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہ دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے" (6)

سوال 1: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِيالَّيْلِ ط وَهُوَ عَلِيْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ "وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہ دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ﴾ "وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہ دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے حکم سے رات اور دن آتے جاتے ہیں۔ کبھی رات دن پر چھا جاتی ہے تو لوگ آرام کرتے ہیں پھر دن رات پر چھا جاتا ہے تو انسان اور دیگر مخلوقات اپنے معاش کے انتظامات میں لگ جاتے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ دن اور رات کو اپنی قدرت کاملہ سے گھٹاتا اور بڑھاتا رہتا ہے۔ کبھی دن رات برابر کر دیتا ہے، کبھی راتیں لمبی ہو جاتی ہیں تو دن چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ کبھی دن لمبے ہو جاتے ہیں تو راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں۔ اسی سے موسم جنم لیتے ہیں۔ اسی سے وقت کا حساب کتاب درست رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے لئے جو مناسب سمجھتا ہے کرتا ہے۔ وہ کائنات کا رب ہے فضل و کرم کا مالک اور جواد ہے۔ وہ بندوں کو جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (3) ﴿ وَهُوَ عَلِيْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ "اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے" یعنی بندوں کے دلوں میں جو خیر اور شر ہے وہ اس کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ (جامع البیان: 225/27) (4) وہ جسے اہل سمجھتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے اور جسے اہل نہیں سمجھتا اسے اس کے حالات پر چھوڑ دیتا ہے۔

سوال 3: ذات الصدور کسے کہتے ہیں؟

جواب: ذات الصدور دلوں کی ملکہ کو کہتے ہیں۔

سوال 5: ان آیات کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیوطی نے جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ مراد پوری ہونے کی دعا کے سلسلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے سورہ الحدید کی ابتدائی آیات اور سورہ الحشر کے آخر کی تین آیات پڑھے پھر کہے اے وہ ذات جو ایسی ہے کہ اس کے سوا اور کوئی نہیں میری اس حاجت کو پورا کر دے۔ انشاء اللہ دعا قبول ہوگی۔ (تفسیر مظہری: 181/11)

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ط فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (7)﴾

''ایمان لاؤاللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول پراورخرچ کرواُس میں سے جس پراُس نے تمہیں جانشین بنایا ہے، چنانچہ تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اورجنہوں نے خرچ کیا، اُن کے لیے بہت بڑااجر ہے''(7)

سوال1: ﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾''ایمان لاؤاللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول پراورخرچ کرواُس میں سے جس پراُس نے تمہیں جانشین بنایا ہے، چنانچہ تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اورجنہوں نے خرچ کیا، اُن کے لیے بہت بڑااجر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾''ایمان لاؤاللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول پر''یعنی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی تصدیق کرواور اپنے ایمان پرثابت قدم رہو۔(2)یہ غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی۔(تفسیرمنیر322/14)(3)اس کا مقصدانفاق اوردنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دلانا ہے۔(صفوۃالتفاسیر:303/4۔304)(4)﴿وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ﴾''اورخرچ کرواُس میں سے جس پراُس نے تمہیں جانشین بنایا ہے''یعنی یہ وہ مال ہے جس میں تم دوسروں کے جانشین بنادیے گئے ہواورعنقریب تمہارے بعدوالے اس مال میں تمہارے لئے جانشین ہوں گے۔یہ مال چنددن کے لئے تمہیں دیا گیا ہے۔اس لئے اس حالت کوغنیمت سمجھواوردل کھول کر مال خرچ کرو۔اگرایسانہیں کروگے تو یہ تمہارے پاس سے دوسروں کے پاس چلا جائے گا اورحق داروں کی حق تلفیاں تمہارے سرآئیں گی جس کی آخرت میں سخت پکڑ ہوگی۔یہ مال کتنا جان لیوا ثابت ہوگا!(5)انفقوا میں زکوٰۃ،صدقات اورانفاق فی سبیل اللہ سب شامل ہیں۔(الاساس فی التفسیر:5724/10)(6)﴿جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ﴾''جس پراُس نے تمہیں جانشین بنایا ہے''سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہوسکتا ہے تمہارامال تمہارے کام نہ آئے۔تمہارا جانشین اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرکے اللہ تعالیٰ کا پیارا بن جائے اورتم اس نعمت سے محروم رہ جاؤاور یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارا جانشین برا ہواوروہ آوارگی میں خرچ کرکے اللہ تعالیٰ کا مغضوب بن جائے جس کا ذریعہ تم بنے۔نہ تم مال چھوڑتے نہ وہ آوارہ بنتا۔(السراج المنیر:2001/2)(7)﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾''چنانچہ تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اورجنہوں نے خرچ کیا، اُن کے لیے بہت بڑااجر ہے''یعنی خلوص نیت کے ساتھ ایمان لاکراللہ تعالیٰ کے وعدوں کویقینی سمجھو۔اس نے ایمان لاکرخرچ کرنے والوں سے بہت بڑے اجر کاوعدہ کیا ہے۔(8)اجرکبیر سے مراد بہت بڑا ثواب، بدلہ ہےاوروہ جنت ہے۔(ایسرالتفاسیر:1580)(9)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بندہ کہتا ہے میرامال میرامال، حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں: جوکھایااورختم کرلیا، جو پہنااور پرانا کرلیااور جواس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیااور (یہ اس نے آخرت کے لیے) جمع کرلیا۔اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے تو وہ (بندہ) جانے والااوراس (مال) کولوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔''(مسنداحمد:16312،مسلم:7422)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کے لیے یہ مطالبہ کیوں کیا ہے کہ''ایمان لےآؤاللہ تعالیٰ اوراس کے رسول پر؟''

جواب:(1)مال خرچ کرنے کا تعلق ایمان سے واضح ہے۔(2)ایمان لانے کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرے۔

سوال3:مال میں دوسروں کا جانشین بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے یہ مراد ہے کہ یہ مال پہلے تمہارے پاس نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ مال تم تک پہنچایا اس طرح تم مال میں دوسروں کے جانشین بن گئے۔

سوال4:مال میں دوسروں کے جانشین بننے سے اللہ تعالیٰ نے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:(1)مال میں دوسروں کے جانشین بننے سے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ مال تمہارے پاس بھی نہیں رہے گا تمہارے وارثوں کے پاس چلا جائے گا۔(2)اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر تم نے مال خرچ نہ کیا اور تمہارے وارث تمہارا مال پا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر گئے تو تم سے زیادہ خوش نصیب ہو جائیں گے۔(3)اگر تمہارے وارثوں نے مال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کیا تو ان کے ساتھ تعاون کرنے کے جرم میں تم بھی پکڑے جاؤ گے۔

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(8)﴾

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ اور یقیناً اگر تم واقعی مومن ہو تو وہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے''(8)

سوال1:﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ اور یقیناً اگر تم واقعی مومن ہو تو وہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے''یعنی تمہیں ایمان لانے سے کون سی چیز روکتی ہے۔(2)﴿وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ﴾''حالانکہ خود رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ''یعنی محمد رسول ﷺ جو تمام رسولوں میں افضل ہیں وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہے ہیں۔اس لئے تم ان کی دعوت پر لبیک کہنے کے لئے جلدی آگے بڑھو۔(3)﴿وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾''اور یقیناً اگر تم واقعی مومن ہو تو وہ تم سے پختہ عہد بھی لے

چکا ہے''اس اقرار سے مراد عہد الست بھی ہوسکتا ہے جس کے مطابق ہر شخص نے اقرار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ م بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ ج اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی ج شَھِدْنَا ج اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ (۱۷۲) اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَکَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَکُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْ م بَعْدِھِمْ ج اَفَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (۱۷۳) وَکَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ (۱۷۴)﴾''اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنایا:''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟''اُنہوں نے کہا: ''کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی۔''ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو یقیناً اس سے غافل تھے۔یا تم کہو کہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد کی ایک نسل تھے،تو کیا تُو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرے گا جو باطل پرستوں نے کیا؟ اور ہم آیات ایسے ہی تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ رجوع کریں۔''(الاعراف:172۔174)(4)اس سے مراد اسلام لانا بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اسلام میں داخل ہونا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرماں بردار بن کر رہے گا۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَمِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَکُمْ بِهٖٓ لا اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور اس کے عہد کو بھی جو اس نے تم سے مضبوط باندھا تھا،جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''(المائدہ:7)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے یہ بات کیوں کہی ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے؟

جواب:یہ بات اس لیے کہی گئی ہے کہ ایمان لانے کے بعد بھی لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

سوال3:یہاں عہد و پیمان سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد بیعت ہے۔

سوال4:رسول ﷺ ایمان والوں سے کیا عہد و پیمان لیتے تھے؟

جواب:رسول ﷺ ایمان والوں سے یعنی صحابہ کرام سے خوشی اور ناخوشی کی ہر حالت میں سمع و طاعت کی بیعت لیتے تھے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖٓ اٰیٰتٍ م بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ بِکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۹)﴾

''وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا،نہایت رحم والا ہے''(9)

سوال1:﴿هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾''وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ﴾''وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے بندے پر آیات بینات یعنی قرآن مجید کی آیات اور معجزات نازل کئے ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ نے کتنے نازک مراحل میں ایسے غیبی وسائل سے اپنے رسول کی مدد فرمائی جس سے واضح طور پر ان کی صداقت کی دلیل ملتی ہے کہ ان کی پشت پر کوئی مافوق الفطرت قوت موجود ہے۔(3)﴿لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾''تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے''یعنی یہ سب کچھ اس لئے ہے تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان کی طرف لائے اور گمراہی کے اندھیرے سے ہدایت کی طرف لائے۔(4)تا کہ وہ شک اور حیرت کے اندھیرے سے ایمان کے نور اور یقین کی طرف لائے۔(5)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور رسول بھیج کر تم پر رحمت کی۔تمہارے شکوک وشبہات دور کر کے تمہیں ایمان اور یقین کی منزل تک پہنچایا۔اگر تم سمجھو تو یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کس مقصد کے لیے واضح آیات نازل کی ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ہر دور میں کتابیں نازل کی ہیں جیسے محمد رسول ﷺ پر قرآن مجید نازل کیا تا کہ انسانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الرؤف اور الرحیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے آیات کے نازل کرنے سے اپنی رأفت ورحمت کا شعور دلایا ہے۔یقیناً اندھیرے جان لیوا ہیں۔سب سے جان لیوا اندھیرا شعور کا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے کتاب نازل کی تا کہ انسان کو شعور کے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لایا جائے۔یقیناً اس کی مہربانی ہے کہ اس نے رسولوں کے توسط سے یہ اندھیرے دور کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ(10)﴾

''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (بعد میں عمل کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہی لوگ درجے میں اُن لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھے بدلے کا ہی وعدہ کیا ہے۔ اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے خوب باخبر ہے''(10)

سوال1: ﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ؟'' یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟ (2) تم کیوں نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو جب کہ تمہاری ملکیت میں کوئی چیز نہیں۔(3)﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' یعنی تمہارا مال تمہارے مرنے کے بعد تمہارے وارثوں کے پاس چلا جائے گا۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا حتیٰ کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کی میراث میں چلا جائے گا۔(4) اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ تم دنیا میں خالی ہاتھ آئے تھے اور جب جاؤ گے تو خالی ہاتھ جاؤ گے۔ پھر وہ سب کچھ جو آج تمہارے ہاتھ میں ہے تمہاری ملکیت کیسے ہے ؟(5) پس تمام اموال تمھارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے یا تم انھیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے، پھر یہ ملکیت اس کے حقیقی مالک، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لوٹ جائے گی۔ پس جب تک یہ اموال تمھارے ہاتھ میں ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے فائدہ اٹھاؤ اور فرصت کو غنیمت سمجھو۔ (تفسیر سعدی:3/2701،2702) (6) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ تمہیں وہ انفاق کی دعوت دے رہا ہے جس کے لیے آسمان وزمین کی میراث ہے، جس نے تمہیں اختیارات دیئے ہیں، جس کی طرف تمام امور کے فیصلوں کے لیے رجوع کیا جاتا ہے۔ تمہیں کیا ہے کہ تم اس کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ؟(7) اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ آسمان اور زمین تو اس کے ہیں اسے مال کی ضرورت نہیں ہے ہاں تم مال خرچ کرو تو یہ خرچ کرنا تمہارے ایمان کا تقاضا بھی ہے اور اس خرچ کا تمہیں خود فائدہ ہوگا۔

سوال2:﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ ''تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (بعد میں عمل کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہی لوگ درجے میں اُن لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھے بدلے کا ہی وعدہ کیا ہے۔ اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے خوب باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ﴾ ''تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ

کیااور جہاد کیا وہ (بعد میں عمل کرنے والوں کے) برابر نہیں'' بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دو آیات فتح مکہ کے بعد اور بقول بعض غزوہ تبوک کے وقت نازل ہوئیں جو مضمون کی مناسبت کے لحاظ سے یہاں رکھی گئیں۔اور فتح سے مراد بعض علماء نے صلح حدیبیہ لی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی فتح مبین قرار دیا ہے لیکن اکثریت کے نزدیک اس سے مراد فتح مکہ ہے۔(تیسیر القرآن:4/372)(2) مکہ والوں میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا انہیں سخت تکالیف اور بے پناہ خوف کا سامنا تھا۔یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ان کا اجر وثواب اور درجہ ان لوگوں سے زیادہ بڑا ہے جنہوں نے فتح کے بعد اسلام قبول کر کے جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کیا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾''اور مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے حسن وخوبی سے ان کی اتباع کی ہے،اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں،وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں،یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''(التوبہ:100) (3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ اختلاف ہو گیا۔خالد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا،تم اسی بات پر ہم سے جھگڑتے ہو کہ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے۔جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو میری خاطر چھوڑ دو،اس ذات کی قسم،جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!اگر تم احد پہاڑ کے یا پہاڑوں کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو بھی ان کے اعمال کو نہیں پہنچ سکتے۔(مسند احمد:13819) (4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو،اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی وہ ان کے خرچ کردہ تین پاؤ اناج کے ثواب کو نہیں پہنچے گا،اور نہ اس کے نصف (ڈیڑھ پاؤ) کو پہنچے گا۔(بخاری:3673)(5) ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھے بدلے کا ہی وعدہ کیا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے فتح سے پہلے اور فتح کے بعد اسلام لانے والوں کے لئے جنت کا وعدہ کیا۔(6) ان دونوں گروہوں کا اجر تو یکساں نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کی حقیقت سے باخبر ہے۔(7) ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾''اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے''جس نیت سے کسی نے خرچ کیا ہو اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے۔جس قدر اخلاص نیت اور ایمان کی پختگی کے ساتھ کوئی خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اسی نسبت سے اس کا اجر بڑھائے گا۔(تیسیر القرآن:4/373)(8) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی رو سے دونوں کے درجوں میں فرق رکھا ہے کیونکہ پہلوں میں جو کامل اخلاق پائے جاتے ہیں وہ دوسروں میں نہیں ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے خبیر ہونے کے یوقین کے کسی شخص پر کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کے خبیر ہونے کا یقین انسان پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔انسان اپنے اعمال کے بارے میں فکرمند ہو جاتا ہے۔

(2)انسان اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کے یقین سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ دوڑ والے کام زیادہ تیزی سے کرنے لگتا ہے۔

سوال4: فتح سے پہلے انفاق اور جہاد کرنے والوں اور فتح کے بعد انفاق اور جہاد کرنے والوں کا درجہ برابر نہیں ہے، اس کی وضاحت کریں۔

جواب: فتح سے قبل مسلمان افرادی اور مادی طاقت کے لحاظ سے کم تھے۔ مسلمان مالی طور پر مشکلات کا شکار تھے۔ ایسے حالات میں خرچ کرنا دل گردے کا کام تھا۔ فتح کے بعد یہ صورتحال بدل گئی۔ مسلمانوں کے مالی حالات بہتر ہوگئے۔ مسلمانوں کی افرادی اور مالی طاقت میں بھی اضافہ ہوا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں ادوار میں خرچ اور جہاد کر کے اجر پانا برابر نہیں ہے۔

سوال5: فتح سے پہلے خرچ کرنے والوں کا درجہ کیوں بڑا ہے؟

جواب: (1) فتح سے پہلے خرچ کرنے والوں نے مشکل دور میں خرچ کیا جب اسلام ہر طرف سے خطرات میں گھرا ہوا تھا، دشمن زیادہ تھے اور معاون کم تھے۔ (2) ان لوگوں کو خرچ کر کے کوئی دنیاوی امید اور لالچ نہ تھا۔ وہ لوگ ظاہری اسباب اور مادی مفادات سے دور تھے۔ سارا خرچ جذبہ خیر پر مبنی تھا جس پر انہیں عقیدہ آمادہ کر رہا تھا۔ (3) فتح سے پہلے خرچ کرنے والوں کے اخلاص میں شبے کی گنجائش نہ تھی۔ ان کا اللہ تعالیٰ پر گہرا بھروسہ تھا۔ (4) پہلے لوگوں کا انفاق اور جہاد انتہائی نامساعد حالات میں ہوا اس لیے ان کا درجہ بڑا تھا۔

سوال6: لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے اعمال کے اعتبار سے درجات کا فرق رکھا ہے تو کیا دنیا میں بھی فضیلت والوں کو دوسروں کے مقابلے میں مقدم رکھنا چاہیے؟

جواب: فضیلت والوں کو دنیا میں بھی دوسرے لوگوں کے مقابلے میں مقدم رکھنا چاہیے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ اختلاف ہوگیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا، تم اسی بات پر ہم سے جھگڑتے ہو کہ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو میری خاطر چھوڑ دو، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم احد پہاڑ کے یا پہاڑوں کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو بھی ان کے اعمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ (مسند احمد: 13819)

سوال7: رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ مقدم کس کو رکھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے سب سے مقدم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رکھا کیونکہ وہ ایمان لانے میں، انفاق میں، جہاد میں سب سے آگے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے آگے کیا اور اسی بنیاد پر مومنوں نے خلافت میں انہیں آگے کیا۔

سوال8: ﴿كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ ''اوراللہ تعالیٰ نے سب سے اچھے بدلے کا ہی وعدہ کیا ہے'' سے کیا مراد ہے؟
جواب:(1) بھلائی کا وعدہ تو سب سے ہے اس سے مراد یہ ہے کہ درجات میں فرق ضرور ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ بعد میں ایمان لائے وہ ایمان اور انفاق کے اعتبار سے گئے گزرے تھے۔(2) اس وعدہ حسن سے اللہ تعالیٰ نے سب کو مایوسی سے بچالیا۔
سوال9: اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟
جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے انفاق سے، لوگوں کے درجات سے، اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر 18

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ (۱۱)﴾

''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھا دے اور اُسی کے لیے باعزت اجر ہے''(11)
سوال1: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ﴾ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ تو وہ اسے کئی گنا تک اس کے لئے بڑھا دے اور اُسی کے لیے باعزت اجر ہے'' کی وضاحت کریں؟
جواب:(1) ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ﴾ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟'' یعنی اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے قرض دے۔(2) ﴿قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''قرضِ حسنہ'' یعنی قرض جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی رضا مطلوب نہ ہو۔(ایسر التفاسیر: 1581)(3) اس سے مراد پاک اور طیب مال ہے۔ جسے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کی رضا کے مطابق، حلال اور طیب مال میں سے نہایت خوش دلی کے ساتھ خرچ کیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اس انفاق کو ''قرض'' کے نام سے موسوم کیا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مال اسی کا مال اور یہ بندے اسی کے بندے ہیں۔(تفسیر سعدی:2702/3)(4) ﴿فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ﴾ ''تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھا دے'' یعنی ایک درہم کے بدلے میں سات سو درہم۔(5) اللہ تعالیٰ نے اس مال کو کئی گنا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ مال آخرت میں کئی گنا بڑھایا جائے۔ اس روز ہر انسان پر اپنی ضرورت واضح ہو جائے گی۔(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (261)﴾ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اُگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(البقرہ:261)(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب (تم میں سے) کوئی شخص پاک مال سے صدقہ دیتا ہے اور اللہ پاک مال ہی قبول فرماتا ہے، تو ہوتا یہ ہے کہ رحمٰن اس صدقے کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتا ہے، خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ پھر وہ صدقہ

رحمٰن کی ہتھیلی میں بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے۔(اللہ تعالیٰ صدقے کی اس طرح پرورش کرتا ہے) جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔(مسلم:2342)(8)خُریم بن فاتِک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کے لیے سات سو گنا اجر لکھا جاتا ہے۔''(جامع ترمذی:1625)(9)سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (صدقہ) ہے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تیرے پاس قیامت کے دن اس کے بدلے سات سو اونٹنیاں ہوں گی جن کی مہار ڈالی ہوئی ہوگی۔''(صحیح مسلم:4897) (10)﴿وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾''اور اسی کے لیے باعزت اجر ہے''یعنی قیامت کے دن اور وہ جنت ہے جو ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کا گھر ہے۔(ایسر التفاسیر:1581)

سوال2:اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینے کا مطلب کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دینے کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق کرنا،صدقہ وخیرات کرنا۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اس کے باوجود اسے قرض کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب:یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے دیئے ہوئے مال میں سے اسی طرح اجر دے گا جس طرح قرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (12)﴾

''جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔آج ایسے باغات کی تمہیں خوشخبری ہو جن کے نیچے نہریں جاری ہیں،اس میں ہمیشہ کے رہائشی ہو،یہی بڑی کامیابی ہے۔(12)''

سوال1:﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾''جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔آج ایسے باغات کی تمہیں خوشخبری ہو جن کے نیچے نہریں جاری ہیں،اس میں ہمیشہ کے رہائشی ہو، یہی بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾''جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں دوڑ رہا ہوگا''یعنی جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج کو لپیٹ دیا جائے گا،چاند بے نور ہو جائے گا،تمام لوگ اندھیرے میں ہوں گے۔(تفسیر سعدی:2703/3)(2)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان میں

بعض کا نور پہاڑوں کے برابر ہوگا اور بعض کا کھجوروں کے درختوں کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر۔ سب سے کم نور جس گناہ گار مومن کا ہوگا اس کے انگوٹھے پر ہوگا جو کبھی روشن ہوگا کبھی بجھ جاتا ہوگا۔(ابن جریر)(3) سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی کا نور مدینہ عدن تک، کسی کا مدینہ سے صنعاء تک اور کسی کا اس سے بھی کم ہوگا یہاں تک کہ بعض مومن ایسے ہوں گے جن کا نور محض ان کے قدموں پر ہی ہوگا۔(مختصر ابن کثیر:2003/2) سیدنا جنادہ بن امیہ فرماتے ہیں: لوگو! تمہارے نام ولدیت کے اور خاص نشانیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھے ہوئے ہیں اس طرح تمہارا ہر ظاہر باطن عمل بھی وہاں لکھا ہوا ہے قیامت کے دن نام لے کر پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ اے فلاں یہ تیرا نور ہے اور اے فلاں تیرے لئے کوئی نور ہمارے ہاں نہیں، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔(ابن کثیر:276,275/5)(6) رب العزت کا فرمان ہے:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ط عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لا يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ج نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ج اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں داخل کر دے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(التحریم:8)(7)﴿بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''آج ایسے باغات کی تمہیں خوشخبری ہو جن کے نیچے نہریں جاری ہیں'' فرشتے جنت کی خوشخبری دیں گے جو اہل ایمان کو بے حد محبوب ہوگی کیونکہ اس کے بعد وہ ہر خوف سے نجات پا جائیں گے انہیں ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ٹھہرایا جائے گا۔(8)﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہی بڑی کامیابی ہے'' یعنی وہ دوزخ سے نجات پا کر جنت میں داخل ہوں گے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں۔

سوال2: حشر کے دن مومن مردوں اور عورتوں کا نور کس مقام پر ان کے دائیں اور آگے آگے دوڑ رہا ہوگا؟

جواب: یہ پل صراط پر ہوگا۔

سوال3: اہل ایمان کا نور کس چیز کا صلہ ہوگا؟

جواب: اہل ایمان کا نور ان کے ایمان اور اعمال صالح کا صلہ ہوگا۔

سوال4: اہل ایمان اس نور میں کہاں جائیں گے؟

جواب: اہل ایمان اس نور میں جنت کا راستہ آسانی سے طے کر لیں گے۔

سوال5: ﴿بشرکم الیوم﴾ کی خوشخبری کون دے گا؟

جواب: یہ خوشخبری فرشتے دیں گے جو جنت میں ان کے استقبال اور خوش آمدید کہنے کے لیے موجود ہوں گے۔

سوال6: فرشتے اہل ایمان کا استقبال کرتے ہوئے انہیں کیا کہیں گے؟

جواب: (1) فرشتے اہل ایمان سے کہیں گے کہ جنت کی خوشخبری ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے۔
(2) فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔

سوال7: قیامت کے دن نور کا انحصار کس چیز پر ہوگا؟

جواب: قیامت کے دن نور مومنوں کے نیک اعمال کا ہوگا۔ جتنا کسی کا ایمان پختہ ہوگا اور نیک اعمال کثیر ہوں گے اتنا ہی اس کا نور یا روشنی زیادہ ہوگی۔

سوال8: نیک اعمال اور دائیں جانب کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

جواب: نیک اعمال اور دائیں جانب کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ اہل جنت کو اعمال نامہ بھی دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے ایک شخص اندھیرے میں روشنی کا کوئی آلہ مثلاً لالٹین، لیمپ یا ٹارچ عموماً اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر چلتا ہے اس کی روشنی سامنے اور دائیں ہاتھ پر تو خوب پڑتی ہے مگر بائیں ہاتھ یا پیچھے بھی روشنی پڑتی تو ہے مگر بہت کم۔ یہی حال اس دن ہوگا آگے جو روشنی پڑے گی اس کا تعلق دل سے ہے جس قدر کسی کا دل ایمان کی پختگی اور اس کے نور سے منور ہوگا اتنی ہی زیادہ اس کے آگے روشنی ہوگی اور دائیں طرف کی روشنی کا تعلق اس کے اعمال صالحہ سے ہوگا۔ (تیسیر القرآن:374/4)

﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (13)﴾

''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' کہا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو'' چنانچہ اُن کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اُس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اور اُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا'' (13)

سوال1: ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ﴾ ''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں'' کہا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ﴾''جس دن منافق مرداورمنافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے:'' منافق مرداورعورتیں اس وقت کہیں گے جب وہ دیکھیں گے کہ مومن مرداورعورتیں روشنی میں چلے جارہے ہیں اس موقع پرمومن دعا کریں گے:﴿ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۸)﴾''اے ہمارے رب!ہمارانورمکمل کردےاورہمیں بخش دے،بلاشبہ تو ہرچیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(التحریم:8)یہ معاملہ پل صراط پر ہوگااورمنافق دیکھیں گے کہ ان کی روشنی بجھ چکی ہے تو وہ حیران وپریشان ہوکرکہیں گے۔(2)﴿انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ﴾''ہمارا انتظارتو کروکہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں'' منافق اپنے مومن بھائیوں سے کہیں گے کہ آپ ٹھہرجاؤتاکہ ہم آپ کی روشنی سے فائدہ اٹھالیں اورکچھ روشنی لے کراندر چلے جائیں اوراللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔

سوال2:منافق کس وقت اہل ایمان سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کروہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں؟

جواب:منافق مرداورمنافق عورتیں پل صراط پر کچھ فاصلے تک مومن مردوں اورمومن عورتوں کے ساتھ ان کی روشنی میں چلیں گے۔پھراللہ تعالیٰ منافقوں پراندھیرامسلط کردیں گےاس وقت وہ مومنوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کروہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔

سوال3:''اپنے پیچھےلوٹ جاؤ''اس سے کیامرادہے؟

جواب:اس سے مرادہے کہ دنیامیں لوٹ جاؤاورایمان اورعمل صالح لے کرآؤجیسے ہم لے کرآئے ہیں۔

سوال4:﴿ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَ کُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ﴾''کہاجائے گا:اپنے پیچھےلوٹ جاؤ،پھرکچھ نورتلاش کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَ کُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ﴾''کہاجائے گا:اپنے پیچھےلوٹ جاؤ،پھرکچھ نورتلاش کرو''یہ بات ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہی جائے گی کہ جاؤاپنی دنیا کی طرف چلے جاؤجہاں سے تم نورحاصل کرسکتے ہو جب تم شرک اورنافرمانی کے کام چھوڑکر ایمان اورنیک عمل کروپھروہ لوٹیں گےتو کچھ نہ پائیں گے۔(ایسرالتفاسیر:1583)(2)پیچھےلوٹنا ناممکن اورمحال ہوگا۔

سوال5:﴿فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَاب ﴾''چنانچہ اُن کے درمیان دیوارحائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا،اُس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اوراُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ ﴾''چنانچہ ان کے درمیان حائل کردی جائے گی''یعنی مومنوں اورمنافقوں کے درمیان حائل کردی جائے گی۔(2)﴿بِسُوْرٍ ﴾''دیوار''ایک ایسی دیوارجس کوعبورنہ کیاجاسکے گا یہ جنت اوردوزخ کے درمیان ایک محفوظ رکاوٹ ہوگی۔(3)﴿لَّهٗ بَابٌ ط بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ ﴾''اس میں ایک دروازہ ہوگا،اس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی''اس دیوار میں ایک دروازہ ہوگا۔جس کی اندرونی جانب رحمت ہوگی یعنی مومنوں کے حصے میں۔(4)﴿وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَاب ﴾''اوراُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف

عذاب ہوگا'' باہر کی جانب جہاں منافق ہوں گے وہاں عذاب ہوگا۔

﴿يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (14)﴾

''وہ اُن کو آوازیں دیں گے: ''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار ہی کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور فضول تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور اُس دھوکے باز نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں دھوکہ دیا''۔(14)

سوال1: ﴿يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ ''وہ اُن کو آوازیں دیں گے: ''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار ہی کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور فضول تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور اُس دھوکے باز نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں دھوکہ دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿يُنَادُوْنَهُمْ﴾ ''وہ اُن کو آوازیں دیں گے'' منافق اہل ایمان کو پکاریں گے۔ان سے نہایت عاجزی کے ساتھ رحم کی درخواست کریں گے۔(2) ﴿اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ﴾ ''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' کیا دنیا میں ایمان اور اطاعت کے کام کرنے میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔کیا ہم اکٹھے نمازیں نہیں پڑھتے تھے، روزے نہیں رکھتے تھے، جہاد نہیں کرتے تھے، جو عمل تم کرتے تھے کیا ہم وہ عمل نہیں کرتے تھے۔(3) ﴿قَالُوْا بَلٰى﴾ ''وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں'' مومن جواب دیں گے یہ سچ ہے کہ دنیا میں تم ہمارے ساتھ تھے اور بظاہر ہم ایک جیسے عمل کرتے تھے مگر تمہارے اعمال، ایمان سے، خالص نیتوں سے اور دین داری کی سچی روح سے خالی تھے۔(4) ﴿وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا'' یعنی نفاق نے جو باطنی کفر ہے اور اسلام اور مسلمانوں سے بغض نے تمہیں فتنے میں ڈال دیا۔(ایسر التفاسیر:1583)(5) تمہاری شہوات اور معاصی نے تمہیں فتنے میں ڈال دیا۔(6) ﴿وَتَرَبَّصْتُمْ﴾ ''اور تم انتظار ہی کرتے رہے'' اور تم مسلمانوں کی شکست کے انتظار میں رہے۔(7) تم محمد ﷺ کی موت کے انتظار میں رہے کہ وہ وفات پائیں اور تم راحت پاؤ۔(تفسیر وسیط:2401/4)(8) ﴿وَارْتَبْتُمْ﴾ ''اور تم نے شک کیا'' اور تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی ﷺ کی نبوت سے اور بعث بعد الموت سے شک میں پڑے رہے۔(تفسیر قاسمی:44/16)(9) اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں کے بارے میں تم شک میں پڑے رہے۔(10) ﴿وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ﴾ ''اور فضول تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا'' جھوٹی تمناؤں نے تمہیں فریب دیا کہ اللہ تعالیٰ بڑا غفور ورحیم ہے۔ذرہ نواز ہے۔اس کی رحمت بڑی وسیع ہے ہمیں بھی بخش دے گا۔(11) تم یہ سمجھتے تھے کہ مومنوں کے مقام پر پہنچ جاؤ گے اور تمہارا حال

یہ تھا کہ تم یقین کی دولت سے تہی دامن تھے۔(سعدی:2704/3)(12)﴿ حَتّٰی جَآءَ اَمۡرُ اللّٰہِ ﴾''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا''،یعنی موت آ گئی یا اس کا اپنے رسول سے کیے ہوئے وعدے کا وقت آ گیا یا اس کا دین غالب آ گیا یا آگ کا عذاب آ گیا۔(تفسیر قاسمی :44/16)(13)﴿وَغَرَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ ﴾''اور اُس دھوکے باز نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں دھوکہ دیا''بڑے دھوکے باز سے مراد شیطان ہے۔شیطان نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں دھوکے میں رکھا۔یہاں تک کہ تم قبر میں جا پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوزخ میں ڈال دیا۔

سوال2:منافق کس چیز کے انتظار میں رہتے ہیں؟

جواب:منافق مسلمانوں کے حق میں کسی گردش مصیبت کے انتظار میں رہتے ہیں۔

سوال3:دین کے معاملے میں شک میں پڑے رہنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب:دین کے معاملے میں شک میں پڑنے کی وجہ سے انسان قرآن اور دلائل ومعجزات کو نہیں مانتا۔

سوال4:فضول تمناؤں میں کون الجھائے رکھتا ہے؟

جواب:فضول تمناؤں میں شیطان الجھائے رکھتا ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچنے سے مراد(1)موت آنا ہے۔(2)مسلمانوں کا غلبہ ہے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کے بارے میں انسان کیسے دھوکہ میں آ جاتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے بارے میں انسان قانون مہلت کی وجہ سے دھوکے میں آ جاتا ہے۔

﴿ فَالۡیَوۡمَ لَا یُؤۡخَذُ مِنۡکُمۡ فِدۡیَۃٌ وَّلَا مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ مَاۡوٰىکُمُ النَّارُ ؕ ہِیَ مَوۡلٰىکُمۡ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ (15) ﴾

''سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی اُن لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا،تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے،وہی تمہارا دوست ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔''(15)

سوال1:﴿ فَالۡیَوۡمَ لَا یُؤۡخَذُ مِنۡکُمۡ فِدۡیَۃٌ وَّلَا مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ مَاۡوٰىکُمُ النَّارُ ؕ ہِیَ مَوۡلٰىکُمۡ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴾''سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی اُن لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا،تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے،وہی تمہارا دوست

ہےاوروہ بہت ہی بُراٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾''سوآج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی اُن لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا'' منافقوں سے کہا جائے گا آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا۔اگر چہ تم زمین بھر سونا فدیے میں دو۔رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے تو اُن میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اُس کو فدیے میں دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور اُن کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا''(آل عمران:91)(2)﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ط وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾''جن لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کر لی ان کے لیے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے قبول نہیں کی اگر ان کے پاس واقعتاً وہ سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اس کو ضرور فدیے میں دے دیں۔یہی لوگ ہیں جن کا بُرا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور وہ بہت ہی بُراٹھکانہ ہے۔(الرعد:18)(3)﴿مَاْوٰكُمُ النَّار ﴾''تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے''یعنی تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔(4)﴿هِيَ مَوْلٰكُمْ ﴾''وہی تمہارا دوست ہے''یعنی جہنم تمہارا والی ہے۔وہی تمہارا گھر وہی تمہارے لائق ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (۸) فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (۹) وَمَآ اَدْرٰكَ مَاهِيَهْ (۱۰) نَارٌ حَامِيَةٌ (۱۱)﴾''اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔تو اُس کا ٹھکانہ گہری کھائی ہوگا۔اور تم کیا جانو کیا ہے وہ؟ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔(القارعة:11.8)

سوال2: کافروں کو کیسے فیصلہ سنا دیا جائے گا؟

جواب: کافروں سے کہا جائے گا:(1) آج تم سے نہ فدیہ قابل قبول ہوگا۔(2) کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔(3) دوزخ تمہاری رفیق ہے۔

سوال3: مولیٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) مولیٰ کاموں کا متولی یا ذمہ دار ہے۔(2) ہمیشہ ہمیشہ ساتھ دینے والا۔

سوال4: جہنم کے مولیٰ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ جہنم اب اس بات کی ذمہ دار ہے کہ تمہیں سخت ترین سزا دے۔

سوال5: جہنم کی آگ کیسے کافروں کی ولی بنے گی؟

جواب: جہنم کی آگ کو اللہ تعالیٰ شعور عطا فرمائیں گے۔وہ کافروں کی ولی بنے گی اور انہیں دردناک عذاب سے دوچار کرے گی۔

سوال5:جہنم کیسا ٹھکانہ ہے؟

جواب:جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے ایسی ساتھی جو جدا نہ ہو! ہمیشہ کی ساتھی اور رفیق!

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّۙ۬ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (16)﴾

''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثریت نافرمان ہے۔(16)

سوال1:﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)ابن ابی شیبہ نے عبدالعزیز بن ابی روداد سے روایت کیا ہے کہ اصحاب رسول اکرم ﷺ میں ہنسی و مذاق ظاہر ہوئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر ابن عباس:3/ 334،335) (2)اور ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ اصحاب نبی اکرم ﷺ نے کچھ مذاق کیا اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ کیا ایمان والوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا۔(تفسیر ابن عباس:3/ 334،335)(3)آیت الم یان للذین کے سلسلہ میں ابن مردودیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہ ہنس رہے ہیں۔فرمایا کیا تمہارے پاس اللہ کا فرمان آ گیا جو اس بے فکری سے ہنس رہے ہو۔تمہارے اس ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ !اس ہنسنے کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا کہ جتنے ہنسے ہو اتنے ہی روؤ۔صحابہ رضی اللہ عنہ کے ایک گونہ خوشحال ہونے سے یہ ہنسی مذاق ہوئی جس کی وجہ سے عبادت میں بھی سستی ہونے لگی تھی۔ابن معوذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مسلمان ہونے کے چار سال بعد یہ آیت عتاب نازل ہوئی۔(تفسیر کمالین جلالین:6/429)(4)﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا﴾ ''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا''یعنی کیا مومنوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا۔(5)﴿اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾''کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے جھک جائیں؟''یعنی ان کے دل نرم پڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے،تلاوت قرآن سے ان کے دل ڈر جائیں۔(6)﴿وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾''اور جو حق نازل ہوا ہے''یعنی ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے لیے جھک جائیں۔وہ اسے توجہ سے سنیں اور خوشی خوشی عمل کریں۔(7)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن اترے ہوئے تیرہ سال بھی نہ گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ شکایت کی کہ مسلمانوں کے دل نہیں جھک رہے اور وہ اس سے کترا رہے ہیں۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے اسلام اور

اللہ تعالیٰ کے عتاب میں چار سال بھی نہ گزرے تھے کہ یہ عتاب اترا۔(مسلم)(8)شداد بن اوس کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جو لوگوں سے اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہے۔(تفسیر الثعالبی:386/5)(9)اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کتاب و حکمت کے لیے جو اس نے نازل فرمائی ہے خشوع وخضوع کی ترغیب ہے۔نیز اس امر کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اہل ایمان مواعظ الٰہیہ اور احکام شرعیہ سے نصیحت حاصل کریں اور ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں۔

سوال2:﴿وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ط وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثریت نافرمان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ﴾ ''اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی''یعنی ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جن پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی یعنی یہود ونصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا کہ ان کے دل سخت ہو گئے تو انہوں نے کتاب سے منہ موڑا اور غافل ہو گئے۔(2)اللہ تعالیٰ کی کتاب تو اس لیے آتی ہے کہ لوگوں کے دل جھک جائیں وہ خشوع اختیار کریں اور کتاب کے احکامات کو مان لیں اور اس کی اطاعت کریں۔(3)وہ اس پر ثابت قدم نہ رہے۔نہ اس کے احکامات پر قائم رہے حتیٰ کہ انبیاء کو گزرے لمبا عرصہ ہو گیا اور ان کے دلوں میں غفلت نے جڑ پکڑ لی۔ان کا ایمان کمزور پڑ گیا اور یقین زائل ہو گیا۔(4)﴿فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''تو اُن کے دل سخت ہو گئے''یعنی ان کے دل پتھروں کی طرح یا سختی میں اس سے بھی بڑھ گئے۔(5)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:وہ دنیا کی طرف جھک گئے اور قرآن کی نصیحتوں سے منہ موڑ لیا۔(6)انہوں نے انبیاء کے جانے کے بعد کتاب بدل ڈالی،اس کے معنی غلط بیان کیے،اس کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔اللہ تعالیٰ کے دین میں انہوں نے تقلید کا راستہ اختیار کیا اور انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنایا۔آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پتھر بنا دیئے۔اب ان میں نصیحت اثر نہیں کرتی۔ان کے دل وعدوں سے نہیں کھلتے اور وعیدوں سے نہیں جھکتے۔ان کے دلوں میں ایمان نہیں،عمل شریعت کے خلاف ہیں۔دل بگڑے،تو عمل بھی اجڑے۔ایمان اڑا تو عمل بھی صلاح وتقویٰ سے محروم ہوئے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ج يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ لا وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ج وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''چنانچہ ان کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کے ایک حصے کو وہ بھلا بیٹھے ہیں ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا،اور آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت سے آگاہ ہوتے رہیں گے،چنانچہ آپ ان کو معاف کر دیں اور ان سے درگزر کریں یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(المائدہ:13)(السراج المنیر بمختصر ابن

کثیر،2/2006)(7)﴿وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾''اوراُن میں سے اکثریت نافرمان ہے''یعنی ان کے دل کی سختی کا یہ نتیجہ نکلا کہ انہوں نے وعظ ونصیحت کو چھوڑ دیا تو ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہو گئے۔وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے نکل گئے۔

سوال7:دلوں کی سختی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب:دلوں کی سختی کی وجہ سے انسان کو وہ کام اچھے لگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بناتے ہیں۔

سوال8:فاسق ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:فاسق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کچھ احکامات کو پورا کرتا ہے کچھ کو نہیں کرتا۔

سوال9:اہل کتاب کے اکثر لوگ کیسے ہیں؟

جواب:ان میں سے اکثر لوگوں کے پاس عقل نہیں ہے۔

سوال10:کسی شخص کا دل اللہ تعالیٰ کی آیات کے لیے کیسے کھلتا ہے ؟

جواب:رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۲۲) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا،سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟(کسی کافر جیسا ہوسکتا ہے)پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے،یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے،ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے،اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں،پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں،یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔(الزمر: 22,23)

سوال11:دل کیسے نرم اور کیسے سخت ہو جاتے ہیں؟

جواب:(1)جو رب زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی دیتا ہے وہی سخت دلوں کو نرم کر دیتا ہے۔(2)دل ہر وقت اس امر کے محتاج ہیں کہ وہ اس کتاب سے نصیحت حاصل کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور حکمت کی گفتگو کرتے رہیں،اس کتاب سے غفلت نہ برتی جائے کیونکہ یہ چیز دل کی سختی اور آنکھ کے جمود کا سبب بنتی ہے۔(تفسیر سعدی:2705/3)

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (17)﴾

''یقین جانو اللہ تعالیٰ ہی زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، یقیناً ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم سمجھو''(17)

سوال1: ﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''یقین جانو اللہ تعالیٰ ہی زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، یقیناً ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم سمجھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِعْلَمُوْٓا ﴾''یقین جانو'' خوب اچھے طریقے سے جان لو یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرو۔(2)﴿ اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾''اللہ تعالیٰ ہی زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے'' یعنی خشک زمین کو بارش سے سیراب فرما کر زندہ کر دیتا ہے۔اس طرح وہ اجڑے دلوں کو ہدایت کے نور سے جگمگا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے وہ جسے چاہتا ہے گمراہی کے بعد ہدایت نصیب فرما دیتا ہے۔وہ اپنے تمام کاموں کو انجام دینے میں حکمت، عدل اور خبر کے کمال سے کام لیتا ہے۔(3)﴿ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''یقیناً ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم سمجھو'' اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اس لیے بیان فرمائی ہیں تا کہ ہم انہیں سمجھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات عقل کی راہنمائی کرتی ہیں۔(4) جو زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا وہ ایک دن مردوں کو بھی زندہ کرے گا اور انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔(5) جو رب بارش کے پانی کے ذریعے زمین کو زندہ کرتا ہے وہی دلوں کو حق کے ذریعے زندہ کرتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے آیات کو کس کے لیے کھولا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آیات کو عقل مند والے کے لیے کھولا ہے۔

﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (18)﴾

''یقیناً صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیا ہے بلاشبہ وہ اُن کو کئی گنا دیا جائے گا اور اُن کے لیے بہت باعزت اجر ہے''(18)

سوال1: ﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾''یقیناً صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیا ہے بلاشبہ وہ اُن کو کئی گنا دیا جائے گا اور اُن کے لیے بہت باعزت اجر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ ﴾'' یقیناً صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں'' اللہ تعالیٰ نے یہاں اس ثواب کو بیان کیا ہے

جوضرورت مندوں،فقیروں،مسکینوں اورمحتاجوں پرخرچ کرنے سے خیرات کرنے والوں کو ملے گا۔اس کی شرط یہ ہے کہ یہ صدقہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ان اخلاص والوں کا اجر بڑھتا ہی رہے گا حتیٰ کہ ایک کے بدلے سات سو یا اس سے بھی زیادہ ملیں ۔ (2)﴿وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اورجنھوں نے اللہ تعالیٰ کوقرضِ حسنہ دیا ہے''یعنی وہ بھلائی کے راستوں میں اپنامال پیش کرتے ہیں جوان کے رب کے ہاں ان کے لیے ذخیرہ بن جاتا ہے۔(تفسیرسعدی:2706/3)(3)﴿يُّضٰعَفُ لَهُمْ﴾''بلاشبہ وہ اُن کوکئی گنادیا جائے گا''یعنی نیکی کےثواب کودس گناہ اورسات سوگنا تک بڑھادیا جائے گا۔(4)﴿وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾''اوراُن کے لیے بہت باعزت اجر ہے''یہ وہ اجر ہے جو جنت میں ان کے لیے تیار کردیا گیا ہے جس کی کسی چیز کے بارے میں نہ کانوں نے سنا ہے،نہ آنکھوں نے دیکھا ہے۔﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ﴾(آمین)

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ق صلے وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (19)﴾

''اور جواللہ تعالیٰ پراوراُس کے رسولوں پرایمان لائے،وہی لوگ بہت سچے ہیں اوروہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں،اُن کے لیےان کا اجراوراُن کا نور ہےاورجنھوں نے کفرکیااور ہماری آیات کوجھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔''(19)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ق صلے وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ﴾ ''اور جواللہ تعالیٰ پراوراُس کے رسولوں پرایمان لائے،وہی لوگ بہت سچے ہیں اوروہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں،اُن کے لیےان کا اجراوراُن کا نور ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾''اور جواللہ تعالیٰ پراوراُس کے رسولوں پرایمان لائے''یعنی جولوگ سچے دل سے اپنے رب اورالٰہ پرایمان لائے اوراس کے رسولوں پرایمان لائے اللہ تعالیٰ نے انہیں صدیق کہا ہے۔(2)﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ﴾ ''وہی لوگ بہت سچے ہیں''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق شمار کیے جاتے ہیں یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی تصدیق کرکے صدیق بن جاتے ہیں۔یہ ایسے لوگ ہیں جواپنے وعدوں کےاوراپنے قول کے پابند ہوتے ہیں اوراپنے اعمال میں سچے ہوتے ہیں۔صدیق وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایمان،عمل صالح،علم نافع اوریقین صادق کے راستے کومکمل کرلیا ہے۔(تفسیرسعدی:2701/3) (4)﴿وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾''اوروہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں،''شہداوہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبے کے لیے جہادکیا اوراپنے جان ومال کوخرچ کیا۔(تفسیرسعدی)(5)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہرمومن صدیق اورشہید ہے۔اسی طرح سیدنا عمروبن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوکرعرض کیا

:''اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں توحید ورسالت کی شہادت دوں، پانچوں نمازیں ادا کرتا رہوں، زکوٰۃ دیتا رہوں، رمضان کے روزے رکھوں اور راتوں کو عبادت کروں تو میں کیا ہوں گا؟ فرمایا: تم صدیقین اور شہداء میں سے ہوگے۔(شوکانی)(6)ابن ابی حاتم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز ان کے پاس کچھ حضرات صحابہ جمع تھے انہوں نے فرمایا''کلکم صدیق وشهید''تم میں سے ہر ایک صدیق بھی ہے شہید بھی''لوگوں نے تعجب سے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بات کا یقین نہیں آتا تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾(تفسیر معارف القرآن:311/8)(7)﴿لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ﴾''اُن کے لیے ان کا اجر اور اُن کا نور ہے''یعنی جنت میں ان کے لیے اجر عظیم ہے اور ان کا نور قیامت کے دن مکمل ہوگا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: فرق مراتب کے باوجود ایک دوسرے کو جنتی اس طرح نظر آئیں گے جیسے مشرقی یا مغربی ستارہ نظر آتا ہے، جو افق میں نکلنے اور ڈوبنے والا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا وہ انبیاء ہوں گے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جنہوں نے رسول کی تصدیق کی۔(8)﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (٦٩)﴾''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں''۔(النساء:69)

سوال2:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾''اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾''اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا''یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا اور اس کی توحید کا کفر کیا۔ انہوں نے قرآن کو جھٹلایا اور اس کے احکام کو نہ مانا۔(2)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾''یہی لوگ دوزخی ہیں''اہل جہنم ایسے کافر ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔

رکوع نمبر 19

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (20)﴾

''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔''(20)

سوال1: ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ م بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾ ''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِعْلَمُوْٓا﴾ ''جان لو!'' رب العزت نے دنیا کی زندگی کی حقیقت کو جان لینے کا، اس کا علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔(2)﴿ اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ﴾ ''بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی ہے'' یعنی دنیا کی زندگی کی حقیقت بس اتنی ہے کہ وہ کھیل تماشا اور دل لگی ہے۔(3) دنیا بس لہو ولعب ہے جس کے ساتھ بدن کھیلتے ہیں اور اس کی وجہ سے قلب غافل ہوتے ہیں۔ جو کچھ دنیا میں موجود ہے اور ابنائے دنیا سے جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ اس کا مصداق ہے۔ آپ ابنائے دنیا کو پائیں گے کہ انھوں نے اپنی عمر کے اوقات کو غفلت قلب میں صرف کیا اور وہ ذکر الٰہی اور آئندہ پیش آنے والے وعدہ وعید سے غافل رہے۔ آپ اہل بیدار اور آخرت کے لیے عمل کرنے والوں کو ان کے برعکس دیکھیں گے کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی معرفت اور اس کی محبت سے معمور ہیں۔ وہ اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ایسے اعمال میں صرف کرتے ہیں جن کا فائدہ ان کو پہنچتا ہے اور دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2707,2709)(4)﴿وَّزِیْنَةٌ ﴾ ''اور زینت'' یعنی کھانے پینے، لباس گھروں وغیرہ کے ذریعے سے اپنے آپ کو خوش نما بنانا۔(5)﴿وَّتَفَاخُرٌ م بَیْنَکُمْ﴾ ''اور تمہارا آپس میں فخر کرنا'' یعنی جو دنیا کا بیٹا ہے وہ ان چیزوں کو لے کر اپنی شان ثابت کرنا چاہتا ہے۔ دوسروں پر فخر کا اظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہی غالب رہے اور اسی کو شہرت ملے۔(6) عرب لوگ آباء اور حسب نسب پر فخر کرتے تھے۔(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں جاہلیت کے چار کام ایسے ہیں جنھیں وہ نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب پر فخر کرنا، دوسروں کے نسب اور خاندان پر طعنہ زنی کرنا، تاروں کے اثر سے بارش ہونے کا عقیدہ رکھنا اور کسی مرنے والے پر بین کرنا۔(مسلم: کتاب الجنائز)(8) سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔(مسلم:2865)(10)﴿وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾ ''اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے'' عرب جاہلیت میں مال اور اولاد کی کثرت پر فخر کرتے تھے۔(قرطبی:9/187)(11) یعنی ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ وہ مال اور اولاد میں دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ دنیا سے محبت کرنے والے اور اس

پر مطمئن رہنے والے اس کا مصداق ہیں۔اس کے برعکس وہ شخص جو دنیا اور اس کی حقیقت کو جانتا ہے، وہ اسے مستقل ٹھکانا نہیں بناتا بلکہ اسے گزرگاہ خیال کرتا ہے، وہ ایسے اعمال میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اور ایسے وسائل اختیار کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے اکرام وتکریم کے گھر تک پہنچاتے ہیں۔جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو اس کے ساتھ دنیا، مال ومتاع اور اولاد کی کثرت میں مقابلہ کرتا ہے تو یہ اعمال صالحہ میں اس کا مقابلہ کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2708/3)(12)رب العزت نے فرمایا :﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنادی گئی، جو عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔(آل عمران:14)

سوال2:﴿كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا﴾ ''جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَمَثَلِ غَيْثٍ﴾ ''جیسے بارش کی مثال ہے''غیث ایسی بارش کو کہتے ہیں جو انتظار اور ناامیدی کے بعد ہو۔(2)﴿اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ﴾ ''کہ اس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے'' رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ م بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ط وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔(الشوریٰ:28)(3)اللہ تعالیٰ نے فانی دنیا کے لیے بارش کی مثال دی ہے جیسے بارش زمین پر برستی ہے اور نباتات کو سیراب کرتی ہے پھر اس سے مویشی، انسان، پرندے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔(4)جس طرح ہرے بھرے کھیت سے کسان خوش ہوتا ہے ایسے ہی کافر دنیا میں مست اور مگن ہیں۔(5)﴿ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا﴾ پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے'' وہی کھیت جنہیں دیکھ کر کسان پھولا نہیں سماتا دیکھتے ہی دیکھتے خشک ہو کر پہلی حالت میں لوٹ جاتا ہے گویا وہاں کبھی ہریالی تھی ہی نہیں، سبزی کی بجائے زردی اور بہار کی بجائے خزاں آجاتی ہے۔(6)یہی حال دنیا کا ہے۔دنیا کے بیٹے کو دنیا نہایت خوش نما لگتی ہے وہ ہر طرف جو چاہتا ہے کرتا پھرتا ہے حتیٰ کہ تقدیر اس سے وہ سب کچھ چھین لیتی ہے اور اسے خالی ہاتھ دنیا سے روانہ ہوتا پڑتا ہے۔جوانی کی بہاریں، بھرپور شباب، خوب صورتیاں، امنگیں، ولولے، جذبات عمر کے ساتھ ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور موت آتی ہے تو انسان خالی ہاتھ روانہ ہو جاتا ہے۔(7)آخرت کے لیے کیے جانے والے اعمال ہی کام آتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ط حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ لا اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ

نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ط كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ دنیا کی زندگی کی مثال اُس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اُس سے زمین کی اُگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں اس میں سے جو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ زمین نے اپنی رونق لے لی اور خوب مزین ہوگئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کرلیا کہ بے شک اب وہ اس پر قادر ہیں تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا تو ہم نے اُسے کٹی ہوئی کر دیا گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی، ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔ (یونس:24)

سوال3: دنیا کی زندگی کیا ہے؟

جواب: (1) کھیل تماشا۔ (2) زینت۔ (3) ایک دوسرے پر فخر جتانا۔ (4) مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا۔

سوال4: دنیا ظاہری نظروں سے عظیم نظر آتی ہے لیکن اصل میں معمولی چیز ہے۔ انسان کی نظر میں دنیا کیسے معمولی ہوسکتی ہے؟

جواب: (1) انسان جب اس دنیا کی زندگی کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے۔ (2) انسان جب اسے کائنات کی نظر سے دیکھتا ہے۔ (3) انسان جب دنیا کو آخرت کے مقابلے میں دیکھتا ہے تو دنیا معمولی نظر آتی ہے۔

سوال5: ﴿اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كفار﴾ کے لغوی معنی چھپانے والے کے ہیں کہ وہ زمین میں بیج بوکر چھپا دیتے ہیں۔ (2) اچھی لگتی ہے کفار یعنی کسان کو اس کی پیداوار۔ (3) دوسری طرف کفار کافر کی جمع ہے کافر دلوں میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کا انکار چھپاتا ہے۔ (4) جیسے کھیتی کفار یعنی کسان کو اچھی لگتی ہے ایسے ہی یہ کھیتی یعنی دنیا کفار یعنی اور آخرت کا انکار کرنے والوں کو اچھی لگتی ہے۔

سوال6: دنیا کی زندگی کو کھیتی سے کیوں تشبیہہ دی گئی ہے؟

جواب: (1) دنیا کی زندگی جلد ختم ہونے والی ہے جیسے کھیتی سرسبز وشاداب ہوتی ہے لیکن جلد خشک اور زرد ہوجاتی ہے زوال پذیری کے اعتبار سے دونوں میں مشابہت ہے۔ (2) کھیتی سرسبز وشاداب ہوتی ہے تو کسان کو اچھی لگتی ہے۔ دنیا کی زیب وزینت مال اور دیگر چیزیں انسان کو اچھی لگتی ہیں۔ وہ ان میں کشش محسوس کرتا ہے۔ ان میں انسان کا دل لگتا ہے۔ دل کشی کے اعتبار سے بھی دونوں میں مشابہت ہے۔ کھیتی کو ثبات اور قرار نہیں کیونکہ کھیتی چند روزہ ہوتی ہے ایسے ہی دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ اسے ثبات اور قرار نہیں۔

سوال7: ﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴾''اورآخرت میں سخت عذاب بھی ہے'' آخرت میں دو میں سے ایک امر انسان کو لاحق ہو جاتا ہے یا تو اللہ تعالیٰ کی آگ، بیڑیاں، زنجیریں اور عذاب ہے یہ اس کا بدلہ ہے جو اللہ تعالیٰ آیات کو اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلاتا ہے۔(2)﴿وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے'' جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین رکھتا ہے اور اس کی فرماں برداری کرتا ہے اس کے لیے مغفرت ہے یعنی گناہوں کی بخشش اور رضوان یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا۔(3) یہ اس شخص کے لیے ہے جس نے دنیا کی حیثیت کو سمجھ لیا اور آخرت کے لیے کوشش کی۔(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :''اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، ہر کام کے لیے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے کہ کیا اب بھی ہم خوش نہ ہوں گے حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عنایت کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عنایت نہیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کہ میں اس سے بھی بڑھ کر تم کو ایک چیز سے سرفراز فرماتا ہوں۔ جنتی عرض کریں گے کہ اے پروردگار! وہ کیا چیز ہے جو اس سے بھی بہتر ہے؟ اللہ جل شانہ فرمائے گا کہ میں اپنی رضامندی تمہیں عطا کرتا ہوں، اب میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔'' (بخاری:7518)(5)﴿وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾''اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں''، یعنی دنیا ایسی متاع ہے جس سے ضروریات پوری کی جاتی ہیں، نفع اٹھایا جاتا ہے اور یہی دنیا ہے جس کے فریب میں انسان مبتلا ہو جاتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ م لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴾اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل ہے اور یقیناً آخرت کا گھر ہی اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔ (العنکبوت:64)(6)﴿اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ﴾ بلاشبہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور دل لگی ہے۔(محمد:36)

سوال8: کافروں اور نافرمانوں کے لیے سخت عذاب کا باعث بننے والی کیا چیز ہے؟

جواب: کافر اور نافرمان دنیا کی زندگی کے کھیل تماشوں میں مصروف رہتے ہیں اور اسی کو زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔ پھر جب وہ سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے یا نہیں ہوتا اور زندگی گزر جاتی ہے تو آگے اپنے اعمال کا انجام یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب سامنے ہوتا ہے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کس کے لیے ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی ایمان والوں کے لیے ہے۔

سوال10: ایمان والے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کیسے حاصل کرتے ہیں؟

جواب:(1) ایمان والے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔(2) وہ دنیا کی زندگی کو عارضی اور فانی سمجھتے ہیں۔(3) دنیا کو دارالامتحان سمجھتے ہوئے کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی حاصل کرتے ہیں۔

سوال11: دنیا کی زندگی کس کے لیے دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں؟

جواب: دنیا کی زندگی اس کے لیے دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں جو دنیا کے دھوکے میں مبتلا رہا اور اس نے آخرت کے لیے کچھ نہ کیا۔

﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (21)﴾

''دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے، اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے'' (21)

سوال1: ﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ﴾ ''دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے، اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مغفرت، رضا اور جنت کی طرف مسابقت کا حکم دیا ہے اور یہ چیز مغفرت کے اسباب کے لیے کوشش کرنے، یعنی خالص توبہ اور نفع مند استغفار کرنے، گناہ اور گناہ کے اسباب سے دور رہنے ہی سے ممکن ہے، نیز عمل صالح کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف سبقت اور ان امور پر دوام کی حرص کرنے سے ممکن ہے جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے، یعنی خالق کی عبادت میں احسان اور مخلوق کو ہر لحاظ سے فائدہ پہنچا کر ان کے ساتھ حسن سلوک کے ذریعے ہی سے یہ چیز حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کا ذکر فرمایا جو اس کے موجب ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2709/3)

(2) ان معنوں میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (آل عمران: 133) (3) یعنی بھاگ دوڑ کرنی ہے تو جنت کے لیے کرو اور بھاگ دوڑ ایمان میں، عمل صالح میں کرو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے جذبے یعنی مسابقت کی تسکین کے لیے کیا راہ نمائی کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ دنیا میں مقابلہ لہو ولعب کا سامان جمع کرنے میں نہیں ہے۔ (2) دنیا کا مقابلہ بہت مال جمع کرنے کا بھی نہیں ہے۔ (3) دنیا کا مقابلہ ربّ کی مغفرت کے لیے اور جنت کے لیے ہے۔

سوال4: ربّ کی مغفرت اور جنت کے لیے کو مقابلہ کرسکتا ہے؟

جواب: ربّ کی مغفرت اور جنت کے لیے وہ مقابلہ رسکتا ہے جس کی نظریں بلند افق پر ہوں جو دنیا کے آگے کے جہان کو اپنا ہدف

بناچکا ہو۔جس نے اپنی گردن سے دنیا کی غلامی کا طوق اتار پھینکا ہو۔

سوال5: دنیا میں لہو ولعب جمع کرنے کا مقابلہ کس کے درمیان ہے؟

جواب: یہ ان بچوں کا میدان ہے جن کی نظریں بلند افق پر نہیں ہوتیں، جو دنیا سے آگے دیکھنے کے قابل نہیں رہتے اور جن کی غفلت اور کم عقلی انہیں کچھ سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑتی۔

سوال6: جنت کی وسعت کتنی ہے؟

جواب: جنت کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے۔جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے اس کا طول کتنا ہوگا؟ طول عرض سے بڑا ہی ہوتا ہے اس سے ہمیں بے پناہ وسعتوں والی جنت کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔

سوال7: جنت کن لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے؟

جواب: جنت ان لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

سوال8: ﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰه﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے'' یعنی ہم نے جہنم میں گرانے والے اعمال کی جو نشان دہی کی ہے اور جنت پہنچانے والے اعمال کے بارے میں راہنمائی کی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔(2)﴿یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے'' وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے ۔(3) وہ جسے چاہتا ہے جنت کے راستے یعنی قرآن وسنت کے علم اور عمل کے راستے پر چلا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس علم سے محروم کر دیتا ہے۔(4) وہ جسے چاہتا ہے اجر عظیم عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔(5)﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم﴾ '' اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے'' یعنی کوئی اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کا اندازہ نہیں کر سکتا۔(6) وہ فضل عظیم والا جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے جنت دیتا ہے۔(7) اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے جس پر چاہے اپنا فضل فرماتا ہے۔جسے چاہے عطا کر دے، جس سے چاہے روک لے جس سے روک لے تو اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جس کو وہ کچھ دے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ساری بھلائیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔

سوال9: یہاں اللہ تعالیٰ کے کس فضل کی بات کی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراد ایمان ہے۔

سوال10: اللہ تعالیٰ ایمان کی دولت کس کو عطا کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایمان کی دولت اس کو عطا کرتے ہیں جو کفر، فسق، شرک اور نافرمانیوں سے توبہ کر کے ایمان والی عمل صالح والی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایمان اور عمل صالح کی توفیق دیتا ہے۔

﴿مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ (22)﴾

''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ ہی تمہاری ذات میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں وہ ایک کتاب میں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے''۔(22)

سوال1: ﴿مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ﴾ ''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ ہی تمہاری ذات میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں وہ ایک کتاب میں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاوقدر کے بارے میں خبر دی ہے کہ تمام مصائب جو زمین کی مخلوق پر آتے ہیں۔(2) ﴿وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ﴾ ''اور نہ ہی تمہاری ذات میں'' یعنی بیماریاں اور بچے کا وفات پاجانا۔(3) ﴿اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا﴾ ''مگر اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں وہ ایک کتاب میں ہے'' یعنی اس سے پہلے کہ اسے تخلیق کریں وہ لوح محفوظ میں موجود ہے۔(4) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اس کا تخت پانی پر تھا، پھر اس نے آسمان پیدا کیے اور زمین پیدا کی اور ذکر (یعنی لوح محفوظ) میں ہر چیز کو ثبت فرمادیا۔(بخاری:7418)(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔(مسلم:6748)(6) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سراقہ مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ ہمارے لیے دین کو واضح کریں گویا کہ ہمیں ابھی پیدا کیا گیا ہے آج ہمارا عمل کس چیز کے مطابق ہے؟ کیا ان سے متعلق ہے جنہیں لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے یا اسی چیز سے متعلق ہیں جو ہمارے سامنے آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ان سے متعلق ہیں جنہیں لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے۔ سراقہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر ہم عمل کیوں کریں؟ زہیر نے کہا: پھر ابوالزبیر نے کوئی کلمہ ادا کیا لیکن میں اسے سمجھ نہ سکا۔ میں نے پوچھا، آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے فرمایا: عمل کیے جاؤ ہر ایک کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا گیا ہے۔(مسلم:6735)(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صادق و

مصدوق رسول ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اُس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے۔ پھر اُسی میں جما ہوا خون اتنی مدت رہتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اُس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کا رزق، عمر، عمل اور شقی یا سعید ہونا۔ اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اُس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کر لیتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی اہل جہنم جیسے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اُس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنّت والا عمل کر لیتا ہے اور جنّت میں داخل ہو جاتا ہے''۔ (بخاری:7454) (8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی شخص کو اس کا عمل بہشت میں نہیں لے جا سکتا؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کے اعمال بھی آپ کو بہشت میں نہیں لے جا سکیں گے؟ فرمایا: ''ہاں میرے اعمال بھی مجھے بہشت میں نہیں لے جا سکیں گے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے''۔ (بخاری: کتاب الرضی (9) ﴿اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے'' یعنی وجود میں آنے سے پہلے چیزوں کا اندازہ لگانا اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے۔

سوال 2: مصائب میں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: (1) سب سے پہلے تو ایک مومن کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے، جزع وفزع کرنے سے اس کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ (2) نقصان کا غم نہیں کرنا چاہیے۔ (3) مصیبت پہنچنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیے۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ کا چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ﴾ آپ ﷺ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جو چیز بھی مسلمان کو نقصان دیتی ہے وہ مصیبت ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ صبر کا نعم البدل عطا کرتا ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''ہر وہ مسلمان شخص جس کو مصیبت اپنے نرغے میں لے لے اور وہ زبان سے وہی کلمات نکالے جس کے نکالنے کا اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حکم دیا ہے۔ ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ اَللّٰھُمَّ اۡجُرۡنِیۡ فِیۡ مُصِیۡبَتِیۡ وَاَخۡلِفۡ لِیۡ خَیۡرًا مِّنۡھَا﴾ ''ہم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ مجھے میری اس مصیبت میں ثواب سے نواز دے اور اس کا نعم البدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا سے اس کو نعم البدل عطا فرماتا ہے''۔ (مسلم:918)

سوال 3: دنیا میں کون سی مصیبتیں آتی ہیں؟

جواب: دنیا میں کچھ مصیبتیں زمینی ہیں اور کچھ آفتیں آسمانی ہیں مثلاً قحط، سیلاب، زلزلے وغیرہ۔

سوال 4: کون سی مصیبتیں ہیں جو انسان کی جان کو لاحق ہو جاتی ہیں؟

جواب: جان کو لاحق ہونے والی مصیبتوں میں تھکاوٹ، تنگ دستی، بیماریاں وغیرہ ہیں۔

﴿ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿23﴾ ﴾

''تا کہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور جو تمہیں وہ عطا کرے اس پر پھول نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' (23)

سوال1: ﴿ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ﴾ ''تا کہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور جو تمہیں وہ عطا کرے اس پر پھول نہ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ﴾ ''تا کہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور جو تمہیں وہ عطا کرے اس پر پھول نہ جاؤ'' اس آیت میں رب العزت نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ خیر اور شر نازل ہونے پر انہیں کیا رویہ رکھنا چاہیے۔ ہر رویے کی بنیاد یقین پر ہے۔ رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ خیر اور شر کا تعلق تقدیر سے ہے۔ جس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ مصیبت پر صبر کریں اور نعمت ملنے پر اتراہٹ میں مبتلا نہ ہوں۔(2) صبر کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ غم ہے۔ اس لئے فرمایا تا کہ تم اس چیز پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے۔(3) شکر کے راستے کی رکاوٹ اتراہٹ ہے۔ اتراہٹ میں مبتلا شخص کسی نعمت کے بارے میں کب سوچتا ہے کہ یہ رب العزت کی عطا ہے۔ جب کوئی خیر و شر کے بارے میں یقین کر لیتا ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے تو اس کے مطابق مطلوبہ صبر اور شکر کرنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔(4) ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا'' یعنی اگر تمہیں رب العزت کی جانب سے بھلائی ملے۔ تو تکبر نہ کرو فخر نہ جتاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تمہاری ذاتی کوششوں کا ثمرہ نہیں بلکہ تمہارے مقدر میں تھا اور تمہیں لامحالہ پہنچنا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو فخر و مباہات کا ذریعہ نہ بناؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مغرور شیخی خورے کو محبوب نہیں رکھتا جو خود کو بڑا سمجھتا ہو اور غیروں پر اپنی بڑائی جتاتا اور شیخیاں بگھارتا ہو۔ (السراج المنیر :2/2011)(5) مختال نعمت پر تکبر کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اور فخور لوگوں پر فخر جتلانے والے کو کہتے ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے تکلیف اور صدمے پر غم منانے سے کیوں روکا ہے؟

جواب :(1) اللہ تعالیٰ نے تکلیف پر اس غم کو روکا ہے جو انسان کو ناجائز کاموں تک پہنچا دیتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے انسان کا رُخ صبر کی طرف موڑا ہے جہاں اس کے لیے دکھ نہیں تسکین ہے۔(i) اس کی وجہ سے انسان کا وقت ضائع نہیں ہوتا جب کہ غم منانے میں وقت ضائع ہوتا ہے۔(ii) اس کی وجہ سے انسان کی قوتیں ضائع نہیں ہوتیں جب کہ غم منانا قوتوں کا ضیاع ہے۔(iii) اس کی وجہ سے انسان ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے کیونکہ غم انسان کو کھا جاتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے خوشی کے موقع پر اتراہٹ سے روک کر شکر کا مطالبہ کیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب :خوشیوں،نعمتوں،کامیابیوں پرخوش ہونا ایک فطری امر ہے۔لیکن یہی خوشی انسان کواتراہٹ میں،غروراورتکبر میں مبتلا کردیتی ہے۔اس طرح انسان کونا جائز کاموں تک پہنچادیتی ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی سوچ اورعمل کارخ خوشیاں،نعمتیں اورخامیاں عطا کرنے والے کی طرف موڑکرشکر کا مطالبہ کیا ہے۔شکر میں انسان کے لیے تسکین ہے۔(1)شکر کی وجہ سے انسان کی سوچ درست رہتی ہے۔(2)شکر کی وجہ سے انسان کا مزاج درست رہتا ہے۔(3)شکر کی وجہ سے توجہ ربّ کی طرف رہتی ہے۔(4)شکر کی وجہ سے انسان ذات کے گھن چکر سے نکل آتا ہے اور بلندیوں کی طرف بھاگ دوڑ کرتا ہے۔(5)شکر کی وجہ سے انسان کے وقت میں برکت ہوتی ہے۔(6)شکر کی وجہ سے انسان کی قوتوں میں برکت ہوتی ہے۔(7)شکر کی وجہ سے انسان ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے۔(8)شکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوتا ہے اوراللہ تعالیٰ نعمتوں میں اوراضافہ فرماتے ہیں۔

سوال4:خوشیاں اورغم زندگی کا حصہ ہیں،انسان دونوں حالتوں میں اپنے آپ کواعتدال میں کیسے رکھے؟

جواب :(1)اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے۔کہ خیر اور شر کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔مثلاً مومن خیر کے موقع پرشکر اور مصیبت پرصبر کر کے اعتدال اختیار کرتا ہے۔(2)سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مومن کا معاملہ عجیب ہے اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بھلائی کا ہے۔اور یہ بات مومن کے سوا کسی اور کو میسر نہیں۔اسے خوشی اور خوشحالی ملے تو شکر کرتا ہے۔اور یہ اس کے لیے اچھا ہوتا ہے اوراسے کوئی نقصان پہنچے تو (اللہ کی رضا کے لیے)صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لیے بھلائی ہوتی ہے۔(مسلم:7500)

سوال5:مومن شکر کیسے کرتا ہے؟

جواب:جب مومن نعمت کواپنی کوشش کا نتیجہ نہیں اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے۔

سوال6:مومن تکلیف پر کیسے صبر کر لیتا ہے؟

جواب:جب مومن تکلیف کواللہ تعالیٰ کی تقدیر سمجھ لیتا ہے تو صبر کرتا ہے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو پسند نہیں کرتا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو خود کو بڑا سمجھتے ہیں اور دوسروں پر فخر جتاتے ہیں۔(2)اور جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل پر اکساتے ہیں۔

﴿ۨالَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (24)﴾

''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص منہ موڑ جائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بے پرواہ، بہت تعریفوں والا ہے''۔(24)

سوال1: ﴿ نِ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص منہ موڑ جائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بے پرواہ، بہت تعریفوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نِ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں''یعنی جو دو برے کاموں کو اکٹھا کر دیتے ہیں یعنی خود بھی وہ نہیں دیتے جو ان پر واجب ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی دینے سے روکتے ہیں۔(2) بخل کہتے ہیں واجب حقوق کی ادائیگی سے باز رہنا۔(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا۔اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے جیسے سانپ کے ہوتے ہیں پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''وہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ اپنے فضل سے دیا ہے وہ اس پر بخل سے کام لیتے ہیں کہ ان کا مال ان کے لیے بہتر ہے۔بلکہ وہ برا ہے جس مال کے معاملہ میں انہوں نے بخل کیا۔قیامت میں اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جا ئے گا۔(بخاری:1403)(4)﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ﴾ ''اور جو شخص منہ موڑ جائے'' جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑتا ہے۔تو وہ اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا ہے۔(5)﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بے پرواہ، بہت تعریفوں والا ہے''جس کا غنا اس کی ذات کے لوازمات میں سے ہے جو آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا مالک ہے اور جس نے اپنے بندوں کو غنی اور مال دار بنایا۔اَلْحَمِيْدُ وہ ہستی ہے جس کا ہر نام اچھا، ہر وصف کاملا ور ہر فعل خوب صورت ہے، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی حمد وثنا بیان کی جائے اور اس کی تعظیم کی جائے۔(تفسیر سعدی:2711/3)(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا لا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم بھی کفر کرو گے اور زمین کی تمام مخلوق بھی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ، بے حد تعریف والا ہے۔''(ابراہیم:8)

سوال2: لوگ کس چیز سے بخل کرتے ہیں؟

جواب: بخل کرنے والے اس وقت بڑے مجرم بن جاتے ہیں لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں کیونکہ اصل بخل یہی ہے۔

سوال3: بخل کرنے والے بڑے مجرم کب بن جاتے ہیں؟

جواب: جب وہ دوسروں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں یعنی بخل کی تعلیم دیتے ہیں۔

سوال3: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ﴾ ''اور جو شخص منہ موڑ جائے'' یہاں منہ پھیرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں منہ پھیرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے منہ پھیرنا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الغنی اور الحمید کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے بخل پر اپنے الغنی ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ محتاج نہیں انسان محتاج ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے رویوں پر اپنے الحمید ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اتراہٹ قابل مذمت ہے اور جزع فزع کرنا بھی قابل مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک اپنی ذات میں آپ محمود ہے اور قابل تعریف ہے۔

سوال5: فخر وغرور، بخل اور مسئلہ تقدیر کے درمیان کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) تقدیر کے عقیدے کی درستگی کی وجہ سے انسان کے رویے درست ہوتے ہیں اور تقدیر کے عقیدے کی خرابی سے انسان کے رویے خراب ہوتے ہیں۔ (2) جو انسان یہ شعور رکھتا ہے کہ اسے جو کچھ پیش آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے تو وہ فخر وغرور اور تکبر میں مبتلا نہیں ہوتا نہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے میں کمی کرتا ہے، نہ بخل کرتا ہے، نہ بخل کی دعوت دیتا ہے۔ (3) اور جو لوگ اس حقیقت کا سچا شعور نہیں رکھتے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آتی ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو حاصل کیا ان کا اپنا کمال ہے۔ اس لیے وہ غرور اور تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھر وہ نیکی کے راستے میں خرچ نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہلیت رکھتے تو یہ بھی کما لیتے۔ (4) جو لوگ اس حقیقت کا سچا شعور نہیں رکھتے کہ جو کچھ انسان کو پیش آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ مصیبت پر جزع فزع کرتے ہیں یا غم مناتے ہیں اور ''شکست خوردہ ہو کر'' depress رہتے ہیں گویا ان کا ربّ سے مقابلہ لگا ہوا تھا نعوذ باللہ جس میں وہ شکست کھا گئے۔ بندے اور ربّ کا کیا مقابلہ؟ اس کائنات میں فقط اللہ تعالیٰ کا ارادہ کام کرتا ہے اور بندے کو جان لینا چاہیے کہ اس کی رضا پر راضی ہونا ہی دراصل اس کی حیات کا راز ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (25)﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان بھی نازل کی تاکہ لوگ انصاف قائم کریں اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت لڑائی کا (سامان) اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون بن دیکھے

اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے''(25)

سوال1: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان بھی نازل کی تا کہ لوگ انصاف قائم کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا'' یعنی ہم نے رسولوں کو ایسے دلائل اور علامات کے ساتھ بھیجا ہے جو ان کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۫ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور ایک گواہ اس کی طرف سے اس کی تائید کر رہا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی جو راہ نما اور رحمت تھی، یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے گا تو اس کے وعدے کی جگہ آگ ہے۔ چنانچہ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں، آپ کے رب کی طرف سے یقیناً یہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔(ہود:17)(2)﴿وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ﴾ ''اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب نازل کی'' الکتاب ان تمام کتابوں کو شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا ۔یعنی انہیں آسمانی کتابیں دیں جو سچی تھیں۔(3)﴿وَالْمِيْزَانَ﴾ ''اور میزان بھی'' اور عدل کے معیاری اصول دیے اور وہ اقوال و افعال میں عدل کا نام ہے۔ وہ دین جو تمام رسول لے کر آئے وہ اوامر و نواہی اور مخلوق کے تمام معاملات، تمام جرائم، حدود، قصاص اور وراثت کے معاملات وغیرہ میں، سراسر عدل و انصاف پر مبنی ہے۔(تفسیر سعدی:3/2712.)(4)﴿لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ''تا کہ لوگ انصاف قائم کریں'' تا کہ لوگ اپنی زندگی میں عدل پر قائم رہیں۔ یہ تبھی ممکن ہے جب وہ دین پر چلیں۔(5) اس آیت میں یہ دلیل ملتی ہے کہ تمام انبیاء شریعت کے قاعدے پر یقین رکھتے ہیں اور وہ ہے عدل کو قائم کرنا۔

سوال2: تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو کیا کچھ دے کر بھیجا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی۔

سوال3: ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ''اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت لڑائی کا (سامان) اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت لڑائی کا (سامان)'' یعنی لوہے سے جنگی ساز و سامان اسلحہ وغیرہ بنتا ہے۔(2) یعنی لوہا حق کے مخالف سے حق منوا دیتا ہے۔ یعنی دلیل کو کوئی تسلیم نہ کرے تو اسلحہ فیصلہ کر دیتا ہے جس

سے دشمن رُعب میں آجاتے ہیں۔(3)﴿وَّمَنَافِعُ لِلنَّاس﴾''اورلوگوں کے لیےفوائد ہیں''ان منافع کاتعلق صنعت وحرفت سے بھی ہے اورمختلف قسم کے زرعی آلات سے بھی اورکھانے پکانے کے برتنوں سے بھی ہے۔

سوال4:لوہے کواتارنے سے کیامراد ہے؟

جواب:اس سے مرادلوہاپیدا کرنااوراس کی صنعت سکھانا ہے۔

سوال5:لوہے سے بے شمار چیزیں کیسے بنتی ہیں؟

جواب:لوہے سے بے شمار چیزوں کا بننااس فطری الہام کانتیجہ ہے جواللہ تعالیٰ نے انسانوں کوکیا۔

سوال6:کس پیغمبر کے لیےاللہ تعالیٰ نے لوہے کونرم کردیا تھا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے سیدناداؤد علیہ السلام کے لیےلوہے کونرم کردیا تھا۔

سوال7:لوہے سے کیافائدے حاصل ہوتے ہیں؟

جواب:(1)لوہاانسانی زندگی اوراس کی ترقی میں بڑااہم کردارادا کرنے والا ہے۔(2)لوہے سےصنعت کا گہراتعلق ہے۔(3)لوہے سے جنگی ہتھیار بنتے ہیں۔جیسے بم،توپیں،جنگی جہاز،آبدوزیں،راکٹ،ٹینک،بندوقیں،تلواریں،نیزے وغیرہ۔ان سے دشمن پروار بھی کیاجاتاہےاوراپنادفاع بھی۔(4)لوہے سےجنگی ہتھیاروں کے علاوہ گھروں اورصنعتوں میں کام آنے والی چیزیں بنتی ہیں مثلاً چھریاں، چاقو،قینچی،سوئی،ہتھوڑا،زراعت اورتجارت کے آلات،بے شمار مشینیں اورساز وسامان بنتاہے۔

سوال8:﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ﴾''اورتاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون بن دیکھے اُس کی اوراُس کے رسولوں کی مدد کرتاہے؟''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ﴾''اورتاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون بن دیکھے اُس کی اوراُس کے رسولوں کی مدد کرتاہے؟''یعنی اللہ تعالیٰ نے کتاب اورلوہااس لیے نازل فرمایا کہ وہ اس کے ذریعے سے آزمائش کا بازارگرم کرے تاکہ واضح ہوجائے کہ کون اس حالت غیب میں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں جس میں وہ ایمان فائدہ دیتاہے جومشاہدہ سےقبل ہو،مشاہدہ کے اندرایمان کے وجود کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ تب تو ایمان ضروری اوراضطراری ہوگا۔(تفسیر سعدی:2712/3)(2)اس مقام پراللہ تعالیٰ نے کتاب اورلوہے کواکٹھا بیان کیاہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں چیزوں کے ذریعے سے اپنے دین کونصرت عطا کرتاہےاوروہ اپنے کلمے کوکتاب کے ذریعے سے جس میں حجت وبرہان ہےاورسیف ناصر کے ذریعے سے،اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ بلند کرتاہے۔دونوں عدل وانصاف قائم کرتی ہیں جس کے ذریعے سے باری تعالیٰ کی حکمت،اس کے کمال اوراس کی شریعت کے کمال پراستدلال کیاجاتاہے جس کواس نے اپنے

رسولوں کی زبان پر مشروع فرمایا۔(تفسیر سعدی:3/2713)(3) تا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے یعنی اس کے بندوں کے بارے میں کہ کون نیک ارادوں سے ہتھیار اٹھاتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی لاج باقی رکھ لے۔

سوال9:﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے''یعنی اسے کوئی عاجز کر سکتا ہے نہ کوئی بھاگنے والا اس سے بچ کر کہیں جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبے کا نشان ہے کہ اس نے لوہا نازل کیا جس سے بڑے بڑے طاقتور آلات بنتے ہیں۔یہ اس کی طاقت اور غلبہ ہی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے مگر وہ اپنے دشمنوں کے ذریعے سے اپنے اولیاء کو آزماتا ہے تا کہ وہ جان لے کہ کون بن دیکھے اس کی مدد کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2712,2713)(2) رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ (۷) اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ (۸) وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ (۹)﴾ اور آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔کہ تم ناپ تول میں حد سے تجاوز نہ کرو۔اور انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو اور ناپ تول میں گھاٹا نہ دو۔(الرحمٰن :7۔9)(3) اللہ تعالیٰ غلبے والا ہے اور اپنے نیک بندوں کی غیبی مدد کرتا اور وہ قوی ہے اپنے دین کو طاقت ور بناتا ہے۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات قوی اور عزیز کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے لوہے کے نزول سے اپنے قوی اور عزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے کتاب کے نزول سے اپنے العزیز اور قوی ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ غالب ہے ہدایات دے سکتا ہے اور قوت والا ہے ہدایات پہنچا سکتا ہے۔اس سے کوئی بازی نہیں لے جا سکتا۔(3) اللہ تعالیٰ نے انصاف کا حکم دے کر اپنے عزیز اور قوی ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ کائنات میں خود انصاف قائم رکھے ہوئے ہے اور اپنی قوت اور غلبے کی بنیاد پر انسانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھی انصاف قائم کریں۔

رکوع نمبر 20

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (26)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ہم نے اُن کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، چنانچہ اُن میں سے کوئی ہدایت اختیار کرنے والا تھا اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں''۔(26)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ہم نے اُن کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، چنانچہ اُن میں سے کوئی

ہدایت اختیار کرنے والا تھا اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا''یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا۔وہ انسانوں کے دوسرے باپ ہیں۔ان کے بعد ہر نبی ان کی اولاد میں سے آیا۔اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو کتاب نازل ہوئی اور جو رسول آیا اور جس انسان کی طرف وحی بھیجی گئی وہ ان ہی کی اولاد میں سے تھے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾اور ہم نے اُسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور اُس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اُسے دنیا میں بھی اُس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔(العنکبوت:27)(2)﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾''اور ہم نے اُن کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی''یعنی سیدنا نوح علیہ السلام ورسیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسلوں میں پیغمبری اور کتاب رکھی۔الکتاب سے مراد تورات،زبور،انجیل اور قرآن ہے۔(3)﴿فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ﴾''چنانچہ اُن میں سے کوئی ہدایت اختیار کرنے والا تھا'' یعنی جن کی طرف ہم نے رسول بھیجے ان میں سے کچھ لوگ تو انبیاء کی دعوت کے ذریعے ہدایت پانے والے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے والے بن گئے۔(4)﴿وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾''اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں''ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے خارج ہونے والے بن گئے۔(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔''(یوسف:103)(6)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!یقیناً بہت سے عُلماء اور درویش بلاشبہ لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔''(التوبہ:34)(7)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ایماندار رہنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور بے ایمانوں سے مراد وہ ہیں جنہوں نے مجھ سے کفر کیا۔(شوکانی)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام،سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں بھی پیغمبری رکھ دی۔اس سے کس حقیقت کا پتہ چلتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام،سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں بھی پیغمبری رکھ دی۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسالت کی حقیقت ایک ہے۔(2)اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تمام رسولوں کا پیغام ایک تھا اگرچہ پیغمبر مختلف ادوار میں آتے

رہے۔

سوال3: کیا جن نسلوں میں نبوت ورسالت چلتی رہی وہ سب ایک جیسی تھیں؟

جواب: جن میں نبوت ورسالت چلتی رہی وہ سب نسلیں ایک جیسی نہ تھیں۔ان میں سے کچھ نے ہدایت پائی اوران میں سے اکثر نافرمان تھے۔

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ(27)﴾

''پھراُن کے نقشِ قدم پرہم نے پے درپے اپنے رسول بھیجے اوران کے بعدہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجا اورہم نے اُسے انجیل عطا کی۔جنہوں نے اُس کی پیروی کی اُن کے دلوں میں ہم نے نرمی اورمہربانی ڈال دی اوررہبانیت کواُنہوں نے خودہی ایجادکیا۔ہم نے اُن پرفرض نہیں کیا تھامگراللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں (اُنہوں نے اسے اختیارکرلیا)۔پھراُنہوں نے اس کالحاظ نہ رکھا جیسا کہ اس کے لحاظ رکھنے کاحق تھا تواُن میں سے جوایمان لائے ہم نے اُن کااجراُن کوعطا کیااوراُن میں سے اکثر نافرمان ہیں''۔(27)

سوال1:﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ﴾''پھراُن کے نقشِ قدم پرہم نے پے درپے اپنے رسول بھیجے اوران کے بعدہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کوبھیجااورہم نے اُسے انجیل عطا کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا﴾''پھراُن کے نقشِ قدم پرہم نے پے درپے اپنے رسول بھیجے'' یعنی اس کے بعدہم نے پے درپے رسول بھیجے یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام تک یہ سلسلہ جا پہنچا۔(2)﴿وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾''اوران کے بعدہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کوبھیجا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کاخصوصی ذکراس لیے کیا کہ عیسائی ان کی اتباع کادعویٰ کرتے ہیں اورآیات کا سیاق عیسائیوں کے بارے میں ہے۔(3)﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ﴾''اورہم نے اُسے انجیل عطا کی''یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پرانجیل نازل کی گئی۔

سوال2:﴿وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ﴾''جنہوں نے اُس کی پیروی کی اُن کے دلوں میں ہم نے نرمی اورمہربانی ڈال دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ﴾''جنہوں نے اُس کی پیروی کی اُن کے دلوں میں ہم نے ڈال دی''یعنی جولوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھےان کے دلوں میں ہم نے ڈال دی۔(2)﴿رَاْفَةً وَّرَحْمَةً﴾ یعنی نرمی اورشفقت۔(3)رب العزت کافرمان ہے:﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ

قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ط ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا وَّاَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ (۸۲) ﴾ ''آپ بلاشبہ ان لوگوں کی دشمنی میں جو ایمان لائے سب سے سخت یہود کو پاؤ گے اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا اور یقیناً آپ ان سب سے دوستی میں زیادہ قریب ان لوگوں سے جو ایمان لائے ، ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نصاریٰ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یقیناً ان میں علماء اور راہب ہیں اور بلاشبہ وہ تکبر نہیں کرتے ۔'' (المائدہ:82) (4) جب تک وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر قائم تھے باقی لوگوں کی نسبت نرم دل تھے ۔(5) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور رحم تھا۔

سوال3: رأفت کی یہ صفت لوگوں میں کیسے پیدا ہوئی ؟

جواب: (1) یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔انہوں نے روحانی تربیت پر زور دیا۔اسی وجہ سے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے پیار اور محبت کے جذبات تھے۔(2) روحانی صفائی اور تربیت کے نتیجے میں ترس اور رحم پیدا ہو جاتا ہے۔(3) جو لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی صحیح معنوں میں اتباع کرتے تھے رحم دل ہو جاتے تھے۔ابتدائی دور کے عیسائیوں وفد نجران اور نجاشی وغیرہ کا رویہ اس کا گواہ ہے کہ ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ ہمدردانہ تھا۔

سوال4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اتباع کرنے والوں کے اندر رحم دلی کیسے پیدا ہوئی ؟

جواب: (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ساتھیوں کی جو صفات تورات میں آئیں ان میں سے ایک رحماء بینھم ہے یعنی آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحیم اور شفیق ہیں۔(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی اتنی محبت پیدا ہوئی کہ وہ دوسروں کو خود پر ترجیح دینے لگے۔ربّ العزت نے اس کی تعریف کی ہے۔رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ط قف وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ ''اور جن لوگوں نے ان سے پہلے دارِ ہجرت میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے وہ اُن سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دیا جاتا ہے وہ اُس بارے میں اپنے سینوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے ۔اور وہ اُنہیں اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود اُن کو سخت ضرورت ہوتی ہے اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۔'' (الحشر:9)

سوال5: ﴿وَرَھْبَانِیَّۃَ نِ ابْتَدَعُوْھَا مَا کَتَبْنٰھَا عَلَیْھِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰہِ فَمَا رَعَوْھَا حَقَّ رِعَایَتِھَا﴾ ''اور رہبانیت کو اُنہوں نے خود ہی ایجاد کیا ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں (اُنہوں نے اسے اختیار کر لیا)۔ پھر اُنہوں نے اس کا لحاظ نہ رکھا جیسا کہ اس کے لحاظ رکھنے کا حق تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَرَھْبَانِیَّۃَ ﴾ ''اور رہبانیت'' رہبانیت سے مراد عبادت ہے۔پس انھوں نے اپنی طرف سے ایک عبادت ایجاد کر لی

اوراپنے لیے اسے وظیفہ بنالیااورانھوں نے مختلف لوازم کاالتزام کیاجن کواللہ تعالیٰ نے ان پرفرض نہیں کیاتھابلکہ انھوں نے خوداپنی طرف سے اپنے آپ پرلازم ٹھہرایاتھا۔اس سے ان کا مقصداللہ تعالیٰ کی رضاتھا۔(تفسیر سعدی:2714/3)(2)رہب ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں اضطراب اوراحتیاط بھی شامل ہو(ضدرغب)اور یہ خوف وقتی اورعارضی قسم کانہ ہوبلکہ طویل اور مسلسل ہو۔اوررھبانیت یارہبانیت بمعنی مسلک خوف زدگی۔یعنی کسی طویل اورمسلسل بے چینی رکھنے والے خوف کی وجہ سے لذات دنیا کوچھوڑکرگوشہ نشینی اختیارکرلینا۔(3)﴿ اِبْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ ﴾''انہوں نے خودہی ایجادکیاہم نے اُن پرفرض نہیں کیاتھامگراللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں(اُنہوں نے اسے اختیارکرلیا)''رہبانیت ایک بدعت ہے:اس جملہ سے دوباتیں معلوم ہوئیں۔ایک یہ کہ نصاریٰ نے یہ بدعت ایجادکرلی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسامسلک اختیارکرنے کاحکم نہیں دیاتھا۔اوردوسری یہ کہ چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بنیادی تعلیم ایک ہی جیسی رہی ہے۔لہٰذارہبانیت کی کسی دین میں بھی گنجائش نہیں اور یہ بدعت ہی شمار ہوگی۔ضمناًاس سے بدعت کی تعریف بھی معلوم ہوگئی۔یعنی بدعت ہروہ کام ہے جسے دینی اورثواب کا کام سمجھ کردین میں شامل کرلیاجائے جب کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل مو جودنہ ہو۔(تیسیر القرآن:383/4)(4)﴿ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾''پھراُنہوں نے اس کالحاظ نہ رکھاجیسا کہ اس کے لحاظ رکھنے کاحق تھا''یعنی وہ اس پر قائم نہیں رہ پائے۔انہوں نے دوغلطیاں کیں ایک تو یہ کہ ایسی عبادت ایجادکی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیاتھا۔ دوسرے یہ کہ اسے اپنے اوپرفرض قراردیاتواس کی پابندی نہیں کرپائے۔البتہ کچھ لوگوں نے اسے استقامت کے ساتھ قائم رکھا۔

سوال6:رہبانیت کیاہے؟اسلام رہبانیت کے بارے میں کیاراہ نمائی کرتاہے؟

جواب:(1)رہبانیت میں ترک دنیا پہلی چیز ہے۔(2)دوسرے ان لوگوں کا کفر یہ تھا کہ رہبانیت کے راستے میں حائل سنگ گراں ہمارا مادی جسم ہے۔لہٰذااس جسم کومضمحل اورکمزور بنانے کے لیے طرح طرح کے عذاب دیے جانے لگے۔کم سے کم کھاناپینا جس سے صرف روح اورجسم کاتعلق باقی رہ سکے۔دنیوی علائق میں ان کوسب سے زیادہ دشمنی عورت سے تھی۔تاریخ میں ہمیں ایسے دلدوز واقعات بھی ملتے ہیں کہ کوئی مامتاماری ماں اپنے ایسے ہی بیٹوں کوجنگل میں دیکھنے گئی لیکن ان راہبوں نے اپنی ماں سے ملاقات کرنے سے انکارکردیا۔(تیسیر القرآن:384/4)(3)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جریج اپنے عبادت خانہ میں عبادت کررہے تھے کہ ان کی ماں آگئی۔حمید نے کہا:ابو رافع نے بیان کیا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس طرح صفت بیان کی جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صفت بیان کی تھی جس وقت ان کی ماں نے ان کو بلایاتوانہوں نے اپنی ہتھیلی اپنی پلکوں پررکھی ہوئی تھی پھراپنا سرابن جریج کی طرف اٹھاکرابن جریج کوآوازدی اور کہنے لگیں:اے جریج!میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر۔ابن جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ابن جریج نے(اپنے دل میں)کہا:اے اللہ!ایک طرف میری ماں ہےاورایک نماز ہے۔پھرابن جریج نے نماز کواختیارکیا۔دوسرے دن ان کی ماں پھرآئیں اور کہا:اے جریج میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر۔وہ کہنے لگے:اے میرے رب میری ماں پکارتی ہےاور میں نماز میں ہوں۔پھرابن

جریج نے نماز کو اختیار کیا پھر ان کی ماں نے کہا: اے اللہ! یہ جریج میرا بیٹا ہے، میں اس سے بات کرتی ہوں تو یہ میرے ساتھ بات کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اے اللہ! ابن جریج کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھے لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر جریج کی ماں اس پر یہ دعا کرتی کہ وہ فتنہ میں پڑ جائے تو وہ فتنہ میں مبتلا ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بھیڑوں کا ایک چرواہا تھا جو جریج کے عبادت خانہ میں ٹھہرتا تھا۔ (ایک دن) گاؤں سے ایک عورت نکلی تو اس چرواہے نے اس عورت کے ساتھ برا کام کیا تو وہ عورت حاملہ ہو گئی (جس کے نتیجہ میں) اس عورت کے ہاں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی تو اس عورت سے پوچھا گیا کہ یہ لڑکا کہاں سے لائی ہے؟ اس عورت نے کہا: اس عبادت خانہ میں جو رہتا ہے یہ اس کا لڑکا ہے (یہ سنتے ہی اس گاؤں کے لوگ) پھاوڑے لے کر آئے اور انہیں آواز دی۔ وہ نماز میں تھے۔ انہوں نے کوئی بات نہ کی تو لوگوں نے ان کا عبادت خانہ گرانا شروع کر دیا۔ جب جریج نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ اترے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ اس عورت سے پوچھ یہ کیا کہتی ہے؟ جریج ہنسے اور پھر انہوں نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس سے کہا: تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے نے کہا: میرا باپ بھیڑوں کا چرواہا ہے۔ جب لوگوں نے اس بچے کی آواز سنی تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے آپ کا جتنا عبادت خانہ گرایا ہے ہم اس کے بدلے میں سونے اور چاندی کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا: نہیں! بلکہ تم اسے پہلے کی طرح مٹی ہی کا بنا دو اور پھر ابن جریج اوپر چلے گئے۔'' (مسلم:6508) (4) بیوی کا معاملہ اس سے بھی زیادہ نازک تھا کیونکہ نکاح اور اولاد سے انسان پر بہت سی معاشی اور معاشرتی ذمہ داریاں آپڑتی ہیں لہٰذا یہ لوگ متاہل زندگی سے سخت نفرت کرتے تھے۔ گو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی رہبانیت کا حکم نہیں دیا تھا، تاہم انہیں اس کے جواز کے کچھ اشارے ضرور مل گئے۔ مثلاً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی 33 سالہ زندگی تبلیغ کے سلسلہ میں گھوم پھر کر ہی گزار دی اور نکاح نہیں کیا۔ (4) عورتوں کا کنوارہ رہنا اور بدکاری کا فروغ: پھر عیسائیوں میں نکاح ثانی کی بھی گنجائش نہ تھی۔ پھر جس طرح ان راہبوں نے یہ مسلک اختیار کیا تھا کئی عورتوں نے بھی یہ سلسلہ اختیار کر لیا تھا اور ان کی الگ خانقاہیں قائم ہو گئیں اور انہوں نے ساری عمر کنواری رہنے کا عہد کر رکھا تھا مگر چونکہ یہ سب کام شریعت الٰہی کے خلاف اور فطرت کے خلافت تھے لہٰذا جلد ہی ایسی خانقاہیں بدکاری کے اڈوں میں تبدیل ہو گئیں۔ کئی حرامی بچے پیدا ہوتے ہی مار دیے جاتے اور جو بچ جاتے انہیں کسی گرجا کی نذر کر دیا جاتا تھا۔ (5) رہبانیت کے اثرات: (i) معاشرہ میں جو خداترس لوگ تھے وہ اپنی اس غلط روش کی بنا پر معاشرتی ذمہ داریوں اور دوسرے انسانی تعلقات سے ایک طرف ہو گئے جس سے اخلاق وتمدن، سیاست اور اجتماعیت کی جڑیں تک ہل گئیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت عیار اور ناخداترس لوگوں نے سنبھال لی۔ دنیا میں ''فساد فی الارض'' کا دور دورہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغام ہدایت اور ضابطہء حیات کی انہی بزرگان دین کے ہاتھوں بیخ کنی ہوئی۔ (ii) رہبانیوں کی اس روش کا دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ عام لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ دین اور دنیا دو الگ چیزیں ہیں۔ (iii) اللہ تعالیٰ کے حضور عبادت عاجزی، تذلل اور زہد وتقویٰ کی صفات میں اس قدر غلو کیا اور انکار ذات اور خودشکنی اتنے جوش سے کی کہ خودنگری اور خودشناسی جو قومی زندگی کے لیے روح رواں ہے ایک جرم سمجھا جانے

لگا۔انسان کواپنی انسانیت سے شرم آنے لگی اوروہ اپنی ترقی انسانیت میں نہیں بلکہ ترک انسانیت میں سمجھنے لگا۔اللہ تعالیٰ نے تواسے اشرف المخلوقات بنا کرباقی کائنات اس کے لیے مسخر کردی مگروہ خوداس قدر بے اعتماد،افسردہ اورشکستہ ہوگیا کہ حیوانات بلکہ جمادات کواپنے آپ پرترجیح دینے لگا۔(iv) چوتھااثر یہ ہوا کہ معاشرہ میں باقی لوگ جن میں دینداری اورتقویٰ کے کچھ بھی اثرات پائے جاتے تھے،انہوں نے بھی ان راہبوں اورپیروں فقیروں کے آستانوں کارخ کرلیا جس کانتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیےمخصوص عبادت گاہیں اورمسجدیں تو آہستہ آہستہ ویران ہونے لگیں اورخانقاہوں،مزاروں اورآستانوں کی رونق بڑھنے لگی۔(6) شریعت نے رہبانیت کوکیوں مذموم قرار دیا،اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث نبوی ﷺ ملاحظہ فرمائیے:سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:اپنی جانوں پرسختی مت کروکیونکہ ایک قوم نے اپنی جانوں پرسختی کی توپھراللہ تعالیٰ نے ان پرسختی کی (یعنی ان کا ایجاد کردہ معیارہی ان کی جانچ کے لیے مقررکردیا)اس قوم کابقایاگرجوں اورخانقاہوں میں ہے پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔(ابوداؤد،کتاب الادب)(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بلاشبہ دین آسان ہے کوئی شخص دین میں (اپنے آپ پر) سختی نہ کرے کہ وہ عمل اسے عاجز کردے۔اس پرعمل ٹھیک طرح بجالاؤاورمیانہ روی اختیارکرواورخوش ہوجاؤاورصبح وشام اورآخری رات کے کچھ حصہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو۔(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ)(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔جب انہیں رسول اللہ ﷺ کاعمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اورکہا کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ!آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کردی گئی ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھرنماز پڑھا کروں گا۔دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گااورکبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیارکرلوں گااورکبھی نکاح نہیں کروں گا۔پھرنبی ﷺ تشریف لائے اوران سے پوچھا کہ کیاتم نے ہی یہی باتیں کہی ہیں؟سن لواللہ تعالیٰ کی قسم!میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں،میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگرروزے رکھتاہوں توافطاربھی کرتاہوں،رات میں نمازبھی پڑھتاہوں اورسوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتاہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔(صحیح بخاری:5063)(10) سیدنا عبداللہ بن عمروبن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کومعلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتاہوں اورساری رات عبادت کرتاہوں توآپ ﷺ نے مجھے بلایا،جب میں آپ ﷺ سے ملاتو آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا یہ خبرصحیح ہے جو مجھے پہنچی ہے کہ تو روزے رکھے جاتا ہے،افطارنہیں کرتااوررات بھرنماز پڑھتارہتاہے؟ایسا کرروزہ بھی رکھ اورافطاربھی کر،قیام بھی کراورسوبھی،کیونکہ تیری آنکھوں کا تجھ پرحق ہے،تیری جان کا بھی تجھ پرحق ہے اورتیری بیوی اوربال بچوں کا بھی تجھ پرحق ہے۔''میں نے عرض کی،مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔آپ نے فرمایا:''اچھا پھرداؤد علیہ السلام جیسا روزہ رکھ۔''میں نے پوچھا،وہ کیا ہے؟فرمایا:''وہ ایک دن روزہ رکھتے اورایک دن چھوڑ دیتے تھے اوردشمن سے مقابلہ ہوتا

تو بھاگتے نہیں تھے۔'' پھر آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ''جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس کا روزہ ہی نہیں۔'' (بخاری:1977)

سوال7: اللہ تعالیٰ نے راہبانیت کی حقیقت کو کیسے کھولا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی ہے۔ ابتداع یعنی خود گھڑنے سے اسے تعبیر کیا۔ (2) یہ ان کی غلطی تھی، اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں تھا۔ (3) رہبانیت کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اختیار کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا دین میں بدعات ایجاد کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی چاہے بظاہر کتنی ہی دل خوش کن ہوں۔

سوال8: اگر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی انسان کا حقیقی مقصد ہو تو وہ کیا کرتا ہے؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی انسان کا حقیقی مقصد ہو تو وہ ابتداع نہیں اتباع اختیار کرتا ہے۔

سوال9: ﴿ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ ''تو اُن میں سے جو ایمان لائے ہم نے اُن کا اجر اُن کو عطا کیا اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ﴾ ''اُن میں سے جو ایمان لائے ہم نے اُن کا اجر اُن کو عطا کیا'' یعنی جو عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے ساتھ محمد ﷺ پر ایمان لائے انہیں ایمان لانے کا دوہرا اجر ملے گا۔ (2) سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہنچا دیا تھا اور ایک روح ہیں اس کی طرف سے اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اس نے جو بھی عمل کیا ہوگا (آخر) اسے جنت میں داخل کرے گا۔'' (بخاری:3435)

(3) ﴿ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں'' یعنی ان میں سے اکثر اطاعت سے نکلنے والے ہیں ایسے لوگوں کے لیے نہ کوئی اجر ہے نہ ثواب ہے البتہ عذاب ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (28) ﴾

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (28)

سوال1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی

رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾''اے ایمان والو!''یعنی جو اس سے پہلے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ (2)﴿اتَّقُوا اللّٰهَ﴾''اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو''یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جائیں یعنی اس کی نافرمانی چھوڑ دیں محمد ﷺ پر ایمان لائیں۔اگر وہ یہ کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا کرے گا۔(3)﴿وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ﴾''اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ''یعنی نبی ﷺ پر ایمان لا کر ان کی اتباع کرو۔(4)﴿یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ﴾''وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا''یعنی ان کے اجر کے دو حصے ہیں ایک حصہ پچھلے رسولوں پر ایمان لانے کے بدلے اور دوسرا محمد ﷺ پر ایمان لانے کے بدلے میں۔(5)سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کو دوہرا ثواب دیا جائے گا:ایک تو وہ آدمی جو اہلِ کتاب میں سے ہو،اپنے نبی پر اور محمد ﷺ پر ایمان لائے،(دوسرے)وہ غلام جو اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا(دونوں)کا حق ادا کرے اور(تیسرے)وہ آدمی جس کے پاس کوئی لونڈی ہو جس سے شب باشی کرتا ہے اور اسے اچھی تربیت دے،تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔پھر عامر نے(صالح بن حیان)سے کہا کہ ہم نے یہ حدیث تمہیں بغیر اجرت کے سنا دی ہے(ورنہ)اس سے کم حدیث کے لیے مدینہ جانے کا سفر کیا جاتا تھا۔(بخاری:97)(6)﴿یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ﴾''وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا''یعنی اس کے مقدر کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہاں یہ جانتے ہیں کہ وہ اپنی رحمت سے انہیں دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔(7)﴿وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ﴾''وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلو گے''یعنی وہ تمہیں علم ،ہدایت اور روشنی عطا کرے گا جس کے ساتھ آپ جہالت کی تاریکیوں میں چل پھر سکو گے۔(تفسیر سعدی:2715/3)(8)﴿وَیَغْفِرْ لَكُمْ﴾''اور وہ تمہیں بخش دے گا''یعنی ہدایت پانے کے بعد تمہارے پچھلے گناہوں کو وہ معاف کر دے گا۔(9)﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارے ہدایت پانے سے پہلے کے گناہ اپنی رحمت سے بخش دے گا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابیوں کے لیے کیا وصیت کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(1)اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔(2)اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے پر کس اجر کی بشارت دی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا دوہرا حصہ عطا کرنے کی بشارت دی ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے اپنا نور عطا کرنے کی بشارت دی ہے۔ جس کی روشنی میں چلنے پھرنے سے گناہ معاف ہوں گے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفوراور رحیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا دوہرا حصہ اورنور عطا کرنے سے اپنے رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔(2)اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی مغفرت سے اپنے غفور ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (29)﴾

''تا کہ اہلِ کتاب جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتے اور فضل یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔''(29)

سوال1:﴿ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''تا کہ اہلِ کتاب جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتے اور فضل یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾''تا کہ اہلِ کتاب جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتے''یعنی ہم نے تمہیں بتا دیا کہ ہم کسی پر اپنا فضل اور احسان کب کرتے ہیں یعنی جو ایمان لا کر تقویٰ اختیار کرتا ہے۔اس وضاحت کا سبب اہل کتاب کو آگاہ کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اختیار نہیں رکھتے۔(2)رب العزت نے ان کے فاسد عقائد کی نفی کی ہے۔﴿وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ط قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ اورانہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ اُن کی تمنائیں ہیں، آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔(البقرہ:111)(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾''اور فضل یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس کو چاہے گا اپنا فضل عطا فرمائے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ج وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾اوراگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(یونس:107)(4)﴿ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾''اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے''یعنی وہ اپنے بڑے فضل کا مالک ہے جس کی مقدار کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔(5) اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراد ہے

دوہرا اجر اور گناہوں کی معافی۔ (اشرف:646/1) (6) مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے صبح سے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر مزدور رکھے یہودیوں نے یہ مزدوری قبول کر لی۔ پھر اس نے ظہر سے عصر تک مزدور کیے اور یہی مزدوری دی۔ یہ عیسائیوں نے قبول کر لی پھر اس نے عصر سے مغرب تک مزدور کیے اور دو دو قیراط دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے لیے تم تیار ہو گئے اور دہری مزدوری لے لی۔ اس پر عیسائی اور یہودی ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: ہم سے کام زیادہ لیا اور مزدوری کم دی۔ اس نے جواب دیا: میں نے تمہیں ٹھہرائی ہوئی مزدوری سے کم مزدوری تو نہیں دی؟ بولے: ٹھیک ہے۔ فرمایا: پھر میں جسے چاہوں اپنا مال دوں۔ (مختصر ابن کثیر:2014)

سوال 2: اس سے کیا مراد ہے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر کسی کا اختیار نہیں؟

جواب: اہل کتاب کو یہ زعم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے اور چہیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے گمان باطل کو توڑا ہے کہ (1) اللہ تعالیٰ کے فضل کے کسی حصے پر بھی کسی کا کوئی اختیار نہیں۔ (2) سارا فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (3) وہ جسے چاہے فضل عطا کرے۔ (4) اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کا دسترخوان ہے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا دسترخوان ہے،
جس قدر ممکن ہو اس دسترخوان کو قبول کرو۔

(مستدرک حاکم)



www.alnoorpk.com
Nighat Hashmi
0336-4033042-45
Nighat Hashmi
AlNoor International
AlNoor Products

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 28

قَدْ سَمِعَ اللّٰہ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا"(پارہ 28)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : اپریل 2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

سورۃ المجادلہ		9
رکوع ❖	1	9
رکوع ❖	2	18
رکوع ❖	3	35
سورۃ الحشر		49
رکوع ❖	4	49
رکوع ❖	5	69
رکوع ❖	6	77
سورۃ الممتحنہ		93
رکوع ❖	7	93
رکوع ❖	8	108
سورۃ الصف		122
رکوع ❖	9	123
رکوع ❖	10	136
سورۃ الجمعہ		146
رکوع ❖	11	147
رکوع ❖	12	157
سورۃ المنافقون		163
رکوع ❖	13	163
رکوع ❖	14	174

سورۃ التغابن		179
رکوع ❖	15	179
رکوع ❖	16	194
سورۃ الطلاق		206
رکوع ❖	17	206
رکوع ❖	18	222
سورۃ التحریم		229
رکوع ❖	19	229
رکوع ❖	20	243

بسم الله الرحمن الرحيم

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

اٰیاتھا ۲۲ ۵۸ سُوْرَۃُ الْمُجَادِلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۵ رکوعاتھا ۳

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس کے تین رکوع اور 22 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 58 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 105 ہے۔

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال1: ان آیات کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میرے اور سیدنا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں اللہ عزوجل نے سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ کہتی ہیں کہ میں ان کی بیوی تھی اور وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ ان کا مزاج خراب ہو گیا تھا اور وہ صدمہ سے دوچار تھے۔ ایک دن وہ میرے پاس آئے، میں نے انہیں کسی بات پر (سخت) جواب دے دیا، تو وہ غضب ناک ہو گئے اور کہا، تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے اور پھر وہ باہر چلے گئے۔ کچھ دیر تو وہ اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھے رہے، پھر میرے پاس آئے اور مجھ سے صحبت کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا، ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے! تم مجھ سے صحبت نہیں کر سکتے، کیونکہ تم نے وہ بات کہہ دی جو تم نے کہی، یہاں تک کہ اللہ اور اس کا رسول ہمارے معاملہ میں فیصلہ فرما دیں۔ پھر وہ مجھ پر جھپٹا۔ میں اس سے (اپنے آپ کو) بچاتی رہی اور اس طرح اس پر غالب رہی جس طرح کوئی عورت بوڑھے مرد پر غالب آتی ہے۔ میں نے اسے اپنے اوپر سے ہٹا دیا۔ پھر میں اپنی ایک پڑوسن کے پاس گئی۔ میں نے اس کے کپڑے عاریتاً لیے اور باہر نکلی، یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی۔ اب میں آپ کے سامنے بیٹھ گئی اور میں نے آپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ میں آپ سے اس کی بدخلقی کی شکایت کرتی رہی۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: ''اے خولہ! تمھارے چچازاد بہت بوڑھے ہیں، لہٰذا ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔'' مگر اللہ کی قسم! میں وہاں سے نہ ٹلی، یہاں تک کہ میرے معاملہ میں قرآن مجید نازل ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اس چیز نے ڈھانپ لیا جو (نزول وحی کے موقع پر) آپ کو ڈھانپ لیا کرتی تھی اور جب وہ کیفیت جاتی رہی تو آپ نے فرمایا: ''اے خولہ! تمھارے اور تمھارے شوہر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے اور آپ ﷺ نے میرے سامنے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰہِ ۖ وَاللّٰہُ

يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾(المجادلۃ:1) ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے سُن لی اُس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے جھگڑا کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔'' اِلیٰ قَوْلِہٖ: وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (المجادلۃ:1-4) پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''انہیں حکم دو کہ وہ ایک غلام آزاد کریں۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان کے پاس کوئی غلام نہیں ہے کہ جسے وہ آزاد کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو وہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھیں۔'' میں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ بہت بوڑھے ہیں اور روزے بھی نہیں رکھ سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور کھلائیں۔'' میں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! (اتنی کھجور بھی) اس کے پاس نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم ایک ٹوکرا کھجور سے ان کی مدد کریں گے۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں بھی اے ٹوکرا (کھجور) سے ان کی مدد کروں گی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے ٹھیک کہا اور اچھا کیا، اب تم جاؤ اور ان کی طرف سے (یہ کھجور) صدقہ کر دو اور اپنے چچازاد سے اچھا سلوک کرتی رہو۔'' الغرض میں نے ایسا ہی کیا۔ (مسند احمد:6/411,410، ح:27386۔ ابوداود، کتاب الطلاق، باب فی الظہار:2214)

﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (1)

سوال 1: ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی'' سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کا قول ہے۔

(2) ﴿قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾ ''جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی'' یعنی جو محمد ﷺ سے جھگڑا کر رہی ہے۔ (3) ﴿وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی'' اور اپنے شوہر کے اور اپنے بڑھاپے میں شکوہ کر رہی ہے۔ اس وقت جب کہ اس کا رحم سوکھ چکا۔ (جامع البیان:6/28)

(4) وہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرا مال کھا لیا اور میرا شباب ختم ہو گیا۔ اب جب کہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکی اور میری اولاد کا

سلسلہ ختم ہوگیا تو اس نے مجھ سے ظہار کرلیا، اے اللہ میں تجھ سے شکوہ کرتی ہوں۔ (الاساس فی التفسیر:5781/10)

(5)﴿وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کے سوال جواب سن لیے ہیں۔

(6)﴿إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال سننے والا ہے۔ اس نے ایک بے قرار کا شکوہ سن لیا ہے۔ (7)﴿بَصِيرٌ﴾ ''سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اس کے حال کو دیکھ رہا ہے۔

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی سماعت تمام آوازوں کو محیط ہے۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور وہ اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھی۔ ان کی آواز مجھے نہیں سنائی دے رہی تھی مگر اللہ عزوجل نے (سن لی اور تب) یہ آیت نازل فرمائی۔﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (بخاری:7386)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے سمیع اور بصیر ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: بے شک اللہ تعالیٰ تمام اوقات میں مخلوق کی مختلف حاجتوں کے باوجود تمام آوازوں کو سننے والا ہے۔ جو اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر رینگتی ہوئی سیاہ چیونٹی کو بھی دیکھتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کامل سمع و بصر کی خبر ہے، نیز تمام چھوٹے بڑے امور پر اس کے سمع و بصر کے احاطہ کی خبر ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کی شکایت اور مصیبت کا ازالہ کرے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر اس عورت اور دیگر عورتوں کے بارے میں حکم بیان فرمایا۔ (تفسیر سعدی:2717,2716/3)

﴿الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَائِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ ۗ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ﴾

''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں بلکہ اُن کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے'' (2)

سوال 1:﴿الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَائِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ ۗ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ﴾ ''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں بلکہ اُن کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے

ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ﴾''تم میں سے جولوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں''یعنی بیوی ماں نہیں ہوتی پھر ایسی بات کیوں کہتے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

(2)تمہارے کہنے سے بیوی ماں نہیں بن جائے گی(3)﴿اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ﴾''بلکہ اُن کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے''یعنی تمہاری ماں تو وہی ہے جس سے تم پیدا ہوئے۔

(4)﴿وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾''اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں''رب العزت نے ظہار کے معاملے کو نہایت برا عمل قرار دیا ہے۔یعنی وہ ایک سخت بری اور جھوٹی بات کہہ رہے ہیں۔

(5)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾''اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے''یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی جو مخالفت کی ہے اس کے بعد توبہ کر کے اس کی تلافی کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

سوال2:ظہار کسے کہتے ہیں؟

جواب:ظہار''ظھر'' سے لیا گیا ہے۔دور جاہلیت میں جب کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرتا تو کہتا﴿اَنْتِ عَلَیَّ كَظَهْرِ اُمِّیْ﴾یعنی تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو، جاہلیت میں ظہار کی وجہ سے طلاق پڑ جاتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آسانی کی وجہ سے اس کا کفارہ مقرر کر دیا۔ (سراج المنیر:2017/2)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنے''عفو''اور''غفور''ہونے کا شعور کیسے دلایا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ظہار کے قول کے جھوٹ ہونے پر عفو ودرگزر سے کام لیتے ہوئے سمجھایا ہے کہ بیویاں مائیں نہیں بن جاتیں مائیں تو وہی ہیں جن کے پیٹ سے وہ پیدا ہوئے۔اس سے اللہ تعالیٰ کے''عفو''ہونے کا شعور ملتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے کفارے کو اس جھوٹی بات کی معافی کا ذریعہ بتا دیا جس سے اللہ تعالیٰ کے غفور ہونے کا، اس کے گناہوں کو ڈھانپ دینے کا، بخش دینے کا شعور ملتا ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾

''اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انہوں نے کہا تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل ایک غلام آزاد کرنا ہے، یہ وہ کفارہ جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے''(3)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور جولوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھراس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انہوں نے کہا تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل ایک غلام آزاد کرنا ہے، یہ وہ کفارہ جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا﴾ ''اور جولوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھراس سے رجوع کر لیتے ہیں جوانہوں نے کہا تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل ایک غلام آزاد کرنا ہے'' رجوع کرنے کے معنی میں اہل علم اختلاف کرتے ہیں، چنانچہ بعض کہتے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس عورت کے ساتھ ظہار کیا ہے اس کے ساتھ جماع کا عزم کیا جائے، مجرد عزم ہی سے ظہار کرنے والے پر مذکورہ کفارہ واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارے کے بارے میں ذکر فرمایا کہ یہ کفارہ (اس بیوی کو) چھونے سے قبل ہے اور یہ مجرد عزم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی حقیقی جماع کے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(2)﴿ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا﴾ ''پھراس سے رجوع کر لیتے ہیں جوانہوں نے کہا'':اور جو بات انہوں نے کہی وہ جماع (کو حرام کرنا) ہے۔ اور دونوں اقوال میں سے ہر ایک کے مطابق جب بھی رجوع کیا جائے گا تو بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا کفارہ ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2717,2718)

(3)﴿فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾ ''ایک غلام آزاد کرنا ہے'' لیکن وہ مومن ہو جیسا کہ دوسری آیت میں کہا گیا ہے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ غلام یا لونڈی ان عیوب سے سلامت ہو جو کام کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2717,2718)

(4)﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا﴾ ''ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل'' شوہر پر لازم ہے کہ جب تک کہ وہ غلام آزاد کر کے کفارہ ادا نہ کرے اپنی اس بیوی سے جماع نہ کرے جس سے اس نے ظہار کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2717,2718)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے قبل ہی اس سے مباشرت کر لی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ چاند کی روشنی میں، میں نے اس کی پازیب کو دیکھ لیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک وہ کفارہ ادا نہ کر دو جس کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اس کے قریب نہ جاؤ۔'' (ترمذی:1199، ابوداود:2221)(6)﴿ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ﴾ ''یہ وہ کفارہ جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے'' یعنی ان باتوں سے تمہیں نصیحت کی جارہی ہے، تمہارے دل کو پگھلایا جارہا ہے یعنی ڈرایا جارہا ہے۔

(7)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارے حالات اور تمہاری مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اس لئے ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔

سوال2: ظہار کرنے کے بعد اپنی بات سے رجوع کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ظہار کے بعد اپنی بات سے رجوع کرنے کا مطلب ہے کہ اب وہ بیوی سے ہم بستری کرنا چاہتے ہیں۔

سوال3: ظہار کا کیا حکم ہے؟

جواب: ظہار کا حکم یہ ہے کہ بیوی سے ہم بستری سے پہلے کفارہ ادا کریں۔اور وہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے تعلق کے لیے ظہار کے بعد کفارے کی شرط عائد کر کے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ تمہارے چھپے ہوئے معاملات انسانوں سے چھپ سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے۔

(2) یوں اپنی خبر کے شعور سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ظاہری اور پوشیدہ معاملات کی اصلاح کی ہے۔

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''پھر جو شخص نہ پائے اُسے دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنے ہیں اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جو کوئی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ اس لیے ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے''(4)

سوال1: ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''پھر جو شخص نہ پائے اُسے دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنے ہیں اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جو کوئی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ اس لیے ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ﴾ ''پھر جو شخص نہ پائے اُسے'' یعنی جو غلام نہ پائے یعنی اس کے پاس نہ تو غلام آزاد کرنے کی قیمت ہو اور نہ ہی غلام ہو جس کو وہ آزاد کر سکے۔(2) ﴿فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا﴾ ''دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنے ہیں اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں'' تو مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/2718)

(3) ﴿فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا﴾ ''پھر جو کوئی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے'' یعنی

جو دو مہینے کے روزے رکھنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(4)تو وہ اپنے شہر میں مروج خوراک میں سے انہیں کھانا کھلائے جو ان کے لئے کافی ہو جیسا کہ یہ بہت سے مفسرین کا قول ہے یا وہ ایک مسکین کو ایک مد گیہوں یا گیہوں کے علاوہ کسی دیگر جنس سے، جو صدقہ فطر میں کفایت کرتی ہو، نصف صاع عطا کرے۔(تفسیر سعدی:2718/3)

(5)﴿ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ'' رب العزت نے فرمایا ہے کہ یہ احکام اس لئے مقرر کیے ہیں تا کہ تمہارا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان مکمل ہو جائے۔

(6)ایمان اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کا نام ہی ایمان ہے۔یہی مومن سے مطلوب بھی ہے اسی سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

(7)﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں'' یعنی اس کے وہ محارم ہیں۔

(8)(i)یعنی ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی (ii)اور ظہار ایک گناہ کا کام ہے۔(iii)اس گناہ کا ازالہ کفارہ ادا کرنے سے ہو سکتا ہے۔

(9)اللہ تعالیٰ کی حدود واجب کرتی ہیں کہ ان سے تجاوز نہ کیا جائے، اور نہ ان سے پیچھے رہا جائے۔

(10)﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے'' یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

سوال2:ظہار کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:(1)ایک غلام آزاد کرنا۔(2)غلام نہ پانے کی صورت میں لگاتار دو ماہ کے روزے رکھنا۔

(3)جو روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے 60 مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے۔

سوال3:لگاتار روزے رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ اگر بغیر شرعی عذر کے روزہ چھوڑ دیا تو نئے سرے سے پورے دو ماہ کے روزے رکھنے ہوں گے۔

سوال4:شرعی عذر سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد بیماری یا سفر ہے۔

سوال5:مسکین کو کتنا کھانا کھلایا جائے؟

جواب:مسکین کو اتنا کھلایا جائے کہ ان کا پیٹ بھر جائے یا اتنی ہی مقدار میں ان کو کھانا دیا جائے۔

سوال6:کیا سب مسکینوں کو ایک ساتھ کھانا کھلانا ضروری ہے؟

جواب:سب کو ساتھ کھانا کھلانا ضروری نہیں قسطوں میں بھی کھلایا جا سکتا ہے۔لیکن جب تک 60 مسکینوں کو کھانا نہیں کھلا دیا جاتا۔بیوی

سے تعلق جائز نہیں۔

سوال 7: کفارے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ یہ حکم اس لیے ہے:

(1) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرو۔ (2) یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کفار کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، ذلیل کیے جائیں گے جیسے اُن سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں اور کافروں کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' (5)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، ذلیل کیے جائیں گے جیسے اُن سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں'' حاد سے مراد ایسی دشمنی اور مخالفت ہے جس سے انسان غضبناک ہو کر مقابلہ اور انتقام پر تل آئے۔ مخالفت کی ابتدائی شکل تو یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا حکم تسلیم نہ کرے۔ دوسرا اقدام یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاق اڑانا شروع کر دے۔ اور تیسرا اقدام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون یا سزا یا تعزیر کی بجائے کوئی دوسری سزا یا تعزیر مقرر کر لے، اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو نظر انداز کر دے، یا اس کی مخالفت میں آ کر شرعی احکام کو مصلحت پر مبنی ہونے کی بجائے اسے معاشرے کے لئے نقصان دہ یا غیر مہذب ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ یہ سب صورتیں حاد کے ضمن میں آتی ہیں۔ (تیسیر القرآن: 392/4)

(2) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مخالفت اور نافرمانی ان کے ساتھ دشمنی کے زمرے میں آتی ہے، خاص طور پر امور قبیحہ میں مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کر کے دشمنی کرنا اور اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا وغیرہ۔ (تفسیر سعدی: 2720/3)

(3) ﴿كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''ذلیل کیے جائیں گے جیسے اُن سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے'' کَبَتَ کے معنی کسی کو غصہ کی حالت میں ذلیل و رسوا کرنا ہے اور دھکے مار کر باہر نکال دینا اور ہلاک کرنا سب معنوں میں آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو قومیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت پر اتر آئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا تھا۔ اور اگر اب تم وہی کام کرو گے تو اب تمہارا بھی ویسا ہی انجام ہوگا۔ دنیا میں تو ذلیل و رسوا ہو گے اور آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا وہ بھی ذلیل و رسوا کرنے والا ہوگا۔ (تیسیر القرآن: 392/4)

(4) پوری پوری جزا کے طور پر ان کو ذلیل ورسوا کیا گیا جیسا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو ذلیل ورسوا کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے خلاف ان کے پاس کوئی حجت نہیں کیونکہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ قائم ہو چکی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2720)

سوال2: اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں کیا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کیے جائیں گے۔ جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل کیے گئے تھے۔

سوال3: یہاں ذلیل کیے جانے کے لیے کبتوا کا صیغہ استعمال کیا گیا جو کہ ماضی کا صیغہ ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ماضی میں رکھ کر بات کی اور واضح کر دیا کہ گویا وہ ذلیل ہو چکے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے ذلیل کیا؟

جواب: (1) ان کی ذلت بدر والے دن ہوئی جب ان میں سے کچھ مارے گئے اور کچھ قید کیے گئے۔

(2) مسلمان ان پر غالب رہے یہ غلبہ ان کے لیے ذلت کا باعث بنا۔

سوال5: ﴿وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں اور کافروں کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے واضح دلائل عطا فرمائے جس میں حلال وحرام، فرائض اور احکامات ہیں جو حقیقت کو واضح فرماتے ہیں۔ جو ان کی پیروی کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے۔

(2) ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور کافروں کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' یعنی ان آیات اور دلائل کا انکار کرنے والوں کے لئے ایسا عذاب ہے جو انہیں ذلیل ورسوا کرے گا۔

(3) ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾ ''اور جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور ان سے فائدہ اُٹھا چکے، چنانچہ آج تمہیں توہین کے عذاب سے بدلہ دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم ناحق زمین میں تکبر کیا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔'' (الاحقاف:20)

﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

''جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو اُنہیں بتادے گا جو جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اُسے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے''(6)

سوال1:﴿یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو اُنہیں بتادے گا جو جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اُسے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا'' یعنی جس دن اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے گا اور سب لوگ حشر کے میدان میں جمع کیے جائیں گے۔

(2)﴿فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''تو اُنہیں بتادے گا جو جو اُنہوں نے عمل کیے'' یعنی انہوں نے جو اچھے برے عمل کیے ایک ایک عمل سے آگاہ کرے گا، کیونکہ اللہ علیم وخبیر کو ان کے سارے اعمال کا علم ہے۔﴿یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا ہے'' (القیامہ:13)

(3)﴿اَحْصٰىهُ اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُسے محفوظ کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو گن رکھا ہے۔

(4)﴿وَنَسُوْهُ﴾ ''اور وہ اُسے بھول گئے'' انسان دنیا میں بے شمار ایسے گناہ کرتا ہے جو اسے یاد نہیں رہتے لیکن اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہر انسان کا مکمل ریکارڈ تیار کر رہے ہیں جس میں چھوٹی بڑی ہر بات کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سارے اندراجات کو لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے۔(5)﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمام کھلے اور چھپے حالات کو جانتا ہے۔ اس کو تمام ظاہری باتوں کی بھی خبر ہے اور تمام چھپی ہوئی چیزوں کو بھی وہ دیکھتا ہے، اور وہ ہر چیز پر نگران ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے باز رکھنے کے لیے جی اٹھنے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور یہ جی اٹھنا حساب کتاب کے لیے ہوگا۔ تمہیں اپنے اعمال یاد نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایک عمل محفوظ کر رکھا ہے وہ ان مخالفتوں کو یونہی نہیں جانے دے گا۔ حساب لے گا۔

رکوع نمبر 2

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ اُن کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ اُن کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اُس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ اُن کو بتادے گا جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (7)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ اُن کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ اُن کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اُس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ اُن کو بتادے گا جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے لامحدود علم کی خبر دی ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا علم آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے راز اور ان کی سرگوشی تک کو جانتا ہے؟ اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔'' (التوبہ:78)

(3) ﴿اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ ''کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم اُن کے راز اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیوں نہیں! اور ہمارے فرشتے اُن کے پاس ہی لکھتے رہتے ہیں۔'' (الزخرف:80)

(4) اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات سنتا ہے جہاں کہیں انہیں دیکھتا ہے۔ رات ہو یا دن، مجلس ہو یا گھر ہر جگہ اللہ تعالیٰ کا علم حاوی ہے۔

(5) ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ﴾ ''تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی'' یعنی نجویٰ کرنے والوں میں سے کوئی تین ہوں۔

(6) ﴿اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ ''مگر وہ اُن کا چوتھا ہوتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم اور اپنی قدرت کے ساتھ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔

(7) ﴿وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾ ''اور نہ پانچ میں مگر وہ اُن کا چھٹا ہوتا ہے'' یعنی ہر پانچویں کے ساتھ چھٹا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ جو ان سے آگاہ رہتا ہے جو ان کے راز سنتا ہے، پھر اس کے فرشتے بھی ان کے اعمال لکھتے ہیں۔

(8) ﴿وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ﴾ ''اور نہ اُس سے کم میں اور نہ زیادہ میں'' یعنی ان کی تعداد کم ہو یا زیادہ وہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور

اپنی قدرت سے ان کے ساتھ ہوتا ہے، خواہ وہ زمین کے نیچے ہوں یا اوپر آسمانوں میں ہوں۔

(9)﴿اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا﴾ ''مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں'' معیت سے مراد معیت علمی ہے یعنی اللہ تعالیٰ تو عرش پر ہے مگر اس کا علم ہر جگہ پر ہے۔ بلاشبہ یہی بات ہے، اس پر ہر ایک مومن کا ایمان ہے، پھر جس طرح اس کا علم ہر جگہ ہے، اسی طرح اس کا سننا دیکھنا بھی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے خبردار ہے ان کا اس سے کوئی کام بھی چھپا ہوا نہیں۔ (سراج المنیر: 2018/2)

(10)﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''پھر قیامت کے دن وہ اُن کو بتادے گا جو اُنہوں نے عمل کیے'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں خبر دے گا اور قیامت کے دن ان تمام اعمال کا بدلہ دے گا جو وہ کرتے تھے۔

(11)﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ساری مخلوقات کا پورا علم رکھتا ہے۔

(12) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی گھاٹی پر چڑھتے تو ''لا الہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کہتے تو ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے (تم جس کو پکار رہے ہو) وہ تو تمھارے ساتھ ہی ہے، وہ سننے والا اور نزدیک ہے۔'' (بخاری: 2992)

سوال 2: نجویٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) نجویٰ سے مراد سرگوشی اور راز کی باتیں ایک دوسرے کو کنایہ بتانا ہوتا ہے۔ (2) دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کا آپس میں کسی معاملے میں سرگوشی کرنا۔ (3) سرگوشی عموماً برائی کے معاملے میں ہوتی ہے۔

سوال 3: تعداد کا ذکر کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اس کا مقصد یہ بتایا ہے کہ تعداد تھوڑی ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔

سوال 4: این ما کانو سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں خواہ وہ جنگلوں میں ہوں یا صحراؤں میں، آبادیوں میں ہوں یا بے آباد پہاڑوں اور غاروں میں، خلوت میں ہوں یا جلوت میں۔ کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں سے باخبر ہونے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ ہونے سے اپنے علم کا شعور دلایا ہے کیونکہ وہ اپنے علم کی وجہ سے ہر ایک کے ساتھ ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

''کیا آپ نے اُنہیں دیکھا نہیں جنہیں سرگوشی کرنے سے روکا گیا تھا؟ وہ پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے اُنہیں روکا گیا ہے اور آپس میں وہ گناہ کی اور ظلم کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے (کلمے) کے ساتھ سلام کرتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ اُن کے لیے جہنم کافی ہے، وہ اُس میں داخل ہوں گے، پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''(8)

سوال1:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ﴾ ''کیا آپ نے اُنہیں دیکھا نہیں جنہیں سرگوشی کرنے سے روکا گیا تھا؟ وہ پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے اُنہیں روکا گیا ہے اور آپس میں وہ گناہ کی اور ظلم کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى﴾ ''کیا آپ نے اُنہیں دیکھا نہیں جنہیں سرگوشی کرنے سے روکا گیا تھا؟'' رب العزت نے فرمایا: کیا آپ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشیوں سے روک دیا گیا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور ان میں صلح صفائی ہوگئی تھی۔

(2)﴿ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ ''وہ پھر وہی کام کرتے ہیں جس سے اُنہیں روکا گیا ہے'' منافق اپنے مفادات کی خاطر مسلمان تو ہو گئے تھے مگر ان کی ہمدردیاں کافروں کے ساتھ تھیں۔ جب ان کے پاس سے کوئی صحابی گزرتا تو وہ آپس میں سرگوشی کرتے تاکہ ان کو یہ خدشہ لاحق ہو کہ کہیں وہ قتل یا مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش تو نہیں کر رہے۔ رسول ﷺ نے سرگوشی کرنے سے منع کیا تو انہوں نے بات نہیں مانی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

(3)﴿وَيَتَنٰجَوْنَ﴾ ''وہ سرگوشیاں کرتے ہیں'' یعنی وہ ایسی سرگوشیاں کرتے تھے جس میں نیکی یا تقویٰ کی بات نہ ہوتی تھی۔

(4)﴿بِالْاِثْمِ﴾ ''گناہ کی'' یعنی منافق گناہ کی بات کرتے ہیں جیسے غیبت وغیرہ۔ اس کے مقابلے میں ''البر'' نیکی اور اطاعت کے ہر کام کے لئے جامع نام ہے۔ مومن جب سرگوشی کرتے ہیں تو وہ نیکی اور اطاعت کے کام کے لئے کرتے ہیں۔

(5)﴿وَالْعُدْوَانِ﴾ ''اور ظلم کی'' یعنی مومنوں پر ظلم کے لئے سرگوشی کرتے ہیں، یعنی وہ دوسروں پر ظلم کے لئے سرگوشی کرتے ہیں۔ اور مومن اس کے مقابلے میں تقویٰ کے لئے سرگوشی کرتے ہیں۔ تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذاب کے خوف سے گناہوں سے بچنا، مومن اللہ تعالیٰ کے قرب کے کاموں اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لئے سرگوشی کرتے ہیں۔

(6)﴿وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ﴾ ''اور رسول کی نافرمانی کی'' منافق ایک دوسرے کو رسول کی نافرمانی پر اکساتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اسی لیے وہ گناہ، ظلم اور رسول ﷺ کی نافرمانی کے لئے سرگوشیاں کرتے ہیں۔

سوال 2: خفیہ سرگوشیاں کرنے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: خفیہ سرگوشیوں سے اس لیے روک دیا گیا کہ جب مسلمان ان کے قریب سے گزرتے یہ سرگوشیاں کرتے تو مسلمان یہ سمجھتے کہ شاید وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں یا کسی لشکر نے حملہ کر دیا ہے اور ان کے پاس خبریں پہنچی ہیں۔ اس طرح مسلمان خوفزدہ ہو جاتے اس وجہ سے انہیں خفیہ سرگوشیاں کرنے سے روک دیا گیا۔

سوال 3: روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد دوبارہ سرگوشیاں کرنے کا کام شروع کرنا ہے۔

سوال 4: عام طور پر کس چیز کی سرگوشیاں ہوتی ہیں؟

جواب: (1) عام طور پر گناہ، زیادتی، رسول ﷺ کی نافرمانی کی سرگوشیاں ہوتی ہیں۔

(2) غیبت، الزام تراشی، ایک دوسرے کو نافرمانی کے کاموں پر اکسانے کے لیے سرگوشیاں ہوتی ہیں۔

(3) بے ہودہ باتوں کی سرگوشیاں ہوتی ہیں۔

سوال 5: ﴿وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے (کلمے) کے ساتھ سلام کرتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ اُن کے لیے جہنم کافی ہے، وہ اُس میں داخل ہوں گے، پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے (کلمے) کے ساتھ سلام کرتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ اُن کے لیے جہنم کافی ہے، وہ اُس میں داخل ہوں گے، پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے'' منافق اور یہودی سلام کے الفاظ کو بدل کر سلام کرتے تھے۔ اسی لئے رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ نبی ﷺ کو سلام کرنے میں سوءِ ادب کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ﴿اَلسَّامُ عَلَيْكَ، يَا اَبَا الْقَاسِمِ!﴾ ''اے ابوالقاسم! تمھیں موت آئے'' آپ ﷺ نے جواب دیا: ''﴿وَعَلَيْكُمْ﴾ ''بلکہ تمھیں ہی (موت) آئے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: ﴿بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَالذَّامُ﴾ ''بلکہ تمھیں ہی موت آئے اور ذلت (تمھارا مقدر بنے)۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! تو تو اپنی زبان سے نازیبا الفاظ ادا نہ کر۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا آپ نے نہیں سنا جو انھوں نے کہا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں نے ان کی (غلط) بات کو انہی پر لوٹا نہیں دیا؟ میں نے انہیں جواب دیا تھا: ﴿وَعَلَيْكُمْ﴾ (کہ ذلت والی موت تمھارا ہی مقدر بنے)۔'' (مسلم:5656)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا، اس نے آپ ﷺ سے کہا: ''اَلسَّامُ عَلَيْكَ'' ''تمھیں موت آئے'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَعَلَيْكَ﴾ ''اور تمھیں بھی'' پھر رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) پوچھا: ''تم جانتے ہو کہ وہ کیا کہہ رہا تھا؟ وہ کہہ رہا تھا، ﴿اَلسَّامُ عَلَيْكَ﴾ ''تمھیں موت آئے'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! (ہاں) جب اہل کتاب تمھیں سلام کیا کریں تو تم انہیں (صرف) ﴿وَعَلَيْكُمْ﴾ کہہ دیا کرو۔'' (بخاری:6926)

(4) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں'' وہ اپنے دل میں ایک بات چھپاتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

(5) ﴿لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ﴾ ''کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟'' وہ کہتے ہیں اگر وہ واقعی اللہ کا رسول ہوتا تو ہم پر تباہی آ جاتی مگر جب ہمارا کچھ نہیں بگڑا تو کیسے مان لیں کہ یہ سچا رسول ہے۔

(6) ﴿حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ﴾ ''اُن کے لیے جہنم کافی ہے'' ان کے لیے جہنم کا عذاب کافی ہے۔ جہنم میں اس کی گرمی کی وجہ سے وہ جلیں گے۔

(7) ﴿فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''پس وہ بہت برا ٹھکانہ ہے'' جہنم کا کھانا زقوم اس کا مشروب کھولتا ہوا پانی اور پیپ لہو ہے۔ جہنم والوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت ہے۔ کیا ہی برا ٹھکانا ہے؟

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے سلام کا کیا طریقہ بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا طریقہ بتایا ہے۔

سوال 7: یہودی سلام کر کے جو ہلاکت کی بددعا کرتے تھے اس کو کس چیز کی دلیل کے طور پر ایک دوسرے کے سامنے پیش کرتے تھے؟

جواب: یہودی آپس میں یا اپنے دلوں میں یہ بات کہتے تھے کہ اگر یہ سچا نبی ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں پکڑتا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے من جانب اللہ نہ ہونے کی دلیل کے طور پر یہ بات لے کر آتے تھے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس حرکت پر کیا وعید سنائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کے لیے جہنم کی سزا کافی ہے جس میں یہ داخل ہوں گے۔

سوال 9: اللہ تعالیٰ دنیا میں فوراً گرفت کیوں نہیں کرتے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور حکمت کے تحت دنیا میں فوراً گرفت نہیں کرتے لیکن آخرت میں نہیں چھوڑتے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا'' (9)

سوال 1: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔ (2) ﴿إِذَا تَنَاجَيْتُمْ﴾ ''جب تم آپس میں سرگوشی کرو'' یعنی جب تم کسی معاملے میں سرگوشی کرو۔

(3) ﴿فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ ''تو گناہ کی اور زیادتی کی سرگوشی نہ کرو'' یعنی سرگوشیاں غیبتوں اور گناہوں کی باتوں پر مبنی نہیں ہونی چاہئیں۔ (4) ﴿وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ﴾ ''اور رسول کی نافرمانی کی'' اور یہودیوں اور منافقوں کی طرح رسول ﷺ کی نافرمانی کی باتیں نہ کریں۔

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کو آپس میں کانا پھوسی (سرگوشی) نہ کیا کرو۔ اس سے لوگوں کو رنج ہوگا البتہ اگر دوسرے آدمی بھی ہوں تو مضائقہ نہیں۔ (صحیح بخاری: 6290)

(6) مومنوں کو اپنے اخلاق درست کرنے کے بارے میں توجہ دلائی ہے کہ گناہ ظلم زیادتی اور سازشوں سے خود کو بچائیں اور حکم دیا۔

(7) ﴿وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ ''اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو'' یعنی اطاعت اور ترک معصیت کے امور میں سرگوشی ہو سکتی ہے۔ ''البر سے مراد نیکی کے کاموں میں اور تقوی سے مراد اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکنا۔

(8)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس کی طرف انہیں لوٹ کر جانا ہے۔

سوال 2: سرگوشی کے بارے میں اسلام کے کیا احکامات ہیں؟

جواب: (1) سرگوشی جسے کھسر پھسر بھی کہتے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں۔

(i) ایک وہ سرگوشی ہے جو بدنیتی پر مبنی ہوتی ہے، برا ارادہ کسی کے خلاف سازش اس کے اہداف ہیں ایسی سرگوشی شیطان کی اکساہٹ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (ii) دوسرا یہ کہ سرگوشی نیکی کے بارے میں ہو، مثال کے طور پر لوگوں کے درمیان صلح کروانا، ایسی سرگوشی بعض اوقات واجب ہو جاتی ہے (iii) تیسرے ایسی سرگوشی جس کا تعلق صرف دو افراد سے ہو ان کے علاوہ کسی اور سے نہ ہو، جیسے نبی ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی، جس سے وہ ایک بار رونے لگیں اور دوسری بار ہنس دیں۔ (بخاری، کتاب الاستیذان) ایسی سرگوشی جائز ہے۔

(2) سرگوشی کے کچھ آداب ہیں (i) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: جب کہیں تم صرف تین آدمی ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں، اس سے اس کو رنج ہوگا البتہ اگر اور بھی آدمی موجود ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ (بخاری: کتاب الاستیذان) یعنی اگر تین آدمی ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو لوگ سرگوشی نہ کریں ہاں اگر تیسرے سے اجازت لے لیں تو سرگوشی کر سکتے ہیں اس سے بدگمانی کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ (ii) اگر تین سے زیادہ لوگ ہوں تو سرگوشی کر سکتے ہیں، لیکن یہاں بھی خیال رہے کہ ایک کو چھوڑ کر تین آپس میں سرگوشی نہ کریں، اسی طرح 5 لوگ ہوں تو 4 لوگ ایک کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔

(iii) اگر زیادہ لوگ ہوں اور دو لوگ سرگوشی کرنا چاہیں تو کوئی شخص مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی خاص شخص کی طرف نہ دیکھے، نہ اشارہ کرے کیونکہ اس کے دل میں بدگمانی پیدا ہو سکتی ہے۔ (iv) بدگمانی پیدا کرنے والی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب حرام ہیں۔

(v) مسلمانوں کے اجتماعی معاملات پر کی جانے والی سرگوشیاں، دین کے لئے کیے جانے والے کاموں کے بارے میں یہ کہنا کہ بیل منڈھے چڑھتے نظر نہیں آتی اور بلی کو چھیچھڑوں کے خواب وغیرہ۔ (vi) منافقوں کی سرگوشیوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تربیت اور کردار سازی کے لیے سرگوشیوں کے بارے میں کیا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے ایمانی شعور کو بیدار کیا ہے کہ تمہاری سرگوشیاں منافقوں اور یہودیوں کی طرح گناہ، ظلم و زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی نہیں ہونی چاہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے کیسی سرگوشیاں کرنے کی اجازت دی ہے؟

جواب: (1) ایسی سرگوشیاں جس میں نیکی اور تقویٰ ہو۔ (2) جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو۔ (3) جن میں بھلائی ہو۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے بری سرگوشیوں سے بچانے اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشیوں کے لیے کیسے آمادہ کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حشر کی پیشی کا خوف دلاتے ہوئے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے۔

﴿اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

''سرگوشی کرنا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے تا کہ ان لوگوں کو وہ غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر اُنہیں ہرگز کچھ بھی نقصان پہچانے والا نہیں پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں''(10)

سوال1: ﴿اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''سرگوشی کرنا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے تا کہ ان لوگوں کو وہ غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر اُنہیں ہرگز کچھ بھی نقصان پہچانے والا نہیں پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ﴾ ''سرگوشی کرنا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے'' یعنی سرگوشیاں شیطان کی تزئین کی وجہ سے ہوتی ہیں۔(تفسیر قرطبی) (2)﴿لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''تا کہ ان لوگوں کو وہ غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے'' مومنوں کے دشمن ان کے بارے میں سازش، دھوکے اور بری خواہشات کی جو سرگوشیاں کرتے ہیں، یہ شیطان کی طرف سے ہیں جس کی چال بہت کمزور اور مکر غیر مفید ہے۔اور مکر وفریب سے اس کا مقصود بھی یہی ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ کفایت اور دشمن کے خلاف فتح ونصرت کا وعدہ کر رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2722,2723)

(3)﴿وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر اُنہیں ہرگز کچھ بھی نقصان پہچانے والا نہیں'' اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ کافروں اور منافقوں کی سرگوشیاں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں، ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ رکھا ہو تو معاملہ مختلف ہو سکتا ہے۔(4) مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا چاہیے، دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے لئے کافی ہے۔(5)﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں'' ہر دور ہر زمانے میں مومنوں کو قادر مطلق پر ہی توکل کرنا چاہیے۔جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے خفیہ سرگوشیوں کی حقیقت سے کیسے آگاہ کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ گناہ، زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی پر مبنی سرگوشیاں شیطانی کام ہے۔

(2) شیطان ہی سرگوشیوں پر آمادہ کرتا ہے۔(3) شیطان مومنوں کو غم میں مبتلا کرنے کے لیے سرگوشیوں پر آمادہ کرتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو غم سے بچانے کے لیے ان کے شعور کا رخ کس طرف موڑا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو غم سے بچانے کے لیے یہ واضح کیا ہے۔ کہ سرگوشیاں اور شیطانی تدابیر کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں جب تک اللہ نہ چاہے۔(2) دشمنوں کی حرکتوں سے پریشان نہ ہوں۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں۔ تمہارے دشمنوں کے ہاتھ میں اختیارات نہیں ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے غم کو اللہ پر توکل تک کیسے پہنچا دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات اور دشمنوں کے بے اختیار ہونے سے غم دور کر کے بھروسے تک پہنچا دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا شعور دلا کر غم کو توکل تک پہنچا دیا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا کرے گا اور جب کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو، اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُن سے پوری طرح باخبر ہے“(11)

سوال1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا کرے گا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو!“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کے لئے ندا ہے کہ اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔(2) ﴿اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا﴾ ”جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو“ کہ جب آپ لوگ مجلس میں بیٹھیں تو ایک دوسرے کا خیال کرتے ہوئے کشادگی پیدا کر دیں یہ آداب مجلس کا حصہ ہے اور یہ ان آداب میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھائے ہیں۔

(3) مجلس سے مراد ہر وہ Gathering ہے جہاں مسلمان اجر خیر اور علم کے حصول کے لیے جمع ہوں۔ خواہ یہ مجلس وعظ ہو یا جمعہ کی مجلس

ہو۔(تفسیر قرطبی)(4) جب بھی کسی مجلس میں لوگ اکٹھے بیٹھے ہوں اور جگہ بھر جائے تو آنے والوں کے لئے کشادگی پیدا کر دیں، یہ عمل کشادگی پیدا کرنے والوں کو نقصان نہیں دیتا، اسی کی یقین دہانی اور امر کی بشارت رب العزت نے دی ہے۔

(5) یعنی مجلس کا دائرہ تنگ کرو کہ بعد میں آنے والا کھڑا ہو یا کسی کو اٹھا کر بیٹھے دونوں باتیں ہی ناشائستہ اور ناپسندیدہ ہیں۔

(6) ﴿يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا کرے گا'' یعنی تم نے اپنے بھائی کے لئے وسعت پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت پیدا کرے گا۔(7) تمہاری قبروں میں، تمہارے دلوں میں، دنیا اور آخرت میں۔(تفسیر قرطبی:218/9)

(8) امام رازی رحمہ اللہ نے کہا: ہر اس چیز میں اللہ تعالیٰ وسعت دے گا جہاں انسان چاہتا ہے مکان میں، رزق میں، سینے میں، قبر میں، جنت میں۔(تفسیر رازی:269/29) (9) جزا عمل کی جنس سے ملے گی جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کے ساتھ آسانی کی، تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانی پیدا فرمائے گا۔ اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔(ترمذی:2945)(ابن ماجہ:225)(ابن کثیر)

(10) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد بنائی بکیر (راوی) نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی ایک مکان جنت میں اس کے لیے بنائے گا۔(بخاری:450)

(11) سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں تین اشخاص آئے۔ ان میں سے دو رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے اور ایک چل دیا پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے حلقہ میں گنجائش دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا سب کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ لوٹ گیا۔ تو جب رسول اللہ ﷺ (وعظ سے) فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تمہیں تین آدمیوں کی حالت نہ بتاؤں کہ ان میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ سے جگہ طلب کی اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دے دی۔ اور دوسرے نے شرم کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے شرم کی اور تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ نے بھی) اس سے منہ پھر لیا۔'' (بخاری، کتاب العلم:66، مسلم، کتاب السلام:5681)

(12) نبی ﷺ نے فرمایا بلا اجازت دو کے درمیان تفریق کرنا کسی کو حلال نہیں۔(ترمذی)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے، پھر وہ لوگ اس مجلس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو وہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے باعث حسرت ہوگی۔'' (مسند احمد:481/2، ح:10254)

سوال 2: مجلس کشادہ کرنے کے صلے میں خوش خبری دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کشادگی دے گا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کشادگی دے گا سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا جہاں بھی تم وسعت کے طلبگار ہو گے۔ رزق مانگو گے اس میں کشادگی دے گا، قبر میں کشادگی دے گا، گھروں میں کشادگی دے گا، دلوں میں کشادگی عطا کرے گا اور جنت میں وسعت اور فراخی

عطا فرمائے گا۔

سوال3:﴿وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا﴾ ''اور جب کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا﴾ ''اور جب کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ'' یعنی جب کسی سبب سے کسی ضرورت کے لئے، کسی کو مجلس سے اٹھنے کے لئے کہا جائے یا مجلس برخواست کرنے کو کہا جائے مثلاً نماز یا کسی خیر کے کام کے لئے۔

(2)﴿فَانْشُزُوْا﴾ ''تو اُٹھ جایا کرو'' تو فوراً اٹھ جایا کرو یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ اس طرح کے معاملات کا لحاظ رکھیں۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی آدمی (مجلس میں بیٹھے ہوئے) کسی شخص کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے، بلکہ تم پھیل جاؤ اور (دوسروں کو) جگہ دو۔'' (مسلم:5683، بخاری:6270)

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے بلکہ یوں کہے کہ پھیل جاؤ۔ (مسلم، کتاب السلام) (5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص جب کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے اٹھے پھر واپس آئے تو اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (مسلم:5689)

سوال4: مسلمانوں کو اٹھ جانے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: مسلمانوں کو یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس طرح ان لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی جو نبی ﷺ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتے تھے۔

سوال5: مسلمانوں کو مجلس کے آداب سکھائے گئے ہیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) مجلس میں پہنچ کر اہل مجلس کو سلام کیا جائے۔

(2) جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیے۔ دوسروں کو تنگ نہیں کرنا چاہیے۔ نہ اس بات میں اپنی ہتک محسوس کرنی چاہیے۔

(3) اہل مجلس جب دیکھیں کہ جگہ تنگ ہو رہی ہے اور نئے آنے والوں کو جگہ نہیں مل رہی تو انہیں مجلس کا حلقہ وسیع کر لینا چاہیے۔ یا اگر جمعہ وغیرہ کا اجتماع ہو تو سکڑ کر اور سمٹ کر بیٹھ جانا چاہئے تاکہ آنے والوں کے لیے جگہ بن جائے۔

(4) ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو کر بیٹھے یا جیسے خطبہ جمعہ میں اکثر لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ امام کے قریب ہو کر بیٹھیں۔ تو ایسی صورت میں کسی کے لیے، خواہ وہ عزت اور مرتبہ میں بڑا ہو، یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جائے۔ (5) حفظ مراتب کا بھی ایک مقام ہے۔ اگر کوئی چھوٹا کسی بڑے کو آتے دیکھ کر ازراہِ تواضع اور آنے والے کا احترام کرتے ہوئے اپنی جگہ اس کے لیے چھوڑ کر خود پیچھے ہٹ جائے تو یہ چیز چھوٹے کی عزت اور درجات کی بلندی کا سبب بن جائے گا اور رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں اکثر ایسا ہوتا تھا۔ (6) اگر کوئی شخص مثلاً خطبہ جمعہ میں وضو ٹوٹ جانے یا کسی اور وجہ سے اپنی جگہ سے اٹھ جاتا ہے اور وضو کر کے

واپس آتا ہے تو کوئی دوسرا اس کی جگہ پر قبضہ نہ جمالے۔ بلکہ پہلا شخص ہی اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔

(7) اگر امیر مجلس، مجلس کو برخاست کرنے اور چلے جانے کا حکم دے یا کسی ایک شخص کو کسی مصلحت کی بنا پر چلے جانے کو کہے تو اسے اس حکم میں نہ عار محسوس کرنی چاہیے اور نہ اسے اس کی تعمیل میں اپنی توہین یا ہتک محسوس کرنا چاہیے۔

(8) اگر کھانا کھانے کی مجلس ہو تو کھانے سے فراغت کے بعد باتوں میں مشغول ہو کر میزبان کو پریشان اور تنگ نہ کرنا چاہیے بلکہ فراغت کے بعد جلد اجازت لے کر رخصت ہو جانا چاہیے۔ (تیسیر القرآن: 397/8)

سوال 6: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا'' رب العزت نے فرمایا ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند کر دیئے جائیں گے۔ یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ مجلسوں میں ہم سے جگہ دلوائی گئی، اور ہمیں اٹھا دیا گیا اس سے ہماری توہین ہوئی، نہیں نہیں، اس سے تمہاری عزت میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا درجہ بلند ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکی رائیگاں نہیں جانے دے گا، بلکہ اس کا دنیا اور آخرت میں اجر عطا فرمائے گا، کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے کے لئے مسکینی اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توقیر بڑھا دیتا ہے۔ اور اس کی نیک شہرت کر دیتا ہے۔ دنیا میں اس کا نام پھیلا دیتا ہے۔ دنیا عزت و محبت سے اس کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ (سراج المنیر: 2021/2)

(2) سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نافع بن عبد الحارث نے مقام ''عسفان'' میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ وادی مکہ میں اپنا قائم مقام کس کو بنا کر آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں ابن ابزیٰ کو قائم مقام بنا کر آیا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، ابن ابزیٰ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایک آزاد کردہ غلام کو اپنا قائم مقام بنا آئے ہو؟ انھوں نے عرض کی، امیر المومنین! اس لیے کہ وہ کتاب اللہ کا قاری ہے، میراث کا عالم ہے اور قاضی ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو سربلندی عطا فرما دیتا ہے اور کچھ کو اس سے (اعراض کرنے کی وجہ سے) پست کر دیتا ہے۔'' (مسند احمد: 234/1)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح مجھے تم میں سے کم ترین شخص پر۔'' مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمان و زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں بلوں میں اور مچھلیاں سمندر کے اندر لوگوں کو علم سکھانے والوں کے لیے

رحمت کی دعا کرتی رہتی ہیں۔"(4) اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے درجے ان کے ایمان اور علم کے مطابق بلند کرتا ہے۔

سوال 7: یہاں درجے بلند کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سے مراد اہل ایمان اور اہل علم کے درجات کی بلندی ہے۔ علم درجات کی بلندی کا باعث بنتا ہے۔

سوال 8: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ "اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُن سے پوری طرح باخبر ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ "اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُن سے پوری طرح باخبر ہے" پس وہ ہر عمل کرنے والے کو ان کے عمل کی جزا دے گا، اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا ہوگی اور اگر برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں علم کی فضیلت کا اثبات ہے، نیز یہ کہ علم کی زینت اور اس کا ثمرہ، اس کے آداب کو اختیار اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2723، 2724)

(2) اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کا علم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ کون بلند درجات کا حق دار ہے اور کون نہیں؟

سوال 9: اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مجلسی معاملات کے حوالے سے بیٹھنے اور اٹھ جانے سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ایمان اور علم والوں کے درجات کی بلندی سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ تمہارے تمام اعمال کی اللہ کو خبر ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے کوئی سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کیا کرو، یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر اور بہت پاکیزہ ہے پھر اگر نہ پاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے"(12)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے کوئی سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کیا کرو، یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر اور بہت پاکیزہ ہے پھر اگر نہ پاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے کوئی سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کیا کرو" اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لئے یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دیں۔

(2) مسلمان نبی ﷺ سے بہت زیادہ سوالات کرتے تھے جو بعض اوقات آپ ﷺ کے لئے گراں ہو جاتے۔ رب العزت نے آپ ﷺ کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو بہت سے لوگ غیر ضروری سوالات کرنے سے رک گئے۔

(3) ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ﴾ "یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر اور بہت پاکیزہ ہے" رب العزت نے سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کا یہ عمل اہل ایمان کے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ ہے یعنی ایسا کرنے سے آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر اور بھلائی میں اضافہ ہوگا اور ہر قسم کی گندگی سے طہارت نصیب ہوگی۔

(4) رسول اللہ ﷺ کا ادب واحترام ترک کر کے ہی بے فائدہ سرگوشی ممکن ہوتی تھی۔ یہ ایسی گندگی ہے جس سے صدقہ کرنے سے طہارت مل سکتی ہے۔ (5) جب سرگوشی سے پہلے صدقے کا حکم دیا گیا تو یہ علم اور خیر و بھلائی کی جانچ پرکھ کے لئے کسوٹی بن گئی۔ جس کا مقصد محض رسول اللہ ﷺ سے باتیں کرنا ہو وہ نبی ﷺ کی تکلیف کا احساس نہیں کر سکتا۔ سرگوشی سے پہلے صدقے کے حکم نے ایسے لوگوں کو کثرت کلام سے روک دیا۔

(6) ﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "پھر اگر نہ پاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" جس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو اللہ تعالیٰ نے اسے تنگی میں مبتلا نہیں کیا۔ اس کو معاف کر دیا کیونکہ وہ رحیم اور شفیق ہے۔ ایسے شخص کے لئے صدقے کے بغیر سرگوشی کو مباح ٹھہرایا ہے۔

سوال 2: سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ ہر مسلمان رسول اللہ ﷺ سے تنہائی میں بات چیت کرنے کی خواہش رکھتا تھا جس سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی۔ منافقین رسول اللہ ﷺ سے ویسے ہی بات چیت کرنے میں مصروف رہتے تھے جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کر دیا تا کہ رسول اللہ ﷺ سے عام بات چیت کے رجحان کو ختم کیا جائے۔

سوال 3: سرگوشی سے پہلے صدقہ دینا بہتر اور پاکیزہ تر ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: صدقہ دینا اس اعتبار سے بہتر اور پاکیزہ تر ہے کہ اس سے غریب مسلمانوں کو فائدہ ہوتا ہے اور نیک عمل سے انسان کا نفس پاک ہوتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کے لیے صدقہ کا حکم دے کر اپنی رحمت کی کیونکہ اس سے غریب مسلمانوں کا فائدہ ہوتا ہے اور دینے والے کا نفس پاک ہوتا ہے۔ اس حکم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) صدقے کا مال نہ پانے پر اللہ نے اپنے غفور ہونے یعنی اپنی بخشش کا شعور دلایا ہے۔

﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''کیا تم ڈر گئے ہو کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات پیش کرو سو جب تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف کر دیا ہے تو تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے''(13)

سوال1:﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈر گئے ہو کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات پیش کرو سو جب تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف کر دیا ہے تو تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ﴾ ''کیا تم ڈر گئے ہو کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات پیش کرو'' یعنی کیا تم فقر و فاقہ سے ڈر گئے کہ ہر بار سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنا ہوگا۔(2) یعنی کیا تمہیں لگا کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے۔

(3) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً﴾ ''اے ایمان والو! جب رسول اللہ (ﷺ) سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو'' (المجادلہ:12)، نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''تمہاری کیا رائے ہے، ایک دینار صدقہ مقرر کر دوں؟'' میں نے کہا: لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے، آپ نے فرمایا: ''تو کیا آدھا دینار مقرر کر دوں؟ میں نے کہا: اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر کتنا کر دوں؟'' میں نے کہا: ایک جو کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم تو بالکل ہی گھٹا دینے والے نکلے''، اس پر یہ آیت نازل ہوئی﴿ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ﴾ ''کیا تم اس حکم سے ڈر گئے کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقے دے دیا کرو'' (المجادلہ:13) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ نے میری وجہ سے فضل فرما کر اس امت کے معاملے میں تخفیف فرما دی (یعنی اس حکم کو منسوخ کر دیا)۔ (جامع ترمذی:3300)

(4)﴿فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا﴾ ''سو جب تم نے ایسا نہیں کیا'' خیر ہے اگر تم سے اس حکم پر عمل نہیں ہو سکا تو۔

(5)﴿وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف کر دیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے بھی اس کام میں تمہاری مشقت دیکھتے

ہوئے صدقہ کرنا تمہیں معاف کر دیا۔(6)﴿فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ ''تو تم نماز قائم کرو'' رب العزت نے باقی فرائض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے پہلے فرض کا حکم دیا کہ نماز قائم کرو یعنی نماز کو اس کے ارکان، شرائط اور تمام حدود کے ساتھ ادا کرو۔

(7)﴿وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾ ''اور زکوٰۃ دیتے رہو'' یعنی مستحق لوگوں کو فرض زکوٰۃ ادا کرو۔

(8)﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کو دل کی سچائی سے مانیں اور ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہو۔

(9) اطاعت میں حکم ماننا، اور نواہی سے اجتناب کرنا، ان کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کرنا سب شامل ہے۔

(10)﴿وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ دل سے ماننے اور احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو خوب جانتا ہے۔ اعمال خواہ کسی طرح سے بھی واقع ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کا خوب علم رکھتا ہے وہ اعمال کی جزا عمل کے مطابق دے گا۔

(11)﴿یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَھُمْ ۝ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝﴾ ''جس دن لوگ الگ الگ پلٹیں گے تا کہ اُن کے اعمال اُن کو دِکھائے جائیں۔ تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:7,6)

(12)﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ۝ ثُمَّ یُجْزٰىہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ۝﴾ ''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی۔ اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔'' (النجم:39-41)

سوال 2: مسلمان سرگوشی سے پہلے صدقہ نکالنے سے کیوں ڈر گئے تھے؟

جواب: یہ خوف رسول اللہ ﷺ سے تعلق کی وجہ سے بھی تھا کہ اس تعلق میں کمی آجائے گی۔ دوسرے مالی مجبوریوں کی وجہ سے تھا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو معاف کر دیا سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے تخفیف کر کے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے کن کاموں کو صدقے کا بدلہ بنا دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کو صدقے کا بدل بتا دیا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کے ڈر سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ تمہارے چھپے ہوئے ڈر کی اللہ کو خبر ہے۔

رکوع نمبر3

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے وہ نہ ہی تم میں سے ہیں اور نہ ہی اُن میں سے ہیں اور وہ جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' (14)

سوال1:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے وہ نہ ہی تم میں سے ہیں اور نہ ہی اُن میں سے ہیں اور وہ جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے'' یعنی اے ہمارے رسول آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے یعنی منافقوں کو جو ان لوگوں کو دوست بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئے یعنی یہودی۔

(2) منافقوں کی اصل دوستی یہودیوں سے تھی۔ منافقوں اور یہودیوں میں قدر مشترک رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی دشمنی تھی۔

(3)﴿مَا هُمْ مِّنْكُمْ﴾ ''وہ نہ ہی تم میں سے ہیں'' یعنی یہ منافق تم میں سے یعنی مومنوں میں سے نہیں۔﴿وَلَا مِنْهُمْ﴾ ''اور نہ ہی اُن میں سے ہیں'' اور نہ ہی یہودیوں میں سے ہیں، ان کا باطن یہودیوں کے ساتھ ہے اور ظاہر میں وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۫ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا﴾ ''وہ درمیان ہی میں ڈانواڈول ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔'' (النساء:143) (5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہے کبھی اس ریوڑ میں چرتی ہے کبھی اس ریوڑ میں۔'' (صحیح مسلم:7043)

(6)﴿وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' یہودیوں کے ایمان کے زبانی دعووں پر سے مسلمانوں کا اعتماد ختم ہوگیا تھا، مسلمانوں سے وہ کئی قسم کے مفادات حاصل کررہے تھے اس وجہ سے انہیں جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلانا پڑتا تھا۔ یہودیوں کو قسمیں کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم دل سے آپ لوگوں کے ساتھ

ہیں اور مسلمانوں کو کہتے تھے کہ ہم سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور سچے اطاعت گزار ہیں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے، یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے۔'' (الحشر:11)

(8) ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بلاشبہ یقیناً آپ اُس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (المنافقون:1)

سوال 2: کس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا؟

جواب: قرآن مجید کے مطابق یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔

سوال 3: یہودیوں سے دوستی کرنے والے کون لوگ تھے؟

جواب: یہودیوں سے دوستی کرنے والے منافق تھے۔

سوال 4: یہ آیات کس دور میں نازل ہوئیں؟

جواب: یہ آیات اس دور میں نازل ہوئیں جب مدینہ میں منافقین کا زور تھا اور یہودیوں کی سازشیں عروج پر تھیں۔ اور ابھی انہیں جلاوطن نہیں کیا گیا تھا۔

سوال 5: منافقین کے دین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ یہ منافق نہ تو مسلمان ہیں اور نہ یہ یہودی ہیں اپنے دین کے لحاظ سے۔

﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے بہت سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بہت بُرا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں'' (15)

سوال: ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے بہت سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بہت بُرا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے بہت سخت عذاب تیار کر رکھا ہے'' رب العزت نے جھوٹے اور خیانت کار منافقوں کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا﴾''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔''(النساء:145)

(3)﴿اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾''بہت بُرا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں''ان کے اعمال بہت ہی برے ہیں،جن کی وجہ سے ان پر دردناک عذاب ہوگا۔ان کے برے اعمال میں کافروں سے دوستانہ تعلقات،مسلمانوں کی مخالفت،کافروں کی خیر خواہی،مسلمانوں کو دھوکہ دینا وغیرہ ایسے اعمال ہیں جو بہت ہی برے ہیں۔

﴿اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾

''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں پس اُن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے''(16)

سوال1:﴿اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں پس اُن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے''منافق اپنی قسموں کے ذریعے مسلمانوں کی گرفت سے اپنے آپ کو،اپنی جان اور مال کو بچاتے ہیں۔

(2)﴿سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ(۹۵) یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ(۹۶)﴾''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے عنقریب وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو سو تم ان سے اعراض ہی کرلو،یقیناً وہ گندے ہیں اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں۔وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ،سو تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہ ہوتا۔''(التوبۃ:96,95)

(3)اور دوسری طرف﴿فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾''وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں''منافق اسلام مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف شکوک وشبہات اور وسوسے پیدا کرتے ہیں تاکہ لوگ اسلام قبول کرنے سے رک جائیں۔

(4)﴿فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾''پس اُن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے''انہوں نے کفر کو دل میں چھپایا اور ایمان ظاہر کیا،جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنی وفاؤں کا یقین دلایا اور آہستہ آہستہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیا۔رب العزت کے نام کی جھوٹی قسمیں کھا کر اس کی توہین کی۔اس لئے ان پر قیامت کے دن ذلت والا عذاب مسلط ہوگا جو کبھی ان سے علیحدہ نہ ہوگا اور انہیں کبھی مہلت نہیں دی جائے گی۔

سوال2: منافق لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیسے روکتے ہیں؟

جواب: منافقوں کی وجہ سے بہت سے وہ لوگ جو حقیقت کو نہیں جانتے دھوکے میں آجاتے ہیں اور ان کی باتوں میں آکر اسلام قبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یوں یہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے مجرم بن جاتے ہیں۔

﴿لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

''اُن کے مال اور اُن کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ہرگز اُن کے کچھ کام نہیں آئیں گے یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (17)

سوال: ﴿لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اُن کے مال اور اُن کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ہرگز اُن کے کچھ کام نہیں آئیں گے یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''اُن کے مال اور اُن کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ہرگز اُن کے کچھ کام نہیں آئیں گے'' یعنی جب اللہ تعالیٰ انہیں توہین آمیز عذاب دے گا تو ان کے مال اور ان کی اولاد ان کے کسی کام نہیں آئے گی اور نہ وہ ان کی نصرت کر کے ان سے عذاب کو ہٹا سکیں گے۔ نہ ان کی جانب سے ثواب انہیں پہنچے گا۔

(2) ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یہ لوگ توہین آمیز آگ کے عذاب میں رہیں گے، وہاں سے کبھی نکل نہیں پائیں گے، نہ وہاں انہیں موت آئے گی نہ وہ جئیں گے۔ اس آگ میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾

''جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو وہ اُس کے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے جیسے وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور وہ گمان کریں گے کہ یقیناً وہ کسی (دلیل پر قائم) ہیں۔ سن لو! بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں'' (18)

سوال1: ﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

الْكٰذِبُوْنَ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو وہ اُس کے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے جیسے وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور وہ گمان کریں گے کہ یقیناوہ کسی (دلیل پر قائم) ہیں۔سن لو! بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا'' یعنی جب اللہ تعالیٰ ان سب کو اس حالت میں اٹھائے گا جس میں ان کو موت آئی تھی۔

(2)﴿فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ﴾ ''تو وہ اُس کے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے جیسے وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں'' منافقوں نے ساری زندگی جھوٹ پر بسر کی، دنیا میں ایمان والوں کو دھوکہ دیا، تو جب اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کر کے اٹھائیں گے تو وہ اسی طرح قسمیں کھائیں جیسے دنیا میں جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنی وفاؤں کا یقین دلاتے تھے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجروں میں سے ایک حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔سائے والی جگہ کم تھی اور لوگ بمشکل اس میں پناہ لیے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''دیکھو! ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جو تمہاری طرف شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے، وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا'' چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں ایک نیل گوں آنکھوں والا شخص آ گیا۔رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا: ''تو اور فلاں فلاں مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو؟'' آپ نے ان کے نام لیے۔اس نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں، میں انہیں لے کر آتا ہوں، پھر وہ انہیں لے کر آیا اور انہوں نے اللہ کی قسمیں کھائیں (کہ ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی) اور انہوں نے آپ ﷺ سے معذرت کی۔چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔(مسند احمد:2411)

(4)﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۲۳) اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''پھر ان کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔آپ دیکھیں کیسے وہ جھوٹ بولیں گے اور وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔''(الانعام:24,23)

(5)﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں خوش کریں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ اُنہیں خوش کریں، اگر وہ ایمان لانے والے ہیں۔''(التوبۃ:62)

(6)﴿وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ﴾ ''اور وہ گمان کریں گے کہ یقیناوہ کسی (دلیل پر قائم) ہیں'' وہ اپنی قسموں کے بارے میں سمجھیں گے کہ وہ کسی چیز پر قائم ہیں کیونکہ ان کا جھوٹ نفاق اور ان کے غلط عقائد ان کے دلوں میں آہستہ آہستہ اتر کر جگہ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی سمجھتے رہے کہ وہ بالکل درست موقف پر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بول کر فائدہ اٹھالیں گے۔تو رب العزت نے فرمایا:

(7)﴿اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ ''سن لو! بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں'' رب العزت نے ان کے بارے میں واضح فرمایا کہ یہ جھوٹے لوگ

ہیں، نا قابل اعتماد ہیں۔

سوال2: قیامت کے دن کوئی چیز چھپی نہ رہے گی پھر بھی منافق دل کی خرابی کو چھپا کر جھوٹی قسمیں کھائیں گے اس سے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں کیا واضح کیا ہے؟

جواب:(1)اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ منافق انتہائی بدبخت اور سنگدل لوگ ہیں۔(2)منافق جھوٹے ہیں۔

﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

''شیطان اُن پر غالب آچکا ہے، سواُس نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلادی، یہی لوگ شیطانی گروہ ہیں سن لو! شیطان کا گروہ ہی یقیناً خسارہ پانے والا ہے''(19)

سوال1:﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''شیطان اُن پر غالب آچکا ہے، سواُس نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلادی، یہی لوگ شیطانی گروہ ہیں سن لو! شیطان کا گروہ ہی یقیناً خسارہ پانے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ﴾'' شیطان اُن پر غالب آچکا ہے''اِسْتَحْوَذَ۔حَاذَ بمعنی سختی کے ساتھ ہانکنا،اور ﴿حَاذَ الدَّابَّةَ﴾ بمعنی جانور کو تیزی سے چلانا،اور اِسْتَحْوَذَ کے معنی کسی پر مسلط ہو کر اسے سختی سے ہانکنا ہے۔کہتے ہیں﴿استحوذ العیر علی الاتان﴾یعنی گدھے کا گدھی کی پشت پر چڑھ کر اسے دونوں جانب سے دبالینا ہے(مفردات)یعنی شیطان نے ان منافقوں پر مسلط ہو کر انہیں کچھ اس طرح سے جکڑ رکھا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتا اور وہ اس کے آلہ کار بن کر رہ گئے ہیں۔(تفسیر تیسیر القرآن)

(2)﴿فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ﴾''سواُس نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلادی''یعنی شیطان نے ان کے دل مٹھی میں لے کر انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلادی۔یعنی انہیں اللہ تعالیٰ سے ہی غافل کر دیا۔

(3)﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ﴾''یہی لوگ شیطانی گروہ ہیں''یعنی یہ شیطان کے پیروکار اور اس کا قبیلہ اور اس کا لشکر ہیں۔(فتح القدیر:5/237)

(4)﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اُسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔''(فاطر:6)

(5)﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''سن لو! شیطان کا گروہ ہی یقیناً خسارہ پانے والا ہے'' اس میں کوئی شک نہیں شیطانی لشکر ناکام ونامراد رہتا ہے۔

(6) جولوگ شیطان کے پیروکار بن جاتے ہیں وہ اپنے گھر بار دین اور دنیا کے معاملات میں خسارے میں رہتے ہیں۔

سوال 2: شیطان انسان پر کیسے غالب آتا ہے؟

جواب: (1) ابوالعلاء سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! شیطان میرے اور میری نماز وقرأت میں حائل ہوجاتا ہے اور مجھے قرآن بھلا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شیطان کا نام خنزب ہے جب تجھے اس شیطان کا اثر معلوم ہو تو اللہ کی پناہ مانگ اس سے اور بائیں طرف تین بار تھوک۔'' (نماز کے اندر ہی) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایسا ہی کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو مجھ سے دور کر دیا۔ (مسلم:5738)

(2) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''تین آدمی کسی بستی یا جنگل میں ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے، لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو، اس لیے کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہوتی ہے۔'' زائدہ کا بیان ہے: سائب رحمہ اللہ نے کہا: جماعت سے مراد نماز باجماعت ہے۔ (ابوداؤد:547) (نسائی:848)

(3) نسفی رحمہ اللہ نے کہا شاہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، شیطان کے بندے پر غلبے کی علامت ہے کہ وہ کھانے پینے اور لباس میں مشغول ہوجاتا ہے، اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور اس کے شکر کو قائم کرنے سے اور زبان اپنے رب کے ذکر سے محروم ہوجاتی ہے اور اس کے بدلے میں اس کی مشغولیت جھوٹ، غیبت اور بہتان میں ہوجاتی ہے اس طرح اس کا دل تفکر سے محروم ہوجاتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:10/5803,5804)

سوال 4: شیطان نے منافقوں کو کیسے گھیر لیا ہے؟

جواب: (1) شیطان نے ان چیزوں سے غافل کر دیا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(2) شیطان نے تمناؤں اور آرزوؤں سے انہیں گھیر لیا ہے۔

(3) شیطان نے مغالطوں سے انہیں گھیر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں برائی خوبصورت نظر آتی ہے۔ (4) شیطان نے اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے۔

سوال 5: شیطانی لشکر یعنی منافقین کا گروہ کیسے خسارے کو پہنچنے والا ہے؟

جواب: شیطانی لشکر یعنی منافقین کا گروہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول کر، دنیا وآخرت میں جھوٹی قسمیں کھا کر، گمراہی کا سودا کر کے مکمل خسارے کو پہنچنے والا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ﴾

''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں''(20)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں'' یعنی جولوگ حق سے دور اور ہدایت سے محروم ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر اتر آتے ہیں۔اس میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو کفر اور نافرمانی کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرتے ہیں۔

(2)یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ایسی شدید مخالفت رکھتے ہیں کہ اب اللہ والوں کے ساتھ ان کا مل کر رہنا مشکل ہو گیا ہے۔شدید مخالفت نے انہیں دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔

(3)وہ اوامر و نواہی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں۔انہیں جب دین حق کی طرف بلایا جاتا ہے وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔اس مخالفت کی وجہ سے وہ بے یار و مددگار رہ جائیں۔

(4)﴿اُولٰٓىِٕكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ﴾ ''وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں'' وہ لوگ ذلیل اور بے وقعت لوگوں میں شامل ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں یعنی نہ ان کا انجام اچھا ہے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔رب العزت نے فرمایا:﴿رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ''اے ہمارے رب! بے شک جس کو تو نے آگ میں ڈالا تو اُس کو تو نے واقعی رُسوا کر دیا،اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔''(ال عمران:192)

(5)﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ﴾ ''کیا انہوں نے نہیں جانا کہ یقیناً وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بلاشبہ اُس کے لیے جہنم کی آگ ہے،اس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے،یہ بہت بڑی رُسوائی ہے۔''(التوبہ:63)(6)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں،ذلیل کیے جائیں گے جیسے اُن سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے۔''(المجادلہ:5)

سوال2:اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کا کیا انجام ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے بھی اسی طرح ذلیل و رسوا ہوں گے جیسے پہلی امتوں کے لوگ ذلیل ہوئے تھے۔(2)مخالفین کے حصے میں دنیا و آخرت میں رسوائی کے سوا کچھ نہ آئے گا۔

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾

''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے''(21)

سوال 1: ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے'' اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے جس کی تحریر میں ردوبدل ممکن نہیں کہ میں اور میرا رسول غالب رہیں گے دلیل اور تلوار سے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ (۱۷۱) اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ (۱۷۲) وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۱۷۳)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی صادر ہو چکا۔ یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے۔'' (الصافات: 171-173)

(3) ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔'' (المومن: 51)

(4) ﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ اور ایمان والوں پر تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔'' (ال عمران: 160)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے'' یہ ایسی ہستی کا وعدہ ہے جو طاقت ور اور غالب ہے۔ (6) اسی کے لئے امر یعنی حکم ہے وہ اتنا قوی ہے کہ اپنے رسولوں کی مدد کر سکتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے'' (یٰسین: 82) (7) وعدہ اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے جو کچھ انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں ان کی اتباع کرتا ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ میں شامل ہو گیا جو فلاح یاب لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان کے لئے فتح و نصرت اور دنیا و آخرت میں غلبہ ہے۔ یہ ایسا وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی کی جائے گی نہ اس میں تغیر و تبدل کیا جائے گا کیونکہ یہ ایسی ہستی کا وعدہ ہے جو سچی، نہایت طاقت ور اور غالب ہستی ہے، وہ ہستی جو چاہتی ہے وہ چیز اسے عاجز اور بے بس نہیں کر سکتی۔ (تفسیر سعدی: 3/2727، 2728)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے قوی اور عزیز ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے تقدیری فیصلے سے اپنے عزیز ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ سب پر غالب ہے جو چاہے فیصلے کر سکتا ہے، اور وہ قوی ہے اپنے فیصلوں کو بزور نافذ کروا سکتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے قوی اور عزیز ہونے سے اس کے فیصلوں کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے قوی اور عزیز ہونے سے اس کے فیصلوں کے محکم، اٹل اور ان کے نا قابل تغیر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے اور انہیں وہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقیناً فلاح پانے والے ہیں''(22)

سوال1: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ ''آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ ''آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو'' یعنی آپ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان والوں کو کبھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھنے والے نہیں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے مخالفت کرنے

والوں سے محبت دو متضاد باتیں ہیں جو ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

(2) ایمان اور کفار سے دوستی یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جن لوگوں نے اسلام اور مخالفین اسلام سے بیک وقت رشتے جوڑ رکھے ہیں، تو وہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے نہیں ہیں۔ اور جو سچے مومن ہیں انہوں نے یہ رشتے محض اسلام کی محبت کے لیے قطع کر ڈالے ہیں۔

(تفسیر ترجمان القرآن:3/461,462)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (آل عمران:28)

(4) اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔ یعنی یہ دونوں رویے ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ایمان کے تقاضوں اور اس کے لوازم پر عمل نہیں کرتا۔ ایمان کو قائم کرنے والے کے ساتھ محبت اور موالات رکھنا یہ ہے کہ اس شخص کے ساتھ بغض اور عداوت رکھی جائے جو ایمان کو قائم نہیں کرتا، خواہ وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔ (تفسیر سعدی:3/2728,2729)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ ''تمہارے لئے ابراہیم میں اور جو لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن میں یقیناً اچھا نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (نمونہ نہیں) کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور نہیں میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے۔'' (الممتحنۃ:4)

سوال 2: انسان اپنے والدین، بھائیوں اور بیٹوں کی محبت کو اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے ہوں کیوں ترجیح نہیں دے سکتا؟

جواب:(1) مومنوں کو ایمان کی صحبت اہل خاندان کی محبت سے روکتی ہے۔(2) سچا ایمان ترجیحات بدل دیتا ہے۔

(3) ایمان کی محبت اور ایمان کی رعایت خاندان کی محبت اور رعایت سے زیادہ ضروری ہے۔

(4)﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبہ:24)

سوال3: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو مخالف رشتے داروں کی محبت کے مقابلے میں کیسے ترجیح دی؟

جواب:(1) مسلمانوں نے اپنے باپ، بیٹے، بھائی، چچا، ماموں اور دیگر رشتہ داروں کو قتل کرنے سے گریز نہیں کیا۔ جب ان کے رشتہ داروں نے کافروں کے ساتھ شامل ہو کر اہل اسلام سے جنگ کی۔

2۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کے بارے میں مشورہ دیا تھا کہ ہر کوئی اپنے رشتہ دار کو خود قتل کرے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب قیدی گرفتار ہو کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''تمہاری ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟'' تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے نبی! وہ ہمارے چچازاد اور ہماری برادری کے لوگ ہیں، لہٰذا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اس مال سے کافروں کے مقابلے میں ہماری دفاعی قوت مضبوط ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ کہ ممکن ہے اللہ ان قیدیوں کو اسلام کی طرف لا کر ہدایت سے نواز دے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: ''اے ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کی نفی کرتے ہوئے کہا) کہا نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میری رائے وہ نہیں ہے جو ابوبکر کی ہے، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان قیدیوں کو ہمارے سپرد کر دیں تا کہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ علی کا بھائی عقیل اس کے سپرد کیا جائے، وہ اس کی گردن اڑائے اور میرے فلاں عزیز کو میرے سپرد کیجیے میں ان کی گردن اڑاتا ہوں، کیونکہ یہ لوگ کفر کے سردار اور کفار کے رؤسا ہیں۔ (مسلم:4588)

سوال4:﴿اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے اور اُنہیں وہ ایسی

جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقیناً فلاح پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق سے ان کے دلوں میں ایمان کو جما دیا ہے۔ (اضواء البیان: 557/7) (2) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایمان پر ثبات عطا کیا ہے۔ اور ان کے دلوں میں ان کو جما دیا ہے۔ وہ مومن یقین میں پختہ اور مخلص ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر: 325/3)

(3) یہ ہے وہ حقیقی ایمان، جس کا پھل ملتا ہے اور جس سے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ اس وصف کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے، یعنی اس کو راسخ اور ثابت کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں شجر ایمان کو اگا دیا ہے جو کبھی متزلزل ہو سکتا ہے نہ شکوک و شبہات اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2729,2728/3)

(4)﴿وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾ ''اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے'' یہ وہ لوگ ہیں یعنی اپنی نصرت اور تائید سے ان کو قوت دی۔ (تفسیر کبیر: 29/ 277)

(5) حسن رحمہ اللہ نے کہا اپنی نصرت سے۔ سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا قرآن اور اس کے دلائل سے۔ ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: نور، ایمان، برہان اور ہدایت سے اور یہ بھی کہا گیا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور کچھ لوگوں نے کہا جبریل سے ان کو تقویت دی۔ (تفسیر قرطبی: 226/9)

(6) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے روح کے ذریعے سے طاقت ور بنایا ہے یعنی اپنی وحی، اپنی معرفت، مدد الٰہی اور اپنے احسان ربانی کے ذریعے سے تائید کی۔ (تفسیر سعدی: 2728/3)

(7)﴿وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ''اور اُنہیں وہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں سدا بہار باغوں میں بسائیں گے، جہاں نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں انہیں ابدی زندگی ملے گی، جہاں انہیں ایسی نعمتیں عطا کی جائیں گی جن سے آنکھیں لطف اندوز ہوں گی اور وہ انہیں پسند کریں گے، جہاں سے وہ جو چاہیں گے پائیں گے۔ جہاں سے وہ کبھی نکالے نہیں جائیں گے۔

(8)﴿رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے'' ان کے لئے ایک سب سے بڑی اور افضل ترین نعمت ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رضا نازل فرمائے گا اور ان سے کبھی ناراض نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جو اکرام و تکریم کی مختلف انواع سے نوازے گا، ان کو جو وافر ثواب عطا کرے گا، جو بے پایاں عنایات سے بہرہ مند اور ان کے درجات بلند کرے گا، وہ اس پر اپنے رب سے راضی ہوں گے، وہ اس طرح کہ ان کے مولا نے جو کچھ ان کو عطا کیا ہوگا، اس کی کوئی انتہا ان کو نظر نہیں

آئے گی۔(تفسیر سعدی:3/2728،2729) یہ صحابہ کی شان ہے جن سے ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(9)﴿أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ﴾ ''یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں'' یہی تو اللہ کا لشکر ہے جن کے لئے کامیابی ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ کا لشکر سے مراد اس کے نیک بندے ہیں جو سعادت مند اور صاحب نصیب ہیں۔

(11) اس سے مراد مومن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

(12)﴿أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ''سن لو! اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقینا فلاح پانے والے ہیں'' یعنی قیامت کے دن آگ سے نجات یہی لوگ پائیں گے۔یہی لوگ ہوں گے جو جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

(13) حزب الشیطان کے مقابلے میں یہی حزب اللہ ہے۔ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔جو فتنوں سے اپنا دامن بچا کر رکھتے ہیں۔

(14) نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! کسی فاجر و فاسق کا مجھ پر کوئی احسان نہ رکھ کیونکہ میں نے تیری اتاری ہوئی وحی میں یہ پڑھا ہے کہ ناممکن ہے ایمان والے دشمنان اسلام سے دوستانہ تعلقات رکھیں۔(سراج المنیر :2/2026)

(15) رہا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے کا زعم رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ مودت وموالات بھی رکھتا ہے اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جنہوں نے ایمان کو پس پشت ڈال رکھا ہے، تو یہ ایمان کا محض خالی خولی دعویٰ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ہر دعوے کے لئے کسی دلیل کا ہونا لازمی ہے جو اس کی تصدیق کرے، پس مجرد دعویٰ کسی کام نہیں آتا اور ایسا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔(تفسیر سعدی:3/2729)

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کے دلوں میں ایمان لکھ دیا تھا؟

جواب: جن لوگوں نے ایمان کو کفر پر، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو مخالف رشتہ داروں پر ترجیح دی۔

سوال 6: یہاں روح سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں روح سے مراد ایمان کا نور ہے یا اللہ تعالیٰ کی خاص مدد۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ترجیح دینے والوں کو اللہ تعالیٰ کیا بدلہ دے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ترجیح دینے والوں کو اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے بہہ رہی ہوں گی۔جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیسے راضی ہو گیا؟

جواب: جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کی بنیاد پر اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی ناراض ہو گئے حتیٰ کہ ان کی جان تک لینے سے گریز نہیں کیا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضا سے نواز دیا۔اس طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کے گروہ والے ہی کامیاب ہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ کامیابی مومنوں کے لیے ہے اور مومنوں کے سوا کوئی کامیاب نہ ہوگا۔

اٰیاتها ۲۴ ۵۹ سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۱ رکوعاتها ۳

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس کے تین رکوع اور 24 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 59 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 101 ہے۔

سوال3: یہ سورت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟

جواب: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سورت التوبہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ سورت التوبہ کی ہے یا فضیحت کرنے والی ہے اس سورت میں برابر یہی اترتا رہا بعض لوگ ایسے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کو گمان ہوا یہ سورت کسی کا کچھ بھی نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کے بھید کھول دے گی۔ بیان کیا کہ میں نے سورۃ الانفال کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ جنگ بدر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ بیان کیا کہ میں نے سورۃ الحشر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ قبیلہ بنونضیر کے یہود کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (بخاری:4882)

رکوع نمبر 4

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (1)

سوال1: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح خواں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا'' یعنی کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ اس کی عظمت اس کی تقدیس

کے سامنے دل یا زبان یا حال سے سرنگوں ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی عبادت کر رہی ہے۔ وہ اس کو ہر اس وصف سے پاک قرار دے رہی ہے جو اس کی ذات کے لائق نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ کوئی اس کی نافرمانی کر سکتا ہے نہ اس سے بچ سکتا ہے۔ وہ اپنے احکامات اور تخلیق میں حکمت رکھنے والا ہے۔ اس کو کوئی کام عبث نہیں ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:44)

(3) ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ''پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو ایک رات مسجدِ حرام سے دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:1)

(4) ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے، جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو۔ اور آسمانوں اور زمین میں سب تعریف اُسی کے لئے ہے اور تیسرے پہر کو اور جب تم ظہر کرو۔'' (الروم:18,17)

(5) ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (الانبیاء:22)

(6) ﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الزمر:75)

(7) ﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ ''وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وہ وقفہ نہیں کرتے۔'' (الانبیاء:20)

(8) ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ ''اور بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے انہیں گرا دیتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔'' (الرعد:13)

(9) ﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ ''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح و شام تسبیح کرتے تھے۔'' (ص:18)

(10)﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۚ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''تو ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا تھا اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی مسخر کیا جو تسبیح کرتے تھے اور ہم کرنے ہی والے تھے۔'' (الانبیاء:79)

(11)﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔'' (الحجر:98) (12)﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کریں۔'' (الواقعہ:74)

(13)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ '' اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے انتقام میں کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ (تفسیر طبری:30/27) (14) وہ الحکیم کمال حکمت والا ہے وہ خلق اور امر میں حکمت رکھتا ہے۔ وہ کوئی ایسا کام شروع نہیں کرتا جس میں کوئی حکمت نہ ہو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ﴿الْعَزِيْزُ﴾ اور ﴿الْحَكِيْمُ﴾ کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے اسباب سے جو وہ مومنوں کے لئے فراہم کرتا ہے اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ اسلام کے دشمنوں کو تباہ کرتا ہے یقیناً وہ ﴿العزیز﴾ ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ ﴿الحکیم﴾ ہے۔ وہ اپنی حکمت کے تحت ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے کام اپنے انجام تک پہنچتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ ہر طرح کی تدبیر اختیار کرنے میں حکیم ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ﴾

''وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کافروں کو پہلے اکٹھ میں اُن کے گھروں سے نکال دیا تم نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور اُنہوں نے بھی یہ سمجھا تھا کہ اُن کے قلعے یقیناً اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے پاس آیا جہاں سے انہوں نے خیال بھی نہیں کیا تھا اور اُس نے اُن کے دلوں پر رعب ڈال دیا، وہ اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کر رہے تھے، چنانچہ آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو'' (2)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ ''وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کافروں کو پہلے اکٹھ میں اُن کے گھروں سے نکال دیا'' بنونضیر کو پہلے ہی حملے میں جلاوطن کر دیا گیا وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ ''وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کافروں کو پہلے اکٹھ میں اُن کے گھروں سے نکال دیا'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہود بنو نضیر کو نکال دیا تھا جو محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے والے تھے۔

(2) مدینہ آنے کے بعد نبی ﷺ نے ان سے عہد لیا تھا کہ آپ سے جنگ نہیں کریں گے لیکن انہوں نے صلح کی شرائط کی خلاف ورزی کر کے معاہدہ توڑ ڈالا۔ انہوں نے نبی ﷺ کے قتل کی سازش کی اور چکی کو چھت سے گرا کر آپ ﷺ کو قتل کی سازش تیار کر لی۔ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں آپ ﷺ کو سازش سے آگاہ کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو پیغام بھجوایا کہ دس دن تک مہلت ہے مدینہ خالی کر دو۔ اس کے بعد جس کو مدینہ میں دیکھا جائے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(3) بنو نضیر مدینہ سے نکلنے کی تیاری کرتے رہے۔ اسی دوران عبداللہ بن ابی نے انہیں پیغام بھیجا: اپنے گھروں سے مت نکلو میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں جو تمہاری خاطر اپنی جان دیں گے۔ قبیلے کے سردار نے عبداللہ ابی کی بات مان کر رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھجوا دیا کہ ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گے جو چاہے کر لو۔ (4) نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح عطا کی۔ آپ ﷺ نے انہیں مضبوط قلعوں سے باہر نکال کر جلاوطن کر دیا۔ (5) ان میں کچھ شام اور کچھ خیبر کی طرف چلے گئے۔ (جامع البیان: 30/27)

سوال 2: ''وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کافروں کو پہلے اکٹھ میں اُن کے گھروں سے نکال دیا'' یہاں پہلے اکٹھ سے کیا مراد ہے؟

جواب: پہلے اکٹھ سے مراد پہلی جلاوطنی ہے۔

سوال 3: بنی نضیر مدینہ سے جا کر کہاں آباد ہوئے؟

جواب: بنی نضیر خیبر جا کر آباد ہوئے۔

سوال 4: بنی نضیر کی دوسری بار جلاوطنی کب ہوئی؟

جواب: بنی نضیر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں دوسری بار جلاوطن ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کی طرف دھکیل دیا۔

سوال 5: ﴿مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ تم نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور اُنہوں نے بھی یہ سمجھا تھا کہ اُن کے قلعے یقیناً اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا﴾ ''تم نے یہ گمان نہیں کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے'' یعنی مسلمانوں کو یہ خیال تک نہ تھا کہ وہ لوگ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے۔

(2)﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اُنہوں نے بھی یہ سمجھا تھا کہ اُن کے قلعے یقیناً اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والے ہیں'' بنی نضیر کے لوگ بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ اتنے مضبوط قلعوں کے ہوتے ہوئے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ انہیں اپنے

قلعوں پر غرور تھا جس کی وجہ سے انہوں نے گمان کیا کہ کوئی ان پر قابو نہیں پا سکے گا۔

سوال 6: بنونضیر اپنی جلا وطنی کا گمان کیوں نہ رکھتے تھے؟

جواب: (1) بنونضیر کو یہ گمان تھا کہ انہوں نے جو مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے ہیں انہیں آسانی سے فتح نہیں کیا جا سکتا۔

(2) انہیں یہ گمان تھا کہ یہ قلعے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گے۔

سوال 7: ﴿فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اُن کے پاس آیا جہاں سے انہوں نے خیال بھی نہیں کیا تھا اور اُس نے اُن کے دلوں پر رعب ڈال دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اُن کے پاس آیا جہاں سے انہوں نے خیال بھی نہیں کیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا جس کے بارے میں انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ انہیں یہاں سے آلیا جائے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جس سے انہیں ان کی محفوظ پناہ گاہیں اور قلعے بھی نہ بچا سکے، نہ ان کی قوت اور مدافعت ان کے کام آسکی۔

(3) ﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ ''اور اُس نے اُن کے دلوں پر رعب ڈال دیا'' اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں شدید خوف یعنی رعب ڈال دیا جس کے سامنے تعداد اور ساز و سامان کوئی فائدہ نہیں تھا۔ نہ ہی قوت کام آتی ہے۔ نہ بہادری اس کے آگے ٹھہرتی ہے۔

(4) جو کوئی غیر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو کوئی غیر اللہ کا سہارا لیتا ہے تو یہ اس کے لیے وبال بن جاتا ہے چنانچہ ان کے پاس ایک آسمانی معاملہ آیا اور ان کے دلوں میں نازل ہوا جو صبر و ثبات اور بزدلی و کمزوری کا محل و مقام ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ان کی قوت اور بہادری کو زائل کر دیا اور اس کی جگہ کمزوری اور بزدلی دے دی جس کو دور کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی حیلہ نہ تھا اور یہ چیز ان کے خلاف (مسلمانوں کی) مددگار بن گئی۔ (تفسیر سعدی: 2733,2732/3)

سوال 8: بنونضیر نے جلا وطنی پر آمادگی کا اظہار کب کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے دل میں رُعب ڈال دیا جس کی وجہ سے انہوں نے جلا وطنی پر آمادگی کا اظہار کیا۔

(2) بنونضیر کو عبداللہ بن اُبی نے پیغامات بھیجے تھے کہ تم نے مسلمانوں کے سامنے نہیں جھکنا، ہم تمہارے ساتھ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمت کو ہی توڑ ڈالا تھا۔ اسی وجہ سے ان پر سخت دہشت اور گھبراہٹ طاری ہو گئی اور انہوں نے تمام اسباب و وسائل ہونے کے باوجود ہتھیار ڈال دیئے صرف اس شرط پر کہ وہ جتنا سامان لاد کر لے جا سکتے ہیں انہیں لے جانے کی اجازت ہو۔ اس طرح جلا وطنی کا سلسلہ ممکن ہوا۔

سوال 9: ﴿يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ ''وہ اپنے ہاتھوں سے اور

مومنوں کے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کررہے تھے، چنانچہ آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''وہ اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کررہے تھے'' یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر مصالحت کی تھی کہ ہمارا خون نہ بہائیں ہمیں ترک وطن منظور ہے۔آپ ہمیں اجازت دے دیں کہ ہمارے اونٹ جتنا سامان لے جاسکیں ہم اسے لے جائیں۔آپ ﷺ نے ترس کھا کر انہیں اجازت دے دی۔

(2)اس بنا پر انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کی چھتوں کو اکھاڑا اور اپنی چھتوں کی کڑیاں اور دروازے اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔(3)انہوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنے گھر برباد کیے اور قلعے منہدم کرنے پر مسلمانوں کو لگا دیا۔وہ اپنے قلعوں اور گھروں کو برباد کرنے میں خود مددگار بن گئے۔

(4)﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾ ''چنانچہ آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو'' پس اہل بصیرت یعنی معاملات کی گہرائی میں اتر جانے والی بصیرت اور کامل عقل والو! عبرت حاصل کرو کیونکہ اس واقعہ میں عبرت ہے، اس سے ان معاندین حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سلوک کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو اپنی خواہشات نفس کے پیچھے چلتے ہیں، جن کی عزت نے انہیں کوئی فائدہ دیا نہ طاقت انہیں بچا سکی، جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور ان کے گناہوں کی پاداش میں عذاب آ پہنچا، تو ان کے قلعے ان کی حفاظت نہ کر سکے، لہٰذا اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ اسباب کے خصوص کا، چنانچہ یہ آیت کریمہ عبرت حاصل کرنے کے حکم پر دلالت کرتی ہے اور وہ ہے نظیر کے ذریعے سے اس کے نظیر سے عبرت حاصل کرنا اور کسی چیز کو اس چیز پر قیاس کرنا جو اس سے مشابہت رکھتی ہے، اسی عبرت سے عقل کی تکمیل اور بصیرت روشن ہوتی ہے، ایمان میں اضافہ اور حقیقی فہم حاصل ہوتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ ان یہودیوں کو وہ پوری سزا نہیں ملی جس کے وہ مستحق تھے۔(تفسیر سعدی:2733/3)

سوال10: بنونضیر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے گھر کیسے برباد کروا رہے تھے؟

جواب:(1)مسلمان محاصرے کے دوران اُن کے گھروں کو برباد کرتے رہے تھے تاکہ ان پر قابو پانا آسان ہو جائے۔

(2)ان کے گھروں سے باقی ماندہ سامان نکالنے کے لئے مسلمانوں کو مزید تخریب سے کام لینا پڑا۔

سوال11: آنکھوں والوں کے لئے اس واقعے میں کیا عبرت ہے؟

جواب:(1)عبرت کا پہلا سبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں پر اختیار رکھتا ہے۔اس نے دلوں کو مغلوب کر دیا۔یوں مسلمانوں کا رُعب کھائے ہوئے دل طاقت اور وسائل رکھتے تھے لیکن طاقت اور وسائل ان کے کام نہ آئے، نہ مددگاروں نے ان کی مدد کی۔

(2)عبرت کا دوسرا سبق یہ ہے کہ جب کسی کی مہلتِ عمل ختم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے شکنجے میں کس لیتا ہے۔پھر کوئی مدد نہیں

کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ نے اُن پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں اُنہیں لازماً عذاب دیتا اور آخرت میں اُن کے لیے آگ کا عذاب ہے''(3)

سوال: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ نے اُن پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں اُنہیں لازماً عذاب دیتا اور آخرت میں اُن کے لیے آگ کا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ نے اُن پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں اُنہیں لازماً عذاب دیتا اور آخرت میں اُن کے لیے آگ کا عذاب ہے'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان کے لیے جلاوطنی نہ لکھی ہوتی تو دنیا میں ان کی سزا اور عذاب ضرور آتا مثلاً ان کے بچے قتل کروائے جاتے اور ان کی عورتیں لونڈیاں بنا دی جاتیں۔

(2) ﴿وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ﴾ ''اور آخرت میں اُن کے لیے آگ کا عذاب ہے'' ان کے لیے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے جس میں وہ جھونک دیئے جائیں گے اور ہمیشہ اس میں جلتے رہیں گے۔ جس کے عذاب کی سختی کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب زیادہ بڑا اور سخت ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے سخت سزا دینے والا ہے''(4)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے سخت سزا دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے دنیا میں جلاوطنی اور آخرت میں آگ کا عذاب اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ ان سے دشمنی رکھی، ان کے خلاف سازشیں کیں، ان کے خلاف جنگ کی، ان کی نافرمانی میں بھاگ دوڑ کی۔

(2)﴿وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے سخت سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی یہ سنت اور عادت ہے کہ جو اس کی مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سخت سزا دیتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔'' (النساء:115)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کیسے ہوتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی مخالفت سے۔

(2) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی مخالفت سے۔

(3) رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت سے۔

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

''کھجور کا جو درخت تم نے کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا اللہ تعالیٰ کی اجازت ہی سے تھا اور تا کہ وہ نافرمانوں کو رُسوا کر دے'' (5)

سوال: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''کھجور کا جو درخت تم نے کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا اللہ تعالیٰ کی اجازت ہی سے تھا اور تا کہ وہ نافرمانوں کو رُسوا کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا﴾ ''کھجور کا جو درخت تم نے کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا'' جب رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کا محاصرہ کر لیا تو انہیں خوف زدہ کرنے کے لیے آس پاس کے کھجوروں کے درخت جلانے کا حکم دیا بنونضیر نے اپنا نمائندہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا کہ آپ ﷺ تو فساد سے روکتے ہیں اب یہ کیا ہوا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کی کھجوروں کے باغات کٹوا دیے تھے اور ان کے درختوں کو کٹوا دیا تھا، یہ باغات مقام بویرہ میں تھے۔ (بخاری:4031، مسلم:4552)

(3) اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا اگر مسلمانوں نے کھجور کے درخت کاٹے ہیں یا انہیں باقی رکھا ہے۔

(4) ﴿فَبِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی اجازت ہی سے تھا'' یعنی وہ کاٹنا یا باقی رکھنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ (بخاری:4884)

(5) ﴿وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''اور تا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کر دے'' تا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی مخالفت کرنے والے بنونضیر کی رسوائی ہو۔

(6) تا کہ دنیا میں ان کی بے بسی پوری طرح سے ظاہر ہو کہ وہ کھجوروں کے باغات بھی نہ بچا سکے۔

﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے اُن (کے مال) میں سے جو اپنے رسول کی طرف لوٹایا ہے تم نے اُس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (6)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُن (کے مال) میں سے جو اپنے رسول کی طرف لوٹایا ہے تم نے اُس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُن (کے مال) میں سے جو اپنے رسول کی طرف لوٹایا ہے'' یعنی بنونضیر سے جو مال اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے۔

(2) ﴿فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ﴾ ''تم نے اُس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ'' یہ مال تمہیں مشقت اٹھائے بغیر ملا ہے نہ تم نے لشکر اکٹھے کیے، نہ گھوڑے دوڑائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

(3) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنونضیر کے مال بطور مال فے کے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس کے لیے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے اللہ کے راستے میں آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے۔ (بخاری:4885، مسلم:4575)

(4) فے ہر وہ مال ہے جو کافروں سے حق کے ساتھ بغیر جنگ کے ہاتھ آئے جیسے بنونضیر کا مال تھا جنہوں نے خوف زدہ ہو کر جلاوطنی کی شرط پر قلعہ کھول دیا۔ (5) ﴿وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کر دیتا ہے''

اللہ تعالیٰ نے یہ مال یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال کر دلوائے۔

(6)﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہے نہ اس سے کوئی بچ سکتا ہے نہ کوئی قوت رکھنے والا اس کے مقابلے میں کبھی غالب آ سکتا ہے۔

(7) کوئی قوت والا اسے روک نہیں سکتا۔ یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر اپنی قدرت کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کی ہمت توڑ دینے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دلوں کے حالات پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے بنونضیر سے جو اپنی گڑھیوں اور اپنے مال سے بے حد محبت رکھتے تھے ان کے اپنے ہاتھوں سے وہی مال مسلمانوں کو دلوایا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی قدرت رکھتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھوں یہودیوں کو ذلیل و رسوا کروایا۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾

''جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں (کے مال) سے لوٹا دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان وہ گردش کرنے والا نہ رہے اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اُس سے رُک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے''(7)

سوال 1: ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ﴾ ''جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں (کے مال) سے لوٹا دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان وہ گردش کرنے والا نہ رہے'' مال فے کے حکم اور مصارف کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ ''جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں (کے مال) سے لوٹا دیا ہے'' یعنی وہ تمام ملک جو بغیر کسی جنگ کے فتح کیے جائیں ان کا مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ یا امام کو ہی ملے گا۔

(مختصر ابن کثیر:3/2031)(2)یعنی رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہو یا آپ ﷺ کے بعد کا جو بھی امارت کے منصب پر فائز ہو۔

(3)﴿فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ﴾''تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے''یعنی فے کے مال کو جن پانچ حصوں میں تقسیم کرنا ہے ان میں سے پہلا حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے جو مسلمانوں کے مصالحہ عامہ میں خرچ ہوگا۔

(4)﴿وَلِذِي الْقُرْبٰى﴾''اور رشتہ داروں کے لیے''دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے لیے ہے۔اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔(بخاری:2409)بنو عبدالمناف اس میں شامل نہیں ہوں گے۔

(5)﴿وَالْيَتٰمٰى﴾''اور یتیموں کے لیے''تیسرا حصہ محتاج یتیموں کے لیے ہے۔

(6)﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾''اور مسکینوں کے لیے''اور چوتھا حصہ مساکین کے لیے جو اپنی حاجات اور ضروریات پوری نہ کر پاتے ہوں۔

(7)﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾''اور مسافروں کے لیے ہے''پانچواں حصہ مسافروں کے لیے ہے یعنی وہ لوگ جو اپنے وطن سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔(8)﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾''تاکہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان وہ گردش کرنے والا نہ رہے''یعنی فے کے مال کے یہ حصے اس لیے مقرر کیے ہیں تاکہ مال صرف دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے اور بے بس مصیبت زدہ لوگوں کو کچھ نہ ملے۔

(9)معاشرے میں دولت گردش کرتی رہے تو وہ ترقی کرتا ہے۔

سوال2:مالِ فے کا حکم دوبارہ کیوں لایا گیا؟

جواب:(1)تاکید کے لیے یہ حکم لایا گیا۔(2)اس میں فے کے مصارف بیان کر دیے گئے۔

سوال3:مالِ فے کا حکم کیا ہے؟

جواب:یہ مال مجاہدین میں تقسیم نہیں ہوتا،سارے کا سارا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہوتا ہے۔یعنی یہ مسلمانوں کے بیت المال کے لیے ہے۔

سوال4:کیا مالِ فے کا حکم صرف بنونضیر کے اموال کے لیے تھا؟

جواب:مالِ فے کا یہ حکم عام ہے۔ابتداء میں﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ﴾سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم صرف بنونضیر کے اموال کے لیے تھا۔اس کو﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾سے بدل دیا گیا یعنی بستیوں والوں میں سے ہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ یہ حکم فقط بنونضیر کے لیے نہیں ہے بلکہ عام ہے۔جب بھی اور جہاں بھی ایسی صورتحال ہوگی اس کا یہی حکم ہوگا۔

سوال5:مالِ فے میں سے رسول اللہ ﷺ کا جو حصہ تھا،وہ کس کے لیے مختص تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ اپنی اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے سال بھر کا خرچ اسی حصے سے وصول کرتے اور باقی مال جہاد کی تیاری کے لیے اور جنگی ہتھیار خریدنے کے لیے خرچ ہوتا تھا۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الحشر)

سوال 6: یہاں مال داروں سے مراد کون لوگ تھے؟

جواب: اس سے مراد مجاہدین تھے جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مالِ غنیمت پا رہے تھے اور اس کی وجہ سے کثیر مال ان تک پہنچ چکا تھا۔

سوال 7: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اُس سے رُک جاؤ'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کا حکم دیا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ ''اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو'' یہ آیت کریمہ دین کے اصول وفروع اور اس کے ظاہر وباطن سب کو شامل ہے، یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس سے تمسک کرنا اور اس کی اتباع کرنا بندوں پر فرض ہے اور اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، نیز اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز کے حکم پر رسول اللہ ﷺ کی نص، اللہ تعالیٰ کی نص کی مانند ہے اور اس کے ترک کرنے میں کسی کے لیے رخصت اور عذر نہیں ہے اور کسی کے قول کو آپ ﷺ کے قول پر مقدم رکھنا جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2736/3)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جس کام سے تم کو منع کر دوں اس سے باز رہو، اور جس کام کا حکم کروں اس کو بجا لاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے، کیوں کہ تم سے پہلے لوگ تباہ ہو گئے بہت پوچھنے سے اور اختلاف کرنے سے اپنے پیغمبروں پر۔'' (مسلم: 6113)

(3) سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔" وہ بولا: مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کرے تجھ سے نہ ہو سکے۔" اور اس نے غرور کی راہ سے ایسا کیا تھا، وہ اس ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم: 5268)

(4) صحیح حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت بھیجتا ہے جو گدوائے اور جو گود کر دے، جو اپنی پیشانی کے بال نوچے اور خوبصورتی کے لیے اپنے سامنے کے دانتوں میں کشادگی کرے۔ ایک عورت کو جب یہ بات پہنچی تو اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فلاں فلاں عورت پر لعنت بھیجی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں صحیح ہے۔ جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے وہ اللہ کی کتاب میں بھی ہے۔ میں ان پر کیوں نہ لعنت بھیجوں! اس عورت نے کہا: مجھے تو پورے قرآن میں یہ لعنت نظر نہیں آئی۔ انہوں نے فرمایا: اگر تم سمجھ کر پڑھتیں تو اسے پا لیتیں۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''عورت نے کہا: یہ آیت تو ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس اللہ کے رسول ﷺ

نے ان چیزوں سے منع فرمادیا ہے جو عورتیں کرتی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو اللہ کا حکم قرار دیا اور انہوں نے اسی آیت پر استدلال کیا۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الحشر)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ ''اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔'' (النساء:80)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں تم سے یکسور ہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (اور سوالات وغیرہ نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہوگئیں پس جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو۔ (بخاری:7288)

سوال 8: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف رکھو اور اس کے عذاب سے ڈر جاؤ۔

(2) اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کرو اور اس کے عذاب سے ڈر جاؤ۔

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے'' جو کوئی تقویٰ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دینے والا ہے۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

''یہ مال ان ہجرت کرنے والے محتاجوں کے لئے ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال دیا گیا، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں'' (8)

سوال: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ یہ مال ان ہجرت کرنے والے محتاجوں کے لئے ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال دیا گیا، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں'' اللہ تعالیٰ نے فے کے مال کے حقداروں میں سے مہاجرین کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے آیت کی روشنی میں اس کی

وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فے کے مال کو جن لوگوں کے لیے مقرر فرمایا ان کی فضیلت اور اس کی حکمت کا ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ کہ وہ اس بات کے مستحق ہیں۔ کہ ان کے لیے مال فے میں سے حصہ مقرر کیا جائے۔ ان میں سب سے پہلا حق مہاجرین کا ہے فرمایا: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾ ''یہ مال ان ہجرت کرنے والے محتاجوں کے لئے ہے'' فے کا مال ان مہاجرین کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب کے لیے گھروں سے نکلے اور اب ان کا رزق ان کے لیے کافی نہیں ہے۔

(2) ﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ﴾ ''جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال دیا گیا'' یہ وہ فقراء ہیں جن کو ان کے گھروں اور مالوں سے نکال دیا گیا۔

(3) ﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ ''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو تلاش کرنے کے لیے گھروں سے نکلے، انہوں نے اپنے گھر بار، مال، جائیداد، عیش و آرام، دوست رشتہ دار اس لیے چھوڑے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔

(4) ﴿وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں'' یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کے پاسبان اور محافظ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم دینے، اس کو پھیلانے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔

(5) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ ''یہی سچے لوگ ہیں'' یہی لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کے تقاضے کے مطابق اعمال صالح کیے، عبادات سے ایمان کی تصدیق کی۔

(6) وہ بڑے سچے لوگ ہیں جنہوں نے وعدہ پورا کیا۔ قیامت تک مہاجر ہونے والوں کے سردار اور سب کے لیے نمونہ ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے ان سے پہلے دارِ ہجرت میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے وہ اُن سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دیا جاتا ہے وہ اُس بارے میں اپنے سینوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے۔ اور وہ اُنہیں اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اُن کو سخت ضرورت ہوتی ہے اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (9)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے ان سے پہلے دارِ ہجرت میں اور ایمان

میں جگہ بنالی ہے وہ اُن سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دیا جاتا ہے وہ اُس بارے میں اپنے سینوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے۔ اور وہ اُنہیں اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اُن کو سخت ضرورت ہوتی ہے اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' انصار کی فضیلت، ان کی سخاوت اور ایثار کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے ان سے پہلے دارِ ہجرت میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے'' اس آیت میں رب العزت نے انصار کی کمال درجے کی فضیلت بیان کی ہے۔ جو مسلمانوں کے ہجرت کر کے مدینہ آنے سے پہلے بیعت عقبہ میں ایمان لا چکے تھے۔

(2)﴿يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ﴾ ''وہ اُن سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں'' انصار کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رب العزت نے ان کی اس محبت کا تذکرہ کیا ہے جو ایمان والوں سے تھی۔ انہوں نے مہاجرین کو کیسے گلے سے لگایا۔ ان کی آبادکاری کے لیے بے مثال اخوت کی وہ سنہری مثال قائم کی ان اولین انصار نے مہاجروں سے خالص محبت کی ان کی مال سے مدد کی۔ انہیں اپنے گھر بار، مال، جائیداد میں شریک کرلیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی۔ جب عرب کے تمام شہر شرک کا مرکز تھے۔ اس وقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی یہاں تک کہ مدینہ دارالہجرت ایسا مرکز بن گیا جہاں مسلمان سکونت اختیار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا۔

(3)﴿وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا﴾ ''اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دیا جاتا ہے وہ اُس بارے میں اپنے سینوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے'' انصار مہاجرین کی فضیلت پر حسد نہیں کرتے ﴿حَاجَةً﴾ ''کوئی تنگی'' رب العزت نے مہاجرین کا تذکرہ پہلے فرمایا جس پر انصار رشک نہیں کرتے تھے وہ صاف دل تھے۔

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے انصار کو بلایا تاکہ بحرین کا ملک بطور جاگیر انہیں عطا فرمادیں۔ انصار نے کہا جب تک آپ ہمارے بھائی مہاجرین کو بھی اسی جیسی جاگیر نہ عطا فرمائیں ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''دیکھو جب آج تم قبول نہیں کرتے ہو تو پھر میرے بعد بھی صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو، کیونکہ میرے بعد قریب ہی تمہاری حق تلفی ہونے والی ہے۔'' (بخاری:3794) (5)﴿مِمَّآ اُوْتُوْا﴾ ''اسے جو دیا جاتا ہے'' یعنی ان کے مہاجر بھائیوں کو جو فضیلت دی گئی ہے۔

(6) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجروں کو جو فضیلت عطا کی وہ انصار کو نہیں دی۔ کیونکہ انہوں نے نصرت دین اور ہجرت کو جمع کر دیا۔ (تفسیر سعدی:3/2737)

(7)﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ ''اور وہ اُنہیں اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اُن کو سخت ضرورت ہوتی ہے'' انصار کے اوصاف میں سے ایک صفت ان کا ایثار ہے۔ ایثار سخاوت کا کامل درجہ ہے۔ جب انسان خود ضرورت مند ہو اس وقت اپنا

مال دوسرے پر خرچ کرنا بہت بڑی صفت ہے۔

(8) ایثار ترجیح دینا، خودغرضی کے متضاد ہے خودغرضی بخل اور حرص کے زمرے میں آتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بچو تم ظلم سے کیونکہ تاریکیاں ہیں قیامت کی تاریکیوں میں سے۔ (ظالم کو راہ نہ ملے گی قیامت کے دن بوجہ تاریکی اور اندھیرے کے) اور بچو تم بخیلی سے کیونکہ بخیلی نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کیا۔ بخیلی کی وجہ سے (مال کی طمع ہوئی) انہوں نے خون کیے اور حرام کو حلال کیا۔" (مسلم 6576)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب خود (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں فاقہ سے ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں ازواج مطہرات کے پاس بھیجا (کہ وہ آپ کی دعوت کریں) لیکن ان کے پاس کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو آج رات اس مہمان کی میزبانی کرے؟ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا۔ اس پر ایک انصاری صحابی (ابوطلحہ) کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آج میرے مہمان ہیں پھر وہ انہیں اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں، کوئی چیز ان سے بچا کے نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا اللہ کی قسم میرے پاس اس وقت بچوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ انصاری صحابی نے کہا اگر بچے کھانا مانگیں تو انہیں سلا دو اور آؤ یہ چراغ بھی بجھا دو، آج رات ہم بھوکے ہی رہ لیں گے۔ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ انصاری صحابی صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں (انصاری صحابی) اور ان کی بیوی (کے عمل) کو پسند فرمایا۔ یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ مسکرایا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ یعنی اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی ہوں۔ (بخاری: 4889)

(10) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (زخمی ہونے کے بعد) فرمایا کہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا حق ادا کرتا رہے (ان کی خاطر مدارت میں کمی نہ کرے) اور میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے کہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی، ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کرے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب "والذین تبوءالدار والایمان": 4888)

(11) ایثار ایسا اخلاقی وصف ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو نفس کی خواہشات سے مقدم رکھنے اور نفس کا تزکیہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال 2: الدّار سے کیا مراد ہے؟

جواب: الدّار سے مراد دار الهجرة یعنی مدینہ ہے۔

سوال 3: اس گھر میں پہلے جگہ بنا لینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں رہائش اختیار کی تھی۔

سوال 4: ایمان میں پہلے جگہ بنا لینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ ایمان ان کے دلوں میں جڑ پکڑ چکا تھا۔

(2) اس سے مراد ہے کہ مہاجرین کے مدینہ آنے سے پہلے یہ لوگ ایمان لے آئے تھے۔

(3) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ مہاجرین سے پہلے ایمان لائے تھے۔ مہاجرین کی اکثریت مدینہ کے باشندوں سے پہلے اسلام لائی تھی۔

سوال 5: ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' نفس کی حرص سے بچا لیے جانے والوں کے اندر کیا اوصاف پیدا ہوتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ﴾ ''اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچا لیا گیا'' شح میں دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک مال و دولت جمع کرنے میں حریص ہونا، دوسرے مال و دولت خرچ کرنے میں انتہائی بخیل ہونا اور جس شخص میں یہ دونوں قباحتیں جمع ہو جائیں اسے شح اور شحاح کہتے ہیں۔ اب ایسے شخص میں تنگ نظری، تنگ ظرفی، سنگ دلی، بے مروتی وغیرہ جیسی صفات پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور ان کا ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے۔ اگرچہ مال و دولت سے محبت ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ لیکن اس طرح دولت کے پیچھے اندھے ہو جانا اور دولت کے پجاری بن جانا انتہائی قبیح خصلت ہے۔ جس سے اللہ ہی بچا سکتا ہے اسلام اس بد خصلت کے علاج کے لیے انفاق فی سبیل اللہ، صدقات اور ایثار کی راہ دکھاتا ہے۔ گویا شح سے نجات پا جانا ہی بہت بڑی کامیابی ہے اور جنت میں لے جانے کا سبب بنتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 413/4)

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(آدمی کی حرص کا تو یہ حال ہے کہ) اگر اس کے پاس مال و دولت کی دو وادیاں ہوں تو یہ تیسری وادی کا خواہش مند ہوگا۔ آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی سوائے مٹی کے اور اللہ تعالیٰ تو اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' (بخاری: 6436، مسلم: 2415)

(3) سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دنیا کا مال بڑا خوش نما اور شیریں ہے، سو جو شخص اسے نیک نیتی سے لے تو اس میں اس کے لیے برکت دی جاتی ہے اور جو شخص حرص اور طمع کے ساتھ اسے لیتا ہے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' (بخاری: 6441)

(4) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن (دلوں پر چھانے والی) تاریکیاں ہوں گی۔ بخل سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے تباہ کر دیا۔ بخل و حرص نے ان کو اکسایا کہ اپنوں کا خون بہاؤ اور حرام کو حلال کر لو۔'' (مسلم: 6576)

(5) کوئی انسان اپنے نفس کی حرص سے نہیں بچ سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسے توفیق نہ دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے، کامیاب

لوگوں کی خصوصیات میں سے بہت بڑی خصوصیت ہے۔

(6) جسے ایثار عطا کیا گیا ہے اسے نفس کے بخل اور حرص سے بچا لیا گیا۔ نفس کی حرص سے بچنے میں ایسے تمام امور میں حرص سے بچنا شامل جن کا حکم دیا گیا ہے جب بندہ نفس کی حرص سے بچ گیا تو اس کے نفس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام آسان لگتے ہیں وہ خوشی سے سر تسلیم خم کرتے ہوئے انشراح صدر کے ساتھ ان کی تعمیل کرتا ہے اور نفس کے لیے ان تمام امور کو ترک کرنا سہل ہو جاتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے خواہ یہ نفس کے محبوب امور ہی کیوں نہ ہوں اور نفس اس کی طرف بلاتا ہے اور ان کی طرف رغبت دلاتا ہے اس شخص کے نفس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اسی سے فوز و فلاح حاصل ہوتا ہے برعکس اس شخص کے جو نفس کے بخل و حرص سے بچا ہوا نہیں بلکہ بھلائی کے بارے میں حرص کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اور یہ حرص شر کی جڑ اور اس کی بنیاد ہے۔

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے تو دنیا میں انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے تھوڑے میں سے تھوڑا اور بہت میں سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں۔ (ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے) کام کاج خود کرتے ہیں اور کمائی میں ہمیں شریک کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا اجر انھی کو نہ مل جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں نہیں جب تک تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہو گے۔'' (مسند احمد: 201,200/3، حدیث: 13079)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کم مال والے کا محنت مشقت کر کے دینا اور صدقہ دینے کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جو تیرے پاس پرورش پا رہے ہیں۔''

(ابوداؤد: 1677، مسند احمد: 358/2، ح: 8723)

(9) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال (رسول اللہ ﷺ کے پاس) لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا باقی چھوڑا ہے؟'' تو انہوں نے کہا میں نے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔'' (ابوداؤد: 1678، ترمذی: 3675)

(10) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کے پتھریلے علاقہ میں چل رہا تھا کہ احد پہاڑ ہمارے سامنے آ گیا۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا ابوذر! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا مجھے اس سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ میرے پاس اس احد کے برابر سونا ہو اور اس پر تین دن اس طرح گزر جائیں کہ اس میں سے ایک دینار بھی باقی رہ جائے سوا اس تھوڑی سی رقم کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے چھوڑوں (تو یہ اور بات ہے)۔'' (بخاری: 6444)

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا

﴿تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور جولوگ اُن کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھنا اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے''(10)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور جولوگ اُن کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھنا اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار کا جو حکم اس آیت میں دیا گیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ''اور جولوگ اُن کے بعد آئے'' یعنی جو اہل ایمان اولین مہاجرین اور انصار کے بعد آئے۔(2)﴿يَقُوْلُوْنَ﴾ ''وہ کہتے ہیں'' وہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ پہلے ایمان لانے والے مہاجر اور انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یاد رکھتے ہیں اور ان کی خیر خواہی کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(3)﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں'' اس دعا میں تمام اہل ایمان شامل ہیں جو صحابہ سے پہلے گزرے یا ان کے بعد آئے ایمان پہلوں اور بعد میں آنے والوں کی مشترکہ خصوصیت ہے۔

(4)﴿وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھنا'' جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خواہ وہ مہاجرین ہوں یا انصار بغض وعداوت، کینہ یا بیر رکھے اسے سب سے پہلے اپنے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنی چاہیے پھر یہ دعا کرنا چاہیے کہ یا اللہ ہمارا یہ گناہ معاف فرما دے اور ہمارے ان بھائیوں کو معاف فرما جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے چکے ہیں اور اگر ہمارے دلوں میں ان کے متعلق کچھ کینہ رہ گیا تو اسے بھی نکال دے۔ سچا مسلمان وہی ہو سکتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس پاکباز جماعت سے محبت رکھے اور انہیں اپنا قائد تسلیم کرے۔(تیسیر القرآن:4/415)

(5) سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا: اے میرے بھانجے! لوگوں کو حکم ہوا تھا کہ صحابہ کے لیے بخشش مانگیں، انہوں نے ان کو برا کہا: (وہ بخشش مانگنے کا حکم اس آیت میں ہے﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾

(الحشر:10) مراد اہل مصر ہیں جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے یا اہل شام جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے اور حرورییہ خارجی جو دونوں کو برا کہتے تھے)۔(مسلم:7539)

(6) نبی کریم ﷺ نے فرمایا انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا۔ پس جو شخص ان سے محبت کرے اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا (معلوم ہوا کہ انصار کی محبت نشان ایمان ہے اور ان سے دشمنی رکھنا بے ایمان لوگوں کا کام ہے)۔(بخاری:3783)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹ بات ہے اور نہ ہی تم ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب تلاش کرو اور حرص نہ کرو اور حسد نہ کرو اور بغض نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے رُوگردانی کرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔(بخاری:6064،مسلم:6536)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سوموار اور جمعرات کے دن جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، سوائے اس آدمی کے جو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو، یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو، یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو، یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں۔''(مسلم:6544)

(9) اہل ایمان کی فضیلت ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں کیونکہ جب دل کے کینے سے بچنے کی دعا ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس کینے کی جگہ محبت لے رہی ہے۔

(10) ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' انہوں نے اپنی دعا کو اللہ تعالیٰ کی دو صفات پر ختم کیا۔ ﴿رَءُوْفٌ﴾ ''بے حد شفقت کرنے والا'' جو شدت رافت اور احسان پر دلالت کرتی ہے رحیم جو کمال رحمت کی دلیل ہے۔(11) اللہ تعالیٰ رؤف ہے اس نے کمال شفقت سے اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق قائم کیے۔

(12) وہ رحیم ہے اس نے اپنی رحمت سے مال فے کے حصے مقرر کیے۔

سوال 2: فَے کے مستحقین کی تیسری قسم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَے ان کے لیے ہے جو بعد میں آئیں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے قیامت تک کے اہلِ ایمان اور اہلِ تقویٰ اس میں شامل ہیں۔

سوال 3: غِل کسے کہتے ہیں؟

جواب: غِل کینہ کو کہتے ہیں۔

رکوع نمبر 5

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾

''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے، یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے'' اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں''(11)

سوال1:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے، یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' منافقوں کے جھوٹ کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کی؟'' اللہ رب العزت نے منافقوں کی حقیقت کھول دی ہے اور اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے اے محمد کیا آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھوں سے ان منافقوں کو دیکھا ہے۔

(2)﴿يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ ''وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، اہل کتاب میں سے'' جنہوں نے اہل کتاب کو اپنی مدد اور اہل ایمان کی مخالفت پر اپنے تعاون کا یقین دلایا ہے۔

(3) عبداللہ ابن ابی اور اس کے منافق ساتھیوں نے بنی نضیر کے پاس پیغام بھیجا تھا۔

(4)﴿لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ﴾ ''یقیناً اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے'' یعنی اگر تمہیں جلاوطن کیا گیا تو ہم تمہارے ساتھ چلے جائیں گے۔

(5)﴿وَّلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا﴾ ''اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے'' یعنی اگر ہمیں کوئی آپ لوگوں کی مدد سے روکنا چاہے گا تو ہم کبھی اس کی بات نہیں مانیں گے۔

(6)﴿وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ﴾ ''اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے'' یعنی اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔

(7)﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' یعنی منافقوں نے جو بنی نضیر سے وعدہ کیا ہے وہ اس میں جھوٹے ہیں۔ وہ اپنے وعدے کے ذریعے ان سے دھوکہ کر رہے ہیں ان کے جھوٹے وعدے کو آپ لوگ اہمیت نہ دیں کیونکہ جھوٹ ان کی پہچان ہے، دھوکہ، فریب اور بزدلی ان کے دوست ہیں۔

(8) وہ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ وعدہ خلافی ان کی سرشت میں ہے اور زبان دے کر مکر جانا ان کا مزاج ہے۔

(9) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کسی میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی گئی اس میں نفاق میں سے ایک خصلت پائی گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو وفا نہ کرے اور جب اختلاف ہو تو جھگڑا کرے۔'' (بخاری:34، مسلم:210)

سوال 2: منافقین نے اہلِ کتاب کو کس تعاون کی پیش کش کی تھی؟

جواب: منافقین نے تعاون کے لئے یہ پیشکش کی تھی کہ:

(1) اگر تم جلا وطن کئے گئے تو ہم تمہارے ساتھ ضرور نکلیں گے۔ (2) تمہارے بارے میں ہم کسی کی بات نہ مانیں گے۔

(3) اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔

سوال 3: منافقین کا جھوٹ کیسے سامنے آیا؟

جواب: بنو نضیر کو جب جلا وطن کیا گیا تو منافقین کا جھوٹ سامنے آ گیا۔ نہ یہ ان کی مدد کو پہنچے، نہ ان کی حمایت میں مدینہ چھوڑنے کے لئے تیار ہوئے۔

﴿لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾

''اگر انہیں نکالا گیا تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور یقیناً اگر وہ ان کی مدد

کریں گے تو وہ ضرور پشتیں پھیریں گے پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے"(12)

سوال1:﴿لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ "اگر انہیں نکالا گیا تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور یقیناً اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو وہ ضرور پشتیں پھیریں گے پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَئِنْ اُخْرِجُوْا﴾ "اگر انہیں نکالا گیا" یعنی اگر انہیں جلاوطن کرنے کے لیے ان کے گھروں سے نکالا گیا۔

(2)﴿لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ﴾ "تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے" تو جھوٹے عہد شکنی، بد نیتی، کم ہمتی، عدم صبر اور وطن سے محبت کی وجہ سے یہ ہرگز ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔

(3)﴿وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ﴾ "اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے" اگر بنی نضیر سے یعنی یہودیوں سے جنگ کی گئی تو یہ لوگ لڑنے کے لیے ان کے پاس تک نہیں آئیں گے ان پر کم ہمتی اور کمزوری غالب آجائے گی اور یہ انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔

(4)﴿وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ﴾ "اور یقیناً اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو وہ ضرور پشتیں پھیریں گے" اور اگر یہودی مسلمانوں کے مقابلے پر آگئے تو ٹھہر نہیں سکتے وہ الٹے پاؤں بدحواس ہو کر بھاگیں گے اور ان کی مدد سے پیٹھ پھیر لیں گے۔

(5)﴿ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ "پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے" یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد حاصل نہیں ہوگی۔

(6) قرطبی نے کہا یہ محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے اور یہ امر غیبی تھا کیونکہ یہودی جب نکلے تو یہ منافق ان کے ساتھ نہیں نکلے۔ اور جب جنگ کی گی تو ان کی مدد نہیں کی گی جیسا کہ قرآن نے خبر دی ہے۔ (تفسیر قرطبی:34/18، صفوۃ التفاسیر:334/3)

(7) یہ مسلمانوں کو ایک مستقل بشارت ہے کہ تمہارے مقابلے پر کافروں کی مدد نہیں کی جائے گی۔ (مختصر ابن کثیر:2037/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں کیا واضح کیا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ منافقین قطعاً جھوٹے ہیں۔(2) اگر وہ جلاوطن کئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔

(3) اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی امداد بند کر دیں گے۔(4) اگر مدد پر آبھی گئے تو پشت پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

سوال3: "پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے" اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب:(1) اس سے مراد یہودی ہیں کہ جب منافق شکست کھا کر بھاگ جائیں تو وہ کیسے کامیاب ہوں گے۔

(2) اس سے مراد منافقین بھی ہیں کہ ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور نفاق ان کے لئے نفع مند نہیں ہوگا۔

﴿لَاَ اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾

''بلاشبہ تم خوف کے لحاظ سے اُن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سخت ہو، یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے'' (13)

سوال 1: ﴿لَاَ اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم خوف کے لحاظ سے اُن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سخت ہو، یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے'' ان کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَاَ اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''بلاشبہ تم خوف کے لحاظ سے اُن کے سینوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سخت ہو'' یعنی منافقوں کے دلوں میں جتنا تمہارا رعب ہے اتنا اللہ تعالیٰ کا بھی نہیں حالانکہ مخلوق اپنے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتی۔

(2) انہوں نے مخلوق کے خوف کو خالق کے خوف پر مقدم رکھا ہے جیسا رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً﴾ ''پھر جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا تب اُن میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا'' (النساء:77)

(3) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے'' یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جو معاملات کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ (4) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں سمجھتے کہ وہ اس سے ایسا ڈریں جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ (الاساس فی التفسیر:5825/10)

(5) یعنی وہ امور کے مراتب کو نہیں سمجھتے۔ (تفسیر سعدی:2741/3)

سوال 2: مسلمانوں کی ہیبت یہود کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے بڑھ کر کیوں ہے؟

جواب: مسلمانوں کی ہیبت اور ان کا خوف یہود کے دل میں ان کی ناسمجھی کی وجہ سے ہے ورنہ سمجھدار ہونے کی صورت میں اُن کو یہ پتہ چل جانا چاہئے تھا کہ مسلمانوں کا یہ غلبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے نہ کہ مسلمانوں سے۔

﴿لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾

''وہ اکٹھے ہو کر تم سے کبھی نہیں لڑیں گے مگر قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کے پیچھے سے، اُن کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے۔ آپ اُنہیں متحد سمجھتے ہیں حالانکہ اُن کے دل جدا جدا ہیں، یہ اس لیے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے'' (14)

سوال 1: ﴿لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ﴾ ''وہ اکٹھے ہو کر تم سے کبھی نہیں لڑیں گے مگر قلعہ

بند بستیوں میں یا دیواروں کے پیچھے سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا﴾''وہ اکٹھے ہو کر تم سے کبھی نہیں لڑیں گے''یعنی ان کی بزدلی کا یہ عالم ہے کہ میدان میں لڑائی کبھی نہیں لڑ سکتے اگرچہ سب متحد ہو جائیں۔

(2)﴿اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ﴾''مگر قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کے پیچھے سے،''محفوظ بستیوں سے مراد وہ قلعے ہیں جن کے گرد دیوار یا خندق ہوتی ہے۔

(3)یعنی وہ تمھارے خلاف لڑائی میں صرف اس وقت ثابت قدم رہ سکتے ہیں جب کسی قلعے میں ہوں یا دیواروں کے پیچھے سے لڑ رہے ہوں۔

(4)قلعوں اور دیواروں کے پیچھے یہ اپنے آپ کو بہادری کی وجہ سے نہیں قلعوں کی مضبوطی کی وجہ سے محفوظ سمجھتے ہیں مقابلے پر آنے کا ان میں حوصلہ ہی نہیں۔

(5)﴿بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ﴾''اُن کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے''ان میں آپس میں بڑی پھوٹ ہے ان کا ایمان ضعیف ہے جس کی وجہ سے ان کے درمیان اتحاد نہیں۔

(6)﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا﴾''آپ اُنہیں متحد سمجھتے ہیں''آپ جب انہیں بظاہر اکٹھا اور ایک دوسرے کی مدد کرتے دیکھتے ہیں تو آپ کو لگتا ہے کہ وہ متحد ہیں۔

(7)﴿وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى﴾''حالانکہ اُن کے دل جدا جدا ہیں''ان کے دل ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں۔وہ ایک دوسرے کے خلاف بغض رکھتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾'' آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے،آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔''(الانعام:65)

(8)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾''یہ اس لیے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے''ان کی اس کیفیت کا سبب ان کی ناسمجھی ہے اگر وہ عقل والے ہوتے تو ناقص ترین حصے پر راضی نہ ہوتے۔

(9)ان کے دل ایک دوسرے سے جڑے ہوتے اور ایک دوسرے سے معاون بنتے۔

(10)ان سب کے اتحاد کی بنیاد اسلام دشمنی ہے۔(تیسیر القرآن:4/416)

سوال2:''ان کے دل جدا جدا ہیں''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)دلوں کے جدا جدا ہونے سے مراد دلوں کا ایک نہ ہونا ہے،دلوں کا بغض اور دشمنی سے بھرا ہوا ہونا ہے۔

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ حق کے مقابلے میں ایک نظر آتے ہیں لیکن ان کے دل پھٹے ہوتے ہیں۔

﴿كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''یہ اُن جیسے ہیں جو ان سے پہلے قریب ہی تھے انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے''(15)

سوال:﴿كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾''یہ اُن جیسے ہیں جو ان سے پہلے قریب ہی تھے انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' منافقوں کی مثال کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا﴾''یہ اُن جیسے ہیں جو ان سے پہلے قریب ہی تھے'' ان کے قریب کے لوگوں سے مراد قریش ہیں۔جن کو شیطان نے ان کے اعمال مزین کر کے دکھائے اور انہوں نے کہا:﴿لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰي مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾''لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں۔'' مگر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور کہنے لگا:''بے شک میں تم سے بے زار ہوں، میں واقعی وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے۔''(الانفال:48)اس طرح وہ دھوکے میں آکر بڑے فخر سے بدر کے مقام پر پہنچ گئے وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو شکست دیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں نبی ﷺ اور مسلمانوں کی مدد کی اور ان کے بڑے سردار قتل کر دیے گئے،70 افراد کو قیدی بنا لیا گیا۔

(2)اس سے مراد قریب کے کافر بھی ہیں جو اپنے اعمال کی سزا دنیا اور آخرت میں بھگت رہے ہیں۔

(3)اس سے مراد بنو قینقاع کے یہودی بھی ہیں جو شرارت پر آمادہ ہوئے تو نبی ﷺ نے انہیں مدینہ سے باہر نکال دیا تھا۔ان سارے ہی واقعات میں عبرت ہے۔

(4)﴿ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ﴾''انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا'' دنیا میں انہیں شرک اور بغاوت کے وبال کا مزہ چکھنا پڑا۔

(5)﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾''اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' اور دنیا کی سزا کے بعد آخرت میں ان کے لیے دردناک سزا ہے۔

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا:''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا:''میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے''(16)

سوال1:﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اُس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: ''میں تجھ سے لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے'' شیطان کیسے دام فریب بچھاتا ہے وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ ''جیسے شیطان کی مثال ہے'' منافقوں کی مثال شیطان کی طرح ہے۔ جیسے منافق اہل کتاب کو دھوکے میں رکھتے ہیں۔ یہودیوں نے ان کے کہنے پر مسلمانوں سے بدعہدی کی اسی طرح شیطان بھی انسانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔

(2)﴿اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ﴾ ''جب اُس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' یعنی شیطان انسان کے سامنے کفر اور شرک کو مزین کرتا ہے۔

(3)﴿فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ﴾ ''پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا میں تجھ سے لاتعلق ہوں'' جب انسان شیطان کے فریب میں آ کر کفر یا شرک کر بیٹھتا ہے تو شیطان اس کے کام نہیں آتا حالانکہ وہی اس راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(4)﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے'' یعنی شیطان کفر اور شرک کرنے والے کو برا بھلا کہتا ہے اور صاف کہہ دیتا ہے مجھے تم سے عذاب ہٹانے کی کوئی قدرت حاصل نہیں مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔

رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰي مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے تھے اور اس نے کہا: ''لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں مگر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر'' واپس پلٹا اور کہنے لگا، بے شک میں تم سے بے زار ہوں، میں واقعی وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے۔'' (الانفال:48)

(5) بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا ساٹھ سال اسے عبادت میں گزر چکے تھے شیطان نے اسے ورغلانا چاہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ڈالا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا اسے جنات ستا رہے ہیں ادھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اس کا علاج اسی عابد سے ہو سکتا ہے اور یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا شروع کیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی ایک دن عابد اس کے پاس تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ عورت حاملہ ہو گئی اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا چنانچہ اس نے قتل کر ڈالا ادھر اس عورت نے جا کر بھائیوں کو شک دلوایا وہ دوڑے آئے، شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ آ رہے ہیں اب عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی، اگر مجھے خوش کر لے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں، اس نے کہا جس طرح تو کہہ میں تیار ہوں، شیطان

نے کہا مجھے سجدہ کر، عابد نے اسے سجدہ کرلیا، یہ کہنے لگا تف ہے تم پر کم بخت میں تو اب تم سے بیزار ہوں، میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ جو رب العالمین ہے۔ (ابن جریر)

(6) ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی ایک راہب کے خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا اور اس سے زنا کر بیٹھا اسے حمل رہ گیا شیطان نے راہب کے دل میں ڈالا کہ اب بڑی رسوائی ہوگی اس سے بہتر ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال نہ جائے گا اور اگر پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی، ایک روز رات کے وقت موقع پا کر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اجاڑ جگہ زمین میں دبا دیا اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بتا دی، صبح یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں دوسرے نے کہا کہو تو سہی چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش کو دبا دیا ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے یہی خواب آیا ہے اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے چنانچہ انہوں نے جا کر اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو اس خانقاہ کے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر اس زمین کو کھود کر اس کی لاش برآمد کی کامل ثبوت کے بعد اسے شاہی دربار میں لے چلے اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ سب میرے کرتوت ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا اس نے کہا جو تو کہے کروں گا مجھے سجدہ کر لے اس نے یہ بھی کر دیا، پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے میں تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب العالمین ہے ڈرتا ہوں، چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا کہ اس پادری کا نام برصیصا تھا۔ (ابن کثیر:320) ﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو، یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔'' (ابراہیم:22)

سوال 2: شیطان کے یہ کہنے کا کیا مقصد ہے کہ مجھے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے؟

جواب: شیطان ڈر کا اظہار کر کے انسان کے کفر اور گمراہی سے خود کو بری الذمہ کر لیتا ہے۔

﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴾

''چنانچہ ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ یقیناوہ دونوں ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے'' (17)

سوال: ﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''چنانچہ ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ یقیناوہ دونوں ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا﴾ ''چنانچہ ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ یقیناوہ دونوں ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں'' یعنی کفر اور شرک کرنے والے اور اس پر آمادہ کرنے والے دونوں کا یہی معاملہ ہوتا ہے کہ دونوں ہی جہنم میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ آگ میں جلتے رہیں گے اور طرح طرح کے عذابوں کا مزہ چکھتے رہیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''یقینا شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اُسے، یقیناوہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں'' (فاطر:6)

(2) ﴿وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ظالموں کی یہی سزا ہے'' یعنی جن لوگوں نے کفر، ظلم اور شرک میں اشتراک کیا ان کی یہی جزا ہو گی۔ (3) شیطان کا اپنے دوستوں کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے وہ فریب دیتا ہے لوگ چال میں پھنستے ہیں اور ہلاکت کے اسباب انہیں گھیر لیتے ہیں۔

رکوع نمبر 6

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ یقیناً اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (18)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ یقیناً اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' یہ آیت کریمہ بندے کے لیے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے

کی بنیاد ہے، محاسبہ کیا ہے؟ محاسبہ کے لئے تقویٰ کا التزام کیوں ضروری ہے؟

جواب: (1) یہ آیت کریمہ بندے کے لیے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی بنیاد ہے۔

(2) محاسبہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے دن اور رات کے اعمال کا شمار کرے، پھر اگر وہ اچھے اعمال ہوں تو ان کی پیروی کرے انہیں جاری رکھے اور اگر مذموم ہوں تو ان کو سمجھے اور مستقبل میں ان سے باز آجائے۔ (الماوردی، الادب الدنیا:454,453)

(3) محاسبہ نفس کے اعمال کی طرف توجہ کرنا، خطاؤں کا ادراک کرنا اور نیک کاموں میں مصروف رہنا ہے۔

(4) اللہ رب العزت نے نفس کا محاسبہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے سب سے پہلے کھلے چھپے حالات میں تقویٰ کے التزام کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے خطاؤں اور گناہوں کو ترک کر دو۔ جو خطاؤں کا ادراک کرتا ہے وہ خطاؤں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور نیک اعمال میں مصروف رہتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا۔'' (الطلاق:4)

(6) ﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ(۲) وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ(۳)﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔'' (الطلاق:3,2)

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔'' (النحل:128)

(8) ﴿وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ﴾ ''ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈر کر رہے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''سلام ہو تم پر! پاکیزہ رہے تم، چنانچہ اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو۔'' (الزمر:73)

(9) ﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ(۶۷) یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ(۶۸) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ(۶۹) اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ(۷۰) یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۷۱) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۷۲) لَكُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ كَثِیْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ(۷۳)﴾ ''تمام دوست اُس دن ایک دوسرے کے

دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے۔وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرماں بردار تھے۔تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ،تم خوش کیے جاؤ گے۔ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے اور اُس میں ہر وہ چیز ہو گی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔تمہارے لیے اُس میں بہت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو۔" (الزخرف:61-73)

(10)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (۵۴) فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۵)﴾ "بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔" (القمر:54,55)

(11)﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ "اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟" اللہ تعالیٰ نے فانی دنیا کی سوچ سے انسان کی توجہ باقی جہاں یعنی آخرت کی طرف مبذول کروائی ہے کہ اس ہمیشہ کی زندگی کے لئے آج فکر کر لو۔

(12) سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو رام کر لے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے اور عاجز و بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات پر لگا دے اور رحمت الٰہی کی آرزو رکھے۔" (ترمذی:2459)

(13) امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں دان نفس سے مراد ہے کہ اس نے قیامت کے دن کے حساب سے پہلے نفس کا محاسبہ کیا۔

(14) یعنی ہر ایک کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے قیامت کے دن کے لئے کیا اعمال کیے ہیں؟ کیا نیکیاں ہیں جو آپ کو نجات دلائیں گی؟ کیا برائیاں ہیں جو بربادی تک پہنچائیں گی؟ (جامع البیان:28/55)

(15) آج میں کل کے لئے زادہ راہ جمع کر لو، جو تم بوؤ گے وہ کاٹو گے۔نیکیوں کی کاشت کر لو،کل کاٹنے کا دن ہو گا۔آج کما لو گے تو کل بیٹھ کر کھاؤ گے۔آج کی کمائی لازوال ہے جو کل ابدالآباد تک ختم نہیں ہو گی۔(مختصر ابن کثیر:2/2039)

(16)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو" جو عمل کرو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر کرو۔اور جو عمل کرو یہ یقین رکھ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔جو عمل کرو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کرو۔

(17)﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ یقیناً اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو" یعنی اس بات پر یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل اور ہر حالت کی خبر رکھتا ہے۔اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

(18) جو شخص تقویٰ کی حفاظت کرتا ہے وہ ان کے ساتھ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبیوں،صدیقوں،شہدا اور صالحین کے ساتھ نعمت بھری جنت میں اور تکبر سے پاک زندگی کا مستحق ہوا اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوا۔اس نے اس کے حقوق فراموش کر دیئے پس وہ دنیا میں بدبخت ٹھہرا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہوا کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں! یقیناً نہیں! پہلی قسم کے لوگ کامیاب

ہیں اور دوسری قسم کے لوگ خسارے میں پڑنے والے ہیں۔(تفسیر سعدی:2744/3)

سوال2:اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے انہیں بجالاؤ اور جن سے روکا ہے ان سے رُک جاؤ۔

سوال3:اس آیت میں دو دفعہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم اس لئے دُہرایا گیا کہ اس کا خوف ہی انسان کو نیکی کرنے اور برائی سے اجتناب پر آمادہ کرتا ہے۔

سوال4:''کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے'' یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب:اس سے اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ:(1)کل کی بات ہے،زیادہ دور نہیں۔(2)کل کی فکر کرلو۔(3)اعمال ہی کام آئیں گے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے قیامت کی تیاری کے لئے اعمال کا ذخیرہ بھیجنے کا حکم دے کر اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ قیامت آئے گی تو وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا یعنی نیک کو اس کی نیکی کی اور بُرے انسان کو اس کی بُرائی کا بدلہ دے گا۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

''اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلا دیں،یہی لوگ نافرمان ہیں''(19)

سوال1:﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾''اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلا دیں،یہی لوگ نافرمان ہیں'' کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت فاسقوں میں شمار کرواسکتی ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ﴾''اور تم اُن جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کی جانیں بھلا دیں'' یعنی اے ایمان والو ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو انہوں نے اس کی اطاعت چھوڑ دی۔(ایسر التفاسیر:1610)

(2)﴿نَسُوا اللَّهَ﴾ سے اول مراد ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دینا تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے نفس بھلا دیتا ہے کہ اس کے لئے بھلے کام کریں، دوسرے اللہ تعالیٰ کے حق کو بھول جانا تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے نفس کا حق بھلا دیتا ہے۔تیسرے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چھوڑ کر اور اس کی تعظیم کرنا چھوڑ کر اسے بھول جانا تو اللہ تعالیٰ سختیوں میں انہیں ان کی جانیں بھلا دیتا ہے۔(الماوردی:511/5)

(3)یعنی ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا چھوڑ دیا جو ان پر واجب تھا۔(جامع البیان:35/28)

(4) اللہ تعالیٰ کو بھولنے کا لازمی نتیجہ خود فراموشی ہوتی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/418)

(5) جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ اس کے حقوق کو بھول کر دنیا میں بدبخت اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہو ورنہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی توفیق نہیں دے گا۔

(7) ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ''یہی لوگ نافرمان ہیں'' یعنی وہ لوگ جو دین قیم سے نکل گئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو بنایا۔ انہوں نے خیانت کی، اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اور اسے پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ (تفسیر کاسی:16/111)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکہف:28)

(9) طبرانی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ کا مختصر سا حصہ یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا، کیا تم نہیں جانتے؟ کہ صبح شام تم اپنے مقرر وقت کی طرف بڑھ رہے ہو، پس تم کو چاہئے کہ اپنی زندگی کے اوقات اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں گزارو، اور اس مقصد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے کوئی شخص صرف اپنی طاقت وقوت سے حاصل نہیں کر سکتا، جن لوگوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سوا اور کاموں میں کھپائی ان جیسے تم نہ ہونا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان جیسے بننے سے منع فرمایا: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ﴾ خیال کرو کہ تمہاری جان پہچان کے تمہارے بھائی آج کہاں ہیں؟ انہوں نے اپنے گزشتہ ایام میں جو اعمال کئے تھے ان کا بدلہ لینے یا ان کی سزا پانے کے لئے وہ دربار الٰہی میں جا پہنچے، یا تو انہوں نے سعادت اور خوش نصیبی پائی یا نامرادی اور شقاوت حاصل کر لی کہاں ہیں؟ وہ سرکش لوگ جنہوں نے بارونق شہر بسائے اور ان کے مضبوط قلعے کھڑے کئے، آج وہ قبروں کے گڑھوں میں پتھروں تلے دبے پڑے ہیں، یہ ہے کتاب اللہ قرآن کریم تم اس نور سے روشنی حاصل کرو جو تمہیں قیامت کے دن اندھیروں میں کام آسکے، اس کی خوبی بیاں سے عبرت حاصل کرو اور بن سنور جاؤ، دیکھو اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا اور ان کے اہل بیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ یعنی وہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اور بڑے لالچ اور سخت خوف کے ساتھ ہم سے دعائیں کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے جھکے جاتے تھے، سنو وہ بات بھلائی سے خالی ہے جس سے اللہ کی رضامندی مقصود نہ ہو وہ مال خیر وبرکت والا نہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاتا ہو وہ شخص نیک بختی سے دور ہے جس کی جہالت بربادی پر غالب ہو اس طرح وہ شخص بھی نیکی سے خالی ہاتھ ہے جو اللہ کے احکامات کی تعمیل کرنے والے کی ملامت سے خوف کھائے۔ (تفسیر ابن کثیر:322)

(10)رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔'' (المنافقون:9)

سوال2: خدا فراموشوں کو اللہ تعالیٰ کس انجام تک پہنچا دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ خدا فراموشوں کو اپنی جانوں سے غافل کر دیتے ہیں۔

سوال3: خدا فراموش خود فراموشی تک کیسے پہنچتے ہیں؟

جواب:(1) جو شخص اپنے رب کو بھلا دیتا ہے اس کی عقل اس کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی نہیں کرتی۔

(2) خدا فراموش کی آنکھیں اسے حق کا راستہ نہیں دکھاتیں۔(3) خدا فراموش کے کان حق سُننے سے بہرے ہو جاتے ہیں۔

(4) کان، آنکھیں اور دل جب صحیح راہ نمائی نہیں کرتے تو انسان سے ایسے کام ہوتے ہیں جن میں اس کی اپنی تباہی ہوتی ہے۔ یہ رب کا انتقام ہے۔ جو شخص خدا فراموش بنتا ہے لازماً خود فراموشی تک پہنچ جاتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ خدا فراموشوں کو خود فراموشی تک کیوں پہنچا دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ خدا فراموشی کے عمل کی جزا کے طور پر انسان کو خود فراموش بناتے ہیں۔ پھر وہ ایسے عمل نہیں کرتے جس سے وہ خود کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں۔

﴿لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ﴾

''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (20)

سوال1:﴿لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں'' جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا اہل جنت اور اہل جہنم کے لئے ایک فیصلہ نہیں ہوگا۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے

ہیں۔" (الجاثیہ:21) (3)﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ﴾ "اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نہ برائی کرنے والا تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔" (غافر:58) (4)﴿فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ﴾ "سو ہم نے اُسے وہ بخش دیا اور بلاشبہ ہمارے پاس اُس کے لیے یقیناً قرب کا مقام اور اچھا ٹھکانہ ہے۔" (ص:25)

(5)﴿قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ "آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں اور اگرچہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اے عقل والو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔" (المائدہ:100)

(6)﴿أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُونَ﴾ "تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے۔" (السجدہ:18) (7) اللہ تعالیٰ کو بھولنے والے ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے۔ (تفسیر مراغی:47/10)

(8)﴿أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ "جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں" یعنی جنت والے ہی مقرب اور معزز لوگ ہیں جو آگ سے بچا لیے جائیں گے۔ (9) جنتی ہی بامراد ہیں جو سلامتی سے اللہ تعالیٰ کی جنت میں جائیں گے۔

سوال 2: اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کس اعتبار سے برابر نہیں ہوتے؟

جواب: اہلِ جنت اپنی سوچ، اپنے عمل اور انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہوتے۔

اہلِ جنت	اہلِ دوزخ
1۔ اہلِ جنت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں۔	1۔ اہلِ دوزخ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔
2۔ اہلِ جنت اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔	2۔ اہلِ دوزخ اپنی خواہش کے مطابق زندگی گزار کر اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔
3۔ اہلِ جنت اپنے انجام کو یاد رکھتے ہیں۔	3۔ اہلِ دوزخ اپنے اعمال کے انجام کے بارے میں سوچتے بھی نہیں۔
4۔ اہلِ جنت اپنے انجام کے لئے تیاری کرتے ہیں۔	4۔ اہلِ جہنم غافل رہتے ہیں اور تیاری میں غفلت برتتے ہیں۔
5۔ اہلِ جنت کو اللہ تعالیٰ بہترین جزا عطا کریں گے اپنی جنت میں داخل فرمائیں گے۔	5۔ اہلِ دوزخ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

سوال3: جنت والے کیسے کامیاب ہوتے ہیں؟

جواب: جنت والے امتحان کی تیاری کرتے ہیں۔ حقیقت کو سمجھ کر انجام سے بے خبر زندگی نہیں گزارتے اس طرح کامیاب رہتے ہیں۔

سوال4: دوزخ والے کیسے ناکام ہوتے ہیں؟

جواب: دوزخ والے حقیقت کو نہیں سمجھتے، انجام سے غافل رہتے ہیں، نافرمانی کے بُرے کام کرتے ہیں اور اس طرح خسارے میں رہتے ہیں۔

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾

''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں'' (21)

سوال1: ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں'' قرآن مجید کی عظمت، شان اور کمال بزرگی جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے'' اللہ رب العزت نے ایک مثال سے قرآن مجید کی عظمت، شان اور اس کی کمال بزرگی کو بیان فرمایا ہے۔ یہ کتاب حق رکھتی ہے کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ دل اس کے سامنے کپکپا اٹھیں اور لرز جائیں۔ یہ کتاب ایسی شان رکھتی ہے کہ اس کے وعدوں اور بشارتوں کو سن کر دل کھل اٹھیں۔ یہ کتاب عظیم ہے اس کا حق ہے کہ انسان اس کے ڈراووں اور دھمکیوں کو پڑھ کر سہم جائے۔ یہ کمال بزرگی والی کتاب ہے جو اس لائق ہے کہ اس کو پڑھ کر بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جائے۔

(2) یعنی اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو آپ اسے اللہ تعالیٰ کی خشیت سے عاجز اور ٹکڑے ٹکڑے ہوا پاتے۔

(3) یہ کتاب دلوں کو متاثر کرنے کے لئے کمال درجے کی تاثیر رکھتی ہے۔

(4) پہاڑ جیسی سنگین مخلوق میں اگر فہم کی صلاحیت ہوتی اور وہ اس میں غور وفکر کر سکتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور اس کی اطاعت کرتے، پھر اے انسان تمہارے دل اس کلام سے نرم کیوں نہیں ہوتے؟ اللہ تعالیٰ کے خوف سے تمہارے دل اور کلیجے کیوں نہیں

پھٹتے؟ قیامت کی ہولناکیوں سے تمہارے دل کیوں نہیں دھڑکتے؟ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ۭ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاۗءُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی طرح یا سختی میں اس سے بڑھ کر ہو گئے اور بے شک پتھروں میں سے یقیناً کچھ وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان میں سے یقیناً وہ بھی ہے جو پھٹ جاتا ہے تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور بے شک اُن میں سے ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس سے ہرگز بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو۔'' (البقرہ:74)

(5) اس قرآن میں بڑے بڑے نصیحت کے پہلو ہیں اوامر و نواہی ہیں جو انسان کے نفس کے لئے آسان ہیں۔ اس کے احکامات میں کوئی اختلاف نہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونے میں مشقت نہیں۔

(6) اگر تم قرآن کے احکامات میں غور و فکر کرو تو سمجھ سکتے ہو۔ اگر سمجھو تو فائدہ اٹھا سکتے ہو۔

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک لکڑی کا سہارا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب منبر بن گیا تو آپ ﷺ خطبہ کے لیے اس پر تشریف لے گئے۔ اس پر اس لکڑی نے باریک آواز سے رونا شروع کر دیا۔ آخر آپ ﷺ اس کے قریب تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اس پر پھیرا۔ (بخاری:3583)

(8) ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور و فکر کریں'' اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ حلال و حرام واضح فرماتا ہے تا کہ لوگ ان آیات میں غور و فکر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر کرنا بندے کے لئے علم کے خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے اور خیر اور شر کے راستوں کو واضح کر دیتا ہے۔ برائی سے روکتا ہے اور محاسن اخلاق کی ترغیب دیتا ہے۔

سوال 2: انسان مثالوں پر غور و فکر کر کے کیا کرتا ہے؟

جواب: عام طور پر انسان غور و فکر کر کے نافرمانیوں سے اجتناب کرنے لگتا ہے۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾

''وہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غیب اور حاضر کو جاننے والا، وہی وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' (22)

سوال 1: ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غیب اور حاضر کو جاننے والا، وہی وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی معبود اور رب ہے

آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا، نہ اس کے سوا کوئی رب ہے۔ اس کے سوا ہر ایک کی عبادت باطل ہے۔ سچا معبود تو وہی ایک اللہ ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو کیا تم فرماں بردار بنتے ہو؟'' (الانبیاء:108)

(3)﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے، فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (القصص:88)

(4)﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''غیب اور حاضر کو جاننے والا'' یعنی جو مخلوق کی نظروں سے اوجھل ہے اور جس کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں ہر ایک چیز کا علم رکھتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کا علم ہے، زمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں۔

(6) شہادت سے مراد تمام اشیاء، واقعات اور علوم ہیں جو انسان کے علم میں آچکے ہیں یا جنہیں وہ مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل کر چکا ہے اور غیب سے مراد وہ تمام اشیاء واقعات اور علوم ہیں جن تک تا حال انسان کی رسائی نہیں ہو سکتی خواہ اشیاء عالم اکبر یا کائنات سے متعلق ہوں یا عالم اصغر یا انسان کے جسم کی اندرونی کائنات سے متعلق ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے سرے سے کوئی چیز غائب ہے ہی نہیں اس کے لیے سب کچھ ہی شہادت ہے اور قرآن میں یہ غیب اور شہادت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو صرف انسان کو سمجھانے کی غرض سے استعمال ہوئے ہیں اور اللہ کے لیے کوئی چیز غائب اس لیے نہیں ہوتی کہ ہر چیز کو اور ہر واقعہ اور حادثہ کو وجود میں لانے والا تو وہ خود ہے لہٰذا اس سے کوئی چیز مخفی یا غائب کیسے رہ سکتی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/419)

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

(8)﴿هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾ ''وہی وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہمہ گیر رحمت والا ہے۔ اپنی رحمت سے اس نے ساری مخلوقات کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ﴾ ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔''

(الاعراف:156)(9)رب العزت نے فرمایا:﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾''اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے''(الانعام:12)
(10) وہ دنیا اور آخرت میں رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔(11)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے،سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں،وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔''(یونس:58)

سوال2:''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں''اللہ تعالیٰ نے اپنی کن صفات سے یہ بات ثابت کی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے غیب اور حاضر کے علم سے۔(2)رحم کرنے سے۔(3)اپنی پاکیزگی سے۔(4)سب عیبوں سے پاک ہونے سے۔
(5)امن دینے سے۔(6)نگہبانی سے۔(7)غلبے سے۔(8)زور آور ہونے سے۔(9)بڑائی والا ہونے سے۔(10)خالق ہونے سے۔
(11)صورت گری کرنے سے۔(12)اور اپنی حکمت سے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

سوال3:''غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔(2)جو چیز انسان کے لئے غیب ہے اللہ تعالیٰ کے لئے وہ غیب نہیں ہے۔وہ کائنات کی ہر چیز کو جانتا ہے چاہے ہمارے سامنے ہو یا چھپی ہوئی ہو۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الرحمٰن اور الرحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ وسیع رحمت والا ہے۔اُس نے غیب اور حاضر کے علم سے یہ شعور دلایا ہے کہ یہ اس کی رحمت ہے کہ پھر بھی مواقع دیتا ہے۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،بادشاہ ہے،نہایت پاک،سلامتی والا،امن دینے والا،نگہبان،سب پر غالب،اپنی مرضی چلانے والا،بے حد بڑائی والا ہے،اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں''(23)

سوال:﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،بادشاہ ہے،نہایت پاک،سلامتی والا،امن دینے والا،نگہبان،سب پر غالب،اپنی مرضی چلانے والا،بے حد بڑائی والا ہے،اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں''اللہ تعالیٰ مختار کل ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں

کیونکہ وہ خالق، رازق، مدبر ہے اور اس کے سوا کوئی اور ایسا نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر:1611)

(2) ﴿اَلْمَلِكُ﴾ ''بادشاہ ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک ہے وہی مختار کل ہے۔ وہ ہر چیز پر اختیار رکھتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے آگے کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اس کے فیصلے کائنات میں چلتے ہیں۔

(3) حدیث ترمذی میں الملک کو اسمائے حسنیٰ میں شمار کیا گیا ہے۔ لغت میں مَلِکْ بادشاہ کو کہتے ہیں۔ دنیا میں اور لوگ بھی اَلْمَلِکْ کہلاتے ہیں اور یہ نام رکھنا شرک بھی نہیں ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال اور لوگوں کے لئے ہوا ہے۔ ﴿اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ ''یقیناً بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے خراب کر دیتے ہیں اور اس کے عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اسی طرح وہ لوگ کریں گے۔'' (النمل:34) سورہ یوسف میں بھی چار مقامات پر یہ لفظ آیا ہے اور اس سے مراد بادشاہ مصر ہے۔ ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ﴾ (یوسف:43) ﴿قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ﴾ (یوسف:50) ﴿نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ﴾ (یوسف:72) ﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ﴾ (یوسف:76) قرآن مجید پر تدبر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اَلْمَلِکْ کا اطلاق بحالت مضاف ہوا ہے۔ ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ (الناس:2) اسی کا اسم ہے۔ اس کے معنی میں کل بنی نوع انسان کا بادشاہ۔ (اسماء حسنیٰ)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ ذلیل اور برا نام اللہ تعالیٰ کے پاس اس شخص کا ہے جس کو لوگ ملک الملوک کہیں۔'' ابن ابی شیبہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ کوئی مالک نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ سیدنا سفیان رحمہ اللہ نے کہا: ملک الملوک کے مانند ہے شہنشاہ۔ (مسلم:5610)

(5) ﴿اَلْقُدُّوْسُ﴾ ''نہایت پاک'' وہ ہر عیب سے پاک ہے اور بزرگی اور برکت والا ہے۔

(6) معزز اور بزرگ فرشتے اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں۔

(7) اس کی ذات صفات اور افعال سب کمال والے ہیں۔ وہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔

(8) ﴿اَلسَّلٰمُ﴾ ''سلامتی والا'' اس کی مخلوق کو اس سے ظلم کا خوف نہیں۔

(9) اللہ تعالیٰ سراسر سلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی کمزوری اور خامی نہیں۔ اس کے کمال کو کبھی زوال نہیں آ سکتا۔

(10) سلام بطور اسم صرف اللہ جل شانہ کے لئے ہے اس کے معنی سالم ہیں یعنی وہ جو سلامتی میں کامل ہو وہ جس کی سلامتی معرض خطر و زوال میں نہ ہو۔ وہ جو دوسروں کو سلامتی بخشتا ہو۔ سلام مصدر بھی، اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام ملے گا۔ ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ (یٰس:58) ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾ ''سلام ہو تم پر! پاکیزہ رہے تم، چنانچہ اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو۔'' (الزمر:73) ملائکہ بھی اہل ایمان کو سلام کریں گے اہل ایمان آپس میں بھی سلام ہی بھیجا کریں گے۔ ﴿وَتَحِيَّتُهُمْ

فِيهَا سَلٰمٌ﴾(یونس:10)(تفسیر روح المعانی:91/15)

(11) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ (پہلے) جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم (قعدہ میں) یہ کہا کرتے تھے کہ اس کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو اور فلاں پر اور فلاں پر سلام ہو۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ ''اللہ پر سلام ہو'' کیونکہ اللہ تو خود سلام ہے۔ بلکہ یہ کہو ﴿اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ﴾ ''آداب بندگان اور تمام عبادات اور تمام پاکیزہ خیراتیں اللہ ہی کے لیے ہیں آپ پر اے نبی سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو'' اور جب تم یہ کہو گے تو آسمان پر اللہ کے تمام بندوں کو پہنچے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان اور زمین کے درمیان تمام بندوں کو پہنچے گا ﴿أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد دعا کا اختیار ہے جو اسے پسند ہو کرے۔ (بخاری:835)

(12) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے اور کہتے: ﴿اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ سے اخیر تک۔ ولید نے کہا: میں نے اوزاعی سے پوچھا استغفار کیسے ہے؟ کہا: ﴿أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ﴾ کہتے یعنی ''میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں''۔ (مسلم:1334)

(13) ﴿اَلْمُؤْمِنُ﴾ ''امن دینے والا'' اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں مومن بھی ہے اس کے معنی کی دو صورتیں ہیں: اول: مومن، ایمان سے بنا ہے۔ (الف) اللہ تعالیٰ مومن ہے کہ بندہ کو ایمان عطا کرتا ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے'' (الحجرات:7) ﴿أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے'' (المجادلہ:22) (ب) ہاں اللہ تعالیٰ کا نام (ایمان سے) اس لئے بھی ہے کہ وہ خود بھی اپنی ذات پاک کی شہادت دیتا ہے جیسا کہ یہ شہادت ہر ایک ایمان لانے والے بندہ کو بھی ادا کرنا ہوتی ہے فرمایا: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اور فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (آل عمران:18) (اسماء حسنیٰ)

(14) جو امن دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو امن دینے والا ہے۔ اس کا امن ساری کائنات اور ہر ایک کے لئے ہے۔

(15) اس نے یہ کہہ کر کہ وہ حق ہے مخلوق کو امن دیا ہے۔ (16) وہ ایمان داروں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے۔

(17) ﴿اَلْمُهَيْمِنُ﴾ ''نگہبان'' اللہ تعالیٰ مخلوق کے اعمال دیکھ رہا ہے وہ ان پر محاسب اور نگران ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' (المجادلہ:6) ﴿وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو اُٹھا لیں تو ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔'' (یونس:46) ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس کو ایک عربی فرمان بنا کر آپ پر نازل کیا ہے۔ اور یقیناً اگر اپنے پاس علم آ جانے کے بعد بھی آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔'' (الرعد:37)

(18) ﴿الْمُهَيْمِنُ﴾ کے معنی (i) نگہبان (ii) وہ جو دوسرے کے خوف سے ہم کو مامون بنا دے۔ (iii) وہ امین جو کسی کا حق ضائع نہ کرے (iv) وہ جو ہر ایک کے خوف و خطر کو دور کرے۔ ان جملہ صفات میں یہ باری تعالیٰ کا نام ہے۔ (اسماء حسنیٰ)

(19) جو نگہبانی اور حفاظت کرنے والا ہے۔ وہ تمام مخلوقات کی خبر گیری کرنے والا اور ان کی ضروریات کو فراہم کرنے والا ہے۔

(20) ﴿الْعَزِيْزُ﴾ ''سب پر غالب'' جس پر نہ کوئی غالب آ سکتا ہے نہ اس کے سامنے کوئی رکاوٹ بن سکتا ہے۔

(21) ہر چیز پر وہ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ ہر چیز پر اس کا تصرف ہے۔

(22) اس کے مقابلے میں کوئی سر نہیں اُٹھا سکتا۔ اس کے فیصلوں کے آگے کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اس کے آگے سب بے بس اور بے زور ہیں۔

(23) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''وہ لوگ جو مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو بلاشبہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔'' (النساء:139)

(24) ﴿الْجَبَّارُ﴾ ''اپنی مرضی چلانے والا'' اللہ تعالیٰ سب بندوں پر غالب ہے، ساری مخلوق اس کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے وہ ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا اور محتاج کو بے نیاز کر دیتا ہے۔ وہ بگڑے کام بنانے والا انہیں سنوارنے والا ہے۔

(25) اپنی کائنات کو اپنے ارادے سے، اپنے زور سے درست رکھنے والا ہے۔

(26) ﴿الْمُتَكَبِّرُ﴾ ''بے حد بڑائی والا ہے'' اللہ تعالیٰ عظمت اور کبریائی کا مالک ہے۔ وہ ظلم اور تمام عیوب سے پاک ہے بڑائی اسی کو زیبا ہے۔ (27) وہ بڑا ہے اور بڑا ہو کر رہنے والا ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے مقابلے میں حقیر اور ذلیل ہے۔

(28) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الجاثیہ:37)

(29) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عزت پروردگار کی ازار ہے اور بزرگی اس کی چادر ہے (یعنی یہ

دونوں اس کی صفتیں ہیں)، پھر پروردگار فرماتا ہے جو کوئی یہ دونوں صفتیں اختیار کرے میں اس کو عذاب دوں گا۔" (مسلم:6680)

(30) سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (نماز پڑھنے کے لیے) کھڑا ہوا، آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی، آپ ﷺ کسی رحمت والی آیت سے نہیں گزرتے مگر وہاں ٹھہرتے اور سوال کرتے، اور کسی عذاب والی آیت سے نہیں گزرتے مگر وہاں ٹھہرتے اور اس سے پناہ مانگتے، پھر آپ ﷺ نے اپنے قیام کے بقدر لمبا رکوع کیا، اور آپ ﷺ نے رکوع میں: ﴿سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ﴾ پڑھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے قیام کے بقدر لمبا سجدہ کیا، سجدے میں بھی آپ نے وہی دعا پڑھی، جو رکوع میں پڑھی تھی پھر اس کے بعد کھڑے ہوئے اور سورۃ آل عمران پڑھی، پھر (بقیہ رکعتوں میں) ایک ایک سورۃ پڑھی۔ (ابوداؤد:873)

(31) ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں" یعنی اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہ بلند صفات والا ہے اور اس کمال والے کے افعال پاک ہیں۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

"وہی اللہ تعالیٰ ہے، خاکہ بنانے والا، وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا ہے، سارے اچھے نام اُسی کے ہیں، ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" (24)

سوال: ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ "وہی اللہ تعالیٰ ہے، خاکہ بنانے والا، وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا ہے، سارے اچھے نام اُسی کے ہیں، ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ﴾ "وہی اللہ تعالیٰ ہے، خاکہ بنانے والا" اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کا خالق ہے وہ اندازہ لگانے والا، تقدیریں بنانے والا اور انہیں جاری کرنے والا ہے۔

(2) ہر چیز کی تخلیق کی منصوبہ بندی کرنے والا ہے۔ کوئی چیز نہ خود وجود میں آئی ہے نہ اتفاقاً پیدا ہوئی ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۘ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ ۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ "بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات

کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اُس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔" (الاعراف:54)

(4)﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ﴾ "وہی ہے جس نے رات کو پیدا کیا۔" (الانبیاء:33)

(5)﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ﴾ "وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔" (الملک:2)

(6)﴿خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ "سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا۔" (الزخرف:12)

(7)﴿وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ﴾ "اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔" (یٰس:79)

(8)﴿الْبَارِیُٔ﴾ "وجود میں لانے والا" اللہ تعالیٰ عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جو تقدیر اور تقدیر کے نفاذ پر قادر ہو۔ وہ اپنی مرضی سے وجود میں لاتا ہے اور انہیں باقی رکھتا ہے۔

(9) رب العزت نے فرمایا:﴿فَتُوْبُوْۤا اِلٰی بَارِىِٕكُمْ﴾ "لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو۔" (البقرۃ:54)

(10)﴿الْمُصَوِّرُ﴾ "صورت گری کرنے والا ہے" وہ صورت بنانے والا ہر چیز کی صورت گری کرنے والا ہے۔ ہر چیز کو آخری مکمل صورت میں بنانے والا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ "وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنا دیتا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" (ال عمران:6)

(11) اللہ تعالیٰ مصور ہے اس نے کروڑوں، اربوں صورتیں بنائیں۔ نباتات، جمادات، حیوانات میں پھر انسانوں میں ملک ملک کے باشندوں بناوٹ اور خدوخال میں کتنا فرق ہے۔ ہر چیز کو وہ اپنی حکمت سے اپنی مرضی کے مطابق صورت دیتا ہے۔

(12)﴿لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی﴾ "سارے اچھے نام اُسی کے ہیں" یعنی اس کے نام بہت زیادہ ہیں جن کو نہ کوئی معلوم کر سکتا ہے، نہ انہیں گن سکتا ہے۔ (13) اس کے تمام نام اچھے ہیں۔ اس کی تمام صفات کامل ہیں جن میں کوئی نقص نہیں۔

(14) ان ناموں کا حسن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں پسند کرتا ہے اور اس شخص کو بھی پسند کرتا ہے جو اس کے ناموں کو پسند کرتا ہے۔

(15) اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کو اچھے ناموں سے پکاریں اور اس کے ناموں کے واسطے سوال کریں۔

(16)﴿یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح بیان کرتی ہے" یعنی آسمان و زمین کی ہر چیز اس کی تسبیح خواں ہے۔

(17) ہر چیز زبان حال سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر رہی ہے کہ اس کا خالق ہر عیب، نقص، کمزوری اور غلطی سے پاک ہے۔

(18) یہ اس کا کمال ہے کہ وہ اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کا مالک ہے نیز یہ کہ آسمانوں اور زمین میں رہنے والے دائمی طور پر اس کے محتاج ہیں۔ اس کی حمد و ثنا کے ذریعے سے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اس سے اپنی تمام حوائج کا سوال کرتے ہیں۔ وہ اپنے فضل و کرم سے سب

کچھ عطا کرتا ہے جس کا تقاضا اس کی رحمت اور حکمت کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2746،2747)

(18)﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی وہ اپنے امر پر غالب ہے اور اپنی تدبیر میں کمال حکمت رکھنے والا ہے۔

(19) اللہ تعالیٰ غالب ہے اس کے فیصلوں کے آگے کوئی سر نہیں اُٹھا سکتا وہ جو چاہے پیدا کر دے۔ جس کو چاہے امن دے سکتا ہے۔ وہ اپنی حفاظت اور نگرانی کے اعتبار سے غالب ہے۔

(20) یعنی وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کی حکمت اور مصلحت کے تحت ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/274)

اٰیاتها ۱۳ ۶۰ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۹۱ رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس میں دو رکوع اور تیرہ آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 60 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 91 ہے۔

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۚ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے یقیناً انہوں نے اس کا انکار کیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم چھپا کر ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں

جانتا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو شخص بھی ایسا کرے یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا''(1)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے یقیناً انہوں نے اس کا انکار کیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو'' کافروں سے دشمنی رکھنے اور ترک موالات کے حکم کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔

(2) ﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ﴾ ''میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ'' یعنی کفار اور مشرکین کو دوست نہ بناؤ۔

(3) ﴿اَوْلِيَآءَ﴾ ''دوست بناؤ'' یعنی اپنا مددگار نہ بناؤ۔ (ایسر التفاسیر:1616)

(4) ایمان کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت اور دوستی نہ رکھو۔

(5) یعنی اپنے ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرو، جو ایمان لائے اس کے ساتھ موالات ومودت رکھو، جو ایمان کے ساتھ عداوت رکھے تم اس کے ساتھ عداوت رکھو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن اور اہل ایمان کا دشمن ہے۔ (تفسیر سعدی:2749/3)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لئے ایک واضح حجت بنالو؟'' (النساء:144)

(7) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو انہیں کو دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدۃ:51)

(8) ﴿تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ ''تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو'' یعنی تم ان کی محبت ومودت اور اس کے اسباب کے حصول کی کوشش میں جلدی مچاتے ہو۔ جب مودت حاصل ہوجاتی ہے تو نصرت وموالات اس کے پیچھے آتی ہیں، تب بندہ ایمان کے دائرے سے نکل کر اہل کفر کے زمرے میں شامل ہوجاتا ہے۔ کافر کو دوست بنانے والا یہ شخص مروت سے بھی محروم ہے، وہ اپنے سب سے بڑے دشمن سے کیوں کر موالات رکھتا ہے جو اس کے بارے میں صرف برائی کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے رب کی کیوں کر مخالفت کرتا ہے جو اس کے بارے

میں صرف بھلائی چاہتا ہے، اسے بھلائی کا حکم دیتا ہے اور بھلائی کی ترغیب دیتا ہے؟ (تفسیر سعدی:2749/3)

(9) یعنی کافروں سے دشمنی رکھو اور ان سے معمولی سی دوستی کا تعلق بھی نہ رکھو دوستی تو دور کی بات ہے انہیں اپنا راز دار نہ بناؤ، نہ ان سے میل جول رکھو۔

(10) ﴿وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾ ''حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے یقینا انہوں نے اس کا انکار کیا ہے'' یعنی انہیں اسلام کے عقائد، شریعت، اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی ہے۔

(11) یعنی ان سے دشمنی رکھنے کا سبب ان کا حق سے انکار کرنا ہے ان کا یہ خیال ہے کہ تم لوگ ہدایت پر نہیں ہو انہوں نے اصل دین کا انکار کیا ہے، یہ ان کی حد سے بڑھی ہوئی دشمنی کی دلیل ہے۔

(12) ﴿يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ﴾ ''وہ رسول کو اور خود تمھیں اس بنا پر نکالتے ہیں'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اور تمھارے محبوب رسول ﷺ کو اور تمھیں اس وجہ سے جلاوطن کر دیا کہ تم ایمان لے آئے ہو۔

(13) ﴿اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو'' یعنی تم اس رب پر ایمان لاتے تھے اور یہ ان کی دشمنی کا سبب تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کو قائم کرنا مخلوق کا فرض ہے کیونکہ اس رب نے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ انہوں نے خود فرض کو قائم کرنے سے کنارہ کشی اختیار کی اور تمھارے ساتھ دشمنی کی طرح ڈالی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکال دیا۔

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ ''جن کو اُن کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا ہے صرف اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔'' (الحج:40)

(15) ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور اس کے سوا انہیں اُن کی کوئی بات بری نہ لگتی تھی کہ وہ زبردست، تعریفوں والے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے۔'' (البروج:8)

سوال 2: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ایمان کو پکارا ہے۔

(2) ایمان کو پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے ایمان لا کر اپنا تعلق اپنے رب سے جوڑا ہے لہٰذا اس تعلق کے تقاضے پورے کرو۔

(3) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ ایمان کی وجہ سے اب میرے اور آپ کے دشمن ایک ہیں لہٰذا دشمنوں کے ساتھ دوستی نہ کرو۔

(4) اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ تم ان کی طرف دوستانہ پیغامات بھیجتے ہو جب کہ:

(i) وہ حق کا انکار کرتے ہیں جس پر تم ایمان لاتے ہو۔ (ii) انہوں نے تمہیں اور پیغمبر کو ایمان لانے کی وجہ سے جلاوطن کیا۔

اللہ تعالیٰ نے شعور کو بیدار کیا ہے کہ دیکھو تو سہی یہ کتنی بڑی حماقت ہے کہ اپنے ہی دشمنوں کو اپنے راز بتا رہے ہیں۔ ان سے دوستیاں کر رہے

ہو۔ایسا نہ کرو ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو۔

سوال3:''تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو''اس سے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:(1)''تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو'' کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو تمہارے دشمن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حق کا انکار کرتے ہیں پھر تمہارے اور ان کے درمیان کیا قدر مشترک ہے؟

(2)انہوں نے بغیر کسی جرم کے پیغمبر کو اور تمہیں جلاوطن کیا۔جب کہ تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا جوئی کی طلب میں نکلتے ہو، پھر تمہارے درمیان کس چیز کی ہم آہنگی کون سی سوچ اور کون سا عمل ہے جو دوستی کے لیے ضروری ہے؟جب ان کا تمہارے ساتھ محمد ﷺ کے ساتھ اور حق کے ساتھ معاملہ دشمنی کا ہے تو کیا تمہارے لیے مناسب ہے کہ تم ان سے ہمدردیاں رکھو؟

سوال4:﴿اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۚ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾''اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔تم چھپا کر ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو شخص بھی ایسا کرے یقیناوہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ﴾''اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو''یعنی اگر تم اپنے گھروں سے میرے دین، میرے رسول، اور میرے مومن اولیاء کی نصرت کے لیے میرے راستے میں جہاد کے لیے نکلے ہو اور میری رضا کے متلاشی ہو تو کافروں سے دوستی نہ کرو۔

(2)﴿تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾''تم چھپا کر ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو''یعنی تم ان کو چپکے چپکے دوستی کے پیغامات بھیجتے ہو۔

(3)﴿وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ﴾''حالانکہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا''یعنی تم کفار کے ساتھ دوستی کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔تم اہل ایمان سے چھپا سکتے ہو مگر اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔

(4)یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری رگ رگ سے واقف ہے وہ جلد ہی اپنے بندوں کو اپنے کامل علم کے مطابق نیکی کی جزا اور بدی کی سزا دے گا۔

(5)﴿وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ﴾''اور تم میں سے جو شخص بھی ایسا کرے''یعنی جو مسلمان ان سے دوستی کرے گا باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے روکا ہے۔

(6)﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾''یقیناوہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا'' کیونکہ وہ ایسے راستے پر چل پڑا جو شریعت، عقل اور مروت انسانی کے خلاف ہے۔(تفسیر سعدی:3/2749,2750)

(7) یعنی جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی رکھے گا اور رسول ﷺ کے راز افشار کرے گا تو وہ حق کے راستے سے ہٹ جائے گا۔ (صفوۃ التفاسیر:342/3)

(8) شانِ نزول: رسول اللہ ﷺ اور کفار مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر معاہدہ ہوا تھا جس کی کفار مکہ نے خلاف ورزی کی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو خفیہ طور پر جنگ کا حکم دے دیا۔ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ایک مہاجر بدری صحابی تھے ان کی قریش میں کوئی رشتہ داری نہ تھی۔ ان کے بیوی بچے مکہ میں تھے۔ انہوں نے قریش مکہ کو رسول اللہ ﷺ کی تیاری کی اطلاع کر دی تا کہ اس احسان کے بدلے میں قریش ان کی بیوی بچوں کا خیال رکھیں۔ ایک عورت کے ذریعے انہوں نے تحریری پیغام اہل مکہ کی طرف بھیجا جس کی اطلاع وحی کے ذریعے نبی ﷺ کو کر دی گئی رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو مقام خاخ سے وہ تحریر لانے کے لیے کہا جو اس عورت نے سر کے بالوں میں چھپا رکھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا "یہ تم نے کیا کیا" انہوں نے کہا میرا مکہ میں کوئی رشتہ دار نہیں میں نے سوچا مکہ والوں کو اطلاع کر دوں تا کہ وہ میرے بیوی بچوں کی حفاظت کریں۔ آپ ﷺ نے ان کی سچائی کی وجہ سے انہیں کچھ نہیں کہا لیکن اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کے طور پر یہ آیات نازل کر دیں تا کہ آئندہ کوئی مومن کسی کافر کے ساتھ اس طرح کا تعلق قائم نہ کرے۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الممتحنہ، صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ) (احسن التفاسیر:126/7)

سوال 5: ایمان کے تقاضے کیا ہیں؟

جواب: (1) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (2) اللہ کی رضا طلب کرنا۔

﴿اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾

"اگر وہ تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہو جائیں گے اور اپنی زبانیں اور اپنے ہاتھ تمھاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے اور وہ چاہیں گے کہ کاش تم کفر کرو" (2)

سوال 1: ﴿اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾ "اگر وہ تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہو جائیں گے اور اپنی زبانیں اور اپنے ہاتھ تمھاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے اور وہ چاہیں گے کہ کاش تم کفر کرو" رب العزت نے اہل ایمان کو کافروں کی عداوت پر ابھارنے کے لیے ان کی شدت کی دشمنی کا کیسے ذکر کیا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ﴾ "اگر وہ تمھیں پائیں" اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو کافروں کی دشمنی پر ابھارنے کے لیے ان کی

شدت عداوت کا ذکر فرمایا ہے۔(2)﴿یَکُوْنُوْا لَکُمْ اَعْدَآءً﴾''تو تمھارے دشمن ہو جائیں گے''یعنی اگر انہیں اذیت پہنچانے کا کوئی موقع مل جائے تو کھلم کھلا دشمنی کا اظہار کرنے لگیں گے۔

(3)﴿وَّیَبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَهُمْ﴾''اور بڑھائیں گے اپنے ہاتھ تمھاری طرف''یعنی وہ تمھیں قتل کرنے یا تمھیں زخمی کرنے کے لیے تمھاری طرف ہاتھ بڑھائیں گے۔

(4)﴿وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ﴾''اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ''اور تکلیف دہ باتیں کہیں گے جن سے تمھیں تکلیف ہوگی۔

(5)﴿وَوَدُّوْا لَوْ تَکْفُرُوْنَ﴾''اور وہ چاہیں گے کہ کاش تم کفر کرو''یعنی وہ دل سے چاہتے ہیں کہ تم ان کی طرح پھر کافر ہو جاؤ۔ان کی دشمنی کھلی ہے پھر کیوں ان سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔(6)اس آیت میں کافروں سے دشمنی پر ابھارا گیا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دشمنی کو کیسے کھولا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے ساتھ ان کی دشمنی کھل جائے گی۔

(2)وہ تم پر قابو پالیں گے تو تم پر دست درازی کریں گے۔(3)وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے خلاف برے طریقے سے زبان استعمال کریں گے۔

(4)وہ تم پر قابو پائیں گے تو دل سے چاہیں گے کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دشمنی کو کیوں واضح کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دشمنی کو آئینہ دکھانے کے لیے واضح کیا ہے کہ تمہارے خلاف ان کے دلوں میں اتنا بغض وعناد ہو اور تم دیکھو کہ ان کے ساتھ محبت کے تعلقات بڑھا رہے ہو۔

﴿لَنْ تَنْفَعَکُمْ اَرْحَامُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ ۚ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ یَفْصِلُ بَیْنَکُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾

''تمھاری رشتہ داریاں اور تمھاری اولاد قیامت کے دن تمھیں ہرگز فائدہ نہ دیں گی،وہ تمھارے درمیان فیصلہ کردے گا اور اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو''(3)

سوال1:﴿لَنْ تَنْفَعَکُمْ اَرْحَامُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ ۚ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ یَفْصِلُ بَیْنَکُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾

''تمھاری رشتہ داریاں اور تمھاری اولاد قیامت کے دن تمھیں ہرگز فائدہ نہ دیں گی،وہ تمھارے درمیان فیصلہ کردے گا اور اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو''اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں رشتہ داری اور اولاد کام نہیں آئے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ﴾ ''تمھاری رشتہ داریاں اور تمھاری اولاد تمھیں ہرگز فائدہ نہ دیں گی'' یعنی اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے رشتہ داروں اور اولاد کو راضی کرنے سے تمھیں کوئی نفع نہیں ملے گا۔

(2)﴿يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ﴾ ''وہ تمھارے درمیان فیصلہ کر دے گا'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو جنت میں جائیں گے اور کافروں کو جو اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے آگ میں جائیں گے ان کے درمیان اللہ تعالیٰ جدائی ڈال دے گا۔

(3) یعنی تمہارے اور تمہاری اولاد کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ(۴۰)يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ(۴۱) اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ(۴۲)﴾ یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔ مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔'' (الدخان:40-42)

(5)﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ(۳۴)وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ(۳۵)وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ(۳۶)لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ(۳۷)﴾ ''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' (عبس:34-37)

(6)﴿يُبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ (۱۱) وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ(۱۲) وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُــــْٔوِيْهِ(۱۳) وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ(۱۴)﴾ ''(حالانکہ) وہ انہیں دکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا۔ اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے۔'' (المعارج:11-14)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایا: ''جہنم میں، جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر واپس چلا، تو آپ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا: ''بے شک میرا باپ اور تمہارا باپ جہنم میں ہیں۔'' (مسلم:500)

(8)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم و بصیرت کی وجہ سے آپ ﷺ کے اعمال کو جانتا ہے اور وہ ہر چیز کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

(9) جو مسلمان کسی کافر رشتہ دار کو راضی رکھنے کے لیے دوستی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور جا پڑے گا وہ نقصان اٹھائے گا اور اپنے اعمال برباد کر لے گا۔

سوال 2: قیامت کے دن کیا چیز کام آنے والی ہے؟

جواب: قیامت کے دن جو چیز کام آنے والی ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہے لہٰذا اس کا اہتمام کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

سوال 3: آپس میں جدائی کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ قریبی رشتہ دار جدا ہو جائیں گے۔ ایک دوسرے سے بھاگیں گے جیسے رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ﴾ ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔'' (عبس:34)

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنے بصیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر اٹھنے والے محبت کے جذبات سے کافروں سے بڑھتے ہوئے تعلقات سے، بگڑتے ہوئے معاملات سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنے بصیر ہونے کا شعور کس مقصد کے لیے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے بصیر ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ اپنے اعمال کی درستگی کی فکر لاحق ہو جائے۔

(2) یہ شعور اس لیے بھی دلایا ہے تاکہ اعمال درست کر لیں۔

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۚ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾

''تمہارے لئے ابراہیم میں اور جو لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن میں یقیناً اچھا نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (نمونہ نہیں) کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا، اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے'' (4)

سوال1:﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''تمہارے لئے ابراہیم میں اور جولوگ اُس کے ساتھ تھے اُن میں یقینا اچھا نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو، ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہوگیا، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (نمونہ نہیں) کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ﴾ ''تمھارے لیے یقینا ہے'' یعنی اے ایمان والو! تمھارے لیے۔

(2)﴿اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''یقینا اچھا نمونہ ہے'' اچھا نمونہ اور بہترین راہ نمائی ہے۔ اسوہ ایسے نمونے کو کہتے ہیں جس کی پیروی کی جائے۔

(3)﴿فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ ''تمھارے لئے ابراہیم میں اور جولوگ اُس کے ساتھ تھے'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور لوگوں میں سے جو ان پر ایمان لائے ان کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

(4)﴿اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور اُن سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو'' یعنی جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمھارے معبودوں سے بے زار ہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ انہوں نے مشرکوں اور ان کے بتوں سے اعلان برأت کرتے ہوئے وضاحت کی۔

(5)﴿كَفَرْنَا بِكُمْ﴾ ''ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں'' ہم اس کا انکار کرتے ہیں جس کفر پر تم ہو اور تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان بتوں اور پتھروں کی کیا قیمت ہے جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے اور ان سے نفع وضرر کے لیے امیدیں باندھتے ہو جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقینا وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگر چہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے''۔ (الحج:73) (تفسیر مراغی:56/10)

(6)﴿وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ﴾ ''اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا'' ہمارے اور تمھارے درمیان دلوں کا بغض اور دشمنی ظاہر ہو گئی ہے کیونکہ ہم مومن ہیں اور تم مشرک، ہم مومن ہیں اور تم کافر ہو۔

(7) یہ دشمنی اور بغض اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ تم اپنے کفر پر قائم ہو۔

(8)﴿حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ ''یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ'' یعنی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو واحد رب نہ مانیں اور اس کے سوا کسی کو الٰہ نہ مانیں۔ جب تم ایمان لے آؤ گے اور اس اعتقاد کے ساتھ اس کی عبادت کرو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا تو یہ بغض اور دشمنی زائل ہو جائے گی اور دشمنی دوستی میں بدل جائے گی۔

(9) اے ایمان والو! ایمان اور توحید کے تقاضوں کو قائم کرنے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں میں تمھارے لیے نمونہ ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثال کیوں دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثال اس لیے دی ہے کہ انہوں نے کافر باپ اور کافر قوم سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مثال اس لیے دی کہ ان کے طرزِ عمل کو نمونہ بناؤ۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے شرکاء اور مشرکوں سے بیزاری کا اظہار کیوں کیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کا آپس میں کوئی شعوری تعلق نہیں ہوتا۔ ان کے درمیان کوئی قدر مشترک نہیں رہتی اور جگہ جگہ ٹکراؤ ہوتا ہے اس کا برملا اظہار کرنا ضروری ہو جاتا ہے اس لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے واشگاف لفظوں میں اظہار کر دیا تا کہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ ابراہیم اب ان کے راستے اور طریقوں پر چلنے والا نہیں اور یہ کہ وہ ان سے امیدیں باندھنی چھوڑ دیں۔

سوال 4:﴿اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (نمونہ نہیں) کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا﴾ ''مگر'' یعنی ہر چیز میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نمونہ بنا کر ایک اللہ کی عبادت کرو سوائے ایک خصلت کے اور وہ ہے۔ (2)﴿قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ﴾ 'ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے کافر اور مشرک باپ آزر کے بارے میں یہ قول جب انہوں نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی اور اس نے قبول نہیں کی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا تھا۔

(3)﴿لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ﴾ ''ضرور مغفرت کی دُعا کروں گا'' یعنی میں آپ کے لیے استغفار یعنی مغفرت طلب کروں گا۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے والد سے استغفار کا وعدہ کیا اور اسے نبھایا اس معاملے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نمونہ نہیں ہیں اور انہوں نے اس

وقت یہ وعدہ نبھایا جب تک انہیں واضح طور پر پتہ نہیں لگ گیا کہ وہ توحید کا انکار کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

(5)﴿وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا'' یعنی میں تو مغفرت کی درخواست کروں گا۔ مگر میں تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔

(6) بعض مسلمان اپنے مشرک والدین کے لیے دعائیں کرتے تھے اور یہ دلیل دیتے تھے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے والد کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (۱۱۳) وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (۱۱۴)﴾ ''نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دُعا کریں خواہ وہ رشتہ دار ہوں اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا کہ یقیناً وہ دوزخ والے ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اُس نے اپنے باپ سے کیا تھا چنانچہ جب اُس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا، بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا۔'' (التوبۃ:114,113) اس آیت میں بھی استغفار کے معاملے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلنے سے منع کیا گیا ہے۔

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد ''آزر'' کو دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہو گا۔ آپ اس سے کہیں گے کہ میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔ باپ کہے گا، آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ باپ کی یہ بات سن کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے، اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں قیامت کے دن تجھے رسوا نہیں کروں گا اور آج اس سے بڑی رسوائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرا باپ اس حال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے ابراہیم!) میں نے کافروں پر جنت حرام کر رکھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو گا کہ اے ابراہیم! ذرا اپنے پاؤں کی طرف تو دیکھو! (وہ نیچے دیکھیں گے) تو اس وقت انھیں اپنے باپ کی جگہ ایک بجو نظر آئے گا، جو نجاست سے لت پت ہو گا اور فرشتے اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔'' (بخاری:3350)

سوال 5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے لیکن باپ کے لیے کی جانے والی مغفرت کی دعا قابل تقلید نہیں ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مشرک باپ بھی ہو تب بھی وہ شرک کی وجہ سے باپ سے زیادہ بڑے رشتے یعنی باپ کے بھی خالق اور مالک کے رشتے کو خراب کرتا ہے۔ اس وجہ سے مشرکوں کے لیے مغفرت کی درخواست کرنے سے روکا گیا۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے اس وقت دعا کی تھی جب انہیں باپ کے بارے میں علم نہ تھا پھر جب ان پر واضح ہو گیا کہ

باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو انہوں نے اپنے والد سے بھی اظہار بے زاری کیا۔

سوال 6: ﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ ''اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو چھوڑتے ہوئے جو دعائیں کیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے'' جس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی اپنے وطن اور قوم کے لوگوں کو چھوڑنے لگے ان سے اظہار بے زاری کرنے کے بعد اپنی قوم کو چھوڑنے لگے تو گڑگڑا کر رب العزت سے کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہمارا بھروسہ تجھ پر ہے۔

(2) ﴿وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا﴾ ''اور تیری ہی جانب ہم نے رجوع کیا ہے'' یعنی ہم نے کفر سے ایمان کی طرف اور عبادت میں تیری توحید کی طرف رجوع کیا۔ (3) تیری اطاعت، تیری رضا اور ان نیک اعمال کی طرف لوٹے جو تیرا قرب عطا کرتا ہے۔

(4) ﴿وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ ''اور تیری ہی جناب میں ہماری واپسی ہے'' یعنی ہر چیز آپ کی طرف لوٹتی ہے اور آپ کے پاس اس کی انتہا ہے آپ ہی فیصلہ کرنے والے ہیں آپ جیسے چاہیں فیصلہ کریں۔

(5) ہم نے اپنے سارے معاملات تیرے حوالے کر دیے اور ہم نے قیامت کے دن زندہ ہو کر آپ کے پاس پہنچنا ہے۔

(6) ہم تیرے پاس حاضر ہونے کی تیاری کر رہے ہیں اور وہ کام کر رہے ہیں جو تیرے قریب کرتے ہیں۔

سوال 7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اظہار بیزاری سے رشتہ داری کے بارے میں کیا حقیقت پتہ چلتی ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اظہار بے زاری سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھنے والوں، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کرنے والوں سے رشتے کا لحاظ نہیں رکھا جا سکتا۔

(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب رشتے دار رب کی نافرمانی کریں یا رب کی نافرمانی پر مجبور کریں یا اپنی مرضی مسلط کرنا چاہیں اور رشتے داری کا واسطہ دے کر رب کے تعلق کو ختم کرنا چاہیں تو ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنا جائز نہیں جھکنا تو ان کو ہی پڑے گا جو رب سے، رب کے کام سے دشمنی رکھتے ہیں۔ رب سے تعلق رکھنے والا سمجھوتہ کرے گا تو اللہ کا مجرم بنے گا اور کل رشتے داری کام نہیں آئے گی۔ کل جدائی ڈال دی جائے گی۔ آج رشتے بچانا بھی چاہیں تو بچ نہیں پائیں گے۔

سوال 8: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے رجوع کیا؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ! ہم نے تجھ پر توکل کیا ہے۔ (2) ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

(3) ہمیں تیری طرف لوٹنا ہے۔

سوال 9: توکل کا کیا مطلب ہے؟

جواب: توکل کا مطلب ہے جہاں تک امکانات موجود ہوں وسائل اختیار کرنے کے بعد اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔

سوال 10: توکل کا کون سا تصور درست نہیں ہے؟

جواب: ظاہری وسائل اختیار کیے بغیر اللہ پر اعتماد کا اظہار کرنا اس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اونٹ کو باہر کھڑا کر کے اندر آ گیا آپ ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے آیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ توکل نہیں ہے ﴿اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ﴾ پہلے اسے کسی چیز سے باندھو پھر توکل کرو۔ (ترمذی صحیح الجامع الصغیر:1068)

سوال 11: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے ساتھ رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے ذہنی اور زمانی رابطہ جوڑ کر کیسے مثال قائم کی؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پر توکل کیا۔ توکل رشتے اور تعلق کی بنیاد ہے جس پر اعتماد ہوتا ہے جس پر بھروسہ ہوتا ہے انسان اسی کی راہ نمائی پر آنکھیں بند کر کے چلتا ہے۔ اسی رشتے کو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ توکل اللہ سے رابطے کا، رشتے کو جوڑنے کا بنیادی ذریعہ ہے۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا﴾ اور تیری طرف ہم نے رجوع کیا یعنی ہر ایک سے منہ موڑ کے تیرے دشمنوں سے محبتیں، تعلقات توڑ کر اپنے خون کے رشتوں کو چھوڑ کر تیری طرف لوٹ آئے ہیں۔ انابت الی اللہ ذہنی، شعوری دلی رشتہ ہے جس کی وجہ سے عملی طور پر ایک انسان اللہ کے لیے جیتا اور اسی کے لیے جان دینا چاہتا ہے۔

(3) ﴿وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ اور تیری طرف لوٹنا ہے سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سارے زمانوں کے تعلقات کو رب سے جوڑ لیا۔ انسان لوٹ جانے کو بھولتا ہے تو ادھر ادھر کے ناکارہ تعلقات میں اٹکتا ہے۔ لوٹ جانے کا احساس انسان کو دنیا میں رب سے جوڑے رکھتا ہے۔ یہ احساس یہ شعور بہت بڑی دولت ہے اسی سے انسان کی ہر سوچ رب کی طرف لوٹتی ہے۔ اسی سے رب کی رضا کے کام ہوتے ہیں۔ اسی سے انسان رب کی طرف focussed رہتا ہے یہی وہ محور ہے جس کے گرد انسان کی سوچوں اور سرگرمیوں کا دائرہ بنتا ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

"اے ہمارے رب! ان لوگوں کے لیے تو ہمیں آزمائش نہ بنا جنہوں نے کفر کیا اور اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" (5)

سوال 1: ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ "اے ہمارے رب! ان لوگوں کے لیے تو ہمیں آزمائش نہ بنا جنہوں نے کفر کیا اور اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اے ہمارے رب! ان لوگوں کے لیے تو ہمیں آزمائش نہ بنا جنہوں نے کفر کیا'' یعنی ہم پر کافروں کو غلبہ نہ دینا۔ ہمارے دین کے معاملے میں ہمیں فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔

(2) یعنی کافروں کو ہم پر مسلط کر کے ہمیں فتنے میں نہ ڈالنا۔ (3) یعنی ایسا نہ ہو کہ کافر ہمیں ان ایمان کے تقاضوں کے مطابق کیے جانے والے کاموں سے روک دیں جن پر عمل کرنے پر ہم قدرت رکھتے ہیں۔ (4) ایسا نہ ہو کہ ہم پر غلبہ پا کر کافر سمجھیں کہ وہ حق پر ہیں اس طرح وہ کفر میں اور زیادہ بڑھ جائیں گے۔

(5)﴿وَاغْفِرْ لَنَا﴾ ''ہمیں بخش دیجیے''! اے ہمارے رب ہم نے جو نیک اعمال انجام دیے جس میں ہم سے خطائیں ہوئیں ان کے بارے میں ہمیں معاف کر دیجیے اور جن گناہوں کا ارتکاب ہم نے کیا تو ہماری مغفرت فرما دے۔

(6)﴿رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اے ہمارے رب''! یقینا تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اے ہمارے رب جو العزیز ہے تو بڑی عزت والا ہے جو تیری پناہ میں آ گیا اس پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا تو الحکیم ہے اپنے اقوال میں حکیم، اپنے افعال میں حکیم اپنی شریعت میں اور اپنی تقدیر میں کمال حکمت والا ہے۔

(7) یا اللہ! تو اپنے غلبے، اپنی عزت اور اپنی حکمت سے دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما دے۔

سوال 2: کافروں کا غلبہ اور تسلط کیسے آزمائش بن جاتا ہے؟

جواب:(1) غلبے اور تسلط کی وجہ سے لوگ سمجھتے ہیں ہم حق پر ہیں۔

(2) اس کی وجہ سے وہ اہل ایمان کو سزائیں دیتے ہیں۔ اس طرح ہمارا وجود ان کے لیے فتنہ بن جائے گا وہ کہیں گے اگر یہ حق پر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے اپنی صفت العزیز کا شعور دلایا ہے کہ اللہ غالب ہے وہ کافروں کے غلبے سے بچا سکتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ کافروں کے غلبے سے بچانے کے لیے تدابیر اور انتظام کر سکتا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو منہ پھیرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بے پرواہ ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' (6)

سوال1:﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو منہ پھیرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بے پرواہ ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے'' رب العزت نے دوبارہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے اسوہ پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔

(2)﴿لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ ''اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے'' یعنی یہ پیروی صرف اس کے لیے آسان ہے جو آخرت کے دن اعمال کی جزا کی امید رکھتا ہوں۔

(3) کیونکہ ایمان اور اجر وثواب کی امید، بندے کے لئے ہر مشکل کام کو آسان اور ہر کثیر کو اس کے سامنے قلیل کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور انبیاء ومرسلین کی اقتدا کی موجب بنتی ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کا بے انتہا محتاج اور ضرورت مند سمجھتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2752,2753)

(4) اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو شوق دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھو۔ قیامت ضرور آئے گی، اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے، ذرے، ذرے کا حساب ہوگا۔ ہر ایک عمل کا انصاف سے بدلہ ملے گا، جنت والوں پر انعامات کی بارشیں ہوں گی اور جہنم والوں پر آگ بھڑکے گی۔

(5)﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور جو منہ پھیرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بے پرواہ ہے'' تمام تعریفوں کے لائق ہے'' جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کی اطاعت سے منہ موڑتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

(6)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جو بے پرواہ ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی کامل غنیٰ کا مالک ہے۔ حقیقی غنی وہی ہے جو کسی پہلو سے بھی مخلوق کا محتاج نہ ہو۔

(7) اللہ تعالیٰ الحمید ہے وہ اپنی ذات اور اپنے افعال میں قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے لیکن مخلوق اسے سراہتی ہے۔

سوال2: یہاں دوبارہ یہ بات کیوں کہی گئی کہ تمہارے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے؟

جواب: یہ بات تاکید کے لیے کہی گئی۔

سوال3: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہی کیوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ پر چل سکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والے ہی حالات وواقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور نصیحت پکڑتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الغنی اور الحمید کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اللہ اور آخرت پر ایمان کی وجہ سے زندگی میں آنے والی تبدیلی سے شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ضرورت نہیں وہ الغنی ہے، بے نیاز ہے لیکن تم اس کے محتاج ہو۔

(2)اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسوے کی تقلید کی وجہ سے اپنی صفت الحمید کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ جانے والے اگر قابل تقلید ہو جاتے ہیں تو وہ تو اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

رکوع نمبر 8

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان جن سے تم دشمنی رکھتے ہو جلد ہی دوستی پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ پوری قدرت رکھنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(7)

سوال 1:﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان جن سے تم دشمنی رکھتے ہو جلد ہی دوستی پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ پوری قدرت رکھنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ دو متضاد چیزوں کو جمع کر سکتا ہے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست بنا دے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے کافروں سے دوستی کو ترک کرنے کا حکم دے کر ان سے اظہار بے زاری کی طرف رغبت دلا کر مسلمانوں کو امید دلائی ہے ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً﴾ ''قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان جن سے تم دشمنی رکھتے ہو جلد ہی دوستی پیدا کر دے'' ہو سکتا ہے اور یہ عجیب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان عداوت کی بجائے رغبت، نفرت کی بجائے محبت پیدا کر دے کیونکہ وہ دو متضاد چیزوں کو جمع کر سکتا ہے۔ وہ دو نفرت کرنے والوں میں محبت پیدا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے انصار پر احسان کرتے ہوئے فرمایا:﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ، اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے

تمہارے دلوں کے درمیان اُلفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔'' (آل عمران:103)

(2)﴿وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ دل بدلنے، حالات بدلنے اور محبت کے اسباب پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ جس کو چاہے ہدایت دے سکتا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے مکہ فتح ہونے کے بعد انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دی۔

(3)﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی جو مشرکوں میں سے اسلام لے آئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے سامنے کوئی گناہ ایسا نہیں جسے وہ معاف نہ کر دے اپنی رحمت سے وہ سارے گناہ معاف کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقینا اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناوہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الزمر:53)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور کافروں میں کیسے محبت پیدا کر دی ہے؟

جواب: جب مکہ فتح ہوا تو لوگ جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی نفرتیں محبتوں میں بدلنا شروع ہو گئیں، وہ جو خون کے پیاسے تھے دست و بازو بن گئے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیر، غفور اور رحیم ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دلوں پر اپنے اختیار کا شعور دلایا ہے کہ جو انسان کا چھپا ہوا معاملہ ہے جس پر انسان اپنا اختیار سمجھتا ہے رب اس معاملے کو بدلنے کی قدرت رکھتا ہے یقیناوہ قدیر ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مسلمان بننے کا موقع دیا ان کی گناہوں کی معافی کے لئے مہلت دی۔ یقیناوہ ''غفور'' ہے ''رحیم'' ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے نفرتوں کو محبتوں میں بدل دیا یقیناوہ رحیم ہے۔

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکال کر لائے کہ تم اُن سے نیکی کرو اور تم اُن کے ساتھ انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے یقینا محبت رکھتا ہے'' (8)

سوال:﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکال کر لائے کہ تم اُن سے نیکی کرو اور تم اُن کے ساتھ انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے یقیناً محبت رکھتا ہے'' مذہبی جنگ نہ کرنے والوں سے حسن سلوک روا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکال کر لائے کہ تم اُن سے نیکی کرو'' اللہ رب العزت نے جب کافروں سے دوستی کا حکم دیا تو بعض مسلمانوں نے قریبی مشرک رشتے داروں سے تعلق کو گناہ سمجھا تو اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ صلہ رحمی اس موالات کے دائرے میں نہیں آتی جسے حرام ٹھہرایا گیا۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ مشرک رشتے داروں سے صلہ رحمی سے نہیں روکتا مگر دو شرائط کے ساتھ انہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہ کی ہو اور تمہیں گھروں سے نہ نکالا ہو۔(3) رب العزت معروف طریقے سے صلہ رحمی اور انصاف کے ساتھ بدلہ لینے سے نہیں روکتا۔

(4)﴿وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ﴾ ''اور تم اُن کے ساتھ انصاف کرو'' یعنی اللہ رب العزت مشرک رشتے داروں سے معروف طریقے سے انصاف کے ساتھ بدلہ لینے سے نہیں روکتا اور ان کافروں سے حسن سلوک کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے مذہبی جنگ نہیں کی اور نہ ہی جنگ کرنے والوں کی مدد کی اور نہ تمہیں جلاوطن کرنے کی سازش کی۔

(5) کافر والدین کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۖ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (لقمان:15)

(6) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ میری والدہ نبی ﷺ کے زمانہ میں میرے پاس آئیں، وہ اسلام سے منکر تھیں۔ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: ''کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے ہمارے دین کے متعلق لڑائی جھگڑا نہیں کرتے)۔'' (صحیح بخاری:5978)

(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے یقیناً محبت رکھتا ہے'' یعنی جو لوگوں سے انصاف کرتے ہیں اور انہیں ان کا حق دیتے ہیں اور وہ اپنے ساتھ بھی عدل کرتے ہیں یعنی جو ان کے ساتھ نیکی کرے وہ جواباً ان کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور

جوان کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔(جامع البیان:69/28)

(8)اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند کرتا ہے اسی وجہ سے انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے انصاف کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔(9)رب العزت نے کافروں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کی ترغیب دلائی ہے۔

(10)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انصاف کرنے والے رحمٰن کے دائیں جانب اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے۔(مسلم:4721)

﴿اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''درحقیقت اللہ تعالیٰ تمہیں صرف اُن سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی یہ کہ تم اُن سے دوستی کرو اور جو اُن سے دوستی کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں''(9)

سوال1:﴿اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ تمہیں صرف اُن سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی یہ کہ تم اُن سے دوستی کرو اور جو اُن سے دوستی کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں'' جو عداوت پر تل جائیں ان سے دوستی چھوڑ دینے کا حکم ہے آیت کی روشنی میں ضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ﴾ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ تمہیں صرف اُن سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی یہ کہ تم اُن سے دوستی کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے دوستی چھوڑنے کا حکم دیا ہے جو تمہاری دشمنی پر تل گئے ہوں۔جنہوں نے تم سے جنگ کی۔جن لوگوں نے تمہیں گھر سے نکالا اور نکالنے میں دوسروں کی مدد کی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو اُنہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم

لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدہ:51)

(2) یعنی تم ایسے لوگوں سے محبت اور نصرت کا رشتہ نہ رکھو۔ (3) یعنی وہ تمہارے دوست نہیں اس لئے ان سے تعلق چھوڑ دو اور ان کی مدد نہ کرو۔

(4) ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور جو اُن سے دوستی کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں'' یعنی جو کافروں سے دوستی رکھیں تو ان کی دوستی کے درجے کے مطابق انہیں عذاب دیا جائے گا۔

(5) اور یہ ظلم موالات کے مطابق ہوگا۔ اگر کسی نے پوری پوری موالات اور دوستی رکھی ہے تو یہ کفر ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ اس سے نیچے (دوستی کے) بہت سے مراتب ہیں جن میں بعض بہت سخت اور بعض نرم ہیں۔ (تفسیر سعدی:2754/3)

سوال 2: ایسے کافروں سے محبت کرنے والے کیوں ظالم ہیں؟

جواب: ایسے کافروں سے محبت کرنے والے نااہل لوگوں سے محبت کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آگے پیش کرتے ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہارے پاس ہجرت کر کے مومن عورتیں آئیں تو اُن کی جانچ پڑتال کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے پھر اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ مومنہ ہیں تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ، یہ اُن کے لئے حلال نہیں اور وہ کافر ان کے لئے حلال نہیں ہوں گے اور جو (مہر) اُنہوں نے خرچ کیا اُنہیں دے دو اور تم پر کوئی گناہ نہیں یہ کہ تم ان سے نکاح کرو جب ان کے مہر تم انہیں دے دو اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو روک کر نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے تم مانگ لو اور چاہیے کہ جو اُنہوں نے خرچ کیا ہے وہ مانگ لیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (10)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہارے پاس ہجرت کر کے مومن

عورتیں آئیں تو اُن کی جانچ پڑتال کرلیا کرو، اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے پھر اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ مومنہ ہیں تو اُنہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ'' مہاجر عورتیں جو دارلکفر سے دارلایمان کی طرف آئیں ان کے لئے جو حکم دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہارے پاس ہجرت کر کے مومن عورتیں آئیں'' رب العزت نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ جب مہاجر عورتیں دارلکفر سے دارالایمان کی طرف آئیں۔

(2)﴿فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾ ''تو اُن کی جانچ پڑتال کرلیا کرو'' یعنی اچھی طرح سے ان کی جانچ پرکھ کرلو تا کہ تم ان کے ایمان کی سچائی کو جان لو۔ (البحرالمحیط: 256/8) (3)﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے'' یعنی ایمان کی صداقت کے بارے میں اصل علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے وہ ایمان کی حقیقت کو خوب جانتا ہے کیونکہ وہ دلوں کے حال خوب جانتا ہے۔

(4)﴿فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ﴾ ''پھر اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ مومنہ ہیں تو اُنہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ'' یعنی اگر اہل ایمان نے انہیں جانچ لیا اور ان کے ایمان کو سچا پایا ہو تو وہ ان عورتوں کو کفار کی طرف واپس نہ بھیجیں۔ سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے بعد) مومن عورتیں ہجرت کر کے آنے لگیں، سیدنا ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا بھی ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں۔ وہ اس وقت جوان تھیں، تو ان کے خاندان والے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کو ان کی طرف (صلح نامہ کی شرط کے مطابق) واپس کر دینے کے لیے سوال کیا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے متعلق ہدایت نازل فرما دی۔ (بخاری: 4180)

(5) صلح حدیبیہ میں اس شرط پر معاہدہ ہوا تھا کہ مکہ کے کافروں میں سے جو مسلمان ہو کر مدینہ آنا چاہے تو اسے مشرکوں کو واپس کر دیا جائے گا اور اس عام لفظ میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔ مردوں کے بارے میں رب العزت نے واپس لوٹانے سے نہیں روکا۔ جبکہ عورتوں کو واپس کرنے میں فساد کا اندیشہ تھا اس لئے رب العزت نے عورتوں کے بارے میں حکم دیا جانچ پرکھ کرلو اگر ایمان میں سچی ہوں تو واپس نہ لوٹاؤ۔

سوال 2: ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۖ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا﴾ ''یہ اُن کے لئے حلال نہیں اور وہ کافر ان کے لئے حلال نہیں ہوں گے اور جو (مہر) اُنہوں نے خرچ کیا اُنہیں دے دو اور تم پر کوئی گناہ نہیں یہ کہ تم ان سے نکاح کرو جب ان کے مہر تم انہیں دے دو اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو روک کر نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا

ہے تم مانگ لو اور چاہیے کہ جو انہوں نے خرچ کیا ہے وہ مانگ لیں'' مشرک مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں، ان عورتوں کے کافر شوہروں کو مہر دینے کے بعد مسلمان مردوں کے لئے ان سے نکاح کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ان کے مہر دیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾ ''یہ اُن کے لئے حلال نہیں اور وہ کافر ان کے لئے حلال نہیں ہوں گے'' یعنی مسلمان عورتیں کافر اور مشرک مردوں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کافر مرد ان کے لئے حلال ہیں۔ بہت بڑی خرابی کی رب العزت نے رعایت رکھی ہے اور شرط پورا کرنے کی بھی رعایت رکھی ہے۔

(2)﴿وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا﴾ ''اور جو (مہر) اُنہوں نے خرچ کیا اُنہیں دے دو'' کہ ان عورتوں کے عوض ان کے شوہروں کو مہر دو اور وہ سب چیزیں بھی جو ان کافر مردوں نے انہیں دی ہیں واپس لوٹا دو۔

(3)﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں یہ کہ تم ان سے نکاح کرو جب ان کے مہر تم انہیں دے دو'' یعنی اگر مسلمان عورتوں کے مہر ان کے کافر شوہروں کو لوٹا دیے ہیں اور نکاح کی ضروری شرائط پوری ہیں مثلاً عدت گزر جانا وغیرہ تو ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایسی صورت میں بھی کہ دار الحرب میں ان کے مشرک شوہر موجود ہوں مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آپ ان کے مہر انہیں دے دیں اور نان ونفقہ ادا کریں۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے لیے مشرکین دو طرح کے تھے۔ ایک اہل حرب کے مشرک کہ جن سے آپ لڑائی کرتے تھے اور وہ آپ سے لڑائی کرتے تھے اور دوسرے عہد و پیمان والے مشرک (یعنی ذمی وغیرہ) کہ آپ ان سے جنگ نہیں کرتے تھے اور نہ وہ آپ سے جنگ کرتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے (مدینہ) آتی تو اسے اس وقت تک پیغام نکاح نہ دیا جاتا جب تک اسے حیض نہ آجاتا اور پھر اس سے پاک نہ ہو جاتی، جب وہ پاک ہو جاتی تو اس سے نکاح جائز ہو جاتا۔ اگر ان کے شوہر ان کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لینے سے پہلے ہجرت کر کے آجاتے تو یہ انھی کو ملتیں اور اگر مشرکین میں سے کوئی غلام یا لونڈی مسلمان ہو کر ہجرت کرتے تو وہ آزاد سمجھے جاتے اور ان کے وہی حقوق ہوتے جو تمام مہاجرین کے تھے۔ (بخاری: 5286)

(5) اس آیت میں رب العزت نے مسلمان عورتوں کی مشرکوں پر حرمت ثابت کر دی ہے۔

(6) اس سے پہلے مسلمان خواتین کا مشرک اور کافروں سے نکاح جائز تھا مثلاً سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیعہ سے ہوا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور ابو العاص مشرک تھے۔ بدر کی جنگ میں ابو العاص بھی ستر بدری قیدیوں میں شامل تھے۔ تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ میں وہ سونے کا ہار دیا جو ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بدر کے واقعہ کے بعد مدینہ ٹھہری رہیں۔ پھر 8 ہجری میں ابو العاص مسلمان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے پہلے نکاح میں ہی انہیں ابو العاص کے پاس بھیج دیا۔ نیا نکاح اور

نیا مہر نہیں باندھا۔

سوال3:﴿وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْئَلُوا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوا مَآ اَنْفَقُوا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو روک کر نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے تم مانگ لو اور چاہیے کہ جو اُنہوں نے خرچ کیا ہے وہ مانگ لیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کافر عورت جب تک اپنے کفر پر قائم ہے مسلمان مرد کے لئے حلال نہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ ''اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو روک کر نہ رکھو'' جب اللہ تعالیٰ نے کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں رکھنے سے منع کیا ہے، تب ان کے ساتھ نکاح کی ابتدا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔ (تفسیر سعدی:2755/3)

(2) سبب النزول: سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ صلح نامے کی تحریر سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اٹھو! اونٹوں کو نحر کرو اور سر منڈوا دو'' راوی کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک آدمی بھی نہیں اٹھا، یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہی فرمایا۔ جب ان میں سے کوئی نہ اٹھا تو آپ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کی کیفیت بیان کی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! آپ چاہتے ہیں کہ لوگ ایسا کریں؟ تو ایسا کیجیے کہ آپ کسی سے کچھ نہ کہیے! باہر جا کر اپنے اونٹوں کو نحر کر ڈالیے اور حجام کو بلوا کر سر منڈوا دیجیے۔ چنانچہ آپ باہر نکلے، آپ نے کسی سے بات نہیں کی بلکہ اپنے اونٹوں کو نحر کیا اور حجام کو بلا کر سر منڈوا دیا۔ جب لوگوں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب کھڑے ہو گئے اور سب نے قربانی ذبح کر دی اور پھر ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے قریب تھا کہ ہجوم کی وجہ سے ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں۔ اس واقعہ کے بعد چند مومنہ عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہارے پاس ہجرت کرنے والی مومن عورتیں آئیں تو اُن کی جانچ پڑتال کر لو۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پھر اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ مومن ہیں تو اُنہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار اُن کے لیے حلال ہیں۔ اور جو (مہر) اُنہوں نے خرچ کیے اُنہیں دے دو۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اُن عورتوں سے نکاح کر لو جب تم اُن کے مہر اُن کو دے دو۔ اور تم خود بھی کافر عورتوں کے نکاح کو باقی نہ رکھو۔'' تو اس دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو جو ابھی تک شرک پر قائم تھیں، طلاق دے دی۔ بعد ازاں ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔ (بخاری:2732,2731)

(3)﴿وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا﴾ ''اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے تم مانگ لو اور چاہیے کہ جو اُنہوں نے خرچ کیا

ہے وہ مانگ لیں'' یعنی جب تمہاری کافر بیویاں کافروں کے پاس واپس جائیں تو ان سے مال کا مطالبہ کرو جو تم نے ان پر خرچ کیا۔ جب کافر اپنی عورتوں کا مہر وصول کر سکتے ہیں تو مسلمان بھی کافر عورتوں کی واپسی کے لئے مہر وصول کرنے کے مستحق ہیں۔

(4) اس آیت کریم میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کی زوجیت سے نکلنا قیمت رکھتا ہے، اگر کوئی فاسد کرنے والا عورت کے نکاح کو، رضاعت یا کسی اور سبب کی بنا پر فاسد کر دے، تو اس کے مہر کی ضمان ہے، یعنی مہر کی ادائیگی ضروری ہے۔ (تفسیر سعدی: 2756/3)

سوال 4: ﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے'' یعنی یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

(2) ﴿يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ﴾ ''وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلے کرتا ہے۔

(3) صلح اور عورتوں کے استثناء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے۔

(4) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ضروریات کو جاننے والا علیم ہے۔ وہ جانتا ہے کونسے احکامات تمہارے لئے درست ہیں۔ وہ حکیم ہے اپنی حکمت اور رحمت کے مطابق احکامات دیتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ اس کے احکامات مصلحت پر مبنی ہیں۔

(6) اللہ تعالیٰ نے کافر عورتوں اور مومنہ عورتوں کے گھمبیر مسائل کا حل دے کر اپنے علم اور حکمت کا شعور دلایا ہے۔

﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کی طرف چلی جائے، تو تم ان کے (شوہروں) کو بدلہ دو، چنانچہ جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں اتنا دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ ذات کہ جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو'' (11)

سوال 1: ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کی طرف چلی جائے، تو تم ان کے (شوہروں) کو بدلہ دو، چنانچہ جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں اتنا دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ ذات کہ جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو'' عورتوں کے بارے میں اللہ رب العزت نے جو حکم دیا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ﴾ ''اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کی طرف چلی جائے''

یعنی اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی کافر عورت مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلی جائے۔

(2)﴿فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا﴾ ''تو تم ان کے (شوہروں) کو بدلہ دو، چنانچہ جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں اتنا دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا ہے'' یعنی مال غنیمت میں سے اتنا مال دو جتنا انہوں نے مہر خرچ کیا۔

(3) جب کفار مسلمانوں سے اس مہر کا بدلہ وصول کرتے تھے جو ان کی بیویوں کے پاس مسلمانوں کی طرف چلا جاتا تھا تو مسلمانوں میں سے کسی کی بیوی کفار کے پاس چلی جائے اور وہ اس سے محروم ہو جائے تو مسلمان پر واجب ہے کہ مال غنیمت میں سے اس مال کا بدل عطا کر دیں جو مہر کی صورت میں اس نے اپنی بیوی پر خرچ کیا تھا۔

(4) مسلمانوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور کافروں نے ٹھکرا دیا۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جب ان کی کوئی عورت تمہارے پاس چلی آئے تو اپنا خرچ نکال کر کچھ باقی بچے تو انہیں دے دو۔ پھر مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔

(5)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ ذات کہ جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے فرائض ادا کرو اور اس کی نواہی سے اجتناب کرو۔ (6) یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ تم ہمیشہ تقویٰ اختیار کرو۔

سوال 2: اگر مسلمان کی بیوی کافر ہو اس کے جانے کی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: (1) اس کے جانے کی صورت میں حکم ہے فَعَاقَبْتُمْ پھر سزا یا بدلہ دو یعنی مسلمان عورتیں جو کافروں کے نکاح میں تھیں ان کافروں سے ملنے والے حق مہر میں سے ان مسلمان مردوں کو دے دو جن کی کافر بیویاں جا چکیں۔

(2) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ کافروں سے جہاد کرو اور جو مال غنیمت ملے اس کو تقسیم کرنے سے پہلے جن کی بیویاں دار الکفر چلی گئی ہیں ان کے خرچ کے مطابق ادا کرو۔ مال غنیمت میں سے مسلمانوں کے نقصان کا ازالہ بھی سزا یا بدلہ ہے۔

(3) اگر مال غنیمت سے بھی ازالے کی صورت نہ ہو تو بیت المال سے ادا کرو۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں، اس بات پر تم سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی نیک کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعا کرو، یقینا

اللہ تعالیٰ واقعی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(12)

سوال1:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں، اس بات پر تم سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی نیک کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ واقعی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' عورتوں کی بیعت کی شرائط کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ﴾ ''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جب مومن عورتیں آپ ﷺ کے پاس آئیں۔

(2)﴿يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''اس بات پر تم سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی'' یعنی ان شرائط میں سے جن پر آپ ﷺ عورتوں سے بیعت لیں گے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق سمجھیں گی اور یہ یقین رکھیں گی کہ تمام طاقتیں اور اختیارات صرف ایک اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں۔ اور عبادت کی کوئی قسم، کوئی بھی فعل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں سمجھیں گی اور یہ یقین رکھیں گی کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری مرادیں اور حاجتیں پوری کرتا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا نظام چلا رہا ہے اور یہ کہ برتری صرف ایک اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

(3)﴿وَّلَا يَسْرِقْنَ﴾ ''اور نہ چوری کریں گی'' یعنی لوگوں کا مال نہیں چرائیں گی۔ سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کنجوس آدمی ہے، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لئے کافی ہو، لہٰذا اگر میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اس قدر لے لو جو تیرے اور تیرے بچوں کے لیے کافی ہو۔'' (مسلم:4477)

(4)﴿وَلَا يَزْنِيْنَ﴾ ''اور نہ زنا کریں گی'' یعنی بے حیائی اور برائی کے کام نہیں کریں گی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ ''اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے۔'' (بنی اسرائیل:32)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے آئیں تو

آپ ﷺ نے اس سے یہ عہد لیا۔ ﴿اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ﴾ (الممتحنة:12) ''وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی'' تو اس نے حیا سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی یہ بات پسند آئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ اے خاتون! اس بات کا اقرار کرلو، واللہ! ہم نے بھی انہی باتوں پر آپ ﷺ سے بیعت کی ہے۔ اس نے کہا کہ (اگر تم نے ان باتوں پر بیعت کی ہے تو) پھر میں بھی بیعت کرتی ہوں۔ پس اس نے اس آیت کریمہ میں مذکور باتوں پر بیعت کرلی۔ (مسند احمد:25229)

(6) ﴿وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ﴾ ''اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی'' جیسا کہ دور جاہلیت میں لوگ بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے۔

(7) قتل اولاد سے مراد ہر قتل ہے خواہ پیدا ہونے سے پہلے کیا جائے یا پیدا ہونے کے بعد اس میں وہ ساری تدبیریں بھی شامل ہیں جس سے حمل قرار نہ پائے۔

(8) ﴿وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی'' بہتان سے مراد غیر پر افترا پردازی ہے، یعنی وہ کسی بھی حالت میں افترا پردازی نہیں کریں گی، خواہ اس کا تعلق خود اپنے اور اپنے شوہر کے ساتھ ہو یا شوہر کے علاوہ دوسرے کے ساتھ ہو۔ (تفسیر سعدی:2757/3)

(9) ﴿وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ﴾ ''اور کسی نیک کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی'' میمون بن مہران کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی تابعداری معروف یعنی طاعت میں مقرر فرمائی ہے۔

(10) یعنی کسی بھی نیک کام میں، جس کا آپ حکم دیں، وہ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی کیونکہ آپ کا حکم معروف کے مطابق (نیک) ہی ہوگا۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ نوحہ کرنے، گریبان چاک کرنے، چہرہ نوچنے اور جاہلیت کی آواز نکالنے کی ممانعت میں آپ کی اطاعت کریں گی۔ (تفسیر سعدی:2757/3) (11) ﴿فَبَايِعْهُنَّ﴾ ''تو اُن سے بیعت لے لو'' یعنی ان شرائط پر آپ عورتوں سے بیعت لے لیں۔

(12) آپ جب مردوں سے بیعت لیتے تو بیعت کرنے والا ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہد کرتا تھا۔ لیکن عورتوں کے لیے یہ طریقہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا، کبھی تو آپ ﷺ عورتوں سے عہد لے کر کہہ دیتے کہ تمہاری بیعت ہوگئی۔ اور کبھی تو ایک چادر کا ایک سرا آپ پکڑتے اور دوسرا سرا عورت پکڑ کر عہد کرتی اور کبھی آپ پانی کے کسی پیالہ وغیرہ میں ہاتھ ڈالتے۔ پھر بیعت کرنے والی عورت دوسرے سرے سے ڈال دیتی اور جب باتوں پر آپ عورتوں سے یا مردوں سے بیعت لیتے رہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آپ ﷺ کے پاس آتیں۔ آپ ﷺ اس آیت کے مطابق ان کا امتحان لیتے۔ پھر جو عورت ان شرطوں کو قبول کرتی۔ آپ ﷺ زبان سے ہی فرما دیتے کہ میں نے تجھ سے بیعت کی۔ اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ (بخاری، کتاب التفسیر) (تیسیر القرآن:432/4)

(13) سیدنا عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں کا اس آیت کے مطابق امتحان لیا کرتے تھے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں، اس بات پر تم سے بیعت کرلیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی معروف کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو۔ اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعائے مغفرت کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' سیدنا عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو مومن عورت اس شرط کا اقرار کر لیتی تو رسول اللہ ﷺ اس سے زبانی ارشاد فرماتے: میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔'' اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا تھا۔ آپ ان سے مخاطب ہو کر زبانی یہ فرماتے ہوئے بیعت لیتے تھے: ''میں نے تم سے اس پر یہ بیعت لے لی۔'' (بخاری:4891)

(14) سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو آپ نے ہمارے سامنے اس آیت کی تلاوت کی ﴿اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ﴾ ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں'' اور ہمیں نوحہ (یعنی میت پر زور زور سے رونا پیٹنا) کرنے سے منع فرمایا۔ نبی ﷺ کی اس ممانعت پر ایک عورت (خدام عطیہ رضی اللہ عنہا) نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کیا کہ فلاں عورت نے نوحہ میں میری مدد کی تھی، میں چاہتی ہوں کہ اس کا بدلہ چکا آؤں نبی ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا چنانچہ وہ گئیں اور پھر دوبارہ آ کر نبی ﷺ سے بیعت کی۔ (بخاری:4892)

(15) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید الفطر کی نماز پڑھی ہے۔ ان تمام بزرگوں نے نماز خطبہ سے پہلے پڑھی تھی اور خطبہ بعد میں دیا تھا (ایک مرتبہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد) نبی کریم ﷺ اترے گویا اب بھی میں نبی کریم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں، جب آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے پھر آپ صف چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں، اس بات پر تم سے بیعت کرلیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی معروف کام میں وہ تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو۔ اور اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعائے مغفرت کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' آپ ﷺ نے پوری آیت آخر تک پڑھی جب آپ ﷺ آیت پڑھ چکے تو فرمایا تم ان شرائط پر قائم رہنے کا وعدہ کرتی ہو؟ ان میں سے ایک عورت نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! ان کے سوا اور کسی عورت نے (شرم کی وجہ سے) کوئی بات

نہیں کہی۔حسن کو اس عورت کا نام معلوم نہیں تھا بیان کیا کہ پھر عورتوں نے صدقہ دینا شروع کیا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا لیا۔ عورتیں بلال کے کپڑے میں چھلے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔(بخاری:4895)

(16)﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ﴾ ''اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعا کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی مغفرت مانگیں یہ ان کی دل جمعی کے لئے ہوگی۔

(17)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ واقعی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی مغفرت فرمانے والا اور گناہ گاروں پر احسان کرنے والا غفور ہے اور اس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔اور وہ ساری مخلوقات پر رحم کرنے والا رحیم ہے۔

سوال2: اس بیعت میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ حکمت واضح کریں؟

جواب:(1) یہ ارکان اسلام ہیں اس لیے ان کی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔

(2) اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ نے خاص طور پر ان چیزوں کی بیعت لی جن کا عام طور پر خواتین ارتکاب کرتی تھیں۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ سے بیعت لیتے وقت مغفرت کی دُعا کی خصوصی ہدایت کی گئی، حکمت واضح کریں؟

جواب: ایمانی معاہدے کے وقت انسان کو اپنی خطائیں اور غلطیاں بہت پریشان کرتی ہیں۔انسان اپنے ماضی کے گناہوں پر اتنا نادم ہوتا ہے کہ اسے امید اور اعتماد چاہیے ہوتا ہے۔اس لیے رسول اللہ ﷺ سے مغفرت کی دُعا کرنے کے لیے کہا گیا تاکہ ان کے دلوں پر مرہم کا کام کرے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور رحیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بیعت سے اپنی رحمت کا اور رسول اللہ ﷺ کی دُعا سے اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے یقیناً وہ آخرت سے اسی طرح نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے وہ کافر نا اُمید ہو چکے جو قبروں والے ہیں''(13)

سوال1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے یقیناً وہ آخرت

سے اسی طرح نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے وہ کافر نا اُمید ہو چکے جو قبروں والے ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے'' یعنی ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں سے دور رہیں تو جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا یعنی یہودیوں پر ان لوگوں سے دوستانہ تعلقات نہ رکھو۔

(2) یعنی کافروں سے دوستی کے تعلقات ترک کر دو خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں سے ناراض ہے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں۔

(3)﴿قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ﴾ ''یقیناً وہ آخرت سے اسی طرح نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے وہ کافر نا اُمید ہو چکے جو قبروں والے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں۔ مایوس لوگوں سے دوستی نہ کرو انہیں رازدار نہ بناؤ۔

(4) جیسے زندہ کافر اپنے مردہ رشتے داروں سے مایوس ہیں کہ اب ان سے ملاقات نہ ہوگی۔

(5) کافر قیامت اور موت کے بعد کی زندگی کو نہیں مانتے اس لئے وہ مردوں سے ملاقات سے قطعی نا امید ہیں۔ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اس لئے ان سے دوستی کرنے سے بچو ورنہ تم بھی آخرت کی بھلائی سے مایوس ہو جاؤ گے جیسے وہ محروم ہو گئے۔

سوال 2: آخرت سے مایوس ہونے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ یعنی قیامت کا برپا ہونا ان کے شعور میں کسی طرح آتا ہی نہیں ساری کوششیں بے کار ہیں۔

سوال 3: قبروں میں مدفون لوگوں کے مایوس ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: قبروں میں مدفون کافر چونکہ جان چکے کہ انہوں نے کفر کے انجام کو پہنچنا ہے اس لیے وہ خیر کی توقع نہیں کر سکتے تو جیسے قبروں والے مایوس ہیں ایسے ہی زندہ کافر اپنے انجام سے مایوس ہیں، کیونکہ دونوں کا انجام ایک جیسا ہے۔

اٰیاتها ۱۴ ۶۱ سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۹ رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 14 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 61 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 109 ہے۔

رکوع نمبر 9

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(1)

سوال 1: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اس کائنات کی ہر چیز زبان قال و زبان حال سے اللہ تعالیٰ تسبیح اس کی پاکیزگی بیان کر رہی ہے۔

(2) ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ سب پر کامل غلبہ رکھتا ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے یا اس کا انکار کرتا ہے یا اس کی نافرمانی کرتا ہے اُن سے انتقام لینے میں وہ ان سب پر غالب ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ العزیز ہے اس کے سامنے سب سرنگوں ہیں، جھکے ہوئے ہیں۔

(4) ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے افعال، اپنی شریعت اپنے امر اور اپنی تقدیر میں کمال حکمت والا ہے۔ (الاساس فی التفسیر)

سوال 2: اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم کی تسبیح پوری کائنات کر رہی ہے۔ آغاز میں تسبیح کی بات لا کر اہلِ ایمان کو کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: (1) اہلِ ایمان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ تمہارا دین توحید ساری کائنات کا دین ہے۔ (2) تم اس دین کے امین ہو۔

(3) جو لوگ اس دین کے دشمن ہیں وہ اس کی روشنی کو بجھا دینا چاہتے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ نے یہ دعوت دی ہے کہ اس دین کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ اسے غالب کرنا چاہتا ہے تاکہ کائنات کا اور انسان کا ایک دین ہو جائے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے ایک دین سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اُس کے غلبے کی وجہ سے کائنات ایک قانون کی پابند ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ایک دین سے اپنی صفت الحکیم کا شعور دلایا ہے۔ یہ اس کی حکمت ہے کہ اُس نے کائنات کو اس طرح منظم کیا ہے کہ وہ جب سے وجود میں آئی ہے بے خطا نظام کی بے مثال گواہی بن گئی ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟''(2)

سوال: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟'' یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کی تصدیق تم اپنے عمل سے نہیں کرتے۔ تمہارے اعمال تمہارے اقوال کی مخالفت کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 87/28)

(2) سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے سنا تھا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا۔ اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی۔ اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔ جہنم میں ڈالے جانے والے اس کے قریب آ کر جمع ہو جائیں گے۔ اور اس سے کہیں گے۔ اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کے لیے نہیں کہتے تھے، اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ شخص کہے گا جی ہاں! میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا۔ لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ برے کاموں سے تمہیں منع بھی کرتا تھا۔ لیکن میں اسے خود کیا کرتا تھا۔ (بخاری: 3267)

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس کے اس کی امت میں سے حواری اور (مخلص) ساتھی ہوتے جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں تھے اور کرتے وہ کام تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ان سے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو شخص ان سے دل سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا (درجہ) نہیں۔'' (مسلم: 179)

(4) قاشانی نے کہا: حقیقی ایمان کے لوازمات میں سچائی اور ارادوں کی پختگی ہے اور ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ سے مراد جھوٹ کا بار اٹھانا اور وعدہ خلافی کرنا ہے۔ تو جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس پر ان دونوں سے اجتناب لازم ہے۔ یہ ان کے ایمان کا تقاضا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان کے ایمان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (تفسیر قاسمی: 141/16)

(5) اس آیت میں اس شخص کی مذمت ہے جو وعدہ خلافی کرے اور زبان سے کہہ کر اس پر عمل نہ کرے۔ ایفائے عہد کو ہر پہلو سے واجب قرار دینے پر یہ آیت دال ہے یعنی وعدے میں تاکید ہو یا نہ ہو ہر حال میں اسے پورا کرنا واجب ہے۔ ایک مشہور حدیث میں ہے کہ ''منافق

کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔'' (بخاری، مسلم) (مختصر ابن کثیر: 2/2054)

(6) شانِ نزول: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عمل بتا دیتا جو اسے سب سے زیادہ پسندیدہ ہوتا تا کہ ہم اس پر عمل پیرا ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خبر دی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک وشبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر یہ گراں گزرا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جنہیں نہیں کرتے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے، زید بن اسلم رحمہ اللہ جہاد مراد لیتے ہیں۔ (ابن کثیر: 343,342)

﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو'' (3)

سوال 1: ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو'' قول وفعل کا تضاد رب العزت کے نزدیک کیوں ناپسندیدہ ہے آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو'' قول وفعل میں تضاد نفاق کی علامت ہے۔ قول وفعل میں تضاد کی وجہ سے انسان کے اندر کھوٹ آجاتا ہے۔ انسان کا قلب روشنی سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسے بلب فیوز ہو جائیں تو روشنی کے لئے ہر کوشش ناکام ہو جاتی ہے، ایسے ہی بجھے ہوئے دل سے، کھوٹے دل سے فطری روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ جب دل تاریک ہو جاتا ہے تو انسان کی عملی زندگی اندھیروں میں ڈوب جاتی ہے۔ وہ ایک بے عمل انسان بن جاتا ہے، بے اطمینانی کا شکار رہتا ہے اور معاشرے کے لئے مفید کارکن ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی زندگی بے کار، بے مصرف اور بے مقصد ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی انسان زمین کا بوجھ ہیں۔ اسی وجہ سے قول وفعل کا تضاد رب العزت کو سخت ناپسند ہے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کسی میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی گئی اس میں نفاق میں سے ایک خصلت پائی گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو وفا نہ کرے اور جب اختلاف ہو تو جھگڑا کرے۔'' (بخاری: 34)

(3) سیدنا عبداللہ بن عامر ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، جبکہ میں ابھی بچہ ہی تھا۔ میں کھیلنے

کے لیے باہر نکلا، میری امی نے کہا، اے عبداللہ! آؤ میں تمہیں کچھ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟'' انہوں نے کہا کہ میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔'' (مسند احمد:3/447،ح:15708،ابوداود:4991)

(4) یعنی تم نیکی کی باتیں کرتے ہو لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیتے ہو اس پر لوگ تمہاری تعریف بھی کرتے ہیں اور تمہاری صورت حال یہ ہے کہ تم خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ تم لوگوں کو برائی سے روکتے ہو اور اپنے آپ کو بعض اوقات اس برائی سے پاک قرار دیتے ہو حالانکہ تم وہ برائی کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی والی بات ہے کہ انسان دوسروں کو ایسی بات کہے جو خود نہ کرتا ہو۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' (البقرۃ:44)

(6) سیدنا شعیب علیہ السلام نے اس حقیقت کا اظہار یوں فرمایا: ﴿وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾ ''اور میں ارادہ نہیں رکھتا کہ میں تمہارے برخلاف وہ کام کروں جن سے میں تمہیں روکتا ہوں جہاں تک میں کر سکوں میں تو اصلاح کا ارادہ ہی رکھتا ہوں اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔'' (ہود:88)

سوال 2: قول و فعل میں تضاد کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: قول و فعل میں تضاد نفاق کی علامت ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اُس کے راستے میں صف بستہ ہو کر جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں'' (4)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اُس کے راستے میں صف بستہ ہو کر جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ 'یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اُس کے راستے میں جہاد کرتے ہیں'' یعنی اس کے دین کے راستے میں اور اس کی شریعت کے ضمن میں، نہ اس کے غیر کے راستے میں اور نہ شریعت سے نکلنے والے ہو کر۔ (الاساس فی التفسیر:10/5878،5879)

(2) مومنوں نے تو کہا: ہم اس سے محبت رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال کی خبر دے جو اسے محبوب ہیں اگرچہ اس راستے میں ہمارے مال اور ہماری جانیں چلی جائیں۔(فتح القدیر:5/269)

(3) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کہنے والوں میں سیدنا عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے جب یہ آیت اتری اور معلوم ہوا کہ جہاد سب سے زیادہ عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کرلیا کہ میں تو اب سے لے کر مرتے دم تک اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو وقف کر چکا ہوں چنانچہ اسی پر قائم رہے یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہید بھی ہو گئے۔(ابن کثیر:343)

(4) الرص کے معنی تعمیر کو ایک دوسرے کے ساتھ پیوست اور مستحکم کرنے کے ہیں۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پتھر کو پتھر پر رکھ کر پتھریاں اور روڑیاں ملا کر گارا ڈالنے کو اہل مکہ رصاص کہتے ہیں۔امام راغب رحمۃ اللہ علیہ بنیان مرصوص کے معنی مستحکم کے لیتے ہیں یہ کنایہ ہے۔جنگ میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر چلنے کے جیسا کہ فراء رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔روح وصراح میں رص کے معنی چونہ سے گچ کرنے کے ہیں۔(کمالین وجلالین:6/511)

(5) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب اور اس بات کی تعلیم ہے کہ انہیں جہاد میں کیا کرنا چاہیے؟ ان کے لئے مناسب ہے کہ وہ جہاد میں ایک دوسرے کے ساتھ برابر کھڑے ہو کر صف بندی کریں اور صفوں میں کوئی خلل واقع نہ ہو، صفیں ایک نظم اور ترتیب کے مطابق ہوں، جس سے مجاہدین کے مابین مساوات اور ایک دوسرے کے لئے قوت اور دشمن پر رعب طاری ہوتا ہو اور اس سے مجاہدین میں ایک دوسرے کے لئے نشاط پیدا ہوتا ہو بنابریں جب لڑائی کا وقت آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اصحاب کرام کی صف بندی کرتے اور ان کو ان کی اپنی اپنی جگہوں پر اس طرح ترتیب دیتے جہاں وہ ایک دوسرے پر بھروسہ نہ کریں بلکہ ہر دستہ اپنے مرکز کے ساتھ رابطے کا اہتمام رکھتا اور اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا، اسی طریق کار سے کام پایہ تکمیل کو پہنچتا اور کمال حاصل ہوتا۔(تفسیر سعدی:3/2759)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص کا گزر ایک گھاٹی سے ہوا، جہاں میٹھے (وخوش گوار) پانی کا ایک چشمہ بہتا تھا۔اس کا ذائقہ اسے اچھا لگا، اس نے سوچا، اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر یہاں ٹھہر جاؤں (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں تو کتنا اچھا ہو) تاہم میں یہ کام اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں۔بعد ازاں اس نے سارا ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرنا، بے شک تم میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ میں کھڑے ہونا گھر کی ستر (70) سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ سو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو۔(سنو!) جو شخص اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ جتنا بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑا اس پر جنت واجب ہو گئی۔(ترمذی:1650، مسند احمد 2/68 ح:2382)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو دوست رکھتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ جہاد کی کیا خصوصیات واضح کی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بارے میں واضح کیا ہے: (1) وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہو۔ (2) صفوں کے اندر تنظیم ہو۔ (3) جم کر لڑنے کی صورت ہو۔ (4) جہاد کرنے والوں کے دل ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہوں۔

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو؟ حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (s)

سوال: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو؟ حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:'' یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے حالات پر انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ﴾ ''تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو؟'' یعنی تم مجھے اپنی باتوں اور اپنے طرزِ عمل سے کیوں اذیت دیتے ہو۔

(3) ﴿وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ﴾ ''حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' یعنی تم سمجھتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اس کے باوجود مجھے اذیت دیتے ہو۔

(4) یعنی رسول کی عزت کرنا، اس کے احکامات کی فرماں برداری کرنا اور اس کے فیصلوں کو قبول کرنا رسول کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد رسول کا تم پر سب سے زیادہ احسان ہے۔ تم یہ سب کچھ جاننے کے باوجود رسول کو اذیت دیتے ہو؟

(5) اس آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو آپ کی قوم اذیت پہنچا رہی ہے تو آپ پریشان نہ ہوں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی لوگوں نے تنگ کیا تھا جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ میری سچائی تم پر روشن ہے پھر مجھ پر ایمان کیوں نہیں لاتے، انہوں نے صبر کیا اور آپ ﷺ بھی صبر سے کام لیں۔

(6) نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو، سب سے زیادہ انہیں ستایا گیا مگر وہ صبر ہی کرتے رہے۔ (صحیح بخاری:3405)

(7) ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا'' یعنی جب وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایذائیں دے کر حق سے کترا کر باطل کی طرف جھک گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ہدایت سے ٹیڑھے کر دیے۔ (ایسر التفاسیر:1621،1622) (8) یعنی ان کی کج روی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت کی توفیق نہ دی۔

(9) یعنی جب وہ جان بوجھ کر حق کی پیروی کرنے سے ہٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے ان کے دل پھیر دیے اور ان کے دلوں میں شک پیدا کر دیا۔

(10) ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔'' (النساء:115)

(11) اس آیت میں ایمان والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تنگ نہ کرنا۔ فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا۔'' (الاحزاب:69)

(12) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا جو فاسق ہیں۔

(13) اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو گمراہ کرنا اس کا ظلم نہیں اور نہ بندوں پر اس کی کوئی حجت ہے بلکہ اس گمراہی کا سبب وہ خود ہیں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کو پہچان لینے کے بعد اپنے آپ پر ہدایت کے دروازے خود بند کر لیے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدلے کے طور پر سزا دیتے ہوئے اور اپنے عدل کی بنا پر ان کو گمراہی اور کج روی میں مبتلا کرتے ہوئے ان کے دلوں کو بدل ڈالتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔'' (الانعام:110) رسول کا اکرام و تعظیم، اس کے احکامات کی تعمیل اور اس کے فیصلے کو قبول کرنا رسول کا حق ہے۔ رہا رسول کو اذیت پہنچانا جس کا مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد سب سے بڑا احسان ہے، تو یہ سب سے بڑی

بے شرمی، جسارت اور صراط مستقیم سے انحراف ہے جسے جان بوجھ کو انہوں نے ترک کر دیا۔ (تفسیر سعدی:2760/3)

سوال 2: بنی اسرائیل کیسے ٹیڑھے ہوئے؟

جواب: (1) بنی اسرائیل نے علم کے باوجود حق سے منہ موڑا۔ (2) بنی اسرائیل نے حق کے مقابلے میں باطل کو اختیار کیا۔ یہ ٹیڑھے پن کی دلیل ہے۔ (3) بنی اسرائیل نے خیر کے مقابلے میں شر کو ترجیح دی۔ (4) بنی اسرائیل نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو اختیار کیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دلوں کو کیوں اور ٹیڑھا کر دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ان کے دلوں کو مستقل طور پر ہدایت سے پھیر دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جو انسان کفر اور گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے اُس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔

(3) جب کسی کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتے ہیں تو نافرمانیاں کرنا، کفر کرنا، ظلم کرنا اس کی عادت بن جاتی ہے جس کو تبدیل کرنے کی کوئی استطاعت نہیں رکھتا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت کیوں نہیں دیتا؟

جواب: جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق گمراہ کرتے ہیں انہیں پھر وہ ہدایت نہیں دیتے۔

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: ''اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔'' چنانچہ جب وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''یہ کھلا جادو ہے''(6)

سوال: ﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: ''اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا'' چنانچہ جب وہ اُن کے پاس کھلی

نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''یہ کھلا جادو ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ ''اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا'' رب العزت نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی دشمنی کے بارے میں آگاہ فرمایا جن کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دعوت دی۔

(2)﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اے بنی اسرائیل!'' یعنی اے اولاد یعقوب جن کا لقب اسرائیل ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اے میری قوم نہیں کہا جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیونکہ وہ ان میں سے نہیں تھے وہ بن باپ کے پیدا ہوئے اور ان کی ماں صدیقہ تھیں۔

(3)﴿اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ﴾ ''یقیناً میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بھلائی کی طرف بلاؤں اور برائی سے روکوں۔

(4)﴿مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ﴾ ''اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی'' یعنی میں پہلے آنے والی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور وہی کچھ لے آیا ہوں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام تورات اور شریعت میں سے لے کر آئے تھے۔ اگر میں نبوت کا ایسا مدعی ہوتا جو اپنے دعوئے نبوت میں سچا نہ ہوتا، تو میں ایسی چیز لاتا جسے انبیاء اور مرسلین لے کر نہیں آئے۔ میرا اپنے سے پہلے آنے والی کتابوں کی تصدیق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تورات میں میری بعثت کی خبر اور میرے آنے کی خوش خبری دی ہے اور مجھے تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2761/3)

(5)﴿وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ ''اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نبی ﷺ کے آنے کی خوش خبری دی۔

(6) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کئی نام ہم سے بیان کرتے تھے، آپ نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں متقی (یعنی عاقب) ہوں، میں حاشر ہوں، میں نبی التوبہ اور نبی الرحمۃ ہوں۔ (مسلم: 2355)

(7) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو حشر میں میرے بعد جمع کرے گا اور میں عاقب ہوں۔ (صحیح بخاری: 4896)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ

اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (الاعراف:157)

(9)﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اُس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اُس کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم نے اقرار کیا۔'' فرمایا: ''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔'' (آل عمران:81)

(10)﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''چنانچہ جب وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا'' یعنی جب محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل لے کر آ گئے جن کی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

(11)﴿قَالُوْا﴾ ''تو انہوں نے کہا:'' تو انہوں نے حق کی دشمنی کی وجہ سے آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔

(12)﴿هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''یہ کھلا جادو ہے'' انہوں نے قرآن کو کھلا جادو قرار دیا جیسا کہ فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اور یہود نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کس حکمت کی وجہ سے کیا؟

جواب: (1) بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بھی نافرمانی کی تھی۔

(2) نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لئے بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کی تاریخ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب سے بھری ہوئی ہے۔

سوال 3: تورات کی تصدیق کا کیا مطلب ہے؟

جواب: تورات کی تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ میں جو دعوت دے رہا ہوں وہی تورات کی دعوت ہے۔

سوال 4: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تصدیق کی جب کہ ان کے اوپر انجیل نازل ہوئی تھی، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) تورات کی تصدیق کا مطلب یہ تھا کہ تورات اور انجیل کا ماخذ ایک ہے۔

(2) اس تصدیق میں حکمت یہ تھی کہ جیسے تم سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا سلیمان علیہ السلام اور سیدنا داؤد علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ایسے ہی مجھ پر بھی ایمان لے آؤ۔

سوال5: احمد کا کیا مطلب ہے؟

جواب: احمد کا مطلب ہے تمام لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والا۔

سوال6: رسول اللہ ﷺ کی بشارت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی، اس کا اظہار رسول اللہ ﷺ نے کیسے کیا؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہوں۔

سوال7: محمد رسول اللہ ﷺ کا نام احمد بھی ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ کی کیسی تعریف کی گئی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی خوبیوں اور کمالات کی وجہ سے آپ ﷺ کی جتنی تعریف کی گئی اتنی کسی دوسرے انسان کی نہیں کی گئی۔

سوال8: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کھلی دلیلیں لانے پر بنی اسرائیل نے کیا کہا؟

جواب: بنی اسرائیل نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو قرار دیا۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑے جب کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو؟ اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (7)

سوال1: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑے جب کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو؟ اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑے'' یعنی اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کی طرف اولاد اور شریکوں کو منسوب کرے۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کے حلال قرار دیئے ہوئے کو حرام یا حرام کیے ہوئے کو حلال قرار دے کر کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(3) ﴿وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ﴾ ''جب کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو؟'' جب کہ اسے توحید کی طرف بلایا جا رہا ہو۔

(4) یعنی اس پر اسلام کے دلائل واضح کیے جا رہے ہوں۔

(5) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' یعنی جو لوگ اپنے ظلم پر قائم ہیں جنہیں کوئی نصیحت اپنے ظلم سے باز نہیں رکھ سکتی نہ کوئی دلیل و برہان ان سے ہٹا سکتی ہے۔ خاص طور پر یہ ظالم لوگ جو حق کے مقابلے میں کھڑے ہوئے

ہیں تا کہ اسے ٹھکرا دیں اور باطل کی مدد کریں۔(تفسیر سعدی:2762/3)

سوال2: بڑا ظالم کون ہے؟

جواب:(1) جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دے۔(2) جو اسلام کی طرف بلائے جانے پر منہ موڑ جائے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کن ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا جو اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''وہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہنے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں''(8)

سوال1: ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''وہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہنے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ﴾ ''وہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں'' یعنی یہ ان کا ارادہ، ان کی آرزو ہے کہ وہ اپنی فاسد باتوں سے، باطل کے تیز جھونکوں سے حق کا نور بجھا دیں۔ وہ حق کو ٹھکرانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے پھونکوں سے سورج کی روشنی کو بجھانا چاہے۔ سورج کی روشنی پر سارے جہان کے انسانوں کی پھونکوں کا بھی کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ظالموں کی سازشوں سے اسلام کی روشنی نہیں بجھ سکتی۔

(2) یعنی وہ نبی ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں جب کہ آپ ﷺ جادو لے کر نہیں آئے۔(جامع البیان:91/28)

(3) ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ حق کا اعلان کرتا ہے اور اپنے دین کا اظہار کرتا ہے اور محمد ﷺ کا مددگار رہے۔ یہ اس کے نور کا اہتمام ہے۔(4) یہاں نور سے مراد اسلام ہے۔ ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد قرآن ہے۔(5) یعنی اللہ تعالیٰ قرآن کو مکمل کیے بغیر، اسلام کو اتمام تک پہنچائے بغیر نہیں رہے گا۔

(6) ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اگرچہ کافر ناپسند کریں'' یعنی کافروں کو ناپسند ہو اسلام کی روشنی کو دیکھ کر ان کی نظریں چندھیا جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے والا نہیں۔(7) یعنی کافر اس نور کو بجھانے کی کوشش کریں گے تو مغلوب ہوں گے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾(۳۲)

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ(۳۳)﴾ ''وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ نہیں مانتا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگرچہ کافر لوگ بُرا جانیں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے اگرچہ مشرک لوگ بُرا جانیں۔'' (التوبہ:33,32)

سوال2: اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کیسے کمال تک پہنچانے والا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے تمام دینوں پر غالب کرنے والا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ اس دین کو دلائل کا اور مادی غلبہ عطا کرنے والا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ اس کو چار دانگ عالم میں پھیلانے والا ہے اگرچہ کافر برا منائیں۔

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں'' (9)

سوال1: ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِیْٓ﴾ ''وہ ہے جس نے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے۔

(2) ﴿اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ﴾ ''جس نے اپنے رسول کو بھیجا'' یعنی جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔

(3) ﴿بِالْهُدٰى﴾ ''ہدایت کے ساتھ'' یعنی حق کے بیان کرنے کے ساتھ یعنی اس نے اپنا رسول نفع مند علم اور عمل صالح کے ساتھ بھیجا۔

(4) ﴿وَدِیْنِ الْحَقِّ﴾ ''اور دین حق'' یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ اور اسلام کے۔

(5) ﴿لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ ''تا کہ اُسے تمام دینوں پر غالب کر دے'' یعنی وہ دین حق جس کے ساتھ محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔ اس دین کو حجت اور دلیل کے ذریعے تمام ادیان اور اہل دین پر یعنی باطل قوتوں پر غالب کر دے۔

(6) یعنی کوئی اس دین پر دلیل سے غالب نہیں آ سکتا نہ اس کے بارے میں جھگڑا کرنے والا ہے۔

(7) ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ''اگرچہ مشرک ناپسند کریں'' یعنی مشرک خواہ کتنا ناپسند کریں یہ دین غالب آ کر رہے گا۔

سوال2: کیا اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو کر رہے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو کر رہے گا اگرچہ مشرک ناخوش ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

سوال3: غلبۂ دین کے مراحل کیا ہیں؟

جواب:(1)غلبۂ دین کا آغاز دین کے علم سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت حدیث کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔(2)اسلام علمی تحریک ہے۔جب تک مسلمان علمی میدان میں ترقی نہیں کریں گے غلبہ مقدر نہیں ہوسکتا۔
(3)اسلام کے غلبے کے لئے ایسی شخصیات کی تیاری کی ضرورت ہے جو غلبۂ دین کے لئے کام کریں،جن کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو،جو مؤمن،مخلص اور محسن ہوں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غلبۂ دین کے لئے تعلیم کے ساتھ تربیت ضروری ہے۔
(4)اسلام کے غلبہ کے لئے Knowledge کی Islamisation ضروری ہے۔علم کی بنیادوں کو عقیدے کی بنیاد پر درست کئے بغیر غلبے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔(5)غلبۂ اسلام کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ کار اختیار کرنا ضروری ہے یعنی دعوت اور جہاد۔

رکوع نمبر 10

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟(10)

سوال 1:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے'' دردناک عذاب سے نجات دینے والی تجارت کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!''یعنی اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی۔(2)﴿هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ﴾''کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں''یعنی کیا اس عظیم تجارت کی طرف آپ کی رہنمائی کریں۔
(3)﴿تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾''جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے''یہ ارحم الراحمین ہستی کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے سب سے بڑی تجارت،جلیل ترین مطلوب اور بلند ترین مرغوب کی طرف راہ نمائی،دلالت اور وصیت ہے،جس کے ذریعے سے المناک عذاب سے نجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمت کے حصول میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے پیش کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ بصارت والا ہر شخص اس میں رغبت رکھتا ہے اور ہر عقل منداس کی طرف مائل ہوتا ہے۔گویا کہا گیا ہے کہ وہ کون کون سی تجارت ہے جس کی یہ قدر ہے؟(تفسیر سعدی:2764/3)
(4)رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا

﴿بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ذمے پکا وعدہ ہے، اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التوبہ:111)

(5) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عمل پوچھنا چاہا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب عملوں سے زیادہ محبوب ہے تاکہ وہ اس کی سعادت سے فیض یاب ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری۔ اس سورت کی یہ آیت ہے جو اس سلسلے میں اتری۔ پھر اس جلیل الشان تجارت کی وضاحت فرمائی جو روبہ انحطاط ہونے والی نہیں اور جو منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے اور جہنم جیسی خطرناک اور دردناک گڑھوں سے بچانے والی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/2059)

سوال 2: تجارت کیا ہے؟

جواب: تجارت ایسا کام ہے جس میں انسان اپنا سرمایہ لگا کر، محنت کر کے، وقت لگا کر نفع کی اُمید رکھتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو کس چیز کی ترغیب دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے ساتھ تجارت کی ترغیب دلائی ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے کیسی تجارت کی ترغیب دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایسی تجارت کی ترغیب دلائی ہے جو دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔

﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے'' (11)

سوال 1: ﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ'' ابن ابی حاتم نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے کہا: اگر ہم جانتے کہ یہ تجارت کیا ہے۔ ہم اس میں اپنے مال اور گھر والوں کو لگاتے تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (تفسیر منیر:554/14)

(2) ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن میدان جنگ سے بھاگنے کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے۔ اور نیز سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتلاؤں الخ، تو اس پر مسلمان بولے کاش ہمیں اس تجارت کا علم ہو جاتا کہ وہ کیا ہے تو ہم اس میں اپنے مالوں اور گھر والوں کو دے دیتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس:371/3)

(3) یعنی تم اللہ تعالیٰ کے رب اور الٰہ ہونے کی تصدیق کرو اور محمد ﷺ کے نبی اور رسول ہونے کی تصدیق کرو۔ (ایسر التفاسیر:1625,1624)

(4) یعنی ایمان صادق جس میں شک اور نفاق کا شبہ نہ ہو۔ (صفوۃ التفاسیر:353/3)

(5) ﴿وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے دین کے راستے میں جہاد کرو اور اپنے مالوں اور جانوں کو اس کے راستے میں لگاؤ۔ (جامع البیان:93/28)

(6) یعنی جان اور مال لگانے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے کلمے کی پابندی ہو۔

(7) جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک نفس سے ہو اور وہ شہوات سے رکنا اور طمع سے رکنا اور خلق پر رحم اور شفقت کرنا ہے اور دوسرا دشمنی سے جہاد اور ان کی زیادتیوں کو روکنا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے دین کو نشر کرنا ہے۔ (تفسیر منیر:555/14)

(8) ﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے'' یعنی یہ راس المال ہے جو تم آگے بھیجو گے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے اپنے نفس، مال اور بیٹوں کے ساتھ تجارت کرنا بہتر ہے اگر تم اس کے فائدوں اور اس کی خوشبو کو چاہتے ہو۔ (ایسر التفاسیر:1625)

(9) اگرچہ یہ نفوس کے لئے ناگوار اور ان پر شاق گزرتا ہے مگر یہ ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ کیونکہ اس میں دنیاوی بھلائی ہے، یعنی دشمنان اسلام پر فتح و نصرت ہے اور عزت ہے جو ذلت کے منافی ہے، وسیع رزق اور انشراح صدر اور اس کی کشادگی ہے۔ (تفسیر سعدی:2764/3)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ ''یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔'' (الحجرات:15)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں اس طرح نکلا کہ میری راہ میں جہاد، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اسے نکلنے پر مجبور کیا تو میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں اسے جنت میں داخل

کروں یا اسے اس کے مسکن تک جہاں سے وہ نکلا ہے اس طرح واپس لاؤں کہ وہ اجر یا غنیمت سے مالا مال ہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی شخص کو جو بھی زخم آئے گا وہ قیامت کے دن اسی زخمی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا۔ اس زخم کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہوگی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر میری امت کے لیے تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑی جانے والی کسی بھی جنگ میں پیچھے نہ رہتا لیکن نہ تو میرے پاس اتنی وسعت ہے کہ میں ان سب کو سامان جنگ مہیا کر سکوں اور نہ ان کو خود ہی اس قدر وسعت حاصل ہے مسلمانوں کو یہ بھی ناگوار گذرتا ہے کہ میں کسی مہم کے لیے نکلوں اور وہ پیچھے رہ جائیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں۔ (صحیح مسلم:4859)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اس کی پشت پر اللہ کے راستے میں اڑا جا رہا ہو۔ جب وہ دشمن کی آواز سنے یا خوف محسوس کرے تو اڑ کر وہاں پہنچ جائے، ہر اس جگہ قتل اور موت کو تلاش کرتے ہوئے یا اس شخص کی زندگی بہتر ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں رہتا ہو، نماز قائم کرتا ہو، زکوۃ ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو یہاں تک کہ اسے اس حالت میں موت آئے اور سوائے خیر کے لوگوں کے کسی معاملے میں نہ پڑتا ہو۔ (صحیح مسلم:4889)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے برابر بھی کوئی عبادت ہے؟ آپ نے ﷺ فرمایا تم اس عبادت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ یہ سوال آپ کے سامنے دو یا تین مرتبہ دہرایا گیا اور ہر مرتبہ کے جواب میں یہ فرمایا تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے اور تیسری مرتبہ فرمایا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے واپسی تک اس شخص کی طرح ہے جو روزہ دار، قیام کرنے والا اور اللہ کی آیات پر عمل کرنے والا ہو اور روزہ نماز سے تھکنے والا نہ ہو۔ (صحیح مسلم:4869)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے گھر سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی تصدیق کرے، اللہ تعالیٰ ایسے مجاہد کو (قتل ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل ہونے کی ضمانت دیتا ہے یا (زندہ رہنے کی صورت میں) اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اسے اسی گھر میں جہاں سے وہ نکلا تھا بھرپور اجر اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لائے۔ (مسلم:4861)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کو تجارت سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے؟

جواب: ایمان اور جہاد جیسے اعمال کو تجارت سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ ان اعمال کی وجہ سے بھی تجارت کی طرح نفع ہوگا۔

سوال 3: کون سی تجارت بہتر ہوتی ہے؟

جواب: وہ تجارت جس میں نفع زیادہ ہو۔

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

''وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے''(12)

سوال1:﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ ''وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا'' اس میں صغیرہ کبیرہ سب گناہوں کی مغفرت شامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور جہاد سب گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔

(2)﴿وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' یعنی اس کے مساکن، اس کے محلات، اس کے بالاخانوں اور اس کے درختوں کے نیچے ایسے پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جس میں بو نہ ہوگی، ایسے دودھ کی نہریں جاری ہوں گی جس کا ذائقہ متغیر نہ ہوگا، ایسی شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کو لذت دے گی اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی اور جنت کے اندر ان کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:3/2764,2765)

(3) عدن کے معنی رہنے کے بھی اور ہیں یہ جنت کے ایک حصہ کا نام بھی ہے اس لئے ''جنات عدن'' کا مطلب عدن کے باغ بھی ہوسکتا ہے اور ''ہمیشہ رہنے والے باغ بھی۔ (اشرف الحواشی:1/659)

(4) اس کو (جنت عدن) اس لئے کہا گیا ہے کہ اہل جنت اس میں ہمیشہ مقیم رہیں گے اور اس سے کبھی نکلیں گے نہ اس سے منتقل ہونا چاہیں گے۔ یہ ثواب جزیل اور اجر جمیل ہی درحقیقت بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس جیسی کوئی اور کامیابی نہیں یہ ہے اخروی ثواب۔

یعنی جنت میں ہر اچھی چیز جمع ہوگی، بلندی، ارتفاع، عمارتوں کی خوبصورتی اور سجاوٹ، حتی کہ اہل علیین کو دیگر اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جیسے مشرقی یا مغربی افق میں چمک دار ستارہ دیکھا جاتا ہے حتی کہ جنت کی (عمارتوں کی) تعمیر کی کچھ اینٹیں سونے کی ہوں گی کچھ چاندی کی، اس کے خیموں میں موتی اور مرجان جڑے ہوئے ہوں گے، جنت کے بعض گھر زمرد اور بہترین رنگوں کے جواہرات کے بنے ہوئے ہوں گے، حتی کہ ان کے صاف وشفاف ہونے کی وجہ سے ان کے اندر سے بیرونی اور باہر سے اندرونی حصہ صاف نظر آئے گا۔

جنت کے اندر خوشبو اور ایسا حسن ہوگا کہ وصف بیان کرنے والے اس کا وصف بیان کر سکتے ہیں نہ اس کا تصور دنیا میں کسی شخص کے دل

میں آیا ہے۔ان کے لئے ممکن نہیں کہ اسے پاسکیں جب تک کہ اسے دیکھ نہ لیں، وہ اس کے حسن سے متمتع ہوں گے اور اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔اس حالت میں اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو کامل زندگی عطا نہ کی ہوتی، جو موت کو قبول نہیں کرتی، تو ہوسکتا ہے کہ وہ خوشی سے مرجاتے، البتہ پاک ہے وہ ذات کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی اس کی ثنا بیان نہیں کرسکتی بلکہ وہ ایسے ہی جیسے اس نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے، وہ اس حمد وثنا سے بہت بڑھ کر ہے جو اس کی مخلوق میں سے کوئی بیان کرتا ہے۔بہت بابرکت ہے وہ جلیل وجمیل ہستی جس نے نعمتوں کے گھر جنت کو تخلیق فرمایا، اس کو ایسا جلال وجمال عطا کیا جو مخلوق کی عقلوں کو مبہوت اور ان کے دلوں کو جکڑ لیتا ہے۔ بالا وبرتر ہے وہ ذات جو کامل حکمت کی مالک ہے۔یہ اس کی حکمت ہی ہے کہ اگر بندے جنت اور اس کی نعمتوں کو دیکھ لیں، تو اس کو حاصل کرنے سے کوئی پیچھے نہ رہے اور انہیں اس دنیا کی ناخوشگوار اور مکدر زندگی کبھی اچھی نہ لگتی، جس کی نعمتوں میں درد والم اور جس کی فرحتوں میں رنج وغم کی ملاوٹ ہے۔(تفسیر سعدی:3/2764,2765)

(5) سیدنا مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا: ''جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جائے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس سے رزق دیئے جاتے ہیں۔'' تو انہوں نے کہا: ہم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی روحیں سرسبز پرندوں کے جوف میں ہوتی ہیں، ان کے لیے ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں اور وہ جنت میں پھرتی رہتی ہیں جہاں چاہیں، پھر انہی قندیلوں میں واپس آجاتی ہیں۔ان کا رب ان کی طرف مطلع ہوکر فرماتا ہے: کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہم کس چیز کی خواہش کریں حالانکہ ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں پھرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے اس طرح تین مرتبہ فرماتا ہے۔جب وہ دیکھتے ہیں کہ انہیں کوئی چیز مانگے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ عرض کرتے ہیں: اے رب! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دیں یہاں تک کہ ہم تیرے راستے میں دوسری مرتبہ قتل کیے جائیں۔جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ انہیں اب کوئی ضرورت نہیں تو انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔''(مسلم:4885)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کی جانے والی تجارت کا نفع کیا ہے؟

جواب: اس تجارت کا نفع یہ ہے: (1) گناہوں کی معافی۔(2) جنت میں داخلہ جہاں صاف ستھرے گھر ہیں جو جنتِ عدن میں ہیں۔

(3) جہنم سے نجات۔سورۃ توبہ کی آیت 111 میں فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ

پورا کرنے والا ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودہ کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

سوال 3: سب سے بڑی کامیابی کیا ہے؟

جواب: سب سے بڑی کامیابی جہنم سے نجات پا کر جنت میں داخل ہونا ہے۔

﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

"اور دوسری جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح ہے اور مؤمنوں کو خوشخبری دے دو" (13)

سوال 1: ﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور دوسری جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح ہے اور مؤمنوں کو خوشخبری دے دو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ﴾ "اور دوسری جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح ہے" یعنی دوسری چیز مزید نعمت عطا کروں گا اور وہ تمہیں جو بے حد محبوب ہے اور تم اس میں بہت رغبت رکھتے ہو۔ میری مدد اور فتح تمہارے ساتھ ہوگی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔" (محمد:7)

(2) ﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ "جن لوگوں کو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا ہے صرف اسی وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دور کرنا نہ ہوتا تو یقیناً ڈھا دیے جاتے خانقاہیں اور کلیسائیں اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اُس کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔" (الحج:40)

(3) ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور مؤمنوں کو خوشخبری دے دو" یعنی مسلمانوں کو خوشی دے دیں مکہ فتح ہوگا۔ حسن رحمہ اللہ نے کہا فارس اور روم فتح ہوگے۔ (الکشاف:4/527) (4) یعنی مومنوں کو دنیا اور آخرت کے ثواب کی خوشخبری دے دو۔

(5) یعنی مومنوں کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی بشارت دے دو، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے درجے کو تو نہیں پہنچ سکتے تاہم ہر شخص کو اس کے ایمان کے مطابق ثواب ملے گا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ جنت میں سو درجات ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے

تیار کیا ہے۔'' (بخاری:2790)

سوال 2: مسلمانوں سے کس نعمت کا وعدہ کیا گیا؟

جواب: مسلمانوں سے اس نعمت کا وعدہ کیا گیا جو انہیں بے حد محبوب ہے۔ وہ ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح جو جلد حاصل ہونے والی ہو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کب اپنی نصرت عطا کرتے ہیں؟

جواب: جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اس کے دین کی مدد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں فتح و نصرت عطا کرتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے ان فتوحات کو فتحِ قریب کیوں قرار دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں ان فتوحات کو فتحِ قریب قرار دیا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو کیا خوشخبری دینے کا حکم دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جنت کی خوشخبری دینے کے لیے کہا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کی خوشخبری دینے کے لیے کہا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مومن ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوں۔ سورۃ آلِ عمران کی آیت 139 میں فرمایا: ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔''

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابنِ مریم نے حواریوں سے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے مددگار کون ہیں؟'' حواریوں نے کہا: ''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔'' چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا، پھر ہم نے اُن کے دشمن کے مقابلے میں ان لوگوں کی مدد کی جو ایمان لائے تو وہی غالب آ گئے'' (14)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ'' یعنی اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی۔

(2) ﴿كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ اپنے دین، اپنے نبی اور اولیاء کی مدد کرو (ایسر التفاسیر:1625)

(3)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔'' (محمد:7)

(4) اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کیا جائے، دوسروں پر اس کے نفاذ کی خواہش رکھی جائے اور جو کوئی دین سے عناد رکھے اور اس کے خلاف جان و مال کے ذریعے سے جنگ کرے اور جو شخص باطل کی اس چیز کے ذریعے سے مدد کرے جس کو وہ اپنے زعم میں علم سمجھتا ہے، حق کی دلیل کا ابطال کر کے، اس پر حجت قائم کر کے اور لوگوں کو اس سے ڈرا کر اس کو ٹھکرائے، تو اس کے خلاف جہاد کیا جائے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم حاصل کرنا، اس کی ترغیب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، اللہ کے دین کی مدد کے زمرے میں آتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2766،2767)

(5) یعنی مسلمان ہر حال میں دین کے مددگار ہیں اپنے مال، اپنی جان، اپنے قول اور کردار سے دین کی حمایت کریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت میں ایمان ہے۔

(6)﴿كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے مددگار کون ہیں'' یعنی جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا تھا کہ اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار بنتا ہے۔

(7)﴿قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾ ''حواریوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں'' یعنی اے مسلمانو! تم بھی حواریوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ۔

(8) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اعلان کے بعد جانثاروں نے کہا: ہم حاضر ہیں، ہم آپ کی دعوت کے حامی ہیں اور آپ کے معین و مددگار ہیں آخر کار سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں مبلغ بنا کر اسرائیلیوں میں شام کے شہروں میں بھیج دیا اور یونانیوں میں بھی۔ (سراج المنیر:2/2060)

(9) رسول اللہ ﷺ حج کے زمانے میں فرماتے تھے کوئی اللہ کا بندہ جو مجھے پناہ دے تاکہ میں اپنے رب کی رسالت پہنچا سکوں قریش نے مجھے رب کا پیغام پہنچانے سے روک دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اوس اور خزرج کو اٹھایا۔ انہوں نے جانثاری کا وعدہ کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ ﷺ کی مدد کی اور آپ سے اقرار کیا کہ اب آپ کو کوئی ٹیڑھی نگاہ سے دیکھ نہیں سکتا، ہم آپ کی ہر قیمت پر حفاظت کریں گے۔ پھر جب آپ ﷺ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو انہوں نے مہاجروں کی آؤ بھگت کی کہ دنیا میں آج تک نہ اس کا نمونہ ملا ہے اور نہ ملے گا۔ انصار نے مہاجروں پر اپنی جانیں چھڑک دیں: اپنی ضرورتیں بند کر کے ان کی ضرورتیں پوری کیں اور خود محنت و مشقت کی اور پیداوار میں سے آدھا حصہ انہیں بانٹ دیا۔ غرض یہ کہ اپنا وعدہ پورا کیا اور جو کہا اسے کر کے دکھایا اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کا نام انصار رکھا، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ (مختصر ابن کثیر:2/2000)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا مددگار بننے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے مددگار بننے سے مراد ہے: (1) اس کے دین کے غلبے کی کوششوں میں اپنا حصہ ڈالنا۔

(2) دین کے غلبے کے لیے آغاز میں جو علمی کوششیں کی جاتی ہیں اس میں مالی اور جانی خدمات پیش کرنا۔

(3) دین کے غلبے کے لیے قرآنِ مجید کا علم حاصل کر کے اسے دوسروں تک پہنچانا۔

(4) دین کی دعوت وتبلیغ کے کاموں میں معاون اور مددگار بننا۔

(5) دین کے غلبے کے لیے، جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اپنی جانوں اور مالوں کو پیش کرنا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا مددگار بننے کے لیے انسان کو کیا کرنا پڑتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا مددگار بننے کے لیے انسان کو اس مدد کی حقیقت اور ضرورت کو سمجھنا پڑتا ہے۔

(2) مددگار بننے کا ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ (3) مددگار بننے کے لیے وقت لگانا پڑتا ہے۔ (4) مددگار بننے کے لیے مال لگانا پڑتا ہے۔

(5) مددگار بننے کے لیے دوسروں کو بھی مددگار بنانا پڑتا ہے۔ (6) مددگار بننے کے لیے لوگوں کو ایک مرکز کے گرد اکٹھا کرنا پڑتا ہے۔

(7) مددگار بننے کے لیے حواریوں کی طرح آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مدد کے لیے خود کو پیش کرنا پڑتا ہے۔

(8) مددگار بننے کے لیے اپنا آپ حوالے کرنا پڑتا ہے۔ یہ کہنا پڑتا ہے: ﴿نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾ ''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔''

(9) مددگار بننے کے لیے ہر دم پیش پیش رہنا پڑتا ہے۔

سوال 4: دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مددگار بنانے کے لیے کیسے دعوت دینی چاہیے؟

جواب: دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مددگار بنانے کے لیے ویسے ہی دعوت دینی چاہیے جیسے سیدہ مریم علیہا السلام کے بیٹے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا تھا کہ کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرا مددگار ہے۔

سوال 5: ﴿فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ﴾ ''چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ﴾ ''چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا'' جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور چند حواریوں نے جگہ جگہ اس پیغام کی تبلیغ کی تو بنی اسرائیل کے ایک فرقے نے ہدایت قبول کی اور ایک فرقہ گمراہ یعنی انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا اور آپ کی والدہ پر الزام لگائے اور وہ یہودی تھے۔

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے غلو کیا انہیں مقام نبوت سے اٹھا کر مقام الوہیت تک پہنچا دیا اور کئی فرقوں میں بٹ گئے۔

سوال 6: ﴿فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن کے دشمن کے مقابلے میں ان

لوگوں کی مدد کی جو ایمان لائے تو وہی غالب آ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ﴾ ''پھر ہم نے اُن کے دشمن کے مقابلے میں ان لوگوں کی مدد کی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دشمن کے مقابلے میں مدد دی انہیں قوت عطا کی، ان کی نصرت کی انہیں فتح عطا کی۔

(2)﴿فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ﴾ ''جو ایمان لائے تو وہی غالب آ گئے'' زید بن علی رحمہ اللہ نے اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ دلیل و برہان سے غالب آ گئے۔ (روح المعانی:135/15)(3) لہٰذا اے امت محمد! تم بھی اللہ تعالیٰ کے مددگار، اس کے دین کی دعوت دینے والے بن جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا جس طرح اس نے پہلے لوگوں کی مدد کی تھی اور تمہیں تمہارے دشمن پر غالب کرے گا۔ (تفسیر سعدی:2767,2766/3)

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں کیسے مدد کی؟

جواب: ایمان والوں کی مدد محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کر کے کی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حق کی دعوت دی تو سچے مومنین صحیح ایمان لے آئے۔

سوال 8: اس غلبے کا آخری ظہور کب ہوگا؟

جواب: اس غلبے کا آخری ظہور قربِ قیامت کے دور میں ہوگا جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

سوال 9: آج دین کا غلبہ کس سطح پر جینے سے ممکن ہو سکتا ہے؟

جواب: آج بھی دین کا غلبہ مہاجر کی سطح پر رہ کر ممکن ہو سکتا ہے یا انصار کی سطح پر رہ کر۔

اٰیاتها ۱۱ ۶۲ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۰ رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے دو رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 62 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 110 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ الٓمٓ تنزیل اور سورۃ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر پڑھا کرتے تھے اور نبی ﷺ جمعہ کی نماز میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم:2031)

رکوع نمبر 11

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، جو بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(1)

سوال1:﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، جو بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر رہی ہے، آیت کی روشنی میں کو ضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' یعنی آسمانوں اور زمین کی وہ ساری مخلوقات جو زبان سے بات کرتی ہیں یا بے زبان ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔

(2) ساری کائنات، جمادات، نباتات، حیوانات اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾''اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:44)

(3)﴿الْمَلِكِ﴾''جو بادشاہ ہے'' اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک ہے اور بادشاہ ہے۔ اس کی بادشاہت سارے جہانوں میں ہے اس کی ساری مخلوق اس کی تدبیر کے تحت ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ کا حکم ساری کائنات پر چل رہا ہے کائنات کی ہر شے میں اس کا تسلط، اسی کا غلبہ اسی کا تصرف ہے۔

(5)﴿الْقُدُّوْسِ﴾''بہت پاک ہے'' وہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔ وہ عظمت والا کمال خوبیوں کا مالک ہے۔

(6)﴿الْعَزِيْزِ﴾''سب پر غالب'' وہ تمام بادشاہوں پر غالب ہے۔

(7) وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں سخت ہے۔ (جامع البیان:98/28)

(8)﴿الْحَكِيْمِ﴾''کمال حکمت والا ہے'' مخلوق کے بارے میں اپنی تدبیر میں وہ حکمت والا ہے۔

(9) وہ اپنی تخلیق اور اپنے امر میں اور اپنے تصرف میں حکمت والا ہے۔

(10) وہ اپنی مخلوق کے مصالح کو خوب جانتا ہے اپنی مخلوق کے بارے میں اس کی تدابیر حکمت والی ہیں۔

(11) یہ عظیم صفات اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتی ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ اس کی صفات الملک، القدوس، العزیز اور الحکیم کا کیا تعلق ہے؟

جواب: سورۃ الجمعہ کی پہلی آیت میں تسبیح کے حکم کی گہری مناسبت اللہ تعالیٰ کی صفات اور جمعہ کے دن کی اہمیت سے ہے۔ اس دن سارے کاموں سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور جمعہ کے دن اپنی تجارت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف آنا چاہیے۔

(1) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت الملک سے یہ واضح کیا ہے کہ دنیا کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور دنیا کا مال اسی کے اختیار میں ہے۔ وہی بادشاہ ہے۔ لوگ اس کو چھوڑ کر دنیا کے مال کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ القدوس ہے۔ وہ پاک ہے اور ساری کائنات اس کی پاکی بیان کر رہی ہے اور یہ لوگ اس کی پاکیزگی کو چھوڑ کر کھیل تماشوں اور تجارت کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ العزیز ہے۔ وہ غالب ہے، سب لوگوں سے حساب کتاب لینے والا ہے اور یہ غالب کو چھوڑ کر مغلوب ہونے والی دنیا کے کھیل تماشوں کی طرف بھاگ رہے ہیں جو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے۔ اس نے ناخواندہ قوم سے رسول اٹھایا جو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور جمعہ کے خطبے کا مقصد بھی کتاب وحکمت کی تعلیم ہے اور یہ حکمت بھری کتاب کو چھوڑ کر حقیر دنیا کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یوں اپنی صفات سے اپنی پاکیزگی کا اور جمعہ کے دن کی اہمیت کا شعور دلایا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

''وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا جو اُنہیں اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے یقیناوہ کھلی گمراہی میں تھے''(2)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا جو اُنہیں اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے یقیناوہ کھلی گمراہی میں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول اُن ہی میں سے بھیجا'' امیوں سے مراد وہ عرب ہیں جن کے بارے میں رسالت آئی نہ کوئی آسمانی کتاب آئی۔

(2)﴿الْاُمِّیّٖنَ﴾ سے مراد بعض لوگوں کے نزدیک قیامت تک کے تمام لوگ ہیں خواہ وہ کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت سب کے لیے ہے۔

(3)اللہ رب العزت نے امیوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان میں سے رسول مبعوث فرمایا یعنی محمد ﷺ جو عربی قریشی اور ہاشمی تھے۔جن کے اوصاف،ان کی صداقت اور امانت کو وہ خوب جانتے تھے۔

(4)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم ناخواندہ لوگ ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب۔(بخاری:1913)

(5)﴿یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ﴾ ''جو انہیں اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے'' یعنی وہ ان پر قرآن کی آیات کی تلاوت کرتے تھے جس میں ان کے لیے ہدایت راہ نمائی اور دونوں جہان کی بھلائی تھی۔

(6)وہ آیات تلاوت کرتے تھے جو ان کے ایمان میں اضافے اور ان کے یقین کی موجب تھیں۔

(7)آیات کی تلاوت کرنے والے رسول محمد ﷺ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے۔''(العنکبوت:48)

(8)﴿وَیُزَكِّیْهِمْ﴾ ''اور انہیں پاک کرتا ہے'' یعنی وہ انہیں شرک کی گندگی اور جاہلی اخلاق سے پاک کرتے تھے۔وہ لوگ درختوں، پتھروں اور بتوں کی پرستش کرتے تھے۔درندوں جیسے اخلاق رکھتے تھے۔ان کا طاقت ور کمزور کو کھا جاتا تھا۔

(9)رسول اللہ ﷺ انہیں اخلاق حسنہ کی تعلیم دے کر،ترغیب دلا کر انہیں برے اخلاق سے پاک کرتے تھے۔

(10)آپ ﷺ کے تزکیہ کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے،ان کے اقوال،افعال عاجزی اختیار کرنے والے بن جاتے تھے۔

(11)﴿وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''اور اُن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے'' رسول اللہ ﷺ انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے جس میں اللہ تعالیٰ کے اوامر نواہی اور اس کی شریعت ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے۔(جامع البیان:28/99)

(12)﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے یقیناوہ کھلی گمراہی میں تھے'' یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے وہ شرک اور جاہلیت کی گمراہی میں تھے۔

(13)تعلیم وتزکیہ کے بعد وہ ساری مخلوق سے بڑھ کر علم رکھنے والے اور دین کے امام بن گئے۔وہ سیدھے راستے پر چلے اور انہوں نے

دوسروں کو بھی اس پر چلایا وہ ہدایت پانے والوں اور متقیوں کے امام بن گئے اللہ رب العزت نے محمد ﷺ کو ان میں مبعوث فرما کر عظیم نعمت سے نوازا۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے کھلی گمراہی کو دور کرنے کے لیے کیا کام کیے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی۔ (2) رسول اللہ ﷺ نے قرآنِ حکیم کی تعلیم دی۔ (3) رسول اللہ ﷺ نے حکمت کی تعلیم دی۔ (4) رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کے نفسوں کا تزکیہ کیا۔

﴿وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾

''اور اُن میں سے دوسروں کے لیے بھی جو ابھی اُن سے نہیں ملے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (3)

سوال 1: ﴿وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''اور اُن میں سے دوسروں کے لیے بھی جو ابھی اُن سے نہیں ملے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ ''اور اُن میں سے دوسروں کے لیے بھی جو ابھی اُن سے نہیں ملے'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ الجمعہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ﴿وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ ''اور اُن میں سے دوسروں کے لیے بھی جو ابھی اُن سے نہیں ملے'' (نبی ﷺ بادی اور معلم ہیں) بیان کیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! دوسرے لوگ کون ہیں؟ نبی ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا آخر یہی سوال تین مرتبہ کیا، مجلس میں سلمان فارسی موجود تھے نبی ﷺ نے ان پر ہاتھ رکھ دیا اگر ایمان ثریا پر ہوگا تب بھی ان لوگوں (یعنی فارس والوں) میں سے اس تک پہنچ جائیں گے یا یوں فرمایا کہ ایک آدمی ان لوگوں میں سے اس تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری: 4897)

(2) اس سے پتہ لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت عام ہے۔ آپ ﷺ تمام دنیا کے رسول ہیں کیونکہ آپ نے ﴿وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ﴾ کی تفسیر فارس سے کی ہے اسی لیے آپ ﷺ نے جب فارس اور روم وغیرہ کو خطوط لکھے تو ان میں توحید کی دعوت اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی ترغیب تھی۔ (3) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس آیت میں عجمی لوگ بھی شامل ہیں۔ (تفسیر طبری: 100/28)

(4) ﴿وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور کمال حکمت رکھنے والا ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو بے مقصد پیدا نہیں کیا انہیں زندگی کا مطلب سمجھانے اور اپنی فطرت کے مطابق زندگی گزارنا سکھانے کے آداب سکھانے کے لیے رسول مبعوث فرمائے اللہ تعالیٰ شریعت و تقدیر میں عزت اور حکمت والا ہے۔

سوال 2: ﴿اٰخَرِیْنَ﴾ سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب:(1)اس سے مراد بعد والے عرب ہیں۔(2)اس سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو ان سے پہلے آئے جو ابھی ان سے نہیں ملے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سے جو ابھی ایمان نہیں لائے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ غلبہ رکھتا ہے۔وہ ان لوگوں کو ملا دے گا جو ایمان لائے۔(2)اللہ تعالیٰ الحکیم ہے۔وہ جانتا ہے کہ کس کو کیا مقام دینا ہے؟ کس کے درجات بلند کرنے ہیں؟

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اسے جس کو چاہتا ہے اس کو دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے''(4)

سوال1:﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اسے جس کو چاہتا ہے اس کو دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اسے جس کو چاہتا ہے اس کو دیتا ہے''یعنی رب العزت نے نبی ﷺ کو جو نبوت عطا کی وہ عظیم ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے یہ فضل عطا کرتا ہے۔

(2)﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾''اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے''(i)اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کرنے سے بڑے فضل کا شعور دلایا ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ نے درجات کی بلندی سے بڑے فضل کا شعور دلایا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد نبوت۔(2)اس سے مراد رسالت پر ایمان لانے کی توفیق ملنا ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اسے نہیں اُٹھایا گدھے کی مثال کی طرح ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے،اُن لوگوں کی بہت بُری مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''(5)

سوال:﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اسے نہیں اُٹھایا گدھے کی مثال کی طرح ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے،اُن لوگوں کی بہت بُری مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی

آیات کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' اس آیت میں یہودیوں کی جو مذمت کی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ﴾ ''ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا'' یعنی یہود و نصاریٰ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی تھی کہ وہ تورات کی تعلیم حاصل کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

(2)﴿ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا﴾ ''پھر انہوں نے اسے نہیں اُٹھایا'' یہودیوں نے اس ذمہ داری کو نہ اٹھایا اور نہ پورا کیا۔

(3) یہودیوں کی مذمت کی گئی کہ یہودیوں نے تورات پر عمل نہیں کیا۔ انہوں نے محمد ﷺ کو جھٹلایا جب کہ انہیں ایمان، اتباع اور ان کی تصدیق کا حکم دیا گیا تھا۔

(4)﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾ ''گدھے کی مثال کی طرح ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے'' وزن اٹھانے میں ان کی مثال گدھے کی سی ہے جنہوں نے علمی کتابوں کو اپنی پشت پر لاد رکھا ہے جس سے وہ نفع نہیں اٹھاتا اور نہ اسے سمجھتا ہے۔ کیا گدھے کو علمی کتابوں کے بوجھ سے نفع ہو سکتا ہے اسی طرح یہودیوں کو تورات دی گئی جس میں محمد ﷺ کا بیان ہے۔ وہ ان پر ایمان نہیں لاتے، نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں نہ ان کا ساتھ دیتے ہیں یہ لوگ گدھے سے بھی گئے گزرے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، اُن کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور اُن کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔'' (الاعراف:179)

(5)﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اُن لوگوں کی بہت بُری مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا'' یعنی یہ مثال بری ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔ وہ آیات جو محمد ﷺ کی صداقت اور قرآن کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔

(6)﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' یعنی جب تک ظلم ان کا وصف اور عناد ان کی صفت ہے، تب تک اللہ تعالیٰ ان کی ان کے مصالح کی طرف راہ نمائی نہیں کرے گا۔ یہود کا ظلم اور عناد یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ باطل پر ہیں مگر وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور تمام لوگوں میں سے صرف وہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2769,2770)

سوال2: اَسْفَارًا سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اَسْفَارًا سے مراد بڑی کتاب ہے۔

(2) کتاب کو پڑھتے ہوئے اس کے معنی میں سفر کیا جاتا ہے اس لیے کتاب کو سفر کہا جاتا ہے۔

سوال3: بے عمل یہودیوں کے لیے کیا مثال بیان کی گئی ہے؟

جواب: (1) ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بہت سی کتابیں لاد دی گئی ہوں۔

(2) جیسے گدھے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی کمر پر لادی ہوئی کتابوں میں کیا ہے، ایسے ہی بے عمل یہودی ہیں جو تورات کو اٹھائے پھرتے ہیں۔ وہ اسے پڑھنے اور یاد رکھنے کے دعوے کرتے ہیں لیکن نہ اسے سمجھتے ہیں نہ اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔

(3) یہودی تورات میں تحریف اور تبدیلی کرتے ہیں اس لیے یہ گدھے سے بدتر ہیں کیونکہ گدھے کے اندر تو وہ شعور نہیں ہوتا لیکن یہ فہم وشعور رکھنے کے باوجود اس سے کام نہیں لیتے۔ (4) بے عمل یہودیوں کی مثال بہت بری ہے۔

سوال4: مسلمانوں کا قرآنِ مجید کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟

جواب: (1) مسلمانوں کا قرآنِ مجید کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ عام افراد تو پڑھنے کی ذمہ داری سے بھی گئے، سمجھنا اور عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔ (2) علماء اس کتاب کو پڑھتے اور یاد کرتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ (3) مسلمان کتاب کی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتے۔

سوال5: ''اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا'' یہاں ظالموں کا ظلم کیا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ظالموں کا ظلم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔

(2) کتاب کا یا تو علم حاصل نہیں کرتے اور اگر علم حاصل کرتے ہیں تو نہ سمجھتے ہیں، نہ اس کو سچی روح کے ساتھ آگے پہنچاتے ہیں، نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

سوال6: ''اللہ تعالیٰ آیات کو جھٹلانے والوں کو ہدایت نہیں دیتا'' اس کی وضاحت کریں۔

جواب: (1) یہاں آیات کو جھٹلانے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو آیات کو اٹھائے پھرتے ہیں لیکن اس کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے۔

(2) آیات کو جھٹلانے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن نہ اسے پڑھنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، نہ سمجھنا، نہ عمل کرنا، نہ دوسروں تک اسے پہنچانا۔

(3) اللہ تعالیٰ آیات کو ان جھٹلانے والوں کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے جن کا عمل ان کے زبانی دعوے کا ساتھ نہ دیتا ہو۔

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیجئے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یقیناً تم دوسرے لوگوں کے ماسوا

اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم واقعی سچے ہو'' (6)

سوال 1: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیجئے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یقیناً تم دوسرے لوگوں کے ماسوا اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم واقعی سچے ہو'' یہودیوں کو مباہلے کی دعوت دی گئی کہ مباہلہ کر لو کہ اللہ پاک جھوٹوں کو اکارت کرے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا﴾ ''آپ کہہ دیجئے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو'' یعنی اے لوگو! جو یہودی بن گئے ہو۔ (اسرار التفاسیر: 1628)

(2) ﴿اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ﴾ ''اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یقیناً تم دوسرے لوگوں کے ماسوا اللہ تعالیٰ کے دوست ہو'' یعنی اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہو اور جنت خاص تمہارے لیے ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، آپ کہہ دیں پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم بھی انسان ہو ان میں سے جو اس نے پیدا کیے، وہ (اللہ) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور ان کے درمیان کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (المائدہ: 18)

(3) ﴿وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ اُن کی تمنائیں ہیں، آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (البقرہ: 111)

(4) ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''تو موت کی تمنا کرو اگر تم واقعی سچے ہو'' یعنی اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دو اور آخرت کا آغاز موت سے ہوتا ہے لہذا اس کی تمنا کرو۔

سوال 2: موت کی تمنا کون کر سکتا ہے؟

جواب: موت کی تمنا وہی کر سکتا ہے جس کو یہ معلوم ہو کہ مرنے کے بعد اس کے لیے جنت ہے۔ اس علم کے بعد تو ایسا شخص جلد جنت میں پہنچنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔

سوال 3: اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعوتِ مباہلہ ہے۔ یعنی اس میں یہودیوں سے کہا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی دوستی میں سچے ہو تو مسلمانوں کے ساتھ مباہلہ کرلو۔ مسلمان اور یہودی دونوں مل کر یہ دُعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اسے موت عطا فرمائے۔

﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' (7)

سوال: ﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا'' یعنی دنیا میں جو انہوں نے برائیاں کمائیں اور جو گناہ کے کام کیے اس کی وجہ سے وہ موت کی تمنا نہیں کریں گے۔

(2) موت کی تمنا تو وہ کرے جس کے پاس نیک اعمال کا ذخیرہ ہو اسی وجہ سے فرمایا وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے رب العزت نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۹۴) وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (۹۵) وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (۹۶)﴾

''کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں کے ماسوا خاص تمہارے ہی لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ اور وہ ہرگز اس کی تمنا کبھی نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ اور آپ انہیں لوگوں میں سب سے زیادہ زندگی پر حریص پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا۔ ان کا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر دے دی جائے حالانکہ وہ اُسے عذاب سے بچانے والی نہیں یہ کہ اسے لمبی عمر دی جائے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔'' (البقرۃ: 94-96)

(3) موت سے بھاگنا ان کو موت سے نہیں بچا سکے گا۔ اور موت کو اللہ رب العزت نے بندوں پر لکھ دیا ہے۔

(4) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس وقت ان میں کوئی موت کی تمنا کرتا تو اسی وقت مر جاتا۔ (روح المعانی)

(5) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا ہے لہٰذا ممکن نہیں کہ کسی کا ظلم اللہ تعالیٰ سے چھپ جائے۔

(6) اللہ تعالیٰ یہود کے دل کے حال کو جانتا ہے کہ وہ موت سے محبت نہیں رکھتے۔ ان کے اعمال کو بھی جانتا ہے کہ وہ بے عمل نافرمانیاں کرنے والے ہیں۔ (7) اللہ تعالیٰ نے حق سے ہٹے ہوئے طرزِ عمل کو ظلم قرار دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ظلم کرنے والوں کو میں جانتا ہوں۔

﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں بلاشبہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو تو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے'' (8)

سوال: ﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو تو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے'' یعنی موت سے کترا کر دیکھ لو آ کر رہے گی، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو تو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے'' یعنی موت سے تم بھاگتے ہو نفرت کرتے ہو وہ تمہیں آ کر رہے گی رب العزت نے فرمایا: ﴿اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا﴾ ''تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمھاری طرف سے ہے۔ آپ کہہ دیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔'' (النساء:78)

(2) معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسی ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو وہ اس خوف سے کہ کہیں مجھ سے مانگ نہ بیٹھے، بھاگے، بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اپنی بھٹ میں گھس جائے جہاں گھسی اور جب زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی میرا قرض ادا کر وہ پھر وہاں سے دم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی آخر یونہی بھاگتے بھاگتے ہلاک ہو گئی۔ (ابن کثیر:354)

(3) ﴿ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''پھر تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے'' یعنی

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو تمہارے کھلے چھپے کو خوب جانتا ہے۔

(4)﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اچھے برے اعمال کے بارے میں آگاہ کرے گا۔

رکوع نمبر 12

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' (9)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو مان لیا ہے، ان کی تصدیق کی ہے۔

(2)﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ ''جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے'' یعنی جب جمعہ کے لیے اذان دی جائے اذان سے مراد امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد دی جانے والی اذان ہے۔

(3)﴿فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو'' یعنی نماز کے لیے جلدی کرو۔ اس سے مراد کاموں میں جلدی کرنا ہے چلنے میں نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تکبیر سن لو تو نماز کے لیے پورے سکون سے چل کر آؤ بھاگ کر نہ آؤ، جو نماز پالو اسے ادا کرلو، جو رہ جائے اسے پوری کرلو۔'' (بخاری: 908، مسلم)

(4) یہاں سعی سے مراد اہتمام کرنا اور نماز جمعہ کو سب سے اہم کام سمجھنا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ اپنے منبر کی لکڑیوں پر فرما رہے تھے کہ ''لوگ جمعہ چھوڑ دینے سے باز آئیں نہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ (مسلم: 2002)

اس سے دوڑنا مراد نہیں ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا﴾ ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے

لیے اس کے لائق کوشش کی۔'' (بنی اسرائیل:19)

(5)﴿وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ ''اور خرید وفروخت چھوڑ دو'' یعنی جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو تجارت اور خرید وفروخت چھوڑ کر نماز کے لیے چل پڑو خرید وفروخت چھوڑنے کا حکم جمعہ کی مدت تک کے لیے ہے۔

(6)﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے'' جمعہ کے دن نماز کی ادائیگی سب سے افضل کام ہے اس وقت خرید وفروخت میں مشغول ہونے سے فرض نماز ادا کرنا بہتر ہے۔

(7)﴿إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو'' یعنی اگر تم علم رکھتے ہو تو اس حقیقت کو ضرور جانتے ہو گے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے اور جو تمہارے پاس ہے اس سے بہتر ہے۔ جو دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے وہ حقیقی فلاح پاتا ہے اور جو دنیا کو ترجیح دیتا ہے وہ اپنے آپ کو خسارے میں ڈالتا ہے۔

سوال 2: جمعہ کے دن کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان دنوں میں سے بہتر دن، جن میں سورج نکلتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے۔ اور قیامت بھی اسی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ (مسلم:1977)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم سب سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے ہو جانے والے ہیں۔ اور ہم جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ مگر البتہ اتنی بات ہے کہ ان لوگوں کو کتاب ہم سے پہلے ملی ہے اور ہمیں ان کے بعد ملی۔ اور انہوں نے سچی بات میں اختلاف کیا سو یہ جمعہ کا دن وہی ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی پھر یہ جمعہ کا دن تو ہمارے لئے اور دوسرا دن یہود کا (یعنی ہفتہ) اور تیسرا دن نصاریٰ کا (یعنی اتوار۔ جو انہوں نے اپنے لیے مقرر کئے)۔ (بخاری:876، مسلم:1978)

(3) سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ممکن ہو صفائی اور طہارت کا اہتمام کرے، پھر تیل یا خوشبو لگائے، پھر چلے اور دو (آدمیوں) میں تفریق نہ کرے (یعنی دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہ کھڑا ہو) اور جتنی نماز اس کی قسمت میں لکھی ہے پڑھے، پھر جب امام تشریف لائے (اور خطبہ شروع کرے) تو خاموش رہے تو اس کے اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (بخاری:910)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن مثل غسل جنابت کے (خوب اچھی طرح) غسل کرے، اس کے بعد (نماز کے لیے) چلے تو گویا اس نے ایک اونٹ کا صدقہ کیا اور جو دوسری گھڑی میں چلے تو گویا اس نے ایک گائے صدقہ کی اور جو تیسری گھڑی میں چلے تو گویا اس نے ایک سینگوں والا مینڈھا صدقہ کیا اور جو چوتھی گھڑی میں چلے تو گویا اس نے ایک مرغی

صدقہ میں دی اور جو پانچویں گھڑی میں چلے تو اس نے گویا ایک انڈا صدقہ میں دیا پس جس وقت امام (خطبہ دینے) نکل آتا ہے تو فرشتے سننے کے لیے اندر آجاتے ہیں (اور ثواب کا سلسلہ موقوف ہوجاتا ہے) (بخاری:881)

سوال3: نماز جمعہ کس پر واجب ہے؟

جواب: اہل ایمان پر جمعہ کی نماز فرض ہے۔اس میں شرکت کے لیے جلدی کرنا،اس کے لیے کوشش کرنا اور اہتمام کرنا واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کی نماز جماعت سے ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے سوائے چار لوگوں کے: غلام،عورت،نابالغ بچہ،اور بیمار کے۔''

سوال4: جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفرخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: (1) جمعہ کی اذان کے بعد بیع حرام ہے۔

(2) اس میں اس چیز کی قطعی دلیل ہے کہ جمعہ کی اذان ہوجائے تو مسلمان کے لئے اپنے کاروبار میں لگے رہنا حرام ہے۔(اشرف الحواشی:661/1)

(3) نماز جمعہ سے فارغ ہوکر کاروبار میں لگ جانے کی رخصت ہے۔

سوال5: یومِ جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: (1) جمعہ کے دن کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ ہر چیز کی پیدائش سے بالکل فارغ ہوگئے۔اس اعتبار سے گویا ساری مخلوقات کا اجتماع ہوگیا۔(2) جمعہ کے دن کو اس لیے جمعہ کہتے ہیں کہ اس دن نماز کے لیے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔

سوال6: خرید وفروخت چھوڑ دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد دنیا کے مشاغل اور مصروفیات ہیں۔وہ جیسے بھی ہوں جمعہ کی اذان کے بعد انہیں چھوڑ دینا چاہیے۔

سوال7: جمعہ کے دن کے کیا آداب ہیں؟

جواب: (1) جمعہ کے دن غسل کرنا،خوشبو لگانا اور عمدہ کپڑے پہننا مستحب ہے۔(2) نمازِ جمعہ کے لیے اذان ہوتے ہی دنیاوی مصروفیات ترک کردینا۔(3) نماز جمعہ کے لیے جانا۔(4) خطبۂ جمعہ توجہ اور خاموشی سے سننا۔(صحیح بخاری،کتاب الجمعہ)(5) سورۂ کہف پڑھنا۔(نسائی) (6) رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا۔(ابن ماجہ)

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ'' (10)

سوال:﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ'' وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ''۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے جس کا جی چاہے بیٹھے اور جس کا جی چاہے نکل جائے۔(جامع البیان:107/28)

(2)﴿وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کرو'' یعنی کوشش اور طلب سے رزق طلب کرو۔(ایسر التفاسیر:1630)

(3)اس سے مراد ہے کہ تجارت کے کاموں میں مصروف ہوجاؤ۔یعنی جمعہ کے پورے دن تجارت کا سلسلہ ختم کرنے کی ضرورت نہیں فقط نماز کے وقت کی ضرورت ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جمعہ کے پورے دن کی چھٹی ضروری نہیں۔

(4)سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔اللہ کے نبی سیدنا داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھوں سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔''(صحیح بخاری:2072)

(5)سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی بھی اگر(ضرورت مند ہو تو اپنی رسی لے کر آئے اور لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر لائے۔اور اسے بیچے۔اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو محفوظ رکھ لے تو یہ اس سے اچھا ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے،اسے وہ دیں یا نہ دیں۔(صحیح بخاری:1471)

(6)سیدنا عراک بن مالک رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے اور یہ دعا پڑھتے:یعنی اے اللہ میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھا،اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے۔(تفسیر قرطبی:82/9)

(7)﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو'' چونکہ تجارت اور کاموں میں مشغول ہونے سے انسان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوجاتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی کثرت کا حکم دیا ہے۔تا کہ اس کے ذریعے سے تلافی ہوجائے۔(تفسیر سعدی:2771/3)

(8)﴿لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تا کہ تم فلاح پاؤ'' یعنی تم آگ سے نجات پاؤ اور جنت میں داخل ہوجاؤ۔

(9)ذکر الٰہی کی کثرت کامیابی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

سوال 2:نمازِ جمعہ کے بعد کیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب:(1)نمازِ جمعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔(2)اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

سوال 3:جمعہ کی نماز کے بعد ذکر کرنے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نماز کے بعد بھی ذکر ضروری ہے اور ذکر کرنا چاہیے۔

﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾

''اور جب وہ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، کہہ دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کھیل تماشے سے اور تجارت سے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب رزق دینے والوں سے بہترین ہے'' (11)

سوال 1: ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور جب وہ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، کہہ دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کھیل تماشے سے اور تجارت سے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب رزق دینے والوں سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ باہر سے قافلہ آیا تو نمازی اس کی طرف چلے گئے اور آپ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الجمعہ)

(2) ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾ ''اور جب وہ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں'' یعنی جب کوئی وہ سودا دیکھتے یا تجارت ہوتی دیکھتے تو اس کی حرص میں مسجد سے نکل جاتے یا کوئی لہو ولعب دیکھتے تو بھلائی کو چھوڑ کر مسجد سے نکل جاتے۔

(3) ﴿وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾ ''اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں'' یعنی تجارت اور لہو ولعب کے پیچھے نبی ﷺ کو کھڑا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تھوڑے سے صحابہ نبی ﷺ کے پاس باقی رہ گئے تھے۔

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ تجارتی قافلہ مدینہ آیا۔ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ گئے صرف بارہ آدمی رہ گئے اس پر یہ آیت اتری۔ (بخاری، مسلم)

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تم بھی اس قافلے کی طرف روانہ ہو جاتے اور میرے پاس ایک بھی نہ رہتا تو یہ وادی آگ سے بھڑک اٹھتی تب یہ آیت اتری باقی رہنے والوں میں سے سیدنا صدیق اور سیدنا فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

(6) ﴿قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ﴾ ''کہہ دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کھیل تماشے سے اور تجارت سے بہت بہتر ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اس شخص کے لئے، جو بھلائی کا التزام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پر اپنے نفس کو صبر کا خوگر بناتا ہے،

جو اجر وثواب ہے وہ لہو ولعب اور اس تجارت سے بہتر ہے جس سے اگرچہ بعض مقاصد حاصل ہوتے ہیں تاہم وہ بہت قلیل، ختم ہونے والے رزق اور آخرت کی بھلائی کو فوت کر دینے والے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر رزق کو فوت نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، چنانچہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:3/2772,2771)(7) اس سے مراد یہ ہے کہ نیک اعمال کا جو بدلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: آپ ﷺ کہہ دیں کہ آخرت میں تمہارے رب کے پاس جو ثواب ہے وہ تمہارے تماشوں اور تجارتی مال سے بہتر ہے۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب رزق دینے والوں سے بہترین ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اپنی روزی کے لیے کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے۔

(10) لہٰذا وہی یہ حق رکھتا ہے کہ اس سے رزق کی امید رکھی جائے، رزق طلب کیا جائے۔

سوال 2: اس آیت کریمہ سے کیا فوائد ملتے ہیں؟

جواب: (1) اہل ایمان پر جمعہ کی نماز فرض ہے، اس میں شرکت کے لیے جلدی کرنا، اس کے لیے کوشش کرنا اور اس کا اہتمام کرنا واجب ہے۔ (2) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن دو خطبے فرض ہیں اور ان میں حاضر ہونا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کی تفسیر دو خطبوں سے کی ہے اور اس کی طرف کوشش کے ساتھ جانے کا حکم دیا ہے۔

(3) اس سورہ مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت ممنوع اور حرام ہے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے تاکہ واجب سے غافل ہو کر خرید وفروخت میں مشغول ہونے سے واجب فوت نہ ہو جائے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ کام جو اصل میں مباح ہو مگر جب اس سے کسی واجب کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس حال میں یہ کام جائز نہیں ہے۔

(4) ان آیات کریمہ میں جمعہ کے دن دونوں خطبوں میں حاضر ہونے کا حکم ہے اور جو حاضر نہیں ہوتا اس کی مذمت مستفاد ہوتی ہے اور دونوں خطبوں میں خاموش رہنا اس کے لوازم میں شمار ہوتا ہے۔

(5) وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ نفس کے لہو ولعب، تجارت اور شہوات میں حاضر ہونے کے دواعی نفس کو وہ بھلائیاں یاد کرائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس کی خواہشات پر ترجیح دیتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2772)

سوال 3: کھڑا چھوڑ دینے سے خطبۂ جمعہ کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خطبۂ جمعہ کھڑے ہو کر دینا سنت ہے۔ حدیث رسول ﷺ میں ہے: آپ ﷺ کے دو خطبے ہوتے تھے جن کے درمیان آپ ﷺ بیٹھتے تھے، قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجمعہ)

سوال4: رزق کے حصول کا بڑا سبب کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ (3) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنا۔

اٰیاتھا ۱۱ ۶۳ سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۴ رکوعاتھا ۲

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس کے دو رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 63 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 104 ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾

''جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بلاشبہ یقیناً آپ اُس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں''(1)

سوال: ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بلاشبہ یقیناً آپ اُس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے اور یہاں اسلام نہایت کثرت سے پھیل گیا اور اسے غلبہ حاصل ہوا تو اہل مدینہ، یعنی بنواوس اور خزرج میں سے کچھ لوگ اسلام ظاہر کرنے اور باطن میں کفر رکھنے لگے تاکہ ان کا جاہ باقی، ان کی جان محفوظ اور ان کا مال سلامت رہے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن کے ذریعے سے وہ پہچانے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان سے

بچیں اور لوگوں کو ان کے بارے میں بصیرت حاصل ہو۔ (تفسیر سعدی:2773/3)

(2)﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا﴾ ''جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں'' یعنی عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھی جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو اپنی زبان سے جھوٹ کہتے ہیں۔

(3)﴿نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقینا اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں'' منافق جھوٹی گواہی دیتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی تائید کے لیے ان کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔

(4) یہ گواہی وہ نفاق اور خوف سے دیتے ہیں اور خالص دل سے نہیں کہتے۔

(5)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بلاشبہ یقینا آپ اُس کے رسول ہیں'' یعنی اے محمد اللہ جل شانہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ اس کے سچے رسول ہیں کیونکہ اس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(6)﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق یقینا جھوٹے ہیں'' یعنی منافق اپنے قول میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ اپنے دل سے آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے وہ جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں جس کی گواہی ان کا اپنا دل نہیں دیتا۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

(7) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ (تبوک) میں تھا اور میں نے (منافقوں کے سردار) عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے سنا کہ جو لوگ (مہاجرین) رسول ﷺ کے پاس جمع ہیں ان پر خرچ کرو تاکہ وہ خود ہی رسول اللہ ﷺ سے جدا ہو جائیں۔ اس نے یہ بھی کہا اب اگر ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والوں کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا (سعد بن عبادہ انصاری) سے کیا یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا۔ (راوی کو شک تھا) انہوں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا۔ نبی ﷺ نے مجھے بلایا میں نے تمام باتیں آپ کو سنا دیں۔ نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ (انہوں نے قسم کھالی کہا کہ انہوں نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ اس پر نبی ﷺ نے مجھ کو جھوٹا سمجھا اور عبداللہ کو سچا سمجھا۔ مجھے اس کا اتنا صدمہ ہوا کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ پھر میں گھر میں بیٹھ رہا۔ میرے چچا نے کہا کہ میرا خیال نہیں تھا کہ نبی ﷺ تمہاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی۔ جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں اس کے بعد نبی ﷺ نے مجھے بلوایا اور اس سورت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ اے زید! اللہ تعالیٰ نے تم کو سچا کر دیا ہے۔ (بخاری:4900، مسلم:7024)

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا یقینا بہت برا کام ہے جو وہ کرتے رہے ہیں'' (2)

سوال1:﴿اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا یقیناً بہت برا کام ہے جو وہ کرتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ ''اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے'' وہ اپنی جھوٹی قسموں کو اپنے لیے ڈھال بناتے ہیں۔آپ کی رسالت کے اقرار پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں کھوٹ اور نفاق ہے۔وہ جھوٹے ہیں۔

(2)﴿یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ﴾ ''وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہوجاؤ،سوتم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔'' (التوبۃ:96)

(3)﴿فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ موڑتے ہیں جس کے ساتھ اس نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اس شریعت سے منہ موڑتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے مقرر فرمایا۔ (جامع البیان:28/113)

(4)یعنی وہ لوگوں کو ایمان اور جہاد اور اطاعت کے اعمال سے روکتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ تشکیک میں مبتلا ہیں۔(فتح القدیر:5/282)

(5)یعنی انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رکھا ہے اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں جو ان کے بارے میں نہیں جانتے۔

(6)وہ اسلام لانے والوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرتے ہیں اور اس راستے پر چلنے کے لیے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

(7)﴿اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''یقیناً بہت برا کام ہے جو وہ کرتے رہے ہیں'' یعنی دنیا میں اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر، جھوٹ اور نفاق جیسے برے اعمال کرتے ہیں۔(جامع البیان:28/113)

سوال2:قسموں کو ڈھال بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:قسموں کو ڈھال بنانے سے مراد قسموں کے ذریعے سے خود کو بچانا۔

سوال3:منافق اللہ تعالیٰ کی راہ سے کیسے روکتے تھے؟

جواب:منافق لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے قسموں کو ڈھال بنانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا بُرا ہے جو وہ کام کر رہے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ﴾

''یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر اُنہوں نے کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے چنانچہ وہ کچھ نہیں سمجھتے'' (3)

سوال1:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر اُنہوں نے کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے چنانچہ وہ کچھ نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی وہ چیز جس نے ان کے سامنے نفاق کو خوبصورت بنا دیا۔

(2)﴿بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا﴾ ''اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر اُنہوں نے کفر کیا'' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایمان پر مستقل مزاجی سے عمل نہیں کرتے۔

(3)﴿فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے چنانچہ وہ کچھ نہیں سمجھتے'' نفاق کے دلوں میں رچ بس جانے اور ایمان سے ہٹ کر کفر کی طرف آنے اور ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کی طرف آنے کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے۔ ان سے بات سمجھنے کی صلاحیت چھن گئی۔

(4)پس وہ سمجھتے نہیں کہ کون سی چیز انہیں فائدہ دیتی ہے اور وہ یاد نہیں رکھتے کہ کیا چیز ان کے مصالح کے لئے فائدہ مند ہے؟(تفسیر سعدی:2774/3)

(5)یعنی وہ ایمان کی صحت اور اس کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتے۔

(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آ جاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔''(ترمذی:3334)

سوال2:ایمان لا کر کافر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:ایمان لا کر کافر ہونے سے مراد یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرنے کے باوجود دل کا انکار کرتا ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ منافق صریح کافر ہیں۔

سوال3:منافقوں کو حق بات کیوں نہیں سمجھ آتی؟

جواب:منافق ایمان لا کر کفر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں اس وجہ سے اُن کو کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔

﴿وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

''اور جب آپ اُنہیں دیکھیں تو اُن کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو آپ اُن کی بات سنتے رہ جاؤ گے، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، وہی اصل دشمن ہیں چنانچہ آپ اُن سے چوکنے رہیں اللہ تعالیٰ انہیں

ہلاک کرے! کہاں سے وہ بہکائے جارہے ہیں''(4)

سوال1:﴿وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ﴾''اور جب آپ اُنہیں دیکھیں تو اُن کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے' اور اگر وہ بات کریں تو آپ اُن کی بات سنتے رہ جاؤ گے، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ﴾''اور جب آپ اُنہیں دیکھیں تو اُن کے جسم آپ کو اچھے لگیں گے''یعنی جب آپ منافقوں کے جمال اور ان کی تروتازگی کی وجہ سے ان کے جسموں کو دیکھتے ہیں۔

(2)﴿وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ﴾''اور اگر وہ بات کریں تو آپ اُن کی بات سنتے رہ جاؤ گے''یعنی اگر ان کو کلام کرتے ہوئے سنو تو آپ کو ان کا فصیح کلام سن کر لذت ملے گی مگر دل لبھانے والی باتوں کے پیچھے نہ اخلاق اچھے ہیں نہ دیگر اعمال۔

(3)﴿كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ﴾''گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں' منافقوں کے لیے بہت ہی عمدہ تشبیہ ہے کہ وہ طویل القامت، حسن وجمال، کم فہمی اور قلت خیر کا مجموعہ ہیں گویا کہ وہ دیوار کے ساتھ سیدھی کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں جن سے نفع تو نہیں ملتا نقصان ضرور مل جاتا ہے۔

سوال2: منافقوں کی باتوں پر لوگ کیوں کان لگاتے ہیں؟

جواب:(1) منافقوں کی باتوں پر ان کی زبان کی فصاحت وبلاغت کی وجہ سے۔(2) اُن کی لچھے دار گفتگو کی وجہ سے۔

(3) ایسے موضوعات پر گفتگو کی وجہ سے جو لوگوں کو پسند آئیں لوگ ان کی باتوں پر کان لگاتے ہیں۔

سوال3: منافقوں کو کس اعتبار سے دیوار پر لگائی ہوئی لکڑیاں قرار دیا ہے؟

جواب:(1) دیوار پر لگائی ہوئی لکڑیاں اپنی خوب صورتی کے لحاظ سے دل کو بھلی لگتی ہیں ایسے ہی منافقوں کا حسن ہے جو اپیل کرتا ہے۔

(2) دیوار گیر تصویریں بسا اوقات مرعوب کر دیتی ہیں ایسے ہی منافق بھی درازی قد سے مرعوب کرتے ہیں۔

(3) دیواروں پر لگی ہوئی لکڑیاں کچھ سمجھ نہیں سکتیں ایسے ہی منافقوں کو کچھ سمجھ نہیں آتی ہے۔

(4) دیواروں پر لگی ہوئی لکڑیوں سے کسی کو کوئی بھلائی نہیں پہنچتی، ایسے ہی منافق بے فیض ہوتے ہیں۔ان سے کسی کو کوئی بھلائی نہیں پہنچتی۔

سوال4: منافقوں کو دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں کیوں کہا گیا؟

جواب: منافق رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آکر دیوار سے لگی ہوئی لکڑیوں کی طرح ہی ہو جاتے تھے۔

سوال5:﴿یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ﴾''وہ ہر بلند آواز کو

اپنے خلاف سمجھتے ہیں، وہی اصل دشمن ہیں چنانچہ آپ اُن سے چوکنے رہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں ہلاک کرے! کہاں سے وہ بہکائے جارہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ﴾ ''وہ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں'' منافقوں کے خوف، بزدلی اور دلی کمزوری کی تصویر ہے جب کوئی انسان شکوک وشبہات میں مبتلا ہوتا تو وہ خوف کھاتا ہے۔ جب کسی کے دل میں چور ہوتا ہے تو وہ ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی میرے معاملے سے واقف نہ ہوجائے۔

(2)﴿هُمُ الْعَدُوُّ﴾ ''وہی اصل دشمن ہیں'' یہ چالباز، چالاک دھوکے باز اور حقیقی دشمن ہیں۔ جب یہ آپ سے ملتے ہیں تو بظاہر یہ آپ کے ساتھ ہوتے ہیں مگر ان کے دل آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کی نظریں جب تم پر پڑتی ہیں تو دراصل تمھارے دشمنوں کی نظریں ہوتی ہیں۔

(3)﴿فَاحْذَرْهُمْ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے چوکنے رہیں'' حقیقی دشمن سے بچ جاؤ یہ تمھارے بارے میں گردش دوراں کا انتظار کررہے ہیں۔

(4)﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُنہیں ہلاک کرے!'' اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے جو قیامت کے دن تک ان سے جدا نہیں ہوگی۔

(5)﴿اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''کہاں سے وہ بہکائے جارہے ہیں'' وہ کیسے حق سے اس کی روشنی سے پھر جاتے ہیں؟ حق کی روشنی قرآن کی روشنی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا اور محمد ﷺ اس کی تعلیم دیتے ہیں اور لوگوں کے دلوں اور زندگیوں کو پاک کرتے ہیں اور اس کے آثار مومنوں کے اخلاق اور ان کی آراء سے نظر آتے ہیں ان میں سے کوئی چیز منافقوں پر نظر نہیں آتی۔ ان کے دل اندھے ہیں اور نظریں چندھیائی ہوئی ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1633,1632)

(6)منافق دین اسلام کے دلائل واضح ہوجانے اور اس کے کارنامے نمایاں ہوجانے کے بعد بھی دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف مائل ہورہے ہیں جو انہیں خسارے اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں دیتا؟ (تیسیر سعدی:2774/3)

سوال6: منافق زور کی آواز سے کیوں ڈرتے ہیں؟

جواب:(1)منافقوں کے دل میں اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے خلاف کسی کاروائی کا آغاز تو نہیں ہوگیا۔

(2)منافق کا دل زور کی آواز سے ایسے ہی ڈرتا ہے جیسے چور کا دل ڈرتا ہے چور کو بھی پکڑے جانے کا ڈر ہوتا ہے اور منافق کو بھی۔

(3)منافق کا دل خائن کی طرح ڈرتا ہے جیسے خیانت کرنے والے کو ہر دم پکڑے جانے کا دھڑکا لگا رہتا ہے ایسے ہی منافق کو بھی اپنی خیانت کے پکڑے جانے کا ڈر رہتا ہے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں کیا نصیحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچو۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے منافقوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیسے کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ انہیں غارت کرے کہاں سے یہ پھیرے جاتے ہیں۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اور آپ اُنہیں دیکھیں گے کہ وہ رُک جاتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں'' (5)

سوال1: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اور آپ اُنہیں دیکھیں گے کہ وہ رُک جاتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے'' جب منافقوں سے کہا جاتا ہے۔

(2)﴿تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ''آؤ! اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے'' یعنی جب مسلمان منافقوں سے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر دعائے مغفرت کروالو تا کہ تمہارے حالات درست ہوں اور تمہارے اعمال قبول ہوں۔

(3)﴿لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ﴾ ''وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں'' وہ دعا کروانے سے شدت سے رکتے ہیں اور اپنے سر جھٹکتے ہیں تا کہ دعائے استغفار نہ کروانی پڑے۔

(4)﴿وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ﴾ ''اور آپ اُنہیں دیکھیں گے کہ وہ رُک جاتے ہیں'' آپ انہیں دیکھتے ہیں وہ استغفار سے روکتے ہیں۔ وہ حق کو قبول کرنے سے رک جاتے ہیں اور دوسروں کو حق سے روکتے ہیں۔

(5)﴿وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اس حال میں کہ وہ تکبر کرنے والے ہیں'' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے سے تکبر کرتے ہیں۔ وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے حق کی پیروی نہیں کرتے۔

سوال2: منافقوں سے رسول اللہ ﷺ سے استغفار کروانے کے لیے کہا جائے تو ان کا کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب: (1) منافقوں سے رسول اللہ ﷺ سے استغفار کروانے کے لیے کہا جائے تو وہ اپنے سر موڑتے ہیں۔

(2) اور تکبر کرتے ہوئے رُک جاتے ہیں۔

﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

''آپ اُن کے لیے بخشش کی دُعا کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں ہرگز معاف نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (6)

سوال 1: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''آپ اُن کے لیے بخشش کی دُعا کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں ہرگز معاف نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ ''آپ اُن کے لیے بخشش کی دُعا کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں ہرگز معاف نہ کرے گا'' اس آیت میں بتایا کہ ان کے حق میں دعائے مغفرت بھی مفید نہیں ہو سکتی۔ عام آدمی تو کیا، خود اللہ کے رسول ﷺ ان کے حق میں دعائے مغفرت کریں تو بھی انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ (ترجمان القرآن: 3/489,490)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، یہ اس وجہ سے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبہ: 80)

(3) مجاہد رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت نقل کی گئی ہے۔ اور عوفی کے واسطہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورۂ برأت کی یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس چیز کے بارے میں اجازت دی گئی ہے سو اللہ کی قسم میں ستر مرتبہ سے زائد استغفار کروں گا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس: 3/377,378)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' اللہ تعالیٰ جھوٹے لوگوں اور اطاعت سے نکلنے والوں کو ایمان لانے کی توفیق نہیں دیتا۔ (جامع البیان: 28/117)

(5) اس سے مقصود نبی ﷺ کو تسکین دینا ہے کیونکہ منافقوں کی تمام شرارتوں اور بے ادبیوں کے باوجود آپ ﷺ اپنی طبعی رحمت و شفقت کی بنا پر چاہتے تھے کہ ان کے لئے معافی کی دعا فرما دیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے لئے دعا کرنے سے منع فرمایا کیونکہ ان کی سرکشی حد سے بڑھ چکی تھی۔ (اشرف الحواشی: 1/662)

سوال2: منافقوں کے لیے استغفار یا عدم استغفار برابر کیوں ہے؟

جواب: منافق اپنے نفاق اور کفر پر ڈٹے ہونے کی وجہ سے ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں استغفار اور عدم استغفار برابر ہے۔

سوال3: ''اللہ تعالیٰ نہیں ہرگز نہیں بخشے گا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر انہوں نے اسی طرح نفاق پر جان دے دی تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا لیکن اگر یہ کفر اور نفاق سے توبہ کرلیں تو پھر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت کیوں نہیں دیتا؟

جواب: فاسق نہ ہدایت قبول کرنا چاہتے ہیں نہ اس راستے کی طرف دیکھنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو جس راستے پر چلنا چاہتا ہے اس کے لیے اسی میں آسانیاں پیدا کردیتا ہے۔

﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾

''یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہوجائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن منافق سمجھتے نہیں ہیں'' (7)

سوال1: ﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہوجائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن منافق سمجھتے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا﴾ ''یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہوجائیں'' غزوہ بنی المصطلق جسے غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کا جھگڑا ہوگیا۔ دونوں نے اپنی حمایت کے لیے لوگوں کو پکارا اس پر عبداللہ ابن اُبی نے انصار سے کہا تم نے ان مہاجرین کی مدد کی۔ ان کو اپنے ساتھ رکھا۔ اب نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ یہ تمہارا کھاتے ہیں اور تم پر ہی غرّاتے ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ ان پر خرچ کرنا بند کردیں یہ خود ہی تتر بتر ہوجائیں گے۔ عبداللہ بن ابی نے یہ بھی کہا کہ ہم میں جو عزت والے ہیں وہ ان ذلیل لوگوں کو مدینے سے باہر نکال دیں گے سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات سن لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی

کو بلوایا اس سے پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بہت دکھ ہوا۔ ان کی سچائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما دی جس میں عبداللہ ابن ابی کے کردار کو پوری طرح واضح کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ المنافقون)

(2) نبی ﷺ سے منافق شدید دشمنی رکھتے تھے انہوں نے جب نبی ﷺ کی الفت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں ان کی بھاگ دوڑ دیکھی تو کہنے لگے ان پر مال خرچ نہ کرو خود ہی منتشر ہو جائیں گے۔

(3) ﴿وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں'' یعنی آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے حصول رزق آسان کر دیتا ہے۔ جس کے لیے چاہے رزق کا حصول مشکل بنا دیتا ہے۔

(4) ﴿وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''لیکن منافق سمجھتے نہیں ہیں'' یعنی منافق محمد ﷺ پر خرچ کرنے سے اس لیے روکتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں رزق کے خزانے ان کی مشیت کے تحت ہیں اور وہ رزق کے مالک ہیں یہ ان کا اندھا پن اور دلوں کی سیاہی اور بیماری ہے کہ انہیں حق سمجھ نہیں آتا۔

(5) منافقوں کو حقیقت سمجھ نہیں آتی وہ سمجھتے ہیں کہ مہاجرین سے اگر انصار تعاون نہیں کریں گے تو وہ بھوکوں مر جائیں گے۔ انہیں یہ حقیقت سمجھ نہیں آتی کہ اللہ رازق ہے۔

سوال 2: منافق اسلام کے لیے کیے جانے والے خرچ کو کیوں بند کروانا چاہتے ہیں؟

جواب: منافق یہ چاہتے ہیں کسی طرح دین کا کام رُک جائے اس وجہ سے کبھی وہ کام کرنے والوں کی خرابیاں گنواتے ہیں کبھی کسی اور طریقے سے تنگیوں اور پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ اسلام کے لیے خرچ کرنا گھاٹے کا سودا ہے۔ اس طرح وہ اسلام کے لیے کیے جانے والے خرچ کو بند کروا کر دراصل دین اسلام کا راستہ روکنا چاہتے ہیں۔

سوال 3: ''اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں کل خزانے ہیں'' اس سے کیا بات سمجھائی گئی؟

جواب: (1) اس سے یہ سمجھایا گیا کہ رزق کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس کا اختیار ہے وہ فیصلے کر سکتا ہے کہ کس کو دے اور کس سے روک لے۔

(2) یوں اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ تمہارا یہ اختیار نہیں ہے کہ تم رزق روک دینے کے فیصلے کرو۔ تم روکو گے تو اللہ تعالیٰ کوئی اور انتظام کر دے گا۔

﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو لازماً نکال دے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں'' (8)

سوال 1: ﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو لازماً نکال دے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا اُس سے ذلیل کو ضرور نکال دے گا'' یہ واقعہ غزوہ مریسیع میں پیش آیا، جب کچھ مہاجرین اور انصار کے درمیان تلخ کلامی اور شکر رنجی پیدا ہوئی، اس وقت منافقین کا نفاق سامنے آ گیا اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا ظاہر ہوا۔ ان کے سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: ''ہماری اور ان کی، یعنی مہاجرین کی مثال تو بس ایسے ہے جیسا کہ کسی کا قول ہے: ''اپنے کتے کو موٹا کرو تجھے ہی کھائے گا'' اور کہنے لگا: ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ ''کہ اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا اُس سے ذلیل کو ضرور نکال دے گا'' (تفسیر سعدی: 2776/3)

(2) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں تھے جنگ ختم ہونے کے بعد ایک مہاجر نے ایک انصار کے لات ماری اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں نے اپنی اپنی جماعت کو مدد کے لیے بلایا آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہی جاہلیت کی بات کر رہے ہو چھوڑ دو کریدنے سے بدبو پھیلے گی ابن ابی بولا کیا واقعی مہاجر نے جرأت کی ہے اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس جائیں گے تو وہاں کے معزز ترین ذلیلوں کو باہر نکال دیں گے بقول سیدنا جابر رضی اللہ عنہ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو انصار کی کثرت تھی۔ پھر مہاجروں کی کثرت ہو گئی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے۔ مجھے اس منافق کی گردن اڑانے دیجیے۔ فرمایا جانے دو کہیں یہ چرچا نہ ہو جائے کہ محمد ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مار ڈالتا ہے۔ (بیہقی) (مختصر ابن کثیر: 2072/2)

(3) ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے'' یعنی عزت والے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومن ہیں۔

(4) ﴿وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن منافق جانتے نہیں ہیں'' یعنی منافق خود فریبی میں ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہی عزت والے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے عزت اور ذلت کے بارے میں کیا وضاحت کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (1) عزت اور غلبہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ وہ جس کو چاہے عزت اور غلبہ عطا کر دے۔

(2)عزت رسولوں کے لیے ہے جن کو وہ چاہتا ہے عزت عطا فرماتا ہے۔

(3)عزت ایمان والوں کے لیے ہے جو اس کے فرمانبردار ہو کر عزت پاتے ہیں۔(4)معزز صرف وہی ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ معزز سمجھے۔

(5)جسے اہل دنیا معزز سمجھیں یا انسان خود اپنے آپ کو سمجھے تو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں اس کا کوئی مقام نہیں۔

(6)اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نفاق اور کفر کی وجہ سے کبھی کسی کو عزت نہیں مل سکتی۔

سوال3: منافق عزت اور ذلت کی حقیقت کو نہیں جانتے اس وجہ سے منافقوں کے اندر کیا تبدیلی آئی؟

جواب: منافق لاعلمی اور ناسمجھی کی وجہ سے مفید کام نہیں کرتے اور نقصان دہ چیزوں سے نہیں بچتے جیسے کم فہم افراد کیا کرتے ہیں یا جیسے نادان بچے اپنے نقصان کو نہ سمجھنے کی وجہ سے نقصان دہ کام کرتے ہیں اسی طرح منافقوں کی زندگی نقصان دہ کاموں سے بھری ہوئی ہے۔

رکوع نمبر 14

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں''(9)

سوال1: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)ان آیات میں مومنوں کو منافقوں کے اخلاق سے ڈرایا گیا ہے۔

(2)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں'' اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کثرت سے ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔ایسا نہ ہو کہ مال اور اولاد کی محبت انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دے۔

(3)اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بے شمار بھلائیاں ہیں۔ان بھلائیوں سے اولاد کی محبت اور ان پر شفقت آڑے آتی ہے۔

(4)اولاد اور مال کی محبت انسان کی جبلت میں ہے اسی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت پر مال اور اولاد کو ترجیح دے بیٹھتے ہیں۔

(5)﴿وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ﴾ ''اور جو لوگ ایسا کریں گے'' جس کو بھی مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کریں گے۔

(6)﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں'' یعنی وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے محروم ہوجانے والے ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیشہ کی زندگی پر فانی زندگی کو ترجیح دی ہے۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' (التغابن:15)

سوال2: مال اور اولاد کیسے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیتی ہے؟

جواب:(1)مال اور اولاد کی محبت جب انسان پر غالب آجاتی ہے تو انسان اللہ کے احکامات اور فرائض سے غافل ہوجاتا ہے۔

(2)مال اور اولاد کی محبت کی وجہ سے انسان اللہ کے قائم کردہ حلال وحرام کی حدود کا خیال نہیں رکھتا۔

(3)مال اور اولاد کی محبت کی وجہ سے انسان محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو نہیں سمجھتا۔نہ قرآن حکیم پڑھنے کو ذمہ داری خیال کرتا ہے۔نہ اس کی تعلیم کو ذمہ داری سمجھتا ہے نہ اس تعلیم کو سب تک پہنچانے کے لیے سوچنا بھی گوارا کرتا ہے۔نہ دینی ذمہ داریوں کو اپنی ذمہ داری خیال کرتا ہے دین کے دفاع کے لیے اسلام کی سربلندی کے لیے غور وفکر بھی کرنا نہیں چاہتا۔یوں یہ پتہ چلتا ہے کہ مال واولاد کی محبت انسان کو غفلت تک پہنچا دیتی ہے۔

سوال3: منافقوں کے تذکرے کے فوراً بعد مال اور اولاد کی محبت کا ذکر کیوں کیا ہے؟

جواب: منافقین کے تذکرے کے فوراً بعد مال اور اولاد کی محبت کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ یہ محبت جو غفلت میں ڈالتی ہے اور مال واولاد کی محبت کی وجہ سے ذمہ داریوں سے غافل ہوجانا یہ منافقانہ کردار ہے۔جو خسارے تک پہنچانے والا ہے۔

سوال4: مال اور اولاد کے بارے میں مومنوں کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟

جواب:(1)مومن مال اور اولاد کے بارے میں سچا شعور رکھتے ہیں۔وہ مال کو بھی اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی۔

(2)مومن مال کو چونکہ اپنی ذاتی ملکیت نہیں سمجھتا اس لیے رب کی ہدایت کے مطابق کماتا ہے،اور رب کی چاہت کے مطابق اس کی رضا کے حصول کے لیے اپنی ذات پر،اپنے گھر والوں پر اور دینی ضروریات پر خرچ کرتا ہے۔

(3)مومن اپنے مال سے دنیا کے لیے بھی اہتمام کرتا ہے اور جنت بھی کماتا ہے۔مومن کا نقطہ نظر وسیع ہوتا ہے۔

(4)مومن اپنی اولاد کو چونکہ رب کی امانت سمجھتا اس لیے اپنی اولاد کو اپنا یا کسی اور کا نہیں اللہ کا غلام بنانے کے لیے تگ ودو کرتا ہے۔

(5)مومن اپنی اولاد کو آگ سے بچانے کی کوششیں کرتا ہے۔

(6)مومن اپنی اولاد کو بھی وحی کی تعلیم دلوانے کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعلیم دلوانے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

(7)مومن اپنی اولاد کو رب کی رضا کی خاطر جان دینے کے لیے تیار کرتا ہے۔

(8)مومن مال اور اولاد سے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

سوال5: مال اور اولاد پاکر اہل ایمان کا کردار کیسا ہوتا ہے؟

جواب: (1)مال اور اولاد پاکر اہل ایمان اپنے رب کو یاد رکھتے ہیں۔(2)اس کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے نعمتیں عطا کیں۔

(3)احکام و فرائض کی پابندی کرتے ہیں جو اللہ نے عائد کیے ہیں۔(4)حلال و حرام کے درمیان تمیز کرتے ہیں۔

(5)دنیا میں رہنے کے مقصد کو پورا کرتے ہیں۔احیائے دین کے لیے اپنا وقت، صلاحیتیں، مال لگاتے ہیں۔

سوال6: جن کو مال اور اولاد غفلت میں ڈال دے اس کے بارے میں رب العزت کا کیا فیصلہ ہے؟

جواب: رب العزت نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ مال اور اولاد کی وجہ سے غفلت میں پڑنے والے خسارے میں رہیں گے۔

﴿اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا''(10)

سوال1: ﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ ''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ اس سے پہلے کہ موت آجائے اور مہلت ختم ہو جائے اور بے بسی اور ندامت کام نہ آئے خرچ کر ڈالو۔رب العزت نے فرمایا: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔تاکہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور اُس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اُٹھائے جائیں گے۔'' (المومنون:100,99)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ﴾ ''اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب اُن پر عذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑا قریب کے وقت تک مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟'' (ابراہیم:44)

(3)اس حکم میں تمام نفقات واجبہ، مثلا: زکوۃ، کفارات، اہل وعیال اور غلاموں وغیرہ کا نان ونفقہ اور تمام نفقات مستحبہ، مثلا: تمام مصالح میں مال خرچ کرنا شامل ہیں یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسے نفقے کا مکلف نہیں بنایا جو ان کے لیے نہایت مشکل ہو اور ان پر شاق گزرے بلکہ ان کو اس رزق میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کا حکم دیا ہے جو اسی نے ان کو عطا اور میسر کیا اور اس کے اسباب مہیا کئے۔ پس انہیں چاہیے کہ وہ اپنے نادار بھائیوں کی مالی مدد کر کے اس ہستی کا شکر ادا کریں جس نے ان کو رزق عطا کیا ہے اور موت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر لیں۔ موت جب آجائے گی تو بندے کے لئے ممکن نہ ہوگا کہ وہ ذرہ بھر بھی بھلائی کر سکے۔ (تفسیر سعدی:2777/3)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا صدقہ بڑا ہے تو فرمایا! کہ تو صدقہ کرے اس حال میں کہ تو تندرست اور حریص ہو اور محتاجی کا خوف کرتا ہو اور مالداری کا امیدوار ہو اور تو دیر نہ کر یہاں تک کہ سانس گلے میں آجائے تو اس وقت تو کہے اتنا فلاں کا ہے اور اتنا فلاں کا۔ اب تو وہ فلاں (وارث) کا ہو ہی چکا ہے۔ (صحیح مسلم:2382)
(معارف القرآن:459/8)

(5)﴿فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا'' یعنی اے میرے رب مجھے مہلت دے دے کہ میں صدقہ کر کے تیرے عذاب سے بچ جاؤں۔ یعنی میں تیرے احکامات بجالا کر اور تیرے نواہی سے رک کر صالحین میں شامل ہو جاؤں۔

(6)اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زندگی ناقابل اعتبار ہے اس لیے نیک کاموں میں دیر نہیں کرنی چاہیے مثلاً اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا، حج کرنا۔

(7)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس پر حج یا زکوۃ فرض ہو جائے اور وہ ایسا نہ کرے تو مرتے وقت وہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرتا ہے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:1663/1)

(8)سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ سورۃ التکاثر پڑھ

رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابنِ آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ اے ابنِ آدم! تیرا کیا مال ہے؟ تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھایا اور کھا کر ختم کر دیا اور جو تو نے پہنا اور پہن کر ختم کر دیا یا تو نے صدقہ کیا آگے بھیج دیا۔'' (مسلم:7420)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کی ترغیب کیسے دلائی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے یعنی رزق پر تمہارا اختیار تھا جس نے یہ رزق تم تک پہنچایا ہے وہ تم سے خرچ کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔

(2) اس سے پہلے کہ تمہیں موت آجائے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر لو پھر مہلت مانگو گے سب کچھ لٹا دینا چاہو گے موقع نہیں ملے گا۔

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اُس کی مقررہ مدت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (11)

سوال 1: ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اُس کی مقررہ مدت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اُس کی مقررہ مدت آ جائے گی'' یعنی مقررہ مدت آجانے پر اللہ تعالیٰ کسی کو ڈھیل نہیں دیتا اور وہ خوب جانتا ہے کہ کس کی نیت میں خلوص ہے۔ اگر یہ دنیا میں واپس بھیج بھی دیے جائیں تو پھر اس کی بہاروں اور رنگینوں میں کھو کر رہ جائیں گے۔ (2) دنیا میں لوٹنے کی تمنا صرف کافر کریں گے۔

(3) اور ہر قوم کے لیے ایک مدت مقرر ہے۔ پھر جب اُن کی مدت آجائے گی، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ (سورہ الاعراف:34)

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے اور پھر ہاتھ گدی پر رکھا پھر کھولا اور پھیلایا اور دراز کیا اور فرمایا یہ اس کی امید ہے یہ اس کی امید ہے۔ (جامع ترمذی:2334)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے میرے جسم کے کسی حصے کو چھوا اور فرمایا: ''دنیا میں ایسے رہو گویا کہ اجنبی ہو یا راہ چلتے مسافر اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔ مجھ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''جب تم صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو اور جب شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو کیونکہ اے عبداللہ! تم نہیں جانتے کہ کل تمہارا نام کیا ہوگا۔'' (جامع ترمذی:2333)

(6)﴿وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو'' رب العزت نے مومنوں کو اپنے اعمال کی اصلاح کی ترغیب دلائی ہے تا کہ وہ آخرت کے لیے زادراہ لے لیں۔اور یہ بات جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر مطلع ہے اوران کی خبر رکھتا ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اچھے برے اعمال سے باخبر ہے۔وہ نیتوں کے حال بھی جانتا ہے اور اعمال کی بھی اسے خبر ہے۔وہ اپنے علم کے مطابق اچھے برے اعمال کی جزا دے گا۔

سوال2:موت کا وقت آنے پر کیا مہلت دی جاتی ہے؟

جواب:اللہ کی سنت اور طریقہ میں کبھی تبدیلی نہیں آئی۔اللہ نے جو وقت مقرر کر رکھا ہو آگے پیچھے نہیں کیا جاتا۔اسی وجہ سے مہلت نہیں دی جائے گی۔

سوال3:اللہ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ نے مقررہ وقت سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے مہلت نہ دینے سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اعمال کے بارے میں خبیر ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اس لیے دلایا ہے کہ انسان اپنے اعمال کی فکر کر لیں۔

اٰیاتھا ۱۸ ۶۴ سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۸ رکوعاتھا ۲

سوال1:یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔اس میں 2 رکوع اور 18 آیات ہیں۔

سوال2:مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 64 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 108 ہے۔

رکوع نمبر 15

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اُسی کے لیے بادشاہت ہے اور اُسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''(1)

سوال 1: ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اُسی کے لیے بادشاہت ہے اور اُسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ مختار کل ہے ساری کائنات تسبیح خواں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ اسی کی بادشاہت ہے، اسی کا تصرف ہے۔ وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

(2) یہ آیات کریمہ اللہ تعالیٰ کے عظیم اوصاف کے وسیع حصے پر مشتمل ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل الوہیت، بے پایاں غنا اور تمام مخلوق کے اس کے سامنے محتاج ہونے کا ذکر فرمایا ہے، نیز ذکر فرمایا کہ زمین اور آسمان کی تمام مخلوق اپنے رب کی حمد وثنا کے ذریعے سے اس کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2778/3)

(3) ﴿لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ﴾ ''اُسی کے لیے بادشاہت ہے اور اُسی کے لیے سب تعریف ہے'' اس کے اقتدار سے کوئی چیز باہر نہیں۔ حمد وثنا کا صرف وہی مالک ہے۔ اس کے لیے حمد ہے اس بناء پر کہ وہ صفات کمال کا مالک ہے۔ اس کے لیے حمد ہے اس بناء پر کہ اس نے تمام اشیاء کو وجود بخشا، اس کے لیے حمد ہے کہ اس نے احکام شریعت شروع کیے اور مخلوق کو نعمتیں عطا کیں۔ اس کی قدرت سب کو شامل ہے موجودات میں سے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل: 44)

(5) ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' وہ ہر چیز کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور کسی چیز سے عاجز نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1636)

(6) وہ ہر چیز پر قادر ہے، جو چاہے کرے، نہ کوئی رکاوٹ پیدا کرے اور نہ کوئی مزاحم ہو اور جس چیز کو نہ چاہے، کسی کی طاقت نہیں کہ اسے وجود میں لے آئے۔ (مختصر ابن کثیر: 2074/2)

سوال 2: آسمان وزمین کی تسبیح سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:(1) آسمان وزمین کی تسبیح سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آسمان بھی مومن ہے اور زمین بھی مومن ہے۔
(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آسمان وزمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا بادشاہت کسی کی نہیں۔ اس کے سوا اختیار کسی کا نہیں۔ اگر کسی کا اختیار ہے تو اس کا ذاتی نہیں، اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے۔ اگر کسی کے پاس مال ہے تو وہ بھی اس کا ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ حمد کا مستحق کیوں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ حمد کا مستحق اس لیے ہے کہ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے اس کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ جو کچھ کسی کے پاس ہے اسی کا دیا ہے۔ کسی کا ذاتی نہ اختیار ہے نہ کمال اس لیے حمد اسی کی ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی ملکیت سے، اس کی تسبیح سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی قدرت کے شعور کا ایمان لانے والے کے ذہن پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی قدرت کے شعور سے ایمان لانے والے کا ذہن متاثر ہوتا ہے۔ وہ یہ حقیقت جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی ہر چیز میں کارفرما ہے۔ اسی کا ارادہ ہے، اسی کا اختیار ہے۔ اس یقین کے بعد وہ اپنے آپ کو قدرت کے سپرد کر دیتا ہے کہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔ وہ راضی برضا ہو جاتا ہے۔ اُس کے رب ہونے پر محمد ﷺ کے رسول ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾

''وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مومن ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو''(2)

سوال1: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ ''وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مومن ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ ہدایت کا حق رکھنے والوں کو جانتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ﴾ ''وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے'' یعنی وہ تم سب کا خالق ہے۔ اچھے اور برے انسانوں کی تخلیق اسی کی ہے۔
(2) ﴿فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ ''پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مومن ہے'' اللہ تعالیٰ کے ارادے سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن۔ (3) اللہ تعالیٰ کامل طریقے سے جانتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون ہدایت کا حق نہیں رکھتا۔

(4)پس ان کا ایمان اور کفر تمام اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر سے ہے، یہی اس کی مشیت ہے، اس نے ان کو قدرت اور ارادہ عطا کیا جس کی بنا پر وہ امر ونہی میں سے جس چیز کا ارادہ کریں، اس کا اختیار رکھتے ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2778,2779)

(5)زجاج رحمہ اللہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ کافر اور اس کے کفر کا خالق ہے جس کو وہ اختیار کرتا ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کا خالق ہے۔ اور اس نے مومن کو تخلیق کیا اور اس کے ایمان کو جس کے ساتھ وہ کام کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان کا خالق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے تخلیق کرنے کے بعد کافر کفر کرتا ہے اور کفر کو اختیار کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اسی کا اندازہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا علم ہے۔ کیونکہ مقدر کے خلاف کوئی چیز وجود میں آنے سے عاجز ہے اور معلوم کے خلاف کسی چیز کا وجود جہالت ہے۔(فتح القدیر:5/287)

(6)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اُس کو خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تمہارے اعمال کو وہ دیکھتا ہے اور ان کا پورا علم رکھتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اور وہ تمہیں اس کی جزا دینے والا ہے لہٰذا اس کے اوامر ونواہی کی مخالفت سے ڈرو۔(جامع البیان:28/126)

(7)اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام اعمال خیر وشر کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔ اسی بناء پر وہ سب کو ان کے اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔''(الملک:2)

سوال2: انسانوں میں سے کسی نے کفر اور کسی نے ایمان کا راستہ کیسے اپنایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے نیکی اور بدی حق اور باطل خیر وشر اور کفر اور ایمان کے راستوں کی وضاحت کر کے انسان کو ارادے اور اختیار کی جو آزادی دی ہے اُس کی وجہ سے کسی نے ایمان اور کسی نے کفر کا راستہ اپنایا ہے۔

سوال3: کیا ایمان اور کفر کا راستہ اختیار کرنے پر انسان پر کوئی جبر ہے؟

جواب:(1)انسان پر کوئی جبر نہیں۔ اگر جبر ہوتا تو انسان کفر کا راستہ اختیار ہی نہ کر سکتا۔(2)جبر ہونے کی صورت میں امتحان ختم ہو جاتا۔

سوال4: انسان کو اپنے عمل پر جزا کیوں ملے گی؟

جواب:(1)انسان اپنے ارادہ سے عمل اختیار کرتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ کفر کا خالق بھی ہے اور ایمان کا خالق بھی لیکن جو کفر اختیار کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے اس لیے کافر بننے کی سزا ہے۔ اور جو ایمان کا راستہ اختیار کر کے مومن بنتا ہے وہ اپنے ارادے سے بنتا ہے اس لیے اس کی جزا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے انسان کو برائی بھلائی کی پہچان دی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر، کتابیں عطا کر کے اپنے دین کو واضح کیا ہے۔ اب

اپنی عقل اور وحی کے علم کے ساتھ وہ اپنے لیے ایمان کا راستہ اختیار کرسکتا ہے۔اگر وہ کرے تو اس کے لیے جزا ہے۔اور اگر نہ کرے تو سزا ہے۔(4)انسان کو اس کے اعمال پر جزا اس لیے ملے گی کہ اس کے اعمال کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی صفت بصیر کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔وہی ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾

''اُس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو اچھی صُورتیں بنائیں اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے''(3)

سوال1:﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾''اُس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو اچھی صُورتیں بنائیں اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے''زمین وآسمان اور انسان کو مصلحت کے تحت بنایا گیا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾''اُس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے''یعنی اس نے زمین وآسمان اور ان تمام چیزوں کو جو ان کے اندر ہیں حکمت کے ساتھ پیدا کیا اور اس مقصد کے لیے جو اسے مطلوب ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا پھر اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں،پس بہت ہی اچھی تمہاری صورتیں بنائیں اور اُس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا،یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب،پس بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ،سارے جہانوں کا رب ہے۔''(غافر:64)

(2)﴿وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾''اور اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو اچھی صُورتیں بنائیں''یعنی انسان تمام زمینی مخلوقات میں سب سے زیادہ اچھی صورت والا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے ماؤں کے رحم میں اپنے بندوں کی صورتیں بنائیں اور انسان کو خوبصورت اور دل کش بنایا،رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔''(التین:4)

(4)﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۭ﴾''اے انسان!اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا؟جس نے تجھے پیدا کیا۔پھر تجھے درست بنایا،پھر تجھے

برابر کیا۔جس صورت میں اُس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔" (الانفطار:6-8)

(5)﴿وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

"پھر اُس نے تمہاری صورتیں بنائیں۔پھر بہت ہی اچھی تمہاری صورتیں (بنائیں)۔اور اُس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا۔وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے۔پھر بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کائنات کا رب ہے۔" (المومن:64)

(6)انسان کو اللہ تعالیٰ نے روحانی اور شعوری اعتبار سے بھی بہترین بنایا اور قابلیتوں کے لحاظ سے بھی بہترین بنایا۔

(7)﴿وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ "اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے" یعنی اے انسانو! سب انسانوں نے لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

(8)اس سے مراد قیامت کے دن کا لوٹنا ہے جب اعمال کی جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے اور نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کا شکر ادا کیا یا ناشکری کی؟ (9)اللہ تعالیٰ نے محاسبے اور مواخذے کا شعور دلایا ہے۔وہ عادل ہے حق پر فیصلے کرنے والا، سب سے غالب اور کمال حکمت رکھنے والا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے کائنات کو کیسے پیدا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

سوال3: کائنات کو حق کے ساتھ پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو عدل و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

سوال4: عدل اور حکمت کیا ہے؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ کا عدل اور حکمت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والے کو اس کے احسان کی اور فاجر کو اس کی بدی کی سزا دے۔

(2)اللہ تعالیٰ عدل کا اہتمام قیامت والے دن فرمائے گا جب وہ سب کے درمیان انصاف کرے گا۔

سوال5: کائنات کی تخلیق حق پر ہے اگر کسی شخص کو اس کا شعور نصیب ہو جائے اور یہ یقین اس کے اندر اتر آئے تو اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: (1)اس شعور اور یقین سے انسان کا اپنے دین پر اعتماد قائم ہوتا ہے۔کیونکہ دین اسلام کی بنیاد حق ہے۔

(2)انسان جب کائنات کو حق پر قائم دیکھتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ حق غالب آئے گا اور حق باقی رہے گا۔اور باطل تو جھاگ ہے جو اُڑ جائے گا۔

﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ

﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''وہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے''(4)

سوال1:﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''وہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''وہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے'' اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات، سارے واقعات کے غیب اور حاضر کا ظاہر اور باطن کا کامل علم رکھنے والا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال، افعال اور نیتوں کو جانتا ہے۔ان میں سے جو ظاہر ہے جو پوشیدہ ہے وہ سب کا علم رکھتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1636,1637)

(3)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' یعنی جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو اور جو تمہارے سینوں کے اندر اچھے بھید چھپے ہوئے ہیں یا گندے، نیک نیتیں مستور ہیں یا برے مقاصد، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے تو ایک عقل مند دیدہ ور شخص پر یہ بات متعین ٹھہری کہ وہ اپنے باطن کی اخلاق رذیلہ سے حفاظت کرے اور اخلاق جمیلہ سے متصف ہونے کا حریص ہو اور اس کی کوشش کرے۔(تفسیر سعدی:2779/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا شعور ایمان رکھنے والے پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے شعور کی وجہ سے ایمان رکھنے والا ہر وقت خود کو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں محسوس کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی نظروں کے احساس سے انسان کے اندر ڈر پیدا ہوتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے انسان کی ہر حرکت کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتا ہے۔ یوں وہ خدا رُخی زندگی گزارتا ہے۔

﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''کیا تمہارے پاس اُن کی خبر نہیں آئی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا؟ پھر وہ اپنے کام کا وبال چکھ چکے اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے''(5)

سوال:﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''کیا تمہارے پاس اُن کی خبر نہیں آئی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا؟ پھر وہ اپنے کام کا وبال چکھ چکے اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ﴾ ''کیا تمہارے پاس اُن کی خبر نہیں آئی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا؟'' رب العزت نے اپنے وجود کے دلائل اور اپنی عظیم صفات کے تذکرے کے بعد جن سے اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے پہلی قوموں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے نبوت اور بعث کا انکار کیا۔

(2) رب العزت نے سوال کیا ہے کہ کیا تمہارے پاس پہلی قوموں کے حالات کی خبریں نہیں پہنچیں جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے اعمال پر عذاب کا مزا چکھایا اور آخرت کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

(3) ان لوگوں کے پاس جب رسول حق لے کر آئے تو انہوں نے حق کو جھٹلایا اور اس کے ساتھ دشمنی رکھی۔

(4)﴿فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ﴾ ''پھر وہ اپنے کام کا وبال چکھ چکے'' یعنی انہیں دنیا میں اپنے کفر کی سزا دی گئی۔

(5)﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ ''اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' یعنی آخرت میں ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کا دردناک عذاب ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ﴾

''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے تو اُنہوں نے کہا:
''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' چنانچہ اُنہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی
اُن سے بے پرواہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تمام خوبیوں والا ہے'' (6)

سوال 1:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے تو اُنہوں نے کہا: ''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' چنانچہ اُنہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی اُن سے بے پرواہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تمام خوبیوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی دنیا اور آخرت کا عذاب۔

(2)﴿بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ﴾ ''اس لیے ہے کہ یقیناً اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آتے رہے تھے'' یعنی عذاب کی وجہ یہ تھی کہ ان کے رسول جب ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو انہوں نے ناگواری کا اظہار کیا اور ان کی رسالت کے بارے میں اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

(3)﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا﴾ ''تو اُنہوں نے کہا: ''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' یعنی ہمیں انسان کیسے ہدایت دے سکتا ہے؟ کسی بشر کا رسول ہونا ناممکن ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ ''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو انہیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' (بنی اسرائیل:94)

(4)﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اُن کے رسولوں نے کہا کہ کیا اُس اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور تمہیں ایک مدتِ مقررہ تک مہلت دے۔ انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہی ہو، تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو، جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔'' (ابراہیم:10)

(5)﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾ ''اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جن کو دنیا کی زندگی میں ہم نے خوش حال رکھا تھا اُنہوں نے کہا: ''یہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے، یہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہ اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔'' (المومنون:33)

(6)﴿فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا﴾ ''چنانچہ اُنہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے سے منہ پھیر لیا۔

(7)﴿وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بھی اُن سے بے پرواہ ہو گیا'' اللہ تعالیٰ نے ان سے نظرِ رحمت پھیر لی ہے۔ وہ بے نیاز ہے اسے کسی کی گمراہی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اسے ان کی پرواہ نہیں ہے۔

(8) مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنے غلبے کی وجہ سے اپنے بندوں کی اطاعت سے بے نیاز ہے۔

(9)﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تمام خوبیوں والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بے نیاز اور مخلوق پر اپنی نعمتوں اور اپنے افعال کی وجہ سے قابلِ تعریف ہے۔ (ایسر التفاسیر:1637) (10) وہ ایسا غنی ہے جو ہر لحاظ سے غنائے کامل اور مطلق کا مالک ہے۔ وہ اپنے اقوال، افعال اور اوصاف میں قابلِ تعریف ہے۔ (تفسیر سعدی:2780/3)

سوال 2: کفر لوگوں کے لیے عذاب کا باعث بنتا ہے پھر بھی لوگ اسے اختیار کرتے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟

جواب: (1) کفر کو انسان اس لیے اختیار کرتا ہے کہ انسان بشر کو رسول تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

(2) کفرانسان اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ انسان کا ہدایت لے کر آنا، اُن کی راہ نمائی کرنا قابل قبول نہ تھا۔اب بھی جولوگ رسول کو بشر نہیں مانتے وہ ان کی ہدایات کا اتباع نہیں کرتے۔

سوال3: لوگوں نے رسولوں سے کفر کیسے کیا؟

جواب: (1) لوگوں نے رسولوں کو بشر ماننے سے انکار کیا۔(2) ان پر ایمان لانے سے انکار کیا۔

سوال4: منہ پھیرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد رسولوں کی دعوت سے منہ پھیرنا ہے۔

سوال5: حق کی دعوت سے لوگ کیسے منہ پھیرتے ہیں؟

جواب: لوگ حق کی دعوت کو سنتے نہیں، اس کا علم حاصل نہیں کرتے، اس پر غور وفکر نہیں کرتے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے دعوت قبول نہ کرنے والوں سے کیسے بے نیازی کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان لانے سے اور ان کی عبادت سے بے نیازی کی۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے سے مراد ہے کہ اسے کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں۔

(2) اس سے مراد ہے کہ اگر کوئی اس کی عبادت نہ کرے تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔

سوال8: اللہ تعالیٰ کے حمید ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں قابل تعریف ہے۔(2) تمام مخلوقات اس کی حمد کرتی ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کسی کی حمد کا محتاج نہیں وہی خود ہی قابل تعریف ہے۔

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے''(7)

سوال1: ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ

یَسِیْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے'' یعنی جھوٹے لوگوں نے کہا کہ وہ قبروں سے ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔

(2)﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ﴾ ''آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے۔'' رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ کہہ دیں اللہ کی قسم! تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَیَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ واقعی حق ہے؟ آپ فرمادیں کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناً وہ حق ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں۔'' (یونس:53)

(3)﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (سبا:3)

(4)﴿ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ﴾ ''پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا'' یعنی زندہ کرنے کے بعد ان کے بڑے چھوٹے ، کھلے چھپے سب اعمال تمہیں بتادیں گے۔

(5)﴿وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے'' اس کے لیے دوبارہ زندہ کرنا اور اعمال کا بدلہ دینا بہت آسان ہے۔﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہوکر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' (الزمر:68)

سوال2: کافروں کے گمان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: کافروں کا گمان ہے کہ قیامت والے دن دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ اس گمان کی کوئی حقیقت نہیں اس کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

سوال3: انسانوں کو ان کے اعمال کی خبر دی جائے گی اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:(1) اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعمال کی پوری پوری جزا کے لیے ایک ایسے دن میں انصاف کرنا ہے جس کے آنے

میں کوئی شک نہیں۔(2) دنیا میں ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ نہیں ملتا اس لیے یوم الدین میں ہر ایک کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(3) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ لہٰذا انسان کو اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے کے لیے نیک اعمال کرنے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ پر حشر آسان ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے تمہارے لیے جس چیز کو سمجھنا مشکل ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا کرنا آسان ہے۔

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خوب باخبر ہے" (8)

سوال 1: ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ "چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خوب باخبر ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ "چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ" رب العزت نے اس چیز کا حکم دیا جو بدبختی سے بچانے والی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور موت کے بعد کی زندگی پر ایمان ہے۔

(2) ﴿وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا﴾ "اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے" یعنی قرآن پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل کیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نور سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس کی ضد تاریکی ہے۔ جو احکام، قوانین اور اخبار اس کتاب میں ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، روشنی ہیں جس کے ذریعے سے جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں راہ نمائی حاصل ہوتی ہے اور جس کے ذریعے سے رات کی سیاہ تاریکی میں چلا جاتا ہے کتاب اللہ کی راہ نمائی کے سوا تمام علوم ایسے ہیں جن کے نقصانات ان کے فوائد سے بڑھ کر اور جن کا شر ان کے خیر سے زیادہ ہے بلکہ اس میں کوئی خیر اور کوئی فائدہ ہی نہیں سوائے اس کے جو انبیاء و مرسلین کی لائی ہوئی تعلیمات کے موافق ہو۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب پر ایمان، عزم کامل ان (احکامات و قوانین) پر یقین صادق، اس تصدیق کے مقتضیٰ، یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کا تقاضا کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2781/3)

(4) قرآن نور ہے کیونکہ وہ ہر چیز کی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ پھر اس سے لوگ راہ نمائی پاتے ہیں جیسے روشنی کی وجہ سے راستہ دیکھنا ممکن ہوتا ہے اسی طرح زندگی میں سیدھے راستے کو قرآن روشن کرتا ہے۔

(5) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خوب باخبر ہے۔" اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے

باخبر ہے وہ تمہارے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے تم اس سے کوئی چیز چھپا نہیں سکتے۔ وہ تم سب کو تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی دعوت کس بنیاد پر دی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بعث اور جزا وسزا کے معاملے کو سچ ثابت کرنے کے بعد ایمان کی دعوت دی ہے کہ اب جزا وسزا کا تقاضا یہ ہے کہ تم ایمان لے آؤ۔

﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

''جب اجتماع کے دن کے لیے وہ تم سب کو جمع کرے گا، وہی ہار جیت کا دن ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، تو وہ اُس کی برائیاں اُس سے دور کر دے گا اور اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اُس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے''(9)

سوال 1: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ ''جب اجتماع کے دن کے لیے وہ تم سب کو جمع کرے گا، وہی ہار جیت کا دن ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ﴾ ''جب اجتماع کے دن کے لیے وہ تم سب کو جمع کرے گا'' قیامت کا دن ہی جمع کرنے والا دن ہے۔ اس دن پہلوں اور پچھلوں اور حساب اور جزا کے لیے ایک چٹیل میدان میں جمع کیا جائے گا۔ اس دن وہ پکارنے والے کی آواز کو سنیں گے اس دن ہولناک مقام پر سب کو ان کے اعمال کے بارے میں آگاہ کیا جائے گا۔

(2) قیامت کو یوم الجمع اس لیے کہا گیا ہے کہ اس دن پہلے پچھلے سب جمع ہوں گے۔ سب آواز سنیں گے ہر ایک آخر تک دیکھ رہا ہوگا۔ کوئی چیز حائل نہ ہوگی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔'' (ہود:103)

(3) ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ (۴۹) لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۵۰)﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں۔'' (الواقعہ:50,49)

(4) ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ ''وہی ہار جیت کا دن ہوگا'' تغابن۔ غبن معروف لفظ ہے بمعنی چوری چھپے کسی دوسرے کا حق مار لینا، اور تغابن بمعنی چوری ایک دوسرے کے حقوق، خواہ ان کا تعلق مال و دولت سے ہو یا دوسرے حقوق سے، مارنے کی کوشش کرنا۔ لیکن دنیا میں

جو تغابن ہوتا ہے اور ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:4/464)

(5) یعنی مومن اس دن کافروں کا حق مار لیں گے جنت میں ان کے جو گھر ہیں ان کو مومن لے لیں گے اور کافر جہنم میں جو مومنوں کا مقام ہے اس کو لے لیں گے۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے ائمہ تفسیر نے قیامت کو یوم التغابن کہنے کی وجہ بیان کی ہے اور بہت سے ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ اس دن غبن اور خسارے کا احساس صرف کفار فجار اور اشقیاء ہی کو نہیں بلکہ صالحین مؤمنین کو بھی اس طرح ہوگا کہ کاش ہم عمل اور زیادہ کرتے تاکہ جنت کے مزید درجات حاصل کرتے، اس روز ہر شخص کو اپنی عمر کے اوقات پر حسرت ہوگی جو فضول ضائع کئے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ''جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور پوری مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس قیامت کے روز اس کے لئے حسرت ہوگی۔'' (تفسیر معارف القرآن:8/466)

(7) کافروں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں لے لیا انہوں نے خسارہ اٹھایا اور اس میں انہیں کوئی نفع نہیں ہوا۔ اس دن مومن اپنی جانوں کو جنت کے بدلے میں فروخت کیا اس کا وہ نفع اٹھائیں گے اور خسارہ نہیں اٹھائیں گے۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''ہم میں سے مفلس وہ آدمی ہے جس کے پاس مال و اسباب نہ ہو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز، روزے، زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم:6579) (9) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یوم التغابن قیامت کا ایک نام ہے اس نام کی وجہ ایک یہ ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے سیدنا مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ تغابن کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انہیں جنت میں اور ان کے سامنے انہیں جہنم میں ڈالیں گے۔ (ابن کثیر:366)

سوال 2: قیامت کو یوم التغابن کیوں کہا ہے؟

جواب: (1) قیامت ہار جیت کا دن ہے۔ اس میں ایک گروہ جیتے گا اور ایک ہار جائے گا۔ اہل ایمان کی جیت ہوگی وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(2) التغابن غبن سے ہے غبن نقصان اور خسارے کو کہتے ہیں اس دن کافروں کو نقصان ہوگا اس لیے اسے یوم التغابن کہتے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، تو وہ اُس کی برائیاں اُس سے دور کر

دے گا اور اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اُس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے''یعنی جو اللہ تعالیٰ پر ایسا ایمان رکھتا ہے جو کامل ہے جس کا رب العزت نے حکم دیا ہے۔(2)﴿وَيَعْمَلْ صَالِحًا﴾''اور نیک عمل کرے''یعنی جو نیکی کے کام اللہ تعالیٰ کی خوشی اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیتے ہیں۔وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتے ہیں۔

(3)﴿يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾''اور اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں''یعنی جنت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔اس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل تمنا کریں گے اور جس کی طرف روحوں کی رغبت ہوگی۔

(4)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾''وہ ہمیشہ اُس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے''یعنی اس جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ وہ مریں گے اور نہ اس سے نکلیں گے۔(جامع البیان:129/28)

(5)﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾''یہی بہت بڑی کامیابی ہے''یعنی برائیوں کو دور کرنا اور ایسی جنتوں میں داخل کرنا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ بڑی کامیابی ہے۔

سوال4:ایمان لاکر نیک عمل کرنے کی جزا کیا ہے؟

جواب:(1)ایمان لاکر نیک عمل کرنے کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ برائیاں دور کردے گا۔

(2)اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(3)ایمان لاکر نیک عمل کرنے والوں کو بڑی کامیابی نصیب ہوگی۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، یہی لوگ آگ والے ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور لوٹ کر جانے کی بہت بری جگہ ہے''(10)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، یہی لوگ آگ والے ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور لوٹ کر جانے کی بہت بری جگہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا''یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس کی ملاقات کا

انکار کیا۔(2)﴿وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ﴾ ’’اور ہماری آیات کو جھٹلایا‘‘ یعنی قرآن کا اور اس پر عمل کرنے کا انکار کیا۔
(3) یعنی انہوں نے واضح دلائل کو جھٹلایا۔(4)﴿اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾ ’’یہی لوگ آگ والے ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور لوٹ کر جانے کی بہت بری جگہ ہے‘‘ یہی لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور کتنا برا ہے وہ ٹھکانہ جہاں پر بدبختی، ہر مصیبت اور عذاب ہوگا یا ارحم الرحمین ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمالینا جن سے آپ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ کرنا جن کو آپ نے وعیدیں دی ہیں۔(آمین)

سوال 2: کفر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی آیات جھٹلانے والوں کا کیا بدلہ ہے؟

جواب: جن لوگوں نے کفر کیا۔ اللہ کی آیات کو جھٹلایا جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اور وہاں تک پہنچنا سب سے بڑی ناکامی ہے۔

رکوع نمبر 16

﴿مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾

’’اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا کوئی مصیبت نہیں پہنچتی اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘‘(11)

سوال 1:﴿مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ’’اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا کوئی مصیبت نہیں پہنچتی‘‘ مصیبت اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے پہنچتی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہے۔

(2) یہ آیت کریمہ جان، مال، اولاد اور احباب کے مصائب وغیرہ سب کو شامل ہے، چنانچہ بندوں پر نازل ہونے والے تمام مصائب اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے، اس پر اس کا قلم جاری ہو چکا، اس پر اس کی مشیت نافذ ہو چکی اور اس کی حکمت نے اس کا تقاضا کیا۔ مگر اصل معاملہ یہ ہے کہ آیا بندے نے اس ذمے داری کو پورا کیا جو اس مقام پر اس پر عائد تھی یا وہ اس کو پورا نہ کر سکا؟ اگر اس نے اس ذمے داری کو پورا کیا تو اس کے لئے دنیا وآخرت میں ثواب جزیل اور اجر جمیل ہے۔(تفسیر سعدی: 2784,2783/3) رب العزت نے فرمایا:﴿مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ ’’کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ ہی تمہاری ذات میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں وہ ایک کتاب میں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔‘‘(الحدید:22)

(3)واضح رہے کہ مصائب تین قسم کے ہوتے ہیں۔ایک وہ جولوگوں کے اپنے اعمال کے نتیجہ یا شامت اعمال کے طور پر آتے ہیں۔جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾دوسرے وہ مصائب جن سے ایمانداروں کو آزمائش اور تربیت کیلئے گزارا جاتا ہے۔جیسے فرمایا:﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ﴾تیسرے وہ جن کا تعلق مندرجہ بالا دونوں اقسام سے نہیں ہوتا اور وہ محض اتفاقی قسم کے حوادث ہوتے ہیں۔ایسے مصائب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔(تیسیر القرآن:4/465,466)

(4)یعنی کائنات کا کوئی ذرہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور تقدیر کے بغیر نہیں ہلتا۔اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پہ مصیبت پہنچی پھر اس پر صبر کرے اور اس کی رضا پر راضی رہے اور اس کی قضا کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور اپنی بہتری کی امید رکھے تو اس کے دل کی کھوئی ہوئی دنیا کے لیے ہدایت کی درخشانی اور یقین کی چمک پیدا کر دیتا ہے اور کبھی اس کے بدلے دنیا ہی میں اس کے برابر یا اس سے زیادہ نعمت مل جاتی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مصائب سے انسان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اسے پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ جو مصیبت آئی وہ ٹلنے والی نہ تھی اور جو نہیں آئی وہ آنے والی نہ تھی۔

(5)(i)مومن پر دو چیزیں واجب ہیں سعی اور توکل۔سعی سے مراد خیر کے حصول اور نقصان سے بچنے کے لیے اسطاعت کے مطابق اس راستے پر چلنے کی کوشش کرنا(ii)(دوسرے اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے واقع ہوتی ہے پھر نہ وہ غم کھاتے ہیں اور جو شر واقع ہوتا ہے اس پر غمگین نہیں ہوتے اور خوشی کے موقع یا خیر پہنچنے پر اتراتے نہیں۔

سوال2:﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾''اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾''اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے''یعنی جو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے۔اور وہ جانتا ہے کہ کسی پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے،تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اس کے دل کو اپنے حکم سے سر تسلیم خم کرنے کی توفیق دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہو جاتا ہے۔

(2)جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو بھلائی میں اضافے کے لیے کھول دیتا ہے اور اس کے قدم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں چلا دیتا ہے اور اس سے عظیم اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے خیر کے کاموں میں آگے نکل جاتا ہے اور غم وحزن کے موقع پر اسے راحت ملتی ہے اور نفس کو اطمینان ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر وہ اعتماد کرتا ہے۔(تفسیر مراغی:10/107)

(3)پھر جب وہ اس حقیقت پر ایمان لے آیا کہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے،تب اس پر راضی ہوا اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا،تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ہدایت سے بہرہ مند کر دیتا ہے،پس وہ مطمئن ہو جاتا ہے،تب وہ مصائب کے وقت گھبراتا نہیں

جیسا کہ اس شخص کا وطیرہ ہے جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرتا ہے اور مصائب کے وارد ہونے پر اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی اور موجبات صبر کو قائم کرنے کی توفیق سے نوازتا ہے، اس سے اس کو دنیاوی ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ، جزا و سزا کے دن کے لئے ثواب کو ذخیرہ کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا۔'' (الزمر:10) اس سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ جو کوئی مصائب کے وارد ہونے پر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کا لحاظ نہیں کرتا بلکہ محض اسباب کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے، تو اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔ جب بندہ نفس پر بھروسا کرتا ہے تو نفس کے پاس چیخ و پکار اور بے صبری کے سوا کچھ نہیں، یہ وہ فوری سزا ہے جو آخرت کی سزا سے پہلے بندے کو اس دنیا میں اس پاداش میں ملتی ہے کہ اس نے صبر میں کوتاہی کی جو اس پر واجب تھا۔ (تفسیر سعدی: 3/2783,2784)

(4) اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے تو مصائب کے خاص وقت میں بھی اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا کرتا ہے۔ رہی وہ چیز جو عموم لفظی کی حیثیت سے اس سے تعلق رکھتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ہر وہ شخص جو ایمان لایا، یعنی ایسا ایمان جو مامور بہ ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا۔ پھر ایمان جن لوازم و واجبات کا تقاضا کرتا ہے، اس کے ایمان نے ان کی تصدیق کی۔ بلاشبہ یہی سبب جس کو بندے نے اختیار کیا، اس کے اقوال و افعال، اس کے تمام احوال اور اس کے علم و عمل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ہدایت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ یہ بہترین جزا ہے جو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عطا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اہل ایمان کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدمی سے بہرہ مند کرتا ہے۔ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' (ابراہیم:27) پس اہل ایمان کے دل لوگوں میں سب سے زیادہ راہ ہدایت پر ہوتے ہیں اور وہ گھبراہٹ اور خوف کے موقعوں پر سب سے زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایمان ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2783,2784)

(5) سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے

بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔(مسلم:7500)

(6)﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اشیاء کا کامل علم رکھتا ہے وہ دلوں اور ان کے احوال کا کامل علم رکھتا ہے اور وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کی خبر رکھتا ہے۔اس لیے اس سے ڈر جائیں اور پوشیدہ اعلانیہ معاملات کی نگہبانی کریں۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:﴿أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ﴾تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ''(بخاری:50)

(7)یعنی تمہارے ایمان کے مراتب تمہارے دلوں کے راز اور تمہارے اعمال کے حالات وآفات اور اس کے خلوص کا کامل علم رکھتا ہے۔(تفسیر قاسمی:184/16)

سوال3:اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کیسے ہدایت دیتا ہے؟

جواب:سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے دل میں یہ یقین پختہ کر دیتا ہے کہ اسے جو پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے پہنچتا ہے جس سے وہ جان لیتا ہے کہ جو اسے پہنچتا ہے وہ پہنچ کر رہنا ہے اور جو چیز اسے نہیں پہنچی وہ نہیں پہنچ سکتی۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہنچنے والی مصیبت سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں۔انسان مصیبت میں دعائیں کرتا ہے تو اس یقین کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ میرے حال سے باخبر ہے اور اللہ تعالیٰ میری مصیبت دور کر سکتا ہے۔یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مصیبت سے اللہ تعالیٰ کے علم کا شعور یقینی طور پر ملتا ہے۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو،اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر محض صاف صاف پہنچا دینا ہے''(12)

سوال1:﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو،اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر محض صاف صاف پہنچا دینا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اس کے اوامر کی تعمیل کریں اور نواہی سے اجتناب کر کے ان کی اطاعت کریں۔

(2)رب العزت نے اطاعت کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اطاعت پر ہی فلاح کا دارومدار ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے مصائب سے بندہ مومن کو نکال کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں مشغول ہو جانے کا حکم دیا۔

(4)یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب کی اطاعت کر کے اس کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ان کی شخصی اطاعت کرو اور ان کی وفات کے بعد ان کی سنت کی اطاعت کرو۔(5)اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔

(6)﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾''اگر تم پھر جاؤ''یعنی اگر وہ اس دعوت سے منہ موڑیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کریں تو ہمارے رسول کو نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری صرف بلاغ مبین، کھلم کھلا پہنچا دینا ہے۔

(7)یعنی ہدایت دینا رسول کے اختیار میں نہیں کیونکہ رسول کا کام صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

(8)﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ﴾''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا۔آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو کوئی مصیبت آ جاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے۔''(الشوریٰ:48)

(9)امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام بھیجنا ہے،رسول اللہ ﷺ کا کام اس پیغام کو(لوگوں تک)پہنچا دینا ہے اور ہمارا فرض اسے تسلیم کر لینا ہے۔(بخاری قبل الحدیث:7530)

(10)﴿فَذَكِّرْ ؗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (۲۲)﴾''پس آپ نصیحت کریں،یقیناً آپ نصیحت کرنے ہی والے ہیں۔آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔''(الغاشیہ:22,21)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت کا مطالبہ کیوں کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت کا مطالبہ اس لئے کیا ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں''(13)

سوال1:﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں''یعنی جس نے تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔جس کے سوا عبادت کسی کے لائق نہیں،کسی کا حق نہیں کیونکہ وہ خالق،رازق،اور تمہاری زندگی کا مدبر ہے۔(ایسر التفاسیر:1648)(2)وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا ہر معبود باطل ہے۔وہی عبادت اور الوہیت کا مستحق ہے۔

(3)﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ایمان والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے لہٰذا ایمان والوں کو جو معاملہ بھی پیش آئے انہیں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا چاہیے۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ ''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ۔'' (المزمل:9)

(4) پس اہل ایمان کو ہر معاملے میں جو بھی انہیں پیش آئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ کوئی معاملہ آسان نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر بندے کا اعتماد اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک بندے کا اپنے رب کے ساتھ حسن ظن نہ ہو اور اس معاملے میں اس کے کافی ہونے کا وثوق نہ ہو جس پر بھروسا کر رہا ہے اور بندے کے ایمان کے مطابق اس کے توکل میں قوت اور ضعف ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2784/3)

سوال 2: توکل کرنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: توکل کرنے کا مطلب ہے کہ: (1) اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں۔ (2) اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کریں۔

(3) اپنے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے لیے دشمن ہیں سو اُن سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (14)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے لیے دشمن ہیں سو اُن سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' بیوی بچوں سے ہوشیار رہنے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے لیے دشمن ہیں سو اُن سے ہوشیار رہو'' رب العزت نے ایمان والوں کو بیوی بچوں سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ بعض کی بیویاں دشمن ہو جاتی ہیں اور بعض کی اولاد دشمن ہو جاتی ہے۔

(2) بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بیویاں شوہروں کو اور بچے ماں باپ کو نیک اعمال سے روک دیتے ہیں۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے آیت: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ ''اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے، انہوں نے مدینہ جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر ان کے بیوی بچوں نے اصرار کیا کہ وہ انہیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ بہر حال جب وہ (کچھ عرصہ بعد) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ (پہلے آنے والے) لوگوں نے دین میں کافی سمجھ بوجھ حاصل کر لی ہے، تو انہوں نے بیوی بچوں کو (پیچھے رہ جانے کی وجہ سے) سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی:'' (ترمذی:3317)

(4) سیدنا ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سرخ رنگ کے لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے آ گئے۔ کیفیت یہ تھی کہ دونوں بچے کرتوں میں الجھ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر جب ان پر پڑی تو آپ منبر سے اتر کر انھیں اٹھا لائے اور انھیں اپنے سامنے بٹھا کر فرمانے لگے: ''سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے: ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں۔'' میں ان دونوں بچوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ کر سکا، آخر میں نے خطبہ چھوڑ کر انھیں اٹھا لیا۔'' (ترمذی:3774، ابوداود:1109)

(5) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ ان میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ دشمن وہ ہوتا ہے جو تمہارے خلاف برائی کا ارادہ رکھتا ہو اور تمہارا وظیفہ (ذمے داری) ایسے شخص سے بچنا ہے جس کی یہ صفت ہو۔ بیویوں اور اولاد کی محبت نفس کی جبلت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ایسی محبت کے بارے میں نصیحت کی ہے جو ان کے لئے بیوی اور اولاد کے ایسے مطالبات کے سامنے جھکنے کا موجب بنتی ہے جس میں کوئی شرعی ممانعت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے احکام کی تعمیل اور اس ثواب عظیم کے لئے اس کی رضا کو مقدم رکھنے کی ترغیب دی ہے جو بلند مطالب اور عالی قدر محبت پر مشتمل ہے اور اس امر کی ترغیب دی ہے کہ وہ آخرت کو ختم ہو جانے والی فانی دنیا پر ترجیح دیں۔ (تفسیر سعدی:3/2785)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنا دی گئی، جو عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔'' (آل عمران:14)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مکہ میں بعض لوگ مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا چاہتے تھے مگر بیوی

بچوں کی محبت آڑے آرہی تھی اس لیے ہجرت نہ کرتے تھے۔ایک عرصہ کے بعد جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا لوگ دینی مسائل بہت کچھ سیکھ چکے اور یہ ان سے بہت پیچھے رہ گئے۔اب انہوں نے بچوں کو سزا دینی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(8)﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا﴾اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو''یعنی اے مومنو!اگر تم معاف کردو گے اور درگزر کرو گے اور بخش دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرما کر انہیں بخش دے گا۔(ترمذی)

(9)عمل کی جزا اس کی جنس ہوتی ہیں لہذا جو کوئی معاف کردے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردیتے ہیں اور جو درگزر کرتا ہے،اللہ تعالیٰ بھی اس سے درگزر کرتا ہے۔جو اس کے بندوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی اور بندوں کی محبت عطا کرتے ہیں اس طرح وہ کامیاب ہوجاتا ہے۔

(10)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''یقینا اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے جو دوسروں کے گناہ معاف کرتا ہے اور رحم کرنے والے پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔

(11)جو بندہ اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتا ہے تو وہ غفور گناہ بخش دیتا ہے اور وہ رحیم ہے وہ توبہ کرنے والے پر توبہ کرنے کے بعد بھی پلٹ جاتا ہے۔(جامع البیان:133/28)

(12)اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور رحیم کی طرف متوجہ کرکے انہیں معاف کرنے کے لئے تیار کیا۔اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا کہ اللہ تعالیٰ پچھلے گناہوں،غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کہ اُس نے رحمت سے ایمان قبول کرنے اور ہجرت کرنے کی توفیق دی۔جب اُس کی مغفرت نے تمہیں ڈھانپ لیا اور اس کی رحمت سے تمہیں معاف کردیا تو تم بھی معاف کردو۔

سوال2:بیوی بچے ایمان والے کے کیسے دشمن بن جاتے ہیں؟

جواب:جب بیوی بچے نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دشمن ہیں کیونکہ کوئی خیر خواہ بھلائی سے نہیں روک سکتا۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے بیوی بچوں کی دشمنی کے بارے میں کیا حکم دیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اُس سے بچ جاؤ یعنی اُن کے پیچھے لگنے سے بچو۔بچوں کو ایمان اور نیک اعمال کا خوگر بناؤ انہیں نیکی کے راستے پر چلاؤ اور اپنی آخرت خراب ہونے سے بچالو۔

﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے''(15)

سوال1:﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے'' مال اور اولاد آزمائش ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ مال اور اولاد دے کر آزماتا ہے تو کوئی فرماں برداری کرنے والا ہے اور کوئی نافرمانی کرنے والا ہے۔

(2) انسان کو اولاد کی محبت قطع رحمی اور گناہوں پر مجبور کر دیتی ہے۔

(3) سیدنا کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔'' (ترمذی:2336)

(4)﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لیے عظیم ثواب ہے جب کہ اپنی اولاد اور اپنی بیویوں کی مخالفت برداشت کرتے ہو۔ تم اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہو اور جنت میں ایسے لوگوں کے لیے اجر عظیم ہے۔

سوال2: مال اور اولاد کی آزمائش میں انسان کیسے کامیاب ہو سکتا ہے؟

جواب: مال اور اولاد کی آزمائش میں انسان تبھی کامیاب ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم کس کے لئے ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا اجر عظیم اس کے لئے ہے:

(1) جو مال اور اولاد کی محبت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دیتا ہے۔ (2) جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رُکتا ہے۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرتے رہو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں'' (16)

سوال1:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرتے رہو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾''سوجتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو''اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے۔جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ اس کی اطاعت اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے بچنے کا نام ہے۔

(2)یعنی جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

(3)ابن ابی حاتم نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت ﴿اتقوا الله حق تقاته﴾ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عمل کرنا شاق ہو گیا چنانچہ وہ نفلوں میں اس قدر کھڑے ہوتے کہ ان کے قدموں پر سوج آجاتی اور چہرے پھٹ جاتے تھے تب مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے تخفیف نازل فرمائی۔﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾(تفسیر ابن عباس:383/3)

(4)یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ واجب جس کو ادا کرنے سے بندہ عاجز ہو،اس سے ساقط ہو جاتا ہے۔اگر کچھ امور پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور کچھ پر قدرت نہیں رکھتا تو وہ انہی امور پر عمل کرے گا جن پر عمل کرنے کی وہ قدرت رکھتا ہے اور جن پر عمل کرنے سے عاجز ہے وہ اس سے ساقط ہو جائیں گے۔جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:اس شرعی قاعدے میں اتنی زیادہ فروع داخل ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔(تفسیر سعدی:2787,2786/3)

(5)﴿وَاسْمَعُوْا﴾''اور سنو''یعنی اللہ تعالیٰ جو نصیحت کریں تم اسے سنو،جان لو اور سر جھکا دو۔

(6)﴿وَاَطِيْعُوْا﴾اور اطاعت کرو''یعنی اپنی زندگی کے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

(7)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب سمع واطاعت پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کیا کرتے تھے،تو آپ ﷺ ہم سے فرمایا کرتے تھے:''جہاں تک تم سے ہو سکے۔''(بخاری:7202)

(8)﴿وَاَنْفِقُوْا﴾''اور خرچ کرتے رہو''اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرو اس میں واجب اور مستحب انفاق آجاتے ہیں۔

(9)﴿خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ﴾''یہی تمہارے لیے بہتر ہے''یعنی تمہارا خرچ کرنا تمہارے لیے دنیا و آخرت میں بہتر ہوگا۔

(10)خیر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں ہے اور اس کی نصیحت قبول کرنے میں اور شر اس کی مخالفت کرنے میں۔

(11)﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾''اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں''یعنی جس کو مال خرچ کرنے کی توفیق دے دی گئی وہ فلاح پانے والا ہے۔

(12)کیونکہ بخیل انسان اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتا ہے تو جیسے نفس کے بخل سے بچا کر مال خرچ کرنے کی توفیق دی گئی ہے تو وہ فلاح پا گیا۔(14)جس کا نفس سخی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت پر شرح صدر کے ساتھ مطمئن ہو جاتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾''سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا

جاتا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑ دو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔'' (محمد:38)

(15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان بیک وقت کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔'' (نسائی:3112)

سوال 2: دنیا کی آزمائشوں سے بچنے کے لئے مومن کو کیا لائحہ عمل دیا گیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو۔ (2) سنو اور اطاعت کرو۔ (3) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔

سوال 3: سننے کے ساتھ اطاعت کی شرط کیوں لگائی گئی؟

جواب: صرف سننا بے فائدہ ہے اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔

سوال 4: اطاعت سے پہلے سماعت کی بات کیوں کی گئی؟

جواب: یہ بات اس لئے کی گئی کہ توجہ سے اور غور سے سُننے پر ہی عمل ہو سکتا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہر طرح کا خرچ ہے زکوٰۃ بھی صدقات بھی۔

سوال 6: کون سا انسان کامیاب ہے؟

جواب: جس کو اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا وہ کامیاب ہے۔

﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾

''اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ اُسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان، بے حد بردبار ہے'' (17)

سوال: ﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ اُسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان، بے حد بردبار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے'' یعنی جب بھی تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی حلال کمائی سے خرچ کرو گے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور صحیح مقام پر خرچ ہو تو وہ قرض حسنہ قرار دیا گیا۔

(2) اللہ رب العزت نے اپنی شفقت سے انفاق کو اپنے ذمے قرض قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون مال کو بڑھا سکتا ہے۔

(3)﴿يُضٰعِفْهُ لَكُمْ﴾ تو وہ اُسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا'' وہ تمہارے لیے صدقے کے اجر کو دس سے سات سو گنا اور اس سے بھی کئی گنا کرے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲۶۱) اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۲۶۲)﴾ ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اُگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر جو انہوں نے خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلاتا لاتے ہیں اور نہ ہی کوئی تکلیف پہنچاتا، اُن کے لئے اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے اور اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (البقرہ:262,261)

(4)﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:245)

(5)﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھا دے اور اُسی کے لیے باعزت اجر ہے۔'' (الحدید:11)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ لے لیتا ہے پھر اس کو صدقہ دینے والے کے لیے بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچے کو بڑھائے یہاں تک کہ وہ (کھجور کے برابر والا صدقہ احد) پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (بخاری:1410)

(7)﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ﴾ ''اور تمہیں بخش دے گا'' یعنی تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا۔

(8)﴿وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان'' یعنی وہ کم قبول کر کے کثیر بدلہ عطا کرتا ہے۔

(9)﴿حَلِيْمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف کرتا ہے اور ان کے گناہ ڈھانپ دیتا ہے اور برائیوں کو دور کر دیتا ہے۔

(10) جو اس کی نافرمانی میں تیزی کرتا ہے اور اسے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطحِ زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ اُنہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر:45)

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (18)

سوال: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا'' یعنی وہ ان ساری مخلوقات کا علم رکھتا ہے جنہیں لوگ دیکھتے ہیں اور جن کا وہ علم نہیں رکھتے۔ (2) رب العزت نے انفاق کی ترغیب دی ہے کہ جو کام چھپا کر کرتے ہو اس سے مخفی نہیں ہے۔

(3) ﴿الْعَزِيْزِ﴾ ''سب پر غالب'' جو ہر چیز کے کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے جس کے مقابلے میں نہ کوئی غالب آ سکتا ہے، نہ رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیب کے علم سے اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔

(4) ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' جو اپنے خلق اور امر میں حکمت والا ہے، جو چیزوں کو اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ وہ اشیاء کو اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ نے غیب کو چھپا لینے اور حاضر کو سامنے رکھنے سے اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے۔

اٰیاتها ۱۲ | ۶۵ سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ۹۹ | رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس میں 2 رکوع اور 12 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 65 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 11 ہے۔

رکوع نمبر 17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾

''اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں اُن کی عدت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے تم اُنہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بلاشبہ اُس نے خود پر ہی ظلم کیا ہے آپ نہیں جانتے اس کے بعد شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے''(1)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ﴾ ''اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں اُن کی عدت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ ''اے نبی!'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ اور اہل ایمان سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔

(2) ﴿اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ﴾ ''جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو'' جب تم انہیں طلاق دینے کا ارادہ کرو۔ یعنی طلاق کی شرعی وجہ تلاش کرو اور اگر سبب مل جائے تو طلاق میں جلدی نہ کرو۔

(3) ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ ''تو انہیں اُن کی عدت میں طلاق دو'' یعنی ان کو ان کی عدت کے لئے طلاق دو، وہ اس طرح کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کے طاہر ہونے کی حالت میں، نیز اس طہر میں اس سے مجامعت کئے بغیر طلاق دے، پس یہی وہ طلاق ہے جس میں عدت واضح ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر اس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو وہ اس حیض کو شمار نہیں کرے گی جس کے دوران طلاق واقع ہوئی ہے، تو سبب سے اس پر عدت کا عرصہ طویل ہو جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 2789/3)

(4) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تو اس وقت وہ حائضہ تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ رجعت کر لیں اور انہیں اس وقت تک اپنے ساتھ رکھیں جب تک وہ اس حیض سے پاک ہونے کے بعد پھر دوبارہ حائضہ نہ ہوں۔ اس وقت بھی ان سے کوئی تعرض نہ کریں اور جب وہ اس حیض سے بھی پاک ہو جائیں تو اگر اس وقت انہیں طلاق دینے کا ارادہ ہو تو طہر میں اس سے پہلے کہ ان سے ہم بستری کریں طلاق دیں۔ پس یہی وہ وقت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جائے۔ (صحیح بخاری: 5332)

(5) ﴿وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ ''اور عدت کو شمار کیا کرو'' یعنی عدت حیض شمار کرو یہاں تک کہ تمہارے لیے مراجعت کا امکان ہو۔

(6) یعنی 3 حیض شمار کر لو جو کامل ہیں اس میں کمی نہ ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: آغاز اور انجام یاد رکھو اور عدت کی مدت کی حفاظت کرو۔ عورت کی عدت کی حفاظت کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ عورت کی عدت لمبی ہو جائے اور وہ نکاح نہ کر پائے۔ (الاساس فی التفسیر: 5973/10)

(7) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے'' یعنی تمام امور میں تقویٰ اختیار کرو اور طلاق یافتہ بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو۔

سوال2:﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾''تم اُنہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ﴾''تم اُنہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو''یعنی عدت کے دوران عورتوں کو گھروں سے نہ نکالو بلکہ مطلقہ اس گھر میں رہے جس گھر میں شوہر نے اس کو طلاق دی ہے۔مطلقہ کو گھر سے نکالنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ بیوی کو گھر فراہم کرنا شوہر پر واجب ہے تاکہ وہ اس گھر میں رہ کر عدت پوری کر سکے جو شوہر کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔(تفسیر سعدی:2789/3)

(2)عورتوں کو گھروں سے نہ نکالنے کا حکم اس لیے ہے کیونکہ اس مدت میں نفقہ اور مکان شوہر کے ذمہ ہے۔

(3)﴿وَلَا يَخْرُجْنَ﴾''اور نہ ہی وہ خود نکلیں''یعنی طلاق یافتہ بیویوں کے لیے ان کے گھروں سے نکلنا جائز نہیں۔مطلقہ عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شوہر کے حق کو ضائع کرتی ہے عدت پوری ہونے تک یہ حکم برقرار رہے گا۔

(4)یہ حکم اس مطلقہ کے لئے ہے جو رجعی طلاق کی عدت گزار رہی ہو۔وہ مطلقہ جس کی طلاق بائنہ ہو،اس کو سکونت فراہم کرنا واجب نہیں کیونکہ سکونت نان ونفقہ کے تابع ہے اور نان ونفقہ صرف اس مطلقہ کے لئے ہے جسے رجعی طلاق دی گئی ہو اور جس کو طلاق بائنہ دی گئی ہو اس کے لئے نان ونفقہ نہیں ہے۔(تفسیر سعدی:2789/3)

(5)﴿اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾''مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں''کھلی بدکاری سے مراد زنا ہے اور بعض مفسرین کے بقول بدکاری اور بدزبانی بھی۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ''عورت کا عدت پوری ہونے سے پہلے (بلاضرورت) نکلنا (بجائے خود) کھلی بدکاری ہے۔(شوکانی)(اشرف الحواشی:666/1)

(6)﴿بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾''کھلی بدکاری''سے مراد نشوز کی بداخلاقی اور زبان درازی کی یعنی یہ طلاق کے بعد عدت کے شمار اور بیوہ عورت کے گھر سے نکلنے کے بارے میں یعنی جب تک اس کی عدت باقی ہو۔(ایسر التفاسیر:164)

سوال3:﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾''اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بلاشبہ اُس نے خود پر ہی ظلم کیا ہے آپ نہیں جانتے اس کے بعد شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾''اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں''یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے احکام اور اس کے محارم ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:375/3)

(2)جو حرمتوں کے پردے چاک کرتا ہے وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑتا اپنا ہی کچھ بگاڑے گا۔﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بلاشبہ اُس نے خود پر ہی ظلم کیا ہے۔''یعنی جو اللہ تعالیٰ کی مقررہ کردہ حدود کی اتباع

میں سے، جن میں دنیا وآخرت کی اصلاح ہے، اپنے حصے کو ضائع کیا۔ (تفسیر سعدی:3/2790)

(3)﴿لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ ''آپ نہیں جانتے اس کے بعد شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کردے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے طلاق کو مشروع کر کے عدت کے ذریعے محدود کیا ہے۔ عدت میں بڑی حکمت ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل میں محبت پیدا کردے پھر وہ بیوی کی جدائی پر نادم ہوجائے اور رجوع کرنا چاہے۔

(4) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شوہر نے کسی خاص وجہ سے طلاق دی ہو اور عدت کی مدت میں وہ وجہ دور ہوجائے اور مرد اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ (5) ہوسکتا ہے کہ عدت کی مدت میں عورت کا حمل ظاہر ہوجائے۔

سوال 4: عدت کے آغاز سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جب عورت حیض سے پاک ہوجائے تو اس سے مباشرت کے بغیر طلاق دے دو یہی مسنون طریقہ ہے۔

سوال 5: طلاق دینے کا غلط طریقہ کیا ہے؟

جواب: (1) حیض کی حالت میں طلاق دینا۔

(2) جس طہر میں مباشرت کی ہو اس میں طلاق دینا۔ ایسی طلاق کو طلاق بدعی کہتے ہیں۔

سوال 6: عدت کا حساب رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد عدت کی ابتدا اور انتہا کا حساب رکھنا ہے۔

سوال 7: عدت کا حساب رکھنے کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: (1) عورت عقد ثانی کرسکتی ہے۔

(2) مرد رجوع کرنا چاہے تو پہلی اور دوسری طلاق میں ہی رجوع کرسکتا ہے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: معاملات میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی انسان کو حق پر قائم رکھتا ہے تو حق پر رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۙ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾

''چنانچہ جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو اُن کو معروف کے مطابق روک لو یا معروف کے مطابق ان کو جدا کر دو اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنالو اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو۔ اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے''(2)

سوال1:﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾''چنانچہ جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو اُن کو معروف کے مطابق روک لو یا معروف کے مطابق ان کو جدا کر دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ﴾''چنانچہ جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں''یعنی جب طلاق یافتہ عورت کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو دو میں سے کسی ایک بات کا پختہ ارادہ کر لے یا تو اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کر لے یا اسے چھوڑ دینے کا ارادہ کر لے۔ کیونکہ اگر عدت پوری ہو گئی تو شوہر کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

(2)﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾''تو اُن کو معروف کے مطابق روک لو''یعنی یا تو حسن معاشرت کے طور پر انہیں روک لو کیونکہ برائی کے ارادے سے طلاق یافتہ عورت کو روکنا جائز نہیں ہے اس لیے ضرر پہنچانے یا محض اپنی قید میں رکھنے کے لیے عورت کو روکے رکھنا جائز نہیں۔

(3)﴿اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾''یا معروف کے مطابق ان کو جدا کر دو''یا برا بھلا کہے بغیر اسے عدت پوری ہونے پر چھوڑ دے۔

(4)یہ اس طرح ہو کہ جو مہر کا حصہ ہے وہ واپس کر دے غنی ہو یا فقیر اپنی استطاعت کے مطابق کچھ دے دلا کر رخصت کرے۔

سوال2:﴿وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾''اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنالو اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو۔ اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾''اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنالو''یعنی نکاح، طلاق اور رجوع پر گواہ کر لو۔ نکاح کے موقع پر گواہی نکاح کا رکن ہے۔ اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہوگا۔ جہاں تک طلاق اور رجوع کا تعلق تو وہ دونوں گواہی کے بغیر بھی درست ہو جاتی ہیں۔(2)﴿وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾''اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنالو''یعنی طلاق اور رجوع مل کر دو عادل مردوں کو گواہ کر لو۔(3) گواہوں کے لیے عادل ہونا شرط ہے۔ اور یہ کہ مسلمان ہوں کافر نہ ہوں۔(ایسر التفاسیر:1644)

(4)﴿وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾''اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو''یعنی جب بھی گواہی دیں حق پر دیں۔ اور ٹھیک ٹھیک گواہی دو جب بھی تمہیں گواہی کے لیے بلایا جائے۔(جامع البیان:145/28)

(5)یعنی کسی کمی بیشی کے بغیر گواہی کو اسی طرح ادا کرو جس طرح کہ وہ حقیقت میں ہے گواہی دینے میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھو اور گواہی میں کسی رشتے دار کی، اس کی رشتے داری اور کسی دوست کی، اس کی محبت کی وجہ سے رعایت نہ رکھو۔(تفسیر سعدی:2791,2790/3)

سوال3:﴿ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾''اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكُمْ﴾''یہ''یعنی یہ جو تمہارے لیے احکام اور حدود بیان کیے ہیں۔

(2)﴿يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾''اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان صاحب ایمان پر واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرے اور جتنے بھی نیک اعمال ممکن ہیں اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجے۔اس شخص کے برعکس جس کے دل سے ایمان کوچ کر گیا،پس اسے کوئی پروا نہیں ہوتی کہ اس نے کیا برائی آگے بھیجی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ کی تعظیم بھی نہیں کرتا کیونکہ اس کا موجب معدوم ہے۔(تفسیر سعدی:2781/3)

(3)ان معاملات پر گواہ بنانے اور درست ادا کرنے کا حکم وہ شخص مانے گا جس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہوگا۔یعنی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہو۔

سوال4:﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے،وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)شعبی رحمہ اللہ اور ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جو شخص مسنون طریقہ سے طلاق دیتا ہے اللہ تعالیٰ عدت میں رجوع کے لئے اس پر راستہ کھول دیتا ہے یا مصیبت میں صبر پر دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل ہونے کا راستہ بنا دیتا ہے۔یہ قول کلبی کا ہے۔یا یہ کہ اللہ تعالیٰ حرام کاموں سے بچنے کا راستہ نکال دیتا ہے وغیرہ آیت اپنے تمام عموم کے اعتبار سے ان تمام اقوال کو شامل کیا ہے۔(شوکانی)(اشرف الحواشی:666/1)

(2)ابن ابی حاتم میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت ہے۔(شوکانی)(اشرف الحواشی:666/1)

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾اور سب سے زیادہ کشادگی کا وعدہ اس آیت ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ﴾میں ہے۔مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال وگمان تک نہ ہو۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہر کرب و بے چینی سے نجات دے گا۔سیدنا ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں پر جو کام بھاری ہو اس پر آسان ہو جائے گا۔سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے نکاسی اور نجات دے گا۔سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے۔سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچا لے گا اور روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں گمان بھی نہ ہو۔سیدنا سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے یہ معنی ہیں کہ

سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے۔ (ابن کثیر:373)

(3) چونکہ طلاق کبھی کبھی تنگی، کرب اور غم میں مبتلا کر دیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اس شخص کے ساتھ جو طلاق وغیرہ میں تقویٰ پر مبنی رویہ اختیار کرتا ہے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کے لئے کشادگی اور (رنج وغم سے) نجات کی راہ نکالے گا، لہٰذا جو کوئی طلاق کا ارادہ کرے تو وہ شرعی طریقے سے طلاق دے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک ہی طلاق دے اور وہ حیض میں نہ ہو، نہ ایسے طہر میں ہو جس میں اس نے مطلقہ کے ساتھ مجامعت کی ہو، تو اس کے لئے معاملہ تنگی کا حامل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے فراخی اور وسعت پیدا کرتا ہے، جب اسے طلاق پر ندامت ہوتی ہے تو نکاح کے لئے مطلقہ کی طرف رجوع کرنا ممکن ہوتا ہے۔ آیت کریمہ اگرچہ طلاق اور رجوع کے سیاق میں ہے مگر اعتبار عموم لفظ کا ہے، پس ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اپنے احوال میں اس کی رضا کا التزام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے ثواب سے بہرہ مند کرتا ہے۔ منجملہ اس کا ثواب یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی سختی اور مشقت میں سے اس کے لئے فراخی اور نجات کا راستہ پیدا کرتا ہے جیسا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے فراخی اور نجات کی راہ نکالتا ہے اور جو کوئی اس سے نہیں ڈرتا وہ بوجھ تلے اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا پڑا رہتا ہے جن سے گلوخلاصی اور ان کے ضرر سے نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ طلاق کے معاملے میں اس پر غور کیجئے کیونکہ جب بندہ طلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا بلکہ حرام کردہ طریقے سے طلاق دیتا ہے، مثلاً ایک بارگی تینوں دے دینا وغیرہ، تو اسے ایسی پشیمانی ہوگی کہ جس کا تدارک کرنا اور اس سے نجات حاصل کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ (تفسیر سعدی:3/279)

سوال 5: عدت پوری کرنے کے قریب ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے تین حیض کی مدت پوری ہو جائے تو رجوع کرنا ہو تو مدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لو۔ (2) معروف طریقے سے اپنے سے جدا کرو۔ (3) جدا کرنے کے لئے دو عادل شخصوں کو گواہ کر لو۔ اور گواہ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔

﴿وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾

''اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے'' (3)

سوال 1: ﴿وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ ''اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ ''اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے وہ ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ کیا ہو۔

(2) یعنی اس کے رزق کے لیے ایسے اسباب پیدا کیے جاتے ہیں جن کو نہ وہ جانتا ہے نہ اسے علم ہوتا ہے۔ (تفسیر جامع البیان:28/146)

(3) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا:﴿يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا﴾ سے مراد ہے امور میں شبہات اور موت کے وقت اسے کرب سے بچا لیا جاتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیا جاتا ہے جس کی امید تک نہیں ہوتی۔ (تفسیر جامع البیان:28/147)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں بھی نجات دے گا (الدر المنثور:6/353)

(5)﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کافی ہو جاتا ہے۔ یعنی کسی نفع مند چیز کو حاصل کرنے اور ضرر رساں چیز کو ہٹانے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے۔﴿فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''تو وہی اُس کو کافی ہے'' اس معاملے میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تجھے چند (اہم) باتیں بتلاتا ہوں (انہیں یاد رکھ)۔ تو اللہ تعالیٰ کے (احکام) کی حفاظت کر! اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ، تو اس کو اپنے سامنے پائے گا (یعنی اس کی حفاظت کر مدد تیرے ہم رکاب رہے گی)۔ جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر، جب تو مدد چاہے (ماورائے اسباب طریقے سے) تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لکھ دیا ہے اور وہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے (یعنی لکھ کر فارغ ہو گئے) اور صحیفے (نوشتہ ہائے تقدیر) خشک ہو گئے۔ (ترمذی:2516)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔'' (جامع ترمذی:2344)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اونٹ کو پہلے باندھ دوں پھر اللہ پر توکل کروں یا چھوڑ دوں پھر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے باندھ دو، پھر توکل کرو۔ (جامع ترمذی:2517)

(8) اللہ رب العزت نے توکل کے لیے تدبیر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا

﴿تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور جو تم استطاعت رکھتے ہو ان کے (مقابلے) کے لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو خوف زدہ کرو گے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الانفال:60)

(9)﴿اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے امر کو نافذ کرتا ہے اور اس کی مخلوق میں اس کی قضا جاری ہے۔

(10)﴿قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جیسے چاہتا ہے احکامات نافذ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک مقدار اور وقت رکھا ہے۔ لہٰذا کسی مومن کو جانے والی چیز جس کی وہ امید رکھتا تھا اس پر غم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کام اپنے وقت پر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ﴾ اور ہر چیز اُس کے یہاں ایک اندازے سے ہے'' (الرعد:8) (تفسیر الرازی:10/120)

(11) سیدنا ربیع بن خیثم رحمہ اللہ کہتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر لازم کر رکھا ہے کہ جو اس پر توکل کرے گا وہ اس کے لیے کافی ہو جائے گا جو اس پر ایمان لائے گا وہ اس کو ہدایت دے گا۔ جو اس پر اعتماد کرے گا وہ اس کو نجات دے گا اور جو اس سے دعا کرے گا، وہ اس کی دعا قبول کرے گا اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ملتی ہے۔ ﴿وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے'' (التغابن:11) ﴿وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔'' (الطلاق:3) ﴿وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے گا تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا۔'' (آل عمران:101) ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ﴾ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں۔'' (البقرہ:186) نبی ﷺ نے فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہو سب انسانوں سے زیادہ قوی ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے۔ (تفسیر الرازی الکبیر:34/70)

سوال 2: طلاق کے احکامات کے ساتھ رزق کی بات کیوں کی گئی؟

جواب: (1) یہ بات اس لئے کی گئی کہ بعض اوقات لوگ بیٹی کو طلاق کی بجائے صرف اس لئے طلاق کو روکنا چاہتے ہیں کہ پھر آئندہ رزق کا مسئلہ کیسے حل ہوگا۔ (2) بعض اوقات شوہر بھی اپنی کسی بیوی کو اسی وجہ سے لٹکتا چھوڑ دیتے ہیں کہ پڑی رہے ورنہ بیچاری کھائے گی کہاں سے؟ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ رزق تو اس کی ذمہ داری ہے اس کی فکر نہ کرو۔

سوال3: توکل کرنے والے کے لئے کیا خوش خبری ہے؟

جواب: (1) توکل کرنے والے کے لئے خوش خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے کوئی اس کا راستہ روکنے والا نہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ نے تنگی اور آسانی کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

(2) کچھ لوگوں کے خیال میں اس سے مراد حیض اور عدّت ہے جس کا اندازہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے۔

﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تمہیں شک ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے اور اُن کی بھی جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا اور حمل والی عورتوں کی عدّت یہ ہے کہ وہ وضعِ حمل کر دیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا'' (4)

سوال1: ﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ ''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تمہیں شک ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے اور اُن کی بھی جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ﴾ ''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، اگر تمہیں شک ہو تو اُن کی عدت تین ماہ ہے'' یعنی وہ عورتیں جن کو بڑھاپے میں حیض آنا بند ہو گیا۔ وہ تین حیضوں کے بدلے تین ماہ کی عدت گزاریں گی۔ (2) ﴿وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ ''اور اُن کی بھی جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا'' یہی معاملہ ان نابالغ بچیوں کا بھی ہے جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا۔

سوال 2: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ''اور حمل والی عورتوں کی عدّت یہ ہے کہ وہ وضعِ حمل کر دیں'' حاملہ عورت کی عدت کیا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ''اور حمل والی عورتوں کی عدّت یہ ہے کہ وہ وضعِ حمل کر دیں'' حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ اگرچہ وضع حمل طلاق یا شوہر کی وفات کے تھوڑی دیر بعد ہو جائے۔

(2) ایک شخص سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آنے والے نے پوچھا کہ آپ مجھے عورت کے متعلق مسئلہ بتایئے جس نے اپنے شوہر کی وفات کے چار مہینے بعد بچہ جنا؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس کا خاوند فوت ہو وہ عدت کی دو مدتوں میں جو مدت لمبی ہو اس کی رعایت کرے (ابو سلمہ نے بیان کیا کہ) میں نے عرض کیا کہ (قرآن مجید میں تو ان کی عدت کا یہ حکم ہے) حمل والیوں کی عدت ان کے حمل کا پیدا ہو جانا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی اس مسئلہ میں اپنے بھتیجے کے ساتھ ہی ہوں۔ ان کی مراد سیدنا ابو سلمہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ سے تھی آخر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کریب کو ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا یہی مسئلہ پوچھنے کے لیے۔ ام المومنین نے بتایا کہ سبیعہ اسلمیہ کے شوہر (سعد بن خولہ) شہید ہو گئے تھے وہ اس وقت حاملہ تھیں شوہر کی موت کے چالیس دن بعد ان کے یہاں بچہ پیدا ہوا پھر ان کے پاس نکاح کا پیغام پہنچا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح کر دیا۔ ابو السنابل بھی ان کے پاس پیغام نکاح بھیجنے والوں میں سے تھے۔'' (صحیح بخاری:4909)

(3) روایت ہے ابی السنابل بن بعکک سے کہا وضع حمل کیا سبیعہ نے اپنے خاوند کے مرنے کے تئیس دن یا پچیس دن بعد پھر جب نفاس سے پاک ہو چکیں تو زینت کی نکاح کے لئے سو اعتراض کیا ان لوگوں نے سوڈ کر کیا گیا اس کا نبی ﷺ سے تو فرمایا آپ ﷺ نے اگر نکاح کرے وہ تو کیا ہوا اس کی عدت تو پوری ہو چکی۔ (جامع ترمذی:1193)

سوال 3: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اُس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اطاعت کے کام کرے اور اس کے عذاب کے خوف سے نواہی کو چھوڑ دے اللہ تعالیٰ ایسے متقی کے کام آسان کر دے گا یعنی ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے نجات عطا فرمائے گا۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تجھے چند (اہم) باتیں بتلاتا ہوں (انہیں یاد رکھ)۔ تو اللہ تعالیٰ کے (احکام) کی حفاظت کر! اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ، تو اس کو اپنے سامنے پائے گا (یعنی اس کی حفاظت کر مدد تیرے ہم رکاب رہے گی)۔ جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر، جب تو مدد چاہے (ماورائے اسباب طریقے سے) تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لکھ دیا ہے اور وہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے (یعنی لکھ کر فارغ ہو گئے) اور صحیفے (نوشتہ ہائے تقدیر) خشک ہو گئے۔ (مسند احمد:2673، ترمذی:2516)

(3)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص فاقہ اور رزق کی تنگی میں مبتلا ہوا تو اس نے اپنی حالت زار لوگوں سے بیان کی (تاکہ وہ اس سے تعاون کریں) تو اس کا فاقہ کبھی ختم نہیں ہوگا اور جو فاقہ میں مبتلا ہوا اور اس نے اپنی محتاجی کا اظہار اللہ تعالیٰ سے کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جلد یا بدیر رزق دے گا۔'' (ابوداؤد:1645)

سوال4: عدت کا کیا حکم ہے؟

جواب:(1) جن کو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے حیض نہیں آتا ان کی عدت تین ماہ ہے۔(2) جن کو حیض آنا شروع نہیں ہوا ان کی عدت تین ماہ ہے۔

(3) حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے چاہے وہ بیوہ ہو یا طلاق یافتہ۔(4) عام طلاق یافتہ عورت کی عدت تین حیض ہے۔

(5) بیوہ کی عدت 4 ماہ اور دس دن ہے۔

﴿ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اُس نے تمہاری جانب نازل کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا وہ اُس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے اس کا بڑا اجر دے گا''(5)

سوال1:﴿ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اُس نے تمہاری جانب نازل کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا وہ اُس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے اس کا بڑا اجر دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اُس نے تمہاری جانب نازل کیا ہے۔'' یعنی اس سورت میں طلاق، رجوع اور عدت اور ان کی تفصیلات کے جو احکامات دیے گئے ہیں۔اس نے اس لیے تم پر نازل کیے ہیں تاکہ تم اس کا حکم مانو، عمل کرو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کے عذاب کے خوف میں ڈھیلے نہ ہو جاؤ۔(ایسر التفاسیر:1645)

(2)﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا وہ اُس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے اس کا بڑا اجر دے گا۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔(3) اللہ تعالیٰ متقیوں کے گناہ بخش دے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکامات ہیں۔

(2) جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان کی پابندی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دے گا۔

(3) اللہ تعالیٰ اپنے احکامات کی پابندی پر بھاری اجر دے گا۔

﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى﴾

''انہیں بھی وہیں رہائش دو اپنی حیثیت کے مطابق جہاں تم خود رہتے ہو اور تم انہیں تکلیف نہ دو کہ تنگی کرو ان پر اور اگر وہ حمل والی ہوں تو اُن پر خرچ کرو یہاں تک کہ وہ وضعِ حمل کر دیں پھر اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کی اجرت اُنہیں دے دو اور اچھے انداز سے آپس میں مشورہ کرو اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو جلد ہی کوئی دوسری عورت اُس کے لیے دودھ پلائے گی'' (6)

سوال 1: ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ ''انہیں بھی وہیں رہائش دو اپنی حیثیت کے مطابق جہاں تم خود رہتے ہو اور تم انہیں تکلیف نہ دو کہ تنگی کرو ان پر'' کیا طلاق یافتہ عورت کو عدت کی مدت میں حسب حیثیت گھر دیا جائے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ﴾ ''انہیں بھی وہیں رہائش دو اپنی حیثیت کے مطابق جہاں تم خود رہتے ہو'' اللہ رب العزت نے طلاق یافتہ عورت کو گھر سے نکالنے سے روکا ہے اور یہاں اس کے لیے سکونت یعنی رہائش کا انتظام کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ رہائشی مکان حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔

(2) سیدہ زینب بنت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن) نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، وہ آپ سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا وہ قبیلہ بنی خدرہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جا کر رہ سکتی ہیں؟ کیونکہ ان کے شوہر جب اپنے فرار ہو جانے والے غلاموں کا پیچھا کرتے ہوئے طرف القدوم نامی مقام پر پہنچے اور ان سے جا ملے تو ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤں؟ کیونکہ انہوں نے مجھے جس مکان میں چھوڑا تھا وہ ان کی ملکیت میں نہ تھا اور نہ ہی خرچ کے لیے کچھ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں (وہاں چلی جاؤ)" فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: (یہ سن کر) میں نکل پڑی لیکن حجرے یا مسجد تک ہی پہنچ پائی تھی کہ آپ ﷺ نے مجھے بلا لیا، یا بلانے کے لیے آپ ﷺ نے کسی سے کہا، (میں آئی) تو پوچھا: "تم نے کیسے کہا؟" میں نے وہی قصہ دہرا دیا جو میں نے اپنے شوہر کے متعلق ذکر کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے اسی گھر میں رہو یہاں تک کہ قرآن کی بتائی ہوئی مدت (عدت) پوری ہو جائے" فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر میں نے عدت کے چار مہینے دس دن اسی گھر میں پورے کیے، جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے مجھے بلوایا اور

اس مسئلہ سے متعلق مجھ سے دریافت کیا، میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے اسی کی پیروی کی اور اسی کے مطابق فیصلہ دیا۔(سنن ابوداود:2300)

(3)﴿وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ ''اور تم انہیں تکلیف نہ دو کہ تنگی کروان پر'' یعنی ان کی سکونت کے دوران انہیں اپنی زبان سے یا اپنے عمل سے اس لیے تکلیف نہ پہنچاؤ کہ وہ عدت پوری ہونے سے پہلے تنگ آ کر گھروں سے نکل جائیں، اس صورت میں تم انہیں گھروں سے نکالنے والے شمار ہوگے۔

سوال 2:﴿وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ''اور اگر وہ حمل والی ہوں تو اُن پر خرچ کرو یہاں تک کہ وہ وضعِ حمل کر دیں'' کیا طلاق یافتہ عورت کا خرچ وضع حمل تک شوہر کے ذمہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ''اور اگر وہ حمل والی ہوں تو اُن پر خرچ کرو یہاں تک کہ وہ وضعِ حمل کر دیں''

(2) اگر طلاق بائنہ ہے تو یہ نان ونفقہ اس حمل کی وجہ سے ہے جو اس کے پیٹ میں ہے اور اگر طلاق رجعی ہے تو یہ نفقہ خود اس کے لئے اور اسکے حمل کے لئے ہے۔ نان ونفقے کی انتہا وضع حمل تک ہے۔(تفسیر سعدی:3/2793.2795)

(3) طلاق یافتہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے۔

سوال 3:﴿فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى﴾ ''پھر اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کی اجرت اُنہیں دے دو اور اچھے انداز سے آپس میں مشورہ کرو اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو جلد ہی کوئی دوسری عورت اُس کے لیے دودھ پلائے گی۔'' کیا طلاق یافتہ عورت کو رضاعت کی اجرت دی جائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ''پھر اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کی اجرت اُنہیں دے دو'' وضع حمل کے بعد اگر طلاق یافتہ عورتیں آپ کے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں رضاعت کی اجرت دے دو۔ کیونکہ طلاق کے بعد عورت کو اختیار ہے خواہ وہ دودھ پلائے یا نہ پلائے۔

(2) عورت کو پہلا دودھ ضرور پلانا چاہیے کیونکہ اسی پر بچے کی زندگی موقوف ہے پھر بھی اگر وہ دودھ پلاتی رہے تو ہم مثل اجرت کی حق دار ہے۔ اگر وہ بچے کے سرپرست سے مزدوری طے کر لے تو کر سکتی ہے۔ فرمایا: تمہارے باہمی کام خیر خواہی اور دستور کے موافق ہونے چاہئیں۔ نہ مرد عورت کو نقصان پہنچائے اور نہ عورت مرد کو جیسا کہ فرمایا:﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

﴿بَصِيرٌ﴾ ''نہ کسی ماں کو اُس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی باپ کو اُس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور یہی ذمہ داری وارث پر بھی ہے، پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانے کا ارادہ کریں تو بھی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اور اگر تم ارادہ کر لو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کر دو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان رکھو یقیناً جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (البقرہ:233)

(3) ﴿وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ﴾ ''اور اچھے انداز سے آپس میں مشورہ کرو'' یعنی شوہر اور بیوی عدت کے اختتام پر جب کہ ان دونوں کا مشترکہ بچہ ہو ایک دوسرے کو معروف کا حکم دیں یعنی ایسا کام کرنے کا جس کا دنیا و آخرت میں کوئی فائدہ اور اس کی کوئی مصلحت ہو۔

(4) اگر معروف کی تلقین نہ کی جائے تو نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(5) ایک دوسرے کو معروف کا حکم دینے میں نیکی اور تقویٰ پر تعاون ہے۔

(6) عدت کے اختتام پر جدائی کے وقت بیوی اور بچے کے نفقے کے بارے میں عموماً جھگڑا ہو جاتا ہے اور دلوں میں بغض پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا آپس کے معاملات میں نیکی، حسن معاشرت اور خیر خواہی کی جائے۔

(7) ﴿وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ﴾ ''اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو جلد ہی کوئی دوسری عورت اُس کے لیے دودھ پلائے گی۔'' یعنی اگر شوہر اور طلاق یافتہ بیوی متفق نہ ہو سکیں کہ بچے کی ماں اپنے بچے کو دودھ پلائے تو اس طلاق یافتہ عورت کی جگہ کوئی دوسری عورت بچے کو دودھ پلائے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''تو تم پر کوئی گناہ نہیں جب معروف طریقے کے مطابق جو دینا ہو وہ تم ان کو پورا ادا کر دو۔'' (البقرہ:233)

(8) یہ اس صورت میں ہے جب بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ قبول کرتا ہو، اگر بچہ اپنی ماں کے سوا کسی عورت کا دودھ قبول نہ کرتا ہو تو اس کی ماں رضاعت کے لئے متعین ہوگی اور ماں پر رضاعت واجب ہوگی اور اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کرے تو اس کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر دونوں میں اجرت پر اتفاق نہ ہو سکے تو اس کے لئے ہم مرتبہ دودھ پلانے والی کی اجرت ہے۔

یہ حکم اس آیت کریمہ کے معنی سے ماخوذ ہے کیونکہ بچہ جب حمل کی مدت کے دوران میں اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور وہ تو باہر نہیں آ سکتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بچے کے ولی پر نفقہ کی ادائیگی ضروری ہے اور جب بچہ متولد ہو جاتا ہے اور وہ خوراک اپنی ماں سے یا ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت سے حاصل کر سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دونوں صورتیں مباح کر دی ہیں۔ چنانچہ بچہ اگر ایسی حالت میں ہو کہ وہ اپنی ماں کے سوا کہیں سے خوراک نہ لیتا ہو تو وہ بمنزلہ حمل کے ہے اور اس خوراک کے لئے اس کی ماں ہی کو مقرر کیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی:3/2793،2795)

سوال 4: طلاق والی عورتوں کو کیسے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب:(1)اپنی طاقت کے مطابق انہیں وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو۔(2)انہیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ پہنچاؤ۔
(3)اگر حمل سے ہوں تو بچے کی پیدائش تک انہیں خرچ دو۔(4)اگر تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو انہیں اُجرت دو۔
(5)مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو۔

سوال5: حاملہ عورت کو خرچ دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حاملہ عورت کا نفقہ وسکنی ضروری ہے خواہ طلاق بائنہ ہی کیوں نہ ہو۔

سوال6: دودھ پلانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق دینے کے بعد اگر عورت بچے کو دودھ پلائے تو اس کی اُجرت مرد کے ذمے ہے۔

سوال7: مناسب مشورہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مشورے سے رضاعت کی اُجرت اور دیگر معاملات طے کرنا ہے۔

سوال8: اگر اُجرت کا معاملہ طے نہ ہو سکے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں کوئی اور عورت بچے کو دودھ پلائے گی۔

﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾

''لازم ہے کہ خوش حال اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد جلد ہی آسانی پیدا کر دے گا''(7)

سوال1: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ ''لازم ہے کہ خوش حال اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد جلد ہی آسانی پیدا کر دے گا'' خرچ دستور اور حیثیت کے مطابق ہوگا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ﴾ ''لازم ہے کہ خوش حال اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے'' یعنی بچے کا سرپرست اگر

خوش حال ہے تو وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے گا۔

(2)﴿وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ﴾ ''اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے۔'' یعنی جو تنگ دست اور نادار ہو تو وہ اپنی بساط کے مطابق جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے وہ خرچ کرے گا۔

(3)﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کسی پر اتنا ہی بوجھ اور ذمہ داری ڈالتا ہے جتنا اس نے دیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت سے یہ بات مناسبت رکھتی ہے کہ اس نے ہر ایک کو اتنی ہی تکلیف دی ہے جتنی اس میں استطاعت ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ کسی جان کو صرف اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنا اس نے اسے رزق دیا۔

(5) اللہ تعالیٰ نفقے میں کسی کی طاقت سے بڑھ کر اسے تکلیف نہیں دیتا۔

(6)﴿سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد جلد ہی آسانی پیدا کر دے گا'' رب العزت نے نادار لوگوں کو بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے برے حالات سے اچھے حالات نکال دے گا۔ جو رب اندھیری رات سے روشن سورج نکالتا ہے وہ ہمیں بھی ہمارے مشکل حالات سے نکال لے گا۔

(7) اللہ تعالیٰ عنقریب مالی تنگیوں کو دور کر دے گا اور مشقت سے نکالے گا جیسا کہ فرمایا:﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝﴾ ''پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔'' (الم نشرح:6,5)

(8) جو انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حالات کی شدتوں میں آسانی دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

سوال 2: کشادگی والے کو کشادگی سے خرچ کرنا چاہئے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے دودھ پلانے کی اُجرت اپنی طاقت کے مطابق دی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت دی ہے تو دودھ پلانے والی کا حق نہیں رکھنا چاہئے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے تنگیوں کو دور کرنے کے لئے توجہ کس جانب مبذول کروائی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تنگیوں کے ساتھ آسانیاں بھی دے گا۔

(2) یعنی جو اس پر توکل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے کشادگی بھی دے گا۔

رکوع نمبر 18

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾

''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اُس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے

اُنہیں سزادی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی'' (8)

سوال: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾ ''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اُس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا اور ہم نے اُنہیں سزادی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور سرکشی خوف ناک عذاب میں مبتلا کروانے کا سبب بنتی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا﴾ ''اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔'' سیدنا ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں عتو سے مراد یہاں لغو اور معصیت ہے۔ یعنی کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیا اور انہیں قبول نہیں کیا۔ (تفسیر جامع البیان: 159/28)

(2) ﴿فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا﴾ ''تو ہم نے اُن کا محاسبہ کیا، بہت سخت محاسبہ کرنا۔'' اللہ رب العزت نے انبیاء کو جھٹلانے والوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرایا ہے کہ پہلی قوموں کا بھی ان کے اعمال کی وجہ سے سخت حساب لیا گیا اور انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

(3) ﴿وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾ ''اور ہم نے اُنہیں سزادی، ایسی سزا جو جانی پہچانی نہ تھی۔'' یعنی سرکشوں کو ان کے برے اعمال کی وجہ سے عذاب کا مزا چکھایا۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ سرکش قوموں اور رسولوں کی تکذیب کرنے والے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بارے میں آگاہ فرماتے ہیں کہ جب سخت حساب اور دردناک عذاب کا وقت آیا تو ان کی کثرت اور قوت ان کے کسی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کا مزا چکھایا جو ان کے اعمال بد کا نتیجہ تھا۔ دنیا کے عذاب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2796/3)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تمہیں نکال دیا ہے ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا پھر اُن کے لیے کوئی مددگار نہ تھا۔'' (محمد: 13)

(6) ﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا (۳۷) وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا (۳۸) وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (۳۹) وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ ''اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار

کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اُٹھائے جانے کی اُمید ہی نہیں رکھتے۔" (الفرقان:37-40)

﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا﴾

"تو اُنہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا" (9)

سوال1: ﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا﴾ "تو اُنہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا﴾ "تو اُنہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا" یعنی انہوں نے اپنی حرکتوں کا مزا چکھ لیا تو نادم ہوئے مگر ندامت کام نہ آئی۔ (2) ﴿وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا﴾ "اور اُن کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا۔" یعنی ان کی سزا دنیا میں ہی ختم نہیں ہوئی ان کا آخرت کا انجام خسارہ اور ہلاکت ہے۔

سوال2: انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اپنے انجام کو پہنچتا ہے اس بات کا اللہ تعالیٰ نے کیسے شعور دلایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پچھلی بستیوں کی مثال دے کر شعور دلایا ہے کہ انہوں نے اپنے کاموں کا مزہ چکھ لیا ہے اور ان کا انجام خسارہ تھا۔

﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا﴾

"اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سخت عذاب تیار کیا ہے۔ سوائے عقل مندو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت نازل کی ہے" (10)

سوال1: ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ "اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سخت عذاب تیار کیا ہے۔ سوائے عقل مندو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ "اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سخت عذاب تیار کیا ہے" یعنی ان کے لیے جنہوں نے شرک اور ظلم کیا قیامت کے دن شدید عذاب ہوگا۔

(2) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ "سوائے عقل مندو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ" یعنی عقل رکھنے والو! اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور و فکر کرو۔

گزرے ہوئے زمانوں کے لوگوں سے عبرت پکڑو کیسے ان کے جھٹلانے کی سزا میں انہیں ہلاک کر دیا گیا۔تم ان جیسے نہ ہو جانا جو عذابوں میں گرفتار ہوئے۔اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور فرائض ادا کرو اور معاصی سے اجتناب کرو۔

سوال2:﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكُمْ ذِكْرًا﴾ ''جو ایمان لائے ہو،یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت نازل کی ہے'' ذکر کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''جو ایمان لائے ہو'' یعنی بصیرت والے وہ ہیں جو ایمان لے آئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے اور قرآن پر ایمان لائے۔

(2)﴿قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكُمْ ذِكْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت نازل کی ہے'' ذکر سے مراد قرآن ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (الحجر:9)

(3)ذکر سے مراد رسول ہے چونکہ مبلغ قرآن رسول ہے اس لیے آپ کو ذکر سے تعبیر کیا گیا۔(ابن جریر)

(4)عقل والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا جس میں تمہارا ہی ذکر ہے۔جیسا کہ فرمایا:﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔'' (الانبیاء:10)

(5)اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا جو کہ اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ قرآن ایک رسی ہے،اس کا ایک کنارہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہے،اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو،کیونکہ اس کے بعد تم ہرگز نہ گمراہ ہو سکتے ہو اور نہ ہلاک۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:713) تاکہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس کی اطاعت کریں۔اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تمہیں اللہ کی آیات تلاوت کر کے سناتا ہے،تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔اس کی آیات اس کے لیے واضح ہیں جو اس پر تدبر کرتا ہے اس کو سمجھ لیتا ہے جیسا کہ وہ ہدایت کی استعداد رکھنے والوں کو گہرے اندھیروں سے نکال کر ایمان کے نور میں لے آتا ہے۔(تفسیر مراغی:127/10)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پیدا کرنے کے لیے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے ذکر کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس نے نازل کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب جو عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

﴿رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا﴾

''وہ ایک رسول ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی واضح بیان کرنے والی آیات پڑھ کر سناتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان کو تاریکیوں سے روشنی کی جانب نکال لائے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اُسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے بہترین رزق بنایا ہے''(11)

سوال1:﴿رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''وہ ایک رسول ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی واضح بیان کرنے والی آیات پڑھ کر سناتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان کو تاریکیوں سے روشنی کی جانب نکال لائے۔'' رسول اللہ کی صفات آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب:(1)﴿رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ﴾ ''وہ ایک رسول ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی واضح بیان کرنے والی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔'' رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی واضح آیات پڑھ کر سناتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''الر۔ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں، اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بے حد تعریف والا ہے۔'' (ابراہیم:1)

(2)﴿لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان کو تاریکیوں سے روشنی کی جانب نکال لائے۔'' تاکہ وہ ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو سچا مانا اور نیک اعمال کیے، انہیں کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لے آئے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ:257) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ

اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ’اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔‘‘ (الشوریٰ:52)

(3) یہاں وحی کو نور کہا گیا کیونکہ اس سے ہدایت ملتی ہے اور اسے روح کہتے ہیں کیونکہ اس سے دل زندہ ہوتے ہیں۔

سوال 2: ﴿وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا﴾ ’’اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اُسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے بہترین رزق بنایا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ’’اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے‘‘ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر نیک عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو واجب قرار دیا ہے ان کو پابندی کے ساتھ ہمیشہ بجالائے اور جن کاموں کو مستحب قرار دیا ہے ان پر عمل کرے۔

(2) ﴿یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ’’وہ اُسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں‘‘ ان جنتوں میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی کان نے سنی ہیں، نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں۔ وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے جہاں نہریں جاری ہیں انہیں باغات میں بسایا جائے گا۔ ان کے لیے پاکیزہ روزی ہوگی۔

(3) ﴿قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا﴾ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے بہترین رزق بنایا ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا ہی خوب رزق دیا ہے جنت کی نعمتیں جو کبھی ختم نہیں ہوں۔ (زادالمسیر: 46/8)

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾

’’ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی مثل۔ اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے‘‘ (12)

سوال: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾ ’’اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے

بھی اُن ہی کی مثل۔ اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ کی جلالت قدرت کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی مثل'' اللہ رب العزت نے اپنی جلیل الشان قدرت اور سلطنت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟'' (نوح:15)

(2) اللہ تعالیٰ نے سات زمینوں کو پیدا کیا اور ان تمام چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:44)

(3) یقیناً وہ خالق ہی معبود حقیقی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(4) سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی کی زمین ظلم سے لے لی اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔'' (صحیح بخاری:2452)﴿يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ﴾ ''اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے۔'' یعنی اس نے اپنی شریعت اور دین کے احکامات نازل فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکامات کو اس لیے نازل فرمایا تاکہ مخلوق نصیحت حاصل کرے اور اس پر عمل کرے اور یہ کہ وہ جان لیں۔

(5) رب العزت نے اپنی جلالت شان اور قدرت کو اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ لوگ اس کی قدر و منزلت پہچانیں اور اس کی شریعت پر عمل کریں۔﴿لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' یعنی بندے خوب اچھے طریقے سے جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اور تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبہ ایسا ہے کہ وہ ارادہ کرتا ہے اور اس کے ارادے میں کوئی حائل نہیں ہوتا۔ وہ جو چاہتا ہے اس پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

(6)﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ '' اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے تاکہ تم اس سے خوف رکھو اور اس کی نگرانی کو محسوس کرو اور اس کی رضا کے مستحق ہو جاؤ۔

(7) جب وہ اس کے اسمائے حسنیٰ سے اسے پہچانیں گے تو وہ اس کی عبادت کریں گے، اس سے محبت کریں گے اور اس کے حقوق کو ادا کریں گے۔ خلق و امر کا یہی مقصد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول اور اس کی عبادت، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے، جن کو توفیق سے

بہرہ مند کیا گیا ہے، وہ اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں جبکہ ظالم اور روگردانی کرنے والے لوگ اس سے روگرداں ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2797/3)

اٰیاتها ۱۲ ۶۶ سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۷ رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ التحریم مدنی سورت ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 12 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 66 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 107 ہے۔

رکوع نمبر 19

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اے نبی! آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (1)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے نبی! آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ ''اے نبی!'' یہ رب العزت کی جانب سے اپنے نبی محمد ﷺ پر عتاب ہے۔ یعنی اے وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نبوت کے لیے منتخب فرمایا۔

(2) ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ ''آپ اُس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟'' آپ ﷺ ان پاک چیزوں کو اپنے اوپر کیوں حرام ٹھہراتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے حلال فرمایا۔

(3) نبی ﷺ سیدنا زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں نسبتاً زیادہ ٹھہرتے تھے اور وہاں شہد کا مشروب پیتے تھے۔ معمول سے زیادہ دیر تک ٹھہرنے سے روکنے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ سکیم تیار کی کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ ان سے یہ

کہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ (مغافیر ایسا پھول ہے جس میں بساند ہوتی ہے)۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے زینب رضی اللہ عنہا کے گھر صرف شہد پیا ہے۔ اب میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ نہیں پیوں گا لیکن یہ بات تم کسی کو نہ بتانا۔ اس واقعے میں چونکہ رسول اللہ ﷺ نے شہد کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ (بخاری:4912، مسلم:1474)

(4) دوسرے واقعے کو امام البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی تھیں جسے آپ ﷺ نے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا۔ وہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں جبکہ وہ موجود نہیں تھیں۔ اتفاق سے ان کی موجودگی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ ان کو سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے گھر میں خلوت میں وقت گزارنا ناگوار گزرا۔ نبی ﷺ نے بھی اسے محسوس کر لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے لئے قسم کھا کر سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کی کہ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔ مگر انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کر دیا۔ اس کی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:1/666)

(5) نبوت کے لفظ سے خطاب کرنا عزت و توقیر اور آپ ﷺ کے مقام بلند کے اعتبار سے ہے۔ آپ ﷺ کو آپ کے نام سے نہیں پکارا گیا جیسے دوسرے انبیاء کو پکارا گیا مثلاً یا ابراہیم، یا نوح، یا عیسیٰ ابن مریم۔ آپ ﷺ کے لیے نبوت اور رسالت کا لفظ خاص کیا ہے اور یہ نبی ﷺ کے ساتھ انبیاء اور مرسلین پر افضل ہونے کی عظیم دلیل ہے۔ (صلوۃ التفاسیر:3/383)

(6) ﴿تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ﴾ ''آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں'' یعنی اس تحریم کے ذریعے سے آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی دل جوئی کرنا چاہتے ہیں؟

(7) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے۔ اس نے اپنے نبی ﷺ کو بخش دیا اور وہ بے حد رحم والا اُس نے اپنے رسول پر رحم فرمایا اور ان سے ملامت کو دور کر دیا اور آپ ﷺ سے ہونے والی غلطی کو ساری امت کے لیے ایک عام حکم کی تشریع کا سبب بنا دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام قسموں کے لیے عام حکم جاری فرما دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے اوپر حرام ٹھہرانے کے پیچھے کام کرنے والے جذبے کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کیا آپ ﷺ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''غفور'' اور ''رحیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حلال چیز کو حرام ٹھہرانے پر اپنی بخشش کا شعور دلایا ہے کہ وہ غفور ہے، بخشنے والا ہے۔ اس کی مغفرت انسان کی غلطیوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے ایک حلال چیز کو حرام کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رحمت کا دروازہ کھولا ہے۔ ان کی اس غلطی کو معاف کر کے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے۔

سوال 4: اس آیت سے حلال وحرام کے بارے میں کیا چیز واضح ہوتی ہے؟

جواب: اس آیت سے حلال وحرام کے بارے میں یہ واضح ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کا اختیار کسی کے پاس نہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار اپنے رسول ﷺ کو بھی نہیں دیا۔

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کو کھولنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (2)

سوال 1: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کو کھولنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کو کھولنا مقرر کر دیا ہے'' یعنی اللہ رب العزت نے وہ طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کے ذریعے قسم کو توڑنے سے پہلے اس سے نکلا جا سکے۔

(2) رب العزت نے قسم توڑنے کا کفارہ بتا دیا جس کو قسم توڑنے کے بعد ضرور ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 89 میں آیا ہے۔ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہوگا چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (المائدہ:89) جو شخص کسی حلال کھانے یا مشروب وغیرہ کو حرام ٹھہرائے یا کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے پھر وہ قسم توڑنے کا ارادہ کرے یا توڑ ڈالے تو اس پر آیت میں ذکر کردہ کفارے کی ادائیگی

واجب ہے۔

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کفارہ ادا کیا اور سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سے تعلق قائم رکھا۔ (ابن کثیر بحوالہ نسائی)

(4) ﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے امور کا سرپرست ہے تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرتا ہے۔ تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی فلاح کے راستے آسان کرتا ہے اور تمہارے لیے ہدایت کے راستے کو روشن کرتا ہے جس میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت ہے۔ (تفسیر مراغی:133/10)

(5) یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے امور کی سرپرستی کرنے والا ہے اور تمہارے دین و دنیا کے امور میں تمہاری بہترین طریقے سے تربیت کرنے والا ہے، جس کے سبب سے تم سے شر دور ہوتا ہے۔ بنابریں اس نے تمہاری قسمیں حلال کرنے کے لئے تمہارے لئے ایک طریقہ مقرر فرمایا تاکہ تم پر جو ذمہ داری ہے وہ پوری ہو جائے۔ (تفسیر سعدی:2799/3)

(6) ﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ یعنی اے لوگو! تمہارے لیے اس نے بیان کر دیا ہے یا واضح کر دیا ہے ﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ﴾ اے ایمان والو! وہ تمہاری نصرت کرتا ہے ﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ﴾ یعنی تمہاری مصلحتوں اور ضروریات کو جانتا ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ تمہارے بارے اپنی تدبیر میں صاحب حکمت ہے اور جس کو وہ بہتر سمجھتا ہے تم سے دور کر دیتا ہے۔'' (جامع البیان:169/28)

سوال 2: قسموں کے کھولنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قسم کا کفارہ ادا کرنا ہے۔ یعنی جس کام کو نہ کرنے کی قسم کھائی ہو قسم کا کفارہ ادا کر کے اس کو کرنا اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ نے قسم کا کفارہ ادا کر کے کیا کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے قسم کا کفارہ ادا کر کے شہد بھی استعمال کیا اور سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا حق بھی ادا کیا۔

سوال 4: اگر کوئی شخص اپنے اوپر کوئی چیز حرام کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جمہور علماء کے مطابق کسی چیز کو حرام کرنے سے نہ وہ چیز حرام ہو گی نہ اس پر کفارہ ہو گا، سوائے بیوی کے۔

سوال 5: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لے تو اس کا کیا حکم ہو گا؟

جواب: (1) اگر کسی شخص کا مقصد اس سے طلاق دینے کا ہے تو وہ واقع ہو جائے گی۔

(2) اگر طلاق کی نیت نہیں ہے تو یہ قسم ہے جس کا کفارہ دینا ضروری ہے۔

سوال 6: قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: (1) دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا۔ (2) یا دس محتاجوں کو کپڑا دینا۔

(3) یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا۔ (4) یا تین روزے رکھنا۔

سوال 7: ﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے اسی لئے وہ تمہاری کمزوریوں کی وجہ سے تمہاری مدد کرتا ہے حتیٰ کہ اس معاملے میں بھی جو تم پر گراں گزرے۔

(2) اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے۔ اس نے تمہارے لئے قسموں کو حلال کیا ہے اور قسموں سے نکلنے کے لئے کفارے کا طریقہ بتایا ہے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''علیم'' اور ''حکیم'' کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ جو قوانین دیتا ہے وہ اپنے علم کی وجہ سے دیتا ہے۔ یقیناً وہ علیم ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت 'حکیم' کا شعور ایسے احکامات سے دیا ہے جن پر عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے۔ یقیناً وہ حکیم ہے جس کے احکامات حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾

''اور جب نبی نے ایک بات اپنی کسی بیوی سے چھپا کر کہی پھر جب اُس نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ تعالیٰ نے نبی کو اُس کی اطلاع دے دی تو نبی نے کچھ بات سے آگاہ کیا اور کچھ سے اِعراض کیا پھر جب نبی نے اُسے یہ بات بتائی تو اُس نے پوچھا: ''آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟'' نبی نے کہا: ''مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا، خوب باخبر ہے''(3)

سوال 1: ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾ ''اور جب نبی نے ایک بات اپنی کسی بیوی سے چھپا کر کہی پھر جب اُس نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ تعالیٰ نے نبی کو اُس کی اطلاع دے دی تو نبی نے کچھ بات سے آگاہ کیا اور کچھ سے اِعراض کیا پھر جب نبی نے اُسے یہ بات بتائی تو اُس نے پوچھا: ''آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟'' نبی نے کہا: ''مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا، خوب باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا﴾ ''اور جب نبی نے ایک بات اپنی کسی بیوی سے چھپا کر کہی'' وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ جب نبی ﷺ نے انہیں کہا کہ میں نے فلاں عورت کو حرام کر لیا ہے اور اللہ کی قسم اب میں اس سے تعلق نہیں رکھوں گا اور ان سے نبی ﷺ نے مطالبہ کیا کہ وہ اس راز کو چھپائیں گی۔ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتا دی۔ (ایسر التفاسیر: 1650)

(2)﴿فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ﴾ ''پھر جب اُس نے اس بات کی خبر دے دی'' جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتادی۔

(3)﴿وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے نبی کو اُس کی اطلاع دے دی'' اللہ رب العزت نے اس خبر سے نبی ﷺ کو آگاہ کر دیا جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتادی تھی۔

(4)﴿عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ﴾ ''تو نبی نے کچھ بات سے آگاہ کیا اور کچھ سے اِعراض کیا'' نبی ﷺ نے اپنے عفو و درگزر اور حلم و کرم کی بنا پر وہ بات جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے افشا کی تھی اس میں سے کچھ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتادی اور کچھ سے اعراض کر لیا۔

(5)﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا﴾ ''تو اُس نے پوچھا: ''آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے؟'' جب نبی ﷺ نے وہ خبر جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتادی تھی اس کے بارے میں انہیں آگاہ کیا تو انہوں نے کہا۔ آپ ﷺ کو اس خبر سے کس نے آگاہ کیا جب کہ وہ ہم سے باہر نہیں نکلی؟

(6)﴿قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''نبی نے کہا: مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جاننے والا، خوب باخبر ہے'' اس پر نبی ﷺ نے فرمایا مجھے اس نے بتایا جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں جس کو سب کی خبر ہے اور جو سب رازوں اور چھپی ہوئی چیزوں کا علم رکھنے والا ہے۔

(7) سیدنا ابن زید رحمہ اللہ کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا﴾ کے بارے قول ہے کہ صاحب معاملہ کو اس بارے میں ذرا بھی شک نہ ہوا کہ اسے اس بارے میں خبر مل گئی ہے (جب آگاہ کیا گیا تو حیرانگی سے سوال کیا کہ کس نے خبر دی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ہر چیز کا علم رکھنے والے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والے نے بتایا ہے۔ (جامع البیان: 170/28)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے کون سی پوشیدہ بات اپنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے کسی کو بتائی تھی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے شہد کو یا سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے حرام کرنے والی بات اپنی ایک بیوی کو بتائی تھی کہ وہ اسے پوشیدہ رکھے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کو علیم و خبیر نے خبر دی جبکہ اس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں نہیں، اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآنِ مجید کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی۔

سوال 4: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ کیوں دریافت کیا تھا کہ آپ ﷺ کو اس بات کی خبر کس نے دی؟

جواب: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں یہی بات آئی ہوگی کہ میں نے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی سے بات نہیں کی اور ان سے وہ توقع نہیں رکھتی تھیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بتادیں گی کیونکہ دونوں نے اکٹھا منصوبہ بنایا تھا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''علیم و خبیر'' کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے راز کی بات سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ جو بات کسی دوسرے تک اُس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ وہ اطلاع نہ دے جو جانتا ہو۔

(2)اللہ تعالیٰ نے نفس کی گہرائیوں سے سینے کے راز کو لے کر اُسے فاش کر دیا اور اس طرح یہ شعور دیا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی خبر رکھنے والا نہیں ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے یہ احساس دلایا ہے کہ ایسی غلطیاں تبھی ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کے علم اور خبر سے انسان غافل ہو جائے۔

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾

''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کہ یقیناً تمہارے دل راہِ راست سے ہٹ گئے ہیں اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک مؤمنین اور اس کے بعد تمام فرشتے اس کے مددگار ہیں''(4)

سوال1:﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کہ یقیناً تمہارے دل راہِ راست سے ہٹ گئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾''اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو کہ یقیناً تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں''اگر تم دونوں یعنی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو گی جن سے تمہارے دل منحرف ہوئے یعنی ورع اور نبی ﷺ کا ادب اور احترام اور یہ کہ وہ آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گی۔

(2)ان دونوں نے ہی نبی ﷺ کو ابھارا تھا اور آپ ﷺ نے اپنے اوپر اس چیز کو حرام ٹھہرالیا تھا جو آپ ﷺ کو پسند تھی۔

(3)ان دونوں کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن پر عتاب فرمایا اور ان دونوں کے سامنے توبہ پیش کی۔

سوال2:﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾''اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک مومنین اور اس کے بعد تمام فرشتے اس کے مددگار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ﴾''اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی''یعنی اگر تم دونوں ایسے کام پر ایک دوسرے سے تعاون کرو گی جو آپ ﷺ پر گراں گزرتا ہے اور یہ رویہ قائم رہا۔

(2)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ﴾''تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار ہے اور جبرائیل''نبی ﷺ کی یہ سب سے بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اور جبریل علیہ السلام کو نبی ﷺ کا مددگار قرار دیا۔

(3)﴿وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نیک مومنین'' سیدنا قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صالح المومنین سے مراد انبیاء کرام ہیں۔(جامع البیان:173/28)

(4)سیدنا ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں صالح المومنین سے مراد مومنین سے بہترین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔(جامع البیان:173/28)

(5)سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں صالح المومنین سے مراد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔(جامع البیان:173/28)

(6)﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ ''اور اس کے بعد تمام فرشتے اس کے مددگار ہیں'' اس فرمان سے مراد فرشتے، جبریل اور صالح مومنین نبی کریم ﷺ کے مددگار ہیں۔ اگر کوئی نبی کے بارے میں برا سوچے یا اذیت پہنچانے کی کوشش کرے تو یہ مدد و نصرت کے لیے تیار ہیں۔
(جامع البیان:173/28)

(7)یہ نبی ﷺ کی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور اپنی مخلوق میں سے خاص لوگوں کو نبی ﷺ کا مددگار بنا دیا۔ اور جس کے مددگار ایسے لوگ ہوں تو وہ مدد یافتہ ہے۔

سوال3:﴿اِنْ تَتُوْبَآ﴾ کا جواب نہیں دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:اگر تم دونوں توبہ کرو تو مراد یہی ہے کہ توبہ قبول کر لی جائے گی۔

سوال4:تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ تمہارے دلوں کو ایسی چیز پسند آ گئی ہے جو نبی ﷺ کے لئے ناگوار ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو کیا خوفناک تنبیہ کی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم جتھے بندی کرو گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس (محمد رسول اللہ ﷺ) کا مولیٰ ہے اور جبریل اور صالح اہلِ ایمان اور فرشتے سب اُس کے مددگار ہیں۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو تنبیہ کیوں کی تھی؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ اس لئے کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا دل بہت پریشان تھا اور آپ ﷺ کی طبیعت پر اس واقعے کا گہرا اثر تھا۔(2)اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ اس لئے بھی کی تھی کہ اگر تم یعنی اَزواجِ رسول ﷺ جتھے بندی کرو گی تو نبی ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے مددگار تو اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور مومنین ہیں۔

﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾

''اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اُس کا رب تمہارے بدلے انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو اسلام

والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، بیوہ اور کنواریاں ہوں''(5)

سوال 1: ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾ ''اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اُس کا رب تمہارے بدلے انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ دار، بیوہ اور کنواریاں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ ''اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو قریب ہے کہ اُس کا رب تمہارے بدلے انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے گا'' یہ امہات المومنین کے لیے شدید تخویف ہے کہ اگر نبی ﷺ تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر عورتوں سے انہیں بدل دے گا۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطے سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری تین باتوں میں جو میرے منہ سے نکلا میرے رب نے ویسا ہی حکم فرمایا۔ میں نے کہا تھا کہ یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا سکتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو'' دوسری آیت پردہ کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یارسول اللہ! کاش! آپ اپنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ بات کرتے ہیں۔ اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی اور ایک مرتبہ نبی ﷺ کی بیویاں جوش وخروش میں آپ کی خدمت میں اتفاق کر کے کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوئیں۔ میں نے ان سے کہا ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک تمہیں طلاق دلا دیں اور تمہارے بدلے تم سے بہتر مسلمہ بیویاں اپنے رسول ﷺ کو عنایت کریں تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ (صحیح بخاری:402)

(3) ﴿مُسْلِمٰتٍ﴾ ''جو اسلام والیاں'' یعنی اسلام لانے والی اور ان صفات سے متصف یا اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کرنے والی۔ (الاساس فی التفاسیر:6001/10)

(4) ﴿مُّؤْمِنٰتٍ﴾ ''ایمان والیاں'' یعنی خالص ایمان لانے والی۔

(5) ﴿قٰنِتٰتٍ﴾ ''اطاعت کرنے والیاں'' یعنی مطیع اور فرماں بردار۔ (جامع البیان:125/28)

(6) قنوت سے مراد دائمی اطاعت ہے یعنی مستقل مزاجی سے اطاعت کرنے والی۔

(7) ﴿تٰٓئِبٰتٍ﴾ ''توبہ کرنے والیاں'' یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرنے والی۔ یعنی توبہ ان کا تخلیقی وصف ہوگا۔ (الاساس فی التفاسیر:6001/10)

(8) یعنی ان امور سے توبہ کرنے والی جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔ (9) ﴿عٰبِدٰتٍ﴾ ''عبادت کرنے والیاں'' یعنی عبادت کی قسموں یعنی

نماز اور ذکر کو اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دینے والی۔ (الاساس فی التفاسیر: 6001/10)

(10) ﴿سٰٓئِحٰتٍ﴾ ''روزہ دار'' یعنی روزہ رکھنے والی یا ہجرت کرنے والی۔

(11) ﴿ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾ ''بیوہ اور کنواریاں ہوں'' یعنی ان میں سے بعض شادی شدہ ہوں گی اور بعض کنواری۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو اتنی خوفناک دھمکی کیوں دی تھی کہ اگر رسول اللہ ﷺ تمہیں طلاق دے تو وہ تم سے بہتر بیویاں عطا کر سکتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو یہ سمجھایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے لئے کیسی خواتین درکار ہیں: (i) ﴿مُسْلِمٰتٍ﴾ یعنی اطاعت گزار اور فرمانبردار۔ (ii) ﴿مُّؤْمِنٰتٍ﴾ یعنی ایمان اور یقین سے بھرپور دل رکھنے والی۔ (iii) ﴿قٰنِتٰتٍ﴾ یعنی دل کی رغبت سے فرمانبرداری کرنے والی۔ (iv) ﴿تٰٓئِبٰتٍ﴾ یعنی توبہ گزار۔ (v) ﴿عٰبِدٰتٍ﴾ یعنی عبادت گزار۔ (vi) ﴿سٰٓئِحٰتٍ﴾ یعنی روزہ رکھنے والی۔

(2) یہ بات اتنے سخت انداز میں اس لئے کہی گئی کہ اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن نادم ہوں اور آئندہ کے لئے فرمانبردار بن جائیں۔

سوال 3: ثَیِّبٰتٍ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ثَیِّبَات ثَیِّبٌ سے ہے جس سے مراد بیوہ عورت ہے۔

سوال 4: بیوہ عورت کو ثَیِّب کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: بیوہ عورت کو ثَیِّب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ شوہر سے لوٹ آتی ہے۔ پھر دوبارہ شوہر کے بغیر ہو جاتی ہے جیسا کہ شادی سے پہلے تھی۔

سوال 5: اَبْكَارًا کسے کہتے ہیں؟

جواب: اَبْكَارًا بِكْرٌ سے ہے جس سے مراد کنواری لڑکی ہے۔

سوال 6: کنواری لڑکی کو بِکر کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کنواری کو بِکر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی پہلی حالت پر ہوتی ہے جس پر وہ پیدا ہوئی۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' (6)

سوال1:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں'' اللہ رب العزت نے اہل خاندان کو ادب اور دین کی تعلیم دینے کا حکم دیا ہے وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔

(2)﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اپنے آپ کو بچاؤ'' یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے نواہی سے بچاؤ اور ایسے کاموں سے توبہ کریں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور جن کی وجہ سے وہ عذاب دیتا ہے اور نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا عادی بنائیں۔

(3)﴿وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو آگ سے'' اہل وعیال کو بچانا یہ ہے کہ ان کو ادب وعلم سکھایا جائے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل پر مجبور کیا جائے۔ پس بندہ صرف اسی وقت محفوظ ہوتا ہے جب وہ اپنے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں، جو اس کی سرپرستی میں اور اس کے تصرف میں ہوں، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2801/3)

(4) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔـلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ ''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر خوب پابند رہیں، ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے۔ اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے۔'' (طٰہٰ:132)

(5)﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ ''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔'' (الشعراء:214)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس امام (امیر المومنین) لوگوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔ کسی شخص کا غلام اپنے سردار کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔'' (بخاری:7138، مسلم:4724)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تھو تھو'' تاکہ وہ بچہ اس کھجور کو پھینک دے، پھر فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ صدقے کی چیز نہیں کھاتے؟'' (بخاری:1491)

(8) سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں تھا اور میرا ہاتھ پورے پیالے میں گھومتا تھا۔

آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: ﴿يَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ﴾ ''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' چنانچہ اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔ (بخاری:5376)

(9) سیدنا سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچہ جب سات سال ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے (اور نماز نہ پڑھے) تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارو۔'' (ابوداؤد:494)

(10) ﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ''جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں'' اللہ تعالیٰ نے آگ کے یہ اوصاف اس لیے بیان کئے ہیں تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کو حقیر سمجھنے سے ڈریں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔'' (الانبیاء:98) (تفسیر سعدی:2801/3)

(11) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے ایک دھماکے کی آواز آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ ایک پتھر ہے، جو جہنم میں ستر برس پہلے پھینکا گیا تھا۔ وہ جا رہا تھا، اب اس کی تہہ میں پہنچا ہے (معاذ اللہ جہنم اتنی گہری ہے کہ اس کی چوٹی سے تہہ تک ستر برس کی راہ ہے اور وہ بھی اس تیز حرکت سے جیسے پتھر اوپر سے نیچے کو گرتا ہے)۔ (مسلم:7167)

سوال 2: ﴿عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ ''جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ﴾ ''جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں'' ان فرشتوں کے اخلاق بہت درشت اور ان کا انتقام بہت برا ہوگا، جہنمی ان کی آوازیں سن کر گھبرائیں گے اور ان کو دیکھ کر خوف کھائیں گے، یہ فرشتے اپنی طاقت وقوت سے جہنمیوں کو رسوا کریں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کریں گے جس نے ان کے بارے میں عذاب کا حتمی فیصلہ کیا ہے اور سخت سزا ان پر واجب کی ہے۔ (تفسیر سعدی:2801/3)

(2) ﴿لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے'' یعنی وہ فرشتے کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

(3) ﴿وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ ''اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' یعنی وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

(4) اس آیت میں فرشتوں کی مدح ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ (٢٧) لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ (٢٨) لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (٢٩) عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (٣٠) وَمَا

جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (۳۱) ”اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں۔ اور نہیں بنائے ہم نے جہنم کے نگران مگر فرشتے اور ہم نے اُن کی تعداد کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے جنہوں نے کفر کیا، تاکہ وہ یقین کر لیں جن کو کتاب دی گئی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں اور ایمان والے اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی شک نہ کریں اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفر کرنے والے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ انسانیت کے لیے سراسر نصیحت ہے۔“ (المدثر:27-31)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ کا حکم دے کر کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ گھر والوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سوال4: گھر والوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب: گھر والوں کی اسلامی تربیت کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ وہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

سوال5: رسول اللہ ﷺ نے اولاد کی اصلاح کے لئے کیا احکامات دیئے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے بچے کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام سے زبان کھلوانے کی تلقین کی۔

(2) بچوں کو نماز کی تلقین کرنے کا حکم دیا جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب دس برس کے ہو جائیں تو سستی برتنے پر ان کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا۔

سوال6: اولاد کی تربیت کے لئے فقہاء کیا کہتے ہیں؟

جواب: (1) فقہاء کہتے ہیں کہ ان سے بچپن میں ہی روزے رکھوائے جائیں۔

(2) بچپن سے ہی اولاد کو احکامات سکھائے جائیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی جائے تاکہ جب وہ بالغ ہوں تو اسلام کا سچا شعور انہیں حاصل ہو چکا ہو۔

سوال5: جہنم کی آگ کا ایندھن کون ہوں گے؟

جواب: انسان اور پتھر۔

سوال6: جہنم کے نگران فرشتے کیسے ہوں گے؟

جواب: (1) جہنم کے نگران فرشتے تند خو اور سخت گیر ہوں گے۔ ان کا مزاج عذاب کی طرح سخت ہوگا۔ یعنی ان سے کوئی نرمی کی توقع نہیں رکھ سکتا۔ (2) وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ (3) جہنم کے نگران فرشتے وہی کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

''اے لوگو جنہوں نے کفر کیا! آج معذرت نہ کرو یقیناً تم اُسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے'' (7)

سوال1: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''اے لوگو جنہوں نے کفر کیا! آج معذرت نہ کرو یقیناً تم اُسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ﴾ ''اے لوگو جنہوں نے کفر کیا! آج معذرت نہ کرو'' اہل دوزخ سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اے کافرو! آج کے دن عذر پیش نہ کرو۔ وہ وقت تم نے کھو دیا اب تو اعمال کی جزا و سزا ہے۔

(2) ﴿إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''یقیناً تم اُسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے'' تم نے جو اعمال کیے اس کی جزا تمہیں دی جائے گی۔ تم نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، تم نے اس کے رسولوں کو جھٹلایا، تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، تم نے رسولوں کے خلاف اور اہل حق کے خلاف جنگ کی۔ تم نے من چاہی زندگی بسر کی، تم نے دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھا۔ تم نے دنیا کے لیے کمایا، دنیا کے لیے ہی اڑا دیا۔ تم نے اپنی اولادوں کو دنیا کے لیے تیار کیا۔ مٹی کے بیٹو! سارے اعمال مٹی کے لیے ہی کیے۔ کچھ بھی آگے نہ بھیجا تو آج تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ ۖ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۖ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (16) الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (17) وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ (18) يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (19)﴾

''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا، آج کوئی ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں۔'' (المومن: 16-19)

(4)اب عذر ختم ہو گئے صرف اعمال کا بدلہ ملے گا۔

سوال2: کافروں سے اس دن کیا کہا جائے گا؟

جواب: کافروں سے کہا جائے گا:

(1)عذر پیش نہ کرو۔ یہ معذرتوں کا دن نہیں۔(2)ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جا رہا۔

رکوع نمبر 20

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں داخل کر دے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''(8)

سوال1: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں داخل کر دے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں'' توبۃ النصوح کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔

(2)﴿تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ'' توبۃ النصوح سے مراد سچی توبہ جو پر خلوص ہو، یہ توبہ تمام برائیوں کو مٹا دیتی ہے۔ توبہ کرنے والے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور برائیوں کی عادت چھڑا دیتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/2093)

(3)خالص توبہ سے مراد وہ توبہ ہے جو ان تمام گناہوں کو شامل ہو جو بندے نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کئے ہیں، اس توبہ سے اللہ تعالیٰ کی

رضا اور اس کے قرب کے سوا کچھ مقصود نہ ہو، پھر بندہ تمام احوال میں اس توبہ پر قائم رہے۔ (تفسیر سعدی:3/2802)

(4) خالص توبہ سے مراد (i) اپنے گناہ پر دل میں شدید ندامت محسوس کرنا۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرنا۔ (iii) آئندہ کبھی وہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔ (iv) ہمیشہ کے لئے گناہ کو چھوڑ دینا۔ (v) اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا ازالہ کرنا جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگنا۔

(5) اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو خالص توبہ کے لیے پکارا ہے جو کوئی گناہ باقی نہیں رہنے دیتی۔

(6) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہ سچی اور خالص توبہ ہے۔ (الفتح القدیر:5/310)

(7) ابن مردویہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ بندے نے جو گناہ کیا ہے اس پر ندامت ہو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے معذرت پیش کر کے کہے کہ وہ آئندہ کبھی نہیں کرے گا۔ جیسے دودھ تھنوں میں واپس نہیں جاتا۔

(8) ایک دفعہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبے میں فرمایا کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ سچی توبہ یہ ہے کہ انسان توبہ کر کے پھر گناہ نہ کرے بلکہ اس گناہ کا تصور بھی نہ کرے۔ (ابن جریر)

(9) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں گناہ سے توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ نہ کیا جائے۔ (مستدرک حاکم)

(10) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سچی توبہ کیا ہے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا فرمایا: گناہ پر نادم ہونا، موجودہ زمانے میں اس سے رک جانا اور استغفار کرنا۔ (مختصر ابن کثیر:2/2093)

(11) سیدنا عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ والد صاحب بولے کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ ندامت توبہ ہے بولے ہاں۔ (ابن امام)

(12) صحیح حدیث میں ہیں اسلام اور توبہ پہلے گناہ مٹا دیتے ہیں۔ کیا توبۃ النصوح کی یہ شرط بھی ہے کہ مرتے دم تک پھر وہ گناہ سرزد نہ ہو یا صرف آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہی کافی ہے اور اسی عزم سے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟ ہاں مرتے دم تک گناہ نہ کرنے کی شرط ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے جو اسلام لا کر نیک عمل کرتا رہے گا وہ جاہلیت کے گناہوں پر نہیں پکڑا جائے گا اور جو برائیوں میں مبتلا رہے گا وہ جاہلیت کے گناہوں پر بھی پکڑا جائے گا اور اسلام والے گناہوں پر بھی۔ جب اسلام میں جو گناہ مٹانے میں توبہ سے بڑھ کر ہے، یہ بات ہے تو توبہ میں بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے۔ (السراج المنیر:2/2093)

(13) امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: خالص توبہ میں تین امور جمع ہو جاتے ہیں (i) معصیت سے نکل آنا۔ (ii) اپنے فعل پر ندامت ہونا (iii) پختہ عزم کہ آئندہ کبھی نہیں کرنا۔ اگر انسان معصیت کے کام کے ساتھ متعلق رہے گا تو وہ اس پر اسی گناہ کو لوٹا دے گی۔

(14) ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ ''تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے'' حاکم رحمہ اللہ نے

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خالص توبہ ہر برائی کا کفارہ ہو جاتی ہے اور وہ قرآن میں ہے پھر انہوں نے اسی آیت کی تلاوت کی۔(فتح القدیر:311/5)

(15)﴿وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور تمہیں داخل کردے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں'' اللہ رب العزت نے خالص توبہ کرنے والوں سے جنتوں میں داخل کرنے اور فوز وفلاح کا وعدہ کیا ہے۔

سوال2: خالص توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا کیا وعدہ ہے؟

جواب: خالص توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

(1) تمہارا رب تمہارے گناہ دور کردے گا۔

(2) تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

سوال3:﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ ''اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا'' یعنی جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور جو لوگ ان پر ایمان لائے، انہیں جنت میں داخل کرے گا۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہر مومن کو قیامت کے دن نور دیا جائے گا۔ جہاں تک منافق کا تعلق ہے تو اس کا نور بجھ جائے گا۔ (فتح القدیر:367/5)

(3)﴿نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا﴾ ''ان کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے'' جب قیامت کے دن اہل ایمان اپنے نور ایمان کے ساتھ اور اس کی روشنی میں چل رہے ہوں گے۔ اس کی خوشبو اور راحت سے متمتع ہو رہے ہوں گے اور اس روشنی کے بجھ جانے پر ڈریں گے جو منافقین کو دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ وہ ان کے نور کو پورا کردے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے گا، ان کے پاس جو نور اور یقین ہوگا اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انہیں نعمتوں بھری جنتوں اور رب کریم کے جوار میں پہنچا دے گا۔ یہ سب خالص توبہ کے آثار ہیں۔ خالص توبہ سے مراد وہ توبہ ہے جو ان تمام گناہوں کو شامل ہو جو بندے نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کیے ہیں۔ اس توبہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے سوا کچھ مقصود نہ ہو۔ پھر بندہ تمام احوال میں اس توبہ پر قائم رہے۔(تفسیر سعدی:2802/3)

(4)ہرایک کا نوراس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔(5)اس وقت منافق کہیں گے۔﴿اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔''(الحدید:13)

(6)اس وقت مومن دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے نور کو مکمل فرمادے۔

(7)﴿وَاغْفِرْ لَنَا﴾اور ہمیں بخش دے ہمارے گناہ مٹادے۔

(8)﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾''بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یہ توسل ہے تا کہ دعا قبول ہوجائے۔یہ توسل اللہ تعالیٰ کی صفت قوت اور قدرت سے کہ یقینا آپ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔﴿فَاَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا﴾ہمارا نور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے۔(ایسر التفاسیر:1652,1651)

(9)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دلا سکے گا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اور آپ ﷺ کو بھی یارسول اللہ ﷺ ؟فرمایا''مجھے بھی نہیں،سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں لے لے۔پس تم کو چاہئے کہ درستی کے ساتھ عمل کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔صبح اور شام اسی طرح رات کو ذرا چل لیا کرو اور اعتدال کے ساتھ چلا کرو منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔''(بخاری:6463)

سوال4:قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی ﷺ اور اہلِ ایمان کو رسوا نہ کرے گا،اس سے کیا شعور دلایا گیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو رسوائی سے بچا لینے کی وجہ سے یہ شعور دلایا ہے کہ کافر اس دن سخت شرمندہ ہوں گے۔

سوال5:ایمان والوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو رسوائی سے بچا لینے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب:یہ ذکر ایمان والوں کو توبہ پر آمادہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے کہ دیکھو توبہ کر کے تم رسول اللہ ﷺ کی صف میں کھڑے ہوجاؤ گے۔تمہیں کوئی شرمندگی نہ ہوگی۔

سوال6:نور کے آگے اور دائیں دوڑنے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مومن اپنے نور کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

سوال7:یہ نور کب اُن کے آگے اور دائیں طرف ہوگا؟

جواب:یہ نور جنت میں داخلے کے وقت ان کے دائیں اور آگے جارہا ہوگا۔اس نور کے ساتھ وہ جنت میں جائیں گے جہاں نور ہی نور ہوگا۔

سوال8:یہ دُعا اہلِ ایمان کس وقت کریں گے:﴿رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا﴾؟

جواب:یہ دُعا اہلِ ایمان اُس وقت کریں گے جب منافقین کا نور بجھا دیا جائے گا۔

سوال9: نور کو مکمل کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جنت میں داخل ہونے تک اس نور کو باقی رکھیں اور اس کو پورا فرمائیں۔

سوال10: اہلِ ایمان نور اور مغفرت کی دُعا کے لیے کہیں گے کہ یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس سے اہلِ ایمان کے بارے میں کیا حقیقت واضح ہوتی ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔

سوال11: اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گہرا شعور انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی قدرت کے گہرے شعور سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی ضرورت کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔

(2) انسان اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔

(3) انسان کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اُسی کے معاف کرنے سے معافی ملے گی جیسے اُس کے پیدا کرنے سے وجود ملا، زندگی عطا کرنے سے زندگی ملی، رزق عطا کرنے سے رزق ملا، ایسے ہی اُسی کے عطا کرنے سے نور عطا کیا جائے گا اور مغفرت ملے گی۔

سوال12: قیامت کے دن کن لوگوں کا نور مکمل کیا جائے گا؟

جواب: جن کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گہرا شعور نصیب ہوگا۔

سوال13: قیامت کے دن کن لوگوں کو مغفرت نصیب ہوگی؟

جواب: جن کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا گہرا شعور ہوگا اور وہ ایمان اور عملِ صالح والی زندگی بسر کر کے آئے ہوں گے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے'' (9)

سوال1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2) یعنی کافروں کے ساتھ تلوار سے جہاد کریں اور منافقوں کے ساتھ وعید اور زبان سے جہاد کریں۔ (جامع البیان: 180/28)

(3) ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور اُن پر سختی کرو'' یعنی ان کے ساتھ خطاب میں نرمی کا معاملہ نہ کریں۔

(4)رب العزت نے ان کے ساتھ دلیل کے ذریعے جہاد کا حکم دیا ہے۔ان کے موقف کا ابطال کرنا اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرے اس کے خلاف جنگ کرنا۔

(5)﴿وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے'' یعنی دنیا میں تو ان پر سختی کرنی ہے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے اور ہر خسارہ اٹھانے والا اسی کی طرف لوٹے گا۔

سوال2: کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے اور سختی کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: کافر اور منافق محض باتوں سے دعوت وتبلیغ سے ماننے والے نہیں اس لیے احکامات میں سختی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

سوال3: کافروں اور منافقوں پر سختی کرنے کے حکم سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ نرمی مفید نہیں رہتی۔حکمتِ تبلیغ کا تقاضا ہے کہ حالات اور افراد کی نفسیات کے لحاظ سے ان پر سختی یا نرمی کرنی چاہیے۔

سوال4: کفار کے ساتھ جہاد اور منافقین سے جہاد میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: کفار کے ساتھ جہاد سے مراد قتال ہے اور منافقین کے ساتھ جہاد حدود قائم کر کے ہوتا ہے جب وہ ایسے کام کریں جن پر حد واجب ہوتی ہے۔

سوال5: جہنم کس کا ٹھکانہ ہے؟

جواب: کافروں اور منافقوں دونوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے اور اُن سے کہہ دیا گیا: ''داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ''(10)

سوال1: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے اور اُن سے کہہ دیا گیا: داخل ہونے والوں

کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کا حال تمثیل کے طور پر سامنے رکھا ہے کہ ان سے ان کے کفر اور مومنوں سے عداوت کا بدلہ لیا جائے گا، انہیں ان کی سزا دی جائے گی اور اس معاملے میں دنیا کا میل جول کام نہیں آئے گا نہ نسب، نہ قربت، نہ زوجیت، نہ محبت کے تعلقات اس سلسلے میں نبوت کے دو گھرانوں کی مثال دی گئی سیدنا نوح علیہ السلام کی بیوی اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی کی۔

(2)﴿كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویاں ان کے ساتھ رہتی تھیں، کھاتی پیتی تھیں لیکن انہوں نے ان سے ایمان میں خیانت کی، وہ ان پر ایمان نہیں لائیں تو ہر وقت کا میل جول اور معاشرت ان کے کام نہ آئی جب دل ایمان سے خالی ہوں تو میل جول کیسے کام آ سکتا ہے؟ دیکھ لو دو پیغمبروں کی بیویوں کی معاشرت ان کے کام نہیں آئی۔

(3) اس میں ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے تنبیہ ہے کہ اگر نافرمانی کی تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنا فائدہ نہیں دے گا۔

(4)﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ ''پھر اُن دونوں نے اُن سے خیانت کی'' یعنی دین میں (ان دونوں نے نبیوں کی خیانت کی) دونوں اپنے شوہروں کے دین کے سوا کسی اور دین پر تھیں۔ خیانت سے یہی معنی مراد ہیں اور اس سے نسب اور بستر کی خیانت مراد نہیں، کیونکہ کسی نبی کی بیوی بدکاری کی مرتکب نہیں ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی بدکار عورت کو انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کی بیوی ہی بنایا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(5) سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ اور سیدنا ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں خیانت سے یہاں مراد بدکاری نہیں ہے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں تھی۔ اپنے شوہروں کے بارے میں غلط پروپیگنڈا کرتی تھیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی بیوی ان کے بارے میں کہتی تھی کہ یہ دیوانہ ہے۔ سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے گھر میں آنے والے مہمانوں کے بارے میں قوم کو اطلاع دیتی تھی۔ دونوں عورتوں کی ہمدردیاں کافر قوم کے ساتھ تھیں۔ دونوں نفاق میں مبتلا تھیں۔ اس سے امہات المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا و سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ کرنا ہے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی: 670/1)

(6)﴿فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''تو وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام دونوں اپنی بیویوں کے کچھ بھی کام نہ آ سکے یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تھوڑا سا بھی نہیں بچا سکے۔

(7)﴿وَقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ ''اور اُن سے کہہ دیا گیا: ''داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویوں سے کہا گیا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ اور

اس کی آگ میں جلو بھنو اور برباد ہو جاؤ۔ (استغفراللہ)

سوال 2: مَثَلٌ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مَثَلٌ ایسی حالت کو کہتے ہیں جس سے دوسری حالت کا تعارف ہو جائے جو اِس حالت سے ملتی جلتی ہو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال کیوں دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال اس لئے دی ہے کہ کافروں کے حالات سے ان دو عورتوں کے حالات ملتے جلتے ہیں۔

سوال 4: دو نیک بندے اپنی بیویوں سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کیوں نہ روک سکے؟

جواب: دو نیک بندے اپنی بیویوں سے اس لئے عذاب کو نہیں روک سکے تھے کہ اُن دونوں عورتوں نے خیانت کی تھی۔ اگرچہ وہ دونوں بندے اللہ تعالیٰ کے قریب تھے لیکن اپنی بیویوں کو عذاب سے نہ بچا سکے۔

سوال 5: یہ حکم کب دیا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ؟

جواب: (1) یہ حکم یا تو موت کے وقت دیا گیا۔ (2) یا یہ حکم قیامت کے دن دیا جائے گا۔

سوال 6: کافروں کی مثال یہاں کیوں لائی گئی؟

جواب: (1) کافروں کی مثال کو لانے کا مقصد اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو تنبیہ کرنا ہے کہ اگرچہ اُن کا محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہے لیکن اگر انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچائی یا اُن کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

(2) کافروں کی مثال میں ان تمام لوگوں کے لئے عبرت ہے جو رسول اللہ ﷺ سے محبت کے زبانی دعوؤں کو اور محبت کے کھوکھلے اظہار کو کافی سمجھتے ہیں۔ جو لوگ اسلام کے عائد کردہ فرائض کی پابندی نہیں کرتے اور نہ ان کے لئے کوئی اہتمام کرتے ہیں۔ محبت کا وہ اظہار جو آج کل کے دور میں لوگ کرتے ہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود نبی ﷺ کے دور میں جہاں آپ ﷺ پر قربان ہونے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت تیار رہتے تھے وہاں رسول اللہ ﷺ سے محبت کا مطلب فقط آپ ﷺ کی اِتباع تھا۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے احکامات اور فرائض کی پابندی تھا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو اپنانے کا جذبہ تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حبِّ رسول ﷺ کا مطلب شریعت پر عمل ہے۔ خود ساختہ شریعت کے لئے شریعت سے فرار رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں ہے۔

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ جب اُس نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا اور ظالم لوگوں سے مجھے نجات دے'' (11)

سوال 1: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ جب اُس نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا اور ظالم لوگوں سے مجھے نجات دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے مثال بیان کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا۔ (2) یہ مثال فرعون کی بیوی کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور انہیں ایک ماننا اور اس کے رسول سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی۔

(3) سیدہ آسیہ علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن کی بیوی تھیں جو کافر تھا۔ انہیں ان کے شوہر کے کفر نے نقصان نہیں دیا کیونکہ وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتی تھیں۔ (جامع البیان: 28/182)

(4) اس آیت سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مومن اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے کافروں سے میل جول رکھتے ہیں تو نقصان دہ نہیں ہے اگر یہ دوستی بچاؤ اور وقتی دفاع کے طور پر ہو۔

(5) ﴿اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ ''جب اُس نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ آسیہ علیہا السلام کا وصف بیان فرمایا ہے کہ وہ ایمان رکھتی تھیں۔ اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے مطالب جلیلہ کا سوال کرتی تھیں اور وہ ہے جنت میں دخول اور رب کریم کی مجاورت کا سوال۔ (تفسیر سعدی: 3/2804)

(6) ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ خازن فرعون کی بیوی کے ایمان کی وجہ سے سیدہ آسیہ علیہا السلام ایمان لائیں۔ (مختصر ابن کثیر: 2/2095)

(7) ﴿وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ﴾ ''اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا'' سیدہ آسیہ علیہا السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی تھیں کہ فرعون کے فتنے، اس کے برے اعمال اور ظالم کے فتنے سے نجات دے دے۔

(8) سیدہ آسیہ علیہا السلام کی دعا سے پتہ چلتا ہے کہ (i) انہیں فرعون کے محل سے نہیں رب کی جنت سے دلچسپی تھی۔ اس سے سیدہ آسیہ علیہا السلام کے شعور کی پختگی کا پتہ چلتا ہے کیونکہ جب تک دنیا کی حقیقت واضح نہیں ہوتی انسان دنیا کی محبت میں گم ہو جاتا ہے۔ سیدہ آسیہ علیہا السلام ایمان کی وجہ سے محلات کی عیش و عشرت کی زندگی کو گندگی سمجھتی تھیں اسی لئے اس زندگی سے پناہ مانگتی تھیں۔ (ii) سیدہ آسیہ علیہا السلام کے فرعون کے عمل سے پناہ مانگنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فرعون کی بادشاہت سے مرعوب نہیں تھیں کیونکہ وہ بادشاہِ کائنات کی حقیقت کو پا چکی تھیں اور ان

کے نزدیک دنیا کے ساز وسامان کی وہ value نہیں تھی۔

(9)﴿وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ظالم لوگوں سے مجھے نجات دے'' یعنی فرعون کی ساری قوم سے نجات دے دے۔

(10) سیدہ آسیہ علیہا السلام ظالم قوم سے نجات مانگتی تھیں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اپنی قوم کے درمیان رہنا ان کے لئے کس قدر مشکل ہو گیا تھا جبکہ مال اور اقتدار اُنہی کے پاس تھا۔حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور ایمان والوں کے ماحول میں رہنا دنیا کی بہت بڑی دولت ہے کیونکہ اسی ماحول کی وجہ سے انسان اپنے رب سے جڑا رہتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ نے سیدہ آسیہ علیہا السلام کی دعا قبول فرمائی: چنانچہ وہ ایمان کامل اور اس پر ثابت قدمی کے ساتھ زندہ رہیں اور تمام فتنوں سے بچی رہیں۔اسی بنا پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''مردوں میں سے مرتبہ کمال کو پہنچنے والے لوگ تو بہت ہیں مگر عورتوں میں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت مرتبہ کمال کو نہیں پہنچی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔'' (بخاری:3411)(تفسیر سعدی:2804/3)

(12) نسفی رحمہ اللہ نے کہا: اس میں دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور اس سے التجاء کرنا اور مصیبتوں سے نجات پانے کے لیے سوال کرنا صالحین کی سیرت میں سے ہے۔(الاساس فی التفاسیر:6009/10)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال کیوں دی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال اس لئے دی ہے کہ ایمان والوں کو ترغیب ملے کہ مشکل ترین حالات میں کسی ظالم کی قربت میں حالات کی سختیوں کے باوجود دین پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور صبر کرنا چاہیے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اُن لوگوں کو بھی ترغیب دلائی ہے جو ہمیشہ آسانیوں کی تلاش میں ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آسانیاں ہو جائیں تو دین کے احکامات پر عمل کریں۔سیدہ آسیہ علیہا السلام کی زندگی سے یہ پتہ چلتا ہے اور اس مثال سے یہی سبق دیا ہے کہ مشکلات میں ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل ہوتا ہے اور تنگیوں میں، مصائب میں صبر کر کے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل ہوتا ہے۔

(3) اس مثال سے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ بھی سبق دیا ہے کہ کفر کی شان وشوکت اور کافروں کی دولت ایمان والوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔جو سچا مومن ہے وہ دولت سے یا کسی کی قوت سے ایمان کو نہیں ہار دیتا۔

(4) اللہ تعالیٰ نے سیدہ آسیہ علیہا السلام کو مثال بنا دیا کہ وقت کے سب سے بڑے ظالم اور کافر کی بیوی تھیں لیکن وہ یعنی فرعون انہیں ایمان سے نہیں روک سکا۔

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا

وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾

''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی'' (12)

سوال 1: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی'' ایمان والوں کے لیے دوسری مثال سیدہ مریم علیہا السلام بنت عمران کی ہے جنہوں نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ ہر فحش کام سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی مثال اس لیے بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ جہان والوں کی عورتوں کے لئے مثال بن گئیں۔ ہر بیٹی کے لئے سیدہ مریم علیہا السلام کی زندگی مثال ہے کہ انسان بگڑے ہوئے ماحول میں، بگڑی ہوئی قوم کے درمیان رہ کر بھی پاک صاف رہ سکتا ہے۔

(3) ﴿فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ ''تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی'' سیدنا جبریل علیہ السلام نے اس کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری اور ان کی یہ پھونک سیدہ مریم علیہا السلام تک پہنچی، چنانچہ اس طرح سیدہ مریم علیہا السلام سے رسول کریم اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام متولد ہوئے۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(4) ﴿وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ﴾ ''اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی'' یہ سیدہ مریم علیہا السلام کو علم اور معرفت سے موصوف کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق اس کے کلمات دینی اور قدری کی تصدیق کو شامل ہے، اس کی کتابوں کی تصدیق ان امور کا تقاضا کرتی ہے جن کے ذریعے سے تصدیق حاصل ہوتی ہے اور یہ علم و عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر سعدی: 2805/3)

(5) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی مثال اس لئے بیان کی ہے کہ انہوں نے رب کے کلمات یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ جہان بھر کی بچیوں اور عورتوں کے لئے اُن کی زندگی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا، اُس کی کتابوں کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا یہ صرف مردوں کی ذمہ داری ہی نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔

(6)﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ ''اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی'' یعنی وہ اپنی عبادت اور دینی حالت میں خشوع اور خشیت سے اطاعت کرنے والوں میں سے تھیں۔

(7) یعنی وہ خشیت اور خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مداومت کرنے والوں میں سے تھیں، یہ ان کے کمال عمل کا وصف ہے کیونکہ وہ صدیقہ تھیں اور صدیقیت کمال علم و عمل کا نام ہے۔ (تفسیر سعدی:2805/3)

(8) مسند احمد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کی تمام عورتوں میں سب سے افضل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ مریم علیہا السلام اور فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ علیہا السلام ہیں۔ (مسند احمد:293/1)

سوال 2: فرمانبرداروں میں سے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جو عبادت گزار اور فرماں بردار تھا۔

قرآن بہتر کلام ہے

ربّ العزت کا ارشاد ہے

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے
جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں
جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی
طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے
ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں

(الزمر:23)

AL-NOOR INTERNATIONAL
النور

www.alnoorpk.com
Nighat Hashmi
0336-4033042-45
Nighat Hashmi
AlNoor International
AlNoor Products

0001384

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 29

تَبٰرَکَ الَّذِی



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرآنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا" (پارہ29)

نام مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مارچ 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi

Alnoor international

فہرست

سورہ الملک		9
رکوع ❖	1	9
رکوع ❖	2	22
سورہ القلم		39
رکوع ❖	3	39
رکوع ❖	4	58
سورہ الحاقہ		69
رکوع ❖	5	70
رکوع ❖	6	87
سورہ المعارج		94
رکوع ❖	7	94
رکوع ❖	8	115
سورہ نوح		120
رکوع ❖	9	121
رکوع ❖	10	131
سورہ الجن		138
رکوع ❖	11	138
رکوع ❖	12	151

سورہ المزمل			158
رکوع	❖	13	158
رکوع	❖	14	173
سورہ المدثر			178
رکوع	❖	15	179
رکوع	❖	16	195
سورہ القیامہ			206
رکوع	❖	17	207
رکوع	❖	18	223
سورہ الدھر			227
رکوع	❖	19	227
رکوع	❖	20	243
سورہ المرسلات			248
رکوع	❖	21	249
رکوع	❖	22	263

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآن حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قرآنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

اٰیاتها ۳۰ ۶۷ سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ ۷۷ رکوعاتها ۲

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں دو رکوع اور 30 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 67 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 77 ہے۔

سوال3: سورۃ الملک کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارش کرے گی، حتیٰ کہ اسے بخش دیا جائے اور وہ سورت ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ہے۔'' (ترمذی:2891، ابوداود:1400)

(2) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک سوتے نہیں تھے جب تک آپ سورہ سجدہ اور سورت ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔ (ترمذی:2892)

رکوع نمبر1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾

''بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (1)

سوال: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ ''بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی عظمت کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ''بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے'' تبارک برکۃ سے ہے اور وہ بھلائیوں میں اضافہ ہے۔ ثعلبی نے کہا اللہ رب العزت بے حد بلند اور عظیم ہے۔ (قرطبی:134/18)

(2) تَبَارَكَ برکت کے معنی کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کا ثابت ہونا ہے (مفردات) یعنی جو کام کیا جائے اس میں متوقع زیادہ سے زیادہ فائدہ ہونے کا نام برکت ہے۔ بشرطیکہ یہ کام خیر کا پہلو رکھتا ہو اور جس چیز میں یہ خیر کا پہلو بار آور ثابت ہو وہ مبارک ہے۔ اور

تبرک کا لفظ اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اور صرف ان خیر کے کاموں کے لیے آتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہیں۔اس آیت میں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر ایک چیز کو جس بہتر مقصد کے لیے پیدا فرمایا تھا وہ چونکہ بدرجہ اتم وہ مقصد پورا کر رہی ہے لہٰذا اللہ کی ذات تبارک یعنی بابرکت ہوئی۔(تیسیر القرآن:4/489)

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی عظمت اور بڑائی بیان فرمائی ہے کہ ساری مخلوقات میرے اختیار میں ہیں۔عالم علوی اور عالم سفلی کی بادشاہت میرے ہاتھ میں ہے۔میں نے ہی پیدا کیا، میں نے ہی احکامات دیئے ہیں۔جو چاہوں کروں۔کوئی میرے حکم کو ٹالنے والا نہیں۔میری عظمت اور میری قدرت کامل ہے جس کی وجہ سے میں ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہوں۔میری عظمت، میری حکمت اور عدل کی وجہ سے کوئی مجھ سے پوچھنے والا نہیں اور میں ہر چیز پر قادر ہوں۔

(4) یعنی دنیا اور آخرت کا اقتدار اس کے ہاتھ میں ہے۔اس میں اس کا حکم اور اس کی تقدیر نافذ ہوتی ہے۔(جامع البیان:3/29)

(5) ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔وہ جسے چاہتا ہے زندگی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے موت دیتا ہے۔وہ سختی کرتا ہے اور فقیر کرتا ہے۔وہ عطا کرتا ہے اور روک دیتا ہے۔(قرطبی:9/156)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۸۹) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ(۸۹)﴾ ''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو؟ وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے؟'' (المومنون:88,89)

(7) یہ آیت تین امور پر دلالت کرتی ہے۔ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا ہر مخلوق سے عظیم ہے اور دوسرا یہ کہ وہ متصرف ہے آسمان اور زمین میں، دنیا اور آخرت میں وہ مالک ہے۔تیسرے یہ کہ وہ پوری قدرت والا ہے اور اس کی ہر چیز پر مطلق بادشاہت ہے۔(تفسیر منیر:15/10)

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾

''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟

اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' (2)

سوال: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' موت

اور زندگی کو تخلیق کرنے والے نے دنیا کو دارالامتحان بنایا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو حکمت عالیہ سے پیدا کیا۔ اسے عبث پیدا نہیں کیا جیسے کافر اور ملحد لوگ تصور کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1654)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اُس نے تمہیں زندگی عطا کی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:28)

(3) اللہ رب العزت نے موت اور زندگی کو پیدا کیا وہ جسے چاہتا ہے موت دیتا ہے اور جس کے لئے ارادہ کرتا ہے اسے زندگی دیتا ہے۔ اور وہ وقت مقررہ تک کے لئے پیدا کرتا ہے۔ (جامع البیان:3/29)

(4) اس کے معنی یہ بھی کیے گئے کہ اس نے تمہیں موت اور زندگی کے لیے پیدا کیا یعنی دنیا میں موت کے لئے اور آخرت میں زندگی کے لئے اور موت کو زندگی سے پہلے ذکر فرمایا کیونکہ موت زیادہ قریب ہے۔ (تفسیر قرطبی:156/9)

(5) علماء نے کہا موت زندگی کو بالکل ہی فنا کرنے والی نہیں ہے وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل کرنے والی ہے اسی وجہ سے صحیح حدیث میں فرمایا کہ مردہ سنتا، دیکھتا اور محسوس کرتا ہے جب وہ اپنی قبر میں ہوتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:﴿اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ وَاِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ﴾ یقیناً تم میں سے کوئی اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پلٹ جاتے ہیں تو یقیناً وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کرلے گا چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے۔'' (السجدہ:11)

(7)﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی اُن کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے پھر وہ اُسے روک لیتا ہے جس پر اُس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسروں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے، یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (الزمر:42)

(8)﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟'' یعنی اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھتا ہے کہ کون زیادہ اطاعت کرنے والا اور اس کی رضا کو طلب کرنے والا ہے۔ (جامع البیان:3/29)

(9) یہ آزمائش اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کر کے ان کو اس دنیا میں بھیجا، انہیں یہ بھی بتا دیا کہ انہیں عنقریب یہاں

سے منتقل کیا جائے گا، ان کو اوامر ونواہی دیے اور اپنے ان اوامر کی معارض شہوات کے ذریعے سے ان کو آزمایا۔ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت میں بہترین جزا دے گا اور جو کوئی شہوات نفس کی طرف مائل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کو دور پھینک دیا تو اس کے لیے بدترین سزا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2806,2807/3)

(10) ابو قتادہ نے کہا اور اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون عقل میں سب سے اچھا ہے اور کون اللہ تعالیٰ سے زیادہ قوت رکھنے والا ہے اور کون اس کے اوامر ونواہی کی طرف زیادہ دھیان دینے والا ہے۔ اور اگرچہ وہ تم میں سے کم ہوں مگر دل کی خوشی کے ساتھ عمل کرنے والے ہوں گے۔ (ابن عطیہ: 337/5)

(11) ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔'' ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ﴾ تمام غلبہ اسی کا ہے جس کے ذریعے سے وہ تمام چیزوں پر غالب ہے اور مخلوقات اس کی مطیع ہے۔ ﴿الْغَفُورُ﴾ وہ بدکاروں، کوتاہی کرنے والوں اور گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے، خاص طور پر جب وہ توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کریں، وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، خواہ وہ آسمان کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہوں، وہ ان کے عیوب کو چھپاتا ہے، خواہ وہ زمین بھر ہوں۔ (تفسیر سعدی: 2806,2807/3)

(12) اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر ثناء بیان کی ہے تو اچھی طرح سے جان لو یقیناً وہ العزیز ہے ایسا غالب کہ اس کے درمیان اور جس کا وہ ارادہ کرتا ہے اس کے درمیان کوئی حائل نہیں وہ الغفور ہے جو عظیم مغفرت والا ہے۔ جو توبہ کرنے والے کے لئے گناہ بخش دیتا ہے تو اگرچہ وہ پہاڑوں یا سمندروں کی جھاگ کے برابر ہوں وہ بخش دیتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1654,1655)

(13) اللہ تعالیٰ العزیز ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے وہ اس سے شدید انتقام لینے والا ہے۔ وہ الغفور ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس کے گناہوں پر اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (جامع البیان: 3/29)

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (٤٩) وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ (٥٠)﴾ ''آپ میرے بندوں کو بتا دیں بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے۔'' (الحجر: 50,49)

(15) اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے یعنی اس سے ڈر کر نیک عمل کرتے رہو اور اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر کے معاف کروالو کیونکہ وہ غالب ہونے کے باوجود کثرت سے معاف کرنے والا بھی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2097/2)

﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۖ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ﴾

''وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے،
پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟''(3)

سوال1:﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾''وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے'' آسمان ملے ہوئے نہیں ان میں فاصلہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾''وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے''یعنی اس نے آسمانوں کو ایک طبق نہیں بنایا بلکہ ان کو ایک دوسرے کے اوپر بنایا ہے۔

(2) آسمان پیاز کے چھلکوں کی طرح ملے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ان میں کافی فاصلہ ہے جیسا کہ معراج والی حدیث اور دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے۔(السراج المنیر:2097/2)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے بلند کیا ہے،تم انہیں دیکھتے ہو، پھر وہ اپنے عرش پر بلند ہوا اور اُس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا، ہر ایک مقررہ مدت کے لیے چل رہا ہے،اللہ تعالیٰ ہی سارے کام کی تدبیر کرتا ہے، وہ نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔''(الرعد:2)

سوال2:﴿مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ﴾''تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟''باکمال صانع کا باکمال نظام ہے،وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ﴾''تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے''تفاوت۔فات بمعنی کسی چیز کا انسان کی دسترس سے اتنا دور ہو جانا کہ اس کا حاصل کر لینا اس کے لیے دشوار ہو اور تفاوت بمعنی دو چیزوں کے اوصاف اس طرح مختلف ہونا کہ ان سے ہر ایک کا وصف دوسری چیز کے وصف کو فوت کر رہا ہو۔یعنی دو چیزوں کا آپس میں بے ربط، بے جوڑ ہونا، آپس میں لگا نہ کھانا اور ان میں عدم تناسب ہونا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جو چیز بھی پیدا کی ہے کسی کا مقصد دوسرے سے نہ ٹکراتا ہے اور نہ بے جوڑ اور بے ربط ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:491/4)

(2)یعنی خلل اور نقص۔جب نقص کی ہر لحاظ سے نفی ہو گئی تو وہ ہر لحاظ سے خوبصورت، کامل اور متناسب بن گئے،یعنی اپنے رنگ میں، اپنی ہیئت میں، اپنی بلندی میں، اپنے سورج، کواکب، ثوابت اور سیارات میں خوبصورت اور متناسب ہیں۔چونکہ ان کا کمال معلوم ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار دیکھنے اور ان کے کناروں میں غور کرنے کا حکم دیا ہے۔(تفسیر سعدی:2807/3)

(3)﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾ ''پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟'' یعنی بار بار غور فکر سے دیکھو کیا کوئی خلل نظر آتا ہے؟ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی عیب یا نقص نہیں ہے۔ وہ ہموار نہیں ہے۔ اونچ نیچ نہیں ہے، ہیر پھیر نہیں ہے۔ اختلاف اور تناقص نہیں ہے بے ڈھنگا پن اور بے ضابطگی نہیں ہے۔ (السراج المنیر: 2097/2)

﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾

''پھر بار بار نگاہ لوٹاؤ! نگاہ تمہاری طرف نامراد ہو کر اس حال میں کہ وہ تھکی ہوئی ہوگی پلٹ آئے گی'' (4)

سوال 1: ﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾ ''پھر بار بار نگاہ لوٹاؤ! نگاہ تمہاری طرف نامراد ہو کر اس حال میں کہ وہ تھکی ہوئی ہوگی پلٹ آئے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ﴾ ''پھر بار بار نگاہ لوٹاؤ!'' یعنی بار بار دیکھو۔

(2)﴿يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾ ''نگاہ تمہاری طرف نامراد ہو کر اس حال میں کہ وہ تھکی ہوئی ہوگی پلٹ آئے گی'' یعنی کوئی نقص دیکھنے سے عاجز ہو کر، ذلیل ہو کر، تھک کر نگاہ واپس لوٹ آئے گی۔

(3) کوئی عیب، کوئی خلل، کوئی بے قاعدگی، شگاف یا سوراخ دکھائی نہیں دے گا۔

(4) نگاہیں جما کر دیکھو کوئی ٹوٹ پھوٹ، کوئی جوڑ پیوند نظر نہیں آئے گا۔

(5) یقیناً اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق کامل، مضبوط اور خوب صورت ہے۔

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾

''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے'' (5)

سوال: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾ ''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے'' تاروں کے فوائد کثیر ہیں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ﴾ ''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے'' اس سے مراد مختلف

اقسام کی روشنیاں رکھنے والے ستارے ہیں کیونکہ اگر آسمان میں ستارے نہ ہوتے تو یہ ایک تاریک چھت ہوتی جس میں کوئی حسن و جمال نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو آسمان کی زینت، حسن و جمال اور راہ نما بنایا جن کے ذریعے سے بحر و بر میں راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر کہ اس نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا، اس امر کے منافی نہیں کہ بہت سے ستارے ساتوں آسمانوں کے اوپر ہوں کیونکہ آسمان شفاف ہوتے ہیں اور اگر آسمان دنیا پر ستارے نہ بھی ہوں تو ساتوں آسمانوں کے ستاروں کے ذریعے سے آسمان دنیا کو زینت حاصل ہو سکتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2808/3)

(2) ﴿وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ﴾ ''اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے'' یعنی ہم نے تاروں کو دہکتے ہوئے شعلے بنایا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ ''مگر جو کوئی شیطان اچانک اُچک لے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے۔'' (الصافات:10)

(3) یعنی ہم نے دنیا کے آسمان کو جگمگاتے ستاروں سے زینت دی ہے۔ یہ ستارے اپنے اپنے محور پر گردش کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض ستارے ٹھہرے ہوئے بھی ہیں۔ ان ستاروں کی تین خصوصیات ہیں ایک تو یہ کہ آسمان دنیا کی زینت ہیں۔ دوسرے ان کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا اور تیسرے ان کے ذریعے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ کوئی تاروں سے فائدہ ڈھونڈتے ہیں تو وہ اپنا حصہ ضائع کر رہا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور بہت سی علامتیں ہیں اور تاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں۔'' (النحل:16)

(4) ﴿وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾ ''اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی شیاطین کے لئے آخرت میں طرح طرح کے عذاب تیار ہیں۔

﴿وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

''اور جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے، اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے'' (6)

سوال: ﴿وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے، اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے'' کافروں کا انجام جہنم ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے، اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے'' جو لوگ اپنے رب پر ایمان نہیں لائے اور انہوں نے اس کی عبادت نہیں کی اس کا انجام جہنم ہے۔ جو انتہائی برا ٹھکانہ ہے۔

(2) ﴿وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔'' یعنی وہ خطرناک مقام اور بدترین ٹھکانہ ہے جہاں لوگوں کو رسوا کیا جائے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ابوسعید خدری نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن موت ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی۔ ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا کہ اے جنت والو! تمام جنتی گردن اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے، آواز دینے والا فرشتہ پوچھے گا۔ تم اس مینڈھے کو بھی پہچانتے ہو؟ وہ بولیں گے کہ ہاں، یہ موت ہے اور ان سے ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہوگا۔ پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا اور آواز دینے والا جنتیوں سے کہے گا کہ اب تمہارے لیے ہمیشگی ہے، موت تم پر کبھی نہ آئے گی اور اے جہنم والو! تمہیں بھی ہمیشہ اسی طرح رہنا ہے، تم پر بھی موت کبھی نہیں آئے گی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔ ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾۔۔۔ الخ (اور انہیں حسرت کے دن سے ڈراؤ۔ جب کہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (یعنی دنیادار لوگ) اور ایمان نہیں لاتے۔ (بخاری:4730)

﴿إِذَآ أُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ﴾

''جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے، وہ اُس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے کی سی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی'' (7)

سوال: ﴿إِذَآ أُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ﴾ ''جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے، وہ اُس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے کی سی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی'' جہنم کی گرج اور جوش کی اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِذَآ أُلْقُوْا فِيْهَا﴾ ''جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے'' یعنی جب قیامت کے دن فرشتے انہیں جہنم میں جھونکیں گے۔

(2) ﴿سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا﴾ ''وہ اُس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے کی سی آواز سنیں گے'' جب کافر آگ میں ڈالے جائیں گے تو وہ جہنم کی خوف ناک گرج کو سنیں گے جس کے ساتھ بری چیخیں بھی ہوں گی۔

(3) ﴿شَهِيْقًا﴾ زفیر اور شہیق گدھے کے ہینکنے کے وقت اس آواز کی ابتدائی اور آخری حالت کا نام ہے۔ زفر بمعنی لمبا سانس باہر نکالنا اور زفیر گدھے کے ہینگنے کی ابتدائی آواز جو آہستہ سے اونچی ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جب گدھا ہینگنے کے عمل کو ختم کرنے لگے تو وہ اونچی آواز سے پست ہونا شروع ہوتی ہے اسے شَهِيْقٌ کہتے ہیں۔ پھر یہ گدھے کی آواز قرآن کی تصریح کے مطابق سب سے زیادہ مکروہ اور کانوں کو ناگوار محسوس ہونے والی ہوتی ہے۔ ایسی ہی مکروہ آواز دوزخ کی پیدا ہو رہی ہوگی۔ پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایسی آواز جہنم کے جوش مارنے سے پیدا ہوگی۔ دوسرے یہ کہ دوزخ میں جو لوگ پہلے پڑے ہوں گے۔ وہ اس قسم کی مکروہ آوازیں نکالیں گے۔ (تیسیر القرآن:491,492/4)

(4) ﴿وَّهِيَ تَفُوْرُ﴾ ''اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔'' تفور۔ فار الماء بمعنی پانی کا جوش مارنا اور ابلنا۔ اور اس جوش مارنے یا ابلنے کی وجہ حرارت کی شدت نہیں ہوتی بلکہ پانی کا دباؤ ہوتا ہے۔ نیچے سے پانی کا دباؤ زیادہ ہو اور سوراخ تنگ ہو تو پانی بڑے جوش سے اوپر کو اچھلتا ہے۔ لفظ فوارہ اسی سے مشتق ہے۔ (تیسیر القرآن:492/4)

(5) جہنم ایسے جوش مارے گی جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ اس آگ کا غیض وغضب ایسا ہوگا گویا وہ ابھی پھٹ پڑے گی۔

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے (یعنی چار ارب نوے کروڑ فرشتے) جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔'' (مسلم:7164)

﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ﴾

''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' (8)

سوال: ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' جہنم کافروں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے'' یعنی جہنم کفار پر غیض وغضب سے پھٹ پڑے گی، ایک ہونے کے باوجود لگے گا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہے۔

(2) جہنم کافروں کے ساتھ کیا کرے گی۔ ﴿كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ﴾ ''جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا'' جب کبھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی۔ انہیں ذلیل کرنے کے لئے جہنم کے داروغے سوال کریں گے۔

(3) ﴿سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ﴾ ''تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' جہنم کے داروغے ان کی زجر وتوبیخ کے لئے سوال کریں گے اور وہ زبانیہ فرشتے ہوں گے کہ کیا دنیا میں ایمان اور اطاعت کی طرف بلانے والا کوئی رسول تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ (ایسر التفاسیر:1656)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے کچھ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے ہوں اور تمہیں اُس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔'' (الزمر:71)

(5) جہنم کے فرشتے پوچھیں گے، جہنم کا ایندھن کیوں بنے؟ کیا تمہارے پاس کوئی نبی نہیں آیا تھا جو تمہیں برے کام سے آگاہ کرتا۔

(6) اللہ رب العزت کا یہ اصول ہے کبھی کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا جب تک کہ ان کے پاس رسول نہ بھیجیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل:15)

﴿قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾

''وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو'' (9)

سوال: ﴿قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾ ''وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو'' جہنم میں مجرموں کی ندامت، حسرت اور افسوس کیسا ہوگا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا'' اللہ تعالیٰ کے مجرم کافر جواب دیں گے۔ ہائے ہماری بدبختی ہمارے پاس رسول آئے تھے۔ انہوں نے ہمیں برے انجام سے آگاہ کیا تھا مگر ہائے افسوس ہم نے انہیں جھٹلا دیا، انہیں رسول ہی نہ مانا۔ ان کے راستے میں ہم نے رکاوٹیں ڈالیں، انہیں جھوٹا قرار دیا۔

(2) ﴿وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی'' یعنی رسولوں کو ہم نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تم جھوٹے ہو اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نہیں اتاری۔

(3) ﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾ ''تم ایک بڑی گمراہی میں ہو۔'' یعنی ہم نے رسولوں کو ہی گمراہ قرار دیا۔ مجرم رسولوں کو جھٹلانے کا اعتراف کر کے حسرت اور ندامت کا اظہار کریں گے لیکن بے نتیجہ ہوگا۔

﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾

اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے'' (10)

سوال: ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے'' مجرموں کے لئے بے وقت کی ندامت مفید نہیں ہوگی واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْا﴾''اور وہ کہیں گے:''اور وہ فوج جو جہنم میں ڈالی جائے گی اس کے داروغوں سے کہے گی۔

(2)﴿لَوْ كُنَّا﴾''اگر ہم''اگر ہم دنیا میں ہوتے۔

(3)﴿نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ﴾''سنتے یا سمجھتے ہوتے''یعنی دنیا میں اگر ہم رسولوں کی باتیں سنتے اور عقل سے کام لیتے اور ان کی باتیں مان لیتے۔

(4)﴿مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾''تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے''تو آج کے دن ہم جہنمی نہ ہوتے۔

(5)یعنی اگر وہ عقلی دلائل سن کر گمراہی سے ہدایت، شر سے خیر کو الگ کر لیتے تو آج بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاوار نہ ہوتے۔ وہ اس وقت نادم ہوں گے جب وقت ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا، بے وقت کی ندامت کبھی فائدہ نہیں دیتی۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (۱۰۴) اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۱۰۵) قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (۱۰۶) رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (۱۰۷) قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔''وہ کہیں گے:''اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔''
(المؤمنون 103,108)

﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾

''سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے''(11)

سوال:﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾''سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے''محشر میں جہنمی اقبال جرم کریں گے؟

جواب:(1)﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ﴾''سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے''وہ رسولوں کو جھٹلانے کا اعتراف کریں گے۔ اور وہ اعتراف اور اقبال جرم کہاں ان کے کام آئے گا؟(تفسیر منیر:18/15)

(2)﴿فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾''سو دوری ہی بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے''جہنمیوں کے لئے میری رحمت سے دوری ہے، وہ انکار کریں یا اعتراف کچھ بھی ان کے کام نہیں آئے گا۔ اس طرح وہ ہونے والا واقعہ وقوع پذیر ہو جائے گا اور وہ عذاب ان سے کبھی ہٹایا نہیں جا سکے گا۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ اس وقت تک ہلاک نہیں ہوں گے جب تک اپنی برائیاں آپ نہ دیکھ لیں۔'' (مسند احمد: 260/4)

(4) اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم میں نہیں بھیجے گا جب تک وہ خود نہیں جان لے گا کہ میں واقعی جہنم ہی کے قابل ہوں، جنت کے قابل نہیں۔

(5) کتنے بدبخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھو دیا، وہ جہنم کا ایندھن بنے جوان کے جسموں میں بھڑکتی رہے گی اور ان کے دلوں سے لپٹتی رہے گی۔ (تفسیر سعدی: 2809,2810/2)

(6) سعید بن جبیر نے فرمایا: سحقا جہنم کی ایک وادی ہے۔ (جامع البیان: 7/29) ان سے کبھی ہٹایا نہیں جا سکے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ﴾

''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے'' (12)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ﴾ ''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے'' تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں سے باز رہنے والوں کی کیا فضیلت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ﴾ ''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں'' جو لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں وہ تنہائی میں بھی گناہوں سے رک کر نیکیاں کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرتے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ﴾ ''وہ لوگ جو بن دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور وہی قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔'' (الانبیاء: 49)

(3) اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کے عذاب وعقاب کا خوف اور شیطان سے مجاہدہ کرنا ہر انسان پر واجب ہے۔ (تفسیر منیر: 24/15)

(4) ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ﴾ ''یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے'' جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور قیامت کے دن کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں وہ کھلے چھپے اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کرے گا اور انہیں بڑا ثواب عطا فرمائے گا جو کہ جنت ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ جب ان کے گناہ بخش دیں گے تو گناہوں کے شر اور جہنم کے عذاب سے بھی بچا لیں گے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے جنت میں ان کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے یعنی ہمیشہ رہنے والی بادشاہت، نعمتیں، خدمت گار اور رب کی رضا جو سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿٣٤﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾﴾ ''جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنیوالا دل لایا۔(ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔یہی اَبدی زندگی کا دن ہے۔اُن کے لیے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔''(ق:33,35)

(8)﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ ''آپ صرف اسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سو اُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں۔''(یٰسین:11)

﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کر دو، یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے''(13)

سوال:﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کر دو، یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ دلی راز جانتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کر دو'' یقیناً اللہ تعالیٰ دلی رازوں کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں، جیسے دل کی باتیں اور خیالات جو زبانوں پر نہیں آتے اللہ تعالیٰ ان سے بھی واقف ہے۔

(2)﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے وسیع علم، بے پایاں لطف وکرم کے بارے میں خبر ہے، چنانچہ فرمایا:﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کر دو'' یعنی اس کے لیے دونوں برابر ہیں، دونوں میں سے کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہ سکتی، پس، وہ سینے میں چھپی ہوئی نیتوں اور ارادوں کو بھی جانتا ہے، وہ ان اقوال کو کیوں کر نہیں جانتا جن کو سنا جا سکتا ہے اور جن کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؟ (تفسیر سعدی:2810/3)

﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾

''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے''(14)

سوال:﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ ''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟'' یعنی وہ کیسے چھپی ہوئی باتوں کو نہیں جانے گا جبکہ وہ تمہاری

ظاہر ہونے والی باتوں کو جانتا ہے اور وہ تمہارا خالق ہے، اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے۔ وہ رگ رگ سے واقف ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم پر عقلی دلیل سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ یعنی وہ ہستی جس نے مخلوق کو نہایت مہارت سے اور بہترین طریقے سے پیدا کیا ہے وہ سینوں کے بھید کیونکر نہ جانتی ہوگی؟ اس کے علم وخبر بہت لطیف ہیں حتی کہ وہ سینے کے بھیدوں، ضمیر کے رازوں، تمام چھپی ہوئی چیزوں، خفیہ امور اور غیوب کو جانتا ہے، وہی ہے جو ﴿یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَی﴾ "چھپی ہوئی اور پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے" (سورہ طٰہٰ:7) (تفسیر السعدی:2810/3)

(3) ﴿وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ "اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے" (اَللَّطِیْفُ) کے معانی میں سے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندے اور دوست کے ساتھ نہایت لطف وکرم سے پیش آتا ہے، اس کے ساتھ احسان اور نیکی اس طرح کرتا ہے کہ اسے شعور تک نہیں ہوتا، وہ اسے شر سے ایسے بچاتا ہے جس کا اسے وہم وگمان نہیں ہوتا، وہ اسے ایسے اسباب کے ذریعے سے اعلیٰ مراتب پر فائز کرتا ہے جو بندے کے تصور میں بھی نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ اسے ناگوار حالات کا مزا چکھاتا ہے تاکہ ان کے ذریعے سے اسے جلیل القدر محبوبات اور اعلیٰ مطالب ومقاصد تک پہنچائے۔ (تفسیر سعدی:2811/3)

(4) لطیف کے معنی میں باریک بینی یا راز اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے آگاہی پائی جاتی ہے۔ اور کبھی دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی مخلوق کی چھوٹی چھوٹی تکالیف کا علم رکھنا اور مہربانی سے ان کا ازالہ کرتے رہنا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے۔" (الحجرات:18)

(6) ﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ "اور آپ کا رب جانتا ہے جو اُن کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔" (القصص:69)

رکوع نمبر 2

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾

"وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع بنا دیا سو تم اُس کے راستوں پر چلو اور اُس کے رزق میں سے کھاؤ
اور اُسی کی طرف قبروں سے اُٹھ کر جانا ہے" (15)

سوال: ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾ "وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع بنا دیا سو تم اُس کے راستوں پر چلو اور اُس کے رزق میں سے کھاؤ اور اُسی کی طرف قبروں سے

اُٹھ کر جانا ہے'' زمین اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا﴾ ''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع بنا دیا'' زمین اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے رب العزت نے اس زمین کو ہمارے قبضے میں دے دیا ہے۔

(2)''ذلولا'' کے لفظی معنی ہیں ذلیل، مسخر اور تابعدار۔ مطلب یہی ہے کہ زمین کو ایسا نرم اور ملائم بنا دیا ہے کہ تم جیسے چاہو اسے کھودو، اس میں راستے بناؤ اور اس کی مٹی سے کچی اور پکی عمارتیں تعمیر کرو وغیرہ۔(اشرف الحواشی:672/1)

(3)اللہ تعالیٰ نے زمین میں میٹھے پانی کے چشمے اور دریا جاری کر دیے۔اس میں راستے بنائے اور ہر طرح کے فائدے رکھ دیے تا کہ اس میں سے انسان جو چاہیں وہ حاصل کر سکیں مثلاً کھیتیاں اور باغات اگا سکیں، عمارتیں اور راستے تعمیر کر سکیں، تا کہ ان شاہراہوں پر دور دراز کے ملکوں تک جا سکیں اور جہاں چاہیں رہیں۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ تمہیں لے کر ڈگمگانے نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''(النحل:15)

(5)﴿فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا﴾ ''سو تم اُس کے راستوں پر چلو'' ''مناکب'' کے لفظی معنی ''کندھوں'' کے ہیں۔اس سے مراد زمین کے راستے، اطراف اور پہاڑ ہیں یعنی جس طرف چاہو سفر کرو، کسب و تجارت کے لئے چلو پھرو۔(اشرف الحواشی:672/1)

(6)یعنی زمین میں تجارت کی غرض سے جہاں چاہیں سفر کریں۔

(7)﴿وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ﴾ ''اور اُس کے رزق میں سے کھاؤ'' یعنی وہ رزق کھاؤ جو اس نے تمہارے لیے پیدا کیا، طرح طرح کے غلے اور قسم قسم کے پھل اور پھول۔

(8)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا:''اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔''(ترمذی:4164)

(9)﴿وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾ ''اور اُسی کی طرف قبروں سے اُٹھ کر جانا ہے'' یعنی اسی ایک رب کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے یعنی وہ تمہیں زندہ کرے گا اور تمہیں تمہاری قبروں سے نکالے گا تا کہ تم سے حساب لے گا اور تمہیں تمہارے ایمان اور تمہاری اطاعت پر بہترین جزا دے گا اور وہ جنت اور اس کی نعمتیں ہیں اور تم میں سے جو کفر اور نافرمانیاں کرے ان کے کفر اور شر پر انہیں جزا دے اور وہ آگ اور اس کا عذاب ہے۔(الیسر التفاسیر:1657)

(10)یاد رکھو تمہاری کوششیں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ﴾

''کیا تم اُس سے بے خوف ہو گئے کہ جو آسمان میں ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ تو اچانک وہ ہچکولے کھانے لگے'' (16)

سوال: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ﴾ ''کیا تم اُس سے بے خوف ہو گئے کہ جو آسمان میں ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ تو اچانک وہ ہچکولے کھانے لگے'' مہلت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ ''کیا تم اُس سے بے خوف ہو گئے کہ جو آسمان میں ہے'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی مخلوق پر بلند ہے۔

(2) سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی اس لونڈی کے متعلق پوچھا جسے انھوں نے ایک طمانچہ مارا تھا کہ کیا میں اسے آزاد کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے میرے پاس لاؤ۔'' جب وہ آ گئی تو آپ نے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟'' اس نے کہا، آسمان میں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''میں کون ہوں؟'' اس نے کہا، آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے۔'' (مسلم:1199)

(3) ﴿اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ﴾ ''وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ تو اچانک وہ ہچکولے کھانے لگے۔'' اللہ تعالیٰ نے زمین کی حرکت سے ڈرایا ہے کہ جس زمین پر تم رہتے ہو وہ 1000 میل فی گھنٹہ کے حساب سے اپنے گرد، 65 ہزار میل فی گھنٹہ کے اعتبار سے سورج کے گرد اور جس کہکشاں میں زمین ہے وہ آسمان کے برج جبار کے نزدیک 20 ہزار میل فی گھنٹہ کے اعتبار سے دوڑ رہی ہے جس کا ایک چکر 26 کروڑ سالوں میں پورا ہوتا ہے۔ ان ساری دوڑوں کے باوجود کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ جو آسمانوں میں ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور یہ زمین ہچکولے کھانے لگے یعنی وہی زمین جو تمہاری قرارگاہ ہے، جہاں تم سکون سے چلتے پھرتے ہو، جہاں تمہاری روزی ہے، کیا اس زمین کو حرکت میں لا کر وہ تمہاری ہلاکت کا باعث نہیں بنا سکتا؟

(4) ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔'' (الانعام:65)

(5) ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے

خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر:45)

(6) اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو وعید دی ہے جو اپنی نافرمانی، سرکشی، کفر اور شرک پر جمے ہوئے ہیں۔ ان کے گناہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو للکار رہے ہیں، ان کی نافرمانیاں عذاب کے نزول کی موجب ہیں مگر وہ رحمت اور تحمل کی وجہ سے درگزر فرما کر مہلت دیتا ہے۔

﴿اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ﴾

''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے؟ پھر جلد ہی تم جان لو گے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا؟'' (17)

سوال: ﴿اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ﴾ ''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے؟ پھر جلد ہی تم جان لو گے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ﴾ ''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے'' یعنی وہ اللہ عزوجل ہے جو آسمانوں میں ہے۔

(2) ﴿اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا﴾ ''کہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے؟'' یعنی وہ آسمان سے تم پر پتھر برسا کر عذاب نازل کرے اور تم سے انتقام لے اور تمہیں ہلاک کر دے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا﴾ ''تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے؟ پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ گے؟'' (بنی اسرائیل:68)

(4) ﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ﴾ ''پھر جلد ہی تم جان لو گے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا؟'' رب العزت نے وعید دی ہے کہ وہ عذاب تم پر کیسے آتا ہے جس کے بارے میں تمہیں رسولوں نے آگاہ کیا عنقریب تمہیں علم ہو جائے گا۔ اگر ابھی تک عذاب سے محفوظ ہو تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ تم اپنے بُرے اعمال کا انجام دیکھ لو گے۔

(5) تم سے پہلے لوگوں نے بھی اس طرح جھٹلایا تھا جیسے تم نے جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت سے پہلے انہیں دنیا کے عذاب کا مزا چکھایا ڈرو اس سے جو تم پر عذاب نازل کرنے کی قدرت رکھتا ہے کہیں وہ تم پر عذاب نازل نہ کر دے جو پہلے لوگوں پر ہوا تھا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ کرنے والی ہوا سے پہلی قوموں کو بھی ہلاک کیا ہے۔ مثلاً قومِ عاد، قومِ لوط اور اصحاب الفیل جن کو پتھروں کی بارش

سے ہلاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ کیا تم بے خوف ہو کہ وہ تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دے۔ پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا ہے یعنی میں نے پچھلی قوموں کی ہلاکت کے بارے میں جو خبریں دی ہیں وہ کتنی سچی ہیں۔

(7) عذاب آنے کے بعد کا علم بے فائدہ ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر کیسا تھا میرا عذاب؟'' (18)

سوال: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر کیسا تھا میرا عذاب؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا'' یعنی جیسے عاد اور ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جب رسولوں نے انہیں شرک اور کفر سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(2) ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ﴾ ''اُن سے پہلے قومِ نوح اور اصحابُ الرس اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے۔ اور اہل ایکہ اور قوم تبع نے، ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید سچ ثابت ہوئی۔'' (ق:12,14)

(3) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا ۢ بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۪ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ (الفرقان:40,35)

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اُس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا۔ پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے اُنہیں تباہ و برباد کر دیا، بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اُٹھائے جانے کی اُمید ہی نہیں رکھتے۔''

(4)﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''پھر کیسا تھا میرا عذاب؟'' ﴿نکیر﴾ (عذاب) دراصل اس انتقامی کاروائی کو کہتے ہیں جو کسی کے خلاف اس کے طرز عمل کو غلط اور ناپسندیدہ سمجھ کر کی جاتی ہے۔ (اشرف الحواشی:672/1)

(5) یعنی جھٹلانے والوں کا کیسا عبرت ناک انجام ہوا، انہیں کیسے دردناک عذابوں میں پکڑا گیا اور وہ کس برے طریقے سے ہلاک ہوئے، ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۛ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ﴾

''اور کیا اُنہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا اُنہیں کوئی نہیں تھامتا، بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے'' (19)

سوال: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۛ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ﴾ ''اور کیا اُنہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا اُنہیں کوئی نہیں تھامتا، بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے'' مشاہدہ قدرت میں ایمان والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ﴾ ''اور کیا اُنہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں'' رب العزت نے اپنی قدرت اور طاقت کا شعور دلانے کے لیے پرندوں کی حالت پر غور کرنے کی ترغیب دی ہے۔ کیا اپنے اوپر اڑتے ہوئے پرندے نہیں دیکھتے جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کیا اور ان کے لیے فضا اور ہوا کو مسخر کیا۔ وہ فضا میں کبھی دونوں پروں سے اڑتے ہیں کبھی ایک سے۔ کبھی پر پھیلاتے ہیں، کبھی نیچے اترنے کے لیے سکیڑتے ہیں۔

(2) صٰٓفّٰت یعنی صف بنانا۔ سیدھی قطار بنانا اور صف بمعنی ہر شے کی سیدھی قطار اور صف الطیر بمعنی پرندوں نے اپنی اڑان میں اپنے پروں کو قطار کی طرح سیدھا کر دیا۔ نیز اس کا معنی پرندوں کا اپنے پروں کو ہوا میں پھیلا دینا اور بالکل بے حرکت بنا دینا بھی ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:505/4)

(3)﴿مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾ ''رحمان کے سوا اُنہیں کوئی نہیں تھامتا'' کون ہے جو ان پرندوں کو فضا میں سنبھالے ہوئے ہیں رحمٰن کے سوا کسی کی طاقت نہیں کہ انہیں سنبھال سکے وہ رحمٰن ہے جس نے فضا کو مسخر کیا اور پرندوں کو پرواز کے لیے موزوں بنایا۔ پرندوں کی حالت میں غور کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عنایتوں کا یقین ملے گا اور اس حقیقت تک پہنچو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾''کیاانہوں نے پرندوں کونہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں؟انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تھامتا بلاشبہ اس میں یقینا نشانیاں ہیں اُن کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔''(النحل:79)

(5)﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ ۢ بَصِیْرٌ﴾''بلاشبہ وہ ہر چیز کوخوب دیکھنے والا ہے۔''یقینا اللہ تعالیٰ بصیر ہے وہ ان کا نگران اور کفیل ہے۔وہ بندوں کے لیے اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق تدبیر کرتا ہے۔

﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ﴾

''یا کون ہے وہ جو تمہارا لشکر ہو،جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے؟کافر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں''(20)

سوال:﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ﴾''یا کون ہے وہ جو تمہارا لشکر ہو،جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے؟کافر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں''غیر اللہ سے امداد کا عقیدہ دھوکہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ﴾''یا کون ہے وہ جو تمہارا لشکر ہو،جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے؟''اللہ تعالیٰ اپنے امر سے دور بھاگنے اور حق سے روگردانی کرنے والے سرکشوں سے فرماتا ہے یعنی جب رحمن تمہارے ساتھ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو کون سا تمہارا لشکر اس برائی کو تم سے دور کرسکتا ہے؟یعنی رحمٰن کے سوا تمہارے دشمنوں کے خلاف کون تمہاری مدد کرسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی مدد کرنے والا،عزت عطا کرنے والا اور ذلت سے ہم کنار کرنے والا ہے اور اس کے سوا تمام مخلوق کسی بندے کی مدد کے لیے اکٹھی ہوجائے تو کسی بھی دشمن کے خلاف اسے ذرہ بھر فائدہ نہیں دے سکتی۔پس کفار کو یہ جان لینے کے بعد کہ رحمٰن کے سوا کوئی ان کی مدد نہیں کرسکتا،اپنے کفر پر جمے رہنا فریب اور حماقت کے سوا کچھ نہیں۔(تفسیر سعدی:2813/3)

(2)﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ(۷۴)لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تاکہ اُن کی مدد کی جائے۔وہ اُن کی مدد نہیں کرسکتے اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں۔''(یٰسین:74,75)

(3)انسان کسی سہارے کی وجہ سے بے خوف ہوتا ہے۔یہ سہارا اس کے شعور کی گہرائیوں میں رَچ بس کر اُسے بے خوف بنا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ کون سا لشکر ہے جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا؟یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا۔

(4)مشرک غیر اللہ سے مدد اور روزی مانگتے ہیں ان کی کوئی امید پوری ہونے والی نہیں وہ اللہ تعالیٰ ہے جو حمایتی اور کارساز ہے اس کے سوا

کوئی بچانے والا نہیں۔

(5)﴿اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ﴾ ''کافر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں'' یعنی کافر دھوکے میں ہیں شیطان ان کے لیے شرک کو مزین کرتا ہے اور انہیں وعدے دیتا ہے کہ ان کے لیے نہ حساب ہے نہ عذاب اور ان کے معبودان کی سفارش کریں گے۔(ایسر التفاسیر:1659)

(6) غیروں سے امداد کا عقیدہ دھوکہ ہی دھوکہ ہے اللہ کے سوا کوئی مدد گا اور کارساز نہیں ہے۔

﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۭ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ﴾

''یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور گریز پر اڑے ہوئے ہیں''(21)

سوال:﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۭ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ﴾ ''یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور گریز پر اڑے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ﴾ ''یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق روک لے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی رزق کا مالک ہے۔ رزق اس کی طرف سے ہے اگر وہ رزق روک لے تو کون ایسا ہے جو رزق دے سکے رب العزت نے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰي هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔''(سبا:24)

(2)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو؟''(فاطر:3)

(3)﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟''(یونس:31)

(4)﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر وہ

تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور اُن سے بہت بلند ہے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں۔" (الروم:40)

(5) اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی رزق دے سکتا ہے نہ چھین سکتا ہے، نہ کوئی مدد کر سکتا ہے، نہ ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق اور عزت وذلت کا مالک ہے جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے، عزت دیتا ہے جس سے چاہتا ہے رزق اور عزت چھین لیتا ہے۔

(6) ﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ "یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔" (النمل:64)

(7) جو خالق، مالک اور رازق ہے اسی کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

(8) ﴿بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ﴾ "بلکہ وہ سرکشی اور گریز پر اڑے ہوئے ہیں۔" یعنی کافر حق کے معاملے میں گمراہی اور دشمنی پر اڑے ہوئے ہیں۔ وہ حق سے دور بھاگتے ہیں وہ حق سے نفرت کرتے ہیں نہ سننا چاہتے ہیں نہ ماننا چاہتے ہیں۔

(9) لج بمعنی ضد سے جھگڑنا۔ دشمنی میں مداومت کرنا اور لجۃ بمعنی پانی کی گہرائی۔ پانی کا گہرا حصہ جہاں پانی سب سے زیادہ گہرا ہو۔ گویا اس لفظ کا معنی ضد کی وجہ سے کسی بات پر اڑ جانا بھی ہے اور کسی برے کام میں دور دراز تک چلے جانا بھی ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن 4/495)

(10) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو معبوث کیا اور آپ نے فرمایا ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ "کہہ دو کہ میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں اور نہ میں بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے ہوں۔" پھر جب آپ نے دیکھا کہ قریش عناد سے باز نہیں آتے تو آپ نے ان کے لئے بددعا کی کہ "اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد ایسے قحط سے کر جیسا سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا۔" قحط پڑا اور ہر چیز ختم ہوگئی۔ لوگ ہڈیاں اور چمڑے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ (سلیمان اور منصور) راویان حدیث میں سے ایک نے بیان کیا کہ "وہ چمڑے اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے" اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ آخر ابوسفیان آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ کی قوم ہلاک ہو چکی، اللہ سے دعا کیجئے کہ ان سے قحط کو دور کر دے۔ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی اور قحط ختم ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد وہ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ منصور کی روایت میں ہے کہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ "تو آپ اس روز کا انتظار کریں جب آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو۔" عائدون تک۔ کیا آخرت کا عذاب بھی ان سے دور ہو سکے گا۔ "دھواں" اور "سخت پکڑ" اور "ہلاکت" گزر چکے بعض نے چاند اور بعض نے "غلبہ روم" کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ یہ بھی گزر چکا ہے۔ (بخاری:4824)

﴿اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟ یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟''(22)

سوال:﴿اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾''تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟ یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟'' مومن اور کافر کی مثال کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی﴾''تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟'' یعنی دو لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے اسے نہیں خبر دائیں بائیں اور آگے کیا ہے؟ نہ اسے یہ خبر ہے کہ کہاں جا رہا ہے اور نہ راستے کی کوئی خبر ہے۔

(2)﴿اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾'' یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟'' دوسرا وہ ہے جو سیدھا کھڑا ہو کر سیدھے راستے پر چل رہا ہے وہ دیکھ بھال کر بھی چل رہا ہے اور اسے اپنی منزل کا بھی پتہ ہے۔

(3) یعنی ان دو شخصوں میں سے کون زیادہ ہدایت کی راہ پر ہے؟ کیا وہ شخص جو گمراہی میں سرگشتہ پھرتا ہے، اپنے کفر میں غرق ہے اور اس کی سمجھ الٹ گئی ہے اس کے نزدیک حق باطل اور باطل حق بن چکا ہے یا وہ شخص جو حق کا علم رکھنے والا، حق کو ترجیح دینے والا، حق پر عمل کرنے والا اور اپنے اقوال و افعال اور تمام احوال میں صراط مستقیم پر گامزن ہے؟ ان دونوں اشخاص کے احوال پر مجرد ایک نظر ڈالنے سے ہدایت یافتہ اور گمراہ کے درمیان فرق معلوم ہو جائے گا۔ احوال، اقوال سے بڑے گواہ ہیں۔ (تفسیر السعدی:2813/3)

(4) یہ مومن اور کافر کی مثال ہے ان دونوں میں سے کون راہ راست پر ہے اور کون گمراہ ہے فیصلہ کریں۔

(5) قیامت کے دن مشرک منہ کے بل چلائے جائیں گے اور جہنم میں جھونکے جائیں گے اور مومن عزت کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝۲۲ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ۝۲۳﴾''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا پھر اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو۔'' (الصٰفٰت:22,23)

(7) نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ منہ کے بل کیسے چلائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے پیروں پر چلایا کیا وہ منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں؟ (بخاری، مسلم)

﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾

''کہہ دو وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو''(23)

سوال:﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''کہہ دو وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' جس نے وجود بخشا ہے اسی کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ رب العزت نے صرف اپنی عبادت اور شکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ﴾ ''کہہ دو وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا'' یعنی وہ اللہ ہے جس نے تمہیں ایجاد کیا۔ کسی مددگار کے بغیر تمہیں عدم سے نکال کر وجود بخشا۔

(2)﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ ''اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے'' یعنی جب اس نے تمہیں پیدا کیا تو کانوں، آنکھوں اور دلوں کے ساتھ تمہارے وجود کو مکمل کیا۔ تمہارے لیے جسم کے اہم ترین، نفع مند اور کامل اعضاء ہیں۔

(3)﴿قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' مگر ساری نعمتیں پا کر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ان قوتوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ (i) انسان ان ہی کے توسط سے سوچتا سمجھتا اور اپنی زندگی کے کام کرتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ اس حوالے سے کیا ہے کہ انسان ان قوتوں سے صحیح کام لے کر شکر ادا کر سکتا ہے اور صحیح کام نہ لے کر ناشکری کرتا ہے۔

﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

''کہہ دو وہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور اُسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے'' (24)

سوال:﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''کہہ دو وہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور اُسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے'' جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا وہ سمیٹنے پر قادر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ ''کہہ دو وہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے'' یعنی وہ اللہ ہے جس نے تمہیں زمین کے کونے کونے میں پھیلا دیا اور چاروں سمت آباد کر دیا۔ تمہارے رنگ جدا جدا، زبانیں جدا جدا، عادتیں جدا جدا، شکلیں جدا جدا بنائیں پھر اس نے تمہیں پھیلا دیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔'' (النساء:1)

(3)﴿وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور اُسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے'' یعنی جس نے تمہیں پھیلایا ہے وہ قیامت کے دن سمیٹ لے گا۔ جس نے تمہیں ایجاد کیا وہ اسی طرح لوٹا دے گا۔

(4) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ انسان کو بغیر ارادے اور منصوبے کے ساری خصوصیات نہیں دیں بلکہ اس لئے دی ہیں تاکہ وہ زمین پر زندگی بسر کر سکے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر پھیلایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیتیں اس لئے دی ہیں کہ انسان سے زندگی کا حساب لے کر جزا سزا دی جا سکے۔ اسی مقصد کے لئے انسان کو جمع کیا جائے گا۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟''(25)

سوال: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' جو زندگی کو ایجاد کرنے والا ہے موت دینے پر بھی قادر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' کافر جھٹلاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(2)﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' کافروں نے کہا اگر تم سچے ہو کہ میدان حشر میں سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو یہ بتاؤ قیامت کب آئے گی؟

(3) انہوں نے انبیاء کی صداقت کی علامت یہ رکھی کہ انہیں قیامت کے دن کی آمد کے وقت کے بارے میں آگاہ کریں، جبکہ یہ ظلم اور عناد ہے۔ پس اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس نہیں اور نہ اس خبر اور اس کے وقوع کے وقت کی خبر میں کوئی تلازم ہی ہے کیونکہ صداقت اپنے دلائل سے پہچانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صحت پر دلائل و براہین قائم کر دیے ہیں، اس شخص کے لیے ادنیٰ سا شک نہیں رہتا جو توجہ کے ساتھ سنتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2814/3)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (۴۹) قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا (۵۰) اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا (۵۱) يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟ آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ۔ یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں

گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔ جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے۔'' (بنی اسرائیل:49,51)

(5)﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے؟ اگر تو واقعی سچا ہے تو جس (عذاب) کی ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ۔'' (الاحقاف:22)

﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۫ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں'' (26)

سوال: ﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ص وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں'' نبی کا کام قیامت کی تاریخ بتانا نہیں ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے'' یعنی قیامت کی تاریخ بتانا میرا کام نہیں ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/2103)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (۴۴) اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا (۴۵) كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا (۴۶)﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔ یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں۔ جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح۔'' (النازعات:42,46)

(3)﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: ''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

(4)﴿وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' یعنی میرا کام تو صرف انجام کے بارے میں آگاہ کرنا، متنبہ کرنا ہے۔

(5) رسول کا کردار مُنذِر کا ہے۔ رسول غیب کی اطلاعات دینے نہیں آتا۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ﴾

''پس جب وہ اُس کو قریب سے دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے'' (27)

سوال: ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ﴾ ''پس جب وہ اُس کو قریب سے دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے'' قیامت سر پر ہے اور اس کے ہول ہوش ربا ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''پس جب وہ اُس کو قریب سے دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا'' یعنی قیامت کو جھٹلانے والے اسے دیکھ لیں گے اس وقت انہیں علم ہوگا کہ قیامت قریب ہی تھی کیونکہ آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔

(2) جب وہ قیامت کو اپنے قریب دیکھیں گے تو یہ انہیں بہت برا لگے گا اور انہیں خوف زدہ کر دے گا، ان کے چہرے بدل جائیں گے، ان کی تکذیب پر انہیں زجر و توبیخ کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: ''یہ وہی ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ آج تم نے اسے عیاں دیکھ لیا ہے اور تمام معاملہ تمہارے سامنے ظاہر ہو گیا ہے، تمہارے تمام اسباب منقطع ہو گئے ہیں اور اب عذاب بھگتنے کے سوا کچھ باقی نہیں۔'' (تفسیر سعدی: 2815/3)

(3) ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ ''اور قیامت کے دن آپ اُن لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کہ اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟'' (الزمر: 60)

(4) ﴿وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے'' یعنی یہ عذاب ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے۔'' (ص: 16)

(6) ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب

ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

(7)﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ(۴۷) وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ(۴۸)﴾ ''اور واقعی اُن کے پاس جنہوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اُس کے ساتھ اُس کی مانند اور بھی ہو تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے ضرور اُسے فدیے میں دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن پر وہ ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔ اور جو اعمال انہوں نے کمائے ہیں اُن کی برائیاں اُن کے لیے ظاہر ہو جائیں گی اور وہ انہیں گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔'' (الزمر:47,48)

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾

''کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو ہلاک کر دے جو میرے ساتھ ہیں یا وہ ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ دے گا؟'' (28)

سوال:﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو ہلاک کر دے جو میرے ساتھ ہیں یا وہ ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ دے گا؟'' کسی کی بربادی نہ چاہو اپنی فکر کرلو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا﴾ ''کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو ہلاک کر دے جو میرے ساتھ ہیں یا وہ ہم پر رحم فرمائے'' یعنی نبی ﷺ کو جھٹلانے والے آپ ﷺ کی دعوت کو ٹھکراتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2815/3)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤی اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا وَّزُیِّنَ ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ''بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہ تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا گیا اور تم نے بہت ہی برا گمان کیا تھا اور تم برباد ہونے والے لوگ تھے۔'' (الفتح:12)

(3)﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ﴾ ''کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے۔ جس پر ہم گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں۔'' (الطور:30)

(4)﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ

قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ ''اور اگر واقعتاً قرآن ایسا ہوتا جس کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا جس کے ساتھ زمین ٹکڑے کر دی جاتی یا اس کے ساتھ مُردوں سے کلام کیا جاتا۔ بلکہ سارے کا سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں مایوس نہیں ہو گئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب انسانوں کو ہدایت دے دیتا اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا ہمیشہ یہی حال رہے گا کہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر کوئی نہ کوئی آفت آتی رہے گی یا ان کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آ جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔'' (الرعد:31)

(5) یعنی آپ مشرکوں سے کہہ دیں کہ اگر مجھے نقصان پہنچے یا میرے ساتھیوں کو یا اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرما دے تو ہماری بربادی یا خوشی سے تمہیں کیا ملے گا؟ اپنی فکر کر لو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون چھڑائے گا؟

(6) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی توبہ ہے، شرک سے توبہ کر لو اور عذاب سے بچنے کے لیے اس کا دین اختیار کر لو کہ عذاب سے بچ جاؤ۔

﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''کہہ دو کہ وہ وسیع رحمت والا ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، تو جلد ہی تم جان لو گے کہ کھلی گمراہی میں کون پڑا ہوا ہے؟'' (29)

سوال: ﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کہہ دو کہ وہ وسیع رحمت والا ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، تو جلد ہی تم جان لو گے کہ کھلی گمراہی میں کون پڑا ہوا ہے؟'' مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توکل ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ ''کہہ دو کہ وہ وسیع رحمت والا ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ اپنے اور ایمان لانے والوں کے حال کے بارے میں آگاہ کر دیں کہ ہمارا ایمان رب العالمین پر ہے جو ہم پر مہربان ہے۔

(2) ﴿وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ''اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے'' یعنی ہم اس پر بھروسہ کرتے ہیں، ہمارا اعتماد اسی ذات پر ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا ''ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ پھر جب تم اس سے داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب ہونے والے ہو اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو، اگر تم مومن ہو۔'' (المائدہ:23)

(3) ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

﴿تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں اور آپ کا رب اُس سے بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو۔'' (ہود:123)

(4)﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''تو جلد ہی تم جان لوگے کہ کھلی گمراہی میں کون پڑا ہوا ہے؟'' یعنی یہ بات تو یقینی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کی پیروی کرنے والے فلاح پائیں گے۔ تم جلد ہی جان جاؤ گے کہ دنیا اور آخرت میں کس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔

(5) ان کے پاس ایمان ہے نہ توکل اس سے معلوم ہو گیا کہ کون ہدایت پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾

''کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے گا؟'' (30)

سوال: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ ''کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے گا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا﴾ ''کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے۔'' لغوی لحاظ سے غور یا غار کا معنی نشیبی زمین کی طرف نیچے اور غار بمعنی کھوہ، معروف لفظ ہے اور غور بمعنی نشیبی زمین بھی اور زیر زمین گہرائی بھی۔ گویا اس میں گہرائی کے ساتھ مکان کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/498)

(2) رب العزت نے اپنے رسول سے کہا کہ آپ مشرکوں سے کہہ دو کہ اگر تمہارا پانی زمین میں گہرا اتر جائے۔

(3)﴿فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ ''تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے گا؟'' یعنی وہ پانی جو تم پیتے ہو جس سے کھیت سیراب کرتے ہو یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا پانی لے جائے تو تمہیں کون پانی کی نعمت دے گا۔

(4) معین کا ایک معنی پانی کا سطح زمین پر نرم رفتار سے بہنا ہے۔ یعنی سیلاب کی طرح تندی اور تیزی سے نہیں بلکہ نرمی اور سہولت سے جاری ہونے والا پانی۔ یعنی جب زمینی گہرائی سے پانی کنوؤں، نلکوں یا مشینوں سے نکالا جاتا ہے اور آبپاشی کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس پانی کی رفتار سیلاب کی طرح تند و تیز نہیں ہوتی بلکہ نرم اور دھیمی ہوتی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/498)

(5) یعنی یہ پانی جس پر حیوانی اور نباتاتی زندگی موقوف ہے۔ اگر اللہ کے حکم سے گہرا ہو جائے اور تم کھودتے کھودتے تھک جاؤ لیکن پانی نہ نکلے تو ہے کوئی جو تمہیں یہ اُبلنے والا، جاری، صاف اور میٹھا پانی دے سکے۔ یہ قدرت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے کہ تمہیں تمہاری ضروریات کے لیے صاف شفاف اور میٹھا پانی مہیا فرماتا ہے۔ اس نے اپنی مہربانی سے زمین سے تمہارے لیے پانی جاری کر دیا اور حسب ضرورت مختلف علاقوں میں پھیلا یا۔

(6)روایات میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت پڑھے تو اسے یوں کہنا چاہیے۔﴿اللّٰهُ يَاْتِيْنَا بِهٖ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (تیسیر القرآن:4/498)

اٰیاتها ۵۲ ﴿۶۸ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ۲﴾ رکوعاتها ۲

سوال1: یہ سورت کب اور کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں دو رکوع اور 52 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 168 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ دوسری سورت ہے۔

رکوع نمبر 3

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾

''ن۔قلم کی قسم اور اُس کی قسم جو وہ لکھتے ہیں!''(1)

سوال:﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾''ن۔قلم کی قسم اور اُس کی قسم جو وہ لکھتے ہیں!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نٓ﴾ حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔

(2)﴿وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾''قلم کی قسم اور اُس کی قسم جو وہ لکھتے ہیں!'' رب العزت نے قلم کی قسم کھائی ہے۔

(3)یہ اسم جنس ہے جو ان تمام اقلام کو شامل ہے جن کے ذریعے سے مختلف علوم کو لکھا جاتا ہے اور جن کے ذریعے منثور اور منظوم کلام کو احاطہ تحریر میں لایا جاتا ہے اور یہ اس حقیقت پر قسم ہے کہ قلم اور جو اس کے ذریعے سے مختلف انواع کا کلام لکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔(تیسیر سعدی:3/2816)

(4)سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی، وہ قلم ہے اور پھر اسے حکم دیا کہ لکھ! تو اس نے ہر وہ چیز لکھ دی جو (ازل سے) ابد تک ہونے والی ہے۔''(ترمذی:3319)

(5)اس حدیث کے مطابق لکھنے والی قلم خود ہی ہے۔یا ممکن ہے کہ اس قلم سے لکھنے والے اللہ کے فرشتے ہوں۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ قلم اور ان فرشتوں کی قسم جو لوح محفوظ سے قرآن نقل کرتے ہیں۔تیسرا مطلب یہ ہے جو نزول قرآن کے بعد ان صحابہ کرام کی قسم جو قرآن کی

وحی کو قلم سے لکھتے ہیں اور چوتھا مطلب یہ ہے کہ ان مورخین کی قسم جو قلم کے ساتھ بڑے بڑے مصلحین کی داستان حیات تاریخ کے اوراق میں ثبت کرتے ہیں۔(تیسیر القرآن:4/499)

﴿مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ﴾

''آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز دیوانے نہیں ہیں''(2)

سوال:﴿مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ﴾''آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز دیوانے نہیں ہیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کی جنون سے کیسے برأت کی، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ﴾''آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز دیوانے نہیں ہیں'' یہ جواب قسم ہے یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ﷺ دیوانے نہیں ہو۔

(2) مشرکوں کے قول کو رب العزت نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔﴿وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔''(الحجر:6)

(3) رب العزت نے سورہ الطور میں بھی جنون سے آپ ﷺ کی برأت فرمائی ہے فرمایا:﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾ ''پس آپ نصیحت کریں کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔''(الطور:29)

(4)﴿اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (۱۳) ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (۱۴)﴾''اُن کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ بلاشبہ اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے۔ پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا اور کہا:''سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔''(الدخان:13,14)

(5) رب کی نعمت سے مراد نبوت ہے جو کہ آپ ﷺ کو عطا کی گئی یعنی آپ ﷺ رب کی رحمت اور نعمت سے مجنون نہیں ہو۔

(6) قلم اور جو اس سے لکھا جاتا ہے اس امر کی مستحق ہے کہ محمد ﷺ کی ان عیوب کے بارے میں برأت پر اس کی قسم کھائی جائے جو آپ ﷺ کے دشمن آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یعنی جنون وغیرہ۔ پس آپ ﷺ کے رب کی نعمت اور احسان سے ان عیوب کی آپ ﷺ سے نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عقل کامل، عمدہ رائے اور فصاحت و بلاغت سے لبریز کلام فیصل سے سرفراز فرمایا ہے جو بہترین کلام ہے جسے قلم لکھتے ہیں اور مخلوقات اسے قلم بند کرتی ہیں اور دنیا کے اندر یہی سعادت ہے۔(تفسیر سعدی:3/2816,2817)

﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ﴾

''اور آپ کے لئے یقیناً ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں ہے''(3)

سوال: ﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ﴾ ''اور آپ کے لئے یقیناً ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں ہے'' عظیم اجر آپ ﷺ کی عقلی صحت کی دلیل ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ﴾ ''اور آپ کے لئے یقیناً ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں ہے'' اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی اخروی سعادت کا ذکر فرمایا کہ آپ ﷺ کو زبردست اور ختم نہ ہونے والا اجر ملنے والا ہے جب کہ دیوانے کے افعال پر نہ عذاب ہے نہ ثواب۔

(2) آپ ﷺ کے اجر کا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تھے اور ان کی دی گئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ''اور جن کو نیک بخت قرار دیا جائے گا وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک زمین و آسمان قائم ہیں مگر جو آپ کا رب چاہے ایسا عطیہ جو کبھی قطع کیا جانے والا نہیں۔'' (ھود:108)

(4) آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ، اعمال صالحہ اور بھلائی کی طرف راہ نمائی کی وجہ سے آپ ﷺ کا اجر ہمیشہ رہنے والا ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾

''اور بلاشبہ آپ یقیناً عظیم اخلاق پر ہیں'' (4)

سوال: ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ یقیناً عظیم اخلاق پر ہیں'' نبی ﷺ اخلاق عظیم رکھنے والے معلم اخلاق تھے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ یقیناً عظیم اخلاق پر ہیں'' نبی ﷺ مکارم اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز تھے۔ آپ ﷺ معلم اخلاق بھی تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاق کا سرچشمہ قرآن ہے۔

(2) ایک صحابی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ انھوں نے عرض کی، کیوں نہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا اخلاق وہی تھا جس کا قرآن میں حکم ہے۔ (مسلم:1739)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بدخُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپ انہیں معاف کر دیں اور اُن کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ

کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (آل عمران:159)

(4) ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناتم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اُس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (التوبہ:128)

(5) کتنا صحیح مصداق ہیں یہ آیات کریمہ جو آپ کے مکارم اخلاق سے متصف ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور وہ آیات کریمہ جو ہر قسم کے خلق جمیل کی ترغیب دیتی ہیں۔ وہ ان اوصاف میں کامل ترین اور جلیل ترین مقام پر فائز تھے اور ان خصائل میں سے ہر خصلت کی بلند چوٹی پر تھے۔ آپ بہت ہی نرم برتاؤ کرنے والے اور نرم خو تھے، لوگوں کے بہت قریب تھے، جو کوئی آپ کو دعوت دیتا آپ اس کی دعوت قبول کرتے تھے، جو کوئی آپ سے کسی حاجت کا طلب گار ہوتا آپ اس کی حاجت پوری کرتے تھے بلکہ آپ اس کی دل جوئی کرتے تھے۔ اگر آپ کے اصحاب کو آپ سے کام ہوتا، آپ اس کام پر ان کی موافقت کرتے اور اس بارے میں ان کی بات مانتے بشرطیکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے بچنے کے لیے کہا گیا ہو۔ اگر کسی امر کا عزم فرماتے تو ان کو نظر انداز کر کے ان پر اپنی رائے نہیں تھوپتے تھے بلکہ ان کے ساتھ مشاورت کر کے ان کی رائے لیتے تھے، ان کے اچھے کام کو قبول کر لیتے اور برائی کرنے والے سے درگزر کرتے تھے، کسی ہم نشین کے ساتھ معاشرت کرتے تو کامل ترین اور بہترین طریقے سے معاشرت کرتے، آپ کبھی اپنی پیشانی پر بل ڈالتے نہ آپ کبھی کوئی سخت بات کہتے، نہ آپ اس سے منہ موڑتے، نہ آپ اس کی زبان کی لغزش پر گرفت کرتے اور نہ اس کی طرف سے کسی سخت رویے پر مؤاخذہ فرماتے بلکہ اس کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے اور اسے انتہائی حد تک برداشت کرتے۔ (تفسیر سعدی:3/2817,2818)

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا اور آپ ﷺ کے جسم پر (اس وقت) ایک موٹے حاشیہ کی نجرانی چادر تھی تو ایک اعرابی نے آپ ﷺ کو پکڑ لیا اور زور سے آپ ﷺ کو دبایا، یہاں تک کہ میں نے نبی ﷺ کی گردن مبارک کے ظاہری حصے پر دیکھا کہ بوجہ اس کے زور سے دبانے کے، چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد اس اعرابی نے کہا کہ مجھے بھی اللہ کے اس مال میں سے جو آپ ﷺ کے پاس ہے دلوا دیجئے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے اس کے بعد اسے کچھ دے دینے کا حکم فرما دیا۔ (بخاری:6088)

(7) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس حال میں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے اور آپ ﷺ کے ہمراہ اور وہ لوگ بھی تھے جو حنین سے واپس آ رہے تھے، اعرابی لوگ رسول اللہ ﷺ سے مانگنے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو دھکیل کر ایک ببول کے درخت کے نیچے لے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر اس میں اٹک کر رہ گئی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر اونٹ ہوں تو میں ان (اونٹوں) کو تمہارے درمیان تقسیم کر دوں اور تم مجھے بخیل، جھوٹ

بولنے والا اور تھوڑے دل والا ہرگز نہ پاؤ گے۔" (بخاری:2821)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے یہاں آئے اور کہا "السام علیکم" (تم پر موت آئے) اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم پر بھی موت آئے اور اللہ کی تم پر لعنت ہو اور اس کا غضب تم پر نازل ہو۔ لیکن نبی ﷺ نے فرمایا: (ٹھہرو) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا! تمہیں نرم خوئی اختیار کرنی چاہیے سختی اور بدزبانی سے بچنا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ان کی بات نہیں سنی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم نے انہیں میرا جواب نہیں سنا میں نے ان کی بات انہی پر لوٹا دی اور ان کے حق میں میری بددعا قبول ہو جائے گی۔ لیکن میرے حق میں ان کی بددعا قبول ہی نہ ہوگی۔" (بخاری:6030)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا، اے اللہ کے رسول! مشرکین کے لیے بددعا کیجئے! آپ نے فرمایا: میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (مسلم:6613)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کہا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ (یہ) کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ (یہ) کیوں نہیں کیا؟ (بخاری:6038)

(11) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی کو قبر میں داخل کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لائے، آپ ﷺ کے حکم سے اس کو باہر نکالا گیا اور آپ ﷺ کے گھٹنوں پر رکھ دیا گیا، چنانچہ آپ نے اس پر دم کرتے ہوئے اسے اپنی قمیض پہنائی اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے۔ (بخاری:5795)

(12) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے اس کی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ تعالیٰ کی حرمات میں سے کسی چیز کی بے حرمتی کی جاتی تھی تو آپ اللہ تعالیٰ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ (بخاری:6853)

(13) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ بیوی کو اور نہ خادم کو مگر ہاں! آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ (مسلم:6050)

(14) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: "کہہ دو کہ میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں اور نہ میں بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے ہوں۔" پھر جب آپ نے دیکھا کہ قریش عناد سے باز نہیں آتے تو آپ نے ان کے لئے بددعا کی کہ "اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد ایسے قحط سے کر جیسا سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا" قحط پڑا اور ہر چیز ختم ہو گئی۔ لوگ ہڈیاں اور چمڑے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ (سلیمان اور منصور) راویان حدیث میں سے ایک نے بیان کیا کہ "وہ چمڑے اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے" اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ آخر ابوسفیان آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ کی قوم ہلاک ہو چکی، اللہ سے دعا کیجئے کہ ان سے قحط کو دور کر دے۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی اور قحط ختم ہو گیا۔ (بخاری:4824)

(15) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اے لوگو!) کیا تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح قریش کی گالیوں اور ان کی لعن طعن کو مجھ سے پھیر دیتا ہے؟ وہ کسی مذمم (مذمت کیے ہوئے شخص) کو گالی دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں، جبکہ میں تو محمد ہوں۔ (بخاری:3533)

(16) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ بدزبان تھے اور نہ بدکلام، نہ بازاروں میں شور کرنے والے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے تھے، بلکہ آپ معاف کر دیتے تھے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی:2016)

﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ﴾

''چنانچہ جلد ہی آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھیں گے'' (5)

سوال: ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ جلد ہی آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَتُبْصِرُ﴾ ''چنانچہ جلد ہی آپ بھی دیکھیں گے'' یعنی اے محمد ﷺ عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے۔

(2) ﴿وَيُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور وہ بھی دیکھیں گے'' اور وہ کافر بھی دیکھ لیں گے کہ کون دیوانہ ہے۔ جب حق واضح ہو جائے گا اور پردہ اٹھ جائے گا اور وہ قیامت کا دن ہوگا۔ (فتح القدیر:5/327) (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ ''جلد ہی کل وہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے؟'' (القمر:26)

﴿بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾

''کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا ہوا ہے؟'' (6)

سوال: ﴿بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾ ''کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا ہوا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾ ''کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا ہوا ہے؟'' یعنی قیامت کے دن یہ معلوم ہو جائے گا کہ کون دیوانہ اور گمراہ تھا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمھیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (سبا:24)

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾

''بلاشبہ تمہارا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اُس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو

بھی زیادہ جاننے والا ہے''(7)

سوال:﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۪ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾''بلاشبہ تمہارا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اُس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾''بلاشبہ تمہارا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اُس کے راستے سے بھٹک گیا'' ضلال سے مراد دین اور عقیدے کے بارے میں گمراہ۔(تفسیر منیر:51/15)

(2)یعنی تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون حق کے راستے سے ہٹا ہوا ہے جس کا تیرے رب نے حکم دیا ہے۔(تفسیر قاسمی:254/16)

(3)﴿وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾''اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی زیادہ جاننے والا ہے'' یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ کون حق کی پیروی کرتا ہے اور اس کے راستے پر چلتا ہے۔عنقریب وہ دونوں فریقوں کو جزا دے گا۔(تفسیر قاسمی:254/16)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى﴾''یہ اُن کے علم کی حد ہے، بلاشبہ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ راہِ راست پر کون ہے؟''(النجم:30)

(5)﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟''(القصص:85)

(6)اس میں ہدایت پانے والے لوگوں کے لیے وعدہ اور گمراہوں کے لیے وعید ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ ہدایت اسی کو دیتا ہے جو ہدایت کے قابل ہو اور باقیوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''چنانچہ آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں''(8)

سوال:﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾''چنانچہ آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں'' رب العزت نے جھوٹوں کی پیروی سے روکا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾''چنانچہ آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں''﴿الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ جھوٹے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔(جامع البیان:23/29)

(2)''مکذبین'' سے مراد قریش ہیں جنہوں نے کسی وقت نبی ﷺ سے کہا تھا اگر آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی عبادت کرو گے اور ان کی تعظیم کرو گے تو ہم آپ ﷺ کے معبود کی عبادت کریں گے اور اس کی تعظیم کریں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ان جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا۔(3)ان جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا کیونکہ وہ اس چیز کا حکم دیتے ہیں جو ان کی خواہشات کے مطابق ہوتی ہے۔

(4) کفار نے آپ سے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اگر آپ ﷺ ان کے دین کے بارے میں خاموش ہو جائیں تو وہ بھی آپ ﷺ کے دین کے بارے میں خاموش رہیں گے۔ اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: ان جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا۔

﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾

''وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں''(9)

سوال: ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ ''وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں'' مشرک موقع پرست ہیں چاہتے ہیں کہ نبی ﷺ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی گل کھلائیں۔ رب العزت نے کیسے ان کی ذہنیت کی عکاسی کی ہے؟

جواب: (1)﴿وَدُّوْا﴾ ''وہ چاہتے ہیں'' یعنی اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے مشرکین یہ کہتے ہیں۔ ﴿لَوْ تُدْهِنُ﴾ ''کاش آپ نرمی اختیار کریں'' یعنی آپ ﷺ اپنے قول یا فعل سے ان کے موقف کی حمایت کریں۔

(2)﴿فَيُدْهِنُوْنَ﴾ ''تو وہ بھی نرم پڑ جائیں'' وہ چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا انکار کرو تو وہ بھی کفر کریں۔ (جامع البیان:23/29)

(3) مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر آپ ﷺ ان کے معبودوں کی طرف جھک جائیں تو وہ بھی حق کے بارے میں آپ ﷺ کو چھوڑ دیں گے۔ جس کے بارے میں ابھی وہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (۷۴) اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا﴾ ''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے۔ تب ہم آپ کو زندگی اور موت کے دوگنے عذاب کا مزہ چکھاتے، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار بھی نہ پاتے۔''(بنی اسرائیل:74,75)(4) نبی ﷺ نے کھلم کھلا حق کو بیان کیا۔

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾

''اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل ہے''(10)

سوال: ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل ہے'' رب العزت

نے کافروں کی اطاعت سے روکنے کے بعد ان افراد کی اطاعت سے بھی روکا ہے جو شریر ہیں، جن میں کوئی خیر نہیں جیسے ولید بن مغیرہ۔ (یسر التفاسیر:1663)

(2)﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا'' ﴿حَلَّافٍ﴾ جو باطل پر بہت قسمیں کھانے والا ہو۔(3)﴿مَّهِينٍ﴾ ''ذلیل ہے'' یعنی حقیر۔

(4) کیونکہ اتنی زیادہ قسمیں کھانے والا جھوٹا ہی ہوسکتا ہے، اور آدمی جھوٹا نہیں ہوسکتا جب تک وہ، خسیس النفس اور نادانی سے تہی دست نہ ہو اور اسے بھلائی میں کوئی رغبت نہ ہو بلکہ اس کا ارادہ اس کے خسیس نفس کی شہوات پر مرتکز ہو۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔'' (البقرہ:224)

(6) جو انسان بات بات پر قسم کھاتا ہے۔ یا اسے قسمیں اٹھانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنی کسی بات پر نہ خود اعتماد ہوتا ہے اور نہ دوسروں کو اعتماد ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن:501/4)

﴿هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۭ بِنَمِيمٍ﴾

''بہت طعنے دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے'' (11)

سوال:﴿هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۭ بِنَمِيمٍ﴾ ''بہت طعنے دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هَمَّازٍ﴾ ''بہت طعنے دینے والا'' یعنی غیبت کرنے والا، عیب لگانے والا، طعنہ دینے والا۔

(2) جو لوگوں کا نفرت سے ذکر کرتا ہے۔

(3) ایسا شخص کہ جب لوگوں کا اچھا تذکرہ کیا جارہا ہو تو وہ ان کی عزتوں پر ہاتھ ڈالتا ہے۔

(4)﴿مَّشَّاءٍۭ بِنَمِيمٍ﴾ ''چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے'' ادھر کی ادھر لگانے والا یعنی لوگوں کے درمیان چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ چغل خوری یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے اور عداوت اور بغض پیدا کرنے کی غرض سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائی جائے۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(5) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (بخاری:6056)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب کیا جارہا تھا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں پر عذاب ہورہا ہے اور (بظاہر) کسی بڑی بات پر عذاب نہیں کیا جارہا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں (بات یہ ہے کہ) ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے ایک شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا

رکھ دیا، تو آپ ﷺ سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! یہ آپ ﷺ نے کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہو جائیں، ان دونوں پر عذاب کم رہے گا۔'' (بخاری:216)

(7) سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں تمھارے بہترین افراد کی نشان دہی نہ کروں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔ کیا میں تمھیں تمھارے بدترین افراد کے بارے میں خبر نہ دوں؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، کیوں نہیں! (ضرور دیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بدترین افراد وہ ہیں جو دوستوں میں فساد ڈلوانے والے ہوں، چغل خور ہوں اور پاک دامن لوگوں پر تہمت لگانے والے ہوں۔'' (مسند احمد:27670)

﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾

''بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار ہے'' (12)

سوال: ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾ ''بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ ''بھلائی سے بہت روکنے والا'' یعنی جو شدید بخل کی وجہ سے مال روکتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1663)

(2) بھلائی، یعنی نفقات واجبہ، کفارہ اور زکوٰۃ وغیرہ، جس کا قیام اس پر لازم تھا، سے منع کرنے والا ہے۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی سونے اور چاندی کا مالک اس میں سے اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انہیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے (اور پھر داغ دیا جائے گا) اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا، بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔'' (مسلم:2290)

(4) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے گزرے: ''خوشخبری دے دو مال جمع کرنے والوں کو ایسے داغوں کی جو ان کی پشت پر لگائے جائیں گے تو ان کی پیشانیوں سے نکل آئیں گے۔'' (مسلم:2307)

(5) ﴿مُعْتَدٍ﴾ ''حد سے بڑھنے والا'' معتدو ہے جو اشیاء کی حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ (المحرر الوجیز:347/5)

(6) مخلوق پر زیادتی کرنے والا، لوگوں کی جان و مال اور ان کی ناموس پر ظلم کرنے والا۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(7) ﴿اَثِيْمٍ﴾ ''سخت گناہ گار ہے'' جو جرائم اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہو۔

(8) جولوگوں کوان کی جانوں اور مالوں کے معاملے میں اذیت پہنچانے والا ہو۔

(9) جواللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہو۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ(٢٦) قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ(٢٧) قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ(٢٨) مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ(٢٩) يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ(٣٠) وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ(٣١) هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ(٣٢) مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا، سوتم دونوں اُسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ اُس کا ساتھی کہے گا: ''اے ہمارے رب! میں نے اُسے سرکش نہیں بنایا بلکہ خود ہی یہ دُور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔'' ارشاد ہوگا: ''میرے پاس جھگڑا نہ کرو اور میں نے تمہاری جانب ڈرانے کا پیغام پہلے بھیجا تھا۔ نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے اور میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم ڈھانے والا نہیں ہوں۔'' جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: ''کیا تو بھر گئی؟'' اور وہ کہے گی: ''کیا کچھ مزید ہے؟'' اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی۔ یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا، بڑی حفاظت کرنے والا ہو۔ جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنیوالا دل لایا۔'' (ق:26,33)

﴿عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾

''سخت مزاج، اَکھڑ ہے، پھر اس کے بعد بے نسب بھی ہے'' (13)

سوال: ﴿عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾ ''سخت مزاج، اَکھڑ ہے، پھر اس کے بعد بے نسب بھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عُتُلٍّ﴾ ''سخت مزاج'' جو شر میں شدید ہو۔ (جامع البیان:28/29)

(2) یعنی درشت خو، بدخلق اور سخت طبیعت رکھنے والا جو حق کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(3) سیدنا حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ میں تمہیں بہشتی آدمی کے متعلق نہ بتا دوں؟ وہ دیکھنے میں کمزور ناتواں ہوتا ہے۔ (لیکن اللہ کے یہاں اس کا مرتبہ یہ ہے کہ) اگر کسی بات پر اللہ کی قسم کھالے تو اللہ اسے ضرور پوری کر دیتا ہے اور کیا میں تمہیں دوزخ والوں کے متعلق نہ بتا دوں؟ ہر بدخو، بھاری جسم والا اور تکبر کرنے والا۔ (بخاری:4918)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بدتر شخص وہ ہوگا، جس کی برائی سے بچنے کے لیے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔'' (بخاری:6032)

(5)﴿بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾ ''اکھڑ ہے، پھر اس کے بعد بے نسب بھی ہے'' یعنی مجہول النسب جس کی کوئی اصل ہے نہ ایسا مادہ کہ جس سے کوئی بھلائی فتح ہوتی ہے بلکہ اس کے اخلاق بدترین اخلاق ہیں۔اس سے فلاح کی امید نہیں اور اس میں شر کی علامت ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2819/3)

(6)اس پر آسمان روتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسودگی اور دنیوی عزت دی اور وہ لوگوں پر مظالم ڈھاتا ہو، یہی وہ سرکش بدنام ہے۔

(7)رب العزت نے ہر اس شخص کی اطاعت سے روکا ہے جو بہت زیادہ قسمیں کھائے، جھوٹا، بدخلق، خود پسند، متکبر، غیبتیں اور چغلیاں کرنے والا اور طعنے دے کر لوگوں سے حقارت کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔

﴿اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾

''یہ کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے''(14)

سوال:﴿اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ ''یہ کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ ''یہ کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تو اسے مال اور اولاد سے نوازا اور بیٹے دیے۔اس نے نعمتوں کا حق ایسے ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ اور حق کو پہلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیتے ہوئے ٹھکرا دیا۔

(2)سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی کھیتی ہیں اور نیک اعمال آخرت کی کھیتی ہیں۔(تفسیر الماوردی:66/6)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا (11) وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا (12) وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا (13) وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا (14) ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (15) كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا (16) سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا (17) اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ (18) فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (19) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (20) ثُمَّ نَظَرَ (21) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (22) ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (23) فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (24) اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (25)﴾ ''چھوڑ دو مجھے اور اُس کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔اور میں نے اُسے لمبا چوڑا مال دیا ہے۔اور حاضر رہنے والے بیٹے دیے۔اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح سامان تیار کرنا۔پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات سے سخت دشمنی رکھنے والا ہے۔جلد ہی میں اُسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا۔اُس نے غور و فکر کیا اور بات بنائی۔پس ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی؟ وہ پھر ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی؟ پھر اُس نے دیکھا۔پھر تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔پھر کہا: ''یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو پہلے نقل کیا جاتا ہے۔یہ تو بس ایک انسان کا کلام ہے۔'' (المدثر:11,25)

﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''جب ہماری آیات اُس پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں''(15)

سوال:﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''جب ہماری آیات اُس پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''جب ہماری آیات اُس پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں''یعنی سرکش اور متکبر انسان پر آیات کا الٹا اثر ہوتا ہے۔وہ یہی کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے قصے اور مکاری کی باتیں ہیں۔

﴿سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ﴾

''جلد ہی ہم اُس کی ناک پر داغ لگائیں گے''(16)

سوال:﴿سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ﴾''جلد ہی ہم اُس کی ناک پر داغ لگائیں گے'' بدنصیب شخص کو دنیا اور آخرت کی ذلت ملے گی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ﴾''جلد ہی ہم اُس کی ناک پر داغ لگائیں گے''یعنی اسے انتہائی ذلیل کریں گے،کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اس کی برائی کو نہ جانتا ہو۔(2)رب العزت عذاب میں اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

(3)ہر شخص بدنامی کی وجہ سے اسے پہچان لے گا جس طرح ناک پر داغ لگوانے والے شخص کو لاکھوں میں سے بھی پہچان لیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن ان پر دوزخ کی مہر لگ جائے گی اور اس کا منہ کالا ہو جائے گا یعنی دنیا میں بھی ذلیل ہوگا،اس کی ناک کٹی ہوگی،اور آخرت میں بھی نشان زدہ مجرم ہوگا۔

﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ﴾

''یقیناہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی،جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے''(17)

سوال:﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ﴾''یقیناہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی،جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ﴾''یقیناہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی''رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے جھٹلانے والوں کو یعنی کفار قریش کو بھلائی کے ساتھ آزمایا یعنی انہیں نعمتیں دیں تاکہ وہ

شکر ادا کریں لیکن انہوں نے شکر ادا نہیں کیا۔

(2) یعنی اے اہل قریش تمہاری مثال باغ والوں کی سی ہے۔ ہم نے انہیں ان کی خواہشات نفس کے مطابق مال و دولت اور لمبی عمر عطا کی۔ یہ سب کچھ استدراج کے طور پر عطا کیا اور وہ نعمتوں کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہوئے۔ ان کی خود فریبی باغ والوں کی طرح تھی جو باغ کی ملکیت میں شریک تھے۔ جب درختوں کے پھل لگ گئے اور انہیں یقین تھا کہ باغ کی فصل ان کے ہاتھ میں ہے تو ان کے شرکاء نے قسمیں کھائیں کہ وہ فصل کاٹیں گے۔ انہیں یہ علم نہ تھا کہ عذاب ان سے آگے نکل کر باغ کو لے جائے گا۔ تمہاری مثال بھی باغ والوں کی طرح ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر مہربانی کی اور نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ یہ عظیم نعمت تھی جس کو تم خوشی سے قبول کر لیتے مگر تم نے ٹھکرایا اور جھٹلایا اور ناشکری کر کے عذاب کے مستحق بن گئے۔

(3) ﴿اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ﴾ ''جب انہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے'' جب باغ والوں نے قسمیں کھائیں کہ راتوں رات اس کے پھل اتار لیں گے تا کہ کسی فقیر کو خبر نہ ہو اور اسے پھل دینے نہ پڑ جائیں اور صحیح سالم پورے پھل قبضے میں آ جائیں۔ باغ والے اپنے گناہوں کی وجہ سے پھلوں سے محروم ہو گئے۔

﴿وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ﴾

''وہ استثناء نہیں کر رہے تھے'' (18)

سوال: ﴿وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ﴾ ''وہ استثناء نہیں کر رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ﴾ ''وہ استثناء نہیں کر رہے تھے'' یعنی انہوں نے قسمیں کھائیں اور ان شاء اللہ نہ کہا تو ان کی قسمیں لوٹیں۔

(2) ان شاء اللہ نہ کہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہیں ہوتی، برکت اٹھ جاتی ہے اور انسان محروم ہونے والوں میں ہو جاتا ہے۔

﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾

''چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا حالانکہ وہ سو رہے تھے'' (19)

سوال: ﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾ ''چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا حالانکہ وہ سو رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ''چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا'' یعنی ایک آگ جو رات کے وقت باغ پر نازل ہوئی اور اسے جلا دیا۔

(2) ﴿وَهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ سو رہے تھے'' یعنی وہ محو خواب تھے اور عذاب نے باغ کو برباد کر دیا۔

(3) حدیث میں ہے کہ گناہ سے بچو۔ بعض گناہ ایسے ہیں جن کی بدولت انسان اس رزق سے محروم ہوجاتا ہے جو اس کے لئے تیار کیا گیا ہے پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا: یہ لوگ اپنے گناہ کی بدولت اپنے باغ کی پیداوار سے محروم ہوگئے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی: 674/1)

﴿فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ﴾

''تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہوگیا'' (20)

سوال: ﴿فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ﴾ ''تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہوگیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ﴾ ''تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہوگیا'' یعنی باغ پر آسمانی عذاب اترا تو وہ سیاہ رات کی طرح یا سیاہ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح خشک ہوکر رہ گیا۔ (2) انہیں اس مصیبت کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔

﴿فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ﴾

''پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا'' (21)

سوال: ﴿فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ﴾ ''پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ﴾ ''پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا'' جب صبح ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ اگر پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو منہ اندھیرے اتار لاؤ۔

﴿اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ﴾

''یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو'' (22)

سوال: ﴿اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ﴾ ''یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ﴾ ''یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو'' یعنی اگر تمہیں پھل چاہئیں تو صبح سویرے باغ کا ارادہ کرکے وہاں جا پہنچو۔

﴿فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ﴾

''چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے'' (23)

سوال: ﴿فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿فَانْطَلَقُوْا﴾''چنانچہ وہ چل پڑے''یعنی وہ باغ کا ارادہ کر کے چل پڑے۔

(2)﴿وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ﴾''اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے''وہ چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے کہ ان کی باتیں سنائی بھی نہیں دے رہی تھیں۔

(3)اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ آپس میں چپکے چپکے اللہ تعالیٰ کے حق سے ایک دوسرے کو روکتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے:﴿اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ﴾''کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔(تفسیر سعدی:2821/3)

﴿اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ﴾

''کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے''(24)

سوال:﴿اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ﴾''کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ﴾''کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے'' یعنی لوگوں کے نکلنے سے پہلے گھروں سے نکلو اور ایک دوسرے کو فقراء اور مساکین کو محروم کرنے کے لیے تلقین کرتے جا رہے تھے۔

﴿وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ﴾

''اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے''(25)

سوال:﴿وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ﴾''اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ﴾''اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے''یعنی جس بات پر ان کا اتفاق تھا اور جس کو انہوں نے دل میں چھپایا اور جس کو سرگوشیوں میں ایک دوسرے تک پہنچایا وہ یہ گمان تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو روکنے پر قدرت رکھتے ہیں اور یہ کہ وہ باغ پر بھی پوری طرح قادر ہیں۔

(2)وہ پوری قوت سے دوڑ کر باغ کی طرف گئے۔وہ فقراء پر ناراض تھے اور انہیں یقین تھا کہ وہ پھل توڑ کر گھر لے آئیں گے۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ﴾

''مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا:''یقیناً ہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں''(26)

سوال: ﴿فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ﴾ ''مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ''یقیناہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ﴾ ''مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ''یقیناہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں'' جب انہوں نے باغ دیکھا تو سناٹے میں آگئے کہنے لگے کہیں اندھیرے میں راستہ تو نہیں بھول گئے، ہم کسی اور کے باغ میں تو نہیں آگئے؟ (2) انہوں نے کہا: یہ تو جلا ہوا باغ ہے اور ہمارا باغ تو ہرا بھرا تھا۔ جب انہوں نے غور کیا تو انہیں یقین آگیا کہ انہیں کا باغ ہے۔

﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾

''بلکہ ہم محروم ہیں'' (27)

سوال: ﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم محروم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم محروم ہیں'' باغ والے کہنے لگے کہ ہماری قسمت خراب ہے۔ ہم تو محروم رہ گئے، ہماری ساری محنت رائیگاں گئی، باغ تو ہمارا تھا مگر پھلوں میں ہمارا حصہ نہ تھا۔ (2) اس وقت وہ پہچان گئے کہ ہم باغ سے محروم ہو گئے ہیں۔

﴿قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ﴾

''اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ''کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' (28)

سوال: ﴿قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ﴾ ''اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ''کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ﴾ ''اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ''کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' ان میں سے بھلے آدمی نے کہا جو انصاف پسند تھا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہیں کرتے؟ تم قسمیں کھا رہے تھے اور تم ان شاء اللہ نہیں کہہ رہے تھے۔

(2) اگر تم ان شاء اللہ کہتے تو تمہارے ساتھ وہ سلوک نہ ہوتا جو اب ہوا ہے۔

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے'' (29)

سوال: ﴿قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے'' اب وہ کہنے لگے ﴿سُبْحٰنَ رَبِّنَآ﴾ 'ہمارا رب پاک ہے'' ہم ہی ظالم ہیں۔ اب انہیں فرماں برداری کی سوجھی، انہوں نے اپنی کوتاہی کو سمجھ لیا۔ مگر ان سے عذاب نہیں ہٹایا جاسکتا۔ (2) یہ ممکن ہے کہ ان کی تسبیح، اپنے اوپر ظلم کرنے کا اقرار، گناہوں کو ہلکا کروادے۔ اس لیے وہ نادم ہوئے۔

﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ﴾

''پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہوکر آپس میں ملامت کرنے لگے'' (30)

سوال: ﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ﴾ ''پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہوکر آپس میں ملامت کرنے لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ﴾ ''پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہوکر آپس میں ملامت کرنے لگے'' وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے کہ ذرا سے لالچ سے محتاجوں کا حق مارنا چاہا۔ اس وقت سب نے اقرار کیا کہ ہم سے بڑی غلطی ہوگئی۔

﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی یقیناً ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے'' (31)

سوال: ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی یقیناً ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی یقیناً ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے'' وہ کہنے لگے کہ ہم نے بڑا ظلم کیا ہم مسکینوں کا حق مارنا چاہتے تھے۔ ہمیں ہماری بدنیتی کی سزا مل گئی۔ ہم نے فقیروں کے منہ کا نوالا بھی چھین لیا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حق میں حد سے بڑھنے والے تھے۔

﴿عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ﴾

''اُمید ہے ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر باغ دے گا، یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں'' (32)

سوال: ﴿عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ﴾ ''اُمید ہے ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے

بہتر باغ دے گا، یقیناہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ﴾''اُمید ہے ہمارارب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر باغ دے گا، یقیناہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں''انہوں نے کہا شاید ہمارارب ہمیں اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے یعنی دنیا میں بھی یا ہماری آخرت بہتر بنادے۔

(2)انہوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بہتر عطا کرے گا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں گے اور اس دنیا میں اس کے سامنے اصرار کے ساتھ التجائیں کرتے رہیں گے۔پس اگر وہ ایسے ہی تھے جیسے وہ کہتے تھے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے حال کو بدل دیا ہوگا کیونکہ جو کوئی صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ امید وابستہ کرتا ہے تو وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے وہ اسے عطا کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2822/3)

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اسی طرح عذاب آتا ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے''(33)

سوال:﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾''اسی طرح عذاب آتا ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے''ناشکری کا وبال بہت بڑا ہے، اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ﴾''اسی طرح عذاب آتا ہے''یعنی جو لوگ رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں، حق کا انکار کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

(2)ان نافرمانوں، ناشکرے لوگوں اور بخیلوں پر جو ضرورت مندوں کا حق مارتے ہیں اسی قسم کی تکلیفیں آتی رہیں گی اور آخرت کا عذاب بڑا تکلیف دہ ہے۔

(3)اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ وقوع پذیر ہوا، اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا: یعنی اس شخص کے لیے اسی طرح دنیاوی عذاب ہے جو عذاب کے اسباب کو اختیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے وہ چیز سلب کرلے جس کی بنیاد پر اس نے سرکشی اور بغاوت کا رویہ اپنایا اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، نیز یہ کہ وہ اس سے وہ چیز زائل کردے جس کا وہ سب سے زیادہ ضرورت مند ہے۔(تفسیر سعدی:2822/3)

(4)﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾''اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے۔''یعنی جو اس حقیقت کو جانتا ہے کہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے تو اس کا علم ایسے سبب سے روکتا ہے جو اجر وثواب سے محروم کردے اور عذاب کو واجب کردے۔

رکوع نمبر 4

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں'' (34)

سوال: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں'' تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے ثواب کی امید رکھنے اور عذاب کے خوف سے نافرمانی سے رکنے پر سدابہار باغوں کی بشارت دی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں'' رب العزت نے دنیا کے باغ کا تذکرہ کیا اور یہ بتایا کہ ان کی ناشکری اور بخیلی انہیں کہاں تک پہنچا گئی۔ ساتھ ہی یہاں پر حق پر چلنے والوں کے بارے میں وضاحت فرمائی کہ انہیں آخرت میں سدابہار باغ ملیں گے۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومن پر کسی ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا دنیا میں بھی اسے اس کا اجر دے گا اور آخرت میں بھی اس کا اجر دے گا اور رہا کافر تو جو نیک عمل اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کیے ہوں گے ان کا پورا صلہ اسے دنیا ہی میں مل جائے گا۔ پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔'' (مسلم:7089)

(3) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (١٥) اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ (١٦)﴾ ''یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہیں جو کچھ اُن کا رب اُنہیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے۔''

(الذریات:15,16)

(4) ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (٣١) حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (٣٢) وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (٣٣) وَّكَاْسًا دِهَاقًا (٣٤) لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (٣٥)﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام اُس میں نہ وہ کوئی لغو سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ۔'' (النباء:31,35)

﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ﴾

''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟'' (35)

سوال: ﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟'' اللہ رب العزت نے فرمایا: اے لوگو! کیا میں آخرت کے اعزاز اور ان نعمتوں میں ان لوگوں نے جنہوں نے دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ اطاعت کی اور میرے اوامر و نواہی کے سامنے جھک گئے اور وہ لوگ جنہوں نے گناہ کمائے اور نافرمانیوں پر تلے رہے اور میرے اوامر و نواہی کی مخالفت کی ان کو ایک برابر کر دوں؟ ہرگز نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا نہیں کرتی کہ فرماں بردار اور مجرم جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کے ساتھ جنگ کی، ان کو برابر کر دیں۔

(3) انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اطاعت کرنے والوں کو سدا بہار جنتیں دی جائیں جن کی بہاریں کبھی فنا نہیں ہوں گی اور نافرمانوں کو جہنم رسید کر دیا جائے۔

﴿مَا لَكُمْ ۖ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾

''تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (36)

سوال: ﴿مَا لَكُمْ ۖ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ ''تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا لَكُمْ ۖ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ ''تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' یعنی تم کیسے یہ حکم صادر کرتے ہو؟ تمہاری کیا حجت اور کیا دلیل ہے؟ (2) فرمانبرداروں اور مجرموں کو برابر قرار نہ دو، اللہ کے نزدیک وہ برابر نہیں ہیں۔

(3) فرماں بردار کے لیے ہمیشہ کا اعزاز ہے اور نافرمان کے لیے ہمیشہ کی رسوائی ہے۔ (جامع البیان: 39/29)

(4) جو کوئی یہ رائے دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اجر میں برابر کر دے گا اس نے برا فیصلہ کیا ہے، اس کی رائے باطل ہے۔

﴿اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ﴾

''یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟'' (37)

سوال: ﴿اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ﴾ ''یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ﴾ ''یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟'' یعنی کیا تمہارے پاس کسی الہامی کتاب کی سند ہے جسے تم پڑھتے اور اس کی تلاوت کرتے ہو۔

(2) یعنی کیا تم ایسی کتاب پاتے ہو جس میں نافرمان اور فرمان بردار برابر ہو جائیں۔ (قرطبی: 184/9)

﴿اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ﴾

''کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو''(38)

سوال: ﴿اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ﴾ ''کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ﴾ ''کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو'' یعنی کیا تم اس کتاب میں وہ پاتے ہو جو تم چاہتے ہو تو اس کا جواب نفی میں ہے۔

(2) تمہیں جو کتاب ملی ہے وہ بزرگوں سے ملی ہے جس میں تمہارے خیالات کے مطابق من مانی باتیں ہیں۔

﴿اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ﴾

''یا تمہارے لیے ہمارے ذمے کوئی عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک پہنچنے والے ہیں کہ تمہارے لیے یقیناوہی ہوگا جس کا تم فیصلہ کرو گے''(39)

سوال: ﴿اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ﴾ ''یا تمہارے لیے ہمارے ذمے کوئی عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک پہنچنے والے ہیں کہ تمہارے لیے یقیناوہی ہوگا جس کا تم فیصلہ کرو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''یا تمہارے لیے ہمارے ذمے کوئی عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک پہنچنے والے ہیں'' یعنی کیا ہم نے تم سے پختہ عہد لے رکھا ہے کہ معاملات تمہارے گمان کے مطابق ہی پیش آئیں گے؟

(2) اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت تک ان کے لیے اس بات کا کوئی عہد ہے نہ حلف کہ ان کے لیے وہ سب کچھ ہو جس کا وہ فیصلہ کریں اور جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں، اس کے حصول میں ان کے کوئی شریک اور معاون بھی نہیں ہیں۔ اگر ان کے شرکاء اور معاون و مددگار ہیں تو ان کو لائیں اگر وہ سچے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ یہ سب کچھ بہت بعید ہے، ان کے پاس کوئی کتاب ہے نہ نجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے کوئی عہد ہے اور نہ ان کے شریک ہیں جو ان کی مدد کریں، پس معلوم ہوا کہ ان کا دعویٰ باطل اور فاسد ہے۔ (تفسیر سعدی: 2823/3)

(3) ﴿اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ﴾ ''کہ تمہارے لیے یقیناوہی ہوگا جس کا تم فیصلہ کرو گے'' یعنی جو تمہارے نفس تمہارے لئے چاہیں گے ہم تمہیں وہ عطا کر دیں گے۔

﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾

''ان سے پوچھیے کہ اُن میں سے کون اس کا ضامن ہے؟''(40)

سوال: ﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾ ''ان سے پوچھیے کہ اُن میں سے کون اس کا ضامن ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾ ''ان سے پوچھیے کہ اُن میں سے کون اس کا ضامن ہے؟'' آپ ﷺ ان سے پوچھیں کون

اس بات کا ذمہ دار ہے جس کا باطل ہونا واضح ہے کہ ان کے لیے جنت ہے جبکہ رب العزت نے ان کے لئے جہنم مقرر کر رکھی ہے۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾

''یا اُن کے کچھ شریک ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں'' (41)

سوال: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾ ''یا اُن کے کچھ شریک ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾ ''یا اُن کے کچھ شریک ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں'' یعنی کیا ان کے لئے شرکاء ہیں جو ان کی موافقت کریں کہ وہ ان کی کفالت کریں گے تو وہ انہیں لے آئیں گے اگر اس بارے میں سچے ہیں۔ (2) یعنی جھوٹے شریکوں سے ہی کہلوا دیں کہ ہم جنت دلوا دیں گے اور اگر وہ کہیں تو ان کا دعویٰ بھی باطل ہے۔

﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾

'' جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور وہ سجدوں کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ استطاعت نہیں رکھیں گے'' (42)

سوال: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ ''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور وہ سجدوں کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ استطاعت نہیں رکھیں گے'' کشف ساق کی تفسیر اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ ''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی'' یعنی جب قیامت کا دن ہوگا اور ایسے ایسے زلزلے اور ہولناکیاں ظاہر ہوں گی جو وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں، باری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرنے اور ان کو جزا وسزا دینے کے لیے تشریف لائے گا۔ پس وہ اپنی مکرم پنڈلی کو ظاہر کرے گا جس سے کوئی چیز مشابہت نہیں رکھتی، لوگ اللہ تعالیٰ کا جلال وعظمت دیکھیں گے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2824/3)

(2) اللہ تعالیٰ کی پنڈلی ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس لیے ہم بلا کیف اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (تفسیر ترجمان القرآن: 515/3)

(3) یعنی نیک لوگوں کو سدا بہار جنتیں اس دن دی جائیں گی جب پنڈلی کھول دی جائے گی۔

(4) ﴿وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ ''اور وہ سجدوں کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ استطاعت نہیں رکھیں گے۔'' اس دن ان کے امتحان کے طور پر انہیں سجدے کے لئے بلایا جائے گا کہ ان میں سے کون ایمان اور اخلاص کے ساتھ سجدے کرتا ہے اور وہ کون ہے جو نفاق اور ریاکاری کے لئے سجدے کرتا ہے تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ان کی پیٹھ تختے کی طرح ہو جائے گی۔

(5) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ ہمارا رب قیامت کے دن اپنی پنڈلی

کھولے گا اس وقت ہر مومن اور ہر مومنہ عورت اس کے لئے سجدہ میں گر پڑیں گے، صرف وہ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھاوے اور ناموری کے لئے سجدہ کرتے تھے۔ جب وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختہ ہو جائے گی اور وہ سجدہ کے لئے نہ مڑ سکیں گے۔ (صحیح بخاری:4919)

﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ﴾

''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی، ذلت اُن پر چھا رہی ہوگی، حالانکہ بلاشبہ انہیں سجدوں کے لئے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے'' (43)

سوال: ﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ﴾ ''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی، ذلت اُن پر چھا رہی ہوگی، حالانکہ بلاشبہ انہیں سجدوں کے لئے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے'' نماز نہ پڑھنے پر رب العزت نے وعید دی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ﴾ ''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی'' دنیا میں نماز نہ پڑھنے والے مغرور لوگوں کی نگاہیں خوف کی شدت کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی۔

(2) ﴿تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ ''ذلت اُن پر چھا رہی ہوگی'' ذلت ان کو ڈھانپ لے گی اور وہ شدید حسرت و ندامت میں ہوں گے۔

(3) ﴿وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ انہیں سجدوں کے لئے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے'' یعنی دنیا میں انہیں نماز کے لئے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے۔ وہ تکبر کی وجہ سے سجدہ نہیں کرتے تھے۔ وہ نمازوں سے جی چراتے تھے۔ قیامت کے دن انہیں سجدہ نصیب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوگا اور ان کے سارے اسباب کٹ جائیں گے اس دن ندامت اور عذر کام نہیں آئیں گے۔

﴿فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے'' (44)

سوال: ﴿فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے'' قرآن و حدیث کی مخالفت کرنے والوں کے لیے استدراج ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ﴾ ''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے'' اس آیت میں قرآن و حدیث کی مخالفت کرنے والوں کے لیے بڑی وعید ہے کہ آپ انہیں مجھ پر چھوڑ دیں میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔

(2)﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے'' آپ تو دیکھتے ہیں کہ میں کس طرح آہستہ آہستہ انہیں پکڑتا ہوں ان کی روز بروز سرکشی اور فرعون سامانی بڑھتی رہے گی اور میری مہلت کی مصلحت سے قطعی غافل رہیں گے۔ آخر ایک دن پاپ کا یہ گھڑا ٹوٹے گا اور ان کا بھانڈا پھوٹے گا۔ میں دفعتاً انہیں پکڑ لوں گا۔ جب گناہ پر گناہ کرنے کے باوجود انہیں ڈھیل ملے گی اور عیش و آرام اور مال و دولت میں برکتیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ ہمارے عقیدے اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہماری عزت ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ(۵۵) نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔'' (المومنون:55,56)

(4)﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ ''سو جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے۔'' (الانعام:44)

(5)اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی چال بڑی مضبوط ہے۔

﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾

''اور میں ان کو مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے'' (45)

سوال:﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ ''اور میں ان کو مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ﴾ ''اور میں ان کو مہلت دوں گا'' یعنی ہم نے انہیں مہلت دے رکھی ہے۔ انہیں مال اور اولاد میں برکتیں دی ہیں۔ انہیں عیش و آرام میں وسعت دی ہے جس سے ان کے دماغ خراب ہو گئے ہیں، اور وہ اکڑ گئے ہیں۔

(2)﴿اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ ''یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے'' یہ ایک تدبیر ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

(3) کید کا معنی کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے خفیہ تدبیر کرنا۔ داؤ یا چال چلنا اور کید ساحر کے معنی جادوگر کے ہتھکنڈے۔ ایسی

تدبیر کا مقصد اگر درست اور نیک ہو تو یہ جائز ہے اور اگر برا ہو تو یہ مذموم ہے۔(تیسیر القرآن:4/506)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ کی چال بڑی مضبوط ہے جو ان کو نقصان پہنچانے کے لئے کارگر ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے، بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے۔''(ہود:102)

(6) زمخشری نے کہا: صحت، رزق اور لمبی عمر اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کا فضل ہے جو شکر اور اطاعت کو واجب کرتا ہے۔لیکن یہی ان کے اپنے اختیارات کی وجہ سے ان کے لئے کفر کا سبب بن جاتا ہے، جو انہیں آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔(تفسیر قاسمی:16/167)

﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾

''یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟''(46)

سوال:﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾ ''یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا﴾ ''یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں'' یعنی کیا آپ ﷺ کوئی دعوت وتبلیغ کے کام پر ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں۔(2)﴿فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾ ''کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟'' یعنی کیا وہ تاوان دیتے ہیں جو ان پر بوجھ ہے۔

(3) آپ ﷺ تو ان کے نفع کے لیے انہیں تعلیم دیتے، آپ ﷺ انہیں اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔آپ ﷺ سے دور بھاگنے اور آپ ﷺ کی تصدیق نہ کرنے کا کوئی سبب ان کے پاس موجود نہیں ہے۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ﴾

''یا اُن کے پاس غیب ہے تو وہ لکھتے ہیں؟''(47)

سوال:﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ ''یا اُن کے پاس غیب ہے تو وہ لکھتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ﴾ ''یا اُن کے پاس غیب ہے'' یعنی کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے؟

(2)﴿فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ ''تو وہ لکھتے ہیں؟'' یعنی جو وہ کہتے ہیں اس میں لکھا جاتا ہے۔

(3) ان کے پاس غیب کا علم نہیں کہ وہ اس بات کو پا چکے ہوں کہ وہ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ثواب سے بہرہ ور ہوں گے۔یہ معاملہ جیسا بھی ہے، ان کا حال تو ایک معاند اور ظالم کا سا ہے، پس اس کے سوا کچھ باقی نہیں کہ ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کیا جائے اور جو کچھ ان سے صادر ہو رہا ہے اس پر تحمل کا مظاہرہ کیا جائے اور ان کو بار بار دعوت دی جائے۔(تفسیر سعدی:3/2825)

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾

'' چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم تک صبر کرو اور مچھلی والے کی مانند نہ ہو جاؤ، جب اُس نے دُعا کی حالانکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا'' (48)

سوال: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم تک صبر کرو اور مچھلی والے کی مانند نہ ہو جاؤ، جب اُس نے دُعا کی حالانکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم تک صبر کرو'' اے رحمت عالم ﷺ! آپ اپنی قوم کی اذیتوں پر، ان کے جھٹلانے پر صبر سے کام لیں۔ وہ وقت جلد آنے والا ہے جب آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کا انجام بخیر ہوگا۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ دیں گے اور آخرت میں بھی، سدا بہار جنتیں اور نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہوں گی۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے شرعاً اور قدراً جو فیصلہ کیا ہے اس پر صبر کیجئے۔ حکم قدری یہ ہے کہ ایذا پر صبر کیا جائے، ناراضی اور بے صبری کے ساتھ ان کا سامنا نہ کیا جائے، حکم شرعی کو قبول کیا جائے، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور اس کے امر کی اطاعت کی جائے۔ (تفسیر سعدی: 2826/3)

(3) ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ﴾ ''اور مچھلی والے کی مانند نہ ہو جاؤ'' مچھلی والے نبی سے مراد سیدنا یونس علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم سے ناراض ہو کر نکلے تو کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی جب بھنور میں پھنس گئی تو لوگوں نے کہا: کوئی شخص ہے جو مالک کا نافرمان ہے انہوں نے کہا: میں ہی ہوں۔ قرعہ ڈالنے پر ان ہی کا نام نکلا، کشتی والوں نے انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ ایک مچھلی نے انہیں نگلا اور سمندر کی تہہ میں جا کر بیٹھ گئی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔'' (الصٰفٰت: 132) سیدنا یونس علیہ السلام نے وہاں سمندر اور سمندر کی مچھلیوں کو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہوئے پایا تو پکار اٹھے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرمائی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔'' (الانبیاء: 88)

(4) ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ﴾ ''اور مچھلی والے کی مانند نہ ہو جاؤ'' یعنی ان کی طرح عجلت اور غضب میں نہ آنا۔ (جامع البیان: 47/29)

(5) ﴿اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾ ''جب اُس نے دُعا کی حالانکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔'' مَكْظُوْمٍ۔ كظم سانس کی نالی کو کہتے ہیں اور كظيم السقا بمعنی مشک کو پانی سے لبالب بھر کر اس کا منہ بند کر دینا۔ اور كظيم اور مكظوم اس شخص کو کہتے ہیں جو غم یا غصہ سے سانس کی نالی تک بھرا ہوا ہو مگر اس کا اظہار نہ کرے اور اسے دبا جائے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 506/4)

(6) یعنی غم اور غصے نے سیدنا یونس علیہ السلام کو بوجھل کر دیا تھا۔ (جامع البیان: 47/29)

(7) یعنی انہوں نے پکارا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے اور ان پر دروازہ بند کر دیا گیا تھا یا یہ کہ انہوں نے پکارا اور وہ ہم وغم سے لبریز تھے، چنانچہ کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی، چنانچہ مچھلی نے انہیں، جب کہ وہ بیمار تھے، چٹیل میدان میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کدو کی بیل اگا دی۔ (تفسیر سعدی: 2826/3)

﴿لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ﴾

''اگر اس کے رب کی نعمت نے اسے سنبھال نہ لیا ہوتا تو وہ مذمت کیا ہوا چٹیل زمین میں پھینک دیا جاتا'' (49)

سوال: ﴿لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ﴾ ''اگر اس کے رب کی نعمت نے اسے سنبھال نہ لیا ہوتا تو وہ مذمت کیا ہوا چٹیل زمین میں پھینک دیا جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اگر اس کے رب کی نعمت نے اسے سنبھال نہ لیا ہوتا'' یعنی اگر رب کی رحمت نے انہیں ڈھانپ نہ دیا ہوتا۔

(2) ﴿لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ﴾ ''تو وہ مذمت کیا ہوا چٹیل زمین میں پھینک دیا جاتا'' یعنی انہیں چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان کا حصار کر لیا اور انہیں اس حال میں پھینکا گیا کہ وہ محمود تھے اور ان کی حالت بہتر ہو گئی۔

﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''پھر اُس کے رب نے اُسے منتخب کیا، پس اسے نیک لوگوں میں شامل کر دیا'' (50)

سوال: ﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''پھر اُس کے رب نے اُسے منتخب کیا، پس اسے نیک لوگوں میں شامل کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ﴾ ''پھر اُس کے رب نے اُسے منتخب کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انہیں منتخب کر لیا اور انہیں کدورت سے پاک کر دیا۔

(2) کاشانی نے کہا: انہیں فطری سلامتی اور ان کے نور کی استعداد کو باقی رکھا اور غضب کے برے اثرات سے بچایا اور نفس کی زیادتی سے توبہ کی توفیق دی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قریب کر لیا۔ (تفسیر قاسمی: 268/16)

(3) ﴿فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''پس اسے نیک لوگوں میں شامل کر دیا'' یعنی انہیں نبوت اور رسالت عطا فرمائی۔

(4) یعنی انہیں نیکی میں کامل کر دیا، انہیں گناہ سے بچا لیا اور انہیں نبوت لوٹا دی اور ان کی شفاعت ان کے اپنے حق میں اور ان کی قوم کے حق میں قبول کی اور انہیں ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا۔ (فتح القدیر: 339/5)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متی سے بہتر قرار دے۔'' (بخاری:3416,3413)

﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾

''اور قریب ہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کو اپنی نگاہوں سے ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر سنتے ہیں اور کہتے ہیں:

''یقیناً یہ تو بالکل دیوانہ ہے'' (51)

سوال: ﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ''اور قریب ہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کو اپنی نگاہوں سے ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر سنتے ہیں اور کہتے ہیں: ''یقیناً یہ تو بالکل دیوانہ ہے'' نظر کی تاثیر کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ﴾ ''اور قریب ہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کو اپنی نگاہوں سے ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر سنتے ہیں'' یعنی کافر آپ ﷺ سے بغض رکھتے ہیں اسی وجہ سے گھور گھور کر نظر لگانا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حمایت اور اس کی پناہ نہ ہو تو یہ آپ کو پھسلا دیں۔ معلوم ہوا کہ نظر کی تاثیر اور اس کا لگ جانا برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی، بہرحال جب تم سے (نظر بد کی وجہ سے) غسل کروایا جائے تو غسل کر لیا کرو۔'' (مسلم:5702)

(3) سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سہل بن حنیف (ان کے باپ) نہا رہے تھے کہ سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے۔ انہوں نے کہا: میں نے تو ایسا آدمی نہیں دیکھا۔ پردہ والی عورت کا بھی تو بدن ایسا نہیں دیکھا۔ تھوڑی دیر گزری کہ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ گر پڑے (عامر کی نظر سے)۔ لوگ ان کو نبی ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا: سہل کی خبر لیجیے۔ وہ گر پڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا گمان کس پر ہے (یعنی کس کی نظر لگی ہے اس کو)؟'' انہوں نے کہا: عامر پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بھلا یہ کیا بات ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے (بدنظر سے)۔ جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی میں وہ بات دیکھے جو اس کو پسند آئے تو برکت کی دعا کرے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس کے لیے پانی منگوایا اور عامر کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اپنا منہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک اور دونوں گھٹنے اور اپنے تہہ بند کے اندر کا بدن۔ آپ ﷺ نے وہ پانی سہل پر ڈالنے کا حکم دیا۔ سفیان نے کہا، معمر نے زہری سے یوں روایت کی کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ برتن سہل کے پیچھے سے ان پر اوندھا دیا جائے۔ (ابن ماجہ:3509)

(4) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے محمد ﷺ آپ ﷺ بیمار ہو گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ انہوں نے کہا: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے ہر اس چیز کے شر سے جو آپ ﷺ کو تکلیف دینے والی ہو اور ہر نفس یا حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے میں آپ ﷺ کو دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفا دے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ ﷺ کو دم کرتا ہوں۔'' (مسلم:5700)

(5) سیدنا عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! جعفر کے بچوں کو نظر لگتی ہے۔ کیا میں ان کے لیے دم کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے ہو سکتی تو وہ نظر ہوتی۔'' (ابن ماجہ:3510، ترمذی:2059)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ نظر لگ جانے کی وجہ سے دم کروالیا کریں۔ (بخاری:5738)

(7) نبی ﷺ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے۔ ﴿أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ﴾ میں تمہیں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ ہر شیطان اور زہریلے جانور سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے (اللہ کی) پناہ میں دیتا ہوں۔ (بخاری:3371)

(8) ابن عساکر میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ اس وقت غمزدہ تھے جب پوچھا تو فرمایا حسن حسین رضی اللہ عنہما کو نظر لگ گئی ہے، فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے، آپ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ نبی ﷺ نے پوچھا: وہ کونسے کلمات ہیں؟ فرمایا یوں کہو: ﴿اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيمِ وَالْمَنِّ الْقَدِيمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيمِ وَلِيَّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَالدَّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ أَنْفُسِ الْجِنِّ وَأَعْيُنِ الْإِنْسِ﴾ یعنی اے اللہ اے بڑی بادشاہی والے اے زبردست قدیم احسانوں والے، اے بزرگ تر چہرے والے پورے کلموں والے اور اے دعاؤں کی قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسن اور حسین کو تمام جنات کی ہواؤں اور انسانوں کی آنکھ سے پناہ دے، نبی ﷺ نے یہ دعا پڑھی وہیں دونوں بچے اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور آپ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے، نبی ﷺ نے فرمایا لوگوں کو اپنی جانوں کو اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی دعا کے ساتھ پناہ دیا کرو اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا نہیں۔ (ابن کثیر:412,413)

(9) نبی ﷺ انسانوں اور جنوں سے پناہ مانگتے تھے۔ جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے پڑھنے کو معمول بنا لیا اور باقی چیزیں چھوڑ دیں۔ (صحیح ترمذی، الالبانی:2150)

(10) ﴿وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ﴾ ''اور کہتے ہیں: یقیناً یہ تو بالکل دیوانہ ہے'' آپ ﷺ سے حسد کرتے ہوئے نہ صرف آپ ﷺ کو گھورتے ہیں بلکہ زبان درازی بھی کرتے ہیں، ذاتیات پر حملے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن پیش کرنے والے آپ دیوانے ہو۔

﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''حالانکہ وہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت کے علاوہ کچھ نہیں'' (52)

سوال: ﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''حالانکہ وہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت کے علاوہ کچھ نہیں'' قرآن مجید تمام جہان والوں کے لئے نصیحت ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ﴾ ''حالانکہ وہ نصیحت کے علاوہ کچھ نہیں'' قرآن حکیم سارے جہان والوں کے لئے نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔ اسی کے ذریعے ایمان لانے والے دینی اور دنیاوی معاملات میں نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

(2) ﴿لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تمام جہانوں کے لیے'' یعنی جنوں اور انسانوں کے لئے نصیحت ہے۔

(3) قرآن مجید انسانی زندگی کی راہ نمائی کی کتاب ہے۔ اس میں انسان کو شعوری غلطیوں اور غلط فہمیوں سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے یعنی شرک، کفر، نفاق اور فسق سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دلائل دیئے، طرح طرح سے سمجھا کر نصیحت کا حق ادا کیا ہے تاکہ انسان کا شعور پاک ہو جائے اور عقل درست کام کرنے کے قابل ہو جائے۔

(4) قرآن مجید نے دنیا کی زندگی کی حقیقت کو مثالوں سے ایسے سمجھایا ہے کہ انسان اپنی زندگی کا سچا مقصد پا کر اسے پورا کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ (5) قرآن مجید انسان کو جنت کی منزل کے لئے محنت کرنے کے لئے تیار کرتا ہے، خیر خواہی سے ترغیبات دلاتا ہے۔

(6) قرآن مجید میں انسان کو برائیوں سے بچنے کے لئے جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے طرح طرح سے سمجھایا ہے۔

(7) قرآن مجید میں انسانی زندگی کی راہ نمائی کے لئے واضح پروگرام دیا گیا۔ زمین پر رہنے والوں کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لئے دل لگتے دلائل، گزشتہ قوموں کی ہلاکت اور آخرت کے انجام سے اللہ تعالیٰ نے قبول کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔ یوں ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید جہان والوں کے لئے نصیحت اور خیر خواہی ہے۔

اٰیاتھا ۵۲ | ۶۹ سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ ۷۸ | رکوعاتھا ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔ اس میں دو رکوع اور 52 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 69 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 78 ہے۔

سوال3:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ فجر کی نماز میں سورہ الحاقہ اور اس جیسی دوسری سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:676/1)

رکوع نمبر 5

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلْحَآقَّةُ﴾

''حق ثابت ہونے والی'' (1)

سوال: ﴿اَلْحَآقَّةُ﴾ ''حق ثابت ہونے والی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْحَآقَّةُ﴾ ''حق ثابت ہونے والی'' قیامت کا نام ہے وہ ایسا دن ہوگا جو ثابت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں پوری ہوں گی۔ (2) اس دن تمام چیزوں کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور سینوں کے بھید کھولے جائیں گے۔

(3) رب العزت نے اس دن کے بارے میں فرمایا: ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱) لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (۲)﴾ ''جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔ اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔'' (الواقعہ:1،2)

﴿مَا الْحَآقَّةُ﴾

''کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' (2)

سوال: ﴿مَا الْحَآقَّةُ﴾ ''کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿مَا الْحَآقَّةُ﴾ ''کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' اس سوال کو دوبارہ اس مقصد کے لیے کیا گیا تاکہ قیامت کی عظمت کو ثابت کیا جائے۔

﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَآقَّةُ﴾

''اور کس چیز نے آپ کو خبر دی کہ کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' (3)

سوال: ﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَآقَّةُ﴾ ''اور کس چیز نے آپ کو خبر دی کہ کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَآقَّةُ﴾ ''اور کس چیز نے آپ کو خبر دی کہ کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' یعنی تمہیں کیا معلوم کہ وہ کتنی عظیم ہے۔ اس کی پوری کیفیت تمہیں معلوم نہیں۔

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ﴾

''ثمود اور عاد نے کھٹکھٹانے والی (قیامت) کو جھٹلایا تھا''(4)

سوال: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ﴾ ''ثمود اور عاد نے کھٹکھٹانے والی (قیامت) کو جھٹلایا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ﴾ ''ثمود نے (قیامت) کو جھٹلایا تھا'' ثمود ایک مشہور قبیلہ ہے جن کی طرف سیدنا صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر مبعوث کیا گیا۔ ان کا علاقہ حجر تھا۔ ثمود کو سیدنا صالح علیہ السلام توحید کا حکم دیتے تھے، انہیں شرک سے روکتے تھے اور آخرت کی جواب دہی کے بارے میں خوف دلاتے تھے۔ (2) قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام کی دعوت کو جھٹلا دیا۔

(3) ﴿وَعَادٌ﴾ ''اور عاد نے'' عاد حضر موت کے باشندے تھے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ سیدنا ہود علیہ السلام نے بھی توحید اور آخرت کی جواب دہی کی تعلیم دی اور ان کو شرک سے روکا۔ قوم عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔

(4) ﴿بِالْقَارِعَةِ﴾ ''کھٹکھٹانے والی (قیامت)'' قَارِعَةٌ: قَرَعَ بمعنی ایک چیز کو دوسری پر اس طرح مارنا کہ اس سے آواز پیدا ہو۔ اور ''قرع الباب'' بمعنی اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور قَارِعَةٌ کے معنی کھڑکھڑانے والی، اور ابن الفارس کے نزدیک قَارِعَةٌ ہر وہ چیز ہے جو انسان پر شدت کے ساتھ نازل ہو۔ نیز قَارِعَةٌ قیامت کا صفاتی نام ہے۔ (تیسیر القرآن: 4/505)

(5) قیامت کو اس لیے کھٹکھٹانے والی کہا گیا کیونکہ وہ اپنی ہولناکیوں سے سب کے شعور کو ہلا دے گی۔

(6) قوم عاد اور قوم ثمود نے قیامت کو جھٹلا دیا۔

﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾

''سو جو ثمود تھے انہیں ایک حد سے بڑھی ہوئی آواز سے ہلاک کیا گیا''(5)

سوال: ﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾ ''سو جو ثمود تھے انہیں ایک حد سے بڑھی ہوئی آواز سے ہلاک کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾ ''سو جو ثمود تھے انہیں ایک حد سے بڑھی ہوئی آواز سے ہلاک کیا گیا'' ثمود کو ایک دلدوز چیخ نے ہلاک کر دیا۔ وہ ایک زبردست چنگھاڑ تھی جس سے ان کے جگر پاش پاش ہو گئے۔

(2) اوپر سے چنگھاڑ اور نیچے سے ہیبت ناک زلزلے نے ان کے چھکے چھڑا دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب مر گئے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ﴾ ''ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر جھٹلایا۔'' (الشمس: 11)

(4) بقول حضرت قتادہ طاغیہ کے معنی چنگھاڑ کے ہیں۔ (ابن کثیر: 414)

(5) جب ثمود کی روحیں پرواز کر گئیں تو ہر طرف ان کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾

''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی'' (6)

سوال: ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ ''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ ''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی'' یعنی عاد کو تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔ سخت ٹھنڈی اور تند و تیز ہوا نے قوم عاد کو کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح زمین پر گرا دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے متواتر 8 دن اور 7 راتیں ان پر بے خیر طوفانی ہوا کو مسلط رکھا۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: میری مدد پروا ہوا سے کی گئی اور عادی پچھوا ہوا سے تباہ ہوئے۔ (بخاری، مسلم)

﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾

''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں'' (7)

سوال: ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن ہوا کو مسلط رکھا۔ وہ ہوا رحمت اور برکت سے خالی تھی۔

(2) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے وہ ہوا ایسی تھی جس میں کوئی وقفہ نہیں آیا، لگاتار چلتی رہی۔ (جامع البیان: 51/29)

(3) حسوما کے معنی ''برابر'' یعنی لگاتار اور ''منحوس'' دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ (اشرف الحواشی: 676/1)

(4) ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی

کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں'' یعنی آپ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ ہلاک ہوکر مردہ پڑے ہیں۔ یعنی گویا کہ وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں جن کے سروں کو کاٹ دیا گیا ہے اور وہ ایک دوسرے پر گرے پڑے ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2828)

(5) خاویہ خراب سڑا ہوا، گلا ہوا، گرا ہوا یعنی ہواؤں نے عادیوں کو زمین سے اٹھا اٹھا کر زمین پر دے پٹخا جس سے ان کے سر دھڑ سے الگ ہوکر دور جا پڑے اور دھڑ کھجوروں کے پرانے تنوں کی طرح پڑے ہی رہ گئے۔ (السراج المنیر :2/2115)

﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ﴾

''کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو'' (8)

سوال: ﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ﴾ ''کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ﴾ ''کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو'' یعنی کیا ان میں سے کوئی زندہ دکھائی دیتا ہے؟ ان کی نسلوں میں کچھ بھی باقی نہ بچا وہ سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بھی بچ نہ سکا، سب فنا ہوگئے اور ان کی نسل کٹ گئی۔

﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ﴾

''اور فرعون نے اور جو اُس سے پہلے تھے اور اُلٹائی گئی بستیوں نے بھی گناہوں کا ارتکاب کیا تھا'' (9)

سوال: ﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ﴾ ''اور فرعون نے اور جو اُس سے پہلے تھے اور اُلٹائی گئی بستیوں نے بھی گناہوں کا ارتکاب کیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ﴾ ''اور فرعون نے اور جو اُس سے پہلے تھے'' یعنی قوم نوح، قوم عاد، اور قوم ثمود۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۪ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾﴾ ''اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کردیا۔ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کردیا بری طرح تباہ و برباد کرنا'' (الفرقان:38,39)

(2) دوسرکش قوموں کے علاوہ اور بھی نافرمان لوگ آئے۔ مثلاً فرعون جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تکبر کیا اور انہیں جھٹلا دیا۔

(3) ﴿وَالْمُؤْتَفِكٰتُ﴾ ''اور اُلٹائی گئی بستیوں نے بھی'' یعنی سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں جو ایسے گناہ کے کام کرتے تھے جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کیے۔ (4) ﴿بِالْخَاطِئَةِ﴾ ''گناہوں کا ارتکاب کیا تھا'' یعنی جو کفر، ظلم، عناد، سرکشی، فسق اور نافرمانی کے کام کرتے تھے۔

﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾

''پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی سخت گرفت میں پکڑا'' (10)

سوال: ﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾ ''پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی سخت گرفت میں پکڑا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ﴾ ''پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی'' یعنی ان سب قوموں نے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾ ''اُن سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب واقع ہو گیا۔'' (ص:14)

(2) انہوں نے رسول کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ﴾ ''اور اہل ایکہ اور قوم تبع نے، ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید سچ ثابت ہوئی۔'' (ق:14)

(3) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِالْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔'' (الشعراء:105)

(4) ﴿كَذَّبَتْ عَادُ ِالْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔'' (الشعراء:123)

(5) ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔'' (الشعراء:141)

(6) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''قومِ لوط نے رسولوں کو جھٹلایا۔'' (الشعراء:160)

(7) ﴿فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی سخت گرفت میں پکڑا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے پکڑا کہ اس کی گرفت سے وہ تباہ برباد ہو گئے۔

﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾

''بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا'' (11)

سوال: ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ ''بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ﴾ ''بے شک جب پانی حد سے گزر گیا'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کی بددعا سے ایسا ہمہ گیر طوفان آیا اور پانی اپنی حد سے گزر گیا۔ (2) یعنی دنیا کے اونچے اونچے پہاڑوں سے وہ پانی پندرہ گز اونچا تھا۔ (الدرالمنثور)

(3) آسمان نے لگاتار بارش برسائی اور زمین نے اپنا پانی اگل دیا۔ اس وقت رب العزت نے عظیم سیلاب میں کشتی پر سوار کر کے نجات عطا فرمائی۔

(4)﴿حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ ''تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی سرکش قوم کے غرق ہونے کے بعد جو مخلوق موجود تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ ان کو سوار کیا۔﴿فی الجاریۃ﴾ جب کہ یہ اپنے باپوں اور ماؤں کی صلب میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے طوفان سے نجات دی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرو، اس کا شکر کرو جس نے تمہیں اس وقت نجات دی جب اس نے سرکش لوگوں کو ہلاک کر ڈالا اور اس کی آیات سے عبرت حاصل کرو جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔ (تفسیر سعدی: 3/2828،2829)

﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾

''تا کہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں'' (12)

سوال: ﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾ ''تا کہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً﴾ ''تا کہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی کو تمہارے لیے عبرت اور نصیحت بنا دیں۔

(2) پہلی کشتی کا بنانا اور ان پر ایمان والوں کو اور ہر طرح کے جانوروں کو سوار کرانا یہ یاد دلاتا ہے کہ کیسے رب العزت نے ایمان والوں کو نجات دی اور باقی تمام لوگوں کو ہلاک کر ڈالا۔ (تفسیر سعدی: 3/2829)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (41) وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ (42) وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ (43) اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (44)﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے اُن کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُنہیں غرق کر دیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریاد رس ہوگا اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے۔ مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے۔'' (یٰس: 41،44)

(4)﴿وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾ ''اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں'' یعنی عقل مند لوگ اس کو یاد رکھتے ہیں اور نشانی اور معجزے کی وجہ سے معلوم کرتے ہیں۔ غافل لوگوں کا معاملہ بالکل برعکس ہے کیونکہ وہ آیات میں غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات سے کوئی نفع اٹھانے کے قابل نہیں۔ (5) یعنی اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر ادا کرو۔ صحیح سمجھ رکھنے والوں کے لیے یہ نعمت نصیحت بن گئی۔

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾

''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا'' (13)

سوال: ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا'' قیامت سے پہلے کے ہولناک واقعے کا تذکرہ ہے۔

(2) جب اسرافیل پہلی بار صور پھونکیں گے تو سب لوگ گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے۔ جب دوسرا صور پھونکیں گے تو سب زمین و آسمان والے بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر تیسرا صور اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا ہونے کے لیے پھونکا جائے گا جس سے مردے اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ﴾ ''اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب گھبرا اُٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اور سب اُس کے پاس ذلیل ہو کر چلے آئیں گے۔'' (النمل:87)

(3) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' (المومنون:101)

(4) ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ ''اور صُور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صُور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' (الزمر:68)

(5) سیدنا عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک نرسنگا ہے جس میں قیامت کے دن پھونکا جائے گا۔'' (ترمذی:2430)

(6) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیونکر آرام کروں جب کہ صور والے اسرافیل علیہ السلام منہ میں صور لئے ہوئے اس حکم پر کان لگائے ہوئے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم صادر ہو اور اس میں پھونک ماری جائے۔ یہ امر اصحاب رسول پر سخت گزرا، پس آپ ﷺ نے فرمایا، تم کہو: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ''یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، کیا ہی اچھا کارساز ہے وہ، اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے توکل کیا۔'' (ترمذی:2431)

﴿وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾

''اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا'' (14)

سوال: ﴿وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے

جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ﴾ ''اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا'' یعنی زمین اور پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھا لیے جائیں گے۔

(2)﴿فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا'' یعنی وہ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ انہیں ڈھا کر زمین کو برابر کر دیا جائے گا۔ زمین اس طرح ہموار میدان بنا دی جائے گی کہ اس میں کوئی نشیب و فراز نظر نہیں آئے گا۔ زمین اور اس کے رہنے والوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا (۴) وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا (۵) فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا (۶)﴾ ''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا۔ چنانچہ وہ اڑتا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے۔'' (الواقعہ: 4,6)

(4)﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (۱۰۵) فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا (۱۰۶) لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (۱۰۷)﴾ ''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا۔ آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ۔'' (طٰہٰ: 105,107)

﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾

''تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' (15)

سوال: ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' یعنی اس طرح قیامت قائم ہو جائے گی اور زمین نئی ہو جائے گی۔

﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾

''اور آسمان پھٹ جائے گا تو اُس دن وہ کمزور، بھربھرا ہوگا'' (16)

سوال: ﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾ ''اور آسمان پھٹ جائے گا تو اُس دن وہ کمزور، بھربھرا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾ ''اور آسمان پھٹ جائے گا تو اُس دن وہ کمزور، بھربھرا ہوگا'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آسمان کہکشاں سے پھٹ جائے گا۔ (ابن ابی حاتم)

(2) آسمان کا رنگ بدل جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ ''تو وہ سُرخ چمڑے جیسا سُرخ ہو جائے گا۔'' (الرحمٰن: 37)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا﴾''اور آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ دروازے دروازے ہو جائے گا۔'' (النباء:19)

(4)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آسمان میں سوراخ اور دراڑیں پڑ جائیں گی اور شق ہو جائے گا۔عرش اس کے سامنے ہوگا۔ فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے۔آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والے دیکھ رہے ہوں گے۔(ابن کثیر:417)(5) آسمان کمزور پڑ جائے گا جو کہ قیامت کے عظیم واقعے کی وجہ سے ہوگا۔

﴿وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾

''اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہوں گے اور اُس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائیں گے'' (17)

سوال:﴿وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾''اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہوں گے اور اُس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّالْمَلَكُ﴾''اور فرشتے''اور معزز فرشتے۔(2)﴿عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا﴾''اُس کے کناروں پر ہوں گے''یعنی فرشتے آسمان کے کناروں پر اپنے رب کی عظمت کے آگے جھکے ہوئے ہوں گے۔

(3)﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾''اور اُس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائیں گے''یعنی فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی اور ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(جامع البیان:62/29)

(4)جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان عدل سے فیصلے کرنے کے لیے آئے گا تو آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

(5)سورۃ المومن میں فرشتوں کے عرش اٹھانے کا ذکر ملتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ﴾''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں'' (المومن:7)

(6)سورہ الزمر میں فرمایا:﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ﴾''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں۔'' (الزمر:75)

(7)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کہا گیا ہے کہ میں تمھیں عرش اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے متعلق بتاؤں۔تو بلاشبہ اس کے کانوں کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کے سفر کے برابر ہے۔ (ابوداؤد:4727)

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾

''اُس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تم سے کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہ رہ جائے گی'' (18)

سوال: ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾ ''اُس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تم سے کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہ رہ جائے گی'' انسان جب رب العزت کے سامنے پیش ہوں گے تو ان کی کیا کیفیت ہوگی؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ﴾ ''اُس دن تم پیش کیے جاؤ گے'' یہ پیشی اس مقصد کے لیے ہوگی کہ انسانوں پر حجت قائم ہو جائے۔

(2) ﴿لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾ ''تم سے کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہ رہ جائے گی'' تمہارے جسم اور اعمال چھپ نہیں سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ غیب اور حاضر کا علم رکھتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔'' (المومن:16)

(3) تمام انسان ننگے بدن، ننگے پاؤں، غیر مختون حالت میں ایک ہموار میدان میں جمع کیے جائیں گے۔ پکارنے والے کی آواز ان تک پہنچے گی اور ان سب تک نگاہ پہنچے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اعمال کی جزا دے گا۔

(4) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لوگو! حساب لیے جانے سے پہلے اپنا حساب لے لو۔ وزن اعمال سے پہلے اپنے نفس تول لو اور بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ آج کے حساب سے تمہارے لیے کل قیامت کے دن والے حساب میں آسانی ہو جائے گی۔'' (ابن ابی الدنیا)

(5) ایک حدیث میں ہے قیامت کے دن تین پیشیاں ہوں گی: پہلی دو پیشیوں پر تو لوگ حیلے بہانے اور جھگڑے کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی پر اعمال نامے اڑائے جائیں گے اور کسی کے دائیں ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں آئیں گے۔ (ابن ماجہ) (ترمذی:2425)

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ﴾

''سو جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: ''لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو'' (19)

سوال: ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ﴾ ''سو جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: ''لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ﴾ ''سو جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا'' ان خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ ہے جن کے اعمال نامے ان کی شان بلند کرنے کے لیے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ اس سے انہیں بہت خوشی ہوگی۔

(2) ﴿فَيَقُوْلُ﴾ ''تو وہ کہے گا:'' یعنی وہ خوشی سے جس سے ملیں گے مسکرا کر کہیں گے۔

(3) ﴿هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ﴾ ''لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو'' میرا اعمال نامہ تو پڑھیے۔ یہ جنت کی بشارت ہے، یہ مغفرت اور عیبوں کو ڈھانپنے کی خبر ہے۔ اس میں برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئی ہیں اور جس چیز نے مجھے یہاں تک پہنچایا وہ قیامت اور حساب کتاب پر ایمان

ہے۔اس ایمان کی وجہ سے مجھے قیامت کے دن کی تیاری کے لیے توفیق ملی۔

(4)دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملنا نجات اور کامیابی کی دلیل ہوگا۔(تفسیر الماوردی:83/6)

(5)﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ(۷) فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا(۸) وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا(۹)﴾''لہٰذا جس شخص کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔تو جلد ہی اُس سے آسان حساب لیا جائے گا۔اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش لوٹے گا۔''(الانشقاق:7,9)

(6)﴿یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا﴾

''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے پھر جس کو اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(بنی اسرائیل:71)

﴿اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ﴾

''یقینا میں یقین رکھتا تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں''(20)

سوال:﴿اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ﴾''یقینا میں یقین رکھتا تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ﴾''یقینا میں یقین رکھتا تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں''ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں لفظ ظن مومن کی طرف منسوب ہوا ہے وہاں اس کے معنی یقین کے ہیں اور جہاں کافر کی طرف ہوا ہے اس سے مراد شک ہے۔(اشرف الحواشی:677/1)(2)یہاں ظن یقین کے معنوں میں ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾''جو یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور یقینا وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''(البقرہ:46)

﴿فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ﴾

''پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا''(21)

سوال:﴿فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ﴾''پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ﴾''پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا''یعنی وہ دل خوش کن اور من پسند زندگی پائیں گے۔

(2)یعنی جوان تمام چیزوں پر مشتمل ہوگی جن کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی،ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ اس زندگی

سے راضی ہوں گے اور اس کے بدلے کسی اور چیز کو منتخب نہیں کریں گے۔ (تفسیر سعدی:2831/3)

﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾

''عالی مقام جنت میں'' (22)

سوال: ﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾ ''عالی مقام جنت میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾ ''عالی مقام جنت میں'' یعنی بلند و بالا سدا بہار جنتوں میں ہوں گے۔ ان کے محل اونچے ہوں گے۔

(2) کسی نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا جنتی آپس میں ملاقات بھی کریں گے؟ فرمایا: کیوں نہیں بلند درجوں والے، نیچے درجے والوں کے پاس ملاقات کے لیے اتریں گے، انہیں سلام کریں گے اور مبارکباد دیں گے۔ ہاں نیچے درجے والے ایمان کی کمی کی وجہ سے اوپر نہیں چڑھ سکیں گے۔ (ابن ابی حاتم)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔'' (بخاری:2790)

﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾

''جس کے پھل قریب ہوں گے'' (23)

سوال: ﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾ ''جس کے پھل قریب ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾ ''جس کے پھل قریب ہوں گے'' یعنی جنت کے درختوں کی شاخیں پھلوں سے جھکی ہوئی ہوں گی۔ اور اہل جنت کے اتنے قریب ہوں گی کہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حالت میں ان کو حاصل کر سکیں گے۔

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾

''مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے'' (24)

سوال: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ ''مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ ''مزے سے کھاؤ پیو'' عزت اور احترام سے اہل جنت سے کہا جائے گا جو جی چاہے لذیذ کھانے کھاؤ اور مزے دار مشروب پیو۔ (2) ﴿هَنِيْٓـًٔا﴾ ''مزے سے'' یعنی ناگواری کے بغیر مزے سے کھاؤ پیو۔

(3)﴿بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ﴾ ''اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے'' جو اعمال تم نے دنیا میں کیے یعنی نماز، روزہ، صدقات، ذکر الٰہی، رجوع الی اللہ، مخلوق کے ساتھ حسن سلوک، یہ اعمال تمہارے جنت میں داخلے کا سبب بنے ہیں۔ ان نعمتوں کو تمہارے اعمال کی وجہ سے تمہارے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب رہو اور خوش رہو، جان رکھو کہ کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ بھی نہیں؟ فرمایا: ''(ہاں!) میں بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی مغفرت اور رحمت میں ڈھانپ لے۔'' (بخاری:6467)

﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ﴾

''لیکن جس کو اُس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: ''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا!'' (25)

سوال: ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ﴾ ''لیکن جس کو اُس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: ''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا!'' بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پانے والوں کی ندامت کیسی ہوگی؟

جواب: (1)﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ﴾ ''لیکن جس کو اُس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا'' جب بدبخت لوگوں کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے۔

(2) بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دینے کا مقصد ان کی رسوائی ہوگا۔

(3)﴿فَیَقُوْلُ﴾ ''تو وہ کہے گا'' وہ غم اور حزن سے کہے گا۔

(4)﴿یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ﴾ ''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا!'' وہ اپنے اعمال نامے کو نہایت افسوس کے ساتھ دیکھ کر کہیں گے کاش! ہمیں اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا۔ یہ کتاب تو ابدی خسارے کی خبر دیتی ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ﴿۱۲﴾﴾ ''مگر جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے پیٹھ پیچھے سے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔'' (الانشقاق:10,12)

﴿وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ﴾

''اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟'' (26)

سوال: ﴿وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ﴾ ''اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ﴾ ''اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟'' کاش میں بھولی بسری داستان بن جاتا۔

(2) کاش مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا، نہ مجھ سے حساب کتاب لیا جاتا۔

﴿یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ﴾

''اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی!''(27)

سوال: ﴿یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ﴾ ''اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ﴾ ''اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی!'' کاش میری موت کے بعد زندہ نہ کیا جاتا۔

(2) وہ موت کی تمنا کرے گا حالانکہ دنیا میں موت سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں تھی۔ (جامع البیان:66/29)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۚ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ ''یقیناً ہم نے تمہیں اُس عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو قریب ہی ہے، جس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور کافر کہے گا: ''اے کاش میں مٹی ہوتا!'' (النباء:40)

﴿مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ﴾

''میرا مال میرے کام نہ آیا''(28)

سوال: ﴿مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ﴾ ''میرا مال میرے کام نہ آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ﴾ ''میرا مال میرے کام نہ آیا'' آج میرا مال مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

(2) اس مال سے دنیا میں مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں اس کو اپنی نجات کے لیے آگے نہیں بھیج سکا اور اب اس کے نفع مند ہونے کا وقت گزر گیا ہے۔

﴿هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ﴾

''میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی''(29)

سوال: ﴿هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ﴾ ''میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ﴾ ''میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی'' یعنی میری قوت اور حجت جاتی رہی۔ (ایسر التفاسیر:1673)

(2) سلطان سے مراد دلیل و حجت اور دولت و حکومت ہو سکتی ہے۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ اقتدار ہے جو ہر شخص کو اپنے ہاتھ پاؤں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ قیامت کے روز جب کافر کے ہاتھ پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ کہے گا ''ھلك عنی سلطانیه'' آج میرا اقتدار مجھ سے جاتا رہا۔ (اشرف الحواشی:678/1)

(3)﴿سلطانیۃ﴾ سلطان کا لفظ بادشاہی اور اقتدار کے معنی میں بھی آتا ہے۔اس صورت میں اس سے مراد وہ علاقہ ہے جو کسی شخص یا ادارہ یا سلطان کے زیر نگین ہو اور اس پر اس کا تسلط ہو۔سلطان کا دوسرا معنی حجت ،دلیل اور برہان ہے۔اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جتنی دلیلیں آخرت کے انکار پر دیا کرتا تھا۔آج ان میں سے کوئی دلیل بھی مجھے یاد نہیں رہی۔(تیسیر القرآن:4/512)

﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ﴾

''پکڑ واسے،اُسے طوق ڈال دو''(30)

سوال:﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ﴾''پکڑ واسے،اُسے طوق ڈال دو''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ﴾''پکڑ واسے،اُسے طوق ڈال دو''اللہ تعالیٰ داروغہ جہنم کو حکم دیں گے کہ انہیں سختی سے پکڑ و اور ان کے گلے میں طوق ڈال دو۔(2)یہ طوق اس کا گلا گھونٹ دے گا۔

﴿ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ﴾

''پھر اُسے جہنم میں جھونک دو''(31)

سوال:﴿ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ﴾''پھر اُسے جہنم میں جھونک دو''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ﴾''پھر اُسے جہنم میں جھونک دو''یعنی اسے جہنم کی طرف گھسیٹ لاؤ۔اس کے انگاروں اور شعلوں پر اسے دھکا دے دو۔

﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾

''ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیائش ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو''(32)

سوال:﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾''ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیائش ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو''اہل جہنم کے لیے لمبی اور بھاری زنجیریں ہوں گی،اس عذاب کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا﴾''ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیائش ستر ہاتھ ہے''یعنی اہل جہنم کو ایسی لمبی لمبی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا جس کے ہر حلقے میں دنیا کا تمام لوہا آجائے گا۔(کعب احبار)یہ زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں سے ستر ہاتھ لمبی ہوں گی۔(ابن عباس)زنجیروں کو منہ اور دبر(پیٹھ)سے نکال کر ان میں اس طرح پرو دیئے جائیں گے جیسے گوشت سلاخ میں بھونے کے لیے پرویا جاتا ہے۔(ابن عباس)ایک روایت میں ہے کہ مقعد میں ڈال کر نتھنوں سے نکال لی جائیں گی تاکہ پیروں پر کھڑا نہ ہوا جائے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا﴾''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق

اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔" (الدھر:4)

(3)﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ (۷۱) فِی الْحَمِیْمِ ۬ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ (۷۲)﴾ "جب طوق اور زنجیریں اُن کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔" (المؤمن:71,72)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے زمین پر پھینکا جائے اور یہ فاصلہ پانچ سو سال کا ہے تو زمین پر وہ رات سے پہلے پہلے آجائے گا، لیکن اگر اسی کو (جہنمیوں کے باندھنے کی) زنجیر کے ایک سرے سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے یا (فرمایا) اس کی تہہ تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے۔ (ترمذی:2588)

﴿اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ﴾

"وہ عظیم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا" (33)

سوال: ﴿اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ﴾ "وہ عظیم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّهٗ كَانَ﴾ "یقیناً وہ" یعنی دنیا میں۔

(2)﴿لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ﴾ "عظیم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا" یعنی دنیا میں وہ اپنے رب پر، اس کے رسولوں پر اور جو وہ لے کر آئے اس پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔

﴿وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ﴾

"اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا" (34)

سوال: ﴿وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ﴾ "اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ﴾ "اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا" مسکین کو کھانا کھلانا وہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کے حقوق ادا کرتا ہے اور حقوق العباد کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہے۔

(2) یعنی اس کے دل میں رحم نہیں تھا کہ اس بنا پر فقرا اور مساکین پر رحم کرتا۔ وہ اپنے مال میں سے ان کو کھانا کھلاتا نہ دوسروں کو ترغیب دیتا تھا کہ وہ ان کو کھانا کھلائیں کیونکہ اس کا دل ملامت کرنے والے ضمیر سے خالی تھا۔ سعادت اور اس کے مادے کا دارومدار دو امور پر ہے: (i) اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص جس کی بنیاد ایمان باللہ ہے۔ (ii) احسان کی تمام اقسام کے ذریعے سے مخلوق پر احسان کرنا جن میں سے سب سے بڑا احسان محتاجوں کو کھانا کھلا کر ان کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ مگر ان لوگوں کے پاس اخلاص ہے نہ احسان، اس لیے وہ اسی چیز کے مستحق ہیں جس کا استحقاق انھوں نے ثابت کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2832,2833)

﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ﴾

''سوآج یہاں اُس کا کوئی غم خوار دوست نہیں'' (35)

سوال: ﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ﴾ ''سوآج یہاں اُس کا کوئی غم خوار دوست نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ﴾ ''سوآج یہاں اُس کا کوئی غم خوار دوست نہیں'' یعنی قیامت کے دن کوئی دوست اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکے گا نہ دوست، نہ رشتے دار، نہ وہ جن کی خاطر ساری زندگی لگا دی۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ ''اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔'' (المؤمن:18)

﴿وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾

''اور نہ پیپ کے سوا اُس کے لیے کوئی کھانا ہے'' (36)

سوال: ﴿وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾ ''اور نہ پیپ کے سوا اُس کے لیے کوئی کھانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾ ''اور نہ پیپ کے سوا اُس کے لیے کوئی کھانا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غسلین وہ خون اور پانی ہے جو جہنمیوں کے گوشت سے بہے گا۔ (السراج المنیر:2119/20)

(2) سیدنا ضحاک رحمہ اللہ اور سیدنا ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک درخت ہے جسے دوزخی کھائیں گے۔ سیدنا قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ ایک بدترین قسم کا کھانا ہے۔ سیدنا ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی اور زقوم کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:678/1)

(3) اہل جہنم کی پیپ اپنی بدبو، ذائقے اور کراہت میں اپنی انتہا پر ہوگی۔

﴿لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ﴾

''جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا'' (37)

سوال: ﴿لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ﴾ ''جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ﴾ ''جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا'' جہنم کا کھانا خطا کاروں کے لیے ہوگا جنہوں نے سیدھا راستہ چھوڑا اور جہنم کے راستے پر چلے۔

رکوع نمبر 6

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ﴾

''پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی بھی جنہیں تم دیکھتے ہو!'' (38)

سوال: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی بھی جنہیں تم دیکھتے ہو!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی بھی جنہیں تم دیکھتے ہو!'' نزول وحی کے اثبات اور قرآن کی تعظیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھائی ہے جنہیں مخلوق دیکھ سکتی ہے۔

(2) انسان مادی چیزوں کو دیکھتا ہے جنہیں حواس سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔

(3) اسماء وصفات پر دلالت کرنے والی کائنات کی نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی نشانیوں کی قسم کھا کر قرآن مجید کا یقین دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

﴿وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ﴾

''اور اُن کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے!'' (39)

سوال: ﴿وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور اُن کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور اُن کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے!'' اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی بھی قسم کھائی ہے جو مخلوق نہیں دیکھ سکتی۔ اس میں اس کا نفس مقدس بھی شامل ہے۔ (2) یعنی اس کی قدرت کے آثار تو تم دیکھ سکتے ہو لیکن اسرار نہیں دیکھ سکتے۔ (تفسیر مراغی: 192/10)

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾

''یقیناوہ ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے'' (40)

سوال: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ ''یقیناوہ ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے'' قرآن کو بزرگ رسول کا قول کہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ ''یقیناوہ ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے'' بزرگ رسول یعنی محمد ﷺ۔

(2) قرآن کو بزرگ رسول کا کلام مجازی طور پر کہا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اس کے مبلغ ہیں۔

(3) رسول کسی کا کلام پہنچاتا ہے اور جو پہنچاتا ہے وہ رسول کا نہیں ہوتا۔ گو رسول کی زبان سے ادا ہوتا ہے۔ لیکن ہوتا بھیجنے والے کا

ہے۔رسول تو نقل کرتا ہے۔اسی وجہ سے تکویر میں اس کی نسبت ملکی رسول کی طرف کی گئی فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۱۹) ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (۲۰) مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (۲۱)﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ ایک معزز پیغام پہنچانے والے کا قول ہے۔جو قوت والا ہے، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے،امانت دار ہے۔'' (التکویر:19تا21)(مختصر ابن کثیر:2/2120)

(4) یہ قسم رسول اللہ ﷺ اور اس قرآن کی صداقت پر کھائی ہے جسے آپ لے کر آئے ہیں، نیز اس بات پر کہ رسول کریم ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا دیا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2834)

﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے،تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو'' (41)

سوال: ﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے،تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ﴾ ''اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تمام بہتان طرازیوں سے پاک رکھا ہے۔(جامع البیان:29/70) (2) آپ ﷺ شاعر نہیں ہیں آپ لوگ جو الزام لگاتے ہو وہ جھوٹ ہے۔(ایسر التفاسیر:1675)

(3) ﴿قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو'' تمہارا ایمان کم اور اس کا دائرہ تنگ ہے۔اگر تمہارا ایمان وسعت والا ہوتا تو تم قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی تسلیم کر لیتے۔اور وہ شعر کی جنس نہیں ہے۔(ایسر التفاسیر:1675)

﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور نہ کسی کاہن کا قول ہے،تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو'' (42)

سوال: ﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور نہ کسی کاہن کا قول ہے،تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ﴾ ''اور نہ کسی کاہن کا قول ہے'' یعنی قرآن کسی کاہن کا قول نہیں ہے۔نہ یہ کاہنوں کے کلام کی طرح سجع و تصنع ہے۔(ایسر التفاسیر:1674)

(2) ﴿قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو'' یعنی تم کم نصیحت قبول کرتے ہو۔اگر زیادہ نصیحت قبول کرتے تو تم جان لیتے کہ قرآن کاہن کا کلام نہیں ہے۔کیونکہ اس میں سچائی ہے،حق اور ہدایت ہے۔جس نے آپ ﷺ کو کاہن کہا اس نے گناہ کیا اور جھوٹی بات کہی۔کیونکہ کاہنوں کا گوشت پوست جھوٹ کا ہوتا ہے اور جو وہ کہتا ہے،جھوٹ کہتا ہے۔قرآن میں کاہنوں کا قول کہاں

ہے؟اور محمد رسول اللہ ﷺ کہاں سے کاہن ہیں؟

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے''(43)

سوال:﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے'' جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئیں ہیں وہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے اور وہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا بلکہ وہ ایسا کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کے جلال اور اس کے کمال اور اس کے عظیم اور اپنی مخلوق سے بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۹۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (۱۹۴) بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (۱۹۵)﴾''اور بلاشبہ یہ یقیناً جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔واضح عربی زبان میں۔''(الشعراء:192,195)

(3)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس گیا دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد حرم میں پہنچ گئے ہیں، میں بھی گیا اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور آپ ﷺ نے سورہ الحاقہ شروع کی جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین میں اور فصاحت وبلاغت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں یہ شخص شاعر ہے ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ ﷺ نے یہ آیتیں تلاوت کیں کہ یہ قول رسول کریم کا ہے شاعر کا نہیں تم میں ایمان ہی کم ہے تو میں نے کہا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے، ادھر آپ ﷺ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ یہ کاہن کا قول بھی نہیں ہے تم نے نصیحت کم ہی لی ہے۔اب آپ ﷺ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ آپ نے سورۃ ختم کی، فرماتے ہیں یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور رونگیں رونگیں میں اسلام کی سچائی گھس گئی۔(ابن کثیر:421)(مجمع الزوائد:272/7)

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾

''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا''(44)

سوال:﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا'' بات گھڑ لانے سے مراد قرآن میں کمی بیشی کرنا ہے۔

(2) یعنی اگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹی باتیں بنائی ہوتیں، رسالت میں کمی بیشی کی ہوتی تو ہم عبرت ناک سزا دیتے۔

﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ﴾

''تو یقیناہم اُس کواس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے'' (45)

سوال: ﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ﴾ ''تو یقیناہم اُس کواس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ﴾ ''تو یقیناہم اُس کواس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے'' یعنی ہم قوت کے ساتھ اسے دائیں ہاتھ سے پکڑتے تاکہ اسے قتل کردیں۔

(2) یہ دستور ہے گردن مارنے کا کہ جلاد اس کا ہاتھ پکڑ رکھتا ہے اپنے بائیں ہاتھ میں تاکہ سرک نہ جائے۔ (موضح) (اشرف الحواشی: 678/1)

﴿ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾

''پھر یقیناہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے'' (46)

سوال: ﴿ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ ''پھر یقیناہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ ''پھر یقیناہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے'' ﴿وَتِيْنٌ﴾ وہ رگ ہے جو دل کے قریب ہوتی ہے اگر وہ کٹ جائے تو انسان ہلاک ہوجاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2834/3)

(2) یعنی ہم ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کی شاہ رگ کاٹ ڈالتے جس سے دل کا سارا خون نکل جاتا۔ (مختصر ابن کثیر: 2121/2)

(3) یہ بات رسول اللہ ﷺ کی سچائی کو بیان کرنے کے لیے کہی گئی۔

﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾

''پھر تم میں سے کوئی بھی اُس سے روکنے والا نہ ہوتا'' (47)

سوال: ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾ ''پھر تم میں سے کوئی بھی اُس سے روکنے والا نہ ہوتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾ ''پھر تم میں سے کوئی بھی اُس سے روکنے والا نہ ہوتا'' یعنی کوئی ہماری مزاحمت نہیں کرسکتا تھا اور نہ کوئی ہم سے چھڑا سکتا تھا۔ (سراج المنیر: 2121/2)

(2) یعنی کوئی اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتا۔

(3) پس جب اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے سے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی اور جو کچھ لے کر وہ مبعوث ہوا اس کی صداقت پر واضح

نشانیوں کے ساتھ دلائل و براہین دیے، اس کے دشمنوں کے خلاف اسے فتح و نصرت سے نوازا اور ان کی پیشانیاں اس کے قبضے میں دے دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رسالت پر سب سے بڑی گواہی ہے۔ یہاں سزا دینے کی بات ہی صداقت کی دلیل کے لیے کی گئی ہے۔ ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ہلاک کرنا چاہے تو آپ خود اس کی ہلاکت سے بچ سکتے ہیں نہ کوئی اس پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ (تفسیر سعدی:3/2834,2835)

﴿وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور یقیناوہ اُن کے لئے بلاشبہ ایک نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں'' (48)

سوال: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور یقیناوہ اُن کے لئے بلاشبہ ایک نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهٗ﴾ ''اور یقیناوہ'' یعنی یہ قرآن مجید۔

(2) ﴿لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اُن کے لئے بلاشبہ ایک نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے سے رک جاتے ہیں۔ یہ قرآن ان متقیوں کے لیے بڑی بھاری نصیحت ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت:44)

(4) وہ اپنے دین و دنیا کے مصالح کے بارے میں اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ پس وہ اس کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، چنانچہ وہ ان کو عقائد دینیہ، اخلاق حسنہ اور احکام شرعیہ کی یاد دہانی کراتا ہے۔ پس وہ علمائے ربانی، عباد عارفین اور ائمہ مہدیین بن جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2835)

﴿وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ﴾

''اور یقیناہم ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے بھی ہیں'' (49)

سوال:﴿وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ﴾''اور یقینا ہم ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے بھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ﴾''اور یقینا ہم ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے بھی ہیں'' قرآن تو ایسی کتاب ہے جو کمال درجے کی وضاحت کرنے والی ہے۔اس کے باوجود بعض لوگ نہیں مانیں گے۔

(2)اس میں نبی ﷺ کو جھٹلانے والوں کے لیے وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عبرت ناک سزا دے گا۔

﴿وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقینا وہ کافروں کے لیے پچھتاوا ہے''(50)

سوال:﴿وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقینا وہ کافروں کے لیے پچھتاوا ہے'' قرآن کی تکذیب قیامت کے دن باعث ندامت ہوگی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقینا وہ کافروں کے لیے پچھتاوا ہے'' ابن جریر کہتے ہیں کہ قیامت کے دن تکذیب کافروں کے لیے حسرت بن جائے گی۔(الاساس:1617/11)

(2)نسفی نے کہا کہ کافروں پر قرآن اس وقت حسرت بن جائے گا جب جھٹلانے والے تصدیق کرنے والوں کا اجر وثواب دیکھیں گے۔(الاساس:1618/11)

(3)﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے!''(الحجر:02)

(4)جن لوگوں نے قرآن سے راہنمائی حاصل نہ کی اس کے احکامات کو نہ مانا وہ ثواب کھو بیٹھیں گے اور شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہر جہنمی جنت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے کاش اللہ مجھے ہدایت دیتا اور وہ اس کے لئے باعث حسرت بنے گا اور ہر جنتی جہنم میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں اس جگہ ہوتا اور وہ دیکھنا اس کے لئے باعث شکر بنتا ہے پھر رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى﴾ قیامت کے روز کوئی آدمی یہ نہ کہے گا''افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ کی جناب میں کرتا رہا۔''(سورہ الزمر:56)اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔(مستدرک حاکم)

﴿وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾

''اور یقیناوہ بالکل یقینی حق ہے''(51)

سوال:﴿وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾''اور یقیناوہ بالکل یقینی حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾''اور یقیناوہ بالکل یقینی حق ہے''یعنی یہ یقینی حق ہے جو ثابت شدہ ہے۔

(2)یعنی علم کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے کیونکہ علم کا بلند ترین مرتبہ یقین ہے اور یقین، علم ثابت کو کہا جاتا ہے جو کبھی متزلزل ہوتا ہے نہ زائل ہوتا ہے۔یقین کے تین مراتب ہیں ان میں سے ہر مرتبہ ماقبل مرتبے سے بلند تر ہے:اول:علم الیقین وہ علم ہے جو خبر سے مستفاد ہوتا ہے۔ثانی:عین الیقین وہ علم ہے جس کا ادراک حاسہ بصر سے ہوتا ہے۔ثالث:حق الیقین وہ علم جس کا ادراک حاسہ ذوق ولمس سے ہوتا ہے۔اس قرآن میں حق الیقین کا وصف پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں جو علوم مذکور ہیں قطعی دلائل وبراہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس میں جو حقائق اور معارف ایمانی ہیں وہ اسے حاصل ہوتے ہیں جس نے حق الیقین کا ذائقہ چکھا ہے۔(تفسیر سعدی:2835/3)

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اپنی آنکھوں سے معاملہ دیکھنے والا اور صرف خبر سننے والا (بلحاظ اطمینان) برابر نہیں ہوتے۔''(ابن حبان:6214،مستدرک حاکم:3250)

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾

''چنانچہ آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں''(52)

سوال:﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾''چنانچہ آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾''چنانچہ آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں''یعنی اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے پاک جانیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں اور اس کے اوصاف کا ذکر کر کے اس کی پاکی بیان کریں۔

(2)سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ:﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کو رکوع میں پڑھا کرو اور جس وقت یہ آیت کریمہ:﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بحالت سجدہ پڑھا کرو۔(ابوداؤد:869)

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بوجھل باوزن ہونگے۔وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں﴿سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم﴾۔(صحیح بخاری:7563)

(4)''سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔آپ ﷺ نے سورہ البقرہ شروع فرمادی تو میں نے (دل میں) کہا کہ آپ ﷺ سو آیات پر رکوع فرمائیں گے۔پھر آپ آگے چلے،میں نے (دل) میں کہا کہ آپ ﷺ اس سورہ

کو دو رکعتوں میں پوری فرمائیں گے۔ پھر آگے چلے میں نے (دل) میں کہا کہ آپ اس ایک پوری سورت پر رکوع فرمائیں گے۔ (اس بعد) پھر آپ ﷺ نے سورہ نساء شروع فرمادی پوری سورہ پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے سورہ آل عمران شروع فرمادی۔ اس کو آپ ﷺ نے ترتیل اور خوبی کے ساتھ پڑھا۔ جب آپ ﷺ اس آیت سے گزرتے کہ جس میں تسبیح ہوتی تو آپ ﷺ سبحان اللہ کہتے اور جب آپ ﷺ کسی ایسے سوال سے گزرتے تو آپ ﷺ سوال فرماتے اور جب آپ ﷺ تعوذ والی آیت پر سے گزرتے تو آپ ﷺ پناہ مانگتے۔'' (مسلم:1814)(5) آپ قرآن مجید نازل کرنے والے کے نام مبارک کی پاکیزگی بیان کرتے رہیں۔ سبحان ربی العظیم۔

اٰیاتها ۴۴ ۷۰ سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ ۷۹ رکوعاتها ۲

سوال1: سورہ معارج کہاں نازل ہوئی اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورہ معارج مکی سورت ہے اس میں 2 رکوع اور 44 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 70 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 89 ہے۔

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾

''سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے'' (1)

سوال: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ ''سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ﴾ ''سوال کرنے والے نے سوال کیا ہے'' یعنی طلب کرنے والے نے طلب کیا۔

(2) ﴿بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ ''واقع ہونے والے عذاب کا'' جلد نازل ہونے والے عذاب کی خواہش کی ہے۔

(3) عذاب الٰہی کا مطالبہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ عذاب الٰہی کو مشکل سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو عذاب نازل کرنے سے عاجز سمجھتے تھے۔

(4) نسائی اور ابن ابی حاتم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سأل سائل سے مراد نضر بن حارث ہے اس نے کہا تھا:

﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ اور جب اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسادے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32) ابن منذر نے حسن سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ اس پر یہ لوگ کہنے لگے کہ کس پر عذاب واقع ہوگا تب اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ نازل فرمایا ﴿لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾ اور وہ عذاب کافروں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا کہ آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے جس سے فرشتے اور جبریل امین اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہیں، ایسے دن میں کہ جس میں فرشتوں کے علاوہ اوروں کے چڑھنے کے لیے اس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے یا یہ کہ کافروں پر عذاب ایسے دن میں واقع ہوگا جس کی تعداد پچاس ہزار سال کے برابر ہے یا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق کا کوئی اور حساب لینے لگے تو وہ پچاس ہزار سال میں بھی فارغ نہیں ہوگا۔ (تفسیر ابن عباس:411/3)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ ''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔'' (الحج:47)

(5) کوئی عذاب نازل ہونے سے پہلے روک سکتا ہے نہ نازل ہونے کے بعد اس کو الٹا سکتا ہے۔

﴿لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾

''کافروں کے لیے، اُس کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' (2)

سوال: ﴿لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾ ''کافروں کے لیے، اُس کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾ ''کافروں کے لیے، اُس کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب کافروں کے لئے تیار ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ عذاب آ کر رہے گا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۵۳) يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (۵۴) يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۵۵)﴾ ''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب اُنہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے۔'' (العنکبوت:53,55)

(3) اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی ہوتی، اس کی عظمت، اس کی وسعت سلطنت اور اس کے اسماء اور صفات کو پہچانا ہوتا تو وہ کبھی جلدی نہ مچاتے بلکہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے اور ادب اختیار کرتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کا ذکر فرمایا جو ان کے اقوال قبیحہ کی ضد ہے۔ (تفسیر سعدی: 2836/3)

﴿مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ﴾

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عروج کے زینوں والا ہے'' (3)

سوال: ﴿مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عروج کے زینوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) معارج (مِعْرَجٌ اور معراج کی جمع) عَرَجَ میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ جھکاؤ اور بلندی اور عرج فی السلم بمعنی سیڑھی یا زینہ پر چڑھنا۔ سیڑھی پر چڑھنے کے لیے آگے کی طرف جھکنا بھی پڑتا ہے اور بلندی کی طرف چڑھنا عام چلنے کی نسبت دشوار بھی ہوتا ہے۔ نیز عرج کے معنی لنگڑا کر چلنا أَعْرَجَ بمعنی لنگڑا۔ کیونکہ لنگڑا کر چلنے میں بھی یہ دو باتیں پائی جاتی ہیں آگے کو جھکاؤ بھی اور بلندی پر چڑھنے جیسی دشوار بھی۔ اور معراج کے معنی بلندی پر چڑھنے کا ذریعہ بھی یعنی سڑھی یا زینہ وغیرہ اور وہ بلند جگہ بھی جہاں پہنچنا مقصود ہو۔ رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوا تھا تو معراج سے مراد بلند مقام ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ آپ کو لے جانا چاہتا تھا۔ اور ﴿ذِی الْمَعَارِجِ﴾ کا معنی وہ بلند بالا ذات جس کے سامنے سب بلندیاں ہیچ ہوں، بلند سے بلند مقامات کا مالک ہے۔ گویا کافروں پر یہ ٹلنے والا عذاب ایسی بلند ذات کی طرف سے آئے گا۔ (تیسیر القرآن: 516/4)

(2) ذو المعارج درجوں یا بلندیوں یا بزرگوں یا سیڑھیوں یا فضل و کرم والا یعنی یہ عذاب اس کا ہوگا جو ان صفتوں والا ہے۔ (سراج المنیر 2122/2)

(3) یہ عذاب اس ہستی کی جانب سے ہوگا جو بلندی، جلال اور عزت کا مالک ہے۔ مخلوقات کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾

''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے'' (4)

سوال: ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾ ''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے'' اللہ تعالیٰ بلندی، جلال اور عزت کا مالک ہے۔ مخلوقات کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں جس کی تدبیر پر انہیں مقرر کیا گیا ہے۔

(2) روح اسی کی طرف بلند ہوتی ہے۔

(3) یہ اسم جنس ہے جو تمام ارواح کو شامل ہے، خواہ نیک ہوں یا بد، اللہ تعالیٰ کی طرف ارواح کا بلند ہونا، وفات کے وقت ہے۔ نیک لوگوں کی ارواح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتی ہیں انہیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف بلند ہونے کی اجازت دے دی جاتی ہے، یہاں تک کہ ارواح اس آسمان پر پہنچ جاتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ان کا رب تشریف فرما ہے، یہ ارواح اللہ تعالیٰ کے حضور تحیہ وسلام پیش کرتی ہیں، اس کے قرب سے سرفراز ہوتی ہیں اور اس کے قرب سے خوشی اور سرور حاصل کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ثناء اکرام، بھلائی اور بڑائی حاصل ہوتی ہے۔ رہیں فساق وفجار کی ارواح تو وہ عروج کرتی ہیں جب وہ آسمان پر پہنچتی ہیں تو آنے کی اجازت طلب کرتی ہیں مگر ان کو اجازت نہیں دی جاتی اور ان کو زمین کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مسافت کا ذکر فرمایا جس کو طے کر کے فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں، نیز یہ کہ وہ ان اسباب کے ذریعے سے ایک دن میں عروج کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسان کیے ہیں اور اوپر چڑھنے میں ان کی لطافت، خفت اور سرعت رفتار ان کی اعانت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، عام عادی رفتار کے مطابق، یہ مسافت ابتدائے عروج سے لے کر اس حد تک جو ان کے لیے مقرر کی گئی ہے اور ملاء اعلیٰ تک، پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔ (تفسیر سعدی: 2836,2837/3)

(4) ﴿فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔'' یہ مقدار عروج کی ابتدا سے لے کر اس حد تک ہے جو ان کے لیے مقرر کی گئی ہے اور ملاء اعلیٰ تک 50 ہزار برس مقرر کی گئی ہے۔

(5) 50 ہزار سال والے دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قیامت کا دن کافروں کے لیے پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی سونے اور چاندی کا مالک اس میں سے اس کا حق (زکوۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انہیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے (اور پھر داغ دیا جائے گا) اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا، بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔'' (مسلم: 2290)

﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا﴾

''چنانچہ آپ صبر کریں، بہت اچھا صبر'' (5)

سوال: ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں، بہت اچھا صبر'' نبی ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں، بہت اچھا صبر'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

اے نبی ﷺ آپ نے اپنی قوم کو دعوت دی اور وہ جھٹلا کر آپ ﷺ کا دل دکھا رہی ہے اور قیامت اور عذاب کے لئے جلدی مچا رہی ہے کیونکہ انہیں یقین نہیں کہ وہ آنے والے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناوہ حق ہے۔ سن لو! یقیناجو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناوہ دُور کی گمراہی میں ہیں۔'' (الشوریٰ:18)

(2) آپ ﷺ اس پر صبر جمیل سے کام لیں اور دل پر ملال نہ آنے دیں۔ اپنے رب کے حکم پر قائم رہیں ان کا رویہ آپ ﷺ کو دعوت دینے سے نہ روکے۔ صبر کرنے میں خیر کثیر ہے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی مثال کھیتی کی طرح ہے کہ اسے ہمیشہ ہوا جھکاتی رہتی ہے اور مومن کو بھی مصیبتیں پہنچتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو حرکت نہیں کرتا یہاں تک کہ جڑ سے اکھیڑ دیا جاتا ہے۔'' (مسلم:7092)

﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا﴾

''یقیناوہ اُسے دُور سمجھتے ہیں'' (6)

سوال: ﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا﴾ ''یقیناوہ اُسے دُور سمجھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا﴾ ''یقیناوہ اُسے دُور سمجھتے ہیں'' وہ قیامت کو یا عذاب کو دور دیکھتے ہیں۔

(2) جس پر بدبختی غالب آجائے وہ اس چیز کو بھی دور دیکھتا ہے جو اس سے قریب ہو۔

﴿وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا﴾

''اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں'' (7)

سوال: ﴿وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا﴾ ''اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا﴾ ''اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کو یہ دن قریب نظر آتا ہے جسے آنا ہے وہ آکر رہے گا اور آنے والا قریب ہی ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:1)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی)۔'' (بخاری:6505)

﴿يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ﴾

''اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا'' (8)

سوال: ﴿يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ﴾ ''اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ﴾ ''اس دن'' یعنی قیامت کے دن جس میں یہ واقعات پیش آئیں گے۔

(2) ﴿تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ﴾ ''آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا'' مہل کے معنی پگھلا ہوا تانبا بھی اور تیل کی تلچھٹ بھی۔ اور ان دونوں چیزوں کی رنگت سرخی مائل ہوتی ہے۔ یعنی آج تو ہمیں آسمان نیلگوں نظر آتا ہے اس دن یہ اپنا رنگ بدلنا شروع کردے گا حتیٰ کہ نیلگوں ہونے کی بجائے سرخی مائل ہوجائے گا۔ (تیسیر القرآن:4/517)

(3) آسمان پھٹ جانے کی وجہ سے پگھلے ہوئی تانبے کی طرح ہوجائے گا۔

﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ﴾

''اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے'' (9)

سوال: ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ﴾ ''اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ﴾ ''اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے'' اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ ''اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے۔'' (القارعۃ:05)

(2) اس کے بعد اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور ختم ہوجائیں گے۔ جب ان بڑے بڑے اجرام پر یہ گھبراہٹ اور بے قراری طاری ہوگی تو اس کمزور بندے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کی کمر کو گناہوں کے بوجھ نے بوجھل کر رکھا ہوگا؟ کیا وہ اس لائق نہ ہوگا کہ اس کا دل اکھڑ جائے اس کی عقل وخرد زائل ہوجائے اور وہ ہر ایک سے غافل ہوجائے؟ (تفسیر سعدی:3/2839)

﴿وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا﴾

''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا'' (10)

سوال: ﴿وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا'' قیامت کے دن ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی۔
(2)﴿حَمِيْمٌ﴾ سے مراد قریبی ہے، یعنی قریبی دوست، وہ اپنے دوست کو دیکھے گا مگر اس کے دل میں اتنی گنجائش نہ ہوگی کہ وہ اس کا حال پوچھ سکے، نہ وہ ان امور کے بارے میں پوچھ سکے گا جو ان کی آپس کی معاشرت اور محبت کے متعلق ہوں گے، بس اسے اپنے آپ کا غم ہوگا۔
(تفسیر سعدی:2839/3)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَىْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو'' (فاطر:18)

(4)﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکے باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے۔'' (لقمان:33)

(5)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جان پہچان والے ایک دوسرے سے کترا جائیں گے۔

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿لِكُلِّ امْرِىٍٔ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ ''اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' (عبس:37)

﴿يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ﴾

''(حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش
وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو'' (11)

سوال:﴿يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ﴾ ''(حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو'' آخرت میں فدیہ بھی منظور نہیں ہوگا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُّبَصَّرُوْنَهُمْ﴾ ''(حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے'' یعنی دوست دوستوں کو دیکھیں گے، ایک دوسرے کو پہچان لیں گے مگر بات نہیں کریں گے۔

(2)﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ﴾ ''مجرم چاہے گا'' یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ثابت ہو جائے گا وہ چاہے گا۔

(3)﴿لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ﴾ ''کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو'' یعنی اپنی اس اولاد کو فدیے میں دے دے جسے بیٹیوں کے مقابلے میں وہ افضل سمجھتا تھا۔ مجرم چاہے گا اپنے جگر گوشے، اپنے بیٹے کو فدیہ میں دے کر اپنی جان بچالے، مگر اس دن فدیہ قبول نہیں ہوگا۔

﴿وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ﴾

''اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو'' (12)

سوال: ﴿وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ﴾ ''اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَصَاحِبَتِهٖ﴾ ''اور اپنی بیوی کو'' یعنی مجرم چاہے گا اپنی اس بیوی کو جس سے وہ محبت کرتا تھا اسے فدیہ میں دے کر اپنی جان بچالے۔ (2)﴿وَاَخِيْهِ﴾ ''اور اپنے بھائی کو'' یعنی اس بھائی کو فدیہ میں دے دے جو اس کا مددگار تھا، مگر اس دن فدیہ قبول نہیں ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ (۳۴) وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ (۳۵) وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (۳۶) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (۳۷)﴾ ''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' (عبس: 34-37)

﴿وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ﴾

''اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا'' (13)

سوال: ﴿وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ﴾ ''اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَفَصِيْلَتِهِ﴾ ''اور اپنے قریبی خاندان کو'' یعنی مجرم چاہے گا کہ اپنے اہل خاندان کو یعنی اپنے رشتے داروں کو اپنے بدلے میں دے کر خود جہنم کی آگ سے بچ جائے مگر اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(2)﴿الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ﴾ ''جو اُسے جگہ دیتا تھا'' یعنی یہ اس قبیلے کا معاملہ ہوگا جو ایک دوسرے کے مددگار رہوں گے۔

﴿وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ﴾

''اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے'' (14)

سوال: ﴿وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ﴾ ''اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے''

کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ ''اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں'' قیامت کے دن فدیہ قبول نہیں ہوگا اگرچہ مجرم زمین کے سارے باشندے لے کر آئے۔ یعنی مجرم اپنی جڑیں اور شاخیں اور دنیا کی ہر چیز کے لئے چاہے گا کہ اسے فدیے میں دے کر خود کو بچالے۔

(2)﴿ثُمَّ يُنْجِيهِ﴾ ''پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے'' یعنی روئے زمین کے سارے باشندے لے کر بھی حاضر ہوگا تو فدیہ منظور نہیں ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکے باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے۔'' (لقمان:33)

(4)﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو'' (فاطر:18)

(5)﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' (المومنون:101)

﴿كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے'' (15)

سوال:﴿كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے'' آیت کی روشنی میں جہنم کی آگ کی خصوصیات بیان کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں!'' یعنی اب ان کے لیے کوئی حیلہ ہے نہ مدد کا موقع، ان پر تیرے رب کا فیصلہ واجب ہو چکا رشتے داروں اور دوستوں کا فائدہ بھی جا چکا۔ (تفسیر سعدی:2839/3)

(2)﴿إِنَّهَا لَظَىٰ﴾ ''یقیناً وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے'' اب وہ آگ ہوگی جس کے شعلے خوفناک اور بلند ہونگے۔ جو کھال کو جھلسا دے گی یعنی ظاہری اور باطنی اعضاء کو اپنے سخت عذاب کی وجہ سے جھلسا دے گی۔

﴿نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى﴾

''جو منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے'' (16)

سوال: ﴿نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى﴾ ''جو منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى﴾ ''جو منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے'' وہ آگ کھوپڑی کو پلپلا کر دے گی۔

(2) شوی بمعنی جسم کے اطراف۔ ہاتھ پاؤں اور وہ اعضاء جن پر زخم لگنے سے موت واقع نہ ہو۔ یعنی جہنم کی آگ ان کی کھالوں کو کھینچ لے گی۔ کھالیں گل جائیں گی جسم ننگے بے کھال ہو جائیں گے مگر یہ آگ مجرموں کی جان ختم نہیں کر سکے گی۔ (تیسیر القرآن: 518/4)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (۱۰۴)﴾ ''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔'' (المومنون: 103,104)

(4) جہنم کی آگ ہڈیوں کو گوشت سے جدا کر دے گی۔ چہرے اور عضو کو مسخ کر دے گی۔

﴿تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى﴾

''وہ ہر اُس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا'' (17)

سوال: ﴿تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى﴾ ''وہ ہر اُس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَدْعُوْا﴾ ''وہ ہر اُس شخص کو بلائے گی'' جہنم کی آگ خطیبانہ طریقے سے بلائے گی۔

(2) ﴿مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى﴾ ''جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا'' دوزخ کی آگ ہر اس شخص کو اپنی طرف بلائے گی جس نے حق سے منہ موڑا اور اس سے کوئی غرض نہ رکھا۔

(3) جہنم کی خوفناک آگ اپنے ان بیٹوں کو بلائے گی جن کو جہنم کے لیے پیدا کیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے دنیا میں دل سے حق کو جھٹلایا اور نیکیوں سے دل چرایا تھا۔

(4) ایک روایت کے مطابق جہنم سے ایک گردن نکلے گی جو جہنم کے مستحق لوگوں کو یوں چن چن کر اٹھا لے گی جیسے کوئی پرندہ زمین سے پڑا ہوا دانہ اٹھا لیتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 518/4)

﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾

''اور مال جمع کیا پھر اسے بند رکھا'' (18)

سوال: ﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ ''اور مال جمع کیا پھر اسے بند رکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ ''اور مال جمع کیا پھر اسے بند رکھا'' یعنی جس نے مال جمع کیا اور اسے سینت سینت کر رکھا نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پرواہ کی نہ انسانوں کے حقوق کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (۱) الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (۲) يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ (۳) كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (۴) وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ (۵) نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (۶) الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (۷) اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ (۸) فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۹)﴾ ''بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لئے۔ وہ جس نے مال جمع کیا اور اُسے گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے یقیناً اُس کا مال ہمیشہ اُس کو زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں! وہ تو توڑ پھوڑ کر رکھ دینے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا۔ اور کس چیز نے تمہیں خبر دی کہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دِلوں تک جھانکتی ہے۔ یقیناً وہ اُن پر بند کر دی جائے گی۔ اونچے اونچے ستونوں میں۔'' (الھمزۃ:1,9)

(2) ﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ (۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۲) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۳) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۴) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (۵) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ (۶) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ (۷) ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (۸)﴾ ''ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے تمہیں غافل کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے۔ ہرگز نہیں! کاش تم یقینی علم جان لیتے۔ یقیناً تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ یقیناً پھر تم ضرور اُس کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر یقیناً اُس دن تم لازماً نعمتوں کے بارے میں پوچھے جاؤ گے۔'' (التکاثر:1,8)

(3) سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خرچ کرو اور گن گن کر نہ رکھو، ورنہ اللہ بھی تمہیں گن کر دے گا اور روک کر نہ رکھو، ورنہ اللہ بھی تم سے روک لے گا۔'' (بخاری:1434)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''درہم و دینار اور چادر کا بندہ ہلاک ہو گیا، اگر اسے یہ چیزیں دی جائیں تو راضی رہتا ہے اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو جاتا ہے۔'' (بخاری:6435)

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾

''بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے'' (19)

سوال: ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾ ''بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے'' انسان کمزور دل پیدا کیا گیا ہے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾ ''بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے'' یہ انسان کا وصف ہے جسے رب کریم نے پیدا کیا

ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت بیان کی ہے کہ وہ بہت بے صبرا ہے۔

(3) یعنی انسان قلیل الصبر ہے تھوڑی سی تکلیف سے صبر کھو بیٹھتا ہے۔

(4) یعنی معمولی سی تکلیف کے وقت انسان کی بے چینی، چڑچڑاہٹ اور گھبراہٹ اس بات پر ہوتی ہے کہ اب یہ مصیبت یا دکھ جانے والا نہیں۔

﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا﴾

''جب اُس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جانے والا ہوتا ہے''(20)

سوال: ﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا﴾ ''جب اُس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جانے والا ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا﴾ ''جب اُس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جانے والا ہوتا ہے'' پس اگر کبھی اس پر فقر یا کسی مرض کا حملہ ہوتا ہے یا مال ومتاع، گھر والوں اور اولاد میں سے کوئی محبوب چلا جاتا ہے تو وہ انتہائی بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے، اس بارے میں صبر کو استعمال نہیں کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہی ہوتا ہے۔(2) یعنی بیماری میں صبر نہیں کرتا اور مصیبت میں کبھی راضی نہیں ہوتا۔

(3) اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر راضی نہیں ہوتا۔

﴿وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾

''اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو بہت روکنے والا ہوتا ہے''(21)

سوال: ﴿وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾ ''اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو بہت روکنے والا ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾ ''اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو بہت روکنے والا ہوتا ہے'' یعنی جب مال ہاتھ میں آجائے اور اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے نوازتا ہے تو بخیل بن جاتا ہے اور حقوق ادا کرنے کی بجائے مال جمع کرنے لگ جاتا ہے۔

(2) پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے عطا کیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر اس کا شکر ادا نہیں کرتا۔ پس وہ مصیبت اور سختی کے وقت بے صبری کرتا ہے اور فراخی اور خوشحالی کے وقت مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2840)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''انسان میں دو وصف بہت برے ہوتے ہیں، ایک یہ کہ حریص وبخیل ہونے کے ساتھ دل کا کچا ہو، دوسرا یہ کہ اتنا بزدل ہو کہ گویا دل ہی نکل جائے گا۔''(ابوداؤد:2511)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والوں کو اور زیادہ دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کر

دے۔(بخاری:1442)

﴿اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ﴾

''مگر وہ نمازی''(22)

سوال:﴿اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ﴾''مگر وہ نمازی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ﴾''مگر وہ نمازی''یعنی برے اوصاف اور بری عادات سے بچنے والے نمازی ہیں۔

(2)نمازیوں کو اللہ تعالیٰ برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور بھلائیوں کی توفیق دیتا ہے یعنی جب ان پر مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں اور انہیں جب کوئی بھلائی ملتی ہے تو شکر ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرتے ہیں اور اس سے ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

﴿الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾

''جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں''(23)

سوال:﴿الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾''جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾''جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں''یعنی جو پابندی سے ہر حال میں اور ہمیشہ نماز ادا کرتے ہیں۔(2)وہ نماز کے اوقات اور اس کے واجبات وفرائض کا خیال رکھتے ہیں۔

(3)وہ اس کی تمام شرائط اور اس کو مکمل کرنے والے امور کا خیال رکھتے ہیں۔(4)وہ بے وقت نماز نہیں پڑھتے۔

(5)وہ ناقص طریقے سے نماز نہیں پڑھتے۔وہ ذوق وشوق اور خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے ہیں۔

(6)دوام کا ایک معنی تو ہمیشگی ہے اور دَامَ الشیء بمعنی کسی چیز کا عرصہ دراز تک بلاتغیر ایک ہی حالت میں رہنا،ترجمہ میں یہی معنی اختیار کیا گیا ہے اس کا دوسرا معنی سکون اور ٹھہراؤ اور مَاءٌ دَائِمٌ بمعنی کھڑا پانی جس میں کچھ حرکت نہ ہو۔اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنی نماز کو نہایت سکون،ٹھہراؤ،اطمینان قلب اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔(تفسیر تبیان القرآن 4/519)

(7)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چٹائی تھی اور آپ ﷺ رات کو اس کا حجرہ بنا لیتے تھے۔پھر اس میں نماز پڑھنے لگے اور دن کو اس چٹائی کو بچھا لیتے،ایک رات صحابہ کا ہجوم ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:اے لوگو تم پر اتنا عمل کرنا لازم ہے جس کی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ ثواب دینے سے نہیں تھکتا جبکہ تم عمل کرنے سے تھک جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں سب سے پسندیدہ عمل یہ ہے جس پر دوام ہمیشگی ہو اور اگرچہ وہ تھوڑا عمل ہو اور آل محمد کا بھی یہی معمول تھا کہ جب کوئی

عمل کرتے تو اسے مستقل مزاجی سے کرتے۔(صحیح مسلم:1827)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں ان کی نماز کا ذکر آپ کے سامنے کیا گیا، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس تمہیں صرف اتنا عمل کرنا چاہئے جتنے کی تم میں طاقت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاتے ہو۔(صحیح بخاری:1151)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے، گو کم ہو۔''(بخاری:43)

(10) دوام میں سکون کے معنی بھی ہیں جیسے ماء دائم ٹھہرے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ نماز میں سکون اور جمعیت قلب واجب ہے۔ کیونکہ جس کے رکوع اور سجدہ میں اطمینان اور اعتدال نہیں اس کی نماز میں پختگی نہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/2126)

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ﴾

''اور جن کے مالوں میں ایک مقرر حق ہے''(24)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''اور جن کے مالوں میں ایک مقرر حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''اور جن کے مالوں میں ایک مقرر حق ہے'' یعنی زکوٰۃ اور صدقات کو اپنے مال میں مقرر حق سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ ایک آدمی صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے ایک بدلی سے ایک آواز سنی، فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔ پس بادل کا یہ ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک سیاہ سنگلاخ زمین میں برسا دیا، پس ان نالوں میں سے ایک نالے نے سارا پانی اپنے اندر جمع کر لیا (اور پانی چلنے لگا)، یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا (آگے جا کر ایک مقام پر دیکھا) کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا، اپنے کسی اوزار) سے اپنے باغ کو پانی لگا رہا ہے۔ اس نے اس سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بدلی سے سنا تھا۔ پس باغبان نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل میں جس سے یہ پانی (یہاں بہتا ہوا آیا) ہے، ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر اور یہ وہی نام ہے جو تو نے اپنا بتلایا ہے، تو اس باغ میں ایسا کون سا عمل کرتا ہے؟ (کہ تیرے باغ کی سیرابی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بادل کو حکم دیا) اس باغ والے نے کہا: جب تو یہ کہہ رہا ہے تو (میں بتا دیتا ہوں کہ) میں اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاتا ہوں اور اس میں سے تیسرا حصہ صدقہ کرتا

ہوں، تیسرا حصہ میری اور میرے اہل وعیال کی خوراک ہوجاتا ہے اور اس کا تیسرا حصہ اس باغ پر دوبارہ لگا دیتا ہوں۔" (مسلم:7473)

﴿لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾

"سائل کا اور محروم کا" (25)

سوال: ﴿لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ "سائل کا اور محروم کا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّلسَّآئِلِ﴾ "سائل کا" یعنی جو اپنی حاجت اور ضرورت کے لئے دوسرے سے سوال کرتا ہے۔

(2) ﴿وَالْمَحْرُوْمِ﴾ "اور محروم کا" محروم سے مراد وہ مسکین ہے جو سوال کرنے کا مستحق ہونے کے باوجود بچا رہتا ہے۔

(3) محروم سے مراد وہ شخص بھی ہے جو روزگار کی تلاش میں ہو اور اسے روزگار میسر نہ آ رہا ہو یا جتنی روزی کما رہا ہے اس سے اس کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں یا روزی کمانے کے قابل ہی نہ ہو۔ جیسے بوڑھے، بیمار، اندھا، لنگڑا، اپاہج وغیرہ۔ (تیسیر القرآن:4/520)

(4) سیدنا قبیصہ بن مخارق الہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی امر کے لئے چندہ جمع کرنے کا بار اپنے اوپر ڈال لیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ کہ ہمارے پاس صدقہ کا مال آ جائے تو ہم تم کو حکم دیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے قبیصہ! تین آدمیوں کے علاوہ کسی سے مانگنا جائز نہیں ہے، ایک وہ شخص جس نے اپنے اوپر چندہ کا بوجھ ڈالا ہو تو اس کے لئے اتنی رقم پوری کرنے تک مانگنا جائز ہے پھر وہ رک جائے، دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کسی آفت نے ختم کر دیا ہو تو اس کے لئے اپنے گزر بسر تک یا گزر اوقات کے قابل ہونے تک مانگنا جائز ہے، تیسرا آدمی وہ ہے جس کے تین دن فاقہ میں گزر جائیں اور اس کی قوم میں سے تین کامل العقل آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں آدمی کو فاقہ پہنچا ہے تو اس کے لئے گزر بسر کے قابل ہونے تک مانگنا جائز ہے۔" (مسلم:2404)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں جو گھومتا رہتا ہے اور لوگوں کے ارد گرد پھرتا رہتا ہے پھر ایک لقمے یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر لوٹ جاتا ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ پھر مسکین کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مسکین وہ ہے جو اتنا مالدار نہ ہو جس سے ضروریات زندگی پوری کر سکے اور نہ لوگ اسے مسکین تصور کرتے ہوں کہ اس کو صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہو۔" (مسلم:2393)

(6) یعنی ان کے مال میں ضرورت مندوں کا ایک مقررہ حصہ ہے خواہ کوئی مانگے یا نہ مانگے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾

"اور وہ لوگ جو جزا کے دن کو سچ مانتے ہیں" (26)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''اور وہ لوگ جو جزا کے دن کو سچ مانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''اور وہ لوگ جو جزا کے دن کو سچ مانتے ہیں'' یعنی جو جزا پر، موت کے بعد زندگی اور حساب کتاب پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

(2) جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ صالح اعمال بجالاتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے برے اعمال سے بچتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ﴾

''اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں'' (27)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں'' جو اپنے رب کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں اور ہر اس کام کو ترک کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف لے جاتا ہو۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔'' (المومنون:60)

(3) ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

''وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (الحج:35)

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ﴾

''یقیناً اُن کے رب کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا'' (28)

سوال: ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ﴾ ''یقیناً اُن کے رب کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ﴾ ''یقیناً اُن کے رب کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا'' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔ اس عذاب سے ڈرا اور بچا جاتا ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور اس سے بچے۔ (تفسیر قرطبی:215/9)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں''(29)

سوال:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں''یعنی وہ لوگ اپنی عصمتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور جہاں اسلام اجازت نہیں دیتا ادھر کا رخ بھی نہیں کرتے۔

(2)پس وہ اپنی شرمگاہوں کے ذریعے سے ایسی مجامعت نہیں کرتے جو حرام قرار دی گئی ہو،یعنی زنا،سدومیت (قوم لوط والا عمل)،بیوی کی دبر میں مجامعت اور حالت حیض وغیرہ میں مجامعت سے بچتے ہیں،نیز وہ اپنی شرم گاہوں کی ان لوگوں کے دیکھنے اور چھونے سے حفاظت کرتے ہیں جن کے لیے دیکھنا اور چھونا جائز نہیں۔وہ ان تمام وسائل محرمہ کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو فحش کام کے ارتکاب کی دعوت دیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2841/3)

﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾

''سوائے اپنی بیویوں اور اُن عورتوں کے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں تو یقیناوہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں''(30)

سوال:﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾''سوائے اپنی بیویوں اور اُن عورتوں کے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں تو یقیناوہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ﴾''سوائے اپنی بیویوں''یعنی وہ اپنی بیویوں کو اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں۔

(2)﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾''اور اُن عورتوں کے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں''یعنی وہ اپنی لونڈیوں کو مباح سمجھتے ہیں۔

(3)﴿فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾''تو یقیناوہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں''یعنی حلال کے استعمال پر انہیں کوئی ملامت کرنے والا،ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے والا نہیں۔

(4)یعنی اس مقام میں جماع کرنے پر،جو کھیتی کا مقام ہے،ان پر کوئی ملامت نہیں۔(تفسیر سعدی:2841/3)

(5)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔جب انہیں رسول اللہ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ہی یہی باتیں کہی ہیں؟سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں

اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔" (صحیح بخاری:5063)

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾

"پھر جو کوئی اُس کے علاوہ تلاش کرتا ہے وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں" (31)

سوال: ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ "پھر جو کوئی اُس کے علاوہ تلاش کرتا ہے وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾ "پھر جو کوئی اُس کے علاوہ تلاش کرتا ہے" یعنی جو بیوی اور لونڈی کے علاوہ کچھ اور تلاش کرے۔

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ "وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں" حلال کو چھوڑ کر حرام کو اختیار کرنا حد سے گزرنا ہے۔

(3) یعنی وہ لوگ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرائی ہے اس سے تجاوز کر کے اس میں پڑتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ یہ آیت کریمہ نکاح متعہ (اور مروجہ حلالہ) کی حرمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ زوجہ مقصود ہے نہ لونڈی۔ (تفسیر سعدی:2841/3)

(4) یعنی وہ ظلم وزیادتی کرنے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1678)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ "زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح کے ہوتے تھے: ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں' ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیرِ پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔ دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی کہتا کہ تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کرا لے، اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اسے چھوتا بھی نہیں۔ پھر جب اس غیر مرد سے اسکا حمل ظاہر ہو جاتا جس سے وہ عارضی طور پر صحبت کرتی رہتی تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اگر اس کا شوہر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا، ایسا اس لئے کرتے تھے کہ ان کا لڑکا شریف اور عمدہ پیدا ہو۔ یہ نکاح "نکاح استبضاع" کہلاتا تھا۔ تیسری قسم نکاح کی یہ تھی کہ چند آدمی جو نکاح میں دس سے کم ہوتے کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت کرتے۔ پھر جب وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضع حمل پر چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی۔ اس موقع پر ان میں سے کوئی مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا معاملہ تھا وہ تمہیں معلوم ہے، اب میں نے یہ بچہ جنا ہے پھر وہ کہتی کہ اے فلاں! یہ بچہ تمہارا ہے۔ وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور وہ لڑکا اسی کا سمجھا جاتا، وہ شخص اس سے انکار کی جرت نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھا نکاح اس طور پر تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس

آیا جایا کرتے تھے۔ یہ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو روکتی نہیں تھی۔ یہ کسبیاں ہوتی تھیں۔ اس طرح کی عورت اپنے دروازے پر جھنڈے لگائے رہتی تھیں جو نشانی سمجھے جاتے تھے۔ جو بھی چاہتا ان کے پاس جاتا۔ اس طرح کی عورت جب حاملہ ہوتی اور جب بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے جانے والے جمع ہو جاتے اور کسی قافیہ جاننے والے کو بلاتے اور بچہ کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہوتا اس عورت کے اس لڑکے کو اسی کے ساتھ منسوب کر دیتے اور وہ بچہ اسی کا بیٹا کہا جاتا، اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ پھر جب محمد ﷺ حق کے ساتھ رسول ہو کر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا، صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔" (بخاری:5127)

(6) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جو مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان اور اپنے دو پیروں کے درمیانی شرمگاہ کی ضمانت دے دے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔" (بخاری)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی شخص زنا کرتا ہے اس پر ایمان نکل کر سر پر چھتری کی طرح کھڑا رہتا ہے جب وہ اس حرکت سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان پھر واپس آ جاتا ہے۔" (ابوداؤد:4690)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾

"اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں" (32)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾ "اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾ "اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں" یعنی جو امین اور صادق ہیں، خائن اور غدار نہیں کیونکہ امانت اور عہد مومنوں کی صفتیں ہیں اور خیانت اور غداری منافقوں کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ﴾ منافق کی تین نشانیاں ہیں بات بات پر جھوٹ بولنا، وعدہ کر کے توڑ دینا، اور امانت میں خیانت کرنا۔ (بخاری:33) (مختصر ابن کثیر:2/2126)

(2) یعنی وہ امانتوں اور عہد کی رعایت رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہیں، امانتوں کو ادا کرنے اور عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ ان تمام امانتوں کو شامل ہے جو بندے اور اس کے رب کے درمیان ہیں جیسے وہ پوشیدہ امور جن کا انسان مکلف بنایا گیا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ امانتیں جو ان اموال اور اسرار کے بارے میں ہیں جو آپس میں بندوں کے مابین ہیں۔ اسی طرح یہ عہد اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے مخلوق سے کیا ہے کیونکہ عہد کے بارے میں بندے سے پوچھا جائے گا کہ آیا وہ اس عہد پر قائم رہا اور اسے پورا کیا یا اس نے اسے دور پھینک دیا، اس میں خیانت کی اور اس

پر قائم نہ رہا؟ (تفسیر سعدی:3/2841,2842)

(3) امانت اسم جنس ہے جس میں دین کی امانتیں شامل ہیں۔ شریعت کی امانتیں ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امین بنایا ہے اور اس میں لوگوں کی امانتیں بھی شامل ہیں۔ (تفسیر قرطبی:9/215)

(4) ''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا، اور وہ توڑ دیا، وہ شخص جو کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا۔ اس سے پوری طرح کام لیا۔ لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔'' (صحیح بخاری:2227)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾

''اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں'' (33)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں'' یعنی وہ اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں نہ انہیں چھپاتے ہیں، نہ ان میں تبدیلی کرتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ﴾ ''اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے'' (البقرہ:283)

(3) وہ گواہی میں کسی رشتے کی رعایت نہیں رکھتے۔

(4) ان کے نزدیک گواہی قائم رکھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بنو، اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو، اگر کوئی مال دار ہے یا فقیر، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے، چنانچہ خواہش نفس کی اتباع نہ کرو کہ تم عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (النساء:135)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾ ''اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو۔'' (الطلاق:2)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' (34)

سوال: ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' یعنی پانچوں نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ان کی شرائط اور ارکان کی حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع اور سجود میں اعتدال رکھتے ہیں اور خشوع سے اطمینان سے نماز ادا کرتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔'' (البقرہ:238)

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی ابتدا تکبیر تحریمہ اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کی قرات سے کرتے تھے اور جب رکوع کرتے تو سر کو اونچا نہ رکھتے نہ نیچا بلکہ برابر سیدھا رکھتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرتے جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے اور جب سجدہ سے سر اُٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرتے جب تک سیدھے نہ بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے اور اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرتے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع کرتے اور درندوں کی طرح آدمی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر بچھا دے اس سے بھی منع فرماتے اور سلام کے ساتھ نماز ختم کرتے اور آپ ﷺ عقبہ شیطان سے یعنی دونوں پاؤں کھڑے کر کے ایڑیوں پر بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔ (مسلم:1110)

(4) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی طرف ہمیشہ نماز میں توجہ کیے رہتے ہیں جب تک کہ وہ بندہ ادھر ادھر نہ دیکھے اور جب بندہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے۔ (ابوداؤد:909)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو شخص بہترین وضو کر کے انہیں وقت پر ادا کرتا ہے ان کے رکوع و سجود اور خشوع کو مکمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ وعدہ ہو جاتا ہے کہ وہ اسے معاف فرمائے گا اور جو ایسے نہیں کرتا اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں، چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔'' (ابوداؤد:425)

(6) سیدنا ابوبکر بن عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بصرہ کے ایک آدمی نے ان سے معلوم کیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا بات سنی؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ سے یہ سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا جو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کرتا ہو۔ اس شخص نے کہا کہ تم نے سنا ہے؟ تم نے سنا ہے؟ انہوں نے ہر مرتبہ جواب دیا کہ ہاں سنا ہے میں نے اور میرے کانوں نے اور میرے قلب نے اس بات کو اچھی طرح یاد رکھا ہے، اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ یہی فرماتے تھے۔ (ابوداؤد:427)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ''یہ تو منافق کی نماز ہے کہ سورج کو بیٹھے دیکھتا رہتا ہے جب وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان میں ہوتا ہے تو کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارنے لگ جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا مگر بہت تھوڑا۔'' (مسلم:1412)

﴿أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ﴾

''یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں'' (35)

سوال: ﴿أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ﴾ ''یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰئِكَ﴾ ''یہی لوگ'' یعنی وہ لوگ جو یہ صفات رکھتے ہیں جن کی صفات کا ذکر پچھلی آیات میں کیا گیا۔

(2) ﴿فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ﴾ ''جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اکرام و تکریم اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے نوازے گا جن کی ان کے نفس خواہش کریں گے اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گی اور وہ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت و توخیر کو اوصاف کاملہ، اخلاق فاضلہ سے موصوف کیا ہے، یعنی عبادت بدنیہ، مثلاً: نماز اور اس پر مداومت، اعمال قلبیہ، مثلاً: خشیت الٰہی جو ہر بھلائی کو دعوت دیتی ہے، عبادت مالیہ، عقائد نافعہ، اخلاق فاضلہ، اللہ تعالیٰ سے معاملہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بہترین معاملہ، یعنی ان کے ساتھ انصاف کرنا، ان کے حقوق اور ان کی امانتوں کی حفاظت کرنا، ایسے افعال جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کر کے عفت کامل اختیار کرنا۔ (تفسیر سعدی:3/2842)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١﴾﴾ ''یہی لوگ وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (المومنون:11,10)

رکوع نمبر 8

﴿فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ﴾

''پھر کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آنے والے ہیں؟'' (36)

سوال: ﴿فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ﴾ ''پھر کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آنے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ﴾ ''پھر کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آنے والے ہیں؟'' نبی ﷺ کو جھٹلانے والے کافروں کے دنیا اور آخرت میں احوال کا ذکر ہے۔

(2) رب العزت نے ان کافروں کی مذمت کی ہے جو آپ ﷺ کو دیکھتے اور جانچتے رہتے تھے۔ان کے سامنے وحی کی روشنی بھی تھی، وہ رسول اللہ ﷺ سے ظاہر ہونے والے معجزات بھی دیکھتے رہتے تھے پھر بھی آپ ﷺ سے بدکتے تھے۔

﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾

''دائیں بائیں سے گروہ در گروہ''(37)

سوال: ﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾ ''دائیں بائیں سے گروہ در گروہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾ ''دائیں بائیں سے گروہ در گروہ'' یعنی وہ گروہوں اور ٹولیوں میں دائیں بائیں سے بھاگتے رہے۔(2) یعنی وہ سچے دین سے بدکتے رہے اور دائیں بائیں بھاگتے رہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ (۴۹) كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (۵۰) فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (۵۱)﴾ ''تو انہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟ گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں۔جو شیر سے بھاگے ہیں۔'' (المدثر:49,51)

﴿اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ﴾

''کیا اُن میں سے ہر شخص یہ طمع رکھتا ہے کہ وہ نعمت بھری جنت میں داخل کر دیا جائے گا؟''(38)

سوال: ﴿اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ﴾ ''کیا اُن میں سے ہر شخص یہ طمع رکھتا ہے کہ وہ نعمت بھری جنت میں داخل کر دیا جائے گا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ﴾ ''کیا اُن میں سے ہر شخص یہ طمع رکھتا ہے'' یعنی نبی ﷺ سے کترا کر ادھر اُدھر بھاگنے والے یہ طمع رکھتے ہیں۔

(2) ﴿اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ﴾ ''کہ وہ نعمت بھری جنت میں داخل کر دیا جائے گا؟'' یعنی ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو جنتی سمجھتا ہے۔ایک طرف حق سے منہ موڑتے ہیں اور دوسری طرف جنت میں داخلے کی طمع رکھتے ہیں۔

﴿كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ﴾

''ہرگز نہیں! ہم نے اُن کو جس چیز سے پیدا کیا ہے اسے یہ خود جانتے ہیں''(39)

سوال: ﴿كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہرگز نہیں! ہم نے اُن کو جس چیز سے پیدا کیا ہے اسے یہ خود جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا﴾''ہرگز نہیں!''یعنی معاملہ وہ نہیں ہوگا جو وہ چاہتے ہیں یعنی وہ جنت میں جانے والے نہیں۔ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہے۔
(2)﴿اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ﴾''ہم نے اُن کو جس چیز سے پیدا کیا ہے اسے یہ خود جانتے ہیں۔''یعنی ہم نے انھیں اچھل کر گرنے والے پانی سے بنایا جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔پس وہ بہت کمزور ہیں،وہ خود اپنے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں،وہ موت پر قادر ہیں نہ زندگی پر اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر۔(تفسیر السعدی:2843/3)
(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾''کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟''(المرسلت:20)
(4)﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾''چنانچہ انسان کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔''(الطارق:5)

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ﴾

''پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی!بے شک ہم یقینا قدرت رکھنے والے ہیں''(40)

سوال:﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ﴾''پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی! بے شک ہم یقینا قدرت رکھنے والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ﴾''پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی! بے شک ہم یقینا قدرت رکھنے والے ہیں۔''یعنی اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب پیدا کیے۔ان کی قسم اس لیے کھائی ہے کیونکہ ان میں قیامت پر اور ان کی مانند ایسے لوگ لے آنے میں اس کی قدرت پر بڑی نشانیاں ہیں۔(تفسیر سعدی 2843/3)
(2)سورج ہر روز مشرق سے نکلتا ہے لیکن سال کے 365 دنوں میں الگ الگ مقام سے نکلتا ہے اور 365 مقامات سے ہی غروب ہوتا ہے حالانکہ ہر روز مغرب میں ہی غروب ہوتا ہے۔
(3)رب العزت نے فرمایا:﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾''یقینا آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔''(غافر:57)
(4)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾''اور کیا بھلا اُنھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں،اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ہاں!یقینا وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(الاحقاف:33)

﴿عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾

''اس پر کہ ہم بدلے میں ان سے اچھے لوگ لے آئیں اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں''(41)

سوال:﴿عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾''اس پر کہ ہم بدلے میں ان سے اچھے لوگ لے آئیں اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾''اس پر کہ ہم بدلے میں ان سے اچھے لوگ لے آئیں''یعنی ہم قادر ہیں کہ انہیں ہلاک کر دیں اور ان کی جگہ بہتر لوگوں کو لے آئیں۔(ایسر التفاسیر:1679)رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے۔''(الواقعہ:61)

(2)﴿وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾''اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں''یعنی اگر ہم کسی کو دوبارہ زندہ کریں تو وہ ہم پر سبقت نہیں لے جا سکتا نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ ہمیں عاجز کر سکتا ہے۔(تفسیر سعدی:2844/3)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔''(الواقعہ:60)

(4)﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝﴾''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے؟ کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اُس کی پور پور تک کو درست کر دیں۔''(القیامہ:3,4)

﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾

''چنانچہ اُنہیں چھوڑ دو کہ وہ باتیں بناتے رہیں اور کھیلتے رہیں حتیٰ کہ یہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں''(42)

سوال:﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾''چنانچہ اُنہیں چھوڑ دو کہ وہ باتیں بناتے رہیں اور کھیلتے رہیں حتیٰ کہ یہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں''''جو نصیحت نہ مانے اسے اس کے حال پر چھوڑ دو''آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا﴾''چنانچہ اُنہیں چھوڑ دو کہ وہ باتیں بناتے رہیں اور کھیلتے رہیں''یعنی جب انہوں نے موت کے بعد کی زندگی اور جزا و سزا کو نہیں مانا اور وہ نافرمانی اور جھٹلانے پر جم گئے تو اب انہیں ان کے باطل عقائد میں،ان کی سرکشی میں گرفتار چھوڑ دیں۔

(2)﴿حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾''حتیٰ کہ یہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں''جب تک وہ دن نہ پالیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور جب تک یہ اپنے کفر کا وبال نہ چکھ لیں۔

(3)اللہ رب العزت نے ان کے لیے عبرت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(4)﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾''اور آپ چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنا دین

کھیل اور دل لگی بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔'' (الانعام:70)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ (١١) الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ (١٢)﴾ ''چنانچہ اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں۔'' (الطور:11,12)

﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ﴾

''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں'' (43)

سوال: ﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ﴾ ''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا﴾ ''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے'' یعنی قبروں سے محشر کی طرف دوڑتے ہوں گے۔

(2) ﴿كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ﴾ ''گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں'' یعنی گویا کہ وہ ایک نشان کا قصد رکھتے ہیں، وہ اس داعی کی آواز کی نافرمانی کر سکیں گے نہ پکارنے والے کی پکار سے ادھر ادھر التفات کریں گے بلکہ ذلیل و مقہور ہو کر رب کائنات کے سامنے پیش ہوں گے۔ (تیسیر السعدی:2844/3)

(3) ﴿نُصُبٍ﴾ نصب الشی بمعنی کسی چیز کو سیدھے رخ کھڑا کر دینا اور زمین میں گاڑ دینا اور نصیب اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جو بطور نشان راہ گاڑا جاتا ہے نیز نصیب پتھر یا لوہے کے اس مجسمے کو بھی کہتے ہیں جو کسی جگہ بغرض عبادت نصب کر دیا گیا ہو۔ یہ مجسمے عموماً نبیوں، ولیوں اور پیروں یا بادشاہوں کے ہوتے ہیں اور ایسے مقامات جہاں یہ مجسمے نصب ہوں انہیں بھی نصب یا تھان یا استھان یا آستانے کہا جاتا ہے اور نصیب کی جمع نصب یا انصاب آتی ہے۔ گویا نصب کے تین معنی ہوئے (i) نشان راہ کے پتھر (ii) نصب شدہ مجسمے (iii) وہ مقام جہاں مجسمے یا بت نصب ہوں۔ اس آیت میں تینوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلا معنی اس لحاظ سے کہ ان کا دوڑنا اللہ کے حکم کے تحت اور اضطراری امر ہوگا اور باقی دونوں معنی اس لحاظ سے کہ دنیا میں وہ ایسے بتوں کے مجسموں اور تھانوں کی طرف تیزی سے دوڑ کر جایا کرتے تھے۔ (تیسیر القرآن 523/4)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ (٦) خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ (٧) مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (٨)﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:6,8)

(5)﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ﴾ ''جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے۔'' (ق:44)

﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾

''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی، ذلت انہیں گھیرے ہوئے ہوگی یہی وہ دن ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا'' (44)

سوال1:(1)﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ ''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی، ذلت انہیں گھیرے ہوئے ہوگی یہی وہ دن ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ﴾ ''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی'' یعنی ندامت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

(2)﴿تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ ''ذلت انہیں گھیرے ہوئے ہوگی'' ذلت اور اضطراب ان کے دلوں اور عقلوں پر غالب آجائیں گے، ان کی نگاہیں جھک جائیں گی، تمام حرکات ساکن اور تمام آوازیں منقطع ہوجائیں گی، یہ حال اور یہ انجام اس دن ہوگا۔ (تفسیر سعدی:2844/3)

(3)﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ ''یہی وہ دن ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا'' یعنی یہ وہ دن ہے جس کے عذاب کی وعید دی جاتی تھی اور وہ قیامت کا دن ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کی وعیدوں کا پورا ہونا یقینی ہے۔

سوال2: قیامت کے وعدے پر کسے یقین آتا ہے؟

جواب: قیامت کے وعدے پر اُسے یقین آتا ہے:

(1) جس کو یہ یقین آجائے کہ میں خود سے وجود میں نہیں آیا مجھے کوئی وجود میں لانے والا ہے۔

(2) جس کو یہ یقین آجائے کہ اس کا خالق عظمت والا، زبردست قوتوں والا، جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔

(3) جس کو یہ یقین آجائے کہ اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا۔

(4) جس کو یہ یقین آجائے کہ جیسے ہر عمل کا کوئی نہ کوئی نتیجہ نکلنے والا ہے ایسے ہی ہماری زندگی کا بھی نتیجہ نکلنا چاہئے۔

(5) جس کو اللہ تعالیٰ کے انصاف پر یقین آجائے وہ ایک ایسے دن پر یقین ضرور کرلیتا ہے جب انسانوں کے درمیان انصاف ہوگا۔

اٰیاتها ۲۸ | ۷۱ سُوْرَةُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ ۷۱ | رکوعاتها ۲

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ نوح مکی سورت ہے۔ 2 رکوع اور 28 آیات پر مشتمل ہے۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 71 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے بھی اس کا نمبر 71 ہے۔

رکوع نمبر 9

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''یقیناہم نے نوح کواُس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ اپنی قوم کوخبردار کردواس سے پہلے کہ اُن پر دردناک عذاب آجائے''(1)

سوال: ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''یقیناہم نے نوح کواُس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ اپنی قوم کوخبردار کردواس سے پہلے کہ اُن پر دردناک عذاب آجائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ﴾ ''یقیناہم نے نوح کواُس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا'' اس سورت کا آغاز سیدنا نوح علیہ السلام کے رسالت اور نبوت کے مشن پر فائز کرنے سے ہوتا ہے۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا۔ انہوں نے طویل عرصے تک اپنی ذمہ داریاں پوری کیں۔

(3) ﴿اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''کہ اپنی قوم کوخبردار کردواس سے پہلے کہ اُن پر دردناک عذاب آجائے'' سیدنا نوح علیہ السلام کو مشن کا ہدف بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے پہلے اپنی قوم کوخبردار کردیں کہ اگر وہ عذاب آنے سے پہلے توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلیں گے تو عذاب نہیں آئے گا۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اُس نے کہا: ''اے میری قوم! یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں''(2)

سوال: ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میری قوم! یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میری قوم! یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں'' نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعوت کا آغاز کردیا۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہیں کھلم کھلا کہہ رہا ہوں کہ اللہ کے عذاب سے ڈر جاؤ جو تم پر آنے ہی والا ہے اور سچے دل

سے توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلو۔ میں تمہارے لیے حق کو واضح کر کے، کھول کھول کر بیان کرنے والا ہوں۔

﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (3)

سوال: ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے آسمانی عذاب سے بچنے کی کیا صورت واضح فرمائی؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام نے واضح فرمایا آسمانی عذاب سے بچانے والی تین صورتیں ہیں۔

(i) ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، یہ اسی کا حق ہے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ کریں۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عفیر نامی گدھے پر سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ اس کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں (ورنہ) وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔'' (صحیح مسلم:144)

(ii) ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اور اُس سے ڈرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے آسمانی عذاب سے بچانے والی دوسری صورت سے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو۔ تقویٰ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید باندھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذاب کا خوف رکھتے ہوئے اس کے روکے سے رک جانا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے امید باندھنے اور اس سے خوف رکھنے کی دعوت دی۔

(iii) ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے آسمانی عذاب سے بچانے والی تیسری صورت سے آگاہ فرمایا کہ میری اطاعت کرو یعنی میری نصیحت قبول کرو۔ (جامع البیان:96/9)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ ''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔'' (النساء:79,80)

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت جب آجاتا ہے

تو موخر نہیں کیا جاتا، کاش! تم جانتے ہوتے"(4)

سوال 1: ﴿یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ "وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف کردے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ "وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف کردے گا" یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا تقویٰ اختیار کر کے میری اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے بڑے بڑے گناہ معاف کردے گا جن کی وجہ سے تم عذاب کے مستحق بن چکے تھے۔ (2) ﴿وَیُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ "اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا" یعنی ایک مقررہ مدت تک تم سے ہلاکت کو ہٹا دے گا اور دنیا میں باقی رہنے کی مقدار ایک مقررہ وقت تک مؤخر کر دی جائے گی۔ (3) یعنی وہ تمہاری عمروں میں برکت عطا فرمائے گا۔

(4) سیدنا ابن شامہ مہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم سیدنا عمرو العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ وہ بہت دیر تک روتے رہے اور چہرہ مبارک دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کے بیٹے ان سے کہہ رہے تھے کہ ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو اس طرح بشارت نہ دی؟ کیا اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو یہ خوشخبری نہیں سنائی؟ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ادھر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور مجھ پر تین دور گزرے ہیں ایک دور تو وہ ہے جو تم نے دیکھا کہ میرے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں تھا اور مجھے یہ سب سے زیادہ پسند تھا کہ آپ ﷺ پر قابو پا کر آپ ﷺ کو قتل کر دوں اگر میری موت اس حال میں آجاتی تو میں دوزخی ہوتا پھر جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈالی تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ آپ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ شرط کہ کیا میرے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام لانے سے اس (شخص) کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور ہجرت سے اس کے سارے گزشتہ گناہ اور حج کرنے سے بھی اس کے گزشتہ سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور (پھر اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی سے محبت نہیں تھی اور نہ آپ ﷺ سے بڑھ کر میری نظر میں کس کی عظمت تھی اور اگر کوئی مجھ سے آپ ﷺ کی صورت مبارک کے متعلق پوچھتا تو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آپ ﷺ کو (بوجہ عظمت وجلال) دیکھ نہ سکا مگر اس حال میں میری موت آجاتی تو مجھے جنتی ہونے کی امید تھی پھر اس کے بعد ہمیں کچھ ذمہ داریاں دی گئیں۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ میرا کیا حال ہوگا؟ پس جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازے کے ساتھ نہ کوئی رونے والی ہو اور نہ آگ ہو جب تم مجھے دفن کر دو تو مجھ پر مٹی ڈال دینا اس کے بعد میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے

اُنس حاصل ہوا اور میں دیکھ لوں کہ میں اپنے رب (عزوجل) کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم:321)

سوال 2:﴿اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت جب آ جاتا ہے تو موخر نہیں کیا جاتا، کاش! تم جانتے ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت جب آ جاتا ہے تو موخر نہیں کیا جاتا'' یعنی موت کا وقت مقرر ہے، اپنے وقت پر اسے ضرور آنا ہے۔

(2)﴿لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش! تم جانتے ہوتے'' کاش تم علم رکھتے تو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے، نہ حق کے ساتھ دشمنی رکھتے۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا﴾

''اُس نے کہا: ''اے میرے رب یقیناً میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی ہے'' (5)

سوال:﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب یقیناً میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی ہے'' سیدنا نوح علیہ السلام نے 950 سالہ طویل جدوجہد کی رپورٹ پیش کرنے کا آغاز کیسے کیا؟

جواب:(1)﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب یقیناً میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی ہے۔'' سیدنا نوح علیہ السلام نے 950 سال تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اب سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی رپورٹ پیش کی کہ اے میرے رب میں نے انہیں تیرے راستے پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ رات دن اس سلسلے کو جاری رکھا، ہر ممکن جتن کیے، ہر طرح سمجھایا، ہر تکلیف برداشت کی۔ (2) یعنی تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کتنے جتن کیے کہ وہ تیرے قریب آ جائیں۔

﴿فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا﴾

''میرے بلانے نے دور بھاگنے کے سوا ان میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا'' (6)

سوال 1:﴿فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا﴾ ''میرے بلانے نے دور بھاگنے کے سوا ان میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا﴾ ''میرے بلانے نے دور بھاگنے کے سوا ان میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔'' سیدنا نوح علیہ السلام نے رب العزت کے سامنے قوم کی صورت حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ میں نے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی عبادت کی دعوت دی تو انہوں نے مجھ سے اور جس چیز کی طرف میں نے بلایا اس سے فرار کا راستہ اختیار کیا۔

(2) یعنی انہوں نے تیری اطاعت سے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ (3) یعنی ان کی حق سے نفرت میں اضافہ ہوا اور دعوت کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔

سوال: دعوت الی اللہ کا فائدہ کب حاصل ہوتا ہے؟

جواب: دعوت الی اللہ کا فائدہ تب حاصل ہوتا ہے جب دعوت کے تمام مقاصد یا ان سے کچھ مقاصد حاصل ہوں۔ (تفسیر سعدی:2847/3)

﴿وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾

''اور یقیناً جب بھی میں نے دعوت دی اُن کو تا کہ تو اُن کو معاف کر دے تو اُنہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیں اور انہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ضد پر اڑ گئے اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا'' (7)

سوال: ﴿وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾ ''اور یقیناً جب بھی میں نے دعوت دی اُن کو تا کہ تو اُن کو معاف کر دے تو اُنہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیں اور انہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ضد پر اڑ گئے اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ﴾ ''اور یقیناً جب بھی میں نے دعوت دی اُن کو تا کہ تو اُن کو معاف کر دے'' یعنی جب بھی میں نے انہیں پکارا تا کہ وہ اس دعوت کو قبول کر لیں اور انہیں بخش دیا جائے۔

(2) ﴿جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ﴾ ''تو اُنہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیں'' انہوں نے اس ڈر سے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں کہ تیری طرف بلانے کے لیے جو دعوت میں انہیں دوں کہیں ان کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔

(3) رب العزت نے ان کی بیماری کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ﴾ ''مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں۔'' (الشوریٰ:13)

(4) ﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔'' (ہود:27)

(5) ﴿وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ﴾ ''اور انہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لیے'' انہوں نے حق سے بغض رکھنے کی وجہ سے منہ پر کپڑے ڈال لیے تا کہ میرا چہرہ نہ دیکھ پائیں۔ اسی طرح سے رسول اللہ ﷺ جب دعوت دیتے تھے تو کافر اپنے آپ کو ڈھانپتے تھے رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ

﴿اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' (ہود:5)

(6) مکہ کے قریشی بھی نبی ﷺ کی دعوت، قرآن حدیث کی دعوت سننا گوارہ نہیں کرتے تھے اور دوسروں کے قرآن سننے میں بھی رکاوٹ ڈالتے تھے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو تاکہ تم غالب آجاؤ۔'' (حٰمٓ سجدہ:26)

(7) ﴿وَاَصَرُّوْا﴾ ''اور ضد پر اڑ گئے'' ابن زید نے کہا کہ انہوں نے اپنے شر اور کفر پر اصرار کیا۔ (جامع البیان:98/29)

(8) ﴿وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾ ''اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا'' یعنی انہوں نے حق کے مقابلے میں بڑا تکبر کیا جس کی وجہ سے ان کے شر میں اضافہ ہوا۔

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، (یہ تکبر نہیں) تکبر تو حق بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' (مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ:263)

﴿ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا﴾

''پھر میں نے انہیں با آواز بلند دعوت دی'' (8)

سوال: ﴿ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا﴾ ''پھر میں نے انہیں با آواز بلند دعوت دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا﴾ ''پھر میں نے انہیں با آواز بلند دعوت دی'' یعنی میں نے تیری توحید اور تیری عبادت کی دعوت دی اور شرک چھوڑنے کے لیے انہیں اعلانیہ دعوت دی۔ یعنی بھرے مجمع میں بھی انہیں سمجھایا۔

﴿ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا﴾

''میں نے انہیں اعلانیہ اور خفیہ دعوت دی، بہت خفیہ'' (9)

سوال: ﴿ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا﴾ ''میں نے انہیں اعلانیہ اور خفیہ دعوت دی، بہت خفیہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا﴾ ''میں نے انہیں اعلانیہ اور خفیہ دعوت دی، بہت خفیہ'' سیدنا نوح علیہ السلام

نے دعوت کی حرص اور خیر خواہی کی وجہ سے انہیں ہر طریقے سے دعوت دی اعلانیہ بھی اور پوشیدہ طریقے سے بھی۔

(2) یعنی سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا کہ میں نے تنہائی میں اور مجمعوں میں ہر طریقے سے انہیں سمجھایا تا کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں اور جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾

''تو میں نے کہا کہ اپنے رب سے بخشش مانگ لو! یقیناوہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے'' (10)

سوال: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾ ''تو میں نے کہا کہ اپنے رب سے بخشش مانگ لو! یقیناوہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے'' توبہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''تو میں نے کہا کہ اپنے رب سے بخشش مانگ لو!'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں گناہوں کو چھوڑنے اور بخشش طلب کرنے کی دعوت دی۔

(2) ﴿اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾ ''یقیناوہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے'' گناہ گار جب گناہ پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو جہانوں کا بادشاہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اور کثرت سے اس کے گناہ بخش دیتا ہے خواہ وہ شرک ہی کیوں نہ ہو۔ یقیناوہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی بخشش اور اس پر جو اجر و ثواب ہے اور جو عذاب دور ہوتا ہے اس کی رغبت دلائی ہے۔

(4) ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بارش کی دعا مانگنے کے لیے منبر پر چڑھے تو یہی آیت پڑھی اور اللہ سے گناہوں کی معافی بھی مانگی اور استغفار کی آیتیں پڑھیں۔ پھر فرمایا: میں نے بارش تمام آسمانی راہوں سے جن سے بارش مانگی جا سکتی ہے مانگ لی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 2130/2)

﴿يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾

''وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارشیں برسائے گا'' (11)

سوال: ﴿يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ ''وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارشیں برسائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سچے دل سے توبہ کر کے گناہوں سے معافی مانگ کر، فرماں برداری کی زندگی گزارنے کے لیے دنیا کی فوری بھلائی کے ذریعے سے ترغیب دی ہے۔ ﴿يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ ''وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارشیں برسائے گا'' یعنی تم پر بارش اور روزی کی فراوانی ہوگی۔ آسمانی اور ارضی برکتوں سے خوش حال ہو جاؤ گے۔ بارش سے جانوروں کے تھن دودھ سے بھرے رہیں گے۔ پھلوں کی کثرت ہوگی۔ ہر جگہ آب رواں اور دل کش سماں ہوگا۔

﴿وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾

''اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے لیے باغات پیدا کردے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا'' (12)

سوال: ﴿وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾ ''اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے لیے باغات پیدا کردے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ ''اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے اموال میں، جن کے ذریعے سے تم دنیا کی ہر وہ چیز حاصل کرتے ہو، جس کی تمھیں طلب ہوتی ہے اور تمھاری اولاد میں کثرت عطا کرے گا۔ یہ دنیا کی لذتوں اور اس کے مطالب کی انتہا ہے۔ (تفسیر السعدی: 2847,2848/3) (2) یعنی مال اور اولاد میں برکتیں اور چاروں طرف نعمتیں ہوں گی۔

(3) ﴿وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾ ''اور تمہارے لیے باغات پیدا کردے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا'' یعنی پھلوں کی بھرمار اور کثرت پیداوار ہوگی۔ جگہ جگہ آب رواں ہوگا اور نہروں اور چشموں کا دل خوش کن سماں ہوگا۔ (سراج المنیر: 2130/2)

(4) رب العزت نے دنیا کی زینت یعنی مال اور اولاد کی رغبت دلائی تاکہ وہ اللہ والے بن جائیں۔

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾

''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟ (13)

سوال: ﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾ ''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾ ''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟'' تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی تعظیم کے لیے اس سے خوف نہیں کھاتے اور تمہارے ہاں اللہ کی کوئی قدر نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2848/3)

(2) عوفی نے کہا: تمہیں کیا ہے تم اللہ کی عظمت کو ہی نہیں جانتے۔ (قرطبی: 222/9)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت سے غافل اور اس کے جلال اور اس کی سطوت سے جاہل کیوں بن گئے ہو؟

﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا﴾

''حالانکہ یقیناً اُس نے تمہیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے'' (14)

سوال: ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا﴾ ''حالانکہ یقیناً اُس نے تمہیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا﴾ ''حالانکہ یقیناً اُس نے تمہیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے'' اَطْوَارًا۔ طور کسی چیز کی ایسی حالت کو کہتے ہیں جو اندازے کے مطابق کچھ مدت بعد تدریجی تبدیلی چاہتی ہو۔ اور تَطَوُّرٌ بمعنی ایک حالت سے دوسری یا اگلی حالت

میں تبدیل ہونا۔ سوچا جائے تو انسان اطوار ہی کا مجموعہ اور مظہر ہے۔ (تیسیر القرآن 527/4)

(2) یعنی ماں کے پیٹ میں تخلیق کے مختلف مراحل میں پیدا کیا، پھر رضاعت، پھر سن طفولیت، پھر سن تمیز اور پھر جوانی میں منتقل کیا، پھر اس مرحلے میں لے گیا جہاں تمام مخلوق پہنچتی ہے۔ پس وہ ہستی جو تخلیق اور بے مثال تدبیر میں منفرد ہے، صرف اسی کے لیے عبادات اور توحید مختص ہے۔ بندوں کی تخلیق کی ابتدا کے ذکر میں معاد کی طرف اشارہ ہے اور وہ ہستی جو انہیں عدم سے وجود میں لائی، ان کے مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ (تفسیر السعدی 2848/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔'' (المومنون:14)

﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟'' (15)

سوال: ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے لیے آسمانوں کی تخلیق سے استدلال کیا ہے۔ وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟'' رب العزت نے آسمانوں کی تخلیق سے استدلال کیا ہے جن کی تخلیق انسانوں سے زیادہ بڑی ہے۔

(2) اوپر تلے سات آسمان بنانے سے مراد ہے ہر آسمان کو دوسرے آسمان کے اوپر پیدا کیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾ ''تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا؟ اور ہم نے اُسے زینت دی؟ اور اُس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے'' (ق:6)

﴿وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾

''اور اُن میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا'' (16)

سوال: ﴿وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾ ''اور اُن میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا﴾''اور اُن میں چاند کو نور بنایا''یعنی زمین والوں کے لیے چاند کو نور بنایا۔

(2)﴿وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾''اور سورج کو چراغ بنایا''اس میں ان اشیاء کی تخلیق کے بڑے ہونے، نیز سورج اور چاند کے فوائد کی کثرت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے بے پایاں احسان پر دلالت کرتی ہے۔پس وہ عظیم اور رحیم ہستی، مستحق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے، اس سے محبت کی جائے، اس سے ڈرا جائے اور امید رکھی جائے۔(تفسیر السعدی:2848/3)

(3)﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔''(یونس:5)

﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اُگایا ہے، خاص طریقے سے اُگانا''(17)

سوال:﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا﴾''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اُگایا ہے، خاص طریقے سے اُگانا''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا﴾''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اُگایا ہے، خاص طریقے سے اُگانا''یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا جس طرح نباتات زمین کی مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔

(2)یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور تم ان کی صلب میں تھے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے، اللہ تعالیٰ نے اُس (آدم) کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔''(آل عمران:59)

﴿ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا﴾

''پھر وہ تمہیں اس میں لوٹائے گا اور تمہیں نکالے گا، خاص طریقے سے نکالنا''(18)

سوال:﴿ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا﴾''پھر وہ تمہیں اس میں لوٹائے گا اور تمہیں نکالے گا، خاص طریقے سے نکالنا''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا﴾''پھر وہ تمہیں اس میں لوٹائے گا''یعنی موت کے بعد تمہیں زمین میں واپس لے جاتا ہے اور اسی

میں تمہیں دفن کیا جاتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1682)

(2)﴿وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا﴾''اور تمہیں نکالے گا، خاص طریقے سے نکالنا''یعنی قیامت کے دن حساب کتاب اور جزا کے لیے تمہیں زمین سے نکالے گا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی میں سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔''(طٰہٰ:55)

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے ایک فرش بنا دیا(19)

سوال:﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا﴾''اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے ایک فرش بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا﴾''اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے ایک فرش بنا دیا''یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے آرام کے لیے پھیلا دیا۔(2)اگر وہ زمین کو نہ پھیلاتا تو کھیتی باڑی، باغات اگانا، عمارات بنانا اور ان میں رہائش اختیار کرنا ممکن نہ ہوتا۔

﴿لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا﴾

''تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو''(20)

سوال:﴿لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا﴾''تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا﴾''تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو''یعنی زمین کو پھیلا کر تمہارے لیے اس میں چلنا پھرنا اور نفع اٹھانا ممکن بنا دیا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے زمین کو کھینچ کر ٹھہرانے کے لیے اس میں پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں تاکہ تم زمین پر ٹھہر سکو، جہاں چاہو چل پھر سکو۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے اور اس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راہ نمائی پائیں۔''(الانبیاء:31)

رکوع نمبر 10

﴿قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا﴾

''نوح نے کہا:''اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی ہے اور اس کی پیروی کی جس کے مال اور اولاد نے اُس کے خسارے

کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا'' (21)

سوال: ﴿قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! اُنہوں نے میری نافرمانی کی ہے اور اس کی پیروی کی جس کے مال اور اولاد نے اُس کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا'' گناہ گاروں کے لیے مال اور اولاد کی کثرت استدراج ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ نُوْحٌ﴾ ''نوح نے کہا:'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے سامنے قوم کی صورت حال رکھتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ﴾ ''اے میرے رب! اُنہوں نے میری نافرمانی کی ہے'' یعنی قوم کو میری نصیحت نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ انہوں نے میرے ہر حکم کی نافرمانی کی ہے۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں ایک اللہ کی عبادت، تقویٰ، اطاعت اور استغفار کا حکم دیا تھا جس کی انہوں نے نافرمانی کی۔

(4) ﴿وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور اس کی پیروی کی جس کے مال اور اولاد نے اُس کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔'' یعنی انہیں بڑے لوگوں اور اشراف کی پیروی نے ہلاکت میں ڈالا۔ ان کے مال اور اولاد نے انہیں خسارے میں ڈالا۔

(5) وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے غافل اور دنیا میں مست تھے حالانکہ نافرمانیوں کے ساتھ مال کی فراوانی اور اولاد کی کثرت استدراج کے طور پر تھی مگر وہ اسے تیری رضا اور اپنی عزت سمجھنے لگے۔ (6) ان کے لیے یہ خسارہ آخرت کا تھا۔

﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا﴾

''اور اُنہوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر'' (22)

سوال: ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا﴾ ''اور اُنہوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا﴾ ''اور اُنہوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر'' یعنی ان کے رؤساء نے حق کی دشمنی میں بڑی چال چلی۔ انہوں نے قوم کو سخت دھوکے میں رکھا اور انہیں یہی سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہے جبھی تو ہمیں نوازرکھا ہے اگر وہ ناراض ہوتا تو ہمیں مال و دولت اور عزت و جاہ سے کیوں نوازتا؟

(2) قیامت کے دن ان رؤساء کو عوام یہی کہہ کر جھٹلائیں گے ﴿بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۳۳) وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۳۴)﴾ ''بلکہ دن رات کی

مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اُس کے ساتھ شریک بنائیں،'' اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے۔'' (سبا:33,34)

﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا لا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سُواع کو اور نہ ہی یغوث اور یعوق اور نسر کو'' (23)

سوال: ﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سُواع کو اور نہ ہی یغوث اور یعوق اور نسر کو'' رؤسائے قوم نوح علیہ السلام نے بتوں سے وابستگی کا حکم دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا'' رؤسائے قوم نے شرک کی دعوت دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ﴾ ''کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا'' یعنی اپنے دیوی دیوتاؤں کو نہ چھوڑیں۔ اس دین کو نہ چھوڑیں جن پر ان کے آباء تھے۔

(3) ﴿وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا﴾ ''اور نہ وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سُواع کو'' انہوں نے پانچ بتوں کے نام لیتے ہوئے ان سے دائمی وابستگی کی تلقین کی۔

(4) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو بت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی عرب میں پوجے جانے لگے۔ وَدّ دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔ سواع بن ہذیل کا۔ یغوث بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی اجوف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے، یعوق بنی ہمدان کا بت تھا۔ نسر حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ پانچوں سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب ان کی موت آ گئی تو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا کہ اپنی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھتے تھے ان کے بت قائم کر لیں اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے ناموں پر رکھ لیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی لیکن جب وہ لوگ مر گئے جنہوں نے بت قائم کئے تھے اور علم لوگوں میں نہ رہا تو ان کی پوجا ہونے لگی۔ (صحیح بخاری:4920)

(5) سیدنا نوح علیہ السلام کے دور میں جن بڑے بڑے بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ ان میں سے صرف وہ معبود ذکر کیے ہیں جنہیں بعد میں اہل عرب نے بھی پوجنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ''وَدّ'' قبیلہ قضاعۃ کی شاخ بنی کلب بن وبرہ کا معبود تھا۔ جس کا استھان انہوں نے ''دومۃ الجندل'' میں

بنا رکھا تھا۔ ''سواع'' قبیلہ ہذیل کی دیوی تھی اور اس کا بت عورت کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ ''یغوث'' قبیلہ طے کی شاخ انعم اور قبیلہ مذحج کی بعض شاخوں کا معبود تھا۔ ''یعوق'' یمن کے علاقہ ہمدان قبیلہ ہمدان کا معبود تھا۔ اور ''نسر'' قبیلہ حمیر کی شاخ آل ذوالکلاع کا معبود تھا!

(ترجمان القرآن:3/528,529)

﴿وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا﴾

''اور یقیناً انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا'' (24)

سوال: ﴿وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا﴾ ''اور یقیناً انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا﴾ ''اور یقیناً انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا'' یعنی ان رؤسائے قوم نے اپنی دعوت سے بہت لوگوں کو گمراہ کیا۔ کیونکہ ان کی پرستش کا رواج صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔ عرب وعجم کی اکثر قومیں اس بت پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی۔ ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾ ''اور جب ابراہیم نے کہا: ''اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دیجیے اور مجھے اور میری اولاد کو بچا لیجیے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں!'' (ابراہیم:35)

(2) ﴿وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا﴾ ''اور ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا'' میرے ان کو حق کی دعوت دینے کے وقت اگر وہ گمراہ ہوتے تو یہ مصلحت تھی مگر ان سرداروں کی دعوت سے ان کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوا ہے، یعنی اب ان کی کامیابی اور اصلاح کا کوئی امکان باقی نہیں۔ (تفسیر السعدی:3/2849)

(3) یعنی ہماری آیات ان کے کفر ہی میں اضافے کا اور ان کے دلوں پر مہر لگانے کا سبب بنتی ہیں یہاں تک کہ وہ حق کی طرف ہدایت نہیں پاتے۔

(4) سرکشوں پر دو نبیوں نے بددعا کی۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے یہ بددعا دی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں پر بددعا کی تھی۔ ﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال دیے ہیں اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں؟ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، سو وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔'' (یونس:88)

﴿مِمَّا خَطِيٰٓـئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾

''اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے، چنانچہ وہ آگ میں داخل کر دیے گئے، پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہوں نے اپنا کوئی مددگار نہ پایا''(25)

سوال: ﴿مِمَّا خَطِيٰٓـئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾ ''اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے، چنانچہ وہ آگ میں داخل کر دیے گئے، پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہوں نے اپنا کوئی مددگار نہ پایا'' مجرموں کو ان کے گناہ لے ڈوبے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِمَّا خَطِيٰٓـئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا﴾ ''اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے'' یعنی وہ اپنے گناہوں کی کثرت، کفر، سرکشی اور نوح علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ڈوبے۔

(2) ﴿فَاُدْخِلُوْا نَارًا﴾ ''چنانچہ وہ آگ میں داخل کر دیے گئے'' یعنی ان کے جسم تو پانی میں چلے گئے اور روحیں آگ کے حوالے کر دی گئیں۔ یہ ان کے گناہوں کی نحوست تھی جس سے سیدنا نوح علیہ السلام نے آگاہ کیا مگر انہوں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی یہاں تک کہ ان پر عذاب نازل ہو گیا۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے لوگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے؟ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ٹھکانہ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے جنت میں ایک مکان اس کے بدلے بنا دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق اس کا جواب یہی ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے لوگوں کو یہ بات کہتے سنا تھا تو میں بھی وہی کہتا رہا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور اچھے لوگوں کی پیروی کی اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقے سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا ارد گرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔ (بخاری:1338)

(4) نبی ﷺ نے عذاب جہنم اور عذاب قبر سے پناہ مانگی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ﴾ ''اے اللہ میں جہنم کی آگ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مسیح دجال

(کانا دجال) کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور موت اور زندگی کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" (سنن نسائی:5521)

(5)﴿فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾ "پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہوں نے اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔" یعنی جب ان پر عذاب نازل ہوا انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کی کس میں قدرت ہے۔

(6) سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے نے کہا تھا کہ میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا مگر اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کا مقابلہ کرنے کی کس میں قوت ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ﴾ "اُس نے کہا: "میں جلد ہی کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا، وہ مجھے اس پانی سے بچا لے گا،" نوح نے کہا: "آج اللہ تعالیٰ کے فیصلہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا،" اور ان دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی پھر وہ غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہوگیا۔" (ہود:43)

﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾

"اور نوح نے کہا: "اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ" (26)

سوال:﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ "اور نوح نے کہا: "اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ "اور نوح نے کہا: "اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ" سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کے لیے بددعا کی۔﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (9) فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ "ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تھا تو اُنہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا: "دیوانہ ہے۔" اور اُسے جھڑکا گیا۔ تو اُس نے اپنے رب کو پکارا: "میں بے بس ہوں سو تو بدلہ لے لے!" (القمر:9,10)

(2)﴿قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ (117) فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (118)﴾ "نوح علیہ السلام نے کہا: "اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں، انہیں نجات دے۔" (الشعراء:117,118)

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی بددعا قبول کر لی اور دنیا کے سب کافروں کو ڈبو دیا حتیٰ کہ سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی ڈوب گیا۔

﴿اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾

"اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے" (27)

سوال:﴿اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ ''اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ﴾ ''اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے'' یعنی ان کا باقی رہنا خود ان کے لیے بھی نقصان دہ ہوگا اور دوسروں کے لیے بھی باعث فساد ہوگا۔

(2)﴿وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ ''اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے'' سیدنا نوح علیہ السلام نے یہ بات اس لیے کہی تھی کیونکہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کے حالات سے آگاہ تھے اور ان کے اعمال کا نتیجہ انہیں معلوم تھا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور اہل ایمان کو بچا لیا باقی سب کو غرق کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۳۶) وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (۳۷)﴾ ''اور نوح کو وحی کی گئی کہ یقیناً تمہاری قوم میں سے اب کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر یقیناً جو ایمان لا چکا، چنانچہ آپ ان کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں۔ اور ہماری وحی کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کشتی بنائیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے بات نہ کریں، بے شک وہ سب غرق کیے جانے والے ہیں۔'' (ہود:36,37)

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا﴾

''اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا'' (28)

سوال:﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے ہر مومن کے لیے دعا کی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو۔'' سیدنا نوح علیہ السلام نے ہر مومن کے لیے دعا کی جو میرے گھر میں آئے یعنی میری مسجد میں آئے۔

(2) اس کا بھی احتمال ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے ہر اس شخص کے لیے دعا کی ہو جو ایمان کی حالت میں ان کے گھر آئے۔

(3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا: ''صرف مومن آدمی کی صحبت اختیار کر اور تیرا کھانا بھی کوئی متقی ہی کھائے۔'' (ترمذی:2395، ابوداؤد:4832)

(4) ﴿وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے تمام مومنوں کے حق میں دعا فرمائی خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔

(5) اس قسم کی دعا میں سیدنا نوح علیہ السلام کی پیروی کرنا مستحب ہے تاکہ ان کے آثار پر بھی عمل ہو جائے جو اس بارے میں آئے۔ (مختصر ابن کثیر:2134)

(6) ﴿وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا﴾ ''اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا: ''اے رب! انہیں اور بھی زیادہ سنگ دل بنا دے تاکہ انہیں ایمان نصیب نہ ہو اور دونوں جہانوں میں وہ برباد ہی رہیں۔''

(7) سیدنا نوح علیہ السلام نے ظالموں کے لیے حسرت، تباہی اور ہلاکت کی بددعا کی۔

اٰیاتها ۲۸ | ۷۲ سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ ۴۰ | رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور 28 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتب کے اعتبار سے اس کا نمبر 72 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 40 ہے۔

رکوع نمبر 11

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا﴾

''کہہ دو کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ یقیناً جنوں کے ایک گروہ نے کان لگا کر غور سے سنا تو انہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے'' (1)

سوال: ﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا﴾ ''کہہ دو کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ یقیناً جنوں کے ایک گروہ نے کان لگا کر غور سے سنا تو انہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ لوگوں سے کہہ دیں۔

(2) ﴿اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ یقیناً جنوں کے ایک گروہ نے کان لگا کر غور سے سنا'' یعنی آپ ﷺ اپنی قوم کو بتا دیں کہ جن قرآن سن کر ایمان لے آئے، جن قرآن کو مان گئے ہیں، جن قرآن کے آگے جھک گئے ہیں۔

(3) جن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے قرآن سنا تو اس کی حقیقت کو سمجھ گئے اور قرآن ان کے دلوں کے اندر اتر گیا۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ سوق عکاظ (مکہ اور طائف کے درمیان ایک میدان جہاں عربوں کا مشہور میلہ لگتا تھا) کا قصد کیا۔ اس زمانہ میں شیاطین تک آسمان کی خبروں کے چرا لینے میں رکاوٹ پیدا کر دی گئی تھی اور ان پر آسمان سے آگ کے انگارے چھوڑے جاتے تھے جب وہ جن اپنی قوم کے پاس لوٹ کر آتے تو ان کی قوم نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ آسمان کی خبروں میں اور ہمارے درمیان رکاوٹ کر دی گئی ہے اور ہم پر آسمان سے آگ کے انگارے برسائے گئے ہیں، انہوں کہا کہ آسمان کی خبروں اور تمہارے درمیان رکاوٹ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی خاص بات پیش آئی ہے۔ اس لئے ساری زمین پر مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ اور تلاش کرو کہ کون سی بات پیش آ گئی ہے۔ چنانچہ شیاطین مشرق و مغرب میں پھیل گئے تاکہ اس بات کا پتہ لگائیں کہ آسمان کی خبروں کی ان تک پہنچنے میں رکاوٹ پیدا کی گئی ہے وہ کس بڑے واقعہ کی وجہ سے ہے۔ بیان کیا کہ جو شیاطین اس کھوج میں نکلے تھے ان کا ایک گروہ وادی تہامہ کی طرف بھی آ نکلا (یہ جگہ مکہ معظمہ سے ایک دن کے سفر کی راہ پر ہے) جہاں رسول اکرم ﷺ منڈی عکاظ کی طرف جاتے ہوئے کھجور کے ایک باغ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ اس وقت صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب شیاطین نے قرآن مجید سنا تو یہ اس کو سننے لگ گئے پھر انہوں نے کہا کہ یہی چیز ہے وہ جس کی وجہ سے تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے اور ان سے کہا کہ ﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا﴾ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو نیکی کی راہ دکھلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم اب اپنے پروردگار کو کسی کا ساجھی نہ بنائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کی ﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ آپ کہئے کہ میرے پاس وحی آئی ہے اس بات کی کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔ یہی جنوں کا قول نبی ﷺ پر نازل ہوا۔ (بخاری:773)

(5) رب العزت نے جنوں کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ﴾ ''اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔'' (الاحقاف:29)

﴿یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾

''جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں کریں گے''(2)

سوال:﴿يَهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾''جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں کریں گے'' قرآن سیدھا اور کامیابی کا راستہ سمجھاتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ﴾''جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے'' یعنی قرآن سیدھا اور کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے۔

(2) قرآن عقیدے، قول اور عمل میں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1686)

(3) جنوں نے یہ گمان کیا تھا کہ مخلوق اس قرآن کے بغیر ہدایت نہیں پاسکتی اور یہ قرآن کی دعوت خالص راہ نمائی ہے۔

(4)﴿رُشْدٌ﴾ ہر اس چیز کے لیے جامع نام ہے جو لوگوں کے دین و دنیا کے مصالح کی طرف ان کی راہ نمائی کرے۔(تفسیر سعدی:2851/3)

(5)﴿فَاٰمَنَّا بِهٖ﴾''تو ہم اس پر ایمان لائے ہیں'' یعنی ہم نے اس قرآن سے ہدایت پائی اور ہم نے اس کی تصدیق کی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔(قرطبی:7/10)

(6)﴿وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾''اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں کریں گے'' یعنی ہم ابلیس کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور نہ اس کی اطاعت کریں گے۔

(7) یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کی ربوبیت میں ایک مانیں گے۔(قرطبی:7/10) انہوں نے ایمان اور تقویٰ کو ایک کرلیا۔ یہی ایمان نفع دیتا ہے۔ اس کے برعکس تقلیدی ایمان شبہات میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔

(8) جن اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آئے انہوں نے شرک کو ترک کردیا۔ جنوں نے ایک بار قرآن سنا تو اس پر ایمان لے آئے اور قریش کے کافروں کو قرآن سننے کا نفع نہ ہوا حالانکہ ان کی زبان میں اس کی تلاوت کی جاتی تھی۔

﴿وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾

''اور یقیناً ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اُس نے نہ کوئی بیوی بنائی اور نہ کوئی اولاد''(3)

سوال:﴿وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾''اور یقیناً ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اُس نے نہ کوئی بیوی بنائی اور نہ کوئی اولاد'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا﴾''اور یقیناً ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے'' یعنی ہمارے رب کا جلال اور اس کی عظمت بہت بلند ہے۔(2) یعنی ہمارا رب بلند و بالا، سب سے اعلیٰ اور بڑی شان والا ہے۔(مختصر ابن کثیر:2135/2)

(3)﴿مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾ ''اُس نے نہ کوئی بیوی بنائی اور نہ کوئی اولاد'' یعنی اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔

(4) کافر اللہ تعالیٰ کی جانب بیوی اور اولاد کو منسوب کرتے تھے رب العالمین بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ ''آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اُس کے برابر کا ہے۔'' (الاخلاص:1,4)

﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا﴾

''اور یقیناً ہمارے نادان اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادتی کی بات کہتے رہے ہیں'' (4)

سوال: ﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا﴾ ''اور یقیناً ہمارے نادان اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادتی کی بات کہتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا﴾ ''اور یقیناً ہمارے نادان اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادتی کی بات کہتے رہے ہیں'' ﴿سَفِيْهُنَا﴾ میں سفیہ سے مراد ایک فرد بھی ہوسکتا ہے اور اس صورت میں وہ ابلیس ہے۔ جس نے جن وانسان کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور سفیہ سے مراد نادانوں کا گروہ بھی ہوسکتا ہے اور جھوٹی باتوں سے مراد تمام شرکیہ عقائد ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/ 532)

(2) یعنی وہ صواب سے ہٹی ہوئی اور حد سے گزری ہوئی بات کہتا ہے اور صرف اس کی سفاہت اور عقل کی کمزوری نے اسے ایسا کرنے پر آمادہ کیا ہے، ورنہ اگر وہ سنجیدہ اور مطمئن ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ کیسے بات کہنی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2851)

﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾

''اور یقیناً ہم نے یہی سمجھا تھا کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے'' (5)

سوال: ﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے یہی سمجھا تھا کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے'' جنوں کے گمان کی وضاحت کریں کہ جنوں اور انسانوں کا جھوٹ پر اتفاق نہیں ہوسکتا؟

جواب: (1)﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے یہی سمجھا تھا کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے'': جنوں نے کہا کہ ہم یہ گمان بھی نہیں کرسکتے تھے کہ انسان اور جن سب جھوٹ پر اتفاق کرلیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی بچوں کی نسبت کردیں گے۔ پھر جب ہم نے قرآن سنا اور اس پر ایمان لے آئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس بارے میں سب جھوٹے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:2/2135)

(2) یعنی اس سے پہلے ہم دھوکے میں تھے کہ جن اور انسان اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی جرأت نہیں کرتے۔ آج ہم پر حق واضح ہوگیا ہے

اور ہمیں مخلوق کے کسی جھوٹ کی کوئی پروا نہیں ہے۔

﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾

''اور یقیناً انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو اُنہوں نے جنوں کو سرکشی میں بڑھا دیا'' (6)

سوال: ﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ ''اور یقیناً انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو اُنہوں نے جنوں کو سرکشی میں بڑھا دیا'' جاہلیت میں جنوں سے پناہ لی جاتی تھی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ ''اور یقیناً انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو اُنہوں نے جنوں کو سرکشی میں بڑھا دیا'' یعنی انسان جنوں کی عبادت کرتے تھے اور جب کبھی خوف اور دہشت کا موقعہ آتا تو جنات کی پناہ لیتے تھے۔ان کے اس طرزِ عمل نے جنوں کو بہت سرکش بنا دیا تھا۔اسی بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓـؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا: ''اے جنوں کے گروہ! یقیناً تم نے انسانوں میں سے بہت سوں کو (دوست) بنایا۔'' اور انسانوں میں سے اُن کے ساتھی کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اُٹھایا اور ہم اپنے وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمایا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، جس میں ہمیشہ رہو گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے،'' یقیناً آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الانعام:128)

(2) سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ قبیلہ تمیم کا ایک شخص تھا جس کا نام رافع بن عمیر تھا اس نے اپنے آغاز اسلام کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ایک رات میں عالج کے ریگستان میں جا رہا تھا جب نیند سے بے قابو ہو گیا تو اونٹنی کو ٹھہرا کر اتر کر ایک جگہ پڑاؤ کیا اور سو گیا لیکن سونے سے پہلے میں نے کہا کہ میں اس وادی کے جن سردار کی پناہ پکڑتا ہوں۔خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں چھوٹا نیزہ ہے اور میرے گلے میں بھالا مارنا چاہتا ہے۔میں گھبرا کر بیدار ہوا اور ادھر ادھر دیکھا کچھ نظر نہیں آیا خیال کیا کہ یہ بیہودہ خواب ہے۔دوبارہ پھر غافل ہو کر سو گیا پھر بھی ایسا ہی خواب دیکھا اور بیدار ہو کر اونٹنی کے چاروں طرف دیکھا لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا البتہ اونٹنی لرز رہی تھی پھر سو گیا اور ویسا ہی خواب دیکھا، بیدار ہوا تو اونٹنی کو بے قرار پایا اور ادھر ادھر دیکھا تو خواب والے آدمی کی طرح ایک جوان ہاتھ میں چھوٹا نیزہ لئے نظر آیا اور ایک بوڑھا آدمی جوان کا ہاتھ پکڑے اونٹنی سے اس کو روک رہا تھا وہ دونوں اسی کشائش میں تھے کہ تین نیل گائے نر نمودار ہوئیں بوڑھے نے جوان سے کہا

اٹھ اور اس پناہ گیر آدمی کی اونٹنی کے عوض ان میں سے جس کو چاہے پکڑ لے وہ جوان اٹھا اور ایک بڑی نیل گائے کو پکڑ لیا اور واپس چلا گیا، میں نے بوڑھے کی طرف رخ کیا تو اس نے اس سے کہا اے شخص جب تو کسی وادی میں فروکش ہو اور وہاں تجھے کسی دہشت کا خطرہ ہو تو یوں کہا کرو: ''میں اس اللہ کی جو محمد کا رب ہے اس وادی کے خطرے سے پناہ مانگتا ہوں'' کسی جن کی پناہ نہ مانگنا ان کا کام اب تباہ ہو گیا میں نے پوچھا یہ محمد کون ہیں؟ بوڑھے نے کہا! عرب کے رہنے والے ایک نبی ہیں نہ مشرقی ہیں نہ مغربی دوشنبہ کے دن ان کے بعثت ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا ان کا مقام سکونت کہاں ہے۔ اس نے کہا نخلستان والا یثرب۔ جب صبح چمکی تو میں اونٹنی پر سوار ہو کر تیز تیز مدینہ پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھے بغیر ہی میرا ذکر کیا میری سرگزشت بیان فرمادی اور مجھے اسلام کی دعوت دی میں مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر مظہری)

(3) سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے کسی جگہ پڑاؤ کیا اور یہ دعا پڑھ لی: ﴿اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ ''میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔'' تو وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی۔'' (مسلم:6878)

﴿وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا﴾

''اور یقیناً انہوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نہیں اٹھائے گا'' (7)

سوال: ﴿وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً انہوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نہیں اٹھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً انہوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نہیں اٹھائے گا'' یعنی جنوں کی طرح انسانوں کا بھی یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا اور یہ کہ موت کے بعد کی زندگی کوئی چیز نہیں۔

(2) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جنوں میں بھی مشرک، یہودی، عیسائی اور بعث کا انکار کرنے والے ہوتے ہیں۔

﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا﴾

''اور یقیناً ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا'' (8)

سوال: ﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ﴾ ''اور یقیناً ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا'' یعنی جب آسمان پر گئے اور وہاں کے حالات کی خبر لینے کی

کوشش کی۔

(2)﴿فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا﴾ ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے سے بھر دیا گیا'' یعنی ہم آسمان کے کناروں تک پہنچے اور اس کے قریب آنے سے حفاظت کے لیے آسمان کو سخت پہرے داروں سے بھرا ہوا پایا۔

(3)﴿وَّشُهُبًا﴾ ''اور چمکدار شعلوں سے'' یعنی ایسے انگاروں سے آسمان بھرا ہوا پایا جن کو جنات پر پھینکا جاتا ہے کیونکہ وہ سن گن لینے کی کوشش کرتے تھے۔

(4) محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمان تک پہنچ جاتے تھے پھر جگہ جگہ بیٹھ کر فرشتوں کی باتیں سنا کرتے تھے اگر ان کے کان میں کوئی بھنک پڑ جاتی تو کاہنوں سے کہہ دیتے کاہن ایک بات میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے کہہ دیتے پھر جب نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور قرآن نازل کرنے کا اہتمام کیا گیا تو آسمان کی حفاظت کی گئی اور سخت پہرے دار مقرر کیے گئے۔ شیاطین بھگا دیے گئے تاکہ وہ قرآن نہ چرا سکیں اللہ رب العزت نے اس معزز کلام کی حفاظت فرمائی اسی وجہ سے جن کہہ رہے تھے کہ ہم نے آسمان کا کونا کونا چھان مارا، جہاں بھی گئے پہرے داروں اور خوفناک شعلوں اور انگاروں سے آسمان کو بھرا ہوا پایا۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جن آسمان کی طرف چڑھ کر وحی سننے جایا کرتے تھے، اور جب وہ ایک بات سن لیتے تو اس میں اور بڑھا لیتے، تو جو بات وہ سنتے وہ تو حق ہوتی لیکن جو بات وہ اس کے ساتھ بڑھا دیتے وہ باطل ہوتی، اور جب رسول اللہ ﷺ مبعوث فرما دیئے گئے تو انہیں (جنوں کو) ان کی نشست گاہوں سے روک دیا گیا تو انہوں نے اس بات کا ذکر ابلیس سے کیا: اس سے پہلے انہیں تارے پھینک پھینک کر نہ مارا جاتا تھا، ابلیس نے کہا: زمین میں کوئی نیا حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے جبھی ایسا ہوا ہے، اس نے پتہ لگانے کے لیے اپنے لشکر کو بھیجا، انہیں رسول اللہ ﷺ دو پہاڑوں کے درمیان کھڑے نماز پڑھتے ہوئے ملے۔ راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے سیدنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا، وہ لوگ آپ سے ملے اور جا کر اسے بتایا، پھر اس نے کہا یہی وہ حادثہ ہے جو زمین پر ظہور پذیر ہوا۔ (جامع ترمذی:3324)

﴿وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾

''اور یقیناً ہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے
ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے'' (9)

سوال: ﴿وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾ ''اور یقیناً ہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ﴾ ''اور یقیناہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے''یعنی پہلے تو ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق فرشتوں کی باتیں سننے اور نئی تازی خبریں سننے کے لیے آسمان پر جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے لیکن اب آسمان تک گزر بھی ممکن نہیں۔

(2)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو سن کر عاجزی کرتے ہوئے اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان انہیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلنے کی آواز پیدا ہوتی ہے پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو وہ کہتے ہیں حق بات کا حکم فرمایا اور وہ بہت اونچا سب سے بڑا ہے پھر ان کی یہی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن بھاگتے ہیں، شیطان آسمان کے نیچے یوں نیچے اوپر ہوتے ہیں، سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح شیطان ایک کے اوپر ایک رہتے ہیں، پھر وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتاتے ہیں۔ اس طرح وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ یہ کلمہ اپنے نیچے والے کو بتائیں آگ کا گولہ انہیں آدبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب بتا لیتے ہیں تو آگ کا انگارا انہیں آپڑتا ہے، اس کے بعد کاہن اس میں جھوٹ ملا کر اس میں لوگوں سے بیان کرتا ہے ایک بات جب اس کاہن کی صحیح ہو جاتی ہے تو ان کے ماننے والوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ کیا اس طرح سے ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، اسی کلمے کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنا تھا کاہنوں اور ساحروں کی بات کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔'' (صحیح بخاری:4800)

(3)ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کاہنوں کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا: ان کی باتیں محض لغو ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کبھی تو ان کی بات سچ بھی نکل آتی ہے۔ فرمایا: یہ وہ بات ہوتی ہے جو کاہن کو شیطان کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے اور شیطان یہ خبر ملاء اعلیٰ سے اڑا لیتا ہے، پھر کاہن اس خبر میں سو جھوٹ ملا لیتا ہے۔ (بخاری باب الکھانۃ)

(4)﴿فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾ ''تو اب جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے'' اب جو کوئی فرشتوں کی باتیں سننے اور آسمانی خبریں لینے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب ثاقب کو گھات میں لگا ہوا پاتا ہے جو اس کو جلا کر تباہ کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ یہ عظیم معاملہ دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر کوئی بڑا واقعہ وقوع پذیر کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے۔

﴿وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾

''اور یقیناہم نہیں جانتے کہ جو زمین میں ہیں ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کے رب نے اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے'' (10)

سوال: ﴿وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾ ''اور یقیناہم نہیں جانتے کہ جو زمین میں ہیں ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کے رب نے اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾ ''اور یقیناہم نہیں جانتے کہ جو زمین میں ہیں ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کے رب نے اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔'' یعنی ہم نہیں جانتے، اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے مخلوق کے بارے میں خیر کا ارادہ کیا ہے یا شر کا۔ ان سخت انتظامات سے کوئی عذاب آنے والا ہے یا کوئی نعمت ظاہر ہونے والی ہے۔

(2) جنات نے برائی (شر) کا فاعل بیان نہیں کیا اور بھلائی کا فاعل (اللہ تعالیٰ) ظاہر کر دیا۔

(3) سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جو دعا کیا کرتے تھے اس میں یہ الفاظ بھی کہا کرتے تھے: ﴿وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ﴾ ''اور (اے اللہ!) شر کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہے۔'' (مسلم: 1812)

﴿وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا﴾

''اور یقیناہم میں سے کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں'' (11)

سوال: ﴿وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا﴾ ''اور یقیناہم میں سے کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ﴾ ''اور یقیناہم میں سے کچھ لوگ نیک ہیں'' یعنی ہم میں سے کچھ لوگ مسلمان ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 118/29)

(2) ﴿وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ ''اور کچھ اس کے علاوہ ہیں'' یعنی کچھ جنوں کا ایمان کمزور اور اطاعت میں کمی ہے۔

(3) ﴿كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا﴾ ''ہم مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں'' یعنی لوگوں کے مذاہب اور خواہشات مختلف ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 687/1)

(4) یعنی کچھ جن مسلمان اور کچھ کافر ہیں۔

(5) امام سعید رحمہ اللہ بن المسیب اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آدمیوں کی طرح جنوں کے بھی مختلف گروہ تھے۔ چنانچہ کوئی مسلمان تھا، کوئی یہودی، کوئی نصرانی اور کوئی مجوسی۔ (قرطبی)

(6) رب العزت نے انسانوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ﴾ ''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ اُن میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں

سے کوئی میانہ رو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔'' (فاطر:32)

(7)﴿وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن کو زمین میں گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ان میں سے کچھ نیک اور کچھ ان کے علاوہ تھے اور ہم نے اُنہیں اچھے اور بُرے حالات سے آزمایا تا کہ وہ پلٹ آئیں۔'' (الاعراف:168)

﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا﴾

''اور یقیناً ہم نے یقین کر لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر اُسے عاجز کر سکیں گے'' (12)

سوال: ﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے یقین کر لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر اُسے عاجز کر سکیں گے'' جن اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر قدرت کے قائل ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور یقیناً ہم نے یقین کر لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکیں گے'' یعنی ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل قدرت کا مالک ہے اور ہم مکمل طور پر بے بس ہیں۔

(2)﴿وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا﴾ ''اور نہ ہی بھاگ کر اُسے عاجز کر سکیں گے'' ہم اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہیں سکتے۔ بھاگنے کے اسباب اختیار کرنے کی کوشش کی تو ہم نے جان لیا کہ اس سے بھاگ کر کوئی ٹھکانا، کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

(3) یعنی ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اندر ہیں اسے ہرا نہیں سکتے، اگر بھاگ کر جانا چاہیں تو اس کی قدرت کے دائرے میں رہیں گے کیونکہ یہ دائرہ غیر متناہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر قادر ہے، پکڑ لائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:2/2138)

﴿وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾

''اور یقیناً ہم نے ہدایت کو سنا، ہم اُس پر ایمان لے آئے پھر جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا
تو اُسے نہ نقصان کا خوف ہوگا اور نہ زیادتی کا'' (13)

سوال: ﴿وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے ہدایت کو سنا، ہم اُس پر ایمان لے آئے پھر جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو اُسے نہ نقصان کا خوف ہوگا اور نہ زیادتی کا'' مومن کو ایمان لا کر کمی یا زیادتی کا ڈر نہیں ہوتا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ﴾ ''اور یقیناً ہم نے ہدایت کو سنا، ہم اُس پر ایمان لے آئے'' یعنی جب ہم نے ہدایت

کی کتاب قرآن مجید کو سنا تو ہم ایمان لے آئے۔(2) ہم نے ہدایت کو پہچان لیا، اس نے ہمارے دلوں پر گہرا اثر کیا۔

(3)﴿فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾ ''اور جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو اُسے نہ نقصان کا خوف ہوگا اور نہ زیادتی کا'' یعنی جو کوئی رب پر ایمان لے آیا اسے ایمان لا کر کمی یا زیادتی کا ڈر نہیں رہتا، یعنی نہ نیکیوں میں کمی کا ڈر رہتا ہے نہ یہ ڈر رہتا ہے کہ کسی کی برائیاں اس کے اوپر ڈال دی جائیں گی۔(4) جب وہ شر سے محفوظ ہو گیا تو اسے بھلائی حاصل ہو گئی۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا﴾ ''اور جو نیک عمل کرے گا اور وہ مومن بھی ہو تو نہ وہ کسی ناانصافی سے ڈرے گا اور نہ کسی حق تلفی سے۔'' (طٰہٰ:112)

﴿وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا﴾

''اور ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور کچھ بے انصاف ہیں، چنانچہ جو فرماں بردار ہوا تو انہوں نے بھلائی کا ارادہ کیا'' (14)

سوال:﴿وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا﴾ ''اور ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور کچھ بے انصاف ہیں، چنانچہ جو فرماں بردار ہوا تو انہوں نے بھلائی کا ارادہ کیا'' اسلام ہی بھلائی کا راستہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ﴾ ''اور ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور کچھ بے انصاف ہیں'' یعنی ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں او کچھ ظالم ہیں جو صراط مستقیم کو چھوڑنے والے ہیں۔

(2)﴿فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا﴾ ''چنانچہ جو فرماں بردار ہوا تو انہوں نے بھلائی کا ارادہ کیا'' جو فرماں بردار ہوئے انہوں نے اسلام لا کر نجات کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ انہوں نے ہدایت کا راستہ پا لیا جو جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچانے والا ہے۔

(3)﴿تَحَرَّوْا﴾ احرٰی بمعنی لائق تر اور تَحَرَّی بمعنی زیادہ مناسب اور لائق تر چیز کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا۔ یعنی ایمان لانے والے جن اپنی قوم میں واپس آ کر انہیں سمجھا رہے ہیں کہ بلاشبہ ہم میں سے کچھ فرمانبردار ہیں اور کچھ نافرمان اور بے راہ رو بھی ہیں۔ (تیسیر القرآن:534/4)

﴿وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾

''اور جو بے انصاف ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں'' (15)

سوال:﴿وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ ''اور جو بے انصاف ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں'' ظالم ہی جہنم کا ایندھن ہیں، واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾''اور جو بے انصاف ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں''ظالموں سے ہی جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی،اللہ تعالیٰ انہیں ظلم کی پاداش میں جہنم رسید کرے گا۔(2)یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظلم نہیں،ان کے اپنے اعمال کا بدلہ ہے۔

﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾

''اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے''(16)

سوال:﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾''اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ﴾''اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے''یعنی اگر وہ سیدھے راستے یعنی اسلام پر جمے رہتے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے۔

(2)﴿اَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾''تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے''یعنی انہیں کثیر مال اور وسعت والا رزق اور کثیر بھلائیاں دیتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾''اور اگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے تو ہم ضرور اُن پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اُس کی وجہ سے اُنہیں پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔'' (الاعراف:96)

(3)﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ﴾''اور اگر واقعتاً وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے اور جو اُن کے رب کی جناب سے اُن پر نازل کیا گیا ہے تو وہ اپنے اوپر سے بھی اور اپنے قدموں کے نیچے سے بھی رزق کھاتے۔اِن میں سے ایک گروہ درمیانی روش پر ہے اور ان میں سے زیادہ تر لوگ بہت ہی بُرا عمل کر رہے ہیں۔''(المائدہ:66)

﴿لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾

''تاکہ ہم اُس میں اُن کو آزمائیں اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا وہ اُسے سخت عذاب میں داخل کرے گا''(17)

سوال:﴿لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾''تاکہ ہم اُس میں اُن کو آزمائیں اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا وہ اُسے سخت عذاب میں داخل کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ﴾''تاکہ ہم اُس میں اُن کو آزمائیں''یعنی ہم انہیں وسعت اور تنگی سے آزماتے ہیں کہ کون فراخی میں ہدایت

پر جمار ہتا ہے اور کون شیطان کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔(2) آزمائش اس لیے ضروری ہے کہ سچے اور جھوٹے کا فرق واضح ہو جائے۔

(3)﴿وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾ ''اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا وہ اُسے سخت عذاب میں داخل کرے گا'' یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے سے روگردانی کرے، اس کی اتباع کرے نہ اس کی اطاعت کرے بلکہ اس کے بارے میں غافل رہے۔(تفسیر سعدی:2855/3)

(4) جو قرآن سے منہ موڑے گا اور ایمان اور عمل صالح سے منہ موڑے گا جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی سخت تکلیف دہ عذاب میں مبتلا کرے گا اور آخرت میں جہنم رسید کرے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔''(طٰہٰ:124)

﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾

''اور یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں چنانچہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو''(18)

سوال:﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں چنانچہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں چنانچہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو'' یعنی مساجد میں دعائے عبادت یا دعائے مسئلہ غرضیکہ کوئی سی بھی دعا اللہ کے سوا کسی سے نہ کی جائے کیونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے بڑا مقام ومحل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص، اس کی عظمت کے سامنے خضوع اور اس کے غلبے کے سامنے فروتنی کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہیں۔(تفسیر سعدی:2855/3)

(2) بعض علماء کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کے لیے تو ساری زمین ہی مسجد بنا دی گئی ہے لہٰذا کسی جگہ بھی اللہ کے ساتھ دوسروں کو پکارنا جائز نہیں۔ اور بعض علماء کے نزدیک مساجد سے مراد وہ اعضاء ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے۔ یہ اعضاء تو اللہ کی عبادت اور بندگی کے لیے بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا اللہ کے ساتھ دوسروں کو پکار کر ان کا غلط استعمال کرنا جائز نہیں۔(تیسیر القرآن:535/4)

(3) مسجدیں اللہ ہی کی ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو نہ پکارو۔(4) یعنی اللہ کی مسجدوں کو شرک سے پاک رکھو اور اللہ کی عبادت کرو۔

﴿وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾

''اور یقیناً جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اُس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ لوگ تہ بہ تہ اس پر جمع ہو جائیں''(19)

سوال: ﴿وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ ''اور یقیناً جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اُس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ لوگ تہ بہ تہ اس پر جمع ہو جائیں'' قرآن سنتے ہی کافر سیخ پا ہو جاتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ﴾ ''اور یقیناً جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اُس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا'' یعنی جب نبی لوگوں میں توحید کا اعلان کرتے ہیں تو وہ آپ ﷺ پر دانت پیستے ہیں، آپ ﷺ سے الجھتے ہیں اور آپ ﷺ کے دین کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ (2) یعنی جب اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2855/3)

(3) ﴿كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ ''قریب تھا کہ لوگ تہ بہ تہ اس پر جمع ہو جائیں'' یعنی جب توحید کی آواز کافروں نے سنی تو مخالفت پر کمر کس لی۔ ایذا رسانی کی حد کر دی، مذاق، چوٹیں، پھبتیاں اسلام کو کچل دینے کے لیے ہی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں تو اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں گا۔ اس کی پناہ میں رہوں گا۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی میرا سہارا ہے۔ مجھ سے امید نہ رکھو کہ میں اپنی مقدس پیشانی غیر اللہ کے آگے جھکا دوں۔ (مختصر ابن کثیر: 2139/2)

رکوع نمبر 12

﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا﴾

''کہہ دو کہ میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور میں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا'' (20)

سوال: ﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا﴾ ''کہہ دو کہ میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور میں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو'' یعنی اے محمد ﷺ جس چیز کی طرف آپ ﷺ بلا رہے ہیں اس کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا﴾ ''کہ میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور میں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہوں اور یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا جتنے معبود پوجے جاتے ہیں سب سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

﴿قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾

''کہہ دو بلاشبہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا'' (21)

سوال: ﴿قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ ''کہہ دو بلاشبہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ ''کہہ دو بلاشبہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی

کا۔'' رسول اکرم ﷺ کو کہا جا رہا ہے کہ آپ انہیں اس بات کی وضاحت کر دیں کہ میں تو ایک بندہ ہوں، معاملے اور تصرف میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2856)

(2) یعنی میں عاجز بندہ ہوں میرے اختیار میں کچھ نہیں۔ میں نہ تو تمہیں ہدایت دے سکتا ہوں نہ ہٹا سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کو ہر چیز کا اختیار ہے۔

﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾

''کہہ دو کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ہرگز کوئی نہیں بچائے گا اور میں اُس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پا سکتا'' (22)

سوال: ﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ ''کہہ دو کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ہرگز کوئی نہیں بچائے گا اور میں اُس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پا سکتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ﴾ ''کہہ دو کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ہرگز کوئی نہیں بچائے گا'' ابن جریر نے حضرمی کی روایت میں بیان کیا ہے کہ جنات کے کسی سردار نے اپنے گروہ سے کہا تھا کہ محمد ہم سے چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پناہ عطا کریں اس لئے میں ان کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ اس پر یہ آیت قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ الخ نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری:94)

(2) یعنی میں کسی سے فریاد رسی نہیں چاہتا جو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے۔ جب رسول اللہ ﷺ جو مخلوق میں کامل ترین ہستی ہیں، کسی نقصان اور رشد و ہدایت کا اختیار نہیں رکھتے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو آپ اپنے آپ کو اس سے بچا نہیں سکتے تو پھر مخلوق میں سے دیگر لوگوں کا اپنے آپ کو بچانے پر قادر نہ ہونا اولیٰ و اخریٰ ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2856)

(3) ﴿وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ ''اور میں اُس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑانے والی کوئی طاقت نہیں۔ اس کے سوا میرے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔ اس کے سوا میرا کوئی حمایتی نہیں۔

﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا﴾

''مگر اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دینا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے بلاشبہ جہنم کی آگ ہے، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (23)

سوال: ﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دینا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے بلاشبہ جہنم کی آگ ہے، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دینا ہے'' یعنی لوگوں پر مجھے کوئی اختیار نہیں نہ کسی کی ہدایت اور گمراہی میرے بس میں ہے۔ میں تو ایک رسول ہوں میرا فرض پیغام پہنچانا ہے۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدہ:67)

(2)﴿وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے بلاشبہ جہنم کی آگ ہے، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی جو شرک کر کے اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اس کے رسول کو جھٹلائے گا اور جو رسول لے کر آیا اس کی پیروی نہیں کرے گا تو اس کے شرک اور نافرمانی کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

﴿حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا﴾

''حتیٰ کہ جب وہ دیکھیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے تو جلد ہی وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار زیادہ کمزور اور تعداد میں زیادہ کم ہیں؟'' (24)

سوال:﴿حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ دیکھیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے تو جلد ہی وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار زیادہ کمزور اور تعداد میں زیادہ کم ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ دیکھیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے'' یعنی جب مشرک جن اور انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب کی ہولناکیاں دیکھیں گے۔ (2)﴿فَسَیَعْلَمُوْنَ﴾ ''تو جلد ہی وہ جان لیں گے'' اس وقت انہیں علم ہو جائے گا۔ (3)﴿مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا﴾ ''کہ کس کے مددگار زیادہ کمزور اور تعداد میں زیادہ کم ہیں؟'' اس دن پتہ لگ جائے گا کہ کس کی مدد ہوگی۔ کوئی دوسرا ان کی مدد نہیں کر سکے گا اور انہیں اکیلے اکیلے اٹھایا جائے گا جیسے پہلی مرتبہ اکیلے پیدا کیے گئے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾﴾ ''کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم غلبہ پانے والی جماعت ہیں؟ جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے۔ بلاشبہ مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی

میں ہیں۔جس دن اُنہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا۔" (القمر:44,48)

(5) جب کوئی ان کی مدد نہیں کر سکے گا اور انہیں اکیلے اکیلے اٹھایا جائے گا تو انہیں علم ہو جائے گا کہ وہ کتنے کمزور ہیں اور تعداد میں کتنے کم۔

﴿قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا﴾

"کہہ دو کہ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا رب اُس کے لیے کوئی مدت رکھے گا" (25)

سوال: ﴿قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا﴾ "کہہ دو کہ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا رب اُس کے لیے کوئی مدت رکھے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ "کہہ دو" رب العزت نے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں جو عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔

(2) ﴿اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا﴾ "کہ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا رب اُس کے لیے کوئی مدت رکھے گا" یعنی آپ ﷺ انہیں بتا دیں کہ مجھے قیامت کا علم نہیں۔نہ ہی یہ علم ہے کہ وہ قریب ہے یا دور۔نبی ﷺ سے جب قیامت کے بارے میں پوچھا جاتا تھا۔آپ ﷺ خاموش رہتے تھے۔

(3) ﴿یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۱۸۷) قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۱۸۸)﴾ "وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: "یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔آپ کہہ دیں: "بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" آپ کہہ دیں: "میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی، نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔" (الاعراف:187,188)

(4) ﴿یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا (۴۲) فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (۴۴) اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَا (۴۵)﴾ "وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں۔" (النازعات:42,45)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پاک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں کے وجود پر اور اس کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ ''اسلام یہ ہے کہ تم خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ فرض ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر اس نے احسان کے متعلق سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر تم یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے پھر اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ (صحیح بخاری:50)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب (ابو موسیٰ یا ذوالخویصرہ) نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: کچھ بھی نہیں سوا اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہارا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تمہیں محبت ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں کبھی اتنی خوشی کسی بات کی نہیں ہوئی جتنی آپ ﷺ کی یہ حدیث سن کر ہوئی ہے کہ تمہارا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ تمہیں محبت ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے اپنی محبت کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میرا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا اگرچہ میں ان جیسے عمل نہ کر سکا۔ (صحیح بخاری:3688)

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾

''غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا'' (26)

سوال: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾ ''غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ﴾ ''غیب کا جاننے والا وہی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتا ہے۔

(2) ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾ ''پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتے۔ وہ اکیلا ہی ہر غیب کو جانتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے علم میں سے وہ کسی چیز کو گھیر نہیں سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ نبی ﷺ بھی غیب کے بارے میں اتنا ہی جانتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا۔

﴿اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾

''مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کرلیا، تو یقیناوہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے''(27)

سوال:﴿اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾''مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کرلیا، تو یقیناوہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾''مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کرلیا''یعنی جس رسول کو وہ پسند کرتا اسے غیب سے آگاہ کرتا ہے اور جتنا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔

(2)رسولوں کو غیب میں سے جتنا رب چاہے، اس لیے دیتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص تائید سے نوازا ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی طرف وحی کی، اس کی حفاظت بھی کی، اس طرح رسول وحی کی حقیقت کو پہنچ گئے۔شیاطین ان کے قریب آکر کمی بیشی نہیں کرسکتے۔

(3)﴿فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾''تو یقیناوہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے''یعنی رسول اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی وحی کی حفاظت کرتے ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ وحی کی حفاظت اور اشاعت کے لیے رسولوں کے آس پاس ہر وقت پہرے دار اور فرشتے مقرر کیے رکھتے ہیں۔

﴿لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا﴾

''تاکہ وہ جان لے کہ اُنہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا احاطہ کررکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور اُس نے ہر شے کو شمار کررکھا ہے''(28)

سوال1:﴿لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا﴾''تاکہ وہ جان لے کہ اُنہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا احاطہ کررکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور اُس نے ہر شے کو شمار کررکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّیَعْلَمَ﴾''تاکہ وہ جان لے''یعنی تاکہ رسول جان لے۔

(2)﴿اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ﴾''کہ اُنہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیے ہیں''یعنی رسول نے اطمینان سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔اللہ تعالیٰ فرشتے بھیج کر انبیاء کی حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ اطمینان سے اس کا پیغام پہنچاسکیں اور وحی کی حفاظت کریں اور اللہ تعالیٰ جان لے کہ انبیاء نے وحی کا حق ادا کردیا۔

(3)﴿وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ﴾''اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا احاطہ کررکھا ہے جو ان کے پاس ہیں''یعنی جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر

کرتے ہیں۔

(4)﴿وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ ''اور اُس نے ہر شے کو شمار کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ سے زمین اور آسمانوں میں کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ ہر چیز کی تعداد اس کے علم کے دائرے میں ہے۔

سوال 2: اس سورت سے جنات کے بارے میں کیا علم ہوتا ہے؟

جواب: (1) اس سورت سے جنات کا وجود ثابت ہوتا ہے، نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنات امر و نہی کے مکلف ہیں، ان کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی جیسا کہ یہ اس سورت میں صریح طور پر مذکور ہے۔

(2) اس سورہ کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے، اسی طرح جنات کی طرف بھی مبعوث تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا تا کہ وہ قرآن کو غور سے سنیں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور پھر اسے اپنی قوم تک پہنچائیں۔

(3) اس سورہ مبارکہ سے جنات کی ذہانت اور ان کی معرفت حق کا اثبات ہوتا ہے اور جس چیز نے انہیں ایمان لانے پر آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ ہدایت قرآن ان پر متحقق ہوگئی، نیز اپنے خطاب میں قرآن کے حسن ادب کی بنا پر (ایمان لانے پر آمادہ ہوئے)۔

(4) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ پر کامل عنایت تھی اور وہ قرآن اس کی حفاظت میں تھا جسے رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے۔ پس جب آپ کی نبوت کی بشارتیں شروع ہوئیں، ستاروں کے ذریعے سے آسمان محفوظ ہوئے، شیاطین اپنی اپنی جگہیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور گھبرا کر اپنی گھاتوں سے نکل گئے۔ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر اس قدر رحم فرمایا جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ان کے رب نے ان کو رشد و ہدایت سے بہرہ ور کرنے کا ارادہ کیا، پس اس نے ارادہ فرمایا کہ اپنے دین و شریعت اور اپنی معرفت کو زمین پر ظاہر کرے جس سے دلوں کو بہت و سرور حاصل ہو، خرد مند لوگ خوش ہوں، شعائر اسلام ظاہر ہوں اور اہل اصنام اور اہل اوثان کا قلع قمع ہو۔

(5) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جنات میں رسول اللہ ﷺ (سے قرآن) کو سننے اور آپ کے پاس اکٹھے ہونے کی شدید خواہش تھی۔

(تفسیر سعدی: 2858/3)

سوال 2: اس سورت سے توحید کے حکم اور شرک کے بارے میں کیا وضاحت ملتی ہے؟

جواب: (1) یہ سورہ کریمہ توحید کے حکم اور شرک کی ممانعت پر مشتمل ہے، نیز اس میں مخلوق کی حالت بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ذرہ بھر عبادت کا مستحق نہیں کیونکہ جب رسول مصطفیٰ محمد ﷺ جو مخلوق میں افضل اور کامل ترین ہستی ہیں، کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ خود اپنی ذات کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے تو معلوم ہوا کہ اسی طرح تمام مخلوق بھی کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی، پس جس مخلوق کا یہ وصف ہو اس کو معبود بنانا خطا اور ظلم ہے۔

(2)اس سورہ مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ علوم غیب کا علم رکھنے میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے مخلوق میں سے کوئی ہستی غیب کا علم نہیں جانتی، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو اور کسی چیز کا علم عطا کرنے کے لیے اسے مختص کرے۔(تفسیر سعدی:3/2857،2859)

اٰیاتها ۲۰ ﴿۷۳﴾ سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ ۳ رکوعاتها ۲

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے 2 رکوع اور 20 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 73 ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 3 ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: یہ نزول وحی کے اعتبار سے تیسری سورت ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾

''اے چادر اوڑھنے والے!''(1)

سوال: ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ''اے چادر اوڑھنے والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ''اے چادر اوڑھنے والے!'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی محمد ﷺ کو اس سعید گھڑی میں ندا دی ہے جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کانپتے ہوئے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں کہا زملونی زملونی مجھے کچھ اوڑھا دو، مجھے کچھ اوڑھا دو۔

(2)(I) جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں رسول اللہ ﷺ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی اسی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے خطاب کیا گیا۔ (II) یہ تذکرہ اس لئے بھی کیا گیا کہ اب چادر اوڑھ کر سونے کا وقت گیا۔

(3) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ ﷺ

خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ ﷺ تنہائی پسند ہو گئے اور آپ ﷺ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی و ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ پر حق منکشف ہو گیا اور آپ ﷺ غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ "پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔" پس یہی آیتیں آپ ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ ﷺ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو۔ انہوں نے آپ ﷺ کو کمبل اڑھا دیا۔ جب آپ ﷺ کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ کی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت و خواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچازاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ ﷺ کے حالات بیان کیے اور کہا کہ اے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجیے وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش، میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول

اللہ ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق و امین و مقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔ (بخاری:3)

(4) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ رات میں کمبل لپیٹ کر سونا چھوڑ دیں اور عزت و جلال والے رب کے سامنے شب بیدار رہیں۔ (مختصر ابن کثیر:2/2142)

﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''رات کو قیام کرو مگر کم'' (2)

سوال: ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''رات کو قیام کرو مگر کم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُمِ الَّيْلَ﴾ ''رات کو قیام کرو'' یعنی نماز پڑھیں۔ (2) ﴿اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''مگر کم'' یعنی آدھی رات۔

(3) نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ رب العزت نے آپ ﷺ کو رات کو قیام کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''رات کو قیام کرو مگر کم۔''

(4) ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کر دے۔'' (بنی اسرائیل:79)

(5) ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔'' (السجدہ:16)

(6) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رات کو نبی ﷺ کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ ''آپ ﷺ شروع رات میں سوتے تھے اور اخیر رات میں اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آتے تھے پھر جب موذن اذان دیتا تو آپ اٹھتے پس اگر آپ کو ضرورت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے باہر تشریف لے جاتے۔'' (بخاری:1146)

(7) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اس قدر قیام فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں یا (یہ کہا کہ) آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیوں پر ورم آ جاتا تھا۔ (بخاری:1130)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو تمام نمازوں سے زیادہ پسند داؤد علیہ السلام کی نماز جیسی نماز ہے اور تمام روزوں میں زیادہ پسند اللہ تعالیٰ کو داؤد علیہ السلام کے روزے جیسا روزہ ہے اور وہ نصف شب سوتے تھے اور تہائی رات

میں نماز پڑھتے تھے اور پھر رات کے چھٹے حصے میں سو رہتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔" (بخاری:1131)

﴿نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا﴾

"آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو" (3)

سوال: ﴿نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا﴾ "آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے نبی ﷺ کے رات کے قیام کا اندازہ مقرر کیا اور فرمایا: (2) ﴿نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ﴾ "آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو۔" آدھی رات یا آدھی میں سے بھی ﴿قَلِيْلًا﴾ "تھوڑا" کچھ کم کردیں یعنی ایک تہائی کے لگ بھگ حصے میں تہجد ادا کریں۔

﴿اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾

"یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو" (4)

سوال: ﴿اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ "یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو" نبی اکرم ﷺ کو تلاوت قرآن کا طریقہ سکھایا گیا وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ زِدْ عَلَيْهِ﴾ "یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو" یہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ رات کا کچھ حصہ نماز تہجد ادا کرنے کا حکم دیا، تمام رات قیام کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(2) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رمضان کی نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ (پہلے) چار رکعت پڑھتے تھے پس تم ان کی خوبی اور ان کے طول کی کیفیت نہ پوچھو، اس کے بعد پھر آپ ﷺ چار رکعت نماز پڑھتے تھے پس تم ان کی خوبی اور ان کے طول کی کیفیت نہ پوچھو، اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (بخاری:1147)

(3) ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ "اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو" رتل کسی چیز کی خوبی، آرائش اور بھلائی کو کہتے ہیں اور رتل کے معنی سہولت اور حسن تناسب کے ساتھ کسی کلمہ کو ادا کرنا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/ 539)

(4) کیونکہ ترتیل قرآن سے تدبر اور تفکر حاصل ہوتا ہے، اس سے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اس کی آیات کے ساتھ تعبد ہوتا ہے اور اس پر عمل کے لیے مکمل استعداد اور آمادگی پیدا ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2860)

(5) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورت کو اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے کہ وہ لمبی سے لمبی ہو جاتی تھی۔ (مسلم:1712)

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ کی قراءت کیسی تھی؟ انہوں نے کہا کہ کھینچ کر پڑھتے تھے پھر (سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی (اس میں) بسم اللہ کو کھینچا اور الرحمن اور الرحیم کو بھی کھینچ کر (لمبا کر کے) پڑھا۔ (بخاری:5046)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اپنے نبی کریم ﷺ کو بہترین آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے سنا ہے۔ (بخاری:5024)

(8) سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورۃ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے آپ سے اچھی آواز یا اچھی تلاوت کسی کی نہیں سنی۔ (بخاری:769)

(9) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔'' (بخاری:7544)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اچھی آواز کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔'' (بخاری، کتاب التوحید:7527)

(11) سیدنا ابن الہاد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نافع بن جبیر بن مطعم نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کتنے روز میں قرآن کریم ختم کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں (قرآن کے) حصے نہیں کرتا۔ نافع نے کہا ایسا نہ کرو۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں نے قرآن کریم کا ایک حصہ تلاوت کیا۔ (ابوداؤد:1392)

(12) سیدنا عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ والے سال اپنی سواری پر سورہ الفتح پڑھتے جا رہے تھے اور آپ ﷺ اپنی قرأت کو دہراتے تھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کبھی لوگوں سے یہ ڈر نہ ہوتا کہ مجھے گھیر لیں گے تو میں آپ ﷺ کی قرأت بیان کرتا۔ (مسلم:1853)

(13) سیدنا یعلی بن مملک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیوی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز اور قرأت کیسی تھی؟ ام المومنین نے فرمایا کہ تم کو ان کی نماز سے کیا نسبت یعنی تم ویسے کہاں ادا کر سکتے ہو، پھر فرمایا! کہ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ نماز پڑھتے یعنی شب کو پھر سو جاتے اس قدر کہ جتنی دیر نماز پڑھی تھی پھر نماز پڑھتے اس قدر کہ جتنا سوتے تھے پھر سوتے اس قدر کہ جتنی دیر نماز پڑھی تھی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی پھر ان کی قرأت کی کیفیت بیان کی وہ کہتی تھیں کہ قرأت ان کی جدا جدا تھی حرف حرف۔ (ترمذی:2923)

﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾

''یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے'' (5)

سوال: ﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾ ''یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے'' رب العزت نے قرآن کی عظمت بیان کی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا﴾ ''یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے'' یعنی ہم آپ کی طرف بھاری قرآن وحی کریں گے یعنی وہ معنیٰ عظیمہ اور اوصاف جلیلہ کا حامل ہے۔ قرآن جس کا وصف یہ ہو اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لئے تیاری کی جائے۔ اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور جن مضامین پر مشتمل ہے اس پر غور کیا جائے۔ (تفسیر سعدی: 2860/3)

(2) قرآن مجید کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔'' (الحشر: 21)

(3) بھاری قول یعنی عمل میں بھاری یا اترتے وقت عظمت میں بھاری جیسا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ران میری ران پر تھی کہ اچانک وحی آ گئی مجھے اتنا بوجھ محسوس ہوا کہ ران ٹوٹ جانے کا ڈر پیدا ہوا۔ (مختصر ابن کثیر: 2142/2)

(4) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بے شک میں نے سخت سردی والے دن آپ ﷺ پر وحی اترتے ہوئے دیکھی اور سلسلہ منقطع ہونے پر (یہ دیکھا کہ اس وقت) آپ ﷺ کی (مقدس) پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا تھا۔ (بخاری: 2)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ وحی (کے نزول) کو محسوس کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، میں گھنٹی کی سی آواز سنتا ہوں اور پھر اس وقت میں خاموش ہو جاتا ہوں اور جب بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا میری جان نکل جائے گی۔'' (مسند احمد: 7089)

﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا﴾

''بلاشبہ رات کا اُٹھنا نفس کو زیادہ پامال کرنے والا اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے'' (6)

سوال: ﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا﴾ ''بلاشبہ رات کا اُٹھنا نفس کو زیادہ پامال کرنے والا اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے'' شب بیداری کی خوبیوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ﴾ ''بلاشبہ رات کا اُٹھنا'' یعنی رات کو سو کر اٹھنے کے بعد تہجد پڑھنا۔ ساری رات یا عشاء کے بعد والی رات یا رات کی ہر ساعت کو ناشئۃ کہتے ہیں کیونکہ رات کی ہر ساعت میں تہجد کے لئے اٹھ سکتے ہیں۔

(2)﴿هِیَ اَشَدُّ وَطْاً﴾ ''نفس کو زیادہ پامال کرنے والا'' وَطْأ بمعنی روندنا اور پامال کرنا، سب کس بل نکال دینا۔ یعنی رات کو جاگ کر اپنے نفس کو اللہ کی عبادت پر آمادہ کرنا نفس کی سرکشی کو دور کرنے اور اس کے کس بل نکالنے کے لیے بہت موثر علاج ہے۔ البتہ اس سے نفس کو کوفت

بہت ہوتی ہے۔اور(وَطَاْ عَلَى الْاَمْرِ) کا دوسرا معنی کسی کام کو اپنی مرضی کے موافق آسان بنالینا بھی ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:4/540,541)

(3) رات کو سوکر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنا نفس پر قابو پانے کے لئے بہت کارگر اور قرآن کے مقاصد کے حصول کے زیادہ قریب ہے۔ قلب ولسان اس سے مطابقت رکھتے ہیں،اس وقت مشاغل کم ہوتے ہیں اور جو کچھ وہ پڑھتا ہے اس کا فہم حاصل ہوتا ہے اور اس کا معاملہ درست ہوجاتا ہے۔ یہ دن کے اوقات کے برعکس ہے کیونکہ دن کے اوقات میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے۔(تفسیر سعدی:3/2860)

(4)﴿وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾''اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے'' دن کی قرأت کی نسبت رات کی قرأت میں سکون ہوتا ہے۔

(5)﴿وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾یعنی بات کو زیادہ درست بنانے والا۔یعنی شب بیداری کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس وقت دل ودماغ تازہ ہوتے ہیں۔شور وغل نہیں ہوتا۔لہٰذا اس وقت جو قرآن پڑھا جائے گا۔طبیعت پوری توجہ سے اس میں غور وفکر کرے گی۔گویا قرآن کا مطالب سمجھنے اور اس سے اثر پذیری کے لیے یہ وقت موزوں ہے۔(تیسیر القرآن:4/540,541)

(6)ابن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ رات کے وقت نماز کے لئے اٹھنا قلب،نگاہ،کان اور زبان سب میں باہمی موافقت پیدا کرنے میں اشد ہے یعنی بہت زیادہ مؤثر ہے۔(تفسیر معارف القرآن:8/593)

(7) رات کے قیام سے دل اور زبان میں کمال موافقت اور تلاوت میں کمال یکسوئی پیدا ہوگی دل زیادہ تر حاضر رہتا ہے اور فہم قرآن کے دروازے کھل جاتے ہیں،دن کے قیام میں یہ خوبیاں نہیں۔(السراج المنیر:2/2442)

(8) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:''اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے ہے،تو آسمان اور زمین اور اس میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے۔آسمان اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔تو سچا ہے،تیرا وعدہ سچا،تیری ملاقات سچی،تیرا فرمان سچا ہے،جنت سچ ہے،دوزخ سچ ہے،انبیاء علیہم السلام سچے ہیں،محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔''(بخاری:1120)

﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾

''یقینا دن میں آپ کے لمبے کام ہیں''(7)

سوال:﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾''یقینا دن میں آپ کے لمبے کام ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾''یقینا دن میں آپ کے لمبے کام ہیں''یعنی دن میں آپ ضروریات بھی پوری کرسکتے ہیں،نوافل بھی پڑھ سکتے ہیں اور آرام بھی کرسکتے ہیں۔

(2) دن میں آپ کو معاشی ضروریات کے لئے بار بار آنا جانا پڑتا ہے۔ جو دل کے مشغول ہونے اور مکمل طور پر فارغ نہ ہونے کا سبب بنتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2861/3)

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾

''اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو'' (8)

سوال: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ ''اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو'' اللہ تعالیٰ نے ذکر کی کثرت کا حکم دیا اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ ''اور اپنے رب کا نام یاد کرو'' پھر اس میں ہر طرح کا ذکر الٰہی شامل ہے۔

(2) یعنی آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں یعنی رات دن، تسبیح، تہلیل اور تحمید کریں۔

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ (مسلم:826)

(4) ﴿وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ ''اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو'' یعنی دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھیں اور ضروریات سے فراغت پا کر اللہ تعالیٰ کی توجہ سے عبادت کریں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ ''تو جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کریں۔'' (الم نشرح:7)

(5) اللہ تعالیٰ کے لئے تبتیل سے مراد عبادت میں اخلاص پیدا کرنا اور سب سے منقطع ہو کر اس کی عبادت کرنا۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی طرف انابت، قلب کے خلائق سے علیحدہ اور لاتعلق ہونے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان اوصاف سے متصف ہونے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بناتے ہیں اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2861/3)

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾

''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' (9)

سوال: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ ''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' عبادت اور توکل اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ ''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔'' یہ اسم جنس ہے اس میں سارے مشرق اور سارے مغرب شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے ان کا خالق اور مدبر ہے۔ یعنی ساری کائنات کا مختار کل اور مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

(2) ﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور حقیقی معبود نہیں، اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔

(3)اس بالا و بلند تر ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو محبت و تعظیم اور اجلال و تکریم سے مختص کیا جائے۔

(تفسیر سعدی:2861/3)

(4)﴿فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ ''چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' یعنی اپنے سارے امور اس کو سونپ دو وہ ان کے لئے کافی ہوگا۔(ایسر التفاسیر:1691)

(5)یعنی جس طرح وہ عبادت میں تنہا ہے وہ توکل میں بھی تنہا ہے۔لہٰذا اسی کو اپنا کارساز بناؤ جیسا کہ فرمایا:﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔''(ہود:123)﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''(الفاتحہ:4)یعنی اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور اطاعت کے ساتھ تنہا ہے اور توکل اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔(مختصر ابن کثیر:2143/2)

(6)اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو کیونکہ دعوت کے کام کے لئے قوت، طاقت اور سبھی کچھ اُسی سے ملتا ہے۔

﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾

''اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا''(10)

سوال:﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾ ''اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ﴾ ''اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو'' جب اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر نماز اور عمومی طور پر ذکر الٰہی کا حکم دیا۔جس سے بندہ مومن میں بھاری بوجھ اٹھانے اور پر مشقت اعمال بجالانے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے جو آپ کے معاندین آپ کو کہتے ہیں اور آپ کو اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اسے سب و شتم کرتے ہیں، نیز یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے رہیں کوئی روکنے والا آپ کی راہ کھوٹی کر سکے نہ کوئی آپ کو لوٹا سکے۔(تفسیر سعدی:2861/3)

(2)کفار مکہ نے آپ ﷺ کو شاعر، ساحر اور کاذب کہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس ایذاء کے مقابلے میں صبر کرنے کے لئے کہا ہے۔

(3)(i)دعوت کے میدان میں لوگوں کی بہت زیادہ باتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔اس لئے ردِّعمل کی نفسیات سے بچانے کے لئے مثبت طرف رخ موڑ دیا گیا کہ صبر اور درگزر سے کام لو۔(ii)صبر بہترین ڈھال اور بہترین اسلحہ ہے۔صبر بہترین قلعہ ہے۔

(4)﴿وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾ ''اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا'' اور یہ کنارہ کشی وہاں ہے جہاں مصلحت کنارہ کشی کا تقاضا کرتی ہے جس میں کوئی اذیت نہ ہو بلکہ ان کی تکلیف دہ باتوں سے اعراض کرتے ہوئے، ان سے کنارہ کشی کا معاملہ کریں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو احسن ہو۔(تفسیر سعدی:2861/3)

(5) یعنی انہیں خوب صورتی سے چھوڑ دیں جن میں عتاب کی جھلک نہ ہو۔

﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾

''اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو'' (11)

سوال: ﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾ ''اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اور مجھے اور جھٹلانے والے کو چھوڑ دو'' مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے، میں ان سے انتقام لوں گا، میں نے اگرچہ ان کو مہلت دی ہے مگر میں ان کو مہمل نہیں چھوڑوں گا۔

(2) ﴿اُولِي النَّعْمَةِ﴾ ''خوش حال لوگوں کو'' یعنی نعمتوں سے بہرہ مند اور دولت مند لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رزق سے فراخی عطا کی اور اپنے فضل سے ان کو نوازا تو انہوں نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (۶) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (۷)﴾ ''ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناً انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہو گیا۔'' (العلق:6,7) (تفسیر سعدی:2861/3)

(3) ﴿وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾ ''اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو۔'' اللہ تعالیٰ نے سرکشی اختیار کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' (لقمان:24)

(5) ﴿فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (۴۴) وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ ''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے۔ اور میں اُن کو مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔ یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟'' (القلم:44,45)

(6) ﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (۹۵) الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (۹۶) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (۹۷) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (۹۸) وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (۹۹)﴾ ''بلاشبہ آپ کی جانب سے ہم مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بناتے ہیں سو جلد ہی وہ جان لیں گے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آ جائے۔'' (الحجر:95,99)

﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا﴾

''یقیناہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے''(12)

سوال:﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا﴾''یقیناہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا﴾''یقیناہمارے پاس بھاری بیڑیاں''یعنی ہمارے پاس سخت عذاب ہے،اسے ہم نے اس شخص کے لیے عبرتناک سزابنایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں پر جما ہوا ہے۔

(2)﴿وَّجَحِيْمًا﴾'اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے''جھٹلانے والوں کے لیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ اور دردناک عذاب ہے۔

﴿وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''اور حلق میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے''(13)

سوال:﴿وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا﴾''اور حلق میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ﴾''اور حلق میں اٹکنے والا کھانا''یہ حلق میں پھنسنے والا کھانا اس کی تلخی اور ذائقے کی کراہت والا ہوگا۔

(2)﴿وَّعَذَابًا اَلِيْمًا﴾''اور دردناک عذاب ہے''جھٹلانے والوں کے لیے دردناک اور تکلیف دہ عذاب ہوگا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ (۶) لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ (۷)﴾''سوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا۔جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا۔''(الغاشیہ 7,6)

(4)﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (۴۴)﴾''یقیناً زقوم کا درخت۔گناہ گار کا کھانا ہے۔''(الدخان:43,44)

(5)امام احمد ابن ابی داود ابن عدی اور بیہقی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی یہ آیت سنی تو خوف سے بیہوش ہوگیا۔

(6)حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن روزہ سے تھے افطار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دھیان آگیا،کھانا نہ کھا سکے اٹھوا دیا اگلے روز پھر شام کو ایسا ہی ہوا کھانا اٹھوا دیا،تیسرے روز پھر ایسا ہوا تو ان کے صاحبزادے سیدنا ثابت بنانی اور یزید ضبی اور یحییٰ بکاء کے پاس گئے اور حال سنایا،یہ تینوں حضرات آئے اور سیدنا حسن کو کھانے کا بہت اصرار کرتے رہے پھر مجبور ہو کر کچھ تناول فرمایا۔(روح المعانی)(معارف القرآن)

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾

''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہوجائیں گے''(14)

سوال:﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہوجائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ﴾''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے''جس دن سخت زلزلہ آئے گا پہاڑ اور زمین

سخت زور زور سے ہلا دیے جائیں گے۔

(2)﴿وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ ''اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہوجائیں گے'' اور پہاڑوں کے سخت پتھر اور بھاری بھاری چٹانیں ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہوجائیں گی۔ اور ان کے ذرات ادھر اُدھر بکھر جائیں گے۔ پہاڑوں کا نام ونشان تک نہ رہے گا اور زمین ایک چٹیل اور صاف میدان کی طرح رہ جائے گی۔ نہ اس میں کوئی وادی ہوگی اور نہ نشیب وفراز۔ (سراج المنیر: 2144/2)

(3) پہاڑ بکھری ہوئی ریت کی مانند ہونگے۔ اس کے بعد یہ ریت آہستہ آہستہ اڑتا ہوا غبار بن جائے گی۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾

''بلاشبہ ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' (15)

سوال: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ﴾ ''بلاشبہ ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے'' اللہ رب العزت نے قریش سے خصوصاً اور تمام مسلمانوں سے عموماً مخاطب ہوکر فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجا ہے جو تمہارے اعمال پر شاہد ہے۔

(2) یعنی امت پر ان کے اعمال کے ذریعے سے گواہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ادا کرو اور اس عظیم نعمت پر اس کا شکر ادا کرو ان کی نافرمانی کرنے سے بچو۔

(3)﴿كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ ''جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' یعنی ایسا نہ ہو جیسے فرعون کے پاس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو اس نے اس دعوت کو جادو قرار دے کر ان کا جادوگروں سے مقابلہ کروایا۔ آخر رب العزت نے اسے سمندر میں غرق کر دیا۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''اے لوگو! تم اللہ کے پاس جمع کیے جاؤ گے، ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ''جس طرح ہم نے اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتدا کی تھی، اسی طرح اسے دوبارہ زندہ کر دیں گے، ہمارے ذمہ وعدہ ہے، ہم ضرور اسے کر کے ہی رہیں گے۔'' آخر آیت تک۔ پھر فرمایا قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ ہاں اور میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں جہنم کی بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ میں عرض کروں گا، میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں؟ مجھ سے کہا جائے گا، آپ کو نہیں معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد نئی نئی باتیں

شریعت میں نکالی تھیں۔اس وقت بھی وہی کہوں گا جو عبد صالح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہوگا کہ ''میں ان کا حال دیکھتا رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا (جب سے) تو ہی ان پر نگران ہے'' مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی جدائی کے بعد یہ لوگ دین سے پھر گئے تھے۔(بخاری:4625)

(5)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا،وہ کہیں گے:لبیك وسعدیك یارب!اللہ رب العزت فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچادیا تھا؟نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں نے پہنچادیا تھا۔پھران کی امت سے پوچھا جائے گا کیا انہوں نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا تھا؟وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے یہاں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا(نوح علیہ السلام سے) کہ ''آپ علیہ السلام کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟وہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اوران کی امت میری گواہ ہے۔چنانچہ محمد ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچادیا تھااور رسول (یعنی محمد ﷺ) اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے (کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے)۔یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ ''اوراسی طرح ہم نے تم کوامتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں کے لیے گواہی دواور رسول تمہارے لیے گواہی دیں۔'' (آیت میں) لفظ وسط کے معنی عادل،منصف اور بہتر کے ہیں۔(بخاری:4487)

﴿فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا﴾

''سوفرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے پکڑلیا،نہایت سخت پکڑنا''(16)

سوال:﴿فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا﴾''سوفرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے پکڑلیا، نہایت سخت پکڑنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ﴾''سوفرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی''فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق نہیں کی بلکہ ان کی نافرمانی کی۔

(2)﴿فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا﴾''تو ہم نے اسے پکڑلیا،نہایت سخت پکڑنا''اللہ تعالیٰ نے فرعون کو بڑے وبال یعنی انتہا کی شدت کے عذاب میں پکڑلیا۔

(3)فرعون کو سخت گرفت میں لے لیا لہٰذا اے نافرمانی کرنے والو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرجاؤ اور رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کرو ورنہ تمہارا حشر بھی فرعون جیسا ہی ہوگا جس کو ایک غالب،اقتدار والے کی طرح پکڑلیا۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾''تو ہم نے اُسے اوراُس کے لشکروں کو پکڑلیا،پھراُن کو سمندر میں پھینک دیا سوآپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا۔'' (القصص:40)

(5)﴿وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى (۷۷) فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ (۷۸)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو پھران کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے۔ پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا تو اُن کو سمندر نے ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے انہیں ڈھانپا۔'' (طٰہٰ:77,78)

(6) یہ بات اہلِ مکہ کو اس لئے کہی گئی ہے کہ وہ متنبہ ہو جائیں کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے فرعون کا یہ حال ہو سکتا ہے تو تمہارا بھی وہی حشر ہو سکتا ہے۔

(7)﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔'' (النازعات:25)

﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾

''پھر اگر تم نے کفر کیا تو اُس دن تم کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا'' (17)

سوال:﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾ ''پھر اگر تم نے کفر کیا تو اُس دن تم کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا﴾ ''پھر اگر تم نے کفر کیا تو اُس دن تم کیسے بچو گے'' یعنی تمہیں کفر کے ساتھ قیامت کے دن کیسے نجات مل سکتی ہے؟

(2)﴿يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾ ''جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا'' اگر تم نے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق نہ کی تو اس دن کی گھبراہٹوں سے کیسے نجات پاؤ گے وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ یعنی اس کے اندوہناک زلزلوں کی زد میں اگر بچے بھی آئیں گے تو بوڑھے ہو جائیں گے۔

(3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' اللہ پاک قیامت کے دن سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اے آدم! وہ عرض کریں گے، میں حاضر ہوں اے رب! تیری فرمانبرداری کے لیے، پروردگار آواز سے پکارے گا (یا فرشتہ پروردگار کی طرف سے آواز دے گا) اللہ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا جتھہ نکالو، وہ عرض کریں گے اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں۔ حکم ہوگا (راوی نے کہا میں سمجھتا ہوں) ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے (گویا ہزار میں ایک جنتی ہوگا) یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ پیٹ والی کا حمل گر جائے گا اور بچہ (فکر کے مارے) بوڑھا ہو جائے گا (یعنی جو بچپن میں پڑا ہو) اور تو قیامت کے دن لوگوں کو ایسا دیکھے گا جیسے وہ نشہ میں متوالے ہو رہے ہیں حالانکہ ان کو نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ کا عذاب ایسا سخت ہوگا (یہ حدیث جو صحابہ حاضر تھے ان پر سخت

گزری، ان کے چہرے ڈر کے مارے) بدل گئے۔ (بخاری:4741)

(4)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (۱) يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (۲)﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔'' (الحج:1,2)

﴿السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا﴾

''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے'' (18)

سوال: ﴿السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا﴾ ''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ﴾ ''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے'' اس دن آسمان پھٹ جائے گا اس دن کی دہشت ایسی ہو گی کہ آسمان بھی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

(2)﴿كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے۔'' وہ دن یعنی قیامت آ کر رہے گی۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ اس کا وقوع لازم ہے کوئی اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتا۔

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾

''بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے'' (19)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ﴾ ''بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے'' یہ آیات جس میں قیامت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی ہولناکیوں کی خبر دی گئی ہے۔ یہ ایک یاد دہانی ہے جس سے اہل تقویٰ نصیحت پکڑتے ہیں اور ایمان والے برائیوں سے رک جاتے ہیں۔

(2)﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے'' یعنی وہ راستہ جو اسے اس کے رب تک پہنچاتا ہے۔ وہ راستہ اللہ کی شریعت کی اتباع کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول کھول کر بیان کیا اور پوری طرح واضح

کر دیا ہے۔اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کے افعال پر قدرت اور اختیار عطا کیا ہے، ایسے نہیں جیسے "جبریہ" کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال ان کی مشیت کے بغیر واقع ہوتے ہیں کیونکہ یہ نقل اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔ (تفسیر سعدی:2863/3)

(3) جو اپنے رب کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایمان لائے اور اس پر عمل پیرا ہو اور اس کی مرضی کے راستے پر چلے۔

رکوع نمبر 14

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۫ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"یقیناً آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا اس کا آدھا یا اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے، سو اُس نے تم پر مہربانی کی تو آسانی سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو اس نے جان لیا کہ تم میں سے کچھ مریض بھی ہوں گے اور کچھ دوسرے لوگ جو زمین میں سفر کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں گے، چنانچہ آسانی سے جتنا ہو سکے پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو، اچھا قرض، اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں زیادہ بڑی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (20)

سوال 1: ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ﴾ "یقیناً آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا اس کا آدھا یا اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ﴾ "یقیناً آپ

کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا اس کا آدھا یا اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو نصف رات یا ایک تہائی یا دو تہائی رات قیام کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ کے ساتھ اہل ایمان کی ایک جماعت نے بھی اس حکم کی تعمیل کی۔

(2) ﴿وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ﴾ ''اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں'' اس سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ سب پر قیام اللیل اس وقت فرض تھا۔ (جامع البیان 148/29)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعت پڑھا کرو، پھر جب تم نماز سے فارغ ہونا چاہو، تو ایک رکعت وتر پڑھ لیا کرو، یہ ایک رکعت جتنی نماز تم پڑھ چکے ہو اسے وتر بنا دے گی۔'' (بخاری:990)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دس آیات کے ساتھ قیام کرے وہ غافلوں میں شمار نہیں ہوتا، جو سو آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ''قانتین'' (عبادت گزاروں) میں لکھا جاتا ہے۔ اور جو ہزار آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ''مقنطرین'' (یعنی بے انتہا ثواب جمع کرنے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد:1398)

(5) سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا، کیا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہیں! الا یہ کہ تو کوئی نفل نماز پڑھنا چاہے۔ (بخاری:46)

سوال 2: ﴿وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے، سو اس نے تم پر مہربانی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ دن اور رات، گھنٹوں اور اوقات کا علم رکھتا ہے۔ وہ ان کی مقدار کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی کہ کتنا وقت گزر گیا ہے اور کتنا باقی ہے۔

(2) ﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے،'' یعنی وہ جانتا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر تم اس کی مقدار معلوم نہیں کر سکو گے کیونکہ اس کی مقدار کی معرفت کا حصول، واقفیت اور مزید مشقت کا تقاضا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تخفیف کر دی ہے اور تمھیں صرف اسی چیز کا حکم دیا ہے جو تمہارے لیے آسان ہے، خواہ وہ مقدار سے زیادہ ہو یا کم۔ (تفسیر سعدی:2864/3)

(3) یعنی تمہارا رب جانتا ہے کہ تم پر قیام اللیل فرض کیا گیا ہے اور تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

(4) ﴿فَتَابَ عَلَيْكُمْ﴾ ''سو اس نے تم پر مہربانی کی'' اس لئے اس نے تم سے تخفیف فرما دی ہے۔

سوال 3: ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ''تو آسانی سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ''تو آسانی سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو'' یعنی جتنی قرأت تم پر گراں نہیں گزرتی اتنی

تلاوت کرو۔(2) جس کی تمہیں معرفت حاصل ہے۔

(3) قیام اللیل کرنے والا نمازی صرف اس وقت تک نماز پڑھے جب تک دل کی خوشی شامل ہو۔ اکتاہٹ یا سستی آئے تو اسے آرام کرنا چاہیے۔(4) راحت اور طمانیت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

سوال 4: ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم میں سے کچھ مریض بھی ہوں گے اور کچھ دوسرے لوگ جو زمین میں سفر کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں گے، چنانچہ آسانی سے جتنا ہو سکے پڑھ لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم میں سے کچھ مریض بھی ہوں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور دو تہائی، نصف یا ایک تہائی رات کی نماز ان پر گراں گزرے گی۔ اس لئے مریض اتنی ہی نماز پڑھے جو اس کے لئے آسان ہے۔(2) مشقت کی صورت میں کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھنے کا پابند نہیں ہے۔

(3) اگر بیماری میں نفل نماز پڑھنے میں اس کے لئے مشقت ہے تو وہ اسے چھوڑ دے، اسے اسی طرح نماز پڑھنے کا اجر ملے گا جیسے صحت مندی کی حالت میں پڑھتا تھا۔

(4) ﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور کچھ دوسرے لوگ جو زمین میں سفر کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کریں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں مسافر بھی ہیں جو تجارتی سفر کرتے ہیں تاکہ اپنے اہل وعیال کی معاشی کفالت کا حق ادا کر سکیں، مسافر کے لئے فرض نماز میں بھی تخفیف کر دی گئی ہے اور دو نمازوں کو جمع کرنے اور چار میں قصر کو مباح کر دیا گیا ہے۔ تو نفل نمازوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی دی گئی ہے۔

(5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ یہ حالت ہے کہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑی درے سے گزر رہا ہوں اور وہاں مجھ کو موت آجائے، پھر انہوں نے یہی آیت پڑھی۔'' (ابن کثیر)

(6) ﴿وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور کچھ دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں گے'' سفر کا ایک سلسلہ رزق کے لئے سفر ہے، دوسرا حج کے لئے، تیسرا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے، وہ اتنی مقدار میں نماز پڑھ سکتا ہے جو اسے تکلیف نہ دے۔

(7) ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ ''چنانچہ آسانی سے جتنا ہو سکے پڑھ لیا کرو'' اللہ تعالیٰ نے دو امور میں بیماری اور سفر میں تخفیف کے بعد ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جو صحت مند ہے اور اپنے گھر میں مقیم ہے۔ رات کا قیام کرتا ہے، اس کے لئے بھی دین میں تنگی نہیں رکھی۔ الحمد اللہ رب العزت نے شریعت کو آسان بنایا ہے۔

(8) یعنی جس قدر آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ رات کی حد بندی نہ کرو۔ رات میں جتنی آسانی کے ساتھ نماز پڑھ سکو پڑھ لو۔

(9) یہاں قرأت سے مراد نماز ہے۔

(10) یعنی جس قدر قرأت یعنی نماز آسان ہو پڑھ لو۔ جس قدر قیام آسانی سے کر سکو کر لو۔ (مختصر ابن کثیر:2/2146)

(11) قیام اللیل اس سے پہلے واجب تھا اور اس آیت سے اسے امت کے لئے نفل کر دیا گیا۔ (ایسر التفاسیر 1694)

(12) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ (فرض) نماز پڑھتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار عشاء میں انہوں نے سورہ البقرہ شروع کی (مقتدیوں میں سے) ایک شخص نماز توڑ کر چل دیا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ ان کو برا کہنے لگے یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی (اس نے جا کر معاذ کی شکایت کی) آپ ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو بلا میں ڈالنے والا ہے، بلا میں ڈالنے والا ہے، بلا میں ڈالنے والا ہے، تین بار فرمایا۔ یا یوں فرمایا: تو فسادی ہے، فسادی ہے، فسادی ہے، پھر آپ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ مفصل کی بیچ کی دو سورتیں پڑھا کرے۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ مجھے یاد نہ رہیں (کہ کون سی سورتوں کا آپ نے نام لیا)۔ (بخاری:701) (13) ابن عباس نے کہا ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ سے مراد 100 آیات ہیں۔ (مجمع الزوائد:7/276)

سوال 5: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو، اچھا قرض'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' یعنی نماز کو اس کے ارکان، اس کی حدود، اس کی شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے تمام امور کے ساتھ قائم کرو۔ (تفسیر سعدی:3/2865)

(2) ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرو'' یعنی فرض صدقہ دو۔ دل کی سچائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پاک مال میں سے خرچ کرو۔

(3) جتنی زیادہ نیت سچی ہوگی اور دل کے ثبات سے دو گے اتنا ہی زیادہ اجر پاؤ گے۔

(4) ﴿وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو، اچھا قرض'' یعنی اپنے زائد مال میں سے صدقہ کر کے اپنے نفسوں کو پاک کرو، یہ قرض حسنہ ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرو اور وہ جہاد ہے۔ اس راستے میں خرچ کیا گیا مال سات سو گنا تک اجر دے گا۔ (ایسر التفاسیر:1693,1694)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ اُسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان، بے حد بردبار ہے۔'' (التغابن:17)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور

اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:245)

(8) ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ﴾ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھا دے اور اُسی کے لیے باعزت اجر ہے۔'' (الحدید:11)

(9) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:1486)

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے تہجد کو فرض سے نفل قرار دیتے ہوئے دو عبادات نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تہجد جیسی فضیلت والی نماز کی فرضیت کو ساقط کیا تو نیکی کے بڑے کاموں کا حکم دیا اور یہ راہ نمائی کی کہ دین کی درستگی کے لیے کون سے فرائض ہیں جن کی درست ادائیگی آپ کے لئے نفع مند ہوگی۔

(2) رب العزت نے فرائض کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں کا ذکر فرمایا جو ام العبادات اور ان کا ستون ہیں، یعنی نماز قائم کرنا جس کے بغیر دین درست نہیں رہتا اور زکوٰۃ ادا کرنا جو ایمان کی دلیل ہے اور اس سے حاجت مندوں اور مساکین کے لیے ہمدردی حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2865/3) (4) زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی پھر مدینہ میں نصاب مقرر ہوا۔

سوال 7: ﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا﴾ ''اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں زیادہ بڑی ہے'' نیکیاں مال سے بہتر ہیں، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا﴾ ''اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں زیادہ بڑی ہے'' تم جو نیکیاں کرو گے تمہارے لئے اس مال سے بہتر ہیں جو تم پیچھے چھوڑ جاؤ گے۔

(2) نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ بے شمار گنا ملتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں کی ہوئی ذرہ بھر بھلائی کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے گھر میں دنیا کی لذتوں سے کئی گنا زیادہ لذتیں اور شہوات ہیں، اس دنیا میں کی ہوئی بھلائی اور نیکی، آخرت کے دائمی گھر میں بھلائی اور نیکی کی بنیاد، اس کا بیج، اس کی اصل اور اساس ہے۔ (تفسیر سعدی:2865/3)

سوال 8: ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت

رحم والا ہے'' بھلائی اور نیکی کے کاموں کا حکم دینے کے بعد استغفار کے حکم کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو'' بھلائی اور نیکی کے کاموں کی ترغیب دینے کے بعد، استغفار کا حکم دیا جس میں بہت بڑا فائدہ ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ ان کاموں میں کوتاہی سے پاک نہیں جن کا اسے حکم دیا گیا ہے یا تو وہ ان کاموں کو سرے سے کرتا ہی نہیں یا انہیں ناقص طریقے سے کرتا ہے، پس اسے استغفار کے ذریعے سے اس کی تلافی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔کیونکہ بندہ دن رات گناہ کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ نہ لے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔(تفسیر سعدی:3/2865,2866)

(2)یعنی نیکیوں میں کمی اور برائیوں کے سرزد ہونے کے لئے استغفار کرو۔

(3)رب العزت نے اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ(۱۷) وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ(۱۸)﴾''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے۔اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔''(الذاریات:17,18)

(4)سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو تین دفعہ استغفار کرتے۔(مسلم:1334)

(5)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتے ہیں، اس پر رحم فرماتے ہیں، اس سے ایسے گناہ پر مواخذہ نہیں کرتے جس سے اس نے توبہ کر لی ہو۔

(6)اللہ تعالیٰ مجبوریوں کی وجہ سے تخفیف کرتے ہیں۔اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے۔اللہ تعالیٰ مجبوریوں کو معاف کر دیتے ہیں۔اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے۔

(7)دل سے یقین رکھو اور گناہوں کی معافی مانگتے رہو۔اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی معاف کرنے والا نہیں۔جو بھی نادم ہو کر اس سے معافی مانگتا ہے وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔

(8)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(الزمر:53)﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾''اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو بخش دینا جس دن حساب قائم ہوگا۔''(ابراہیم:41)

ایاتها ۵۶ | ۷۴ سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ ۴ | رکوعاتها ۲

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔اس میں دو رکوع اور 56 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 74 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے چوتھی سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ''شہاب سے منقول ہے کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی جابر بن عبداللہ الانصاری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فترۃ الوحی (وحی منقطع ہوجانے والے عرصہ) کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: میں چل رہا تھا کہ اچانک آسمان پر آواز سنی میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں پہلی بار وحی لے کر آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے جس سے مجھ پر خوف سا طاری ہو گیا، میں اپنے گھر آ گیا اور گھر والوں کو کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو چنانچہ انہوں نے میرے جسم پر کپڑا ڈال دیا اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کر دی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ سے ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ تک۔اس قصے کے بعد مسلسل وحی آنا شروع ہو گئی۔

رکوع نمبر 15

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾

''اے کمبل میں لپٹنے والے!''(1)

سوال: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ ''اے کمبل میں لپٹنے والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ ''اے کمبل میں لپٹنے والے!'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے کپڑا اوڑھنے والے یعنی اے اپنی نیند کے وقت کپڑے میں لپٹنے والے۔(جامع البیان: 151/29)

(2) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کپڑے سے مراد خلعت نبوت ورسالت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تقویٰ کے لباس سے سرفراز کیا تھا اور انہیں علم کی چادر سے مزین کیا تھا۔(تفسیر القاسمی: 330/16)

﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾

''اُٹھو پھر خبردار کرو''(2)

سوال: ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ ''اُٹھو پھر خبردار کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ ''اُٹھو پھر خبردار کرو'' یہاں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ اپنی نیند سے کھڑے ہوں اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والی اپنی مشرک قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔(جامع البیان:153/29)

(2)سیدنا قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اپنی قوم کو اللہ کے عذاب، پہلی امتوں کے انجام اور سخت انتقام الٰہی سے ڈرائیں۔''(جامع البیان:153/29)

(3)یعنی اٹھ کھڑے ہوں اہل مکہ کو ڈرائیں اور اسلام نہ لانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید سنائیں یا اس کا معنی ہے کہ اپنے بستر سے اٹھ کھڑے ہوں یا اس کا معنی ہے کہ عزم مصمم اور پختہ ارادہ لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ بھی معنی کہا گیا کہ ان کے درمیان اپنی نبوت کا اعلان کر دیں، یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ ان کے درمیان توحید کا اعلان کر دیں۔فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے آپ کھڑے ہوں اور نماز پڑھیں اور لوگوں کو نماز کا حکم دیں۔(فتح القدیر:397/5)

(4)﴿قُمْ﴾ ''اُٹھو'' یعنی کوشش اور نشاط کے ساتھ کھڑے ہوں۔ ﴿فَاَنْذِرْ﴾ ''پھر خبردار کرو'' یعنی لوگوں کو ایسے اقوال وافعال کے ذریعے سے تنبیہ کیجئے جن سے مقصد حاصل ہو، ان امور کا حال بیان کر کے ڈرایئے جن سے متنبہ کرنا مطلوب ہے تاکہ وہ ان کو ان کے ترک کرنے پر زیادہ آمادہ کرے۔(تفسیر سعدی:2866/3)(5)پھر کیا تھا؟ آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس زمین پر امانت کا بار اٹھایا۔

﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾

''اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو''(3)

سوال:﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ ''اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ ''اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو'' یعنی غیر اللہ کو چھوڑ کر اپنی جملہ حاجات کو اللہ تعالیٰ کے حضور ہی پیش کرو اور اس کی تعظیم کرو۔(جامع البیان:153/29)

(2)یعنی تیری سرداری ملکیت اور جمیع امور کو تکبیر کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے یہ (تکبیر) اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت والی صفت ہے یعنی (اللہ اکبر) اللہ تعالیٰ اس امر سے بڑا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس امر سے بضد ہے کہ اس کی بیوی یا اولاد ہو۔ابن عربی فرماتے ہیں گویا کہ تکبیر سے مراد اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور جملہ عیوب ونقائص سے پاکیزگی بیان کرنا ہے۔نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور نہ ہی اس کے سوا کسی کی عبادت کی جائے اور اس امر کا عقیدہ رکھا جائے کہ تمام تصرفات کا اختیار صرف اس کے پاس ہے اور تمام نعمتیں اس کے پاس موجود ہیں۔''(فتح القدیر:397/5)

(3)یعنی توحید کے ذریعے سے اس کی عظمت بیان کیجیے۔اپنے انذار اور تنبیہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصد بنائیں نیز اس بات کو مدنظر

رکھیں کہ بندے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت کریں۔ (تفسیر سعدی:3/2866)

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾

''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'' (4)

سوال: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ ''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ ''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'' اس آیت کریمہ کی تاویل (تفسیر) میں اہل تاویل (مفسرین) نے اختلاف کیا ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اپنے کپڑوں کو نافرمانی اور دھوکہ فریب سے پاک وصاف رکھو۔'' (جامع البیان)

(2) انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماعت فرمایا وہ فرماتے ہیں: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ اس سے مراد ہے گناہوں سے پاک صاف ہونا۔ پھر فرمایا: کپڑوں کی پاکیزگی عرب میں محاورے کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔'' (جامع البیان:29/153)

(3) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ گناہوں سے پاکیزگی اور طہارت مراد ہے۔'' (جامع البیان:29/154)

(4) قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے: اس سے نافرمانیوں سے پاکیزگی اختیار کرنا مراد ہے۔ عرب لوگ وعدہ خلاف کو کہتے ہیں: دنس ثیاب کہ اس نے اپنے کپڑوں کو میلا کر دیا ہے (یعنی ان کو پاک نہیں رکھ سکا) اور جب کوئی آدمی وعدہ پورا کرتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے تو اسے عرب لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اپنے کپڑوں کو پاک رکھا ہے (یعنی یہ پاک باز ہے)'' (جامع البیان:29/154)

(5) سیدنا ضحاک رحمہ اللہ سے سنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ نافرمانی کرتے ہوئے اپنے کپڑوں کو مت پہنو۔

(6) سیدنا عامر رحمہ اللہ اور عطاء رحمہ اللہ دونوں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غلطیوں اور خطاؤں سے اپنے آپ کو پاک رکھو۔ دوسرے کہتے ہیں بلکہ اس کا معنی ہے کہ اپنے اوپر اپنی حلال کمائی کے علاوہ کوئی کپڑا نہ اوڑھو۔'' (جامع البیان:29/154)

(7) ''دوسرے مفسرین کا قول ہے بلکہ اس کا معنی ہے کہ اپنے عملوں کی اصلاح کرو۔'' (جامع البیان:29/154)

(8) ''ابوزرین اللہ کے اس فرمان ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اپنے عمل کو درست کرلو۔ جب کوئی برے اور خبیث اعمال کا ارتکاب کرتا تھا تو لوگ اسے کہتے تھے کہ یہ شخص برے اور خبیث کپڑوں کا حامل ہے اور جب کوئی شخص اچھے اور صالح اعمال کو بجالاتا تھا تو اسے لوگ کہتے تھے کہ فلاں شخص پاک کپڑوں کو زیب تن کرنے والا ہے۔'' (جامع البیان:29/155)

(9) مجاہد تابعی رحمہ اللہ کے اس فرمان ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ نہ تو نجومی ہے نہ تو جادوگر ہے پس تو اس سے اعراض کر جو وہ کہتے ہیں۔'' (جامع البیان:29/155)

(10)دوسرے مفسرین کا قول ہے کہ بلکہ اس (چادراور کپڑا) کو پانی سے دھوڈال اوراس کونجاست اور پلیدگی سے پاک کرلے۔''
(جامع البیان:155/29)(11)اس آیت میں ان راہبانہ تصورات کا پورارد موجود ہے۔(تیسیرالقرآن:547/4)
(12)اس آیت کریمہ میں یہ احتمال ہے کہ (ثِیَابَ)''کپڑے'' سے مراد تمام اعمال ہوں اوران کی تطہیر سے مراد ہے ان کی تخلیص، ان کے ذریعے سے خیرخواہی، ان کو کامل ترین طریقے پر بجالانا اوران کو تمام مبطلات، مفسدات اوران میں نقص پیدا کرنے والے امور، یعنی شرک، ریا، نفاق، خودپسندی، تکبر، غفلت وغیرہ سے پاک کرنا ہو، جن کے بارے میں بندہ مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عبادات میں ان سے اجتناب کرے۔اس میں کپڑوں کی نجاست سے تطہیر بھی داخل ہے کیونکہ یہ تطہیر، اعمال کی تطہیر کی تکمیل ہے، خاص طور پر نماز کے اندر جس کے بارے میں بہت سے علماء کا قول ہے کہ نجاست کو زائل کرنا، نماز کا حق اوراس کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، یعنی طہارت اس کی صحت کی شرائط میں سے ہے۔یہ بھی احتمال ہے کہ (ثیاب) سے مراد معروف لباس ہواور آپ کو ان کپڑوں کی تمام اوقات میں تمام نجاستوں سے تطہیر کا حکم دیا گیا ہے، خاص طور پر نماز میں داخل ہوتے وقت۔جب آپ ظاہری طہارت پر مامور ہیں کیونکہ ظاہری طہارت، باطنی طہارت کی تکمیل کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:2866,2867/3)

﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾

''اور ناپاکی سے دُور رہو''(5)

سوال:﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾''اور ناپاکی سے دُور رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ اللہ کے اس فرمان ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ کی تفسیر کرتے ہیں کہ ﴿الرُّجْزَ﴾ سے مراد وہ الٰہ اور بت ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔حکم دیا گیا کہ ان کو چھوڑ دو نہ تو ان کے قریب آؤ اور نہ ان کے پاس آؤ۔''(جامع البیان:156/29)
(2)دوسرے مفسرین کا قول ہے بلکہ اس کا معنی ہے کہ گناہوں اور نافرمانیوں کو ترک کردو۔(جامع البیان:156/29)
(3)داعی کے عمومی طور پر دو انجام ہوتے ہیں۔(i)غرور فخر اور عظمت، وہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تم پر روکنے والا ہوں اور خیر کو تمہارے اوپر جاری کرنے والا ہوں۔(ii)اور یہ لوگ اس داعی کو اذیت پہنچاتے ہیں اوراس کے بارے میں گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں اور اسے ہر جگہ تلاش کرتے ہیں۔ایسی صورتحال کا سامنا کرنے والے دعات کہتے ہیں کیا ہو گیا ہے اس قوم کو ہماری بات ہی نہیں سنتے لہٰذا ہم ان لوگوں سے دور ہو جاتے ہیں۔کیونکہ وہ نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اور انعام کرنے والوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔''(تفسیر الرازی:247/10)
(4)ایک احتمال یہ ہے کہ ﴿الرُّجْزَ﴾ سے مراد بت اور مورتی ہوں جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کو ترک کردیں۔ان سے برأت کا اعلان کریں۔نیز ان تمام اقوال وافعال سے بے زار ہوں جو ان کی طرف منسوب

ہیں۔ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ﴿الرُّجْزَ﴾ سے مراد تمام اعمال شر اور اقوال شر ہوں۔تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ تمام چھوٹے اور بڑے، ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دیں۔اس حکم میں شرک اور اس سے کم تر گناہ داخل ہیں۔(تفسیر سعدی:2867/3)

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾

''اور احسان نہ کرو کہ تم زیادہ حاصل کرو''(6)

سوال:﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ ''اور احسان نہ کرو کہ تم زیادہ حاصل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)ابراہیم رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کوئی شے (اس نیت سے) نہ دو تا کہ اس سے زیادہ حاصل کر سکو۔''(جامع البیان:157/29)

(2)''دیگر اہل علم کا قول ہے کہ اس کا معنی کچھ یوں ہے اپنے عمل سے اپنے رب پر احسان نہ جتلائیں تا کہ آپ زیادہ لے سکیں۔''(جامع البیان)

(3)''سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تیری نگاہ میں تیرا عمل بڑا نہ ہو کیونکہ تیرا بڑے سے بڑا عمل بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے مقابلے میں قلیل ہے۔''(جامع البیان:158/29)

(4)''سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبوت اور ہمارے نازل کردہ قرآن مجید کے ساتھ لوگوں پر احسان نہ جتلاؤ تا کہ ان سے دنیا میں اس کا بہتر بدلہ حاصل کر سکو۔''(جامع البیان:158/29)

(5)یعنی آپ نے لوگوں پر جو دینی اور دنیاوی احسانات کیے ہیں انہیں جتلائیں نہیں کہ اس احسان کے بدلے زیادہ حاصل کریں اور ان احسانات کی وجہ سے اپنے آپ کو لوگوں سے افضل سمجھیں بلکہ جب بھی آپ کے لیے ممکن ہو آپ لوگوں پر احسان کریں پھر ان پر اپنے اس احسان کو بھول جائیے۔جس پر آپ نے احسان کیا ہے اسے اور دوسروں کو برابر سطح پر رکھیں۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی کو کوئی چیز اس لیے عطا نہ کریں کہ آپ کا ارادہ ہو کہ وہ آپ کو اس سے بڑھ کر بدلہ عطا کرے۔تب یہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔(تفسیر سعدی:2867/3)

﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾

''اور اپنے رب کے لیے صبر کرو''(7)

سوال:﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ ''اور اپنے رب کے لیے صبر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ ''اور اپنے رب کے لیے صبر کرو'' یعنی اپنے صبر پر اجر کی امید رکھیے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی اطاعت کی اور اس کی تعمیل کے لیے آگے بڑھے۔پس آپ ﷺ نے لوگوں کو انجام بد سے ڈرایا اور آپ ﷺ نے ان کے سامنے آیات بینات اور تمام مطالب الٰہیہ کو واضح کیا۔اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کی اور مخلوق کو اس کی تعظیم کی

طرف بلایا، آپ نے اپنے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو ہر قسم کی برائی سے پاک کیا، آپ نے ہر اس ہستی سے برأت کا اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ سے دور کرتی تھی اور اس کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی تھی، یعنی بتوں، بت پرستوں، شر اور شر پسندوں سے بیزاری کا اعلان کیا۔ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد آپ کا احسان ہے بغیر اس کے کہ آپ اس پر ان سے کسی جزا یا شکر گزاری کا مطالبہ کریں۔ آپ ﷺ نے اپنے رب کی خاطر کامل ترین صبر کیا۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اور اس کی نافرمانی سے اجتناب پر اور اس کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کیا، یہاں تک کہ آپ اولوالعزم انبیاء و مرسلین پر بھی فوقیت لے گئے۔ ﴿صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ﴾ (تفسیر سعدی: 2867/3)

﴿فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ﴾

''پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی'' (8)

سوال: ﴿فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ﴾ ''پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ﴾ ''پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی'' یعنی جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو قبروں سے کھڑا کرنے اور تمام مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر کے حساب کتاب کے لیے جمع کرنے کے لیے صور پھونکا جائے گا۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۚ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُونَ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' (الزمر: 68)

(3) ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُونَ (١٠١) فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (١٠٢) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خٰلِدُونَ (١٠٣) تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كٰلِحُونَ (١٠٤)﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔'' (المومنون: 101،104)

(4) ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (٥١) قَالُوا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ (٥٢) إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ (٥٣)﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا سو یکایک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے۔ وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں

ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔'' (یٰسین:51,53)

(5) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیونکر آرام کروں جب کہ صور والے اسرافیل علیہ السلام منہ میں صور لئے ہوئے اس حکم پر کان لگائے ہوئے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم صادر ہو اور اس میں پھونک ماری جائے۔ یہ امر اصحاب رسول پر سخت گزرا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کہو: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ''اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، کیا ہی اچھا کارساز ہے وہ، اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے توکل کیا۔'' (ترمذی:2431)

﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ﴾

''تو وہ دن بڑا ہی مشکل دن ہوگا'' (9)

سوال: ﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ﴾ ''تو وہ دن بڑا ہی مشکل دن ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ﴾ ''تو وہ دن بڑا ہی مشکل دن ہوگا'' یعنی وہ دن ہولناک ہوگا اپنی سختیوں کی وجہ سے بڑا سخت ہوگا۔ (2) وہ ایسا دن ہوگا جس کو برداشت کرنے کی کسی میں طاقت نہ ہوگی۔

﴿عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ﴾

''کافروں پر آسان نہ ہوگا'' (10)

سوال: ﴿عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ﴾ ''کافروں پر آسان نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ﴾ ''کافروں پر آسان نہ ہوگا'' کافر اپنی بھلائی سے مایوس ہو چکے ہوں گے اور انہیں اپنی تباہی اور بربادی کا یقین آجائے گا۔ (2) اس دن کافر کہیں گے ﴿هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:8)

﴿ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا﴾

''چھوڑ دو مجھے اور اُس کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا'' (11)

سوال: ﴿ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا﴾ ''چھوڑ دو مجھے اور اُس کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا﴾ ''چھوڑ دو مجھے اور اُس کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا'' یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کی ہے اور ہر وہ شخص جو حق سے دشمنی رکھتا ہے اس کے لیے دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔

(2) حاکم نے تصحیح کے ساتھ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ولید بن مغیرہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ نے اس کے سامنے قرآن کریم پڑھا گویا کہ اس پر قرآن کریم کا اثر ہوا۔ ابوجہل کو اس چیز کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے چچا تیری قوم چاہتی ہے کہ تیرے لیے مال جمع کر دے، کیونکہ تو محمد ﷺ کے پاس جو کچھ ہے اس کو لینے کے لیے جاتا ہے ولید کہنے لگا کہ قریش کو معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ ابوجہل نے کہا تو اس کے بارے میں کوئی بات کہہ دو جس سے تمہاری قوم کو معلوم ہو جائے کہ تم اس چیز کو پسند نہیں کرتے اور اسے برا سمجھتے ہو۔ ولید کہنے لگے میں کیا کہوں اللہ کی قسم! تم میں کوئی مجھ سے زیادہ شعر جاننے والا نہیں اور نہ مجھ سے زیادہ اس کے رجز اور قصیدے اور اشعار سے واقف ہے اور اللہ کی قسم جو یہ کہتے ہیں اس کے کوئی چیز مشابہ نہیں۔ اللہ کی قسم ان کی باتوں میں مٹھاس ہے اور اس پر رونق ہے اور یہ اپنے اوپر کو روشن کرنے والے ہیں اور مشرق ان کے نیچے ہے اور یہ غالب آئیں گے مغلوب نہیں ہوں گے اور ان کے نیچے جو چیز ہے اس کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ ابوجہل یہ سن کر کہنے لگا کہ تیری قوم تجھ سے اس وقت تک راضی نہ ہو گی جب تک محمد ﷺ کے بارے میں کچھ کہے۔ تو ولید کہنے لگا مجھے سوچنے کا موقع دو چنانچہ اس نے سوچا تو کہنے لگا یہ دوسروں سے منقول شدہ جادو ہے۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس: 430/3)

(3) اللہ تعالیٰ نے ولید کو دھمکی دی ہے کہ میں نے اسے اکیلا، کسی مال اور اہل وعیال کے بغیر پیدا کیا۔ میں نے اسے نعمتیں دیں۔ مال اور اولاد عطا کی، دولت وثروت دی۔

﴿وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا﴾

''اور میں نے اُسے لمبا چوڑا مال دیا ہے'' (12)

سوال: ﴿وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا﴾ ''اور میں نے اُسے لمبا چوڑا مال دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا﴾ ''اور میں نے اُسے لمبا چوڑا مال دیا ہے'' یعنی اسے تجارت میں وسعت دی اور وسیع مال دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اسے ہزاروں اشرفیوں کا مالک اور بڑا زمیندار بنا دیا۔ لونڈیاں غلام اور ہر قسم کا مال دے کر رئیس بنا دیا۔ (مختصر ابن کثیر: 2149/2)

﴿وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا﴾

''اور حاضر رہنے والے بیٹے دیے'' (13)

سوال: ﴿وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا﴾ ''اور حاضر رہنے والے بیٹے دیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا﴾ ''اور حاضر رہنے والے بیٹے دیے'' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ولید کے دس بیٹے تھے۔ (جامع البیان 163/29)

(2) اس کے بیٹے اس کے پاس موجود رہتے اور اس کی شان وشوکت بڑھاتے تھے۔ (3) اس کے بیٹوں میں سے ایک خالد بن ولید بھی تھے۔

﴿وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا﴾

''اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح سامان تیار کرنا''(14)

سوال: ﴿وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا﴾ ''اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح سامان تیار کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا﴾ ''اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح سامان تیار کرنا'' یعنی اس کی عمر، بیٹوں اور عزت میں کشادگی عطا کی۔ (2) اور میں نے دنیا اور اس کے اسباب پر اسے اختیار دیا، یہاں تک کہ اس کے تمام مطالب آسان ہو گئے اور اس نے ہر وہ چیز حاصل کر لی جو وہ چاہتا تھا اور جس کی اسے خواہش تھی۔ (تفسیر سعدی: 2869/3)

(3) یعنی طرح طرح کا سامان دے کر کثیر ساز و سامان والا کر دیا۔

﴿ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ﴾

''پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں''(15)

سوال: ﴿ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ﴾ ''پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ﴾ ''پھر'' یعنی مال و دولت، بیٹیوں اور بھلائیوں کے باوجود۔

(2) ﴿يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ﴾ ''وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں'' وہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی طرح اسے آخرت کی نعمتیں بھی حاصل ہوں۔ (3) یعنی اتنا حریص ہے اس کے دل کی حسرت ختم نہیں ہوئی وہ چاہتا ہے کہ اور مال مل جائے۔

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ابن آدم کے لیے سونے کی ایک وادی ہو تب بھی دوسری وادی کی خواہش کرے گا۔ اور اس کا منہ مٹی ہی بھرے گی اور اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والے ہی پر رجوع فرماتے ہیں۔'' (مسلم: 2417)

﴿كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات سے سخت دشمنی رکھنے والا ہے''(16)

سوال: ﴿كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات سے سخت دشمنی رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی آج کے بعد ایسا نہیں ہوگا۔ (2) معاملہ ایسا نہیں ہوگا جو وہ چاہتا ہے۔

(3) ﴿اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا﴾ ''یقیناً وہ ہماری آیات سے سخت دشمنی رکھنے والا ہے'' یعنی وہ قرآن کی آیات کا دشمن ہے۔

(4) اس نے ان آیات کو پہچان کر ان کا انکار کر دیا، ان آیات نے اسے حق کی طرف دعوت دی مگر اس نے ان کی اطاعت نہ کی۔ اس نے صرف ان سے روگردانی کرنے اور منہ موڑنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف جنگ کی اور ان کے ابطال کے لیے بھاگ دوڑ کی۔ (تفسیر سعدی: 2869/3)

﴿سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا﴾

''جلد ہی میں اُسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا''(17)

سوال:﴿سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا﴾''جلد ہی میں اُسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا﴾''جلد ہی میں اُسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا''اب ہم اسے صعود پہاڑ پر چڑھائیں گے۔

(2)سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:صعود دوزخ میں ایک پہاڑ ہے،دوزخی اس پر ستر برس میں چڑھایا جائے گا اور پھر دھکیل دیا جائے گا یہی عذاب اس پر ہمیشہ ہوتا رہے گا۔(ترمذی:3326)

﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ﴾

''اُس نے غور وفکر کیا اور بات بنائی''(18)

سوال:﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ﴾''اُس نے غور وفکر کیا اور بات بنائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ﴾''اُس نے غور وفکر کیا ''یعنی اس نے سوچا اپنے دل میں اندازہ لگایا۔

(2)﴿وَقَدَّرَ﴾''اور بات بنائی''اور اپنے دل میں غور کیا کہ ایسی بات کہے جس سے قرآن کو غلط ثابت کر سکے۔

﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾

''پس ہلاک ہو!اُس نے کیسی بات بنائی''(19)

سوال:﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾''پس ہلاک ہو!اُس نے کیسی بات بنائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾''پس ہلاک ہو!اُس نے کیسی بات بنائی'' کیونکہ اس نے ایسی تجویز سوچی جو اس کی حدود میں نہیں،اس نے ایسے معاملے میں ہاتھ ڈالا جو اس کی اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی پہنچ میں نہیں۔(تفسیر سعدی:3/2869,2870)

(2)صاف معلوم ہوتا ہے کہ ولید بن مغیرہ پر قرآن کی حقیقت پوری طرح واضح ہو چکی تھی۔اب وہ جو کچھ پینترے بدل رہا تھا محض اپنے اقتدار اور جاہ کو محفوظ رکھنے کی خاطر کر رہا تھا۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی اسی ہٹ دھرمی اور کج فکری کا نقشہ پیش کیا ہے۔(تیسیر القرآن:4/550)

﴿ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾

''وہ پھر ہلاک ہو!اُس نے کیسی بات بنائی؟''(20)

سوال:﴿ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾''وہ پھر ہلاک ہو!اُس نے کیسی بات بنائی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾''وہ پھر ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی''اللہ تعالیٰ نے اس پر دوبارہ لعنت کی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو اس نے کیسی بات بنائی؟

﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾

''پھر اُس نے دیکھا''(21)

سوال:﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾''پھر اُس نے دیکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾''پھر اُس نے دیکھا''یعنی اس نے جو کہا اس پر دوبارہ غور وفکر کیا۔(2)اور یہ کہا گیا کہ اس نے لوگوں کی طرف دیکھا۔(البحر المحیط:330/10)

﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾

''پھر تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا''(22)

سوال:﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾''پھر تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾''پھر تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا''یعنی اس نے تیوری چڑھا کر، چہرے کے تاثرات کو بگاڑ کر حق سے نفرت کا اظہار کیا۔(2)اس نے حق سے ہٹ کر غرور کا اظہار کیا۔

﴿ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾

''پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا''(23)

سوال:﴿ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾''پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَدْبَرَ﴾''پھر اس نے پیٹھ پھیری''یعنی اس نے حق سے منہ موڑا اور اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا۔(فتح القدیر:401/5)

(2)﴿وَاسْتَكْبَرَ﴾''اور تکبر کیا''یعنی ایمان اور اتباع رسول ﷺ سے تکبر کا اظہار کیا۔

﴿فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ﴾

''پھر کہا:''یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو پہلے نقل کیا جاتا ہے''(24)

سوال:﴿فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ﴾''پھر کہا:''یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو پہلے نقل کیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ﴾''پھر کہا: یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو پہلے نقل کیا جاتا ہے''ولید نے کہا یہ قرآن تو نقل

کیا ہوا جادو ہے۔(2) یعنی یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ انسانوں میں سے سب سے جھوٹے جادوگر کا کلام ہے۔

﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾

''یہ تو بس ایک انسان کا کلام ہے''(25)

سوال: ﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ ''یہ تو بس ایک انسان کا کلام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ ''یہ تو بس ایک انسان کا کلام ہے'' ولید نے کہا کہ قرآن انسانی کلام ہے اور انسانوں میں سے بھی سب سے جھوٹے اور شریر جادوگر کا کلام ہے۔

(2) کسی انسان کا ضمیر یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ وہ کلام جو سب سے عظیم ہے، محتاج اور ناقص مخلوق سے ملتا جلتا ہے۔

﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾

''جلد ہی میں اُسے دوزخ میں داخل کروں گا''(26)

سوال: ﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾ ''جلد ہی میں اُسے دوزخ میں داخل کروں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾ ''جلد ہی میں اُسے دوزخ میں داخل کروں گا'' یعنی عنقریب ہم اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کرنے والے ہیں۔(2) سقر جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

﴿وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے''؟(27)

سوال: ﴿وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾ ''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾ ''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے'' یعنی آپ کو خبر نہیں ہے کہ سقر کیا ہے؟

(2) آپ کو کیا معلوم کہ وہ کتنی عظیم آگ ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(النساء:56)

﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی''(28)

سوال: ﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ﴾ ''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ﴾ ''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی'' یعنی وہ نہ گوشت چھوڑے نہ پٹھے۔ ہر چیز کو برباد کردے۔ (2) یعنی نہ زندہ چھوڑے اور نہ مار ڈالے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ ''پھر اُس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا۔'' (الاعلیٰ:13) (3) یعنی جہنم کوئی ایسی سختی نہیں چھوڑے گی جو عذاب دیے جانے والے کو نہ پہنچے۔

﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾

''کھال کو جھلسا دینے والی ہے''(29)

سوال: ﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾ ''کھال کو جھلسا دینے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾ ''کھال کو جھلسا دینے والی ہے'' یعنی جلد کو پھونک کر رکھ دے گی۔ اندر سے گوشت نظر آئے گا پھر اسے بھی پھونک دے گی یہاں تک کہ ہڈیاں جلا دے گی۔

(2) یا کھال کو جھلس کر رات کی سیاہی کی طرح سیاہ فام کردے گی، کوئلہ بنا کر چھوڑے گی اور کھال ادھیڑ کر رکھ دے گی۔ (مختصر ابن کثیر:2/2150)

﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾

''اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں''(30)

سوال: ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ ''اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ ''اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں'' یعنی جہنم پر انیس فرشتے داروغوں کے طور پر متعین ہیں جو نہایت سخت اور درشت خو ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2870)

(2) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کچھ یہودیوں نے بعض صحابہ سے پوچھا: کیا تمہارا نبی جانتا ہے کہ جہنم کے نگراں کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے مگر پوچھ کر جان لیں گے، اسی دوران ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، کہا: اے محمد! آج تو تمہارے ساتھی ہار گئے، آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیسے ہار گئے؟'' اس نے کہا: یہود نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارا نبی جانتا ہے کہ جہنم کے نگراں کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے پوچھا: ''انہوں نے کیا جواب دیا؟'' اس نے کہا: انہوں نے کہا: ہمیں نہیں معلوم، ہم اپنے نبی ﷺ سے پوچھ کر بتا سکتے

ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ قوم ہاری ہوئی مانی جاتی ہے جس سے ایسی چیز پوچھی گئی ہو جسے وہ نہ جانتی ہو اور انہوں نے کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے جب تک کہ ہم اپنے نبی سے پوچھ نہ لیں؟ (اس میں ہارنے کی کوئی بات نہیں ہے) البتہ ان لوگوں نے تو اس سے بڑھ کر بے ادبی و گستاخی کی بات کی، جنہوں نے اپنے نبی سے یہ سوال کیا کہ ہمیں اللہ کو کھلے طور پر دکھا دو''، آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ان دشمنوں کو ہمارے سامنے لاؤ میں ان سے جنت کی مٹی کے بارے میں پوچھتا ہوں، وہ نرم مٹی ہے''، جب وہ سب یہودی آ گئے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! جہنم کے نگراں لوگوں کی کتنی تعداد ہے؟ آپ نے اس طرح ہاتھ سے اشارہ فرمایا: ''ایک مرتبہ دس (انگلیاں دکھائیں) اور ایک مرتبہ نو (کل ۱۹)'' انہوں نے کہا: ہاں، (آپ نے درست فرمایا) اب آپ نے پلٹ کر ان سے پوچھا: ''جنت کی مٹی کاہے کی ہے؟'' راوی کہتے ہیں: وہ لوگ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر کہنے لگے: ابوالقاسم! وہ روٹی کی ہے، آپ نے فرمایا: ''روٹی میدہ (نرم مٹی) کی ہے'' (ترمذی:3327)

(3) اس پر 19 داروغہ متعین ہیں جو چوڑے چکلے جسم والے اور بے رحم ہیں۔ نہ عذاب دینے سے تھکیں، نہ کسی پر ترس کھائیں۔

﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ﴾

''اور نہیں بنائے ہم نے جہنم کے نگران مگر فرشتے اور ہم نے اُن کی تعداد کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے جنہوں نے کفر کیا، تاکہ وہ یقین کر لیں جن کو کتاب دی گئی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں اور ایمان والے اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی شک نہ کریں اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفر کرنے والے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ انسانیت کے لیے سراسر نصیحت ہے'' (31)

سوال 1: ﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً﴾ ''اور نہیں بنائے ہم نے جہنم کے نگران مگر فرشتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً﴾ ''اور نہیں بنائے ہم نے جہنم کے نگران مگر فرشتے'' اللہ تعالیٰ نے جہنم کی دیکھ بال کے لیے فرشتوں کو مقرر کیا ہے جو طاقت ور ہیں۔ (2) اس آیت میں مشرکوں کی مذمت ہے۔

سوال2:﴿وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ ''اور ہم نے اُن کی تعداد کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے جنہوں نے کفر کیا، تا کہ وہ یقین کرلیں جن کو کتاب دی گئی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً﴾ ''اور ہم نے اُن کی تعداد کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے'' یعنی جہنم کے فرشتوں کی تعداد 19 بتائی گئی ہے تا کہ ہم جان لیں کہ کون تصدیق کرتا ہے اور کون تکذیب کرتا ہے۔

(2)﴿لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ ''تا کہ وہ یقین کرلیں جن کو کتاب دی گئی'' یعنی تا کہ وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی اپنی کتاب کے ذریعے جان کر یقین کرلیں کہ قرآن ان کتابوں کی موافقت کرتا ہے۔

(3) کیونکہ اہل کتاب کے پاس جو کچھ ہے، جب قرآن اس کی مطابقت کرے گا تو حق کے بارے میں ان کے یقین میں اضافہ ہوگا۔ (تفسیر سعدی:2870/3)

(4)﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں'' یعنی ایمان والے قرآن کریم کو تورات کے موافق پا کر اپنے ایمان میں اضافہ کرلیں۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں'' (التوبہ:124)﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

سوال3:﴿وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ایمان والے اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی شک نہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ایمان والے اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی شک نہ کریں'' یعنی یہاں تک کہ وہ کسی شک میں نہ پڑیں اور جان لیں کہ دونوں کتابیں ایک ہی حقیقت پر مبنی ہیں۔

(2)ان جلیل القدر مقاصد کو خردمند لوگ ہی درخور اعتنا سمجھتے ہیں، یعنی یقین میں کوشش، ایمان میں ہر وقت اضافہ، دین کے مسائل میں سے ہر مسئلہ پر ایمان میں اضافہ اور شکوک واوہام کو دور کرنا جو حق کے بارے میں پیش آتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے رسول پر نازل

کیا ہے، اسے ان مقاصد جلیلہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ، سچے اور جھوٹے لوگوں کے درمیان امتیاز کی میزان قرار دیا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2870,2871)

سوال4:﴿وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا﴾ ''اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفر کرنے والے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا﴾ ''اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفر کرنے والے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے'' وہ یہ بات حیرت، شک اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کی وجہ سے کہتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2870,2871)

(2) منافقوں نے یہ بات کہی تھی کہ فرشتوں کی تعداد بیان کرنے کا یہ کون سا موقع ہے؟

سوال5:﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت دینا چاہے اسے ہدایت دیتا ہے اور گمراہ وہی ہوتا ہے جسے وہ گمراہ کر دے۔

(2) اس قسم کی باتوں سے کچھ لوگوں کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اور کچھ لوگ ڈانواڈول ہو جاتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔'' (البقرہ:26)

(4) پس اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت عطا کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا، اسے اس کے حق میں رحمت اور اس کے دین وایمان میں اضافے کا باعث بنا دیتا ہے اور جسے گمراہ کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اسے اس کے حق میں ظلمت اور اس کے لیے بدبختی اور حیرت کا سبب بنا دیتا ہے۔ واجب ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے اسے اطاعت وتسلیم کے ساتھ قبول کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:3/2870,2871)

سوال6:﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ﴾ ''اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ انسانیت کے لیے سراسر نصیحت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ﴾ ''اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' یعنی رب کے بے شمار لشکر ہیں، جن کی تعداد وہی جانتا ہے۔ (2) فرشتوں اور انسانوں میں سے کوئی بھی رب کے لشکروں کو نہیں جانتا۔

(3)﴿اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا'' جب تم اللہ کے لشکروں کے بارے میں علم نہیں رکھتے اور اس عظیم علم والے نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے تو تم پر واجب ہے کہ تم اس کی خبر کی کسی شک کے بغیر تصدیق کرو۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث معراج میں ساتویں آسمان کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ بیت المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جو ایک مرتبہ نماز پڑھ کر نکل جاتا ہے تو پھر کبھی دوبارہ داخل نہیں ہوتا۔'' (بخاری:3207)

(5) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان اللہ تعالیٰ کے خوف سے چرچرا رہا ہے اور اسے چرچرانا ہی چاہیے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگل جگہ تقریباً تین انچ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کے حضور رکھے سجدہ نہ کر رہا ہو اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں اور تم ہنستے کم اور روتے زیادہ بیویوں سے تم لطف اندوز نہ ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے میدانوں میں نکل جاتے۔ حدیث کے راوی سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کاش میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ (ابن ماجہ:4190)

(6)﴿وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ﴾ ''اور یہ انسانیت کے لیے سراسر نصیحت ہے'' یعنی نصیحت کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں اور اس پر عمل کریں جو چیز انہیں فائدہ دے اور اس کو چھوڑ دیں جو انہیں نقصان دے۔

رکوع نمبر 16

﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ﴾

''ہرگز نہیں! قسم ہے چاند کی!'' (32)

سوال: ﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ﴾ ''ہرگز نہیں! قسم ہے چاند کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ﴾ ''ہرگز نہیں! قسم ہے چاند کی!'' اللہ تعالیٰ نے چاند کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ چاند کے مناظر انسان کے دل ودماغ پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں اور انسان پر کئی راز کھلتے ہیں۔ انسان چاندی کے نور میں نہا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا احساس اس کو گھیر لیتا ہے۔

(2) چاند اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت تامہ، حکمت کاملہ، اس کی بے پایاں رحمت، لامحدود قوت اور اس کے کامل علم پر دلالت کرتا ہے۔

﴿وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ﴾

''اور رات کی! جب وہ جانے لگے''(33)

سوال: ﴿وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ﴾ ''اور رات کی! جب وہ جانے لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ﴾ ''اور رات کی! جب وہ جانے لگے'' رات کے جانے کا منظر عجیب ہوتا ہے۔ صبح طلوع ہوتی ہے۔ ایک منظر کا جانا اور دوسرے منظر کا آنا انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ مناظر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کا احساس دلاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی ہے۔

﴿وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ﴾

''اور قسم ہے صبح کی! جب وہ روشن ہو''(34)

سوال: ﴿وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ﴾ ''اور قسم ہے صبح کی! جب وہ روشن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ﴾ ''اور قسم ہے صبح کی! جب وہ روشن ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ قسم اس لئے کھائی ہے کہ روشن ہوتی ہوئی صبح انسان کے شعور کو بیدار کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غفلت میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

﴿اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ﴾

''یقیناوہ (دوزخ) بڑی چیزوں میں سے ایک ہے''(35)

سوال: ﴿اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ﴾ ''یقیناوہ (دوزخ) بڑی چیزوں میں سے ایک ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ﴾ ''یقینا وہ (دوزخ) بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی قسم کھا کر دوزخ کی بڑائی اور ہولناکی کو بیان کیا ہے اور ان کائناتی مناظر کی طرف توجہ کرنے سے انسان کے دل میں دوزخ کے بارے میں شک نہیں رہ جاتا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ اس کی آگ بڑی عظیم ہے۔

(3) یعنی بے شک جہنم کی آگ ایک بہت بڑی مصیبت اور غم میں مبتلا کر دینے والا معاملہ ہے۔ پس جب ہم نے تمھیں اس کے بارے میں خبردار کر دیا اور تم اس کے بارے میں پوری بصیرت رکھتے ہو، تب تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے اور ایسے عمل کرے جو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتے ہیں یا وہ اس مقصد سے پیچھے ہٹ جائے جس کے لیے اس کو تخلیق کیا گیا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے اور نافرمانی کے کام کرے جو جہنم کے قریب کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ ''اور کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے۔ پھر جو چاہے تو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے تو وہ کفر کرے۔'' (سورہ الکہف:29) (تفسیر سعدی:3/2873،2872)

﴿نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ﴾

''بشر کے لیے ڈرانے والی ہے''(36)

سوال: ﴿نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ﴾ ''بشر کے لیے ڈرانے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ﴾ ''بشر کے لیے ڈرانے والی ہے'' یعنی انسان کو چوکنا کرنے والی آگ ہے۔

﴿لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ﴾

''تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے جو آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے''(37)

سوال: ﴿لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ﴾ ''تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے جو آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِمَن شَاءَ مِنكُمْ﴾ ''تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے'' یعنی اے لوگوں جو تم میں سے چاہے۔

(2) ﴿أَن يَتَقَدَّمَ﴾ ''کہ آگے بڑھے'' یعنی اطاعت کرے۔ (3) ﴿أَوْ يَتَأَخَّرَ﴾ ''یا پیچھے ہٹے'' یا نافرمانی کرے۔ (ایسر التفاسیر:1698)

(4) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۖ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾

''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکہف:29)

(5) ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا جو تم میں سے بہت آگے جانے والے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا جو بہت پیچھے آنے والے ہیں'' (الحجر:24) جو شخص اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کے راستے میں چلنا چاہے چلے اور جو حق سے پیٹھ موڑنا چاہے موڑ لے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾

''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا''(38)

سوال: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُّ نَفْسٍ﴾''ہر شخص''یعنی قیامت کے دن ہر شخص۔

(2)﴿بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾''اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا۔''اپنے اعمال شر اور برے اعمال کے بدلے گروی ہے۔

(3)یعنی اس کی گردن جکڑی ہوئی ہے اور اس کی گردن میں طوق ڈالا ہوا ہے جس کی وجہ سے عذاب اس پر واجب ہو گیا ہے۔

(4)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾''اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے۔ ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔''(الطور:21)

(5)سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''طہارت نصف ایمان کے برابر ہے اور الحمد للہ میزان عدل کو بھر دے گا۔ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ سے زمین و آسمان کی درمیانی فضا بھر جائے گی اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے لیے حجت ہو گا یا تیرے خلاف ہو گا ہر شخص صبح کو اُٹھتا ہے اپنے نفس کو فروخت کرنے والا ہے یا اس کو آزاد کرنے والا ہے۔''(مسلم:534)

﴿اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ﴾

''مگر دائیں بازو والے''(39)

سوال:﴿اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ﴾''مگر دائیں بازو والے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ﴾''مگر دائیں بازو والے''یعنی مومن آگ سے نجات پائیں گے اور وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے کیونکہ وہ اپنے اعمال کے بدلے میں گروی نہیں ہوں گے بلکہ خوش و خرم اور شاداں و فرحاں ہوں گے۔

(2)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (۲۷) فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (۲۸) وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (۲۹) وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (۳۰) وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ (۳۱) وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ (۳۲) لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (۳۳) وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (۳۴) اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً (۳۵) فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (۳۶) عُرُبًا اَتْرَابًا (۳۷) لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (۳۸) ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (۳۹) وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۴۰)﴾''اور دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے! وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں۔ اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے۔ اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ اور کثیر پھلوں میں۔ نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے۔ اور بلند مسندوں میں۔ بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے۔ پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔ شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی۔ پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے۔ اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک

بڑا گروہ ہے۔" (الواقعہ:27,40)

﴿فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ﴾

"جنتوں میں سوال کریں گے" (40)

سوال: ﴿فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ "جنتوں میں سوال کریں گے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ "جنتوں میں سوال کریں گے" اصحاب الیمین کو جنت میں تمام نعمتیں حاصل ہوں گی۔ وہ جنت کے بالا خانوں میں ہوں گے اور وہاں سے جہنمیوں کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر پوچھیں گے۔

(2) یعنی جنت کے اندر ان کو تمام چیزیں حاصل ہوں گی جن کی وہ طلب کریں گے، ان کے لیے کامل راحت واطمینان ہوگا، وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے، وہ آپس کی بات چیت میں مجرموں کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ کس حال کو پہنچے ہیں، کیا انھوں نے وہ کچھ پالیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا؟ (تفسیر سعدی:2873/3)

﴿عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

"مجرموں سے" (41)

سوال: ﴿عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ "مجرموں سے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ "مجرموں سے" مجرموں سے مراد دوزخ والے ہیں۔

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ﴾

"تمھیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا؟" (42)

سوال: ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ﴾ "تمھیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا؟" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ﴾ "تمھیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا؟" پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تم انھیں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ وہ ان کو جھانک کر دیکھیں گے تو انھیں جہنم کے درمیان اس حال میں پائیں گے کہ انھیں عذاب دیا جا رہا ہوگا تو وہ ان سے کہیں گے: یعنی کس چیز نے تمھیں جہنم میں ڈالا ہے اور کس گناہ کے سبب سے تم جہنم کے مستحق قرار پائے ہو؟ (تفسیر سعدی:2873/3)

(2) اس سے مراد ہے کہ کس عمل نے تمھیں دوزخ کا مستحق بنا دیا۔ (3) یعنی تم اس بدترین اور دہشتناک جگہ کیسے آن پہنچے؟

﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾

''وہ کہیں گے: ''ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہ تھے''(43)

سوال: ﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہ تھے۔'' یعنی ہم اپنے پیدا کرنے والے کے لیے بھی مخلص نہیں تھے۔اس کی عبادت نہیں کرتے تھے۔

(2)وہ جواب دیں گے کہ ہم نے دنیا میں رب کی عبادت سے جی چرایا تھا۔نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔

(3)سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح ہونے تک سویا رہا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں (یا کہا کہ کان) میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے۔''(بخاری:1144)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کو یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اس طرح صبح کے وقت آدمی چاک و چوبند خوش مزاج رہتا ہے، ورنہ سست اور بد باطن رہتا ہے۔(بخاری:1142)

(5)سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے نبی کریم ﷺ نے خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ قرآن کا حافظ تھا مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جایا کرتا تھا۔(بخاری:1143)

(6)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔اول گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔(صحیح بخاری:8)

(7)سیدنا ابن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے (خدا کا یہ) حکم ہوا ہے کہ لوگوں (کافروں) سے اس وقت تک لڑو جب تک وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد اس کے رسول ہیں اور نماز درستی سے ادا کریں اور زکوۃ دیں جب وہ یہ کرنے لگیں تو انہوں نے اپنے جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کے حق سے اور ان (کے دلوں کی باتوں) کا حساب اللہ پر رہے گا۔(صحیح بخاری:22) (8)سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن آدمی اور شرک و کفر کے درمیان (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے۔''(مسلم:82)

﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾

''اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے'' (44)

سوال: ﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾ ''اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾ ''اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے'' یعنی مالی عبادت سے بھی جی چراتے تھے۔

(2) ہمیں اپنے جیسوں پر ترس نہیں آتا تھا۔ ان کے دکھوں کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ مال پیارا تھا۔ ہم نے کبھی غریبوں کو وہ کھانا کپڑا نہیں دیا تھا اور نہ کبھی ان کی ضروریات کا خیال رکھا تھا۔ (مختصر ابن کثیر: 2152,2153)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (۸) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (۹) اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (۱۰) فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (۱۱)﴾ ''اور وہ باوجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے۔'' (الدھر: 8,11)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی الغرض سب کو سلام کرو۔ (بخاری: 12)

﴿وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾

''اور ہم فضول بحث کرنے والوں کے ساتھ فضول بحث کرتے تھے'' (45)

سوال: ﴿وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾ ''اور ہم فضول بحث کرنے والوں کے ساتھ فضول بحث کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾ ''اور ہم فضول بحث کرنے والوں کے ساتھ فضول بحث کرتے تھے'' یعنی جس سے اللہ تعالیٰ نے نفرت کی وہ کام کرتے رہے۔ جو جی میں آتا رہا زبان سے کہتے رہے۔

(2) باطل کے ذریعے سے حق کے خلاف جھگڑے کرتے رہے۔ (3) احکام شریعت کا مذاق اڑاتے رہے۔ اور ہر گمراہ کے پیچھے لگے رہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ (۶۵) لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ درحقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔

آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو ایک گروہ کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔'' (التوبہ:65,66)

(5)﴿فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ(۱۱) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ(۱۲)﴾ ''چنانچہ اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں۔'' (الطور:11,12)

﴿وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾

''اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے'' (46)

سوال: ﴿وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے'' یعنی جزا سزا کے دن کو جھٹلاتے رہے، نہ ثواب کی تصدیق کی، نہ عذاب کی۔

(2) یہ باطل میں مشغول ہونے کا اثر ہے اور وہ ہے تکذیب حق۔ سب سے بڑے حق میں سے قیامت کا دن ہے جو اعمال کی جزا و سزا، اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور تمام مخلوق کے لیے اس کے عدل پر مبنی فیصلے کا محل ہے۔ ہمارا عمل اسی باطل نہج پر جاری رہا۔ (تفسیر سعدی:2873/3)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ(۱۱) وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾ ''جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اُسے نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا، سخت گناہ گار ہے۔'' (المطففین:11,12)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث جبریل علیہ السلام میں) ایمان کی تعریف یہ فرمائی: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ اور تقدیر پر، خواہ اچھی ہو یا بری ایمان لاؤ۔'' (بخاری:50)

(5)﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ(۶) الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ(۷) فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ(۸) كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ(۹)﴾ ''اے انسان! اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا؟ جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر تجھے درست بنایا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں اُس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں! بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو۔'' (الانفطار:6,9)

﴿حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ﴾

''حتیٰ کہ ہم پر موت آ گئی'' (47)

سوال: ﴿حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ﴾ ''حتیٰ کہ ہم پر موت آ گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''حتیٰ کہ ہم پر موت آ گئی'' یہاں تک کہ یقینی موت آ گئی۔

(2)جب کفر کی حالت میں مر گئے تو امید کا دروازہ بند ہو گیا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آ جائے''(الحجر:9)

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ﴾

''چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش اُن کو کوئی نفع نہ دے گی''(48)

سوال:﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ﴾''چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش اُن کو کوئی نفع نہ دے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ﴾''چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش اُن کو کوئی نفع نہ دے گی'' گناہ گار اہل توحید کی شفاعت ہوگی۔ان کو شفاعت فائدہ دے گی۔مگر وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہونگے۔

(2)کیونکہ وہ صرف اسی کی سفارش کریں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں۔(تفسیر سعدی:2873/3)

﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ﴾

''تو انہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟''(49)

سوال:﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ﴾''تو انہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ﴾''تو انہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟''یعنی وہ قرآن سے منہ موڑنے والے ہیں۔(2)کافر قرآن اور توحید کی دعوت سے منہ موڑ لیتے ہیں آخر اس کا سبب کیا ہے۔

﴿كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ﴾

''گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں''(50)

سوال:﴿كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ﴾''گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ﴾ ''گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں'' یعنی وہ نصیحت سے اتنی نفرت کرتے ہیں گویا کہ شیر سے بدکے ہوئے جنگلی گدھے ہیں۔(2) ایک دوسرے سے بدکنے کی وجہ سے وہ تیز بھاگنے لگے ہیں۔ یہ حق سے اس کی نصیحت سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ وہ اس سے منہ موڑنے میں گدھوں کی طرح ہو گئے ہیں۔

﴿فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾

''جو شیر سے بھاگے ہیں''(51)

سوال:﴿فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ ''جو شیر سے بھاگے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ ''جو شیر سے بھاگے ہیں'' یعنی حق کی نصیحت سے منہ موڑنے میں ان کے دلوں کی یہ حالت ہے کہ وہ ڈر کر ایسے بھاگتے ہیں جیسے شکاری شیر سے گدھے بھاگتے ہیں۔

(2) جو کسی شکاری یا کسی تیر انداز سے، جو ان کو نشانے میں لینے کا ارادہ رکھتا ہو یا کسی شیر وغیرہ سے، ڈر کر بھاگے ہیں۔(تفسیر سعدی:2874/3)

﴿بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾

''بلکہ اُن میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ اُسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں''(52)

سوال:﴿بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾ ''بلکہ اُن میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ اُسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''بلکہ اُن میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ اُسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں'' یعنی مشرک کی یہ تمنا ہے کہ اسے بھی کتاب دے دی جائے جیسے نبی ﷺ کو دی گئی۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ﴾ ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اُس جیسا دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے، جن لوگوں نے جرم کیے جلد ہی اُنہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر وفریب کرتے تھے۔''(الانعام:124)

(2) یہ حق سے سب سے بڑی نفرت ہے۔(تفسیر سعدی:2874/3)

(3) یعنی جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پر ایمان لانے کی دعوت آتی ہے تو نہیں مانتے اور مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم پر بھی ایسی کتابیں نازل کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔

﴿كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾

''ہرگز نہیں! بلکہ یہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے''(53)

سوال: ﴿كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ یہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا﴾ ہرگز نہیں یعنی ان کی آرزو کبھی پوری نہیں ہوگی۔

(2) ﴿بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ یہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف نہیں رکھتے اس لیے کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

﴿كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ﴾

''ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے''(54)

سوال: ﴿كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ﴾ ''ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے۔'' یعنی وہ تو نصیحت اور عبرت ہے۔

(2) یعنی یہ سورت نصیحت ہے۔(3) ابن کثیر کہتے ہیں حق یہ ہے کہ قرآن نصیحت ہے

﴿فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ﴾

''تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے''(55)

سوال: ﴿فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ﴾ ''تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ﴾ ''تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔'' اب جو چاہے قرآن سے نصیحت حاصل کرلے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے سیدھے راستے کو کھول کر بیان کر دیا اور اس کے سامنے دلیل واضح کر دی۔ (تفسیر سعدی:2874/3)

﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾

''اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، وہی اس کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی اس اہل ہے کہ بخش دے''(56)

سوال: ﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ ''اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، وہی اس کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی اس اہل ہے کہ بخش دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے'' جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے کوئی نصیحت بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (الدھر:30)

(2) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سب پر نافذ ہے، کوئی قلیل یا کثیر حادث اس کی مشیت سے باہر نہیں۔ اس آیت میں قدریہ کا رد ہے جو بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل نہیں کرتے، نیز اس میں جبریہ کا بھی رد ہے جن کا زعم ہے کہ بندے کی کوئی مشیت ہے نہ حقیقت میں اس کا کوئی فعل ہے وہ تو اپنے افعال پر مجبور محض ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مشیت اور فعل کا اثبات کیا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ (تفسیر سعدی:2874/3)

(3) قرآن مجید اسی کے لیے نصیحت بنا ہے جس کے لئے رب العزت چاہے۔ فرمایا:﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (التکویر:29)

(4)﴿هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى﴾ ''وہی اس کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے'' اللہ تعالیٰ کی کتاب سے متقی ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ اس کی عظیم سلطنت اور اس کے عذاب الیم کو جانتے ہیں۔

(5)﴿وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ ''اور وہی اس اہل ہے کہ بخش دے'' وہ اپنے توحید پرست بندوں کے گناہ معاف کرتا ہے۔

(6) یعنی وہ اس کا اہل ہے کہ اس سے تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے کیونکہ وہی معبود ہے، عبادت صرف اسی کے لائق ہے۔ وہ اس کا بھی اہل ہے کہ جو کوئی اس سے ڈرے اور اس کی رضا کی اتباع کرے، وہ اس کو بخش دے۔ (تفسیر سعدی:2874/3)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ ﴿هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ ''وہی (اللہ) ہے جس سے ڈرنا چاہیے، اور وہی مغفرت کرنے والا ہے'' (المدثر:۵۶) کے بارے میں فرمایا: اللہ عزوجل کہتا ہے کہ میں اس کا اہل اور سزاوار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، تو جو مجھ سے ڈرا اور میرے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرایا تو مجھے لائق ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ (ترمذی:3328)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار بلند برکت والا ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں؟ (بخاری:1145)

اٰیاتھا ۴۰ | ۷۵ سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۱ | رکوعاتھا ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور 40 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 75 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 31 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے انہوں نے فرمایا: جو شخص قیامت کے بارے میں سوال کرے یا ارادہ رکھے کہ وہ اس کے واقع ہونے کی حقیقت کو سمجھے تو وہ اس سورت کو پڑھے۔ (المحرالوجیز: 5/401)

(2) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں قیامت قیامت۔ بندے کی قیامت تو اس کی موت ہے۔ (المحرالوجیز: 5/401)

(3) سیدنا ابن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا تو انہوں نے کہا: اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ اسی طرح علقمہ سے روایت ہے۔ (المحرالوجیز: 5/401)

رکوع نمبر 17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾

''نہیں میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!'' (1)

سوال 1: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''نہیں میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''نہیں میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!'' رب العزت نے قیامت کی قسم کھائی ہے۔ جب قیامت آئے گی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ پھر رب العزت کے حکم سے حضرت اسرافیل دوبارہ صور پھونکیں گے تو سب لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا کیا جائے گا۔ اس وقت سب لوگ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔

﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾

اور میں قسم کھاتا ہوں بہت ملامت کرنے والے نفس کی! (2)

سوال: ﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ ''اور قسم کھاتا ہوں بہت ملامت کرنے والے نفس کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ ''اور قسم کھاتا ہوں بہت ملامت کرنے والے نفس کی!'' نفس لوامہ مومن کا نفس ہے

کیونکہ وہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہی رہتا ہے کہ یہ بات کیوں کہی؟ یہ نوالہ کیوں کھایا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟ اور کافر دردمندانہ اقدام اٹھاتا چلا جاتا ہے وہ کیوں اپنی خواہش کو دبائے؟ (السراج المنیر: 2154/2)

(2) اس سے مراد تمام نیک اور بد نفوس ہیں۔ نفس کو اس کے کثرت تردد، اسے ملامت کرنے اور اپنے احوال میں سے کسی حال پر بھی اس کے عدم ثبات کی بنا پر (لَوَّامَة) سے موسوم کیا گیا ہے، نیز اس بنا پر اس کو (لَوَّامَة) کہا گیا ہے کہ یہ موت کے وقت انسان کو اس کے افعال پر ملامت کرے گا مگر مومن کا نفس اسے دنیا ہی میں اس کوتاہی، تقصیر اور غفلت پر ملامت کرتا ہے جو حقوق میں سے کسی حق کے بارے میں اس سے ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2875/3)

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾

''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے''؟ (3)

سوال 1: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾ ''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾ ''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے'' یعنی کیا انسان کا یہ خیال ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے بکھرے اجزا کو زندہ کرنے اور جمع کرنے پر قدرت نہیں رکھیں گے؟

(2) انسان کا ہر دور میں یہ مسئلہ رہا ہے وہ اپنی جہالت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ نہیں لگا پاتا اور دوبارہ زندہ ہونے کو بعید سمجھتا ہے۔

(3) عاص بن وائل السہمی قبر سے ہڈیوں کو نکال کر لایا اور کہنے لگا: محمد ﷺ! تم کہتے ہو کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو لو انہیں زندہ کر کے دکھاؤ۔ اس پر رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی (یٰس: 78)

(4) ہڈیاں بدن کا سہارا ہیں۔ ہڈیوں کے ڈھانچے پر ہی گوشت چڑھایا جائے گا۔ انسان کتنا ظالم ہے! اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کو بعید سمجھتا ہے۔

﴿بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾

''کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اُس کی پور پور تک کو درست کر دیں'' (4)

سوال 1: ﴿بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾ ''کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اُس کی پور پور تک کو درست کر دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾ ''کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اُس کی پور پور تک کو درست کر دیں'' رب العزت

نے اپنے ارشاد کے ذریعے اپنی قدرت کا غلط اندازہ لگانے والوں کی بات کو رد کیا ہے۔ کیوں نہیں ہم ان اجزاء کو جمع کریں گے اور ہم قدرت رکھتے ہیں کہ جوڑ جوڑ اور ذرے ذرے کو درست کر کے زندہ کریں تو جب چھوٹے اور باریک اعضاء کو درست کرنے پر وہ قدرت رکھتا ہے تو بڑی ہڈیوں کے ساتھ کیا ہوگا؟

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں وہ کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں کرتے ان کا ارادہ محض قیامت کو جھٹلانا ہوتا ہے۔

(3) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلی امتوں میں سے ایک آدمی کا ذکر کیا اور فرمایا: ''اللہ نے اسے مال اور اولاد سب کچھ دیا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمھارے لیے کیسا باپ ثابت ہوا؟ انہوں نے کہا کہ بہترین باپ۔ اس پر اس نے کہا، لیکن تمھارے باپ نے اللہ کے ہاں کوئی نیکی نہیں بھیجی، اگر اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو سخت عذاب دے گا، تو دیکھو کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، یہاں تک کہ جب میں کوئلہ ہو جاؤں تو اسے خوب پیس لینا اور جس دن تیز آندھی آئے تو اس میں میری یہ راکھ اڑا دینا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر اس نے اپنے بیٹوں سے پختہ وعدہ لیا اور اللہ کی قسم! ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا، پھر انھوں نے اس کی راکھ کو تیز ہوا کے دن اڑا دیا۔ تو اللہ عزوجل نے ''کن'' (ہو جا) کا لفظ فرمایا تو وہ فوراً ایک آدمی بن کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ نے فرمایا، اے میرے بندے! تجھے کس بات نے اس پر آمادہ کیا کہ تو نے یہ کام کروایا؟ اس نے کہا، تیرے خوف نے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی سزا نہیں دی، بلکہ اس پر رحم کیا۔'' (بخاری:7508)

﴿بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ﴾

''بلکہ انسان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے'' (5)

سوال 1: ﴿بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ﴾ ''بلکہ انسان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ﴾ ''بلکہ انسان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے'' یعنی یہی ایک گناہ نہیں بلکہ انسان آگے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے صرف اس امید پر کہ گناہ کر لوں، مرنے سے پہلے توبہ کر لوں گا، لیکن افسوس نادان کو یہ خبر نہیں کہ موت اچانک آ جائے گی۔ اس بات کی کون ضمانت دے سکتا ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ نصیب ہو جائے گی یا قیامت سے انسان قدم قدم پر فسق و فجور میں مبتلا نظر آتا ہے۔ پھونک پھونک کر قدم نہیں اٹھاتا بڑا سر چڑھا ہے منٹ منٹ پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ نفس کی شرارت سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جسے اللہ محفوظ رکھے۔ گناہوں میں جلدی ہے اور توبہ میں لیت و لعل یا کافر قیامت کو جھٹلاتا ہے اور حساب کا قائل نہیں اس لیے دل کھول کر گناہ کرتا ہے۔ (السراج المنیر 2/2155)

(2)فجور کے معنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ہے۔یعنی انسان یہ چاہتا ہے کہ آگے بھی جھوٹی زندگی، گناہوں بھری زندگی اختیار کرتا رہے۔

(3)سیدنا حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ گناہوں میں پڑنا چاہتا ہے۔(4)یعنی کافر چاہتا ہے کہ قیامت کو جھٹلاتا ہی رہے۔(جامع البیان:188/29)

﴿يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴾

''وہ پوچھتا ہے: ''کب ہوگا قیامت کا دن؟''(6)

سوال: ﴿يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴾ ''وہ پوچھتا ہے: ''کب ہوگا قیامت کا دن؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴾ ''وہ پوچھتا ہے: ''کب ہوگا قیامت کا دن؟'' یہ سوال انکار، استہزاء اور قیامت کے معاملے کو ہلکا کرنے کے لیے ہے۔(ایسر التفاسیر:1702)

(2)سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو قیامت کے بارے میں سوال کرے وہ یہ سورت پڑھ لے۔(جامع البیان:189/29)

(3)وہ یہ سوال اس لیے کرتا ہے کہ اپنے قائل نہ ہونے کو ظاہر کردے۔رب العزت نے بہت سے مقامات پر اس بے دلیل جھٹلانے کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ سورہ یونس میں فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟(یونس:48)

(4)سورہ المومنون فرمایا: ﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ (۳۶) اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ(۳۷)﴾ ''بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو۔نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔''(36,37)

(5)بنی اسرائیل میں فرمایا: ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (۴۹) قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا (۵۰) اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا (۵۱)﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہوجاؤ یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔''(49,51)

(6)سورہ الملک میں فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۵) قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۡ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (۲۶) فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْۗـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ (۲۷)﴾ ''اور وہ کہتے ہیں اگر تم

سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔ پس جب وہ اُس کو قریب سے دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے۔" (25,27)

﴿فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ﴾

"پھر جب آنکھیں پتھرا جائیں گی" (7)

سوال: ﴿فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ﴾ "پھر جب آنکھیں پتھرا جائیں گی" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ﴾ "پھر جب آنکھیں پتھرا جائیں گی" یعنی جب قیامت برپا ہوگی تو خوف اور دہشت کی وجہ سے آنکھیں پتھرا جائیں گی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ (۴۲) مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ "اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔" (ابراہیم: 42،43)

(3) عظیم خوف اور دہشت کی وجہ سے دل زور زور سے دھڑک رہے ہوں گے اور لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾

"اور چاند گہنا جائے گا" (8)

سوال: ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ "اور چاند گہنا جائے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ "اور چاند گہنا جائے گا" یعنی چاند بے نور ہو جائے گا اور اس کی روشنی اور طاقت زائل ہو جائے گی۔

(2) چاند گہن میں آجائے گا اور اس کا نور چھن جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 2155/2)

﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾

"اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا" (9)

سوال: ﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ "اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ "اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا" جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ کبھی

اکٹھے نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو جمع کرے گا، چاند گہنا جائے گا اور سورج کو بے نور کر دیا جائے گا اور ان دونوں کو آگ میں پھینک دیا جائے گا تا کہ بندے دیکھ لیں کہ چاند اور سورج بھی اللہ تعالیٰ کے مسخر ہیں تا کہ جو لوگ ان کی عبادت کرتے تھے وہ دیکھ لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ (تفسیر سعدی:3/2876)

(2) سورج اور چاند دونوں کو لپیٹ کر اکٹھا کر دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲﴾ ''قسم ہے سورج اور اُس کی دھوپ کی! اور چاند کی جب وہ اُس کے پیچھے آئے!'' (الشمس:1،2) (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج اور چاند دونوں تاریک (بے نور) ہو جائیں گے۔'' (بخاری:3200)

(4) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج نزدیک کیا جائے گا، یہاں تک کہ ایک میل پر آ جائے گا۔'' (پھر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ (اپنے اپنے اعمال کے موافق) پسینے میں ڈوبے ہوں گے، کوئی تو وہ ہوگا جو اپنے پسینے میں ٹخنوں تک ڈوبا ہوگا، کوئی ان میں سے نصف پنڈلی تک، کوئی ان میں سے اپنے گھٹنوں تک، کوئی ان میں سے اپنی سرین تک، کوئی ان میں سے پہلو تک، کوئی ان میں سے اپنے کندھوں تک، کوئی ان میں سے اپنی گردن تک اور کوئی ان میں سے اپنے منہ تک (اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا)۔'' (مسند احمد:22248)

﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ﴾

''اُس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' (10)

سوال: ﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ﴾ ''اُس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ﴾ ''اُس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' انسان حیرت اور دہشت سے کہے گا جہنم سے فرار کی کونسی جگہ ہے؟ کیا اس سے کوئی جائے پناہ ہے؟

(2) اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿اسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی۔'' (الشوریٰ:47)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تین طریق سے لوگوں کا حشر کیا جائے گا۔ ایک (گروہ میں) تو امید رکھنے والے اور ڈرنے والے ہوں گے اور (دوسرا گروہ) ان لوگوں کا ہوگا جو دو دو اور تین تین اور چار چار اور دس دس ایک ایک اونٹ پر (سوار) ہوں گے اور باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی، جہاں وہ آرام لیں گے وہیں وہ بھی آرام لے گی اور جہاں سے وہ رات گزاریں گے وہیں وہ

بھی رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ بھی صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی شام کرے گی۔'' (یعنی ان کو میدان حشر میں پہنچا دے گی)۔(بخاری:6522)

﴿كَلَّا لَا وَزَرَ﴾

''ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے''(11)

سوال: ﴿كَلَّا لَا وَزَرَ﴾ ''ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا لَا وَزَرَ﴾ ''ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے'' یعنی یہاں جائے پناہ کا کیا کام! یہاں نجات کی کوئی صورت نہیں۔

(2) یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں چھپ سکیں، جہاں پہچانے نہ جا سکیں۔

﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ﴾

''اُس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے''(12)

سوال: ﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ﴾ ''اُس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ﴾ ''اُس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے'' اس دن تمام بندوں کا ٹھکانا رب ہی کے پاس ہوگا۔(2) رب کے پاس سب کو ٹھہرایا جائے گا تاکہ سب کے اعمال کا حساب لیا جا سکے۔

(3) ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں ٹھہرایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا قول پڑھا: ﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یقیناً آخرت کا گھر ہی اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔'' (العنکبوت:64)(جامع البیان:193/29)

﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ ۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾

''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے''(13)

سوال: ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ ۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ ۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے'' قیامت کے دن تمام اعمال انسان کے سامنے ہوں گے۔ انسان کو اس کے پہلے وقت اور آخری وقت کے، چھوٹے بڑے سب اعمال کی خبر دی جائے گی۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

(3) ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: انسان کو خبر دی جائے گی جو اس نے عمل کرنے چھوڑ دیے اور جو اس نے نہیں کیے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جو کام اس نے چھوڑے اور جو آگے بھیجے ہر خیر اور شر سے آگاہ کیا جائے گا۔ (جامع البیان:29/194,195)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (۷) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (۸)﴾ ''تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا'' (الزلزال:7,8)

﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰي نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ﴾

''بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے'' (14)

سوال: ﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰي نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ﴾ ''بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰي نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ﴾ ''بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے'' اس دن انسان اپنے اعمال پر خود گواہ ہوگا۔ وہ اپنے اعمال کو خوب پہچانتا ہوگا۔

(2) ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: انسان اپنے نفس پر گواہ ہوگا اور یہ آیت پڑھی ﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ ''پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو۔'' (بنی اسرائیل:14) (جامع البیان:29/195)

﴿وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ﴾

''اگرچہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے'' (15)

سوال: ﴿وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ﴾ ''اگرچہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ﴾ ''اگرچہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے'' انسان کو اس کی معذرت فائدہ نہیں دے گی کیونکہ اس کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''تو اُس دن جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا۔'' (الروم:57)

(2) اس دن انسان اپنے نفس کی طرف کتنا ہی جھگڑا کرے، کتنی ہی دلیلیں دے، سب رد کر دی جائیں گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ﴾ ''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا۔'' (غافر:52)

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾

''آپ اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں کہ اُس میں جلدی کریں''(16)

سوال: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ ''آپ اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں کہ اُس میں جلدی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ ''آپ اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں کہ اُس میں جلدی کریں'' نبی ﷺ کو وحی سیکھنے کے آداب بتائے جا رہے ہیں۔ نبی ﷺ وحی کو یاد کرنے کے لیے جلدی جلدی پڑھا کرتے تھے۔ جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو ان کے فارغ ہونے سے پہلے، ان کی تلاوت کے ساتھ ساتھ تلاوت شروع کر دیتے۔ رب العزت نے حکم دیا کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے تو پوری توجہ سے سنیں۔ اس وقت یاد کرنے کی کوشش نہ کریں۔

(2) سورہ طٰہٰ میں فرمایا: ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ ''پس اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے، بادشاہِ حقیقی ہے، اور آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں، اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر!''(طٰہٰ:114)

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس کیا کرتے تھے اور اس (کی علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (۱۶) اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (۱۷) فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (۱۸)﴾ ''اپنی زبان کو حرکت نہ دو تا کہ تم اُسے جلدی (یاد) کر لو۔ یقیناً ہم پر ہے اس کا جمع کرنا اور اُس کا پڑھوا دینا۔ پھر جب ہم اُس کو پڑھیں تو اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔'' چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد جب جبریل علیہ السلام آتے تو آپ خاموش رہتے اور جب چلے جاتے تو آپ اسی طرح پڑھ کر سنا دیتے جس طرح اللہ نے آپ کو سنایا ہوتا۔ (بخاری:5، مسلم:1004)

(4) اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جلدی کے کام قابل مذمت ہیں اگرچہ دینی امور میں ہی کیوں نہ ہوں۔ (تفسیر منیر:288/15)

﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾

''یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمے ہے''(17)

سوال: ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ ''یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ ''یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمے ہے'' رب العزت نے نبی ﷺ پر یہ

واضح فرمایا کہ آپ کے دل میں قرآن مجید کے علم کے حصول کی جو حرص ہے، اس کے بھول جانے کا جو خوف ہے تو آپ کے سینے میں وحی کو محفوظ کر دینا اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے آسانیاں فراہم کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ ﷺ کی زبان سے اس قرآن کی وضاحت کروانے کی ہم ضمانت دیتے ہیں۔

(2) ان چار آیات میں آپ ﷺ کے لیے تین باتوں کی ذمہ داری لی گئی۔ (I) وحی کو آپ ﷺ کے سینے میں محفوظ کرنا۔ (II) اس کی تلاوت کرانا (iii) اس کی تفسیر کرانا۔

﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾

''تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو'' (18)

سوال: ﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ ''تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ ''تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو'' یعنی جب ہم آپ کے سامنے سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے اس وحی کی تلاوت کروائیں جو آپ کی طرف نازل کی جاتی ہے تو آپ ﷺ ان کی قرأت کی پیروی کریں یعنی خوب غور سے سنتے رہیں۔ (2) پھر جب وہ تلاوت مکمل کر لیں تو ہماری بتائی ہوئی قرأت کے مطابق پڑھیں۔

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾

''پھر یقیناً ہم ہی پر ہے اس کا بیان کرنا بھی'' (19)

سوال: ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ ''پھر یقیناً ہم ہی پر ہے اس کا بیان کرنا بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ ''پھر یقیناً ہم ہی پر ہے اس کا بیان کرنا بھی'' یعنی وحی کو سمجھنے میں جو مشکل ہوگی۔ اس کے معانی کا بیان ہمارے ذمے ہے۔ (2) رب العزت نے قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ یہ حفاظت کا بلند ترین درجہ ہے۔

(3) نبی ﷺ نے اپنے رب کے احکامات پر عمل کیا۔ اس کے بعد جب سیدنا جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو آپ ﷺ خاموش رہتے اور پوری توجہ سے وحی کو سنتے جب وہ قرأت سے فارغ ہو جاتے تو آپ ﷺ سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے بتانے کے مطابق تلاوت کرتے۔

(4) اس آیت کریمہ میں علم حاصل کرنے کے لیے ادب سکھایا گیا ہے کہ معلم نے جس مسئلہ کو شروع کیا ہو، اس سے معلم کے فارغ ہونے سے پہلے طالب علم کو جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ جب وہ اس مسئلہ سے فارغ ہو جائے تو پھر طالب علم کو جو اشکال ہو اس کے بارے میں معلم سے سوال کرے۔ اسی طرح جب کلام کی ابتدا میں کوئی ایسی چیز ہو جس کو رد کرنا واجب ہو یا کوئی ایسی چیز جو مستحسن ہو تو اس کلام سے فارغ ہونے سے

قبل اس کو رد یا قبول کرنے میں جلدی نہ کرے تا کہ اس میں جو حق یا باطل ہے وہ اچھی طرح واضح ہو جائے اور اسے اچھی طرح سمجھ لے تا کہ اس میں صواب کے پہلو سے کلام کر سکے۔ ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کے سامنے جس طرح قرآن کے الفاظ کو بیان فرمایا ہے، اسی طرح آپ نے اس کے معانی کو بھی ان کے سامنے بیان فرمایا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2878/3)

(5) قرآنِ مجید کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کی ہے۔ نبی ﷺ کی زبان سے، اُن کے عمل سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی جو وضاحت ہوتی ہے اُسے حدیث کہتے ہیں۔ حدیث بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے الہام ہے۔ حدیث کو ماننا اسی طرح ضروری ہے جس طرح قرآنِ مجید کو ماننا ضروری ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ﴾

''ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو'' (20)

سوال: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو'' یعنی تمہاری غفلت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑنے کا سبب یہ ہے کہ تم جلد حاصل ہونے والی لذتوں اور شہوتوں کے حصول میں مصروف رہتے ہو۔

(2) قیامت کو نہ ماننے اور حق کی مخالفت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ لوگ دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور آخرت کو بھول جاتے ہیں۔

(3) تم دنیا کے لیے دن رات اس لیے بھاگ دوڑ کرتے ہو کہ تمہارے سامنے حقیقت بدل گئی ہے۔ تم نے دنیا کو سب کچھ سمجھ لیا بڑے خسارے میں رہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔'' (الاعلیٰ: 16,17)

﴿وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾

''اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو'' (21)

سوال: ﴿وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو'' تم نے آخرت کے لیے عمل کرنا چھوڑ دیا۔ آخرت کی نعمتوں کے بارے میں تم نے غور ہی نہیں کیا۔ گویا تمہارا ان میں کوئی حصہ ہی نہیں، گویا تم ان کے لیے پیدا ہی نہیں کیے گئے۔

(2) اگر تم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہوتی اور تم نے ایک صاحب بصیرت اور عقل مند شخص کی طرح انجام پر غور کیا ہوتا تو تم کامیاب ہوتے،

ایسا نفع حاصل کرتے جس کے ساتھ خسارہ نہ ہوتا اور تمہیں ایسی فوز وفلاح حاصل ہوتی جس کی مصاحبت میں بدبختی نہیں ہوتی۔ (تفسیر سعدی:2879/3)

(3) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اکثر لوگوں نے جلد ملنے والی دنیا کو اختیار کر لیا مگر جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اسے بچا لیا۔ (تفسیر طبری:267/10)

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾

''بعض چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے'' (22)

سوال: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ ''بعض چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ ''بعض چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے'' رب العزت نے آخرت کو ترجیح دینے کی دعوت دی ہے کہ قیامت کے دن کئی چہرے حسین، بارونق اور خوب صورت ہوں گے کیونکہ ان کی روحیں دنیا میں ایمان اور عمل صالح کے نور سے چمکی ہوں گی۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ ''کئی چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے۔'' (الغاشیہ:8)

(3) چہروں کی رونق کا سبب ان کے اخلاق حسنہ، دلوں کا اطمینان اور روحوں کی لذت ہوگی۔

﴿اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

''اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے'' (23)

سوال: ﴿اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ''اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ''اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے'' یعنی وہ اپنے مرتبے کے مطابق اپنے رب کا دیدار کریں گے۔

(2) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں میں ادنیٰ درجہ والا اپنے باغ اور بیبیوں اور خادموں اور تختوں کو ہزار برس کی راہ سے دیکھتا ہے اور ان میں سے بڑے رتبے والا اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اللہ کے چہرے کی طرف صبح وشام دیکھتا ہے۔ پھر رسول اللہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ سے آخر تک یعنی بہت سے چہرے اس دن تازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ (ترمذی:3330)

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی دشواری آتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول نہیں پھر فرمایا! کیا جس وقت بادل نہ ہوں کیا تمہیں سورج دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اسی طرح اپنے رب کا دیدار کرو گے۔ (بخاری:7437، مسلم:451)

(4) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے

فرمائیں گے کہ کیا تم مزید کچھ چاہتے ہو؟ وہ جنتی عرض کریں گے (اے اللہ) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ ان کے اور اپنے درمیان سے پردے اٹھا دے گا اور جنتی اللہ کا دیدار کریں گے تو ان کو اس دیدار سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوگی۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔'' (اور کچھ زیادہ سے رب تعالیٰ کا دیدار مراد ہے)۔ (مسلم:450,449)

(5) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومنوں پر (قیامت کے دن) مسکراتا ہوا تجلی فرمائے گا۔'' (مسلم:469)

(6) لوگ اپنے مرتبے کے مطابق رب العزت کا دیدار کریں گے۔ کچھ لوگ ہر صبح و شام کریں گے کچھ لوگ ہر جمعہ ایک مرتبہ دیدار کریں گے۔ جب وہ اپنے رب کریم کے بے پناہ جمال والے کریم چہرے کا دیدار کریں گے تو ساری لذتیں بھول جائیں گے جو انہیں حاصل ہوں گی۔ انہیں دیدار سے ایسی لذت ملے گی جس کا الفاظ میں اظہار ممکن نہیں۔ ان کے چہرے خوب صورت اور بارونق ہوں گے اور ان میں اضافہ ہوتا ہی چلا جائے گا۔ یا ذالجلال والاکرام: ''ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اس نظر کا جو تیرے چہرے کے دیدار کا شرف حاصل کرے، اس لذت کا جو ہمارے دل حاصل کریں، اس اطمینان اور رونق کا جو ہمارے چہروں کا مقدر بنے۔''

﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ۢ بَاسِرَةٌ﴾

''اور کچھ چہرے اُس دن بگڑے ہوئے ہوں گے'' (24)

سوال: ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ۢ بَاسِرَةٌ﴾ ''اور کچھ چہرے اُس دن بگڑے ہوئے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ۢ بَاسِرَةٌ﴾ ''اور کچھ چہرے اُس دن بگڑے ہوئے ہوں گے'' قیامت کے دن کچھ چہرے اداس، سہمے ہوئے، بے رونق اور ذلیل ہوں گے۔ (2) اس دن نافرمانوں کے چہروں کا رنگ فق ہو جائے گا۔ انہیں یقین ہوگا کہ اب ایسی مصیبت آنے والی ہے جو کمر توڑ دے گی۔ وہ جہنم میں جھونکے جانے کے انتظار میں ہوں گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝٤٠ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝٤١ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝٤٢﴾ ''اور اُس دن کچھ چہروں پر خاک اُڑ رہی ہوگی۔ اُن پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی لوگ کافر، بدکردار ہیں۔'' (عبس:40,42)

(3) سورہ آل عمران میں فرمایا: ''جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے پوچھا جائے گا کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ اور جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (آل عمران:106,107)

(4) ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ ''کئی چہرے اُس دن ذلیل ہوں گے۔'' (الغاشیہ:2)

﴿تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾

''گمان کررہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ کمرتوڑ معاملہ کیا جائے گا'' (25)

سوال: ﴿تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾ ''گمان کررہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ کمرتوڑ معاملہ کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾ ''گمان کررہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ کمرتوڑ معاملہ کیا جائے گا'' یعنی جن کے چہرے بے رونق ہوں گے وہ یقین کرلیں گے کہ اب سخت عقوبت اور کمرتوڑ برتاؤ ہونے والا ہے۔

(2) ان کے چہرے جہنم کے عذاب کے یقین کی وجہ سے اڑے ہوئے ہوں گے۔

﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ﴾

''ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی'' (26)

سوال: ﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ﴾ ''ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ﴾ ''ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی'' اللہ رب العزت قریب المرگ شخص کے حالات بیان کرکے اپنے بندوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب روح ہنسلی کی ہڈی یعنی حلق تک پہنچ جائے گی۔ التراقی سے مراد وہ ہڈیاں ہیں جنہوں نے سینے کا احاطہ کررکھا ہے۔ اس وقت کی تکلیف کا اندازہ مرنے والا ہی کرتا ہے۔ یارحم لرحمین سکرات موت حق ہے۔ موت کی بے ہوشیوں میں بھی توحید پر قائم رکھنا۔ (2) اس وقت کا آنا یقینی ہے جب انسان ہر سبب تلاش کرتا ہے جس سے شفا مل جائے۔

﴿وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ﴾

''اور کہا جائے گا: ''کون ہے دم کرنے والا؟'' (27)

سوال: ﴿وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ﴾ ''اور کہا جائے گا: ''کون ہے دم کرنے والا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ﴾ ''اور کہا جائے گا: ''کون ہے دم کرنے والا؟'' کیونکہ اسباب عادیہ پر ان کی امیدیں منقطع ہوکر اسباب الٰہیہ پر لگ گئی ہیں مگر جب قضاوقدر کا فیصلہ آجاتا ہے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ (تفسیر سعدی: 2880/3)

(2) ﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ (۸۳) وَاَنْتُمْ حِيْنَىِٕذٍ تَنْظُرُوْنَ (۸۴)﴾ ''پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے۔ اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔'' (الواقعہ: 83,84)

(3) ثابت بنانی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ثابت نے کہا ابوحمزہ! (سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی کنیت) میری طبیعت خراب ہوگئی ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا پھر کیوں نہ میں تم پر وہ دعا پڑھ کر دم کردوں جسے رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ ثابت نے

کہا کہ ضرور کیجیے سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ دعا پڑھ کر دم کیا۔ ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاْسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا﴾ اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دینے والے! شفا عطا فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں، ایسی شفا عطا فرما کہ بیماری بالکل باقی نہ رہے۔ (بخاری:5742)

(4) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چند صحابہ در حالت سفر عرب کے ایک قبیلہ پر گزرے۔ قبیلہ والوں نے ان کی ضیافت نہیں کی کچھ دیر بعد اس قبیلے کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا، اب قبیلہ والوں نے ان صحابہ سے کہا کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی دوا یا کوئی جھاڑنے والا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا تم لوگوں نے ہمیں مہمان نہیں بنایا اور اب ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک کہ تم ہمارے لیے اس کی مزدوری نہ مقرر کر دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے چند بکریاں دینی منظور کر لیں پھر (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) سورہ فاتحہ پڑھنے لگے اور اس پر دم کرنے میں منہ کا تھوک بھی اس جگہ پر ڈالنے لگے۔ اس سے وہ شخص اچھا ہو گیا چنانچہ قبیلہ والے بکریاں لے کر آئے لیکن صحابہ نے کہا کہ جب تک ہم نبی کریم ﷺ سے نہ پوچھ لیں یہ بکریاں نہیں لے سکتے پھر جب نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ سورہ فاتحہ سے دم بھی کیا جا سکتا ہے، ان بکریوں کو لے لو اور اس میں میرا بھی حصہ لگاؤ۔ (بخاری:5736)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے مرض الوفات میں اپنے اوپر معوذات (سورہ الفلق والناس اور سورہ اخلاص) کا دم کیا کرتے تھے پھر جب آپ ﷺ کے لئے دشوار ہو گیا تو میں ان کا دم آپ پر کیا کرتی تھی اور برکت کے لئے نبی ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر پھیر لیتی تھی۔ پھر میں نے اس کے متعلق پوچھا کہ نبی ﷺ کس طرح دم کرتے تھے، انہوں نے بتایا کہ اپنے ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ کو چہرے پر پھیرا کرتے تھے۔ (بخاری:5735)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ مریض کے لئے (کلمے کی انگلی زمین پر لگا کر) یہ دعا پڑھتے تھے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفَى بِهِ سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا﴾ اللہ کے نام کی مدد سے ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ تا کہ ہمارا مریض شفاء پائے ہمارے رب کے حکم سے۔ (بخاری:5745)

(7) سیدنا عثمان بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درد کی شکایت کی جسے وہ اپنے جسم میں اسلام لانے کے وقت سے محسوس کرتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ جہاں تو اپنے جسم سے درد محسوس کرتا ہے اور تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ ﴿أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ﴾ ''میں اللہ کی ذات اور قدرت سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جسے میں محسوس کرتا ہوں اور جس سے خوف کرتا ہوں۔'' (مسلم:5737)

(8) سیدنا بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے دم میرے سامنے پیش کرو اور ایسے دم میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ

ہو۔(مسلم:5732)

(9) سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد بیعت کے لیے حاضر ہوا، آپ نے ان میں سے نو سے بیعت لے لی مگر ایک سے بیعت نہ لی۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اس نے تعویذ پہنا ہوا ہے۔'' اس نے اپنا ہاتھ ڈال کر تعویذ کاٹ ڈالا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے بھی بیعت لے لی، نیز فرمایا: ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' (مسند احمد:17432)

﴿وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾

''اور وہ یقین کرے گا کہ یقیناً اب جدائی کا وقت ہے'' (28)

سوال: ﴿وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾ ''اور وہ یقین کرے گا کہ یقیناً اب جدائی کا وقت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾ ''اور وہ یقین کرے گا کہ یقیناً اب جدائی کا وقت ہے'' یعنی جب روح کھینچ کر حلق میں آ کر اٹک جائے گی تو یقین آ جائے گا کہ جدائی کا وقت ہے اپنے گھر والوں سے، مال اور اولاد سے جدائی کا۔

(2) کیونکہ موت کو کوئی روک نہیں سکتا اس لیے جدائی کا یقین آ جائے گا۔

﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾

''اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی'' (29)

سوال: ﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾ ''اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾ ''اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی'' یعنی تمام سختیاں جمع ہو کر لپٹ جائیں گی، معاملہ بہت بڑا اور کرب بہت سخت ہو جائے گا، خواہش ہو گی کہ بدن سے روح نکل جائے جو اس سے لپٹی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2880)

(2) یعنی آخرت اور دنیا دونوں مل جاتے ہیں دنیا کی آخری گھڑی اور آخرت کی پہلی گھڑی ہوتی ہے جس کی وجہ سے حسرت پر حسرت اور غم پر غم بڑھ جاتا ہے مگر جس پر رحمٰن اپنا فضل فرمائے یا خود شدت موت سے مرنے والے کی ٹانگ پر ٹانگ چڑھ جاتی ہے یا ٹانگوں سے بھی جان نکل جاتی ہے اور ٹانگیں مرنے والے کو اٹھا نہیں سکتیں۔ یہی وہ ٹانگیں تھیں جن سے کبھی بھاگا بھاگا پھرتا تھا یا کفن میں دونوں ٹانگیں ملا کر لپیٹ دی جاتی ہیں۔ یا دو کام جمع ہو جاتے ہیں ادھر عزیز نہلا دھلا کر قبر میں اتار رہے ہیں اور ادھر فرشتے روح کو لے کر آسمان پر چڑھ رہے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:2/2188)

﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمَسَاقُ﴾

''اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے'' (30)

سوال: ﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ِۨالْمَسَاقُ﴾ ''اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ِۨالْمَسَاقُ﴾ ''اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے'' یعنی اب رب ہی کے پاس جانا ہے۔ فرشتے روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کو زمین میں لوٹا دو۔ میں نے مٹی سے اسے پیدا کیا، مٹی میں ہی لوٹاؤں گا اور دوسری بار پیدا کروں گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ ''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔'' (الانعام:61)

(2) پس روح کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جایا جائے گا تاکہ وہ اسے اعمال کی جزا دے اور اس کے کرتوتوں کا اعتراف کرائے۔ یہ زجر و توبیخ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے دلوں کو اس منزل کی طرف لے جاتی ہے جس میں اس کی نجات ہے اور ان امور سے روکتی ہے جس میں اس کی ہلاکت ہے مگر وہ معاند حق جسے آیات کوئی فائدہ نہیں دیتیں، وہ اپنی گمراہی، کفر اور عناد پر جما رہتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2880/3)

رکوع نمبر 18

﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى﴾

''سو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی'' (31)

سوال: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى﴾ ''سو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا صَدَّقَ﴾ ''سو نہ اُس نے سچ مانا'' یعنی اے انسان جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکے گا نہ تو نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی، نہ اس کے فرشتوں کی، نہ اس کی کتابوں کی، نہ اس کے رسولوں کی، نہ آخرت کے دن کی، نہ ہی اس کی اچھی اور بری تقدیر کی۔ (2) ﴿وَلَا صَلّٰى﴾ ''اور نہ نماز پڑھی'' اور نہ اس نے اپنے رب کے لیے نماز پڑھی جو اس پر فرض تھی۔ (تفسیر منیر:295/15)

(3) نہ وہ اپنے دل سے ایمان لایا اور نہ اس نے اپنے بدن کے عمل سے تصدیق کی۔ (تفسیر قرطبی:84/10)

﴿وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾

''بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا'' (32)

سوال: ﴿وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ ''بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلٰكِنْ كَذَّبَ﴾ ''بلکہ اُس نے جھٹلایا'' یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق نہیں کی اور اپنے اوپر عائد فرض نماز نہیں پڑھی۔ (2) ﴿وَتَوَلّٰى﴾ ''اور منہ پھیرا'' یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے پیٹھ پھیر لی۔ (جامع البیان:210/29)

(3)اس نے نماز، زکوۃ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ہدایت حاصل کرنے سے منہ پھیرا۔(الاساس:6270/11)

﴿ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى﴾

''پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا''(33)

سوال:﴿ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى﴾''پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى﴾''پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا''یعنی دنیا میں اس کا حصہ اتنا ہے کہ وہ اپنے رب سے بے خوف ہے، حق کو جھٹلانے پر دلیر ہے۔نیک اعمال سے دور بھاگتا ہوا، اکڑتا، اتراتا ہوا گھر پہنچ جاتا تھا۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾''بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔''(الانشقاق:13)

(3)﴿وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فٰكِهِيْنَ﴾''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس پلٹتے ہیں تو مزے لیتے ہوئے واپس پلٹتے ہیں تھے۔''(المطففین:31)

﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى﴾

''تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے''(34)

سوال:﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى﴾''تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى﴾''تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے''اس کلمے کی اصل یہ ہے''اَوْلَاكَ اللّٰهُ مَا تَكْرَهُ''اللہ تجھے ایسی چیز سے دوچار کرے جو تجھے ناپسند ہو۔(2)یعنی تیری زندگی، موت، تہی دامنی اور محرومی پر افسوس ہے۔اترانے والے، جھٹلانے والے کے لیے زبردست ڈراوا ہے۔(مختصر ابن کثیر:2159/2)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾''سو تم تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اُٹھالو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو۔''(المرسلات:46)

﴿ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى﴾

''پھر تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے''(35)

سوال:﴿ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى﴾''پھر تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى﴾''پھر تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے''سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیات:﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى(۳۴)ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى(۳۵)﴾(القیامۃ)ان کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے

بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ ابوجہل سے فرمائے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں قرآن مجید میں نازل فرمادیا۔(سنن نسائی:11638)

(2)ان آیات میں یہ احکام اوران کی تکرار وعید اور ڈراوے کے لیے ہیں۔

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾

''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟''(36)

سوال:﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا''یعنی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے دنیا میں یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا، نہ اسے نیکی کا حکم دیا جائے گا، نہ برائی سے روکا جائے گا اور آخرت میں اس کے اعمال کا حساب نہیں لیا جائے گا۔نہ اسے ثواب دیا جائے گا، نہ عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، تو یہ اللہ تعالیٰ کے عدل اور حکمت کے خلاف ہے۔مومن اور کافر اطاعت گزار اور نافرمان برابر نہیں ہوسکتے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى﴾''یقیناً قیامت آنے والی ہے، قریب ہے کہ میں اُسے چھپاؤں تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی۔''(طٰہٰ:15)

(3)﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کردیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کردیں؟''(ص:28)

(4)یقیناً اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔دنیا میں بھی اسے شریعت کی پابندی کرنی ہوگی اور آخرت میں اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ موت کے بعد کی زندگی برحق ہے۔

﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى﴾

''کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟''(37)

سوال:﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى﴾''کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى﴾''کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے''اللہ رب العزت نے انسان کو اس کی تخلیق یاد دلائی ہے کہ انسان جو اپنے رب سے بے پرواہو جاتا ہے، اکڑتا ہے اور اپنے آپ کو جواب دہ نہیں سمجھتا۔وہ غور تو کرے حقیر پانی کا کمزور نطفہ ہی تو

تھا جو ماں کے رحم میں ڈالا گیا۔ نہ اس میں زندگی تھی اور نہ کوئی حقیقت۔

﴿ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى﴾

''پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا'' (38)

سوال: ﴿ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى﴾ ''پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً﴾ ''پھر وہ جما ہوا خون بنا'' اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ نطفے کو اس نے علقہ خون کا لوتھڑا بنایا۔

(2) ﴿فَخَلَقَ فَسَوّٰى﴾ ''پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنے مراحل سے گزار کر اس کی تخلیق کی۔ بے شکل کی بوٹی کو شکل بھی دی۔ اس کے وجود کو ہڈیوں کے ڈھانچے پر سیدھا کھڑا کیا اور اسے شکل وصورت والا بنایا پھر اس میں روح پھونکی اور صحیح سالم انسان کی صورت میں دنیا میں بھیج دیا۔

﴿فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾

''پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں'' (39)

سوال: ﴿فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد اور عورت کی صورت میں دنیا میں بھیجا تا کہ نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہے۔

﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى﴾

''کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟'' (40)

سوال: ﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى﴾ ''کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى﴾ ''کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے'' اللہ رب العزت نے اپنی بے مثال کاریگری یعنی پانی کے ایک قطرے سے جیتا جاگتا، چلتا پھرتا صحیح سالم انسان بنانے سے یہ دلیل دی ہے کہ کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ وہ اسی انسان کو فنا کرے پھر دوبارہ اپنے مقررہ وقت پر پیدا فرما دے۔

(2) جب اس نے ایک بے بنیاد چیز کو جیتا جاگتا انسان بنا دیا تو انسان کو فنا کر کے دوبارہ بنا دینا تو بہت ہی آسان ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے۔'' (الروم:27)

(3)ایک صحابی اپنے گھر کی چھت پر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔جب انہوں نے یہ آیت ﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى﴾ یہ آیت پڑھی تو فرمایا:﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ فَبَلٰى﴾ اے اللہ تو کمی سے پاک ہے،تو ضرور قادر ہے جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا۔(مختصر ابن کثیر:2/2160)

(4)جب رسول اللہ سورۃ قیامۃ ختم کرتے تو سُبْحَانَكَ وَبَلٰى پڑھتے۔(مختصر ابن کثیر:2/2160)

اٰیاتها ۳۱ ﴿۷۶ سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ ۹۸﴾ رکوعاتها ۲

سوال1:سورۃ الدھر کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:سورہ الدھر مکہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور 31 آیات ہیں۔

سوال2:مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 76 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 98 ہے۔

سوال3:سورہ الدھر کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور دوسری میں سورہ الدھر پڑھا کرتے تھے۔(مسلم:2035)

رکوع نمبر 19

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾

کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا؟(1)

سوال:﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا'' انسان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا کہ تمہارے وجود میں آنے سے پہلے ایک طویل زمانہ گزرا ہے جب تمہارا نام ونشان بھی نہ تھا بلکہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْـًٔا(۶۷) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا(۶۸)﴾ ''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟ پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب کو شیاطین سمیت ضرور اکٹھا کریں گے پھر ہم ضرور انہیں جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے۔''(مریم:67,68)

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا﴾

''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ ہم اسے آزمائیں، سو ہم نے اُس کو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنایا''(2)

سوال:﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ﴾ ''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ﴾ ''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا آغاز مرد اور عورت کے پانی سے کیا۔

(2)سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مرد کا پانی سفید، گاڑھا اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے، ان میں سے جو غالب آجائے یا سبقت کر جائے اسی سے (بچے کی) مشابہت ہوتی ہے۔''(مسلم:710)

(3)﴿نَّبْتَلِیْهِ﴾ ''تا کہ ہم اسے آزمائیں'' ہم اس کے ذریعے سے اس کو آزماتے ہیں تا کہ ہم جان لیں کہ آیا وہ اپنی پہلی حالت کو چشم بصیرت سے دیکھ اور اس کو سمجھ سکتا ہے یا اس کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کو اس کے نفس نے فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2882.2881)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔'' (الملک:2)(5)﴿فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا﴾ ''سو ہم نے اُس کو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنایا'' انسان کو کان اور آنکھیں اس لیے عطا کیں کہ امتحان کا مقصد پورا ہو، وہ کانوں سے حق کی دعوت سنے اور آنکھوں سے دیکھ بھال کر حق کا راستہ اختیار کرے۔ یعنی ان دونوں قوتوں سے برائی اور بھلائی میں فرق کر سکے۔

﴿اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾

''بلاشبہ ہم نے اُس کو راستہ دِکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا''(3)

سوال:﴿اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے اُس کو راستہ دِکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ﴾ ''بلاشبہ ہم نے اُس کو راستہ دِکھا دیا'' یعنی ہم نے حق کا راستہ کھول کر دکھا دیا۔ اب ہدایت اور

گمراہی خیر اور شر کا راستہ واضح ہو گیا رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ''اور ہم نے اُس کو دو راستے بتا دیے ہیں۔'' (البلد:10) اس مقصد کے لیے رب العزت نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں اور وہ راستہ دکھایا جو سیدھا اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے۔

(2) رب العزت نے راستہ واضح بھی کیا، اس کی رغبت بھی دلائی اور ان نعمتوں کے بارے میں واضح فرمایا جو اسے رب کے پاس پہنچنے پر حاصل ہوں گی۔

(3) رب العزت نے اس راستے سے بھی خبردار کیا ہے جو ہلاکت کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ اور اس سے ڈرایا ہے کہ اگر اس راستے پر چلو گے تو کیا سزا ملے گی۔

(4) جیسا کہ قوم ثمود کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ اور جو ثمود تھے تو ہم نے اُنہیں ہدایت کا راستہ دکھا دیا پھر انہوں نے ہدایت پر اندھے رہنے کو پسند کیا تو اُن کو رسوائی کے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا، اُس کی وجہ سے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ (فصلت:17)

(5) ﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ ''خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا'' اللہ رب العزت نے یہ واضح فرمایا کہ کیسے ہدایت پانے کے بعد بندے دو قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اول: اس نعمت پر شکر ادا کرنے والا بندہ جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہرہ مند کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو ادا کرنے والا جن کی ذمہ داری کا بوجھ اللہ تعالیٰ نے اس پر ڈالا ہے۔ ثانی: نعمتوں کی ناشکری کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے اس کو دینی اور دنیاوی نعمتوں سے بہرہ مند کیا مگر اس نے ان نعمتوں کو ٹھکرا دیا اور اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور اس راستے پر چل نکلا جو ہلاکت کی گھاٹیوں میں لے جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2885/3)

(6) ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔'' (الکہف:29)

(7) نبی ﷺ نے فرمایا: ''صبح صبح ہر شخص اپنا نفس فروخت کرتا ہے پھر یا تو اسے تباہ کر ڈالتا ہے، یا آزاد کرا لیتا ہے۔'' (مسلم) یعنی یہ اس کے اعمال ہیں جن سے وہ تباہ بھی ہوتا ہے اور جہنم سے آزاد بھی ہوتا ہے۔

﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا﴾

''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' (4)

سوال: ﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا﴾ ''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا﴾ ''یقیناہم نے کافروں کے لیے زنجیریں تیار کر رکھی ہے'' اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے انجام کے بارے میں واضح فرمایا ہے جنہوں نے کفر کیا اور نافرمانی کی اور ان کے لیے جہنم کی آگ کی زنجیریں تیار ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ ﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾ ''ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو۔'' (الحاقۃ:32)

(2)﴿وَاَغْلٰلًا﴾ ''اور طوق'' یعنی وہ طوق جن کے ذریعے ان کے ہاتھوں اور ان کی گردنوں کو ایک ساتھ باندھ کر انہیں جکڑ دیا جائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ (۷۱) فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ (۷۲)﴾ ''جب طوق اور زنجیریں اُن کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' (مومن:71,72)

(3)﴿وَّسَعِيْرًا﴾ ''اور بھڑکتی آگ'' جہنم کی آگ لوگوں کے ساتھ بھڑکے گی اور ان کے بدنوں کو جلا دے گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:56)

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا﴾

''یقیناً نیک لوگ ایسے ساغر سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی'' (5)

سوال:﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا﴾ ''یقیناً نیک لوگ ایسے ساغر سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) خوش نصیب لوگوں کے استقبال کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ﴾ ''یقیناً نیک لوگ'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرماں بردار، اپنے ایمان، اقوال، اور احوال میں سچے لوگ۔ (ایسر التفاسیر:1706)

(2) وہ جن لوگوں کے دل نیک ہیں کیونکہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت اور اخلاق جمیلہ ہیں۔ پس اس سبب سے ان کے اعمال بھی نیک ہیں انہوں نے ان کو نیک اعمال میں استعمال کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2884,2883)

(3) ابرار سے مراد سچے اور مقرب لوگ ہیں اور وہ صدیقین ہیں۔ (قرطبی:19/93)

(4)﴿يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا﴾ ''ایسے ساغر سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی'' خوش نصیب لوگوں کا

استقبال کیسے ہوگا؟ ان کی تواضع جس مشروب سے کی جائے گی اس میں کافور کی آمیزش ہوگی تا کہ وہ اس کی گرمی کو ختم کر کے ٹھنڈا کر دے۔ یہ کافور انتہائی لذیز ہوگا۔ دنیا کے کافور سے مختلف ہوگا۔

﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾

''ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ بہالے جائیں گے اس کو، خوب بہا کر لے جانا'' (6)

سوال: ﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾ ''ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ بہالے جائیں گے اس کو، خوب بہا کر لے جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾ ''ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ بہالے جائیں گے اس کو، خوب بہا کر لے جانا'' یعنی اللہ کے بندے شراب پئیں گے اس کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ ہمیشہ جاری رہنے والا چشمہ ہوگا۔

(2) پانی اور شراب پینے کے لیے انہیں دریا پر جانا نہیں پڑے گا بلکہ ان کے محلات کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ جس طرف چاہیں گے نہریں نکال لیں گے کبھی باغات کی طرف، کبھی محلات کے اندرونی حصوں کی طرف لے جائیں گے۔

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾

''جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی آفت بہت زیادہ پھیل جانے والی ہے'' (7)

سوال: ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾ ''جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی آفت بہت زیادہ پھیل جانے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ﴾ ''جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں'' نعمتوں سے کلام کا رخ نیک لوگوں کے افضل اعمال کی طرف موڑ دیا گیا۔ ان کے کاموں اور نعمتوں کی رغبت دلانے کے لیے۔ (ایسر التفاسیر: 1707,1708)

(2) یعنی وہ دنیا میں اطاعت کے کام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وصدقات اپنے رب کی قربت کے لیے انجام دیتے تھے اور نذروں اور معاہدوں کو اپنے اوپر لازم کر لیتے تھے۔

(3) نذر کسی پر واجب نہیں ہوتی الّا یہ کہ کوئی ایسا کام خود اپنے آپ پر واجب کر لے۔ تو جو نذروں کو پورا کرتے رہے وہ فرائض کو بدرجہ اولیٰ پورا کرتے ہوں گے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نذر انسان کو کوئی ایسی چیز نہیں دیتی جو اس کے مقدر میں نہ ہو، البتہ اللہ تعالیٰ اس

کے ذریعے بخیل سے اس کا مال نکلواتا ہے اور اس طرح وہ چیزیں صدقہ کر دیتا ہے جس کی اس سے امید نہیں کی جا سکتی تھی۔ (بخاری:6694)

(5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا نبی ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو۔ (بخاری:6697)

(6) سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایک نذر کے بارے میں پوچھا جو ان کی والدہ کے ذمہ باقی تھی اور ان کی موت نذر پوری کرنے سے پہلے ہو گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا فتویٰ دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے نذر پوری کر دیں چنانچہ بعد میں یہی طریقہ مسنون قرار پایا۔ (بخاری:6698)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ میری بہن نے نذر مانی تھی کہ حج کریں گی لیکن اب ان کا انتقال ہو چکا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ان پر کوئی قرض ہوتا کیا تم اسے ادا کرتے؟ انہوں نے عرض کی، ضرور ادا کرتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر اللہ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ وہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ (بخاری:6699)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص کو کھڑے دیکھا۔ نبی ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل نامی ہیں۔ انہوں نے نذر مانی ہے کہ کھڑے ہی رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں، نہ کسی چیز کے سایہ میں بیٹھیں گے اور نہ کسی سے بات چیت کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ بات کریں، سایہ کے نیچے بیٹھیں اٹھیں اور اپنا روزہ پورا کر لیں۔ (بخاری:6704)

(9) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم ﷺ کعبہ کے پاس سے گزرے تو کعبہ کا ایک شخص اس طرح طواف کر رہا تھا کہ دوسرا شخص اس کے ناک میں رسی باندھ کر اس کے آگے سے اس کی راہ نمائی کر رہا تھا۔ نبی ﷺ نے وہ رسی اپنے ہاتھ سے کاٹ دی پھر حکم دیا کہ ہاتھ سے اس کی راہ نمائی کرو۔ (بخاری:6703)

(10) ''سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معصیت میں نذر کا مکمل کرنا درست نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔'' (ابوداؤد:3290)

(11) ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ''پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔'' (الحج:29)

(12) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، اس کے بعد ان کا جو اس کے قریب ہوں گے، اس کے بعد وہ جو اس کے قریب ہوں'' عمران نے بیان کیا کہ مجھے یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے کے بعد دو کا ذکر کیا تھا یا تین کا۔ فرمایا: ''پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو نذر مانے گی اور اسے پورا نہیں کرے گی خیانت کرے گی

اوران پر اعتماد نہیں رہے گا، وہ گواہی دینے کے لیے تیار رہیں گے جبکہ ان سے گواہی کے لیے کہا بھی نہیں جائے گا اوران میں موٹاپا عام ہوجائے گا۔'' (صحیح بخاری:6695)

(13)﴿وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ ''اوراس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی آفت بہت زیادہ پھیل جانے والی ہے'' نیک لوگوں کے اعمال کے پیچھے جو ذہن کام کرتا ہے اس کی وضاحت ہے کہ وہ اس دن کا خوف رکھتے تھے جس کی برائی ہمہ گیر ہے۔ انہیں خوف تھا کہ اللہ کے سامنے حاضری کے وقت انہیں کوئی برائی نہ پہنچ جائے اس لیے انہوں نے ہر وہ راستہ چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تک پہنچانے والا تھا۔

(14)مستطیر (مادہ۔ط ی ر) بمعنی چارسو پھیلی ہوئی آفت۔ پوری پوری فضا کو متاثر کرنے والی تکلیف اور مصیبت۔ جس دن سورج بالکل زمین کے قریب لے آیا جائے گا اور حرارت اور گھبراہٹ کے مارے لوگوں کا برا حال ہوگا۔ اس دن کے شر سے وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو پہلے ہی اس دن کے شر سے ڈر کر اللہ کے فرمانبردار بن کر رہے ہوں گے۔ (تیسیر القرآن:4/567)

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾

اور وہ باجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں'' (8)

سوال: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ ''اور وہ باجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ اور وہ باجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں'' جنت کی لذتیں ان کے لیے ہیں جو اپنا مال اللہ کی خوشی کے لیے اس کی محبت میں ضرورت مندوں پر لگاتے ہیں۔

(2) وہ مال کی محبت کے باوجود مستحق اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(3) وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے نفس کی محبت پر مقدم رکھتے ہیں اور مال کو اس کے راستے میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۙ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۖ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ۖ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ ''اور مال دے اس کی محبت کے باوجود رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو چھڑانے میں اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں اور تنگ دستی، تکلیف اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا اور یہی متقی لوگ ہیں۔'' (البقرہ:177)

(4) اللہ کے یہاں کسی کو نیکی کا اعلیٰ مقام نصیب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنا محبوب مال اس کے راستے میں خرچ نہ کرے۔

(5) ابن منذر نے ابن جریر سے ﴿وَاَسِيْرًا﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مسلمانوں میں سے کسی کو قید نہیں کیا کرتے تھے لیکن یہ آیت کافروں کے قیدیوں کے بارے نازل ہوئی ہے۔ کافر عذاب میں ان کو قید کرلیا کرتے تھے تو رسول اکرم ﷺ ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن عباس:439/3) (تفسیر القرطبی:130/19)

(6) ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (١١) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ (١٢) فَكُّ رَقَبَةٍ (١٣) اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ (١٤) يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (١٥) اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (١٦)﴾ ''سو وہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل نہیں ہوا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔'' (البلد:11,16)

(7) سیدنا حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ اندھے تھے اس لیے اپنے مصلیٰ سے دروازے تک ایک دھاگا باندھ رکھا تھا۔ جب کوئی مسکین آتا تو نوکری سے کچھ کھجوریں لے لیتے اور دھاگے کے سہارے سے دروازہ تک آکر اس کو دے دیتے گھر کے لوگوں نے کہا ''ہم آپ کا یہ کام کرسکتے ہیں'' بولے ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسکین کو دینا بری جگہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔'' ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی حالت میں ایک مسکین نے سوال کیا انہوں نے لونڈی سے کہا کہ ''وہ روٹی اس کو دے دو'' اس نے کہا ''افطار کس چیز سے کریں گی؟'' بولیں ''دے تو دو'' شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھیجوا دیا، لونڈی کو بلا کر کہا ''لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔'' (سیر اعلام النبلاء:186/5)

(9) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیدیوں کو آزاد کراؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔'' (بخاری:3046)

(10) تندرستی اور حالت بخل کا صدقہ بڑی فضیلت والا ہے۔ جب تمہیں مال کی محبت، حرص اور حاجت ہو اس وقت کا صدقہ کرنا افضل ہے۔

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وقت مشرک ہی قیدی تھے۔ آپ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کی خاطر داری کا حکم دیا تھا۔ انہیں مسلمان اپنے سے اچھا کھانا کھلاتے تھے۔ (مختصر ابن کثیر:2162/2) (12) اسیر سے مراد غلام بھی ہیں۔

(13) غلاموں، کمزوروں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کے لیے آپ ﷺ نے بہت نصیحتیں فرمائیں حتیٰ کہ جب آپ ﷺ دنیا سے کوچ کررہے تھے۔ اس وقت آخری وصیت نماز اور غلاموں کا خیال رکھنے سے متعلق کی۔

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾

''یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ'' (9)

سوال: ﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ ''یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں

کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ﴾''یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں''یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کے حصول کے لیے تمہارے ساتھ حسن معاملہ کر رہے ہیں۔

(2)﴿لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾اور ہم نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ''ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں کوئی مالی جزا دو، نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کے سامنے ہماری تعریفیں بیان کرو۔

(3)ابن جبیر کہتے ہیں:''اللہ کی قسم وہ اپنی زبان سے کچھ نہ کہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلی جذبہ کو دیکھ کر ان کی تعریف فرمائی تا کہ دوسروں میں بھی رغبت پیدا ہو۔''(ابن کثیر)(اشرف الحواشی)

﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾

''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا''(10)

سوال:﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا''یعنی ہم آپ کے ساتھ حسن سلوک صرف اس لیے کرتے ہیں کہ نہایت سخت اور شر والے دن اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور ہمارے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔

(2)﴿قَمْطَرِيْرًا﴾''تیوری چڑھانے والا ہوگا''اس دن جو نہایت تنگ، سخت پریشان کن ہوگا۔

(3)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:اے عائشہ! قیامت کے دن سب لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کے جمع کیے جائیں گے۔''میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مرد اور عورت ایک ساتھ ہوں گے تو کیا وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں؟ آپ نے فرمایا:''اے عائشہ! (اس دن) ایسی مصیبت طاری ہوگی کہ کوئی کسی کو نہیں دیکھے گا۔''(مسلم:7198)(4)اس دن کافروں کے چہرے سے سخت پریشانی ٹپکے گی۔دہشت، خوف، تلخی اور سخت پریشانی ہوگی۔

﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾

''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے''(11)

سوال:﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا

اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ﴾''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا'' اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کی گھبراہٹ سے اور اس کی برائی سے بچالیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾''انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے اُن کے استقبال کو آئیں گے۔ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔'' (الانبیاء:103)

(2)﴿مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ﴾''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اس سے بہتر ہے، اور وہ اُس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔'' (النمل:89)

(3)﴿وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾''اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے'' پس انھیں وہ عظیم گھبراہٹ غم زدہ نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہیں گے:''یہ وہ دن ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔'' (تفسیر سعدی:2885/3)

(4)حسن کا قول ہے کہ چہروں پر تازگی ہوگی اور دلوں میں سرور ہوگا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ (۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۲۳)﴾''بعض چہرے اُس دن تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔'' (القیامہ:22,23)

(5)﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ (۳۸) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (۳۹)﴾''کچھ چہرے اُس دن چمکنے والے ہوں گے۔ مسکراتے ہوئے، ہشاش بشاش۔'' (عبس:38,39) (6)اللہ تعالیٰ ان کے لیے ظاہری اور باطنی نعمتیں اکٹھی کر دے گا۔

﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا﴾

''اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشم دیا'' (12)

سوال:﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا﴾''اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشم دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا﴾''اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا'' اللہ تعالیٰ انہیں صبر کی وجہ سے جنت اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

(2)یعنی ان کی جزا اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کیا اور استطاعت بھر نیک عمل کیے اور اس سبب سے کہ انہوں نے برائیوں سے اجتناب پر صبر کیا اور ان کو چھوڑ دیا اور اس سبب سے بھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کیا اور اس ناراضی کا اظہار نہیں کیا۔ (تفسیر سعدی:2885/3)

(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: صبر چار چیزوں کا نام ہے۔ ان میں سے پہلا صبر صدمے کے پہلے موقع پر ہے اور فرائض کی ادائیگی پر صبر اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور سے اجتناب پر صبر اور مصائب پر صبر۔ (تفسیر قرطبی: 136/19)

(4) ﴿جَنَّةً﴾ ''جنت'' یعنی وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں ہر قسم کی نعمتیں، سلامتی اور عافیت ہوگی۔

(5) ﴿وَّحَرِيْرًا﴾ ''اور ریشم'' ریشم ان کا ظاہری لباس ہوگا جو ان کے حالات پر دلالت کرتا ہے۔

(6) رب العزت نے اہل جنت کے لباس کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ''اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔'' (الحج: 23)

﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا﴾

''وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی'' (13)

سوال: ﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا﴾ ''وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی'' اہل جنت کی نشست اور جنت کا موسم کیسا ہوگا اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اہل جنت کے گھروں ان کے مشروبات، خدمت گاروں اور ان کے لباس اور سدا بہار نعمتوں کے بارے میں اس آیت اور اگلی آیت میں ذکر ہے۔

(2) ﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ﴾ ''وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے'' جنت کی نشست کیسی ہوگی؟ اہل جنت ایسے تختوں پر بیٹھیں گے جن پر سجاوٹ والے کپڑے بچھائے جائیں گے۔

(3) ﴿لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا﴾ ''نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی'' جنت کا موسم ہمیشہ خوشگوار رہے گا۔ سدا بہار موسم نہ پریشان کن گرمی، نہ تکلیف دہ سردی۔

(4) ﴿شمس﴾ سے مراد دھوپ کی ایسی حدت ہے جو جسم کو ناگوار گزرتی ہے اور ﴿زَمْهَرِيْرًا﴾ سے مراد شدت کی سردی ہے۔ جنت کا موسم دونوں انتہاؤں سے پاک ہوگا۔

﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾

''اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے۔ اور اُس کے خوشے اُن کے بالکل تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا'' (14)

سوال: ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾ ''اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے۔ اور اُس کے

خوشے اُن کے بالکل تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا'' جنت کے پھل کیسے ہوں گے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا﴾ ''اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے'' جنت کے پھل کیسے ہوں گے؟ جنتی درختوں کی شاخیں لدی پھدی اور جھکی ہوئی ہوں گی۔ جب کبھی جنتی ان میں سے کوئی پھل توڑنا چاہیں گے وہ ان کے سامنے جھک جائیں گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝۵۴ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''وہ مسندوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جن کے اَستر موٹے ریشم کے ہوں گے اور دونوں باغوں کے تر و تازہ پھل بالکل ہی قریب ہوں گے۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (الرحمن: 54,55)

(2) ﴿وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾ ''اور اُس کے خوشے اُن کے بالکل تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا'' جنت کے پھل چاہنے والوں کے قریب کر دیئے جائیں گے۔ وہ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے، حتیٰ کہ لیٹے ہوئے بھی انہیں حاصل کر سکیں گے۔

﴿وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠﴾

''اور اُن پر چاندی کے برتن اور پیالے پھرائے جائیں گے جو شیشے کے ہوں گے'' (15)

سوال: ﴿وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠﴾ ''اور اُن پر چاندی کے برتن اور پیالے پھرائے جائیں گے جو شیشے کے ہوں گے'' اہل جنت کے برتن کیسے ہوں گے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ﴾ ''اور اُن پر چاندی کے برتن پھرائے جائیں گے'' اہل جنت کے برتن ایسی چاندی کے ہوں گے جو شیشے کی طرح شفاف ہوگی۔

(2) ﴿وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠﴾ ''اور پیالے جو شیشے کے ہوں گے'' یعنی ایسے گلاس ہوں گے جو شیشے کی طرح چمکتے ہوں گے کہ ان کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئے گا۔ ان چاندی کے بلوری گلاسوں کی دنیا میں کوئی مثال نہیں۔

﴿قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا﴾

''شیشہ بھی چاندی سے بنا ہوگا، انہوں نے اس کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا'' (16)

سوال: ﴿قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا﴾ ''شیشہ بھی چاندی سے بنا ہوگا، انہوں نے اس کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ﴾ ''شیشہ بھی چاندی سے بنا ہوگا'' یعنی شیشہ اپنی چمک، صفائی اور سفیدی میں چاندی کی طرح ہوگا اور اس کا رنگ چاندی جیسا ہوگا۔ (فتح القدیر: 430/5)

(2)﴿قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا﴾ ''انہوں نے اس کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا'' اہل جنت کے برتن ایسے حجم اور مقدار میں آئیں گے جس کا اندازہ انہوں نے اپنے دلوں میں کیا ہوگا۔

﴿وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا﴾

''اور انہیں جنت میں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی'' (17)

سوال: ﴿وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا﴾ ''اور انہیں جنت میں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی'' جنت کے مشروبات کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا﴾ ''اور انہیں جنت میں ایسے جام پلائے جائیں گے'' اہل جنت کو چاندی کے بلوریں اور نایاب گلاسوں میں پرکیف اور پاکیزہ شراب پلائی جائے گی۔

(2)﴿كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا﴾ ''جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی'' زَنْجَبِيْل سونٹھ اور خشک ادرک کو کہتے ہیں۔ اس کی آمیزش سے تلخی پیدا ہوتی ہے جو خوشگوار ہوتی ہے۔ جنت کی شراب میں زنجبیل کی آمیزش کی جائے گی جس سے اس کا ذائقہ اور خوشبو دونوں خوشگوار ہو جائیں گے۔

﴿عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا﴾

''اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے'' (18)

سوال: ﴿عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا﴾ ''اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا﴾ ''اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے'' زنجبیل جنت کی ایک نہر ہے جس کو سلسبیل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بڑی تیز چلتی ہے اور اس کی روانگی قائم رہتی ہے جس کی شراب ہلکی اور زود ہضم ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/2164)

(2) اس کو یہ نام اس کے آسانی کے ساتھ حاصل ہونے، اس کی لذت اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2886)

﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴾

''اور اُن کے آس پاس کمسن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے، جب آپ انہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں'' (19)

سوال: ﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴾ ''اور اُن کے آس پاس کمسن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے، جب آپ انہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے

موتی ہیں'' اہل جنت کے خدمت گار اور غلام کیسے ہوں گے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾ ''اور اُن کے آس پاس کمسن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے'' اہل جنت کے خدمت گار، جنتی بچے ان کی خدمت کے لیے آتے جاتے ہوں گے۔ وہ ہمیشہ ایک ہی عمر پر رہیں گے یعنی کمسن اور نوخیز۔ ان کا حسن و جمال اور خوب صورتی برقرار رہے گی۔

(2)﴿اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴾ ''جب آپ اُنہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں'' اہل جنت کے غلام بیش قیمت لباس میں ان کی خدمت کے لیے مقرر کیے جائیں گے۔ ان کو دیکھ کر یوں لگے گا جیسے جنت میں سفید تر و تازہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ اس سے خوب صورت مثال ناممکن ہے۔ حسین و جمیل، ظاہری اور باطنی اوصاف سے آراستہ اہل جنت کی خدمت میں منتشر جیسے کسی نے تر و تازہ خوب صورت موتی مزین فرش پر بکھیر دیے ہوں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ ''اور اُن کے لیے نوعمر غلام پھر رہے ہوں گے گویا وہ چھپا کر رکھے موتی ہوں۔'' (الطور:24)

(3) یہ اہل جنت کی لذتوں کی تکمیل ہے کہ خدمت گاروں کا نظارہ بھی دل خوش کر دے۔

(4) خدمت گار اہل جنت کی آرام گاہوں میں وہ چیزیں لے کر آئیں گے جن کو وہ طلب کریں گے۔

﴿وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا﴾

''اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے'' (20)

سوال:﴿وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا﴾ ''اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ﴾ ''اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں'' یعنی جب آپ اہل جنت کو جنت کی سدا بہار اور باکمال نعمتوں میں دیکھیں گے۔

(2)﴿رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا﴾ ''تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے'' یعنی آپ کو جنت کا گوشہ گوشہ نعمتوں، راحت، سرور اور نور سے معمور نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان و شوکت نظر آئے گی۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورت چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگی اور جو ان کے بعد داخل ہوں گے وہ بہت روشن ستارے کی طرح ہوں گے، ان سب کے دل (بوجہ باہمی محبت کے) مثل ایک شخص کے دل کے ہوں گے نہ ان میں اختلاف ہوگا اور نہ دشمنی، ان میں سے ہر ایک کے لیے ایسی حسین و جمیل اور

نازک مزاج دو، دو بیویاں ہوں گی، جن کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اندر سے دکھائی دے گا، وہ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کریں گے نہ کبھی بیمار ہوں گے نہ ان کی ناک میں کوئی آلائش آئے گی، نہ تھوکیں گے۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے اور کنگھے سونے کے ہوں گے اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن الوہ کا ہوگا اور ان کا پسینہ مشک جیسا ہوگا۔'' (بخاری:3246)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو آدمی جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا، اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جا جنت میں داخل ہو جا، میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے، بلکہ اس سے بھی دس گناہ زیادہ۔'' (بخاری:6571)

(5) جنت کے باغات، مشروبات، خدمت گار، ماحول عیش، رب کائنات کے خطاب کا سماع، اس کے قرب کی لذت، اس کے اقتدار کی قوت کو ظاہر کرتی ہے۔ وہی بادشاہ ہے جس کے خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں۔

﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾

''اُن پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اُن کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا'' (21)

سوال: ﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ ''اُن پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اُن کا رب اُنہیں پاکیزہ شراب پلائے گا'' نیک لوگوں کا لباس اور زیورات اور ان کی تواضع کیسے ہوگی۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ﴾ ''اُن پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے'' یعنی ان کو باریک اور دبیز ریشم کے سبز لباس پہنائے جائیں گے۔ سندس موٹے اور دبیز ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں اور استبرق باریک ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔

(2) ﴿وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ﴾ ''اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے'' مردوں اور عورتوں کو ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، یہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے کیونکہ اپنے قول اور اپنی بات میں اس سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2887) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ''ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان میں اُن کا لباس ریشم ہوگا۔'' (فاطر:33)

(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُنہیں اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔'' (الحج:23)

(4)﴿وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ ''اور اُن کا رب اُنہیں پاکیزہ شراب پلائے گا'' جسمانی سرور جو لباس فاخرہ اور زیورات سے ملے گا، اس کے ساتھ ساتھ ان کا رب انہیں کیف اور سرور والی خوش ذائقہ، پاکیزہ شراب پلائے گا، وہ شراب خود بھی پاک ہوگی اور پینے والوں کو بھی پاک کردے گی۔ پیٹ کی آلائشوں سے بھی اور حسد، کینے، غصے اور دوسرے برے اخلاق سے پاک کردے گی۔

﴿اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاۗءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾

''بلاشبہ یہی تمہارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش ہمیشہ کے لیے قابلِ قدر ہے'' (22)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاۗءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ''بلاشبہ یہی تمہارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش ہمیشہ کے لیے قابلِ قدر ہے'' اہل جنت کی حوصلہ فزائی اور عزت وتوقیر کیسے کی جائے گی، وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاۗءً﴾ ''بلاشبہ یہی تمہارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے'' یعنی یہ جنت تمہارے ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے تمہیں دی گئی ہے۔ (2) اہل جنت کی عزت واکرام کے لیے احسان کے طور پر کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے۔

(3)﴿وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ''اور تمہاری کوشش ہمیشہ کے لیے قابلِ قدر ہے'' یعنی تم نے دنیا میں جو اعمال کیے وہ قبول ہوگئے۔

(4) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تھوڑے اعمال کی بھی قدردانی کی ہے۔ (المحرالمحیط:369/10)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: ''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے: ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔'' (الاعراف:43)

(6)﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗـــًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ ''مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے۔'' (الحاقۃ:24)

رکوع نمبر 20

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا﴾

''یقیناً ہم ہی نے آپ پر قرآن اُتارا ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا''(23)

سوال: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا﴾ ''یقیناً ہم ہی نے آپ پر قرآن اُتارا ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا'' اہل جنت کی نعمتوں کے بعد جنت تک لے جانے والے قرآن کی نعمت کا ذکر فرمایا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا﴾ ''یقیناً ہم ہی نے آپ پر قرآن اُتارا ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا'' اللہ رب العزت نے اپنا خاص احسان یاد دلایا ہے کہ یہ قرآن آہستہ آہستہ آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ اس میں وعدے اور وعیدیں ہیں جن کی انسانوں کو ضرورت ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے جس کی وجہ سے یکبارگی قرآن نازل نہیں کیا گیا بلکہ وقت اور حالات کی ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا۔ (3) قرآن نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور ان کی امت کو معزز بنایا۔

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾

''چنانچہ اپنے رب کے فیصلے تک صبر کرو، اور اُن میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانو''(24)

سوال: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾ ''چنانچہ اپنے رب کے فیصلے تک صبر کرو، اور اُن میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانو'' قرآن عظیم کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے صبر وثبات کا حکم دیا گیا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ ''چنانچہ اپنے رب کے فیصلے تک صبر کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ثابت قدم رہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم لوگوں تک پہنچاتے رہیں۔

(2) ﴿وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾ ''اور اُن میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانو'' کافر یا منافق آپ کو روکنا چاہیں تو ان کی بات کو نہ مانیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہیں۔

(3) ﴿وَلَا تُطِعْ﴾ معاندین حق کی اطاعت نہ کیجئے جو چاہتے ہیں کہ آپ کو راہ حق سے روک دیں۔ یعنی جو گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہے اور نہ (اطاعت کریں) ﴿كَفُوْرًا﴾ کیونکہ کفار، فجور اور فسق کی اطاعت حتمی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے کیونکہ یہ لوگ صرف اسی چیز کا حکم دیتے ہیں جسے ان کے نفس پسند کرتے ہیں۔ (سعدی: 3/2887,2888)

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

''اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو'' (25)

سوال: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو'' اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنے کے لیے ذکر اور پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے اور ذکر کی کثرت کے لیے صبر مددگار ثابت ہوتا ہے اس لیے فرمایا: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو'' یعنی صبح وشام اپنے رب کا نام لیتے رہو اور صبح کی نماز اور ظہر، عصر، مغرب کی نماز اس کی رضامندی کے لیے ادا کریں۔ (2) عشاء کی نماز کے علاوہ رات سونے کے بعد دوبارہ اٹھ کر تہجد پڑھیں۔

(3) اس میں فرض، نوافل، ذکر، تسبیح، تہلیل، تکبیر سب آجاتے ہیں۔

(4) ''بکرۃ'' سے مراد پہلے پہر یا صبح کی نماز ہے اور ''اصیلا'' زوال آفتاب سے غروب آفتاب کے وقت کو کہتے ہیں یہ ظہر اور عصر کی نمازیں ہوئیں۔ اور اس سے اگلی آیت میں رات سے مراد شام اور عشاء کی نمازیں ہیں۔ اور ''لیلا طویلا'' سے مراد تہجد کی نماز ہے جو آپ ﷺ پر فرض تھی۔ (تیسیر القرآن: 572/4)

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾

''اور رات کے کچھ حصے میں اُس کے لیے سجدہ کرو اور لمبی رات تک اُس کی تسبیح کیا کرو'' (26)

سوال: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں اُس کے لیے سجدہ کرو اور لمبی رات تک اُس کی تسبیح کیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں اُس کے لیے سجدہ کرو'' یعنی مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھو۔ (ایسر التفاسیر: 1710)

(2) ﴿وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾ ''اور لمبی رات تک اُس کی تسبیح کیا کرو'' یعنی رات کو رب کا کثرت سے ذکر کریں اور کثرت سے سجدے کریں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝﴾ ''اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کرو مگر کم۔ آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو۔ یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔'' (المزمل: 1-4)

(3) ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے

ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کر دے۔" (بنی اسرائیل:79)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کی نماز میں اتنا طویل قیام کرتے کہ آپ کے قدم پھٹ جاتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ اتنی زیادہ مشقت کیوں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا پھر میں شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟ عمر کے آخری حصہ میں (جب طویل قیام دشوار ہو گیا تو) آپ ﷺ بیٹھ کر رات کی نماز پڑھتے اور جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہو جاتے (اور تقریباً تیس یا چالیس آیتیں اور پڑھتے) پھر رکوع کرتے۔ (بخاری:4837)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز ہے۔" (مسلم:2755)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "صرف دو آدمی ہی قابل رشک ہیں، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا (اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) اور وہ اس کے ساتھ دن اور رات کے اوقات میں قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور وہ اسے دن اور رات کے اوقات میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتا ہے۔" (مسلم:1894)

﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾

"بے شک یہ لوگ جلدی ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہیں اور ایک بھاری دن کو اپنے پیچھے چھوڑے دیتے ہیں" (27)

سوال: ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾ "بے شک یہ لوگ جلدی ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہیں اور ایک بھاری دن کو اپنے پیچھے چھوڑے دیتے ہیں" دنیا سے محبت کرنے والوں کی ترجیحات کی غلطی کو کیسے واضح کیا گیا ہے، بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ﴾ "بے شک یہ لوگ" یعنی وہ لوگ جنہوں نے نبی ﷺ کو اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلا دیا جب کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کھول کھول کر بیان کی گئیں۔ انہیں ترغیبات دی گئیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا پھر بھی ان کی ترجیحات نہیں بدلیں۔

(2) ﴿يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ﴾ "جلدی ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہیں" وہ دنیا ہی سے محبت کرتے ہیں، دنیا کے قیدی اسی پر مطمئن رہتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ "بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔" (الاعلیٰ:16)

(3) ﴿وَيَذَرُوْنَ﴾ "اور چھوڑے دیتے ہیں" یعنی عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

(4) ﴿وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾ "ایک بھاری دن کو اپنے پیچھے" یعنی آگے جو قیامت کا دن آنے والا ہے جو بڑا بھاری دن ہے، جس کی مقدار ہمارے حساب سے پچاس ہزار سال ہے، اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(5)دنیا میں الجھ کر آخرت کو چھوڑ دینا عقل مندی نہیں ہے۔دنیا کی محبت تو ہر خطا کی بنیاد ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:﴿اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَاِزْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ﴾دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبتی اختیار کرو گے تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔(ابن ماجہ)

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا﴾

''ہم ہی نے اُنہیں پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے اُن کے جوڑ بند مضبوط باندھے ہیں اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا''(28)

سوال:﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا﴾''ہم ہی نے اُنہیں پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے اُن کے جوڑ بند مضبوط باندھے ہیں اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا'' موجودہ زندگی موت کے بعد کی زندگی کی دلیل ہے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی پر تخلیق کی ابتداء سے عقلی دلیل دی ہے﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ﴾''ہم ہی نے اُنہیں پیدا کیا ہے''یعنی ہم انسان کے خالق ہیں اسے عدم سے وجود میں لائے ہیں۔

(2)﴿وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ﴾''اور ہم ہی نے اُن کے جوڑ بند مضبوط باندھے ہیں''یعنی ہم نے اس کی تخلیق کو تکمیل تک پہنچایا۔اس کے ظاہری اور باطنی اعضاء،اس کے اعصاب،رگیں،پٹھے،اس کے پورے جسم کو مکمل کیا اب وہ جو چاہے کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

(3)﴿وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا﴾''اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا'' جب ہم اس حالت میں وجود میں لائے ہیں تو موت کے بعد دوبارہ جزا سزا دینے کے لیے زندہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

(4)ہم نے انہیں قیامت کے بعد دوبارہ اٹھنے کے لیے پیدا کیا ہے تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا وسزا دی جائے۔

(5)جس ہستی نے دنیا میں مختلف مراحل سے گزارا ہے اس کی شان کے لائق نہیں کہ انہیں بے کار چھوڑ دے۔

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا﴾''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو!اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔''(النساء:133)

(7)﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝﴾''کیا آپ نے دیکھا نہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بلاشبہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے۔''(ابراہیم:19,20)

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾

''بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ بنالے''(29)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ بنالے'' قرآن نصیحت ہے اس کا راستہ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ﴾ ''بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے'' یعنی یہ قرآن ایک ایسی نصیحت ہے جس سے ایمان لانے والا فائدہ اٹھاتا ہے۔

(2) قرآن میں ترغیب اور ترہیب ہے جو اس کے راستے پر چلے اس کے لیے ترغیب اور جو قرآن کے بتائے ہوئے راستے سے بھاگے اس کے لیے ترہیب ہے۔

(3) ﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ بنالے'' قرآن کا راستہ رب تک پہنچاتا ہے، قرآن مجید کے ذریعے رب العزت نے واضح فرمادیا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا، ہدایت کیا ہے اور گمراہی کیا ہے۔ اب جو چاہے یہ راستہ اختیار کرلے۔ (4) اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ (اضواء البیان: 398/8)

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''(30)

سوال: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اس آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے، اس کی اطاعت کے لیے آپ کا اختیار کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔

(2) ہدایت اور ایمان پر کوئی قدرت نہیں رکھتا جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کون ہدایت کا مستحق ہے۔ حق رکھنے والے کے لیے وہ راہیں آسان فرمادیتا ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: تمام بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں، جسے چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے، ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔'' (مسلم:6750)

(4) ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ حکیم ہے ہدایت پانے والے کی ہدایت اور گمراہ کی گمراہی میں اس کی حکمت پوشیدہ ہے۔ وہ اپنے علم کلی سے ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ کرتا ہے۔

﴿يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' (31)

سوال: ﴿يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے'' یعنی اپنی مشیت سے جس کے لیے چاہتا ہے سعادت کے اسباب فراہم کرتا ہے اور اسے سعادت کے راستوں پر چلنے کی توفیق دیتا ہے اور اپنی عنایات سے خاص کرتا ہے۔

(2) ﴿وَالظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ظالموں کے لیے'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہدایت کی بجائے بدبختی کو پسند کیا۔

(3) ﴿اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اُس نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' ان کے ظلم اور زیادتی کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اٰیاتھا ۵۰ | ۷۷ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ ۳۳ | رکوعاتھا ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے 2 رکوع اور 50 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 72 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 33 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) نبی ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۃ المرسلات کی تلاوت کی۔ (بخاری:763)

(2) نبی ﷺ نے اس سورت سے گہرا اثر لیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ بوڑھے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات، اور عم یتسالون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا'' یعنی ان میں جو

قیامت کی خبریں ہیں اور عذاب کی آیتیں ہیں ان سے میں بوڑھا ہو گیا۔(ترمذی:3297)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک غار میں تھے کہ آپ پر سورہ والمرسلات نازل ہوئی۔ہم نے اسے آپ کے منہ سے یاد کرلیا۔اس وحی سے آپ کے دہن مبارک کی تازگی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ اتنے میں ایک سانپ نکل پڑا۔نبی ﷺ نے فرمایا:اسے زندہ نہ چھوڑو۔بیان کیا کہ ہم اس کی طرف بڑھے لیکن وہ نکل گیا۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کے شر سے بچ گئے اور وہ تمھارے شر سے بچ گیا۔(صحیح بخاری:4931)

رکوع نمبر21

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا﴾

''قسم اُن ہواؤں کی جو معروف معمول کے مطابق بھیجی جاتی ہیں''(1)

سوال:﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا﴾''قسم اُن ہواؤں کی جو معروف معمول کے مطابق بھیجی جاتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْمُرْسَلٰتِ﴾''قسم اُن ہواؤں کی جو بھیجی جاتی ہیں''اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اور اعمال کی جزا وسزا پر فرشتوں کی قسم کھائی ہے۔(2)﴿الْمُرْسَلٰتِ﴾سے مراد وہ فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کائنات کی تدبیر اور اپنے احکامات کی ترسیل کے لیے رسولوں کے پاس بھیجتا ہے۔وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے کونی وقدری معاملات کی تدبیر کرتے ہیں۔

(3)﴿عُرْفًا﴾''معروف معمول کے مطابق''عرفا(اَلْمُرْسَلَاتِ) سے حال ہے،یعنی ان کو محض ناشائستہ اور بے فائدہ کام کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ ان کو عرف،حکمت اور مصلحت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:2890/3)

﴿فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا﴾

''پھر اُن کی جو طوفان بن کر تیز چلنے والی ہیں''(2)

سوال:﴿فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا﴾''پھر اُن کی جو طوفان بن کر تیز چلنے والی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا﴾''پھر اُن کی جو طوفان بن کر تیز چلنے والی ہیں''اس سے بھی مراد فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے،ان کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تیز ہوا کی مانند جلدی سے آگے بڑھ کر اخذ کرتے ہیں اور نہایت سرعت سے اس کے احکام کو نافذ کرتے ہیں یا اس سے مراد سخت ہوائیں ہیں جو نہایت تیز چلتی ہیں۔(تفسیر سعدی:2890/3)

(2)عاصفۃ زنانے کی ہوا کو کہتے ہیں۔اس سے مراد ہوائیں ہیں۔(مختصر ابن کثیر:2168/2)

﴿وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا﴾

''اور اُن کی! جو بادلوں کو پھیلا دینے والی ہیں،خوب پھیلانا''(3)

سوال:﴿وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا﴾''اور اُن کی! جو بادلوں کو پھیلا دینے والی ہیں،خوب پھیلانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا﴾''اور اُن کی! جو بادلوں کو پھیلا دینے والی ہیں،خوب پھیلانا''اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں کہ انھیں جس چیز کے پھیلانے کے انتظام پر مقرر کیا گیا ہے اس کو پھیلاتے ہیں یا اس سے مراد بادل ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین کو سرسبز کرتا ہے اور اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2890.2891/3)

(2)اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ہوائیں بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔بارش زمین پر پھیلتی ہے،فرشتے کتابیں پھیلاتے ہیں۔اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو پھیلاتی ہے۔(جامع البیان:245/29)

﴿فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا﴾

''پھر اُن کی جو! پھاڑ کر جدا کر دینے والی ہیں پھاڑ کر جدا کرنا''(4)

سوال:﴿فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا﴾''پھر اُن کی جو! پھاڑ کر جدا کر دینے والی ہیں پھاڑ کر جدا کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا﴾''پھر اُن کی جو! پھاڑ کر جدا کر دینے والی ہیں پھاڑ کر جدا کرنا''اور وہ قرآن حکیم کی آیات ہیں جو حق اور باطل کو جدا کرنے والی ہیں۔(الیسر التفاسیر:1712)

(2)ملائکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو حق اور باطل،ہدایت اور گمراہی میں فرق کرنے والا ہے۔(جامع البیان:245/29)

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ،ابو مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو صالح رضی اللہ عنہ نے کہا:وہ ملائکہ ہیں جو حق اور باطل،حلال اور حرام کے درمیان فرق واضح کرتے ہیں۔(المحرر الوجیز:417/5)

﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾

''پھر اُن کی! جو اللہ کی یاد ڈالنے والی ہیں''(5)

سوال:﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾''پھر اُن کی! جو اللہ کی یاد ڈالنے والی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾''پھر اُن کی! جو اللہ کی یاد ڈالنے والی ہیں''یعنی فرشتے جو انبیاء پر وحی نازل کرتے ہیں جس سے وہ

نصیحت کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1711)

(2)اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو افضل ترین احکام کا القاء کرتے ہیں۔یہ وہ ذکر ہے جس کے ذریعے سے اللہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اس میں ان کے سامنے ان کے منافع اور مصالح کا ذکر کرتا ہے اور اسے انبیاء ومرسلین کی طرف بھیجتا ہے۔(تفسیر سعدی:2891/3)

(3)بعض مفسرین نے فالملقیت ذکرا سے بھی ہوا ہی مراد لی ہے کیونکہ آواز بھی ہوا کے ذریعہ ہی لوگوں کے کانوں تک پہنچتی ہے۔ اگر ہوا نہ ہوتی تو وحی کی آواز نہ لوگوں کے کانوں تک پڑ سکتی تھی اور نہ ہی اس سے وہ کچھ نصیحت حاصل کر سکتے تھے اور بعض مفسرین نے اس سے مراد فرشتے لیے ہیں جو وحی کو پیغمبروں کے دلوں میں ڈالتے ہیں یا دوسرے لوگوں کے دلوں میں القاء والہام کا سبب بنتے ہیں۔(تیسیر القرآن:574/4)

﴿عُذْرًا اَوْ نُذْرًا﴾

''عذر کے لیے یا ڈرانے کے لئے''(6)

سوال:﴿عُذْرًا اَوْ نُذْرًا﴾''عذر کے لیے یا ڈرانے کے لئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عُذْرًا﴾''عذر کے لیے''اس وحی سے لوگوں کے عذر ختم ہو جاتے ہیں۔

(2)﴿اَوْ نُذْرًا﴾''یا ڈرانے کے لئے''ماننے والوں کو تنبیہ ہو جاتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کریں گے تو وہ اپنا عذاب نازل کر دے گا۔(3)عذر سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے لیے عذر اور نذر سے مراد مومنین کے لیے ڈراوا جس سے وہ نفع اٹھاتے ہیں اور اس سے نصیحت پکڑتے ہیں۔(جامع البیان:246/21)

(4)یعنی لوگوں کا عذر رفع کرنے اور ان کو تنبیہ کرنے کے لیے،تاکہ وہ لوگوں کو خوف کے ان مقامات سے ڈرائیں جو ان کے سامنے ہیں، ان کے عذر منقطع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر ان کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔(سعدی:289/3)

﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ﴾

''بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ لازماً واقع ہونے والی ہے''(7)

سوال:﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ﴾''بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ لازماً واقع ہونے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ﴾''بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے''یعنی موت کے بعد اعمال کی جزا سزا کے لیے جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(2)﴿لَوَاقِعٌ﴾''وہ لازماً واقع ہونے والی ہے''وہ کسی شک کے بغیر واقع ہوگا۔یعنی جب قیامت کا دن آئے گا تو کائنات میں بہت بڑی تبدیلیاں آئیں گی۔آسمان پھٹ جائے گا،تارے جھڑ جائیں گے،پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے،زمین چٹیل میدان کی طرح ہو جائے گی جس میں کوئی نشیب وفراز نہیں ہوں گے۔اس دن مقررہ وقت پر رسولوں کو لایا جائے گا اور ان کے اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ ہوگا۔

(3) یعنی قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ سب اگلے پچھلے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ﴾

''پھر جب ستارے مٹا دیے جائیں گے'' (8)

سوال: ﴿فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ﴾ ''پھر جب ستارے مٹا دیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ﴾ ''پھر جب ستارے مٹا دیے جائیں گے'' قیامت کے بڑے بڑے حادثات میں سے ایک یہ ہوگا کہ تاروں کی روشنی بجھ جائے گی۔

(2) تاروں کے بارے میں یہ بھی فرمایا: ﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ ''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے'' (التکویر:2)

(3) ﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾ ''اور جب ستارے بکھر جائیں گے'' (الانفطار:2)

﴿وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ﴾

''اور جب آسمان کھولا جائے گا'' (9)

سوال: ﴿وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ﴾ ''اور جب آسمان کھولا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ﴾ ''اور جب آسمان کھولا جائے گا'' قیامت کے بڑے حادثات میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔ اس میں دراڑیں پڑ جائیں گی اور وہ بودے ہو کر کناروں سے گر جائیں گے۔

(2) رب العزت نے اس ہولناک حادثے کے بارے میں ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا'' (الانشقاق:1)

(3) ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔'' (الانفطار:1)

﴿وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ﴾

''اور جب پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے'' (10)

سوال: ﴿وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ﴾ ''اور جب پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ﴾ ''اور جب پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے'' قیامت کے حادثات کا اثر پہاڑوں پر بھی ہوگا، پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیے جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ ''اور وہ تم سے

پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔" (طٰہٰ:105)

(2)﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ "اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔" (الکہف:47)

﴿وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ﴾

"اور جب رسول (اس وقت جمع کیے جائیں گے) جو مقرر کیا گیا" (11)

سوال: ﴿وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ﴾ "اور جب رسول (اس وقت جمع کیے جائیں گے) جو مقرر کیا گیا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ﴾ "اور جب رسول (اس وقت جمع کیے جائیں گے) جو مقرر کیا گیا" قیامت کے دن رسولوں کو جمع کیا جائے گا۔ (2)﴿اُقِّتَتْ﴾ "جو مقرر کیا گیا" یعنی جمع کیے جائیں گے۔ ان سے شہادتیں لی جائیں گی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ "جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا: "تمہیں کیا جواب ملا تھا؟" وہ کہیں گے: "ہمیں کچھ علم نہیں، بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں" (المائدہ:109)

(3)﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ "اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور اُن کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا" (الزمر:69)

(4) قیامت کے دن انسانوں کے امور کا فیصلہ رسولوں سے متعلق ہوگا اور وہ جھٹلانے کے عذاب اور تصدیق کی جزا کے لیے ہوگا۔

﴿لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ﴾

"کس دن کے لیے مہلت دی گئی تھی" (12)

سوال: ﴿لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ﴾ "کس دن کے لیے مہلت دی گئی تھی" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ﴾ "کس دن کے لیے مہلت دی گئی تھی" یہ سوال ہول دلانے کے لیے ہے۔

(2) رسولوں کو قیامت کے دن فیصلوں کے لیے مہلت دی گئی تھی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ "چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھیں کہ وہ اپنے رسولوں سے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، انتقام لینے والا ہے۔" (ابراہیم:47)

﴿لِيَوْمِ الْفَصْلِ﴾

''فیصلے کے دن کے لیے''(13)

سوال: ﴿لِيَوْمِ الْفَصْلِ﴾ ''فیصلے کے دن کے لیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَوْمِ الْفَصْلِ﴾ ''فیصلے کے دن کے لیے'' یعنی وہ دن جب اللہ تعالیٰ مخلوقات کے درمیان فیصلے کرے گا۔

(2) یعنی مخلوقات کے درمیان فیصلے کے لیے اس دن اللہ تعالیٰ انبیاء اور ان کی جھٹلانے والی امتوں کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے گا۔

(3) یعنی مخلوق کے درمیان ان کے اعمال کے مطابق فیصلہ ہوگا اور جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں جائیں گے۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾

''اور تمہیں کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے''(14)

سوال: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾ ''اور تمہیں کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور تمہیں کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے'' جس دن زمین و آسمان بدل ڈالے جائیں گے اور سب لوگ اللہ واحد وقہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے وہ دن فیصلے کا ہوگا۔ اس دن کی اہمیت جتانے کے لیے فرمایا تمہیں کیا خبر کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟

(2) یعنی وہ فیصلہ جو خوش نصیبوں اور بدنصیبوں کے درمیان ہوگا۔ اور ہر ایک سے فرداً فرداً حساب ہوگا۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''(15)

سوال: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس دن کو جھٹلانے والوں کو وعید سنائی ہے۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔ (2) یعنی عذاب کے فیصلے کے دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہوگی۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا۔ (3) یعنی انھیں کتنی حسرت ہوگی، ان کا عذاب کتنا سخت اور ان کا ٹھکانا کتنا برا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ کیا، ان کے لیے قسم کھائی مگر انھوں نے اسے سچ نہ جانا، اس لیے وہ سخت عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ (تفسیر سعدی: 2891/3)

﴿اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا''(16)

سوال: ﴿اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا'' یعنی ماضی میں جن لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا مثلاً قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ۔ (تفسیر قاسمی: 19/17)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ ''اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں۔'' (الرعد: 34)

﴿ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ﴾

''پھر ہم اُن ہی کے پیچھے دوسروں کو لاتے ہیں'' (17)

سوال: ﴿ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم اُن ہی کے پیچھے دوسروں کو لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم اُن ہی کے پیچھے دوسروں کو لاتے ہیں'' پھر ہم آخر میں آنے والے ان لوگوں کو ان کے بعد ہلاک کریں گے جو جھٹلائیں گے۔ ہر مجرم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سابقہ سنت بھی یہی ہے اور آئندہ سنت الٰہی بھی یہی ہوگی۔ ان کے لیے سزا حتمی ہے تو تم جو کچھ دیکھتے اور جو کچھ سنتے ہو اس سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے؟ (سعدی: 2891.2892/3)

(2) یعنی ان کے بعد ہم نے ان جیسے پچھلوں کو پیدا کیا۔

﴿كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾

''ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'' (18)

سوال: ﴿كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'' یعنی جو بھی اپنے رب سے بغاوت اور سرکشی کریں ان مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 19/17)

(2) ہر مجرم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے اور آئندہ بھی یہی ہوگی۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (19)

سوال: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' یعنی جب ہلاکت کا وقت آئے گا جھٹلانے والوں کی بڑی بربادی ہوگی۔ (ایسر التفاسیر:1713) (2) تباہی ہے اس دن ان لوگوں کے لیے جو واضح اور کھلی نشانیوں اور عذاب کا مشاہدہ کر کے بھی جھٹلاتے ہیں۔

﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾

''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا'' (20)

سوال: ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا'' اللہ رب العزت نے اپنا احسان یاد دلایا ہے کہ اے انسان! کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی کے قطرے سے پیدا نہیں کیا؟ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہیں تھا۔

(2) سیدنا بسر بن جحاش القرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر اپنا لعاب ڈالا اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! بھلا تو مجھے کیا عاجز کر سکے گا، میں نے تو تجھے اس جیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا ہے۔'' (مسند احمد:17860)

﴿فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾

''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا'' (21)

سوال: ﴿فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَجَعَلْنٰهُ﴾ ''پھر ہم نے اُسے رکھا'' یعنی ہم نے اس پانی کو رکھا۔

(2) ﴿فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ ''ایک محفوظ جگہ میں'' یعنی رحم جیسے محفوظ قلعے میں، یعنی نطفے جیسے حقیر پانی کو رحم میں ٹھہرایا جہاں وہ نشوونما پاتا ہے۔ (3) رحم مرد اور عورت کی منی کی قرارگاہ ہے۔ رحم اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نطفے کا محافظ اور پرورش کرنے والا بن جاتا ہے۔

﴿اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾

''معلوم اندازے تک'' (22)

سوال: ﴿اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''معلوم اندازے تک'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾''معلوم اندازے تک''اور وہ ولادت کا زمانہ ہے۔(2)مرد اور عورت کا پانی مختلف شکلوں میں مقررہ مدت یعنی 6 سے 9 ماہ تک ماں کے رحم میں رکھا جاتا ہے۔

﴿فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾

''پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں''(23)

سوال:﴿فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾''پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَدَرْنَا﴾''پس ہم نے اندازہ کیا''یعنی رحم میں نطفے کے قرار کا وقت ہم نے مقرر کیا ہے۔ان تاریکیوں میں نطفہ،علقہ یعنی خون کے لوتھڑے میں بدلتا ہے پھر مضغہ گوشت کی بوٹی میں بدلتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں روح پھونکتے ہیں۔اس پورے عرصے کے دوران بچے کے لیے سارے انتظامات ہم کرتے ہیں۔

(2)﴿فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾''تو ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں''اس سے مراد خود اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ اللہ رب العزت کا اندازہ اس کی حکمت کے مطابق ہے۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''(24)

سوال:﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی مٹی پلید ہوگی۔(مختصر ابن کثیر:2/2170)(2)اس دن ہلاکت ہے ان جھٹلانے والوں کے لیے جنہوں نے آیات کے واضح ہوجانے اور عبرت ناک چیزیں اور کھلی نشانیاں دیکھنے کے بعد جھٹلایا۔(سعدی:3/2892)

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا﴾

''کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا''؟(25)

سوال:﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا﴾''کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا﴾''کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا''یعنی کیا ہم نے زمین کو تمہارے لیے مسخر کر کے تم پر انعام نہیں کیا؟(2)كفاتا: كفت بمعنی کسی چیز کو جمع کر کے اسے اپنے قبضہ میں لے لینا،سنبھال لینا،سمیٹ لینا اور كفيت بمعنی توشہ دان جس

میں خوراک اور سامان خوراک سنبھال کر رکھتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی اور موت اور دوبارہ زندگی زمین ہی سے وابستہ ہے۔(تیسیر القرآن 4/ 577)(3)یعنی تم زمین پر گھر بنا کر رہتے ہو اور مر کر زمین کے پیٹ میں چلے جاتے ہو اور زمین تمہیں چھپا لیتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/2170)

﴿اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا﴾

''زندوں کو اور مُردوں کو بھی''(26)

سوال:﴿اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا﴾''زندوں کو اور مُردوں کو بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَحْيَآءً﴾''زندوں کو'' گھروں میں (2)﴿وَّاَمْوَاتًا﴾اور مُردوں کو بھی''اور مردوں کو قبروں میں پس جس طرح گھر اور محلات، بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا احسان ہیں اسی طرح قبریں بھی ان کے حق میں رحمت اور ان کے لیے ستر ہیں کہ ان کے اجساد درندوں وغیرہ کے لیے کھلے نہیں پڑے رہتے۔(سعدی:3/2892)

(3)تم زمین کی پشت استعمال کرتے ہو اور تمہارے مردے اس کا پیٹ۔(مختصر ابن کثیر:2/2170)

﴿وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا﴾

''اور اُس میں ہم نے بلند و بالا پہاڑ بنائے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا''(27)

سوال:﴿وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا﴾''اور اُس میں ہم نے بلند و بالا پہاڑ بنائے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا﴾''اور اُس میں ہم نے بنائے''یعنی زمین میں۔(2)﴿رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ﴾''بلند و بالا پہاڑ''یعنی بلند پہاڑ۔(3)یعنی ہم نے ان کے اندر پہاڑ رکھ دیے جو زمین کو ٹھہرائے رکھتے ہیں تاکہ زمین اہل زمین کے ساتھ ڈھلک نہ جائے۔پس اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط اور بلند، یعنی طویل و عریض پہاڑوں کے ذریعے سے ٹھہرا دیا۔(سعدی:3/2893)

(4)﴿وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا﴾''اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا''یعنی ہم نے تمہیں خوش ذائقہ اور میٹھا پانی پلایا۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ (٦٨) ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (٦٩) لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنا دیں پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے''(الواقعہ:68۔70)

(6)میٹھا پانی آسمان کا ہے، بارش کا پانی جو شیریں ہوتا ہے کیسے رب العزت نے اس کا cycle چلایا ہے۔سمندروں کا پانی بھاپ بن کر

اوپر کی فضا میں پہنچتا ہے، کیسے ٹھنڈا ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے اور ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسے علاقے میں پہنچاتی ہیں جہاں بارش برسانا طے ہو۔ اس طرح انسانوں کو پانی پلانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''(28)

سوال: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں ان کے مقابلے میں انہوں نے جھٹلانے کا رویہ اختیار کیا۔ (2) اگر تم جھٹلانے پر اڑے رہے تو تمہاری بڑی بربادی ہے۔

﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾

''تم چلو اُس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے''(29)

سوال: ﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''تم چلو اُس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْطَلِقُوْٓا﴾ ''تم چلو'' یہ قیامت کے دن جھٹلانے والوں سے کہا جائے گا۔

(2) ﴿اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''اُس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے'' کافروں سے جو قیامت اور جزا و سزا کو جھٹلاتے ہیں کہا جائے گا کہ جاؤ جہنم میں جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ﴾

''تم چلو ایک سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے''(30)

سوال: ﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ﴾ ''تم چلو ایک سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ﴾ ''تم چلو ایک سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے'' یعنی جہنم کے تین شاخوں والے خوفناک دھوئیں میں گھٹتے رہو۔ (2) جہنم کی آگ کے شعلے جب بھڑکیں گے تو ان کے ساتھ دھواں بھی ہوگا۔ یہ شعلے اوپر اٹھ کر تین حصوں میں بٹ جائیں گے۔ ان کے ساتھ دھواں بھی ہوگا۔

﴿لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ﴾

''نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلوں سے (بچانے کے) کام آسکتا ہے''(31)

سوال: ﴿لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ﴾ ''نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلوں سے (بچانے کے) کام آسکتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَّا ظَلِيْلٍ﴾ ''نہ سایہ کرنے والا ہے'' دوزخ کے دھویں کا سایہ محض سایہ معلوم ہوگا، حقیقت میں وہ سایہ نہیں ہوگا کہ انسان آرام سے بیٹھ سکے اور آگ کی گرمی سے بچ کر ٹھنڈک محسوس کر سکے۔ (2) وہ دھواں کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا عذاب۔

(3) ﴿وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ﴾ ''اور نہ وہ شعلوں سے (بچانے کے) کام آسکتا ہے'' دھوئیں کا سایہ آگ کے شعلوں سے نہیں بچائے گا۔ بلکہ آگ کے شعلے دائیں بائیں سے لپکیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو۔'' (الزمر:16)

(4) ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' (الاعراف:41)

﴿اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾

''بلاشبہ وہ آگ محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی''(32)

سوال: ﴿اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ ''بلاشبہ وہ آگ محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهَا﴾ ''بلاشبہ وہ'' یعنی آگ۔ (2) ﴿تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ ''وہ آگ محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی'' یعنی جہنم کے خوف ناک شعلوں سے قلعوں کی مانند انگارے اڑ رہے ہوں گے جو محلات کی طرح بڑے اور بلند ہوں گے۔

﴿كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ﴾

''گویا وہ زرد اُونٹ ہیں''(33)

سوال: ﴿كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ﴾ ''گویا وہ زرد اُونٹ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَاَنَّهٗ﴾ ''گویا وہ'' یعنی شعلے۔ (2) ﴿جِمٰلَتٌ صُفْرٌ﴾ ''زرد اُونٹ ہیں'' گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

(3) یہ سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں جن میں ایسے رنگ کی جھلک ہے جو زردی مائل ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جہنم کی آگ، اس کے شعلے، اس کے انگارے اور اس کی چنگاریاں تاریک اور سیاہ رنگ کی ہوں گی، ان کا منظر نہایت کریہہ اور ان کی حرارت انتہائی سخت ہوگی۔ ہم

اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہنم اور ان اعمال سے عافیت عطا کرے جو جہنم کے قریب لے جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2894/3)

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (34)

سوال: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' ان لوگوں کے لیے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ، اس کی آیات، اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1715)

(2) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جہنم میں ایک وادی کا نام ''ویل'' ہے جس کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے کافر چالیس سال تک اس میں گرتا چلا جائے گا اور صعود جہنم میں ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر کافر ستر سال (کے عرصہ) میں چڑھے گا پھر اس سے اترے گا۔ کافر ہمیشہ اسی (عذاب میں یعنی چڑھنے اور اترنے) میں مبتلا رہے گا۔'' (مسند ابویعلیٰ:1378)

﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾

''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے'' (35)

سوال: ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾ ''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے'' یعنی قیامت کا دن ایسا عظیم دن ہوگا جو جھٹلانے والوں کے لیے بہت سخت ہوگا۔ دہشت کی شدت کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔ وسیع رحمت والا ہے، کسی کو اُس سے بات کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔'' (النبا:37)

(3) ﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ﴾ ''جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بدبخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔'' (ہود:105)

﴿وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾

''اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں'' (36)

سوال: ﴿وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾''اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں''یعنی اگر لوگ اپنی معذرت پیش کریں گے تو ان کی معذرت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ حجت قائم ہوجائے گی اور جرائم کا ثبوت مل جائے گا۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾''تو اُس دن جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا۔''(الروم:57)

(3) گناہوں کے ثبوت کے بعد عذاب ثابت ہوجائے گا تو معذرت کی گنجائش نہیں رہ جائے گی۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''(37)

سوال:﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''حشر کے دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہوگی۔(2) ہر جھٹلانے والے کے لیے اس میں وعید ہے۔

﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ﴾

''یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کرلیا ہے''(38)

سوال:﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ﴾''یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کرلیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾''یہ فیصلے کا دن ہے''یعنی یہ مخلوقات کے درمیان فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

(2)﴿جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ﴾''ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کرلیا ہے''ہم نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو اس لیے جمع کیا ہے تاکہ تمہارے درمیان فیصلہ کردیں۔

(3) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے پہلے اور بعد میں آنے والوں کو جمع کردیں گے جہاں سب لوگ پوری طرح سن اور دیکھ رہے ہوں گے۔

﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ﴾

''تو تمہارے پاس اگر کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ وہ تدبیر کر دیکھو''(39)

سوال: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ﴾ ''تو تمہارے پاس اگر کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ وہ تدبیر کر دیکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ﴾ ''تو تمہارے پاس اگر کوئی خفیہ تدبیر ہے'' یعنی اگر تمہارے پاس میری بادشاہت سے نکلنے کے لیے اور عذاب سے بچنے کے لیے کوئی تدبیر ہے تو وہ اختیار کر لو۔

(2) ﴿فَكِيْدُوْنِ﴾ ''تو میرے ساتھ وہ تدبیر کر دیکھو'' یعنی میرے قبضے سے چھوٹنے کے لیے جو تدبیر اختیار کرنا چاہو کر لو، تم نہیں کر سکتے، بے بس ہو تم میں سکت نہیں ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ ''اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے۔'' (الرحمن:33)

(4) اس دن ظالموں کے تمام حیلے باطل ہو جائیں گے، ان کا مکر وفریب ختم ہو جائے گا، وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حوالے کر دیں گے اور ان کی تکذیب میں ان کا جھوٹ، ان کے سامنے صاف ظاہر ہو جائے گا۔ (تفسیر سعدی:3/2894,2895)

(5) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! (نہ تو تمھیں نفع پہنچانے کا اختیار ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا) نہ تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو اور نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو۔'' (مسلم:2577)

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (40)

سوال: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' یعنی فیصلے کا دن جب آئے گا جھٹلانے والوں کی بربادی لے کر آئے گا۔

رکوع نمبر 22

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''بلاشبہ متقی لوگ سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے'' (41)

سوال: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾''بلاشبہ متقی لوگ''یعنی وہ لوگ جنہوں نے شرک اور نافرمانیوں سے اجتناب کیا۔

(2)جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے سے رکتے ہیں۔

(3)﴿فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ﴾''سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے''یعنی وہ جنت کے درختوں کے سایوں میں ہوں گے اور اس کے دودھ، شہد، اور شراب کے چشموں میں ہوں گے۔(ایسر التفاسیر:1716)

(4)جو دنیا میں فرائض ادا کرتے رہے اور حرام سے بچتے رہے وہ قیامت کے دن جنت کے سدا بہار باغوں میں رہیں گے جہاں نہریں جاری ہوں گی۔(مختصر ابن کثیر:2/2172)

﴿وَّفٰكِهَةٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾

''اور اُن پھلوں میں جن کی وہ خواہش کریں گے''(42)

سوال1:﴿وَّفٰكِهَةٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾''اور اُن پھلوں میں جن کی وہ خواہش کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّفٰكِهَةٍ﴾''اور اُن پھلوں میں''اور بہترین اور لذیز پھل جن کی فروانی ہوگی۔

(2)﴿مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾''جن کی وہ خواہش کریں گے''دنیا میں لوگ وہ کھاتے ہیں جو وہ پالیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے جو وہ چاہتے ہیں وہ نہیں پاتے تو نہیں کھا سکتے۔نعمتوں کے گھر میں جو وہ چاہیں گے کھائیں گے۔

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''مزے سے کھاؤ اور پیو اُن (نیک) اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے''(43)

سوال:﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾''مزے سے کھاؤ اور پیو اُن (نیک) اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا﴾''مزے سے کھاؤ اور پیو''اہل جنت کو احسان کے طور پر کہا جائے گا: مرغوب اور مزے دار کھانے کھاؤ اور لذیذ مشروبات پیو۔

(2)﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾''ان (نیک) اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے''یعنی تمہارے اعمال ہیں جنہوں نے تمہیں سدا بہار جنتوں میں پہنچا دیا۔

(3)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾اور وہ پکارے جائیں گے:

''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔''(الاعراف:43)

(4)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (۷۱) فَاكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۸۱) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۹۱) مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (۰۲)﴾ ''متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ اُن نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہوں گے اس سے جو اُن کے رب نے انہیں دیا، اور اُن کے رب نے اُنہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچالیا ہے۔ خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اُس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔'' (الطور:17۔20)

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''بلاشبہ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' (44)

سوال: ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' رب العزت نے فرمایا کہ اپنے مخلص بندوں کو ہم اسی طرح بہترین اور عمدہ بدلہ دیتے ہیں۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ''یقینا ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں۔'' (الکھف:30)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والے سو رہے ہیں اور جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے طلب کرنے والے سو رہے ہیں۔ (جامع ترمذی:2601)

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (45)

سوال: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' جھٹلانے والوں کے لیے نعمتوں سے محرومی ہی بڑی ہلاکت اور خرابی ہے۔

﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾

''سو تم تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اُٹھالو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو'' (46)

سوال: ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾ ''سو تم تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اُٹھالو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾ ''سو تم تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اُٹھالو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو'' جھٹلانے والوں کے لیے وعید ہے کہ اگر تم دنیا میں تھوڑا بہت کھا پی لو اور کچھ چیزیں اور برت لو، چند دنوں بعد موت آجائے گی تو مجرم بن کر ہی دنیا سے جاؤ گے۔

(2) دنیا کی ساری لذتیں دنیا میں ختم ہو جائیں گی اور آنکھ بند کرو گے تو آخرت کے عذاب شروع ہو جائیں گے۔

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' (لقمان:24)

(4) ﴿مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ ''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔'' (یونس:70)

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (47)

سوال: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' جھٹلانے والوں کے لیے اس دن دردناک عذاب کی وعید ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے'' (48)

سوال: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ'' یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نمازیوں کے ساتھ جھک جاؤ اور جماعت سے نماز پڑھ لو۔

(2) ﴿لَا يَرْكَعُوْنَ﴾ ''تو وہ نہیں جھکتے'' ان کا ایک جرم یہ ہے کہ جب انہیں نماز کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر کون سا جرم ہے اور کون سی تکذیب اس سے بڑی ہے۔ (تفسیر سعدی:2896/3)

(3)وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر کرتے ہیں اور یہ خشوع اور اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع چھوڑنے کی مذمت ہے۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''(49)

سوال:﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''ہلاکت اور بربادی ہے ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے نواہی کو جھٹلاتے ہیں۔(2)ان کی ہلاکت یہ بھی ہے کہ ان پر توفیق کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے اور وہ ہر بھلائی سے محروم ہو جائیں گے۔(تفسیر سعدی:2896/3)

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''پھر اس کے بعد وہ کس کلام پر ایمان لائیں گے؟''(50)

سوال:﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾''پھر اس کے بعد وہ کس کلام پر ایمان لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾''پھر اس کے بعد وہ کس کلام پر ایمان لائیں گے''یعنی جب وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کس کلام پر ایمان لائیں گے؟

(2)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟''(الجاثیہ:6)

(3)ابن ابی حاتم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص اس سورت کی اس آیت کو پڑھے اسے اس کے جواب میں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِمَا اُنْزِلَ (میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو اس نے نازل کیا) کہنا چاہیے۔''(ابن کثیر:48)

فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 30

عَمَّ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی



قُرْاناً عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا"(پارہ30)
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : اپریل2009ء
طبع دوم : مارچ2018ء
تعداد : 2100
ناشر : النورانٹرنیشنل
لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر : 03364033050, 041-8759191
ای میل : sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

سورہ النبا	11
رکوع : 1	11
رکوع : 2	26
سورہ النزعٰت	32
رکوع : 3	32
رکوع : 4	43
سورہ عبس	56
رکوع : 5	56
سورہ التکویر	76
رکوع : 6	76
سورہ الانفطار	94
رکوع : 7	95
سورہ المطففین	103
رکوع : 8	104
سورہ الانشقاق	123
رکوع : 9	123
سورہ البروج	135
رکوع : 10	135
سورہ الطارق	146
رکوع : 11	146

سورہ الاعلیٰ		154
رکوع	12 :	154
سورہ الغاشیہ		167
رکوع	13 :	167
سورہ الفجر		179
رکوع	14 :	179
سورہ البلد		198
رکوع	15 :	198
سورہ الشمس		213
رکوع	16 :	213
سورہ الّیل		221
رکوع	17 :	221
سورہ الضحیٰ		232
رکوع	18 :	233
سورہ الشرح		242
رکوع	19 :	242
سورہ التین		247
رکوع	20 :	248
سورہ العلق		253
رکوع	21 :	255
سورہ القدر		264
رکوع	22 :	264
سورہ البیّنہ		269

رکوع	23 :	270
سورہ الزلزال		278
رکوع	24 :	278
سورہ العٰدیٰت		284
رکوع	25 :	285
سورہ القارعہ		291
رکوع	26 :	292
سورہ التکاثر		298
رکوع	27 :	298
سورہ العصر		306
رکوع	28 :	306
سورہ الھمزہ		311
رکوع	29 :	312
سورہ الفیل		317
رکوع	30 :	318
سورہ قریش		321
رکوع	31 :	321
سورہ الماعون		325
رکوع	32 :	325
سورہ الکوثر		330
رکوع	33 :	331
سورہ الکافرون		334
رکوع	34 :	335

سورہ النصر		338
رکوع	35 :	339
سورہ اللھب		342
رکوع	36 :	343
سورہ الاخلاص		347
رکوع	37 :	348
سورہ الفلق		351
رکوع	38 :	352
سورہ الناس		357
رکوع	39 :	358

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کے دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتہ مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور اجنھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیات میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًاعَجَبًا** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیات کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

اٰیاتھا ۴۰ ۷۸ سُوْرَۃُ النَّبَاِ مَکِّیَّۃٌ ۸۰ رکوعاتھا ۲

سوال1: سورۃ النباء کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: سورۃ النباء مکی سورت ہے۔ اس کے دو رکوع اور چالیس آیات ہیں۔ مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 78 ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 80 ہے۔

سوال2: اس سورت کا نام النباء کیوں ہے؟

جواب: اس سورت کا نام آیت نمبر 2 سے ماخوذ ہے۔ اس سورت میں بڑی خبر یعنی قیامت اور بعث کا ذکر ہے۔ اس لیے اس کا نام النباء ہے۔ اس سورت میں قیامت اور موت کے بعد کی زندگی کے خوب صورت دلائل ہیں۔

سوال3: سورۃ النباء کے بارے میں نبی ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ بوڑھے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو سورۃ ہود اور واقعہ اور مرسلات اور عم یتسالون اور اذا الشّمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ (یعنی ان میں جو قیامت کی خبریں اور عذاب کی آیتیں ہیں ان سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں) (جامع ترمذی: 3297)

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ﴾

''کس چیز کے بارے میں وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں'' (1)

سوال1: ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''کس چیز کے بارے میں وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَمَّ﴾ ''کس چیز کے بارے میں'' کس چیز کے متعلق۔

(2) ﴿يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں'' قریش ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں۔

(3) یعنی لوگ کس بات کی کھوج لگانے اور کس چیز کی تحقیق کرنے میں مشغول ہیں؟ کیا پوچھنے سے بات ان کی سمجھ میں آجائے گی؟

(4) کفارِ مکہ قیامت کے بارے میں، قرآنِ مجید کے بارے میں، رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ

کچھ کرتے تھے۔

(5) کافر انکار کرنے اور مذاق اڑانے کے لئے ایمان والوں سے اور نبی ﷺ سے سوال کرتے تھے کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ اس کے آنے میں دیر کیوں ہے؟

﴿عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ﴾

''بڑی خبر کے بارے میں'' (2)

سوال 1: ﴿عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ﴾ ''بڑی خبر کے بارے میں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ﴾ ''بڑی خبر کے بارے میں'' یعنی جس کے بارے میں وہ سوال کر رہے ہیں وہ بہت عظیم چیز ہے۔

سوال 2: بڑی خبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد قیامت ہے یعنی کائنات کے خاتمے کے بعد انسانوں کا جی اُٹھنا۔ (2) اس سے مراد قرآنِ مجید ہے۔

﴿الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ﴾

''جس کے بارے میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں'' (3)

سوال 1: ﴿الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ﴾ ''جس کے بارے میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ﴾ ''جس کے بارے میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں'' جس کے بارے میں لوگوں کے دو گروہ ہیں ایک مومن اور دوسرے کافر۔ کافروں کے اختلاف کے بارے میں مومن اللہ تعالیٰ کی خبروں پر یقین رکھتے ہیں۔ جب کہ کافر اختلاف کرتے ہیں۔

(2) کافروں کے اختلاف کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ یہی بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا حالانکہ اس بارے میں انہیں کوئی علم نہیں، وہ محض گمان کی باتیں کرتے ہیں''۔ (الجاثیہ:24)

(3) ﴿وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ﴾ ''اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ ہم تو ایک معمولی گمان رکھتے ہیں اور ہم پورا یقین کرنے والے نہیں ہیں''۔ (الجاثیہ:32)

(4)﴿اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ﴾نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی۔ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔(المومنون:37)

(5)قیامت کے دور ہونے کی وجہ سے ان کا اختلاف بڑھ گیا ہے حالانکہ وہ ایسی خبر ہے جس میں کوئی شک کا امکان نہیں۔

﴿كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ﴾

''ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے''(4)

سوال1:﴿كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ﴾''ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:موت کے بعد کی زندگی کو نہ ماننے والوں کے بارے میں فرمایا:﴿كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ﴾''ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے''یعنی جب ان پر دنیا میں عذاب آئے گا۔یا آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔تو انہیں علم ہو جائے گا کہ وہ کس چیز کو جھٹلاتے تھے۔

سوال2:جواب دینے کی بجائے یہ بات کیوں کہی گئی کہ جلد ہی وہ جان لیں گے؟

جواب:یہ بات ڈانٹ کے طور پر کہی گئی ہے کہ جلد ہی وہ جان لیں گے۔

﴿ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ﴾

''پھر ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے''(5)

سوال1:﴿ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ﴾''پھر ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)موت کے بعد کی زندگی کو نہ ماننے والوں کے لئے تاکیدی دھمکی کے بارے میں قرآن میں مختلف مقامات پر رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ۝﴾''اے لوگو!اپنے رب سے ڈرو،یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔جس دن تم اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔(الحج:2,1)

(2)﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں:''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے

پاس ہے۔اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:187)

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا﴾

''کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا'' (6)

سوال 1: ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا﴾ ''کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا﴾ ''کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا'' کیا ہم نے تم پر انعام نہیں کیا کہ زمین کو تمہارے لئے نرم اور ہموار بنا دیا تا کہ تم اس پر کھیتی باڑی کرو، گھر بناؤ، ایک مقام سے دوسرے مقام تک سہولت سے چلے جاؤ۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ (الزخرف:10)

﴿وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا﴾

''اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا''؟ (7)

سوال 1: ﴿وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا﴾ ''اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا﴾ ''اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا'' یعنی ہم نے زمین کو ٹھہرانے کے لئے تم پر انعام کیا کہ اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ تم آرام سے زمین پر رہ سکو۔

﴿وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا﴾

''اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا'' (8)

سوال 1: ﴿وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا'' یعنی ایک ہی جنس سے تمہارے جوڑے بنائے مرد اور عورت تا کہ تم ایک دوسرے سے سکون حاصل کرو اور تمہاری اولاد ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اس کی

نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم اُن سے سکون حاصل کر سکو اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں" (الروم:21)

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے"۔ (النساء:1)

﴿وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا﴾

"اور ہم نے تمہاری نیند کو باعثِ آرام بنایا" (9)

سوال 1: ﴿وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا﴾ "اور ہم نے تمہاری نیند کو باعثِ آرام بنایا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا﴾ "اور ہم نے تمہاری نیند کو باعثِ آرام بنایا" یعنی تمہاری نیند کو آرام اور راحت کا ذریعہ بنایا۔ یہ نیند ہے جو تمہارے کاموں کو منقطع کروا دیتی ہے۔ اگر وہ کام ہمیشہ جاری رہیں تو تمہارے بدن تکلیف میں آ جائیں۔ کیا یہ خواب اور بے داری موت کے بعد کی زندگی کی نشانی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال کی دلیل نہیں؟

(2) نیند کی اس نعمت کے بارے میں قرآن مجید میں مزید مقامات پر رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا﴾ "اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ پوش اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو جی اُٹھنے کا وقت بنایا" (الفرقان:47) ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی اُن کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے پھر وہ اُسے روک لیتا ہے جس پر اُس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسروں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے، یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں" (الزمر:42) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ "اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اُٹھا دیتا ہے تا کہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے

تھے۔" (الانعام:60)

﴿وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا﴾

"اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا" (10)

سوال1:﴿وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا﴾ "اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا﴾ "اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا" جیسے آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنے بدن کو چھپالیتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے اور جو کام چھپانے کے لائق ہوں عموماً رات کے اندھیرے میں کئے جاتے ہیں اور حسی طور پر بھی شب کو کپڑا اوڑھنے کی ضرورت دن سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ نسبتاً وہ وقت ٹھنڈی اور ٹھنڈک کا ہوتا ہے۔ (تفسیر عثمانی:850/2)

(2) یعنی رات سیاہ چادر کی طرح سب پر چھا جاتی ہے جس میں لوگ اپنا کام چھوڑ کر آرام کرتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:2175/2)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ "قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے!" (اللیل:1) شاعر بھی رات کو پردے سے تشبیہ دیتے ہیں۔

﴿وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾

"اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا" (11)

سوال1:﴿وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ "اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ "اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا" یعنی دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا تا کہ لوگ اس میں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کریں۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ "وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے واقعتاً نشانیاں ہیں جو سنتے ہوں۔" (یونس:67) (3) صبح کا اٹھنا قیامت کے بعد جی اٹھنے کی نشانی ہے۔

﴿وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا﴾

"اور ہم نے تمہارے اُوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے" (12)

سوال1:﴿وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا﴾ "اور ہم نے تمہارے اُوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے" اس آیت کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا﴾''اور ہم نے تمہارے اُوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے'' رب العزت نے نظام شمسی کی جانب توجہ مبذول کروائی ہے کہ دیکھو کیسے مضبوط اور مزین سات آسمان بنا دیے ہیں۔

(2) یعنی تمھارے اوپر سات آسمان بنائے جو قوت، صلابت اور سختی کی انتہا پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو تھام رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کے لیے چھت بنایا۔ (تفسیر سعدی:3/2898)

سوال 2: آسمان کی مضبوطی کی کیا دلیل ہے؟

جواب: آسمان میں سے ہر ایک کا فاصلہ 500 سال کی مسافت جتنا ہے جو اس کی مضبوطی کی دلیل ہے۔

﴿وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾

''اور ہم نے ایک بہت گرم روشن چراغ بنا دیا'' (13)

سوال 1:﴿وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾''اور ہم نے ایک بہت گرم روشن چراغ بنا دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّهَّاجًا﴾الوھج بمعنی سورج یا آگ کی بھڑک جس میں تپش بھی اور چمک بھی۔ (تیسیر القرآن:4/583)

(2)﴿وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾''اور ہم نے ایک بہت گرم روشن چراغ بنا دیا'' یعنی سورج کی روشنی مخلوق کی ضرورت ہے۔ اس کی تپش میں پھلوں کو پکانے کی قوت ہے۔ اور اس میں دیگر منافع بھی موجود ہیں جس نے سورج بنایا اس کی قدرت پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ وہ جو اتنے بڑے جہان بنانے پر قادر ہے وہ موت کے بعد کی زندگی پر بھی قادر ہے۔

﴿وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا﴾

''اور ہم نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے برسنے والا پانی اُتارا'' (14)

سوال 1:﴿وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا﴾''اور ہم نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے برسنے والا پانی اُتارا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الْمُعْصِرٰتِ﴾سے مراد ہوا بھی ہے اور بادل بھی جو قطرہ قطرہ پانی برساتے ہیں۔

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہوائیں چلتی ہیں، ادھر سے ادھر بادلوں کو لے جاتی ہیں اور پھر ان بادلوں سے خوب بارش برستی ہے اور زمین کو سیراب کرتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:5/481)

(3) وہ کون ہے جس کے حکم سے ہوا اپنی پیٹھ پر سمندر سے پانی کے مشکیزے بھر بھر کر فضا میں لا کر ان کے دھانے کھول دیتی ہے اور اس

پیاسی زمین کو سیراب کر دیتی ہے جس سے مردہ زمین جی اٹھتی ہے اور کل جہاں خاک اڑ رہی تھی آج وہاں طرح طرح کے پھل پھول مسکراتے نظر آتے ہی۔ کیا یہ زندگی، بعث بعد الموت نہیں؟ (تفسیر ابن کثیر: 2176/2)

(4) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل اُٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُنہیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے چنانچہ آپ بارش کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تب وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' (الروم: 48)

(5) ﴿وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا، بلاشبہ اس میں یقیناً ان کے لیے نشانی ہے جو سنتے ہیں۔'' (النحل: 65)

سوال 2: بکثرت پانیوں کا نازل کرنا کس چیز کی طرف توجہ دلاتا ہے؟

جواب: بکثرت پانیوں کا نزول توجہ دلاتا ہے کہ ربّ رحمٰن ہے جو انسانوں کو وافر رزق دیتا ہے اور بن مانگے دیتا ہے۔

﴿لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا﴾

''تاکہ ہم اُس کے ذریعے سے اناج اور پودے اُگائیں'' (15)

سوال 1: ﴿لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا﴾ ''تاکہ ہم اُس کے ذریعے سے اناج اور پودے اُگائیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا﴾ ''تاکہ ہم اُس کے ذریعے سے اناج اُگائیں'' سے مراد ہے اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعے زمین سے گندم، مکئی، چاول وغیرہ نکالتے ہیں۔

(2) ﴿وَّنَبَاتًا﴾ ''اور پودے اُگائیں'' سے مراد ہے ساری نباتات سبزیاں اور مویشیوں کی خوراک وغیرہ پیدا کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور وہی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا سو ہم نے اس سے ہر قسم کی نباتات اُگائیں، تو ہم نے اُس سے سبز کھیتی نکالی جس سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے اس کے گابھوں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگور اور زیتون اور انار کے باغات ہیں آپس میں ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے، اس کے پھل

کو دیکھو جب وہ پھل لائے اور جب وہ پکتا ہے بلاشبہ ان چیزوں میں یقینا نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔" (الانعام:99)

﴿وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا﴾

"اور گھنے باغات" (16)

سوال 1: ﴿وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا﴾ "اور گھنے باغات" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا﴾ "اور گھنے باغات" بارش کے پانی سے ہی گھنے باغات پھلتے پھولتے اور شاداب رہتے ہیں۔ وہ ان باغات میں پھلوں کی لذیذ قسمیں پیدا کرتا ہے۔ سب ایک ہی زمین سے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ "اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، بعض کئی تنوں والے ہیں اور بعض ایک تنے والے ہیں، سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو مزے میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں اُن لوگوں کے لیے یقینا نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔" (الرعد:4)

(2) جس رب نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں جو نہ شمار کی جاسکتی ہیں نہ جن کی مقدار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے تو تم اس کی دی ہوئی خبر کو کیسے جھٹلاتے ہو کہ تم موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے؟

﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا﴾

"یقینا فیصلے کا دن ایک مقررہ وقت ہے" (17)

سوال 1: ﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا﴾ "یقینا فیصلے کا دن ایک مقررہ وقت ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا﴾ "یقینا فیصلے کا دن ایک مقررہ وقت ہے" رب العزت نے قیامت کے بارے میں فرمایا کہ وہ میقات ہے یعنی مخلوق کے لیے مقرر کیا گیا فیصلے کا دن۔

(2) وہ قیامت کا دن ہے جس میں مومنوں اور کافروں، حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہوگا۔ (تفسیر الحرر الوجیز: 425/5)

(3) ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾﴾ "چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: "یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔" (القمر:6,8)

(4) یہ جمعہ کا دن ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾ ''اور ہم اسے ایک گنی ہوئی مدت کے لئے ہی مؤخر کر رہے ہیں۔'' (ھود:104)

سوال 2: پہلے اور بعد میں آنے والے انسانوں کے جمع ہونے اور وعدے کے دن کو فیصلے کا دن کیوں کہا ہے؟

جواب: انسانوں کے جمع ہونے کا مقصد انسانوں کا حساب کتاب اور انجام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ ان کے اعمال کی روشنی میں کیا جائے گا۔ چونکہ اس دن سب سے زیادہ فیصلے ہوں گے اس لئے اسے فیصلے کا دن کہا گیا۔

﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا﴾

''جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو تم فوج در فوج آؤ گے'' (18)

سوال 1: ﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا﴾ ''جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو تم فوج در فوج آؤ گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا﴾ ''جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو تم فوج در فوج آؤ گے'' یعنی جس دن اسرافیل صور پھونکیں گے، جس دن دل دہل جائیں گے، جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، جب آسمان پھٹ جائے گا، بچے بوڑھے ہو جائیں گے، اس دن تم فوج در فوج آؤ گے یعنی گروہ در گروہ آؤ گے۔ ہر عمل والے کا جداگانہ گروہ ہوگا۔

(2) ہر قوم اپنے نبی کے ساتھ بلائی جائے گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس فاصلہ ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے پوچھا کیا چالیس دن مراد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں پھر شاگردوں نے پوچھا کیا چالیس مہینے مراد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ شاگردوں نے پوچھا کیا چالیس سال مراد ہیں؟ کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا۔ جس کی وجہ سے تمام مردے جی اٹھیں گے جیسے سبزیاں پانی سے اگ آتی ہیں۔ اس وقت انسان کا ہر حصہ گل چکا ہوگا۔ سوائے ریڑھ کی ہڈی کے اور اس سے قیامت کے دن تمام مخلوق دوبارہ بنائی جائے گی۔ (بخاری:4935)

﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا﴾

''اور آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ دروازے دروازے ہو جائے گا'' (19)

سوال 1: ﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا﴾ ''اور آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ دروازے دروازے ہو جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ﴾ ''اور آسمان کھول دیا جائے گا'' فرشتوں کے نزول کے لیے آسمان کھول دیا جائے گا۔ (ایسر التفاسیر:1718)

جائیں گے۔" (القارعہ:5)

(3) گرد وغبار ہو جائیں گے۔ ﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝﴾ اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ وہ پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے۔ (الواقعہ:5,6)

(4) اُن کو اُڑا دیا جائے گا۔ ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کہہ دیں میرا ربّ انہیں ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دے گا۔ (طٰہٰ:105) (5) وہ سراب ہو جائیں گے جیسے اس آیت میں بتایا گیا۔

﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا﴾

"یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے" (21)

سوال 1: ﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا﴾ "یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا﴾ "یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے" اللہ تعالیٰ نے سرکشوں کے لیے جہنم کو گھات بنا دیا ہے۔ ان کے لیے لوٹنے کا مقام ہے۔ (2) کوئی بھی جہنم سے گزرے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا۔

سوال 2: گھات کسے کہتے ہیں؟

جواب: گھات ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں چھپ کر دشمن کا انتظار کیا جاتا ہے۔

سوال 3: جہنم کو گھات کیوں کہا گیا؟

جواب: (1) جہنم کو اس لئے گھات کہا گیا کہ اس کے داروغے بھی جہنمیوں کے انتظار میں گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

(2) جہنم کو اس لئے بھی گھات کہا گیا ہے کہ خود جہنم ربّ کے حکم سے کافروں کے لئے گھات لگائے ہوئے ہے۔

﴿لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا﴾

"سرکشوں کے لیے ٹھکانہ ہے" (22)

سوال 1: ﴿لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا﴾ "سرکشوں کے لیے ٹھکانہ ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا﴾ "سرکشوں کے لیے ٹھکانہ ہے" جہنم ان سرکشوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتے رہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ "آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا، آج کوئی ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔" (المومن:17)

﴿لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا﴾

''جس میں وہ عرصۂ دراز تک پڑے رہنے والے ہیں''(23)

سوال1:﴿لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا﴾''جس میں وہ عرصۂ دراز تک پڑے رہنے والے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَحْقَابًا﴾ حقبہ کی جمع ہے اور حقبہ بمعنی اسی سال کا عرصہ یا اس سے زائد مدت،طویل اور غیر معینہ مدت۔(مفردات)

(2)اور اس کی جمع حقب بھی آتی ہے اور احقاب بھی یعنی اہل دوزخ پر جب ایک حقبہ گزر جائے گا تو دوسرا حقبہ شروع ہو جائے گا۔پھر تیسرا گویا وہ لامتناہی مدت تک دوزخ میں ہی پڑے رہیں گے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:584/4)

(3)حقب بہت سے مفسرین کے قول کے مطابق اسی سال کا عرصہ ہے۔

(4)نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کی قسم جہنم سے کوئی شخص بہت لمبی مدت رہے بغیر نہیں نکلے گا۔(تفسیر ابن کثیر 2177/2)

﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾

''اُس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کو چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کو''(24)

سوال1:﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾''اُس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کو چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:''اُس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کو چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کو''یعنی وہ جہنم میں کوئی ایسی چیز نہیں پائیں گے جو ان کی پیاس بجھا دے یا ان کو ٹھنڈک پہنچا دے۔اہلِ جہنم کو سزا کے طور پر ٹھنڈک اور پینے کے پانی سے محروم کیا جائے گا۔

﴿اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا﴾

''مگر کھولتا ہوا پانی اور بہتی پیپ''(25)

سوال1:﴿اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا﴾''مگر کھولتا ہوا پانی اور بہتی پیپ''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا حَمِيْمًا﴾''مگر کھولتا ہوا پانی''یعنی ایسا کھولتا ہوا پانی ہوگا جو آنتوں کو کاٹ ڈالے۔

(2)﴿وَّغَسَّاقًا﴾''اور بہتی پیپ''یعنی اہل جہنم کو پینے کے لیے ایسی پیپ ملے گی جو انتہائی بدبودار ہوگی۔

﴿جَزَآءً وِّفَاقًا﴾

''جو پورا پورا بدلہ ہے''(26)

سوال1:﴿جَزَآءً وِّفَاقًا﴾''جو پورا پورا بدلہ ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿جَزَآءً وِّفَاقًا﴾ ''جو پورا پورا بدلہ ہے'' یہ ظالموں کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے۔

(2)ابن زید کا قول ہے جنہوں نے برے اعمال کیے انہیں برا بدلہ اور جنہوں نے اچھے اعمال کیے انہیں اچھا بدلہ ملے گا پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''پھر جن لوگوں نے بُرے کام کیے تھے، اُن کا انجام بہت ہی بُرا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ اُن کا مذاق اُڑاتے تھے۔'' (الروم:10)(تفسیر جامع البیان:17/30)

(3)اعمال کے پورے بدلے کے بارے میں ایک اور جگہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے، پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناوہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔ (الشوریٰ:40)

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾

''یقیناوہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے'' (27)

سوال1:﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾ ''یقیناوہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾ ''یقیناوہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے'' یعنی وہ قیامت کے دن پر، حساب کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تھے، نہ اس پر یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اچھے برے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس لیے وہ آخرت کو ایک فضول اور لایعنی معاملہ سمجھتے تھے۔

﴿وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا﴾

''اور انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلا دینا'' (28)

سوال1:﴿وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا﴾ ''اور انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلا دینا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا﴾ ''اور انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلا دینا'' یعنی انہوں نے ہماری آیات کو واضح طور پر جھٹلایا۔ جب ان کے پاس ہمارے واضح دلائل آئے تو انہوں نے تکذیب کی۔

﴿وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا﴾

''اور ہم نے ہر چیز کو ایک کتاب میں شمار کر رکھا ہے'' (29)

سوال1:﴿وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا﴾''اور ہم نے ہر چیز کو ایک کتاب میں شمار کر رکھا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكُلَّ شَيْءٍ﴾''اور ہر چیز کو''یعنی ہر چھوٹے بڑے،اچھے برے عمل کو۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾''کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے''(ق:18)

(2)﴿اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا﴾''ہم نے ایک کتاب میں شمار کر رکھا ہے''اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے۔پس مجرم یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے ان کو ایسے گناہوں کی سزا دی ہے جو انھوں نے کیے ہی نہیں اور نہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں سے کسی عمل کو ضائع کر دے گا یا ان میں سے کوئی ذرہ بھر عمل بھول جائے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی،پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا''۔(الکہف:49)(تفسیر سعدی:2900/3)

(3)ذرہ برابر عمل بھی ضائع نہیں کیا جائے گا رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ(۷) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ(۸)﴾''تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا''(الزلزال:7،8)

﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾

''پس تم چکھو کہ ہم عذاب کے سوا تمہارے لیے ہرگز کچھ اضافہ نہ کریں گے''(30)

سوال1:﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾''پس تم چکھو کہ ہم عذاب کے سوا تمہارے لیے ہرگز کچھ اضافہ نہ کریں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَذُوْقُوْا﴾''پس تم چکھو''مجرموں کو شرمندہ کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ تم تو حساب کتاب کو مانتے ہی نہ تھے اب اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

(2)﴿فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾''کہ ہم عذاب کے سوا تمہارے لیے ہرگز کچھ اضافہ نہ کریں گے''مستقبل میں تو یہ عذاب بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔

(3)جہنم کے عذاب کی سختی اور اس میں اضافے کے بارے میں رب العزت نے مختلف مقامات پر اس طرح فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا

حَكِيْمًا﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (النساء:56)

(4)﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست ہرگز نہیں پائیں گے، اور ہم قیامت کے دن انہیں اُن کے چہروں کے بل اندھا، گونگا اور بہرہ اُٹھائیں گے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب کبھی وہ بجھنے لگے گی تو ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کر دیں گے''۔ (اسراء:97)

رکوع نمبر 2

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے'' (31)

سوال 1:﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے رک گئے۔

(2)﴿مَفَازًا﴾ ''کامیابی ایک مقام ہے'' ان کے لیے کامیابی ہے یعنی جہنم سے دوری اور جنت میں داخلہ۔

(3) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ دوزخ سے جنت کی طرف جانے میں کامیاب ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اس کی رحمت کی طرف جانے میں کامیاب ہو گئے۔ (جامع البیان:19/30)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (۱۷) بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (۱۸) لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ (۱۹) وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ (۲۰) وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (۲۱) وَحُوْرٌ عِيْنٌ (۲۲) كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ (۲۳) جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۲۴)﴾ ''ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ اُن پر جاری چشمے کی شراب کے ساغر، صراحیاں اور جام پیش کریں گے۔ اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے۔ اور پھل بھی جو وہ پسند کریں گے۔ اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ اور گورے جسم، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں (ہوں گی)۔ گویا چھپا کر رکھے

ہوئے موتی ہوں۔اُن کاموں کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔"(الواقعہ:17,24)

﴿حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا﴾

"باغات اور انگور ہیں"(32)

سوال1:﴿حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا﴾"باغات اور انگور ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا﴾"باغات اور انگور ہیں" یہ کامیابی کی وضاحت ہے۔(قرطبی:129/10)

(2)﴿حَدَآئِقَ﴾حدیقہ کی جمع ہے اور حدیقہ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کے گرد حفاظت کی خاطر چاردیواری کی گئی ہو۔ایسے باغات میں بالخصوص انگوروں کا ذکر فرمایا۔کیونکہ یہی ایک ایسا پھل ہے جو پورے کا پورا کھایا جاسکتا ہے نہ اس کا چھلکا اتارنا پڑتا ہے اور نہ اس میں گٹھلی یا بیج ہوتے ہیں اور اگر بیج ہوتے ہیں تو صرف بڑے سائز کے انگور میں جس سے منقیٰ بنتا ہے۔یہ بیج بھی اگر کوئی شخص کھالے تو کچھ حرج نہیں۔ (تیسیر القرآن:585/4)(3)یعنی وہ باغات جن میں درختوں اور پھلوں کی تمام قسمیں جمع ہوں۔

(4)﴿وَاَعْنَابًا﴾اور انگور ہیں" رب العزت نے انگوروں کی کثرت کی وجہ سے خاص طور پر ان کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا﴾

"اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں"(33)

سوال1:﴿وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا﴾"اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّكَوَاعِبَ﴾"اور نوخیز لڑکیاں" اس سے مراد ابھرے ہوئے پستانوں والی کنواری لڑکیاں ہیں جن کے پستان ان کے شباب،ان کی قوت اور ان کی تازگی کے باعث ڈھیلے نہیں پڑے۔(تفسیر سعدی:2901/3)

(2)﴿اَتْرَابًا﴾"ہم عمر" ہم عمر عورتیں ایک دوسرے سے محبت کرنے والی ہوتی ہیں۔یہ جوانی کی معتدل عمر تقریباً تینتیس سال ہوتی ہے۔

(3)ہم عمر ہونے سے مراد یا تو شوہروں کی ہم عمر ہیں یا آپس میں ہم عمر ہیں۔

﴿وَّكَاْسًا دِهَاقًا﴾

"اور چھلکتے ہوئے جام ہیں"(34)

سوال1:﴿وَّكَاْسًا دِهَاقًا﴾"اور چھلکتے ہوئے جام ہیں" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَّكَاْسًا دِهَاقًا﴾"اور چھلکتے ہوئے جام ہیں" انہیں پاکیزہ شراب کے لبالب جام ملیں گے جن میں پینے والوں کے لئے لذت ہو گی۔

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا﴾

''اُس میں نہ وہ کوئی لغو سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ'' (35)

سوال 1: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا﴾ ''اس میں نہ وہ کوئی لغو سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا﴾ ''اس میں وہ نہیں سنیں گے'' وہ جنت میں نہیں سنیں گے۔

(2) ﴿لَغْوًا﴾ ''کوئی لغو'' کوئی باطل قول۔ (3) ﴿وَّلَا كِذّٰبًا﴾ ''اور نہ کوئی جھوٹ۔'' (تفسیر جامع البیان: 21/30)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا (۲۵) اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (۲۶)﴾ ''نہ اُس میں وہ بے ہودہ گفتگو سُنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔ (الواقعہ: 25,26)

(5) جنت کی شراب میں سرور کے ساتھ نشہ نہیں ہوگا اس لئے منہ سے بے ہودہ باتیں نہیں نکلیں گی۔

(6) جنت دار السلام ہے جہاں عیب یا برائی کی کوئی بات نہیں ہوگی۔ (مختصر ابن کثیر 2178/3)

﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾

''تیرے رب کی جناب سے یہ بدلہ ہے جو کافی انعام ہے'' (36)

سوال 1: ﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾ ''تیرے رب کی جناب سے یہ بدلہ ہے جو کافی انعام ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ''تیرے رب کی جناب سے یہ بدلہ ہے'' رب کی طرف سے نیک لوگوں کو جو انعام ملے گا ان کے نیک اعمال کا بدلہ ہوگا۔ (2) ﴿عَطَآءً حِسَابًا﴾ ''جو کافی انعام ہے'' یہ انعامات کافی اور بہت ہوں گے۔

(3) ان کے اعمال کے سبب سے جن کی توفیق سے اللہ تعالیٰ نے بہرہ مند کیا اور ان کو اپنی تکریم و اکرام تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا۔ (سعدی 2901/3)

﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾

''جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔ وسیع رحمت والا ہے، کسی کو اُس سے بات کرنے کی قدرت نہ ہوگی'' (37)

سوال 1: ﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔ وسیع رحمت والا ہے، کسی کو اُس سے بات کرنے کی قدرت نہ ہوگی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔'' جس رب نے انہیں یہ انعامات دیے وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور ان کا انتظام کرنے والا ہے۔

(2)﴿الرَّحْمٰنِ﴾ ''وسیع رحمت والا ہے'' جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ پس اس نے ان کی نشوونما کی، ان پر رحم کیا اور ان کو لطف وکرم سے نوازا حتی کہ انھوں نے بہت کچھ پالیا۔ (تفسیر سعدی:2901/3)

(3)﴿لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾ ''کسی کو اُس سے بات کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔'' اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنی عظیم بادشاہت کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اس دن ساری مخلوق اس کے سامنے خاموش ہوگی کسی کی مجال نہیں ہوگی اس کی مرضی کے خلاف لب ہلا سکے۔

(4)اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کا جلال، اُس کا رُعب اور اس کی ہیبت ایسی ہوگی کہ کوئی اس سے بات کرنے کی جرأت نہ کر سکے گا۔

(5)اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے ہی کوئی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کرے گا یعنی باوجود اس قدر لطف ورحمت کے عظمت وجلال ایسا ہے کہ کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ ''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس کی جناب میں سفارش کرے، وہ جانتا ہے جو اُن کے آگے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔'' (البقرۃ:255)

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ صَفًّا ۭ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾

''جس دن جبرئیل اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بات نہیں کرے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا'' (38)

سوال 1:﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ صَفًّا ۭ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ ''جس دن جبرئیل اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بات نہیں کرے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ﴾ ''جس دن جبرئیل'' جس دن روح الامین یعنی جبرئیل کھڑے ہوں گے جو تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔

(2)﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا﴾ ''اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے'' اور تمام فرشتے صف باندھے اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوں گے۔

(3)﴿لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ﴾ ''کوئی بات نہیں کرے گا'' وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کر سکیں گے۔

(4)﴿اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ ''مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا'' اس دن انبیاء کے سوا کسی کو بات کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ ''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:28)

(5) قیامت کے دن کی سفارش کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾ ''اُس دن سفارش فائدہ نہ دے گی مگر جس کو رحمن اجازت دے گا اور اس سے بات کرنا پسند فرمائے گا۔'' (طٰہٰ:109)

(6)﴿وَقَالَ صَوَابًا﴾ ''اور وہ درست بات کہے گا'' یعنی وہ جو بات کریں گے ٹھیک بات ہوگی۔ قول صواب یعنی سب سے زیادہ سچا اور صحیح کلمہ لا الہ الا اللہ ہے یعنی انبیاء توحید پرستوں ہی کی سفارش کریں گے''۔ (مختصر ابن کثیر:2/2179)

﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا﴾

''یہ دن برحق ہے تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنالے'' (39)

سوال 1:﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا﴾ ''یہ دن برحق ہے تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنالے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ﴾ ''یہ دن برحق ہے'' یعنی قیامت کا دن جس دن روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ یہ دن واقعی حق ہے یعنی ہر صورت آنے والا ہے۔

(2)﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا﴾ ''تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنالے'' یعنی عمل اور اچھی بات کرے جو قیامت کے دن اس کی طرف لوٹے گی۔ (سعدی:3/2902)

(3) اب جو چاہے عزت کے ساتھ اپنے رب کے پاس جانے کی تیاری کرلے۔ (مختصر ابن کثیر:2/2179)

﴿اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾

''یقیناہم نے تمہیں اُس عذاب سے خبردار کردیا ہے جوقریب ہی ہے، جس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور کافر کہے گا: ''اے کاش میں مٹی ہوتا!'' (40)

سوال 1: ﴿اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا﴾ ''یقیناہم نے تمہیں اُس عذاب سے خبردار کردیا ہے جوقریب ہی ہے'' آیت کے اس حصہ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ﴾ ''یقیناہم نے تمہیں خبردار کردیا ہے'' لوگو! ہم نے تمہیں خبردار کردیا ہے۔

(2) ﴿عَذَابًا قَرِيْبًا﴾ ''اُس عذاب سے جوقریب ہی ہے'' وہ عذاب جوقریب آچکا ہے۔ آنے والی چیز کوقریب ہی سمجھو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا﴾ ''جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح۔'' (النازعات:46)

سوال 2: ﴿يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ﴾ ''جس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ﴾ ''جس دن'' یعنی حشر کے دن۔

(2) ﴿يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ﴾ ''انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا'' اپنے چھوٹے بڑے، اچھے برے سارے اعمال کو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

(4) آخرت میں کسی کا ذرہ برابر عمل بھی ضائع نہیں جائے گا رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ ''تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:7,8)

(5) اس دن انسان کو اگلے پچھلے تمام اعمال سے خبردار کردیا جائے گا۔

(6) انسان کو اس دنیا میں دیکھنا چاہیے کہ اس نے ہمیشگی کے گھر کے لئے کیا بھیجا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ

سے ڈر جاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ یقیناً اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔'' (الحشر:18)

(7) اگر وہ (اپنے اعمال میں) کوئی بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے اور اگر بھلائی کے سوا کچھ اور پائے تو وہ صرف اپنے ہی نفس کو ملامت کرے، اسی لیے کفار شدت حسرت وندامت کی وجہ سے موت کی تمنا کریں گے۔ (تفسیر سعدی 2902/3)

سوال 3: ﴿وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ ''اور کافر کہے گا: ''اے کاش میں مٹی ہوتا!'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ﴾ ''اور کافر کہے گا'' کافر شدت کی حسرت اور ندامت کی وجہ سے کہے گا۔

(2) ﴿يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ ''اے کاش میں مٹی ہوتا!'' کافر ہولناک عذاب کو دیکھ کر یہ آرزو کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جانوروں کے درمیان بھی عدل کریں گے۔ پھر ان کو حکم دیا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ۔ جب وہ مٹی ہو جائیں گے تو کافر بھی آرزو کریں گے کہ کاش وہ بھی جانور ہوتے اور مٹی بن جاتے۔ (سلسلۃ احادیث صحیحہ:1966)

(3) اس وقت کافر تمنا کریں گے کہ وہ مٹی بن جاتے یا پیدا ہی نہ ہوتے کہ عذاب آنکھوں سے دیکھتے۔ (مختصر ابن کثیر:2179/2)

يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ہمیں کفر اور شرک سے بچالے۔ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام ہماری نسلوں کو بھی کفر سے بچالینا۔ (آمین)

اٰیاتها ۴۶ | ۷۹ سُوْرَةُ النّٰزِعٰت مَكِّيَّةٌ ۸۱ | رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورۃ کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ مکّی سورت ہے۔ اس میں 46 آیات اور 2 رکوع ہیں۔ مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 79 ویں نمبر پر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 81 ویں نمبر پر ہے۔

رکوع نمبر 3

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾

''ڈوب کر سختی سے (جان) کھینچنے والے (فرشتوں) کی قسم!'' (1)

سوال1: ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾ ''ڈوب کر سختی سے (جان) کھینچنے والے (فرشتوں) کی قسم!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾ ''ڈوب کر سختی سے (جان) کھینچنے والے (فرشتوں) کی قسم!'' اس سے مراد فرشتے ہیں جو روح کو قبض کرنے کے لئے ڈوب کر کھینچتے ہیں اور گھسیٹ کر روح نکالتے ہیں۔ جب روح نکل جاتی ہے تو اسے اس کے عمل کا بدلہ دیا جاتا ہے۔

(2) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن آدمی جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو ملک الموت اس کے سر کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے پاکیزہ جان! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضا کی طرف نکل آ، چنانچہ وہ اس طرح نکل آتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی کا قطرہ بہہ نکلتا ہے۔ اور جب کافر دنیا سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے اور آخرت کی طوف متوجہ ہوتا ہے۔ تو موت کا فرشتہ اس کے بھی سر کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے خبیث جان! اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غصہ کی طرف نکل آ۔ اس پر وہ اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے (عذاب کے ڈر کی وجہ سے نکلنا نہیں چاہتی) تو وہ اسے اس طرح سختی سے کھینچ کر نکالتا ہے، جس طرح بھیگی ہوئی اون میں سے گرم سلاخ کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔ (مسند احمد: 18561)

﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾

''اور ان کی جو بند کھولنے والے ہیں! آسانی سے کھولنا'' (2)

سوال1: ﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ ''اور ان کی جو بند کھولنے والے ہیں! آسانی سے کھولنا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ ''اور ان کی جو بند کھولنے والے ہیں! آسانی سے کھولنا'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو روح کو خوشی سے نکالتے ہیں۔

(2) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ فرشتے مسلمان کی روح گرہ کھول کر نکالتے ہیں۔ وہ اپنی خوشی سے عالم بالا کی طرف دوڑتی ہے۔ بدن کی تکلیف الگ ہے اس میں کافر اور مسلمان برابر ہیں۔ (موضح) (اشرف الحواشی: 696)

(3) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن آدمی جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو ملک الموت اس کے سر کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے پاکیزہ جان! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضا کی طرف نکل آ، چنانچہ وہ اس طرح نکل آتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی کا قطرہ بہہ نکلتا ہے۔ اور جب کافر دنیا سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو موت کا فرشتہ اس کے بھی سر کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے خبیث جان! اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غصہ کی طرف نکل آ۔ اس پر وہ اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے (عذاب کے ڈر کی وجہ سے نکلنا نہیں چاہتی) تو وہ اسے اس طرح سختی سے کھینچ کر نکالتا ہے، جس طرح بھیگی ہوئی اون میں سے گرم سلاخ کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔ (مسند احمد: 18561)

سوال2: فرشتے مومن کی جان کو کیسے نکالتے ہیں؟

جواب: فرشتے مومن کی جان کو نرمی، آہستگی اور سہولت سے نکالتے ہیں ایسے جیسے کسی چیز کی گرہ کھول دی جائے۔

﴿وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾

''اوران کی جو تیرنے والے ہیں! تیزی سے تیرنا''(3)

سوال1: ﴿وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾ ''اوران کی جو تیرنے والے ہیں! تیزی سے تیرنا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾ ''اوران کی جو تیرنے والے ہیں! تیزی سے تیرنا'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تیزی سے پہنچاتے ہیں۔

(2) اور وہ فرشتے جو روح کو نکال کر زمین سے کی آسمان کی طرف اتنی تیزی اور سہولت سے چلتے ہیں گویا کہ وہ ہوا میں تیرتے چلے جارہیں۔

﴿فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا﴾

''پھران کی جو دوڑ کر آگے نکلنے والے ہیں! آگے بڑھنا''(4)

سوال1: ﴿فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا﴾ ''پھران کی جو دوڑ کر آگے نکلنے والے ہیں! آگے بڑھنا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَالسّٰبِقٰتِ﴾ ''پھران کی جو دوڑ کر آگے نکلنے والے ہیں!'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والے ہیں۔

(2)﴿سَبْقًا﴾ ''آگے بڑھنا'' فرشتے دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں تاکہ ان کا مرتبہ بلند ہو۔

(3) فرشتے وحی الٰہی کو رسولوں تک پہنچانے میں آگے بڑھ جاتے ہیں تاکہ شیاطین اسے چرا نہ پائیں۔

(4) فرشتے مومنوں کی روحیں تیزی سے جنت کی طرف لے جاتے ہیں۔

﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾

''پھران کی جو کام کی تدبیر کرنے والے ہیں''(5)

سوال1: ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ ''پھران کی جو کام کی تدبیر کرنے والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ ''پھران کی جو کام کی تدبیر کرنے والے ہیں'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو امور کی تدبیر کے لئے مقرر ہیں مثلاً ماؤں کے پیٹ میں بچوں، ہواؤں، بارشوں، سمندروں، نباتات، حیوانات، جنت اور جہنم وغیرہ کے امور کی تدبیر کرتے ہیں۔

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾

''جس دن ہلا ڈالے گی، سخت ہلا ڈالنے والی''(6)

سوال1: ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ ''جس دن ہلا ڈالے گی، سخت ہلا ڈالنے والی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ﴾ ''جس دن'' یعنی قیامت کے دن۔

(2)﴿تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ ''ہلا ڈالے گی، سخت ہلا ڈالنے والی'' یعنی جس دن پہلے صور سے زمین پر زلزلے آئیں گے اور یہ قیامت کا قائم ہونا ہے۔ اس دن زمین پھٹ جائے گی۔ پھر اس کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ پہلے صور کا تذکرہ سورۃ المزمل میں ہے ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔'' (المزمل:14)

﴿تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ﴾

''اُس کے بعد پیچھے آنے والی آئے گی''(7)

سوال1: ﴿تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ﴾ ''اُس کے بعد پیچھے آنے والی آئے گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ﴾ ''اُس کے بعد پیچھے آنے والی آئے گی'' یعنی دوسرا زلزلہ جو پہلے کے پیچھے پیچھے ہی آئے گا۔

﴿قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ﴾

''کچھ دل اُس دن دھڑکنے والے ہوں گے''(8)

سوال1: ﴿قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ﴾ ''کچھ دل اُس دن دھڑکنے والے ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلُوْبٌ﴾ ''کچھ دل'' سے مراد کافروں کے دل ہیں۔

(2)﴿يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ﴾ ''اس دن دھڑکنے والے ہوں گے'' اس دن جو کچھ نظر آئے گا اور جو سنائی دے گا اس دہشت کی بنا پر دل دہل جائیں گے۔

﴿اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾

''اُن کی نگاہیں جھکنے والی ہوں گی''(9)

سوال1: ﴿اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾ ''ان کی نگاہیں جھکنے والی ہوں گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾''ان کی نگاہیں جھکنے والی ہوں گی''اس دن بہت سی نگاہیں ذلت سے جھک جائیں گی۔دلوں پر خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے ان کی عقل زائل ہو جائے گی۔اس وقت وہ حسرت زدہ گناہوں پر شرم سار ہوں گے۔

﴿یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ﴾

''وہ کہتے ہیں:کیا بلاشبہ ہم واقعی پہلی حالت میں واپس لوٹائے جانے والے ہیں؟''(10)

سوال1:﴿یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ﴾''وہ کہتے ہیں:کیا بلاشبہ ہم واقعی پہلی حالت میں واپس لوٹائے جانے والے ہیں؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَقُوْلُوْنَ﴾''وہ کہتے ہیں''قیامت کا انکار کرنے والے اور دنیا میں موت کے بعد کی زندگی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کرتے تھے۔

(2)﴿ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ﴾''کیا بلاشبہ ہم واقعی پہلی حالت میں واپس لوٹائے جانے والے ہیں''کہ قبر میں گلنے سڑنے کے بعد کیسے زندہ ہوں گے۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:ائنا لمبعوثون خلقا جدیدا''یقیناً ہم نئی تخلیق میں اٹھائے جائیں گے''۔(تفسیر جامع البیان:36/30)

﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾

''کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟''(11)

سوال1:﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾''کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾''کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟''یعنی کیا جب ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو اس کے بعد ہمیں دوبارہ زندگی کی طرف لوٹایا جائے گا؟

(2)﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ﴾''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی ہو جائیں گے؟یہ واپسی بہت دور ہے۔''(ق:3)

(3)﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے،کیا یقیناً ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟''(الصافات:16,17)

﴿قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾

''انہوں نے کہا:''تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے''(12)

سوال1:﴿قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾''انہوں نے کہا''تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾''انہوں نے کہا''تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے''یعنی جب وہ دوسری زندگی میں

لوٹائے جائیں گے تو یہ واپسی بڑے گھاٹے کی ہوگی۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ﴾ آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔(الزمر:15)(ایسر التفاسیر:1722)

﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾

''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی''(13)

سوال1:﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی''یعنی ایک ہی چیخ ہوگی اور یہ اسرافیل صور میں دوسری پھونک ماریں گے تو سب لوگ جی اٹھیں گے۔

﴿فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾

''پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے''(14)

سوال1:﴿فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾''پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾''پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے''یعنی واپسی جی اٹھنا جسے وہ عقل سے بعید سمجھ رہے تھے اس کا معاملہ بس اتنا سا ہے کہ دوسرے بار صور پھونکا جائے گا تو سب میدان حشر میں اکٹھے ہو جائیں گے۔پھر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلے کرے گا۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ(۶) خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ(۷) مُّهْطِعِیْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ یَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ(۸)﴾''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے،کافر کہیں گے یہ تو بڑا مشکل دن ہے''(القمر:6تا8)

(3)﴿وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ(۴۱) یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ(۴۲) اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ اِلَیْنَا الْمَصِیْرُ(۴۳) یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ(۴۴)﴾''اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا۔جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے،وہی نکلنے کا دن ہوگا۔یقیناً ہم ہی زندہ

کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے۔" (ق:41,44)

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾

"کیا تمہارے پاس موسیٰ کی بات آئی ہے؟" (15)

سوال 1: ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾ "کیا تمہارے پاس موسیٰ کی بات آئی ہے؟" قیامت کے ذکر کے دوران فرعون اور موسیٰ کا ذکر لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾ "کیا تمہارے پاس موسیٰ کی بات آئی ہے؟" قیامت کے تذکرے کے دوران نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لئے فرعون اور موسیٰ کا ذکر کیا گیا کہ وہ جو اپنے آپ کو رب کہتا تھا اس کے مقابلے میں مکّہ کے کافر کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔

(2) وہ مغرور اور سرکش بادشاہ تھا۔ جب اس نے موسیٰ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

(3) اب اگر مکّہ کے کافر جھٹلائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کیسے بچ پائیں گے؟ (4) اس واقعہ میں ڈرنے والوں کے لئے عبرت ہے۔

سوال 2: یہ موسیٰ علیہ السلام کے کس دور کی خبر ہے؟

جواب: یہ اُس دور کی خبر ہے جب وہ مدین سے واپسی پر آگ کی تلاش میں کوہِ طور پہنچ گئے تھے۔

﴿اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾

"جب اُس کے رب نے اُسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا" (16)

سوال 1: ﴿اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ "جب اُس کے رب نے اُسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ "جب اُس کے رب نے اُسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا۔" طویٰ مقدس وادی ہے جو طور کے دامن میں واقع ہے۔ مصر سے مدین جاتے ہوئے راستے میں پڑتی ہے۔

(2) یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام کیا۔ پہلی بار اپنے گھر والوں کے ساتھ مصر جا رہے تھے تو وادی میں آگ دیکھ کر وہاں پہنچ گئے تھے اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت عطا فرمائی اور دوسری بار جب تورات لینے کے لئے گئے۔

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾

''فرعون کے پاس جاؤ، یقیناوہ سرکش ہوگیا ہے''(17)

سوال1:﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾''فرعون کے پاس جاؤ، یقیناوہ سرکش ہوگیا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ﴾''فرعون کے پاس جاؤ''نبوت عطا کرنے کے بعدرب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ۔

(2)فرعون ایک مغرور اور سرکش بادشاہ تھا۔اس کے پاس جانا مشقت بھرا کام تھا کیونکہ ایک تو وہ سرکش تھا دوسرا سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک قبطی کو قتل کرنے کے بعد مدین چلے گئے تھے اور فرعون کی حکومت انہیں مجرم سمجھتی تھی۔ان خطرات کا اظہار سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے دوران کیا تھا۔(3)﴿اِنَّهٗ طَغٰى﴾''یقیناوہ سرکش ہوگیا ہے''یعنی حد سے تجاوز کیا ہے اس نے سرکشی کی اور تکبر کیا ہے۔

﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى﴾

''پس کہہ دو کہ کیا تیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو؟''(18)

سوال1:﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى﴾''پس کہہ دو کہ کیا تیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى﴾''پس کہہ دو کہ کیا تیرے لیے کوئی رغبت ہے کہ تم پاکیزگی اختیار کرو؟''رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذمے فرعون کو پاکیزہ زندگی گزارنے کی دعوت دینا لگایا اور فرمایا کہ آپ اس سے یہ کہو کہ کیا آپ کو ایسا طریقہ زندگی پسند ہے جس کو اختیار کر کے آپ کفر اور سرکشی سے پاک ہو جاؤ، سلامت رہو اور ایمان اور عمل صالح کی طرف لوٹ آؤ؟

﴿وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾

''اور میں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟''(19)

سوال1:﴿وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾''اور میں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ﴾''اور میں تمہارے رب کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں''یہ تزکیہ کی تفسیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی مغفرت کی ہدایت ہے۔(تفسیر البحر المحیط:398/10)

(2)یعنی میں رب کی رضامندی اور ناراضگی کو آپ پر واضح کردوں۔(3)یعنی آپ کی راہنمائی میری ذمہ داری ہے۔

(4)﴿فَتَخْشٰى﴾''کہ تم ڈرنے لگ جاؤ؟''نسفی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس کی صفات کے ذکر سے تیری راہنمائی کروں

تو آپ کے اندر خشیت پیدا ہو۔ خشیت معرفت کے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔ (الاساس فی التفسیر:6358/11)

(5) رب کی عبادت سے تیرا دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائے گا اور اس میں نرمی، پاکی اور نیکی پیدا ہوگی۔ (مختصر ابن کثیر 2181/2)

(6) اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ موسیٰ نے فرعون کو جو دعوت دی وہ تزکیہ نفس اور خشیت الٰہی کی تھی اور یہی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مغفرت کا سبب ہوتی ہیں اور ان سب کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ تقویٰ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا اثر ہے اور تزکیہ نفس اللہ تعالیٰ کی معرفت اور تقویٰ سے ہوتا ہے۔ (الاساس:6359/11)

(7) علم ہدایت کے پیچھے آتا ہے اور خشیت علم کے پیچھے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ﴾ ”اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اُس سے ڈرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔“ (فاطر:28) (تفسیر الحرر الوجیز:433/5)

﴿فَاَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى﴾

”چنانچہ موسیٰ نے اُس کو بڑی نشانی دکھائی“ (20)

سوال 1: ﴿فَاَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى﴾ ”چنانچہ موسیٰ نے اُس کو بڑی نشانی دکھائی“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى﴾ ”چنانچہ موسیٰ نے اُس کو بڑی نشانی دکھائی“ فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے معجزے کا مطالبہ کر دیا وہ صاحب اقتدار تھا تکبر چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوا اس نے پوچھا کیا تم اپنی نبوت کی تائید میں کوئی نشانی دکھا سکتے ہو؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں عصا پھینکا جو بہت بڑا اژدھا بن گیا جس سے درباری سہم گئے۔ آخر کار فرعون نے سیدنا موسیٰ سے التجا کی کہ وہ اژدھا سنبھال لیں چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر اژدھے کو پکڑا تو وہ ان کے ہاتھ میں عصا بن گیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۰۷ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝۱۰۸﴾ ”تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدھا تھی۔ اور اُس نے اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکتا ہوا تھا۔“ (الاعراف:107،108)

﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى﴾

”تو اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی“ (21)

سوال 1: ﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى﴾ ”تو اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَذَّبَ﴾''تو اُس نے جھٹلایا''فرعون نے حق کو جھٹلایا۔

(2)﴿وَعَصٰى﴾''اور نافرمانی کی''اور اس بات کی مخالفت کی کہ وہ اطاعت کرے اور حاصل یہ ہے کہ اس کے دل نے کفر کیا۔اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دل موہ لینے والی نصیحتوں اور دلائل نے اس کے دل کو نرم نہ کیا۔وہ اپنی ظاہری اور باطنی گندگیوں میں ہی لتھڑا رہا۔

(3)حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ''اگرچہ اس کے دل میں آپ کی صداقت کا یقین تھا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آپ پر ایمان بھی لاتا کیونکہ معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز۔اگر ایمان لے آتا تو حق کے آگے جھک جاتا اور انکار نہ کرتا''۔(مختصر ابن کثیر:2/2182)

﴿ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى﴾

''پھر واپس پلٹا کہ بھاگ دوڑ کرتا تھا''(22)

سوال1:﴿ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى﴾''پھر واپس پلٹا کہ بھاگ دوڑ کرتا تھا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى﴾''پھر واپس پلٹا کہ بھاگ دوڑ کرتا تھا''یعنی وہ حق کا مقابلہ کرنے اور اس کے خلاف جنگ کرنے کے لئے سامان فراہم کرنے چلا تا کہ جادوگروں کو جمع کر کے ان کا سیدنا موسیٰ سے مقابلہ کروائے۔

﴿فَحَشَرَ فَنَادٰى﴾

''پھر اس نے جمع کیا،پس پکارا''(23)

سوال1:﴿فَحَشَرَ فَنَادٰى﴾''پھر اس نے جمع کیا،پس پکارا''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَحَشَرَ﴾''پھر اس نے جمع کیا''اس نے لوگوں کو جمع کیا۔(2)اس کے پیروکار اور قوم کے لوگ جمع ہو گئے۔(تفسیر جامع البیان:30/43)

(3)﴿فَنَادٰى﴾''پس پکارا''پھر اس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا۔

﴿فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾

''پس اس نے کہا:''میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں''(24)

سوال1:﴿فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾''پس اس نے کہا:''میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں''کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾''پس اس نے کہا:''میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں''فرعون نے جادوگروں کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کروایا اور وہ مات کھا گئے تو بہت سے لوگ سیدنا موسیٰ پر ایمان لانے لگے اس وقت فرعون نے کہا کہ تم میرے مقابلے میں اس کی پیروی کرنے لگے ہو جو ایک کمزور انسان ہے میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

(2) چالیس سال پہلے فرعون نے کہا تھا: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور فرعون نے کہا ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ، پھر میرے لیے ایک محل بنوا دو تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں، اور یقیناً میں ضرور اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں۔'' (القصص:38)

(3) اب اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى﴾

''تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا'' (25)

سوال 1: ﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا'' اللہ تعالیٰ نے فرعون سے انتقام لیا اور اس کی سزا کو دنیا میں سرکشوں کے لئے باعث عبرت بنایا اور آخرت کے عذاب کے لئے دلیل بنایا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ اور ہم نے اس دنیا میں بھی اُن کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔ (القصص:42)

(3) اللہ رب العزت نے فرعون کی سزا کو تنبیہ کرنے والا بنا دیا۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾

''بلاشبہ اس میں یقیناً ہر اُس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے'' (26)

سوال 1: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ہر اُس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً﴾ ''بلاشبہ یقیناً اس میں بڑی عبرت ہے'' یعنی فرعون کی عبرت ناک سزا میں نصیحت ہے۔

(2) ﴿لِّمَنْ يَّخْشٰى﴾ ''ہر اُس شخص کے لے جو ڈرتا ہے'' یعنی ڈر کر نصیحت ماننے والوں کے لئے عبرت ہے۔ (مختصر ابن کثیر 2: /2218)

(3) یعنی اس قصہ میں بہت سی باتیں سوچنے اور عبرت پکڑنے کی ہیں۔ بشرطیکہ آدمی کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو۔ (ربط) موسیٰ اور فرعون کا قصہ درمیان میں استطراداً آ گیا تھا۔ آگے پھر اسی مضمون قیامت کی طرف عود کرتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی:2/855)

(4) کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہی آیات الٰہی اور عبرتوں سے مستفید ہوتا ہے۔ لہٰذا جب وہ فرعون کی سزا پر غور کرے گا تو اسے اس حقیقت کی معرفت حاصل ہو جائے گی کہ جو کوئی تکبر اور نافرمانی کرتا ہے اور مالک اعلیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اسے دنیا و آخرت میں سزا ملتی ہے۔ جس کسی دل سے خشیت الٰہی رخصت ہو جاتی ہے تو اس کے پاس چاہے ہر قسم کی نشانی کیوں نہ آ جائے وہ ایمان نہیں لاتا۔ (سعدی:3/2609)

رکوع نمبر 4

﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا﴾

''کیا تم تخلیق میں زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بنایا'' (27)

سوال 1: ﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا﴾ ''کیا تم تخلیق میں زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بنایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا﴾ ''کیا تم تخلیق میں زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بنایا'' رب العزت نے فرعون کا واقعہ بیان کرنے کے بعد اصل موضوع عقیدہ آخرت کی طرف رجوع کرتے ہوئے موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرنے والوں سے سوال کیا ہے۔

(2) سوال یہ ہے کہ آسمانوں کی اور کائنات کی تخلیق زیادہ مشکل کام ہے یا تمہاری تخلیق؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (غافر:57) ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۙ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (یٰسین:81)

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے تخلیق کا سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ تمہیں پیدا کرنا مشکل ہے یا وسیع آسمانوں کو۔

(4) اللہ تعالیٰ نے دوسری زندگی کو ثابت کرنے کے لئے تخلیق کا سوال کیا ہے کہ جو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے اُس کے لئے دوسری بار پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

﴿رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا﴾

''اس نے اُس کی چھت بلند کی، پھر اسے ٹھیک ٹھاک ہموار بنا دیا'' (28)

سوال 1: ﴿رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا﴾ ''اس نے اُس کی چھت بلند کی، پھر اسے ٹھیک ٹھاک ہموار بنا دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَفَعَ سَمْكَهَ﴾''اس نے اُس کی چھت بلند کی'' آسمان محض حدنگاہ کا نام نہیں جیسا کہ موجودہ ہیئت دانوں کا خیال ہے بلکہ آسمان ایک ٹھوس اور موٹی یا دبیز چیز ہے جس میں دروازے بھی ہیں اور آسمان کی اونچائی زمین کے ہر مقام سے یکساں ہے کیونکہ اس کی نچلی اور اوپر دونوں سطحوں کو ہموار بنایا گیا ہے۔(تیسیر القرآن:4/592)

(2)﴿فَسَوّٰهَا﴾''پھر اسے ٹھیک ٹھاک ہموار بنادیا'' اللہ تعالیٰ نے اس کی چھت بلند کی، اس کو درست اور ہموار کیا۔اب اس میں کوئی کجی نہیں، کوئی خلل نہیں۔(3)یعنی اس کو محکم اور مضبوط بنا کر جو عقل کو حیران اور خرد کو گم کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی3/2906)

﴿وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا﴾

''اور اس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے دن کی روشنی کو نکالا''(29)

سوال1:﴿وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا﴾''اور اس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے دن کی روشنی کو نکالا۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا﴾''اور اس کی رات کو تاریک کیا''یعنی اللہ تعالیٰ رات کو تاریک کرتا ہے تو یہ تاریکی آسمان پر پھیلتی ہے اور زمین کو تاریک کر دیتی ہے۔

(2)﴿وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا﴾''اور اس کے دن کی روشنی کو نکالا''یعنی آسمان میں سورج پیدا کیا ہے۔جب تک وہ اہل زمین کے سامنے رہتا ہے تو یہ ان کے لیے دھوپ کا وقت اور دن ہوتا ہے اور جب وہ غروب ہو جاتا ہے اور چھپا رہتا ہے تو یہ ان کے لیے رات کا وقت ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن:4/592)

﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾

''اور اس کے بعد اُس نے زمین کو بچھایا''(30)

سوال1:﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾''اور اس کے بعد اُس نے زمین کو بچھایا''زمین کو ہموار کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ﴾''اور اس کے بعد اُس نے زمین کو''یعنی آسمان کی تخلیق کے بعد زمین کو تخلیق کیا۔

(2)﴿دَحٰهَا﴾''اس کو بچھایا''زمین کو بچھانے اور ہموار کرنے سے مراد اس کو رہائش کے قابل بنانا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے سارے انتظامات کئے مثلاً پانی اور خوراک پیدا کی اور زمین کا توازن پہاڑوں کے ذریعے قائم کیا۔

(3)یعنی اس کے اندر منافع ودیعت کیے۔(تفسیر سعدی:32/906)

﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا﴾

''اس سے اُس کا پانی اور اُس کا چارہ نکالا''(31)

سوال1:﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا﴾''اس سے اُس کا پانی اور اُس کا چارہ نکالا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا﴾''اس سے اُس کا پانی نکالا''اللہ تعالیٰ نے زمین سے اس کا پانی نکالا۔زمین کے تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی ہے۔وہ پانی جو سمندروں سے بھاپ بن کر اڑتا ہے اوپر جا کر ٹھنڈا ہوتا ہے بادلوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوائیں اسی پانی کو اس علاقے تک اڑا کر لے جاتی ہیں جہاں بارش برسانے کا حکم ہوتا ہے۔یوں زمین کا پانی بارش کے ذریعے زمین کے مختلف حصوں میں پہنچا دیا جاتا ہے پھر کچھ پانی جو اوپر رک جاتا ہے اور کچھ پانی زمین کے اندر جذب ہو جاتا ہے جس کو بوقت ضرورت نکالا جاتا ہے۔

(2)﴿وَمَرْعٰهَا﴾''اور اُس کا چارہ''یعنی طرح طرح کے پھل،پھول،سبزیاں اور جانوروں کے لئے چارہ پیدا کیا۔

﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾

''اور پہاڑ،اس نے انہیں گاڑھ دیا''(32)

سوال1:﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾''اور پہاڑ،اس نے انہیں گاڑ دیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾''اور پہاڑ،اس نے انہیں گاڑ دیا''یعنی زمین پر پہاڑوں کا بوجھ ڈال دیا۔

(2)یعنی انہیں زمین پر مضبوطی سے جمایا،آسمانوں کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلا کر ہموار کیا۔جیسے کہ ان آیات کریمہ میں منصوص ہے اور رہی خود زمین کی تخلیق تو یہ آسمان کی تخلیق سے متقدم ہے۔﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۹) وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ (۱۰) ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ (۱۱) فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۱۲)﴾''آپ کہہ دیں کہ کیا واقعی تم اُس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا اور تم اُس کے لیے شریک بناتے ہو؟وہی تو سارے جہانوں کا رب ہے۔اور اُس نے زمین میں اُس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنا دیے اور اُس میں برکتیں رکھ دیں اور اُس میں اُس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں چار دنوں میں،(جواب) برابر ہے سوال کرنے والوں کے لیے۔پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دُھواں تھا تو اُس نے اس سے اور زمین سے کہا:''تم دونوں آجاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔''دونوں نے کہا:''ہم خوش ہو کر آگئے ہیں تو اُس نے دو دنوں میں اُن کو پورا سات آسمان بنا دیا اور اُس نے ہر

آسمان میں اُس کا کام وحی کر دیا اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور محفوظ کر دیا، یہ اندازہ ہے سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا۔'' (حم السجدۃ:9،12)(تفسیر سعدی:2910/3)

(3) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا وہ ہلنے لگی پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر گاڑ دیا جس سے وہ ٹھہر گئی فرشتوں کو اس سے سخت تر تعجب ہوا اور پوچھنے لگے اللہ تعالیٰ تیری مخلوق میں ان پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت چیز کوئی اور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں لوہا، پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا آگ، اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہاں پانی، پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہوا، پوچھا پروردگار کیا تیری مخلوق میں اس سے بھاری کوئی اور چیز ہے؟ فرمایا ہاں ابن آدم وہ یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ سے جو خرچ کرتا ہے اس کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہوتی۔ (تفسیر ابن کثیر:493/5)

﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾

''جو تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان ہیں'' (33)

سوال 1: ﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾ ''جو تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ ''جو تمہارے لیے زندگی کا سامان ہیں'' یعنی زمین سے چشموں کا نکالنا غلّے، پھل، پھول اگانا، پہاڑوں سے اس کا توازن برقرار رکھنا یہ ساری بہاریں انسان کے لئے ہیں۔

(2) ﴿وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾ ''اور تمہارے مویشوں کے لئے'' اور تمہارے جانوروں سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہیں۔ جانور بھی بالآخر انسانوں ہی کے کام آتے ہیں۔

(3) جس نے بڑے بڑے آسمان، ان کی روشنیاں، اجرام فلکی، گرد بھری اور کثیف زمین، اس کے اندر مخلوق کی ضروریات اور ان کی منفعتیں ودیعت کر دیں، وہ ضرور مکلف مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا سزا دے گا۔ پس جس نے نیکی کی اس کے لیے بھلائی ہے اور جس نے برائی کی وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔ (تفسیر سعدی:2907/3)

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾

''پھر جب ہر چیز پر چھا جانے والی بہت بڑی مصیبت آجائے گی'' (34)

سوال 1: ﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾ ''پھر جب ہر چیز پر چھا جانے والی بہت بڑی مصیبت آجائے گی۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾"پھر جب ہر چیز پر چھا جانے والی بہت بڑی مصیبت آجائے گی۔"یعنی جب وہ سب سے بڑی مصیبت یعنی قیامت کا دن آجائے گا۔

(2)قیامت کی سختی کے سامنے ہر مصیبت کم ہے اس وقت انسان اپنے ہر رشتے سے غافل ہوجائے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ﴾"بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے۔"(القمر:46)

﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى﴾

"جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی"(35)

سوال1:﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى﴾"جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی"اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى﴾"جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی"قیامت کے دن انسان کو اپنے اعمال یاد آئیں گے۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَجِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾"اور اُس دن جہنم کو لایا جائے گا،اُس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب اُس کے لیے نصیحت کہاں؟"(الفجر:23)

(2)یعنی دنیا کے اندر اس نے اچھے اور برے جو کام کیے تھے۔پس وہ اپنی نیکیوں میں ذرہ بھر نیکی کے اضافے کی تمنا کرے گا اور اپنی برائیوں میں ذرہ بھر اضافے پر غم زدہ ہوجائے گا۔تب اسے اپنے اس نفع اور خسارے کی حقیقت معلوم ہوگی جو اس نے دنیا کے اندر کمایا۔اعمال کے سوا تمام اسباب اور تعلقات منقطع ہوجائیں گے جو وہ دنیا کے اندر رکھتا تھا۔(تفسیر السعدی:3/2907،2908)

(3)سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!لوگوں میں سے سب سے بہتر شخص کون ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا:جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہو۔(سنن ترمذی:2329)

(4)مسند امام احمد میں معتبر سند سے محمد بن ابی عمیرہ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:جو شخص عمر بھر نیک کاموں میں جہاں تک ہوسکا لگا رہا اس کو بھی اس دن یہ پچھتاوا ہوگا کہ اس نے اور زیادہ نیک عمل کیوں نہیں کیے کہ زیادہ ثواب کا مستحق ٹھہرتا۔(ترمذی ابواب صفۃ القیامہ:2/82)

﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى﴾

"اور ہر شخص کے لیے جو دیکھتا ہے،اس پر جہنم ظاہر کردی جائے گی"(36)

سوال1:﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى﴾"اور ہر شخص کے لیے جو دیکھتا ہے،اس پر جہنم ظاہر کردی جائے گی"اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى﴾ ''اور ہر شخص کے لیے جو دیکھتا ہے، اس پر جہنم ظاہر کر دی جائے گی'' اس دن جہنم کو ہر ایک کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾ ''اور تم میں سے ہر شخص اُس پر سے گزرنے والا ہے، یہ ہمیشہ سے آپ کے رب کی حتمی بات ہے جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے''۔(مریم:71)

(2) اس دن لوگ اپنی آنکھوں سے جہنم دیکھ لیں گے۔ کیونکہ وہ ان کے سامنے گھسیٹ کر لائی جائے گی۔(مختصر ابن کثیر:2/2183)

(3) جہنم ان لوگوں کو پکڑنے کے لئے تیار ہوگی جن کے لئے اسے تیار کیا گیا۔

(4) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک ضرور اللہ تعالیٰ سے اس حال میں کلام کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ بندہ دائیں دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے، بائیں دیکھے گا تو اپنے اعمال نظر آئیں گے، پھر اپنے آگے دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نہیں دیکھ پائے گا۔ جو اس کے چہرے کے سامنے ہوگی۔ سو تم آگ سے بچو، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔(مسلم:2348)

سوال 2: جہنم کو دیکھنے والوں کے لئے کیوں ظاہر کیا جائے گا؟

جواب:(1) کافروں کے لئے جہنم یوں ظاہر کی جائے گی کہ وہ دیکھ لیں کہ ان کا ہمیشہ ہمیشہ کا ٹھکانہ کون سا ہے۔ کافر اسے دیکھ کر دہشت زدہ ہو جائیں گے اور غم میں مبتلا ہو جائیں گے۔

(2) مومنوں کے لئے جہنم ظاہر کی جائے گی تو وہ شکر کریں گے کہ ایمان اور عملِ صالح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچا لیا۔

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى﴾

''مگر جس نے سرکشی کی'' (37)

سوال 1: ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى﴾ ''مگر جس نے سرکشی کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى﴾ ''مگر جس نے سرکشی کی'' یعنی جس نے سرکشی کی، حد سے تجاوز کیا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں، بڑے بڑے گناہ کیے اور اللہ تعالیٰ کی حدود توڑ دیں۔

﴿وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾

''اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی'' (38)

سوال 1: ﴿وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ''اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ''اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی'' یعنی دنیا کی زندگی کو ہمیشہ رہنے والی آخرت کی زندگی پر ترجیح دی اور

دنیا کی خواہشات کے پیچھے بھاگتا رہا اس کا وقت، صلاحیتیں، قوتیں، مال اور اولاد دنیا کے لئے ہی رہے اور اس نے آخرت اور اس کے لئے عمل کو بھلا دیا۔

(2) جو اپنی دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ (احمد، بزار، طبرانی۔ حاکم) (3) دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ (ابن ابی الدنیا۔ بیہقی)

(4) زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے آپ نے پانی منگوایا' لوگوں نے شہد کا شربت پیش کر دیا، جب وہ شربت کا پیالہ منہ کے قریب لے گئے تو بے اختیار رونے لگے' انہیں روتا ہوا دیکھ کر رفقاء بھی رونے لگے رفقاء تو کچھ دیر رو کر چپ ہو گئے لیکن آپ روتے ہی رہے رفقاء کو خیال ہوا کہ شاید ہم نے رونے کا سبب دریافت نہ کر سکیں گے، راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اپنی آنکھیں پونچھیں، ہم نے دریافت کیا: اے خلیفہ رسول! آپ کو کس چیز نے اتنا رونے پر مجبور کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا' میں نے دیکھا کہ آپ اپنے جسم مبارک سے کسی چیز کو ہٹا رہے ہیں لیکن وہ چیز نظر نہیں آ رہی تھی' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنے جسم مبارک سے کیا چیز ہٹا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا مجسم ہو کر میرے سامنے آئی' میں نے اس سے کہا مجھ سے دور رہ' پھر آئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ اگر آپ مجھ سے بچ رہیں گے تو آپ کے بعد والے لوگ تو نہیں بچیں گے۔ (بزار، حاکم، بیہقی)

(5) دنیا کو ترجیح دینے کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''بڑا تعجب اس شخص پر ہوتا ہے جو دائمی گھر (آخرت) کی تصدیق کرنے کے باوجود دنیا کے لئے کوشاں ہو۔'' (ابن ابی الدنیا)

(6) دنیا کی حقیقت کو رسول اللہ ﷺ نے مختلف جگہ واضح کیا۔ رسول اللہ ﷺ ایک کوڑی پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے ارشاد فرمایا: ''ھلموا الی الدنیا'' آؤ دیکھو دنیا کیسی ہوتی ہے آپ نے اس کوڑی سے ایک سڑا ہوا کپڑا اور گلی سڑی ہڈیاں لیں' اور فرمایا: ''ھذہ الدنیا'' یہ ہے دنیا۔ (ابن ابی الدنیا)

(7) نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ بناتا ہے تاکہ دیکھے کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو۔ بنی اسرائیل کے لیے جب دنیا وسیع ہوئی تو وہ زیور' عورتوں' خوشبو اور کپڑوں کے سلسلے میں حیران رہ گئے۔ (ترمذی)

(8) دنیا اس کا گھر ہے جس کے پاس گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کے پاس مال نہ ہو' دنیا کے لیے وہ جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو اور اس پر وہ جھگڑتا ہے جس کو علم نہ ہو اور وہ اس پر حسد کرتا ہے جس کو سمجھ نہ ہو اور اس کے لیے وہ کوشاں رہتا ہے جسے یقین نہ ہو۔ (احمد)

(9) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تین جز بنائے ہیں ایک جز مومن کے لیے ایک جز منافق کے لیے' اور ایک جز کافر کے لیے۔ مومن اس دنیا سے راہ آخرت کے لیے توشہ لیتا ہے' منافق ظاہر کی آرائش پر توجہ دیتا ہے، اور کافر دنیا میں کامیابی

حاصل کرتا ہے۔ کسی کا مقولہ ہے کہ دنیا مردار ہے، اگر کوئی دنیا چاہے تو اسے کتوں کی معاشرت پر صبر کر لینا چاہیے۔

(10) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی ذلت کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی دنیا ہی کے سلسلے میں ہوتی ہے اور رضائے الٰہی دنیا ترک کر کے ہی حاصل ہوتی ہے۔

(11) سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے تو ابلیس کے پاس اس کے چیلے آئے اور کہنے لگے کہ ایک نئے نبی مبعوث ہوئے ہیں اور ایک نئی امت ظہور میں آئی ہے، ابلیس نے دریافت کیا کہ کیا وہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں شیاطین نے جواب دیا، ہاں ان کے دلوں میں دنیاوی مال ومتاع کی محبت ہے ابلیس نے کہا تب مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہے، اگر وہ بت پرستی نہ کریں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں میں صبح وشام انہیں تین باتیں سکھلاؤں گا، ایک کسی کا مال ناحق لینا، دوسرے اسے بے موقع صرف کرنا، تیسرے ان مواقع پر خرچ نہ کرنا جہاں خرچ کرنا واجب ہے، اور مال کی محبت ہی شر کا اصل منبع ہے۔

(12) ایک شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے دنیا کے بارے میں کچھ بتائیں آپ نے ارشاد فرمایا: میں ایسے مکان کی کیا تعریف کروں جس میں صحت مند بیمار ہو جاتا ہے، جو محفوظ رہتا ہے وہ ندامت اٹھاتا ہے جو محتاج ہوتا ہے وہ غم کرتا ہے اور جو اس میں بے نیازی سے کام لیتا ہے وہ آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب ہے اور مشتبہ میں عقاب ہے، ایک مرتبہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: مختصر بتلاؤں یا مفصل عرض کیا گیا مختصر بتلایئے، دنیا کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب ہے۔

(13) مالک ابن دینار کہتے ہیں جتنا تم دنیا کے لیے غم کرو گے اتنا ہی آخرت کی فکر کم ہوگی اور جتنی تمہیں آخرت کی فکر ہوگی اتنا ہی دنیا کا غم کم ہوگا۔

(14) سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جن کی نگاہوں میں دنیا کی وقعت اس مٹی سے زیادہ نہیں تھی جن پر تم چلتے ہو انہیں یہ پروا نہیں تھی کہ دنیا طلوع ہوگئی ہے یا غروب یا کدھر سے آئی تھی اور کدھر چلی گئی۔ سیدنا لقمان نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے! جب سے تو پیدا ہوا ہے دنیا پیچھے ہٹ رہی ہے اور آخرت سامنے آ رہی ہے اپنے آپ کو ایسی جگہ پہنچا جو منزل کے قریب تر ہو۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۱۴) وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (۱۵) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۱۶) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (۱۷)﴾ ”یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جو پاک ہو گیا۔ اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر اس نے نماز پڑھی۔ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ (الاعلیٰ: 14,17) (حاکم، احمد، ابن حبان)

﴿فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾

”تو یقیناً جہنم اُس کا ٹھکانہ ہوگی“ (39)

سوال1:﴿فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی﴾ ''تو یقینا جہنم اُس کا ٹھکانہ ہوگی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی﴾ ''تو یقینا جہنم اُس کا ٹھکانہ ہوگی'' یعنی جہنم اس کا ٹھکانا ہوگی جہاں زقوم کے تلخ اور ناگوار پھل اور کھولتا ہوا پانی، زخموں کا کچ لہو اور پیپ پینے کے لئے ہوگی۔

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی﴾

''لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور جس نے نفس کو بری خواہشات سے روکا'' (40)

سوال1:﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ﴾ ''لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا'' ربّ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ﴾ ''لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا'' ربّ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنے سے مراد اس کے سامنے حساب کتاب کے لئے کھڑے ہونے سے ڈرنا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اُس کے لیے دو باغ ہیں۔'' (الرحمن:46)

(2) یعنی وہ جو دنیا میں ہر وقت اپنے اعمال کی جواب دہی کا خطرہ رکھتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ﴾ ''اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اُس سے ڈرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (فاطر:28)

سوال2: ربّ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنے والے کی سوچ کیا ہو جاتی ہے؟

جواب: رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنے والا ہمیشہ یہی سوچتا ہے کہ اگر میں نے نافرمانی کی تو مجھے ربّ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

سوال3: ربّ کے سامنے کھڑے ہونے کے خوف سے انسان کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:(1) اس خوف سے انسان گناہوں سے بچتا ہے۔ (2) اپنے آپ کو خواہشات سے روکتا ہے۔

سوال4:﴿وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی﴾ ''اور جس نے نفس کو بری خواہشات سے روکا'' نفس کو بری خواہشات سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

(1)﴿وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾''اور جس نے نفس کو بری خواہشات سے روکا''نفس کو بری خواہشات سے روکنے سے مراد اپنے آپ کو حرام کام کرنے سے روکنا ہے،جن کی طرف نفس کا میلان ہوتا ہے۔

(2)یعنی جنہوں نے اپنی آخرت کے لئے دنیا اپنے آپ کو خواہشات میں گھر جانے سے روکے رکھا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے محتاط زندگی گزاری۔

(3)یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے اور عدل وانصاف پر مبنی اس کی جزا سے ڈر گیا اور اس ڈر نے اس کے دل کو متاثر کیا اور اپنے نفس کو ان خواہشات سے روک لیا جو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتی ہیں اور اس کی خواہشات اس چیز کے تابع ہو گئیں جو رسول ﷺ لے کر آئے ہیں اور ان خواہشات کے خلاف جدوجہد کی جو بھلائی سے روکتی ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2809)

سوال5:نفس کو بری خواہشات سے روکنے والے کی ترجیحات کیا ہو جاتی ہیں؟

جواب:نفس کو بری خواہشات سے روکنے والا موجودہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔

﴿فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾

''تو یقیناً جنت اُس کا ٹھکانہ ہوگی''(41)

سوال1:﴿فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾''تو یقیناً جنت اُس کا ٹھکانہ ہوگی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَإِنَّ الْجَنَّةَ﴾''تو یقیناً جنت''یعنی وہ مقام جو ہر نعمت پر مشتمل ہے جہاں کبھی کسی کو غم نہیں آئے گا،جہاں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا،جہاں کسی کی زندگی کو موت نہیں آئے گی،جہاں جو چاہیں گے ملے گا،جو مقام خوشی کا ہے،جہاں ہر نعمت ہوگی۔

(2)﴿هِيَ الْمَأْوٰى﴾''اُس کا ٹھکانہ ہوگی''ان لوگوں کا ٹھکانہ ہوگی جنہوں نے دنیا میں محتاط اور ذمہ دارانہ زندگی گزاری ہوگی۔

(3)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جنت تکلیفوں سے گھری ہوئی ہے جبکہ دوزخ نفسانی خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔(صحیح مسلم:7130)

سوال2:جنت کی قیمت انسان کو دنیا میں چکانا پڑتی ہے۔وہ قیمت کیا ہے؟

جواب:(1)جنت کی قیمت اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔(2)جنت کی قیمت نفس کو خواہشات سے روکنا ہے۔

﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا﴾

''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟''(42)

سوال1:﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ﴾ ''وہ پوچھتے ہیں تم سے'' آخرت کا انکار کرنے والے اور دنیا کو ترجیح دینے والے سوال کرتے ہیں۔

(2)﴿عَنِ السَّاعَةِ﴾ ''قیامت کے بارے میں'' یعنی قیامت، حساب اور جزا کے بارے میں۔ (ایسر تفاسیر:5172)

(3)﴿اَيَّانَ مُرْسٰىهَا﴾ ''کہ اُس کا وقوع کب ہوگا'' اس کا وقوع، اس کا قیام کب ہوگا؟

(4) قیامت کے وقوع کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: ''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:187)

﴿فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا﴾

''آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟'' (43)

سوال1:﴿فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا﴾ ''آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا﴾ ''آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟'' یعنی اس کے ذکر اور اس کی آمد کے وقت کی معرفت حاصل کرنے میں آپ کو اور ان کو کیا فائدہ؟ پس اس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اس لیے کہ قیامت کے وقت کے بارے میں بندوں کے علم میں کوئی دینی مصلحت ہے نہ دنیاوی مصلحت، بلکہ قیامت کے وقت کے اخفا ہی میں مصلحت ہے، اس لیے اس کے علم کو تمام مخلوق سے مخفی رکھا اور اس کے علم کو صرف اپنے لیے مخصوص رکھا۔ (تفسیر سعدی:2909/3,2908)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے بارے میں بتانے کی فکر کرنے سے کیوں روکا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو بتانے کی فکر کرنے سے اس لئے روکا ہے کہ انہیں اس کے بارے میں یقینی علم نہیں تھا اور جب علم نہ ہو تو بتانے سے تعلق نہیں رہ جاتا۔

﴿اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا﴾

''تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے''(44)

سوال 1:﴿اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا﴾''تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا﴾''تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے''یعنی قیامت کا علم نہ آپ کو ہے نہ کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اس بارے میں کوئی نہیں جانتا۔

(2) قیامت کا حتمی علم رب العزت کے پاس ہے اس نے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''(لقمان:34)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کا جواب یہ دیا تھا:''اس کے بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔''(بخاری:50)

(4) ایک اور جگہ رب العزت نے فرمایا:﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں:''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں:''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(الاعراف:187)

﴿اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا﴾

''یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں''(45)

سوال 1:﴿اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا﴾''یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا﴾''یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں''یعنی آپ کا کام تو محض چوکنا کرنا ہے۔

(2) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ کا فائدہ صرف اسی شخص کو ہوتا ہے جو اس گھڑی کی آمد سے ڈرتا اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے سے خائف

ہے۔پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے سب سے اہم چیز اس کے لیے تیاری اور اس کے لیے عمل ہے۔جو کوئی قیامت پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ وہ اس تکلیف میں پڑتا ہے، کیونکہ یہ ایسا تعنت ہے جو تکذیب اور عناد پر مبنی ہے اور جب سائل اس حال کو پہنچ جائے تو اس کے بارے میں جواب دینا عبث ہے، احکم الحاکمین اس عبث کام سے منزہ ہے۔(تفسیر سعدی:3/2909)

(3) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ:﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۭ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی، نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (الاعراف:188)

(4) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے قریب والی انگلی کے اشارے سے فرما رہے تھے کہ میں ایسے وقت میں مبعوث ہوا ہوں کہ میرے اور قیامت کے درمیان صرف ان دو کے برابر فاصلہ ہے۔'' (بخاری:4936)

﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾

''جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح'' (46)

سوال 1:﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾ ''جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾ ''جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح'' میدان حشر میں دنیا کی زندگی بہت تھوڑی معلوم ہوگی۔

(2)﴿لَمْ يَلْبَثُوْٓا﴾ ''وہ نہیں ٹھہرے'' یعنی اپنی قبروں میں نہیں ٹھہرے ﴿اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾ ''مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح''۔ (ایسر التفاسیر:1725)

(3) دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے رب العزت نے اس وقت کے بارے میں بتایا کہ جب جہنمیوں سے پوچھا جائے گا:﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (۱۱۲) قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔـلِ الْعَاۗدِّيْنَ (۱۱۳) قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱۴)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش واقعی تم بات کو جانتے ہوتے!'' (المومنون:112،114)

(4)یعنی دنیا کی زندگی ایسے لگے گی جیسے صبح یا شام کا کچھ حصہ گزرا ہو۔

سوال2:﴿عَشِیَّةً﴾ کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿عَشِیَّةً﴾ظہر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کے وقت کو کہتے ہیں۔

سوال3:﴿ضُحٰهَا﴾ کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿ضُحٰهَا﴾طلوعِ شمس سے نصف النہار تک کے لئے بولا جاتا ہے۔

سوال4: کافر جہنم کو دیکھیں گے تو ان کی کیا کیفیت ہو جائے گی؟

جواب:(1)جہنم کو دیکھ کر کافروں کو لگے گا شاید دن کا پہلا یا آخری حصہ دنیا میں رہے ہیں۔

(2)جہنم کے عذاب کو دیکھ کر دنیا کے عیش وعشرت بھول جائیں گے۔

(3)جہنم کے عذاب کو دیکھ کر دنیا کی زندگی کی اصل حقیقت سمجھ آجائے گی لیکن عمل کا وقت گزر چکا ہوگا۔

اٰیاتها ۴۲ ۸۰ سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۲۴ رکوعها ۱

سوال1: یہ سورت کب نازل ہوئی؟اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی؟اس کی 29 آیات اور ایک رکوع ہے۔

سوال2: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ آٹھویں سورت ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 81 ہے۔

رکوع نمبر 5

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰۤى﴾

''اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا''(۱)

سوال1:﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾''اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَبَسَ﴾''اس نے تیوری چڑھائی''یعنی اے نبی آپ ﷺ کے چہرے کے تاثرات بدلے آپ نے ناگواری محسوس کی۔

(2)﴿وَتَوَلّٰى﴾ ''اور منہ پھیر لیا'' اور آپ نے اپنا رخ موڑ لیا یعنی آپ ﷺ کی شان اور آپ کے اعلیٰ اخلاق کے لائق نہیں کہ اس نابینا سے منہ پھیر لیں جو ہمارے خوف کی وجہ سے دین سیکھنے کے لیے دوڑا آیا ہے اسے چھوڑ کر مغروروں سے بات کرتے ہیں۔ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾ ابن ام مکتوم کے واسطے نازل ہوئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ مجھے دین کی راہ بتایئے اور آپ ﷺ کے پاس ایک بہت بڑا مشرک تھا اور آپ اسے سمجھا رہے تھے اور آپ ﷺ عبداللہ سے کنارہ کر رہے تھے اور اُس کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور عبداللہ کہتے تھے کہ کیا میری بات میں کچھ برائی ہے آپ ﷺ فرماتے تھے نہیں پھر آپ پر یہ سورت اتری۔(جامع ترمذی:3331)

﴿اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾

''کہ اس کے پاس ایک اندھا آیا''(2)

سوال1:﴿اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ ''کہ اس کے پاس ایک اندھا آیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ ''کہ اس کے پاس ایک اندھا آیا'' نبی ﷺ کے پاس ابن ام مکتوم آئے تھے اور کہتے رہے اے اللہ کے رسول! مجھے دین کے راستے کے بارے میں بتایئے، اس وقت آپ کے پاس مشرکوں میں سے کوئی بڑا آدمی بیٹھا تھا، آپ عبداللہ ابن مکتوم سے اعراض کرتے تھے اور مشرک کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور عبداللہ کہتے تھے میری بات میں کوئی برائی ہے اور آپ کہتے تھے نہیں۔اس بارے میں یہ سورت نازل ہوئی۔(ترمذی، ابواب التفسیر)

(2)یعنی یہ آپ کے اخلاق کے مطابق نہیں کہ آپ ﷺ ایک اندھے سے منہ موڑ لیں جو اپنی اصلاح چاہتا ہے۔

﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى﴾

''اور آپ کو کیا چیز معلوم کرواتی شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا''(3)

سوال1:﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى﴾ ''اور آپ کو کیا چیز معلوم کرواتی شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ﴾ ''اور آپ کو کیا چیز معلوم کرواتی شاید کہ وہ'' ممکن ہے یہی نابینا شخص۔

(2)﴿يَزَّكّٰٓى﴾ ''پاکیزگی حاصل کرتا'' پاکیزہ زندگی گزارے۔وہ اپنے آپ کو برے اخلاق سے پاک کرلے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرے اور برائیوں سے بچ جائے۔

(3)رب العزت نے فرمایا﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ

ہٹاؤ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں، اُن کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے، کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹادیں، پس آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔" (الانعام:52)

(4) رب کی رضا چاہنے والوں پر توجہ دینے کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ "آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے"۔ (الکہف:28)

﴿اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى﴾

"یا وہ نصیحت حاصل کرتا تو نصیحت اُس کو فائدہ دیتی" (4)

سوال 1: ﴿اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى﴾ "یا وہ نصیحت حاصل کرتا تو نصیحت اُس کو فائدہ دیتی" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ يَذَّكَّرُ﴾ "یا وہ نصیحت حاصل کرتا" پاکیزگی اختیار کرنے کے لیے راہ نمائی اور نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے۔

(2) ﴿فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى﴾ "تو نصیحت اُس کو فائدہ دیتی" جو نصیحت قبول کرتا ہے نصیحت اسے فائدہ دیتی ہے۔

(3) یا وہ کسی چیز سے نصیحت پکڑتا۔ یہ بہت بڑا فائدہ ہے (تفسیر سعدی:3/2910) ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ "تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔" (الحج:46)

﴿اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى﴾

"لیکن جو شخص بے پروائی کرے" (5)

سوال 1: ﴿اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى﴾ "لیکن جو شخص بے پروائی کرے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى﴾ "لیکن جو شخص بے پروائی کرے" جو ایمان اور علم دین سے مال اور جاہ کے لیے بے نیازی برتے۔ (ایسر التفاسیر:1726) (2) یعنی مال اور قوت کی وجہ سے قرآن سننے سے، ہدایت اور نصیحت سے بے نیازی برتے۔ (تفسیر قاسمی:54/17)

﴿فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّىٰ﴾

''تو آپ اُس کے پیچھے پڑتے ہیں''(6)

سوال1:﴿فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّىٰ﴾''تو آپ اُس کے پیچھے پڑتے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّىٰ﴾''تو آپ اُس کے پیچھے پڑتے ہیں''یعنی آپ اس کے پیچھے پڑتے ہیں اور اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔(2) آپ کا بے پروا دولت مند کی ہدایت کے لیے کوشش کرنا جو بھلائی میں دلچسپی نہیں رکھتا آپ کے لیے مناسب نہیں۔

سوال2: رسول اللہ ﷺ کو کس طرف توجہ کرنے پر تنبیہ کی گئی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو مخلص لوگوں کو چھوڑ کر اعتراض کرنے والوں کی طرف توجہ کرنے پر تنبیہ کی گئی۔

﴿وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ﴾

''حالانکہ آپ پر ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ پاک نہیں ہوتا''(7)

سوال1:﴿وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ﴾''حالانکہ آپ پر ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ پاک نہیں ہوتا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ﴾''حالانکہ آپ پر ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ پاک نہیں ہوتا''یعنی آپ پر اس کا کوئی بوجھ نہیں اگر وہ اسلام کے ذریعے پاکیزگی اختیار نہ کرنا چاہے کیونکہ آپ کا کام پہنچا دینا ہے۔(الاساس:6373/11)

(2) آپ پر اس کے پاکیزگی اختیار نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں (3) اگر وہ پاک نہیں ہونا چاہتا تو آپ اس برائی کا محاسبہ کرنے والے نہیں۔

(4) ایک مشہور شرعی قاعدہ ہے کسی امر معلوم کو کسی امر موہوم کی خاطر اور کسی مصلحت مستحقہ کو کسی مصلحت موہومہ کی خاطر ترک نہ کیا جائے۔ (تفسیر السعدی:2910/3)

﴿وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَىٰ﴾

''اور جو شخص کوشش کرتا ہوا آپ کے پاس آیا ہے''(8)

سوال1:﴿وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَىٰ﴾''اور جو شخص کوشش کرتا ہوا آپ کے پاس آیا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَىٰ﴾''اور جو شخص کوشش کرتا ہوا آپ کے پاس آیا ہے''یعنی جو علم خیر اور ہدایت کا طلب گار ہے۔(تیسیر التفاسیر:1727)(2) جو اللہ تعالیٰ کے لیے علم حاصل کرتا ہے۔(قرطبی:151/10)

(3) جو اپنے دین کے کاموں میں تیزی اختیار کرتا ہے۔(البحر المحیط:407/10)

(4) مناسب یہ ہے کہ وہ طالب علم جو علم کا حاجت مند اور حصول علم کا حریص ہے اس پر دوسروں کی نسبت زیادہ توجہ دی جائے۔

(تفسیر السعدی:2/2910)

﴿وَهُوَ يَخْشٰى﴾

''اور وہ ڈرتا بھی ہے''(9)

سوال1:﴿وَهُوَ يَخْشٰى﴾''اور وہ ڈرتا بھی ہے'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ يَخْشٰى﴾''اور وہ ڈرتا بھی ہے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے بچتا ہے۔(صفوۃ التفاسیر3/495)

(2)خشیت کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے سے ڈر جائے اور اس کے خوف کے ذریعے سے اپنے نفس کو ہر اس کام سے روک لے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔(تفسیر السعدی)

﴿فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى﴾

''تو آپ اُس سے بے رُخی اختیار کرتے ہیں؟''(10)

سوال1:﴿فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى﴾''تو آپ اُس سے بے رُخی اختیار کرتے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى﴾''تو آپ اُس سے بے رُخی اختیار کرتے ہیں''یعنی اے محمد ﷺ!تم اس نابینا سے بے رخی برت کر کفر اور گمراہی کے سرداروں کی طرف توجہ کرتے ہو۔(صفوۃ التفاسیر:3/495)

(2)یہ آیت نبی ﷺ کے ابن ام مکتوم کے اعراض اور رخ پھیرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہے۔یہاں تک کہ آپ فقراء کے دل نہ توڑیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ فقیر مومن غنی کافر سے بہتر ہے(تفسیر منیر:15/430)

(3)یہ آیت اسلام میں مساوات کی دلیل ہے حتی کہ دعوت وتبلیغ میں فقیر اور غنی کے درمیان بھی مساوات ہے رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں،وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں،اُن کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے،کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں،پس آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔''(الانعام:52)

سوال2:رسول اللہ ﷺ کو بے رُخی برتنے کا احساس کیسے دلایا گیا؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کے سامنے صورتِ حال رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ ایسے لوگوں کی تو قدر کی ضرورت ہے نہ کہ ان سے بے رُخی برتی جائے۔

سوال3:ان آیات سے دعوت وتبلیغ کے بارے میں کیا راہ نمائی ملتی ہے؟

جواب:ان آیات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دعوت خاص افراد ہی کے لئے نہیں ہے۔ ہر امیر اور غریب، گورے اور کالے کو، چھوٹے اور بڑے کو، مرد وعورت کو یکساں دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا ہدایت سے نواز دے گا۔

﴿كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے''(11)

سوال1:﴿كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّآ﴾ ''ہرگز نہیں!'' یعنی دوبارہ ایسا نہیں کرنا۔(ایسر التفاسیر:1728)

(2)''ہرگز نہیں'' کہہ کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اندھے اور غریب سے بے رُخی درست نہیں اور صاحبِ حیثیت کی طرف خصوصی توجہ دینا ٹھیک نہیں، اس لئے آئندہ ایسی بات نہ ہو۔

(3)﴿اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾ ''یقیناً یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے'' یعنی قرآن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاددہانی اور نصیحت ہے۔

(4)یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاددہانی ہے جس سے اس کے بندے نصیحت کو یاد رکھتے ہیں۔ اس نے اپنی کتاب میں ہر وہ چیز بیان کردی ہے جس کی بندوں کو ضرورت ہے، اس نے گمراہی میں سے ہدایت کو واضح کردیا ہے۔

سوال2:قرآنِ مجید کی نصیحت سے کون فائدہ اُٹھاتا ہے؟

جواب:(1)جو نصیحت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہو۔(2)جو رب کے آگے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہو۔

(3)جو اپنے آپ کو خواہشات سے روک کر رکھتا ہو۔

﴿فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ﴾

''تو جو چاہے اُس کو یاد رکھے''(12)

سوال1:﴿فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ﴾ تو جو چاہے اُس کو یاد رکھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنْ شَآءَ﴾ ''تو جو چاہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جو چاہے۔

(2)﴿ذَكَرَهٗ﴾ ''اُس کو یاد رکھے'' اس وحی کو یاد رکھے یعنی اس پر عمل کرے۔

(3)رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ کتاب حق ہے اور اس دنیا میں اس پر ایمان لانے یا نہ لانے کا اختیار ہے لیکن نہ ماننے والوں کا انجام رب العزت نے بتایا:﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا

اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾

''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکہف:29)

(4) جو چاہے قرآن کی باتوں کا بار بار تذکرہ کرتا رہے اور یہ بھی کہ قرآن کو زبانی یاد کر لے۔ غرض قرآن کو پڑھنا اور اس کی نصیحت پر عمل کرنا اور اسے زبانی یاد کرنا سب بڑے اجر و ثواب کے کام ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/596,597)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہے وہ قیامت کے دن لکھنے والے معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اسے مشکل ہوتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ﴾

''ان صحیفوں میں ہے جو قابلِ احترام ہیں'' (13)

سوال 1: ﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ﴾ ''ان صحیفوں میں ہے جو قابلِ احترام ہیں'' قابلِ احترام صحیفوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ﴾ ''ان صحیفوں میں ہے جو قابلِ احترام ہیں'' قابلِ احترام صحیفوں سے مراد ہے جو بلند قدر و گرامی شان ہیں۔ (مختصر ابن کثیر 2/2185)

(2) قرآن قابلِ احترام صحیفوں میں یعنی لوحِ محفوظ میں ہے جن کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت ہے۔ اسی میں سے قرآن نازل ہوتا رہا ہے۔

(3) قابلِ احترام صحیفوں سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان صحیفوں کا بڑا احترام ہے کیونکہ وہ علم اور حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس تذکیر کا محل، اس کی عظمت اور اس کی رفعت قدر کا ذکر کیا۔

﴿مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ﴾

''بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں'' (14)

سوال 1: ﴿مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ﴾ ''بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَّرْفُوْعَةٍ﴾ ''بلند مرتبہ ہیں'' یعنی آسمان میں۔

(2) ﴿مُّطَهَّرَةٍ﴾ ''پاکیزہ ہیں'' یعنی شیطان کے چھونے سے محفوظ ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1727)

(3) یعنی قدر و منزلت میں بلند، تمام آفات سے سلامت اور اس بات سے محفوظ کہ شیاطین کے ہاتھ اس تک پہنچ سکیں یا وہ اسے چرا سکیں۔ (تفسیر سعدی:2911/3)

(4) یعنی کیا ان مغرور سرپھروں کے ماننے سے قرآن کی عزت و وقعت ہوگی؟ قرآن تو وہ ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں اور زمین پر مخلص ایماندار بھی اس کے اوراق نہایت عزت و احترام اور تقدیس و تطہیر کے ساتھ اونچی جگہ رکھتے ہیں۔ (تفسیر ثنائی:858/2)

﴿بِأَيْدِي سَفَرَةٍ﴾

''ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہیں'' (15)

سوال 1: ﴿بِأَيْدِي سَفَرَةٍ﴾ ''ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بِأَيْدِي سَفَرَةٍ﴾ ''ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہیں'' یعنی فرشتوں کے پاک ہاتھوں میں ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:785/2)

(2) سفرہ سافر کی جمع ہے۔ (تیسیر القرآن:597/4)

(3) اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان سفیر ہیں۔ (سعدی 2911/3)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے، مکرم اور نیک فرشتوں جیسی ہے اور جو شخص قرآن مجید بار بار پڑھتا ہے، پھر بھی وہ اس کے لئے دشوار ہے تو اسے دوگنا ثواب ملے گا۔'' (بخاری:4937)

﴿كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾

''جو معزز ہیں، نیک ہیں'' (16)

سوال 1: ﴿كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾ ''جو معزز ہیں، نیک ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كِرَامٍ﴾ ''جو معزز ہیں'' یعنی بہت زیادہ خیر و برکت والے۔

(2) ﴿بَرَرَةٍ﴾ ''نیک ہیں'' ان کے دل اور اعمال نیک ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے ہے۔ اس نے بزرگ، طاقتور اور نیک فرشتوں کو رسولوں کے پاس بھیجنے کے لیے سفیر بنایا اور شیاطین کو اس پر کوئی اختیار نہیں دیا۔ (تفسیر السعدی:2911/3)

(3) یہ مقدس فرشتے ظاہر و باطن میں پاکیزہ اخلاق و افعال کے مالک ہیں۔ معلوم ہوا کہ قرآن پڑھنے والوں کو خلیق و کریم ہونا چاہیے۔ (مختصر ابن کثیر:2185/2)

(4) آسمان پر قرآن کو فرشتے لکھتے تھے اور اسی تحریر کے مطابق وحی اترتی تھی اور اسے دنیا میں بھی اوراق میں جمع کرنے والے بزرگ ترین پاکباز اور فرشتہ سیرت صحابہ کرام تھے جنہوں نے ہر طرح کی کمی بیشی، تغیر و تبدل اور تحریف سے اسے محفوظ رکھا۔ (مختصر ابن کثیر:2185/2)

سوال2: حاملِ قرآن کو کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: حاملِ قرآن کو بھی اپنے اَخلاق اور کردار کے اعتبار سے، اپنے افعال اور طور طریقوں کے اعتبار سے کِرَام بَرَرَۃ جیسا ہونا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کا ماہر ہے وہ معزز اور نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔'' (صحیح بخاری)

﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ﴾

''اللہ کی مار ہو انسان پر کس قدر وہ ناشکرا ہے!'' (17)

سوال1: ﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ﴾ ''اللہ کی مار ہو انسان پر کس قدر وہ ناشکرا ہے!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ﴾ ''اللہ کی مار ہو انسان پر کس قدر وہ ناشکرا ہے!'' رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی نہ ماننے والوں کی برائی کی ہے کہ اس نے کیسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی ہے۔ آخر کس چیز نے اسے بلا دلیل حق کو جھٹلانے پر آمادہ کیا ہے؟

(2) یہاں انسان سے مراد قرآن کو جھٹلانے والا ہے۔

(3) ﴿مَآ اَكْفَرَهٗ﴾ ''کس قدر وہ ناشکرا ہے!'' کس چیز نے اسے کفر پر آمادہ کیا ہے! وہ کتنا کمزور ہے پھر کس بل بوتے پر وہ ناشکری کرتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے کیسے انسان پر لعنت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس انسان پر لعنت کی ہے جو قیامت کو جھٹلاتا ہے۔

﴿مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ﴾

''اللہ تعالیٰ نے اُسے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟'' (18)

سوال1: ﴿مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُسے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُسے کس چیز سے پیدا کیا ہے'' انسان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ جس رب کا وہ انکار کرتا ہے۔ اس نے اسے کتنی حقیر چیز سے بنایا ہے جس نے اسے پہلی بار بنایا کیا وہ دوبارہ بنانے پر قادر نہ ہوگا؟

﴿مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ﴾

''اُسے ایک نطفے سے پیدا کیا، پس اُس کی تقدیر مقرر کی'' (19)

سوال1: ﴿مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ﴾ ''اُسے ایک نطفے سے پیدا کیا، پس اُس کی تقدیر مقرر کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ﴾ ''اُسے ایک نطفے سے پیدا کیا'' یعنی اللہ رب العزت نے نطفے سے اس کی شکل وصورت بنائی۔ کس جگہ

اسے رکھا، پھر کتنی بے بسی کی حالت میں ماں کے پیٹ سے اسے باہر نکالا۔ اگر انسان اپنی پیدائش پر غور کرے تو کبھی اپنے خالق کا انکار نہ کرے۔

(2) انسان کی حقیقت رب العزت نے ایک اور جگہ اس طرح بیان فرمائی: ﴿اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ(۷۷) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ(۷۸)﴾ اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ (یٰسین:77,78)

(3) ﴿فَقَدَّرَهٗ﴾ ''پس اُس کی تقدیر مقرر کی'' اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں نشوونما پانے کے دوران تقدیر بنائی جیسے اس کی عمر کتنی ہوگی، وہ کب اور کہاں وفات پائے گا، بدحال ہوگا یا خوش حال، وہ کفر کی حالت میں مرے گا یا ایمان کی حالت میں۔

﴿ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ﴾

''پھر اس نے اُس کے لیے راستہ آسان کر دیا'' (20)

سوال 1: ﴿ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ﴾ ''پھر اس نے اُس کے لیے راستہ آسان کر دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ﴾ ''پھر اس نے اُس کے لیے راستہ آسان کر دیا'' ابوصالح نے کہا: سبیل سے مراد سبیل الرحم ہے یعنی رحم کا راستہ۔ (جامع البیان:52) (2) یعنی ماں کے پیٹ سے بچے کے لیے باہر آنا آسان بنا دیا۔

(3) یعنی حق اور باطل کا راستہ اس کے لیے واضح کر دیا اور اس پر عمل کرنا آسان بنا دیا۔

(4) یعنی اس کے لیے دینی اور دنیاوی اسباب آسان کر دیے اس کو سیدھا راستہ دکھایا اور اس کو واضح کر دیا اور امر و نہی کے ذریعے سے اس کو امتحان میں ڈالا۔ (تفسیر السعدی:3/2911)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے اُس کو راستہ دکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا'' (الدھر:3) (6) یعنی شقاوت اور سعادت کا راستہ آسان کر دیا۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ﴾ ''اور ہم نے اُس کو دو راستے بتا دیے ہیں۔'' (البلد:10)

﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ﴾

''پھر اُسے موت دی، پھر اُسے قبر میں رکھوایا'' (21)

سوال 1: ﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ﴾ ''پھر اُسے موت دی'' پھر اُسے قبر میں رکھوایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ﴾ ''پھر اُسے موت دی'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کو موت دینا بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ جب کوئی

مریض بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑ رہا ہوتا ہے، تکلیف سے سخت بے تاب ہوتا ہے مگر اسے موت نہیں آتی۔ گھر والے اس کی مرض الموت کی وجہ سے الگ پریشان ہوتے ہیں۔ بیماری پر بے بہا مصارف اٹھتے ہیں اور وہ کوئی دوسرا کام کرنے کے قابل بھی نہیں رہتے۔ اس وقت دل سے دعا مانگتے ہیں کہ مرنے والے کو موت آ جائے تا کہ اسے بھی تکلیف سے نجات ملے اور اس کے گھر والے بھی پریشانیوں سے نجات پا جائیں اگر انسان کو موت نہ آتی تو یہ زمین بنی نوع انسان کے لیے تنگ ہو جاتی۔ (تیسیر القرآن:4/598)

(2) ﴿فَاَقْبَرَهٗ﴾ ''پھر اُسے قبر میں رکھوایا'' یعنی زمین کے ذریعے اس کے مردہ جسم کی تکریم کی۔ تمام حیوانات کی طرح اس کے ساتھ سلوک نہیں کیا جن کی لاشیں سطح زمین پر پڑی رہتی ہیں۔ (تفسیر السعدی:3/2912)

(3) قبر سے مراد صرف گڑھا ہی نہیں بلکہ سمندر کی گہرائی، آگ کا الاؤ، درندوں کا پیٹ سب قبر کے حکم میں ہے (تیسیر القرآن:4/598)

سوال 2: موت کے بعد قبر میں دفنانے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: دفن کرنے کے حکم میں بڑی حکمت ہے۔ یہ انسان کے احترام کے لئے ہے ورنہ درندے اور پرندے اس کو نوچ کر کھا جاتے جس سے اُس کی بے حرمتی ہوتی۔

﴿ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ﴾

''پھر جب وہ چاہے گا اُسے دوبارہ زندہ کرے گا'' (22)

سوال 1: ﴿ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ﴾ ''پھر جب وہ چاہے گا اُسے دوبارہ زندہ کرے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ﴾ ''پھر جب وہ چاہے گا اُسے دوبارہ زندہ کرے گا'' یعنی جیسے انسان اپنی پیدائش اور موت کے بارے میں بے بس ہے اسی طرح دوبارہ زندگی سے پہلے اس سے کچھ بھی پوچھا نہیں جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اسے زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرے گا۔

(2) پھر اس کی موت کے بعد وہ جب چاہے گا جزا و سزا کے لیے اس کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ پس انسان کی تدبیر کرنے اور ان کے تصرفات میں اللہ تعالیٰ متفرد ہے، اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ بایں ہمہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ اس کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ وہ اس فرض ہی کو پورا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کیا ہے بلکہ اس کے برعکس، وہ طلب کے تحت، ہمیشہ کوتاہی کا مرتکب رہتا ہے۔ (تفسیر السعدی:3/2912)

﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ ۚ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا

تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی، اُس نے کہا: ''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟'' اُس نے کہا: ''میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلکہ تم سو سال تک رہے، سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔'' پھر جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (البقرہ:259)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابنِ آدم کی ریڑھ کی ہڈی کے علاوہ سارے جسم کو مٹی کھا جاتی ہے۔ اسی سے پیدا کیا گیا اور اسی میں جمع کیے جائیں گے۔ (مسلم:7415، بخاری:4974) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس نے گالی دی۔ حالانکہ اس کے لئے یہ بھی مناسب نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ نہیں پیدا کروں گا حالانکہ میرے لئے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا بنایا ہے۔ حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں نہ میرے کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔ (بخاری:4974)

﴿كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ﴾

''ہرگز نہیں! اِس نے ابھی وہ پورا نہیں کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے اُسے حکم دیا تھا'' (23)

سوال 1: ﴿كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ﴾ ''ہرگز نہیں! اِس نے ابھی وہ پورا نہیں کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے اُسے حکم دیا تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ﴾ ''ہرگز نہیں! اِس نے ابھی وہ پورا نہیں کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے اُسے حکم دیا تھا'' یعنی انسان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار بندہ بن کر رہے عبودیت اس کی فطرت میں رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے اسے اپنے مقصد زندگی سے آگاہ کیا گیا۔ مگر اس نے اپنے مالک کا حق نہیں پہنچانا اسے جو حکم دیا گیا تھا اس نے اسے پورا نہیں کیا۔

سوال 2: كَلَّا ''ہرگز نہیں'' سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ معاملہ ایسا نہیں جیسا کفر کرنے والے کہتے ہیں۔

﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ﴾

''تو انسان اپنے کھانے کی طرف ضرور دیکھے''(24)

سوال1:﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ﴾''تو انسان اپنے کھانے کی طرف ضرور دیکھے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ﴾''تو انسان اپنے کھانے کی طرف ضرور دیکھے''یعنی اگر انسان اپنے کھانے کی چیزوں میں غور کر لیتا تو وہ اپنے رب کی ناشکری کبھی نہ کرتا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے کھانے کو کتنے مراحل سے گزارنے کے بعد انسان تک پہنچایا اور اس کے استعمال کو اس کے لیے آسان کیا ہے۔

﴿أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا﴾

''کہ یقیناً ہم نے خوب پانی برسایا''(25)

سوال1:﴿أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا﴾''کہ یقیناً ہم نے خوب پانی برسایا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا﴾''کہ یقیناً ہم نے خوب پانی برسایا''زمین کا پانی زمین پر کیسے برسایا جاتا ہے؟سمندر کا پانی سورج کی دھوپ سے کیسے بھاپ میں بدل دیا جاتا ہے پھر اوپر جا کر وہ بھاپ ٹھنڈی ہوتی ہے پھر وہ بادلوں کی صورت میں ہواؤں کے ذریعے ایسے علاقے میں پہنچائے جاتے ہیں جہاں بارش برسانی مطلوب ہوتی ہے پھر یہی پانی ندی نالوں،دریاؤں اور نہروں سے حاصل ہوتا ہے کبھی کنوؤں سے یہ پانی نکالا جاتا ہے وہ بارش کا پانی ہی جمع شدہ ہوتا ہے۔

سوال2:اچھی طرح پانی برسانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد خوب بارشیں برسانا ہے۔

﴿ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا﴾

''پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا''(26)

سوال1:﴿ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا﴾''پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا﴾''پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا''پھر نباتات اگانے کے لیے زمین کو پھاڑا۔(تفسیر السعدی:3/2913)

(2)پانی اور زمین کی اوپر کی سطح جب مل جاتے ہیں تو ایسی مٹی میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ بیج کو کھول دیتی ہے۔اس مردہ اور بے جان بیج میں زندگی کی رمق پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کونپل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔(تیسیر القرآن:4/599)﴿أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ (٦٣) ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ (٦٤) لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ (٦٥) إِنَّا لَمُغْرَمُونَ (٦٦) بَلْ نَحْنُ

﴿مَحْرُوْمُوْنَ (۶۷)﴾ ''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم ہی اُس کو اُگاتے ہو یا اُگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اُس کو ریزہ ریزہ کر دیں۔ پھر تم تعجب سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ۔ یقیناً ہم پر تو ضرور تاوان ڈال دیا گیا۔ بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے۔ (الواقعہ:63,67)

﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا﴾

''پھر ہم نے اُس میں اناج اُگایا'' (27)

سوال1: ﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا﴾ ''پھر ہم نے اُس میں اناج اُگایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا﴾ ''پھر ہم نے اُس میں اُگایا'' یعنی ہم نے مختلف قسم کی چیزیں اگائیں یعنی انسانوں، جانوروں اور پرندوں کے کھانے کے لیے۔ (2) ﴿حَبًّا﴾ ''اناج'' یہ اناج کے مختلف قسم کے دانوں کو شامل ہے۔

(3) ہر بیج میں درخت کی خصوصیات ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے بیج میں بالیدگی کی ایسی قوت بھر دی ہے کہ وہ دو دن بعد اوپر کی زمین کو پھاڑ کر اندر سے یوں باہر نکل آتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے بچہ پھر آہستہ آہستہ بیج مکمل پودا یا تناور درخت بن جاتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اناج اُگانے سے انسان کو کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ تمہاری خوراک ہم اُگاتے ہیں اور تم تک پہنچاتے ہیں، ضروریات ہم پوری کرتے ہیں۔ لہٰذا ربّ کی طرف لوٹ آؤ۔

﴿وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا﴾

''اور انگور اور سبزیاں بھی'' (28)

سوال1: ﴿وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا﴾ ''اور انگور اور سبزیاں بھی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا﴾ ''اور انگور اور سبزیاں بھی'' زمین کی مٹی اور پانی ایک ہے۔ سورج کی حرارت بھی وہی ہے۔ لیکن رب العزت نے کس طرح سے بیج میں ایسی خصوصیات رکھ دیں کہ اس سے نکلنے والے پودے پر وہی پھل اور سبزیاں لگتی ہیں جس کا وہ بیج ہوتا ہے۔ اسی سے انگور اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔

﴿وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا﴾

''اور زیتون اور کھجوریں بھی'' (29)

سوال1:﴿وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا﴾''اورزیتون اور کھجوریں بھی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا﴾''اورزیتون اور کھجوریں بھی''زیتون جس کا تیل انتہائی مفید ہے اور جس کو غذا کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور کھجور جن کے کچے اور پکے پھل استعمال کیے جاتے ہیں ان کا شیرہ بھی بنایا جاتا ہے اور سرکہ بھی۔

سوال2:انگور اور سبزیاں پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ پھل اور سبزیاں اللہ تعالیٰ کی پیداوار ہیں۔

سوال3:زیتون اور کھجوروں کی پیدائش سے رب نے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کی طرف توجہ دلائی ہے۔

﴿وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا﴾

''اور گھنے باغات بھی''(30)

سوال1:﴿وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا﴾''اور گھنے باغات بھی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا﴾''اور گھنے باغات بھی''گھنے باغات انسان کو اس کے رب کے احسانات یاد دلاتے ہیں۔یعنی باغات جن کے اندر بکثرت گھنے درخت ہیں۔(تفسیر السعدی:2912/3)

﴿وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا﴾

''اور پھل اور چارہ بھی''(31)

سوال1:﴿وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا﴾''اور پھل اور چارہ بھی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّفَاكِهَةً﴾''اور پھل''ان پھلوں کو کہا جاتا ہے جن کو انسان قوت حاصل کرنے کے لیے کھاتا ہے،مثلا:انجیر،انگور،آڑو اور انار وغیرہ۔(تفسیر السعدی:2912/3)(2)''الاب''جسے بہائم اور مویشی کھاتے ہیں۔(تفسیر السعدی:2912/3)

(3)پھل اور چارے یہ شعور دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انسان کے لئے بلکہ اس کے جانوروں کے لئے بھی خوراک کا اہتمام کیا ہے۔ابن جریر میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے منبر پر سورہ عبس پڑھی اور یہاں تک پہنچ کر فرمایا کہ فاکھہ تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ اب کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی فرمایا اس تکلیف کو چھوڑ،اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی شکل وصورت اور اسکی تعیین معلوم نہیں ورنہ اتنا تو صرف آیت پڑھنے سے ہی صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ زمین سے اگنے والی چیز ہے۔(تفسیر ابن کثیر:499)

﴿مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾

''جو تمہارے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے سامانِ زندگی ہے''(32)

سوال1:﴿مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾''جو تمہارے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے سامانِ زندگی ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَّتَاعًا لَّكُمْ﴾''جو تمہارے لیے سامانِ زندگی ہے''یہ سب کچھ تمہاری زندگی قائم رکھنے کے لیے ہے

(2)﴿وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾''اور تمہارے جانوروں کے لیے''اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لیے بھی ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے﴿مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾''جو تمہارے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے سامانِ زندگی ہے۔''سے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ سامانِ زندگی رب فراہم کرتا ہے۔جس کو تمہاری مادّی ضروریات کا اتنا خیال ہے اسے تمہاری شعوری اور روحانی ضروریات کا خیال نہ ہوگا؟(2)اُس نے یہ بھی شعور دلایا ہے کہ جو متاع دیتا ہے وہ واپس لینے کا بھی حق رکھتا ہے۔

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ﴾

''پس جب کان بہرے کر دینے والی آجائے گی''(33)

سوال1:﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ﴾''پس جب کان بہرے کر دینے والی آجائے گی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ﴾''پس جب کان بہرے کر دینے والی آجائے گی''ابن عباس فرماتے ہیں کہا﴿الصَّآخَّةُ﴾ قیامت کا نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نفخہ کی آواز اور ان کا شور وغل کانوں کے پردہ کو پھاڑ دے گا۔(تفسیر ابن کثیر:499)

(2)یعنی جب قیامت کی چنگھاڑ آئے گی،جس کے ہول سے کان بہرے ہو جائیں گے۔اس روز لوگ قیامت کی ہولناکیاں دیکھیں گے اور انھیں اعمال کی سخت ضرورت ہوگی تو دل دہل جائیں گے۔(تفسیر السعدی:2913/3)

سوال2:قیامت کو﴿الصَّآخَّةُ﴾کیوں کہا گیا ہے؟

جواب:قیامت کو﴿الصَّآخَّةُ﴾اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ صور پھونکنے کی آواز ایک نہایت تند و تیز چیخ کی طرح ہوگی جو کانوں کو بہرا کر دے گی۔

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ﴾

''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا''(34)

سوال1:﴿یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ﴾''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ﴾''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے''اس دن انسان اپنے عزیز واقارب سے بھاگے گا،یعنی اس بھائی سے بھی جو اس کے لیے سب سے زیادہ شفیق ہے۔

سوال2: قیامت کے دن انسان اپنے بھائی سے کیوں بھاگے گا؟

جواب: قیامت کے دن اپنے بھائی سے اس لئے بھاگے گا کہ کسی انسان کو دوسرے کی طرف توجہ کرنے کی ہوش ہی نہ ہوگی۔

﴿وَاُمِّہٖ وَاَبِیۡہِ﴾

''اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے''(35)

سوال1:﴿وَاُمِّہٖ وَاَبِیۡہِ﴾''اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَاُمِّہٖ وَاَبِیۡہِ﴾''اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے''اس دن اپنے ماں باپ بھی کام نہیں آئیں گے اور انسان خود بھی اپنے ماں باپ کے کام نہیں آئے گا۔

سوال2: انسان اپنی ماں اور اپنے باپ سے کیوں بھاگے گا؟

جواب:(1) اُس دن کی ہولناکی رشتوں کو بھلا دے گی۔(2) انسان اس لئے بھی بھاگے گا کہ میری تکلیف کی شدت دوسرے نہ دیکھیں۔

﴿وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیۡہِ﴾

''اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا''(36)

سوال1:﴿وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیۡہِ﴾''اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَصَاحِبَتِہٖ﴾''اور اپنی بیوی سے''شوہر بیوی سے کہے گا میں نے زندگی میں تمہیں سہولت بہم پہنچائی آج صرف ایک نیکی کا محتاج ہوں آج میرے ساتھ ایک نیکی کردو اور بیوی بولے گی آج مجھے تم سے زیادہ اس نیکی کی ضرورت ہے۔

(2)﴿وَبَنِیۡہِ﴾''اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا''بیٹے جو دنیا کی زندگی میں سب سے زیادہ دل کو اطمینان دیتے ہیں۔وہ بیٹے باپ سے اور باپ بیٹوں سے بھاگے گا۔

(3)اس دن کے بارے رب العزت نے فرمایا:﴿یَوۡمَ تَکُوۡنُ السَّمَآءُ کَالۡمُہۡلِ ۚ﴿۸﴾ وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ ۚ﴿۹﴾ وَلَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا ۚ﴿۱۰﴾ یُّبَصَّرُوۡنَہُمۡ ؕ یَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ یَفۡتَدِیۡ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِیۡہِ ۙ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِہٖ وَاَخِیۡہِ ۙ﴿۱۲﴾ وَفَصِیۡلَتِہِ

الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ (۱۳) وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ (۱۴)﴾ ''اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا۔اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے۔اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔(حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا۔اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے۔'' (المعارج:8,14)

سوال 2: انسان اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے کیوں بھاگے گا؟

جواب: (1) انسان کو اپنی جان کی اتنی زیادہ فکر ہوگی کہ کسی دوسرے کا اسے ہوش ہی نہ ہوگا۔

(2) انسان اس لئے بھی بھاگے گا کہ وہ جان لے گا کہ وہ اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اس کے کسی کام نہیں آسکتے۔

﴿لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ﴾

''اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے گی'' (37)

سوال 1: ﴿لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ﴾ ''اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ﴾ ''اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے گی'' یعنی ہر انسان کو اپنی فکر لاحق ہوگی۔وہ کسی دوسرے کی طرف توجہ نہیں کر پائے گا۔

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ حشر کے میدان میں ننگے سر ننگے بدن بے ختنہ آئیں گیا ایک عورت نے کہا کہ ہر ایک دوسرے کا ستر دیکھے گا آپ ﷺ نے فرمایا اے فلانی ہر ایک کو اس دن ایسا ایک دھندا ہوگا کہ اسے دوسرے سے غیر کردے گا۔ (جامع ترمذی:3332)

(3) قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾ ''جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔'' (الدخان:41) ﴿وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا'' (المعارج:10)

﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ﴾

''کچھ چہرے اُس دن چمکنے والے ہوں گے'' (38)

سوال 1: ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ﴾ ''کچھ چہرے اُس دن چمکنے والے ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ﴾ ''کچھ چہرے اُس دن چمکنے والے ہوں گے''اس دن خوش نصیب لوگوں کے چہروں پر تازگی اور خوشی ہوگی۔ان کے چہرے نعمتوں سے فیض یاب ہونے کے بارے میں جان کر روشن ہوں گے۔

(2)ابن عباس کہتے ہیں یہ قیام اللیل کی وجہ سے ہوں گے۔

(3)رات کی نماز کی کثرت کی وجہ سے چہرے دن کی طرح چمکیں گے۔(ابن ماجہ باب:174)ضحاک کہتے ہیں وضو کے آثار کی وجہ سے چمکیں گے اور یہ بھی کہا گیا اللہ کے راستے کے غبار کی وجہ سے (تفسیر ابی السعود:381,382)رب العزت نے فرمایا﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۲۳)﴾ ''بعض چہرے اُس دن تر و تازہ ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔''(القیامۃ:22,23)

﴿ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾

''مسکراتے ہوئے،ہشاش بشاش''(39)

سوال1:﴿ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾ ''مسکراتے ہوئے،ہشاش بشاش'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾ ''مسکراتے ہوئے،ہشاش بشاش''فرماں بردار لوگوں کے چہرے ہشاش بشاش کھلکھلاتے، مسکراتے ہوں گے۔(2)حشر کے دن ہنسی اور خوشی کامیابی کی دلیل ہوگی۔

﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ﴾

''اور اُس دن کچھ چہروں پر خاک اُڑ رہی ہوگی''(40)

سوال1:﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ﴾ ''اور اُس دن کچھ چہروں پر خاک اُڑ رہی ہوگی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ﴾ ''اور اُس دن کچھ چہروں پر خاک اُڑ رہی ہوگی''نافرمانوں اور بدبختوں کے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے۔(2)غم سے سیاہ اور دھویں میں اٹے ہوں گے۔

(3)غم سے سیاہ اور دھویں میں اٹے ہوں گے۔(4)﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (۲) عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (۳) تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً (۴)﴾ ''کئی چہرے اُس دن ذلیل ہوں گے۔محنت کرنے والے،تھک جانے والے۔وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے''۔(الغاشیہ:2,4)

سوال2:حشر کے دن کن لوگوں کے چہروں پر خاک اُڑ رہی ہوگی؟

جواب:حشر کے دن ان لوگوں کے چہروں پر خاک اُڑ رہی ہوگی جن کے اعمال نامے اُن کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

﴿تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾

''اُن پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی''(41)

سوال1:﴿تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾''اُن پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾''اُن پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی''یعنی کافروں کے چہروں پر کفر کی کدورت چھائی ہوگی اوراوپر سے فسق وفجور کی ظلمت اورزیادہ تیرہ وتاریک کردے گی۔(تفسیرعثمانی:2/860)

(2) کچھ چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی،رنگ فق اور چہرے بگڑے ہوئے اور بے رونق ہوں گے۔(تیسیرالقرآن:4/601)

سوال2:حشر کے دن چہروں کی سیاہی کس بات کی دلیل ہوگی؟

جواب:حشر کے دن چہروں کی سیاہی ناکامی کی دلیل ہوگی۔

﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾

''یہی لوگ کافر،بدکردار ہیں''(42)

سوال1:﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾''یہی لوگ کافر،بدکردار ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ﴾''یہی لوگ کافر ہیں''جواللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے والے ہوں گے یعنی حقوق اللہ میں کمی کرنے والے،اللہ تعالیٰ کی آیات کوجھٹلانے والے،اس کے حرام کوحلال کرنے والے۔

(2)﴿الْفَجَرَةُ﴾''بدکردار ہیں''یعنی حقوق العباد میں کمی کرنے والے۔

(3)حافظ ابن کثیر نے کہا﴿الْكَفَرَةُ﴾''کافر''یعنی جوکفران کے دلوں میں ہے اورالفجرہ جوان کے اعمال کا فجور ہے۔(الاساس:2/6381)

(4)ان کے دلوں میں کفراورعملوں میں کھوٹ تھا(مختصرابن کثیر:2/2188)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا(۲۷)﴾''اگرتو نے اُن کوچھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کوگمراہ کریں گےاوروہ بدکاروں اورڈھیٹ کافروں کے سواکسی کوجنم نہ دیں گے''۔(نوح:27)

(5)لوگ گروہوں میں بٹنے سے پہلے ہی پہچانے جائیں گے کہ کون کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال2:ناکام لوگوں کے بارے میں رب العزت نے کیاوضاحت کی ہے؟

جواب:ناکام لوگ کافراورفاجر ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ اور قیامت کا انکار کرنے کے اثرات ان کے کردار پر مرتب ہوئے اوراسی کی وجہ سے وہ بدکردار ہوں گے۔

اٰیاتھا ۲۹ ۸۱ سُوْرَۃُ التَّکْوِیْرِ مَکِّیَّۃٌ ۷ رکوعھا ۱

سوال1: یہ سورت کب نازل ہوئی؟اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔اس کی 29 آیات اور ایک رکوع ہے۔

سوال2: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ آٹھویں سورت ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 81 ہے۔

سوال3: اس سورت کے بارے میں نبی ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ قیامت کو آنکھوں سے دیکھ لے تو اسے چاہیے کہ سورۃ التکویر، الانفطار اور انشقاق پڑھ لے۔(ترمذی، ابواب التفاسیر:3333)

رکوع نمبر 6

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾

''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا''(1)

سوال1: ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا'' کورت بمعنی کسی چیز کو عمامہ یا پگڑی کی طرح لپیٹنا اور اوپر تلے گھمانا۔اور اس میں گولائی اور تجمع کے دونوں تصور موجود ہوتے ہیں یعنی کسی چیز کو گولائی میں لپیٹنا، جماتے جانا۔مطلب یہ ہے کہ سورج کی شعاعیں، اس کی روشنی اور اس کی حرارت سب کچھ سمیٹ لیا جائے گا اور وہ بس ایک بے نور جسم رہ جائے گا۔سیدنا ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قیامت کے دن سورج اور چاند دونوں تاریک (بے نور) ہو جائیں گے۔(بخاری:3200)

﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾

''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے''(2)

سوال1: ﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ ''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے''یعنی جب تارے ماند پڑ جائیں گے اور آسمان سے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔

سوال2: تارے کیسے بے نور ہو جائیں گے؟

جواب: آسمان سے تاروں کا وجود ختم ہو جائے گا۔

﴿وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾

''اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے''(3)

سوال1:﴿وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾''اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾''اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے''یعنی زمین کی کشش ثقل ختم ہو جائے گی تو پہاڑوں کی زمین میں جڑیں ڈھیلی پڑ جائیں گی۔ پہلے تو ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے بعد ازاں کی بھر بھری ریت کو ہوا ادھر ادھر اڑاتی پھرے گی۔ (تیسیر القرآن:4/602)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا﴾''اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب ہو جائیں گے۔''(النبا:20)

(3)﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔''(الکہف:47)

﴿وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾

''اور جب دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی''(4)

سوال1:﴿وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾''اور جب دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾''اور جب دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی''اہل عرب کے نزدیک اونٹ ایک قیمتی متاع سمجھا جاتا تھا اور دس ماہ کی حاملہ اونٹنی تو ان کے ہاں نہایت عزیز متاع تھی اس لیے کہ وہ ایک دو ماہ بعد بچہ بھی جنے گی اور دودھ بھی دیا کرے گی۔ اس آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ قیامت کی دہشت اتنی زیادہ ہوگی کہ انسان کو اپنی قیمتی متاع سنبھالنے کا بھی ہوش نہیں رہے گا۔ (تیسیر القرآن:4/602)

(2)﴿عِشَارٌ﴾ایسی اونٹنیوں کو کہا جاتا ہے جن کے پیچھے ان کے بچے ہوتے ہیں، یہ عربوں کا بہترین مال تصور کیا جاتا ہے جو اس وقت ان

کے پاس ہوتا تھا، اس معنی کے مطابق ہر نفیس مال یعنی جب لوگ اپنے بہترین اموال کو بے کار چھوڑ دیں گے جن کا وہ ہر وقت بہت اہتمام اور دھیان رکھا کرتے تھے۔ پس ان پر ایسا وقت آئے گا جو ان کو ان اموال سے غافل کر دے گا۔ (تفسیر السعدی:2914/3)

﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾

''اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے'' (5)

سوال 1: ﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ ''اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے'' یعنی جنگل کے وحشی جانور جو آدمی کے سایہ سے بھاگتے ہیں مضطرب ہو کر شہر میں آگھسیں گے اور پالتو جانوروں میں مل جائیں گے جیسا کہ اکثر خوف کے وقت دیکھا گیا ہے۔ ابھی چند سال ہوئے گنگا جمنا میں سیلاب آیا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک چھپر بہتا جا رہا ہے اس پر آدمی بھی ہیں اور سانپ وغیرہ بھی لیٹ رہے ہیں ایک دوسرے سے کچھ تعرض نہیں کرتا۔ نفسانفسی پڑی ہوئی ہے بلکہ زیادہ سردی کے زمانہ میں درندے جنگل سے شہر میں گھس آتے ہیں۔ مفسرین نے ''حشرت'' کے معنی مارنے کے اور بعض نے مار کر اٹھانے کے کیے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر ثنائی:862/2)

(2) یعنی قیامت کے روز جمع کیے جائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک کو دوسرے سے قصاص لے کر دے اور بندے اس کے کمال عدل کا مشاہدہ کریں حتی کہ وہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جا۔ (تفسیر السعدی:2914/3)

(3) عربوں کا قیمتی اور محبوب مال پورے دنوں کی اونٹنیاں ہیں انہیں اس کا بھی ہوش نہیں، پتے پانی ہوں گے اور کلیجے منہ کو آئیں گے۔ (مختصر ابن کثیر:2189/1) قیامت کے دن وحشی بھی اپنے ہوش کھو بیٹھیں گے انسانوں کے پاس آ کر جمع ہو جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور کوئی جانور زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ وہ اپنے دونوں پروں سے اُڑتا ہے مگر تمہاری طرح کی اُمتیں ہیں، ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی، پھر یہ اپنے رب ہی کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔ (الانعام:38)

﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾

''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے'' (6)

سوال: ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے'' یعنی ان کو گرم کیا جائے گا اور اتنے بڑے ہونے کے

باوجود وہ آگ بن کر بھڑک اٹھیں گے۔(تفسیر السعدی:2914/3)

(2)﴿سُجِّرَتْ﴾ سجر میں کسی چیز کے بھرے ہوئے ہونے اور اس میں مخالطت یا تلاطم کا مفہوم پایا جاتا ہے۔البحر المسجور سے مراد وہ سمندر ہے جو بھرا ہوا بھی ہو اور جوش طلاطم سے ابل بھی رہا ہو۔(تیسیر القرآن:603/4)

(3) پانی دو گیسوں ہائیڈروجن اور آکسیجن کا مجموعہ ہے۔ہائیڈروجن آگ دکھانے سے فوراً بھڑک اٹھتی ہے اور آکسیجن آگ کو بھڑکنے میں مدد دیتی ہے یہی دو گیسیں جب کیمیائی طریقے سے ملائی جاتی ہیں تو اس سے پانی بنتا ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے۔قیامت کے دن سمندروں کے پانی کو پھر ان دو گیسوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔پھر ایک بھڑکے گی اور دوسری گیس بھڑکائے گی۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾ ''اور لبالب بھرے ہوئے سمندر کی!'' (الطور:6)

(5) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت سے پہلے چھ نشانیاں ہوں گی لوگ اپنے بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی جاتی رہے گی پھر ناگہاں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں گے، پھر اچانک پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے اور زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگے گی اور بری طرح ہلنے لگے گی بس پھر کیا انسان، کیا جنات، کیا جانور، کیا چھپکلی سب آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے، جانور بھی جو انسانوں سے بھاگتے پھرتے ہیں انسانوں کے پاس آجائیں گے لوگوں کو اس قدر بدحواسی اور گھبراہٹ ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال اونٹیاں جو بیاہنے والیاں ہوں گی ان کی بھی خیر خبر نہ لیں گے۔جنات کہیں گے کہ ہم جاتے ہیں کہ تحقیق کریں کیا ہو رہا ہے، لیکن وہ آئیں گے تو دیکھیں گے کہ سمندروں میں بھی آگ لگ رہی ہے، اسی حال میں ایک دم زمین پھٹنے لگے گی اور آسمان بھی ٹوٹنے لگیں گے، ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمانوں کا یہی حال ہوگا ادھر سے ایک تند ہوا چلے گی جس سے تمام جاندار مر جائیں گے۔(ابن ابی حاتم وغیرہ)(ابن کثیر:501/5)

﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾

''اور جب رُوحیں (جسم سے) ملا دی جائیں گی'' (7)

سوال1:﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ ''اور جب رُوحیں (جسم سے) ملا دی جائیں گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ ''اور جب رُوحیں (جسم سے) ملا دی جائیں گی'' قیامت کے دن جرائم کے لحاظ سے لوگوں کے گروہ بنائے جائیں گے مثلاً مومنوں کا گروہ کافروں کا گروہ، مشرکوں کا گروہ، منافقوں کا گروہ، قاتلوں کا گروہ، زانیوں کا گروہ وغیرہ۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے''۔(الصافات:22)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر شخص کا اس قوم کے ساتھ حشر ہوگا جو اس قوم کے سے عمل کرتا ہوگا''۔(مختصر ابن کثیر:2189/2)

(4)﴿وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً(۷) فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ (۸)﴾ ''اور تم تین قسموں میں ہو جاؤ گے۔ پس دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' (الواقعہ:7,8)

(5) ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبے میں یہ آیت پڑھ کر فرمایا: ہر جماعت اپنے جیسوں سے مل جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر:2/2189)

(6) اس دن کافروں اور مومنوں کے الگ گروہ بن جائیں گے اسی بارے میں رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے کچھ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے ہوں اور تمہیں اُس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہو گئی۔'' (الزمر:71)

(7)﴿وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ﴾ ''ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈر کر رہے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''سلام ہو تم پر! پاکیزہ رہے تم، چنانچہ اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو۔'' (الزمر:73)

﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ﴾

''اور جب زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے سوال کیا جائے گا'' (8)

سوال 1: ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ﴾ ''اور جب زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے سوال کیا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ﴾ ''اور جب زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے سوال کیا جائے گا'' عرب میں رسم تھی۔ (تفسیر عثمانی:2/862)

(2) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سنگ دل قاتلوں کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا اور ان سے بات بھی نہیں کرے گا۔ ان زندہ گاڑی لڑکیوں سے سوال کیا جائے گا کہ تم کو کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ (3) یہ انداز تخاطب مجرموں پر اللہ تعالیٰ کے غضبناک ہونے کی دلیل ہے۔

(4) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص ان بیٹیوں کی پیدائش سے آزمائش میں ڈالا جائے پھر وہ ان سے نیک

سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کے عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی۔ (ترمذی، ابواب البر والصلۃ: 1913) عزل کا حکم: نبی ﷺ نے فرمایا میں نے چاہا کہ لوگوں کو حمل اور رضاعت کی حالت میں صحبت سے روک دوں لیکن روم اور فارس والے ایسا کرتے ہیں جس سے ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عزل کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: وہ چھپ کر زندہ گاڑنا ہے (مختصر ابن کثیر: 290/1، مسند احمد)

سوال 2: عرب اتنے سنگدل کیوں تھے کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (۵۸) يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۵۹)﴾ ''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کیا ذلت کے باوجود ہی اُسے رکھ چھوڑے یا اُسے مٹی میں دبا دے؟ سن لو! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' (النحل: 58,59)

(2) بیٹیوں کے معاملے میں عربوں کی سنگدلی کی تین وجوہات ہیں: (i) تنگ دست اور مفلس ہونے کے ڈر کی وجہ سے اولاد کو مار ڈالتے تھے اس اعتبار سے لڑکی اور لڑکے میں کوئی فرق نہیں تھا رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾ اور اپنی اولاد کو مُفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، یقیناً اُن کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔ (بنی اسرائیل: 31) (ii) وہ کسی کو اپنا داماد بنانا باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔ (iii) اہل عرب جنگوں میں مصروف رہتے تھے اس لیے بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے (بخاری: 2408) جن میں بیٹے تو مددگار رہتے تھے مگر بیٹیاں نہیں۔ وہ دوسرے قبیلوں میں بیاہی جاتی تھی اور انہیں اس قبیلے کا ساتھ دینا پڑتا تھا لڑکی کے والدین کے قبیلے کو بھی اپنا سر نیچا رکھنا پڑتا تھا اسی وجہ سے انہوں نے لڑکیوں کو وراثت سے محروم رکھا تھا اسی وجہ سے وہ لڑکی کو زندہ رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابی داود: 5146)

سوال 3: بچوں کے زندہ گاڑنے کے گناہ کی تلافی کیا ہے؟

جواب: قیس بن عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: میں نے جاہلیت میں بچیوں کو زندہ گاڑا ہے کیا کروں؟ فرمایا: ہر بچی کے بدلے کا ایک غلام آزاد کرو۔ بولے میرے پاس غلام نہیں ہے فرمایا: تو ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ کی قربانی کر۔ (مختصر ابن کثیر: 2190/1) (سنن کبریٰ: 16424)

﴿بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾

''کہ کس گناہ کے بدلے میں وہ قتل کی گئی'' (9)

سوال 1: ﴿بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾ ''کہ کس گناہ کے بدلے میں وہ قتل کی گئی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾ ''کہ کس گناہ کے بدلے میں وہ قتل کی گئی'' قیامت کے دن جب زندہ گاڑی گئی معصوم لڑکی سے سوال ہوگا۔(2) زندہ گاڑی گئی بچیاں خود پوچھیں گی کہ انہیں زندہ کیوں گاڑا گیا تھا۔(مختصر ابن کثیر:2190/1)

سوال2:اسلام نے قتل اولاد اور قتل بنات کو روکنے کے لیے کیا اقدامات کیے؟

جواب:(1)اسلام نے اس جرم کو قتل سے زیادہ شدید جرم قرار دیا اور لوگوں کے اس خیال کی تردید کی کہ وہ اپنی اولاد کو مارنے کا حق رکھتے ہیں۔

(2)لڑکیوں کی تربیت اور پرورش کو صالح عمل قرار دیا اور اس کی ترغیب دلائی ''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں۔میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح (اکٹھے) ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر بتایا۔'' (صحیح مسلم:6695)

(3)سراقہ بن مالک سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھ کو افضل صدقہ نہ بتاؤں اپنی بیٹی کو صدقہ دے دے جو پھر تیرے پاس واپس آ گئی خاوند کی موت یا طلاق کی وجہ سے اور اس کا کوئی کمانے والا نہیں سوا تیرے۔(ابن ماجہ:3667)

(4)سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے سنا نبی ﷺ سے آپ فرماتے تھے جس کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان کے ہونے پر صبر کرے یعنی نہ روئے ، پیٹے اور نہ دکھ درد بیان کرے اور اپنی طاقت اور کمائی سے ان کو کھلائے اور پلائے اور کپڑا پہنائے تو وہ تینوں قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے اس کی آڑ ہوں گی۔(ابن ماجہ:3669)

سوال3:﴿بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾ ''کہ کس گناہ کے بدلے میں وہ قتل کی گئی'' اس سوال سے اللہ تعالیٰ کس کو سرزنش کریں گے؟

جواب:اس سوال سے اللہ تعالیٰ قاتل کو سرزنش کریں گے۔

﴿وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ﴾

''اور جب اعمال نامے پھیلائے جائیں گے''(10)

سوال:﴿وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ﴾ ''اور جب اعمال نامے پھیلائے جائیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا الصُّحُفُ﴾ ''اور جب اعمال نامے'' اعمال نامے جو لوگوں کے نیک اور برے اعمال پر مشتمل ہوں گے۔

(2)﴿نُشِرَتْ﴾ ''پھیلائے جائیں گے'' نشر کے معنی کسی چیز کو کھولنا اور کھول کر پھیلا دینا کسی خبر کو مشہور کرنا ہے۔

(3)آج جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کو لکھ کر لپیٹا جا رہا ہے اور کل قیامت کے دن یہی کھول کر ہمارے ہاتھ میں دیا جائے گا۔یا ارحم الراحمین صالح اعمال کی توفیق عطا فرمانا اور کل ہمارا نامہ اعمال ہمارے دائیں ہاتھ میں پہنچانا۔(آمین)

﴿وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ﴾

''اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی'' (11)

سوال 1: ﴿وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ﴾ ''اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ﴾ ''اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی'' کشطت، کشط البعیر کے معنی ہیں اونٹ کی کھال اتارنا۔

(2) آسمان کے بارے میں اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ایک ٹھوس جسم نہیں اس پر پردہ بھی ہے اور جیسے کسی جانور کی کھال اتارنے پر اس کا جسم اور اندرونی اعضاء نظر آنے لگتے ہیں ایسے آسمان کے پار عالم بالا جو ہم سے پوشیدہ ہے وہ سب کچھ جو پردے کے پیچھے ہے نظر آنے لگے گا۔

(3) یعنی آسمان کو برباد کر دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں۔'' (الانبیاء:104)

(4) قیامت کے دن آسمان کی کیفیت کے بارے مزید مقامات پر رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾ ''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے، لگاتار نازل کیا جانا۔ (الفرقان:25)

(5) ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کرنے کا حق ہے حالانکہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن اُس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (الزمر:67)

﴿وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ﴾

''اور جب جہنم دہکا دی جائے گی'' (12)

سوال 1: ﴿وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ﴾ ''اور جب جہنم دہکا دی جائے گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ﴾ ''اور جب جہنم دہکا دی جائے گی'' جب جہنم اللہ تعالیٰ کے قہر اور بندوں کے گناہوں کی وجہ سے شعلے مار رہی ہوگی یہ وہ وقت ہوگا جب لوگوں کا حساب کتاب لیا جا رہا ہوگا۔ اور جہنم دیکھ کر وہ سمجھ لیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری

نہ کرتے تو یہ بھڑکتی ہوئی جہنم ان کا ٹھکانا ہوتی۔اس پر وہ اللہ تعالیٰ کا مزید شکر بجالائیں گے۔جس نے دنیا میں انہیں راہ راست پر رکھا اور مجرم لوگ جب جنت کی نعمتوں کو دیکھیں گے۔اور خیال کریں گے کہ ان کا اصلی ٹھکانہ دوزخ ہے تو ان کی حسرت و یاس میں مزید اضافہ ہوگا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾ ''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟'' (المدثر:27) ﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى﴾ ''پس میں نے تمہیں شعلہ مارتی آگ سے ڈرا دیا ہے'' (اللیل:14)

(4) سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے جس میں دو شخص میرے پاس آئے اور دونوں نے کہا کہ یہ جو آگ بھڑکا رہا ہے جہنم کے داروغے کا مالک ہے میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں''۔(بخاری)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تمہاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔''صحابہ نے عرض کی، واللہ! یارسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی کافی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا:''وہ آگ تو دنیا کی آگ سے انہتر درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر (گرم) ہے۔'' (مسلم:7165)

﴿وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ﴾

''اور جب جنت قریب لائی جائے گی'' (13)

سوال 1:﴿وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ﴾ ''اور جب جنت قریب لائی جائے گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ﴾ ''اور جب جنت قریب لائی جائے گی'' یعنی جنت اہل تقویٰ کے قریب کر دی جائے گی اور ابن زید نے کہا قریب کرنے سے مراد ان کے لیے مزین کر دی جائے گی۔(فتح القدیر:5/479)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ ''اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی۔'' (ق:31)

﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ﴾

''تو ہر جان، جان لے گی کہ وہ کیا لے کر آئی ہے'' (14)

سوال:﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ﴾ ''تو ہر جان، جان لے گی کہ وہ کیا لے کر آئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ﴾ تو ہر جان، جان لے گی'' ہر انسان جان لے گا کیونکہ وہ اپنے اعمال کا ٹھیک ٹھیک محاسب ہوتا ہے اگر وہ اپنے آپ کی طرف داری نہ کرے۔

(2)﴿مَّآ اَحْضَرَتْ﴾ ''کہ وہ کیا لے کر آئی ہے'' ہر شخص کا اعمال نامہ کھول دیا جائے گا اور جو اعمال اس نے آگے بھیجے وہ وہاں موجود پائے گا جیسا کہ فرمایا﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْۗءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا۔ جو اس نے نیکی کی اور جو اس نے برائی کی، اُس دن آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے''۔ (آل عمران:30)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔'' (القیامۃ:13)

(4)یہ اوصاف جن سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کو موصوف کیا ہے، ایسے اوصاف ہیں جن سے دل دہل جاتے ہیں، کرب میں شدت آجاتی ہے، جسم کانپنے لگتا ہے، خوف چھا جاتا ہے، یہ اوصاف خردمند لوگوں کو اس دن کے لیے تیاری کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور ہر اس کام سے روکتے ہیں جو ملامت کا موجب ہے۔ اسی لیے سلف میں سے کسی کا قول ہے: جو کوئی قیامت کے دن کو اسی طرح دیکھنا چاہے، گویا وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ سورۂ تکویر میں تدبر کرے۔ (تفسیر السعدی:2915/3)

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ﴾

''پس میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے (ستاروں) کی!'' (15)

سوال:﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ﴾ ''پس میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے (ستاروں) کی!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ﴾ ''پس میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے (ستاروں) کی'' اس سے مراد وہ ستارے ہیں جو مشرق کی جہت میں، کواکب کی عادی رفتار سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور ہفت سیارگان یہ ہیں: سورج، چاند، زہرہ، مشتری، مریخ، زحل اور عطارد۔ ان ساتوں سیاروں کا چلنا دو جہتوں میں ہے۔ ایک چلنا مغرب کی جہت میں تمام کواکب اور فلک کے ساتھ اور ایک چلنا اس جہت کے برعکس، مشرق کی جہت میں، یہ چلنا صرف انہی سات سیاروں کے ساتھ مختص ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کے پیچھے ہٹنے کے حال میں، ان کے چلنے اور ان کے چھپ جانے، یعنی دن کے وقت مستور ہونے کے حال کی قسم کھائی ہے اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد تمام کواکب اور سیارے وغیرہ ہوں۔ (تفسیر السعدی:2916/3)

(2)تاروں کی قسمیں کھائی گئیں جو دن میں ڈوب جاتے ہیں اور رات کو نکل آتے ہیں۔

﴿الْجَوَارِ الْكُنَّسِ﴾

''جو چلتے رہنے والے، چھپ جانے والے ہیں'' (16)

سوال: ﴿الْجَوَارِ الْكُنَّسِ﴾ ''جو چلتے رہنے والے، چھپ جانے والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الْجَوَارِ الْكُنَّسِ﴾ ''جو چلتے رہنے والے، چھپ جانے والے ہیں'' کئی سیاروں (مثلاً زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد) کی چال اس ڈھب سے ہے کہ کبھی مغرب سے مشرق کو چلیں یہ سیدھی راہ ہوئی، کبھی ٹھٹک کر الٹے پھریں اور کبھی سورج کے پاس آ کر کتنے دنوں تک غائب رہیں۔ (تفسیر عثمانی: 862/2)

(2) تاروں کے طلوع کے وقت کو خنس اور غروب کے وقت کو کنس کہتے ہیں پھر یہ طلوع اور غروب کے درمیان اپنے اپنے فلک میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 2191/1)

﴿وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ﴾

''اور رات کی جب وہ رخصت ہوتی ہے!'' (17)

سوال: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ﴾ ''اور رات کی جب وہ رخصت ہوتی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ﴾ ''اور رات کی جب وہ رخصت ہوتی ہے'' عسعس کے معنی دھندلکا کے ہیں خواہ شام کا ہو یا جیسے غروب آفتاب کے بعد رات کا اندھیرا چھانے لگتا ہے اور خواہ صبح کا دھندلکا ہو یعنی رات کی تاریکی غائب اور صبح کی روشنی اس پر غالب ہونے لگے اس لحاظ سے ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے اور رات کی جب وہ جانے لگے۔ (تیسیر القرآن: 605/4)

(2) امام راغب کہتے ہیں کہ عسعس کے معنی معمولی تاریکی کے ہیں۔ جو ابتدائی اور آخری شب دونوں حصوں میں صادق آتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ لفظ دونوں معنی میں مشترک معنوی ہے۔ (تفسیر کمالین جلالین: 195/7)

﴿وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾

''اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے!'' (18)

سوال: ﴿وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾ ''اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾ ''اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے'' گویا آفتاب کو دریا میں تیرنے والی مچھلی سے تشبیہ دی اور طلوع سے پہلے اس کے نور کے منتشر ہونے کو دم ماہی سے نسبت کی۔ جیسے مچھلی دریا میں آنکھوں سے پوشیدہ گزرتی ہے اور اس کے سانس لینے سے پانی اڑتا اور منتشر ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب کی حالت قبل طلوع اور قبل روشنی پھیلنے کے ہے۔ (تفسیر عثمانی: 863/2)

(2) یعنی صبح جب اس کی علامات ظاہر ہونے لگیں اور روشنی تھوڑی تھوڑی پھوٹنے لگے، یہاں تک کہ مکمل ہو جائے اور سورج نکل آئے۔ یہ بڑی بڑی نشانیاں جن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، قرآن کی سند کی قوت، اس کی جلالت اور ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی بنا پر ہے۔ (تفسیر سعدی: 2916/3) (3) یعنی جب سحر کی روشنی پھیلنے لگے۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾

''بلاشبہ یقیناً یہ ایک معزز پیغام پہنچانے والے کا قول ہے'' (19)

سوال: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ ایک معزز پیغام پہنچانے والے کا قول ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ ایک معزز پیغام پہنچانے والے کا قول ہے'' قرآن جبرائیل کا لایا ہوا ہے جو بزرگ اور شریف ہیں۔ اس قرآن کو محمد رسول اللہ پر نازل کیا گیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۹۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (۱۹۴)﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقیناً جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔ اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔ آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ (الشعراء: 192,194)

(2) اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے اچھے اخلاق اور قابل تعریف خصائل کی وجہ سے کَرِیْم کی صفت سے موصوف کیا ہے، کیونکہ یہ فرشتوں میں سب سے افضل اور اپنے رب کے ہاں سب سے بڑے رتبے کا حامل ہے (تفسیر السعدی: 2916,2917/3)

﴿ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ﴾

''جو قوت والا ہے، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے'' (20)

سوال: ﴿ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ﴾ ''جو قوت والا ہے، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذِيْ قُوَّةٍ﴾ ''جو قوت والا ہے، یعنی جبرائیل بڑے طاقت ور ہیں'' جیسا کہ فرمایا: ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى (۵) ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى (۶)﴾ اُس کو نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے تعلیم دی ہے۔ جو بڑی طاقت والا ہے، چنانچہ وہ بلند ہوا۔ (النجم: 5,6)

(2) اللہ تعالیٰ نے اسے جو حکم دیا، اس کی تعمیل کی قوت اور طاقت رکھنے والا ہے۔ یہ جبریل علیہ السلام کی قوت تھی کہ انھوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو ان پر الٹ کر ان کو ہلاک کر دیا۔

(3) ﴿عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ﴾ ''عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے'' یعنی جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی خاص اور بلند قدر و منزلت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مختص کیا ہے ﴿مَكِيْنٍ﴾ یعنی تمام ملائکہ سے بڑھ

کران کی قدر و منزلت ہے۔(تفسیر السعدی:3/2916،2917)

(4) مالک عرش کے نزدیک بلند مقام وعزت والا ہے آپ کو نور کے ستر پردوں تک جانے کی اجازت ہے۔

﴿مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ﴾

''وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے''(21)

سوال: ﴿مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ﴾ ''وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مُّطَاعٍ ثَمَّ﴾ ''وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے'' آسمانوں میں جبرائیل کی بات مانی جاتی ہے۔فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ان کے پاس مقرب فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو ان کی تابع ہے ان فرشتوں پر جبرائیل کا حکم نافذ ہوتا ہے۔وہ ان کے سردار ہیں۔(2) ﴿اَمِیْنٍ﴾ ''امانت دار ہے'' وہ وحی پر امین ہیں۔(اسیر التفاسیر:1732)

(3) یعنی امانت دار ہیں، ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں، اس میں کمی بیشی نہیں کرتے اور جو حدود ان کے لیے مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہیں کرتے۔

(4) یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرآن کریم کے شرف پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس کے ساتھ ایک عالی مرتبہ فرشتے کو بھیجا جو ان صفات کاملہ سے موصوف ہے۔عام عادت یہ ہے کہ بادشاہ کسی عالی مرتبہ ہستی کو اہم ترین مہم اور بلند مرتبہ پیغام ہی کے لیے بھیجا کرتے ہیں۔(تفسیر السعدی:3/2917)

﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ﴾

''اور تمہارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے''(22)

سوال: ﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ﴾ اور تمہارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ﴾ ''اور تمہارا ساتھی ہرگز کوئی'' یعنی محمد ﷺ کی فضیلت بیان فرمائی ہے جن پر قرآن نازل ہوا ہے جس کی طرف انہوں نے لوگوں کو دعوت دی۔(2) ﴿بِمَجْنُوْنٍ﴾ ''کوئی دیوانہ نہیں ہے'' یعنی محمد دیوانے نہیں ہیں۔

(3) جیسا کہ آپ کی رسالت کو جھٹلانے والے، آپ کے دشمن کہتے ہیں، آپ کے بارے میں طرح طرح کے جھوٹ گھڑتے ہیں جن کے ذریعے سے وہ اس نور کو بجھا دینا چاہتے ہیں جسے لے کر آپ آئے ہیں، بلکہ آپ تو عقل میں سب سے زیادہ کامل، رائے میں سب سے زیادہ صائب اور قول میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔(تفسیر السعدی:3/2917)

(4) رب العزت نے ان کے الزامات کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

مُّبِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ ''اُن کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ بلاشبہ اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے۔ پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔'' (الدخان:13,14)

(5) رب العزت نے مزید کئی مقامات پر رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا، فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو بس صاف صاف ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں''۔ (الاعراف:184)

(6) ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۛ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کیا تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے؟ وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے۔'' (سبا:46)

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اُس (محمد) نے اس (جبرئیل) کو (آسمان کے) روشن کنارے پر دیکھا ہے'' (23)

سوال: ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُس (محمد) نے اس (جبرئیل) کو (آسمان کے) روشن کنارے پر دیکھا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُس (محمد) نے اس (جبرئیل) کو (آسمان کے) روشن کنارے پر دیکھا ہے'' یہ واقعہ بطحا کا ہے اس وقت رحمت عالم نے آپ ﷺ کو آسمان کے بلند اور صاف کنارے پر پہلی بار دیکھا تھا جس کا بیان سورۃ نجم میں ہے (مختصر ابن کثیر:2/2191)

(2) دوسری بار دیکھنے کا بیان سورۃ نجم میں ہے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ ''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُس (رسول) نے ایک مرتبہ اور بھی اُسے (جبریل) اُترتے ہوئے دیکھا تھا۔ انتہائی حد کی بیری کے پاس۔ اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔'' (النجم:13,15)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جبریل امین کو اس حال میں دیکھا تھا کہ پوری فضا میں ایک سبز فرش نظر آرہا تھا اور اس نے آسمان کا کنارہ ڈھانپ لیا تھا اور آپ ﷺ نے جبریل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا تھا۔ ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(4) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ ﷺ وحی کے رک جانے کے زمانہ کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی۔ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ (سیدنا جبریل علیہ السلام) ہے

جو غارِ حرا میں میرے پاس وحی لے کر آیا تھا۔ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ دیکھ کر گھبرا گیا (مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی) پھر میں لوٹ کر گھر آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو تو مجھے گھر والوں نے کپڑا اوڑھا دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ سورت: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵﴾ ''اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو اور (کافروں کو) ڈراؤ اور اپنے کپڑے کو صاف رکھو اور بتوں سے علیحدہ رہو۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر برابر وحی آنے لگی۔ (بخاری:406)

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾

''اور وہ غیب پر ہرگز بخیل نہیں ہے'' (24)

سوال 1: ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ ''اور وہ غیب پر ہرگز بخیل نہیں ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ ''اور وہ غیب پر ہرگز بخیل نہیں ہے'' یعنی اللہ نے غیب کی جو خبریں آپ ﷺ کی طرف وحی کی ہیں، آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ نہیں چھپایا آپ ﷺ اس کے بارے میں بخیل نہیں ہیں۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' جو شخص بھی تم سے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ نازل تھا' اس میں سے آپ نے کچھ چھپا لیا تھا' تو وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ''اے پیغمبر! جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف نازل ہوا ہے' یہ (سب) آپ (لوگوں تک) پہنچا دیں''۔ (بخاری:4612) (3) آپ ﷺ آسمان والوں اور زمین والوں کے امین ہیں۔

(4) آپ ﷺ نے اپنے رب کے پیغام کو کھلے طور پر ہر ایک کو پہنچایا۔

(5) آپ ﷺ نے شہری، دیہاتی میں، مرد، عورت میں، مال دار اور فقیر میں پہنچایا۔

(6) جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو یہ لوگ علمائے ربانی اور دانش مندان ذی فراست بن چکے تھے۔ تمام علوم کی غایت و انتہا یہی لوگ تھے اور دقائق و مفاہیم کے استخراج میں یہی منتہی تھے، یہ لوگ اساتذہ تھے اور دیگر لوگوں کی انتہا یہ ہے کہ وہ ان کے تلامذہ تھے۔ (تفسیر سعدی:2981/3)

سوال 2: غیبی معاملات کے بارے میں نبی ﷺ کے کس رویے کو ظاہر کیا جا رہا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ آپ ﷺ کو جن معاملات کی وحی کے ذریعے سے تعلیم دی جاتی ہے، ان احکامات پر آپ ﷺ عمل کرتے ہیں۔ سب دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ رسالت کی ذمہ داریوں کا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ﴾

''اور وہ ہرگز کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے'' (25)

سوال1:﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ﴾ ''اور وہ ہرگز کسی شیطان مردُود کا قول نہیں ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ﴾ ''اور وہ ہرگز کسی شیطان مردُود کا قول نہیں ہے'' قرآن شیطانی کلام نہیں ہے، نہ اس کا کلام ہوسکتا ہے۔ نہ شیطان اس پر قابو پاسکتا ہے، نہ وہ اس کے لائق ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/2192)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ (۲۱۰) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (۲۱۱) اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (۲۱۲)﴾ ''اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اُترے۔ اور نہ ہی یہ اُن کے لائق ہے اور نہ ہی وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں۔ یقیناً وہ اس کے سُننے ہی سے دور رکھے گئے ہیں۔(الشعراء:210,212)

(3)قرآن مجید کی صداقت پر جس بات سے حرف آسکتا تھا اللہ تعالیٰ نے ہر اس نقص کو دور کر دیا۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ شیطان مردود کا قول نہیں۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ (۲۲۱) تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (۲۲۲) يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ (۲۲۳)﴾ ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترتے ہیں؟ وہ ہر زبردست جھوٹے سخت گناہ گار پر اُترتے ہیں۔ وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔''(الشعراء:221,223)

سوال2: کفار مکہ آپ ﷺ کو کاہن کیوں کہتے تھے؟

جواب:(1) آپ ﷺ بھی چونکہ غیب کی خبریں دیتے تھے اس لیے کفار مکہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ کو بھی کوئی جن یا شیطان ایسی خبریں مہیا کرتا ہے۔

(2)چنانچہ ایک دفعہ آپ ﷺ بیمار ہوگئے اور دو تین راتیں نماز تہجد کے لیے نہ اٹھ سکی پھر ایک عورت ابولہب کی عورت عوراء آئی اور کہنے لگی اے محمد! میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ دو یا تین راتوں سے دیکھ ہی رہی ہوں کہ تمہارے پاس وہ نہیں آیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی، والضحیٰ سے آخر تک یعنی قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب وہ قرار پکڑے کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ سے بیزار ہوا۔(صحیح بخاری:4950)

(3)کافروں کو یہ بتایا جارہا ہے کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے بھلا شیطان سے کیسے ممکن ہے کہ وہ انسان کو شرک، بت پرستی اور الحاد سے ہٹا کر خالص عبادت اور توحید کی تعلیم دے؟ اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کا احساس دلائے، پاکیزہ زندگی، عدل اور تقویٰ اور اخلاق فاضلہ کی طرف راہ نمائی کرے۔(تیسیر القرآن:606,607)

سوال3: قرآنِ مجید کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ قرآنِ مجید شیاطین کی طرف سے پھونکی ہوئی بات نہیں جو چوری چھپے باتیں سُن کر پہنچاتے ہیں، اُدھوری باتیں کرتے ہیں اور ایک سچ کے ساتھ 99 جھوٹ شامل کر لیتے ہیں۔

﴿فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾

''پھر تم لوگ کدھر جا رہے ہو؟(26)

سوال:﴿فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾''پھر تم لوگ کدھر جا رہے ہو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾''پھر تم لوگ کدھر جا رہے ہو''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس قرآن سے کدھر جا رہے ہو اور اس سے رخ موڑ کر کہاں جا رہے ہو۔(جامع البیان:88/30)(2)یعنی تم قرآن کا انکار اور اس سے اعراض کر کے کس راستے پر چل رہے ہو۔(ایسر التفاسیر:1732)

(3)جب تم پر قرآن کی صداقت ظاہر ہو چکی تو پھر اسے کیوں جھٹلاتے ہو! کیوں عقلیں ماری گئیں جب بنو حنیفہ کے کچھ آدمی سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ مسیلمہ کا جو مدعی نبوت تھا اور تم اسے آج تک نبی مانتے رہے ہو، گھڑا ہوا کلام تو سناؤ۔سنایا تو انتہائی رکیک اور محض بکواس تھا۔فرمایا، تمہاری عقلیں کہاں تھیں؟ تم نے ذرا بھی نہیں سوچا کہ اس بکواس کو اللہ کے کلام سے کیا نسبت؟ ناممکن ہے کہ ایسا بے تکا کلام اللہ کا ہو یا تم اللہ کی کتاب اور اس کی فرمانبرداری سے بھاگ رہے ہو۔(مختصر ابن کثیر:2192/2)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

''یہ تو سارے جہانوں کے لیے نصیحت ہے''(27)

سوال1:﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾''یہ تو سارے جہانوں کے لیے نصیحت ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ﴾یعنی یہ قرآن۔(2)﴿هُوَ﴾یعنی قرآن کے ذکر سے۔

(3)﴿اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾''سارے جہانوں کے لیے نصیحت ہے''یعنی یہ جہان والے جنوں اور انسانوں کے لیے تذکرہ اور نصیحت ہے۔(جامع البیان:88/30)

(4)یعنی جس کے ذریعے سے وہ اپنے رب، اس کی صفات کمال اور ان صفات کو یاد رکھتے ہیں جن کے ذریعے سے تمام نقائص، رزائل اور امثال سے اس کی تنزیہہ ثابت ہوتی ہے، اس کے ذریعے سے وہ اوامر و نواہی اور ان کے حکم کو یاد رکھتے ہیں اور اس کے ذریعے سے احکام قدریہ، احکام شرعیہ اور احکام جزائیہ کو یاد رکھتے ہیں۔وہ بالجملہ دنیا و آخرت کے مصالح کو یاد رکھتے ہیں اور عمل کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی سعادت کو پا لیتے ہیں۔(تفسیر السعدی:2918/3)

سوال2:قرآنِ مجید کس کے لئے نصیحت ہے؟

جواب:قرآنِ مجید اُس کے لئے نصیحت ہے جو سیدھے راستے پر چلنا چاہے۔

﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ﴾

''تم میں سے اُس کے لیے جو چاہے کہ وہ سیدھا چلے''(28)

سوال1:﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ﴾''تم میں سے اُس کے لیے جو چاہے کہ وہ سیدھا چلے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ﴾''تم میں سے اُس کے لیے جو چاہے''یعنی جو سیدھے راستے کی تلاش میں ہیں قرآن انہیں سیدھا راستہ بتائے گا۔

(2)﴿اَنْ يَّسْتَقِيْمَ﴾''کہ وہ سیدھا چلے''یعنی جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر استقامت اختیار کرتا ہے اور نیک لوگوں کے راستے پر چلتا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:500/3)

(3)یعنی یہ قرآن سارے جہان والوں کے لیے نصیحت تو ہے مگر اس سے فائدہ اسی کو پہنچ سکتا ہے جو خود بھی سیدھے راستے پر چلنا چاہتا ہے اور گمراہی سے بچنا چاہتا ہے۔(4)قرآن ہی نجات اور ہدایت کا ذریعہ ہے اس پر عمل کر کے اپنی آخرت بناؤ۔(مختصر ابن کثیر:2192/2)

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے''(29)

سوال1:﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت نافذ ہے اس کی مخالفت کی جاسکتی ہے نہ اس کو روکا جاسکتا ہے۔

(2)تمہارا چاہنا وہی ہوتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہی علم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ علم تمہیں اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ تم وہی کام کرو جو پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔(تیسیر القرآن:607/4)

(3)ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سلیمان بن موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو ابوجہل کہنے لگا یہ چیز تو ہمارے اختیار میں ہے اگر ہم چاہیں تو سیدھے چلیں اور اگر ہماری مرضی نہ ہو تو نہ چلیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ نازل فرمایا:﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾(تفسیر ابن عباس:458/3)

(4)نیکی کا ارادہ کرنا بھی اس کی مشیت اور توفیق پر موقوف ہے۔﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾''اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور وہ اُن پر گندگی ڈال دیتا ہے

جولوگ نہیں سمجھتے۔" (یونس:100)

(5) ہدایت اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہی ملتی ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾ "یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔" (القصص:56)

(6) ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾ "اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔" (الانسان:30)

(7) سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا، جو جہینہ کی ایک عورت ہیں، بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا تم اللہ کا شریک بناتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ تم کہتے ہو جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپ چاہیں اور تم کہتے ہو کہ کعبہ کی قسم! تو رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت ایمان والوں کو حکم دیا کہ جب وہ قسم کھایا کریں تو اس طرح کہا کریں: "کعبہ کے رب کی قسم!" اور ہر شخص کو چاہیے کہ اس طرح کہے۔ "جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر جو آپ چاہیں۔" (نسائی:3804)

سوال 2: انسان کی چاہت کس چیز پر منحصر ہے؟

جواب: انسان کی چاہت اللہ تعالیٰ کی توفیق پر منحصر ہے۔ جب تک انسان کی چاہت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق، اس کی مشیت شامل نہیں ہوتی، اس وقت تک انسان سیدھا راستہ اختیار نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہدایت انسان اپنی مرضی سے حاصل نہیں کر سکتا، نہ یہ پیغمبر کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ملتی ہے۔

۸۲ سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ۸۲

اٰیاتها ۱۹ | رکوعها ۱

سوال 1: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات ہیں اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کی 19 آیات اور ایک رکوع ہے۔

سوال 2: اس سورت کا نزولی ترتیب اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے کیا نمبر ہے؟

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے 82 ویں نمبر پر ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے بھی اس کا نمبر 82 ہے۔

سوال 3: اس سورۃ کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو وہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کی تلاوت کر لے۔" (ترمذی:3333)

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾

''جب آسمان پھٹ جائے گا''(1)

سوال1:﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾''جب آسمان پھٹ جائے گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿انْفَطَرَتْ﴾فطر کے معنی کسی چیز کو لمبائی میں یوں پھاڑنا کہ اس میں شگاف پڑ جائے اور فطور شگاف کے معنی میں آتا ہے۔اس لحاظ سے اس کے معنی چر جانا بھی درست ہیں اور پھٹ جانا بھی۔جو صورت بھی ہو اس سے آسمان میں شگاف پڑ جائیں گے۔(تیسیر القرآن 608/42)

(2)قیامت کے دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔فرمایا:﴿السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا﴾''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے،اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے''۔(مزمل:18)

سوال2:آسمان کیسے پھٹ جائے گا؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے حکم اور رعب سے پھٹ جائے گا۔

﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾

''اور جب ستارے بکھر جائیں گے''(2)

سوال1:﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾''اور جب ستارے بکھر جائیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿انْتَثَرَتْ﴾''بکھر جائیں گے''نثر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی سے جھڑ کر پراگندہ ہو جائے۔ستاروں کی باہمی کشش ختم ہونے کی وجہ سے وہ بے ترتیبی سے ادھر ادھر بکھر جائیں گے۔ان کا حسن زائل ہو جائے گا۔

سوال2:ستارے کیسے بکھر جائیں گے؟

جواب:ستارے اللہ کے حکم سے بکھر جائیں گے۔

﴿وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ﴾

''اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے''(3)

سوال1:﴿وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ﴾''اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ﴾''اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے''فجر کے معنی کسی چیز کو وسیع پیمانے پر پھاڑنا جو کہ سارے افق پر نمودار ہوتی ہے اس لیے اسے فجر کہتے ہیں۔فجر کے معنی پانی کو پھاڑ کر وسیع علاقے تک چلانا یا جاری کرنا۔گویا سمندروں کو پھاڑ کر اس کے پانی کو دور دور کے علاقوں پر زمین میں بہا دیا جائے گا۔سمندروں کے لیے سجرت کا لفظ آیا ہے۔یعنی ان میں تلاطم بپا ہو جائے گا اور پانی باہر دور دور تک پھیل جائے گا۔پھر یہی پانی گیسوں میں تبدیل ہو کر جلنے لگے گا۔(تیسیر القرآن 608/4)

﴿وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ﴾

''اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی''(4)

سوال1:﴿وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ﴾''اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ﴾''اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی''بعثر کا لغوی مفہوم:بعثرت بعثر دراصل دو لفظوں کا مرکب ہے۔بعث اور عثر کا۔بعث کا ایک معنی زمین وغیرہ کا کھودنا اور ڈھونڈنا یا ڈھونڈھ نکالنا بھی ہے۔اور عثر کے معنی کسی دوسری چیز کے دوران کسی اور چیز کا خود بخود ظاہر ہو جانا،کھل جانا یا سامنے آجانا۔مطلب یہ ہے کے جب قبروں کو الٹ پلٹ کیا جائے گا۔اور کھودا جائے گا تو مردے خود بخود باہر نکل پڑیں گے۔(تیسیر القرآن:604/8)

﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ﴾

''ہر شخص جان جائے گا جو اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے''(5)

سوال1:﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ﴾''ہر شخص جان جائے گا جو اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ﴾''ہر شخص جان جائے گا''یعنی ہر شخص یہ دیکھ لے گا کہ اس کے ہاتھوں نے کیا کمائی آگے بھیجی ہے۔جب بدبختی اور ابدی عذاب کا یقین ہو جائے گا تو وہ حسرت سے اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور متقیوں نے جو نیک اعمال بھیجے ہوں گے۔وہ کامیابی اور دائمی نعمتوں سے فیض یاب ہوں گے۔

(2)﴿مَّا قَدَّمَتْ﴾''جو اُس نے آگے بھیجا''یعنی وہ کون کون سے کام تھے جو اس نے اپنی زندگی میں آگے بھیجے۔

(3)﴿وَاَخَّرَتْ﴾''اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے''اور ایسے کون کون سے کام تھے جن کا عذاب یا ثواب موت کے بعد بھی نامہء اعمال میں درج ہوتا رہا۔

(4) نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اسلام میں کسی نیک کام کی طرح ڈالی اس کے لیے اس کے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد بھی اس پر عمل کریں ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا ثواب کچھ کم ہو اور جس نے اسلام میں کوئی بری طرح ڈالی اس پر اس کے عمل کا بھی بار ہے۔ اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ کم ہو''۔ (مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی صدقۃ:2351)

(5) ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے''۔ (القیامہ:13)

(6) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ یقیناً اُس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو''۔ (الحشر:18)

سوال 2: انسان کیسے جان لے گا جو اُس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا؟

جواب: انسان کائناتی تبدیلیوں کی وجہ سے، پردۂ غیب کے پھٹ جانے کی وجہ سے جان لے گا جو اُس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾

''اے انسان! اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا'' (6)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾ ''اے انسان! اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾ ''اے انسان! اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا'' یہ جبار و قہار کی دھمکی ہے کہ اے انسان! تو کس چیز پر پھول کر اللہ تعالیٰ کو بھول گیا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے انسان! تجھے کس چیز نے مجھ سے مغرور بنا دیا تھا۔ تو نے میرے نبیوں کی کیا بات مانی؟ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو یہ آیت پڑھتے ہوئے پایا تو فرمایا: کہ جہالت نے اسے مغرور بنا دیا۔ (تفسیر ابن کثیر 2/2193)

(2) کیا تمہاری طرف سے اس کے حقوق سے استہزا کے طور پر یا اس کے عذاب کے تحقیر کے طور پر یا اس کے جزا اور سزا پر تمہارے عدم ایمان کی بنا پر۔

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا رخ اس کی طرف کر لیتا، پھر آدمی رخ پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم کس کی طرف سے تو رخ پھیرتا ہے مجھ سے بہتر کون ہے، میری

طرف رخ کر جب آدمی دوبارہ رخ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہی پہلی بات فرماتا ہے جب تیسری بار آدمی منہ پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے رخ پھیر لیتا ہے۔(تفسیر مظہری 219/12)

سوال 2: انسان رب کریم کی طرف سے کیسے دھوکے میں ہے؟

جواب: انسان کو شیطان دنیا کے دھوکے میں مبتلا کرتا ہے۔ پھر وہ حقیقت جاننے کی خواہش ہی نہیں رکھتا۔ ربّ کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے اس پر احسان کیے، جس نے وجود بخشا اور عقل وفہم عطا کی۔ انسان ربّ کے احسانات کو بھولتا ہے تو ربّ کی طرف سے دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

﴿الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ﴾

''جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر تجھے درست بنایا، پھر تجھے برابر کیا'' (7)

سوال 1: ﴿الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ﴾ ''جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر تجھے درست بنایا، پھر تجھے برابر کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْ خَلَقَكَ﴾ ''جس نے تجھے پیدا کیا'' یعنی وہ تمہیں عدم سے وجود میں لایا۔

(2) ﴿فَسَوّٰىكَ﴾ ''پھر تجھے درست بنایا'' یعنی اس نے تیرے اعضاء درست بنائے ایسا نہیں کیا کہ ایک ٹانگ بڑی ایک چھوٹی۔

(3) ﴿فَعَدَلَكَ﴾ ''پھر تجھے برابر کیا'' اس نے تیرے اعضاء میں برابری اور مناسبت رکھی ہے۔

(4) اس نے تجھے درست اور معتدل ترتیب پر، حسین ترین شکل اور جمیل ترین ہیئت میں پیدا کیا۔ تب کیا تمہارے لیے مناسب ہے کہ تم منعم کی نعمت کی ناشکری اور محسن کے احسان کا انکار کرو، بلاشبہ یہ محض تمہاری جہالت، تمہارے ظلم، تمہارے عناد اور تمہاری طرف سے حق کو ٹھیک کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ (پس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تجھے کتے، گدھے، یا کسی اور حیوان کی شکل وصورت عطا نہیں کی۔ (تفسیر السعدی: 2919/3)

(5) اس سے ان لوگوں کے نظریے کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں انسان خود بخود بنا ہے اور یہ سب فطرت کے اتفاقات میں اتنا شعور ہے کہ انسان کے اعضاء کی تخلیق میں اس قدر یکسانیت اور موزنیت کا لحاظ رکھ سکے۔

﴿فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾

''جس صورت میں اُس نے چاہا تجھے جوڑ دیا'' (8)

سوال 1: ﴿فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾ ''جس صورت میں اُس نے چاہا تجھے جوڑ دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾''جس صورت میں اُس نے چاہا تجھے جوڑ دیا''اس سے مراد ہے کہ چاہے تو باپ، ماں، ماموں ، چچا جس کی شکل میں چاہے پیدا کر دے وہ چاہے تو جانوروں جیسی شکل دے لیکن اس کی رحمت ہے کہ وہ انسانی شکل میں پیدا کرتا ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ﴾

''ہرگز نہیں! بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو''(9)

سوال1:﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ﴾''ہرگز نہیں! بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا﴾''ہرگز نہیں''سے مراد ہے کہ رب سے دھوکے میں مبتلا ہونے کا کوئی جواز نہیں۔

(2)﴿بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ﴾''بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو''یعنی تمہارے اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے انکار کی وجہ یہ نہیں کہ تمہیں بات کی سمجھ نہیں آتی بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ تم سزا کے قانون الٰہی کے منکر ہو۔تمہاری خواہش یہ ہے کہ تم جیسے بھی دنیا میں زندگی بسر کرتے رہو تم سے مرنے کے بعد کوئی محاسبہ نہ ہو اور یہ کس قدر ظلم اور بے انصافی کی بات ہے کہ تمہیں قوتیں اور تصرف واختیار تو تمام مخلوق پر دیا جائے لیکن تم پر ذمہ داری کچھ بھی نہ ہو، یہ دھوکا تمہیں کیسے لگ جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:610/4)

(3)نافرمانی پر ابھارنے والا قیامت کا عدم یقین ہے۔اسی وجہ سے بے پرواہ ہو۔(مختصر ابن کثیر:2194/2)

﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾

''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں''(10)

سوال1:﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں''اللہ تعالیٰ کے جزا اور سزا کا انکار کرنے والے کو شعور دلایا ہے کہ تم مانو یا نہ مانو، تمہاری ہر بات ہر کام نوٹ ہو رہا ہے۔

(2)تمہارے اوپر مکرم فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے اعمال پر نگران ہیں اور انہیں تمہارے لیے گن گن کر رکھتے ہیں۔(3)فرشتے تمہارے ایک ایک فعل کو، ایک ایک قول کو ریکارڈ کرتے جا رہے ہیں اور تمہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ان میں دل، زبان اور اعضاء کے اعمال شامل ہیں۔

﴿كِرَامًا كَاتِبِيْنَ﴾

''معزز لکھنے والے''(11)

سوال1:﴿كِرَامًا كَاتِبِيْنَ﴾''معزز لکھنے والے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كِرَامًا كَاتِبِيْنَ﴾''معزز لکھنے والے''اللہ تعالیٰ نے معزز فرشتے انسان پر مقرر کر رکھے ہیں۔

(2)بزرگ فرشتوں کا لحاظ کر کے برائی سے شرماؤ۔یہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں۔

(3)رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے یہ بزرگ فرشتے تم سے جنابت اور پاخانہ کی حالت کے سوا کسی وقت الگ نہیں ہوتے ،تم ان کا احترام کرو،غسل کے وقت بھی پردہ کر لیا کرو یا دیوار سے اوٹ ہی سہی یہ بھی نہ ہو تو اپنے ساتھ کسی ساتھی کو کھڑا کر لیا کرو تا کہ وہی پردہ ہو جائے۔(ابن ابی حاتم۔ابن کثیر 508/5)

سوال 2:معزز لکھنے والے کیا لکھتے ہیں؟

جواب:(1)انسان کے ہر کام اور ہر بات کو لکھتے ہیں۔(2)ایک نیکی لکھتا ہے اور دوسرا بدی لکھتا ہے۔

(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ(۱۷) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ(۱۸)﴾''جب کہ دو ضبط کرنے والے اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے''(ق:17,18)

﴿يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو''(12)

سوال 1:﴿يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾''وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)نگران فرشتے وہ سب جانتے ہیں جو انسان کرتا ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا﴿مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ﴾''اس دن جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا تو یقیناً اُسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور یہی واضح کامیابی ہے۔''(الانعام:16)

سوال 2:فرشتوں کی نگرانی سے انسان کو کیا شعور دلایا گیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ ریکارڈ تو بن رہا ہے،اب محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ﴾

''یقیناً نیک لوگ بلاشبہ نعمتوں میں ہوں گے''(13)

سوال 1:﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ﴾''وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ﴾''یقیناً نیک لوگ بلاشبہ نعمتوں میں ہوں گے''الابرار سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس

کے بندوں کے حقوق قائم کرتے ہیں۔جو دل، زبان اور اعضاء کے اعمال میں نیکیاں کرتے ہیں۔ان لوگوں کا بدلہ یہ ہے کہ ان کو اس دنیا میں، قبر میں اور آخرت میں دل، روح اور بدن کی نعمتیں حاصل ہوں۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کو ابرار اس لئے فرمایا کہ انہوں نے باپ اور بیٹوں کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے۔ (تفسیر مظہری:220)

﴿وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ﴾

''اور یقیناً گناہ گار بلاشبہ دوزخ میں ہوں گے''(14)

سوال1: ﴿وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ﴾ ''اور یقیناً گناہ گار بلاشبہ دوزخ میں ہوں گے'' اس آیتکی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَّاِنَّ الْفُجَّارَ﴾ ''اور یقیناً گناہ گار'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق میں کمی کی، جن کے دل بگڑ گئے۔

(2) ﴿لَفِیْ جَحِیْمٍ﴾ ''بلاشبہ دوزخ میں ہوں گے'' یعنی وہ اس دنیا میں، قبر میں اور آخرت میں عذاب میں رہیں گے۔

﴿یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ﴾

''جزا کے دن وہ اُس میں داخل ہوں گے''(15)

سوال: ﴿یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ ''جزا کے دن وہ اُس میں داخل ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ ''جزا کے دن وہ اُس میں داخل ہوں گے'' وہ جزا کے دن اپنے اعمال کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔(2) اس دن انہیں شدید عذاب دیا جائے گا۔

﴿وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ﴾

''اور وہ اُس سے ہرگز غائب ہونے والے نہیں ہوں گے''(16)

سوال: ﴿وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ﴾ ''اور وہ اُس سے ہرگز غائب ہونے والے نہیں ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ﴾ ''اور وہ اُس سے ہرگز غائب ہونے والے نہیں ہوں گے'' غائب نہ ہونے سے مراد ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔نہ اس سے بھاگ کر کسی اور جگہ پناہ لے سکیں گے۔

(2) ان کے عذاب میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی تخفیف نہیں ہوگی۔(3) نہ انہیں موت آئے گی نہ آرام کی زندگی ملے گی۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ﴾

''اور تم کیا جانو کہ جزا کا دن کیا ہے''(17)

سوال1:﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾''اور تم کیا جانو کہ جزا کا دن کیا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾''اور تم کیا جانو کہ جزا کا دن کیا ہے''یعنی آپ خواہ کتنا ہی غور وفکر کر واس دن کی ہولنا کیوں کی کیفیت کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔(2)بس اس دن کا ادراک حاصل کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔

(3)بس یہ جان لو کہ اس دن کوئی رشتہ داری کام نہ آئے گی، ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔کوئی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا۔

﴿ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾

''پھر تم کیا جانو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟''(18)

سوال1:﴿ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾''پھر تم کیا جانو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾''پھر تم کیا جانو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے''یہ سوال دوبارہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اس سخت دن کا ہول دلایا جائے جو انسانوں کو حیران اور ششدر کر دے گا۔

سوال2:''پھر تمہیں کیا معلوم''کا سوال دوبارہ کیوں کیا گیا؟

جواب:یہ سوال جزا کے دن کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے کیا گیا۔

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾

''جس دن کسی جان کو کسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہوگا اور اُس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا''(19)

سوال1:﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾''جس دن کسی جان کو کسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہوگا اور اُس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ﴾''جس دن''جزا کا دن کیسا ہوگا؟

(2)﴿لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا﴾''کسی جان کو کسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہوگا''جب کسی کو کسی کی لیے کچھ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

(3)﴿وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾''اور اُس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا''فیصلے کے تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوں گے رب العزت نے فرمایا:﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾''بدلے کے دن کا مالک ہے''(الفاتحہ:4)

(4)قیامت کے دن حکم صرف رب العزت کا ہوگا کوئی کسی کے کچھ کام نہ آسکے گا اس بات کو قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر واضح کیا گیا۔

رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾

''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔'' (المومن:16)

(5) اسی طرح فرمایا: ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾ ''اُس روز حقیقی بادشاہت رحمن کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا۔ (الفرقان:26)

(6) ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔'' (البقرہ:48)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا، عام وخاص سب کو جمع فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کعب بن لوی کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اے عبد شمس کے قبیلے والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اے عبد مناف کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اے بنی ہاشم کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد المطلب والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! (رضی اللہ عنہا) اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے کیونکہ میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور بحیثیت رشتہ داری کے میں تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم:501)

(7) دنیا میں کئی طرح کے لوگوں کا دوسروں پر حکم چلتا ہے مثلاً بادشاہوں کا اپنی رعیت پر، افسروں کا اپنے ماتحتوں پر، ماں باپ کا اپنی اولاد پر، مالک کا اپنے نوکر اور غلام پر مگر اس دن پر یہ سب حکم ختم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جراءت نہ ہوگی۔ بلاشرکت صرف اس ایک کا حکم چلے گا۔ جسے سب تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔

(8) اس دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرے گا اور حق دار کو اس کا حق دلوائے گا۔

اٰیاتها ۳۶ | ۸۳ سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ ۸۶ | رکوعها ۱

سوال 1: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: (1) مکی سورت ہے۔ ایک رکوع اور 36 آیات پر مشتمل ہے۔

(2) ایک روایت میں سیدنا ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ آخری سورت ہے جو مکہ میں نازل ہوئی۔ (فتح القدیر)

(3) بعض مفسرین اس سورت کو مکی اور بعض مدنی قرار دیتے ہیں۔

سوال2:اس سورت کا نزولی ترتیب اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے کیا نمبر ہے؟

جواب:نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 86ویں نمبر پر ہے۔مصحف میں یہ 83ویں نمبر پر ہے۔

رکوع نمبر:8

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾

''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے''(1)

سوال1:﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيْلٌ﴾''بڑی ہلاکت ہے''یہ عذاب اور عقاب کا کلمہ ہے۔(تفسیر السعدی:2921/3)(2)یعنی خسارہ اور ہلاکت کے لئے۔

(3)﴿لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے''تطفیف کا لغوی مفہوم:طفیف بمعنی معمولی اور حقیر چیز طفف بمعنی ماپ کا پیمانہ بھرتے وقت تھوڑا سا کم بھرنا یا پیمانہ ہی تھوڑا سا چھوٹا رکھنا تاکہ غلہ لینے والے کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اسے اس کا حق تھوڑا سا کم دیا جا رہا ہے۔عرب میں زیادہ تر اشیاء کو ماپ دینے کا رواج تھا۔

(4)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ ماپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے،تاہم بعدازاں جب یہ آیت نازل ہوئی:﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾''بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔''(المطففین:1)تو پھر انھوں نے ناپ تول درست کر لیا۔''(ابن ماجہ:2223)

(5)ابن ابی حاتم میں ہے کہ سیدنا ہلال بن طلق نے ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مکے مدینے والے بہت ہی عمدہ ناپ تول رکھتے ہیں،آپ نے فرمایا وہ کیوں نہ رکھتے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾الخ ہے۔(ابن کثیر:509/5)

(6)حدیث میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خمس بخمس یعنی پانچ گناہوں کی سزا پانچ چیزیں ہیں۔(i)جو شخص عہد شکنی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے دشمن کو مسلط اور غالب کر دیتا ہے۔

(ii)جو قوم اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرے قوانین پر فیصلے کرتے ہیں ان میں فقر و احتیاج عام ہو جاتا ہے۔

(iii)جس قوم میں بے حیائی عام اور زنا عام ہو جائے اس پر اللہ تعالیٰ طاعون (اور دوسرے وبائی امراض) مسلط کر دیتا ہے۔

(iv)اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں اللہ تعالیٰ ان کو قحط میں مبتلا کر دیتا ہے۔(v)جو لوگ زکوۃ ادا نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان سے بارش

کوروک دیتا ہے۔

﴿الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ﴾

''وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں''(2)

سوال1:﴿الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ﴾''وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ﴾''وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں'' اور جو شخص جھکتا تول کر دے رہا ہے اسے اب اس کا حق ملے گا تو وہ بھی جھکتا ہی ملے گا۔ اور اسے بھی کسر نہ رہے گی۔ پھر ایسے معاشرہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتوں کا جو نزول ہوگا اس کا اندازِ تجربہ سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/611)

﴿وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ﴾

''اور جب اُنہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو اُنہیں کم دیتے ہیں''(3)

سوال1:﴿وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ﴾''اور جب اُنہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو اُنہیں کم دیتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ﴾''اور جب اُنہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں'' یعنی جب لوگوں کو ان کا حق عطا کرتے ہیں جو کسی ناپ تول کی صورت میں ان کے ذمے ہوتا ہے۔

(2)﴿یُخْسِرُوْنَ﴾''تو اُس میں کمی کرتے ہیں'' یا تو ناپ کے ناقص پیمانے اور تولنے کی ناقص ترازو کے ذریعے سے یا ناپ تول کے پیمانے کو پوری طرح نہ بھرتے ہوئے کمی کرتے ہیں یا اس کے علاوہ دیگر طریقوں سے کمی کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کے اموال کی چوری اور ان کے ساتھ بے انصافی ہے۔ جب ان لوگوں کے لیے یہ وعید ہے جو ناپ تول کے ذریعے سے لوگوں کے اموال میں کمی کرتے ہیں تو وہ لوگ اس وعید کے، ناپ تول میں کمی کرنے والوں سے زیادہ مستحق ہیں جو جبراً لوگوں سے چھینتے ہیں یا چوری کرتے ہیں۔ (تفسیر السعدی:3/2921)

(3) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ انسان جس طرح لوگوں سے اپنا حق وصول کرتا ہے اسی طرح اس پر فرض ہے کہ وہ اموال و معاملات میں لوگوں کے حقوق ادا کرے، بلکہ اس کے عموم میں دلائل و مقالات بھی شامل ہیں، کیونکہ جیسے آپس میں مناظرہ کرنے والوں کی عادت ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی دلیل بیان کرنے کا حریص ہوتا ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ اس دلیل کو بھی بیان کرے جو اس کے مخالف کے علم میں نہیں ہوتی، نیز وہ اپنے مخالف کے دلائل پر بھی اسی طرح غور کرے جس طرح وہ اپنے دلائل پر غور کرتا ہے۔ اس مقام پر انسان

کے انصاف اور اس کے تعصب وظلم، اس کی تواضع اور تکبر، اس کی عقل اور سفاہت کی معرفت حاصل ہوتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کی بھلائی کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ (تفسیر السعدی:2921/3)

(4) اللہ تعالیٰ نے ماپ تول پورا رکھنے کا حکم دیا ہے ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ''اور جب ماپ کرو تو پورا پورا ماپ کرو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔'' (بنی اسرائیل:35)

(5) ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر جو طریقہ سب سے بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو، ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو خواہ کوئی رشتہ دار ہو اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔'' (الانعام:152)

(6) ﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ ''اور انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو اور ناپ تول میں گھاٹا نہ دو۔'' (الرحمٰن:9)

(7) ﴿وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ماپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فساد ی بن کر دنگا نہ کرو۔'' (ھود:85)

(8) سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم:283)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے مہاجرین کے گروہ پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم اس میں مبتلا ہو۔ (وہ پانچ باتیں یہ ہیں) پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں اعلانیہ فحش ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں، دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قحط، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی زیادتی کا شکار ہو جاتے ہیں، تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا، چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کر دیتے ہیں وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے چھین لیتا ہے، پانچویں یہ کہ جب ان کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے

نہیں کرتے ،اور اللہ تعالیٰ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے ،تو اللہ تعالیٰ ان میں پھوٹ ڈال دیتا ہے۔(ابن ماجہ:4019)

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اناج خریدے وہ اس کو نہ بیچے جب تک کہ ایک ناپ نہ لے۔ (سنن نسائی:4601)

(11) سیدنا سوید بن قیس سے روایت ہے اور مخرفہ عبدی کپڑا لے کر آئے ہجر سے ایک بستی کا نام ہے تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے۔ اور ہم منی میں تھے وہاں ایک تولنے والا تھا آپ نے ایک پائجامہ خریدا اور تولنے والے سے فرمایا تول اور جھکتا تول۔(سنن نسائی:4596)

﴿اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ﴾

"کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناوہ اُٹھائے جانے والے ہیں؟"(4)

سوال1:﴿اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ﴾"کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناوہ اُٹھائے جانے والے ہیں"اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَا یَظُنُّ﴾"کیا یہ یقین نہیں رکھتے"یعنی کیا وہ یقین نہیں رکھتے۔(ایسر التفاسیر:1737)

(2)﴿اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ﴾"یہ لوگ یقیناوہ اُٹھائے جانے والے ہیں"کیا حق تلفیاں کرنے والے قیامت سے نہیں ڈرتے۔ جس دن اپنے مربی کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔جس سے ان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہوگی۔کیا انہیں زندگی بعد موت کا یقین نہیں؟(مختصر ابن کثیر:2922/3)

سوال2:ناپ تول میں کمی کرنے کے پیچھے کیا سوچ کام کرتی ہے؟

جواب:ناپ تول میں کمی کرنے والا بے خوف ہوتا ہے۔اسے اس بات سے ڈر نہیں لگتا کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جب ہر ایک کو اس کے کیے کا پھل ملے گا۔

﴿لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾

"ایک بہت بڑے دن میں"(5)

سوال1:﴿لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾"ایک بہت بڑے دن میں"اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾"ایک بہت بڑے دن میں"وہ بڑا دن بڑا ہولناک،ہوشربا اور پریشان کن ہے۔

(2) سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا،آپ فرمارہے تھے:"قیامت کے دن سورج مخلوق کے قریب ہوجائے گا،یہاں تک کہ ان سے ایک میل کی مسافت تک ہوگا۔تو لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے

ہوں گے۔ پسینہ ان میں سے بعض کے ٹخنوں تک ہوگا، بعض کے گھٹنوں تک، بعض کی کمر تک اور بعض کو وہ لگام کی طرح ڈالے ہوگا۔'' نیز رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم:7206)

(3) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج ایک میل تک (مخلوق کے) قریب ہوجائے گا اور اس کی گرمی کی شدت بہت بڑھادی جائے گی۔ اس کی وجہ سے کیڑے مکوڑے اس طرح ابلیں گے جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے۔ لوگ اپنے اپنے گناہوں کے مطابق اس گرمی میں اپنے پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ پسینہ اس میں سے کچھ کی پنڈلی تک پہنچا ہوگا، کچھ کے جسم کے درمیان (یعنی کمر) تک اور کچھ کو پسینہ لگام ڈالے ہوئے ہوگا۔'' (مسند احمد:22248)

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''جس دن تمام لوگ جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے'' (6)

سوال 1: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جس دن تمام لوگ جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے'' کا آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ﴾ ''جس دن تمام لوگ کھڑے ہوں گے'' یعنی اپنی قبروں سے۔

(2) ﴿لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جہانوں کے رب کے سامنے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہوں گے۔

(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: ''لوگو اس روز تمہارا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح جمع کرے گا جیسے ترکش میں تیر جمع کئے جاتے ہیں۔ پھر پچاس ہزار برس تک وہ تمہاری طرف دیکھے گا بھی نہیں؟'' (فتح القدیر)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے روز (میدان حشر میں) کھڑے ہونے کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ (ابوداؤد:766)

سوال 2: جس دن لوگ رب کائنات کے سامنے کھڑے ہوں گے، وہ دن کیسا ہوگا؟

جواب: جس دن لوگ رب کائنات کے سامنے کھڑے ہوں گے ان کا پسینہ ان کے آدھے آدھے کانوں تک ہوگا۔

﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً نافرمانوں کا نامۂ اعمال ضرور سجین میں ہوگا'' (7)

سوال 1: ﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً نافرمانوں کا نامۂ اعمال ضرور سجین میں ہوگا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّآ﴾''ہرگز نہیں''!یعنی تمہارا یہ خیال باطل ہے کہ نہ قیامت آئے گی نہ حساب کتاب ہوگا۔

(2)﴿إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّيْنٍ﴾''یقیناً نافرمانوں کا نامۂ اعمال ضرور سجین میں ہوگا''یعنی برے لوگوں کا ٹھکانہ سجین ہے۔

(3)یہ آیت کریمہ کفار،منافقین اور فاسقین کے مختلف انواع کے تمام فاجروں کو شامل ہے۔(تفسیر السعدی:2922/3)

سوال2:﴿سِجِّيْنٍ﴾سے کیا مراد ہے؟

جواب:سِجِّین سے مراد قید خانے کی طرح کا ایک تنگ مقام ہے۔

﴿وَمَآ أَدْرٰكَ مَا سِجِّيْنٌ﴾

''اور تم کیا جانو کہ سجین کیا ہے''(8)

سوال1:﴿وَمَآ أَدْرٰكَ مَا سِجِّيْنٌ﴾''اور تم کیا جانو کہ سجین کیا ہے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سِجِّيْنٍ﴾کے بارے میں سوال اُس کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے کیا گیا ہے۔

(2)یعنی سجین ایک ہولناک مقام یا دفتر ہے جہاں بدکردار لوگوں کے اعمال نامے بھی محفوظ کیے جاتے ہیں اور ان کی روحیں بھی قیامت تک یہیں قید رکھی جاتی ہیں۔(3)سجین سبز رنگ کی چٹان یا جہنم کا گڑھا ہے(مختصر ابن کثیر:2196/2)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ(٥)﴾''پھر ہم نے اُس کو لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔''(التین:5)

(5)سجین میں رب العزت نے مجرموں کی کیفیت یوں بیان فرمائی:﴿وَإِذَآ أُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾''اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے تو وہاں وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے۔''(الفرقان:13)

(6)بعض اسلاف کے نزدیک یہ مقام سات زمینوں کے نیچے ہے۔(تیسیر القرآن:612/4)

(7)سجین ساتویں زمین کا سب سے نچلا حصہ ہے جو کہ معاد میں فجار کا مستقر(ٹھکانہ)ہے۔(سعدی:2922/3)

﴿كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ﴾

''ایک لکھی ہوئی کتاب ہے''(9)

سوال:﴿كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ﴾''ایک لکھی ہوئی کتاب ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ﴾''ایک لکھی ہوئی کتاب ہے''یہ سجین کی تعریف نہیں ہے بلکہ جو نتیجہ دوزخیوں کے لئے لکھا جا چکا ہے۔اس کی تفسیر ہے کہ آخر کار وہ جہنم میں پہنچ جائیں گے۔تحریر تقدیر میں کمی بیشی ناممکن ہے۔یعنی دوزخیوں کا سجین میں جانا ہماری تحریر میں پہلے ہی

آچکا ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/2196)

سوال2:لکھی ہوئی کتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد اعمال نامہ ہے۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''بڑی ہلاکت ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے''(10)

سوال1:﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾''بڑی ہلاکت ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيْلٌ﴾''بڑی ہلاکت ہے''یہاں اس سے مراد ہلاکت ہے۔

(2)ایک حدیث میں ہے اس کے لئے ویل ہے جو جھوٹ بول کر لوگوں کو ہنسائے اس کے لئے ویل ہے۔اس کے لیے ویل ہے۔

(سنن ابوداؤد:4990)(3)ویل جہنم کا ایک خطرناک کنواں بھی ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/2196)

(4)﴿يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے''اس دن جھٹلانے والے جو جزا کے قائل نہ تھے،جو اسے خلاف عقل کہہ کر رد کر دیتے تھے ان کے لئے تباہی ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾

''جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں''(11)

سوال:﴿الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾''جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾''جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں''جس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔(2)﴿بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾سے مراد قیامت کا دن ہے وہ یوم حساب،یوم جزا ہے۔(ایسر التفاسیر:1738)

﴿وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾

''اور اُسے نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا،سخت گناہ گار ہے''(12)

سوال:﴿وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾''اور اُسے نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا،سخت گناہ گار ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ﴾''اور اُسے نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا''یعنی جزا کے دن کا انکار

صرف وہ کرسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی قدرت، عدل اور حکمت پر یقین نہ ہو۔

(2) جس کو روز جزا پر یقین نہ ہو وہ حد سے پھلانگنے والے، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں میں تجاوز کرنے والے، حلال کی حدود کو پھلانگ کر حرام میں داخل ہونے والا ہے۔ (3) ﴿اَثِیْمٍ﴾ ''سخت گناہ گار ہے'' بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا، بڑے بڑے گناہ کرنے والا۔

(4) ظلم اور سرکشی اسے روزِ جزا کو جھٹلانے کے لئے آمادہ کرتی ہے اور اس کے لئے تکبر کرنے اور حق کو رد کرنے کا سبب بنتی ہے۔

(5) جو جھوٹ بولتے ہیں وعدہ خلافی کرتے ہیں اور گالیاں دیتے اور بدزبانی کرنے سے نہیں چوکتے۔

(6) گناہوں کا دل پر اثر ہوتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ بندے کو ڈھانپ لیتے ہیں اور اس کا نور ختم کر دیتے ہیں پھر انسان حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔

﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''جب اُس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے: ''یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' (13)

سوال 1: ﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''جب اُس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے: ''یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا﴾ ''جب اُس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' جب اسے آخرت کے عذاب اور ثواب کے بارے میں آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو گناہوں کا ارتکاب کرنے والا اسے جھٹلاتا ہے اور ان سے عناد رکھتا ہے۔

(2) ﴿قَالَ﴾ کہتا ہے چھوڑو باتوں کو۔

(3) ﴿اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' پرانی باتیں ہیں۔ تکبر اور ضد کی بنا پر وہ کہتا ہے پچھلے لوگوں کی خبریں ہیں انہیں سن سن کر کان پک گئے ہیں۔

(4) اسی بارے میں فرمایا: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا کچھ نازل کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ اگلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔'' (النحل:24)

(5) ﴿وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔'' (الفرقان:5)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی آیات کو پہلے لوگوں کی کہانیاں کون قرار دیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی آیات کو پہلے لوگوں کی کہانیاں وہ قرار دیتا ہے: (1) جس کی گناہوں سے رغبت بڑھ گئی ہو۔

(2) جو حد سے تجاوز کر چکا ہو۔ (3) جو آیات سُن کو غور و فکر نہ کرتا ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کی آیات سُن کر اسے اگلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیتا ہو۔

﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

''ہرگز نہیں! بلکہ اُن کے دلوں پر اُن اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے'' (14)

سوال 1: ﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ اُن کے دلوں پر اُن اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں!'' نہیں ان کا خیال غلط ہے۔ اصل بات یہ نہیں کہ ہماری آیات میں کوئی شک ہے یا ان میں اثر نہیں۔

(2) یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ یہ قرآن کہانیاں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے۔

(3) ﴿بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ''بلکہ اُن کے دلوں پر اُن اعمال نے زنگ لگا دیا ہے'' بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ گناہوں سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گئے ہیں۔ ان کی بداعمالیوں نے ان کے دلوں پر زنگ کی تہیں چڑھا دی ہیں اور گناہوں کی کثرت نے انہیں سیاہ کر دیا ہے۔ اس لئے حقیقت ان کے دلوں پر منعکس نہیں ہوتی۔

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ سیاہی دور کر دی جاتی ہے اور اگر توبہ کی بجائے گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے تو وہ سیاہی بڑھتی جاتی ہے حتّٰی کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے۔ یہی وہ ''ران'' ہے جس کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے۔ (ترمذی: 3334)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ہرگز نہیں! بلکہ اُن کے دلوں پر اُن اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو یہ کرتے ہیں۔ (بخاری: 6531)

﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً وہ اُس دن اپنے رب سے ضرور حجاب میں ہوں گے'' (15)

سوال: ﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً وہ اُس دن اپنے رب سے ضرور حجاب میں ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً وہ اُس دن اپنے رب سے ضرور حجاب میں ہوں گے'' گناہوں کا صرف اتنا ہی بار نہیں کہ انسان طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو جائے گا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی نصیب نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ قیامت کے دن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۲۳)﴾ ''بعض

چہرے اُس دن تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔'' (القیامۃ:22,23)(مختصر ابن کثیر:2197/2)

(2) جن کے دلوں پر گناہوں کا زنگ چڑھ جاتا ہے۔ وہ حق دیکھ نہیں پاتے، ان کا دل آیات الٰہی سے پردے میں چلا جاتا ہے اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ نہیں پائے گا۔

﴿ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ﴾

''پھر یقیناوہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں'' (16)

سوال: ﴿ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ﴾ ''پھر یقیناوہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنَّهُمْ﴾ ''پھر یقیناوہ'' پھر دیدار الٰہی سے محرومی کے بعد وہ۔

(2) ﴿لَصَالُوا الْجَحِيْمِ﴾ ''جہنم میں داخل ہونے والے ہیں'' جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ ''اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ پر آپس میں جکڑے ہوئے ڈال دیے جائیں گے تو وہاں وہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے۔'' (الفرقان:13)

﴿ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾

پھر کہا جائے گا: ''یہی ہے وہ چیز جس کو تم جھٹلاتے تھے'' (17)

سوال: ﴿ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''پھر کہا جائے گا: ''یہی ہے وہ چیز جس کو تم جھٹلاتے تھے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''پھر کہا جائے گا: ''یہی ہے وہ چیز جس کو تم جھٹلاتے تھے۔'' جہنمیوں کو رسوا کرنے کے لئے انتہائی کرختگی کے ساتھ یہ کہا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جسے تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔

(2) ان سے سوال کیا جائے گا کہ اب بتاؤ یہ پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں یا حقیقت۔ یہی ہے وہ جہنم جس پر تم یقین نہیں کر پائے تھے۔

﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً نیک لوگوں کا نامۂ اعمال ضرور علیین میں ہوگا'' (18)

سوال 1: ﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً نیک لوگوں کا نامۂ اعمال ضرور علیین میں ہوگا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً نیک لوگوں کا نامۂ اعمال'' اللہ رب العزت نے فجار کے اعمال نامے اور ان کے مقام کا ذکر کرنے کے بعد ابرار کے اعمال نامے کا ذکر فرمایا ہے۔

(2) یہاں فجار کے مقابلہ میں ابرار کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ فجر کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا اور فجر کو فجر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سارے آسمان پر نمودار ہو جاتی ہے۔ اور فاجر وہ شخص ہے جو وسیع پیمانے کی نافرمانی کرنے والا ہو اور ہر وقت گناہوں میں منہمک رہتا ہو اور گناہوں سے تائب نہ ہو۔ اس کے مقابلہ میں ابرار ہے۔ بر کے معنی نیکی، نیکی کے کام اور بر کے معنی وسیع خشک قطعہ زمین ہے گویا بر کے لفظ میں نیکی کے علاوہ وسعت کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اور بر دراصل نیکی کو نہیں بلکہ ہر دم نیکی پر مائل رہنے والی خصلت کو کہتے ہیں کہ جب کسی نیکی کا موقع آئے اسے فوراً سرانجام دے دیا جائے اور ''بار'' وہ شخص ہے جو ایسی خصلت رکھتا ہو اور اسی کی جمع ابرار ہے۔ (تیسیر القرآن:4/613)

(3)﴿لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ﴾ ''ضرور علیین میں ہوگا'' علیون جنت کے بلند ترین حصے کا نام ہے۔ علیین ابرار کی ارواح کا مقام ہے ان کے اعمال نامے بھی اسی مقام پر محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور بعض اسلاف کے مطابق یہ مقام سات آسمانوں کے اوپر ہے۔ (تیسیر القرآن:6/314)

(4) ابرار کا اعمال نامہ سب سے بلند، نہایت وسیع اور سب سے کھلے مقام پر ہوگا اور ان کی لکھی ہوئی کتاب ﴿يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ کا مشاہدہ مکرم فرشتے، صدیقین اور شہداء کی ارواح کرتی ہیں۔ (تفسیر السعدی:2/2924)

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ﴾

''اور تم کیا جانو کہ علیین کیا ہے''؟(19)

سوال1:﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ﴾ ''اور تم کیا جانو کہ علیین کیا ہے؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ﴾ ''اور تم کیا جانو کہ علیین کیا ہے؟'' یہ سوال اس لئے کیا گیا ہے کہ انسان کو احساس ہو جائے کہ حواس کے ذریعے ﴿عِلِّيِّيْنَ﴾ کا ادراک کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے سوال کیا گیا کہ تم اس کا ادراک کیسے کر سکتے ہو یعنی کیسے معلوم کر سکتے ہو۔ عقل عاجز ہے لیکن وحی وہ ذریعہ ہے جس سے ﴿عِلِّيِّيْنَ﴾ کے بارے میں پتہ چل سکتا ہے۔

﴿كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ﴾

''ایک لکھی ہوئی کتاب ہے''(20)

سوال1:﴿كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ﴾ ''ایک لکھی ہوئی کتاب ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ﴾ ''ایک لکھی ہوئی کتاب ہے'' ایک دفتر ہے جس میں نیک لوگوں کے نام (اور کام) درج ہیں۔

(2) ضحاک، مجاہد اور قتادہ اور دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ علیین سے مراد ساتواں آسمان ہے جہاں مومنوں کی روحیں لے جائی جاتی ہیں۔

(3) بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد جنت ہے۔

(4) بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد مقرب فرشتے ہیں کیونکہ اس کے لفظی معنی اوپر والے کے ہیں۔ واللہ اعلم (فتح القدیر)

(5) یعنی جنتیوں کے نام درج ہیں اور ان کے اعمال کی مسلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں اور ان کی ارواح کو اول وہاں لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانی:2/869)

﴿يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾

''مقرب فرشتے اُس پر حاضر رہتے ہیں'' (21)

سوال 1: ﴿يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''مقرب فرشتے اُس پر حاضر رہتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''مقرب فرشتے اُس پر حاضر رہتے ہیں'' ابرار کا اعمال نامہ سب سے بلند، نہایت وسیع اور سب سے کھلے مقام پر ہوگا اور ان کی لکھی ہوئی کتاب ﴿يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ کا مشاہدہ مکرم فرشتے، صدیقین اور شہداء کی ارواح کرتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/2924)

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ﴾

''یقیناً نیک لوگ ضرور نعمتوں میں ہوں گے'' (22)

سوال 1: ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ﴾ ''یقیناً نیک لوگ ضرور نعمتوں میں ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ﴾ ''یقیناً نیک لوگ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار۔ (تفسیر الخازن:4/405) (2) یعنی سچے اور فرمانبردار۔ (القرطبی:10/186)

(3) ﴿لَفِيْ نَعِيْمٍ﴾ ''ضرور نعمتوں میں ہوں گے'' یعنی جنت کی تمام نعمتوں کے مزے اڑائیں گے۔

(4) سیدنا کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مومن کی روح ایک پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں چگتی پھرتی ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اپنے اصلی بدن میں ڈالی جائے گی اور بصورت انسان حشر ہوگا۔ (ابن ماجہ:4271)

(5) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت والے اپنے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے کہ جس طرح تم مشرق یا مغربی کناروں میں چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہو، اس وجہ سے کہ جنت والوں کے درجات میں آپس میں تفاوت ہوگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے رسول! کیا وہ انبیاء علیہم السلام کے درجات ہوں گے کہ جن تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ان لوگوں کو بھی وہ درجات عطا کئے جائیں گے کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں۔ (صحیح مسلم:7144)

﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ﴾

''تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے''(23)

سوال:﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ﴾''تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ﴾''تختوں پر بیٹھے''نہایت خوبصورت آراستہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

(2)﴿يَنْظُرُوْنَ﴾''دیکھتے ہوں گے''وہ ان نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھی ہیں اور اپنے رب کریم کا دیدار کر رہے ہوں گے۔

﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ﴾

''اُن کے چہروں پر تم نعمت کی تازگی کو پہچان لو گے''(24)

سوال1:﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ﴾''اُن کے چہروں پر تم نعمت کی تازگی کو پہچان لو گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ﴾''اُن کے چہروں پر تم نعمت کی تازگی کو پہچان لو گے''ان کے چہروں پر رونق، آسودگی، تر و تازگی جھلک رہی ہوگی۔

(2)لذتوں، مسرتوں اور فرحتوں کا پے در پے حاصل ہونا، چہرے کو نور خوبصورتی اور خوشی عطا کرتا ہے۔(تفسیر السعدی:2924/2)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝۳۸ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝۳۹﴾''کچھ چہرے اُس دن چمکنے والے ہوں گے۔ مسکراتے ہوئے، ہشاش بشاش۔''(عبس:39)

سوال2:نیک لوگوں کے چہروں پر کن نعمتوں کی تازگی ہوگی؟

جواب:جیسے دنیا میں خوش حال لوگوں کے چہروں پر آسائشوں، سہولتوں اور دنیا کی نعمتوں کی تازگی ہوتی ہے، ایسے ہی نیک لوگوں کے چہروں پر ان کی نیکیوں، اعمالِ صالح اور حُسنِ خُلق کی تازگی ہوگی۔

﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ﴾

''اُن کو مُہر بند خالص شراب پلائی جائے گی''(25)

سوال1:﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ﴾''اُن کو مُہر بند خالص شراب پلائی جائے گی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ﴾''اُن کو مُہر بند خالص شراب پلائی جائے گی''رحیق جنت کی تمام شرابوں میں سے عمدہ اور لذیذ شراب ہے جو انہیں پلائی جائے گی۔(تفسیر السعدی:2924/2)(2)رحیق کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔

(3)مختوم یہ خالص شراب مہر بند ہوگی۔(4)﴿رَحِيْقٍ﴾خالص اور صاف شفاف شراب کو کہتے ہیں جس میں کسی چیز کی آمیزش نہیں ہوتی۔

(5)جس مومن نے کسی پیاسے مومن کو ایک گھونٹ پانی پلایا،اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اسے الرحیق المختوم پلائے گا۔جس نے کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلایا،اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا۔جس نے کسی ننگے مومن کو لباس پہنایا،اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔(مسند احمد:13,14/3)

﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾

''جس پر کستوری کی مُہر ہوگی اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں''(26)

سوال1:﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾''جس پر کستوری کی مُہر ہوگی اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ﴾''جس پر کستوری کی مُہر ہوگی''اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد ہے کہ اس پر مہر لگی ہوگی،یعنی کوئی چیز اس میں داخل ہو کر،اس کی لذت کو کم اور اس کے ذائقے کو خراب نہیں کرے گی،یہ مہر جو اس پر لگی ہوئی ہوگی مشک کی مہر ہوگی۔اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ مشروب ہے جو آخر میں تلچھٹ کے طور پر اس برتن میں رہ جائے گا جس میں وہ خالص شراب پیئیں گے اور یہ تلچھٹ مشک اذفر ہوگا،یہ تلچھٹ جس کے بارے میں دنیا میں عادت یہ ہے کہ اسے گرا دیا جاتا ہے جنت میں اس کی یہ منزلت ہوگی۔(تفسیر السعدی:29242925/3)

(2)﴿وَفِيْ ذٰلِكَ﴾''اور اس میں''یہ ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے جس کے لئے دلوں میں تڑپ ہونی چاہیے۔

(3)﴿فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾''رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں''سبقت لے جانے والوں کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس نعمت کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہیے اور ایسی نعمتوں کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے،اس کے لیے سب سے عمدہ مال خرچ کرنا چاہیے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ (۶۱)﴾''ایسی کامیابی کے لیے تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔''(الصافات:61)

﴿وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ﴾

''اور اُس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی'' (27)

سوال: ﴿وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ﴾ ''اور اُس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَسْنِيْمٍ﴾ تسنیم جنت کی بہترین شراب ہے۔

(2) ﴿تَسْنِيْمٍ﴾ جنت کی شراب کی ایک نہر ہے جس سے سبقت کرنے والے تو پیتے ہی رہیں گے لیکن اصحاب الیمین کو رحیق میں ملا کر پلائی جائے گی۔ (مختصر ابن کثیر: 2198/2)

(3) ﴿تَسْنِيْمٍ﴾ جنت کی شراب کی نہر جو جنت کے بالائی علاقوں سے ایک چشمے کے ذریعے آئے گی۔

﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ﴾

''ایک ایسا چشمہ ہے جس میں سے مقرب لوگ پئیں گے'' (28)

سوال 1: ﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''ایک ایسا چشمہ ہے جس میں سے مقرب لوگ پئیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''ایک ایسا چشمہ ہے جس میں سے مقرب لوگ پئیں گے'' جنت کی اعلیٰ ترین شراب صرف مقربین کے لئے ہوگی جو بلند اخلاق والے بلند رتبے والے لوگ ہیں۔ اصحاب الیمین کے لئے صرف اس کی آمیزش ہوگی۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ﴾

''وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے'' (29)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے ابرار اور فجار کی جزا کا ذکر کرنے کے بعد آگاہ فرمایا ہے۔

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے'' یہ مجرم لوگ ہیں جنہوں نے برائیاں کمائیں، اللہ تعالیٰ کا کفر کیا۔

(3) ﴿كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ﴾ ''وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے'' دنیا میں یہ اہل ایمان لوگوں کا مذاق اڑاتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتے تھے۔ اس کی تصدیق کرتے تھے۔

(4) مجرموں میں ابوجہل، امیہ بن خلف، عتبہ بن ابی معیط وغیرہ تھے اور ایمان والوں میں بلال رضی اللہ عنہ، یاسر رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ اور خبیب رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل تھے (ایسر التفاسیر: 1741)

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾''بلاشبہ آپ کی جانب سے ہم مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں''(الحجر:95)

سوال2: مجرم لوگوں کی ہنسی کا سبب کیا ہے؟

جواب:(1)ہنسی کا سبب جزا کے دن کے بارے میں بے یقینی ہے۔(2)مذاق اُڑانے کا سبب ایمان والوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ﴾

''اور جب وہ اُن کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے''(30)

سوال1:﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ﴾''اور جب وہ اُن کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ﴾''اور جب وہ اُن کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے''جب یہ اہل ایمان کے پاس سے گزرتے تو دل لگی کرتے اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور عیب چینی کے ساتھ اشارے کرتے تھے۔

سوال2:﴿غَمْزٌ﴾کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿غَمْزٌ﴾کہتے ہیں پلکوں اور ابروؤں سے اشارے کرنا۔

سوال3: پلکوں اور ابروؤں سے اشارے کیوں کیے جاتے ہیں؟

جواب: اشارے کرنے کا سبب دین پر طعن کرنا اور اسے حقیر جاننا ہوتا ہے۔

﴿وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ﴾

''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے''(31)

سوال1:﴿وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ﴾''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ﴾''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے''یعنی جب یہ صبح وشام اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتے۔(2)﴿انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ﴾''تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے''خوش وخرم لوٹتے۔

(3)وہ باتیں بناتے تھے کہ ہم تو جو نعمت چاہیں مل جاتی ہے۔اس طرح شکر کی بجائے ناشکری کرتے تھے۔

(4)یہ سب سے بڑی فریب خوردگی ہے کہ انھوں نے دنیا میں برائی کو امن کے ساتھ اکٹھا کر دیا، گویا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب یا عہد آ گیا ہے کہ وہ اہل سعادت ہیں، انھوں نے اپنے بارے میں حکم لگایا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں اور اہل ایمان گمراہ

لوگ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی اور بلاعلم بات کہنے کی جسارت ہے۔ (تفسیر السعدی:3/2926,2925)

سوال2: اہلِ ایمان کا مذاق اُڑانے سے مجرم کیسے لذّت لیا کرتے ہیں؟

جواب: (1) اہلِ ایمان کا ذکر کر کے مجرم اپنی مجلسوں میں بھی دل لگیاں کر کر کے خوش ہوتے ہیں۔

(2) جب مجرم اپنے گھروں میں ہوتے ہیں جہاں خوش حالی اور نعمتیں ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے ایمان والوں کو حقیر جان کر ان کے ذکر سے لذت لیتے ہیں۔ ان پر حسد کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور ان کو حقیر جانتے ہیں۔

﴿وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ﴾

''اور جب اُنہیں دیکھتے تو کہتے: ''یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں'' (32)

سوال1: ﴿وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ﴾ ''اور جب اُنہیں دیکھتے تو کہتے: ''یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا رَاَوْهُمْ﴾ ''اور جب اُنہیں دیکھتے'' یعنی جب یہ خوش وخرم لوگ مومنوں کو دیکھتے۔

(2) ﴿قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ﴾ ''تو کہتے: ''یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں'' تو کہتے ہیں یہ اصحاب محمد ﷺ جو ایمان لائے ہیں گمراہ ہیں۔ انہوں نے اپنا دین چھوڑا اور محمد ﷺ کا نیا دین اپنا لیا۔ (ایسر التفاسیر:1741)

(3) وہ مسلمانوں کو اذیتیں دیتے تھے اور چونکہ وہ ان کے دین پر نہیں تھے اس لئے انہیں گمراہ قرار دیتے تھے۔

سوال2: مجرم ایمان لانے والوں کو گمراہ اور بھٹکے ہوئے کیوں سمجھتے ہیں؟

جواب: مجرموں کی یہ ذہنیت ہوتی ہے کہ دنیا کمانا، دنیا کے لئے کوششیں کرنا ہی حق ہے۔ اس وجہ سے انہیں آخرت کے لئے کی جانے والی کوششیں دنیا کے راستے سے ہٹی ہوئی یعنی گمراہی محسوس ہوتی ہیں۔ پھر جب اہلِ ایمان یہ کوششیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو وہ انہیں گمراہ قرار دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہر دور کے اہلِ حق کو اہلِ باطل گمراہ اور بھٹکے ہوئے قرار دیتے ہیں۔

﴿وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ﴾

''حالانکہ وہ اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے'' (33)

سوال1: ﴿وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ﴾ ''حالانکہ وہ اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ﴾ ''حالانکہ وہ اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے'' وہ ان کے محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے تھے پھر ہر وقت مسلمانوں کے پیچھے کیوں رہتے تھے۔ ان کی ایک ایک بات کا دھیان رکھتے تھے۔

سوال2: مومنوں کے اعمال پر تبصروں سے اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو کیا احساس دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو یہ احساس دلایا ہے کہ تمہیں نگرانی کی ڈیوٹی تو نہیں دی گئی۔ نہ بحیثیت نگران کے تمہاری اہلِ ایمان پر تقرری ہوئی پھر ہر وقت اہلِ ایمان کے حالات و معاملات پر تبصرے کیوں کرتے رہتے ہیں۔

﴿فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ﴾

''سو آج جو لوگ ایمان لائے ہیں، کافروں پر ہنستے ہیں'' (34)

سوال1: ﴿فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ﴾ ''سو آج جو لوگ ایمان لائے ہیں، کافروں پر ہنستے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالْيَوْمَ﴾ اور وہ قیامت کا دن (2) ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''جو لوگ ایمان لائے ہیں''

(3) ﴿مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ﴾ ''کافروں پر ہنستے ہیں'' یعنی مومن کافروں پر ہنسیں گے۔

(4) جب وہ کافروں کو عذاب کی سختیوں میں چلتے پھرتے دیکھیں گے اور وہ سب کچھ جا چکا ہوگا جو وہ بہتان طرازی کرتے تھے۔ (سعدی:2926/3)

(5) مومن کفار کو کس حال میں دیکھیں گے رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ﴾ ''پس وہ جھانکے گا تو اُسے جہنم کے درمیان میں دیکھے گا۔'' (الصافات:55)

(6) کفار کا مذاق اڑایا جائے گا، فرمایا: ﴿ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ ''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے۔'' (الدخان:49)

(7) مومنین کی جزا اور ان کا مذاق اڑانے والوں کا انجام الگ الگ واضح کیا: ﴿قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (۱۰۸) اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (۱۰۹) فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ (۱۱۰) اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۱۱۱)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ یقیناً میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تُو ہمیں معاف فرما دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔ چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے۔ یقین کرو آج کے دن میں نے انہیں اس کے بدلے میں جو انہوں نے صبر کیا یہ جزا دی، بلاشبہ وہی کامیاب ہیں۔'' (المومنون:108۔111)

سوال2: جزا کے دن مجرموں کے مذاق اُڑانے اور حقیر جاننے کی وجہ سے ان سے کیا سلوک ہوگا؟

جواب: جزا کے دن ایمان لانے والے ان پر ہنسیں گے کہ خود گمراہ ہونے کے باوجود یہ دنیا میں ہمیں گمراہ سمجھتے رہے اور ہم پر ہنستے رہے۔ آج ان کے علم میں آ گیا کہ گمراہ کون تھا اور کس کی ہنسی اُڑانی چاہیے؟

﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ﴾

''تختوں پر بیٹھے وہ دیکھ رہے ہیں'' (35)

سوال 1: ﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ﴾ ''تختوں پر بیٹھے وہ دیکھ رہے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ﴾ ''تختوں پر بیٹھے'' اہل ایمان آراستہ تختوں اور مسہریوں پر۔ (2) ﴿يَنْظُرُوْنَ﴾ ''وہ دیکھ رہے ہیں'' رب کی طرف سے تیار کردہ نعمتوں کو دیکھیں گے اور دیدار الٰہی کا لطف اٹھائیں گے۔ سبحان اللہ! دنیا میں جنہیں گمراہ کہا جاتا تھا آج عزت والے گھر میں اللہ تعالیٰ کے مہمان بن کے ٹھہرے ہوئے ہیں۔

﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾

''کیا کافروں کو بدلہ مل گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟'' (36)

سوال 1: ﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''کیا کافروں کو بدلہ مل گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''کیا کافروں کو بدلہ مل گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟'' کافر مسلمانوں سے بدسلوکی اپنے دین کی حمایت میں کرتے ہیں۔ قیامت کے دن کافروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا ثواب مل جائے گا۔

(2) کیا ان کو ان کے عمل کی جنس میں سے جزا دی گئی؟ جس طرح انھوں نے دنیا کے اندر مومنوں کی ہنسی اڑائی، ان پر گمراہی کا بہتان لگایا، آخرت میں جب مومن ان کو عذاب میں جو ان کی گمراہی اور ضلالت کی سزا ہے، مبتلا دیکھیں گے تو وہ بھی ان کی ہنسی اڑائیں گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے عدل اور اس حکمت کی بنا پر، کفار کو اپنے افعال کا پورا بدلہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2926/3)

(3) انہوں نے مومنوں کو حقیر سمجھا اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت دی اس دن اہل ایمان پوچھیں گے بتاؤ احمق، دیوانے اور گمراہ تم تھے یا ہم۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو اُن کے اعمال کے انجام کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جزا کے دن اہلِ ایمان کو ملنے والی نعمتوں اور اہلِ ایمان کے تبصروں سے مجرموں کو شعور دلایا ہے کہ جو تم کر رہے ہو وہ بُرے انجام تک پہنچانے والا ہے اس لئے باز آ جاؤ۔

اٰیاتها ۲۵ ﴿۸۴﴾ سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ۸۳ رکوعها ۱

سوال1: سورت الانشقاق کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورت الانشقاق مکہ میں نازل ہوئی۔

سوال2: اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں ایک رکوع اور 25 آیات ہیں۔

سوال3: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 84ویں نمبر پر ہے۔ اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے 83ویں نمبر پر ہے۔

رکوع نمبر 9

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾

''جب آسمان پھٹ جائے گا''(1)

سوال1: ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا'' قیامت کے دن جو بڑی بڑی تبدیلیاں آئیں گی۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جب آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹنے کے بعد ایک دوسرے سے الگ ہو جائے گا اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾ اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے، لگاتار نازل کیا جانا۔ (الفرقان:25)

سوال2: آسمان کیسے پھٹے گا؟

جواب: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمان کو پھٹنے کا حکم دے گا تو وہ پھٹ جائے گا۔

﴿وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾

''اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور یہی اُس کا حق ہے''(2)

سوال1:﴿وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾''اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور یہی اُس کا حق ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا﴾''اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا''یعنی وہ اپنے رب کا حکم غور سے سنے گا،کان لگائے گا اور حکم کا منتظر ہوگا۔پھر پھٹنے کا حکم ہوگا اور وہ پھٹ جائے گا۔

(2)﴿وَحُقَّتْ﴾''اور یہی اُس کا حق ہے''اور اس کا فرض یہی ہے کہ وہ غور سے سنے اور حکم بجالائے کیونکہ وہ جس بادشاہ کی ملکیت میں ہے اس کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی،اس کے فیصلوں کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

سوال2:آسمان کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کیا شعور ملتا ہے؟

جواب:آسمان کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کے غالب ہونے کا یقین ملتا ہے کہ سب اس کے ماتحت ہیں۔کسی کو اس کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں۔

﴿وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ﴾

''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی''(3)

سوال1:﴿وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ﴾''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مُدَّتْ﴾مد کسی چیز کو لمبائی میں کھینچ کر پھیلانا اور اسے لمبا کر دینا۔اس دن جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں تو زمین کو ہموار کر دیا جائے گا اور سارے سمندر خشک کر کے اس میں شامل کر دیئے جائیں گے جس سے زمین کا رقبہ چار گنا ہو جائے گا۔یہی زمین میدان حشر بن جائے گی اس میں سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سب انسانوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔

(2)یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زمین کے علاوہ کوئی اور زمین پیدا کر دے جیسا کہ فرمایا:﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾''جس دن یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے،جو اکیلا ہے،بڑا زبردست ہے۔''(ابراہیم:48)

﴿وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ﴾

''اور جو کچھ اُس کے اندر ہے اُسے باہر نکال دے گی اور خالی ہو جائے گی''(4)

سوال1:﴿وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ﴾''اور جو کچھ اُس کے اندر ہے اُسے باہر نکال دے گی اور خالی ہو جائے گی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ﴾ ''اور جو کچھ اُس کے اندر ہے اُسے باہر نکال دے گی اور خالی ہو جائے گی۔'' یعنی زمین اپنے خزانے اور مردے باہر نکال کر پھینک دے گی۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾ ''اور زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دے گی۔'' (الزلزال:2)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زمین اپنے پوشیدہ خزانے اگل دے گی اور وہ سونے اور چاندی کے ستونوں کی مانند ہوں گے۔ قاتل آئے گا اور (ان کو دیکھ کر) کہے گا، (افسوس صد افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں (فلاں کو) قتل کیا تھا۔ رشتے ناطے قطع کرنے والا آئے گا اور کہے گا (افسوس!) میں نے اس کے لالچ میں توڑا تھا؟ چور آئے گا اور کہے گا، (افسوس!) اسی کے لالچ میں میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر وہ سب اسے چھوڑ کر چلے جائیں گے اور وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔'' (مسلم:2341)

﴿وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾

''اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور یہی اُس کا حق ہے'' (5)

سوال1:﴿وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾ ''اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور یہی اُس کا حق ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾ ''اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور یہی اُس کا حق ہے۔'' جب زمین کو برابر ہونے، پھیلنے اور اگلنے کا حکم ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرے گی اور یہی اس کے لائق ہے۔

سوال2:﴿حُقَّتْ﴾ ''زمین کا حق یہی ہے'' ان الفاظ سے انسان کو کیا شعور دلایا گیا؟

جواب: زمین کا حق یہی ہے کہ وہ رب کی سن کر اطاعت کرے۔ اس سے انسان کو یہ شعور دلایا گیا ہے کہ انسان کا بھی فرض ہے کہ وہ ربّ کی سُنے اور اطاعت کرے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ﴾

''اے انسان! یقیناً تو اپنے رب کی طرف محنت مشقت کرنے والا ہے، خوب محنت مشقت پھر تو اُس سے ملنے والا ہے'' (6)

سوال1:﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ﴾ ''اے انسان! یقیناً تو اپنے رب کی طرف محنت مشقت کرنے والا ہے، خوب محنت مشقت پھر تو اُس سے ملنے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ﴾ ''اے انسان'' اس کا مخاطب ہر انسان ہے۔

(2)﴿اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ﴾ ''یقیناً تو اپنے رب کی طرف محنت مشقت کرنے والا ہے، خوب محنت مشقت پھر تو اُس

سے ملنے والا ہے'' کدحا کے معنی ہیں کام میں بہت محنت کرنا، تکلیفیں سہہ سہہ کر کام کرنا، بمشقت کوئی کام کرتے جانا اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہو جاتی ہے جسے پورا کرنے کے وہ درپے ہو جاتا ہے ابھی وہ کام پورا نہیں ہوتا کہ کوئی اور خواہش انسان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ پہلی خواہش کی تکمیل کے بعد، بعد والی خواہش کی تکمیل کے لئے ہمت باندھ لیتا ہے اور اسی طرح ساری زندگی بیت جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/617)

(3) یعنی تم اللہ تعالیٰ کی طرف جانے میں کوشاں ہو، اس کے اوامر ونواہی پر عمل کرتے ہو، بھلائی کے ذریعے سے یا برائی کے ذریعے سے اس کے قریب ہو رہے ہو۔ پھر قیامت کے دن تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے۔ پس تم اس کی طرف سے فضل کے ساتھ یا عدل کے ساتھ جزا سے محروم نہیں ہو گے۔ اگر تم خوش بخت نکلے تو جزا فضل پر مبنی ہوگی اور اگر تم بد بخت نکلے تو سزا عدل پر مبنی ہوگی۔ (تفسیر سعدی:3/2927،2928)

(4) ایک دفعہ جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کہا: محمد ﷺ جب تک چاہو جی لو آخر موت ہے جس سے چاہو جی لگا لو آخر جدائی ہے، جو چاہو کر لو ایک دن بدلہ ملنے والا ہے۔ (مسند طیالسی)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کی محنت اور دوڑ دھوپ سے اسے کیا توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ ساری محنت اور دوڑ دھوپ کر کے تم جو اچھا یا بُرا عمل کرو گے، تم اپنے ربّ کے پاس چلے جاؤ گے۔ پھر ان اعمال کو اپنے سامنے پالو گے اور ان پر تمہیں پوری پوری جزا ملے گی۔

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ﴾

''لہٰذا جس شخص کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا'' (7)

سوال 1: ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ﴾ ''لہٰذا جس شخص کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ﴾ ''لہٰذا جس شخص کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا'' یعنی خوش نصیب مومن جن کو زندگی کے اعمال کی کتاب دائیں ہاتھ میں دی جائے گی۔

سوال 2: نامۂ اعمال کا دائیں ہاتھ میں ملنا کس چیز کا ثبوت ہوگا؟

جواب: یہ انسان کی خوش نصیبی اور کامیابی کا ثبوت ہوگا۔

﴿فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا﴾

''تو جلد ہی اُس سے آسان حساب لیا جائے گا'' (8)

سوال1:﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ ''تو جلد ہی اُس سے آسان حساب لیا جائے گا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ ''تو جلد ہی اُس سے آسان حساب لیا جائے گا۔'' جن کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس سے آسان حساب ہوگا۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی سے بھی قیامت کے دن حساب لے لیا گیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے' کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ﴿فاما من اوتی کتبه بیمینه فسوف یحاسب حسابا یسیرا﴾ ''لہٰذا جس شخص کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو جلد ہی اُس سے آسان حساب لیا جائے گا'' نبی ﷺ نے فرمایا: آیت میں جس حساب کا ذکر ہے وہ تو پیشی ہوگی۔ وہ صرف پیش کیے جائیں گے (اور بغیر حساب کے چھوڑ دیے جائیں گے) لیکن جس سے بھی پوری طرح حساب لے لیا گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ (صحیح بخاری:4939)

(3) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جس آدمی کا حساب ہو گیا' وہ عذاب میں ڈال دیا گیا۔ (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا: کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا:﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ ''تو اس سے حساب نہیں لیں گے' آسان حساب۔'' (الانشقاق) تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حساب نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف پیشی ہے قیامت کے دن جس سے حساب مانگ لیا گیا' وہ عذاب میں ڈال دیا گیا۔ (صحیح مسلم:7225)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ فرماتے تھے جس سے حساب میں پوچھ گچھ کی گئی ہلاک ہوا۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ جس کو داہنے ہاتھ میں کتاب ملے اس کا حساب آسانی سے ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا: وہ حساب نہیں وہ تو فقط نیکیوں کا پیش کر دینا ہے۔ (جامع ترمذی:3337)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بعض نماز میں یہ دُعا پڑھتے تھے:﴿اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ ''اے اللہ! میرا حساب آسان فرما۔ نماز سے فراغت کے بعد میں نے پوچھا: ''آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نامۂ اعمال دیکھیں گے اور معاف کر دیں گے۔'' (مسند احمد:48/6)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ ''سو جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: ''لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو۔ یقیناً میں یقین رکھتا تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔'' پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔'' (الحاقۃ:19,21)

﴿وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾

''اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش لوٹے گا''(9)

سوال:﴿وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾''اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش لوٹے گا۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ﴾''اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے گا۔''خوش نصیب مومن جنت میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے گا۔(2)﴿مَسْرُوْرًا﴾''خوش خوش'' کیونکہ وہ عذاب سے بچ کر ثواب حاصل کر کے لوٹے گا۔

(3) جنت کے گھر والوں میں حوریں، مومنوں کی عورتیں، نیک اولاد انہیں اللہ تعالیٰ جمع کر دے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔(ایسر التفاسیر:1743)

﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ﴾

''مگر جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے پیٹھ پیچھے سے دیا گیا''(10)

سوال1:﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ﴾''مگر جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے پیٹھ پیچھے سے دیا گیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ﴾''مگر جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے پیٹھ پیچھے سے دیا گیا''جس کا نامہ اعمال پیٹھ پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔وہ جہنم میں جائے گا۔دنیا میں موج اڑا رہا تھا، بھولے سے آخرت کی یاد بھی نہ آتی تھی۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ﴾''لیکن جس کو اُس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا:''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا! اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی! میرا مال میرے کام نہ آیا۔میری حکومت مجھ سے برباد ہو گئی۔''(الحاقۃ:25,29)

سوال2: بائیں ہاتھ والوں کو نامۂ اعمال پیٹھ پیچھے سے کیوں دیا جائے گا؟

جواب: بائیں ہاتھ والوں کو جب ان کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ تھامنے کو کہا جائے گا تو وہ ہاتھ پیچھے کر لیں گے۔پھر پیچھے سے ہی اعمال نامہ انہیں دے دیا جائے گا۔

﴿فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا﴾

''تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا''(11)

سوال1:﴿فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا﴾''تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا﴾''تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔''یعنی جب وہ برے اعمال جن سے اس نے توبہ نہیں کی تھی اپنے نامہ اعمال میں پائے گا تو رسوائی اور ذلت سے موت کو پکارے گا۔

(2)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جب جنتی جنت میں چلے جائیں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان میں لائی جائے گی پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی کرنے والا آواز لگائے گا کہ اے اہل جنت! (تم کو آج کے بعد) موت نہ آئے گی اور اے اہل جہنم! (تم کو بھی آج کے بعد) موت نہیں آئے گی (اس آواز سے) اہل جنت کو خوشی پر خوشی ہوگی اور اہل دوزخ کو رنج پر رنج ہوگا۔''(بخاری:7183,7181)

سوال2:بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملتے ہی کیفیت کیا ہو جائے گی؟

جواب:بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملتے ہی اس کی چیخ و بکا شروع ہو جائے گی۔ وہ کہے گا: میں مارا گیا، میں ہلاک ہو گیا۔

﴿وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا﴾

''اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا''(12)

سوال1:﴿وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا﴾''اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا﴾''اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا''جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ اسے اپنے گھیرے میں لے لے گی تو وہ اس میں خود ہی گر پڑے گا۔

﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾

''بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا''(13)

سوال1:﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾''بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾''بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا''دنیا میں وہ اپنے گھر والوں میں موج اڑاتا رہا۔ حلال حرام ہر راستے میں مال اکٹھا کرتا رہا۔(2)خود بھی عیش کرتا رہا اور گھر والوں کو بھی کرواتا رہا۔

(3)اس کے دل میں موت کے بعد کی زندگی کے لئے کبھی خیال نہیں آتا تھا۔

(4)اسی لئے رب العزت نے فرمایا:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

﴿اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ﴾

''اور اس نے سمجھا تھا کہ وہ ہرگز واپس نہیں لوٹے گا'' (14)

سوال: ﴿اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ﴾ ''اور اس نے سمجھا تھا کہ وہ ہرگز واپس نہیں لوٹے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ﴾ ''اور اُس نے سمجھا تھا کہ وہ ہرگز واپس نہیں لوٹے گا۔'' اس کی زندگی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں سے مختلف تھی۔ (2) اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اپنی زندگی کا حساب دینا ہے۔

(3) اُس کے فہم کی کجی ہے کہ وہ ہرگز نہیں پلٹے گا۔

﴿بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا﴾

''کیوں نہیں! بے شک اُس کا رب اُسے خوب دیکھنے والا تھا'' (15)

سوال: ﴿بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''کیوں نہیں! بے شک اُس کا رب اُسے خوب دیکھنے والا تھا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''کیوں نہیں! بے شک اُس کا رب اُسے خوب دیکھنے والا تھا'' یعنی اس کا رب اس وقت سے اسے دیکھ رہا تھا جب اس کی روح آئی، جب ماں کے پیٹ میں اس کا بدن بن رہا تھا۔ پھر پیدا ہونے کے بعد وہ کیا کام کرتا رہا۔

(2) رب اس کی موت کے وقت بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے بدن کے اجزا کہاں کہاں بکھر گئے سب باتیں اس کی نظر میں تھیں اور یہ اس کے عدل کے خلاف تھا کہ وہ جیسے اعمال کر رہا تھا اس سے کوئی مواخذہ نہ کرتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کج فہمی کا کیا علاج کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں یہ ضرور اپنے ربّ کی طرف لوٹے گا کیونکہ اس کے ربّ نے اس کے سارے اعمال دیکھ رکھے ہیں۔ لہٰذا حساب کتاب ہوگا۔

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ﴾

''پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی!'' (16)

سوال1:﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ﴾''پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ﴾''پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی!''اللہ رب العزت نے اس مقام پر رات کی نشانیوں کی قسم کھائی ہے۔شفق سورج کی باقی ماندہ روشنی ہے جس سے رات کا افتتاح ہوتا ہے۔(تفسیر السعدی:2929/3)

(2)شفق وہ سرخی ہے جو طلوع آفتاب یا غروب آفتاب کے پہلے یا بعد میں مغربی یا مشرقی کنارے پر ظاہر ہوتی ہے۔

(3)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مغرب کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج غروب ہوجائے(اور اس وقت تک رہتا ہے)جب تک شفق غائب نہ ہوجائے۔''(مسلم:3891)

﴿وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾

''اور رات کی اور اس چیز کی قسم جو وہ جمع کرتی ہے!''(17)

سوال1:﴿وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾''اور رات کی اور اس چیز کی قسم جو وہ جمع کرتی ہے!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾''اور رات کی اور اس چیز کی قسم جو وہ جمع کرتی ہے!''یعنی رات کی قسم اور جو تارے اور حیوانات وغیرہ وہ اندھیرے میں اکٹھے کرلیتی ہے۔(2)رات میں چیز اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتی ہے۔

سوال2:رات میں کیا ہوتا ہے؟

جواب:(1)ہر چیز پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔(2)ہر چیز اپنے مسکن کی طرف سمٹتی ہے۔(3)رات اپنے اندھیرے میں چیزوں کو سمیٹ لیتی ہے۔

﴿وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ﴾

''اور چاند کی جب وہ پورا ہوجاتا ہے''(18)

سوال1:﴿وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ﴾''اور چاند کی جب وہ پورا ہوجاتا ہے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ﴾''اور چاند کی جب وہ پورا ہوجاتا ہے۔''یعنی چاند کی جب اس میں پوری روشنی آجائے،یعنی بدر کی قسم جب کہ وہ خوب صورت ترین اور نفع بخش ہوتا ہے۔(2)اس سے مراد مکمل چاند ہے جو تیرہویں رات سے سولہویں تک رہتا ہے۔

﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾

''تم ایک حالت کے بعد لازماً دوسری حالت میں پہنچ جاؤ گے''(19)

سوال1:﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾''تم ایک حالت کے بعد لازماً دوسری حالت میں پہنچ جاؤ گے۔''اس آیت کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿لَتَرْكَبُنَّ﴾''تم لازماً پہنچ جاؤ گے''

(2)﴿طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾''تم ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں''یعنی ایک منزل کے بعد دوسری منزل کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہو۔

(3) انسان پہلے نطفہ تھا، ماں کے پیٹ میں سات حالتیں بدلتی ہیں، پھر بچپن سے جوانی، جوانی سے بڑھاپا، بڑھاپے سے موت یہ ایسی منزلیں ہیں جنہیں طے کرنے میں انسان بالکل بے بس اور مجبور ہے، ان میں سے کوئی منزل حذف کرنا چاہے تو وہ قطعاً ایسا نہیں کر سکتا۔

(4) رہی یہ بات کہ انسان کی آخری منزل کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جنت یا دوزخ ہے۔ گویا انسان مرنے کے بعد بھی کئی منازل طے کرنے پر مجبور ہوگا۔ اسے عذاب وثواب قبر سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اسے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا ہوگا۔ اسے قیامت کی سختیاں سہنی ہوں گی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی قانون کارفرما ہے۔(تیسیر القرآن:619/4)

(5) بندے پر گزرنے والے یہ مختلف مراحل دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی معبود ہے۔ وہ اکیلا ہی اپنی حکمت ورحمت سے اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے، نیز یہ کہ بندہ محتاج اور عاجز اور غالب ومہربان کے دست تدبیر کے تحت ہے۔(تفسیر السعدی:2929/3)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا''لترکبن طبقا عن طبق''یعنی تم کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔ بیان کیا کہ یہاں مراد نبی کریم ﷺ ہیں کہ آپ کو کامیابی رفتہ رفتہ حاصل ہوگی۔(صحیح بخاری:4940)

﴿فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

''تو انہیں کیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے؟''(20)

سوال1:﴿فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾''تو انہیں کیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾''تو انہیں کیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے؟''یعنی کیا چیز ان کے راستے کی رکاوٹ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کی ملاقات اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے۔

سوال2: لوگ ایمان لانے کی بجائے کیا کرتے ہیں؟

جواب: لوگ ایمان لانے کی بجائے جھٹلاتے ہیں۔

﴿وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ﴾

''اور جب قرآن اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے؟''(21)

سوال1:﴿وَاِذَا قُرِیَٔ عَلَیۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ لَا یَسۡجُدُوۡنَ﴾''اور جب قرآن اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قُرِیَٔ عَلَیۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ﴾''اور جب قرآن اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے''یعنی جب وہ قرآن کی تلاوت سنتے ہیں (2)﴿لَا یَسۡجُدُوۡنَ﴾''تو وہ سجدہ نہیں کرتے؟''یعنی وہ جھکتے نہیں کہ ایمان لائیں اور فرمانبراری کریں۔(ایسر التفاسیر:1744)

(3)یعنی قرآن کے احکامات کی اطاعت اور نواہی سے اجتناب نہیں کرتے۔

سوال2:قرآن پڑھنے اور سُننے کے وقت سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:قرآن پڑھنے اور سُننے کے وقت سجدہ کرنے سے مراد جھک جانا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔اس مقام پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے سجدہ کرنا ثابت ہے۔

﴿بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُکَذِّبُوۡنَ﴾

''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہی جھٹلاتے ہیں''(22)

سوال1:﴿بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُکَذِّبُوۡنَ﴾''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہی جھٹلاتے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُکَذِّبُوۡنَ﴾''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہی جھٹلاتے ہیں۔''یعنی کافر اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔حق سے دشمنی کی وجہ سے جھٹلاتے ہیں۔حق سے دشمنی کرتے ہیں اور برائیاں کرتے ہیں۔(2)وہ حق سے دشمنی کی وجہ سے جھٹلاتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا یُوۡعُوۡنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں''(23)

سوال1:﴿وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا یُوۡعُوۡنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا یُوۡعُوۡنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں۔''اللہ تعالیٰ کو ان کے دلوں کا حال خوب معلوم ہے،جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔وہ ان کے پوشیدہ اور ظاہر کو خوب جانتا ہے۔ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا دے گا۔

(2)یوعون۔وعی کا معنی کسی چیز کو تھیلی میں رکھ کر اوپر سے اس کا منہ بند کر دینا ہے اس لحاظ سے وعی کا معنی بخل کرنا بھی ہو سکتا ہے۔حفاظت کرنا بھی اور چھپا کر رکھنا بھی اور کسی چیز کا یاد رکھنا بھی۔یہاں یہ لفظ تیسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔یعنی کافر لوگ جو بغض وعناد اور کینہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں،اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔(تیسیر القرآن:619/4)

سوال2:کفر کرنے والے دِلوں میں کیا جمع کرتے ہیں؟

جواب:(1)وہ دلوں میں تکذیب جمع کرتے ہیں۔(2)چھپ کر کیے ہوئے اعمال جمع کرتے ہیں۔

﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

''چنانچہ آپ اُنہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو''(24)

سوال1:﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾''چنانچہ آپ اُنہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَبَشِّرْهُمْ﴾''چنانچہ آپ اُنہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو''بشارت کو بشارت اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مسرت اور غم کے اعتبار سے جلد پر اثر انداز ہوتی ہے۔یہ ہے اکثر لوگوں کا حال،قرآن کی تکذیب اور اس پر عدم ایمان کے اعتبار سے۔(تفسیر السعدی:2929/3)

(2)رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ انہیں جتلا دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔(مختصر ابن کثیر:2201/2)

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾

''مگر جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کیے،اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے''(25)

سوال1:﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾''مگر جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کیے،اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾''مگر جو لوگ ایمان لائے''یعنی ان میں سے جن لوگوں نے توبہ کی اور تصدیق کی اور توحید کا،محمد ﷺ کی نبوت کا اور بعث بعد الموت کا اقرار کیا۔

(2)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''اور اُنہوں نے نیک عمل کیے''یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرائض ادا کیے اور ان چیزوں سے رک گئے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تو ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کے لئے بے حساب،کبھی کم نہ ہونے والا ثواب ہے۔(جامع البیان:133/30)

(3)﴿لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾''اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے''یعنی ان کے لئے بے انتہا کبھی منقطع نہ ہونے والا دائمی اجر ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا،نہ کسی کان نے سنا،نہ کسی کے تصور میں آیا۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾''جس نے برا عمل کیا تو وہ اُس کے برابر ہی بدلہ پائے گا اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت مگر وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے،اُس میں اُنہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔''(مومن:40)

(5)سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (ان دونوں حضرات سے)روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ(اے جنت والو)تمہارے لیے(یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ)تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے

تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔اور تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ: آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے (نیک) اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔" (مسلم:7157)

اٰیاتها ۲۲ ﴿۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷﴾ رکوعها ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔اس کا ایک رکوع اور 22 آیات ہیں۔

سوال2: اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس میں ایک رکوع اور 25 آیات ہیں۔

سوال3: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 85ویں نمبر پر ہے۔اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے 27ویں نمبر پر ہے۔

سوال4: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ عشاء کی نماز میں یہ سورت پڑھا کرتے تھے نیز ظہر اور عصر کی نماز میں بھی اس کا پڑھنا ثابت ہے۔

رکوع نمبر 10

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾

"قسم ہے برجوں والے آسمان کی!" (1)

سوال1: ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾ "قسم ہے برجوں والے آسمان کی!" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾ "قسم ہے برجوں والے آسمان کی!" برج بڑے تارے یا پہرے کے مقام یا آسمانی محل یا خوب صورت بناوٹ والا آسمان یا سورج اور چاند کی منزلیں۔(مختصر ابن کثیر:2/2203)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ "بہت برکت والا

ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔'' (الفرقان:61)

(3) یعنی جو منازل والا ہے اور جو سورج، چاند اور ان کواکب کی منازل پر مشتمل ہے جو اپنے چلنے میں کامل ترین ترتیب اور ایسے نظام میں منسلک ہے جو اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت و رحمت اور وسعت علم پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2930/3)

﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾

''قسم ہے اس دن کی جس کا وعدہ دیا گیا ہے!'' (2)

سوال 1: ﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾ ''قسم ہے اس دن کی جس کا وعدہ دیا گیا ہے!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾ ''قسم ہے اس دن کی جس کا وعدہ دیا گیا ہے!'' وعدے کا دن قیامت کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ساتھ اس دن کا وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ انہیں اکٹھا کرے گا۔ وہ دن آئے گا اور اول و آخر اس دن پر اکٹھے ہوں گے۔

﴿وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ﴾

''اور حاضر ہونے والے اور حاضر کیے ہوئے کی!'' (3)

سوال 1: ﴿وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ﴾ ''اور حاضر ہونے والے اور حاضر کیے ہوئے کی!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿شَاهِدٍ﴾ سے مراد جمعہ کا دن اور ﴿مَشْهُوْدٍ﴾ سے مراد یوم عرفہ ہے۔ (ایسر التفاسیر:1745)

(2) اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین و تابعین اس طرف گئے ہیں کہ شاہد سے جمعہ کا دن اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں یہ خود نبی ﷺ سے بھی ثابت ہے اور صحیح بھی ہے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:704)

(3) سب شہروں میں حاضر ہوتا ہے جمعہ کا دن۔ اور سب ایک جگہ حاضر ہوتے ہیں عرفہ کے دن حج کے لیے اسی لیے روایات میں آیا کہ ''شاہد'' جمعہ کا دن ہے اور ''مشہود'' عرفہ کا دن۔ اس کے علاوہ ''شاهد و مشهود'' کی تفسیر میں اقوال بہت ہیں لیکن اوفق بالروایات یہ ہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر ثنائی:875/2)

(4) یہ ہر اس شخص کو شامل ہے جو اس وصف سے متصف ہے، یعنی دیکھنے والا اور دکھائی دینے والا، حاضر ہونے والا اور جس کے پاس حاضر ہوا جائے، بصیرت سے دیکھنے والا اور دکھائی دینے والا۔ (تفسیر سعدی:2931/3)

(5) رب العزت کا ارشاد ہے ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔'' (ہود:103)

﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴾

''مارے گئے خندقوں والے''(4)

سوال1:﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴾''مارے گئے خندقوں والے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴾''مارے گئے خندقوں والے''یہ اصحاب الاخدود کے لئے ہلاکت کی بددعا ہے۔

(2)اس سے مراد وہ کھائیاں گڑھے ہیں جو زمین میں کھودے جاتے ہیں۔یہ گھاٹی والے اصحاب الاخدود کافر تھے۔وہاں کچھ اہل ایمان بھی تھے جن کو وہ اپنے دین میں داخل کرنا چاہتے تھے۔اہل ایمان نے کافر بننے سے انکار کر دیا تو کفار نے زمین میں بڑے بڑے گڑھے کھدوائے،ان کے اندر آگ جلائی اور اہل ایمان کو ان میں ڈالا اور ارد گرد بیٹھ کر ان کے جلنے کا تماشا دیکھا،اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاکت کی وعید سنائی ہے۔

(3)آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کے متعلق فرماتا ہے:پھر آپ نے آیت ﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾﴾ سے لے کر العزیز الحمید تک پڑھی۔راوی کہتے ہیں:ایک لڑکا(سولی پر لٹکا کر قتل کر دیئے جانے کے بعد)دفن کر دیا گیا تھا،کہا جاتا ہے کہ وہ لڑکا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زمین سے نکالا گیا،اس کی انگلیاں اس کی کنپٹی پر اسی طرح رکھی ہوئی تھیں جس طرح اس نے اپنے قتل ہوتے وقت رکھا تھا۔(ترمذی،کتاب التفسیر)

﴿النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ﴾

''آگ تھی بہت ایندھن والی''(5)

سوال1:﴿النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ﴾''آگ تھی بہت ایندھن والی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ﴾''آگ تھی بہت ایندھن والی''وہ ایک آگ تھی ایندھن والی اس آگ کے لئے گڑھوں میں لکڑیاں بھری گئیں اور آگ لگا دی گئی۔

﴿اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ﴾

''جب وہ اُس پر بیٹھے ہوئے تھے''(6)

سوال1:﴿اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ﴾''جب وہ اُس پر بیٹھے ہوئے تھے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ﴾''جب وہ اُس پر بیٹھے ہوئے تھے''کافر بھڑکتی آگ والے گڑھوں کے پاس بیٹھے مسلمانوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔مسلمانوں کا قصور یہ تھا کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے۔

(2) کافر بادشاہ اور اس کے اہل کار بھی آگ کے کنارے بیٹھ کر جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

(3) گڑھوں والوں نے ایمان والوں سے کہا تھا کہ توحید کو چھوڑتے ہو یا آگ کو پسند کرتے ہو مگر ان سچے مومنوں نے شرک سے انکار کیا۔ آخر کار ان ظالموں نے انہیں بھڑکتی آگ میں ڈال دیا۔

﴿وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ﴾

''اور وہ اس پر جو مومنوں کے ساتھ وہ کر رہے تھے، گواہ تھے''(7)

سوال1: ﴿وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ﴾ ''اور وہ اس پر جو مومنوں کے ساتھ وہ کر رہے تھے، گواہ تھے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ﴾ ''اور وہ اس پر جو مومنوں کے ساتھ وہ کر رہے تھے، گواہ تھے۔'' یہ بدترین جبر اور قساوت قلبی ہے، کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی، ان کے ساتھ عناد رکھا اور ان آیات پر ایمان رکھنے والوں کے خلاف محاربت کی اور اس کے عذاب کے ذریعے سے ان کے لیے تعذیب کو جمع کر دیا جن سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، نیز یہ کہ جب اہل ایمان کو آگ کے ان گڑھوں میں ڈالا گیا تو یہ اس وقت موجود تھے اور حال یہ تھا کہ وہ اہل ایمان پر ان کی صرف اس حالت کی بنا پر ناراض تھے جس پر وہ قابل ستائش تھے اور جس سے ان کی سعادت وابستہ تھی، یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو غالب اور قابل تعریف ہے، یعنی جو اس غلبے کا مالک ہے۔ جس کی بنا پر وہ ہر چیز پر غالب ہے اور وہ اپنے اقوال و افعال اور اوصاف میں قابل تعریف ہے۔ (تفسیر السعدی:2931/3)

(2) اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے والا کبھی برباد نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اگر اپنے خاص بندوں کو کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچا دے تو اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے اگرچہ ہمیں علم نہ ہو۔

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾

''اور اس کے سوا انہوں نے ان سے کوئی انتقام نہیں لیا، کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو سب پر غالب، ہر تعریف کے لائق ہے''(8)

سوال1: ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور اس کے سوا انہوں نے ان سے کوئی انتقام نہیں لیا، کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو سب پر غالب، ہر تعریف کے لائق ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ﴾ ''اور انہوں نے ان سے کوئی انتقام نہیں لیا''

(2) ﴿اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو سب پر غالب، ہر تعریف کے لائق ہے'' یعنی

انہوں نے مسلمانوں میں یہی عیب نکالا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں جو العزیز ہے یعنی اپنے انتقام میں شدید ہے، الحمید ہے یعنی اپنی مخلوق پر احسان کی وجہ سے قابل تعریف ہے۔ بے پناہ خوبیوں والا ہے۔ جو زمین و آسمان کی بادشاہت کا مالک ہے۔

(3) یہ صفات بندے سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کی اطاعت کرے اس سے محبت کرے، اس کی خشیت رکھے۔

سوال 2: بادشاہ اور اس کے اہل کار ایمان والوں سے کس چیز کا بدلہ لے رہے تھے؟

جواب: بادشاہ اور اس کے اہل کار غالب اور تعریفوں والے رب پر ایمان لانے کے جُرم میں انہیں آگ میں جھونک رہے تھے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی صفات العزیز اور الحمید کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ اہلِ ایمان کا بدلہ لینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اپنے وقت پر وہ انجام کو سامنے لے آتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ الحمید ہے، زبردست تعریفوں والا ہے۔ اُس کو کوئی نقص ملاحق نہیں۔ وہ اپنے مجرموں پر غالب ہونے کے باوجود مواقع دیتا ہے۔ ایمان اور کفر کی جنگ میں کافروں کے محاذ سے اگر کچھ لوگوں کے ایمان قبول کرنے کی توقع ہو تو مواقع دیتا ہے۔ یقیناً وہ قابلِ تعریف ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کیسا غالب ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان پر غلبہ ہے۔ آسمان اور زمین کی بادشاہت اُسی کی ہے۔

﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اُس کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے'' (9)

سوال 1: ﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اُس کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اُس کے لیے ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا خالق ہے۔ ہر کوئی اس کا غلام ہے۔ وہ زمین و آسمان میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ سب پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے۔

(2) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ اپنے علم، سمع و بصر کی بنا پر ہر چیز پر گواہ ہے۔ پس اس کے خلاف سرکشی اختیار کرنے والے یہ کفار، اس بات سے کیوں نہ ڈریں کہ غالب اور قدرت رکھنے والا ہے ان کو پکڑ لے گا۔ کیا ان سب کو علم نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور مالک کی اجازت کے بغیر کسی کو کسی پر کوئی اختیار نہیں؟ یا ان پر یہ حقیقت مخفی رہ گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا؟ ہرگز نہیں! کافر دھوکے میں پڑا ہوا ہے اور جاہل

اندھے پن کا شکار اور سیدھے راستے سے ہٹ کر گمراہی میں مبتلا ہے۔ (تفسیر السعدی:3/2931,2932)

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا، بعد میں اس سے توبہ بھی نہ کی تو اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور اُن کے لیے جلنے کا عذاب ہے'' (10)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا، بعد میں اس سے توبہ بھی نہ کی تو اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور اُن کے لیے جلنے کا عذاب ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا، بعد میں اس سے توبہ بھی نہ کی'' جن لوگوں نے مومنوں کو عذاب میں ڈالا ہے، انہیں آگ میں جلایا ہے اگر اب بھی انہوں نے اپنے کفر سے اور عذاب دینے سے توبہ نہیں کی تو ان کے لئے یہ جلنے والا عذاب ہے۔

(2) سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس جود و کرم کی طرف دیکھو، انھوں نے اس کے اولیا اور اس کے اہل اطاعت بندوں کو قتل کیا اور وہ ان کو توبہ کرنے کی طرف بلا رہا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2932)

(3) ﴿فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾ ''تو اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور اُن کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔'' یعنی ان کے اعمال کا بدلہ ہے کہ ان کے لئے جہنم اور جلانے والا عذاب ہے۔

(4) اس میں کفار مکہ کے لئے تنبیہ ہے جو مومن مردوں اور عورتوں کو اس لئے ایذا پہنچاتے تھے کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں کہ ان کا انجام گڑھوں والوں سے مختلف نہیں ہوگا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں اُن کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (11)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں اُن کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اس

آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناجولوگ ایمان لائے''یقیناوہ لوگ جودل سے ایمان لائے۔

(2)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اورجنہوں نے نیک عمل کیے ہیں''اوروہ اپنی زبان اوراپنے تمام اعضاء سے نیک کام کرتے رہے۔

(3)﴿لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اُن کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں''یعنی ان کے لئے ایسے باغات ہیں کہ ان کے درختوں اورمحلات کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

(4)﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ﴾ ''یہ بہت بڑی کامیابی ہے'' کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہونا ہے۔کامیابی عزت والے گھر جنت کا حاصل ہونا ہے۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''چنانچہ جوآگ سے بچالیا گیااورجنت میں داخل کردیا گیاتووہ کامیاب ہوگیااوردنیا کی زندگی تودھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔'' (آل عمران:185)

(6)اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اورعورتوں کوتسلی دی ہے کہ وہ کافروں کی ایذاؤں سے گھبرائیں نہیں۔اس سے پہلے بھی ان پر بڑے بڑے مصائب ڈھائے جاچکے ہیں۔ان کے عوض اللہ تعالیٰ کے ہاں سے نعمتوں بھرے باغات ملنے والے ہیں جن کے مقابلے میں یہ تکالیف بہت کم ہیں۔

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ﴾

''بلاشبہ تیرے رب کی پکڑ یقیناًبڑی سخت ہے''(12)

سوال1:﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ﴾ ''بلاشبہ تیرے رب کی پکڑ یقیناًبڑی سخت ہے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ﴾ ''بلاشبہ تیرے رب کی پکڑ یقیناًبڑی سخت ہے۔''اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

(2)مجرموں،گناہ گاروں اورظالموں کے لئے اس کی سزابڑی سخت ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ﴾ ''اورآپ کے رب کی پکڑاسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کوپکڑتا ہے،بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک،بڑی سخت ہوتی ہے۔'' (ہود:102)

(4)سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کوچندروز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھرنہیں چھوڑتا۔راوی نے بیان کیا پھرآپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی''اورتیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کوپکڑتا ہے جو(اپنے اوپر)ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

سوال2: رب کی پکڑ سخت ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ رب جب ان لوگوں کو پکڑنے پر آئے جو رسولوں سے، اللہ والوں سے دشمنی کرتے ہیں اور اُس کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں تو اس کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے۔

﴿اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ﴾

''بلاشبہ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا''(13)

سوال1: ﴿اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ﴾ ''بلاشبہ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ﴾ ''بلاشبہ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے'' یعنی وہ تخلیق کی ابتدا کرنے میں منفرد ہے۔

(2) ﴿وَيُعِيْدُ﴾ ''اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا'' فنا کے بعد لوٹانے میں کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔

﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ﴾

''اور وہی بے حد بخشنے والا ہے، نہایت محبت کرنے والا ہے''(14)

سوال1: ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ﴾ ''اور وہی بے حد بخشنے والا ہے، نہایت محبت کرنے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ﴾ ''اور وہی بے حد بخشنے والا ہے'' وہ خلوص سے توبہ کرنے والوں کے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

(2) جو اپنی برائیوں پر ندامت کے آنسو بہائے تو خطائیں خواہ کیسی ہی ہوں وہ معاف کر دیتا ہے۔

(3) ﴿الْوَدُوْدُ﴾ ''نہایت محبت کرنے والا ہے۔'' جو اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے۔ ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ﴾ ''وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے'' (المائدہ:54) اور المودت خالص اور صاف محبت کو کہتے ہیں۔ اس میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿اَلْوَدُوْدُ﴾ کو ﴿اَلْغَفُوْرُ﴾ کے ساتھ مقرون بیان کیا ہے تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ گناہ گار جب اللہ تعالیٰ کے پاس توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔ پس یہ نہ کہا جائے کہ ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مودت ان کی طرف نہیں لوٹتی، جیسا کہ بعض مغالطہ انگیزوں کا قول ہے۔ بلکہ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری پر اس کا کھانا پینا اور دیگر سامان ہو اور ایک ہلاکت خیز بیابان میں اس کی وہ سواری گم ہو جائے۔ وہ سواری (کی بازیابی) سے مایوس ہو کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ جائے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔ وہ ابھی اسی حال میں ہو کہ وہ کیا دیکھے کہ سواری اس کے سر پر کھڑی ہے۔ پس وہ اس کی مہار تھام لے (اس سواری کو دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہے) پس اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی سواری کے ملنے پر خوش ہوتا ہے۔ یہ اتنی بڑی خوشی

ہے کہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے حمد وثنا اور خالص محبت۔ اس کی بھلائی کتنی عظیم، اس کی نیکی کتنی زیادہ، اس کا احسان کس قدر بے پایاں اور اس کی نوازشیں کتنی وسیع ہیں۔ (تفسیر السعدی: 2932,2933/3)

﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ﴾

''عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے'' (15)

سوال 1: ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ﴾ ''عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ﴾ ''عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے'' یعنی عرش عظیم کا مالک ہے، جس عرش کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور کرسی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کرسی کی عرش کے ساتھ وہی نسبت ہے جو ایک چٹیل میدان میں پڑے ہوئے حلقے (کڑے) کی نسبت زمین سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کا ذکر خاص طور پر اس کی عظمت کی وجہ سے کیا، نیز عرش کو تمام مخلوقات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کی خصوصیت حاصل ہے۔ زیر کی قراءت کی صورت میں (اَلْمَجِيْدِ) عرش کی نعت ہے اور ارفع کی قراءت کی صورت میں یہ اللہ تعالیٰ کی نعت ہے اور مَجْدٌ اوصاف کی وسعت اور ان کی عظمت کو کہتے ہیں۔ (تفسیر السعدی: 2933/3)

(2) عرش کا مالک ہونے سے مراد پوری کائنات کا مالک ہونا ہے اور مجید شان وشوکت میں بڑا کہہ کر اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں گستاخیاں چھوڑ دیں ورنہ بہت برا انجام ہوگا۔

(3) عرش کا مالک ہونے سے مراد ہے کہ وہ ساری مخلوقات سے عظیم ہے، بلند ہے اور اس کا مستقر وہ ہے جو ہر چیز سے اوپر ہے۔

سوال 3: ﴿اَلْمَجِيْدُ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کرم کرنے والا، صاحب فضل اور عظمت والا ہے۔

﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾

''جو چاہتا ہے اس کو کر گزرنے والا ہے'' (16)

سوال 1: ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ''جو چاہتا ہے اس کو کر گزرنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ''جو چاہتا ہے اس کو کر گزرنے والا ہے'' یعنی پوری کائنات میں کسی کی بھی یہ طاقت نہیں کہ جس کام کا وہ ارادہ کرلے وہ اس کے راستے میں رکاوٹ بن سکے۔

(2) وہ جب بھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کر گزرتا ہے اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے: ہوجا۔ تو وہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں کہ وہ جو کچھ چاہے کرلے۔ اگر مخلوق کسی چیز کا ارادہ کرتی ہے تو لازمی طور پر اس کے ارادے کے کچھ معاون ہوتے

ہیں اور کچھ اس سے روکنے والے ہوتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کا کوئی معاون ہے نہ مانع۔ (تفسیر السعدی:2933/3)

(3) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی نے مرض الموت میں پوچھا: آپ نے کسی طبیب کو دکھایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ لوگوں نے پوچھا: اُس نے کیا کہا فرمایا: اُس نے کہا ہے: ﴿اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ﴾ ''یقیناً میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں'' میرے معاملے میں کوئی مداخلت کرنے والا نہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ اُس نے موت مقدر کر دی تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ (ابن کثیر)

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ﴾

''کیا تمہارے پاس لشکروں کی خبر آئی ہے؟'' (17)

سوال 1: ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ﴾ ''کیا تمہارے پاس لشکروں کی خبر آئی ہے؟'' لشکروں کی خبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ﴾ ''کیا تمہارے پاس لشکروں کی خبر آئی ہے؟'' لشکروں کی خبر سے مراد اُن پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی خبر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا، انہیں اپنی گرفت میں لیا تو کوئی انہیں بچا نہیں سکا۔

(2) یعنی سرکش قوموں کے بارے میں خبر پہنچی ہے جو اپنے آپ کو طاقتور سمجھتی تھیں انہیں کیسے اللہ تعالیٰ نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

﴿فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ﴾

''فرعون اور ثمود کی'' (18)

سوال 1: ﴿فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ﴾ ''فرعون اور ثمود کی'' فرعون اور ثمود کا ذکر یہاں کس اعتبار سے کیا گیا؟

جواب: (1) ﴿فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ﴾ ''فرعون اور ثمود کی'' فرعون اور ثمود کا ذکر یہاں اس اعتبار سے کیا گیا کہ وہ دنیا میں کسی کو اپنے مقابلے کا نہیں سمجھتے تھے۔ اُن کے انجام کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ دیکھ لو میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

(2) فرعون جسے اپنی حکومت، قوت اور لشکروں پر بڑا غرور تھا۔

(3) ثمود کی قوم جنہوں نے پہاڑ تراش کر گھر بنائے تھے جو کہتے تھے کہ قوت میں ہم سے بڑھ کر کون ہے۔ انہوں نے کیسے گھمنڈ میں آ کر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ﴾

''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہی جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں'' (19)

سوال 1: ﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہی جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ﴾"بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہی جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں" کافر اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے پر کمر بستہ ہیں۔

(2)فرعون اور ثمود کے لشکر بھی یہی کچھ کیا کرتے تھے۔(3)اور قریش مکہ تو قوت کے اعتبار سے ان کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتے۔

(4)ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات فائدہ نہیں دیتیں۔(5)ان کے لئے عقوبت کی سخت وعید ہے۔

سوال 2: کفر کرنے والوں کا اصل مسئلہ کیا ہے؟

جواب: کفر کرنے والوں کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ سچائی کو تسلیم نہیں کرتے اور جو سچ کو قبول نہیں کرتے وہ حق کو جھٹلاتے اور کفر کرتے ہیں۔

﴿وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ﴾

"اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرنے والا ہے"(20)

سوال 1:﴿وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ﴾"اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرنے والا ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ﴾"اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرنے والا ہے" اللہ تعالیٰ نے انہیں گھیرے میں لے رکھا ہے۔(2)وہ کسی وقت بھی انہیں برے انجام میں پہنچا سکتا ہے۔(3)ان پر اپنے کیے کا وبال آنے والا ہے۔

(4)اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور قدرت سے ان کا احاطہ کر رکھا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾"بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔"(سورہ الفجر:14)(تفسیر السعدی:2934/3)

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ﴾

"بلکہ قرآن بڑی شان والا ہے"(21)

سوال 1:﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ﴾"بلکہ قرآن بڑی شان والا ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ﴾"بلکہ قرآن بڑی شان والا ہے" یہ لوگ جس قرآن کو جھٹلاتے ہیں وہ بڑی عظمت اور بڑی شان والا ہے۔(2)قرآن کا لکھا اٹل ہے اس کو جھٹلانے والے اپنی حرکت کی پاداش میں تباہ ہو سکتے ہیں۔

(3)﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ(۷۵)وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ(۷۶)اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ(۷۷)فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ(۷۸)لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ(۷۹)تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ(۸۰)اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ(۸۱)وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ(۸۲)﴾"پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی اور یقیناوہ اگر تم جانتے ہو تو واقعتا ایک بہت بڑی قسم

ہے۔ یقیناوہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے۔ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔" (الواقعہ:75,82)

﴿فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾

"لوحِ محفوظ میں ہے" (22)

سوال1:﴿فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾"لوحِ محفوظ میں ہے"اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾"لوح محفوظ میں ہے"اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کولوح محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے جس تک کسی کی رسائی ممکن نہیں۔(2) قرآن ہر طرح کے ردوبدل، ترمیم اور تنسیخ سے پاک ہے۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوح محفوظ سیدنا اسرافیل کی پیشانی کے سامنے ہے۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوح محفوظ کی پیشانی پر عبارت درج ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں وہ صرف ایک ہے اس کا دین اسلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کا وعدہ سچا جانے اور اس کے رسول کی تابعداری کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت دے گا۔ (مختصر ابن کثیر:2/2206)

(5) لوحِ محفوظ میں ہونے سے مراد ہے کہ وہ حفاظت میں ہے۔ فرشتے اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اٰیاتها ۱۷ | ۸۶ سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّة ۳۶ | رکوعها ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کی 17 آیات اور ایک رکوع ہے۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 86 ویں نمبر پر ہے۔ اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 36 ویں سورت ہے۔

رکوع نمبر 11

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾

''آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی!''(1)

سوال1:﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾''آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾''آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی!''اللہ رب العزت نے آسمان اور چمکتے ستاروں کی قسم کھائی ہے۔ طارق سے مراد روشن ستارہ ہے۔

سوال2: ستاروں کو طارق کیوں کہتے ہیں؟

جواب: ستارے دن میں چھپ جاتے ہیں اور رات کو آجاتے ہیں اس لئے انہیں طارق کہتے ہیں۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ﴾

''اور تم کیا جانو کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟''(2)

سوال1:﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ﴾''اور تم کیا جانو کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ﴾''اور تم کیا جانو کہ رات کو آنے والا کیا ہے''طریق کا معنی راستہ اور طارق بمعنی راستہ پر چلنے والا۔مگر عرف عام میں طارق بالخصوص اس مسافر کو کہتے ہیں جو صرف رات کو آئے۔اور ستارے کو طارق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ رات کو ہی ظاہر ہوتا ہے۔اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی صراحت فرمادی کہ یہاں طارق سے مراد عام ستارے نہیں بلکہ شہاب ثاقب ہے۔(تیسیر القرآن:4/626)

سوال2: یہ سوال کس لئے کہا گیا کہ تم کیا جانو کیا ہے طارق؟

جواب:''تم کیا جانو کیا ہے طارق؟''کا سوال توجہ مبذول کرانے کے لئے کیا گیا تا کہ انسان غور وفکر کرے۔

﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾

''چمکتا ہوا تارا ہے''(3)

سوال1:﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾''چمکتا ہوا تارا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾''چمکتا ہوا تارا ہے۔''یعنی روشن ستارہ،جس کی روشنی آسمانوں میں سوراخ کر دیتی ہے،آر پار چھید بن جاتا ہے حتیٰ کہ زمین سے دکھائی دیتا ہے۔مگر صحیح یہ ہے کہ یہ اسم جنس ہے جو تمام روشن ستاروں کو شامل ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد''زحل''ہے جو ساتوں آسمانوں کو چھید کر سوراخ کر دیتا ہے اور ان میں سے دیکھا جا سکتا ہے۔(تفسیر السعدی:3/2935)

(2) ثاقب اس لیے کہا گیا کہ وہ اپنی شعاعوں کے ذریعے تاریکیوں کو پھاڑ کر اپنی روشنی زمین پر پھینکتا ہے۔

(3) ثاقب چمکیلا اور ٹوٹنے والا انگارہ ہے جو شیطان پر گر کر اسے جلا ڈالتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2207/1)

﴿اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾

''مگر ہر جان کے اوپر ایک محافظ ہے'' (4)

سوال1: ﴿اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ ''مگر ہر جان کے اوپر ایک محافظ ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ ''مگر ہر جان کے اوپر ایک محافظ ہے'' یعنی ہر شخص پر محافظ مقرر ہیں جو اسے حادثات سے بچاتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾ ''اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیے کوئی مددگار ہے۔'' (الرعد:11)

(2) جو نفس کے اچھے برے اعمال کو محفوظ کرتا ہے اور ہر نفس کو اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے گی جسے اس کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ (تفسیر السعدی:2935/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھا کر فرشتوں کی نگہبانی کی بات کیوں کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے کی ہے کہ کوئی انسان اپنی مرضی کرنے کے لئے آزاد نہیں ہے۔ ہر ایک کے اعمال کا حساب کتاب ہونا ہے۔ اسی وجہ سے اعمال کا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو اپنے اعمال کی فکر کر لینی چاہئے۔

﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾

''چنانچہ انسان کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟'' (5)

سوال1: ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾ ''چنانچہ انسان کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾ ''چنانچہ انسان کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟'' یعنی انسان کو اپنی تخلیق اور اس کے آغاز پر غور کرنا چاہیے۔ جو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے وہ دوسری بار بھی پیدا کرنے پر قادر ہے۔

سوال2: انسان کی توجہ اُس کے مادۂ تخلیق کی طرف کیوں دلائی گئی ہے؟

جواب: انسان کے شعور کی بیداری کے لئے توجہ دلائی گئی تا کہ وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کیسی قدرت والا ہے۔ وہ کیسی حقیر چیز سے دیکھنے، سُننے، بولنے اور سمجھنے والا انسان پیدا کر دیتا ہے۔

﴿خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ﴾

''وہ اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا'' (6)

سوال 1: ﴿خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ﴾ ''وہ اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ﴾ ''وہ اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا۔'' اس سے مراد منی ہے یعنی انسان کی تخلیق کا آغاز کس مادے سے ہوتا ہے وہ کہاں اور کیسے پیدا ہوتا ہے۔

(2) انزال کے وقت منی اچھل کر نکلتی ہے اور شوہر اور بیوی کی منی کے امتزاج سے حمل قرار پاتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2207/2)

﴿يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾

''جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے'' (7)

سوال 1: ﴿يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾ ''جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾ ''جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔'' ﴿وَالتَّرَآئِبِ﴾ سینے کے اُس حصّے کو کہتے ہیں جہاں زیور پہنا جاتا ہے۔

(2) اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ (یہ منی) مرد کی صلب سے اور عورت کے سینے، یعنی اس کی چھاتی سے نکلتی ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اچھل کر نکلنے والی منی ہے، اس کا مقام، جہاں سے وہ نکلتی ہے، صلب اور سینے کے درمیان ہے۔ شاید یہی معنی زیادہ صحیح ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اچھل کر نکلنے والے پانی (منی) کا وصف بیان کیا ہے جس کو محسوس کیا جاتا ہے اور اس کے اچھل کر باہر نکلنے کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور یہ مرد کی منی ہے۔ اسی طرح ﴿وَالتَّرَآئِبِ﴾ کا لفظ مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے، کیونکہ مرد کا سینہ بمنزلہ عورت کی چھاتیوں کے لیے ہے۔ اگر یہاں عورت مراد ہوتی تو کہا جاتا ﴿بَيْنَ الصُّلْبِ وَالثَّدْيَيْنِ﴾ پیٹھ اور دونوں پستانوں کے درمیان وغیرہ۔ واللہ اعلم (تفسیر السعدی: 2935/3)

﴿إِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ﴾

''بلاشبہ وہ اُس کے لوٹانے پر بھی یقیناً قادر ہے'' (8)

سوال 1: ﴿إِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ﴾ ''بلاشبہ وہ اُس کے لوٹانے پر بھی یقیناً قادر ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ﴾ ''بلاشبہ وہ اُس کے لوٹانے پر بھی یقیناً قادر ہے۔'' یعنی جس نے اچھل کر نکلنے والے پانی سے

وجود عطا کیا وہ آخرت میں اسے پیدائش کی طرف لوٹانے یعنی تخلیق کا اعادہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت سے یہ ثابت کیا ہے کہ دوسری زندگی حق ہے۔

(2) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔'' (یٰسین:79) ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ﴾

''جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی'' (9)

سوال 1: ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ﴾ ''جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ﴾ ''جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی'' قیامت کے دن تمام راز کھل جائیں گے۔ (2) پوشیدہ اسرار سے مراد ہر انسان کے وہ اعمال بھی ہیں جن کا تعلق نیت اور ارادے سے تھا وہ پورے نہ ہو سکے بس ایک راز بن کے رہ گئے۔ (تیسیر القرآن: /628)

(3) دنیا کے اندر بہت سی چیزیں پوشیدہ رہتی تھیں اور لوگوں کے سامنے عیاں نہیں ہوتی تھیں۔ قیامت کے روز تو ابرار کی نیکی اور فاجروں کا فسق و فجور صاف ظاہر ہوں گے اور اعلانیہ امور بن جائیں گے۔ (تفسیر السعدی:2935/3)

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر غدر کرنے والے کی سرین کے پاس جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔ اعلان کیا جائے گا کہ یہ فلاں کی غداری ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ)

سوال 2: پوشیدہ باتوں کو کیوں پرکھا جائے گا؟

جواب: جزا و سزا کے لئے پوشیدہ باتوں کو ظاہر کیا جائے گا۔

﴿فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ﴾

''تو اُس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ ہی مددگار'' (10)

سوال 1: ﴿فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ﴾ ''تو اُس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ ہی مددگار'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾''تو اُس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ ہی مددگار۔''اس دن نہ انسان خود کو بچا سکے گا نہ اس کے لئے کوئی مددگار اور حمایتی ہوگا۔(2)اس کے پاس طاقت نہیں ہوگی جس سے وہ مدافعت کر سکے۔

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ﴾

''بار بار بارش لانے والے آسمان کی قسم!''(11)

سوال1:﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ﴾''بار بار بارش لانے والے آسمان کی قسم!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ﴾''بار بار بارش لانے والے آسمان کی قسم!''بارش چونکہ پلٹ پلٹ کر آتی ہے اس لئے اسے اَلرَّجْعُ کہا گیا۔(2)بارش یا بارش والا بادل یا مخلوق کی سالانہ روزی لوٹانا۔

﴿وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ﴾

''اور پھٹنے والی زمین کی''(12)

سوال1:﴿وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ﴾''اور پھٹنے والی زمین کی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ﴾''اور پھٹنے والی زمین کی''﴿ذَاتِ الصَّدْعِ﴾صدع کے معنی کسی چیز کا اس طرح پھٹنا ہے کہ ٹکڑا جدا نہ ہوا اور بقول امام راغب اجسام جیسے لوہا، شیشہ، زمین وغیرہ میں شگاف یا سوراخ ہو جاتا ہے اور زمین کو اس لیے ذات الصدع کہا گیا ہے کہ پودوں کی نرم و نازک کونپلوں کو پھاڑ کر زمین سے باہر نکلنے کا راستہ دے دیتی ہے۔(تیسیر القرآن:628/4)

(2)رب العزت نے بارش لانے والے آسمان اور پھٹنے والی زمین کی قسم کھائی ہے کہ کس طرح بارش برستی ہے تو نباتات اُگتی ہیں اور جانوروں اور انسانوں کے لئے زندگی کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔(3)قیامت کے دن مردوں سے زمین شق ہو جائے گی۔

سوال2:زمین کو پھٹنے والی کیوں کہا گیا ہے؟

جواب:(1)زمین پھٹتی ہے تو پانی نکلتا ہے۔(2)زمین پھٹتی ہے تو پودے نکلتے ہیں۔(3)ایک دن آئے گا جب زمین پھٹے گی تو سارے مُردے باہر نکل آئیں گے۔اسی وجہ سے زمین کو پھٹنے والی کہا گیا ہے۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾

''یقیناً یہ بلاشبہ ایک فیصلہ کن کلام ہے''(13)

سوال1:﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾''یقیناً یہ بلاشبہ ایک فیصلہ کن کلام ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾''یقینا یہ بلاشبہ ایک فیصلہ کن کلام ہے''اللہ تعالیٰ نے قرآن کے حق اور باطل کے درمیان فیصل ہونے پر قسم کھائی ہے۔(قرطبی:9/10)(2)قرآن حق ہے جو واضح ہے۔(3)قرآن صدق اور کذب کا دوٹوک فیصلہ ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/2208)

﴿وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾

''اور یہ ہنسی مذاق نہیں ہے''(14)

سوال1:﴿وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾''اور یہ ہنسی مذاق نہیں ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾''اور یہ ہنسی مذاق نہیں ہے''قرآن کھیل اور باطل نہیں ہے۔(جامع البیان:30/109)(2)قرآن ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے۔

﴿اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا﴾

''یقیناوہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں ایک خفیہ تدبیر''(15)

سوال1:﴿اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا﴾''یقیناوہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں ایک خفیہ تدبیر''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا﴾''یقیناوہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں ایک خفیہ تدبیر''یعنی کفار قریش نبی ﷺ کے بارے میں تدابیر کررہے ہیں۔(2)وہ طرح طرح کے مکروفریب کرکے لوگوں کو قرآن کی مخالفت پر اکسارہے ہیں۔

(3)ان چالوں میں شبہات کا سلسلہ بھی ہے۔﴿وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾''اور انہوں نے کہا کہ زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔''(الانعام:29)

(4)کفار کے ڈالے ہوئے شبہ کو رب العزت نے بیان فرمایا:﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا،اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟''(یٰسین:78)

سوال2:رسول اللہ ﷺ کے دشمن کیا تدبیریں کررہے تھے؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کے دشمن حق کو ناکام کرنے کی تدبیریں کررہے تھے۔

سوال3:کیا آج بھی حق کو ناکام کرنے کی تدبیریں ہورہی ہیں؟

جواب:آج بھی حق کو ناکام کرنے کی تدبیریں کی جارہی ہیں۔میڈیا کے ذریعے،عملی جنگ کے ذریعے،دشمن اپنی پالیسیوں کے ذریعے ہر طریقہ اختیار کررہا ہے جس سے سچا دین ناکام ہوجائے۔

﴿وَّاَكِيْدُ كَيْدًا﴾

''اور میں بھی خفیہ تدبیر کر رہا ہوں ایک خفیہ تدبیر''(16)

سوال1:﴿وَّاَكِيْدُ كَيْدًا﴾''اور میں بھی خفیہ تدبیر کر رہا ہوں ایک خفیہ تدبیر''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَكِيْدُ كَيْدًا﴾''اور میں بھی خفیہ تدبیر کر رہا ہوں ایک خفیہ تدبیر''اور حق کو غالب کرنے کے لیے میں چال چلتا ہوں، خواہ کافروں کو ناگواری ہی کیوں نہ گزرے تاکہ باطل کو رد کا جائے جسے یہ لے کر آئے ہیں اور اس سے معلوم ہو جائے کہ کون غالب ہے؟ کیونکہ انسان بہت کمزور اور حقیر ہے کہ اپنے سے زیادہ طاقت رکھنے والے اور اپنی چال بازی میں زیادہ مہارت اور علم رکھنے والے پر غالب آسکے۔(تفسیر السعدی:2936/3)

(2)رب العزت نے اپنی تدبیر کا ذکر کیا:﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾''اور میں انہیں مہلت دوں گا، بلاشبہ میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔''(الاعراف:183)

(3)﴿وَجَزٰۗؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾''اور برائی کا بدلہ اُس جیسی ایک برائی ہے۔''(الشوریٰ:40)

(4)اس سے مراد ہے کہ میں تم لوگوں کی سازشوں سے غافل نہیں ہوں۔ میں بھی تمہاری چالوں کا توڑ کر رہا ہوں۔

﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾

''تو آپ کافروں کو مہلت دیں، مہلت دیں ان کو تھوڑی سی''(17)

سوال1:﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾''تو آپ کافروں کو مہلت دیں، مہلت دیں ان کو تھوڑی سی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾''تو آپ کافروں کو مہلت دیں، مہلت دیں ان کو تھوڑی سی''یعنی کافروں کو تھوڑی سی مہلت دو، پس عنقریب جب ان کو عذاب اپنی لپیٹ میں لے لے گا تو انہیں اپنے انجام کا علم ہو جائے گا۔(تفسیر السعدی:2936/3)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔''(لقمان:24)

(3)اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ ذرا سا صبر کر لیں پھر دیکھیں کہ ہم انہیں کیسے کیسے عذابوں کی طرف گھسیٹتے ہیں۔

سوال2:مہلت دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ اُن کے لئے جلدی عذاب نہ مانگو، تھوڑی مہلت دے دو۔

سوال3: کیا کافروں کو مہلت دینا ان کے حق میں مفید ہوتا ہے؟

جواب: کافروں کو مہلت دینا ان کے ساتھ تدبیر کی ایک صورت ہے۔

اٰیاتھا ۱۹ ﴿۸۷﴾ سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ ۸ رکوعھا ۱

سوال1: سورۃ الاعلیٰ کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس کا ایک رکوع اور 19 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورۃ کا 87 واں نمبر ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس اس کا آٹھواں نمبر ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) نبی ﷺ کو یہ سورت بہت محبوب تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وتر نماز میں رسول اللہ ﷺ سبح اسم ربك الاعلی اور قل یایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ (مسند احمد: 123/5، ابوداؤد: 1423، ترمذی: 463)

(2) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ میں "سبح اسم ربك الاعلیٰ" اور "ھل اتاك حدیث الغاشیۃ" پڑھا کرتے تھے۔ اور جب جمعہ اور عید دونوں ایک دن میں ہوتیں، تب بھی انہی دونوں سورتوں کو دونوں نمازوں میں پڑھتے تھے۔ (مسلم: 2028، ابوداؤد: 1122) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لمبی قراءت کرنے کی شکایت پر معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تو نے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾ اور ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى﴾ کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھا دی؟ (بخاری: 705)

(3) عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ "اپنے بہت بڑے رب کے نام کی تسبیح کیا کرو" (الواقعہ: 74) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنے رکوع میں کرلو، پھر جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ "اپنے بہت ہی بلند رب کے نام پاکیزگی بیان کرو" (اعلیٰ: 1) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنے سجدے میں کرلو۔ (ابوداؤد: 869)

رکوع نمبر 12

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾

''آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بُلند ہے''(1)

سوال1:﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾''آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بُلند ہے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَبِّحِ﴾''تسبیح کریں''رب العزت نے اپنی تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2)تسبیح کرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کو ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ماننا اور یہ کہ وہ بلاشرکت غیرے (بغیر کسی شرکت کے) مختار کل ہے۔اور یہ ماننا کہ وہ کائنات کی تمام اشیاء پر پورا کنٹرول رکھتا ہے۔

(3)﴿اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾''آپ اپنے رب کے نام کی جو سب سے بُلند ہے۔یعنی اپنے عالی شان رب کے پاک نام کی پاکی بیان کرو جس نے مخلوق پیدا کی اور سب کو اچھی شکلیں دیں۔(مختصر ابن کثیر:2/2209)

(4)یعنی اللہ تعالیٰ کی ایسی تسبیح کرو جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے لائق ہے یعنی اس کے اسمائے حسنیٰ وعالیہ کا اس اسم سے ذکر جس کے معنی اچھے اور عظیم ہوں اس کے افعال کا ذکر کیا جائے۔ان افعال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ان کو درست کیا یعنی نہایت مہارت کے ساتھ ان کو اچھی طرح تخلیق کیا۔(تفسیر سعدی:3/2937)

سوال2:کن چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرنے کے لئے کہا گیا ہے؟

جواب:ان تمام چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرنے کے لئے کہا گیا ہے جو اُس کے لائق ہے۔

﴿الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى﴾

''وہ ذات جس نے پیدا کیا پھر درست بنایا''(2)

سوال1:﴿الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى﴾''وہ ذات جس نے پیدا کیا پھر درست بنایا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْ خَلَقَ﴾''وہ ذات جس نے پیدا کیا''یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا۔

(2)﴿فَسَوّٰى﴾''پھر درست بنایا''پھر اس کی شکل وصورت کو اس کے کام کے مطابق درست بنایا۔یعنی جو چیز بنائی اس کی صفات اور اس کے فائدوں کے اعتبار سے اس کی پیدائش کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔

(3)اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو متناسب بنایا اور انسان کے اعضاء کو بھی خاص تناسب سے بنایا۔

(4)اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ﴾''جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کی۔''(السجدۃ:1)

(5) اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو احسن انداز میں بنایا جیسے آسمانوں کو خاص بلندی پر بنایا اور اس کے تاروں کو زینت دی اور زمین کو خاص انداز میں بچھایا اور اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا۔ اور درختوں کو اس قابل بنایا کہ اس پر پھل بھی لگ سکیں اور وہ آگ کے لئے ایندھن بھی ہوں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ (۱۷) وَاِلَی السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ (۱۸) وَاِلَی الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ (۱۹) وَاِلَی الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ (۲۰)﴾ ''تو کیا وہ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے وہ پیدا کیے گئے ہیں؟ اور آسمان کی طرف کیسے بلند کیا گیا۔ اور آسمان کی طرف کہ کیسے وہ بلند کیا گیا؟ اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ گاڑے گئے؟ اور زمین کی طرف کہ کیسے وہ بچھائی گئی؟'' (الغاشیہ:17,20) ﴿یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ (۶) الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (۷) فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (۸)﴾ ''اے انسان! اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا؟ جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر تجھے درست بنایا، پھر تجھے برابر کیا۔ اس صورت میں اُس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔ (الانفطار:6,8)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیسے درست بنایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعضاء میں مناسبت رکھی۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو سُننے، دیکھنے، بولنے اور سمجھنے والا بنایا۔

﴿وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی﴾

''اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی تو راہ دِکھائی'' (3)

سوال: ﴿وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی﴾ ''اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی تو راہ دکھائی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیْ قَدَّرَ﴾ ''اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی'' تقدیر کے معنی اندازہ کرنا، بنانے سے پہلے کسی چیز کا مکمل نقشہ اس کی شکل وصورت اس کے مقاصد اور غرض وغایت کے متعلق پوری سکیم تیار کرنا۔ پھر اس کے متعلق یہ طے کرنا کہ اس چیز کے لئے کس قسم کا مواد درکار ہے کتنی مقدار میں درکار ہے۔ اس چیز میں کیا کیا خصوصیات درکار ہیں تاکہ جس مقصد کے لئے وہ بنائی گئی ہے اسے بطریق احسن انجام دے سکے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے پیشتر (پہلے) اس کی تقدیر بنائی ہے۔ کائنات میں آج تک جو اشیا وجود میں آچکی ہیں اور جو کچھ بعد میں پیدا ہوں گی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر یا اندازے یا اسکیم کے مطابق ہو رہا ہے جو اس نے پہلے طے کر رکھا ہے۔ (تیسیر القرآن 4/631)

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمین اور آسمانوں کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی تقدیریں لکھیں اور تب اس کا عرش پانی پر تھا۔'' (مسلم:6748)

(3) اللہ تعالیٰ نے جو اندازہ مقرر کر دیا اس کی تمام مخلوقات اس کی پیروی کرتی ہیں۔

(4) ﴿فَهَدٰی﴾ ''تو راہ دکھائی'' شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے ایک کمال کا اندازہ ٹھہرایا پھر اس کو وہ کمال حاصل کرنے کی

راہ بتلادی۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾''(موسیٰ نے) کہا:''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اُسے راستہ دکھایا۔''(طٰہٰ:50)(6)اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو مصالح کی راہ دکھلائی ہے۔(تفسیر السعدی:293/3)

(7)یعنی جس چیز کو جس مقصد کے لئے بنایا، اس چیز کی فطرت میں وہ کام کرنے کا طریقہ بھی ودیعت کر دیا۔ مثلاً ہر دودھ پلانے والے جاندار کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو پیدا ہوتے ہی وہ ماں کی چھاتیوں کی طرف لپکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو دودھ چوسنے کا طریقہ فطرتاً سکھا دیا۔ اسی طرح کائنات کی ایک ایک چیز کو وہ راہ سمجھا دی جس کے لیے وہ پیدا کی گئی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے دل کو اسی لئے پیدا کیا کہ وہ سارے جسم کو خون پہنچائے تو دل کی ساخت بھی ایسی بنائی اور اسے یہ طریقہ بھی بتلا دیا کہ وہ کس طرح خون کو پمپ کرے گا کسی جاندار کے ارادہ اور خواہش کے بغیر دل از خود ہی یہ کام کیے جاتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی کو یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اندر کیا کیا چیزیں ہیں اور وہ کیا کیا کام سرانجام دے رہی ہیں۔ انسان چونکہ دوسری مخلوقات سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس کو دو قسم کی ہدایت دی گئی ہے۔ ایک اضطراری جو اس کی طبعی زندگی سے تعلق رکھتی ہے اور اس لحاظ سے وہ دوسرے جاندار سے مختلف نہیں اور دوسری ہدایت اختیاری ہے جو اس کے عقل وشعور اور اخلاقیات سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی دوسری قسم کی ہدایت کو اجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں۔(تیسیر القرآن:631/4)

﴿وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی﴾

''اور وہ ذات جس نے زمین سے چارہ نکالا''(4)

سوال1:﴿وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی﴾''اور وہ ذات جس نے زمین سے چارہ نکالا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی﴾''اور وہ ذات جس نے زمین سے چارہ نکالا۔''مرعیٰ کا لغوی معنی چارہ ہے۔ یعنی جانوروں کی خوراک جو تازہ ہو یعنی گھاس وغیرہ تاہم اس کے وسیع معنوں میں تمام نباتات بھی شامل ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو زمین پر بہار اور موسم بہار لاتا ہے۔ پھر موسم خزاں بھی لاتا ہے۔ اور اس تازہ نباتات کے فالتو اجزا خس وخاشاک بن کر پاؤں کے نیچے مسلے جاتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگوں کو اس دنیا کی بہار پر ہی فریفتہ نہ ہو جانا چاہیے اس پر خزاں بھی آسکتی ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:631/4)

(2)یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی سے نباتات اور سرسبز گھاس کی مختلف اصناف اگائیں، جنھیں انسان، چوپائے اور تمام حیوانات کھاتے ہیں۔(تفسیر السعدی:2937/3)

﴿فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی﴾

''تو اُس کو سیاہ کوڑا بنا دیا'' (5)

سوال 1: ﴿فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی﴾ ''تو اُس کو سیاہ کوڑا بنا دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی﴾ ''تو اُس کو سیاہ کوڑا بنا دیا'' پھر اس نباتات وغیرہ کا جتنا جو بن مقدر ہوتا ہے، اس کے مکمل کر لینے کے بعد، نباتات اور سبز گھاس کو خشک کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نباتات کو چورا چورا اور بوسیدہ بنا دیتا ہے اور اس میں وہ نعمتوں کا ذکر کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2937/3)

(2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ کوئی چیز ایک حالت میں برقرار نہیں رہتی۔ پھر انسان کے لئے کیسے ممکن ہے کہ سدا ایک حالت میں رہے۔ (3) یعنی پیدا کر کے خشک اور سیاہ بنا دیا (یہ بھی زندگی بعد الموت کا نمونہ ہے)۔

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی﴾

''جلد ہی ہم آپ کو پڑھا دیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے'' (6)

سوال 1: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی﴾ ''جلد ہی ہم آپ کو پڑھا دیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی﴾ ''جلد ہی ہم آپ کو پڑھا دیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے۔'' جب وحی کے سلسلے کا آغاز ہوا تو نبی کریم ﷺ الفاظ کو یاد رکھنے کی طرف بہت توجہ دیتے تھے اور ان کی ادائیگی کے لئے بھی جب کوشش کرتے تو توجہ بٹ جاتی تو اللہ تعالیٰ نے یاد کروانے کی ذمہ داری لے لی کہ وحی میں سے ہم آپ ﷺ کو جو کچھ بھی بتائیں گے آپ اسے نہیں بھولیں گے ہاں اگر اللہ تعالیٰ خود ہی بھلانا چاہیں تو اور بات ہے۔

(2) یہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی خوش خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا علم عطا فرمائیں گے جو آپ ﷺ سے کبھی فراموش نہیں ہوگا۔

(3) اس لئے اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾﴾ ''آپ اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں کہ اُس میں جلدی کریں۔ یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔'' (القیامۃ: 16,17)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ ''پس اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے، بادشاہِ حقیقی ہے، اور آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں، اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر۔'' (طٰہٰ: 114)

﴿اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى﴾

''مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، یقیناوہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور اُس کو بھی جو پوشیدہ ہے۔''(7)

سوال1:﴿اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى﴾ ''مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، یقیناوہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور اُس کو بھی جو پوشیدہ ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ ''مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے'' الا ما شاء اللہ سے اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام اس کی مشیت کے بغیر نہیں ہوتا۔ ہر چیز اس کی تقدیر کے فیصلوں سے بندھی ہوئی ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوگا، اس کی مصلحت ہوگی تو وہ مزید بھلا دے گا۔(2)﴿اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى﴾ ''یقیناوہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور اُس کو بھی جو پوشیدہ ہے'' یعنی وہ کامل طور پر جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے لئے کیا چیز نفع مند ہے اس لئے وہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بندوں کے لئے مقرر کر دیتا ہے۔

(3) یعنی وہ تمہاری مخفی استعداد اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ نیز یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جو آیات ایک مرتبہ نازل کر دی گئیں، پھر ان کو منسوخ کرنے اور بھلا دینے کے کیا معنی۔ اس کی حکمتوں کا احاطہ کرنا اسی کی شان ہے جو تمام کھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے۔(تفسیر عثمانی:2/882)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ انسان کے کھلے چھپے عقائد اور اعمال کو اور اس کے حالات کو جانتا ہے۔(5) وحی کے الفاظ آپ کے دل میں محفوظ رہیں گے آپ اس کو بھولیں گے نہیں ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ بھول بھی سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کے بھولنے کی دو قسمیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ آپ ایک دفعہ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور قراءت کے دوران ایک آیت چھوڑ گئے۔ نماز کے بعد سیدنا ابی بن کعب نے پوچھا: کیا یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں میں بھول گیا تھا۔(ابوداؤد) اور دوسری صورت وہی ہے جس کا حدیث میں بھی ذکر ہے کہ کوئی آیت منسوخ کر دی جائے۔(تفسیر تیسیر القرآن:4/632)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا جسے ہم بھلا دیتے ہیں، ہم اُس سے بہتر یا اُس جیسی اور لے آتے ہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے؟''(البقرۃ:106)

﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى﴾

''اور ہم آپ کو آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے''(8)

سوال1:﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى﴾ ''اور ہم آپ کو آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى﴾ ''اور ہم آپ کو آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے'' اے محمد ﷺ خیر کے اعمال کے لئے ہم

آپ کو آسانی دیں گے اور وہ آسان ہو جائے گا۔ (جامع البیان:30/164)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی، تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے، اُسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے، اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی، تاکہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑ لو، وہی تمہارا مالک ہے سو کیا ہی اچھا وہ مالک ہے اور اچھا مددگار ہے!'' (الحج:78)

(3) رب العزت نے مشکل کے ساتھ آسانی کا وعدہ کیا: ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝﴾ ''پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔'' (الم نشرح:6)

(4) رب العزت نے وعدہ فرمایا کہ نیکی کے سب کام آپ پر آسان کر دیں گے اس میں نہ کوئی کجی ہوگی اور نہ وہ ناقابل عمل ہوں گے۔

(5) اللہ تعالیٰ آپ کے دین اور شریعت کو آسان بنا دے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً دین آسان ہے اور جو دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آجاتا ہے (یعنی ایسا انسان مغلوب ہو جاتا اور دین پر عمل ترک کر دیتا ہے)۔ پس تم سیدھے راستے پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور اپنے رب کی طرف سے ملنے والے اجر پر خوش ہو جاؤ اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصے کی (عبادت) سے مدد حاصل کرو۔'' (بخاری:39)

سوال 4: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ ہم آپ ﷺ کو آسان راستے کی سہولت دیں گے، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) آسان راستے کی سہولت دینے سے مراد ہے کہ وحی کو آپ ﷺ کے لئے آسان کر دیں گے۔

(2) اس سے مراد ہے آسان طریقے کی طرف آپ ﷺ کی راہ نمائی کریں گے۔

(3) اس سے مراد ہے خیر والے کام آپ ﷺ کے لئے آسان کر دیں گے۔

(4) اس سے مراد ہے آپ ﷺ کو آسان شریعت دیں گے جو سیدھی، معتدل اور آسان ہوگی جس میں تنگی نہیں ہوگی۔

(5) ہم آپ ﷺ کے لئے جنت والے عمل آسان کر دیں گے۔

سوال 3: وحی کو کیسے آسان کیا گیا ہے؟

جواب: (1) وحی کو یاد کرنا آسان ہے۔ (2) اس پر عمل کرنا آسان ہے۔

﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾

''تو آپ نصیحت کرو اگر نصیحت فائدہ دیتی ہے''(9)

سوال1:﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾''تو آپ نصیحت کرو اگر نصیحت فائدہ دیتی ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَذَكِّرْ﴾''تو آپ نصیحت کرو''اے محمد ﷺ! لوگوں کو اس سے نصیحت کرتے رہیے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور ان کی خیر کے راستے کی طرف راہ نمائی کیجئے اور انہیں دین اور شریعت کی ہدایت دیجئے۔سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومنوں کے لئے نصیحت اور کافروں کیلئے حجت ہے۔(فتح القدیر:5/523)

(2)﴿فَذَكِّرْ﴾ پس آپ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہیے۔﴿إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾یعنی جب تک کہ تذکیر قابل قبول اور نصیحت سنی جاتی ہو،خواہ اس نصیحت سے پورا مقصد حاصل ہوتا ہو یا اس کا کچھ حصہ۔آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر نصیحت فائدہ نہ دے،یعنی جس کو نصیحت کی گئی ہے وہ شر میں اور بڑھ جائے یا اس میں بھلائی کم ہو جائے تو آپ نصیحت پر مامور نہیں بلکہ آپ نصیحت نہ کرنے پر مامور ہیں۔(تفسیر السعدی:3/2938)

(3) سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،لوگوں سے ایسی بات کرو جسے وہ سمجھ سکتے ہوں،کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی جائے۔(بخاری:127)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا،جب آپ لوگوں سے ایسی حدیثیں بیان کرو جو ان کی عقل میں نہ آئیں تو بعض لوگوں میں فتنہ ہوگا(یعنی وہ گمراہ ہو جائیں گے،اس لیے ہر شخص سے اس کی عقل کے موافق بات کرنی چاہیے)(مسلم)

(5) جب آپ دیکھیں کہ لوگوں کو آپ کی نصیحت سے فائدہ پہنچ رہا ہے تو بار بار نصیحت کریں۔اور جب وہ مخالفت پر اتر آئیں تو ان سے اجتناب کریں کیونکہ جو ڈرتا نہیں اس کے لئے واعظ و نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے نافرمانوں کو نصیحت نہیں کرنی چاہیے۔ہاں دعوت و تبلیغ اور چیز ہے اور حق بات پہنچانا اور چیز۔

سوال2:رسول اللہ ﷺ کو نصیحت کرنے کے لئے کیا ہدایت دی گئی؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ آپ ﷺ نصیحت وہیں کریں جہاں نصیحت کرنا فائدہ مند ہو۔

سوال3:نصیحت اور تعلیم کے لئے اس آیت سے کیا اُصول سامنے آتا ہے؟

جواب:اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جہاں فائدہ ہو وہاں نصیحت کرنی چاہئے۔

﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى﴾

''وہ شخص جلد ہی نصیحت قبول کرے گا جو ڈرتا ہے''(10)

سوال1:﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى﴾''وہ شخص جلد ہی نصیحت قبول کرے گا جو ڈرتا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى﴾''وہ شخص جلد ہی نصیحت قبول کرے گا جو ڈرتا ہے۔''یعنی نصیحت تو وہ قبول کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے،اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کی معرفت رکھتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1751)

(2)اللہ تعالیٰ کا خوف اور اعمال کی جزا و سزا دینے پر اس کی قدرت کا علم بندے کے لیے ان امور سے باز رہنے کا موجب بنتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور بھلائی کے امور میں سعی کا موجب بنتا ہے۔(تفسیر سعدی:2938/3)

(3)نصیحت کی جائے تو دو طرح کے لوگ دو طرح کے ردِعمل کا اظہار کرتے ہیں پہلی قسم کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسری قسم کے لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے۔

﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى﴾

''اور بدبخت اُس سے علیحدہ رہے گا''(11)

سوال1:﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى﴾''اور بدبخت اُس سے علیحدہ رہے گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى﴾''اور بدبخت اُس سے علیحدہ رہے گا''یعنی بدبخت نصیحت سے کتراتے ہی رہیں گے وہ جہنم میں جانے والے ہیں جہاں نہ سکون کی زندگی ہوگی نہ موت آئے گی بلکہ وہ دائمی عذاب میں رہیں گے۔

﴿الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى﴾

''وہ جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا''(12)

سوال1:﴿الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى﴾''وہ جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى﴾''وہ جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا''یہ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی جیسا کہ فرمایا:﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (۶) الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (۷) اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ (۸) فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۹)﴾''اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔وہ جو دِلوں تک جھانکتی ہے۔یقیناوہ اُن پر بند کر دی جائے گی۔اونچے اونچے ستونوں میں۔(الہمزہ:6تا9)

﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾

''پھر اُس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا''(13)

سوال1:﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ ''پھر اُس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ ''پھر اُس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا'' یعنی نہ تو اسے موت آئے گی نہ وہ زندہ رہ پائے گا یعنی انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا، اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ اُن پر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ہی جہنم کا عذاب اُن سے ہلکا کیا جائے گا، ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔(فاطر:36)

(3)جہنم میں موت نہیں آئے گی اسی حقیقت کو رب العزت نے دوسرے مقامات پر واضح کیا:﴿يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾ ''وہ اس کا گھونٹ گھونٹ پیے گا لیکن قریب بھی نہ ہوگا کہ حلق سے اُتارے اور موت اس پر ہر طرف سے آئے گی حالانکہ وہ مرنے والا نہیں ہوگا اور اس کے پیچھے ایک سخت عذاب ہے۔''(ابراہیم:17)

(4)﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ ''بلاشبہ جو شخص اپنے رب کے سامنے مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم ہے، اس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔''(طٰہٰ:74)

(5)سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو اصل جہنمی ہیں انہیں نہ تو موت آئے گی اور نہ (کارآمد) زندگی ملے گی اور وہ لوگ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا ارادہ کریں گے انھیں اللہ تعالیٰ آگ میں موت دے دیں گے اور جب آگ انھیں کوئلہ بنا دے گی تو پھر سفارش کرنے والے جائیں گے تو (ہر سفارش کرنے والا) آدمی (اپنے) اپنے واقف کار کو لے آئے گا، تو وہ نہر حیات میں ڈال دیے جائیں گے، یا جنتی نہروں کا پانی ان پر ڈالا جائے گا اور وہ اس طرح اگیں گے جس طرح دانہ اس مٹی میں اگتا ہے جسے پانی بہا کر لاتا ہے۔'' (پھر) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کیا تم درخت کو نہیں دیکھتے کہ پہلے سبز ہوتا ہے، پھر زرد، یا (فرمایا) پہلے زرد ہوتا ہے اور پھر سبز۔'' یہ سن کر بعض لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گویا جنگل میں رہے ہیں۔(مسلم:459)

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾

''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جو پاک ہو گیا''(14)

سوال1:﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ ''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جو پاک ہو گیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ ''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جو پاک ہو گیا'' جس نے ایمان سے اپنے آپ کو پاک کیا اور اپنے اعمال کو الرحمن کے لئے خالص کیا وہ کامیاب ہو گیا۔(صفوۃ التفاسیر:3/523)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا (۷) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (۸) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (۹) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (۱۰)﴾ ''اور نفس کی اور اُس ذات کی جس نے اُسے درست کیا! پھر اُس کی بدی اور اس کا تقویٰ اُس کے دل میں ڈال دیا۔ یقینا کامیاب ہوگیا وہ جس نے اُسے پاک کیا۔ اور یقینا نامراد ہوا وہ جس نے اُسے مٹی میں دبا دیا'' (الشمس:7,10)

(3) یعنی ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا۔ (تفسیر عثمانی:883/2)

(4) جس نے اپنے آپ کو شرک، معاصی، ظلم اور برے اخلاق سے پاک کیا اس نے نفع اٹھایا اور کامیاب ہوگیا۔

سوال 2: پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرنا ہے۔

(2) اس سے مراد اپنے نفس کو شرک اور نافرمانیوں سے پاک کرنا ہے۔ (3) اس سے مراد اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامیابی کا معیار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفس کو برائیوں سے پاک کرنا کامیابی ہے۔

﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾

''اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر اس نے نماز پڑھی'' (15)

سوال 1: ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ ''اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر اس نے نماز پڑھی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ ''اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر اس نے نماز پڑھی'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور اس کا دل ذکر میں مامور رہتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ ایسے اعمال کرتا ہے جن سے اللہ تعالی راضی ہوتا ہے ان میں سب سے بڑا عمل نماز ہے۔

(2) نماز ایمان کی میزان ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا نماز کی کنجی طہارت ہے اس کی تحریم ''اللہ اکبر'' کہنا ہے اور اس کی تحلیل (کھولنا) سلام پھیرنا ہے۔'' (ابوداود)

(3) ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ﴾ سے مراد تکبیرات عیدین اور ﴿فَصَلّٰى﴾ سے مراد نماز عیدین ہی ہے۔ اس آیت کو عام مفہوم میں لینا زیادہ مناسب ہے یعنی جو شخص اپنے نفس کو زیادہ پاکیزہ بنالے پھر اللہ تعالیٰ کو زبان سے بھی یاد کرتا رہے اور دل میں بھی یاد رکھے پھر اسی کی تائید کے طور پر باقاعدگی سے نمازیں ادا کرتا رہے تو سمجھ لو کہ اس کی زندگی سنور گئی اور کامیاب ہوگیا۔ یہاں کامیابی سے مراد اخروی کامیابی تو یقینی ہے اور اس دنیا میں اس کی کامیاب زندگی کا انحصار اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے کیونکہ دار الجزا آخرت ہے یہ دنیا نہیں۔ (تیسیر القرآن:633/4)

سوال2: رب کا نام یاد کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے رب کا ذکر کرنا۔ (2) اس سے مراد ہے رب کو ہر موقع پر یاد رکھنا۔

سوال3: کامیاب ہونے والے کیا کام کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو کاموں کا ذکر کیا ہے: (1) رب کا نام یاد رکھنا۔ (2) نماز پڑھنا۔

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾

''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو'' (16)

سوال1: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو'' یعنی دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتے ہو اس کو مقدم رکھتے ہو۔

(2) آخرت کے مقابلے میں فانی اور زائل ہونے والی نعمتوں کو ترجیح دیتے ہو۔ (3) تمہاری اصل بیماری دنیا کی محبت ہے۔

(4) دنیا کی محبت اور اس کو آخرت پر ترجیح دینا ہر گناہ کی جڑ ہے۔

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ (۲۰) وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ (۲۱)﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو۔ اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو'' (القیامہ:20,21)

(6) نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو دنیا اس کا مال ہے جس کا آخرت میں کوئی مال نہ ہو اور دنیا کو بے وقوف ہی جمع کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:2210/2)

سوال2: دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے سے مراد ہے دنیا کی زندگی کو ہی اصل زندگی سمجھتے ہوئے اپنی زندگی، صلاحیتیں، کوششیں، مال سب کچھ دنیا کے فائدوں کے لئے نچھاور کر دینا۔

﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾

''حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے'' (17)

سوال1: ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ ''حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ ''حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے'' یعنی آخرت قابل قدر اور باقی رہنے والی ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍۢ بَعِیْدٍ﴾ ''جولوگ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں، وہی دور کی گمراہی میں ہیں۔'' (ابراہیم:3)

(3)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو دنیا کا طلب گار بنا، اس نے آخرت کو نقصان پہنچایا اور جو آخرت کا طلب گار بنا، اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا، چنانچہ تم باقی رہنے والی (آخرت) کی خاطر ختم ہو جانے والی (دنیا) کو نقصان پہنچاؤ۔'' (صحیحہ:3287)

(4)سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ کی قسم! آخرت (کے مقابلے) میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اس انگلی (یعنی شہادت والی انگلی) کو سمندر میں ڈبوئے پھر دیکھے کہ وہ کس چیز کے ساتھ لوٹتی ہے۔ (مسلم:7197)

سوال2: آخرت کس اعتبار سے بہتر ہے؟

جواب: آخرت باقی رہنے والی ہے جب کہ دنیا فانی ہے۔ فانی کو باقی پر ترجیح دینا ظلم ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی﴾

''بے شک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے'' (18)

سوال1:﴿اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی﴾ ''بے شک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''بے شک یہ بات'' یعنی اس سورت میں جو خبریں دی گئی ہیں ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی (14) وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی (15) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا (16) وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (17)﴾ ''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جو پاک ہو گیا۔ اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر اس نے نماز پڑھی۔ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔''

(2)﴿فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی﴾ ''یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے'' یعنی پہلی کتابوں میں بھی یہ حکمت کی باتیں موجود ہیں۔

سوال2: کون سی باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں؟

جواب:(1) پاک ہونے والا کامیاب ہو گیا۔ (2) رب کو یاد کرنے والا کامیاب ہو گیا۔ (3) نماز پڑھنے والا کامیاب ہو گیا۔

(4) دنیا سے آخرت بہتر ہے وغیرہ وغیرہ۔

﴿صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی﴾

''ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں'' (19)

سوال1:﴿صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی﴾ ''ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾"ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں"یعنی جو صحیفے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے عطا ہوئے اس میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔یہ شریعت کے احکامات ہیں جو ہر دور میں دیے گئے اس لئے کہ ہر دور کے لوگوں کو اس کی ضرورت رہی۔

سوال2:ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد وحی کے ذریعے سے آنے والی کتابیں ہیں جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے اتارے گئے لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری گئی۔

اٰیاتها ٢٦ ﴿٨٨ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ٦٨﴾ رکوعها ١

سوال1:سورۃ الغاشیہ کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:سورۃ الغاشیہ مکی سورت ہے۔اس کا ایک رکوع اور 26 آیات ہیں۔

سوال2:مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا 88 نمبر پر ہے۔اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا 68 نمبر ہے۔

سوال3:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:(1)سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ پڑھتے تھے اور جب عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھی ہو جاتیں تو پھر بھی ان دونوں نمازوں میں بھی یہی سورتیں پڑھتے تھے۔(مسلم:2028)

(2)ضحاک بن قیس بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ کے ساتھ اور کون سی سورت تلاوت کیا کرتے تھے؟انہوں نے کہا:﴿هَلْ اَتٰىكَ﴾(مسلم:2030)

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾

''کیا تمہارے پاس ڈھانپ لینے والی (قیامت) کی خبر آئی ہے؟''(1)

سوال1:﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾''کیا تمہارے پاس ڈھانپ لینے والی (قیامت) کی خبر آئی ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الْغَاشِيَةِ﴾غشی بمعنی ایک چیز پر دوسری چیز کا چھا کر اسے ڈھانپ لینا اور غشی ایسی حالت کو کہتے ہیں جبکہ انسان کے ہوش وحواس زائل ہوجائیں اور غاشیہ بمعنی وہ چیز جس کی ہیبت ہر شخص پر چھا جائے گی۔ ہوش وحواس گم کردینے والی اور اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

(2)﴿هَلْ اَتٰىكَ﴾''کیا تمہارے پاس آئی ہے''اے محمد ﷺ کیا آپ کے پاس آئی ہے؟

(3)﴿حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾''ڈھانپ لینے والی (قیامت) کی خبر''یعنی اس کا قصہ اور اس کی خبر۔(جامع البیان:170/30)

(4)یعنی قیامت جب آئے گی تو سب کو گھیر لے گی۔ نبی ﷺ کہیں جارہے تھے آپ ﷺ نے سنا کوئی عورت قرآن پڑھ رہی ہے، کھڑے ہوکر قرآن سننے لگے، جب وہ ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ پڑھ چکی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرے پاس خبر پہنچ گئی ہے۔(ابن ابی حاتم)

سوال2: قیامت کو﴿الْغَاشِيَةِ﴾کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: قیامت کو﴿الْغَاشِيَةِ﴾اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس کی ہولناکیاں تمام مخلوقات کو ڈھانپ لیں گی۔

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ﴾

''کئی چہرے اُس دن ذلیل ہوں گے''(2)

سوال1:﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ﴾''کئی چہرے اُس دن ذلیل ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ﴾''کئی چہرے اُس دن''یعنی قیامت کا دن جب قائم ہوگا اس دن کافروں کے چہرے۔

(2)﴿خَاشِعَةٌ﴾''ذلیل ہوں گے''یعنی چہرے ذلت اور رسوائی کی وجہ سے جھکے ہوں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔''(السجدۃ:12)

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾

''محنت کرنے والے،تھک جانے والے''(3)

سوال1:﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾''محنت کرنے والے،تھک جانے والے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَامِلَةٌ﴾''محنت کرنے والے''یعنی آگ میں سخت مشقت اٹھانے والے ہوں گے۔

(2)﴿نَّاصِبَةٌ﴾''تھک جانے والے۔''یعنی عذاب میں سخت تھکے ہوئے ہوں گے،ان کو چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔(تفسیر السعدی:2940/3)

(3)حسن نے کہا دنیا میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی محنت نہ کی اور آگ میں وہ سخت مشقت اٹھائیں گے۔(جامع البیان:171/30)

(4)دنیا میں نیک عمل سمجھ کر گناہوں کے کاموں میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور آخرت میں عذاب اور مار دھاڑ کی تکلیفیں اٹھائیں گے۔یہ کہ ان کے گلوں میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر کبھی انہیں بلندی پر چڑھنے کا حکم دیا جائے گا،کبھی اترنے کا اس محنت مشقت کی وجہ سے وہ تھک کر چور ہو جائیں گے۔

(5)ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک خانقاہ کے پاس سے گزرے۔راہب کو آواز دی وہ آیا آپ اسے دیکھ کر رونے لگے،پوچھا کیا بات ہے فرمایا:اسے دیکھ کر﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾یاد آ گئی۔یہ لوگ سخت ریاضت کے باوجود بھی جہنمی ہیں۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد عیسائی ہیں۔دنیا میں نیک عمل سمجھ کر گناہوں میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور آخرت میں عذاب اور مار دھاڑ کی تکلیفیں اٹھائیں گے۔(تفسیر ابن کثیر:2211/2)

سوال2:﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ ایسا پُر مشقت عذاب دیا جائے گا جس سے وہ تھک کر چور ہوں گے۔

﴿تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾

''وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے''(4)

سوال1:﴿تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾''وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾''وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے''ان کے چہروں کو دھکتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا۔جس کی حرارت بڑی شدید ہوگی،جو انہیں ہر طرف سے گھیر لے گی۔

﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾

''کھولتے ہوئے چشمے سے انہیں پانی پلایا جائے گا''(5)

سوال1:﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾ ''کھولتے ہوئے چشمے سے اُنہیں پانی پلایا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾ ''کھولتے ہوئے چشمے سے اُنہیں پانی پلایا جائے گا'' یعنی اُنہیں ایسے چشمے سے پانی پلایا جائے گا جو شدت حرارت کی وجہ سے کھول رہا ہوگا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکہف:29)

(3) جہنمیوں کے مشروب کے بارے میں مزید فرمایا:﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا (۲۴) اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا (۲۵)﴾ ''اُس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کو چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کو۔ مگر کھولتا ہوا پانی اور بہتی پیپ۔'' (النباء:24,25)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (۵۵) هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (۵۶)﴾ ''پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو۔ یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن۔'' (الواقعہ:55,56)

سوال2: دوزخیوں کے لئے کیسا مشروب ہوگا؟

جواب: دوزخیوں کو کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلایا جائے گا۔ یہ پانی اپنی حرارت کی انتہا پر پہنچا ہوا ہوگا۔

﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ﴾

''سوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا'' (6)

سوال1:﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ﴾ ''سوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ﴾ ''سوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا'' ضریع ایک خاردار گھاس جس کا ذائقہ انتہائی تلخ اور بونا گوار ہوتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے تو زہر بن جاتی ہے۔ عربی میں اسے شبرق بھی کہتے ہیں۔ اہل دوزخ کی یہی غذا ہوگی۔ (تیسیر القرآن:4/634)

(2) سورہ الحاقہ میں کافروں کے کھانوں کے بارے میں فرمایا:﴿وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾ ''اور نہ پیپ کے سوا اُس کے لیے کوئی

کھاتا ہے۔" (الواقعہ:36)

(3) سورہ واقعہ میں فرمایا: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ (۵۱) لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (۵۲)﴾ "پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو۔" (الواقعہ:51,52)

(4) سورہ دخان میں فرمایا: ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (۴۴)﴾ "یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔" (الدخان 43,44)

(5) واضح رہے کہ قرآن میں بعض مقامات پر اہل دوزخ کی خوراک تھوہر کا درخت ذکر ہوئی ہے۔ اور بعض مقامات پر غسلین یعنی زخموں کا دھوون اور اس مقام پر ضریع بتائی گئی ہے۔ اس کی وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ مختلف قسم کے مجرموں کی خوراک مختلف ہو۔ دوسری وجہ اختلاف زمانہ ہے۔ یعنی کسی دور میں ایک قسم کی خوراک دی جائے گی اور دوسرے دور میں دوسری قسم کی اور اس کی تیسری وجہ تنوع بھی ہوسکتی ہے۔ یعنی کبھی ایک خوراک دی جائے اور کبھی دوسری اور کبھی تیسری۔ (تفسیر تیسیر القرآن 4/634,635)

﴿لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ﴾

"جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا" (7)

سوال 1: ﴿لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ﴾ "جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ﴾ "جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا" کوئی چیز کھانے کے تین سبب ہوتے ہیں۔ ایک لذت حاصل کرنے کے لئے کھایا جائے، دوسرے بھوک دور کرنے کے لئے کھایا جائے، تیسرے غذائیت اور جسم کی تقویت کے لئے کھایا جائے۔ ضریع سے لذت کی بجائے اس سے نفرت ہوگی کیونکہ خاردار، بدبودار، تلخ اور زہریلا ہوگا۔ باقی دو اغراض کی قرآن نے صراحت سے نفی کردی ہے۔ گویا کہ اس کے کھانے سے تکلیف ہی بڑھے گی اور کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ (تیسیر القرآن:4/635)

(2) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ کھانا نہ جسم کو موٹا کرے گا اور نہ بھوک مٹائے گا۔

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾

"کئی چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے" (8)

سوال 1: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ "کئی چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ "کئی چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے۔" مخلص مومنوں کا تذکرہ ہے جو اہل جنت ہیں۔

(2) نیک لوگوں کے چہرے ﴿نَّاعِمَةٌ﴾ یعنی تروتازہ ہوں گے۔ ان پر نعمتوں کی تازگی نظر آئے گی۔ جنت کی نعمتوں کی وجہ سے ان کے بدن بھی تروتازہ ہوں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۲۳)﴾ "بعض چہرے اُس دن تروتازہ

ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔" (القیامہ:22,23)

(3) جن لوگوں نے دنیا میں دین پر چلنے کی وجہ سے سختیاں برداشت کیں ان کے چہرے قیامت کے دن ہشاش بشاش، پر رونق، پر امید، پر نور ہوں گے۔

﴿لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ﴾

"اپنی کوشش پر خوش ہوں گے" (9)

سوال 1: ﴿لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ﴾ "اپنی کوشش پر خوش ہوں گے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّسَعْيِهَا﴾ "اپنی کوشش پر" دنیا میں رہتے ہوئے جو نیک اعمال کیے اپنی عبادات، اپنے اخلاق اور مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ وغیرہ۔ (2) ﴿رَاضِيَةٌ﴾ "خوش ہوں گے" ان سے خوش ہوں گے۔ان کی خوشی کا سبب یہ ہوگا کہ ان کے اعمال کا بدلہ کئی گنا ملے گا اور انہیں ہر وہ چیز حاصل ہوگی جس کی وہ دنیا میں رہتے ہوئے تمنا کیا کرتے تھے۔

﴿فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾

"عالی مقام جنت میں ہوں گے" (10)

سوال 1: ﴿فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾ "عالی مقام جنت میں ہوں گے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾ "عالی مقام جنت میں ہوں گے" وہ جنت کے بہت بلند بالا خانوں میں ہوں گے جہاں سے وہ ان نعمتوں کا نظارہ کر سکیں گے جو رب العزت نے ان کے اعزاز میں تیار کی ہیں، مثال کے طور پر ﴿فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ (٢٨) وَّطَلْحٍ مَّنْضُودٍ (٢٩) وَّظِلٍّ مَّمْدُودٍ (٣٠) وَّمَآءٍ مَّسْكُوبٍ (٣١) وَّفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ (٣٢)﴾ "وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں۔اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے۔اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں۔اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔اور کثیر پھلوں میں۔" (الواقعہ:28,32)

(2) ﴿قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ﴾ "جس کے پھل قریب ہوں گے۔" (الحاقہ:23)

﴿لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً﴾

"اُس میں وہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے" (11)

سوال 1: ﴿لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً﴾ "اُس میں وہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً﴾ "اُس میں وہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے" یعنی وہ کوئی باطل کلام بھی نہیں سنیں گے جو ان کی سعادت

میں کمی کا باعث بن جائے اور نہ کوئی لغو کلام جوان کی راحت کو ختم کر دے۔ جو بھی سنیں گے نفع بخش اور اچھا کلام ہوگا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی نعمتوں کا تذکرہ وغیرہ ہوگا جو دلوں کو اطمینان سے بھر دے گا۔

(2) جنت میں جھوٹ، چغلی، بے ہودہ مذاق، گالی گلوچ نہیں ہوں گے۔ (3) اہل جنت کے دل ایک دوسرے کے بارے میں صاف ہوں گے۔

(4) اہل جنت کا ایک دوسرے سے جھگڑا نہیں ہوگا۔

(5) اہل جنت محبت سے رہیں گے اور ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں دیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ﴾ ''وہ ایک دوسرے سے جام شراب چھینیں جھپٹیں گے جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا۔'' (الطور:23)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا﴾ ''اُس میں وہ سلام کے سوا کوئی لغو بات نہ سنیں گے اور اُن کے لئے اس میں صبح و شام اُن کا رزق ہوگا۔'' (مریم:62)

(7) ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا (٢٥) إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا (٢٦)﴾ ''نہ اُس میں وہ بے ہودہ گفتگو سُنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔'' (الواقعہ:25,26)

﴿فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ﴾

''اُس میں بہنے والا چشمہ ہوگا'' (12)

سوال 1: ﴿فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ﴾ ''اُس میں بہنے والا چشمہ ہوگا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ﴾ ''اُس میں بہنے والا چشمہ ہوگا'' یعنی جنت کے جاری چشمے ہوں گے۔ اہل جنت ان چشموں کا رخ جیسے چاہیں گے جہاں چاہیں گے موڑ لیں گے۔

﴿فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ﴾

''اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے'' (13)

سوال 1: ﴿فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ﴾ ''اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ﴾ ''اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔'' سُرُر: سَرِیرٌ کی جمع ہے اور بیٹھنے کی ان جگہوں کو کہتے ہیں جو بذات خود بلند ہوں اور ان کو ملائم اور نرم بچھونوں کے ذریعے سے بلند کیا گیا ہو۔ (تفسیر سعدی:3/2941,2942)

(2) جنت میں اونچے اونچے سبک اور نازک تخت ہونگے جن پر بہترین قسم کے فرش ہوں گے اور ان پر حوریں جلوہ افروز ہوں گی، جب وہ ان پر بیٹھنا چاہیں گے تو وہ تخت جھک جائیں گے۔ (مختصر ابن کثیر:2/2232)

﴿وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ﴾

''اور رکھے ہوئے ساغر ہوں گے'' (14)

سوال 1: ﴿وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ﴾ ''اور رکھے ہوئے ساغر ہوں گے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ﴾ ''اور رکھے ہوئے ساغر ہوں گے'' یعنی شراب کے جام ادھر ادھر قرینے سے رکھے ہوں گے، تاکہ جو جتنی شراب پینا چاہیں پی لیں۔

(2) یعنی مختلف انواع کے لذیذ مشروبات سے لبریز آبخورے ان کے سامنے رکھے ہوئے ہوں گے جو ان کے لیے تیار کیے گئے ہوں گے اور ان کی طلب اور اختیار کے تحت ہوں گے اور ہمیشہ رہنے والے کم عمر لڑکے (خدمت کے لیے) ان کے پاس گھوم پھر رہے ہوں گے۔ (تفسیر السعدی: 2942/3)

﴿وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ﴾

''اور گاؤ تکیے قطاروں میں لگے ہوئے ہوں گے'' (15)

سوال 1: ﴿وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ﴾ ''اور گاؤ تکیے قطاروں میں لگے ہوئے ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ﴾ ''اور گاؤ تکیے قطاروں میں لگے ہوئے ہوں گے'' جنت میں قرینے سے حریر اور دبیز ریشم کے تکیے لگے ہوں گے۔ ان کو آرام کرنے کے لئے لگایا ہوگا۔

﴿وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ﴾

''اور مخملی قالین بچھائے ہوئے ہوں گے'' (16)

سوال 1: ﴿وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ﴾ ''اور مخملی قالین بچھائے ہوئے ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ﴾ ''اور مخملی قالین بچھائے ہوئے ہوں گے'' ﴿الزَّرَابِي﴾ سے مراد خوبصورت بچھونے ہیں، یعنی ان کی مجالس ہر جانب سے ان بچھونوں سے بھری ہوئی ہوں گی۔ (تفسیر السعدی: 2942/3)

﴿اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ﴾

''تو کیا وہ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے وہ پیدا کیے گئے ہیں؟'' (17)

سوال 1: ﴿اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ﴾ ''تو کیا وہ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے وہ پیدا کیے گئے ہیں؟''

اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ﴾''تو کیا وہ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے وہ پیدا کیے گئے ہیں؟'' اللہ رب العزت نے لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں کی تصدیق نہیں کرتے انہیں اور سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے تا کہ وہ رب العزت کی عظمت کے قائل ہو جائیں۔

(2)رب العزت نے عرب کے خانہ بدوشوں کو سب سے پہلے اونٹ کی طرف توجہ دلائی ہے جو ان کے لئے قیمتی متاع اور سفر میں ان کا رفیق تھا۔ جو دس دس دن پانی پیئے بغیر بے تکلیف سفر جاری رکھ سکتا ہے، جو خشک گھاس جھاڑیاں اور پتے کھا کر بھی پیٹ بھر لیتا ہے۔ جس کے پاؤں ریت میں نہیں دھنستے جو سب سے زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ﴾''تو کیا وہ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے وہ پیدا کیے گئے ہیں؟'' یعنی کیا وہ اس کی انوکھی تخلیق پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو بندوں کے لیے مسخر اور ان بے شمار منافع اور مصالح کے لیے ان کا مطیع کر دیا جس کے وہ ضرورت مند ہوتے ہیں۔(تفسیر السعدی:2942/3)(4)یعنی انہوں نے سوچا کہ اونٹ کیسے بن گئے۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ﴾''اور کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا، پھر وہ اُن کے مالک ہیں۔''(یٰسین:71)

سوال2:اونٹ کی تخلیق پر غور کرنے سے انسان کو کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:اونٹ کی تخلیق پر غور کرنے سے انسان کو پتہ چلتا ہے کہ:(1)قوت والا جانور ہے۔(2)بڑا وجود رکھتا ہے۔

(3)اس پر جتنا بوجھ لاد دیں، وہ انکار نہیں کرتا۔(4)نرم اور تابع ہے۔(5)ماتحت ہو کر رہتا ہے۔

(6)اس کا گوشت، دودھ اور اُون کام آتے ہیں۔اونٹ خود انسان کے تابع نہیں ہوا۔اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انسان کے تابع کیا ہے۔

﴿وَاِلَی السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ﴾

''اور آسمان کی طرف کہ کیسے وہ بلند کیا گیا؟''(18)

سوال1:﴿وَاِلَی السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ﴾''اور آسمان کی طرف کہ کیسے وہ بلند کیا گیا؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِلَی السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ﴾''اور آسمان کی طرف کہ کیسے وہ بلند کیا گیا؟''یعنی کیا انہوں نے سوچا کہ اتنا بڑا آسمان بنانے والا کون ہے جس کی وسعت ایسی ہے کہ اس میں لاکھوں کروڑوں سیارے گردش کر رہے ہیں۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾''تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا؟ اور ہم نے اُسے زینت دی؟ اور اُس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے۔''(ق:6)

(3)یعنی بغیر ستونوں کے آسمان بلند ہو گیا کبھی غور کیا؟

﴿وَاِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ﴾

''اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ گاڑے گئے؟''(19)

سوال1:﴿وَاِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ﴾''اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ گاڑے گئے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ﴾''اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ گاڑے گئے؟''کیا انہوں نے کبھی غور کیا کہ یہ پہاڑ زمین میں کیسے نصب ہو گئے؟ ان کو خوب صورت بنا کر نصب کرنے والا کون ہے؟ کس نے ان کو زمین کے لئے ثبات کا ذریعہ بنایا کہ وہ ان کی وجہ سے حرکت نہیں کرتی؟(2)کبھی غور کیا کہ کس نے ان پہاڑوں میں انسانوں کے لئے بڑے بڑے فوائد رکھ دیئے ہیں۔

﴿وَاِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ﴾

''اور زمین کی طرف کہ کیسے وہ بچھائی گئی؟''(20)

سوال1:﴿وَاِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ﴾''اور زمین کی طرف کہ کیسے وہ بچھائی گئی؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ﴾''اور زمین کی طرف کہ کیسے وہ بچھائی گئی؟''کبھی تم نے غور کیا کہ اس زمین کو کس نے بچھایا۔

(2)یعنی زمین کو کس طرح کشادگی کے ساتھ پھیلایا اور نہایت نرم اور ہموار بنایا گیا ہے تا کہ بندے اس پر ٹھکانا کر سکیں، اس پر کھیتی باڑی کر سکیں، باغات اگا سکیں، عمارتیں تعمیر کر سکیں اور اس کے راستوں پر سفر کر سکیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ زمین کا ہموار ہونا، اس کے گول ہونے کے منافی نہیں۔ اس کو ہر جانب سے افلاک نے گھیرا ہوا ہے، جیسا کہ عقل نقل، حس اور مشاہدہ اس پر دلالت کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کے ہاں یہ مذکور اور معروف ہے، خاص طور پر اس زمانے میں، اللہ تعالیٰ نے دور کی مسافتوں کو قریب کرنے کے لیے جو اسباب فراہم کیے ہیں، ان کے ذریعے سے لوگ زمین کے اکثر گوشوں سے واقف ہو گئے ہیں، کسی شے کا ہموار ہونا ایک بہت ہی چھوٹے جسم کی گولائی کے منافی ہو سکتا ہے جسے اگر ہموار کیا جائے تو اس میں قابل ذکر گولائی باقی نہیں رہے گی۔ رہا کرہ زمین کا جسم جو کہ بہت ہی بڑا اور کشادہ ہے جو بیک وقت گول اور ہموار ہے، دونوں امور ایک دوسرے کے منافی نہیں، جیسا کہ اہل خبر کو اس کی معرفت حاصل ہے۔(تفسیر سعدی:3/2943,2942)

﴿فَذَكِّرْ ۫ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾

''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں''(21)

سوال1:﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾ ''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَذَكِّرْ﴾ ''پس آپ نصیحت کریں'' اے یعنی اے محمد ﷺ میرے ان بندوں کو میری آیات سے نصیحت کرو اور انہیں دلائل سے وعظ کرو اور میرا پیغام ان تک پہنچادو۔(جامع البیان:177/30)

(2)یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور توحید کے دلائل سے نصیحت کرو۔(ابن کثیر:1754)

(3)﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾ ''یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں'' یعنی آپ ﷺ کو تذکرے کے لئے ہی مبعوث کیا گیا تو یہ کافی ہے اور آپ ﷺ پر یہ واجب نہیں کہ وہ ایمان لے آئیں۔ لہٰذا آپ ﷺ انہیں بشارت دیں ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف دلائیں۔ پھر اگر وہ ایمان لے آئیں تو وہ ہدایت پالیں گے جس کی طرف ان کی فطرت راہنمائی کرتی ہے اور اگر وہ اعراض کریں تو سمجھ لو کہ ان پر غفلت مسلط ہے، شہرت غالب ہے اور ان کی عقلوں پر جہالت اور شہوات کی حکمرانی ہے۔(تفسیر مراغی:410/10)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۛ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ ''اور آپ اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو آپ اس قرآن سے اُس شخص کو نصیحت کردو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔''(ق:45)

﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾

''آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں''(22)

سوال1:﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ ''آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ ''آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچادیں۔ آپ ﷺ نصیحت کرنے کے لئے مبعوث کیے گئے ہیں، آپ ﷺ کو داروغہ بنا کر ان پر مسلط کر کے نہیں بھیجا گیا۔

(2)﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (٢١) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (٢٢)﴾ ''چنانچہ آپ نصیحت کریں۔ یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ اُن پر داروغہ نہیں ہیں۔(الغاشیۃ:21،22)(مسلم:127)

﴿اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ﴾

''مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا''(23)

سوال1:﴿اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ﴾ ''مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ﴾ ''مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑ کر، اس کی آیات اور اس

کے رسولوں، اور اس کی ملاقات کا کفر کرے۔ (2) یعنی جو وعظ و نصیحت سے منہ موڑے اور حق کا م دل اور زبان سے کفر کرے۔ (تفسیر منیر 596/15)

﴿فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ﴾

''تو اللہ تعالیٰ اُس کو عذاب دے گا، بہت بڑا عذاب'' (24)

سوال 1: ﴿فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اُس کو عذاب دے گا، بہت بڑا عذاب'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ اُس کو عذاب دے گا، بہت بڑا عذاب'' یعنی اللہ تعالیٰ اسے آخرت کا عذاب دے گا۔ (2) یعنی دنیا میں کفر کی وجہ سے آخرت میں جہنم کا عذاب دے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا عذاب کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت بڑا اور دائمی ہے۔

﴿اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ﴾

''یقیناً اُنہیں ہماری جانب ہی لوٹ کر آنا ہے'' (25)

سوال 1: ﴿اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ﴾ ''یقیناً اُنہیں ہماری جانب ہی لوٹ کر آنا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ﴾ ''یقیناً اُنہیں ہماری جانب ہی لوٹ کر آنا ہے'' یعنی انہیں بہر حال ہمارے پاس واپس آنا پڑے گا۔ (2) تمام خلائق کو ہماری ہی طرف لوٹنا اور قیامت کے روز ان سب کو (ہمارے ہی پاس) اکٹھے ہونا ہے۔ (تفسیر السعدی: 2943/3)

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾

''پھر یقیناً اُن کا حساب بھی ہمارے ہی ذمے ہے'' (26)

سوال 1: ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾ ''پھر یقیناً اُن کا حساب بھی ہمارے ہی ذمے ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾ ''پھر یقیناً اُن کا حساب بھی ہمارے ہی ذمے ہے'' پھر انہوں نے اچھا یا برا عمل کیا اس کا حساب لینا ہماری ذمہ داری ہے، ہم انہیں حساب کے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے لوٹ آنے کے بعد کے معاملات کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ لوٹ کر آؤ گے تو حساب دینا ہوگا۔ تم سے حساب لینا ہماری ذمہ داری ہے تاکہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔

اٰیاتها ۳۰ ﴿۸۹ سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۰﴾ رکوعها ۱

سوال1: سورۃ الفجر کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں ایک رکوع اور 30 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا 89 نمبر پر ہے۔ اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے 10 سورت ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں لمبی قرات کر دی۔ ایک نمازی نیت توڑ کر مسجد کے ایک گوشے میں نماز پڑھ کر چلا گیا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بولے وہ منافق ہے اس شخص نے نبی ﷺ سے شکایت کی کہ میں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے آیا مگر لمبی قراءت کی وجہ سے مجھے الگ ہو کر نماز پڑھنا پڑی اور اونٹنی کو فارغ ہو کر چارہ ڈالا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالو گے؟ تم نے الاعلیٰ، الشمس، الفجر اور الیل کیوں نہ پڑھیں؟ (نسائی)

رکوع نمبر 14

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالْفَجْرِ﴾

''قسم ہے فجر کی!'' (1)

سوال1: ﴿وَالْفَجْرِ﴾ ''قسم ہے فجر کی!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْفَجْرِ﴾ ''قسم ہے فجر کی!'' فجر وہ وقت ہے جس میں روشنی پھوٹتی ہے اور سورج کی کرنیں وسیع پیمانے پر پھیل جاتی ہیں۔ اور ہمارے رب نے اس وقت کی قسم کھائی ہے۔ رات ختم ہو جاتی ہے اور روشنی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس وقت انسان، جانور، پرندے اور وحشی درندے سب رزق کی طلب کے لئے نکلتے ہیں، جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾ ''اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے!'' (التکویر:18) ﴿وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ﴾ ''اور قسم ہے صبح کی! جب وہ روشن ہو۔'' (المدثر:34) (تفسیر مراغی 411/10)

(2) اس وقت کی اہمیت یہ ہے کہ ساری دنیا غفلت سے بے دار ہوتی ہے اور تھکے ہوئے انسان اور جانور نیند کے بعد تازہ دم ہو کر اٹھتے ہیں۔

(3)اللہ تعالیٰ نے فجر کی قسم کھائی ہے جو رات کا آخر اور دن کا مقدمہ ہے، کیونکہ رات کے لوٹنے اور دن کے آنے میں ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمال پر دلالت کرتی ہیں، نیز یہ کہ تمام امور کی تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ فجر کے وقت ایک نہایت فضیلت اور عظمت والی نماز واقع ہوتی ہے اور وہ اس کی اہل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھائے۔ (تفسیر السعدی:2944/3)

(4)فجر سے عام صبح یا عید الاضحیٰ کی صبح یا صبح کی نماز یا پورا دن مراد ہے۔

﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾

''اور دس راتوں کی''(2)

سوال1:﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ ''اور دس راتوں کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ ''اور دس راتوں کی'' دس راتوں سے ذوالحجہ کا پہلا عشرہ مراد ہے۔ اس عشرے میں اللہ تعالیٰ کو نیک اعمال دوسرے تمام دنوں سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ (بخاری کتاب العیدین)

(2)بعض مفسرین نے دس راتوں سے مراد رمضان کا آخری عشرہ لیا ہے، جس کی آخری دس راتوں میں سے کسی ایک طاق رات لیلۃ القدر واقع ہوتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔(3)ذوالحجہ کی دس راتیں فضیلت والے ایام پر مشتمل ہیں۔ اس میں عبادات اور قربانیاں ہوتی ہیں۔

(4)ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں عرفہ میں وقوف ہوتا ہے۔ (تفسیر السعدی:2944/3)

﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾

''اور جفت کی اور طاق کی''(3)

سوال1:﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾ ''اور جفت کی اور طاق کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾ ''اور جفت کی اور طاق کی'' یعنی عرفہ اور یوم النحر عرفہ کا دن طاق اور یوم النحر جفت ہے۔

(2)کائنات میں اکثر اشیاء میں نر اور مادہ کی تقسیم پائی جاتی ہے۔ اور جن میں نہیں پائی جاتی ان میں بھی زوج ہوتا ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ ''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔'' (الذاریات:49) جیسے کفر اور ایمان، سعادت اور شقاوت، ہدایت اور گمراہی، دن اور رات، آسمان اور زمین، جن اور انسان اور وتر اللہ تعالیٰ ہے۔ (جامع البیان:183/30)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (١) اللَّهُ الصَّمَدُ (٢)﴾ ''آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔'' (اخلاص:1,2)

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو، جو شخص بھی انہیں یاد کرلے گا' جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔'' (بخاری:6410)

﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ﴾

''اور رات کی جب وہ چلتی ہے'' (4)

سوال 1: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ﴾ ''اور رات کی جب وہ چلتی ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ﴾ ''اور رات کی جب وہ چلتی ہے۔'' یسر: سری۔ یسری کا لفظ رات کو چلنے کے لیے مخصوص ہے، رات کو سفر کرنا اور سار یہ رات کو سفر کرنے والی چھوٹی سی جماعت کو کہتے ہیں۔ اور اسری کے معنی کسی دوسرے کو رات کے وقت سیر کرانا، سفر کرانا۔ اس لحاظ سے اس کا ایک معنی تو یہ ہوگا کہ اس رات کی قسم جب رسول اللہ ﷺ نے معراج کا سفر کیا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ رات کی قسم جب وہ خود جانے لگے یا رخصت ہونے لگے۔ ان آیات میں ایک ہی وقت دو طرح کے انداز بیان تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی رات کے رخصت ہونے کا بھی وہی وقت ہوتا ہے جب پو پھوٹتی یا سپیدہ سحر نمودار ہوتا ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:4/637)

(2) رات کے گزرنے اور اس کی تاریکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بندے آرام کرتے ہیں۔

(3) فجر رات کے جانے کو کہتے ہیں یہاں مزدلفہ کی رات مراد ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/2215)

﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾

''یقیناً اس میں عقلمند کے لیے بہت بڑی قسم ہے'' (5)

سوال 1: ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾ ''یقیناً اس میں عقلمند کے لیے بہت بڑی قسم ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ''یقیناً اس میں'' یعنی ان چیزوں میں۔

(2) ﴿قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾ ''عقلمند کے لیے بہت بڑی قسم ہے۔'' یعنی عقل مندوں کے لئے کوئی قسم ہے۔

(3) ﴿حِجْرٍ﴾ عقل کو کہتے ہیں جس کے معنی روکنے کے ہیں، اور عقل نقصان دہ اقوال اور افعال سے روک دیتی ہے۔

(4) عقل مند وہ ہے جو عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرتے ہیں۔

(5) عقل مند وہ ہے جس کا دل بیدار اور روشن ہوتا ہے جو توجہ سے کان لگا کر سنتا ہے۔

(6) یعنی یہ قسمیں معمولی نہیں نہایت معتبر اور مہتم بالشان ہیں اور عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تاکید کلام کے لیے ان میں ایک خاص عظمت و وقعت پائی جاتی ہے۔ (تفسیر عثمانی:2/888)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے فجر، دس راتوں، جفت اور طاق اور رات کی قسم کیوں کھائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قسموں سے اہلِ مکہ کو تنبیہ کی ہے کہ اگر تم رسول ﷺ کو جھٹلانے سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوسکتا ہے جو پہلی قوموں کا ہوا۔

سوال3: یہ سوال کیوں کیا گیا ہے کہ کیا اس میں کسی عقل مند کے لئے کوئی قسم ہے؟

جواب: انسان کی عقل اسے غلط کاموں سے روکتی ہے تو کیا کسی عقلمند کو اس کی عقل غلط کاموں سے نہیں روکتی۔

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟''(6)

سوال1: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا'' یعنی اے محمد ﷺ کیا آپ ﷺ نے دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

(2) ﴿كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ ''کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟'' عاد یمن کا ایک معروف قبیلہ تھا۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد عاد کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ انہوں نے سخت مخالفت کی جس کے نتیجے میں ایک ہفتہ طوفانی ہوائیں چلتی رہیں جنہوں نے مومنوں کے سوا سب کو ہلاک کر دیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۷) فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ (۸)﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔

(4) کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو؟'' (الحاقۃ:7,8)

﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾

''عاد ارم جو ستونوں والے تھے''(7)

سوال1: ﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ ''عاد ارم جو ستونوں والے تھے'' عاد ارم سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ﴿اِرَمَ﴾ عاد سام بن نوح علیہ السلام کا بڑا پوتا تھا۔ اس کا باپ یا دادا ارم تھا۔ اسی لئے اسے عاد ارم بھی کہتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:2/2215)

(2) ﴿ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ ''جو ستونوں والے تھے'' یعنی بہت زیادہ قوت، سرکشی اور ظلم و جبر والے لوگ تھے۔ (تفسیر السعدی:3/2945)

(3) یعنی ستون کھڑے کر کے بڑی بڑی اونچی عمارتیں بناتے یا یہ مطلب ہے کہ اکثر سیر وسیاحت میں رہتے اور اونچے ستونوں پر خیمے تانتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک ''ذات العماد'' کہہ کر ان کے اونچے قدوقامت اور ڈیل ڈول کو ستونوں سے تشبیہ دی ہے۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی:2/888)

﴿الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ﴾

''وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا'' (8)

سوال 1: ﴿الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ﴾ ''وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔'' عاد ارم کس اعتبار سے مضبوط قوم تھے؟

جواب: (1) ﴿الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ﴾ ''وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔'' یعنی بلند قامت قوی، مضبوط اور زور آور قوم زمین پر کہیں موجود نہ تھی۔

(2) اس دور میں ساری دنیا میں کوئی قوم ان کی ٹکر کی نہیں تھی۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔ ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ﴾ ''کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا وہ قوت میں اُن سے زیادہ ہے؟ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔'' (فصلت:15)

(3) سیدنا ہود علیہ السلام نے ان کو یہ سمجھایا تھا کہ یہ قوت رب کی عطا کردہ ہے۔ ﴿اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نصیحت تم ہی میں سے ایک شخص پر آ گئی ہے تا کہ وہ تمہیں خبردار کرے؟'' اور یاد کرو جب اُس نے قومِ نوح کے بعد تمہیں جانشین بنایا اور اُس نے تمہیں قدوقامت میں زیادہ پھیلایا، سو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' (الاعراف:69) (4) قوم عاد سمجھ نہ پائی تو اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئی۔

سوال 2: قومِ عاد کس اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی؟

جواب: قومِ عاد اپنی قوت، طاقت، فنِ تعمیر اور درازیٔ قد کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔

﴿وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾

''اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشیں'' (9)

سوال 1: ﴿وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ ''اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشیں۔'' ثمودیوں نے

وادیوں میں چٹانیں کیوں تراشی تھیں؟

جواب:(1)﴿وَثَمُوْدَ﴾''اور ثمود'' دوسری قوم ثمود تھی جسے عاد ثانی کہا جاتا ہے ان کے بارے میں رب العزت نے فرمایا۔

(2)﴿الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾''جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشیں'' وہ ماہر سنگ تراش قوم تھی جنہوں نے پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بنائے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ﴾''اور وہ پہاڑوں سے بے خوف ہو کر گھر تراشتے تھے۔''(الحجر:82)(3)ان لوگوں نے وادی القریٰ میں اپنے گھر بنائے ان کا علاقہ مدینہ اور تبوک کے راستے میں پڑتا ہے۔

(4)قوم ثمود بھی آخرت کی منکر تھی اللہ نے انہیں زلزلے اور چنگھاڑ کے ساتھ تباہ کر دیا۔

﴿وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ﴾

''اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا''(10)

سوال1:﴿وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ﴾''اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔''فرعون کو میخوں والا کہنے کی کیا وجوہات ہیں؟

جواب:(1)﴿وَفِرْعَوْنَ﴾''اور فرعون'' تیسری سرکش قوم فرعون اور اس کی قوم تھی۔

(2)﴿ذِي الْاَوْتَادِ﴾''کے ساتھ جو میخوں والا تھا'' میخوں والا کہنے کی کئی وجوہات ہیں مثلاً میخوں والے سے مراد اس کی سلطنت کی مضبوطی ہے، جیسے اس سلطنت کی جڑیں میخوں کی طرح زمین میں ٹھونک دی گئی ہوں۔دوسری یہ کہ میخوں سے مراد اس کی افواج اور لاؤ لشکر ہیں، جن کے بل بوتے پر وہ اللہ کا باغی اور مدمقابل بن بیٹھا تھا۔تیسری یہ کہ جب اس کے لشکر نقل وحرکت کرتے ہیں تو خیموں کو نصب کرنے کے لئے بڑی میخوں کو استعمال کرتے تھے اور چوتھی یہ کہ جب اس نے کسی کو سولی چڑھانا ہوتا تو اسے تختہ دار پر رسیوں سے کسنے کی بجائے اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک دیا کرتے تھا۔اور یہ سب باتیں اس کی قوت، اس کی نخوت اور اس کی سنگدلی پر دلالت کرتیں ہیں فرعون اور اس کی قوم بھی آخرت کی منکر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمان تھی، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم میں غرق کر کے دنیا کو ان کے وجود سے پاک کر دیا۔(تیسیر القرآن:4/639)

﴿الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ﴾

''وہ لوگ جو شہروں میں سرکش ہو گئے''(11)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ﴾''وہ لوگ جو شہروں میں سرکش ہو گئے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ﴾''وہ لوگ جو'' یعنی عاد، ثمود، فرعون اور ان کے لشکروں نے۔

(2)﴿طَغَوْا فِي الْبِلَادِ﴾''شہروں میں سرکش ہو گئے'' اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کے شہروں میں سرکشی کا رویہ اختیار کیا تھا۔

(3) یہ تینوں قومیں آخرت کا انکار کرتیں تھیں۔ جو قوم بھی آخرت کا انکار کرتی ہے وہ فسق و فجور میں حد سے بڑھ جاتی ہے۔

سوال 2: قومِ عاد، ثمود اور فرعون کی مشترکہ خصوصیت کیا تھی؟

جواب: ان کی مشترکہ خصوصیت سرکشی تھی۔

﴿فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ﴾

''پس انہوں نے اُن میں بہت زیادہ فساد پھیلایا''(12)

سوال 1: ﴿فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ﴾ ''پس انہوں نے اُن میں بہت زیادہ فساد پھیلایا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ﴾ ''پس انہوں نے اُن میں بہت زیادہ فساد پھیلایا۔'' یعنی شرک اور قتل سے زمین کو فساد سے بھر دیا تھا۔

(2) کفر اور اس کے شعبوں، یعنی معاصی کی تمام اقسام پر عمل کیا۔ انبیاء و مرسلین کے خلاف جنگ کی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے کوشاں رہے۔ جب وہ سرکشی میں اس حد تک پہنچ گئے جو ان کی ہلاکت کی موجب تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا اور ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ (تفسیر السعدی: 2945/3)

(3) یعنی ان قوموں نے عیش و دولت اور زور و قوت کے نشہ میں مست ہو کر ملکوں میں خوب اودھم مچایا۔ (تفسیر ثنائی: 888/2)

﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾

''تو تمہارے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسا دیا''(13)

سوال 1: ﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ ''تو تمہارے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ ''تو تمہارے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔'' اللہ تعالیٰ نے عاد پر ہوا کا کوڑا، ثمود پر چنگھاڑ کا کوڑا اور فرعون پر پانی کا کوڑا برسایا۔ (2) ہر ایک اپنے گناہوں میں پکڑے گئے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ان کے فساد کو کیسے روکا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں عبرت کی مثال بنا دیا۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾

''بلاشبہ تمہارا رب یقیناً گھات میں ہے''(14)

سوال1:﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾''بلاشبہ تمہارا رب یقیناً گھات میں ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾''بلاشبہ تمہارا رب یقیناً گھات میں ہے''تاک یا گھات ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص کسی کے انتظار میں اس لئے چھپا ہوتا ہے کہ جب وہ چیز اچانک اس کی زد میں آئے تو اس کے جال میں پھنس جائے۔گزرنے والا اپنے انجام سے غافل اور بے فکری سے جارہا ہوتا ہے کہ اچانک شکار ہوجاتا ہے،یہی صورت حال اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان ظالموں کی ہے جنہیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ کوئی ہستی انہیں دیکھ رہی ہے۔وہ بڑی دیدہ دلیری سے گناہوں میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔حتیٰ کہ وہ حد آجاتی ہے جس کے آگے اللہ تعالیٰ انہیں بڑھنے نہیں دیتا اس وقت اچانک اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا برس جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:4/639)

(2)صحابہ کہتے ہیں﴿لَبِالْمِرْصَادِ﴾کا معنی﴿الیہ المصیر﴾ہے یعنی سب کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔(بخاری،کتاب التفسیر)

(3)اللہ تعالیٰ اس شخص کی گھات میں ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اسے تھوڑا سا عرصہ مہلت دیتا ہے پھر اسے غالب اور قدرت والے کی طرح پکڑتا ہے۔(تفسیر السعدی:3/2945)

(4)جب بندہ یہ جان لیتا ہے کہ اس کا رب گھات میں ہے تو اس کے دل میں نگرانی کا یہ احساس لامحالہ خوف پیدا کردیتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ﴾''اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے لہٰذا تم اس سے ڈرجاؤ''(البقرہ:253)

(5)جتنا بندہ اپنے رب کی معرفت رکھتا ہے اور اپنے عیبوں کو پہچانتا ہے اتنا ہی زیادہ اپنے رب سے ڈرتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ﴾''درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اُس سے ڈرتے ہیں،یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب،بے حد بخشنے والا ہے۔''(فاطر:28)

سوال2:رب کے گھات میں ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:رب کے گھات میں ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے اعمال دیکھ رہا ہے۔اسی کے مطابق وہ دنیا اور آخرت میں لوگوں کو سزا دیتا ہے۔

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ﴾

''مگر انسان کو جب اُس کا رب آزماتا ہے پھر اُسے عزت بخشتا ہے اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے:''میرے رب نے مجھے عزت بخشی ہے''(15)

سوال1:﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ﴾ ''مگر انسان کو جب اُس کا رب آزماتا ہے پھر اُسے عزت بخشتا ہے اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: ''میرے رب نے مجھے عزت بخشی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ﴾ ''مگر انسان کو'' وہ مشرک ہو یا جاہل اور ظالم۔

(2)﴿اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ﴾ ''جب اُس کا رب آزماتا ہے پھر اُسے عزت بخشتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کو مال، اولاد اور عزت وجاہ عطا کر کے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔

(3)﴿وَنَعَّمَهٗ﴾ ''اور نعمت دیتا ہے'' اور اسے رزق اور بھلائیاں عطا کر کے آزماتا ہے کہ وہ شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری کرتا ہے۔

(4)﴿فَيَقُوْلُ﴾ ''تو وہ کہتا ہے'' تو وہ فخر سے کہتا ہے۔

(5)﴿رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ﴾ ''میرے رب نے مجھے عزت بخشی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا ہے میری بڑی تکریم کی ہے۔

(6) اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جیسا کہ وہ ہے، نیز یہ کہ وہ جاہل اور ظالم ہے، اسے اپنے انجام کا کوئی علم نہیں، وہ جس حالت میں ہوتا ہے، اس کے بارے میں سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی اور کبھی زائل نہ ہوگی۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا اللہ تعالیٰ کا اس کو اکرام بخشنا اور اسے نعمتوں سے نوازنا، (آخرت میں) اس کی تکریم اور اس کے قرب پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر السعدی:2946/3)

(7)﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔'' (المومنون:55,56)

(8)﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''وہ دنیا کی زندگی میں سے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔'' (الروم:7) (9) دولت اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی نشانی نہیں ہے بلکہ اس سے انسانوں کو آزمایا جاتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ انسان کو عزت اور نعمت دے کر آزماتا ہے تو اس کا کیا حال ہو جاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ جب کسی کو رزق کی فراوانی، عزت اور نعمت عطا کرتا ہے تو وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی عزت دی ہے۔

﴿وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ﴾

''اور جب اُسے وہ آزماتا ہے اور اُس پر اُس کا رزق تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: ''میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا'' (16)

سوال1:﴿وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ﴾ ''اور جب اُسے وہ آزماتا ہے اور اُس پر اُس کا رزق تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: ''میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ﴾ ''اور جب اُسے وہ آزماتا ہے اور اُس پر اُس کا رزق تنگ کر دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی جانب سے رزق کی تنگی یا اولاد کی کمی ناراضی کی نشانی نہیں بلکہ آزمائش ہے۔

(2) رزق کی تنگی سے اللہ تعالیٰ آزماتے ہیں کہ بندہ صبر سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر مطمئن رہتا ہے۔

(3)﴿فَيَقُوْلُ﴾ ''تو وہ کہتا ہے'' تنگی کا دور آتا ہے تو اس وقت وہ یہ نہیں سمجھتا کہ میں آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہوں بلکہ وہ یہ کہتا ہے۔

(4)﴿رَبِّيْٓ اَهَانَنِ﴾ ''میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا'' میرے رب نے میری توہین کر دی ہے یعنی اس کے نزدیک عزت اور ذلت کا معیار مال و دولت میں کمی پیشی ہے۔ مال زیادہ ہو تو عزت بھی زیادہ، مال کم تو عزت بھی کم۔

(5) یہ کافر کی صفت ہے جو بعث پر ایمان نہیں رکھتا۔ (قرطبی:36/10)

(6) نبی ﷺ نے فرمایا اللہ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا اور اسے بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت نہیں کرتا ہے، لیکن دین وہ اس کو نہیں دیتا جس سے وہ محبت نہیں کرتا، دین تو اس کو ہی دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ (مسند احمد:473/5)

(7) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے: ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہِ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔'' (صحیح بخاری:73)

(8) نبی ﷺ دعا کرتے تھے:﴿اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ''یا اللہ زندہ رکھ مجھے مسکین اور مار مجھے مسکین اور مسکینوں کے گروہ سے قیامت کے دن اٹھا مجھے۔'' (جامع ترمذی:2352)

سوال 2: انسان کو جب اللہ تعالیٰ تنگی میں مبتلا کر کے آزماتا ہے تو اس کا کیا حال ہو جاتا ہے؟

جواب: انسان پر رزق تنگ ہو جاتا ہے تو وہ رب کے بارے میں بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ﴾

''ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے'' (17)

سوال 1:﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی کسی عزت اور ذلت کو ماپنے والی تمہاری قدر ہی سراسر غلط ہے۔ عزت اور ذلت کا اصل معیار پیسہ اور مال و دولت نہیں بلکہ اس کا اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار ہوتا ہے۔ مگر تمہارا یہ حال ہے کہ مال و دولت کو ہی اپنا معبود سمجھ بیٹھے ہو اور اسی پر مرمٹتے ہو۔ (تیسیر القرآن:640/4)

(2) یعنی ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جس کو میں نے نعمتوں سے نوازا ہے، میرے ہاں قابل اکرام و تکریم ہے اور جس کا رزق میں نے تنگ کر دیا ہے، وہ میرے ہاں حقیر ہے۔ دولت مندی اور محتاجی، رزق کی کشادگی اور تنگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے جس کے ذریعے سے وہ بندوں کا امتحان لیتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ کون اس پر شکر اور صبر کرتا ہے تاکہ وہ اسے ثواب جزیل سے نوازے۔ جو ایسا نہ کرے اسے سخت عذاب میں ڈال دے۔ نیز بندے کے ارادے کا فقط اپنے نفس کی مراد پر ٹھہرنا ارادے کی کمزوری ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے محتاج مخلوق کے بارے میں ان کے عدم اہتمام پر ان کو ملامت کی ہے۔ (تیسیر السعدی:2946/3) اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت اور ذلت کا معیار اطاعت پر ہے۔ اطاعت ہی کا ایک بڑا کام یتیموں اور محتاجوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔

(3) ﴿بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ﴾ ''بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے'' جو باپ کی شفقت اور کمائی سے محروم ہیں اس کا یہ حق ہے اور وہ اس کا ضرورت مند ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے لیکن تم اس کی عزت نہیں کرتے بلکہ تم اس کی توہین کرتے ہو جو کہ تمہارے دلوں میں رحم نہ ہونے اور بھلائی سے رغبت نہ ہونے کی دلیل ہے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کا سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔'' (ابن ماجہ:3679)

(5) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کے درمیان کشادگی فرمائی۔ (بخاری:6005)

(6) سیدنا ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں لوگوں کو دو ضعیفوں کے حق سے بہت ڈراتا ہوں: ایک یتیم اور دوسری عورت۔'' (نسائی)

﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾

''اور مسکین کو کھلانے پر ایک دوسرے کو اُبھارتے نہیں ہو'' (18)

سوال 1: ﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ ''اور مسکین کو کھلانے پر ایک دوسرے کو اُبھارتے نہیں ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ ''اور مسکین کو کھلانے پر ایک دوسرے کو اُبھارتے نہیں ہو'' یعنی پیسے سے تمہاری محبت کا یہ عالم ہے کہ مسکینوں کی ضروریات کی کفالت کرنا دور کی بات دوسروں کو انہیں کھانا کھلانے کی بھی ترغیب نہیں دیتے۔ اس کی

وجہ یہ ہے کہ تم دنیا کی مال ومحبت کے حریص ہو تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور شدید محبت کی وجہ سے بخل میں مبتلا ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں سے اہم کام مسکینوں اور حاجت مندوں کی ضروریات کی کفالت اور اس کی ترغیب دلانا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''بیواؤں اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔'' راویٔ حدیث کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''وہ اس عبادت کرنے والے کی طرح ہے جو سست نہیں ہوتا اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو ناغہ نہیں کرتا۔'' (مسلم:7468)

(3) سیدنا مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ انہیں اپنے سے کم تر لوگوں پر فضیلت حاصل ہوئی ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ انہی کمزوروں کی وجہ سے مدد کیے اور رزق دیئے جاتے ہو۔'' (صحیح بخاری:2896)

(4) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ اس بات سے نہیں شرماتے تھے کہ بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلیں اور اس کا کام کر دیں۔'' (سنن نسائی)

سوال 2: مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب کیوں نہیں دی جاتی؟

جواب: خود غرض اور سنگدل معاشرے کے افراد بھوکے کی بھوک کو محسوس نہیں کرتے اس لئے ان کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔

﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا﴾

''اور تم میراث کا سارا مال کھا جاتے ہو، سب سمیٹ کر کھانا'' (19)

سوال 1: ﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا﴾ ''اور تم میراث کا سارا مال کھا جاتے ہو، سب سمیٹ کر کھانا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ﴾ ''اور تم میراث کا سارا مال کھا جاتے ہو'' یعنی مال کی بے پناہ محبت تم سے کیسی حق تلفیاں کرواتی ہے۔

(2) ﴿أَكْلًا لَّمًّا﴾ ''سب سمیٹ کر کھانا'' یعنی ہر جائز ناجائز طریقے سے ورثہ اڑا جاتے ہو اور وارثوں کا حق کھاتے ہو ذرا نہیں شرماتے۔

(3) تمہارا یہ حال ہے کہ میراث میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑتے۔

سوال 2: لوگ میراث کا مال کیسے سمیٹ کر کھا جاتے ہیں؟

جواب: میراث کا مال کسی کو جس طریقے سے بھی ملے وہ سارے کا سارا مال کھا جاتا ہے۔ اس معاملے میں حلال وحرام کی تمیز کم ہی رکھی جاتی ہے۔

﴿وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾

''اور مال سے تم محبت رکھتے ہو، بہت زیادہ محبت کرنا'' (20)

سوال1:﴿وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ ''اور مال سے تم محبت رکھتے ہو، بہت زیادہ محبت کرنا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ﴾ ''اور مال سے تم محبت رکھتے ہو'' یعنی تمہاری مال سے محبت اتنی شدید ہے تم اسے بچا بچا کر اسے گن گن کر رکھتے ہو۔رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا(۱۶) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى(۱۷)﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔'' (الاعلیٰ:16,17)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ(۲۰) وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو۔اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔(القیامہ:20,21)(4)﴿حُبًّا جَمًّا﴾ ''بہت زیادہ محبت کرنا'' یعنی بہت شدید محبت ہے۔

﴿كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا﴾

''ہرگز نہیں! جب زمین کُوٹ کُوٹ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی'' (21)

سوال1:﴿كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا﴾ ''ہرگز نہیں! جب زمین کُوٹ کُوٹ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّآ﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب نہ لیا جائے۔تمہاری باز پرس نہ کی جائے ایسا وقت تو آکر رہنا ہے۔

(2)﴿اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا﴾ ''جب زمین کُوٹ کُوٹ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی۔'' یعنی زمین کے زلزلوں سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔اور زمین ایک چٹیل میدان بنادی جائے گی۔

(3) یعنی جس مال سے تم شدید محبت رکھتے ہو اور اس میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رغبت رکھتے ہو یہ تمہارے پاس باقی رہنے والا نہیں۔تمہارے سامنے ایک ہولناک دن ہے۔

﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾

''اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آجائیں گے'' (22)

سوال1:﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ ''اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی صف در صف آجائیں گے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ﴾ ''اور تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی'' یعنی یہ آیت عقل پرستوں کے لئے بہت بڑی آزمائش ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے وہ آئے کہاں سے، ہمیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔وہ کیسے آئے گا ہم

نہیں جانتے اور نہ ہم اس کے مکلف ہیں۔ وہ اپنی شان کے مطابق بادلوں کے سائے میں بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے آئے گا۔

(2)﴿صَفًّا صَفًّا﴾ ''صف در صف آجائیں گے'' صف در صف آئیں گے، ہر آسمان کے فرشتے ایک صف میں آئیں گے اور اپنے سے کم تر مخلوق کو گھیر لیں گے۔ یہ صفیں بادشاہ جبار کے حضور خشوع اور عاجزی کی صفیں ہوں گی۔ (تیسیر سعدی:2947/3)

سوال2: فرشتوں کے صفیں باندھ کر آنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ جب فرشتے قیامت والے دن اُتریں گے تو ہر آسمان کے فرشتوں کی الگ صف ہوگی۔ اس طرح سات صفیں ہوں گی جو زمین کو گھیر لے۔

﴿وَجِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ یَوْمَىٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾

''اور اُس دن جہنم کو لایا جائے گا، اُس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب اُس کے لیے نصیحت کہاں؟'' (23)

سوال1: ﴿وَجِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ یَوْمَىٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾ ''اور اُس دن جہنم کو لایا جائے گا، اُس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب اُس کے لیے نصیحت کہاں؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجِایْٓءَ یَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ﴾ ''اور اُس دن جہنم کو لایا جائے گا'' یعنی جہنم کو فرشتے زنجیروں میں جکڑ کر لائیں گے۔ (2) جہنم کو ستر ہزار لگاموں میں جکڑا ہوا ہوگا۔ ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم)

(3) اسے عرش کے بائیں جانب کھڑا کر دیا جائے گا۔ اسے دیکھ کر تمام مقرب فرشتے اور انبیاء علیہم السلام گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اور یا رَبِّ نَفْسِی نَفْسِی پکاریں گے۔ (فتح القدیر)

(4)﴿یَوْمَىٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ﴾ ''اُس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا'' اس دن انسان حسرت میں مبتلا ہو کر یاد کرے گا کہ اس نے اپنے لئے کیا برائی یا بھلائی آگے بھیجی؟ اس وقت ہر ایک کو اپنی نیکیوں کی کمی پر افسوس ہوگا۔

(5)﴿وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾ ''اور اب اُس کے لیے نصیحت کہاں؟'' وقت گزرنے کے بعد تنبیہات اور نصیحتیں اسے کیا فائدہ دیں گی۔

سوال2: ہولناک منظر کے انسان پر کیا اثرات ہوں گے؟

جواب: اس منظر کو دیکھ کر انسان کو اپنے کفر اور نافرمانیوں پر بہت ندامت ہوگی لیکن اس کا فائدہ نہیں ہوگا۔

﴿یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ﴾

''وہ کہے گا: ''اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا'' (24)

سوال1: ﴿یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ﴾ ''وہ کہے گا: ''اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔'' اس

آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَقُوْلُ﴾"وہ کہے گا"اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس نے جو کمی کوتاہی کی ہوگی اس پر حسرت سے کف افسوس ملتے ہوئے کہے گا۔

(2)﴿يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ﴾"اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا"یعنی کاش میں نے ہمیشہ رہنے والی زندگی کے لئے نیک اعمال کیے ہوتے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (۲۷) يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (۲۸)﴾"اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا،وہ کہے گا:اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ(ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا!ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا"(الفرقان 27,28)

(3)ان آیات کریمہ میں دلیل ہے کہ وہ زندگی جس کے کمال کے حصول اور اس کی لذات کی تکمیل کی کوشش کرنی چاہیے وہ آخرت کے گھر کی زندگی ہے، کیونکہ آخرت کا گھر دارالخلد اور دارالبقا ہے۔(تیسیر السعدی 2947/3)

(4)﴿قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ﴾یعنی ایمان اور عمل صالح۔(ایسر التفاسیر:1758)

(5)سیدنا محمد بن ابوعمیر رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تھے، بیان کرتے ہیں(کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا):"اگر کوئی شخص پیدا ہونے سے لے کر بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سربسجود رہے تو وہ بھی اس(قیامت کے)دن اپنی اس عبادت کو حقیر جانے گا اور خواہش کرے گا کہ اسے دنیا میں(ایک بار پھر)لوٹا دیا جائے، تاکہ وہ اور زیادہ اجر وثواب حاصل کر سکے۔"(مسند احمد 17668)

(6)سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ بات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے سوائے اپنے اعمال کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔پھر وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو(ادھر بھی)اسے سوائے اپنے اعمال کے اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ اس کا استقبال کرے گی۔تو تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دوزخ سے بچے، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی(اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے کر)سہی۔(بخاری:6539)

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ﴾

"چنانچہ اُس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہ دے گا"(25)

سوال1:﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ﴾"چنانچہ اُس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہ دے گا۔"اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ﴾"چنانچہ اُس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہ دے گا۔"یعنی اس دن کی

مار، اس کی پکڑ تصور کی رسائی سے بھی باہر ہے۔

(2) اس شخص کو جس نے اس دن کو مہمل جانا اور اس کے لیے عمل کو فراموش کر دیا۔ (تیسیر السعدی: 2947,2948/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (۳۰) ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ (۳۱) ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ (۳۲) اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (۳۳) وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (۳۴) فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ (۳۵) وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ (۳۶) لَّا يَاْكُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ (۳۷)﴾ ''پکڑو اسے، اُسے طوق ڈال دو۔ پھر اُسے جہنم میں جھونک دو۔ ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو۔ وہ عظیم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا۔ اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج یہاں اُس کا کوئی غم خوار دوست نہیں۔ اور نہ پیپ کے سوا اُس کے لیے کوئی کھانا ہے۔ جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔'' (الحاقۃ: 30-37)

(4) اسی دن کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے'' بلکہ دن رات کی مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اُس کے ساتھ شریک بنائیں،'' اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔'' (السباء: 33)

﴿وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ﴾

''اور نہ ہی اُس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا'' (26)

سوال 1: ﴿وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ﴾ ''اور نہ ہی اُس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ﴾ ''اور نہ ہی اُس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔'' پس انھیں آگ کی زنجیروں میں باندھا جائے گا اور چہروں کے بل کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا، پھر آگ میں ان کو جلایا جائے گا، پس یہی مجرموں کی سزا ہے۔ (تیسیر السعدی: 2948/3)

(2) فرشتے ان کے گلوں میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر جہنم میں پھینک دیں گے پھر اوپر سے جہنم کو بند کر دیا جائے گا، اس میں سانپ اور بچھوؤں کے ڈسنے کا عذاب الگ ہوگا اور فرشتوں کے مارنے اور ڈانٹنے کا الگ۔ پھر ذہنی عذاب یہ ہوگا کہ اس عذاب سے بچنے کی انہیں کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔ علاوہ ازیں یہ عذاب وقتی اور عارضی نہیں بلکہ مستقل اور دائمی ہوگا۔ یہ فکر ان کے جسمانی عذاب کو کئی گنا کر دے گی۔ (تیسیر القرآن: 641/4)

سوال2:اس دن اللہ تعالیٰ جیسا کوئی نہ باندھے گا۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ اُس جیسی سزا کوئی نہ دے گا،ایسی آزادی سلب کرے گا کہ پھر کبھی نہ مل سکے گی۔

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾

''اے اطمینان والی جان!''(27)

سوال1:﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾''اے اطمینان والی جان!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾''اے اطمینان والی جان!''نفس مطمئنہ اس نفس کو کہتے ہیں جس کی پوری طرح سے اصلاح ہوجاتی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جاتا ہے تو اسے برے کاموں سے نفرت اور چڑ ہوجاتی ہے۔بھلائی کے کاموں میں اس کا دل لگتا ہے،ان میں ہی وہ خوشی اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔(تیسیر القرآن:4/555)

(2)یعنی مومن جس کا نفس اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اطمینان محسوس کرتا ہے۔(جامع البیان:30/203)

(3)اے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان اور اس کی محبت میں سکون حاصل کرنے والے نفس!جس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔(تفسیر السعدی:3/2948)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولادیں بنائی تھیں اور کسی رسول کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا،ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے۔''(الرعد:38)سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو دوست رکھتا ہے،اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے،اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ ﷺ کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ''مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتے؟''آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے ملنے سے موت مراد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے،اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے(اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے)ہوتی ہے،اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے،اس وقت کوئی چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے،وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملنے کو ناپسند کرنے لگتا ہے،پس اللہ تعالیٰ بھی اس

کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری:6507)

﴿ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾

''اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ، راضی ہونے والی، پسند کی ہوئی ہو'' (28)

سوال1:﴿ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ ''اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ، راضی ہونے والی، پسند کی ہوئی ہو۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ﴾ ''اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ'' یہ بات موت کے وقت بھی کہی جائے گی قبروں سے اٹھتے وقت بھی، حشر کے میدان میں چلتے وقت بھی اور میدان حشر میں فیصلے کے وقت بھی اطمینان دلایا جائے گا کہ اٹھو اپنے رب کے پاس چلو اس کی نعمتوں سے لطف اٹھاؤ۔

(2)﴿رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ ''راضی ہونے والی، پسند کی ہوئی ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے ثواب سے راضی ہو کر جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سرفراز فرمایا اور اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوا۔ (تفسیر السعدی:2948/3)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں اس کے عزت والے گھر میں چلو۔ (ایسر التفاسیر:1759)

(4) کتنی خوشی کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے۔

سوال2: رب کی طرف لوٹنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد رب کے اجر و ثواب کی طرف اور جنت کی ان نعمتوں کی طرف لوٹنا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے تیار کی ہیں۔

﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ﴾

''چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ'' (29)

سوال1:﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ﴾ ''چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ﴾ ''چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔'' یعنی آؤ، میرے پیارے بندوں میں آ جاؤ۔

(2) یہ آیت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔

(3) قیامت کے دن ان الفاظ سے روح کو مخاطب کیا جائے گا اور روح لے جاتے وقت یعنی موت کے وقت بھی یہی خطاب ہوگا۔

سوال2: ''میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد خاص بندے ہیں جو اطاعت گزار ہونے کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔

﴿وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾

''اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ''(30)

سوال1:﴿وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾''اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾''اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ''یعنی میرے اولیاء کے لئے جو عزت کا گھر ہے اس میں داخل ہو جاؤ۔

(2)یعنی میری رحمت میں داخل ہو جاؤ۔(تفسیر جامع البیان:206/30)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا(۶۹) ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا(۷۰)﴾''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا،نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے!اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔''(النساء:69,70)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۡ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾''پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے،سُن لو!حکم اُسی کا ہے اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد(حساب لینے والا)ہے۔''(الانعام:62)

(5)﴿لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾''کوئی شک نہیں کہ یقیناً جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو اُس کے لیے نہ ہی دنیا میں دعوت ہے اور نہ ہی آخرت میں اور یقیناً ہم سب کو پلٹنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے،اور یقیناً حد سے گزرنے والے،وہی آگ والے ہیں۔''(غافر:43)

(6)سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں یہ آیت اتری تو انہوں فرمایا:کیسا پیارا کلام ہے۔فرمایا:یہ تم سے بھی کہا جائے گا۔(ابن ابی حاتم)

(7)نبی ﷺ نے کسی کو یہ دعا سکھائی تھی:﴿اللّٰهم إني أسألك نفساً بك مطمئنة تؤمن بلقائك وترضى بقضائك وتقنع بعطائك﴾''اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے اطمینان والا نفس مانگتا ہوں جسے تجھ پر بھروسہ اور تیری ملاقات پر یقین ہو اور تیرے فیصلے پر راضی ہو اور جو کچھ مل جائے اس پر قانع ہو۔''(حضر ابن کثیر:2218/2)

سوال2:''میری جنت میں داخل ہو جاؤ''سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور انعامات پانے کے لیے سب سے اونچی منزل جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اٰیاتها ۲۰ ﴿۹۰ سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ ۳۵﴾ رکوعها ۱

سوال1: سورت بلد کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورت بلد مکی ہے اس میں ایک رکوع اور 20 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 90 نمبر پر ہے۔ اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ 35 سورت ہے۔

رکوع نمبر 15

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾

''میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی!''(1)

سوال1: ﴿لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ ''میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَاۤ اُقْسِمُ﴾ ''میں قسم کھاتا ہوں'' اللہ رب العزت نے قسم کھائی ہے۔

(2) ﴿بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ ''اس شہر کی! بلد امین مکہ کی جو تمام شہروں پر فضیلت رکھتا ہے۔ جہاں لوگ امن اور چین سے زندگی گزارتے ہیں۔ یہ قسم اس وقت کھائی جب نبی ﷺ اس شہر میں رہائش پذیر تھے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے دیکھا، آپ یہ فرما رہے تھے: ''(اے مکہ!) اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی ساری زمین سے بہتر اور افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! اگر مجھے تیرے اندر سے نکالا نہ جاتا تو میں (کبھی) نہ نکلتا'' (ترمذی:3925)

﴿وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾

''اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں''(2)

سوال1: ﴿وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ ''اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حِلٌّ﴾ حَلَّ سے اسم فاعل ہے۔اسی وجہ سے ''حل'' سے یہاں مراد کئی معنی لئے جاتے ہیں۔مثلاً یہ کہ مکہ وہ شہر ہے جہاں آپ کسی وقت فاتحانہ حیثیت سے فروکش ہوں گے۔دوسرا یہ کہ اس شہر میں آپ اور مسلمانوں پر ہر قسم کے ظلم کو حلال سمجھ لیا گیا ہے۔اور تیسرا یہ کہ وہ وقت آنے والا ہے جب آپ اس شہر میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو کر اس کی سیدنا ابراہیم سے لے کر آج تک قائم شدہ حرمت توڑ دیں گے اور حلال بنا دیں گے تو یہ کام صرف ایک ساعت کے لئے ہوگا۔ہمارے خیال میں تیسرا مفہوم راجح ہے۔(تیسیر القرآن:642/4)

(2)ابوشریح سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرو بن سعید (والی مدینہ) سے جب وہ مکہ میں (ابن زبیر سے لڑنے کے لیے) فوجیں بھیج رہے تھے کہا کہ اے امیر! مجھے آپ اجازت دیں تو میں وہ حدیث آپ سے بیان کردوں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی اس (حدیث) کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا ہے اور جب رسول اللہ ﷺ یہ حدیث فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں آپ ﷺ نے (پہلے) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا کہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے آدمیوں نے حرام نہیں کیا تو (سن لو) کہ کسی شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں ہے کہ مکہ میں خون ریزی کرے یا اس کا کوئی پیڑ کاٹے پھر اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے رسول (کے لڑنے) کی وجہ سے اس کا جواز نکالے تو اس سے کہہ دو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے اجازت دی تھی تمہارے لیے نہیں دی اور مجھے بھی دن کے کچھ لمحوں کے لیے اجازت ملی تھی آج اس کی حرمت لوٹ آئی جیسی کل تھی اور حاضر غائب کو (یہ بات) پہنچا دے۔(یہ حدیث سننے کے بعد راوی حدیث) ابوشریح سے پوچھا گیا کہ (آپ کی یہ بات سن کر) عمرو نے کیا جواب دیا؟ کہا یوں کہ (ابوشریح!) حدیث کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں مگر حرم (مکہ) کسی خطا کار کو یا خون کر کے اور فتنہ پھیلا کر بھاگ آنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔'' (صحیح بخاری:104)

(3)ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ خزاعہ (کے کسی شخص) نے بنولیث کے کسی آدمی کو اپنے کسی مقتول کے بدلے میں مار دیا تھا یہ فتح مکہ والے سال کی بات ہے رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی گئی آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے قتل یا ہاتھی کو روک لیا۔امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس لفظ کو شک کے ساتھ سمجھوایسا ہے ابونعیم وغیرہ نے القتل اور الفیل کہا ہے۔ان کے علاوہ دوسرے لوگ الفیل کہتے ہیں۔(پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے رسول اور مسلمانوں کو غالب کر دیا اور سمجھ لو کہ وہ (مکہ) کسی کے لیے حلال نہیں ہوا مجھ سے پہلے اور نہ (آئندہ) کبھی ہوگا اور میرے لیے بھی دن کے صرف تھوڑے سے حصہ کے لیے حلال کر دیا گیا تھا سن لو کہ وہ اس وقت حرام ہے نہ اس کا کوئی کانٹا توڑا جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور اس کی گری پڑی چیزیں بھی وہی اٹھائے جس کا منشاء یہ ہو کہ وہ اس شے کا تعارف کرا دے گا تو اگر کوئی شخص مارا جائے تو (اس کے عزیزوں کو) اختیار ہے دو باتوں کا یا دیت لیں یا بدلہ۔اتنے میں ایک یمنی آدمی (ابوشاہ نامی) آیا اور کہنے لگا (یہ مسائل) میرے لیے لکھوا دیجئے تب آپ نے فرمایا کہ ابوفلاں کے لیے (یہ مسائل) لکھ دو تو ایک قریشی شخص نے کہا کہ یارسول اللہ! مگر اذخر (یعنی اذخر کاٹنے کی اجازت دے

دیجئے) کیونکہ اسے ہم گھروں کی چھتوں پر ڈالتے ہیں (یا مٹی ملا کر) اور اپنی قبروں میں بھی ڈالتے ہیں (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (ہاں) مگر اذخر، مگر اذخر۔'' (صحیح بخاری:112)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت عطا کر دی تھی جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرمت والا ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس شہر میں لڑنا جائز نہیں تھا، میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے لڑنا جائز ہوا تھا۔ اس کے بعد اب پھر اللہ کی عطا کی ہوئی حرمت کی وجہ سے اس کی حرمت قیامت تک کے لیے قائم ہو گئی۔ (مسلم:3302)

(5) سیدنا ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے، لوگوں نے اسے حرمت نہیں بخشی، لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ مکہ میں خون ریزی کرے اور وہاں کے درخت کاٹے، پھر اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے قتال سے رخصت کی دلیل لے تو اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی، تم کو اجازت نہیں دی اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے بھی دن کی ایک گھڑی کے لیے اجازت ملی تھی اور آج اس کی حرمت لوٹ کر ویسی ہی ہو گئی ہے جیسی کل تھی۔ (بخاری:1832)

سوال 2: رسول اللہ کو یہ خبر کب دی گئی تھی کہ تمہارے لیے اس شہر میں (جنگ) حلال ہونے والی ہے؟

جواب: رسول اللہ ہجرت سے پہلے مکہ میں مقیم تھے جب یہ سورت نازل ہوئی۔

﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾

''قسم ہے باپ کی اور اُس کی اولاد کی!'' (3)

سوال 1: ﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾ ''قسم ہے باپ کی اور اُس کی اولاد کی! اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾ ''قسم ہے باپ کی اور اُس کی اولاد کی!'' سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا والد سے مراد سیدنا آدم اور ولد سے مراد ان کی اولاد ہیں۔ (جامع البیان:210/30)

(2) رب العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی قسم کھائی ہے کہ انسان بڑی مشقت میں پیدا کیا گیا ہے۔

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے'' (4)

سوال 1: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے'' اس آیت کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔'' یہ قسم کا جواب ہے۔

(2)﴿كَبَدٍ﴾ کا معنی جگر ہے جو مشہور عضو انسانی ہے۔اور اس لفظ میں سختی اور قوت کا مفہوم پایا جاتا ہے اور ﴿فِي كَبَدٍ﴾ محاورتاً استعمال ہوتا ہے اور یہ انسانی فطرت کا اظہار کرتا ہے۔انسان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے۔جسے پورا کرنے کے لیے کئی طرح کے رنج والم سہتا ہے اور وہ ابھی پوری نہیں ہو پاتی کہ اتنے میں چند اور خواہشیں پیدا ہو جاتی ہیں۔وہ انہیں پورا کرنے اور رنج ومحن سہنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔اسی طرح اس کی تمام عمر بیت جاتی ہے۔(تیسیر القرآن:4/643)

(3)یعنی ہم نے انسان کو تکلیفیں اٹھاتا ہوا پیدا کیا ہے، پہلے نطفہ پھر جما ہوا خون پھر گوشت کا لوتھڑا ہوا پھر مختلف مراحل طے کرتا ہوا مکمل ہو کر پیدا ہوا پھر پیدائش کے وقت بھی تکلیفیں اٹھاتا ہے فرمایا:﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ ''اُس کی ماں نے ناگواری کی حالت میں اُس کو پیٹ میں رکھا اور ناگواری کی حالت میں ہی اُس کو جنم دیا'' دودھ پلانے اور تربیت اٹھانے میں تکلیف ہی تکلیف ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/2219)

(4)اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ سختیاں اور مشقتیں ہیں جو انسان دنیا کے اندر برداشت کرتا ہے اور جو وہ برزخ میں اور قیامت کے دن برداشت کرے گا۔انسان کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ ایسے اعمال کے لیے کوشاں رہے جو اسے ان شدائد سے (نجات دلا کر) راحت، اس کے لیے دائمی فرحت اور سرور کا موجب بنیں۔اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو ابدالآباد تک سخت عذاب کی مشقت برداشت کرتا رہے گا۔(تفسیر السعدی:3/2949)

(5)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے چوکھٹا خط کھینچا پھر اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو چوکھٹے خط سے نکلا ہوا تھا اس کے بعد درمیان والے خط کے اس حصے میں جو چوکھٹے کے درمیان میں تھا چھوٹے چھوٹے بہت خطوط کھینچے اور پھر فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور جو (بیچ کا) خط باہر نکلا ہوا ہے وہ اس کی امید ہے اور چھوٹے چھوٹے خطوط اس کی دنیاوی مشکلات ہیں پس انسان جب ایک (مشکل) سے بچ کر نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں پھنس جاتا ہے۔(بخاری:6417)

سوال 2:انسان کو مشقت میں پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی زندگی محنت اور مشقت سے بھری ہوئی ہے۔

﴿أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ﴾

''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اُس پر کبھی کوئی قادر نہیں ہوگا؟''(5)

سوال1:﴿اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ﴾ ''کیاوہ خیال کرتا ہے کہ اُس پر کبھی کوئی قادر نہیں ہوگا؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ﴾ ''کیاوہ خیال کرتا ہے کہ اُس پر کبھی کوئی قادر نہیں ہوگا؟'' کافروں کا خیال ہے کہ زندگی بعد الموت نہیں۔ جب انسان مر کر گل سڑ جاتا ہے تو پھر دوبارہ کیسے بنایا جائے گا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ گل سڑ کر اللہ کے بس سے باہر ہو جاتا ہے یا مال دار اپنے مال کے نشے میں لوگوں کو حقیر سمجھتا ہے اور حق تلفی سے نہیں شرماتا۔ جیسے وہ یہ سمجھ رہا ہو کہ مال بڑھتا ہی رہے گا اور خوش حالی بدستور باقی رہے گی حالانکہ مال چلتی پھرتی چھاؤں ہے، حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ذرا سی دیر میں حکومتیں بدل جاتیں ہیں، چند پیسوں کی تو حقیقت ہی کیا ہے؟ (تفسیر ابن کثیر:2/2219)

(2) یعنی انسان جن سختیوں اور محنت ومشقت کی راہوں سے گزرتا ہے اس کا مقتضاء تو یہ تھا کہ اس میں عجز ودرماندگی پیدا ہوتی اور اپنے کو بستہ حکم وقضا سمجھ کر مطیع امر، تابع رضا ہوتا اور ہر وقت اپنی احتیاج وافتقار کو پیش نظر رکھتا۔ لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ تو کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پا سکے اور اس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔ (تفسیر عثمانی:2/892)

﴿یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا﴾

''وہ کہتا ہے: ''میں نے ڈھیروں مال برباد کر دیا'' (6)

سوال1:﴿یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا﴾ ''وہ کہتا ہے: ''میں نے ڈھیروں مال برباد کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا﴾ ''وہ کہتا ہے: ''میں نے ڈھیروں مال برباد کر دیا۔'' یعنی انسان اللہ تعالیٰ کے مال کو اپنا مال سمجھتا ہے اور خرچ کر کے شیخی بگھارتا ہے کہ میں نے مال پانی کی طرح بہا دیا۔ وہ بھول جاتا ہے کہ جہانوں کے بادشاہ نے یہ سوال کرنا ہے کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور کس نیت سے خرچ کیا؟

(2) اللہ تعالیٰ نے شہوات اور معاصی میں مال خرچ کرنے کو ''ہلاک کرنے'' سے موسوم کیا ہے، کیونکہ اس راستے میں مال خرچ کرنے والا اپنے خرچ کیے ہوئے مال سے فائدہ نہیں اٹھائے گا اور اس کو اپنے مال خرچ کرنے سے ندامت، خسارے، تکان اور قلت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس شخص کے مانند نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بھلائی کے راستے میں خرچ کرتا ہے، کیونکہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کی اور جو کچھ اس نے خرچ کیا اس سے کئی گنا نفع اٹھایا۔ (تفسیر السعدی:3/2949)

سوال2: یہ بات کون کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال خرچ کر دیا؟

جواب: یہ بات وہ شخص کرتا ہے جو فضول کاموں میں خوب پیسہ برباد کرتا ہے۔ پھر لوگوں کے سامنے فخریہ کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال خرچ کر دیا۔

﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ﴾

''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اُس کو کسی ایک نے نہیں دیکھا؟''(7)

سوال1:﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ﴾''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اُس کو کسی ایک نے نہیں دیکھا؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ﴾''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اُس کو کسی ایک نے نہیں دیکھا؟''اللہ رب العزت نے مال ہلاک کرنے والے کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنے اس فعل کے بارے میں سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے نہ وہ چھوٹے بڑے اعمال کا اس سے حساب ہی لے گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال کو دیکھا،ان کو اس کے لیے محفوظ کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر اچھے برے عمل پر کراماً کاتبین مقرر کردیے ہیں۔(تفسیر السعدی:2949/3)

سوال2:فضول خرچ کے ذہن میں کیا چیز بیٹھی ہوتی ہے؟

جواب:فضول خرچ اپنے مال کا مالک،اپنی جان اور اولاد کا مالک خود کو سمجھتا ہے اس لئے وہ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرتا ہے۔

﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ﴾

''کیا ہم نے اُس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟''(8)

سوال1:﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ﴾''کیا ہم نے اُس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ﴾''کیا ہم نے اُس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟''یعنی تمہیں یہ دو آنکھیں کس نے دیں جس کے ذریعے وہ کائنات میں غور وفکر کر کے اپنے رب کو پہچان سکتا ہے؟

سوال2:دو آنکھوں کی بات یہاں کس حوالے سے کی گئی ہے؟

جواب:یہ بات اس حوالے سے کی گئی ہے کہ جب تم اپنی دو آنکھوں سے دیکھتے ہو اور ہر چیز جسے تم دیکھتے ہو تمہارے نوٹس میں آتی ہے تو یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ تم سے زور آور نہیں؟ کیا وہ تمہیں نہیں دیکھتا؟

﴿وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ﴾

''اور ایک زبان اور دو ہونٹ''(9)

سوال1:﴿وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ﴾''اور ایک زبان اور دو ہونٹ''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ﴾''اور ایک زبان اور دو ہونٹ''یعنی اپنے دل کی بات کا اظہار کرنے کے لئے زبان کس نے عطا کی۔

(2) اور ہونٹ کس نے دیے ہیں جن سے کھانا کھانے اور بات کرنے میں مدد ملتی ہے اور چہرے کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔

(3) ابن عساکر میں ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم میں نے بڑی بڑی بے حد نعمتیں تجھ پر انعام کیں جنہیں تو گن بھی نہیں سکتا نہ اس کے شکر کی تجھ میں طاقت ہے میری ہی یہ نعمت بھی ہے کہ میں نے تجھے دیکھنے کو دو آنکھیں دیں۔ پھر میں نے ان پر پلکوں کا غلاف بنا دیا ہے پس ان آنکھوں سے میری حلال کردہ چیزیں دیکھ اگر حرام چیزیں تیرے سامنے آئیں تو ان دونوں کو بند کر لے میں نے تجھے زبان دی ہے اور اس کا غلاف بھی عنایت فرمایا ہے میری مرضی کی باتیں زبان سے نکال اور میری منع کی ہوئی باتوں سے زبان بند کر لے میں نے تجھے شرمگاہ دی ہے اور اس کا پردہ بھی عطا فرمایا ہے حلال جگہ تو بے شک استعمال کر لیکن حرام جگہ پردہ ڈال لے، اے ابن آدم تو میری ناراضگی نہیں اٹھا سکتا اور میرے عذاب کے سہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (تفسیر ابن کثیر:544)

﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾

''اور ہم نے اُس کو دو راستے بتا دیے ہیں'' (10)

سوال 1: ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ''اور ہم نے اُس کو دو راستے بتا دیے ہیں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ''اور ہم نے اُس کو دو راستے بتا دیے ہیں۔'' یعنی ہم نے اسے خیر و شر کے دو راستے دکھا دیے تا کہ برائی کے راستے سے بچ کر نیکی کا راستہ اختیار کیا جا سکے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا (۲) اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۳)﴾ ''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ ہم اسے آزمائیں، سو ہم نے اُس کو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنایا۔ بلاشبہ ہم نے اُس کو راستہ دکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا۔'' (الدھر:2،3)

(3) اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کے راستوں کو واضح کر کے جو احسان کیے ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر کے اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے اور نافرمانیوں میں نعمتوں سے مدد نہ لے۔

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾

''سو وہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل نہیں ہوا'' (11)

سوال 1: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾ ''سو وہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل نہیں ہوا۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾ ''سو وہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل نہیں ہوا'' اس آیت میں دو الفاظ قابل وضاحت ہیں ایک اقتحام دوسرا عقبۃ۔ قحم (فی الامر) بمعنی بلا سوچے کسی معاملہ میں داخل ہو جانا اور اقْتَحَمَ (الامر) بمعنی اپنے آپ کو مشقت کے

ساتھ کسی معاملہ میں پھنسا دینا یا کسی مشکل کام میں جا گھسنا۔ اور عقبۃ بمعنی کسی پہاڑ یا گھاٹی پر چڑھنے کا دشوار گزار راستہ جو پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا ہو اور اس لفظ سے صرف اوپر چڑھنے کا راستہ ہی مراد کیا جاتا ہے۔ نیچے اترنے کا نہیں۔ (تیسیر القرآن:4/644)

(2) یعنی وہ گھاٹی میں داخل ہوا نہ اس کو عبور کیا، کیونکہ وہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرنے والا ہے اور یہ گھاٹی اس کے لیے بہت سخت ہے۔ (تفسیر السعدی:3/2950)

(3) عقبہ دوزخ کے ایک پھسلن والے پہاڑ کا نام ہے جس کے ستر درجے ہیں۔ یہ داخلے کی بڑی بھاری گھاٹی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے آسانی سے پار ہوا جا سکتا ہے۔ خصوصاً یہ بڑے عمل اس کی دشواریوں سے نجات دلا سکتے ہیں۔ کہ کسی کی گردن چھڑا دو یعنی غلام ہے تو آزاد کر دو، قرض دار ہے تو قرضہ ادا کر دو۔ اور اللہ تعالیٰ کے واسطے غربا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتے رہو۔ یہی راہ خیر و نجات ہے، اسی پر چلنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو آزاد کرنے سے اللہ تعالیٰ آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو آزاد کیے جانے والے کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ کو، پاؤں کے بدلے پاؤں کو اور شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ کو۔ (بخاری، مسند احمد) زین العابدین نے یہ سن کر دس ہزار کا ایک غلام آزاد کر دیا تھا۔ (مسلم) (مختصر ابن کثیر:2/2221)

(4) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اور بخل سے بچنا اگرچہ دشوار ہے، کہ خواہش نفس کے خلاف ہے، لیکن یہ آخرت کی دشواریوں کو آسان کرنے والا عمل ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ (۳۷) هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ﴾ ”اگر وہ تم سے تمہارا (سارا) مال مانگے اور اصرار کے ساتھ مانگے تو تم بخل کرنے لگ جاؤ گے اور وہ تمہارے دلوں کے کینوں کو باہر نکال دے گا۔ سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے پس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔“ (محمد:37,38)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی سی ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کرتے ہوں چھاتیوں سے ہنسلی تک۔ جب خرچ کرنے کا عادی (سخی) خرچ کرتا ہے تو اس کے تمام جسم کو (وہ کرتہ) چھپا لیتا ہے یا (راوی نے یہ کہا کہ) تمام جسم پر وہ پھیل جاتا ہے اور اس کی انگلیاں اس میں چھپ جاتی ہیں اور چلنے میں اس کے پاؤں کا نشان مٹا جاتا ہے لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کرتے کا ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے۔ بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتا۔ (بخاری:1443)

سوال 2: دشوار گزار گھاٹی سے کیا مراد ہے؟

جواب: دشوار گزار گھاٹی سے مراد نیکی کے کام ہیں جن کو شیطان وسوسے ڈال ڈال کر بھاری بنا دیتا ہے۔ پھر جیسے گھاٹی چڑھنے کے لئے سخت تکلیف ہوتی ہے ایسے ہی خواہشات کے تقاضوں کے خلاف سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟''(12)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ﴾ ''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ﴾ ''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟'' یہ بات مزید توجہ دلانے کے لئے کہی گئی ہے تاکہ اپنے طرزِ عمل پر غور کریں۔

(2) یہ گھاٹیاں دراصل اخلاقی بلندیاں ہیں، اور ان پر چڑھنے کا رستہ دشوار گزار اس لحاظ سے ہے کہ ایسے راستے عموماً انسان کی خواہش کے خلاف اور طبیعت کے لئے ناگوار اور گراں بار ہوتے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 644/4)

﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾

''کسی گردن کا چھڑانا''(13)

سوال 1: ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ ''کسی گردن کا چھڑانا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ ''کسی گردن کا چھڑانا'' اس گھاٹی پر چڑھنے کے چار کاموں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے ہے۔ جو عموماً انسان کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ وہ انسان جو مال خرچ کر کے شیخی بگھارتا رہتا ہے کہ میں نے اتنا اتنا مال خرچ کر دیا اب اس کو بتایا جا رہا ہے کہ مال خرچ کرنا ہے تو بہترین راستے کون سے ہیں۔

(2) پہلا راستہ ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ ''کسی گردن کا چھڑانا'' یعنی کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرنا، یا مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں مکاتب کی مدد کرنا۔ اور افضل یہ ہے کہ اس مسلمان قیدی کو چھڑایا جائے جو کفار کی قید میں ہے۔ (تفسیر السعدی: 2950/3)

(3) انسان اگر آخرت کے اجر کی اُمید نہ رکھتا ہو تو وہ ایسی جگہ مال لگانا چاہتا ہے جہاں اسے کوئی فوری فائدہ مل رہا ہو۔ غلام آزاد کرنا ایک ایسا کام ہے جہاں بظاہر دنیا کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا اس لئے غلام کی آزادی کی خاطر خرچ کرنا مشکل گھاٹی ہے۔

(4) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ سے عرض کی، آپ ہمیں ایک ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو اور اس میں کمی بیشی اور وہم نہ ہو۔ تو آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس شخص کے اسلام کی حالت میں تین بچے پیدا ہوئے اور وہ سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کی وجہ سے اسے بھی جنت میں

داخل فرمادے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا روز قیامت اس کے لیے نور ہوگا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک تیر پھینکا، خواہ وہ دشمن کو لگا یا نہ لگا، تو اسے ایک گردن آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، اور جس نے ایک مومن گردن کو آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک عضو کے بدلے میں اس کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد عطا فرمادے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (کسی چیز کا) ایک جوڑا خرچ کیا تو بلاشبہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، یہ ان میں سے جس دروازے سے بھی داخل ہونا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے داخل فرمادے گا۔ (مسند احمد:19456)

(5) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کو دوہرا ثواب دیا جائے گا: ایک تو وہ آدمی جو اہلِ کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو، اس نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا اور آپ ﷺ پر بھی پورا ایمان لایا، آپ ﷺ کی پیروی اور تصدیق کی تو اس کے لیے دوہرا ثواب ہے اور ایک وہ آدمی ہے جس کے پاس ایک باندی ہو، اسے اچھی طرح کھلائے پلائے، اس کی اچھے طریقے سے تعلیم و تربیت کرے، اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے بھی دوہرا ثواب ہے۔ (مسلم:387)

(6) علی بن حسین کے ساتھی سعید بن مرجانہ نے بیان کیا اور ان سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی کسی مسلمان کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے اس شخص کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔ سعید بن مرجانہ نے بیان کیا کہ پھر میں علی بن حسین (زین العابدین) کے یہاں گیا وہ اپنے ایک غلام کی طرف متوجہ ہوئے جس کی عبداللہ بن جعفر دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار قیمت دے رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسے آزاد کر دیا۔ (بخاری:2517)

﴿اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ﴾

''یا بھوک والے دن کھانا کھلانا'' (14)

سوال 1: ﴿اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ﴾ ''یا بھوک والے دن کھانا کھلانا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ﴾ ''یا بھوک والے دن کھانا کھلانا'' یعنی قحط کے دنوں میں لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اور انہیں غلہ فراہم کیا جائے۔

(2) یا سخت بھوک کے دن، سخت حاجت کے وقت ان لوگوں کو کھانا کھلانا جو سب سے زیادہ ضرورت مند ہیں۔ (تفسیر السعدی:2950/3)

(3) اگر آخرت پر یقین پختہ نہ ہو تو انسان مال کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتا ہے کہ اس سے مزید نفع کمایا جائے۔ لہٰذا اس مال سے وہ ایسے کام کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے اُس کو فائدہ ہو۔ وہ مال لگا کر اگر تجارتی نفع نہیں بھی حاصل کرتا تب بھی وہ خرچ کرتے ہوئے یہ چاہتا ہے

کہ کسی بھی اعتبار سے فائدہ ہو جائے مثلاً کھانا کھلا کر تعلقات بنانا چاہتا ہے، کھانے کے بدلے میں کھانا کھلانا چاہتا ہے، اپنی شہرت چاہتا ہے جب کہ کسی بھوکے کو کھانا کھلانے سے یہ مقاصد پورے نہیں آتے۔ آخرت کے اجر کی توقع نہ ہونے کی وجہ سے انسان کے لئے بھوکے کی بھوک مٹانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے مشکل گھاٹی کہا ہے۔

سوال 2: فاقے کے دن کھانا کھلانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد بھوکے کی بھوک مٹانا ہے خواہ وہ رشتے دار ہو یا غیر رشتہ دار۔

﴿يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾

''کسی رشتہ دار یتیم کو'' (15)

سوال 1: ﴿يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ ''کسی رشتہ دار یتیم کو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ ''کسی رشتہ دار یتیم کو'' یعنی بھوک کے وقت یتیم رشتے دار کو کھلاؤ۔

(2) اس کا یتیم ہونا، محتاج اور رشتے دار ہونا، یہ سب امور اس میں یکجا ہیں۔ (تفسیر السعدی: 2950/3)

(3) رشتہ دار کے بارے میں شیطان وسوسے زیادہ ڈالتا ہے۔

(4) نبی ﷺ نے فرمایا: محتاج کو دینے میں صدقہ ہے اور رشتے دار کو دینے میں دہرا ثواب ہے۔ صدقہ بھی اور صلہ رحمی بھی۔

(ابن ماجہ: 1844، ترمذی: 658)

(5) یتیم کی خدمت کرنا ثواب اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کرنا بھی ثواب، جہاں دونوں جمع ہو جائیں تو دوہرا ثواب ہوگا۔ (تفسیر حقانی: 893/2)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (عبداللہ قعنبی کو اس میں شک ہے۔) امام مالک رحمہ اللہ نے اس حدیث میں یہ بھی کہا تھا اس شخص کے برابر ثواب ملتا ہے جو نماز میں کھڑا رہتا ہے، تھکتا ہی نہیں اور اس شخص کے برابر جو برابر روزے رکھتا چلا جاتا ہے، افطار ہی نہیں کرتا۔ (صحیح بخاری: 6007)

﴿اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾

''یا خاک نشین محتاج کو'' (16)

سوال 1: ﴿اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ ''یا خاک نشین محتاج کو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ ''یا خاک نشین محتاج کو'' ایسے محتاج کو دیں جس کا گھر نہ ہو۔ راستے میں پڑا ہو، بستر نہ ہو، مقروض، بھوکا یا مسافر ہو۔ کوئی اسے دینے کے لئے تیار نہ ہو یا بچوں والا ہو۔

(2) ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کریں، رہنے کو گھر، سونے کو بستر، کھانے کو غذا اور پہننے کو لباس دیں۔ یہی کام انسان کو بلند درجات پر پہنچانے والے ہیں۔

(3) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو باہم ملایا۔ (صحیح بخاری:6005)

﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾

''پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی'' (17)

سوال 1: ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ ''پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے'' اللہ رب العزت نے مکارم اخلاق کی ترغیب دلائی ہے جو انسان کو بلند درجات تک پہنچاتے ہیں تو اس کی قبولیت کے لئے معیار بھی بتا دیا کہ مکارم اخلاق کے ساتھ دل میں ایمان اور ثواب کی امید ہو تو یہ نیک اعمال قبول ہوں گے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مؤمن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے۔'' (بنی اسرائیل:19)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو اسے ہم ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور بدلے میں اُن کا اجر زیادہ اچھا دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (النحل:97)

(3) یعنی وہ ان چیزوں پر اپنے دل سے ایمان لائے جن پر ایمان لانا واجب ہے اور نیک عمل کیے، اس میں ہر واجب یا مستحب قول و فعل داخل ہے۔ (تفسیر السعدی:2950/3)

(4) یعنی پھر ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی سب سے بڑی شرط ایمان ہے۔ (تفسیر عثمانی:893/2)

(5) اس آیت سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ انسان کتنے ہی اچھے اعمال بجا لائے جب تک ایمان والا نہ ہو، اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس کے اعمال آخرت میں کسی کام نہیں آئیں گے بلکہ برباد ہو جائیں گے دوسرے یہ کہ ایمان لانا ہی کافی نہیں بلکہ

باقی ایمان داروں کا ساتھ دینا بھی ضروری ہے تا کہ اسلام کو غالب کرنے اور غالب رکھنے کے راستے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کی اجتماعی طور پر مدافعت کی جائے۔ تیسری یہ کہ اسلام کی نظر میں اجتماعی زندگی ہی پسندیدہ زندگی ہے تا کہ اسلامی معاشرے کے سب افراد ایک دوسرے کے دکھ درد اور رنج وراحت میں شریک ہو سکیں۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہے جیسے عمارت کا ایک حصہ دوسرے کو تھامے رہتا ہے۔'' اور اپنی انگلیوں کو قینچی کی طرح کر لیا (یعنی ملا لیا)۔ (بخاری:6026)

(6) نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت ومحبت کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لطف ونرم خوئی میں ایک جسم جیسا پاؤ گے کہ جب اس کا کوئی ٹکڑا بھی تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری:6011)

(7) ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ ''اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی'' یعنی مسلمان صرف خود صبر نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ مسلمان کی پوری زندگی صبر ہی صبر ہے اسلام کے راستے میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر کرنا، اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند رہنا بھی صبر ہے۔

(8) اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے، اس کی نافرمانی سے رک جانے اور تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے، یعنی وہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے تھے کہ ان احکام کی اطاعت کی جائے اور ان پر کامل طور پر، انشراح صدر اور اطمینان نفس کے ساتھ عمل کیا جائے۔ (تفسیر السعدی 2950/3)

(9) ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ ''اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی'' یعنی فقراء اور مساکین پر رحم کرنے کی وصیت کر رہے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1761)

(10) یعنی محتاجوں کو عطا کرنے، اپنے جاہلوں کو تعلیم دینے، ان کے ان معاملات کا ہر لحاظ سے انتظام کرنے جن کے وہ ضرورت مند ہیں، ان کے دینی اور دنیاوی مصالح میں ان کی مدد کرنے کے لیے ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے، نیز وہ یہ بھی وصیت کرتے رہے کہ وہ ان کے لیے وہی چیز پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور جو چیز اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں ان کے لیے بھی ناپسند کریں۔ (تفسیر السعدی:2950/3)

(11) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔'' (ابوداود:4941)

(12) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں پر رحم نہیں کھاتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کھاتا۔ (بخاری:7376)

(13) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو بلکہ اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ ایک بھائی کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ کلام چھوڑ

کررہے۔'' (صحیح بخاری:6065)

(14) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص راستہ میں چل رہا تھا کہ اسے شدت کی پیاس لگی اسے ایک کنواں ملا اور اس میں اتر کر پانی پیا جب باہر نکلا تو وہاں ایک کتا دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے تری کو چاٹ رہا تھا اس شخص نے کہا کہ یہ کتا بھی اتنا ہی پیاسا معلوم ہو رہا ہے جتنا میں تھا چنانچہ وہ پھر کنوئیں میں اترا اور اپنے جوتے میں پانی بھرا اور منہ سے پکڑ کر اوپر لایا اور کتے کو پانی پلایا اللہ نے اس کے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کی مغفرت کر دی صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے میں بھی ثواب ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ہر تازہ کلیجے والے پر نیکی کرنے میں ثواب ملتا ہے۔'' (صحیح بخاری:6009)

سوال 2: اہلِ ایمان کی کیا صفات ہیں؟

جواب: (1) ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا۔ (2) ایک دوسرے کو رحم دلی کی تلقین کرنا۔

﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾

''یہی لوگ دائیں (بازو) والے ہیں'' (18)

سوال 1: ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾ ''یہی لوگ دائیں (بازو) والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾ ''یہی لوگ دائیں (بازو) والے ہیں'' یہی لوگ مومن اور متقی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے گھاٹی سے گزرنے کی توفیق دی ہے۔

(2) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ حقوق العباد کو بھی ادا کیا اور ان کاموں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا تھا۔

(3) یعنی یہ لوگ بڑے خوش نصیب اور میمون و مبارک ہیں جن کو عرش عظیم کے دائیں جانب جگہ ملے گی اور ان کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (تفسیر عثمانی:2/893,894)

سوال 2: دائیں بازو والے کون ہیں؟

جواب: جن کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ﴾

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں بازو والے ہیں'' (19)

سوال 1: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں بازو والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا'' یعنی جنھوں نے ہماری آیات، ہمارے دلائل، ہماری کتابوں اور رسولوں کا انکار کیا۔ (جامع البیان:223/30)

(2) جنھوں نے ان مذکورہ امور کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک کر ہماری آیتوں سے کفر کیا، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی نہ وہ اس پر ایمان لائے، نہ نیک عمل کیے اور نہ اللہ کے بندوں پر رحم ہی کیا۔ (تیسیر السعدی:2951/3)

(3)﴿هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾ ''وہی بائیں بازو والے ہیں۔'' یہی لوگ کافر و فاجر ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1761)

(4) یعنی بدنصیب منحوس، شامت زدہ جن کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور عرش کے بائیں طرف کھڑے کیے جائیں گے۔ (تفسیر عثمانی:894/2)

﴿عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ﴾

''اُن پر بند کی ہوئی آگ ہوگی'' (20)

سوال1:﴿عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ﴾ ''اُن پر بند کی ہوئی آگ ہوگی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ﴾ ''اُن پر بند کی ہوئی آگ ہوگی'' یہ اپنی شامت اعمال کے نتیجے میں جہنم میں پھینک دیے جائیں گے اور اس کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔

(2) یعنی وہ آگ بڑے بڑے ستونوں میں بند کی گئی ہوگی جو اس آگ کے پیچھے کھڑے کیے گئے ہوں گے تاکہ جہنم کے دروازے کھل نہ سکیں اور (مجرمین) تنگی اور سختی میں مبتلا رہیں۔ (تیسیر السعدی:2951/3)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ (۴۱) فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ (۴۲) وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (۴۳) لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ (۴۴) اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ (۴۵) وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ (۴۶) وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (۴۷) اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ (۴۸)﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے! وہ انتہائی گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ نہ ہی ٹھنڈا ہے اور نہ ہی باعزت ہے۔ اس سے پہلے بلاشبہ وہ نعمتوں میں پالے ہوئے تھے۔ اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اِصرار کیا کرتے تھے۔ اور وہ کہا کرتے تھے: ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے، تو کیا واقعی ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہوں گے؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' (الواقعہ :41,48)

(4) جہنم کی آگ میں نہ روشنی ہوگی نہ روشن دان اور نہ وہ وہاں سے نکلیں سکیں گے۔ نہ انہیں کبھی آسمان دکھائی دے گا، نہ ان کے پاؤں کہیں ٹکیں گے، نہ کبھی آرام ملے گا۔ استغفر اللہ۔ (اللّٰھم اجرنا من خزی النار)

اٰیاتها ۱۵ ﴿۹۱ سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ ۲۶﴾ رکوعها ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کا ایک رکوع اور 15 آیات ہیں۔

سوال2: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 91 نمبر پر ہے۔ اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ 26 سورت ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی قراءت کرنے کی شکایت پر معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تو نے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾ اور ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى﴾ کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھا دی؟ (بخاری:705، مسلم:1040)

رکوع نمبر 16

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾

''قسم ہے سورج اور اُس کی دھوپ کی!'' (1)

سوال1: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾ ''قسم ہے سورج اور اُس کی دھوپ کی!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے کامیاب، متقی نفس اور فاسق وفاجر نفوس پر قسم کھائی ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾ ''قسم ہے سورج اور اُس کی دھوپ کی!'' ضحی کے معنی چاشت کا وقت بھی ہے جب سورج خاصا بلند ہو جاتا ہے اور اس وقت کی دھوپ بھی جبکہ روشنی کے علاوہ سورج کی گرمی بھی اہل زمین کو متاثر کرنا شروع کر دیتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 4/647)

(3) رب العزت نے سورج اس کی حرارت، اس کی روشنی اور اس سے حاصل ہونے والے فائدوں کی قسم کھائی ہے۔

﴿وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا﴾

''اور چاند کی جب وہ اُس کے پیچھے آئے!''(2)

سوال1:﴿وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا﴾''اور چاند کی جب وہ اُس کے پیچھے آئے!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا﴾''اور چاند کی جب وہ اُس کے پیچھے آئے!''

(2)﴿تلٰی﴾بمعنی کسی چیز کا کسی دوسری چیز کے پیچھے آنا اور بار بار آتے رہنا۔یعنی مہینے کے ایام ایسے ہوتے ہیں کہ سورج ڈوبنے کے بعد چاند نکل آتا ہے۔(تیسیر القرآن:647/4)

(3)یعنی چاند کی قسم جو سورج یا دن کے پیچھے آئے۔

(4)چاند اپنی روشنی میں بھی سورج کے پیچھے چلتا ہے اور منازل میں بھی۔رب العزت نے چاند کے سورج کے پیچھے چلنے کی قسم کھائی ہے۔

﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا﴾

''اور دن کی جب کہ وہ سورج کو ظاہر کردے!''(3)

سوال1:﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا﴾''اور دن کی جب کہ وہ سورج کو ظاہر کردے!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا﴾''اور دن کی جب کہ وہ سورج کو ظاہر کردے!''یعنی دن کے وقت جب سورج زمین پر تمام چیزوں کو روشن کردیتا ہے۔

سوال2:دن سورج کو کیسے نمایاں کرتا ہے؟

جواب:دن رات کی تاریکی کو دور کرکے سورج کو نمایاں کرتا ہے۔

﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا﴾

''اور رات کی جب وہ اُسے ڈھانپ دے!''(4)

سوال1:﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا﴾''اور رات کی جب وہ اُسے ڈھانپ دے!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا﴾''اور رات کی جب وہ اُسے ڈھانپ دے!''اور رات کی قسم جب وہ زمین کو ڈھانپ کر اسے تاریک کردے۔

(2)جب وہ تمام سطح زمین کو ڈھانپ لے اور زمین پر موجود ہر چیز تاریک ہوجائے۔اس عالم میں اندھیرے اور اجالے،سورج اور چاند کا ایک نظم اور مہارت کے ساتھ،بندوں کے مصالح کے قیام کے لیے،ایک دوسرے کا تعاقب کرنا اس حقیقت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے،وہ اکیلا معبود ہے جس کے سوا ہر معبود باطل ہے۔(تفسیر السعدی:2951،2952/3)

سوال2: رات کس کو ڈھانپ لیتی ہے؟

جواب: رات سورج کو ڈھانپ لیتی ہے اور ہر طرف تاریکی ہو جاتی ہے۔

﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا﴾

''اور آسمان کی اور اُس ذات کی جس نے اسے بنایا ہے!''(5)

سوال1: ﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا﴾ ''اور آسمان کی اور اُس ذات کی جس نے اسے بنایا ہے!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا﴾ ''اور آسمان کی اور اُس ذات کی جس نے اسے بنایا ہے!'' یعنی آسمان اور اس کے بنانے کی قسم! جس نے اسے بڑی شان اور عظمت والا بنایا ہے۔ جو مضبوط اور خوب صورت ہے۔ جس کو رب العزت نے مہارت کے ساتھ بنایا ہے۔

(2) ﴿فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ﴾ ''پھر نہ انہوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ ہی وہ بدلہ لینے والے تھے۔'' (الذریات:45)

﴿وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا﴾

''اور زمین کی اور اُس ذات کی جس نے اسے بچھایا!''(6)

سوال1: ﴿وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا﴾ ''اور زمین کی اور اُس ذات کی جس نے اسے بچھایا!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا﴾ ''اور زمین کی اور اُس ذات کی جس نے اسے بچھایا!'' یعنی زمین بچھانے کی قسم جس کو اس طرح پھیلا دیا گیا کہ وہ رہنے کے قابل بھی بن جائے۔

(2) زمین کو بچھانے والے کی قسم جس نے اس کو رہنے اور بود و باش کے قابل بنایا کہ وہ رہائش کے قابل بھی ہے اور اس میں سے رزق بھی فراہم ہوتا ہے۔

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا﴾

''اور نفس کی اور اُس ذات کی جس نے اُسے درست کیا!''(7)

سوال1: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا﴾ ''اور نفس کی اور اُس ذات کی جس نے اُسے درست کیا!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا﴾ ''اور نفس کی اور اُس ذات کی جس نے اُسے درست کیا!'' یعنی نفس کے ٹھیک ٹھاک اور فطرت پر قائم ہونے کی حالت میں نفس کے پیدا کرنے یا پیدا کرنے والے کی قسم۔ (مختصر ابن کثیر 2/2222) ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ

الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ یکسو ہوکر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الروم:30)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' (بخاری:1358) جیسے جانور کا بچہ صحیح پیدا ہوتا ہے، کیا تم نے کوئی بچہ کن کٹا دیکھا ہے؟ (بخاری، مسلم)

(3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے بندوں کو حنیف پیدا کیا، پھر شیطانوں نے ان کو ان کے دین سے گمراہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں، وہ ان پر حرام کر دیں۔'' (صحیح مسلم)

(4) نفس ایک بہت بڑی نشانی ہے جو اس قسم کو حق ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ نفس انتہائی لطیف اور خفیف ہے۔ منتقل ہونے، حرکت، تغیر و تبدل، تاثیر اور انفعالات نفسیہ مثلاً ہم اور غم، ارادہ، قصد، محبت اور نفرت میں بہت تیز ہے۔ اگر نفس نہ ہو تو بدن مجرد بت ہے، جس کا کوئی فائدہ نہیں اور اس ہیئت میں اس کو درست کرنے جو اس وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ (تیسیر السعدی 2952/3)

سوال 2: درست کرنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے (1) اعضاء کو متناسب بنانا۔ (2) ہر طرح کی صلاحیتیں عطا کرنا (3) نفس کو درست کرنا۔

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾

''پھر اُس کی بدی اور اس کا تقویٰ اُس کے دل میں ڈال دیا'' (8)

سوال 1: ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ ''پھر اُس کی بدی اور اس کا تقویٰ اُس کے دل میں ڈال دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ ''پھر اُس کی بدی اور اس کا تقویٰ اُس کے دل میں ڈال دیا'' مفسرین کہتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھا کر اپنی قدرت کی عظمت اور اپنی الوہیت میں یکتا ہونے کا اظہار کیا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر 538/3)

(2) ﴿فَاَلْهَمَهَا﴾ ''اس کے دل میں ڈال دیا۔'' الہام کے معنی وہ بات ہے جو اللہ تعالیٰ ملاء اعلیٰ کی جانب سے بغیر کسی واسطہ کے دل میں ڈال دی جائے اور بمعنی سمجھ اور بصیرت عطا فرمانا۔ توفیق دینا، الہام شیطان کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ نصوص میں شرعیہ کے خلاف ہو۔ وحی اور الہام میں بنیادی فرق یہی ہے کہ الہام کا اطلاق صرف ذوی العقول پر ہوتا ہے جبکہ وحی عام ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ الہام کا تعلق کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے ہوتا ہے۔ جبکہ وحی میں بہت زیادہ وسعت ہوتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 648/4)

(3) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تم سے وہی کہوں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ! میں عاجزی، سستی، بزدلی، بخیلی،

بڑھاپے اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اس کو پاک کر دے کہ تو اس کا بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اس کا آقا اور مولیٰ ہے۔اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو فائدہ نہ دے، اس دل سے جو تیرے سامنے نہ جھکے، اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔(مسلم:6906)

(4) پھر نیکی اور بدی ڈالنے اور تقدیر میں لکھے ہوئے کاموں کی طرف راہ نمائی کرنے یا کروانے کی قسم۔

(5) اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں خیر و شر کی اور نیکی بدی کی تمیز رکھ دی ہے۔اسی وجہ سے انسان کا ضمیر اسے متنبہ کرتا ہے اور بھلائی کر کے انسان خوش اور برائی کر کے بعض اوقات ندامت ہوتی ہے۔یہ برائی بھلائی میں امتیاز کرنا ایک حقیقت ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسانی معاشرہ بھی خیر و شر کے تصور سے خالی نہیں رہا ہے۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾

''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جس نے اُسے پاک کیا''(9)

سوال 1:﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جس نے اُسے پاک کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جس نے اُسے پاک کیا''جس نے اپنے نفس کو کفر اور شرک سے، فاسد عقائد سے اور اخلاق رذیلہ سے پاک کر لیا وہ پاک ہو گیا۔(تیسیر القرآن:4/648)

(2) یعنی جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کیا، عیوب سے صاف کیا۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے سے اس کو ترقی دی اور علم نافع اور عمل صالح کے ذریعے سے اس کو بلند کیا وہ کامیاب ہوا۔(تفسیر السعدی:2/295)

(3) یعنی جس نے فرمانبرداری کر کے برے اخلاق سے دل کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (١٤) وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (١٥)﴾''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جو پاک ہو گیا۔اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر اس نے نماز پڑھی۔''(الاعلیٰ:14,15)

(4) ابن عباس فرماتے ہیں رسول ﷺ ﴿وَتَقْوٰهَا﴾ پڑھ کر ذرا ٹھہر جاتے اور یہ پڑھتے۔﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا﴾''اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرمایئے اور اس کا تزکیہ فرما دیجئے آپ اس کا بہترین تزکیہ نفس فرمانے والے ہیں آپ اس کے دوست اور کارساز ہیں''(مسلم)

(5) جس نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے پاک کیا وہ کامیاب ہو گیا۔

﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾

''اور یقیناً نامراد ہوا وہ جس نے اُسے مٹی میں دبا دیا''(10)

سوال1:﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾''اور یقیناً نامراد ہوا وہ جس نے اُسے مٹی میں دبا دیا۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾''اور یقیناً نامراد ہوا وہ جس نے اُسے مٹی میں دبا دیا۔''خاک میں ملا چھوڑنے سے مراد ہے کہ نفس کی باگ یکسر شہوت وغضب کے ہاتھ میں دے دے۔عقل وشرع سے کچھ سروکار نہ رکھے۔گویا خواہش اور اھواء کا بندہ بن جائے۔ ایسا آدمی جانوروں سے بدتر اور ذلیل ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی دن کا اجالا، اور رات کا اندھیرا، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفس انسانی میں خیر وشر کی متقابل قوتیں رکھیں اور دونوں کو سمجھنے اور ان پر چلنے کی قدرت دی۔اسی طرح متضاد ومختلف اعمال پر مختلف ثمرات ونتائج مرتب کرنا بھی اسی حکیم مطلق کا کام ہے۔ خیر وشر اور ان دونوں کے مختلف آثار ونتائج کا عالم میں پایا جانا بھی حکمت تخلیق کے اعتبار سے ایسا ہی موزوں ومناسب ہے۔جیسے اندھیرے اور اجالے کا وجود۔(تفسیر عثمانی:2/896)

(2)یعنی جس طرح سورج اور چاند ایک دوسرے سے مختلف ہیں،دن اور رات ایک دوسرے مختلف اور متضاد ہیں۔زمین اور آسمان ایک دوسرے کی ضد ہیں۔فجور اور تقویٰ یا خیر اور شر ایک دوسرے کی ضد ہیں،اسی طرح خیر اور شر کی بنیاد پر اٹھنے والے اعمال کے نتائج بھی ایک دوسرے سے متضاد اور مختلف ہونے چاہیں،وہ ایک جیسے کبھی نہیں ہو سکتے،تقویٰ کی بنیاد پر کیے ہوئے اعمال کا نتیجہ اخروی فلاح اور کامیابی ہے۔جب کہ فجور کی بنیاد پر کیے ہوئے اعمال کا نتیجہ اخروی ناکامی اور ناداری ہے۔(تیسیر القرآن:4/648)

(3)یعنی جس نے اپنے نفس کریم کو رذائل کی میل کچیل کے ذریعے،عیوب اور گناہوں کے قریب ہو کر،ان امور کو ترک کر کے جو اس کی تکمیل اور نشوونما کرتے ہیں اور ان امور کو استعمال میں لا کر جو اس کو بدصورت بناتے اور بگاڑتے ہیں،چھپایا وہ ناکام رہا۔(تفسیر السعدی:3/2952)

سوال2:نامراد ہوا جس نے نفس کو دبایا۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے:(1)جس نے اپنے نفس کو چھپا دیا۔(2)جس نے اپنے نفس کو بے کار چھوڑ دیا۔(3)جس نے خود کو گمراہ کر لیا۔ (4)جس نے نفس کو نیک اعمال کے لئے محنت کرنے پر نہیں لگایا۔(5)جس نے نفس کو اطاعت کے کاموں میں نہیں گھلایا۔ناکامی، نامرادی اُس کا نصیب بن جائے گی۔

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا﴾

''ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر جھٹلایا''(11)

سوال1:﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا﴾''ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر جھٹلایا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا﴾''ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر جھٹلایا''یعنی ثمود نے سرکشی سے سیدنا صالح کو جھٹلا دیا۔

(2) ثمود نے حق کے مقابلے میں تکبر کر کے، سیدنا صالح کے سامنے سرکشی کا مظاہرہ کر کے اور بغاوت سے تکذیب کی۔

﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾

''جب اُس کا بدبخت ترین آدمی اُٹھا'' (12)

سوال 1: ﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾ ''جب اُس کا بدبخت ترین آدمی اُٹھا'' قبیلے کا سب سے بدبخت شخص کون تھا؟

جواب: (1) ﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾ ''جب اُس کا بدبخت ترین آدمی اُٹھا'' قبیلے کا بدبخت ترین شخص، قدار بن سالف، اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے لیے اس وقت اٹھا، جب سب نے اس (جرم) پر اتفاق کیا اور اسے ایسا کرنے کا حکم دیا تو اس نے ان کی اطاعت کی۔ (تفسیر السعدی: 3/2952،2953)

(2) عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، نبی ﷺ نے اپنے ایک خطبہ میں سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ذکر فرمایا اور اس شخص کا بھی ذکر فرمایا جس نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ﴿اذا انبعث اشقاها﴾ یعنی اس اونٹنی کو مار ڈالنے کے لئے ایک مفسد بدبخت (قدار نامی) جو اپنی قوم میں ابوزمعہ کی طرح غالب اور طاقت ور تھا، اٹھا۔ (بخاری: 4942، مسلم: 7191)

﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا﴾

''تو اللہ کے رسول (صالح) نے اُن سے کہہ دیا تھا اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی اور اُس کی پینے کی باری کا خیال کرو'' (13)

سوال 1: ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا﴾ ''تو اللہ کے رسول (صالح) نے اُن سے کہہ دیا تھا اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی اور اُس کی پینے کی باری کا خیال کرو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا﴾ ''تو اللہ کے رسول (صالح) نے اُن سے کہہ دیا تھا اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی اور اُس کی پینے کی باری کا خیال کرو'' اللہ کے رسول سیدنا صالح علیہ السلام نے انہیں پہلے ہی تاکید کر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کو تکلیف نہ دینا اور اسے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اس لئے کہا کہ یہ ان کا منہ مانگا معجزہ تھا اور قدآور عظیم الجثہ اونٹنی ایک پہاڑ کے اندر سے ان کے مطالبے پر نمودار ہوئی۔ چونکہ یہ اونٹنی ان لوگوں کے مویشیوں جتنا پانی اکیلی ہی پی جاتی تھی اور پانی کی وہاں قلت تھی، لہٰذا صالح نے باری مقرر کر دی تھی اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی کر دی تھی کہ اسے پانی پینے اور باری کے مقابلے میں کسی طرح کی گڑبڑ نہ کرنا ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ (تیسیر القرآن: 4/649)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''صالح نے کہا: ''یہ ایک اونٹنی ہے ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے۔ اور اس کو برائی کے ساتھ مت چھونا پھر تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔'' (الشعراء: 155،156)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اونٹنی کا دودھ پلا کر عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ لہٰذا اس کے جواب میں اسے قتل نہ کرو۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۖ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا﴾

''پس اسے اُنہوں نے جھٹلا دیا پس انہوں نے اُس کی کونچیں کاٹ دیں۔تو اُن کے رب نے انہیں گناہ کے سبب ہلاک کر دیا پھر اُس (بستی) کو برابر کر دیا''(14)

سوال1:﴿فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۖ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا﴾''پس اسے اُنہوں نے جھٹلا دیا پس انہوں نے اُس کی کونچیں کاٹ دیں۔تو اُن کے رب نے انہیں گناہ کے سبب ہلاک کر دیا پھر اُس (بستی) کو برابر کر دیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا﴾''پس اسے اُنہوں نے جھٹلا دیا''انہوں نے صالح کی بات نہ مانی اور ان کو تنبیہ کو جھوٹ سمجھا اور اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے۔

(2)﴿فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ﴾''پس انہوں نے اُس کی کونچیں کاٹ دیں۔تو اُن کے رب نے انہیں گناہ کے سبب ہلاک کر دیا''یعنی اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں کو برباد کر دیا۔رب العزت نے ان کے اوپر سے ایک زوردار چنگھاڑ اور نیچے سے زلزلہ بھیجا،تباہی نے انہیں آگھیرا تو وہ گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے۔یہ عذاب ان کے گناہوں کا نتیجہ تھا۔

(3)انہوں نے صالح کو جھٹلایا اور نافرمانی کی۔(4)﴿فَسَوّٰىهَا﴾''پھر اُس (بستی) کو برابر کر دیا۔''اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سب کو برباد کر دیا۔

(5)اس سے یہ اُصول نکلتا ہے کہ اگر بُرائی کرنے والے کو کوئی روکنے والا نہ ہو،اسے پسند کرنے والے ہوں تو پوری قوم مجرم قرار پائے گی۔

﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴾

''اور وہ اس (تباہی) کے انجام سے نہیں ڈرتا''(15)

سوال1:﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴾''اور وہ اس (تباہی) کے انجام سے نہیں ڈرتا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴾''اور وہ اس (تباہی) کے انجام سے نہیں ڈرتا''یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر عذاب بھیجتا ہے تو اسے کسی کے انجام کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

(2)اس قوم کے تاوان سے وہ کیسے خوف رکھے جب کہ وہ قہار ہے اور اس کے قہر اور اس کے تصرف سے کوئی مخلوق باہر نہیں۔اس کا ہر فیصلہ اور ہر حکم حکمت پر مبنی ہے۔

سوال2:وہ اپنے کسی کام کے انجام سے نہیں ڈرتا۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کا خوف نہیں ہے کہ اُس نے سزا دی تو کوئی بڑی قوت بدلہ لے گی۔

(2)اللہ تعالیٰ انجام سے بے خوف ہے کیونکہ اس سے بڑا کوئی نہیں۔

(3)اللہ تعالیٰ انجام سے بے پرواہ ہے کیونکہ کوئی اس سے انتقام لینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

اٰیاتھا ۲۱ ﴿۹۲ سُوْرَۃُ الَّیْلِ مَکِّیَّۃٌ ۹﴾ رکوعھا ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک رکوع اور 21 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 92 ہے۔ اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 9 نمبر سورت ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں لمبی قرات کر دی۔ ایک نمازی نیت توڑ کر مسجد کے ایک گوشے میں نماز پڑھ کر چلا گیا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بولے وہ منافق ہے اس شخص نے نبی ﷺ سے شکایت کی کہ میں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے آیا مگر لمبی قراءت کی وجہ سے مجھے الگ ہو کر نماز پڑھنا پڑی اور اونٹنی کو فارغ ہو کر چارہ ڈالا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالو گے؟ تم نے اعلیٰ، الشمس، الفجر اور اللیل کیوں نہ پڑھی۔ (نسائی)

رکوع نمبر 17

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی﴾

"قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے!"(1)

سوال1: ﴿وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی﴾ "قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے!" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی﴾ "قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے!" رب العزت نے زمانے کی قسم کھائی ہے جس میں لوگوں کے کام ان کے حالات کے فرق کے مطابق واقع ہوتے ہیں۔

(2) یعنی جب رات اپنی تاریکی سے دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور روشنی چلی جاتی ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے اور سناٹا ہو جاتا ہے۔

سوال2: رات کے چھا جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: رات کے چھا جانے سے مراد ہے جب دن کی روشنی ختم ہو جائے اور اندھیرا چھا جائے۔

﴿وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾

''اور دن کی جب وہ روشن ہو جائے!''(2)

سوال1: ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ ''اور دن کی جب وہ روشن ہو جائے!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ ''اور دن کی جب وہ روشن ہو جائے!'' یعنی دن جب اپنی پوری روشنی کے ساتھ آجائے اور نظروں کے لئے ظاہر ہو جائے اور رات کی تاریکی باقی نہ رہے جو اس کے اور اس کے دیکھنے کے مابین حائل تھی اور دن خوب ظاہر ہو جائے۔ (جامع البیان:30/236)

(2) اور دن کی جب وہ مخلوق کے لیے خوب ظاہر ہو جائے اور مخلوق اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اپنے اپنے کاموں میں پھیل جائے۔ (تفسیر السعدی:3/2954)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اُس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے۔'' (الفرقان:62)

﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾

''اور اُس ذات کی جس نے نر اور مادہ پیدا کیا!''(3)

سوال1: ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''اور اُس ذات کی جس نے نر اور مادہ پیدا کیا!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''اور اُس ذات کی جس نے نر اور مادہ پیدا کیا!'' یعنی آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام اور ان کی ساری اولاد کو جس نے پیدا کیا وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ (ایسر التفاسیر:1765)

(2) اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو نر اور مادہ پیدا کیا ہے تاکہ ان کی نسل قائم رہے۔ اور انہیں شہوت کے ذریعے ایک دوسرے کی طرف متوجہ کیا اور نر اور مادہ کو ایک دوسرے کے لئے موزوں بنایا۔

(3) نسفی نے کہا: وہ قادر عظیم قدرت والا ہے جو ایک ہی پانی سے نر اور مادہ پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔'' (النبا:8)

(4) ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔'' (الذاریات:49)

سوال2: نر اور مادہ کے پیدا کرنے پر قسم کیوں کھائی گئی؟

جواب: یہ قسم اس لئے کھائی گئی کہ نر اور مادہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی﴾

''یقیناً تمہاری کوششیں بلاشبہ الگ الگ ہیں''(4)

سوال1: ﴿اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی﴾ ''یقیناً تمہاری کوششیں بلاشبہ الگ الگ ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی﴾ ''یقیناً تمہاری کوششیں بلاشبہ الگ الگ ہیں'' جواب قسم ہے۔

(2) یعنی جس طرح دنیا میں رات اور دن، نر اور مادہ مختلف ومتضاد چیزیں پیدا کی گئی ہیں، تمہارے اعمال اور کوشش بھی مختلف ومتضاد ہیں پھر ان مختلف اعمال ومساعی پر ظاہر ہے ثمرات ونتائج بھی مختلف ہی مرتب ہوں گے۔(تفسیر عثمانی:897/2)

(3) یعنی تمہارے اعمال مختلف اور متضاد ہیں۔ کوئی متقی ہے تو کوئی شقی اور بد بخت، تم میں سے کوئی نیک ہے اور کوئی بد۔

(4) یعنی اے مکلفو! تمھاری کوششوں میں بہت تفاوت ہے۔ یہ تفاوت نفس اعمال، ان کی مقدار اور ان میں نشاط میں تفاوت کی بنا پر ہے اور یہ تفاوت ان اعمال کی غایت مقصود کے مطابق ہے کہ آیا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے جو بلند اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے تو اس کی بقا کے ساتھ یہ عمل بھی باقی رہے گا اور صاحب عمل اس سے منتفع ہوگا؟ یا یہ عمل کسی زائل ہونے والے فانی غایت ومقصود کے لیے ہے کہ اس کے بطلان کے ساتھ اس کی کوشش باطل اور اس کے اضمحلال کے ساتھ مضمحل ہو جائے گی؟ ہر وہ عمل جس میں اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اسی وصف سے موصوف ہوتا ہے۔(تفسیر السعدی:2954/3)

(5) مختلف طرح کے اعمال اور ان کے مطابق جزا کے بارے میں رب العزت نے مزید مقامات پر ارشاد فرمایا: ﴿لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔''(الحشر:20)

(6) ﴿وَنَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور وہ ڈرا کرتے تھے۔''(النمل:18)

(7) ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''(الجاثیہ:21)

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی﴾

''چنانچہ جس نے دیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا''(5)

سوال1:﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی﴾''چنانچہ جس نے دیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی﴾''چنانچہ جس نے دیا''یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کا حق دیا۔(جامع البیان:238/30)

(2)یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کیا۔

(3)جو نیکیوں میں مال خرچ کرتا رہا اور گناہوں سے بچتا رہا۔جزائے اعمال پر یقین لے آیا اور توحید کا قائل ہو گیا۔(مختصر ابن کثیر:2225/2)

(4)یعنی اسے جن مالی عبادات کا حکم دیا گیا تھا،مثلا:زکوۃ،نفقات،کفارات،صدقات اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا اور بدنی عبادات، مثلا:نماز،روزہ وغیرہ اور وہ عبادات جو مالی اور بدنی عبادات کی مرکب ہیں،مثلا:حج اور عمرہ وغیرہ انھیں ادا کیا۔(تیسیر السعدی:2954/3)

(5)﴿وَاتَّقٰی﴾''اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا''یعنی اللہ تعالیٰ نے جن حرام کاموں سے رکنے کا حکم دیا ان سے رکا رہا۔

(6)یعنی شرک اور معاصی سے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کام ہیں ان سے رکا رہا۔

﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی﴾

''اور بھلائی کو سچ مانا''(6)

سوال1:﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی﴾''اور بھلائی کو سچ مانا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی﴾''اور بھلائی کو سچ مانا''رحمت عالم ﷺ سے حسنیٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد جنت ہے۔(ابن ابی حاتم)

(2)یعنی اس نے ہر بھلائی کی تصدیق کی۔بھلی بات سے مراد ایمان بالغیب بھی ہے۔اللہ تعالیٰ کی آیات بھی ہیں،اللہ تعالیٰ کی توحید بھی،رسول کی تصدیق بھی اور اخلاق حسنہ کی بجا آوری بھی۔(تیسیر القرآن:650/4)

سوال2:بھلائی کی تصدیق کرنے(کو سچ ماننے)سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ اس بات پر یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنے یعنی تقویٰ اور اچھے اَخلاق کا بہترین صلہ ملے گا۔

﴿فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی﴾

''تو ہم جلد ہی اُس کو آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے''(7)

سوال1:﴿فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی﴾''تو ہم جلد ہی اُس کو آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی﴾''تو ہم جلد ہی اُس کو آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے''یہ پوری شریعت کا خلاصہ ہے جو یہ

کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتا ہے۔ اسے نیکیوں کی توفیق دیتا ہے حتیٰ کہ برائی کے راستے پر چلنا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے، اسی راستے کو سورہ بلد میں دشوار گھاٹی قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ راستہ خواہشات کے مخالف ہے اس لئے ابتدا میں انسانی نفس کو دشوار گزار محسوس ہوتا ہے لیکن جب وہ پختہ ارادے کے ساتھ چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسے آسان کر دیتے ہیں اس کے لئے رزق حلال کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں اور حرام کمائی اسے سخت ناگوار لگتی ہے۔

(2) تو ہم اس کے لیے اس کے کام کو آسان کر دیتے ہیں اور اس کے لیے ہر بھلائی پر عمل کرنا اور ہر برائی کو ترک کرنا سہل اور آسان بنا دیتے ہیں، کیونکہ اس نے آسانی کے اسباب اختیار کیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے آسان کر دیا۔ (تفسیر السعدی: 2954,2955/3)

(3) یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا اور دل میں خدا سے ڈرتا اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ جانتا، اور بشارت ربانی کو صحیح سمجھتا ہے، اس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا راستہ آسان کر دیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیں گے جس کا نام جنت ہے۔ (تفسیر عثمانی: 897,898/2)

(4) ہدایت اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ملتی ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور ان میں سے کچھ راستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر وہ چاہتا تو ضرور تم سب کو ہدایت دے دیتا۔'' (النحل: 9)

﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى﴾

''اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہوا'' (8)

سوال 1: ﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى﴾ ''اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہوا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ﴾ ''اور لیکن جس نے بخل کیا'' اور جس نے ان کاموں میں بخل کیا جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔

(2) یعنی نیکیوں پر خرچ نہ کیا۔ (ابن ابی حاتم)

(3) یعنی واجب اور مستحب انفاق کو چھوڑ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کام کرنے کا حکم دیا تھا اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اس پر دل سے راضی نہ ہوا۔

(4) ﴿وَاسْتَغْنٰى﴾ ''اور بے پرواہ ہوا'' اور اللہ تعالیٰ سے بے نیاز بنا رہا اور نافرمانی سے اس کی عبودیت کو ترک کر دیا، نیز اس نے یہ نہ دیکھا کہ اس کا نفس غایت حد تک اپنے رب کا محتاج ہے جس کے لیے کوئی نجات ہے نہ کوئی فوز و فلاح، سوائے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا محبوب و معبود ہو جس کا وہ قصد کرے اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ (تفسیر السعدی: 2955/3)

﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى﴾

''اور بھلائی کو جھٹلایا''(9)

سوال1:﴿وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى﴾''اور بھلائی کو جھٹلایا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى﴾''اور بھلائی کو جھٹلایا''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے یقین نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا۔(تیسیر القرآن:4/651)

(2)یعنی ان عقائد حسنہ کو جھٹلایا جن کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب کی تھی۔(تفسیر السعدی:3/2955)

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:ہر صبح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک یہ کہتا ہے:''اے اللہ!خرچ کرنے والے کو اس کے عوض اور مال دے''اور دوسرا کہتا ہے:اے اللہ تعالیٰ!بخل کرنے والے کے مال کو تلف کر دے''۔(بخاری،کتاب الزکاۃ:1442)

(4)ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا،کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا،ان سے اعمش نے،ان سے سعد بن عبیدہ نے،ان سے ابو عبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ نے اور ان سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بقیع الغرقد(مدینہ منورہ کے قبرستان)میں ایک جنازہ میں تھے۔نبی ﷺ نے اس موقع پر فرمایا تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا ٹھکانا جنت یا جہنم میں لکھا نہ جا چکا ہو۔صحابہ نے عرض کیا:یا رسول اللہ ﷺ!پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر لیں۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ عمل کرتے رہو کہ ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق ملتی رہتی ہے۔(جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے)پھر آپ نے آیت فاما من اعطیٰ واتقی آخر تک پڑھی۔یعنی ہم اس کے لئے نیک کام آسان کر دیں گے۔(بخاری:4945)

سوال2:بھلائی کو جھٹلانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلانا ہے۔(2)اس سے مراد حساب کتاب کو جھٹلانا ہے۔

﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾

''تو ہم جلد ہی اُس کو مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے''(10)

سوال1:﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾''تو ہم جلد ہی اُس کو مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾''تو ہم جلد ہی اُس کو مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔''یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں میں اس کے لئے آسانی کر دی جائے گی جو اسے آگ تک لے جائیں گے۔(ایسر التفاسیر:1765)

(2)یعنی جس نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا،اس کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پروانہ کی،اسلام کی باتوں اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو جھوٹ جانا،اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائے گا۔نیکی کی توفیق کم ہوتی جائے گی اور آخر کار آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی

سختی میں پہنچ جائے گا۔یہی اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ سعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب بدعمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لئے وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے۔جوانہوں نے تقدیر الٰہی کے موافق اپنے ارادہ واختیار سے پسند کرلیا ہے۔﴿كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا﴾ان کو بھی اور اُن کو بھی ہم آپ کے رب کی عطا سے نواز رہے ہیں۔اور آپ کے ربّ کی عطا کو کسی سے روکا نہیں گیا ہے۔(الاسراء:20)(تفسیر عثمانی:2/898)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا:تم عمل کرو، ہر شخص جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لئے آسان کر دیا جاتا ہے۔جو اہلِ سعادت میں سے ہوتا ہے،اسے اہلِ سعادت والے عمل کی توفیق دی جاتی ہے اور جو اہلِ شقاوت میں سے ہوتا ہے،اس کے لئے شقاوت والے عمل آسان کر دیئے جاتے ہیں۔(مسلم)

سوال2:تنگ راستے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد شرک،کفر،نافرمانی اور شر کا راستہ ہے۔

سوال3:تنگ راستے کی طرف سہولت دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ ہم نافرمانی کا راستہ آسان کر دیں گے جس سے اُس کے لئے نیکی اور بھلائی کے راستے پر چلنا مشکل ہو جائے گا۔

﴿وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى﴾

''اور اُس کا مال اُس کے کام نہ آئے گا جب وہ (جہنم میں) گرے گا''(11)

سوال1:﴿وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى﴾''اور اُس کا مال اُس کے کام نہ آئے گا جب وہ (جہنم میں) گرے گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَرَدّٰى﴾ردی یعنی کسی چیز کو بلندی سے زمین پر دے مارنا یا زمین سے گڑھے میں پھینک دینا کہ وہ ہلاک ہو جائے اور ﴿تَرَدّٰى﴾کے معنی خود کنویں یا گڑھے میں گرنا اور ہلاکت کو پہنچنا ہے اور یہاں گڑھے سے مراد جہنم کا گڑھا ہے یعنی یہ دوسری قسم کا آدمی جہنم میں گر پڑے گا تو اس وقت اس کا مال جسے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا تھا کسی کام نہیں آئے گا کیونکہ وہ مال تو دنیا میں رہ گیا ہوگا وہاں کیسے کام آسکتا ہے۔(تیسیر القرآن:4/652)

(2) جس مال نے اسے سرکش بنایا تھا جس کی بنا پر وہ (اللہ تعالیٰ سے) بے نیاز بنا رہا اور اس میں بخل کرتا رہا اس کے کچھ کام نہ آئے گا،یعنی جب وہ ہلاک ہوگا اور اسے موت آئے گی تو نیک عمل کے سوا کوئی چیز انسان کے ساتھ نہیں جائے گی۔رہا اس کا وہ مال جس میں اس نے زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کی تو یہ مال اس کے لیے وبال بن جائے گا،کیونکہ اس نے اس مال میں سے اپنی آخرت کے لیے کچھ آگے نہیں بھیجا۔(تفسیر السعدی 3/2955)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔''(الانعام:94)

﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى﴾

''بلاشبہ ہدایت دینا یقیناً ہمارے ذمے ہے''(12)

سوال1:﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى﴾ ''بلاشبہ ہدایت دینا یقیناً ہمارے ذمے ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى﴾ ''بلاشبہ ہدایت دینا یقیناً ہمارے ذمے ہے'' حق کو باطل واضح کرنا اطاعت کو معصیت سے الگ کر کے بتانا ہمارا ذمہ ہے۔(جامع البیان:246/30)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۡ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔''(الکہف:29)

(3)یعنی وہ ہدایت جس کا راستہ سیدھا اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے جس پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اس راستے کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور جہاں تک گمراہی کا تعلق ہے اس کے سارے راستے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے بند ہیں وہ انسان کو صرف عذاب تک پہنچاتے ہیں۔

﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾

''اور یقیناً آخرت اور دنیا ہمارے اختیار میں ہے''(13)

سوال1:﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ ''اور یقیناً آخرت اور دنیا ہمارے اختیار میں ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ ''اور یقیناً آخرت اور دنیا ہمارے اختیار میں ہے'' یعنی دنیا کے مالک بھی ہم ہیں اور آخرت

کے مالک بھی ہم ہیں۔ جو دنیا چاہے اسے ہم دنیا دیتے ہیں اور جو آخرت چاہے اسے ہم آخرت دیتے ہیں لیکن دنیا میں بھی اس کے مقدر کے مطابق اسے ضرور دیتے ہیں۔

(2) یعنی آخرت اور دنیا ہماری ملکیت اور ہمارے تصرف میں ہے اور اس بارے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس کی طلب کی طرف راغب ہوں اور مخلوق سے ان کی تمام امیدیں منقطع ہوں۔ (تفسیر السعدی:2955/3)

(3) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت رکھتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں بہترین اجر سے نوازتے ہیں جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ”اور ہم نے اُسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور اُس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اُسے دنیا میں بھی اُس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔“ (العنکبوت:27)

﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى﴾

”پس میں نے تمہیں شعلہ مارتی آگ سے ڈرا دیا ہے“ (14)

سوال 1: ﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى﴾ ”پس میں نے تمہیں شعلہ مارتی آگ سے ڈرا دیا ہے“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى﴾ ”پس میں نے تمہیں شعلہ مارتی آگ سے ڈرا دیا ہے۔“ یعنی میں نے بھڑکتی آگ سے تمہیں ڈرا دیا ہے۔

(2) نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ میں نے تمہیں آگ سے چوکنا کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کی آواز اتنی بلند تھی کہ اگر کوئی بازار میں بھی ہوتا تو وہ سن لیتا اور حرکت سے آپ ﷺ کی چادر دو قدموں میں آ پڑی تھی۔ (مسند احمد بحوالہ ابن کثیر)

﴿لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى﴾

”جس میں اُس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا“ (15)

سوال 1: ﴿لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى﴾ ”جس میں اُس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى﴾ ”جس میں اُس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا“ یعنی جہنم میں انتہائی بدبخت داخل ہوگا جس کے دل میں نہ ایمان تھا نہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا تھا۔

(2) نبی ﷺ سے پوچھا گیا: شقی کون ہے فرمایا ”جو فرائض بجا نہیں لاتا اور حرام کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔“ (مسند احمد)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن میرا ہر امتی جنت میں جائے گا بجز اس کے جو جنت میں جانے سے انکار کر دے پوچھا گیا جنت میں جانے سے کون انکار کر سکتا ہے؟ فرمایا: جو میری اطاعت کرنے والا ہے وہ جنت میں جائے گا اور جو میری نافرمانی کرنے والا ہے وہ جنت میں جانے سے انکار کرنے والا ہے۔'' (بخاری)

﴿الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾

''جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا'' (16)

سوال 1: ﴿الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ ''جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْ كَذَّبَ﴾ ''جس نے جھٹلایا'' یعنی جس نے نبی ﷺ اور جو کچھ وہ لے کر آئے اس کی تکذیب کی۔

(2) ﴿وَتَوَلّٰى﴾ ''اور منہ موڑا'' ایمان سے، توحید سے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ پھیرا۔

(3) جس نے آپ ﷺ کی آیات کو جھٹلایا یا ان سے اعراض کیا اور ان کی تصدیق نہ کی۔ (جامع البیان: 246/30)

سوال 2: بدبختی کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب: (1) بدبختی کی پہلی خصوصیت جھٹلانا ہے۔ (2) بدبختی کی دوسری خصوصیت منہ پھیرنا ہے۔

﴿وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى﴾

''اور عنقریب بڑا پرہیزگار اُس سے دُور ہی رکھا جائے گا'' (17)

سوال 1: ﴿وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى﴾ ''اور عنقریب بڑا پرہیزگار اُس سے دُور ہی رکھا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى﴾ ''اور عنقریب بڑا پرہیزگار اُس سے دُور ہی رکھا جائے گا'' یعنی عمل کرنے والا مومن اس سے دور رکھا جائے گا۔

(2) جو وفادار، پرہیزگار، نیکوکار، اطاعت شعار اور صاف ستھرا ہوگا وہ جہنم سے دور کر دیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 2266/2)

(3) ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق ہیں۔ (الدر المنثور: 607/6)

﴿الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى﴾

''جو اپنا مال دیتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے'' (18)

سوال 1: ﴿الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى﴾ ''جو اپنا مال دیتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى﴾''جو اپنا مال دیتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے''یعنی اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے نفس کا تزکیہ اور گناہوں اور عیوب سے اس کی تطہیر ہو۔ہم اسے بچالیں گے۔(تفسیر سعدی:3/2955,2956)

(2)یعنی جو قلب و مال پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیکیوں پر اپنا حلال مال خرچ کرتا رہتا ہے اور قربانی کے لئے تیار رہتا ہے۔

(3) آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جب انفاق مستحب ترک واجب، قرض اور نفقہ واجبہ کی عدم ادائیگی وغیرہ کو متضمن ہو تو یہ غیر مشروع ہے بلکہ بہت سے اہل علم کے نزدیک یہ عطیہ لوٹا یا جائے گا، کیونکہ وہ ایک مستحب فعل کے ذریعے سے اپنے نفس کا تزکیہ کر رہا ہے اور اس پر واجب فوت ہو رہا ہے۔(تفسیر السعدی:3/2956)

سوال3: کون سا مال پاکیزگی کے حصول کے لئے دیا جاتا ہے؟

جواب:(1) وہ مال جو کسی احسان کے جواب میں نہ دیا جائے۔(2) جس کو بدلے کے طور پر نہ دیا جائے۔

(3) جس کو اِخلاص سے دیا جائے۔(4) جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیا جائے۔

(5) جس کو جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لئے دیا جائے۔

﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى﴾

''اور اُس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے''(19)

سوال1:﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى﴾''اور اُس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى﴾''اور اُس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔''یعنی وہ اس لئے مال خرچ نہیں کرتا کہ کسی نے اس پر احسان کیا جس کا وہ بدلہ چکا رہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے، آخرت بنانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو اور جنتوں کی صدا بہار نعمتیں ملیں۔

(2) آیت کریمہ کا مصداق اگرچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ کہا جاتا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سبب ہی سے نازل ہوئی۔ان پر مخلوق میں سے کسی کا بھی کوئی احسان نہیں تھا کہ جس کا اسے بدلہ دیا جا رہا ہو حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا بھی آپ پر کوئی (دنیاوی) احسان نہ تھا۔ البتہ بحیثیت رسول احسان تھا جس کا بدلہ اتارنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور یہ ہے دین اسلام کی طرف دعوت دینے کا احسان، ہدایت اور دین حق کی تعلیم، کیونکہ ہر شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے زیر احسان ہے۔یہ ایسا احسان ہے جس کا بدلہ دیا جا سکتا ہے نہ مقابلہ کیا جا سکتا ہے، تاہم جو بھی ان اوصاف فاضلہ سے متصف ہوگا، اس کا مصداق ٹھہرے گا۔(تفسیر سعدی:3/2956)

﴿اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی﴾

''مگر صرف اپنے رب کی رضا کی تلاش میں جو سب سے بلند ہے''(20)

سوال1:﴿اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی﴾''مگر صرف اپنے رب کی رضا کی تلاش میں جو سب سے بلند ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی﴾''مگر صرف اپنے رب کی رضا کی تلاش میں جو سب سے بلند ہے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے خرچ کرتا ہے۔(2)اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہیں۔

سوال2:ربّ کی رضا چاہنے کے لئے جو عمل کیا جاتا ہے اس کا کیا درجہ ہے؟

جواب:اعمال میں سے سب سے افضل عمل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کیا جائے۔

سوال3:کون سا صدقہ افضل ہے؟

جواب:جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دیا جائے۔

﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰی﴾

''اور یقیناً بہت جلد وہ خوش ہو جائے گا''(21)

سوال1:﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰی﴾''اور یقیناً بہت جلد وہ خوش ہو جائے گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰی﴾''اور یقیناً بہت جلد وہ خوش ہو جائے گا''وہ اطمینان رکھے کہ اسے ضرور خوش کر دیا جائے گا،اور اس کی یہ تمنا ضرور پوری ہو کر رہے گی۔﴿ان الله لايضيع اجر المحسنين﴾یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(تفسیر عثمانی:2/898)

(2)یہ متقی مختلف انواع کے اکرام وتکریم اور ثواب پر راضی ہوگا جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔(تفسیر سعدی:3/2956)

(3)اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اتنا مال ودولت اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔(مختصر ابن کثیر:4/653)

ایاتها ١١ | ٩٣ سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ ١١ | ركوعها ١

سوال1:یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس کا ایک رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔

سوال2: ترتیب نزولی اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ گیارہویں سورت ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا 93 نمبر ہے۔

رکوع نمبر 18

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالضُّحٰى﴾

''قسم ہے دھوپ نکلنے کے وقت کی!''(1)

سوال1: ﴿وَالضُّحٰى﴾ ''قسم ہے دھوپ نکلنے کے وقت کی!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالضُّحٰى﴾ ''قسم ہے دھوپ نکلنے کے وقت کی!'' رب العزت نے اپنے رسول پر اپنی عنایت کو واضح کرنے کے لئے چاشت کے وقت کی قسم کھائی جب کہ اس کی روشنی پھیل جائے۔

سوال2: چاشت کا وقت کون سا ہوتا ہے؟

جواب: جب دن طلوع ہوتا ہے اور سورج ذرا بلند ہوتا ہے۔ وہ چاشت کا وقت ہے۔

سوال3: یہاں چاشت سے کیا مراد ہے؟

جوب: یہاں اس سے مراد پورا دن ہے۔

﴿وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾

''اور رات کی جب وہ چھا جائے!''(2)

سوال1: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ ''اور رات کی جب وہ چھا جائے!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ ''اور رات کی جب وہ چھا جائے!'' ﴿سَجٰى﴾ یعنی رات کا خاموش اور سنسان ہو جانا۔

(2) اس سے مراد مکمل اندھیرا چھا جانا ہے کیونکہ اس وقت ہر چیز سکون میں آجاتی ہے۔

(3) رب العزت نے رات کی قسم کھائی ہے جبکہ وہ ٹھہر جائے اور تاریکی چھا جائے۔

(4) اندھیرے اجالے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى (۱) وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى (۲)﴾ ''قسم ہے رات

کی جب وہ چھا جائے! اور دن کی جب وہ روشن ہو جائے!'' (اللیل:1,2)

سوال 2: رب العزت نے یہاں چاشت اور رات کی قسم کس مقصد کے لئے کھائی ہے؟

جواب: یہاں چاشت اور رات کی قسم اس لئے کھائی گئی ہے کہ جیسے دنیا کے نظام میں دن آتا ہے تو رات بھی آتی ہے۔ اسی طرح سے انسانی ترقی کے لئے نرمی اور سختی دونوں کا پیش آنا ضروری ہے۔

﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾

''آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے'' (3)

سوال 1: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ ''آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ ''آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔'' رب العزت نے رسول ﷺ اللہ کو تسلی دی ہے کہ آپ غم نہ کریں۔ آپ ﷺ کے رب نے نہ آپ ﷺ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ ناراض ہوا ہے۔

(2) یعنی جب سے آپ پر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے، اس نے آپ کو نہیں چھوڑا اور جب سے اس نے آپ کی نشوونما کی اور آپ پر مہربانی کی، اس نے آپ پر توجہ اور عنایت کو ترک نہیں کیا بلکہ وہ آپ کی کامل ترین طریقے سے تربیت کرتا رہتا ہے اور درجہ بدرجہ آپ کو بلندی عطا کرتا رہتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2957/3)

(3) ﴿وَمَا قَلٰى﴾ ''اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔'' یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت کی ہے وہ آپ سے ناراض نہیں ہوا، کیونکہ ضد کی نفی، اس کی ضد کے ثبوت کی دلیل ہے۔ محض نفی، جب تک کہ وہ ثبوت کمال کی متضمن نہ ہو، مدح نہیں ہوتی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ماضی کا حال ہے، جبکہ موجودہ حالت اللہ تعالیٰ کی آپ کے ساتھ محبت اس میں استمرار، کمال کے درجات میں آپ کی ترقی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی دائمی عنایت کے لحاظ سے کامل ترین حال ہے۔ (تفسیر سعدی:2957/3)

(4) اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ تعالیٰ کی خفگی اور ناراضی کی دلیل نہیں، اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اجالا کبھی نہ ہوگا۔ تو چند روز نزول وحی کے رکے رہنے سے یہ کیوں کر سمجھ لیا جائے کہ آج کل خدا اپنے منتخب کئے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ ایسا کہنا تو خدا کے علم محیط اور حکمت بالغہ پر اعتراض کرنا ہے۔ گویا اسے خبر نہ تھی کہ جس کو میں نبی بنا رہا ہوں وہ آئندہ چل کر اس کا اہل ثابت نہ ہوگا۔ (تفسیر عثمانی:900/2)

سوال 2: تمہارے ربّ نے تمہیں نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔ یہ بات کیوں کہی گئی؟

جواب: نزولِ وحی میں آنے والی رکاوٹ کی وجہ سے کافروں نے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو ربّ نے چھوڑ دیا ہے۔ اُس کا جواب دیا گیا ہے کہ تمہارے ربّ نے نہ تمہیں چھوڑا ہے نہ وہ ناراض ہوا ہے۔

﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾

''اور یقیناً آپ کے لیے آخرت دنیا سے بہت بہتر ہے''(4)

سوال1: ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾ ''اور یقیناً آپ کے لیے آخرت دنیا سے بہت بہتر ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾ ''اور یقیناً آپ کے لیے آخرت دنیا سے بہت بہتر ہے'' یعنی آپ کے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے، اسی وجہ سے نبی ﷺ کو دنیا سے بے رغبتی تھی۔ ایک حدیث میں ہے نبی ﷺ نے دنیا کی بے ثباتی بیان فرماتے ہیں انسان کی مثال ایک مسافر سے دی جاتی ہے جو چند ساعتیں کسی درخت کے سائے میں آرام کرتا ہے اور پھر چل دیتا ہے۔ (شوکانی، اشرف الحواشی:712)

(2) یعنی آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے کہیں ارفع اوعلیٰ ہے۔ وحی کی یہ چند روزہ رکاوٹ آپ کے نزول وانحطاط کا سبب نہیں بلکہ بیش از بیش عروج وارتقاء کا ذریعہ ہے اور اگر پچھلی سے بھی پچھلی حالت کا تصور کیا جائے۔ یعنی آخرت کی شان وشکوہ کا، جبکہ آدم اور آدم کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز واکرام سے بے شمار درجہ بڑھ کر ہے۔ (تفسیر عثمانی:900/2)

(3) یعنی آپ کے احوال میں سے ہر متاخر حال کو سابقہ احوال پر فضیلت حاصل ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ درجات عالیہ پر ترقی کرتے رہے، اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو تمکن عطا کرتا رہا، آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کو فتح ونصرت سے بہرہ مند کرتا رہا اور آپ کے احوال کو درست کرتا رہا یہاں تک کہ دشمنوں کے خلاف آپ کو فتح ونصرت سے بہرہ مند کرتا رہا اور آپ کے احوال کو درست کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ آپ فضائل، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے سرور کے ایسے حال پر پہنچ گئے جہاں اولین وآخرین نہیں پہنچ سکے۔ پھر اس کے بعد آخرت میں آپ کے حال سے متعلق اکرام وتکریم اور انواع واقسام کے انعامات کی تفصیلات کے بارے میں مت پوچھیے۔ (تفسیر سعدی:2957/3)

(4) اس آیت میں آپ ﷺ کو بہت بڑی خوشخبری دی ہے اور اس وقت جب کے اس کے پورا ہونے کے آثار بھی نہیں تھے۔

سوال2: ''تمہارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ دنیا تو دارُالامتحان ہے۔ یہاں آزمائشیں، مشکلات اور پریشانیاں ہیں اور آخرت دارُالجزاء ہے۔ دارُالجزا تمہارے لئے بہت اچھا ہے۔

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾

''اور جلد ہی آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے''(5)

سوال1:﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾''اور جلد ہی آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾''اور جلد ہی آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے''یعنی آخرت میں رب العزت کی جانب سے آپ ﷺ کے لئے ایسے انعامات دیے جائیں گے کہ آپ ﷺ خوش ہو جائیں گے۔

(2)ان انعامات میں سے ایک کوثر بھی ہے جس کے دونوں کناروں پر ایک ایک خول دار موتی کے بے شمار خوب صورت اور گول گول کمرے ہوں گے اور جس کی مٹی خالص مشک کی ہوگی۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سامنے وہ تمام خزانے لائے گئے جو آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت کو ملنے والے ہیں۔آپ خوش ہوئے پھر آپ ﷺ نے یہ آیات اتاری۔آپ کو جنت میں لاکھوں محل ملیں گے، ہر محل میں ان کے مناسب حوریں اور خادم ہوں گے۔(ابن جریر)

(3) آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ دیا تھا ہم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے بلکہ ہم تو یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ وہ کون سی عزو شرف کی بات تھی جو آپ ﷺ کو عطا نہ کی ہو۔آپ ﷺ کو صحابہ کی ایسی جماعت عطا کی جن میں سے ایک ایک فرد آپ ﷺ پر اپنی جان تک فدا کرنے پر فخر محسوس کرتا تھا۔آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا غیر مشروط فاتح بنایا۔ان کا معلم اور مزکی بنایا۔اپنی کتاب کا مفسر بنایا۔پورے عرب سے آپ ﷺ کی کوششوں سے کفر اور شرک کا مکمل طور پر استیصال ہو گیا۔پورے جزیرہ عرب میں اسلام کا غلبہ ہو گیا۔آپ 23 ﷺ سال کے قلیل عرصے ایک وحشی اجڈ ایک دوسرے کے خون کی پیاسی قوم کو دنیا بھر کی تہذیب وتمدن کی علمبردار قوم بنا دیا۔پھر آپ ﷺ کی زندگی کے بعد آپ ﷺ کی یہ تحریک پوری دنیا پر چھا گئی۔آپ ﷺ نے ایک قلیل عرصے میں ایسا تمدنی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی انقلاب بپا کیا جس کی نظیر پوری دنیا کی تاریخ ڈھونڈنے سے کہیں نہیں ملتی۔یہ سب کچھ کیا تھا؟ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عطا تھی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم آپ ﷺ کو اتنا کچھ عطا کریں گے کہ آپ ﷺ خوش ہو جائیں گے۔(تیسیر القرآن 655/4)

سوال2:''تمہارا ربّ تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اسے مراد دنیا کی فتوحات بھی ہیں اور(2) آخرت کا اجر وثواب بھی ہے۔

(3)اس سے شفاعت کا حق بھی مراد ہے جو آپ ﷺ کو دیا جائے گا۔

﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى﴾

''کیا اُس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو اس نے ٹھکانہ دیا'' (6)

سوال 1: ﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾ ''کیا اُس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو اس نے ٹھکانہ دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾ ''کیا اُس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو اس نے ٹھکانہ دیا۔'' نبی ﷺ اپنی پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئے تھے، آپ ﷺ کے ماں باپ اس وقت وفات پا گئے تھے، جب کہ آپ ﷺ اپنی دیکھ بھال خود نہیں کر سکتے تھے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مسلسل بہترین سرپرست دیے اور آرام کی جگہ دی، پہلے دادا پھر چچا ابو طالب جنھوں نے اپنی جان سے بڑھ کر آپ ﷺ کو محبت دی۔ جب آپ ﷺ کو نبوت دی تو دس سال تک آپ ﷺ کی سرپرستی اور حفاظت کو احسن انداز میں نبھایا۔ اس کے بعد انصار مدینہ نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لیا۔

(3) پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ذریعے آپ ﷺ کی مدد فرمائی اور خود اپنی جانب سے نصرت عطا فرمائی۔ (تیسیر القرآن: 655/4)

سوال 2: یتیم کون ہوتا ہے؟

جواب: جس سے باپ کی شفقت بھرا سایہ چھن جاتا ہے۔

﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾

''اور اس نے آپ کو بے خبر پایا، تو ہدایت دی؟'' (7)

سوال 1: ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾ ''اور اس نے آپ کو بے خبر پایا، تو ہدایت دی؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾ ''اور اس نے آپ کو بے خبر پایا، تو ہدایت دی؟'' آیت میں ﴿ضَآلًّا﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ عربی زبان میں مندرجہ ذیل چھ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (i) ﴿ضل﴾ کا بنیادی معنی راستہ کھو دینا یا گم کر دینا ہے۔ (ii) کبھی انسان اسی حیرانی کے عالم میں کسی غلط راستے میں بھی پڑتا ہے۔ اب اگر یہ غلط راستے پر پڑنا غیر ارادی طور پر اور سہوا ہو تو ضل کے معنی بھولنا ہوں گے۔ (iii) اگر غلط راستے میں پڑنا اور راستے سے ہٹ جانا ارادہ کے ساتھ یعنی عمداً ہو تو یہ گناہ ہے۔ (iv) اور کبھی یہ لفظ کسی چیز کے اپنے وجود کو کھو کر دوسری چیز کے مل جانے کے معنوں میں آتا ہے۔ (v) کبھی یہ لفظ ایسے کام کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو رہا ہو یعنی جس غرض کے لیے کوئی کام کیا جائے وہ پوری نہ ہو۔ (vi) اور کبھی یہ لفظ کسی کی محبت میں فریفتہ ہونے پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 656,657/4)

(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ پس اس نے آپ کو وہ علم عطا کیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ کو بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی توفیق بخشی۔ (تفسیر سعدی: 2958/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ

جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقینا آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔'' (الشوریٰ:52)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کیسے ہدایت بخشی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کی، کتاب نازل کی اور سیدھا راستہ دکھایا۔

﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى﴾

''اور آپ کو مال سے محروم پایا تو مال دار کر دیا؟'' (8)

سوال 1: ﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى﴾ ''اور آپ کو مال سے محروم پایا تو مال دار کر دیا؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا﴾ ''اور آپ کو مال سے محروم پایا'' یعنی آپ ﷺ کو محتاج پایا۔

(2) ﴿فَاَغْنٰى﴾ ''تو مال دار کر دیا؟'' اس طرح کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت میں آپ ﷺ مضارب ہو گئے۔ اس میں نفع ملا۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا۔ یہ تو ظاہری غناء تھا۔ باقی آپ کے قلبی اور باطنی غناء کا درجہ تو وہ غنی عن العالمین ہی جانتا ہے۔ کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ابتداء سے مورد انعامات رہے ہیں۔ آئندہ بھی رہیں گے۔ (تفسیر عثمانی:901/2)

(3) اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہروں کی فتوحات کے ذریعے سے، جہاں سے آپ کے لیے مال اور خراج آیا، غنی کر دیا۔ جس ہستی نے آپ کی یہ کمی دور کی ہے وہ عنقریب آپ کی ہر کمی کو دور کر دے گی اور وہ ہستی جس نے آپ کو تونگری تک پہنچایا، آپ کو پناہ دی، آپ کو نصرت عطا کی اور آپ کو راہ راست سے نوازا، اس کی نعمت پر شکر ادا کیجئے۔ (تفسیر سعدی:2958/3)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دولت مندی کثرت مال سے نہیں ہوتی، بلکہ دولتمندی دل کے غنی ہونے کا نام ہے۔ (صحیح مسلم:2420)

(5) سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اسلام قبول کیا اور اسے بقدر کفایت رزق عطا کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عطا کردہ مال پر قناعت عطا کر دی تو وہ شخص کامیاب ہوا۔ (صحیح مسلم:2426)

(6) اللہ تعالیٰ نے صغیر صاغر اور امیر شاکر کے دونوں مقام آپ ﷺ کے لئے جمع فرما دیے۔

سوال 2: غنی کرنے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہر ایک سے بے نیازی ہے۔

﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾

''چنانچہ تم یتیم پر سختی نہ کرو''(9)

سوال1:﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾''چنانچہ تم یتیم پر سختی نہ کرو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾''چنانچہ تم یتیم پر سختی نہ کرو۔''یعنی یتیم کے بارے میں آپ ﷺ اپنا دل تنگ نہ کریں۔کبھی آپ ﷺ یتیم تھے اور رب العزت نے آپ ﷺ کو پناہ دی اس لئے آپ ﷺ بھی یتیموں کے سر پر محبت اور شفقت سے ہاتھ رکھ دیں۔انہیں ڈانٹیں نہیں اور نہ ان پر دل تنگ کریں۔ان پر سختی نہ کریں بلکہ ان سے نرمی سے پیش آئیں۔ان سے حسن سلوک کریں اور ان سے محبت کریں۔

(2) بلکہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی کر۔جس طرح تم کو یتیمی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ٹھکانا دیا۔تم دوسرے یتیموں کو ٹھکانا دو۔اسی طرح مکارم اخلاق اختیار کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾''اللہ تعالیٰ کا رنگ،اور کس کا رنگ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے اچھا ہے؟''(تفسیر عثمانی:901/2)

(3)''سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو باہم ملایا۔''(بخاری:6005)

﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾

''اور سائل کو مت جھڑکو''(10)

سوال1:﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾''اور سائل کو مت جھڑکو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾''اور سائل کو مت جھڑکو''سائل سے مراد کوئی چیز طلب کرنے والا اور کوئی بات پوچھنے والا بھی ہے یعنی اگر آپ ﷺ سے کوئی چیز طلب کرے تو اسے ضرور کچھ نہ کچھ دو اور اگر نہ دے سکو تو نرمی سے معذرت کرلو۔آپ ﷺ کی طرف سے سائل کے لئے ترش روئی اور ڈانٹ نہ ہو۔

(2)احادیث میں سائلین کے مقابلہ پر آپ کی وسعت اخلاق کے جو قصے منقول ہیں وہ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ کے اخلاق کا گرویدہ بنا دیتے ہیں۔صاحب روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ سائل کے زجر کی ممانعت اس صورت میں ہے وہ نرمی سے مان جائے۔ورنہ اگر اڑی لگا کر کھڑا ہو جائے اور کسی طرح نہ مانے اس وقت زجر جائز ہے۔(تفسیر عثمانی:901/2)

(3)سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اگر کوئی مانگنے والا آتا یا آپ کے سامنے کوئی حاجت پیش کی جاتی تو آپ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے کہ تم سفارش کرو کہ اس کا ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ پاک اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہے گا وہ دے گا۔ (صحیح بخاری:1432)

(4) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مانگنے میں لپٹ کر نہ مانگو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تم میں کوئی مجھ سے چیز مانگتا ہے تو اس کے مانگنے کی وجہ سے وہ چیز مجھ سے نکل جاتی ہے۔ یعنی خرچ ہو جاتی ہے تو میں اس کو برا جانتا ہوں۔ اس کو میرے عطا کردہ مال میں برکت نصیب نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم:2390)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسکین وہ نہیں جو گھومتا رہتا ہے اور لوگوں کے اردگرد پھرتا رہتا ہے پھر ایک لقمہ یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر لوٹ جاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول پھر مسکین کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مسکین وہ ہے جو اتنا مالدار نہ ہو جس سے ضرورت زندگی پوری کر سکے اور نہ لوگ اسے مسکین تصور کرتے ہوں کہ اس کو صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہو۔ (صحیح مسلم:2393)

(6) عبدالرحمن بن بجید اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ''بعض دفعہ کوئی سائل میرے دروازے پر آن کھڑا ہوتا ہے جسے میرے پاس دینے کو کچھ نہیں ہوتا تو میں کیا کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم فقیر کو دینے کے لئے بکری کے ایک جلے ہوئے کھر کے سوا کچھ نہ پاؤ تو وہی اس کے ہاتھ میں رکھ دو''۔ (ترمذی)

(7) ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسے آدمی کی خبر نہ دوں جو سب سے بدتر ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: ''ہاں بتایئے'' فرمایا: ''وہ شخص جس سے اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگا جائے اور وہ کچھ نہ دے۔'' (نسائی) (تیسیر القرآن:4/658)

(8) سیدنا معاویہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے چمٹ کر سوال نہ کیا کرو، جو شخص بھی تم میں سے مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے کچھ نہ کچھ دے دیتا ہوں، حالانکہ میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ اس طرح اس چیز میں برکت نہیں رہتی جو میں اس دے دیتا ہوں''۔ (مسلم)

(9) سائل سے مراد اگر علم طلب کرنے والا ہو تو اس کا مطلب ہے طالب علم سے حسن سلوک کریں۔ اس کا اکرام کریں۔ اس سے شفقت اور مہربانی سے پیش آئیں۔

(10) کبھی آپ ﷺ کو بھی دین کی تلاش تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ ﷺ کی مراد پوری کی، اب آپ ﷺ سے کوئی دین کی بات پوچھے تو آپ ﷺ اسے ڈانٹیں نہیں۔

سوال 2: سائل کو کیوں جھڑکا جاتا ہے؟

جواب: سائل کو تکبر کی وجہ سے جھڑکا جاتا ہے۔

سوال 3: جھڑکنے میں کیا کچھ شامل ہے؟

جواب: جھڑکنے میں سختی اور لہجے کی تلخی بھی شامل ہے۔

سوال 4: سائل کو کیسے جواب دینا چاہئے؟

جواب: سائل کو نرمی، پیار اور محبت سے جواب دینا چاہئے۔

﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

''اور رہی رب کی نعمت تو آپ بیان کیا کرو'' (11)

سوال 1: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ ''اور رہی رب کی نعمت تو آپ بیان کیا کرو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ﴾ ''اور رہی رب کی نعمت'' یعنی رب العزت نے آپ ﷺ کو جو بھی دین دنیا کی نعمتیں عطا کی ہیں آپ ﷺ ان کا اظہار کریں۔ یعنی آپ ﷺ مال دار نہ تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مال دار بنایا، آپ ﷺ اس نعمت کا اظہار کریں۔ آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَ اَتْمِمْهَا عَلَيْنَا﴾ ''اے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت پیدا فرما دے اور ہمارے آپس کے معاملات کی اصلاح کر دے اور سلامتی کے راستوں کی طرف ہماری راہ نمائی فرما اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے آ۔ اور ہمیں تمام ظاہری اور چھپی بدکاریوں سے محفوظ رکھ۔ اور ہمارے لیے ہمارے کانوں ہماری آنکھوں اور ہمارے دلوں اور ہمارے ازواج، اور ہمارے بچوں میں برکتیں عطا فرما بلاشبہ تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا بنا دے اور ان کی تعریف کرنے والا ان کو قبول کرنے والا بنا دے اور ان (نعمتوں) کو ہم پر کامل فرما دے۔ (ابوداؤد:969)

(2) ﴿فَحَدِّثْ﴾ ''تو آپ بیان کیا کرو'' یعنی ان نعمتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کیجئے اور اگر کوئی مصلحت ہو تو ان کا خاص طور پر ذکر کیجئے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا علی الاطلاق ذکر کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر، اس پر شکر گزاری کا موجب اور دلوں میں اس ہستی کی محبت کا موجب ہے جس نے نعمت عطا کی، کیونکہ محسن کے ساتھ محبت کرنا دلوں کی فطرت ہے۔ (تفسیر سعدی:2958/3)

(3) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نعمت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ آپ ﷺ لوگوں سے اس کا ذکر کریں اور اس کی دعوت دیں، چنانچہ آپ ﷺ نے شروع میں اپنے گھر والوں کو دعوت توحید دی پھر آہستہ آہستہ دعوت کا دائرہ وسیع کرتے چلے گئے اور جب آپ ﷺ پر نماز فرض ہو گئی تو آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ (مختصر ابن کثیر:2229/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر کیا انعامات کیے تھے؟

جواب: (1) نبوت ورسالت۔ (2) ہدایت۔ (3) یتیمی کے باوجود کفالت۔ (4) مالداری عطا کرنا وغیرہ۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کو نعمتوں کا کیسا اظہار ناپسند ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو ایسا اظہار ناپسند ہے جس میں نعمتوں پر فخر وغرور ہوتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کو نعمتوں کا کیسا اظہار پسند ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو نعمتوں کا ایسا اظہار پسند ہے جس میں اس کے فضل وکرم کا احساس ہو، اس کا خوف ہو کہ کہیں وہ نعمتوں سے محروم نہ کردے۔

سوال5: نبوت ورسالت اور ہدایت کے احسان کا اظہار کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ہدایت، رسالت اور نبوت کا اظہار دعوتِ دین سے ممکن ہے۔ دین کی دعوت بذاتِ خود اظہار ہے۔

اٰیاتها ۸ | ۹۴ سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ ۱۲ | رکوعها ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی، اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کا ایک رکوع اور 8 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب نزولی اور ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 94 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 12 ہے۔

رکوع نمبر 19

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾

''کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا'' (1)

سوال1: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ ''کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو اپنا احسان یاد دلایا ہے ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ ''کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا'' کہ کیا ہم نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے، نیکیوں کو آسان کرنے اور مصائب کو برداشت کرنے کے لیے

اخلاق حسنہ سے متصف ہونے کے لیے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔ اگر آپ کا دل تنگ ہوتا تو نیکی کا راستہ لوگوں کے لیے کیسے آسان ہوتا اور آپ ﷺ بھلائی پر کیسے عمل کرتے؟

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔'' (الانعام:125)

(3) اللہ تعالیٰ نے آپ کا دل منور کیا۔ آپ کی شریعت میں آسانی، نرمی اور لچک رکھی اور طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دی۔

سوال 2: سینہ کھول دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: سینہ کھول دینے سے مراد ہے: (1) حق کا دل میں واضح ہو جانا۔ (2) حق کا دل میں سما جانا۔ (3) حق کے لئے سینے کا فراخ ہو جانا۔

سوال 3: جس کا سینہ اسلام کے لئے کھل جاتا ہے اُس میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) وہ حق کو پہچان لیتا ہے۔ (2) وہ حق کو قبول کر لیتا ہے۔

سوال 4: شرح صدر کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے دو واقعات تحریر کریں؟

جواب: شرح صدر سے مراد شق صدر بھی ہے۔ معتبر روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کا دو دفعہ سینہ چاک کیا گیا۔ پہلا شق صدر: جب آپ ﷺ عمر کے چوتھے سال میں تھے سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کا دل چیرا اور اس سے وہ شیطانی حصہ نکال دیا جو انسان کے اندر ہے۔ پھر اسے دھو کر بند کر دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء) دوسرا شق صدر: معراج کے موقع پر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے آپ ﷺ کا دل نکالا گیا۔ اُسے زمزم سے دھو کر اپنی جگہ رکھ دیا گیا اور اسے ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ﴾

''اور ہم نے آپ پر سے آپ کا بوجھ اُتار دیا'' (2)

سوال 1: ﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ﴾ ''اور ہم نے آپ پر سے آپ کا بوجھ اُتار دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ﴾ ''اور ہم نے آپ پر سے آپ کا بوجھ اُتار دیا'' ہم نے آپ سے آپ کے گناہ کا بوجھ اتار دیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2959/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا

﴿مُّسْتَقِيْمًا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بخش دے آپ کا کوئی گناہ، جو پہلے ہو چکا اور جو بعد میں ہوا اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرے''۔(الفتح:2)

(3) یعنی آپ کو بارِ نبوت اٹھانے کے اسباب فراہم فرما دیئے۔(مختصر ابن کثیر:2/2213) یعنی وہ ذہنی بوجھ دور کر دیئے جو قوم کے گمراہیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تھا۔ آپ کا ذہنی بوجھ ہلکا کر دیا گیا جب آپ کو سمجھ آ گئی کہ اصلاح توحید، آخرت، اور رسالت پر ایمان لانے کی وجہ سے ہوگی۔ اس سے ساری دنیا کی اصلاح ہوگی۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کون سا بوجھ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا؟

جواب: یہ بوجھ نبوت سے پہلے کا ہے۔ اس دور میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو گناہوں سے محفوظ رکھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کا آپ ﷺ کو علم نہ تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کے دل پر 40 برس کی عبادات اور اطاعت نہ کرنے کا بوجھ تھا۔ جو دراصل تھا نہیں لیکن آپ ﷺ کے احساس کی وجہ سے بوجھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اُتار دینے کا اعلان کیا ہے

﴿الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾

''جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی''(3)

سوال: ﴿الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ ''جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ ''جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی'' یعنی وہ ذہنی دباؤ جو قوم کی گمراہی کی وجہ سے تھا کہ اصلاح کی صورت سمجھ نہیں آتی تھی جس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟''(الشعراء:3) اس بوجھ کو دور کرنے کے لیے آپ کو یقین عطا کیا گیا کہ توحید آخرت اور رسالت کے عقیدے کے ساتھ بگاڑ کا دور کرنا ممکن ہے۔

(2) ابتداء میں یہ بوجھ دعوت پر مخالفت کی وجہ سے بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہاڑوں جیسا حوصلہ عطا فرمایا جس کی وجہ سے آپ ذمہ داریاں نبھانے کے لیے تیار ہوئے۔

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾

''اور ہم نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا''(4)

سوال: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ ''اور ہم نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ ''اور ہم نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا'' یعنی جہاں میرا ذکر ہوگا وہیں تمہارا ذکر بھی ہو

گا مثلاً اذان اور تکبیر میں اشھد ان لا الہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ بھی آتا ہے۔

(2) نبی ﷺ نے فرمایا مجھ سے جبرائیل نے کہا: کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ کا ذکر کیسے بلند کروں؟ میں بولا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا: جب میرا ذکر ہوگا تو اس کے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا۔ (مسند ابویعلی)

(3) یعنی ہم نے آپ کی قدر و منزلت بلند کی، ہم نے آپ کو ثنائے حسن اور ذکر بلند سے سرفراز کیا جہاں آج تک مخلوق میں سے کوئی ہستی نہیں پہنچ سکی۔ پس جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً: اسلام میں داخل ہوتے وقت، اذان اور اقامت کے اندر، خطبوں اور دیگر امور میں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کا ذکر بلند کیا ہے۔ امت کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کے لیے جو محبت، تعظیم اور اجلال ہے وہ کسی اور کے لیے نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی امت کی طرف سے افضل ترین جزائے خیر عطا کرے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی ہے۔ (تفسیر سعدی:2959/3)

﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾

''پس یقینا مشکل کے ساتھ آسانی ہے'' (5)

سوال 1: ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ''پس یقینا مشکل کے ساتھ آسانی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ''پس یقینا مشکل کے ساتھ آسانی ہے'' یعنی شدت کے ساتھ سہولت ہے۔

(2) ایک عظیم الشان خوشخبری ہے کہ جب بھی کوئی تنگی اور سختی پائی جائے گی تو اس کے ساتھ ساتھ آسانی بھی ہوگی حتیٰ کہ اگر تنگی گوہ کے بل میں داخل ہو جائے تو آسانی اس کے ساتھ داخل ہوگی اور اسے باہر نکال لائے گی۔ (تفسیر سعدی:2959/3)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے ایک چٹان تھی۔ فرمایا اگر سختی اتر کر اس چٹان میں گھس جائے تو آسانی بھی اس میں گھس کر سختی کو باہر نکال دے گی اس پر یہ آیت اتری۔ (مسند بزار)

سوال 2: تنگی کے ساتھ آسانی کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ اسلام کے لئے تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے گھبرائیں نہیں۔ جلد ہی آپ ﷺ کو آسانی نصیب ہوگی۔

﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾

''یقینا مشکل کے ساتھ آسانی ہے'' (6)

سوال 1: ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ''یقینا مشکل کے ساتھ آسانی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ''یقینا مشکل کے ساتھ آسانی ہے'' اب بھی عادۃ اللہ تعالیٰ یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے

اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے ٹوٹ کر اسی سے لو لگائے۔ اسی کے فضل و رحمت کا امیدوار رہے، امتداد زمانہ سے گھبرا کر آس نہ توڑ بیٹھے ضرور اللہ اس کے حق میں آسانی کرے گا۔ ایک طرح کی نہیں، کئی طرح کی۔ (تفسیر عثمانی:904/2)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ ”لازم ہے کہ خوش حال اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد جلد ہی آسانی پیدا کر دے گا۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ”تکلیف کے ساتھ کشادگی ہوتی ہے اور تنگی کی معیت میں کشائش ہے۔“ (مسند احمد:307/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دوبارہ بات کو دُہرا کر کسے خوش خبری دی ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے خوش خبری ہے کہ جلد ہی آسانیوں کا دور آنے والا ہے۔

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾

”تو جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کریں“ (7)

سوال: ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ ”تو جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کریں“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ﴾ ”تو جب آپ فارغ ہو جائیں“ یعنی جب آپ گھریلو اور دوسرے دنیاوی کاموں سے فارغ ہو جائیں۔

(2) ﴿فَانْصَبْ﴾ ”تو محنت کریں“ تو خلوص اور رغبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں۔ یعنی دعا کریں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مشقت اٹھائیں۔

(3) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں جب امر دنیا سے فارغ ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو تو محنت کے ساتھ عبادت کر اور مشغولیت کے ساتھ کی طرف توجہ کر۔ (4) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو تہجد کی نماز میں کھڑا ہو۔

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے اپنے رب کی طرف توجہ کر۔

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی دعا کر۔

(7) زید بن اسلم اور ضحاک فرماتے ہیں جہاد سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں لگ جا، ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی نیت اور اپنی رغبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رکھ۔ (ابن کثیر:561)

(9) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صحت اور فراغت دو ایسی نعمتیں ہیں کہ جن کے بارے

میں اکثر لوگ دھوکا کھائے ہوئے ہیں۔یعنی ان کی قدر نہیں کرتے'' (بخاری:6412)

(10) یعنی نماز سے فارغ ہو یا تبلیغ اور جہاد سے فارغ ہو تو دُعا میں محنت کرو یا اتنی عبادت کرو کہ تم تھک جاؤ۔

(11) یعنی جب آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ڈر سے روکنے والے کوئی چیز رہ نہ جائے تب آپ دعا اور عبادت کرتے جائیں۔

﴿وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾

''اور اپنے رب کی طرف رغبت کریں'' (8)

سوال 1: ﴿وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ ''اور اپنے رب کی طرف رغبت کریں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِلٰى رَبِّكَ﴾ ''اور اپنے رب کی طرف'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو کر اکیلے اپنے رب کی۔

(2) ﴿فَارْغَبْ﴾ ''رغبت کریں'' یعنی اپنی پکار کے جواب اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لیے اپنی رغبت بڑھایے۔آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو فارغ ہوتے ہیں تو کھیل تماشے میں مشغول ہو جاتے ہیں، اپنے رب اور اس کے ذکر سے منہ موڑ لیتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ آپ خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جائیں۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے معنی ہیں کہ جب نماز پڑھ کر اس سے فارغ ہوں تو دعا میں محنت کیجئے اور اپنے مطالب کے سوال کرنے میں اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے۔اس قول کے قائلین، اس آیت کریمہ سے، فرض نمازوں کے بعد دعا اور ذکر وغیرہ کی مشروعیت پر استدلال کرتے ہیں۔واللہ اعلم (تفسیر سعدی:2960/3)

(3) یعنی آپ تبلیغ کے کاموں سے، گھریلو مشاغل سے اور اسلام لانے والوں کی تعلیم و تربیت سے فراغت حاصل ہو تو اپنے پروردگار سے لو لگایئے اور یک سو ہو کر اس سلسلے میں ریاضت کیجیے کیونکہ مشکلات کے دوران عبادت کے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس پر توکل ہی انسان کو ایسا حوصلہ عطا کرتا ہے جس سے مصائب کو برداشت کرنے کے قابل بن جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:662/4)

(4) نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا میں خوب محنت کریں۔

سوال 2: ربّ کی طرف رغبت یا توجہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو۔ہر معاملے میں اُس پر بھروسہ رکھو۔جنت کی اُمید رکھو۔

اٰیاتھا ۸ ۹۵ سُوْرَةُ التِّیْنِ مَكِّیَّةٌ ۲۸ رکوعھا ۱

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔اس میں ایک رکوع اور 8 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے۔

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 95 سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 34 سورت ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سفر میں تھے تو آپ نے عشاء کی (پہلی) دو رکعتوں میں سے ایک میں سورۃ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ کی قراءت فرمائی اور میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کی اچھی آواز یا قراءت نہیں سنی۔ (بخاری:769,767، مسلم:1037)

رکوع نمبر 20

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾

''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی!''(1)

سوال: ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ ''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ ''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی!'' التین سے مراد انجیر ہے یہ خوش ذائقہ پھل ہے جس میں بہت غذائیت بھری ہے اور زیتون سے مراد زیتون ہے۔

(2) انجیر اور زیتون کی قسم ان مقامات کے حوالے سے کھائی گئی جہاں انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے یعنی بیت المقدس جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر بن کر آئے۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں کی قسم ان کے اور ان کے پھل کے کثیر الفوائد ہونے کی بنا پر کھائی ہے، نیز اس بنا پر قسم کھائی ہے کہ ان دونوں درختوں کی ارض شام (فلسطین) میں، جو سیدنا عیسیٰ ابن مریم کی نبوت کا محل ومقام ہے، کثرت ہے۔ (سعدی:2961/3)

(4) اس آیت میں انجیر یا اس کے درخت اور زیتون کے درخت کی قسم نہیں کھائی گئی بلکہ اس سرزمین کی قسم کھائی گئی ہے جس میں یہ پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں وہ علاقہ شام اور فلسطین کا ہے۔ عربوں کا قاعدہ ہے کہ کسی چیز کا جز بول کر کل مراد لیتے ہیں۔ یہ بھی ان کا قاعدہ ہے کہ کسی علاقے کی پیداوار کا نام لے کر اس علاقہ مراد لیتے ہیں۔

﴿وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ﴾

''اور طورِ سینا کی!''(2)

سوال:﴿وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ﴾''اور طورِ سینا کی!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ﴾''اور طورِ سینا کی!''طورِ سینا سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ (ایسر التفاسیر:1771)

(2)طورِ سینین کو سورۃ المومنون کی آیت 20 میں طورِ سیناء کہا گیا ہے۔اور آج کل بھی سیناء ہی ہے۔یہ ایک بلند پہاڑ ہے جو مصر سے مدین یا مدین سے مصر جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔اسی پہاڑ کی ایک چوٹی کا نام طور ہے۔اور اسی پہاڑ کے دامن میں وادی کا نام طویٰ ہے جسے قرآن میں وادی مقدس اور البقعۃ المبارکہ بھی کہا گیا ہے اسی مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی اور دو دفعہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔(تیسیر القرآن 4/663)(3)طورِ سیدنا موسیٰ کا مقام نبوت ہے۔

﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ﴾

''اور اس پُرامن شہر کی قسم!''(3)

سوال:﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ﴾''اور اس پُرامن شہر کی قسم!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ﴾''اور اس پُرامن شہر کی قسم!''اس سے مراد مکّہ مکرمہ ہے اس کو امین اس لئے کہا گیا کہ وہ بلد حرام ہے۔اس میں قتال نہیں ہوتا جو اس میں داخل ہوتا امن پاتا ہے۔

(2)اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جو محمد ﷺ کی نبوت کا محل ومقام ہے۔پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مقامات مقدسہ کی قسم کھائی جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور جہاں تمام انبیاء میں سب سے زیادہ شرف وفضیلت کے حامل نبی مبعوث ہوئے۔(تفسیر سعدی:2961/3)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ﴾''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پُرامن بنایا ہے؟ حالانکہ لوگ اُن کے اردگرد سے اُچک لیے جاتے ہیں تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟''(العنکبوت:67)

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا''(4)

سوال1:﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ﴾''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا''یعنی جنس انسان آدم اوران کی اولاد کو پیدا کیا۔

(2)﴿فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾''بہترین ساخت پر''بہترین اور خوب صورت بنایا۔اس کی تخلیق میں اعتدال رکھا اور حسن ترتیب سے پیدا کیا۔(ایسرالتفاسیر:1771)

(3)اللہ تعالیٰ نے انسان کو فکر،فہم،علم،عقل اور نتائج اخذ کرنے کی جو صلاحیتیں دی ہیں،وہ کسی اور مخلوق کو نہیں دی گئیں۔

(4)اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بھی صرف انسانوں میں سے مبعوث کیا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس میرے ہاں تشریف لائے اور میں نے تب اپنے طاقچے پر پردہ رکھا تھا،جس میں تصویریں تھیں۔جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ ﷺ نے اس پردے کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا:''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ مبتلا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں۔''(بخاری:5954)

(5)ابوزرعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں ایک مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مکان کے اوپر ایک مصور تصویر بنا رہا ہے،تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے (اس سے) کہا،میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:''(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے)اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرے،یہ لوگ ایک دانہ یا ایک چیونٹی تو بنا کر دکھائیں۔''(بخاری:5953)

(6)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک گدا خریدا،جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں،جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ دروازے ہی میں کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہ ہوئے میں نے عرض،یہ اس لیے ہے کہ آپ ﷺ اس پر تشریف رکھیں اور اس پر ٹیک لگائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:''ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا۔ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو اور(سنو!)فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔''(بخاری:5957)

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیسے بہترین ساخت پر پیدا کیا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے سارے جانوروں کے مقابلے میں انسان کو دراز قامت بنایا۔

(2)سب جانوروں کا منہ نیچے کو جھکا ہوا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سر اٹھا کر چلنے والا بنایا۔

(3)سب جانور منہ مار کر یا پنجوں میں پکڑ کر کھاتے پیتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہاتھوں سے کھانے پینے والا بنایا۔

(4)اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعضاء کو متناسب بنایا۔

(5)اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل،فہم،تدبر،حکمت اور سننے،دیکھنے کی قوتیں عطا کیں اور یہ ساری اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔اس اعتبار سے انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو ہے۔انسان کی پیدائش میں ان تمام چیزوں کا اہتمام کرنا ہی اَحسن تقویم ہے۔

﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ﴾

''پھر ہم نے اُس کو لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا''(5)

سوال1:﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ﴾''پھر ہم نے اُس کو لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ﴾''پھر ہم نے اُس کو لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا''انسان بہترین جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو جب بے حیائی اور برائی کے لئے استعمال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت پر اتر آتا ہے تو وہ حیوانی سطح سے بھی نیچے گر جاتا ہے کیونکہ رب العزت نے حیوانوں کو خیر اور شر کی تمیز نہیں دی۔انسان نیکی اور بدی کی اور خیر و شر کی تمیز رکھتا ہے پھر بھی اخلاقی لحاظ سے پستی میں گر جاتا ہے۔انسانوں میں شہوت پرستی،حرص،کمینہ پن،طمع،خود غرضی،ظلم،قتل و غارت گیری،لوٹ کھسوٹ جیسی جو برائیاں پائی جاتی ہیں وہ حیوانوں میں نہیں پائی جاتیں۔اس لئے وہ ساری مخلوقات سے پست ہو جاتا ہے۔

(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ کے زمانہ میں ذلیل ترین عمر کو پہنچ گئے تھے تو نبی ﷺ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جب کہ ان کی عقلیں جا چکیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر نازل فرمایا کہ جو حضرات عقلیں زائل ہونے سے پہلے عمل صالح کر چکے ہیں ان کے لیے ان کا اجر ہے۔(تفسیر ابن عباس:484/3)

(3)یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو حسن و جمال جوانی اور کمال دے کر ردّی عمر میں لوٹا دیا۔

سوال2:انسان کیسے سب نیچوں سے نیچ ہو جاتا ہے؟

جواب:انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو اَحسنِ تقویم کے اعزاز سے گرا کر اَسفل السافلین میں شامل کر لیتا ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ﴾

''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے تو اُن کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے''(6)

سوال:﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ﴾''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے تو اُن کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے''یعنی جن لوگوں نے دل سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کیا اور اس کے احکامات کی اطاعت کی اور نیک اعمال کیے۔انہوں نے اخلاق حسنہ اپنائے برائی کو خود سے بچائے رکھا۔

(2)﴿فَلَهُمْ﴾''تو اُن کے لیے''یعنی ان کے لئے ان کے اعمال کے اجر کے طور پر۔

(3)﴿اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾''کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے''کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ان کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جن کے پھل نہ ختم ہوں گے نہ ان کا موسم جائے گا۔ان کے سائے دائمی ہونگے،ان کی لذتیں اور نعمتیں سدا بہار ہوں گی۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝﴾''یقیناً جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے،وہی تمام مخلوقات میں سے بہترین لوگ ہیں۔اُن کی جزا اُن کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اُس سے راضی ہوگئے۔یہ اُسی شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔''(البینۃ:7,8)

﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ﴾

''پس اس کے بعد جزا کے بارے میں جھٹلانے پر تجھے کون سی چیز آمادہ کرتی ہے''؟(7)

سوال:﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ﴾''پس اس کے بعد جزا کے بارے میں جھٹلانے پر تجھے کون سی چیز آمادہ کرتی ہے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ﴾''پس اس کے بعد جزا کے بارے میں جھٹلانے پر تجھے کون سی چیز آمادہ کرتی ہے؟''اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا۔وہ دوبارہ زندگی دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے انسان سے خطاب کیا ہے کہ تمہیں بہترین صورت میں پیدا کیا جب کہ وہ صورتیں بگاڑنے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور وہ تمہیں دوبارہ کسی اور صورت میں پیدا کرسکتا ہے۔کیا اس کے بعد بھی تم قیامت اور جزا سزا کا انکار کرو گے؟

(3)انسان اپنے اعمال کے اعتبار سے دو گروہوں میں بٹ گئے ایک﴿اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾کے تقاضے پورے کرنے والے اور دوسرے﴿اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾تک پہنچنے والے۔کیا دونوں گروہ کے اعمال ایک جیسے ہیں کہ ان کے نتائج ایک جیسے ہوں پھر آخرت میں نیک لوگوں کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ ملے اور برے لوگوں کو برا۔اس کے انکار کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

(4)پس اے انسان کون سی چیز اس کے بعد تجھے اعمال کی جزا و سزا کے جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے،حالانکہ تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نشانیوں کو دیکھ چکا ہے جن سے تجھے یقین حاصل ہوسکتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ چکا ہے جو تجھ پر واجب ٹھہراتی ہیں کہ تو ان میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرے جس کی اس نے تجھے خبر دی ہے۔(سعدی:2961/3)

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾

''کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے''؟(8)

سوال1:﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾''کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾''کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے''دنیا کے بادشاہوں کے ہاں بھی عدل کا قانون رائج کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہ مجرموں کو سزا اور اچھے کام کرنے والوں کو ایوارڈ دیتے ہیں۔تو جو جہانوں کا بادشاہ ہے اس کے انصاف کا بھی یہی تقاضا ہے کہ وہ ظالموں سے انتقام لے اور برے عمل کرنے والوں کو سزا دے اللہ تعالیٰ تو سب حاکموں سے بڑا عادل حاکم ہے اس نے دنیا میں فوراً حساب نہیں چکایا آخرت تک موخر کر دیا ہے وہاں وہ انصاف کے تقاضے پورے کرے گا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔اس کے تقاضوں کو وہ کیسے پورا کرتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔(2)وہ انصاف کے لئے قیامت برپا کرے گا۔

اٰیاتها ۱۹ | ۹۶ سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۱ | رکوعها ۱

سوال1:سورۃ العلق کہاں نازل ہوئی؟

جواب:سورۃ العلق مکہ میں نازل ہوئی۔اسی سورۃ سے وحی کا آغاز ہوا۔یہ اس دور میں نازل ہوئی جب آپ نہیں جانتے تھے کہ یہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کسے کہتے ہیں۔

سوال2:اس سورۃ میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:اس سورۃ میں ایک(1)رکوع اور انیس(19)آیات ہیں۔

سوال3:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 96 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ قرآن مجید کی پہلی سورۃ ہے۔

سوال4:اس سورۃ کے اور کون سے نام ہیں؟

جواب:اس سورۃ کا نام اقراء اور القلم بھی ہے

سوال5:اس سورت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے۔ پس جو خواب آپ ﷺ دیکھتے تھے وہ (صاف صاف) صبح کی روشنی کے مثل ظاہر ہو جاتا تھا۔ (پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) خلوت کی محبت آپ ﷺ کو دے دی گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ غار حرا میں خلوت فرمایا کرتے تھے اور وہاں آپ کئی رات (لگاتار) عبادت کیا کرتے تھے۔ بغیر اس کے کہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر آتے اور اسی قدر زاد راہ بھی لے جاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس وحی آ گئی اور آپ ﷺ غار حرا میں تھے یعنی فرشتہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے (آپ ﷺ سے) کہا کہ پڑھو! آپ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر فرشتے نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے (زور سے) بھینچا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے! تو میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر فرشتے نے مجھے پکڑ لیا اور (زور سے) بھینچا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے۔ تو میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پھر پکڑ لیا اور سہ بارہ مجھے (زور سے) بھینچا پھر مجھ کہا کہ ﴿اقرا باسم ربك﴾ الخ (العلق:1,3) ''اپنے پروردگار کے نام (کی برکت) سے پڑھو جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا پڑھو اور (یقین کر لو کہ) تمہارا پروردگار بڑا بزرگ ہے''۔ پس رسول اللہ ﷺ کا دل اس واقعہ کے سبب سے (مارے خوف کے) کانپنے لگا اور آپ ﷺ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور (وہاں موجود لوگوں سے) کہا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ چنانچہ انھوں نے آپ ﷺ کو کمبل اڑھا دیا یہاں تک کہ (جب) آپ ﷺ کے دل سے خوف جاتا رہا تو آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سب حال (جو غار میں گزرا تھا) بیان کر کے کہا کہ بلاشبہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ یقیناً آپ صلہ رحمی کرتے ہیں ناتواں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، جو چیز لوگوں کے پاس نہیں وہ انہیں دیتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہیں اور (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) مدد کرتے ہیں۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر چلیں اور ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ جو کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کے بیٹے تھے، کے پاس آپ ﷺ کو لائیں اور ورقہ وہ شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور عبرانی کتاب لکھا کرتا تھا۔ یعنی جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تھا انجیل کو عبرانی میں لکھا کرتا تھا اور بڑا بوڑھا آدمی تھا کہ بینائی جا چکی تھی۔ تو اس سے ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے (ﷺ) سے (ان کا حال) سنو! ورقہ بولے، اے میرے بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا ان سے بیان کر دیا تو ورقہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ یہ وہ فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ اے کاش! میں اس وقت (جب آپ ﷺ نبی ہوں گے) جوان ہوتا۔ اے کاش میں (اس وقت تک) زندہ رہتا جب کہ آپ ﷺ کو آپ کی قوم (مکہ سے) نکالے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے (یہ سن کر بہت تعجب سے) فرمایا: کیا یہ لوگ مجھے نکالیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں جس شخص نے آپ ﷺ جیسی بات بیان کی اس سے (ہمیشہ) دشمنی کی گئی اور اگر مجھے آپ ﷺ (کی نبوت) کا دور مل گیا تو میں آپ ﷺ کی بہت ہی بھرپور طریقے سے مدد

کروں گا۔ مگر چند ہی روز گزرے تھے کہ ورقہ کی وفات ہوگئی اور وحی (کی آمد عارضی طور پر چند روز کے لیے) رک گئی۔ (بخاری:3، مسلم:160)

سوال 6: وحی کا آغاز کیسے ہوا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ پر نزول کے اعتبار سے یہ قرآن کی اولین سورت ہے، یہ نبوت کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی، جب آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ پس جبریل علیہ السلام پیغام الٰہی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ پڑھیں مگر آپ نے عذر پیش کیا اور کہا "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔" جبریل بار بار یہی بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ یعنی جس نے عام مخلوق کو پیدا کیا، پھر انسان کو خاص کر کے اس کی تخلیق کی ابتدا کا ذکر کیا، (تفسیر سعدی:2962/3)

رکوع نمبر 21

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾

"آپ پڑھیں اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا" (1)

سوال: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ﴾ "آپ پڑھیں اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِقْرَاْ﴾ "آپ پڑھیں" اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ جو ربّ پیدا کرتا ہے وہی پڑھاتا ہے۔ اسی کے نام سے انسان کے لئے پڑھنا ممکن ہے۔ (2) یعنی جس نے سب چیزوں کو پیدا کیا، کیا وہ تم میں صفت قرأت پیدا نہیں کر سکتا۔ (تفسیر عثمانی:908/2)

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾

"اُس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا" (2)

سوال: ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ "اُس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ "اُس نے انسان کو پیدا کیا" خاص طور پر انسان کی پیدائش کا ذکر، انسان کے شرف کو واضح کرنے کے لئے۔

(2) ﴿مِنْ عَلَقٍ﴾ "خون کے لوتھڑے سے" جمے ہوئے خون میں نہ حس ہے نہ شعور، نہ علم نہ ادراک، محض جماد لایعقل ہے، پھر جو خدا

جمادلایعقل کوانسان عاقل بناتا ہے، وہ ایک عاقل کوکامل اورایک امی کوقاری وعالم نہیں بنا سکتا۔ یہاں تک قرأت کاامکان ثابت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کوکچھ مشکل نہیں کہ تم کوباوجودامی ہونے کے قاری بنادے، آگے اس کی فعلیت اوروقوع پر متنبہ فرماتے ہیں۔(تفسیرعثمانی:908/2)

﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾

''آپ پڑھیں اورآپ کارب سب سے زیادہ کریم ہے''(3)

سوال1:﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾''آپ پڑھیں اورآپ کارب سب سے زیادہ کریم ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾''آپ پڑھیں اورآپ کارب سب سے زیادہ کریم ہے''یعنی آپ کارب بہت زیادہ اوروسیع صفات کامالک، بہت زیادہ کرم واحسان اوربے پایاں جودوالا ہے۔جس کا کرم یہ ہے کہ اس نے مختلف انواع کے علوم کے ذریعے سے تعلیم دی۔ (تفسیرسعدی:2963/3)

(2)یعنی آپ کی تربیت جس شان سے کی گئی، اس سے آپ کی کامل استعداداورلیاقت نمایاں ہے جب ادھر سے استعداد میں قصورنہیں اور ادھر سے مبدأفیاض میں بخل نہیں بلکہ وہ تمام کریموں سے بڑھ کرکریم ہے۔پھروصول فیض میں کیاچیزمانع ہوسکتی ہے۔(تفسیرعثمانی:908/2)

(3)اس پروردگارکانام لے کرپڑھیں جس نے انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی زندگی کی بقاکے سارے اسباب مہیاکردیے۔

سوال2:''آپ پڑھیں اورآپ کارب سب سے زیادہ کریم ہے''یہ بات کیوں کہی گئی؟

جواب:رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے باربار یہ کہا تھا کہ میں پڑھا ہوانہیں ہوں۔اس پراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کرم کرنے والا ہے۔وہ کوتاہیوں سے درگزرکرتا ہے۔

﴿الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾

''وہ ذات جس نے قلم سے علم سکھایا''(4)

سوال:﴿الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾''وہ ذات جس نے قلم سے علم سکھایا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اورقلم کے ساتھ علم عطاکیا جس کے ذریعے سے تمام علوم کومحفوظ اورحقوق کوضبط کیاجاتا ہے وہ لوگوں کے لیے ایسا ایلچی ہوتا ہے جوان کے لیے بالمشافہ خطاب کا قائم مقام ہوتا ہے۔(تفسیرسعدی:2963/3)

(2)امام تفسیرمجاہدنے ابوعمروسے نقل کیاہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں چارچیزیں اپنے دست قدرت سے خودبنائیں اوران کے سواباقی مخلوقات کے لئے حکم دیا کن ہوجاوہ موجودہوگئیں۔یہ چارچیزیں یہ ہیں قلم،عرش، جنت عدن، آدم علیہ السلام۔(معارف القرآن:785/8)

(3)(i)یہ بات اس لئے کی گئی کہ جوعلم انسان کے حافظے میں ہوتا ہے وہ انسان کے ساتھ چلا جاتا ہے۔جس کاانسان اپنی زبان سے

اظہار کرتا ہے وہ بھی نہیں رہتا۔ البتہ قلم سے لکھا ہوا محفوظ رہتا ہے (اگر کسی وجہ سے ضائع نہ ہو جائے تو)۔

(II) قلم سے آسمانی کتابوں کی حفاظت ہوئی۔ (III) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ (IV) قلم ہی تقدیر لکھتا ہے۔ (V) قلم سے ہی تاریخ اور اَسلاف کا ذخیرۂ علم محفوظ رہتا ہے۔

(4) محمد رسول اللہ ﷺ نے کبھی لکھا پڑھا نہ تھا، فرمایا کہ قلم سے بھی علم وہی دیتا ہے یوں بھی وہی دے گا۔ اور ممکن ہے ادھر بھی اشارہ ہو کہ جس طرح مفیض و مستفیض کے درمیان قلم واسطہ ہوتا ہے، اللہ اور محمد کے درمیان جبریل محض ایک واسطہ ہیں۔ جس طرح قلم کا توسط اس کو مستلزم نہیں کہ وہ مستفیض سے افضل ہو جائے۔ ایسے ہی یہاں حقیقت جبریلیہ کا حقیقت محمدیہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ (تفسیر ثنائی:908/2)

(5) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر وہ نہ ہوتا تو نہ کوئی دین قائم ہوتا اور نہ زندگی کی اصلاح ہوتی۔" (فتح القدیر)

(6) علماء نے فرمایا ہے کہ عالم میں قلم تین ہیں۔ ایک سب سے پہلا قلم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات لکھنے کا اس کو حکم دیا، دوسرے فرشتوں کے قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور ان کی مقادیر کو نیز انسانوں کے اعمال کو لکھتے ہیں۔ تیسرے عام انسانوں کے قلم جس سے وہ اپنے کلام لکھتے اور اپنے مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کتابت درحقیقت بیان کی ایک قسم ہے اور بیان انسان کی مخصوص صفت ہے۔

﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾

"اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا" (5)

سوال: ﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾ "اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ﴾ "اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا" یعنی جنس انسان۔

(2) ﴿مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾ "جو وہ نہیں جانتا تھا" یعنی جن کا اسے علم نہ تھا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے انسان کو ماں کے پیٹ سے نکالا، وہ اس وقت کچھ نہیں جانتا تھا، اس کی سماعت، بصارت اور عقل سے بہرہ ور کیا، اس کے لیے حصول علم کے تمام اسباب آسان کیے، اسے قرآن کی تعلیم دی، حکمت سکھائی۔ (تفسیر سعدی:2963/3)

(4) انسان کی عزت و شرافت علم سے ہے۔ انسان اپنی پیدائش کے آغاز میں جما ہوا خون تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم کیا کہ اسے وہ باتیں بتا دیں جنہیں وہ جانتا نہ تھا۔ (5) علم ہی کی وجہ سے آدم کی فرشتوں پر فضیلت ثابت ہوئی۔

(6) علم کبھی تو دل میں ہوتا ہے اور کبھی زبان پر اور کبھی تحریر کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ پس علم کی تین قسمیں ہیں ذہنی، لفظی اور رسمی۔ رسمی، ذہنی اور لفظی تو لازم ہے لیکن ذہنی اور لفظی رسمی کو لازم نہیں۔ اس وجہ سے اقراء فرمایا۔ ایک اثر میں ہے کہ علم لکھ لیا کرو اور یہ بھی ہے کہ جس نے علم

پر عمل کیا اللہ پاک اسے اس علم کا بھی وارث بنادے گا جسے وہ جانتا نہ ہوگا۔

﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى﴾

''ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناً انسان سرکش ہوجاتا ہے''(6)

سوال1:﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى﴾''ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناً انسان سرکش ہوجاتا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى﴾''ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناً انسان سرکش ہوجاتا ہے''یعنی بڑا تکبر کرنے والا، اترانے والا، سرکش اور مغرور ہے۔(2)انسان ہی حد سے تجاوز کرتا ہے۔اور اپنے رب کے سامنے تکبر کرتا ہے پھر ان کا انکار کرتا ہے۔(جامع البیان:277/30)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے انسان کی سب سے بڑی غلطی کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان سرکشی کرتا ہے۔

﴿اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾

''کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہوگیا''(7)

سوال1:﴿اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾''کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہوگیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾''کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہوگیا''یعنی جب وہ اپنے آپ کو خوش حال دیکھتا ہے تو تکبر کرتا ہے۔(2)یعنی جب اس نے اپنے آپ کو غنی دیکھا تو سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا۔

سوال2:انسان سرکشی کیوں کرتا ہے؟

جواب:انسان خود کو بے نیاز دیکھتا ہے۔اُسے لگتا ہے کوئی مجھے پکڑنے والا، مجھ سے حساب کتاب لینے والا نہیں۔

﴿اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى﴾

''یقیناً تیرے رب ہی کی طرف واپسی ہے''(8)

سوال1:﴿اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى﴾''یقیناً تیرے رب ہی کی طرف واپسی ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى﴾''یقیناً تیرے رب ہی کی طرف واپسی ہے''رُجْعٰی بمعنی لوٹ کر واپس جانے کا مقام، یعنی انسان دنیا میں کتنی بھی سرکشی اختیار کرلے۔بالآخر اس کو اپنے رب کے پاس جانا پڑے گا، اس وقت اسے معلوم ہوجائے گا کہ اس کی اس متکبرانہ روش کا انجام کیسا ہوتا ہے؟(تیسیر القرآن:668/4)

(2)اے غافل انسان! دنیا کے خزانے بھی اکٹھے کر لے تو کتنے دن تک کام آئیں گے؟ یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور موت آ کر تمہارا گلا دبا دے گی۔تم نے مرجانا ہے اور لوٹ کر اپنے رب کے پاس جانا ہے۔تیری فرعونیت خاک میں مل جائے گی تجھے اپنے رب کو حساب دینا ہے تم کس عزت کی تلاش میں ہو آخرت کی عزت کے لئے کوشش کرو جب تم سے سوال ہوگا عمر کن کاموں میں گزاری؟ جوانی کن کاموں میں پرانی کر دی؟ مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ علم پر کتنا عمل کیا؟ ساری مخلوق کے سامنے رسوا ہونے سے بچنے کے لئے آج ہی لوٹ جانے کی تیاری کرو۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ (۴۲) مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ (۴۳)﴾ ”اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے۔ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔“ (ابراہیم:42,43)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سرکشی کا علاج کیسے کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے ربّ کی طرف پلٹنا ہے یعنی مالک کے پاس جاؤ گے وہ حساب کتاب لے گا۔پھر سرکشی کا بُرا نتیجہ سامنے آئے گا۔

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى﴾

”کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو منع کرتا ہے؟“(9)

سوال:﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى﴾ ”کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو منع کرتا ہے“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى﴾ ”کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو منع کرتا ہے“ یہ آیتیں ابوجہل کی مذمت میں نازل ہوئیں جو رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کے قریب نماز پڑھنے پر دھمکیاں دیتا تھا۔

(2)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے (اپنے ساتھیوں سے) پوچھا، کیا محمد ﷺ تمہارے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ (یعنی وہ تمہارے سامنے ایک اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے) کہا گیا، ہاں! ابوجہل نے کہا، لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے انہیں ایسا کرتے دیکھ لیا تو ان کی گردن روند ڈالوں گا، یا ان کے چہرے کو مٹی میں لتھیڑ دوں گا۔(پھر ایسا ہوا کہ) وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، تو اس نے آپ کی گردن روندنے کا ارادہ کیا، لیکن اچانک وہ آپ سے دور ہو گیا اور اپنی ایڑیوں

کے بل لوٹ گیا اور وہ اپنے ہاتھوں سے (کسی چیز سے) بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس سے کہا گیا، تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا، میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق تھی، بڑا ہولناک منظر تھا اور (فرشتوں کے) بازو تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کے ایک ایک عضو کو اچک لیتے۔" (مسلم:7065)

(3) یعنی وہ جزا کے دن سے نہیں ڈرتا خود بھی رب کا راستہ چھوڑتا ہے اور دوسروں کو بھی چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے۔

﴿عَبْدًا اِذَا صَلّٰى﴾

"ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے" (10)

سوال: ﴿عَبْدًا اِذَا صَلّٰى﴾ "ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَبْدًا اِذَا صَلّٰى﴾ "ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے" یعنی اپنے عمل کا جائزہ تو لو تم نماز پڑھنے سے روکتے ہو۔ جو ایمان والے اعمال میں سب سے افضل عمل ہے۔

(2) یعنی اس کی سرکشی اور تمرد کو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں، دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سربسجود ہوتا ہے اسے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ان آیات میں اشارہ ابوجہل ملعون کی طرف ہے۔ جب وہ نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھتا تو چڑاتا اور دھمکاتا تھا۔ اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے کی سعی کرتا تھا۔ (تفسیر عثمانی:909/2)

﴿اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى﴾

"کیا آپ نے دیکھا اگر وہ ہدایت پر ہو؟" (11)

سوال: ﴿اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى﴾ "کیا آپ نے دیکھا اگر وہ ہدایت پر ہو؟" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَرَءَيْتَ﴾ "کیا آپ نے دیکھا" یعنی اے نماز سے روکنے والے؟ یہ تو بتاؤ۔

(2) ﴿اِنْ كَانَ﴾ "اگر وہ ہو" اگر نماز پڑھنے والا شخص (3) ﴿عَلَى الْهُدٰٓى﴾ "ہدایت پر" وہ حق پر ہو، حق کا علم رکھتا ہو۔ اس پر عمل کرتا ہو۔

(4) ﴿عَلَى الْهُدٰٓى﴾ "ہدایت پر" اس سے مراد سیدھے راستے پر ہونا ہے، بے خطا ہونا ہے۔

﴿اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى﴾

"تقویٰ کا حکم دیتا ہو" (12)

سوال 1: ﴿اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى﴾ "تقویٰ کا حکم دیتا ہو" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْاَمَرَ بِالتَّقْوٰى﴾''تقویٰ کا حکم دیتا ہو۔''یعنی وہ محمد رسول اللہ ہیں جنہیں آپ بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے روک رہے ہو اگر وہ سیدھے راستے پر ہوں ان کی عبادت اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو ان کی زندگی تقویٰ والی ہو اور وہ دوسروں کو بھی نیکی کی ترغیب دلاتا ہو۔(2) کیا یہ اچھی بات ہے۔(تفسیر سعدی:2963/3)

سوال2:تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنے کا حکم کون دیتا ہے؟

جواب:جو خود اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو۔

سوال3:ڈر کر رہنے کے حکم سے مراد کن چیزوں کا حکم دینا ہے؟

جواب:ڈر کر رہنے سے مراد ان چیزوں کا حکم دینا ہے جن کی وجہ سے انسان جہنم کی آگ سے بچ سکے یعنی توحید، عملِ صالح اور اِخلاص کی تعلیم۔

﴿اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾

''کیا تم نے دیکھا اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا؟''(13)

سوال1:﴿اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾''کیا تم نے دیکھا اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ﴾''کیا تم نے دیکھا اگر اس نے جھٹلایا''یعنی اگر نماز سے روکنے والے نے جھٹلایا ہو۔

(2)﴿وَتَوَلّٰى﴾''اور منہ موڑا؟''اور حکم سے منہ موڑا ہو تو کیا وہ زمین و آسمان کے خالق کے عذاب سے نہیں ڈرتا؟

سوال2:﴿اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾''کیا تم نے دیکھا اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا؟''سے اللہ تعالیٰ نے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ بھلا بتاؤ جو شخص پیغمبر کو جھٹلاتا ہے اور ایمان سے منہ موڑتا ہے، یہ اس شخص کی مخالفت کرنے کا حق رکھتا ہے جو ہدایت پر ہے، نماز پڑھتا ہے اور تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔

﴿اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى﴾

''کیا اُس نے نہیں جانا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے''(14)

سوال:﴿اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى﴾''کیا اُس نے نہیں جانا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى﴾''کیا اُس نے نہیں جانا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔''کیا اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کی عبادت سے روکنے والا نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کی حرکتوں کو دیکھتا ہے۔وہ ان سارے معاملات کا حساب لے گا۔

﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم پیشانی کے بالوں سے لازماً کھینچیں گے''(15)

سوال: ﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم پیشانی کے بالوں سے لازماً کھینچیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً اگر وہ باز نہ آیا'' اللہ رب العزت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور سرکشی سے نہ رکا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ نبی ﷺ کی دشمنی اور مخالفت سے باز نہ آیا۔

(3) ﴿لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ﴾ ''تو ہم پیشانی کے بالوں سے لازماً کھینچیں گے'' تو ہم اس کی گناہ گار پیشانی کو بڑی سختی سے پکڑیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ﴾ ''مجرموں کو ان کی علامت ہی سے پہچان لیا جائے گا، پھر انہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا۔'' (الرحمن:41)

﴿نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾

''جو جھوٹی، خطا کار پیشانی ہے''(16)

سوال: ﴿نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ ''جو جھوٹی، خطا کار پیشانی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ ''جو جھوٹی، خطا کار پیشانی ہے'' یعنی جس سر پر یہ چوٹی ہے وہ جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے گویا اس کا دروغ اور گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے۔ (تفسیر عثمانی:2/909) (2) یہ اس بدبخت کی پیشانی ہوگی جو جھوٹا اور گناہ گار ہے۔

﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ﴾

''پس وہ اپنی مجلس کو بلا لے''(17)

سوال: ﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ﴾ ''پس وہ اپنی مجلس کو بلا لے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلْيَدْعُ﴾ ''پس وہ بلا لے'' اب وہ جس پر عذاب واجب ہو چکا ہے۔

(2) ﴿نَادِيَهٗ﴾ ''اپنی مجلس کو'' اپنے ساتھیوں، حمایتیوں قبیلے کے لوگوں کو بلا لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خلاف اس کی مدد کریں۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل آیا، اس نے کہا، کیا میں نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا؟ کیا میں نے تمہیں اس کام سے منع نہیں کیا؟ کیا میں نے تمہیں اس کام سے منع نہیں کیا؟ پھر جب نبی ﷺ نماز

سے فارغ ہوئے تو اس نے آپ کو دھمکایا۔ ابوجہل نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ اس شہر میں مجھ سے زیادہ کسی کے اصحاب مجلس نہیں ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں ﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ ''پس وہ اپنی مجلس کو بلالے۔ جلد ہی ہم دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے۔'' (العلق:17,18) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر وہ اپنے ہم نشین بلاتا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اسے پکڑ لیتے۔ (ترمذی:3349)

﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾

''جلد ہی ہم دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے'' (18)

سوال: ﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ ''جلد ہی ہم دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ ''جلد ہی ہم دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے'' ہم عذاب والے فرشتے بلالیں گے اور دیکھیں گے کہ کون غالب آتا ہے۔

(2) ﴿الزَّبَانِيَةَ﴾ سے مراد بالاتفاق دوزخ کا عذاب دینے والے فرشتے ہیں۔

﴿كَلَّا ۖ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾

''ہرگز نہیں، آپ اُس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور بہت قریب ہو جاؤ'' (19)

سوال 1: ﴿كَلَّا ۖ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ ''ہرگز نہیں، آپ اُس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور بہت قریب ہو جاؤ'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿كَلَّا ۖ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ ''ہرگز نہیں، آپ اُس کی بات نہ مانو'' یعنی وہ تو اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جس سے خسارہ ہو اس لئے اس کی بات نہ مانو۔

(2) وہ آپ کو نماز سے روکتا ہے آپ اس کی بات مان کر کعبہ میں نماز کی ادائیگی سے نہیں رکیں گے۔

(3) ﴿وَاسْجُدْ﴾ ''اور سجدہ کرو'' یہاں سجدے سے مراد صرف سجدہ نہیں بلکہ نماز ہے۔

(4) ﴿وَاقْتَرِبْ﴾ ''اور بہت قریب ہو جاؤ'' آپ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کثرت سے نماز پڑھتے رہیں۔

(5) سجدوں وغیرہ اور دیگر نیکیوں اور عبادات سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیجئے، کیونکہ یہ تمام عبادات اور اس کی رضا کے قریب کرتی ہیں۔ یہ ہر اس شخص کے لیے عام ہے جو بھلائی سے روکتا ہے اور ہر اس امر کے لیے عام ہے جس سے روکا گیا ہے اگرچہ یہ آیات ابوجہل کے بارے میں اس وقت نازل ہوئیں جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا، آپ کو تعذیب دی اور اذیت پہنچائی۔ (تفسیر سعدی 3/2964)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے، جب وہ سجدے میں ہو، تو (سجدے میں) دعا زیادہ کیا کرو۔'' (مسلم:482)

(7) سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرتا تھا اور آپ ﷺ کے استنجاء اور وضو کے لیے پانی لایا کرتا تھا۔ آپ نے ایک رات فرمایا: مانگ۔ تو میں نے کہا میں آپ ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے عرض کیا بس یہی۔ تو آپ نے فرمایا: تو اپنے معاملے میں سجود کی کثرت کے ساتھ میری مدد کر۔ (مسلم:1094)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کیا حکم دیا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ اس کی بات ہرگز نہ مانو، سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔

اٰیاتها ۵ ﴿۹۷﴾ سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ ۲۵ رکوعها ۱

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں ایک رکوع اور پانچ آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 97 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 65 سورت ہے۔

رکوع نمبر 22

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾

''یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا'' (1)

سوال 1: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ ''یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ﴾ ''یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا'' رب العزت نے قرآن کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے۔

(2) ﴿فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ ''لیلۃ القدر میں'' لیلۃ القدر کو شب مبارک یا لیلۃ مبارکہ بھی کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ

مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ﴾ ''یقیناہم نے اس کوایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔یقیناہم ڈرانے والے تھے۔'' (الدخان:3)

(3)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:لیلۃ القدرکوآخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔(بخاری:2017)

سوال2:لیلۃ القدرکس مہینے کی رات ہے؟

جواب:لیلۃ القدریعنی مرتبے والی رات رمضان میں آتی ہے رب العزت نے فرمایا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''رمضان کامہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا،جوانسانوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کی اورحق وباطل کافرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں،توتم میں سے جوکوئی اس مہینے میں حاضر ہوتووہ اس کے روزے رکھے،اور جوکوئی بیمار ہو یا کسی سفر پر ہوتو دوسرے دنوں سے تعداد پوری کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کاارادہ رکھتا ہے اورتم پر تنگی کاارادہ نہیں رکھتااورتاکہ تم تعداد پوری کرسکواورتم اس پراللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کروجواُس نے تمہیں ہدایت دی ہے اورتاکہ تم شکرگزار بنو۔'' (البقرہ:185)

سوال3:رمضان اورلیلۃ القدرکی کیافضیلت ہے؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب رمضان کامہینہ آتا ہےتو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں،جہنم کے دروازے بندکردیئے جاتے ہیں،اورشیاطین جکڑدیئے جاتے ہیں۔'' (نسائی:2108)

(2)سیدناواثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:صحف ابراہیم ماہ رمضان کی پہلی رات میں نازل کئے گئے۔تورات اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے چھ(6)دن گزرچکے تھے۔انجیل تب نازل کی گئی جب رمضان کے 13دن گزرچکے تھے۔زبوراس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے اٹھارہ(18)دن گزرچکے تھےاورقرآن اس وقت نازل کیا گیاجب رمضان کے چوبیس دن گزرچکے تھے۔(صحیح الجامع الصغیر:1497،الصحیحہ:1575)(احمد:17109)

(3)رسول ﷺ نے فرمایا:یہ مہینہ آگیااوراس میں ایک رات ایسی ہے جوہزارمہینوں سے بہتر ہے،جواس سے محروم رہا،وہ ہرطرح کی (خیر)سے محروم رہا،اوراس کی بھلائی سے محروم وہی رہے گاجو(واقعی)محروم ہو۔(ابن ماجہ:1644)

(4)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:بلاشبہ اس رات زمین میں فرشتوں کی تعداد کنکریوں کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے۔(صحیحہ:2205)

سوال4:اس رات کولیلۃ القدرکیوں کہا گیا؟

جواب:(1)﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ ''یقیناہم نے اس(قرآن)کولیلۃ القدرمیں نازل کیا''لیلۃ القدرکی شان عظیم ہےاس کی قدرو

منزلت کی بنا پر اسے لیلۃ القدر کہا گیا۔(2) لیلۃ القدر کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت نازل فرمائی جس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔
(3) لیلۃ القدر کو اس لیے یعنی مرتبے والی رات کہا گیا کہ سال بھر میں جو کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے یعنی عمر، رزق، تقدیر، وغیرہ اس میں مقدر کر دی جاتی ہے اس لیے اس کو لیلۃ القدر کہا گیا۔

سوال 5: لَيْلَةُ الْقَدْرِ کا نام اَلْقَدْر کیوں ہے؟

جواب: (1) قدر کے معنی اندازہ اور فیصلہ کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اس کے معنی اندازہ اور فیصلہ کرنے کے ہیں۔ اسی لئے اسے لیلۃ الحکم بھی کہتے ہیں۔
(2) قدر کے معنی قدر و منزلت کے ہیں۔ اس رات کی عبادت کی بہت قدر ہوتی ہے۔ اس لئے اسے لَيْلَةُ الْقَدْرِ کہتے ہیں۔
(3) قدر کے معنی تنگی کے ہیں۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ تنگی والی رات ہے کیونکہ اس رات اتنی کثرت سے فرشتے زمین پر آتے ہیں کہ وہ تنگ ہو جاتی ہے۔

سوال 6: لیلۃ القدر کو مبہم کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب: لیلۃ القدر کو مبہم رکھنے میں حکمت ہے۔ آخری عشرے کی طاق راتوں میں اس کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں لوگ خوب عبادت کرتے ہیں۔

سوال 7: قرآنِ مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ قرآنِ مجید کو نازل کرنے کا آغاز یا لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر یعنی بیت العزت میں ایک ہی مرتبہ اُتار دیا گیا اور وہاں سے حالات اور ضروریات کے مطابق نبی ﷺ پر اُترتا رہا حتیٰ کہ 23 سال میں پورا ہوا۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾

''اور تم کیا جانو کہ لیلۃ القدر کیا ہے''(2)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ ''اور تم کیا جانو کہ لیلۃ القدر کیا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ ''اور تم کیا جانو کہ لیلۃ القدر کیا ہے'' یعنی یہ رات اتنی جلیل القدر اور عظیم الشان ہے کہ آپ کو اس کا علم نہیں۔
(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ایمان کے ساتھ ساتھ خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے لیلۃ القدر کا قیام کرے، تو اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (بخاری: 2014؛ مسلم: 760)

سوال2: لیلۃ القدر کو کیسے تلاش کریں؟

جواب: (1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' (بخاری:2017)

(2) زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: ''تمہارے بھائی عبداللہ مسعود کہتے ہیں کہ جو شخص سال بھر قیام کرے وہ اس رات کو پالے گا'' ابی بن کعب کہنے لگے: ''اللہ تعالیٰ ابوعبدرحمن (عبداللہ بن مسعود کی کنیت) کو بخشے وہ خوب جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے۔ اور وہ ستائیسویں رات ہے۔ مگر وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اسی پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں'' پھر ابی نے بغیر استثناء کے قسم کھائی کہ وہ ستائیسویں رات ہے'' میں نے پوچھا: ''ابوالمنذر! (ابی بن کعب کی کنیت) تم کیسے بات کہتے ہو'' انہوں نے کہا: اس نشانی کی بنا پر جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتائی اور وہ علامت یہ ہے کہ اس کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے تو اس میں شعاع نہیں ہوتی۔ (ترمذی: ابواب التفسیر)

(3) آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (بخاری، کتاب الایمان)

سوال3: لیلۃ القدر میں کون سی دعا کرنے چاہیے؟

جواب: (1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں (اپنے رب سے) کیا دعا مانگو؟ آپ نے فرمایا: ''یہ دعا کرنا: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ﴾ ''اے اللہ! تو درگزر کرنے والا ہے اور درگزر کو پسند فرمانے والا ہے، سو مجھ سے بھی درگزر فرما۔'' (ترمذی:3513) (ابن ماجہ:3853)

سوال4: لیلۃ القدر کے بارے میں یہ سوال کیوں کیا گیا کہ تم کیا جانو لیلۃ القدر کیا ہے؟

جواب: یہ سوال اس لئے کیا گیا تا کہ رات کی اہمیت اور عظمت کو واضح کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عظمت کا اِدراک کوئی کر بھی نہیں سکتا۔

سوال5: لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ہزار مہینوں سے مراد 83 سال اور 4 ماہ ہیں۔ اس ایک رات کی عبادت کا ثواب اتنا زیادہ ہے۔ یہ اُمت پر احسان ہے کہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لئے آسانی فراہم کر دی۔

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾

''لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے'' (3)

سوال: ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ ''لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے'' ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:(1)﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾''لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے''یعنی لیلۃ القدر میں کیا جانے والا عمل ان ہزار مہینوں میں کیے جانے والے عمل سے بہتر ہے جس میں لیلۃ القدر نہ ہو اور اس میں کثیر خیر اور بھلائیاں تقسیم ہوتی ہیں جو ہزار مہینوں میں بھی نہیں ہوتیں۔(تفسیر منیر:726/15)

(2)یعنی قدر کی رات فضیلت میں ایک ہزار مہینے کے برابر ہے۔وہ عمل جو شب قدر میں واقع ہوتا ہے،ایک ہزار مہینے میں جو شب قدر سے خالی ہوں، واقع ہونے والے عمل سے بہتر ہے۔یہ ان امور میں سے ہے جن پر خرد حیران اور عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ضعیف القویٰ امت کو ایسی رات سے نوازا جس کے اندر عمل ایک ہزار مہینوں کے عمل سے بڑھ کر ہے،یہ ایک ایسے معمر شخص کی عمر کے برابر ہے جسے اسی سال سے زیادہ طویل عمر دی گئی ہو۔(تفسیر سعدی:2965/3)

﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ﴾

''اور روح اُس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے بارے میں اُترتے ہیں''(4)

سوال1:﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ﴾''اور روح اُس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے بارے میں اُترتے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾''فرشتے اترتے ہیں''فرشتے اس مبارک رات میں کثرت سے نازل ہوتے ہیں۔

(2)﴿وَالرُّوْحُ فِيْهَا﴾''اور روح اُس میں''یعنی جبرائیل امین اس رات میں نازل ہوتے ہیں۔

(3)﴿بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾''اپنے رب کے حکم سے''یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔

(4)﴿مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ﴾''ہر کام کے بارے میں''ہر حکم سے مراد انسانوں کی تقدیریں ہیں جو اس دن طے کی جاتی ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾''اس رات میں ہر محکم کام کا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔''(الدخان:4)

سوال2:اس رات میں فرشتے کثرت سے کیوں اترتے ہیں؟

جواب:اس مبارک رات میں فرشتے کثرت سے اترتے ہیں کیونکہ یہ بڑی برکت والی رات ہے اور فرشتے برکتوں اور رحمتوں کے موقع پر ہی اترتے ہیں مثلاً تلاوت قرآن کے موقع پر اترتے ہیں،ذکر کی مجلسوں کو گھیر لیتے ہیں اور طلباء کی عظمت کے لیے ان کے قدموں کے نیچے پر بچھا دیتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:2236/2)

﴿سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾

''وہ رات فجر کے طلوع ہونے تک سلامتی ہی سلامتی ہے''(5)

سوال1:﴿سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ ''وہ رات فجر کے طلوع ہونے تک سلامتی ہی سلامتی ہے'' سلامتی سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)﴿سَلٰمٌ﴾ ''سلامتی ہی سلامتی ہے'' اس رات میں جو فرشتے نازل ہوتے ہیں وہ سارے عبادت گزاروں کے لیے سلامتی کی دعائیں کرتے ہیں۔

(2)اس رات میں جتنے فیصلے کیے جاتے ہیں وہ سب خیر اور سلامتی کے ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر کسی قوم کی تباہی کا فیصلہ بھی ہو تو زمین والوں کے لیے دعائے خیر اور سلامتی ہے۔

(3)یہ رات ہر آفت اور ہر شر سے سلامت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی بھلائی کثیر ہے۔

(4)﴿هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ ''فجر کے طلوع ہونے تک'' یعنی اس رات کی ابتدا غروب آفتاب سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام اور اس کی انتہا طلوع فجر ہے۔

اٰیاتھا ۸ ۹۸سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۰ رکوعھا ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 98 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 100 ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:(1)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں سورت ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ پڑھ کر سناؤں۔ سیدنا ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام بھی لیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر وہ رونے لگے۔ (بخاری:4959)

(2)ابی کہتے ہیں۔ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ تمہیں فلاں فلاں سورت سناؤں۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ: کیا میرا وہاں ذکر آیا تھا! آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں عبدالرحمن بن ابزیٰ بولے: (ابوالمنذر ابی رضی اللہ عنہ) آپ ﷺ تو یہ سن کر خوش ہوئے ہوں گے! بولے، خوش کیوں نہ ہوتا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (یونس:58)(مسند احمد)

رکوع نمبر 23

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾

''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ باز آنے والے نہ تھے یہاں تک کہ اُن کے پاس واضح دلیل آئے''(1)

سوال: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ ''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ باز آنے والے نہ تھے یہاں تک کہ اُن کے پاس واضح دلیل آئے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ ''اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا'' یعنی یہود و نصاریٰ میں سے جن لوگوں نے کفر کیا۔

(2) ﴿وَالْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور مشرکین میں سے'' یعنی عرب کے مشرک اور دنیا کے ہر طرح کے لوگ۔

(3) ﴿مُنْفَكِّيْنَ﴾ ''وہ باز آنے والے نہ تھے'' یعنی یہ سب لوگ اپنے کفر اور گمراہی سے باز آنے والے نہ تھے یعنی وہ گمراہی میں بھٹکتے رہیں گے اور ان کا کفر بڑھتا ہی رہے گا۔

(4) اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہوئے، اور مشرکین وہ قومیں جو بت پرستی یا آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھیں اور کوئی کتاب سماوی ان کے ہاتھ میں نہ تھی۔ (تفسیر عثمانی: 913/2)

(5) ﴿حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ ''یہاں تک کہ اُن کے پاس واضح دلیل آئے'' یعنی محمد ﷺ اور قرآن کریم۔

﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾

''اللہ تعالیٰ کی جناب سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے''(2)

سوال 1: ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ ''اللہ تعالیٰ کی جناب سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی جناب سے ایک رسول'' اللہ تعالیٰ نے بَیِّنَہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مبعوث کیا۔ (تفسیر سعدی: 2966/3)

(2) نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے سب دین والے بگڑ چکے تھے۔اور ہر ایک غلطی پر مغرور تھا۔اب چاہیے کسی حکیم یا ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھانے سے راہ پر آجائیں تو یہ ممکن نہ تھا جب تک ایک ایسا عظیم القدر رسول نہ آئے جس کے ساتھ اللہ کی پاک کتاب، اس کی قوی مدد ہو کہ چند سال میں ایک ایک ملک کو ایمان کی روشنی سے بھر دے اور اپنی زبردست تعلیم اور ہمت وعزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ کر دے۔ چنانچہ وہ رسول، اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتا ہوا آیا جو پاک ورقوں میں لکھی ہوئی ہے۔(تفسیر عثمانی:914/2)

(3)﴿يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ ''جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے'' یعنی وہ قرآن جو آپ پڑھ کر سناتے ہیں وہ پاکیزہ اوراق میں لکھا ہوا فرشتوں کے پاس موجود ہے رب العزت نے فرمایا:﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ (13) مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ (14) بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ (15) كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ (16)﴾ ان صحیفوں میں ہے جو قابلِ احترام ہیں۔ بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں۔ ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔''(عبس:13،16)

(4) یعنی وہ شیطان کی دستبرد ہونے سے محفوظ ہیں کیونکہ اسے پاک فرشتے ہی چھوتے ہیں۔

(5) یہ کلام باطل کی پہنچ سے دور ہے رب العزت نے فرمایا:﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔''(فصلت:42)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ صحیفے جھوٹ اور شک اور نفاق اور گمراہی سے پاک ہیں۔(معارف القرآن:797/8)

(7) اس کتاب میں کوئی کجی نہیں ہے، جیسا کہ فرمایا:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔''(الکہف:1)

(8)﴿صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی درست ہیں۔ایک یہ ہے کہ جو قرآن وہ پیش کرتا ہے۔ وہ ہر طرح کی تحریف، اضافہ یا ترمیم اور حذف سے پاک ہے۔ نیز وہ ہر قسم کی انسانی دستبرد سے پاک ہے۔ جبکہ اہل کتاب کی کتابوں میں تحریف بھی موجود ہے۔ انسانوں کے اضافے بھی اور حذف بھی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم نہایت پاکیزہ ہے جو کسی نبی کی سیرت وکردار کو داغدار نہیں بناتا جبکہ اہل کتاب نے بعض انبیاء کی سیرت پر گھناؤنے الزام لگائے انہیں ان سے پاک کرتا ہے۔(تیسیر القرآن:675/4)

سوال 2: ''پاک صحیفوں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قرآنِ مجید ہے جو لوحِ محفوظ میں پاک صحیفوں پر لکھا ہے۔

﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾

''جن میں مضبوط احکام کی تحریریں ہوں''(3)

سوال:﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾''جن میں مضبوط احکام کی تحریریں ہوں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾''جن میں مضبوط احکام کی تحریریں ہوں''یعنی اس میں مستحکم احکامات ہیں جن میں کوئی کجی نہیں جو حق کو باطل سے واضح کرتے ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:560/3)

(2) سچی خبریں اور عدل پر مبنی احکام ہیں جو حق اور راہ راست کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔جب ان کے پاس یہ واضح دلیل آجاتی ہے تب اس وقت طالب حق اور وہ شخص جس کا مقصد طلب حق نہیں ہے،دونوں واضح ہوجاتے ہیں۔پس جو کوئی ہلاک ہوتا ہے تو دلیل سے ہلاک ہوتا ہے اور جو کوئی زندہ رہتا ہے تو دلیل سے زندہ رہتا ہے۔(تفسیر سعدی:2966/3)

(3)یعنی قرآن کی ہر سورت گویا ایک مستقل کتاب ہے۔یا یہ مطلب ہو کہ جو عمدہ کتابیں پہلے آچکی ہیں ان سب کے ضروری خلاصے اس کتاب میں درج کردیئے گئے ہیں۔یا﴿كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾سے علوم ومضامین مراد ہیں۔یعنی اس کے علوم صحیح وراست اور مضامین نہایت مضبوط ومعتدل ہیں۔(تفسیر عثمانی:914/2)

﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾

''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آئی''(4)

سوال1:﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آئی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی جدا جدا نہیں ہوئے''یعنی اہل کتاب کے پاس محمد ﷺ جیسا پیغمبر اور قرآن جیسی روشن کتاب آئی پھر بھی وہ تفرقے بازی کا شکار ہوئے۔ان میں سے تھوڑے لوگ ایمان لائے اور باقی کافر رہے اللہ رب العزت نے اختلاف کی مذمت کی ہے﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو الگ الگ ہوگئے اور اپنے پاس واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا۔''(آل عمران:105)

(2)﴿اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾''مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آئی''یعنی جو اپنے ماننے والوں کے لیے اجتماع اور اتفاق کی موجب ہے مگر ان کے بگاڑ اور ان کی خساست کی بنا پر ہدایت نے ان کی گمراہی میں اور بصیرت نے ان کے اندھے پن میں اضافے کے سوا کچھ نہیں کیا حالانکہ تمام کتابیں ایک ہی اصل اور ایک ہی دین لے کر آئی ہیں۔(سعدی:2967/2)

سوال2:اہل کتاب کے درمیان کیسے اختلاف ہوا؟

جواب: اہلِ کتاب نبی ﷺ کے آنے سے پہلے ایک تھے۔آپ ﷺ کی بعثت کی وجہ سے ان کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ان میں سے کچھ لوگ ایمان لائے لیکن ان کے اکثر لوگ محروم رہے۔

سوال3: یہاں اَلْبَیِّنَۃُ "واضح دلیل" سے کیا مراد ہے؟

جواب: واضح دلیل سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

سوال4: رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو واضح دلیل سے تعبیر کرنے میں کیا نکتہ ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی سچائی واضح تھی۔اس میں انکار کی گنجائش نہیں تھی۔

سوال5: جب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے انکار کی گنجائش نہیں تھی، پھر لوگوں نے کیسے تکذیب کی؟

جواب: لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب بغض، عناد اور حسد کی وجہ سے کی۔

سوال6: متفرق ہونے والوں میں سے صرف اہلِ کتاب کا نام لیا گیا حالانکہ دوسرے لوگ بھی متفرق ہوئے تھے۔اس کی وجہ بتائیے؟

جواب: متفرق ہونے والوں میں سے اہلِ کتاب کا نام اس لئے لیا گیا کیونکہ وہ علم والے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ان کی کتابوں میں پیشین گوئیاں موجود تھیں۔

سوال7: اہلِ کتاب کو اُن کی کتابوں میں کیا حکم دیا گیا تھا؟

جواب: اہلِ کتاب کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ:

(1) اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے اُس کی عبادت کریں۔(2) نماز قائم کریں۔(3) زکوٰۃ دیں۔

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾

"اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یکسو ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے"(5)

سوال1: ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ "اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے" آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا﴾ "اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا" یعنی ان کی کتابوں تورات اور انجیل میں۔(ایسر التفاسیر:1772)

(2) ﴿اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص

کرنے والے'' یعنی شریعتوں میں انہیں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔

(3) یعنی ظاہری اور باطنی عبادات میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور اللہ تعالیٰ کی خوشی، اس کی رضا کو اپنا مقصد بنا کر اس کی عبادت کریں۔

(4) ﴿حُنَفَآءَ﴾ ''یکسو ہونے والے ہوں'' یعنی توحید کے خلاف ادیان سے منہ موڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جانے والے۔

(5) یعنی تمام ادیان سے منہ موڑ کر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والے۔ (ایسر التفاسیر:1777)

(6) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں جو ایک اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جانے والے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' (النحل:123)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ یک سو مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہیں تھے۔'' (آل عمران:67)

سوال 2: ﴿وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ ''اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں'' رب العزت نے نماز کا اور زکوٰۃ کا تذکرہ ان کی فضیلت کی وجہ سے کیا ہے۔ (2) نماز بدن کی اشرف عبادت ہے اور زکوٰۃ فقراء اور محتاجوں کے لیے احسان ہے۔ (الاساس:6623/11)

(3) نماز اور زکوٰۃ نے دین کے تمام شرائع کو قائم کیا ہے۔

(4) ﴿وَذٰلِكَ﴾ یعنی توحید اور دین میں اخلاص دونوں ہی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء:25)

(5) ہر رسول یہی دعوت لے کر آیا جیسا کہ رب العزت نے واضح کیا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہو گئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟'' (النحل:36)

(6) ﴿دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ ''مضبوط دین ہے'' یعنی مستقیم دین ہے جو جنت تک پہنچاتا ہے اور باقی تمام ادیان جہنم لے جاتے ہیں۔

سوال3: دین قیم کے اہم ارکان کی وضاحت کریں؟

جواب: دین قیم یعنی مستحکم دین جو ابتدائے انسانیت سے نبی ﷺ تک ایک ہی رہا ہے۔اس کے تین ارکان ہیں

(1) اللہ تعالیٰ کو خالق اور مالک سمجھا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔(2) نماز کو ٹھیک طریقے سے ادا کیا جائے۔

(3) اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ ادا کی دی جائے نماز اور زکوٰۃ وہی ادا کر سکتے ہیں جو آخرت کی جواب دہی کا یقین رکھتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ﴾

''یقیناً جنہوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی تمام مخلوقات میں سے بدترین لوگ ہیں'' (6)

سوال1: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ﴾ ''یقیناً جنہوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی تمام مخلوقات میں سے بدترین لوگ ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ ''یقیناً جنہوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' رب العزت نے کافروں اور مشرکوں کے پاس واضح دلیل آجانے کے بعد ان کی ہولناک جزا کو بیان کیا ہے۔(2) ﴿فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ ''جہنم کی آگ میں'' یعنی آگ کا عذاب جو انہیں گھیر لے گا۔

(3) ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ ''ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی ان کے لیے جہنم کا عذاب کبھی ختم نہیں ہوگا۔وہاں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہیں گے۔کافر اور مشرک دوزخ کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(4) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ﴾ ''وہی تمام مخلوقات میں سے بدترین لوگ ہیں'' یہ لوگ مخلوق میں سے بدتر ہیں کیونکہ انھوں نے حق کو پہچان کر اس کو ترک کر دیا اور یوں دنیا و آخرت میں انھوں نے نقصان اٹھایا۔(تفسیر سعدی:2967/3)

(5) بدترین مخلوق سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول ﷺ اور کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ﴾

''یقیناً جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، وہی تمام مخلوقات میں سے بہترین لوگ ہیں'' (7)

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ﴾یقینا جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، وہی تمام مخلوقات میں سے بہترین لوگ ہیں'' اس آیتکی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''یقینا جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' اللہ رب العزت نے ان مخلص لوگوں کے انجام کے بارے میں بتایا ہے جو سچے دل سے ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے یعنی فرض عبادات اور تمام معاملات کو اخلاص کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

(2)﴿اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ﴾''وہی تمام مخلوقات میں سے بہترین لوگ ہیں'' کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کی معرفت حاصل کی اور وہ دنیا و آخرت کی نعمتوں سے فیض یاب ہوئے۔(تفسیر سعدی:2967/3)﴿الْبَرِیَّةِ﴾میں ساری مخلوق حتیٰ کہ فرشتے بھی شامل ہیں۔مومن سب سے افضل اور کافر اور مشرک سب سے بدتر ہیں۔

سوال2: بہترین مخلوق سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب:اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے یعنی جن کے دل بھی جھک گئے، مان گئے اور اعضاء بھی نیک عمل کرنے میں مصروف رہے۔وہ بہترین اور افضل مخلوق ہیں۔

﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ﴾

''اُن کی جزا اُن کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اُس سے راضی ہو گئے۔یہ اُسی شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا''(8)

سوال1:﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا﴾''اُن کی جزا اُن کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا﴾''اُن کی جزا اُن کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔یعنی قیامت کے دن انہیں نیک اعمال کا بہترین بدلہ ملنے والا ہے۔سدا بہار باغات جہاں سے کبھی نکالا نہیں جائے گا۔

(2) جن میں خوب صورت نہریں جاری ہیں انہیں جنت سے اوپر کسی چیز کی طلب نہیں رہے گی۔

سوال2:﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اُس سے راضی ہو گئے یہ اُسی شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اُس سے راضی ہوگئے'' اللہ تعالیٰ ان سے اس سبب سے راضی ہوا کہ انھوں نے اس کی مرضی کو پورا کیا اور وہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہوئے کہ اس نے ان کے لیے مختلف انواع کی تکریمات تیار کیں۔﴿ذٰلِكَ﴾ یہ جزائے حسن﴿لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾''اُس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانیوں سے باز رہتا ہے اور ان امور کو قائم کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیے ہیں۔(تفسیر سعدی:2967/3)

(2)اللہ تعالیٰ ان سے اس لیے راضی ہوا کہ انہوں نے اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کیے۔

(3)وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اس ثواب اور جزا کی وجہ سے جو اپنے رب کی اطاعت کی وجہ سے ان کی تکریم کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی۔

(4)﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ ''یہ اُسی شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا'' یعنی یہ جزا ان کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس کی نافرمانیوں سے بچے۔

(5)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے خطاب کے لئے فرمائیں گے ''یا اهل الجنة'' تو اہل جنت جواب دیں گے ''اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں اور اطاعت حکم کے لئے تیار ہیں اور ہر بھلائی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے پھر حق تعالیٰ فرمائیں گے ''هل رضيتم'' یعنی تم لوگ راضی اور خوش ہو وہ جواب دیں۔اے ہمارے پروردگار، اب بھی راضی نہ ہونے کا کیا احتمال ہے جب کہ آپ نے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما دیا جو کسی مخلوق کو نہیں ملا۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا میں تم کو اس سے بھی افضل اور بہتر نعمت دے دوں، پھر فرمائیں گے کہ میں نے اپنی رضا تمہارے اوپر نازل کر دی اب کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔(بخاری،مسلم)

(6)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔''(الملک:12)

سوال3:ایمان والوں کی جزا اپنے ربّ کے یہاں کیا ہے؟

جواب:ایمان والوں کی جزا اپنے ربّ کے یہاں ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے راضی ہوتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں۔

(2)اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوتا ہے جو غلطی تسلیم کر لیتے ہیں اور فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ سے کون راضی ہوجاتا ہے؟

جواب: جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کی رضا پر راضی ہوجاتا ہے۔

اٰیاتھا ۸ ۹۹ سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۳ رکوعھا ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 99 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 93 ہے۔

سوال3: سورۃ الزلزال کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ قرآن پڑھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ''تین سورتیں پڑھو جن کی ابتدا میں ''الٓرٰ'' آتا ہے (یعنی یونس، ہود اور یوسف)۔'' اس نے کہا، میری عمر بڑی ہوگئی ہے، دل سخت ہوگیا ہے (یعنی نسیان غالب ہے) اور زبان موٹی ہوگئی ہے (اس وجہ سے میں یہ بڑی بڑی سورتیں یاد نہیں کرسکتا) آپ نے فرمایا: ''پھر تم ''حم'' والی تین سورتیں پڑھ لیا کرو۔ اس پر بھی اس نے اپنی پہلی بات ہی کہی۔ آپ نے فرمایا: ''تو مسبحات والی تین سورتیں یاد کرلو (جن کے شروع میں سبح اور یسبح آتا ہے) اس پر بھی اس نے اپنی وہی بات دہرائی اور کہنے لگا، اے اللہ تعالیٰ کے رسول! مجھے کوئی جامع سورت پڑھا دیجئے۔ تو نبی ﷺ نے اسے سورۃ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ پڑھائی، آخر تک۔ تب وہ شخص کہنے لگا، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس سے کبھی زیادہ نہیں کروں گا، پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو نبی ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: ''اس آدمی نے نجات پائی۔ (ابوداود: 1399۔ مسند احمد: 6583)

رکوع نمبر 24

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾

''جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی اس کا سخت ہلایا جانا'' (1)

سوال1:﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾''جب زمین پوری شدت سے ہلادی جائے گی اس کا سخت ہلایا جانا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ﴾''جب زمین پوری شدت سے ہلادی جائے گی''یعنی جب قیامت کے لیے زمین کو حرکت دی جائے گی۔

(2)﴿زِلْزَالَهَا﴾''اس کا سخت ہلایا جانا''یعنی جب خوفناک زلزلے آئیں گے اور زمین اندر سے ہلادی جائے گی۔اس حرکت سے وہ کانپ اٹھے گی۔رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (۶) تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (۷)﴾''جس دن ہلا ڈالے گی،سخت ہلا ڈالنے والی۔اُس کے بعد پیچھے آنے والی آئے گی۔''(النازعات:6,7)

(3)زمین کے زلزلے علاقائی نہیں ہوں گے،پوری زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾''اے لوگو!اپنے رب سے ڈرو،یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔''(الحج:1)

(4)شدید زلزلوں کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہوجائیں گے عمارتیں گر جائیں گی،ٹیلے برابر ہوجائیں گے اور زمین میں کوئی نشیب وفراز نہیں رہے گا۔وہ چٹیل میدان بن جائے گی۔﴿وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ﴾''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔''(الانشقاق:3)

سوال2:زمین کب اپنی پوری شدت سے ہلادی جائے گی؟

جواب:زمین پہلی دفعہ صور پھونکنے کے بعد اپنی پوری شدت سے ہلادی جائے گی۔

سوال3:زمین کو شدت سے ہلانے کا کیا نتیجہ سامنے آئے گا؟

جواب:اپنی پوری شدت سے ہلنے کی وجہ سے ساری زمین لرز اُٹھے گی اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔

﴿وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾

''اور زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دے گی''(2)

سوال1:﴿وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾''اور زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دے گی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾''اور زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دے گی''یعنی زمین اپنے خزانوں اور مردوں کو باہر نکال کر خالی ہوجائے گی۔(2)زمین میں مردے اس کا بوجھ ہیں۔(جامع البیان:291/30)

(3)زمین میں تین طرح کے بوجھ ہیں(i)معدنیات اور خزانے(ii)دفن شدہ مردے۔

(iii)زمین کے اجزاء جن پر انسان نے اچھے برے عمل کیے ہوں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ﴾ ''اور جو کچھ اُس کے اندر ہے اُسے باہر نکال دے گی اور خالی ہو جائے گی۔'' (الانشقاق:4)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زمین اپنے پوشیدہ خزانے اگل دے گی اور وہ سونے اور چاندی کے ستونوں کی مانند ہوں گے۔ قاتل آئے گا اور (ان کو دیکھ کر) کہے گا، (افسوس صد افسوس!) میں نے اس کے لالچ میں (فلاں کو) قتل کیا تھا۔ رشتے ناطے قطع کرنے والا آئے گا اور کہے گا (افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں (ناطہ) توڑا تھا۔ چور آئے گا اور کہے گا، (افسوس!) اسی کے لالچ میں میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر وہ سب اسے چھوڑ کر چلے جائیں گے اور وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔ (مسلم:2341)

سوال 2: زمین کے بوجھ کون ہیں؟

جواب: (1) زمین کے بوجھ مُردہ انسان ہیں جو زمین میں دفن ہیں۔ (2) اس بوجھ سے مراد زمین کے خزانے بھی ہیں۔

سوال 3: زمین اپنے بوجھ کب نکال پھینکے گی؟

جواب: یہ دوسری دفعہ صور پھونکنے کے بعد ہوگا اور سب انسان زندہ ہو کر زمین سے نکل آئیں گے۔

﴿وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا﴾

''اور انسان کہے گا: ''اُس کو کیا ہوا؟'' (3)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا﴾ ''اور انسان کہے گا: ''اُس کو کیا ہوا؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا﴾ ''اور انسان کہے گا: ''اُس کو کیا ہوا؟'' یعنی کافر کہے گا کہ کس چیز نے زمین کو متحرک کر دیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1779) (2) انسان کو تعجب ہوگا کہ زمین کو کیا حادثہ پیش آیا ہے کہ ہم اس پر آرام سے چلتے پھرتے تھے، یہ ٹھہری ہوئی تھی۔ ہلتی نہ تھی اور اب یہ پارے کی طرح بے قرار ہے۔ اس وقت یہ معلوم ہو جائے گا کہ اب زمین بچے گی نہیں۔

سوال 2: انسان کیوں کہے گا کہ اُس کو کیا ہوا؟

جواب: انسان دہشت زدہ ہو کر کہے گا کہ زمین کو کیا ہوا۔ یہ اپنے بوجھ باہر پھینک رہی ہے، خزانے اُگل رہی ہے اور بُری طرح ہل رہی ہے۔

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾

''اُس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی'' (4)

سوال 1: ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ ''اُس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ ''اُس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی'' یعنی زمین اپنے اوپر رہنے والوں کے خیر و شر کے

بارے میں جو اس پر واقع ہوئے، گواہی دے گی۔(ایسر التفاسیر:1779)

(2)یعنی زمین بتائے گی کہ مجھ پر رہنے والوں نے کیا اچھے برے اعمال کیے اور زمین کی گواہی یا تو بندوں کے حق میں ہوگی یا خلاف۔

(3)رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور پوچھا: جانتے ہو زمین کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی خبریں یہ ہیں کہ جس بندے نے زمین کی پشت پر جو کچھ کیا ہوگا، اس کی گواہی دے گی۔ کہے گی: فلاں فلاں شخص نے فلاں عمل فلاں دن میں کیا تھا۔(ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ:2429)

﴿بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا﴾

''اس لیے کہ آپ کے رب نے اُسے وحی کی ہوگی''(5)

سوال1:﴿بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا﴾''اس لیے کہ آپ کے رب نے اُسے وحی کی ہوگی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا﴾''اس لیے کہ آپ کے رب نے اُسے وحی کی ہوگی''زمین خبریں اس لیے بیان کرے گی کہ اللہ تعالیٰ اس کو حکم دے گا کہ جو کچھ تیری پشت پر ہوا، اس کے بارے میں شہادت دو اور زمین اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرے گی۔

سوال2: زمین کیسے کلام کرے گی؟

جواب: زمین کو رب اُسی طرح قوتِ گویائی دے دے گا جیسے اُس نے انسان کو زبان دے رکھی ہے۔ ایسے ہی وہ زمین کو بھی کلام کرنے کی قوت دے دے گا۔ زمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے کلام کرے گی۔

﴿يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ﴾

''جس دن لوگ الگ الگ پلٹیں گے تاکہ اُن کے اعمال اُن کو دکھائے جائیں''(6)

سوال1:﴿يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ﴾''جس دن لوگ الگ الگ پلٹیں گے تاکہ اُن کے اعمال اُن کو دِکھائے جائیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ﴾''جس دن لوگ الگ الگ پلٹیں گے تاکہ اُن کے اعمال اُن کو دِکھائے جائیں''یعنی حساب کے میدان میں۔

(2)﴿يَّصْدُرُ النَّاسُ﴾''لوگ پلٹیں گے''لوگ گروہ در گروہ واپس لوٹیں گے۔ کوئی جنت کا پروانہ لے کر اور کوئی جہنم کا حکم نامہ لے کر، کوئی خوش نصیب اور کوئی بدنصیب لوٹے گا۔ اس کے بعد ان کی کبھی ملاقات نہیں ہوگی۔

(3)﴿اَشْتَاتًا﴾''الگ الگ''یعنی گروہ گروہ تاکہ اپنے عمل پہچان لیں اور جزا یا سزا پائیں۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ(۱۰)وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ(۱۱)وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ(۱۲)وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ(۱۳)عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ﴾ ''اور جب اعمال نامے پھیلائے جائیں گے۔اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی۔ اور جب جہنم دہکا دی جائے گی۔اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔تو ہر جان، جان لے گی کہ وہ کیا لے کر آئی ہے؟'' (التکویر:10,14)

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر اُن کی قسمیں بنائی جائیں گی۔'' (النمل:83) انسان کے اعمال کے اثرات جو زمین پر کیے گئے زمین انہیں پیش کر دے گی اور لوگ ہی دیکھ لیں گے۔

سوال2: لوگ کہاں پلٹیں گے؟

جواب:(1)لوگ قبروں سے نکل کر حشر کے میدان میں حساب کتاب کے لئے پلٹیں گے۔

(2)لوگ حساب کتاب کے بعد جنت اور دوزخ کی طرف پلٹیں گے۔

سوال3: لوگ مختلف گروہوں میں کیوں پلٹیں گے؟

جواب: لوگ اپنے اعمال کی بنیاد پر مختلف گروہوں میں پلٹیں گے۔

سوال4: زمین کی خبریں اور لوگوں کا پلٹنا کس مقصد کے لئے ہوگا؟

جواب: زمین کی خبریں اور لوگوں کا پلٹنا اس لئے ہوگا تا کہ لوگوں کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾

''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا'' (7)

سوال1:﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا'' کسی شخص نے معمولی نیکی بھی کی ہوگی حتیٰ کہ چیونٹی کے برابر، وہ اسے دیکھ لے گا۔

(2) نبی ﷺ نے اس لیے نیکی کو حقیر جاننے سے منع کیا کیونکہ حقیر ترین چیز بھی دکھا دی جائے گی، رب العزت نے فرمایا:﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں

چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔" (الکہف:49)

سیدنا جابر بن سلیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو، خواہ اپنے ڈول سے پانی طلب کرنے والے برتن میں پانی ہی ڈال دو، خواہ اپنے بھائی سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ بات ہی کر لو۔" (مسلم)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کی (دی ہوئی کسی چیز کو بھی) حقیر نہ سمجھے، اگرچہ وہ بکری کے پائے کا گوشت ہو۔" (بخاری:2566)

(4) سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آگ سے بچ جاؤ، خواہ آدھی کھجور کے ساتھ۔ (بخاری:6563)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑا تین طرح کے لوگ تین قسم کا پالتے ہیں۔ ایک شخص کے لیے وہ اجر ہوتا ہے، دوسرے کے لیے وہ معافی ہے، تیسرے کے لیے عذاب ہے۔ جس کے لیے وہ اجر و ثواب ہے وہ شخص ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کی نیت سے پالتا ہے۔ چراگاہ یا اس کی بجائے راوی نے یہ کہا باغ میں اس کی رسی کو دراز کر دیتا ہے اور وہ گھوڑا چراگاہ یا باغ میں اپنی رسی تڑا لے اور ایک دو کوڑے (پھینکنے کی دوری) تک اپنی حد سے بڑھ گیا تو اس کے نشانات قدم اور اس کی لید بھی مالک کے لیے ثواب بن جاتی ہے اور اگر کسی نہر سے گزرتے ہوئے اس میں سے مالک کے ارادہ کے بغیر خود ہی اس نے پانی پی لیا تو یہ بھی مالک کے لئے باعث ثواب بن جاتا ہے۔ دوسرا شخص جس کے لئے اس کا گھوڑا باعث معافی پردہ بنتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے لوگوں سے بے پرواہ رہنے اور لوگوں (کے سامنے سوال کرنے سے) بچنے کے لئے اسے پالا اور اس گھوڑے کی گردن پر جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس کی پیٹھ کا جو حق ہے اسے بھی وہ ادا کرتا رہتا ہے۔ تو گھوڑا اس کے لئے باعث معافی پردہ بن جاتا ہے اور جو شخص گھوڑا اپنے دروازے پر فخر اور دکھاوے اور اسلام دشمنی کی غرض سے باندھتا ہے، وہ اس کے لئے وبال ہے۔ نبی ﷺ سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق مجھ پر کوئی خاص آیت سوا اس اکیلی عام اور جامع آیت کے نازل نہیں کی ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ یعنی جو کوئی ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا۔ (بخاری:4962)

سوال 2: ذرّہ برابر نیکی کو انسان کیسے دیکھ لے گا؟

جواب: ذرّہ برابر نیکی اللہ تعالیٰ کے ریکارڈ میں ہے۔ اس کائنات میں بے خطا ریکارڈنگ کا نظام ہے۔ کوئی چیز اس سے miss نہیں ہو سکتی۔ اس لئے انسان اپنی ذرہ برابر نیکی کو بھی دیکھ لے گا۔

﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾

"اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا" (8)

سوال1:﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾''اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾''اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا''یعنی چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی انسان اپنے اعمال نامے میں دیکھ لے گا۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی اور جو اس نے برائی کی، اُس دن آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔''(آل عمران:30)

(3)رائی کے دانے برابر عمل بھی ضائع نہیں کیا جائے گا رب العزت نے فرمایا:﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔''(الانبیاء:47)

(4)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اے عائشہ! معمولی اور حقیر سمجھے جانے والے گناہوں سے بچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی مؤخذہ ہوگا۔''(ابن ماجہ:4243)

(5)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت قرآن کی سب سے زیادہ مستحکم اور جامع آیت ہے اور سیدنا انس کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو الفاذۃ الجامعہ فرمایا ہے یعنی منفرد یکتا اور جامع۔

(6)سیدنا انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورت ﴿اذا زلزلت﴾کو نصف القرآن اور ﴿قل ھو اللہ احد﴾ کو ثلث القرآن اور ﴿قل یا ایھا الکفرون﴾کو ربع القرآن فرمایا ہے۔(معارف القرآن:8/802)

سوال2:ذرّہ برابر بدی کو دیکھ کر انسان کی کیا حالت ہوگی؟

جواب:ذرّہ برابر بدی کو دیکھ کر انسان شدید مضطرب اور پریشان ہوگا۔

اٰیاتھا ۱۱ ۱۰۰ سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۱۴ رکوعھا ۱

سوال1:یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس کا ایک رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر کیا ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا 100 نمبر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا 14 نمبر ہے۔

رکوع نمبر 25

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا﴾

''ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم!''(1)

سوال1: ﴿وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا﴾ ''ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْعٰدِيٰتِ﴾ ''دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم!'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت قوت کے ساتھ دوڑنے والی گھوڑوں کی قسم کھائی ہے۔

(2) ﴿ضَبْحًا﴾ ''ہانپتے ہوئے'' یعنی جب گھوڑے تیز بھاگتے ہوئے ہانپتے ہیں اور ان کے سینوں سے آواز آرہی ہو۔ گھوڑوں کی اس کیفیت کی قسم کھائی ہے۔ یہ حالت جانوروں میں سے کسی کے اندر اس اعتبار سے نہیں پائی جاتی۔

(3) اللہ تعالیٰ مجاہد کے ہانپ کر دوڑتے ہوئے اور ہنہناتے ہوئے گھوڑوں کی قسم کھا رہا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1099)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم کیوں کھائی؟

جواب: گھوڑوں میں نمایاں نشانیاں اور ایسی نعمتیں ہیں جن کے بارے میں مخلوق جانتی ہے۔

سوال3: جہاد کے لیے گھوڑا رکھنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا پالا، تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب ولید سب کا سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں رکھ کر تولا جائے گا۔ (اور سب پر اسے ثواب ملے گا)۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(2) رب العزت نے حکم دیا: ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا

﴿تُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور جو تم استطاعت رکھتے ہو ان کے (مقابلے) کے لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو خوف زدہ کرو گے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الانفال:60)

(3) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے مروڑتے ہوئے یہ فرماتے سنا: ''خیر قیامت تک کے لیے گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ بندھی ہوئی ہے یعنی اجر و ثواب اور مال غنیمت۔'' (مسلم:4847)

﴿فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا﴾

''پھر سم مار کر چنگاریاں جھاڑنے والوں کی'' (2)

سوال 1: ﴿فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا﴾ ''پھر سم مار کر چنگاریاں جھاڑنے والوں کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَالْمُوْرِیٰت﴾ ''پھر چنگاریاں جھاڑنے والوں کی'' یعنی جو اپنے سموں سے پتھروں پر آگ جھاڑتے ہیں۔

(2) ﴿قَدْحًا﴾ ''سم مار کر'' یعنی دوڑتے ہوئے سموں کی سختی اور قوت کی وجہ سے آگ نکلتی ہے۔

(3) یہ اُن گھوڑوں کی پہچان ہے جو تیز رفتار ہوں۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مقابلہ صرف تین چیزوں میں جائز ہے، اونٹ دوڑ، گھڑ دوڑ یا تیر اندازی۔ (ترمذی:1700)

(5) اس آیت میں گھوڑوں کو رات میں دوڑنے کا مفہوم از خود شامل ہے کیونکہ ان کے سموں کی پتھروں پر ضرب سے جو چنگاریاں نکلتی ہیں وہ زیادہ تر رات کو نظر آتی ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/680)

﴿فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا﴾

''پھر صبح کے وقت چھاپہ مارنے والوں کی!'' (3)

سوال 1: ﴿فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا﴾ ''پھر صبح کے وقت چھاپہ مارنے والوں کی!'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالْمُغِیْرٰتِ﴾ ''پھر چھاپہ مارنے والوں کی'' یعنی دشمن پر شب خون مارنے والے گھوڑوں کی۔

(2) ﴿صُبْحًا﴾ ''صبح کے وقت'' شب خون منہ اندھیرے صبح کے وقت مارا جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2970)

(3) عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت تاخت کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو صبح کو دفعتہ جا پڑیں اور رات کو حملہ نہ کرنے میں اظہار شجاعت سمجھتے تھے۔ (تفسیر عثمانی:2/917)

(4)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ صبح فجر کے وقت دشمنوں پر حملہ کیا کرتے تھے، تو آپ (جب کسی علاقے پر حملے کے لیے جاتے تو) اذان کی آواز پر کان لگائے رکھتے تھے اور اگر وہاں سے آپ ﷺ کو اذان کی آواز سنائی دیتی تو آپ ان پر حملہ نہیں کرتے تھے، ورنہ ان پر حملہ کر دیتے تھے۔(مسلم:847)

﴿فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا﴾

''پھر اس کے ساتھ وہ غبار اُڑاتے ہیں''(4)

سوال1:﴿فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا﴾''پھر اس کے ساتھ وہ غبار اُڑاتے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَثَرْنَ بِهٖ﴾''پھر اس کے ساتھ وہ اُڑاتے ہیں''یعنی جب شب خون مارتے ہوئے گھوڑے دوڑتے ہیں۔تو گرد اڑتی ہے۔(2)﴿نَقْعًا﴾''غبار''یعنی جب وہ غبار اڑاتے ہیں۔

(3)نقعا بمعنی گرد راہ۔وہ گرد وغبار جو کوئی تیز رفتار سواری اپنے پیچھے چھوڑتی چلی جاتی ہے۔یہ خاکی ذرات بوجھل ہونے کی وجہ سے پھر آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھ جاتے ہیں۔اس آیت میں دراصل گھوڑوں کی تیز رفتاری کی تعریف ہے جو رات کو زمین ٹھنڈی اور شبنم آلود ہونے کے باوجود اس سے گرد وغبار اٹھاتے ہیں۔(تیسیر القرآن 4/680)

(4)یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دوڑنے والے کہ صبح کے وقت جبکہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے عموماً غبار دبا رہتا ہے۔ان کے ٹاپوں سے اس وقت بھی بہت گرد وغبار اٹھتا ہے۔(تفسیر عثمانی:917/2)

﴿فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا﴾

''پھر اس کے ساتھ لشکر میں گھس جاتے ہیں''(5)

سوال1:﴿فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا﴾''پھر اس کے ساتھ لشکر میں گھس جاتے ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَوَسَطْنَ بِهٖ﴾''پھر اس کے ساتھ گھس جاتے ہیں''یعنی اپنے سواروں کے ساتھ۔

(2)﴿جَمْعًا﴾''لشکر میں''دشمنوں کے لشکر میں گھس کر مارنے والے گھوڑوں کی قسم۔

(3)یعنی اس وقت بے خوف وخطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔ممکن ہے کہ قسم کھانا گھوڑوں کی مقصود ہو جیسا کہ ظاہر ہے،اور ممکن ہے مجاہدین کے رسالہ کی قسم ہو یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے۔اس سے بڑا کون عمل ہوگا کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے۔(تفسیر عثمانی 917/2)

سوال3:گھوڑے کسی گروہ میں کیوں جا گھستے ہیں؟

جواب:گھوڑے کسی گروہ میں تب گھستے ہیں جب جنگ کرنی ہو پھر سخت جنگ کرتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی قسمیں کھا کر کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے کہ انسان اپنے ربّ کا ناشکرا ہے۔

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾

''یقیناانسان اپنے رب کے لیے بلاشبہ بڑاہی ناشکرا ہے''(6)

سوال 1: ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾ ''یقیناانسان اپنے رب کے لیے بلاشبہ بڑاہی ناشکرا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾ ''یقیناانسان اپنے رب کے لیے بلاشبہ بڑاہی ناشکرا ہے''یعنی انسان اپنے رب کے انعامات کا ناشکرا ہے۔

(2)﴿كَنُوْدٌ﴾ کے معنی میں سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ شخص جو مصائب کو یاد رکھے اور نعمتوں کو بھول جائے اس کو کنود کہا جاتا ہے۔(معارف القرآن:804/8)(3)﴿كَنُوْدٌ﴾ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں خرچ کرتا ہے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَهَانَنِ ۝﴾ ''مگر انسان کو جب اُس کا رب آزماتا ہے پھر اُسے عزت بخشتا ہے اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے''میرے رب نے مجھے عزت بخشی ہے۔''اور جب اُسے وہ آزماتا ہے اور اُس پر اُس کا رزق تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے:''میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔''(الفجر:15,16)

(5)رب العزت نے ایسے انسان کے متعلق فرمایا:﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝﴾ ''جب اُس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جانے والا ہوتا ہے۔اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو بہت روکنے والا ہوتا ہے۔''(المعارج:21,22)

(6)یعنی وہ اس بھلائی سے محروم کرنے والا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نوازا ہے۔انسان کی فطرت اور جبلت یہ ہے کہ اس کا نفس ان حقوق کے بارے میں جو اس کے ذمے عائد ہوتے ہیں، فیاضی نہیں کرتا کہ ان کو کامل طور پر اور پورے پورے ادا کر دے بلکہ اس کے ذمے جو مالی یا بدنی حقوق عائد ہوتے ہیں، ان کے بارے میں اس کی فطرت میں سستی اور حقوق سے منع کرنا ہے، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے بہرہ مند کیا اور اس نے اس وصف سے باہر نکل کر حقوق کی ادائیگی میں فیاضی کے وصف کو اختیار کر لیا۔(تفسیر سعدی:2970/3)

(7)خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اس کی بے شمار نعمتوں سے شب و روز تمتع کرتے ہیں، پھر اس کے باوجود اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ایک شائستہ گھوڑے کو مالک

گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔(تفسیر عثمانی:2/917,918)

سوال2:انسان کب اپنے ربّ کا ناشکرا بن جاتا ہے؟

جواب:انسان کا دل ایمان سے خالی ہو جاتا ہے تو وہ ناشکرا بن جاتا ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ﴾

''اور بلاشبہ وہ اس پر یقیناً گواہ بھی ہے''(7)

سوال1:﴿وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ﴾''اور بلاشبہ وہ اس پر یقیناً گواہ بھی ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ﴾''اور بلاشبہ وہ اس پر یقیناً گواہ بھی ہے''یعنی انسان اپنے رب کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔

(2)ابوامامہ کہتے ہیں کہ ناشکرا آپ ہی کھاتا اور غلام کو مارتا ہے کسی کو نہیں دیتا۔(مختصر ابن کثیر:2243)

سوال2:انسان کس چیز پر گواہی دیتا ہے؟

جواب:انسان اپنی ناشکری پر گواہی دیتا ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾

''اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں یقیناً بہت شدید ہے''(8)

سوال1:﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾''اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں یقیناً بہت شدید ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ﴾''اور بلاشبہ وہ''یعنی بے شک انسان۔(2)﴿لِحُبِّ الْخَيْرِ﴾''مال کی محبت میں''۔

(3)﴿لَشَدِيْدٌ﴾''یقیناً بہت شدید ہے''یعنی انسان مال پر مرتا ہے اسے مال عزیز ہوتا ہے تبھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے سسکتا ہے۔

(4)یعنی حرص وطمع اور بخل وامساک نے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔دنیا کے زر ومال کی محبت میں اس قدر غرق ہے کہ منعم حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔(تفسیر عثمانی)

(5)یعنی مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اور مال کی محبت ہی اس کے لیے حقوق واجبہ کو ترک کرنے کی موجب بنی اور یوں اس نے اپنی شہوت نفس کو اپنے رب کی رضا پر ترجیح دی۔یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اس نے اپنی نظر کو صرف اسی دنیا پر مرکوز رکھا اور آخرت سے غافل رہا۔(تفسیر سعدی:2970,2971)

سوال2:''انسان مال کی محبت میں شدید ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ انسان مال کی حرص میں مبتلا ہے اور مال پا کر بخیلی کرتا ہے۔

سوال3: کیا انسان کے مزاج سے مال کی محبت کو ختم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ایمان انسان کے خیالات اور مزاج کو بدل دیتا ہے۔ ایمان کی وجہ سے بخل اور دولت کی حرص ایثار میں بدل جاتی ہے۔ انسان ایمان کے بغیر بہت حقیر ہے۔

﴿اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ﴾

''تو کیا وہ نہیں جانتا کہ جب قبروں میں جو کچھ ہے نکال دیا جائے گا''(9)

سوال1: ﴿اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ﴾ ''تو کیا وہ نہیں جانتا کہ جب قبروں میں جو کچھ ہے نکال دیا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ﴾ ''تو کیا وہ نہیں جانتا کہ جب قبروں میں جو کچھ ہے نکال دیا جائے گا'' قبروں سے مُردہ انسانوں کو نکالا جائے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے مال کی نفرت اور آخرت کی رغبت دلانے کے لیے مرنے کے بعد آنے والی وحشت اور قباحت کی دہشت یاد دلا کر فرمایا: یعنی انسان کفن کے بغیر قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(3) قبروں سے مراد قبرستان والی قبریں ہی نہیں بلکہ ہر انسان کا مدفن ہے خواہ سمندر کی تہ ہو یا درندے کا پیٹ یا راکھ کی صورت میں زمین کی ذرات میں مل جائے۔ اللہ تعالیٰ اسے باہر لانے کی ہر قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ﴾

''اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر کر دیا جائے گا''(10)

سوال1: ﴿وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ﴾ ''اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر کر دیا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ﴾ ''اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر کر دیا جائے گا'' یعنی جو کچھ دلوں میں ہے وہ راز کھول دیئے جائیں گے۔ کوئی برائی بھلائی چھپائی نہیں جا سکے گی۔ سینوں کی باتوں کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا اور کھول دے گا۔ جب سب کچھ ظاہر ہو جائے گا۔ تو اعمال کا نتیجہ بھی سب کے سامنے آ جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ﴾ ''جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔'' (الطارق:9)

﴿اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ﴾

''بے شک ان کا رب اُس دن یقیناً اُن سے خوب باخبر ہوگا''(11)

سوال1:﴿اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ﴾''بے شک ان کا رب اُس دن یقیناً اُن سے خوب باخبر ہوگا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ﴾''بے شک ان کا رب اُس دن یقیناً اُن سے خوب باخبر ہوگا''یعنی اللہ تعالیٰ کھلے چھپے، ظاہری باطنی اعمال سے باخبر ہے۔(2)اللہ تعالیٰ ہر وقت پوری خبر رکھنے والا خبیر ہے۔

(3)اس سے مراد اعمال کی جزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق دی جائے گی۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔''(النساء:63)

(5)اللہ تعالیٰ کا علم ان پر اور ان کے اعمال پر محیط ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی بات سن لی جنہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں،جلد ہی ہم لکھ دیں گے جو انہوں نے کہا اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے کہ تم جلنے کا عذاب چکھو۔''(آل عمران:181)

(6)اس دن پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔(7)اس دن سب کو پتہ چل جائے گا کہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ خبیر تھا اور آخرت میں بھی وہی باخبر ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خبیر کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:1۔اللہ تعالیٰ نے سینوں کے راز ظاہر کرنے سے یہ واضح کیا ہے کہ وہ کتنی خبریں رکھنے والا ہے۔2۔اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ سینوں کے بھیدوں کی خبر رکھتا ہے۔اُس سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔اس لئے وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری پوری جزا دے گا۔

اٰیاتها ۱۱ | ۱۰۱ سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۰ | رکوعها ۱

سوال1:یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس کا ایک رکوع اور گیارہ آیات ہیں۔

سوال2:مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 101 ہے۔ نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 30 ویں سورت ہے۔

رکوع نمبر 26

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلْقَارِعَةُ﴾

''کھٹکھٹانے والی''(1)

سوال 1: ﴿اَلْقَارِعَةُ﴾ ''کھٹکھٹانے والی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْقَارِعَةُ﴾ ''کھٹکھٹانے والی'' یعنی وہ عظیم حادثہ جو زمین کے خاتمے کے لیے رونما ہوگا۔

(2) قارعہ سخت آواز کو کہتے ہیں، صور کی آواز بہت سخت ہوگی اس لئے قیامت کا نام قارعہ رکھا گیا۔ (احسن التفاسیر: 319/7)

(3) القارعۃ قرع بمعنی ایک چیز کو دوسری چیز پر اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو اور قرع الباب بمعنی اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور قارعۃ بمعنی کھڑکھڑانے والی اور ابن فارس کے نزدیک ہر وہ چیز جو انسان پر شدت کے ساتھ نازل ہو وہ قارعۃ ہے (مقاییس اللغۃ) یعنی کسی عظیم حادثہ یا بھاری آفت جو انسان کو گھبراہٹ میں ڈال دے اور اس سے مراد قیامت ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 683/4)

(4) قیامت کی اہمیت اور اس کی ہولناکی کو بیان کرنے کے لیے فرمایا: ﴿اَلْقَارِعَةُ﴾ ''کھٹکھٹانے والی'' یعنی قیامت جو لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑے گی، کیسے وہ دلوں کو دہشت زدہ کر دے گی، اس کی صبح کے بعد کوئی رات نہیں آئے گی۔

(5) قیامت کو ﴿اَلْقَارِعَةُ﴾ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی دہشت کی وجہ سے دِلوں کو بیدار کر دے گی اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو عذاب سے متنبہ کر دے گی۔

﴿مَا الْقَارِعَةُ﴾

کیا ہے (وہ) کھٹکھٹانے والی؟(2)

سوال 1: ﴿مَا الْقَارِعَةُ﴾ ''کیا ہے (وہ) کھٹکھٹانے والی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا الْقَارِعَةُ﴾ ''کیا ہے (وہ) کھٹکھٹانے والی'' یعنی وہ قیامت کا حادثہ کیا ہے جو لوگوں کو دہشت میں مبتلا کر دے گا۔ انسانی خیال اور اس کے تصور سے بہت بڑا حادثہ ہے۔

(2) قیامت کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ سوال کیا گیا ''کیا ہے (وہ) کھٹکھٹانے والی''۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے (وہ) کھٹکھٹانے والی''؟(3)

سوال1: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾ ''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے (وہ) کھٹکھٹانے والی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾ ''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے (وہ) کھٹکھٹانے والی'' اور اے محمد! تم کیا سمجھو کہ وہ قارعہ کیا ہے!

(2) یہ سوال اس خبر کی وضاحت کے لئے کیا گیا کہ انسانی اِدراک سے قیامت کا معاملہ بہت اوپر کا ہے۔ لہٰذا انسان کی عقل، اُس کے ذرائع علم اس میدان میں مدد نہیں کر سکتے۔

(3) مراد قیامت ہے جو قلوب کے سخت فزع اور گھبراہٹ سے اور کانوں کو صوت شدید سے کھڑکھڑا ڈالے گی۔ مطلب یہ ہے کہ حادثہ قیامت کے اس ہولناک منظر کا کیا بیان ہو۔ بس اس کے بعض آثار آگے بیان کر دیئے جاتے ہیں جن سے اس کی سختی اور شدت کا قدرے اندازہ ہو سکتا ہے۔ (تفسیر عثمانی: 919/2)

سوال2: ''تم کیا جانو کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ سوال اس خبر کی وضاحت کے لئے کیا گیا کہ انسانی اِدراک سے قیامت کا معاملہ بہت اوپر کا ہے۔ لہٰذا انسان کی عقل، اُس کے ذرائع علم اس میدان میں مدد نہیں کر سکتے۔

﴿يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾

''جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے''(4)

سوال1: ﴿يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾ ''جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ﴾ ''جس دن'' یعنی قیامت کا دن۔

(2) ﴿يَكُوْنُ النَّاسُ﴾ ''لوگ ہوں گے'' جس دن لوگ میدان حشر میں ایسے حال کو پہنچ جائیں گے۔

(3) ﴿كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾ ''بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند'' یعنی پریشان ٹڈیوں کی طرح کہ جیسے وہ ایسی حالت میں ایک دوسرے پر چڑھ جاتی ہیں یہی حال (حشر کے دن) انسانوں کا ہوگا کہ وہ ایک دوسرے پر گر رہے ہوں گے۔ (صحیح بخاری تفسیر سورہ القارعہ)

(4) یعنی میدان حشر میں پروانوں کی طرح ﴿كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ﴾ ''گویا وہ پراگندہ ٹڈیاں ہیں'' جو ایک دوسرے میں موجزن ہوں گی۔

(5) جیسے رات کے وقت روشنی پر آنے والے پتنگوں کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں کا رخ کریں؟ اور اپنی سمجھ کی کمی کی وجہ سے آگ میں جا گرتے ہیں اسی طرح لوگوں کا حال ہوگا۔

(6) مزید مقامات پر رب العزت نے اس صورتحال کو یوں بیان کیا: ﴿مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (۸)﴾ ''گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:8)

(7) ﴿وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا﴾ ''اور اس دن ہم ان میں سے بعض کو چھوڑ دیں گے کہ وہ ایک دوسرے میں گھس جائیں اور صُور میں پھونک دیا جائے گا پھر ہم ان سب کو ایک جگہ جمع کریں گے، پوری طرح جمع کرنا۔'' (الکہف:99)

(8) ﴿مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ ''اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔'' (ابراہیم:43)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن متکبر لوگ آدمیوں کی صورتوں میں چیونٹیوں کی مانند اکٹھے کئے جائیں گے۔ ہر طرف سے ذلت انہیں گھیرے ہوئے ہوگی۔ وہ جہنم کی ایک بولس، نامی کوٹھڑی کی طرف ہانکے جائیں گے۔ بھڑکتی ہوئی کی آگ ان پر مسلط ہوگی۔ انہیں جہنمیوں کا پسینہ اور ان کے زخموں کی پیپ پلائی جائے گی۔'' (ترمذی:2492)

﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾

''اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے'' (5)

سوال 1: ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ ''اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ﴾ ''اور پہاڑ ہو جائیں گے'' قیامت کا دن اتنا ہولناک ہوگا کہ پہاڑوں جیسی عظیم مخلوق جو بڑی سخت اور ٹھوس ہے۔

(2) ﴿كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ ''دُھنکی ہوئی رنگین'' کالعھن اون کی طرح رنگ برنگ۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں پڑھا ہے کالصوف المنفوش یعنی دھنی ہوئی اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ القارعہ)

(3) دھنکی ہوئی اون کو معمولی سی ہوا بھی لے جاتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور آپ پہاڑوں کو دیکھو گے، آپ انہیں جما ہوا گمان کرو گے حالانکہ وہی بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو خوب مضبوط بنایا ہے یقیناً وہ خوب باخبر

ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔" (النمل:88)

(4)﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ "اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔" (طٰہٰ:105)

﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾

"تو جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے" (6)

سوال1:﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ "تو جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ "تو جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے" حشر کے میدان کا ایک منظر ہے۔ لوگوں کے اعمال کا وزن کیا جا رہا ہے تو جس کی نیکیاں برائیوں کے مقابلے میں وزن کے اعتبار سے زیادہ ہو جائیں گی۔

(2) اعمال کا وزن اخلاص و ایمان کی نسبت سے ہوگا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو مگر اخلاص کی روح نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ (تفسیر عثمانی)

(3) اللہ تعالیٰ کے یہاں وزن رکھنے والے کو ہی تولا جائے گا اور وہ ایمان کے ساتھ نیک اعمال ہیں۔ اسی لیے کافروں کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ (الکہف:105)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "دو کلمے ایسے ہیں جو تبارک و تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کی ترازو میں بوجھل اور باوزن ہوں گے۔ وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔" (صحیح بخاری:7563)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (۱۰۱) فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۰۲) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (۱۰۴)﴾ "پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔" (المومنون:101،104)

سوال2: یہاں موازین سے کیا مراد ہے؟

جواب: موازین میزان کی جمع ہے جس میں اعمال تولے جائیں گے۔اس وقت ترازوئیں نصب کردی جائیں گی اور لوگ دو قسموں میں منقسم ہوجائیں گے خوش بخت لوگ اور بد بخت لوگ۔

سوال3: کس کے پلڑے بھاری ہوں گے؟

جواب: جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی تو اعمال کے وزن کے وقت ان کا پلڑا بھاری ہوجائے گا۔

﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾

''وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا''(7)

سوال1: ﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ ''وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ ''وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا'' عبادت گزار، صالح خوش نصیب لوگ دل پسند اور عیش والی زندگی میں ہوں گے۔سدا بہار جنتوں میں عیش وآرام والی زندگی سے لطف اندوز ہوں گے۔(2) وہ ایسی زندگی ہے جو انسان پسند کرے گا۔

﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾

''اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوں گے''(8)

سوال1: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ ''اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ ''اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوں گے'' یعنی جن کی نیکیاں کم اور برائیاں زیادہ ہوجائیں گی یا نیکیاں سرے سے نہیں ہوں گی جیسے اہل کفر اور اہل شرک کی۔(ایسر التفاسیر:1783)(2) یعنی جن کی برائیاں نیکیوں پر غالب آجائیں گی۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔''(الانبیاء:47) ﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (۱۰۴) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (۱۰۵)﴾ ''وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھوگئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناوہ ایک اچھا کام کررہے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ اور اس کی ملاقات کے ساتھ کفر کیا، تو اُن کے سارے اعمال ضائع ہوگئے، چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے''۔(الکہف:104,105)

﴿فَأُمُّهٗ هَاوِيَةٌ﴾

''تو اُس کا ٹھکانہ گہری کھائی ہوگا''(9)

سوال1:﴿فَأُمُّهٗ هَاوِيَةٌ﴾''تو اُس کا ٹھکانہ گہری کھائی ہوگا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَأُمُّهٗ هَاوِيَةٌ﴾''تو اُس کا ٹھکانہ گہری کھائی ہوگا''تو ان کی ماں ہاویہ ہوگی۔ہاویہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اسے ام اس لیے کہا گیا کہ اس روز ان کا ٹھکانہ اسی کی گود میں ہوگا۔(مختصر ابن کثیر:2/2245)

(2):﴿هَاوِيَة﴾اس لئے کہتے ہیں کہ جہنمی اس کی گہرائی میں بہت دور تک جا گرے گا۔یعنی جہنم اس کے لیے ماں کا مقام رکھے گی جو اپنے بیٹے کو ساتھ ساتھ رکھتی ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾یقیناً اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے۔(الفرقان:65)

﴿وَمَآ أَدْرٰكَ مَاهِيَهْ﴾

''اور تم کیا جانو کیا ہے وہ''؟(10)

سوال1:﴿وَمَآ أَدْرٰكَ مَاهِيَهْ﴾''اور تم کیا جانو کیا ہے وہ''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ أَدْرٰكَ مَاهِيَهْ﴾''اور تم کیا جانو کیا ہے وہ''(I)یہ سوال جہنم کی ہولناکی اور شدت بیان کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

(II)یہ سوال اس لئے کیا گیا ہے کہ انسان اپنی عقل اور ذرائع علم سے اس کی حقیقت سمجھ ہی نہیں سکتا۔

(2)یعنی ہاویہ خوفناک شعلے مارتی ہوئی آگ ہے جو جلد کو بھسم کر دے گی۔اس کی ہولناکی اور شدت کو تم اپنے احاطہ خیال میں بھی نہیں لا سکتے۔تم کیسے سمجھو گے؟ کیسے تمہیں اندازہ کروائیں کہ تم اپنی عقل سے اس کی حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

﴿نَارٌ حَامِيَةٌ﴾

''وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے''(11)

سوال1:﴿نَارٌ حَامِيَةٌ﴾''وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَارٌ حَامِيَةٌ﴾''وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے''یعنی سخت گرم آگ ہے جس کے شعلے اپنی حرارت میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ(۴) وَمَآ أَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ(۵) نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ(۶)﴾''ہرگز نہیں!وہ توڑ پھوڑ کر رکھ دینے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا۔اور کس چیز نے تمہیں خبر دی کہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔''(الہمزہ:4-6)

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) ستر واں حصہ ہے۔ کسی نے پوچھا، یارسول اللہ! (کفار اور گنہگاروں کے عذاب کے لیے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ بھی بہت تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی آگ کے مقابلے میں جہنم کی آگ انہتر گنا بڑھ کر ہے۔'' (صحیح بخاری:3265)

(4) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جہنم نے اپنے رب کے حضور میں شکایت کی اور کہا کہ میرے رب! میرے ہی بعض حصے نے بعض کو کھا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانسوں کی اجازت دی، ایک سانس جاڑے میں اور ایک گرمی میں۔ تم انتہائی گرمی اور انتہائی سردی جو ان موسموں میں دیکھتے ہو اس کا یہی سبب ہے۔ (صحیح بخاری:3260)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب گرمی زیادہ بڑھ جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو۔ اس لیے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے (ہوتی) ہے۔ (بخاری:536)

(6) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''جہنمیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب قیامت والے دن اسے ہوگا جس کے پاؤں کے تلوں کے نیچے دو انگارے رکھے جائیں گے اور انہی دو انگاروں (کی شدت حرارت) کی وجہ سے اس کا دماغ کھولے گا۔ (مسلم:516)

اٰیاتها ٨ ١٠٢ سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ١٦ رکوعها ١

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنے آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 16 ہے اور ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 102 ہے۔

رکوع نمبر 27

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ﴾

''ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے تمہیں غافل کر دیا ہے'' (1)

سوال1:﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ﴾''ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے تمہیں غافل کر دیا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ﴾''ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے تمہیں غافل کر دیا ہے''اللہ رب العزت نے انسان کو اپنے لیے پیدا کیا ہے۔اس کی زندگی کا مقصد عبادت ہے تا کہ اس کا دل محبت اور تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ جائے۔اس لئے اللہ رب العزت ہر ایسی چیز سے انسان کو بچانا چاہتے ہیں جو اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے اسی لیے فرمایا:﴿اَلْهٰىكُمُ﴾''تمہیں غافل کر دیا ہے''الھٰکم:لھو کا معنیٰ عموماً کھیل تماشا لیا جاتا ہے۔لیکن اصل میں لھو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اصل مقصد سے یا کسی اہم تر چیز سے ہٹائے رکھے اور الھی کے معنی میں کسی گھٹیا کام میں مشغول رہ کر اس سے اہم تر کام سے خیال ہٹا دینا گویا الھی میں توجہ ہٹا دینے کا سبب غفلت یا بھول نہیں ہوتی بلکہ دوسرے فضول کام ہوتے ہیں۔(تیسیر القرآن:685/4)تکاثر کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔(i)آدمی کوئی چیز زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔(ii)لوگ کسی چیز کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں(iii)وہ ایک دوسرے پر فخر جتلائیں کہ دوسرے کے مقابلہ میں انہیں فلاں چیز کثرت سے حاصل ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:685/4)

(2)﴿اَلتَّكَاثُرُ﴾''ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے''اور جس چیز کی کثرت طلب کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر نہیں کیا تا کہ یہ ہر چیز کو شامل ہو جس کے ذریعے سے کثرت میں مقابلہ کرنے والے مقابلہ کرتے ہیں اور باہم فخر کرنے والے فخر کرتے ہیں، مثلاً:مال،اولاد،اعوان وانصار،فوجیں، خدم وحشم اور جاہ وغیرہ جس میں لوگ ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کا قصد کرتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ان کا مطلوب ومقصود نہیں ہوتا۔(تفسیر سعدی:2973/3)

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ''اگر انسان کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو تیسری کا خواہش مند ہو گا اور انسان کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔''(بخاری:6436)

(4)سیدنا مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا،آپ ﷺ سورۃ التکاثر پڑھ رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:''ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال۔اے ابن آدم! تیرا کیا مال ہے؟ تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھایا اور کھا کر ختم کر دیا اور جو تو نے پہنا اور پہن کر ختم کر دیا یا تو نے صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔''(مسلم:7420)

(5)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جیسے جیسے انسان کی عمر بڑھتی جاتی ہے اس کے اندر دو چیزوں کی خواہش بڑھتی جاتی ہے،ایک مال کی محبت اور دوسری عمر کی درازی۔''(بخاری:6241)

(6)سیدنا کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے وہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا دین کو مال اور عزت کی حرص برباد کرتی ہے۔''(ترمذی:2376)

سوال2: کثرت کی ہوس نے انسان کو کس چیز سے غافل کر رکھا ہے؟

جواب: کثرت کی ہوس نے انسان کو آخرت سے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات سے غافل کر رکھا ہے۔

سوال3: دنیا کی چیزوں کے اضافے سے انسان کو کیا ملتا ہے؟

جواب: دنیا کی چیزوں کے اضافے سے انسان سمجھتا ہے کامیابی ملی حالانکہ اُس کا حساب کتاب مشکل ہوتا چلا جاتا ہے۔

﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾

''یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے''(2)

سوال1: ﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ ''یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ ''یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے'' یعنی جب غیب کا پردہ ہٹ جائے گا اور تم دوسرے جہان میں پہنچ جاؤ گے اور دنیا میں آنا ممکن نہ رہے گا۔

(2) دلالت کرتا ہے کہ برزخ ایسا گھر ہے جس سے مقصود آخرت کے گھر کی طرف نفوذ کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ''زائرین'' کے نام سے موسوم کیا ہے ''قیام کرنے والوں'' سے موسوم نہیں کیا۔ اور یہ چیز حیات بعد الموت اور ہمیشہ باقی رہنے والے غیر فانی گھر میں، اعمال کی جزا و سزا دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2973/3) (3) اس میں عذاب قبر کی دلیل ہے۔

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں چلتی ہیں دو تو واپس آجاتی ہیں صرف ایک کام اس کے ساتھ رہ جاتا ہے اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل ساتھ چلتا ہے۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آجاتا ہے اور اس کا عمل اس کے ساتھ چلتا ہے۔ (بخاری:6514)

(5) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں قبروں پر جانے سے منع کیا تھا، اب مجھے اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر جانے کی اجازت مل گئی ہے، لہٰذا تم بھی قبروں کی زیارت کرو، کیونکہ یہ آخرت یاد کرواتی ہے۔ (ترمذی:1054)

(6) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ یہ دُعا سکھاتے تھے' جب صحابہ قبرستان کی طرف جاتے تھے۔ پس ان میں سے کہنے والا کہتا۔ ابوبکر کی روایت میں ﴿السَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ﴾ اور زہیر کی روایت میں ﴿السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللهُ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ﴾ ''تم پر سلامتی ہو اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھروں والے اور ہم تم سے ان شاء اللہ ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں۔'' (مسلم:2257)

(7) انسان اپنی زندگی اہم چیزوں سے ہٹا کر غیر اہم میں کھپا دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد، اپنی عاقبت کی فکر، حقداروں کے حق کی ادائیگی،

اخلاقی ضابطوں کی پابندی وغیرہ کو چھوڑ کر مرغوبات میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے۔

سوال2: کثرت کے لئے محنت کرتے کرتے انسان کہاں جا پہنچتا ہے؟

جواب: کثرت کے لئے محنت کرتے کرتے انسان کو موت آجاتی ہے اور وہ قبر تک جا پہنچتا ہے۔

﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

''ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے''(3)

سوال1: ﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' سے مراد یہ ہے کہ تم جس کثرت کے حصول میں اور ایک دوسرے پر فخر جتانے میں مصروف ہو یہ درست نہیں ہے۔

(2)﴿كَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے'' یعنی جلد ہی تم اس کا انجام جان لوگے۔ جب تم قبر میں جاؤ گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری غفلت تمہارے لیے کتنا بڑا گناہ ہے۔

(3) یعنی جو تمہیں پیش آنے والا ہے، اگر تمہیں اس کا علم ہوتا تو تم ایک دوسرے سے مال، اولاد، اور مددگاروں پر تفاخر اور زیادہ مال ومتاع حاصل کرنے کی فکر میں مشغول نہ ہوتے۔

﴿ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

''پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے''(4)

سوال1: ﴿ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لوگے'' یہ بات تاکید کے لئے کی گئی تاکہ انجام کی فکر لاحق ہو جائے۔ یعنی تم اگر ایسے جانتے کہ تمہارا جاننا دل کی تصدیق بن جاتا تو تمہارے اندر یقین اتر جاتا تو ایک دوسرے سے بڑھ کر مال حاصل کرنے کی دھن تمہیں غافل نہ کرتی۔

(2) یعنی دیکھو بار بار کہا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال واولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے۔ عنقریب تم معلوم کرلوگے کہ یہ زائل وفانی چیز ہرگز فخر ومباہات کے لائق نہ تھی۔ (تفسیر ثنائی:921/2)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى (۳۵) وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى (۳۶) فَاَمَّا مَنْ طَغٰى (۳۷) وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۳۸) فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى (۳۹)﴾ ''جس دن انسان یاد کرے گا جو اُس نے کوشش کی۔ اور ہر شخص کے لیے جو دیکھتا

ہے،اس پر جہنم ظاہر کردی جائے گی۔مگر جس نے سرکشی کی۔اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔تو یقیناً جہنم اُس کا ٹھکانہ ہوگی۔(النازعات:35،39)

﴿كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ﴾

''ہرگز نہیں!کاش تم یقینی علم جان لیتے''(5)

سوال1:﴿كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ﴾''ہرگز نہیں!کاش تم یقینی علم جان لیتے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ﴾''ہرگز نہیں!کاش تم یقینی علم جان لیتے۔''یعنی اگر تم یقین کی سطح پر علم رکھتے کہ تمہارا آخرت کے بارے میں علم تمہارے دل کی تصدیق بن جاتا تو تم نیک اعمال کی طرف سبقت کرتے۔

(2)یہ بات اس لئے کہی گئی کہ اگر تمہیں غفلت کا انجام پتہ چل جائے اگر تمہیں اس کا ایسے یقین آجائے جیسے آنکھوں دیکھی چیز کا آتا ہے تو تم کثرت کی ہوس میں اور ایک دوسرے پر فخر جتلانے میں مصروف نہ ہو۔

(3)حقیقی علم اور یقینی علم نہ ہونے نے تمہیں کہاں پہنچا دیا؟دیکھو تو سہی تم اپنے رب سے،اپنی زندگی کے مقصد سے،اپنے انجام سے کیا بیگانہ ہوئے کہ دنیا کی لذتوں میں تم ہی کہیں گم ہو گئے۔

(4)سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ (روز قیامت) بات کرے گا اور تب اللہ تعالیٰ کے اور اس شخص کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔آدمی اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اس کو کچھ نظر نہیں آئے گا سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیج دیے ہوں گے،بائیں طرف دیکھے گا تو اسے کچھ نظر نہیں آئے گا،سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیج دیے ہوں گے اور اپنے آگے دیکھے گا،تو کچھ دکھائی نہیں دے گا سوائے آگ کے،جو اس کے منہ کے سامنے ہوگی،لہذا آگ سے بچو،اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔''(مسلم:2348)

سوال2:یہ بات دوبارہ کس حکمت کے تحت کی گئی کہ''ہرگز نہیں،بہت جلد تم جان لو گے''؟

جواب:یہ بات تاکید کے لئے کی گئی تاکہ انجام کی فکر لاحق ہو جائے۔

سوال3:یہ بات کیوں کی گئی کہ''کاش تم یقینی علم کے ساتھ جانتے''؟

جواب:یہ بات اس لئے کہی گئی کہ اگر تمہیں غفلت کا انجام پتہ چل جائے،اگر تمہیں اس کا ایسے یقین آجائے جیسے آنکھوں دیکھی چیز کا آتا ہے تو تم کثرت کی ہوس میں اور ایک دوسرے پر فخر جتلانے میں مصروف نہ ہو۔

﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ﴾

''یقیناً تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے''(6)

سوال1:﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ﴾ ''یقیناتم ضرور دوزخ کو دیکھو گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ﴾ ''یقیناتم ضرور دوزخ کو دیکھو گے'' یعنی اپنی آنکھوں سے جہنم کی آگ اور عذاب دیکھ لو گے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

(2)اس دن تمہیں جہنم کے یقین ہونے میں کوئی شبہ نہ رہ جائے گا اس دن تمہارے چھکے چھوٹ جائیں گے جب اولوالعزم پیغمبر اور فرشتے بھی دہشت کے مارے گھٹنوں پر گر جائیں گے سب کے کلیجے منہ کو آ جائیں گے۔

سوال2: دوزخ دیکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: دوزخ دیکھنے سے مراد ہے کہ تم ضرور جہنم کی سزا بھگتو گے۔

﴿ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ﴾

''یقیناپھر تم ضرور اُس کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے''(7)

سوال1:﴿ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ﴾ ''یقیناپھر تم ضرور اُس کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ﴾ ''یقیناپھر تم ضرور اُس کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے'' یعنی اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور تمہیں یقین آ جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا(۵۳)﴾ ''اور مجرم آگ دیکھیں گے، چنانچہ وہ یقین کر جائیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے کوئی پھرنے کی جگہ نہ پائیں گے۔''

(الکہف:53)

(2)انسان کو یقین اُس چیز کا حاصل ہوتا ہے جس کا وہ قریب سے مشاہدہ کرتا ہے۔ یہاں یقین کی آنکھ سے دیکھنے سے مراد قریب سے دیکھنا ہے۔

﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾

''پھر یقیناً اُس دن تم لازماً نعمتوں کے بارے میں پوچھے جاؤ گے''(8)

سوال1:﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ ''پھر یقیناً اُس دن تم لازماً نعمتوں کے بارے میں پوچھے جاؤ گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ ''پھر یقیناً اُس دن تم لازماً نعمتوں کے بارے میں پوچھے جاؤ گے'' یعنی تم سے دنیا کی ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جن سے تم نے نفع اٹھایا کہ تم نے ان پر شکر ادا کیا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں یہ نعمتیں استعمال تو نہیں کیں اگر تم نے نعمتوں کا حق ادا کیا ہوگا تو وہ ان سے بہت اعلیٰ و افضل نعمتیں دے گا اگر نافرمانیوں میں مدد لی ہوگی تو وہ

سخت سزا دے گا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ﴾ ''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔'' (النحل:53)

(3) رب العزت نے نعمتوں اور ان کے متعلق ہونے والے سوال کے بارے میں قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر فرمایا: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے'' (النحل:18)

(4) ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾ ''اور جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور ان سے فائدہ اُٹھا چکے، چنانچہ آج تمہیں توہین کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم ناحق زمین میں تکبر کیا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔'' (الاحقاف:20)

(5) ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ، اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان اُلفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔'' (آل عمران:103)

(6) ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا﴾ ''اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں یقینا کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔'' (بنی اسرائیل:36)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھوک کی وجہ سے گھر سے نکلے اور ایک انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔ اس نے مہمانی میں کھجوریں اور بکری کا گوشت پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت اور کھجوریں کھائیں اور اوپر سے شیریں پانی پیا۔ خوب سیر ہو چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم سے قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں (بھی) سوال گا۔ (فتح القدیر بحوالہ مسلم)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دن یا رات کا وقت تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (گھر سے) باہر تشریف لے گئے، دیکھا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود ہیں۔ آپ نے پوچھا: ''تمہیں تمہارے گھروں سے اس وقت کس چیز نے نکالا؟'' انہوں نے جواب دیا،

اے اللہ کے رسول! بھوک نے۔آپ نے فرمایا:''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی وہی چیز (گھر سے) باہر لے آئی ہے، جس نے تمہیں نکالا ہے، تو (میرے ساتھ) چلو۔'' وہ دونوں آپ کے ساتھ چل پڑے، آپ ایک انصاری صحابی کے گھر آئے، لیکن وہ صحابی گھر میں موجود نہیں تھا، اس کی بیوی نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا، اھلا وسہلا ومرحبا (یارسول اللہ!) رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے پوچھا:''فلاں شخص (یعنی تمہارا خاوند) کہاں ہے؟'' اس نے کہا، وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔اتنے میں وہ انصاری صحابی بھی آ گیا۔اس نے جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا، الحمدللہ! آج کسی کے پاس اتنے عزت والے مہمان نہیں ہیں، جتنے میرے پاس ہیں، پھر وہ گیا اور کھجوروں کا ایک خوشہ لے کر آیا، جس میں نیم پختہ، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں اور کہنے لگا، اس میں سے کھایئے۔پھر اس نے چھری پکڑی، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:''دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔الغرض، اس نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے ایک بکری ذبح کی (اور اسے پکایا) تو سب نے اس کا گوشت کھایا، کھجوریں کھائیں اور (میٹھا) پانی پیا۔جب سب نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور پانی پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ضرور بضرور تم سے قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، تم بھوک کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکلے تھے تو تمہارے واپس لوٹنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمتیں عطا کیں۔(مسلم، کتاب الاشربۃ)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت والے دن بندے سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا وہ (اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی) نعمتیں ہوں گی، بندے سے پوچھا جائے گا کہ کیا ہم نے تجھے صحت مند وتوانا جسم نہیں دیا تھا؟ اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟'' (ترمذی، کتاب التفسیر:3358)

(10) ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، اُس کی ماں نے ناگواری کی حالت میں اُس کو پیٹ میں رکھا اور ناگواری کی حالت میں ہی اُس کو جنم دیا اور اُس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا، اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر دے، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی اور یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (الاحقاف:15)

سوال 2: انسان سے کن کن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا؟

جواب: انسان سے اُن ساری نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں مثلاً زندگی، مال، صحت، اولاد، عافیت، آنکھ، کان، دل، دماغ وغیرہ۔

اٰیاتها ۳ ۱۰۳ سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۳ رکوعها ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنے آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 16 ہے اور ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 103 ہے۔

سوال3: اس سورت کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: (1) عبید اللہ بن حصن کہتے ہیں جب کبھی دو صحابی ملتے تو سورۃ العصر پڑھے بغیر جدا نہیں ہوتے تھے۔ ایک پڑھتا، دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے (طبرانی)

(2) امام شافعی نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورت نازل کر دی جاتی تو (سمجھدار بندوں کی) ہدایت کے لئے کافی تھی۔ بزرگان سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے، جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔ (تفسیر عثمانی: 924/2)

رکوع نمبر 28

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالْعَصْرِ﴾

”زمانے کی قسم!“ (1)

سوال1: ﴿وَالْعَصْرِ﴾ ”زمانے کی قسم!“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْعَصْرِ﴾ ”زمانے کی قسم!“ زمانے سے مراد دن رات کی گردش ہے۔ (2) زمانے سے مراد وقت ہے۔

(3) زمانہ جس میں انسان کے اچھے برے عمل واقع ہوتے ہیں۔

(4) اللہ رب العزت نے زمانے کی قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ انسان خسارے میں ہے۔

(5)''عصر''زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات وسعادات کے لئے ایک متاع گراں مایہ سمجھنا چاہیے یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی جو کاروباری دنیا میں مشغولیت اور شرعی نقطہ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے۔(حتیٰ کہ نبی ﷺ نے حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گھر بار لٹ گیا) یا قسم ہے ہمارے پیغمبر کے زمانہ مبارک کی، جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا۔(تفسیر عثمانی:923/2)

سوال2:انسان اگر اپنی عمر کی مہلت کو درست استعمال نہ کرے تو کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب:مہلتِ عمر کو صحیح استعمال نہ کرنے کی وجہ سے انسان ہلاک ہوجاتا ہے۔

سوال3:کامیاب ہونے کے لئے انسان کو کیا کرنا پڑتا ہے؟

جواب:کامیاب ہونے کے لئے انسان کو خود عمل کرنا پڑتا ہے۔

سوال4:ناکام ہونے کے لئے انسان کو کیا کرنا پڑتا ہے؟

جواب:ناکام ہونے کے لئے انسان کو کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں۔انسان جب عمل نہیں کرتا تو ناکامی اسے خود ہی پکڑ لیتی ہے۔

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾

''بے شک ہر انسان یقیناً خسارے میں ہے''(2)

سوال1:﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾''بے شک ہر انسان یقیناً خسارے میں ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾''بے شک ہر انسان یقیناً خسارے میں ہے''انسان سے مراد کافر ہے اور کہا گیا کہ اس سے مراد کافروں کی جماعت ہے یعنی ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن عبدالمطلب لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ انسان عام ہے۔(فتح القدیر:608,609/5)

(2)''خسارہ''نقصان کو، مال کے جانے کو دیوالیہ نکل جانے کو کہتے ہیں۔

(3)خسارہ ایسے نقصان کو کہتے ہیں جسے پورا کرنا مشکل ہو۔جس کے لئے انسان وقت، صلاحیتیں، قوتیں، مال لگائے تو وہ سب کچھ ختم ہو جائے اور کچھ بھی انسان کے ہاتھ نہ آئے تو یہ خسارہ ہے۔

(3)خاسِر نفع اٹھانے والے کی ضد ہے۔خسارے کے متعدد اور متفاوت مراتب ہیں۔کبھی خسارہ مطلق ہوتا ہے، جیسے اس شخص کا حال جس نے دنیا وآخرت میں خسارہ اٹھایا، جنت سے محروم ہوا اور جہنم کا مستحق ہوا۔کبھی خسارہ اٹھانے والا کسی ایک پہلو سے خسارے میں رہتا ہے، کسی دوسرے پہلو سے خسارے میں نہیں رہتا۔(تفسیر سعدی:2974/3)

(4)اب اگر زمانہ سے مراد گزرا ہوا زمانہ لیا جائے تو اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ گزرے ہوئے زمانہ کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے

کہ انسان انفرادی طور پر بھی اور بحیثیت مجموعی بھی ہمیشہ گھاٹے میں ہی رہا۔ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے اس سورۃ العصر کا مطلب ایک برف فروش سے سمجھا جو یہ صدا لگا رہا تھا۔''اس شخص پر رحم کرو جس کا سرمایہ دم بدم پگھل کر ضائع ہوتا جا رہا ہے''اور امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے مضامین کے لحاظ سے اتنی جامع ہے کہ انسانی ہدایت کے لیے صرف یہی ایک سورت بھی کافی تھی۔(تیسیر القرآن:4/687)

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (۱۰۳) اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا(۱۰۴)﴾''آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں؟ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھوگئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناوہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔''(الکہف:103,104)

(6)مزید مقامات پر رب العزت نے خسارہ پانے والوں کے بارے میں فرمایا:﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور یقینا میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور یقینا میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا اور یقینا میں ضرور انہیں حکم دوں گا سو وہ ضرور (میرے حکم سے) جانوروں کے کان چیریں گے اور یقینا میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو یقینا وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ شیطان کو دوست بناتا ہے تو بلاشبہ اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔''(النساء:119)

(7)﴿اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(۲۷)﴾''وہ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور وہ اُسے کاٹ دیتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اُسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔''(البقرہ:27)

(8)﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۖ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾''آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے اور مومن پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے، جب تم اُن کے مہر اُنہیں ادا کر دو، انہیں نکاح میں لانے والے ہو اعلانیہ بدکاری کرنے والے نہ ہو اور نہ چھپے دوست بنانے والے ہو اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو یقینا اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہی آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہے۔''(المائدہ:5)

(9)اس سے بڑھ کر خسارہ کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دوکاندار کی طرح اس کی تجارت کا راس المال جسے عمر عزیز کہتے ہیں، دم بدم کم ہوتا جا رہا ہے۔اگر اس راہ داری میں کوئی ایسا کام نہ کر لیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے، بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے

لئے کارآمد بن جائے، تو پھر خسارہ کی کوئی انتہاء نہیں۔ زمانہ کی تاریخ پڑھ جاؤ اور خود ہی اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنیٰ غور وفکر سے ثابت ہوجائے گا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پرواہو کر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کس طرح ناکام ونامراد بلکہ تباہ وبرباد ہو کر رہے۔ (تفسیر عثمانی:923/2)

(10) جو اوقات تحصیل شرف ومجد اور اکتساب فضل وکمال کی گرم بازاری کے ہیں۔ خصوصاً وہ گراں مایہ اوقات جن میں آفتاب رسالت اپنی انتہائی نورافشانی سے دنیا کو روشن کر رہا ہے، اگر غفلت ونسیان میں گزار دیئے گئے، تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔ بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آگے الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات میں کیا گیا ہے۔ (تفسیر عثمانی:923/2)

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾

''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی'' (3)

سوال 1: ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے'' ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور جو ہدایت اور دین حق رسول لے کر آئے۔ (ایسر التفاسیر:1785)

(2) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کی توحید کی اور اس کی وحدانیت کی اور اطاعت کا اقرار کیا۔ (قرطبی:320/30)

(3) زندگی سے تو بس وہی نفع اٹھاتے ہیں جن کے دل ایمان لاتے ہیں اور جن کے اعضاء اس ایمان کی گواہی دیتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد سرگرم عمل رہتے ہیں۔

(4) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کیں'' یعنی جن کے یقین کا اثر قلب وذہن تک محدود نہ رہے بلکہ اعضاء میں ظاہر ہو۔ جن کی عملی زندگی قلبی ایمان کا اظہار ہو۔

(5) عمل صالح سے مراد فرائض، سنت اور نوافل سبھی ہیں۔ عمل صالح میں ظاہری اور باطنی بھلائی کے تمام کام آجاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1785)

(6) جو لوگ فرائض ادا کر رہے ہیں اور جن سے رب العزت نے روکا ہے اس سے رکتے ہیں۔ (قرطبی:320/30)

(7)اعمال صالحہ کا لفظ اتنا وسیع مفہوم رکھتا ہے کہ خیر اور بھلائی کا کوئی کام اس سے باہر نہیں رہتا۔(تیسیر القرآن:4/688)

(8)اعمال صالحہ کے لئے دو شرائط ہیں ایک تو ایمان کیونکہ اس کے بغیر نہ کوئی عمل صالح ہوتا ہے اور نہ ظاہری طور پر عمل صالح جیسا نظر آنے والا عمل قبول ہوتا ہے دوسرا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور نبی کے طریقے (سنت) کے مطابق ہو۔

(9)﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ﴾ ''اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی'' تیسرے محض اپنی انفرادی صلاح وفلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم وملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ جب دو مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول وفعل سے سچے دین اور معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت ووصیت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی وقومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے، پورے صبر واستقامت سے تحمل کریں، ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔(تفسیر عثمانی:2/924)(10)وہ آپس میں ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور حرام سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔

(11)حق سے مراد ایمان اور عمل صالح ہے یعنی اہل ایمان ایک دوسرے کو ایمان اور عمل صالح کی وصیت کرتے ہیں۔

(12)تواصوا بالحق سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض کی ادائیگی ہے۔

(13)﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ ''اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنے، اس کی نافرمانی سے باز رہنے پر صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہیں۔

(14)ایک دوسرے کو اپنے قول وفعل سے سچے دین اور معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت ووصیت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی وقومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے، پورے صبر واستقامت سے تحمل کریں، ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔(تفسیر عثمانی:2/924)

(15)یعنی وہ پریشانیوں پر، لوگوں کی ایذاؤں پر صبر کرتے ہیں اور اس کی تاکید کرتے ہیں۔

(16)پہلے دو امور کے ذریعے سے بندہ مومن اپنے آپ کی تکمیل کرتا ہے اور آخری دو امور کے ذریعے سے وہ دوسروں کی تکمیل کرتا ہے۔ان چاروں امور کی تکمیل سے بندہ خسارے سے محفوظ رہتا ہے اور بہت بڑا نفع حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2975)

(17)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾ ''اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔''(النساء:124)

(18)﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۷) اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ (۱۸) اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۭ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۹) وَاَمَّا

الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔ تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں تو اُن کے لیے جنت کی قیام گاہیں ہیں مہمان نوازی کے طور پر اس کے بدلے میں جو وہ کام کرتے تھے۔ رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔'' (السجدہ:17،20)

سوال3: ایمان کے ساتھ عملِ صالح کی شرط کیوں ہے؟

جواب: ایمان کے ساتھ عملِ صالح کی شرط اس لیے ہے کہ عملِ صالح کے بغیر ایمان کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔

سوال4: عملِ صالح ایمان کے بغیر قابلِ قبول کیوں نہیں ہے؟

جواب: کوئی عمل تبھی صالح ہو سکتا ہے جب خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا ایمان کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی۔

سوال5: ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: 1۔ اس سے مراد ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کی پابندی کی تلقین کرنا ہے۔ 2۔ اس سے مراد حرام چیزوں اور نافرمانی سے بچنے کی تلقین کرنا ہے۔

سوال6: ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد شریعت پر عمل کرنے کے لئے صبر کی تلقین کرنا ہے۔

(2) اس سے مراد نافرمانیوں سے اجتناب پر صبر کی تلقین کرنا ہے۔ (3) اس سے مراد لذتوں اور خواہشات کی قربانی پر صبر کی تلقین کرنا ہے۔

سوال7: صبر کی وصیت بھی حق کی وصیت میں ہی آتی ہے۔ پھر اس کا الگ سے ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: الگ سے ذکر حق کے کاموں میں اس کی فضیلت کے اعتبار سے ہے کہ یہ ایسا کام ہے جس کی وجہ سے لوگ حق پر قائم رہتے ہیں۔ حق کی طرف بلانا بھی بڑے درجے کا کام ہے لیکن کسی کو ثابت قدم رکھنے کے لئے کوششیں کرنا اعلیٰ درجے کا کام ہے۔

اٰیاتھا ۹ ۱۰۴ سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۲ رکوعھا ۱

سوال1: یہ سورۃ کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکّی سورت ہے۔ اس کا ایک رکوع اور 9 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 104 ہے۔ اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 32 ویں سورت ہے۔

رکوع نمبر 29

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾

''بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لئے''(1)

سوال1: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ ''بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لئے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيْلٌ﴾ ''بڑی ہلاکت ہے'' یعنی وعید ہے سخت عذاب ہے، وبال ہے، ہلاکت ہے، بربادی ہے۔

(2) ﴿لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ ''ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لئے'' ھمز زبان سے کسی کی عیب جوئی کرنا اور لمز اعضاء کے اشاروں سے برائی کرنا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/2249)

(3) ﴿هُمَزَةٍ﴾ ھَمَزَ بمعنی کسی شخص کی حرکت، کام یا بات پر طعن وتشنیع کرنا خواہ کام طعن وتشنیع کے قابل ہو یا نہ ہو نیز یہ طعن وتشنیع زبان سے کی جائے یا آنکھوں کے اشارے سے ہی کام چلا لیا جائے اور لمز بمعنی کسی کے عیب تلاش کرتے رہنا اور اس ٹوہ میں رہنا کہ اس کا کمزور پہلو ہاتھ میں آجائے۔ عیب جوئی یا عیب چینی کرنا پھر دوسرے سے ایسی باتوں کی غیبت کرنا۔ اس آیت میں دراصل ان معززین قریش کو متنبہ کیا جارہا ہے جو ہر وقت مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کا مذاق اڑاتے، ایک دوسرے کو آنکھیں مارتے جو غلطیاں ان کی نظر میں معلوم ہوتیں ان پر طعن وتشنیع کرتے اور جو باتیں معلوم نہ ہوتیں ان کی ٹوہ میں لگے رہتے انہیں بتایا گیا ہے کہ تمہاری ایسی حرکتوں کا انجام تمہاری اپنی تباہی اور ہلاکت ہے۔ (تیسیر القرآن: 4/689)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (10) هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۭ بِنَمِيمٍ (11)﴾ ''اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل ہے۔ بہت طعنے دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے۔'' (القلم: 10,11)

(5) ان اخلاقی برائیوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت گمان کرنے سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور جاسوسی نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اُس کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقینا اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحجرات:12)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کے اس عیب کو ذکر کرے کہ جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے کہ اگر واقعی وہ عیب میرے بھائی میں ہو جو میں کہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ عیب اُس میں ہے جو تم کہتے ہو تبھی تو وہ غیبت ہے اور اگر اُس میں وہ عیب نہ ہو پھر تو تم نے اُس پر بہتان لگایا ہے۔ (مسلم:6593)

(7) یعنی اللہ کے بندوں میں بدترین وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان فساد ڈلواتے ہیں' اور بے گناہ لوگوں کے عیب تلاش کرتے رہتے ہیں۔ (معارف القرآن:815/8)

﴿الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ﴾

''وہ جس نے مال جمع کیا اور اُسے گِن گِن کر رکھا'' (2)

سوال 1: ﴿الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ﴾ ''وہ جس نے مال جمع کیا اور اُسے گِن گِن کر رکھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ﴾ ''وہ جس نے مال جمع کیا اور اُسے گِن گِن کر رکھا'' یعنی جس نے مال جمع کیا گن گن کر رکھا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کیا اس مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا بلکہ جمع کر کے اسے یاد رکھا۔ (قرطبی:323/30)

(2) اس میں مال کی محبت و شغف کی ندامت ہے۔ جس کے آثار میں سے بار بار گن گن کر رکھنا ہے۔ (تفسیر کمالین جلالین:368/7)

(3) یعنی پیسہ پیسہ جوڑتا رہا کہ اب اتنی رقم ہو گئی فرمایا: ﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ ''اور مال جمع کیا پھر اسے بند رکھا۔'' (معارج:18) دن بھر کمانے کے لئے بھاگ دوڑ کی، حلال و حرام کی تمیز نہ کی۔

(4) چغل خور کی صفت یہ ہے کہ مال جمع کرنے اس کو گننے اور اس پر خوش ہونے کے سوا اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا، اسی لیے اسی کی تمام کدوکاوش اپنا مال بڑھانے میں صرف ہوتی ہے جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی عمر کو بڑھاتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ بخل اعمال کو ختم اور شہروں کو برباد کر دیتا ہے اور نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2976/3)

(5) مال کی اطاعت کے راستے سے روک رکھنے کی مذمت ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ﴾ ''خیر سے بہت روکنے والے، حد سے گزرنے والے، شک کرنے والے کو۔'' (ق:25)

﴿يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ﴾

''وہ سمجھتا ہے یقیناً اُس کا مال ہمیشہ اُس کو زندہ رکھے گا''(3)

سوال1:﴿يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ﴾''وہ سمجھتا ہے یقیناً اُس کا مال ہمیشہ اُس کو زندہ رکھے گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَحْسَبُ﴾''وہ سمجھتا ہے''یعنی وہ اپنی نادانی، کم فہمی اور جہالت کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے۔

(2)﴿اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ﴾''یقیناً اُس کا مال ہمیشہ اُس کو زندہ رکھے گا''کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا، اسی لیے اسی کی تمام کدوکاوش اپنا مال بڑھانے میں صرف ہوتی ہے جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی عمر کو بڑھاتا ہے۔مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ بخل اعمال کو ختم اور شہریوں کو برباد کر دیتا ہے اور نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:2976/3)

(3)یعنی مال کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے ابدی زندگی مل گئی۔(4)مال کی وجہ سے وہ دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اور بخل کرتا ہے۔

﴿كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ﴾

''ہرگز نہیں! وہ توڑ پھوڑ کر رکھ دینے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا''(4)

سوال1:﴿كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ﴾''ہرگز نہیں! وہ توڑ پھوڑ کر رکھ دینے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا﴾''ہرگز نہیں!''یعنی جو وہ سمجھ رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے اس کا مال اسے ابدی زندگی نہیں دے گا اور یہ مال ہمیشہ اس کے پاس نہیں رہے۔

(2)﴿لَيُنْۢبَذَنَّ﴾''ضرور پھینک دیا جائے گا''یعنی وہ جس مال کی وجہ سے عزت والا بنتا تھا اس کی وجہ دیکھو کہ کس انجام کو پہنچے گا وہ ضرور پھینک دیا جائے گا۔

(3)﴿فِي الْحُطَمَةِ﴾''وہ توڑ پھوڑ کر رکھ دینے والی میں حُطَمَة جہنم کا ایک خوفناک طبقہ ہے جو اپنے اندر آنے والوں کو مٹی کر دیتا ہے۔

(4)اصل میں لفظ حُطَمَ استعمال کیا گیا ہے جو حطم سے ہے۔حطم کے معنی توڑنے، کچل دینے اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے کے ہیں۔جہنم کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جو چیز بھی اس میں پھینکی جائے گی اسے وہ اپنی گہرائی اور اپنی آگ کی وجہ سے توڑ کر رکھ دے گی۔اصل میں لَيُنْۢبَذَنَّ فرمایا گیا ہے جو عربی زبان میں کسی چیز کو بے وقعت اور حقیر سمجھ کر پھینک دینے کے لیے بولا جاتا ہے اس سے خود بخود یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اپنی مال داری کی وجہ سے وہ دنیا میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتا ہے۔لیکن قیامت کے روز اسے حقارت کے ساتھ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔(تفہیم القرآن:459/6)

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ﴾

''اور کس چیز نے تمہیں خبر دی کہ حطمہ کیا ہے؟''(5)

سوال1:﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ﴾''اور کس چیز نے تمہیں خبر دی کہ حطمہ کیا ہے؟''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ﴾''اور کس چیز نے تمہیں خبر دی کہ حطمہ کیا ہے؟''یعنی اے محمد آپ کو حطمہ کی حقیقت معلوم نہیں ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ بتائے۔

(2)''تم کیا جانو'' کہہ کر یہ شعور دلایا گیا ہے کہ وہ آگ ایسی ہولناک ہے تمہاری عقلیں اس کا اِدراک نہیں کر سکتیں، اُس کو نہیں سمجھ سکتیں۔

(3)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کے اپنے حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے تھے۔(بخاری:1212)

﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ﴾

''اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے''(6)

سوال1:﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ﴾''اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَارُ اللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ کی آگ ہے''یہ واحد مقام ہے جہاں دوزخ کی آگ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے۔(2)﴿الْمُوْقَدَةُ﴾''بھڑکائی ہوئی''جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن دوزخ کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے، جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔(مسلم:7164)

(4)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اہلِ دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ تر اور خوشحال تھا، پس دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی چین بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں اور اہل جنت میں سے ایک ایسا شخص لایا جائے گا جو دنیا میں سب لوگوں سے سخت تر تکلیف میں رہا تھا، جنت میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! تو نے کبھی تکلیف بھی دیکھی ہے؟ کیا تجھ پر شدت اور رنج بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! مجھ پر تو کبھی تکلیف نہیں گزری اور میں نے تو کبھی شدت اور سختی نہیں دیکھی۔(مسلم:7088)

﴿الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ﴾

''وہ جو دِلوں تک جھانکتی ہے''(7)

سوال1:﴿الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ﴾ ''وہ جو دِلوں تک جھانکتی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّتِیْ﴾ ''وہ جو'' وہ آگ اپنی شدّت کی وجہ سے۔

(2)﴿تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ﴾ ''دِلوں تک جھانکتی ہے'' جسموں سے آگے بڑھ کر دلوں تک جا پہنچے گی یعنی وہ دل جس میں برے خیالات، برے ارادے، برے اخلاق پروان چڑھتے تھے آگ اس مقام تک جا پہنچے گی۔ وہ دلوں کو پھونک دے گی۔

(3)یعنی یاد رہے یہ آگ بندوں کی نہیں، اللہ تعالی کی سلگائی ہوئی ہے۔ اس کی کیفیت کچھ نہ پوچھو، بڑی سمجھدار ہے۔ دلوں کو جھانک لیتی ہے۔ جس دل میں ایمان ہو نہ جلائے، جس میں کفر ہو جلا ڈالے۔ اس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ کر جائے گی۔ (تفسیر عثمانی:926/2)

(4)فواد کی جمع ہے جو فاد سے مشتق ہے اور فاد اللحم بمعنی گوشت کو بھوننا اور لحم فاید یعنی بھونا ہوا گوشت، ابن فارس کے نزدیک یہ لفظ گرمی اور شدید حرارت پر دلالت کرتا ہے۔ اور فواد سے مراد دل کا وہ حصہ ہے جو انسان کے جذبات، جذبات کی شدت اور تاثیر سے تعلق رکھتا ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ دل کے اس حصے پر پہنچے گی جو جذبات کا مرکز ہے۔ جس میں زر پرستی کا جذبہ ہے اور جو دوسرے لوگوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنے اور اپنے آپ کو بہت بڑی چیز سمجھنے کے جذبات سے معمور ہے۔ یہ آگ اس کے جذبات کو اور دل کے اس حصے کو بھون کر رکھ دے گی۔ (تیسیر القرآن:690/4)

سوال2: آگ کے دلوں پر چڑھ جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: آگ کے دلوں پر چڑھ جانے سے یہ مراد ہے کہ آگ برائی کے مرکز کو پہچان لے گی جہاں سے برائیاں اُبھرتی تھیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی آگ کیسی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی آگ خوب بھڑکائی ہوئی ہے۔

﴿اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ﴾

''یقیناوہ اُن پر بند کردی جائے گی''(8)

سوال1:﴿اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ﴾ ''یقیناوہ اُن پر بند کردی جائے گی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ﴾ ''یقیناوہ اُن پر بند کردی جائے گی'' یعنی وہ آگ ان پر (ہر طرف سے) بند کردی جائے گی۔ (تفسیر سعدی:2976/3)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ(۱۹) عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ(۲۰)﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہی بائیں بازو والے ہیں۔ اُن پر بند کی ہوئی آگ ہوگی۔'' (البلد:19,20)

سوال2: آگ ان پر بند کردی جائے گی۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ جہنم کے دروازے اور راستے بند کر دیئے جائیں گے تا کہ کوئی باہر نہ نکل پائے۔

﴿فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾

''اونچے اونچے ستونوں میں''(9)

سوال1:﴿فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾''اونچے اونچے ستونوں میں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾''اونچے اونچے ستونوں میں''لوہے یا آگ کے ستون یا آگ کے دروازے یا آگ لمبے لمبے ستونوں کی طرح ہوگی جس میں وہ بند کیے جائیں گے۔(2) آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں انہیں جکڑ کر اوپر سے منہ بند کر دیا جائے گا۔

(3) آگ کے دروازے بند کر کے بدترین عذابوں کا شکار کرنے کے لئے انہیں بند کر دیا جائے گا۔

(4)عَمَد سے مراد ستون ہیں جن میں انہیں عذاب دیا جائے گا۔(5) کچھ لوگوں کے خیال میں عَمَد سے مراد طوق اور بیڑیاں ہیں۔(فتح القدیر)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَقِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾''رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''(السجدہ:20)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم جانتے ہو یہ آواز کیسی ہے؟''ہم نے کہا،اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا:''یہ ایک پتھر ہے۔جو ستر(70) سال پہلے دوزخ میں پھینکا گیا تھا،وہ دوزخ میں گرتا رہا،یہاں تک کہ اب اس وقت وہ اس کی تہ میں پہنچا ہے۔(مسلم:7167)

(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تمہاری یہ(دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) ستر واں حصہ ہے۔کسی نے کہا،یا رسول اللہ!(جلانے کے لیے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ ہی کافی تھی۔فرمایا:ہاں،لیکن آتش دوزخ تو اس سے انہتر حصے تیز ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔(بخاری:3265)

اٰیاتها ۵ | ۱۰۵-سُوْرَةُ الْفِیْلِ مَكِّیَّةٌ ۱۹ | رکوعها ۱

سوال1: یہ سورۃ کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب یہ مکّی سورت ہے۔اس کا ایک رکوع اور پانچ آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 105 ہے۔اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 19ویں سورت ہے۔

رکوع نمبر 30

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟''(1)

سوال1: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں'' کے معنی ہیں کیا تم نہیں جانتے۔یعنی سب لوگ تو جانتے ہیں جو تمہارے دور کے ہیں کیونکہ یہ واقعہ زیادہ عرصہ پہلے کا نہیں تھا۔اسی سال کا واقعہ تھا جب نبی ﷺ پیدا ہوئے۔

(2) ﴿كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ﴾ ''کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟'' یعنی کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی عظمت شان اپنے بندوں پر اس کی رحمت، اس کی توحید کے دلائل اور اس کے رسول محمد ﷺ کی صداقت کو نہیں دیکھا، کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ (تفسیر سعدی:2977/3)

(3) حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے ایک گورنر مقرر تھا جس کا نام اَبرہہ تھا۔اُس نے صنعاء میں ایک بہت بڑا گرجا تعمیر کیا تا کہ لوگ بیت اللہ جانے کی بجائے عبادت کرنے کے لئے یہاں آئیں۔یہ بات عربوں خصوصاً اہلِ مکہ کے لیے سخت تکلیف دہ تھی۔ان میں سے کسی شخص نے اَبرہہ کے گرجے میں غلاظت پھینک دی۔اس کی اطلاع اَبرہہ کو دی گئی کہ گرجا ناپاک کر دیا گیا ہے۔اس پر اُس نے بیت اللہ کو ڈھانے کا عزم کر لیا۔وہ ایک بڑا لشکر لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا جس میں کچھ ہاتھی بھی تھے۔مکہ کے قریب اَبرہہ کے لشکر نے نبی ﷺ کے دادا کے اونٹ پکڑ لئے تو انہوں نے کہا: میرے اونٹ واپس کر دے جو تیرے لشکر والوں نے پکڑے ہیں۔باقی خانہ کعبہ تو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔وہی اس کا محافظ ہے۔وہ تو تم جانو اور اللہ تعالیٰ جانے۔جب یہ لشکر وادی محسر کے پاس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے جن کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو مٹر کے دانے کے برابر تھیں۔جس کو بھی یہ کنکری لگتی اس کا گوشت جھڑ جاتا اور وہ

مرجاتا۔خود اُبرہہ کا بھی صنعاء پہنچتے پہنچتے یہی حال ہوگیا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی۔

(4) یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ تیرے رب نے جو معاملہ کیا وہ تم کو ضرور معلوم ہوگا۔کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے چند روز پیشتر ہوا تھا اور غایت شہرت سے بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔اسی قرب عہد اور تواتر کی بناء پر اس کے علم کو رؤیت سے تعبیر فرمادیا۔ (تفسیر عثمانی:2/927,928)

﴿اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ﴾

''کیا اس نے اُن کی خفیہ تدبیر کو بے کار نہیں کردیا؟''(2)

سوال1:﴿اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ﴾''کیا اس نے اُن کی خفیہ تدبیر کو بے کار نہیں کردیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ﴾''کیا اس نے اُن کی خفیہ تدبیر کو بے کار نہیں کردیا؟''ابرہہ کے کیا مقاصد تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ناکام کردیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور انتقام کا شعور دلایا ہے کہ انسانی تدبیریں کچھ نہیں کرسکتیں جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔اللہ تعالیٰ ساری تدبیروں کو اَکارت کرسکتا ہے۔ کید بمعنی چال یا خفیہ تدبیر۔یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ تو علی الاعلان دن دہاڑے کعبہ پر حملہ کرنے آیا تھا اور برملا کہتا تھا کہ میں کعبہ پر حملہ کرنے آیا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں نے ہمارے کلیسا کی توہین کی ہے تو اس میں اس کی چال یا خفیہ تدبیر کیا تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی خفیہ تدبیر یہ تھی کہ کعبہ کی تخریب کے بعد اہل عرب کی توجہ اپنے کلیسا کی طرف مبذول کرے۔اور اس سے اس کا مقصد مذہبی فوائد کا حصول نہیں تھا بلکہ وہ تمام تر تجارتی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی فوائد حاصل کرنا چاہتا تھا جو کعبہ کی وجہ سے قریش مکہ کو حاصل تھے۔(تفسیر تیسیر القرآن:4/692)

﴿وَّاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ﴾

''اور اُن پر غول کے غول پرندے بھیج دیئے''(3)

سوال1:﴿وَّاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ﴾''اور اُن پر غول کے غول پرندے بھیج دیے۔''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ﴾''اور اُن پر غول کے غول پرندے بھیج دیے۔''اللہ تعالیٰ نے یمن اور حبشہ سے آنے والی فوج پر پرندوں کے غول بھیج دیے جس کا مقابلہ کرنا مکّہ والوں کے بس میں نہ تھا۔

(2) عکرمہ اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ جھنڈ کے جھنڈ پرندے بحر احمر کی طرف سے آئے تھے۔

(3) سعید بن جبیر اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اس طرح کے پرندے نہ پہلے کبھی دیکھے تھے نہ بعد میں دیکھے گئے۔عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ

سبز رنگ کے پرند تھے جو سمندر سے نکلے تھے ان کے سر درندوں جیسے تھے۔ اور اقوال بھی ہیں: (i) عکرمہ رضی اللہ عنہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واقعی پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بحر احمر کی طرف سے آئے تھے۔ (ii) سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس طرح کے پرندے نہ کبھی پہلے دیکھے گئے اور نہ بعد میں دیکھے گئے۔ یہ نہ نجد کے تھے نہ حجاز اور تہامہ کے۔ (iii) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی چونچیں پرندوں جیسی اور پنجے کتے جیسے تھے۔ (iv) بقول عکرمہ ان کے سر شکاری پرندوں کے سر جیسے۔ غرض ان عجیب وغریب پرندوں کی چھوڑی ہوئی کنکریاں ان کے لگتی تھیں اور کوئی سی مادہ ایسا چھوڑتی تھیں جس سے کچھ تو وہیں ڈھیر ہو گئے اور کچھ ان کے اثر سے چیچک اور کھجلی میں مبتلا ہو کر ختم ہو گئے اور کچھ افراد کا بچ کر نکل بھاگنا بھی اگر ثابت ہو جائے۔ تب بھی اکثریت کے لحاظ سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور ہر چند کہ واقعہ عجیب وغریب اور بظاہر مستبعد ہے۔ لیکن بیت اللہ کی حرمت کے علاوہ اگر نبی ﷺ کی آمد کا لحاظ بھی کیا جائے تو اس خرق عادت واقعہ کو ارہاص کہا جائے گا۔ چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ولادت شریفہ کے دن ہی یہ واقعہ پیش آیا ہے اور پچاس دن کا فصل بھی کچھ فصل نہیں۔ کیونکہ آثار نبوت اور برکات رسالت تو آخر شروع ہو ہی چکے تھے۔ کعبہ اور خدام کعبہ کی حفاظت منجانب اللہ ہوئی۔ اس لیے ان آیات میں دُور از کار تاویلات قطعاً غیر موزوں ہیں۔ (تفسیر کمالین جلالین: 374/7)

﴿تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ﴾

''جو اُن پر پتھریلی مٹی کی کنکریاں پھینک رہے تھے'' (4)

سوال 1: ﴿تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ﴾ ''جو اُن پر پتھریلی مٹی کی کنکریاں پھینک رہے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ﴾ ''جو اُن پر پتھریلی مٹی کی کنکریاں پھینک رہے تھے۔'' ﴿سِجِّيلٍ﴾ مٹی کو آگ میں پکا کر اس سے بنائے ہوئے کنکر کو کہتے ہیں۔ س میں اشارہ ہے کہ وہ کنکر جو خود کوئی طاقت نہیں رکھتے تھے جو معمولی گارے اور آگ سے بنے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے گولیوں سے زیادہ بڑا کام لیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ پرندے کنکر گرا رہے تھے بلکہ یہ فرمایا نشانہ بنا کر پھینک رہے تھے۔

(3) تیر اندازی کے لئے بھی ﴿رَمَى﴾ کا لفظ استعمال ہوتا ہے گویا وہ پرندے اللہ تعالیٰ کے لشکر تھے جو باقاعدہ حملہ آور ہوئے۔

(4) ان پرندوں میں سے ہر ایک کی چونچ میں ایک کنکر تھا انہوں نے کنکروں کی بارش کر دی جس کے بعد لشکر کے کثیر افراد وہیں مر گئے اور جو باقی رہ گئے وہ راستے میں مر گئے خود ابرہہ بھی راستے میں مر گیا تھا یہ واقعہ نبی کی ولادت سے 50 دن پہلے پیش آیا تھا۔

﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ﴾

''تو اس نے اُن کو کھائے ہوئے بھُوسے جیسا کر دیا'' (5)

سوال1:﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ﴾''تو اس نے اُن کو کھائے ہوئے بھُوسے جیسا کر دیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ﴾''تو اس نے اُن کو کھائے ہوئے بھُوسے جیسا کر دیا''یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں خاک میں ملا دیا۔(2)﴿عَصْف﴾چارے کٹی ہوئی کھیتی کو کہتے ہیں۔اور﴿مَّاْكُوْلٍ﴾سے مراد ٹکرے ٹکرے کیا ہوا ہے۔

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عصف کہتے ہیں بھوسی کو جو اناج کے دانوں کے اوپر ہوتی ہے'ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد کھیتیوں کے وہ پتے ہیں جنہیں جانور چر چکے ہوں'مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو تہس نہس کر دیا اور عام وخاص کو ہلاک کر دیا ان کی ساری تدبیریں الٹ ہوگئیں کوئی بھلائی انہیں نصیب نہ ہوئی۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ابرہہ کے لشکر کے فیل بان اور چرکٹے کو میں نے مکہ شریف میں دیکھا دونوں اندھے ہوگئے تھے چل پھر نہیں سکتے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے۔سیدنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں اساف اور نائلہ بتوں کے پاس یہ بیٹھے رہتے تھے جہاں مشرکین اپنی قربانیاں کرتے تھے اور لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تھے۔(تفسیر ابن کثیر:592,593)

(4)یہ پرندے باقاعدہ ان لشکریوں کے سروں پر پرے باندھ کر کھڑے ہوگئے اور پھر چیخنے لگے پھر پتھر کیا جس کے سر میں لگا اس کے نیچے سے نکل گیا اور دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا جس کے جس عضو پر گرا وہ عضو ساقط ہوگیا۔ساتھ ہی تیز آندھی آئی جس سے اور آس پاس کے کنکر بھی ان کی آنکھوں میں گھس گئے اور سب تہہ وبالا ہوگئے۔(تفسیر ابن کثیر:594,595)

(5)اللہ تعالیٰ ان کے شر کے لیے کافی ہوگیا اور اس نے ان کی چال کو انہی پر لوٹا دیا۔ان کا یہ واقعہ بہت مشہور اور معروف ہے۔یہ واقعہ اس سال پیش آیا جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔پس یہ واقعہ آپ کی دعوت کی بنیاد اور آپ کی رسالت کی دلیل بن گیا۔پس اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وثنا اور اسی کا شکر ہے۔(تفسیر سعدی:2977/3)

اٰیاتها ۴ ۱۰۶ سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ ۲۹ رکوعها ۱

سوال1:یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:یہ مکّی سورت ہے اس کا ایک رکوع اور 14 آیات ہیں۔

سوال2:مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 106 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 29 ویں سورت ہے۔

رکوع نمبر 31

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾

''قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے''(1)

سوال1:﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾''قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِاِیْلٰفِ﴾''محبت ڈالنے کی وجہ سے۔''﴿اِیْلَاف﴾کے معنی ہیں مانوس ہونا،عادی ہونا۔یعنی کسی کام سے نفرت اور تکلیف کا دور ہوجانا۔(2)﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾قریش پر میرا جوانعام ہے۔(تفسیر جامع البیان:337/30)

(3)مجاہد نے کہا ایلاف قریش کا مطلب یہ ہے کہ قریش کے لوگوں کا دل سفر میں لگا دیا تھا' گرمی جاڑے کسی بھی موسم میں ان پر سفر کرنا دشوار نہ تھا اور ان کو حرم میں جگہ دے کر دشمنوں سے بے فکر کر دیا تھا۔سفیان بن عیینہ نے کہا کہ لایلاف قریش کا معنی یہ ہے قریش پر میرے احسان کی وجہ سے۔''(صحیح بخاری:تفسیر سورہ قریش)

(4)سیدنا ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات ایسے امتیازات بخشے کہ نہ ان سے پہلے کسی کو عطاء ہوئے اور نہ ان کے بعد کسی کو عطاء ہوں گے(وہ امتیازات یہ ہیں کہ)امر خلافت ان میں رہے گا،خانہ کعبہ کی دربانی کی سعادت ان کو حاصل رہے گی،حجاج کو پانی پلانے کی خدمت ان کے سپرد رہے گی۔نبوت بھی ان میں رہی اور اصحاب فیل کے خلاف ان کی نصرت کی گئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی سات سال تک ایسی عبادت اور بندگی کی کہ ان کے سوا اور کوئی نہ کر سکا اور ان ہی کی شان میں یہ سورت بھی نازل ہوئی کہ اس میں ان کے سوا اور کسی کا تذکرہ نہیں ہے۔(آیات قرآنی کے شان نزول:465)

(5)یعنی ہم نے اصحاب فیل کے ساتھ جو کچھ کیا وہ قریش،ان کے لئے امن،ان کے مصالح کی درستی،تجارت اور کسب معاش کے لئے سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف ان کے سفر کی خاطر کیا پس اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا جنہوں نے ان کے بارے میں کسی برائی کا ارادہ کیا۔عربوں کے دلوں میں حرام اور اہل حرام کے معاملے کو تعظیم بخشی یہاں تک کہ عرب قریش کا احترام کرنے لگے۔قریش جہاں بھی سفر کا ارادہ کرتے تو عرب مقروض نہ ہوتے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔(تفسیر سعدی3/2977)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ﴾''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پُرامن بنایا ہے؟ حالانکہ لوگ اُن کے اردگرد سے اُچک لیے جاتے ہیں تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟''(العنکبوت:67)

﴿اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ﴾

''اُن کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے''(2)

سوال1:﴿اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ﴾''اُن کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ﴾''اُن کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے''یعنی انہیں گرمی اور سردی کے تجارتی سفروں سے مانوس کر دیا تھا۔ان کے سفر کا شوق حیرت انگیز ہے اور حرم کی برکت سے سفر میں امن میں رہنا بھی قابل تعجب ہے۔

سوال2:قریش کا سردیوں کا سفر کس علاقے کی جانب ہوتا تھا؟

جواب:سردیوں کا سفر یمن کی طرف ہوتا تھا جو گرم علاقہ تھا۔

سوال3:قریش گرمیوں کا سفر کس علاقے کی جانب کرتے تھے؟

جواب:قریش گرمیوں کا سفر شام کی طرف کرتے تھے کیونکہ وہ ٹھنڈا علاقہ تھا۔

﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾

''تو اُن پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں''(3)

سوال1:﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾''تو اُن پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾''تو اُن پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں''یعنی کعبے کے رب کی عبادت کریں،اس کے لئے عبادت کو خالص کریں اور اس کی توحید پر ایمان لائیں۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾''یقیناً مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اُس کو حرم دی اور ہر چیز اُسی کے لئے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔''(النمل:91)

﴿الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾

''جس نے اُنہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور اُن کو خوف سے امن دیا''(4)

سوال1:﴿الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾''جس نے اُنہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور اُن کو خوف سے امن دیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ﴾ ''جس نے اُنہیں بھوک میں کھانے کو دیا'' مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا۔اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دوسفر کرتے تھے۔جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد اور شاداب ملک ہے۔لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے۔(تفسیر عثمانی:2/929)

(2)یعنی جب قبائل عرب بھوک سے مررہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق کی کشادگی عطا کی۔

(3)﴿وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ ''اور اُن کو خوف سے امن دیا'' یعنی خوف کی فضا میں اللہ تعالیٰ نے انہیں امن والے شہر میں بسایا،ان کے سفر کو پرامن بنایا۔قریش سفر وحضر میں امن سے رہتے ہیں یہ تو نعمت انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی۔اس کے گھر کی وجہ سے انہیں رزق اور امن ملتا ہے۔اس لئے انہیں اس گھر کے رب کی عبادت کرنی چاہیے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو پُرامن اور مطمئن تھی،اُس کا رزق وافر مقدار میں اُس کے پاس ہر جگہ سے آرہا تھا پھر اُس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا اس کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔(النحل:112)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کو کس حکمت کی بنا پر مخصوص فرمایا ہے؟

جواب:رزق میں کشادگی،خوف کے حالات میں امن سے بہرہ مند ہونا سب سے بڑی دنیاوی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے شکر کی موجب ہے،اے اللہ!اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں پر تو ہی ہر قسم کی حمد وثنا اور شکر کا مستحق ہے۔اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے ساتھ اپنی ربوبیت کو اس کے فضل وشرف کی وجہ سے مخصوص کیا ہے ورنہ تو وہ ہر چیز کا رب ہے۔(تفسیر سعدی:3/2977.2978)

سوال3:اس سورت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ مربی اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے اس سورت میں قریش پر کیے جانے والے احسانات کے توسط سے یہ سمجھایا ہے کہ مربی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(2)قریش کی جو عزت لوگوں کے دلوں میں تھی وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی وجہ سے تھی اسی وجہ سے ڈاکہ زنی کے دور میں ان کے قافلوں پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا تھا وہ لوٹ مار سے بھی محفوظ ہوتے اور ان کے سفر بھی پرامن ہوتے پھر ان میں سفر کا شوق،ان پر نعمتوں کی بارش اور سب سے بڑھ کر بھوک میں پیٹ بھر کر کھلانا اور امن اور عافیت عطا کرتا ہے۔رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے جو مقدس گھر کا رب بھی ہے،اور تمہارا بھی سوا اسی کی عبادت کرو اور شرک سے بچو۔

(3)انس بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے قریش تف ہے تم پر اللہ تعالیٰ تمہیں آرام سے کھلائے پلائے اور تم اس کی نافرمانی کرو۔(ابن ابی حاتم)

سوال4: اللہ تعالیٰ نے بھوک میں قریش کے لئے کیسے کھانے کا انتظام کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تجارتی سفروں کے ذریعے سے ان کی روزی کا اہتمام کیا۔ سال میں دو مرتبہ ان کے تجارتی قافلے جاتے تھے اور ضروریاتِ زندگی کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ دُعائے براہیمی کا نتیجہ تھا کہ بے آب و گیاہ وادی میں رہنے کے باوجود ہر طرح کے پھل اور بکثرت رزق ان تک پہنچ رہا تھا۔

اٰیاتھا ۷ ۱۰۷ سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ مَکِّیَّۃٌ ۱۷ رکوعھا ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں ایک رکوع اور سات آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 107ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 17ویں سورت ہے۔

رکوع نمبر 32

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ﴾

''کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جو جزا کو جھٹلاتا ہے؟''(1)

سوال1: ﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جو جزا کو جھٹلاتا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَرَءَيْتَ﴾ کیا آپ نے دیکھا'' اے محمد! کیا آپ جانتے ہو؟'' کیا آپ نے دیکھا'' کا سوال تعجب کے لئے کیا گیا ہے۔ (2) ﴿الَّذِيْ يُكَذِّب﴾ ''اس شخص کو جو جزا کو جھٹلاتا ہے'' یعنی جو قیامت کو موت کے بعد کی زندگی اور جزا و سزا کو نہیں مانتا اور آپ ﷺ کو اور انبیاء و مرسلین جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے نہیں مانتا۔ (3) یعنی یہ سمجھتا ہے کہ انصاف نہ ہوگا۔ (تفسیر عثمانی: 930/2) (4) یہ سوال اس مقصد کے لئے کیا گیا ہے کہ کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو جو جزا سزا کو جھٹلاتا ہے؟ کیا جزا سزا کو جھٹلانے میں وہ شخص صحیح ہے یا غلط؟

﴿فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ﴾

''پھر وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے''(2)

سوال1:﴿فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ﴾''پھر وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ﴾''پھر وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے''وہ یتیم کو دھتکارتا ہے یعنی وہ یتیم کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا اس کا مال کھا جاتا ہے اور اسے کھلاتا پلاتا نہیں۔

(2)وہ اپنے دل کی سختی کی وجہ سے یتیم سے رحمت کا معاملہ نہیں کرتا اور سنگدلی سے یتیم کو دھکے دیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ثواب کی امید اور عذاب کا خوف نہیں رکھتا۔

(3)یعنی اگر وہ یتیم کی کفالت کی ذمہ داری بھی لے تو اسے ڈانٹتا ہے اور اس کو دھتکارتا ہے اور اس کی میراث پر قبضہ جما لیتا ہے۔حالانکہ رب العزت نے فرمایا﴿وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾''اور اُن کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق تھا۔''(الذاریات:19)

سوال2:یتیم کے ساتھ حسن سلوک کون کر سکتا ہے؟

جواب:یتیم کے ساتھ حُسنِ سلوک وہی کر سکتا ہے۔(1)جس کو آخرت کی جواب دہی کا احساس ہو۔جو جزا سزا پر یقین رکھتا ہو۔

(2)جس کے دل میں مال سے زیادہ انسانوں کی قدر ہو۔(3)جو اَخلاقی ضابطوں پر یقین رکھتا ہو۔

﴿وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ﴾

''اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دلاتا''(3)

سوال1:﴿وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ﴾''اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دلاتا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ﴾''اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دلاتا''یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور ان کے حال پر رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب وملت کی تعلیم میں شامل ہے اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کی خوبی پر تمام عقلاء اتفاق رکھتے ہیں۔پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو،سمجھو کہ آدمی نہیں،جانور ہے۔(تفسیر ثنائی:930/2)

(2)رب العزت نے فرمایا﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ(17)وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ(18)﴾''ہرگز نہیں!بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے۔اور مسکین کو کھلانے پر ایک دوسرے کو اُبھارتے نہیں ہو۔''(الفجر:17،18)

(3)یعنی خود تو نہیں کھلاتا اور دوسروں کو بھی ترغیب بھی نہیں دیتا۔

سوال2:مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب کون دے سکتا ہے؟

جواب:(1)مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب وہی دے سکتا ہے جو بدلے کا یقین رکھتا ہو۔

(2)جس کے دل میں مال سے زیادہ انسانوں کی قدر ہو۔(3)جو مسکینوں کے حقوق کی ادائیگی کی ضرورت کو سمجھتا ہو۔

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ﴾

''پس بڑی ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے''(4)

سوال1:﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ﴾''پس بڑی ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ﴾''پس بڑی ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے''اس سے مراد منافق ہیں جو اعلانیہ نماز پڑھتے ہیں یعنی لوگوں کے سامنے مگر تنہائی میں نہیں پڑھتے۔

(2)﴿وَيْلٌ﴾''ہلاکت''یعنی ہلاکت، تباہی، بربادی، ان کے لیے ہے جو ریاکاری کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔

سوال2:کون سے نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے؟

جواب:(1)وہ نمازی جو اپنی نمازوں میں سستی کا شکار ہو گئے ہیں۔

(2)جو نماز کو مسنون وقت میں ادا نہیں کرتے، جب جی چاہے ادا کر لیتے ہیں اور تاخیر کرنے کو معمول بنا لیتے ہیں۔

(3)جو خشوع وخضوع کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔

﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾

''جو اپنی نماز سے غافل ہیں''(5)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾''جو اپنی نماز سے غافل ہیں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾''جو اپنی نماز سے غافل ہیں''یعنی جو اپنی نماز کا وقت موخر کرتے ہیں جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں یا تو بالکل نماز ہی نہیں پڑھتے یا بے وقت پڑھتے ہیں۔(2)یعنی وہ اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2978)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾''بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔''(النساء:142)

(4)یعنی نماز میں اللہ عزوجل کا ارادہ نہیں کرتے اور پڑھتے ہوئے غافل ہوتے ہیں۔

سوال2:نماز میں غفلت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب:(1)نماز میں غفلت اُس کے مقصد کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔(2)نماز میں غفلت جزا سزا کے یقین میں کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔(3)نماز میں غفلت دنیا کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

سوال3: نماز میں کوتاہیوں کے مرتکب کون لوگ ہوتے ہیں؟

جواب: نماز میں کوتاہیوں کے مرتکب وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی نمازوں سے غافل ہوتے ہیں، یہ صفت منافقین کی ہے۔

سوال4: نماز میں غفلت کیوں پیدا ہوتی ہے؟

جواب: (1) نماز میں غفلت جزا سزا کے یقین میں کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

(2) نماز میں غفلت اُس کے مقصد کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

(3) نماز میں غفلت دنیا کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

سوال5: نماز سے کون غافل ہوتا ہے؟

جواب: (1) جسے آخرت کی جزا سزا پر، حساب کتاب پر یقین نہ ہو۔ (2) جسے اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق عزیز نہ ہو۔

(3) جو نماز کو بوجھ سمجھتا ہو۔ (4) جسے نماز سے زیادہ دنیا کی دوسری مصروفیات عزیز ہوں۔

﴿الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾

''جو ریاکاری کرتے ہیں'' (6)

سوال1: ﴿الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾ ''جو ریاکاری کرتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾ ''جو ریاکاری کرتے ہیں'' جو لوگوں کو دکھانے کے لیے دیتے ہیں۔

(2) سیدنا علاء بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے گھر میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر بصرہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر میں گئے۔ وہ گھر مسجد کے ایک کونے میں تھا تو جب ہم اُن کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی؟ تو ہم نے اُن سے کہا کہ ہم تو ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر آئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ عصر کی نماز پڑھ لو۔ تو ہم کھڑے ہوئے تو ہم نے نماز پڑھی۔ جب ہم فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ تو منافق کی نماز ہے کہ سورج کو بیٹھے دیکھتا رہتا ہے۔ جب وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان میں ہوتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارنے لگ جاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا مگر بہت تھوڑا۔ (مسلم:1412)

(3) سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے ''جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ (الترغیب والترہیب:43) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص دوسروں کو سنانے کے لئے کوئی نیک کام کرے اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو سنا کر عذاب کرے گا اور اسے

ذلیل اور حقیر کرے گا' ہاں اس موقع پر یہ یاد رہے کہ اگر کسی شخص نے بالکل نیک نیتی سے کوئی اچھا کام کیا اور لوگوں کو اس کی خبر ہوگئی اس پر اسے بھی خوشی ہوئی تو یہ ریاکاری نہیں۔اس کی دلیل۔(ابن کثیر:598)

﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾

''اور عام برتنے کی چیزیں بھی نہیں دیتے''(7)

سوال1:﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾''اور عام برتنے کی چیزیں بھی نہیں دیتے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾''اور عام برتنے کی چیزیں بھی نہیں دیتے''ماعون ہر برتنے والی چیز کو کہتے ہیں جو عام استعمال میں آنے والی ہو یعنی مال کی محبت اور آخرت کو جھٹلانے نے ان کے اندر ایسا بخل پیدا کر دیا ہے کہ محتاجوں کی ضروریات کا خیال رکھنا، یتیموں کا حق ادا کرنا تو دور کی بات ہے معمولی ضروریات کی چیزیں کوئی عاریتاً بھی لینا چاہے تو دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

(2) کسی چیز کو عاریتاً یا ہبہ کے طور پر عطا کرنے سے جس کے عطا کرنے پر ان کو نقصان نہیں پہنچتا، روکتے ہیں، مثلا: برتن، ڈول، کلہاڑی وغیرہ جن کو استعمال کے لیے دینے اور ان کے بارے میں فیاضی کرنے کی عام عادت جاری ہے۔یہ لوگوں کو اپنی شدید حرص کے باعث استعمال کی معمولی اشیا کو دینے سے منع کرتے ہیں، تب ان سے زیادہ بڑی اشیا (لوگوں کو استعمال کے لیے) دیتے وقت ان کا کیا حال ہوگا۔اس سورہ مبارکہ میں یتیموں اور مساکین کو کھانا کھلانے، نیز نماز کا خیال رکھنے، اس کی حفاظت کرنے اور نماز اور دیگر تمام اعمال میں اخلاص کو مدنظر رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔نیز معروف پر عمل کرنے، معمولی اموال کو استعمال کے لیے عطا کرنے کی ترغیب ہے، مثلا: برتن، ڈول اور کتاب وغیرہ: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو ایسا نہیں کرتا۔(تفسیر سعدی:2979/3)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی کسی بیوی کے ہاں قیام پذیر تھے۔کسی دوسری بیوی نے کھانے کی رکابی بھیجی تو اس بیوی نے جس کے ہاں آپ ﷺ ٹھہرے ہوئے تھے''ازراہ رقابت''خادم کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔رکابی گر گئی اور ٹوٹ گئی۔آپ ﷺ رکابی کے ٹکڑے اور جو کھانا اس میں تھا اسے جمع کرنے لگے اور فرمایا:''تمہاری ماں کو غیرت آ گئی''پھر خادم کو ٹھہرایا اور اس بیوی سے ایک سالم رکابی لے کر اس بیوی کے ہاں بھجوا دی جس نے بھیجی تھی اور یہ ٹوٹی ہوئی رکابی اسی گھر میں رکھ لی، جہاں ٹوٹی تھی۔(بخاری، کتاب المظالم)

(4) آپ ﷺ نے فرمایا:''مانگی ہوئی چیز واپس کرنا، ضامن کو تاوان بھرنا، اور قرضہ کی ادائیگی لازم ہے۔''(ترمذی)

(5) آپ ﷺ نے فرمایا:''جس ہاتھ نے جو کچھ لیا ہو اسی کا ادا کرنا واجب ہے۔''خواہ نقد رقم ہو یا کوئی اور چیز''(ابوداؤد)

سوال2:معمولی ضرورت کی چیزیں دینے سے کون انکار کرتا ہے؟

جواب:معمولی ضرورت کی چیزیں دینے سے وہ انکار کرتا ہے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتا اور بخل کا شکار رہتا ہے۔

سوال3:مَعْن سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)مَعْن سے مراد تھوڑی چیز ہے جیسے عام برتنے کی چیزیں۔

(2) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے جو کُل مال کے مقابلے میں قلیل ہوتی ہے۔

سوال4:معمولی ضرورت کی چیزیں دینے میں کوئی تنگی محسوس نہ کرنا کیسی صفت ہے؟

جواب:معمولی ضرورت کی چیزیں دینے میں کوئی تنگی محسوس نہ کرنا اچھی صفت ہے۔

اٰیاتها ۳ ۱۰۸ سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ ۱۵ رکوعها ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکّی سورت ہے اس کا ایک رکوع اور تین آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 108ویں سورت ہے۔ اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 15ویں سورت ہے۔

سوال3:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:(1)ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ کو اونگھ آئی پھر آپ نے مسکرا کر صحابہ سے فرمایا: یا صحابہ! انہوں نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں! فرمایا ابھی مجھ پر ایک سورت اتری۔ پھر آپ ﷺ نے یہ سورت پڑھ کر فرمایا جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ بولے: اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب معلوم ہے۔ فرمایا: کوثر جنت کی ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے اس کے پاس بڑی خیر و برکت ہے۔ قیامت کے دن اس پر میری امت آئے گی۔ اس پر گلاس تاروں کی طرح بے شمار ہیں۔ بعض آنے والے اس سے روک دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گا یارب! یہ تو میرے امتی ہیں۔ جواب ملے گا، آپ کو معلوم نہیں، آپ کے جانے کے بعد انہوں نے آپ کے دین میں کیا کیا نئی باتیں گھڑ لیں تھیں۔ (مسلم)

(2) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سورت پڑھ کر فرمایا: مجھے کوثر عطا کی گئی یہ ایک جاری نہر ہے، جو گڑھے میں نہیں بہتی۔ اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے ہیں۔ میں نے ہاتھ سے اس کی مٹی نکال کر دیکھی تو خالص مشک تھی۔ اس کے سنگریزے سچے موتیوں کے ہیں۔ (مسند احمد)

(3) میں جنت میں گیا تو ایک نہر دکھائی دی جس کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے موتیوں کے خیمے نصب ہیں۔ میں نے مٹی نکال کر دیکھی تو خالص مشک تھی پوچھا جبریل یہ کیا ہے؟ فرمایا کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو دی ہے۔ (مسند احمد)

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے معراج کے قصہ پر فرمایا: میں ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر خولدار موتیوں کے ڈیرے لگے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا یہ نہر کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی۔ (بخاری کتاب التفسیر)

رکوع نمبر 33

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾

''یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کی'' (1)

سوال 1: ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ ''یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے اپنے نبی پر احسان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ ''یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کی'' (I) ﴿الْكَوْثَرَ﴾ سے مراد خیرِ کثیر ہے۔ (ابن کثیر) (II) جنت کی ایک نہر ہے۔ (III) حوضِ کوثر ہے جس سے مومن جنت جانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے پئیں گے۔ اس حوض میں جنت کی نہر سے پانی آرہا ہوگا۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک نہر کے کنارے پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر خولدار موتیوں کے ڈیرے لگے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبریل! یہ نہر کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ حوض کوثر ہے (جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے)۔ (بخاری: 4964)

(3) ''البحر المحیط'' میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے گئے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں۔ جو آپ کو، یا آپ ﷺ کے طفیل میں امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت وہ ''حوض کوثر'' بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔ (تفسیر عثمانی: 932/2)

(4) ''حوض کوثر'' کا ثبوت بعض محدثین کے نزدیک حد تواتر تک پہنچ چکا ہے ہر مسلمان کو اس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ احادیث میں اس کی عجیب و غریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ بعض روایات سے اس کا محشر میں ہونا اور اکثر سے جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہوگی اور اسی کا پانی میدان محشر میں لاکر کسی حوض میں جمع کر دیا جائے گا۔ دونوں کو ''کوثر'' ہی کہتے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (تفسیر عثمانی: 932/2)

سوال2:''ہم نے آپ ﷺ کو خیرِ کثیر عطا کیا۔''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے ذکر کی بلندی اور آخرت کا اجر وثواب ہے۔اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ ہمیشہ کے لئے بلند کرنا ہے۔

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

''پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں''(2)

سوال1:﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾''پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾''پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں''یعنی اتنے بڑے انعام واحسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہیے۔(تفسیر ثنائی:932/2)

(2)اللہ تعالیٰ نے ان دو عباتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا: کیونکہ یہ دونوں افضل ترین عبادت اور تقرب الٰہی کا جلیل ترین ذریعہ ہیں، نیز ان دونوں کا خاص طور پر ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نماز قلب اور جوارح میں خشوع کو متضمن ہے، پھر اسے عبادت کی دیگر تمام انواع میں منتقل کر دیتی ہے۔جانور ذبح کرنے میں یہ حکمت ہے کہ بندے کے پاس جو کچھ ہے اس میں سے افضل ترین چیز قربانی کے ذریعے سے تقرب الٰہی حاصل کرنا اور مال خرچ کرنا ہے جس سے محبت کرنا اور اس میں بخل کرنا نفس انسانی کی جبلت ہے۔(تفسیر سعدی:2979.2980/3)

(3)مشرکین مکہ عبادت بھی بتوں کی کرتے تھے اور قربانی بھی ان کے لئے کرتے تھے اس لئے رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''آپ کہہ دیں:''بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ کے لیے جو جہانوں کا رب ہے۔''(الانعام:162)

(4)مسلمانوں کو نماز بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرنی چاہیے جیسا کہ فرمایا:﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''(طٰہٰ:14)اور قربانی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کرنی چاہیے۔

(5)بعض علما نے نماز سے مراد عید الاضحیٰ کی نماز اور نحر سے مراد عید الاضحیٰ کے دن کی قربانی ہے۔

سوال2:نحر کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:نحر کرنے سے مراد اونٹ کے حلق میں نیزہ مار کر پھر چھری سے ذبح کرنا ہے۔دوسرے جانوروں کو چھری سے ذبح کیا جاتا ہے۔یہاں نحر سے مراد قربانی کرنا ہے۔

سوال3:قربانی کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)قربانی کرنے سے مراد حج کے موقع پر قربانی کرنا ہے۔(2)قربانی کرنے سے مراد عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا ہے۔ (3)اس سے مراد صدقہ وخیرات کے لئے قربانی کرنا بھی ہے۔

سوال4:﴿لِرَبِّكَ﴾ سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی عبادت قبول کرتا ہے جو صرف اس کی ذات کے لئے ہو۔قبولیت کے لئے دل کا اخلاص شرط ہے۔

﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾

''یقیناً آپ کا دشمن ہی لاولد ہے''(3)

سوال1:﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ ''یقیناً آپ کا دشمن ہی لاولد ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ ''یقیناً آپ کا دشمن ہی لاولد ہے''شانی۔شنا۔شناء سے مصدر شنان اور اسم فاعل شانی ہے اور اس سے مراد ایسا دشمن ہے جو بدخواہ بھی ہو اور کینہ پرور بھی۔یعنی عداوت بھی رکھتا ہو اور بغض بھی اور یہ دشمنی کا تیسرا اور انتہائی درجہ ہے قریش مکہ آپ ﷺ کے ایسے ہی دشمن تھے۔بالخصوص ان کے سردار اور معتبر لوگ۔جب آپ ﷺ کا دوسرا بیٹا (جسے طیب بھی کہتے ہیں اور طاہر بھی) بھی فوت ہو گیا تو یہ لوگ بہت خوش ہوئے اور تالیاں بجانے لگے اور ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ جس کا ذکر خیر کرنے والا کوئی باقی نہ رہے۔دنیا کے اربوں مسلمان ہر روز کئی مرتبہ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی آل پر درود بھیجتے ہیں۔اذانوں اور نمازوں میں آپ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے اور سلسلہ تا قیامت بڑھتا ہی چلا جائے گا۔پھر میدان محشر میں آپ ﷺ کو جو درجات عطا کیے جائیں گے اور مقام محمود عطا کیا جائے گا ان کے ذکر سے قرآن اور حدیث کی کتب بھری پڑی ہیں۔(تیسیر القرآن:4/700)

(2)﴿اِنَّ شَانِئَكَ﴾ ''یقیناً آپ کا دشمن'' آپ ﷺ کی مذمت کرنے والا،آپ ﷺ میں نقص ثابت کرنے والا،آپ ﷺ سے بغض رکھنے والا۔

(3)﴿هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ ''ہی لاولد ہے'' وہ ہر بھلائی سے محروم ہے اس کا عمل منقطع اور اس کا ذکر منقطع ہے۔رہے رسول مصطفیٰ محمد ﷺ تو حقیقت میں وہی کامل ہیں آپ ﷺ کمال کے اس بلند ترین درجے پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں تک پہنچنا مخلوق میں سے کسی کے لئے ممکن نہیں،مثلاً رفعت ذکر،کثرت الانصار،کثرت متبعین۔

سوال2:﴿اَبْتَر﴾ کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿اَبْتَر﴾ ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کی نسل کا سلسلہ کٹ گیا ہو۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ کو اَبْتَر کس نے کہا تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو کفار نے اَبْتَر کہا تھا۔ عاص بن وائل السّہمی نے آپ ﷺ کو اَبْتَر کہہ کر پکارنا شروع کر دیا تھا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو کیسے تسلی دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرا دشمن ہی جڑ کٹا ہے''۔ رسول اللہ ﷺ کی نسل کے سلسلے کو آپ ﷺ کی بیٹی کے ذریعے برقرار رکھا گیا اور آپ ﷺ کی اُمت آپ ﷺ کی معنوی اولاد ہے۔ دنیا میں جتنا ذکرِ خیر رسول اللہ ﷺ کا ہوتا ہے کسی اور انسان کا نہیں ہوتا۔

اٰیاتها ٦ | ١٠٩ سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ١٨ | رکوعها ١

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ الکافرون مکہ میں نازل ہوئی اس کا ایک رکوع اور چھ آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 109ویں سورت ہے۔ اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ 18ویں سورت ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف کی دو رکعتوں میں دو سورتیں اخلاص کی پڑھیں ایک رکعت میں ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (ترمذی:869)

(2) رسول اللہ ﷺ فجر اور مغرب کی سنتوں میں اسے پڑھتے تھے (ابن خزیمہ)

(3) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ ﷺ نے فرمایا: رات کو سوتے وقت پڑھو گے تو شرک سے بری قرار پاؤ گے۔ (ترمذی:3403)

(4) رات کو پڑھنا رسول اللہ کا ذاتی عمل بھی بتایا گیا ہے۔ ''سیدنا فروہ بن نوفل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نوافل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''پڑھو اور اسی پر اپنی بات چیت ختم کر کے سو جاؤ۔ بے شک اس میں شرک سے برأت کا اظہار ہے۔ (ابوداؤد:5055، ترمذی:3403)

(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دوران نماز نبی اکرم ﷺ کو بچھو نے کاٹ لیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ''اللہ تعالیٰ لعنت کرے بچھو پر یہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو۔'' پھر آپ ﷺ نے پانی اور نمک منگوایا اور ملا اور ساتھ سورہ الکفرون اور معوذتین پڑھ کر دم کیا اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (طبرانی)

رکوع نمبر 34

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اے کافرو!''(1)

سوال1:﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾''آپ کہہ دیں کہ اے کافرو!''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾''آپ کہہ دیں کہ''یعنی کافروں کو آگاہ کر دیجیے۔

(2)﴿يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾''اے کافرو!''یہاں وہ کافر مراد ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ شرک اور کفر کی حالت ہی میں جان دیں گے۔

﴿لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾

''میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو''(2)

سوال1:﴿لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾''میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَاۤ اَعْبُدُ﴾''میں اُن کی عبادت نہیں کرتا''یعنی میں کسی صورت عبادت نہیں کر سکتا۔

(2)﴿مَا تَعْبُدُوْنَ﴾''جن کی تم عبادت کرتے ہو''جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو۔(3)یعنی میں شرک سے قطعی بے رخی کرتا ہوں۔

سوال2:رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور کافروں کے درمیان فرق کو کیسے واضح کیا؟

جواب:آپ ﷺ نے فرمایا:میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو یعنی ہمارے درمیان معبود کا فرق ہے۔

﴿وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ﴾

''اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں''(3)

سوال1:﴿وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ﴾''اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ﴾''اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں''اور نہ تم میرے

الہ میرے معبود کی عبادت کرنے والے ہو جو رب العالمین ہے۔

(2) اسی سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک اس دین میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرنے والا اور ان فرائض کو ادا کرنے والا جس کا حکم دیا گیا اور وہ اعمال کرنے والا نہ بن جائے جس کے عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(الاساس:6720/11)

(3) تم اس کی عبادت اس لئے نہیں کر سکتے کہ شاید تمہاری عبادت میں اخلاص نہیں اس بات کو اس لئے دہرایا گیا ہے کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کے ماوی تھے جب کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو عبادت کا حق نہیں پہنچتا۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے آپس میں آئندہ کبھی اتفاق نہ ہو سکنے کا کیا سبب بتایا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے آپس میں آئندہ کبھی اتفاق نہ ہو سکنے کا یہ سبب بتایا ہے کہ تم اس ہستی کی عبادت کرنے والے نہیں ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

﴿وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ﴾

''اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے''(4)

سوال 1: ﴿وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ﴾ ''اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ﴾ ''اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔'' یعنی غیر اللہ کی عبادت کا جو راستہ تم نے اختیار کیا ہے میں کبھی اس کو اختیار نہیں کروں گا۔(2) میں ان معبودوں کی پرستش نہیں کر سکتا جن کی عبادت تم نے کی ہے۔

(3) میں تو اپنے سچے معبود کی اس طرح عبادت کرتا ہوں جس طرح اس نے حکم دیا ہے۔

﴿وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ﴾

''اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں''(5)

سوال 1: ﴿وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ﴾ ''اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ﴾ ''اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ

کی شریعت کے احکامات ماننے والے نہیں۔تم نے خود ساختہ طریقے ایجاد کر لئے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بے زار ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ ''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں،ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی،نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔حالانکہ بلاشبہ یقینا اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آچکی ہے۔''(النجم:23)

(2)تم حق کی عبادت نہیں کر سکتے اور میں باطل کی عبادت نہیں کر سکتا۔مستقبل میں بھی میری طرف سے اس اتحاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(3)آپ ﷺ کا طریق عبادت یہ تھا کہ آپ نماز میں اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے تھے اور اس طریق عبادت سے کافروں کو خاصی چڑ تھی اور اس سے منع بھی کرتے تھے۔اور کافروں کا طریق عبادت یہ تھا کہ گاتے،سیٹیاں بجاتے اور تالیاں بجاتے،کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے تھے۔آپ بھلا ان کا یہ طریق عبادت اختیار کر سکتے تھے؟(تیسیر القرآن:4/702)

﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾

''تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے''(6)

سوال1:﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾''تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾''تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔''(i)اس سے مراد ہے کہ تم لوگ اپنے دین پر راضی ہو تو میں اپنے دین پر راضی ہوں۔(ii)اس سے مراد ہے کہ میرے لئے میرا عمل ہے تمہارے لئے تمہارا عمل۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا﴾''آپ کہہ دیں ہر کوئی اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے۔سو تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون سیدھے راستے کی زیادہ ہدایت پانے والا ہے۔''(بنی اسرائیل:84)

(2)تمہارے لئے تمہارے اعمال کی جزا ہے اور میرے لئے میرے اعمال کی۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اَتُحَآجُّوْٓنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ﴾''آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہم اُس کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔''(البقرہ:139)

(3)یعنی تم میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے اعمال سے۔﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾''اور جب وہ بے ہودہ بات سُنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور وہ

کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔" (القصص:55)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ "اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔" (یونس:41)

(5) ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو لیکن میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں۔" (یونس:104)

(6) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان باپ کا فر بیٹے کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر بیٹا مسلمان باپ کا۔" (بخاری:6764)

اٰیاتها ۳ | ۱۱۰ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۴ | رکوعها ۱

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے اس کا ایک رکوع اور 3 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 110 ویں سورت ہے۔ اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ 114 ویں سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سورت منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے" (المائدہ:3) اس کے بعد آپ 80 دن زندہ رہے پھر آیت کلالہ نازل ہوئی اس کے بعد 50 دن زندہ رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ "بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے۔" (التوبہ:128) اس کے بعد 35 دن زندہ رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ﴾ "اور اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا" (البقرہ:281) اس کے بعد 21 دن زندہ رہے۔ (تفسیر مراغی:510/10)

(2) جس وقت یہ سورت نازل ہوئی تھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ جان لیا تھا کہ اب نبی ﷺ کا آخری وقت آ گیا ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ کو حمد، تسبیح اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا واقعہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ (بخاری)

(3) اس سورت کریمہ میں ایک خوشخبری ہے، اس خوشخبری کے حاصل ہو جانے پر رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک حکم ہے، نیز اس میں اس خوشخبری پر مترتب ہونے والے احوال کی طرف اشارہ اور اس پر تنبیہ ہے۔ خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کے لیے نصرت، فتح مکہ اور لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے کی ہے (تفسیر سعدی: 2981/3)

رکوع نمبر 35

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾

''جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ جائے'' (1)

سوال 1: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ جائے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ جائے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی نصرت آئے گی۔ (2) اللہ تعالیٰ کی مدد کا مطلب مسلمانوں کی کافروں پر فتح ہے، اسلام کی کفر پر فتح ہے۔

(3) ﴿وَالْفَتْحُ﴾ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ (4) فتح سے مراد کسی عام شہر کی نہیں مکہ کی فتح ہے۔

(5) بڑی فیصلہ کن چیز یہ تھی کہ مکہ معظمہ (جو گویا زمین پر اللہ تعالیٰ کا دار السلطنت ہے) فتح ہو جائے۔ اسی پر اکثر قبائل عرب کی نظریں لگی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ (تفسیر عثمانی: 936/2)

سوال 2: مکہ فتح ہونے کا مطلب کیا تھا؟

جواب: مکہ فتح ہونے کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مشن مکمل ہو گیا۔ تبلیغ اور رسالت کا جو فریضہ تھا وہ ادا ہو گیا۔

سوال 3: مکہ کب فتح ہوا؟

جواب: مکہ 8 ہجری میں فتح ہوا۔

﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا﴾

''اور آپ دیکھیں کہ لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں'' (2)

سوال1:﴿وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ ''اور آپ دیکھیں کہ لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَرَاَیْتَ النَّاسَ﴾ ''اور آپ دیکھیں کہ لوگ'' یعنی جب آپ یمن وغیرہ میں رہنے والوں کو دیکھو۔

(2)﴿یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں'' یعنی آپ کے دین اسلام میں داخل ہو جائیں۔

(3)﴿اَفْوَاجًا﴾ ''فوج در فوج'' یعنی گروہ در گروہ۔(التفسیر المیسر:1793)

(4)اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے تو لوگ انفرادی طور پر اکا دکا اسلام قبول کرتے تھے لیکن مکہ فتح ہونے کے بعد لوگ کثرت سے اسلام قبول کر رہے ہیں۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا'' (آل عمران:85)

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾

''تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اُس سے بخشش مانگیے، یقیناوہ ہمیشہ سے بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے''(3)

سوال1:﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ ''تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اُس سے بخشش مانگیے، یقیناوہ ہمیشہ سے بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾ ''تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے'' اپنے رب کی حمد اور شکر سے اس فتح کی تسبیح اور تعظیم بیان کرو کہ اس نے آپ کے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کر دیا کہ آپ کا دین مکمل ہو گیا، لوگ آپ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں اور رب العزت نے آپ ﷺ کو فتح عطا فرمائی ہے۔(2)﴿وَاسْتَغْفِرْهُ﴾ ''اور اُس سے بخشش مانگیے'' یعنی اس سے مدد طلب کرو۔

(3)﴿اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ ''یقیناوہ ہمیشہ سے بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(i)اللہ تعالیٰ نے استغفار کا حکم دے کر اپنے ﴿تَوَّاب﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔اگر وہ ﴿تَوَّاب﴾ نہ ہوتا تو توبہ کا حکم نہ دیتا۔

(ii)وہ ﴿تَوَّاب﴾ ہے اس لئے توبہ کرو۔انسان اسی اعتبار کے سہارے توبہ کرتا ہے کہ میری توبہ قبول ہو جائے گی۔

(4)سیدہ عائشہ نے بیان کیا کہ آیت اذا جاء نصر اللہ والفتح جب اللہ کی مدد آپہنچی، جب سے نازل ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں آپ یہ دعا نہ کرتے ہوں۔سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ'' پاک ہے تیری ذات اے اللہ! اے ہمارے رب! اور تیرے ہی لئے تعریف ہے۔اے اللہ میری مغفرت فرما دے۔'' (صحیح بخاری:4967)

(5) سیدہ عائشہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سورہ فتح کے نازل ہونے کے بعد اپنے رکوع اور سجدوں میں بکثرت یہ دعا پڑھتے سبحانك اللهم ربنا۔۔۔الخ یعنی پاک ہے تیری ذات اے اللہ! اور تیرے لئے ہی تعریف ہے اے اللہ! میری مغفرت فرمادے۔ قرآن مجید کے حکم پر مذکور پر اس طرح آپ عمل کرتے تھے۔ (صحیح بخاری:4968)

(6) سیدنا ابن عباس نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بوڑھے بدری صحابہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد یعنی "اذا جاء نصر الله والفتح" یعنی جب اللہ تعالیٰ کی مدد آپہنچی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اشارہ بہت سے شہروں اور ملکوں کے فتح ہونے کی طرف ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ تمہارا کیا خیال ہے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس میں آپ کی وفات کی خبر یا ایک مثال ہے گویا آپ کی موت کی خبر آپ کو دی گئی ہے۔ (صحیح بخاری:4969)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھے بوڑھے بدری صحابہ کے ساتھ مجلس میں بٹھاتے تھے، عبدالرحمن بن عوف کو اس پر اعتراض ہوا انہوں نے سیدنا عمر سے کہا کہ اسے آپ مجلس میں ہمارے ساتھ بٹھاتے ہیں، اس کے جیسے تو ہمارے بچے ہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی وجہ تمہیں معلوم ہے، پھر انہوں نے ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور انہیں بوڑھے بدری صحابہ کے ساتھ بٹھایا (ابن عباس نے کہا کہ) کہ میں سمجھ گیا کہ آپ نے آج مجھے انہیں دکھانے کے لئے بلایا ہے، پھر ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، اذا جاء نصر الله والفتح۔۔۔الخ، یعنی جب اللہ تعالیٰ کی مدد آپہنچی، بعض لوگوں نے کہا کہ جب ہمیں فتح اور مدد حاصل ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس سے استغفار کا آیت کا حکم ہمیں دیا گیا ہے۔ کچھ لوگ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے میں نے عرض کیا نہیں، پھر پوچھا پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہی چیز بتائی ہے اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آپہنچی، پھر یہ آپ کی وفات کی علامت ہے۔ اس لئے آپ اپنے پروردگار کی پاکی و تعریف بیان کیجئے اور اس سے بخشش مانگا کیجئے، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے سیدنا عمر نے اس پر کہا میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم نے کہا۔ (صحیح بخاری:4970)

سوال 2: اس سورت میں کس چیز کی جانب اشارہ ہے؟

جواب: اس سورت میں دو اشارے ہیں۔ اول: اسلام دائمی فتح و نصرت سے بہرہ مند رہے گا، اس کے رسول کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح و استغفار پر اس نصرت میں اضافہ ہوگا، کیونکہ تسبیح و استغفار، شکر ہی شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ "اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔" (ابراہیم:7) اور یہ چیز خلفائے راشدین کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی امت کو حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ ہم رکاب رہی، یہاں تک کہ اسلام اس مقام پر پہنچ گیا جہاں تمام ادیان میں سے کوئی نہیں پہنچ سکا حتی کہ امت سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت میں افعال صادر ہونے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تفرق کلمہ

اور تشتت امر کے ذریعے سے انھیں آزمایا۔ پس پھر جو ہونا تھا ہوا۔ بایں ہمہ اس امت پر اور اس دین پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اس کا لطف وکرم ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ خیال کی وہاں تک رسائی ہی ہے۔ دوم: رہا دوسرا اشارہ تو یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی اجل قریب آ گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی عمر مبارک، فضیلت والی عمر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور اس نے مقرر فرما دیا ہے کہ فضیلت والے امور کا اختتام، استغفار کے ساتھ ہو، مثلاً: نماز اور حج وغیرہ۔ پس اللہ تعالیٰ کا اس حال میں آپ کو حمد واستغفار کا حکم دینا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب آپ کو اپنے رب کی ملاقات کے لیے مستعد اور تیار رہنا چاہیے اور آپ کو اپنی عمر کا اختتام اس افضل ترین چیز پر کرنا چاہیے جو آپ موجود پاتے ہیں۔ ﴿صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ﴾ چنانچہ آپ قرآن کی (اس آیت کی) تاویل کرتے ہوئے، اپنی نماز کے اندر رکوع وسجود میں نہایت کثرت سے یہ پڑھا کرتے تھے۔ ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي﴾ ''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تیری حمد وثنا کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اے اللہ! مجھے بخش دے۔'' (صحیح بخاری:794) (تفسیر سعدی:3/2981,2982)

سوال 3: مکہ فتح ہونے پر لوگوں نے فوج در فوج اسلام قبول کرنا کیوں شروع کر دیا؟

جواب: (1) مکہ فتح ہونے پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

(2) مکہ فتح ہونے پر لوگوں کو یقین آ گیا کہ دینِ اسلام سچا دین ہے جس کے بغیر آخرت کی کامیابی ممکن نہیں۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کو حمد، تسبیح اور استغفار کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ رسالت کا فریضہ ادا ہو چکا، فرض پورا ہو گیا۔ اب دنیا سے روانگی کا وقت ہے۔ اس لئے حمد، تسبیح اور استغفار کا اہتمام کرو۔

سوال 5: رسول اللہ ﷺ کو دیئے جانے والے حکم سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں حمد، تسبیح اور استغفار کا اہتمام کرنا چاہئے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے اپنے تَوَّاب ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے استغفار کا حکم دے کر اپنے تَوَّاب ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اگر وہ تَوَّاب نہ ہوتا تو توبہ کا حکم نہ دیتا۔ (2) وہ تَوَّاب ہے اس لئے توبہ کرو۔ انسان اسی اعتبار کے سہارے توبہ کرتا ہے کہ میری توبہ قبول ہو جائے گی۔

اٰیاتها ۵ | ۱۱۱ سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ ٦ | رکوعها ۱

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے اس کا ایک رکوع اور پانچ آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 111 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ چھٹی سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وانذر عشیرتك الاقربین﴾ ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے'' تو رسول اللہ ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارا: یاصباحاہ! قریش نے کہا: یہ کون ہے؟ پھر وہاں سب آ کر جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں بتاؤں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے پیچھے سے آنے والا ہے تو کیا تم مجھ کو سچا نہیں سمجھو گے؟ انہوں نے کہا: ہمیں آپ سے جھوٹ کا تجربہ کبھی نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے آ رہا ہے۔ یہ سن کر ابولہب بولا: تو تباہ ہو! کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ پھر آپ ﷺ وہاں سے چلے آئے اور آپ ﷺ پر یہ سورت نازل ہوئی: تبت یدا ابی لھب وتب (صحیح بخاری: 4971)

(2) سیدنا ابن عباس نے بیان کیا کہ ابولہب نے کہا کہ تو تباہ ہو کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا اس پر یہ آیت تب یدا ابی لھب نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری: 4973)

رکوع نمبر 36

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو گیا'' (1)

سوال 1: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو گیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو گیا'' ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے کہ ابولہب ہلاک اور برباد ہوا۔ اُس کا مشن ناکام ہو گیا۔ (2) یعنی وہ بدبختی کو پہنچا اور اس نے زندگی سے کوئی نفع نہیں اٹھایا۔

(3) ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ اُس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور چہرے کی سُرخی کی وجہ سے اسے ابولہب کہا جاتا تھا یعنی

شعلۂ فروزاں۔(4)ابولہب اپنے کفراور بدبختی کی وجہ سے نبی ﷺ کا شدید دشمن تھا۔

(5)ابولہب، نبی اکرم ﷺ کا چچا تھا،آپ سے شدید عداوت رکھتا تھااور آپ کو سخت اذیت پہنچاتا تھا، اس میں کوئی دین کی رمق تھی نہ قرابت کی حمیت۔اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس ذم عظیم کے ذریعے سے اس کی مذمت بیان فرمائی جو قیامت کے دن تک اس کے لیے رسوائی ہے۔چنانچہ فرمایا:﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ﴾یعنی اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے اور وہ بدبختی میں پڑ گیا۔ ﴿وَّتَبَّ﴾اس نے نفع حاصل نہ کیا۔(تفسیر سعدی:2982/3)

(6)جنگِ بدر کے چند دن کے بعد عدسہ کی بیماری میں مبتلا ہوا۔اسی میں اس کی موت واقع ہوگئی۔اس کی لاش تین دن یوں ہی پڑی رہی حتیٰ کہ وہ سڑنے لگی۔حتیٰ کہ اس کی اولاد نے بیماری اور عار کے خوف سے دور سے مٹی پھینک کر اسے دفن کر دیا۔یہ سورت مکی ہے۔کہتے ہیں کہ غزوہ بدر سے سات روز بعد اس کے زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا۔اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے الگ ڈال دیا، وہیں مرگیا اور تین روز تک لاش یوں ہی پڑی رہی۔کسی نے نہ اٹھائی جب سڑنے لگی، اس وقت حبشی مزدوروں سے اٹھوا کر دبوائی۔انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کو ایک لکڑی سے اندر ڈھلکا دیا اوپر سے پتھر بھر دیئے۔یہ تو دنیا کی رسوائی اور بربادی تھی۔(تفسیر عثمانی:938/2)

سوال2:قرآن حکیم نے ابولہب ہی کا نام کیوں لیا؟

جواب:عرب میں کوئی باقاعدہ حکومت تو تھی نہیں، جہاں فریاد کی جا سکے۔لے دے کر ایک قبائلی حمیت ہی وہ چیز تھی جو ایسے اوقات میں کام آتی تھی۔مظلوم شخص فوراً اپنے قبیلے کو دادرسی کے لیے پکارتا اور پورا قبیلہ اس کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوتا۔اس لیے ان کو اضطراراً بھی صلہ رحمی کا لحاظ رکھنا پڑتا تھا۔ابولہب ہی وہ واحد بدبخت شخص ہے جس نے اس دور کے واجب الاحترام قانون کو توڑ کر اپنے قبیلہ کے علی الرغم ڈٹ کر آپ کی مخالفت کی۔علاوہ ازیں جب بنو ہاشم اور بنو مطلب کو معاشرتی بائیکاٹ کی وجہ سے شعیب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا تھا تو اس وقت بھی ابولہب نے اپنے قبیلے کا ساتھ نہیں دیا تھا۔(تیسیر القرآن:706,707/4)

﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾

''اُس کا مال اور جو کچھ اُس نے کمایا اُس کے کسی کام نہ آیا''(2)

سوال1:﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾''اُس کا مال اور جو کچھ اُس نے کمایا اُس کے کسی کام نہ آیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾''اُس کا مال اور جو کچھ اُس نے کمایا اُس کے کسی کام نہ آیا''یعنی مال اس اعتبار سے اس کے کام نہ آیا کہ اسے مال نے سرکش بنا دیا دوسرے مال اسے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکا۔جب اس پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ ہوئی

تو مال، اولاد، جاہ ومنصب کچھ بھی اس کے کام نہ آیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے اور وہی لوگ آگ کا ایندھن ہیں'' (آل عمران:10) ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۚ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ﴿۲۷﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۚ﴿۲۹﴾ ''لیکن جس کو اُس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: ''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا! اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی! میرا مال میرے کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔'' (الحاقۃ:25,29) کمائی سے مراد اولاد ہے یعنی قیامت کے دن مال اور اولاد کام نہیں آئے گا۔

﴿سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾

''وہ جلد ہی شعلے والی آگ میں داخل ہوگا'' (3)

سوال 1: ﴿سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ ''وہ جلد ہی شعلے والی آگ میں داخل ہوگا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ ''وہ جلد ہی شعلے والی آگ میں داخل ہوگا'' آگ اسے ہر طرف سے گھیر لے گی۔

(2) یعنی مرنے کے بعد سخت شعلہ زن آگ میں پہنچنے والا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے قرآن نے اس کی کنیت ''ابولہب'' قائم رکھی۔ دنیا تو اس کو ''ابولہب'' اس لئے کہتی تھی کہ اس کے رخسار آگ کے شعلے کی طرح چمکتے تھے۔ مگر قرآن نے بتلا دیا کہ وہ اپنے آخری انجام کے اعتبار سے بھی ''ابولہب'' کہلانے کا مستحق ہے۔ (تفسیر ثانی:2/938)

﴿وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾

''اُس کی بیوی بھی جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے'' (4)

سوال 1: ﴿وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ ''اور اُس کی بیوی بھی جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّامْرَاَتُهٗ﴾ ''اور اُس کی بیوی'' یعنی امّ جمیل العورا۔

(2) ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ ''لکڑیاں ڈھونے والی ہے'' یعنی عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ہے۔ مجاہد نے کہا: ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ چغل خور ﴿فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ کہتے ہیں، مسد سے مراد گوکل کے درخت کی چھال ہے بعضوں نے کہا دوزخ کی رسی مراد ہے۔ (صحیح بخاری) ابولہب کی بیوی رسول اللہ ﷺ کو بہت اذیت پہنچاتی تھی۔ وہ دونوں

گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے تھے۔ وہ رسول اللہ کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔ آپ ﷺ کو غربت کا طعنہ دیتی تھی اور لکڑیاں لاد کر لایا کرتی تھی اس لئے اسے لکڑیاں چننا یا دو لایا گیا۔

سوال 2: ابولہب کی بیوی لکڑیاں کس مقصد کے لئے ڈھو کر لایا کرتی تھی؟

جواب: (1) ابولہب کی بیوی کانٹے دار جھاڑیاں ڈھو کر لاتی تھی اور نبی ﷺ کے راستے میں بچھا دیتی تھی۔

(2) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عربی میں چغل خوری کے لئے محاورہ ہے اور یہاں اُس کی اس عادت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کی غیبت کرتی تھی اور آپ ﷺ کی دشمنی پر اُکساتی تھی۔

سوال 3: ابولہب کی بیوی کا کیا انجام ہے؟

جواب: ابولہب کی بیوی بھی آگ میں جائے گی۔ جیسے دنیا میں اپنے شوہر کے کفر اور بغض میں مددگار تھی، ایسے ہی آخرت کے عذاب میں بھی اس کے ساتھ شریک ہوگی۔

﴿فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾

''اُس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی'' (5)

سوال 1: ﴿فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ ''اُس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ ''اُس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی'' مسد کے معنی کھجور کی رسی کے ہیں۔ سیدنا عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جہنم کی زنجیر ہے جس کی ایک کڑی ستر ستر گز کی ہے، ثوری فرماتے ہیں یہ جہنم کا طوق ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔ جوہری فرماتے ہیں یہ اونٹ کی کھال اور اونٹ کے بالوں کی بنائی جاتی ہے، مجاہد فرماتے ہیں یعنی لوہے کا طوق۔ (ابن کثیر: 608)

(2) اس کے گلے میں کھجور کے پتوں کے ریشوں سے بٹی ہوئی رسی بندھی ہوئی ہوگی۔ دونوں معنوں کے مطابق اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے، کیونکہ یہ سورہ کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب ابولہب اور اس کی بیوی بھی ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی کہ عنقریب انھیں جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ دونوں ایمان نہیں لائیں گے۔ پس یہ اسی طرح واقع ہوا جس طرح عالم الغیب والشہادۃ نے خبر دی تھی۔ (تفسیر سعدی: 2983/3)

(3) یعنی بہت مضبوط بٹی ہوئی چبھنے والی۔ اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دوزخ کے طوق وسلاسل ہیں اور یہ تشبیہ ''حمالۃ الحطب'' کی مناسبت سے دی گئی ہے۔ کیونکہ لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے میں رسی کی ضرورت پڑتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس عورت کے گلے میں ایک بار بہت قیمتی تھا۔ کہا کرتی تھی کہ لات وعزیٰ کی قسم۔ اس کو محمد ﷺ کی عداوت پر خرچ کر ڈالوں گی۔ ضرور تھا کہ دوزخ میں بھی اس گردن ہار سے

خالی نہ رہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس بدبخت کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی لکڑیوں کے گٹھے کی رسی گلے میں آپڑی جس سے گلا گھٹ کر دم نکل گیا۔ (تفسیر عثمانی:2/938)

اٰیاتها ۴ | ۱۱۲ سُوْرَةُ الْإِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ ۲۲ | رکوعها ۱

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکّی سورت ہے۔ اس کا ایک رکوع اور 4 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 112 ہے۔ اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 22 ویں سورت ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے ایک شخص کو لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو اپنی قراءت ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پر ختم کرتا تھا۔ جب لشکر کے لوگ لوٹ کر (مدینہ میں) آئے تو انھوں نے نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟'' لوگوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ سورت رحمن کی صفت ہے، لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اسے پڑھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے کہہ دو کہ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔ (بخاری:7375)

(2) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کو ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (سورۂ اخلاص) بار بار پڑھتے ہوئے سنا، پس وہ صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور یہ بیان کیا، گویا کہ وہ شخص ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کو (بوجہ قلتِ الفاظ کے ثواب میں) قلیل جانتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک یہ سورۃ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' (بخاری:5013)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ جاؤ، تاکہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن مجید پڑھوں۔'' تو جن کو جمع ہونا تھا ہو گئے، پھر نبی ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کی تلاوت کی اور پھر اندر چلے گئے۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے، شاید آسمان سے کوئی خبر آئی ہے، جس کی وجہ سے آپ اندر گئے ہیں، لیکن (کچھ دیر بعد) آپ ﷺ باہر آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا، تو خبردار ہو جاؤ، یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' (مسلم:1888)

(4)ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ ہر رات کو، جب (سونے کے لیے) اپنے بستر پر جاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کران پر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر (پھونک مارتے) دم کرتے تھے پھر انھیں اپنے تمام بدن پر جہاں تک ہوسکتا پھیرتے تھے۔ پہلے اپنے سر مبارک اور چہرۂ مبارک پر پھیرتے اور بعدازاں اپنے تمام اگلے تمام جسم پر پھرتے اور آپ ﷺ تین مرتبہ ایسا ہی کرتے۔ (بخاری:5017)

رکوع نمبر 37

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾

''آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہی ہے''

سوال1:﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ''آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہی ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیجیے'' یعنی اے ہمارے نبی ﷺ جو تیرے رب کے بارے پوچھے تو آپ کہہ دو۔

(2)﴿هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ''وہ اللہ ایک ہی ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اختیارات اور افعال میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ یعنی وحدانیت اس کی ذات میں منحصر ہے۔ وہ ہر قسم کے کمال میں احد اور منفرد ہے جو اسمائے حسنیٰ صفات کاملہ وعالیہ افعال مقدسہ کا مالک ہے جس کی کوئی نظیر ہے نہ مثل۔ (تفسیر سعدی:3/2983)

(3)یعنی عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے، جو یکتا ہے، بے مثال ہے، بے نظیر ہے، بے وزیر ہے اور بے مشیر ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے، احد کا استعمال حق تعالیٰ کی ذات اقدس ہی کے لئے ہوتا ہے کیونکہ وہی انہی تمام صفتوں اور کاموں میں کامل و یکتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/2263)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ ''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (الانبیاء:22)

(5)﴿قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا﴾ ''آپ کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تب وہ عرش والے کی طرف ضرور کوئی راستہ تلاش کرتے۔'' (بنی اسرائیل:42)

(6) رب العزت نے توحید کی دلیل دی، فرمایا: ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر معبود ضرور اس کو لے جاتا جو اس نے پیدا کیا اور ان میں سے ایک دوسرے پر ضرور چڑھ دوڑتا، پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (المومنون:91)

﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾

''اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے'' (2)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ ''اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ ''اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے'' یعنی تمام حوائج میں وہی مقصود ہے۔ عالم بالا اور عالم سفلی کے رہنے والے سب اس کے انتہائی محتاج ہیں، اسی سے اپنی حاجتوں کا سوال کرتے ہیں، اپنے اہم امور میں اسی کی طرف راغب ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے اوصاف میں کامل ہے، وہ علیم ہے جو اپنے علم میں کامل ہے، حلیم ہے جو اپنے حلم میں کامل ہے اور رحیم ہے جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ اسی طرح وہ اپنے تمام اوصاف میں کامل ہے۔ (تفسیر سعدی:2983/3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب اس کے حاجت مند ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ﴾ ''پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔'' (النحل:53) اہل لغت کہتے ہیں کہ الصمد سید، آقا ہے جس کے سب حاجت مند ہیں۔ (قرطبی:179/10)

(2) ''صمد'' سب سے اونچے سردار، اعلیٰ درجے کے شریف، انتہائی عظمت والے، بے حد سنجیدہ ذات، بے انتہا وسیع عالم اور کامل صاحب حکمت کو کہتے ہیں یعنی جو شرافت وسیادت اور ریاست وامارت کے تمام گوشوں میں کامل و یکتا ہو۔ یہ شان اللہ رب العالمین کی ہے اور اسی میں یہ کمالات پائے جاتے ہیں لہذا وہی ہر عیب و کمی سے پاک ہے اور وہی بے پناہ قہر و جلال والا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2263/2)

﴿لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾

''نہ اُس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا'' (3)

سوال 1: ﴿لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ ''نہ اُس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ ''نہ اُس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا'' یعنی تولد وتناسل اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنم دیا نہ اسے کسی نے جنم دیا۔ نہ اس کے بیوی بچے ہیں اور نہ ماں باپ رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ ہے جو تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ

ہر چیز کا خالق ہے، چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔" (الانعام:102)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (۸۸) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا (۸۹) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۰) أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (۹۱) وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا (۹۲) إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (۹۳) لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا (۹۴) وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (۹۵)﴾ "اور اُنہوں نے کہا کہ رحمن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔ کہ انہوں نے رحمن کے لیے کسی اولاد کا دعوی کیا ہے۔ حالانکہ رحمن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے۔ اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔" (مریم:88-95)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ﴾ "اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ بنا دیا ہے اور بلاشبہ یقیناً جنوں کو معلوم ہے کہ یقیناً وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں۔" (الصافات:158)

(4) ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ﴾ "اور اُنہوں نے کہا رحمن نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ فرشتے معزز بندے ہیں۔" (الانبیاء:26)

(5) اس میں ان لوگوں کا رد ہوا جو سیدنا مسیح کو یا سیدنا عزیر کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ نیز جو لوگ مسیح کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں ان کی تردید "لم یولد" میں کر دی گئی۔ (تیسیر ثانی:2/939)

(6) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور پھر بھی وہ انہیں معاف کرتا ہے اور انہیں روزی دیتا ہے۔" (بخاری:7378)

(7) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهُ﴾ "اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔" (بخاری:7418)

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾

"اور نہ کبھی کوئی ایک اُس کے برابر کا ہے" (4)

سوال 1: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ "اور نہ کبھی کوئی ایک اُس کے برابر کا ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾"اور نہ کبھی کوئی ایک اُس کے برابر کا ہے"اس کے اسماء میں نہ اس کی صفات میں اور نہ اس کے افعال میں کوئی اس کا ہم سر ہے۔اس کی ذات بابرکت اور بہت بلند ہے۔یہ سورہ کریمہ توحید اسماء وصفات پر مشتمل ہے۔(تفسیر سعدی:2983/3)

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾"اُس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔"(الشوریٰ:11)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا۔مجھے اس نے گالی دی۔حالانکہ اس کے لئے یہ بھی مناسب نہیں تھا۔مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ نہیں پیدا کروں گا حالانکہ میرے لئے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا بنایا ہے۔حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں نہ میرے کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔(بخاری:4974)

اٰیاتها ۵ ﴿۱۱۳﴾ سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۲۰ رکوعها ۱

سوال1:یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب:یہ مکّی سورت ہے۔اس کا ایک رکوع اور تین آیات ہیں۔

سوال2:مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب:مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 113 ہے۔اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 20 ویں سورت ہے۔

سوال3:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:(1)نبی ﷺ نے فرمایا:سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"کیا تم نے وہ آیات نہیں دیکھیں جو آج رات نازل کی گئی ہیں؟ جن کی مثل کبھی دیکھی ہی نہیں گئی،وہ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ہیں۔(مسلم:1891)

(2)سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلا جا رہا تھا،آپ اس وقت (کسی سواری پر) سوار تھے۔میں نے اپنا ہاتھ آپ کے قدم پر رکھا اور میں نے کہا،اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھا دیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا:"تم ہرگز کوئی ایسی چیز نہیں پڑھو گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ سے زیادہ (اللہ کے قریب) پہنچانے والی ہو۔(نسائی:954)

(3)زر بن حبیش نے بیان کیا،انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معوذتین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ یہ مسئلہ میں نے بھی

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبریل کی زبانی کہا گیا ہے کہ یوں کہہ کہ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ الخ میں نے اسی طرح کہا چنانچہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو رسول کریم ﷺ نے کہا۔ (صحیح بخاری:4976)

(4) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے ہمراہ (مقام) جحفہ، ابواء (ایک جگہ کا نام) میں چل رہا تھا اچانک چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور آندھی چلنے لگی۔ رسول کریم ﷺ (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کی قرأت فرمانے لگے اور فرمانے لگے اے عقبہ! ان دو سورتوں کے ساتھ پناہ مانگا کرو۔ کسی پناہ مانگنے والے شخص نے ایسی پناہ نہیں مانگی۔

(5) عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو امامت کرتے وقت نماز میں ان سورتوں کو قراءت کرتے ہوئے سنا ہے۔" (ابوداؤد:1463)

(6) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کا حکم دیا۔ (سنن نسائی:1337)

رکوع نمبر 38

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾

"آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں" (1)

سوال 1: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ "آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ "آپ کہہ دیجیے" یعنی آپ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کے لئے یہ الفاظ کہیے۔

(2) ﴿أَعُوذُ﴾ "پناہ میں آتا ہوں" یعنی میں اپنا بچاؤ ڈھونڈتا ہوں، میں پناہ تلاش کرتا ہوں۔

(3) ﴿بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ "میں صبح کے رب کی" یعنی اس رب کی جو صبح کو نکالتا ہے جو دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ﴾ "وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے" ﴿فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے وہی اللہ تعالیٰ ہے، پھر تم کدھر کو بہکائے جاتے ہو؟" (الانعام:95)

(4) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ تمام مخلوقات کے شر سے ساری مخلوقات کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

(5) (i) صبح جب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ رات کے اندھیرے کو ختم کر کے دن کی روشنی لاتے ہیں۔ اس سے دراصل یہ شعور دینا مطلوب ہے کہ جو ربّ دن کی روشنی لا سکتا ہے، وہ اسی طرح خوف اور دہشت کو دور کر سکتا ہے۔ وہ پناہ مانگنے والے کو امن دے سکتا ہے۔

(ii)جس طرح رات کوانسان صبح کی روشنی کا منتظر ہوتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ وہ شخص جس پر مصائب کی رات چھائی ہوئی ہو وہ کامیابی کی صبح روشن کا اُمیدوار رہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾

''اُس کے شر سے جو اُس نے پیدا کی''(2)

سوال1:﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾''اُس کے شر سے جو اُس نے پیدا کی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾''اُس کے شر سے جو اُس نے پیدا کی''شر جس سے انسان کو نقصان پہنچ سکتا ہو مثلاً دنیا میں شیطان اور آخرت میں جہنم۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق، انسان، جنات اور حیوانات سب کو شامل ہے۔ پس ان تمام مخلوقات کے اندر موجود شر سے، ان کو پیدا کرنے والے کی پناہ مانگی جاتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے عام چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد خاص چیزوں کا ذکر کیا(تفسیر سعدی:2984/3)

(2)علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ لفظ شر دو چیزوں کے لئے عام اور شامل ہے۔ ایک آلام و آفات، جن سے براہ راست انسان کو رنج و تکلیف پہنچتی ہے دوسرے وہ چیزیں جو آلام و آفات کے موجبات اور اسباب ہیں۔ اس دوسری قسم میں کفر و شرک اور تمام معاصی بھی لفظ شر کے مفہوم میں داخل ہیں۔ قرآن و حدیث میں جن چیزوں سے پناہ کا ذکر آیا ہے وہ ان دونوں قسموں میں سے کسی ایک میں داخل ہوتی ہیں کہ یا تو وہ خود آفت یا مصیبت ہوتی ہیں یا اس کے لئے سبب موجب ہوتی ہیں۔ نماز کے آخر میں جو دعا استعاذہ مسنون ہے اس میں چار چیزیں مذکور ہیں۔ عذاب قبر، عذاب نار، فتنۃ المحیاء والممات، ان میں پہلی دو چیزیں خود مصیبت و عذاب میں اور آخری دو چیزیں مصیبت و عذاب کے اسباب ہیں۔(تفسیر معارف القرآن:848/8)

(3)سیدنا فروہ بن نوفل سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی دعا کے بارے میں سوال کیا کہ آپ ﷺ کیا دعا مانگتے تھے، تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَشَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ﴾''یا اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کام کے شر سے جو میں نے کیا اور جو میں نے نہیں کیا''سے دعا مانگا کرتے تھے۔(صحیح مسلم:6896)

(4)اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے پناہ مانگنا شرک ہے۔

﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾

''اور تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے''(3)

سوال1:﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾''اور تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾''اور تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے''یعنی رات کے اندھیرے سے اللہ تعالیٰ کی

پناہ مانگتا ہوں (i) رات کے اندھیرے میں جرائم ہوتے ہیں۔ (ii) رات کے اندھیرے میں خطرناک درندے نکلتے ہیں۔
(iii) رات کے اندھیرے میں موذی جانور بلوں سے نکلتے ہیں۔

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ﴾

''اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے'' (4)

سوال 1: ﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ﴾ ''اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ﴾ ''اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے'' یعنی جادو کرنے والی عورتوں کے شر سے جو اپنے جادو میں گرہوں میں پھونکوں سے کام لیتی ہیں جن کو وہ جادو کے لیے باندھتی ہیں۔ (تیسیر سعدی: 2984/3)

(2) ابوعبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جادوگرنیوں سے مراد لبید بن اعصم (یہودی کی بیٹیاں ہیں جنہوں نے نبی ﷺ پر جادو کیا تھا۔'' جادو کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو کوئی گنڈا لگائے اور پھر اس پر پھونکے اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا اس نے شرک کیا۔'' اور جو کسی چیز سے چمٹا وہ اس کی طرف چھوڑ دیا گیا۔ (فتح القدیر بحوالہ نسائی)

(3) سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بنوزریق کے ایک شخص یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے نبی ﷺ کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ ﷺ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ ایک دن یا (راوی نے بیان کیا کہ) ایک رات نبی ﷺ میرے یہاں تشریف رکھتے تھے اور مسلسل دُعا کر رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا، اس نے اس کا جواب مجھے دے دیا۔ میرے پاس دو (فرشتے سیدنا جبرائیل علیہ السلام و سیدنا میکائیل علیہ السلام) آئے۔ ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے۔ پوچھا کس چیز میں؟ جواب دیا کہ کنگھے اور سر کے بال میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ سوال کیا: اور یہ جادو ہے کہاں؟ جواب دیا کہ زروان کے کنوئیں میں۔'' پھر نبی ﷺ اس کنوئیں پر اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا! اس کا پانی ایسا (سرخ) تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر (اوپر کا حصہ) شیطان کے سروں کی طرح تھے۔'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں کر دیا؟'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے عافیت دے دی اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں اس برائی کو خواہ مخواہ لوگوں میں پھیلاؤں۔'' پھر آپ ﷺ نے اس جادو کا سامان کنگھی، بال، خرما کا غلاف اسی میں دفن کرا دیا۔ ''فی مشط ومشاقة''

مشاطة اسے کہتے ہیں جو بال کنگھی کرنے میں نکلیں سر یا داڑھی کے اور مشاقہ روئی کے تار یعنی سوت کے تار کو کہتے ہیں۔(بخاری:5763)

(4) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔ انہوں نے کہا: ﴿بِسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ آللهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے ہر اس چیز کے شر سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے والی ہو اور ہر نفس یا حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفا دے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کرتا ہوں۔'' (مسلم:5700)

سوال 2: ﴿اَلنَّفّٰثٰت﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿اَلنَّفّٰثٰت﴾ مؤنث کا صیغہ ہے۔ گرہوں میں پھونکنے والے نفس مراد ہیں۔ اس سے مراد جادو کا کالا عمل کرنے والے مرد اور عورتیں دونوں مراد ہیں۔

سوال 3: گرہوں میں پھونکیں کیوں ماری جاتی ہیں؟

جواب: گرہوں میں پھونکیں جادو کے لئے ماری جاتی ہیں۔ جادوگر جب پڑھتے ہیں تو پھونک مار کر گرہ لگاتے جاتے ہیں۔

سوال 4: جادو کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: (1) جادو کلام کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔

(2) جس پر جادو کرنا مطلوب ہوتا ہے اس کے بال یا کوئی چیز حاصل کر کے عمل کیا جاتا ہے۔

(3) اگر بالوں پر عمل کیا جائے تو کلام پڑھ کر پھونکیں ماری جاتی ہیں اور گرہیں لگائی جاتی ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کے شر سے بچنے کے لئے کیا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کے شر سے بچنے کے لئے حکم دیا ہے کہ صبح کے ربّ کی پناہ مانگ لو۔

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾

''اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے'' (5)

سوال 1: ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾ ''اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾ ''اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے'' حسد کا مطلب ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت یا فضیلت یا شرف یا عزت عطا کی ہو تو اس پر کوئی دوسرا ملے اور چاہے یہ نعمت اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ ہاں اگر

کوئی شخص چاہے کہ اسے ملی ہے، مجھے بھی اللہ تعالیٰ ایسی نعمت عطا کردے تو یہ رشک ہے۔

(2) حاسد سے ایسی صورت میں پناہ مانگی گئی ہے جب وہ حسد کرے اور حسد کی وجہ سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اگر کوئی نقصان نہیں پہنچاتا تو اس کے لئے اتنی سزا کافی ہے کہ وہ جلتا رہے۔

(3) حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کرسکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے، اس کی بدی سے پناہ مانگنا چاہیے۔ اگر ایک شخص کے دل میں بے اختیار حسد پیدا ہو مگر وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر محسوس کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہ کرے وہ اس سے خارج ہے۔ نیز یاد رکھنا چاہیے کہ حسد کے معنی یہ ہیں دوسرے سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کے زوال کا متمنی ہو۔ باقی یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے۔ حسد میں داخل نہیں۔ اس کو "غبطہ" کہتے ہیں بخاری کی حدیث "لاحسد الا فی اثنتین الخ میں لفظ حسد سے یہی غبطہ مراد ہے۔ (تفسیر عثمانی:940/2)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ (بخاری:6064)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہوسکتا ہے، ایک تو اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن خیرات کرتا رہا۔ (بخاری:5025)

(6) نظر لگانے والا بھی حاسد شمار ہوتا ہے۔ نظر بد صرف شریر اور خبیث شخص اور حاسد سے لگتی ہے۔

سوال 2: نظر بد سے حفاظت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے کیا طریقہ سکھایا ہے؟

جواب: (1) (أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ) میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ ہر ایک شیطان سے اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔ (بخاری:3371)

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح و شام قل ھو اللہ احد اور معوذتین (سورہ الفلق اور الناس) کی تین تین مرتبہ تلاوت کرنا تجھے ہر چیز (آفت، نظر بد وغیرہ) سے کافی ہو جائے گی۔ (سنن ابوداؤد:5082) (3) کسی کی اچھی عادات کو دیکھ کر انہیں برکت کی دعا دیں۔

(4) کسی کی خوب صورتی دیکھ کر ماشاء اللہ، لاقوۃ الا باللہ کہیں۔

(5) نظر بد کے علاج کے لیے یہ دم کریں: (بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ) اللہ تعالیٰ کے نام سے میں تم پر دم کرتا ہوں ہر چیز سے جو تم کو ایذا دے اور ہر نفس اور آنکھ اور حاسد کی برائی سے اللہ تعالیٰ تم کو شفا دے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے تم پر دم کرتا ہوں۔ (مسلم:2185)

(6) تعویذ نہ پہنیں اور نہ بچوں کو پہنائیں۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ شرکیہ دم، تعویذ اور

جادو منتر اور (محبت کا تعویذ) شرک ہے۔ (ابوداؤد:3883)

اٰیاتها ٦ | ١١٤ سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ ٢١ | رکوعها ١

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکّی سورت ہے۔ اس کا ایک رکوع اور 6 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 114 ہے۔ اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 21 ویں سورت ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) نبی کریم ﷺ پر (جب آپ ﷺ حدیبیہ سے لوٹے تھے) جادو ہوا تھا۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا تھا۔ آپ کے ذہن میں یہ بات ہوتی تھی کہ فلاں کام میں کر رہا ہوں حالانکہ آپ اسے نہ کر رہے ہوتے۔ آخر ایک دن آپ نے دعا کی۔ پھر دعا کی کہ اللہ پاک اس جادو کا اثر دفع کر دے اس کے بعد آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہوا مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ تدبیر بتا دی ہے جس میں میری شفا مقدر ہے۔ میرے پاس دو آدمی آئے، ایک تو میرے سر کی طرف بیٹھ گئے اور دوسرا پاؤں کی طرف۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا، انہیں بیماری کیا ہے؟ دوسرے آدمی نے جواب دیا کہ ان پر جادو ہوا ہے انہوں نے پوچھا، جادو ان پر کس نے کیا؟ جواب دیا کہ لبید بن عاصم یہودی نے، پوچھا کہ وہ جادو (ٹونا) رکھا کس چیز میں ہے؟ کہا کہ کنگھے میں، کتان میں اور کھجور کے خشک خوشے کے غلاف میں۔ پوچھا، اور یہ چیزیں ہیں کہاں؟ کہا بئر دوران میں۔ پھر نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور واپس آئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، وہاں کے کھجور کے درخت ایسے ہیں جیسے شیطان کی کھوپڑی۔ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا، وہ ٹونا آپ نے نکلوایا بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں مجھے تو اللہ تعالیٰ نے خود شفا دی اور میں نے اسے اس خیال سے نہیں نکلوایا کہ کہیں اس کی وجہ سے لوگوں میں کوئی جھگڑا کھڑا کر دوں۔ اس کے بعد وہ کنواں بند کر دیا گیا۔ (بخاری:3268)

(2) رسول اللہ ﷺ ہر رات جب اپنے بستر پر آتے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں اکٹھی کرتے، پھر ان دونوں پر یہ سورتیں: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر پھونک مارتے پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو اپنے جسم پر جہاں تک وہ پہنچتیں پھیرتے، اور شروع کرتے اپنے سر، چہرے اور بدن کے اگلے حصے سے، اور ایسا آپ تین بار کرتے۔ (ترمذی:3402)

(3) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کا جانور کھینچ رہا تھا۔ اتنے میں آپ ﷺ نے فرمایا: اے عقبہ سوار نہیں ہوتا؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بزرگی کا خیال کیا اور کہا: میں کیونکر آپ کی سواری پر چڑھ

سکتا ہوں؟ تھوڑی دیر بعد پھر آپ ﷺ نے فرمایا: سوار نہیں ہوتا اے عقبہ؟ میں ڈرا کہیں نافرمانی میں گناہ نہ ہو یعنی آپ دو بار فرما چکے سوار ہونے کے لئے اب اگر سوار نہ ہوں تو بھی مشکل ہے کہ کہیں گناہ گار نہ ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ اترے اور میں تھوڑی دیر کے لئے سوار ہوا۔ پھر میں اترا اور رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں دو بہترین سورتیں نہ بتاؤں جن کو لوگوں نے پڑھا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے مجھے ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھائیں۔ اتنے میں نماز کی تکبیر ہوئی آپ آگے بڑھے اور یہ دو سورتیں پڑھیں۔ پھر آپ میرے پاس سے گزرے اور فرمایا: عقبہ! یہ کیسی لگیں؟ ان دو سورتوں کو سوتے وقت اور اٹھتے وقت پڑھو۔ (سنن نسائی:5439)

(4) ابو حابس جہنی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو حابس! کیا میں تمہیں سب سے بہترین تعویذ نہ بتاؤں جس کے ذریعے سے پناہ طلب کرنے والے پناہ مانگتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں ضرور بتلایئے۔ آپ ﷺ نے دونوں سورتوں کا ذکر کیا۔ فرمایا: دونوں معوذتان ہیں۔ (صحیح نسائی، الالبانی:5020)

(5) نبی ﷺ انسانوں اور جنوں سے پناہ مانگتے تھے۔ جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے پڑھنے کو معمول بنالیا اور باقی چیزیں چھوڑ دیں۔ (صحیح ترمذی، الالبانی:2150)

رکوع نمبر 39

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾

''آپ کہہ دیجیے کہ میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں'' (1)

سوال 1: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ''آپ کہہ دیجیے کہ میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیجیے کہ'' اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کے لئے آپ کہہ دیں۔

(2) ﴿أَعُوذُ﴾ ''میں پناہ میں آتا ہوں'' میں اپنا بچاؤ تلاش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(3) ﴿بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ''انسانوں کے رب کی'' رب کا مطلب پروردگار، نگہبان، حامی اور مربی ہے۔ جو لوگوں کا رب ہے، میری ہر چیز کا رب ہے وہی پرورش کرنے والا ہے اسے خوب معلوم ہے کہ فلاں شخص سے فلاں کو کیا تکلیف پہنچ سکتی ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ ہی اکیلا رب ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ

مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (التوبہ:31)

(5) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو رب بنانا کفر ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰۗىِٕكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۸۰)﴾ ''اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ، کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم فرماں بردار رہو۔'' (آل عمران:80)

﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾

''انسانوں کے بادشاہ کی'' (2)

سوال 1: ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ ''انسانوں کے بادشاہ کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ ''انسانوں کے بادشاہ کی'' اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا بادشاہ ہے یعنی وہ انسانوں پر کامل اقتدار رکھتا ہے۔ وہ ان پر مکمل اختیار رکھتا ہے۔ وہ ظاہری اسباب پر بھی پورا کنٹرول رکھتا ہے۔ اس لئے وہ انسانوں کو پناہ دے سکتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''مَلِك'' کو انسان کے ساتھ متعلق کر کے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک ہے، بادشاہِ حقیقی ہے۔ انسانوں کا بادشاہ کہہ کر یہ شعور دلایا گیا ہے کہ انسان معزز مخلوق ہے اور پھر بات پناہ لینے کی ہے تو اسی ذات کی پناہ لی جاسکتی ہے جو انسانوں کا بادشاہ ہے، جو حاکم ہے، مقتدر ہے۔ یہ وہ صفات ہیں جن میں شر سے بچانے کا عنصر شامل ہے۔ وہ شر جو دِلوں تک اتر جاتا ہے اور انسان کے بس میں نہیں ہوتا کہ اس سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

﴿اِلٰهِ النَّاسِ﴾

''انسانوں کے معبود کی'' (3)

سوال 1: ﴿اِلٰهِ النَّاسِ﴾ ''انسانوں کے معبود کی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ''انسانوں کے معبود کی'' ﴿اِلٰهِ﴾ کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ہر ایک کی فریاد سنتا ہے۔ اور ہر ایک کی دادرسی کرتا ہے۔ وہی ہے جو تمام باطنی اسباب پر بھی اختیار رکھتا ہے۔ وہی پناہ دے سکتا ہے اور دوسروں کے شر سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس لئے اس سے دوسروں کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف رب، مالک اور الٰہ کی نسبت کیوں کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کی طرف الٰہ کی اور دوسری صفات یعنی ربّ اور مالک کی نسبت اس لیے کی ہے کہ انسان احساس کریں کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اس کی حفاظت بہت عظیم ہے اور بہت قریب ہے۔

سوال 3: الٰہ کون ہوسکتا ہے؟

جواب: الٰہ وہی ہوسکتا ہے جو خالق ہو، مالک ہو۔ جو ربّ ہو۔ جو بادشاہ ہو۔ وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو معبود بنایا جائے، اس کی عبادت کی جائے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنی پناہ لینے کی دعوت کیوں دی ہے؟

جواب: انسان کا دشمن شیطان ایسے خفیہ کام کرتا ہے جن کا انسان کو شعور نہیں ہوتا۔ وہ ایسے راستے سے آتا ہے جہاں سے آنے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے ربّ العزت نے احساس دلایا ہے کہ تمہاری مدد ربّ العالمین کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ﴾

''وسوسہ ڈالنے والے، ہٹ ہٹ کر آنے والے کے شر سے'' (4)

سوال 1: ﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ﴾ ''وسوسہ ڈالنے والے، ہٹ ہٹ کر آنے والے کے شر سے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ﴾ ''وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے'' یعنی شیطان کے شر سے۔

(2) وسوسہ کہتے ہیں غیر محسوس طریقہ پر کسی بری بات کو دل میں ڈال دینے کو۔ وسوسہ کے لفظ میں، خود بار بار کا مفہوم شامل ہے جیسے زلزلہ حرکت کی تکرار کو کہتے ہیں۔ انسان چونکہ ایک دم بہکائے میں نہیں آتا۔ اس لیے شیطان مسلسل کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس لیے ایسی کوشش کرنے والے کو وسواس کہا جائے گا۔ (تفسیر کمالین جلالین: 440/7)

(3) ﴿الْخَنَّاسِ﴾ ''ہٹ ہٹ کر آنے والے'' یعنی جو وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

(4) اور شیطان انسان کے دل پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور اگر غافل ہو تو اس کا دل مٹھی میں لے لیتا ہے یہی وسوسہ ڈالنے والا اور پیچھے ہٹ جانے والا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ)

(5) انسان کا دشمن شیطان ایسے خفیہ کام کرتا ہے جن کا انسان کو شعور نہیں ہوتا، وہ ایسے راستے سے آتا ہے جہاں سے آنے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے رب العزت نے احساس دلایا ہے کہ تمہاری مدد رب العالمین کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ موڑ کر

بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ اذان سنائی نہ دے اور جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے لیکن جوں ہی تکبیر شروع ہوئی وہ پھر پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے جب تکبیر بھی ختم ہوجاتی ہے تو شیطان دوبارہ آجاتا ہے یہاں تک کہ لوگوں کے دلوں میں خیالات ڈالتا ہے اس کو کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر ان باتوں کی شیطان یاددہانی کراتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہ تھا یہاں تک کہ آدمی بھول جاتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری:608)

(7) سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول کریم ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ سے ملنے مسجد میں آئیں، جب مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے، جہاں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ تھا، تو وہاں انصاری صحابی ملے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور تیزی سے آگے گزر گئے، آپ نے فرمایا: ''ذرا ٹھہر جاؤ، یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہیں۔'' وہ کہنے لگے سبحان اللہ! یارسول اللہ! آپ کا یہ فرمان ان پر شاق گزرا۔ آپ نے فرمایا: ''شیطان آدمی کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے، میں ڈرا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔ (بخاری:2035)

(8) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو۔ ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے: تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا، پھر ان میں ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی۔ شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے: ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے)۔'' اعمش نے کہا: میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا: ''وہ اسے اپنے سے چمٹا لیتا ہے۔'' (مسلم:7106)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنوں میں سے اس کا ایک ساتھی (یعنی ایک شیطان) مقرر کر دیا ہے۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ہے۔ سو وہ مطیع ہوگیا ہے، اس لیے وہ مجھے نیکی اور اچھائی ہی کہتا رہتا ہے۔ (مسلم:7108)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت کے سینوں میں پیدا ہونے والے وسوسے معاف فرما دیے ہیں۔ جب تک وہ (ان پر) عمل نہ کریں، یا منہ سے نہ نکالیں۔ (بخاری:2528)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور تمہارے دل میں پہلے تو یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور آخر میں بات یہاں تک پہنچاتا ہے کہ خود تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب کسی کو ایسا وسوسہ آئے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور شیطانی خیال کو چھوڑ دے۔'' (بخاری:3276)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جو کوئی اس طرح کا (کوئی وسوسہ اپنے دل میں) پائے تو وہ کہے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ (مسلم:343)

(12) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے اور اس کا خیال دل میں جاگزیں ہو جائے، تو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس آئے، اس سے جماع کرے، کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے دل کا خیال ختم ہو جائے گا۔ (مسلم:3407)

سوال 2: شیطان سے حفاظت کے لئے کس کی پناہ مانگی جائے؟

جواب: (1) شیطان سے حفاظت کے لئے اس سے پناہ مانگی جائے جس میں تین صفات کمال درجے میں پائی جائیں۔ ربوبیت، ملوکیت، الوہیت۔

(2) پناہ اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے کیونکہ وہی ہر چیز کا رب ہے وہی بادشاہ ہے، وہی معبود ہے۔

سوال 3: شیطان کو الخَنَّاس کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: شیطان اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی وجہ سے کھسک جاتا ہے۔ اس لیے اسے الخَنَّاس کہتے ہیں۔

﴿الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ﴾

''جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے'' (5)

سوال 1: ﴿الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ﴾ ''جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ﴾ ''جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے'' شیطان انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

(2) شیطان اس وقت وسوسے ڈالتا ہے جب بندے کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے۔ (ابن کثیر:1797)

سوال 2: شیطان انسانوں کے دلوں میں کیسے وسوسہ ڈالتا ہے؟

جواب: شیطان انسانوں کے دلوں میں گھس کر نہایت خفیہ اور غیر محسوس طریقے سے وسوسے ڈالتا ہے۔

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾

''جنوں اور انسانوں میں سے'' (6)

سوال1:﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ ''جنوں اور انسانوں میں سے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''جنوں اور انسانوں میں سے'' وسوسہ ڈالنے والے جن اور انسان دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔'' (الانعام:112)

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! ہمارے دل میں کچھ خیالات آتے ہیں اور وہ اشارے کنائے سے کچھ اس طرح کہہ رہا تھا کہ ان خیالات کو زبان پر لانے کے بجائے کوئلہ ہو جانا اسے زیادہ پسند ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ کبر۔ حمد اس اللہ کی جس نے اس (ابلیس) کے مکر کو وسوسے کی طرف لوٹا دیا۔'' (ابوداؤد:5112)

(3) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ: نماز پڑھ لی؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا۔ اٹھو نماز پڑھو۔ میں نماز پڑھ کر پھر حاضر ہو گیا۔ فرمایا:﴿یا ابوذر! تعوذ باللہ من شر شیاطین الانس والجن﴾ ''میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں فرمایا ہاں۔'' (کمالین جلالین:7/441,442)

قرآن باعثِ نجات ہے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی رسی ہے، نورِ مبین اور نفع مند شفا ہے۔
جو شخص اسے تھام لیتا ہے اُس کے لیے یہ بچاؤ کا ذریعہ ہے
اور جو اس کا اتباع کرتا ہے اُس کے لیے یہ باعثِ نجات ہے۔

(مستدرک حاکم)

www.alnoorpk.com

Nighat Hashmi +92 336 4033042 Nighat Hashmi Alnoor International



ڈائمنڈ اردو بکس

تمام کتب فی سبیل اللہ

ایڈمن ٹیم:

شاہ زر خان + کول فائر

جہاں ملیں آپ کو نایاب کتب نایاب ویب سائٹس سے

Rekhta	ناول + کہانیاں
Scribd	ماہانہ ڈائجسٹ
Slide Share	عمران سیریز
Kitab Ghar	بچوں کی کہانیاں
English Book,s	سکول و کالج بکس
English Novel,s	نوٹس + مواد

اس گروپ میں ایڈمنز 24/7 دستیاب ہوتے ہیں

اور آپ کی ڈیمانڈ پر بروقت کام کیا جاتا ہے

03176699066
SHAHZAR KHAN
TEAM DIAMOND URDU BOOKS

COOL FIRE/WAQAS AHMED
RANA M.AZEEM RIZVI
FAISAL MIRZA

تمام کتب انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کر کے مہیا کی جاتی ہیں جو کتاب پیڈ ہو یا پی ڈی ایف میسر نہ ہو وہ شیئر نہیں کی جاتی

ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس گروپس لنکس

گروپ میں ایڈ ہونے کے لیئے گروپ کے نام یا تصویر پہ کلک کریں

 ڈائمنڈ اردوبکس	 ڈائمنڈ اردوبکس
 ڈی یوبی میڈیا	 کاروانِ شعروادب
 اردوتحاریر کاگلدستہ	 ڈائمنڈ لنکس ورلڈ
 کتابوں پر تبصرے	 حمدونعت آفیشل
 ڈی یوبی ٹیلی گرام 300,000+ books	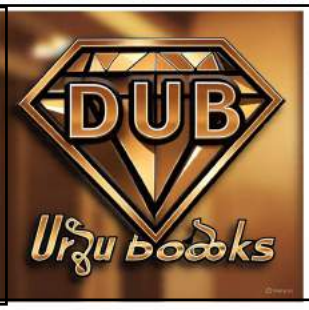 فیس بک گروپ ڈائمنڈ اردوبکس

لنک ری سیٹ ہونے یا کام نہ کرنے کی صورت میں اس نمبر پر رابطہ کریں

شاہ زر خان: 03176699066

DUB

یا اللہ عزوجل | بسم اللہ الرحمن الرحیم | یا رسول اللہ ﷺ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معزز اراکینِ ڈائمنڈ اردو بکس !

آپ سب کو ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس کے گروپس میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

گروپس کے قواعد و ضوابط :

گروپس میں کسی بھی قسم کی تصاویر ، ویڈیوز ، آڈیوز ، فیس بک/واٹس ایپ لنکس ، یا وائس میسجز شیئر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

کوئی بھی ممبر کسی دوسرے ممبر سے ذاتی رابطہ (بغیر اجازت) نہ کرے۔ شکایت کی صورت میں متعلقہ ممبر کو تمام گروپس سے نکال دیا جائے گا۔

تمام ممبران اور ایڈمنز کے ساتھ خوش اخلاقی، عزت و وقار اور بہترین تربیت کا مظاہرہ کریں۔

گروپس میں سیاسی ، مذہبی یا کوئی بھی ایسی بحث جس سے انتشار پیدا ہو یا جھگڑے کا خدشہ ہو ، سختی سے منع ہے۔

یہ قواعد سخت ضرور ہیں، لیکن ان کا مقصد گروپ کے نظم و ضبط اور ممبران کی سہولت کو یقینی بنانا ہے۔

انتہائی اہم اعلامیہ

گروپ میں قادیانی، مرزائی، احمدی، مرتد، گستاخِ رسول، گستاخِ صحابہ و اہلِ بیت، گستاخِ اولیاء، دہشت گرد تنظیموں، پاکستان و اسلام مخالف افراد، فوج یا سرکاری اداروں کے خلاف بولنے والوں کا داخلہ سختی سے ممنوع ہے۔ ایسے افراد کی شناخت کی صورت میں انہیں فوری طور پر تمام گروپس سے نکال دیا جائے گا۔

ہم صرف معیاری کتب فراہم کرتے ہیں، تاہم درج ذیل کتب ہماری پالیسی کا حصہ نہیں ہیں:

شیعہ مکتبہ فکر کی کتب , انتشار پھیلانے والی تحریریں , اداروں اور ریاست پاکستان کے خلاف مواد , لادین، ملحد یا فتنہ پرور مصنفین کی کتب

نوٹ :

تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش کر کے فی سبیل اللّٰہ اور بغیر کسی معاوضے کے فراہم کی جاتی ہیں (خود سکین نہیں کرتے)۔ اگر کسی کتاب سے متعلق کاپی رائٹ مسئلہ ہو تو براہِ کرم ایڈمنز سے رابطہ کریں، متعلقہ کتاب گروپ سے حذف کر دی جائے گی۔

رابطہ برائے شمولیت یا گروپ لنک ری سیٹ

سپر ایڈمن شاہ زر خان

+92 317 6699066

ایڈمن وقاص احمد/کول فائر

+44 7716 717193

+994 40 729 52 41